تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

تحریکِ ختمِ نبوّت

حصہ اول

(۱۸۹۱ء۔۱۸۹۶ء)

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

اشاعت اول ـــــــ پاکستان
اشاعت دوم ـــ مرکزی جمعیت اہلحدیث انڈیا
اشاعت سوم ـــــــ 2006ء

اہتمام طباعت
ابوبکر قدوسی

قدوسیہ اسلامک پریس
Ph:042-7230585-7351124
Email: qadusia@brain.net.pk
www.quddusia.com

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ ● غزنی سٹریٹ ● اردو بازار ● لاہور پاکستان

فہرست

شخصیات

اظہار تشکر

جمعیت اہل حدیث برطانیہ تاریخ تحریک ختم نبوت پر یہ کتاب شائع کر کے اپنے اکابرین کے ان کارناموں کو اجاگر کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے جسے اپنی جماعت کی بے حسی اور دیگر جماعتوں کے پروپیگنڈے نے لوگوں کی نظروں سے اوجھل کر دیا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ کام بہت پہلے ہو جاتا لیکن ہند و پاک کی اہل حدیث تنظیموں نے اس طرف کما حقہ توجہ نہیں دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تحریک ختم نبوت کے آغاز اور اس کے ارتقائی مراحل میں کام کرنے کا سہرا دیگر مکاتیب فکر نے اپنے اکابرین کے سر باندھ دیا حالانکہ وہ بزرگ اس برات میں ہی شامل نہ تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ تحریک کے ابتدائی اور ارتقائی مراحل میں اہل حدیث علماء ہی کا حصہ سب سے زیادہ ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے مرزا غلام احمد کو اس وقت رنگے ہاتھوں پکڑا جب وہ ختم نبوت کی عمارت میں نقب لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور اس بات کا اقرار خود مرزا غلام احمد نے اپنی کتابوں میں جا بجا کیا ہے۔ ہم اہل حدیث علماء کی خدمات کو منظر عام پر لانے والی اس کتاب کی اشاعت پر اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے اس خدمت کا اعزاز برطانیہ کی جمعیت اہل حدیث کو بخشا۔

ہم ڈاکٹر بہاءالدین صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ہندوستان پاکستان اور برطانیہ کے کتب خانوں سے علمی موتی چن کر انہیں ایک تسبیح میں پرو دیا ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں بڑی محنت اور جانفشانی سے وہ تمام کتب حاصل کی ہیں جن کی اس موضوع پر لکھنے والے کو ضرورت ہو سکتی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ انہیں جب بھی کسی اہل علم کا سراغ مل جاتا وہ فوراً اسے اپنے مطالبات کی

صورت میں ایک فہرست کتب تھما دیا کرتے تھے۔ انہوں نے ہندوستان سے بھی بہت سا ضروری لٹریچر منگوایا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع پر جنون کی حد تک کام کر کے وہ قرضہ ادا کر دیا ہے جو اکابرین کا جماعت اہل حدیث کے ذمہ تھا۔ انہوں نے اس علمی تشنگی کو بھی دور کر دیا ہے جسے جماعت کا ہر فرد محسوس کرتا تھا اور جماعت کا ہر فرد اس بات پر ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں 'قدامت اہل حدیث'' برصغیر میں اہل حدیث کی خدمات 'اور تحریک اہل حدیث کے اثرات 'جیسے موضوعات پر کام کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

کتاب ھذا دراصل ان مضامین کا نظر ثانی شدہ مجموعہ ہے جو ۱۹۹۵ء کے آخر سے تحریک ختم نبوت کے عنوان سے صراط مستقیم برمنگھم میں سلسلہ وار شائع ہوتے رہے ہیں۔ ہم قارئین صراط مستقیم کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جو خطوط اور ٹیلی فون کے ذریعے ان مضامین کی تحسین اور مصنف کی حوصلہ افزائی کرتے رہے ہیں۔ اور ان رسائل کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جو ان مضامین کو ہندوستان اور پاکستان میں صراط مستقیم کے شکریہ کے ساتھ شائع کرتے رہے ہیں۔ ان مضامین کی اشاعت کے دوران کئی حضرات کے تنقیدی خطوط بھی آئے ہیں اور بعض موقر جرائد میں خصوصی مضامین شائع کر کے اہل حدیث اکابرین پر اعتراضات کی بوچھاڑ بھی کی گئی ہے۔ کہا گیا ہے کہ اہل حدیث علماء تو مرزا غلام احمد کے ساتھی تھے۔ وہ مرزا کو کافر نہیں کہتے تھے۔ وہ مرزائیوں کے ساتھ نکاح جائز سمجھتے تھے۔ ان کے شیخ الکل نے تو مرزا غلام احمد کا نکاح بھی پڑھایا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہم ان معترضین کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اگر وہ اس طرح کے اعتراضات نہ کرتے تو ہم شافی جوابات سننے سے محروم رہ جاتے جو ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے اس سلسلہ مضامین میں وقتاً فوقتاً دیئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہم یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ تحریک ختم نبوت میں جن علما نے بھی کام کیا ہے ہم بلا لحاظ مسلک ان کی قدر کرتے ہیں اور اللہ سے ان کے لئے جزائے خیر کی دعا کرتے ہیں۔ ہاں اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ جس نے جس وقت جو کام کیا اتنا ہی رہنے دیں انزل الناس علی منازلھم

ہم جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے تمام علماء خصوصا مولانا عبدالہادی صاحب امیر جمعیت۔ مولانا حفیظ اللہ خان صاحب مدیر صراط مستقیم ۔مولانا شعیب احمد صاحب میر پوری ناظم اعلی جمعیت اہل حدیث ۔مولانا عبدالرزاق مسعود صاحب آف ہیلی فیکس اور مولانا خرم بشیر صاحب خازن جمعیت کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے کتاب کی تکمیل میں دلچسپی کا اظہار کیا۔اس سلسلے میں کئی مرتبہ دوستوں کو اکٹھا کر کے مصنف کو مفید مشوروں سے نوازا۔اور ضروری مواد کی فراہمی میں مدد فرمائی پھر مسودے کو نظر ثانی کے مراحل سے گذار کر راقم الحروف کی ڈیوٹی لگائی کہ اسے پاکستان لے جاؤں اور اس کی اشاعت کا اہتمام کروں۔اللہ ان تمام اصحاب کو جماعت کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

ہم جناب محمد قاسم رضوی صاحب۔ جناب جاوید صاحب اور جناب محمد اظہر صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں مالی تعاون فرمایا۔ اللہ ان دوستوں کو دین ودنیا کی سعادتوں سے نوازے۔

آخر میں مکتبہ قدوسیہ لاہور والے قدوسی برادران جناب ابوبکر قدوسی اور عمر فاروق قدوسی بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے ذاتی دلچسپی لے کر اپنی نگرانی میں اس کتاب کو شائع کیا ہے۔کتاب کو دیدہ زیب بنانے میں ان بھائیوں کا بڑا حصہ ہے۔یاد رہے کہ اس سے قبل ادارہ صراط مستقیم کی تین کتابیں فتاویٰ صراط مستقیم، تلخ وشیریں اور مقالات محمود بھی انہی بھائیوں نے شائع کی ہیں اور فتاویٰ صراط مستقیم پر انہوں نے تخریج کا کام بھی کیا ہے۔دعا ہے اللہ مولانا عبدالخالق قدوسی شہید کے بیٹوں کو اس علمی پودے کو تناور کرنے کی مزید توفیق دے جسے وہ اپنے خون سے سینچتے رہے۔ آمین

ثناءاللہ سیالکوٹی

(نائب امیر جمعیت اہل حدیث برطانیہ)

www.kitabosunnat.com

محمد اسحاق بھٹی

حرفے چند

جب ریسرچ فیلو کی حیثیت سے میں ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور سے وابستہ تھا تو ادارے کے مجلّہ ''المعارف'' کی ادارت بھی میرے سپرد تھی۔ ایک روز اشاعت کے لیے مجھے ایک مضمون موصول ہوا' جس میں بتایا گیا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں جب مسیحیت کا دعویٰ کیا تو حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا اور مرزا صاحب پر یہ پہلا فتویٰ تکفیر تھا۔ مضمون میں محققانہ انداز میں اس کی تفصیل بیان کی گئی تھی۔

شروع سے آخر تک اگرچہ مضمون بہت متوازن تھا اور فاضل مضمون نگار نے تاریخی حوالوں سے اصل حقیقت کی وضاحت کی تھی' لیکن ادارے کی پالیسی یہ تھی کہ ''المعارف'' میں اختلافی مضامین شائع نہیں کیے جائیں گے' تاہم مضمون کی خالص علمی اور تحقیقی نوعیت کے پیش نظر اور مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی تکفیر کے مسئلے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے میں نے اسے ''المعارف'' میں شائع کردیا۔ یہ وہ مسئلہ تھا' جس میں مولانا عبدالماجد دریابادی کے سوا کسی کو بھی اختلاف نہ تھا' اپنے انداز کا یہ پہلا مضمون تھا' لہٰذا ''المعارف'' کے حلقہ قارئین میں اسے بہت پسند کیا گیا۔ یہ مضمون انہی ڈاکٹر بہاءالدین کا تھا' جن کی یہ کتاب ہمارے زیر مطالعہ ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں' وہ مشہور عالم تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر انھوں نے اردو میں بھی لکھی اور انگریزی میں بھی۔ احناف کے دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کے حلقہ ارادت میں شامل تھے اور ان سے باقاعدہ بیعت تھے' لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اور

مرزائیوں کو مسلمان قرار دیتے تھے' تحریری صورت میں بھی اور زبانی گفتگو میں بھی برملا اجماع امت سے اختلاف کرتے اور کافروں کو مسلمانوں کے زمرے میں شامل کرنے پر اصرار فرماتے تھے --- اس وقت یہ بات ہمارے موضوع کا حصہ نہیں ہے' یوں ہی اثنائے کلام میں زبان قلم پر آ گئی ہے۔ اصل موضوع یہ کتاب ہے' جس کے متعلق چند باتیں کرنا مقصود ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا قادیانی نے جب مثل مسیح یا اصلی مسیح یا نبی ہونے کا اعلان کیا تو سب نے ان کی تکذیب کی' ان کے دعوے کو کفر سے تعبیر کیا اور ان کو کافر گردانا۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ اس میں پہل کس نے کی؟ اولیں قدم کس نے اٹھایا اور کس نے فتوے کی صورت میں اس کی پورے ملک میں تشہیر کی؟

اس سوال کا جواب دینے میں کوئی قباحت اور کوئی برائی نہیں ہے۔ اگر اس کا جواب کسی کے پاس ہے تو ضرور دینا چاہیے۔ یہ کار ثواب اور دینی تاریخ کا حصہ ہے اور بزرگان دین کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ --- اس موضوع کے واقعات کی ترتیب اور تاریخ ہمیں بتاتی ہے جو زیر مطالعہ کتاب کے فاضل مصنف نے بیان کی ہے کہ اس باب میں سب سے پہلا قدم حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے اٹھایا۔ انھوں نے ایک استفتا مرتب کیا' جس میں مرزا صاحب کے عقائد کی پوری تفصیل بیان کی اور پھر اسے حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور سوال کیا کہ جو شخص ان عقائد و افکار کا حامل ہے' شریعت کی روشنی میں اسے کیا کہا جائے گا؟ مسلمان یا کافر؟

حضرت میاں صاحب نے جواب میں ایسے عقائد و افکار کے حامل شخص کو کافر قرار دیا اور اس پر اپنی مہر ثبت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت مولانا بٹالوی نے ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں سکونت پذیر علمائے دین کی خدمت میں خود جا کر یا دوسرے اصحاب علم کو بھیج کر اس فتوے کی تصویب کرائی اور ان کے دستخط کرائے اور مہریں لگوائیں۔

یہ بالکل سیدھی اور صاف بات ہے' حقائق کے عین مطابق اور واقعات سے کلیۃً

ہم آہنگ۔! لیکن ''بعض الناس'' ان حقائق کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ خدا جانے وہ کیوں اس فتوائے کفر پر اپنے بزرگوں کے تصدیقی دستخطوں اوران کی تصویبی مہروں کو صحیح سمجھنے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہیں۔ جو چیز عالم وقوع میں آچکی ہے اور تاریخ سے اس کا وقوع پذیر ہونا ثابت ہو چکا ہے' اسے مان لینا چاہیے۔

کوئی شخص کسی خاص مسلک کے اکابر علمائے دین کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ انھوں نے مرزا قادیانی کو کافر ماننے سے انکار کیا ہے اور اسے مسلمانوں کی جماعت میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔ قطعاً کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب نے (بجز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص مولانا عبدالماجد دریابادی کے) اپنے اپنے وقت میں اور اپنے اپنے انداز میں مرزا قادیانی کی تکذیب کی ہے' اس موضوع پر کتابیں تصنیف کی ہیں' اخبارات ورسائل میں مضامین لکھے ہیں' تقریریں کی ہیں' مناظرے کیے ہیں' مباہلے کیے ہیں' گرفتار ہوئے ہیں' جیلوں میں گئے ہیں' سزائیں بھگتی ہیں۔ یہ اللہ کے دین کی بہت بڑی خدمت تھی جو ان عالی مرتبت حضرات نے کی اور کسی نہ کسی انداز میں یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور جاری رہے گا۔ اسی کا نام ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اس میں حصہ لینے والے تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ اجر سے نوازے گا اور یہ جدوجہد ان کے لیے مغفرت کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

یہ ایک اتفاق ہے جسے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ اہل حدیث علمائے کرام نے اس تحریک کا آغاز کیا اور عجیب بات یہ ہے کہ پنجاب کے ایک جلیل القدر عالم نے کیا' جنھیں مولانا محمد حسین بٹالوی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس تحریک کا آغاز کیوں کیا اور یہ کس بنا پر ہوا کہ ادھر مرزا صاحب کی طرف سے دعوائے مسیحیت کا اعلان ہوا اور ادھر مولانا بٹالوی میدان کارزار میں نکل آئے؟

اس کی اصل اور بنیادی وجہ تو ان کی غیرت دینی تھی جو یہ برداشت نہ کرسکی کہ کوئی

شخص عقیدہ ختم نبوت کو چیلنج کرے اور خاتم النبیین ﷺ کے بعد مسند نبوت کا مدعی ہو کر مسلمانوں کی حمیت کو للکارے......لیکن اس کے ساتھ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مرزا صاحب کا تعلق پنجاب سے تھا اور پنجاب کے اہل علم کو ان کے بارے میں دوسروں کی نسبت زیادہ معلومات حاصل تھیں۔ پھر مرزا صاحب پنجاب کے ضلع گورداس پور کے ایک قصبے قادیان کے باشندے تھے اور مولانا محمد حسین کا مسکن بھی اسی ضلعے کا شہر بٹالہ تھا' اس لیے ہم ضلع اور قریبی ہمسایہ ہونے کی بنا پر انھیں دوسروں کی نسبت مرزا صاحب کے بارے میں زیادہ علم تھا اور وہ اس کے دعوے سے جلد ہی مطلع ہو گئے تھے' انھوں نے دہائی دی اور اہل علم کو پکارا کہ میرے ضلعے کے ایک شخص نے مثیل مسیح اور مسیح اور نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے' علمائے دین بتائیں کہ شریعت کی روشنی میں اس کے متعلق ان کا کیا نقطہ نظر ہے؟

گورداس پور سے متصل امرتسر کا ضلع ہے۔ مولانا بٹالوی کی صدائے پرجوش امرتسر کے لوگوں تک پہنچی اور انھیں مرزا صاحب کے دعوے کا علم ہوا تو وہاں کے علمائے غزنویہ اور مولانا احمد اللہ اور مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس مسئلے کو ہدف توجہ ٹھہرایا۔

مولانا بٹالوی کی وساطت سے یہ بات ان کے عالی قدر استاذ شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ تک دہلی پہنچی۔ اس طرح آہستہ آہستہ پورے ملک میں پھیل گئی اور ملک کے تمام علمائے کرام نے اس پر علمی انداز سے غور کیا اور مرزا قادیانی کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔

مرزا صاحب نے بے شک اپنے دوسرے مخالف علمائے عظام کو بھی مغلظانہ اسلوب میں مخاطب کیا ہے' لیکن جس زبان' جس طرح کے الہامات اور جس لہجے میں انھوں نے حضرت میاں صاحب' مولانا بٹالوی' امرتسر کے غزنوی علما اور مولانا ثناء اللہ کو مخاطب کیا ہے' وہ ان کے دوسرے مخاطبین سے بالکل مختلف ہے۔ جس طرح کے وہ پیغمبر تھے' اسی طرح کی ان کی زبان تھی' اسی قسم کا انداز تخاطب تھا' اسی نہج کا لہجہ تھا' اسی نوع کے الہامات تھے اور اسی قسم کی ان کی پیش گوئیاں تھیں۔ سب وشتم سے بھرپور'

کذب وافترا کا پلندہ۔

مرزا قادیانی، جس کے دعوائے نبوت کی تکذیب کی گئی تھی اور جس پر فتوائے تکفیر لگایا گیا تھا، خود بار بار کہتا اور اپنی مختلف کتابوں میں لکھتا ہے کہ میرے خلاف جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے، اس کا آغاز محمد حسین بٹالوی نے کیا ہے، انہی نے میری مخالفت میں فتویٰ مرتب کیا، انہی نے فتوے پر میاں سید نذیر حسین کی مہر لگوائی اور انہی نے پورے ملک میں گھوم پھر کر علما سے اس فتوائے تکفیر پر دستخط کرائے، انہی نے اس کی تائید اور تصدیق اور تصویب کرائی، وہی اول المکفرین ہیں --- جب خود مدعی نبوت مرزا قادیانی یہ کہتا ہے، جو براہ راست فتوے کی زد میں آتا ہے اور جس پر سیدھی کفر کی ضرب پڑتی ہے، تو ہم کون ہوتے ہیں یہ کہنے والے کہ تکفیر قادیانی اور تکذیب قادیانیت کا سلسلہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے شروع نہیں کیا، کسی اور نے کیا تھا --- لیکن کس نے کیا تھا؟ اس کا پتا نہیں۔!

تاریخی حقیقت اور واقعات کی ترتیب ہمیں بتاتی ہے کہ فتوائے تکفیر کی صورت میں خود مرزا صاحب کی زندگی میں تحریک تحفظ ختم نبوت کا آغاز حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے کیا تھا اور ملک کے باقی علمائے کرام نے ان کی تائید کی تھی، ان کی تصویب کی تھی، ان کے اقدام کو درست قرار دیا تھا، جس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوئی تھی اور اس راہ پر انھیں آگے بڑھنے کے مواقع میسر آئے تھے۔ پھر بہت سے لوگ ان کے ساتھ مل گئے تھے۔ بے شک دونوں طرح کے علمائے کرام عنداللہ ماجور ہیں اور مستحق ثواب ہیں، تحریک کرنے والے بھی اور تائید کرنے والے بھی۔! رحمہم اللہ تعالیٰ

آج کل ایک خاص مسلک کے نئے ''محرر'' تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ہم ان کی خدمت میں عرض کریں گے کہ وہ دل تھوڑا نہ کریں اور اپنے اکابر کو اپنے ہی تک محدود نہ رکھیں۔ وہ ہمارے بھی اکابر ہیں اور ہمارے نزدیک بے حد لائق تکریم ہیں، جنھوں نے مولانا بٹالوی کا مرتبہ فتویٰ دیکھتے ہی اس پر تصدیقی دستخط ثبت فرما دیے اور بارگاہِ خداوندی میں مستحق اجر قرار پائے۔ وہ اس چکر میں نہیں

پڑے کہ یہ تو اہل حدیث یا وہابی یا غیر مقلد کا تیار کردہ استفتا ہے' اس پر وہ کیوں دستخط کریں اور کیوں مہریں لگا کر اس کی تائید و تصویب کی جائے --- انھیں معلوم تھا کہ دنیا کے ہر مسئلے میں ہمیشہ یہی ہوتا آیا ہے کہ ایک تحریک کرتا ہے اور دوسرا اس کی تائید کے لیے آگے بڑھتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے محرک مولانا بٹالوی کی تائید کی اور اجر کے مستحق ٹھہرے --- وہ حضرات ہمارے اسلاف تھے' ہم ان کے اخلاف ہیں۔ بہتر اخلاف وہی ہوتے ہیں' جو اپنے اسلاف کے دینی نقطہ نظر کا تتبع کرتے ہیں اور ہمیں اس مسئلے میں ان کا تتبع کر کے اپنے آپ کو ان کے بہتر اخلاف ثابت کرنا چاہیے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے باب میں چند لائق تذکرہ باتیں۔

۱۔ مرزا قادیانی پر تکفیر کا پہلا فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرتب کیا جس پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دستخط کیے اور ان کے بعد ہندوستان کے علمائے کرام نے اس کی تصدیق کی' جس کی تفصیل قارئین کرام کتاب کے آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

۲۔ مولانا بٹالوی کے بعد تردید قادیانیت کا محاذ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھالا' جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔

> میں نے دیکھا کہ اسلام کے سخت بلکہ سخت ترین مخالف عیسائی اور آریہ دو گروہ ہیں۔ ان ہی دنوں قریب میں قادیانی تحریک پیدا ہو چکی تھی۔ مسلمانوں کی طرف سے اس کے دفاع کے علم بردار مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی مرحوم تھے۔ میری طبیعت طالب علمی ہی کے زمانے میں مناظرات کی طرف بہت زیادہ راغب تھی' اس لیے تدریس کے علاوہ ان تینوں گروہوں (عیسائی' آریہ' قادیانیوں) کے علم کلام اور کتب مذہبی کی طرف متوجہ رہا۔ بفضلہٖ تعالیٰ میں نے اس میں کافی واقفیت حاصل کر لی۔ ہاں! اس میں شک نہیں کہ ان تینوں مخاطبوں سے قادیانی مخاطب کا نمبر اول رہا۔ شاید اس لیے کہ قدرت کو منظور تھا کہ مولانا بٹالوی مرحوم کے بعد یہ خدمت میرے سپرد ہو

گی، جس کی جانب مولانا مرحوم کو علم ہوا ہو تو شاید یہ شعر پڑھتے ہوں گے

آ کے سجادہ نشیں قیس ہوا میرے بعد

رہی خالی نہ کوئی دشت میں جا میرے بعد

۳۔ مرزا صاحب کی ایک کتاب ''اعجاز احمدی'' ۱۹۰۲ء کے آخر میں شائع ہوئی، جس میں انھوں نے لکھا کہ مولانا ثناء اللہ میرے دعوائے نبوت کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اگر وہ سچے ہیں تو قادیاں میں آ کر میرا مقابلہ کریں۔ مولانا نے یہ کتاب پڑھی تو ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ کو مرزا صاحب سے مناظرے کے لیے قادیاں پہنچے، لیکن مرزا صاحب ان کے مقابلے میں نہیں آئے۔ اس طرح مولانا ثناء اللہ امرتسری پہلے عالم دین تھے جو مرزا صاحب سے مناظرہ و مقابلہ کے لیے قادیان گئے اور وہاں تقریر کی۔

۴۔ مرزائیت کی مخالفت میں مولانا امرتسری کی بے پناہ تحریری، تقریری اور مناظراتی سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں نے متفقہ طور سے انھیں فاتح قادیاں کا پرافتخار لقب دیا۔ ''فاتح قادیان'' کے الفاظ ایک بڑے سے خوب صورت تختے پر نہایت خوب صورت انداز میں لکھوا کر حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے۔ ان الفاظ کا اسلوب تحریر کچھ ایسا تھا کہ دائیں اور بائیں دونوں طرف سے پڑھے جاتے تھے۔

۵۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا غلام احمد قادیانی کی موت اس اشتہار کے نتیجے میں ہوئی جو اس نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ کو ''مولوی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ'' کے سلسلے میں شائع کیا تھا اور جس کا مطلب یہ تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔ چنانچہ مرزا صاحب مر گئے اور مولانا ان کی وفات سے چالیس برس بعد ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ کو فوت ہوئے۔

۶۔ مرزا صاحب سے مباہلہ اہل حدیث عالم دین مولانا عبدالحق غزنوی نے کیا۔

۷۔ قیام پاکستان کے بعد اگست ۱۹۴۹ء میں مولانا محمد حنیف ندوی کی ادارت میں ہفت روزہ ''الاعتصام'' جاری ہوا تو مولانا نے مرزائیت کے خلاف سلسلہ مضامین شروع کیا اور پاکستان میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ پاکستان میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی یہ پہلی آواز تھی جو ''الاعتصام'' کے ذریعے مولانا محمد

حنیف ندوی نے بلند کی۔ یہ سلسلہ مضامین ''مرزائیت نئے زاویوں سے'' کے نام سے ۱۹۵۲ میں کتابی شکل میں شائع ہوا' اپنی نوعیت کا یہ ایک بالکل نیا اور انوکھا سلسلہ تھا۔ کتاب چند روز میں ختم ہو گئی تھی۔ اب یہ کتاب طارق اکیڈیمی فیصل آباد کی طرف سے دوبارہ شائع ہوئی ہے۔ اس میں مرزائیت سے متعلق مولانا کے وہ مضامین بھی شامل کر لیے گئے ہیں' جو الاعتصام میں شائع ہوئے تھے' لیکن کتاب کے پہلے ایڈیشن میں شامل نہیں تھے۔ کتاب پر اس فقیر نے مقدمہ لکھا ہے۔

۸۔ ۱۹۵۳ میں مرزائیوں کے خلاف تحریک شروع ہوئی تو جہاں بہت سے علماے اہل حدیث گرفتار ہوئے' وہاں اہل حدیث عوام نے بھی کثیر تعداد میں اس کار خیر میں حصہ لیا۔ حکومت نے بے شمار لوگوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں محبوس کر دیا تھا۔ ۱۹۷۴ کی تحریک میں بھی اہل حدیث حضرات نہایت سرگرم رہے اور تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے بے حد جدوجہد کی۔

ہماری درخواست ہے کہ جن علما و زعماے اہل حدیث نے مرزائیت کے خلاف ۱۹۵۳ اور ۱۹۷۴ کی تحریکوں میں حصہ لیا تھا اور گرفتار ہوئے تھے' ان کی سرگرمیوں کا تذکرہ کتابی صورت میں شائع ہونا چاہیے۔

بہر حال مرزائیت سے متعلق اہل حدیث کی بہت سی اولیات ہیں جو ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہیں۔ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی زیر نظر کتاب بھی ان اولیات میں شامل ہے۔ اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات بھی معرضِ تحریر میں آ گئے ہیں اور تحریک تحفظ ختم نبوت کا بھی پورا پس منظر بیان کر دیا گیا ہے۔ پھر فتواے تکفیر کے بعد جن حضرات نے اس تحریک میں حصہ لیا اور اس موضوع پر کتابیں لکھیں' ایک خاص تاریخی ترتیب سے ان کی سرگرمیوں کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ کتاب کی زبان نہایت عمدہ ہے اور اسلوب بیان انتہائی دل کش۔! ہر بات باحوالہ لکھی گئی ہے۔ کتاب کی یہ پہلی جلد ہے۔ اس پہلے دور میں جن حضرات نے' جس انداز میں اس تحریک میں حصہ لیا' ان سب کا تذکرہ اس میں آ گیا ہے۔ علماے احناف میں حضرت

مولانا رشید احمد گنگوہی، علمائے لدھیانہ اور دیگر حضرات کتاب میں شامل ہیں۔

کتاب کے فاضل مصنف جماعت اہل حدیث کے ایک مشہور مقرر و خطیب کے صاحب زادے ہیں اور بہاء الدین ان کا قلمی نام ہے۔ انھوں نے جس خوب صورتی سے اس خشک موضوع کو دلچسپ اسلوب میں بیان کیا ہے، اور حوالوں کی تلاش میں جو محنت کی ہے، اس پر قارئین کی طرف سے وہ بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اب کتاب کی دوسری جلد کا شدت سے انتظار ہے۔

ہمیں یقین ہے، دوسری جلد میں بھی یہ انداز قائم رہے گا اور فاضل مصنف اسی اسلوب میں باحوالہ اپنا سفر تحریر طے کریں گے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مصنف کو صحت و عافیت سے رکھے اور انھوں نے جو بہترین سلسلہ شروع کیا ہے، وہ بحسن وخوبی پایہ تکمیل کو پہنچے، آمین

ایک گزارش اور۔۔۔!

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موقعے پر ایک فتویٰ شائع ہوا تھا، جس کی رو سے اس جنگ کو جہاد قرار دیا گیا تھا۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''نقش حیات'' کی دوسری جلد میں اس فتوے پر دستخط کرنے والے علمائے کرام میں سے مولوی فیض احمد بدایونی اور مولوی وزیر خاں کے اسمائے گرامی تحریر فرمائے ہیں۔۔۔ پیش نظر کتاب تحریک ختم نبوت کے حصہ شخصیات میں اس کے فاضل مصنف ڈاکٹر بہاء الدین نے سب سے پہلے ''سید نذیر حسین دہلوی'' کو موضوع گفتگو ٹھہرایا ہے اور ان کے متعلق لکھا ہے:

''اب لوگ سید صاحب کو تحریک آزادی کے مجاہد کے طور پر بھی جاننے لگے ہیں، جس کی وجہ اس لٹریچر کا سامنے آنا ہے جو اس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ آپ نہ صرف ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی میں پیش پیش تھے بلکہ اس کے بعد بھی کئی عشروں میں وہ تحریک مجاہدین کے سربرآوردہ قائدین میں شامل رہے ہیں، جس کی وجہ سے خفیہ پولیس کی نگرانی اور قید و بند کی سعادتوں سے بھی سرفراز ہوئے۔ ایسے لٹریچر کی وجہ سے وہ

صورت حال بدل رہی ہے جس میں مولانا حسین احمد مدنی صاحب جیسے صاحب علم کو ۱۸۵۷ء میں دہلی سے جاری ہونے والے فتوائے جہاد کی دستاویز پر مفتی صدر الدین آزردہ' مولوی فیض احمد بدایونی اور وزیر خاں وغیرھم کے اسمائے گرامی تو نظر آ گئے تھے' لیکن جو شخص نہ صرف اس وقت بلکہ آج بھی ان بزرگوں سے زیادہ معروف ہے' ان کا اسم گرامی اسمائے مفتیان میں انھیں نظر نہیں آیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب کہنا یہ چاہتے ہیں کہ مولانا حسین احمد مدنی کو فتوے پر دستخط کرنے والے لائق احترام مفتیوں کی فہرست میں سید نذیر حسین دہلوی کا نام نامی دکھائی نہیں دیا' حالاں کہ ان کا نام اس فہرست میں موجود ہے۔

گزارش یہ ہے کہ وہ فتویٰ' جسے ''فتوائے جہاد'' کہا جاتا ہے' ۲ جولائی (۱۸۵۷) کے بعد جاری ہوا تھا' جب جنرل بخت خاں دہلی پہنچا تھا۔ اس نے دہلی آنے کے فوراً بعد ۵ یا ۶ جولائی کو وہاں کے علمائے کرام کو جامع مسجد میں جمع کیا اور جہاد کا فتویٰ مرتب کرایا۔ اس زمانے میں دہلی سے دو اخبار شائع ہوتے تھے' ایک اخبار کا نام ''ظفر الاخبار'' تھا اور دوسرے کا ''صادق الاخبار۔!'' یہ فتویٰ ان دونوں اخباروں میں چھپا تھا۔ اس فتوے پر چونتیس علمائے کرام کے دستخط ہیں' جن کے اسمائے گرامی ذیل کی ترتیب سے لکھے گئے ہیں۔

(۱) مولانا نور جمال (۲) مولانا محمد (۳) مولوی عبدالکریم (۴) مولانا سکندر علی (۵) مولانا سید نذیر حسین دہلوی (۶) مولانا رحمت اللہ (۷) مفتی صدر الدین آزردہ (۸) مفتی اکرام الدین معروف سید رحمت علی (۹) مولانا محمد ضیاء الدین (۱۰) مولانا عبدالقادر لدھیانوی (۱۱) مولانا شاہ احمد سعید مجددی (۱۲) مولانا محمد منیر خاں (۱۳) مولانا شاہ عبدالغنی مجددی (۱۴) مولانا محمد علی (۱۵) مولانا فرید الدین (۱۶) مولانا محمد سرفراز علی (۱۷) سید محبوب علی جعفری (۱۸) مولانا ابوحامد محمد حامی الدین (۱۹) سید احمد علی (۲۰) مولوی الٰہی بخش (۲۱) مولانا محمد کریم اللہ (۲۲) مولوی سعید الدین (۲۳) مولوی مصطفیٰ خاں ولد حیدر شاہ نقشبندی (۲۴) مولوی محمد انصار علی

(۲۵) مولانا حفیظ اللہ خاں (۲۶) مولانا محمد نور الحق (۲۷) مولوی محمد ہاشم (۲۸) مولوی حیدر علی (۲۹) مولانا سیف الرحمٰن لدھیانوی (۳۰) سید محمد (۳۱) مولوی محمد امداد علی (۳۲) سید عبدالحمید (۳۳) مفتی محمد رحمت علی خان (۳۴) قاضی محمد علی حسین۔

ان چونتیس علمائے کرام کے علاوہ فتوائے جہاد پر کسی کے دستخط نہیں ہیں اور ظفر الاخبار اور صادق الاخبار میں یہ نام اسی ترتیب سے مرقوم ہیں۔

عبدالشاہد شروانی نے ''باغی ہندوستان'' میں لکھا ہے کہ جہاد کے فتوے پر مولانا فضل حق خیر آبادی، قاضی فیض اللہ، مولوی فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اور سید مبارک شاہ رام پوری نے بھی دستخط کیے تھے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی تو الور سے وسط اگست (۱۸۵۷ء) میں دہلی آئے تھے اور فتویٰ اس سے چالیس اکتالیس دن پہلے ۵ یا ۶ جولائی کو مرتب کر کے مشتہر کر دیا گیا تھا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی کا یہ فرمان واقعہ کے مطابق نہیں کہ فتوائے جہاد پر مولوی فیض احمد بدایونی اور مولوی وزیر خاں نے دستخط فرمائے تھے۔ میں نے اس موضوع کی تفصیل اپنی کتاب تیرھویں صدی ہجری کے فقہائے پاک و ہند کی پہلی جلد کے مقدمے میں بیان کی ہے۔ استفتا اور اس کا جواب بھی وہاں نقل کیا گیا ہے۔

شائد اسی فتوے کی پاداش میں حضرت میاں صاحب کو گرفتار کر کے دہلی سے کم و بیش ایک ہزار کیلومیٹر کے فاصلے پر راولپنڈی جیل میں قید کر دیا گیا تھا تاکہ دہلی اور اس کے قرب و جوار کا کوئی شخص اتنا طویل فاصلہ طے کر کے ان سے ملاقات بھی نہ کر سکے۔ اس زمانے میں ریلوں اور موٹروں کی موجودہ صورت ہرگز نہ تھی۔ کہیں آمد و رفت نہایت مشکل تھی۔ میاں صاحب راولپنڈی جیل میں ایک سال قید رہے۔

فتوے پر دستخط لدھیانہ کے مولانا عبدالقادر نے بھی کیے تھے، لیکن چوں کہ وہ اہل حدیث یعنی وہابیوں کے مخالف تھے اور مساجد میں ان کے داخل ہونے سے روکنے کا فتویٰ بھی انھوں نے جاری فرمایا تھا، اس لیے انھیں گرفتار نہیں کیا گیا اور انگریزی

حکومت کی اصل دشمنی وہابیوں سے تھی' جو شخص وہابیوں کی مخالفت کرتا تھا' وہ گویا انگریزوں کا حامی تھا' اسے گرفتار کرنے اور کسی نوع کی پریشانی میں مبتلا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ حکومت کے نزدیک اس قسم کے لوگ حوصلہ افزائی کے مستحق تھے۔

یہ موقع اس موضوع کی تفصیل میں جانے کا نہیں' فتوے پر دستخط کے سلسلے میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کا ذکر آیا تو حقیقت کی وضاحت کے لیے یہ بات معرض بیان میں آ گئی۔

ہم ڈاکٹر بہاء الدین کو بہ صمیم قلب مبارک باد پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے تحریک تحفظ ختم نبوت کے ابتدائی دور کے موضوع پر قلم اٹھایا اور اس کی تفصیلات سے لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔ یہ باتیں اکثر لوگوں کے علم سے اوجھل تھیں۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین یارب العالمین

محمد اسحاق بھٹی

اسلامیہ کالونی۔ ساندہ۔ لاہور

۳۔ مئی ۲۰۰۱ء

۸۔ صفر ۱۴۲۲ھ

فاتحۃ الکتاب

مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور سرور کائنات سید الاولین والآخرین حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ مسلمان یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر موت نہیں آئی' وہ زندہ اٹھا لیے گئے تھے اور قرب قیامت وہ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ انیسویں صدی کے آخری عشرے میں ہندوستان کے ایک قصبہ قادیان کے رہنے والے مرزا غلام احمد نامی ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ کی موت واقع ہو چکی ہے' اور جس عیسیٰ کے آنے کا لوگوں کو انتظار ہے' وہ عیسیٰ یا مثیل عیسیٰ وہ خود ہیں۔ اس دعوے کے چند سالوں بعد انھوں نے یہ دعویٰ بھی فرما دیا کہ وہ خود اللہ کے نبی ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعاوی کے ردعمل کے طور پر ہندوستان میں تحفظ ختم نبوت کی تحریک شروع ہوئی اور اپنے اپنے مقام اور وقت پر ہندوستان کے بے شمار علما و مشائخ نے مرزا غلام احمد کے دعاوی کی تردید اور مسلمہ عقائد مسلمین کی تائید کا کام کیا۔ ان بزرگوں میں ہندوستان میں پائے جانے والے مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے اکابر شامل ہیں۔ یعنی اپنے اپنے وقت اور مقام پر اہل حدیث' احناف (دیوبندی اور بریلوی) اور شیعہ حضرات نے اس خدمت کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھ کر انجام دیا۔ جماعت اسلامی جو اپنے آپ کو درج بالا مکاتب فکر میں شمار کرانا مناسب نہیں سمجھتی' اس نے بھی اپنے قیام کے بعد اس تحریک میں مقدور بھر حصہ لیا' اور چوہدری غلام احمد پرویز صاحب نے اپنے انداز میں اس کار خیر میں حصہ لیا' اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس تحریک میں جس نے جو بھی حصہ لیا ہے اس پر وہ امت

کی طرف سے شکریے کا مستحق ہے۔

اس تحریک کا وجود مرزا صاحب کے دعویٰ کا مرہون منت ہے۔ یعنی مرزا غلام احمد اگر انیسویں صدی کے آخر میں مسیحیت اور نبوت کے دعوے نہ کرتے تو تحریک کا وجود بھی نہ ہوتا۔ اسی طرح دعاوی سے قبل تحریک کا وجود میں آ جانا بھی خلاف واقع ہے۔ پھر تحریک کوئی ایک ہی دن یا مہینے میں شروع ہو کر آناً فاناً پورے برصغیر میں نہیں پھیل گئی تھی۔ انیسویں صدی کا ہندوستان ذرائع مواصلات و اطلاعات کے حوالے سے وہ نہیں تھا جو آج ہے کہ روزانہ اخبارات' ریڈیو' ٹیلی فون' کاریں' ریل گاڑیاں' جہاز' انٹرنیٹ وغیرہ کے باعث ایک محلے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ انیسویں صدی کے ہندوستان میں جس طرح مرزا غلام احمد کے دعاوی اس کے قصبے سے باہر نکل کر آہستہ آہستہ دور و نزدیک کے شہروں تک پہنچ رہے تھے' اسی طریق سے اس کے دعاوی کی تردید کی تحریک بھی آہستہ آہستہ مختلف مراحل طے کر کے دور و نزدیک کے عوام و خواص تک پہنچ رہی تھی۔

یہ تحریک دو افراد کی باہمی خط و کتابت سے شروع ہوئی۔ پھر اخبارات و رسائل کے صفحات تک پہنچی۔ پھر اشتہار بازی کا مرحلہ آیا۔ پھر مباحثے' مناظرے اور مباہلے ہوئے۔ فریقین کی طرف سے کتب اور جوابی کتب لکھی گئیں۔ روحانی طور پر مقابلوں کے چیلنج اور جوابی چیلنج ہوئے اور فریق مخالف پر لعنت اور موت وارد ہونے کی دعائیں کی گئیں۔ یعنی جس طرح بھرپور بارش کا آغاز ایک قطرے سے ہوتا ہے اور ایک ہی قطرہ دریا کے وجود میں آنے کا باعث بنتا ہے' اسی طرح ایک شخص نے اس تحریک کی جانب ایک قدم اٹھایا اور پھر

راہ رو ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اور اس کارواں کا ہر فرد امت کی آنکھوں کا تارا ہے۔ جزاهم الله عنا احسن الجزاء

انیسویں صدی کے آخری عشرے میں شروع ہونے والی تحریک ختم نبوت ایک

طویل سفر کا نام ہے جو تا ایں دم جاری ہے اور جس کے مختلف سنگ ہائے میل سے وہ گزر چکی ہے۔ ایک سنگ میل سے اگلے سنگ میل تک مختلف افراد شریک سفر رہے ہیں۔ ہر مقام پر کچھ نئے لوگ شامل ہوتے رہے‘ کچھ اپنی طبعی عمر پوری کر کے داغ مفارقت دیتے رہے۔ کچھ اپنی بڑھتی ہوئی عمر سے جنم لینے والی طبعی کمزوریوں اور عوارض کے باعث پیچھے رہ کر گرد راہ میں اوجھل ہوتے رہے اور ان کی جگہ تازہ دم اور تیز گام افراد اس قافلے کی زینت بنتے رہے۔ اپنے اپنے مقام پر ان سب اہل قافلہ کی خدمات باعث تحسین ہیں جن کا وہ اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں گے۔ ان شاء اللہ

اس تحریک کا پہلا سنگ میل جنوری ۱۸۹۱ء ہے جب مرزا غلام احمد نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور ایک مسلمان عالم نے اس کی تردید کا بیڑا اٹھایا۔ دوسرا سنگ میل ۱۹۰۱ء ہے جب مرزا غلام احمد مثیل مسیح سے ترقی کر کے بزعم خود نبوت کے منصب پر فائز ہوئے اور تیسرا سنگ میل مئی ۱۹۰۸ء ہے جب مرزا صاحب ایک مسلمان عالم کے خلاف ایک دعا کا اشتہار شائع کرنے کے نتیجہ میں راہی ملک عدم ہو گئے۔

۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کا دور تحریک تحفظ ختم نبوت کا اہم ترین دور ہے۔ اس دور میں مرزا صاحب خود ''بنفس نفیس'' موجود تھے اور انہیں بقول خود وحی کی رہنمائی حاصل تھی۔ ان کے دعاوی‘ بددعائیں‘ پیشگوئیاں‘ کتابیں‘ اشتہارات سامنے آ رہے تھے اور ان کا رد کرنے والوں کا مقابلہ براہ راست ایسے شخص سے تھا جس کا دعوی تھا کہ خدا اس کے ساتھ ہے اور خدا نے اس سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ اس کے مخالفوں کو ذلیل و رسوا کرے گا۔ ان انتہائی اہم مراحل میں جن بزرگوں نے تحریک کو اٹھانے اور کامیابی سے چلانے کا کام کیا ہے وہ تحریک کے سابقون الاولون ہونے کی حیثیت میں ساری امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں ۱۸۹۶ء تک کی تاریخ پہلے حصے میں بیان کی ہے اور ارادہ ہے کہ اس کے بعد ۱۹۰۸ء تک کی تاریخ دوسرے حصے میں بیان کی جائے۔

ابتدائی مراحل کی تحریک کے کارکنوں سے ہم یا تو واقف نہیں ہیں اور اگر ان سے کسی حد تک واقف ہیں تو منفی انداز میں۔ان کی خدمات کا تذکرہ کم ہوتا ہے اور ان کے چہروں کو داغدار کرنے کا سامان زیادہ۔ یہی صورت حالات ہماری اس تحریر کا باعث بنی ہے اور ہم تحریک ختم نبوت کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے سامنے ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کے دور میں ختم نبوت کے تحریکی قافلہ کے شرکاء کا تعارف پیش کریں گے۔آپ کو بتانے کی کوشش کریں گے کہ تحریک کی اٹھان کیسی ہے۔ بانی کون ہیں۔ان کی خدمات کیا ہیں اور کس مقام پر کون کون شریک سفر ہوئے اور انھوں نے کون کون سی خدمات سرانجام دے کر اجر وثواب کے مستحقین میں اپنا نام لکھوایا ہے' ہم نے ان تمام بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ تاہم ہوسکتا ہے کہ قارئین محسوس کریں کہ بعض اصحاب کا ذکر کم ہوا ہے اور بعض کا زیادہ۔جن اصحاب کا ذکر زیادہ ہوا ہے اسکی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ان کا کام معتد بہ ہونے کے باوجود تحریک کے تذکروں میں عموماً کم ہوتا ہے' اور جن کا ذکر ہماری کتاب میں کم ہے اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ان کے حالات پہلے ہی سے کافی متداول ہیں۔

ہماری اس تحریر کا مقصد نہ کسی کو گرانا ہے اور نہ کسی کو اٹھانا۔ یہ تاریخ کا بیان ہے' تاریخ سازی نہیں۔سو سال پہلے ہونے والے واقعات کو اس دور کے اخبارات ورسائل اور اس دور میں شائع ہونے والی کتب سے جو سب تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں' اکٹھا کر کے جرح وتعدیل کے پیمانوں سے ناپ کر ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کے دور کی مبنی برحقائق تصویر پیش کی جا رہی ہے۔ہمیں امید ہے کہ ہمارے قارئین ہماری اس کوشش کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس میں موجود خامیوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے آئندہ کے لیے مفید مشوروں سے نوازیں گے۔

یہ تحریر دوستوں کے پانچ سالہ تعاون کا نتیجہ ہے۔ پاکستان' ہندوستان اور برطانیہ میں رہنے والے بے شمار اہل علم احباب نے پیہم مدد فرمائی اور میں نے صرف آمدہ معلومات کو مرتب کرنے کا کام کیا ہے۔ میں فرداً فرداً احباب کے نام نہیں

گنوا سکتا کیونکہ پانچ سالوں پر محیط عرصے میں جتنے بزرگوں نے مدد فرمائی ان کی فہرست مرتب کرنے میں کسی نہ کسی کا نام رہ جائے گا جو احسان ناشناسی ہوگی۔ اس لیے میں دوستوں کے اسماء گرامی لکھنے کے بجائے اسی بات پر اکتفا کروں گا کہ میں اپنے سب دوستوں کا ممنون احسان ہوں جن کی مدد کے بغیر یہ کام ہونا ممکن نہ تھا اور اپنے والد گرامی کے لیے دعا گو ہوں جن کی تربیت' تاریخ تحریک ختم نبوت سے میری دلچسپی کا باعث ہوئی۔ اور جنہیں بیسویں صدی کے چھٹے عشرے میں اس تحریک میں کام کرنے کے باعث اللہ تعالیٰ نے سنت یوسفی ادا کرنے کی توفیق بخشی جو ہمارے لئے سرمایہ افتخار ہے۔

بہاءالدین

مرزا غلام احمد قادیانی

جس شخص کے دعاوی کی تردید کی غرض سے تحریک ختم نبوت شروع ہوئی اس کا نام غلام احمد ہے اور وہ ہندوستان کے ضلع گورداسپور کے ایک قصبہ قادیان سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو مغل قوم کی برلاس نسل سے بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ فارسی الاصل اور چینی تھے۔ ان کے اصل ونسل پر مسلمانوں میں بحث ہوتی چلی آ رہی ہے۔ ہمیں اس موقع پر اس بحث سے غرض نہیں ہے اور ہم اختصار کے ساتھ ان کے حالات یہاں بیان کرتے ہیں کیونکہ اس کتاب کے مشمولات کو سمجھنے کے لیے ان حالات کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:۔

میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا۔ میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے۔ گورنر جنرل کے دربار میں بزمرہ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انھوں نے سرکار انگریزی کی خدمت گذاری میں پچاس گھوڑے مع پچاس سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دیئے تھے اور آئندہ گورنمنٹ کو اس قسم کی مدد کا عندالضرورت وعدہ بھی دیا۔ میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا اور ابھی ریش و برودت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں

معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں پڑھائیں اوراس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کیے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے۔ جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا' ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا۔ اوران آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا نے چاہا حاصل کیا۔ اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں...... میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔

(روحانی خزائن جلد ۱۳ص ۱۶۲۔۱۹۲' کتاب البریۃ)

اور مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد صاحب سیرۃ المھدی حصہ اول میں اپنے والد کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ.......... چونکہ تمہارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ (مرزا صاحب) کہیں ملازم ہو جائیں اس لیے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے اور کچھ عرصہ وہاں ملازمت پر رہے۔ پھر جب تمہاری دادی بیمار ہوئیں تو تمہارے دادا نے آدمی بھیجا کہ ملازمت چھوڑ کر آجاؤ۔ حضرت صاحب فوراً روانہ ہو گئے۔ خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے۔ کہ مسیح موعود کی ملازمت ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء کا واقعہ ہے۔

(سیرۃ المھدی۔ حصہ اول' ص ۴۷' ۱۵۴' ۱۵۷)

اسی زمانہ میں (جب مرزا صاحب سیالکوٹ میں ملازم تھے) مولوی الٰہی بخش صاحب کی سعی سے جو چیف محرر مدارس تھے' کچہری کے ملازم منشیوں کے لیے ایک مدرسہ قائم ہوا کہ رات کو کچہری کے ملازم منشی انگریزی پڑھا کریں۔ ڈاکٹر امیر شاہ

صاحب جو اس وقت اسسٹنٹ سرجن پنشنز ہیں استاد مقرر ہوئے۔ مرزا صاحب نے بھی انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں۔

(سیرۃ المھدی، حصہ اول، ص ۱۵۵)

اور چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے اس واسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے۔ (سیرۃ المھدی حصہ اول، ص ۱۵۶)

۱۸۶۸ء میں مرزا صاحب اپنی ملازمت چھوڑ کر قادیان آگئے اور اپنے والد کے ساتھ خاندان کی جائیداد کی بحالی کی خاطر عدالتوں میں مقدمہ بازی میں مصروف ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان دنوں وہ مذہبی لٹریچر کا مطالعہ بھی کرتے رہے۔ اور چونکہ خاندانی طور پر حنفی المسلک تھے اس لیے اس دور میں ایک مرتبہ ایک اہل حدیث عالم مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ حنفی وہابی مسائل پر مناظرہ کے لیے احناف کے مناظر کی حیثیت سے بٹالہ بھی تشریف لے گئے تھے۔ (اس واقعہ کا ذکر آگے آئے گا)

۱۸۷۵ء میں آپ کے والد مرزا غلام مرتضٰی کا انتقال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر بقول خود ۳۴ یا ۳۵ سال تھی۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے عیسائیت اور ہندوؤں کے خلاف مناظروں کا سلسلہ شروع کیا جس کی وجہ سے آپ کو مسلمانوں میں کافی مقبولیت حاصل ہوگئی۔ ۱۸۷۹ء میں آپ نے براہین احمدیہ کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھنے کا اشتہار شائع کیا جس میں اسلام کی حقانیت کے تین سو دلائل بیان کرنا مقصود تھا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ انھوں نے کتاب ''تالیف کی ہے'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۱۱) اور اسکی اشاعت کے لیے مالی مدد درکار ہے جو پیشگی خریداری اور چندے کی صورت میں دی جاسکتی ہے۔ ۱۸۸۴ء تک اس کتاب کی چار جلدیں شائع ہوئیں جو پہلے ایڈیشن میں کل ۵۶۲ صفحات پر مشتمل تھیں اور اگلے ایڈیشن میں ۳۵۶ صفحات پر مشتمل تھیں۔ (کتاب کی پانچویں جلد مرزا صاحب کی وفات کے بعد شائع

ہوئی اور اس میں کہا گیا کہ پچاس جلدیں چھپوانے کا ارادہ تھا لیکن چونکہ پانچ اور پچاس میں صرف ایک صفر کا فرق ہے اس لیے پانچویں جلد پر یہ سلسلہ ختم کیا جاتا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱' ص ۹)

براہین احمدیہ کی پہلی چار جلدوں میں مرزا صاحب نے حیات ونزول مسیح کا اقرار کیا تھا اور عقیدہ ختم نبوت کی توثیق کی تھی۔ (براہین احمدیہ ص ۴۹۹ وغیرہ) اس لیے اس کتاب کو عمومی طور پر مقبولیت حاصل ہوئی۔ اگرچہ ابھی تک انھوں نے موعودہ تین سو دلائل میں سے کوئی ایک دلیل بھی ان جلدوں میں بیان نہیں کی تھی (مولانا ثناء اللہ امرتسری نے قادیانیوں کو چیلنج کر رکھا تھا کہ وہ کوئی ایک ہی دلیل بتادیں کہ وہ اس کتاب میں کہاں سے شروع ہوئی اور کہاں ختم۔ (دیکھئے اہل حدیث امرتسر' ۱۲ اپریل ۱۹۴۰ء)

۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے مسیح موعود اور مثیل مسیح ہونے کا اعلان کر کے حضرت مسیح ابن مریم کی موت ہو جانے کا دعوی کر دیا اور اس کے ساتھ ہی مسلمان علماء سے ان کے مناظروں' مباحثوں وغیرہ کا سلسلہ چل نکلا جو تحریک تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش کی دینی تاریخ کا اہم حصہ رہا ہے۔ ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب کا دعوی نبوت سامنے آیا اور ۱۹۰۷ میں انھوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو مخاطب کر کے ایک اشتہار شائع کیا جس میں خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔ (یہ تفصیلات اپنی جگہ پر بیان کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ)

مولوی ثناء اللہ صاحب ۱۹۴۸ء میں سرگودھا میں فوت ہوئے اور مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں لاہور میں فوت ہو کر قادیان میں دفن ہوئے۔

❁ ❁ ❁

آغاز تحریک ختم نبوت

مرزا صاحب کے ان مختصر حالات کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں جو مسلمانوں کی ان سرگرمیوں کا احاطہ کرے گا جو مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت اور نبوت کے رد میں انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اپنی بات کا آغاز ہم بٹالہ (ضلع گورداسپور پنجاب) کے ایک نامور عالم دین مولانا ابو سعید محمد حسین مرحوم کے ایک خط سے کرتے ہیں جو انھوں نے ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء کو لاہور سے مرزا غلام احمد قادیانی کو تحریر فرمایا تھا۔ یہ خط یوں ہے:۔

''آپ کا رسالہ امرتسر میں چھپ رہا تھا کہ میں اتفاقاً امرتسر پہنچا۔ میں نے اس رسالہ کا پروف مطبع ریاض ہند سے منگوا کر دیکھا اور پڑھوا کر سنا۔ اس رسالہ کے دیکھنے اور سننے سے مجھے یہ سمجھ آیا کہ آپ نے اس میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ مسیح موعود جس کے قیامت سے پہلے آنے کا خدا تعالیٰ نے اپنے کلام میں اشارۃً اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے کلام مبارک میں صراحۃً وعدہ دیا وہ آپ ہی ہیں جو مسیح ابن مریم کہلاتے ہیں۔ اگر اس دعویٰ سے کچھ اور مراد ہے تو اس کی توضیح کریں۔''

مرزا غلام احمد نے جواباً لکھا: مخدومی اخویم السلام علیکم۔ آپ کے استفسار کے جواب میں صرف ہاں کافی سمجھتا ہوں۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔ ۵ فروری ۱۸۹۱ء۔

مولانا بٹالوی نے جواباً ان کو لکھا:۔ آپ کا کارڈ میں نے موصول پایا' مجھے کمال افسوس ہے کہ مجھے آپ کے اس دعویٰ کا کہ میں مسیح موعود ہوں' خلاف مشتہر کرنا پڑا۔ اس الہام کو آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں تو خدا کی جناب میں دعا کریں کہ

وہ مجھے اس خلاف سے روکے' آپ کا ناصح ۔محمد حسین ۔

مرزا صاحب نے جواباً فرمایا:۔ اگرچہ آپ سے استعجال کی شکایت ہے ۔مگر آپ کی نیت سے مجھے حسن ظن ہے اور آپ کو زمانہ حال کے اکثر علماء سے (اگر آپ ناراض نہ ہوں تو بعض للہی جدوجہد کے کاموں کے لحاظ سے مولوی نذیر حسین سے بھی) بہتر سمجھتا ہوں ۔

مولانا بٹالوی نے جواب دیا کہ:۔ میں اس مدح سے سخت ناراض ہوں ۔ مولانا شیخ الکل (نذیر حسین) کے معلومات سے میری معلومات کو وہ نسبت ہے جو بادشاہ سے ایک گداگر کو...... دہلی کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین محدث کے پاس آپ کے رسائل نہیں پہنچے ۔ مناسب ہے کہ آپ ان کے پاس رسائل بھیج دیں ۔حکیم (نوردین) صاحب کے سپرد یہ امر نہ کریں وہ ان لوگوں کے پاس رسائل نہ بھیجیں گے' جن کو وہ اپنے مزاج کے موافق نہیں سمجھتے ۔

یہ خط ۱۴ فروری ۱۸۹۱ء کو لاہور سے لکھا گیا اور اس میں مرزا غلام احمد کو ان کے عقائد پر باہمی بحث کی پیش کش بھی مولانا بٹالوی نے کی تھی ۔ اس لیے مرزا صاحب نے طویل سوچ بچار کے بعد ۸ مارچ کو اس کا جواب دیا اور لکھا۔ ''مجمع بحث میں وہ الہامی گروہ بھی ضروری شامل ہونا چاہیئے جنھوں نے اپنے الہامات کے ذریعے اس عاجز کو جہنمی ٹھہرایا ہے اور ایسا کافر جو ہدایت پذیر نہیں ہوسکتا اور مباہلہ کی درخواست کی ہے ۔ الہام کی رو سے کافر و ملحد ٹھہرانے والے مولوی عبدالرحمٰن لکھوی ہیں اور جہنمی ٹھہرانے والے میاں عبدالحق غزنوی ہیں جن کے الہامات کے مصدق و پیر و عبدالجبار ہیں ۔سو ان تینوں کا جلسۂ بحث میں آنا ضروری ہے ۔''

مولانا بٹالوی نے جواباً لکھا ۔ یا تو آپ میرے پاس آئیں یا پھر مجھے لکھئے میں آپ کے پاس آجاتا ہوں اور بحث کے لیے تیار رہوں ۔

مرزا صاحب نے فرمایا:۔ عنایت نامہ پہنچا ۔ اس عاجز کے لیے بڑی مشکل بات یہ ہے کہ طبیعت اکثر دفعہ ناگہانی طور پر ایسی علیل ہو جاتی ہے کہ موت سامنے نظر

آتی ہے اور کچھ کچھ علامت تو دن رات شامل حال ہے۔ اگر زیادہ گفتگو کروں تو وہی دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ اگر زیادہ فکر کروں تو وہی دورہ شامل حال ہے...... یہ عاجز غلبہ مرض سے بالکل نکما ہو رہا ہے اور طاقت کہاں کہ مباحث تقریری یا تحریری شروع کروں...... آپ کی معلومات حدیث میں بہت وسیع ہیں۔ یہ عاجز ایک امی اور جاہل ہے۔ نہ عبادت ہے نہ ریاضت' نہ علم نہ لیاقت غرض کچھ بھی چیز نہیں۔

اس خط کا جواب مولانا بٹالوی نے ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء کو لاہور سے دیا لیکن مرزا صاحب نے خاموشی اختیار فرمالی۔

یہ خط و کتابت جو ہمارے نزدیک برصغیر پاک و ہند میں تحریک تحفظ ختم نبوت کا آغاز ہے حضرت بٹالوی کے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ کی ۱۸۹۱ء کی جلد میں موجود ہے۔ اور اس کے علاوہ مرزا غلام احمد کے مکتوبات کی جلد ۴ کے ابتدائی صفحات پر بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ جہاں مرتب مکتوبات لکھتا ہے کہ "اس کارڈ کے بعد حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اس سلسلہ میں خط و کتابت کو گونہ بند کر دیا تھا اس لیے کہ مولوی محمد حسین صاحب اصل مطلب کی طرف نہ آتے تھے۔ تاہم آپ نے اتمام حجت کے لیے اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں علمائے لدھیانہ کو خطاب کیا اور اس میں مولوی محمد حسن صاحب (رئیس لدھیانہ) کو آڑ بنا کر پھر خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر چند وہ خطوط مولوی محمد حسن صاحب کے ہاتھ کے تھے لیکن دراصل ان کی تہہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کا ہاتھ اور قلم تھا۔ (مکتوبات ج ۴ حاشیہ ص ۹)

مکتوبات احمدیہ کی اس جلد میں اس کے بعد وہ خطوط درج ہیں جو بظاہر محمد حسن صاحب لدھیانوی کو لیکن درحقیقت شیخ الاسلام مولانا بٹالوی کو لکھے گئے تھے۔ ان میں سے ایک خط میں جو صفحہ ۲۲ پر درج ہے مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

اب فتنہ مخالفت ہر جگہ بڑھتا جا رہا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب جس جگہ پہنچتے ہیں یہی وعظ شروع کی ہے کہ یہ شخص ملحد' دین سے خارج اور کذاب اور دجال ہے۔

اور صفحہ ۴۰ پر موجود ایک خط میں مرزا صاحب نے حضرت بٹالوی کو یوں مخاطب فرمایا

ہے۔اے شیخ نامہ سیاہ اس دروغ بے فروغ کے جواب میں کیا لکھوں اور کیا کہوں۔ خدا تعالیٰ تجھ کو آپ ہی جواب دیوے کہ تو حد سے بڑھ گیا ہے۔

مکتوبات احمدیہ جلد۴ ص۲۲ والے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ براہ راست خط و کتابت کے ذریعے مرزا صاحب پر ان کے عقائد اور دعاوی کی غلطیاں آشکارا کرنے کے ساتھ ساتھ مولانا بٹالوی نے ہندوستان کے دورے کر کے اپنی تقاریر کے ذریعے مسلمانوں کو ان دعاوی کی حقیقت سے آگاہ کرنے کا کام بھی ۱۸۹۱ء کے آغاز میں ہی پوری قوت سے شروع کر دیا تھا اور ص۴۰ والے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے دلائل اس قدر مضبوط ہوتے تھے کہ مرزا صاحب ان کے جواب سے عاجز آ کر تلخ گوئی تک پہنچ چکے تھے۔

تحریک ختم نبوت کے ان ابتدائی ایام کی سرگذشت مورخ احمدیت مولوی دوست محمد شاہد نے بھی بیان کی ہے۔آپ بھی سن لیجئے۔وہ کہتے ہیں:۔کہ مولوی محمد حسین صاحب مرزا صاحب کے رسالہ فتح اسلام کے پروف دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے (اور انہیں) فتح اسلام اور توضیح مرام کے نسخے پہنچے تو انھوں نے اپنے دلی بغض وعناد کا برملا اظہار کرتے ہوئے...... مسلمانان ہند کو اشتعال دلانے کے لئے لکھا کہ فتنہ قادیانی ابھی فتنہ ہے' کوئی دن میں قیامت ہو گا۔اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے مذہب وامن میں زبردست انقلاب واقع ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے اشاعۃ السنۃ کا رسالہ اس کی سرکوبی کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔(بحوالہ اشاعۃ السنۃ ج ۱۳ ص ۲-۴) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا یہ اعلان منظر عام پر آنا ہی تھا کہ ملک بھر میں مخالفت کا طوفان بے تمیزی اٹھ کھڑا ہوا۔اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ہر لمحہ حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں وقف کر دیا...... انھوں نے اول المکفر ون بن کر ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک طوفانی دورہ کیا اور فتح اسلام اور توضیح مرام کی بعض عبارتوں کا سہارا لے کر ایک استفتا تیار کیا۔علما سے آپ کے کفر وارتداد کے فتاوی حاصل کیے اور پھر اسے اپنے رسالہ

اشاعۃ السنۃ ج ۱۳ نمبر ۱۲ میں شائع کر دیا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنی ان معاندانہ سرگرمیوں کے متعلق انہی دنوں خود لکھا تھا کہ جون ۱۸۹۱ء سے مارچ ۱۸۹۲ء تک جو اشاعۃ السنۃ کا کوئی پرچہ نہیں نکلا تو کیا اس سے وہ غیر حاضر اور منصبی فرض اور قوم کی خدمت ادا کرنے میں قاصر متصور ہو سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ اس عرصہ میں جو خدمت قلمے' قدمے اور درمے اس نے کی ہے وہ اپنے زمانہ خدمت چودہ سال میں کبھی نہیں کی۔ جون ۱۸۹۱ء میں وہ نمبر ۱ تا ۳ جلد ۱۳ میں کیفیت گریز وفرار قادیانی اور اس کے ایک فرضی حواری حکیم نور الدین جمونی کی رپورٹ کر کے پھر جولائی ۱۸۹۱ء سے اس اسلام و مسلمانوں کے دوست نما دشمن عقائد اسلامیہ کے رہزن و بیخ کن (قادیانی) کے تعاقب میں رہا اور بمشکل و لطائف الحیل جولائی ۱۸۹۱ء میں بمقام لدھیانہ اس کو جا پکڑا اور بارہ دن تک خوب رگیدا اور چھاڑا اور ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کو ذلت کی شکست دیکر بھگا دیا۔ پھر ہندوستان پہنچ کر اس کے عقائد و مقالات کی نسبت ایک استفتا مرتب کیا اور ایک لمبا سفر اختیار کر کے مختلف بلاد ہندوستان کے علماء وفضلا کا فتوی اس کے متعلق حاصل کیا اور خاص وعوام ہندوستان و پنجاب کو اس فتوی اور اپنے زبانی بیانات اور مواعظ کے ذریعہ سے اس کے عقائد باطلہ پر آگاہ کر کے اس سے بچنے کے لیے ہوشیار کر دیا۔ پھر جب ماہ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں قادیانی نے دہلی پہنچ کر سر اٹھایا اور وہاں کے اکابر کے مقابلہ میں جو اس کو مخاطب کرنے کے لائق نہ سمجھتے تھے' ھل من مبارز کا نعرہ بلند کیا۔ تو یہ خادم دہلی پہنچا اور وہاں اس کو پچھاڑا۔ پھر جب وہ لاہور اور سیالکوٹ پہنچا تو وہاں اس کا پیچھا کیا اور مباحثہ سے صاف وصریح انکار کرا کے بھگا دیا۔ (بحوالہ اشاعۃ السنۃ۔ ج ۱۴' نمبر ۱ ص ۲)

ان الفاظ سے جہاں بٹالوی صاحب کی ان سرگرمیوں پر روشنی پڑتی ہے جو ابتداء میں انھوں نے شمع صداقت کو بجھانے کے لیے اختیار کیں' وہاں فتوی کفر کے متعلق ان کے وسیع پیمانے پر ملکی دورہ کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ فتوی کم وبیش ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل تھا اور اس میں دلی' آگرہ' حیدر آباد دکن' بنگال' کانپور' علی گڑھ

بنارس' اعظم گڑھ' آرہ' غازی پور' ترہٹ' بھوپال' لدھیانہ' امرتسر' سوجان پور' لاہور' بٹالہ' پٹیالہ' لکھو کے ضلع فیروز پور' پشاور' سوات' راولپنڈی' ہزارہ' جہلم' گجرات' سیالکوٹ' وزیرآباد' سوہدرہ' کپورتھلہ' گنگوہ' دیوبند' سہارنپور' لکھنو' مرادآباد' پٹنہ' کانپور غرضیکہ (متحدہ) ہندوستان کے تمام اہم مقامات کے علماء کے فتاوی درج تھے۔ (تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۱۴ تا ۲۱۸۔)

تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں مولانا بٹالوی کی سرگرمیوں کا یہ ریکارڈ مرزائیوں کے قلم سے محفوظ ہوا ہے اور اس کی تائید ماضی قریب کے نامور مقرر اور صحافی آغا شورش کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے "مولانا بٹالوی نے ۱۵ اپریل ۱۸۹۱ء کو حکیم نوردین سے مباحثہ کیا اور اس کو بھگا دیا۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد نے مولانا بٹالوی سے مناظرے کی طرح ڈالی لیکن مرزا نے ۲ مئی ۱۸۹۱ء تک بے سروپا خط و کتابت کر کے فرار کیا۔ ان دنوں مولانا بٹالوی چینیاں والی مسجد (لاہور) کے خطیب تھے۔ آپ نے مرزا صاحب کو ان کے دعاوی پر مناظرے کی دعوت دی لیکن مرزا صاحب نے رسید ہی نہ دی۔ مولانا بٹالوی نے لدھیانہ پہنچ کر مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب دہلوی کے مکان میں ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء کو تحریری مباحثہ کا آغاز کیا۔ مباحثہ ۱۲ روز تک جاری رہا۔ مرزا صاحب جھوٹ بول کر فرار ہو گئے۔ مرزا صاحب کی بھد اڑی تو یکم اگست ۱۸۹۱ء کو مولانا بٹالوی سے حیات و ممات مسیح پر مباحثہ کا اشتہار دیدیا اور لاہور میں مناظرہ کرنے کا اعلان کیا' لیکن مرزا صاحب اس سے بھی بھاگ گئے۔ (تحریک ختم نبوت ص ۳۹)

جناب شورش کاشمیری کی اس تحریر میں مولانا بٹالوی اور مرزا غلام احمد کی باہمی خط و کتابت کے بعد مباحثہ لدھیانہ کا ذکر ہوا ہے۔ اس لیے اب ہم اس کی تفصیلات بیان کرتے ہیں:

مباحثہ لدھیانہ

مولوی دوست محمد قادیانی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد نے ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ تمام مشہور علماء بالخصوص مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی' مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی' مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھو کے والے' مولوی شیخ عبیداللہ صاحب تبتیؒ' مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کو تحریری مباحثہ کا چیلنج دیا۔ (تاریخ احمدیت ج ۲ص ۲۲۹)

یہ چیلنج جس اشتہار کے ذریعے دیا گیا تھا اس میں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمالیں:۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ''ایک عام مجلس مقرر کر کے تحریری طور پر اس عاجز سے مباحثہ کرلیں کیونکہ مجرد زبانی بیانات میں انواع و اقسام کی خرابیوں کا احتمال ہے۔ (فریق مخالف اپنے) سب دلائل کو اس عاجز کے سامنے پیش کریں۔ مگر مناسب ہے کہ اختصار اور حفظ اوقات کی غرض سے اپنے کل دلائل اول پرچہ میں ہی پیش کردیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی ایک پرچہ اس کے جواب میں ہوگا۔ وہی دونوں پرچے سوالات اور جوابات کے حاضرین کو سنائے جائیں اور اخباروں میں چھپوادئے جائیں...... میں بآواز بلند کہتا ہوں کہ میرے خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور القاء سے حق کھول دیا ہے۔ اور وہ حق جو میرے پر کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے...... اس زمانہ کے لیے جو روحانی طور پر مسیح آنے والا تھا وہ میں ہوں۔ میرا دعویٰ صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے۔ تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں...... اور واضح

رہے کہ اس اشتہار کے عام طور پر وہ تمام مولوی صاحبان مخاطب ہیں جو مخالفانہ رائے ظاہر کر رہے ہیں اور خاص طور پر ان سب کے سرگروہ یعنی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی' مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی' مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھو کے والے' مولوی شیخ عبیداللہ صاحب تبتی' مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج اول ص ۲۰۲۔۲۰۴)

مرزا صاحب نے ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء کو ایک خط بھی مولانا بٹالوی کو لکھا تھا' اس میں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

''بخدمت اخویم مولوی محمد حسین صاحب' السلام علیکم' آپ کا تار جس میں یہ لکھا تھا کہ تمہارے وکیل بھاگ گئے ان کو لوٹاؤ یا آپ آؤ' ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے پہنچا...... آپ (مولانا بٹالوی) نے کیونکر گمان کر لیا کہ محبی فی اللہ مولوی حکیم نورالدین صاحب آپ سے بھاگ کر چلے آئے۔ آپ نے ان کو کب بلایا تھا تاکہ وہ آپ سے اجازت مانگ کر آتے۔ اصل بات تو صرف اس قدر تھی کہ حافظ محمد یوسف صاحب نے مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب اس جگہ آئے ہوئے ہیں' میں نے ان کو دو تین روز کے لیے ٹھہرا لیا ہے تاکہ ان کے روبرو ہم بعض شبہات آپ سے دور کرا لیں اور یہ بھی لکھا کہ اس مجلس میں ہم مولوی محمد حسین کو بھی بلا لیں گے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف (نوردین) حافظ صاحب کے اصرار کی وجہ سے لاہور پہنچے اور منشی امیردین کے مکان پر اترے اور اس تقریب پر حافظ صاحب نے اپنی طرف سے آپ (مولوی محمد حسین) کو بھی بلا لیا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب تو عین تذکرہ میں اٹھ کر چلے گئے اور جن صاحبوں نے آپ کو بلایا تھا انھوں نے مولوی (نوردین) صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی محمد حسین کا طریق بحث پسند نہیں آیا۔ یہ تو سلسلہ دو برس تک ختم نہیں ہوگا۔ آپ خود ہمارے سوال کا جواب دیجیے۔ ہم مولوی محمد حسین صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے

اور نہ انھوں نے آپ کو بلایا ہے۔ تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا مولوی صاحب (نور دین) موصوف نے بخوبی ان کی تسلی کر دی اور بہت خوش ہو کر ان سب نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور مولوی صاحب کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ ہم نے اپنی تسلی کرانے کے لیے آپ کو تکلیف دی تھی' سو ہماری بالکل تسلی ہوگئی' آپ بلا جرج تشریف لے جایئے' سو انھوں نے ہی بلایا اور انھوں نے ہی رخصت کیا۔ آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔ پھر آپ کا یہ جوش جوتار کے فقرات سے ظاہر ہوتا ہے کس قدر بے محل ہے...... اگر آپ کی خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیے تو یہ عاجز بسر وچشم حاضر ہے۔ مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے صرف تحریری بحث چاہیے اور وہ یوں کہ سادہ طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو باواز بلند سنا دیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دیدیں۔ پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سنا دوں۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارے میں بات نہ کرے۔ اب اگر آپ نہ مانیں تو آپ کی طرف سے گریز متصور ہوگی۔ والسلام مرزا غلام احمد از لدھیانہ' اقبال گنج ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء۔ مکرر یہ کہ...... آں مکرم اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچے صرف دو ہوں گے۔ اول آپ کی طرف سے۔ پھر میری طرف سے تحریر ہوگی۔ اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ اخیر تحریر تصور فرمائیں اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روانہ رکھیں اور بحالت انکار ہرگز ہرگز کوئی تحریر یا خط میری طرف نہ لکھیں اور اگر پوری پوری وکامل طور پر بلاکم وبیش میری ہی رائے منظور ہو تو صرف اسی حالت میں جواب تحریر فرمائیں ورنہ نہیں۔ فقط

(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۰۴۔۲۰۶)

اس کے بعد مرزا غلام احمد نے ۳ مئی ۱۸۹۱ء کو یہ اشتہار شائع فرمایا:۔

''چونکہ اکثر یہ عاجز سنتا ہے کہ لدھیانہ کے بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی

عبداللہ صاحب' مولوی محمد صاحب' مولوی عبدالعزیز صاحب' مولوی مشتاق احمد صاحب' مولوی شاہ دین صاحب' اس مسئلہ میں اس عاجز سے مخالف ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو گئے ہیں اور آنے والا مسیح جس کی خبر دی گئی ہے درحقیقت مسیح ابن مریم نہیں ہے بلکہ مثالی اور ظلی رنگ میں ہے اور اس عاجز نے یہ بھی سنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان موصوفین اکثر اوقات منبر پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کہ مدعی اس مسئلہ کا ہم سے بحث کرے۔ ہم بحث کے لیے تیار ہیں لیکن افسوس کہ تحریری بحث کو جس میں ہر طرح سے امن ہے قبول نہیں کرتے۔ ناچار ایک اور طریق سہل و آسان تجویز کر کے اشتہار ھذا شائع کیا جاتا ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ طریق لکھیں پہلے اس بات کا ظاہر کرنا ضروری ہے کہ سب سے اول بحث کرنے کا حق مولوی عبدالعزیز صاحب کو ہے کیونکہ وہ شہر (لدھیانہ) کے مفتی اور اکثر لوگوں کے پیشوا اور مقتدا ہیں جو بار بار جامع مسجد میں برسر منبر اعلان بھی دے چکے ہیں کہ ہم بحث کے لیے تیار ہیں' کیوں ہم سے بحث نہیں کرتے اور درحقیقت ان سے بحث کرنا ضروری بھی ہے کیونکہ خاص لدھیانہ کی انہی پر نظر ہے۔ سو یہ عاجز بمقابل ان کے بحث کے لیے بغرض اظہار حق تیار ہے۔ اب ان کے مریدوں اور معاونوں کو بھی مناسب بلکہ عین فرض ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو بحث کے لیے آمادہ کریں اور اگر کسی کمزوری کی وجہ سے وہ گریز کریں تو اس گریز سے ان کی اندرونی حالت اور علمی کمالات کا اندازہ اہل بصیرت خود ہی کر لیں گے۔ ہماری طرف سے تو مولوی صاحب موصوف کو بحالت ان کے عاجز رہ جانے کے یہ بھی اجازت ہے کہ اگر آپ بحث کرنے کا حوصلہ نہ دیکھیں تو اپنے برادر حقیقی مولوی محمد صاحب کی بحث کے لیے منت کریں اور اگر وہ بھی بوجہ اپنی کسی حالت ناچاری کے جس کو وہ خوب سمجھتے ہونگے جواب دیدیں تو پھر اپنے دوسرے بھائی مولوی عبداللہ صاحب کی خدمت میں التجا لے جائیں' اگر وہ بھی نہ مانیں تو پھر بحالت لاچاری مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول کی خدمت میں دوڑیں اور اگر وہ بھی صاف جواب دیں اور وقت پر

کام نہ آئیں تو یقین ہے کہ درجہ دوم کے مفتی مولوی شاہ دین صاحب ایسے اضطراب کی حالت میں ضرور کام آئیں گے۔ اگر وہ بھی گریز کر جائیں تو پھر مولوی شاہ دین صاحب اپنے استاد مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی خدمت میں درخواست کریں اور اگر وہ بھی خاموش رہیں تو پھر گروہ اہل حدیث کے چیدہ و برگزیدہ حضرت مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ ہیں' ان کی طرف سب کو رجوع کرنا چاہیئے۔ ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو بحث کے لیے مقرر کر دیں۔ (مرزا غلام احمد لدھیانہ محلہ اقبال گنج۔ از تبلیغ رسالت جلد۲ ص ۵۸۔۶۱) یہی اشتہار تھوڑے ردو بدل کے ساتھ مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۷۰۔۲۷۳ پر بھی موجود ہے اور اس پر ۲۳ مئی کی تاریخ درج ہے۔ اس کے ساتھ مرتب مجموعہ کی طرف سے نوٹ دیا گیا ہے کہ یہ اشتہار لدھیانہ سے پہلی بار شائع ہوا۔ پھر اس کی نقل اخبار ریاض ہند امرتسر مورخہ ۱۸ مئی ۱۸۹۱ کے صفحہ ۶ پر شائع ہوئی۔

مولوی دوست محمد شاہد صاحب لکھتے ہیں کہ اس اشتہار کے شائع ہونے پر ''لدھیانہ کے مولوی دبک گئے اور بحث کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے ایک مرید اور دست و بازو مولوی شاہ دین صاحب تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کو لکھا کہ میں مرزا صاحب سے مباحثہ کروں تو کس طرح کروں اور کس مسئلہ میں کروں۔ جواب آیا کہ مرزا صاحب سے بحث کرنا تمہارا کام نہیں۔ اول تو ٹال دینا اور بات نہ ٹلے اور مباحثہ ہو ہی جائے تو نزول (مسیح) میں بحث کر لینا۔ چنانچہ مولوی شاہ دین صاحب کو جب بحث کے لیے اصرار سے کہا جانے لگا تو انھوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مرزا صاحب بے علم آدمی ہیں' میری شان سے بعید ہے کہ ایک بے علم آدمی سے بحث کروں۔ لدھیانہ' دیو بند' سہارنپور' گنگوہ میں اس بارے میں خفیہ مشورے ہوئے کہ کیا کرنا چاہئے لیکن مباحثہ کے لیے کوئی آمادہ نہ ہوا۔ اسی دوران پیر سراج الحق (مرزائی) صاحب نے حضرت مسیح موعود سے عرض

کیا کہ سب لوگوں کی نظر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی طرف لگ رہی ہے' اگر حکم ہو تو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو لکھوں کہ وہ مباحثہ کے لیے آمادہ ہوں۔ فرمایا اگر تمہارے لکھنے سے آمادہ ہوں تو ضرور لکھ دو۔ چنانچہ انھوں نے اس بارہ میں ایک خط لکھ کر گنگوہ بھجوا دیا۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور پیر سراج الحق صاحب ہم زلف بھی تھے اور ویسے بھی ان سے تعلقات رکھتے تھے۔ مولوی رشید احمد صاحب نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ میں بحث کو مرزا صاحب سے منظور کرتا ہوں۔ لیکن تقریری اور زبانی۔ تحریری مجھ کو ہرگز ہرگز منظور نہیں اور عام جلسہ میں بحث ہوگی۔

(تاریخ احمدیت جلد ۲' ص ۲۲۹۔۲۳۰)

مولوی دوست محمد مزید لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جواب میں لکھوایا کہ اچھا ہم بطریق تنزل تقریری مباحثہ منظور کرتے ہیں' مگر اس شرط سے کہ آپ تقریر کرتے جائیں اور دوسرا شخص آپ کی تقریر لکھتا جائے اور جب تک ایک تقریر ختم نہ ہو دوسرا فریق یا کوئی اور دوران تقریر میں نہ بولے۔ پھر دونوں تقریریں شائع ہو جائیں' لیکن بحث لاہور میں ہو...... مولوی رشید احمد صاحب نے اس خط کے جواب میں پھر یہی لکھا کہ میں لاہور نہیں جاتا' صرف سہارنپور تک آ سکتا ہوں اور تحریری بحث مجھے منظور نہیں اور تقریر بھی کسی دوسرے شخص کو لکھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ (مرزا صاحب نے اس کے جواب میں لکھوایا) ہم سہارنپور ہی آ جائیں گے' آپ سرکاری انتظام کر لیں۔ مولوی رشید احمد صاحب نے جواب دیا کہ (سرکاری) انتظام کا میں ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ (تاریخ احمدیت جلد ۲' ص ۲۳۲۔۲۳۳)

مولوی دوست محمد مزید لکھتے ہیں۔ ''حضرت مسیح موعود کی دعوت مباحثہ پر اور تو کوئی سامنے نہ آیا لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی کو اپنے علم پر بہت گھمنڈ تھا اور وہ ابتداء ہی سے حضرت اقدس کو نیچا دکھانے کا فیصلہ کر کے حضور سے خط و کتابت کرنے کے علاوہ حضرت خلیفہ اول مولانا نور الدین سے بھی نوک جھونک جاری رکھے ہوئے تھے۔ اسی ترنگ میں وہ شملہ سے لدھیانہ پہنچے اور آتے ہی شہر میں شور مچا دیا کہ مرزا

صاحب کو چاہیے کہ وہ مجھ سے مناظرہ کریں۔ (تاریخ احمدیت' جلد ۲' ص ۲۳۷)

جس شور کی بات مولوی دوست محمد صاحب کر رہے ہیں وہ دراصل مولانا بٹالوی کا مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ کے ذریعے مرزا صاحب کو یہ کہنا تھا کہ وہ ۹ مئی کو پٹیالہ جاتے ہوئے تھوڑی دیر کے لیے لدھیانہ رکیں گے' اس لیے مرزا صاحب ہماری یا اپنی قیام گاہ پر ہمارے ساتھ مباحثہ کے لیے تیار رہیں۔ اس پیغام کے بعد مولانا بٹالوی ۹ مئی کو لدھیانہ آئے۔ اور مولوی محمد حسن صاحب کو مرزا صاحب کے ہاں اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ وہ اسی روز ۱۱ بجے کی گاڑی سے پٹیالہ جا رہے ہیں' اس لیے مرزا صاحب ان سے مناظرہ کرنا چاہیں تو ان کے ہاں تشریف لے آئیں۔ اور یہ کہ مناظرہ سے پہلے مولانا بٹالوی چند بنیادی اصول طے کرائیں گے اور مرزا صاحب بھی ایسا کرنا چاہیں تو ان کو بھی اختیار ہوگا۔ موضوع بحث یہ ہوگا کہ کیا وہ مسیح جس کے قدوم کی احادیث نبویہ میں بشارت دی گئی ہے' آپ ہیں؟

مرزا صاحب نے مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ سے فرمایا: یہ عاجز بسرو چشم تحریری گفتگو کے لیے موجود ہے۔ اصول پیش کرنے کو بھی میں مانتا ہوں' چند سوالات آپ کی طرف سے اور چند سوالات میری طرف سے ہوں اور امر مبحوث عنہ وفاۃ اور حیاۃ مسیح ہوگا' کیونکہ اس عاجز کا دعویٰ اسی بنا پر ہے۔ جب بنا ٹوٹ جاوے گی تو یہ دعویٰ خود بخود ٹوٹ جاویگا۔ اصل امر وہی ہے۔ اس وقت ۱۲ بجے تک مجھے بباعث نج کے کاموں کے بالکل فرصت نہیں۔ بہتر ہے کہ آں مخدوم عید کے بعد یعنی شنبہ کا دن بحث کے لیے مقرر کریں تا کہ فرصت اور فراغت سے ہر ایک شخص حاضر ہو سکے۔

مولانا بٹالوی نے جواب میں لکھوا بھیجا کہ آپ کے اشتہار میں دونوں دعوے ہیں یعنی حضرت مسیح ابن مریم کی رحلت کا دعویٰ اور خود آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ۔ ان دونوں دعاوی میں ایسا تلازم نہیں کہ ایک کے ثبوت سے دوسرا ثابت ہو جائے جیسا کہ آپ کے خط میں مرقوم ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کے

مسیح موعود ہونے پر بحث ہو' پھر حضرت مسیح ابن مریم کی حیاۃ پر گفتگو ہو۔ آپ اشتہار میں یہ دونوں دعوے کر چکے ہیں تو آپ دوسرے دعوی کی بحث سے کیوں جی چراتے ہیں۔ آپ کو لازم ہے کہ اپنے اعلان کے بموجب دونوں دعاوی پر بحث کرنے کو مستعد رہیں اور ہماری اس تجویز کو کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے پر بحث ہو منظور کر لیں' کیونکہ بحکم اصول مناظرہ ہم کو اختیار ہے کہ آپ کے جس دعوی پر چاہیں پہلے بحث کریں۔ ہاں اگر آپ اپنے دوسرے دعوی سے دستبردار ہو جائیں اور اس دستبرداری کے متعلق عام اعلان کر دیں تو ہم آپ کے اسی پہلے دعوی پر بحث کرنے کو تیار ہیں۔" مرزا صاحب نے فرمایا: "آپ مسیح کا زندہ ہونا کلام الٰہی سے ثابت کر دیں گے' تو میں اپنے دعوی سے دستبردار ہو جاؤں گا اور اپنے الہام کو کہ مسیح فوت ہو گیا ہے' شیطانی القاء سمجھ لوں گا۔"

مولانا بٹالوی نے جواب لکھوایا کہ آپ نے اپنی تمام تحریروں اور اشتہاروں میں یہ دعوے الگ الگ مستقل حیثیت سے کیے ہیں بلکہ اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی دوسرے سے مقدم رکھا ہے لیکن اب اس دعوی کو پہلے دعوی کی فرع اور اس کے تابع قرار دیتے ہیں۔ پس آپ صاف الفاظ میں کہہ دیں کہ ہم نے اس دعوی کو مستقل ٹھہرانے میں غلطی کی ہے۔ اس اقرار و اعتراف کے بعد آپ کا فرض ہو گا کہ آپ وفاۃ مسیح کو ثابت کریں' ہم آپ کے اس دعوی کو توڑیں گے۔

مرزا صاحب نے اس خط کا جواب نہیں دیا اور ۲۶ مئی تک ان پر خاموشی طاری رہی۔ ۲۷ مئی کو مولوی محمد حسن صاحب کو ان کی ایک تحریر موصول ہوئی' جس کے مطابق انھوں نے اپنے دعوی مسیحائی پر مناظرہ کرنا منظور کر لیا' لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ شرائط کا تصفیہ مناظرہ سے ایک روز قبل ہو گا۔ مرزا صاحب کے مکتوب کی خبر مولانا بٹالوی کو پہنچائی گئی تو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص ۹۱ کے مطابق انھوں نے مولوی محمد حسن کو ۲۹ مئی کو قبول مناظرہ کے متعلق خط لکھ دیا اور ساتھ ہی ہدایت فرمائی کہ وہ مرزا صاحب کے ساتھ شرائط مناظرہ پہلے سے طے کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ عین موقع پر

کسی شرط کی نامنظوری کے حیلہ سے انہیں پھر فرار کا موقع مل جائے۔

اب مرزا صاحب نے ایسی شرائط پیش کرنا شروع کر دیں' جن سے مناظرے کا انعقاد مشکوک ہونے لگا۔ اس پر مولانا بٹالوی نے مولانا محمد حسن سے فرما دیا کہ مرزا صاحب کی ہر شرط منظور کر لیں۔ اس کے بعد وہ ۲۰ جولائی کو مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب کے مکان واقع لدھیانہ جہاں ان دنوں مرزا صاحب قیام پذیر تھے جا پہنچے اور مباحثہ شروع ہو گیا۔ یہ مباحثہ تحریری تھا' جو بارہ دن تک جاری رہا۔ کچھ روز مولانا بٹالوی مرزا صاحب کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے رہے اور کچھ روز مرزا صاحب مولانا بٹالوی کی قیام گاہ پر آتے رہے۔ مولانا نے یہ سوال پیش کر رکھا تھا کہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی تمام حدیثیں صحیح ہیں یا نہیں؟ مرزا صاحب بارہ روز تک غیر متعلق باتوں سے جواب کو ٹالتے رہے اور جب عام طور پر مشہور ہو گیا کہ وہ اس ایک سوال کا جواب دینے میں بھی لیت و لعل کر رہے ہیں تو ہر طرف سے ان کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ اس پر بارہویں روز انھوں نے موقوفی بحث کی درخواست کر دی' جب کہ یہ مناظرہ امور متنازعہ کے طے ہونے تک جاری رکھا جانا قرار پایا تھا۔ اس مناظرے کی ایک شرط یہ تھی کہ فریقین اپنی اپنی تحریروں کی نقلیں فریق مخالف کو دیتے رہیں گے۔ مرزا صاحب نے اس شرط کی بھی خلاف ورزی کی جیسا کہ وہ خود اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''ناظرین پر واضح رہے کہ ہم نے اپنے آخری مضمون کی جو ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کو بروز جمعہ پڑھا گیا تھا مولوی صاحب کو نقل نہیں دی۔'' (مجموعہ اشتہارات۔ جلد اول' ص ۲۲۷۔ ۲۲۸)

اس مناظرے کی پوری روئیداد ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں موجود ہے۔ جن لوگوں کی نظر سے یہ روئیداد گزری ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مرزا صاحب عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے تھے۔ لیکن انھوں نے اپنی خفت کو مٹانے اور اپنے معتقدین کا حوصلہ بلند رکھنے کے لیے واقعات کی غلط توجیہ کرنے کے بعد فرمایا: ''مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنی وحشیانہ طرز بحث کی شامت سے لدھیانہ سے شہر بدر کیئے

گئے۔'' (تبلیغ رسالت جلد۲' ص ۸۷) اور ان کے بیٹے مرزا محمود نے لکھا ''ڈپٹی کمشنر نے ان (علماء) کے سردار (محمد حسین) کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔'' (تحفہ شاہزادہ ویلز۔ ص ۵۴) تاریخ احمدیت کا مرتب لکھتا ہے۔ ''لدھیانہ کے ڈپٹی کمشنر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے اس لیے ان (مولوی محمد حسین) کو لدھیانہ سے رخصت کر دینے کا حکم دیا۔ اس کام کے لیے ڈپٹی کمشنر نے ڈپٹی دلاور علی صاحب اور کریم بخش صاحب تھانہ دار کو مقرر کیا۔ ان لوگوں نے مولوی محمد حسین صاحب کو ڈپٹی کمشنر کا حکم سنایا اور وہ لدھیانہ سے چل دئے۔ پھر وہ حضرت (مرزا صاحب) کے پاس حاضر ہوئے اور سڑک پر کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت صاحب نے ان کو فوراً اندر بلا لیا۔ وہ ڈپٹی کمشنر کا پیغام لائے تھے کہ لدھیانہ میں فساد کا اندیشہ ہے' بہتر ہے آپ کچھ عرصہ کے لیے یہاں سے تشریف لے جائیں۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ اب یہاں ہمارا کوئی کام نہیں ہے اور ہم جانے کو تیار ہیں' لیکن سر دست ہم سفر نہیں کر سکتے' کیونکہ بچوں کی طبیعت اچھی نہیں۔ انھوں نے کہا کہ خیر کوئی بات نہیں ہم ڈپٹی کمشنر سے کہہ دیں گے...... اس کے بعد حضرت صاحب اندرون خانہ تشریف لے گئے' اور ایک چٹھی ڈپٹی کمشنر کے نام لکھ کر لائے جس میں اپنے خاندانی حالات اور اپنی تعلیم وغیرہ کا ذکر فرمایا اور بعض خاندانی خطوط کی نقول بھی منسلک کر دیں۔ چٹھی کا انگریزی ترجمہ منشی غلام قادر صاحب فصیح نے کیا۔ دراصل ڈپٹی دلاور علی صاحب کو ڈپٹی کمشنر کا حکم سمجھنے میں غلطی ہو گئی تھی۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کا منشا صرف مولوی بٹالوی صاحب کا اخراج تھا۔ تاہم یہ چٹھی ارسال کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود احتیاطاً لدھیانہ سے امرتسر تشریف لے آئے۔

(تاریخ احمدیت جلد۲' ص ۲۴۶۔ ۲۴۷)

یعنی اگر مولانا بٹالوی کو لدھیانہ سے جانے کے لیے کہا گیا تھا تو یہی بات سرکاری کارندوں نے مرزا صاحب سے بھی کہی کہ وہ لدھیانہ سے چلے جائیں۔ مرزا صاحب نے سو پیاز بھی کھائے اور سو جوتے بھی۔ کہ انگریزوں سے وفاداریوں

اور جنگ آزادی لڑنے والوں سے غداریوں کی داستان بھی انگریز کو سنائی اور شہر سے بھی نکلے۔ ہم یہاں مرزا صاحب کو اخراج کے حکم کے متعلق ایک اور قادیانی روایت پیش کیے دیتے ہیں۔ سن لیجئے۔

میر عنایت علی قادیانی جنھوں نے آٹھویں نمبر پر مرزا صاحب کی بیعت کی تھی وہ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

''محرم بھی قریب تھا' پولیس کپتان اور ڈپٹی کمشنر لدھیانہ نے باہمی تجویز کی کہ ایسا نہ ہو کہ اس مباحثہ کے نتیجہ میں فساد ہو جائے۔ اس لیے حضرت مسیح موعود اور مولوی محمد حسین بٹالوی کو لدھیانہ سے رخصت کرنے کے لیے ڈپٹی دلاور علی صاحب اور کرم بخش صاحب تھانیدار مقرر کیے گئے۔ پہلے وہ مولوی محمد حسین صاحب کے پاس گئے اور انہیں سٹیشن پر روانہ کر آئے۔ پھر وہ حضور کے پاس آئے اور آ کر ادب سے باہر کھڑے رہے۔ پہلے اطلاع کے لیے ایک سپاہی بھیجا۔ اس وقت حضرت صاحب کے پاس حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی' غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی' میر عباس علی شاہ صاحب اور یہ خاکسار بیٹھے تھے۔ جب سپاہی نے اطلاع دی کہ ڈپٹی دلاور علی صاحب باہر کھڑے ہیں اور حضور سے تخلیہ میں کچھ کہنا چاہتے ہیں تو حضور نے ہم خدام کو باہر چلے جانے کے لیے فرمایا اور سرکاری نمائندوں کو اندر بلا لیا۔ وہ تیس منٹ کے قریب اندر رہے' پھر باہر آئے اور ہم اندر چلے گئے۔ دریافت کرنے پر حضور نے ڈپٹی کمشنر کا پیغام سنایا اور بتایا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو رخصت کر آئے ہیں اور مجھے بھی پیغام دیا ہے۔ میں نے کہہ دیا ہے بہت اچھا۔ ہمارا لدھیانہ میں کیا رکھا ہے' چلے جائیں گے۔ لیکن سر دست ہم سفر نہیں کر سکتے۔ ہمارے بچوں کی صحت اچھی نہیں۔ اس پر ڈپٹی دلاور علی صاحب نے جواب دیا کہ میرا ایک عرصہ سے حضور کی ملاقات کو دل چاہتا تھا۔ اچھا ہوا خدا نے ایسا اتفاق پیدا کر دیا کہ مجھے زیارت کا موقع مل گیا۔ میں ڈپٹی کمشنر سے خود بھی کہوں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ حضور اتنا بتا کر اندر تشریف لے گئے اور ایک پرچہ بنام ڈپٹی کمشنر لکھ کر لے

آئے اور فصیح صاحب کو انگریزی ترجمہ کے لیے دیا کہ اس کو مع نقول اسناد خاندانی بھیج دیں۔ وہ چٹھی جب ڈپٹی کمشنر کے پاس پہنچی تو اس نے اسی وقت سپرنٹنڈنٹ ضلع کے حوالہ کر دی اور کہا کہ مرزا صاحب مولوی نہیں' رئیس ہیں۔ اسی وقت جواب دیا جائے کہ مرزا صاحب جب تک چاہیں لدھیانہ میں ٹھہر سکتے ہیں...... سپرنٹنڈنٹ نے سرکاری طور سے چٹھی لکھی اور حضرت اقدس لدھیانہ میں ٹھہرے رہے۔''

(الفضل ۴ جون ۱۹۴۲ء ص ۳ منقول از مرزائے قادیان کے دس جھوٹ از محمد ابراہیم کمیر پوری۔ ص ۷۱۔ ۷۰)

الفضل سے یہ عبارت نقل کر کے مولانا کمیر پوری نے لکھا تھا:۔

''مرزائی دوستو! اب بتاؤ کہ مرزا جی کو لدھیانہ سے اخراج کا حکم ہوا تھا یا نہیں؟ اور کیا کارندوں نے اس سے لاعلمی میں دستخط کرا لئے تھے یا ڈپٹی کمشنر نے پولیس کپتان کے باقاعدہ مشورہ کے بعد اخراج کا حکم جاری کیا تھا؟

مناظرہ لدھیانہ میں ہزیمت کے اگلے ہی روز مرزا صاحب کپڑے جھاڑ کر پھر کھڑے ہو گئے اور یکم اگست کو ایک اشتہار شائع فرمادیا کہ مولوی محمد حسین صاحب میرے ساتھ حیات و ممات مسیح کے مسئلہ میں بحث کیوں نہیں کرتے۔ وہ یقیناً ڈرتے ہیں کہ اگر اصل مسئلہ میں بحث شروع ہو گئی تو بڑی رسوائی کے ساتھ انہیں مغلوب ہونا پڑے گا۔ میں ایک دفعہ پھر حجت پوری کرنے کے لیے باآواز بلند مولوی صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق میرے ساتھ بحث کریں۔ مگر یہ بحث لاہور جیسے صدر مقام میں منعقد کی جائے' جہاں اعلیٰ درجہ کے فہیم' ذکی تعلیم یافتہ اور متین اشخاص اور رؤساء شامل ہو سکتے ہیں۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول' ص ۲۲۶۔ ۲۲۹)

اس کے جواب میں حضرت مولانا بٹالوی نے اعلان فرمایا کہ ہم آپ کے ساتھ مناظرہ کے لیے ہر وقت حاضر و مستعد ہیں۔ لاہور میں کیجئے۔ خواہ پشاور میں۔ اور اگر خاص مسکن و مولد شریف قادیان میں ہو تو زیادہ موزوں ہے تاکہ مقولہ' دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید پر بھی عمل ہو جائے۔ اس جواب کے بعد مرزا صاحب پہلو بچا گئے۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے اشاعۃ السنۃ کا متعلقہ شمارہ۔

مباحثہ لدھیانہ کا ذکر ختم کرنے سے پہلے ہم اس مباحثے کا ایک اور واقعہ نذر قارئین کرتے ہیں۔ ہوا یہ تھا کہ مرزا صاحب نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے بخاری شریف کا ایک حوالہ پیش فرمایا جسے مولانا بٹالوی نے چیلنج کیا۔ اور پھر جو ہوا اس کے متعلق مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں۔

پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا............ مولوی محمد حسین بٹالوی سے مباحثہ تھا اور میں اس میں کاتب تھا اور حضرت مسیح موعود کے پرچوں کی نقل کرتا تھا۔ لدھیانہ کے مباحثہ میں مولوی محمد حسین نے بخاری کا ایک حوالہ طلب کیا تھا۔ بخاری موجود تھی لیکن اس وقت اس میں یہ حوالہ نہیں ملتا تھا۔ آخر کہیں سے توضیح تلویح منگا کر حوالہ نکال کر دکھایا کہ صاحب توضیح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں ہے۔ (سیرۃ المھدی حصہ سوم ص ۵)

اور خود مرزا صاحب بخاری والے اس حوالے کے متعلق کہتے ہیں۔ آپ (بٹالوی) کو تلویح کی عبارت کا ایک حصہ سنا دیا گیا تھا' جس کے حوالہ سے وہ حدیث بیان کی گئی تھی اور ظاہر ہے کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئیں قرار دے کر بیان کیا ہے کہ وہ حدیث یعنی عرض الحدیث علی القرآن کی حدیث بخاری میں موجود ہے۔ اب اس کے مقابل پر یہ عذر پیش کرنا کہ نسخہ جات موجودہ بخاری جو ہند میں چھپ چکے ہیں ان میں یہ حدیث موجود نہیں سراسر ناسمجھی کا خیال ہے...... اور آپ کو یہ دعویٰ نہیں اور نہ کر سکتے ہیں کہ دنیا کے نسخہ جات بخاری کے قلمی وغیر قلمی آپ دیکھ چکے ہیں...... مومن کی شہادت عندالشرع قابل پذیرائی ہوتی ہے اور فقط ایک کی شہادت رویت ماہ رمضان سے تمام دنیا بھر کے مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں علامہ تفتازانی صاحب تلویح کی شہادت بالکل ضائع اور نکمی نہیں ہو سکتی۔ بخاری کے مطبوعہ نسخوں میں بھی بعض الفاظ کا اختلاف ہے۔ پھر سارے جہان کے قلمی نسخوں کا کون ٹھیکہ لے سکتا ہے۔

(روحانی خزائن (ازالہ اوہام حصہ دوم) ج ۳ ص ۵۷۵)

بات تو صاف تھی کہ مرزا صاحب نے بخاری کا حوالہ دیا اور ان کا فرض تھا کہ اس حوالے کو بخاری سے نکال کر پیش کرتے' جو انہوں نے نہیں کیا۔

مرزا غلام احمد کا سفر دہلی

مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی مرحوم سے مناظرے میں منہ کی کھانے کے بعد مرزا صاحب نے دہلی جانے کا قصد فرمایا۔ ان کا یہ سفر دہلی قادیانی تاریخ میں بہت اہم ہے اور اسے مرزائی لوگ حضرت رسول اکرم ﷺ کے سفر طائف سے بھی تشبیہ دیتے ہیں' جیسا کہ الحق مباحثہ دہلی کا مرزائی مرتب لکھتا ہے۔ آپ (مرزا صاحب) ۲۸۔ ستمبر ۱۸۹۱ء کو مع الخیر وارد ہوئے۔ کل پنجاب اور ہندوستان کی آنکھیں بڑی بے صبری سے دہلی کی کارروائیوں کو دیکھنے لگیں۔ ان کا یہ موروثی اعتقاد چلا آتا تھا کہ دہلی بڑے بڑے نامی علماء اور اجلہ اولیاء کا مسکن و ماویٰ ہے' اس لیے وہاں کما ینبغی احقاق حق اور ابطال باطل ہو جائے گا۔ مگر افسوس وہ نہ جانتے تھے کہ حسن اعتقاد کے محرک و مرجع جن کی پاک اور برگزیدہ تصنیفات و تالیفات ان کی دلکش تصاویر کے مرقع کی بجا قائم مقامی کر کے پڑھنے والوں کے دل میں سو سو حسرتیں چھوڑتی ہیں' قبروں میں سو رہے ہیں اور ان کے سینوں کو روندنے والے اترا اترا کر چلنے والے وہ لوگ ہیں جو فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ کے پورے مصداق ہو رہے ہیں۔۔ بے شک بعض اب بھی ہیں جنہیں مقدس اسلام کی سچی یادگاریں کہنا کچھ بھی مبالغہ نہیں۔ الغرض حضرت مرزا صاحب اپنے مخدوم آقا اپنے مقتدا ہادی کامل کی طرح جبکہ وہ اہل مکہ سے ایذائیں سہہ کر طائف جیسے مہذب و شاداب شہر تشریف لے گئے تھے کہ کہیں ان میں کوئی طالب حق مل جائے' ہندوستان کے مہذب شہر دہلی آئے۔ مگر کیا ہمیں اس بات کے اظہار پر دلی رنج مجبور نہیں کرتا کہ اہل دہلی نے (الا ماشاء اللہ و من شاء عصمہ) شاید اہل طائف کی

تاریخ پڑھ کر اور اپنی پر زور نخوت اور رعونت پر اعتماد کرنا چاہا کہ وہ ایک مرد خدا کے ساتھ بدسلوکی کرنے میں ان گذشتہ مخالفان راستی سے کوئی قدم پیچھے رہ جائیں۔ مولوی نذیر حسین صاحب اور انکے شاگردوں نے اللہ تعالیٰ کے اتمام حجت کی راہ میں عملاً بڑی بڑی چٹانیں ڈال دیں۔''

(روحانی خزائن۔ جلد۴ الحق بحث دہلی ص ۱۳۱۔۱۳۲)

دہلی جا کر مرزا صاحب نے حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث کو مناظرے کا چیلنج کیا' جس سے مرزا صاحب کا یہ مقصد لگتا ہے کہ حضرت میاں صاحب اپنی بزرگی کے باعث جواب دینا کسر شان سمجھیں گے اور مفت کی شہرت و ناموری ہاتھ آجائے گی۔ حضرت میاں صاحب کی عمر اس وقت تقریباً ۹۰ سال تھی اور وہ تقریباً ۵۰ سال سے دہلی میں مسند تدریس کو زینت بخشے ہوئے تھے۔ برصغیر کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے نامور علماء کی کثیر تعداد ان کی شاگرد تھی۔ وہ اشتہار بازی اور مناظرانہ سرگرمیوں سے دور رہتے تھے' اور یہی بات مرزا صاحب کے پیش نظر تھی کہ میاں صاحب تو انہیں منہ لگانا بھی پسند نہ کریں گے' لیکن انہیں یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ میں نے ہندوستان کے سب سے بڑے عالم کو خاموش کر دیا ہے۔ اس پلان کے تحت انھوں نے دہلی پہنچ کر ۲۔ اکتوبر (۱۸۹۱) کو مناظرے کے چیلنج کا ایک اشتہار چھپوایا۔ اس واقعہ کو مولوی دوست محمد شاہد قادیانی نے یوں بیان کیا ہے۔

''دلی ہندوستان کا دارالسلطنت اور علمی مرکز ہے۔ اس لیے حضرت اقدس نے اپنے دعوی کی اشاعت کے لیے دوسرا سفر دلی کی طرف اختیار فرمایا۔ حضرت اقدس ۲۹۔ ستمبر ۱۸۹۱ء کو دلی پہنچے اور بازار بلیماراں نواب لوہارو کی دومنزلہ کوٹھی میں مقیم ہوئے۔ اہل دلی نے اس موقع پر خدا کے مسیح سے جو ناروا سلوک کیا وہ ان کی سنگ دلی کا ثبوت تھا۔ حضرت اقدس جونہی یہاں وارد ہوئے مخالفت کی آگ پورے شہر میں پھیل گئی۔ مخالفت پوری شدت سے جاری تھی کہ حضرت مسیح موعود نے

۲۔ اکتوبر کو مولوی سید نذیر حسین صاحب اور شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب حقانی کو بذریعہ اشتہار قرآن وحدیث صحیح سے وفات مسیح پر بحث کی کھلی دعوت دی اور لکھا کہ امن قائم رکھنے کے لیے وہ خود سرکاری انتظام کردیں کیونکہ میں مسافر ہوں اور اپنی عزیز قوم کا مورد عتاب۔'' (تاریخ احمدیت' جلد۲' ص ۲۵۵)

اس اشتہار سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے' مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

''اے برادران سکنائے دہلی'' اس وقت یہ حقیر غریب الوطن چند ہفتے کے لیے آپ کے اس شہر میں مقیم ہے۔ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعوی ہے...... میں محدث اللہ ہوں اور مامور من اللہ ہوں۔ صدی چہار دہم کے لیے مسیح ابن مریم کی خصلت اور رنگ میں مجدد دین ہوکر رب السموات والارض کی طرف سے آیا ہوں۔ میں مسیح ابن مریم کو فوت شدہ اور داخل موتی' یقین رکھتا ہوں۔ خداوند کریم نے اپنے الہام وکلام کے ذریعہ سے مجھے اطلاع دیدی ہے کہ مسیح ابن مریم کے نام پر آنے والا تو ہی ہے۔ میں نے ایک مبسوط کتاب ازالہ اوہام نام کی لکھی ہے۔ فقط تین روپیہ اس کی قیمت رکھی ہے۔ اس کتاب میں بہت سے دلائل کے ساتھ حضرت عیسی بن مریم کی وفات ثابت کی گئی ہے۔''

اس مکمل اشتہار میں جو مجموعہ اشتہارات جلد اول کے صفحہ ۲۳۰۔۲۳۶ پر موجود ہے' مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں۔'' میں اس وقت شہر دہلی میں وارد ہوں اور افواہ سنتا ہوں کہ اس شہر کے بعض علماء جیسے حضرت مولوی سید نذیر حسین صاحب اور جناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب اس عاجز کی تکذیب اور تکفیر کے درپے ہیں اور الحاد اور ارتداد کی طرف منسوب کرتے ہیں' اگرچہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ روائتیں کہاں تک صحیح ہیں' صرف لوگوں کی زبان سے سنا ہے۔ (پھر آپ تحقیق حال کے لیے میاں صاحب کے پاس کیوں نہ گئے۔ وہ بزرگ تھے اور آپ ان سے پہلے بھی مل چکے تھے۔ بغیر تحقیق اشتہار بازی کا مقصد فتنہ فساد کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا) اگر حضرت سید مولوی محمد نذیر حسین صاحب یا جناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب مسئلہ وفات مسیح

میں مجھے مخطی خیال کرتے ہیں یا ملحد اور ماؤل تصور فرماتے ہیں تو اس مسئلہ میں اس شہر دہلی میں میرے ساتھ بحث کرلیں۔ کچھ ضروری نہیں کہ میرے مسیح موعود ہونے میں الگ بحث کی جائے۔ بلکہ میں حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں ایسی بحث وفات عیسیٰ میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعوی خود چھوڑ دوں گا...... اور ازالہ اوہام کی جلدیں میرے پاس موجود ہیں۔ جو صاحب تین روپیہ قیمت داخل کریں وہ خرید سکتے ہیں (اگر مرزا صاحب ازالہ اوہام کے ذریعے خود پر نازل ہونے والا اللہ کا کلام لوگوں تک پہنچا رہے تھے تو اس کی قیمت لینا حرام تھا کیونکہ یہ تو ان پر فرض تھا) والسلام

مولوی دوست محمد لکھتے ہیں کہ ''اس اشتہار کا نکلنا تھا کہ مولوی عبدالحق صاحب گھبرائے ہوئے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت میں تو آپ کا بچہ ہوں۔ آپ میرے بزرگ ہیں۔ آپ کا مقابلہ بھلا مجھ جیسا ناچیز کیسے کرسکتا ہے۔ میرا نام اشتہار مباحثہ سے کاٹ دیں۔ میں ایک فقیر گوشہ نشین اور ایک زاویہ گزین درویش ہوں اور مباحثات سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اپنے ہاتھ سے اپنا نام کاٹ دیا۔'' (تاریخ احمدیت' جلد۲' ص۲۵۶)

مولوی دوست محمد مزید لکھتے ہیں :۔'' مولوی عبدالحق صاحب تو یوں کنی کترا گئے۔ ممکن تھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب بھی چپ سادھ لیتے' مگر حضرت اقدس کی آمد سے ایک دن پہلے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پہنچ گئے۔ مولوی بٹالوی نے آتے ہی مولوی نذیر حسین صاحب کو اپنے متشدد خیالات سے متاثر کرنا شروع کیا۔ مولوی نذیر حسین صاحب نے ایک دفعہ کہا بھی کہ بڑھاپے میں مجھے رسوا نہ کرو اور اس قصے کو جانے دو...... لیکن مولوی محمد حسین نے انہیں دھمکی دی کہ اگر اس کے بعد ایسا کلمہ منہ پر لائے تو آپ کی زندگی تاریک ہوجائے گی اور سب لوگ تم سے پھر جائیں گے۔ شیخ الکل عمر رسیدہ تھے ہی' اپنے شاگرد کی زبان سے الٹی میٹم پاکر دہل گئے اور مجبوراً حضرت اقدس کے مقابلہ پر کمربستہ ہوگئے۔''

(تاریخ احمدیت' جلد۲' ص۲۵۶)

میاں صاحب کو ایک شاگرد کی طرف سے الٹی میٹم کی خبر مولوی دوست محمد صاحب کو نہ معلوم کیسے ہوگئی۔ لگتا ہے انہیں علم غیب سے کچھ حصہ ملا ہے۔ بہر حال کچھ بھی ہو حضرت میاں صاحب نے اس اشتہار کے جواب میں ۵۔ اکتوبر کو مرزا صاحب کو ایک خط لکھ کر دعوت دی کہ وہ ان کے ہاں تشریف لے آئیں اور اپنے شکوک پیش کر کے اطمینان کرلیں۔ میاں صاحب جنہیں مرجع عوام وخواص کی حیثیت حاصل تھی ان سے ایسے ہی بزرگانہ جواب کی توقع تھی' لیکن مرزا صاحب کا اشتہار بازی والا مقصد اس سے حاصل نہیں ہوتا تھا اس لیے انھوں نے میاں صاحب کے ہاں جانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب تک یوروپئن افسر موقع پر موجود نہ ہو وہ بات نہیں کریں گے۔

اسی دوران دہلی سے مرزا صاحب کے اشتہار کے ردعمل کے طور پر بہت سے اشتہار بھی شائع ہوئے اور کئی علماء نے ان کی شرائط کو من وعن قبول کرتے ہوئے مختلف مقامات تجویز کر کے بحث کی دعوت دی۔ ایک اندازے کے مطابق ان اشتہارات کی تعداد ۱۲ تک پہنچتی ہے۔ لیکن مرزا صاحب اپنی قیام گاہ سے باہر نہیں آئے کہ بقول ان کے ان کی جان' عزت اور آبرو خطرے میں تھی۔ پھر انھوں نے حکمت عملی تبدیل فرمالی۔ پہلے اشتہار میں انھوں نے سید نذیر حسین صاحب اور ان کے ایک حنفی المسلک شاگرد مولوی عبدالحق حقانی صاحب کو مخاطب کیا تھا' اب انھوں نے سوچا کہ خواہ مخواہ محاذ کو وسیع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بہتر ہے کہ احناف کو اہل حدیث سے الگ رکھا جائے اور ہو سکے تو انہیں باہم لڑایا جائے' اس طرح وہ اپنی لڑائی میں مصروف ہو کر قادیانیت کا تعاقب فراموش کر دیں گے۔ یہ سوچ کر انھوں نے مولانا عبدالحق حقانی سے مصالحتی گفتگو فرمائی اور اہل حدیث حضرات کے خلاف ۶۔ اکتوبر کو یہ اشتہار شائع فرمایا۔

''اشتہار بمقابل مولوی سید نذیر حسین صاحب سرگروہ اہل حدیث۔

چونکہ مولوی سید نذیر حسین صاحب نے جو کہ موحدین کے سرگروہ ہیں اس عاجز

کو بوجہ اعتقاد وفات مسیح ابن مریم ملحد قرار دیا ہے اور عوام کو شکوک و شبہات میں ڈالنا چاہا ہے' اور حق یہ ہے کہ وہ آپ ہی اعتقاد حیات مسیح میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اول اہل حدیث ہونے کا دعوی کر کے اپنے حنفی بھائیوں کو بدعتی قرار دیا اور امام بزرگ حضرت ابو حنیفہ پر یہ الزام لگایا کہ ان کو حدیثیں نہیں ملی تھیں اور وہ اکثر احادیث نبویہ سے بے خبر ہی رہے تھے۔ اور اب باوجود دعوی اتباع قرآن و حدیث کے حضرت مسیح ابن مریم کی حیات کے قائل ہیں۔ ان کی علمیت اور قرآن دانی اور حدیث دانی پر سخت افسوس آتا ہے۔ یہ بات کسی متنفس پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ باآواز بلند پکار رہی ہیں کہ فی الواقعہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں۔ اس عاجز نے اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حضرت مولوی ابو محمد عبدالحق حقانی صاحب کا نام بھی درج کیا تھا۔ مگر عند الملاقات اور باہم گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب موصوف ایک گوشہ گزین آدمی ہیں اور ایسے جلسوں سے جن میں عوام کے نفاق و شقاق کا اندیشہ ہے طبعًا کارہ ہیں اور اپنے کام تفسیر قرآن میں مشغول ہیں اور شرائط اشتہار کے پورا کرنے سے مجبور ہیں کیونکہ گوشہ گزین ہیں۔ حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتے۔ لیکن مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی صاحب جواب دہلی میں موجود ہیں' ان کاموں میں اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں' لہٰذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہیں اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے اس کی زندگی ثابت کر سکتے ہیں تو میرے ساتھ بپابندی شرائط مندرجہ اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بالاتفاق بحث کر لیں۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہے تو یہ عاجز دوسرے دعوی سے خود دست بردار ہو جائے گا۔ ورنہ بحالت ثانی بعد اس اقرار کے لکھانے کے کہ درحقیقت اسی امت میں سے مسیح ابن مریم کے نام پر کوئی اور آنے والا ہے' یہ عاجز اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دے گا۔ اور اگر اس اشتہار کا جواب ایک ہفتہ تک مولوی صاحب کی طرف

سے شائع نہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ انھوں نے گریز کی۔ واضح ہو کہ یہ درخواست مولوی سید نذیر حسین صاحب کی کہ مسیح موعود ہونے کا ثبوت دینا چاہیے اور اس میں بحث ہونی چاہیے' بالکل تحکم اور خلاف طرز انصاف اور حق جوئی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ مسیح موعود ہونے کا اثبات آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ہوگا اور آسمانی نشانوں کو بجز اس کے کون مان سکتا ہے کہ اول اس شخص کی نسبت جو کوئی آسمانی نشان دکھاوے یہ اطمینان ہو جاوے کہ وہ خلاف قال اللہ و قال الرسول کوئی اعتقاد تو نہیں رکھتا۔ ورنہ ایسے شخص کی نسبت جو مخالف قرآن و حدیث کوئی اعتقاد رکھتا ہے ولایت کا گمان ہرگز نہیں کر سکتے بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر وہ کوئی نشان بھی دکھا دے تو وہ نشان کرامت متصور نہیں ہوتا بلکہ اس کو استدراج کہا جاتا ہے۔ لہٰذا سب سے اول بحث جو ضروری ہے' مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات کی بحث ہے جس کا طے ہونا ضروری ہے۔ (یاد رہے کہ ۱۸۹۱ء سے پہلے مرزا صاحب حضرت مسیح کے زندہ ہونے اور ان کی دوبارہ آمد کے قائل تھے۔ اس عقیدے کو وہ اب قرآن و حدیث کے خلاف قرار دے کر دراصل یہ کہہ رہے ہیں کہ ۱۸۹۱ء تک وہ قرآن اور حدیث کے منکر یعنی کفر کا ارتکاب کرتے رہے ہیں) المشتھر۔ مرزا غلام احمد (مجموعہ اشتہارات جلد ۱' ص ۲۳۷۔۲۴۰)

اس اشتہار کے جواب میں ۷ اکتوبر کو حضرت میاں صاحب کے شاگرد مولوی عبدالمجید صاحب نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں مرزا صاحب کے تمام حیلوں کا توڑ کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ مرزا صاحب اپنی قیام گاہ کی چھت پر بیٹھ جائیں' میں ان کے بالمقابل دوسرے مکان کی چھت پر بیٹھ جاتا ہوں۔ درمیان میں بازار بلی ماراں حائل رہے گا اور چھتوں کے اوپر سے گفتگو ہوگی۔ اس طرح کسی طرح کا نقص امن وغیرہ کا اندیشہ نہیں رہے گا۔ مرزا صاحب نے یہ تجویز قبول نہیں فرمائی۔ (رئیس قادیان بحوالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۴' ص ۵)

۷۔ اکتوبر ہی کو مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے اشتہار شائع فرمایا اور لکھا

''قادیانی صاحب آپ نے مجھے اور میاں صاحب سید نذیر حسین صاحب کو مقابل اور مباحث بنانا چاہا ہے اور یہ حقیقت ظاہر ہے کہ مباحثہ میں ایک ہی شخص بول سکے گا۔ دونوں مل کر آپ سے ہم کلام نہ ہوں گے۔ لہٰذا یہ قرار پایا ہے کہ پہلے یہ خاکسار آپ سے گفتگو کرے' یہی امر بحکم عقل موزوں و مناسب ہے' شاگردوں کے ہوتے ہوئے ایک شیخ الکل اور امام وقت کو زیبا نہیں کہ آپ جیسوں کو اپنا مخاطب بنائے۔ میرے بعد آپ ان سے گفتگو کے مجاز ہوں گے۔ اگر آپ اپنی ہی شرطیں بلا کم و کاست منظور کرانا چاہتے ہیں تو ہم اس کے لیے بھی حاضر ہیں۔ لیجیے۔ ۱۱۔ اکتوبر نو بجے دن چاندنی محل میں تشریف لے آیئے۔ یہ اشتہار چھپوا کر متعدد ذرائع سے مرزا صاحب تک پہنچا دیا گیا...... اس کے بعد ۹۔ اکتوبر کو مولانا عبدالحق صاحب نے مطبع یوسفی سے ایک اشتہار شائع کروایا کہ مرزا صاحب آپ نے اپنے ۶۔ اکتوبر والے اشتہار میں میرے ساتھ مناظرہ نہ کرنے کا جو عذر پیش کیا ہے' وہ سراسر دروغ آمیز ہے۔ میں واقعی حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتا۔ لیکن بالائی انتظام کے لیے اوپر کے لوگ موجود ہیں۔ پس آپ ۱۱۔ اکتوبر کو ٹاؤن ہال میں آکر مجھ سے مناظرہ کریں ورنہ جھوٹے سمجھے جائیں گے۔ (رئیس قادیان بحوالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۴' ص ۴)

جب مولانا بٹالوی اور مولانا عبدالحق کو معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے اشتہارات میں مرزا صاحب کو ایک دن میں دو مختلف مقامات پر مباحثے کی دعوت دے دی ہے تو انھوں نے ایک مشترکہ چٹھی مرزا صاحب کو ارسال فرمائی کہ دو مختلف جگہوں پر جانے کی بجائے وہ چاندنی محل تشریف لے آئیں' وہاں مشترکہ مناظرہ ہوگا۔ مرزا صاحب چاندنی محل تشریف نہ لے گئے اور مباحثہ نہ ہو سکا۔

اس کے بعد میاں صاحب نے مرزا صاحب کو خط لکھا ''بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ آپ کے دیروزہ خط کا جواب میری طرف سے میرے تلامذہ مولوی عبدالمجید صاحب اور مولوی ابوسعید محمد حسین دیں گے۔ آئندہ آپ مجھے اپنے جواب سے معاف رکھیں۔ جو کچھ کہنا ہو انہی سے کہیں اور ان ہی سے

جواب لیں۔ راقم سید محمد نذیر حسین ۱۳ ا اکتوبر ۱۸۹۱ء (مجموعہ اشتہارات جلد ا ص ۲۴۳)

مرزا صاحب نے دہلی میں احناف اور اہل حدیث کو باہم لڑانے کی جو کوشش کی تھی اس پر مزید روشنی دوست محمد شاہد صاحب کی درج ذیل عبارت سے بھی پڑتی ہے۔ اس کے مطابق حنفی اور اہل حدیث علماء میں ایک غیر متعلق بحث شروع ہوگئی جس کے نتیجہ میں ایک مسلک کے بعض لوگوں کی طرف سے مرزا صاحب کو خفیہ طور پر اخلاقی مدد ملنے لگی۔ لکھا ہے۔

''دلی میں ایک اہل حدیث عالم کی طرف سے ایک اشتہار نکلا کہ غلام احمد وغیرہ نام رکھنا شرک میں داخل ہے۔ فتح پور کے ایک بڑے حنفی عالم مولوی محمد عثمان صاحب نے اس کے جواب میں ایک اشتہار شائع کیا کہ علمائے اہل حدیث نے اس اشتہار میں دراصل ہم سب مقلدین پر طنز کی ہے۔ کیونکہ ہمارے نام اس قسم کے ہیں اور ہم ان ناموں کو جائز سمجھتے ہیں' پھر وہ خفیہ طور پر حضرت اقدس (مرزا) کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں آپ سے ایسی محبت رکھتا ہوں جیسی اپنی جان سے محبت رکھتا ہوں۔ ان لوگوں نے بڑی شرارت کی ہے' میں ان لوگوں کے شریک نہیں ہوں۔ گو میں آپ کو مسیح موعود نہیں مانتا مگر میں آپ کی طرف ہوں۔ آپ جو اشتہار چھپوانا چاہیں میری معرفت چھپوائیں۔ میرا ایک شاگرد عمدہ کاپی نویس ہے اور ایک مطبع والا میرا شاگرد ہے۔ میں اس کے مطبع میں چھپوا دوں گا۔ سو حضرت مسیح موعود نے خدا ناترس علماء کی مغالطہ انگیزیوں کا پردہ چاک کرنے اور عوام تک اصل واقعات پہنچانے کے لیے ۱۷۔ اکتوبر کو انہی کے ذریعہ سے ایک اشتہار دیا کہ میں نے اب حفاظت کا انتظام کرلیا ہے۔ مولوی نذیر حسین صاحب جہاں چاہیں بحث کے لیے حاضر ہو جاؤں گا۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم' ص ۲۵۸)

اس اقتباس کے بعد ہم دوبارہ اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ چاندنی محل میں منعقد نہ ہوسکنے والے مباحثے کے بعد...... قادیانی کیمپ کی

جانب سے مرزا صاحب نے لکھا:

''میرے مقابلہ پر شیخ الکل نے کیا کیا۔ ہاں ایک یکطرفہ جلسہ مقرر کر کے یہ چال تو ضرور چلے کہ ایک طرف ناگہانی طور پر مجھے بلایا اور دوسری طرف دہلی کے سفہا اور اوباشوں کو بے اصل بہانوں سے ورغلا کر اس دن میرے گھر کے گرداگرد جمع کر دیا اور صدہا بدسرشت لوگوں کے دلوں میں جوش ڈال دیا جس سے وہ دلیری میں کوہستانی غازیوں کی طرح مارنے کے لیے مستعد ہو گئے اور مجھے باہر قدم رکھنے کی بھی گنجائش باقی نہ رہنے دی اور پھر اس مجبوری کی وجہ سے جو میں اس پہلے جلسہ یک طرفہ میں حاضر نہ ہو سکا تو عام طور پر شائع کر دیا کہ ہم نے فتح پائی۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول' ص ۲۵۹) اس واقعہ کے بارے میں مرزا البشیر سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۸۷ پر راقم طراز ہیں۔ ''مولوی محمد حسین اور مولوی سید نذیر حسین صاحب نے خفیہ خفیہ مباحثہ کی تیاری کر لی اور پھر خود بخود مشتہر کر دیا کہ فلاں وقت اور فلاں روز فلاں جگہ مباحثہ ہو گا اور عین وقت پر حضرت صاحب کے پاس آدمی بھیجا کہ مباحثہ کے لیے تشریف لے چلیے۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ یہ کہاں کی دیانتداری ہے کہ خود بخود یک طرفہ طور پر بغیر فریق ثانی کی منظوری اور اطلاع کے اور بغیر شرائط کے تصفیہ پانے کے مباحثہ کا اعلان کر دیا گیا۔ جب تک میں اپنے مکان اور اہل وعیال کی حفاظت کا انتظام نہ کر لوں میں نہیں جا سکتا۔ حضرت صاحب کا جواب سراسر معقول اور شریفانہ تھا۔ دہلی والوں نے ایک طوفان بے تمیزی برپا کرنا شروع کیا کہ مرزا مباحثہ سے بھاگ گیا۔''

مرزا صاحب نے ۱۷۔ اکتوبر کو جو اشتہار شائع کیا اس میں میاں صاحب کی شان میں سخت دریدہ دہنی کی اور لکھا کہ آپ درس قرآن و حدیث میں ریش و برودت سفید کر بیٹھے ہیں مگر آپ کو کسی استاد نے حقیقت تک نہیں پہنچایا اور قال اللہ و قال الرسول کے مغز سے دور' مہجور اور بے نصیب محض ہیں۔ آپ کو شرم کرنی چاہیے کہ شیخ الکل ہونے کا دعویٰ اور پھر اس فضیحت کی غلطی کہ مسیح کو قرآن اور احادیث

صحیحہ کی رو سے زندہ سمجھ رہے ہیں' حیران ہوں کہ آپ کس بات کے شیخ الکل ہیں۔ اگر آپ بحث نہیں کرنا چاہتے تو ایک مجلس میں میرے تمام دلائل وفات مسیح سن کر تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیجئے کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں اور اگر آپ تقویٰ کا طریق کار چھوڑ کر ایسی گستاخی کریں گے تو ایک سال تک اس گستاخی کا آپ پر ایسا کھلا کھلا اثر پڑے گا جو دوسروں کے لیے بطور نشانی ہو جائے گا۔

(ملخص از: مجموعہ اشتہارات جلد اول' ص ۲۴۱۔۲۴۹)

اس کے جواب میں ۱۸۔ اکتوبر کو مسلمانان دہلی کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا جس میں کہا گیا کہ اپنی بدزبانی کے باعث مرزا صاحب اب اس قابل نہیں رہے کہ ایک امام وقت انہیں اپنا مخاطب بنائے۔ چونکہ مرزا صاحب نے اپنے ۶۔ اکتوبر والے اشتہار میں سید نذیر حسین صاحب اور مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب کو مباحثے کا چیلنج دیا تھا اس لیے اب وہ مولانا بٹالوی ہی سے مناظرہ کریں۔ تاہم اگر وہ مباہلہ کرنا چاہتے ہیں تو مولوی عبدالحق صاحب غزنوی یا مولوی عبدالمجید سے کرلیں۔ (''رئیس قادیان'' بحوالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴' ص ۶)

اس اشتہار کے باوجود حضرت میاں صاحب نے فرمادیا کہ ۲۰۔ اکتوبر کو جامع مسجد دہلی میں مجلس کے انعقاد کا انتظام کر کے مرزا صاحب کو بلالیں' جہاں انھیں ان کے ۱۷۔ اکتوبر والے اشتہار کے مطابق اپنے وفات مسیح کے دلائل پیش کرنے کا موقع مہیا کیا جائے گا۔ اس پروگرام کے تحت ۲۰۔ اکتوبر کو جامع مسجد میں مجلس منعقد ہوئی۔ دونوں فریق وہاں پہنچ گئے۔ نماز عصر (جس میں مرزا صاحب نے شرکت نہیں فرمائی) کے بعد نواب سعید الدین احمد خان لوہارو' مولوی عبدالمجید اور سید بشیر حسین انسپکٹر پولیس سید نذیر حسین محدث کے ایما پر مرزا صاحب کے پاس گئے۔ انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی ان کے ہمراہ تھا۔ ان لوگوں نے مرزا صاحب سے کہا کہ آپ لکھ دیجئے کہ اگر مولانا سید نذیر حسین صاحب میرے دلائل کو حلف اٹھا کر مسترد کر دیں تو میں اسی مجمع میں توبہ کرلوں گا۔ مرزا صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ان کے

ایک ساتھی نے البتہ کہا کہ اگر مرزا صاحب کی بد دعا کا اثر ایک سال تک نہ ہوا تو وہ توبہ کرلیں گے۔ مولوی عبدالمجید صاحب نے پھر کہا کہ آپ نے ۱۷۔ اکتوبر کے اشتہار میں لکھا ہے کہ مولوی نذیر حسین ایک مجلس میں میرے تمام دلائل سن کر قسم کھائیں' سو کیا آپ اپنے دلائل وفات مسیح پیش کر سکتے ہیں' اور پھر اگر مولانا نذیر حسین نے آپ کے دلائل کو صحیح تسلیم نہ کیا اور ان کے بطلان پر حلف اٹھالیا تو کیا آپ توبہ کرلیں گے؟ مرزا صاحب نے ان دونوں باتوں کا کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا ہم صرف حیاۃ و وفاۃ مسیح پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر نواب سید سلطان مرزا اور مولوی عبدالمجید صاحب نے مولوی محمد حسین کو مرزا صاحب کے سامنے کردیا کہ سید نذیر حسین صاحب تو آپ کے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر کے جواب میں اس لیے آئے تھے کہ آپ کے دلائل سن کر ان کے باطل ہونے کا حلف اٹھائیں۔ چونکہ آپ اس کے لیے تیار نہیں ہیں اور مباحثہ چاہتے ہیں تو ان سے کرلیجیے۔ مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی سے گفتگو کرنے سے انکار کردیا۔ اس پر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے جلسہ برخواست کردیا اور فریقین اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

(منقول از ''رئیس قادیان'' جلد اول' ص ۱۹۴۔ ۱۹۷ ملخصاً)

اس طرح مرزا صاحب نہ تو مولانا بٹالوی سے مباحثہ کرسکے اور نہ ہی مولانا سید نذیر حسین کے روبرو وفاۃ مسیح کے وہ دلائل پیش کرسکے جس کا انھوں نے اپنے اشتہار میں وعدہ دیا تھا۔

مباحثہ دہلی

جامع مسجد دہلی میں منعقد ہونے والی مجلس کے بعد مرزا صاحب مزید کچھ روز دہلی میں مقیم رہے اور اس دوران وہاں ان کا ایک تحریری مباحثہ ہوا جسے مباحثہ دہلی کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ مباحثہ حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے ایک نامور شاگرد حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانی سے ہوا تھا جو ان دنوں بھوپال میں رہتے تھے۔ ہوا یوں کہ دہلی کے ایک سوداگر حاجی محمد احمد صاحب نے مرزا صاحب کے ۲ اور ۶۔ اکتوبر والے اشتہارات مولانا محمد بشیر صاحب کو ارسال کر دیئے۔ مولانا نے حاجی محمد احمد صاحب کے توسط سے مرزا صاحب کے ساتھ مباحثہ کرنا منظور کر لیا اور درج ذیل شرائط طے ہو گئیں۔

حفظ امن کے لیے سرکاری انتظام ہو گا...... مباحثہ تحریری ہو گا۔ ہر فریق مجلس میں سوال لکھ کر اور اس پر دستخط کر کے پیش کرے۔ اسی طرح فریق ثانی جواب لکھ کر دے...... پہلی بحث مسئلہ حیاۃ مسیح پر ہو۔ اگر حیاۃ ثابت ہو تو اس سے قادیانی صاحب کا دعویٰ مسیح ثابت نہ ہو گا' بلکہ مسیح کے نزول اور مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے پر بحث ہو گی...... طرفین سے جو شخص قبل از تصفیہ مباحثہ سے روگرداں ہو گا اس کی گریز سمجھی جائے گی۔

ان شرائط کے تصفیہ کے بعد جب مولانا بشیر صاحب دہلی چلے آئے تو مرزا صاحب نے نئی شرائط پیش کر دیں کہ مولوی محمد بشیر صاحب مدعی ہونگے۔ حیاۃ مسیح کا بار ثبوت انہی پر ہو گا۔ بحث مرزا غلام احمد کی قیام گاہ پر ہو گی...... جلسہ عام منعقد نہیں ہو گا۔ مولوی محمد بشیر صاحب زیادہ سے زیادہ دس آدمی جو معزز خاص ہوں اپنے ساتھ لا سکتے

ہیں' لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالمجید ہرگز آنے کے مجاز نہ ہوں گے۔ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہوگی۔

مولانا سہسوانی کے احباب کا مشورہ یہ تھا کہ ان نئی شرائط کو مسترد کردیا جائے۔ مگر انھوں نے محض اس خیال سے کہ قادیانی صاحب کو مناظرے سے گریز کا کوئی حیلہ نہ مل سکے' سب شرائط کو تسلیم کرلیا اور ۱۹۔ ربیع الاول کو بعد نماز جمعہ مناظرہ شروع ہوا اور پانچ روز بعد اس وقت ختم ہوگیا جب مرزا صاحب نے اسے مزید جاری رکھنے سے انکار کردیا۔ (رئیس قادیان جلد اول ص ۸۔۱۹۷) مولانا سہسوانی کے پہلے پرچے پر ۱۹۔ ربیع الاول ۱۳۰۹ء' دوسرے پر ۲۵۔ اکتوبر اور تیسرے پر ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کی تاریخ درج ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے پرچوں پر تاریخیں درج نہیں کیں۔ اور وہ اپنے تیسرے پرچے کے آخر میں لکھتے ہیں:۔

''چونکہ مساوی طور پر ہم دونوں پرچے تحریر کرچکے ہیں۔ تین آپ کی طرف سے اور تین میری طرف سے...... پھر یہ بھی یاد رہے کہ تین پرچوں پر طبعی طور پر فریقین کے بیانات ختم ہوگئے ہیں اور اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک کی طرف سے منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور ثالثوں کے ذریعہ سے صحیح رائے جو حق کی موید ہو' پیدا ہوجائے گی تو اس تصفیہ کے لیے آپ تحریری طور پر دوسرے امور میں بھی بحث کرسکتے ہیں' لیکن اس تحریری بحث کے لیے میرا اور آپ کا دہلی میں مقیم رہنا ضروری نہیں' جبکہ بحث تحریری ہو تو دور رہ کر بھی ہوسکتی ہے۔ میں مسافر ہوں۔ اب مجھے زیادہ اقامت کی گنجائش نہیں۔'' (روحانی خزائن جلد۴ (الحق مباحثہ دہلی) ص ۲۲۰)

اسی برتے پر مناظرہ کرنے چلے تھے کہ تین ہی پرچوں پر دلائل کا ذخیرہ ختم ہوگیا۔ پانچ پرچے بھی پورے نہ ہوسکے اور گھر کی یاد ستانے لگی۔ انہیں دہلی آنے کی کسی نے دعوت تو نہ دی تھی' وہ خود للکارتے ہوئے اس اکھاڑے میں اترے تھے۔ تحریری بحث اگر گھر میں بیٹھ کر کرنا تھی تو قادیان سے رخت سفر باندھ کر یہاں تشریف لانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

مرزا صاحب مباحثہ سے فرار تو ہو گئے لیکن اب یہ مسئلہ تھا کہ اپنے مریدین کو کس طرح مطمئن رکھا جائے۔ اس زمانے میں آج کی طرح نہ ذرائع مواصلات تھے۔ نہ فون یا ریڈیو اور نہ ہی جدید قسم کے اخبارات تھے کہ دہلی کے واقعات کی خبر فوری طور پر پورے ملک میں پہنچائی جا سکتی۔ اس خامی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرزا صاحب کی عادت تھی کہ وہ اپنے مریدین کو اپنے خطوط اور اشتہارات ارسال کر کے تصویر کا وہ رخ دکھاتے رہتے تھے جو خود ان کے مفاد میں ہوتا تھا اور جہاں جہاں ان کے اشتہارات وغیرہ پہنچتے وہاں وہاں (اصلی حقائق نظروں سے اوجھل ہونے کے باعث) وہ عوام اور مریدین کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ یہی کچھ انھوں نے مباحثہ دہلی کے بعد بھی کیا اور لمبے لمبے اشتہار چھپوا کر اپنی فتح کے ڈنکے بجائے۔ مولانا سید نذیر حسین دہلوی' مولانا محمد حسین بٹالوی اور دیگر علماء اسلام کے خلاف بے ہودہ زبان استعمال کرتے ہوئے یہ ظاہر کیا کہ دہلی میں شکست انہیں نہیں بلکہ مسلمانوں کو ہوئی ہے۔ اس پروپیگنڈے کے باوجود جب صحیح خبریں عوام تک پہنچنا شروع ہوئیں تو مرزا صاحب کے کیمپ کے لیے حقائق کو چھپانا ممکن نہ رہا اور انہیں دبے لفظوں میں تسلیم کرنا پڑا کہ مرزا صاحب نے وقت سے پہلے مباحثہ ختم کر دیا تھا (گویا وہ فرار ہو گئے تھے۔) جیسا کہ مرزا صاحب کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۹۱۔۹۰ میں لکھا ہے۔ ''جامع مسجد والے قصہ کے تین چار دن بعد حضرت مسیح موعود کے اپنے ہی مکان پر مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی کے ساتھ تحریری مباحثہ ہوا' جس میں باہم یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ فریقین کے پانچ پانچ پرچے ہوں گے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود نے دیکھا کہ مولوی صاحب کی طرف سے بار بار وہی دلیلیں دہرائی جا رہی ہیں تو آپ نے فریق مخالف کو یہ بات جتا کر کہ اب مناظرہ کو جاری رکھنا تضیع اوقات ہے' تین پرچوں پر ہی بحث کو ختم کر دیا اور فریق مخالف کے طعن و تمسخر کی کوئی پروا نہ کی۔''

یہ بھی کیا خوب ہے کہ مناظرہ اس لیے ختم کر دیا کہ مخالف کے پاس دلائل ختم ہو گئے تھے۔ اگر ایسا تھا تو مناظرہ کو اختتام تک پہنچانا خود مرزا صاحب کے اپنے مفاد

میں تھا کہ لوگوں پر ثابت ہو جاتا کہ کون مغلوب ہوا ہے۔ جب مخالف کے دلائل ختم ہو جائیں اور وہ بے بس ہو جائے تو مخالفوں پر حجت قائم کرنے کا وہی تو موقع تھا' نہ یہ کہ خود طعن و تمسخر کی پروا نہ کرتے ہوئے فرار ہو جائیں۔

مرزا بشیر کہتے ہیں کہ مولانا بشیر کے دلائل ختم ہو گئے تھے۔ جبکہ ان کے والد جناب مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دونوں فریقوں کے طبعی دلائل ختم ہو گئے تھے۔ یہ بیان مرزا صاحب کا خود ان کے اپنے حق میں تو استعمال ہو سکتا ہے' مولانا کے بارے میں نہیں پیش کیا جا سکتا۔ اور مولوی دوست محمد کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ''تین پر چوں پر ہی مباحثہ ختم کر دیا اور مولوی محمد بشیر صاحب سے فرمایا کہ جب آپ کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں رہی تو پھر خواہ مخواہ تحریر بڑھانے کا کیا فائدہ ہے'' (تاریخ احمدیت جلد ۲ ص ۲۶۷) مولوی دوست محمد کی یہ بات خود مرزا صاحب کی تکذیب کر رہی ہے جو کہتے ہیں کہ دونوں کے دلائل ختم ہو چکے ہیں۔

اس مباحثے میں مرزا صاحب کے حضرت میاں صاحب سے مقابلے سے فرار ہونے کی شہادت بھی ملتی ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد بشیر صاحب اپنے تیسرے پرچے میں مرزا صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ نے ''حضرت شیخنا و شیخ الکل کی رائے کا ذکر بے موقع کر کے لوگوں کو پھر جتانا چاہا کہ حضرت شیخ الکل بھی اس بحث میں آپ کے مخاطب ہیں۔ حالانکہ شیخ الکل کی بحث سے فرار اختیار کر کے آپ نے مجھے مخاطب بحث بنایا تھا لہٰذا شیخ الکل کا ذکر میرے خطاب میں محض اجنبی و نامناسب تھا۔''

(روحانی خزائن جلد ۴ ص ۲۰۵)

۱۴ صفحات پر مشتمل اپنے تیسرے جوابی پرچے میں مرزا صاحب نے اس بارے میں کامل خاموشی اختیار کر کے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ وہ حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین کے مقابلے سے فرار ہو گئے تھے۔ انھوں نے پورے پرچے میں کسی جگہ مولانا محمد بشیر کے اس بیان کی تردید نہیں کی اور نہ ہی کوئی اور بات اس مضمون کی تحریر کی کہ ہم نے تو فرار اختیار نہیں کیا۔ ہم تو ہر طرح تیار تھے' شیخ الکل ہی سامنے نہیں آئے تھے۔ مرزا

صاحب نے بعد میں اپنے شائع شدہ اشتہاروں میں بہت لاف زنی کی ہے۔ بیہودہ زبان استعمال کی ہے اور حضرت میاں صاحب کی شان میں دریدہ دہنی کی ہے لیکن اس موقع پر جب مولانا بشیر نے واضح طور پر لکھا کہ وہ سید صاحب کے مقابلے سے فرار ہو گئے تھے تو مرزا صاحب جواب میں لب کشائی تک نہ کر سکے۔

مرزا صاحب مباحثہ دہلی کے بعد تقریباً ۱۷ سال تک زندہ رہے۔ لیکن وہ زندگی بھر دہلی میں ہونے والی عبرتناک شکست کو فراموش نہ کر سکے اور پھر کبھی انھوں نے مناظرۓ مباحثے یا مباہلے کے لیے دہلی جانے کا نام تک نہ لیا۔ بلکہ ایک مرتبہ انھوں نے ایک اشتہار میں واضح طور پر لکھا: ''اب میں دہلی میں بحث کے لیے نہیں جانا چاہتا کہ دہلی والوں کے شوروغوغا کو دیکھ چکا ہوں اور ان کی مفسدانہ اور اوباشانہ باتیں سن چکا ہوں۔ ولا یلدغ المومن من حجر واحد مرتین''

(روحانی خزائن جلد ۴ ماخوذ از اشتہار مندرجہ ص ۳۳۶۔۳۱۱)

اس دہلی والے مباحثے کو اس کے اثرات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمیں اس میں مرزا صاحب کی شکست کی ایک اور شہادت بھی ملتی ہے۔ قارئین پہلے پڑھ چکے ہیں کہ:

مرزا صاحب نے مولانا محمد بشیر سہسوانی سے مباحثہ ختم کرتے ہوئے لکھا تھا کہ دونوں فریقوں کے پرچے شائع ہونے پر پبلک خود ہی فیصلہ کر لے گی کہ کس کے دلائل درست ہیں اور پبلک کا فیصلہ یوں سامنے آیا کہ مرزا صاحب کے ایک خاص الخاص مرید مرزائیت سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں واپس آ گئے۔ اس مرید کا نام میر عباس علی لدھیانوی ہے۔ مرزا صاحب کے سلسلہ بیعت میں داخل ہونے والوں میں ان کا نمبر حکیم نوردین کے بعد آتا ہے۔ ان کی اہمیت کا اندازہ مرزا صاحب کی اس تحریر سے ہو سکتا ہے۔ ''حبی فی اللہ میر عباس علی لدھیانوی...... یہ میرے وہ اول دوست ہیں جن کے دل میں خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے میری محبت ڈالی اور جو سب سے پہلے تکلیف سفر اٹھا کر ابرار اخیار کی سنت پر بقدم تجرید محض للہ قادیان میں میرے ملنے کے لیے

آئے۔ وہ یہی بزرگ ہیں۔ میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ بڑے سچے جوشوں کے ساتھ انھوں نے وفاداری دکھلائی اور میرے لیے ہر ایک قسم کی تکلیفیں اٹھائیں اور قوم کے منہ سے ہر ایک قسم کی باتیں سنیں۔ میر صاحب نہایت عمدہ خیالات کے آدمی اور اس عاجز سے روحانی تعلق رکھنے والے ہیں اور ان کے مرتبہ اخلاص کے ثابت کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ ایک مرتبہ اس عاجز کو ان کے حق میں الہام ہوا تھا۔ اصلها ثابت و فرعها في السماء' (روحانی خزائن ازالہ اوہام جلد ۳ ص ۸-۵۲۷)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''اس میں کچھ شک نہیں کہ میر صاحب موصوف عرصہ دس سال تک بڑے اخلاص اور محبت اور ثابت قدمی سے اس عاجز کے مخلصوں میں شامل رہے اور خلوص کے جوش کی وجہ سے بیعت کرنے کے وقت نہ صرف آپ انھوں نے بیعت کی بلکہ اپنے دوسرے عزیزوں اور رفیقوں اور دوستوں اور متعلقوں کو بھی اس سلسلہ میں داخل کیا اور اس دس سال کے عرصہ میں جس قدر انھوں نے اخلاص اور ارادت سے بھرے ہوئے خط بھیجے ان کا اس وقت میں اندازہ بیان نہیں کر سکتا۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۹۴)

یہ میر صاحب جو کچھ دہلی اور لدھیانہ میں ہوا اسے دیکھ کر مرزائیت سے تائب ہوگئے۔ اس پر مرزا صاحب نے لکھا: ''بٹالوی صاحب کی وسوسہ اندازی نے میر صاحب کی حالت کو لغزش میں ڈالا۔ میر صاحب ایک سادہ دل آدمی ہیں جن کو مسائل دقیقہ دین کی کچھ بھی خبر نہیں۔ حضرت بٹالوی وغیرہ نے مفسدانہ تحریکوں سے ان کو بھڑکا دیا'' اور ''میر عباس صاحب نے ۱۲۔ دسمبر ۱۸۹۱ء کو مخالفانہ طور پر ایک اشتہار بھی شائع کیا ہے جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا ہے۔'' اور ''میر صاحب کے دل میں دہلی کے مباحثات کا حال خلاف واقعہ جم گیا ہے۔'' اور ''میر صاحب اپنی کسی پوشیدہ خامی اور نقص کی وجہ سے آزمائش میں پڑ گئے اور پھر اس ابتلا کے اثر سے جوش ارادت کے عوض میں قبض پیدا ہوئی۔ پھر قبض سے خشکی اور اجنبیت اور اجنبیت سے ترک ادب اور ترک ادب نے ختم علی القلب اور ختم علی القلب سے جہری عداوت

اور ارادہ تحقیر و استخفاف وتوہین پیدا ہو گیا۔ عبرت کی جگہ ہے کہ کہاں سے کہاں پہنچے۔ کیا کسی کے وہم وخیال میں تھا کہ میر عباس علی کا یہ حال ہو گا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۸_۲۹۴)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''اس مباحثہ کے وقت جو مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب سے لدھیانہ میں میری طرف سے ہوا تھا اور اس تقریب سے چند دن ان کو (میر عباس علی کو) مخالفوں کی صحبت میسر آ گئی تو نوشتہ تقدیر ظاہر ہو گیا اور وہ صریح طور پر بگڑ گئے اور پھر ایسے بگڑے کہ وہ یقین دل کا اور وہ نورانیت منہ کی جو تھی وہ سب جاتی رہی اور ارتداد کی تاریکی ظاہر ہو گئی اور مرتد ہونے کے بعد (یعنی حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد) ایک دن وہ لدھیانہ میں پیر افتخار احمد صاحب کے مکان پر مجھے ملے اور کہنے لگے کہ آپ کا اور ہمارا اس طرح پر مقابلہ ہو سکتا ہے کہ ایک حجرہ میں ہم دونوں بند کئے جائیں اور دس دن تک بند رہیں' پھر جو جھوٹا ہو گا مر جائے گا۔''

(روحانی خزائن (حقیقۃ الوحی جلد ۲۲ ص ۳۰۷)

یعنی وہ شخص جو مرزائیت میں حکیم نورالدین کے بعد سب سے اونچے مقام کا حامل تھا' جس کے دل میں سب سے پہلے مرزا صاحب کی محبت پیدا ہوئی' جو دس سال تک ان کے نہایت مخلص مرید رہے اور جن کے حق میں مرزا صاحب کو الہام بھی ہوا' وہ شخص لدھیانہ اور دہلی کے مباحثوں میں مرزا صاحب کا حال دیکھ کر' مرزائیت سے تائب ہو کر واپس اسلام کی آغوش میں چلا آیا اور تحریک ختم نبوت کا ایک سپاہی بن گیا۔ ہمارے نزدیک یہ واقعہ لدھیانہ اور دہلی میں مرزا صاحب کی شکست کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

مولانا اسماعیل علی گڑھی اور رد قادیانیت

فتح اسلام اور توضیح مرام کے ذریعے جب مرزا غلام احمد کا دعویٰ مسیحیت سامنے آیا تو جہاں مولانا بٹالوی و دیگر علماء نے تقریر و تحریر سے اس کا رد کرنا شروع کیا' وہاں علی گڑھ کے مولانا محمد اسماعیل نے بھی اپنی استطاعت کے مطابق تحریک ختم نبوت میں یوں حصہ لیا کہ ایک ''کتاب اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح' لکھ کر ۱۸۹۲ء میں شائع فرمائی۔ سطور ذیل میں ہم مولانا علی گڑھی کی اس کاوش کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۸۸۹ء میں یعنی دعویٰ مسیحیت سے دو سال قبل مرزا صاحب اپنے مریدوں میر عباس علی لدھیانوی اور شیخ حامد علی کے ساتھ علی گڑھ تشریف لے گئے۔ ان کے دوران قیام مسلمانان علی گڑھ نے وہاں ان کی منظوری سے ان کی تقریر کا انتظام کیا۔ بعد ازاں مرزا صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ انھیں الہام ہوا ہے کہ تقریر نہ کریں۔ علی گڑھ کے مسلمانوں نے بہت کوشش کی' لیکن مرزا صاحب انکار کے بعد پھر آمادہ نہ ہوئے' مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری مرحوم اس واقعہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''جب علی گڑھ میں مرزا کی تقریر کے متعلق لوگوں کی تمام کوششیں بے سود ہوئیں تو مولوی اسماعیل صاحب علی گڑھی کے کسی ملاقاتی ڈاکٹر جمال الدین کے منہ سے نکل گیا کہ مرزا صاحب علمی قابلیت سے محروم ہیں اور اپنی عجز بیانی اور خوف امتحانی کی وجہ سے تقریر سے انکار کر دیا ہے۔ یہ سن کر مجدد (مرزا) صاحب مار دم بریدہ کی طرح پیچ و تاب کھانے لگے اور اس کا غصہ مولوی اسماعیل صاحب کو ہدف بنا کر اتارا۔

(رئیس قادیان جلد اول ص ۱۶۹)

اس واقعہ کے دو سال بعد یعنی ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے فتح اسلام نامی اپنی وہ کتاب شائع فرمائی جس میں انھوں نے پہلی مرتبہ دعویٰ مسیحیت عوام کے سامنے پیش کیا' اس کتاب میں مرزا صاحب نے اپنے سفر علی گڑھ کا واقعہ بیان فرمایا اور وہاں مولانا اسماعیل علی گڑھی کے بالمقابل پیش آنے والے حالات کا ذکر کیا۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں: ''ایک دفعہ مجھے علی گڑھ جانے کا اتفاق ہوا اور مرض ضعف دماغ کی وجہ سے جس کا قادیان میں کچھ مدت پہلے دورہ ہو چکا تھا' میں اس لائق نہیں تھا کہ زیادہ گفتگو یا اور کوئی دماغی محنت کا کام کرسکتا اور اب بھی میری یہی حالت ہے کہ میں زیادہ بات کرنے یا حد سے زیادہ فکر اور خوض کی طاقت نہیں رکھتا' اس حالت میں علی گڑھ کے ایک مولوی صاحب محمد اسماعیل نام مجھ سے ملے اور انھوں نے نہایت انکساری سے وعظ کے لیے درخواست کی اور کہا کہ لوگ مدت سے آپ کے شائق ہیں' بہتر ہے کہ سب لوگ ایک مکان میں جمع ہوں اور آپ کچھ وعظ فرماویں۔ چونکہ مجھے ہمیشہ سے یہی عشق اور یہی خواہش ہے کہ حق باتوں کو لوگوں پر ظاہر کروں' اس لیے میں نے اس درخواست کو بشوق دل قبول کیا اور چاہا کہ لوگوں کے عام مجمع میں اسلام کی حقیقت بیان کروں کہ اسلام کیا چیز ہے؟ اور اب لوگ اس کو کیا سمجھ رہے ہیں اور مولوی صاحب کو کہا بھی گیا کہ ان شاء اللہ اسلام کی حقیقت بیان کی جائے گی۔ لیکن بعد اس کے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے روکا گیا۔ مجھے یقین ہے کہ چونکہ میری صحت کی حالت اچھی نہیں تھی' اس لیے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ زیادہ مغز خواری کر کے کسی جسمانی بلا میں نہ پڑوں۔ اس لیے اس نے وعظ کرنے سے مجھے روک دیا..... مولوی صاحب کی خدمت میں عذر کر دیا گیا اور یہ عذر واقعی سچا تھا' مگر افسوس کہ باوجودیکہ ہر مومن حسن ظن کے لیے مامور ہے' مولوی صاحب نے میرے اس عذر کو نیک ظنی سے دل میں جگہ نہیں دی۔ بلکہ نہایت درجہ کی بدگمانی کر کے دروغ گوئی پر حمل کیا۔ چنانچہ ان کی ساری وہ تقریر جس کو ایک ڈاکٹر جمال الدین نام ان کے دوست نے ان کی اجازت سے تحریر کر کے لوگوں میں پھیلایا (اور کہا کہ مرزا نے) بہ سبب عجز بیانی وخوف امتحانی (تقریر سے) انکار کر دیا

ہے......(مرزا صاحب پوچھتے ہیں) کیا یہ ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے کسی ملہم بندہ کو کسی مصلحت کی وجہ سے ایک کام کرنے سے روک دے اور شاید اس کا دوسرا سبب یہ بھی ہوگا کہ تا آپ کی اندرونی خاصیتوں کا امتحان ہو جائے اور جو لوگ آپ کے ہم رنگ اور آپ کے ہم ظرف ہیں ان کے مواد خبیثہ بھی اس تقریب سے باہر نکل آویں۔ رہی یہ بات کہ آپ کی عالمانہ عظمت اور ہیبت سے میں ڈر گیا ہوں تو اس کے جواب میں آپ یقیناً سمجھیں کہ جو لوگ تاریکی اور نفسانی ظلمتوں میں مبتلا ہیں' اگر وہ دنیا کے تمام فلسفہ اور طبعی کے جامع بھی ہوں' تب بھی میری نگاہ میں ایک مرے ہوئے کیڑے سے ان کی زیادہ وقعت نہیں۔ مگر آپ اس مرتبہ علم کے آدمی بھی نہیں' صرف پرانے خیال کے ایک خشک ملا ہیں اور وہی کمینگی جو تاریک خیال ملاؤں میں ہوا کرتی ہے' آپ کے اندر موجود ہے اور آپ کو یاد رہے کہ اکثر میرے پاس محقق اور جامع فنون اور معلومات وسیع رکھنے والے آتے اور اسرار و معارف سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ اگر میں ان کے مقابل پر آپ کو طفل مکتب بھی کہوں تو اس قدر کلمہ سے بھی آپ کو وہ عزت دوں گا جس کے آپ مستحق نہیں۔'' (رسالہ فتح اسلام' ص ۱۹۔۳۰ منقول از روحانی خزائن جلد ۳)

قارئین! معلوم ہوتا ہے کہ تقریر کا وعدہ کر کے مکر جانے کے علاوہ مرزا صاحب بعض دیگر وجوہ سے بھی علی گڑھ میں موضوع تنقید بنے تھے۔ ان میں ایک وجہ وہاں دوران قیام مساجد میں بغرض نماز حاضری میں سستی کے متعلق تھی۔ اس کے بارے میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''یہ عاجز صرف چند روز تک مسافرانہ طور پر علی گڑھ میں ٹھہرا تھا...... میں اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ میں نے ان چند دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے کا بکلی التزام نہیں کیا' مگر باوجود اپنی علالت طبع اور سفر کی حالت کے بکلی ترک بھی نہیں کیا۔ چنانچہ مولوی (اسماعیل) صاحب کو معلوم ہوگا کہ ان کے پیچھے بھی جمعہ کی نماز پڑھی تھی' جس کے ادا ہو جانے میں اب مجھے شک ہے۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ میں ہمیشہ اپنے سفر کے دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے سے کراہت ہی کرتا ہوں۔ مگر معاذ اللہ اس

کی وجہ کسل یا استخفاف احکام الٰہی نہیں' بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہمارے ملک کی اکثر مساجد کا حال نہایت ابتر اور قابل افسوس ہو رہا ہے۔ اگر ان مسجدوں میں جا کر آپ امامت کا ارادہ کیا جائے تو وہ جو امامت کا منصب رکھتے ہیں' ازبس ناراض اور نیلے پیلے ہو جاتے ہیں اور اگر ان کا اقتداء کیا جائے تو نماز کے ادا ہو جانے میں مجھے شبہ ہے' کیونکہ علانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے امامت کا ایک پیشہ اختیار کر رکھا ہے اور وہ پانچ وقت جا کر نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک دکان ہے کہ ان وقتوں میں جا کر کھولتے ہیں۔ پس یہ امامت نہیں یہ حرام خوری کا ایک مکروہ طریقہ ہے۔ مساجد میں منافقین کا جمع ہونا جو احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کے حالات میں بیان کیا گیا ہے' وہ پیش گوئی انہیں ملا صاحبوں کے متعلق ہے' جو محراب میں کھڑے ہو کر زبان سے قرآن شریف پڑھتے اور دل میں روٹیاں گنتے ہیں۔'' (روحانی خزائن جلد ۳ (فتح الاسلام) ص ۲۵۔۲۶)

مرزا صاحب نے کہا کہ وہ حالت سفر میں مساجد میں جانے سے اس لیے کراہت کرتے ہیں کہ مساجد کے ائمہ نے امامت کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے اور وہ نماز کے دوران روٹیاں گنتے ہیں' مرزا صاحب علماء کو اسی طرح بنظر حقارت دیکھا کرتے تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کو بھی انھوں نے ایسا ہی طعنہ دیا تھا کہ ان کا ذریعہ روزگار مردوں کا کفن دفن ہے۔ مولانا نے چیلنج کیا تو مرزا صاحب بھیگی بلی بن گئے تھے اور بذریعہ اشتہار انہیں تھوکا ہوا چاٹنا پڑا اور لکھا:

''چونکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ کفن وغیرہ کی آمدنی جو اس ملک میں اکثر ملاؤں کو ہوا کرتی ہے' کبھی ان کو اس سے تعلق نہیں ہوا اور وہ اپنی تجارت سے گزارا کرتے ہیں' اس لیے ہمیں ان کی ان ذاتیات سے بحث نہیں اور ہم قبول کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا۔ یہ قول محض اس بنا پر تھا کہ ہمارے ملک میں اکثر ملا ایسے پائے جاتے ہیں کہ مسجدوں سے تعلق رکھتے ہیں اور پیشہ غسل اموات و جنازہ رکھتے ہیں اور اس کی آمدنی لیتے ہیں' اب جبکہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں سو ہم اپنی اس قدر تحریر کے اس اشتہار سے اصلاح کر دیتے ہیں اور

درحقیقت ہماری مرضی اس سے الزام نہیں ہے' کیونکہ صدہا ملا اس ملک میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ یہ خدمت غسل اموات و جنازہ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں' ان کو بھی ہم برا نہیں کہتے کہ قدیم سے یہ کام چلا آتا ہے۔ کوئی ان کو برا نہیں کہہ سکتا' وہ سب اپنی اپنی جگہ پر عزت رکھتے ہیں۔

(المشتھر مرزا غلام احمد از قادیان' ۲۰۔ دسمبر ۱۹۰۲ء") (منقول از مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۴۸۲)

مرزا صاحب معاش سے متعلق اعتراضات تو دوسروں پر کرتے ہیں' لیکن خود انھیں ہر طرف پیسہ ہی پیسہ نظر آتا تھا۔ معاش ان کے سر پر ہمیشہ سوار رہتی تھی۔ ان کے الہامات کا ایک کثیر حصہ روپے کی آمد سے متعلق ہے اور ان کے اشتہارات و خط و کتابت کا معتد بہ حصہ چندہ مانگنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مولانا علی گڑھی ایک خاندانی رئیس آدمی تھے۔ امامت ان کا ذریعہ معاش نہ تھی' ایسے شخص کو روٹیاں گننے والوں میں شمار کرنا ویسی ہی بدگمانی ہے جس کے متعلق خود مرزا صاحب نے اسی تحریر میں کہا ہے کہ سخت ممنوعات شرعیہ میں سے ہے اور نیک سرشت آدمیوں کا کام نہیں ہے۔ وہ الہام ہونے کا بہانہ بنا کر علی گڑھ سے بغیر تقریر کیے چلے آئے۔ تاہم انہیں بخوبی معلوم تھا کہ اس کے اثرات زائل ہونا مشکل ہے۔ اسی لیے علی گڑھ سے واپسی کے دو سال بعد لکھی جانے والی اس کتاب "فتح الاسلام" میں اپنی گلی میں کھڑے ہو کر مولانا کو یوں للکارتے ہیں:

"اب بھی اگر آپ کی قوت واہمہ فرو ہونے میں نہ آوے اور بدظنی کے جذبات کم نہ ہوں تو پھر خدا تعالیٰ کی مدد اور رحمت سے آپ کے مقابل پر تقریر کرنے کو بھی حاضر ہوں۔ میں بباعث بیماری اب کوئی سفر دور دراز کا تو نہیں کر سکتا' لیکن اگر آپ راضی ہوں تو اپنے کرایہ سے لاہور جیسے پنجاب کے صدر مقام میں آپ کو اس کام اور اس امتحان کے لیے تکلیف دے سکتا ہوں۔ اور یہ عہد پختہ عزم سے کرتا ہوں اور آپ کے جواب کا منتظر ہوں" (فتح الاسلام ص ۲۰۔۲۱)

مرزا صاحب نے ۱۸۸۹ء میں تقریر کا وعدہ کیا تھا تو اعلان اور تیاری ہوئی تھی۔

پھر بقول ان کے انہیں الہامی طور پر منع کر دیا گیا۔ اب مرزا صاحب کس بل بوتے پر چیلنج کر رہے ہیں اور پختہ عزم کا اظہار کر رہے ہیں؟ ان کے پاس کیا گارنٹی تھی کہ ان کا الہام کنندہ پھر انھیں منع نہیں کر دے گا؟ مقام تقریر لاہور تجویز کیا گیا کہ وہ دور دراز کا سفر نہیں کر سکتے۔ یہ بھی خوب رہی۔ حالانکہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد انھوں نے کم ازکم دو سفر تو دہلی کے کیے۔ (ایک اکتوبر ۱۸۹۱ء میں اور دوسرا ۱۹۰۵ء میں) ایک سفر انھوں نے ملتان کا کیا اور ایک سفر جہلم کا۔ دہلی، ملتان اور جہلم قادیان کے قرب و جوار میں نہیں بلکہ دور دراز واقع تھے۔ اگر وہ وہاں جا سکتے تھے تو علی گڑھ جانے میں کیا مانع تھا؟

مرزا صاحب کے سفر علی گڑھ کا واقعہ ان کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد نے بھی بیان کیا ہے۔ آپ یہ روایت بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔ مرزا بشیر لکھتے ہیں:

''بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ لدھیانہ میں پہلی دفعہ بیعت لے کر یعنی ابتداء ۱۸۸۹ء میں حضرت (مرزا) صاحب علی گڑھ تشریف لے گئے تھے۔ میں اور میر عباس علی اور شیخ حامد علی ساتھ تھے۔ حضرت صاحب سید تفضّل حسین صاحب تحصیل دار کے مکان پر ٹھہرے...... علی گڑھ میں لوگوں نے حضرت صاحب سے عرض کر کے حضور کے ایک لیکچر کا انتظام کیا تھا اور حضور نے منظور کر لیا تھا، جب اشتہار شائع ہو گیا اور سب تیاری ہو گئی اور لیکچر کا وقت قریب آیا تو حضرت صاحب نے تفضّل حسین صاحب سے فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ میں لیکچر نہ دوں، اس لیے اب میں لیکچر نہیں دوں گا۔ انھوں نے کہا اب تو سب کچھ ہو چکا ہے۔ لوگوں میں بڑی ہتک ہو گی۔ حضرت صاحب نے فرمایا خواہ کچھ ہو، ہم خدا کے حکم کے مطابق کریں گے۔ پھر اور لوگوں نے بھی حضرت صاحب سے بڑے اصرار سے عرض کیا، مگر حضرت صاحب نے نہ مانا اور فرمایا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس کے حکم کے مقابل میں کسی ذلت کی پروا نہیں کرتا۔ غرض حضرت صاحب نے لیکچر نہیں دیا اور قریباً سات دن وہاں ٹھہر کر واپس

لدھیانہ تشریف لے آئے۔ (سیرۃ المھدی حصہ اول ص ۹۔۷۸)

صاجزادے نے پورے واقعہ میں مرزا صاحب کے اس دورہ مرض کا ذکر نہیں کیا' جس کا مرزا صاحب نے رونا روتے ہوئے تقریر نہ کرنے کے الہام کے پس منظر کے طور پر ذکر کیا تھا۔ لگتا ہے کہ وہ یہ بہانہ جب ضرورت پڑتی استعمال کر لیتے تھے۔ مولانا بٹالوی کے مدمقابل ۱۸۹۱ء میں خط و کتابت کا سلسلہ منقطع کرنے کے لیے بھی اسے استعمال کیا گیا تھا۔ جہاں تک الہام کا معاملہ ہے نہ خود مرزا صاحب نے اور نہ ہی ان کے صاجزادے نے وہ الفاظ بیان یا نقل کیے ہیں جو تقریر سے روکنے کے لیے الہام ہوئے تھے۔ اگر الہام ہوا تھا تو وہ دونوں میں سے کسی نے نقل کیوں نہیں کیا؟ اس وضاحت کو ہم دور حاضر کے قادیانیوں کے لیے چھوڑتے ہوئے مولانا اسماعیل کی خدمات تحریک کی جانب بڑھتے ہیں۔

مولانا اسماعیل علی گڑھی نے مرزا صاحب کی کتاب فتح اسلام کا جواب بھی لکھا (جس کا ذکر آگے آئے گا) اور اس فتوی تکفیر پر دستخط بھی فرمائے جو مولانا بٹالوی نے مرتب کر کے سید نذیر حسین محدث دہلوی کے دستخطوں سے مزین کروا کر علمائے اسلام کے اتفاق سے جاری کیا تھا۔ اس فتوی میں مولانا اسماعیل صاحب نے لکھا:

''چونکہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ قادیانی وجود ملائکہ کا جو آنحضرتؐ نے بیان کیا ہے' منکر ہے' اور نزول جبریل کا منکر ہے اور اس امر کا قائل ہے کہ ملائکہ ستاروں کی ارواح اور نفوس فلکیہ ہیں اور وہ قائل ہے کہ حضرت عیسیٰ کا اپنے جسم سے آسمان پر جانا اور نازل ہونا محال ہے' اور وہ قائل ہے کہ ختم نبوت سے نئی شریعت والی نبوت کا ختم ہونا مراد ہے' نہ مطلق نبوت کا ختم ہونا' اور وہ قائل ہے کہ جس مسیح کے آنے کا شریعت محمدیہ میں وعدہ دیا گیا ہے اس سے مراد عیسیٰ بن مریم نہیں جو فوت ہو چکا ہے' بلکہ اس کا مثیل قادیانی مراد ہے جس کو خدا نے قادیان میں اتارا ہے' اور وہ قائل ہے کہ دجال سے اس کے منکر مراد ہیں اور وہ قائل ہے کہ قرآن و حدیث ظاہر معانی سے بھرا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ اپنی مراد کو ہمیشہ استعاروں میں بیان کرتا ہے' ایسے ہی اور خرافات باطلہ اس سے

ثابت ہو چکے ہیں' لہٰذا میرے نزدیک اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ کافر ہے' بدکردار' شریعت محمدیہ کا مخالف' اس کو باطل کرنا چاہتا ہے' خدا اس کا منہ کالا کرے۔"

(علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ' مرتبہ مولانا بٹالوی' ص ۹۳)

اس فتویٰ تکفیر کے علاوہ مولانا نے مرزا کی کتاب فتح اسلام کا جواب "اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح" کے عنوان سے رقم فرما کر ۱۸۹۲ء میں شائع فرمایا' مولانا اسماعیل ۱۸۹۴ء میں فوت ہو گئے اور ان کی زندگی میں مرزا صاحب اعلاء الحق الصریح کے بارے میں خاموشی اختیار کیے رہے۔ جب ان کی وفات ہو گئی تو مرزا صاحب نے کہنا شروع کر دیا کہ اس کتاب میں مولانا اسماعیل نے ان سے یک طرفہ مباہلہ کیا تھا اور چونکہ وہ جھوٹے تھے اس لیے یک طرفہ مباہلہ کرنے کے بعد میری زندگی میں مر گئے۔ اس بات کا جواب مولانا ثناء اللہ امرتسری نے دیا تھا۔ ہم بطور تبرک ان کی تحریر نذر قارئین کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"مرزا صاحب نے جو (بقول اتباع خود) اپنا علم کلام ایجاد کیا تھا اس میں ایک طریق استدلال یہ تھا کہ کوئی مخالف مر جاتا تو فوراً آپ اس کی بابت لکھ دیتے کہ اس نے کہا تھا کہ ہم میں سے جھوٹا مر جائے گا' چنانچہ وہ مر گیا' اس لیے وہ جھوٹا تھا اور میں سچا ہوں۔ چاہے متوفی کو یہ مضمون خواب میں بھی نہ سوجھا ہو۔ ہمارے پاس اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ پیغام صلح (لاہوری مرزائیوں کا رسالہ) نے مولانا اسماعیل مرحوم کا ذکر کیا ہے' اس لیے آج ہم اس مثال پر بحث کرتے ہیں۔

مولانا (اسماعیل) مرحوم جماعت اہل حدیث میں بڑے ذی اقتدار عالم اور رئیس تھے۔ مرزا صاحب قادیانی نے ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۱ء) میں دعویٰ مسیحیت کیا تو مرحوم نے فوراً ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۲ء) میں ان کی تردید میں ایک رسالہ لکھا' جس کا نام ہے "اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح" اس کتاب کا جواب مرزا صاحب کی طرف سے ہم نے نہیں دیکھا' مرحوم شوال ۱۳۱۱ھ مطابق مئی ۱۸۹۴ء میں فوت ہو گئے۔ رحمہ اللہ یعنی کتاب کی اشاعت کے دو سال بعد......

ناظرین یہ تمہیدی نوٹ یاد رکھیں اور آگے چلیں۔

مرزا صاحب نے اپنے جدید علم کلام سے (دوسرے لفظوں میں جس کا معزز لقب افترا پردازی ہے) جھٹ لکھ دیا: ''مولوی اسماعیل نے صفائی سے خدا تعالیٰ کے رو برو یہ درخواست کی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے' وہ مر جائے' سو خدا نے اس کو بھی اس جہان سے جلد تر رخصت کر دیا۔ ان وفات یافتہ مولویوں کا ایسی دعاؤں کے بعد مر جانا خداترس مسلمانوں کے لیے کافی ہے۔'' (اشتہار انعامی پانچ سو روپیہ ص ۷)

مضمون صاف ہے۔ ہم نے مرزا صاحب کی زندگی ہی میں یہ سوال اٹھایا تھا کہ مولوی اسماعیل صاحب کی عبارت کا حوالہ بتایئے۔ (جہاں انھوں نے خدا سے درج بالا درخواست کی ہو) مرزا صاحب نے اس کا ثبوت نہ دیا' ہم نے سمجھا کہ یہ سب کرشمے قادیانی جدید علم کلام کے ہیں' جس کے موجد مرزا صاحب ہیں۔ حال ہی میں (یعنی ۱۹۴۲ء میں) کسی معترض نے مولانا علی گڑھی کی بابت یہ سوال اٹھایا تو پیغام صلح نے اپنے پیشوا اور اپنے مجدد سلطان القلم کی حمایت میں جو لکھا وہ کذب بیانی میں اصل سے بھی بدرجہا ترقی پذیر ہے۔ چنانچہ پیغام صلح کا نامہ نگار لکھتا ہے:

''رہا مولوی محمد اسماعیل علی گڑھی کا معاملہ' یہ صرف آپ جیسے مولویوں کی بددیانتی اور ناخداترسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی کتاب کے وہ الفاظ اور وہ بددعا جو ان کی موت کا باعث ہوئی آج ہمارے سامنے نہیں' کیونکہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔ اس کی موت کے بعد مولویوں نے اس خیال سے کہ وہ الفاظ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے لیے ایک زبردست گواہ کا کام دیں گے' انھیں کتاب سے نکال دیا' اصل کتاب کو ایک احمدی مولوی عبداللہ سنوری نے دیکھا تھا جن کی شہادت کی بنا پر حضرت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں لکھا کہ...... مولوی محمد اسماعیل نے اپنے ایک رسالہ میں میری موت کے لیے بددعا کی تھی۔ پھر بعد اس بددعا کے جلد مر گیا اور اس کی بددعا اسی پر پڑ گئی' اگر یہ صحیح نہیں تو چاہیے تھا کہ مرزا صاحب کی زندگی میں آپ پر اعتراض کیا جاتا' لیکن اس

وقت تمام آپ جیسے معترضین کو سانپ سونگھ گیا۔ اب آپ کی وفات کے پچیس تیس سال بعد اس کو جھوٹ قرار دینا اپنے جھوٹا ہونے کی شہادت دینا ہے۔

(پیغام صلح ۳ ستمبر ۱۹۴۲ء ص ۹)

(مولانا ثناء اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں) ہم نے حکماء کا یہ مقولہ نہ سنا ہوتا کہ ''ایک جھوٹ کے ثابت کرنے کے لیے کئی جھوٹوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے تو بھی وہ جھوٹ ثابت نہیں ہوتا'' تو ہمیں اس مضمون نگار کی بدگوئی اور کذب بیانی پر تعجب ہوتا' مگر اس قسم کی باتیں ہمارے کانوں میں نئی داخل نہیں ہوئیں بلکہ ہم نے اخلاق نویس استادوں سے سنا ہوا ہے۔

چو حجت نماند جفا جوئے را　　به پیکار گردن کشد روئے را

کوئی قادیانی مسیح کے حواریوں سے پوچھے کہ تمہارے اس بیان کا ثبوت کچھ ہے' جس کو تم نے بددیانت مولویوں کی طرف منسوب کر کے اپنی اور اپنے قافلہ سالار کی غلط بیانی کو مٹانا چاہا؟ او ظالمو! کب تک نادانوں کی آنکھوں میں خاک ڈالو گے۔ یہ کتنا جھوٹ ہے جو تم نے لکھا ہے کہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا۔

او عقلمندو! کیا تم سمجھتے ہو کہ مرحوم کی کتاب نایاب ہوگئی ہے؟ سنو دفتر اہل حدیث (امرتسر) میں بچشم خود دیکھ لو' اس پر سنہ طباعت ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۲ء) لکھا ہے اور مرحوم (مولانا اسماعیل علی گڑھی) کی تاریخ وفات کا ثبوت درکار ہو تو مرحوم کے صاحبزادہ کی تحریر دیکھ لو یعنی دو سال بعد وفات ہوئی۔ علاوہ اس کے مولانا مرحوم کوئی معمولی آدمی نہ تھے' علی گڑھ میں عالمانہ اور رئیسانہ حیثیت رکھتے تھے۔ اب بھی آپ لوگ علی گڑھ میں جا کر موتی مسجد کے متولی خاندان سے مرحوم کی تاریخ وفات معلوم کر سکتے ہیں۔ مگر اس تحقیق کے بعد یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب نے غلط لکھا ہے۔ ہاں ۱۳۰۹ھ سے پہلے کی کوئی مطبوعہ کتاب ان کی ہو تو پیش کرو' مگر یاد رہے کہ مرزا صاحب نے ۱۳۰۸ھ میں دعویٰ کیا' دعویٰ سے پہلے تردیدی کتاب شائع نہیں ہوسکتی۔''

(منقول از اخبار اہل حدیث امرتسر' ۱۸۔ ستمبر ۱۹۴۲ء ص ۴۔۵)

مولانا امرتسری کی اس تحریر کا جواب قادیانی حضرات نہیں دے سکے، دے بھی کیا سکتے ہیں۔ مولانا اسماعیل کی کوئی کتاب ہی ایسی موجود نہیں جس کی اشاعت اول ان کی وفات کے بعد ہوئی ہو، کوئی مسودہ ایسا دنیا میں موجود نہیں جس میں وہ الفاظ موجود ہوں جن کا ذکر مرزا صاحب نے بسلسلہ یک طرفہ مباہلہ کیا ہے اور خواجے کے جس گواہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ انھوں نے وہ عبارت مولانا علی گڑھی کے مسودے میں دیکھی تھی، ان کے حافظے کا یہ حال ہے کہ انہیں یہ بھی یاد نہیں تھا کہ مرزا غلام احمد اور اس نے علی گڑھ کا سفر کب کیا تھا؟ جیسا کہ مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں ''خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ صاحب نے جب پہلے پہل یہ روایت بیان کی تو یہ بیان کیا کہ یہ سفر حضرت صاحب نے ۱۸۸۴ء میں کیا تھا، خاکسار نے والدہ صاحبہ سے عرض کیا تو انھوں نے اس کی تردید کی اور کہا یہ سفر میاں (حضرت خلیفہ المسیح الثانی) کی پیدائش (۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء) بلکہ ابتدائی بیعت کے بعد ہوا تھا۔ جب میں نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت میاں عبداللہ صاحب کے پاس بیان کی تو انھوں نے پہلے تو اپنے خیال کی صحت پر اصرار کیا، لیکن آخر ان کو یاد آ گیا کہ یہی درست ہے۔'' (سیرۃ المھدی حصہ اول ص ۷۹)

کتاب اعلاء الحق الصریح مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت کے بعد ہی لکھی گئی تھی۔ یہ دعوی ۱۸۹۱ء کی بات ہے۔ کتاب ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی، ۱۸۹۱ء یا ۱۸۹۲ء میں میاں عبداللہ سنوری کے ایسے سفر علی گڑھ کا ثبوت تا حال قادیانیت کے ذمے ہے جس میں اسے قبل اشاعت مولانا علی گڑھی کے پاس علی گڑھ میں کتاب کا مسودہ دیکھنے کا موقع ملا ہو۔

سطور بالا سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا اسماعیل نہ صرف تحریک ختم نبوت کے سابقون الاولون میں سے ہیں بلکہ ان کا مرزا صاحب سے پنجہ آزمائی کا معاملہ ۱۸۸۹ء یعنی دعوی مسیحیت سے دو سال قبل ہی شروع ہو گیا تھا۔ انھیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے مرزا صاحب کو علی گڑھ سے خوار کر کے نکالا اور قادیانی ابھی تک وہ الہام بھی منظر عام پر نہیں لا سکے جس میں مرزا صاحب کو علی گڑھ میں تقریر کرنے سے منع کیا گیا

ہو۔مولانا کی کتاب ''اعلاء الحق'' کا جواب مرزا صاحب قرض لے کر اس دنیا سے چل بسے اور آج تک ان کی امت بھی اس کا جواب نہیں لکھ سکی ہے۔ پھر مولانا علی گڑھی ایسی شخصیت ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مرزا غلام احمد کے کذاب ہونے کا ایک ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا ہے کہ نہ کوئی ایسی کتاب موجود ہے' نہ کوئی ایسا غیر مطبوعہ مسودہ موجود ہے جس میں مولانا نے بقول مرزا غلام احمد یک طرفہ مباہلہ کیا ہو۔ مرزا صاحب نے یہ سفید جھوٹ گھڑا تھا اور مرزائیت اس کی وضاحت نہیں کرسکتی۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور ردقادیانیت

تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں ایک شخصیت قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی ہے جو اپنی مشہور عالم کتاب رحمۃ للعالمین کے حوالے سے معروف ہیں۔ تحریک ختم نبوت کے حوالے سے ان کی شاہکار تصانیف غایۃ المرام اور تائید الاسلام ہیں' پہلی کتاب ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی اور یہ مسلمانوں کی طرف سے مرزا صاحب کی کتابوں توضیح مرام' فتح اسلام اور ازالہ اوہام کا جواب ہے۔ مرزا صاحب کو جواب کی توفیق تو نہ ہو سکی لیکن اس نے الہامی مار دینے کی ضرور کوشش فرمائی' جیسا کہ ۵۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو اسے ایک الہام ہوا۔ ''پشت بر قبلہ مے کنند نماز'' مرزائیوں کے ''تذکرے'' کا مرتب لکھتا ہے کہ یہ الہام مرزا صاحب کو قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کے بارے میں ہوا تھا کہ وہ قبلہ کو پیٹھ دے کر نماز ادا کرتے ہیں۔'' (تذکرہ ص ۲۶۸)

قاضی صاحب نے رد مرزائیت میں اپنی دوسری کتاب تائید الاسلام ۱۸۹۸ء میں شائع فرمائی' اس میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی علامات بیان کرتے ہوئے ببانگ دہل اس بات کا اعلان فرمایا کہ میں نہایت جزم سے بآواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا صاحب کے نصیب میں نہیں' میری اس پیش گوئی کو سب یاد رکھیں۔ (ص ۱۱۶ طبع دوم' تائید الاسلام) مرزا غلام احمد حضرت قاضی صاحب کی اس پیش گوئی کے بعد دس سال زندہ رہ کر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو واصل جہنم ہوئے مگر انہیں حج بیت اللہ نصیب نہ ہو سکا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی علامات کا جو ذکر ہوا ہے' اس کی وضاحت کے لیے کتب حدیث سے رجوع کریں تو مندرجہ ذیل حدیث سامنے آتی ہے جو حضرت مولانا

امرتسری نے اپنی ۱۹۲۳ء میں لکھی جانے والی کتاب شہادات مرزا میں درج کر کے مرزائیوں پر حجت قائم فرمائی تھی۔ مولانا امرتسری نے حدیث کا ترجمہ یوں بیان فرمایا ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسیح موعود فج الروحاء سے (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان جگہ ہے) حج کا احرام باندھیں گے''

یہ حدیث مبارکہ نقل فرمانے کے بعد مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: ''یہ حدیث حضرت مسیح موعود کی تشریف آوری کے بعد ان کے حج کرنے اور ان کے احرام باندھنے کے لیے مقام کا تعین کرتی ہے۔ مرزا (غلام احمد) صاحب کی بابت تو بلا اختلاف مسلمہ ہے کہ وہ حج کو نہیں گئے۔ مقام معین سے احرام باندھنا تو کجا' حیرت ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور ان کی احمدی امت نے اور حدیثوں کے جوابات دینے پر تو توجہ کی' چاہے کسی قسم کی ہوں مگر اس حدیث کا نام بھی ان کی تحریرات میں ہم نے نہیں دیکھا' حالانکہ اخبار اہل حدیث ۵۔شوال (یکم جون ۱۹۲۳ء) میں یہ حدیث نقل کر کے (مرزائیوں سے) جواب طلب کیا گیا تھا۔ (شہادات مرزا' ص ۵ طبع ۱۹۲۳ء)

مرزا صاحب نہ تو حج پر جا سکے اور نہ ہی حرمین میں انہیں موت نصیب ہوئی اور جب وہ قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کی پیش گوئی کے مطابق بغیر حج کیے پنجاب کے ایک شہر لاہور میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے تو مرزائیوں کے لیے مرزا صاحب کے مکہ یا مدینہ میں مرنے والے الہام کی تشریح ایک مصیبت بن گئی۔ تذکرہ کا مرتب اس الہام کی وضاحت کرتے ہوئے واضح طور پر مصیبت کا شکار نظر آتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ ''اس (الہام) کے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی' جیسا کہ وہاں دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کیے جائیں گے۔ دوسرے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مدنی فتح نصیب ہوگی' خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جائیں گے۔ (تذکرہ' ص ۵۹۱)''

مکے یا مدینے میں مرنے والے الہام کی یہ تشریح اسی طرح بے سروپا ہے جس طرح 'بکر و ثیب' والے اس الہام کی تشریح ہے جو مرزا صاحب کو ۱۸۸۱ء میں ہوا

تھا اور جس کے متعلق خود انھوں نے ۱۸۹۷ء میں فرمایا کہ اس کے "یہ معنی ان (مولانا بٹالوی) کے نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کیئے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا ایک بکر (کنواری) ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے بارے میں تھا پورا ہو گیا اور اس وقت (۱۸۹۷ء میں) بفضلہٖ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کا انتظار ہے۔"

(تریاق القلوب ص ۳۴' تذکرہ ص ۳۹)

۱۸۸۱ء میں جس بیوہ سے شادی کا الہام ہوا تھا' اس نے پورے ۲۷ سال تک مرزا صاحب کو انتظار میں رکھا۔ رخ روشن سے پردہ نہیں اٹھایا' محسوس یہ ہوتا ہے کہ وہ بیوہ سرد و گرم چشیدہ تھی۔ اس نے شاعر کے محبوب کی طرح پانچویں دن ملاقات کا وعدہ کیا تھا' جب کہ دنیا کو چار دن کی سمجھا جاتا ہے۔

مرزا صاحب خود تو محبوب بیوہ کی بے وفائی کا صدمہ ساتھ لے کر دنیا سے اٹھ گئے' لیکن قادیانیوں کے لیے مصیبت کھڑی کر گئے۔ ان سے بات بنتے نہیں بنتی۔ وضاحتیں کرتے ہیں لیکن خود انہیں بھی یقین ہے کہ ان کی وضاحتیں کوئی قبول نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ نہ ان کا سر ہے نہ پیر' مرزا صاحب کو تو دو عورتوں سے شادی کا الہام ہوا تھا' ایک ان میں کنواری ہونا تھی اور دوسری بیوہ' کنواری یعنی دہلی کی نصرت بیگم سے تو شادی ہو گئی' بیوہ ان کے "بستر عیش" پر نہ آئی' اس پر قادیانی تذکرہ کا مرتب لکھتا ہے۔

"خاکسار کی رائے میں یہ الہام الٰہی اپنے دونوں پہلوؤں سے حضرت ام المومنین (نصرت بیگم دہلی والی) کی ذات میں ہی پورا ہوا ہے' جو بکر یعنی کنواری آئی اور ثیب یعنی بیوہ رہ گئیں۔ (تذکرہ ص ۳۹)

یہ قادیانی امت اپنے نبی کے الہامات کو مرزا صاحب سے بھی زیادہ سمجھتی ہے' وہ تو دو عورتوں کا خواہشمند تھا۔ یہ کہتے ہیں بس ایک پر ہی گزارا کرو' اب ایک اور دو کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ اگر اس وضاحت کو تسلیم کر لیا جائے تو دنیا کا ہر وہ شخص جو اپنی بیوی سے پہلے مر جائے دو عورتوں کا شوہر کہلائے گا۔ یعنی ایک کنواری کا (اپنی زندگی

میں ایک کنواری سے شادی کر کے) اور ایک بیوہ کا (اپنی موت سے ایک بیوی کو بیوہ بنا کر)

یہاں ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ پیر مہر علی شاہ نے بھی پیشین گوئی کی تھی کہ مرزا مدینہ نہیں جائیں گے۔ جیسا کہ لکھا ہے: سیف چشتیائی میں حضرت قبلہ عالم (مہر علی شاہ صاحب) قدس سرہ نے ابن عساکر کی حدیث نزول ابن مریم روایت کردہ حضرت ابوہریرہ درج فرما کر لکھا تھا کہ اس حدیث کے آخر میں حاجا او معتمر اولیقفن علی قبری و یسلمن علی ولاردن علیه موجود ہے۔ اور ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادھا الله شرفا میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنے اور جواب سلام سے مشرف ہونے کی نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔ (اس کے بعد مہر علی شاہ صاحب کا سوانح نگار لکھتا ہے) چنانچہ یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور مرزا صاحب کو نہ توحج نصیب ہوا اور نہ مدینہ منورہ کی حاضری' جو اس حدیث کی رو سے حضرت مسیح ابن مریم یعنی مسیح موعود کے لیے ایک نہایت ضروری نشان ہے۔ (مہر منیر' فصل ۵ ص ۲۵۱)

حضرت مہر علی شاہ صاحب کی یہ پیش گوئی سیف چشتیائی میں مذکور ہے جو ۱۹۰۲ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی' مولانا ارشاد الحق صاحب اثری قاضی سلیمان صاحب اور مہر علی شاہ کی پیش گوئیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب کی پیش گوئی ۱۸۹۸ء کی ہے اور مہر علی شاہ صاحب کی پیش گوئی ۱۹۰۲ء کی ہے۔ والفضل للمتقدم۔ (سوانح مولانا محمد ابراہیم میر' ص ۵۶)

مرزا صاحب اپنی صداقت کے دلائل میں حضرت مولانا عبداللہ غزنوی مرحوم کا ایک کشف بیان کیا کرتے تھے جو ان کے بقول ان کے ایک مرید (جو بعد میں تائب ہو کر مسلمان ہو گئے تھے) حافظ محمد یوسف صاحب نے بیان کیا تھا۔ مرزا صاحب کہتے تھے کہ حافظ محمد یوسف راوی ہیں کہ مولوی عبداللہ غزنوی نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے یہ پیش گوئی کی تھی کہ "ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا۔" مگر افسوس میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔"

قاضی سلیمان منصور پوری مرحوم نے اپنی کتاب تائید الاسلام میں اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا۔ کشف خود ہی اعتبار کی شئی نہیں ۔ مولوی عبداللہ صاحب بے چارہ تو ادنیٰ امتی ہی تھے ۔ مرزا صاحب کا ایک اولوالعزم رسول کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ مسیح کا مکاشفہ کچھ بہت صاف نہیں تھا (ازالہ اوہام' ص ۶۹۲) پس جب ایک رسول کا کشف مکدر تھا تو مولوی عبداللہ صاحب کے کشف کا کیا درجہ رہا۔ نیز اس روایت کا راوی (محمد یوسف) بھی اب قابل اعتماد نہیں رہا' کیونکہ اس کشف کی روایت اس نے مرزا صاحب کا مرید ہونے اور آپ کے دعوی مسیحیت سے پہلے نہیں کی ۔ مزید یہ کہ محمد یوسف صاحب نے خود بھی مرزا کی بیعت سے رجوع کر کے اسلام قبول کرلیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ انھوں نے مولوی عبداللہ صاحب سے کچھ نہ سنا تھا۔ قاضی صاحب مزید فرماتے ہیں' الفاظ کشف کی خصوصیت سے مطابقت مرزا جی کی ذات سے ذرا بھی نہیں ۔ بالفرض قادیان میں نور اترا بھی تو اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ نور مرزا جی ہیں ۔ اچھا وہی سہی' پھر بھی مسیح موعود ہونے سے اس کا کیا تعلق ۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اگر اس کشف کا تعلق مرزا جی کی ذات سے ہو تو آپ ایک صالح مرد ثابت ہوسکیں گے ۔ اور جب تک اسی حالت میں مرزا صاحب نظر آئیں گے جس حالت میں صاحب کشف کے زمانہ میں تھے ۔ (مولانا عبداللہ غزنوی مرزا صاحب کے دعاوی سے بہت پہلے فوت ہو چکے تھے) قاضی صاحب مزید کہتے ہیں کہ کشف کے جو الفاظ راوی نے بتائے ہیں' اپنے بطلان پر اپنے اندر ہی شہادت موجود رکھتے ہیں ۔ وہ شہادت ان الفاظ میں ہے۔ ''مگر افسوس میری اولاد اس سے محروم رہے گی'' وجہ بطلان یہ ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب کا اولیاء میں سے ہونا ہمارے اور مرزا صاحب کے نزدیک مسلم ہے اور اولیاء کے آثار بتاتے ہوئے مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کئی پشتوں تک ان کی اولاد اور ان کے جانی دوستوں کی اولاد پر خاص طور پر نظر رحمت رکھتا ہے (ازالہ اوہام ص ۴۴۸) پس ثابت ہوگیا کہ راوی کے وہ الفاظ غلط اور باطل ہیں ۔ (تائید الاسلام ۔ص ۸ ۔ ۹۷) یعنی اگر مولوی عبداللہ صاحب ولی اللہ تھے تو ان کی اولاد (امام عبدالجبار وغیرھم) اللہ کی نظر

رحمت میں تھے اور اسی لیے وہ اتباع سنت میں کامل اور مرزا کے دعاوی کی بیخ کنی میں لگے ہوئے تھے۔ اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ غزنوی لوگ گمراہ تھے تو مرزا صاحب کی یہ بات غلط ہو جاتی ہے کہ خدا کئی پشتوں تک اولیاء کی اولاد پر نظر رحمت رکھتا ہے۔

مباحثہ لاہور

لاہور میں مرزا صاحب نے مولانا عبدالحکیم صاحب کلانوری سے ایک مباحثہ کیا تھا۔ ذیل میں اس کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں اور سب سے پہلے ہم مرزا غلام احمد کے بیٹے بشیر احمد کی ایک تحریر آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس میں انھوں نے اجمالی طور پر ۱۸۹۲ء کے ابتدائی مہینوں کے واقعات کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

۱۸۹۲ء کے شروع میں آپ پھر عازم سفر ہوئے اور سب سے پہلے لاہور تشریف لے گئے جہاں ۳۱۔ جنوری کو آپ کی ایک پبلک تقریر ہوئی اور مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری کے ساتھ ایک مباحثہ بھی ہوا' جو ۳۔ فروری ۱۸۹۲ء کو ختم ہوا۔ لاہور سے آپ سیالکوٹ اور سیالکوٹ سے جالندھر اور جالندھر سے لدھیانہ تشریف لے گئے۔ اور لدھیانہ سے آپ واپس قادیان تشریف لائے اور اس طرح آپ کے دعویٰ مسیحیت کے بعد کے ابتدائی سفروں کا اختتام ہوا۔ (سیرۃ المھدیٰ' حصہ دوم' ص ۹۲)

اس تحریر میں تین واقعات کا ذکر ہوا ہے:۔

۱۔ لاہور میں مرزا صاحب کی ایک پبلک تقریر

۲۔ لاہور میں مولوی عبدالحکیم صاحب کے ساتھ مباحثہ

۳۔ لاہور' سیالکوٹ' جالندھر میں مرزا صاحب کا ورود

ان تینوں واقعات کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

پبلک تقریر کے متعلق مرزا صاحب نے خود جو اشتہار شائع کروایا اور جسے ہم ذیل میں درج بھی کریں گے' قارئین کو مرزا صاحب کے طریق تبلیغ سے کسی حد تک روشناس کرے گا' آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ صرف اپنی سنانے کے خواہش مند ہوا

کرتے تھے اور چاہا کرتے تھے کہ ان کے سامعین صمٌّ بکمٌ ہو کر انہیں سنتے رہیں۔ اشتہار یہ ہے:

"عام اطلاع"

اس عاجز نے عوام کے اوہام اور وساوس دور کرنے کے لیے یہ بات قرین مصلحت سمجھی ہے کہ ایک جلسہ عام میں ان الزامات کا شافی جواب سنایا جاوے جو علماء اس عاجز پر لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی کتابوں میں نبوت کا دعوی کیا ہے۔ کواکب کو ملائک قرار دیا ہے۔ معجزات اور لیلۃ القدر سے انکار ہے وغیرہ وغیرہ۔ سو ان بے جا الزامات کے رفع دفع کے لیے یہ تقریر سنائی جائیگی۔ اور تمام صاحبوں پر واضح رہے کہ اس جلسہ میں کوئی بحث نہیں ہوگی۔ بحث اور سوالات کے جواب دوسرے وقتوں میں ہو سکتے ہیں۔ اس جلسہ میں صرف اپنی تقریر سنائی جائے گی۔ لہٰذا عام اطلاع دی جاتی ہے کہ جو صاحب اس شرط سے تشریف لانا چاہیں کہ صرف اس عاجز کی تقریر کو سنیں اور اپنی طرف سے کوئی کلمہ منہ سے نہ نکالیں وہ اس تقریر کے سننے کے لیے چونا منڈی کوٹھی منشی میراں بخش صاحب میونسپل کمشنر میں بتاریخ ۳۱۔ جنوری ۱۸۹۲ء بروز یک شنبہ بوقت ڈیڑھ بجے دن تشریف لائیں......"

(المطلع مرزا غلام احمد' ۲۹۔ جنوری ۱۸۹۲ء مجموعہ اشتہارات' جلد اول ص ۳۱۱۔۳۱۲)

کیا پبلک تقریر اسے کہتے ہیں؟ کہ صرف وہ لوگ آنے کے مجاز ہوں گے جو صرف اس عاجز کی تقریر کو سنیں اور اپنی طرف سے کوئی کلمہ منہ سے نہ بولیں۔ آخر وہ شخص کیا کرے گا جو اپنے ان شبہات کے ازالے کے لیے آنا چاہے جو اس کے دل میں پہلے سے موجود ہیں یا تقریر سن کر اس کے دل میں پیدا ہوں۔ مرزا صاحب کو ایسی باتوں سے کوئی غرض نہیں ہوا کرتی تھی۔ وہ تو

ہم کہیں اور سنا کرے کوئی

والا معاملہ چاہتے تھے اور اپنی پیش کردہ شرائط کو بھی حرف آخر بنا کر پیش کرتے تھے

16044

اور ان پر کسی سمجھوتے کے قائل نہ تھے' جیسا کہ ان کے درج ذیل اشتہار سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو انھوں نے ایک دفعہ مولانا محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کر کے شائع کیا تھا۔ فرماتے ہیں:

''اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیے تو یہ عاجز بسروچشم حاضر ہے۔ صرف تحریری بحث ہونی چاہیئے اور وہ یوں ہو کہ سادہ طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو باآواز بلند سنا دیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دے دیں' پھر بعد میں اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سنا دوں۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جاوے اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارے میں نہ کرے...... اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور آ سکتا ہوں...... اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچہ صرف دو ہوں گے۔ اول آپ کی طرف سے میرے ان دونوں بیانات کا رد ہوگا جو میں نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں اور نیز یہ کہ حضرت ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔ پھر اس رد کے ردالرد کے لیے میری طرف سے تحریر ہوگی' اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ اخیر تحریر یا خط تصور فرمائیں اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روا نہ رکھیں۔ اور بحالت انکار ہرگز ہرگز کوئی تحریر یا خط میری طرف نہ لکھیں اور اگر پوری پوری و کامل طور پر بلاکم وبیش میری رائے ہی منظور ہو تو صرف اسی حالت میں جواب تحریر فرمائیں ورنہ نہیں......'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول' ۲۰۴۔۲۰۶)

یہ اشتہار جو ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء کا ہے ہم نے محض اس لیے نقل کر دیا ہے کہ آپ کو مرزا صاحب کا طریقہ بحث معلوم ہو جائے۔ جب بھی کسی مسئلہ پر فریقین میں اختلاف ہو تو اسے حل کرنے کے لیے بحث ونظر کا جو طریق اپنایا جاتا ہے' وہ فریقین کے باہمی مشورے سے طے ہوتا ہے۔ اور کچھ لو کچھ دو کی بنیاد پر طے کیا جاتا ہے' نہ کہ ایک فریق کی پیش کردہ شرائط کو حرف آخر سمجھ لیا جائے۔ مرزا صاحب اس طرح کی باتیں اس لیے کرتے تھے کہ فریق مخالف میدان میں نہ نکل سکے اور پھر وہ اپنے مریدوں میں

پروپیگنڈہ کر سکیں کہ دیکھو میں نے فلاں فلاں کو میدان سے بھگا دیا ہے' یا یہ کہ کسی کو میرے مقابلے میں نکلنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے۔ اس موضوع پر ہم اس وقت مزید گزارشات کریں گے جب شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ذکر خیر شروع ہو گا۔ اس وقت ہم واپس ان واقعات کی طرف چلتے ہیں جو اوائل ۱۸۹۲ء میں پیش آئے اور مولانا عبدالحکیم سے ہونے والا مباحثہ ان میں سے ایک ہے۔

اس واقعہ کو مولانا دلاوری نے رئیس قادیان حصہ دوم کے ص ۸۷ سے ۸۴ پر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ہم اس کی تلخیص ذیل میں درج کرتے ہیں:

جب مرزا غلام احمد جنوری ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لائے تو لاہور کے ایک اہل علم مولانا عبدالحکیم کلانوری ان کی قیام گاہ واقعہ چونا منڈی ان سے ملنے چلے آئے اور ان کے دعوی محدث ہونے جو ان کے بقول ایک حیثیت سے نبی اور ایک حیثیت سے امتی ہوتا ہے' پر بحث شروع کر دی۔ مرزا صاحب نے تجویز کیا کہ اس پر باقاعدہ مناظرہ ہونا چاہیئے جو تحریری ہو۔ مولانا کلانوری تحریری بحث کے خلاف تھے' کہ اس میں وقت بھی بہت صرف ہوتا ہے اور فریقین کے ایک مقام پر ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم دونوں آمنے سامنے ہیں۔ زبانی بحث کر کے کیوں نہ فیصلہ کر لیں۔ مرزا صاحب کو تحریری بحث پر اصرار رہا تو مولانا بھی اس پر مان گئے۔ موضوع بحث یہ تھا:

''محدث کسی حیثیت سے نبی ہوتا ہے یا نہیں؟'' مرزا صاحب مدعی تھے کہ وہ ایک حیثیت سے نبی ہوتا ہے۔ تحریری بحث شروع ہوئی ابھی مولانا کلانوری کی طرف سے تیسرا تحریری پرچہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ جناب مرزا صاحب نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔ مولانا نے مطالبہ کیا کہ انہیں تحریر لکھ کر دی جائے' اس سے آگے کی بات مرزا صاحب کے (مجموعہ اشتہارات جلد اول' ص ۳۱۲-۳۱۴) سے نقل کی جاتی ہے:۔

''جو مباحثہ لاہور میں مولوی عبدالحکیم صاحب اور مرزا غلام احمد قادیانی کے درمیان چند روز سے بابت مسئلہ دعوی نبوت مندرجہ کتب مرزا صاحب کے ہو رہا تھا'

آج مولوی صاحب کی طرف سے تیسرا پرچہ جواب الجواب کے جواب میں لکھا جارہا تھا۔ اثنائے تحریر میں مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ ذیل کے بیان کرنے پر جلسہ عام میں فیصلہ ہوگیا' جو عبارت درج ذیل ہے۔ المرقوم ۳۔ فروری ۱۸۹۲ء مطابق ۳۔ رجب ۱۳۰۹ھ

(۸ گواہوں کے دستخطوں کے بعد مرزا صاحب کی تحریر یوں ہے)

اما بعد! تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوۃ ناقصہ ہے' یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں' بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمائیں نیز عنقریب یہ عاجز ایک مستقل رسالہ نکالنے والا ہے' جس میں ان شبہات کی تفصیل اور بسط کے ساتھ تشریح کی جائے گی' جو میری کتابوں کے پڑھنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور میری بعض تحریرات کو خلاف عقیدہ اہل سنت و الجماعت خیال کرتے ہیں۔ سو میں ان شاء اللہ عنقریب ان اوہام کے ازالہ کے لیے پوری تشریح کے ساتھ اس رسالہ میں لکھدوں گا اور مطابق اہل سنت والجماعت کے بیان کردوں گا۔ راقم مرزا غلام احمد قادیانی ۳۔ فروری ۱۸۹۲ء''

قارئین کرام! درج بالا عبارت کو دوبارہ پڑھیے۔ آپ دیکھیں گے کہ کس بے بسی کے ساتھ مرزا صاحب اعتراف شکست کر رہے ہیں' اپنے موقف سے رجوع کر رہے ہیں۔ اپنی ان عبارتوں میں ترمیم کا کہہ رہے ہیں جو ان کے اور ان کے پیروکاروں کے نزدیک الہامی ہیں۔ الہامی عبارتوں میں قطع و برید کسی انسان کو کسی طرح زیب نہیں دے سکتی۔ لیکن دراصل مرزا صاحب کو یہ سزا ملی تھی اللہ کی بارگاہ سے اس دریدہ دہنی کی جو انھوں نے مباحثہ دہلی سے پہلے اور اس کے بعد حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین

محدث جیسے درویش منش اہل علم کی شان میں کی تھی یاد رہے کہ مولانا عبدالحکیم کلانوری جنھوں نے مرزا غلام احمد سے تحریری مباحثہ کر کے انہیں تحریری طور پر اعتراف شکست پر مجبور کر دیا تھا انہی سید محمد نذیر حسین محدث کے ایک شاگرد رشید ہیں۔

(دیکھئے تاریخ اہل حدیث ۴۳۳)

مولانا عبدالحکیم سے مناظرہ اوائل ۱۸۹۲ء کے اسفار کے دوران کا ایک واقعہ ہے۔ اسی عرصہ میں مرزا صاحب کو چند اور واقعات بھی پیش آئے جو مولانا محمد حسین بٹالوی کی خدمات تحریک ختم نبوت سے متعلق ہیں' جن کی تفصیل مولانا دلاوری نے یوں بیان فرمائی ہے:

''مرزا صاحب (لاہور میں) ابھی ستانے بھی نہ پائے تھے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کا پیغام مباحثہ پیام اجل کی طرح آ پہنچا۔اس بم نے ان کے چھکے چھڑا دیئے اور مباحثہ سے انکار کر دیا گیا' لیکن بایں ہمہ انکار و اعراض دوسری مجلسوں میں مناظرہ کرنے کی شیخیاں بھی بگھارتے رہے۔ یہ سن کر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے تین دوسرے علماء لاہور کی طرف سے بھی مباحثہ کا نوٹس بھجوا دیا جسے مرزا صاحب نے لینے سے انکار کر دیا۔ مولوی صاحب نے وہی نوٹس چھپوا کر قادیانی صاحب کے دروازے پر چسپاں کر دیا۔ یہ دیکھ کر مرزا صاحب نے قیام لاہور کو موجب خسران سمجھا اور رات کو نو بجے سیالکوٹ چلے گئے۔تاہم وہاں بھی پرائیویٹ جلسوں میں دعوئی مباحثہ نہ چھوڑا۔ اس لیے ۱۷۔فروری کو لاہور سے ایک اور نوٹس ان کے نام بھجوایا گیا لیکن ۲۱۔فروری ۱۸۹۲ء تک اس کا کوئی جواب نہ آیا تو مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب خود سیالکوٹ جا پہنچے۔ یہ سننا تھا کہ مرزا صاحب نے رات کی گاڑی سے وہاں سے بھی کوچ کر دیا۔''

(رئیس قادیان جلد ۲' ص ۷۷)

مولانا دلاوری مزید لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی سیالکوٹ سے روانگی سے قبل معززین شہر کا ایک وفد مرزا صاحب کے پاس پہنچا اور درخواست کی کہ مولوی محمد حسین سے ایک آدھ مناظرہ کرتے جایئے۔ مگر مرزا صاحب نے یہ عذر کر کے انکار کر دیا کہ

مولوی محمد حسین مجھے کافر سمجھتے ہیں اور مجھے گالیاں دیتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ جن گالیوں کا آپ کو کھٹکا ہے اگر وہ مجلس مناظرہ میں دی گئیں تو وہ سو روپیہ فی گالی جرمانہ دینے کو تیار ہیں۔ مگر مرزا صاحب تیار نہ ہوئے۔ اس پر ملک قطب الدین خان ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سیالکوٹ نے مباحثہ کی یہ تجویز نکالی کہ فریقین جدا جدا بیٹھیں اور اپنے سوال و جواب بذریعہ تحریر پیش کریں۔ وکلاء اور بیرسٹروں کی ایک جماعت موجود ہو جو پیش کیے جانے سے پیشتر دیکھ لے کہ یہ سوال یا جواب جائز و موزوں ہے یا نہیں اور اگر وہ غیر موزوں یا مبحث سے خارج ہو تو راقم کو واپس کر دے اور اس کو ملزم قرار دے۔ مرزا صاحب اس پر بھی آمادہ نہ ہوئے اور یہ کہہ کر ریلوے سٹیشن کا راستہ لیا کہ ہمارے دیر کرنے سے ہماری زمین خراب ہو رہی ہے۔ مگر سیالکوٹ سے چل کر کپورتھلہ پہنچ گئے جہاں ان کی کوئی زمین نہیں تھی۔ (رئیس قادیان جلد ۲، ص ۷۷۔۷۸)

مرزا صاحب کپورتھلہ پہنچے تو مولانا بٹالوی نے ایک اشتہار چھپوا کر مسلمانان کپورتھلہ کے پاس بھیج دیا، جس میں قادیانی صاحب کو مناظرے کی دعوت دی گئی تھی۔ اس پر مرزا صاحب کپورتھلہ سے نکل کر جالندھر چلے گئے۔ جالندھر میں مسلمانوں نے مولانا بٹالوی کو آنے اور مرزا صاحب سے مناظرہ کرنے کا لکھا تو مولانا نے فرمایا کہ مرزا صاحب سے دریافت کر لو، اگر وہ تیار ہوں تو میں معاً پہنچتا ہوں۔ مرزا صاحب سے رابطہ کیا گیا تو انھوں نے میدان مناظرہ میں اترنے سے انکار کر دیا، اس پر جالندھر سے ماسٹر فتح الدین خان اور حاجی بدر الدین صاحبان نے مولانا کو بذریعہ خط اطلاع دے دی کہ مرزا صاحب نے آپ سے گفتگو کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمایئے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴، ص ۱۰۔۱۲ منقول از رئیس قادیان حصہ دوم ص ۷۸)

آگے چلنے سے قبل ہم آغا شورش مرحوم کی کتاب تحریک ختم نبوت کی اس عبارت کو نقل کرتے ہیں جس کا ایک حصہ ہم پہلے درج کر چکے ہیں۔ آغا صاحب نے مرزا صاحب کے سفر لاہور، سیالکوٹ، کپورتھلہ اور جالندھر کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ کس طرح مولانا محمد حسین بٹالوی اس سارے عرصے میں سائے کی طرح ان کا پیچھا کرتے ہوئے

جگہ جگہ ان کی شکست کے سامان مہیا کرتے رہے۔ آغا صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا بٹالوی نے اوائل فروری ۱۸۹۲ء میں مرزا صاحب کی لاہور آمد پر ایک اور چیلنج کیا' لیکن مرزا صاحب الہام کی آڑ لے کر سیالکوٹ چلے گئے۔ مولانا بٹالوی پیچھے گئے۔ مرزا صاحب نے سیالکوٹ سے کوچ کرنے کی ٹھانی تو کئی ایک معززین نے روکا کہ مولانا سے مناظرہ کیجئے۔ مرزا صاحب نے عذر کیا کہ وہ مجھے کافر کہتا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔ اس سے مناظرہ جائز نہیں' المختصر مرزا صاحب سیالکوٹ سے اڑ گئے۔ کپورتھلہ پہنچے' مولانا بٹالوی نے وہاں بھی تعاقب کیا۔ مقامی علماء نے مرزا کو گھیر لیا تو وہاں سے جالندھر چلے گئے' مولانا بٹالوی نے جالندھر کے علماء کو لکھا لیکن مرزا صاحب ان کا نام سنتے ہی اڑن چھو ہو گئے۔ (تحریک ختم نبوت ص ۳۹۔۴۰)

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال

تاریخ تحریک ختم نبوت میں ایک کہانی غلام احمد قادیانی کے الہام ''دولت برطانیہ تا ہشت سال'' کے گرد گھومتی ہے' اس کہانی کا آغاز ۲۔۱۸۹۱ء سے ہوتا ہے۔

ہوا یوں کہ ایک مرتبہ مرزا غلام احمد نے اپنے حلقہ مریدین میں فرمایا کہ انہیں الہام ہوا ہے: دولت برطانیہ تا ہشت سال' بعد ازاں آثار ضعف واختلال' کہ سلطنت برطانیہ بس آٹھ سال تک ہے' پھر اس میں ضعف و اختلال رونما ہو جائے گا۔ مرزا صاحب نے یہ بات اپنے خاص حلقے میں کہی اور وہ چاہتے تھے کہ یہ عام نہ ہو' مرزا صاحب کے مرید پیٹ کے ہلکے نکلے اور کرنا خدا کا یہ ہوا کہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کے علم میں بھی یہ بات آ گئی کہ مرزا صاحب نے درج بالا الہامی پیش گوئی فرمائی ہے' بات اب تک زبانی چل رہی تھی' نہ تو پیش گوئی تا حال قید تحریر میں آئی تھی اور نہ ہی کوئی تحریری شہادت اس بات پر وجود میں آئی تھی۔ اتنی بات بہر حال مرزا صاحب سمجھ چکے تھے کہ مولانا بٹالوی کسی نہ کسی طرح اس الہامی دعوے سے واقف ہو چکے ہیں' جس کا امین انھوں نے اپنے خاص مریدوں کو ہی بنایا تھا۔ بات باہر نکل جانے پر مرزا صاحب کو فکر دامن گیر ہوگئی کہ اگر مولانا بٹالوی نے اس پیش گوئی کو مشتہر کر دیا تو حکومت برطانیہ ان سے ناراض ہو جائے گی۔ وہ نہ صرف اپنے خود کاشتہ پودے کی آبیاری بند کر دے گی بلکہ ہو سکتا ہے اسے جڑوں سے اکھاڑ کر اس کی جگہ کوئی اور پودا کاشت کر لے۔ اسی پریشانی کے عالم میں حفظ ماتقدم کے طور پر انھوں نے ایک رسالہ موسومہ کشف الغطاء تصنیف فرمایا جس میں پہلے چاپلوسی کرتے ہوئے لکھا: ''اے قادر خدا! اس گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کو ہماری طرف سے نیک جزا دے اور اس سے نیکی کر جیسا کہ

اس نے ہم سے کی۔ آمین'' پھر خوشامد کرتے ہوئے کہا: ''یہ مولف تاج عزت جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالھا کا واسطہ ڈال کر بخدمت گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کے اعلیٰ افسروں اور معزز حکام سے بادب گذارش کرتا ہے کہ براہ غریب پروری و کرم گستری اس رسالہ کو اول سے آخر تک پڑھا جائے یا سن لیا جائے۔''

(منقول از رئیس قادیان جلد اول ص ۱۷۹)

ادھر مولانا بٹالوی نے بھی مرزا صاحب کے الہام کو اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں شائع کر دیا' پھر مرزا صاحب پر جو گذری اس کا صحیح حال تو خدا ہی جانتا ہے۔ کچھ کچھ اظہار ان کی اس تحریر سے ہوتا ہے: ''میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں اپنی عاجزانہ عرض گورنمنٹ پر ظاہر کروں کہ مجھے اس شخص (مولوی محمد حسین) کے ان خلاف واقعہ کلمات سے کس قدر صدمہ پہنچا ہے اور کیسے دردرسان زخم لگے ہیں' افسوس کہ اس شخص نے عمداً اور دانستہ گورنمنٹ کی خدمت میں میری نسبت نہایت ظلم سے بھرا ہوا جھوٹ بولا ہے اور میری تمام خدمات کو برباد کرنا چاہا ہے۔

(کشف الغطا' روحانی خزائن جلد ۱۴ص ۲۱۵)

مرزا صاحب کو یہ بھی خطرہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ مولوی محمد حسین صاحب زبانی شہادت پیش کر دیں' لہٰذا پیش بندی کے طور پر یہ بھی لکھا: ''محمد حسین نے لکھا ہے کہ گویا میں نے کوئی الہام اس مضمون کا شائع کیا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کی سلطنت آٹھ سال کے عرصہ میں تباہ ہو جائے گی۔ میں اس بہتان کا جواب بجز اس کے کیا لکھوں کہ خدا جھوٹے کو تباہ کرے۔ میں نے ایسا الہام ہرگز شائع نہیں کیا...... گورنمنٹ عالیہ محمد حسین کے اس فریب سے خبردار رہے کہ یہ شخص اپنے اس جھوٹے بیان کی تائید کے لیے یہ تدبیر نہ کرے کہ اپنی جماعت اور اپنے گروہ میں سے ہی جو مجھ سے اختلاف مذہب کی وجہ سے دلی عناد رکھتے ہیں جھوٹے بیان گورنمنٹ تک پہنچائے۔ اس شخص اور اس کے ہم خیال لوگوں کی میرے ساتھ کچھ آمدورفت اور ملاقات نہیں تا میں نے ان کو زبانی کچھ کہا ہو۔'' (کشف الغطا' روحانی خزائن جلد ۱۴ص ۲۱۶)

ایک اور جگہ مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کی تکذیب کرتے ہوئے لکھا:

''ہر ایک باحیا شخص اپنی دشمنی میں کسی حد تک جا کر ٹھہر جاتا ہے اور ایسے جھوٹوں کے استعمال سے اس کو شرم آجاتی ہے جن کی اصلیت کچھ بھی نہ ہو' مگر افسوس کہ شیخ صاحب نے کچھ بھی اس انسانی شرم سے کام نہیں لیا' جہاں تک ضرر رسانی کے وسائل ان کے ذہن میں آئے' انھوں نے سب استعمال کئے اور کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا' اول تو لوگوں کو اٹھایا کہ یہ شخص کافر ہے' دجال ہے' اس کی ملاقات سے پرہیز کرو اور جہاں تک ہو سکے اس کو ایذا دو' اور ہر ایک ظلم سے اس کو دکھ دو' سب ثواب کی بات ہے اور جب اس تدبیر میں ناکام رہے تو گورنمنٹ انگریزی کو مشتعل کرنے کے لیے کیسے کیسے جھوٹ بنائے' کیسے کیسے مفتریات سے مدد لی' لیکن یہ گورنمنٹ دراصل دور اندیش اور مردم شناس گورنمنٹ ہے' سکھوں کے قدم پر نہیں چلتی کہ دشمن اور خود غرض کے منہ سے ایک بات سن کر برافروختہ ہو جائے بلکہ اپنی خداداد عقل سے کام لیتی ہے' سو گورنمنٹ دانش مند نے اس شخص کی تحریروں پر کچھ توجہ نہ کی اور کیونکر توجہ کرتی' اس کو معلوم تھا کہ ایک خود غرض دشمن نفسانی جوش سے جھوٹی مخبری کر رہا ہے' گورنمنٹ کو اس عاجز کے خاندان کے خیر خواہ ہونے پر بصیرت کامل تھی۔''

(روحانی خزائن جلد۸ (سر الخلافہ طبع اول محرم ۱۳۱۲ھ' ۱۸۹۴ء ص ۷۱) ص ۴۰۲' مجموعہ اشتہارات جلد۲ ص ۲۰)

ناظرین! مرزا صاحب کے الہامی دعوے کا جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے مولانا بٹالوی کے پاس کوئی تحریری ثبوت نہ تھا اور جب مرزا صاحب نے کانوں کو ہاتھ لگا کر حکومت کو یقین دلا دیا کہ انھوں نے ہرگز ایسی کوئی پیش گوئی نہیں کی بلکہ محض دشمنوں نے مجھ پر افترا پردازی کی ہے تو بٹالوی صاحب بیچارے مجبور ہو کر چپ ہو رہے۔ وہ سچے تو تھے لیکن کوئی شہادت زبانی یا تحریری پیش نہ کر سکتے تھے' اس صورت حال کی بنا پر مرزا صاحب اپنی باقی ماندہ زندگی اس موضوع پر مولانا کو رگیدتے رہے اور مولانا اپنی وفات (۱۹۲۰ء) تک اس مسئلے میں جھوٹے شمار ہوتے رہے تا آنکہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں خود مرزا صاحب کے بیٹوں نے شهد شاهد من اهلها کے مصداق

اپنے باپ کے جھوٹ کا پول کھولا۔ جیسا کہ مرزا بشیر احمد سیرۃ المھدی میں لکھتے ہیں:
''بیان کیا ہم سے حاجی عبدالمجید صاحب نے کہ ایک دفعہ جب ازالہ اوہام شائع ہوئی ہے' حضرت صاحب لدھیانہ میں باہر چھل قدمی کے لیے تشریف لے گئے' میں اور حافظ حامد علی ساتھ تھے' راستہ میں حافظ حامد علی نے مجھ سے کہا کہ آج رات یا کہا ان دنوں میں حضرت صاحب کو الہام ہوا ہے کہ سلطنت برطانیہ تا ہشت سال' بعد ازاں ضعف و اختلال' خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ اس مجلس میں جس میں حاجی عبدالمجید صاحب نے یہ روایت بیان کی' میاں عبداللہ صاحب سنوری نے بیان کیا کہ میرے خیال میں یہ الہام اس زمانہ سے بھی پرانا ہے' حضرت صاحب نے خود مجھے اور حافظ حامد علی کو یہ الہام سنایا تھا اور مجھے الہام اس طرح یاد ہے' سلطنت برطانیہ تا ہفت سال بعد ازاں باشد خلاف واختلال۔ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ دوسرا مصرعہ تو مجھے پتھر کی لکیر کی طرح یاد ہے کہ یہی تھا اور ہفت کا لفظ بھی یاد ہے' جب الہام ہمیں حضرت صاحب نے سنایا تو اس وقت مولوی محمد حسین بٹالوی مخالف نہیں تھا' شیخ حامد علی نے اسے بھی جا سنایا' پھر جب وہ مخالف ہوا تو اس نے حضرت صاحب کے خلاف گورنمنٹ کو بدظن کرنے کے لیے اپنے رسالے میں شائع کیا کہ مرزا صاحب نے یہ الہام شائع کیا ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ اور حاجی عبدالمجید صاحب کی روایت میں جو اختلاف ہے' وہ اگر کسی صاحب کے ضعف حافظہ پر مبنی نہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ یہ الہام حضور کو دو وقتوں میں دو مختلف قراءتوں پر ہوا ہو۔''

(سیرۃ المھدی حصہ اول ص ۷۵)

مرزا بشیر احمد کے علاوہ قادیانیوں کے دوسرے سربراہ مرزا محمود احمد نے بھی شہادت دی ہے کہ ان کے باپ مرزا غلام احمد کو سلطنت برطانیہ والا الہام ہوا تھا' جیسا کہ تذکرہ میں بحوالہ الفضل جلد ۱۶ نمبر ۸۷ مورخہ ۵۔ اپریل ۱۹۲۹ء لکھا ہے کہ مرزا محمود احمد نے خطبہ جمعہ میں کہا: ''ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے خبر دے دی' سلطنت برطانیہ تا ہشت سال' بعد ازاں ضعف وفساد واختلال اور آٹھ سال جا کر ملکہ

وکٹوریہ کی وفات (جو ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو ہوئی) پر پورے ہو گئے۔ تذکرہ کے مطابق یہ الہام ۱۸۹۲ء میں ہوا تھا۔ (تذکرہ چوتھا ایڈیشن' ص ۷۶۶)

تذکرہ ہی کے مطابق حافظ حامد علی نے کہا کہ حضرت صاحب کو الہام ہوا' سلطنت برطانیہ تا ہشت سال' بعد ازاں ایام ضعف واختلال (ص ۷۶۶) اور میاں عبداللہ سنوری کی روایت کے مطابق الہام یوں تھا' سلطنت برطانیہ تاہفت سال بعد ازاں باشد خلاف واختلال (تذکرہ ص ۷۶۶) اور بقول پیر سراج الحق نعمانی الہام کے الفاظ یہ تھے قوت برطانیہ تا ہشت سال بعد ازاں ایام ضعف واختلال۔ (تذکرہ ص ۷۶۷)

قارئین: مرزا غلام احمد قادیانی نے چالاکی یہ کی تھی کہ انھوں نے ہشت سالہ پیش گوئی زبانی تو سنادی تھی لیکن اسے شائع نہیں فرمایا تھا' پھر جن کے سامنے سنائی تھی' وہ ان کے اپنے خاص آدمی تھے جو ان کے خلاف اور مولانا بٹالوی کی حمایت میں کسی پبلک مقام پر یا عدالت میں گواہی دینے پر تیار نہ تھے۔ اپنے عزیزوں' پیاروں یا سربراہوں کے خلاف حق کی شہادت اہل حق ہی کا کام ہوتا ہے' باطل کے پرستار ایسا نہیں کر سکتے۔ حامد علی' سراج الحق' عبدالمجید اور میاں عبداللہ کو صاف نظر آ رہا تھا کہ ان کا سربراہ جھوٹ بول رہا ہے' واقعتاً کہی ہوئی بات کا انکار کر رہا ہے اور الٹا محمد حسین بٹالوی کو جھوٹا قرار دے رہا ہے' لیکن افسوس ہوتا ہے کہ قادیانیوں کے یہ چاروں نامور حضرات منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر بیٹھے رہے' منہ میں زبان رکھنے کے باوجود گونگے بنے رہے اور ان کا پیر چور ہوتے ہوئے کوتوال کو ڈانٹتا رہا۔ مولانا بٹالوی کو اس معاملے میں جھوٹا سمجھا جاتا رہا اور وہ یہ داغ اپنے ساتھ ہی لے کر ۱۹۲۰ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ پھر خدا کی رحمت جوش میں آئی' قادیانیوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور خدا نے اپنے پیغمبر آخرالزمان کی ختم نبوت کے سپاہی کی بریت ثابت کرنے کے لیے متنبی قادیان کے بیٹوں سے ایک نہیں دو گواہیاں دلوا دیں۔

قارئین! ہشت سال والی اس پیش گوئی کے ضمن میں چند باتوں کی وضاحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جن کا ذکر مرزا البشیر اور مرزا المحمود کی عبارات میں ہوا ہے۔

بتایا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے ایک روایت کے مطابق پیشن گوئی اس وقت کی تھی جب ابھی مولانا بٹالوی سے مخالفت کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا' یعنی ۳۱۔ جنوری ۱۸۹۱ء سے پہلے کسی وقت کی بات ہے جیسا کہ میاں عبداللہ نے بیان کیا ہے' اس روایت میں ہشت کے بجائے ہفت (یعنی سات سال) کا ذکر ہے۔

دوسری روایت کے مطابق جو حاجی عبدالمجید کی زبانی مذکور ہے مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی ان دنوں بیان فرمائی ہے جب ازالہ اوہام شائع ہوئی تھی' اور یہ واقعہ لدھیانہ کا ہے۔ اس روایت کے مطابق یہ پیش گوئی جولائی ۱۸۹۱ء یا اس سے ذرا پہلے کی ہے' کیونکہ مرزا صاحب جولائی ۱۸۹۱ء میں لدھیانہ میں تھے اور ازالہ اوہام شائع ہو چکی تھی۔

تذکرہ کے مرتب نے اس پیش گوئی کو ۱۸۹۲ء کا واقعہ بیان کیا ہے اور مرزا محمود کے کہنے کے مطابق یہ آٹھ سال ملکہ وکٹوریہ کی وفات یعنی جنوری ۱۹۰۱ء میں پورے ہو گئے تھے' ہمیں اس وقت نہ تو اس بات سے غرض ہے کہ پیش گوئی ہشت سالہ تھی یا ہفت سالہ' نہ ہی ہم اس بحث میں پڑنا چاہتے ہیں کہ یہ ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء سے پہلے کی گئی یا جولائی ۱۸۹۱ء میں یا ۱۸۹۲ء میں۔ ہم صرف قارئین کے سامنے ایک بات رکھنا چاہتے ہیں' وہ یہ کہ مرزا صاحب کے دونوں بیٹوں نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس مضمون کی پیش گوئی ان کے باپ نے واقعتاً کی تھی اور اس کا انکار کر کے اس نے جھوٹ بولا جو اس کے کذاب ہونے کا ثبوت ہے اور یہ کہ اس کا مدمقابل اس کا حریف محمد حسین بٹالوی ایک سچا انسان تھا۔

اور ہاں یہ پیش گوئی پوری ہوئی یا نہیں؟ مرزا محمود کا کہنا ہے کہ جنوری ۱۹۰۱ء میں ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر اس کی مدت پوری ہو گئی' یعنی ۱۹۰۱ء کے بعد انگریزوں کی سلطنت کا دبدبہ' ہیبت' مضبوطی ختم ہو گئی' فساد' ضعف' اضمحلال آ گیا۔ یہ بات اس لیے غلط ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کی وفات کے ۱۳ سال بعد انگریزوں نے پہلی جنگ عظیم لڑی جو کئی سال تک جاری رہی اور اس میں فتح یاب ہوئے' جرمنی کو شکست اور ترکوں کی عثمانی

سلطنت پارہ پارہ ہوگئی اور ان کے بیشتر علاقے انگریزوں (اور اس کے اتحادیوں) کے قبضہ میں آئے یعنی ان کے مقبوضات بھی بڑھے اور شوکت بھی۔ اس تاریخی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کی وفات سے لے کر ۱۹۱۸ء تک (جب پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی) انگریزوں کی سلطنت ضعف واضمحلال وفساد کا شکار تھی۔ ملکہ وکٹوریہ کی وفات کے معاً بعد سلطنت برطانیہ میں ضعف و اضمحلال پیدا ہونے کو اس لیے بھی درست قرار نہیں دیا جا سکتا کہ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء تک ابھی خود مرزا غلام احمد زندہ تھے اور ان کے اپنے بقول ان کی حیثیت حکومت برطانیہ کے لیے تعویذ کی سی تھی' جیسا کہ تذکرہ میں ۱۸۹۴ء کے الہامات میں یہ الہام موجود ہے:

ولی ان اقول اننی حرز لھا و حصن حافظ من الافات و بشرنی ربی وقال ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لیے بطور ایک تعویذ کے ہوں اور بطور ایک پناہ گاہ کے ہوں' جو آفتوں سے بچاوے اور خدا نے مجھے بشارت دی ہے اور کہا کہ خدا ایسا نہیں کہ ان کو دکھ پہنچاوے اور تو ان میں ہو' (تذکرہ ص ۳-۲۵۲ روحانی خزائن (نور الحق) جلد ۸' ص ۴۵)

یعنی مرزا صاحب زندہ موجود ہوں اور سلطنت برطانیہ اضمحلال' فساد اور آفتوں کا شکار ہو جائے' یہ درج بالا الہام کی روشنی میں ممکن نہ تھا' اگر مرزا صاحب کی زندگی میں یعنی ۱۹۰۸ء تک حکومت برطانیہ میں ضعف' فساد' اضمحلال کے آثار پیدا ہونا شروع ہو گئے تھے تو یہ الہام کہ وہ حکومت کے لیے تعویذ ہیں' جھوٹ تھا' اگر ایسے آثار پیدا نہیں ہونے تو پھر مرزا غلام احمد کا ہشت سال والا الہامی دعوی جھوٹا ہے۔ اگر مرزا محمود کے کہنے کے مطابق ہشت سال والی پیش گوئی کو ۱۹۰۱ء میں پورا ہو جانا مان لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حکومت برطانیہ کی حفاظت کا تعویذ یا تو چھٹی پر چلا گیا تھا یا اسے دیمک کھا گئی تھی۔ تعویذ اور ہشت سال والے الہامات نے ایک دوسرے کی تردید کر کے قادیانیوں کا پاؤں زلف یار میں الجھا دیا ہے' یا یوں سمجھیں کہ چھپکلی گلے میں پھنس گئی ہے اور سانپ کے لیے منہ سے نگلنا ممکن ہے نہ اگلنا...... مرزا بشیر احمد کو اس

انجمن کا خوب احساس تھا' اسی لیے وہ لکھتا ہے: ''خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس (ہشت سالہ) الہام کے مختلف معنی کئے گئے ہیں' بعضوں نے تاریخ الہام سے میعاد شمار کی ہے۔ بعضوں نے کہا کہ ملکہ وکٹوریہ کی وفات کے بعد سے اس کی میعاد شمار ہوتی ہے کیونکہ ملکہ کے لیے حضور نے بہت دعائیں کی تھیں'' (سیرۃ المھدی' ص ۷۵)

مدت شمار کرنے کی مختلف آراء کے باوجود ایک بات تو یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ مرزا صاحب نے ہشت سال والی پیش گوئی فرمائی تھی اور پھر عمر بھر جھوٹ کہہ کر اس سے انکار کرتے رہے اور مولانا بٹالوی کو ناحق جھوٹا کہتے رہے۔

حق سر چڑھ کر بولتا ہے اور مورخ احمدیت مولوی دوست محمد شاہد کی زبان سے بھی بولتا ہے جب وہ لکھتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود (مرزا) کو (شہزادہ عبدالمجید صاحب کی روایت کے مطابق) قیام لدھیانہ میں انگریزی حکومت کے زوال کے متعلق خبر دی گئی اور الہام ہوا کہ سلطنت برطانیہ تا ہشت سال بعد ازاں ایام ضعف و اختلال یعنی برطانیہ کی شان و شوکت کا زمانہ آٹھ سال تک ہے' اس کے بعد ضعف وانحطاط کے آثار پیدا ہوں گے۔ پیر سراج الحق صاحب نے اس الہام کے متعلق حضرت اقدس سے عرض کیا کہ اس میں روحانی اور مذہبی طاقت کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ یعنی آٹھ سال کے بعد سلطنت برطانیہ میں مذہبی طاقت یعنی عیسائیت میں ضعف رونما ہو جائے گا اور سچے مذہب یعنی اسلام اور احمدیت کا غلبہ شروع ہو جائے گا۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا:

جو ہوگا وہ ہو کر رہے گا' ہم پیش از وقت کچھ نہیں کہہ سکتے۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم' ص ۸۔۲۲۷)

اس تحریر میں دوست محمد صاحب نے بھی گواہی دی ہے کہ مرزا صاحب کو سلطنت برطانیہ کے متعلق الہام ہوا تھا جس سے وہ انکار کرتے رہے ہیں۔

نشان آسمانی

مرزا صاحب ہر طرف محاذ کھولے رکھتے تھے۔ کسی ایک میدان میں شکست کو دل سے نہیں لگاتے تھے' بلکہ دوسری طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ مولانا بٹالوی' سید نذیر حسین وغیرھما کے مد مقابل مباحث میں ان کی جو گت بن رہی تھی انہیں اس کی قطعاً کوئی پروا نہ تھی' ہمت آزمانے کے اور میدان بھی موجود تھے۔ ایسا ہی ایک میدان روحانی کرامات' معجزات اور آسمانی نشانات کا تھا۔ انھوں نے ازالہ اوہام میں مخالفین کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا تھا کہ آپ لوگ اہل حق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ اللہ کی طرف توجہ کریں کہ اگر آپ سچے ہیں تو آپ کو سچائی کا نشان یا کوئی اعلیٰ درجہ کی پیشن گوئی جو راست بازوں کو ملتی ہے' آپ کو دی جائے۔ ایسا ہی دوسری طرف میں بھی توجہ کروں گا اور مجھے خدا کی طرف سے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ نے اس طور سے میرا مقابلہ کیا تو میری فتح ہوگی۔

مباحثہ دہلی میں شکست کے بعد جب مرزا صاحب کو اپنی زبان پر کنٹرول بالکل ختم ہو گیا تو انھوں نے مخالفین کو نہ صرف خوب جلی کٹی سنائیں بلکہ مذکورہ بالا چیلنج کو پھر دوہراتے ہوئے اپنے رسالہ آسمانی فیصلہ میں (جو بقول مولوی جلال الدین شمس دسمبر ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے) لکھا: میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اگرچہ آپ بھی کفر کے فتوؤں سے بچے ہوئے نہیں ہیں اور خیر سے ہندوستان میں اول الکافرین وہی ٹھہرائے گئے ہیں تاہم ان کو دوسرے مسلمانوں کے کافر بنانے کا اس قدر جوش ہے کہ جیسے راست بازلوگوں کو مسلمان بنانے کا شوق ہوتا ہے۔ ان کے شاگرد میاں محمد حسین بٹالوی انہی کے نقش قدم پر چلے ہیں (ان دونوں نے) صبر نہ کیا جب تک کہ اس عاجز کو کافر

قرار نہ دے دیا۔ میاں نذیر حسین صاحب کی حالت نہایت قابل افسوس ہے کہ اس پیرانہ سالی میں کہ گور میں پیر لٹکا رہے ہیں' اپنی عاقبت کی کچھ پروانہ کی اور اس عاجز کو کافر ٹھہرانے کے لیے دیانت اور تقوی کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ اس عاجز کا نام کافر' بے دین اور دجال رکھا۔ سو میاں صاحب کی اس پھونک سے عوام الناس میں ایک سخت آندھی پیدا ہوگئی اور ہندوستان اور پنجاب کے لوگ ایک سخت فتنہ میں پڑ گئے۔ خاص کر دہلی والے تو میاں صاحب کی اس اخگر اندازی سے آگ ببولا بن گئے۔ شاید دہلی میں ۶۰ یا ۷۰ ہزار کے قریب مسلمان ہوگا لیکن ان میں سے واللہ اعلم شاذ و نادر کوئی ایسا فرد ہوگا جو اس عاجز کی نسبت گالیوں اور لعنتوں اور ٹھٹھوں کے کرنے یا سننے میں شریک نہ ہوا ہو۔ یہ تمام ذخیرہ میاں صاحب ہی کے اعمالنامہ سے متعلق ہے۔ اگر میاں صاحب لاہور میں آکر بحث منظور کریں تو میں ان کی خاص ذات کا کرایہ آنے جانے کا خود دوں گا۔ اب میں دہلی میں بحث کے لیے نہیں جانا چاہتا کیونکہ دہلی والوں کے شور و غوغا کو دیکھ چکا ہوں اور ان کی مفسدانہ اور اوباشانہ باتیں سن چکا ہوں۔ ولا یلدغ المومن من حجر واحد مرتین۔ میاں صاحب کے ناحق کے ظلموں سے جو انھوں نے اس عاجز کی نسبت روا رکھے ایک یہ بھی ہے کہ بٹالوی کو انھوں نے بکلی کھلا چھوڑ دیا اور اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ ہر ایک طرح کی گالیوں اور لعن طعن سے اس عاجز کی آبرو پر دانت تیز کرے۔ سو وہ میاں صاحب کی منشا پا کر حد سے گزر گیا۔ ایسی گندی گالیوں پر آ گیا کہ چوہڑوں چماروں کے بھی کان کاٹے...... دہلی کی جامع مسجد میں اس عاجز کو فحش گالیاں دیں۔ پھلور کے اسٹیشن پر ایک جماعت کے روبرو اس عاجز کی نسبت کہا کہ وہ کتے کی موت مرے گا۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کے کارڈ میں جو اس نے منشی فتح محمد اہل کار ریاست جموں کے نام لکھا' بجز گالیوں کے اور کچھ تحریر نہیں۔ لکھا کہ یہ شخص درحقیقت کافر ہے' دجال ہے' ملحد ہے' کذاب ہے' جس قدر میں نے بٹالوی کی سخت زبان لکھی ہے' وہ صرف بطور نمونہ کے بیان کی گئی ہے' ورنہ اس شخص کی بدزبانی کی کچھ انتہا نہیں اور درحقیقت ساری بدزبانی میاں نذیر حسین صاحب کی ہے' کیونکہ

استاد کے خلاف منشا شاگرد کو کبھی جرات نہیں ہوئی۔ میاں صاحب کے مکان میں بیٹھ کر ایک اور اشتہار تکبر کا بھرا ہوا بٹالوی نے لکھا جس میں اس عاجز کی نسبت یہ فقرہ مندرج تھا کہ یہ میرا شکار ہے کہ بدقسمتی سے پھر دہلی میں میرے قبضہ میں آ گیا اور میں خوش قسمت ہوں کہ بھاگا ہوا شکار مجھے مل گیا۔ (اس کے بعد آسمانی فیصلہ کے لیے مرزا صاحب چیلنج کرتے ہیں) جو صاحب میرے سامنے آنا چاہیں ان میں سب سے اول نمبر میاں نذیر حسین دہلوی کا ہے' جنھوں نے ۵۰ سال سے زیادہ قرآن اور حدیث پڑھا کر پھر اپنے علم اور عمل کا یہ نمونہ دکھایا کہ بلاتفتیش و تحقیق اس عاجز کے کفر پر فتوی لکھدیا اور ہزار ہا وحشی طبع لوگوں کو بدظن کر کے ان سے گندی گالیاں دلائیں اور بٹالوی کو ایک مجنون درندہ کی طرح تکفیر اور لعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لیے چھوڑ دیا اور آپ مومن کامل اور شیخ الکل اور شیخ العرب والعجم بن بیٹھے۔ لہٰذا مقابلے کے لیے سب سے اول انہی کو دعوت ہے۔ ہاں ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ساتھ بٹالوی کو بھی کہ اب تو خواب بینی کا بھی دعویٰ رکھتا ہے بلالیں' بلکہ ان کو میری طرف سے اختیار ہے کہ وہ مولوی عبدالجبار صاحب خلف عبد صالح مولوی عبداللہ صاحب مرحوم اور نیز مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے کو جو میری نسبت ابدی گمراہ ہونے کا الہام مشتہر کر چکے ہیں اور کفر کا فتوی دے چکے ہیں اور نیز مولوی محمد بشیر بھوپالی کو جو ان کے متبعین میں سے ہیں اس مقابلہ میں اپنے ساتھ ملالیں۔ (روحانی خزائن جلد ۴ ص ۳۱۱۔۳۳۶)

مرزا صاحب کو مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ تھا' ان کے مخالفوں کو ایسا کوئی دعویٰ نہ تھا' اس لیے اس طرح کا چیلنج قطعاً غیر مناسب تھا۔ تاہم اسے بھی قبول کیا گیا اور مرزا صاحب اس میدان سے بھی فرار ہوئے۔ یہ روداد بھی دلچسپ ہے۔

یکم اگست ۱۸۹۱ء والے اشتہار کے حاشیہ پر مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کو یہ چیلنج بھی کیا تھا کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب چالیس دن تک میرے مقابلہ پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر کے آسمانی نشان یا اسرار غیب دکھلا سکیں جو میں دکھلا سکوں تو میں قبول کرتا ہوں کہ جس ہتھیار سے چاہیں مجھے ذبح کریں اور جو تاوان چاہیں میرے پر

لگائیں (مجموعہ اشتہارات جلد اول' ص۲۲۹ نیز روحانی خزائن' جلد۴' ص۱۲۲) یہی بات مرزا صاحب نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں یوں بیان فرمائی۔ ''میں نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے درخواست کی کہ اگر آپ مجھے مکار اور غیر مسلم خیال کرتے ہو تو اس طریق سے بھی مقابلہ کرو' ہم دونوں نشان قبولیت کے ظاہر ہونے کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں' جس کے شامل حال نصرت الٰہی ہو جائے اور قبولیت کے آسمانی نشان اس کیلیے خدا کی طرف سے ظاہر ہوں' وہ اس علامت سے لوگوں کی نظر میں اپنی قبولیت کے ساتھ شناخت کیا جائے۔ (روحانی خزائن جلد۳ ص ۵۹۵)

ازالہ اوہام میں ایک دوسری جگہ مرزا صاحب نے علماء اسلام کو بایں الفاظ چیلنج فرمایا: ''اے حضرات مولوی صاحبان آپ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم مومن ہیں اور یہ شخص کافر۔ اور ہم صادق ہیں اور یہ شخص کاذب۔ اور ہم متبع ہیں اور یہ شخص ملحد۔ اور ہم مقبول الٰہی ہیں اور یہ شخص مردود۔ اور ہم جنتی ہیں اور یہ شخص جہنمی۔ اگرچہ غور کرنے والے کی نظر میں قرآن کریم کی رو سے بخوبی فیصلہ پا چکا ہے اور اس رسالہ کے پڑھنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون۔ لیکن ایک اور بھی طریق فیصلہ ہے' جس کے رو سے صادقوں اور کاذبوں' مقبولوں اور مردودوں میں فرق ہو سکتا ہے۔ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ مقبول و مردود اپنی اپنی جگہ پر خدا تعالیٰ سے کوئی آسمانی مدد چاہیں تو مقبول کی ضرور مدد کرتا ہے اور کسی ایسے امر سے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہے' اس مقبول کی قبولیت ظاہر کر دیتا ہے۔ سو چونکہ آپ لوگ اہل حق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لہٰذا آپ پر واجب ہے کہ اس آسمانی ذریعہ سے بھی دیکھ لیں کہ آسمان پر مقبول کس کا نام ہے اور مردود کس کا نام۔ میں اس بات کو منظور کرتا ہوں کہ آپ دس ہفتہ تک اس بات کے فیصلہ کے لیے احکم الحاکمین کی طرف توجہ کریں اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی سچائی کا نشان یا کوئی اعلیٰ درجہ کی پیش گوئی جو راست بازوں کو ملتی ہے آپ کو دی جائے۔ ایسا ہی دوسری طرف میں بھی توجہ کروں گا اور مجھے خدا کی طرف سے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ نے اس طور سے میرا مقابلہ کیا تو میری فتح

ہوگی۔ میری اس تحریر کے مخاطب مولوی محی الدین عبدالرحمٰن لکھو کے والے اور میاں عبدالحق غزنوی اور مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی ہیں اور باقی انہی کے زیر اثر آجائیں گے۔'' (روحانی خزائن جلد ۳ (ازالہ اوہام حصہ دوم) ص ۲۵۷۔۲۵۸)

اس چیلنج بازی کی کچھ تفصیلات مرزا صاحب کی تحریر بعنوان ''جواب نشان آسمانی (جو روحانی خزائن جلد ۴ کے ص ۳۹۵۔۳۹۶ پر موجود ہے) اور مولانا بٹالوی کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۴ اور مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کی کتاب رئیس قادیان میں بھی موجود ہیں۔

مولانا بٹالوی نے بروایت مرزا صاحب اس چیلنج کے جواب میں فرمایا کہ تمہاری آسمانی نشان دکھانے کی درخواست اس وقت مسموع ہوگی جب تم اپنے عقائد کا عقائد اسلام ہونا ثابت کروگے۔ غیر مسلم خواہ کتنا ہی آسمانی نشان دکھاوے اہل اسلام اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔ (روحانی خزائن جلد ۳' ص ۵۹۵)

بروایت مولانا دلاوری مولانا بٹالوی نے اس چیلنج کا جواب دیتے ہوئے اشاعۃ السنہ میں یہ بھی لکھا: قادیانی صاحب پہلے آپ خود ہی اپنا کوئی نشان دکھائیں۔ کسی کوڑھی کو اچھا کردیں یا کسی کانے کو دوسری آنکھ دیں۔ یا لکڑی کا سانپ بنادیں یا آسمان سے من وسلوی یا مائدہ اتروائیں۔ یا جلتی آگ میں کود پڑیں اور بچ جائیں یا کسی خشک درخت کو ہرا کرکے دکھائیں یا ایسا ہی کوئی اور نشان جو انبیاء سے ظاہر ہوا ہو۔ اگر یہ عذر ہو کہ ایسے نشان دکھانا قانون قدرت کے خلاف ہے' چنانچہ حال ہی میں آپ نے جموں کے ایک مشہور ڈاکٹر صاحب کو یہی جواب دے کر ٹلایا ہے تو یہ عذر فضول اور گریز کا ایک حیلہ ہے۔ یہ عذر انہی لوگوں کے سامنے چل سکتا ہے جو اپنے خیالی نیچر یا قانون قدرت کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مسلمان ایسے عذروں کو تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور جانتے ہیں۔ آپ اس کے تصفیہ کے لیے پہلے ہم سے بحث کرلیں۔ اگر ہم نے آپ پر ثابت کردیا کہ ایسے نشان دکھانا قانون قدرت کے

خلاف نہیں اور اس کا ثبوت آپ ہی کی کتابوں سے نکال دیا تو پھر آپ کو ایسے نشان دکھانا لازم ہوگا۔ مولانا دلاوری لکھتے ہیں کہ یہ جواب سن کر مرزائی در و دیوار پر سناٹا چھا گیا۔'' (رئیس قادیان جلد اول' ص ۲۰۳)

حضرت مولانا بٹالوی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک بزرگ کی طرف سے یہ اعلان بھی اپنے رسالے میں شائع کر دیا کہ اگر مرزا صاحب کو درگاہ خداوندی میں اپنے مقبول ہونے اور علماء اسلام کے مردود ہونے کا زعم ہے تو اس کو واجب ہے کہ کوئی ایسی کرامت دکھائے جو اس کے دعوی کی مصدق ہو۔ کرامت ایسی ہونی چاہیے جس کو روئے زمین کے طبیعی وفلاسفر بھی کرامت تسلیم کرلیں اور دکھانے سے پہلے یہ ضروری شرط ہے کہ اس کے جزوی وکلی حالات ایسی وضاحت سے مشتہر کئے جائیں کہ عام و خاص' جاہل و عالم ہر شخص اس کی کیفیت اور صورت واقعہ اچھی طرح سمجھ لے۔ حتیٰ کہ سمجھنے اور دیکھنے میں اس کی کیفیت کے اندر کسی کو اختلاف نہ ہو۔ اگر مرزا صاحب اس شرط کے ساتھ کوئی آسمانی کرامت ونشان دس ہفتہ ہی میں دکھا دے تو اس کی بڑی نوازش ہوگی اور اگر اس میعاد کے اندر ایسی کرامت دکھلانے سے عاجز آجائے تو اس کے اعتراف عجز کے بعد ان شاء اللہ العزیز میں وہی کرامت اور آسمانی نشان جو مرزا طلب کرے گا دس کے بجائے پانچ ہی ہفتہ کے اندر دکھادوں گا اور ایسا ایمانی نشان دیکھنے کے بعد مرزا پر صرف یہ واجب ہوگا کہ وہ اپنے مبتدعانہ عقائد سے توبہ کرے گا اور توبہ نامہ شائع کردے گا۔

مولانا بٹالوی نے اس اعلان کے ساتھ لکھا کہ انھوں نے اس بزرگ کا نام و پتہ از خود قلم انداز کیا ہے۔ اور یہ اس وقت شائع کیا جائے گا جب قادیانی صاحب اس شرط کے ساتھ نشان دکھلانا یا دیکھنا منظور کر کے کسی اخبار میں اس کا اعلان کر دیں گے۔ انھوں نے مزید لکھا کہ اگر اس اہل اللہ کا اسم گرامی ہم ابھی سے مشتہر کر دیں تو مرزا صاحب کسی قسم کی جرح نکال کر ٹال مٹول شروع کر دیں گے' جیسی ان کی قدیم عادت ہے۔ (رئیس قادیان جلد اول ص ۲۰۴)

اس اعلان کے جواب میں مرزا صاحب نے خاموشی اختیار کی تو انہی کے ایک سابق مرید میر سید عباس علی لدھیانوی نے مرزا صاحب سے خط وکتابت شروع کر دی جسے مرزا صاحب کے مجموعہ اشتہارات جلد اول سے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

از جانب عباس علی...... بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی۔ عرض ہے کہ جواب فیصلہ آسمانی مندرجہ اشاعۃ السنہ ص ۱۵ جو ایک صوفی صاحب بالمقابل آپ سے بموجب آپ کے وعدہ کے کرامت دیکھنے یا دکھلانے کی درخواست کرتے ہیں' بھیج کر التماس ہے کہ آپ کو اس میں جو کچھ منظور ہو تحریر فرماویں کہ اس کے موافق عمل درآمد کیا جاوے اور مضمون ص ۱۵ بغور ملاحظہ ہو کہ فریق ثانی آپ کے عاجز ہونے پر کام شروع کرے گا۔

(الراقم عباس علی از لدھیانہ ۶ مئی ۱۸۹۲ء)

مرزا صاحب نے جواباً لکھا: واضح ہو کہ آپ کا رقعہ پہنچا۔ اس کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ اگر درحقیقت کوئی صوفی صاحب اس عاجز کے مقابلہ پر اٹھے ہیں اور جو کچھ فیصلہ آسمانی میں اس عاجز نے لکھا ہے اس کو قبول کر کے تصفیہ حق وباطل چاہتے ہیں تو سب سے پہلے یہ لازم ہے کہ وہ چوروں کی طرح کاروائی نہ کریں۔ پردہ سے منہ نکالیں اور مرد میدان بن کر ایک اشتہار دیں۔ اس اشتہار میں بتصریح اپنا نام لکھیں۔ چوروں اور مخنثوں کی طرح کاروائی کرنا کسی صوفی صافی کا کام نہیں ہے۔ کیا یہ شخص مرد ہے یا عورت جو اپنے تئیں صوفی کے نام سے ظاہر کرتا ہے۔ جس حالت میں میری طرف سے مردانہ کاروائی ہے اور کھلے کھلے اپنا نام لکھا ہے تو یہ صوفی کیوں چھپتا پھرتا ہے۔ مناسب ہے کہ اس طرح مقابل پر اپنا نام لکھیں کہ میں ہوں فلاں بن فلاں ساکن بلدہ فلاں...... جس وقت اس صوفی محجوب پردہ نشیں کا چھپا ہوا اشتہار میری نظر سے گزرے گا اس وقت اس کی درخواست کا مفصل جواب دوں گا۔ ابھی تک میرے خیال میں ایسے صوفی اور عنقا میں کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا۔ فقط الراقم خاکسار غلام احمدؐ ۷۔ مئی ۱۸۹۲ء

میر عباس علی صاحب نے جو مولانا بٹالوی کی کوششوں سے مرزائیت سے تائب ہو کر دوبارہ مسلمان ہوئے تھے مرزا صاحب کو لکھا۔ ''آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۷۔ مئی

میرے نیاز نامہ کے جواب میں وارد ہوا۔ اسے اول سے آخر تک پڑھ کر سخت افسوس ہوا کہ آپ نے دانستہ ٹالنے کے واسطے ''سوال از آسماں جواب از ریسمان'' کے موافق عمل کر کے بچنا چاہا ہے۔ اصل مطلب تو آپ نے چھوڑ دیا۔ یعنی آزمائش کے واسطے وقت اور مقام مقرر نہیں کیا۔ بلکہ پھر آپ نے اپنی عادت قدیمہ کے مطابق کاغذی گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے۔ جناب من! جس طرح آپ نے فیصلہ آسمانی میں چھاپا تھا' اسی طرح اشاعۃ السنہ میں ان صوفی صاحب نے جواب ترکی بترکی شائع کر دیا ہے۔ آپ کو تو غیرت کر کے بلاتحریک دیگرے خود ہی تیار ہو جانا چاہیئے تھا۔ برعکس اس کے تحریک کرنے پر بھی آپ بہانہ کرتے ہیں اور ٹلاتے ہیں۔ صوفی صاحب نے خود اپنا نام پوشیدہ نہیں رکھا بلکہ مولوی محمد حسین صاحب نے کسی مصلحت سے ظاہر نہیں کیا۔ ناحق آپ نے کلمات گستاخانہ صوفی صاحب کی نسبت لکھ کر ارتکاب عصیان کیا۔ سو آپ کو اس سے کیا بحث ہے۔ آپ کو تو اپنے دعویٰ کے موافق تیار ہونا چاہیے۔ مولوی محمد حسین صاحب خود ذمہ دار ہیں۔ فوراً مقابلہ پر موجود کریں گے۔ لہٰذا اب آپ ٹلائیں نہیں۔ مرد میدان بنیں اور صاف لکھیں کہ فلاں وقت اور فلاں جگہ پر موجود ہو کر سلسلہ آزمائش و اظہار کرامت مستدعویہ شروع کیا جائے گا۔ یہ عاجز بصد عجز و نیاز عرض کرتا ہے کہ آپ اپنے دعویٰ میں اگر سچے ہو تو حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔ میدان میں آؤ۔ دیکھو یا دکھاؤ۔ صاف باطن لوگ دغا باز نہیں ہوتے۔ حیلہ بہانہ نہیں کرتے۔ برکات آسمانی والے کمیٹیاں مقرر کیا کرتے ہیں؟ رجسٹر کھلوایا کرتے ہیں؟ اس قسم کی کارروائی صرف دھوکہ دینا اور دفع الوقتی پر مبنی ہے' افسوس صد افسوس۔ اللہ سے ڈرو۔ قیامت پیش نظر رکھو۔ ایسی پیری مریدی پر خاک ڈالو۔ جس مطبع میں آپ اپنا مضمون چھاپنے کے لیے بھیجیں' اس عاجز کے مضمون کو بھی زیر قدم چھاپ دیں۔ میر عباس علی از لدھیانہ روز دوشنبہ ۹۔ مئی ۱۸۹۲ء

بات تو صاف اور سیدھی تھی اور ایک لحاظ سے مرزا صاحب کی مرادوں کے بر آنے کا وقت آ گیا تھا۔ اگر حقیقت میں اس صوفی کا وجود نہیں تھا اور یہ محض مولوی محمد

حسین بٹالوی صاحب کے ذہن کی اختراع اوران کی گیدڑ بھبکی تھی تو مرزا صاحب کی طرف سے ایک سادہ سا اعلان کہ ہم تیار ہیں' جناب بٹالوی صاحب کے غبارے سے ہوا نکال دیتا' ان کو جھوٹا ثابت کرنے کا اس سے زیادہ اچھا موقع کب آ سکتا تھا کہ وہ ایک ایسے صوفی صاحب کی طرف سے مقابلے کا اعلان اپنے رسالے میں کر کے ملک کے طول وعرض میں ڈھنڈورا پیٹ چکے تھے' جس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا اور اب مرزا صاحب میدان میں کھڑے للکار رہے ہوتے کہ لاؤ اپنا صوفی' ہم اس کے ساتھ دو ہاتھ کرنے کے لیے کب سے میدان میں انتظار کر رہے ہیں۔ جس صوفی صاحب کا بقول مرزا صاحب کے وجود ہی نہیں تھا مولانا بٹالوی اسے کہاں سے پیش کرتے۔ نہ یہ صوفی صاحب میدان میں آتے' نہ مقابلہ ہوتا اور مرزا صاحب کے وارے نیارے ہو جاتے۔ مولانا بٹالوی ذلیل وخوار ہوتے اور سارا ہندوستان مرزا صاحب کی فتح کے نقاروں سے گونج اٹھتا۔ افسوس کہ مرزا صاحب اس موقع سے فائدہ نہ اٹھا سکے اور اپنے ہی چیلنج پر پورے نہ اتر سکے اور میدان میں نکلنے کے بجائے آئیں بائیں شائیں کر کے رہ گئے۔ اس سلسلے کا آخری خط اس بات کی گواہی دیتا ہے جو نذر قارئین کیا جاتا ہے۔

''بخدمت میر عباس علی صاحب' واضح ہو کہ آپ کا جواب الجواب مجھ کو ملا جس کے پڑھنے سے بہت افسوس ہوا۔ صاحب میں نے کب اور کس حیلہ سے بہانہ کیا۔ کیا آپ کے نزدیک وہ صوفی صاحب جن کے نام کا بھی اب تک کچھ نام ونشان نہیں میدان میں کھڑے ہیں؟ میں کیونکر اور کن وجوہ سے اس بات پر تسلی پذیر ہو جاؤں کہ آپ یا شیخ بٹالوی اس گمنام صوفی کی طرف سے وکیل بن گئے ہیں۔ کوئی وکالت نامہ نہ آپ نے پیش کیا اور نہ بٹالوی نے۔ اور اب تک مجھے معلوم نہیں ہوا کہ اس صوفی پردہ نشین کو وکیلوں کی ضرورت کیوں پڑی۔ کیا وہ خود ستر میں ہے یا دیوانہ یا نابالغ۔ بجز اس کے کیا سمجھنا چاہیے۔ کہ فرض کے طور پر کوئی صوفی ہی ہے تو کوئی فضول گو آدمی ہے جو بوجہ اپنی مفلسی اور بے سرمائیگی کے اپنی شکل دکھانی نہیں چاہتا۔ میں پھر مکرر کہتا ہوں کہ بٹالوی کی تحریر سے مجھ کو سخت شبہ ہے اور اس کے ہر روزہ افتراء پر خیال کر کے

میرے دل میں یہی جما ہوا ہے کہ یہ صوفی کا تذکرہ محض فرضی طور پر اس نے اپنی اشاعۃ السنہ میں لکھ دیا ہے ورنہ مقابلہ کا دم مارنا اور پھر پردہ میں رہنا کیا راست باز آدمیوں کا کام ہے۔ اس صوفی کو چاہیے کہ میری طرح کھلے اشتہار دے کہ میں حسب دعوت فیصلہ آسمانی تمہارے مقابلے پر آیا ہوں۔ پس اگر یہ صوفی درحقیقت کوئی انسان ہے تو محمد حسین کی ناجائز وکالتوں کے برقعہ میں مخفی نہ رہے اور خدا تعالیٰ کی لعنت سے ڈرے۔ اگر اس کے پاس حق ہے تو حق کو لے کر میدان میں آجائے' جبکہ کوئی معین شخص سامنے نظر نہیں آتا تو میں مقابلہ کس سے کروں۔ کیا مردہ سے یا ایک فرضی نام سے؟ میری نظر میں صرف یہ ایک فرضی نام ہے' جس کا میرے خیال میں خارج میں وجود ہی نہیں۔

(الراقم مرزا غلام احمد)

مکرر واضح رہے کہ اب اتمام حجت کر دیا گیا۔ آئندہ ہماری طرف ایسی پر تعصب تحریریں ہرگز ارسال نہ کریں۔ جب یہ تحریریں چھپ جائیں گی منصف مزاج لوگ خود معلوم کر لیں گے کہ کس کی بات انصاف پر مبنی ہے اور کس کی سراسر ظلم اور تعصب سے بھری ہوئی ہے۔ مرزا غلام احمد ۹ مئی ۱۸۹۲ء

(مجموعہ اشتہارات' جلد اول' ص ۳۱۷۔ ۳۲۳)

مولانا رفیق دلاوری اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کوئی وجہ نہ تھی کہ الہامی (مرزا) صاحب اتنی غیرت دلانے کے باوجود مقابلہ پر آمادہ نہ ہوتے۔ لیکن خانہ ساز مسیح نے اب کی مرتبہ بھی مقابلہ سے فرار کو ترجیح دی اور باوجودیکہ میر (عباس علی) صاحب نے صاف لکھ دیا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب صوفی صاحب کو مقابلہ پر لانے کے لیے خود ذمہ دار ہیں لیکن الہامی صاحب نے مکرر سہ کرر یہی رٹ لگائے رکھی کہ صوفی پردے سے باہر کیوں نہیں آتا۔ تاہم اس مطالبہ کے بعد مرزا صاحب کو خیال آیا کہ فریق مخالف کہیں سچ مچ صوفی صاحب کو مقابلہ پر نہ لا کھڑا کرے' اس لیے چٹھی کے آخر میں اپنی شاندار پسپائی پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ مکرر واضح رہے کہ اب اتمام حجت کر دیا گیا۔ اب آئندہ ہماری طرف ایسی پر تعصب

تحریریں ہرگز ارسال نہ کریں۔'' (رئیس قادیان حصہ اول' ص ۲۰۵)

مرزا صاحب نے اس سلسلہ میں خط و کتابت بند کرنے کا اعلان تو کر دیا لیکن وہ کچی گولیاں نہیں کھیلے ہوئے تھے۔ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں مولانا بٹالوی صوفی صاحب کو لیکر قادیان ہی نہ آدھمکیں۔ اس کے سد باب کے لیے انھوں نے جون ۱۸۹۲ء میں چھپنے والے جواب نشان آسمانی میں (جو روحانی خزائن جلد ۴ کے ص ۳۹۵۔۳۹۶ پر موجود ہے) مقابلے کو مزید شرائط سے مشروط کر دیا اور فرمایا کہ میں ان صوفی صاحب سے تبھی مقابلہ کروں گا جب وہ دو ایسی پیش گوئیاں پیش کریں گے جو ان کے حق میں گذشتہ ادوار کے اولیا کرام نے فرمائی ہوں۔ یعنی نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی۔

قارئین! آسمانی نشان دکھانے کا چیلنج مرزا صاحب نے سارے برصغیر کے علماء وصلحا کو دیا تھا اور ان میں تمام مکاتب فکر کے لوگ شامل تھے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی اہل حدیث علمائے کرام پر خاص عنایت ہے کہ جس طرح مرزا صاحب کے ساتھ مباہلے اور مناظروں میں اولیت کا شرف انہیں حاصل ہے' اسی طرح اس چیلنج کو قبول کر کے مرزا صاحب کو میدان سے بھگانے کی سعادت بھی ایک اہل حدیث ہی کے حصہ میں آئی۔ جیسا کہ حضرت مولانا غلام نبی سوہدروی مرحوم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے مولانا بٹالوی سے پوچھا کہ وہ صوفی صاحب کون تھے جن کا چیلنج اشاعۃ السنہ میں بسلسلہ آسمانی نشان شائع ہوا تھا؟ مولانا بٹالوی مرحوم نے جواب میں بتایا تھا کہ وہ بزرگ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی تھے۔ (دیکھیے سوانح عمری مولانا عبداللہ غزنوی۔ ص ۷۴۔۷۹)

مولانا بٹالوی اور مولانا لکھوی کے علاوہ ایک اور شخصیت بھی نشان آسمانی کے سلسلے میں تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں کی صف میں نظر آتی ہے۔ ان کا اسم گرامی مولانا محمد جعفر تھانیسری ہے جو وہابی مقدمات کے ایک نامزد ملزم تھے اور ۱۸۶۵ء سے ۱۸۸۳ء تک کالا پانی کی سزا کاٹ کر پیرول پر رہا ہوئے تھے۔ اس بزرگ نے مرزا صاحب کی نشان آسمانی کے جواب میں ''تائید آسمانی در رد نشان آسمانی'' کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھ کر تحریک کے سابقون میں اپنا نام لکھوایا۔ اس نامور شخصیت کا ذکر ہم

شخصیات کے حصہ میں کریں گے اور ان کے نام کی مناسبت سے انیسویں صدی کے ہندوستان میں تحریک مجاہدین کا بھی کچھ ذکر وہاں ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

مرزا غلام احمد نے نعمت اللہ شاہ ولی کے قصیدہ کو توڑ مروڑ کر کتر بیونت کی تھی اور اپنے حق میں نشان آسمانی قرار دیا تھا۔ مولانا جعفر نے اپنی کتاب میں جو ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے' مرزا صاحب کے اس مکروفریب کا پردہ چاک کیا تھا۔

فتویٰ کفر

۱۸۹۲ء میں علمائے اسلام کی طرف سے متفقہ طور پر فتوی جاری ہوا کہ مرزا صاحب کافر ہیں۔ مرزا صاحب اس فتویٰ تکفیر کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''میں اپنے طور پر روحانی امور کی دعوت کرتا تھا اور کبھی میں نے محمد حسین کو مخاطب نہیں کیا تھا کہ ایک دفعہ اس نے خود بخود میرے لیے استفتا تیار کیا اور یہ کوشش کرنا چاہا کہ لوگ مجھے کافر اور دجال قرار دیں۔ پہلے وہ فتوی اپنے استاد نذیر حسین دہلوی کے سامنے پیش کیا۔ چونکہ نذیر حسین صاحب مذکور اسی کا ہم مشرب اور ہم مادہ ہے اور حواس بھی پیرانہ سالی کے ہیں اور فطرۃً کوتاہ اندیش ملاؤں کی طرح بغض اور بخل بھی بہت ہے۔ اس لیے فی الفور بلاتوقف میرے کفر پر گواہی دی۔ بس پھر کیا تھا' تمام اس کے فضلہ خوار شاگردوں نے تکفیر کا فتوی دے دیا۔ خیر یہ تو وہ امر ہے کہ مرنے کے بعد ہر ایک شخص معلوم کر لے گا کہ کون کافر اور کون مومن ہے' لیکن اس جگہ صرف یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ محمد حسین نے خواہ مخواہ سراسر عناد کی وجہ سے فتوی تیار کیا اور ہندوستان میں جابجا سیر کر کے اس پر مہریں لگوائیں کہ یہ شخص کافر اور دجال ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۶ (حقیقت المھدی) ص ۹۔۴۳۸)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''تھوڑا عرصہ گزرا کہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ کی توفیق پا کر تین رسالے تائید اسلام میں تالیف کیے تھے' جن میں سے پہلے کا نام فتح اسلام اور دوسرے کا نام توضیح مرام اور تیسرے کا نام ازالہ اوہام ہے۔ ان رسالوں میں حسب ایما اور الہام اور القاء ربانی اس مرتبہ مثیل مسیح ہونے کا بھی ذکر تھا' جو اس عاجز کو عطا کیا گیا۔ ایسا ہی ان

دقائق و حقائق و معارف عالیہ کا بیان تھا جو اسلام اور قرآن کریم کی اعلیٰ حقیقتیں اور مسلمانوں کے لیے بمقابلہ مخالفین جائے فخر تھیں۔ امید تھی کہ عقل مند لوگ ان کتابوں کو شکر گزاری کی نظر سے دیکھیں گے' لیکن افسوس کہ بعض علماء کی فتنہ اندازی کی وجہ سے معاملہ برعکس ہوا اور بجائے اس کے کہ لوگ خدا تعالیٰ کا شکر کرتے' ایک شور و غوغا سخت ناشکری کا ایسا برپا کر دیا گیا کہ وہ تمام حقائق اور لطائف اور نکات اور معارف الہیہ کلمات کفر قرار دیئے گئے اور اسی بنا پر اس عاجز کا نام بھی کافر اور ملحد اور زندیق اور دجال رکھا گیا۔ بلکہ دنیا کے تمام کافروں اور دجالوں سے بدتر قرار دیا گیا۔ اس فتنہ کے اصل بانی مبانی ایک شیخ صاحب محمد حسین نام ہیں جو بٹالہ ضلع گورداسپور میں رہتے ہیں۔ پہلے سب سے استفتا کا کاغذ ہاتھ میں لیکر ہر ایک طرف یہی صاحب دوڑے۔ چنانچہ سب سے پہلے کافر اور مرتد ٹھہرانے میں میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے قلم اٹھائی اور بٹالوی صاحب کے استفتا کو اپنی کفر کی شہادت سے مزین کیا۔ غرض بانی استفتا بٹالوی صاحب اور اول المکفرین میاں نذیر حسین صاحب ہیں اور باقی سب ان کے پیرو ہیں جو اکثر بٹالوی کی دلجوئی اور دہلوی صاحب کے حق استادی کی رعایت میں ان کے قدم پر قدم رکھتے گئے۔ علماء مکفرین پر یہ افسوس ہے کہ انھوں نے بلا تفتیش و تحقیق بٹالوی صاحب کے کفرنامہ پر مہریں لگا دیں اور اول سے آخر تک میری کتابیں نہ دیکھیں اور بذریعہ خط و کتابت مجھ سے کچھ دریافت نہ کیا۔ اگر وہ نیک نیتی سے مہریں لگاتے تو ان کا نور قلب ضرور ان کو اس بات کی طرف مضطر کرتا کہ پہلے مجھ سے دریافت کرتے اور میرے الفاظ کے حل معانی بھی مجھ سے ہی چاہتے۔ پھر اگر بعد تحقیق وہ کلمات درحقیقت کفر کے کلمات ہی ثابت ہوتے تو ایک بھائی کی نسبت افسوس ناک دل کے ساتھ کفر کی شہادت لکھ دیتے۔ اگر وہ ایسا کرتے اور عجلت سے کام نہ لیتے تو ان الزاموں سے بری ٹھہرتے جو عند اللہ ایک تکفیر کے شتاب باز پر ہو سکتے ہیں' مگر افسوس کہ انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ جیسے ایک بھیڑ دوسری بھیڑ کے پیچھے چلی جاتی ہے اور جو کچھ وہ کھانے لگتی ہے' اس پر یہ بھی دانت مارتی ہے' یہی طریق اس تکفیر میں ہمارے

بعض علماء نے بھی اختیار کیا۔'' (روحانی خزائن جلد ۵ (مقدمہ دافع الوساوس) ص ۳۰۔۳۳)

ان تحریروں میں مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ ان پر فتوی مولانا بٹالوی نے محض عناد کی وجہ سے بلا تحقیق و تفتیش جلد بازی میں اور انہیں اپنے عقائد و نظریات کی وضاحت کا موقع دیئے بغیر تیار کر کے جاری کر دیا ہے جو قطعاً نا مناسب ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اس فتوی کی تیاری میں تقریباً ایک سال صرف ہوا اور تیاری اور مختلف مراحل میں اس کی اشاعت کے دوران بار بار مرزا صاحب کو موقع دیا گیا کہ وہ مجلس علماء میں اپنے عقائد کی وضاحت کریں اور عقائد غلط ثابت ہونے پر توبہ کر لیں۔ لیکن مرزا صاحب نے کسی بھی موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا اور انجام کار علماء اسلام کو اپنی ذمہ داری نبھانی پڑی۔ یہ داستان خود مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم و مغفور کی زبانی ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں:

''قادیانی نے اپنا رسالہ ''فتح الاسلام'' میں اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو اس سے اہل اسلام کی پبلک میں ایک عام شور برپا ہو گیا۔ اس شور کو مٹانے اور اس دعوی کی توضیح کے لیے اس نے ایک رسالہ ''توضیح مرام'' مشتہر کیا تو اس نے شور کی آگ کو اور بھی تیز کر دیا اور خوب بھڑکایا' کیونکہ فتح الاسلام میں تو اس نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا' توضیح مرام میں اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا اور علاوہ بر آں بہت سے عقائد کفریہ کا اظہار کیا جو عقائد اسلام کے بالکل مخالف ہیں اور عقائد نیچریہ' فلاسفہ' ہنود اور یہود و نصاریٰ کے عین مطابق و موافق۔

اس رسالے کی اشاعت سے وہ شور بڑھا تو اس کے ازالے کے لیے اس نے ایک اور رسالہ ''ازالہ اوہام'' کے بعض حصص و مضامین کو اپنے حواریوں میں متداول کیا اور انھوں نے بذریعہ رسائل و مجالس ان کو پبلک میں مشتہر کیا۔ ان مضامین نے اس شور کی بھڑکتی ہوئی آگ پر کیروسین آئل (مٹی کا تیل) ڈال دیا' کیونکہ اس رسالے میں اس نے مسیحیت اور نبوت کے ساتھ رسالت کا بھی دعوی کیا ہے۔ رسالت بھی کیسی! جس کی بشارت و شہادت نص القرآن (ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه

احمد) میں آچکی ہے اور علاوہ بر آں بہت سے کفریات کا زہر اگلا۔ معجزات حضرت مسیح وغیرہ انبیاء سے بہ تاویل وتحریف انکار کیا۔ پھر تو وہ شور عالم گیر ہو گیا اور چاروں طرف سے نعرہ تکفیر ونفرین بلند ہونے لگا۔ ان رسائل ثلاثہ سے قادیانی نے اچھا اثر نہ دیکھا تو اشاعت رسالہ توضیح مرام ہی کے وقت سے مباحثہ کا اشتہار بھی دے دیا۔ اور اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں یہ مشتہر کیا کہ علمائے وقت جب تک میرے عقائد و مقالات میں جن کو وہ کفر وگمراہی سمجھتے ہیں مجھ سے مباحثہ نہ کرلیں تب تک اپنی زبان کو تکفیر اور طعن سے روک رکھیں اور اس مباحثے کو ایسی پیچیدہ اور مشکل اور ناممکن الوقوع شروط سے مقید کر دیا کہ نہ وہ شرطیں وقوع میں آویں اور نہ مباحثے کی نوبت پہنچے' جس سے اس کا مقصود یہ تھا کہ جتنے دنوں تک مباحثہ ملتوی رہے اور ٹل سکے اتنے ہی دن طعن وتکفیر سے لوگوں کی زبان بند رہے اور اس کے عقائد و دعاوی کا کچھ اثر اس کے اتباع اور ناواقف مسلمانوں پر ہوتا رہے۔ علمائے وقت نے وقتاً فوقتاً اس کی ناجائز شروط کے ابطال اور جائز کی تسلیم واقبال سے مباحثہ کے لیے مستعدی کا اظہار کیا' مگر قادیانی سے بجز گریز وفرار جو اس کی اصل منشا ومقصود تھا' کچھ ظہور میں نہ آیا' یہاں تک کہ قضا و قدر نے اس کو دوڑنے بھاگنے کے ساتھ جبراً پنجے میں پھنسا دیا اور لدھیانہ کے مقام میں ہمارا اس سے مباحثہ کرا دیا جس کی کسی قدر کیفیت اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ میں شائع ہوئی ہے۔

اس مباحثے میں جو اس نے شکست و ہزیمت پائی وہ ناظرین پر چہ ہائے مذکور پر مخفی نہ ہوگی' مگر اس کی دلیری اور بہادری دیکھو اور اس پر صد آفرین کہو کہ شکست پا کر بھی وہ دعویٰ مباحثہ سے دست بردار نہ ہوا اور اشتہار ۷ اگست اور ۱ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں پھر مدعی مباحثہ ہوا اور دہلی جا کر خم ٹھوک کر کھڑا ہو گیا اور اس پر دہلی پہنچ کر اس کا تعاقب کیا گیا اور اس کی جملہ شروط جائزہ کو منظور کر کے منظوری مباحثہ کا اشتہار دیا گیا تو پھر اس نے مباحثہ سے انکار کیا جس کی تفصیل (اشاعۃ السنہ) نمبر ۱'۴ جلد ۱۴ میں ہے۔ مگر پھر اس کی شرم وحوصلہ کو دیکھو اور اس پر ہزار آفرین کہو کہ دہلی سے بھاگ کر قادیان میں پہنچ

کردہ اس شکست و ہزیمت کو بھول گیا اور ایک آسمانی فیصلہ (جو درحقیقت شیطانی فیصلہ ہے) اس نے لکھ مارا اور اس میں پھر مباحثہ کا مدعی بن بیٹھا اور الٹا گریز و فرار کا الزام علماء وقت پر قائم کیا۔ اس پر لاہور و سیالکوٹ پہنچ کر اس کا تعاقب کیا اور متعدد نوٹسوں کے ذریعے اس کو مباحثے کی طرف بلایا گیا' مگر وہ میدان مباحثہ میں نہ آیا بلکہ جہاں خاکسار پہنچا وہاں سے فوراً بھاگا جس کی کیفیت (اشاعۃ السنہ) نمبر ۱ تا ۴ جلد ۱۴ میں ہے۔

خاکسار (محمد حسین بٹالوی) ابتداء ہی سے اس کی بے جا اور ناممکن الوقوع شروط کو پیش کرنے سے اس کے مباحثہ سے مایوس ہو چکا تھا قطع حجت قادیانی کی غرض سے لدھیانہ کے مباحثہ تک اس کے حق میں تمام علماء اہل اسلام کی رائے ظاہر و مشتہر کرنے سے رکا رہا اور جب لدھیانہ کے مباحثہ کو وہ ناتمام چھوڑ کر بھاگا تو اور بھی مایوسی نے جلوہ دکھایا۔ تب خاکسار نے بمقام دہلی پہنچ کر ایک استفتا مرتب کیا جس میں قادیانی کے خیالات و مقالات درج کر کے ان کی تصدیق و شہادت کے لیے اس کی تصنیفات کی اصل عبارات کو بقید صفحات نقل کر دیا اور اس استفتا کا جواب بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخنا و شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ سے حاصل کیا اور ایک خاص سفر از دہلی تا بقرب کلکتہ و بھوپال وغیرہ اختیار کر کے اکثر مشہور بلاد ہندوستان کے علماء و فضلاء مختلف مذاہب کا توافق رائے حاصل کیا۔ پھر لاہور پہنچ کر اس استفتاء اور اس کے جواب کو رسالے کی صورت میں چھپوا کر دور دراز مقامات ہندوستان و پنجاب میں جہاں خاکسار خود نہیں پہنچا تھا' متداول کیا اور اس پر ان مقامات کے سکناء کی شہادات و تائیدات کو مرتب کرایا۔ فتویٰ پر مکمل اتفاق علمائے ہندوستان و پنجاب ہو چکا تھا مگر اس کی اشاعت عام میں اس وجہ سے توقف و التواء ہوا کہ اگر قادیانی کو ان باتوں کی نسبت جن کو علماء وقت نے کفر و ضلالت قادیانی پر دلیل ٹھہرایا ہے' کچھ عذر ہو تو اس کو مجمع علماء میں پیش کرے اور ان میں وہ مباحثہ کرنا چاہتا ہے تو کرے اور اس پیالہ تکفیر و تضلیل کو جو بہ اتفاق علماء اس کے لیے تیار کیا گیا ہے کسی حیلہ سے ٹلا سکتا ہے تو ٹلا دے۔ یعنی ان باتوں کا اپنی تصانیف میں پایا نہ جانا یا

اگر وہ ان میں موجود ہوں تو ان کا موجب کفر و ضلالت نہ ہونا ثابت کر دے۔ آخری دفعہ اس امر کی طرف اس کو ''جواب فیصلہ آسمانی'' میں بلایا گیا اور اس جواب کو چھاپ کر اس کے پاس بھیجا گیا اور انتظار مدت جواب تک اشاعت فتوی کو ملتوی کیا گیا۔ مگر پھر اس نے اس طرف رخ نہ کیا اور مباحثہ کا نام لینا بھی چھوڑ دیا۔ لہٰذا اس فتوی کا اب عام اہل اسلام میں مشتہر کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔

(فتویٰ میں) اصل سوال یہ ہے کہ عقائد قادیانی مندرجہ سوال اسلامی عقائد ہیں یا نہیں؟ اور ان عقائد میں قادیانی پابند و پیرو اسلام ہے یا اس کی پابندی سے خارج۔ اور ایسے عقائد والا ولی' مجدد' ملہم' محدث ہو سکتا ہے یا وہ ان عقائد کے سبب دجال کہلانے کا مستحق ہے؟ اس اصل سوال کا جواب جو حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کی طرف سے ہے' صرف یہ ہے کہ یہ عقائد اسلامی نہیں اور قادیانی ان عقائد میں پابندیٔ اسلام سے خارج ہے اور ایسے عقائد والا محدث' مجدد' ملہم' ولی نہیں ہو سکتا بلکہ من جملہ دجالین ایک دجال ہے۔

قادیانی اور اس کے اتباع اس فتوے کے جواب میں کہہ رہے ہیں اور کہیں گے کہ جو باتیں ہمارے ذمہ لگائی گئی ہیں ہم نے نہیں کہیں (اور) یہ کہ کہی تو ہیں مگر ان کے معنی اور ہیں (قادیانیوں کی) ان باتوں کا جواب حسب تفصیل ذیل ہے:۔

(۱) جن باتوں کو قادیانی کے ذمہ لگایا گیا ہے ان کے ثبوت میں ہم نے اصل عبارات قادیانی کو نقل کر دیا ہے' وہ عبارتیں اس کی کتابوں سے نہ نکلیں اور ان کی نقل میں ہماری غلط بیانی ثابت ہو تو فی عبارت ایک سو روپیہ جرمانہ دینے کو ہم حاضر ہیں' مگر اس امر کا تصفیہ مجرد انکار قادیانی اور اس کے اتباع سے نہیں ہو سکتا۔ ان کا یہ انکار محض کذب ہے اور کذب ان کے مذہب اور ہر ایک عمل درآمد کا اصل اصول ہے۔ اس کے تصفیہ کے لیے ایک مجلس کا منعقد ہونا ضروری ہے جس میں ہم ان عبارات کا تصانیف قادیانی میں پایا جانا ثابت کریں اور وہ انکار کی وجہ بتا دے اور روز روشن میں آفتاب کو چھپا کر دکھاوے۔

دوسری بات کا جواب (یعنی) معنی کا تصفیہ بھی اسی مجلس میں ہو سکتا ہے۔اسی مجلس میں اگر اس کی عبارات کے وہ ظاہری معنی بشہادت لغت ومحاورہ اہل لسان نہ نکلے جو مفتیوں نے سمجھے ہیں تو اس پر بھی ہم فی عبارت سو روپیہ جرمانہ دینے کو حاضر ہیں۔ قادیانی توان عبارات کو جو معنی چاہے پہنا سکتا ہے جو شخص خنزیر سے انسان مراد لے اور دمشق سے قادیان وغیرہ' اس کو ایک کلام کے ایسے معنی جو ظاہر کے مخالف اور معنی دربطن شاعر کا مصداق ہوں' بیان کرنا کیا مشکل ہے"

قارئین! یہ طویل عبارت دراصل فتوی تکفیر کی تمہید ہے جو مولانا بٹالوی نے فتوی کی اشاعت کے ساتھ اپنے رسالے اشاعۃ السنۃ میں لکھی ہے۔اصل فتوی مولانا بٹالوی کے طویل سوال اور ۸۲ صفحات پر مشتمل حضرت سید محمد نذیر حسین محدث کے جواب پر مشتمل تھا۔اس کے بعد تقریباً دوصد علماء اسلام نے تائیدی نوٹ کے ساتھ یا نوٹ کے بغیر تائیدی دستخط فرمائے ہیں۔ ذیل میں ہم سید نذیر حسین محدث کی تحریر کی تلخیص مولانا دلاوری کی "رئیس قادیان" سے نقل کرتے ہیں:

"مرزا غلام احمد قادیانی اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت سے خارج ہے۔اس کے بعض عقائد ومقالات یونانی فلاسفہ کے ہیں۔بعض پیروان وید یعنی ہنود سے لئے گئے ہیں۔بعض نصاری سے ماخوذ ہیں۔اس کا طریقہ ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضلال کا سا ہے۔اس کے دعوی نبوت اور اشاعت اکاذیب اور ملحدانہ طریق کی وجہ سے وہ ان تیس دجالوں میں سے ہے' جن کی اطلاع حضرت مخبر صادق ﷺ نے دی تھی۔اور اس کے پیرو وہم مشرب ذریت دجال ہیں۔اگر اس عمل واعتقاد کا شخص خدا کا ملہم ومخاطب ہوتو انبیاء وملہمین سابقین کا الہام پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتا ہے۔قادیانی کا کواکب وسیارات وافلاک کے لیے نفوس وارواح تجویز کرنا' یونان کے فلاسفہ اشراقیین اور ہنود کا مذہب ہے۔ چنانچہ قادیانی نے توضیح المرام کے ص ۳۳ پر اپنا یہی عقیدہ لکھا ہے۔قادیانی کا بطور استعارہ ابن اللہ کہلانے کو تجویز کرنا پوری نصرانیت ہے۔ عیسائیوں نے بھی استعارہ کے طور پر خدا کے پیارے اور مطیع بندوں کو ابن اللہ کہا ہے'

اور قرآن میں ان کے اس قول کی حکایت کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ مگر یہی استعارہ ان لوگوں کے مشرک ہو جانے اور مخلوق کو حقیقتاً خدا کا بیٹا قرار دینے کا موجب ہوا تو قرآن و اسلام آیا اور اس محاورہ کو دور کیا۔ اب قادیانی نے پھر اس محاورہ کو رائج کرنا چاہا ہے۔ اور قادیانی کے محدث ہونے کا دعویٰ کرنا اور اس ذریعہ سے ایک قسم کا نبی کہلانا اور نبوت جزئی کے دروازے کو مفتوح کہنا بھی قرآن کا انکار ہے۔ قادیانی کا حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا جانا تجویز کرنا نص قرآنی وما قتلوہ وما صلبوہ سے انکار ہے اور اس میں اس نے نیچریوں کی تقلید کی ہے جو عیسائیوں کے مقلد ہیں۔ قادیانی کا حضرت مسیح کے معجزات سے انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے۔ قادیانی کا حدیث نبوی کو مفسر قرآن نہ ماننا ضلالت ہے۔ اہل سنت میں مسلم ہے کہ حدیث قرآن کی مفسر اور اس کے اجمال کی مبین ہے۔ قادیانی کا اپنی پیروی کو مدار نجات ٹھہرانا بھی انتہا درجہ کی گمراہی ہے' کیونکہ ایسا دعویٰ انبیاء علیھم السلام کے سوا کسی کو نہیں پہنچتا۔ قادیانی کا یہ کہنا کہ حیاتِ مسیح کا اعتقاد رکھنا شرک ہے' اس کا ان تمام صحابہ و تابعین اور آنحضرتؐ کے عہد مبارک سے آج تک کے تمام مسلمانوں کو جو حضرت مسیح کو زندہ سمجھتے ہیں اور قیامت سے پہلے ان کے نزول کے معتقد ہیں' مشرک بنانا ہے۔ قادیانی کا یہ عقیدہ جیسا کفر ہے محتاج تشریح نہیں۔ غرض یہ شخص اسلام سے قطعاً خارج ہے۔ (''رئیس قادیان جلد دوم ص ۵۷)

فتویٰ کے اجراء کے بعد مرزا صاحب '' شیخ بٹالوی صاحب کے فتویٰ تکفیر کی کیفیت'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''اس فتویٰ کو میں نے اول سے آخر تک دیکھا' جن الزامات کی بنا پر یہ فتویٰ لکھا ہے انشاء اللہ بہت جلد ان الزامات کے غلط اور خلاف واقعہ ہونے کے بارے میں ایک رسالہ اس عاجز کی طرف سے شائع ہونے والا ہے' جس کا نام دافع الوساوس ہے۔ بایں ہمہ مجھ کو ان لوگوں کے لعن طعن پر کچھ افسوس نہیں اور نہ کچھ اندیشہ۔ بلکہ میں خوش ہوں کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی اور ان کے اتباع نے مجھ کو کافر اور مردود اور

ملعون اور دجال اور ضال اور بے ایمان اور جہنمی اور اکفر کہہ کر اپنے دل کے بخارات نکال لئے' جو دیانت اور امانت اور تقویٰ کے التزام سے ہرگز نہیں نکل سکتے تھے' اور جس قدر میری اتمام حجت اور میری سچائی کی تلخی سے ان حضرات کو زخم پر زخم پہنچا' اس صدمہ عظیمہ کا غم غلط کرنے کے لیے کوئی اور طریق بھی تو نہیں تھا' بجز اس کے کہ لعنتوں پر آجاتے۔ مجھے اس بات کو سوچ کر بھی خوشی ہے کہ جو کچھ یہودیوں کے فقیہوں اور مولویوں نے آخر کار حضرت مسیح کو تحفہ دیا تھا وہ بھی تو یہی لعنتیں اور تکفیر تھی جیسا کہ اہل کتاب کی تاریخ اور ہر چہار انجیل سے ظاہر ہے تو پھر مجھے مثل مسیح ہونے کی حالت میں ان لعنتوں کی آوازیں سن کر بہت ہی خوش ہونا چاہیئے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی نے اس تکفیر میں جعلسازی سے بہت کام لیا ہے اور طرح طرح کے افترا کر کے اپنی عاقبت درست کر لی ہے۔" (مجموعہ اشتہارات جلد اول' ص ۲۳۱-۲۳۲)

درج بالا تحریر کے مطابق مرزا صاحب اس فتویٰ تکفیر سے خوش تھے۔ دیگر مقامات پر انھوں نے اس فتویٰ کو اپنی صداقت کے نشانات میں شمار کرتے ہوئے اسے اپنی کامیابیوں کا زینہ قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر انھوں نے سالانہ جلسہ قادیان ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۲ء کا موازنہ کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا: "سال گذشتہ میں جب ابھی فتویٰ تکفیر میاں بٹالوی صاحب کا تیار نہیں ہوا تھا' تو صرف ۷۵ احباب اور مخلصین تاریخ جلسہ پر قادیان تشریف لائے تھے' مگر اب جب کہ فتویٰ تیار ہو گیا اور بٹالوی صاحب نے ناخنوں تک زور لگا کر اور آپ بصد مشقت ہر جگہ پہنچ کر اور سفر کی ہر روزہ مصیبتوں سے کوفتہ ہو کر اپنے ہم خیال علماء سے اس فتویٰ پر مہریں ثبت کرائیں تو اس سالانہ جلسہ (۱۸۹۲ء) میں بجائے ۷۵ کے ۳۲۷ احباب شامل ہوئے۔ میاں بٹالوی کے پنجاب اور ہندوستان میں پھرتے پھرتے پاؤں بھی گھس گئے' لیکن انجام کار خدا تعالیٰ نے ان کو دکھلا دیا کہ کیسے اس کے ارادے انسان کے ارادوں پر غالب ہیں۔"

(روحانی خزائن جلد ۵ (ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام) ص ۲۹-۳۰ مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۳۶۶)

اس تحریر میں مرزا صاحب نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا ہے کہ فتوے کے بعد

ان کے سلسلے کو ترقی عطا ہوئی ہے اور ان کے سالانہ جلسہ کے حاضرین کی تعداد ۷۵ سے ۳۲۷ یعنی چار گنا سے بھی بڑھ گئی ہے۔ لیکن مرزا صاحب کی یہ خوشی عارضی ثابت ہوئی' اس لیے کہ اس سے اگلے سال یعنی دسمبر ۱۸۹۳ء کا جلسہ انہیں یہ کہتے ہوئے منسوخ کرنا پڑا:

''جلسہ کا مدعا اور مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگوں کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔ وہ زہد و تقویٰ' خدا ترسی' پرہیز گاری وغیرہ میں دوسروں کے لیے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راست بازی ان میں پیدا ہو' لیکن اس پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا' بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں ہی بعض کی شکایت سنی گئی کہ وہ اپنے بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں۔ بعض اس مجمع کثیر میں اپنے اپنے آرام کے لیے دوسرے لوگوں سے کج خلقی کرتے ہیں' گویا وہ مجمع ہی ان کے لیے موجب ابتلا ہو گیا اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس جلسہ کے بعد کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا...... ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد کہ اس اجتماع سے نیک نتائج پیدا نہیں ہوتے' ایک معصیت اور طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات (۱۹۸۶ء) جلد اول' ص ۴۳۹۔۴۴۱)

اس تحریر میں مرزا صاحب ۱۸۹۲ء والے جلسہ کو فضول' معصیت' طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ قرار دیتے ہیں۔ وہ جلسہ خود مرزا صاحب نے منعقد کیا تھا اور اشتہارات اور خطوط کے ذریعے لوگوں کو اس میں شرکت کے لیے بلایا تھا اور واپسی پر ''غریب مسافروں کو اپنی طرف سے زادِ راہ دیا گیا۔ بعض کو تیس تیس یا چالیس چالیس روپیہ دیا گیا۔ (دیکھئے مجموعہ اشتہارات جلد اول' ص ۴۴۶۔۴۴۷) یہ تیس چالیس روپے اس زمانے میں بہت بڑی رقم ہوا کرتی تھی اور اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب جب خود سیالکوٹ کچہری میں ملازم تھے تو انہیں ۱۵ روپے ماہانہ تنخواہ ملا کرتی تھی' گویا دو دو تین تین ماہ کی تنخواہ کے برابر لوگوں کو رقوم دے کر مجمع اکٹھا کیا گیا

اور اسے پہلے تو فتوے کا مثبت ردعمل قرار دیتے ہوئے بزعم خود مولانا بٹالوی وغیرھم کو طمانچہ رسید کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اگلے ہی سال اس اجتماع کو ضلالت' معصیت اور بدعت شنیعہ قرار دے کر وہ طمانچہ خود اپنی ذات گرامی پر جمالیا اور ساتھ ہی عاصی اور بدعتی ہونے کا اقرار بھی کرلیا۔ مرزا صاحب کہا تو یہ کرتے تھے کہ انہیں مولانا بٹالوی کے متعلق انی مهین من اراد اهانتك کا الہام ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں اے مرزا میں تیرے مخالف محمد حسین کو ذلیل کروں گا' لیکن ایک ہی اجتماع کو اپنی کامیابی قرار دے کر پھر بدعت اور معصیت قرار دے دینا اور اس میں شرکت اور اس کے اہتمام کے باعث خود ہی بدعتی اور عاصی ہونے کا اقرار کرلینا' مولانا بٹالوی کے مقابلے میں خود مرزا صاحب کی ذلت و اہانت کا ایسا ثبوت ہے جو انھوں نے خود اپنی ہی تحریروں میں مہیا کردیا ہے۔

سب سے پہلا متفقہ فتویٰ تکفیر

بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتوی سب سے پہلے ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں علمائے لدھیانہ نے لگایا تھا' جس سے تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا۔ ہم ایک عرصہ سے اس فتویٰ کی تلاش میں ہیں کہ دیکھیں کہ وہ دستاویز کتنی بڑی ہے؟ کس کس کی مہر سے مزین ہے؟ اور کون کون سے دلائل سے ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد قادیانی کے کس کس دعوے کی تردید کرتے ہوئے اسے کافر گردانا گیا ہے۔

لدھیانوی خاندان کے وارثوں میں سے ایک بزرگ نے حال ہی میں اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ''ہندوستان میں سب سے پہلا فتویٰ تکفیر'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ ہم نے بڑی دلچسپی سے اس کتاب کا مطالعہ بہ ایں امید کیا کہ مصنف اس فتویٰ تکفیر کی دستاویز سامنے لائیں گے جو بقول بعض عالم اسلام میں مرزا غلام احمد پر ۱۸۸۴ء میں دیا جانے والا سب سے پہلا فتویٰ تکفیر ہے۔ کتاب پڑھ کر افسوس ہوا کہ فاضل مصنف نے یہ دستاویز پیش نہیں فرمائی۔ تاہم انھوں نے اس دستاویز کے موضوع اور مشمولات کا تعارف اپنی کتاب میں بایں الفاظ کرایا ہے۔

''اب یہاں پر علماء لدھیانہ کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی پر فتویٰ تکفیر کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ مرزا کا اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا' معجزات قرآن کا انکار اور پیغمبروں کی نانیاں دادیاں کو فاحشہ بتلانا (فتاویٰ قادریہ ص ۲۵) فتاویٰ قادریہ کے مصنف مولانا محمد لدھیانوی ص ۲۶ پر مختصراً وجہ تکفیر بیان فرماتے ہیں......یعنی جو کفریات اس کے صاف صاف آیات قطعیات کے مخالف ہیں' ان پر ان کے ایمان کی بنیاد ہے جیسا کہ ازالہ اوہام میں عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے اور

جو خدا تعالیٰ جل شانہ نے ان کے معجزات مثل احیاء اموات وغیرہ وغیرہ جس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے‘ ان سب کو قادیانی‘ مشرکانہ خیال لکھ کر منکر قرآن ہو کر اپنا کفر ظاہر کر کے زمرہ مرتدین میں داخل ہوا۔ (فتاویٰ قادریہ ص ۲۶) مولانا محمد لدھیانوی کی اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ کس بنیاد پر مرزا غلام احمد پر کفر کا فتویٰ دیا گیا۔

(سب سے پہلا فتویٰ تکفیر‘ ص ۶۷)

یہ اقتباس جس کی عبارت کہیں کہیں بے ربط سی محسوس ہوتی ہے‘ مذکورہ کتاب سے نقل مطابق اصل ہے۔ صرف غیر ضروری باتوں کو نقطے (٠٠٠٠٠) ڈال کر حذف کیا گیا ہے۔ اس عبارت کے مطابق لدھیانہ کے علماء نے ۱۸۸۴ء میں مرزا غلام احمد پر اس لیے کفر کا فتویٰ لگایا تھا کہ وہ خود کو مسیح موعود کہتا ہے۔ معجزات قرآن کا انکار کرتا ہے۔ پیغمبروں کی نانیوں دادیوں کو فاحشہ بتاتا ہے اور مسیح علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا قرار دیتا ہے۔ آیئے ہم دیکھیں کہ ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد کے عقائد ونظریات میں یہ باتیں شامل تھیں یا مضمون ابھی در بطن شاعر تھا۔

۱۸۸۴ء تک مرزا غلام احمد کی کتاب براہین احمدیہ (چہار جلد) کے علاوہ کوئی قابل ذکر کتاب شائع نہیں ہوئی تھی۔ اس براہین احمدیہ کے متعلق مولانا ابوالحسن علی ندوی (علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں کہ اس میں مرزا صاحب حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور دوبارہ اترنے کا اقرار کرتے ہیں۔ یعنی وہ حیات مسیح کے قائل ہیں اور خود مسیح یا مثیل مسیح ہونے کے قائل نہیں۔ نیز یہ کہ اس کتاب میں مرزا غلام احمد‘ حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے قائل ہیں اور کسی جدید نبوت اور وحی کا انکار کرتے ہیں۔

(قادیانیت‘ مطالعہ وجائزہ‘ ص ۹۔۵۸)

اور مرزا غلام احمد خود بھی لکھتا ہے کہ ’’میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ پھر واپس آئیں گے۔‘‘ (روحانی خزائن‘ (ایام الصلح‘ جلد ۱۴‘ ص ۲۷۲)

ان دو حوالوں سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ براہین احمدیہ کے زمانے کا مرزا غلام احمد نہ وفات مسیح کا قائل تھا اور نہ خود مسیح یا مثیل مسیح ہونے کا دعوے دار تھا۔ یہ دعاوی پہلی

مرتبہ اس نے اپنے رسائل فتح اسلام اور توضیح مرام میں کیے ہیں جو ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئے تھے' اور پیغمبروں کی نانیوں اور دادیوں کے متعلق مرزا غلام احمد کے مکروہ ریمارکس اس کے بھی بعد کی بات ہے اور یہ ضمیمہ انجام آتھم میں شائع ہوئے تھے جو ۱۸۹۶ء کی تصنیف ہے۔ گویا ۱۸۸۴ء میں جن وجوہ کی بنا پر بقول مصنف کتاب مذکور مرزا غلام احمد پر لدھیانویوں نے کفر کا فتویٰ لگایا وہ ۱۸۹۰ء تک بھی اس کے عقائد میں موجود نہیں تھیں' جب بنیاد موجود نہ ہو تو عمارت کیسے کھڑی کی جاسکتی ہے۔

مزید سنیئے! مولانا دلاوری نومبر ۱۸۸۴ء (۱۳۰۲ھ) میں ہونے والی مرزا غلام احمد کی دوسری شادی کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا صاحب ایسے وقت میں جب کہ علمائے امت نے ہنوز مرزا صاحب کے کفر وارتداد کا فتویٰ صادر نہیں کیا تھا اور مرزا صاحب بھی اب تک اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار نہیں دیتے تھے کسی مسلمان کو (بارات کے) ساتھ نہ لے گئے ہوں۔ (رئیس قادیان جلد اول ص ۸۶)

قارئین! دیکھ لیجئے' ایک طرف کہا جاتا ہے کہ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں لدھیانہ کے علماء نے مرزا غلام احمد پر فتویٰ تکفیر جاری کر دیا تھا اور دوسری طرف مولانا دلاوری فرماتے ہیں کہ ۱۳۰۲ھ میں بھی علمائے امت کی طرف سے تکفیر مرزا کا فتویٰ صادر نہیں ہوا تھا۔ ہم کیا کہیں؟ دونوں طرف بڑے لوگ ہیں' تاہم سیدھی سی بات تو یوں لگتی ہے کہ یا تو فتویٰ موجود نہیں تھا یا مولانا دلاوری لدھیانہ والوں کو زمرہ علماء میں شامل نہیں سمجھتے تھے۔

آگے چلیے! ہمیں بتایا جاتا ہے کہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی اپنے سفر حج میں حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ جو ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۹۰ء کا واقعہ ہے اور پیر صاحب فرماتے ہیں کہ ''عرب شریف قیام کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ مجھے اسی جگہ رہائش اختیار کر لینے کا خیال پیدا ہو گیا مگر حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہو گا جس کا سد باب صرف آپ کی ذات سے متعلق

ہے۔ اگر اس وقت آپ محض اپنے گھر میں خاموش ہی بیٹھے رہے تو بھی علمائے عصر کے عقائد محفوظ رہیں گے اور وہ فتنہ زور نہ پکڑ سکے گا۔ (اس کے بعد پیر صاحب کا سوانح نگار لکھتا ہے) جیسا کہ آپ کی تصنیفات وملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے آپ پر بعد میں انکشاف ہوا کہ اس فتنہ سے مراد قادیانیت تھی۔''

(مہر منیر از مولوی فیض احمد ۱۹۸۷ء' ص ۱۲۹)

حافظ عبدالرشید ارشد صاحب نے بھی پیر مہر علی صاحب کو کئے گئے اس ارشاد کا ذکر اپنی کتاب ''بیس بڑے مسلمان'' میں ص ۹۸ پر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حاجی صاحب نے اپنے مرید کو فرمایا: ''ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا' تم ضرور اپنے وطن چلے جاؤ۔ اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بھی بیٹھے رہو تو بھی وہ فتنہ ترقی نہ کرے گا اور ملک میں سکون رہے گا۔''

یہ آج سے ایک سو گیارہ سال پہلے کی بات ہے' جب حاجی صاحب نے اپنے ایک مرید کو ایک ایسے فتنے سے آگاہ کیا جو عنقریب نمودار ہونے والا تھا۔ ۱۸۹۰ء میں ہونے والے اس کشف کو فتنہ قادیانیت پر چسپاں کرنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ ۱۸۸۰ء کے عشرے میں یہ فتنہ ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا (جبھی تو ۱۸۹۰ء کے عشرے میں اس کے ظاہر ہونے کی پیشگوئی کی جارہی تھی) اور اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ حاجی صاحب کے اس فرمان کے وقت مرزا غلام احمد کے کوئی ایسے عقائد منظر عام پر نہیں آئے تھے جس کی بناء پر اس کو فتنہ قرار دیا جاسکتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کے ساتھیوں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یہ جو ابن ملجم ہے' اس کے ارادے خطرناک لگتے ہیں (یاد رہے کہ ابن ملجم وہ شخص ہے جس نے کچھ دنوں بعد حضرت علیؓ کو شہید کیا) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ''بھائی اگر اس کے ارادے خطرناک ہیں تو میں کیا کروں؟ سزا جرم کے سرزد ہونے پر دی جاتی ہے' جرم کے امکان پر نہیں دی جاسکتی'' ادھر حاجی صاحب ۱۸۹۰ء میں فرما رہے تھے کہ فتنہ (قادیانیت) نمودار ہوگا' لیکن ہمارے بعض بزرگوں کے بقول علمائے لدھیانہ نے ۱۸۸۴ء ہی میں

مرزا غلام احمد کو سزا بھی سنا دی۔ کیا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ شیخ المشائخ کا کشف خام تھا کہ فتنہ ظاہر ہو چکا تھا' لیکن انھیں ابھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ یا لدھیانہ والوں کو حضرت خضر علیہ السلام کے علوم و معارف اور اختیارات کا (جزوی طور پر ہی سہی) حامل سمجھتے ہیں جنہوں نے ایک لڑکے کو اس لیے مار دیا تھا کہ کہیں آئندہ وہ اپنے کفر اور سرکشی سے اپنے والدین کو عاجز اور پریشان نہ کر دے۔

ایک سو سترہ سال قبل کے لٹریچر کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۸۴ء میں مرزا غلام احمد کے کفر و اسلام کی بحث چلی تھی۔ دونوں طرف احناف کے اکابرین تھے اور بات کا تصفیہ دیو بند کے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو حکم ماننے پر ہوا اور حکم نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ مرزا غلام احمد غیر مقلد ہے۔ بالفاظ دیگر انھوں نے ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد کو مسلمان قرار دے دیا تھا۔ سطور ذیل میں ہم یہ روئیداد مولوی محمد لدھیانوی کی کتاب فتاویٰ قادریہ سے نقل کرتے ہیں:۔

''مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدھیانہ آ کر ۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں' عباس علی صوفی اور منشی احمد جان مع مریدان اور مولوی محمد حسن مع اپنے گروہ اور مولوی شاہ دین اور عبدالقادر اور مولوی نور محمد مہتمم مدرسہ حقانی وغیرہ نے اس دعویٰ کو تسلیم کر کے امداد پر کمر باندھی۔ منشی احمد جان نے مع مولوی شاہ دین و عبدالقادر ایک مجمع میں جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ صاحب کے تھا' بیان کیا کہ علی الصبح مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اس شہر لدھیانہ میں تشریف لائیں گے اور اس کی تعریف میں نہایت مبالغہ کر کے کہا کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا گویا وہ اول مسلمان ہوگا۔ مولوی عبداللہ صاحب مرحوم برادرم نے بعد کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا: اگرچہ اہل مجلس کو میرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہوگا لیکن جو بات خدا جل شانہ نے اس وقت میرے دل میں ڈالی ہے' بیان کیے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوتا۔ وہ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی جس کی تم تعریف کر رہے ہو' بے دین ہے۔ منشی احمد جان بولا کہ میں اول کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم یا صوفی حسد کرے گا۔

راقم الحروف (مولوی محمد) نے مولوی عبداللہ صاحب کو بعد برخاست ہونے جلسہ کے کہا کہ جب تک کوئی دلیل معلوم نہ ہو بلا تامل کسی کے حق میں زبان طعن کی کھولنی مناسب نہیں۔ دوسرے دن قادیانی مع دو ہندوؤں کے لدھیانہ آیا...... جس روز قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد و مولوی عبداللہ صاحب و مولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔ ع

برعکس نہند نام زنگی کافور

اور گردونواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کئے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے۔ اس کی کتاب کو کوئی نہ خرید کرے۔ اس موقع پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا بلکہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہماری تحریر کی تردید میں ایک طور مار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی صاحب کو مرد صالح قرار دیا اور ایک نقل اس کی مولوی شاہ دین و مولوی عبدالقادر اپنے مریدوں کے پاس روانہ کی۔ چنانچہ مولوی شاہ دین نے برسر بازار روبرو مریدان منشی احمد جان و متبعان قادیانی یہ کہہ کر کہ مولوی رشید احمد صاحب نے مولوی صاحبان کی تردید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے' پھر اس کے اٹکل پچو معنی کر کے زوروشور کے ساتھ سنایا۔

مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اڑائیں۔ مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو صالح کیسے لکھ دیا۔ جناب باری میں دعا کر کے سو گئے۔ خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا۔ غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے۔ اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط مناقض یکے بعد دیگرے معرض وجود میں آنے لگے؟ اور اس تحریر کی راقم الحروف نے یہ تردید لکھی...... (کہ اے مولوی رشید احمد صاحب) آپ جیسے اہل فضل سے تعجب ہوا کہ جو کلمات صرف

کفریہ ہیں ان کی تاویلات کے درپے ہوئے' دیدہ دانستہ اس کو صالح مسلمان قرار دے کر عوام کو گمراہی میں ڈال دیا...... پھر اس تحریر کو ہم تینوں (لدھیانوی علماء) ساتھ لے کر جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ میں پہنچے' دوسرے روز مولوی رشید احمد صاحب ملاقات کے واسطے تشریف لائے۔ بعد ازاں مولوی محمد یعقوب صاحب بھی براہ مہمان نوازی ملنے کو آئے۔ راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی کا بطور اجمال زبانی بیان کیا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر بطور ظلیت آنحضرت ﷺ اس پر ورود الہامات کا ہوتا ہو تو کیا عجب ہے؟ میں نے کہا اگر اہل کتاب یہود و نصاریٰ یہ اعتراض کریں کہ جیسا کہ قادیانی پر بسبب ظلیت آیات قرآنی نازل ہو رہی ہیں' ایسا ہی تمہارے پیشوا خود مستقل پیغمبر نہیں تھے بلکہ بسبب اتباع ابراہیم علیہ السلام کے ان پر قرآن بطور الہام نازل ہوا ہوگا تو پھر آپ کیا جواب دوگے؟ مولوی صاحب نے لاجواب ہو کر یہ فرمایا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا' کیونکہ آپ اس کے کل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی کتاب براہین کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے۔ بعد ازاں ہم (یعنی علمائے لدھیانہ) نے تحریر مذکورۃ الصدر کو بتاریخ ۱۴ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ مولوی رشید احمد کی خدمت میں بر سر عام جس میں مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم وغیرہ علما و فضلائے نامدار موجود تھے' پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں تک آتا تھا آپ کی خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراضات وارد کئے گئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک علم تھا میں نے لکھ دیا تھا' زیادہ اس سے مجھ کو علم نہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے کر آیت ''واما السائل فلاتنہر'' پڑھ کر فرمایا اس کا جواب عنایت فرمائیں۔ مولوی صاحب نے تحریر کو واپس دے کر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوب بڑے ہیں۔ اس باب میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب نے

کھڑے ہو کر بآواز بلند فرمایا کہ جو لوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اس کا وبال آپ کی گردن پر ہو گا یا ہماری گردن پر۔ بعد ازاں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ فوراً مولوی رشید احمد صاحب کے بڑے صاحبزادہ نے مع گروہ کثیر جس میں چند عالم مثل مولوی محمود حسن صاحب مدرس مدرسہ مراد آباد وغیرہ داخل تھے' آ کر شور و غل مچایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ سب کے سب شور مت کرو۔ صرف ایک شخص کلام کرے۔ مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے' میں نے کہا یہ امر غلط ہے۔ فریق ثانی نے کہا کہ اب انکار کرتے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا۔ ہمارا اول سے یہی عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر ہے اور جو شخص اس کا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے۔ جس کو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان میں آ کر کسی ثالث کے مکان پر بحث کر لے۔ اس مکان پر بحث کرنے کا موقع نہیں۔ کیونکہ یہاں پر یہ مثل مشہور صادق آ رہی ہے کہ ایک ناک والا سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا فوراً سب کے سب اول ہی بول اٹھے کہ نکو آیا۔ یہ کلام سن کر سب خاموش ہو گئے' کسی نے گفتگو کرنے کا نام بھی نہ لیا۔ پھر میں نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ جو آپ نے کل بوقت ملاقات قادیانی کے بارے میں فرمایا تھا' اس کو تحریر بھی کر دو گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ بھی لکھ دوں گا کہ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے' لیکن فی الحال بسبب کاروبار جلسہ کے مجھ کو فراغت نہیں۔ دو تین روز کے بعد لکھ کر روانہ کر دوں گا' یا آپ میری طرف سے تحریر کر لینا۔ چنانچہ مولانا صاحب نے حسب وعدہ ایک فتویٰ اپنے ہاتھ سے لکھ کر ہمارے پاس ڈاک میں ارسال فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ ''یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا اور معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی

اویسیت ہے" (فتاویٰ قادریہ ص ۱۷۱)

"رئیس قادیان" میں ان واقعات کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی تلخیص درج ذیل ہے:۔

"شاہزادہ صفدر بیگ کے مکان پر مدرسہ اسلامیہ کے اہتمام کے متعلق ایک جلسہ تھا' جس میں منشی احمد جان' مولوی شاہ دین اور مولوی عبدالقادر صاحبان نے بیان کیا کہ کل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی لدھیانہ تشریف لائیں گے' اور ان کی مدح وستائش میں سخت مبالغہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ جو شخص ان پر ایمان لائے گا وہ گویا اول المسلمین ہوگا۔ اس پر مولوی عبداللہ صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ مرزائے قادیان جس کو تم اس درجہ بڑھا چڑھا رہے ہو' وہ انتہا درجہ کا ملحد اور زندیق شخص ہے۔ جلسہ برخاست ہونے کے بعد مولوی عبداللہ کے بھائی مولوی محمد صاحب نے اپنے بھائی سے کہا کہ جب تک کوئی قطعی دلیل موجود نہ ہو کسی شخص کے خلاف زبان طعن نہ کھولنی چاہیئے۔ مولوی عبداللہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا' لیکن آخر الامر خدائے برتر نے اس موقع پر یہ الفاظ میرے منہ سے نکلوا دیئے"۔ (رئیس قادیان' جلد ۲' ص ۱۔۲)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ لدھیانہ کے علماء کی اکثریت مرزا غلام احمد کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کئے ہوئے تھی۔ اس کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور اس کے مجدد ہونے کے دعوے کو قبول کرنے کی یہ کہہ کر لوگوں کو ترغیب دی جا رہی تھی کہ ایسا کرنا گویا اول المسلمین ہونا ہے۔ لدھیانہ کے تمام علماء میں سے صرف ایک شخص نے دوسروں سے اختلاف کیا' جن کا نام مولوی عبداللہ ہے' اور مولوی محمد لدھیانوی صاحب انہیں بھی مرزا صاحب کے خلاف آواز اٹھانے سے روک رہے تھے کہ ان کے پاس مرزا صاحب کے خلاف کوئی قطعی دلیل موجود نہیں تھی (حالانکہ براہین احمدیہ کی چار جلدیں شائع شدہ موجود ہیں) اس واقعہ کے اگلے روز ان علماء نے براہین احمدیہ کا مطالعہ کیا اور جو باتیں اس سے قبل ان کو اس کتاب میں نظر نہیں آئی تھیں یکا یک سامنے آ گئیں۔ چار جلدوں کی یہ کتاب ان بزرگوں نے چند گھنٹوں میں پڑھ ڈالی۔ پھر اس پر

تنقیدی نظر بھی ڈال لی۔ اس کے مندرجات میں سے قابل اعتراض حصوں کو الگ بھی کرلیا اور پھر ان پر مزید غور و خوض کر کے اس کتاب کے مصنف کے کفر و اسلام کا فیصلہ کر کے اسی روز دوپہر سے پہلے پہلے فتویٰ مرتب کر کے اور اس کی کاپیاں کروا کر اردگرد کے شہروں میں روانہ بھی کر دیا گیا۔ ہماری نظر سے یہ فتویٰ تا حال نہیں گزرا اور جس فتاویٰ قادریہ کا یہاں ذکر ہے' اس سے مغالطہ نہیں کھانا چاہئے۔ کیونکہ وہ تو ایک کتاب کا نام ہے جو شائد ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ اگر کوئی صاحب اصل فتوے کی طرف جو ۱۸۸۴ء میں جاری ہوا تھا ہماری رہنمائی کریں تو نوازش ہوگی' اس جملہ معترضہ کے بعد ہم آپ کو دوبارہ لدھیانوی گنگوہی تنازعہ کی طرف لے چلتے ہیں جس کے بارے میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مرحوم کہتے ہیں:۔

''۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ کو علمائے لدھیانہ دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ میں تشریف لے گئے اور قادیانی مسئلہ میں حضرت گنگوہی و دیگر اکابر سے بالمشافہ گفتگو فرمائی۔ رفع نزاع کے لیے دارالعلوم کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب کو جو صاحب کشف تھے حکم تسلیم کیا گیا۔'' (الرشید' دیوبند نمبر ص ۶۷۶)

جب کسی کو حکم تسلیم کرلیا جائے تو وہی بات حتمی ٹھہرتی ہے جس کا اعلان حکم کی طرف سے ہو اور فیصلہ جس فریق کی رائے کے خلاف ہو اسے اپنی رائے چھوڑنا پڑتی ہے ورنہ (تحکیم کے کوئی معنی باقی نہیں رہتے) اور اس موقع پر حکم یعنی مولوی محمد یعقوب صاحب نے جو فیصلہ دیا ہے وہ یہ ہے کہ ۱۸۸۴ء کا مرزا غلام احمد غیر مقلد (مسلمان) تھا اور اگرچہ یہ ٹھیک ہے کہ اس نے اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا اور نہ ہمیں یہ معلوم ہوسکا ہے کہ اسے کس روح کی اویسیت حاصل ہے اور نہ وہ کسی معروف فقہی مذہب کا مقلد ہے' لیکن وہ اسی طرح ایک سنی العقیدہ مسلمان ہے جس طرح دیگر غیر مقلدین ہیں۔

بعض دوست جب تحریک ختم نبوت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے براہین احمدیہ پر بعض لدھیانوی علماء کی تنقید کا ذکر کرتے ہیں تو یہ بتانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مولانا محمد

حسین بٹالوی مرحوم نے براہین کی تعریف اوران لدھیانوی علماء کی مخالفت کی تھی۔اوپر کے اقتباسات جو ہم نے فتاوی قادریہ نامی کتاب سے نقل کیے ہیں آپ کو واضح طور پر بتارہے ہیں کہ لدھیانہ والوں کی مخالفت کون کر رہا تھا؟ کون ان کے خلاف طومار لکھ کر لدھیانہ بھیج رہا تھا؟ مرزا کی حمایت میں لکھی گئی تحریروں کو عوام کے مجمعوں میں پڑھ پڑھ کر کون سنا رہا تھا؟ لدھیانوی علماء جمعہ کے خطبے میں کس کے دلائل و مضامین کی دھجیاں اڑا رہے تھے؟ علمائے لدھیانہ دیوبند جا کر کس کو خاموش کر رہے تھے؟ وہ کس کے ہاتھ میں اپنی تحریر دے کر اس کا جواب طلب کر رہے تھے؟ وہ کس کے متعلق کہہ رہے تھے کہ وہ مرزا کو مردصالح قرار دے کر عوام کی گمراہی کا سبب بن رہا ہے؟ وہ کس گروہ کثیر کو بے جا شوروغل مچانے کا مرتکب قرار دے رہے تھے؟ وہ کس کو ثالث کی موجودگی میں مناظروں کے چیلنج دے رہے تھے؟ اور کن کو ناک کٹے ہونے کا طعنہ دے رہے تھے؟

ان بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی حکیم مسعود احمد بن مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی محمود حسن' مولوی شاہ دین لدھیانوی' مولوی عبدالقادر لدھیانوی اور ناظرین یہ واقعات جو اپریل اور مئی ۱۸۸۴ء کے ہیں ان میں کہیں بھی مولانا محمد حسین بٹالوی موجود نظر نہیں آتے۔ مولانا بٹالوی صاحب کا قصور یہ ہے کہ درج بالا تحکیم کے بعد جب فریقین یعنی مولوی رشید احمد صاحب اور لدھیانوی علماء نے مرزا صاحب کو ایک غیر مقلد مسلمان تسلیم کرلیا تو انھوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کے جون' جولائی' اگست ۱۸۸۴ء کے شماروں میں براہین احمدیہ پر موافقانہ تبصرہ شائع فرمادیا۔ اب کچھ دوست اس تبصرے کو اٹھائے پھرتے ہیں کہ دیکھو مولوی محمد حسین نے کیا لکھ دیا تھا' لیکن یہ بتانے سے گریز کیا جاتا ہے کہ مولوی صاحب کا تبصرہ اس وقت سامنے آیا تھا جب دیوبند اور لدھیانے کے علماء باہم بحث وتمحیص اور تحکیم کے بعد ۱۸۸۴ء کے مرزا کے مسلمان ہونے کا فیصلہ دے چکے تھے۔ شاید وہ یہ نہیں جانتے کہ اس پس منظر میں مولوی صاحب کی یہ تحریر ایک ایسے شخص کی کتاب پر تبصرہ تھی جسے دیوبند

سے اسلام کی سند دی جا چکی تھی۔

جب ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد کے غلط عقائد منظر عام پر آ گئے تو مولانا بٹالوی نے ایک استفتا مرتب کیا اور حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی سے اس کا جواب حاصل کیا۔ پھر برصغیر کے کونے کونے کا سفر کر کے علماء کو فتنہ قادیانیت سے آگاہ کیا اور حضرت سید محمد نذیر حسین کا فتوی ان کے سامنے رکھ کر معاملے کی حقیقت سمجھائی۔ ۱۸۹۱ء کے برصغیر میں آج کے ذرائع رسل و رسائل نہ تھے' ذرائع مواصلات بھی محدود تھے' نہ ہر طرف ریل گاڑیاں جاتی تھیں' نہ سڑکوں کے وہ جال تھے جو آج نظر آتے ہیں' نہ ٹرینوں کی وہ فراوانی تھی جو آج ہے' نہ بسوں کی بہتات تھی' نہ تیز رفتار کاریں۔ اس کے باوجود اللہ کے اس بندے نے جون' جولائی اور اگست کے گرم موسم میں ہزاروں میل کا سفر کیا۔ وہ لکھنؤ بنارس اور دہلی گئے۔ وہ پٹنہ' سیالکوٹ اور راولپنڈی گئے۔ وہ کسی تنظیم کے نمائندے نہیں تھے۔ جو انھیں ٹی اے' ڈی اے ادا کرتی۔ وہ اپنے اوقات اور اموال صرف کر کے اس لیے ہر جگہ پہنچے کہ برصغیر کے تمام مکاتب فکر کے علماء کو ساتھ لے کر چلا جائے۔ وہ جہاں جہاں گئے' وہاں کے علماء کے سامنے سید محمد نذیر حسین محدث کا فتوی رکھا اور زبانی وضاحتیں کر کے اس پر علماء سے تائیدی دستخط کروائے۔ اس فتوے سے پہلے دیوبندی بزرگوں کا یہ حال تھا کہ بقول مولانا خلیل احمد سہارنپوری ان کے مشائخ شروع میں مرزا صاحب کے ساتھ ''حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محمل حسن پر حمل کرتے رہے۔'' تھے (عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین' ص ۲۶۸) اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے تھے کہ ''حضرت گنگوہی شروع میں نرم تھے' مرزا کی طرف سے تاویلیں کرتے تھے (مجالس حکیم الامت مع ملفوظات مرتبہ مفتی محمد شفیع' ص ۲۷۹) اللہ بھلا کرے محمد حسین بٹالوی کا کہ اس نے ان بزرگوں کو سید محمد نذیر حسین کا فتوی دکھا کر مرزا کے کذاب اور دجال ہونے کا قائل کیا اور پھر ان بزرگوں کی فراست کا بھی کیا کہنا کہ جب انھوں نے سند الوقت کا فتویٰ دیکھ لیا تو اس پر بلا چون و چرا ''یہ جواب صحیح ہے'' لکھ دیا۔ یاد رہے کہ میاں صاحب کے فتوے کی

تائید میں یہ الفاظ مولوی رشید احمد گنگوہی مرحوم کے ہیں جو اس سے پہلے مرزا صاحب کو مردِ صالح قرار دیا کرتے تھے۔ اسی لیے مرزا غلام احمد ساری عمر یہ کہتا رہا کہ ''فتنہ تکفیر کا تمام تر بوجھ نذیر حسین پر ہے۔'' باقی لوگوں نے تو اس کی مطابقت یا اس کے اغوا سے میرے کافر ہونے کے فتوے پر دستخط کر دیئے ہیں۔

بانیان تحریک ختم نبوت

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتابوں میں چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ اس کے خلاف تحریک شروع کرنے والے مولانا محمد حسین بٹالوی' سید نذیر حسین محدث اور ان کے ہم خیال علماء ہیں۔ دوسرے لوگ تو ان کی دیکھا دیکھی تحریک میں شامل ہوئے ہیں۔ ذیل میں ہم اپنے قارئین کی دلچسپی کے لیے مرزا کے لٹریچر سے کچھ اقتباسات درج کرتے ہیں' جن سے معلوم ہوگا کہ تحریک ختم نبوت کے حقیقی بانی اور قائدین کون ہیں۔ ہم اپنی گزارشات کا آغاز مرزا غلام احمد کی کتاب ''نشان آسمانی'' کے ایک اقتباس سے کرتے ہیں جس میں وہ اپنے مخالفین کا ذکر کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ اس کی تکفیر کرنے والے مختلف گروہوں میں سے ''موحدین اول المکفرین ہیں اور مقلدین ان کی اتباع سے ہیں'' (نشان آسمانی' مصنفہ ۱۸۹۲ء) یعنی اس کے عقائد ونظریات کا جائزہ لے کر سب سے پہلے اہل حدیث علماء نے اسے کافر قرار دیا ہے اور احناف مقلدین اس معاملے میں ان کے پیروکار ہیں۔ اسی بات کو ذرا وضاحت کے ساتھ انھوں نے انجام آتھم میں یوں بیان کیا:

''چونکہ علمائے پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنہ تکفیر وتکذیب حد سے گزر گیا ہے' اس تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے' مگر تاہم دوسرے مولویوں کا گناہ یہ ہے کہ انھوں نے اس نازک امر تکفیر میں اپنی عقل اور اپنی تفتیش سے کام نہیں لیا بلکہ نذیر حسین کے دجالانہ فتوے کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا' بغیر تحقیق وتنقیح کے ایمان لے آئے ہیں'' (روحانی خزائن جلد ۱۱ص ۴۵)

ایک اور جگہ اپنے مخالفین کا ذکر کرتے ہوئے وہ سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کو

اپنا سب سے بڑا مخالف قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''نذیر حسین دہلوی جو ان سب کا سرغنہ تھا جو دعوت مباہلہ میں اول المدعوین ہے۔'' (روحانی خزائن جلد ۲۲) (حقیقۃ الوحی) ص ۴۵۴)

حکیم نور دین اپنے ایک مکتوب میں کہتے ہیں کہ اس وقت مولوی محمد حسین بٹالوی' میاں عبدالحق غزنوی اور مولوی عبدالرحمٰن لکھوی پنجاب میں تین ایسے آدمی ہیں جن کو مرزا جی کی مخالفت میں بڑا جوش ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۳' ص ۶۳۰)

اس پس منظر میں مرزا صاحب کا درج ذیل ارشاد ملاحظہ فرمائیں' لکھا ہے:

''سہارنپور وغیرہ میں جو لوگ اس سلسلہ کو بری نظر سے دیکھتے ہیں اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ پنجاب کی طرف سے تکفیر کا فتوی تیار ہوا ہے اور پنجاب والوں نے پیش دستی کی ہے اور تہمتیں لگا کر بدنام کیا ہے۔'' (ملفوظات جلد ۳' ص ۴۵۴)

اس فتوی تکفیر کے متعلق دوسری جگہوں پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''نذیر حسین دہلوی نے (علیہ ما یستحقہ) تکفیر کی بنیاد ڈالی' محمد حسین بٹالوی نے کفار مکہ کی طرح یہ خدمت اپنے ذمہ لے کر تمام مشاہیر اور غیر مشاہیر سے کفر کے فتوے اس پر لگوائے۔'' (روحانی خزائن جلد ۱۲ سراج منیر ص ۷۵)

''شیخ محمد حسین صاحب رسالہ اشاعۃ السنۃ جو بانی مبانی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین دہلوی کے بعد تمام مکفروں کے گناہ کا بوجھ ہے''۔

(روحانی خزائن جلد ۱۲ (سراج منیر ص ۸۰)

''مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جرات کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجال رکھا اور میرے پر کفر کا فتوی لکھوا کر صدہا پنجاب و ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں اور مجھے یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دیا۔''

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۴۵۳)

''یاد کرو وہ زمانہ جب ایک مولوی تجھ پر کفر کا فتویٰ لگائے گا اور اپنے کسی حامی کو جس کا اثر لوگوں پر پڑ سکے' کہے گا کہ میرے لیے اس فتنہ کی آگ بھڑکا...... مولوی

ابو سعید محمد حسین صاحب نے یہ فتویٰ تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین دہلوی کو کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگا دے اور میرے کفر کی نسبت فتویٰ دیدے اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شائع کر دے۔ مولوی محمد حسین...... جو اول المکفرین بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔'' (روحانی خزائن (تحفۂ گولڑویہ) جلد ۱۷' ص ۲۱۵)

''نذیر حسین دہلوی جو ظالم طبع اور تکفیر کا بانی ہے'' (روحانی خزائن جلد ۱۸' ص ۲۳۸)

''مولوی محمد حسین صاحب وہ شخص ہیں کہ ان سے بڑھ کر کسی نے عداوت کا نمبر نہیں لیا۔ انھوں نے بنارس تک پھر کر کفر کا فتویٰ حاصل کیا اور ہر قسم کی مخالفت میں انھوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور کوئی کسر نہیں چھوڑی۔''

(ملفوظات جلد ۷' ص ۱۶۵)

''دوسرا فتنہ حقیقت میں محمد حسین بٹالوی کی طرف سے ہوا جس نے مسلمانوں کے خیالات کو اس عاجز کی نسبت بھڑکتی ہوئی آگ کے حکم میں کر دیا۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۲ (سراج منیر) ص ۵۷)

''اس فتنہ اندازی کے اصل بانی مبانی ایک شیخ صاحب محمد حسین نام ہیں...... شیخ صاحب کی فطرت کو تدبر اور غور اور حسن ظن کا حصہ قسام ازل سے بہت ہی کم ملا ہے۔ اسی وجہ سے سب سے پہلے استفتا کا کاغذ ہاتھ میں لے کر ہر ایک طرف یہی صاحب دوڑے۔ چنانچہ سب سے پہلے کافر اور مرتد ٹھہرانے میں میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے قلم اٹھایا اور بٹالوی کے استفتا کو اپنی کفر کی شہادت سے مزین کیا...... میاں صاحب موصوف اب ارذل العمر میں ہیں اور بجز زیادت غضب اور طیش اور غصہ کے اور کوئی عمدہ قوت غور اور خوض کی ان میں باقی نہیں رہی۔ بلکہ میں اگر غلطی نہیں کرتا تو میری رائے میں اب بباعث پیر فرتوت ہو جانے کے ان کے حواس بھی کسی قدر قریب الاختلال ہیں... غرض بانی استفتا بٹالوی صاحب اور اول المکفرین میاں نذیر حسین صاحب ہیں اور باقی سب ان کے پیرو ہیں جو اکثر بٹالوی صاحب کی دلجوئی اور

دہلوی صاحب کے حق استادی کی رعایت سے ان کے قدم پر قدم رکھتے گئے۔''

(روحانی خزائن جلد ۵' ص ۳۰-۳۱)

''اور یاد کرو وہ زمانہ جب ایک مکفر تجھ سے مکر کرے گا' جو تیرے ایمان سے انکاری ہوگا اور کہے گا کہ اے ہامان میرے لیے آگ بھڑکا (یعنی تکفیر کی آگ بھڑکا ہامان سے مراد نذیر حسین دہلوی ہے) میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کے خدا پر اطلاع پاؤں۔''

اور حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں ''فرعون سے مراد محمد حسین ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کشف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بالآخر ایمان لائے گا مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اسی قدر ہوگا کہ آمنت بالذی آمنت به بنو اسرائیل۔ یا پرہیزگار لوگوں کی طرح۔'' (روحانی خزائن جلد ۱۲ استفتا ص ۱۳۰)

''اور یاد کرو وہ وقت جب تیرے پر ایک شخص سراسر مکر سے تکفیر کا فتوی دے گا۔ (یہ ایک پیش گوئی ہے جس میں ایک بدقسمت مولوی کی نسبت خبر دی گئی ہے کہ ایک زمانہ آتا ہے جب کہ وہ مسیح موعود کی نسبت تکفیر کا کاغذ تیار کرے گا۔) اور پھر فرمایا کہ وہ اپنے بزرگ ہامان کو کہے گا کہ اس تکفیر کی بنیاد تو ڈال کہ تیرا اثر لوگوں پر بہت ہے اور تو اپنے فتوی سے سب کو برافروختہ کر سکتا ہے۔ سو تو سب سے پہلے اس کفر نامہ پر مہر لگا تا کہ سب علماء بھڑک اٹھیں اور تیری مہر دیکھ کر وہ بھی مہریں لگا دیں اور تا میں دیکھوں کہ خدا اس شخص کے ساتھ ہے یا نہیں کیونکہ میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں (تب اس نے مہر لگا دی) ابولہب ہلاک ہوگیا اور اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوگئے۔ (ایک وہ ہاتھ جس کے ساتھ تکفیر نامہ پکڑا اور دوسرا وہ ہاتھ جس کے ساتھ مہر لگائی یا تکفیر نامہ لکھا) اس کو نہیں چاہیے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے اور جو تجھے رنج پہنچے گا وہ تو خدا کی طرف سے ہے۔ جب وہ ہامان تکفیر نامہ پر مہر لگا دے تو بڑا فتنہ ہوگا...... اس الہام میں خدا تعالیٰ نے استفتا لکھنے والے کا نام فرعون رکھا اور فتوی دینے والے کا نام جس نے اول فتوی دیا ہامان۔'' (روحانی خزائن ضمیمہ تحفہ گولڑویہ جلد ۱۷' ص ۶۴-۶۷)

''اور یاد کرو وہ زمانہ جبکہ ایک ایسا شخص تجھ سے مکر کرے گا کہ جو تیری تکفیر کا بانی ہوگا اور اقرار کے بعد منکر ہو جائے گا (یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) اور وہ اپنے رفیق کو کہے گا (یعنی مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کو) کہ اے ہامان میرے لیے آگ بھڑکا یعنی کافر بنانے کے لیے فتوی دے۔ میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کے خدا کی تفتیش کروں اور میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ اس جگہ خدا تعالیٰ نے میرا نام موسیٰ رکھا تا اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ جس نظر سے یعنی نہایت تحقیر اور استخفاف سے فرعون نے موسیٰ کو دیکھا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرا ہی پرورش یافتہ ہے اور میں ہی اس کو ہلاک کروں گا۔ یہی طریقہ محمد حسین نے اختیار کیا اور نیز اس فتح کی طرف اشارہ ہے جو مقدر تھا کہ مجھے موسیٰ کی مانند فرعون پر حاصل ہوگی۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۸ (نزول المسیح) ص ۵۳۰)

''جس طرح یہودیوں کے علماء نے حضرت عیسیٰ پر فتوی تکفیر کا لگایا اور ایک فاضل یہودی نے وہ استفتا تیار کیا اور دوسرے فاضلوں نے اس پر فتوی دیا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس کے صدہا عالم فاضل جو اکثر اہل حدیث تھے'' انھوں نے حضرت عیسیٰ پر تکفیر کی مہریں لگا دیں۔ یہی معاملہ مجھ سے ہوا اور پھر جیسا کہ اس تکفیر کے بعد جو حضرت عیسیٰ کی نسبت کی گئی تھی' ان کو بہت ستایا گیا' سخت گالیاں دی گئیں' ہجو اور بدگوئی میں کتابیں لکھی گئیں۔ یہی صورت اس جگہ پیش آئی گویا اٹھارہ سو برس کے بعد وہی عیسیٰ پھر پیدا ہو گیا اور وہی یہودی پیدا ہو گئے۔'' (روحانی خزائن جلد ۱۹ (کشتی نوح) ص ۵۱-۵۰)

''آج سے ۲۶ برس پہلے ان دونوں صاحبوں کو بطور پیش گوئی کے فرعون اور ہامان کہا گیا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے ص ۵۱۰-۵۱۱ میں یہ عبارت درج ہے اذ یمکر بك الذی...... یاد کرو وہ زمانہ جب کہ ایک فرعون تجھے کافر ٹھرائے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ تو تکفیر کی آگ بھڑکا دے یعنی ایسا تیز فتوی لکھ کہ لوگ اس فتوی کو دیکھ کر اس شخص کے جانی دشمن ہو جائیں اور کافر سمجھنے لگیں تا کہ میں دیکھوں کہ موسیٰ کا خدا اس کی کچھ مدد کرتا ہے یا نہیں اور میں تو اس کو جھوٹا خیال کرتا ہوں...... اب

اس جگہ آنکھ کھول کر دیکھ لو کہ خدا نے مجھے اس جگہ موسیٰ ٹھہرایا اور مستفتی اور مفتی کو فرعون اور ہامان ٹھہرایا۔ (روحانی خزائن جلد ۲۲ حقیقت الوحی ۹۔۳۶۷)

اس بے چارے (محمد حسین بٹالوی) نے میری بدخواہی کے لئے اپنا آرام حرام کر دیا۔ بٹالہ سے بنارس تک اپنا قابل شرم استفتا لے کر میرے کفر کی نسبت مہریں لگواتا پھرا۔'' (روحانی خزائن (حقیقت المہدی) جلد ۱۴ص ۴۳۵)

''گورنمنٹ نے اس حاسد (محمد حسین) کی باتوں کی طرف کچھ توجہ نہ کی تو پھر اپنی قوم کو اکسانا شروع کیا اور میری نسبت یہ فتویٰ شائع کیا کہ اس شخص کا قتل کرنا موجب ثواب ہے۔ چنانچہ اس فتویٰ کو دیکھ کر اور کئی مولویوں نے بھی قتل کا فتویٰ دے دیا۔ پس بلاشبہ یہ سچ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے یہ سامان پیدا نہ کرتا کہ اس گورنمنٹ عالیہ کے زیر سایہ مجھے پناہ نہ دیتا تو معلوم نہیں کہ ایسے غازی مجاہد اب تک کیا کچھ نہ دکھاتے۔ یہ شخص بار بار مجھے امیر کابل کی دھمکی دیتا رہا ہے کہ وہاں چلو تو پھر زندہ نہ آؤ گے۔ یہ تو ہمیں معلوم تھا کہ یہ شخص امیر کابل کے پاس ضرور گیا تھا مگر یہ بھید اب تک نہیں کھلا کہ امیر نے اس شخص کو میرے قتل کی نسبت کیوں اور کس وجہ سے وعدہ دیا۔

(روحانی خزائن (حقیقت المہدی) جلد ۱۴ص ۶۔۴۳۵)

ومن المعترضين المذكورين شيخ ضال بطالوی و جار غوی يقال له' محمد حسين و قد سبق الكل فی الكذب والمين۔ وانه ابی واستكبر۔ واشاع الكبر واظهر حتی قيل انه امام المستكبرين و رئيس المعتدين رأس الغاوين هوالذی كفرنی قبل ان يكفر الآخرون۔

ترجمہ: فارسی از مرزا صاحب: و یکے اعتراض کنندگان شیخ گمراہ ساکن بٹالہ است کہ ہمسایہ گمراہ ماست او را محمد حسین مے گویند' واز ہمہ در دروغ و ناراستی سبقت بردہ است واو انکار کرد و تکبر نمود...... تا آنکہ گفتہ شد کہ او امام متکبران است و رئیس تجاوز کنندگان' وسر گمراہان است او ہماں شخص است کہ پیش از ہمہ

مرا کافر گفت۔ (روحانی خزائن جلد ۱۱ (انجام آتھم) ص ۲۴۱)

ترجمہ اردو: اور میرے معترضین میں میرا ایک گمراہ ہمسایہ محمد حسین بٹالوی ہے جو مجھ پر جھوٹ بولنے میں سب سے بڑھکر ہے۔ یہ میرا منکر اور اتنا بڑا متکبر ہے کہ امام متکبراں بن چکا ہے۔ یہ شخص تمام گمراہوں کا سردار ہے اور اسی نے سب سے پہلے مجھے کافر کہا۔

ایک جگہ مرزا صاحب نے اپنا ایک عربی الہام یوں درج فرمایا (اردو ترجمہ بھی انہی کا ہے)''

واذیمکربك الذی کفر اوقدلی یا ھامان لعلی اطلع علی اله موسی انی لا ظنه من الکذبین تبت یدا ابی لھب و تب ما کان له ان یدخل فیھا الا خائفا۔

اور یاد کرو وہ وقت جب تجھ سے وہ شخص مکر کرے گا جس نے تکفیر کی اور تجھے کافر ٹھہرایا اور کہا اے ہامان میرے لئے آگ بھڑکا تا میں موسیٰ کے خدا پر اطلاع پاؤں اور میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ ہلاک ہوگئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ آپ ہلاک ہوگیا۔ اس کو نہیں چاہیے تھا کہ اس معاملے میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے۔

یہ الہام اور ترجمہ خود مرزا صاحب کا ہے' جو انہوں نے حقیقۃ الوحی باب چہارم ص ۸۳۔۸۴ پر درج کیا ہے۔ اس کے حاشیے میں وہ خود ہی لکھتے ہیں''

مکفر سے مراد مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی ہے کیونکہ اس نے استفتا لکھ کر نذیر حسین کے سامنے پیش کیا اور اس ملک میں تکفیر کی آگ بھڑکانے والا نذیر حسین ہی تھا۔ اس جگہ ابولہب سے مراد ایک دہلوی مولوی ہے' جو فوت ہو چکا ہے اور یہ پیش گوئی ۲۵ برس کی ہے' جو براہین احمدیہ میں درج ہے اور یہ اس زمانہ میں شائع ہوچکی ہے جب میری نسبت تکفیر کا فتویٰ بھی ان مولویوں کی طرف سے نہیں نکلا تھا۔ تکفیر کے فتویٰ کا بانی بھی وہی دہلی کا مولوی تھا جس کا نام خدا تعالیٰ نے ابولہب رکھا اور تکفیر سے ایک مدت

دراز پہلے یہ خبر دے دی جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۸۴ـ۳۸)

ایک جگہ مرزا بشیر احمد مولوی محمد حسین کے متعلق لکھتا ہے کہ ''سب سے پہلا شخص جو کفر کا استفتا لے کر ملک میں ادھر ادھر بھاگا اور بعض بیعت کنندے بھی متزلزل ہو گئے۔'' (سیرۃ المھدی حصہ اول)

ایک جگہ مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

قوم کے علماء نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟......ان مولویوں میں سے ایک شخص محمد حسین نامی نے جو ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ اور ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور ہے' میرے پر ایک کفر کا فتویٰ لکھا اور بہت سے مولویوں کے اس پر دستخط کرائے اور مجھے کافر اور دجال ٹھہرایا یہاں تک کہ یہ فتویٰ دیا گیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے...... چنانچہ اشتہار مورخہ ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ مطبوعہ ایجرٹن پریس راولپنڈی کی پشت پر جو محمد حسین کی تحریک سے لکھے گئے ہیں یہ دونوں فتوے موجود ہیں مگر جب رعب گورنمنٹ سے ان فتوؤں پر عمل درآمد نہ ہو سکا تو محمد حسین نے ایک تدبیر سوچی کہ اس شخص (مرزا) کو نہایت سخت گالیوں اور دلآزار کلمات سے ہمیشہ رنج دینا چاہیے جیسا کہ اس نے اپنے رسالے اشاعۃ السنۃ مطبوعہ ۱۸۹۸ء میں کئی جگہ اس بات کا خود اظہار کیا ہے' اس قسم کی گالیوں اور بدزبانیوں کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے ایک چالاک شخص کو جس کا نام محمد بخش جعفر زٹلی ہے اور لاہور میں رہتا ہے مقرر کیا اور ہر ایک قسم کے گندے اشتہار خود لکھ کر اس کے نام سے چھپوائے اور در پردہ وہ سب کاروائی خود محمد حسین نے کی...... ان اشتہارات میں سے جو ۱۲۔ اگست ۱۸۹۸ء کا اشتہار ہے جو مطبع تاج الہند میں چھپا ہے اور ایسا ہی ایک دوسرا اشتہار جو ۲۵ ستمبر ۱۸۹۸ء میں مطبع فخر الدین پریس لاہور میں طبع ہوا اور ایسا ہی ایک تیسرا اشتہار اور ضمیمہ...... جو اسی مطبع سے طبع ہوا ہے......ان کے متواتر زخموں کے بعد مجھے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء لکھنا پڑا جس میں جھوٹے کی ذلت خدا تعالیٰ سے طلب کی ہے......پس جبکہ یہ ظلم محمد حسین اور اس کے گروہ یعنی محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کا حد سے

زیادہ گذر گیا اور مجھے اس حد تک ذلیل کیا گیا کہ کوئی ایسا لفظ ذلت کا نہ چھوڑا جو میری نسبت استعمال نہ کیا اور پھر مباہلہ کے لئے متواتر درخواست بھیجی تو بالآخر میں نے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جاری کیا۔'' (روحانی خزائن جلد ۱۴ص ۸۔۱۹۶)

اور پھر حکومت کو متوجہ کرنے کے لئے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔'' بالآخر ایک اور ضروری امر گورنمنٹ کی توجہ کے لئے یہ ہے کہ محمد حسین نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۸ نمبر ۳ ص ۹۵ میں میری نسبت اپنے گروہ کو اکسایا ہے کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ پس جب کہ ایک قوم کا سرگروہ میری نسبت واجب القتل ہونے کا فتوی دیتا ہے تو مجھے گورنمنٹ عالیہ کے انصاف سے امید ہے کہ جو کچھ ایسے شخص کی نسبت قانونی سلوک ہونا چاہیے وہ بلاتوقف ظہور میں آوے تاکہ اس کے معتقد ثواب حاصل کرنے کے لئے اقدام قتل کے منصوبے نہ کریں۔ فقط راقم خاکسار مرزا غلام احمد قادیان۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸'' (روحانی خزائن (کشف الغطا) جلد ۱۶ص ۲۲۶)

ایک جگہ مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

اس عاجز کی بھی مسیح کی طرح ذلت کی گئی ہے۔ کوئی کافر کہتا ہے اور کوئی ملحد اور کوئی بے ایمان نام رکھتا ہے اور فقیہ اور مولوی صلیب دینے کو بھی تیار ہیں جیسا کہ میاں عبدالحق اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ اس شخص کے لئے مسلمانوں کو کچھ ہاتھ سے بھی کام لینا چاہیے'' (روحانی خزائن جلد ۳ (ازالہ اوہام حصہ اول) ص ۳۰۰۔)

سید نذیر حسین محدث کی وفات پر مرزا صاحب نے لکھا:

تمام مولویوں کے شیخ المشائخ مولوی نذیر حسین دہلوی اس دنیا کو چھوڑ گئے۔ وہی میری نسبت سب سے پہلے فتوی دینے والے تھے جنہوں نے میرے کفر کا فتوی دیا تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے استاد تھے۔ اور انہوں نے مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے استفتا پر یہ کلمات میری نسبت لکھے تھے کہ ایسا شخص ضال مضل اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور ایسے لوگوں کو مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہیں کرنا چاہیے اور اس مولوی نے یہ فتوی دے کر تمام پنجاب میں آگ لگادی تھی اور لوگ اس قدر ڈر گئے تھے

کہ شاید اس قدر تعلق سے بھی ہم کافر ہو جائیں گے۔

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۹۔ ۲۵۸)

قارئین ہم نے مذکورہ بالا چند حوالہ جات صرف اس غرض سے درج کئے ہیں کہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ تحریک ختم نبوت شروع کرنے والے کون ہیں؟ مرزا غلام احمد کی تصانیف کو کھنگالا جائے تو اس طرح کی بے شمار عبارات اور بھی نکل آئیں گی جن سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مرزا کے خلاف تحریک اور اس کے خلاف متفقہ فتویٰ تکفیر کی اولیت و سعادت اہل حدیث اکابرین کو حاصل ہوئی ہے۔

مقابلہ تفسیر نویسی

تحریک ختم نبوت کا ایک اہم واقعہ وہ چیلنج ہے جو ایک دوسرے کے بالمقابل تفسیر نویسی کے لئے مرزا غلام احمد نے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کو دیا تھا۔ اس چیلنج کے ساتھ مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کی اہانت کی ایک الہامی پیش گوئی بھی فرمائی تھی۔ سطور ذیل میں اس چیلنج اور پیش گوئی اور ان کے انجام کی روئیداد بیان کی جاتی ہے۔

مولانا بٹالوی کو مخاطب کر کے مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

جس قدر آپ اس عاجز کی نسبت بباعث اپنی نادانی کے دروغ گوئی کے الزام لگاتے ہیں، وہ اسی قسم کے اعتراض ہیں جو اس سے پہلے نابکار لوگوں نے انبیاء علیہم السلام پر کئے ہیں۔ مگر آپ پر تکبر اور غرور اور خود پسندی کا اعتراض ہے جو اسی معلم الملکوت کا خاصہ ہے جو آپ کا قرین دائمی ہے...... اب میں اللہ جل شانہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو بدکار مفتری کو بے سزا نہیں چھوڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے جیسے مجھے مسیح ابن مریم قرار دیا، ایسا ہی آدم بھی قرار دیا اور فرمایا کہ اردت ان استخلف فخلقت آدم یعنی میں نے ارادہ کیا کہ دنیا میں اپنا خلیفہ مقرر کروں سو میں نے آدم کو پیدا کیا یعنی اس عاجز کو۔ سو جب کہ میں آدم ٹھہرا تو میرے لئے ایک نکتہ چین بھی چاہیے تھا، جو اول لوگوں کی نظر میں ملکوت میں داخل ہوا اور پھر الی یوم الدین کا جامہ پہنے، سو اب معلوم ہوا کہ وہ آپ ہی ہیں۔

(روحانی خزائن ص ۵۹۷ جلد ۵)

اسی تحریر میں آگے چل کر مولانا بٹالوی کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا گیا ہے، لکھا ہے:

ایک مختصر جلسہ ہو کہ منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے چند سورتیں قرآن کریم کی

جن کی عبارت ۸۰ آیت سے کم نہ ہو، تفسیر کے لئے منتخب کر کے پیش کریں، اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سورۃ ان میں سے نکال کر جسے دیں اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے، اور اس تفسیر کے لئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جاوے کہ بلیغ فصیح زبان عربی...... میں قلم بند ہو اور دس جزو سے کم نہ ہو اور جس قدر اس میں حقائق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہوں بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں، جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں اور بایں ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں، بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں اور کتاب کے آخر میں سو شعر لطیف، بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرتؐ میں بطور قصیدہ درج ہوں، اور جس بحر میں وہ شعر ہونے چاہئیں وہ بحر بھی قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے اور فریقین کو اس کام کے لئے چالیس دن کی مہلت دی جائے، اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے سنا دیں، پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق و معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا یا یہ کہ شیخ محمد حسین اس عاجز سے برابر رہا تو اس وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا۔

(روحانی خزائن جلد ۵ ص ۶۰۲ ـ ۶۰۳)

اس کے بعد مرزا صاحب رقم طراز ہیں:

چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین بٹالوی کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا" یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور بایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر، تو اس دعا کے بعد الہام ہوا کہ ادعونی استجب لکم یعنی دعا کرو کہ میں قبول کروں گا، آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے، اس مضمون کے لکھنے کے وقت خداتعالیٰ نے دعا کے لئے دل کھول دیا، سو میں نے اسی طرح رقت دل سے مقابلہ میں فتح پانے کے لئے دعا کی اور میرا دل کھل گیا، اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام

جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مھین من ارادا ھانتك (میں اس شخص کو رسوا کروں گا جو تیری اہانت کا قصد کرے) وہ اسی موقع کے لئے ہوا تھا' میں نے اسی موقع کے لئے ۴۰ دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی ہے' اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ (روحانی خزائن جلد ۵ ص ۶۰۴ ۔ مجموعہ اشتہارات' جلد اول ص ۳۸۲ ۔ ۳۸۳' تذکرہ ص ۲۳۲)

یہ اشتہار ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء کو شائع ہوا اور اس میں جس الہام کا ذکر ہوا ہے تذکرہ میں لکھا ہے کہ وہ الہام: انی مھین من اراداھانتك حضرت اقدس کو ۱۸۹۲ء میں بمقام لاہور شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ہوا تھا۔

(تذکرہ ص ۱۹۶ بر حاشیہ از مرتب بحوالہ الحکم جلد ا نمبر ۶ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۸۹۷ ص ۲)

لاہور میں ہونے والے اس الہام کے متعلق مرزا صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں ''میں نے بیچارہ (محمد حسین) کو لاہور کے ایک بڑے جلسہ میں یہ الہام بھی سنا دیا کہ انی مھین من ارادا ھانتك ' کہ میں اس کی اہانت کروں گا' جو تیری اہانت کے درپے ہو' مگر تعصب ایسا بڑھا ہوا تھا کہ یہ الہامی آواز اس کے کان تک نہ پہنچ سکی۔'' (روحانی خزائن جلد ۸ سر الخلافہ کے آخر پر ایک اشتہار ص ۳۹۸) ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۹۲ء میں لاہور میں مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا کہ خدا محمد حسین کو ذلیل وخوار کرے گا' لیکن اس وقت یہ تعین نہیں کیا گیا تھا کہ ذلت وخواری کتنی مدت کے اندر ہوگی' تفسیر نویسی کے چیلنج والے اشتہار میں مدت کا تعین کر دیا گیا کہ وہ ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ سے شروع ہو کر ۴۰ دن ہے۔

تفسیر نویسی کے اس چیلنج کے سلسلہ میں مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کو جو خط لکھا وہ مجموعہ اشتہارت جلد اول میں ص ۳۹۱ ۔ ۳۹۲ کے حاشیہ پر محفوظ ہے' ہم اسے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

لاہور ۱۸ اپریل ۱۸۹۳ء غلام احمد قادیانی

تمہارے چند اوراق کتاب وساوس کے ہم دست عزیزم مرزا خدا بخش اور دو رجسٹرڈ خط موصول ہوئے۔ (۱) میں تمہاری اس کتاب کا جواب لکھنے میں مصروف

تھا' اس لئے تمہارے خط کے جواب میں توقف ہوا' اب اس سے فارغ ہوا ہوں تو جواب لکھتا ہوں (۲) میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں' مباہلہ کے لئے طیار ہوں' بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو بھی حاضر ہوں' میری نسبت جو تم کو الہام ہوا ہے اس کی اجازت دینے کو بھی مستعد ہوں' مگر ہر بات کا جواب و اجابت رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں' جوانہی باقی ماندہ ایام اپریل میں ہو گا' انشاء اللہ تعالیٰ (۳) تمہارا سابق تحریرات میں قید لگانا کہ دو ہفتہ میں جواب آوے اور آخری خط میں یہ لکھنا کہ ۲۰ اپریل تک جواب ملے ورنہ گریز مشتہر کیا جائے گا' کمال درجہ کی خفت و وقاحت ہے' اگر بعد اشتہار انکار ادھر سے اجابت کا اشتہار ہو تو پھر کون شرمندہ ہوگا (۴) ہماری طرف سے جو جواب خط نمبری ۲۱ مورخہ ۹ جنوری ۱۸۹۳ء کے لئے ایک ماہ کی میعاد مقرر ہوئی تھی' اس کا لحاظ تم نے یہ کیا کہ تیسرے مہینے کے آخر میں جواب دیا' پھر اپنی طرف سے یہ حکومت کہ جواب دو ہفتہ یا ۲۰ اپریل تک آدے' کیوں موجب شرم نہ ہوئی' تم نے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہے! اور اس حکومت کی کیا وجہ ہے' جن پر حکومت کرتے ہو وہ تم کو دجال' کذاب' کافر و زندیق سمجھتے ہیں' پھر وہ ایسی حکومتوں کو کیونکر تسلیم کریں' کیا تم نے سب کو اپنا مرید ہی سمجھ رکھا ہے' ذرا عقل سے کام لو' کچھ تو شرم کرو' دین سے تعلق نہیں رہا تو کیا دنیا سے بھی بے تعلق ہو' اس خط کی رسید ڈاکخانہ سے لی گئی ہے' وصولی سے انکار کرو گے تو وہ رسید تمہاری مکذب ہوگی۔ ابوسعید محمد حسین عفا اللہ عنہ' ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ

مولانا کے خط کے جواب میں ۱۹ اپریل کو مرزا صاحب نے یہ اشتہار شائع کیا۔

آپ کا خط دوسری شوال ۱۳۱۰ھ کو مجھ کو ملا الحمد للہ والمنۃ کہ آپ نے میرے اشتہار مورخہ ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء کے جواب میں بذریعہ اپنے خط ۱۸۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو مجھ کو مطلع کیا ہے کہ میں بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں' خاص کر مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے خط کی دفعہ ۲ میں صاف لکھ دیا کہ میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں' سو اس اشتہار کے متعلق باتیں جن

کو آپ نے قبول کر لیا صرف تین ہی ہیں' زیادہ نہیں' اول یہ کہ ایک مجلس قرار پا کر قرعہ اندازی کے ذریعہ سے قرآن کریم کی ایک سورۃ جس کی آیتیں ۸۰ سے کم نہ ہوں تفسیر کے لئے قرار پاوے اور ایسا ہی قرعہ اندازی کے رو سے قصیدہ کا بحر تجویز کیا جائے' دوسری یہ کہ وہ تفسیر قرآن کریم کے ایسے حقائق و معارف پر مشتمل ہو جو جدید ہوں' اور منقولات کی مد میں داخل نہ ہو سکیں' اور بایں ہمہ عقیدہ متفق علیھا اہل سنت والجماعت سے مخالف بھی نہ ہو اور یہ تفسیر عربی بلیغ فصیح اور مقفی عبارت میں ہو' اور ساتھ اس کے سو شعر عربی بطور قصیدہ حضرت نبی کریم ﷺ کی مدح میں ہو' تیسری یہ کہ فریقین کے لئے چالیس دن کی مہلت ہو' اس مہلت میں جو کچھ لکھ سکتے ہوں' لکھیں اور پھر ایک مجلس میں سنا دیں' مجھے اس بات سے بھی خوشی ہوئی کہ میری تحریر کے موافق آپ مباہلہ کے لئے بھی تیار ہیں' آپ کے خط کے ساتھ اس خط کو چھاپ کر آپ کی خدمت میں نذر کرتا ہوں اور ایفاء وعدہ کا منتظر ہوں۔ الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ۱۹ اپریل ۱۸۹۳ء

ادھر مولانا بٹالوی نے اپنی دیگر مصروفیات سے فارغ ہوتے ہی اپنا ماہنامہ اشاعۃ السنۃ مرتب کر کے شائع فرما دیا' جس میں تفسیر نویسی کے چیلنج کے بارے میں آپ نے لکھا کہ قادیانی کی یہ درخواست کوئی نیا چیلنج نہیں ہے' پہلے بھی وہ اپنے "آسمانی فیصلہ" کے صفحہ ۲۲ پر یہ درخواست کر چکا ہے' اور اس کا دندان شکن جواب اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ نمبر اول کے صفحہ ۲۷ پر دیا جا چکا ہے' اب میں اس چیلنج کا جواب دیتا ہوں کہ قادیانی صاحب میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں' حاضر ہوں' حاضر ہوں' جب چاہیں لاہور میں خواہ بٹالہ میں' میں فوراً حاضر ہو جاؤں گا اور اگر آپ نے قبول کیا یا اکثر ارکان مجلس نے پسند کیا تو اسی مجلس میں تفسیر نویسی کے مقابلہ سے پہلے آپ کی سابقہ عربی تحریریں مثلاً خطبہ وساوس جن پر آپ کو اور آپ کے پیروؤں کو جن پر بڑا ناز ہے پیش کیا جائے گا' اسی طرح آپ کے وہ اسرار و معارف حقائق قرآن جو آپ نے اپنی کتابوں فتح اسلام' توضیح مرام' ازالہ اوہام اور وساوس میں بیان کئے ہیں بغرض تنقیح و تنقید اس مجلس علماء میں پیش کئے جائیں گے' اگر عربی کی ان مکروہ و نفرت انگیز عبارتوں کو سن کر جو

آپ نے ان کتابوں میں درج کی ہیں حاضرین باندماق کی طبیعت متلا نہ جائے اور آپ کے بیان کردہ اسرار وحقائق کو خالص کفر والحاد نہ ثابت کروں تو کہنا' ایسی حالت میں آپ کو دوبارہ مقابلہ کی مصیبت اٹھانے اور چالیس دن تک اس تکلیف کے لئے کسی جگہ مقید رہنے کی حاجت نہ رہے گی' اور آپ کی حقیقت ہر کس و ناکس کو معلوم ہو جائے گی' آپ اس مجلس مقابلہ کا انتظام واہتمام فرمائیے' توقف اور چون وچرا نہ کیجئے'

(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ ص ۱۸۹۔۱۹۱ منقول از رئیس قادیان جلد ۲ ص ۱۲۷۔)

اور چالیس روز کے اندر اہانت کی پیش گوئی کے انجام کے بارے میں مولانا نے اشاعۃ السنۃ میں لکھا'' ناظرین آج ۱۳ ار شوال ۱۳۱۰ھ ہے' قادیانی کی مقررہ میعاد سے تین دن اوپر ہو چکے ہیں' مگر میں خدائے برتر کے فضل وانعام کا مورد ہوں' میری صحت اچھی ہے' قوی صحیح سالم ہیں' اولاد میں قادیانی سے فائق ہوں' جائز اور حلال آمدنی قادیانی سے زیادہ رکھتا ہوں' میری خداداد عزت کو ترقی ہے' باقیات صالحات کے لئے توفیق رفیق ہے' اگر خدا ان کو قبول کرے تو میری نجات کے لئے کافی ہیں' دن بھر نصرت دین سید المرسلینؐ اور رد کفریات قادیانی کے لئے ایسی توفیق دیا گیا ہوں کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی' الغرض ان چالیس دنوں میں ہر طرح کی فرحت' آسائش' صحت عافیت شامل حال رہی۔فالحمدللہ علی ذالك......

(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ ص ۱۸۴۔۱۸۵ منقول از رئیس قادیان جلد دوم ص ۱۱۳۔۱۱۴)

اہانت کی پیش گوئی کا جو حال ہوا وہ اس عبارت سے ظاہر ہے۔تاہم مرزا صاحب نے اسے دل سے نہیں لگایا اور یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ گویا مولانا بٹالوی خاموش ہو گئے ہیں' فرمایا:

واضح ہو کہ شیخ بٹالوی صاحب کی خدمت میں اشتہار جس میں بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے ان کو دعوت دی گئی تھی' بتاریخ یکم اپریل ۱۸۹۴ء پہنچایا گیا تھا' چنانچہ مرزا خدابخش صاحب جو اشتہار لے کر گئے تھے یہ پیغام لائے کہ بٹالوی صاحب نے وعدہ کر لیا ہے جو یکم اپریل سے دو ہفتہ تک جواب چھاپ کر بھیج دیں گے' سو دو ہفتہ تک

انتظار جواب رہا' اور کوئی جواب نہ آیا' پھر ان کو دوبارہ یاد دلایا گیا تو انہوں نے بذریعہ اپنے خط کے جو میرے اشتہار میں چھپ گیا ہے یہ جواب دیا کہ ہم اپریل کے اندر اندر جواب چھاپ کر روانہ کر دیں گے' چنانچہ اب اپریل بھی گذر گیا اور بٹالوی صاحب نے دو وعدے کر کے تخلف وعدہ کیا' ہم ان پر کوئی الزام نہیں لگاتے' مگر انہیں آپ شرم کرنی چاہیئے کہ وہ آپ تو دوسروں کا نام بلا تحقیق کاذب اور وعدہ شکن رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کا کچھ بھی پاس نہیں کرتے' تعجب کہ یہ جواب صرف ہاں یا نہیں ہو سکتا تھا' مگر انہوں نے ایک مہینہ گذار دیا' اور یہ مہینہ ہمارا صرف انتظار ہی میں ضائع ہوا' اب ہمیں بھی دو ضروری کام پیش آ گئے' ایک ڈاکٹر کلارک کے ساتھ مباحثہ' دوسرے ایک ضروری رسالہ کا تالیف کرنا جو تائید اسلام کے لئے بہت جلد امریکہ بھیجا جائے گا' جس کا یہ مطلب ہوگا کہ دنیا میں سچا اور زندہ مذہب صرف اسلام ہے' اس لئے بٹالوی صاحب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر ان دونوں کاموں کی تکمیل کے پہلے آپ کا جواب آیا تو ناچار کوئی دوسری تاریخ آپ کے مقابلہ کے لئے شائع کی جائے گی' جو ان دونوں کاموں سے فراغت کے بعد ہوگی ...... یہ اشتہار حجۃ الاسلام مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۸ مئی ۱۸۹۳ میں شائع ہوا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۴۱۴۔۴۱۵)

مولانا اپنے رسالہ میں جواب اور قبولیت چیلنج کا اشتہار شائع کر چکے تھے' مرزا صاحب نے اس کا ذکر نہیں کیا' اور اگر انہیں کسی وجہ سے تا حال وہ شمارہ نہیں ملا تھا تو بعد میں کسی نہ کسی وقت مل ہی گیا ہوگا' یعنی انہیں مولانا کا جواب پہنچ گیا ہوگا کہ قادیان کے سوا کسی جگہ کا انتخاب کر کے اطلاع دو ہم پہنچ جائیں گے' اور باوجودیکہ مرزا صاحب اس اشتہار میں کہہ چکے ہیں کہ ہم مباحثے اور کتاب کی تیاری کے بعد تاریخ مقرر کریں گے انہوں نے ایسا نہیں کیا اور پہلو بچا کر نکل گئے۔

یہ روئیداد ہے' اس چیلنج اور اس کے انجام کی جو مرزا صاحب نے ۱۸۹۳ء میں اپنی علمیت' روحانیت اور مسیحیت ثابت کرنے کے لئے مولانا محمد حسین بٹالوی کو بالمقابل تفسیر نویسی کے لئے دیا تھا اور ساتھ ہی بتا رکھا تھا کہ ۴۰ روز کے اندر مولانا بٹالوی کو

ذلت وخواری سے دو چار ہونا پڑے گا' ہم نے آج سے ایک سو آٹھ سال پہلے ہونے والے اس واقعہ سے متعلق جانبین کی تحریریں آپ کے سامنے رکھ دی ہیں' فیصلہ خود فرمالیجئے کہ میدان سے فرار کون ہوا۔ آپ محسوس فرمالیں گے کہ مرزا صاحب نے مولانا کی آخری تحریر کہ تاریخ و مقام کا تعین کر کے اطلاع دو' کی رسید تک نہیں دی اور اپنے متبعین کو اشتہار مورخہ ۸ مئی ۱۸۹۳ء کے ذریعہ یہی باور کرانے کی کوشش کی کہ مولانا گریز کر رہے ہیں۔ حالانکہ مولانا کا وعدہ تھا کہ وہ جواب اپنے رسالے کے آنے والے شمارے میں دے دیں گے اور پھر انہوں نے حسب وعدہ چیلنج کی قبولیت کا اعلان کر کے مرزا صاحب سے کہہ دیا کہ وہ جگہ و تاریخ کا تعین کر کے اطلاع دیں' رسالہ اشاعۃ السنۃ ان کو جاتا تھا اور ان کے بعض مریدوں کو بھی' کبھی نہ کبھی تو متعلقہ شمارہ ان کی نظر سے گذرا ہوگا' لیکن انہوں نے یہ وعدہ کرنے کے باوجود کہ مولانا کا جواب آنے اور اپنے مباحثے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد تاریخ مقرر کر کے مولانا کو اطلاع دیں گے' ایسا نہیں کیا اور میدان سے بھاگ گئے۔

❁ ❁ ❁

مباہلہ امرتسر ۱۸۹۳ء

مباہلہ کے معنی بقول مرزا غلام احمد قادیانی ''لغت عرب کی رو سے اور نیز شرعی اصطلاح کی رو سے یہ ہیں کہ دو فریق مخالف ایک دوسرے کے لئے عذاب اور خدا کی لعنت چاہیں'' (روحانی خزائن جلد ۱۷ (اربعین نمبر ۲) حاشیہ ص ۳۷۷)

اس تعریف کے مطابق ۱۸۹۳ء میں مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا عبدالحق غزنوی کے درمیان مباہلہ ہوا' جو اپنے نتیجے کے لحاظ سے فیصلہ کن ہے۔ ہم اس مباہلے کی تفصیلات بیان کرتے ہیں اور چونکہ اس سلسلے میں خط و کتابت اور چیلنج بازی کا آغاز فروری ۱۸۹۱ء میں ہو گیا تھا اس لئے ہم بھی بات کو وہیں سے شروع کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی یکم رجب ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۱۔فروری ۱۸۹۱ء کو اپنے ایک مکتوب بنام امام عبدالجبار صاحب غزنوی میں رقم طراز ہیں:

مشفقی اخویم مولوی عبدالجبار صاحب!

السلام علیکم! ایک اشتہار جو عبدالحق کے نام سے جاری کیا گیا ہے جس میں مباہلہ کی درخواست کی ہے کل کی ڈاک میں مجھ کو ملا۔ چونکہ میں نہیں جانتا کہ عبدالحق کون ہے۔ آیا کسی گروہ کا مقتدی یا مقتدا ہے۔ اس وجہ سے آپ ہی کی طرف خط ہذا لکھتا ہوں اس خیال سے کہ میری رائے میں وہ آپ ہی کی جماعت میں سے ہے اور اشتہار بھی دراصل آپ ہی کی تحریک سے لکھا گیا ہوگا۔ پس واضح ہو کہ مباہلہ پر مجھے کسی طرح سے اعتراض نہیں۔ لیکن امور مفصلہ ذیل کا تصفیہ ہونا پہلے مقدم ہے:

اول یہ کہ چند مولوی صاحبان نامی جیسے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی' مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری بالاتفاق یہ فتویٰ لکھ دیں کہ ایسی

جزئیات خفیفہ میں اگر الہامی یا اجتہادی طور پر اختلاف واقع ہو تو اس کا فیصلہ بذریعہ لعن طعن کرنے اور ایک دوسرے کو بددعا دینے کے جس کا دوسرے لفظوں میں مباہلہ نام ہے' کرنا جائز ہے' جزوی اختلاف میں جو ہمیشہ سے علماء وفقراء میں واقع ہوتے رہتے ہیں مباہلہ کی درخواست کرنا یہ غزنوی بزرگوں کا ہی ایجاد ہے۔ سو پہلے یہ ضروری ہے کہ فتوی لکھا جاوے اور اس فتوے پر ان تینوں مولوی صاحبان کے دستخط ہوں۔ جس وقت وہ استفتاء مصدقہ بمواہیر علماء میرے پاس پہنچے تو پھر حضرات غزنوی مجھے امرتسر پہنچا سمجھ لیں۔ نیز یہ بھی دریافت طلب ہے کہ جیسا کہ نجران کے نصاریٰ کی ایک جماعت تھی آپ کی کوئی جماعت ہے یا صرف اکیلے میاں عبدالحق صاحب قلم چلا رہے ہیں۔ تیسرا یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ اس اشتہار کے لکھنے والے درحقیقت کوئی صاحب آپ کی جماعت میں سے ہیں جن کا نام عبدالحق ہے یا یہ فرضی نام ہے اور یہ بھی دریافت طلب ہے کہ آپ بھی مباہلین کے گروہ میں داخل ہیں یا کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ اگر داخل نہیں تو کیا وجہ؟ اور پھر وہ کون سی جماعت ہے جن کے ساتھ نساء وابناء واخوان بھی ہوں گے' جیسا کہ منشاء آیت کا ہے۔ ان تمام امور کا جواب بواپسی ڈاک ارسال فرمادیں اور نیز یہ سارا خط میاں عبدالحق کو بھی حرف بحرف سنا دیں اور میاں عبدالحق نے اپنے الہام میں جو مجھے جہنمی اور ناری لکھا ہے اس کے جواب میں مجھے کچھ ضرورت لکھنے کی نہیں ہے کیوں کہ مباہلہ کے بعد خود ثابت ہو جائے گا کہ اس خطاب کا مصداق کون ہے۔ الراقم: خاکسار غلام احمد یکم رجب ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء

مجموعہ اشتہارات جلد ا ص ۲۰۷۔۲۱۰ پر شائع شدہ اس خط کے بعد مرزا صاحب نے اس سلسلہ میں ۱۲ اپریل ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس کا عنوان ''مباہلہ کے اشتہار کا جواب'' رکھا۔ اب ہم اس اشتہار سے چند عبارتیں نقل کرتے ہیں:

''ناظرین کو معلوم ہوگا کہ میاں عبدالحق صاحب غزنوی کے پہلے اشتہار کے جواب میں جو مباہلہ کے لئے انہوں نے شائع کیا تھا اس عاجز نے یہ جواب لکھا تھا کہ مسلمانوں کے جزئی اختلافات کی وجہ سے باہم مباہلہ کرنا عندالشرع ہرگز جائز نہیں۔

ہمیں مسنون مباہلہ سے انکار نہیں۔اگر انکار ہے تو ایسے مباہلہ سے جس کا قرآن و حدیث سے نشان نہیں ملتا۔(پھر مباہلے کی شرائط کا ذکر کر کے کہتے ہیں) اب ناظرین یاد رکھیں کہ جب تک یہ تمام شرائط نہ پائے جائیں تو عندالشرع مباہلہ ہرگز جائز نہیں......پس میاں عبدالحق اوران کے پوشیدہ انصار کو مناسب ہے کہ اگر مباہلہ کا شوق ہے تو سنت نبویؐ اور کلام رب عزیز کا اقتدا کریں۔قرآن کریم کے منشا کے خلاف اگر مباہلہ ہو تو وہ ایمانی مباہلہ نہیں ہوگا۔افغانی مباہلہ ہو تو ہو۔اب میں ایک دفعہ پھر مولوی صاحبان کو جنہیں پہلے اشتہار میں مخاطب کیا گیا تھا۔یعنی محمد حسین بٹالوی' مولوی رشید گنگوہی' مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے' مولوی شیخ عبیداللہ تبتی' مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر قصوری جنہیں اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں مخاطب کیا گیا تھا اتماماً للحجۃ دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ اگر میرے دعاوی اور بیانات کی نسبت انہیں تردد ہو تو حسب شرائط اشتہار سابقہ مجلس مباحثہ کی منعقد کر کے ان اوہام کا ازالہ کرالیں۔''

(المشتہر مرزا غلام احمد۔(مجموعہ اشتہارات جلد اص ۲۱۶۔۲۱۱)

مرزا صاحب کے خط اور اشتہار سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ وہ مولانا عبدالحق صاحب سے مباہلہ سے گریز کر رہے ہیں اور مباہلے کے بجائے مباحثے کی تجویز پیش کر رہے ہیں۔اس گریز کا ان کے مریدین پر بھی اثر پڑ رہا تھا جیسا کہ مولانا رفیق دلاوری صاحب لکھتے ہیں کہ ''جب سردار محمد علی خان مالیر کوٹلوی نے جو ہر مہینہ ۸۰ روپے بھیج کر قادیانی صاب کی مٹھی گرم کیا کرتے تھے' دیکھا کہ قادیانی صاحب مباہلہ سے جی چراتے ہیں تو ان کے نام چٹھی لکھ کر مباہلہ کی تحریک کی۔خاکسار راقم الحروف (دلاوری صاحب) سردار محمد علی خان کی چٹھی پر تو دسترس نہیں پا سکا البتہ ذیل میں قادیانی صاحب کے جواب کا خلاصہ مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۱۴۔۱۵ سے نقل کیا جاتا ہے۔انہوں نے لکھا تھا۔

میرے پیارے دوست نواب محمد علی خان......آپ کا محبت نامہ عین انتظار میں

مجھ کو ملا جس کو میں نے تعظیم سے دیکھا اور ہمدردی اور اخلاص کے جوش سے حرف بحرف پڑھا۔ یہ عاجز چاہتا ہے کہ ایک مجلس علماء کی جمع ہو اور ان میں وہ لوگ بھی جمع ہوں جو مباہلہ کی درخواست کرتے ہیں۔ پہلے یہ عاجز انبیاء کے طریق پر شرط نصیحت بجا لائے اور صاف صاف بیان سے اپنا حق ہونا ظاہر کرے۔ جب اس وعظ سے فارغ ہو جائے تو درخواست کنندہ مباہلہ اٹھ کر یہ کہے کہ وعظ میں نے سن لیا مگر میں اب بھی یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص کاذب اور مفتری ہے...... تب اس کے بعد مباہلہ شروع ہو' مباہلہ سے پہلے کسی قدر مناظرہ ضروری ہوتا ہے تا کہ حجت پوری ہو جائے۔ کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی نبی نے ابھی تبلیغ نہیں کی اور مباہلہ پہلے ہی شروع ہو گیا۔ غرض اس عاجز کو مباہلہ سے ہرگز انکار نہیں۔ یہ عاجز انشاء اللہ ایک ہفتہ تک کتاب ازالہ اوہام کے اوراق مطبوعہ آپ کے لئے طلب کرے گا۔ مگر شرط یہ ہے ابھی آپ کسی پر ان کو ظاہر نہ کریں۔ اس کا مضمون اب تک امانت رہے۔ خاکسار: مرزا غلام احمد

علماء کا مجمع ہو جس میں مرزا صاحب اپنے عقائد بیان کریں' پھر مباہلہ ہو یعنی اس سے قبل علماء کو ان کے عقائد سے واقفیت نہیں تھی جب کہ مرزا صاحب عرصہ سے اپنے دعاوی بذریعہ تقریر و تحریر اشتہارات و اخبارات سارے ملک میں پہنچائے جا رہے تھے۔ اس پس منظر میں درج بالا شرائط محض بچنے کے بہانے تھے۔ وہ مباہلہ چاہتے ہی نہیں تھے' جیسا کہ وہ اپنے اشتہار میں مباحثے کے لئے علماء کو دعوت دے کر ظاہر کر چکے تھے لیکن چونکہ ایک صاحب حیثیت مرید کو مطمئن رکھنا بھی ضروری تھا اس لئے انہوں نے خط اس انداز میں لکھا' اگرچہ اس میں بھی انہوں نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ میں مباہلے کی منظوری کا بذریعہ اشتہار اعلان کرنے جا رہا ہوں۔

قصہ مختصر یہ کہ مرزا صاحب کو فروری ۱۸۹۱ء میں جب مباہلے کا چیلنج دیا گیا تو انہوں نے اسے قبول نہیں فرمایا' دوسری طرف مولانا عبدالحق غزنوی کا اصرار جاری رہا کہ مرزا صاحب بحث مباحثے چھوڑ کر میدان مباہلہ میں فیصلہ کے لئے آ دیں' جوں جوں مولانا کا اصرار بڑھتا رہا مرزا صاحب کے مریدین بھی مرزا صاحب پر زور دینے

لگے کہ وہ میدان میں نکلیں' اس دوطرفہ یلغار سے مجبور ہو کر مرزا صاحب نے مباہلے کا اشتہار دے دیا جو درج ذیل ہے:

''پہلے صرف اس وجہ سے میں نے مباہلہ سے اعراض کیا تھا کہ میں جانتا تھا کہ مسلمانوں سے ملاعنہ جائز نہیں' مگر اب مجھ کو بتلایا گیا ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہے' سو میں مامور ہوں کہ ایسے لوگوں سے جو آئمۃ التکفیر ہیں اور مفتی اور مولوی اور محدث کہلاتے ہیں' اور ابناء اور نساء بھی رکھتے ہیں' مباہلہ کروں' اور پہلے ایک مجلس میں ایک مفصل تقریر کے ذریعے ان کو اپنے دلائل سمجھا دوں اور اسی مجلس میں ان تمام الزامات اور شبہات کا جو ان کے دل میں خلجان کرتے ہیں جواب بھی دے دوں اور پھر اگر وہ کافر کہنے سے باز نہ آویں تو ان سے مباہلہ کروں۔ سو اب میں مامور ہون جو انہیں لوگوں سے جو آئمۃ التکفیر ہیں یعنی نذیر حسین دہلوی اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور جو ان کے ہم رتبہ اور ہم خیال ہیں مباہلہ کی درخواست کروں' لہٰذا ان آئمۃ التکفیر کے نام مباہلہ کا اشتہار ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔

''ان تمام مولویوں اور مفتیوں کی خدمت میں جو اس عاجز کو جزئی اختلافات کی وجہ سے یا اپنی نافہمی کے باعث سے کافر ٹھہراتے ہیں' عرض کیا جاتا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو گیا ہوں کہ آپ لوگوں سے مباہلہ کی درخواست کروں اور اس طرح پر کہ اول آپ کو مجلس مباہلہ میں اپنے عقائد کے دلائل از روئے قرآن اور حدیث کے سناؤں' اگر پھر بھی آپ لوگ تکفیر سے باز نہ آویں تو اسی مجلس میں مباہلہ کروں۔ سو میرے پہلے مخاطب میاں نذیر حسین دہلوی ہیں اور اگر وہ انکار کریں تو پھر شیخ محمد حسین بطالوی اور اگر وہ انکار کریں تو پھر بعد اس کے تمام وہ مولوی صاحبان جو مجھ کو کافر ٹھہراتے اور مسلمانوں میں سرگروہ سمجھے جاتے ہیں اور میں ان تمام بزرگوں کو آج کی تاریخ سے جو دہم دسمبر ۱۸۹۲ء ہے چار ماہ تک مہلت دیتا ہوں' اگر چار ماہ تک ان لوگوں نے مجھ سے بشرائط متذکرہ بالا مباہلہ نہ کیا اور نہ کافر کہنے سے باز آئے تو پھر

اللہ تعالیٰ کی حجت ان پر پوری ہو گی۔"

(روحانی خزائن جلد ۵ (دافع الوساوس/آئینہ کمالات اسلام) ص ۲۵۲-۲۶۲)

جب حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کو اس چیلنج کی خبر ہوئی تو انہوں نے لکھا:

"مرزا صاحب مجھے آپ کا چیلنج منظور ہے' آپ جس وقت چاہیں اور قادیان کو چھوڑ کر جہاں آپ کا مسکن ہونے کی وجہ سے فساد کا اندیشہ ہے' لاہور' بٹالہ یا جس مقام پر چاہیں مجلس مباہلہ منعقد کر لیں۔ آپ اس مجلس میں شوق سے اپنے عقائد کے دلائل پیش کریں' پھر میں اسی مجلس میں آپ کی کتابوں کی نسبت دعویٰ کروں گا کہ یہ کفر اور کذب سے بھری ہوئی ہیں اور پھر جھوٹے پر ایک نہیں ہزار دفعہ لعنت کروں گا' وہ الفاظ جن پر آپ قسم کھائیں گے اور پھر جھوٹے پر لعنت کریں گے' یہ ہوں گے۔ میں غلام احمد قادیانی خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ جو عقائد میں نے آجکل ظاہر کئے ہیں کہ قرآن اور حدیث کی قطعی شہادت سے حضرت عیسیٰ بن مریم انتقال فرما گئے ہیں اور مسیح موعود کی ذات سے خدا اور رسولؐ خدا کی مراد میری ہی ذات ہے' جبریل امین خود انبیاء کے پاس کبھی نہیں آئے بلکہ وہ آسمان اور سورج سے کبھی جدا نہیں ہو سکتے' اسی طرح ملک الموت وغیرہ ملائکہ بھی بذات خود آسمان سے جدا نہیں ہوتے اور مطلق نبوت کا خاتمہ نہیں ہوا وغیرہ' عقائد جو رسالہ اشاعۃ السنۃ میں آپ کی تصانیف سے نکال کر شائع ہوئے ہیں' خدا اور اس کے رسول کے نزدیک صحیح اسلامی عقائد ہیں' قرآن و حدیث میں ان عقائد کے متعلق جو الفاظ وارد ہیں ان کے یہی معنی خدا رسولؐ کی مراد ہیں جو میں نے مراد لئے ہیں اور ان الفاظ نصوص کے یہی معنی آنحضرتؐ کے اصحاب' تابعین اور آئمہ دین نے جو قرون ثلاثہ میں گذرے ہیں سمجھے تھے' اگر میں قادیانی اس بیان میں جھوٹا ہوں تو مجھ غلام احمد قادیانی پر وہ لعنت نازل ہو جو آج تک کسی ملعون پر نازل نہیں ہوئی۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ ص ۱۶۳-۱۶۷' منقول از رئیس قادیان جلد دوم ص ۱۱۵-۱۱۶)

قارئین! مرزا صاحب نے مباہلے والا اشتہار دافع الوساوس میں شائع کیا تھا جو اگرچہ ۱۸۹۲ء کے آخر کی تصنیف ہے لیکن وہ فروری ۱۸۹۳ء میں طبع ہو کر منظر عام پر

آئی، گویا جس چیلنج کے قبول کرنے کے لئے انہوں نے دہم دسمبر ۱۸۹۲ء سے چار ماہ دیئے تھے اس عرصے کے دوڈھائی ماہ تو انہوں نے خود ہضم کر لئے' ان کا خیال تھا کہ کتاب دیر سے باہر نکلے تو دیر سے لوگوں کو ملے گی' چھ سات سو صفحے کی اس کتاب کو پڑھنے اور اس میں درج عقائد ونظریات کا جائزہ لینے میں بھی علماء کا وقت صرف ہوگا اور جب تک وہ مباہلے کے چیلنج کا جواب دینے کے قابل ہوسکیں گے۔ چار ماہ کی مدت جو دہم دسمبر ۱۸۹۲ء سے شروع ہوچکی تھی ختم ہوچکی ہوگی' اور پھر وہ کہیں گے کہ دیکھو کوئی میدان میں نہیں نکلا' لیکن خدا کا کرنا یہ ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا بٹالوی نے کتاب پڑھ کر ایک لمحے کی دیر نہیں کی اور اپنے رسالے میں درج بالا جوابی چیلنج شائع فرمادیا جس سے مرزا صاحب پر گھڑوں پانی پڑ گیا اور ان کی سٹی گم ہوکر رہ گئی' اور انہوں نے اس موضوع پر مکمل خاموشی اختیار فرمالی۔

تاہم اب مباہلے کی بات چل نکلی تھی' لوگ مرزا صاحب کے مریدوں کو بھی طعنے دینے لگے کہ دیکھو تمہارا سربراہ میدان میں نکلنے سے کترا رہا ہے' لہٰذا تم جھوٹے ہو' ایسے ہی طعنوں سے تنگ آ کر مرزا صاحب کے ایک مرید حافظ محمد یوسف صاحب نے حضرت مولانا عبدالحق غزنوی سے مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے کذب وصدق پر مباہلہ کرلیا' مرزا صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے مرید کو شاباش دی اور اس فعل کو سند قبول عطا فرمانے کے لئے ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جو درج ذیل ہے:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کچھ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ غزنوی صاحبوں کی جماعت میں سے جو امرتسر میں رہتے ہیں ایک صاحب عبدالحق نام نے اس عاجز کے مقابلہ پر مباہلہ کے لئے اشتہار دیا تھا مگر چونکہ اس وقت یہ خیال تھا کہ یہ لوگ کلمہ گو اور اہل قبلہ ہیں' ان کو لعنتوں کا نشانہ بنانا جائز نہیں' اس لئے اس درخواست کے قبول کرنے سے اس وقت تک تامل رہا' جب تک کہ ان لوگوں نے کافر ٹھہرانے میں اصرار کیا اور پھر تکفیر کا فتویٰ تیار ہونے کے بعد اس طرف سے بھی مباہلہ کا اشتہار دیا گیا' جو کتاب آئینہ

کمالات اسلام کے ساتھ بھی شامل ہے۔ ابھی تک کوئی شخص مباہلہ پر نہیں آیا' مگر مجھ کو اس بات کے سننے سے بہت خوشی ہوئی کہ ہمارے ایک معزز دوست حافظ محمد یوسف صاحب نے ایمانی جوانمردی اور شجاعت کے ساتھ ہم سے پہلے اس ثواب کو حاصل کیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حافظ صاحب اتفاقاً ایک مجلس میں بیان کر رہے تھے کہ مرزا صاحب یعنی اس عاجز سے کوئی آمادہ مناظرہ یا مباہلہ نہیں ہوتا' اور اس سلسلہ گفتگو میں حافظ صاحب نے فرمایا کہ عبدالحق نے جو مباہلہ کے لئے اشتہار دیا تھا' اب اگر وہ اپنے تئیں سچا جانتا ہے تو میرے مقابلہ پر آوے' میں اس مباہلہ کے لئے تیار ہوں' تب عبدالحق جو اسی جگہ کہیں موجود تھا' حافظ صاحب کے غیرت دلانے والے لفظوں سے طوعاً اور کرہاً مستعد ہو گیا اور حافظ صاب کا ہاتھ پکڑ لیا کہ میں تم سے اسی وقت مباہلہ کرتا ہوں۔ مگر مباہلہ فقط اس بارہ میں کروں گا کہ میرا یقین ہے کہ مرزا غلام احمد و مولوی حکیم نور دین اور مولوی محمد احسن یہ تینوں مرتدین اور کذابین اور دجالین ہیں۔ حافظ صاحب نے فی الفور بلا تامل منظور کیا کہ میں اس بارہ میں مباہلہ کروں گا کیونکہ میرا یقین ہے کہ یہ تینوں مسلمان ہیں۔ تب اسی بات پر حافظ صاحب نے عبدالحق سے مباہلہ کیا اور گواہان مباہلہ منشی محمد یعقوب اور میاں نبی بخش اور میاں عبدالہادی اور میاں عبدالرحمٰن عمر پوری قرار پائے' اور چونکہ اس عاجز کی طرف سے مباہلہ کا اشتہار شائع ہو چکا ہے لہذا اسی اشتہار میں خاص طور پر میاں محمد حسین بٹالوی اور میاں محی الدین لکھوکے والا اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور ہر ایک نامی مولوی یا سجادہ نشین کو جو اس عاجز کو کافر سمجھتا ہو مخاطب کر کے عام طور پر شائع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنے تئیں صادق قرار دیتے ہیں تو اس عاجز سے مباہلہ کریں' اس مباہلہ کے لئے اشخاص مندرجہ ذیل بھی خاص مخاطب ہیں' محمد علی واعظ' ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ' منشی سعداللہ مدرس لدھیانہ' منشی محمد عمر سابق ملازم لدھیانہ' مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ' میاں نذیر حسین دہلوی' حافظ عبدالمنان وزیر آبادی' میاں پیر حیدر شاہ وزیر آبادی' میاں محمد اسحاق پٹیالوی' راقم مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء...... (منقول از مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۳۹۵-۳۹۹)

یاد رہے کہ مباہلے کا پہلا چیلنج مولانا عبدالحق غزنوی صاحب نے دیا جو فروری ۱۸۹۱ء کی بات ہے' مولانا غزنوی اس کے بعد سے اس سلسلے میں مرزا صاحب کی تمام تحریروں پر نظر رکھتے تھے کہ کب مرزا صاحب چیلنج قبول کر کے میدان میں نکلتے ہیں' اپنے تازہ ترین اشتہار میں مرزا صاحب نے مولانا عبدالحق کے چیلنج سے اعراض کرتے ہوئے دیگر بزرگوں کو مخاطب کیا تو مولانا عبدالحق بجا طور پر پھر سامنے آ گئے کہ پہلے میرے ساتھ حساب بے باک کریں پھر کسی اور کو دعوت دیں' اس سلسلے میں جو اشتہار انہوں نے شائع کیا وہ یہ ہے:

''استدعا مباہلہ از قادیانی بذریعہ اشتہار''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک اشتہار مطبوعہ ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء از جانب مرزا بتاریخ ۱۹ شوال ۱۳۱۰ھ میری نظر سے گزرا جس میں اس مباہلہ کا ذکر تھا جو بتاریخ ۲ر شوال ۱۳۱۰ھ میرے اور حافظ یوسف کے درمیان مرزا اور اس کے چیلوں کے ارتداد کی بابت ہوا تھا' نیز اس میں استدعا مباہلہ علمائے اسلام سے تھی' مرزا صاحب قادیانی کا یہ اشتہار حسب عادت پر از کذب و بہتان و افترا ہے' ارے مرزا جب تجھے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ اور تیرہ سو برس کے مسلمانوں کو جھٹلاتے شرم نہ آئی تو ہم سے کیا شرم' اذالم تستحی فاصنع ماشئت:

طعنہ گیرد در سخن سر بایزید تنگ دارد از درون او یزید

جو لوگ بمضمون سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین' جاہلوں اور یاوہ گوؤں کے جھگڑوں سے بچتے اور کنارہ کرتے ہیں اور آیت خذ العفو و امر بالعرف و اعرض عن الجاھلین پر عامل اور گوشہ نشینی اور خلوت گزینی کی طرف مائل ہیں' ان سے مباحثہ اور مباہلہ کی درخواست ہے اور جو لوگ شاہ سوار میدان ہیں اور بار بار مباہلے اور مباحثے کے اشتہار چھپوا کر اور رجسٹری شدہ خطوط اور دستی خطوط معتبر اشخاص کی وساطت سے پہنچا کر دل و جان سے تیرے لقاء کے مباحثہ و مباہلہ میں شائق و مشتاق ہیں' ان سے کیوں گریز اور روپوشی کرتے ہو اور مصداق کانھم حمر مستنفرۃ فرت

من قسورة بنتے ہو:

اے دل عشاق بہ دام تو صید ۔۔۔ مابہ تو مشغول تو باعمر وزید

اگر ان اشتہاروں سے آنکھوں پر پردہ اور گوش باطل نیوش بہرے ہو گئے ہوں تو ناظرین کے ملاحظے اور اتمام حجت کے لئے پھران کا ذکر کر دیتے ہیں۔ (اس کے بعد بہت سے خطوط اور اشتہارات کا ذکر کر کے مولانا عبدالحق لکھتے ہیں) اب اتنے اشتہارات متفرق علماء نے متفرق شہروں میں دیئے' تم نے کس سے بحث کی اور کس جگہ میدان میں آئے۔ ایک اور ابلہ فریبی اور شعبدہ بازی کاریگر (مرزا) کی سنئے۔ ایک اشتہار مورخہ ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء میں خامہ فرسائی کی ہے کہ ایک سورۃ کی تفسیر میں عربی میں لکھتا ہوں اور ایک جانب مخالف لکھے اور اس میں ایسے معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ لکھے جائیں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں' ارے مخبوط الحواس ہم تو اسی سبب سے تجھے ملحد اور ضال اور مضل اور زندیق کہتے ہیں کہ تم وہ معانی قرآن اور حدیث کے کرتے ہو' جو آج تک کسی مفسر و محدث متبع سنت نے نہیں کئے' پھر اور جو کوئی مسلمان ایسے معانی کرے گا تو وہ بھی آپ کا ہی بھائی ہوگا' نیز اسی اشتہار میں لکھا ہے کہ آخر میں ۱۰۰ اشعر لطیف بلیغ و فصیح عربی میں بطور قصیدہ فریقین بناویں' پھر دیکھیں کہ کس کا قصیدہ عمدہ پسندیدہ ہے' قصیدہ و شعر گوئی تو کوئی فضیلت اور بزرگی اور حقانیت اور علمیت کا معیار و مدار نہیں' تک بندی اور قافیہ سازی ایک ملکہ ہے' جو فساق اور فجار اور بے دینوں کو بھی دیا جاتا ہے' بلکہ ایک طرح کا نقص ہے' اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ کو اس سے بچایا: وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ (شعر گوئی) اگر کچھ فضیلت کی بات ہوتی تو اول رسول اللہ ﷺ کو دی جاتی' کچھ مردانگی بھی چاہیے' خنثوں کی طرح بے ہودہ سمع خراشی اور بکواس کیوں کرتے ہو......

حافظ کے مباہلہ کی تفصیل یہ ہے کہ حافظ محمد یوسف جو مرزا کا اول درجہ کا ناصر و موید و مدد گار ہے' اس نے ۲ شوال بوقت شب مجھ سے بار بار درخواست مباہلہ کی۔ آخر الامر اس بات پر مباہلہ ہوا کہ مرزا اور نور دین و محمد احسن امروہی یہ تینوں مرتد اور دجال کذاب

ہیں' چونکہ تاہنوز لعنت کا اثر ظاہراً اس پر نمودار نہیں ہوا لہذا پیر جی کو بھی گرمی آ گئی اور عام طور پر اشتہار مباہلہ دے دیا' ذرا صبر تو کرو' دیکھو اللہ کیا کرتا ہے...... اب بذریعہ اشتہار بدست خط خود مطلع کرتا ہوں اور سب جہان کو گواہ کرتا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ مباہلہ کرنے سے مجھ پر کچھ لعنت کا اثر صریح طور پر جو عموماً سمجھا جاوے کہ بیشک یہ مباہلہ کا اثر ہوا ہے تو میں فوراً تمہارے کافر کہنے سے تائب ہو جاؤں گا' اب حسب اشتہار خود مباہلہ کے واسطے بمقام امرتسر آ ؤ' مباہلہ اس بات پر ہوگا کہ تم اور تمہارے سب اتباع دجالین' کذابین' ملاحدہ' زنادقہ باطنیہ ہیں اور میدان مباہلہ عیدگاہ ہوگا۔ تاریخ جو تم مقرر کرو' اب بھی تم بموجب اشتہار خود میرے ساتھ مباہلہ کے واسطے بمقام امرتسر نہ آئے تو پھر اور عالموں سے درخواست مباہلہ اول درجہ کی بے شرمی اور پرلے سرے کی بے حیائی ہے۔

(المشتھر عبدالحق غزنوی از امرتسر پنجاب ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ (مجموعہ اشتہارات جلد ا برحاشیہ ص ۴۲۰_۴۲۶)

اس اشتہار نے مرزا صاحب کو مولانا عبدالحق صاحب کے مقابلے میں نکلنے پر مجبور کر دیا اور انہوں نے درج ذیل اشتہار شائع فرمایا:

''اعلان مباہلہ بجواب اشتہار عبدالحق غزنوی مورخہ ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ:

ایک اشتہار مباہلہ ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ شائع کردہ عبدالحق غزنوی میری نظر سے گذرا' سو اس لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مجھ کو اس شخص اور ایسا ہی ہر ایک مکفر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے مباہلہ منظور ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ القدیر میں تیسری یا چوتھی ذی قعد ۱۳۱۰ھ تک امرتسر میں پہنچ جاؤں گا اور تاریخ مباہلہ دہم ذی قعد اور یا بصورت بارش وغیرہ کسی ضروری وجہ سے گیارھویں ذی قعد ۱۳۱۰ھ قرار پائی ہے' جس سے کسی صورت میں تخلف لازم نہیں ہوگا اور مقام مباہلہ عیدگاہ جو قریب مسجد خان بہادر محمد شاہ مرحوم قرار پایا ہے...... یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کی وجوہات پیش کریں......

(المشتھر خاکسار مرزا غلام احمد ۳۰ شوال ۱۳۱۰ھ مطابق مئی ۱۸۹۳ء...... مجموعہ اشتہارات جلد ا ص ۴۲۰_۴۲۶)

مرزا صاحب کا یہ اشتہار شائع ہوا تو مولانا عبدالحق غزنوی نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا کہ جس کام کی انہوں نے تقریباً اڑھائی سال قبل مرزا صاحب کو دعوت دی تھی اب وہ وقوع پذیر ہونے کو ہے' تاہم مرزا صاحب چونکہ ان دنوں عیسائیوں کے ساتھ ایک مباحثے میں مصروف تھے اس لئے مولانا عبدالحق نے تجویز کیا کہ تاریخ جون کے مہینہ کی مقرر کی جائے' مرزا صاحب نے مئی کی تاریخ پر اصرار کیا۔ مولانا نے پھر مرزا صاحب ہی کی تاریخ کو قبول کر لیا' کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ مرزا صاحب کو بھاگنے کا بہانہ نہ مل جائے' تاریخ کے تعین کے سلسلہ میں باہم جو خط و کتابت ہوئی مولانا عبدالحق صاحب غزنوی نے اسے اشتہار کی شکل میں شائع کر کے محفوظ کر دیا' اور حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی کتاب تاریخ مرزا میں شامل کر دیا ہے۔ آپ کی دلچسپی کے لئے اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

''اطلاع عام برائے اہل اسلام (از مولوی صوفی عبدالحق غزنوی مباہل مرزا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... اس میں کچھ شک نہیں کہ میں مرزا کے مباہلہ کا مدت سے پیاسا ہوں اور تین برس سے اس سے یہی درخواست ہے کہ اپنے کفریات پر جو تو نے اپنی کتابوں میں شائع کئے ہیں مجھ سے مباہلہ کر' مگر چونکہ خاص کر ان دنوں میں وہ پادریوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے لڑتا ہے تو اس موقع پر میں نے اور میرے بھائی مسلمانوں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ مرزا سے اس موقع پر مباہلہ یا مباحثہ یا کسی اور قسم کی چھیڑ چھاڑ کی جائے تاکہ وہ پادریوں کے مقابلہ میں کمزور نہ ہو جاوے' لہٰذا میں نے یہ خط سطور الذیل بتاریخ ۷ ذی القعدہ ۱۳۱۰ھ ارسال کیا کہ ہم کو آپ سے مباہلہ بدل و جان منظور ہے مگر تاریخ بدل دو' وہ خط یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزا غلام احمد قادیانی 'السلام علی من اتبع الھدی چونکہ آپ آج کل اسلام کی طرف سے مخالفین اسلام کے ساتھ مقابلہ کرتے ہو اور اہل اسلام کی مدد میں ہو' لہٰذا اس موقع پر کسی مسلمان کو آپ پر حملہ کرنا یا آپ کے ساتھ مقابلہ یا مباہلہ میں پیش

آنا نہایت نامناسب اور بہت ہی خلاف مصلحت معلوم ہوتا ہے' اس امر کی عقل اور عرف اجازت نہیں دیتی کیونکہ اس میں اسلام اور اہل اسلام کی ذلت اور بدنامی ہے لہٰذا یہ تاریخ مقررہ آپ کی بے موقع ہے' اس تاریخ کا بدلنا ضروری ہے' ہم کو مباہلہ کرنا آپ سے بدل و جان منظور ہے' رسالہ موسوم بہ سچائی کا اظہار میں آپ لکھتے ہیں کہ عنقریب ایک جلسہ مباحثہ علمائے لاہور سے ۱۵ جون تک ہونے والا ہے' اس لئے ضروری ہے کہ مباہلہ اس مباحثہ کے بعد ہو جبکہ آپ اسلام کے مقابلہ پر ہوں' نیز آپ کا لیکچر اس موقع پر ہمیں بالکل منظور نہیں' کیونکہ جب آپ اپنی صفائی ظاہر کریں گے تو ہم بھی آپ کی تردید کریں گے' پھر تو مباحثہ ہوا نہ مباہلہ' یہ بحثوں کے جھگڑے تو ختم ہونے والے نہیں' مقام مباہلہ میں فقط فریقین یہی دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے پر لعنت کرے' فقط' اس کا جواب (بذریعہ) حاملان رقعہ ھذا بھیج دیں۔

راقم عبدالحق غزنوی بقلم خود ...... ۷ ذی قعد ۱۳۱۰ھ (اس کے بعد مولانا غزنوی لکھتے ہیں کہ) میرے اس خط کا جو مرزا صاحب نے جواب بھیجا وہ بھی بعینہ نقل کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ نحمدہٗ و نصلی ...... از طرف عاجز عبداللہ الصمد غلام احمد ...... میاں عبدالحق غزنوی کو واضح ہو کہ اب حسب درخواست آپ کے جس میں آپ نے قطعی طور پر مجھ کو کافر اور دجال لکھا ہے' مباہلہ کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے اور میرے امرتسر میں آنے کے لئے دو ہی غرضیں تھیں' ایک عیسائیوں سے مباحثہ اور دوسرے آپ سے مباہلہ' میں بعد استخارہ مسنونہ انہی دو غرضوں کے لئے معہ اپنے قبائل کے آیا ہوں اور جماعت کثیر دوستوں کی جو میرے ساتھ کا فر ٹھہرائی گئی ہے ساتھ لایا ہوں اور اشتہارات شائع کر چکا ہوں اور مستخلف پر لعنت بھیج چکا ہوں' اب جس کا بھی جی چاہے لعنت سے حصہ لے' میں تو حسب وعدہ میدان مباہلہ یعنی عیدگاہ میں حاضر ہو جاؤں گا' خدا تعالیٰ کاذب اور کافر کو ہلاک کرے' ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا' یہ بھی واضح رہے کہ

میں ۱۵ جون ۱۸۹۳ کے مباحثہ میں نہیں جاؤں گا' بلکہ میری طرف سے اخویم حضرت مولوی نورالدین صاحب یا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب بحث کے لئے جاویں گے۔ ہاں مجھے یہ منظور ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں' صرف یہ دعا ہوگی کہ میں مسلمان اور اللہ رسول کا متبع ہوں' اگر میں اس قول میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ میرے پرلعنت کرے اور آپ کی طرف سے یہ دعا ہوگی کہ یہ شخص درحقیقت کافر اور کذاب اور دجال اور مفتری ہے اور اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ میرے پرلعنت کرے اور اگر یہ الفاظ میری دعا کے آپ کی نظر میں ناکافی ہوں' تو جو آپ تقوی کی راہ سے لکھیں کہ دعا کے وقت یہ کہا جاوے وہی لکھ دوں گا' مگر اب ہرگز ہرگز تاریخ مباہلہ تبدیل نہ ہوگی' لعنه الله علی من تخلف منا وما حضر فی ذالك التاریخ والیوم والوقت' السلام علی عباده الذین اصطفی۔

(خاکسار غلام احمد از امرتسر ہلظم ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ)

مولانا غزنوی اس کے بعد لکھتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ اب میں بری الذمہ ہوگیا ہوں اور مجھ پر کسی قسم کی ملامت نہیں کیونکہ میں نے تاریخ کا بدلنا تو اسی سبب سے چاہا تھا کہ اگرچہ میں اور دیگر مسلمان مرزا کو کیسا ہی گمراہ سمجھیں مگر جب وہ اسلام کی طرف سے لڑتا ہے تو ہم سب کو بجائے بددعا کے دعا اور مدد دینی چاہیے۔ مگر مرزا نے وہ تاریخ یعنی دہم ذی قعد نہیں بدلی۔ اب میں' بھی اس وقت معینہ پر کہ دہم ذی قعد بوقت دو بجے دن کے اپنا حاضر ہونا مباہلہ کے واسطے مقام مباہلہ میں فرض سمجھتا ہوں' اور وہاں جا کر لیکچر یا وعظ یا اظہار صفائی طرفین سے مطلق نہ ہوگا جیسا کہ اس نے اپنے خط میں وعدہ کر لیا ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کرونگا۔ مقام عیدگاہ میں مباہلہ اس طریق پر بدیں الفاظ ہوگا۔

میں یعنی عبدالحق تین بار بآواز بلند کہونگا کہ...... یا اللہ میں مرزا کو ضال' مضل' ملحد' دجال' کذاب' مفتری' محرف کلام اللہ واحادیث رسول اللہ سمجھتا ہوں' اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر وہ لعنت کر جو کسی کافر پر تو نے آج تک نہ کی ہو۔ مرزا تین دفعہ

بآواز بلند کہے' یا اللہ اگر میں ضال ومضل وملحد دجال وکذاب ومفتری ومحرف کتاب اللہ واحادیث رسول اللہ ہوں تو مجھ پر وہ لعنت کر جو کسی کافر پر تو نے آج تک نہ کی ہو۔

بعدہ' روبقبلہ ہوکر دیر تک ابتہال وعاجزی کریں گے کہ یا اللہ جھوٹے کو رسوا کر اور سب حاضرین مجلس آمین کہیں۔'' (المشتہر عبدالحق غزنوی از امرتسر پنجاب مورخہ ۸ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ)

اس اشتہار کے اگلے روز مرزا صاحب کا ایک اشتہار شائع ہوا جس میں انہوں نے اہل اسلام کو اس سے اگلے روز مقام مباہلہ میں حاضری کی دعوت دی' یہ اشتہار یوں ہے۔

اعلان عام

اس مباہلہ کی اہل اسلام کو اطلاع جو دہم ذی قعد بروز شنبہ کو بمقام امرتسر عید گاہ متصل مسجد خان بہادر حاجی محمد شاہ صاحب مرحوم ہوگا۔

اے برادران اسلام کل دہم ذی قعد روز شنبہ کو بمقام مندرجہ عنوان میاں عبدالحق غزنوی اور بعض دیگر علماء جیسا کہ انہوں نے وعدہ کیا ہے اس عاجز سے اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ وہ لوگ اس عاجز کو کافر اور دجال اور بے دین اور دشمن اللہ جل شانہ اور رسول اللہ کا سمجھتے ہیں...... اور اس طرف یہ عاجز نہ صرف اپنے تئیں مسلمان جانتا ہے بلکہ اپنے وجود کو اللہ اور رسولؐ کی راہ میں فدا کئے بیٹھا ہے' لہذا ان لوگوں کی درخواست پر یہ مباہلہ تاریخ مذکورہ بالا میں قرار پایا ہے...... بڑے ثواب کی بات ہوگی' اگر آپ صاحبان کل دہم ذی قعد کو دو بجے کے وقت عید گاہ میں مباہلہ پر آمین کہنے کے لئے تشریف لائیں۔ خاکسار غلام احمد قادیانی ۹ ذی قعد ۱۳۱۰ھ۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اص ۴۲۶۔۴۲۷)

اور پھر اگلے روز مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا عبدالحق غزنوی کے مابین مباہلہ منعقد ہوا جیسا کہ مرزا صاحب کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے لکھا:

''۱۰ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء کو مولوی عبدالحق غزنوی کے ساتھ

امرتسر کی عیدگاہ کے میدان میں (مرزا غلام احمد نے) مباہلہ فرمایا" (سیرۃ المھدی قادیان ۱۹۳۵ء حصہ دوم ص ۹۲) اور شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

"عیدگاہ امرتسر میں دونوں صاحبوں (مرزا غلام احمد اور مولانا عبدالحق غزنوی) کا مباہلہ ہوا اور دونوں فریق امن امان سے واپس آ گئے" (تاریخ مرزا)

خود مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"عبدالحق غزنوی ثم امرتسری نے مجھ سے مباہلہ چاہا مگر میں مدت تک اعراض کرتا رہا' آخر اس کے نہایت اصرار سے مباہلہ ہوا۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۱ (آنجام آتھم) ص ۶۴)

۱۹۰۲ء میں شائع ہونے والی کتاب نزول المسیح میں مرزا صاحب نے لکھا:

"صدہا مخالف مولویوں کو مباہلے کے لئے بلایا گیا تھا جن میں سے صرف عبدالحق غزنوی میدان میں نکلا"

پچھلے دنوں کسی صاحب نے اخبار جنگ لندن میں مراسلہ شائع کرایا تھا جس میں انہوں نے دعوی کیا تھا کہ مولانا غزنوی اور مرزا غلام احمد کے درمیان مباہلے کی بات تو چلتی رہی ہے لیکن مباہلہ منعقد نہیں ہوا تھا' یہ رائے رکھنے والے حضرات سے گذارش ہے کہ وہ وقوع مباہلہ کے متعلق دیئے گئے درج بالا حوالوں کے علاوہ روحانی خزائن جلد ۹ ص ۳۔ ۳۲ روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۳۶۵۔ ۲۶۶...... روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۵۴۷...... روحانی خزائن (انجام آتھم) جلد ۱۱ ص ۳۰۴۔ ۳۱۶ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

اوپر دو مباہلوں کا ذکر ہوا ہے' ایک وہ جو مرزا صاحب کے ایک مرید حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر نے مولانا عبدالحق غزنوی علیہ الرحمۃ سے کیا اور دوسرا وہ جو خود مرزا صاحب نے غزنوی صاحب سے کیا۔

حافظ محمد یوسف صاحب والے مباہلے کا نتیجہ یہ ہوا کہ حافظ صاحب موصوف مباہلے سے کچھ ہی عرصہ بعد مرزائیت سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور مولانا بٹالوی اور دیگر علماء کی قیادت میں اہل حدیث کی صفوں میں شامل ہو کر تحریک ختم نبوت

میں مرزا صاحب کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے۔ وہ مرزا صاحب کے دعاوی کی تکذیب میں اس مقام و مرتبہ تک پہنچ گئے کہ مرزا صاحب کو ان کا نام لے کر ان کے خلاف اشتہار چھپوانے پڑے' جیسا کہ روحانی خزائن جلد ۱۷ میں ضمیمہ تحفہ گولڑویہ کے طور پر وہ اشتہار شائع ہوا جس کا عنوان یوں ہے: اشتہار انعامی پانسو روپیہ بنام حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر۔

دوسرا مباہلہ وہ ہے جو مولانا عبدالحق غزنوی علیہ الرحمۃ اور مرزا غلام احمد کے درمیان امرتسر میں ہوا' مباہلے کے بعد مرزا صاحب تقریباً ۱۵ سال تک زندہ رہے اور انہوں نے مولانا غزنوی کے شب و روز پر کڑی نگاہ رکھی' مولانا کو زکام بھی ہو جاتا تو کہتے کہ یہ مباہلے کا اثر ہے' مولانا نے ایک بیوہ سے شادی کی تو فرمایا کہ یہ بھی ان کی ذلت کا نشان اور مباہلے میں شکست کا ثبوت ہے۔ حالانکہ بیوہ سے شادی کرنا نہ صرف یہ کہ معیوب نہیں ہے بلکہ خود حضرت مرزا صاحب تاعمر ایک عورت کے بارے میں دعائیں کرتے رہے کہ وہ بیوہ ہو جائے اور پھر ان کے نکاح میں آ جائے' گویا خود ایک بیوہ سے شادی کی حسرت دل میں لے کر دنیا سے اٹھ جائیں تو ان کے صدق و کذب پر کوئی اثر نہ ہو' اور مولانا کو خدا تعالیٰ ایک بیوہ سے شادی کی توفیق دیں تو وہ مباہلے کا منفی اثر شمار ہو۔ غرض ۱۵ سال تک مرزا صاحب یونہی الٹی سیدھی ہانکتے رہے اور آخری نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب اپنے مباہل کی موجودگی میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو مر گئے اور مولوی عبدالحق غزنوی مرزا صاحب سے کئی سال بعد ۲۳ رجب ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۹۱۸ء کو فوت ہوئے' (تاریخ مرزا ص ۴۳۔)

ایک مباہل کی زندگی میں دوسرے مباہل کی موت خود مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے فرمان کے مطابق پہلے مرنے والے کے کذب کی دلیل ہے جیسا کہ مرزا غلام احمد نے ایک مرتبہ فرمایا:

''یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے' ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا' لاؤ پیش کرو' وہ کون سی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے ہم نے

تو یہ لکھا ہوا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے...... ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوتے ہیں۔'' (ملفوظات' جلد ۹ ص ۴۴۰۔۴۴۱)

امرتسر میں ہونے والا یہ مباہلہ نتیجہ کے لحاظ سے فیصلہ کن ہے۔ لیکن چونکہ فیصلے کو مان لینے سے قادیانیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس لئے قادیانی کبھی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مباہلہ تو کیا لیکن مولانا عبدالحق پر کوئی بددعا نہیں کی۔ ہم کہتے ہیں کہ جب مباہلہ نام ہی بقول مرزا غلام احمد قادیانی ایک دوسرے کیلئے عذاب اور خدا کی لعنت چاہنے کا ہے تو جس واقعہ کو مرزا صاحب مباہلہ کا نام دیتے ہیں وہ لعنت چاہنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس معاملے کو مزید الجھانے کیلئے مباہلے کے نئے چیلنج بھی دیتے رہتے ہیں اور مرزا طاہر احمد نے تو کہا ہے کہ انہوں نے ۱۹۸۸ء میں گھر بیٹھے اپنے مخالفین سے مباہلہ کر لیا تھا اور پاکستان کے اس وقت کے صدر ضیاء الحق کی ہوائی حادثے میں وفات اسی مباہلے کے زیر اثر ہوئی' نیز یہ کہ (بقول مرزا طاہر احمد) مولویوں کو جو ذلت اور خواری ان دنوں میں نصیب ہو رہی ہے وہ بھی اس مباہلے کا اثر ہے اور قادیانیت کے برحق ہونے کا ثبوت ہے۔

دوسری طرف ہمارے علماء کہتے ہیں کہ مرزا طاہر احمد سے کوئی مباہلہ نہیں ہوا' بلکہ ان کی طرف سے یہ چیلنج ہنوز قبول کیا جانا باقی ہے کہ مرزا طاہر جگہ اور وقت کا تعین کر کے اپنے گھر سے نکل کر مقام معین پر جہاں فریقین آمنے سامنے ہوں' جھوٹے پر لعنت بھیجیں اور لگتا ہے کہ بحث ونظر میں یہ معاملہ یوں ہی لٹکا رہے گا۔ مرزا طاہر احمد شاید کبھی میدان مباہلہ میں اپنے مخالفین کے سامنے نہیں آئیں گے' گھر بیٹھے اجمالی قسم کی دعائیں کرتے رہیں گے کہ ان کے مخالفین ہلاک ہوں اور انہیں ذلت نصیب ہو اور پھر کوئی نہ کوئی تو مرے گا' اس لئے کہ ہر ایک نے انجام کار مرنا تو ہے ہی' کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی وجہ سے ذلیل بھی ہو گا اس لئے کہ دنیا میں سبھی لوگوں کو تمام وقت عزت ہی نہیں ملتی رہتی' برے دن بھی آتے ہیں' بیماری بھی آتی ہے' خاندان' برادری اور جماعتوں میں

جھگڑے بھی ہوتے ہیں' عہدہ اور منصب سے تنزلیاں اور برطرفیاں بھی ہوتی ہیں' غرض کہیں بھی کوئی بھی مرزا طاہر احمد کے حسب منشاء واقعہ ہوگیا تو فوراً اسے اس مباہلے کا اثر قرار دے دیا جائے گا جو انہوں نے بقول خود گھر بیٹھے اجمالی انداز میں اپنے مخالفین سے کر رکھا ہے یا آئندہ کریں گے اور ایسے نتیجے کو علماء ظاہر ہے کہ قبول نہیں کریں گے اور دونوں طرف سے چیلنج بازی کا سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا۔ مجھے حیرت ہے کہ ایک فیصلہ شدہ معاملے کو کیوں الجھایا جا رہا ہے۔ معاملے کا فیصلہ تو ہو چکا ہے کہ قادیانی عقائد غلط ہیں اور مرزا غلام احمد ایک مفتری تھا' یہ فیصلہ ان مباہلوں کے نتیجہ میں دنیا بھر کے سامنے آ چکا ہے' جو آج سے ایک سو آٹھ سال قبل مولانا عبدالحق غزنوی نے مرزا غلام احمد کے ایک چہیتے مرید حافظ محمد یوسف مرزائی اور خود مرزا غلام احمد سے کئے تھے۔ مولانا غزنوی نے جو مباہلہ حافظ یوسف مرزائی سے کیا تھا وہ یہ تھا کہ مرزا غلام احمد اور اس کے دو سب سے بڑے مرید یعنی حکیم نور دین اور مولوی محمد احسن مرتد کذاب اور دجال ہیں یا مسلمان؟۔ اگر وہ مسلمان ہیں تو خدا عبدالحق غزنوی پر لعنت کرے اور اگر وہ کذاب' دجال اور مرتد ہیں تو خدا حافظ یوسف پر لعنت کرے۔ اس مباہلے کے تھوڑے عرصہ بعد خود مرزا غلام احمد نے اپنے مرید حافظ یوسف کے فعل پر خوشنودی کا اظہار کیا اور اسے اپنی طرف سے سند قبول عطا فرمائی' پھر ہوا یہ کہ حافظ یوسف مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے' یعنی قادیانیوں کے خیال کے مطابق مرتد ہو گئے اور مرتد ہر مذہب میں لعنتی شمار ہوتا ہے' یعنی خود قادیانیوں نے تسلیم کر لیا کہ یوسف پر خدا کی لعنت پڑ گئی جو (بقول ان کے) وہ راہ راست سے بھٹک کر قادیانیت سے نکل گیا' یہ لعنت گویا اس دعا کی قبولیت بن گئی جو خود حافظ یوسف نے کی تھی کہ اگر مرزا غلام احمد' حکیم نور الدین اور مولوی احسن کذاب' دجال اور مرتد ہیں تو خدا ان پر لعنت کرے اور مرزائیت سے ارتداد کی یہ لعنت اس بات کا ثبوت بن گئی کہ تینوں مذکورہ افراد کذاب اور مرتد ہیں۔

مولانا عبدالحق صاحب نے دوسرا مباہلہ خود مرزا غلام احمد سے کیا تھا' اس مباہلے

میں قادیانیت کا بانی خود ایک فریق کے طور پر آیا تھا' اس نے خود دعا کی تھی اور یہ سب کچھ علی رؤس الا شہاد ایک کھلے میدان میں جانبین کی باہمی رضامندی سے مقرر کردہ مقام اور وقت پر ہوا تھا' اور پھر خود مرزا غلام احمد نے کہہ بھی دیا تھا کہ مباہلہ کرنے والوں میں جو جھوٹا ہوتا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے' قادیانیت کا بانی خود مباہلہ کر کے' خود ہی لکھ کر کہ مباہلہ کرنے والوں میں جو جھوٹا ہوتا ہے وہ پہلے مرتا ہے' پہلے مر گیا' اس کی موت ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ اور جو سچا تھا یعنی عبدالحق غزنوی وہ ۱۹۱۸ء میں فوت ہوا۔

یہ دونوں مباہلے تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں اور نتائج کے اعتبار سے بھی واضح ہیں' ہمارے آج کے علماء کو چاہیے کہ قادیانیت کے صدق و کذب کو جانچنے کیلئے نئے سرے سے مباہلوں کا چیلنج کرنے کی بجائے ۱۸۹۳ء میں ہونے والے ان مباہلوں کو اس معاملے میں حرف آخر کے طور پر پیش کریں کیونکہ حافظ یوسف کی مرزائیت سے توبہ اور مرزا غلام احمد کی اپنے مقابل مباہل کی زندگی میں موت قادیانیت کے کذب کا حتمی فیصلہ کر چکی ہے۔ اگر علماء اس موقف کو اپنا لیں تو قادیانیوں کو وہ کچھ کہنے کا موقع نہ ملے جو قادیانیوں کے مولوی رشید احمد چوہدری کے ایک بیان کی صورت میں اخبار نیشن ۔لندن کے ۸ ستمبر ۱۹۹۸ء کے شمارے میں ہماری نظر سے گزرا' اس بیان میں بعض علماء کی طرف سے قادیانیوں کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر صاحب کو دیئے گئے مباہلے کے ایک چیلنج پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ (۱) مرزا طاہر صاحب ۱۵۶ ممالک میں موجود احمدیوں کے سربراہ ہیں' ان کو چیلنج کرنے والے علماء کا حدود اربعہ چونکہ غیر واضح ہے اس لئے ان کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ مرزا صاحب کو چیلنج کریں۔ (۲) مرزا طاہر نے ۱۹۸۸ء میں مباہلہ کا چیلنج دیا تھا جس کے نتیجہ میں ایک مولوی پر قتل کی سازش کا مقدمہ درج ہوا'' ایک مولوی کو بدکاری کے جرم میں قید ہوئی اور ایک مولوی ٹریفک حادثے میں ہلاک ہو گیا۔ (۳) مباہلہ خدا کی عدالت میں معاملے کو لے جانے کا نام ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا' مقام یا وقت کا تعین کر کے فریقین کا جمع ہو کر دعا کرنا ضروری

نہیں، کیونکہ قرآن میں اس کا سرے سے وجود نہیں۔ (۴) مرزا کا طریق مباہلہ جو قرآن وسنت پر مبنی ہے یہ ہے کہ حلفیہ تحریر لکھ کر فریق مخالف کو بھجوادی جائے اور اخبارات میں اس کا اعلان کر کے فیصلہ خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ (۵) یہ کہ مباہلہ اس بات پر ہو کہ احمدی کلمے میں محمد رسول اللہ سے مراد غلام احمد لیتے ہیں اور احمدی آیت خاتم النبین کے منکر ہیں وغیرہ۔

قادیانیوں پر یہ واضح ہونا چاہیئے کہ مرزا غلام احمد نے ہر خاص و عام کو دعوت دی تھی کہ اسے مسیح موعود اور نبی تسلیم کیا جائے، اس کے مخاطب کالے، گورے، ہندو، مسلمان، عیسائی، سکھ بھی تھے اور ہر مدعو کو یہ حق تھا کہ داعی سے اس کے دعوی کا ثبوت طلب کرے، مرزا کو کوئی حق نہیں تھا کہ وہ ثبوت مانگنے والوں سے پوچھے کہ تم کس مسجد کے امام، یا کس تنظیم کے سربراہ ہو، کس مندر کے پجاری یا کس ملک کے آرچ بشپ ہو، اب مرزا کلاں زندہ نہیں ہے تو اس کے خوردوں کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ ثبوت کے طلب گاروں سے ان کا حدود اربعہ دریافت کریں، اس کے جانشینوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے دادے کے مسیح موعود اور نبی ہونے کا ثبوت پیش کریں، اگر وہ یہ ذمہ داری نہیں پوری کرنا چاہتے یا کر نہیں سکتے تو جانشینی کا حق ادا نہیں کر رہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے مرزا طاہر نے ۱۹۸۸ء میں علماء کو مباہلے کا چیلنج دیا تھا۔ مباہلہ ہوا تو نہیں لیکن چیلنج کی وجہ سے مولویوں کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا، بھلے آدمی جب مباہلہ ہوا ہی نہیں تو کسی کی موت یا ذلت قادیانیوں کی صداقت کا ثبوت کیسے بن گئی، ویسے ہم یہ بھی بتاتے چلیں کہ (بغیر مباہلے کے) کسی کا حادثے میں مرجانا اگر مخالفین کی صداقت کا ثبوت ہے تو ذرا بتاؤ کہ تمہارے نور دین کا گھوڑے سے گر کر زخمی ہونا، اس مباہلے کی وجہ سے جو مولانا عبدالحق غزنوی (اہل حدیث) اور حافظ محمد یوسف (مرزائی) کے درمیان ۱۸۹۳ میں ہوا تھا، مرزائیت کے باطل اور گمراہ ہونے کا نشان نہیں تھا؟ ایک مولوی بدکاری کے جرم میں قید ہوا، اپنی سزا بھگت رہا ہے، وہ اب مسلمانوں کی کسی تنظیم کا سربراہ تو ایک طرف کسی مسجد کا امام تک نہیں ہے، کوئی مسلمان

اسے اپنا مقتدا نہیں سمجھتا' ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ حکیم نور دین کی موت کے بعد پچاس برس تک جس شخص کو آپ نے خلیفہ بنائے رکھا' اس کے کرتوت کیا تھے' اگر یاد نہیں رہے تو علامہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب مرزائیت اور اسلام مطبوعہ ستمبر ۱۹۹۳ء لاہور کا صفحہ ۱۴۳ سے ۱۶۰ پڑھ کر اپنی یادداشت تازہ کر لو۔ آپ ایسے کردار کے شخص کو بشیر الدین' فضل عمر' مصلح موعود اور خلیفہ المسیح الثانی مانتے ہیں۔ ایک پیر پر قتل کا مقدمہ ہوا' ہم اس کی وکالت نہیں کرتے' جس نے جو جرم کیا اس کی سزا پائے گا' ہمارا اس سے کیا لینا دینا۔ ذرا اپنی تاریخ بھی پڑھی ہوتی' آپ تو قاتلوں کو غازی کہہ کر ہندوستان میں بیٹھ کر پریوی کونسل تک مقدمے لڑتے رہے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وقت اور مقام کا تعین کر کے فریقین کا ایک جگہ جمع ہو کر مباہلہ کرنا قرآن میں نہیں ہے' اگر بات یوں ہے تو ذرا بتایا جائے کہ مئی ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں کیا ہوا تھا؟ مولانا عبدالحق غزنوی کو کس نے بذریعہ اشتہار مقام اور وقت متعین کر کے کہا تھا کہ وہاں پہنچو اور مباہلہ کرو کہ میں قادیان سے مع قبائل آیا ہوں۔ وقت اور مقام متعین کر کے مباہلہ کرنا اگر قرآن وسنت کے مطابق نہیں ہے تو مرزا صاحب نے ایسا کیوں کیا؟ اگر یہ اقدام درست تھا تو مرزائیوں کو یہ حق کہاں سے ملا کہ وہ نہ صرف اپنے نبی کے اسوہ کی مخالفت کریں بلکہ اسے قرآن وسنت کے بھی مخالف قرار دیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن کے مطابق مباہلے کا طریق یہ ہے کہ معاملے کو خدا کی عدالت میں لے جائیں' حلفیہ تحریر فریق مخالف کو بھجوا دیں اور اخبارات میں اس کا اعلان کر کے فیصلہ خدا پر چھوڑ دیں' مباہلے کا یہ طریق قرآن سنت کے مطابق ہے یا نہیں؟ یہ الگ بحث ہے جس میں اس وقت ہم پڑنا نہیں چاہتے' صرف اس قدر بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے دعا کا یہ طریق بھی آزمایا تھا' اس نے ۱۹۰۷ء میں ایک اشتہار شائع کیا جس کا خلاصہ یہ ہے: "اے اللہ! مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت ستایا ہے وہ میرے قلعے کو منہدم کرنا چاہتا ہے اور لوگوں کو میری طرف آنے سے روکتا ہے' اس لئے میں تیری درگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں سچا فیصلہ فرما'

اس فیصلے کی صورت یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں فوت کر دے'' مرزا کلاں نے یہ اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کر کے مولانا ثناءاللہ امرتسری کو اس درخواست کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ اسے اپنے اخبار اہل حدیث میں شائع کر دیں' مولانا نے اسے اہل حدیث میں شائع فرما دیا' یاد رہے کہ وہ مباہلہ نہیں تھا' یک طرفہ دعا تھی جسے مرزا صاحب نے خدا کے ہاں رجسٹری بھی کروایا اور اس کے جواب میں اجیب دعوۃ الداع کا الہام ہوا اور اس دعا کا جو نتیجہ برآمد ہوا وہ دنیا جانتی ہے۔

قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہئے! آخری فیصلے کے اشتہار کو آپ کے بڑے میاں نے اپنا معیار بنا کر شائع کیا' اپنا صدق و کذب اس پر موقوف رکھا' جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اس کے طے ہونے سے تمام مباحث کا طے ہونا تمہارے بانی سلسلہ احمدیہ نے تسلیم کیا ہے' آپ کیسے احمدی ہیں کہ اپنے ہی گورو کے طریق فیصلہ سے منہ پھیرتے ہیں' کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں اس دنیا سے منہ موڑ گئے' جب کہ مولانا ثناءاللہ ۱۹۴۸ء تک حیات رہے۔ اور یہ باتیں فروعی ہیں کہ مرزائی کلمہ کس نیت سے پڑھتے ہیں اور آیت خاتم النبیین کو مانتے ہیں یا نہیں' ان باتوں پر مباہلے کی دعوت خلط مبحث اور کھلونوں سے بہلانے کے مترادف ہے' مکر و فریب کے ڈرامے کا مرکزی کردار مرزا غلام احمد ہے جس نے خود کو مسیح موعود اور نبی قرار دیا' جب آپ نے اسے سچا مان لیا تو آپ کی حیثیت اس کے متبعین کی ہے۔ آپ کے عقائد کے درست و نادرست ہونے کا سوال تو اس وقت پیدا ہوگا جب یہ ثابت ہو جائے کہ وہ شخص جس کے آپ پیرو ہیں وہ اپنے دعاوی میں سچا تھا' اس کے دعاوی ہی کا ثبوت اس سے طلب کیا جاتا تھا اور یہی ثبوت اس کے جانشینوں سے مانگا جا رہا ہے' مرزا طاہر جانشین ہیں' وہ سامنے آئیں' کسی کو چلمن بنا کر مت چھپیں' ہاں اگر ان کے پاؤں میں مہندی لگی ہوئی ہے تو صاف بتا دیں' شائقین جمال یعنی ان سے مباہلے کے طلب گار علماء یقیناً مہندی کے سوکھنے کا انتظار فرما لیں گے' جہاں تک ہمارا تعلق ہے' ہمیں تو کسی نئے مباہلے کی

ضرورت نہیں۔ تاریخ نے مرزا کے صدق و کذب کا فیصلہ مولانا عبدالحق غزنوی کے ان مباہلوں کی صورت میں کر دیا ہے جو انہوں نے حافظ محمد یوسف اور مرزا غلام احمد سے ۱۸۹۳ء میں کیے تھے اور اس دعا کے نتیجے کی صورت میں بھی کر دیا ہے جو مرزا غلام احمد نے مولانا ثناء اللہ کے بالمقابل ۱۹۰۷ء میں کی تھی۔

مولانا غلام دستگیر قصوری اور ردّ قادیانیت

مولانا قصوری تحریک نبوت کے سرگرم کارکنوں میں سے تھے جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں مولوی غلام دستگیر قصوری بھی مجھے گالیاں دینے میں حد سے بڑھ گیا' جس نے مکہ سے میرے پر کفر کے فتوے منگوائے تھے......(وہ) خدا تعالیٰ کی وحی انی مهين من ارادا هانتك کا شکار ہو گیا۔ اور دائمی ذلت جو اس نے میرے لئے چاہی تھی' اسی پر پڑ گئی۔ جس ذلت کو میری موت مانگ کر میرے لئے چاہتا تھا' وہ داغ ذلت ہمیشہ کیلئے اسی کو نصیب ہو گیا'' (روحانی خزائن جلد ۲۲۔ (حقیقۃ الوحی) ص ۴۔۳۵۳)

اور ایک دوسری جگہ مرزا صاحب نے لکھا'' پھر مولوی غلام دستگیر وہ بزرگ تھے جنہوں نے میرے کفر کے فتوے مکہ معظّمہ سے منگوائے تھے۔ وہ بھی اپنے یک طرفہ مباہلہ کے بعد انتقال کر گئے۔ افسوس کہ مکہ والوں کو ان کی موت کی خبر نہیں ہوئی تا اپنے فتوے واپس لیتے'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۲۵۹)

مرزا صاحب نے درج ذیل مقامات پر بھی مولانا کا ذکر کیا ہے جس سے تحریک ختم نبوت میں ان کے مقام و کردار پر روشنی پڑتی ہے۔

''مولوی غلام دستگیر قصوری جس کا ذکر اسی کتاب آنجام آتھم کے ص ۷۰ میں ہے اور جس نے خود بھی اپنا مباہلہ اپنی کتاب فیض رحمانی میں شائع کیا تھا' وہ کتاب کی تالیف سے ایک ماہ بعد مر گیا۔ اسکی موت کا یہی سبب نہیں کہ میں نے آنجام آتھم کے ص ۶۷ میں یعنی اسکی سترھویں سطر میں اس پر اور دوسرے مخالفوں پر جو شرارتوں سے باز نہ آدیں اور نہ مباہلہ کریں بددعا کی تھی' ان پر خدا کا عذاب چاہا تھا بلکہ اس کا اپنا مباہلہ بھی اسکی موت کا سبب ہو گیا۔ کیونکہ اس نے میرا اور اپنا ذکر کر کے خدا تعالیٰ سے

بیخ کنی ہونی چاہی تھی۔ سو اس کے چند ہی روز بعد اسکی بیخ کنی ہوگئی"

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۴۵۵۔۴۵۴)

"پیش گوئی نمبر ۶۹۔ تاریخ بیان پیش گوئی ۱۸۹۷۔

ایسا ہی مولوی غلام دستگیر قصوری نے اس عاجز کیلئے اپنی کتاب فتح رحمانی کے صفحہ ۲۷ میں میرے لئے بددعا کی تھی۔ آخر اس بددعا کا یہ اثر ہوا کہ وہ بہت جلد مر گیا"

(روحانی خزائن جلد ۱۸ (نزول المسیح) ص ۵۸۱)

"پنجاب میں مولوی غلام دستگیر قصوری اٹھا اور اپنے تیئں کچھ سمجھا اور اس نے اپنی کتاب میں میرے مقابلہ میں لکھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے گا۔ سو کئی سال ہوگئے غلام دستگیر بھی مر گیا۔ وہ کتاب چھپی ہوئی ہے۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۸۔ (نزول المسیح ص ۶۰۹)

جب چاچڑاں کے خواجہ غلام فرید نے مرزا صاحب کو حمایتی خطوط لکھے تو مولانا قصوری انہیں سمجھانے گئے۔ جیسا کہ اشارات فریدی میں مقبوس نمبر ۸۳ بروز جمعہ ۴ ذی الحج ۱۳۱۴ھ بایں الفاظ درج ہے۔

اس کے بعد مولوی غلام دستگیر قصوری جو کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ کمال مخالفت رکھتا تھا اور اس کے پاس حضرت مرزا صاحب کے خلاف کفر کے فتوے لکھے ہوئے تھے حضرت خواجہ (غلام فرید) کی خدمت میں آیا اور آداب بجالا کر بیٹھ گیا اور چند کتب حضرت مرزا صاحب کی تصنیفات میں سے جو کہ اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھا حضرت خواجہ صاحب کے سامنے رکھ دیں اور ہر ایک کتاب میں سے وہ مقامات جن پر اس نے نشانات لگائے ہوئے تھے ایک ایک کر کے حضرت خواجہ صاحب کے سامنے پڑھتا اور کہتا دیکھئے اس جگہ حضرت عیسیٰ کی توہین کی ہے......اس نے حضرت خواجہ کے سامنے حضرت مرزا صاحب کی مذمت کی۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس کی تمام تقریر کو سنا اور اس کو کوئی جواب نہ دیا...... بعد ازاں مولوی غلام دستگیر مذکور نے عرض کیا کہ وہ خط جو حضور نے مرزا صاحب قادیانی کو لکھا ہے' مرزا صاحب

نے حضور کے اس خط کو اپنی کتاب انجام آتھم کے ضمیمہ میں درج کر کے شائع کر دیا ہے اور اخبارات میں چھپوا کر دنیا کے چاروں طرف شائع کر دیا ہے اور حضور کے اس خط کو مرزا صاحب نے اپنی سچائی کی مضبوط سند قرار دی ہے...... (اب) حضور بھی ان فتوے پر جو ہم نے ان کے انکار اور رد میں لکھے ہیں خود بھی ان کے کفر کا فتوی لکھ دیں مگر حضرت خواجہ صاحب نے اس فتوی پر ہرگز دستخط نہ کیے۔

(اشارات فریدی ج ۲ص ۱۷۷تا۱۷۹منقول از الفضل انٹرنیشنل ۲۹ دسمبر ۲۰۰۰ص ۱۰)

ہمارے یہ مولانا غلام دستگیر مرزا قادیانی کا دعوی مسیحیت سامنے آتے ہی تحریک ختم نبوت میں سرگرم ہو گئے تھے اور جن دنوں مولانا عبدالحق غزنوی کے ساتھ مرزا صاحب کے مباہلے کی بات چل رہی تھی انہی دنوں مولانا قصوری کے ساتھ مرزا صاحب کے مباحثے کی بات چل رہی تھی۔ یہ بات پہلے فیروز پور میں مرزا صاحب سے مناظر کے انعقاد سے متعلق تھی۔ لیکن وہاں مناظرہ نہ ہوسکا اور یہ طے پایا کہ مناظرہ لاہور میں ہو۔ رئیس قادیان کے مصنف کے مطابق لاہور میں مناظرے کی تاریخ ۲۵ دسمبر ۱۸۹۲ء مقرر ہوئی تھی۔ وقت مقررہ پر مولانا قصوری پہنچ گئے تھے۔ لیکن مرزا صاحب تشریف نہ لا سکے اور مناظرہ نہ ہوا۔ اس کے بعد لاہور میں ۱۵ جون ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب نے مولانا قصوری کے ساتھ مناظرہ کرنا منظور فرمایا' جس کا ذکر مرزا صاحب کے اس اشتہار میں بھی موجود ہے جو انہوں نے امرتسر والے مباہلے کے دوران شائع کیا تھا۔ اس میں آپ نے فرمایا تھا کہ میں پندرہ جون ۱۸۹۳ء کے مباحثہ لاہور میں نہیں جاؤں گا۔ بلکہ میری طرف سے اخویم حضرت مولوی نورالدین صاحب یا حضرت سید مولوی محمد احسن صاحب بحث کیلئے جاویں گے۔

لگتا ہے کہ یہ اشتہار شائع کرنے کے بعد مرزا صاحب اس مباحثے کے متعلق بالکل بھول گئے کیونکہ کسی جگہ یہ ذکر نہیں ملتا کہ وہ یا ان کے نائبین کیوں لاہور نہ جا سکے۔ بحث و مناظرے سے فرار کی اس سے بدتر مثال ملنا مشکل ہے۔

۱۸۹۶ء میں جب مرزا صاحب نے علماء اسلام کو مباہلے کا ایک اور چیلنج دیا (جس

کا آگے ذکر آئے گا) تو مولانا غلام دستگیر نے اس کے قبول کرنے کا اشتہار شائع کیا۔ جیسا کہ مرزا صاحب کے ایک اشتہار سے ظاہر ہے جو درج ذیل ہے'

''مولوی غلام دستگیر صاحب کے اشتہار کا جواب

کل ۲۴ جنوری ۱۸۹۷ء کو ایک قطعہ اشتہار مولوی غلام دستگیر صاحب کا میرے پاس پہنچا جس میں مولوی صاحب موصوف مباہلہ کیلئے مجھے بلاتے ہیں اور ۲۵ شعبان ۱۳۱۴ھ تاریخ مقرر کرتے ہیں۔ مگر ساتھ یہ شرط بھی لگا دی ہے کہ اسی وقت مولوی صاحب پر کوئی عذاب نازل ہو۔ اگر بعد میں ایک سال کے اندر نازل ہوا تو پھر وہ منظور نہیں'' (مجموعہ اشتہارات جلد۲۔ص ۹۹۔۲۹۶) یہ اشتہار جو ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ کو جاری ہوا اس بحث پر مشتمل ہے کہ عذاب کیلئے ایک سال کی مدت مقرر کرنا سنت ہے' فوراً کی قید نہیں لگائی جاسکتی۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب نے کسی جگہ یہ نہیں کہا کہ میں تیار ہوں۔

مولانا قصوری نے تحریک ختم نبوت میں تحریر وتصنیف کے محاذ پر بھی قابل قدر کام کیا ہے۔ رد قادیانیت میں ان کی کتاب فتح رحمانی بہت مشہور ہے' جو ۱۳۱۵ء میں مطبع احمدی لدھیانہ سے شائع ہوئی تھی۔ اس کے صفحہ ۲۷۔۲۶ پر ایک دعا بایں الفاظ موجود ہے۔

''اللّٰهم يا ذالجلال والا كرام يا مالك الملك'' جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مولف مجمع بحار الانوار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غرق کیا (جو ان کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا) ویسی ہی دعاء اور التجا اس فقیر قصوری کان اللہ لہ' کی ہے' جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے کہ تو مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين'' مرزا غلام احمد نے حقیقۃ الوحی میں یہ دعا نقل کر کے لکھا ہے'

اس وقت قریباً گیارہ سال غلام دستگیر کے مرنے پر گذر گئے ہیں۔ جو ظالم تھا خدا نے اس کو ہلاک کیا...... پس اب بتلاؤ کہ غلام دستگیر اس بددعا کے بعد مر گیا یا نہیں......

خدا نے میری عمر تو بڑھا دی کہ گیارہ سال سے اب تک زندہ ہوں اور غلام دستگیر کو ایک مہینہ کی بھی مہلت نہ دی۔" (روحانی خزائن جلد۲۲ (حقیقۃ الوحی) ۳۴۵۔۳۴۴)

مرزا صاحب اور مرزائی اوپر ذکر کردہ دعا کو ایک طرح کا مباہلہ قرار دیتے ہیں اور مولانا کی وفات کو اپنی صداقت کا نشان بتاتے ہیں۔ محمدیہ پاکٹ بک میں اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے مولانا عبداللہ معمار لکھتے ہیں:۔

"اگر لعنت کہنے سے مباہلہ منعقد ہو جاتا ہے اور لعنت کرنے والے کا مرنا اس کے ملعون ہونے کی علامت ہے تو پھر مرزا صاحب اول درجے پر ہیں۔ کیونکہ ان کی زبان پر تو لعنت وظیفہ کی طرح جاری رہتی تھی۔ ہر وقت مخالفوں کو لعنت لعنت کہتے رہتے تھے۔ ملاحظہ ہو رسالہ نور الحق اسی طرح رسالہ سر الخلافت' شحنہ حق و اعجاز احمدی وغیرہ۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب نے اپنے اشد ترین مخالف حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کیلئے اپنی تحریرات میں بار بار لعنت کا لفظ استعمال کیا ہے مثلاً صفحہ ۱۳۸ اعجاز احمدی پر سطر وار دس لعنتیں ہیں۔ مگر خود ہی مولانا کی زندگی میں مر گئے" (محمدیہ پاکٹ بک ص ۳۴۷)

مولانا عبداللہ معمار مزید لکھتے ہیں" مولوی غلام دستگیر نے مرزا صاحب کے ساتھ کبھی مباہلہ نہیں کیا۔ یہ تمہارا (مرزائیوں کا) سفید جھوٹ ہے۔ ہاں انہوں نے خدا سے دعا ضرور کی تھی کہ یا مرزا صاحب کو ہدایت نصیب ہو یا ہلاکت ...... اگر محض یکطرفہ دعا کا نام مباہلہ ہے تو پھر خود تمہارے قول کے مطابق مرزا صاحب نے اپنے جملہ مخالفین کے حق میں موت کی بددعائیں کیں۔ اور ظاہر ہے کہ کثیر حصہ مخالفین ابھی تک (محمدیہ پاکٹ بک کی تصنیف تک) زندہ ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب عرصہ ہوا مر گئے۔ تو بتلایئے اور انصاف سے کام لے کر بتلایئے کہ مرزا جھوٹا ہوا یا نہ"

(محمدیہ پاکٹ بک ص ۸۴۳)

مرزا غلام احمد اور محمدی بیگم

قادیانی تاریخ محمدی بیگم کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ مرزا غلام احمد کا کہنا تھا کہ آسمان پر اللہ تعالیٰ نے اس خاتون سے ان کا نکاح کر رکھا ہے اور وہ چاہتے تھے کہ زمین پر بھی یہ عقد بندھ جائے' انہوں نے کئی مرتبہ الہامی پیش گوئیاں بھی فرمائیں کہ ان کی حیات دنیوی میں یہ نکاح ہو کر رہے گا اور انہیں الہامات کی صداقت پر اتنا یقین تھا کہ انہوں نے اس شادی کو اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دے رکھا تھا۔ ذیل کی سطور قادیانیت کی تاریخ کے اسی باب کی نذر کی جا رہی ہیں۔

محمدی بیگم مرزا غلام احمد کے ایک انتہائی قریبی عزیز مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی صاحبزادی تھی' جب وہ سن بلوغ کو پہنچی تو مرزا صاحب نے انؒ کے والدین کو شادی کا پیغام دیا جسے مسترد کر کے انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی پٹی ضلع لاہور کے مرزا سلطان محمد سے کر دی' مرزا صاحب بہت سیخ پا ہوئے تاہم امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور پیش گوئیاں کرنے لگے کہ عنقریب یہ خاتون بیوہ ہو جائے گی اور پھر میرے نکاح میں اسے آنا ہی ہوگا۔ یہ بات خدا تعالیٰ نے تقدیر مبرم قرار دے رکھی ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔

مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں اس حال میں فوت ہوئے کہ محترمہ محمدی بیگم اپنے شوہر مرزا سلطان محمد کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گذار رہی تھیں' ان کے شوہر مرزا صاحب کی وفات کے ۴۱ سال بعد یعنی ۱۹۴۹ء میں لاہور میں فوت ہوئے جب کہ وہ خود ۹۰ سال سے زائد عمر پا کر ۱۹۶۶ء میں لاہور میں فوت ہوئیں۔

محترمہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی شادی کی آرزو اور پھر شکست آرزو ایک

طویل داستان ہے جس کا آغاز قادیانیوں کے مطابق ۱۸۸۱ء (تخمیناً) میں ہونے والے مرزا صاحب کے ایک الہام سے اور اختتام ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب کی موت سے ہوتا ہے۔ ۱۸۸۱ء سے ۱۹۰۸ء کے درمیان کا سارا عرصہ اس طویل داستان کے مختلف واقعات سے مزین ہے۔ تاہم سہولت کے لئے ہم اس داستان کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

اوّل: ۱۸۹۲ء سے پہلے کا دور جب کہ ابھی محترمہ محمدی بیگم کی کسی جگہ شادی نہیں ہوئی تھی۔ اور مرزا صاحب ایک کنواری خاتون کو اپنے حبالہ عقد میں لانا چاہتے تھے۔

دوم: ۱۸۹۲ء کے بعد کا دور جب محترمہ محمدی بیگم کی شادی مرزا سلطان محمد سے ہوگئی تو مرزا صاحب یہ آرزو کرتے رہے کہ اس کا سہاگ اجڑ جائے اور یہ بیوہ ہو کر ان کے حرم کی زینت بن جائے۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ قادیانی حضرات اس داستان کا آغاز ۱۸۸۱ء (تخمیناً) سے کرتے ہیں' یہ وہ وقت تھا جب مرزا صاحب نے ابھی مسیحیت' مہدویت یا نبوت وغیرہ کا کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ان کا تعارف ایک مسلمان اہل علم کا تھا اور اسی ناطے ان کے تعلقات دیگر علماء اسلام سے قائم تھے۔ ایسے ہی علماء میں مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ بھی شامل تھے اور مرزا صاحب کا ان کے ہاں آنا جانا رہتا تھا' ایسے ہی ایک موقع پر (۱۸۸۱ء میں) پیش آنے والے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اس کو یہ الہام سنایا جس کو میں کئی دفعہ مخلصوں کو سنا چکا تھا اور وہ یہ ہے...... بکر و ثیب...... جس کے یہ معنی ان کے آگے اور نیز ہر ایک آگے میں نے ظاہر کئے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک بکر (کنواری) ہوگی اور دوسری بیوہ......'' ہم نے یہ واقعہ تذکرہ کے ص ۳۹ سے نقل کیا ہے۔ تذکرہ کے مرتب نے اسے مرزا صاحب کی تصنیف تریاق القلوب کے ص ۳۴ سے

نقل کیا ہے' جو ۱۸۹۹ء کی تصنیف ہے۔ درج بالا عبارت کے بعد تریاق القلوب میں (یعنی ۱۸۹۹ء میں) مرزا صاحب فرماتے ہیں "چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا اور اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں۔ اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے" (نیز دیکھئے روحانی خزائن جلد ۱۵۔ ص ۲۰۱)

مذکورہ بالا الہام اور مرزا صاحب کے تبصرے کے درمیان ۱۸ سال کا فاصلہ ہے۔ اس دوران ۱۸۸۴ء میں مرزا صاحب کی شادی دہلی میں میر ناصر نواب کی صاحبزادی مسماۃ نصرت بیگم سے ہوئی جو نکاح کے وقت کنواری تھیں اور بعد میں مرزا کے کئی بچوں کی ماں بنیں۔ (یاد رہے کہ یہ مرزا صاحب کی دوسری شادی تھی) مذکورہ بالا الہام کے مطابق بیوہ خاتون سے مرزا صاحب کو شادی کا ابھی انتظار تھا اور اس دوران انہیں اس بارے میں دیگر الہامات بھی ہوتے رہے' جیسا کہ انہوں نے اپنے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار میں فرمایا:

"پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔" (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۱۰۲)

اور جون ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب نے حکیم نور دین صاحب کو خط لکھا:

"جو عنایات خداوند کریم جل شانہ کی اس عاجز کے شامل حال ہیں ان کے بارہ میں ہمیشہ یہی دل چاہتا ہے کہ اپنے دوستوں سے کچھ اس میں سے بیان کرتا رہوں' سو آپ سے بھی جو میرے مخلص دوست ہیں ایک راز پیش گوئی کا بیان کرتا ہوں' شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین' کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا' سو اس کا نام (عنموائیل اور) بشیر ہوگا۔ اب تک میرا خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ (نصرت بیگم) سے ہوگا' اب زیادہ الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطاء ہوگی' وہ صاحب

اولاد ہوگی۔

اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے' تین ان میں سے آم کے تھے' مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا' وہ اس جہاں کے پھلوں میں سے نہیں ہے۔ وہی مبارک لڑکا ہے' کیونکہ پھلوں سے مراد اولاد ہے اور جبکہ ایک پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے جن میں ایک پھل الگ وضع کا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا' میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں۔ غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے۔ اب دیکھیں کہ کس جگہ ارادہ ازل نے اس کا ظہور مقرر کر رکھا ہے۔ الہامات اس بارے میں کثرت سے ہو رہے ہیں اور ربانی ارادہ میں جوش سا پایا جاتا ہے۔'' (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر۲ ص ۵۔۶ منقول از رئیس قادیان جلد اول ص ۹۔۱۰۸)

اور ۲۰ جون ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب نے جو چٹھی حکیم نور دین کے نام روانہ کی اس میں لکھا: ''اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا کیونکہ اس عاجز کی یہ عادت ہے کہ اپنے احباب کو ان کی قوت ایمانی بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امور غیبیہ بتا دیتا ہے۔ دراصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کے لئے اشارہ غیبی ہوا ہے تب سے طبیعت متفکر و متردد ہے اور حکم الٰہی سے گریز کسی جگہ نہیں مگر بالطبع کارہ ہے اور ہر چند اول اول یہ چاہا کہ یہ امر غیبی موقوف رہے لیکن متواتر الہامات و کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔''

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر۲ ص ۸ منقول از رئیس قادیان جلد ا ص ۱۰۹)

مرزا صاحب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف تیسری شادی تقدیر مبرم تھی بلکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے طے کر دیا تھا کہ وہ شادی محمدی بیگم سے ہوگی' جیسا کہ ان

کے اس خط سے ظاہر ہوتا ہے جو انہوں نے محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کو لکھا تھا۔ یہ خط مرزا صاحب کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصہ میں اور روحانی خزائن جلد ۵ کے ص ۳ ۵۷۔۵۷۴ پر موجود ہے' تذکرہ کے قادیانی مرتب نے تذکرہ کے صفحہ ۱۵۷۔۸ پر اس خط کی عبارت اور حاشیہ پر اس کا ترجمہ بھی دیا ہے' ہم اس خط کا مفہوم مولانا دلاوری کی رئیس قادیان جلد اول کے ص ۱۴۶ سے نقل کرتے ہیں جس کے مطابق مرزا صاحب فرماتے ہیں: ''میں نے حق تعالیٰ کے ایما اور اشارہ سے مرزا احمد بیگ کے نام ایک چٹھی میں لکھا کہ اے عزیز سنیئے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ میری سنجیدہ عرضداشت کو لغو خیال کرتے ہیں اور میری بات کا اعتبار نہیں کرتے۔ بخدا میں آپ کو کسی طرح سے تکلیف دینا نہیں چاہتا' انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ میں آپ کے ساتھ کس قدر احسان کرتا ہوں۔ اگر آپ نے میرے خاندان کے خلاف مرضی میری درخواست کو شرف قبول بخشا تو میں آپ سے قسمی وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنی زمین اور باغ میں سے آپ کو حصہ دوں گا۔ آپ کی صاحبزادی کو اپنی زمین اور دوسرے مملوکات کی تہائی کا مالک بنا دوں گا اور میں سچ کہتا ہوں کہ اس میں سے جو کچھ مانگیں گے میں آپ کو دوں گا...... آپ مجھے مشکلات میں اپنا معاون و دستگیر پائیں گے۔ آپ کے ہر بوجھ کو اٹھاؤں گا...... اس لئے انکار میں وقت ضائع نہ کیجئے اور شک و شبہ کو راہ نہ دیجئے۔ میں یہ خط اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اپنے پروردگار کے حکم سے لکھ رہا ہوں' یہ خط بڑے سچے اور امین کی طرف سے ہے' اس کو اپنے صندوق میں محفوظ رکھیئے...... جو کچھ میں نے آپ سے وعدہ کیا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا' بلکہ جو کچھ کہا ہے حق تعالیٰ نے مجھ سے اپنے الہام سے کہلوایا ہے۔ یہ مجھے میرے رب کی وصیت تھی جسے میں نے پورا کیا ورنہ مجھے آپ کی یا آپ کی لڑکی کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ اگر اس الہام کی مدت گزر جائے اور سچائی ظاہر نہ ہو تو میرے گلے میں رسی اور پاؤں میں زنجیر ڈال دینا اور مجھے ایسی سزا دینا کہ دنیا میں کسی کو نہ دی گئی ہو۔''

مرزا غلام احمد کی عمر اس وقت ۴۵ سال کے لگ بھگ تھی اور وہ دو بیویوں کے شوہر تھے اس لئے اپنی نو عمر صاحبزادی کے لئے مرزا احمد بیگ کو مرزا غلام احمد کی درخواست برائے رشتہ پسند نہ آئی بلکہ وہ اس قدر ناراض ہوئے کہ انہوں نے مرزا صاحب کا خط ۱۰ رمئی ۱۸۸۸ء کے اخبار نور افشاں میں شائع کروادیا' اس کے ردعمل میں مرزا صاحب نے ۱۰ رجولائی ۱۸۸۸ء کو ایک طویل اشتہار شائع کیا جس میں علاوہ دیگر باتوں کے آپ نے فرمایا:

''جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ رمئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے' وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا ...... یہ لوگ (میرے عزیز) جو مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے......اور مجھ سے کوئی آسمانی نشان مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی سو وہ قبول ہو کر خدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کے لئے ہماری طرف ملتجی ہوا' تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ ۲۵ سال سے کہیں چلا گیا ہے اور مفقود الخبر ہے' اس کی زمین ملکیت جس کا ہمیں حق پہنچتا ہے' نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ (مرزا احمد بیگ) نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں' چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا' چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بے کار تھا' اس لئے مکتوب الیہ نے بتمامتر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا تاہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں......اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبائی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اس شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح ہمارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام

برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں' لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا' اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے ڈھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔ اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے...... خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لاوے گا...... خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔'' خاکسار: مرزا غلام احمد از قادیان ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء (سیرۃ المھدی حصہ اول ص ۳۔۱۹۲) روحانی خزائن جلد ۵ (دافع الوساوس) ص ۲۸۵۔۲۸۷۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۱۵۷۔۱۵۸ تذکرہ ص ۱۵۶۔۱۵۹۔)

۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے گرد و پیش کے زمانہ میں تذکرہ کے قادیانی مرتب نے مرزا صاحب کے ایک اور الہام کا ذکر کیا ہے جو اس نے کرامات الصادقین (جو ۱۸۹۳ء کی تصنیف ہے) سے نقل کیا ہے۔ الہام عربی میں ہے اور مرتب نے اس کا ترجمہ بھی دیا ہے جو ہم تذکرہ کے ص ۱۶۰ سے نقل کرتے ہیں۔

''اور بتایا کہ ان کی لڑکی کو ان کے حق میں نشان بناؤں گا اور اس کی تعیین کی کہ وہ بیوہ ہو جائے گی اور اس کا خاوند اور اس کا باپ روز نکاح سے تین سال کے اندر اندر مر جائیں گے اور ان کی موت کے بعد ہم اسے (محمدی بیگم کو) تیری طرف لوٹائیں گے' اللہ تعالیٰ کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔''

ترہیب کے ساتھ مرزا صاحب ترغیب سے بھی کام لیتے رہے۔ لکھا ہے ''محمدی بیگم کے ایک حقیقی ماموں نے محمدی بیگم کا حضرت صاحب سے رشتہ کرا دینے کی کوشش کی...... وہ حضرت صاحب سے کچھ انعام کا بھی خواہاں تھا۔ اس لئے حضرت صاحب

نے اس سے کچھ انعام کا وعدہ بھی کر لیا تھا...... بعد میں یہی شخص اور اس کے دوسرے ساتھی اس لڑکی کو دوسری جگہ بیاہے جانے کا موجب ہوئے'' (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۱۹۲)

مرزا غلام احمد کے عزیزوں میں ایک مرزا علی شیر بیگ تھے۔ یہ صاحب مرزا صاحب کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے۔ مرزا صاحب کی پہلی بیوی جسے آپ نہ طلاق دیتے تھے نہ گھر میں رکھتے تھے انہی مرزا علی شیر بیگ کی بہن تھیں' اس کے علاوہ مرزا علی شیر کی بیوی مرزا احمد بیگ کی حقیقی بہن تھیں اور محمدی بیگم مرزا احمد بیگ کی بیٹی تھی۔ مرزا صاحب نے اس خاندان سے فرداً فرداً خط و کتابت کر کے انہیں اپنی تجویز پر رضا مند کرنے کی از حد کوشش کی لیکن چونکہ اسی خاندان کی ایک خاتون کو مرزا صاحب نے باوجود اپنی منکوحہ ہونے کے معلقہ بنا کر میکے بھیج رکھا تھا اور نان نفقہ بھی بند کر کے بے کسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر رکھا تھا' اس لئے انہوں نے محمدی بیگم کا رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اور تو اور مرزا صاحب کی پہلی بیوی اور ان کے بیٹے خصوصاً مرزا سلطان احمد محمدی بیگم کا رشتہ کسی اور جگہ کرنے کی کوشش میں پیش پیش رہے اور ضلع لاہور میں ایک شخص سے نسبت بھی طے کروا دی۔ مرزا غلام احمد کو معلوم ہوا تو ضبط کے سب بندھن ٹوٹ گئے اور انہوں نے درج ذیل اشتہار جاری کر دیا:

''خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آ جائے یا خدا تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آئے......

باعث تحریر اشتہار ھذا یہ ہے کہ میرا بیٹا سلطان احمد نام جو نائب تحصیل دار لاہور میں ہے اور اس کی تائی صاحبہ جنہوں نے اس کو بیٹا بنایا ہوا ہے وہی اس مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں اور یہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لے کر اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی (محمدی بیگم) کا کسی سے نکاح کیا جائے...... ہر چند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے کہ تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہو جائیں ورنہ میں تم سے جدا ہو جاؤں گا اور تمہارا کوئی حق نہیں رہے گا' مگر انہوں نے میرے خط کا جواب نہ

دیا... لہٰذا میں آج کی تاریخ کہ دوسری مئی ۱۸۹۱ء ہے عوام اور خواص پر بذریعہ اشتہار ھذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادہ سے باز نہ آئے اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ کر رہے ہیں اس کو موقوف نہ کر دیا اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لئے تجویز کیا ہے اس کو رد نہ کیا بلکہ اسی شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا تو اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہو گا' اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے' اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی کی بھانجی ہے' اپنی اس بیوی کو اسی دن جو اس نکاح کی خبر ہو طلاق نہ دیوے تو پھر وہ بھی عاق اور محروم الارث ہو گا اور آئندہ ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں رہے گا اور اس نکاح کے بعد تمام تعلقات خویشی وقرابت و ہمدردی دور ہو جائے گی......'' (المشتہر مرزا غلام احمد لودیانہ' ۲ مئی ۱۸۹۱ء) (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۱۹۔۲۲۱)

یہ دھمکیاں موثر نہ ہو سکیں تو مرزا صاحب نے سلطان محمد یعنی محمدی بیگم کے منگیتر کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا کہ وہ نسبت توڑ دے' لیکن مرزا صاحب اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ خود لکھتے ہیں:

''احمد بیگ کے داماد (مرزا سلطان محمد) کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پروانہ کی' خط پر خط بھیجے گئے' ان سے کچھ نہ ڈرا' پیغام بھیج کر سمجھایا گیا' کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا' بلکہ وہ سب گستاخی اور استہزا میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔'' (روحانی خزائن۔ جلد ۹ (انوارالاسلام) ص ۱۰۲۔۱۰۳ بر حاشیہ)

اور پھر مرزا سلطان محمد اور محترمہ محمدی بیگم شادی کے بندھن میں آ گئے۔ یہ واقعہ ۷/اپریل ۱۸۹۲ء کا ہے جو مرزا صاحب کے لئے ایک حادثہ جانکاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس واقعہ کی بدولت دیگر باتوں کے علاوہ مرزا صاحب کی شخصیت کا ایک انتہائی مکروہ پہلو بھی سامنے آیا' یعنی انہوں نے ایک غیر منکوحہ سے اپنے خوابوں کو سجانا شروع کر دیا' کم از کم دو ایسی خوابوں کا انہوں نے تحریری اقرار کیا ہے' جو درج ذیل ہیں:

(۱) ''۲۵ جولائی ۱۸۹۲ء مطابق ۲ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ بروز دوشنبہ آج میں (مرزا غلام احمد) نے بوقت صبح صادق ساڑھے چار بجے دن کے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے' اس میں میری بیوی والدہ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے۔ تب میں نے ایک مشک سفید رنگ میں پانی بھرا اور اس مشک کو اٹھا کر لایا ہوں' اور وہ پانی لا کر ایک اپنے گھڑے میں ڈال دیا ہے۔ میں پانی ڈال چکا تھا کہ وہ عورت جو بیٹھی ہوئی تھی یکا یک سرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آ گئی' کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت ہے۔ پیروں سے سر تک سرخ لباس پہنے ہوئے شاید جالی کا کپڑا ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ وہی عورت ہے جس کے لئے اشتہار دیئے تھے' لیکن اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی' گویا اس نے کہا یا دل میں کہا کہ میں آ گئی ہوں' میں نے کہا یا اللہ آ جاوے اور پھر وہ عورت مجھ سے بغلگیر ہوئی' اسکے بغلگیر ہوتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ فالحمد لله علی ذالك۔'' (تذکرہ ص ۹۷)

(۲) ۱۴/ اگست ۱۸۹۲ء بمطابق ۲۰ محرم ۱۳۰۹ھ۔ آج خواب میں میں نے دیکھا کہ محمدی (بیگم) جس کی نسبت پیش گوئی ہے' باہر کسی تکیہ میں معہ چند کس کے بیٹھی ہوئی ہے اور سر اس کا شاید منڈا ہوا ہے اور بدن سے ننگی ہے اور نہایت مکروہ شکل ہے۔ میں نے اس کو تین مرتبہ کہا ہے کہ تیرے سر منڈی ہونے کی یہ تعبیر ہے کہ تیرا خاوند مر جائے گا اور میں نے دونوں ہاتھ اس کے سر پر اتارے ہیں' اور پھر خواب میں میں نے یہی تعبیر کی ہے اور اس رات والدہ محمود نے خواب میں دیکھا کہ محمدی (بیگم) سے میرا نکاح ہو گیا ہے اور ایک کاغذ مہران کے ہاتھ میں ہے جس پر ہزار روپیہ مہر لکھا ہے اور شیرینی منگوائی ہے اور پھر میرے پاس وہ خواب میں کھڑی ہے۔ (تذکرہ ص ۱۹۸۔۱۹۹)

مرزا صاحب کی پیش گوئی یہ تھی کہ محمدی بیگم کے نکاح کے روز سے ڈھائی سال کے اندر اس کا خاوند مر جائے گا اور تین سال کے اندر اس کا باپ احمد بیگ مر جائے گا اور پھر محترمہ محمدی بیگم بیوہ (اور یتیم) ہو کر مرزا صاحب کے نکاح میں آئیں گی۔ پیش گوئی کے مدنظر عوام محترمہ محمدی بیگم کے خاوند کی موت کا انتظار کرنے لگے کیونکہ مرزا

صاحب نے کہہ رکھا تھا:

''مجھے اپنے رب کی قسم' کہ یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ہم نے خود تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے' میری باتوں کو بدلا نہیں جاسکتا۔'' (تذکرہ ص ۱۶۱ منقول از اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء ملحق بہ آسمانی فیصلہ)

نیز یہ کہ ''یہ درست ہے کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھایا گیا ہے'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۵۷۰)

کنواری محمدی بیگم صاحبہ سے تو نکاح نہ ہو سکا اس لئے اب اس کے بیوہ ہونے یعنی مرزا سلطان محمد بیگ کے مرنے کا شدید انتظار ہو رہا تھا تا کہ آسمان پر لکھا ہوا پورا ہو سکے۔ہوا یہ کہ مرزا سلطان محمد صاحب تو نہ مرے اور مرزا احمد بیگ جنہوں نے سلطان محمد کے بعد مرنا تھا' ستمبر ۱۸۹۲ء میں دار فانی سے رخصت ہو گئے۔مرزا صاحب نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ موت ان کی الہامی پیش گوئی کے مطابق ہوئی ہے اور سلطان محمد کا وقت آخر بھی اب آیا ہی چاہتا ہے۔

پیش گوئی میں جن دو افراد کے مرنے کا ذکر تھا ان میں ایک مر جائے (اگرچہ ترتیب الٹ ہی تھی) تو ایک عام قسم کے دنیاوی مقابلے میں لوگ کہتے کہ اپریل ۱۸۹۲ء سے ڈھائی سال یعنی اکتوبر ۱۸۹۴ء تک کا انتظار کر لینا چاہیے۔کیا معلوم مرزا سلطان محمد بھی مر جائے اور مرزا صاحب (کم از کم) اپنی اس پیش گوئی میں سچے ثابت ہو جائیں تو ہم کیا کریں گے۔لیکن مرزا صاحب کا مقابلہ جس شخص (محمد حسین بٹالوی) سے تھا اسے مرزا صاحب کے کذاب ہونے پر اس قدر پختہ یقین تھا کہ اس نے اکتوبر ۱۸۹۴ء تک کا انتظار فضول سمجھتے ہوئے مرزا صاحب کو تحریری چیلنج کیا کہ آؤ اور اپنا دعویٰ ثابت کرو کہ احمد بیگ کی موت تمہاری الہامی پیش گوئی کی وجہ سے ہوئی ہے۔اس سلسلے میں مولانا بٹالوی نے یکم جنوری ۱۸۹۳ء کو ایک مفصل خط لکھا جس میں انہوں نے فرمایا:

''آپ جن تین ہزار الہامات کے صادق ہونے کے مدعی ہیں ان میں سے صرف تین الہاموں کے صادق ہونے پر میں آپ کو ملہم مان لوں گا' وہ تین الہام یہ

ہیں۔ دیانند سرستی کی موت کی نسبت الہام۔ شیخ مہر علی کی رہائی کی نسبت الہام‘ دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپس ہونے کی نسبت الہام۔ یا آپ کے آئندہ اور فرضی خسر محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کی موت والا الہام ہی کسی ایسی مجلس میں سچا ثابت کر دیں جس میں جانبین کے مساوی اشخاص ہوں اور مختلف مذاہب یا آزاد مشرب کے تین منصف موجود ہوں تو میں آپ کو ملہم مان لوں گا۔

(دیکھئے مولانا کا مکتوب مندرجہ روحانی خزائن (دافع الوساوس) جلد ۵ ص ۳۱۰۔۳۱۹)

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے ۶ صفحات کا طویل خط لکھا لیکن مولانا کے چیلنج کے جواب میں راہ فرار اختیار کرتے ہوئے یہی کہنے پر اکتفا کیا کہ: ”مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ اس الہامی پیش گوئی (مرزا احمد بیگ کی موت والی) کی آزمائش کے لئے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں۔“ (روحانی خزائن جلد ۵ صفحات مذکورہ بالا)

دوسری طرف وقت گذرتا رہا‘ محترمہ محمدی بیگم کی شادی کو اڑھائی سال گذر گئے‘ یہ چیلنج بازی ہوتی رہی اور وہ بیوہ نہ ہوئی تو مرزا صاحب نے یہ موقف اختیار کیا کہ احمد بیگ کی موت سے سلطان محمد ڈر گیا تھا‘ ڈرنے سے عذاب مؤخر کر دیا گیا ہے‘ تاہم اسے موت آ کر رہے گی‘ محمدی بیگم بیوہ ہوگی اور ان کے نکاح میں ضرور آئے گی‘ اس موقف کی وضاحت کے لئے انہوں نے درج ذیل اشتہار شائع فرمایا:

”چونکہ بہت سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ اس پیش گوئی کی میعاد پوری ہوگئی اور ابھی پیش گوئی کے پورے ہونے کا نام ونشان نہیں‘ اس لئے ان کو اصل حقیقت پر مطلع کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے کہ اس پیش گوئی کے دو حصہ تھے‘ پہلا اور بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی وفات...... اور دوسرا حصہ اس کے داماد کی وفات کی نسبت تھا‘ جو سلطان محمد ساکن پٹی ہے۔ یہ دونوں حصے ایک ہی پیش گوئی اور ایک ہی الہام میں داخل تھے چنانچہ مدت دو سال گذر چکی جو مرزا احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہوگیا...... ہم کئی بار لکھ چکے ہیں جو تخویف اور انذار کی پیش گوئیاں جس قدر ہوتی ہیں...... ان کی تاریخیں اور میعادیں تقدیر مبرم کی طرح نہیں ہوتیں‘ بلکہ تقدیر معلق کی طرح ہوتی ہیں...... اس (احمد

بیگ) کا داماد جو اڑھائی سال کے اندر فوت نہ ہوا تو اس کی یہی وجہ تھی جو اس عبرت انگیز واقعہ کے بعد جو احمد بیگ اس کے خسر کی وفات تھی' ایک شدید خوف اور حزن اس کے دل پر وارد ہو گیا...... گویا وہ جیتا ہی مر گیا' عذاب کی میعاد ایک تقدیر معلق ہوتی ہے جو خوف اور رجوع سے دوسرے وقت پر جا پڑتی ہے...... لیکن نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے' لا تبدیل لکلمات اللہ...... (وہ) اس طرح کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا کہ میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی اور میرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور میں سب روکوں کو اٹھا دوں گا جو اس حکم کے نفاذ سے مانع ہوں...... اے بدفطرتو' اپنی فطرتیں دکھلاؤ' لعنتیں بھیجو' ٹھٹھے کرو اور صادقوں کا نام کاذب اور دروغ گو رکھو' لیکن عنقریب دیکھو گے کہ کیا ہوتا ہے" (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ ص ۳۹)

احمد بیگ کی موت کے بارے میں جو کچھ مرزا صاحب نے لکھا ہے اسے مولانا بٹالوی کے یکم جنوری ۱۸۹۳ء والے چیلنج اور مرزا صاحب کے فرار کی روشنی میں پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ مرزا صاحب گھر بیٹھے شیر تھے' گھر سے گیدڑ بھبکیاں مارتے رہنا ان کا شیوہ تھا لیکن جب اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے انہیں کہا گیا کہ وہ ایسی مجالس میں آئیں جہاں فریقین کی تعداد مساوی ہو اور فیصلہ کرنے کے لئے تین غیر جانبدار منصف موجود ہوں تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ وہ ایسی کسی مجلس میں آنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جہاں تک مرزا سلطان محمد کے (بقول مرزا صاحب) ڈر جانے کے باعث ان پر عذاب یعنی موت کو مؤخر کر دیئے جانے کا تعلق ہے تو مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کے اس موقف کو بھی چیلنج کیا' مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

"ہم کو ایک مخلص کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ بٹالوی صاحب نے اس (آتھم والی) پیش گوئی کے متعلق اور نیز اشتہار ۶ / اکتوبر ۱۸۹۴ء کے متعلق جو احمد بیگ کے داماد کی نسبت شائع کیا گیا تھا چند اعتراض کیے ہیں' جن کا جواب مع تصریح اعتراض

ذیل میں لکھتا ہوں...... قولہ (یعنی بٹالوی صاحب کہتے ہیں) یہ قرآن میں نہیں کہ عذاب کا وعدہ آیا اور کسی قدر خوف سے ٹل گیا...... الجواب (از مرزا صاحب) تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ اگر توبہ و استغفار قبل نزول عذاب ہو تو نزول عذاب ٹل جاتا ہے' بائبل میں ایک بنی اسرائیل کے بادشاہ کی نسبت لکھا ہے...... یہ قصہ مفسرین نے بھی لکھا ہے...... اکابر صوفیہ کا مذہب ہے...... (اور پھر اگلے اعتراض کا جواب شروع ہو جاتا ہے' آخر میں لکھتے ہیں) ''ہم اس مضمون کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ اگر ہم سچے ہیں تو خدا تعالیٰ ان پیش گوئیوں (آتھم اور محمدی بیگم والی) کو پورا کرے گا اور اگر یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں تو ہمارا انجام نہایت بد ہوگا اور ہرگز یہ پیش گوئیاں پوری نہیں ہوں گی...... اور اگر اے خداوند' یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر......''

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۰۶۔۱۱۲) (روحانی خزائن جلد ۹ (انوار الاسلام) ص ۱۱۵۔۱۲۵)

درج بالا اقتباسات مرزا صاحب کے طریق استدلال کا ایک عمدہ نمونہ ہیں' وہ دعویٰ کچھ کرتے ہیں اور دلائل اور طرح کے دیتے ہیں۔ مولانا بٹالوی کا اعتراض تو یہ تھا کہ قرآن میں کہاں مذکور ہے کہ عذاب کا وعدہ آ چکا ہو اور کسی قدر خوف سے ٹل گیا ہو (جیسا کہ مرزا صاحب سلطان محمد بیگ کے معاملے میں دعویٰ کر رہے تھے) جواب میں مرزا صاحب نے لکھا کہ تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے' دعویٰ کی دلیل میں حوالے دیئے تو بائبل کے اور صوفیا کے اقوال کے' قرآن کریم سے وہ ایک دلیل بھی پیش نہ کر سکے۔

مرزا سلطان محمد کے ڈر جانے کا دعویٰ بھی واقعتاً غلط تھا جیسا کہ مولانا دلاوری لکھتے ہیں: ''جب مولوی محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی نے مرزا صاحب کی یہ تحریر پڑھی کہ مرزا سلطان محمد ڈر گیا' اس لئے اس کی موت ملتوی ہوگئی تو انہوں نے اس بیان کی تنقیح کا قصد کیا' اس وقت مرزا سلطان محمد راولپنڈی میں سرکاری فوج کے رسالہ میں ملازم تھے' مولوی محمد حسین نے اپنے ایک دوست منشی محمد سعید نقشہ نویس کو خط لکھا کہ مرزا

سلطان محمد سے مل کر ان سے اس کے متعلق دریافت کریں۔ منشی محمد سعید رسالہ میں جا کر اس سے ملے اور ڈرنے کے متعلق ان کے خیالات معلوم کیے۔ انہوں نے ڈر جانے کے دعوی کی صداقت سے انکار کیا اور یہ تحریر لکھ دی: ''میں مرزا غلام احمد کو جھوٹا اور دروغ گو جانتا ہوں' اور مسلمان آدمی ہوں۔ خدا کا ہر وقت شکر گذار ہوں' سلطان محمد بیگ بقلم خود (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۶ ص ۱۹۱)

یہ خط اشاعت السنۃ میں قادیان کے مسیح صاحب کے حین حیات یعنی اواخر ۱۸۹۴ میں شائع ہوا' لیکن مسیح صاحب نے اس کی کوئی تردید شائع نہیں کی۔ اس کے بعد بھی مرزا غلام احمد صاحب چودہ سال تک اس عبرت کدہ عالم میں موجود رہے لیکن سلطان محمد بیگ کے بیان کی تردید کی کبھی جرات نہ ہوئی۔'' (رئیس قادیان جلد اول ص ۱۶۴)

اس خط کے بعد مرزا سلطان محمد صاحب کے دو اور خطوط مختلف مواقع پر اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوئے جو اگرچہ مرزا صاحب کی موت کے بعد کے واقعات ہیں لیکن چونکہ وہ اسی موضوع سے متعلق ہیں جو زیر بحث ہے (کہ آیا مرزا سلطان محمد صاحب اپنے خسر کی موت کی وجہ سے مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئی سے ڈر گئے تھے) اس لئے ہم انہیں بھی ذیل میں درج کیے دیتے ہیں۔ پہلے خط میں جو ۱۴ مارچ ۱۹۲۴ء کو اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا' سلطان محمد نے لکھا: ''جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے میری موت کی پیش گوئی فرمائی تھی' میں نے اس میں ان کی تصدیق کبھی نہیں کی' نہ میں اس پیش گوئی سے کبھی ڈرا' میں ہمیشہ سے اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا ہوں۔ (سلطان محمد بیگ ۳ مارچ ۱۹۲۴ء)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اہل حدیث میں اعلان کیا تھا کہ جو مرزائی اس چٹھی کو غیر صحیح ثابت کر دے اسے وہی تین سو روپیہ انعام دیا جائے گا جو میں نے لدھیانہ میں میر قاسم علی مرزائی سے جیتا تھا' اس اعلان پر سب مرزائی دم بخود ہو گئے اور کسی کو جرات نہ ہوئی کہ اس کے خلاف لب کشائی یا خامہ فرسائی کرتا۔

(رئیس قادیان جلد اول ص ۱۶۴-۱۶۵)

شاہ محمد شریف صاحب گھڑیالوی امیر جماعت اہل حدیث پنجاب نے ۱۹۳۰ء میں مرزا سلطان محمد کو خط لکھ کر ان کے حالات وخیالات معلوم کئے تو مرزا سلطان محمد نے لکھا:

السلام علیکم! میں تا دم تحریر تندرست اور بفضل خدا زندہ ہوں' خدا کے فضل سے ملازمت کے دوران بھی تندرست رہا ہوں' میں اس وقت بعہدہ رسالداری پنشن پر ہوں۔ ۱۳۵ روپے ماہوار پنشن ملتی ہے' گورنمنٹ کی طرف سے پانچ مربع اراضی عطا ہوئی ہے' قصبہ پٹی میں میری جدی زمین بھی میرے حصہ میں قریباً سو بیگھ آئی ہے' ضلع شیخوپورہ میں بھی تین مربع زمین ہے (میرا ایک لڑکا) لاہور میں پڑھتا ہے' حکومت کی طرف سے اس کو ۲۵ روپے ماہوار وظیفہ ملتا ہے' دوسرا لڑکا پٹی میں انٹرنس میں تعلیم پاتا ہے' میں خدا کے فضل سے اہل سنت والجماعت ہوں' میں احمدی مذہب کو برا سمجھتا ہوں' میں اس کا پیرو نہیں' اس کا دین جھوٹا سمجھتا ہوں۔

(والسلام' تابعدار سلطان محمد بیگ پنشنر پٹی ضلع لاہور)

یہ خط ۱۴ نومبر ۱۹۳۰ کے اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا۔ اس اور اوپر والے خطوط سے مرزا صاحب کا یہ دعویٰ غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ مرزا سلطان محمد ڈر گیا تھا' لیکن مرزا صاحب ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود گرچہ دروغ گوید کی مجسم تصویر تھے' جھوٹا ثابت ہو جانے پر بھی جھوٹ پورے زور شور سے بولتے جاتے تھے' یہی صورت محترمہ محمدی بیگم کے خاوند کی موت اور اس کے بعد ان سے نکاح کے دعوؤں میں نظر آتی ہے' جیسا کہ انہوں نے ۱۸۹۶ء کی تصنیف انجام آتھم میں لکھا:

۱۔ ''باقی رہی احمد بیگ کی موت اور اس کے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی' سو احمد بیگ تو پیش گوئی کی میعاد کے اندر فوت ہو گیا جس سے ہمارے کسی مخالف کو انکار نہیں' گویا پیش گوئی کی دو ٹانگوں میں ایک ٹانگ ٹوٹ گئی' رہا داماد اس کا' سو وہ اپنے رفیق اور خسر کی موت کے حادثہ سے اس قدر خوف سے بھر گیا تھا کہ گویا قبل از وقت مر گیا' لہٰذا سنت اللہ کے موافق ...... اس وعید کی میعاد میں تخلف ہو گیا ...... میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے' اس کا انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا

ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آ جائے گی۔

(روحانی خزائن جلد ۱۱ (آنجام آتھم) ص ۲۹۔۳۱ بر حاشیہ)

۲۔ ''میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ یہ کام (مرزا صاحب کا محمدی بیگم سے نکاح) ہو گیا' یہ کام ابھی باقی ہے' اس کو کوئی بھی کسی حیلہ سے رد نہیں کر سکتا اور یہ تقدیر مبرم ہے' اس کا وقت آئے گا' قسم خدا کی جس نے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے' تم دیکھ لو گے' اور میں اس جز کو اپنے جھوٹے اور سچے ہونے کا معیار بناتا ہوں اور میں نے جو کہا ہے یہ خدا سے خبر پا کر کہا ہے۔''

(اصل عبارت عربی میں ہے' ہم نے اس کا اردو ترجمہ مولانا صفی الرحمٰن اعظمی کی کتاب ''قادیانیت اپنے آئینہ میں'' کے ص ۱۲۳ سے نقل کیا ہے)

(روحانی خزائن جلد ۱۱ (آنجام آتھم) ص ۲۲۳)

۳۔ ''میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے' اس کا انتظار کرو' اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آ جائے گی اور اگر سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پوری کر دے گا' جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ (روحانی خزائن (انجام آتھم) جلد ۱۱ بر حاشیہ ص ۳۱)

اور مولانا عبدالحق غزنوی کو مخاطب کرتے ہوئے ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۷) میں اپنی کتاب حجۃ اللہ میں مرزا صاحب نے لکھا...... ''پھر تمہارا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ احمد بیگ کا داماد اب تک زندہ ہے' سو میں کہتا ہوں کہ اے نابکار قوم' کب تک تو اندھی اور گونگی اور بہری رہے گی؟ سن اور سمجھ! کہ اس الہام کے دو ٹکڑے تھے' ایک احمد بیگ کے متعلق اور ایک اس کے داماد کے متعلق' سو تم سن چکے ہو کہ احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا' اور وہ دن آتا ہے کہ تم سن لو گے کہ اس کے داماد کی نسبت بھی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں...... پس اس وقت اس کا وعدہ پورا ہوگا' جب یہ سب کچھ پورا ہوگا' تب نہ میں بلکہ ہر ایک دانا تم پر لعنت بھیجے گا کیونکہ تم نے خدا کا مقابلہ کیا۔'' (روحانی خزائن حجۃ اللہ جلد ۱۲ ص ۱۵۹)

۲۷ ستمبر ۱۹۰۰ء کو انہوں نے اپنی پیش گوئی فسیکفیکھم اللہ و یردھا الیک کی وضاحت میں لکھا: ''یہ پیش گوئی اس نکاح کی نسبت ہے جس پر نادان مخالف جہالت اور تعصب سے اعتراض کرتے ہیں' حالانکہ فقرہ یردھا الیک سے صاف ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ اس عورت کا جانا اور پھر واپس آنا شرط ہے اور بعد اس کے زوجناک ہے کیونکہ اول وہ عورت قرابت قریبہ کی وجہ سے قریب تھی' پھر دور چلی گئی اور پھر واپس آئے گی'' (روحانی خزائن جلد ۱۷ص ۳۸۲)

۱۹۰۱ء میں ایک عدالتی بیان میں مرزا صاحب نے فرمایا:

''احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیش گوئی ہے وہ اشتہار میں درج ہے......وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی' مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا جیسا کہ پیش گوئی میں درج ہے......عورت اب تک زندہ ہے' میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ امید کیسی؟ یقین کامل ہے' یہ خدا کی باتیں ہیں' ٹلتی نہیں' ہوکر رہیں گی۔

(الحکم قادیان ۱۰ اگست ۱۹۰۱ ص ۱۴) (منقول از ''قادیانیت اپنے آئینہ میں'' ص ۱۳۳۔۱۳۴)

۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب نے فرمایا ''الہام الٰہی کے یہ لفظ ہیں فسیکفیکھم اللہ و یردھا الیک یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور اس (محمدی بیگم) کو تیری طرف لائے گا......وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی' سو ایسا ہی ہوگا۔'' (الحکم قادیان ۳۰ جون ۱۹۰۵ء (منقول از ''قادیانیت اپنے آئینہ میں'' ص ۱۳۴)

لیکن:

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

قارئین! مجھے خدشہ ہے کہ اس موضوع کے نسبتاً پیچیدہ ہونے کے باعث آپ کہیں اکتاہٹ کا شکار ہو کر بھول بھلیوں میں نہ الجھ گئے ہوں' اس لئے میں آخر میں اس بحث کا خلاصہ بیان کئے دیتا ہوں جو یوں ہے:

۱۔ ۱۸۸۱ء میں مرزا صاحب نے الہامی پیش گوئی فرمائی کہ وہ اپنی باقی ماندہ زندگی میں دو مرتبہ دولہا بنیں گے' ان کی ایک دلہن کنواری ہوگی اور دوسری بیوہ۔ یاد رہے کہ اس

وقت مرزا صاحب کی عمر تقریباً ۴۰ سال تھی اور ان کی ایک بیوی پہلے سے موجود تھی جس سے مرزا سلطان احمد اور مرزا افضل احمد نامی ان کے دو صاحبزادے بھی موجود تھے۔

۲۔ ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کو انہوں نے الہامی پیش گوئی ایک اشتہار میں شائع فرمائی کہ اشتہار کے بعد یعنی فروری ۱۸۸۶ء کے بعد ان کے نکاح میں خواتین مبارکہ آئیں گی اور ان سے مرزا صاحب کی اولاد بھی پیدا ہوگی' اس اشتہار کے بعد واقعہ یہ ہے کہ خواتین تو ایک طرف کوئی ایک خاتون بھی ان کے نکاح میں نہیں آئی' ہمیں افسوس ہے مرزا صاحب کے قادیانی مریدوں پر کہ وہ جاں نثاری کے دعووں کے باوجود اپنی جماعت میں سے کوئی جوان اور کنواری عورت تو ایک طرف کوئی عمر رسیدہ' مطلقہ' بیوہ یا معذور عورت تک مرزا صاحب کے نکاح کے لئے پیش نہ کر سکے۔

۳۔ جون ۱۸۸۶ء میں انہوں نے حکیم نور دین کو بتایا کہ انہیں بکثرت الہام ہو رہے ہیں کہ عنقریب ان کی ایک شادی ہونے والی ہے' وہ خاتون پارسا' نیک سیرت اور مرزا صاحب کی اولاد (خصوصاً ایک لڑکے) کی ماں بنے گی۔ مرزا صاحب نے مزید لکھا کہ اس شادی کے بارے میں الہامات اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے یہ شادی تقدیر مبرم (نہ ٹلنے والی) ہے' یاد رہے کہ مرزا صاحب کی کوئی شادی اس خط کے بعد نہیں ہوئی' اس لئے نہ صرف ان کی شادی کی الہامی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی بلکہ ایسی شادی سے ایک لڑکا پیدا ہونے کی پیش گوئی بھی غلط نکلی۔

۴۔ ۱۸۸۸ء میں مرزا صاحب نے مرزا احمد بیگ ہوشیاری کو لکھا کہ اگرچہ انہیں مرزا احمد بیگ سے کوئی غرض ہے نہ اس کی لڑکی محمدی بیگم سے' لیکن وہ الہام کے ہاتھوں مجبور ہو کر درخواست کر رہے ہیں کہ محمدی بیگم کا ہاتھ ان (مرزا صاحب) کے ہاتھ میں دے دیا جائے' انہوں نے یہ بھی لکھا کہ وہ احسان ناشناس نہیں ہیں' وہ اس کرم فرمائی کی قدر کریں گے' مادی اور روحانی طور پر اس احسان کا شکریہ ادا کریں گے' مرزا احمد بیگ اور اس کے عزیزوں نے یہ خط اخبار نور افشاں کے ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے شمارہ میں شائع کروایا۔

۵۔ اس وقت کے اردگرد مرزا صاحب کو ایک اور الہام ہوا جو بعد میں انہوں نے ۱۸۹۳ء میں شائع ہونے والی کتاب کرامات الصادقین میں شائع فرمایا کہ اگر محمدی بیگم کو ان کے نکاح میں نہ دیا گیا تو ان سے برا کوئی نہیں ہوگا' نہ وہ کھیلیں گے' نہ کھیلنے دیں گے' ان کا الہام کنندہ لڑکی کو بیوہ اور یتیم کر کے مرزا صاحب کے رحم و کرم پر چھوڑ دے گا اور محمدی بیگم ان کے حرم کی زینت بن کر رہے گی۔

۶۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں مرزا صاحب نے اب تک کے حالات و واقعات درباره پیش گوئی کا خلاصہ ایک اشتہار میں شائع کیا' مرزا احمد بیگ سے اپنے خاندانی روابط' طلب رشتہ کا پس منظر' رشتہ سے انکار کے نتائج اور رشتہ دے دینے کے فوائد گنواتے ہوئے کہا کہ خدا نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ محمدی بیگم انجام کار ان کے نکاح میں آ کر رہے گی' اور خدا کی باتیں ٹالی نہیں جاسکتیں۔

۷۔ ۲رمئی ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب نے اپنی پہلی بیوی سے اپنے بیٹے مرزا سلطان احمد کو اس بنا پر عاق کر دیا کہ وہ اور اس کی تائی محمدی بیگم کا نکاح کسی دوسری جگہ کروانے کی کوشش میں باوجود منع کرنے کے لگے ہوئے ہیں' ساتھ ہی انہوں نے اپنی پہلی بیوی سے دوسرے لڑکے مرزا فضل احمد کو نوٹس دیا کہ اگر محمدی بیگم کی شادی کسی اور جگہ ہوگئی اور اس نے اپنی بیوی کو (جو محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کی بھانجی ہے) طلاق نہ دی تو وہ بھی عاق ہوگا' ساتھ ہی لکھا کہ زمانہ جو چاہے کرلے محمدی بیگم سے ان کی شادی ایک نہ ایک دن ہو کر رہے گی۔

۸۔ دسمبر ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب کا نکاح آسمان پر بقول ان کے محمدی بیگم کے ساتھ خود خدا نے پڑھا دیا۔

۹۔ ۷ اپریل ۱۸۹۲ء کو محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ کی شادی پٹی ضلع لاہور کے مرزا سلطان محمد سے انجام پائی۔

۱۰۔ ۲۵رجولائی ۱۸۹۲ء کو خواب میں مرزا صاحب کی ملاقات محمدی بیگم سے ہوئی اور وہ ایک غیر کی منکوحہ سے جو سر سے پیر تک سرخ جالی کا لباس پہنے ہوئی تھی بغل گیر ہوئے۔

۱۱۔ ۱۴؍اگست ۱۸۹۲ء کو خواب میں مرزا صاحب کی ملاقات ایک مرتبہ پھر محمدی بیگم سے اس حال میں ہوئی کہ اب کی بار جائی کا لباس بھی مرزا صاحب اور ان کی آسمانی منکوحہ کے درمیان حائل نہیں تھا۔

۱۲۔ اس کے بعد لگتا ہے کہ مرزا صاحب ساری عمر انگاروں پر تڑپتے رہے ہیں' نہ ان کی زندگی میں مرزا سلطان محمد مرانہ سلطان محمد اور محمدی بیگم کے درمیان کسی قسم کی ناچاکی پیدا ہوئی' اس لئے مرزا صاحب اپنے مخالفین کے استہزا کا نشانہ بنے رہے' وہ بار بار کہتے رہے کہ مرزا سلطان محمد اپنے سسر کی موت سے ڈر گیا ہے' اس لئے اس کی موت مؤخر ہوگئی ہے' تاہم موت آئے گی ضرور' (مرزا صاحب کی زندگی میں) اور پھر محمدی بیگم بیوہ ہو کر ان کے نکاح میں آ کر رہے گی' اگر ایسا نہ ہو تو ان سے بڑا جھوٹا کوئی نہ ہوگا۔

۱۳۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو احمد بیگ کی موت ان کی پیش گوئی کے مطابق ہوئی جیسا کہ اس چیلنج کو قبول نہ کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے جو مولانا محمد حسین بٹالوی نے انہیں کیا تھا (دیکھئے مولانا کا مکتوب یکم جنوری ۱۸۹۳ء) نہ ہی مرزا سلطان محمد پر کسی قسم کا خوف طاری ہوا' جیسا کہ اس خط سے ظاہر ہے جو مولانا محمد حسین بٹالوی علیہ الرحمۃ نے ۱۸۹۴ء کے اواخر میں اشاعۃ السنۃ میں شائع فرمایا' نہ ہی مرزا سلطان محمد نے مرزائیت قبول کی اور نہ ہی وہ دائرہ اسلام سے نکلا جیسا کہ ان خطوط سے واضح ہوتا ہے جو اہل حدیث امرتسر میں ۱۹۲۴ء اور ۱۹۳۰ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے شائع فرمائے۔

۱۴۔ محمدی بیگم مرزا صاحب کے بعد ۵۸ سال تک زندہ رہیں اور نوے برس سے زائد عمر پا کر ۱۹ نومبر ۱۹۶۶ء کو لاہور میں انتقال فرمایا اور مرتے وقت انہوں نے وصیت فرمائی کہ کوئی قادیانی ان کے جنازے میں نہ آئے۔ (الاعتصام لاہور ۷؍اپریل ۱۹۶۷)

۱۵۔ اس ساری داستان کو مرزا صاحب کے درج ذیل فرامین اور دعاؤں کی روشنی میں پڑھا جائے۔

کسی انسان خاص کر مدعی الہام کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر ہے۔'' (تریاق القلوب طبع اول ص ۱۰۷ طبع دوم ص ۲۶۸ منقول از محمدیہ پاکٹ بک)

اور ''ہمارا صدق یا کذب جاننے کو ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔'' (اشتہار ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء مندرجہ آئینہ کمالات اسلام طبع اول ص ۲۸۸ طبع دوم ص ۲۳۱ روحانی خزائن جلد ۵ ص ۲۸۸)

اور ''اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس پیش گوئی کو پورا کرے گا'' (روحانی خزائن (انجام آتھم) جلد ۱۱ ص ۳۱ حاشیہ) اور ''اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی' اور میری موت آجائے گی'' (روحانی خزائن (انجام آتھم) جلد ۱۱ ص ۲۹۔۳۱ حاشیہ)

اور ''اگر اے خداوند یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر'' (مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۱۵۔۱۱۶)

مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اگر محمدی بیگم کا ان سے نکاح نہ ہوا تو اس لڑکی کا انجام بہت برا ہوگا' مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی بھی غلط نکلی کیونکہ ۵۷ سال تک اپنے خاوند کے ساتھ صحت و عافیت کی زندگی گزارنا اور خاوند کی وفات کے بعد مزید ۱۷ سال تک اپنے بیٹے بیٹیوں' پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کے ہنستے مسکراتے گلشن کی بہاروں سے متمتع ہوکر ۹۰ سال سے زائد عمر میں حالت ایمان میں اس دنیا سے رخصت ہونا کسی بھی زمانے کے مسلمان معاشرے میں ایک عورت کا برا انجام نہیں سمجھا گیا۔ میں تو اس محترم خاتون کو قادیانیت کے خلاف آیت من آیات اللہ سمجھتا ہوں کہ بلوغ کے بعد جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مفتری علی اللہ ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔ اللھم اغفر لھا وارحمھا٥

قادیانی حضرات کیلئے محمدی بیگم سے مرزا صاحب کے نکاح کی پیش گوئیوں سے جان چھڑانا مشکل ہے اور وہ ہمیشہ سے ان کی توجیہات میں لگے ہوئے ہیں۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنی زندگی میں مرزائی لٹریچر پر بے حد نظر رکھتے تھے اور ہر نئی توجیہ پر تبصرہ فرماتے تھے۔ ذیل میں مولانا کا ایک ایسا ہی تبصرہ نقل کیا جاتا ہے جو اخبار اہل حدیث امرتسر میں ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا تھا۔ آپ لکھتے ہیں:

''اخبار الفضل نے آسمانی نکاح کا قصہ پارینہ پھر چھیڑا ہے۔ ہم سمجھتے تھے کہ

امت مرزائیہ اس نکاح کا تصور کر کے بھی شرمندہ ہوتی ہوگی۔ نہ اس لئے کہ یہ نکاح دنیا میں ظہور پذیر نہیں ہوا بلکہ اس لئے کہ اسکی تشریحات اعیان مرزائیہ نے اتنی مختلف کی ہیں کہ یہ مصرع ان پر صادق آتا ہے

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا

سب سے پہلے قادیانی حکیم الامت (خلیفہ نور الدین) نے اس بیمار (مرزا صاحب) کیلئے یہ نسخہ تجویز کیا کہ مرزا صاحب کے آسمانی خسر مرزا احمد بیگ کی بیٹی (محترمہ محمدی بیگم جس سے مرزا صاحب کا آسمان پر نکاح ہوا تھا) سے خاص محمدی بیگم مراد نہیں تھی بلکہ اس سے محترمہ محمدی بیگم کی لڑکی یا لڑکی کی لڑکی یا اسکی نواسی یا نواسی کی نواسی قیامت تک مراد ہے اور مرزا صاحب (ناکح) سے مراد ان کی ذات نہیں بلکہ ان کا بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا قیامت تک ہے...... (دیکھئے تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۲) آئندہ زمانے میں قیامت تک دونوں طرف سے جس لڑکی اور لڑکے کا باہم رشتہ ہو جائے تو آسمانی نکاح ثابت ہو جائے گا حکیم صاحب نے نسخہ تو عجیب تجویز کیا مگر مرزا صاحب کی تصریحات کے خلاف ہونے کی وجہ سے استاد ذوق نے اس پر اظہار ناپسندیدگی کرنے کو یہ شعر لکھا ہے۔

بیمار عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج

کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

اس کا دوسرا جواب مفتی محمد صادق صاحب قادیانی نے دیا کہ یہ نکاح مرزا صاحب کی زندگی ہی میں فسخ ہو چکا تھا۔ اب اعتراض کیا؟ یہ دو جواب تو قادیانی جماعت کی طرف سے دیئے گئے۔ لاہوری جماعت مرزائیہ نے اپنا جواب ان کے علاوہ دیا ہے۔ ان کے امیر جماعت مولوی محمد علی صاحب نے تو صاف تسلیم کر لیا کہ نکاح کی بابت پیش گوئی تھی مگر حق یہ ہے کہ نکاح نہیں ہوا۔ لاہوری جماعت میں ایک صاحب بڑے محقق ہی نہیں بلکہ مدقق ہیں۔ انہوں نے اپنے امیر کے جواب کو ناکافی سمجھ کر از خود ایک ایسا جواب دیا ہے جو واقعی ایک مدقق کے شایان شان ہے۔ یہ صاحب چونکہ ڈاکٹر ہیں اور آج کل ڈاکٹری میں تشخیص مرض کا ایک نیا طریقہ جاری ہوا

ہے جس کو ایکس رے کہتے ہیں۔اس عمل سے بیمار کے اندرونی اعضاء کی تصویر لیتے ہیں۔ یہ طریقہ عموماً سل اور دق کے امراض میں زیادہ مستعمل ہے۔ڈاکٹر صاحب نے نکاح مرزا کی اندرونی تصویر یہ دکھائی ہے کہ اس پیش گوئی سے مراد کوئی عرفی شرعی نکاح نہیں ہے بلکہ ہماری جماعت جو یورپ میں جا کر تبلیغ اسلام کے ذریعے سے انگریزوں کو محمدی کلمہ گو مسلمان بناتی ہے اس سے یہی مراد ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ جتنے لوگ مسلمان ہوتے ہیں وہ گویا محمدی جماعت میں داخل ہو کر محمدی بیگم بن گئے ہیں۔مرزا احمد بیگ کی لڑکی محمدی بیگم سے مرزا صاحب کا جو نکاح آسمان پر ہوا تھا اور دنیا میں ظاہر ہونے والا تھا اس سے مراد یہی ہے کہ انگریز مرزائیوں کی تبلیغ سے مسلمان ہو رہے ہیں۔ ہمارے ناظرین یہ توجیہہ سن کر جلدی میں یہ نہ کہہ دیں کہ یہ توجیہ تو اس شعر کی مصداق ہے۔

چہ خوش گفت سعدی در زرادی الا یا ایھا الساقی ادر کاساً و ناولھا

ایسے جلد باز معترضین کو پہلے قادیانی لغات اور اصطلاحات سے واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔قادیانی لغت میں دمشق سے مراد قادیان۔خنزیر سے مراد پادری۔یاجوج ماجوج سے مراد اقوام یورپ۔دجال سے مراد انگریز۔خردجال سے مراد ریل۔اور مریم سے مراد مرزا صاحب ہیں۔غرض قادیان ایسی بستی ہے جہاں سے یہ آواز آتی ہے۔

بیا در بزم رنداں تا بہ بنی عالم دیگر بہشت دیگر و ابلیس دیگر و آدم دیگر

ان چار سابقہ جوابات کو الفضل نے کافی نہ جان کر ایک نیا جواب دیا ہے جو پہلے چاروں سے لطیف تر ہے اور طلبائے مدارس کے لئے بوقت فرصت تفریح کا کافی سامان ہے۔اس لئے ہم اس کو اسی کے الفاظ میں قریباً پورا نقل کرتے ہیں۔الفضل کا قابل نامہ نگار لکھتا ہے۔

’’حضرت مسیح موعود (مرزا) کی صداقت کے لاکھوں نشان نظر آ سکتے تھے لیکن خدائی سنت کے ماتحت مخالفین نے اس پر عمل نہ کیا۔احمدیت پر مخالفین کی طرف سے جو سب سے بڑا اعتراض پیش کیا جاتا ہے وہ محمدی بیگم والی پیش گوئی کے متعلق ہے‘ حالانکہ

جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے مخالفین اس پیش گوئی پر اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو یہ پیش گوئی بھی حضرت مسیح (مرزا) کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے۔اس پیش گوئی پر جتنے بھی اعتراض کیے جاتے ہیں ہماری جماعت کی طرف سے ان کے دندان شکن جواب دیئے جا چکے ہیں۔لیکن میں اب ایک اور رنگ میں اس پیش گوئی کے متعلق بعض باتیں کہنی چاہتا ہوں۔

اس پیش گوئی پر غور کرنے سے پہلے مخالفین کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کیا کوئی جھوٹا انسان اس قسم کی پیش گوئی کر سکتا ہے۔وہ اپنے جھوٹ سے دنیا کو تو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو تو خوب جانتا ہے کہ میں دعوی نبوت میں جھوٹا ہوں اور جھوٹا مدعی نبوت کبھی اس قسم کی پیش گوئی کرنے کی جرات نہیں کر سکتا جس کا پورا ہونا اس کے اپنے اختیار میں نہ ہو...... خدا تعالیٰ کے انبیاء جن کو وہ دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے مبعوث کرتا ہے وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ان کو جو کچھ خدا تعالیٰ کہے' اس کو دنیا تک پہنچا دیتے ہیں۔وہ اس پیغام میں ایک شوشہ نہ گھٹا سکتے ہیں اور نہ بڑھا سکتے ہیں۔خدا تعالیٰ کی طرف سے جن مبشرات ومنذرات کی ان کو خبر ملے وہ دنیا کے سامنے کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں خواہ ظاہری نگاہ میں وہ باتیں پوری ہونے والی ہوں یا نہ ہونے والی ہوں۔

پس اس مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے عقلی طور پر ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ جھوٹا مدعی نبوت اپنے ہر قول اور فعل اور تحریر وتقریر میں اعتراض کے پہلو سے بچتا دکھائی دیتا ہے۔کیونکہ اس کی ساری کارروائی میں اس کی اپنی عقل اور سکیم کا دخل ہوتا ہے۔لیکن ایک سچا اور خدا کا مقرر کردہ نبی اس قسم کی ظاہری پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔وہ وہی کہتا ہے جس کا خدا اسے حکم دے۔اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر اس پیش گوئی پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔آپ نے وہی کچھ فرمایا جو ارشاد باری تھا۔لوگوں کے ہنسی مذاق کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کی۔اگر کوئی جھوٹا مدعی نبوت ہوتا تو ایسی پیش گوئی ہرگز نہ کرتا جس کا

پورا ہونا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ پس اس امر سے یقینی طور پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) راست باز انبیاء کے زمرہ میں شامل ہیں۔''

(الفضل قادیان۔ ۱۹ نومبر ۱۹۳۹ء ص ۵)

(مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں) ہمارے ناظرین خواہ کسی مذہب و مشرب میں ہوں' للہ ہمیں اطلاع دیں کہ اس سارے مضمون میں فاضل نامہ نگار نے جواب دیا ہے یا جواب سے جواب ہے۔ عرب کا ایک شاعر اپنے محبوب سے پوچھتا ہے کہ تو مجھے کس جرم پر ستاتا ہے۔ اس کا محبوب نہایت معقول جواب دیتا ہے۔

وجودك ذنب لا يقاس به ذنب یعنی تیری ہستی ہی گناہ ہے۔ اس کے برابر کوئی گناہ نہیں۔

اس جواب کو معیار بنا کر دیکھا جائے تو مضمون نگار کا جواب صحیح ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر علم مناظرہ کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو یہ جواب دراصل اس شعر کا مصداق ہے۔

غالب تمہیں کہو کہ ملا ہے جواب کیا ‏ مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

کیوں صاحب! جماعت احمدیہ کی طرف سے جو دندان شکن جواب دیئے گئے وہ ایسے ہی دندان شکن تھے؟ ہمارے خیال میں وہ جوابات اگر ایسے معقول نہ تھے تو اس سے کم بھی نہیں تھے۔ سارے جواب کی روح رواں یہ فقرہ ہے کہ جھوٹے نبی ایسی پیش گوئی کرنے کا حوصلہ نہیں کر سکتے۔ اس کا نتیجہ اس کے دل میں یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے ایسی پیش گوئی کی ہے' جو جھوٹے نہیں کر سکتے لہٰذا آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ ہماری دریا دلی دیکھئے کہ ہم آپ کی دلیل کے کسی مقدمہ پر منع وارد نہیں کرتے بلکہ نقض بھی نہیں کرتے۔ ہاں اتنا کہنے کی اجازت چاہتے ہیں (اگر آپ لوگ اس پر توجہ کریں) کہ ایسی پیش گوئی کر دینا ہی اگر سچائی کی دلیل ہے تو اس کے ظہور کے انتظار کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ مرزا صاحب متوفی نے گورداسپور کی عدالت ججی میں بضمن شہادت یہ کہا تھا کہ جس روز یہ پیش گوئی پوری ہوگی آج جو لوگ مجھ پر ہنستے ہیں اس روز اپنے حال پر روئیں گے۔ جو بات آج نامہ نگار نے کہی ہے کہ نفس پیش گوئی کر دینا ہی

دلیل صداقت ہے۔ یہی کہہ دیتے۔ پھر کیوں کتاب شھادۃ القرآن میں مسلمانوں کو اس پیش گوئی کے انجام کا انتظار کرنے کا حکم دیا۔ حالانکہ بقول نامہ نگار مذکورہ خرق عادت پیش گوئی کر دینا ہی مدعی کی صداقت کا نشان ہے۔

قرآن مجید اصولاً نامہ نگار کے خیال کی تردید کرتا ہے جہاں ذکر ہے کہ کفار قرآن مجید کی کی خبروں کو غلط کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا۔

ولتعلمن نباء ہ بعد حین یعنی تم لوگ تھوڑے عرصے کے بعد اس کی خبروں کو صحیح پاؤ گے۔ نامہ نگار مذکور کی طرح یہ نہیں کہا کہ پیش گوئی کی انتہا دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ نفس پیش گوئی ہی کافی ہے۔ قادیانی جماعت اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتی۔ کیونکہ اس پیش گوئی نے ان کے دماغوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ اس لئے ان کی مختلف حالتوں پر یہ آیت خوب چسپاں ہوتی ہے۔

انکم لفی قول مختلف یوفك عنه من افك

ہم اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ قادیانی جماعت باتیں بنانے میں بڑی ہوشیار ہے۔ مگر مرزا صاحب کی محبت نے ان کو مرزا غالب مرحوم کے اس شعر کا مصداق بنا دیا ہے۔

عشق نے غالب نکما کر دیا　　ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

(اہل حدیث امرتسر یکم دسمبر ۱۹۳۹ص۔۶۔۵)

مرزا صاحب کے آسمانی نکاح کے بارے میں ان کے معتقدین توجیہات پیش کرنے میں اس کے بعد بھی مصروف رہے ہیں اور مولانا امرتسری بھی ان کے تار و پود بکھیرنے کا کام کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۴۲ء میں بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا اور مرزائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:۔

''ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں' جو اس نزاع میں فیصلہ کن ہے۔ خود مرزا صاحب نے اس حدیث کو اس مخصوص امر میں پیش کیا ہوا ہے۔ اس لئے ہم یہ حدیث مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں پیش کئے دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں

''اس پیش گوئی (آسمانی نکاح) کی تصدیق کیلئے رسول اللہ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے کہ یتزوج ویولد لہٗ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان (بصورت آسمانی نکاح) ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ان سیاہ دل منکروں کو ان شبہات کا جواب دے رہے ہیں (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳ حاشیہ)

یہ حدیث نبوی مرزا صاحب کی پیش کردہ ہے۔ اس کا مطلب آپ لوگوں کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ مرزا صاحب کا آسمانی نکاح کوئی معمولی نکاح نہیں۔ بلکہ یہ نکاح ایسا عظیم الشان ہے جو مدینہ کے دربار رسالت میں رجسٹری ہو چکا ہے۔ اس کے دو جز ہیں۔ ایک اصل نکاح کا وقوع۔ دوسرے منکوحہ آسمانی سے اولاد پیدا ہونا۔ کیا تم (قادیانی) لوگ بتا سکتے ہو کہ یہ دونوں واقعات جو حدیث میں مذکور ہیں' ظہور پذیر ہو گئے ہیں۔ اگر ہو گئے ہیں تو وہ اولاد کہاں ہے؟......

کس قدر ظلم اور کج روی ہے کہ ایک شخص کو مہدی مسعود اور مسیح موعود مانتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے صحیح معنی بتانے میں اس کو حکم وعدل کہتے ہیں۔ مگر جب وہ منصب کے ثبوت میں کسی آیت یا حدیث سے استدلال کرتا ہے اور اسی دلیل سے اس کا منصب غلط ٹھہرتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتے۔ کوئی قادیانی یا لاہوری ہے کہ مرزا صاحب کے استشہاد کے ماتحت اس حدیث کا جواب دے...... مرزا صاحب نے اس حدیث کو جو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے' آخر اس کا کیا مطلب ہے؟ گالیاں دو یا بدکلامی کرو' ہم اس سے نہیں روکتے نہ گھبراتے ہیں۔ ہاں صحیح جواب کے خواست گار ہیں'' (اہل حدیث امرتسر۔ ۱۵ مئی ۱۹۴۲ ص ۶۔۵)

ایک منذر الہام بابت محمد حسین بٹالوی

محترمہ محمدی بیگم اور مرزا غلام احمد کے ''نکاح آسمانی'' سے متعلق واقعات کے بیان کے بعد ہم مرزا غلام احمد کے ایک خط کا ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء کو شیخ الاسلام مولانا بٹالوی مرحوم کو لکھا تھا۔ یہ خط ہم مرزا غلام احمد کے ''روحانی خزائن'' سے نقل کرتے ہیں۔ مرزا صاحب شیخ الاسلام بٹالوی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم' نحمدہ و نصلی' الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے فتوی تکفیر کی وجہ سے جس کا یقینی نتیجہ احد الفریقین کا کافر ہونا ہے' اس خط میں سلام مسنون یعنی السلام علیکم سے ابتدا نہیں کر سکا' لیکن چونکہ آپ کی نسبت مجھے ایک منذر الہام ہوا ہے اور چند مسلمان بھائیوں نے بھی مجھ کو آپ کی نسبت ایسی خوابیں سنائیں جن کی وجہ سے میں آپ کے خطرناک انجام سے بہت ڈر گیا۔ تب بوجہ آپ کے ان حقوق کے جو بنی نوع انسان کو بنی نوع انسان سے ہوتے ہیں اور نیز بوجہ آپ کی ہم وطنی اور قرب وجوار کے میرا رحم آپ کی اس حالت پر بہت جنبش میں آیا اور اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے آپ کی حالت پر نہایت رحم ہے اور ڈرتا ہوں کہ آپ کو وہ امور پیش نہ آ جائیں جو ہمیشہ صادقوں کے مکذبوں کو پیش آتے رہے ہیں' اسی وجہ سے میں آج رات سوچتا سوچتا ایک گرداب تفکر میں پڑ گیا کہ آپ کی ہمدردی کے لئے کیا کروں' آخر مجھے دل کے فتوے نے یہی صلاح دی کہ پھر دعوت الی اللہ کے لئے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھوں' کیا تعجب کہ اسی تقریب سے خدا تعالیٰ آپ پر فضل کر دیوے۔ اور اس خطرناک حالت سے نجات بخشے۔ سو عزیز من آپ خدا تعالیٰ کی رحمت سے

نومیدہ نہ ہوں' وہ بڑا قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے' اگر آپ طالب حق بن کر میری سوانح زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ پر قطعی ثبوتوں سے یہ بات کھل سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ کذب کی ناپاکی سے مجھ کو محفوظ رکھتا رہا ہے' یہاں تک کہ بعض وقت انگریزی عدالتوں میں میری جان وعزت ایسے خطرہ میں پڑ گئی کہ بجز استعمال کذب اور کوئی صلاح کسی وکیل نے مجھے نہ دی' لیکن اللہ جل شانہ کی توفیق سے میں سچ کے لئے اپنی جان اور عزت سے دستبردار ہو گیا اور بسا اوقات مالی مقدمات میں محض سچ کے لئے میں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے' اور بسا اوقات محض خدا تعالیٰ کے خوف سے اپنے والد اور اپنے بھائی کے برخلاف گواہی دی اور سچ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس گاؤں میں نیز بٹالہ میں بھی میری ایک عمر گذر گئی ہے مگر کون ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے۔ پھر جب میں نے محض للہ انسانوں پر جھوٹ بولنا ابتداء سے متروک کر رکھا ہے اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قربان کیا تو پھر میں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا اور اگر آپ کو یہ خیال گذرے کہ یہ دعویٰ کتاب اللہ اور سنت کے برخلاف ہے تو اس کے جواب میں باادب عرض کرتا ہوں کہ یہ خیال محض کم فہمی کی وجہ سے آپ کے دل میں ہے' اگر آپ مولویانہ جنگ وجدال کو ترک کر کے چند روز طالب حق بن کر میرے پاس رہیں تو میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کی تمام غلطیاں نکال دے گا اور مطمئن کر دے گا' اور اگر آپ کو اس بات کی بھی برداشت نہیں تو آپ جانتے ہیں کہ پھر آخری علاج فیصلہ آسمانی ہے' مجھے اجمالی طور پر آپ کی نسبت کچھ معلوم ہوا ہے' اگر آپ چاہیں تو میں چند روز توجہ کر کے تفصیل پر بفضلہ تعالیٰ اطلاع پا کر چند اخباروں میں شائع کر دوں' اس شائع کرنے کے لئے آپ کی خاص تحریر سے مجھ کو اجازت ہونی چاہیے' میں اس خط کو محض آپ پر رحم کر کے لکھتا ہوں اور بہ ثبت شہادت چند کس آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں اور آخر دعا پر ختم کرتا ہوں' ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین 'آمین (الراقم خاکسار غلام احمد قادیان از قادیان ضلع گورداسپور ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء (روحانی خزائن جلد ۵ (دافع الوساوس) ص ۲۸۹۔۲۹۱)

(حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے یہ خط ملتے ہی یعنی یکم جنوری ۱۸۹۳ء کو بٹالہ ضلع گورداسپور سے مرزا صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... مرزا غلام احمد قادیانی' خدا آپ کو ہدایت کرے اور راہ راست پر لائے' سلام علی من اتبع الھدی' آپ کا خط ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء میں نے تعجب سے پڑھا' میں آپ کی ان گیدڑ بھبکیوں سے نہیں ڈرتا بلکہ اس ڈرنے کو شرک سمجھتا ہوں' میں قرآن اور پہلی کتابوں کو اور دین اسلام اور پہلے دینوں کو اور نبی آخر الزمان اور پہلے نبیوں کو سچا جانتا اور مانتا ہوں اور اس کا لازمہ اور شرط ہے کہ آپ کو جھوٹا جانوں اور آپ کا منکر ہوں' کیونکہ آپ کے عقائد' آپ کی تعلیمات' آپ کے اخلاق و عادات پہلی کتابوں اور پہلے دینوں اور نبیوں کے مخالف اور متناقض ہیں لٰہذا ان کتابوں' دینوں اور نبیوں کو ماننا تب ہی صحیح اور سچا ہو سکتا ہے جبکہ آپ کے عقائد اور تعلیمات کو جھوٹا اور آپ کو گمراہ سمجھوں ...... آپ تین ہزار الہامات کے صادق ہونے کے مدعی ہیں' میں ان تین ہزار میں سے صرف تین الہاموں کے صادق ٹھہرنے پر آپ کو ملہم مان لوں گا ...... ان تین ہزار میں سے جن تین الہاموں کو آپ بین الصدق سمجھتے ہیں مثلاً دیانند سرستی کی موت کے متعلق الہام' یا شیخ مہر علی کی رہائی کی نسبت الہام' یا دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپس ہونے کی نسبت الہام یا آپ کے آئندہ اور فرضی خسر (محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ) کے فوت ہو جانے کی نسبت الہام و امثال ذالك' ان کو آپ کسی ایسی مجلس میں جس میں جانبین کے اشخاص مساوی ہوں اور تین منصف مختلف مذاہب کے یا آزاد مشرب ہوں ثابت کر دیں اور آسانی سے کامیاب ہوں۔ تین نہ سہی ایک ہی اپنے خیالی الہام آخری کا (مرزا احمد بیگ والا) جس کو آپ نے اپنے سالانہ جلسہ میں معتقدوں اور دام افتادگان میں جو اکثر عوام بے علم تھے ...... بڑی شدومد سے بیان کیا تھا واقعی الہام ہونا ثابت کر دیں۔

آپ مرد میدان ہیں تو میدان میں نکلیں' ورنہ ان لن ترانیوں سے شرم کریں' اپنے دریائے رحمت کے جوش و جنبش میں آنے کا جو آپ نے ذکر کیا ہے اس میں بھی آپ

نے اپنی سنت قدیم کذب و دھوکہ دہی سے کام لیا ہے' آپ کو رحمت سے کیا نسبت...... آپ پر لے سرے کے بے رحم اور خود غرض جانی اور نفسانی آدمی ہیں' آپ کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار دونوں توام ہیں' آپ نے اپنے مخالفین اور معترضین کو اس حالت اور وقت میں جبکہ آپ ان کو مخدومی' اخوی کے خطابات سے یاد کرتے اور ان کی نیک نیتی کے معترف تھے' بے حیاء بے ایمان' درندہ' منہ سے جھاگ نکالنے والا کتا' کلب یموت علی الکلب' سفلہ' کمینہ وحشی وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے' کیا رحمت اور انسانی نوع کی ہمدردی یہی معنی رکھتی ہے؟

آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت اور قبولیت دعاؤں کی طمع دے کر خورد برد کر چکے ہیں اور کتاب براہین ہنوز در بطن شاعر کا مصداق ہے' اور قبولیت دعاؤں کے امیدوار آپ کا منہ دیکھ رہے ہیں' کیا ہمدردی و رحم اسی کا نام ہے؟

جب مجھے آپ سے آپ کے امکانی ولی ہونے کی نظر سے حسن ظنی تھی تو میں نے آپ سے بارہا التجا کی کہ مجھے آپ اپنے پاس ٹھہرا کر رحمت و برکت کے آثار دکھائیں' آپ نے کبھی ہاں نہ کی...... پھر جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو میں نے اپنا خلاف ظاہر کر کے آپ کے پاس آنا اور دوستانہ پرائیویٹ گفتگو کرنا چاہا' تو آپ بلانے کا وعدہ دیتے دیتے لدھیانہ میں جا براجے اور وہاں جا کر مخاصمانہ بحث کا اکھاڑا جما کر ناجائز اور بحث کو ٹلانے والے شروط سے پناہ گزین ہوئے۔ پھر جب بمقام لدھیانہ آپ کے گھر پر پہنچ کر آپ کو مجبور کیا تو آپ نے اس باامن گفتگو کو ناتمام چھوڑ کر پھر مخاصمانہ اکھاڑا جمانے کا اہتمام کیا اور دہلی' پٹیالہ' لاہور' سیالکوٹ وغیرہ میں مخاصمانہ بحث کا علم بلند کیا اور پھر بحث سے گریز کر کے انواع و اقسام کے اتہام و اکاذیب کا اشتہار کیا اور اسی اثنا میں فیصلہ آسمانی لکھ مارا' جس میں کوئی دقیقہ بے رحمی و بدگوئی کا فروگذاشت نہ کیا...... (اب) آپ کا خاکسار کو اپنے پاس بلانا اگر اس غرض سے ہے کہ میں آپ سے کچھ دریافت کروں تو اس نظر سے آنا فضول ہے' ہم مسلمانوں

کو آپ کے عقائد باطلہ کے بطلان میں اب کوئی شک نہیں ہے' لہٰذا اس میں کچھ دریافت کرنے کی کوئی ضرورت و حاجت باقی نہیں رہی۔ ہاں آپ کو کچھ اشتباہ ہو تو آپ جس وقت چاہیں حسب عادت قدیم غریب خانہ پر تشریف لا ویں' دستور قدیم کے موافق آپ کی مدارات ہوگی اور آپ کی تسلی کی جاوے گی' ان شاء اللہ۔ اگر خاکسار کو اپنے پاس بلانا اس غرض سے ہے کہ آپ مجھے کوئی نشان آسمانی دکھائیں گے تو اس نظر سے آنا نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ گناہ اور موجب نقصان ہے' جس شخص کے عقائد اسلام اور سابق ادیان کے مخالف ہوں اس سے نشان آسمانی کا متوقع ہونا مومن کا کام نہیں...... ہاں اس غرض سے میرا وہاں پہنچنا جائز بلکہ موجب ثواب ہے کہ میں وہاں (قادیان) پہنچ کر آپ کا عجز اظہار نشان آسمانی سے لوگوں پر ظاہر کروں اور مسلمانوں پر آپ کا جھوٹ اور فریب ظاہر کروں ......لیکن اس صورت میں قادیان پہنچنے میں اندیشہ ہے کہ آپ میری جان کو نقصان پہنچانے میں کوشش کریں گے۔ پس اگر آپ میری اس غرض کو پیش نظر رکھ کر مجھے اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں تو میرے اندیشہ کو ایک باضابطہ تحریر سے جو عدالت میں رجسٹرڈ ہو اٹھا دیں' آپ نے اس ذمہ داری کو منظور کیا تو اس کا مسودہ آپ کی خدمت میں بھیجا جائے گا' اس صورت میں یہ خاکسار قادیان میں حاضر ہوگا اور جو کام آپ کی خدمت گذاری کا یہاں کرتا ہے وہاں بیٹھ کر کرے گا۔

آپ نے اپنے اور اپنے تابعین کے الہامات ومنامات کے جو میری نسبت ہوئے ہیں (شائع کرنے کی) اجازت چاہی ہے' اس سے مجھے تعجب آیا اور یقین ہوا کہ آپ دعوی الہام میں کذاب ہیں' خدا کے الہام کی اشاعت وتبلیغ کے لئے اوروں کی اجازت کے کیا معنی؟! اگر آپ کا ملہم آپ کو ایسے الہام کرتا ہے جس کی اشاعت تا نظر ثانی وحکم ثانی جائز نہیں تو آپ اپنے ملہم ہی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ میں اس الہام کو شائع کروں یا نہ اور اگر کروں گا تو کسی قانون کے شکنجہ میں تو نہ پھنسایا جاؤں گا۔ آپ کی اس اجازت چاہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ الہام کی آڑ میں مجھے گالیاں دینا چاہتے ہیں اور ایسے الفاظ لکھنے اور مشتہر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس سے میری حیثیت عرفی کا

ازالہ ہو۔ لہٰذا میں ایسے الہام کی اشاعت کی اجازت عام نہیں دے سکتا۔ ہاں اس قسم کی اجازت سے میں روک بھی نہیں سکتا کہ آپ اپنے اور اپنے تابعین کے الہامات کو جہاں تک کہ قانون ان کی اجازت دیتا ہے شائع کریں...... میں یہ کہنا بھی نامناسب نہیں سمجھتا کہ اگر آپ خدا سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے مجملات کی تفصیل پوچھ سکتے ہیں اور مع ھذا ابنی نوع سے ہمدردی رکھتے ہیں (جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں دعوی کیا ہے) تو بجائے مجھے دھمکانے اور ڈرانے کے آپ میری نسبت خدا تعالیٰ سے پہلے یہ دریافت کریں کہ جو منذر الہام آپ کو اس شخص کی نسبت ہوا ہے وہ مبرم اور قطعی الوقوع ہے یا اس کا وقوع معلق ہے اور جو ڈر یا عذاب اس میں بیان کیا گیا ہے وہ درصورت اس کے تابع ہو جانے کے اس شخص سے اٹھ سکتا ہے۔

پس اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ بتا دے کہ وہ مبرم نہیں معلق ہے تو آپ خدا کی جناب میں دعا کریں وہ مجھے آپ کی شناخت کی توفیق دے اور آپ کے تابع کر دے اور مجھ سے وہ عذاب اٹھا لے اور اس امر میں اپنے دریائے رحمت کو جوش میں لا دے... اور اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ خبر دے کہ یہ الہام مبرم اور قطعی الوقوع ہے تو پھر آپ میری دعوت سے دستبردار ہوں اور اپنے تابعین کو وہ الہام سنا کر ان پر اپنی نبوت و ولایت ثابت کریں۔ اس صورت میں مجھے دعوت کرنا فضول ہے کیونکہ قطعی وعدہ عذاب کے بعد کسی نبی نے دعوت نہیں کی...... میں اخیر میں یہ بھی آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر آپ کی مخالفت میں نیک نیت اور حق پر ہوں اور دین اسلام کی حمایت کر رہا ہوں اور نفسانیت کو اس میں دخل نہیں دیتا تو خدا تعالیٰ میری مدد کرے گا اور آپ کو ہدایت کر کے تابع حق اور دین اسلام کرے گا' ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کرے گا اور اگر میری نیت میں فساد ہے تو خدا مجھے اس کا بدلہ خود دے گا' آپ کا ڈرانا اور دھمکانا عبث و فضول ہے' خصوصاً ایسی حالت میں کہ میں آپ کو کذاب جانتا ہوں اور اس اعتقاد کو دین اسلام کا جز سمجھتا ہوں' لہٰذا بہتر ہے کہ آپ ان گیدڑ بھبکیوں سے باز آ جائیں اور حق کے تابع ہو جائیں' آئندہ اختیار ہے' وما علینا الا البلاغ

المبین۔ الراقم ابوسعید محمد حسین عفی اللہ عنہ۔ (روحانی خزائن جلد ۵ (دافع الوساوس) ص ۳۰۹۔۳۱۰)

اس خط کے جواب میں مرزا صاحب نے ۶ سے زائد صفحات پر مشتمل خط لکھا جس میں باقی سب باتوں کو چھوڑ کر صرف مرزا احمد بیگ کی موت اور اس کی لڑکی محمدی بیگم سے نکاح والی پیش گوئی پر بحث کرتے ہوئے اسے سچا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یاد رہے کہ مولانا بٹالوی نے لکھا تھا کہ یہ کام ایک ایسی مجلس میں ہونا چاہیے جس میں فریقین کے مساوی لوگ ہوں اور تین غیر جانبدار منصف فریقین کے دلائل سن کر فیصلہ کرنے کے لئے موجود ہوں' مرزا صاحب اس طرح کی مجالس میں آنا پسند نہیں کرتے تھے اور گھر بیٹھے کاغذی گھوڑے دوڑاتے رہنے کے قائل تھے۔ انہوں نے مولانا بٹالوی کی تجویز کو رد کرتے ہوئے صاف طور پر اپنے خط میں لکھا: ''مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ اس الہامی پیش گوئی کی آزمائش کے لئے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں'' (روحانی خزائن جلد ۵ ص ۳۲۲) اور میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

غلام احمد قادیانی کا آتھم عیسائی سے مناظرہ

مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ اس کے والد مرزا غلام احمد نے باقاعدہ مناظرے صرف پانچ کئے ہیں' ایک وہ جو اس نے آریوں (ہندوؤں) سے کیا جس کا ذکر سرمہ چشم آریہ میں ہے' دوسرا وہ جو مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ بمقام لدھیانہ جولائی ۱۸۹۱ء میں کیا' تیسرا وہ جو مولوی محمد بشیر بھوپالوی (سہسوانی) کے ساتھ بمقام دہلی اکتوبر ۱۸۹۱ء میں کیا' چوتھا وہ جو مولوی عبدالحکیم کلانوری کے ساتھ بمقام لاہور جنوری و فروری ۱۸۹۲ء میں کیا اور پانچواں مناظرہ مرزا غلام احمد نے ڈپٹی عبداللہ آتھم مسیحی کے ساتھ بمقام امرتسر مئی و جون ۱۸۹۳ء میں کیا۔ مرزا بشیر احمد مزید لکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ دو اور جگہ مباحثہ کی صورت پیدا ہو کر رہ گئی' اول مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ بمقام بٹالہ ۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ میں' دوسرے مولوی سید نذیر حسین صاحب شیخ الکل دہلوی کے ساتھ بمقام جامع مسجد دہلی' بتاریخ ۲۰ / اکتوبر ۱۸۹۱ء۔

(سیرۃ المھدی جلد اول ص ۲۳۹)

سطور ذیل میں ہمارا مقصد اس مناظرے کا ذکر کرنا ہے جو مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۳ء میں عبداللہ آتھم عیسائی سے کیا تھا' تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیرۃ المھدی سے دیئے گئے اس اقتباس پر پہلے ایک اور طریق سے نظر ڈال لی جائے۔

مرزا غلام احمد کے دور کے ہند میں حکمائے امت اور مجددین کی کوئی کمی نہ تھی' عرب وعجم کے شیوخ اور محدثین عصر بھی یہاں موجود تھے' مرزا نے انہیں چیلنج بھی دیئے تھے اور بایں سلسلہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور لدھیانہ کے علماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا گنگوہی سے مناظرے کی بات بھی چلی' مرزا کہتا تھا کہ مناظرہ تحریری

ہو' گنگوہی مرحوم زبانی مباحثے پر اصرار کرتے تھے' پھر بقول مولوی دوست محمد مرزا نے کہا کہ ''ہم بطریق تنزل تقریری مباحثہ منظور کرتے ہیں مگر اس شرط پر کہ آپ تقریر کرتے جائیں اور دوسرا شخص لکھتا جائے اور جب تک تقریر ختم نہ ہو دوسرا فریق یا کوئی دوران تقریر نہ بولے۔ پھر دونوں تقریریں شائع کردی جائیں اور مناظرہ لاہور میں ہو۔ مولانا گنگوہی نے جواب دیا کہ تقریر زبانی ہوگی' لکھنے یا کوئی جملہ نوٹ کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور حاضرین میں سے جس کسی کے جی میں جو آئے وہ دفع اعتراض اور شک دور کرنے کے لئے بولے گا اور مناظرہ سہارن پور میں ہوگا۔''

(تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۳۲۔ ۲۲۹' مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۰۴)

یوں بات شرائط کے گورکھ دھندے میں الجھ کر رہ گئی اور مناظرہ نہ ہو سکا' اور جب مرزا صاحب نے لدھیانہ کے عالموں کو چیلنج دیا تو لدھیانہ والوں نے یہ شرائط پیش فرمادیں:

''مرزا قادیانی سرکار سے خود اجازت طلب کرے' اول اپنا اسلام ثابت کرے' ہمارے ساتھ بلا خرچ مکہ معظمہ چلے یا سلطان روم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا بیان کرے تاکہ اہل حق کو تاج نصرت سے سرفرازی حاصل ہو' اگر مرزا کو مباحثہ بلا پابندی شرائط کے منظور ہے تو عید' جمعہ کے مجمع میں حاضر ہو کر مستفید ہو' چونکہ مناظرہ میں دونوں بحث کنندوں کا علم میں برابر ہونا امر ضروری ہے' لہٰذا کتب مروجہ درسی میں فریقین کا امتحان لیا جائے گا۔'' (فتاویٰ قادریہ ص ۲۱)

اور پھر یہ مباحثہ بھی نہ ہو سکا' بات شرائط کے گورکھ دھندے میں ہی الجھ کر رہ گئی۔

اس پس منظر میں ملاحظہ فرمایئے کہ بقول مرزا بشیر احمد اس کے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسلمانوں میں سے کس نے بات کی ہے؟ جو نام اس نے دیئے ہیں ہم پھر لکھے دیتے ہیں' وہ سید نذیر حسین محدث اور اس کے تین شاگردوں مولانا بٹالوی' مولانا سہسوانی ثم بھوپالی اور مولانا کلانوری کے علاوہ اور کوئی نہیں ہیں۔

چلتے چلتے ہم ایک اور بات کی جانب اشارہ بھی کئے جاتے ہیں' وہ یہ کہ ہمارے

بعض بزرگ جب تحریک ختم نبوت کی تاریخ بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس کے ابتدائی دور میں علمائے لدھیانہ کا حصہ بہت نمایاں ہے۔ وہ علمائے لدھیانہ کو دیوبندی یا علمائے دیوبند کے منتسبین گردان کر لدھیانہ والوں کی خدمات اپنے کھاتے میں ڈال لیتے ہیں' جیسا کہ مولوی محمد یوسف صاحب لدھیانوی مرحوم لکھتے ہیں'' اکابر دیوبند کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا تعاقب سب سے پہلے شروع کیا اور ۱۳۰۱ھ میں جب مرزا قادیانی نے مجددیت کے پردے میں اپنے الہامات کو وحی الٰہی کی حیثیت سے براہین احمدیہ میں شائع کیا تو لدھیانہ کے علماء (مولانا محمد' مولانا عبداللہ' مولانا اسماعیل' نے جو حضرات دیوبند کے منتسبین میں سے تھے) نے فتوی صادر فرمایا کہ یہ شخص مسلمان نہیں بلکہ اپنے عقائد ونظریات کے اعتبار سے زندیق اور خارج از اسلام ہے۔'' (الرشید'' دیوبند نمبر ص ۶۷۶)

ہم آپ کے سامنے علماء لدھیانہ کے خاندان کے ایک فرد کی ایک تحریر پیش کرتے ہیں' جو یہ ہے:'' ہمارے بعض مخلص حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اکابر علمائے لدھیانہ (مولانا عبدالقادر' مولانا سیف الرحمٰن' مولانا محمد' مولانا عبدالعزیز' مولانا عبداللہ اس طریقہ سے دوسرے ہم عصر علمائے لدھیانہ) اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد یا منتسبین میں سے ہیں' یہ محض غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکابر علمائے لدھیانہ نہ تو اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد ہیں اور نہ ہی منتسبین میں سے ہیں بلکہ وہ خود ایک مکتب فکر کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ حضرات علمائے لدھیانہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے' اس وقت تک تو دارالعلوم دیوبند وجود میں ہی نہیں آیا تھا'' (سب سے پہلا فتوی تکفیر'' ص ۲۸)

لدھیانہ کے یہ علماء کیا تھے؟ اس کا فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہوئے ایک اور بات بھی آپ کے سامنے رکھے جاتے ہیں' وہ یہ کہ لدھیانہ سے قادیانیوں کو ایک قسم کی مدد بھی ملتی رہی ہے' اس بات کی وضاحت مولوی سرور شاہ قادیانی کی اس تحریر سے ہوتی ہے جس میں وہ اپنے ابتدائی حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جن دنوں میں حضرت (مرزا) صاحب نے شروع شروع میں مسیح موعود ہونے

کا دعوی کیا تھا' میں طالب علم تھا اور لاہور میں پڑھتا تھا' ان دنوں میں حضرت مولوی نور دین صاحب حضرت صاحب کو ملنے کے لئے جموں سے آئے اور راستہ میں لاہور ٹھہرے' چونکہ مولوی صاحب سے میرے والد صاحب کے بہت تعلقات تھے اور وہ مجھے تاکید فرماتے رہتے تھے کہ مولوی صاحب سے ضرور ملتے رہا کرو' اس لئے میں مولوی صاحب سے ملنے کے لئے گیا' مولوی صاحب ان دنوں نماز چونیاں (چھپیا نوالی) کی مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ وہاں مولوی صاحب نماز پڑھنے گئے اور حوض پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے' تو ادھر سے مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آ گیا اور اس نے مولوی صاحب کو دیکھتے ہی کہا کہ مولوی صاحب! تعجب ہے آپ جیسا شخص بھی مرزا کے ساتھ ہو گیا۔ اس پر باہم بات ہوتی رہی' آخر مولوی محمد حسین نے کہا کہ اب میں آپ کو لاہور سے جانے نہیں دوں گا' حتی کہ آپ میرے ساتھ اس معاملہ میں بحث کر لیں' مولوی صاحب نے فرمایا اچھا میں تیار ہوں' اس پر اگلا دن بحث کے لئے مقرر ہو گیا' دوسرے دن مولوی صاحب کی مولوی محمد حسین کے ساتھ بحث ہوئی لیکن ابھی بحث ختم نہ ہونے پائی تھی کہ مولوی صاحب کو جموں سے مہاراج کا تار آ گیا کہ فوراً چلے آؤ۔ چنانچہ مولوی صاحب فوراً لاہور سے بطرف لدھیانہ روانہ ہو گئے (یہ وہی واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ جس کے بعد مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کو تار دیا تھا کہ تمہارے وکیل بھاگ گئے۔ ان کو لوٹاؤ یا خود بحث کے لئے آؤ) تاکہ حضرت صاحب سے ملاقات کر کے واپس تشریف لے جائیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد میں لاہور سے بغرض تعلیم دیو بند جانے لگا تو راستہ میں اپنے ایک غیر احمدی دوست مولوی ابراہیم کے ہاں لدھیانہ ٹھہرا' وہاں مجھے مولوی ابراہیم نے بتایا کہ آج کل مرزا صاحب قادیانی یہیں ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ چلو پھر ان سے چل کر ملیں' ان کے حالات دیکھیں' اس نے کہا مرزا صاحب کی مخالفت بہت ہے اور میرے یہاں لوگوں کے ساتھ تعلقات ہیں' اس لئے میں تو نہیں جا سکتا' لیکن آپ کے ساتھ اپنا ایک طالب علم بھیج دیتا ہوں جو آپ کو مرزا صاحب کے مکان کا راستہ بتا دے گا۔'' (سیرۃ المھدی از مرزا بشیر احمد' حصہ اول ص ۲۷۹)

یہ سرور شاہ صاحب وہی ہیں جو بعد میں قادیانیوں کے مشہور مناظر ہوئے اور انہی کو قادیانیوں نے مد کے مناظرے میں مولانا ثناءاللہ امرتسری مرحوم کے سامنے کھڑا کیا تھا۔ اس مناظرے میں سرور شاہ صاحب کو عبرت ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا' جس کا ذکر ہم مناسب مقام پر کریں گے' یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک شخص کو جو بغرض تعلیم دیو بند جا رہا تھا' مرزا غلام احمد کی جانب روانہ کرنے والا لدھیانہ ہی کا ایک مولوی تھا۔

ان جملہ ہائے معترضہ کے بعد اصل موضوع کی طرف چلیں' جو مرزا غلام احمد کے عبداللہ آتھم عیسائی سے مناظرے سے متعلق ہے۔ اس مناظرے کا منتظم ایک عیسائی پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک اور جنڈیالہ ضلع امرتسر کا ایک شخص منشی محمد اسماعیل تھا۔ یہ مناظرہ خط و کتابت اور اشتہار بازی کے بعد مئی جون ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں ہوا تھا' ہم اس کا مختصر حال مولانا رفیق دلاوری کی تالیف رئیس قادیان سے ملخصاً بیان کرتے ہیں 'مولانا دلاوری کہتے ہیں:'' جنڈیالہ ضلع امرتسر کے بعض مسلمان وقتاً فوقتاً دین مسیحی کی کمزوریاں دکھا دکھا کر پادریوں کے دانت کھٹے کرتے رہتے تھے' پادریوں نے تنگ آ کر مسلمانان جنڈیالہ کو مناظرہ کا چیلنج دیا' تو انہوں نے پادریوں کے مقابلہ میں قادیانی صاحب کو اسلامی مناظر کی حیثیت سے کھڑا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کو اس انتخاب کا علم ہوا تو انہوں نے منشی اسماعیل کے نام خط بھیج کر مسلمانان جنڈیالہ کی اس خود رائی اور کج روئی پر مذمت کی اور بتایا کہ ملحد و زندیق ہونے کے علاوہ مرزا میں اتنی علمی قابلیت نہیں کہ وہ نصاریٰ کے مقابلہ سے عہدہ برا ہو۔ منشی اسماعیل اور دوسرے مسلمانان جنڈیالہ جو خوش اعتقادی کے سنہری جال میں پھنسے ہوئے تھے کہنے لگے کہ علمی استعداد کیسی گھٹیا کیوں نہ ہو لیکن مرزا صاحب کم از کم پادریوں کو کوئی آسمانی نشان (معجزہ) دکھا کر ضرور سرنگوں کر لیں گے۔ مولانا محمد حسین مرحوم نے فرمایا کہ مرزا غلام احمد مسلمانوں کا سینکڑوں روپیہ اس مباحثہ کے بہانے سے برباد کردے گا اور اسے آسمانی نشان دکھانے میں سخت ناکامی ہوگی' اس ہزیمت و

نامرادی سے خود تو شرمندہ نہ ہو گا مگر مسلمانان جنڈیالہ کو جو اسے نمائندہ کی حیثیت سے نصاریٰ کے مقابلے میں کھڑا کریں گے یقیناً ذلیل اور شرم سار ہونا پڑے گا۔ لیکن جنڈیالہ کے مسلمانوں نے مولوی صاحب کی ایک نہ سنی اور برابر قادیانی صاحب ہی کے کھڑا کرنے پر مصر رہے۔ اس کے بعد مولانا بٹالوی نے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں مسلمانان جنڈیالہ کو خطاب کرتے ہوئے لکھا اے میرے سیدھے سادے بھائیو! اسلام کے نادان دوستو! قادیانی نے آج تک کس کس مخالف اسلام سے مباحثہ کر کے اس پر فتح حاصل کی؟ اس نے وعدہ کیا تھا کہ کتاب براہین احمدیہ میں حقیقت اسلام کے تین سو دلائل پیش کروں گا' مسلمانوں کا دس ہزار روپیہ کھا گیا مگر اس کتاب میں ایک دلیل کی بھی تکمیل نہ کی۔ کتاب سرمہ چشم آریہ میں ایک آریہ سے مباحثہ کر کے دو پرچوں میں مباحثہ کو محدود کر دیا اور اس کو اپنے باقی ماندہ دلائل پیش کرنے اور اپنی طرف سے ان کی تردید کرنے کا موقع نہ دیا اور نہ خود آریوں کے عقلی دلائل بیان کر کے ان کے جوابات دیئے۔ اسی رسالے میں تناسخ کی بحث کو چھیڑا تو اس کو بھی ادھورا چھوڑ دیا' تحقیقی دلائل عقلیہ سے اس کا بھی استیصال نہ کر سکا' اشتہارات اور متفرق تحریرات میں ہمیشہ آسمانی نشان نمائی کا دعویٰ کیا مگر شرمناک شرائط اور قیود لگا کر اور لمبی چوڑی میعادیں مقرر کرنے کے باوجود آج تک کوئی نشان نہ دکھا سکا اور ہمیشہ مخالفین اسلام کو اسلام پر ہنسایا۔ اے میرے غفلت شعار بھائیو! ان حقائق پر غور کر کے مجھے بتاؤ کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے' یا سراسر نقصان؟ ...... منشی اسماعیل نے مولانا بٹالوی سے دریافت کیا کہ اگر قادیانی اس مناظرہ کا اہل نہیں ہے تو پھر دوسرا کون ہے جو نصاریٰ کا کامیاب مقابلہ کر سکے؟ مولانا بٹالوی نے کہا کہ ایک نہیں بلکہ لاہور' امرتسر اور پنجاب کے دوسرے مقامات میں بہت سے علماء اسلام موجود ہیں جو پہلے سے تقریراً اور تحریراً پادریوں سے مناظرے کر رہے ہیں' اگر پادریوں کو منظور ہو تو ان میں سے جس کسی سے چاہیں خط و کتابت کریں' پادریوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر علمائے اسلام اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں' پادری صاحبان دور کیوں جاتے ہیں' سب سے پہلے اسی خادم

دین (محمد حسین) کو اپنا مخاطب بنائیں اور شرائط مناظرہ طے کریں۔

چونکہ مسلمانان جنڈیالہ اس غلط فہمی کا شکار ہو رہے تھے کہ اگر مرزا صاحب مباحثہ میں پادریوں کو مغلوب نہ کر سکیں گے تو انبیاء و اولیاء کی طرح کوئی معجزہ اور کرامت دکھا کر ہی پادریوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے' اس لئے انہوں نے مولوی محمد حسین کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور مرزا صاحب ہی کو اپنا نمائندہ مقرر کرنے پر مصر رہے' مولوی محمد حسین نے لکھا کہ اہل جنڈیالہ اس حماقت کے جال میں پھنسے ہیں کہ قادیانی کوئی نشان دکھا کر ہی پادریوں کو مطیع کر سکے گا' حالانکہ ان کا یہ خیال محض غلط فہمی پر مبنی ہے' قادیانی کے ہاتھ سے کسی آسمانی نشان کا ظاہر ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا عادۃً محال ہے' کیونکہ آسمانی نشان اہل اسلام کے سوا کوئی نہیں دکھا سکتا' اور یہ حقیقت باتفاق جمہور علمائے ہندوستان مسلم ہے کہ قادیانی مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے' پس اس کا آسمانی نشان دکھانا بالکل ناممکن ہے۔ اگر اس کو آسمانی نشان دکھانے کی قدرت ہوتی تو وہ آج تک لاکھوں کروڑوں ہندوؤں اور عیسائیوں کو مسلمان کر لیتا' اور نہیں تو کم از کم ڈاکٹر جگن ناتھ سول سرجن ملازم ریاست جموں و کشمیر جیسے مدعیان تسلیم و تصدیق کو ہی کوئی نشان دکھا کر دائرہ اسلام میں لے آتا لیکن اس سے آج تک ایسا نہ ہو سکا' یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ آسمانی نشان اس کے بس کا روگ نہیں۔ (رئیس قادیان جلد دوم ص ۱۵۵۔۱۵۷)

مولانا دلاوری کی اس طویل عبارت کی بنیاد عمومی طور پر مولانا بٹالوی کی نگارشات ہیں جو اشاعۃ السنۃ میں شائع ہوئی تھیں' اور ان سے واضح ہوتا ہے کہ جوں ہی چند ناسمجھ مسلمانوں نے مرزا غلام احمد کو اسلامی مناظر کی حیثیت سے عیسائیوں کے مقابل کھڑا کرنے کی تجویز پیش کی' مولانا بٹالوی نے فوراً انہیں متنبہ کرنا ضروری سمجھا اور بتایا کہ مرزا تو خود دائرہ اسلام سے خارج ہے وہ اسلام کا دفاع کرنے کا اہل نہیں ہے' اگر مسلمانوں اور عیسائیوں کا علمی مناظرہ کروانا مقصود ہے تو عیسائیوں کے سامنے مرزا کی بجائے کسی مسلمان عالم دین کو رکھا جائے اور اگر مجوزین اور عیسائی اس بات پر

رضا مند ہوں تو وہ خود اس مناظرے کے لئے تیار ہیں' جنڈیالہ کے لوگ عیسائیوں کے مقابلے میں اسلام کے دفاع کے لئے مرزا صاحب ہی کو کھڑا کرنے پر مصر رہے تو مولانا بٹالوی نے پھر انہیں کہا کہ یہ شخص نہ تو علمی طور پر عیسائیوں کا مقابلہ کرسکتا ہے' اور نہ ہی کسی آسمانی نشان سے انہیں قائل کرسکتا ہے۔ کیونکہ آسمانی نشان اہل اسلام کو ملتے ہیں کافروں کو نہیں۔

قارئین! اس تمام بحث وتمحیص کے باوجود جنڈیالہ والوں نے مرزا کو اہل اسلام کی طرف سے پیش کرنے کی تجویز ختم نہ کی تو خود عیسائیوں نے بھی کہنا شروع کردیا کہ جس شخص کو اہل اسلام کی اکثریت اپنے سے الگ سمجھتی ہے اسے مسلمانوں کا نمائندہ تسلیم کرکے اس کے ساتھ وہ مناظرہ نہیں کرنا چاہتے جیسا کہ مارٹن کلارک پادری نے ۱۲ مئی ۱۸۹۳ء کو ایک اشتہار میں لکھا کہ: ''چونکہ علمائے اسلام مرزا غلام احمد کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں' اس لئے ہم ان کو نمائندہ اسلام کی حیثیت سے اپنے مقابلہ پر آنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔'' اس اشتہار کے جواب میں قادیانی صاحب نے اپنے کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش میں لکھا کہ ڈاکٹر (مارٹن کلارک) صاحب نے اپنے اشتہار ۱۲/ مئی ۱۸۹۳ء میں جو بطور ضمیمہ نور افشاں لدھیانہ میں شائع ہوا ہے' شیخ (مولوی محمد حسین) بٹالوی کی کتاب اشاعۃ السنۃ سے دھوکا کھایا ہے' یا لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا مستند علماء اسلام کے اس عاجز کو کافر قرار دیتے ہیں' اس لئے خاص وعام کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ تمام مستند علماء اسلام میرے ساتھ ہیں اور اس وقت چالیس کے قریب ہیں اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی اور علمی وعملی کمالات سے تہی دست ہیں...... (سچائی کا اظہار از مرزا غلام احمد ص ۴) اس کے جواب میں ڈاکٹر مارٹن کلارک نے لکھا......'' چونکہ اسلام کے بڑے مستند علماء آپ (مرزا) کو کسی اسلامی فرقے میں داخل نہیں کرتے بلکہ دائرہ اسلام ہی سے جس میں تمام اسلامی فرقے شامل ہیں خارج کرتے ہیں' ایسی حالت میں آپ اسلام کے مقتدا ہوکر اس مباحثہ میں نہیں آسکتے۔ جنڈیالہ کے مسلمانوں نے آپ کو پیش

کیا لیکن جیسی ان کی عقل ہے اس کو آپ جانتے ہیں'' چنانچہ آپ خود بھی لکھ چکے ہیں' اس لحاظ سے تو میں اہل اسلام کی طرف سے آپ کو قبول نہیں کر سکتا' تاہم جس حال میں کہ آپ اپنے کو مسلمان قرار دیتے ہوئے مباحثہ پر آمادہ ہیں اور قرآن کی رد سے کلام کریں گے' آپ کو مباحثہ کی اجازت دی جاتی ہے...... (رئیس قادیان جلد دوم ص ۱۵۹)

مناظرے کی بات چیت کے دنوں میں مرزا صاحب نے مارٹن کلارک کو ایک سفارت بھی بھیجی تھی' وہ لکھتے ہیں: ''ہماری عین مراد ہے کہ یہ جنگ وقوع میں آ کر حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق ہو جائے اور نہ صرف اسی پر کفایت کی گئی بلکہ چند معزز دوست بطور سفیران پیغام جنگ ڈاکٹر (کلارک) صاحب کی خدمت میں امرتسر بھیجے گئے جن کے نام یہ ہیں' (۱) مرزا خدا بخش (۲) منشی عبدالحق (۷) میاں محمد یوسف (۱۵) میاں محمد اسماعیل وغیرہ'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۹۔۴۰۸)

ان تیاریوں کے بعد ہونے والے مباحثے کے دوران یعنی ۱۰ ذی قعد ۱۳۱۰ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء کو امرتسر ہی میں مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے قادیانی کے ساتھ مباہلہ کیا' جو اس بات پر تھا کہ مرزا غلام احمد کذاب اور دجال ہے' گویا عیسائیوں سے مناظرے سے پہلے بھی اہل حدیث علماء کرام نے واضح کر دیا تھا کہ مرزا غلام احمد مسلمان نہیں ہے اور اسے مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے اور مناظرے کے دوران بھی اس سے مباہلہ کر کے واضح کر دیا کہ وہ اسے کافر سمجھتے ہیں اور مناظرے کو قادیانیوں اور عیسائیوں کے درمیان سمجھتے ہیں' مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان نہیں۔

اس مناظرے کی حسب ذیل شرائط تھیں:

۱۔ مناظرہ ۲۲ رمئی ۱۸۹۳ء سے تحریری بمقام امرتسر ہوگا۔
۲۔ عیسائیوں کی طرف سے عبداللہ آتھم سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مناظر ہوں گے۔
۳۔ وقت مباحثہ ہر روز صبح ۶ بجے سے ۱۱ بجے تک ہوگا۔
۴۔ فریقین تین تین معاون اپنے ساتھ رکھنے کے مجاز ہوں گے۔
۵۔ داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہوگا اور فریقین اپنی اپنی قوم کے پچاس پچاس آدمی اجلاس

میں لاسکیں گے۔ (رئیس قادیان جلد دوم ص ۱۶۰ بحوالہ تبلیغ رسالت جلد ۳ ص ۳۷)

یہ مناظرہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کی کوٹھی واقع امرتسر میں منعقد ہوا' مرزا صاحب کے معاون حکیم نور دین' مولوی محمد احسن امروہی اور شیخ اللہ دتا تھے---اور پادری ٹھاکر داس' پادری ٹامس ہاؤل' عبداللہ آتھم کے مددگار تھے' یہ مناظرہ ۲۲رمئی سے ۵رجون تک یعنی ۱۵دن جاری رہا' چونکہ عیسائی مناظر عبداللہ آتھم کو تپ دق کا عارضہ لاحق تھا اور ۲۹مئی کو اس کی طبیعت زیادہ علیل ہوگئی تھی اس لئے اس روز وہ نہ آسکا' اس کی جگہ ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جوابات لکھوائے' مناظرے کے پندرھویں روز مرزا صاحب نے کہا:

''میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا' معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں' اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے وقت تھا' میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے' وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں' مجھ کو ذلیل کیا جائے' روسیاہ کیا جائے' میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے' مجھ کو پھانسی دی جائے' ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا' زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔''

(اہل حدیث امرتسر ۲۲رنومبر ۱۹۴۰ء ص ۵-۶ بحوالہ جنگ مقدس از مرزا غلام احمد۔)

مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کے ساتھ مناظرہ ختم ہوگیا' گویا نتیجے کو پیش گوئی پر منحصر کر دیا گیا اور اس بات کا اقرار کر لیا گیا کہ دوران مناظرہ تو عیسائیوں کا ناطقہ بند نہیں کیا جاسکا' لیکن جب پیش گوئی پوری ہوگی تو دنیا دیکھ لے گی کہ قادیانیوں اور عیسائیوں میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔ اس پیش گوئی کا جو حال ہوا وہ درج ذیل ہے۔

مرزا غلام احمد اور آتھم کا مناظرہ ۵ جون ۱۸۹۳ء کو مرزا کی اس پیش گوئی کے ساتھ ختم ہوا کہ ۱۵ ماہ کے اندر جھوٹے کو ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اسے موت آجائے گی' پیش گوئی کی میعاد ۵ستمبر ۱۸۹۴ء تک تھی۔ اب لوگ انتظار میں لگ گئے کہ دیکھیں

پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے' اسی دوران مرزا کا ایک نہایت قریبی مرید عیسائی ہوگیا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا کو شکست ہوگئی ہے اور یہ تبدیلی مذہب مرزا صاحب کی ذلت کا نشان ہے' مرزا صاحب طیش میں آ گئے فرمایا:

''سنا گیا ہے کہ امرتسر کے بعض ایسے آدمی جن پر مادہ بدظنی یا تذبذب غالب ہے' ایک افغان محمد یوسف خان نام کے عیسائی ہو جانے سے جس نے اب اپنا نام یوسف خان رکھوایا ہے' یہ وہم بصورت اعتراض پیش کرتے ہیں کہ یہ شخص یوسف خان اس عاجز کی جماعت میں داخل تھا' پھر وہ کیوں کر عیسائی ہوگیا۔ ایسا سمجھنا سراسر ظلم اور غلطی ہے کہ گویا یہ شخص ہمارے خاص بیعت کنندوں میں سے تھا' ہم نے نہ یوسف کو بہشتی ٹھہرایا نہ کنجیاں دیں' بلکہ اس میں نااہلی کی بو پا کر اس کی طرف توجہ کرنا چھوڑ دیا...... ہماری طرف ایسے عوام الناس ہر روز آتے ہیں' پس کیا حرج ہے ہم کسی ایک کو اس کی جگہ سمجھ لیں گے' ایسے آدمیوں کے مرتد ہونے سے کوئی بدنتیجہ نکالنا بداندیشوں کا کام ہے' جن کی نظر گزشتہ تاریخوں پر بھی پھری نہیں۔ حکم خواتیم پر ہوتا ہے' نہ درمیانی امور پر''

(اشتہار ۲۷ مئی ۱۸۹۴ء منقول از مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۸۔۱۳)

یہ محمد یوسف کوئی عام مرزائی نہیں تھا' آپ وہ نام دوبارہ ملاحظہ فرمایئے جن کو مرزا نے اس مناظرے سے قبل بطور سفیران جنگ ڈاکٹر کلارک کے پاس بھیجا تھا' یوسف خان کا نام ان میں شامل ہے' اس طرح نہ صرف یہ کہ یہ شخص مرزا کا انتہائی خاص آدمی تھا' بلکہ اس کا مناظرے کے انتظامات کے موقع پر بطور سفیر جنگ بھیجا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اسے آخر وقت تک مرزا کا اعتماد حاصل رہا' اس پس منظر میں مرزا کا یہ کہنا کہ ہم نے اس میں نااہلی کی بو پا کر اس پر توجہ کرنا چھوڑ دیا تھا بالکل غلط ہے' اس کے علاوہ مرزا کا ایک سفیر حافظ محمد یوسف تھا' کرنا خدا کا یہ ہوا کہ اس مناظرے کے بعد وہ بھی مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہوگیا' آتھم کو البتہ کچھ نہ ہوا' وہ زندہ اور صحت مند رہا جیسا کہ مرزا صاحب ایک خط میں لکھتے ہیں:

''مکرمی اخویم منشی رستم علی صاحب' السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ' عنائت نامہ معہ

کارڈ پہنچا' اب تو صرف چند روز پیش گوئی میں رہ گئے ہیں' دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو امتحان سے بچاوے' شخص معلوم فیروز پور میں ہے' اور تندرست اور فربہ ہے' خدا تعالیٰ اپنے ضعیف بندوں کو ابتلا سے بچاوے' آمین ثم آمین' باقی خیریت ہے' مولوی صاحب کو بھی لکھیں کہ اس دعا میں شریک رہیں...... والسلام' خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۲ اگست ۱۸۹۴ء (نوٹ از مولف مکتوبات احمدیہ) یہ آتھم کی پیش گوئی کے متعلق ہے' حضرت اقدس (مرزا صاحب) کا ایمان خدا تعالیٰ کی بے نیازی اور استغناء ذاتی پر قابل رشک ہے' آپ کو مخلوق کے ابتلاء کا خیال ہے''۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۳ء ص ۱۲۸ء مولفہ یعقوب علی قادیانی)

یہ خط ۲۲ اگست ۱۸۹۴ء یعنی میعاد کے اختتام سے صرف تیرہ دن قبل کا ہے' اس کے مطابق آتھم زندہ اور صحت مند تھا اور مرزا صاحب دعائیں کر رہے تھے کہ وہ مر جائے' یہ سلسلہ جاری رہا' تا آنکہ پیش گوئی کا آخری روز آن پہنچا' مرزا بشیر احمد لکھتا ہے۔

''بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے' آتھم کی میعاد میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تو حضرت مسیح موعود نے مجھ سے اور میاں حامد علی صاحب مرحوم سے فرمایا کہ اتنے چنے لے لو اور ان پر فلاں سورت کا وظیفہ اتنی تعداد میں پڑھو' ہم نے یہ وظیفہ قریباً ساری رات صرف کر کے ختم کیا تھا' وظیفہ ختم ہونے پر ہم وہ دانے حضرت صاحب کے پاس لے گئے کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا۔ اس کے بعد حضرت صاحب ہم دونوں کو قادیان سے باہر غالباً شمال کی طرف لے گئے اور فرمایا یہ دانے کسی غیر آباد کنویں میں ڈالے جائیں گے اور فرمایا کہ جب میں دانے کنویں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہئے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے ایک غیر آباد کنویں میں ان دانوں کو پھینک دیا اور پھر جلدی سے منہ پھیر کر سرعت کے ساتھ واپس لوٹ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ جلدی جلدی واپس چلے آئے اور کسی نے

منہ پھیر کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔

(سیرۃ المھدی حصہ اول ص ۱۵۹ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ' ص ۳۲۴)

اور مرزا محمود نے ۱۹۴۰ء میں فرمایا: ''جب آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن تھا تو کتنے کرب واضطراب سے دعائیں کی گئیں' میں نے محرم کا ماتم بھی اتنا سخت نہیں دیکھا۔ حضرت (مرزا) صاحب ایک طرف دعا میں مشغول تھے اور بزرگان سلسلہ مسجد میں' اور نوجوان خلیفہ اول (حکیم نوردین) کی دکان میں' اور عورتیں بھی بین کرتی چیخیں مارتی تھیں' جن کی آواز سوسو گز پر جاتی تھی اور ہر ایک زبان پر یہی فقرہ تھا کہ یا اللہ آتھم مرجائے' یا اللہ آتھم مرجائے'

(الفضل ۲۰ جولائی ۱۹۴۰ء' الفضل ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۴ء' منقول از فسانہ قادیان' از مولانا محمد ابرہیم کمیر پوری ملتان ص ۱۴۰)

یہ اقتباسات بتاتے ہیں کہ پیش گوئی کے آخری روز تک آتھم نے ''رجوع الی الحق'' نہیں کیا تھا' تبھی تو مرزا اور اس کی جماعت اس کی موت کے لئے دعائیں اور وظیفے پڑھ رہے تھے۔ محرم کی طرح ماتم ہو رہا تھا اور چیخ پکار کے ساتھ دعائیں جاری تھیں' اگر وہ ''رجوع الی الحق'' کر چکا ہوتا تو بات ختم ہو چکی ہوتی' مرزا کی پیش گوئی پوری ہو چکی ہوتی' وظیفوں' چلوں' دعاؤں' چیخ پکار کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ آتھم آخری روز تک انہی عقائد ونظریات کا حامل تھا جن کے ساتھ اس نے مرزا سے مناظرہ کیا تھا' اگر رجوع ہو چکا ہوتا تو اس کی موت کی شرطیں نہ لگتیں جیسا کہ شیخ یعقوب علی قادیانی لکھتا ہے ''آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن آگیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں' بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں' ہر طرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں' لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ خداوند ہمیں رسوا مت کریو' غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں''

(سیرۃ مسیح موعود از یعقوب علی قادیانی' ص ۷ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۳۲۵)

اور پھر ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء آیا اور گزر گیا' آتھم کو موت نہیں آئی' مرزا کے ایک نہایت

قریبی مرید نے بڑے دکھ اور اضطراب کے ساتھ مرزا کو خط لکھ کر پوچھا' اب کیا یہ پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ عبداللہ آتھم اب تک صحیح و سالم موجود ہے' اور اس کو بہ سزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا' میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی...... راقم محمد علی خان از مالیر کوٹلہ۔ (خط بنام مرزا صاحب مندرجہ آئینہ حق نما ص ۱۰۰۔۱۰۱ مولفہ یعقوب علی قادیانی منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۳۲۷)

مرزا صاحب نہ جانے کس مٹی سے بنے ہوئے تھے' آتھم زندہ پھر رہا تھا' میعاد گزر چکی تھی' پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوچکی تھی۔ اس کے باوجود فرماتے ہیں'' واضح ہو کہ وہ پیش گوئی جو امرت سر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہوکر ۵ جون ۱۸۹۳ء میں کی گئی تھی' جس کی آخری تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی' وہ خدا تعالی کے ارادہ اور حکم کے موافق ایسے طور سے ایسی صفائی سے میعاد کے اندر پوری ہوگئی کہ ایک منصف دانا کو بجز اس کے ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۲ ص ۲۳) یہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کا اشتہار ہے۔ اور اس میں وجہ یہ بتائی کہ'' دراصل پیش گوئی کے اعلان کے بعد عبداللہ آتھم نے جلسہ گاہ مباحثہ میں ہی رجوع کرلیا تھا'' (سیرۃ المھدی حصہ سوم ص ۲۱۶) خود مرزا صاحب نے بعد میں کہہ دیا'' اس (آتھم) نے اسی مجلس (مباحثہ) میں پیش گوئی سننے کے بعد آثار رجوع ظاہر کئے'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۱۹۳)

اگر عبداللہ آتھم نے جلسہ گاہ مباحثہ میں ہی یعنی ۵ جون ۱۸۹۳ء کو رجوع کرلیا تھا تو ۱۵ ماہ انتظار کس بات کا ہوتا رہا' وظیفے کس بات کے پڑھے جاتے رہے' کنویں میں چنے کیوں گرائے جاتے رہے' ماتم اور بین اور دعائیں کس بات کے لئے ہوتی رہیں' جب رستم علی نے اگست میں پوچھا تو جواب میں بتا دیا جاتا کہ انتظار کی کوئی ضرورت نہیں' پیش گوئی پوری ہوچکی ہے' کیونکہ آتھم نے رجوع کرلیا ہے۔ ۲۲۔ اگست ۱۸۹۴ء والے خط میں تو اس کی موت کی دعا کرنے کی درخواست کی جارہی ہے اور ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کے بعد بتایا جارہا ہے کہ ۱۵ ماہ پہلے ہی رجوع ہوچکا تھا' اس الٹی منطق کے قربان جایئے' مرزا صاحب کا کاروبار ایسے ہی علم الکلام کے سہارے چل رہا تھا۔

ہم بتا چکے ہیں کہ آتھم کے ساتھ مرزا کے مناظرے کے دوران مولانا عبدالحق غزنوی نے مرزا سے مباہلہ کیا تھا' اس مباہلے کے بعد دونوں ایک دوسرے کے شب و روز پر نگاہ رکھتے تھے کہ دیکھئے کس پر خدا کی مار پڑتی ہے' جب آتھم والی پیش گوئی پوری نہ ہونے پر لعن طعن شروع ہوئی تو مولانا غزنوی نے بھی مرزا غلام احمد کو لکھا ''آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل پر ہوگا وہ ذلیل و روسیاہ ہوگا' اب بتایئے ہم دونوں میں سے باطل پر کون ہے اور ذلیل و روسیاہ کون ہوا ہے؟ آپ نے مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کو لکھا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسے کتاب اللہ پر' مرگ آتھم کی پیش گوئی کے جھوٹا نکلنے پر بھی تمہیں اپنے الہام پر وہی یمان ہے یا کچھ فرق آ گیا؟ پنڈتوں' جوتشیوں اور برہمنوں کی بھی کوئی نہ کوئی پیش گوئی صحیح نکل آتی ہے لیکن آپ کو اپنی پیش گوئیوں میں ہمیشہ ذلت و نامرادی کی صورت دیکھنی نصیب ہوتی ہے' پیش گوئی کی میعاد گزر چکی' آتھم اب پہلے سے زیادہ قوی' تندرست' صحیح المزاج ہے' تمہاری یہ ذلت و رسوائی مباہلہ کا اثر نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے بعد مولانا غزنوی نے لکھا ''اب میں مسلمانوں کو عموماً اور مرزائیوں کو خصوصاً قسم دیتا ہوں کہ میرے اور مرزا کے حال کو دیکھ کر خود ہی اندازہ کرلو کہ مباہلہ کو پندرہ ماہ گزر گئے' اب میرے اوپر مباہلہ کی تاثیر پڑی یا مرزا پر؟ میں ہمیشہ بیمار رہتا تھا' اب کے سال اللہ کے فضل سے میرے بدن پر پھوڑا پھنسی تک نہیں نکلا اور وہ باطنی نعمتیں اللہ عزوجل نے اس عاجز کو عطا کی ہیں جو نہ بیان کر سکتا ہوں اور نہ مناسب جانتا ہوں کہ ان کا اظہار کروں اور مرزا کا حال ظاہر ہے اور اس کے مریدوں کا یہ حال ہے کہ اسماعیل ساکن جنڈیالہ بانی مباحثہ امرتسر جس نے مرزا کو مباحثہ کے واسطہ منتخب کیا تھا اور یوسف خان سرحدی جو مدت سے مرزا کا مرید تھا اور محمد سعید خالہ زاد بھائی مرزا کی بی بی کا یہ سب عیسائی ہو گئے'' (رئیس قادیان جلد دوم ص ۱۹۰۔۱۹۱)

مولانا غزنوی کا یہ اشتہار بروایت مولانا دلاوری مطبع صدیقی لاہور میں چھپا تھا اور اس پر ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ کی تاریخ درج تھی۔ اس میں جس اسماعیل کا ذکر ہے یہ

وہی شخص ہے جس نے مولانا بٹالوی کے منع کرنے کے باوجود مرزا کو مناظرے کے لئے تجویز کیا تھا' اس کا عیسائی ہو جانا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ عبداللہ آتھم عیسائی کے مقابلہ میں قادیانیت شکست کھا گئی تھی' محمد یوسف خان اور حافظ یوسف نامی سفراء کے مرزائیت سے نکل جانے کے بعد اسماعیل کا عیسائی ہو جانا مرزا کے منہ پر ایک بہت سخت طمانچہ تھا' لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی باتوں کو دل سے نہیں لگاتے تھے' بس اپنی کہے جاتے تھے۔

جو شخص دنیا میں آیا ہے' اس نے واپس بھی جانا ہے' آتھم بھی اس دنیا سے رخصت ہوا لیکن کب؟ یہ بات مرزا صاحب کی زبانی سنیئے' وہ کہتے ہیں "مسٹر عبداللہ آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے" (انجام آتھم ص ۱)

اور جب جولائی ۱۸۹۶ء میں آتھم مر گیا تو مرزا صاحب کو توجیہیں پیش کرنے کا ایک اور موقع ہاتھ آ گیا' وہ لکھتے ہیں "ہمارے مخالفوں کو اس میں شک نہیں کہ آتھم مر گیا' جیسا کہ لیکھرام مر گیا' اور جیسا کہ احمد بیگ مر گیا' لیکن اپنی نابینائی سے کہتے ہیں کہ آتھم میعاد کے اندر نہیں مرا' اے نالائق قوم جو شخص خدا کی وعید کے بموجب مر چکا' اب اس کی میعاد غیر میعاد کی بحث کرنے کی حاجت۔ بھلا دکھاؤ کہ اب وہ کہاں ہے اور کس شہر میں بیٹھا ہے" (حقیقۃ الوحی ص ۱۵۵ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۳۲۷۔)

اور ایک جگہ مرزا صاحب کہتے ہیں "اس بات پر زور دینا کہ وہ (آتھم) میعاد کے اندر نہیں مرا' کس قدر ظلم اور تعصب ہے" (روحانی خزائن جلد ۲۲۔ ص ۱۹۴)

یہ مرزا صاحب کا جدید اور انوکھا علم کلام تھا کہ مر تو گیا' کیا ہوا کہ پیش گوئی کے اندر نہیں مرا' بھلے آدمی پھر پیش گوئی کا کیا مطلب' مرنا تو ہر ایک نے ہے' کسی نہ کسی روز' بس ان کی منطق عجیب تھی' جیسا کہ مولانا امرتسری لکھتے ہیں"۔

قادیان کی اصطلاح ہی جدید ہے' ان کے نزدیک ۱۵ اور ۲۴ ایک ہی ہوتے ہیں' ناظرین حیران ہو کر پوچھیں گے کہ یہ کیا چیستان ہے اور کس طرف اشارہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ڈپٹی آتھم (عیسائی پادری) کی موت کے متعلق پندرہ

ماہیہ پیش گوئی کی تھی مگر اس کی زندگی اس سے متجاوز ہوگئی تو مرزا صاحب نے من جملہ اور جوابات کے ایک جواب یہ بھی دیا تھا کہ کسی شخص کے حق میں پیش گوئی کی جائے کہ پندرہ ماہ کے اندر کوڑھی ہو جائے گا' اگر وہ پندرہ کی بجائے چوبیس میں ہو جائے تو کیا حرج ہے' وقوعہ تو ہو گیا' وقت کی پابندی کیا چیز ہے' (حقیقۃ الوحی) ناظرین کرام اس اصول کے مطابق کوئی بھی پیش گوئی کرنے والا جھوٹا نہیں ٹھہر سکتا۔''

(اہل حدیث امرتسر ۱۹ جنوری ۱۹۴۰ء ص ۷)

ایک دوسری جگہ مولانا امرتسری لکھتے ہیں کہ ڈپٹی آتھم مقررہ میعاد سے ایک سال پونے گیارہ مہینے زیادہ گزار کر فوت ہوئے' گویا سود اصل رقم سے زیادہ ہو گیا' اس کے باوجود مرزا صاحب کا کمال دیکھئے کہ آپ اپنے مخالفین کو للکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ بتاؤ اب ڈپٹی آتھم کہاں ہے؟ سنو! اسی انداز میں اگر کوئی مخالف تم (مرزائیوں) سے پوچھے کہ بتاؤ اب مرزا صاحب کہاں ہیں تو تم کیا جواب دو گے؟''

(اہل حدیث امرتسر ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

آگے بڑھنے سے قبل ہم اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا تھا یا نہیں؟ وہ خود باقی ماندہ عمر یہی کہتا رہا کہ جو کچھ وہ پہلے تھا اب بھی وہی ہے' لیکن مرزا صاحب اصرار کرتے رہے کہ اس نے رجوع کر لیا تھا' اس لئے بچ گیا۔ ہم مرزا صاحب کا ایک فرمان آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ان کا اصرار مصنوعی تھا' وہ جھوٹ پر تھے اور آتھم نے ''رجوع الی الحق'' نہیں کیا تھا۔ یہ بات انہوں نے مغضوب اور ضال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمائی ہے جیسا کہ ان کے ملفوظات میں لکھا ہے ''مغضوب علیھم کا آخر موت ہے' اسی طرح والضالین کی بھی آخر موت ہے' مگر آہستہ آہستہ' کیونکہ ضلالت کے معنی ہیں راستے سے بہک جانا' بھٹکتے پھرنا' ریگستانوں وغیرہ میں لوگ راستہ بھول کر مر ہی جاتے ہیں۔ لیکھرام (ہندو) مغضوب علیہ تھا' اور آتھم ضال' کہ ایک جلدی مر گیا اور ایک آہستہ آہستہ سسکتا ہوا مرا۔'' (ملفوظات جلد ۴ طبع نومبر ۱۹۸۴ء ص ۸۴)

مرزا کا یہ ملفوظ اس بات پر دلیل ہے کہ خود مرزا کے نزدیک آتھم ضلالت اور گمراہی کی حالت میں مرا ہے اور اس نے ''رجوع الی الحق'' نہیں کیا۔ اور جب وہ رجوع نہ کرنے کے باوجود پیش گوئی کی میعاد (۴ ستمبر ۱۸۹۴ء) کے اندر مرا بھی نہیں تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ مرزا کی پیش گوئی جھوٹی نکلی۔

چیلنج مباہلہ ۱۸۹۶ء

قارئین! آتھم کا معاملہ مرزائیوں کے گلے میں پھانس کی طرح اٹکا ہوا ہے' مد کے مناظرے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس معاملے میں مرزائی مناظروں کو آڑے ہاتھوں لیا تھا اور جب وہ شکست کھا کر واپس قادیان پہنچے تو مرزا صاحب کئی روز تک ان کی دلجوئی میں مصروف رہے' یہ ۱۹۰۲ء کی بات ہے اور ہم اس کی تفصیلات اس کے اپنے مقام پر عرض کریں گے' اس وقت یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب آتھم والی پیش گوئی جھوٹی نکلنے پر چاروں طرف سے مرزا صاحب پر حملوں کی بوچھاڑ ہونے لگی تو انہوں نے ۱۸۹۶ء میں ایک کتاب انجام آتھم لکھ کر اس میں کچھ علماء و مشائخ کو مباہلہ کی دعوت دے دی' اس چیلنج میں جن کو مخاطب کیا گیا تھا وہ بزرگ تحریک ختم نبوت میں نمایاں مقام کے حامل ہیں' اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کے نام بھی ہماری کتاب کا حصہ بن جائیں' ناموں کی ترتیب وہی ہے جو مرزا صاحب نے دی:

مولوی نذیر حسین دہلوی' شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ' مولوی عبدالحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری' مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی عبدالحق دہلوی مولف تفسیر حقانی' مولوی عبدالعزیز لدھیانوی' مولوی محمد لدھیانوی' مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ' سعداللہ نومسلم مدرس لدھیانہ' مولوی احمد اللہ امرتسری' مولوی ثناء اللہ امرتسری' مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری' مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی عبدالواحد غزنوی' مولوی عبدالحق غزنوی' محمد علی بوپڑی واعظ' مولوی غلام دستگیر قصور ضلع لاہور' مولوی عبداللہ ٹونکی' مولوی اصغر علی لاہور' حافظ عبدالمنان وزیر آباد' مولوی محمد بشیر بھوپالی' شیخ حسین عرب یمانی' مولوی محمد ابراہیم آرہ' مولوی محمد حسن مولف تفسیر امروہہ' مولوی

احتشام الدین' مولوی محمد اسحاق اجراوری' مولوی عین القضاۃ صاحب لکھنؤ فرنگی محل' مولوی محمد فاروق کانپور' مولوی عبدالوہاب کانپور' مولوی سعید الدین کانپور' رامپوری' مولوی حافظ محمد رمضان پشوری' مولوی دلدار علی الور مسجد دائرہ' مولوی رحیم اللہ مدرس مدرسہ اکبر آباد' مولوی ابوالانور نواب محمد رستم علی خان چشتی' مولوی عبدالموید امروہی مالک رسالہ مظہر الاسلام اجمیر' مولوی محمد حسین کوٹلہ والا دہلی' مولوی احمد حسن صاحب شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ' مولوی نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھ ضلع سہارنپور' مولوی احمد علی صاحب سہارنپور' مولوی عبدالعزیز دینانگر ضلع گورداسپور' قاضی عبدالاحد خانپور ضلع راولپنڈی' مولوی احمد رامپور ضلع سہارنپور محلہ محل' مولوی محمد شفیع رامپور ضلع سہارنپور' مولوی فقیر اللہ مدرس مدرسہ نصرت الاسلام واقع لال مسجد بنگلور' مولوی محمد امین صاحب بنگلور' مولوی قاضی حاجی شاہ عبدالقدوس صاحب پیش امام جامع مسجد بنگلور' مولوی عبدالغفار صاحب فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس صاحب بنگلور' مولوی محمد ابراہیم صاحب ویلوری حال مقیم بنگلور' مولوی عبدالقادر صاحب پیارم پیٹی ساکن پیارم پیٹ علاقہ بنگلور' مولوی محمد عباس صاحب ساکن دانمباری علاقہ بنگلور' مولوی گل حسن شاہ صاحب میرٹھ' مولوی امیر علی شاہ صاحب اجمیر' مولوی احمد صاحب گنجوری حال دہلی خاص جامع مسجد' مولوی محمد عمر صاحب دہلی فراشخانہ' مولوی مستعان شاہ صاحب سانبھر علاقہ جے پور' مولوی حفیظ الدین صاحب دوجانہ ضلع رہتک' مولوی فضل کریم صاحب نیازی غازی پور زمینا' مولوی حاجی عابد حسین صاحب دیوبند۔

مباہلہ کے اس چیلنج اور مدعو علماء کا ذکر کرتے ہوئے مرزائی مورخ دوست محمد لکھتا ہے: ''حضور نے خدا کے حکم سے اس سال (۱۸۹۶ء میں) ہندوستان کے تمام قابل ذکر مخالف علماء اور سجادہ نشینوں کے نام لے لے کر ان کو مباہلہ کی فیصلہ کن دعوت دی' گو مباہلہ کی نوبت نہیں آئی لیکن یہ عجیب کرشمہ قدرت ہے کہ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بے اثر ثابت نہیں ہوئے' چنانچہ ۱۹۰۶ء تک ان مخالفین کی اکثریت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور باون میں سے بیس زندہ تھے اور وہ بھی کسی نہ کسی بلا میں گرفتار تھے' آپ کی

وفات کے بعد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری سلسلہ کے عروج کا مشاہدہ کرنے کے لئے لمبی دیر تک زندہ رہے" (تاریخ احمدیت جلد۲ ص ۳۸۵)

اور مرزا صاحب کے چوتھے جانشین مرزا طاہر صاحب نے اس معاملے کا ذکر ایک حالیہ درس قرآن میں کیا ہے جس کی رپورٹ الفضل میں یوں دی گئی ہے:

"درس قرآن نمبر ۲۵ مباہلہ سے متعلق مضمون جاری رہا' حضور (مرزا طاہر) نے بتایا کہ یہاں نساء نا و نساء کم سے مراد بیویاں نہیں بلکہ قوم کی عورتیں مراد ہیں' حضرت مسیح موعود کے مباہلوں کی کیفیت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضور انور (مرزا طاہر) نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کی طرف سے ۱۸۹۶ء میں ۱۰۶ لوگوں کے نام بنام مباہلہ کا چیلنج ایک لسٹ میں شائع کیا گیا' ان کے نام انجام آتھم میں جو ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی موجود ہیں' ان میں ۵۶ مولویوں اور ۴۸ بڑے بڑے پیروں اور سجادہ نشینوں کے نام تھے' آپ نے تحدی اور جلال اور پورے یقین کے ساتھ چیلنج دیا کہ وہ میری زندگی میں ہلاک ہونگے' ان میں آمنا سامنا ضروری قرار نہیں دیا' اپنا مسلک ان پر اچھی طرح کھولا' چیلنج کے ساتھ ایک سال کی شرط نہ تھی اور نہ ہی کسی خاص جگہ کی' حضور نے فرمایا ۱۹۰۷ء تک اس لسٹ میں سے صرف ۲۰ لوگ باقی رہ گئے تھے' یعنی دو تہائی مر گئے اور باقی ماندہ بھی آپ کی زندگی میں اس جہان سے رخصت ہوئے اور چند بچے' ان کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے دل میں توبہ کر لی ہو"

(مختصرات مرزا طاہر احمد الفضل لندن ۱۳ فروری ۱۹۹۸ء ص ۱۰)

ہم مباہلہ کے مدعوین والی فہرست میں شامل سب حضرات کی تاریخ وفات سے آگاہ نہیں ہیں تاہم یہ جانتے ہیں کہ حاجی عابد حسین دیوبندی اس چیلنج کے شائع ہونے سے قبل وفات پا چکے تھے' حاجی عابد حسین کی تاریخ وفات ۱۴ نومبر ۱۸۹۴ء (جمادی الاول ۱۲ ۱۳ھ) ہے' نہ معلوم مرزا صاحب نے ان کو ۱۸۹۶ء میں مباہلے کا چیلنج کیوں دیا تھا؟

ہمیں معلوم ہے کہ مرزا صاحب کے اس چیلنج کے بعد یا دوران جناب سید نذیر

حسین محدث (ف ۱۹۰۲ء) مولانا گنگوہی' مولانا محمد لدھیانوی' مولانا عبدالعزیز لدھیانوی' مولوی سعداللہ نومسلم' مولوی غلام رسول عرف رسل بابا (ف ۱۹۰۲ء) مولوی غلام دستگیر قصوری (ف ۱۸۹۶ء) مولوی محمد ابراہیم آروی وفات پا گئے تھے' اور بھی ہونگے جو فوت ہو چکے ہوں' لیکن کچھ لوگ مرزا صاحب کی وفات کے وقت یقیناً زندہ تھے' جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں' مولانا بٹالوی (ف ۱۹۲۰ء) مولانا احمداللہ امرتسری (ف ۱۹۱۸ء) مولانا ثناءاللہ امرتسری (ف ۱۹۴۸ء) مولانا عبدالجبار غزنوی (ف ۱۹۱۳ء) مولانا عبدالواحد غزنوی (جو مولانا عبدالجبار کے بعد ۱۹۳۰ میں فوت ہوئے) مولانا عبدالحق غزنوی (ف ۱۹۱۸ء) مولانا محمد علی بوپڑوی' (ف ۱۹۲۴ء) حافظ عبدالمنان وزیر آبادی (ف ۱۹۲۴ء) مولانا محمد بشیر سھسوانی (ف ۱۹۱۶ھ) شیخ' حسین عرب محسن یمانی (ف ۱۹۱۰ء) مولانا محمد رمضان پشاوری (ف ۱۹۲۰ء) مولانا عبدالحق حقانی (ف ۱۳۳۵ھ)

قارئین! یہ لوگ تو وہ ہیں جو سید نذیر حسین مرحوم کے شاگرد ہیں' یا ان کے معاصر اہل حدیث ہیں' ان کے علاوہ اور لوگ بھی زندہ ہوں گے جن کا ہمیں علم نہیں ہے۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ یہ مباہلہ چونکہ ہوا نہیں تھا اس لئے اس چیلنج کے بعد مرنے یا زندہ رہنے والے کسی کے کذب کا نشان نہیں ہیں۔ لیکن مرزائی خود ہی زیر دام آ رہے ہیں' جب وہ فہرست میں شامل ان افراد کی موت کو جو مرزا کی زندگی میں وفات پا گئے تھے اپنی صداقت کا ثبوت بتاتے ہیں' جیسا کہ روحانی خزائن کا مرتب لکھتا ہے: ''انجام آتھم میں حضور نے جن ۶۴۔ ء زائد علماء اور گدی نشینوں کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا حقیقۃ الوحی کی تصنیف تک ان میں صرف ۲۰ زندہ تھے اور وہ بھی طرح طرح کے ابتلاؤں اور خدائی غضب کا نشانہ بن کر حضور کے الہام انی مھین من اراد اھانتک کی تصدیق کر رہے تھے۔'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) صفحہ ب)

اور مرزا طاہر نے کہا کہ مرزا غلام احمد نے تحدی' جلال اور پورے یقین کے ساتھ چیلنج دیا کہ فہرست میں داخل مخالفین اس کی زندگی میں ہلاک ہوں گے' بایں صورت کیا

ہم بچ جانے والوں کو اللہ کی نشانیاں تصور نہ کریں کہ مرزا صاحب کی موت کے بعد ان کی زندگیاں اس تحدی اور جلال کا مذاق اڑاتی رہی ہیں۔ مرزا طاہر کہتا ہے کہ جو بچ گئے نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے دل میں توبہ کر لی ہو' کیا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ' مولوی عبدالحق غزنوی' مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی محمد حسین بٹالوی' مولوی رمضان پشاوری وغیرھم دل سے مرزائی ہو گئے تھے؟ (نعوذ باللہ من ذالک)

اگر ایسی بات ہے تو مولوی ثناء اللہ صاحب سے عمر بھر مناظرے کس بات پر ہوتے رہے اور غزنویوں کو گالیاں کس جرم میں دی جاتی رہی ہیں؟

یہ بھی کیا خوب ہے کہ دوست محمد شاہد کہتا ہے کہ محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ مرزائیت کا عروج مشاہدہ کرنے کے لئے زندہ رکھے گئے۔"

جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی۔

یعنی جو مر گئے وہ بھی آپ کی صداقت کی نشانی اور جو بچ گئے وہ بھی صداقت کی نشانی' تو پھر پیش گوئی کیا تھی؟ چیلنج کس بات کا تھا؟

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بچ جانے والے کسی نہ کسی بلا میں گرفتار تھے تو کسی دوسرے کا ذکر کرنے کی بجائے خود مرزا صاحب کی زندگی کا مشاہدہ کیا ہوتا' وہ تو کہتے ہیں کہ انہیں رات کو یا دن کو سو سو مرتبہ پیشاب آتا تھا۔ (ضمیمہ اربعین نمبرا۔۳)

یعنی اگر رات کو اوسط دس گھنٹے شمار کر لیا جائے تو ہر چھ منٹ کے بعد انہیں بیت الخلا جانا پڑتا ہوگا' کیا اس سے بڑی کوئی بلا بھی ہو سکتی ہے' کہ وہ بیت الخلا جائیں' ایک دو منٹ فراغت میں لگ جائیں' واپس آئیں تو ۴' ۵ منٹ بعد دوبارہ یرجع الی اصلہ کا نمونہ بن جائیں۔ نیند گئی' آرام گیا' کی صورت بنے ہوئے مرقع عبرت مرزا صاحب اپنا بستر ہی شاید بیت الخلا میں لگا لیتے ہوں گے کہ کون بار بار اٹھ کر آتا رہے' اور کیا ان کی رحلت کا واقعہ اس بلا ہی کی ایک شکل نہیں بن گیا تھا؟

ایک مرتبہ ہمارے ایک بزرگ نے ہمیں کہا کہ ہم انجام آتھم کے ان صفحات کا مطالعہ کریں جہاں ان لوگوں کے نام درج ہیں جن کو مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں

مباہلے کا چیلنج دیا تھا' اور پھر فیصلہ کریں کہ ان میں اکثریت مقلدین کی ہے یا غیر مقلدین کی۔

ہم نے انجام آتھم کے متعلقہ صفحات دیکھے' وہاں دو فہرستیں ہیں' ایک علماء کے اسماء گرامی پر مشتمل ہے اور دوسری سجادہ نشینوں پر۔ پہلی فہرست میں ۵۵ سے زائد نام ہیں اور دوسری میں شاید ۴۸۔ یہ لوگ کون تھے؟ دوسری فہرست کا معاملہ تو بہت سادہ ہے' کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ مزاروں اور گدیوں کے سجادہ نشینوں کی فہرست میں اہل حدیث حضرات کا کیا کام؟ تاہم اس فہرست کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ فہرست میں موجود سب لوگ ۱۸۹۶ء میں مرزا غلام احمد کے مخالف اور تحفظ ختم نبوت کے کاروان میں شامل نہیں تھے' ان میں ایک ایسا پیر بھی شامل ہے جو اس وقت مرزا صاحب کے دعاوی کا مصدق تھا۔ ایک ایسا پیر بھی شامل ہے جو ۱۸۹۶ء میں (بلکہ کچھ عرصہ بعد تک بھی) مرزا صاحب کی حمایت یا مخالفت کے بارے میں گومگو کا شکار تھا' اور ایک ایسا پیر بھی فہرست میں موجود ہے' جو اس چیلنج (۱۸۹۶ء) کے کئی سال بعد بھی لوگوں کو مرزا غلام احمد کی مخالفت سے باز رکھنے کی کوشش میں مصروف نظر آتا ہے۔ پہلا پیر چاچڑاں کا خواجہ غلام فرید ہے' اس کے متعلق مرزا غلام احمد لکھتا ہے ''کئی مولوی جیسے مولوی غلام دستگیر خواجہ صاحب کو میرا مکذب بنانے کے لئے آپ کے گاؤں میں پہنچے جیسا کہ کتاب اشارات فریدی میں خواجہ صاحب نے خود یہ حالات بیان کئے ہیں اور بعض غزنویوں کا بھی خواجہ صاحب موصوف کے پاس خط پہنچا مگر آپ نے کسی کی بھی پروانہ کی اور خشک ملاؤں کو ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ وہ ساکت ہو گئے۔

(روحانی خزائن (حقیقۃ الوحی) ص ۲۱۵۔۲۱۶)

اس بات کو ذرا وضاحت کے ساتھ حال ہی میں الفضل میں بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے: ''خواجہ غلام فرید صاحب وہ مرد مجاہد تھے جنہوں نے کھلے لفظوں میں آپ (مرزا صاحب) کی تصدیق فرمائی' چنانچہ انہوں نے دعوت مباہلہ کا اشتہار ملتے ہی ۲۷/رجب ۱۳۱۴ھ مطابق جنوری ۱۸۹۷ء کو حضرت اقدس (مرزا صاحب) کے نام

عربی میں عقیدت مندی کے جذبات سے مکتوب بھیجا کہ مباہلہ کا سوال ہی کیا ہے' میں تو ابتداء ہی سے حضور کی تعظیم کرتا ہوں تاکہ مجھے ثواب حاصل ہو' اور کبھی میری زبان پر تعظیم و تکریم اور رعایت آداب کے سوا آپ کے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا...... یہ خط چھپا تو پہلے مولوی...... غلام دستگیر صاحب اور پھر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب ان کے گاؤں پہنچے اور غزنوی خاندان کے بعض علماء نے انہیں مکذب بنانے کے لئے خطوط بھی بھجوائے' مگر آپ چونکہ بزرگ اور پاک باطن تھے' اس لئے آپ نے کسی کی پروانہ کی اور ان خشک ملاؤں کو ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ وہ ساکت ہو گئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کا خاتمہ مصدق ہونے کی حالت میں ہوا''

(الفضل انٹرنیشنل ۵-۱۱/اپریل ۱۹۹۷ص ۱۳)

ان پیر صاحب نے رجب' شعبان' اور شوال ۱۳۱۴ھ میں یکے بعد دیگرے تین خطوط مرزا صاحب کو تحریر فرمائے جو مرزا غلام احمد کی کتاب سراج منیر میں موجود ہیں' ان خطوط میں پیر صاحب نے مرزا صاحب کو مجموعہ محاسن بیکراں' مجتمع اوصاف بے پایاں' مکرم و معظم برگزیدہ خدائے احد' معارف پناہ' حقائق نگاہ' شریعت انتباہ' المستظہر باللہ وغیرہ خطابات سے یاد کیا ہے۔ یہ پیر صاحب ۱۹۰۱ء میں فوت ہوئے اور کہا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا خطوط لکھنے کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے مرزا صاحب سے بے زاری کا اظہار فرما دیا تھا' خدا کرے کہ ایسا ہی ہوا ہو' اور اس وقت صرف یہ کہنا مقصود ہے کہ جب مرزا صاحب نے ان کا نام ۱۸۹۶ء والے اشتہار مباہلہ میں شامل کیا تھا اس وقت وہ مرزا صاحب کے مکذب نہیں تھے۔

دوسرے پیر گولڑہ کے جناب مہر علی شاہ تھے' ان کی سوانح عمری میں مولوی فیض احمد صاحب نے لکھا ہے:

''مرزا صاحب کا ایک مطبوعہ دعوت نامہ ان کے پیرو مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا' دعوت نامہ کا مضمون یہ تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین اور عروج اسلام کے لئے مامور

کیا گیا ہوں' آپ اس مشن میں میری اعانت کریں' حضرت نے جواب میں لکھوایا کہ میں آپ کو مسیح موعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا' آپ اپنی توجہ حسب سابق غیر مسلموں کے ساتھ مناظرات اور تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔''

(مہر منیر ص ۲۰۶)

یہ تحریر بتا رہی ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب مرزا صاحب کو مامور من اللہ اور مسیح تو نہیں مانتے تھے لیکن ان دعاوی کے باوجود وہ مرزا صاحب کو مسلمان ہی سمجھتے تھے' کافر نہیں' تبھی تو انہیں تبلیغ اسلام پر توجہ مرکوز رکھنے کی ہدایت فرما رہے تھے کیونکہ ایک غیر مسلم کا تبلیغ اسلام سے کیا تعلق۔ نیز یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ پیر صاحب نہ صرف خود کاروان تحفظ ختم نبوت میں اس وقت تک شامل نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ دوسروں کو بھی اس میں شمولیت سے منع کرتے تھے جیسا کہ وہ اپنی کتاب شمس الہدایت (جو ۱۹۰۰ء کی تصنیف ہے) میں اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میری توجہ ان حقائق و معارف کی طرف دلائی گئی تھی جو تالیفات (مرزا) مثل ازالہ اوہام' دافع الوساوس اور ایام صلح میں مندرج ہیں' مگر میں علمائے کرام کو ان کی لعن طعن سے بدیں وجہ روکتا رہا کہ خلاف شعار اسلام ہے'' (مہر منیر ص ۵۲۳)

ایام صلح نامی کتاب ۱۸۹۹ء کی تصنیف ہے اور یہ تحریر بتاتی ہے کہ اس اور اس سے پہلے کی کتابوں میں مندرج مرزا صاحب کے عقائد و نظریات سامنے آنے کے باوجود پیر صاحب نہ صرف خود مرزا صاحب کے خلاف سرگرم نہیں ہوئے تھے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے روکتے تھے' اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ بھی مہر منیر کے مصنف کی زبانی سنیئے:

''ملفوظات طیبات میں درج ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا کہ عالم رویا میں آنحضرتؐ نے مجھے مرزائے قادیانی کی تردید کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے کتر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔''

(مہر منیر ص ۲۰۳)

یعنی حضور رسالتمآبؐ کو خود اس معاملہ میں مداخلت کرنا پڑی جس کے نتیجے میں

یعنی حضور نبی کریمؐ سے عالم رؤیا میں حکم ملنے کے بعد پیر مہر علی شاہ صاحب تو کاروان تحفظ ختم نبوت میں شامل ہو گئے اور انہوں نے تحریری و تقریری محاذ پر قابل قدر خدمات شروع کر دیں' لیکن اس پر ایک اور پیر صاحب ان سے ناراض ہو گئے' ان کا نام خواجہ اللہ بخش تونسوی ہے۔ لکھا ہے:

''حضرت پیر مہر علی شاہ کے کسی معاصر نے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کی خدمت میں جا کر کہا کہ پیر صاحب گولڑہ شریف دیو بندی علماء سے علم حاصل کر آئے ہیں' اور مولویوں کی طرح مرزا قادیانی سے الجھ پڑے ہیں' ورنہ صوفیا کو مناظروں سے کیا واسطہ؟ چنانچہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی نے ان باتوں کا ذکر تونسہ شریف کے عرس پر حضرت ثانی سیالوی سے فرما کر غالباً یہ بھی کہا کہ آپ کے شاہ صاحب (یعنی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ) یہاں کبھی نہیں آئے' حضرت ثانی نے سیال شریف کے عرس کے موقع پر حضرت قبلہ عالم سے یہ سارے واقعات بیان فرما کر مشورۃً کہا کہ تونسہ شریف بھی حاضری دے آئیں کیونکہ حضرت خواجہ صاحب کی طبع پر کچھ بار معلوم ہوتا ہے جس کا رفع کرنا ضروری ہے' حضرت نے کہا کہ میں یہیں سے چلا جاتا ہوں...... (تونسہ پہنچنے پر) تحصیل کے قریب والی سرائے میں جہاں عام لوگ ٹھہرتے تھے' آپ کے قیام کا انتظام کیا گیا' حضرت خواجہ اللہ بخش سے پہلی ملاقات سرسری طور پر نماز کے بعد ہوئی اور اس میں رسمی سلام اور مزاج پرسی کے علاوہ اور کوئی بات نہ ہوئی' اگلے روز مجلس میں ملاقات پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا: ''سائیں کیویں آئے وے؟ ''یعنی صاحب کیسے آنا ہوا' آپ نے فرمایا' از خود نہیں آیا بھیجا گیا ہوں' اور پیرزادہ کے ارشاد کی تعمیل کر رہا ہوں' خواجہ صاحب نے تعلیم کے متعلق سوال کیا کہ کیا کچھ پڑھا ہے' اور کہاں سے پڑھا ہے؟ جب جواب دیتے ہوئے دورہ حدیث کے ضمن میں حضرت نے اپنے استاد مولانا احمد علی سہارنپوری کا نام لیا تو خواجہ صاحب بولے' وہ تو بہت بڑا وہابی تھا' حضرت نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے' وہ بہت بڑے حنفی تھے۔ البتہ صوفیائے کرام کی رسوم کے پابند نہ تھے' حضرت کے قادیانی

مناظرات کے متعلق خواجہ صاحب نے اعتراض کیا تو حضرت نے فرمایا میں اس امر میں معذور ہوں' کیونکہ جس طرح مرزائی دلائل دیتے ہیں اگر کوئی اور صاحب علم ان کی تردید کر سکے تو مجھے مناظرات کی کیا ضرورت ہے' بصورت دیگر میرا سکوت نامناسب ہے' اگر مسلمان ہی نہیں رہیں گے تو صوفیائے کرام تصوف کی تعلیم کسے دیں گے۔''

(مہر منیر ص ۳۰۴۔۳۰۵)

اس اقتباس سے بعض لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہییں کہ جس ماضی اور جن اکابر پر وہ فخر کرتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے' ان کے اتنے بڑے بڑے بزرگ شروع میں نہ صرف کاروان ختم نبوت میں شامل نہیں تھے بلکہ کاروان کے غبار سے بھی خود کو دور رکھنا چاہتے تھے اور اپنے متعلقین کو بھی ایسی ہی تلقین کرتے تھے' وہ تو بھلا ہو چند بے سروسامان اہل حدیث علماء کا جو قلت تعداد' قلت سامعین اور قلت وسائل کے باوجود نہ صرف اٹھ کھڑے ہوئے تھے بلکہ برسوں اکیلے ہی مرزا کا ناک میں دم کئے رہے۔

خواجہ اللہ بخش تونسوی' پیر مہر علی شاہ صاحب سے درج بالا ملاقات کے کچھ ہی عرصہ بعد ۱۹۰۱ء میں فوت ہو گئے تھے اور ہمیں اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ ملاقات اور وفات کے درمیانے عرصہ میں انہوں نے مرزا کے خلاف کسی سرگرمی میں حصہ لیا ہو' اگر ایسا ہوا بھی ہو تو یہ ۱۹۰۰ء (یعنی ملاقات) کے بعد کی بات ہو گی اور انجام آتھم والا اشتہار مباہلہ تو ۱۸۹۶ء کی بات ہے' جس وقت وہ یقیناً کاروان ختم نبوت میں شامل نہیں تھے۔

بعض مشائخ وسجادہ نشینوں کا حال ۱۹۰۰ء تک ہی نہیں بلکہ اس کے بہت بعد تک بھی درست نظر نہیں آتا' الامداد بابت صفر ۱۳۳۶ھ (یعنی مرزا کی موت کے بعد) میں ایک دیوبندی بزرگ کا خط مولانا اشرف علی تھانوی کے نام درج ہے' اس میں مکتوب نگار لکھتے ہیں:

''سہارنپور کی طرف کوئی جگہ ساڈھورا ہے' وہاں کے بعض مشائخ در پردہ قادیانی ہیں' ان کے ماننے والے بہت ہیں۔'' (ص ۳۶)

اور دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ کے سجادہ نشین خواجہ حسن نظامی (جو پیر مہر علی شاہ صاحب سے بھی بیعت تھے) کے متعلق فیض احمد نے مہر منیر میں لکھا ہے: ''خواجہ صاحب اپنے رسالہ منادی میں ہمیشہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کو اپنا شیخ طریقت تسلیم فرماتے رہے.... خواجہ صاحب بے حد روادار طبیعت اور مرنجان مرنج قسم کے انسان تھے' ابتداءً قادیانیوں کے حق میں نرم خیالی کے باعث علماء میں معتوب تھے۔ (مہر منیر ص ۲۹۳)

اور تاریخ احمدیت میں لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ''۲۹۔ اکتوبر (۱۹۰۵ء) کو شاہ نظام الدین صاحب محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ' کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں کے سجادہ نشینوں میں سے صاحبزادہ سید غلام معین الدین نظامی کے علاوہ خواجہ حسن نظامی صاحب بھی موجود تھے' جنھوں نے نہایت محبت و خلوص سے تمام مقامات دکھائے اور ہر مقام کے تاریخی حالات عرض کئے اور اپنے خاص حجرے میں بھی حضرت اقدس اور خدام کو لے گئے اور ایک کتاب بنام شواہد نظامی پیش کی۔ بلکہ حضور کے وہاں تشریف لے جانے سے پیشتر مکان پر آ کر یہ بھی عرض کی' آپ وہاں آئیں تو اپنے احباب کے ساتھ میری دعوت قبول فرمائیں۔

(تاریخ احمدیت جلد ۳ ص ۷۔۴۳۶)

اس واقعہ سے خواجہ حسن نظامی اور مرزا غلام احمد کے باہمی اخلاص کا پتہ چلتا ہے۔

اور چوہدری ظفر اللہ نے کہا: ''خواجہ صاحب کے حضرت (مرزا محمود) صاحب کے ساتھ بڑے دوستانہ تعلقات ہو گئے' بلایا' دعوت بھی کی' ہمارے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتے تھے۔'' (سیاسی اتار چڑھاؤ' از منیر احمد' لاہور ۱۹۸۹ء ص ۱۱۹)

اور پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کو مخاطب فرماتے ہوئے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ایک مرتبہ لکھا:

''شاہ صاحب! تبلیغ دین اور اشاعت اسلام ہر مسلمان خصوصاً آل رسولؐ پر فرض مقدم ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اتنے اوصاف کے مالک ہو کر اس ضروری کام خاص کر

تردید مرزا پر توجہ نہیں کرتے‘ کیا اس لئے کہ (بقول مرزا محمود خلیفہ قادیان) آپ کو ان سے کبھی کام پڑتا ہے اور آپ ان سے کچھ امید خیر رکھتے ہیں‘ چنانچہ مرزا محمود قادیانی نے لکھا ہے: ’’اتفاقاً ریل گاڑی میں ایک ہی جگہ مجھے اور جماعت علی شاہ صاحب کو بیٹھنا پڑا‘ جب گاڑی چلی تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کہاں جائیں گے؟ میں نے کہا بٹالہ جا رہا ہوں‘ پھر انہوں نے پوچھا خاص بٹالہ جائیں گے یا کسی گاؤں میں؟ میں نے کہا گاؤں میں جاؤں گا‘ پھر پوچھا کون سے گاؤں میں؟ میں نے کہا کہ قادیان میں‘ کہنے لگے کہ کیا آپ قادیان کے رہنے والے ہیں؟ میں نے کہا‘ ہاں میں قادیان کا رہنے والا ہوں۔ کہنے لگے‘ آپ کا مرزا صاحب کے ساتھ کوئی رشتہ بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں رشتہ ہے۔ پھر پوچھا کیا رشتہ ہے؟ میں نے کہا میں ان کا بیٹا ہوں۔ اس پر پیر صاحب نے بڑے تپاک کا اظہار کیا‘ اور کہا کہ میں تو بڑی مدت سے آپ کی ملاقات کا شائق تھا۔ بہت خوشی ہوئی کہ آپ کی ملاقات ہوگئی۔ ان دنوں ان کا ایک احمدی سے مقدمہ تھا‘ وہ چاہتے تھے کہ کسی احمدی سے ملاقات ہو تو اس کے ذریعہ مقدمہ میں سفارش کرائیں۔ خیر اس کے بعد انھوں نے میوہ‘ کشمش وغیرہ منگوایا اور مجھے بھی کھانے کو کہا۔ مجھے نزلہ تھا‘ میں نے عذر کیا‘ کہنے لگے‘ یہ تو یونہی باتیں ہیں‘ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو ہی جاتا ہے‘‘

(الفضل ۲۱ فروری ۱۹۳۱ء ص ۲۸ منقول از اہل حدیث امرتسر ۲۴ رجولائی ۱۹۳۱ء ص ۴)

ایک اور پیر کا حال الفضل میں یوں مرقوم ہے:

’’حضرت صاحبزادہ پیر محمد سراج الحق نعمانی کا تعلق سرساوہ ضلع سہارنپور سے تھا‘ آپ کا خاندان نسل در نسل گدی نشین چلا آرہا تھا‘ جب ۱۸۸۹ء میں (مرزا کی) بیعت ہوئی تو آپ لدھیانہ میں تھے اور آپ کی اس درخواست کو حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے قبول فرمایا کہ آپ قادیان پہنچ کر بیعت کی سعادت حاصل کریں گے۔ چنانچہ آپ نے ۲۲ دسمبر ۱۸۸۹ء کو بیعت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو ۱۸۸۲ء سے ہی آپ سے تعلق خاطر تھا‘ ستمبر ۱۸۹۹ء میں آپ ہجرت کرکے قادیان آبسے .... آپ خود گدی نشین اور پیر خاندان سے تھے‘ قبول احمدیت کی

سعادت پانے کے بعد آپ نے اپنے سلسلہ پیری مریدی کو ختم کر دیا تھا اور پھر آپ نے کئی علماء اور گدی نشینوں کو دعوت حق بھی دی' جن میں آپ کے ہم زلف مولوی رشید احمد گنگوہی بھی شامل تھے' حضرت صاحبزادہ صاحب کو حضور کے پاؤں دبانے کی سعادت بھی بارہا حاصل ہوئی' قادیان کے ساتھ دارالامان لکھنے کی تجویز بھی آپ ہی کی تھی' جماعت کا نام ''احمدی'' رکھنے کی تجویز بھی آپ ہی نے ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے موقع پر خدمت اقدس میں پیش کی تھی''

(الفضل انٹرنیشنل ۲۷ دسمبر ۱۹۹۶ء۔ ۲ جنوری ۱۹۹۷ء ص ۱۴)

مباہلے کے مدعو مشائخ کی فہرست پر ایک نظر ڈالنے کے بعد ہم اس فہرست کی طرف آتے ہیں جس میں علماء کے نام مرزا غلام احمد نے مدعوین مباہلہ کے طور پر لکھے ہیں' ان میں سب سے پہلا نام حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی کا ہے اور دوسرا انہی کے شاگرد مولانا محمد حسین بٹالوی کا۔ جہاں تک باقی علماء کا تعلق ہے' ان کے بارے میں مرزا صاحب اسی اشتہار مباہلہ کے شروع میں لکھتے ہیں:

''چونکہ علماء پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنہ تکفیر و تکذیب حد سے گذر گیا ہے' اور نہ فقط علماء بلکہ فقراء اور سجادہ نشین بھی اس عاجز کے کافر اور کاذب ٹھہرانے میں مولویوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں اور ایسا ہی ان مولویوں کے اغواء سے ہزارہا لوگ ایسے پائے جاتے ہیں کہ ہمیں نصاریٰ اور یہود اور ہنود سے بھی اکفر سمجھتے ہیں' اگرچہ اس تمام فتنہ تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے مگر تاہم دوسرے مولویوں کا یہ گناہ ہے کہ انہوں نے اس نازک امر تکفیر مسلماناں میں اپنی عقل اور تفتیش سے کام نہیں لیا بلکہ نذیر حسین کے دجالانہ فتویٰ کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا بغیر تحقیق اور تنقیح کے اس پر ایمان لے آئے۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۱ ص ۴۵' مجموعہ اشتہارات جلد ۲ ص ۲۵۷)

مرزا غلام احمد کے اشتہار مباہلہ کی اس تعارفی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی اصغر علی' مولوی غلام رسول' مولوی محمد حسن' مولوی سعد اللہ'

مولوی احمد اللہ' مولوی محمد' مولوی عبدالعزیز' مولوی غلام دستگیر' مولوی عبداللہ ٹونکی' مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی عبدالمنان وزیرآبادی' مولوی ابراہیم آروی وغیرہ ھم کو محض اس لئے اس فہرست میں شامل کیا ہے کہ وہ اپنی تحقیق و تفتیش کے بغیر نذیر حسین کے اس فتوی تکفیر مرزا پر ایمان لے آئے ہیں جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا۔ بالفاظ دیگر مرزا کے اصل مخاطب تو یہ دونوں ہیں۔ باقی لوگوں کے نام تو اس نے برائے وزن بیت لکھ دیئے ہیں خواہ وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔

قارئین: اس چیلنج پر علماء اسلام کی طرف سے جو ردعمل سامنے آیا اس کا ذکر ہم اس کتاب کے دوسرے حصے کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس کے بعد مرزا غلام احمد کی وفات (۱۹۰۸ء) تک تحریک ختم نبوت کی سرگذشت بیان کی جائے گی۔ فی الحال جلد ہذا کے بقیہ حصے میں ان شخصیات کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہوں نے تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ اور اس حصے کا آغاز حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے ذکر خیر سے کیا جا رہا ہے۔

شخصیات

سید نذیر حسین دہلویؒ

حضرت میاں صاحب ایک جامع الصفات شخصیت ہیں۔ تاہم ان کی حیات مبارکہ کے کچھ پہلو تو عوام کے سامنے ہیں اور کچھ پہلو ایسے ہیں جو عوام کی نظروں سے بوجوہ اوجھل ہیں مثلاً آپ کو لوگ ایک محدث کی حیثیت سے تو جانتے ہیں کہ جس نے تقریباً ۶۰ برس تک خاندان ولی اللہی کی مسند پر بیٹھ کر صحاح ستہ کا درس اس شان سے دیا کہ دہلی جیسے علمی اور تہذیبی مرکز میں ان کے بالقابل کسی اور کا چراغ نہ جل سکا۔ لوگ انہیں ایک نابغہ روزگار فقیہ کی حیثیت سے بھی جانتے ہیں جس نے ہدایہ جیسی بڑی اور معروف کتاب کو اس کثرت سے پڑھایا کہ خود فرماتے ہیں کہ پرانے وقتوں میں جو عالم ہدایہ پڑھایا کرتا تھا اس کے گھر پر بطور اعزاز جھنڈا لہرایا کرتا تھا۔ ہم نے اسے کریما مامقیماں بنا دیا اور جس نے مکہ معظمہ میں حاکم وقت کے سامنے کہا کہ آپ کے علماء بھی ہدایہ پڑھائیں، ہم بھی سامنے بیٹھ کر ہدایہ پڑھاتے ہیں پھر پتا چلے گا۔

ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے۔

قارئین! صرف ہم ہی نہیں ایک زمانہ حضرت میاں صاحب کے علم و فضل کا معترف ہے۔ مثلاً مشہور عالم مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

''میاں (نذیر حسین) صاحب اس زمانہ میں جب مولانا (قاسم) نانوتوی نے دلی میں کافیہ شروع کی تھی، دلی کے عام حلقوں میں باوجود آفاقی ہونے کے کافی امتیاز

حاصل کر چکے تھے۔۱۲۶۳ھ میں یعنی مولانا (قاسم) نانوتوی کے (دلی) میں آمد کے تین سال بعد سید احمد خاں کی آثار الصنادید نامی جو کتاب شائع ہوئی تھی اس میں میاں نذیر حسین کا ذکر کرتے ہوئے سید (احمد) صاحب نے لکھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب بہت صاحب استعداد ہیں۔خصوصاً فقہ میں ایسی استعداد کامل بہم پہنچائی ہے کہ اپنے نظائر و اقران سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔فن روایت میں آج بے نظیر ہیں...... باعتبار سن کے جوان اور باعتبار طبیعت' حلیم اور وضع متین کے پیر''

(سوانح قاسمی از مناظر احسن گیلانی' طبع لاہور جلد اول)

یاد رہے کہ سید نذیر حسین کے بارے میں سرسید کے یہ ریمارکس اس وقت کے ہیں جب میاں صاحب کی عمر مبارک تقریباً ۴۳ سال تھی۔اور وہ اس کے بعد تقریباً ۵۷ سال زندہ رہے اور درس و تدریس میں مصروف رہے۔جب ۴۳ سال کی عمر میں ان کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ فقہ میں اپنے نظائر و اقران سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔(ان اقران میں حاجی امداد اللہ اور مولانا مملوک علی شامل ہیں۔مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی وغیرہ اصاغر میں تھے اور مولانا محمود حسن' مولانا اشرف علی' مولانا احمد رضا خان صاحب تو اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوئے تھے) اور یہ کہ فن روایت (حدیث) میں بے نظیر ہیں تو اپنی حیات دنیوی کے آخری سالوں میں ان کے علمی مدارج کا اندازہ کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہو سکتی۔ہماری اس بات سے ملتی جلتی بات خواجہ غلام فرید آف چاچڑاں نے بھی اس وقت کہی جب ان کی مجلس میں میاں صاحب کا ایک مرتبہ ذکر ہوا۔یہ خواجہ صاحب پاکستان کے سرائیکی علاقوں میں ماضی قریب کے بزرگوں میں انتہائی اہم مقام کے حامل ہیں۔یہ صوفی بزرگ ہیں اور ان کی کافیاں سرائیکی علاقوں میں زبان زد خاص و عام ہیں۔ان کے ملفوظات کا مرتب لکھتا ہے۔

''اس کے بعد مولانا نذیر حسین محدث کا ذکر ہونے لگا۔قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں' وہ کیسے ہیں؟ آپ (خواجہ غلام فرید) نے فرمایا کہ سبحان اللہ' وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے

ہیں۔آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو۔ چنانچہ آج کل کے زمانے میں علم حدیث میں ان کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی فرقے کو برانہیں کہتے۔اگرچہ لوگ ان کو برا بھلا کہتے ہیں لیکن وہ کسی کو برانہیں کہتے۔یہ بات کس میں ہے؟اب اگرچہ وہ ضعیف ہو چکے ہیں تاہم وہ اپنا کام خود کرتے ہیں۔حتیٰ کہ مہمان کو کھانا بھی خود اٹھا کر دیتے ہیں۔وہ کسی شخص سے یہ نہیں پوچھتے کہ تم صوفی ہو یا کیا مذہب رکھتے ہو۔''

(مقابیس المجالس' ملفوظات خواجہ غلام فرید۔جمع وترتیب مولانا رکن الدین۔لاہورص ۷۹۶)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران ایک روز بہادر شاہ ظفر کے دربار میں آپ کا ذکر خیر ہوا جس کی روداد اس روزنامچہ میں موجود ہے جس کو عبداللطیف نے مرتب کیا اور جو ایک ثقہ تاریخی دستاویز کی حیثیت سے اہل علم میں معروف ہے۔لکھا ہے۔

''معزالملک مرزا محمد قدرت اللہ بیگ غمزدہ ہو کر آئے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ مولوی سید نذیر حسین آل رسولؐ سے ہیں۔پارسا اور پرہیزگار ہیں۔میرے ماموں مولوی محمد عبدالخالق مرحوم کی جگہ دن رات درس و تدریس کا ہنگامہ گرم رکھتے ہیں۔آج ظالموں نے ایک عیسائی عورت کو پناہ دینے کا ان پر شبہ کیا اور ان سے بدظن ہو گئے۔ ان کے مکان پر بے ہودہ شورش اور غیر سنجیدہ حرکتیں کیں...... بادشاہ ان کی کجروی پر غصہ ہوئے اور شاہزادوں سے فرمایا کہ مولوی سید نذیر حسین کو جو نالائقوں کی سختی سے پریشاں حال ہیں نجات دلائیں اور ان کے بے جا اور ناجائز غلبہ کو ختم کریں۔(مولوی صاحب سے) ہمارے لئے دعا کی استدعا کریں...... یقیناً مولانا از سادات حسنی و حسینی است در حدیث پایہ اجتہاد گرفت۔ در فقہ برتری مایہ۔ دراصول آگاہی کمال دارد۔ در علم تفسیر بے مثال است' امروز در علم و عمل بے نظیر است۔شب باز وسفید کار است' ہر آئینہ در پرستش ایزدی بزرگی گرفت۔

کہ یقیناً مولانا سادات حسنی حسینی سے ہیں۔حدیث میں انہوں نے مجتہد کا مرتبہ حاصل کیا ہے۔فقہ واصول فقہ میں بھی کمال بہم پہنچایا ہے۔علم تفسیر میں وہ بے مثال ہیں

'موجودہ زمانے میں علم وعمل میں وہ بے نظیر ہیں۔ شب بیدار اور نیکوکار ہیں۔ بے شبہ عبادت الٰہی میں انہوں نے بزرگی حاصل کی ہے''

(۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ' بروز ۱۲ محرم ۱۲۷۴ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۸۵۷ء ص ۱۰۳' ۱۰۴' ۱۷۰)

اس اقتباس کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے کہ بادشاہ وقت اس درویش کو کتنی وقعت کی نظر سے دیکھتا تھا اور ان کے علم وفضل اور زہد وتقوی کا کس قدر معترف تھا۔ یاد رہے کہ سید صاحب اس واقعہ کے بعد ۴۵ سال تک زندہ رہے اور علوم قرآن وسنت کی اس انہماک سے خدمت کرتے رہے کہ تحریک مجاہدین میں حصہ لینے کے جرم میں جو عرصہ انہوں نے جیل میں گذارا اس دوران بھی انہوں نے درس وتدریس کے معمولات میں فرق نہیں آنے دیا۔

اب لوگ سید صاحب کو تحریک آزادی کے مجاہد کے طور پر بھی جاننے لگے ہیں' جس کی وجہ اس لٹریچر کا سامنے آنا ہے جو اس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ آپ نہ صرف ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں پیش پیش تھے بلکہ اس کے بعد کے بھی کئی عشروں میں وہ تحریک مجاہدین کے سربرآوردہ قائدین میں شامل رہے ہیں جس کی وجہ سے خفیہ پولیس کی نگرانی اور قید وبند کی سعادتوں سے بھی سرفراز ہوئے۔ ایسے لٹریچر کی وجہ سے وہ صورت حال بدل رہی ہے جس میں مولانا حسین احمد مدنی صاحب جیسے صاحب علم کو ۱۸۵۷ء میں دہلی سے جاری ہونے والے فتویٰ جہاد کی دستاویز پر مفتی صدر الدین' مولوی فیض احمد بدایونی اور مولوی وزیر خان وغیرھم کے اسماء گرامی تو نظر آ گئے تھے لیکن جو شخص نہ صرف اس وقت بلکہ آج بھی ان بزرگوں سے زیادہ معروف ہے' اس کا اسم گرامی اسماء مفتیان میں انہیں نظر نہیں آیا تھا۔

(دیکھئے نقش حیات از حسین احمد مدنی جلد دوم ص ۴۵۶)

اب تو لوگ اس شخصیت کو سرحد پر لڑنے والے وہابیوں کے مدار المہام کی حیثیت سے بھی جاننے لگے ہیں' جو پیہم خفیہ پولیس کی نگرانی میں رہتا تھا' لیکن مجاہدین بھرتی کرنے کا کام اور سرحد پر لڑنے والے وہابیوں کے لئے سرمایہ اکٹھا کرنے اور

پھر اسے سرحد پر پہنچانے کا کام اس قدر خفیہ طریق سے کرتا تھا کہ دلی جیسے مقام پر جو انگریزوں کا دارالحکومت تھا' اس کی سرگرمیوں کا سراغ لگانا ممکن نہیں ہوا اور خود انگریز افسروں کو اعتراف کرنا پڑا کہ وہ اس قدر بااثر شخص ہے کہ اس کے خلاف شہادتیں حاصل کرنا ممکن نہیں۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے ڈاکٹر قیام الدین کی کتاب ہندوستان میں وہابی تحریک۔

یہ شخصیت جو اپنی ذات میں انجمن تھی۔ اپنے مدرسہ کے شعبہ افتا کی سربراہ بھی خود ہی تھی۔ شیخ التفسیر بھی خود' شیخ الحدیث بھی خود' شیخ الفقہ بھی خود' مہتمم بھی خود اور افسر مہمان داری بھی خود ہی تھی۔ صبح کے تدریسی معمولات کے بعد ہم انہیں خریداری کے لئے بازار جاتے ہوئے اس حال میں دیکھتے ہیں کہ محلّہ میں بلند آواز سے کہتے جاتے ہیں نذیر حسین بازار جا رہا ہے کسی نے کچھ منگوانا ہے تو بتاؤ۔ اور محلے کی عورتیں کپڑے کے پلو میں پیسے باندھ کر اشیاء ضرورت کی فہرست تھمائے دیتی ہیں کہ ہمارے لئے یہ ور یہ لے آنا اور واپسی پر لدے پھندے نذیر حسین کو دروازے کھٹکھٹا کر خرید کی ہوئی اشیا اور پیسوں کا حساب لوگوں کو دیتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ عصر کی نماز کے بعد اسی نذیر حسین کو دہلی کے تانگوں کے اڈے پر منڈلاتے ہوئے دیکھا جاتا ہے' جو آنے والے مسافروں کا سامان اٹھا اٹھا کر ان کی منازل پر پہنچا رہا ہے' جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ عارف باللہ مولانا عبداللہ غزنوی جب حضرت میاں صاحب سے کسب فیض کے لئے دہلی آئے تو دہلی کے اڈے پر ایک شخص سے میاں صاحب کے مدرسے کا پوچھا۔ اس شخص نے کہا چلو میں تمہیں چھوڑ آتا وں۔ مدرسے میں پہنچ کر سامان رکھ کر وہ شخص چلا گیا تو مولانا غزنوی نے طلباء سے پوچھا۔ میاں صاحب کہاں ہیں اور ان سے کب ملاقات ہوگی؟ بتایا گیا کہ جو شخص آپ کا سامان اٹھا کر لایا ہے وہ میاں صاحب ہی تو تھے۔

ہمارے یہ سید نذیر حسین صوبہ بہار کے ایک موضع سورج گڑھ ضلع مونگیر میں سید جواد علی کے گھر ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۷ برس کی عمر میں وطن چھوڑا اور عظیم آباد پٹنہ میں سید احمد شہید کے ایک مرید شاہ محمد حسین سے ابتدائی کتب اور مشکوٰۃ

شریف نیز ترجمہ قرآن پاک پڑھا۔ پٹنہ میں آپ کے دوران تعلیم وہاں حضرت سید احمد شہید دورے پر تشریف لائے جب کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید بھی ان کے ہمراہ تھے۔ سید نذیر حسین کو ان دونوں بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے اور ان کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ ۱۲۴۳ھ میں آپ اعلیٰ تعلیم کے لئے دہلی چلے آئے جہاں انہوں نے ابتداء میں مولانا عبدالخالق سے مسجد اورنگ آبادی میں کسب فیض کیا۔ پھر شاہ محمد اسحاق مہاجر نبیرہ شاہ عبدالعزیز محدث سے تکمیل حدیث کی اور شاہ اسحاق کے مع اہل خاندان ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء میں مکہ معظّمہ ہجرت کر جانے کے بعد آپ نے دہلی کی مسجد اورنگ آبادی میں حدیث' تفسیر اور فقہ کا درس شروع کیا۔ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ کی جنگ کے بعد انگریزوں نے آپ کی اس مسجد اور مدرسے کو گرا کر اس جگہ کو ریلوے سٹیشن کی حدود میں شامل کر لیا تو آپ پھاٹک حبش خان میں منتقل ہو گئے جہاں اپنی وفات ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء تک علوم قرآن و سنت کی اشاعت میں اس شان استغنا کے ساتھ روز و شب مصروف رہے کہ جب انہیں ریاست بھوپال کی قضاۃ کی پیش کش ہوئی تو انہوں نے فرمایا: نہیں صاحب' اس طرح تو ہمیں وہاں مسند لگا کر بیٹھنا پڑے گا اور یہ غریب چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے والے طالب علم ہمیں کہاں ڈھونڈتے پھریں گے۔ اس فقیر کے استغنا اور توکل علی اللہ کا زندگی بھر یہ عالم رہا کہ مدرسے کے اخراجات کے لئے کبھی دست طلب دراز نہیں فرمایا بلکہ جب اسی ریاست کی طرف سے باقاعدہ مالی معاونت کی پیش کش ہوئی تو انہوں نے فرمایا نہیں صاحب' ہمیں ایسی چیزوں کی فکر نہیں ہے۔ میں اللہ کے گھر کے دروازے پر بیٹھ کر پڑھاتا ہوں اور وہی اپنے خزانے سے سارے اخراجات پورے کرتا ہے۔ اور یہ کوئی دو چار طالب علموں کا خرچہ نہیں تھا۔ ان کے سوانح حیات کا مولف لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ مدرسے کے طالب علموں کا ریکارڈ رکھنے کے لئے رجسٹر شروع کیا گیا۔ تین سال میں مندرج طلباء کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ پھر چھوڑ دیا گیا۔

بھوپال ریاست کی نوکری سے انکار کی اہمیت اور سید صاحب کی حقیقی شان استغنا

اس وقت مزید اجاگر ہو جاتی ہے جب ہم مولانا حسین احمد مدنی کی کتاب نقش حیات کے درج ذیل اندراجات ملاحظہ کرتے ہیں جن میں وہ اپنے آپ کو خصفہ کارکن اور اس وجہ سے ریاستوں کے حکمرانوں کے لئے دعا گوئی کے عوض وظیفہ خوار کی حیثیت سے متعارف کراتے ہیں۔ یہ لکھتے ہیں۔

''خصفہ اس جماعت کو کہتے ہیں کہ جو وقت معین پر مسجد نبوی میں جمع ہو کر قرآن شریف' بخاری شریف' دلائل الخیرات یا حزب اعظم وغیرہ پڑھ کر صاحب خیرات کے لئے دعا کرتی ہے اور ماہواران کو تنخواہ دی جاتی ہے۔ اس دعا گوئی کی جماعتوں کی بہت بڑی تعداد (مدینہ منورہ میں) ہمیشہ رہتی تھی۔'' (ص ۸۰ نقش حیات' جلد اول)

اور یہ کہ ''ریاست بھوپال اور حیدر آباد سے بھی خصفے وہاں جاری تھے۔ بالخصوص رئیسہ بھوپال نواب سلطان جہان بیگم مرحومہ کے جانے کے بعد بھوپال سے یہ خیرات بہ نسبت سابق زیادہ ہو گئی تھی۔ مکہ معظّمہ میں تو اس کا سلسلہ نواب سکندر جہاں بیگم مرحومہ والدہ ماجدہ نواب شاہجہان بیگم مرحومہ والیہ ریاست بھوپال کے زمانہ سے جاری تھا مگر مدینہ منورہ میں بہت تھوڑی مقدار پر نواب شاہجہان بیگم نے جاری کیا تھا۔ ریاست حیدر آباد کی طرف سے پہلے سے بڑے پیمانہ پر اس قسم کے خیرات کے مختلف سلسلے جاری تھے۔'' (ص ۸۱ نقش حیات جلد اول)

آگے چل کر مدنی صاحب لکھتے ہیں: ''خلاصہ کلام یہ کہ ۱۳۲۰ھ میں بعض کرم فرماؤں کی عنایت اور توجہ سے حضرت والد صاحب مرحوم کے لئے پندرہ بیس روپیہ ماہوار کا وظیفہ دعا گوئی بھوپال سے مقرر ہو گیا' جس سے بڑی ڈھارس پیدا ہو گئی۔ نواب سلطان جہاں بیگم مرحومہ کی آمد پر لوگوں نے ان کو خصفہ بنانے کی ترغیب دی۔ چنانچہ انہوں نے دس بارہ آدمیوں کو بخاری شریف روزانہ پڑھنے اور دعا کرنے کے لئے مقرر کیا۔ ان میں کچھ اہل مدینہ تھے اور کچھ ہندوستانی۔ ہندوستانیوں میں بڑے بھائی صاحب اور میرا نام بھی تھا اور کچھ عرصہ بعد بھائی سید احمد صاحب کا نام بھی آ گیا۔ ہر شخص کو دس دس روپیہ مقرر کیا گیا تھا۔'' (ص ۸۳ نقش حیات جلد اول)

اسی طرح مدرسے کے اخراجات کے سلسلہ میں ایک ریاست (اور وہ بھی مسلمان ریاست) کی مدد قبول کرنے سے انکار کی اہمیت اور میاں صاحب کے توکل علی اللہ کی حقیقی شان اس وقت واضح ہوتی ہے جب ہم دارالعلوم دیوبند کے ذرائع آمدنی کے سلسلہ میں مولانا قاسم نانوتوی کی سوانح حیات ''سوانح قاسمی'' کے مرتب مولانا مناظر احسن گیلانی کی درج ذیل تحریر دیکھتے ہیں:

''چندہ کی کوئی حد مقرر نہیں اور نہ خصوصیت مذہب وملت۔ اس کے ساتھ چندہ دینے والوں کی فہرست بھی دیکھ لیجئے۔ اسلامی ناموں کے پہلو بہ پہلو منشی تلسی رام' رام سہائے' منشی ہردواری لال' لالہ بیج ناتھ' پنڈت سری رام' منشی موتی لال' سیوارام سوار وغیرہ اسما بھی مسلسل ملتے چلے جاتے ہیں۔ سرسری نظر ڈال کر مثلاً چند نام جو سامنے آگئے وہ چن لئے گئے۔ ظاہر ہے دیوبند مسلمانوں کا خالص دینی مدرسہ تھا۔ اس مدرسہ کی امداد میں کسی مذہب وملت کی خصوصیت کو قطعی طور پر ختم کر کے مسلمانوں کے سوا ملک کے دوسرے مذہبی اقوام وطبقات کے لئے دروازہ کھلا رکھنے کی پہلے ہمت ہی کیسے کی گئی اور کسی مصلحت سے لکھنے کو اگر لکھ دیا جاتا تھا تو عملاً غیر مسلم اقوام کی امداد اس دینی کام کے لئے قبول ہی کیسے کی گئی اور اس سے بھی زیادہ تعجب اس پر ہوتا ہے کہ لینے والے لینے پر کسی وجہ سے آمادہ بھی ہو گئے تھے تو یہ جانتے ہوئے کہ دیوبند کے مدرسہ میں مسلمانوں کے خالص دینی علوم پڑھائے جاتے ہیں غیر اسلامی دائرے کے افراد کی طرف سے امدادی رقوم کیسے پیش ہو رہی تھیں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ چندہ دینے والوں میں جیسا کہ چاہیے تھا زیادہ اور بہت زیادہ تعداد مسلمانوں ہی کی تھی۔ مسلمانوں ہی کا یہ مدرسہ تھا' وہ اس کی امداد نہ کرتے تو اور کون کرتا۔ لیکن بایں ہمہ جو مسلمان نہ تھے وہ اس مدرسہ کی مدد کیوں کرتے تھے۔ مزید حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ عموماً ان غیر مسلم افراد کے چندوں کی نوعیت وقتی چندے کی نظر نہیں آتی بلکہ دوامی چندہ دینے والوں کی فہرست میں ان میں اکثر ناموں کو ہم پاتے ہیں۔ میرے لئے یہ سارے سوالات آج معمہ بنے ہوئے ہیں۔ آج کیا ہے' کل کیا تھا؟ آج کی تاریخ کل کی تاریخ سے کیوں

بدل گئی۔ اللہ اللہ دل ان باتوں کو سوچتا ہے اور سوچ کر دم بخود ہو جاتا ہے۔ اف‘‘

(سوانح قاسمی' لاہور جلد ۲ ص ۳۱۷)

حضرت سید نذیر حسین محدث کی حیات مبارکہ پر تحقیق جس قدر آگے بڑھ رہی ہے ان کی جامع الصفات شخصیت کے نئے نئے پہلو سامنے آتے جا رہے ہیں۔ اس کی ایک مثال تحریک ختم نبوت میں ان کا قائدانہ کردار ہے۔ آج تک ہمیں یہی باور کرانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے کہ یہ تحریک دوسروں نے شروع کی تھی اور برائے وزن بیت تحریک کے کارکنوں یا ثانوی درجے کے قائدین میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ذکر کر دیا جاتا تھا کہ علماء دیوبند کی اقتداء میں انہوں نے اور پھر ان کی وساطت سے چند دیگر اہل حدیث علماء مثل مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور مولانا داؤد غزنوی بھی اس تحریک میں کام کرتے رہے ہیں۔ تاہم قیادت تو علماء دیوبند کی میراث رہی ہے۔

حقائق کیا کہتے ہیں؟ اس تحریر سے کسی حد تک واضح ہو رہا ہوگا کہ تحریک کے آغاز کا سہرا جن دو اکابر کے سر باندھا جا سکتا ہے' سید نذیر حسین صاحب ان میں سے ایک ہیں اور دوسرے ان کے شاگرد حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ہیں۔

مرزا صاحب کو حضرت سید نذیر حسین صاحب پر اس قدر غصہ تھا کہ جب سید صاحب تقریباً سو سال کی عمر پا کر اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے تو پھر بھی غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا' حالانکہ موت کے بعد دشمنوں کو بھی عام طور پر اچھے یا کم از کم نرم الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ ذیل میں چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ سید صاحب اپنی وفات تک (جو ۱۹۰۲ء میں ہوئی) مرزا غلام احمد کے مخالفین کے سرگروہ شمار ہوتے رہے ہیں۔

مرزا صاحب اپنی صداقت کے نشانات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ستانواں نشان۔ یہ ایک پیش گوئی اخبار الحکم اور البدر میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے کہ تخرج الصدور الی القبور۔ اس کے معنوں کی تفہیم خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ہوئی تھی کہ پنجاب کے صدر نشین مولوی جو اپنی اپنی جگہ مفتی سمجھے جاتے ہیں' جو ماتحت مولویوں کے

استاد اور شیخ ہیں وہ بعد میں اس الہام کے قبروں کی طرف انتقال کریں گے۔سو بعد اس کے تمام مولویوں کے شیخ المشائخ مولوی نذیر حسین دہلوی اس دنیا کو چھوڑ گئے۔''

(روحانی خزائن جلد۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۲۵۸)

اسی کتاب میں دوسری جگہ مرزا صاحب نے لکھا:

''نذیر حسین دہلوی جو ان کا سرغنہ تھا جو دعوت مباہلہ میں اول المدعوین ہے' اپنے لائق بیٹے کی موت دیکھ کر ابتر ہونے کی حالت میں دنیا سے گذر گیا۔''

(روحانی خزائن جلد۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۴۵۴)

قارئین: دشمنی ایک طرف لیکن عوام اہل اسلام میں حضرت سید صاحب کا مقام اس قدر بلند تھا کہ مرزا صاحب تا عمر اس کوشش میں رہے کہ سید صاحب ان کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔مرزا صاحب کی یہ مراد بر نہ آئی لیکن سید صاحب کو اپنے حلقہ مریدین میں دیکھنے کی خواہش ان کی موت کے بعد بھی ختم نہ ہوئی۔وہ جانتے تھے کہ اتنے بڑے آدمی کا وزن جس پلڑے میں بھی ڈال دیا جائے گا وہ یقیناً جھک جائے گا۔اس لئے اگرچہ سید صاحب کی وفات کی خبر آنے پر وہ ایک مرتبہ کہہ چکے تھے:"مات ضالا ھائما" ایک گمراہ شخص سرگردانی کی حالت میں مارا گیا۔(تذکرہ ص ۴۳۳)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:۔

''اب تو میں یقین کرتا ہوں کہ وہ (نذیر حسین) ہماری جماعت میں داخل ہوا۔ کئی مرتبہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی زندگی میں تو قائل نہ ہوا مگر جب فوت ہو گیا تو ہماری جماعت میں داخل ہوا'' (ملفوظات جلد۴ ص ۸۶)

سید الطائفہ حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ۲۷ محرم ۱۳۰۲ بمطابق نومبر ۱۸۸۴ء میں انہوں نے دہلی کی ایک خاتون مسماۃ نصرت بیگم کا قادیان کے مرزا غلام احمد سے نکاح پڑھایا' اس بنا پر بعض لوگ حضرت میاں صاحب کی شخصیت کو غبار آلود کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھتے ہیں۔

''مرزا غلام احمد قادیانی کا نکاح کس جماعت کے شیخ الکل نے پڑھایا تھا؟''...... ایسے لوگوں کو کون سمجھائے کہ تاریخی واقعات کو وجہ اعتراض بنانے کے لئے تاریخ کے شعور کی بھی ضرورت ہوتی ہے--- انہیں معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد کی زندگی کے مختلف ادوار ہیں' ۱۸۸۴ء میں وہ خود کو مناظر اسلام کے طور پیش کرتا تھا' اسلام کے لئے غیر مسلموں کے ساتھ بحث مباحثوں میں مصروف دکھائی دیتا تھا' وہ خود کو اہل سنت قرار دیتا اور حنفی مناظر اور پیر کی حیثیت سے خود کو متعارف کراتا تھا' اس دور کے مرزا غلام احمد کو مولانا رشید احمد گنگوہی مرد صالح اور گولڑہ شریف والے (مہر منیر ص ۱۶۶) صحیح العقیدہ سنی مسلمان سمجھتے تھے۔ ۱۸۹۱ء میں جب اس نے مثیل مسیح' پھر مسیح موعود اور بعد ازاں نبوت کا دعوی کر دیا تو یہ شخص نہ مرد صالح رہا' نہ اہل سنت اور نہ مسلمان بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا' اس دائرے سے خروج سے پہلے جبکہ وہ حنفی' اہل سنت اور مرد صالح تھا' دہلی میں حضرت سید نذیر حسین کے روبرو دوزانو ہو کر بغرض نکاح بیٹھا اور آپ نے یہ نکاح پڑھایا تو وہ کسی متنبی' کذاب اور مرتد کا نکاح نہیں پڑھا رہے تھے' وہ تو ایک حنفی المسلک مسلمان کا نکاح پڑھا رہے تھے۔ ''صحیح العقیدہ سنی'' اور ایک ''مرد صالح'' کا نکاح پڑھا رہے تھے۔

مرزا غلام احمد کے وہ دعاوی جنہوں نے اسے اسلام سے خارج کیا' ۱۸۹۱ء میں شروع ہوئے' میاں صاحب کو علم غیب نہیں تھا کہ انہیں معلوم ہوتا کہ ان کے سامنے یہ شخص جو مودب ہو کر بیٹھا ہے' سات سال بعد دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا' ایسی باتیں جو ابھی وقوع پذیر ہی نہیں ہوئیں ان کی بنا پر دنیا کی کوئی عدالت کوئی حکم نہیں لگا سکتی' حکم ظاہر اور حال یا ماضی پر لگتا ہے۔ ۱۸۸۴ء تک مرزا کی جو قابل ذکر کتاب سامنے آئی تھی وہ براہین احمدیہ ہے' جس کی تالیف و اشاعت کا سلسلہ ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک جاری رہا' اس کی پہلی اور دوسری جلد ۱۸۸۰ء میں شائع ہوئی' تیسری جلد ۱۸۸۲ء میں' چوتھی جلد ۱۸۸۴ء میں...... چوتھے حصے پر یہ سلسلہ رک گیا اور پانچواں حصہ جو کتاب کا آخری حصہ ہے' آغاز تصنیف کے پورے ۲۵ برس بعد ۱۹۰۵ء میں مکمل

ہوا اور مرزا صاحب کی وفات کے بعد ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا' اس پانچویں جلد میں مرزا صاحب نے لکھا۔ "پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا' مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا' اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔" (دیباچہ براہین احمدیہ جلد ۵ ص ۴' ناشر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام' لاہور)

یہ پانچ اور پچاس کی بات فی الحال ہمارے موضوع سے خارج ہے اور نہ ہی ہمیں فی الوقت براہین کی پانچویں جلد سے کوئی غرض ہے' ہمیں اس وقت ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد سے واسطہ ہے جب کہ براہین کی ابھی صرف پہلی چار جلدیں ہی شائع ہوئی تھیں۔ ان چار جلدوں کے مضامین پر تبصرہ فرماتے ہوئے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اور دارالعلوم دیو بند کی مجلس شوریٰ کے رکن مولانا ابوالحسن علی ندوی مرحوم فرماتے ہیں:

"اس کتاب میں ان (مرزا صاحب) کو حضرت مسیح کے آسمان پر جانے اور دوبارہ اترنے کا بھی اقرار ہے' خود مرزا صاحب نے نزول المسیح کے ضمیمہ میں جو ۱۹۰۲ء کی تالیف ہے اور براہین احمدیہ حصہ پنجم میں جو ۱۹۰۵ء کی تصنیف ہے' اس کا اعتراف اور اس امر پر اظہار تعجب کیا ہے کہ وہ اس وقت تک عقیدہ رفع و نزول مسیح کے قائل تھے' براہین احمدیہ میں مرزا صاحب بڑی شدومد سے کسی جدید نبوت اور کسی جدید وحی کا انکار کرتے ہیں' اس لئے کہ قرآن مجید اور اس کی تعلیمات کو کسی تحریف کا خطرہ نہیں ہے اور نہ مسلمانوں کے دور بت پرستی و مخلوق پرستی کی طرف واپس جانے کا کوئی اندیشہ ہے' بلکہ اس کے برعکس مشرکین کی طبیعتیں بباعث متواتر استماع تعلیم فرمائی اور دائمی صحبت اہل توحید کچھ کچھ توحید کی طرف میل کرتی جاتی ہیں' اور نبوت و وحی کا کام انہی دونوں خرابیوں کی اصلاح ہے' اس لئے اب کسی جدید شریعت اور کسی نئے الہام کی ضرورت نہیں' اور یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ خاتم رسل ہیں' وہ لکھتے ہیں: "اور جبکہ فرقان مجید کے اصول حقہ کا محرف و مبدل ہو جانا یا پھر ساتھ اس کے تمام خلقت پر تاریکی' شرک اور مخلوق پرستی کا بھی چھا جانا' عند العقل محال و ممتنع ہوا تو نئی شریعت و نئے الہام کے نازل ہونے میں امتناع عقلی لازم آیا' کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا

ہے' پس ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ خاتم رسل ہیں۔

(حاشیہ براہین احمدیہ جلد ۴ص ۱۱۱) (قادیانیت مطالعہ وجائزہ لکھنؤ ۱۹۶۶ء ص ۵۸-۵۹)

اس کے بعد مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں: ''معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے بہت سے علمی ودینی حلقوں میں اس کتاب کا پرجوش استقبال کیا گیا' حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی تھی' مرزا صاحب اور ان کے دوستوں نے اس کی تشہیر وتبلیغ بھی جوش وخروش سے کی تھی' اس کتاب کی کامیابی اور اس کی تاثیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس میں دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا گیا تھا اور کتاب جواب دہی کے بجائے حملہ آورانہ انداز میں لکھی گئی تھی۔'' (قادیانیت' از مولانا ابوالحسن علی ندوی طبع دوم ص ۵۹)

اس تحریر میں دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن' ندوہ کے ناظم اور دور حاضر کے احناف کے انتہائی مقبول ومحترم اہل علم ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد کو رفع ونزول مسیح کا قائل' ختم نبوت کا قائل' کسی قسم کی جدید نبوت یا جدید وحی کا منکر قرار دیتے ہیں اور یہ وہ عقائد ہیں جو مسلمانوں کے عمومی عقائد ہیں' ان عقائد کا حامل شخص بارات لے کر دہلی جائے' ایسے شہر میں جہاں اللہ نے میاں صاحب سید نذیر حسین کو ایسی محبوبیت عطا کر رکھی تھی کہ ہر خاص وعام کی خواہش ہوتی تھی کہ ان کے نکاح آپ ہی پڑھائیں' جیسا کہ کہا جاتا ہے ایک خاتون آپ کے پاس آئی جس کا اپنے عزیزوں کے ساتھ وراثت کا کوئی جھگڑا چل رہا تھا' وہ اپنے موقف کے حق میں آپ کو دلیلیں دے کر قائل کرنے کی کوشش کرتی رہی' آپ سنتے رہے۔ اس کا موقف درست نہ تھا' وہ مانتی بھی نہ تھی' آپ نے اس پر فرمایا' ہم نے تیری نانی کا نکاح پڑھایا' پھر تمہاری ماں کا نکاح پڑھایا۔ پھر ہم نے تیرا نکاح پڑھایا' اور اب تو اتنی بدذات ہوگئی ہے کہ ہمارے سامنے زبان چلاتی ہے' عورت آبدیدہ ہوگئی' کہنے لگی' میاں صاحب جو آپ فرمائیں گے بلا چون وچرا مان لوں گی۔ (دیکھیے۔ الحیاۃ بعد المماۃ۔ از فضل حسین بہاری)

ایسے شہر میں ایک سید خاندان اپنی لڑکی کے نکاح کے لئے آپ کو تشریف آوری کے لئے درخواست کرے اور آپ جا کر ان کی لڑکی کا نکاح ایک ''صحیح العقیدہ سنی'' اور

''مرد صالح'' سے پڑھا دیں تو اس میں طعن و تشنیع والی کون سی بات ہے ...... ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ معترض حضرات طعن و تشنیع کے لئے ایسی شخصیت کا انتخاب کرتے ہیں جن سے خود احناف کے اکابرین نے بھی کسب فیض کیا ہے' انہیں معلوم ہوگا کہ مشہور حنفی عالم مولانا عبدالحق حقانی مولف تفسیر حقانی حضرت میاں صاحب کے براہ راست شاگرد ہیں۔ احناف کے امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی کسب فیض کے لئے حضرت میاں صاحب کے حلقہ درس میں دوزانو بیٹھتے رہے ہیں اور انہوں نے آپ سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی کا استماع کیا۔

(حوالہ کے لئے دیکھئے' افادات وملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی' مرتبہ محمد سرور ص ۸ نیز نقش حیات جلد ۲ ص ۵۵۷)

پاکستان کے علماء احناف کی ایک کثیر تعداد کے بلا واسطہ یا بالوسطہ استاد جناب مولانا مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ لاہور حضرت الامام عبدالجبار غزنوی کے واسطے سے حضرت میاں صاحب کے پوتے شاگرد ہیں اور حیات عبدالحی از مولانا علی میاں (کراچی ۱۹۸۵ء ص ۸۱ اور ۱۱۸) کے مطابق مولانا حکیم سید عبدالحی سابق ناظم ندوۃ العلماء بھی سید نذیر حسین کے شاگرد ہیں' جنہوں نے ۱۸۹۴ء میں آپ کے درس میں شریک ہو کر صحاح اور اس کے ملحقات کی سند حاصل کی' یہ واقعہ مرزا غلام احمد کا نکاح پڑھانے کے دس سال بعد کا ہے اور اگر وہ نکاح پڑھا کر میاں صاحب نے کوئی جرم کیا تھا تو اتنا بڑا آدمی ان کے پاس کسب فیض کے لئے کیوں گیا؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ خاص جناب سید سلیمان ندوی حضرت میاں صاحب کے پڑپوتے شاگرد ہیں وہ خود لکھتے ہیں: ''ہمارے استاد مولانا حفیظ اللہ صاحب' مولانا سلامت اللہ جیراج پوری کے ابتدائی شاگردوں میں سے ہیں' مولانا سلامت اللہ جیراج پوری نے دہلی پہنچ کر مولانا نذیر حسین صاحب سے حدیث پڑھی تھی'' (حیات شبلی' طبع چہارم ص ۱۰۰)

اور مولانا اشرف علی تھانوی جیسے بزرگ بھی حضرت میاں صاحب کی خدمت میں نیازمندانہ حاضری دیتے رہے ہیں جیسا کہ مولانا تھانوی کی سوانح عمری میں مذکور ہے:

''جناب مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی سے بھی جو اہل حدیث کے بہت سربرآوردہ علماء میں سے تھے (مولانا اشرف علی) ایک بار تو زمانہ طالب علمی میں بمقام دہلی ملے' بوقت ملاقات (سید نذیر حسین صاحب نے) حضرت والا (مولانا اشرف علی) سے پوچھا۔آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں' حضرت والا نے فرمایا کہ آپ سے ملنے کی غرض سے آیا ہوں' مدرسہ دیوبند میں پڑھتا ہوں' اس پر مولوی (نذیر حسین) صاحب نے فرمایا کہ آپ کہاں ٹھہرے ہیں؟ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اپنے ایک عزیز کے ہاں ٹھہر گیا ہوں۔ غائت عنایت سے (سید نذیر حسین صاحب) نے فرمایا کہ مجھے آپ سے شکایت ہے' آپ ملنے تو آئے مجھ سے' ٹھہرے دوسری جگہ۔''

''پھر ایک بار حضرت والا (مولانا اشرف علی صاحب) بمقام آرہ مقیم تھے کہ اتفاق سے مولوی نذیر حسین صاحب وہاں تشریف لے آئے' حضرت والا' ان کے قیام گاہ پر ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔'' (اشرف السوانح جلد اول ص ۷۔۱۲۶)

ہم یہ کہہ رہے تھے کہ حضرت میاں صاحب نے ایک ایسے شخص کا نکاح پڑھا کر کوئی جرم نہیں کیا' جو بوقت نکاح اہل سنت کے عقائد کا حامل اور حنفی مسلک پر کاربند تھا' ہاں یہ بھی یاد رہے کہ یہ سید نذیر حسین صاحب وہی ہیں جنہوں نے اسی مرزا غلام احمد کے کفر کا فتویٰ دینے میں ایک لمحے کے لئے بھی تردد نہیں کیا' جب اس کے عقائد تبدیل اور مسیحیت وغیرہ کے دعاوی سامنے آنا شروع ہو گئے اور یہ وہی شخص ہے جو ۹۰ سال کی عمر میں ڈولی میں بیٹھ کر اور عقیدت مندوں کے سہارے چلتا ہوا مرزا غلام احمد کے ساتھ اس کے کفریہ عقائد پر مناظرے کے لئے دہلی کی جامع مسجد میں پہنچ گیا تھا اور پھر اس کے بعد سے اپنی باقی ماندہ عمر مرزا غلام احمد سے ہامان' ابولہب' مخبوط الحواس وغیرہ خطابات پاتا رہا' ذرا اس شخص کی خوش بختی پر غور تو کرو جو روز محشر حضور رسالت مآب ﷺ کے دربار میں اس حال میں پیش ہونے کا شرف حاصل کرے گا کہ ختم المرسلین کی ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں متنبی قادیان کی طرف سے دیئے ہوئے ہامان' ابولہب' مخبوط الحواس وغیرہ کے خطابات اور تمغوں سے اس کا سینہ سجا ہوا ہوگا۔

اگر کچھ لوگ اس وضاحت کے باوجود سید نذیر حسین محدث دہلوی کے مرزا غلام احمد کا نکاح پڑھانے کو قابل اعتراض سمجھنے پر مصر ہوں تو انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ۱۸۸۴ء میں پڑھایا جانے والا یہ نکاح مرزا غلام احمد کی دوسری شادی تھی۔ جبکہ ۱۸۵۰ء کے عشرے میں بھی اس کی ایک شادی ہو چکی تھی' وہ نکاح بھی تو کسی نے پڑھایا ہوگا' ذرا تحقیق کریں اور کھوج لگائیں کہ وہ نکاح خوان کون تھا؟ اور ہاں اگر کوئی تحقیق کے لئے نکلے تو یہ بھی پتہ کرتا آئے کہ ہندو خواتین سے اکبر بادشاہ کے نکاح پڑھانے والے کس فقہی مکتب فکر کے بزرگ تھے؟

حضرت سید محمد نذیر حسین محدث نے علوم اسلامیہ کی ترویج میں جو حصہ لیا ہے وہ نہایت قابل قدر ہے۔ درس و تدریس کے علاوہ انہوں نے صبح کی نماز کے بعد عوام الناس کی سہولت کی خاطر درس قرآن کا سلسلہ بھی باقاعدہ طور پر جاری فرمایا۔ بعد میں درس قرآن کے دیگر حلقے بھی جاری ہوئے اور میاں صاحب سے اولیت کا یہ اعزاز چھیننے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ مولوی محمد علی لاہوری نے ایک مرتبہ فرمایا:

حضرت مولانا نور الدین صاحب (خلیفہ قادیان اول) نے نہ صرف ہماری جماعت کے اندر درس قرآن کی بنیاد رکھی بلکہ جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ باقی مسلمانوں نے بھی اس بنیاد اور رواج کو قائم کیا...... درس قرآن جماعت احمدیہ کی خصوصیات وروایات میں سے ہے۔ اسے غیروں نے بھی ہم سے لیا۔

(پیغام صلح لاہور۔ ۴ نومبر ۱۹۴۰ص۔ منقول از اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ نومبر ۱۹۴۰ص ۷)

مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

یہ دعوی ایسا غلط ہے کہ ہندوستان کا بچہ بچہ اسکی تردید کر سکتا ہے' جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے ترجمہ قرآن فارسی میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے کیا جو اہل حدیث اور احناف کے مسلمہ بزرگ ہیں۔ پھر ان کے صاحبزادہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ سلسلہ تحریری تھا۔ اس خاندان سے فیض یافتہ حضرت شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین عرف میاں صاحب سرگروہ اہل حدیث نے پھاٹک حبش خان دہلی کی مسجد

میں ترجمہ قرآن کا درس جاری کیا......۱۸۵۷ء کے زمانہ میں آپ کے درس کی شہرت ہندوستان سے گذر کر دوسرے ملکوں تک پہنچ چکی تھی ......اس زمانے میں مرزا (غلام احمد) صاحب اور حکیم نورالدین صاحب کہاں رہتے تھے؟''

(اہل حدیث امرتسر ۱۵۔نومبر ۱۹۴۰ص ۷)

مولانا محمد حسین بٹالویؒ

آپ کا اسم گرامی محمد حسین' کنیت ابوسعید اور والد کا نام عبدالرحیم عرف رحیم بخش تھا' آپ کی ولادت ۱۷ر محرم ۱۲۵۶ء مطابق ۱۰ر فروری ۱۸۴۱ء بٹالہ ضلع گورداسپور میں ہوئی' آپ کے والد قانون گو تھے۔

اپنے وطن میں ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد آپ نے اعلیٰ تعلیم کے لئے علی گڑھ' لکھنو اور دہلی کا سفر کیا' دہلی میں مولانا مفتی صدرالدین آزردہ (ف ۱۲۸۵ھ) مولانا گلشن علی جونپوری اور مولانا نورالحسن کاندھلوی سے علوم معقول ومنقول' فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ مفتی صدرالدین' جناب سید صدیق حسن کے بھی استاد ہیں گویا مولانا بٹالوی اور نواب صدیق حسن آپس میں استاد بھائی ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں سب سے نامور شخصیت حضرت سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی ہے جن سے آپ نے موطا اور کتب صحاح پڑھ کر ۱۲۸۲ھ میں سند فراغ حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ نے پنجاب واپس آ کر امرتسر' بٹالہ اور لاہور میں علوم قرآن وسنت کی خدمت کی۔ ایک مدت تک آپ مدرسہ غزنویہ میں پڑھاتے رہے' لاہور چینیانوالی مسجد میں بھی مدتوں خطیب اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے' آپ کے نامور تلامذہ میں استاد پنجاب حافظ الحدیث حافظ عبدالمنان وزیرآبادی اور شیر پنجاب شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری جیسے اکابرین شامل ہیں۔

حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ بعد نماز فجر عوام (اور اہل علم) کے لئے قرآن پاک کا درس دیا کرتے تھے' مقصود یہ ہوتا تھا کہ وہ لوگ جو مدارس میں باقاعدہ داخلہ لے کر طویل نصاب نہیں پڑھ سکتے' وہ نماز فجر کے

بعد بیس تیس منٹ وقت نکال کر علوم قرآن سے فیض یاب ہو سکیں' اس درس میں دین کے ضروری مسائل بیان ہوتے اور عوام کی دینی معلومات میں اضافہ ہوتا' حضرت میاں صاحب کے اکثر و بیشتر شاگردوں نے ان سے تحصیل علم کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں جا کر اپنے استاد کے اس معمول کو جاری کیا' مولانا بٹالوی لاہور اور بٹالہ میں تاعمر یہ دینی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

شیخ الاسلام بٹالوی کا دور متبعین کتاب و سنت کے لئے بڑا کٹھن دور تھا' بڑے بڑے علما و مشائخ ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو کر لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ نہ صرف ان کا معاشرتی مقاطعہ کر کے ان کو مساجد سے نکال دیا جائے بلکہ حکام وقت کے پاس مقدمات قائم کر کے ان کے جان و مال کو بھی نقصان پہنچایا جائے' جیسا کہ حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا: ''غیر مقلد لوگ کہ فی زمانا دعویٰ حدیث دانی و عمل بالحدیث کرتے ہیں' حاشا وکلا حقانیت سے بہرہ نہیں رکھتے تو اہل حدیث کے زمرے میں کب شامل ہو سکتے ہیں' بلکہ ایسے لوگ دین کے راہزن ہیں' ان کے اختلاط سے احتیاط کرنا چاہیے''

(شمائم امدادیہ مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی' طبع ملتان ۱۴۰۵ھ ص ۲۸)

اور مولوی محمد بن عبدالقادر لدھیانوی نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام انہوں نے ''انتظام المساجد باخراج اہل الفتن عن المساجد'' رکھا' جس میں انہوں نے اہل حدیث کے مسجدوں سے اخراج پر زور دیا اور فرمایا اگر وہ لاعلمی کے عذر سے توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہ ہو گی' عوام اہل اسلام کو لازم ہے کہ مدعی و گواہ ہو کر حکام وقت سے سزایابی میں ان کی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔''

ایک صاحب نے ایک رسالہ جامع الشواہد لکھ کر شائع کیا جس میں نہایت مکروہ قسم کے عقائد اہل حدیث سے منسوب کر کے برصغیر کو فدائین سنت کے لئے تپتا ہوا تنور بنا دیا' مساجد میں اہل حدیث کا داخلہ بند کیا گیا' کوئی اہل حدیث احناف کی مسجد میں چلا گیا تو وہ مسجد دھوئی گئی' بعض جگہ مٹی کھود کو نکالی گئی' مسجدوں میں نہ صرف اعلان ہوئے بلکہ پتھر پر کندہ کر کے کتبے لگائے گئے کہ اس مسجد میں وہابیوں کا داخلہ منع ہے۔

ان حالات میں مولانا بٹالوی نے متبعین کتاب وسنت کے دفاع کا بیڑا اٹھایا' اس سلسلے میں انہوں نے دس مسائل پر مشتمل ایک اشتہار شائع کیا اور لدھیانہ کے علماء احناف مثل مولوی محمد' مولوی عبدلعزیز اور مولوی اسماعیل وغیرہ سے مطالبہ کیا کہ اگر ان کے پاس ان مسائل پر قطعی دلائل ہیں تو پیش کریں اور ہر دلیل کے عوض دس روپے انعام حاصل کریں۔

۱۸۷۷ء میں شائع ہونے والے اس اشتہار نے برصغیر میں بحث ونظر کا ایک دروازہ کھول دیا اور احناف کی طرف سے بہت سے اہل علم نے قلم اٹھایا جن کے جوابات امرتسر کے ایک اخبار ''سفیر ہند'' میں مولانا بٹالوی نے چھپوانے شروع کیے اور جب یہ سلسلہ کافی طویل ہو گیا تو انہوں نے اشاعۃ السنۃ کے نام سے ایک انجمن بنائی جو مئی ۱۸۷۷ء سے مئی ۱۸۷۸ء تک پہلے ضمیمہ اخبار ''سفیر ہند'' اور تتمہ سفیر ہند کے نام سے ان جوابات کو چھپواتی رہی' بعد ازاں جون ۱۸۷۸ء میں چھپنے والے شمارے کو اشاعۃ السنۃ کا نام دے دیا گیا۔ اس رسالے کے اغراض ومقاصد کا تعارف کرواتے ہوئے مولانا بٹالوی نے ایک موقع پر تحریر فرمایا:

''اس رسالے کی اشاعت ان لوگوں کی طرف سے ہے جو تحقیق وتقلید میں حد اعتدال پر ہیں' نہ مقلدین زمانہ حال جیسے مقلد ہیں کہ جو کچھ پہلے علماء نے کیا ہے اس لکیر کے فقیر ہو رہیں۔ اپنے فہم وعقل کو دلائل (کتاب سنت) کے سمجھنے میں دخل نہ دیں' نہ نیچریہ جیسے محقق ہیں کہ اپنی تحقیق کے سامنے خدا ورسول کی بھی نہ سنیں اور ان کی تقلید سے بھی انکاری ہو بیٹھیں' لہٰذا دونوں فریق کی افراط وتفریط کی اصلاح اس رسالہ کے بانیوں کا مقصد ہے' اور اس کے اجراء سے صرف یہی غرض ومطلب ہے''

(اشاعۃ السنۃ ج ۳ ص ۲ جنوری ۱۸۸۰ء)

نیز ''انتظام المساجد'' والوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے اشاعۃ السنۃ جلد ا نمبر ا میں بطور خاص لکھا:

''اہل تقلید کے خطاب وبحث کا مقصود یہ تھا کہ وہ لوگ عاملین بالحدیث پر بے جا

تشدد کرنا چھوڑ دیں' جن مسائل میں یہ ان کے برخلاف عمل کرتے ہیں' ان مسائل کی قوتِ دلائل ملاحظہ فرما کران کے عمل وترویج میں ان کو معذور سمجھ کر معافی دیں اور اس عمل کے سبب ان کو دین اسلام سے خارج نہ سمجھیں۔''

اشاعۃ السنۃ بابت مئی ۱۸۸۳ء کے سرورق پر امور مندرجہ جامع الشواہد منسوبہ بجانب اہل حدیث کولکھ کر اہل حدیث کی کتب متمسکہ سے ثابت کردینے پر مولانا بٹالوی نے ہزار روپیہ انعام دینے کا اعلان کیا۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالوی صرف تقلید جامد کے خلاف ہی نہیں لڑتے رہے' بلکہ ان کے دور میں جو فتنہ بھی منظر عام پر آیا' آپ نے اس کے خلاف سینہ سپر ہو کر علوم وعقائد اسلامیہ کا بھرپور دفاع کیا' جیسا کہ سرسید اور ان کے ہم نواؤں کے طرف اپنی عنان توجہ موڑتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:

''پہلے ان (انجمن اشاعۃ السنۃ) کی توجہ اس رسالہ اور تحریرات مندرجہ ضمیمہ اخبار سفیر ہند میں مقلدین کی طرف رہی اور مئی ۱۸۷۷ء سے فروری ۱۸۷۹ء تک ان ہی کی فہمائش عمل میں آتی رہی' جب اس سعی کا کچھ تاثر اس گروہ میں ظاہر ہوا اور ان کی طرف سے فی الجملہ طمانیت ہوئی یعنی تقلید کی برائی بہت لوگوں کے خیال میں آگئی تو ان (انجمن) کی توجہ دوسرے گروہ (یعنی نیچریہ) کی طرف مصروف ہوگئی' اس تحویل کی یہ وجہ بھی ہوئی کہ تقلید کا ضرر اسلام میں ایسا نہ تھا جو نیچریہ کی تحقیق کا ضرر پھیلنے لگا' تقلید سے صرف فروع اسلام کا اتباع چھوٹتا تھا۔ تحقیق نیچریہ سے اصول اسلام کا اتباع بھی لوگوں سے چھوٹنے لگا تھا' لہٰذا تصنیہ قدمہ تقلید کو ویسا ہی نامکمل چھوڑ کر نیچریہ کا افہام یا افحام نہایت ضروری قرار دیا گیا اور مارچ ۱۸۷۹ء سے ان کا خطاب شروع ہوگیا۔''

(اشاعۃ السنۃ ج ۳ ص ۲)

اور جب قادیانیت کا فتنہ نمودار ہوا تو انہوں نے باقی تمام امور سے کم وبیش صرف نظر کر کے اپنی تمام توانائیاں اس فتنہ کے سدباب کے لئے وقف فرمادیں جیسا کہ جلال الدین شمس مرتب روحانی خزائن لکھتے ہیں:

''مولوی محمد حسین بٹالوی نے ان رسائل (فتح اسلام' توضیح مرام) کو پڑھ کر اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں حضرت مسیح موعود کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ وہ اہل اسلام کی پبلک میں کہتا ہے کہ مسیح موعود جس کے قیامت سے پہلے آنے کی قرآن وحدیث میں خبر ہے میں ہوں اور حضرت مسیح ابن مریم نبی اللہ فوت ہو چکے ہیں' اس صورت میں اشاعۃ السنۃ کا خصوصیت کے ساتھ فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو روکے' اور جملہ مضامین سابقہ کو چھوڑ کر بہمہ تن اسی کے دعاوی کے رد کے درپے ہو' اس کے اصول باطلہ کا ابطال کرے اور اصول حقہ اسلامیہ کی حمایت عمل میں لاوے' اس کی موجودہ جماعت و جمعیت کر تتر بتر کرنے میں کوشش کرے اور آئندہ مسلمانوں خصوصاً اہل حدیث کو جن کا یہ خادم ہے اس جماعت میں داخل ہونے سے بچاوے۔'' (مقدمہ روحانی خزائن جلد ۳ ص ۵۔۶)

مرزا غلام احمد قادیانی کا کہنا تھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے' اس سلسلے میں انہوں نے کئی مرتبہ پیش گوئی فرمائی جس کی تفصیل مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری صاحب نے رئیس قادیان کے صفحات ۱۳۱۔۱۳۳ پر بیان کی ہے'' ہم یہ روئیداد جناب دلاوری کی کتاب اور خود مرزا غلام احمد کی تصنیفات سے اخذ کر کے قارئین کے سامنے رکھتے ہیں۔

مئی ۱۸۹۳ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک اشتہار بعنوان'' شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیش گوئی'' شائع فرمایا' یہ اشتہار ان کے ایک خواب کی بنیاد پر شائع کیا گیا تھا' جس کے مطابق مولانا بٹالوی (معاذ اللہ) ارتداد اختیار کر کے مرزائی ہوگئے تھے' مرزا نے لکھا:

''شیخ محمد حسین ابوسعید کی آج کل ایک نازک حالت ہے' یہ شخص اس عاجز کو کافر سمجھتا ہے' اپنے بوڑھے استاد نذیر حسین دہلوی کو بھی اس نے اسی بلا میں ڈال دیا ہے' سبحان اللہ کافر ٹھہرانے کے لئے اس بے چارے نے کیا کچھ افترا کئے ہیں' انہیں غموں میں مر رہا ہے کہ کس طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھ لے' اگر کسی کے منہ سے نکل جائے کہ میاں کیوں کلمہ گوؤں کو کافر بناتے ہو' کچھ خدا سے ڈرو' تو دیوانہ کی طرح

اس کے گرد ہو جاتا ہے' اور بہت سی گالیاں اس عاجز کو نکال کر کہتا ہے کہ وہ ضرور کافر ہے اور سب کافروں سے بدتر ہے۔ ہم اس کے خیر خواہوں سے ملتجی ہیں کہ اس نازک وقت میں ضرور اس کے حق میں دعا کریں' اب کشتی اس کی ایک ایسے گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال ہے' و انی رایت ان ھذا الرجل یومن بایمانی قبل موته 'ورائیت کانه ترك قول التکفیر و تاب وھذه رویائی و ارجوان یجعلھا ربی حقا 'والسلام علی من اتبع الھدی۔ راقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۱۳ مئی ۱۸۹۳ء۔ (روحانی خزائن' جلد ۶ (حجۃ الاسلام) ص ۵۸۔۵۹) (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۴۱۵۔۴۱۶)

اس اشتہار میں عربی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ میں (مرزا) نے دیکھا کہ محمد حسین بٹالوی نے میری تکفیر ترک کر دی ہے اور یہ اپنی موت سے پہلے مجھ پر ایمان لے آئے گا' یہ میرا خواب ہے' اور مجھے امید ہے کہ میرا رب اس خواب کو سچا کرے گا۔

اس خواب کے ۱۹ ماہ بعد مرزا صاحب کو اسی مضمون کا ایک اور خواب آیا جو تذکرہ میں ۱۳ر دسمبر ۱۸۹۴ء کے تحت درج ہوا ہے' اس کے مطابق مرزا صاحب کہتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں محمد حسین (بٹالوی) کے مکان پر گیا ہوں اور میرے ساتھ ایک جماعت ہے' ہم نے وہیں نماز پڑھی' جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھتا ہوں کہ محمد حسین ہمارے مقابل پر بیٹھا ہے' اس وقت مجھے اس کا سیاہ رنگ معلوم ہوتا ہے اور بالکل برہنہ ہے' پس مجھے شرم آئی کہ میں اس کی طرف نظر کروں' پس اسی حال میں وہ میرے پاس آ گیا' میں نے اسے کہا کہ کیا وقت نہیں آیا کہ تو صلح کرے اور کیا تو چاہتا ہے کہ تجھ سے صلح کی جائے' اس نے کہا کہ ہاں' پس بہت نزدیک آیا اور بغلگیر ہوا اور وہ اس وقت چھوٹے بچے کی طرح تھا' پھر میں نے کہا کہ اگر تو چاہے تو ان باتوں سے درگذر کر' جو میں نے تیرے حق میں کہیں' جن سے تجھے دکھ پہنچا' اس نے کہا میں نے درگذر کی' تب میں نے کہا کہ گواہ رہ کہ میں نے وہ تمام باتیں تجھے بخش دیں جو تیری زبان پر جاری ہوئیں' تیری تکفیر اور تکذیب کو میں نے معاف کیا'

اس کے بعد ہی وہ اپنے اصلی قد پر نظر آیا اور سفید کپڑے نظر آئے۔ پھر میں نے کہا جیسا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا' آج وہ پورا ہو گیا۔ پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ ایک شخص جس کا نام سلطان بیگ ہے جان کندن میں ہے' میں نے کہا کہ اب عنقریب وہ مر جائے گا' کیونکہ مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے کہ اس کی موت کے دن صلح ہوگی۔ (تذکرہ ص ۲۶۷۔۲۶۸) (روحانی خزائن جلد ۱۲ (سراج منیر) ص ۸۰۔۸۱)

لگتا ہے کہ ان خوابوں کے علاوہ مرزا صاحب کو دیگر مواقع پر بھی ان کے الہام کنندہ نے بتایا تھا کہ مولانا بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے' جیسا کہ انہوں نے اپنی ۱۸۹۷ء کی تصنیف سراج منیر میں لکھا ہے:

''شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب (ایڈیٹر) رسالہ اشاعۃ السنۃ جو بانی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین دہلوی کے بعد تمام مکفروں کے گناہ کا بوجھ ہے اور جس کے آثار بظاہر نہایت ردی اور یاس کی حالت کے ہیں' اسکی نسبت تین مرتبہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنی اس حالت پر ضلالت سے رجوع کرے گا اور پھر خدا اس کی آنکھیں کھولے گا' واللہ علی کل شئی قدیر۔ (روحانی خزائن جلد ۱۲ (سراج منیر) ۱۹۸۴ء ص ۸۰)

مرزا صاحب کو اپنے ان خوابوں اور الہامات کی وجہ سے بقول مولانا دلاوری کامل وثوق تھا کہ مولانا بٹالوی کسی نہ کسی دن قادیان کے نظر فریب وام زندقہ میں پھنسیں گے' لیکن مولانا مرحوم کو مرزائیت کے استیصال میں جو غیر معمولی شغف تھا اور جس اولوالعزمی کے ساتھ وہ اس فتنہ کے معدوم کرنے میں کوشاں تھے' اس سے مرزا قادیانی پر اس خواب کا صدق مشتبہ ہو جاتا تھا اور انہیں خیال ہوتا تھا کہ شاید یہ خواب اضغاث احلام کی قسم سے ہوگا۔ لیکن قادیانی صاحب نے اپنا یہ خواب مشتہر کر کے مولانا ممدوح کے قبول مرزائیت کی پیش گوئی کر رکھی تھی' اس لئے اس کے بعض ارادت مند کبھی کبھی مولانا بٹالوی کی مرزائیت شکن سرگرمیوں سے ملول ہو کر مرزا صاحب سے سوال کر بیٹھتے کہ حضرت والا! مولوی محمد حسین کے ''رجوع الی الحق'' کے متعلق آپ کی پیش گوئی کا کب ظہور ہوگا؟ اس پر مرزا صاحب اس ''دفتر بے معنی'' کا تذکرہ بلطائف الحیل ٹال

جاتے تھے' آخر خواب کے قریبا چار سال بعد انہوں نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے قبول مرزائیت کی ایک مزید ارتوجہ کی اور اپنے رسالہ استفتا میں جو ۱۶ مئی ۱۸۹۷ء کو شائع کیا' لکھا: ''مجھے معلوم نہیں کہ مولوی محمد حسین کا ایمان فرعون کی طرح ہوگا یا پرہیزگار لوگوں کی طرح''۔ مرزا صاحب کے ملفوظات میں بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ لکھا ہے:

''ابوسعید عرب صاحب نے اپنے ذوق سے بیان کیا کہ محمد حسین والی پیش گوئی یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے' فرمایا (مرزا صاحب نے) اس میں کیا شک ہے' زور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ رجوع کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی مقدر کیا تھا' اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا' مگر میں دیکھتا تھا کہ ابتداء سے اس میں ایک طرح کی خود پسندی تھی' پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس طرح پر اس کا تنقیہ کر دے' یہ اس کے لئے استفراغ ہے' براہین میں ایک الہام درج ہے' جس طرح میں اس کا نام فرعون رکھا گیا ہے' اس نے بھی آخر یہی کیا تھا کہ آمنت انه لا اله الا الذی.....اس لئے اس (محمد حسین) کے لئے بھی آمنت بالذی کا وقت مقرر ہے۔''

(ملفوظات جلد ۴ ص ۲۵۲۔۲۵۳)

بقول مولانا دلاوری ان بیانات سے مرزا غلام احمد کی ہوشیاری اور موقع شناسی مترشح ہوتی تھی اور انہوں نے اپنے اور اپنے پیروؤں کے لئے یہ کہنے کی گنجائش رکھ لی تھی کہ فرعون کی طرح مرنے سے پہلے مولانا بٹالوی بھی اپنا عقیدہ تبدیل کرلیں گے لیکن مولانا دلاوری کہتے ہیں کہ وہ ذات شریف (شیطان) جس نے اپنے مطرود ہونے کے دن سے بنی آدم کو گزند پہنچانے کا عزم کر رکھا ہے اور اپنے ملہموں کو ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں دھکیلنا اس کا دل پسند مشغلہ ہے' قطعاً گوارا نہیں کرسکتی تھی کہ حضرت ''مسیح موعود'' صاحب اور ان کے پیرو کسی پیش گوئی میں منہ کی کھانے اور ذلت اٹھانے سے بچ سکیں' اس لئے اب اس نے قادیانی صاحب پر یہ القاء کرنا شروع کیا کہ ''محمد حسین کا ایمان سعید لوگوں کا طرح ہوگا'' چنانچہ اس القاء کے بموجب مرزا

صاحب اپنی کتاب اعجاز احمدی میں جو ۱۵ر نومبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوئی' مولانا بٹالوی کے قبول مرزائیت پر کامل وثوق کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''کیا میری کتاب اعجاز المسیح کی محمد حسین نے غلطیاں نکالیں؟ یہ کہاں ہو سکتا ہے اور محمد حسین کی کیا طاقت ہے' کیا وہ ہنسی کر رہا ہے؟ اگر وہ میرے پاس آئے گا تو اسے صبح ہدایت کا پیالہ پلاؤں گا' پس اس کو لکھنے کے لئے حاضر کر' اگر وہ لکھنے کی طاقت رکھتا ہے؟ کیا تو اس کو زندہ سمجھتا ہے اور بخدا میں اس کو اس شخص کی مثل دیکھتا ہوں جو مر کر قبر میں داخل ہو گیا' اگر میرا خدا چاہتا تو وہ ہدایت قبول کرتا اور اگر میرا خدا چاہتا تو وہ مجھے پہچان لیتا اور ہم اس کے ایمان سے ناامید نہیں ہوتے' بلکہ امید بہت ہے' اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے اور خدا کا حکم مرد راہ کو بھولتا نہیں' اس کے لئے پوشیدہ راز ہیں کہ کوئی فکر کرنے والا ان کو دیکھ نہیں سکتا' تجھ پر خدا تعالی تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کرے گا' سعید ہے پس روز مقدر اس کو فراموش نہیں کرے گا' اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جائے گا' اور خدا قادر ہے اور رشد کا زمانہ آئے گا اور گناہ بخش دیا جائے گا۔ پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے اور نسیم صبا خوشبو لائے گی اور معطر کر دے گی' اور میرا کلام سچا ہے اور میرے خدا کا قول ہے اور جو شخص تم میں کچھ زمانہ زندہ رہے گا وہ دیکھ لے گا کیا تو اس پر تعجب کرے گا؟ پس کچھ تعجب نہ کر' یہ خدا کا کلام ہے اور پاک وحی ہے اور میں نے اپنے ہی دل سے اٹکل سے بات نہیں کی بلکہ کشفی طور پر مجھے دکھلایا گیا اور میں اس سے حیران ہوں' کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آ جائے گا؟ یہ کون گمان کر سکتا ہے؟ عجیب بات ہے اور خدا کے لئے سہل اور آسان ہے' تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں' ایک ان میں سے الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ ہے' پس سن اور سنا دے' تیری قسم کہ ہم نے بغیر گناہ کے ان کے نیزوں کا مزہ چکھا' پس ہمیں یہی اچھا معلوم ہوا کہ ان کے حق میں دعا کرتے ہیں' جب وہ ذکر کیے جاتے ہیں تو میرا دل غمناک ہو جاتا ہے' کیونکہ یاد آتا ہے کہ ایک دن ہم ملاقات سے خوش ہوتے تھے۔

(اعجاز احمدی ص ۵۰-۵۱) (روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۱۶۲-۱۶۳)

مرزا صاحب یہ الہامی پیش گوئی کر کے کہ مولانا بٹالوی کا ایمان (قبول مرزائیت) فرعون کی طرح نہیں بلکہ سعید لوگوں کی طرح ہوگا' خود اپنے ہی بنائے ہوئے جال میں پھنس گئے' مولانا کے شب و روز تردید مرزائیت میں صرف ہوتے رہے' مرزا صاحب اور ان کے مرید انگاروں پر لوٹتے رہے اور تاویلیں کرتے اور ایک دوسرے کو تسلیاں دیتے رہے' جیسا کہ مرزا صاحب کے ۳ / جنوری ۱۹۰۳ء کے ملفوظات میں محمد حسین اور اس کا رجوع کے عنوان سے لکھا ہے:

''اس پر ایک بھائی نے سوال کیا کہ حضور اب اسے (محمد حسین کو) کیا سمجھیں؟ فرمایا (مرزا صاحب نے کہ) اب حکم حالت موجودہ پر ہوگا' وہ دشمن ہی اس سلسلہ کا ہے' دیکھو جب تک نطفہ ہوتا ہے اس کا نام نطفہ رکھتے ہیں' گو اس کا انسان بن جاوے' مگر جوں جوں اس کی حالتیں بدلتی جاتی ہیں' اس کا نام بدلتا جاتا ہے' آخر اپنے وقت پر جا کر انسان بنتا ہے' یہی حال اس کا ہے' سردست تو وہ اس سلسلہ کا مخالف اور دشمن ہے' اور یہی اس کو سمجھنا چاہیے'' (ملفوظات جلد ۴ ص ۳۵۴)

یہ ملفوظ ہمارے ان احباب کی آنکھیں کھول دینے کے لئے بھی کافی ہے جو یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ مولانا نے ۱۹۰۰ء کے گردو پیش مرزائیت کی مخالفت ترک کر دی تھی' یہ ملفوظ مرزا اور مرزائیوں کی بے بسی کے ساتھ ساتھ بقول مرزا اس بات کی شہادت ہے کہ ہمارے احباب کے پروپیگنڈے میں حقیقت کا کوئی عنصر نہیں ہے' اس ملفوظ کے چار سال بعد بھی مولانا بٹالوی مرزا صاحب کے مخالف ہی تھے' جیسا کہ مرزا صاحب نے ۱۱ / مئی ۱۹۰۷ء کا ایک خواب یوں بیان کیا ہے: ''مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو دیکھا کہ وہ ہمارے مکان میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں' میں نے اپنے کسی آدمی کو کہا کہ مولوی صاحب کو خاطر داری سے کھانا کھلانا چاہیے' ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس رؤیا سے معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم کہ وہ دن نزدیک ہے کہ خدا تعالیٰ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کو خود رہنمائی کرے' کیوں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ بھی ایک الہام سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ آخر وقت میں ان کو سمجھا دے گا کہ انکار کرنا ان کی غلطی تھی اور یہ کہ میں

اپنے دعویٰ مسیح موعود میں حق پر ہوں‘ مگر معلوم نہیں کہ آخر وقت کے کیا معنی ہیں۔“

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۶ رمئی ۱۹۰۷ء ص ۴‘ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ ا مورخہ ۷ا مئی ۱۹۰۷ء ص ۷)(منقول از تذکرہ‘ ص ۷۱۸)

اور پھر ایک مرتبہ لاچار ہو کر مرزا صاحب فرماتے ہیں:

”معلوم نہیں وہ کون سی بدی تھی جس نے اس کو سلسلہ کی شناخت سے محروم رکھا‘ تاہم جب تک وہ زندہ ہے ہم اس پیش گوئی کی کوئی تاویل نہیں کرتے‘ جو اس کے متعلق ہے کہ وہ آخر رجوع کرے گا‘ اس میں دوسرے مولویوں کی نسبت ایک بات تو ہے‘ وہ یہ کہ جب کسی بات کو مان لے تو دلیری کے ساتھ اس کا اعلان کرتا ہے۔“

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا غلام احمد ۱۸۹۳ء سے اپنی زندگی کے آخر تک مولانا محمد حسین بٹالوی کے قبول مرزائیت کی پیش گوئیاں کرتے رہے‘ انہیں خواب بھی آتے رہے اور بقول ان کے وحی میں تو ان سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ نہ صرف مولانا بٹالوی بلکہ ان کے ایک اور مخالف منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ بھی مرزائی ہو جائیں گے۔ مولانا دلاوری لکھتے ہیں: ”منشی الٰہی بخش قادیان شکنی میں کسی سے پیچھے نہیں رہے‘ کتاب عصائے موسیٰ لکھ کر قادیانی صاحب کو خوب رگیدا اور اس خوبی سے مرزائیت کے بخیے ادھیڑے کہ اگر قادیانی صاحب کا طالع سعید ہوتا تو اس کتاب کو پڑھ کر ضرور تائب ہو جاتے۔“

یہ منشی صاحب جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو قادیانیوں کو فکر پڑ گیا کہ اگر وہ قبول مرزائیت کے بغیر فوت ہو گئے تو مرزا صاحب کی پیشن گوئی کا کیا بنے گا۔ جیسا کہ سیرۃ المہدی حصہ سوم ص ۲۹۱ پر مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے۔

”میاں امام دین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ مصنف عصائے موسیٰ (منشی الٰہی بخش) کو جب لاہور میں طاعون ہوا تو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے پاس یہ بات پیش ہوئی کہ حضور نے اعجاز احمدی میں لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین اور مصنف عصائے موسیٰ رجوع کر لیں گے‘ اس پر آپ نے فرمایا ان کو مرنے دو‘ خدائی کلام کی تاویل بھی ہو سکتی ہے۔“

غرض منشی صاحب اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ وہ مرزائے قادیان کے شدید مخالف اور تحریک ختم نبوت کے سرگرم کارکن تھے' جہاں تک مولانا بٹالوی کا تعلق ہے مولانا دلاوری لکھتے ہیں کہ تردید مرزائیت ان کا دن رات کا مشغلہ تھا اور مولانا اور منشی الٰہی بخش صاحب نے ''نہ صرف قبول مرزائیت سے اعراض کیا بلکہ مرزائیت کا بپتسمہ لینے کے بجائے الٹا اخیر وقت تک مرزائیت کے جسم پر چرکے لگاتے اور الہامی صاحب کے سینہ پر مونگ دلتے رہے۔ (رئیس قادیان' ص ۱۴۳)

مرزا غلام احمد نے ایک نہیں کئی پیش گوئیاں اس مضمون کی کر رکھی تھیں کہ مولانا بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے۔ مرزا صاحب اس دنیا سے یہ حسرت لے کر رخصت ہو گئے لیکن مولانا کو اللہ تعالیٰ نے راہ ہدایت پر ہی گامزن رکھا' مرزائیوں نے پھر توجیہیں شروع کر دیں کہ بیٹا بھی تو باپ کی مثل ہوتا ہے' کیا ہوا جو مولانا مرزائی نہیں ہوئے' ان کی اولاد میں سے کوئی نہ کوئی ہو جائے گا اور مرزا صاحب کی پیشن گوئیاں سچ ہو کر رہیں گی۔ اس بارے میں مرزائیوں کے دوسرے سربراہ نے بروایت الفضل ۲۰ر جولائی ۱۹۴۰ء کو فرمایا کہ مولانا کے دو بیٹے اس کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے تھے' پھر مرزائیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد نے اپنے دادے کی پیشن گوئی کو درست ثابت کرنے کے لئے ایک اور مرزائی کو مولانا بٹالوی کی اولاد میں سے ہونا قرار دے دیا جیسا کہ اس نے ۴ر اکتوبر ۱۹۹۶ء کے خطبہ جمعہ میں آفتاب احمد خاں امیر جماعت احمدیہ برطانیہ کی وفات پر تعزیتی بیان میں کہا:

''آپ کے حالات زندگی یہ ہیں کہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۴ء کو آپ محترم خان ثناء اللہ خاں صاحب اور محترمہ امۃ المجید صاحبہ کے ہاں پیدا ہوئے' آپ کے نانا مکرم شیخ محمد صاحب (مرزا غلام احمد کے) صحابی تھے اور آفتاب احمد خاں صاحب مجھے بتایا کرتے تھے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے آباء واجداد میں سے کسی طرف سے ہیں...... تو اب مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی محمد حسین صاحب بٹالوی کی اولاد میں سے تصدیق کرنے والے اور اول درجے پر خادم' خدمت کا مقام حاصل کرنے والوں میں ایک

ہمارے آفتاب خاں صاحب بھی بنتے ہیں (الفضل انٹرنیشنل ۲۲ نومبر ۱۹۹۶ء ص ۸)

ناظرین! مرزا طاہر احمد اپنے سامعین کو بتا رہے تھے کہ ان کے امیر برطانیہ آفتاب احمد خاں مولانا بٹالوی کی اولاد میں سے تھے' لیکن پھر گھر کے ایک بھیدی نے راز کھول دیا' یعنی اس خطبے کے بعد ایک مرزائی عبدالواسع نے الفضل ہی میں لکھا کہ:

''مرحوم (آفتاب احمد خاں) میری سب سے بڑی سگی پھوپھی کے بیٹے تھے' اس طرح حضرت شیخ مولوی محمد صاحب جو کہ مولوی صاحب مزنگ والے کے نام سے زیادہ معروف تھے' مرحوم (آفتاب) کے نانا اور میرے دادا تھے...... قبل از بیعت (مرزا غلام احمد) حضرت مولوی محمد حسین کے بڑے بھائی مولوی محمد علی صاحب کی دختر سے شادی کی تھی' اس شادی سے آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں' ان سب کو آپ قادیان لے کر جاتے تھے اور ان سب کی بیعت بھی آپ نے کروائی تھی' آپ کی اہلیہ کی وفات کے وقت آپ کی صاحبزادیاں کم سن تھیں اس لئے آپ نے اپنے بڑے بیٹے شیخ عبدالعزیز مرحوم کی شادی مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی دختر سے کی۔ مولوی (محمد) صاحب مرحوم نے دوسری شادی بعد از قبول احمدیت مکرم احمدہ بیگم سے کی' ان سے آپ کے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں' ان میں سب سے بڑی محترمہ امۃ المجید صاحبہ مرحوم آفتاب خاں صاحب کی والدہ تھیں' اس طرح مرحوم (آفتاب) کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خاندان سے یا مولوی محمد صاحب کی دوسری اولاد سے خونی رشتہ نہیں ہے' یہ امر یقیناً باعث افسوس ہے کہ بٹالوی خاندان سے تعلق کے باعث مولوی (محمد) صاحب کی پہلی اولاد آہستہ آہستہ احمدیت سے دور ہوتی چلی گئی۔ لیکن اللہ کا کرم ہے کہ آپ کی دوسری اولاد کا رشتہ احمدیت سے مجموعی طور پر مضبوط ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔''

اس تحریر سے دو باتوں کی وضاحت ہوتی ہے' ایک تو یہ کہ مرزا طاہر کی روایت غلط ہے اور آفتاب احمد خاں مولانا بٹالوی کی اولاد میں سے یا ان کے خاندان سے نہیں ہیں' دوسرے یہ کہ ایک مشہور مرزائی مولوی محمد کی پہلی اولاد اس وجہ سے مرزائیت سے دور

ہوگئی کہ اس کا تعلق مولانا بٹالوی کے خاندان سے رہا' یہ تبھی ممکن ہے کہ ان کا خاندان خود مرزائیت سے دور رہا ہو' اگر مولانا کے بیٹے بقول مرزا بشیر الدین مرزائی ہو گئے تھے تو ان سے تعلق مرزائیت سے قرب کا باعث بننا چاہیئے تھا دوری کا نہیں۔

ہم نے اس کتاب کے صفحہ ۳۴۰ پر ایک خط نقل کیا ہے جس میں مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی مرحوم نے مرزا غلام احمد قادیانی کو فرعون قرار دیا ہے' انہوں نے خط میں یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ اس فرعون کے مدمقابل موسی کون ہے' جب مولانا لکھوی دیار حرم میں ۱۳۱۴ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو مرزا غلام احمد نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ لکھوی صاحب انہیں فرعون اور خود کو موسی قرار دے کر مجھ سے پہلے مر گئے ہیں' حالانکہ کہ اگر وہ موسیٰ تھے تو انہیں میرے بعد مرنا چاہیے تھا' یہ کیا ہوا کہ فرعون تو زندہ ہے اور موسیٰ مر گیا' اس بات کا انہوں نے خوب پروپیگنڈا کیا اور لکھا:

"تعجب یہ کہ الہام کی رو سے میں تو فرعون ٹھہرا اور محی الدین صاحب قائم مقام موسی ہوئے' پس چاہیے تھا کہ موسی کی زندگی میں میں مر جاتا' نہ کہ موسی ہی ہلاک ہو جاتا...... کیا یہ عجیب نہیں کہ جس کو انہوں نے فرعون قرار دیا تھا وہ تو اب تک زندہ ہے' بول رہا ہے...... مگر وہ جو موسیٰ کے مشابہ اپنے تئیں سمجھتا تھا وہ کئی سال ہو گئے کہ اس دنیا سے گذر گیا اور اب اس کا زمین پر نام ونشان نہیں' یہ کیسا موسیٰ تھا کہ فرعون کے سامنے ہی اس جہان کو چھوڑ گیا۔ غرض یہ الہام ان کا بھی جو مباہلہ کے رنگ میں تھا انہیں پر پڑا اور جو معنی واقعات نے ظاہر کئے ہیں وہ یہی ہیں کہ جو پہلے ہلاک ہونے والا ہے وہی فرعون ہے...... حج کرنا بھی اس کو مفید نہ ہوا اور مکہ اور مدینہ کی راہ میں ہی فوت ہو گیا۔ سو چونکہ عبدالرحمٰن محی الدین نے میرے ذلیل کرنے کے لئے تمام مسلمانان پنجاب کی طرف ایک عام سرکلر جاری کیا اور کہا کہ یہ مفتری ہے' کذاب ہے' منافق ہے' کافر ہے' فرعون ہے ...... سو (اس کی) اس سے زیادہ کیا ذلت ہوگی کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہو گیا' اگر میں اس کے الہام کے مطابق فرعون تھا تو چاہیے تھا کہ میں اس کے سامنے ہلاک ہوتا نہ کہ وہ۔" (روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۳۷۰۔۳۷۳)

ایک دوسرے مقام پر مرزا صاحب نے یوں ارشاد فرمایا:

''مولوی محی الدین صاحب کے خط میں بتصریح موجود ہے کہ انہوں نے مجھے فرعون قرار دیا ہے' اور اخویم حکیم نور دین صاحب کو ہامان قرار دیا ہے' آپ موسیٰ صفات بنے ہیں' مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ فرعون و ہامان تو اب تک زندہ ہیں اور موسیٰ اس جہان سے گذر گیا' چاہیے تھا کہ الہامی تشبیہ کو پورا کرنے کے لئے ہمیں ہلاک کر کے مرتے' مگر یہ کیا ہے کہ آپ ہی ہلاک ہو گئے' کیا کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے۔''

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۳۶۹)

مرزا صاحب کی اس تعلّی کا جواب اس خط میں موجود ہے جس کو بنیاد بنا کر انہوں نے درج بالا عبارات لکھی ہیں کیونکہ مولانا لکھوی کے مکتوب گرامی میں کہیں اس بات کا اشارہ تک موجود نہیں ہے کہ وہ خود کو موسیٰ سمجھتے ہوں' خط ایک مرتبہ پھر پڑھ لیجئے' اس میں آپ کو مرزا غلام احمد کے فرعون اور حکیم نور دین کے ہامان ہونے کا ذکر تو ملتا ہے لیکن یہ کہیں ذکر نہیں ہے کہ وہ خود بمنزلہ موسیٰ ہیں۔ اور جب انہوں نے خود کو موسیٰ قرار ہی نہیں دیا تو ان کی وفات سے وہ نتیجہ نکالنا جو مرزا صاحب نے نکالا ہے سراسر غلط ہے۔

تاہم اس بحث میں مرزا صاحب نے یہ اصول بیان فرما دیا ہے کہ جب جب کسی کے موسیٰ و فرعون ہونے کی بحث چھڑے گی تو فیصلہ اس بات پر ہوگا کہ پہلے کون مرا؟ ان کا کہنا یہ ہے کہ جس طرح اصل فرعون کی موت اصلی موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہوئی اسی طرح ہر وہ شخص جو بمنزلہ فرعون ہوگا اس شخص کی زندگی میں مرے گا جو بمنزلہ موسیٰ ہوگا' اسی لئے وہ مولانا لکھوی کی وفات کے بعد للکار للکار کر کہہ رہے ہیں کہ دیکھو وہ لاش کس کی پڑی ہوئی ہے اور یہ ادھر کون بول رہا ہے' دیکھو جو فرعون تھا (یعنی مولانا لکھوی) وہ تو مرا پڑا ہے اور ادھر میں جو بمنزلہ موسیٰ ہوں تا حال زندہ ہوں۔

آیئے' مرزا صاحب کے اس اصول کہ ''موسیٰ و فرعون کی کشمکش میں فرعون پہلے مرتا ہے اور موسیٰ بعد میں'' کی روشنی میں ان عبارات کو دیکھیں جن میں وہ خود کو موسیٰ اور مولانا بٹالوی کو فرعون قرار دے رہے ہیں' لکھتے ہیں:

۱۔ ’’واذ یمکر بك الذی کفراوقدلی یاھامان لعلی اطلع الی اله موسی وانی لاظنه من الکاذبین......اور وہ زمانہ یاد کر جب ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ فتنہ انگیزی کی آگ بھڑکا‘ اس جگہ فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بٹالوی ہے اور ہامان سے مراد نومسلم سعد اللہ ہے......اور پھر فرمایا کہ یہ فرعون ہلاک ہوگیا اور دونوں ہاتھ اس کے ہلاک ہوگئے یعنی یہ شخص ذلیل کیا جائے گا۔‘‘ (روحانی خزائن جلد ۱۱ (انجام آتھم ضمیمہ) ص ۳۴۰)

۲۔ سراج منیر میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: ’’دوسرا فتنہ وہ ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے واذ یمکربك الذی کفر...... یعنی یاد کر وہ زمانہ جب ایک مکفر تجھ سے مکر کرے گا‘ اور تیرے ایمان سے انکاری ہے اور کہے گا‘ اے ہامان میرے لئے آگ بھڑکا‘ (یعنی تکفیر کی آگ بھڑکا‘ ہامان سے مراد نذیر حسین دہلوی ہے) میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کے خدا پر اطلاع پاؤں‘ کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے...... (پھر حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں) فرعون سے مراد محمد حسین ہے‘ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کشف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بالآخر ایمان لائے گا‘ مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اسی قدر ہوگا کہ آمنت بالذی آمنت به بنو اسرائیل یا پرہیزگار لوگوں کی طرح۔ واللہ اعلم۔‘‘ (روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۱۳۰ (سراج منیر)

۳۔ تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ میں مرزا غلام احمد نے لکھا:

’’اور یاد کر وہ وقت جب تیرے پر ایک شخص سراسر مکر سے تکفیر کا فتویٰ دے گا۔ (یہ ایک پیش گوئی ہے جس میں ایک بدقسمت مولوی کی نسبت خبر دی گئی کہ ایک زمانہ آتا ہے جبکہ وہ مسیح موعود کی نسبت تکفیر کا کاغذ طیار کرے گا۔) اور پھر فرمایا کہ وہ اپنے بزرگ ہامان کو کہے گا کہ اس تکفیر کی بنیاد تو ڈال کہ تیرا اثر لوگوں پر بہت ہے اور تو اپنے فتویٰ سے سب کو برافروختہ کر سکتا ہے‘ سو تو سب سے پہلے اس کفرنامہ پر مہر لگا تا سب علماء بھڑک اٹھیں اور تیری مہر کو دیکھ کر وہ بھی مہریں لگا دیں اور تا میں دیکھوں کہ خدا اس شخص کے ساتھ ہے یا نہیں‘ کیونکہ میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں (تب اس نے مہر لگا دی)

ابولہب ہلاک ہوگیا' اور اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوگئے (ایک وہ ہاتھ جس کے ساتھ تکفیر نامہ پکڑا اور دوسرا وہ ہاتھ جس کے ساتھ مہر لگائی یا تکفیر نامہ لکھا) اس کو نہیں چاہئیے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے جو تجھے رنج پہنچے گا وہ تو خدا کی طرف سے ہے' جب وہ ہامان تکفیر نامہ پر مہر لگا دے گا تو بڑا فتنہ ہوگا......اس الہام میں خدا تعالیٰ نے استفتا لکھنے والے کا نام فرعون رکھا اور فتوی دینے والے کا نام جس نے اول فتوی دیا ہامان' پس تعجب نہیں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ ہامان اپنے کفر پر مرے گا لیکن فرعون کسی وقت جب خدا کا ارادہ ہو کہے گا امنت بالذی امنت بہ بنو اسرائیل ''(روحانی خزائن (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ) ص ۶۴۔۷۴ جلد ۱۷)

۴۔ اور تحفہ گولڑویہ ہی میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''آج سے بیس سال قبل براہین احمدیہ کے ص ۵۱۰ میں یہی آیت (تبت یدا) بطور الہام اس عاجز کے حق میں موجود ہے......اذ یمکربك الذی کفر' او قدلی یا ھامان لعلی اطلع الی الہ موسی وانی لاظنه من الکاذبین تبت یدا ابی لھب......یعنی یاد کر وہ زمانہ جب ایک مولوی تجھ پر کفر کا فتوی لگائے گا اور اپنے کسی حامی کو جس کا اثر لوگوں پر پڑ سکے کہے گا کہ میرے لئے اس فتنہ کی آگ کو بھڑکا......یعنی جبکہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے یہ فتوی تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین دہلوی کو کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگا دے اور میرے کفر کی نسبت فتوی دے دے اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شائع کردے' سو اس فتوی اور میاں صاحب مذکور کی مہر سے پہلے یہ کتاب (براہین) تمام پنجاب اور ہندوستان میں شائع ہو چکی تھی اور مولوی محمد حسین جو بارہ برس کے بعد اول المکفرین بنے بانی تکفیر وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔''(روحانی خزائن (تحفہ گولڑویہ) جلد ۱۷ص ۲۱۵)

۵۔ مرزا صاحب کے ملفوظات میں ان کا یہ فرمان موجود ہے:

''محمد حسین کو فرعون کہا گیا اور نذیر حسین کو ہامان۔ ہامان کو ایمان نصیب نہ ہوا'

اسی طرح نذیر حسین بے نصیب گیا' اور میرا استنباط ہے کہ جس طرح فرعون نے آمنت انه لا اله الاالذی آمنت به بنو اسرائیل کہا تھا' ویسے ہی یہ (محمد حسین) بھی کہے گا۔ محی الدین صاحب ابن عربی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں کہ فرعون جہنم میں جائے گا' یہ ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جہنم میں ڈالا' شاید یہ رعایت اس کے ساتھ اس لئے ہے کہ اس نے موسیٰ کو پالا' پرورش کیا' تعلیم دلوائی تربیت کی۔''

(ملفوظات' جلد ۴ ص ۲۴۴۔ ۲۴۵)

۶۔ نزول المسیح میں مرزا صاحب نے واضح طور پر خود کو موسیٰ قرار دیا' لکھتے ہیں:

''اور یاد کر وہ زمانہ جبکہ ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا کہ جو تیری تکفیر کا بانی ہوگا اور اقرار کے بعد منکر ہو جائے گا' یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور وہ اپنے رفیق کو کہے گا (یعنی مولوی نذیر حسین دہلوی کو) کہ اے ہامان' میرے لئے آگ بھڑکا' یعنی کافر بنانے کے لئے فتوی دے' میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کے خدا کی تفتیش کروں اور میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے' اس جگہ خدا تعالیٰ نے میرا نام موسیٰ رکھا تا اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ جس نظر سے یعنی نہایت تحقیر اور استخفاف سے فرعون نے موسیٰ کو دیکھا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرا ہی پرورش یافتہ ہے اور میں ہی اس کو ہلاک کروں گا' اور نیز اس فتح کی طرف اشارہ ہے جو مقدر تھا کہ مجھے موسیٰ کی مانند فرعون پر حاصل ہوگی۔''

(روحانی خزائن (نزول المسیح) جلد ۱۸ ص ۵۳۰)

ان عبارات میں خود کو موسیٰ اور مولانا محمد حسین بٹالوی کو فرعون قرار دے کر ہوا یہ کہ مرزا صاحب خود ۱۹۰۸ء میں چل بسے جبکہ مولانا بٹالوی ان کے بعد ایک عشرہ سے زائد زندہ رہے' اس تاریخی حقیقت کی روشنی میں آپ مرزا صاحب کی وہ عبارات دوبارہ ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے مولانا لکھوی کی وفات کے بعد بڑے طمطراق سے لکھی تھیں کہ دیکھو کون مرا پڑا ہے؟ اور کون زندہ ہے؟ مولانا لکھوی نے خود کو کبھی موسیٰ قرار ہی نہیں دیا جبکہ مرزا صاحب نے واضح طور پر خود کو موسیٰ قرار دیا اور مولانا بٹالوی کو فرعون۔ اب اگر مرزا صاحب خود اپنے الہام کے مطابق موسیٰ تھے اور مولانا بٹالوی

فرعون تھے تو چاہیئے تھا کہ الہامی تشبیہ کو پورا کرنے کے لئے مرزا صاحب مولانا بٹالوی کی وفات کے بعد مرتے' مگر یہ کیا کہ بٹالوی صاحب زندہ تھے اور مرزا صاحب خود ہی ہلاک ہو گئے' ہم مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں پوچھتے ہیں کہ کیا ''کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے؟''

دراصل مرزا صاحب کے الہامات کہ وہ بمنزلہ موسیٰ اور مولانا بٹالوی فرعون ہیں' خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھے' اگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے تو مرزا صاحب خود اپنے وضع کردہ اصول کے مطابق بعد میں مرتے اور مولانا پہلے۔ مرزا صاحب پہلے مر کر نہ صرف یہ ثابت کر گئے کہ ان کا الہام کنندہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے بلکہ یہ بھی ثابت کر گئے کہ وہ خود فرعون تھے اور مولانا بٹالوی بمنزلہ موسیٰ۔

جہاں تک مولانا لکھوی کا تعلق ہے' ہم بتا چکے ہیں کہ انہوں نے کبھی خود کو بمنزلہ موسیٰ قرار نہیں دیا بلکہ وہ اپنے فرمان میں جو انہوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی کو بھیجا تھا اس جانب اشارہ کر چکے تھے کہ وہ مولانا بٹالوی ہی کو بمنزلہ موسیٰ سمجھتے ہیں جیسا کہ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

آپ (مولانا لکھوی) نے خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے قائم دائم رہنے کی بابت خدا تعالیٰ سے بطور استخارہ دعا کی تھی' اس کے جواب میں مجھے الہام ہوا ہے' لکل فرعون موسیٰ۔ یعنی ہر فرعونے را موسیٰ۔ لہٰذا آپ اس مقابلہ کے لئے قائم اور مستعد رہیں' ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خدا تمہاری مدد کرے اور اس پر قائم اور مستقیم رکھے۔'' (روحانی خزائن جلد ۳)

اور پھر زمانے نے دیکھا کہ دور حاضر کا فرعون اپنے موسیٰ کے سامنے مرا اور مرا بھی کہاں؟ لاہور میں' جب کہ خود اس نے پیش گوئی کر رکھی تھی کہ ''ہم مکے میں مریں گے یا مدینے میں'' (تذکرہ' ص ۵۹۱)

آج کل ہمارے بعض معاصرین کو یہ ثابت کرنے کا شوق چرایا ہوا ہے کہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کے تیار کردہ فتویٰ تکفیر دربارہ مرزا غلام احمد سے پہلے لدھیانہ کے

چند علماء مرزا غلام احمد کو کافر قرار دے چکے تھے' گویا اولیت کا شرف مولانا بٹالوی کو حاصل نہیں ہے' اس کے علاوہ یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی جاری ہے کہ مولانا بٹالوی نے (علماء لدھیانہ کے بعد) مرزا غلام احمد کے کفر کا فتوی دیا تو تھا' لیکن بعدازاں وہ مرزا کی مخالفت سے باز آ گئے تھے۔

جہاں تک اس حقیقت کا تعلق ہے کہ مرزا غلام احمد پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ کس نے لگایا' ہم آپ کے سامنے خود مرزا صاحب کی ایک تحریر رکھتے ہیں' یہ تحریر عربی میں بھی ہے اور فارسی میں بھی اور ہم اردو میں اس کا ترجمہ نہیں کریں گے کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ مل جائے کہ ترجمے میں گڑبڑ کی گئی ہے' اصل عبارت یوں ہے:

''ومن المعترضين المذكورين شيخ ضال بطالوى و جار غوى يقال له محمد حسين وقد سبق الكل فى الكذب والمين' وانه ابى واستكبر' واشاع الكبر واظهر حتى قيل انه امام المتكبرين ورئيس المعتدين وراس الغاوين' هوالذى كفر نى قبل ان يكفر الآخرون......

و یکے از اعتراض کنندگان شیخ گمراہ ساکن بٹالہ است کہ ہمسایہ گمراہ ماست اورا محمد حسین می گویند' واز ہمہ ور دروغ و ناراستی سبقت بردہ است واو انکار کرد و تکبر نمود و تکبر را شائع کردہ و ظاہر ساخت تا آنکہ گفتہ شد کہ او امام متکبراں است' و رئیس تجاوز کنندگان' سر گمراہان است' او ہماں است کہ پیش از ہمہ مرا کافر گفت''

(روحانی خزائن جلد ۱۱ (آنجام آتھم) ص ۲۴۱)

اور ہاں! چلتے چلتے مرزا صاحب کی درج ذیل تحریر بھی دیکھتے چلئے' لکھا ہے:

''مولوی محمد حسین جو بارہ برس کے بعد اول المکفرین بنے' بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔'' (تذکرہ بر حاشیہ ص ۵۷۔۸)

یہ عبارات صاف طور پر بتا رہی ہیں کہ مرزا غلام احمد پر خود اس کی معلومات کے مطابق جو پہلا اور موثر فتوی تکفیر جاری ہوا وہ مولانا بٹالوی والا تھا' اور ان عبارات کی

روشنی میں ہم سمجھتے ہیں کہ اگر بٹالوی صاحب کے فتویٰ سے پہلے کسی نے کفر کا کوئی فتوی دے رکھا تھا تو محسوس ہوتا ہے کہ اس فتوے اور اس کے مفتیوں کی مرزا صاحب کے نزدیک کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مولانا بٹالوی نے بعدازاں تکفیر مرزا سے رجوع کر کے مرزائیت کی مخالفت ترک کر دی تھی تو یہ بات ان حقائق کے خلاف ہے جو ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں' وہ حقائق بتاتے ہیں کہ خود مرزا صاحب اس حسرت میں رہے کہ ان کی وہ پیش گوئیاں پوری ہو جائیں جو انہوں نے کر رکھی تھیں کہ مولانا بٹالوی بالآخر ان پر ایمان لے آئیں گے' ہم بتا چکے ہیں کہ مرزا صاحب کے مرید بھی ان سے پوچھا کرتے تھے کہ حضرت آپ کی پیش گوئیاں کب پوری ہوں گی اور مولانا بٹالوی کب دائرہ مرزائیت میں داخل ہوں گے؟ کب ان سے صلح ہو گی؟ لیکن ان باتوں کا مرزا صاحب کے پاس کوئی جواب نہ ہوتا۔ ۱۹۰۷ء تک وہ یہی کہتے رہے کہ ٹھیک ہے' ابھی تک مولانا ہمارے مخالف ہیں لیکن میری پیش گوئی ضرور پوری ہو گی تاہم واحسرتا! کہ یہ کبھی پوری نہ ہوئی' جیسا کہ ۱۹۲۰ء میں مولانا کی وفات پر الحکم میں شائع ہونے والے مرزائی ایڈیٹر کے نوٹ کے مطابق جو آگے شائع ہو گا' خود مرزائیوں کو اقرار تھا کہ مولانا کی سلسلہ قادیانیت سے مخالفت کی تاریخ ۲۸ سال پر محیط ہے' ۱۹۲۰ء (جب مولانا کی وفات ہوئی) سے پیچھے ۲۸ سال کا حساب لگایا جائے تو ۱۸۹۱ء میں بنتا ہے۔ گویا ۱۸۹۱ء سے ۱۹۲۰ء تک سلسلہ قادیانیت کے مخالف رہے ہیں اور یہ وہ فضیلت ہے جس کی شہادت دشمن بھی دے رہے ہیں۔ آج مولانا بٹالوی کی تکفیر مرزا سے رجوع کی باتیں کرنا دراصل قادیانیوں کے ہاتھوں میں کھیلنے کے مترادف ہے۔ مرزا کی پیش گوئیاں تھیں کہ محمد حسین ان کی مخالفت چھوڑ دے گا' ان پر ایمان لے آئے گا' تکفیر سے باز آ جائے گا' صلح کر لے گا' وغیرہ وغیرہ' قادیانیوں کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ محمد حسین کے رجوع کے بارے میں مرزا غلام احمد کی پیش گوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔

۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد کے دعویٰ مسیحیت سامنے آنے کے بعد مولانا بٹالوی نے اس کے دعاوی کے رد کی جو ذمہ داری اٹھائی اسے انہوں نے اپنی باقی ماندہ زندگی میں اس خوبی سے نبھایا کہ جب وہ ۱۹۲۰ء میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے تو قادیانی اخبار الحکم کے ایڈیٹر نے لکھا ''مولوی محمد حسین بٹالوی کی موت کی خبر میں نے فی الحقیقت رنج وافسوس سے پڑھی' ہر چند وہ ہمارے سلسلہ کا دشمن اول تھا لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک نہایت زبردست عالم اور اپنے عہد کا ذی علم مناظر اور اہل قلم تھا...... سلسلہ کے ساتھ ان کی مخالفت کی تاریخ ایک دلچسپ باب اور ۲۸ سال کی ایک طویل داستان ہے'' (الحکم قادیان (ماخوذ از اہل حدیث امرتسر ۱۹ اپریل ۱۹۲۰ء)

یہ تحریر نہ صرف اس بات کی شہادت ہے کہ مولانا بٹالوی ۱۸۹۱ء سے ۱۹۲۰ء تک مسلسل مرزائیت کے سدباب میں منہمک رہے اور انہوں نے تاعمر مرزائیت کو پریشان کیے رکھا بلکہ اس بات کی بھی شہادت ہے کہ مرزا صاحب کی دوسری بہت سی پیش گوئیوں کی طرح یہ پیش گوئی بھی غلط نکلی کہ مولانا بٹالوی رجوع کر کے مرزائی ہو جائیں گے۔

ہم نے پہلے کسی جگہ لکھا ہے کہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی شادی کی پیش گوئی کے بعد سے محترمہ محمدی بیگم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مرزا صاحب کے کذب کی شہادت دے رہا ہے (کیونکہ یہ پیش گوئی کبھی بھی پوری نہیں ہوئی) اسی طرح مولانا محمد حسین بٹالوی کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کے بعد کہ مولانا مرزائی ہو جائیں گے' ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ مرزا صاحب مفتری علی اللہ تھے' کیونکہ مولانا کبھی دائرہ مرزائیت میں داخل نہیں ہوئے۔

یوں تو مولانا بٹالوی کی زندگی کا بیشتر حصہ رد قادیانیت میں گذرا اور ان کی بہت سی تحریریں اشاعۃ السنۃ میں شائع ہوئی ہیں' لیکن چند تحریریں الگ سے بھی مطبوعہ ہیں مثلاً ''خیالی مسیح اور اس کے فرضی حواری سے گفتگو'' جو ۱۸۹۱ء میں ۳۵ صفحات پر شائع ہوئی۔ اس میں مرزا صاحب کے ایک خیالی مرید سے مولف کی مکمل مراسلت شائع کی گئی

اور مرزا صاحب کی کتب (فتح الاسلام' توضیح مرام۔ ازالہ اوہام) پر بھی تبصرہ کیا گیا۔

ایک دوسری تحریر "مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے بارے میں چند سوالات" کے عنوان سے ۱۶۔ صفحات پر شائع ہوئی جو دراصل مولانا بٹالوی کے سوالات اور مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کے جوابات پر مشتمل ہے۔

(عبدالرشید عراقی۔ قادیانیت کی تردید میں علماء اہل حدیث کی تصنیفی خدمات۔ محدث لاہور۔ فروری ۲۰۰۰ء)

مولانا محمد حسین کے سوانح بیان کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ آپ حضرت میاں صاحب دہلوی کے شاگردوں میں ممتاز ترین شاگرد ہیں...... آپ نے علوم اصول و معقول مختلف اساتذہ سے حاصل کئے۔ دو مشہور اساتذہ کی سندیں ہم کو آپ کے کاغذات میں ملی ہیں۔ یعنی مولانا نواب صدرالدین خاں دہلوی مرحوم کی اور مولانا گلشن علی جون پوری کی۔ اول الذکر کی سند پر تاریخ مرقوم نہیں' دوم پر ۱۲۸۱ھ مرقوم ہے۔ دونوں سندوں میں آپ کی لیاقت اور ذہانت کا ذکر اچھے الفاظ میں ہے۔ حدیث کی سند حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین المعروف میاں صاحب دہلوی مرحوم سے آپ کو حاصل ہے۔ اس سند پر ۱۲۸۲ھ مرقوم ہے۔ میاں صاحب مرحوم کی سند میں علاوہ سند علمی کے ایک فقرہ خاص مذکور ہے۔ ان له زيادة صحبة معي مزيد اختصاص بي على غيره من الطلبه' یعنی آپ کو اور طلبہ سے یہ خصوصیت مزید ہے کہ آپ میرے (میاں صاحب کے) ساتھ صحبت میں بہت رہتے رہے۔

واقعات اس کی تفصیل بتاتے ہیں کہ سب سے پہلے کتاب جو مسائل اختلافیہ میں نکلی ہے وہ معیار الحق مصنفہ حضرت میاں صاحب ہے۔ اس کی تصنیف میں مولانا مرحوم کارکن بلکہ پورے محرر تھے۔ بعد واپسی وطن آپ نے لاہور مسجد چینیانوالی میں درس شروع کیا۔ درس کے علاوہ ذریعہ اشاعت تحریر کو سمجھا۔

شروع شروع میں تحریر کا طریق یہ تھا کہ امرتسر میں ایک اخبار سفیر ہند پادری رجب علی عیسائی کا نکلتا تھا۔ اس میں بطور ضمیمہ ہفتہ وار دو ورق نکالا کرتے تھے۔ زاں بعد شدہ شدہ تحریک ہوئی کہ ایک ماہوار رسالہ نکالا جائے۔ چنانچہ رسالہ اشاعۃ السنۃ

جاری کیا گیا۔ رسالہ ماہوار کے علاوہ مستقل رسائل بھی آپ نے لکھے...... مرحوم کی تصانیف دیکھنے سے آپ کی استعداد اور تبحر علمی کا پتا چلتا ہے۔ کیسا کوئی مضمون جواب یا جواب الجواب ہو۔ ایسا صاف لکھتے کہ پڑھنے والے کو خوب سمجھ میں آ جاتا۔ آپ کے رسالہ اشاعۃ السنۃ سے مسائل حدیثیہ کی بڑی اشاعت ہوئی۔ ابتدا میں آپ کا روئے سخن زیادہ احناف کی طرف تھا۔ درمیان میں سرسید احمد خاں کے مسائل نیچریہ کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ زاں بعد فتنہ قادیانیت اٹھا۔ اس میں آپ نے بہت وقت لگایا۔

آپ کا انتقال ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء بمطابق ۶ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ کو ہوا''

(اہل حدیث امرتسر۔ ۱۹۔ اگست ۱۹۲۱ء)

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ ندوہ کے ایک جلسہ میں چار سلیمان جمع ہو گئے تھے..... اس پر حضرت شاہ سلیمان پھلواروی نے فرمایا ''پہلے سلیمان فرد تھا' (یعنی میں اکیلا سلیمان تھا) اب رباعی ہے' چار چار سلیمان (سید سلیمان' قاضی سلیمان' شاہ سلیمان اور سلیمان اشرف) یکجا ہیں۔'' (یادرفتگان کراچی ۱۹۸۳ص ۱۶۰)

قارئین! اگرچہ اس رباعی کا ہر ایک مصرع علمی دنیا کا آفتاب و ماہتاب تھا لیکن ایک مصرع بطور خاص اہم تھا' کیونکہ اس نے تحریک ختم نبوت میں بھی انتہائی وقیع خدمات سرانجام دی ہیں۔ یہ بزرگ حضرت قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری ہیں جن کو مصنف رحمۃ للعالمین کی حیثیت سے تو ایک زمانہ جانتا ہے لیکن تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن کی حیثیت سے بھی ان کی خدمات نہایت اہمیت کی حامل ہیں اور ان کو اجاگر کرنا بے حد ضروری ہے۔

قاضی صاحب منصور پور ریاست پٹیالہ میں پیدا ہوئے' والد بزرگوار قاضی احمد شاہ بن مولانا باقی باللہ نے لیلۃ القدر میں یہ دعا مانگی تھی کہ الٰہی! بیٹا عطا فرما جو عالم باعمل'' متقی' پارسا اور دین و دنیا میں ذی عزت ہو' ان کی والدہ ماجدہ نے عہد کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو بلا وضو دودھ نہیں پلائیں گی' خدا نے بیٹا عطا فرمایا تو ماں نے ایسا ہی کیا' ابتدائی تعلیم قاضی صاحب نے اپنے والد گرامی سے پائی' عربی کتابیں مولوی سید محمد حسین صاحب رام پوری سے پڑھیں' حدیث کی سند دادا سے لی اور انہی سے روحانی فیض پایا۔ منشی فاضل کا امتحان پاس کیا' ملازمت کا سلسلہ شروع کیا تو ترقی کرتے کرتے ریاست پٹیالہ میں سیشن جج ہو گئے اور وہیں سے پنشن یاب ہوئے' اثنائے ملازمت میں

درس و تدریس بھی کرتے رہے' روزانہ صبح اپنے محلے کی مسجد میں قرآن پاک کا درس دیتے اور جمعہ کے روز خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے' تقریر کے علاوہ تحریر میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے' غضب کے ذہین تھے' ایک بار جس کتاب کو دیکھ لیتے دوبارہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے' تورات اور انجیل پر آپ کو بڑا عبور تھا' تاریخ میں تو امام وقت تھے' کئی کتابیں لکھیں جن میں کچھ مطبوع اور کچھ غیر مطبوع ہیں' شاعر بھی تھے' تبلیغ اسلام میں آپ نے بڑے بڑے کام کئے' اپنی خدمات کو مشہور کرنے کے عادی نہ تھے' جو کام کرتے خاموشی سے کرتے' چنانچہ بڑے بڑے عیسائی اور ہندو آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے' غازی محمود دھرمپال' جو منہ پھٹ آریہ تھے محض آپ کی تبلیغ سے دوبارہ اسلام میں آئے' ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی جو مرزا قادیانی کے مخلص مرید تھے اور بیس ہزار روپیہ تبلیغ مرزائیت پر صرف کر چکے تھے' آپ کی تبلیغ سے مرزائیت سے تائب ہوئے' سادہ زندگی بسر کرتے اور تنخواہ سے جو بچتا بیواؤں' یتیموں اور ناداروں پر خرچ کر دیتے' قومی اور اسلامی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ ۱۹۳۰ء میں دوسری مرتبہ حج پر تشریف لے گئے اور واپسی کے سفر میں جہاز میں انتقال فرمالیا۔

(منقول از سوانح عمری مولانا عبداللہ غزنوی)

سید سلیمان ندوی جناب قاضی صاحب کی مشہور عالم کتاب رحمۃ للعالمین کی تیسری جلد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں'' رحمۃ للعالمین کے مصنف سے میں سب سے پہلے ۱۹۱۶ء میں واقف ہوا جب کہ حافظ عبدالعلیم صاحب تاجر کانپور نے اپنے وطن بسی میں سرہند کے قریب جو ریاست پٹیالہ میں واقع ہے ایک یتیم خانہ کے افتتاح کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی تھی۔ مرحوم اس زمانہ میں ریاست پٹیالہ میں سیشن جج تھے' وہ بھی ریاست کے دوسرے عہدہ داروں کے ساتھ بسی کے جلسہ میں آئے اور مجھ سے خلوص و محبت سے ملے اور دیر تک پادریوں اور عیسائیوں کے ساتھ اپنے مناظروں کا ذکر فرماتے رہے...... مرحوم مجھ سے عمر میں بہت بڑے تھے اور بزرگ تھے...... ندوۃ العلماء کی مجلس کے ہم دونوں ممبر تھے اور اس تعلق سے سال میں ایک دفعہ ضرور یک جائی

نصیب ہوتی۔ ایک دفعہ جب وہ اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس مئو کے صدر ہو کر آئے تو اعظم گڑھ آ کر دارالمصنفین میں بھی دو راتیں بسر کیں اور یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے جانا کہ موصوف عامل بالحدیث ہیں...... مرحوم میں روشن خیالی کے ساتھ روشن ضمیری اور دماغی قابلیت کے ساتھ روحانی کیفیت یک جا تھی' وہ علم کے ملا اور دل کے صوفی تھے' تبلیغ کے دلدادہ تھے' صلح پسند اور خاکسار تھے' علم کی نمائش پسند خاطر نہ تھی' ان سب سے بالاتر جو وصف تھا وہ ذات پاک رسالت مآبؐ کے ساتھ شیفتگی اور عقیدت تھی۔ مرحوم نے اسلام کے فضائل اور تفسیر و تاریخ میں اپنے بعد اپنی متعدد یادگاریں چھوڑیں' مگر ان سب میں بہتر اور جامع ان کی تصنیف رحمۃ للعالمین ہے (جس کی) بڑی خصوصیت یہ ہے کہ منصف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے ساتھ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود و نصاریٰ کے دعاوی کا ابطال بھی اس میں جا بجا ہے...... مناظرانہ تصنیف میں سنجیدگی اور متانت کا برقرار رکھنا مشکل کام ہے' مگر جس طرح خود مصنف مرحوم اس وصف میں ممتاز تھے' اسی طرح ان کی یہ تصنیف اس وصف میں امتیاز خاص رکھتی ہے' پوری کتاب مناظرہ اور احقاق حق کی روداودں سے لبریز ہے' تاہم کہیں تہذیب اور مذاق سلیم کو حرف گیری کا موقع نہیں ملتا۔''

سید سلیمان ندوی صاحب نے قاضی صاحب کو یادرفتگان میں بھی خراج تحسین پیش کیا ہے' لکھتے ہیں: ''قاضی محمد سلیمان منصور پوری...... علم و عمل' زہد و کمال' اور فضل و ورع کے جامع تھے' ان کے قدیم و جدید دونوں خیالات اعتدال پر تھے' عربی زبان اور علوم دین کے مبصر تھے...... بلند قامت' خوش رو' خوش لباس' وجیہہ' گھنی داڑھی' سپید صافہ باندھا کرتے تھے۔ ان کی مستقل تصانیف میں رحمۃ للعالمین' الجمال والکمال (تفسیر سورۃ یوسف) اور سفر نامہ حجاز یادگار ہیں...... رحمۃ للعالمین...... اسلامی مدرسوں میں داخل ہوئی' کورسوں میں شامل ہوئی' لوگوں نے ذوق و شوق سے پڑھا' خدا رحمۃ للعالمین کے مصنف کو اپنی رحمت عالم سے نوازے۔'' (یادرفتگان' کراچی ۱۹۸۳ ص ۷-۱۰۶)

اوپر مذکور کتابوں کے علاوہ آپ نے درج ذیل کتب بھی تصنیف فرمائیں:

۱: سید البشر۔ ۲: معراج المومنین۔ ۳: برہان جس میں تورات اور انجیل اور قرآن کی تعلیم کا فرق بیان کر کے سیدنا حضرت عیسیٰؑ سیدنا حضرت موسیٰؑ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب کی توضیح کی گئی ہے۔

۴: تبیان الاسلام' اس کتاب میں مسلمانوں کے علمی و تمدنی' اقتصادی مسائل اور اصلاح احوال کی تجاویز درج ہیں۔ ۵: انجیلوں میں خدا کا بیٹا' اس کتاب میں اصطلاح ''خدا کا بیٹا'' کی تحقیق پیش کی گئی ہے' ۶: اسماء اللہ الحسنیٰ' اس میں اسماء الحسنیٰ کی تفصیل بیان ہوئی۔ ۷: اصحاب بدر' جس میں بدر اور اصحاب بدر کا ذکر ہے' اس کے علاوہ ان کی کتب میں ''استقامت'' بھی شامل ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں قاضی صاحب نے دو کتابیں تصنیف کیں۔ ایک غایۃ المرام ۱۸۹۳ء میں' دوسری تائید الاسلام ۱۸۹۸ء میں---!

مولانا محمد جعفر تھانیسری

دہلی یونیورسٹی کے ڈاکٹر کے ایم اشرف لکھتے ہیں "۱۸۰۳ء میں دہلی میں لارڈ لیک کی آمد کے ساتھ علماء کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا' جب انہیں قرآن کے اصولوں اور احکام شریعت کی روشنی میں برطانوی حکمرانوں کی نسبت مسلمانوں کی شرعی حیثیت کی وضاحت کرنے کو کہا گیا' یہ کوئی آسان کام نہ تھا' کیونکہ شریعت میں کوئی ایسا تصور ہی نہیں ہے کہ جہاں مسلمانوں کے محکوم ہونے کا سوال ہو۔ خوش قسمتی سے شاہ ولی اللہ کی جانشینی قابل اور نڈر شاہ عبدالعزیز کے حصے میں آئی' جس نے بلا تامل اعلان کیا کہ دہلی سے کلکتہ تک سارا ملک نصرانیوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے' وہ مطلق العنان اور اعلیٰ اقتدار کے مالک ہیں۔ جبکہ حیدر آباد' لکھنو اور رام پور کے نام نہاد مسلمان حکمران ان کے رحم وکرم پر ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہندوستان شرع کی رو سے دارالسلام نہیں رہا اور اب اسے دارالحرب تصور کرنا ہوگا۔"

ڈاکٹر اشرف صاحب مزید لکھتے ہیں "اس سے کلیۃً ایک نئی اور نازک صورت حال پیدا ہوگئی' کیونکہ جب ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا گیا تو مسلمانوں پر یہ فرض ہوگیا کہ وہ یا تو انگریزوں کے خلاف جہاد کریں یا کسی آزاد مسلم ملک کو ہجرت کر جائیں' اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ اگر کسی ناگزیر سبب کی بنا پر انہیں انگریزوں کے تحت رہنا پڑے تو انہیں انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔"

(انقلاب ۱۸۵۷ء لاہور ۱۹۹۵ء ص ۱۰۱۔۱۰۲)

اس فتوے کی بنیاد پر حضرت سید احمد بریلوی نے خاندان ولی اللہی کے نامور فرزند شاہ اسماعیل کے ساتھ مل کر وہ عظیم تحریک شروع فرمائی جسے تحریک مجاہدین اور

وہابی تحریک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ تحریک انیسویں صدی کی تیسری دہائی سے بیسویں صدی کی پانچویں دہائی تک کبھی دھیمے انداز میں اور کبھی زور و شور کے ساتھ۔

استخلاص وطن از بیگا نگان بعید الوطن

کے مقصد سے جاری رہی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک طبقہ اوپر ذکر کردہ صورتوں میں سے کسی نہ کسی صورت میں اس تحریک میں کام کرتا رہا' یعنی کچھ لوگ ہند چھوڑ کر آزاد علاقوں میں نکل گئے اور وہاں انگریز کے خلاف میدان کارزار گرم کیے رہے۔ کچھ لوگ ان سرگرم کار مجاہدین کے لئے مال و رسد کی سپلائی اور نئے رنگروٹوں کی بھرتی کے لئے پورے ملک میں خفیہ طور پر گھومتے رہتے اور کچھ لوگ اپنے گھروں میں رہتے ہوئے دامے درمے سخنے اس تحریک سے خفیہ تعاون کرتے رہے۔

لکھوی خاندان کے کچھ علماء' حافظ عبداللہ غازی پوری' مولانا ابراہیم آروی' مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی' حافظ عبدالمنان وزیرآبادی اور مولانا محمد حسین بٹالوی ایسے لوگ ہیں جو تحریک مجاہدین کی صفوں میں خفیہ طور پر شامل تھے اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے السابقون الاولون میں بھی شامل ہیں اور تحریک مجاہدین کے وہ لوگ جو منظر عام پر آ گئے تھے' ان میں بھی ایک ایسی شخصیت ہے جو تحریک ختم نبوت کے سابقون میں شامل ہے' ان کا اسم گرامی محمد جعفر تھانیسری ہے اور یہاں اسی شخصیت اور اس کے حوالے سے کچھ مجاہدین کی تحریک کا ذکر کیا جارہا ہے۔

آپ کا نام محمد جعفر' والد کا نام میاں جیون اور آپ تھانیسر ضلع انبالہ میں ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ کتاب داستان راعیاں میں صوبے دار محمد شریف نے آپ کے حالات یوں بیان کئے ہیں:

مولانا جعفر رئیس اعظم و نمبردار سفید پوش آف تھانیسر' اورنگ زیب عالمگیر کے درباری منصب دار سہ ہزاری شیخ عبدالکریم تھانیسری کی اولاد میں سے تھے۔ سات سمندر پار سے آنے والی عیار قوم انگریز سے سخت نفرت رکھتے تھے اور سلطنت اسلامیہ کے چھن جانے اور انگریز کی غلامی جیسی ذلت پر اکثر کڑھتے رہتے تھے۔ انہوں نے

والنٹیئر بھرتی کر کے صوبہ بہار کے صدر مقام پٹنہ میں قائم کردہ خفیہ ٹریننگ مرکز میں گوریلا ٹریننگ دینے کا بندوبست کیا اور تھانیسر کے اردگرد پہاڑی علاقوں میں خفیہ اسلحہ خانہ اور گوریلا کیمپ قائم کئے' جہاں پٹنہ سے تربیت یافتہ مجاہدین کو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی صورت میں بھیس بدل کر بھیجا جانے لگا۔ صوبیدار میجر محمد شریف اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چند ماہ بعد گوریلا مجاہدین کی خاصی تعداد تھانیسر میں جمع ہوگئی اور اب انہیں ہند کے شمال مغربی سرحدی علاقے میں پہنچانے اور اندرون پنجاب انگریزی افواج کی یونٹوں اور تنصیبات کو تباہ کرنے کے پروگرام بننے لگے۔ لیکن اسی دوران کمشنر انبالہ کے اردلی غزن خان کو اس کی بھنک لگ گئی اور اس ننگ وطن نے کمشنر کو کل حالات سے آگاہ کر دیا' جس کے نتیجہ میں مولانا جعفر اور دوسرے سرکردہ مجاہدین کو گرفتار اور پٹنہ میں مجاہدین کے ہیڈکوارٹر اور ٹریننگ سنٹر کو تباہ کر دیا گیا۔ مولانا جعفر کو کالا پانی کی سزا دے کر جزیرہ انڈیمان بھیج دیا گیا' جہاں یہ عظیم رہنما ۱۸ سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے اور اپنی وسیع جائیداد کی ضبطی پر ذرا ملال نہ کیا۔ (داستان راعیان۔ طبع لاہور ۱۹۹۹ ص ۴۔۱۹۲ ملخصا)

مولانا تھانیسری خود اپنی کتاب ''کالا پانی'' میں لکھتے ہیں ''۱۸۶۳ء کے آخر کی بات ہے کہ مغربی ہند کی سرحد کے قریب انگریزی سرکار کی زبردستی کی وجہ سے ایک عظیم جنگ شروع ہوگئی' جنرل چیمبرلین صاحب اس جنگ کے سپہ سالار تھے' امبیلے کی گھاٹی میں پہنچ کر سرکاری فوج کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تقریباً سات ہزار کشت و خون میں تڑپ گئے' خود جنرل چیمبرلین شدید مجروح ہوئے' پنجاب کی تمام چھاؤنیوں کی فوج کو اس جنگ میں جھونک دیا گیا تھا۔ وائسرائے ہند اپنی اس حرکت پر نادم ہو کر راہی ملک عدم ہوا اور ہندوستان بے گورنر ہوگیا۔ ایسے نازک وقت میں ۱۱ دسمبر ۱۸۶۳ء کو ایک ولایتی افغان غزن خان نے (مخبری کی کہ) تھانیسر کا نمبردار محمد جعفر مجاہدین کی روپیہ اور آدمی سے مدد کر رہا ہے۔''

اس اطلاع کے بعد آپ کی گرفتاری علی گڑھ سے عمل میں آئی اور آپ کو بیڑیاں'

ہتھکڑی اور طوق مع زنجیر پہنا کر دہلی پہنچایا گیا' جہاں اقرار جرم اور مجاہدین کے نام و پتے بتانے کے لئے آپ پر کئی روز تک اس قدر تشدد کیا گیا کہ ایک روز کا حال لکھتے ہوئے خود فرماتے ہیں: ''آٹھ بجے صبح سے لے کر رات تک مجھ پر اس قدر مار پیٹ ہوئی کہ شاید کسی پر ہوئی ہو لیکن بفضلہ تعالیٰ میں نے سب کچھ برداشت کر لیا اور ہر دم اپنے رب سے دعا کی' اے رب ذوالجلال یہ امتحان کا وقت ہے' تو مجھے ثابت قدم رہنے کی توفیق عنایت فرما''

اپریل ۱۸۶۴ء میں انبالہ میں مقدمہ شروع ہوا۔ آپ کے علاوہ مولانا عبدالرحیم صادقپوری' مولانا یحییٰ علی صادقپوری وغیرھم بھی ملزمین کے کٹہرے میں تھے۔ ۲ مئی ۱۸۶۴ء کو سیشن جج نے فیصلہ سنایا۔ مولانا جعفر فرماتے ہیں کہ جج نے سب سے پہلے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم بہت عقل مند' ذی علم' قانون دان' نمبردار اور رئیس ہو' تم نے اپنی ساری عقل مندی اور قانون دانی کو سرکار کی مخالفت میں خرچ کیا۔ تمہارے ذریعہ سے سرکار کے دشمنوں کو آدمی اور روپیہ جاتا تھا' تم نے انکار بحث سے کام لیا اور سرکار کی خیر خواہی کا قطعاً دم نہیں بھرا اور فہمائش کے باوجود تم نے قطعاً سرکار کی خیر خواہی نہ کی' لہذا تمہیں پھانسی دی جائے گی' تمہاری لاش بھی وارثوں کو نہیں دی جائے گی' بلکہ نہایت ذلت کے ساتھ جیل کے گورستان میں گاڑ دی جائے گی اور میں تمہیں پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوں گا' (کالا پانی ص ۶۷)

فیصلہ سن کر آپ نے فرمایا' جان لینا اور دینا خدا کا کام ہے' آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ وہ رب العزت قادر ہے کہ میرے مرنے سے پہلے آپ کو ہلاک کر دے۔ مولانا کہتے ہیں کہ کرنا خدا کا یہ ہوا کہ جج چند ہی دن بعد ناگہانی موت سے راہی ملک عدم ہو گیا۔ مزید فرماتے ہیں کہ پھانسی کا حکم سننے پر اتنی خوشی ہوئی کہ شاید ہفت اقلیم کی سلطنت ملنے پر بھی اس قدر مسرور نہ ہوتا۔ میرے بعد مولانا یحییٰ علی صاحب کو یہی سزا ہوئی اور ان کو بھی میں نے نہایت ہشاش بشاش پایا۔ اس روز ضلع انبالہ کی کچہری کا تمام احاطہ خلقت سے بھرا ہوا تھا۔ جب جج حکم سنا کر خاموش ہوا تو سپاہی مجھے کہنے لگے

کہ تمہیں تو پھانسی کا حکم ملا ہے' لہذا تمہیں تو رونا چاہیے۔ لیکن تم ہشاش بشاش ہو۔ میں نے جواب دیا' میری یہ بشاشت شہادت کی امید کی وجہ سے ہے' جو سب سے بڑی نعمت ہے۔ فرماتے ہیں ۱۶ ستمبر تک ہم پھانسی گھروں میں رہے۔ صدہا صاحب لوگ اور میم ہمیں دیکھنے کے لئے روزانہ پھانسی گھروں میں آتے اور پوچھتے کہ تمہیں تو بہت جلد پھانسی ہوگی' پھر تم اس قدر خوشی کا اظہار کیوں کرتے ہو۔ ہم کہتے کہ ہمارے مذہب میں خدا کی راہ میں مارے جانے پر شہادت کا درجہ ملتا ہے اور اس وجہ سے ہم خوش ہیں۔ ۱۶ ستمبر کو ڈپٹی کمشنر انبالہ پھانسی گھروں میں تشریف لائے اور چیف کورٹ کا حکم پڑھ کر سنایا کہ تم لوگ پھانسی کی سزا کو بہت محبوب سمجھتے ہو اور اسے شہادت تصور کرتے ہو' اس لئے حکومت تمہیں تمہاری پسندیدہ سزا دینے کے لئے تیار نہیں' لہٰذا تمہاری پھانسی کی یہ سزا حبس دوام بعبور دریائے شور سے بدلی جاتی ہے۔ اس حکم کے ساتھ ہی ہمیں پھانسی گھروں سے نکال کر دوسرے قیدیوں کی بارکوں میں بھیج دیا گیا اور جیل خانہ کے دستور کے مطابق ہماری داڑھی مونچھ اور سر کے بال تراش کر ایک منڈی بھیڑ کی طرح بنا دیا۔ میں نے اس وقت دیکھا کہ مولانا یحییٰ علی صاحب اپنی داڑھی کے کترے بالوں کو اٹھا کر کہتے تھے: افسوس نہ کر' تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اسی کے واسطے کتری گئی۔

مولانا جعفر مزید فرماتے ہیں کہ ۲۲ فروری ۱۸۶۵ء کو ہم لاہور جیل کی طرف روانہ ہوئے۔ جوگیانہ گیروانہ لباس زیب تن' کالا کمبل اوڑھے ہوئے بیڑی وہتھکڑی کے زیور سے آراستہ و پیراستہ' منزل در منزل اور کوچ در کوچ یہ قافلہ عشاق سوئے منزل رواں دواں تھا۔ ہم ہرنوں کی طرح چوکڑیاں بھرتے چلے جاتے تھے۔ لدھیانہ' پھلور' جالندھر اور امرتسر سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچے۔ جب شالا مار باغ کے سامنے پہنچے تو ہر ایک نے اپنا اپنا من بھر کر جو جی چاہا سو کھایا' کیونکہ جیل کی کال کوٹھریوں میں معمول کے کھانے کے علاوہ اور چیزیں ملنی محال بلکہ جرم تھیں...... سینٹرل جیل لاہور میں پہلے سے موجود بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کے علاوہ سپرنٹنڈنٹ کے حکم سے ہمارے دونوں پاؤں کے دونوں کڑوں کے درمیان ایک لمبا آڑھ ڈنڈا بھی ڈال دیا گیا جس کی وجہ سے

چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا نہایت مشکل ہوگیا اور رات کو پاؤں پسار کر سونا بھی نہایت محال ہوگیا۔ لاہور سے ملتان لے جایا گیا اور وہاں سے ایک کشتی کے ذریعہ کراچی روانہ کردیا گیا۔ اس سفر میں مولانا فرماتے ہیں کہ بیڑی ہتھکڑی اور ڈنڈے تو پہلے سے زیب تن تھے یہاں ایک بڑی موٹی آہنی زنجیر ہماری بیڑیوں کے درمیان پھنسا دی گئی، جس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا محال تھا، پاخانہ پیشاب بھی اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے کرتے تھے، اس وقت تقریباً آدھا آدھا من لوہا ہمارے جسم پر تھا۔ اگرچہ دریائے سندھ ہمارے زیر پا ٹھاٹھیں مار رہا تھا لیکن ہم اس قدر مجبور تھے کہ وضو کرنے کی بھی توفیق نہ تھی، لہٰذا پڑے پڑے تیمم سے نمازیں پڑھتے تھے۔ ایک ہفتہ کراچی میں ٹھہرے اور پھر آٹھویں روز ہمیں بحری جہاز میں بوریوں کی طرح بھر کر بمبئی بھیج دیا گیا۔ ۸ دسمبر ۱۸۶۵ کو بمبئی سے بذریعہ جہاز کالا پانی روانگی ہوئی اور ۱۱ جنوری ۱۹۶۶ء کو جہاز پورٹ بلیر انڈمان پہنچ گیا۔

مولانا محمد میاں نے مولانا تھانیسری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

مولانا محمد جعفر ''تمام اسیران بلا میں سب سے زیادہ ہوشیار اور معاملہ فہم تھے۔ ایک عرضی نویس کی حیثیت سے زندگی شروع کی اور اپنے فن میں اس قدر ترقی کی کہ خود اپنی تصنیف میں نیرنگیٔ قسمت اور بوقلمونیٔ روزگار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''۱۲ دسمبر ۱۸۶۳ء کو اپنی خانہ تلاشی سے تھوڑی دیر پہلے تک میں ہزاروں روپیہ کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ پر قابض تھا۔ بیسیوں آدمی میری رعیت میں رہتے تھے۔ ایسے بڑے شہر کا نمبردار گھوڑے گاڑیوں میں سوار ہوا پھرتا تھا۔ ہر کام کے میرے گھر میں نوکر چاکر تھے۔ (تواریخ عجیب ص ۳۸۔) تحریک مجاہدین کے ذمہ دار ارکان میں آپ شمار ہوتے تھے۔ روپیہ اور رضا کار پہنچانے کے سلسلہ میں آپ کی ذمہ داری بہت وسیع تھی۔ آپ نے ۱۸۵۷ء کے جہاد میں بھی شرکت کی (اپنے دس معتبر مریدوں کے ساتھ مجاہدین کی کارروائیوں میں شرکت کی تھی) اور یہ تمام خفیہ سازشیں عرائض نویسی کے پردہ میں پوشیدہ رہیں۔ آپ نے اس پیشہ سے اس انقلابی سازش کے راستہ میں

بہت فائدہ اٹھایا۔ آپ نے پورے مقدمہ کے دوران کوئی وکیل نہیں مقرر کیا اور بڑی قابلیت کے ساتھ گواہوں پر جرح کرتے رہے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب کے ساتھ رہا ہوئے اور پھر چند تصانیف قلم بند فرما کر اپنا اور اپنی جماعت کا تعارف کرایا۔ آپ کو عام طور پر منشی لکھا جاتا ہے (تحریک کے حلقوں میں آپ کا خفیہ نام پیرو خاں اور پیر خلیفہ تھا)

(علماء ہند کا شاندار ماضی جلد سوم ص ۱۰۶' ۱۰۸' ۱۱۹)

مولانا جعفر فرماتے ہیں "انگریزوں نے قبل از صدور حکم اخیر مقدمہ کے میری کل جائداد پہلے ہی دن قرق کر لی تھی۔ دوسرے دن خود میرے عزیزوں کو کوئی اپنے برآمدہ میں بھی کھڑا نہیں ہونے دیتا تھا۔ (تواریخ عجیب ص ۳۸)۔' اور بیسیوں آدمی ہمارے شہر کے فقط اس قسم کے قصوروں میں قید ہو گئے کہ ان کے پاس میرا کوئی سامان نکل آیا' یا میرے مکانات کی ضبطی اور نیلام کے بعد میرے بال بچوں کو کسی نے اپنے گھر میں رہنے کو جگہ دیدی۔ (تواریخ عجیب ص ۳۴)۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی جلد سوم ص ۱۱۱' ۱۱۴)

ناظرین! جس انڈیمان (کالا پانی) میں مولانا جعفر تھانیسری نے تقریباً ۱۸ سال قید کاٹی اس کے متعلق ہم مولانا فضل حق خیرآبادی کی کتاب الثورۃ الہندیہ سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں' جس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ کرب و بلا کا کیا مقام تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ کالا پانی وہ جگہ ہے "جہاں سورج ہمیشہ سر پر ہی رہتا تھا...... اس کی نسیم صبح بھی گرم و تیز ہوا سے زیادہ سخت اور اس کی نعمت زہر ہلاہل سے زیادہ مضر تھی' اس کی غذا حنظل سے زیادہ کڑوی' اس کا پانی سانپوں کے زہر سے بڑھ کر ضرررساں۔ اس کا آسمان غموں کی بارش کرنے والا' اس کا بادل رنج و غم برسانے والا' اس کی زمین آبلہ دار' اس کے سنگریزے بدن کی پھنسیاں اور اس کی ہوا ذلت و خواری کی وجہ سے ٹیڑھی چلنے والی تھی...... ہوا بدبودار اور بیماری کا مخزن تھی۔ مرض سستا اور دوا گراں' بیمار کے علاج' تندرست کی بقاء صحت اور زخم کے اندمال کی کوئی صورت نہ تھی۔ بخار موت کا پیغام' جب کوئی مرجاتا ہے تو نجس و ناپاک خاکروب اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچتا ہوا غسل و کفن کے بغیر اس کے کپڑے اتار کر ریگ کے تودے

میں دبا دیتا ہے" (الشورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان) ص ۹۳۔۲۹۱)

اس کالا پانی کو انگریزوں نے وہابیوں کی کالونی بنا دیا تھا۔ وہابی مجاہدین کے بڑے بڑے لیڈران جزائر میں مصائب و آلام اور ظلم کا تختہ مشق بنے رہے، بہت سے یہیں آسودہ خاک ہو گئے۔ وہاں اے کلاس یا بی کلاس قید کا رواج نہیں تھا، لیکن کسی نے معافی نہیں مانگی، نہ لالچ کو قبول کر کے حق کا ساتھ چھوڑا، نہ ہی مصائب سے گھبرا کر راہ حق سے ہٹنا پسند کیا۔ خود ہنٹر کہتا ہے کہ انہوں نے "کبھی وفاداری کا اظہار کیا نہ ہم سے کوئی رعایت طلب کی" (ہمارے ہندوستانی مسلمان)

وہابی مقدمات کے تقریبا پچاس سال بعد کچھ لوگ حجاز سے گرفتار کروا کر انگریزوں نے مالٹا میں نظر بند کئے تھے۔ ان بزرگوں کو شیخ الہند، شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم وغیرہ القاب سے یاد کیا جاتا ہے اور مالٹا کی اسیری کی بنا پر انہیں تحریک آزادی کے نمایاں ترین لیڈروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ہمیں ان بزرگوں کی خدمات سے انکار نہیں ہے، لیکن کیا کیجئے کہ یہ بزرگ کوئی مشقت کرنے کی بجائے وہاں وقتا فوقتا انگریز حاکموں کے حضور رعایتوں کے حصول کے لئے درخواستیں دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور یہ روایات بھی خود ان اسیروں میں سے ایک یعنی مولانا حسین احمد مدنی کی زبانی بیان ہوئی ہیں۔ آپ ملاحظہ فرمائیے اور خود فیصلہ کیجئے کہ تحریک آزادی میں خدمات اور قربانیوں کے ضمن میں کون کس مقام پر کھڑا ہے۔

مولانا مدنی لکھتے ہیں: "ایک روز مولانا (محمود حسن) کو آفس میں بلایا گیا اور کمانڈر نے کہا کہ ہمارے پاس آپ کے لئے خاص طور پر حکم آیا ہے کہ آپ کی خاطر داری غایت درجہ کریں اور جو مراعات اور حقوق فوجی کپتان کے کئے جاتے ہیں آپ کے ساتھ ملحوظ ہوں، اس لئے ہم آئندہ ان کا اہتمام کریں گے۔ اگر آپ کو کوئی ضرورت یا شکایت ہو تو بیان فرمائیے...... ہم نے اگلے دن ایک مفصل عرضی لکھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم گرم ملک کے رہنے والے ہیں، مالٹا نہایت سرد جگہ ہے، ہم لوگوں کو ان سرد ملکوں میں آب و ہوا مناسب نہیں ہوتی، جبکہ میں کسی قسم کا واقعہ میں مجرم نہیں ہوں تو جلد آزاد

کر دیا جاؤں (یا) ہندوستان منتقل کر دیا جاؤں' (یا) مصر کے ان شہروں میں مجھ کو رکھا جائے جہاں پر سردی زیادہ نہیں ہوتی۔ مجھ کو اور میرے رفقاء کو کھانے کی سخت تکلیف ہے' ہم گوشت کھانے کے عادی ہیں مگر موجودہ گوشت ہمارے مذہب کے بالکل خلاف ہے۔ مالٹا سے اگر چہ زندہ حیوان منگانے کی ہم کو اجازت دے دی گئی ہے مگر وہ اس قدر گراں ہے کہ ہمارا موجودہ سرمایہ بہت احتیاط سے صرف کرنے میں بھی اکثر خرچ ہو گیا۔"

پھر ایک اور افسر مسٹر برن مولانا محمود حسن سے ملنے آیا' اس کے پاس بھی ایسی ہی شکایات کی گئی ہیں تو مولانا مدنی لکھتے ہیں: "مسٹر برن نے کوشش کی کہ ان لوگوں کو روزانہ ڈیڑھ شلنگ اور مولانا (محمود حسن) مرحوم کو تین شلنگ دیا جایا کرے' اور علاوہ اس کے روٹی' کوئلہ' شمع' صابن حسب عادت سابقہ ملنے کا حکم جاری کر دیا۔ مسٹر برن نے سردی کی شکایت کی بنا پر جاڑوں کے لئے کوئلہ کی زیادہ مقدار مقرر کرا دی جس سے ہم اپنے کمرہ کو روزانہ گرم کر سکتے تھے۔"

ادھر مولانا محمود حسن کی اہلیہ نے ہند میں "غالباً گورنر یوپی کے پاس عرضی بھیجی کہ جو مقدار مولانا کے لئے مقرر گئی ہے وہ مالٹا کی گرانی کی وجہ سے کافی نہیں ہے' اس لئے یا تو تم خود ان کے لئے کافی مقدار پہنچاؤ' یا ہم کو اجازت دو۔ وہاں سے جواب آیا کہ تم فکر مت کرو' ہم خود انتظام کریں گے۔ وہاں سے حکم مالٹا میں زیادتی کا پہنچا۔ آفس نے مولانا اور کاتب الحروف (مولانا حسین احمد مدنی) کو طلب کیا اور مصاریف کی قلت کی نسبت دریافت کیا۔ مولانا نے جواب دیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ انسان کا مدار زندگی گوشت پر ہے' ہم یہاں کی گرانی کی وجہ سے بہت زیادہ کفایت کرتے ہوئے ہفتہ میں فقط تین دن گوشت کھا سکتے ہیں۔ گھی یہاں ملتا ہی نہیں' بجائے اس کے زیتون کا تیل استعمال کیا جاتا ہے...... اس (افسر) نے اس وقت فی کس دو شلنگ یومیہ اور مولانا کے لئے چار شلنگ یومیہ کر دیئے" مولانا مدنی لکھتے ہیں کہ اس کے بعد ہندوستان سے بہت سے خطوط آئے جن میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم' مولانا خلیل احمد

صاحب' مولانا حبیب الرحمٰن' مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے خطوط تھے اور سب نے تاکید لکھا کہ مسٹر برن چیف سیکرٹری مسٹن گورنر یو پی کی پیش کردہ شروط کو قبول فرما کر بہت جلد ہندوستان تشریف لائیں' ہرگز ان کے مطالیب کورد نہ فرمائیں۔ ہماری استدعا پر گورنمنٹ نے یہ صورت قبول کی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حسب اشارہ احباب نے ایک وفد علماء کا گورنمنٹ کے پاس مولانا (محمود حسن) کی رہائی کے لئے پیش کیا تھا۔ اس کے بعد بعض امور میں ہماری خاص خاص رعائتیں کی گئیں' ' (اسیر مالٹاص ۱۷۰۔۱۸۹)

ہندوستان کے ایک بزرگ عالم دین مولانا وحیدالدین خان صاحب مالٹا کے ان اسیروں کا ذکر کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں ' ' دسمبر ۱۹۱۶ء میں مولانا محمود حسن صاحب کو گرفتار کر لیا گیا' انہیں ساڑھے تین سال تک مالٹا میں نظر بند رکھا گیا۔ جون ۱۹۲۰ء میں وہ رہا کئے گئے۔ اس نظر بندی کے زمانہ میں مولانا موصوف کے شاگرد خاص مولانا حسین احمد مدنی بھی ان کے ساتھ تھے۔ اس سلسلہ میں جو واقعات بیان کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے: ' ' حضرت شیخ الہند کے زمانہ نظر بندی میں جو لوگ ساتھ رہے ان میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی کا نام خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے۔ آپ نے حضرت شیخ کی خدمت کرنے اور زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے میں دن رات ایک کر دیا۔ ایک ادنیٰ سا واقعہ ہے۔ مالٹا میں شدت کی سردی میں حضرت شیخ کے سرد پانی سے وضو کرنے کی تکلیف آپ سے دیکھی نہ گئی' تو آپ نے گرم پانی مہیا کرنے کا انتظام اور التزام اس طرح کیا کہ ساری رات ٹھنڈے پانی کا لوٹا سینے سے لگائے' لحاف اوڑھے بیٹھے رہتے۔ اور جسم کی حرارت سے گرم شدہ پانی کا لوٹا فجر کے وضو کے لئے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ یہ سلسلہ ایک یا دو دن نہیں پورے تین سال ۵ مہینے تک چلا' (الجمعۃ ویکلی ۹ تا ۱۵ اگست ۱۹۹۱ء) (مولانا وحیدالدین خان لکھتے ہیں) اس واقعہ کو ماننے کے لئے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ پورے تین سال پانچ مہینے تک مالٹا میں متواتر شدت کی سردی پڑتی رہی۔ عام قاعدہ کے خلاف وہاں موسم تبدیل نہیں ہوا۔ اس سے قطع نظر' خود یہ بات بڑی عجیب ہے کہ مولانا کا ایک شاگرد ان کے پاس

پوری رات بیٹھے رہنے کی مصیبت اٹھا رہا ہے مگر مولانا اس کو منع نہیں فرماتے۔ اگر مولانا نے جانتے ہوئے منع نہیں کیا تو یہ ان کی شرافت کے خلاف ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مولانا کو اس واقعہ کا علم نہیں ہوسکا تو یہ اور بھی زیادہ عجیب ہے' کیونکہ جو شخص اپنے گھر کے ایک واقعہ سے ساڑھے تین سال تک بے خبر رہے وہ عالمی حالات سے کیوں کر باخبر ہوسکتا ہے' جن کو جاننا برٹش ایمپائر کے خلاف تحریک چلانے کے لئے ضروری تھا۔ ایک صورت میں مولانا کی شرافت مشتبہ ہوتی ہے اور دوسری صورت میں مولانا کی فراست۔ اب یہ مولانا کے معتقدین کو فیصلہ کرنا ہے کہ وہ دونوں میں سے کس صورت کو ترجیح دیتے ہیں'' (الرسالہ' اگست ۱۹۹۲ دہلی' ص ۳۵۔۳۶)

مولانا وحید الدین خان کی زبانی آپ نے ان مصائب اور شدائد کی حقیقت کسی حد تک ملاحظہ فرمالی جو مالٹا کے اسیروں کے پہلے سے بلند مقامات کو بلند تر کرنے کے لئے بیان کئے جاتے ہیں۔ دوسری طرف آپ مولانا یحییٰ علی صادقپوری کا حال بھی ملاحظہ فرمالیجئے کہ کالا پانی کے مصنف ہی نے لکھا ہے کہ جب وہ جیل میں تھے تو ان سے رہٹ چلانے کی مشقت لی جاتی تھی' جس کی وجہ سے انہیں خون کے پیشاب آنے لگے تھے۔ ان بزرگوں کی جو مار پیٹ ہوئی ہے' وہ تحریک مجاہدین کا سرمایہ اور انگریز حاکموں کی بربریت اور وحشت کا ثبوت ہیں' لیکن ان ناگفتہ بہ حالات کے باوجود ان کے ان بزرگوں نے جو جیل خانوں سے باہر تھے' انگریزوں کے خلاف سارے ملک میں تحریک چلا رکھی تھی۔ ہنٹر لکھتا ہے:

''پٹنہ کا مرکز تبلیغ ہمیشہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے دو ہی راستے ہیں' یا تو وہ کافروں کے ساتھ جہاد کریں اور یا اس زمین سے ہجرت کر جائیں' کیونکہ کوئی سچا دیندار اپنی روح خراب کئے بغیر اس حکومت کا وفادار نہیں رہ سکتا۔ جو جہاد یا ہجرت سے منع کرتے ہیں وہ دل کے منافق ہیں'' (ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۱۰۹)

ہنٹر نے ایک اور جگہ کہا: ''ہمارے زندان کے پھاٹک ان جوق در جوق نامراد

شوریدہ سر باغیوں کے لئے بند ہو گئے۔ ہماری عدالتوں نے جماعتوں کے سرغنوں کو یکے بعد دیگرے سمندر پار خاموش جزیروں میں بھیج دیا۔ پھر بھی سارا ملک ہماری سرحد پر اسلام کے یاس زدہ لوگوں کو روپے اور آدمی بھیجے جاتا ہے۔"

(ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۳-۱۴۲)

نیز جب بھی وہ دیکھتے کہ تحریک تباہ ہو رہی ہے' وہ خاک سے جہاد کا علم بلند کر دیتے۔ وہ اپنی حفاظت سے بے نیاز تھے' ان کی زندگی داغوں سے پاک تھی' ان کے سینے میں ایک شعلہ فروزاں تھا کہ انگریز کافروں کا تختہ الٹ دیا جائے اور جہاں تک روپیہ اور رنگروٹ فراہم کرنے کے لئے ایک مستقل نظام قائم کرنے کا تعلق تھا وہ اس میں بہت ماہر تھے۔ پٹنہ کے خلیفہ اس فرقے میں ایک نمونے کی شخصیت کے مالک تھے' ان کی زیادہ تر تعلیمات اغلاط سے پاک تھیں۔ انہوں نے ہزارہا ہم وطنوں کو خدا کے ایک بہتر تصور سے آشنا کیا اور انہیں زیادہ پاکیزگی کی زندگی بسر کرنے پر ابھارا۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جہاں تک میرے تجربے کا تعلق ہے اس فرقے کے سب سے زیادہ روحانی اور کم از کم خود غرض نمونے کی نمائندگی صرف وہابی مبلغ ہی کر سکتا ہے۔ ایک وہابی کے سامنے ایک چیز ہے اور وہ یہ کہ دین محمدیہ کی تطہیر کا عظیم الشان کام سرانجام دیا جائے۔ اس راستے پر گامزن ہوتے ہوئے وہ نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ کسی پر رحم کر سکتا ہے۔ زندگی میں اس کا راستہ واضح اور بین ہے اور کسی قسم کی تنبیہ یا سزا اسے اس راستے سے ہٹنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔" (ماخوذ از ہنٹر' منقول از شاہ اسماعیل شہید' مرتبہ عبداللہ بٹ مضمون ڈاکٹر تصدق حسین خالد بار ایٹ لاء ص ۲-۱۰۱)...... اور پھر مکمل حالات کا جائزہ پیش کر کے ہنٹر اپنی حکومت کو مشورہ دیتا ہے کہ اگر یہ مصیبت (سرحد پر لڑائیاں) ہماری قسمت میں لکھی ہے تو سب سے پہلے اندورن ملک میں وہابیوں کی سازش کو کلی طور پر نیست و نابود کرنا ایک بہت بڑے خطرے کو رفع کرنے کے مترادف ہو گا"

(ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۱۶۰)

اور بقول ڈاکٹر تصدق حسین خالد انگریزوں کو احساس ہوا کہ اس تحریک کو محض

تشدد سے نہیں دبایا جا سکتا۔ انہوں نے غور کیا کہ اس تحریک کو توڑنے کے لئے اور کون سے ذرائع اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ غرض مند طبقات پر بھروسہ کر سکتے ہیں' چنانچہ بڑے بڑے زمین داروں' سرمایہ داروں اور علماء کی طرف رجوع کیا گیا اور ان کا تعاون حاصل کیا گیا۔ بقول ہنٹر ''ایسے فتوؤں کا ایک انبار اکٹھا کیا گیا جن میں اعلان کیا گیا کہ وہابی کافر ہیں۔'' اس طرح عوام کو بغاوت کے خطرناک راستے سے الگ اور وہابیوں سے متنفر کر دیا گیا۔ سرمایہ دار طبقات نے کلکتے کے خان بہادر عبداللطیف کی رہنمائی میں ایک سوسائٹی قائم کی اور ۲۳ نومبر ۱۸۷۰ء کو علماء نے قانون پر بحث کی اور برطانویوں کے حق میں فتوی دے دیا۔ مسلمان زمین داروں اور علماء کو ان انگریزوں نے یقین دلایا کہ ہم ان کے مفاد صرف اس صورت میں محفوظ رکھ سکتے ہیں کہ وہابیوں کی تحریک ناکام ہو جائے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ ہنٹر لکھتا ہے کہ ''ہر مسلمان مولوی جس کی مسجد یا خانقاہ کے ساتھ ایک درجن ایکڑ زمین تھی' وہابیوں کے خلاف چلانے لگا اور پچاس سال تک اسی کام میں مصروف رہا۔ (شاہ اسماعیل شہید ص ۳-۱۰۲)

وہابیوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے ضروری تھا کہ ان کی نشان دہی ہو' ان کا معاشرتی بائیکاٹ ہو' عوام کے دل میں ان سے نفرت پیدا ہو' حکومت کو وہ گھر دور سے نظر آ جائے گا جس کے باسیوں کو محلے کی مسجد میں آنے کی اجازت نہ ہو اور محلّہ داروں کی شادی غمی میں شریک نہ ہونے دیا جاتا ہو' جن سے لین دین منع ہو۔ پھر ایسے لوگوں کو پکڑ کر دار پر چڑھانا حکومت کے لئے کس قدر آسان ہوگا؟ کون احتجاج کرے گا؟ یہ کام ہمارے بعض حنفی بزرگوں نے بڑی خوبی سے انجام دیا۔ انہوں نے نہ صرف اہل حدیث مجاہدین کو وہابی کہہ کر ان کا ناطقہ بند کروایا بلکہ لفظ وہابی کو اردو لغت کا مکروہ ترین لفظ بنا کر اپنے ہر قسم کے دشمنوں کے لئے کامیابی کے ساتھ استعمال کرنا بھی شروع کر دیا۔ اس کی مثال حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی ایک روایت ہے جو انہوں نے اپنی کتاب نقش حیات میں بیان کی ہے' فرماتے ہیں: ''مجھ کو بخوبی یاد ہے کہ غالباً ۱۹۲۵ء یا اسی کے قریبی زمانہ میں پنجاب کے اخباروں میں ایک واقعہ چھپا تھا کہ کسی گاؤں کا امام

وہاں کے ایک ہندو بنیے کا مقروض تھا۔ قرضہ بڑھ گیا تھا' بنیے نے تقاضا کیا اور آئندہ قرض دینا بند کر دیا۔ امام صاحب نے اسے سمجھایا مگر وہ بنیا نہ مانا اور کہا کہ جب تک پہلا قرضہ ادا نہ کرو میں تم کو کچھ قرض نہ دوں گا۔ امام صاحب دھمکی دے کر چلے گئے اور مسجد میں بعد نماز جمعہ اعلان کیا کہ فلاں بنیا وہابی ہو گیا ہے' اس لئے اس کے ساتھ کسی قسم کا معاملہ خرید و فروخت اور آمد و رفت کا جائز نہیں ہے۔ تمام باشندگان دیہات نے بنیئے کا بائیکاٹ کر دیا۔ بنیا بے چارہ دن بھر دکان پر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہتا تھا' کوئی آدمی اس کی دکان پر نہیں آتا تھا۔ اس نے بعض لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ تو وہابی ہو گیا ہے' اس لئے ہم تجھ سے لین دین نہیں کر سکتے۔ بالآخر بنیئے نے جا کر امام صاحب سے صلح کر لی تو امام صاحب نے اگلے روز جمعہ کو اعلان کر دیا کہ بنیے نے وہابیت سے توبہ کر لی ہے' اب لین دین جاری کر دو' چنانچہ بازار کھل گیا۔ خیال کیجئے کہ بنیے کا ہندو اور بت پرست مشرک ہونا تو لین دین میں حارج نہ تھا مگر وہابی ہونا ہو گیا'' (نقش حیات جلد اول ص ۱۲۷)

قارئین! اہل حدیث حضرات کو بدنام کرنے کی مہم میں لدھیانہ کے مولوی محمد نے بہار کے دارالحکومت اور مجاہدین کے مرکز پٹنہ جا کر فتوی شائع کیا کہ غیر مقلد اہل حدیث مرتد ہیں' اگر یہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہ کی جائے' ان کو مساجد میں آنے نہ دیا جائے' حکام کو چاہیے کہ ان کو پکڑ کر قتل کر دیں۔

پٹنہ خاندان سعادت مجاہدین صادقپور کا شہر تھا۔ ان کے بزرگوں کو شاہ جہان بادشاہ نے ۱۰۳۹ھ میں موضع صادقپور سنگرام پرگنہ حویلی عظیم آباد رقبہ ایک ہزار بیگھ عطا فرمائی تھی۔ اس موضع صادقپور کے نام سے جو دراصل عظیم آباد یعنی پٹنہ کا ایک محلہ تھا اس خاندان کو صادقپوری خاندان کہا جاتا ہے۔ بعد ازاں اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۰۶۸ھ میں اس خاندان کو مزید چالیس بیگھ زمین عطا فرمائی۔'' (تذکرہ صادقہ ص ۵۔۳۳)

صادقپوریوں کی بیشتر جائیداد صوبائی دارالحکومت پٹنہ کے قلب میں واقع تھی' اس کی قیمت کا اندازہ وہ لوگ بخوبی لگا سکتے ہیں جنہیں شہری جائیدادوں کی خرید و فروخت

کا تجربہ ہو' جس وقت لدھیانے کے مولوی محمد صاحب نے طویل سفر کر کے وہاں جا کر اوپر ذکر کردہ انتظام المساجد نامی فتوی مشتہر کیا' صادقپوریوں کی یہ جائیداد ضبط ہو چکی تھی۔ ان کے کچھ لوگ کالا پانی میں قید تھے اور کچھ سرحد میں مصروف پیکار تھے۔ ان کا قبرستان اکھاڑ دیا گیا تھا' وہاں بازار اور میونسپلٹی کے دفاتر بنا دیئے گئے تھے' عین عید کے روز ان کی خواتین کو بے دخل کر کے گھروں سے نکال دیا گیا تھا' اور جب یہ خبر مولانا یحییٰ علی صادقپوری تک پہنچائی گئی تو انہوں نے اپنی اہلیہ کو جو خط لکھا وہ کچھ یوں ہے۔

''رات خواب میں حضور سرور کائنات ؐ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا' آپؐ تبسم کناں تھے' اب غم کا ہے کا''

ایسے لوگوں کے متعلق آغا شورش کاشمیری نے لکھا ہے: ''جن علماء کو تختہ دار پر بھیجا گیا' ان میں استقامت کی ایسی تصویریں بھی تھیں کہ عدالتوں نے ان کی سزائے موت کو صرف اس لئے عمر قید میں تبدیل کیا کہ وہ لوگ شہادت کو عزیز رکھتے تھے اور موت کی سزا سن کر ان کا وزن بڑھ گیا تھا۔ علمائے صادقپور کے مقدمات عدالتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کہنے کی ایک ایسی نظیر ہے کہ مادر گیتی اس قسم کے انسان شاذ ہی جنتی ہے۔ (ابوالکلام آزاد' از شورش کاشمیری ص ۲۶۳)

یہ وہابیان ہند تحریک آزادی کی پیشانی کا جھومر ہیں۔ ان کے شہر پٹنہ میں جا کر جو فتوی دیا گیا وہ دلیل کم نظری کے سوا اور کیا کہلایا جا سکتا ہے۔ کاش دور حاضر کے احناف میں سے کوئی رجل رشید اپنے اجداد کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے اس فتوی سے بیزاری کا اظہار فرما دے' اس لئے کہ اگر مجاہدین صادقپور اور دوسرے وہابیوں کو اسلام سے خارج کر دیا جائے تو ۱۸۶۰ء سے ۱۹۱۰ء کے عرصے میں ہندی مسلمانوں کا دامن تحریک آزادی میں خدمات کے ضمن میں بالکل خالی رہ جاتا ہے۔

ان وہابیوں (اہل حدیث حضرات) کا ایک آدمی ۱۸ سال کالا پانی میں قید کاٹ کر ۱۸۸۳ء میں واپس ہند آیا' اس کا نام محمد جعفر تھانیسری تھا۔ تھوڑے عرصے بعد اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد ختم کرنے کے لئے انگریزوں نے ایک پودہ

کاشت کیا ہے۔ جہاد وہابی تحریک کی روح تھا' روح کو ختم کرنے کے اس منصوبے کا جب جعفر تھانیسری کو پتہ چلا تو اپنی تحریک کی بقاء کے لئے (پوری اٹھارہ سال جیل کاٹنے اور پولیس کا بے پناہ تشدد برداشت کرنے کے باوجود) وہ پھر انگریز کی اس چال کو ناکام بنانے کے لئے خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔ مرزا غلام احمد نے جب نشان آسمانی نامی کتاب لکھی تو ۱۸۹۲ء میں مولانا جعفر تھانیسری نے اس کے جواب میں ''تائید آسمانی در رد نشان آسمانی'' نامی کتاب لکھ کر اپنا نام تحریک ختم نبوت کے سابقون میں درج کروالیا۔

میر عباس علی لدھیانوی

میر عباس علی مرزا صاحب کے ابتدائی مریدوں میں سے تھے۔ ان کے اخلاص اور عقیدت پر مرزا صاحب کو بہت زیادہ اعتماد تھا۔ ان کو اپنا ہم راز خیال کرتے تھے اور اپنے مشکل اور فہم سے بالاتر الہامات کے معانی بھی آپ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ مرزا صاحب نے میر صاحب کو لکھا' خدا کا کیسے شکر کیا جائے کہ اس نے محض اپنے فضل سے آپ جیسے دوست عطا کر دیئے۔ (مکتوبات احمدیہ ج ا ص ۲۱) ایک اور خط میں لکھا' آپ کی ایمانی استقامت کے بارے میں الہام ہوا ہے اصلها ثابت و فرعها فی السماء یعنی جڑ زمین میں مضبوط اور شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ وذالك فضل الله یوتیه من یشاء (مکتوبات ج ا ص ۲۵) اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے آپ کو لکھا آپ میں آثار سعادت اور رشد کے ظاہر ہیں اور آپ میں صدق و صفا اور اخلاص کا جوہر موجود ہے۔ جس کو یہ چیزیں مل جائیں اس کو استقامت بھی ساتھ ہی عطا کی جاتی ہے (مکتوبات ج ا ص ۴۲) اور ''الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے زیادہ انصار اس عاجز کا بنایا ہے اور اس ناچیز کو آپ کے وجود پر فخر ہے۔ (مکتوبات ج ا ص ۶۳) اور جتنی محبت آپ کو اس عاجز (مرزا) سے ہے وہی محبت اور تعلق اس عاجز کو آپ سے ہے (مکتوبات ا ص ۶۷)

(منقول از فسانہ قادیان ص ۱۴۳۔۱۴۴)

مرزا صاحب نے ایک مرتبہ میر صاحب کو لکھا۔

مخدومی و مکرمی میر عباس علی شاہ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ چونکہ اس ہفتہ میں بعض کلمات انگریزی وغیرہ میں الہام ہوئے ہیں۔ اور اگرچہ بعض

ان میں سے ایک ہندولڑکے سے دریافت کر لئے ہیں مگر قابل اطمینان نہیں۔اور بعض من جانب اللہ بطور ترجمہ الہام ہوا تھا۔اور بعض کلمات شائد عبرانی ہیں۔ان سب کی تحقیق و تنقیح ضروری ہے۔تا کہ کتاب میں شائع کر دیئے جائیں۔آپ بہت جلد دریافت کر کے صاف خط میں اطلاع بخشیں۔اور کلمات یہ ہیں......ان کو تنقیح سے لکھیں اور برائے مہربانی جواب جلد تر دیں۔مکتوبات ج اول ص ۶۸۔۶۹۔

(منقول از فسانہ قادیان۔ص ۱۰۴۔۱۰۵)

یہ میر عباس علی صاحب مباحثہ لدھیانہ کے بعد اللہ سے ہدائت پا کر مرزائیت سے تائب ہو گئے جیسا مولوی دوست محمد نے لکھا ہے، کہ مباحثہ لدھیانہ کے دوران میں 'مولوی محمد حسین کا جو پرچہ نقل کے بعد منگوایا جاتا تھا میر عباس علی صاحب ہی کے ذریعہ منگوایا جاتا تھا۔مگر یہ جانا میر صاحب کی رہی سہی عقیدت بھی ختم کرنے کا باعث بن گیا۔بات یہ ہوئی کہ مولوی محمد حسین اور مولوی محمد حسن انہیں دام تزویر میں پھنسانے کے لیے بڑی خاطر تواضع کرتے۔اور جب جاتے تو سروقد تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے۔اور کہتے میر عباس علی صاحب تم تو سید ہو۔آل رسول ہو۔تمہارا تو وہ مرتبہ ہے کہ لوگ تم سے بیعت ہوں۔مگر افسوس تم مرزا کے مرید ہو گئے۔امام مہدی تو سیدوں میں سے ہوگا۔یہ مغل کہاں سے بن گیا۔یہ دونوں مولوی عباس علی کے ہاتھ چومتے اور دو ایک روپیہ نذرانہ بھی دیتے۔اور کہتے کہ تمہاری شان تو وہ ہے کہ تم درود میں شریک ہو۔مگر افسوس تم کس کے مرید ہو گئے...... (اس پر میر عباس علی کا) اعتقاد متزلزل ہو گیا اور ایمان کی دولت یکسر کھو بیٹھے...... اس کے بعد روز بروز معاندانہ سرگرمیوں میں بڑھتے گئے۔یہاں تک کہ اسی سال ۱۲ دسمبر ۱۸۹۱ء کو انہوں نے ایک مخالفانہ اشتہار بھی شائع کیا جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا تھا (تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۴۴)

میر عباس علی جن کا نام مرزا صاحب کے رجسٹر بیعت میں دوسرے نمبر پر تھا اور جنہوں نے نہ صرف خود بالکل ابتدا میں بیعت کر لی تھی بلکہ اپنے عزیزوں کو بھی مرزا صاحب کی غلامی میں دیا تھا مولانا بٹالوی اور مولانا محمد حسن لدھیانوی کی تبلیغ سے

مرزائیت ترک کر کے آغوش باسلام ہو گئے۔اور اس کے بعد تاعمر تحریک ختم نبوت میں سرگرم رہے۔اللھم اغفرلہ

غزنوی علماء

برصغیر پاک و ہند میں غزنوی علماء کے خاندان کے سربراہ عارف باللہ مولانا عبداللہ غزنوی ہیں جو مضافات غزنی میں ۱۲۳۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ والدین نے آپ کا نام محمد اعظم رکھا۔ آپ بڑے ہوئے تو نام بدل کر عبداللہ رکھ لیا۔ فرمایا کرتے تھے:

محمد کہ اعظم از کائنات افضل از مخلوقات است
ہماں رسول اللہ ہست' تسمیہ ما بعبد اللہ خوب است

کہ محمد کا اسم گرامی حضور ﷺ کو ہی زیبا ہے جو ساری کائنات سے زیادہ عظمت رکھنے والے اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں' میرا نام عبداللہ ہی بہتر ہے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے غزنی کے علماء سے حاصل کی۔ پھر قندھار جا کر شیخ حبیب اللہ قندھاری سے کسب فیض کیا۔ بدعات اور شرکیہ امور سے نفرت کرتے تھے اور عوام کو اتباع سنت کی تلقین کرتے تھے۔ افغانستان کے علماء نے اسی بنا پر آپ کے خلاف محاذ قائم کر لیا۔ قید و بند اور مار پیٹ بھی ہوئی۔ اس پر آپ افغانستان سے ہند چلے آئے اور دہلی جا کر حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ میاں صاحب آپ کے روحانی مقام و مرتبے سے خوب آگاہ تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ عبداللہ حدیث مجھ سے پڑھ گیا اور مجھے نماز پڑھنا سکھا گیا۔

میاں صاحب سے کسب فیض کے بعد اتباع سنت اور رد شرک و بدعت کا جذبہ اور بھی زور پکڑ گیا۔ آپ واپس افغانستان چلے گئے اور قرآن و سنت کی تبلیغ میں پھر مصروف ہو گئے۔ معاصر علماء نے حضور شاہ میں چغلیاں کھا کر وہاں آپ کا جینا حرام

کر دیا۔ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ:

''مولانا سید عبداللہ غزنوی نے حق وصداقت کی راہ میں جو مشقتیں اور اذیتیں اٹھائیں' ان کا تصور بھی دل پر لرزہ طاری کر دیتا ہے۔ وہ تنہا ایک طرف اور پوری مملکت (افغانستان) دوسری طرف۔ مگر مولانا سید عبداللہ مرحوم ومغفور کے پائے ثبات و استقلال میں خفیف سی لرزش بھی رونما نہ ہوئی۔ گھر بار چھوڑ دیا۔ وطن سے نکل آئے' عزیزوں اور خویشوں سے مفارقت گوارا کر لی لیکن جن باتوں کو وہ حق سمجھتے تھے ان سے تمسک برابر قائم رکھا۔'' (سوانح مولانا داؤد غزنوی ص ۳۱)

افغانستان سے ہجرت کر کے آپ اپنے خاندان کے ہمراہ ہند چلے آئے۔ آغا عبدالکریم شورش نے لکھا ہے:

''مولانا عبداللہ غزنوی افغانستان سے جلاوطن ہو کر آئے تھے۔ ابتداء میں دہلی میں رہے۔ پھر لاہور چلے آئے۔ آخر امرتسر کو اپنی مستقل قیام گاہ بنا لیا اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ان کی نیک نفسی' روحانی بلندی اور جرأت واستغنا کے متعلق بے شمار واقعات زبان زد عوام ہیں جن میں سے ایک روایت علامہ اقبال نے بیان کی ہے۔

دہلی میں تھے تو ۱۸۵۷ء کی ساڑھ ستی کا زمانہ تھا۔ گورا فوج نے چاروں طرف گولیوں سے ہلاکت کا طوفان اٹھا رکھا تھا۔ مسجدیں اور ان کے گرد ونواح کا علاقہ خصوصیت سے اس قتل عام کا مرکز تھا۔ ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو آپ مسجد کے حوض پر آ گئے۔ گولیاں چلتی رہیں۔ رائی برابر کھٹکا محسوس نہ کیا۔ اس معجز نما جرات کو دیکھ کر مقتدیوں نے بھی حوصلہ کیا اور گولیوں کی بوچھاڑ میں وضو کر کے نماز میں لگ گئے۔

(سوانح مولانا داؤد غزنوی مرتبہ ابوبکر غزنوی ص ۶۵)

صاحب نزہتہ الخواطر نے آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: ''الشیخ الامام العالم المحدث عبداللہ بن محمد بن شریف الغزنوی۔ الشیخ محمد اعظم الزاھد المجاھد الساعی فی مرضاۃ اللہ المؤثر فی رضوانہ علی نفسہ واھلہ ومالہ واوطانہ صاحب المقامات الشھیرۃ

والمعارف العظیمہ الکبیرۃ۔(نزھۃ الخواطر جلد ہفتم)

مرزا غلام احمد نے اپنی زندگی کے اس دور میں جب کہ اس نے مسیح ومہدی اور نبی ہونے کے دعاوی نہیں کئے تھے' مولانا عبداللہ غزنوی سے نیازمندانہ ملاقاتیں کی ہیں۔ مولانا عبداللہ کی وفات کے بعد وہ ان کے بیٹوں (مولانا عبدالجبار وغیرہ) سے بھی ملنے جاتا رہا ہے۔اس کے دعاوی سے پہلے مولانا عبداللہ فوت ہو چکے تھے' لیکن ان سے ہونے والی ملاقاتوں اور ان سے منسوب ایک کشف کو مرزا صاحب اپنے مفاد کی خاطر استعمال فرماتے رہے۔جیسا کہ لکھتے ہیں:

''عرصہ قریبا ۲۵ برس کا گذرا ہے کہ مجھے گورداسپور میں ایک رؤیا ہوا کہ میں ایک چارپائی پر بیٹھا ہوں اور اسی چارپائی پر بائیں طرف مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بیٹھے ہیں۔اتنے میں میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ میں مولوی صاحب موصوف کو چارپائی سے نیچے اتار دوں۔چنانچہ میں نے ان کی طرف کھسکنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ چارپائی سے نیچے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے۔اتنے میں تین فرشتے آسمان کی طرف سے ظاہر ہوگئے جن میں سے ایک کا نام خیراتیی تھا۔وہ تینوں بھی زمین پر بیٹھ گئے اور مولوی عبداللہ بھی زمین پر تھے اور میں چارپائی پر بیٹھا۔تب میں نے ان سب سے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں تم سب آمین کہو۔تب میں نے یہ دعا کی۔رب اذھب عنی الرجس وطھر نی تطھیرا اس دعا پر تینوں فرشتوں اور مولوی عبداللہ نے آمین کہی۔اس کے بعد وہ تینوں فرشتے اور مولوی عبداللہ آسمان کی طرف اڑ گئے۔ آنکھ کھلتے ہی مجھے یقین ہوگیا کہ مولوی عبداللہ کی وفات قریب ہے اور میرے لئے آسمان پر ایک خاص فضل کا ارادہ ہے۔'' یہ پیش گوئی ۱۸۷۸ میں بتائی گئی ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۸ص ۶۱۵ (نزول المسیح)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں.

''(مولوی عبدالحق) جس شخص کی شاگردی کی طرف اپنے تئیں منسوب کرتا تھا' وہ میرے خیال میں ایک صالح آدمی تھا۔یعنی مولوی عبداللہ صاحب غزنوی۔اور اگر

میرے زمانہ کو وہ پاتا تو میں یقین کرتا ہوں کہ وہ مجھے میرے دعوے کے ساتھ قبول کرتا اور رد نہ کرتا۔مگر وہ مرد صالح میری دعوت سے پہلے ہی وفات پا گیا اور جو کچھ عقیدہ میں غلطی تھی وہ قابل مواخذہ نہیں۔کیونکہ اجتہادی غلطی معاف ہے۔مواخذہ دعوت اور اتمام حجت کے بعد شروع ہوتا ہے۔مگر اس میں شک نہیں کہ وہ متقی اور راست باز تھا۔تبتل اور انقطاع اس پر غالب تھا اور عباد صالحین میں سے تھا...... جب وہ زندہ تھے ایک دفعہ مقام خیر دی میں اور دوسری دفعہ مقام امرتسر میں ان سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ ملہم ہیں۔ ہمارا ایک مدعا ہے۔اس کیلئے آپ دعا کرو مگر میں آپ کو نہیں بتلاؤں گا کہ کیا مدعا ہے۔انہوں نے کہا کہ در پوشیدہ داشتن برکت است و من انشاء اللہ دعا خواھم کردو الہام امر اختیاری نیست اور میرا مدعا یہ تھا کہ دین محمدیؐ روز بروز تنزل میں ہے' خدا اس کا مددگار ہو۔بعد اس کے میں قادیان چلا آیا۔تھوڑے دنوں بعد بذریعہ ڈاک ان کا خط مجھے ملا جس میں یہ لکھا تھا ایں عاجز برائے شما دعا کردہ بود القاء شد وانصرنا علی القوم الکفرین۔فقیر راکم اتفاق مے افتد کہ بدیں جلدی القاء شود ایں از اخلاص شما مے بینم۔

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقۃ الوحی) ص ۲۵۱-۲۵۰)

ایک جگہ مرزا صاحب رقم طراز ہیں۔

''غزنوی افغانوں کی جماعت جو ناپاک خیالات کی بلا میں گرفتار ہیں' ان کیلئے اگر وہ انصاف اور خدا ترسی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں' ان کے والد بزرگوار مولوی عبداللہ صاحب کی شہادت کافی ہے۔ہمارے پاس وہ گواہ موجود ہیں جو حلف سے بیان کر سکتے ہیں کہ مولوی عبداللہ نے اپنے کشف کی رو سے بتلایا تھا کہ ایک نور آسمان سے نازل ہوا اور قادیان کی سمت میں اترا ہے' ان کی اولاد اس نور سے محروم رہ گئی۔اس گواہی میں حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار بھی شریک ہیں جو مولوی عبداللہ صاحب کے دوست اور محسن بھی ہیں۔لہٰذا مناسب ہے کہ عبدالحق غزنوی اور عبدالجبار جو اپنی شرارت اور خباثت سے تکفیر اور گالیوں پر زور دے رہے ہیں اپنے فوت شدہ بزرگ کے کلمات کی

تحقیق کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی وصیت کی نافرمانی کر کے ان کے عاق بھی ٹھہر جائیں۔ اس بزرگ مولوی عبداللہ نے اپنی زندگی کے زمانہ میں میرے نام بھی دو خط بھیجے تھے اور ان خطوں میں قرآنی آیتوں کے الہام کے ساتھ مجھے خوش خبری دی تھی کہ تم کفار پر غالب رہو گے اور پھر وفات کے بعد میرے پر ظاہر کیا تھا' کہ میں آپ کے دعوی کا مصدق ہوں۔ چنانچہ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ انہوں نے میرے دعوی کو سن کر تصدیق کی اور صاف لفظوں میں مجھے کہا کہ جب میں دنیا میں تھا تو میں امید رکھتا تھا کہ ایسا شخص خدا تعالی کی طرف سے ظاہر ہو گا''

(روحانی خزائن جلد ۱۱ ص ۳۴۴)

اور مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے۔

''مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کا ذکر تھا۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ اچھے آدمی تھے۔ مرد صالح تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو ہمارے دعوی کے زمانہ سے پہلے اٹھا لیا تا کہ وہ کسی ابتلا میں نہ پڑیں۔ میں نے ان کو خواب میں دیکھا تھا۔ انہوں نے میری تصدیق کی اور کہا کہ جب میں دنیا میں تھا تو میں ایسے آدمی کے پیدا ہونے کا منتظر تھا'' (ملفوظات جلد ۹ ص ۶۷)

ہم ان تحریروں میں ذکر کردہ کشف والہام کی حقیقت قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔ مرزائی مرزا صاحب کی تحریروں کو اب تک استعمال کئے جاتے ہیں اور بعض مسلمان بھی ان کو غلط رنگ پہناتے ہیں۔ مولانا عبداللہ غزنوی نے اگر کوئی دعا کی ہے تو غلبہ اسلام علی الکفار کیلئے کی ہے۔ اور جب تک مرزا صاحب مسلمان تھے' ان پر لاگو ہوتی ہے۔ جب مرزا صاحب مسلمان نہیں رہے تو دعا ان کے خلاف ہو گئی۔ مرزائی اپنے مرزا صاحب کو اس طریق سے پیش کرتے ہیں گویا مولانا عبداللہ غزنوی مرزا صاحب کے نیاز مند تھے۔ جیسا کہ مورخ احمدیت مولوی دوست محمد شاہد نے لکھا ہے۔

''آپ (مرزا) کے نیاز مندوں میں حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی بھی

تھے۔مگر وہ اب داغ مفارقت دے کر کر اگلی دنیا میں جا چکے تھے"

(تاریخ احمدیت۔جلد دوم ص ۱۶)

یہ بات حقائق کے بالکل الٹ ہے۔مرزا صاحب تو مولانا عبداللہ کے اسوہ سے اپنے لئے دلیلیں نکالا کرتے تھے۔جیسا کہ لکھا ہے "منشی الٰہی بخش اور اس کے دوسرے رفیق اعتراض کرتے ہیں کہ میں بید مشک اور کیوڑہ کا استعمال کرتا ہوں اور اس قسم کی دوائیاں کھاتا ہوں۔تعجب ہے کہ حلال اور طیب چیزوں کے کھانے پر اعتراض کیا جاتا ہے۔اگر وہ غور کر کے دیکھتے اور مولوی عبداللہ غزنوی کی حالت پر نظر رکھتے تو میرا مقابلہ کرتے ہوئے ان کو شرم آجاتی۔مولوی عبداللہ کو بیویوں کا استغراق تھا۔اس لئے انڈے اور مرغ کثرت سے کھاتے تھے' یہاں تک کہ اخیر عمر میں شادی کرنا چاہتے تھے۔میری شہادت مل سکتی ہے کہ مجھے کیوڑہ وغیرہ کی ضرورت کس وقت پڑتی ہے۔میں کیوڑہ وغیرہ استعمال کرتا ہوں جب دماغ میں اختلال معلوم ہوتا ہے یا دل میں تشنج ہوتا ہے.....مگر مولوی عبداللہ جو کچھ کرتے تھے۔یعنی مرغ' انگور' انڈے وغیرہ جو استعمال کرتے تھے' اس کی وجہ کثرت ازدواج تھی اور کوئی سبب نہ تھا"

(ملفوظات طبع ۱۹۸۴۔جلد ۳ صفحہ ۲۹۳)

مولانا عبداللہ غزنوی کثیر العیال تھے اور انہوں نے اپنے کئی صاحبزادوں کو حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث کی خدمت میں کسب فیض کے لئے بھیجا اور وہ سب آسمان علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب بنے' ان میں سب سے زیادہ قبول عام امام عبدالجبار غزنوی کو حاصل ہوا جو اپنے باپ کے جانشین بھی ہوئے۔ان کے زہد و عبادت اور دینی خدمات کی ایک جھلک دکھانے کے لئے ہم ایک واقعہ بروایت ملک حسن علی جامعی بیان کرتے ہیں۔ملک صاحب لکھتے ہیں:

"مولانا شہاب الدین فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد گورنمنٹ کوارٹرز چوبرجی گارڈنز لاہور نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں جب دیوبند میں زیر تعلیم تھا تو ایک دفعہ دارالعلوم ایک ماہ کی رخصتوں کے لئے بند ہوگیا۔مہتمم دارالعلوم نے طلبہ کو اپیل کی کہ

واپسی کے وقت اپنے اپنے علاقوں سے دارالعلوم کے لئے امدادی رقوم فراہم کر کے لائیں۔ میں امرتسر کے سٹیشن پر اتر پڑا اور رات گذارنے کے لئے غزنویوں کی مسجد میں جا ٹھہرا' رات کے دو بجے تہجد کی نماز کے لئے ایک شخص مسجد میں آیا' خشیت و خوف الٰہی کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو مسجد کی چٹائی پر اس طرح ٹپک رہے تھے جس طرح بارش کی وجہ سے چھت سے قطرات ٹپکتے ہیں' چونکہ مسجد میں اندھیرا تھا میں نے دیا سلائی جلا کر معلوم کرنا چاہا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ معلوم ہوا مولانا عبدالجبار غزنوی ہیں۔ مولانا عبدالجبار صاحب اس وقت نماز ختم کر کے مسجد سے نکل گئے تھے۔ صبح میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدعا بیان کیا کہ حضرت میں دیوبند سے آیا ہوں' طالب علم ہوں' اپنے دارالعلوم کے لئے کچھ امداد کا طالب ہوں۔ حضرت مولانا عبدالجبار نے جمعہ کے خطبہ میں چندہ کے لئے اپیل کی' چندہ جمع ہوا اور میرے حوالے کیا۔"

(سوانح مولانا داؤد غزنوی' ص ۱۱۲)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عبدالجبار کی عالی نفسی اور غیر متعصب طبیعت سے دارالعلوم دیوبند بھی فیض یاب ہوا اور ذیل کے واقعہ سے معلوم ہوگا کہ ان کے چشمہ فیض سے آج کے علماء احناف بھی فیض یاب ہو رہے ہیں۔ لاہور میں مشہور ترین مدرسہ جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسن امام عبدالجبار کے شاگرد تھے اور جو لوگ مفتی صاحب کے شاگرد اور شاگرد در شاگرد ہوں گے امام عبدالجبار ان کے دادا اور پردادا استاد ہوں گے (اور چونکہ امام عبدالجبار میاں صاحب کے شاگرد ہیں اس لئے وہ امام عبدالجبار کے شاگردوں کے دادا استاد بنتے ہیں۔ شاید ایسی ہی وجوہ کے باعث سید نذیر حسین صاحب کو وقت کا شیخ الکل بھی کہا گیا ہے) ان مفتی محمد حسن کے صاحبزادے حافظ عبدالرحمان صاحب پروفیسر خالد بزمی کو ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں: حضرت مفتی محمد حسن صاحب حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی کے شاگرد تھے۔ مفتی صاحب ایک زمانے میں ہزارہ میں اپنے ایک استاد مولانا محمد معصوم صاحب سے پڑھتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی نے مولانا محمد معصوم کو مدرس کی حیثیت سے

اپنے مدرسہ غزنویہ میں بلالیا' مفتی صاحب اپنے پہلے استاد مولانا محمد معصوم کے ساتھ ہی اس مدرسے میں چلے آئے۔ یہاں انہیں مولانا عبدالجبار غزنوی سے پڑھنے کا موقع ملا اور انہوں نے دورہ حدیث کی تکمیل یہیں کی۔ یہاں مولانا داؤد غزنوی اور مفتی محمد حسن صاحب دونوں ہم درس تھے۔" (سوانح مولانا داؤد غزنوی' ص ۱۸۹۔۱۹)

قارئین' امام عبدالجبار کا مقام تحریک ختم نبوت میں بہت ارفع ہے۔ آپ فروری ۱۸۹۱ء ہی سے مرزا غلام احمد کے مقابل سرگرم عمل ہو گئے تھے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کے اس خط سے ظاہر ہوتا ہے جو ہم پہلے درج کر چکے ہیں' جب مولانا عبدالحق نے مرزا کو مباہلے کا چیلنج کیا تو اس وقت بھی مرزا کا یہی خیال تھا کہ یہ چیلنج امام عبدالجبار صاحب ہی کی سرپرستی میں دیا گیا ہے۔ آپ کا اسم گرامی ان مفتیان کرام میں بھی شامل ہے جنہوں نے ۱۸۹۲ء میں مرزا کے خلاف متفقہ فتوی تکفیر دیا تھا اور مرزا صاحب اپنی کتب میں جابجا آپ کا ذکر کرتے رہے ہیں۔ بطور مثال ان کی ایک عبارت ملاحظہ فرمالیجئے:

"اے گمراہ عبدالجبار نام' تو خدا کے قہر سے کیوں نہیں ڈرتا۔ کیا گھن دار داڑھی کے ساتھ تکبر کرتا ہے' یا تیرا مشیخت پر ناز ہے' کیا تو اپنے تئیں عورتوں کی طرح چھپاتا ہے اور اپنے جرد کو ہمارے پر چھوڑتا ہے' کیا اس مکر کے ساتھ لوگ تیری شان بلند خیال کریں گے' یا تیری معرفت بہت خیال کی جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تیری ذلت کا موجب ہے اور تیرے خسران کا سبب ہے۔ اپنے تئیں تو بہت نیک آدمیوں میں سے خیال کرتا ہے اور بدبختوں کے طریق پر چلتا ہے' فاسقوں کی طرح تو زندگی بسر کرتا ہے۔ اے گمراہ' یہ وقت توبہ کا ہے' تیرا دل زنگ پکڑ گیا' تیرے عملوں اور تیرے مال نے تجھے ہلاک کیا' یہاں تک کہ تیرے تکبر نے تیری شکل کو متغیر کر دیا' تو ایک بھیڑیا ہے' نہ انسان کی قسم اور شریروں میں سے ہے۔" روحانی خزائن جلد ۱۲ (حجۃ اللہ) ص ۲۰۲۔۲۰۳)

چند اور عبارات بھی ملاحظہ فرمالیجئے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"عبدالحق و عبدالجبار غزنویان وغیرہ مخالف مولویوں نے بھی وہ نجاست کھائی' اے بدذات یہودی صفت (عبدالحق) اے خبیث تو کب تک جیے گا۔ رئیس الدجالین

عبدالحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ علھیم نعال من اللہ الف الف مرہ (ان پر دس لاکھ مرتبہ خدا کی لعنتوں کے جوتے پڑیں) اے نادانو' آنکھوں کے اندھو' مولویت کو بدنام کرنے والو۔ یہودیوں کے لئے خدا نے اس گدھے کی مثال لکھی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں' مگر یہ (غزنوی) گدھے ہیں۔ اے کسی جنگل کے وحشی (عبدالحق)' اے بدذات خبیث' اے بدبخت مفتریو' یہ جاہل اور وحشی فرقہ (غزنویاں) اب تک کیوں شرم وحیا سے کام نہیں لیتا۔ کیا...... اب تک عبدالحق کا منہ کالا نہیں ہوا؟ کیا اب تک غزنویوں کی جماعت پر لعنت نہیں پڑی؟ بے شک خدا نے ان لوگوں کو ذلت کی روسیاہی کے اندر غرق کر دیا۔ عبدالحق غزنوی اور عبدالجبار جو اپنی شرارت اور خباثت سے تکفیر اور گالیوں پر زور دے رہے ہیں' اب عبدالحق غزنوی کو کچھ کھا کر مر جانا چاہیے۔'' (روحانی خزائن' جلد ۱۱ (انجام آتھم) ص ۳۲۹_۳۴۴)

چلتے چلتے یہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے' مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''عبدالحق غزنوی' ایک چوہا ہے' شیروں کو اپنے سوراخ میں آواز سے ڈراتا ہے...... شیطان نے اس کی آنکھ پر مارا' پس آنکھ نکال دی اور وہ مرغی کی طرح آواز کر رہا ہے...... ظالموں کے طریق پر چلتا ہے' اس کو غزنویوں میں سے ایک اور شیطان نے سکھایا ہے (امام عبدالجبار کی طرف اشارہ ہے) تو نے مجھے دکھ دیا' پس خدا تجھے ہلاک کرے۔ تو نے مجھ سے دشمنی کی' پس خدا تجھے تباہ کرے...... تو نے کوئی دقیقہ گالی اور ایذا کا اٹھا نہیں رکھا' تو نے مجھے دکھ دیا' پس امر کو انتہا تک پہنچا دیا...... اے غزنی کے بندر آتھم کہاں ہے' اس کے قبیلہ سے پوچھ' مگر تو کتوں کی طرح تھا۔ کیا تو وہی نہیں جس کو میں زمانہ قدیم سے جانتا ہوں' فطرت کا غبی' دل کا سفیہ' بہت بک بک کرنے والا۔ اے احمقوں کے فضلے' پس ہمیں بتلا کہ کب تو پانی میں سے نکلا...... مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور کاذب جھوٹ کے زہر سے مر جاتا ہے۔ تو نے بدکار عورتوں کی طرح اپنی زبان درازی کی۔ اے دیو' تو نے اپنے پر ظلم کیا' تو خنزیر کی طرح حملہ کرتا ہے اور گدھوں کی طرح آواز دیتا ہے' تو نے بدکار عورت کی طرح رقص کیا' میں تمہیں بھیڑیئے کی طرح

دیکھتا ہوں یا کتے کی طرح حملہ میں' اور تمہارا کلام گدھے کی آواز سے مشابہ ہے۔ میں نے بہت لئیم دیکھے مگر میں نے تیرے جیسا بدخو کوئی نہیں دیکھا۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۲ (حجۃ اللہ جلد ۹ ص ۱۷۲۔۲۴۰)

قارئین آگے بڑھنے سے قبل یہ بات سمجھ لیجئے کہ درج بالا عبارت میں مرزا صاحب نے مولانا عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے لکھا' مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور کاذب جھوٹ کے زہر سے مرجاتا ہے۔ یہ عبارت ۱۸۹۷ء کی ہے' مولانا عبدالحق اس کے بیس سال بعد فوت ہوئے اور مرزا صاحب گیارہ سال بعد۔ کاذب اور مفتری کون ہوا؟ پہلے مرنے والا یا بعد میں مرنے والا؟

شاید آپ کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب کا ذہن کیوں بگڑا ہوا تھا' اس لئے کہ غزنویوں نے نہ صرف ان سے مباہلہ کر رکھا تھا بلکہ ایسے ایسے چیلنج بھی دے رکھے تھے جنہیں صرف وہی شخص منظور کر سکتا تھا جو روحانیت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہو۔ مرزا صاحب جس طرح کی شخصیت تھے ان کے بس سے معاملہ باہر تھا' اس لئے وہ اپنے دل کا غبار ایسی عبارتوں کی صورت میں نکال لیا کرتے تھے۔ جن چیلنجوں کا میں نے ابھی ذکر کیا وہ اس اشتہار میں دیئے گئے تھے جو ۱۸۹۷ء میں حضرت مولانا عبدالحق غزنوی نے ''ضرب النعال علی وجه الدجال'' کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ مرزا صاحب کو جب یہ اشتہار موصول ہوا تو انہوں نے ذب المفترین کے عنوان سے اس پر تبصرہ فرمایا جو ان کی کتاب حجۃ اللہ میں شامل ہے جو ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ کو شائع ہوئی۔ اس تبصرے میں مرزا صاحب نے مولانا غزنوی کے اشتہار سے اقتباسات نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب نے مرزا صاحب کو کہا تھا کہ چلو ہم دونوں پانی میں قدم رکھیں' جو جھوٹا ہے ڈوب جائے گا' اور سچے کے لئے خدا تعالیٰ پانی پر راستہ بنا دے گا۔ یا آؤ' دونوں جلتی آگ میں داخل ہو جائیں جو جھوٹا ہوگا جل جائے گا اور سچے کے لئے آگ گلزار بن جائے گی۔ یا آؤ ہم دونوں ایک مہینہ تک کسی کوٹھری میں بند ہو جائیں جو جھوٹا ہوگا بھوک سے مر جائے گا اور سچے کو خدا تعالیٰ

غیب سے رزق مہیا کر کے زندہ رکھے گا۔ (دیکھئے روحانی خزائن جلد ۱۲ص ۱۵۳ اور ۲۲۰)

اس چیلنج پر مرزا صاحب کی بے بسی دیکھنے کے قابل ہے۔ انہوں نے سو صفحات سے زائد عربی اور اردو نظم ونثر میں سیاہ کر دیئے' جس میں مولانا عبدالحق غزنوی اور امام عبدالجبار غزنوی کو برا بھلا کہنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی (جس کا نمونہ قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں) لیکن ان کے قلم سے ایک بھی ایسی سطر نہیں نکل سکی جس میں کہا گیا ہو کہ مجھے یہ چیلنج منظور ہے۔ مقام اور وقت کا تعین کر کے مجھے اطلاع دے دی جائے' میں پہنچ جاؤں گا۔

اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی' ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ' رکن شوری دارالعلوم دیو بند لکھتے ہیں: ''غزنوی خاندان سے ہمارے خاندان کے روابط بہت قدیم اور عزیزانہ ہیں۔ ہندوستانی میں اس خاندان کے نامور اور مخلص بانی مولانا سید عبداللہ غزنوی سلوک میں مولانا حبیب اللہ قندھاری کے خلیفہ تھے اور مولانا قندھاری کا روحانی تعلق وتلمذ حضرت سید احمد شہید سے تھا۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی اور ان کے فرزندار جمند مولانا سید عبدالجبار غزنوی کا ذکر خیر اور ان کے اخلاص وتوکل اور ان کی تجرید وتوحید کے دلآویز واقعات میں نے بچپن ہی میں اپنے خاندان کے بزرگوں سے سنے تھے۔ والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحی کی شہرہ آفاق' عربی تصنیف نزھۃ الخواطر کی آٹھویں جلد میں مولانا سید عبداللہ غزنوی صاحب کا بہت اچھا ترجمہ ہے۔ مصنف نے اس ترجمہ میں نہایت بلند کلمات جو وہ اکابر اولیاء اللہ کے متعلق استعمال کرتے ہیں استعمال کیے ہیں۔

مولانا عبدالجبار صاحب کے متعلق میں نے عرصہ ہوا دو واقعات سنے تھے' جن کے راوی نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی مرحوم ہیں۔ ایک واقعہ تو یہ کہ جب ندوۃ لعلماء کا امرتسر میں پہلا جلسہ ہوا تو مولانا سید عبدالجبار صاحب بقید حیات تھے اور قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ یہ درس بہت سادہ اور بے تکلف ہوتا تھا۔ مولانا شبلی نعمانی ایک مرتبہ اس درس میں شریک ہوئے' واپس آ کر انہوں نے

شیروانی صاحب سے بیان کیا کہ مولانا عبدالجبار صاحب اپنی زبان سے جب اللہ تعالی کا نام لیتے تھے اور نام پاک اللہ ان کی زبان سے نکلتا تھا تو بے اختیار جی چاہتا تھا کہ سر ان کے قدموں پر رکھ دیا جائے۔

دوسرا واقعہ یہ تھا کہ ندوۃ العلماء کے جلسہ میں شریک ہونے والے علماء اور باہر کے مہمانوں کی کسی جگہ دعوت تھی۔ ایک بہت بڑا طویل دالان تھا، جس میں کئی درجے تھے۔ ایک طرف کے بیٹھنے والے دوسری طرف کے بیٹھنے والوں کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ایک درجہ میں مولانا سید محمد علی مونگیری بانی و ناظم ندوۃ العلماء شریک دستر خوان تھے، دوسری طرف ایک دوسرے درجہ میں کچھ اور مہمان تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مولانا محمد علی صاحب مونگیری نے شیروانی صاحب سے پوچھا کہ جس طرف آپ بیٹھے ہوئے تھے اس طرف اور کون کون تھا۔ انہوں نے چند معززین علماء کا نام لیا' مولانا محمد علی صاحب ہر ایک نام پر فرماتے جاتے تھے کہ کوئی اور بھی تھا؟ جب انہوں نے مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی کا نام لیا تو مولانا نے فرمایا کہ ہاں اسی وجہ سے میرا دل بے اختیار اس طرف کھنچ رہا تھا۔'' (سوانح مولانا داؤد غزنوی ص ۲۳۔۲۴)

حضرت مولانا عبداللہ غزنوی مرزا صاحب کے دعاوی سے پہلے فوت ہو چکے تھے اس لئے ان کو تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کا موقع نہیں ملا۔ ان کے صاحبزادوں نے تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان میں مولانا عبدالجبار غزنوی' مولانا عبدالغفور غزنوی' مولانا عبدالواحد غزنوی شامل ہیں۔ ان بزرگوں نے متفقہ فتوی تکفیر پر دستخط کئے اور تقریر و تحریر سے تحریک میں سرگرم رہے۔ مولانا عبدالحق غزنوی اس خاندان کے منتسبین میں سے تھے جنہیں مرزا کے ساتھ مباہلہ کرنے کا لازوال شرف حاصل ہوا۔ اس خاندان نے دراصل مرزا کے دعاوی سے پہلے ہی اس کی اصلاح کی کوششیں شروع کر رکھی تھیں۔ جیسا کہ ملفوظات مرزا میں لکھا ہے۔

''ایک دفعہ جب آپ (مرزا صاحب) امرتسر میں تھے تو غزنوی گروہ کے چند مولویوں نے آپ کو چائے دی۔ چونکہ حضرت اقدس (مرزا) کے دائیں ہاتھ میں بچپن

سے ضرب آئی ہوئی تھی اور ہڈی کو صدمہ پہنچا تھا' آپ نے بائیں ہاتھ سے پیالی لی۔ تو اس پر غزنوی صاحبان نے فوراً بلا وجہ دریافت کئے کہنا شروع کیا کہ یہ خلاف سنت ہے۔ آپ نے ان کو سمجھایا کہ آداب اور روحانیت بھی سنت ہے۔ پھر ان کو اصل وجہ بتلادی گئی'' (ملفوظات جلد۴ ص۳۔۲۰۲)

غزنویوں نے مرزا صاحب کی تردید کا مشن اس کے دعاوی کے بعد شد و مد سے شروع کیا اور مرزا صاحب کی طرف سے تنقید اور لعنت کی دعاؤں کا ہدف بھی بنے۔ امام عبدالجبار اور مولانا عبدالواحد کے بعد مولانا داؤد غزنوی اور مولانا عبدالغفار غزنوی بھی اس مشن میں سرگرم رہے۔ اللہ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا محمد بشیر سھسوانیؒ

مولانا محمد بشیر ۱۲۵۰ھ کے گرد وپیش پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد بدرالدین طب اور علوم شریعت میں وسعت نظر رکھتے تھے۔ سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق تک منتہی ہے۔ مولانا محمد بشیر دس برس کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ سھسوان میں مولانا سید امیر حسن محدث سے پڑھا۔ علمائے فرنگی محل سے پڑھا۔ ادب و جملہ معقولات مولانا ہدایت اللہ خان صاحب رامپوری سے پڑھے۔ فقہ وحدیث کی تکمیل حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث سے کی۔ سند واجازہ علامہ شیخ حسین عرب یمنی، شیخ احمد مشرقی اور مولانا محمد صاحب سہارنپوری مہاجر مکہ سے بھی حاصل ہوا۔ ابتدا کچھ مدت تک رہ تقلید پر چلے۔ مگر جلد ہی ادھر سے ہٹ کر جادۂ سنت پر گامزن ہوگئے اور یہ منزل اس پامردی سے قطع کی کہ ایک عالم کو حیرت میں ڈال دیا۔ ایک مدت تک آگرہ کے ایک کالج میں فارسی اور عربی کے استاد رہے۔ پھر حجاز چلے گئے اور واپسی پر حضرت نواب سید صدیق حسن خاں کے پاس بھوپال چلے گئے اور محرم ۱۲۹۵ھ میں عہدہ افسری مدارس ریاست آپ کو تفویض کیا گیا۔

حدیث وتفسیر کا درس دیتے، زمانہ قیام بھوپال میں ہر دوشنبہ کو خواتین کیلئے وعظ فرماتے۔ نواب صاحب اور نواب شاہجہان بیگم کی وفات کے بعد دہلی چلے گئے اور ۱۶ سال تک حوض والی مسجد میں حدیث وتفسیر کا درس دیتے رہے۔ اسی زمانے میں فاتحہ خلف الامام پر وہ سلسلہ جاری فرمایا جو تین ماہ تک روزانہ صبح بطور درس ہوتا رہا۔ یہ تقریر بعد میں کتابی صورت میں برہان العجاب فی فرضیۃ ام الکتاب کی صورت میں شائع ہوئی۔ حج بیت اللہ سے واپس آئے تو ایک مختصر رسالہ القول المحقق المحکم فی زیارة

قبر الحبیب المکرم شائع کیا جس کا موضوع منع شد رحال برائے زیارۃ قبر النبی تھا۔ اس پر مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی سے کتابی مناظرہ ہوا جنھوں نے آپ کے بالمقابل الکلام المبرور لکھی۔ مولانا محمد بشیر نے اس کے جواب میں القول المنصور لکھی جس کا جواب مولانا لکھنوی نے المذھب الماثور کے عنوان سے دیا۔ جواب میں مولانا محمد بشیر نے اتمام الحجۃ لکھ کر خاتمہ سخن ہی کر دیا۔ اگرچہ اس کا جواب بھی ادھر سے دیا گیا مگر اس حد تک مبہم کہ درخور اعتنا نہ ٹھہر سکا۔

ڈپٹی نذیر احمد مترجم قرآن جو اپنے تبحر علمی کی وجہ سے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے مولانا محمد بشیر کی ایک تقریر سن کر فرمانے لگے' ہاں یہ البتہ مولوی ہیں'' اور سید اقتدار احمد سھسوانی کو فرمایا کہ میرا ترجمہ قرآن ان کو دکھاؤ۔ اگر یہ غلطی نکالیں تو مان لوں گا۔ نیز وہ کئی ماہ تک مولانا بشیر کے درس قرآن میں شریک ہوتے رہے اور فرماتے یہ ملانے مولوی محمد بشیر کے بیان کو کیا سمجھتے ہیں۔ اس کی قدر مجھ سے پوچھو جو ان سے قرآن پڑھ رہا ہوں۔

مولانا کی دیگر تصانیف یہ ہیں۔ ''صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ الدھلان'' القول المحمود فی رد جواز السود۔ (تراجم علماء حدیث ہند)

مرزا غلام احمد قادیانی سے آپ کا تحریری مناظرہ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دہلی میں ہوا' جس کا موضوع حیات و ممات مسیح تھا۔ آپ کے دلائل سے لاچار ہو کر مرزا صاحب مناظرے کو نامکمل چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔

اس مناظرے کی مکمل کیفیت آپ نے الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح کے نام سے شائع کرائی' جو بعد میں تحریک ختم نبوت کے کارکنوں اور قائدین کیلئے بے حد فائدہ مند ثابت ہوتی رہی۔ اس مناظرے کو مباحثہ دہلی بھی کہا جاتا تھا۔ اس کی روئیداد مرزائیوں نے بھی شائع کی تھی جیسا کہ مولانا عبداللطیف مسعود (ڈسکہ) ہفت روزہ ختم نبوت ۲۹۔ اگست ۹۷ء کے شمارہ کے ص ۲۴ پر رقم طراز ہیں۔ ''مباحثہ دہلی خود قادیانی کا مطبوعہ ہے۔ اس کو ملاحظہ کر کے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب اس مباحثہ

سے از خود فرار ہو گئے''

۱۸۹۱ء میں جاری ہونے والے مرزا غلام احمد پر فتویٰ تکفیر پر جن لوگوں نے دستخط فرمائے تھے ان میں مولانا محمد بشیر کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔اور ۱۸۹۶ء میں جن بزرگوں کو مباہلے کا چیلنج دیا گیا تھا ان میں مولانا محمد بشیر بھی شامل ہیں۔آپ کی وفات مرزا کی وفات کے ایک سال بعد یعنی ۱۳۲۶ھ میں ۲۹ جمادی الاول کو ہوئی اور آپ اپنے گرامی قدر استاد سید نذیر حسین محدث کے جوار میں شیدی پورہ (دہلی) کے قبرستان میں دفن ہوئے۔اللھم اغفرلہ۔

مولانا رشید احمد گنگوہی

تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں جن بزرگوں نے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں ان میں ایک مولانا گنگوہی ہیں۔ آپ بانیان دارالعلوم دیوبند میں سے ہیں اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کی وفات کے بعد دارالعلوم کے سرپرست رہے ہیں۔ اس کے علاوہ سہارنپور میں مدرسہ مظاہرالعلوم بھی آپ کی سرپرستی سے فیض یاب رہا۔ اور برصغیر میں تعلیم حدیث میں بھی آپ کی خدمات نمایاں ہیں' کیونکہ احناف کے مدارس میں حدیث کا جو دورہ کرایا جاتا ہے وہ آپ ہی نے متعارف کرایا تھا۔ برصغیر میں ان کا بہت احترام کیا جاتا تھا اور بعض بڑے مسلمان کے مرتب کی روایت کے مطابق مرزا غلام احمد بھی اپنے دعاوی سے قبل آپ کے نیاز مندوں میں شامل تھا۔ ۱۸۸۴ء میں جب احناف میں مرزا صاحب کے بارے میں بحث شروع ہوئی تو آپ نے بڑی حد تک مرزا کا دفاع کیا اور اسے مرد صالح قرار دیا۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے مسیحیت کا دعوی کیا تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے ایک استفتاء مرتب کیا اور سید نذیر حسین سے اس کا جواب حاصل کیا۔ اس فتوے پر مولانا گنگوہی نے بھی دستخط فرمائے اور مرزا صاحب کے کفر پر اتفاق کیا اور اس طرح اپنے سابقہ نظریے سے دستبردار ہوگئے۔ دعوی مسیحیت کے بعد مرزا صاحب آپ کو تنقید و تشنیع کا نشانہ بنانے لگے اور مباحثوں کے چیلنج دینے لگے۔ مولانا گنگوہی اس دور میں ایک بزرگ عالم کی حیثیت رکھتے تھے اور اشتہار بازی وغیرہ سے طبعًا دور تھے۔ نہ ہی ان کی طبیعت دو بدو قسم کے مناظروں پر مائل تھی' لیکن مرزا کے خلاف انہوں نے اپنے مزاج کے برعکس ایسی سرگرمیوں پر آمادگی ظاہر کی۔ کوئی مباحثہ تو نہ ہو سکا تاہم لگتا ہے کہ اشتہار بازی ہوتی رہی اور چونکہ آپ کا اثر

سارے دیوبندی حلقے پر تھا اور مرزا صاحب جانتے تھے کہ آپ کی مخالفت کا اثر کیا ہو سکتا ہے' اس لئے وہ آپ سے بہت نالاں تھا۔ جیسا کہ درج ذیل اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے

ایک جگہ مرزا صاحب اپنے نمایاں مخالفوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

''ان میں سب سے آخری شخص وہ شیطان' اندھا اور بہت گمراہ کن دیو ہے جس کو رشید گنگوہی کہتے ہیں اور وہ امروہی کی طرح شقی اور ملعونوں میں سے ہے''

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱)

ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں :۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اٹھا اور ایک اشتہار میرے مقابل نکالا' اور جھوٹے پر لعنت کی اور تھوڑے دنوں بعد اندھا ہو گیا۔'' (نزول المسیح)

مرزا نے ایک موقع پر مولانا گنگوہی کے خلاف ایک اشتہار شائع کیا جس کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔

''ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ میاں رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی ایمان داری پرکھنے کیلئے' جنہوں نے اس عاجز (مرزا) کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا ہے کہ یہ شخص کافر' دجال اور شیطان ہے۔ (انوار الاسلام طبع ۱۸۹۴ء)

آپ مرزا صاحب کے نمایاں مخالفوں کی فہرست میں ۱۸۹۱ء میں ہی شامل ہو گئے تھے جیسا کہ دوست محمد شاہد نے لکھا ہے

''۲۶۔ مارچ ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ تمام مشہور علماء بالخصوص مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی عبدالعزیز لدھیانوی' مولوی غلام دستگیر قصوری کو تحریری مباحثہ کا چیلنج دیا''

(تاریخ احمدیت جلد ۲ ص ۲۰۶)

اور ڈاکٹر بشارت احمد نے لکھا ہے۔

''اربعین نمبر ۲ آپ (مرزا) نے ۲۷ دسمبر ۱۹۰۰ء کو شائع فرمایا۔ یہ بجائے اشتہار

کے خاصا رسالہ ہے۔ (اس میں متنازعہ مسائل کے فیصلہ کے لئے مرزا صاحب نے لکھا) کہ خدا کی گواہی کے ساتھ فیصلہ کرلیں۔ اور اس طریق میں یہ ضروری ہوگا کہ کم از کم چالیس نامی مولوی جیسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی نذیر حسین دہلوی' مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی' مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ایک تحریری اقرار نامہ بہ ثبت شہادت پچاس معزز مسلمان کے اخبار کے ذریعہ اشتہار دیں'' (مجدد اعظم)

مولف تاریخ احمدیت ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ ''حضرت اقدس (مرزا) نے خدا کے نشان کی یوں تکذیب دیکھی تو آپ نے ٦۔ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ تین بڑے علماء (شیخ محمد حسین بٹالوی' مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی) کو انعامی چیلنج دیا''

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مرزا نے ۱۸۹٦ء میں ایک مباہلے کا چیلنج دیا تھا۔ یہ مباہلہ ہوا نہیں تھا لیکن مرزا صاحب ان تمام لوگوں کے شب و روز پر نظر رکھتے تھے جو اس مباہلے کیلئے مخاطب تھے۔ جب کوئی فوت ہو جاتا یا کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا تو مرزا صاحب اور مرزائی اسے اس (نا ہونے والے) مباہلے کا اثر قرار دیتے۔ اسی بنا پر دوست محمد شاہد نے لکھا ہے۔

جو معاند علماء یا گدی نشین اپنی مخالفت پر بدستور قائم رہے ان کو اپنے جرم کی پاداش میں کسی نہ کسی سزا کو بھگتنا پڑا۔ چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی پہلے اندھے ہوئے۔ پھر سانپ کے ڈسنے سے مرے''

مرزا غلام احمد نے خود بھی آپ کی وفات کو یک طرفہ مباہلے کا اثر قرار دیا ہے۔ یہ مباہلہ ہوا نہیں تھا اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اگر مباہلہ نہ ہونے کے باوجود چند مدعوین کا مرزا کی زندگی میں فوت ہو جانا اس کی صداقت اور مسلمانوں کے کذب کی نشانی ہے تو مدعوین میں سے جو لوگ مرزا کی وفات کے وقت زندہ تھے ان کی زندگی مرزا کے کذب کی نشانی کیوں نہ قرار دی جائے۔

مولانا محمد اسماعیل علی گڑھیؒ

مولانا اسماعیل کے کچھ حالات زندگی تراجم علمائے حدیث ہند سے آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ صاحب تراجم نے لکھا ہے کہ علی گڑھ میں ایک بزرگ بنام مولانا شاہ عبدالجلیل شہید علیہ الرحمتہ اکابر علماء سے تھے جو علوم ظاہر کے ساتھ فیوض باطن سے بھی متمتع تھے۔ معقولات میں مولانا بزرگ علی مارہروی کے شاگرد اور حدیث وفقہ میں مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی سے مستفیض تھے۔ خلافت حضرت سید احمد بریلوی نے عطا فرمائی تھی۔ جامع مسجد علی گڑھ کی امامت تفویض تھی کہ اس وقت کے معیار کے مطابق یہ بہت بڑا منصب تھا۔ مولانا شاہ عبدالجلیل کو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی علم برداری نصیب ہوئی۔ میدان دغا میں اترے' جہاد کیا' یہ جنگ سونپال کے باغ (جو پختہ سڑک آگرہ کو گئی ہے) پر ہوئی جس میں فائز بہ شہادت ہوئے۔ مسلمانان علی گڑھ نے آپ کی نعش مبارک آپ کے دوسرے رفقا کی لاشوں کے ساتھ جامع مسجد میں دفن کی۔ سال شہادت ۱۲۷۳ھ ہے

ہمارے مولانا محمد اسماعیل آپ کے خلف الصدق ہیں جن کا سن ولادت ۱۲۶۴ھ ہے' ایسے جلیل القدر باپ کے فرزند' اس پر دینی وجاہت کے موقر' دولت علم سے مالا مال۔ آپ نے قرآن مجید بچپن ہی میں حفظ کر لیا تھا۔ فارسی اپنے والد شاہ صاحب سے پڑھی تھی کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ برپا ہوا' جس میں شاہ (عبدالجلیل) صاحب نے جام شہادت نوش فرمایا۔ مع والدہ اور بھائیوں کے تین برس تک چھپے پھرے۔ یہ گردش اس وقت سکون میں آئی جب معافی کا اعلان ہو گیا' مگر اس وقت تک آپ کے جملہ مکانات مسکونہ و دیگر املاک نیلام ہو چکی تھی' جس کے بعد مادی زندگی کا سہارا صرف ریاست

چھتاری کا وظیفہ تھا' مگر اتنا کافی تھا کہ جس کے پس انداز سے نیلام شدہ مکانات نئے مالکوں سے ازسرنو خرید لئے گئے۔ عزت علی خاں صاحب نے نیلام خرید کر کے مولوی محمد اسماعیل صاحب کو بذریعہ بیع واپس کر دیا۔ شہر کی جامع مسجد کی امامت آپ ہی کو تفویض تھی' اور ابھی تک دستور قدیم کے مطابق علی طریق الاحناف نماز پڑھاتے تھے کہ بریلی کے ایک بزرگ حافظ ظہور صاحب نے جامع مسجد کی ایک جہری نماز میں آمین بالجہر کہہ ڈالی' جس سے تمام مقتدی چراغ پا ہونے لگے۔ مولوی صاحب نے ہر چند سمجھایا کہ اگر واقعی تمہاری غرض اس (آمین) کے روکنے کی ہے تو معاملہ کو طول نہ دو' مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر گھر گھر آمین کے چرچے ہونے لگے۔ اس عرصہ میں ملا خدا بخش' حاجی وزیر محمد اور حافظ محمد تقی چند اشخاص کی معیت میں مولوی (اسماعیل) صاحب کی خدمت میں استفتا آمین بالجہر لے کر حاضر ہوئے' جس پر آپ نے بلا تامل صاد کر دیا۔ اب شہر کی اکثر مسجدوں میں یہ سنت جاری ہو گئی' مگر ادھر مخالفین کا دباؤ بھی بڑھتا گیا' تا آنکہ مولوی لطف اللہ مرحوم (حنفی عالم) نے تحریری مقابلہ شروع کر دیا' جس میں جواب الجواب تک نوبت پہنچی۔ اس کے بعد حریفوں نے کلکٹر ضلع کو شاہ عبدالجلیل کے ''جرم شہادت'' پر توجہ دلاتے ہوئے ان کے صاحبزادے (مولانا اسماعیل) کے خلاف بھڑکایا' مگر اس میں بھی پوری ناکامی ہوئی۔ اس وقت تک مولوی (اسماعیل) صاحب بالکل کھل چکے تھے۔ اب جماعت (اہل حدیث) کو یوما فیوما ترقی ہونے لگی۔ جامع مسجد اور عیدگاہ کے امام آپ ہی رہے' ادارہ انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڑھ میں برسوں رہے تا آنکہ سرسید احمد خاں سے کسی بات پر چل گئی' جس کے بعد سید صاحب کے اصرار پر بھی راضی نہ ہوئے۔

آپ کی تصانیف میں اثبات الجهر بالتا مين عن الاحناف المحققين' الكلام الرزين فى الرد على القول المتين 'مقلدین کے رد میں اور اعلاء الحق الصريح بتكذ يب مثيل المسيح مرزا صاحب قادیانی کی تردید میں اور رفع الالتباس عن بعض الناس امام بخاری کی نصرت میں لکھیں:

مولوی اسماعیل صاحب کا زمانہ حیات حضرت والا جاہ نواب صدیق حسن مرحوم کی علمی سرگرمیوں اور اہل علم کی قدر افزائیوں کا تھا۔ مولانا اسماعیل کے تبحر علمی کی دھوم بھوپال تک پہنچ گئی۔ نواب صاحب نے قاضی شہر کا عہدہ پیش کیا' مگر آپ کو اپنے سرپرست قدیم نواب محمد علی خان (چھتاری) کی مفارقت گوارا نہ ہوئی ......تاریخ وفات ۱۷/شوال ۱۳۱۱ھ ہے۔ چار صاحبزادے چھوڑے جن میں سے مسند علم وتبلیغ پر مولوی محمد عثمان صاحب متمکن ہوئے: (بعدازاں) مولوی محمد عثمان صاحب جامع مسجد وعیدگاہ کی امامت کے منصب سے خود ہی دستبردار ہو کر اہل حدیث (موتی) مسجد میں امام وخطیب ہو گئے۔

مولانا اسماعیل کی القول الصریح۔ ۱۳۰۹ھ میں ۴۴ صفحات پر شائع ہوئی تھی۔ اس میں مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت کی تکذیب کی گئی تھی ......اور انہوں نے آیات قرآن میں جو تحریفات کی تھیں ان کی نشان دہی کی گئی تھی۔

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی

آپ کا پورا نام محی الدین عبدالرحمٰن ہے۔ حافظ محمد لکھوی کے فرزند ارجمند' مولانا عبداللہ غزنوی سے فیض یافتہ اور حضرت سید محمد نذیر حسین محدث کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور عارف باللہ سمجھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مرزا صاحب کے دعاوی کے آغاز میں ہی تحریک ختم نبوت میں سرگرم ہو گئے اور بقول مولوی نوردین ان تین افراد میں شامل ہیں جن کو پنجاب میں مرزا جی کی مخالفت میں بڑا جوش ہے۔ (روحانی خزائن جلد۳ ازالہ اوہام حصہ دوم) ص ۶۳۰) خود مرزا صاحب نے آپ کا ذکر اپنے اس خط میں کیا ہے جو انھوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی کو مارچ ۱۸۹۱ء میں لکھا تھا جس میں کہا گیا کہ ''مجمع بحث میں وہ الہامی گروہ بھی ضرور شامل ہونا چاہیے جنھوں نے اپنے الہامات کے ذریعے اس عاجز کو جہنمی ٹھہرایا ہے۔ الہام کی رو سے کافر و ملحد ٹھہرانے والے مولوی عبدالرحمٰن لکھوی ہیں۔''

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک ختم نبوت کے آغاز ہی میں مولانا لکھوی نے مرزا صاحب کے عقائد کا جائزہ لے کر ان کے گمراہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ مرزا صاحب کو اس پر سخت غصہ آیا اور انھوں نے ازالہ اوہام میں آپ کو خوب سخت سست کہا اور آپ کے اعلان کو شیطانی اثرات کا حامل قرار دیا۔ انھوں نے لکھا:

''جب خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو عیسیٰ یا مثل عیسیٰ کر کے پکارا تو سب کے شدت طیش اور غضب کی وجہ سے چہرے سرخ ہو گئے اور سخت درجہ کا اشتعال پیدا ہو کر کسی نے اس عاجز کو کافر ٹھہرا دیا اور کسی نے اس عاجز کا نام ملحد رکھا' جیسا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب خلف مولوی محمد لکھو کے والا نے اس عاجز کا نام ملحد رکھا اور جا بجا یہ بھی ذکر کیا کہ

یہ شخص بہت خراب آدمی ہے۔ چنانچہ ایک شخص عبدالقادر نام شرقپور ضلع لاہور کے رہنے والے کے پاس بھی یہی ذکر کیا کہ یہ شخص ملحد اور بد مذہب اور خراب ہے' ملاقات کے لائق نہیں۔ علاوہ اس کے ان لوگوں نے اشتعال کی حالت میں اس پر بس نہیں کی بلکہ یہ بھی چاہا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی اس بارہ میں کوئی شہادت ملے تو بہت خوب ہو۔ چنانچہ انھوں نے غصہ بھرے دل کے ساتھ استخارے کئے اور چونکہ قدیم سے قانون قدرت خدا تعالیٰ کا یہی ہے کہ جو شخص بہ نفسانی تمنا کسی امر غیب کا منکشف ہونا چاہتا ہے تو شیطان اس کی تمنا میں ضرور دخل دیتا ہے' بجز انبیاء اور محدثین کے کہ ان کی وحی شیطان کے دخل سے منزہ کی جاتی ہے۔ پس اسی وجہ سے حضرت عبدالرحمٰن صاحب اور ان کے رفیقِ نیت میاں عبدالحق غزنوی کے استخارہ پر وہ بئس القرین ترت حاضر ہوگیا اور ان کی زبان پر جاری کرادیا کہ وہ شخص یعنی یہ عاجز جہنمی ہے اور ملحد ہے اور ایسا کافر ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہیں ہوگا۔" (روحانی خزائن جلد ۳ (ازالہ اوہام حصہ اول) ص ۲۲۸)

اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر مرزا صاحب نے لکھا:

"میاں عبدالحق صاحب غزنوی اور مولوی محی الدین لکھو کے والے اس عاجز کے حق میں لکھتے ہیں کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ یہ شخص جہنمی ہے۔ چنانچہ عبدالحق صاحب کے الہام میں تو صریح سیصلی نارا ذات لھب موجود ہے۔ اور محی الدین صاحب کو یہ الہام ہوا ہے کہ یہ شخص ایسا ملحد اور کافر ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہیں ہوگا اور ظاہر ہے کہ جس کافر کا مآل کار کفر ہی ہو وہ بھی جہنمی ہی ہوتا ہے۔ غرض ان دونوں صاحبوں نے کہ خدا انہیں بہشت نصیب کرے' اس عاجز کی نسبت جہنم اور کفر کا فتویٰ دے دیا۔ ہم اس جگہ ان صاحبوں کے الہامات کی نسبت کچھ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے' صرف اس قدر تحریر کرنا کافی ہے کہ الہام رحمانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی۔

("روحانی خزائن جلد ۳ (ازالہ اوہام حصہ دوم) ص ۴۳۸۔۴۳۹)

مرزا صاحب کے تڑپنے اور غصے میں پیچ وتاب کھانے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ان پر کس قدر کاری وار ہوا تھا۔ مولانا لکھوی عارف باللہ تھے۔ مسنون استخاروں

کے ذریعے وہ اللہ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے اور خدا کی جانب سے ملنے والی رہنمائی کو عوام اہل اسلام تک بھی پہنچا رہے تھے' جیسا کہ عوام اہل اسلام کے نام ان کے اس خط سے واضح ہوتا ہے جو مرزائی لٹریچر میں بایں الفاظ محفوظ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔۔ حامداً و مصلیاً

امابعد! از عبدالرحمٰن محی الدین بجمیع اہل اسلام عرض یہ ہے کہ اس عاجز نے دعا کی یا خبیر اخبرنی مرزا کا کیا حال ہے۔ خواب میں یہ الہام ہوا ان فرعون وھامان وجنودھما کانوا خاطئین۔۔۔ وان شانئك ھو الابتر۔ مرزا صاحب کی طرف سے جواب آیا کہ یہ الہام محتمل المعانی ہیں اور اس میں میرا نام نہیں اور بڑے زور سے دعویٰ کیا میرے نام سے الہام نہ بخشا جائے گا اور ہر دو الہام مذکورہ ماہ صفر کو ہوئے تھے۔ جب مرزا کا جواب آ گیا' بعد ازاں ماہ صفر کو یہ الہام خواب میں ہوا۔ مرزا صاحب فرعون..... الحمدللہ علی ذالك اب مرزا کا دعویٰ بھی غلط ہو گیا اور مرزا صاحب مراد کو پہنچ گئے اور جس وقت مجھ کو پہلا الہام ہوا تھا بیدار ہوتے ہی یہ تعبیر دل میں آئی کہ فرعون مرزا صاحب ہیں اور ہامان نوردین۔ مجھے اہل اسلام کی خیر خواہی کے لیے اطلاع دینی ضرور تھی۔

(العبد عبدالرحمٰن محی الدین لکھو کے بقلمہ بتاریخ ۲۱ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ' روحانی خزائن جلد ۲۲' ص ۸۔ ۳۶۷)

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نہ صرف خود تحریک ختم نبوت میں تا عمر سرگرم رہے بلکہ ان کے خصائل حمیدہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ دوسرے کارکنوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتے رہے۔ جیسا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ آپ نے خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے قائم رہنے کی بابت خدا تعالیٰ سے بطور استخارہ دعا کی تھی۔ اس کے جواب میں مجھے یہ الہام ہوا ہے: لکل فرعون موسیٰ یعنی ''ہر فرعونے راموسیٰ''۔ لہٰذا آپ اس مقابلہ کے لیے قائم اور مستعد رہیں۔ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خدا تمہاری مدد کرے اور اس پر قائم اور مستقیم رکھے۔'' (روحانی خزائن جلد ۳ بحوالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳' ص ۲۵)

عوام اہل اسلام کے نام مولانا لکھوی کے مکتوب گرامی اور مولانا بٹالوی کے نام جاری کردہ درج بالا فرمان کو ملا کر پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو فرعون اور اس کی بیخ کنی میں کوشاں مولانا بٹالوی کو موسیٰ سے تشبیہ دی ہے۔

آپ ۱۲۵۳ھ میں بمقام لکھوکے ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے۔ آپ پنجابی زبان میں لکھی جانے والی پہلی منظوم تفسیر قرآن یعنی تفسیر محمدی کے مصنف مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ کے صاحبزادہ ہیں۔ سات سال کی عمر میں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور ۱۷ سال کی عمر میں علوم درسیہ سے فراغت پائی۔ طبیعت شروع سے ہی تصوف کی طرف مائل تھی اور مرشد کامل کی تلاش کرتے کرتے غزنی جا پہنچے اور ۲۲ سال کی عمر میں عارف باللہ مولانا عبداللہ غزنوی سے بیعت ہو گئے۔ یہ تعلق دونوں بزرگوں میں تا عمر قائم رہا اور حضرت مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے اس قدر تعلق خاطر تھا کہ اکثر فرمایا کرتے: ماو عبدالرحمن یکیست اور کبھی کبھی مولانا لکھوی صاحب کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کرتے:

درمیان ما وشما منا سبت درازل بود

کہا جاتا ہے کہ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی صاحب الہام بزرگ تھے اور آخری عمر میں آپ کو الہام ہوا تھا "یا ایتھا النفس المطمئنه ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" اس الہام کے بعد آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر زیارت روضہ نبویؐ کے بعد آپ نے حضرت عمر فاروق والی دعا: "اللهم ارزقنی شهادة فی سبیلك واجعل موتی ببلد رسولك" نہایت خشوع وخضوع سے کی جو اللہ نے قبول فرمالی اور آپ ساٹھ سال کی عمر میں ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ کو بروز جمعہ مدینۃ الرسول میں فوت ہو کر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اللهم اغفرله

مولانا سعد اللہ لدھیانوی

آپ ایک ہندو خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ دنیاوی تعلیم حاصل کر کے تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ ہائی سکول لدھیانہ میں استاد تھے اور آج سے سوا سو سال پہلے کے لدھیانہ اور اس کے قرب و جوار میں ہمیں نہ تو کوئی کالج نظر آتا ہے اور نہ یونیورسٹی۔ جس کا مطلب یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے علاقے میں اعلیٰ ترین تعلیمی ادارے میں خدمات سرانجام دے رہے تھے، جس سے اپنے معاصرین میں ان کے اعلیٰ علمی مقام و مرتبے کی نشان دہی ہوتی ہے۔ منشی بھی کہلاتے تھے (اس دور میں منشی کا لفظ اکاؤنٹینٹ اور مجسٹریٹ کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا اور سرکاری سکول کے معلم کے لیے بھی۔ اس زمانے میں کسی کو منشی کہا جانا اس کے علم اور مقام کا اعتراف ہوتا تھا)۔ نہایت سعادت مند تھے کہ اللہ نے آپ کو دین حق اسلام کی جانب رہنمائی فرمائی اور مسلمان ہو گئے۔ اچھے قلم کار اور شاعر تھے۔ تحریک ختم نبوت کے دور اول میں مولانا بٹالوی مرحوم کے سرگرم ساتھیوں میں سے تھے اور مرزا غلام احمد نے اپنی ایک تحریر میں انہیں ہامان قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے: وہ زمانہ یاد کر جب ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ فتنہ کی آگ بھڑکا۔ اس جگہ فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بٹالوی ہے اور ہامان سے مراد نو مسلم سعد اللہ ہے۔ (روحانی خزائن ج ۱۱ (انجام آتھم مع ضمیمہ ص ۳۴۰)

مولانا سعد اللہ مرزا صاحب کے دعاوی سامنے آتے ہی اسلام اور ختم نبوت کی حمایت میں کمر بستہ ہو گئے تھے جیسا کہ ایک مرزائی نے لکھا ہے کہ جب مرزا صاحب دعویٰ مسیحیت کے بعد ۳ مارچ ۱۸۹۱ء کو لدھیانہ گئے اور وہاں محلہ اقبال گنج مکان شہزادہ

غلام حیدر میں قیام فرمایا' اس وقت مخالف علماء میں سے مولوی سعد اللہ نو مسلم پیش پیش تھا۔ ہر روز کبھی دوسرے روز ایک اشتہار مخالفت میں گالیوں سے بھرا ہوا شائع کرتا تھا' جس میں کبھی چوری کا الزام ہوتا اور کبھی بغاوت کا۔ (تاریخ احمدیت ج ۲ص ۲۲۶) اور آپ نے تحریک کے ابتدائی دور میں ایک کتاب بھی رد قادیانیت میں لکھ کر شائع کی جس کا نام شہاب ثاقب ہے' جیسا کہ مولوی جلال دین شمس نے لکھا ہے:

مولوی محمد حسین بٹالوی سے جیسا کہ اشاعۃ السنہ ج ۱۴ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے پہلے حضرت مولانا حکیم نور الدین سے امور مندرجہ فتح اسلام و توضیح مرام سے متعلق تمہیدی گفتگو ہوئی اور اس کے بعد حضرت مسیح موعود سے جو اس وقت لدھیانہ میں مقیم اور ازالہ اوہام تحریر فرما رہے تھے' مباحثہ سے متعلق خط و کتابت شروع ہو گئی اور اسی طرح دوسرے علماء نے بھی تحریر و تقریر کے ذریعہ زہر اگلنا شروع کیا اور شہاب ثاقب بر مسیح کاذب اور مثنوی رومی کی حکایت شغال قادیانی کے حسب حال مع حکایت بوم شیر اور سی حرفی 'چودھویں صدی کا جھوٹا مسیح' وغیرہ دل آزار کتابیں ان کی طرف سے شائع کی گئیں اور شہر لدھیانہ میں تو مخالفت کا ایک طوفان برپا تھا۔ مختلف محلہ جات میں آپ کے خلاف لیکچر کرائے گئے۔ (مقدمہ روحانی خزائن۔ ج ۳ ص ۶ جلال الدین شمس)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب سے جو مباحثہ لدھیانہ میں کیا تھا اس میں دونوں طرف سے حاضرین کی تعداد محدود رکھی گئی تھی۔ صرف خاص خاص لوگوں کو شرکت کی اجازت تھی۔ مسلمان حاضرین میں مولانا سعد اللہ بھی شامل تھے۔ اس بات کی وضاحت تاریخ احمدیت میں مولوی دوست محمد کی اس تحریر سے ہوتی ہے جس میں وہ مرزا صاحب کے حسن تحریر کے گن گاتے ہوئے کہتا ہے'

تحریری پرچہ پر جو حضرت اقدس سناتے تھے چاروں طرف سے واہ واہ کے اور سبحان اللہ کے نعرے بلند ہوتے تھے بلکہ سعد اللہ اور مولوی محمد حسین صاحب کے سوا ان کی طرف کے لوگ بھی بے اختیار سبحان اللہ کہہ اٹھتے تھے۔

ناظرین کرام! ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء کو بسلسلہ مباہلہ مرزا صاحب نے ایک اشتہار

شائع کیا تھا جس میں اس نے مولانا عبدالحق غزنوی اور حافظ محمد یوسف صاحب (مرزائی) کے درمیان ہونے والے اس مباہلے کے حالات بیان کیے تھے جو لاہور میں اس بات پر ہوا تھا کہ مرزا غلام احمد' مولوی حکیم نور دین اور مولوی محمد احسن مرتد' کذاب اور دجال ہیں۔ اس مباہلے کے واقعات بیان کر کے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''اس اشتہار میں خاص طور پر میاں محمد حسین بطالوی اور میاں محی الدین لکھوکے والا اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور ہر ایک نامی مولوی یا سجادہ نشین کو جو اس عاجز کو کافر سمجھتا ہو مخاطب کر کے عام طور پر شائع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنے تئیں صادق قرار دیتے ہیں تو اس عاجز سے مباہلہ کر لیں...... اور اس مباہلہ کے لئے اشخاص مندرجہ ذیل بھی خاص مخاطب ہیں۔ محمد علی واعظ (بھوپڑوی) ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ' منشی سعد اللہ مدرس لدھیانہ' منشی محمد عمر سابق ملازم لدھیانہ' مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ' میاں نذیر حسین دہلوی' حافظ عبدالمنان وزیر آبادی' میاں میر حیدر شاہ وزیر آبادی' میاں محمد اسحاق پٹیالوی...... راقم مرزا غلام احمد ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء۔

(مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۳۹۹)

اس اشتہار کے بعد مرزا صاحب جب مولانا عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کے لیے امرتسر آئے تو مرزا نے ایک اور اشتہار دیا جس میں لکھا

'دوسرے علماء بھی جو اس عاجز کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر ٹھہراتے ہیں شریک مباہلہ ہو سکیں گے' جن میں محی الدین لکھوکے والے اور مولوی عبدالجبار صاحب اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور منشی سعد اللہ مدرس ہائی سکول لدھیانہ اور عبدالعزیز واعظ لدھیانہ اور منشی محمد عمر سابق ملازم لدھیانہ اور مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اور پیر حیدر شاہ صاحب اور حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی اور میاں عبداللہ ٹونکی اور مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی شاہ دین صاحب اور مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول لدھیانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد علی ساکن بوپڑاں ضلع گوجرانوالہ اور مولوی محمد اسحاق اور سلیمان ساکنان ریاست پٹیالہ اور ظہور الحسن

سجادہ نشین بٹالہ اور مولوی محمد ملازم مطبع لاہور وغیرہ شامل ہیں۔"

(روحانی خزائن ج۶ ص۸۰۔ اشتہار مورخہ ۳۰ شوال ۱۳۱۰ھ)

ہم یہاں ان اشتہارات کے ردعمل کی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے۔ اختصار کے ساتھ عرض کیے دیتے ہیں کہ ان دونوں اشتہاروں میں مولانا سعداللہ کا نام موجود ہے جو اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ان دنوں جو علمائے اسلام تحریک ختم نبوت میں پیش پیش تھے اور جن کو مرزا غلام احمد اپنا واقعی مدمقابل سمجھتا تھا' مولانا ان میں شامل تھے اور تحریک کے حلقوں میں ان کا یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔

دوسری بات یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ امرتسر میں مولانا عبدالحق غزنوی سے مرزا صاحب نے جو مباہلہ کیا تھا اسی زمانے میں مرزا نے ایک عیسائی ڈپٹی عبداللہ آتھم سے ایک مباحثہ بھی کیا تھا جو کئی روز جاری رہنے کے بعد مرزا کی اس پیش گوئی پر ختم ہوا تھا کہ پندرہ ماہ کے اندر آتھم مر جائے گا۔ پھر پیش گوئی کی مدت ختم ہوگئی اور آتھم نہ مرا تو پورے ہندوستان میں مرزا صاحب کا مذاق اڑایا گیا۔ مرزا صاحب کا ایک بہت گہرا مرید یہ حالات دیکھ کر عیسائی ہوگیا اور عام طور پر یہ کہا گیا کہ مرزائیوں اور عیسائیوں کے مقابلے میں مرزائی ہار گئے ہیں۔ اس موقع پر خاص طور پر مولانا سعداللہ' مولانا بٹالوی اور غزنوی بزرگوں نے مرزا قادیانی کو آڑے ہاتھوں لیا تو اس نے لکھا:

"میاں عبدالحق غزنوی ہو یا میاں ثناء اللہ یا سعداللہ یا غلام رسول (رسل بابا امرتسری) یا کوئی اور ہو' خوب یاد رکھیں کہ مسلمان کہلا کر بے وجہ عیسائیوں کو غالب قرار دینا' حلال زادوں کا کام نہیں۔ غزنوی گروہ کے لوگو' اے امرتسر کے مسلمانو مگر اسلام کے دشمنو اور اے لدھیانہ کے سخت دل مولویو اور منشیو۔ خوب سوچ لو کہ تم کیا کر رہے ہو۔ (روحانی خزائن ج۹ (انوار الاسلام) ص۲۶)

ایک اور جگہ مرزا غلام احمد نے لکھا: ایک نادان ہندوزادہ نام کا نومسلم سعداللہ نام جو عیسائیوں کی فتح یابی ثابت کرنے کے لئے اس قدر اپنی فطرتی شیطنت سے ہاتھ پیر مار رہا ہے کہ گویا اسی غم میں مر رہا ہے۔ لدھیانہ سے اپنے ایک اشتہار میں لکھتا ہے کہ اگر

اس بحث کے بعد جو عیسائیت اور اسلام کے صدق و کذب کی تحقیق میں کی گئی تھی' عیسائی فریق پر مصیبتیں پڑیں تو کیا تمہارے بیعت کنندوں میں سے مولوی حکیم نور دین صاحب کا ایک شیر خوار بچہ فوت نہیں ہو گیا...... اے نادان عدو اللہ اگر اس عرصہ میں دو چار فاسق نام کے مسلمانوں میں سے جن کو ہم نے بدمعاش پا کر اپنی جماعت سے پہلے ہی خارج کر دیا تھا' مردار دنیا کے لئے عیسائی ہو گئے تو ہم تجھے ثبوت دیتے ہیں کہ اس پندرہ مہینہ میں صدہا عیسائی خالصتہً مسلمان ہوئے۔" (ص ۲۷-۲۸ روحانی خزائن ج ۹ (انوار الاسلام)

مرزا صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں' اب بٹالوی اور لدھیانوی ہندو زادہ کچھ حیا اور شرم کو کام میں لا کر کہیں کہ ان کی یہ آوازیں جو عیسائیوں کی حمایت میں ہوئیں' یہ سب شیطانی آوازیں ہیں یا نہیں۔ (روحانی خزائن ص ۲۹۲ ج ۹)

مرزا غلام احمد نے آتھم والے اس واقعہ کے بعد مسلمان علماء کے ہاتھوں اپنی گت بنتے دیکھی تو تنگ آ کر اپنی کتاب انجام آتھم میں ۱۸۹۶ء میں ۵۰ سے کچھ اوپر علماء کو مباہلے کا چیلنج کیا۔ فہرست مدعوین میں ۶ نمبر پر مولوی عبدالعزیز لدھیانوی' ۷ نمبر پر مولوی محمد لدھیانوی' ۸ نمبر پر مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ اور ۹ نمبر پر مولوی سعد اللہ نومسلم مدرس لدھیانہ کے نام ہیں۔ یعنی مولانا سعد اللہ مرحوم ان منتخب مسلمان علماء میں سے تھے جن کو مرزا غلام احمد قادیانی نے اس موقع پر مباہلے کا چیلنج دیا تھا۔

یاد رہے کہ اس دور کا ہندوستان اہل حدیث' دیوبندی' بریلوی اور شیعہ علما سے بھرا ہوا تھا۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں علماء کے نام اس دور کی تاریخ کی کتابوں سے گنوائے جا سکتے ہیں۔ ان ہزاروں میں سے جن چیدہ علماء کو تحریک ختم نبوت میں کام کرنے کے باعث ملک گیر شہرت حاصل ہو چکی تھی ان میں مولانا سعد اللہ بھی شامل تھے۔ اس اعزاز کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے اس بات کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہو گا کہ فہرست مدعوین میں مولانا احمد رضا خان صاحب' مولانا محمود حسن صاحب' مولانا انور شاہ صاحب کشمیری اور مولانا اشرف علی تھانوی کے اسماء گرامی شامل نہیں ہیں۔

مرزا صاحب کو بقول خود ایک الہام ان شانئك هو الابتر کے الفاظ سے ہوا

تھا۔ اس الہام کو وہ اپنے بہت سے مخالفین پر چسپاں کرتے تھے۔ مولانا سعد اللہ پر بھی ان کی تحریکی سرگرمیوں کے باعث اسے چسپاں کیا اور ایک جگہ لکھا 'یہ الہام ان شانئك هو الابتر اس وقت اس عاجز پر خدا تعالیٰ کی طرف سے القا ہوا کہ جب ایک شخص نومسلم سعد اللہ نام نے ایک نظم گالیوں سے بھری ہوئی اس عاجز کی طرف بھیجی تھی۔ اس میں اس عاجز کی نسبت اس ہندوزادہ نے وہ الفاظ استعمال کئے تھے کہ جب تک ایک شخص درحقیقت شقی، خبیث طینت، فاسد القلب نہ ہو ایسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ایسے لفظوں اور گالیوں میں جو دجال، شیطان، کذاب، کافر، اکفر و مکار کے نام سے ہیں اور دوسرے مولوی بھی اس کے ساتھ شریک ہیں بلکہ باطل پرست بٹالوی جو محمد حسین کہلاتا ہے، شریک غالب اور اعدالاعداء ہے، لیکن اس ہندوزادہ کی خباثت فطرتی اس لئے سب سے بڑھ کر ہے کہ باوجود محض جاہل ہونے کے یہ شعر بھی اردو میں کہتا ہے اور شعروں میں گالیاں نکالتا ہے اور نہایت بدگوئی سے افتراء بھی کرتا ہے اور بہتان کے طور پر ایسی دشنام دہی کرتا ہے جس طرح آنحضرت کو عرب کے شاعر بے ایمان گالیاں نکالا کرتے تھے۔ سو یہ الہام اس کے اشتہار اور رسالہ کے پڑھنے کے وقت ہوا کہ ان شانئك هو الابتر۔ سو اگر اس ہندوزادہ بدفطرت کی نسبت ایسا وقوع میں نہ آیا اور وہ نامراد اور ذلیل اور رسوا ہو کر نہ مرا تو سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں۔

(ص ۵۸۔۵۹ حاشیہ۔ روحانی خزائن ج ۱۱۔ انجام آتھم)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب نے لکھا: 'اس کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ان شانئك هو الابتر گویا اسی دم سے خدا تعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی۔ اور اس کو یہ الہام کھلے کھلے لفظوں میں سنایا گیا تھا کہ اب موت کے دن تک تیرے گھر میں اولاد نہ ہوگی اور نہ آگے سلسلہ اولاد کا چلے گا اور یقیناً اس نے اس الہام کو توڑنے کے لئے اور اولاد حاصل کرنے کی غرض سے بہت کوشش کی ہوگی مگر وہ کوشش ضائع گئی۔ آخر نامراد مرا۔ اور ابتر کے ہر ایک معنی اس پر صادق آ گئے۔

(روحانی خزائن ج ۲۲ (تتمہ حقیقت الوحی) ص ۴۴)

ایک اور جگہ مرزا صاحب کہتے ہیں' اسی طرح ایک نہایت کینہ اور گندہ زبان سعد اللہ نام لدھیانہ کا رہنے والا میری ایذا کے لئے کمربستہ ہوا اور کئی کتابیں نثر اور نظم میں گالیوں سے بھری ہوئی تالیف کر کے اور چھپوا کر میری توہین اور تکذیب کی غرض سے شائع کیں اور پھر اسی پر اکتفا نہ کر کے آخر کار مباہلہ کیا اور ہم دونوں فریق کو یعنی مجھے اور اپنے تئیں خدا کے سامنے پیش کر کے جھوٹے کی موت خدا سے چاہی۔ آخر تھوڑے دن بعد ہی طاعون سے ہلاک ہو گیا۔''

(چشمہ معرفت ص ۳۳۶ منقول از ثبوت حاضر ہیں۔ ص ۶۸۶)

اور ملفوظات مرزا میں لکھا ہے

''سعد اللہ لدھیانوی کا ذکر ہوا تو (مرزا نے) فرمایا میں نے اپنے قصیدہ انجام آتھم میں اس کے متعلق لکھا تھا آذیتنی خبثا فلست بصادق ان لم تمت بالخزی یا ابن بغاء یعنی خباثت سے تو نے مجھے ایذا دی ہے۔ پس اگر تو اب رسوائی سے ہلاک نہ ہوا تو میں اپنے دعویٰ میں سچا نہ ٹھہروں گا اے سرکش انسان۔ (نیز) فرمایا (مرزا نے) اسی طرح سعد اللہ نے بھی میرے حق میں لکھا ہے کہ تیرا اخذیمین اور قطع وطین۔'' (ملفوظات ص ۱۹۷ ج ۹ ملفوظ ۱۷ فروری ۱۹۰۷)

اور ان باتوں کو مرزا صاحب نے اپنے اور مولانا کے درمیان مباہلہ ہونے کا ثبوت کہہ کر پیش کر دیا اور فرمایا کہ ۷ جون ۱۹۰۶ کو الہام ہوا

'دو نشان ظاہر ہوں گے' (اس کی تشریح میں مرتب تذکرہ لکھتا ہے) اس میں سعد اللہ لدھیانوی اور ڈاکٹر ڈوئی امریکن کی ہلاکت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ حضرت فرماتے ہیں' ممالک شرقیہ میں تو سعد اللہ لدھیانوی میری پیش گوئی اور مباہلہ کے بعد جنوری (۱۹۰۷ء) کے پہلے ہفتہ میں ہی نمونیا پلیگ سے مر گیا۔ (تذکرہ ص ۶۲۳)

ایک اور جگہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مولوی سعد اللہ

'تمام آرزوؤں سے نامراد رہ کر اس ذلت کے ساتھ مر گیا کہ کوئی مراد اس کی پوری نہ ہوئی اور میں نے اس کو بار بار خبر دی تھی کہ الہام ان شانئك هو الابتر میں

ابتر سے مراد خدا تعالیٰ کی یہی ہے کہ آئندہ اولاد کا سلسلہ اس پر بند ہوگا اور اس کا بیٹا بھی ابتر ہی مرے گا۔ سو اس نے دیکھ لیا کہ باوجود اس کے کہ پیشگوئی کے وقت سے بارہ سال تک زندہ رہا اور دعائیں بھی کرتا رہا لیکن بجز اس لڑکے کے جو پیشگوئی کے وقت قریباً پندرہ سال کا تھا اور کوئی اولاد اس کے گھر نہ ہوئی اور یہ حسرت بھی ساتھ لے گیا کہ بیٹے کی شادی نہ کر سکا۔ پس پیشگوئی کے مطابق یہ تمام مجموعہ ذلتوں کا اس کے نصیب ہوا۔ اور اسی سعد اللہ کے بارے میں اشتہار انعام تین ہزار روپیہ مشتہرہ پانچ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے صفحہ ۱۲ پر جو کتاب انوار الاسلام کے ساتھ ملحق ہے' خدا تعالیٰ سے الہام پا کر مندرجہ ذیل عبارت میں نے لکھی تھی اور وہ یہ ہے۔۔۔حق سے لڑتا رہ' آخر اے مردار تو دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔ اے عدو اللہ تو مجھ سے نہیں خدا سے لڑ رہا ہے۔ بخدا مجھے اسی وقت ۲۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو تیری نسبت یہ الہام ہوا ہے ان شانئك هو الابتر۔۔۔ اس الہامی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ سعد اللہ جو تجھے ابتر کہتا ہے اور یہ دعوی کرتا ہے کہ تیرا سلسلہ اولاد اور دوسری برکات کا منقطع ہو جائے گا ایسا ہرگز نہیں ہوگا' بلکہ وہ خود ابتر رہے گا' پس جو کچھ اس نے خدا سے میرے لئے چاہا خدا نے اس کے لئے کر دیا۔ میں نے اس کے ابتر اور نامراد مرنے کے لئے سبقت نہیں کی اور نہ میں نے یہ چاہا کہ وہ میرے روبرو ہلاک ہو مگر جب اس نے ان باتوں میں سبقت کی اور کھلے کھلے طور پر اپنی کتاب شہاب ثاقب میں میری موت کی نسبت پیش گوئی شائع کی اور میرا دل دکھایا اور دکھ دینے میں حد سے بڑھ گیا' تب چار برس بعد میں نے اس کے لئے دعا کی تو خدا نے مجھ کو اس کی موت کی خبر دی اور نیز فرمایا کہ سعد اللہ جو تیرے ابتر رہنے کی پیش گوئی کرتا ہے وہ خود ابتر رہے گا۔ مگر میں تیری نسل کو قیامت تک قائم رکھوں گا اور تو برکات سے محروم نہیں ہوگا۔ اور میں یہاں تک تجھے برکت دوں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے...... اگر سعد اللہ میری موت اور ذلت اور نیز میری جماعت کے تباہ ہونے کی نسبت اپنی کتاب شہاب ثاقب میں پیشگوئی شائع نہ کرتا تو اس وقت میری بات کون مان سکتا تھا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ دونوں طرف سے مباہلہ کے

رنگ میں پیش گوئیاں شائع ہوگئیں اور روز روشن کی طرح کھل گیا کہ آخر کس کے حق میں خدا تعالیٰ نے فیصلہ کیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ سعد اللہ کی نسبت میری کتابوں میں بعض سخت لفظ پاؤ گے اور تعجب کرو گے کہ اس قدر سختی اس کی نسبت کیوں اختیار کی گئی۔ مگر یہ تعجب اس وقت فی الفور دور ہو جاوے گا جب اس کی گندی نظم اور نثر کو دیکھو گے۔ وہ بدقسمت اس قدر گندہ زبانی اور دشنام دہی میں بڑھ گیا تھا کہ مجھے ہرگز امید نہیں کہ ابو جہل نے آنحضرت کی نسبت یہ بدزبانی کی ہو۔ بلکہ میں یقیناً کہتا ہوں کہ جس قدر خدا کے نبی دنیا میں آئے ہیں ان سب کے مقابل پر کوئی ایسا گندہ زبان دشمن ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ سعد اللہ تھا۔ اس نے مخالفت اور عناد کے کسی پہلو میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا اور چوہڑوں اور چماروں کو بھی وہ گندہ طریق گالیوں کا یاد نہیں ہوگا جو اس کو یاد تھا۔ سخت سے سخت الفاظ اور ناپاک سے ناپاک گالیاں اس شدت اور بے حیائی سے اس کے منہ سے نکلتی تھیں کہ جب تک کوئی شخص اپنی ماں کے پیٹ سے ہی بدطینت پیدا نہ ہو ایسی فطرت کا انسان نہیں ہو سکتا۔ ایسے انسانوں سے سانپوں کے بچے بھی اچھے ہوتے ہیں۔ میں نے اس کی بدزبانی پر بہت صبر کیا اور اپنے تئیں روکا۔ لیکن جب وہ حد سے گذر گیا اور اس کے اندرونی گند کا پل ٹوٹ گیا تب میں نے نیک نیتی سے اس کے حق میں وہ الفاظ استعمال کئے جو برمحل اس پر چسپاں تھے...... تمام مخالفوں کی نسبت میرا یہی دستور رہا ہے۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی مخالف کی نسبت اس کی بدگوئی میں پہلے خود بدزبانی کی ہو۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جرأت کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجال رکھا اور میرے پر فتویٰ کفر لکھوا کر صدہا پنجاب و ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں اور مجھے یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دیا اور میرا نام کذاب، مفسد، دجال، مفتری، مکار، ٹھگ، فاسق فاجر، خائن رکھا تب خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ صحت نیت کے ساتھ ان تحریروں کی مدافعت کروں...... یاد رہے سعد اللہ میرے مقابلہ پر دو دفعہ مباہلہ کا نشانہ ہو چکا ہے۔ پہلے تو انہیں عربی شعروں میں جو انجام آتھم میں میں لکھ چکا ہوں۔ مباہلہ کے طور پر میں نے دعا کی کہ خدا

جھوٹے کو ہلاک کرے۔ چنانچہ ان مباہلوں کے شعروں میں سے ایک شعر یہ ہے

یا ربنا افتح بیننا بکرمة یا

من یری قلبی ولب لجائی

یعنی اے خدا تو مجھ میں اور سعد اللہ میں فیصلہ کر تو میرے دل ------ کی حالت جانتا ہے۔

اور پھر سعد اللہ کی نسبت دوسرا شعر یہ ہے

آذیتنی خبثا فلست بصادق

ان لم تمت بالخزی یا ابن بغاء

یعنی تو نے اے سعد اللہ خباثت کی راہ سے مجھے دکھ دیا' پس میں جھوٹا ہوں گا اگر میرے سامنے ذلت کے ساتھ تیری موت نہ ہو۔

پھر دوسری دفعہ جو میں نے سعد اللہ کو مباہلہ کا نشانہ بنایا' اس کا ذکر میری کتاب انجام آتھم کے ص ۶۷ میں ہے اور اس دعوت مباہلہ میں کئی مولوی شامل ہیں...... اس فہرست کے ص ۷۰ کی پہلی سطر کو ہی دیکھو کہ پہلی سطر کے سر پر ہی اس بدقسمت سعد اللہ کا نام درج ہے...... اس مباہلہ پر آج کے دن تک بارہ برس اور تین مہینے اور کئی دن گذر چکے ہیں۔ پھر اس کے بعد اکثر لوگوں نے زبان بند کر لی اور جو بدزبانی سے باز نہ آئے ان میں سے بہت کم ہوں گے' جنہوں نے موت کا مزہ نہ چکھا یا کسی ذلت میں گرفتار نہ ہوئے۔ چنانچہ نذیر حسین دہلوی جو ان سب کا سرغنہ تھا جو دعوت مباہلہ میں اول المدعوین ہے' اپنے لائق بیٹے کی موت دیکھ کر ابتر ہونے کی حالت میں دنیا سے گذر گیا۔ رشید احمد گنگوہی...... مباہلہ کی دعوت اور بددعا کے بعد اندھا ہو گیا اور پھر سانپ کے کاٹنے سے مر گیا۔ مولوی عبدالعزیز لدھیانوی اور مولوی محمد لدھیانوی...... بعد دعوت مباہلہ اس دنیا کو چھوڑ گئے۔ ایسا ہی مولوی غلام رسول عرف رسل بابا...... بعد دعوت مباہلہ اور بددعا...... کے بمقام امرتسر طاعون سے مر گیا...... مولوی اصغر علی کا نام (فہرست میں) درج ہے' وہ بھی اس وقت تک بدگوئی سے باز نہ آیا جب تک خدا تعالیٰ

کے قہر سے ایک آنکھ اس کی نکل گئی۔ ایسا ہی اس فہرست میں مولوی عبدالمجید دہلوی کا ذکر ہے جو فروری ۱۹۰۷ء میں بمقام دہلی ہیضہ سے مر گیا...... چونکہ سعد اللہ اپنی بدزبانی میں سب سے زیادہ بڑھ گیا تھا اس لئے نہ صرف اس کو نامرادی کی موت پیش آئی بلکہ ہر ایک ذلت سے اس کو حصہ ملا۔ اور تمام عمر نوکری کر کے پھر بھی اس کا پیٹ نہ بھرا۔ آخر موت کے قریب عیسائیوں کے مدرسہ میں نوکری کر لی...... عربی زبان میں ابتر معدم کو بھی کہتے ہیں یعنی ایسے مفلس کو جو سب اندوختہ کھو بیٹھے۔ اس قسم کے ابتر ہونے کا مصداق بھی اپنے تئیں ثابت کر دیا' کیونکہ اگر مالی برکت اس کو حاصل ہوتی تو وہ اپنے آخری دنوں میں پادریوں کے دروازہ پر گداگری اختیار نہ کرتا۔ جو لوگ اپنے کالجوں اور سکولوں میں لازمی طور پر خلاف اسلام تعلیم دیتے ہیں کسی سچے مسلمان کا طریق نہیں کہ ان کی نوکری اختیار کرے۔ افسوس کہ یہ شخص سعد اللہ نام جو فوت ہو گیا ہے وہ بعض میرے تقریری مباحثات سن چکا تھا اور اس کو میری کتابیں دیکھنے کا بھی بہت موقع ملا تھا مگر تعصب اور بغض ایسی بلا ہے کہ وہ ان سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکا۔

(روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۴۵۰-۴۵۶)

جہاں تک مولانا سعد اللہ صاحب کے مباہلہ کا نشانہ ہو کر مرنے کی بات ہے تو حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب اور مولانا سعد اللہ کا مباہلہ کبھی نہیں ہوا۔ مرزا صاحب نے ساری زندگی میں ایک ہی مباہلہ کیا تھا اور وہ امرتسر میں ۱۸۹۳ء میں مولانا عبدالحق غزنوی مرحوم سے کیا تھا' اس کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا امرتسری لکھتے ہیں:

مباہلہ غزنوی اور مباحثہ ڈپٹی آتھم ایک ہی وقت میں ہوا تھا۔ چونکہ مباحثہ میں مرزا صاحب نے پندرہ ماہ تک آتھم کی موت کی پیش گوئی کر دی تھی اس لئے بعد انقضائے مدت جب وہ نہ مرا تو اس کے نتیجے میں مرزا صاحب کی جو عزت ہوئی تھی وہ اس زمانہ کے زندہ لوگوں کو یاد ہو گی' جس کا مختصر نقشہ مولوی سعد اللہ مرحوم کے اشعار ذیل میں ہے۔ ۵ ستمبر ۱۸۹۵ء کو پیش گوئی کے ایام پورے ہوئے تھے۔ اس لئے چھٹی ستمبر مرزا صاحب پر سخت دوبھر تھی۔ چنانچہ مولوی صاحب مرحوم نے اس کا ذکر یوں کیا

غضب تھی تجھ پہ ستم کر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم
یہ گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی

اس واقعہ کا نقشہ ہم نہیں دکھا سکتے جو امرتسر اور دیگر بلاد پنجاب میں مسیح قادیانی کے حق میں ہو رہا تھا۔ اس پر مولوی عبدالحق غزنوی مباہل نے ایک اشتہار دیا تھا جس کی پیشانی پر ایک شعر ایسا بھی لکھا تھا جو درحقیقت آج بھی کام آ سکتا ہے۔ وہ یہ ہے

مدد ہے مباہل کو یہ آسمانی
ہوئی جس سے ہے ذلت قادیانی

اس ذلت اور رسوائی کے بعد خود بدولت کا انتقال بھی غزنوی مباہل سے سات سال پہلے ہو گیا تھا' (اہل حدیث امرتسر ص ۵۔ ۶' ۱۳ دسمبر ۱۹۳۵ء)

جہاں تک ابتر والی پیش گوئی کا معاملہ ہے' اس کے بارے میں مولانا امرتسری لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا' تیرا دشمن بے اولاد ہو گا۔ ان شانئك هو الابتر یہ الہام سب سے پہلے انہوں نے مولوی سعد اللہ مرحوم پر لگایا...... الہام چونکہ عام تھا (اس لئے مرزا اور مرزائی اسے جابجا استعمال کرتے رہے۔ ایک مرتبہ) ایک احمدی اور محمدی کی (دہلی میں) گفتگو ہوئی جس کی اطلاع بذریعہ خط آئی جو درج ذیل ہے۔

''میرے ایک دوست قادیانی گمراہ کن فرقے سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ایک دن یہ بحث ہو رہی تھی کہ مرزا غلام احمد صاحب نے ایک پیشگوئی کی تھی کہ جو میرے مقابلہ پر آئے گا وہ لاولد رہے گا' اس کے کوئی اولاد نہیں ہو گی۔ تو میں نے گذارش کی کہ حضرت مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب جو کہ مرزا صاحب کے حریف اعظم اور فاتح ہیں' وہ بفضلہٖ تعالیٰ ابھی خود بھی موجود ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔ تو اس کے بعد مرزائی نے کہا کہ مولوی صاحب ممدوح کا کوئی صلبی بیٹا نہیں ہے۔ جس کو وہ اپنا بیٹا کہتے ہیں وہ لے پالک ہے۔ میں حیران ہوا۔ بہت جلد تحریر فرما دیں کہ کیا واقعہ ہے۔ میں نے ایک

کتاب میں ابورضا عطاء اللہ بن ابوالوفاء ثناء اللہ لکھا ہوا پایا ہے۔ فتح محمد غازی دہلی۔ (مولانا امرتسری لکھتے ہیں) اس کا جواب کیا دیا جائے۔ بجز اس کے کہ پکے مرزائی دوست یہاں (امرتسر) آ کر محلے اور شہر والوں سے دریافت کریں۔ بعد تحقیق مرزا صاحب کے مذکورہ الہام کی تردید میں اشتہار شائع کریں۔ سچ ہے۔

شور بختاں بآرزو خواہند

مقبلاں را زوال نعمت وجاہ

(پھر مولانا امرتسری مکتوب نگار کو کہتے ہیں) سب سے اول مخالف مرزا کے آپ کے شہر دہلی میں آرام فرما ہیں۔ وہی مثال کیوں نہ بتا دی۔ یعنی حضرت سید نذیر حسین مرحوم مغفور۔ ان کے تو پوتوں کے پوتے ہیں۔ (اہل حدیث ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء ص ۴۔۵)

ناظرین ان شانئك هو الابتر کا حال معلوم کرنا ہو تو مولانا ثناء اللہ کے علاوہ امام عبدالجبار غزنوی اور مولانا عبدالواحد غزنوی کو بھی دیکھ لیں کہ کیا وہ ابتر تھے اور کیا ان کی اولاد در اولاد کی اولاد نہیں تھی۔ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کو دیکھ لیں' کیا ان کی اولاد نہیں ہوئی یا ان کی اولاد کی اولاد نہیں ہوئی۔ اسی طرح مولوی عبدالعزیز اور مولوی محمد لدھیانوی کو دیکھ لیں' کیا وہ ابتر تھے؟ ان کے خاندان کے ایک فرد نے تو ابھی حال ہی میں فتویٰ تکفیر کے نام سے کتاب بھی لکھی ہے۔ اور کیا یہ سب بزرگ مرزا صاحب کے شدید مخالف نہیں تھے؟ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مولانا سعداللہ اس لحاظ سے ابتر تھے کہ آخر عمر میں انہوں نے پادریوں کے سکول میں ملازمت کی' تو کیا خود مرزا صاحب نے سیالکوٹ میں انگریزوں کی نوکری نہیں کی؟ اور کیا ان کے اپنے مریدوں نے انگریزوں کے سکولوں کالجوں میں ملازمتیں نہیں کیں اور کیا یہ مولانا سعداللہ کی علمیت کا اعتراف نہیں تھا کہ انگریز حاکموں نے اپنے علمی ادارے میں انہیں تعلیم و تعلم کی ذمہ داری تفویض کی؟ ایک علمی ادارے میں ملازمت کرنے کو ابتر کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کے متعلق پیش گوئی کی کہ وہ اتنے عرصے میں ذلت سے دوچار ہوں گے۔ وہ عرصہ گذر گیا اور مرزا صاحب سے پوچھا گیا کہ کیا ذلت ہوئی؟

انہوں نے فرمایا مولوی محمد حسین زمیندار ہو گیا ہے اور ایک عالم کا زمیندار ہو جانا اس کی ذلت نہیں تو اور کیا ہے؟ یاد رہے کہ خود مرزا صاحب جدی پشتی زمیندار تھے۔

ناظرین! مرزا صاحب کو بڑکیں مارنے کی بڑی عادت تھی۔ ابتر والے معاملے میں بھی مولانا سعداللہ صاحب کی وفات کے بعد بڑک مارتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا یہ شخص ابتر ہوگا۔ اور میرے کہتے ہی اس کی بیوی کے رحم پر اللہ نے مہر لگا دی اور اس کے ہاں پھر کوئی اولاد نہ ہوئی۔ یہ بڑک مارتے ہوئے مرزا صاحب قدرت کی پکڑ کو بھول گئے تھے اور انہوں نے یہ خیال نہیں کیا تھا کہ قدرت بہت سخت سزا دیتی ہے۔ تحریک ختم نبوت کے اس کارکن کے خلاف بے ہودہ باتیں کرنے کی مرزا صاحب کو بہت سخت سزا ملی۔ اور مولانا سعداللہ صاحب چونکہ لدھیانوی تھے اس لئے سزا کا سامان بھی خدا نے ایک لدھیانوی مرزائی خاندان کے ذریعے پیدا کیا۔ ہوا یہ کہ مرزا صاحب نے ایک پیش گوئی فرما دی کہ ان کے مرید منظور محمد لدھیانوی کے ہاں اس کی بیوی محمدی بیگم کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اس سلسلے میں ۷ جون ۱۹۰۶ء کو ہونے والا ان کا ایک الہام یوں ہے

'اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس لڑکے کے دو نام اور ہیں۔ ایک شادی خان۔ کیونکہ وہ اس جماعت کے لئے شادی کا موجب ہوگا۔ دوسرے کلمۃ اللہ خان۔ کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا جو ابتدا سے مقرر تھا' اس زمانہ میں پورا ہو جائے گا۔ اور ضرور ہے کہ خدا اس لڑکے کی والدہ کو زندہ رکھے' جب تک پیش گوئی پوری نہ ہو' اور گذشتہ الہام اے وارڈ اینڈ ٹوگرل اسی پیش گوئی کو بیان کرتا ہے جس کے معنی ہیں۔ ایک کلمہ اور دو لڑکیاں۔ کیونکہ میاں منظور محمد کی دو لڑکیاں ہیں اور جب کلمۃ اللہ پیدا ہوگا تب بات پوری ہو جائے گی۔ ایک کلمہ اور دو لڑکیاں۔

(تذکرہ ص ۳-۶۲۲ بحوالہ بدر ج ۲-۱۴ جون ۱۹۰۶ء ص ۲ حاشیہ)

اور ۱۹ جون ۱۹۰۶ء کا الہام یوں ہے "میاں منظور صاحب کے اس بیٹے کے نام جو بطور نشان ہوگا بذریعہ الہام الٰہی مفصلہ ذیل معلوم ہوئے۔ کلمۃ اللہ۔ کلمۃ اللہ خاں۔

وارڈ۔ بشیر الدولہ۔ شادی خان۔ عالم کباب۔ ناصر الدین۔ فاتح الدین۔ ھذا یوم مبارک (تذکرہ ص ۶۲۶ ـ ۶۲۷)

پھر ہوا یہ کہ منظور محمد بھی رخصت ہوا۔ اس کی بیوی بھی مرگئی اور وہ موعودہ لڑکا باپ کی صلب سے نکلا نہ ماں کے رحم میں پہنچا۔ اور نہ عالم رنگ و بود کی ہوا کھانے آیا جسے مرزا صاحب نے نہ صرف اپنی صداقت کا نشان بتایا تھا' بلکہ اس کی پیدائش سے ایک زلزلہ بھی منسوب کیا تھا اور کہا تھا کہ اس عالم کباب کی پیدائش اور زلزلہ خود ان کی زندگی میں وقوع پذیر ہوگا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اس کی تشریح کرتے ہوئے مرزا صاحب کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا بہت جلد آنے والا ہے۔ اس کے لئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا اس زلزلہ کے ظہور کے لئے ایک نشان ہوگا۔ اس لئے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا' کیونکہ وہ ہماری ترقی سلسلہ کے لئے بشارت دے گا۔ اس لئے اس کا نام عالم کباب ہوگا' کیونکہ اگر لوگ توبہ نہیں کریں گے تو بڑی بڑی آفتیں دنیا میں آئیں گی۔ ایسا ہی اس کا نام کلمۃ اللہ اور کلمۃ العزیز ہوگا' کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا جو وقت پر ظاہر ہوگا۔ اور اس کے لئے اور نام بھی ہوں گے۔ مگر بعد اس کے میں نے دعا کی کہ اس زلزلہ نمونہ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے۔ اس دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا اور جواب بھی دیا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے رب اخر وقت ھذا۔ اخرہ اللہ الی وقت مسمی یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ڈال دیا ہے اور یہ وحی الٰہی قریباً چار ماہ سے اخبار بدر اور الحکم میں شائع ہو چکی ہے۔ اور چونکہ زلزلہ نمونہ قیامت آنے میں تاخیر ہوگئی' اس لئے ضرور تھا کہ لڑکا پیدا ہونے میں بھی تاخیر ہوتی' لہٰذا پیر منظور محمد کے گھر میں ۱۷ جولائی ۱۹۰۶ء کو بروز سہ شنبہ لڑکی پیدا ہوئی اور یہ دعا کی قبولیت کا ایک نشان ہے اور نیز وحی الٰہی کی سچائی کا ایک نشان ہے' جو لڑکی پیدا ہونے سے قریباً چار ماہ پہلے شائع ہو چکی تھی۔ مگر یہ ضرور ہوگا کہ کم درجہ کے

زلزلے آتے رہیں گے' اور ضرور ہے کہ زمین نمونہ قیامت زلزلہ سے رکی رہے' جب تک وہ موعود لڑکا پیدا ہو۔ یاد رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت کی نشانی ہے کہ لڑکی پیدا کر کے آئندہ بلا یعنی زلزلہ نمونہ قیامت کی نسبت تسلی دے دی کہ اس میں بموجب وعدہ اخرہ الله الی وقت مسمی ابھی تاخیر ہے اور اگر ابھی لڑکا پیدا ہو جاتا تو ہر ایک زلزلہ اور ہر ایک آفت کے وقت سخت غم اور اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ شاید وہ وقت آ گیا اور تاخیر کا کچھ اعتبار نہ ہوتا۔ اور اب تو تاخیر ایک شرط کے ساتھ مشروط ہو کر معین ہو گئی۔ (حقیقت الوحی ص ۱۰۰' ۱۰۱ کا حاشیہ) (اہل حدیث ۲۵ مئی ۱۹۳۴' ص ۴۔۶)

مولانا ثناء اللہ مرحوم و مغفور ایک دوسرے مقام پر مرزا صاحب کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں

'میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور تیس برس کی مدت گذر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہو گی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ پس اس صورت میں اگر خدا تعالیٰ نے اس آفت شدیدہ (زلزلہ نمونہ قیامت) کے ظہور میں بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آ جائے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۹۷) (اہل حدیث امرتسر ۶ مارچ ۱۹۳۴ء ص ۳۔۸)

مرزا صاحب کو مرے ہوئے نوے سال سے اوپر ہو گئے اور وہ لڑکا جس نے عالم کباب کہلانا تھا' بشیر الدولہ ہونا تھا۔ زلزلہ نمونہ قیامت کے ظہور کا نشان بننا تھا۔ مرزا صاحب کی صداقت کا نشان بننا تھا۔ مرزا کی زندگی میں پیدا ہونا تھا۔ نہ جانے کدھر تحلیل ہو گیا۔ نہ ان کی زندگی میں پیدا ہوا اور نہ بعد۔ منظور محمد لدھیانوی اور اس کی بیوی محمدی بیگم کو مرے ہوئے بھی اب تو ایک زمانہ بیت گیا۔ نہ نو من تیل موجود ہے اور نہ ناچنے والی رادھا۔ ادھر مرزائیوں کی بے بسی دیکھو کہ بقول مرتب تذکرہ

'حضرت امیر المومنین (مرزا محمود) نے ایک موقع پر اس الہام کی تشریح فرماتے ہوئے فرمایا۔ ایک کلمہ سے مراد تو پیر منظور محمد کی وہ کتاب ہے جو انہوں نے مصلح موعود

کے متعلق لکھی اور دولڑکیوں سے مراد بھی انہی کی دولڑکیاں ہیں۔ گویا الہام میں یہ بتایا گیا تھا کہ ان کی یادگار دو چیزیں ہوں گی۔ ایک کلمہ یادگار ہوگا اور دولڑکیاں ان کی یادگار رہوں گی۔ باقی الہام سے یہ بھی ظاہر ہورہا تھا کہ پیر (منظور محمد) صاحب کے ہاں لڑکا نہیں ہوگا۔ اس الہام سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ اس پیش گوئی (مصلح موعود والی) کی طرف سب سے پہلے اشارہ کریں گے۔ چنانچہ ہماری جماعت میں سب سے پہلے مصلح موعود کے متعلق جو کتاب لکھی گئی وہ پیر صاحب ہی نے لکھی ہے اور اس کے متعلق یہ الہام ہے۔ (ملفوظات مرزا محمود۔ الفضل ج ۳۲ نمبر ۲۵۵ مورخہ ۱۳۱ کوترب ۱۹۴۴ ص ا' ۔تذکرہ۔ص ۶۲۳ حاشیہ) انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین۔ کیا ختم اللہ علی قلوبھم کی اس سے بہتر کوئی تعبیر ہوسکتی ہے؟

ناظرین۔ مرزا صاحب نے مولانا سعداللہ کے اشعار کو بھی نشانہ تنقید بنایا ہے اور لگتا ہے کہ وہ خوب لکھتے تھے اور ایسا حسب حال لکھتے تھے کہ شیخ الاسلام مولانا امرتسری مرحوم نے بھی ان کے اشعار سے نہ صرف لطف اٹھایا ہے بلکہ اپنے مضامین میں بھی ان کا استعمال کیا ہے جیسا کہ آپ نے 'شیطان مر چکا تھا' کے زیر عنوان ایک مرتبہ لکھا:

'آج کل قادیان میں احمدیہ جماعت پر وہ مصیبت نازل ہے کہ دشمن کو بھی رحم آتا ہے۔ کہاں قادیان دارالاماں تھا جس کی بابت کہا جاتا تھا۔

چہ گوئی باتو گر آئی چہادر قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

خدا جانے مولوی سعداللہ لدھیانوی مرحوم کو کشف ہوا تھا یا الہام سے انہیں قادیان کا آئندہ حال معلوم ہوا تھا کہ وہ اس کے جواب میں کہہ گئے۔

چہ گویم باتو گر آئی چہادر قادیان بینی
وبا بینی خزاں بینی غرض دارالزیاں بینی

جو لوگ خلیفہ قادیان کے خطبے اور ایڈیٹر الفضل کے ادارتی مضامین پڑھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ آج قادیان میں اور اس کے بعد ساری احمدیہ زمین میں جو کچھ (بقول خلیفہ

قادیان) ہو رہا ہے وہ مولوی سعد اللہ مرحوم کے شعر کی عملی تفصیل ہے۔ آہ آج (بقول قادیانی پریس) احمدیہ جماعت کی حالت زرا اس شعر کی مصداق ہے۔

سودا نہ نکل گھر سے کہ ہیں ڈھونڈتے تجھے
لڑکے پھرے ہیں پتھروں سے دامن بھرے ہوئے

اس لئے خلیفہ قادیان نہایت قابلیت سے اپنی جماعت کو تسلی دیتا ہوا اپنے باپ کی طرح زمین آسمان کے قلابے ملاتا ہے۔ ۲۴ جون ۱۹۳۵ء کے الفضل میں جو خطبہ خلیفہ کا درج ہوا ہے' اس میں احمدیوں اور احراریوں کے مقابلے کو رحمانی اور شیطانی جنگ کہہ کر آخر رحمانی (اپنی) فتح کا یقین دلایا ہے۔ خلیفہ کے اپنے الفاظ یہ ہیں

''یاد رکھو یہ آخری جنگ ہے جو شیطان اور رحمان کی فوجوں میں ہو رہی ہے۔ اس وقت شیطان مارا جائے گا یا خدا کے فرشتے (احمدی؟) مارے جائیں گے۔ سچائی غالب آئے گی یا جھوٹ غالب آئے گا۔ پس میں کہتا ہوں کہ اگر تم سچائی کے دل دادہ ہو اور اسے دنیا میں قائم کرنے کے لئے کھڑے ہو تو تم اپنے ولوں میں حلف اٹھاؤ کہ چاہے تم پھانسی پر لٹکا دیئے جاؤ تم سچائی کو نہیں چھوڑ گے۔ (الفضل ۲۴ جون ۱۹۳۵ ص ۵)

(مولانا امرتسری فرماتے ہیں) ہم خلیفہ قادیان کی تقریر کی تحسین کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ محصور فوج کو لڑانا قابل جرنیل ہی کا کام ہے۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کی اس مصیبت کے زمانہ میں ڈھارس بندھانا خلیفہ صاحب ہی کا کام ہے۔ مگر ہم تو بڑے میاں کے قدر دانوں میں سے ہیں۔ ان چھٹ بھیوں کی باتیں ان کے مقابلے میں ہمیں نہیں جچتیں۔ خاص کر جہاں چھوٹے میاں اور بڑے میاں میں اختلاف ہو' ہم چھوٹے میاں کی طرف دیکھیں۔ ناممکن ہے۔

اختلاف یہ ہے کہ عرصہ ہوا بڑے میاں مرزا صاحب متوفی کہہ گئے ہیں کہ میرے آنے سے شیطان مارا گیا۔ مجھ سے پہلے وہ بھاگا پھرتا رہا' لیکن میرے وقت میں وہ قتل ہوگیا۔ مرزا صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

'شیطان نے آدم کو مارنے کا منصوبہ کیا تھا اور اس کا استیصال چاہا تھا۔ پھر

شیطان نے خدا تعالیٰ سے مہلت چاہی اور اس کو دی گئی الی وقت المعلوم۔ بہ سبب اس مہلت کے کسی نبی نے اس کو قتل نہ کیا۔ اس کے قتل کا ایک ہی وقت مقرر تھا کہ وہ مسیح موعود (مرزا صاحب) کے ہاتھ سے قتل ہو۔'' (ملفوظات احمدیہ ج ۲ ص ۳۱۷)

ناظرین۔ اگر شیطان بڑے مرزا صاحب کے زمانہ میں قتل ہو چکا تو اب وہ کہاں سے زندہ ہو کر فوج تیار کر کے رحمانی فوج کے سامنے دندناتا ہوا آ گیا ہے۔ کیا کوئی متنفس مرنے کے بعد زندہ ہو کر دنیا میں آ سکتا ہے؟ نہیں! بڑے میاں کہہ گئے ہیں انھم لا یرجعون۔ ہمارے خیال میں خلیفہ صاحب کا احراریوں کو شیطانی فوج اور شیطان کو ان کا قائد (سپہ سالار) کہنا محض ادعا ہے' جیسا مرزا صاحب کی موت کے بعد ریل کے جاری رہنے پر کسی شاعر نے کہا تھا۔

مرا دجال لیکن ہے ابھی اس کا گدھا باقی

(اہل حدیث ۵ جولائی ۱۹۳۵ء ص ۶)

مولانا محمد حسن لدھیانوی

آپ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے نہایت قریبی رفقا میں شمار ہوتے تھے۔ بڑے صاحب علم وفضل اور لدھیانہ میں آنریری مجسٹریٹ تھے۔ تحریک ختم نبوت میں ان کی خدمات گوناگوں ہیں۔ مرزا صاحب کے چیلنجوں کا ہدف بنتے رہے ہیں۔ جن لدھیانوی بزرگوں نے مرزا صاحب کے فتوی تکفیر پر دستخط کئے' ان میں مولوی مشتاق احمد۔ مولوی نور محمد۔ مولوی عبدالقادر۔ مولوی قربان علی لکھنوی اور مولوی نورالدین خان کے ساتھ مولوی محمد حسن رئیس وسرگروہ اہل حدیث لدھیانہ کا نام بھی شامل تھا۔ ۱۸۹۶ء میں جن علماء کو مرزا صاحب نے دعوت مباہلہ دی تھی ان میں بھی آپ کا اسم گرامی شامل تھا۔ اور مرزا صاحب نے تحفہ گولڑویہ میں ایک خواب کا ذکر کیا ہے جس کے مطابق آپ کو تحریک ختم نبوت میں خدمات بجالانے کے باعث بارگاہ رسالت میں حاضری کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ یہ خواب والی بات یوں ہے کہ مرزا صاحب کے مطابق کسی مسلمان بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں بہت سے ہندی علماء حاضر ہیں اور حضور سرکار دو عالم تحریک ختم نبوت میں ان خدام کی خدمتوں پر پسندیدگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ ان خدام میں مولوی محمد حسین بٹالوی' میاں عبدالحق غزنوی' مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی عبدالواحد غزنوی' مولوی رسل بابا امرتسری' مولوی احمد اللہ امرتسری' میاں چٹو لاہور۔ سید نذیر حسین محدث' مولوی محمد لدھیانوی' مولوی عبدالعزیز لدھیانوی' حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی وغیرہ ہیں جو بارگاہ رسالت میں (کرسیوں پر) باادب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور مولوی محمد علی بوپڑوی کا ذکر کر کے مرزا صاحب بتاتے ہیں کہ مجلس میں' پھر آگے چل کر ایک اور کرسی تھی اور اس پر ایک اور مولوی صاحب چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے اور آواز آ رہی تھی کہ

یہی ہیں خلیفہ بٹالوی محمد حسن لدھیانوی' اور ساتھ ان کے ایک اور کرسی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ یہ مولوی واعظ محمود شاہ کی کرسی ہے جو کسی مناسبت سے مولوی محمد حسن کے ساتھ بچھائی گئی تھی۔ (تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن ج ۱۷ص ۱۷۶۔ ۱۷۸) یہ خواب ظاہر کرتا ہے کہ تحریک کے ابتدائی دور میں مولانا محمد حسن اپنی خدمات کے باعث نمایاں مقام حاصل کر چکے تھے جبھی تو انہیں اس خواب کے مطابق دربار رسالت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

تحریک ختم نبوت سے مولانا محمد حسن کا تعلق بالکل ابتدائی دور میں ہی قائم ہوگیا تھا۔ ہوا یوں کہ جب مولانا بٹالوی اور مرزا صاحب کے درمیان ۱۸۹۱ء کے ابتدائی مہینوں میں خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا تو چند خطوط کے بعد مرزا صاحب نے مولانا محمد حسن لدھیانوی سے خط و کتابت شروع کر دی۔ یہ سلسلہ ذرا آگے چلا تو مرزا صاحب نے علماء کو مباحثے کا چیلنج کرتے ہوئے ایک اشتہار شائع فرمایا جیسا کہ مولوی دوست محمد نے لکھا ہے۔

مرزا صاحب نے ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو لدھیانہ سے ''ایک اشتہار کے ذریعہ تمام مشہور علماء بالخصوص مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی' مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی' مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھو کے والے' مولوی شیخ عبداللہ صاحب تبتی' مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی (مع برادران) اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کو تحریری مباحثہ کا چیلنج دیا۔ (تاریخ احمدیت ج ۲ص ۲۲۹۔ ۲۳۷)

اور کچھ عرصہ بعد انہوں نے ایک اور اشتہار بھی شائع فرمایا جو یوں ہے۔

''لودیانہ کے بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی عبداللہ صاحب' مولوی محمد صاحب' مولوی عبدالعزیز صاحب' مولوی مشتاق احمد صاحب' مولوی شاہ دین صاحب اس مسئلہ میں اس عاجز سے مخالف ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہوگئے ہیں...... (اور) اکثر اوقات منبر پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کی مدعی اس مسئلہ کا (یعنی مرزا) ہم سے بحث کرے۔ ہم (مرزا صاحب) بحث کے لئے طیار ہیں......سب سے

پہلے (ہم سے) بحث کرنے کا حق مولوی عبدالعزیز صاحب کو ہے...... اگر کسی کمزوری کی وجہ سے وہ (بحث سے) گریز کریں تو...... اپنے برادر حقیقی مولوی محمد صاحب سے بحث کرنے کے لئے منت کریں۔ اگر وہ بھی...... جواب دے دیں تو پھر اپنے دوسرے بھائی مولوی عبداللہ صاحب کی خدمت میں التجا لے جائیں اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو پھر بحالت لاچاری مولوی مشتاق احمد صاحب...... کی خدمت میں دوڑیں اور اگر وہ بھی صاف جواب دیں تو...... مولوی شاہ دین صاحب (لدھیانوی) ایسے اضطراب کی حالت میں ضرور کام آئیں گے...... اگر وہ بھی گریز کر جائیں تو پھر استاد طائفہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی خدمت میں مولوی شاہ دین صاحب سے درخواست کرا دیں۔ اور اگر وہ بھی خاموش رہیں تو پھر موحدین کے گروہ میں سے اس شہر (لدھیانہ) میں چیدہ و برگزیدہ حضرت مولوی محمد حسن صاحب رئیس اعظم لدھیانہ ہیں جو درحقیقت علاوہ کمالات علمی کے بڑے نیک اخلاق کے آدمی اور نیک نیت اور بردبار اور حلیم الطبع شخص ہیں۔ ان کی طرف سب کو رجوع کرنا چاہیے۔ اور ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو بحث کے لئے مقرر کر دیں۔ (پھر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ بحث کسی رئیس کے مکان پر ہو جہاں انگریز اور دیسی پولیس افسر موجود ہوں۔ فریقین کے سوال و جواب لکھنے کو ہندو منشی ہو۔ بحث تحریری ہو۔ فریقین کے پرچے حاضرین کو سنائے جائیں اور ایک دستخط شدہ نقل فریق مخالف کو دی جائے اور) یہ جلسہ بحث عید کے دوسرے دن قرار پانا چاہیے۔ تا بوجہ تعطیل کے ملازمت پیشہ لوگ بھی حاضر ہو سکیں اور دور سے آنے والے بھی پہنچ سکیں یا جیسے مولوی صاحبان تجویز کریں۔

(المشتہر مرزا غلام احمد لودیانہ محلہ اقبال گنج ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء) (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۷۰۔۲۷۳)

اس اشتہار کے جواب میں لدھیانہ کے مولوی مشتاق احمد صاحب نے ۲۴ رمضان کو اشتہار شائع کیا جس کا ذکر مولانا عبدالحق غزنوی نے مرزا صاحب کے نام اپنے ایک خط میں کیا تھا۔ (دیکھئے مجموعہ اشہارات ج ۱ ص ۲۲۳۔۲۲۴ حاشیہ) ہمارے سامنے یہ

اشتہار یا اس سے کوئی اقتباس نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں نہیں معلوم کہ اس میں کیا کہا گیا تھا۔ اور اس اشتہار کے ۵ روز بعد یعنی ۲۹ رمضان کو مولوی محمد لدھیانوی صاحب نے بھی ایک اشتہار شائع کیا جو ان کی کتاب فتاوی قادریہ میں موجود ہے۔ اس اشتہار میں انہوں نے لکھا:

''مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ اول سرکار سے اجازت طلب کرے کیونکہ حکام شہر ھذا نے چند سال سے یہ حکم نافذ کر رکھا ہے کہ کوئی اجنبی شخص اس شہر میں آ کر بلا اجازت سرکار کوئی جلسہ مذہبی نہ کرے (اور) چونکہ ہمارے نزدیک جب مرزا قادیانی اسلام سے خارج ہے تو مرزا کو اول اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا۔ (اور) اگر مرزا صاحب کو مباحثہ بلا پابندی شرائط کے منظور ہو تو جمعہ یا عیدین کے مجمع میں حاضر ہو کر مستفید ہوں۔ (اور) چونکہ مناظرہ کرنے میں ہر دو بحث کنندوں کا علم میں برابر ہونا امر ضروری ہے لہذا کتب مروجہ درسی میں فریقین کا امتحان لیا جاوے گا اور عربی زبان میں ہر دو صاحبوں کو تحریر مع ترجمہ کرنی پڑے گی۔

(اشتہار مرقوم ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ۔ (فتاوی قادریہ ص ۲۰ تا ۲۳)

اور مرزا صاحب نے چونکہ ان باتوں پر توجہ نہیں دی اس لئے مولوی محمد (مع برادران) سے ان کا مباحثہ نہ ہو سکا۔ اور چونکہ یہ چیلنج مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ کو بھی تھا اور انہیں اس بات کی بھی اجازت دی گئی تھی کہ اگر وہ چاہیں تو مولانا بٹالوی کو اپنی جگہ کھڑا کر سکتے ہیں تو اس اجازت سے فائدہ اٹھا کر لدھیانہ میں مباحثہ ایک غیر لدھیانوی یعنی مولانا بٹالوی نے آ کر کیا۔ دعویٰ مسیحیت کے بعد مرزا صاحب کا کسی مسلمان عالم سے یہ پہلا مناظرہ تھا اور وہ اس مناظرے کا ذکر کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

'خدائے تعالیٰ نے پورے طور پر جلوہ قدرت دکھلانے کے لئے ایک ایسے نامی مولوی صاحب سے ہمیں ٹکرا دیا جن کی لیاقت علمی، جن کی طاقت فہمی، جن کی طلاقت لسانی، جن کی فصاحت بیانی کا شہرہ پنجاب و ہندوستان میں ہے۔ اور خدائے حکیم و علیم

کی مصلحت نے اس ناکارہ کے مقابل پر ایسا انہیں جوش بخشا اور اس درجہ کی بدظنی میں انہیں ڈال دیا کہ کوئی دقیقہ بدگمانی اور مخالفانہ حملہ کا انہوں نے اٹھا نہیں رکھا۔''

(مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۲۹۰)

مسلمانوں کی طرف سے اس مناظرے کے مدار المہام ہمارے ممدوح مولانا محمد حسن لدھیانوی تھے اور دوران مناظرہ مولانا بٹالوی کا قیام بھی انہی کے ہاں رہا۔ یہ مناظرہ تحریری تھا اور تاریخ احمدیت کے مطابق ۲۰ سے ۲۹ جولائی تک یعنی دس روز جاری رہا...... پہلے حضرت مسیح موعود (مرزا) کے مکان پر ہوتا تھا لیکن بعد میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضرت اقدس سے کہا کہ ہم آپ کے مکان پر آتے ہیں۔ آپ ہمارے مکان پر نہیں آتے۔ چنانچہ حضرت اقدس مولوی محمد حسن صاحب رئیس آنریری مجسٹریٹ کے مکان پر (جہاں بٹالوی صاحب ٹھہرے ہوئے تھے) تشریف لے جانے لگے۔ (تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۳۹۔۲۴۰) یعنی اس مناظرے کا نصف آخر مولانا محمد حسن کے مکان پر عمل میں آیا اور یہی وہ گھر ہے جہاں مرزا صاحب نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے تیسرے پرچے کی نقل نہ دے کر مباحثے کو جاری رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔

اس مناظرے کے بعد مولانا بٹالوی لدھیانہ سے چلے گئے اور مرزا صاحب کو بھی کچھ وقت کے لئے شہر سے جانا پڑا' جس کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں اور یہاں اس سلسلے میں چند اور عبارات پیش کرتے ہیں۔

مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے' خاکسار عرض کرتا ہے کہ' شروع اگست (۱۸۹۱ء) میں آپ لدھیانہ سے چند دن کے لئے امرتسر تشریف لائے اور پھر واپس لدھیانہ تشریف لے گئے۔ امرتسر آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ لدھیانہ میں مخالفت کا بہت زور ہو گیا تھا اور لوگوں کے طبائع میں ایک ہیجان کی حالت پیدا ہو گئی تھی۔ کیونکہ مولوی محمد حسین نے مباحثہ میں اپنی کمزوری کو محسوس کر کے لوگوں کو بہت اشتعال دلانا شروع کر دیا اور فساد کا اندیشہ تھا' جس پر لدھیانہ کے ڈپٹی کمشنر نے مولوی محمد حسین کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ

لدھیانہ سے چلا جاوے۔ اس حکم کی اطلاع جب حضرت صاحب کو پہنچی تو بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ چونکہ یہ امکان ہے کہ آپ کے متعلق بھی ایسا حکم جاری کیا گیا ہو یا جاری کر دیا جاوے اس لئے احتیاطاً لدھیانہ سے چلے جانا چاہیے۔ چنانچہ آپ امرتسر تشریف لے آئے اور ایک چٹھی ڈپٹی کمشنر (لدھیانہ) کے نام لکھی جس کے جواب میں ڈپٹی کمشنر کی چٹھی آئی کہ آپ کے متعلق کوئی ایسا حکم نہیں دیا گیا کہ آپ لدھیانہ سے چلے جاویں۔ بلکہ آپ کو بمتابعت وملحوظیت قانون سرکاری لدھیانہ میں ٹھہرنے کے لئے ویسے حقوق حاصل ہیں جیسے دیگر رعایا تابع قانون سرکار انگریزی کو حاصل ہیں۔ مرقوم ۱۶ اگست ۱۸۹۱۔ اس کے بعد آپ پھر لدھیانہ تشریف لے گئے اور ایک عرصہ تک وہاں مقیم رہے اور پھر قادیان تشریف لے آئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ پھر لدھیانہ گئے اور وہاں سے دہلی تشریف لے گئے۔ (سیرۃ المہدی ص ۵۸۔۸۶ حصہ اول)

اور ایک دوسرے مقام پر مرزا بشیر نے لکھا ہے' میر عنایت علی صاحب لدھیانوی نے مجھ سے بذریعہ خط بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس معہ مولوی عبدالکریم صاحب اور غلام قادر صاحب فصیح لدھیانہ محلّہ اقبال گنج میں تشریف رکھتے تھے۔ دعوی مسیحیت ہو چکا تھا اور مخالفت کا زور تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی حضور کے مقابلے میں آ کر شکست کھا چکا تھا۔ غرض لدھیانہ میں ایک شورش ہو رہی تھی اور محرم بھی غالباً قریب تھا۔ اس پر لدھیانہ کے ڈپٹی کمشنر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں لدھیانہ میں ان مولویوں کی وجہ سے فساد نہ ہو جائے۔ ان کو لدھیانہ سے رخصت کر دینے کا حکم دیا اور اس کام کے لئے ڈپٹی کمشنر نے ڈپٹی دلاور علی صاحب اور کریم بخش صاحب تھانہ دار کو مقرر کیا۔ ان لوگوں نے مولوی محمد حسین کو ڈپٹی کمشنر کا حکم سنا کر لدھیانہ سے رخصت کر دیا اور پھر وہ حضرت صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور سڑک پر کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت صاحب نے ان کو فوراً اندر مکان میں بلا لیا اور ہم لوگوں کو حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ ذرا باہر چلے جائیں۔ چنانچہ ڈپٹی صاحب وغیرہ نے حضرت صاحب کے ساتھ کوئی آدھ گھنٹہ ملاقات کی اور پھر واپس چلے گئے۔ ہم نے اندر جا کر حضرت صاحب

سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کیوں آئے تھے؟ جس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ وہ ڈپٹی کمشنر کا ایک پیغام لائے تھے کہ لدھیانہ میں فساد کا اندیشہ ہے' بہتر ہے کہ آپ کچھ عرصہ کے لئے یہاں سے تشریف لے جائیں۔ حضرت صاحب نے جواب میں فرمایا کہ اب یہاں ہمارا کوئی کام نہیں ہے اور ہم جانے کو تیار ہیں۔ لیکن سردست ہم سفر نہیں کر سکتے کیونکہ بچوں کی طبیعت اچھی نہیں۔ انہوں نے کہا خیر کوئی بات نہیں' ہم ڈپٹی کمشنر سے کہہ دیں گے اور ہمیں آپ کی ملاقات کا بہت شوق تھا' سو شکر ہے اس بہانہ سے زیارت ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت صاحب اندرون خانہ تشریف لے گئے اور ایک چٹھی ڈپٹی کمشنر کے نام لکھ کر لائے جس میں اپنے خاندانی حالات اور اپنی تعلیم وغیرہ کا ذکر فرمایا اور بعض خاندانی چٹھیات کی نقل بھی ساتھ لگا دی۔ اس چٹھی کا غلام قادر صاحب فصیح نے انگریزی میں ترجمہ کیا اور پھر اسے ڈپٹی کمشنر کے نام ارسال کر دیا گیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ آپ کے لئے ایسا کوئی حکم نہیں۔ آپ بے شک لدھیانہ میں ٹھہر سکتے ہیں...... اس کے بعد دیر تک حضرت صاحب لدھیانہ میں رہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے حضرت خلیفہ ثانی سے سنا ہوا ہے کہ اس موقعہ پر حضرت صاحب احتیاطاً امرتسر چلے آئے تھے اور امرتسر میں آپ کو ڈپٹی کمشنر کی چٹھی ملی تھی' جس پر آپ لدھیانہ تشریف لے گئے۔ ان دونوں روایتوں میں کون سی درست ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں ٹھیک ہوں۔ یعنی حضرت صاحب ڈپٹی دلاور علی صاحب وغیرہ سے ملاقات کے بعد احتیاطاً امرتسر چلے آئے تھے اور امرتسر میں آپ کو ڈپٹی کمشنر کی چٹھی ملی تھی جس پر آپ پھر لدھیانہ تشریف لے گئے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈپٹی دلاور علی صاحب وغیرہ کو ڈپٹی کمشنر کے حکم کے متعلق غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی اور ڈپٹی کمشنر کا منشا صرف مولوی محمد حسین کے رخصت کئے جانے کے متعلق تھا۔" (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۱۴۵۔۱۴۶)

مولانا محمد حسن کی قیام گاہ پر ہونے والے اس مباحثے سے متعلق ایسی قادیانی تحریروں پر آپ مولانا محمد ابراہیم کمیرپوری کا وہ تبصرہ ضرور پڑھ لیجئے جو ہم کسی اور جگہ نقل کر چکے ہیں۔ اس درخواست کے ساتھ ہم آگے بڑھتے ہیں۔

۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب نے ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی سے جو مناظرہ کیا تھا اس کا اختتام ڈپٹی آتھم کے متعلق مرزا صاحب کی ایک پیش گوئی سے ہوا تھا جس کی میعاد انہوں نے ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء مقرر فرمائی۔ یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی تو پورے ہندوستان میں مرزا صاحب کا مذاق اڑایا گیا۔ اپنی ہوا کو اکھڑتا دیکھ کر انہوں نے اپنی کتاب انجام آتھم میں ۱۸۹۶ء میں ہندوستان میں اپنے نامی مخالفین کو مباہلے کا چیلنج کیا۔ ان مخالفین کی فہرست میں مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ کا نام آٹھ نمبر پر ہے۔ اس اشتہار کے جواب میں کوئی مباہلہ منعقد نہیں ہوا تھا۔ تاہم یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولانا محمد حسن اس وقت کے تحریکی کارکنوں میں اتنا نمایاں مقام رکھتے تھے کہ ہندوستان کے ۵۰ سے زائد منتخب علمائے اسلام کی فہرست میں انہیں آٹھ نمبر پر شمار کیا گیا۔

مولوی محمد حسن صاحب تحریک ختم نبوت میں اس کے بعد بھی سرگرمی سے حصہ لیتے رہے اور ان کا اسم گرامی مرزا صاحب کے اشتہار انعام ۵۰۰ روپیہ (تتمہ تحفہ گولڑویہ' (روحانی خزائن ج ۱۷) میں بھی موجود ہے۔ یہ اشتہار ۱۹۰۲ء میں دیا گیا تھا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی آپ تحریک کے نمایاں کارکنوں میں شامل تھے۔

مولانا محمد حسن کے ذکر خیر کا اختتام ہم مرزا صاحب کے درج ذیل فرمان پر تبصرہ سے کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے لکھا تھا۔

'میں نے اپنے رسالہ انجام آتھم میں بہت سے مخالف مولویوں کا نام لے کر مباہلہ کی طرف بلایا تھا اور ...... یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی ان میں سے مباہلہ کرے تو یہ دعا کروں گا کہ ان میں سے کوئی اندھا ہو جائے اور کوئی مفلوج اور کوئی دیوانہ اور کسی کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہو اور کوئی بے وقت موت سے مر جائے اور کوئی بے عزت ہو اور کسی کو مال کا نقصان پہنچے۔ پھر اگرچہ تمام مخالف مولوی مرد میدان بن کر مباہلہ کے لئے حاضر نہیں ہوئے مگر پس پشت گالیاں دیتے رہے اور تکذیب کرتے رہے۔ چنانچہ ان میں سے رشید احمد گنگوہی نے صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین نہیں کہا بلکہ اپنے ایک اشتہار میں مجھے شیطان کے نام سے پکارا ہے۔ آخر نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ تمام بالمقابل مولویوں میں

سے جو باون تھے آج تک صرف بیس زندہ ہیں اور وہ بھی کسی نہ کسی بلا میں گرفتار۔ باقی سب فوت ہو گئے۔ مولوی غلام دستگیر خود اپنے مباہلہ سے مر گیا۔ اور جو زندہ ہیں ان میں سے کوئی بھی آفات متذکرہ بالا سے خالی نہیں' حالانکہ ابھی انہوں نے مسنون طور پر مباہلہ نہیں کیا تھا' حقیقۃ الوحی (روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۳۱۳) یعنی جن لوگوں کو چیلنج دیا گیا تھا مباہلہ نہ ہونے کے باوجود ان میں سے جو لوگ مرزا صاحب کی زندگی میں مر گئے' ان کی موت کو مرزا صاحب اپنی صداقت اور ان کے کذب کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے تھے۔ مولانا محمد حسن بھی مباہلے کے ان مدعوین میں شامل تھے اور وہ نہ صرف مرزا غلام احمد کی موت کے وقت زندہ تھے بلکہ اس وقت بھی حیات تھے جب مولانا ثناء اللہ امرتسری اور میر قاسم علی قادیانی کے مابین مرزا صاحب کے آخری فیصلہ والے اشتہار پر ۱۹۱۲ء میں لدھیانہ میں مباحثہ ہوا تھا۔ مرزائیوں کو بھی یاد تو ہو گا کہ انہوں نے مولانا امرتسری کو جیت جانے کی صورت میں تین سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا تھا اور وعدے کی انعامی رقم انہوں نے مولانا محمد حسن ہی کے پاس جمع کروائی تھی۔ اور ان کو یہ بھی یاد ہو گا کہ تین سو روپے کی یہ رقم مباحثہ کے بعد مولانا محمد حسن نے مرزائیوں کو واپس کی تھی یا مولانا امرتسری کے حوالے فرمائی تھی۔ ہم اس موضوع پر مزید گزارشات مناسب مقام پر کریں گے۔ یہاں مرزائیوں سے یہ درخواست کرنا مقصود ہے کہ اگر ۱۸۹۶ء کے اشتہار مباہلہ میں موجود کسی عالم کی مرزا صاحب کی زندگی میں موت مرزا صاحب کی صداقت کا نشان ہے تو مولانا محمد حسن کی زندگی میں مرزا صاحب کی موت مولانا محمد حسن کے سچے اور مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے کا ثبوت کیوں نہ ہو؟

مولوی محمد ابوالحسن سیالکوٹی

آپ حافظ محمد ثانی کے نام سے معروف تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شہسوار تھا اور آپ قوم کے کھوکھر تھے۔ تصانیف میں آپ اپنا نام محمد ابوالحسن سیالکوٹی لکھا کرتے تھے۔ نہایت ذہین تھے۔ صرف چھ ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ سیالکوٹ' لاہور' امرتسر متعدد شہروں میں علم حاصل کیا مگر حدیث کی سند میاں صاحب شیخ الکل دہلوی سے حاصل کی۔

بعد فراغت درس وتدریس اور وعظ وتذکیر میں مشغول ہوئے۔ اس کے ساتھ آپ نے تالیف وتصنیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ فیض الباری کے نام سے صحیح بخاری کا سب سے پہلے مکمل ترجمہ شائع کیا۔ آپ نے الکلام المبین مصنفہ مولوی عبدالحی لکھنوی کا بہت عمدہ اور مدلل جواب بھی دیا جو سات سو سے زیادہ صفحات میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ آپ نے ترجمہ غنیۃ الطالبین وفتوح الغیب مصنفہ سید عبدالقادر جیلانی۔ فیض الستار ترجمہ آثار امام محمد۔ اکمال ترجمہ اسماء الرجال (اصول حدیث) ترجمہ مشکوٰۃ شریف۔ تلخیص الصحاح ترجمہ تدبیر الوصول۔ الکلام المبین (حصہ دوم) بجواب مقلدین۔ مناقب مرتضوی درشان علی کرم اللہ وجہہ۔ خطبات التوحید۔ فقہ محمدیہ کلاں (تین حصے) فقہ محمدیہ خرد (ہشتم سے دہم تک) کامل ایمانی ہر دو حصہ۔ نور رحمت فی احوال قیامت۔ اسماء اللہ واسماء الرجال۔ تردید الجاہلین والمشرکین۔ انقاع المرہون فی جواب کشف المرہون۔ نامی کتابیں لکھیں۔ آپ کی وفات بتاریخ ۸ محرم بروز شنبہ ۱۳۲۵ھ کو ہوئی۔

ہم نے شخصیات کے حصے میں آپ کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ آپ نے دیگر علمی خدمات کے علاوہ ردقادیانیت میں بھی گراں قدر کام کیا ہے۔ ہمیں ان کی خدمات کی

تفصیلات تو نہیں ملیں، لیکن ان کی ایک کتاب کا ذکر ملتا ہے جو بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی (مع سیاپا) کے نام سے دو حصوں میں شائع ہوئی تھی۔ ہمیں اس کتاب کے مندرجات اور سال اشاعت کا بھی علم نہیں ہے، لیکن اہل حدیث امرتسر میں (جہاں سے یہ حالات نقل کئے جا رہے ہیں) اس کتاب کے تعارف میں بتایا گیا ہے کہ بزبان پنجابی اور عربی یہ کتاب قابل دید ہے۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۹ اپریل ۱۹۲۰ء) مولانا محمد مستقیم سلفی نے جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات میں اس کتاب کے دوسرے حصے کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اردو میں ہے۔ (کتاب مذکور ص ۷۹)

کتابیات

اس کتاب کی تالیف میں درج ذیل کتب' رسائل اور اخبارات سے مدد لی گئی ہے۔ کتاب کے نام کے بعد مصنف کا نام اور مقام اشاعت اور سال طباعت (جہاں تک ممکن ہوسکا) دیئے گئے ہیں۔ ترتیب حروف تہجی کے لحاظ سے دی گئی ہے۔

ابوالکلام آزاد سوانح۔ شورش کاشمیری۔ لاہور۔ ۱۹۹۴ء

الثورۃ الہندیہ۔ فضل حق خیر آبادی۔ ترجمہ عبدالشاہد شروانی۔ لاہور۔ ۱۹۷۴ء

الحیاۃ بعد المماۃ۔ مولانا فضل حسین بہاری۔ طبع اول

اسیر مالٹا۔ مولانا حسین احمد مدنی۔ مکی دارالکتب لاہور

اشرف السوانح۔ مرتبہ خواجہ عزیز الحسن۔ ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ ملتان۔ ۱۹۸۵ء

افادات وملفوظات مولانا سندھی۔ مرتبہ محمد سرور۔ لاہور۔ ۱۹۶۶ء

انقلاب ۱۸۵۷ء۔ مرتبہ پی سی جوشی۔ محمد علی فاروق۔ لاہور۔ ۱۹۹۵ء

آثار الحدیث۔ ڈاکٹر خالد محمود۔ دارالمعارف لاہور۔ ۱۹۸۸ء

Introdusing the books of promised messiah by Nasim Saifi Rabwah, 1983

بیس بڑے مسلمان۔ مرتب عبدالرشید ارشد۔ مکتبہ رشیدیہ لاہور

تاریخ مشائخ چشت۔ مولانا محمد ذکریا کاندھلوی۔ کراچی۔ ۱۳۹۷ھ

تاریخ اہل حدیث۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ لاہور۔ ۱۹۵۳ء

تاریخ مرزا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ مکتبہ السلفیہ لاہور۔ ۱۹۷۳ء

تاریخی روزنامچہ (۱۸۵۷ء)۔ عبداللطیف۔ ندوۃ المصنفین دہلی

تحریک ختم نبوت۔ شورش کاشمیری۔ مطبوعات چٹان لاہور۔ ۱۹۷۶ء
تذکرۂ صادقہ۔ عبدالرحیم صادقپوری۔ کراچی۔ ۱۹۹۶ء
تائیدالاسلام۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ ڈیرہ غازی خاں۔
تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر۔ صوفی احمد مسلم۔ دہلی ۱۹۸۴ء
تراجم علمائے حدیث ہند۔ ابویحییٰ امام خان نوشہروی۔
تاریخ احمدیت۔ دوست محمد شاہد۔ ربوہ
تحفہ شہزادہ ویلز۔ مرزا محمود قادیانی
تذکرہ۔ مرزا غلام احمد کے الہامات وپیش گوئیوں کا مجموعہ۔ چوتھا ایڈیشن
تذکرۃ الرشید۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ لاہور۔ ۱۹۸۶ء
تحریک آزادی فکر۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی۔ لاہور
تذکرۂ علمائے خانپور۔ قاضی محمد عبداللہ خانپوری۔ مکتبہ سلفیہ لاہور۔ ۱۹۸۵ء
تاریخ سندھ۔ اعجاز الحق قدوسی۔ اردو سائنس بورڈ۔ لاہور
تحریک احمدیت۔ مولوی محمد علی ایم اے۔ لاہور۔ ۱۹۳۱ء
ثناءاللہ امرتسری فضل الرحمٰن دارالدعوۃ السلفیہ لاہور۔ جون ۱۹۸۷ء
ثبوت حاضر ہیں۔ محمد متین خالد۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان۔ نومبر ۱۹۹۷ء
جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات۔ محمد مستقیم سلفی۔ بنارس۔ ۱۹۹۲ء
حیات شبلی۔ سید سلیمان ندوی۔ اعظم گڈھ۔ طبع چہارم۔ ۱۹۸۳ء
ختم نبوت اور تحریک احمدیت۔ غلام احمد پرویز۔ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔ ۱۹۹۶ء
داستان راعیاں۔ صوبیدار میجر محمد شریف۔ طبع لاہور ۱۹۹۹ء
ذکر حبیب (مرزا غلام احمد) مفتی محمد صادق قادیانی۔ قادیان ۱۹۳۶ء
رحمۃ للعالمین۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری
روحانی خزائن۔ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات کا مجموعہ ہے اور اس میں سے مرزا صاحب کی درج کتب سے حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔

الحق مباحثہ دہلی
ازالہ اوہام
اربعین
اعجاز احمدی
استفتا
انجام آتھم
انوار الاسلام
آئینہ کمالات اسلام/ دافع الوساوس
ایام الصلح
براہین احمدیہ
تریاق القلوب
تحفہ گولڑویہ
تحفہ غزنویہ
حجۃ الاسلام
حقیقۃ المھدی
حقیقۃ الوحی
سراج منیر
سر الخلافہ
کتاب البریہ
کشف الغطا
کشتی نوح
فتح اسلام
نزول المسیح
نور الحق
رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ لاہور۔ طبع چہارم ۱۹۹۲ء
رئیس قادیان۔ ابوالقاسم رفیق دلاوری۔
سب سے پہلا فتویٰ تکفیر۔ حبیب الرحمان لدھیانوی۔ فیصل آباد۔ ۱۹۹۷ء
سوانح ابراہیم میر سیالکوٹی۔ قاضی محمد اسلم سیف۔ ماموں کانجن۔ ۱۹۹۴ء
سوانح عبداللہ غزنوی۔ مولفہ غلام رسول۔ مرتبہ احمد دین۔ منڈی بہاؤالدین۔
سوانح داؤد غزنوی۔ مرتبہ ابوبکر غزنوی۔ لاہور۔ ۱۹۷۴ء
سوانح قاسمی۔ مناظر احسن گیلانی۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
سیاسی اتار چڑھاؤ۔ منیر احمد۔ لاہور۔ ۱۹۸۹ء
سیرۃ ثنائی۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی۔ مکتبہ قدوسیہ۔ لاہور
سیرۃ المھدی۔ مرزا بشیر احمد قادیانی۔ قادیان۔ ۱۹۳۵ء
شاہ اسماعیل شہید۔ عبداللہ بٹ

شہادۃ القرآن۔مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔طبع چہارم۔۱۹۵۸ء
شمائم امدادیہ۔مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی۔ملتان۔۱۴۰۵ھ
شہادات مرزا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری۔امرتسر۔۱۹۲۳ء
شیخ الہند مولانا محمود حسن۔ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری۔کراچی۔۱۹۸۸ء
عجائبات مرزا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری۔مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ۔کراچی۔
علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ۔مرتبہ محمد حسین بٹالوی۔لاہور۔۱۹۸۶ء
عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین۔مولانا خلیل احمد۔دارالاشاعت کراچی
علمائے دیوبند کا ماضی۔حکیم محمود احمد۔گوجرانوالہ۔دوسرا ایڈیشن
علمائے ہند کا شاندار ماضی از سید محمد میاں۔مکتبہ محمودیہ لاہور۔۱۹۷۷
فتاویٰ قادریہ۔مولانا محمد لدھیانوی۔مکتبہ قادریہ لاہور
فسانہ قادیان۔مولانا محمد ابراہیم کمیرپوری۔ملتان۔۱۹۹۱ء
فتنہ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرتسری۔صفی الرحمٰن اعظمی۔بنارس۔۱۹۷۶ء
فتاویٰ نذیریہ۔طبع سوم۔۱۹۸۸ء
قادیانیت اپنے آئینے میں۔مولانا صفی الرحمٰن اعظمی۔جامعہ سلفیہ بنارس ۱۹۸۱ء
قادیانیت۔مولانا ابوالحسن علی ندوی۔لکھنو۔۱۹۶۶ء
قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔پروفیسر الیاس برنی۔اہل حدیث اکیڈیمی۔لاہور
قومی ڈائجسٹ لاہور۔قادیانیت نمبر۔قومی پبلشرز لاہور۔جولائی ۱۹۸۸
کالا پانی۔مولانا محمد جعفر تھانیسری۔فیصل آباد
مرزائے قادیان کے دس جھوٹ۔محمد ابراہیم کمیرپوری۔ادارہ دینیات۔لاہور
مجالس حکیم الامت مع ملفوظات۔مرتبہ مفتی محمد شفیع۔دہلی۔۱۳۹۶ھ
محمدیہ پاکٹ بک۔مولانا محمد عبداللہ معمار۔لاہور۔طبع ششم
مرزائیت اور اسلام۔علامہ احسان الٰہی ظہیر۔لاہور۔۱۹۹۳ء
مقابیس المجالس۔مرتبہ رکن الدین۔تحقیق کپتان واحد بخش۔لاہور

موج کوثر۔شیخ محمد اکرام۔لاہور۔۱۹۹۲

مہر منیر۔مولوی فیض احمد۔گولڑہ۔طبع پنجم۔۱۹۸۷ء

مکتوبات احمدیہ (مرزا غلام احمد کے مکتوبات کا مجموعہ قادیان)

مجموعہ اشتہارات (مرزا غلام احمد کے اشتہارات کا مجموعہ جو پہلے تبلیغ رسالت کے نام سے شائع ہوا تھا)۔ربوہ۔۱۹۸۶ء

ملفوظات۔مرزا غلام احمد۔ربوہ۔نومبر ۱۹۸۴ء

نقش دوام۔مولانا انظر شاہ۔لاہور۔۱۹۸۹ء

نتائج التقلید۔مولانا حکیم محمد اشرف سندھو۔بلوکی۔۱۹۵۸ء

نقش حیات۔مولانا حسین احمد مدنی۔کراچی/اسلامی اکیڈیمی اردو بازار۔لاہور

نصیحت سلفی۔حکیم محمود سلفی۔گوجرانوالہ

ہندوستان میں وہابی تحریک۔ڈاکٹر قیام الدین۔ترجمہ محمد مسلم عظیم آبادی۔کراچی۔
طبع سوم ۱۹۸۰ء

ہمارے ہندوستانی مسلمان۔ولیم ہنٹر

یاد رفتگان۔سید سلیمان ندوی۔کراچی۔۱۹۸۳ء

رسائل واخبارات

اشاعۃ السنۃ۔بٹالہ۔ایڈیٹر محمد حسین بٹالوی مرحوم۔متعدد شمارے

ماہنامہ دار العلوم۔دیوبند۔فروری۔مارچ ۱۹۹۷ء

الفضل انٹرنیشنل لندن۔متعدد شمارے

اہل حدیث امرتسر۔ایڈیٹر۔مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم۔متفرق شمارے

الامداد۔تھانہ بھون۔صفر ۱۳۳۶ھ

ماہنامہ الرشید۔دیوبند نمبر۔لاہور۔فروری۔مارچ ۱۹۷۶ء

الرسالہ۔ایڈیٹر۔مولانا وحید الدین خان۔دہلی۔متعدد شمارے

محدث۔مجلس التحقیق الاسلامی۔لاہور

ختم نبوت۔ہفت روزہ۔کراچی متفرق شمارے

مکتبہ قدوسیہ

تحریکِ ختمِ نبوت

حصہ اول

(۱۸۹۱ء۔۱۸۹۶ء)

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

مکتبہ قدوسیہ

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

تحریک ختم نبوت

حصہ دوم

(۱۸۹۷ء تا ۱۹۰۵ء)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

مکتبہ قدوسیہ لاہور

نام کتاب ۔ تحریک ختم نبوت، حصہ دوم، ۱۸۹۷ءتا ۱۹۰۵ء
تالیف ۔ڈاکٹر محمد بہاءالدین
طبع ۔ دوم (نظر ثانی شدہ)
سن طباعت ۔ ۲۰۰۶ء
زیر اہتمام ۔ مکتبہ قدوسیہ۔ اردو بازار لاہور

كلمة الناشر

فہرست مضامین

سیاق کلام

فروری ۱۸۹۳ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب آئینہ کمالات اسلام شائع ہوئی۔ اس کتاب میں انہوں نے بڑے فخر سے اپنے آپ کو مناظرانہ رنگ میں پیش کر کے مسلمانوں کو چیلنج کیا کہ آپ لوگ میرا مباحثہ کسی پادری سے کیوں نہیں کراتے؟ اس چیلنج سے مرزا صاحب کا مطلب یہ دعویٰ کرنا تھا کہ صرف وہی، عیسائیوں کا منہ بند کرنے اور اسلام پر ان کے حملوں کا مؤثر جواب دینے کی استعداد رکھتے ہیں۔ پھر ہوا یہ کہ محمد بخش نامی ایک شخص کے ذریعہ سے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ کی تحریک اٹھی اور اسی سال مئی ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر عیسائیوں سے مرزا صاحب کا مباحثہ ٹھن گیا جو ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کے ساتھ پندرہ روز تک جاری رہا (اس مباحثہ کا حال ہم حصہ اول میں بیان کر چکے ہیں) بحث کے دوران جب مرزا صاحب عیسائیوں کو خاموش نہ کر سکے تو اپنا کمال ظاہر کرنے کے لیے مباحثے کے آخر میں الہام کا سہارا لے کر ایک پیش گوئی فرما دی، جو درج ذیل ہے:

> 'میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنا پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لیے وقت تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی، یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے، وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے، بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے۔ رو سیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ زمین آسمان بدل جائیں، پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی'۔ (جنگ مقدس)

۱۸۹۳ء ہی میں مرزا صاحب نے اپنی زندگی کا واحد مباہلہ بھی کیا تھا جو مولانا عبدالحق غزنویؒ سے امرتسر کی عیدگاہ کے میدان میں ۱۰ ذیقعد ۱۳۱۰ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء کو اسی مباحثے کے دوران ہوا تھا۔ اس مباہلے کے بارے میں مرزا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

’عبدالحق غزنوی ثم امرتسری نے مجھ سے مباہلہ چاہا۔مگر میں مدت تک اعراض کرتا رہا۔ آخراس کے نہایت اصرار سے مباہلہ ہوا‘ (روحانی خزائن جلد ۱۱ (انجام آتھم) ص ۶۴)

اس مباہلے کے کچھ ہی عرصہ بعد جب بعض لوگ ، مرزا صاحب کو ایک اور مباہلے کی طرف بلانے لگے تو آپ نے اپنے ایک نہایت معتمد خدمتگار مرید منشی رستم علی (جو محکمہ پولیس میں ملازم تھے) کو ایک خط کے جواب میں لکھا

’بات یہ ہے کہ جب یہ عاجز امرتسر گیا اور جاتے ہی عاجز نے ایک خط رجسٹری کرا کر عبدالحق (غزنوی) کو مباہلہ کے لیے بھیجا کہ تم اس وقت مجھ سے مباہلہ کرلو...... (پھر) تاریخ مقررہ پر عبدالحق مباہلہ پر آ گیا اور امرتسر میں جو بیرون دروازہ رام باغ عیدگاہ متصل مسجد ہے اس میں مباہلہ ہوا اور کئی سو آدمی جمع ہوئے۔ یہاں تک کہ بعض انگریز پادری بھی آئے اور ہماری جماعت کے احباب شاید چالیس کے قریب تھے......اب جب تک پہلے مباہلہ کا فیصلہ نہ ہو۔ دوسرا مباہلہ کیونکر ہو‘ غلام احمد ۱۹۔ اگست ۱۸۹۳ء

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ ص ۱۲۱۔۱۲۲)

اس خط میں مرزا صاحب اپنے مرید کو بتا رہے ہیں کہ ابھی تک سابقہ مباہلے کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا ہے اور جب تک اس پہلے مباہلے کا نتیجہ برآمد نہ ہو دوسرا مباہلہ کیونکر ہو؟ تاہم یہ بات قابل غور ہے کہ اگر ایک بار بذریعہ مباہلہ فیصلہ ہو جائے تو نئے مباہلے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے کہا جائے کہ اے خدا تو اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرما۔ خدا تعالیٰ کا فیصلہ غلط تو ہو نہیں سکتا کہ اس کی بارگاہ میں دوبارہ مقدمہ دائر کرنے یا نظر ثانی کی درخواست دینے کی ضرورت پڑے؟ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا اپنے مرید کو دوسرے مباہلے کی بات لکھنا ہی درست نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اس خط سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ مرزا صاحب سمجھتے تھے کہ ۱۹۔ اگست ۱۸۹۳ء تک قادیانی اور غزنوی مباہلے کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ نیز اس خط سے مرزا صاحب کا یہ موقف بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جب تک پہلے مباہلے کا فیصلہ نہ ہو دوسرا مباہلہ بلا ضرورت ہوتا ہے اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ مرزا صاحب کے نزدیک مباہلے کے فیصلہ کی صورت یہ تھی کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے ایک مباہل اپنے انجام کو پہنچ کر دوسرے کو سچا ثابت کر جائے ، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

’یہ کہاں لکھا ہے کو جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے...... ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا

نہیں لکھا۔ لاؤ پیش کرو۔ وہ کون سی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہوا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوتے ہیں۔ (ملفوظات مرزا غلام احمد، جلد ۹ ص ۴۴۰۔۴۴۱)

مرزا غلام احمد کو ۱۹۰۸ء میں موت آئی اور مولانا عبدالحق غزنویؒ ۱۹۱۷ء میں فوت ہوئے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۸۹۶ء میں دونوں مباہل زندہ تھے اور ان دونوں کے زندہ ہونے کا مطلب مرزا صاحب کے نزدیک یہ تھا کہ ۱۸۹۶ء تک ۱۸۹۳ء والے مباہلے کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ اور جب اس سابقہ مباہلے ہی کا فیصلہ نہیں ہوا تھا تو منشی رستم علی کو لکھے جانے والے خط کی رو سے ۱۸۹۶ء میں نئے مباہلے یا اس قسم کے چیلنج کا جواز نہیں نکلتا تھا۔

۱۸۹۳ء والے مباحثے میں مرزا صاحب کا مدمقابل عیسائی مناظر ڈپٹی آتھم تھا جس کی بابت آپ نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کو پیش گوئی کی تھی کہ وہ پندرہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ اس پیش گوئی کے پورا ہونے کی انتہائی تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ جب اس پیش گوئی کی مدت ختم ہوگئی اور آتھم نہ مرا، تو پورے ہندوستان میں مرزا صاحب کا مذاق اڑایا گیا۔ چاروں طرف سے ان پر حملوں کی بوچھاڑ ہونے لگی اور ان کا ایک سرکردہ مرید یہ صورت حال دیکھ کر عیسائی ہوگیا اور عام طور پر یہ کہا گیا کہ مرزائیوں اور عیسائیوں کے مقابلے میں مرزائی ہار گئے ہیں۔ اس موقع پر بہت سے کارکنان تحریک ختم نبوت نے مرزا صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا اور بعد میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ قادیانیوں کی یادداشت کو تازہ کرنے کی خاطر انہیں اکثر بتایا کرتے تھے کہ تمہارے

’مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ مجھے خدا نے بتایا ہے کہ تیری فتح ہوگی۔ فریق مخالف جو انسان کو خدا بنا رہا ہے پندرہ مہینوں میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ اس روز حق کی فتح ہوگی، لنگڑے چلیں گے، اندھے دیکھیں گے، وغیرہ۔ اور اہل حق سے یہاں مراد تمہارے مرزا صاحب کی ذات خاص تھی اور اہل باطل سے مراد ڈپٹی آتھم عیسائی اور اس کی پارٹی تھی۔ اس وضاحت کی روشنی میں ۶ ستمبر ۱۸۹۵ء کی تاریخ یاد کرو کہ ڈپٹی آتھم عیسائی کی میعاد موت گزرنے پر جب وہ زندہ رہا تو پبلک نے تمہارے مرزا صاحب کے حق میں کیا کیا کہا تھا، عیسائی پارٹی پیش گوئی کے خاتمہ پر بڑے مزے سے اچھلتی پھرتی

تھی اور اشعار گاتی تھی...... جن میں سے چند ایک یہ ہیں

ایسی مرزا کی گت بنائیں گے
سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہووے گا نبوت کا
پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے

اور

غضب تھی تجھ پہ ستم گر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ذلیل و خوار ندامت چھپا رہے تھے کہ
تھا تیرے مریدوں پر محشر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم
یہ گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر

اور

پنجۂ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی
کچھ کرو شرم و حیاء تاویل کا اب کام کیا
بات اب بنتی نہیں کوئی بنائی آپ کی
ڈھیٹھ اور بے شرم بھی دنیا میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

اور قادیانی گوشہ نشین تھے ایسے دم بخو کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں بلاؤ تو جواب نہیں دیتے۔

نہ چھیڑ اے نگہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

اور مولانا عبدالحق غزنویؒ اپنی فتح اور قادیانی کی شکست ظاہر کرنے کو آتھم والے معاملے کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے تھے۔

مدد ہے مباہل کو یہ آسمانی ہوئی جس سے ہے ذلت قادیانی

(اہل حدیث امرتسر ۹۔اگست، ۶۔ستمبر، دسمبر ۱۹۳۵ء)

ادھر مرزا صاحب سے بات بنائے نہیں بن رہی تھی تاہم انہوں نے اپنی مخالفت کا زور توڑنے اور ڈپٹی آتھم کو نئے دام میں پھنسانے کے لیے اسے قسم اٹھانے کی دعوت دی اور چیلنج کیا کہ اگر آتھم قسم کھائے کہ میں مرزا کی پیشگوئی سے نہیں ڈرا تو اس کی موت کے لیے ایک سال کی مدت ہوگی۔ لیکن آتھم جو سالہا سال تک مجسٹریٹ رہ چکا تھا اور خوب سرد وگرم چشیدہ تھا مرزا صاحب کے دام میں کیسے آتا؟ اس نے کہا منہ سنوار کر چلتے بنو۔ ایک دفعہ جس کو پچھاڑ دیا پھر اس کو منہ لگانا اچھا نہیں۔ اس پر مرزا صاحب نے اپنی پیش گوئی کی تاویلیں شروع کر دیں کہ ہاویہ کا مطلب موت نہیں، پریشانی ہے اور آتھم پیش گوئی کے عرصہ میں مستقل طور پر ایک جگہ مقیم نہیں رہا، بلکہ ادھر ادھر پھرتا رہا ہے، اس سے اس کی پریشانی ظاہر ہو جاتی ہے اور سفر ویسے بھی مصیبت ہی ہوتا ہے۔ نیز مرزا صاحب نے یہ بھی کہا کہ آتھم پیش گوئی کو سنتے ہی یعنی جون ۱۸۹۳ء میں ہی ڈر گیا تھا اس لیے وہ ہاویہ میں گرائے جانے سے بچ گیا ہے۔ پھر آتھم والی پیش گوئی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ

'وہاں تو یہ لکھا ہوا کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ یہ تو نہیں لکھا کہ بشرطیکہ مسلمان ہو جائے۔ اس سے پہلے وہ رسول اللہ ﷺ کو نعوذ باللہ دجال لکھ چکا تھا اور یہی وجہ مباحثہ کی تھی اور پھر جب میں نے پیش گوئی سنائی تو اس نے اسی وقت کانوں پر ہاتھ دھرے۔' (ملفوظات، جلد ۴ ص ۱۵۸)

مرزا صاحب کی ان تاویلات کے رد میں بہت سے اکابرین تحریک ختم نبوت نے قلم اٹھایا تھا لیکن ہم اس موضوع پر ایک غیر معروف کارکن کی تحریر آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس بزرگ کا نام مولوی محمد مہر دین میاں ونڈی ہے جو لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مباحثہ آتھم کے اختتام پر کہا تھا

'جو فریق جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے پندرہ مہینہ میں ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی' (اب) مرزا صاحب ہاویہ کے معنی دوزخ کے نہیں لیتے، بلکہ فرماتے ہیں مراد اس سے پریشانی ہے جس میں مسٹر آتھم مبتلا ہوا۔ اگرچہ آتھم صاحب کی پریشانی اس کے سفر کرنے سے ظاہر ہوتی ہے مگر مرزا صاحب کی پریشانی باطن بھی کم نہ تھی۔ اس لیے کہ ان کو خوف لگا ہوا تھا کہ اگر پیش گوئی صحیح نہ نکلی تو عمر بھر کا بنا بنایا کام بگڑ

جائے گا اور ذلت کی تو انتہا نہیں۔ کیونکہ خود ان کا اقرار ہے (کہ منہ کالا کیا جائے گا وغیرہ) اور ظاہر ہے کہ غیور طبیعتوں کو جان سے زیادہ عزت ریزی کا خوف ہوتا ہے۔ خصوصاً ایسے موقع میں کہ ایک طرف تمام پادری نظر لگائے ہوئے ہوں اور دوسری طرف تمام مسلمان ہمہ تن چشم و گوش ہیں کہ دیکھئے اس پیش گوئی کا کیا حشر ہوتا ہے؟ پھر خوف صرف ذلت ہی کا نہیں بلکہ جان کا خوف بھی اسی الہام کے ایک گوشے میں دکھائی دے رہا ہے کیونکہ پھانسی کا دستاویزی اقرار خصم کے ہاتھ میں موجود ہے۔ ہر چند مرزا صاحب اس موقع پر اپنا اطمینان بیان کریں مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ پیش گوئی کا وجود نہیں ہوا تو سرے سے اس کے الہام ہونے میں شک پڑ گیا۔ اور بغیر الہام کے آدمی کو ایسے موقعوں میں اطمینانی حالت نصیب نہیں ہوسکتی۔ رہا جھگڑا شرط کا سو اگر اس سے توقع کامیابی کی رکھی بھی جاوے، تو ایک ضعیف احتمال ہے جس پر وثوق نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جہاں احتمال ضرر جانی اور بے عزتی ہو تو فکر غالب ہو جایا کرتی ہے۔ چہ جائیکہ احتمال ضرر ہی غالب ہو۔ غرض ان قرائن سے عقل گواہی دیتی ہے کہ جس مدت میں آتھم صاحب پریشان رہے، مرزا صاحب بھی بمقتضائے الحرب سجال کے پریشانی باطنی میں کم نہ تھے اور لفظ ہاویہ دونوں پر منطبق ہے (اور مرزا صاحب کے قول) 'اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی' اس کا ظہور مرزا صاحب ہی کی تحریر سے ہو گیا اور یہ فقرہ تو خاص مرزا صاحب سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ فریق مخالف اپنے کو کامیاب سمجھ رہا ہے اور خوش ہے اور مرزا صاحب کو ضرورت محسوس ہوئی کہ فریق ثانی کو گالیاں دیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ عقلی معجزات اکثر الٹ بھی ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب کے معجزوں میں یہ بات ثابت ہے کہ اس نے کسی کی آنکھ میں آشوب دفع ہو جانے کی غرض سے آب دہن لگایا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ شخص اندھا ہی ہو گیا۔ علاوہ ازیں بہت نظائر ہیں کہ عقلی معجزات کا اثر منعکس ہو جاتا ہے (اور جو مرزا صاحب نے کہا ہے کہ) 'جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ہو گی (اس کے متعلق مولوی مہر دین کہتے ہیں کہ) اگرچہ مرزا صاحب اس وقت توحید کی جانب ہیں مگر چونکہ مقصود اس سے اپنی عیسویت کا اثبات ہے، اس جہت سے باطل ان پر محیط اور شامل ہو گیا جیسا کہ حضرت علیؓ نے خوارج کے استدلال کے جواب میں فرمایا تھا کلمة الحق ارید بها الباطل

پھر جب مشاہدے سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کی کمال درجے کی ذلت ہوئی جس کا اظہار خود فرماتے ہیں تو حسب قیاس ان کا سچ پر ہونا بھی باطل ہو گیا۔ کیونکہ سچ پر ہوتے تو اس الہام کے مطابق عزت ہوتی۔ (اور مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ) اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کیے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے' پیش گوئی کا صدوق وکذوب پندرہ مہینے کے گزرنے پر منحصر تھا۔ پس مشاہدے سے اور ہزاروں بلکہ لاکھوں گواہوں سے اس کا کذب ظاہر ہو گیا۔ پس ظہور پیش گوئی کے وقت بے شک بعض اندھے جن پر پورا حال مرزا کا منکشف نہیں ہوا تھا اور ان کی طرف کھسکتے جا رہے تھے ضرور سوجاکھے ہو گئے اور حق کی راہ چلنے اور حق باتیں سننے لگے۔ چنانچہ حق پسند طبیعتوں کا خاصہ ہے کہ جب ایسی کھلی نشانی دیکھ لیتے ہیں تو حق کی جانب حرکت کرتے ہیں چنانچہ انجام آتھم کے صفحہ ۱۲ میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ اس پیش گوئی کی وجہ سے بعض مرید برگشتہ ہو گئے . یعنی اندھے سوجاکھے ہو گئے۔ (اہل حدیث امرتسر۔۲۲ جون ۱۹۳۴ء۔ص۵۔۶)

کچھ عرصہ بعد مولانا مہر دین نے اس موضوع پر پھر قلم اٹھایا اور لکھا

'مرزا صاحب نے کہا تھا کہ ڈپٹی آتھم روز پیش گوئی سے پندرہ ماہ میں مر کر ہاویہ میں ڈالا جائے گا۔ جب وہ نہ مرا تو مرزا جی نے یہ کہا کہ دنیا میں ادھر ادھر اس کا پھرنا ہی ہاویہ ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں

'آتھم نے اپنے خوف زدہ ہونے کی حالت سے بڑی صفائی سے یہ ثبوت دے دیا ہے کہ وہ ضرور ان ایام میں پیش گوئی کی عظمت سے ڈرتا رہا۔ ایک سخت غم نے اس کو گھیر لیا، وہ بھاگا پھرا۔ اس لیے درحقیقت وہ ہاویہ میں رہا، مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامن گیر ہو گیا تھا اور اس کے دل پر وہ رنج وغم و بدحواسی وارد ہوئی جس کو آگ کے عذاب سے کم نہیں کہہ سکتے۔ یہی اصل ہاویہ تھا اور وہ درد اور دکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا۔ اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آ گیا۔ اس کی یہ مثال ہوئی

قیامت دیدہ ام پیش از قیامت

اس پر وہ غم کے پہاڑ پڑے جو اس نے تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی پس کیا یہ سچ نہیں وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا' (مولانا مہر دین کہتے ہیں کہ)

مرزا صاحب کا وہ الہام تھا تو یہ کشف ہے کہ آتھم کے دل کی حالت اور عمر بھر کے واقعات بیان فرما رہے ہیں جن سے اس کو سراسر انکار ہے۔ اصل بات اتنی تھی کہ آتھم نے دیکھا کہ اس کی موت پر مرزا صاحب کی کامیابی منحصر ہے۔ ممکن ہے بلکہ اغلب ہے کہ مرزا صاحب کے جانثار مریدوں کی فوج اپنے پیرومرشد کی کامیابی کی غرض سے اس مہم کے سر کرنے میں سعی کرے گی (یعنی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گی) اس لیے بمشورہ حزم و احتیاط اس نے ایک جگہ کی اقامت کو اس مدت معینہ میں مناسب نہ سمجھا (وہ ریٹائرڈ مجسٹریٹ تھا) اور بطور تفریح جیسے مرفہ الحال لوگوں کی عادت ہوتی ہے اس نے سیاحت اختیار کی، جس کی بدولت نئے نئے شہر دیکھے، دعوتیں کھائیں، سیر و شکار کیے، جس سے سفر وسیلۂ ظفر کے معنی بھی صادق آ گئے۔ مرزا صاحب نے سفر کا نام دیکھ لیا اور شاعرانہ خیال سے صورت سقر قرار دے کر اس کو سچ مچ کا ہاویہ ہی ٹھہرا دیا، اور یہ خیال نہ کیا کہ امرا وسلاطین لکھوکھا روپیہ صرف کر کے یہ دولت حاصل کرتے ہیں۔ خصوصاً گورنمنٹ کے افسروں اور پادریوں کے حق میں تو ہندوستان کا سفر گل گشت جناں سے کم نہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۹۰ میں خود مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ لوگ ایک قسم کی جنت اپنے ساتھ لیے پھرتے ہیں" پھر ان کو دنیا میں ہاویہ سے کیا تعلق۔ غرض مرزا صاحب نے جس کو ہاویہ قرار دیا تھا وہ جنت ثابت ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے اس الہام میں ہاویہ کا لفظ اس واسطے تجویز کیا تھا کہ قرآن شرف میں یہ لفظ وارد ہے اور اس کے معنی دوزخ کے ہیں کما قال تعالیٰ: فامه هاويه وما ادرك ماهيه نار حاميه اس سے غرض یہ کہ دعویٰ کی شان و شوکت اور الہام کا کر و فر اس سے نمایاں ہو کہ جو لفظ قرآن میں ایک سخت وعید میں استعمال کیا گیا وہی لفظ اس ہندی الہام میں ذکر فرمایا۔ مگر افسوس ہے کہ وہ صرف لفظ ہی لفظ تھا اگرچہ پندرہ مہینے تک بجائے خود رکھا رہا مگر اس کے بعد کمال مایوسی سے وہ لفظ یوں بدلا گیا کہ اس سے مراد فکر و تشویش لی گئی۔ اول تو فکر و تشویش ہی میں کلام ہے اس لیے کہ کسی کے دل کی کیفیت یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ تسلیم بھی کر لی جائے تو اس کا کیا ثبوت کہ الہام کے صدق کا اس (آتھم) کے دل پر اثر تھا۔ قرائن سے تو یہ بات ہو سکتی تھی کہ مرزا صاحب کے مریدوں کے خوف سے اس کو سفر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ بہرحال مرزا صاحب نے ایک ہی شق اختیار کی کہ اس

کے دل پر میری پیشگوئی کا اثر ہوا تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب ضیاء الحق میں لکھتے ہیں،

’جس شخص کا خوف ایک مذہبی پیش گوئی سے اس حد تک پہنچ جائے کہ شہر بشہر بھاگتا پھرے تو ایسا شخص بلاشبہ یقینی طور پر اس مذہب کا مصدق ہو گیا جس کی تائید میں پیش گوئی کی گئی تھی۔ اور یہی معنی رجوع الی الحق کے ہیں‘

یہاں یہ امر غور کے قابل ہے کہ مرزا صاحب خود تصدیق کرتے ہیں کہ یقینی طور پر اس کا رجوع الی الحق کرنا ثابت ہو گیا۔ اور الہام مرقوم الصدر کا مضمون یہ تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے تو ہاویہ میں نہیں گرایا جاوے گا۔ پھر جب الہام کے سنتے ہی اس پر خوف وعظمت طاری ہو گئی تو الہام کے مطابق وہ ہاویہ کا مستحق نہ رہا۔ ادھر مرزا صاحب کی تحریر سے ابھی معلوم ہوا کہ وہ ہاویہ میں ضرور گرایا گیا۔ اور اس پر ہاویہ میں گرنے کا لفظ صادق آ گیا جس کا ماحصل یہ ہوا کہ بحسب الہام اس کا حق کی طرف رجوع کرنا ثابت ہے، باوجود اس کے وہ ہاویہ میں گرایا گیا۔ جو خلاف عادت الٰہی اور خلاف شرط الہام ہے۔ یہاں دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ماننی پڑے گی کہ اگر الہام سچا ہے تو ہاویہ میں گرنا جھوٹ ہے اور اگر ہاویہ میں گرنا سچ ہے تو الہام جھوٹا ہے اور چونکہ ہاویہ میں گرائے جانے کی وہ (مرزا) تصدیق کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ الہام جھوٹا ہے۔ پھر اگر غیر معمولی کیفیت ان کو وجدانی طور پر معلوم ہوئی تھی جس کو انہوں نے الہام سمجھا تھا تو اس کو الہام شیطانی ضرور کہا جائے گا جس سے کل الہاموں کے دعوے ان کے جھوٹے ہو گئے۔ اور اگر یہ الہام انہوں نے بنا لیا تھا تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے خدا تعالیٰ پر افترا کیا ہے اور کوئی مسلمان ہو کر خدا پر افترا نہیں کر سکتا۔ بالفاظ دیگر مفتری مسلمان ہی نہیں‘۔ (اہل حدیث ۱۰۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۵۔۶)

اخبار سیاست لاہور کے سید حبیب صاحب نے تحریک قادیان کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس کے جواب میں مولوی دوست محمد لاہوری مرزائی نے آئینہ احمدیت کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ ہم مولانا عبداللہ معمار کی روایت سے ان کتابوں میں آتھم والے اس معاملے سے متعلق چند دلچسپ تحریریں آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ مولانا معمار لکھتے ہیں کہ

’مولوی دوست محمد نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۲ پر مرزا صاحب کی پیش گوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہم (سید حبیب کو) ایک اور امر کی طرف توجہ

دلانا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے آتھم کے مرنے کے بعد آپ کی طرح انکار کرنے والے عیسائی کو مخاطب کر کے لکھا تھا 'اگر اب تک کسی عیسائی کو آتھم کے اس افترا پر (کہ اس پر چار حملے ہوئے تھے) شک ہو تو آسمانی شہادت سے رفع شک کرالیوے۔ آتھم تو پیش گوئی کے مطابق فوت ہو گیا۔ اب وہ (عیسائی) اپنے تئیں اس (آتھم) کا قائم مقام ٹھہرا کر آتھم کے مقدمہ میں قسم کھالیوے کہ آتھم پیش گوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا، بلکہ اس پر چار حملے ہوئے تھے۔ اگر یہ قسم کھانے والا بھی ایک سال تک بچ گیا تو دیکھو میں (مرزا) اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنے ہاتھ سے شائع کر دوں گا کہ میری پیش گوئی غلط نکلی۔ اس قسم کے ساتھ کوئی شرط نہیں ہو گی۔ یہ نہایت صاف فیصلہ ہو جائے گا اور جو شخص خدا کے نزدیک باطل پر ہے اس کا بطلان کھل جائے گا۔ (انجام آتھم صفحہ ۱۵) ہم (یعنی دوست محمد) بھی سید حبیب سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر باوجود ان تصریحات کے جو (آئینہ احمدیت میں) اوپر بیان کی جا چکی ہیں انہیں اب تک پیش گوئی کے سچا نہ ہونے پر اصرار ہو تو وہ آسمانی شہادت سے رفع شک کرا لیں۔ اور اپنے آپ کو آتھم کا قائم مقام قرار دے کر قسم کھالیں کہ ان کے نزدیک یہ پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی اور آتھم پیش گوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا۔ پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ انہیں کیا دکھاتا ہے اور ان کا کیا حشر کرتا ہے۔ کیا وہ اس کی جرأت کریں گے؟ (آئینہ احمدیت سے یہ اقتباس پیش کر کے مولانا معمار لکھتے ہیں کہ) مولوی (دوست محمد) صاحب یہ طریق فیصلہ چونکہ مرزا صاحب کا پیش کردہ ہے اس لیے ہر مخالف اور مکفر مرزا اس کی قبولیت کا مجاز ہے۔ آپ بھی سید حبیب صاحب کی تخصیص نہ کریں اور مرد میدان بن کر مرزا صاحب کے قائمقام کی حیثیت میں اعلان کر دیں کہ اگر قسم اٹھانے والا ایک سال تک آسمانی موت سے بچ گیا تو مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کو غلط اور مرزا صاحب کو آپ کاذب سمجھیں گے۔ کیا آپ اس کی جرأت کریں گے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو میں (معمار) اس بات کا حلف اٹھانے کو ہر وقت اور ہر مجلس اور ہر میدان میں تیار ہوں کہ آتھم پیش گوئی کی عظمت سے ہرگز نہیں ڈرا' اور مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی جھوٹ تھی، افتراء علی اللہ تھی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مرزا صاحب اپنے جملہ دعاوی مسیحیت و مہدویت وغیرہ میں کاذب تھے۔ اگر آپ میں ایک ذرہ بھر بھی ایمان و

دیانت کا مادہ موجود ہے، تو آؤ، اپنے پیش کردہ طریق پر مجھ سے فیصلہ کرلو۔

(اہل حدیث امرتسر ۶۔اپریل ۱۹۳۴ء صفحہ ۵۔۶)

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مولوی دوست محمد صاحب کے ہاں امانت و دیانت نامی اجناس کے فقدان کے باعث قسم اٹھانے کے چیلنج کی یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکی تھی۔

مرزا صاحب کو آتھم والے معاملے میں جس ذلت وخواری کا سامنا ہوا وہ ان کے گلشن کے کاروبار کے لیے بہت مضر ثابت ہوا۔ اس لیے انہوں نے اپنے سابقہ موقف 'کہ جب تک پہلے مباہلے کا فیصلہ نہ ہو دوسرا مباہلہ کیوں کر ہو' کو تبدیل کر لیا اور علماء اور مشائخ کو مخاطب کر کے ۱۸۹۶ء میں مباہلے کا نیا چیلنج شائع کر دیا جسے ہم نے اپنی اس کتاب کے حصہ اول میں کیا ہے۔ اس چیلنج کا اشتہار مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں شائع ہونے والی اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع کیا تھا۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۴ کے حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں

'مولوی ثناء اللہ امرتسری نے مباہلہ کی دعوت پر اطلاع پا کر اپنے خط میں مولوی عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کا ذکر کیا ہے۔ شاید اس ذکر سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مباہلہ سے عبدالحق پر کوئی بلا نازل نہ ہوئی اور نہ اس (مرزا) طرف کوئی نیک اثر ہوا'۔

(روحانی خزائن۔ ج ۱۱۔ (انجام آتھم) ص۔۳۰۴)

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا چیلنج سامنے آتے ہی یعنی ۱۸۹۶ء ہی میں مولانا ثناء اللہ مباہلے کے لیے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ۱۹۰۲ء میں شائع ہونے والی کتاب اعجاز احمدی میں مرزا صاحب لکھتے ہیں

'میں نے سنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلہ کے لیے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے (اور پھر مرزا کہتے ہیں) ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کر سکتے کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے۔ ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفوں کو منع نہیں کرتے کہ ایسے چیلنج سے ہمیں جواب دینے کے لیے مجبور کریں...... اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لیے تیار بیٹھے معلوم ہوتے ہیں پس ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں۔ مگر شرط یہ ہو

گی کہ کوئی موت قتل کی رو سے واقع نہ ہو بلکہ محض بیماری کے ذریعے سے ہو۔ مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا کسی اور بیماری سے'

(روحانی خزائن جلد ۱۹ (ضمیمہ نزول المسیح المعروف اعجاز احمدی) ص ۱۲۱)

تاہم مولانا امرتسریؒ کے ساتھ مرزا صاحب کا کوئی مباہلہ نہیں ہوا مگر اس سلسلے میں دونوں کی نوک جھونک بہت دیر تک چلتی رہی جیسا کہ مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں

'مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں کتاب انجام آتھم لکھی۔ اس میں چند علماء کو مباہلہ کی دعوت دی۔ مگر جونہی کوئی عالم آمادگی ظاہر کرتا تو آپ پھسل جاتے اور کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے مباہلہ کو ٹال دیتے۔ چنانچہ میرے متعلق مرزا صاحب کو جب خبر ملی کہ میں ان کے ساتھ مباہلہ کرنے کو تیار ہوں تو جھٹ یہ کہہ دیا کہ ہم مولوی ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ اس وقت کریں گے جب ہماری کتاب حقیقت الوحی چھپ کر شائع ہو جائے گی۔ اور امید ہے کہ بیس پچیس روز تک انشاء اللہ کتاب شائع ہو جائے گی۔ اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کیے گئے ہیں۔ اور دو سو سے سوا اس میں نشانات بھی لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی اور وہ اس کو اول سے آخر تک پڑھ لے۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہو گا جس میں ہم ظاہر کر دیں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کر لیا اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب (حقیقت الوحی) میں ہم نے درج کیے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر یہ ہمارا افتراء ہے تو لعنت اللہ علی الکاذبین اگر مولوی صاحب ہمارے دلائل پڑھ کر بھی کہیں گے کہ میری تسلی نہیں ہوئی تو پھر ہم ان کی درخواست پر ان کے ساتھ مباہلہ بھی کریں گے'۔

(الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء۔ اہل حدیث ۱۲ اپریل ۱۹۳۵ء ص ۴۔ نیز ۲ اگست ۱۹۴۰ء ص ۵)

مولانا امرتسریؒ اور مرزا صاحب کے درمیان ہونے والی نوک جھونک تفصیل چاہتی ہے جو ہم اس کے اپنے مقام پر بیان کریں گے (انشاء اللہ)، یہاں اتنا ذکر کیے چلتے ہیں کہ مرزا صاحب دراصل مباہلہ کے چیلنج سے وہ ذلت چھپانا چاہتے تھے جو انہیں مولاناؒ کی علمی گرفت کے نتیجہ میں پیش آ رہی تھی۔ مرزا صاحب نے جو طریقہ کار اپنایا ہوا تھا اس کے مطابق وہ ایک طرف تو مولاناؒ کی علمی گرفت سے بچنے کی خاطر مباہلہ کے چیلنج کو بطور ڈھال استعمال کرتے اور

دوسری طرف پراسرار شرطیں بھی لگا دیتے تا کہ مباہلے کا وقوع ممکن نہ ہو سکتے۔مولانا امرتسریؒ ان شرائط کا پوسٹ مارٹم کرتے اور دجل وفریب کے پردے چاک کر دیتے تھے۔مثلاً ایک مرتبہ مولاناؒ ثناء اللہ نے لکھا کہ

'آیت قل تعاولوا ندع ابنائنا وابنائکم ونساء نا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبھتل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین پر عمل کرنے کو ہم تیار ہیں۔ میں (ثناء اللہ) اب بھی ایسے ہی مباہلہ کے تیار ہوں جو آیت مرقومہ سے ثابت ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ میری تیاری آج ہی سے نہیں بلکہ ۱۸۹۶ء میں جب رسالہ انجام آتھم میں مجھ کو مباہلہ کے لیے مدعو کیا گیا تو میں نے ایک خط اس مضمون کا آپ کو بھیجا تھا'۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۲ جون ۱۹۰۶ء ص۴)

فروری ۱۹۰۷ء میں مرزا صاحب نے اپنا رسالہ قادیان کے آریہ اور ہم لکھا۔اس رسالے میں انہوں نے قادیان کے آریہ کو اپنی کذب بیانی پر قسم کھانے کی دعوت دی تو مولوی عقوب علی تراب قادیانی نے مولانا ثناء اللہؒ کو مخاطب کر کے کہا کہ

'اب ثناء اللہ نے بھی کوئی نشان صداقت بطور خوارق عادت نہیں دیکھا تو وہ بھی قسم کھا کر پرکھ لے تا معلوم ہو کہ خدا کس کی حمایت کرتا ہے اور کس کو سچا کرتا ہے'۔

(الحکم ۷۔ مارچ ۱۹۰۷ء ص۱۱)

اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم نے لکھا

'ہم تمہارے کرشن کی کذب بیانی پر قسم کھانے کے لیے تیار ہیں۔ آؤ جس جگہ چاہو ہم سے قسم دلوا لو۔مگر پہلے یہ شائع کر دو کہ اس قسم کا نتیجہ کیا ہوگا؟ ہم حلفیہ کہہ دیں گے کہ مرزا غلام احمد کو ہم خدا کی طرف سے مامور نہیں جانتے بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا جھوٹا مکار اور فریبی ہے اور اس کی کوئی پیش گوئی خدائی الہام سے نہیں ہے۔مرزائیو! سچے ہو تو آؤ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ۔ وہی میدان عیدگاہ امرتسر تیار ہے جہاں تم ایک زمانہ میں صوفی عبدالحق غزنویؒ سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو۔ امرتسر میں نہیں تو بٹالہ میں آؤ۔سب کے سامنے کارروائی ہوگی۔مگر اس کے نتیجہ کی تشریح کرشن جی (مرزا قادیانی) سے پہلے کرا دو اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ'۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء منقول از القول الفصیح ص۴۲۔۴۳ ملخصاً)

مولانا امرتسریؒ اور مرزا صاحب کی بات یہاں ناتمام چھوڑ کر ہم آگے بڑھتے ہیں اور پہلے مرزا صاحب کے بہت سے حیلوں میں سے ایک حیلے کا ذکر کرتے ہیں جو وہ مباہلہ سے بچنے کے لیے اختیار کیا کرتے تھے اور پھر مولانا غلام دستگیر قصوریؒ اور مرزا صاحب کی نوک جھونک کی داستان آپ کے سامنے رکھیں گے۔

ملفوظات میں ایک جگہ مرزا صاحب کا طریق مباہلہ درج ہوا ہے جو اس واقعہ کے ضمن میں ہے جو حکیم محمد یوسف سیاح کے ساتھ پیش آیا تھا۔ لکھا ہے کہ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو جب حکیم صاحب، مرزا صاحب سے مباہلہ کے طالب ہوئے تو آپ نے جواب دیا کہ پہلے میری حقیقت الوحی پڑھیں اور میرے دس سوالات کے جوابات بعینہٖ انہی الفاظ میں دیں میں نے جو کتاب میں لکھے ہوئے ہیں۔ جوابات کتاب کے بالکل مطابق ہونا چاہئیں۔ نہ کم نہ زیادہ۔ ناکامی کی صورت میں حکیم صاحب کو کتاب پھر سے پڑھنا ہو گی اور دس نئے سوالوں کے جوابات دینا ہوں گے اور یہ مشق اس وقت تک جاری رہے گی جب تک دس سوالوں کے جوابات مرزا صاحب کی تسلی کے مطابق نہ ہوں۔ اس کے بعد مباہلہ ہو گا ورنہ نہیں ہو گا۔

(ملخص از ملفوظات مرزا، جلد ۹ ص ۸۲۔۸۳)

اور اس کے باوجود مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ مباہلہ کرنے کے لئے کوئی ان کے مقابل نہیں آتا۔ مرزا صاحب کے اس طرح کے پینترے ان کے مریدوں نے بھی اختیار کیے ہیں۔ خاص طور پر جب ان کے لٹریچر میں آپ کو یہ پڑھنے کو ملے کہ ان کے کسی مناظر نے مسلمانوں کے کسی مناظر کو خاموش کر دیا تھا یا فلاں مقام پر انہوں نے مسلمانوں کو دندان شکن جواب دیئے تھے تو آپ سمجھ لیجیے کہ اس جگہ مرزائیوں نے مرزا صاحب کے درج بالا طریق کار کو اپنایا ہے۔ اس سلسلے کی ایک دلچسپ حکایت سیرۃ المہدی میں مرزا غلام احمد کے فرزند مرزا بشیر احمد کی روایت سے یوں بیان ہوئی ہے۔

'ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ۱۸۹۷ء۔ ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہے کہ جلسہ کے موقع پر قادیان کے نزدیک ایک گاؤں کے احمدی جلسہ پر آئے۔ یہ گاؤں 'فیض اللہ چک' یا 'تھہ غلام نبی' یا 'سیکھواں' تھا جو قادیان سے قریب ہی واقع تھا۔ وہاں کے لوگوں نے بر سبیل تذکرہ ذکر کیا کہ ہمارے گاؤں کے اکثر لوگ بہت مخالف ہیں۔ اور حضرت (مرزا) صاحب اور آپ کے مریدوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور ان کو دلائل سنائیں تو سنتے

نہیں۔ اس پر ایک مرحوم دوست حافظ محمد حسین نابینا جو ڈنگہ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے کہنے لگے کہ میں تمہارے گاؤں آؤں گا اور غیر احمدیوں (مسلمانوں) کی مسجد میں ٹھہروں گا۔ اور غیر احمدی (مسلمان) بن کر تم سے مباحثہ کروں گا۔ پھر جب شکت کھاؤں تو مخالفین پر اچھا اثر پڑے گا۔ نیز وہ اس بہانے تمہارے دلائل سن لیں گے۔ غرض یہ سمجھوتہ ہوگیا۔ جلسہ کے بعد وہ لوگ اپنے گاؤں چلے گئے اور حافظ صاحب مرحوم ایک دو روز کے بعد اس گاؤں میں پہنچے اور غیر احمدیوں کی مسجد میں ٹھہرے اور وہاں للکار کر کہا کہ یہاں کوئی مرزائی ہے؟ میرے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ لاؤ ، میں ان کی توبہ کراؤں۔ غیر احمدیوں نے کہا ہاں یہاں فلاں شخص ہیں۔ حافظ صاحب نے کہا کہ ان کو بلاؤ تو میں ان کو قائل کروں۔ اور بحث میں شکست دوں۔ وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور مجمع ہوگیا۔ احمدی بلائے گئے۔ سوال جواب شروع ہوئے اور حیات وفات مسیح پر بحث ہونے لگی۔ پہلے تو حافظ صاحب نے مشہور مشہور دلیلیں غیر احمدیوں والی پیش کیں۔ پھر ہوتے ہوتے احمدیوں نے ان کو دبانا شروع کیا۔ آخر وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ اور یہ کہہ دیا کہ میں آگے نہیں چل سکتا۔ واقعی ان (احمدیوں کے) دلائل کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ غیر احمدیوں کو شبہ پڑ گیا کہ یہ شخص سکھایا ہوا آیا ہے۔ ورنہ اگر یہ شخص غیر احمدی ہوتا تو فوراً اس طرح قائل نہ ہوتا۔ اس پر انہوں نے حافظ صاحب کو برا بھلا کہا۔ بلکہ غالباً جسمانی تکلیف بھی دی اور آخر حافظ صاحب نے احمدیوں کے گھر آ کر پناہ لی'

(سیرۃ المہدی جلد۳ص۲۸۶)

۱۸۹۶ء میں دیئے گئے مرزا صاحب کے چیلنج کو جن بزرگوں نے قبول کیا ان میں سے ایک مولانا غلام دستگیر قصوریؒ ہیں جو کارکنان تحریک ختم نبوت میں بہت اہم مقام کے حامل ہیں۔ انہوں نے اپنے دور کے بریلوی مشائخ کو تحریک کی صفوں میں شامل کرنے کے لیے بہت محنت کی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے دور دراز کے سفر کیے اور مرزا صاحب کے عقائد و نظریات سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ وہ سرائیکی علاقے میں چاچڑاں کے پیر خواجہ غلا فرید صاحب کے پاس بھی پہنچے تھے جن کے خطوط کو مرزا صاحب نے اپنے مفید مطلب سمجھ کر اپنی ایک کتاب میں شائع کیا تھا۔ مرزا صاحب کا مقصد یہ تھا کہ ان خطوط کے ذریعے صوفیا و مشائخ سے عقیدت رکھنے والے مسلمان طبقات ان کے قریب آ جائیں۔ خواجہ صاحب کے ملفوظات

میں مقبوس نمبر ۸۳ بروز جمعہ ۴ ذی الحج بایں الفاظ درج ہے

'اس کے بعد مولوی غلام دستگیر قصور جو کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ کمال مخالفت رکھتا تھا اور اس کے پاس حضرت مرزا صاحب کے خلاف کفر کے فتوے لکھے ہوئے تھے' حضرت خواجہ (غلام فرید) کی خدمت میں آیا اور آداب بجا لا کر بیٹھ گیا اور چند کتب حضرت مرزا صاحب کی تصنیفات میں سے' جو کہ اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھا' حضرت خواجہ صاحب کے سامنے رکھ دیں اور ہر ایک کتاب میں سے وہ مقامات جن پر اس نے نشانات لگائے ہوئے تھے ایک ایک کر کے حضرت خواجہ صاحب کے سامنا پڑھتا اور کہتا دیکھئے اس جگہ حضرت عیسیٰ کی توہین کی ہے...... اس نے حضرت خواجہ کے سامنے حضرت مرزا صاحب کی مذمت کی۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس کی تمام تقریر کو سنا اور اس کو کوئی جواب نہ دیا...... بعد ازاں مولوی غلام دستگیر مذکور نے عرض کیا کہ وہ خط جو حضور نے مرزا صاحب قادیانی کو لکھا ہے' مرزا صاحب نے حضور کے اس خط کو اپنی کتاب انجام آتھم کے ضمیمہ میں درج کر کے شائع کر دیا ہے اور اخبارات میں چھپوا کر دنیا کے چاروں طرف شائع کر دیا ہے اور حضور کے اس خط کو مرزا صاحب نے اپنی سچائی کی مضبوط سند قرار دیا ہے...... (اب) حضور (خواجہ صاحب) بھی ان فتوؤں پر جو ہم نے ان کے انکار اور رد میں لکھے ہیں حضور (خواجہ صاحب) خود بھی ان (مرزا) کے کفر کا فتویٰ لکھ دیں' مگر حضرت خواجہ صاحب نے اس فتویٰ پر ہرگز دستخط نہ کیے'۔

(اشارات فریدی۔ جلد ۲ ص ۹۔۱۷۷ منقول از الفضل انٹرنیشنل ۲۹ دسمبر ۲۰۰۰ء ص۔۱۰)

مولانا غلام دستگیرؒ نے ۱۸۹۶ء والے چیلنج مباہلہ کا بھی جواب دیا تھا اور آپ کو جونہی مرزا صاحب کے اشتہار مباہلہ کی خبر ہوئی آپ نے اس کا جواب لکھ دیا تھا۔ جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں

'کل مورخہ ۲۴ جنوری ۱۸۹۷ء کو ایک قطعہ اشتہار مولوی غلام دستگیر کا میرے پاس پہنچا جس میں مولوی صاحب موصوف مباہلہ کے لیے مجھے بلاتے ہیں۔ اور ۲۵ شعبان ۱۳۱۴ھ تاریخ مقرر فرماتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی ہے کہ اسی وقت مولوی صاحب پر کوئی عذاب نازل ہو۔ اگر بعد میں ایک سال کے اندر نازل ہوا، تو پھر وہ منظور نہیں۔ مگر میں ناظرین کو اطلاع دیتا ہوں کہ مولوی صاحب کی یہ سراسر زبردستی ہے'

(مجموعہ اشتہارات جلد۲ص۲۹۹۔۲۹۶)

مرزا صاحب کا یہ اشتہاری جواب ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ کو جاری ہوا۔ اس اشتہار میں مرزا صاحب کی ساری بحث اس بات پر ہے کہ فوراً عذاب نازل ہونے کی شرط نہیں لگائی جا سکتی۔ لیکن انہوں نے سارے اشتہار میں کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ میں مباہلہ کے لیے تیار ہوں۔ اور یوں مولانا قصوری اور مرزا صاحب کا مباہلہ منعقد نہ ہو سکا اور بات شرائط کے گورکھ دھندے میں الجھ کر رہ گئی۔ پھر کرنا خدا کا یہ ہوا کہ مولانا قصوری کا انتقال ہو گیا تو مرزا صاحب نے موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے لکھا

'مولوی غلام دستگیر قصوری جس کا ذکر کتاب انجام آتھم کے صفحہ ۷۰ میں ہے اور جس نے خود بھی اپنا مباہلہ اپنی کتاب فیض رحمانی میں شائع کیا تھا۔ وہ کتاب کی تالیف سے ایک ماہ بعد مر گیا۔ اس کی موت کا یہی سبب نہیں کہ میں نے انجام آتھم کے صفحہ ۶۷ میں یعنی اس کی سترھویں سطر میں اس پر اور دوسرے مخالفوں پر جو شرارتوں سے باز نہ آویں اور مباہلہ نہ کریں بددعا کی تھی' اوران پر خدا کا عذاب چاہا تھا بلکہ اس کا اپنا مباہلہ بھی اس کی موت کا سبب بن گیا کیونکہ اس نے میرا اور اپنا ذکر کر کے خدا سے بیخ کنی چاہی تھی۔ سو اس کے چند ہی روز بعد اس کی بیخ کنی ہو گئی'۔

(روحانی خزائن جلد۲۲ (حقیقت الوحی) ص۴۵۵۔۴۵۴)

اور 'ایسا ہی مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب فتح رحمانی کے صفحہ ۲۷ میں میرے لیے بددعا کی تھی' آخر اس بددعا کا یہ اثر ہوا کہ وہ بہت جلد مر گیا'۔

(روحانی خزائن جلد۱۸ (نزول المسیح) ص۵۸۱)

نیز فرمایا۔ 'پنجاب میں مولوی غلام دستگیر قصوری اٹھا اور اپنے تئیں کچھ سمجھا اور اس نے اپنی کتاب میں میرے مقابلہ میں لکھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے گا۔ سو کئی سال ہو گئے کہ غلام دستگیر بھی مر گیا۔ وہ کتاب چھپی ہوئی ہے'۔

(روحانی خزائن جلد۱۸ (نزول المسیح) ص ۴۰۹)

فتح ربانی مولانا قصوری مرحوم کی کتاب ہے جو ۱۳۰۵ھ میں مطبع احمدی لدھیانہ سے شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۶۔۲۷ پر یہ دعا موجود ہے

اللھم یا ذا الجلال والاکرام یا مالک الملک ۔ جیسا کہ تو نے ایک

عالم ربانی حضرت محمد طاہر مئولف مجمع بحار الانوار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا اغراق کیا (جو اس کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا) ویسا ہی دعا اور التجا اس فقیر قصوری کان اللہ لہ کا ہے۔ جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے کہ تو مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق عطا فرما۔ اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا۔

﴿فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد لله رب العالمین﴾

مرزا صاحب نے اس دعا کے حوالے سے لکھا ہے

'اس وقت قریباً گیارہ سال غلام دستگیر کے مرنے پر گذر گئے ہیں۔ جو ظالم تھا' خدا نے اس کو ہلاک کیا...... پس اب بتلاؤ کہ غلام دستگیر اس بددعا کے بعد مر گیا یا نہیں...... خدا نے میری عمر تو بڑھا دی کہ گیارہ سال سے اب تک زندہ ہوں اور غلام دستگیر کو ایک مہینہ کی بھی مہلت نہ دی۔ (روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقت الوحی) ص ۳۴۵۔۳۴۴)

مرزا صاحب اور مرزائی حضرات مولانا قصوری مرحوم کی درج بالا دعا کو مباہلہ قرار دے کر مولانا قصوری کی وفات کو (جو مرزا صاحب کی زندگی میں ہوگئی تھی) اپنی صداقت کا نشان بناتے ہیں۔ اس کے جواب میں مولانا عبداللہ معمار محمدیہ پاکٹ بک میں لکھتے ہیں۔

اگر محض لعنت کہنے سے مباہلہ منعقد ہو جاتا ہے اور لعنت کرنے والے کا مرنا اس کے ملعون ہونے کی علامت ہے تو پھر مرزا صاحب اول درجے پر ہیں کیونکہ ان کی زبان پر تو لعنت وظیفہ کی طرح جاری تھی۔ وہ تو ہر وقت مخالفوں کو لعنت لعنت کہتے رہتے تھے۔ ملاحظہ ہو رسالہ نور الحق اسی طرح رسالہ سر الخلافۃ و شحنہ حق و اعجاز احمدی وغیرہ۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب نے اپنے شدید ترین مخالف مولانا ثناء اللہ صاحب کے لیے اپنے تحریرات میں بار بار لعنت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۳۸ ۔ اعجازی احمدی پر سطر وار دس لعنتیں کی ہیں۔ مگر خود ہی مولانا امرتسریؒ کی زندگی میں مر گئے '۔(صفحہ ۳۴۷)

مولانا عبداللہ معمارؒ مزید فرماتے ہیں

'مولوی غلام دستگیر نے مرزا صاحب کے ساتھ کبھی مباہلہ نہیں کیا۔ (مرزائیو) یہ تمہارا سفید جھوٹ ہے۔ ہاں انہوں نے خدا سے دعا ضرور کی تھی کہ یا الٰہی مرزا صاحب کو ہدایت نصیب ہو یا ہلاکت...... اگر محض یک طرفہ دعا کا نام مباہلہ ہے تو پھر خود تمہارے

قول کے مطابق مرزا صاحب نے اپنے جملہ مخالفین کے حق میں موت کی بددعائیں کی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اکثر حصہ مخالفین کا ابھی تک (یعنی محمدیہ پاکٹ بک کے زمانہ تالیف تک) زندہ ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب، عرصہ ہوا مر گئے۔ اور انصاف سے کام لے کر بتلایئے کہ مرزا جھوٹا ہوا یا نہ؟۔ (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۳۴۸)

مولانا معمارؒ نے ایک مرتبہ اخبار اہل حدیث امرتسر میں ایک مضمون میں مولانا قصوری والے معاملے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ

'مولوی غلام دستگیرؒ نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڈھیؒ نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ وہ (مرزا) کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ کاذب ہے۔ مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر جلد آپ ہی مر گئے۔ اور اس طرح ان کی موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا' اس مضمون کو مرزا صاحب نے اربعین نمبر ۳ ص ۱۲۔۱۴ و اربعین نمبر ۴ ص ۱۳ و ضمیمہ اربعین نمبر ۴ ص ۶ و کتاب نزول المسیح ص ۳۱ و اعجاز احمدی وغیرہ کتب میں بھی لکھا ہے۔ حالانکہ یہ بات صریح خلاف واقعہ ہے۔ ان دو اصحاب نے اپنی تالیفات میں ہرگز یہ بات نہیں لکھی (اس کے بعد مولانا معمار، مولوی محمد علی کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ) آؤ تین ججوں کے سامنے اس معاملہ کو پیش کر کے ان سے فیصلہ کرا لیں۔ (اہل حدیث ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء ص ۶)

اگر لاہوری یا قادیانی مرزائیوں نے اس چیلنج کے جواب میں ججوں کے سامنے کبھی اپنا موقف پیش کر کے فیصلہ کروایا ہو تو کوئی صاحب ہمیں بتلا دیں، ہم انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں مناسب ترمیم و اضافہ کر دیں گے۔ اس وقت آپ کے سامنے مرزا صاحب کی ایک تحریر پیش کرتے ہیں آپ اسے پڑھ کر فیصلہ کر لیجیے کہ مرزا صاحب کی منطق کی زد کس کس پر پڑتی ہے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب اتمام الحجۃ میں لکھتے ہیں

'یا الٰہی اس امت کے حال پر رحم کر اور ان مولویوں کے شر سے ان کو بچا لے۔ اگر یہ ہدایت کے لائق ہیں تو ان کہ ہدایت کر ورنہ ان کو زمین سے اٹھا لے۔ تا زیادہ شر نہ پھیلے۔ اور یہ لوگ درحقیقت مولوی بھی تو نہیں ہیں۔ تبھی تو ہم نے ان لوگوں کے سرگروہ اور امام الفتن اور استاد شیخ محمد حسین بٹالوی کو اپنے رسالہ نورالحق میں مخاطب کر کے کہا ہے کہ اگر اس کو عربیت میں کوئی حصہ نصیب ہے تو اس رسالہ کی نظیر بنا کر پیش کرے اور

پانچ ہزار روپیہ انعام پاوے۔ مگر شیخ نے اس طرف منہ بھی نہیں کیا۔ حالانکہ شیخ مذکور ان تمام لوگوں کے لیے بطور استاد کے ہے اور اسی کی تحریکوں سے یہ مردے جنبش کر رہے ہیں۔ (روحانی خزائن جلد ۸، صفحہ ۳۰۳)

مرزا صاحب کی کتاب اتمام الحجۃ پہلی مرتبہ لاہور سے ۱۳۱۱ھ میں طبع ہوئی تھی۔ یعنی ۱۳۱۱ھ میں مرزا صاحب، مولوی محمد حسینؒ کی موت کی دعا کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر محمد حسین جھوٹا ہے تو ہدایت یاب ہو جائے، یا مر جائے۔ ہدایت یاب ہونے سے مرزا صاحب کا مطلب، مرزائی ہونا تھا۔ اور پھر ہوا یہ کہ مرزا صاحب ۱۳۲۵ھ میں مر گئے اور ان کی زندگی میں مولانا محمد حسینؒ کو نہ موت آئی اور نہ ہی وہ مرزائی ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ پہلے ہی ہدایت پر تھے کیونکہ بصورت دیگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرزا صاحب کی دعا قبول نہیں ہوئی' جبکہ وہ کہتے ہیں کہ خدا نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے کہ ان کی تمام دعائیں قبول ہوں گی، بجز شریکوں کے بارے میں ان کی دعاؤں کے۔ اگر یہ دعا قبول ہوئی تو مولانا کو مرزا کی زندگی میں موت کیوں نہ آئی؟ یا وہ مرزائی کیوں نہ ہوئے؟ اگر دعا قبول نہیں ہوئی تو مرزا صاحب کا اجیب کل دعانک الا فی شرکائک والا الہام جھوٹا ہے اور وہ مفتری علی اللہ ہیں۔

اور مرزا صاحب مولانا غلام دستگیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ مولوی غلام دستگیر میرے خلاف دعائے مباہلہ شائع کر کے میری زندگی میں مر گیا ہے اس لیے وہ جھوٹا ہے اور میں سچا ہوں۔ یہاں مرزا صاحب کی درج بالا دعا پڑھ لیجیے جو مولانا بٹالویؒ کے بارے میں کی گئی ہے۔ یہ بعینہٖ اسی طرح کی دعا ہے جو مولانا قصوریؒ نے مانگی تھی۔ اگر مولانا قصوریؒ کی دعا، دعائے مباہلہ ہے، تو مرزا صاحب کی یہ دعا، دعائے مباہلہ کیوں نہ ہو؟ اور اگر مولانا قصوری کا مرزا صاحب کی زندگی میں فوت ہو جانا مرزا صاحب کی صداقت کا نشان ہے تو مرزا صاحب کا مولانا بٹالویؒ کی زندگی میں مر جانا ان کے کذاب ہونے کا نشان کیوں نہ ہو؟

مولانا محمد حسین بٹالویؒ بھی ۱۸۹۶ء والے چیلنج مباہلہ کے بعد مرزا صاحب کے مدمقابل رہے ہیں لیکن ان کے ساتھ بھی مرزا صاحب کا کوئی مباہلہ نہیں ہو سکا۔ تاہم دونوں کی نوک جھونک ایک عرصہ تک ہوتی رہی ہے اور سطور ذیل میں اسی کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔

☒☒☒☒

مولانا بٹالویؒ اور چیلنج مباہلہ ۱۸۹۶ء

مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۶ء میں مباہلے کا جو چیلنج دیا تھا اس کے ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اس وقت مباہلے کے لیے نکلیں گے جب دس نامور علماء ان کے چیلنج کو قبول کر کے بیک وقت سامنے آئیں گے۔ یہ شرط فضول تھی اور یک طرفہ بھی۔ فضول اس لیے کہ جب کسی ایک فرد کی حیات و موت بھی فریقین کے درمیان صدق و کذب کا فیصلہ کر سکتی ہے تو دس افراد کی کیا ضرورت تھی؟ یک طرفہ اس لیے کہ اس شرط کے بارے میں فریقین کی آپس میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی دونوں فریقوں نے باہم مل بیٹھ کر تعداد کا یہ معاملہ طے کیا تھا۔ مولانا محمد حسین مرحوم نے جب چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان کیا تو اس مسئلے کو بھی اٹھایا۔ انہوں نے مرزا صاحب کو مخاطب کر کے لکھا کہ

'مولوی عبدالحق غزنویؒ اور مولوی غلام دستگیر قصوریؒ پہلے ہی آپ سے مباہلہ کے خواہاں ہیں۔ آپ ان سے مباہلہ کیوں نہیں کرتے؟ اس کی وجہ معقول بیان کریں تو بدرجہ سوم میں مباہلہ کے لیے حاضر ہوں۔ باقی رہی دس والی شرط، تو یہ آپ نے محض اس لیے لگائی ہے کہ اول تو اتنے لوگ بیک وقت مقابلے میں نہیں آئیں گے۔ اگر آ بھی گئے تو ان میں سے کوئی نہ کوئی تو ایسا ضرور ہوگا جس کا سال بھر میں کوئی مالی نقصان ہو جائے یا اس کی عزت کو کوئی صدمہ پہنچے یا اسے کوئی گالی دیدے یا کوئی تھپیڑ مار دے۔ تو ایسی صورت میں آپ فوراً یہ کہہ دیں گے کہ یہ میرے ساتھ مباہلے کا اثر اور میری جیت ہے۔ آپ سیدھی طرح مقابلے میں آئیں۔ آپ اکیلے نکلیں گے تو آپ کا مقابل بھی اکیلا نکلے گا اور اگر آپ اپنی جورو اور لڑکوں کو ساتھ لائیں گے تو وہ بھی مع عیال آئے گا۔ آپ الہام کا ٹیلی فون لگا کر اپنے ملہم سے یہ پوچھ دیں کہ کس قسم کا عذاب ہوگا؟ تا کہ پھر آپ کو اس کی شرح کرنے اور اس کے معانی بتانے کی حاجت نہ رہے'۔ (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۸)

مرزا صاحب کے پاس اس سیدھی سادھی بات کا کوئی جواب نہیں تھا اور وہ چاہتے ہی نہیں تھے کہ مباہلہ ہو۔ اسی لیے وہ چیلنج جاری کر کے مباہلے کو حیلوں بہانوں سے ٹالتے رہتے

تھے۔مولانا بٹالوی مرحوم نے جب مباہلے کی ایک آسان اور قابل عمل صورت پیش فرمائی اور مرزا صاحب کو کوئی راہ فرار نظر نہ آئی تو کہنے لگے کہ بھلا اپنوں سے بھی کوئی مباہلہ کیا کرتا ہے؟ مولانا آپ تو میرے پرانے دوست ہیں۔آپ کے لیے تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دن رات دست بدعا رہتا ہوں کہ وہ آپ کو میرے سلسلہ احمدیہ میں داخل کر دے۔اور معاملہ میری دعا تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس سے بہت آگے جا چکا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ آپ مرزائی ہو جائیں گے۔اس لیے میں آپ سے کیوں مباہلہ کروں؟ مرزا غلام احمد کے اصل الفاظ یہ ہیں

'مجھ کو خدا نے تین مرتبہ یہ اطلاع دی ہے کہ محمد حسین کو رجوع دیا جائے گا۔اس لیے میں نے اس پیش گوئی کو اس رسالہ سراج منیر میں جو ، اب چھپ رہا ہے درج کر دیا ہے، اور جہاں تک میری طاقت ہے میں دعا بھی کروں گا۔مجھ کو اس بات سے بہت ہی خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ارادہ فرمایا ہے۔ واللہ علی کل شی قدیر۔

(مکتوبہ ۲۔اپریل ۱۸۹۷ء۔اشاعۃ السنۃ جلد ۱۸)

اور اپنی امت کے فرعون کی نشان دہی کرتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں

'فرعون سے مراد محمد حسین ہے۔ خدا تعالیٰ کا ایک کشف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بالآخر ایمان لائے گا۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اسی قدر ہو گا کہ آمنت بالذی آمنت بہ بنو اسرائیل یا پرہیزگار لوگوں کی طرح'۔

(روحانی خزائن جلد ۱۲ (استفتاء مطبوعہ ۱۸۹۷ء) ص ۱۳۰ حاشیہ)

اور اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

'شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی (ایڈیٹر رسالہ اشاعت السنۃ) جو بانی مبانی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین دہلوی کے بعد تمام مکفروں کے گناہ کا بوجھ ہے اور جس کے آثار بظاہر نہایت ردی اور یاس کی حالت کے ہیں۔اس کی نسبت تین مرتبہ مجھے معلوم ہوا کہ وہ اپنی اس حالت پر ضلالت سے رجوع کرے گا۔اور پھر خدا اس کی آنکھیں کھولے گا'۔ (روحانی خزائن جلد ۱۲ (سراج منیر) ص ۸۰)

اس پیش گوئی کی وضاحت کے لیے مرزا صاحب کے ایک حواری مولوی محمد احسن امروہی ،مولانا بٹالویؒ کو ایک خط میں لکھتے ہیں

'حضرت اقدس نے اس عاجز سے بارہا یہ فرمایا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بالآخر بہ سبب اپنی برکات علمی کے پھر اس ریویو سابق کی طرف رجوع فرمائیں گے۔ یہ جملہ معترضہ جو ان کو پیش آ گیا ہے وہ ایک ذلة الاقدام ہے۔ راقم سید محمد احسن از امروہہ شاہ علی سرائے ضلع مراد آباد ۶۔ اپریل ۱۸۹۷ء۔ (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۸ نمبر ۲ ص ۴۸)

اور ۱۹۰۲ء میں اپنی ایک کتاب میں مرزا صاحب فرماتے ہیں

'ہم اس کے ایمان سے ناامید نہیں ہوئے۔ بلکہ امید بہت ہے اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے۔ (اے مرزا) تجھ پر خدا تعالیٰ تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کر دے گا۔ سعید ہے۔ پس روز مقدر اس کو فراموش نہیں کرے گا۔ اور خدا کے ہاتھوں زندہ کیا جاوے گا۔ پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے۔ اور نسیم صبا، خوشبو اور طہارت لائے گی اور معطر کر دے گی۔ میرا کلام سچا ہے۔ میرے خدا کا قول ہے۔ جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا دیکھ لے گا'۔ (اعجاز احمدی طبع قادیان ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۱۔۵۰)

اور ۱۸ اپریل ۱۹۰۳ء کو مرزا صاحب نے اپنے مریدوں کو بتایا کہ

'میں لیٹا ہوا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب نظر آ گئے۔ پھر یہ لفظ الہام ہوئے

ساخبره فی آخر الوقت انک لست علی الحق

(میں اسے آخری وقت بتا دوں گا کہ تو حق پر نہیں تھا)۔ (تذکرہ صفحہ ۴۶۹)

دوسری طرف مولانا مرحوم کے پاس مرزا صاحب کی باتوں کا ایک ہی جواب تھا کہ

'میں خدا کے فضل و توفیق سے' نہ کہ اپنی ذاتی قابلیت و لیاقت سے' آپ کے اس دام میں نہیں پھنستا اور جب تک زندہ ہوں اور قرآن پاک پر ایمان رکھتا ہوں اور دین اسلام کا معتقد اور پابند ہوں آپ کی موجودہ حالت اور اعمال و اخلاق کے ساتھ اتفاق نہ کروں گا۔ (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۸۔ نمبر ۲ صفحہ ۴۹)

قصہ مختصر مرزا صاحب کی ان پیش گوئیوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مولانا بٹالویؒ سے مباہلہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ حیلے بہانے کر کے اپنی جان چھڑانا چاہتے تھے۔ لیکن وہ کامیاب بھی نہیں ہو رہے تھے۔ ایک دروازہ بند ہوتا تو دوسرا دروازہ کھل جاتا۔ انہوں نے ۱۸۹۶ء والے چیلنج سے کھلنے والے باب مباہلہ کو بلطائف الحیل بند کیا ہی تھا کہ ایک اور مسئلے میں الجھ کر پھر مولانا بٹالویؒ کے ہتھے چڑھ گئے۔ بات یوں ہوئی کہ ۱۸۹۷ء میں ان کا ایک

معاملہ پشاور کے ایک ہندو پنڈت لیکھرام سے چل رہا تھا۔ وہ شخص قتل ہو گیا اور اس کے قاتل کا پتہ نہ چل سکا۔ مرزا صاحب نے اعلان فرما دیا کہ لیکھرام ان کی پیش گوئی کے مطابق مرا ہے اس لیے وہ سچے ہیں۔ ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کو انہوں نے اس مضمون کا ایک اشتہار جس میں بڑے زور شور کے ساتھ قتل کے اس واقعہ کو اپنی پیش گوئی اور اپنے دعویٰ مسیحیت کی صداقت کا عظیم الشان خدائی نشان قرار دیتے ہوئے اپنے مخالفین کو آڑے ہاتھوں لیا اور لکھا کہ

'اگر جلسہ عام میں میرے رو برو مولوی محمد حسین قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ پیش گوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی تو اے قادر خدا! ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر۔ پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے آپ کو جھوٹا سمجھیں گے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں گے۔ اور جس قدر ہمارے پاس اس بارے میں الہام ہوں گے جلا دیں گے۔

(چودھویں صدی کا مسیح ص ۳۸۱)

مولانا بٹالوی نے جواباً لکھا کہ

'یہ خاکسار اپنی نیک نیتی اور سچائی کی نظر سے اور خدا تعالیٰ کے ناصر و معاون حق کی امید و بھروسہ پر آپ کی دعوت قسم قبول کرنے کو بلا کسی معاوضہ یا تاوان حاضر ہے'

(اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ جلد ۱۸ ص ۵۱۔۵۲)

لیکھرام سے متعلق مولانا محمد حسین کی تحریر جو ۸۰ سے زائد صفحات پر مشتمل تھی ہمارے سامنے نہیں ہے اس لیے ذیل میں مولانا امرتسریؒ کی کتاب نا قابل مصنف مرزا سے ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے جس سے اس واقعے پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں

'مرزا صاحب اور ان کے حواری لیکھ رام کے قتل کے واقعہ کو بہت بڑا معجزہ بتایا کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں نے لیکھ رام کے قتل ہونے کا الہام شائع کیا تھا بلکہ تاریخ بھی بتا دی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ لیکھ رام سے متعلق مرزا صاحب نے جو پیشگوئی کی تھی وہ اس کے قتل یا موت کی نہ تھی بلکہ خارق عادت عذاب کی تھی۔ ہمارے اس دعویٰ کا ثبوت اس معاہدہ سے ہو سکتا ہے جو پنڈت لیکھ رام اور مرزا صاحب کے درمیان پیش گوئی کے خاتمہ کے متعلق ہوا تھا اور جسے خود مرزا صاحب نے بھی شائع کیا تھا۔ آپ کے الفاظ میں مذکور معاہدہ کی عبارت یہ ہے ' وہ معاہدہ جو نشانوں کے دیکھنے کے لیے اس راقم (مرزا) اور لیکھ رام کے مابین تحریر پایا تھا۔ اس

معاہدے کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی پیشگوئی لیکھ رام کو سنائی جائے اور وہ سچی نہ ہو تو وہ ہندو دھرم کی سچائی کی دلیل ہو گی۔ اور فریق پیشگوئی کرنے والے (مرزا ملہم) پر لازم ہو گا کہ آریہ مذہب اختیار کرے یا تین سو ساٹھ روپیہ لیکھ رام کو دے دے...... اگر پیش گوئی کرنے والا سچا نکلے تو اسلام کی سچائی کی یہ دلیل ہو گی اور پنڈت لیکھ رام پر یہ واجب ہو گا کہ اسلام قبول کرے...... پھر اس کے بعد وہ پیشگوئی بتائی گئی جس کی رو سے ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھ رام کی زندگی کا خاتمہ ہوا ' (استفتاء ۔ص ۹) (مولانا امرتسریؒ کہتے ہیں کہ) یہ معاہدہ صاف بتا رہا ہے کہ مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئی کا وقوع ایسے طریق پر ہونا چاہیے تھا کہ پنڈت لیکھ رام اسلام قبول کر سکتا۔ یعنی زندہ رہتا۔ پس اس کا مر جانا یا مارا جانا پیش گوئی کی تصدیق نہیں بلکہ تکذیب کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے لیے اسلام قبول کرنے کا موقع ہی نہیں رہا۔

لیکھ رام والے معاملے میں مولانا بٹالویؒ نے مرزا صاحب سے کہا تھا کہ وہ ان کی پیش گوئی کے جھوٹے ہونے پر مؤکد بعذاب قسم کھانے کو تیار ہیں۔ اس بات کا ذکر کرتے ہوئے مرزا صاحب فرماتے ہیں

'شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کا ایک اشتہار جس پر کوئی تاریخ نہیں اور جس کا یہ عنوان ہے ' الہامی قاتل مرزا غلام احمد ' میری نظر سے گذرا...... شیخ صاحب اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ لیکھرام والی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور نیز ارقام فرماتے ہیں کہ میں اس بارے میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں۔ مگر ایک برس کی میعاد سے ڈرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس قدر مدت میں مر جائیں یا کوئی اور عذاب نازل ہو جائے۔ لیکن میں ان کو مکرر سمجھاتا ہوں کہ ایک ایسے شخص کے ساتھ کہ اپنی ذکر کردہ میعاد کی بنیاد الہام ٹھہراتا ہے، ضد کرنا حماقت ہے...... ہماری طرف سے ایک برس تک ہی میعاد ہو گی...... قسم کھانے سے پہلے آپ جلسہ میں چپ بیٹھ کر برابر دو گھنٹے تک میری وہ وجوہات سنیں جو میں اپنے الہام اور پیش گوئی کے صحت وقوع کے بارے میں بیان کروں گا۔ اور آپ کو اختیار نہیں ہو گا کہ کچھ چون و چرا کریں۔ بلکہ میت کی طرح عالم خاموشی میں سنتے رہیں گے۔ اور پھر اٹھ کر اس عبارت کے ساتھ جو آپ اشتہار میں لکھ چکے ہیں تین مرتبہ قسم کھائیں گے اور ہم آمین کہیں گے۔ صرف اس قدر عبارت میں تبدیلی ہو گی

کہ بجائے 'فوراً' کے 'ایک برس' کا نام لیں گے۔ اور اگر ان باتوں سے آپ نے پہلوتہی کی اور بے ہودہ شرائط اور پیچ در پیچ حیلہ حوالے کی باتوں کو شروع کر دیا جیسا کہ آپ کی عادت ہے تو سب پر کھل جائے گا کہ آپ کی نیت صحیح نہیں ہے......غرض یہ کہ ہمارا آخری اشتہار ہے۔ اگر آپ اپنی ملانہ حیلہ بازیوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کے ساتھ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے'۔ (مجموعہ اشتہارات ۔جلد۲ص ۶۔۴۰۵)

مرزا صاحب کا یہ اشتہار یکم مئی ۱۸۹۷ء کا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بٹالویؒ کہتے تھے کہ قسم کھائی جائے تو جھوٹے پر فوراً عذاب نازل ہو تاکہ فیصلہ جلد ہو جائے لیکن مرزا صاحب بات کو ایک سال تک لٹکانا چاہتے تھے۔ اب دیکھ لیجیے کہ مقابلے سے فرار کون ہو رہا تھا' جلدی فیصلہ چاہنے والا یا معاملے کو لٹکانے والا؟ اور جلسہ قسم میں میت کی طرح چپ بیٹھنے کا کیا مطلب؟

قصہ مختصر یہ کہ مرزا صاحب نے اس معاملے کو بھی شرائط کے گورکھ دھندے میں الجھا دیا اور مباہلہ منعقد نہ ہو سکا۔

ذلت کی مار

مرزا غلام احمد بعض اوقات خود پس پردہ رہ کر مریدوں کے ذریعے بھی مولانا محمد حسین بٹالوی کے خلاف اشتہار بازی کیا کرتے تھے جیسا کہ مولوی دوست محمد قادیانی نے کہا ہے

'مولوی عبد القادر لدھیانوی (مرزائی) نے حضرت اقدس (مرزا) سے بٹالہ میں مولوی محمد حسین سے مباہلہ کرنے کی درخواست کی جسے حضور (مرزا) نے منظور فرما لیا۔ جس پر انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی ایک طویل خط میں سچائی کے فیصلہ کے لئے حضرت اقدس (مرزا) سے بٹالہ میں بلا شرط مباہلہ کرنے کی پرزور دعوت دی اور انہیں تحریص و ترغیب دلانے کے لیے ۲۰۰ روپئہ نقد انعام دینے کی پیش کش کی۔ مولوی عبد القادر صاحب کا یہ خط جب الحکم قادیان ۲۰۔ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا تو شملہ۔ سیالکوٹ۔ بٹالہ اور الٰہ آباد کی جماعتوں کے علاوہ اور دیگر مقامات کے بعض مخلص احباب کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ انہیں بھی مباہلہ کی تحریک میں شامل کیا جائے اور انعام کی پیش کش بھی کی جس سے اکتوبر ۱۸۹۸ء کے آخر تک انعامی رقم دو ہزار پانچ سو پچیس روپئہ آٹھ آنہ تک پہنچ گئی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۳۱)

اور پھر دو ہزار پانچ سو پچیس روپیہ آٹھ آنہ کے انعام کے اعلان کے ساتھ مولوی یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم قادیان نے درج ذیل اشتہار شائع کیا۔

. یہ امر بوضاحت بیان ہو چکا ہے کہ میاں محمد حسین بٹالوی ہی جناب حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی تکفیر کا اصل محرک اور بانی ہوا ہے اور باقی تمام مکفرین نے اس کی یا اس کے استاد میاں نذیر حسین دہلوی کی پیروی کی ہے اس لیے اسی کو اس درخواست مباہلہ میں مخاطب کیا گیا ہے۔ چونکہ اس نے حضرت اقدس مرزا صاحب سلمہ ربہ کی تکفیر اور تکذیب پر حد سے زیادہ زور مارا ہے اور باوجودیکہ وہ اپنی ناکامیوں اور حضرت اقدس کی کامیابیوں کو بارہا دیکھ چکا ہے اور بہت سے نشانات ملاحظہ بھی کر چکا ہے مگر اپنی غلطیوں کا اعتراف نہیں کرتا اس لیے اس کو مباہلہ کی دعوت دی جاتی ہے جو

آسمانی اور خدائی فیصلہ ہے۔ یہ مباہلہ بدوں کسی قسم کی شرط کے ہوگا اور اگر ایک سال کے اندر نتیجہ مباہلہ ہمارے حق میں نہ ہوا اور ایک اثر قابل اطمینان ہماری تائید میں ظہور میں نہ آیا تو رقم مندرجہ بالا جو پہلے سے جمع کرا دی جاوے گی ان کو بطور نشان کامیابی ان صاحبوں کی طرف سے دی جاوے گی جنہوں نے مقرر کی ہے۔ میاں محمد حسین بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ اخیر نومبر ۱۸۹۸ء تک کسی وقت منظوری مباہلہ کی درخواست مطبوعہ یا بصیغہ رجسٹری ہمارے پاس بھیج دیں'۔ (مجموعہ اشتہارات جلد۳ صفحہ ۸۸۔۹۰)

چونکہ اس قسم کے اشتہارات مرزا صاحب کی بجائے ان کے مریدوں کی طرف سے شائع ہو رہے تھے اس لیے دوسری جانب سے بھی مولانا بٹالویؒ نے براہ راست جواب نہیں بلکہ ان کے دوستوں نے یہ اشتہار دیا۔

سچے اور قطعی فیصلہ کی صورت صواب
دجال کادیانی کے اشتہار مباہلہ کا جواب

دجال کادیانی کو ڈگلس، ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ نے دبایا اور اس سے عہد لے لیا کہ آئندہ دلآزار الفاظ سے زبان بند رکھے (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۵۹ میں تفصیل سے بیان ہوا ہے) اور اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعہ لوگوں کی دلآزاری سے زبان بند کرنا پڑی اور الہامی گولے چلانا یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا ترک کرنا ضروری ہوا۔ اور پھر الہامی دلآزاری کے سوا اس کا کام بند ہونے لگا اور اس کی دکانداری میں نقصان واقع ہوا تو اس نے اپنے نائبین کے ذریعہ یہ کام شروع کر دیا۔ تب سے وہ کام اس کے نائب کر رہے ہیں۔ اور اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے لوگوں کی دلآزاری میں مصروف ہیں۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر اشاعۃ السنہ نمبر۳ جلد ۱۹ کے صفحہ ۷۷ وغیرہ میں ہوا ہے۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر ذیل میں ہوتا ہے۔

اس کے چند نائین لاہور ولدھیانہ' وپٹیالہ وشملہ نے مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کیے ہیں کہ وہ بمقام بٹالہ کادیانی کے ساتھ مباہلہ کر لیں۔ اور اس مباہلہ کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سو پچیس روپیہ (جس کو وہ ان چاروں مواضع سے جمع کر کے پیش کریں گے) انعام لیں۔ اس کے ساتھ ان لوگوں نے دل کھول کر دلآزاری و بدگوئی سے اپنے دلوں کا ارمان نکالا اور کادیانی کی نیابت کو پورا کر

دکھایا۔ میں ان لوگوں کی جرأت وحیا پر تعجب کرتا ہوں کہ باوجودیکہ مولانا مولوی صاحب اشاعۃ السنہ نمبر ۸ اور ۱۲ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۶۶ و ۱۸۸ و ۳۱۳ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ اور دیگر مقامات میں کادیانی سے مباہلہ کے لیے مستعدی ظاہر کر چکے ہیں اور اس سے گریز وانکار اسی کادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے نہ مولانا موصوف کی طرف سے۔ پھر یہ لوگ کس منہ سے مولانا مولوی صاحب کو مباہلہ کے لیے بلاتے ہیں۔ اور شرم وحیا سے کچھ کام نہیں لیتے۔ اسی وجہ سے مولوی صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف وگزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔ البتہ ان کے مرشد ، دجال اکبر، اکذب العصر سے مباہلہ کرنے کے لیے ہر وقت بغیر کسی شرط کے مستعد و تیار ہیں۔ اگر قادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے یا کم سے کم یہ مشتہر کر دے کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیئے ہیں وہ اسی کی رضا مندی وترغیب سے دیئے ہیں۔ اس میں مولوی صاحب ممدوح اپنی طرف سے کوئی شروط پیش نہیں کرتے۔ صرف کادیانی کی شروط و میعاد ایک سال کو اڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں جو عبداللہ آتھم کے مباہلہ وقسم کے لیے اس نے تسلیم کیے تھے اور قبل از مباہلہ کادیانی اس اثر کی بھی تعیین کر دے کہ وہ کیا ہوگا۔ اس کی وجہ و دلیل بتفصیل مع حوالہ حدیث وتفسیر وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۷۱ وغیرہ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ میں بیان کر چکے ہیں کہ یہ میعاد ایک سال کی خلاف سنت ہے اور اس میں کادیانی کی حیلہ سازی وفریب بازی کی بڑی گنجائش ہے اور درصورت نہ ہونے ظاہر اثر مباہلہ کے مولوی صاحب کچھ نقد انعام لینا نہیں چاہتے۔ صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو کادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے لیے خود تجویز کی تھی۔ کہ اس کا منہ کالا کیا جاوے، اس کو ذلیل کیا جاوے۔ (دیکھو جنگ مقدس میں آخری پرچہ کادیانی کا صفحہ اخیر) پس ہم کو یہ شرط منظور ہے۔ لیکن اس روسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر کے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جاوے اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپیہ کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں۔ جن کو ان کے چاروں مواضع کے مرید آپ کی نذر کریں۔ اور اس کفش کاری اور پاپوش باری کے بعد پھر گدھے کی سواری

پر آپ کا جلوس نکلے اور آگے آگے آپ کے مخلص مرید بطور مرثیہ خوانی پڑھتے جاویں

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی
بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند
مرسل یزدانی و عیسیٰ نبی اللہ شدی
بازی گوئی کہ دجالت نخوانند اے حمار
کفشہا برسر خوری از افترائے ناسزا
روسیہ گشتی میان مردم قرب و جوار
اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے
یہ کھاتا جوتیاں سر پر مرا دیوانہ آتا ہے

راقم سید ابوالحسن تبتّی حال وارد کوہ شملہ سنجولی ۳۱۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء

ضروری نوٹ:

۱۔ نائبین دجال اکبر کادیانی لعین نے جو اشتہاروں میں لکھا ہے کہ نام کا مولوی عبدالقادر لودہانوی، مولوی محمد حسین صاحب کا ہم مکتب ہے۔ یہ محض دروغ ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ بدنصیب بمقام ہندلہ (جبکہ ہم مولوی نورالحسن صاحب مرحوم سے شمس بازغہ پڑھتے تھے) ہم سے شرح ملا پڑھا کرتا تھا۔ اب وہ ہمارا ہم مکتب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس پر فخر کر رہا ہے۔ کیوں نہ ہو، یہ قدیم سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کی شکایت اس شعر میں ہے

کس نیا موخت تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

۲۔ یہ بھی مریدان دجال نے مشتہر کیا ہے کہ عبدالقادر نے قلمی خط مولوی محمد حسین صاحب کے پاس بھیجا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی محض کذب ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین، ہم کو عبدالقادر کا کوئی خط نہیں پہنچا۔ قلمی خط تو ایک طرف رہا کوئی مطبوعہ پرچہ اخبار الحکم جس میں اس کا خط درج ہوا ہے یا کوئی اشتہار لاہور یا شملہ وغیرہ سے بھی اس مضمون کا کادیانی یا اس کے اتباع کا مرسلہ ہم کو نہیں پہنچا۔ بہت مشکل اور تلاش سے ہم نے ایک مدرس سکول بٹالہ سے اخبار کا پرچہ مستعار لے کر شیخ فتح محمد اہل

حدیث گجرات کی قلم سے وہ خط نقل کرایا اور اشتہار اہل شملہ ہم نے شملہ کے ایک کلرک محکمہ آب و ہوا سے بتقاضا وصول کیا۔ اور اس دجال کے چیلوں کی قدیم عادت ہے کو جو مضمون جواب طلب چھاپتے ہیں اس کی کاپی ہماری طرف نہیں بھیجتے۔

۳۔ عربی نویسی میں دجال کادیانی کا مقابلہ کرنے سے گزیز یا اعراض کو جو ان نائبین دجال نے مولوی صاحب کی طرف منسوب کیا ہے اس میں ان گمناموں نے دجال اکبر کی سنت پر عمل کیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۵۹ میں کادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لیے للکار چکے ہیں۔ پھر نمبر ۱۲ جلد ۱۵ میں کادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں۔ مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم و حیا کو نصیب اعداء سمجھ کر ان دعاوی باطلہ و اغلیط عاطلہ کادیانی کا اعادہ کر کے گڑے مردے اکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ اشاعۃ السنہ کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب مرتے اور پھر عربی نویسی کا دعویٰ زبان پر نہ لاتے۔ مگر یہاں شرم کہاں؟ ان کا مقولہ ہے کہ

شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید

۴۔ کادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو اس شیخ چلی کے شاگردوں نے دعویٰ کر کے اس میں مولوی صاحب کا مقابلہ چاہا ہے اس کا جواب مولوی صاحب اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۴ میں ۱۸۹۱ اور نمبر ا جلد ۱۶ بابت ۱۸۹۵ء کے صفحہ ۱۴۵ وغیرہ میں دے چکے ہیں۔ مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر انہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے۔ ہم کہاں تک جواب دیتے جاویں۔ مولوی سید ابوالحسن صاحب تبّتی نے جو ۸۲۵ روپیہ انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس جوتے کادیانی کے لیے تجویز کیے ہیں اس پر حضور ایں جانب کا صاد ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس کادیانی اس قدر جوتوں کے بذات شریف و نفس نفیس متحمل نہ ہوسکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہو جاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہو جاوے تو باقی ماندہ آپ کے نائبین جنہوں نے گمنام اشتہارات دیئے ہیں آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص گمنام، پٹیالہ والوں کو، اور لدھیانہ والے، شملہ والوں کو، اور پٹیالہ والے، لدھیانہ والوں کو اور اسی طرح وہ ایک دوسرے کو بطور ہمدردی مدد

دیں۔ ہم کو اس بات پر اصرار نہیں کہ وہ سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کیے جاویں۔ یہ امر بحکم آیت لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اصول اخلاق کے بھی مخالف ہے۔

الراقم ملا محمد بخش لاہور ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء

محمد بخش قادری مینیجر اخبار جعفر زٹلی تاج الہندی پریس لاہور

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۶۲۔۶۷)

اس اشتہار کے جواب میں مرزا صاحب نے ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والہ مشہور اشتہار شائع کیا جس میں پیش گوئی فرمائی کہ مولانا بٹالوی' مولوی ابو الحسن اور محمد بخش جعفر زٹلی کو ۱۳ ماہ کے دوران ذلت اٹھانی پڑے گی۔ اور اس کے وقوع کو انہوں نے اپنے اور مولانا بٹالوی مرحوم کے درمیان حق و باطل کے تعین کے لیے آخری فیصلہ قرار دیا۔ یہ اشتہار درج ذیل ہے

'جن لوگوں نے شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کے چند سال کے پرچہ اشاعۃ السنۃ دیکھے ہوں گے اور وہ اگر چاہیں تو محض للہ گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس راقم کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی (اور میری صداقت کے) نشانوں سے شیخ محمد حسین اور اس کے ہم مشرب لوگوں نے فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ سختی اور بدزبانی روز بروز بڑھتی گئی۔ چنانچہ ان دنوں میں میرے بعض دوستوں نے کمال نرمی اور تہذیب سے شیخ صاحب موصوف سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ مباہلہ کرکے تصفیہ کر لیں اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اثر مباہلہ کے لیے اس طرف سے ایک سال کی شرط ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس درخواست مباہلہ کو شیخ محمد حسین نے قبول نہیں کیا اور یہ عذر کیا کہ تین دن تک مہلت اثر مباہلہ ہم قبول کر سکتے ہیں زیادہ نہیں۔ سو شیخ محمد حسین نے باوجود بانی تکفیر ہونے کے اس راہ راست پر قدم مارنا نہیں چاہا اور بجائے اس کے کہ نیک نیتی سے مباہلہ کے میدان میں آتا یہ طریق اختیار کیا کہ ایک گندہ اور گالیوں سے پر اشتہار لکھ کر محمد بخش جعفر زٹلی اور ابو الحسن تبّتی کے نام سے چھپوا دیا۔ اس وقت وہ اشتہار میرے سامنے رکھا ہے اور میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو میں نے کی یہ ہے کہ اے میرے ذوالجلال پروردگار! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی

نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تو اے میرے مولا اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر ۱۳ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر۔ اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر۔ اور اس روز روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا میرے مولا میرے منعم میری ان نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں، تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں میں جو پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کیے جاویں گے، شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لیے یہ اشتہار لکھا ہے، ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر...... میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کر ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ضربت علیہم الذلۃ کا مصداق کر، آمین ثم آمین۔ (اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ) یہ دعا تھی جو میں نے کی۔ اس کے جواب میں یہ الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی یہ خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبّتی دوسری طرف سے خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔ ان میں سے جو کاذب ہوگا، وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لیے حق کے طالبوں کے لیے ایک کھلا کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۷۔۶۱)

چند روز بعد مرزا صاحب نے درج ذیل اشتہار جاری فرمایا

ایک شخص محمد حسین نامی نے جو ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ کے اور ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور ہے، میرے پر ایک کفر کا فتویٰ لکھا اور بہت سے مولویوں کے اس پر دستخط کرائے اور مجھے کافر اور دجال ٹھہرایا۔ اور یہاں تک فتویٰ دیا گیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے، اور ان کا مال لوٹ لینا جائز اور ان کی عورتوں کو جبراً اپنے قبضہ میں لے کر ان کے ساتھ نکاح کر لینا، یہ سب باتیں درست ہیں۔ بلکہ موجب ثواب ہیں۔ چنانچہ اشتہار مورخہ ۲۹ رمضان

۱۳۰۸ھ مطبوعہ مطبع حقانی لودیانہ اور رسالہ سیف مسلول مطبوعہ ایجرٹن پریس راولپنڈی کی پشت پر جو محمد حسین کی تحریک سے لکھے گئے ہیں یہ دونوں فتوے موجود ہیں۔ مگر جب رعب گورنمنٹ سے ان فتووں پر عمل درآمد نہ ہوسکا تو محمد حسین نے ایک اور تدبیر سوچی کہ اس شخص (مرزا) کو نہایت سخت گالیوں اور دلآزار کلمات سے ہمیشہ رنج دینا چاہیے جیسا کہ اس نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ مطبوعہ ۱۸۹۸ء میں کئی جگہ اس بات کا خود اظہار کیا ہے۔ اس قسم کی گندی گالیوں اور بدزبانیوں کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے ایک چالاک شخص کو جس کا نام محمد بخش جعفر زٹلی ہے اور لاہور میں رہتا ہے، مقرر کیا اور ہر قسم کے گندے اشتہار خود لکھ کر اس کے نام پر چھپوائے اور در پردہ وہ سب کارروائی خود محمد حسین کی ہے۔ اور اس اپنی کارروائی سے وہ لوگوں کو طلاع بھی دیتا رہا ہے اور اپنے رسالوں میں بھی شیخی کے طور پر یہ کام اپنی طرف منسوب کرتا رہا ہے۔ اور یہ تمام اشتہارات جو نہایت چالاکی اور بدزبانی سے ایک سال سے یا کچھ زیادہ عرصہ سے محمد حسین شائع کر رہا ہے۔ یہ نہایت اوباشانہ طریق سے گندے پیرایہ میں لکھے جاتے ہیں اور ان اشتہاروں میں کوئی پہلو میری بے عزتی اور بے آبروئی کا اٹھا نہیں رکھا۔ اور میرے ننگ و ناموس کو خاک میں ملانا چاہا ہے اور ایسی گندی اور ناپاک تہمتوں پر مشتمل ہیں کہ میں گمان بھی نہیں کر سکتا کہ اس سختی اور بے شرمی کا برتاؤ کبھی ذلیل سے ذلیل قوم کے آدمی نے کسی اپنے مخالف کے ساتھ کیا ہو۔ ان اشتہارات میں سے جو ۱۲ اگست ۱۸۹۸ء کا اشتہار ہے جو مطبع تاج الہند میں چھپا ہے۔ ایسا ہی ایک دوسرا اشتہار جو ۲۵ ستمبر ۱۸۹۸ء میں مطبع فخر الدین پریس لاہور میں طبع ہوا۔ اور ایسا ہی ایک تیسرا اشتہار اور ضمیمہ ۱۱ جون ۱۸۹۷ء کا جو اسی مطبع میں طبع ہوا ہے۔ ان چاروں کا نمونہ کے طور پر کسی قدر مضمون اس جگہ درج کرتا ہوں تا حکام کو معلوم ہو کہ کہاں تک میری ذلت کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اور نہ ایک ماہ، نہ دو ماہ، بلکہ ایک سال سے ایسے گندے اشتہار جاری کر رہے ہیں جن کے متواتر زخموں کے بعد مجھے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء لکھنا پڑا جس میں جھوٹے کی ذلت خدا سے طلب کی ہے۔ اور محمد حسین کے یہ چاروں اشتہار جو جعفر زٹلی کے نام پر نکالے گئے مجھے بے عزت کرنے کے لیے ان میں نہایت سخت اور گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کیے ہیں۔ (روحانی خزائن جلد ۱۴ (کشف الغطا) ص ۱۹۶۔۱۹۷)

چند روز بعد مرزا صاحب نے خاص اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا

'میں اپنی جماعت کے لیے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجے کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی...... مجھے افسوس سے اس جگہ یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ ہمارے مخالف ناانصافی اور دروغ گوئی اور کجروی سے باز نہیں آتے۔ وہ خدا کی باتوں کی بڑی جرأت سے تکذیب کرتے اور خدائے جلیل کے نشانوں کو جھٹلاتے ہیں۔ مجھے امید تھی کہ میرے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے بعد جو بمقابلہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے لکھا گیا تھا یہ لوگ خاموش رہتے کیونکہ اشتہار میں صاف طور پر یہ لفظ تھے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک اس بات کی میعاد مقرر ہوگئی ہے کہ جو شخص کاذب ہوگا خدا اس کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔ اور یہ ایک کھلا کھلا معیار صادق و کاذب کا تھا جو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعے قائم کیا تھا اور چاہیے تھا کہ لوگ اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد چپ ہو جاتے اور ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرتے۔ لیکن افسوس انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ زٹلی مذکور نے اپنے اشتہار ۲۰ نومبر ۱۸۹۸ء میں وہی گند پھر بھر دیا جو ہمیشہ اس کا خاصہ ہے اور سراسر جھوٹ سے کام لیا...... اب یہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء آخری فیصلہ ہے۔ چاہیے کہ ہر طالب صادق، صبر سے انتظار کرے۔ خدا جھوٹوں کذابوں دجالوں کی مدد نہیں کرتا...... اب یہ معاملہ آسمان پر ہے۔ زمین پر چلانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دونوں فریق اس کے سامنے ہیں اور عنقریب ظاہر ہوگا کہ اس کی مدد اور نصرت کس طرف آتی ہے۔' (اشتہار مورخہ ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۶۷۔۷۳)

اور انہوں نے فرمایا کہ

'۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کا ہمارا اشتہار جو مباہلہ کے رنگ میں شیخ محمد حسین اور اس کے دو ہم راز رفیقوں کے مقابل پر نکلا ہے وہ صرف ایک دعا ہے۔ جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جھوٹے کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ذلت پہنچے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کو جھوٹا مارا جائے۔ یا کسی کوٹھے سے گرے۔ چونکہ محمد حسین اور زٹلی اور تبّتی نے افتراؤں اور لعنتوں اور گالیوں سے صرف میری ذلت چاہی ہے اس لیے میں نے خدا تعالیٰ سے یہی چاہا ہے کہ اگر

درحقیقت میں ذلت کے لائق اور کاذب اور دجال اور لعنتی ہوں جیسا کہ محمد حسین نے اس قسم کی گالیوں سے اپنے رسالے بھر دیئے ہیں اور بار بار میرا دل دکھایا ہے تو اور بھی ذلیل کیا جاؤں اور شیخ محمد حسین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت ملے۔لیکن اگر میں کاذب اور دجال اور لعنتی نہیں ہوں تو جناب احدیت میں میری فریاد ہے کہ میرے ذلیل کرنے والے محمد حسین اور زٹلی اور تبّتی کو خدا کی طرف سے ذلت پہنچے...... مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جو فریق درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم اور کاذب ہے اس کو خدا ذلیل کرے گا اور یہ واقعہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک پورا ہو جائے گا۔

(روحانی خزائن جلد۱۴ (راز حقیقت) ص۱۷۳-۱۷۶ بعنوان حاشیہ متعلقہ ص اول مورخہ اشتہار ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء)

مرزا صاحب نے یہ بھی کہا

’پس جب کہ یہ ظلم محمد حسین اور اس کے گروہ یعنی محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کا حد سے گذر گیا...... اور پھر مباہلہ کے لیے متواتر درخواست بھی کی تو بالآخر میں نے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جاری کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ خدا تعالیٰ ہم دونوں گروہ میں سے اس کو ذلیل کرے جو جھوٹا ہے اور پھر اس اشتہار کی شرح ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں اور بھی تصریح کر دی‘۔ (روحانی خزائن جلد۱۴ (کشف الغطاء) ص۱۹۸)

نیز فرمایا کہ

’شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنھوں نے میرے ذلیل کرنے کے لیے یہ اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر (یہ تیرہ مہینے خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئے ہیں یعنی سال پر ایک ماہ اور زیادہ ہے) غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار ہیں اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر۔اور اگر مجھے تیری جناب میں وجاہت اور عزت ہے تو میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کر کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ضربت علیهم الذلة کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین ۔یہ دعا جو میں نے کی اس کے جواب میں یہ الہام ہوا ’میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا‘ اور ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جوحق پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام کیا اور وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے اور افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔اور چند عربی الہام ہوئے

(جیسا کہ) ویعض الظالم علی یدیہ۔ جزا سیئة بمثلها۔ (تذکرہ۔صفحہ ۳۲۴۔۳۲۵)

انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین

آج تک توہین اور تحقیر اور گالیاں دینے سے باز نہ آیا۔ اور گندی گالیوں کے مضمون اپنے ہاتھ سے لکھے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام سے پر چھپوائے... یہی موجبات تھے جن کی وجہ سے میں نے اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع کیا۔ جس کے بعد محمد حسین نے ایک چھری خریدی جس سے مجھے اس طور سے بدنام کرنا منظور تھا کہ گویا میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن جس شخص نے پہلے اس سے میرے قتل کا فتوی دیا اس کا چھری خریدنا کس بات کی دلالت کرتا ہے؟۔ (خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۴۹۔۴۳۸)

مرزا صاحب کی نومبر اور دسمبر ۱۸۹۸ء کی ان تحریروں سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ مختصراً یوں ہے کہ مولانا بٹالویؒ، مولانا محمد جعفر زٹلیؒ اور مولانا ابوالحسن تبّتیؒ رسائل اور اشتہارات کے ذریعے مرزا صاحب کے عقائد و نظریات کا رد کر رہے تھے۔ مرزا صاحب کو ان بزرگوں کے کلام اور طرز کلام سے اگرچہ بہت تکلیف ہو رہی تھی لیکن وہ (بقول خود) ایک عرصہ تک صبر کرتے رہے۔ پھر ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور انہوں نے بارگاہ احدیت میں دعا فرمائی کہ اے اللہ اگر وہ (یعنی مرزا) کاذب اور دجال ہیں تو بٹالوی، زٹلی اور تبّتی کو عزت عطا فرما، اور خود انہیں (یعنی مرزا کو) ذلیل کر۔ اور اگر وہ کاذب اور دجال نہیں ہیں تو اے اللہ ان تینوں کو ذلیل کر اور خود انہیں (مرزا) عزت عطا فرما۔ اور یہ کہ اے اللہ یہ (عزت و ذلت) کا فیصلہ تیرہ ماہ یعنی ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک کے عرصہ میں ہو جائے۔ مرزا صاحب نے عزت و ذلت کی اس دعا کے نتیجے کو اپنے اور مخالفین کے درمیان آخری فیصلہ قرار دیا اور فرمایا کہ یہ کام ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ہو جائے گا۔ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ اس دعا کے بعد انہیں الہام ہوا ہے کہ اللہ ظالم کو ذلیل اور رسوا کرے گا اور انہوں نے واضح طور پر یہ بھی لکھ دیا کہ یہ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک تیرہ ماہ کی مدت انہیں خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئی ہے۔

آگے بڑھنے سے قبل مرزا صاحب کی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والی اشتہاری دعا کو پھر ملاحظہ کر لیجیے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں

'میں نے خدا تعالیٰ کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے۔ اور وہ دعا یہ ہے۔ اے میرے ذوالجلال پروردگار اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل جھوٹا اور مفتری

ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو اے میرے مولا اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر ۱۳ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر۔ اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل و رسوا اور ضربت علیهم الذلة کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین...... (اور کہتے ہیں کہ) یہ دعا تھی جو میں نے کی اور جواب میں الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ فریقین میں جو کاذب ہے وہ ذلیل ہوگا'

یہ ہے مولانا بٹالویؒ اور ان کے دوستوں سے آخری فیصلہ کے بارے میں مرزا صاحب کی دعا اور الہام اور پیش گوئی، جس میں بتایا گیا ہے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک مولانا بٹالویؒ اور ان کے ساتھیوں کو ذلت سے دو چار ہونا پڑے گا۔ اس ذلت کو حق و باطل کا معیار ٹھہرا کر انہوں نے اپنے اور مولانا بٹالویؒ کے درمیان آخری فیصلہ قرار دیا۔ اس پیش گوئی کے بعد مرزا صاحب نے مولانا بٹالویؒ اور ان کے ساتھیوں کے شب و روز اور عالم اسلام کے حالات پر گہری نظر رکھنا شروع کر دی۔ کسی جانب پتہ بھی جنبش کرتا تو مرزا صاحب کے بھاگوں چھینکا ٹوٹ پڑتا۔ پھر انہوں نے ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس میں بڑے طمطراق کے ساتھ اپنے سلطان القلم ہونے کی بایں الفاظ داد دی۔

'میری وہ پیش گوئی جو الہام ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں فریق کاذب کے بارے میں تھی...... مولوی محمد حسین پر پوری ہوگئی...... محمد حسین نے مذہبی اختلاف کی وجہ سے مجھے دجال اور کذاب اور ملحد اور کافر ٹھہرایا تھا اور اپنی جماعت کے تمام مولویوں کو اس میں شریک کر لیا تھا...... آخر میں نے تنگ آ کر اسی وجہ سے مباہلہ کا اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جاری کیا... سو آج وہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔

(روحانی خزائن جلد ۱۴ (کشف الغطاء) صفحہ ۲۲۲' مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۴۷)

اور جس بات کو مرزا صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب کی ذلت اور پیش گوئی کے پورا ہو جانے کے ثبوت کے طور پر پیش کیا وہ یہ تھی کہ مولانا بٹالویؒ نے ظہور مہدی کے بارے

میں ایک ایسا مضمون لکھ دیا ہے جو بعض اہل علم کو پسند نہیں آیا۔ اور اس مضمون میں انہوں نے مہدی کے بارے میں جو نظریہ پیش کیا ہے وہ ان کے سابقہ موقف سے مختلف ہے۔ گویا نظریات میں تبدیلی مرزا صاحب کے نزدیک مولانا بٹالویؒ کی ذلت تھی۔ اگر نظریات میں تبدیلی نشان ذلت ہے تو خود مرزا صاحب باقرار خود، ذلیل تھے۔ وہ کہتے ہیں

'میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ واپس آئیں گے۔ مگر یہ میری غلطی تھی'۔ (روحانی خزائن جلد۱۴ (ایام الصلح) ص۲۷۲)

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں

'میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کیے ہیں۔ جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ امر جائے اعتراض نہیں۔ میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے'۔

(ایام الصلح ص۴۱' براہین احمدیہ حصہ۵ ص۳۷ حاشیہ منقول از تذکرہ ص۹۷ حاشیہ)

مرزا صاحب کی ان تحریروں کی روشنی میں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر نظریات میں تبدیلی نشان ذلت ہے تو مرزا صاحب خود بھی اس کی زد میں آتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بھی اپنی اس کمزوری کا احساس تھا اس لیے وہ اس بات پر پختہ نہیں رہے بلکہ مزید نشانات بھی ڈھونڈتے رہے۔ اور جب ۱۹۰۰ء میں مد والے مناظرے میں مولانا امرتسریؒ نے مرزائی مناظر کو للکارتے ہوئے فرمایا کہ مولانا بٹالویؒ کی ذلت کے بارے میں مرزا صاحب کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور اگر کسی کو میری بات سے اختلاف ہے تو ان تیرہ مہینوں کے دوران مولانا بٹالوی اور ان کے دونوں ساتھیوں کو پہنچنے والی ذلت کا ثبوت پیش کریں۔ مرزائیوں کو مناظرے کے دوران تو مولانا امرتسری کی اس بات کا کوئی جواب نہ سوجھا لیکن بعد میں مرزا صاحب نے اپنی کتاب اعجاز احمدی میں لکھا کہ

'مولوی ثناء اللہ نے مد کے مباحثہ میں یہ اعتراض بھی پیش کیا ہے کہ جو ذلت کی پیش گوئی محمد حسین اور جعفر زٹلی اور ان کے دوسرے رفیق کی نسبت کی گئی تھی وہ پوری نہیں ہوئی۔ اگر یہ لوگ (یعنی مولوی ثناء اللہ وغیرہ) ایسے اعتراض نہ کرتے تو پھر یہود سے مشابہت کیونکر ہوتی۔ میرے نزدیک ضروری تھا کہ یہ ایسے اعتراض ہوتے۔ اے بھلے مانس جس حالت میں اسی مقدمہ کے اثناء میں مولوی محمد حسین کی وہ تحریر پکڑی گئی جو فتویٰ تکفیر کے

مخالف ہے تو کیا ایک عالمانہ حیثیت کی نظر سے اس کی ذلت اور رسوائی نہیں ہوئی؟...... رہی عزت جعفر زٹلی کی۔ پس ان لوگوں کا کوئی مستقل وجود نہیں۔ یہ سب مولوی محمد حسین کے سایہ ہیں وہ ان کا ایڈووکیٹ جو ہوا۔ جبکہ ان کے ایڈووکیٹ کی ذلت ثابت ہو گئی تو کیا ان کی ذلت پیچھے رہ گئی۔ سایہ اصل کا ہمیشہ تابع ہوتا ہے۔ جب اصل درخت ہی گر پڑا تو سایہ کیونکر کھڑا رہ سکتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۹ (اعجاز احمدی۔ ضمیمہ نزول المسیح) ص ۱۱۸۔۱۱۹)

یعنی ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب نے یہ اقرار کیا کہ جعفر زٹلی اور محمد بخش کی کوئی ذلت نہیں ہوئی لیکن چونکہ محمد حسین ان کا وکیل ہے اس لیے محمد حسین کو پہنچنے والی ذلت گویا ان کی ذلت بھی ہے۔ یہاں مرزا صاحب تھوڑی سی رعایت کر گئے۔ ورنہ وہ کہہ سکتے تھے کہ محمد حسین کی ذلت تمام اہل حدیث کی ذلت ہے کیونکہ وہ اہل حدیث کا ایڈووکیٹ کہلاتا ہے۔ اور وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ محمد حسین کی ذلت تمام مسلمانوں کی ذلت ہے کیونکہ وہ ردقادیانیت کے محاذ پر مسلمانوں ہی کا مقدمہ تو لڑ رہا ہے۔ مرزا صاحب سے ایسی باتیں بعید نہیں تھیں کیونکہ آپ نے براہین کی پانچ جلدوں کو یہ کہہ کر پچاس جلدوں کے برابر قرار دے دیا تھا کہ ۵ اور ۵۰ میں ایک صفر ہی کا تو فرق ہے۔ وہ ایسا کہہ دیتے تو یہ بھی ان کی سادگی ہی شمار ہوتی ہے کیونکہ آپ اس دس ہزار روپیہ کو جو براہین احمدیہ کے لیے وصول کیا گیا تھا، بڑی آسانی سے یہ کہہ کر ہضم کر سکتے تھے کہ مسلمانوں کو اتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے میں نے ایک روپیہ ہی تو کھایا ہے۔ کیونکہ ایک روپے اور دس ہزار روپے میں آخر فرق ہی کیا ہے۔ ۱ اور ۱۰۰۰۰ میں چار صفروں ہی کا تو فرق ہے۔ اور صفریں جتنی بھی ہوں ان کا حاصل جمع، صفر ہی ہوتا ہے۔

ظہور مہدی والے معاملے میں مرزا صاحب کی بات نہ بن سکی تو انہوں نے مولانا بٹالویؒ کی ایک اور ذلت تلاش کر لی۔ ہوا یہ کہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا کشمیر میں سراغ مل گیا۔ اور اس مزعومہ قبر کو محمد حسین صاحب کی ذلت قرار دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا

'محمد حسین اور اس کے گروہ کو ایک......فوری ذلت پیش آئی ہے کہ واقعات صحیحہ یقینیہ سے بپایہ ثبوت پہنچ گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صلیب پر فوت ہوئے اور نہ آسمان پر چڑھے، بلکہ یہود کے قتل کے ارادہ سے مخلصی پا کر ہندوستان آئے اور آخر ایک سو بیس سال کی عمر پا کر سری نگری کشمیر میں فوت ہوئے۔ پس محمد حسین وغیرہ کے لیے

یہ ماتم سخت اور ذلت سخت ہے'

(روحانی خزائن جلد ۱۴ (راز حقیقت) صفحہ ۱۷۳۔۱۷۶ بعنوان حاشیہ متعلقہ ص اول مورخہ اشتہار ۳۰ نومبر ۱۸۹۸)

یعنی پیش گوئی ایک مرتبہ پوری ہوگئی اور ۱۳ ماہ والی دعا کا نتیجہ برآمد ہو گیا۔ تاہم سوچنے کی بات یہ تھی کہ اگر یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح علیہ السلام کشمیر میں دفن ہیں تو اس میں مولانا محمد حسینؒ کی ذلت کی کیا تخصیص ہے؟ دنیا بھر کے عیسائی یہ نہیں مانتے کہ عیسیٰ کشمیر میں دفن ہیں۔ یہودیوں کے نزدیک ابھی مسیح تشریف ہی نہیں لائے۔ اس لیے ان کی موت اور مدفن کی بات ان کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتی۔ دنیا بھر کے مسلمان مسیح کی موت تسلیم نہیں کرتے۔ مدفن تو بعد کی بات ہے۔ بدھوں اور ہندوؤں اور کمیونسٹوں کے نزدیک مسیح کے جنم اور مدفن کی بات کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ وہ سرے سے مسیح کو مانتے ہی نہیں۔ یعنی دنیا کی ۹۹ فی صد آبادی کشمیر میں مسیح کی کسی قبر کو نہیں مانتی۔ اگر مرزا صاحب کے نزدیک مسیح کا مدفن کشمیر میں ثابت ہو گیا ہے اور یہ ثبوت اس لیے محمد حسینؒ کی ذلت کی علامت ہے کہ اس کے عقیدہ کے خلاف ہے تو یہ بات دنیا کی ۹۹ فی صد آبادی کی بھی ذلت ہے۔ اور جہاں اتنے سارے لوگ ذلیل ہوں، وہاں کس کی ذلت، کس کے سامنے ہوگی؟ اور کس کی نظر میں کون ذلیل ہو گا؟

ویسے کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر کی دریافت خود مرزا صاحب کی ذلت کا نشان بھی ہے کیونکہ ان کی اس نئی دریافت نے ان کی ایک پرانی دریافت کو جھوٹا ثابت کر دیا تھا۔ اس بات کی تشریح یہ ہے کہ کشمیر پر نظر عنایت ڈالنے سے پہلے ان کی تحقیق یہ تھی کہ مسیح علیہ السلام کی قبر شام میں ہے۔ انہوں نے ۱۸۹۴ء میں شائع ہونے والی اپنی کتاب اتمام الحجۃ میں اسی بات سے اپنے مخالفین پر حجت قائم کی تھی۔ ان کا کہنا تھا

> 'حضرت عیسیٰ کی بھی بلاد شام میں قبر موجود ہے۔ اور ہم زیادہ صفائی کے لیے اس جگہ حاشیہ میں اخویم جبی فی اللہ سید مولوی محمد سعید طرابلسی کی شہادت درج کرتے ہیں اور انہی حدود میں حضرت عیسیٰ کی قبر ہے۔ اگر کہو کہ وہ قبر جعلی ہے تو اس جعل کا ثبوت دینا چاہیے۔
>
> (روحانی خزائن جلد ۸ (اتمام الحجۃ) صفحہ ۲۹۷۔۲۹۶)

اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کے ساتھ جو معاملہ کیا ہے اس میں اولی الابصار کے لیے عبرت کا بہت سامان موجود ہے۔ جس بات کو مرزا صاحب نے دعویٰ سے بیان کیا اسی کا الٹ ہوا۔ جس بات کی انہوں نے پیش گوئی کی، اسی کا الٹ ہوا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ مسیح علیہ

السلام مر چکے ہیں اور ملک شام میں ان کی قبر موجود ہے اور کسی کو شک ہے تو اس قبر کے جعلی ہونے کا ثبوت پیش کرے ورنہ مجھے مسیح تسلیم کرے۔ اس چیلنج کو چار سال بھی نہیں گزرنے پائے تھے کہ ۱۸۹۸ء میں خود ہی کہہ رہے ہیں...... مسیح کشمیر میں دفن ہیں...... یعنی ملک شام والی قبر جعلی ہے...... اور ۱۸۹۴ء والی ان کی تحقیق انیق جھوٹ کا پلندہ ہے۔

مرزا صاحب اور ان کی امت نے ۱۳ ماہ والی پیش گوئی کو سچا ثابت کرنے کے لیے اور باتوں کا ذکر بھی کیا ہے مثلاً ایک مرزائی کہتا ہے کہ اس نے لاہور میں مولانا بٹالوی کو ریلوے سٹیشن کی طرف جاتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ اپنا (سامان کا) تھیلہ انہوں نے خود اٹھایا ہوا تھا۔ اور اپنا سامان خود اٹھانا ان کی ذلت کا نشان ہے (سیرۃ المہدی) اور ایک دفعہ مرزا صاحب نے لکھا کہ مولوی محمد حسین مفلس ہو گیا ہے۔ پرانے کپڑے پہنتا ہے۔ کابل گیا تو وہاں اس کی تکریم نہیں ہوئی اور بیمار ہو کر واپس چلا آیا۔ (انجام آتھم۔ صفحہ ۹۴۔۱۰۰)

جب مولانا بٹالوی نے فرمایا کہ چلو کابل چلتے ہیں، اور قصہء زمین بر سر زمین طے کر لیتے ہیں، تو یہ بات سن کر مرزا صاحب کے اوسان خطا ہو گئے اور فرمایا

"گورنمنٹ نے اس حاسد (محمد حسین) کی باتوں کی طرف کچھ توجہ نہ کی تو پھر اپنی قوم کو اکسانا شروع کیا اور میری نسبت یہ فتویٰ شائع کیا کہ اس شخص کو قتل کرنا موجب ثواب ہے۔ چنانچہ اس فتویٰ کو دیکھ کر اور کئی مولویوں نے بھی قتل کا فتویٰ دے دیا۔ پس بلاشبہ یہ سچ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے یہ سامان پیدا نہ کرتا کہ اس گورنمنٹ عالیہ کے زیر سایہ مجھے پناہ دیتا تو معلوم نہیں کہ ایسے غازی مجاہد اب تک کیا کچھ نہ کر دکھاتے۔ یہ شخص (محمد حسین) بار بار مجھے امیر کابل کی دھمکی دیتا رہا ہے کہ وہاں چلو تو زندہ واپس نہ آؤ گے۔ یہ تو ہمیں معلوم تھا کہ یہ شخص امیر کابل کے پاس ضرور گیا تھا مگر یہ بھید اب تک نہیں کھلا کہ امیر (کابل) نے اس شخص کو میرے قتل کی نسبت کیوں اور کس وجہ سے وعدہ دیا؟ (روحانی خزائن ج ۱۴ (حقیقت مہدی) ص ۴۳۵۔۴۳۶)

مرزا صاحب نے کابل کا رخ نہ کیا۔ وہاں سے ایں جابیا کے بلاوے آتے رہے لیکن مرزا صاحب کے کان بند رہے۔ حقیقت یہ تھی کہ کابل کے امیر نے مولانا بٹالوی کا بہت اکرام کیا تھا۔ مولانا کی مالی حیثیت بھی حسب سابق تھی۔ پرانے کپڑے پہننا کوئی اہانت کی بات نہیں۔ ہاں کابل میں آپ بیمار ضرور ہوئے تھے لیکن میدانی علاقوں کے افراد کا سرد پہاڑی

علاقوں میں جا کر بیمار ہو جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ اور اگر کسی کا بیماری ہو جانا اس کی ذلت کا نشان ہے تو مرزا صاحب دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل ہیں۔ کیونکہ انہیں اتنی بیماریاں لاحق تھیں کہ ان کی تعداد دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر بھی نہیں گنی جا سکتی۔

مرزا صاحب یونہی گھر بیٹھے قصے کہانیاں گھڑتے اور سناتے رہے حتی کہ ۱۹۰۷ء میں ان کے ایک منحرف مرید ڈاکٹر عبدالحکیم نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ مولانا بٹالویؒ والی ۱۳ ماہیہ پیش گوئی کب اور کہاں پوری ہوئی؟ جواب میں مرزا صاحب نے فرمایا، کون سے تیرہ مہینے؟

'جو کچھ مولوی محمد حسین اور ان کے رفقاء کی نسبت پیش گوئی خدا کے الہام سے لکھی گئی تھی اس کی نسبت کوئی تاریخ مقرر نہ تھی۔ صرف میری دعا میں اپنے الفاظ تھے۔ الہامی الفاظ نہ تھے۔ اور صرف میری طرف سے دعا تھی کہ اتنی مدت میں ایسا ہو۔ سو خدا تعالیٰ اپنی وحی کا پابند ہوتا ہے۔ اس پر فرض نہیں کہ جو اپنی طرف سے التجا کی جائے بعینہٖ اس کو ملحوظ رکھے۔ اس لیے پیش گوئی میں جو عربی میں شائع ہو چکی ہے کوئی مدت مقرر نہیں کہ فلاں مہینہ یا برس میں رسوا کیا جائے گا'۔ (روحانی خزائن ج ۲۲ (حقیقت الوحی) ص ۱۹۵)

بالفاظ دیگر مئی ۱۹۰۷ء (حقیقت الوحی کی تصنیف) تک وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی تھی۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے مرزا صاحب جن باتوں کو اپنی پیشگوئی کے پورے ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے تھے وہ باتیں دراصل مولانا بٹالوی کی ذلت نہیں تھی۔ بلکہ مرزا صاحب کی غلط تاویلیں اور ان کے جھوٹے دعوے تھے۔ اور یہ بات کہ پیش گوئی کے پورا ہونے کی کوئی مدت مقرر نہ تھی، بالکل خلاف واقعہ ہے۔ مرزا صاحب صاف لکھ چکے تھے کہ مدت متعین ہے اور یہ تعین الہامی ہے۔

مرزا صاحب نے یا تو ۱۸۹۸ء میں اس تعین کو الہامی کہہ کر جھوٹ بولا تھا۔ اگر وہ ۱۸۹۸ء میں سچ بول رہے تھے تو ۱۹۰۷ء میں اس تعین کو عدم تعین قرار دے کر جھوٹ بول رہے تھے۔ دونوں صورتوں میں ان کی ذلت کا نشان ہے۔ اور اگر تاریخ مقرر نہ تھی تو پیش گوئی یوں بنے گی کہ دونوں فریقوں میں سے جو غلطی پر ہے وہ کسی نہ کسی وقت ذلیل ہوگا۔ اس لیے ہم بتائیں گے کہ اس پیش گوئی کے بعد مرزا صاحب کو کن کن محاذوں پر مولانا بٹالویؒ اور جمیع مسلمانوں کے سامنے ذلت کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس سے پہلے ایک عدالت میں مرزا صاحب کی پیشی اور ان کی ایک اور پیش گوئی کا بیان سن لیجیے۔

چلن تبدیل کرنے کا اقرار

مولانا بٹالویؒ نے ایک مرتبہ انتظامیہ کو درخواست دی کہ چونکہ مرزا صاحب نے میرے متعلق پیش گوئی کر رکھی ہے اور مجھے ان کی طرف سے خطرہ جان ہے۔ بنابریں مجھے بطور حفاظت خود اختیاری ہتھیار رکھنے کی اجازت دی جائے۔ اس پر مرزا صاحب کی عدالت میں طلبی ہوئی کہ کیوں نہ ان سے حفظ امن کی ضمانت لی جائے۔ یہ مقدمہ زور شور سے چلا۔ اور مرزا صاحب نے الٹی سیدھی باتیں کر کے مجسٹریٹ کو مطمئن کرنے کی کوشش کی لیکن اس کا فیصلہ یوں سامنے آیا

'فیصلہ جے ایم ڈوئی صاحب بہادر آئی سی ایس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور بمقدمہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان۔ سرکار ہند مستغیث بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور ملزم الزام زیر دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری تاریخ مرجوعہ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء

ہم نے دو اقرار نامہ جات کا مسودہ مشتمل بر ۶ دفعات طیار کیا ہے جس کو مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے خوشی سے منظور کر لیا ہے۔ ان اقرار نامہ جات کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کارروائی حال کی مسدود کی جائے۔ لہٰذا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو رہا کرتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ دستخط۔ جے ایم ڈوئی مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

نقل اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی بمقدمہ فوجداری باجلاس مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور۔ مرجوعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء۔ فیصلہ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء نمبر بستہ قادیان۔ سرکار دولت مدار بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور ملزم الزام زیر دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری

اقرار نامہ۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی بحضور خداوند تعالیٰ باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ

۱۔ میں ایسی پیشگوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی

خیال کیے جاسکیں کہ کسی شخص کو ذلت پہنچے گی یا وہ موردِ عتاب الٰہی ہو گا۔
۲۔ میں خدا کے پاس ایسی اپیل کرنے سے اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ موردِ عتاب الٰہی ہے یا یہ ظاہر کرے کہ مذہب میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے؟
۳۔ میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشا رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص ذلت اٹھائے گا یا موردِ عتاب الٰہی ہو گا۔
۴۔ میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دلآزار لفظ استعمال کروں یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال، کافر، کاذب، بطالوی نہیں لکھوں گا۔ میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کروں گا جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا عقلاً احتمال ہو۔
۵۔ میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لیے بلاؤں کہ خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں تا کہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کے لیے بلاؤں گا۔
۶۔ جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں۔ جس طریق پر کار بند ہونے کا میں نے دفعہ ۱۔۲۔۳۔۴۔۵ میں اقرار کیا ہے۔

العبد۔ مرزا غلام احمد بقلم خود...... گواہ شد۔ خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

دستخط جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

مرزا صاحب کے اس اقرار سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کا دعویٰ الہام و نبوت اختیاری تھا، ماموری نہ تھا، ورنہ باختیار خود اپنے الہامات روک رکھنے کا اقرار نہ کرتے۔
(اہل حدیث ۱۳ جون ۱۹۴۱ ص ۵۔۶ الہامات مرزا۔ ص ۸۴۔۹۵۔ طبع ششم۔ الاعتصام لاہور ۱۳ اپریل ۲۰۰۱)
اس اقرار نامے کے بعد لوگوں نے مرزا صاحب سے پوچھا کہ جناب آپ تو نبی ہیں،

مسیح موعود ہیں، مختار حیات وممات ہیں عالم کان و مایکون ہیں۔ یہ آپ نے کیا کیا کہ مجسٹریٹ کی ایک دھمکی پر اپنے اوسان کھو بیٹھے اور اپنے الہامات اور وحی کی نشر واشاعت اور تبلیغ سے باز رہنے کا اقرار کرلیا؟ مرزا صاحب آخر سلطان القلم تھے۔ بات بنانا جانتے تھے انہوں نے فوراً اشتہار دے دیا کہ

'یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میری طرف سے بھی اس عہد کے ساتھ دستخط ہیں کہ میں پھر محمد حسین کی موت یا ذلت کے لیے کوئی پیش گوئی نہیں کروں گا۔ مگر یہ ایسے دستخط نہیں ہیں جن سے ہمارے کاروبار میں کچھ بھی حرج ہو۔ بلکہ مدت ہوئی کہ میں کتاب انجام آتھم کے صفحہ اخیر میں بتصریح اشتہار دے چکا ہوں کہ ہم آئندہ ان لوگوں کو مخاطب نہیں کریں گے جب تک کہ خود ان کی طرف سے تحریک نہ ہو۔ بلکہ اس بارے میں ایک الہام بھی شائع کر چکا ہوں جو میری کتاب آئینہ کمالات اسلام میں درج ہے اور میں ہمیشہ اس الہام کے بعد محمد حسین سے اعراض کرتا تھا اور اس کو قابل خطاب نہیں سمجھتا تھا۔ مگر اس کی چند گندی کارروائیوں اور ایسی بدکارروائی کے بعد جو اس نے جعفر زٹلی کے ساتھ مل کر کی تھی مجھے ضروری طور پر اس کے بارے میں کچھ لکھنا پڑا تھا۔

(روحانی خزائن جلد ۵ (تریاق القلوب) صفحہ ۳۱۴ حاشیہ)

عذاب کی تین سالہ پیش گوئی

مرزا صاحب نے مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی اور مولوی ابو الحسن تبّتی کے حق میں جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر ۱۹۰۲ تک عذاب کی سہ سالہ پیش گوئی شائع کی تھی۔ اس عرصہ میں گورنمنٹ کی طرف سے پنجاب کی ایک نو آبادی میں مولانا موصوف کو چار مربع زمین رعایتی قیمت پر مل گئی تھی۔ پیشگوئی کی میعاد گزرنے پر جب سوال ہوا کہ مولانا پر کیا عذاب آیا تو مرزا صاحب نے کہا کہ زمین داری کا شغل ایک عالم کے لیے کمال ذلت ہے۔ مولوی محمد حسین کو جو زراعتی زمین ملی ہے یہی عذاب ہے (جل جلالہ) ۔اس پر بھی سوال باقی رہا کہ مولانا ابو الحسن تبّتی کو تو زمین بھی نہیں ملی۔ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ وہ تو مولوی محمد حسین کے توابع میں سے ہیں۔ اور محمد حسین کی ذلت ان کی بھی ذلت ہے۔ ایک مرتبہ مولانا امرتسریؒ نے مرزا قادیانی سے پوچھا کہ محمد حسین کے بارے میں یہ سہ سالہ عذاب کی پیش گوئی کب پوری ہوئی؟ مرزا صاحب نے مولانا امرتسریؒ کے سوال کو نقل کر کے لکھا

> ’میاں ثناء اللہ کے تین اعتراض اور باقی ہیں اور وہ یہ کہ وہ (ثناء اللہ) پرچہ اخبار عام میں یہ کہتا ہے کہ محمد حسین کو چار مربع زمین مل گئی ہے اور کسی ریاست سے اس کا کچھ وظیفہ مقرر ہو گیا ہے اور مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب نے اس (محمد حسین) کی منشا کے موافق مقدمہ کا فیصلہ کیا ہے (مرزا صاحب جواب میں فرماتے ہیں کہ) یہ سوال کہ محمد حسین کو کچھ زمین مل گئی ہے یعنی بجائے ذلت کے عزت ہو گئی ہے۔ یہ نہایت بے ہودہ خیال ہے۔ کنز العمال کی کتاب المزارعہ میں یعنی صفحہ ۲۳۷ میں جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث موجود ہے لاتدخل سکۃ الحرث علی قوم الا اذلھم اللہ یعنی کھیتی کا لوہا اور آلہ کسی قوم میں نہیں آتا جو اس قوم کو ذلیل نہیں کرتا۔ پھر اسی صفحہ میں ایک دوسری حدیث ہے انہ ﷺ رای شیئا من آلۃ الحرث فقال لا یدخل ھذا بیت قوم الا دخلہ الذل یعنی آنحضرت ﷺ نے ایک آلہ زراعت کا دیکھا اور فرمایا کہ یہ آلہ کسی قوم کے گھر میں داخل نہیں ہوتا مگر اس قوم کو ذلیل کرتا ہے۔ اب دیکھو ان احادیث سے صریح طور پر

ثابت ہو رہا ہے کہ جہاں کاشت کاری ہوگی وہیں ذلت ہوگی۔ اب ہم میاں ثناء اللہ کی بات مانیں یا رسول اللہ ﷺ کی۔ (نیز لکھتے ہیں) جس کسی کے گلے میں کاشت کاری کا سامان پڑا یہ بھی ایک قسم کی ذلت ہے'

(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ ص ۲۱۵۔ ۲۱۶ روحانی خزائن جلد ۱۵ (تریاق القلوب) ص ۴۴۹۔ ۴۴۸)

اور ایک دوسری جگہ مولانا امرتسریؒ کی تردید کرتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں حالانکہ یہی زمین تو ان (یعنی محمد حسین) کی ذلت کی گواہ ہے'

(روحانی خزائن جلد ۱۹ (ضمیمہ نزول المسیح) ص ۱۴۴)

خود مرزا صاحب اور ان کے آباء زمین دار بیان کیے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے آباء ایک بڑی جاگیر کے مالک تھے جو انہیں مغلوں کی طرف سے ملی تھی۔ پھر سکھوں نے اس جاگیر پر قبضہ کر لیا۔ رنجیت سنگھ کے آخری دور میں پانچ دیہات واپس ہوئے اور جب یہ علاقہ انگریزی عمل داری میں شامل ہوا تو جاگیر قادیان کے گاؤں تک محدود ہوگئی اور باقی کے عوض ۷۰۰ روپیہ پنشن مقرر ہوگئی۔ اور مرزا صاحب کی اولاد بھی زمین دار تھی۔ محمد حسین کی چار مربعے کی زمین داری اگر عذاب ہے تو قادیان کے پورے گاؤں کی زمین داری اور مرزا صاحب کی آل اولاد کے زرعی فارم عذاب شدید کیوں نہ ہوں؟ ویسے مرزا صاحب نے کنز العمال کے حوالے سے جو حدیث نقل فرمائی ہے وہ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔ اور قارئین جانتے ہیں کہ بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ سمجھا جاتا ہے اور قارئین یہ بھی جانتے ہیں کہ کنز العمال کی بجائے بخاری سے حوالہ دینا مخالف پر حجت قائم کرنے کے لیے کتنا موثر ہوسکتا ہے۔ مرزا صاحب نے تاہم بخاری سے حوالہ نہیں دیا۔ جانتے ہیں کیوں؟ اس لیے کہ صحیح بخاری کا نام سن کر مرزا صاحب کو ۱۸۹۱ء میں ہونے والی وہ ذلت یاد آجاتی تھی جس کا ذکر ہم اس کتاب کے پہلے حصے میں کر چکے ہیں۔ ہوا یوں کہ مباحثہ لدھیانہ میں مولانا بٹالویؒ کے بالمقابل مرزا صاحب نے بخاری سے حوالہ بیان فرما دیا۔ مولانا نے مطالبہ کیا کہ وہ حوالہ بخاری سے نکال کر دکھایا جائے۔ یہ سن کر مرزا صاحب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے کیونکہ حوالہ ملتا نہیں تھا جیسا کہ ان کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں

'پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا کہ مولوی محمد حسین سے مباحثہ تھا اور میں اس میں کاتب تھا اور حضرت مسیح موعود کے پرچوں کی نقل کرتا تھا......

لدھیانہ کے مباحثہ میں مولوی محمد حسین نے بخاری کا ایک حوالہ طلب کیا تھا۔ بخاری موجود تھی لیکن اس وقت اس میں یہ حوالہ نہیں ملتا تھا۔ آخر کہیں سے توضیح تلویح منگا کر حوالہ نکال کر دکھایا کہ صاحب توضیح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں ہے (سیرۃ المہدی حصہ سوم ص ۵)

اور خود مرزا صاحب، بخاری والے اس حوالے کے متعلق کہتے ہیں

'آپ (بٹالوی) کو تلویح کی عبارت کا ایک حصہ سنا دیا گیا تھا۔ جس کے حوالے سے وہ حدیث بیان کی گئی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئیں قرار دے کر بیان کیا ہے کہ وہ حدیث یعنی عرض الحدیث علی القرآن کی حدیث بخاری میں موجود ہے۔ اب اس کے مقابل پر یہ عذر پیش کرنا کہ نسخہ جات موجودہ بخاری جو ہند میں چھپ چکے ہیں ان میں یہ حدیث موجود نہیں سراسر ناسمجھی کا خیال ہے...... اور آپ کو یہ دعویٰ نہیں اور نہ کر سکتے ہیں کہ تمام دنیا کے نسخہ جات بخاری کے قلمی وغیر قلمی آپ دیکھ چکے ہیں...... بخاری کے مطبوعہ نسخوں میں بھی بعض الفاظ کا اختلاف ہے۔ پھر سارے جہان کے قلمی نسخوں کا کون ٹھیکہ لے سکتا ہے۔' (روحانی خزائن ج ۳ (ازالہ اوہام) ص ۵۷۵)

بات تو صاف تھی کہ مرزا صاحب نے بخاری کا حوالہ دیا اور ان کا فرض تھا کہ اس حوالے کو صحیح بخاری سے نکال کر پیش کرتے۔ جو انہوں نے نہیں کیا اور ذلت کا داغ اپنے چہرے پر لگا لیا۔ اس کے بعد سے مرزا صاحب، صحیح بخاری سے ناراض، ناراض سے رہتے تھے اور اس کا نام سن کر کانوں کو ہاتھ لگایا کرتے تھے کیونکہ انہیں مباحثہ لدھیانہ میں ہونے والی ذلت یاد آ جاتی تھی۔

بخاری شریف کے حوالے سے بات چلی ہے تو قادیانیوں کی ایک اور تحریر ملاحظہ فرما لیجیے جس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ وہ شکست وفتح کے الفاظ سے کیا معنی لیتے ہیں؟

لکھا ہے، مولوی نور الدین صاحب بیان فرماتے تھے کہ

'ایک دفعہ کسی بحث کے دوران حضرت مسیح موعود سے کسی مخالف نے کوئی حوالہ طلب کیا...... حضرت صاحب نے بخاری کا ایک نسخہ منگایا اور یوں ہی اس کی ورق گردانی شروع کر دی اور جلد جلد ایک ایک ورق الٹانے لگ گئے۔ اور آخر ایک جگہ پہنچ کر آپ ٹھہر گئے اور کہا لو۔ یہ لکھ لو۔ دیکھنے والے سب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اور کسی نے حضرت صاحب سے دریافت بھی کیا۔ جس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب میں

نے کتاب ہاتھ میں لے کر ورق الٹانے شروع کیے تو مجھے کتاب کے صفحات ایسے نظر آتے تھے کہ گویا وہ خالی ہیں۔ اور ان پر کچھ نہیں لکھا ہوا۔ اسی لیے میں ان کو جلد جلد الٹتا گیا۔ آخر مجھے ایک صفحہ ملا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا اور مجھے یقین ہوا کہ یہ وہی حوالہ ہے جس کی مجھے ضرورت تھی۔ (سیرۃ المہدی ج ۲ روایت ۳۰۶ حاشیہ از مرتب تذکرہ)۔ مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں کہ جہاں تک میری یاد مساعدت کرتی ہے...... یہ واقعہ لاہور میں ہوا تھا...... مولوی عبدالحکیم کلانوری سے حضرت مسیح موعود کی محدثیت اور نبوت پر بحث ہوئی تھی...... مسیح موعود نے محدثیت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے بخاری کی ایک حدیث کا حوالہ دیا جس میں حضرت عمرؓ کی محدثیت پر استدلال تھا۔ مولوی عبدالحکیم صاحب کے مددگاروں میں سے مولوی احمد علی صاحب نے حوالہ کا مطالبہ کیا اور بخاری خود بھیج دی۔ مولوی محمد احسن صاحب نے حوالہ نکالنے کی کوشش کی مگر نہ نکلا۔ آخر حضرت مسیح موعود نے خود نکال کر پیش کیا...... جب حضرت صاحب نے یہ حدیث نکال کر دکھائی تو فریق مخالف پر گویا ایک موت وارد ہوگئی...... اسی پر مباحثہ ختم کر دیا‘۔

(تذکرہ صفحہ ۷۶۵۔۷۶۶)

قادیانی علم الکلام کے کیا کہنے۔ محدث والی بحث مباحثہ لاہور میں ہوئی تھی اور یہ مباحثہ ۱۸۹۲ء میں مرزا صاحب اور مولانا عبدالحکیم صاحب کلانوری کے مابین ہوا تھا۔ اس مباحثے کے نتیجے میں مرزا صاحب نے اپنے مؤقف سے رجوع کیا اور تحریر لکھ کر دی کہ میں نے اس موضوع پر پہلے جو کچھ لکھا ہوا وہ غلط ہے اور لوگوں سے درخواست کی کہ وہ ان کی مطبوعہ کتابوں میں فلاں لفظ کاٹ دیں اور اس کی جگہ فلاں لفظ لکھ لیں۔ ہم مباحثہ لاہور کی تفصیل اس کتاب کے حصہ اول میں بیان کر چکے ہیں۔ ہمارے قارئین اس بحث کو وہاں ملاحظہ کر کے خود فیصلہ کر لیں کہ لاہور کی چونہ منڈی کے میدان مباحثہ سے بے آبرو ہو کر کون نکلا تھا اور ذلت کی موت کس پر وارد ہوئی تھی؟ اگر مرزا صاحب کے معافی نامے کا مطلب قادیانی علم الکلام میں فتح ہے تو پھر ہم مان لیتے ہیں کہ مد میں بھی قادیانی ہی فتح سے ہمکنار ہوئے تھے۔ لدھیانہ میں بھی فتح نے ان ہی کے قدم چومے تھے اور دہلی میں بھی فتح نے انہی کی بلائیں لی تھیں۔

ذلت کے نشان

آ یئے دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کو درج بالا تیرہ ماہ والی اور تین سال والی پیش گوئیوں کے بعد کن کن ذلتوں سے واسطہ پڑا؟

مرزا صاحب نے اپنی ایک شادی کی پیش گوئی کر رکھی تھی اور وہ لوگوں کو کہتے تھے کہ وہ شادی ہو کر رہے گی۔ ایک دفعہ مولانا بٹالویؒ کی طرف سے اشارہ کر کے انہوں نے فرمایا

'شیخ محمد حسین بٹالوی کو حلفاً پوچھنا چاہیے کہ کیا یہ قصہ نہیں کہ یہ عاجز اس شادی سے پہلے جو دہلی میں ہوئی، اتفاقاً اس کے مکان پر موجود تھا۔ اس نے سوال کیا کہ کوئی الہام مجھ کو سناؤ۔ میں نے ایک تازہ الہام جو انہی دنوں میں ہوا تھا اور اس شادی اور اس کی دوسری جز پر دلالت کرتا تھا، اس کو سنایا۔ اور وہ یہ تھا بکر و ثیب۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ ایک بکر سے شادی ہو گی اور پھر بعدہ ایک بیوہ ہے۔ میں اس الہام کو یاد رکھتا ہوں۔ مجھے نہیں امید کہ محمد حسین نے بھلا دیا ہو۔ مجھے اس کا وہ مکان یاد ہے جہاں کرسی پر بیٹھ کر میں نے اس کو الہام سنایا تھا اور احمد بیگ کے قصہ کا ابھی نام و نشان نہ تھا اور نہ ابھی اس دوسری شادی کا کچھ ذکر تھا۔ پس اگر وہ سمجھے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ خدا کا نشان تھا جس کا ایک حصہ اس نے دیکھ لیا اور دوسرا حصہ ثیب یعنی بیوہ کے متعلق ہے دوسرے وقت میں دیکھ لے گا'۔ (روحانی خزائن ج۱۱ (انجام آتھم) ص۲۹۸)

اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں انہوں نے لکھا ہے کہ خدا نے انہیں بتایا کہ

'خواتین مبارکہ سے جن میں سے بعض کو اس کے بعد پائے گا، تیری نسل بہت ہو گی'

اس الہام کے بعد مرزا صاحب کا کوئی نکاح نہیں ہوا۔ نہ خواتین مبارکہ سے اور نہ خواتین نامبارکہ سے۔ اور جب اس کے بعد کسی خاتون سے ان کی شادی ہی نہیں ہوئی تو ایسی خواتین سے اولاد کیسے ہوتی؟ اور مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کا پورا نہ ہونا، ان کی ذلت کا نشان نہیں تو اور کیا ہے؟ مرزا صاحب نے بڑی تحدی سے الہامی پیش گوئیاں سنائی تھیں۔ اور ان کا چیلنج تھا کہ وہ پیش گوئیاں ضرور پوری ہوں گی اور اگر وہ پوری نہ ہوں تو انہیں بد سے بدتر

کہا جائے۔ مرزا صاحب چلے گئے، پیش گوئیاں بھی ان کے ساتھ ہی چلی گئیں۔ بد سے بدتر بلکہ بدترین کون ہوا؟

مرزا صاحب کی ایک اور ذلت ان کے درج ذیل دعویٰ کے پورا نہ ہونے کے باعث ہوئی۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں

'طالب حق کے لیے میں یہ بات پیش کرتا ہوں کہ میرا کام جس کے لیے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہ ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں۔ اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں۔ اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کروں۔ پس اگر مجھ سے کروڑوں نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔ پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے؟ وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی؟ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہیے تو پھر میں سچا ہوں۔ اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو سب لوگ گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں' (اخبار بدر قادیان۔ ۱۹ جولائی ۱۹۰۲ء) (مولانا امرتسری پوچھتے ہیں) کیا مرزا صاحب کا یہ مقصد پورا ہو گیا؟ یعنی تثلیث اور عیسیٰ پرستی دنیا سے معدوم ہو کر توحید پھیل گئی؟ مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا محمود نے بھی تسلیم کیا کہ 'مسیح موعود (مرزا) کے وعدوں میں سے ابھی اربواں حصہ بھی پورا نہیں ہوا۔ (الفضل ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

(اہل حدیث امرتسر ۶ نومبر ۱۹۴۲ء ص ۴۔۵)

مرزا صاحب کا اپنے مشن کو مکمل کیے بغیر مولانا بٹالویؒ کی زندگی میں مر جانا، مولانا کی صداقت اور مرزا کی ذلت کا نشان ہے کہ نہیں؟

مرزا صاحب کی کتاب ضمیمہ کشف الغطا میں لکھا ہے

'مجھے اس رسالہ کے لکھنے کے بعد محمد حسین صاحب اشاعۃ السنہ کا انگریزی میں ایک رسالہ ملا جس کو اس نے مطبع وکٹوریہ پریس لاہور میں چھاپ کر بماہ اکتوبر ۱۸۹۸ء میں شائع کیا ہے' (اور پھر مرزا صاحب نے حکومت سے اپنی وفاداری کی قسمیں کھانے کے بعد لکھا ہے کہ) دوسرا امر جو اسی رسالہ میں محمد حسین نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے کوئی الہام اس مضمون کا شائع کیا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کی سلطنت آٹھ سال کے عرصہ میں تباہ ہو جائے گی۔ میں اس بہتان کا جواب بجز اس کے کیا لکھوں کہ خدا جھوٹے کو تباہ کرے۔

میں نے ایسا الہام ہرگز شائع نہیں کیا۔ میری تمام کتابیں گورنمنٹ کے سامنے موجود ہیں۔ میں بادب گذارش کرتا ہوں کہ گورنمنٹ اس شخص سے مطالبہ کرے کہ کس کتاب یا خط یا اشتہار میں میں نے ایسا الہام شائع کیا ہے؟ اور میں امید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ اس کے اس فریب سے خبردار رہے گی کہ یہ شخص اپنے اس جھوٹے بیان کی تائید کے لیے یہ تدبیر نہ کرے کہ اپنی جماعت اور اپنے گروہ میں سے ہی جو مجھ سے اختلاف مذہب کی وجہ سے دلی عناد رکھتے ہیں جھوٹے بیان بطور شہادت گورنمنٹ تک پہنچا دے۔ اس شخص اور اس کے ہم خیال لوگوں کی میرے ساتھ کچھ آمد و رفت اور ملاقات نہیں تا میں نے ان کو کچھ زبانی کہا ہو۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اپنی کتابوں اور اشتہاروں میں شائع کرتا ہوں اور میرے خیالات اور میرے الہامات معلوم کرنے کے لیے میری کتابیں اور اشتہارات متکفل ہیں اور میری جماعت کے معززین گواہ ہیں۔'

(روحانی خزائن جلد۱۴ (ضمیمہ کشف الغطا) ص۲۱۶)

برطانیہ کی سلطنت کے بارے میں کی جانے والی الہامی پیشگوئی سے انکار کر کے مرزا صاحب جھوٹ بول رہے تھے۔ انہوں نے سلطنت برطانیہ تا ہشت سال والی پیش گوئی فرمائی ہوئی تھی جس کا حال ہم اس کتاب کے پہلے حصے میں بیان کر چکے ہیں۔ مرزا صاحب کا یہ جھوٹ، عالم اسلام کے سامنے ان کی ذلت کا ایسا عبرت ناک نشان ہے جو ان کی موت کے بعد انہی کے صاحبزادوں اور چہیتے مریدوں نے ان کے خلاف گواہی دے کر فراہم کیا ہے۔

مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی بھی کر رکھی تھی کہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ ان کی مخالفت ترک کر کے قادیانیت اختیار کر لیں گے اور اس موضوع پر بہت سی قادیانی تحریریں موجود ہیں ہم ان سب کا ذکر کرنے کے بجائے صرف ان تحریروں کا ذکر کرتے ہیں جو تیرہ ماہ والی اس پیش گوئی کے بعد کی ہیں۔

مرزا صاحب کے ملفوظات میں ۱۲ اگست ۱۹۰۲ء کی ڈیٹ لائن کے ساتھ لکھا ہے

'اس کے بعد حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کی کہ مولوی محمد حسین صاحب کا ایک رسالہ آیا ہے جس میں چینیانوالی مسجد میں قیامت کے عنوان سے آپ نے ایک مضمون لکھا ہے جو مولوی عبداللہ چکڑالوی کے خلاف ہے۔ لکھتے لکھتے ایک مقام پر (مولانا بٹالوی) لکھتا ہے کہ ہم اس (چکڑالوی) کو پرافٹ آف قادیان سے ملاتے

ہیں۔یعنی کفر کا فتوی دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کے نیچے پھر کفر کا فتویٰ مرتب کیا ہے۔اس پر حضرت اقدس (مرزا) نے فرمایا کہ (چکڑالوی کی) وجوہ کفر کیا ہیں؟ (انہیں بتایا گیا کہ بقول مولانا بٹالوی) مولوی چکڑالوی کہتا ہے کہ حدیث کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ حدیث کا پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ کتے کو ہڈی کا چسکا ہوسکتا ہے اور ررسول اللہ ﷺ کا درجہ قرآن لانے میں اس سے بڑھ کر نہیں جیسا کہ ایک (نعوذ باللہ) چپراسی یا مذکوری کا درجہ پروانہ سرکاری لانے میں ہوتا ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا) نے فرمایا ایسا کہنا کفر ہے (چکڑالوی) رسول اللہ ﷺ کی بڑی بے ادبی کرتا ہے۔احادیث کو ایسی حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیے......اس کے بعد حضرت اقدس (مرزا) نے اپنا پرانا خواب مولوی محمد حسین صاحب کے متعلق بیان فرمایا جو کہ کتاب سراج منیر کے آخر میں درج ہے اس کے بعد فرمایا......کسی وقت کا اخلاص اور خدمت انسان کے کام آجاتا ہے۔شاید ان وقتوں کا اخلاص ہی ہو جو بالآخر مولوی محمد حسین صاحب کو اس سلسلہ (قادیانیت) کی طرف رجوع کرنے کی توفیق دے۔کیونکہ وہ بہت ٹھوکریں کھا چکے ہیں۔اور دیکھ چکے ہیں کہ خدا کے کاموں میں کوئی حارج نہیں ہوسکتا'۔ (ملفوظات جلد۳ صفحہ ۳۲۵۔۳۲۸)

یعنی ۱۹۰۲ء میں مرزا صاحب اپنی پرانی بات کو دہرا رہے ہیں کہ مولانا بٹالویؒ مرزائی ہو جائیں گے۔اس کے کچھ عرصہ بعد بقول مرزا بشیر احمد

'مصنف عصائے موسیٰ (مولوی الٰہی بخش) کو جب لاہور میں طاعون ہوا تو حضرت مسیح موعود (مرزا) کے پاس یہ بات پیش ہوئی کہ حضور نے اعجاز احمدی میں لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین اور مصنف عصائے موسیٰ رجوع کرلیں گے۔اس پر آپ (مرزا) نے فرمایا ان کو مرنے دو۔خدائی کلام کی تاویل ہوسکتی ہے آخر وہ (الٰہی بخش) طاعون ہی سے مر گیا'

(سیرۃ المہدی حصہ سوم ص ۲۹۱)

یعنی اس وقت تک مولوی محمد حسینؒ کے مرزائیت قبول کرلینے والی مرزا صاحب کی پیش گوئی موجود تھی۔مرزا صاحب نے نہ تو ابھی اس کی کوئی تاویل کی تھی اور نہ ہی اسے منسوخ کیا تھا۔اس کے بعد ۱۵ جنوری ۱۹۰۷ء کی ڈیٹ لائن کے ساتھ ملفوظات کا مرتبہ لکھتا ہے

'مولوی محمد حسین کا ذکر آیا کہ وہ رجوع کیوں کر کرے گا۔(مرزا نے) فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل بات نہیں۔وہ جب چاہیے دل پھیر دے' (ملفوظات جلد ۹۔ص ۱۶۹)

یعنی مرزا صاحب اپنی زندگی کے آخری مہینوں میں بھی مولانا بٹالویؒ کے مرزائی ہو جانے کے خواب دیکھتے تھے۔آیئے اب دیکھتے ہیں کہ وہ اس پیش گوئی کا کیا حشر ہوا؟

مرزا صاحب کی موت کے آٹھ سال بعد دسمبر ۱۹۱۶ء میں سرگودھا میں مولانا ثناء اللہ اور میر محمد اسحاق کے مابین ایک مباحثہ ہوا۔اس میں میر اسحاق نے لکھا کہ

'مولوی محمد حسین صاحب فرقہ اہل حدیث کے ایڈووکیٹ اور لیڈر ہیں اور جو مرزا صاحب کا دعویٰ سن کر سب سے پہلے منکر ہوئے اور جو فتویٰ تکفیر مرزا صاحب کے بانی ہیں'۔

(مباحثہ سرگودھا۔صفحہ ۷۸)

میر محمد اسحاق کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک ۱۹۱۶ء میں یعنی مرزا کی موت کے آٹھ سال بعد بھی مولانا بٹالویؒ کی یہ حیثیت مسلمہ تھی کہ وہ بانی تکفیر مرزا ہیں اور وہی ہیں جو سب سے پہلے مرزا کا دعویٰ سن کر ان کے مخالف ہوئے تھے۔اور اس تحریر سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۱۶ء تک وہ مرزائی نہیں ہوئے تھے اور نہ انہوں نے تکفیر مرزا سے رجوع کیا تھا۔اس کے برعکس وہ نہ صرف ایک اہل حدیث مسلمان تھے بلکہ اہل حدیث کے لیڈر بھی شمار ہوتے تھے۔اس سے اور آگے چلیں تو ہمیں حافظ عنایت اللہ اثری کی یہ تحریر نظر آتی ہے۔

'۱۹۱۹ء میں، میں نے خلیفہ قادیان کو عریضہ روانہ کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی میری اور آپ کی زندگی میں اسلام پر فوت ہوکر آپ کے باپ کی پیش گوئی کو جھوٹا ثابت کریں گے کہ وہ مرزائی ہوکر مرے گا۔جب میری یہ پیش گوئی اپنی ہر سہ قیود کے ساتھ پوری ہوئی تو میں نے اسے اہل حدیث (امرتسر) میں (اشاعت کے لیے) روانہ کیا'۔ (الجسر البلیغ صفحہ ۲۷ حاشیہ در رسائل اہل حدیث جلد ۲ صفحہ ۱۹۶۔۱۹۷)

یہ بات ۱۹۲۰ء کی ہے جب مولانا بٹالویؒ بقول حافظ عنایت اللہ ، ان کی پیش گوئی کے مطابق حالت اسلام میں فوت ہوئے۔مرزا محمود قادیانی اور اس کے اخلاف اس طرح کی باتیں تو کرتے آئے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب کے 'بھائی کے سسر کا پوتا' مرزائی ہو گیا تھا۔یا مولوی صاحب کے 'بیٹے کے سالہ کا ماموں زاد بھائی' مرزائی ہو گیا تھا۔لیکن آج تک کسی قادیانی لیڈر یا محقق کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہو سکی کہ خود مولانا بٹالویؒ بھی مرزائی ہو گئے تھے۔مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کا من کل الوجوہ جھوٹا ثابت ہو جانا مولانا بٹالویؒ اور دیگر مسلمانوں کے سامنے مرزا صاحب کی ابدی ذلت کا نشان ہے۔

حجاز ریلوے

مرزا صاحب نے ایک پیش گوئی حرمین شریفین کے درمیان ریلوے لائن کی تعمیر اور ریل گاڑیوں کے اجرا کے متعلق فرمائی تھی۔ انہوں نے لکھا کہ آیت

واذا العشار عطلت اشارہ کرتی ہے جس کی تصدیق میں مسلم میں یہ حدیث موجود ہے ویترك القلاص فلا یسعی علیها اور اونٹوں کے چھوڑے جانے اور نئی سواری کا استعمال اگرچہ بلاد اسلامیہ میں قریباً سو برس سے عمل میں آ رہا ہے لیکن یہ پیش گوئی اب خاص طور پر مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی ریل تیار ہو جانے سے پوری ہو جائے گی کیونکہ وہ ریل جو دمشق سے شروع ہو کر مدینہ میں آئی، وہی مکہ معظّمہ میں آئے گی۔ اور امید ہے کہ بہت جلد اور صرف چند سال تک یہ کام تمام ہو جائے گا۔ تب وہ اونٹ جو تیرہ سو برس سے حاجیوں کو لے کر مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے یک دفعہ بے کار ہو جائیں گے۔ اور ایک انقلاب عظیم عرب اور بلاد شام کے سفروں میں آ جائے گا۔ چنانچہ یہ کام بڑی سرعت سے ہو رہا ہے۔ اور یہ تعجب نہیں کہ تین سال کے اندر اندر یہ ٹکڑا مکہ سے مدینہ کی راہ کا تیار ہو جائے اور حاجی لوگ بجائے بدوؤں کے پتھر کھانے کے، طرح طرح کے میوے کھاتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچا کریں۔ بلکہ اغلباً معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی ہی مدت میں اونٹ کی سواری تمام دنیا سے اٹھ جائے گی اور یہ پیشگوئی ایک چمکتی ہوئی بجلی کی طرح تمام دنیا کو اپنا نظارہ دکھائے گی اور تمام دنیا اس کو بچشم خود دیکھے گی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کی ریل کا تیار ہو جانا گویا تمام اسلامی دنیا میں ریل کا پھر جانا ہے کیونکہ اسلام کا مرکز مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ ہے...... ذرا اس وقت کو سوچو کہ جب مکہ معظّمہ سے کئی لاکھ آدمی ریل کی سواری میں ایک ہیئت مجموعی میں مدینہ کی طرف جائے گا۔ یا مدینہ سے مکہ کی طرف آئے گا...... اور (کوئی) یہ حدیث پڑھے گا کہ ویترك القلاص فلا یسعی علیها یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی اور ان پر کوئی سوار نہ ہو گا تو سننے والے اس پیش گوئی کو سن کر کس قدر وجد میں آئیں گے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۷ (تحفہ گولڑویہ) صفحہ ۱۹۴۔۱۹۵)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں

'قرآن اور حدیث دونوں بتارہے ہیں کہ مسیح کے زمانہ میں اونٹ بے کار ہو جائیں گے۔یعنی ان کے قائمقام کوئی اور سواری پیدا ہو جائے گی۔ یہ حدیث مسلم میں موجود ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ویترکن القلاص فلا یسعی علیها اور قرآن کے الفاظ یہ ہیں واذا العشار عطلت شیعوں کی کتابوں میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔مگر کیا کسی نے اس نشان کی کچھ بھی پرواہ کی؟ ابھی عنقریب اس پیش گوئی کا دلکش نظارہ مکہ اور مدینہ کے درمیان نمایاں ہونے والا ہے جبکہ اونٹوں کی لمبی قطار کی جگہ ریل کی گاڑیاں نظر آئیں گی اور تیرہ سو برس کی سواریوں میں انقلاب ہو کر ایک نئی سواری پیدا ہو جائے گی۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۸ (نزول المسیح) صفحہ ۴۰۶)

اور مرزا صاحب نے مولانا بٹالویؒ کو مخاطب کر کے ایک جگہ لکھا ہے

'مسیح موعود کے وقت میں اونٹیاں بے کار ہو جائیں گی اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس زمانہ میں مدینہ سے مکہ کی طرف ریل کی سواری ہو جائے گی۔مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔پس جب کہ پیغمبر ﷺ کی حدیثیں آپ کے نزدیک غلط ہیں تو میری پیش گوئیوں کو غلط کہنے کے وقت آپ کیوں شرم کرنے لگے' میں مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کو محض حسبة لله نصیحت کرتا ہوں کہ آپ آخر عمر تک پہنچ گئے ہیں۔اب خدا تعالی کے مقابل پر بے ہودہ چالاکیوں کو چھوڑ دیں...... میں آپ کو نیک صلاح دیتا ہوں کہ درندگی کا طریق چھوڑ کر اب بھی آپ میری نسبت تحقیق کر لیں'۔

(روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۸۱ و ۲۹۶)

یہ تھی حرمین شرفین کے درمیان ریل کی پیش گوئی جو مرزا صاحب نے فرمائی اور انہوں نے قرآن اور حدیث کی رو سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مسیح موعود کے دور میں دنیا سے اونٹ کی سواری ختم ہو جائے گی اور مدینہ اور مکہ کے درمیان ریلوے لائن تیار ہو کر حاجیوں کی آمد و رفت کا ذریعہ بن جائے گی۔ اور انہوں نے مولانا بٹالویؒ کو کہا کہ دیکھو یہ بھی میری صداقت کا نشان ہے۔

اس پیشگوئی کا حشر جاننے کے لیے مولانا امرتسریؒ کی ذیل کی تحریر مفید مطلب ہے۔

مولانا فرماتے ہیں

'سلطان عبدالحمید خان مرحوم نے اسلامی دنیا میں تحریک کی تھی کہ حاجیوں کی تکلیف دور کرنے کے لیے حجاز میں ریل بنائی جائے۔ چنانچہ مسلمانان دنیا نے اس تحریک کو قومی جان کر بطیّب خاطر چندہ بھی دیا۔ چنانچہ ریل مذکور دمشق سے چل کر مدینہ طیبہ تک پہنچ گئی۔ آمد و رفت بھی مدینہ منورہ تک شروع ہوگئی۔ اس وقت کے جوش کو دیکھ کر قرین قیاس بلکہ یقین تھا کہ چند ہی روز میں ریل مکہ معظّمہ سے گذر کر جدہ تک آنے والی ہے۔ اتنے میں مرزا صاحب نے اعلان کر دیا کہ یہ ریل میری صداقت کی دلیل ہوگی کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے واذا العشار عطلت یعنی اونٹ بے کار ہو جائیں گے۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ مسیح موعود کے آنے کے وقت مکہ مدینہ میں ریل بن کر اونٹوں کی سواری بند ہو جائے گی۔ چنانچہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ لیترکن القلاص فلا یسعی علیھا یعنی اونٹ چھوڑ دیئے جائیں گے ان پر سواری نہ کی جائے گی۔ یہ بھی مسیح موعود کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے۔ پس حجاز میں ریل بننے سے میرے دعوے کا ثبوت ہوتا ہے۔ اس تشریح کے بعد مرزا صاحب کے اپنے الفاظ سنئے۔ آپ فرماتے ہیں 'آسمان نے بھی میری لیے گواہی دی اور زمین نے بھی۔ مگر دنیا کے اکثر لوگوں نے مجھے قبول نہ کیا۔ میں وہی ہوں جس کے وقت میں اونٹ بے کار ہو گئے اور پیش گوئی آیت کریمہ واذا العشار عطلت پوری ہوئی۔ اور پیش گوئی حدیث ولیترکن القلاص فلا یسعی علیھا نے اپنی پوری چمک دکھلا دی۔ یہاں تک کہ عرب اور عجم کے ایڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جو ریل تیار ہو رہی ہے یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے جو قرآن اور حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی جو مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے' (اعجاز احمدی ص۲) (مرزا کی عبارت نقل کر کے مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں) ہم حیران تھے کہ تمام مسلمانان دنیا کی ضرورت کے مطابق ریل کا انتظام ہوا۔ بہت سا حصہ اس کا بن بھی گیا مگر عین موقع پر

دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

مدینہ شریف پہنچ کر ریل کی تیاری رک گئی۔ نہ عبدالحمید خان ہے نہ وہاں ترکی کی سلطنت رہی۔ غرض

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

آخر مسلمانوں کی اس ناکامی کی وجہ کیا ہوئی؟ ظاہری اسباب تو درحقیقت باطنی حکمت کی تکمیل کے لیے ہوا کرتے ہیں اور غور کرنے سے ہماری سمجھ میں یہی رمز آئی کہ چونکہ مرزا صاحب قادیانی نے اس ریل کو اپنے غلط دعوے کی دلیل میں پیش کیا تھا اس لیے خدائی حکمت نے ریل کو بند کر کے دکھا دیا کہ مرزا صاحب اس بیان کی رو سے بھی غلطی پر ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانان دنیا کی ضروریات سفر کے مقابلے میں مرزا صاحب کی تکذیب کرانا خدا کے نزدیک زیادہ اہم ہے۔ سچ ہے ۔ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون ۔ (شہادات مرزا مصنفہ مولانا امرتسری)

مولانا امرتسریؒ کی تحریر کو ایک عرصہ گذر گیا ہے اور شاید مرزائی کہیں کہ یہ پرانی باتیں ہیں اس لیے ہم انہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریلوے لائن کا وجود آج کے دور میں ثابت کر دیں۔ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اونٹوں کی سواری دنیا سے مسیح کے دور میں ختم ہو جائے گی۔ اور مکہ سے مدینہ تک ریل شروع ہو جائے گی۔ اب جس میں دور میں یہ دونوں کام ہوں گے اس دور میں کوئی شخص مسیح ہونے کا دعویٰ کرے تو اس پیش گوئی کی روشنی میں شاید قابل اعتنا ہوسکتا ہے۔ لیکن جس شخص کی موت کے ایک صدی بعد بھی حرمین کے درمیان ریل کا نام ونشان نہ مل رہا ہو اور نہ ہی اونٹوں کی سواری دنیا سے متروک ہوئی ہو وہ شخص اس پیش گوئی کی رو سے کیسے مسیح ہوسکتا ہے؟ مرزا صاحب کو تو مرے ہوئے بھی اب سو سال ہونے کو ہے۔ اور ابھی تک نہ صرف یہ کہ مدینہ سے مکہ تک ریل نہیں چلی بلکہ مدینہ تک جو لائن بن چکی تھی اس کا استعمال بھی متروک ہو چکا ہے۔ مرزا صاحب نے مولانا بٹالویؒ کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ درندگی چھوڑ کر میری نسبت تحقیق کر لیں۔ تحقیق کرنے سے تو مرزا صاحب کا جھوٹ اور مولانا بٹالویؒ کے مقابلے میں ان کی ذلت ہی کا نشان اس ریل والے معاملے ملتا ہے۔

براہین احمدیہ کی قیمت

مرزا صاحب نے ۱۸۷۹ء میں اپنی کتاب براہین احمدیہ کا اشتہار دے کر لوگوں سے بطور امداد اور بطور پیشگی قیمت بہت سی رقم جمع کی تھی اس لیے لوگ اس کتاب کے شائع ہونے کا انتظار کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے کتاب کے چار حصے شائع کیے۔ اور پھر ۱۸۸۰ء کا عشرہ گزر گیا اور جب ۱۸۹۰ء کے عشرے کے بھی دو سال گزر گئے اور کتاب کے بقیہ ۴۶ حصے شائع ہونے کے آثار نظر نہ آئے تو مولانا محمد حسین نے یکم جنوری ۱۸۹۳ء کو مرزا غلام احمد کو لکھا

'آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت اور قبولیت دعاؤں کی طمع دے کر خورد برد کر چکے ہیں اور براہین ہنوز دربطن شاعر کے مصداق ہے'

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے لکھا

'آپ کا یہ خیال کہ گویا یہ عاجز براہین احمدیہ کی فروخت میں دس ہزار روپیہ لوگوں سے لے کر خورد برد کر گیا ہے یہ اس شیطان نے آپ کو سبق دیا ہے جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا ہے۔ آپ کو کیونکر معلوم ہو گیا کہ میری نیت میں براہین کا طبع کرنا نہیں۔ اگر براہین طبع ہو کر شائع ہو گئی تو کیا اس دن شرم کا تقاضا نہیں ہو گا کہ آپ غرق ہو جائیں'۔

(روحانی خزائن جلد ۵ (دافع الوساوس) ص ۳۰۶)

اور اب جب کہ مرزا صاحب کو مرے ہوئے بھی ایک صدی گزرنے کو ہے، کیا کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ براہین احمدیہ کی جلد ششم کب شائع ہوئی اور جلد ہفتم کہاں شائع ہوئی اور جلد ۴۰ کب اور ۴۹ کہاں شائع ہوئی؟ مرزا صاحب مولانا بٹالوی ؒ کو کہتے تھے کہ براہین شائع ہو گئی تو کیا اس دن شرم کا تقاضا نہیں ہو گا کہ وہ غرق ہو جائیں گے۔ اور جب بقیہ جلدیں شائع نہیں ہوئیں تو کیا یہ بات مرزا غلام احمد کے لیے شرم اور ڈوب مرنے کا مقام نہیں ہے؟ اور کیا یہ ان کی ذلت کا نشان نہیں ہے؟

قادیانیوں کا دعویٰ مرزا صاحب کی موت کے بعد ایک عرصہ تک یہی رہا کہ مرزا صاحب اپنی زندگی میں براہین احمدیہ کی تصنیف مکمل کر چکے تھے۔ اور اس کا مسودہ بھی ان کے

پاس موجود تھا، جیسا کہ مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے

'خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ۱۸۷۹ء میں براہین کے متعلق اعلان شائع فرمایا تو اس وقت آپ براہین احمدیہ تصنیف فرما چکے تھے اور کتاب کا حجم دو اڑھائی ہزار صفحہ تک پہنچ گیا تھا۔ اور اس میں آپ نے اسلام کی صداقت میں تین سو ایسے زبردست دلائل تحریر کیے تھے کہ جن کے متعلق آپ کا دعویٰ تھا کہ ان سے صداقت اسلام آفتاب کی طرح ظاہر ہو جائے گی۔ اور آپ کا ارادہ تھا کہ جب اس کے شائع ہونے کا انتظام ہو تو کتاب کو ساتھ ساتھ اور زیادہ مکمل فرماتے جاویں۔ اور اس کے شروع میں ایک مقدمہ لگائیں اور بعض تمہیدی باتیں لکھیں اور ساتھ ساتھ ضروری حواشی بھی زائد کرتے جائیں۔ چنانچہ اب جو براہین احمدیہ کی چار جلدیں شائع شدہ موجود ہیں ان کا مقدمہ اور حواشی وغیرہ سب دوران اشاعت کے زمانہ کے ہیں اور اس میں اصل ابتدائی تصنیف کا حصہ بہت ہی تھوڑا آیا ہے۔ یعنی صرف چند صفحات سے زیادہ نہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تین سو دلائل جو آپ نے لکھے تھے ان میں سے مطبوعہ براہین احمدیہ میں صرف ایک ہی دلیل بیان ہوئی ہے اور وہ بھی نامکمل طور پر۔ ان چار حصوں کے طبع ہونے کے بعد اگلے حصص کی اشاعت خدائی تصرف کے ماتحت رک گئی۔ اور سنا جاتا ہے کہ بعد میں اس ابتدائی تصنیف کے مسودے بھی کسی وجہ سے جل کر تلف ہو گئے۔' (سیرۃ المہدی جلد ۲ ص ۱۱۱۔۱۱۲)

'اور بیان کیا مجھ (بشیر احمد) سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ لالہ ملاوامل نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مرزا صاحب یعنی حضرت مسیح موعود نے مجھے ایک صدوقچی کھول کر دکھائی تھی۔ جس میں ان کی ایک کتاب کا مسودہ رکھا ہوا تھا۔ اور آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ بس میری جائیداد اور مال سب یہی ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ براہین احمدیہ کے مسودہ کا ذکر ہے۔' (سیرۃ المہدی جلد ۲ ص ۱۱۳)

مولانا امرتسریؒ ۱۹۴۸ء میں فوت ہوئے اور وہ ساری عمر قادیانیوں کے دونوں گروہوں کو کہتے رہے کہ خدارا مکمل براہین شائع کرو۔ اس سلسلے کی ایک تحریر میں انہوں نے خلیفہ قادیان اور امیر جماعت مرزائیہ لاہور کو مخاطب کر کے لکھا

'آپ دونوں صاحب گو چند مسائل میں باہم مختلف ہیں۔ اسی لیے آئے دن ایک

دوسرے کو مباحثہ کا چیلنج دیتے رہتے ہیں۔ مگر اس امر پر متفق ہیں کہ مرزا صاحب کی تصنیفات خواص اور عوام کو مفید ہیں۔ اسی لیے قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتیں مرزا صاحب کی کتب کو مکرر، سہ کرر چھپوا کر شائع کر رہی ہیں۔ آپ لوگوں کے اسی فعل پر ہماری درخواست متفرع ہے کہ وہ براہین احمدیہ جس کا مسودہ مرزا صاحب تیار کر چکے تھے اور جس کا ذکر مرزا صاحب نے اس کتاب کے صفحہ ۹۳ وغیرہ پر کیا ہے...... اور جس کی عدم اشاعت کا اعتراف اور آئندہ اشاعت کا مژدہ مرزا صاحب نے آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۳۰۶ پر دیا ہوا ہے۔ سب کام چھوڑ کر سب سے پہلے اس کتاب کے مسودہ کو شائع کر دیں تا کہ اسلام کی خدمت مکمل ہو جائے جس کے لیے مرزا صاحب مبعوث ہوئے تھے اور آپ نے اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ 'اس کتاب میں دھوم دھام سے حقانیت اسلام کا ثبوت دکھلایا گیا ہے کہ...... جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائے گا' (اشتہار عرض ضروری ملحقہ براہین) ۔ اگر آپ لوگوں نے یہ اسلامی خدمت انجام نہ دی اور ہمارا یقین ہے کہ نہیں دیں گے تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ مرزا صاحب کا یہ بیان متعلقہ تکمیل مسودہ کتاب حقیقت نہیں بلکہ شاعرانہ تخیل تھا' ۔ (نا قابل مصنف مرزا)

مسلمانوں کے تقاضوں سے تنگ آ کر آخر کار مرزائیوں نے کہنا شروع کر دیا کہ براہین مکمل نہیں ہوئی، لیکن اس کا نامکمل رہ جانا بھی مرزا صاحب کی صداقت کا نشان ہے۔ اور یہ عجیب علم الکلام ہے کہ مرزا صاحب صحت مند ہوں تو ان کی صحت، ان کی صداقت کا نشان۔ اور ان کے جسم کے اوپر اور نیچے کے حصوں میں دائمی بیماریاں ہوں، تو وہ بیماریاں بھی ان کی صداقت کا نشان۔ انہیں مالی تنگ دستی ہو، تو وہ بھی ان کی صداقت کا نشان، اور مریدوں کی طرف سے چندے کی بھر مار ہو جائے، تو وہ بھی ان کی صداقت کا نشان۔ ان کی شادی ایک کمسن خاتون سے ہو جائے تو وہ بھی نشان صداقت اور کسی اور کی منکوحہ بیوی کی یاد میں آہیں بھرتے دنیا سے رخصت ہو جائیں، تو وہ بھی ان کی صداقت کا نشان۔ پیشگی قیمت وصول کر لینے کے باوجود خریداروں کو کتاب نہ دے سکیں تو وہ بھی نشان صداقت اور ۵۰ میں سے ۴۶ جلدوں کا مسودہ اپنے کفن میں لپیٹ کر قبر میں جا سوئیں تو وہ بھی نشان صداقت۔

اس لا یعنی علم الکلام کا ایک نمونہ الفضل قادیان کے ذریعے منظر عام پر آیا تو امرتسریؒ

نے اپنے اخبار میں گرفت کرتے ہوئے لکھا

''ناظرین (اخبار اہل حدیث) جانتے ہوں گے کہ مرزا صاحب قادیانی کی مایہ ناز تصنیف براہین احمدیہ ہے جس کی بابت مرزا صاحب نے اعلان کیا تھا کہ تین سو زبردست دلائل اس کتاب میں ایسی لکھی جائیں گی جن سے صداقت قرآن اور صداقت نبوت محمدیہ ﷺ واضح طور پر ثابت ہوگی۔ اس کے سوا بھی بہت کچھ اس کتاب کی تعریف میں لفاظی کی تھی۔ مگر خدا کی شان تین سو دلائل میں سے صرف پہلی دلیل کے متعلق چند آیات لکھ کر چوتھی جلد ختم کر دی اور پھر اپنی مسیحت میں ایسے مشغول ہوئے جیسے بقول اہل ہنود کرشن جی گوپیوں میں مشغول رہتے تھے۔ اس پر ان مخالفوں نے عموماً اور جن لوگوں نے براہین کی مطلوبہ قیمت پیشگی دی ہوئی تھی خصوصاً اعتراضات کی بھرمار کی کہ براہین احمدیہ کیوں پوری نہیں کی جاتی؟ اس پر بھی مرزا صاحب کو اس طرف توجہ نہ ہوئی یا باعتقاد ہمارے بحکم قرآن مجید ﴿کره الله انبعاثهم فثبطهم﴾ مرزا صاحب کو توفیق تکمیل نہ ملی۔ اس مضمون کو ہم نے بالتفصیل رسالہ علم کلام مرزا میں لکھا ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں ایک مضمون جدید الفضل قادیان میں نکلا ہے جو بہت ہی لطیف اور خوش کن ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ہمیں اس کے پڑھنے سے بہت لطف حاصل ہوا۔ کیونکہ ہمیں یقین ہوا کہ ہمارا قلم، واقعی لوہے کا قلم ہے اور ہمارا پنجہ، واقعی پنجہ شیر ہے جس سے شکار کا نکل جانا محال ہے۔ ہم اس لطف میں اپنے ناظرین کو شریک کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے الفضل کا مضمون سارا نقل کرتے ہیں پس حضرات ناظرین تھوڑی سی توجہ سے پڑھیں اور لطف پائیں۔ وہ یہ ہے

'حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا شروع میں یہی ارادہ تھا کہ حقانیت اسلام کے متعلق ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں تین سو دلائل فضیلت اسلام کے بیان ہوں۔ اور اسی غرض سے آپ نے براہین احمدیہ کی تصنیف شروع فرمائی۔ مگر دوران تحریر میں جب خدا تعالیٰ نے آپ کو اصلاح خلق کے لیے مقرر کیا اور آپ کی توجہ کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تو اس ارادہ کی تکمیل ظاہری صورت میں نہ ہو سکی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے لکھا کہ اب ہماری طرف سے کوئی ایسی شرط نہیں کہ کتاب تین سو جزو تک ضرور پہنچے۔ بلکہ جس طور سے خدا تعالیٰ مناسب سمجھے گا کم یا زیادہ بغیر لحاظ پہلی شرائط کے اس کو انجام

دے گا (تبلیغ رسالت ج ا ص ۹۲) ہمارا (مرزائیوں کا) دعویٰ ہے کہ فضیلت اسلام ثابت کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود (مرزا) نے جس پاکیزہ ارادوں کے ماتحت براہین احمدیہ لکھنا شروع فرمائی تھی انہیں خدا تعالیٰ نے پورا فرما دیا۔ اور وہ اس طرح کہ آپ کے قلم سے اسی (۸۰) کے قریب ایسی بے نظیر کتب لکھوائیں جن میں وہ تمام دلائل بالتفصیل موجود ہیں جن سے اسلام دیگر ادیان پر غالب ثابت ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس مقصد کے پیش نظر حضرت مسیح موعود (مرزا) کی کتب کا مطالعہ کرے تو اسے اسلام کی سچائی کا ثبوت ان میں سورج سے بھی درخشاں نظر آئے گا۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود (مرزا) براہین احمدیہ کے بعد جس شان میں دنیا کے سامنے جلوہ گرہ ہوئے یعنی نبوت ورسالت اور مسیحیت ومہدویت کا خلعت پہن کر ، وہ بذات خود اتنا بڑا ثبوت ہے کہ اگر تین سو سے زیادہ دلائل بھی براہین احمدیہ میں رقم کیے گئے جاتے تو ان سے اسلام کو اتنا فائدہ ہرگز نہ پہنچ سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ خواہ کس قدر اسلام کی حقانیت کے علمی دلائل پیش فرماتے ، قرآن مجید سے بڑھ کر نہ ہو سکتے ،مگر مسلمان جب قرآن مجید کے ہوتے ہوئے اسلام کو ادیان باطلہ پر غالب ثابت نہ کر سکتے تھے تو ان تین سو دلائل سے کیونکر فائدہ اٹھاتے۔ کیونکہ اسلام غالب ثابت ہوتا بھی ، تو محض علمی رنگ میں۔ مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو ماموریت کی شان عطا فرما کر اسلام کی حقانیت کا ایک زندہ ثبوت دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ پس قطع نظر ان عظیم الشان تحریرات کے جو بعد میں خدا تعالیٰ نے آپ (مرزا) کے ہاتھ سے شائع کرائیں اور قطع نظر ان سینکڑوں اشتہارات اور تقریروں کے جو آپ نے صداقت اسلام پر کیں۔ براہین احمدیہ کی تکمیل سے جس قدر حقانیت اسلام ظاہر ہوسکتی تھی اس سے بہت زیادہ آپ کے وجود کے ذریعہ اسلام کی حقانیت ظاہر ہوئی۔ اور یہی خدا تعالیٰ چاہتا تھا کہ دنیا پر اپنے زندہ اور تازہ آسمانی نشانات سے حقانیت اسلام ظاہر کرے۔ غرض حقانیت اسلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کا جو منشا تھا وہ پورا ہوا۔ اور اسلام کے متعلق مسیح موعود کے ہاتھوں لیظهره علی الدین کله کا نشان ظاہر ہوگیا۔

یہ حقانیت اسلام کو اس قدر نمایاں کر دینے والا نشان ہے کہ اس کے ماتحت ہر وہ معجزہ جو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ ظاہر ہوا اسلام کی صداقت کا ثبوت ہے۔ اور اگر اس رنگ میں غور کیا جائے تو صداقت اسلام کے ہزاروں دلائل حضرت مسیح موعود نے دنیا

کے سامنے پیش فرمائے۔ براہین احمدیہ کی عدم تکمیل کے متعلق یہ بتانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ گو مخالفین سلسلہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ براہین نامکمل رہ گئی اور آپ نے اپنے وعدوں کا پاس نہ کیا۔ لیکن دراصل اس میں حضرت مسیح موعود کی صداقت کا نشان مخفی ہے اور وہ اس طرح کہ ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء میں حضرت مسیح موعود نے ایک رویا دیکھا، جس کا براہین احمدیہ میں آپ نے بایں الفاظ ذکر کیا ہے۔

اس احقر نے ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء میں یعنی اس زمانہ کے قریب جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا جناب خاتم الانبیا ﷺ کو خواب میں دیکھا اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔ جس کی تعبیر اس اشتہاری کتاب کے تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔ جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپئے کا اشتہار دیا گیا ہے۔ غرض آنحضرت ﷺ نے وہ کتاب مجھ سے لے لی اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب ﷺ کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت ﷺ نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کیلئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب ﷺ کا ہاتھ مرفق مبارک تک بھر گیا۔ تب ایک مردہ، جو دروازے سے باہر پڑا تھا آنحضرتؐ کے معجزے سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آ کھڑا ہوا اور یہ عاجز آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑا تھا جیسے ایک مستغیث، حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ بڑے جاہ وجلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔ پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت ﷺ نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ میں اس شخص کو دوں جو نئے سرے سے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں۔ اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دے دی اور اس نے وہیں کھالی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اونچی

ہو گئی اور جیسے آفتاب کی کرنیں پھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرت ﷺ کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی۔ تب اسی نور کا مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی۔ والحمد للہ علی ذالک

(الفضل کا مضمون نگار اپنی بات جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے کہ) یہ خواب درج کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں۔ یہ وہ خواب ہے کہ تقریباً دوسو آدمیوں کو انہی دنوں میں سنائی گئی تھی جن میں سے پچاس یا کم و بیش ہندو بھی ہیں کہ جو اکثر ان میں سے ابھی تک صحیح سلامت ہیں اور وہ تمام لوگ خوب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں براہین احمدیہ کا ابھی نام ونشان نہ تھا اور نہ یہ مرکوز خاطر تھا کہ کوئی دینی کتاب بنا کر اس کے استحکام اور سچائی کو ظاہر کرنے کے لیے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اب وہ باتیں جن پر خواب دلالت کرتی ہے کسی قدر پوری ہو گئیں۔ اور جس قطبیت کے اسم سے اس وقت کی خواب میں کتاب کو موسوم کیا گیا تھا اسی قطبیت کو اب مخالفوں کے مقابلے میں بوعدہ انعام کثیر پیش کر کے حجت اسلام ان پر پوری کی گئی ہے۔ اور جس قدر اجزا اس خواب کے ابھی تک ظہور میں نہیں آئے ان کے ظہور کا منتظر رہنا چاہیے کہ آسمانی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۴۸۔۲۵۰ حاشیہ)

(مرزائی مضمون نگار اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ) اس خواب سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حقانیت اسلام پر زبردست دلائل کا مجموعہ وہ میوہ ہے جو رسول کریم ﷺ کی متابعت کے طفیل حضرت مسیح موعود کو ملا۔ اس میوہ سے شہد تو بہت نکلا مگر مسلمان کہلانے والوں کے حصہ میں صرف ایک قاش آئی۔ کیونکہ وہ شخص جو مردہ تھا اور پھر زندہ ہوا۔ اسلام کا تمثل تھا۔ اسی لیے آخر میں حضور (مرزا) نے فرمایا 'یہ دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی' اس رؤیا کے مطابق حضرت مسیح موعود کو حقائق و معارف کا بہت سا شہد خدا تعالیٰ نے دیا مگر مسلمانوں کو صرف ایک قاش براہین احمدیہ کی شکل میں ملی۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں ایک ہی دلیل صفحہ ۵۱۲ سے شروع ہوتی ہے۔ اس کے بعد حکمت الٰہی سے یہ کتاب بند ہو گئی اور سلسلہ صداقت اسلام ایک دوسرے نہج پر منتقل ہو گیا اور یہ جو کچھ ہوا خدا تعالیٰ کی اس بتائی ہوئی خبر کے مطابق ہوا کہ اسلام والوں کو صرف ایک قاش ملے گی اور باقی تمام قاشیں حضرت مسیح موعود کے پاس رہیں گی۔ اور

آپ جس طرح چاہیں گے اسے تقسیم کریں گے۔ یعنی حقانیت اسلام کے باقی دلائل اور رنگوں میں ظاہر ہوں گے۔ پس براہین احمدیہ کی عدم تکمیل بھی حضرت مسیح موعود کی رؤیا کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے نہ کہ بزعم مخالفین اعتراض عائد کرنے والا۔

(الفضل ۱۷ستمبر ۱۹۳۵ء ص ۵)

(مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ) مرزائیوں کی اس ساری طول طویل تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ براہین احمدیہ کی چار جلدوں کے بعد جو خدمات مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت کی معرفت صداقت اسلام کے متعلق کیں وہی براہین احمدیہ ہیں۔ اس لیے براہین احمدیہ ناقص نہیں رہی بلکہ مکمل ہوگئی (جل جلالہ) ہم بہت دفعہ کہہ چکے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کے اس بارے میں شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہم کو اپنی امت کی کج روی کے جواب دینے سے سبکدوش کیا ہوا ہے۔ یعنی جونہی یہ لوگ غلط بات کہیں ہم فوراً مرزا صاحب کے قول سے اس کی تردید کر سکتے ہیں۔ چنانچہ آج بھی اسی اصول سے کام لیتے ہیں۔

براہین احمدیہ کی چوتھی جلد کے آخیر میں ان تین سو دلائل حقہ میں سے ایک دلیل کو بیان کرنا شروع کیا ہے جس کے متعلق چند آیات لکھی ہیں۔ پھر ۲۳ برس کی بندش کے بعد آپ نے پانچویں جلد شروع کی تو اس کے دیباچہ میں حسب ذیل نوٹ لکھا

'امابعد واضح ہو کہ یہ براہین احمدیہ کا پانچواں حصہ ہے کہ جو اس دیباچہ کے بعد لکھا جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے ایسا اتفاق ہوا کہ چار حصے اس کتاب کے چھپ کر پھر تخمیناً ۲۳ برس تک اس کتاب کا چھپنا ملتوی رہا۔ اور عجیب تر یہ کہ ۸۰ کے قریب اس مدت میں میں نے کتابیں تالیف کیں جن میں سے بعض بڑے بڑے حجم کی تھیں۔ لیکن اس کتاب کی تکمیل کے لیے توجہ پیدا نہ ہوئی اور کئی مرتبہ دل میں یہ درد پیدا بھی ہوا کہ براہین احمدیہ کے ملتوی رہنے پر ایک زمانہ دراز گزر گیا مگر باوجود کوشش بلیغ اور باوجود اس کے کہ خریداروں کی طرف سے بھی کتاب کے مطالبہ کے لیے سخت الحاح ہوا اور اس مدت مدید اور اس قدر زمانہ التوا میں مخالفوں کی طرف سے بھی وہ اعتراض مجھ پر ہوئے کہ جو بدظنی اور بدزبانی کے گند سے حد سے زیادہ آلودہ تھے۔ اور بوجہ امتداد مدت درحقیقت وہ دلوں میں پیدا ہو سکتے تھے مگر پھر بھی قضا وقدر کے مصالح نے مجھے یہ توفیق نہ دی کہ میں اس کتاب کو پورا کر سکتا۔ (دیباچہ براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۱)

(مولانا امرتسری کہتے ہیں) اس کلام بانظام سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ۲۳ سالہ مدت کی ۸۰ کتابوں کو مرزا صاحب براہین کی تکمیل نہیں جانتے تھے تبھی تو اس کی تکمیل کے لیے پانچواں حصہ لکھنا شروع کیا۔ اس قول مرزا سے الفضل کی صاف تردید ہوتی ہے جو ۸۰ کتابوں کی تصنیف کے ذریعہ خدمات مرزا کو تکمیل براہین کہتا ہے‘۔

(اہل حدیث امرتسر ۴۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۱۱۔۱۳)

اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب مولانا بٹالویؒ کو للکار کر کہتے تھے کہ جب براہین مکمل ہو گی تو تمہارے لیے شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہوگا۔ اور مرزا صاحب اپنی زندگی کے آخری دور میں خود اقرار و اعتراف کر رہے ہیں کہ براہین مکمل نہیں ہوسکی تو کیا یہ مرزا صاحب کی ذلت نہ ہوئی؟

۱۳ ماہ والی پیشگوئی میں مرزا صاحب نے کہا تھا کہ میں نے دعا کی تو اس کے جواب میں الہام ہوا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو ذلیل اور رسوا کرے گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اور ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہے۔ ناجائز تحریر کا کام کیا وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے اور افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ اور چند عربی الہام ہوئے۔ (جیسا کہ) يعض الظالم على يديه۔ جزاء سيئة بمثلها (تذکرہ ص ۳۲۴۔۳۲۵) اور اس کی تشریح مرزا صاحب یوں کرتے تھے کہ مولانا بٹالویؒ نے ان کے خلاف نہ لکھنے کا وعدہ حکام سے کر لیا ہے۔ اور مولانا کا یہ اقرار کہ وہ مرزا صاحب کے خلاف نہیں لکھیں گے ان کے الہام کی سچائی ہے کہ ناحق اور خلاف لکھنے والے ہاتھ کٹ جائیں گے۔ وغیرہ

آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ تیرہ ماہ والی پیش گوئی (جس کی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء مقرر تھی) کے بعد کیا مولانا بٹالویؒ نے مرزا صاحب کے رد میں لکھنا بند کر دیا تھا؟ ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ خود مرزا صاحب کا اپنا لٹریچر شہادت دے رہا ہے کہ مولانا بٹالویؒ اس پیش گوئی کے بعد بھی رد قادیانیت میں تحریری کام کرتے رہے ہیں۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ۱۹۰۵ء کے گرد و پیش کی تصنیف ہے اور اس میں مرزا صاحب رقم طراز ہیں

’اب ہم چند شبہات مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو جو انہوں نے پرچہ پیسہ اخبار ۱۹ جون ۱۹۰۵ء میں چھپوائے ہیں اس جگہ رفع دفع کرتے ہیں۔ (مولوی صاحب

کہتے ہیں) کہ وہ (مرزا) لکھتا ہے کہ میں نے براہین احمدیہ میں اس زلزلہ کی خبر دی تھی اورلکھا تھا کہ پہاڑ پھٹ جائیں گے۔ یہ ایسا جھوٹ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ (پھر مرزا صاحب اپنے طور پر اس کا جواب دیتے ہیں) کہ کیا آپ کو اس بات میں کچھ شک ہے کہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶ میں یہ عبارت موجود ہے:

فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا والله موھن کید الکافرین ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امراً مقضیاً

یعنی جب اس عاجز کا رب ایک پہاڑ مخصوص پر تجلی کرے گا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اور خدا منکروں کے مکر کو سست کر دے گا۔ اور ہم پہاڑوں کے اس واقعہ کو لوگوں کے لیے ایک نشان بنائیں گے۔ اور مومنوں کے لیے یہ رحمت کا موجب ہوگا۔ اور یہ امر ابتداء سے فیصلہ شدہ تھا۔ یعنی پہلے نبیوں نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے وقت زلزلے آئیں گے...... جب یہ عبارتیں براہین احمدیہ میں موجود ہیں...... پھر اس (زلزلہ) بارے میں جو کچھ اشتہار میں لکھا گیا سفید جھوٹ کیونکر ہو گیا۔ کیا پہاڑ کے پھٹ جانے کو زلزلہ پر دلالت التزامی نہیں؟۔ (براہین حصہ پنجم ص ۲۶۵)

یہاں مرزا صاحب مولانا بٹالویؒ کی ایک تحریر کا جواب دے رہے ہیں جو بقول ان کے ۱۹ جون ۱۹۰۵ء کے ایک اخبار میں شائع ہوئی تھی اور ایک ایسے معاملے کے بارے میں تھی جو ۱۹۰۵ء ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ تحریر اس بات کا ثبوت ہے کہ مولانا بٹالوی نے ۱۳ ماہ والی پیش گوئی کے بعد مرزا صاحب کے رد میں لکھنا بند نہیں کیا تھا اور جب انہوں نے تردید قادیانیت کا کام بند ہی نہیں کیا تھا تو مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئی سچی کیسے ہو گئی؟

مزید یہ کہ انجمن اہل حدیث وزیر آباد کی طرف سے فتویٰ شریعت غرا نمبر ایک شائع ہوا۔ جو مرزا صاحب کے کفر و اسلام کے بارے میں تھا اس پر تمام مکاتیب فکر کے علماء کے دستخط تھے۔ اس فتویٰ کے ساتھ ایک اور فتویٰ بھی ہے کہ ایک مسجد کے اہل سنت امام نے مرزائیوں کی تکفیر کے فتویٰ سے واقف ہو کر دیدہ دانستہ ایک مرزائی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اب ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ علماء نے فتویٰ دیا کہ ایسے شخص کو اعلانیہ توبہ کرنی چاہیے ورنہ اہل سنت کو اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ ایسے منافق کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ یہ فتویٰ مفتی عبداللہ ٹونکیؒ نے دیا ہے اور اس پر مولانا غلام قادر بھیرویؒ لاہور اور

مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے تائیدی دستخط ہیں۔ اور شریعت غزا فتویٰ دوم کے نام سے ایک فتویٰ بھی موجود ہے جس میں مولانا بٹالویؒ نے لکھا کہ جو شخص مرزا کے عقائد معلوم کر کے اس کو کافر و خارج از اسلام نہ جانے وہ بھی اسی کا پیرو ہے۔ اس فتویٰ پر محمد عبدالحق دہلویؒ محمد کفایت اللہ شاہجہانپوریؒ مفتی عزیز الرحمٰنؒ دیوبند، مولانا محمودؒ اول مدرس دیوبند، مولانا عبدالحق ملتانیؒ، مولانا حفیظ اللہؒ ندوۃ العلماء، محمد شبلیؒ جیراجپوری، محمد عبدالرحمٰن بہاریؒ اور مولانا عبدالجبار غزنویؒ وغیرہ کے دستخط تھے۔ یہ فتوے جو ۱۹۰۶ء میں شائع ہوتے تھے اس بات کا ثبوت ہیں کہ مولانا بٹالویؒ مرزا صاحب کی ۱۳ ماہ والی پیش گوئی کے بعد بھی تحریک ختم نبوت میں اسی طرح سرگرم تھے جس طرح اس سے پہلے تھے۔ نہ انہوں نے اپنا موقف تبدیل کیا تھا اور نہ ہی ان کا قلم رد قادیانیت سے باز آیا تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب کی الہامی پیشگوئی غلط نکلی جو مولانا کے مقابلے میں مرزا صاحب کی ذلت کا نشان ہے۔

قادیانی زلزلے

اوپر ایک تحریر میں مرزا صاحب نے چند زلزلوں کا ذکر کیا ہے جنہیں مرزا صاحب اور ان کی امت اپنی صداقت کے نشانات کے طور پر پیش کیا کرتے ہیں اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں اس موضوع پر بھی کچھ بات ہو جائے۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اوپر والی تحریر میں مذکور زلزلوں کی خبر انہوں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں بطور پیش گوئی دی ہوئی ہے اور ان زلزلوں کا آنا ان کی پیش گوئی کی صداقت اور ان کے مسیح موعود ہونے کا ثبوت ہے۔ مولانا بٹالویؒ کو مرزا صاحب کی اس بات سے انکار تھا، وہ کہتے تھے کہ براہین موجود ہے، لیکن اس میں زلزلوں کی پیش گوئی کہاں ہے؟ (روحانی خزائن ج۲۱ص۲۲۶) اور مولانا یہ بھی کہتے تھے کہ '(زلزلوں سے متعلق) کرشن قادیانی نے جھوٹ بولا ہے۔ (روحانی خزائن ج۲۱ص۲۶۸)

اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین مجھ پر الزام لگاتا ہے کہ مرزا غلام احمد 'براہین احمدیہ کی پیش گوئی کو سچا بنانے اور اس پر زلزلہ کا رنگ چڑھانے اور اس ذریعہ سے اپنی غیب دانی اور نبوت کا سکہ جمانے کی غرض سے اس بات کا مدعی ہو گیا ہے کہ براہین احمدیہ کی پیش گوئی سے مجھے بہت صفائی سے خدا کی طرف سے یہ خبر مل چکی ہے کہ اس سے زلزلہ مراد ہے تاہم میں نے قوم کی بدگوئی اور بدظنی کے خوف سے اس کو چھپایا اور عربی کا ترجمہ اردو میں کر کے شائع نہ کیا۔ اور میں اس فعل سے خدا کے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور ۲۵ برس تک اسی گناہ پر قائم رہا...... مولوی صاحب آج آپ نے تحریف کرنے میں یہودیوں کے بھی کان کاٹے۔ مولوی کہلانا اور اس قدر صریح عبارت کے معنی بیان کرنے میں عمداً خیانت کرنا، کیا یہ ان لوگوں کا کام ہوسکتا ہے جو یوم الحساب پر ایمان لاتے ہیں۔ (روحانی خزائن جلد۲۱ص۲۷۲)

اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

محمد حسین کی عقل پر یہ کیسے پتھر پڑ گئے ہیں کہ کھلی کھلی بات ان کو سمجھ میں نہیں آتی اور ستر

برس کی عمر تک پہنچ جانے کے باوجود ان سے طفولیت کی سادہ لوحی ظاہر ہونے لگی ہے اور اس کی 'اس دلیری اور شوخی اور منہ زوری کے مقابل پر ہم بجز اس کے کیا لکھ سکتے ہیں کہ

لعنۃ اللہ علی الکاذبین

اور مولانا بٹالوی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ

۔ 'اے مفتری نابکار! کیا اب بھی ہم یہ نہ کہیں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت۔ اے سخت دل ظالم تجھے مولوی کہلا کر شرم نہ آئی کہ تو نے ناحق اس قدر میرے پر جھوٹ بولا۔ کیا تو دکھلا سکتا ہے کہ میرے اشتہار ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء میں یا کسی اور اشتہار میں یا رسالہ میں یہ عبارت موجود ہے جو تو نے لکھی ہے لعنت اللہ علی الکاذبین

اور فرماتے ہیں

'میں نے اپنے اشتہار انذار من وحی السماء میں جو ۲۱ اپریل ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا تھا درحقیقت یہ عبارت اشتہار کے صفحہ ۷ مطبوعہ نور لکشور پریس لاہور میں لکھی ہے۔ چنانچہ پوری عبارت یہ ہے ' یاد رہے کہ ان دونوں زلزلوں کا ذکر میری کتاب براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے جو آج سے ۲۵ برس پہلے اکثر ممالک میں شائع کی گئی تھی۔ اگرچہ اس وقت اس خارق عادت بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہو سکا لیکن اب ان پیش گوئیوں (فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکاً) پر نظر ڈالنے سے بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئندہ آنے والے زلزلوں کی نسبت پیش گوئیاں تھیں جو اس وقت نظر سے مخفی رہ گئیں' اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے اس اشتہار میں صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ میرا اس وقت سے پہلے جب کہ زلزلہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء ظہور میں آ گیا اس بات کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوا تھا جیسا ظاہر الفاظ ، پہاڑ کے پھٹ جانے ، سے سمجھا جاتا ہے درحقیقت براہین احمدیہ کے ان الہامات سے زلزلہ ہی مراد ہے'

(روحانی خزائن جلد ۲۱ ص ۴۶۷۔۲۷۶)

اور فرماتے ہیں کہ

'اے مولوی (محمد حسین) صاحب! خدا آپ کو ہدایت دے اور وہ دن لاوے کہ آپ کی آنکھیں کھلیں۔ آپ اس شخص کی طرح جس کی گردن کے پیچھے بہت بڑا پھوڑا ہو اور اس وجہ سے وہ ہمیشہ زمین کی طرف جھکا رہے آسمان کی طرف نظر نہ اٹھا سکے' آسمانی انوار

سے محروم ہیں۔ اور ان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اب تک دس ہزار سے بھی زیادہ خدا تعالیٰ میری تائید میں نشان ظاہر کر چکا ہے۔ (اور نشانات گنواتے ہوئے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ) میں نے لکھا تھا کہ مسیح موعود کے وقت اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس زمانہ میں مدینہ سے مکہ کی طرف ریل کی سواری ہو جائے گی۔ مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔ پس جب کہ پیغمبر ﷺ کی حدیثیں آپ کے نزدیک غلط ہیں تو میری پیش گوئیوں کو غلط کہنے کے وقت آپ کیوں شرم کرنے لگے۔' (روحانی خزائن جلد ۲۱ ص ۲۸۱)

اور آخر میں مرزا صاحب لکھتے ہیں

'میں مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو محض حسبۃ للہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ آخر عمر تک پہنچ گئے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کے مقابل پر بے ہودہ چالاکیوں کو چھوڑ دیں...... میں آپ کو نیک صلاح دیتا ہوں کہ درندگی کا طریق چھوڑ کر اب بھی آپ میری نسبت تحقیق کر لیں۔ (روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۲۹۶)

اور جب اس موضوع پر ہونے والی تحقیق کو مولانا محمد عبداللہ معمارؒ نے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا تو مرزا صاحب کے ڈھول کے اور بھی بہت سے پول کھل گئے۔ مولانا معمارؒ لکھتے ہیں

'یکم جون ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب نے حسب عادت کئی ایک گول مول فقرات بنام الہام سنائے۔ ان میں ایک یہ بھی تھا عفت الديار محلها ومقامها۔ یہ الہام اخبار الحکم ۳۱۔ مئی ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۹ کالم ۴ پر درج ہے۔ اس کے آگے خطوط وحدانی کے اندر مرقوم ہے متعلقہ طاعون۔ اس کے سوا اور کوئی لفظ اس کی تشریح میں نہیں۔ نہ تو اس کا ترجمہ ہی کیا ہے اور نہ ہی یہ بتایا کہ یہ کسی آئندہ پڑنے والی طاعون کی بیماری کے بارے میں ہے یا کسی گذشتہ طاعون کی حکایت ہے۔ جس نے قادیان میں زور دار صفائی پھیری تھی۔ بہرحال ایک ربڑ کا گیند ہے جسے ٹھوکر مار کر ہر طرف لڑھکایا جا سکتا ہے۔

عفت الديار محلها ومقامها دراصل لبید بن ربیعہ العامری کے اس قصیدہ کا اول مصرع ہے جو سبعہ معلقہ کا چوتھا قصیدہ ہے۔ اس کا ترجمہ بالفاظ مرزا یہ ہے

'میرے پیاروں کے گھر منہدم ہو گئے۔ ان عمارتوں کا نام ونشان نہ رہا۔ جو عارضی سکونت کی عمارتیں تھیں اور نہ وہ عمارتیں رہیں جو مستقل سکونت کی عمارتیں تھیں' اسے ہمارے

پنجابی مسیح قادیانی نبی نے الہام بنا کر شائع کر دیا۔ بہرحال اس الہام میں 'طاعون کا ذکر نہیں' (ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۸۸) مگر مرزا جی نے پنجاب میں طاعون کی رفتار دیکھ کر اسے متعلقہ طاعون ظاہر کیا۔ مطلب یہ کہ اگر آئندہ زمانہ میں مثل سابق پنجاب میں کبھی دوبارہ طاعون کا زور ہوا تو کہہ دیں گے کہ دیکھو ہم نے پہلے سے ہی اس کی خبر دے رکھی تھی۔ اب کوئی سخت بے حیا ہی ہوگا جو اس صریح واضح اور عظیم الشان فوق العادت پیش گوئی سے منکر ہو۔ اور اگر طاعون نہ پھیلا تو چونکہ اس مصرع میں زمانہ ماضی کا ذکر ہے، کہہ دوں گا کہ ان آنکھوں کے اندھوں بدذات علماء کو نظر نہیں آتا کہ الہام میں صاف ماضی کا ذکر ہے۔ چنانچہ ۱۹۰۴ء میں جب پنجاب میں طاعون کا تھوڑا سا زور ہوا تو آپ نے جھٹ کہہ دیا کہ 'دوستو! خدا تعالیٰ آپ کے حال پر رحم کرے۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے آج سے قریباً نو ماہ پہلے الحکم اور البدر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پا کر یہ وحی الٰہی شائع کرائی تھی کہ عفت الدیار محلها ومقامها۔ یعنی ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے، نہ مستقل سکونت کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی سکونت کی۔ یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی۔ دیکھو اخبار الحکم ۳۰ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸ جلد ۸ کالم ۳ اور اخبار البدر نمبر ۲۰۔۲۱ مورخہ ۲۴ مئی یکم جون ۱۹۰۴ء۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت بہت قریب آ گیا ہے۔ میں نے اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے طاعون کے اس سخت حملہ کی جو عنقریب ہونے والا ہے۔ یہ اس لیے کہ لوگ متنبہ ہو جائیں'۔

(اشتہار الوصیت مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۷۲ تا ۷۵)

اس تحریر میں خود مرزا جی نے اس فقرہ عفت الدیار سے مراد بوحی الٰہی طاعون لکھی ہے۔ اس کی مزید تشریح دوسرے مقام پر یوں کی گئی ہے کہ 'کسوف اور خسوف کے ساتھ ہی قرآن شریف میں این المفر آیا ہے۔ جس سے یہی مراد ہے کہ طاعون اس کثرت سے ہوگی کہ کوئی جگہ پناہ نہ رہے گی۔ میرے الہام عفت الدیار محلها ومقامها کے یہی معنی ہیں' ناظرین اس لفظ 'یہی' کو یاد رکھیں (اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۲)۔

(مولانا معمار فرماتے ہیں کہ) حضرات دیکھئے کس زور شور سے اس الہام سے لفظ 'یہی'

کے ساتھ طاعون پر تمسک کیا ہے۔ مگر آپ یہ سن کر انگشت بدنداں رہ جائیں گے کہ مرزا جی نے اسی الہام سے (جس کا مطلب یہاں طاعون بتایا ہے وہ بھی لفظ ،یہی ، کے ساتھ جو حصر کے لیے آتا ہے) دوسرے وقت میں اسی لفظ 'یہی' سے زلزلہ عظیمہ کے بعد اس کا مطلب زلزلہ بتایا ہے۔ ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں اور مرزا صاحب کی مسیحیت کی داد دیں۔ آپ راقم ہیں

'دیکھو وہ نشان کیسا پورا ہوا۔ اور جیسا کہ میں نے ابھی لکھا ہے کہ پیش گوئی مذکورہ الحکم اور البدر میں اس زلزلہ سے قریباً پانچ ماہ پہلے شائع کر دی گئی تھی۔ اور پیش گوئی یہ ہے عفت الدیار محلھا ومقامھا اے عزیزو اس کے 'یہی' معنی ہیں کہ محلوں اور مقاموں کا نام و نشان نہ رہے گا۔ طاعون تو صرف صاحب خانہ کو لیتی ہے مگر جس حادثہ کی اس وحی الٰہی میں خبر دی گئی اس کے تو یہ معنی ہیں کہ نہ خانہ رہے گا نہ صاحب خانہ۔ سو خدا تعالیٰ کا فرمان پورا ہو گیا۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہے کہ اس کی نسبت اشتہار الوصیت میں خبر دی گئی تھی۔ (اشتہار الانذار مورخہ ۸۔ اپریل ۱۹۰۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۸۰)

(مولانا معمارؒ لکھتے ہیں کہ) مثل مشہور دزدے کہ بکف چراغ دارد اس جگہ ٹھیک چسپاں ہو رہی ہے۔ آپ اشتہار الوصیت کی عبارت ایک دفعہ پھر پڑھ لیں وہاں صاف الفاظ میں اس فقرہ کا مطلب طاعون لکھا ہے۔ باانصاف و باایمان اصحاب ملاحظہ فرمائیں کہ پہلے تو بڑے زور شور سے اس الہام کو 'یہی' سے زلزلہ کے متعلق محصور کر لیا۔ اور جب لوگوں نے اس دورنگی پر اعتراض کیا تو اس کے جواب میں مرزا جی نے لکھا کہ ایڈیٹر الحکم نے (جو اس الہام کو ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء کے پرچے میں خطوط وحدانی کے اندر متعلقہ طاعون لکھا ہے) ایسا لکھنے میں غلطی کی۔ اور ایسی غلطی خود انبیاء سے پیشگوئیوں کے سمجھنے میں بعض دفعہ ہوتی رہتی ہے۔ (ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۱۹)

قارئین ملاحظہ ہو کہ مرزا صاحب نے آپ ہی اپنے اشتہار الوصیت میں اس کو متعلقہ طاعون لکھا۔ پھر اخبار الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء میں لفظ یہی کے ساتھ طاعون ہی سے حصر کیا۔ مگر یہاں معترض کے جواب میں 'ایڈیٹر الحکم والی تحریر' کو پیش کر کے اس غلطی کو اس بے چارے ناکردہ گناہ کے سر تھوپ دیا۔ اول تو یہی جھوٹ ہے کہ اخبار الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء کے الفاظ ایڈیٹر الحکم کے ذاتی تھے۔ یقیناً وہ موافق تشریح

مرزا صاحب تھے۔ دوم بفرض محال تسلیم بھی کیا جائے تو خود مرزا نے جو اپنی خود نوشت تحریروں میں اسے طاعون سے محصور کیا ہے اس کا کیا جواب؟

(مولانا معمارؒ مزید لکھتے ہیں کہ) مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں اپنے الہاموں کی نمبر شماری کرتے ہوئے صفحہ ۵۵۷ حاشیہ در حاشیہ نمبر۴ پر ایک الہام یہ لکھا ہے۔ الفتنة ھھنا فاصبر کما صبر اولو العزم اس جگہ ایک فتنہ ہے سو اولوالعزم انبیاء کی طرح صبر کر۔ فلما تجلی ربه للجبل جعله دکاً جب خدا مشکلات کے پہاڑ پر تجلی کرے گا تو انہیں پاش پاش کر دے گا۔ قوة الرحمان بعبید الله الصمد یہ خدا کی قدرت ہے جو اپنے بندے کے لیے وہ ظاہر کرے گا' مرزا جی کے اس خود ساختہ بے تعین و تخصیص بے سرو پا فقرہ سے ظاہر ہے کہ براہین احمدیہ کے وقت جن مشکلات میں مرزا جی گھرے ہوئے تھے ان سے رہائی ہو گی۔ چنانچہ الفاظ 'اس جگہ فتنہ ہے' سے موجود فتن کا اظہار ہو رہا ہے۔ ان سطور میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ آئندہ کسی دور دراز زمان میں جب مرزا جی زیر تیغ ہوں گے تو محفوظ رہیں گے۔

سترہ سال بعد ۱۸۹۷ء میں جب مرزا جی کا ایک اشد مخالف پنڈت لیکھرام کسی کے ہاتھ سے قتل کیا گیا تو آریوں نے اس قتل میں مرزا جی کا ہاتھ کام کرتا ہوا بتایا۔ چنانچہ اس پر بڑا شور اٹھا۔ 'بعض آریوں نے مرزا جی کو قتل کی دھمکیاں بھی دیں' اور مرزا جی کی خانہ تلاشی بھی ہوئی۔ چونکہ کوئی ثبوت اس قسم کا مہیا نہ ہو سکا جس سے مرزا جی مجرم ثابت ہوتے اس لیے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ اس واقعہ سے مرزا جی نے اپنی خدا نمائی ثابت کرنے کے لیے سابقہ گول مول الہاموں پر ایک گہری نظر ڈالی۔ آخر آپ کو چند ایک فقرات جو ہر طرف لگائے جا سکیں، مل ہی گئے۔ من جملہ ان کے ایک یہ الہام پیش کیا گیا جس کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔ آپ نے اس الہام سے بایں طرز استدلال کیا کہ اس فتنہ کی خبر مجھے سترہ سال پہلے خدا نے دے رکھی تھی جو حرف بحرف پورا صحیح ثابت ہوا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں 'پھر آگے دوسرے الہامات ہیں جو اس کے بعد ہیں۔ جن میں صریح اشارہ فرمایا گیا ہے کہ یہ وقت کب اور کس وقت ہو گا۔ اور اس قسم کے ارادے اور قتل کے منصوبے کس زمانے میں ہوں گے۔ اور اس سے پہلے کیا علامتیں ظاہر ہوں گی۔ اور وہ الہام یہ ہے جو براہین کے صفحہ ۵۵۷ میں ہے۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی

قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا' پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ الفتنة ھھنا فاصبر کما صبر اولوالعزم فلما تجلی ربه للجبل جعله دکاً۔ ان الہامات میں صاف فرما دیا۔ وہ قتل کے منصوبے اس وقت ہوں گے جبکہ ایک چمکدار نشان ظاہر ہو گا۔ اسی وجہ سے ان منصوبوں کا نام اخیر کے الہام میں فتنہ رکھا۔ اور فرمایا کہ اس جگہ فتنہ ہو گا۔ پس اولوالعزم نبیوں کی طرح صبر چاہیے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ آخر وہ فتنہ نابود ہو جائے گا۔ یہ تین فتنے ہیں۔ جن کا براہین میں ذکر ہوا۔ اور یہ تینوں ظہور میں بھی آ گئے'۔

(استفتاء۔ صفحہ ۲۳۔۲۴)

(مولانا معمارؒ کہتے ہیں کہ) مرزا صاحب کی اس 'قطعی اور یقینی' غیب دانی کا پول اور ان کے پرلے درجہ کا غیر صادق ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ اس تحریر کے آٹھ سال بعد خود مرزا جی نے اسی الہام کو زلزلہ عظیم کے متعلق بتایا ہے۔ اور اس الہام کے متعلق سابقہ تشریحات کو 'عالم اخفاء' کی تاریک قبر میں دفن کرتے ہوئے وہی پرانا عذر کیا ہے کہ سابقہ زمانہ میں اس بات کی طرف میرا ذہن منتقل نہ ہو سکا۔ جس کا نتیجہ صاف ہے کہ مرزا جی کا کوئی بھی بیان صاف گو، راست باز انسانوں سا نہیں ہے۔

'یاد رہے کہ ان دونوں زلزلوں کا ذکر میری کتاب براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے جو آج سے پچیس برس پہلے اکثر ممالک میں شائع کی گئی تھی۔ اگرچہ اس وقت اس خارق عادت بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہو سکا۔ پیش گوئی براہین احمدیہ میں زلزلے کے بارے میں یہ ہے۔ میں اپنی چمک دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا' پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔ الفتنة ھھنا فاصبر کما صبر اولوالعزم فلما تجلی ربه للجبل جعله دکاً قوة الرحمان لعبید الله الصمد۔ عربی کا ترجمہ یہ کہ خدا فرماتا ہے کہ ان دنوں میں تیرے پر ایک فتنہ برپا کیا جائے گا۔ پس خدا تجھے بری کرنے کے لیے ایک نشانی دکھائے گا اور وہ یہ کہ پہاڑ پر اس کی تجلی ہو گی۔ اور پہاڑ کو پارہ پارہ کر دے گا۔ یہ خدا کی قوت سے ہو گا تا وہ اپنے بندہ کے لیے نشان دکھاوے۔

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۷' ریویو آف ریلیجنز صفحہ ۲۴۳ ج ۴ نمبر ۶ جون ۱۹۰۵ء)

مولانا معمارؒ قادیانیوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں مرزائیو! ایمان و دیانت کو ملحوظ رکھ کر سوچو کہ تمہارے نزدیک مسیح موعود صادق نبی بننے والے انسان کو اسی قدر دیانت و امانت' راست گوئی و راست روی یا بالفاظ دیگر اسی قدر لفاظی ولسانی' مغالطہ ومبالغہ' دورخی سہ رخی کی ضرورت ہے یا اس سے بھی زیادہ کی؟ (مغالطات مرزا۔ مصنفہ عبداللہ معمار)

جب ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں زلزلہ آیا تو مرزا صاحب نے اس کو اپنے حق میں بتایا تھا۔ اس پر مولانا امرتسریؒ نے اخبار اہل حدیث میں ایک نوٹ لکھا جو درج ذیل ہے

'خدا کی شان جب بھی ملک میں کوئی آفت بندوں کی شامت اعمال سے آتی ہے ہمارے کرشن جی مہاراج اس کو اپنی ہی بدولت قرار دیتے ہیں۔ گویا وہ اسی طاق میں رہتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں سے کوئی بری آواز آئے تو احمقوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کا موقع ان کو ملے۔ اسی لیے ہم نے اہل حدیث مورخہ ۷۔ اپریل ۱۹۰۵ء میں اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ دیکھیں قادیانی کرشن جی اپنے الہامی تھیلے (براہین احمدیہ) سے زلزلہ کی بابت کون سا الہام بنائیں گے؟ چنانچہ ۴ اپریل کے بھونچال کی بابت بھی آپ نے ایک اشتہار الدعوۃ دیا ہے جس میں لکھتے ہیں کہ یہ زلزلہ میرے مکذبوں کی سزا ہے اور میں نے براہین احمدیہ میں یہ پیش گوئی لکھی ہوئی ہے اور اشتہار الوصیت میں جو اخبار الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا ہے میں نے لکھ دیا تھا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ 'موتا موتی لگ رہی ہے اور مجھے دکھایا گیا ہے کو ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے۔ نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی نہ عارضی سکونت۔ مقاموں اور عارضی سکونت گاہوں پر آفت آئے گی' (مولانا کہتے ہیں) مگر افسوس ہے کہ ابھی تک دنیا میں دانا اور محقق موجود ہیں۔ سارا اشتہار الوصیت ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں عبارت مذکور کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوا ہے' یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی' یہ فقرہ صاف بتا رہا ہے کہ آپ کا اشتہار الوصیت طاعون کی خبر دیتا ہے نہ کہ بھونچال کی۔ لیکن جب آپ (مرزا) نے دیکھا کہ بھونچال سخت آیا ہے تو اس کو بھی نعمت غیر مترقبہ جان کر فوراً اشتہار دے دیا کہ میں نے پہلے ہی براہین احمدیہ میں کہہ دیا تھا۔ کوئی پوچھے کیا کہا تھا؟ کہاں کہا تھا؟ کوئی نشان نہیں۔ کیا کوئی کرشن پنتھی ہم کو الہامی تھیلہ (براہین احمدیہ) سے وہ الفاظ بتلا سکتا ہے جو اس زلزلہ کے متعلق کرشن جی نے کہے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ مارچ

کے مہینے میں مجھے خدا نے بذریعہ وحی کے بتلا دیا تھا کہ 'مکذبوں کو ایک نشان دکھایا جاوے گا' اور خدا نے مکذبوں کو ایک نشان دکھایا ہے' کون پوچھے کہ (بقول الحکم قادیان مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء ص ۹) کرشن جی (مرزا) کے خطرناک دشمن امرتسر میں خاندان غزنویہ۔ مولوی احمد اللہ صاحب اور یہ خاکسار ہیں۔ بٹالہ میں جناب مولوی محمد حسین صاحب ہیں۔ لیکن یہ کس قدر آپ کے حق میں افسوس کا مقام ہے کہ سب کے سب خطرناک دشمن بالکل بخیر و عافیت ہیں لیکن بجائے اس کے گورنمنٹ کے اعلیٰ افسر یورپین اور فوج بھاگسو میں زلزلہ کی بھینٹ چڑھی۔ تو بتلاؤ یہ نشان کن مکذبوں کو دکھایا گیا؟ ہاں یاد آیا، گورنمنٹ انگریزی وہی تو ہے جس کو آپ (اپنے) رسالہ 'راز حقیقت' میں اولوالامر قرار دے کر اپنے مریدوں کو حکم دیتے ہیں کہ انگریزی حکومت کو اولوالامر سمجھ کر اطاعت کریں۔ پس بتلاؤ ایسی مکذب گورنمنٹ کو اولوالامر قرار دینا منافقانہ خوش آمد تو نہیں؟ کیا ہی لطیفہ ہے کہ مکذبوں کو نشان دکھانے کو بھونچال آوے مگر خود بدولت (مرزا) پر بھی اس کا یہ اثر ہوا کہ آپ اپنا پختہ مکان چھوڑ کر جنگل میں ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں۔ کیوں نہ ہو، آخر خوف ہوگا کہ نشان دکھاتے دکھاتے خود بھی نہ دیکھ لیں'۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء)

۱۹۰۵ء کے زلزلے کے انتیس (۲۹) سال بعد بہار میں سخت زلزلہ آیا۔ اس وقت اگرچہ مرزا صاحب زندہ نہیں تھے لیکن مرزائیوں نے اس سخت زلزلے کو بھی مرزا صاحب کی صداقت کے ثبوت میں پیش کرنا شروع کر دیا کہ انہوں نے پہلے ہی ایک نمونہ قیامت زلزلہ عظیمہ کی پیش گوئی کی ہوئی ہے۔ مولانا امرتسریؒ اس بات کا نوٹس لیتے ہوئے 'زلزلہ بہار کا اثر قادیان میں' کے عنوان سے لکھتے ہیں

اہل حدیث مورخہ ۹ فروری ۱۹۳۴ء میں ایک مضمون چھپا تھا جس کا عنوان تھا 'زلزلہ بہار سے قادیانی قلعہ گر پڑا' اس میں ہم نے مرزا صاحب کی تحریرات سے حوالہ دیا تھا کہ مرزا صاحب نے لکھا ہوا ہے کہ زلزلہ عظیمہ میری زندگی میں آئے گا۔ نیز موسم بہار میں آئے۔ نیز صبح کے وقت آئے گا۔ یہ تین شرطیں ہم نے مرزائی کتب کے حوالہ سے ثابت کر دی تھیں اور نتیجہ نکالا تھا کہ زلزلہ عظیمہ بہار چونکہ نہ موسم بہار میں آیا نہ صبح کے وقت آیا نہ مرزا صاحب کی زندگی میں آیا لہذا مرزا صاحب کی پیش گوئی غلط اور نبوت باطل۔

قادیان سے اس کا جو جواب نکلا اس کا خلاصہ یہ ہے

۱۔ مرزا صاحب نے زلزلہ کی بابت دعا کی تھی۔ خداوند نے اس کو پیچھے ہٹا دیا۔

۲۔ ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو موسم بہار تھا۔

۳۔ صبح کے وقت کا جواب نہیں دیا۔

اور قادیانی مجیب کے اپنے الفاظ یہ ہیں ’(مرزا صاحب کی) زندگی میں زلزلہ نہ آنے کا تو اللہ تعالیٰ حقیقت الوحی میں ص ۱۰۰ پر بذریعہ الہام فیصلہ فرما چکا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے رب اخر وقت ھذا۔ اخرہ اللہ الی وقت مسمی یعنی اے خدائے بزرگ زلزلہ کے ظہور میں کسی قدر تاخیر ڈال دے۔ خدا نمونہ قیامت کے زلزلہ کے ظہور میں ایک وقت مقرر تک تاخیر ڈال دے گا‘ اور اس کے نیچے حاشیہ میں بھی حضرت (مرزا) صاحب نے لکھ دیا ہے ’میں نے دعا کی کہ اس زلزلہ نمونہ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے۔ اس دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا ہے اور جواب بھی دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے رب اخر وقت ھذا اخرہ اللہ الی وقت مسمی یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ڈال دیا‘ باقی رہا یہ امر کہ موسم بہار میں زلزلہ آنے کی پیشگوئی ہے اور یہ موسم بہار کا نہیں۔ کاش اگر ثناء اللہ اس اعتراض کو لکھنے سے قبل کسی باغ میں چلا جاتا اور دیکھتا کہ ابتدائے بہار ہے یا نہیں؟ تب شاید اس کو اس کی مسخ شدہ ضمیر بھی اس اعتراض کو اٹھانے سے روک کر مزید ذلت وخواری سے بچا لیتی۔ ورنہ اگر اسی براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۹۲ و ۹۳ پر جہاں سے اس نے حوالہ نقل کیا ہے کہ ’وہ زلزلہ میری زندگی میں آئے گا‘ انہی کو تمام وکمال پڑھ لیتا تو اس کو ابتدائے بہار اور وقت زلزلہ بھی معلوم ہو جاتا۔ بہرحال ’جائے استاد خالی است‘ کے مطابق خدا کو یہ بھی منظور تھا کہ ایک طرف ثناء اللہ کا دعویٰ انا خیر ٹوٹے۔ اور دوسری طرف اس کو تکذیب کی ذلت وخواری نصیب ہو۔ لو میں وقت اور ابتدائے بہار میں ص ۹۳ براہین احمدیہ پنجم سے پڑھ کر سناتا ہوں۔ کان کھول کر سنو۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں ’خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس وقت آؤں گا کہ جب دل سخت ہو جائیں گے۔ اور زلزلہ کے آنے کے خیال سے لوگ اطمینان حاصل کر لیں گے۔ اور خدا فرماتا ہے کہ میں مخفی طور پر آؤں گا۔ اور میں ایسے وقت آؤں گا کہ کسی کو بھی اطلاع نہیں ہو گی۔ یعنی لوگ اپنے دنیا کے کاروبار میں سرگرمی

اور اطمینان سے مشغول ہوں گے۔ اور اس سے پہلے لوگ تسلی کر بیٹھے ہوں گے کہ زلزلہ نہیں آئے گا اور اپنے تئیں بے خطر اور امن میں سمجھ لیا ہوگا۔ تب یک دفعہ یہ آفت ان کے سروں پر آئے گی۔ مگر خدا فرماتا ہے کہ وہ بہار کے دن ہوں گے۔ آفتاب بہار کی صبح میں نمودار ہوگا۔ اور خزاں کی شام میں غروب کرے گا۔ تب کئی گھروں میں ماتم پڑے گی۔ (فاروق ص۱۱ کالم ۲ و ۳ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۳۴ء) (مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں) ۱۵ جنوری کو موسم بہار کہنا ان لوگوں کا کام ہے جو ہندوستان میں نہ رہتے ہوں۔ ورنہ ہندوستان میں رہنے والے جانتے ہیں کہ ماہ جنوری سخت سردی کا زمانہ ہے۔ اس لیے شملہ وغیرہ پہاڑی مقامات پر جنوری میں موسم سرما کی تعطیلات ہوتی ہیں۔ ہندی حساب سے ماگھ کا مہینہ سردیوں کا مہینہ ہے اور ماہ پھاگن سے موسم بدلتا ہے۔ اس لیے ۱۵ جنوری کو موسم بہار کہنا انہی لوگوں کا کام ہے جو دمشق سے قادیان مراد لینے میں بھی نہیں جھجکتے اور کوئی عقل مند تو اس کو قبول نہیں کرے گا۔ ہم نے (قادیانی) مجیب کا حوالہ خوب پڑھا ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ مجیب نے محض حمایت مرزا میں ہم کو الزام دیا ہے ورنہ حوالہ مذکور کو مجیب بغور پڑھتا تو شرمندہ ہو کر خود ہی خاموش ہو رہتا۔ مگر شرم و حیا جس جوہر کی فرع ہے وہ کمیاب ہے۔ مقام مذکور کی عبارت ہمارے سامنے ہے۔ ہم وہ ساری عبارت نقل کر کے قادیان کے ارکان اور دیگر اعیان اسلام سے انصاف چاہتے ہیں۔ پس غور سے سنیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

’اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور تیس برس کی مدت گزر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی (۸۰) برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ پس اس صورت میں اگر خدا تعالیٰ نے اس آفت شدیدہ کے ظہور میں بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سالہ ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آ جائے‘۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ ج۵ ص۹۷)

ناظرین کرام! اس عبارت میں مرزا صاحب نے آج کل کے (مرزائی) مجیبوں کو جواب دیا ہے کہ باوجود تاخیر کے بھی زلزلہ میری زندگی ہی میں آئے گا۔ اب بتائیے کہ مرزا صاحب تو ہر حال میں زلزلہ کا وقوع اپنی زندگی میں قرار دیں ان کے مریدین ان کی وفات کے ۲۵ سال بعد تک اس کو ممتد کریں تو کیا یہ مثال صادق نہ آئے گی۔

من چہ مے سرائم وتنبورہ من چہ سرائد

(اہل حدیث امرتسر ۲ مارچ ۱۹۳۴ءص ۴۔۵)

اس تحریر کے دو ہفتے بعد مولانا امرتسری نے پھر اس موضوع پر قلم اٹھایا اور 'زلزلہ در قادیان' کے عنوان سے لکھا

' غلغلہ غضب خدا شد بلند زلزلہ در گور غلام احمد فگند

۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کا دن کیسا منحوس تھا کہ ادھر صوبہ بہار کو اس نے جسمانی صورت میں تباہ کیا ادھر معنوی طور پر قادیان کو برباد کیا، جس کی شان میں یہ شعر پڑھا جاتا تھا

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

عرصہ ہوا اس شعر کا جواب دیا گیا تھا

چہ گویم باتو گر آئی چہادر قادیان بینی
وبا بینی خزاں بینی غرض دارالزیاں بینی

مگر اب تو اس شعر کی بجائے یوں ہونا چاہیے

چہ گویم باتو گر آئی چہادر قادیان بینی بلا بینی خزاں بینی زلازل رانشاں بینی

اس دعویٰ کے متعلق ہم نے سابق میں دو مضمون لکھے ہیں۔ ایک ۹ فروری ۱۹۳۴ء کو اور دوسرا ۲ مارچ ۱۹۳۴ء کو۔ اس اثناء میں قادیانی اخباروں میں دھوم تھی کہ میاں بشیر احمد (پسر مرزا صاحب قادیانی) زلزلہ پر بسیط مضمون لکھ رہے ہیں۔ ہم نے سمجھا کہ خوب لکھیں گے اور ہماری طرف سے جو مضامین اس بارے میں نکل چکے ہیں ان کا جواب بھی کافی دیں گے۔ اس خیال سے ہم اس کے دیکھنے کو چشم براہ تھے۔ آخر وہ مضمون اخبار الفضل مورخہ ۴ مارچ ۱۹۳۴ء میں آیا اور ٹریکٹ کی صورت میں بھی پہنچ گیا۔ مضمون دیکھنے سے اتنا تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والا نہ صرف اصلی معنی میں باپ کا بیٹا ہے بلکہ اتباع میں پورا متبع ہے۔ یعنی جس طرح مرزا صاحب متوفی کی تصنیفات میں الفاظ کی بھرمار اور عبارت کی طوالت، استاد غالب کے اس شعر کی تصدیق کرتی تھی

ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لیے

(یہی حال مرزا بشیر احمد کا ہے) ہمارے دونوں گزشتہ مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ زلزلہ آنے کی پیشگوئی مرزا صاحب نے کی تھی، مگر اس کا وقوع اپنی زندگی سے مخصوص کیا تھا۔ یہاں تک کہا تھا کہ میری زندگی میں نہ آئے، تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ ہم منتظر تھے کہ صاجزادہ صاحب اس اعتراض کو اٹھائیں گے، لیکن دیکھنے سے یقین ہو گیا کہ شیر کے پنجے سے چھوٹنا ممکن ہے مگر 'اہل حدیث' کی گرفت سے نکلنا کارے دارد۔ صاجزادہ نے کمال کیا کہ طوالت دینے کے لیے اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کی بحث چلائی ،اس لیے یہ بھی ان کا فرض تھا کہ اس زمانہ کا اہل حدیث سامنے رکھ کر آگے چلتے۔ (مولانا یہاں اپنی ۱۹۰۵ء والی پرانی تحریر نقل کر کے لکھتے ہیں کہ) خیر یہ بات تو رفت گذشت ہوئی۔ اب جو صوبہ بہار میں زلزلہ عظیمہ آیا تو قادیانی پریس کے وارے نیارے ہو گئے۔ لاہوری اور قادیانی بالاتفاق اس کو اپنے حق میں نعمت غیر مترقبہ جان کر بہت خوش ہوئے۔ لیکن اہل حدیث کی 'ہوں' کے بعد لاہوری تو کھسک گئے مگر قادیانی جو اصل گدی کے مالک ہیں، کیسے کھسک سکتے ہیں۔ اس لیے وہ مقابلہ پر آئے۔ سب سے پہلے میاں محمود کی ڈیوڑھی کا...... آگے آیا۔ جس کو اہلحدیث مورخہ ۲ مارچ (۱۹۳۴ء) میں دھتکار دی گئی۔ اس کے بعد صاجزادہ بشیر احمد آگے بڑھے۔ پس اب ہمارا خطاب انہی صاجزادہ سے ہے۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ میاں بشیر احمد نے بہت تطویل سے کام لیا ہے۔ مگر ہم ان کی عبارت طویلہ سے اصل روح نکال کر ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں، آپ لکھتے ہیں

'الغرض حضرت مسیح موعود کی پیش گوئی کے بعد آپ کی زندگی میں دنیا کے مختلف حصوں میں بڑے سخت زلزلے آئے اور بعض آپ کی وفات کے بعد آئے (جیسا کہ اٹلی جاپان چین وغیرہ کے تباہ کن زلزلے) اور بعض آئندہ آئیں گے اور یہ خدا ہی کو علم ہے کہ وہ کب کب اور کہاں کہاں آئیں گے اور ان کے نتیجہ میں کیا کیا تباہی مقدر ہے؟ مگر وہ تباہ کن زلزلہ جو حال ہی میں ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو ہندوستان کے شمال مشرق میں آیا ہے جس نے صوبہ بہار اور ریاست نیپال اور بنگال کے بعض حصوں میں ایک قیامت برپا کر رکھی ہے وہ ایک ایسا زلزلہ ہے کہ اس میں ۱۹۰۵ء کے شمال مغربی ہندوستان والے زلزلہ کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ کے الہامات وکشوف

میں تصریح اور تعیین پائی جاتی ہے اور یوں نظر آتا ہے کہ گویا خدائی ہاتھ معین طور پر اشارہ کر رہا ہے کہ یہ زلزلہ ان خاص زلزلوں میں سے ایک ایسا زلزلہ ہے جس کے متعلق تعین اور صراحت کے ساتھ خبر دی گئی تھی۔

حضرت مسیح موعود کے الہامات اور کشوف سے پتہ لگتا ہے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء والے زلزلے کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مندرجہ ذیل علامات مقرر تھیں۔ یعنی منجملہ بعض اور علامات کے ذیل کی پانچ علامات اس کے لیے بطور خاص مقرر کی گئی تھیں۔

اول : اس زلزلہ میں خطرناک تباہی آئے گی، اور اس کے ساتھ پانی کا سیلاب بھی ہوگا۔

دوم : یہ زلزلہ نادر شاہ بادشاہ افغانستان کے قتل کے بعد اس کے قریب کے زمانہ میں ہوگا۔

سوم : یہ زلزلہ موسم بہار میں آئے گا۔

چہارم: یہ زلزلہ ہندوستان کے شمال مشرقی علاقہ میں آئے گا۔

پنجم : یہ زلزلہ مرزا بشیر احمد کی زندگی میں آئے گا اور وہی ابتداً اس پیشگوئی کی طرف توجہ دلانے والا ہوگا۔

یہ وہ پانچ علامات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آج سے قریباً ۲۸ سال پہلے اس زلزلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود پر ظاہر فرمائیں۔ اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ باتیں کس طرح من وعن پوری ہوئیں۔ (الفضل ۴ مارچ ۱۹۳۴ء۔ ٹریکٹ ص ۱۷)

(مولانا لکھتے ہیں کہ) مرزا بشیر کی تقریر کا خلاصہ اور روح صرف اتنی ہی ہے کہ اپریل ۱۹۰۵ء کے بعد جس شدید زلزلہ کے آنے کی خبر مرزا صاحب متوفی نے دی تھی وہ وہی ہے جو ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو صوبہ بہار میں آیا۔ ہم اس پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔ تاکہ مسافت جلدی طے ہو۔ آپ کے بڑے بھائی خلیفہ قادیان (مرزا محمود) بھی یہی کہتے ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں' ۴ اپریل ۱۹۰۵ کے زلزلہ عظیمہ کے بعد جو ضلع کانگڑہ میں شروع ہوا تھا حضرت مسیح موعود کو اور زلزلہ کے متعلق الہام ہوا جو اپنی شدت میں پہلے زلزلہ سے بڑھ کر ہونا تھا۔ تو اس وقت کے احمدیوں کی تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ عام خیال یہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ دوسرا آنے والا زلزلہ بھی اسی علاقہ میں آئے گا۔ مگر اس کے بعد حضرت مسیح موعود نے ایک رؤیا دیکھی جس میں انہوں نے میاں بشیر احمد صاحب کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ زلزلہ اب شمال مشرق کی طرف چلا گیا ہے۔ سابقہ زلزلہ ہندوستان کے

شمال مغرب یعنی پنجاب کے علاقہ میں تھا۔ اوراس رؤیا کے مطابق اب یہ موجودہ زلزلہ جو ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو واقعہ ہوا علاقہ منگھیر دربھنگہ اور نیپال وغیرہ میں واقعہ ہوا ہے جو ہندوستان کا شمال مشرقی حصہ ہے۔' (الفضل ۔۴۔فروری ۱۹۳۴ء۔ص۲)

(مولانا فرماتے ہیں کہ) اہل حدیث اب دونوں بھائیوں (مرزا محمود اور مرزا بشیر) کے بیان کی تصدیق کرتا ہے کہ واقعی ۱۹۰۵ء کے بعد نمونہ قیامت زلزلہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو آیا۔ بس اب مطلع صاف ہے کہ ۱۹۰۵ء کے بعد جو نمونہ قیامت زلزلہ آنے والہ تھا اس کے متعلق مرزا صاحب کے اپنے الفاظ کیا ہیں، وہ غور سے سنئے اور دل کی لوح پر نوٹ کر لیجئے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں

'ایسا ہی آئندہ زلزلہ کی نسبت جو پیش گوئی کی گئی ہے وہ کوئی معمولی پیش گوئی نہیں۔ اگر وہ آخر کو معمولی بات نکلی یا میری زندگی میں اس کا ظہور نہ ہوا تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ مجھے خدا تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ آفت جس کا نام اس نے زلزلہ رکھا ہے نمونہ قیامت ہوگا اور پہلے سے بڑھ کر اس کا ظہور ہوگا' (ضمیمہ براہین حصہ پنجم ص۹۲۔۹۳)

(مولانا لکھتے ہیں کہ) ناظرین للہ غور فرمائیں کہ منطقی صورت میں ہمارے قیاس کے وہ جزء ہیں۔

۱۔ ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء والہ زلزلہ بالاتفاق نمونہ قیامت ہے۔

۲۔ نمونہ قیامت زلزلہ کو مرزا صاحب نے اپنی زندگی سے وابستہ کیا تھا۔

اور نتیجہ صاف ہے کہ چونکہ نمونہ قیامت، موعودہ زلزلہ مرزا صاحب کی زندگی میں نہیں آیا اس لئے ہم مرزا صاحب کے ارشاد کے ماتحت مجبور ہیں کہ مرزا صاحب کے حق میں یہ اعتقاد رکھیں کہ مرزا صاحب خدا کی طرف سے نہ تھے۔ خدا کی طرف سے نہ تھے۔ تو پھر کیا تھے؟

چند باتیں میاں بشیر کی باقی رہ گئیں۔

۱۔ زلزلہ سے خطرناک تباہی آئے گی اور پانی کا سیلاب بھی ہوگا (اس کا جواب یہ ہے کہ) تباہی آئے گی اور سیلاب بھی ضرور ہوگا، مگر مرزا صاحب کی زندگی میں۔

۲۔ یہ زلزلہ نادر شاہ، بادشاہ افغانستان کے قتل کے بعد، اس کے قریب کے زمانہ میں آئے گا۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ) کنگ نادر شاہ کے قتل کے بعد اس کا ثبوت

مرزا صاحب کے کلام میں نہیں، محض آپ کا شاعرانہ تخیل اور نکتہ بعد الوقوع ہے۔

۳۔ زلزلہ موسم بہار میں آئے گا (جواب) ہم مانتے ہیں۔لیکن ۱۵ جنوری کو موسم بہار نہیں ہوتا، بلکہ بعد ختم جنوری ہوتا ہے۔

۴۔ شمالی علاقہ میں آئے گا۔(مرزا بشیر احمد کا یہ جواب) ہمارے مخالف نہیں بلکہ مرزا غلام احمد کے مخالف ہے جو کہتے ہیں . بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی (زلزلہ والی) میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی' (ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۹۷) کون نہیں جانتا کہ مرزا صاحب کا ملک پنجاب ہے، صوبہ بہار نہیں۔

۵۔ میاں بشیر کی زندگی میں آئے گا (کا جواب یہ ہے) ان کی زندگی میں آئے۔ ہمیں کیا؟ مگر ان کے ساتھ ان کے والد ماجد کا ہونا بھی ضروری ہے جو ان کی عبارت میں منصوص ہے۔

(مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں) ناظرین کرام یہ تو ہے خاندان نبوت قادیان کے بیانات کی تفصیل اور اس پر بحث۔ اب ذرا نمک خوروں کی بھی سن لیجئے کہ وہ اپنے مالک کی بات بنانے کی کیا کوشش کر رہے ہیں۔الفضل کا ایڈیٹر لکھتا ہے

'مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس سے تو انکار نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے ایک قیامت خیز زلزلہ آنے کی خبر دی تھی۔ اور وہ زلزلہ آ بھی گیا۔ اور اس کے متعلق جو خبر دی گئی وہ پوری ہوگئی۔ لیکن ان (ثناء اللہ) کے نزدیک اس زمانہ میں نہیں آیا جو اس کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اگر مولوی صاحب کے دل میں کچھ بھی خوف خدا ہوتا تو وہ اتنی عظیم الشان خبر کے پورا ہونے پر اس سے انکار کی بنا اپنے قیاس پر نہ رکھتے۔ جو زمانہ کی تعیین کے متعلق انہوں نے کیا۔ اور علیم وخبیر خدا کے مقابلہ میں اپنے فہم و قیاس کو ناقص قرار دے کر سمجھ لیتے کہ اس کے پورا ہونے کا وہی زمانہ تھا جبکہ خدا نے اسے پورا کیا'

(الفضل ۲۲ فروری ۱۹۳۴ء ص ۳)

(مولانا کہتے ہیں کہ) ناظرین حیران ہوں گے کہ یہ کیا جواب ہے۔ ہم تو مدعی (مرزا صاحب) کا اپنا بیان پیش کرتے ہیں کہ میری (یعنی مرزا کی) زندگی میں آئے گا۔ مگر وکیل مدعی، ہمارے سر تھوپتے ہیں کہ تم اپنے قیاس سے کہتے ہو۔ خدا نے جس وقت چاہا

وعدہ پورا کر دیا۔ اے جناب! یہ کسی ایسے شخص کو سناؤ جو خدا کو ایک وعدہ خلاف معشوق کی طرح جان کر اس کی وعدہ خلافی کا یوں عذر کرے ۔

وہ نہ آئیں شب وعدہ تو تعجب کیا ہے رات کو کس نے ہے خورشید درخشاں دیکھا ہمارا خدا تو وہ ہے جس کی شان ہے کہ لاتخلف المیعاد وہ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔ خاص کر انبیا کرام سے جو وعدہ کرے اس بات کی بابت تو مؤکد ارشاد ہے لاتحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ۔ ان اللہ عزیز ذوانتقام یعنی ہرگز خیال بھی مت کرو کہ خدا اپنے رسولوں سے وعدہ کر کے خلاف کریگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا غالب بدلہ لینے والہ ہے

ہم کسی وعدہ خلاف انسان کو دوست بھی نہیں بناتے کیونکہ شیخ سعدی منع فرما چکے ہیں

دوستی رانشائد ایں غدار ؎

تو ایسے وعدہ شکن کو ہم خدا کیسے مان لیں۔ ہرگز نہیں۔ خدا سچا ہے اس کے نام سے جھوٹی خبر بتانے والہ جھوٹا ہے۔

(مولانا فرماتے ہیں) اس کے بعد اڈیٹر الفضل حق نمک ادا کرتا ہوا لکھتا ہے

'مولوی (ثناء اللہ) صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ وہ قیامت خیز زلزلہ جس کی خبر حضرت مسیح موعود (مرزا) نے دی تھی۔ وہ آپ کی زندگی میں آنا چاہیے تھا۔ اور بہار کے موسم میں آنا چاہئے تھا۔ مگر حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک ہی زلزلہ کے آنے کی خبر دی ہوتی اور اس کو اپنی زندگی میں آنا ضروری قرار دیا ہوتا مگر وہ آپ کی زندگی میں نہ آتا تو مولوی صاحب کہہ سکتے تھے کہ آپ کی زندگی کے بعد جو قیامت خیز زلزلہ آیا ہے اسے آپ کی پیشگوئی کے مطابق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کو متعدد زلزلوں کے آنے کی خبریں دی گئیں۔ اور آپ نے متعدد زلزلوں کے آنے کا کھول کھول کر ذکر فرمایا۔ جیسا کہ آپ کے حسب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے

'کئی مرتبہ زلزلوں سے پہلے اخباروں میں میری طرف سے شائع ہو چکا ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے زلزلے آئیں گے'

'یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیش گوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے۔ ایسا ہی یورپ میں بھی آئے۔ اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات پر آئیں گے۔ اور ان میں قیامت کا نمونہ ہونگے' اور اسی سلسلہ میں

اہل ہند کو خاص طور پر مخاطب کر کے (مرزا صاحب) تحریر فرماتے ہیں

'کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے، یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شائد ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے'

اور 'میں سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے'

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر کئی ایک زلزلوں کے آنے کی خبر دی۔ اور ان میں سے بعض کو قیامت کا نمونہ قرار دیا۔ پھر ہندوستان میں کئی زلزلے آنے سے مطلع کیا۔ اور دوسرے ممالک کی نسبت زیادہ ہولناک اور تباہ کن زلزلے آنے کا اعلان کیا۔ جب یہ صورت ہے تو پھر ان الفاظ کو لے کر جن میں کسی زلزلہ کا آپ کی زندگی میں مذکور ہو، آپ کی وفات کے بعد آنے والے زلزلوں سے انکار کرنا اور آپکی پیش گوئی کے خلاف قرار دینا، حد درجہ کی بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟ مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو الفاظ پیش کئے ہیں وہ ایسے ہی زلزلہ کے متعلق ہیں جو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں آنے والہ تھا اور وہ آپ کی زندگی میں ہی آیا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں

'میں نے پھر ایک پیشگوئی کی تھی کہ اس زلزلہ کے بعد بہار کے دنوں میں پھر ایک اور زلزلہ آئے گا۔ اس الہام کی پیش گوئی کی ایک عبارت یہ تھی 'پھر بہار آئی خدا کی بات پوری ہوئی' چنانچہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو وہ زلزلہ آیا۔ اور کوہستانی جگہوں میں بہت سا نقصان جانوں اور مالوں کے تلف ہونے سے ہوا۔' (حقیقت الوحی، ص ۲۲۱)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں بھی ہندوستان میں زلزلہ آیا اور بہار کے موسم میں ہی آیا۔ پس جب ایسا زلزلہ مقررہ وقت اور مقررہ موسم میں آچکا ہے تو اب اسے نظر انداز کر کے وقت اور موسم کا اعتراض بالکل فضول ہے۔ خاص کر اس صورت میں جبکہ اس زلزلہ کا ذکر کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود تحریر فرما چکے ہیں

'یقیناً یاد رکھنا چاہیے کہ بعد اس کے سخت زلزلے آنیوالے ہیں۔ خاص کر پانچواں زلزلہ

جو قیامت کا نمونہ ہوگا' (حقیقت الوحی، ص ۲۲۱)

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ پہلے زلزلوں کے بعد آنے والے زلزلے ہیں۔ اور ان کے متعلق قطعاً یہ شرط نہیں ہے کہ وہ آپ (مرزا) کی زندگی میں آئیں گے۔ اب مولوی ثناء اللہ صاحب بتائیں۔ خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر بتائیں۔ اپنی موت کو اور اس امر کو ذہن میں مستحضر کر کے کہ آخر ایک روز اس خدا کے سامنے جانا ہے جو دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے اور جس کے سامنے کوئی چالاکی کوئی ہوشیاری اور کوئی تلبیس نہیں چل سکتی۔ بتائیں کہ کیا ان حوالوں سے یہ امر ظاہر نہیں ہوتا کہ اپنی زندگی اور بہار کے دنوں میں جس زلزلہ کی پیش گوئی حضرت مسیح موعود نے ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں کی تھی وہ آپ کی زندگی میں ہی پوری ہو چکی۔ اور وہ زلزلہ جو' قیامت کا نمونہ' ہوگا۔ اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے بعد آنے والا تھا۔ اور بعد میں آیا۔ جس کے قیامت کا نمونہ ہونے کا سب لوگ اقرار کر رہے ہیں'۔ (الفضل ۲۴ فروری ۱۹۳۴ء ص ۴)

(مولانا فرماتے ہیں) ہم نے الفضل کی ساری عبارت نقل کرنے میں بخل نہیں کیا تا کہ ناظرین کو حق و باطل میں تمیز کرنے کا کافی موقع مل سکے۔ سنئے۔ ہم اللہ کو ناظر اور اپنے آپ کو میدان محشر میں حاضر جان کر جواب دیتے ہیں۔ آپ کی اس لمبی تحریر کا مدعا صرف اتنا ہے کہ جس زلزلہ کو مرزا صاحب نے اپنی زندگی سے وابستہ کیا تھا وہ ان کی زندگی میں ہو چکا۔ بہت اچھا۔ مگر تصرف قدرت دیکھئے کہ آپ یہ بھی مانتے ہیں کہ نمونہ قیامت زلزلہ یہی ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء والا ہے جو بعد مرزا صاحب کے آیا۔ اس کے لئے حیات مرزا شرط نہ تھی۔ گو ہم پہلے خلیفہ قادیان (محمود) اور میاں بشیر احمد کے بیان سے بتا آئے ہیں کہ ۱۵ جنوری والا زلزلہ وہی ہے جو ۱۹۰۵ء کے موعودہ تھا۔ اور وہی ہے جو بقول مرزا صاحب پنجاب سے پورب کی طرف چلا گیا۔ اب سنئے کہ جو زلزلے آپ نے مرزا صاحب کی زندگی میں بتا کر ان پر قناعت کی ہے اور اہل حدیث کو احمدیہ لٹریچر سے غیر ماہر بتایا ہے ذرا ان کی حقیقت بھی خود مرزا صاحب کے الفاظ میں سنئے۔ مرزا صاحب، ہاں ہاں آپ کے مسیح موعود فرماتے ہیں۔

'وحی الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ زلزلے آئیں گے اور پہلے چار زلزلے کسی قدر ہلکے اور خفیف ہوں گے اور دنیا ان کو معمولی دیکھے گی۔ پھر پانچواں زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا

کہ لوگوں کو سودائی اور دیوانہ کردے گا یہاں تک کہ وہ تمنا کریں گے کہ وہ اس دن سے پہلے مرجاتے۔ اب یاد رہے کہ اس وحی الٰہی کے بعد اس وقت تک جو ۲۲ جولائی ۱۹۰۶ء ہے اس ملک میں تین زلزلے آچکے ہیں۔ یعنی ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء' ۲۰ مئی ۱۹۰۶ء اور ۲۱ جولائی ۱۹۰۶ء۔ مگر غالبا خدا کے نزدیک یہ زلزلوں میں داخل نہیں ہیں کیونکہ بہت ہی خفیف ہیں۔ شائد چار زلزے پہلے ایسے ہوں گے جیسا کہ ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کا زلزلہ تھا اور پانچواں قیامت کا نمونہ ہوگا' (حقیقۃ الوحی، ص۹۲ کا حاشیہ)

ناظرین مرزا صاحب اور ایڈیٹر صاحب (قادیانی اخبار) دونوں کا کلام سامنے رکھ کر اس مثال کی صحت پر پہنچیئے کہ اسی کو کہتے ہیں مدعی سست گواہی چست۔ مرزا صاحب خود ان سارے زلزلوں کو اتنا خفیف کہتے ہیں کہ خدا کے نزدیک وہ زلزلے ہی نہیں مگر تنخواہ دار ان کو نمونہ قیامت کا مصداق بناتے ہیں۔

ہم مرزا صاحب کی عبارت آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ اور فیصلہ آپ کے ضمیر پر چھوڑتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ 'مجھے خدا خبر دیتا ہے کہ وہ زلزلہ نمونہ قیامت ہوگا اور پہلے سے بڑھ کر اس کا ظہور ہوگا' (ضمیمہ براہین احمدیہ، ج ۵ ، ص۹۳)۔

بتائیے یہ زلزلہ مرزا صاحب کی زندگی میں آچکا تھا یا صوبہ بہار میں ۱۵ جنوری (۱۹۳۴ء) کو آیا ہے۔ اگر بحوالہ حقیقت الوحی جواب دیں کہ زندگی میں ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو آچکا تو مرزا صاحب کی عبارت منقولہ حقیقت الوحی ص۹۳ اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ اس میں اس زلزلہ کہ بہت خفیف کہا ہے۔ اور اگر کہیں کہ یہ نمونہ قیامت (مرزا کی) زندگی کے بعد ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو آیا ہے اور اس کے لئے حیات مرزا 'شرط نہ تھی' تو خود مرزا صاحب کے خلاف ہے کیونکہ وہ اسی نمونہ قیامت زلزلہ کو اپنی زندگی سے وابستہ کرتے ہیں (ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص۹۳) پس ثابت ہوا کہ اڈیٹر الفضل کی تقریر باپ، بیٹا اور خلیفہ کے برخلاف ہے۔

رہا یہ عذر کہ اس زلزلہ کی تاخیر کے لئے مرزا صاحب نے دعا کی تھی اور خدا نے اس کے مؤخر ہوجانے کی خبر دی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو مؤخر ہوگیا ہو تاہم حیات مرزا میں اس کا آنا موعود ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں

'میری عمر ستر برس کے قریب ہے۔ اور تیس برس کی مدت گذر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے

صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی (۸۰) برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ پس اس صورت میں اگر خدا تعالیٰ نے اس آفت شدیدہ کے ظہور میں بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آ جائے' (ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۹۷)۔ احمدیو! اب بھی مانو گے یا نہیں کہ اہل حدیث تمہارے لٹریچر کا تم سے زیادہ ماہر ہے۔ (اہل حدیث ۱۶ مارچ ۱۹۳۴ء ص ۳۔ ۸)

قادیانیوں نے حق تسلیم کرنے کی بجائے جب یہی تکرار جاری رکھی کہ ۱۹۳۴ء والہ زلزلہ مرزا صاحب کی پیش گوئی کے مطابق ہے تو مولانا امرتسریؒ نے اس موضوع پر پھر قلم اٹھایا اور زلزلہ بہار موعود قادیانی نہیں کے عنوان سے ایک نوٹ بایں الفاظ لکھا۔

'دنیا میں کوئی بھی آفت آئے یا کوئی بھی مصیبت انسانوں پر نازل ہو، قادیانی پریس اس کو فوراً اپنی صداقت کی دلیل بنالیتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہماری تحقیق یہ ہے کہ ہم ہر ایک واقعہ میں ان کی تکذیب پاتے ہیں۔ جیسا کہ کسی عارف خدا کا قول ہے وکل شیء له آية تدل علی انه کاذب یعنی ہمیں ہر چیز میں دلیل ملتی ہے کہ مدعی مسیحیت جھوٹا ہے۔ زلزلہ بہار نے بوجہ ہیبت اور خوفناک تباہی کے دنیا کی نظریں اپنی طرف پھیرلیں۔ امت مرزائیہ کی نظر بھی پھیرلی۔ مگر دونوں نظروں میں فرق ہے۔ جیسے بحکم الٰہی کہیں کوئی مکان گر پڑے تو ہمدردان انسانیت بطور ہمدردی بھاگے جاتے ہیں، مگر لٹیرے سامان جمع کرنے کی خاطر دوڑے جاتے ہیں۔ زلزلہ بہار کے متعلق اخبار اہل حدیث ۲ اور ۱۶ مارچ (۱۹۳۴ء) میں مفصل مضمون لکھا گیا تھا جس میں ثابت کیا گیا تھا کہ زلزلہ بہار مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے کافی ہے۔ مگر مرزائی اور خاموشی؟ اجتماع ضدین کی طرح ناممکن ہے۔ چنانچہ ۲۹ اپریل ۱۹۳۴ء کے الفضل قادیان میں ہمارے مضمون کا جواب نکلا ہے۔ جواب کیا ہے، گویا جواب سے جواب ہے۔

ہم نے زلزلہ بہار کے متعلق تین امور لکھے تھے۔

۱۔ حسب تصریح مرزا، زلزلہ ان کی زندگی میں آنا چاہیے تھا، جو نہیں آیا۔

۲۔ حسب تصریح مرزا صاحب، موسم بہار میں آنا چاہیے تھا جو نہیں آیا، اس کے برعکس ۱۵ جنوری کو آیا، جبکہ سخت سردی کا زمانہ ہوتا ہے۔

۳۔ حسب تصریح مرزا، زلزلہ موعودہ صبح کے وقت آنا چاہیے تھا جو نہیں آیا۔ بلکہ بعد دوپہر اڑھائی بجے آیا۔

یہ تینوں امور ایسے صاف اور صریح ہیں کہ نہ قیاس سے تعلق رکھتے ہیں نہ استنباط سے۔ بلکہ مرزا صاحب کی عبارات سے صاف صاف مفہوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ عبارات ہم محولہ بالا پرچوں میں نقل کر چکے ہیں۔ آج ہم مجیب کے مضمون کی روح اخذ کر کے جواب دیتے ہیں۔ ناظرین عموماً اور افراد امت مرزائیہ خصوصاً غور سے پڑھیں اور سنیں۔ مگر جواب پیش کرنے سے پہلے اتنا کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ہمارے اعتقاد میں ایک دن ایسا آنے والا ہے جس کی شان میں وارد ہے یوم تبلی السرائر فماله من قوة ولاناصر 'اس روز سب بھید کھل جائیں گے پھر نہ کسی میں مدافعت کی قوت ہوگی نہ کوئی کسی کا مددگار ہوگا۔' پس ہر ایک ناظر اس آئت کو سامنے رکھ کر ہمارا مضمون پڑھے۔

قادیانی مجیب کے مضمون کی روح اتنی ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں زلزلہ کے آنے کی خبر دی تھی مگر بعد ازاں دعا کی تھی کہ رب اخروقت ھذا اے خدا! یہ زلزلہ کچھ پیچھے ڈال دے۔ پس بروز ۲۸ مارچ ۱۹۰۶ء آپ کو الہام ہوا اخرہ اللہ الی وقت مسمی یعنی اللہ نے اس میں تاخیر ڈال دی ہے وقت مقررہ تک۔

(الفضل ۲۹۔ اپریل ۱۹۳۴ء ص ۵۔۶)

قادیانی مجیب اس دعا اور جواب سے نتیجہ نکالتا ہے کہ زلزلہ بہار ہے تو وہی موعودہ زلزلہ جو مرزا صاحب کی زندگی میں آنا چاہیے تھا لیکن حسب دعا اور حسب قبولیت دعا حیات مرزا سے پیچھے ڈالا گیا۔

اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ حسب عادت خود مرزا صاحب ہی کی تحریرات سے دکھائیں کہ زلزلہ مؤخرہ موعودہ زلزلہ نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا جواب پڑھ کر ناظرین دو باتوں کا فیصلہ بآسانی کر لیں گے۔

۱۔ اہل حدیث کلام مرزا کو امت مرزا صاحب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

۲۔ امت مرزائیہ اگر ہمارا پیش کردہ حوالہ جانتی ہے تو اس کو چھپانے سے بددیانتی کا مظاہرہ کرتی ہے۔

پس سنئیے! مرزا صاحب نے جس زلزلہ کے مئوخر ہونے کا اعلان کیا تھا اس کے متعلق

کچھ اور بھی کہا تھا۔ یعنی اس زلزلہ کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی ،محمدی بیگم کے بطن سے ایک لڑکا بشیر الدولہ پیدا ہوگا۔ یہ ضروری شرط ہے۔ جب تک یہ لڑکا پیدا نہ ہو، زلزلہ مؤخرہ نہ آئے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ (مرزا کی اس تحریر کے بعد) محمدی بیگم مذکورہ کے بطن سے ایک لڑکی کے سوا کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا۔ ہمارے اس بیان کا ثبوت مرزا صاحب کے الفاظ میں سنیئے ۔فرماتے ہیں

' پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا بہت جلد آنے والہ ہے۔ اس کے لئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد کی بیوی، محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا۔ اور وہ لڑکا اس زلزلہ کے ظہور کے لئے ایک نشان ہوگا۔ اس لئے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا کیونکہ وہ ہماری ترقی سلسلہ کے لئے بشارت دے گا۔ اسی طرح اس کا نام عالم کباب ہوگا کیونکہ اگر لوگ توبہ نہیں کریں گے تو بڑی بڑی آفتیں دنیا میں آئیں گی۔ ایسا ہی اس کا نام کلمۃ اللہ اور کلمۃ العزیز ہوگا کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا جو وقت پر ظاہر ہوگا۔ اور اس کے لئے اور نام بھی ہوں گے۔ مگر بعد اس کے میں نے دعا کی کہ اس زلزلہ نمونہ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے۔ اس دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا اور جواب بھی دیا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے رب اخروقت هذا۔ اخره الله الى وقت مسمى یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ڈال دیا ہے۔ اور یہ وحی الٰہی قریبا چار ماہ سے اخبار بدر اور الحکم میں شائع ہو چکی ہے۔ اور چونکہ زلزلہ نمونہ قیامت آنے میں تاخیر ہوتی لہٰذا پیر منظور محمد کے گھر میں ۱۷ جولائی ۱۹۰۶ء کو بروز سہ شنبہ لڑکی پیدا ہوئی اور یہ دعا کی قبولیت کا ایک نشان ہے اور نیز وحی الٰہی کی سچائی کا ایک نشان ہے جو لڑکی پیدا ہونے سے قریبا چار ماہ پہلے شائع ہو چکی تھی۔ مگر یہ ضرور ہوگا کہ کم درجہ کے زلزلے آتے رہیں گے۔ اور ضرور ہے کہ زمین نمونہ قیامت زلزلہ سے رکی رہے جب تک وہ موعود لڑکا پیدا ہو۔ یاد رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت کی نشانی ہے کہ لڑکی پیدا کر کے آئندہ بلا یعنی زلزلہ نمونہ قیامت کی نسبت تسلی دیدی کہ اس میں بموجب وعدہ اخره الله الى وقت مسمى ابھی تاخیر ہے اور اگر ابھی لڑکا پیدا ہو جاتا تو ہر ایک زلزلہ اور ہر ایک آفت کے وقت سخت غم اور اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ شائد وہ وقت آ گیا اور تاخیر کا کچھ اعتبار نہ ہوتا۔ اور اب تو تاخیر ایک شرط کے ساتھ مشروط ہو کر معین ہوگئی۔

(حقیقت الوحی ص ۱۰۰ و ۱۰۱ کا حاشیہ)

(مولانا فرماتے ہیں) ناظرین غور فرمائیں، تحقیق اس کا نام ہے یا اس کا جو مرزائی مجیب کرتے ہیں کہ کلام مرزا بقول شخصے آدھا تیتر آدھا بٹیر کتر بیونت کر کے خراب کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی نہیں سوچتے کہ سامنے کون ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ مرزا صاحب عالم ارواح میں کسی کو ملیں تو یہی شکائت کرتے سنے جائیں گے کہ 'ہائے میری امت نے مجھ بدنام کیا' پس زلزلہ مؤخرہ بوجہ نہ پائے جانے شرط کے بالکل غت ربود ہوگیا کیونکہ محمدی بیگم زوجہ پیر منظور محمد کے ہاں لڑکا پیدا نہ ہوا یہاں تک کہ وہ خود دنیا سے کوچ کرگئی۔ (محمدی بیگم کی موت ۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ دیکھئے تذکرہ ص ۳۵۷ حاشیہ) احمدی دوستو۔ کوئی ہے جو ہمارے پیش کردہ واقعات کی واقعات سے تردید کر سکے'۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۳۴ء ص ۴۔۶)

۱۹۳۵ء میں کوئٹہ میں خوفناک زلزلہ آیا اور قادیانیوں نے پھر سے مرزا صاحب کی مسیحیت اور پیش گوئیوں کے راگ الاپنا شروع کر دیئے تو مولانا امرتسریؒ نے 'کوئٹہ کا زلزلہ قادیان پر گرا' کے عنوان سے اخبار اہل حدیث میں لکھا

کوئٹہ میں قیامت کا نمونہ زلزلہ آیا (اعاذ نا اللہ منہا) اس پر تمام ہندوستان نے اظہار غم کیا۔ خصوصا سندھ اور پنجاب میں ماتم بپا ہوا مگر قادیان کے خلیفہ نے ۷ جون ۱۹۳۵ء کو اس پر خطبہ دیا جس میں جی کھول کر خوشی اور غلط بیانی کی۔ بلکہ دھوکہ دہی سے کام لیا اور خلافت پدری کا حق خوب ادا کیا۔ حیرت ہے کہ ان لوگوں کو یہ خبر ہے کہ 'اھل حدیث' زندہ ہے۔ یہ بھی خبر ہے کہ اہل حدیث، مرزا صاحب کا صحیح معنے میں مبلغ ہے۔ کسی ایرے غیرے کی تحریف لفظی یا معنوی چلنے نہیں دیتا۔ پھر بھی (یہ مرزائی) اخفاء حق میں جرأت کرتے ہیں تو ان کی بابت یہ کہنا بے جا نہیں کہ بکف چراغ داشتہ چل رہے ہیں۔ ہم ڈنکے کی چوٹ سے علی وجہ الیقین کہتے ہیں کہ زلزلہ کوئٹہ کے متعلق خلیفہ قادیان اور ڈاکٹر بشارت احمد نے سراسر اخفاء حق کیا اور محض اظہار باطل سے کام لیا۔ ہم کہتے ہیں کہ کوئی انذاری واقعہ کسی مدعی کے حق میں نشان صداقت دو طرح سے ہو سکتا ہے۔

۱۔ وہ عذاب خاص اس کے منکروں پر آئے۔ جیسے ارشاد ہے وعذب الذین کفروا و ذالک جزاء الکافرین یعنی عذاب خاص کافروں پر آئے تو نشان صداقت ہوتا ہے۔

کوئٹہ کا زلزلہ اس قسم کا نہیں، مرزائی بھی اپنے شمار کے اعتبار سے کافی مرے اور مخالف بھی کافی بچے۔

۲۔ یا وہ مدعی اس واقعہ کی خبر دے تو اس کے خبر دینے کی حیثیت سے اس کے حق میں نشان صداقت ہوسکتا ہے۔ یہ اصول بھی صحیح ہے جیسے غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من غلبھم سیغلبون فی بضع سنین (پ ۲۱ ع ۴)

سوال یہ ہے کہ زلزلہ کوئٹہ نشان صداقت مرزا کس حیثیت سے ہے؟ خلیفہ قادیان کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں حیثیتوں سے اس کو نشان مرزا جانتے ہیں۔ ان کا اختیار ہے۔ ہم ان کے مضمون کی روح رواں چند فقرات جانتے ہیں۔ جن کے الفاظ یہ ہیں۔

'حضرت مسیح موعود (مرزا) صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ زلزلہ کا نشان خدا تعالیٰ پانچ دفعہ دکھائے گا۔ اور چونکہ یہ الہام زلزلہ کانگڑہ کے بعد ہوا اس لئے یہ یقینی بات ہے کہ ابھی تین اور ہیبت ناک زلزلے آنے والے ہیں۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ پانچ زلزلے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد آئیں گے۔ اگر کانگڑہ کے زلزلہ کو شامل کرلیا جائے تب بھی دو زلزلے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد آئیں گے۔ اگر کانگڑہ کے زلزلہ کو شامل کرلیا جائے تب بھی دو زلزلے باقی رہتے ہیں۔ ہر دفعہ کا زلزلہ پہلے کی نسبت زیادہ نقصان اور دہشت ناک ہوتا ہے۔ (الفضل ۱۰ جون ۱۹۳۵ء ص ۴)

(مولانا کہتے ہیں) پس قادیانی دعویٰ قائم ہوگیا۔ اب ہمارا جواب دعویٰ سنئے۔ ہمارا بیان ہمارے لفظوں میں نہیں بلکہ بڑے مرزا صاحب کے الفاظ میں ہوگا۔ ہمارا بیان سن کر ناظرین حیران ہونگے کہ خلیفہ قادیان کو اتنی غلط بیانی کرنے پر جرأت کیسے ہوئی جبکہ بڑے مرزا کی تصنیفات ملک میں پھیل چکی ہیں۔ بہر حال اس سوال کا جواب دینا خلیفہ قادیان کا کام ہے۔ ہمارا کام تو بڑے میاں کے الفاظ پیش کردینا ہے۔

نمونہ قیامت زلزلہ تو خود بڑے میاں کے زمانے میں ٹل ٹلا کر معدوم ہوگیا تھا اب اس سے ڈرانا یا زلزلہ کوئٹہ کو اس کا مصداق بنا مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلہ باید زد کا مصداق ہے۔ پس مرزا صاحب متوفی کا کلام سنئے جو بڑے زلزلے کو منظور محمد لودہانوی کے گھر میں لڑکا پیدا ہونے سے وابستہ کرتے ہیں۔ جب وہ پیدا نہیں ہوتا تو نہایت لطیف حیلے سے زلزلہ کو بھی دور کر دیتے ہیں۔ سارے الفاظ آپ کے حسب ذیل ہیں۔

پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا بہت جلد آنے والہ ہے۔ اس کے لئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا۔ اور وہ لڑکا اس زلزلہ کے ظہور کے لئے ایک نشان ہوگا۔ اس لئے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا کیونکہ وہ ہماری ترقی سلسلہ کے لئے بشارت دے گا۔ اسی طرح اس کا نام عالم کباب ہوگا کیونکہ اگر لوگ توبہ نہیں کریں گے تو بڑی بڑی آفتیں دنیا میں آئیں گی۔ ایسا ہی اس کا نام کلمۃ اللہ اور کلمۃ العزیز ہوگا کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا جو وقت پر ظاہر ہوگا۔ اور اس کے لئے اور نام بھی ہوں گے۔ مگر بعد اس کے میں نے دعا کی کہ اس زلزلہ نمونہ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے۔ اس دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا اور جواب بھی دیا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے رب اخروقت هذا۔ اخره الله الى وقت مسمى یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ڈال دیا ہے۔ اور یہ وحی الٰہی قریبا چار ماہ سے اخبار بدر اور الحکم میں شائع ہو چکی ہے۔ اور چونکہ زلزلہ نمونہ قیامت آنے میں تاخیر ہوگئی اس لئے ضرور تھا کہ لڑکا پیدا ہونے میں بھی تاخیر ہوتی لہٰذا پیر منظور محمد کے گھر میں ۱۷ جولائی ۱۹۰۶ء کو بروز سہ شنبہ لڑکی پیدا ہوئی اور یہ دعا کی قبولیت کا ایک نشان ہے اور نیز وحی الٰہی کی سچائی کا ایک نشان ہے جو لڑکی پیدا ہونے سے قریباً چار ماہ پہلے شائع ہو چکی تھی۔ مگر یہ ضرور ہوگا کہ کم درجہ کے زلزلے آتے رہیں گے۔ اور ضرور ہے کہ زمین نمونہ قیامت زلزلہ سے رکی رہے جب تک وہ موعود لڑکا پیدا ہو۔ یاد رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت کی نشانی ہے کہ لڑکی پیدا کر کے آئندہ بلا یعنی زلزلہ نمونہ قیامت کی نسبت تسلی دیدی کہ اس میں بموجب وعدہ اخره الله الى وقت مسمى ابھی تاخیر ہے اور اگر ابھی لڑکا پیدا ہو جاتا تو ہر ایک زلزلہ اور ہر ایک آفت کے وقت سخت غم اور اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ شائد وہ وقت آ گیا اور تاخیر کا کچھ اعتبار نہ ہوتا۔ اور اب تو تاخیر ایک شرط کے ساتھ مشروط ہو کر معین ہوگئی۔ (حقیقت الوحی ص ۱۰۰ و ۱۰۱ کا حاشیہ)

(مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں) کیسی صاف بیانی ہے کہ زلزلہ مثل قیامت کا آنا اس شرط سے مشروط ہے کہ پیر منظور محمد کے ہاں لڑکا پیدا ہو۔ چونکہ اس کے ہاں (مرزا غلام احمد کی اس تحریر کے بعد) آج تک بھی لڑکا پیدا نہ ہوا بلکہ دونوں میاں بیوی اس دار فانی سے عرصہ ہوا رخصت بھی ہو گئے۔ پس وہ زلزلہ نمونہ قیامت بھی رخصت ہوا۔

احمدی دوستو۔ کتاب حقیقت الوحی میں عبارت مرقومہ دیکھ کر حوصلہ کر کے اپنے خلیفہ سے پوچھو کہ جناب زلزلہ نمونہ قیامت تو منظور محمد لدھیانوی کے گھر لڑکا پیدا نہ ہونے کی وجہ سے رفع دفع ہو گیا۔ پھر کبھی زلزلہ بہار کو اور کبھی زلزلہ کوئٹہ کو موعودہ زلزلہ قرار دے کر آپ نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ ہمیں بھی کیوں شرمندہ کراتے ہیں.

(اہل حدیث امرتسر۔۲۱ جون ۱۹۳۵ء ص ۷۔۹)

قادیانی زلزلوں کے بارے اس تحریر کے دو ماہ بعد مولانا امرتسری نے اس موضوع پر پھر قلم اٹھایا اور لکھا کہ

'مرزا صاحب بڑے ہوشیار اور زمانہ شناس تھے۔آپ کی امت بھی اسی قدر ہوشیار ہے۔ کوئی موقع نہیں چوکتے۔ جونہی دنیا میں کوئی حادثہ ہوا، انہوں نے سر اٹھایا، اور فوراً اعلان کر دیا کہ ہمارا دعویٰ ثابت۔ چاول سفید ہوں یا سرخ ، زمین بہر حال گول۔۴۔اپریل ۱۹۰۵ء سے ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء تک ہندوستان میں تین سخت زلزلے آئے۔ان تینوں زلزلوں کو مرزا اور امت مرزا نے اپنے صدق پر دلیل بتایا۔ پہلے زلزلہ (اپریل ۱۹۰۵ء) کے وقت مرزا صاحب خود زندہ تھے۔انہوں نے اسی روز (۴ اپریل) ایک طویل اشتہار دیا اور کھینچ تان کر اپنے الہاموں سے زلزلہ کی پیشگوئی ثابت کی۔جس کا جواب اسی زمانہ میں اہل حدیث مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۵ء میں دیا گیا تھا جو ۱۶ مارچ ۱۹۳۴ء کے اہل حدیث میں مکرر نقل ہو چکا ہے ، اس کے بعد ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو صوبہ بہار میں زلزلہ آیا تو قادیان سے صداقت مرزا کی آواز اٹھی کہ ہمارے بڑے حضرت کے کہنے کے مطابق یہ زلزلہ آیا ہے۔اس کا جواب اہل حدیث مورخہ ۹ فروری ۱۹۳۴ء اور ۲ مارچ ۱۹۳۴ء میں دیا گیا اور بذریعہ اشتہار بھی شائع کیا گیا۔اس کا خلاصہ یہ تھا کہ جس زلزلہ کی پیش گوئی کو زلزلہ بہار پر لگایا جاتا ہے اس کی بابت مرزا صاحب نے صاف لکھا ہوا ہے کہ میری زندگی میں پوری ہوگی۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ ج ۵ براہین احمدیہ ص ۹۷)۔اب جبکہ کوئٹہ میں زلزلہ شدیدہ آیا تو قادیان میں گھی کے چراغ جلے۔قادیانی پریس اور قادیانی خلیفہ نے جی کھول کر اس سے اپنی سچائی کا ثبوت دیا۔اس لئے ہم نے اہل حدیث مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳۵ء میں سوال کیا تھا کہ اس قسم کے حادثات کو مدعی کے ساتھ دو وجہ سے تعلق ہوسکتا ہے۔ایک یہ کہ اس کے انکار کی وجہ سے ہوئے ہوں۔دوم۔اس وجہ سے کہ اس کی

پیش گوئی کے مطابق ہوئے ہوں۔ یہ زلزلے کس قسم کے ہیں؟ قسم اول سے ہیں یا دوم سے؟ ہمارے اس سوال کا جواب صاف لفظوں میں تو قادیان سے آیا نہیں۔ اس لئے ہم خود ہی بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب اس قسم کے حادثات کے کس وجہ سے اپنی صداقت کی دلیل بتایا کرتے تھے۔ موصوف کی نظم متعلق زلزلہ سے سے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن
زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانے دن
تم تو ہو آرام میں ہم اپنا قصہ کیا کہیں
پھرتے ہیں آنکھوں میں آگے سخت گھبرانے کے دن
کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہوگئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

(حقیقۃ الوحی صفحہ اخیر)

اشعار مرقومہ کے چھٹے مصرع میں صاف مذکور ہے کہ زلزلے اور دیگر عذابات مرزا صاحب کی تکذیب کرنے کی وجہ سے لوگوں پر آتے ہیں۔ اور آتے رہیں گے۔ چنانچہ قادیان کے شاعر مولوی غلام رسول راجیکی اپنی ایک نظم (مشابہ نثر) میں اس دعویٰ کا ذکر کرتے ہیں

جو پہلے نبیوں کے وقت آئے ہوئے ہیں ظاہر عذاب
رہیں گے جاری یہ حملے جبتک یہ کج جہاں بدعناں رہے گا
یہ قادیان ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا یہ وعدہ یہ بلدہ دارالا ماں رہے گا
خدا کی قہری تجلیوں کے ظہور کا ہے یہ وقت عبرت
کہیں زلازل کہیں حوادث کا دور دورہ عیاں رہیگا

(الفضل ۱۱ جولائی ۱۹۳۵ء ص ۵)

ان اشعار میں بھی وہی اظہار ہے جو مرزا صاحب کی مذکورہ عبارت سے عیاں ہے کہ زلزلے اور عذاب مرزا صاحب کی تکذیب اور انکار کی سزا ہے۔ پس اب یہ عذابات اور زلزلے وغیرہ اس آئت کے ماتحت ہوئے جس کے الفاظ یہ ہیں انزل جنودالم تروھا

وعذب الذین کفروا۔ ذالک جزاء الکافرین (پ۱۰۔ ع۱۰) یعنی خدا نے آسمانی فوج بھیجی جس کو تم لوگوں نے نہ دیکھا اور کافروں کو عذاب کیا۔ یہی سزا کافروں کی ہے۔

اگر یہ ارشاد مرزا، حق ہے اور اس کے متعلق تائیدی نظم بھی صحیح ہے، تو نتیجہ بھی لاریب صحیح ہے کہ اڈیٹر اہل حدیث مع اپنے سٹاف اور مع ممبران و کارکنان احرار خدا کے نزدیک مستوجب سزا نہیں، ورنہ زلزلہ سے نہ بچتے (اعاذ نا اللہ)۔

احمدی ممبر دکیا کہتے ہو۔ چونکہ (یہ نتیجہ) بالکل صحیح اور قابل قبول ہے اس لئے اخبار الفضل کے ہوشیار اڈیٹر نے مرزا صاحب کی تصریحات کے خلاف پہلو بدل کر یوں لکھا کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ محض حوادث کا آنا مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت ہے ۔ بلکہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کے ماتحت ان کا غیر معمولی طور پر آنا اور مسلسل آنا، آپ کی صداقت اور خدا تعالی کے زور دار حملوں کا ثبوت ہے۔

(الفضل ۶ جولائی ۱۹۳۵ء)

پس اب یہ مضمون ہماری پیش کردہ دو صورتوں میں سے دوسری صورت میں داخل ہوا۔ یعنی (ان زلزلوں کا) مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی کے مطابق وقوع ہوا۔ اب مطلع صاف ہے۔ ہم وہ پیش گوئی دیکھنا چاہتے ہیں جو تینوں زلزلوں (کانگڑہ' بہار اور کوئٹہ) کی بابت مرزا صاحب نے کی تھی۔ کانگڑہ (پنجاب) میں ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو زلزلہ عظیمہ آیا ۔اس سے پہلے مرزا صاحب نے ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کو ایک اشتہار دیا جس کی روح رواں یہ عبارت ہے

عفت الدیار محلھا ومقامھا یعنی یہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے۔ نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی امن کی جگہ یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑیگی۔' (اشتہار الوصیۃ)

جب کانگڑہ میں زلزلہ آیا تو مرزا صاحب نے حسب عادت جھٹ پہلو بدل کر اس اشتہار کو زلزلہ کانگڑہ پر لگا دیا۔ آج بھی اخبار الحکم ۷ جولائی ۱۹۳۵ء میں اس سے کام لیا گیا ہے۔ حالانکہ زلزلہ کانگڑہ اس اشتہار کی تاریخ سے صرف ایک مہینہ بعد آیا تھا۔ اگر عالم الغیب کی طرف سے مخلوق خدا کو تنبیہہ کرنا ہوتی تو بہت آسان تھا کہ بجائے طاعون کے زلزلہ کہہ دیتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا کیونکہ یہ لفظ الہام میں نہیں۔ ہاں بعد حدوث زلزلہ، نکتہ بعد

الوقوع کے ماتحت بات بنائی گئی ہے (مفصل اہل حدیث ۱۶ مارچ ۱۹۳۴ء ملاحظہ ہو)

جہاں تک زلزلہ بہار کی بات ہے ہم کہتے ہیں کہ ملک میں طاعون کی روانی کو دیکھ کر پہلے تو مرزا صاحب کا رخ طاعون کی طرف رہتا تھا۔ زلزلہ کانگڑہ کے بعد آپ کا رخ زلزلوں کی طرف ہوگیا۔ آپ نے ایک قیامت خیز زلزلہ کی خبر دی۔ جس کو بعد انتقال مرزا صاحب ان کے مریدین زلزلہ بہار پر لگاتے ہیں۔ مگر قربان جائیں خدائے قدوس کے جس نے فرمایا دیا ہے کہ انکار کرنے والوں کے ہاتھ پاؤں گواہ گذریں گے۔ ٹھیک اسی طرح ہم مرزا صاحب کے دست ہائے مبارکہ کو پیش کر کے ان کے دعاوی کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ پس باانصاف ناظرین مرزا صاحب کی بات غور سے سنیں۔ فرماتے ہیں۔

'آپ ذرہ کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیشگوئی ہے بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدے کے لئے ظہور میں آئے گی' (ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۹۷) اور کون نہیں جانتا کہ مرزا صاحب کا انتقال مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا اور زلزلہ بہار جنوری ۱۹۳۴ء میں آیا۔ ناظرین غور کریں ۲۶ سال کا فاصلہ کوئی معمولی بات نہیں۔ اتنے فاصلے کو قطع کر کے زلزلہ بہار کو مرزا صاحب کی زندگی میں لے جانا مشکل تو ہے لیکن ان لوگوں کے لئے ناممکن نہیں جو دمشق سے مراد قادیان لیتے ہیں۔

اور ناظرین ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کو کوئٹہ میں زلزلہ آیا۔ امت مرزا نے اس کو بھی مرزا کی صداقت کا نشان بتایا ہے۔ چنانچہ اخبار الفضل میں مرزا کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں

'زلزلہ کا نشان خدا تعالیٰ ۵ دفعہ دکھائے گا۔ اور چونکہ یہ الہام زلزلہ کانگڑہ کے بعد ہوا اس لئے یہ یقینی بات ہے کہ ابھی تین اور ہیبت ناک زلزلے آنے والے ہیں۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ پانچ زلزلے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد آئیں گے، اگر کانگڑہ کے زلزلہ کو شامل کر لیا جائے تب بھی دو زلزے باقی رہتے ہیں، ہر دفعہ کا زلزلہ پہلے کی نسبت زیادہ نقصان دہ اور دہشتناک ہوتا ہے' (الفضل ۱۰ جون ۱۹۳۵ء ص ۴)

اس حوالے میں، جس میں پانچ زلزلوں کا ذکر آیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں

'وحی الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ زلزلے آئیں گے اور چار زلزلے کسی قدر ہلکے اور خفیف ہوں گے اور دنیا ان کو معمولی سمجھے گی۔ پھر پانچواں زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا کہ

لوگوں کوسودائی اور دیوانہ کردے گا یہاں تک کہ وہ تمنا کریں گے کہ وہ اس دن سے پہلے مرجاتے۔ اب یادرہے کہ اس وحی الٰہی کے بعد اس وقت تک جو ۲۲ جولائی ۱۹۰۶ء ہے اس ملک میں تین زلزلے آ چکے ہیں۔ یعنی ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء' ۲۰ مئی ۱۹۰۶ء اور ۲۱ جولائی ۱۹۰۶ء۔ مگر غالبا خدا کے نزدیک یہ زلزلوں میں داخل نہیں ہیں کیونکہ بہت ہی خفیف ہیں۔ شائد چار زلزلے پہلے ایسے ہوں گے جیسا کہ ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کا زلزلہ تھا اور پانچواں قیامت کا نمونہ ہوگا' (حقیقۃ الوحی ص ۹۲ کا حاشیہ)

اس عبارت کی تشریح خود مرزا صاحب نے اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۰ پر یوں کی ہے

' پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا بہت جلد آنے والہ ہے۔ اس کے لئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا۔ اور وہ لڑکا اس زلزلہ کے ظہور کے لئے ایک نشان ہوگا۔ اس لئے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا کیونکہ وہ ہماری ترقی سلسلہ کے لئے بشارت دیگا۔ اسی طرح اس کا نام عالم کباب ہوگا کیونکہ اگر لوگ توبہ نہیں کریں گے تو بڑی بڑی آفتیں دنیا میں آئیں گی۔ ایسا ہی اس کا نام کلمۃ اللہ اور کلمۃ العزیز ہوگا کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا جو وقت پر ظاہر ہوگا۔ اور اس کے لئے اور نام بھی ہوں گے۔ مگر بعد اس کے میں نے دعا کی کہ اس زلزلہ نمونہ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے۔ اس دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا اور جواب بھی دیا ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے رب اخر وقت هذا ۔ اخره الله الى وقت مسمى یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ڈال دیا ہے۔ اور یہ وحی الٰہی قریبا چار ماہ سے اخبار بدر اور الحکم میں شائع ہو چکی ہے۔ اور چونکہ زلزلہ نمونہ قیامت آنے میں تاخیر ہوگئی اس لئے ضرور تھا کہ لڑکا پیدا ہونے میں بھی تاخیر ہوتی۔ لہٰذا پیر منظور محمد کے گھر میں ۱۷ جولائی ۱۹۰۶ء و بروز سہ شنبہ لڑکی پیدا ہوئی اور یہ دعا کی قبولیت کا ایک نشان ہے اور نیز وحی الٰہی کی سچائی کا ایک نشان کہ جو لڑکی پیدا ہونے سے قریبا چار ماہ پہلے شائع ہو چکی تھی۔ مگر یہ ضرور ہوگا کہ کم درجہ کے زلزلے آتے رہیں گے۔ اور ضرور ہے کہ زمین نمونہ قیامت زلزلہ سے رکی رہے جب تک وہ موعود لڑکا پیدا ہو۔ یادرہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت کی نشانی ہے کہ لڑکی پیدا کر کے آئندہ بلا یعنی زلزلہ نمونہ قیامت کی نسبت تسلی دیدی کہ اس میں بموجب وعدہ اخره الله الى وقت مسمى ابھی تاخیر

ہے اور اگر ابھی لڑکا پیدا ہو جاتا تو ہر ایک زلزلہ اور ہر ایک آفت کے وقت سخت غم اور اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ شائد وہ وقت آ گیا اور تاخیر کا کچھ اعتبار نہ ہوتا۔ اور اب تو تاخیر ایک شرط کے ساتھ مشروط ہو کر معین ہو گئی۔'

(حقیقت الوحی ص ۱۰۰ و ۱۰۱ کا حاشیہ)

(مولانا امرتسریؒ کہتے ہیں) 'پس اب تو خود مرزا صاحب ہی کے کلام سے ثابت ہو گیا کہ زلزلہ نمونہ قیامت ایسی شرط سے مشروط ہے جس کا تحقق اب ناممکن الوقوع ہے۔ کیونکہ پیر منظور محمد اور اس کی بیوی، دونوں اس جہان سے مرزا صاحب کی طرح چل دیئے ہیں۔ پس بحکم اذا فات الشرط فات المشروط سب کارخانہ ہی درہم برہم ہو گیا۔

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

نہ منظور محمد کے گھر میں عالم کباب لڑکا پیدا ہوا، نہ زلزلہ نمونہ قیامت صداقت مرزا واقع ہوا۔ اسی کو کہتے ہیں

؎ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی'۔

(اہل حدیث امرتسر۔ ۲۔ اگست ۱۹۳۵ء ص ۳۔ ۵)

قصہ ایک کرسی کا

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں ان پر ایک مقدمہ ہوتھا جس میں مستغیث ایک عیسائی ڈاکٹر تھے۔ مستغیث نے اپنے دعوے کے اثبات کے لئے مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو گواہ لکھوا دیا تو مجبوراً انہیں عدلت میں پیش ہونا پڑا۔ مرزا صاحب نے اس شہادت کے متعلق ایک افسانہ تراشا جس کا مضمون یہ تھا کہ عدالت میں مجھے تو کرسی ملی مگر مولوی محمد حسین کو نہیں۔ اس کا ذکر مرزا صاحب کی تصنیف کتاب البریۃ میں ملتا ہے۔ اس کا جواب مولانا بٹالویؒ نے اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۱۸ نمبر ۹ صفحات ۲۸۰ تا ۲۸۳ پر دیا تھا۔ ہمارے سامنے اشاعۃ السنہ کا یہ شمارہ موجود نہیں ہے اس لئے ہمیں نہیں معلوم کہ کرسی والے اس معاملے میں مولانا بٹالویؒ نے مرزا صاحب کے جواب میں کیا کچھ لکھا تھا؟ اور نہ ہی ہمیں یہ معلوم ہو سکا ہے کہ اس واقعہ کی حقیقت کیا ہے؟ ہمارے سامنے چونکہ صرف مرزا صاحب اور ان کے ماننے والوں کی تحریریں ہیں اس لئے ہم کرسی کے ارد گرد گھومنے والے اس واقعہ کو جو تاریخ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کا ایک اہم واقعہ ہے اپنے قارئین کے سامنے مرزائی روایات سے پیش کر کے اس پر تبصرہ کرتے ہیں۔

مرزا بشیر احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ

> یہ واقعہ ایک فوجداری مقدمہ تھا جو مارٹن کلارک مسیحی پادری نے اقدام قتل کے الزام کے ماتحت حضرت (مرزا غلام احمد) کے خلاف دائر کیا تھا۔ اس کی ابتدائی کاروائی یکم اگست ۱۸۹۷ء کو امرتسر میں بعدالت ڈپٹی کمشنر امرتسر شروع ہوئی اور ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء کو آپ ...ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت سے بری کئے گئے‘۔ (سیرۃ المھدی۔ ج ۲ ص ۲۴۲)

اس مقدمے کے مستغیث ایک عیسائی پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک تھے۔ اور اس مقدمے کی بنیاد عبدالحمید نامی ایک شخص کا یہ بیان تھا‘ کہ

اس کو مرزا صاحب نے پادری ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کو مارنے کے لئے امرتسر بھیجا تھا‘
(مقدمہ ڈاکٹر کلارک ۔الفضل انٹرنیشنل ۲۶ دسمبر ۱۹۹۷ء ص ۱۲)

مرزا صاحب کو اس موقع پر عدالت میں حاضری کے لئے جو سمن جاری ہوا تھا اسے آپ نے اپنی تصنیف کتاب البریۃ میں یوں نقل کیا ہے

’سمن بنام مستغاث علیہ حسب دفعہ ۱۵۲ مجموعہ ضابطہ فوجداری...... بنام مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ ذات مغل ساکن قادیان مغلاں پر گنہ بٹالہ...... جو کہ حاضر ہونا تمہارا بغرض جواب وہی الزام دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری ضرور ہے لہٰذا تم کو اس تحریر کے ذریعہ سے حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۱۰ ماہ اگست ۱۸۹۷ء اصالتاً یا بذریعہ مختار ذی اختیار یا جیسا ہو موقع پر بمقام بٹالہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس حاضر ہو۔ اور اس باب میں تاکید جانو۔ دستخط ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ ۹ اگست ۱۸۹۷ء‘ ۔ (روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۳۴۶)

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ سمن کے اجراء کے بعد

’ اگست کی دس تاریخ کو اس نظارہ کے لئے مولوی محمد حسین صاحب موحدین کے ایڈووکیٹ اس تماشا کے دیکھنے کے لئے کچہری میں آے تھے تا اس بندہ درگاہ کو ہتھکڑی پڑی ہوئی اور کنسٹیبلوں کے ہاتھ میں گرفتار دیکھیں‘۔ (روحانی خزائن ج ۱۵ ص ۳۴۷)

اور اپنے متعلق مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ کارروائی شروع ہونے کے دن

’میں قریب نو بجے کے بٹالہ میں جہاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہ تقریب دورہ ،فروکش تھے، پہنچ گیا۔ اور جب میں صاحب ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں گیا تو پہلے سے میرے لئے کرسی بچھائی گئی تھی۔ جب میں حاضر ہوا تو صاحب ضلع نے بڑے لطف اور مہربانی سے اشارہ کیا کہ تا میں کرسی پر بیٹھ جاؤں‘

(اور مولوی محمد حسین بٹالوی)’ نے جب عدالت میں اس قدر میری عزت دیکھی کہ یہ تو ایک ملزم تھا اور اس کو اعزاز سے کرسی دی گئی تو مولوی صاحب موصوف اس طمع خام میں پڑے کہ مجھے صاحب ضلع سے کرسی مانگنی چاہیے۔ جبکہ اس ملزم کو ملی ہے تو مجھے تو بہر حال ملے گی۔ پس جب وہ گواہی کے لئے بلائے گئے تو انہوں نے آتے ہی پہلے یہی سوال کیا کہ مجھے کرسی ملنی چاہیے۔ مگر افسوس کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے ان کو جھڑک دیا اور کہا کہ تمہیں کرسی نہیں مل سکتی۔ یہ تو رئیس ہیں اور ان کا باپ کرسی نشین تھا۔ اس لئے ہم

نے کرسی دی'۔ (روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۳۴۸)

ایک دوسری جگہ مرزا غلام احمد نے اس واقعہ کے بارے میں لکھا ہے

،افسوس کہ شیخ محمد حسین بٹالوی نے مسلمان کہلا کر اس جھوٹے مقدمہ کی تائید کی اورخود بڑے جوش سے ڈاکٹر کلارک کا گواہ بن کر عدالت میں آیا۔لیکن عدالت نے اس کے بیان کو ذرہ عزت کی نگاہ سے نہ دیکھا بلکہ کرسی کی درخواست پر سخت جھڑکیاں دیں اورنہائت ناراضگی ظاہر کی کہ تو نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر کرسی ملنے کا کیوں سوال کیا۔پس یہ بھی خدا تعالی کا ایک نشان تھا کہ ایک شخص جو میری ذلت کی خواہش رکھتا تھا اس کو عین عدالت میں سخت ذلت پیش آئی گویا دردانگیز مار پڑی.

(روحانی خزائن ج ۱۳،ص ۳۱۱)

اسی کتاب میں اس سے پہلے ایک مقام پرمرزا صاحب فرماتے ہیں

' محمد حسین نے حلفی شہادت کے مقام پر کھڑا ہو کر دو جھوٹ بولے۔ اول یہ کہ اس کو عدالت میں کرسی ملتی ہے اور دوسرے یہ کہ اس کے باپ رحیم بخش کو بھی کرسی ملتی تھی۔ یہ دونوں جھوٹ نہائت مکروہ اور قابل شرم تھے۔ کیونکہ محمد حسین ایک خشک ملا بلکہ نیم ملا ہے جو چند حدیثیں نذیر حسین سے پڑھ کر مولوی کہلاتا ہے جس کے ہم جنس ہزاروں ملا مسجدوں کے حجروں میں مسلمانوں کی روٹیوں پر گذارہ کرتے ہیں'۔

(روحانی خزائن ج ۱۳ (کتاب البریہ) ص ۳۳)

ایک اور جگہ مرزا صاحب بڑے فخر سے لکھتے ہیں کہ عدالت میں

'میری کرسی صاحب ڈپٹی کمشنر کے بائیں طرف تھی۔ اور دائیں طرف صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ (لیمارچنڈ) کی کرسی تھی۔اوراسی طرف ایک کرسی پر ڈاکٹر کلارک تھا۔'

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۳)

اور دوسری طرف' شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ کو بمقام بٹالہ کرسی مانگنے سے کپتان ایم ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے تین مرتبہ جھڑکیاں دیں اور کرسی دینے سے انکار کیا اور کہا کہ' بک بک مت کر' اور' سیدھا کھڑا ہوجا' اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے پاس تمہارے کرسی ملنے کے بارے میں کوئی ہدائت نہیں'۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ ص ۳۱)

اور ایک دوسری جگہ مرزا غلام احمد نے کرسی والہ معاملہ بایں الفاظ بیان کیا ہے

'ڈاکٹر کلارک نے بخدمت صاحب ڈپٹی کمشنر اس کے لئے بہت سفارش کی کہ یہ غیر مقلد مولویوں میں ایک نامی مولوی ہے اس کو کرسی ملنی چاہیے۔ مگر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے اس سفارش کو منظور نہ کیا۔ غالبا محمد حسین کو اس امر کی خبر نہ تھی کہ اس کی کرسی کے لئے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے اور کرسی کی درخواست نامنظور ہو چکی ہے۔ اس لئے جب وہ گواہی کے لئے اندر بلایا گیا تو جیسا کہ خشک ملا جاہ طلب اور خودنما ہوتے ہیں۔ آتے ہی بڑی شوخی سے اس نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے کرسی طلب کی۔ صاحب موصوف نے فرمایا کہ تجھے عدالت میں کرسی نہیں ملتی اس لئے ہم کرسی نہیں دے سکتے۔ پھر اس نے دوبارہ کرسی کی لالچ میں بے خود ہو کر عرض کی کہ مجھے کرسی ملتی ہے اور میرے باپ رحیم بخش کو بھی کرسی ملتی تھی۔ صاحب بہادر نے فرمایا کہ تو جھوٹا ہے نہ تجھے کرسی ملتی ہے نہ تیرے باپ رحیم بخش کو ملتی تھی۔ ہمارے پاس تمہاری کرسی کے لئے کوئی تحریر نہیں۔ تب محمد حسین نے کہا کہ میرے پاس چٹھیات ہیں۔ لاٹ صاحب مجھے کرسی دیتے ہیں۔ یہ جھوٹی بات سن کر صاحب بہادر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا' بک بک مت کر پیچھے ہٹ اور سیدھا کھڑا ہو جا' پس بیچارہ غریب خاموش اور ترساں اور لرزاں ہو کر پیچھے ہٹ گیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا اور پہلے میز کی طرف جھکا ہوا تھا'

(روحانی خزائن جلد ۱۳ (کتاب البریہ) ص ۲۹۔۳۰)

اور گواہی کے بعد جب مولوی صاحب عدالت سے نکلے تو برآمدہ میں کرسی پر بیٹھ گئے۔ چپڑاسی نے اس پر بھی نہ بیٹھنے دیا کہ کپتان صاحب پولیس کی اجازت نہیں۔ وہ وہاں سے اٹھے تو دیکھا کہ کچھ مسلمان چادر بچھائے بیٹھے تھے۔ وہ اس کے ایک کونہ پر بیٹھ گئے۔ جب ان مسلمانوں کو پتہ چلا کہ یہ مولوی صاحب مرزا صاحب کے خلاف پادریوں کے حق میں گواہی دینے آئے ہیں تو انہوں نے بھی اپنی چادر گھسیٹ لی اور کہا کہ مسلمانوں کے سرغنہ ہو کر جھوٹی گواہی دیتے ہو۔ ہمارے کپڑے کو ناپاک نہ کرو۔

(الفضل انٹرنیشنل ۲۶ ستمبر ۱۹۹۷ء ص ۱۲)

اور مرزا صاحب ایک جگہ کہتے ہیں

' پھر جب وہاں (برآمدے میں کرسی) سے بھی بڑی ذلت کے ساتھ ٹھائے گئے تو

آپ ایک شخص کی چادر لے کر زمین پر بچھا کر بیٹھ گئے۔ مگر اس شخص نے آپ کو مورد قہرالٰہی سمجھ کر نیچے سے چادر کھینچ لی'۔ (روحانی خزائن ج ۱۳ (کتاب البریہ) ص ۳۵)

اور بروائت مولوی دوست محمد قادیانی، جناب مرزا صاحب کہتے ہیں

'جب میں صاحب مجسٹریٹ ضلع کی کچہری میں حاضر ہوا تو وہ نرمی اور اعزاز سے پیش آئے اور اپنے قریب میرے لئے کرسی بچھوا دی اور نرم الفاظ میں مجھ کو کہا کہ گو ڈاکٹر کلارک آپ پر اقدام قتل کا الزام لگاتا ہے۔ مگر میں نہیں لگاتا'

(تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۴۶۲ بحوالہ حیات احمد ص ۲۰۵)

اور بروائت مولوی دوست محمد، کپتان ڈگلس کے ریڈر کا کہنا ہے کہ جب

'مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی شہادت کے لئے کمرہ میں داخل ہوئے اور دائیں بائیں دیکھا تو کوئی کرسی فالتو پڑی ہوئی نظر نہ آئی۔ مولوی صاحب کے منہ سے پہلا لفظ جو نکلا وہ یہ تھا کہ' حضور کرسی'۔ ڈپٹی کمشنر نے مجھ (غلام حیدر ریڈر) سے دریافت فرمایا کہ۔' کیا مولوی صاحب کو حکام کے سامنے کرسی ملتی ہے' میں نے کرسی نشینوں کی فہرست سامنے پیش کر دی اور کہا کہ اس میں مولوی محمد حسین صاحب یا ان کے والد بزرگوار کا نام تو درج نہیں۔ لیکن جب کبھی حکام سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے تو بوجہ عالم دین یا ایک جماعت کا لیڈر ہونے کے وہ انہیں کرسی دے دیا کرتے ہیں۔ اس پر صاحب ڈپٹی کمشنر نے مولوی صاحب کو کہا کہ' آپ کوئی سرکاری طور پر کرسی نشین نہیں ہیں۔ آپ سیدھے کھڑے ہو جائیں اور شہادت دیں' تب مولوی صاحب نے کہا کہ' میں جب کبھی لاٹ صاحب کے حضور میں جاتا ہوں تو مجھے کرسی پر بٹھایا جاتا ہے۔ میں اہل حدیث کا سرغنہ ہوں' تب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے گرم الفاظ میں ڈانٹا اور کہا کہ' بخ کے طور پر اگر لاٹ صاحب نے تم کو کرسی پر بٹھایا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ عدالت میں بھی تمہیں کرسی دی جائے'

(تاریخ احمدیت ج ۲۔ ص ۴۶۶۔ بحوالہ مجدد اعظم حصہ اول ص ۴۔ ۵۴۱)

اور تاریخ احمدیت ہی میں مولوی دوست محمد شاہد نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب

'اپنے خدام کی معیت میں ڈاک بنگلہ کے احاطہ میں پہنچے اور عدالت کے کمرہ میں کرسی پر رونق افروز ہوئے جو ڈپٹی کمشنر ولیم مانٹیگو ڈگلس صاحب نے پہلے رکھوا دی تھی'

(کتاب مذکور، ج ۲، ص ۴۶۲)

اور مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ۱۹۴۲ء میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ 'ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے مولوی محمد حسین کے کرسی مانگنے پر کہا، بک بک مت کر۔ پیچھے ہٹ۔ جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔

(الفضل قادیان ۳۰ مئی ۱۹۴۲ء منقول از اہل حدیث امرتسر ۱۹ جون ۱۹۴۲ء ص ۵)

ایک اور قادیانی اس واقعہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پیشی کے روز 'وقت مقررہ سے ذرا پہلے حضرت مسیح موعود (مرزا) مع اپنے خدام کے بٹالہ کی کچہری پہنچ گئے۔ دوسرے لوگ بھی آ گئے۔ کیپٹن ڈگلس جب احاطہ کچہری میں داخل ہوئے تو حضرت اقدس کو وہاں دیکھا۔ ضرور پتہ کیا ہوگا کہ یہ کون ہیں۔ تو معلوم ہونے پر کہ یہی مرزا غلام احمد صاحب علاقہ کے رئیس ہیں۔ دفتر کے کمرہ میں پہنچ کر انہوں نے اپنے اردلی سے حضور اقدس کو سلام بھجوایا۔ (حیات احمد مضفہ حضرت عرفانی صاحب) ...... جب عدالت کی کاروائی شروع ہوئی تو حضور کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس پر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے مولوی محمد حسین صاحب کے لئے کرسی کی سفارش کی...... اس پر ڈپٹی کمشنر نے غلام حیدر صاحب ریڈر کو کرسی نشینوں کی فہرست دیکھنے کو کہا۔ اس میں ان کا نام نہ تھا۔ البتہ غلام حیدر صاحب نے کہا کہ جب کبھی مولوی صاحب کو حکام سے ملنے کا موقع ہوتا ہے تو وہ ان کو دفتر میں کرسی دے دیا کرتے ہیں۔ مولوی صاحب عدالت میں موجود تھے اور انہوں نے بھی کرسی کا مطالبہ کیا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا آپ کا نام ضلع کے کرسی نشینوں کی فہرست میں نہیں اس لئے کرسی پیش نہیں کی جاسکتی۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ میں لاٹ صاحب یعنی گورنر پنجاب وغیرہ سے ملتا ہوں تو کرسی پر بٹھا کر بات کرتے ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا وہ نجی ملاقات ہوتی ہے۔ یہ عدالت ہے۔ مولوی صاحب نے کچھ کہنا چاہا تو کیپٹن ڈگلس نے ڈانٹ کر کہا سیدھے کھڑے رہو اور زیادہ بک بک نہ کرو'۔ (الفضل انٹرنیشنل ۲۶ ستمبر ۱۹۹۷ء ص ۱۲)

اور مرزائیوں کے کہنے کے مطابق مولانا نے جو گواہی دی اس میں جھوٹی بات یہ تھی کہ 'انہوں نے پادری صاحب کی طرح حضرت مسیح موعود پر اپنے مخالفین کے مرنے کی پیشگوئیوں کا الزام لگایا'۔ (الفضل انٹرنیشنل ۲۶ ستمبر ۱۹۹۷ء ص ۱۳)

آگے بڑھنے سے قبل ہم یہاں مولانا بٹالویؒ کا وہ بیان نقل کر دینا چاہتے ہیں جو آپ نے عدالت میں دیا تھا اور جسے مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ ۱۳ اگست ۱۸۹۷ء کو دیئے جانے والے، اس بیان میں مولانا بٹالوی کہتے ہیں

'میں مرزا صاحب کو بہت دیر سے جانتا ہوں۔ انہوں نے بہت پیش گوئیاں کی ہیں۔ ۲۰۔ ۲۵ پیشگوئیاں کی ہیں۔ انجام آتھم میں صفحہ ۴۴ پر جو عبارت آخر صفحہ کے درج ہے کہ خدا جھوٹ کی بیخ کنی کریگا اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ ضائع ہوگا۔ اس عبارت سے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی خاص ذاتی دشمنی مرزا صاحب کی کلارک صاحب سے ہے۔ یہ مباحثہ مذہبی ہے۔ مذہبی معاملات میں میرا مرزا صاحب سے اتفاق نہیں ہے اور اس بارے میں انہوں نے مسلمانان وعیسائیوں وغیرہ میں پھوٹ پیدا کرائی ہے۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوگئے ہیں۔ یہ ان کی تعلیم کا اثر ہے۔ وہ فتنہ انگیز آدمی ہے۔ محمدیوں کے خیالات مذہبی سے میں واقف ہوں۔ اگر کلارک صاحب مرجائیں تو مرزا صاحب کو اپنے تابعین سے بہت عزت ہوگی اور ان کی شراکت ثابت ہوگی۔ عبداللہ آتھم بعد میعاد فوت ہوا اور انجام آتھم میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ اس کی پیش گوئی کے مطابق فوت ہوا۔ ۱۸۹۵ء میں مظہر کلارک صاحب سے ملا تھا۔ پھر اس کے بعد کبھی نہیں ملا۔ بلکہ ان سے شکائت ہے اور رنج ہے کہ ایک خاص امر کے واسطے ان کو ملا تھا اور انہوں نے ہمدردی نہ کی۔ میرے بھائی سے وہ کبھی نہیں ملے۔ میں نے ایک کتاب ۸۰ صفحہ کی لکھی ہے لیکھرام کے قتل کی بابت۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ لیکھرام کے قتل کی نشانی دہی کے مرزا صاحب ذمہ دار ہیں۔ کیونکہ بقول ان کے خدا ان کو ہر بات کی خبر دے دیتا ہے۔ قاتل کا کیوں پتہ نہیں دیتا۔ سوا اس کے صفحہ ۴۴ حرف f پر پیشگوئی ہے۔ اور کوئی پیشگوئی کلارک صاحب کی بابت مرزا صاحب نے نہیں کی۔ میں اہل حدیث ہوں جن کو پہلے غلطی سے وہابی کہتے تھے۔ خون کا پیاسا ہونے سے میرا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب کے برخلاف ہوں ان کو ان کے پیرو کاٹ ڈالیں یعنی کاٹنے والے سمجھیں۔ یہ ان کی تعلیم ہے۔...... کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۰۰ پر جو سوال حرف S ہے وہ میں نے لکھا ہے اور جواب حرف r ہے وہ مرزا صاحب کا ہے۔ براھین احمدیہ پر میں نے ریویو تصنیف کیا تھا۔...... اس وقت مرزا صاحب کے حالات اچھے تھے

اور میں نے ایسا ہی لکھا تھا۔ اور لکھا تھا کہ مرزا صاحب کے والد نے غدر میں امداد دی تھی۔ کتاب اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ میں میں نے مرزا صاحب کی نسبت کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ مرزا صاحب کو میں مسلمان نہیں سمجھتا۔ دہریہ ہے۔ مولوی غلام قادر حنفی مجھ کو فتنہ انگیز نہیں کہتا اور نہ اہل حدیث کو کافر کہتا ہے۔ ہماری تحریرات اور تعلیمات سے بھی لوگوں میں تنازعات ہیں مگر ایسے نہیں ہیں جن سے خون ہوں۔ عدالت میں بھی مقدمات ہوئے ہیں۔ میں نے سلطان روم (عثمانی خلیفہ) کی تائید اور ہمدردی میں ایک آرٹیکل لکھا ہے۔ مرزا صاحب نے سلطان روم کے برخلاف لکھا ہے۔ لیکھرام کے قتل کی بابت جو کچھ ہم نے کہا ہے کہ مرزا صاحب کی سازش سے قتل ہوا ہے وہ خود مرزا صاحب کی تحریروں سے اخذ کردہ ہے۔ مرزا صاحب اس قتل کے ذمہ وار ہیں۔ ان کو قاتل نہیں کہتا، نہ سازش ہے۔ وہ ذمہ وار نشان دہی کا اپنی تحریروں سے۔...... عبدالحمید کو ۸ یا ۹ اگست کو دیکھا تھا۔ ایک عیسائی اس کو ساتھ لئے جاتا تھا۔ بٹالہ میں میں ڈاکٹر کلارک صاحب کی کوٹھی پر نہیں گیا۔ پیشگوئی ہو نہ ہو کلارک صاحب کے مرنے سے مرزا صاحب فائدہ اٹھائیں گے۔ میرے مرنے سے بھی مرزا صاحب کو فائدہ ہوگا۔ میں عیسائیت کے بڑا برخلاف ہوں۔ بقلم محمد حسین'۔ (روحانی خزائن ج ۱۳ (کتاب البریۃ) ص ۵۔۲۵۰)

اس مقدمہ کے دوران دیگر لوگوں کے بیانات بھی ہوئے۔ خود مرزا صاحب کا دو مرتبہ (دس اور بیس اگست کو) بیان ہوا۔ اور لکھا ہے کہ

'مقدمہ کی کارروائی کے بعد (فیصلہ سنانے سے پہلے) ڈپٹی کمشنر ڈگلس بہت پریشان تھے۔ ان کی پریشانی اتنی عیاں تھی کہ ان کے ریڈر غلام حیدر صاحب نے پوچھ ہی لیا کہ کیا وجہ ہے آپ اتنے پریشان ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مرزا صاحب اپنی شکل سے معصوم نظر آتے ہیں۔ ایسا شخص ایسے جرم کا ارتکاب نہیں کرسکتا' اس کے بعد اس نے 'ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لیمار چنڈ کو بلایا۔ اور سارا قصہ سنا کر مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا...... جس لڑکے عبدالحمید نے بیان دیا ہے (کہ مرزا صاحب نے اسے کلارک کے قتل کے لئے امرتسر بھیجا تھا) ہمیں اپنے پاس لانے دیں (تاکہ ہم اس سے تفتیش کریں)...... چنانچہ ایسا ہی ہوا' (الفضل انٹرنیشنل ۲۶ ستمبر ۱۹۹۷ء ص ۱۳)

اور پھر پولیس نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کی قیادت میں تفتیش کی جسکے نتیجہ میں

عبدالحمید نے اپنا بیان بدل لیا۔ اور قادیانی کپتان ڈگلس کی انصاف پروری کے گن گاتے ہوئے لکھتے ہیں '

خود عیسائی حکومت میں پادریوں کی حمائت کر کے اپنے سے اوپر کے ذمہ دار افسروں کو خوش کرنے میں ذاتی منفعت بھی پیش نظر ہو سکتی تھی۔ لیکن کیپٹن ڈگلس نے ان باتوں کی پرواہ نہ کی اور انصاف سے کام لیا'۔ (الفضل انٹرنیشنل ۲۶ ستمبر ۱۹۹۷ء)

اس کیس کا فیصلہ ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء کو ہوا اور اس میں ڈپٹی کمشنر نے لکھا کہ

(مرزا غلام احمد) بری کئے جاتے ہیں لیکن اس موقع پر مرزا غلام احمد کو بذریعہ تحریری نوٹس کے جس کو انہوں نے خود پڑھ لیا ہے اور اس پر دستخط کر دیئے ہیں باضابطہ طور سے متنبہ کرتے ہیں کہ ان مطبوعات اور دستاویزات سے جو شہادت میں پیش ہوئی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اشتعال اور غصہ دلانے والے رسالے شائع کئے جن سے ان لوگوں کی ایذا متصور ہے جن کے مذہبی خیالات اس کے مذہبی خیالات سے مختلف ہیں۔ جو اثر کہ اس کی باتوں سے اس کے بے علم مریدوں پر ہوگا اس کی ذمہ داری ان ہی پر ہوگی۔ اور ہم انہیں متنبہ کرتے ہیں کہ جب تک وہ زیادہ تر میانہ روی کو اختیار نہ کریں گے وہ قانون کی زد سے نہیں بچ سکتے۔ بلکہ اس کی زد کے اندر آ جاتے ہیں'۔

(روحانی خزائن جلد ۱۳ (کتاب البریۃ) صفحہ ۳۰۲۔۳۰۱)

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اشاعۃ السنہ کا وہ شمارہ ہمارے سامنے موجود نہیں جس میں مولانا بٹالویؒ نے مرزا صاحب کے تراشے ہوئے افسانے کا جواب دیا تھا اس لئے ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ آپ نے جواباً کیا لکھا تھا؟ تاہم مرزا صاحب نے اپنے ایک اشتہار میں مولانا کا ایک خط نقل کیا ہے جو اس معاملے کے بارے میں ہے اور ہم یہ خط مرزا صاحب ہی کے اشتہار سے نقل کرتے ہیں۔ جو یوں ہے۔

'از مقام بٹالہ مورخہ ۲۸ فروری ۱۸۹۸ء میاں غلام احمد صاحب خدا آپ کو راہ راست پر لائے اور ضلالت والحاد سے نجات بخشے والسلام علی من اتبع الھدیٰ آپ کا خط ۲۸ فروری ۱۸۹۸ء پہونچا...... آپ نے کتاب البریۃ کے صفحہ ۱۱۔۱۴۔۱۵ میں تین دعوے کئے ہیں۔ اول یہ کہ محمد حسین نے صاحب ڈپٹی کمشنر سے کرسی طلب کی اور کہا کہ اس کو عدالت میں کرسی ملتی تھی اور اس کے باپ کو عدالت میں کرسی ملتی تھی۔ جس پر صاحب ڈپٹی کمشنر

نے اس کو تین جھڑکیاں دیں اور کہا کہ تو جھوٹا ہے۔ بک بک مت کر۔ دوسرا یہ دعویٰ کہ پھر وہ باہر کے کمرے میں ایک کرسی پر جا بیٹھا تو کپتان صاحب پولیس کی نظر اس پر جاپڑی اور اسی وقت کنسٹیبل کی معرفت جھڑکی کے ساتھ اس کرسی سے اٹھایا گیا۔ تیسرا دعویٰ یہ کہ پھر وہ ایک شخص کی چادر لے کر اس پر بیٹھ گیا تو اس شخص نے چادر نیچے سے کھینچ لی...... میرے نزدیک یہ تینوں دعوے محض دروغ ہیں جن میں راستی کا شمہ دخل اور شائبہ بھی نہیں'۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ص ۳۲ حاشیہ)

مرزا صاحب نے خط اتنا ہی نقل کیا ہے اس لئے معلوم نہیں کہ مولانا بٹالویؒ نے اور کیا کچھ لکھا تھا۔ تاہم اس واقعہ کے ۴۵ سال بعد ۱۹۴۲ء میں (جبکہ مولانا بٹالویؒ فوت ہو چکے تھے) مرزا محمود احمد نے اس واقعہ کا پھر ذکر کیا اور کہا کہ مولانا بٹالویؒ کو جوتیوں میں کھڑا ہونے کے لئے کہا گیا تھا تو مولانا امرتسریؒ نے قادیانیوں کے سربراہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا

'یہ کلام ایسا جھوٹ اور مکروہ افتراء ہے کہ (تمہارے) باپ کو بھی نہ سوجھا تھا۔ کیا خلیفہ قادیان کے مرید ہمیں بتا سکتے ہیں کہ عدالت میں جوتیوں کے لئے کوئی خاص جگہ ہوتی ہے جہاں مولانا (محمد حسین) مرحوم کو کھڑا ہونے کو کہا گیا؟ خلیفہ صاحب تو ان دنوں نابالغ بچے کی صورت میں پھدکتے پھرتے ہوں گے۔ پھر کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ یہ روائت ان سے کس نے بیان کی ہے۔ تاکہ ہم بھی اس راوی کا جائزہ لے سکیں کہ وہ جابر جعفی ہے یا اس سے کم وبیش'۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۹ جون ۱۹۴۲ء ص ۵)

مولانا امرتسریؒ نے مزید فرمایا کہ

اس واقعہ کو مرزا صاحب کے اس الہام کا مصداق بتایا گیا جس میں ان کے بقول خدا ان کے مخاطب کر کے فرماتا ہے انی مهين من اراد اهانتك (اے مرزا جو تیری اہانت کا ارادہ بھی کرے میں اس کو ذلیل کروں گا) یہ الہام پیش کر کے نتیجہ نکالا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب چونکہ مرزا صاحب کے خلاف عدالت میں گواہی دینے گئے تھے اس لئے خدا نے اس کو ذلیل کیا۔ یہ واقعہ صحیح ہو یا غلط۔ مگر اتنی بات تو بالکل صحیح ہے کہ اسی ضلع کے ڈپٹی کمشنر نے مولانا محمد حسین کے حفظ امن کا دعویٰ دائر کرنے پر مرزا صاحب سے یہ وعدہ لیا تھا 'میں اپنے الہام کی بنا پر کسی کی موت کی پیشگوئی نہیں کرونگا۔ اور مولوی محمد حسین کے حق میں توہینی الفاظ بطالوی وغیرہ ہرگز نہیں لکھونگا۔ اس واقعہ کے بعد مرزا

صاحب اپنے مخالفوں کے حق میں موت کی پیشگوئی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ کسی کو مباہلے کی دعوت کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ آپ اعجاز احمدی (ص ۱۴) میں لکھتے ہیں کہ "ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے۔

(مولانا امرتسریؒ مزید لکھتے ہیں) کہ آہ نبوت مرزا چھن گئی۔ مخالفین کی موت کی پیش گوئیاں بند ہوگئیں۔ آتھم کی موت کے متعلق میعاد پور ہونے پر پبلک نے نعرے لگائے...... آسمانی منکوحہ کے ساتھ مرزا صاحب کا نکاح نہ ہونے پر عدالتوں میں ہنسی اڑائی گئی۔ مرزا سلطان احمد ناکح منکوحہ آسمانی کی زندگی مرزا صاحب کے لئے موجب ہتک ہوکر ان کی موت کا باعث بنی۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ مطابق دعا آخری فیصلہ (۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء) ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں جب آپ کا انتقال ہوا تو لاہور شہر میں آپ کی نعش مبارک کی جو توہین کی گئی خدا کسی کی نہ کرے۔ اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لدھیانہ آخری فیصلہ پر مباحثہ ہوکر ساری جماعت احمدیہ کے لئے موجب ہتک و ندامت ہوا (اس کے متعلق پورے الفاظ دیکھنے ہوں تو پیغام صلح لاہور اپریل ۱۹۱۲ء ملاحظہ کیجئے جس میں لکھا ہے کہ قاسم علی (قادیانی مناظر) نے ساری جماعت احمدیہ کو ذلیل کیا) وغیرہ ذالک۔ مگر پھر بھی مرزا صاحب کی فتح کے نقارے بجائے جاتے ہیں۔'

(اہل حدیث امرتسر ۱۹ جون ۱۹۴۲ء صفحہ ۵)

آپ جانتے ہیں کہ قرآن پاک ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تصدیق کرتا ہے۔ مرزائیوں کی تحریروں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ یہ ایک دوسری کی تکذیب کرتی ہیں۔ اور کرسی والہ معاملہ ہماری اس بات کی دلیل ہے کیونکہ ایک تحریر میں کچھ کہا گیا ہے اور کسی دوسری تحریر میں اس سے بالکل مختلف بات کہی گئی ہے۔ اور جب ہم ان تمام تحریروں کو ملا کر پڑھتے ہیں تو درج ذیل سوالات ذہن میں ابھر آتے ہیں۔

۱)۔ کرسی کا معاملہ ۱۰ اگست کو اٹھا تھا، یا ۱۳ کو؟ ملاحظہ فرمایئے الفضل انٹرنیشنل والہ وہ مضمون جس میں کہا گیا ہے کہ 'عدالت کی کارروائی شروع ہوئی تو ڈپٹی کمشنر نے حضور کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس پر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے مولوی محمد حسین صاحب کے لئے کرسی کی سفارش کی......' دوسری طرف مرزا صاحب نے کہا کہ جب مولوی محمد حسین'

گواہی کے لئے بلائے گئے تو انہوں نے آتے ہی پہلا سوال یہی کیا کہ مجھے کرسی ملنی چاہیے۔'
(روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۴۸)

مقدمے کی سماعت ۱۰۔ اگست کو شروع ہوئی اور اس روز مرزا صاحب کا (پہلا) بیان ہوا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ دس تاریخ کو عدالت میں گئے تو ڈپٹی کمشنر نے انہیں کرسی دی۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مولانا کے لئے کرسی کا مسئلہ دس تاریخ کو اٹھایا ہوگا۔ دوسری طرف یہ بات خود قادیانی روایات سے معلوم ہوتی ہے کہ مولانا ۱۳۔ اگست کو بیان دینے کے لئے آئے۔ اور جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ 'سیدھے کھڑے ہو جاؤ' بک بک نہ کرو اور بیان دو' تو معلوم ہوتا ہے کہ کرسی کا مسئلہ ۱۳۔ اگست کو اٹھا ہوگا۔

۲)۔ بحث کس بات پر تھی؟ حکام کے روبرو کرسی ملنے پر یا عدالت میں کرسی ملنے پر؟ مرزا صاحب ایک جگہ کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین نے جھوٹ بولا' کہ اس کو عدالت میں کرسی ملتی ہے۔' (روحانی خزائن ج ۱۳ ص ۳۳۳) ایک دوسری جگہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجسٹریٹ نے کہا' ہمارے پاس تمہارے کرسی ملنے کے بارے میں کوئی ہدائت نہیں۔' (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۱) اور غلام حیدر ریڈر کہتا ہے (اور اس گواہی کو مرزائی اپنی صداقت کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں) کہ ڈپٹی کمشنر نے اس سے پوچھا' کیا مولوی صاحب کو حکام کے سامنے کرسی ملتی ہے؟ میں نے کرسی نشینوں کی فہرست پیش کر دی اور کہا کہ اس میں مولوی صاحب...... کا نام تو درج نہیں لیکن جب کبھی حکام سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے تو وہ...... کرسی دے دیا کرتے ہیں' (تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۵-۴۶۶) اور الفضل والے مضمون کے مطابق ریڈر نے ڈپٹی کمشنر کو بتایا کہ" فہرست میں ان کا نام تو نہیں ہے لیکن جب کبھی مولوی صاحب کو حکام سے ملنے کا موقع ہوتا ہے تو وہ ان کو دفتر میں کرسی دے۔ دیا کرتے ہیں،۔ مولوی صاحب عدالت میں موجود تھے اور انہوں نے بھی کرسی کا مطالبہ کیا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا کہ آپ کا نام ضلع کے کرسی نشینوں میں نہیں ۔ اس لئے کرسی پیش نہیں کی جاسکتی۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ میں لاٹ صاحب یعنی گورنر پنجاب وغیرہ سے ملتا ہوں تو وہ کرسی پر بٹھا کر بات کرتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا وہ نجی ملاقات ہوتی ہے۔ یہ عدالت ہے'۔ (مذکورہ مضمون، ص ۱۲)

۳)۔ کرسی کا مطالبہ مولانا بٹالویؒ نے خود کیا تھا یا ان کے لئے کرسی کا مسئلہ کلارک نے اٹھایا تھا؟ اوپر درج شدہ بعض قادیانی تحریروں میں بتایا گیا ہے کہ کرسی کا مطالبہ مولانا نے

خود کیا تھا اور بعض میں کہا گیا ہے کہ ڈاکٹر کلارک نے مولانا کے لئے کرسی کا مسئلہ اٹھایا۔

۴)۔ کرسی نشینوں کی فہرست مولانا کی موجودگی میں ڈپٹی کمشنر کے ملاحظہ کے لئے پیش کی گئی یا مولانا کی عدم موجودگی میں؟

بعض تحریروں میں یہ کہا گیا ہے کہ کلارک نے جب مولانا کی عدم موجودگی میں ان کے لئے کرسی کی سفارش کی تو ڈپٹی کمشنر نے ریڈر سے استفسار کیا۔ ریڈر نے اس کے جواب میں فہرست پیش کر دی جس کی بنیاد پر اس نے مولانا کو کرسی نہ دینے کا فیصلہ کیا۔

بعض دوسری تحریروں میں کہا گیا ہے کہ مولانا جب (۱۳ اگست کو) گواہی کے لئے آئے تو کرسی کا مطالبہ کیا۔ چونکہ ڈپٹی کمشنر نہیں جانتا تھا کہ مولانا کو کرسی ملتی ہے یا نہیں اس لئے اس نے ریڈر سے پوچھا جس نے فہرست نکال کر پیش کر دی۔

۵)۔ کیا یہ بات ریڈر نے کہی تھی کہ حکام مولانا کو کرسی دیتے ہیں یا مولانا نے از خود یہ بات کہی تھی؟ بعض جگہ یہ بات مولانا سے منسوب کی گئی ہے اور بعض جگہ یہ بات ریڈر کی زبان سے کہلوائی گئی ہے۔

۶) کرسی نہ دینے کا فیصلہ مجسٹریٹ نے مولانا کی عدم موجودگی میں کیا تھا یا ان کی موجودگی میں؟

بعض تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ کرسی نہ دینے کا فیصلہ پہلے ہی کیا جا چکا تھا۔ یعنی مرزا صاحب آئے اور انہیں کرسی دی گئی تو کلارک نے سفارش کی کہ (جب مولانا آئیں) تو انہیں بھی کرسی دے دی جائے۔ اسی پر ڈگلس نے اپنے ریڈر سے پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ مولانا کا نام عدالتی کرسی نشینوں میں نہیں ہے تاہم حکام انہیں عندالملاقات کرسی دے دیتے ہیں۔ اس پر ڈگلس نے کلارک کی سفارش کو رد کرتے ہوئے حکم جاری کر دیا کہ مولانا کو کرسی نہیں دی جائے گی۔ یاد رہے کہ مرزا صاحب دس اگست کو پیش ہوئے اور بقول ان کے انہیں کرسی ملی۔ اور محمد حسین کی کرسی کے لئے بحث ہوئی۔

دوسری روائت کے مطابق جب مولانا عدالت میں آئے اور کرسی کا مطالبہ کیا تو ڈگلس نے ریڈر سے پوچھا۔ اور جب ریڈر نے کرسی نشینوں کی فہرست پیش کر دی تو ڈگلس نے مولانا کے موجودگی میں (یعنی ۱۳ اگست کے روز) انہیں کرسی نہ دینے کا فیصلہ کیا۔

۷)۔ جس چادر سے مولانا بٹالویؒ کو مرزائیوں کے بقول اٹھایا گیا تھا وہ پہلے سے

بچھی ہوئی تھی یا مولانا نے کسی سے لیکر اسے خود بچھایا تھا؟

ایک بیان کے مطابق چادر پہلے سے بچھی ہوئی تھی جس کے ایک کونے پر مولانا بیٹھ گئے۔ دوسری روائت کے مطابق مولانا ان مسلمانوں سے چادر لے کر اسے بچھا کر بیٹھے

ان سوالوں کا جو بھی جواب دیا جائے وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کے جھوٹ کا ثبوت بنے گا کہ دونوں طرح کی تحریریں خود انہی کی ہیں اور انہوں نے دراصل ایک افسانہ تراش کر خود اپنے پاؤں اس روایاتی زلف یار میں الجھالئے ہیں جو مرزا صاحب اور ان کی آسمانی منکوحہ کی شب ہجراں کی طرح طویل ہے۔

چادر والی بات پر مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بٹالہ مولانا بٹالویؒ کا اپنا وطن تھا۔ اس شہر میں ان کے خاندان کی وسیع جائیداد تھی اور ان کا اپنا گھر اور ان کے والد صاحب کی بنائی ہوئی مسجد بھی اسی شہر میں تھی۔ جس روز مولانا کی گواہی ہوئی وہ مقدمے کے فیصلے کا دن نہیں تھا کہ مولانا اپنی گواہی کے بعد فیصلہ سننے کے لئے رک گئے ہوں۔ (مقدمے کا فیصلہ کئی روز بعد ہوا) نہ ہی اس روز مرزا صاحب کی گواہی تھی کہ اسے سننے کی خاطر مولانا کو اپنی گواہی سے فارغ ہونے کے بعد عدالت میں ٹھہرنے کا شوق ہو۔ جب اس روز نہ مرزا صاحب کی گواہی تھی۔ نہ وہ دن فیصلے کا دن تھا۔ نہ ہی مولانا کو دوسری مرتبہ گواہی کے لئے پیش ہونے کا پابند کیا گیا تھا اور نہ ہی انہیں عدالت میں تا اختتام مقدمہ موجود رہنے کے لئے مجسٹریٹ کی طرف سے پابند کیا گیا تھا۔ وہ نہ تو کسی کی قسم کی ضمانت پر تھے اور نہ ہی نظر بند تھے۔ انہیں اپنی گواہی سے فارغ ہونے کے بعد کمرہ عدالت کے باہر کسی جگہ رکنے کی کیا ضرورت تھی؟ بقول مرزا صاحب عدالت میں ان سے جس طرح کا سلوک ہو چکا تھا اس کے بعد انہیں عدالت میں موجود رہنے میں کیا دلچسپی ہوسکتی تھی؟ دوسری طرف بٹالہ ان کا اپنا شہر تھا۔ وہ مرزا صاحب کی طرح بٹالہ میں مسافر نہیں تھے کہ انہیں کمرہ عدالت سے باہر کسی برآمدے میں یا کسی درخت کے نیچے اپنا کیمپ لگانے کی ضرورت پڑتی۔ وہ ایک گواہ تھے اور اپنے شہر میں عدالت میں بطور گواہ پیش ہوئے تھے۔ گواہی ختم ہوئی اور ان کا کام ختم ہوا۔ انہیں نہ کسی ٹرین کے انتظار میں کسی جگہ وقت گذارنا مقصود تھا، نہ بس کے انتظار میں۔ وہ کمرہ عدالت سے نکل کر سیدھے گھر کیوں نہ چلے گئے؟

آیئے اس مقدمے کی کارروائی پر ایک نظر ڈالیں۔ سمن پر ڈپٹی کمشنر نے ۹۔ اگست کو

دستخط کئے اور مرزا صاحب کو دس اگست کو بٹالہ حاضری کے لئے طلب کیا۔ بٹالہ سے قادیان ۱۱ یا ۱۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ کوئی عدالت ایک ایسے غیر مقامی شخص کو اگلے دن کے لئے سمن جاری کر کے طلب نہیں کرتی جس کے گاؤں تک نہ ریل جاتی ہو نہ موٹر۔ (۱۸۹۷ء کے قادیان کو نہ ریل جاتی تھی نہ موٹر)۔ نہ ہی کوئی شخص سمنوں کی وصولی کے بغیر مقدمے کی پیروی کے لئے حاضر عدالت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ سمن ہی اسے بتاتے ہیں کہ اس کے خلاف کوئی مقدمہ عدالت میں دائر ہے۔ دس تاریخ کو ڈاکخانہ کھلنے تک (یعنی سمن وصول ہونے سے پہلے) مرزا صاحب کو بٹالہ میں اپنے خلاف کسی مقدمے کے وجود کا علم نہیں ہوسکتا تھا۔ اندریں حالات اپنے وکیل اور لاؤ لشکر کو لیکر قادیان سے ان کا بٹالہ میں دس تاریخ کو عدالت کا وقت شروع ہونے سے بھی پہلے پہنچ جانا ذرا وضاحت طلب ہے۔

کیا ایسا تو نہیں کہ یہ سب کچھ پہلے سے طے شدہ معاملہ تھا۔ مرزا صاحب کو کسی ذریعہ سے یہ بات پہنچا دی گئی کہ ڈاکٹر کلارک نے تمہارے خلاف شکائت کر رکھی ہے۔ نو اگست کو، دس اگست کے لئے تمہاری حاضری کے سمن جاری کئے جائیں گے، تم کہیں قریب ہی رہنا اور فوراً حاضر ہو جانا۔ دکھاوے کی کارروائی ہوگی۔ گواہ پر تھرڈ ڈگری استعمال کر کے اس کا بیان بدلوا دیں گے اور تمہیں بری کر دیں گے۔ اور ہاں دکھاوے کے لئے فیصلہ میں تمہیں دو چار جھڑکیاں سنا دیں گے۔ لیکن اس سے تمہارا کوئی حرج نہیں ہوگا۔ تم کپڑے جھاڑ کر پھر کھڑے ہو جانا اور گھبرانا نہیں کہ سہاگن وہی ہوتی ہے جسے پیا کی خوشنودی حاصل ہو۔

ادھر ڈاکٹر مارٹن کلارک کے نام سے خیال ہوتا ہے کہ وہ انگریز تھے۔ اور اس حیثیت میں انگریز حکام پر اثر ورسوخ رکھتے تھے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ وہ ایک مجہول النسب شخص تھے اور ایک انگریز پادری کے لے پالک تھے جیسا کہ الفضل انٹرنیشنل والے مذکورہ بالا مضمون میں لکھا ہے کہ وہ

> 'ایک پٹھان عورت کے بیٹے تھے جس نے انہیں پشاور کے مشن ہسپتال میں جنا۔ انہوں نے عدالت کو بتایا کہ ان کو اپنے باپ کے نام کا علم نہیں۔ ایک بڑے پادری رابرٹ مارٹن کلارک نے لے پالک بنا کر ان کی پرورش کی اور ان کو اپنے نام مارٹن کلارک کے ساتھ ہنری نام دیا'

اس دور کے ہندوستان کی انگریز سوسائٹی میں ایک درجہ بندی تھی اور اس کی رو سے وہ

لوگ بھی حقیر اور ادنیٰ سمجھے جاتے تھے جن کے ماں باپ دونوں انگریز نہ ہوں۔ اور جو مجہول النسب ، دیسی شخص ، خالصتاً ان کے ٹکڑوں پر پلا ہو ، اس کی ان کے ہاں کیا حیثیت ہو سکتی تھی؟ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ایک پادری کی حمایت کر کے ڈگلس اپنے حکام بالا کی خوشنودی حاصل کر سکتا تھا (جیسا کہ کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی انصاف پسندی کی خاطر حکا مالا کی خوشنودی کی پرواہ نہ کی) تو عرض ہے کہ برصغیر کے انگریز معاشرے میں انگریز حکام اپنے ہم وطن انگریز پادریوں کو بھی اپنے سے فروتر سمجھتے تھے اور انہیں وہ عزت نہیں دیتے تھے جو انہیں انگلستان میں حاصل تھی۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے وومن آف دی راج۔ از مارگریٹ میکملن طبع ۱۹۸۸ء ص ۴۲ تا ۴۸۔

اس انگریزی کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے ہند میں موجود انگریزوں میں ہر بات Precedent کے مطابق طے ہوتی تھی جس کے مطابق انگریز ڈپٹی کمشنر جو انڈین سول سروس یعنی انگریزوں کے اعلیٰ طبقے کا فرد تھا ایک انگریز پادری کو وہ اہمیت قطعاً نہیں دیتا تھا جو قادیانی حضرات ظاہر کرتے ہیں۔ اور مارٹن کلارک تو ایک دیسی اور مجہول النسب پادری تھا اور اس جیسے شخص کی شکائت پر ایک انگریز افسر کسی ایسے فرد کو باندھ نہیں سکتا تھا جس کے باپ نے آڑے وقت میں گھوڑوں اور سواروں کے ساتھ ان کی مدد کی تھی اور جو شخص کئی عشروں سے ان کے مفادات کی پشتیبانی میں مصروف تھا۔ انگریز اتنے کوتاہ نظر نہیں تھے کہ اپنے ایک وفادار خادم کو جو دن رات ان کے استعمار کے دوام کی دعائیں مالگ رہا تھا اور بقول خود انگریزوں کے لئے حرز سلطنت تھا (جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں' میں گورنمنٹ کے لئے بمنزلہ حرز سلطنت ہوں' (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۷۰۔۱) ایک مجہول النسب پادری کی خاطر مجرم بنا کر سزا دے دیتے۔ اگر ڈپٹی کمشنر ایسا کرتا تو اس کو لینے کے دینے پڑ جاتے۔ تاہم اسے ہندوستانی رعایا کے سامنے اپنے انصاف کا علم بھی اونچا رکھنا مقصود تھا اور اس کا مسئلہ یہ بھی تھا کہ شہادتوں کے موجب مرزا صاحب پر الزام ثابت ہو رہا تھا اور انہیں چھوڑ نا انصاف کا منہ چڑانے کے مترادف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خود مرزائی روایت کے مطابق (جو پہلے نقل کی جا چکی ہے) وہ پریشان تھا۔ اور اس نے پولیس افسر سے مشورہ کیا۔ پولیس افسر نے کہا کہ جس شخص کے بیان پر مقدمہ ہے اسے ہمارے حوالے کر دو اور چین کی نیند سو جاؤ کہ پھر ہم جانیں اور ہمارا کام۔

مقدمے سے متعلق مرزائیوں کی تحریروں کا مزید جائزہ لیں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ سب ایک ڈھونگ تھا۔ مرزا صاحب نے خود بتایا ہے کہ اس مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی اور وہ

عدالت میں گئے تو ڈپٹی کمشنر نے انہیں کہا

’گوڈاکٹر کلارک آپ پر اقدام قتل کا الزام لگاتا ہے۔ مگر میں نہیں لگاتا‘

(تاریخ احمدیت۔ ج ۲۔ ص ۴۶۲۔ بحوالہ حیات احمد ص۔ ۲۰۵)

کیا اس کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ وہ پہلے سے ایک فیصلہ کر چکا تھا۔ اور اپنی ایک رائے قائم کر چکا تھا۔ جو لوگ انصاف اور قانون کے حلقوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ بتا سکتے ہیں کہ جو جج یا مجسٹریٹ آغاز مقدمہ پر مدعا علیہ سے کہہ دے کہ وہ اس کے نزدیک بے گناہ ہے وہ جج اور مجسٹریٹ کیسا ہوتا ہے؟ اور کیا اسے انصاف کی کرسی پر بیٹھنے کا کوئی حق باقی رہ جاتا ہے؟ اور کیا ایسا شخص ایک منصف حاکم کہلا سکتا ہے؟ اور کیا ایسی رائے کا اظہار کر دینے کے بعد کی جانے والی کارروائی ڈھونگ نہیں کہلائے گی؟

مزید یہ کہ مرزا صاحب مدعا علیہ تھے۔ مانا، کہ انہیں کرسی ملتی ہوگی لیکن دس اگست کو وہ ملزم کی حیثیت سے عدالت میں آئے تھے۔ اس موقع پر ان کو کرسی دینا ناانصافی تھی۔ اور اگر انہیں کرسی پیش کرنا ضروری تھا تو عبدالحمید (جس کے بیان کی بنا پر مقدمہ قائم ہوا تھا) بھی کرسی کا مستحق تھا۔ عبد الحمید کو تو ہماری معلومات کے مطابق کرسی نہیں دی گئی۔ اس کے برعکس اسے پولیس کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہونے کے لئے پولیس کے سپرد کر دیا گیا۔ مرزا صاحب کو اس ناانصافی پر احتجاج کرنا چاہئے تھا۔ انہیں کرسی لینے سے انکار کر دینا چاہئے تھا۔ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ اگر ایک قاضی، مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان مساوات کا سلوک نہ کرے تو اس قاضی کو معزول کر دیا جائے۔ مرزا صاحب ڈگلس کو اس کے عہدے سے معزول تو شائد نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن وہ کرسی پر بیٹھنے سے انکار تو کر سکتے تھے۔

مرزائی حضرات کی تحریروں میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے ان سے تو کرسی کے بارے میں (اگر واقعی کرسی کا مسئلہ اٹھا تھا) مولانا بٹالویؒ کا کوئی جھوٹ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان روایات کے مطابق انہوں نے یہی تو کہا تھا کہ لاٹ صاحب اسے کرسی دیتے ہیں۔ مرزائی روایات کے مطابق یہی بات کے ریڈر نے بھی بتائی ہے اور ڈپٹی کمشنر نے خود بھی اس کی تردید نہیں کی ہے۔ ایک صحیح بات کو سن کر ایک ڈپٹی کمشنر اپنے گورنر کے ہاں عزت پانے والے شخص کو ’بک بک نہ کر‘ کے الفاظ سے جھڑکے تو اس افسر کے دماغ کا معائنہ کروایا جانا اشد ضروری تھا۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جب مولانا بٹالویؒ نے کہا کہ لاٹ صاحب مجھے کرسی

دیتے ہیں تو یہ جھوٹی بات سن کر صاحب بہادر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا بک بک مت کر۔ پیچھے ہٹ اور سیدھا کھڑا ہوجا (روحانی خزائن ج ۱۳ص ۳۰) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بک بک والی بات ڈپٹی کمشنر نے اس وقت کہی جب مولانا نے لاٹ صاحب کے ہاں کرسی دیئے جانے کا ذکر کیا جسے بقول مرزا صاحب ڈپٹی کمشنر نے جھوٹ قرار دیا۔

اس افسانے کے جھوٹے ہونے کی دلیل اسی بات میں موجود ہے کہ جب ڈپٹی کمشنر کا ریڈر کہہ اور مان رہا ہے ہے کہ مولانا کو لاٹ صاحب کے ہاں کرسی ملتی ہے تو جھوٹ کیا ہوا؟ اور جب آپ نے کوئی جھوٹ نہیں بولا تو ڈپٹی کمشنر کے غصہ اور غصہ میں کہے ہوئے اس کے الفاظ 'بک بک مت کر' وغیرہ کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟

کرسی والے اس افسانے کو درست بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس سے ثابت کیا ہوگا؟ یہی نا، کہ مولانا محمد حسینؒ انگریزوں کے مبغوض تھے۔ جبھی تو انہیں گواہ کی حیثیت میں پیش ہونے پر بھی جھڑکیاں ملیں۔ وہ نہ تو مستغیث تھے نہ مدعا علیہ۔ وہ صرف ایک گواہ تھے اور گواہ ایک لحاظ سے عدالت کا مہمان اور مددگار ہوتا ہے جو صحیح فیصلے پر پہنچنے میں مدد کرنے کے لئے وہاں بلایا گیا ہوتا ہے۔ گواہی دینے سے پہلے عدالت کو معلوم نہیں ہوسکتا کہ کوئی گواہ جھوٹی گواہی دے گا جو گواہی سے پہلے ہی اس پر عدالت اپنا غصہ اتار لے۔ اس مقدمے میں مرزائیوں کے بقول عدالت نے گواہی سے بھی قبل ایک گواہ کو جھڑکیاں پلائی ہیں تو اس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ حاکم عدالت اس سے بیر رکھتا تھا۔ اور جو حاکم عدالت کینہ پرور ہو وہ منصف مزاج کیسے ہوسکتا ہے اور اس کے انصاف کے گن گانا کہاں کی انصاف پسندی ہے؟

اس افسانے کو درست مان لینے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب انگریزوں ہی کا خود کاشتہ پودہ تھے کیونکہ کوئی باغبان نہیں چاہتا کہ اس کے لگائے ہوئے پودے سوکھ جائیں یا کوئی انہیں اکھاڑ کر پھینک دے۔ باغبان اپنے لگائے ہوئے پودوں کو بادصرصر سے بچاتا ہے۔ ضرورت کے مطابق کھاد ڈالتا ہے۔ باقاعدگی سے پانی دیتا ہے۔ اور پودہ بیمار ہو جائے تو زرعی ادویات سے اس کا علاج کرتا ہے۔ مرزا صاحب جب بدعویٰ خود انگریز کے خود کاشتہ پودے تھے تو کیا انگریز انہیں قید و بند میں ڈال کر جھلسا دیتا؟ یا انہیں پھانسی کے تختے پر کھڑا کر کے رستہ کھنچوا کر کٹوا دیتا؟ اور اگر مرزا صاحب کا یہ دعویٰ کہ وہ انگریزوں کے خود کاشتہ پودہ ہیں، جھوٹا تھا، تو مرزائی حضرات خود ہی فیصلہ کرلیں کہ ایک جھوٹا دعویٰ کرنے والہ

شخص مسیح یا مھدی یا نبی کیسے ہوسکتا ہے؟

اس مقدے کی مسل مرزا صاحب نے اپنے لٹریچر میں شائع کی ہوئی ہے۔ اور ہم نے بھی اس مسل کو وہیں دیکھا ہے۔ یہ مسل بکف چراغ دارد والہ معاملہ ہے کیونکہ ایک طرف مرزا صاحب اور ان کے ماننے والے کہتے ہیں کہ اس مقدمے کے دوران مولانا بٹالویؒ نے جھوٹی گواہی دی دوسری طرف پوری مسل میں وہ کسی ایک جگہ کی نشان دہی بھی نہیں کر سکتے کہ مولانا کی گواہی میں یہ بات جھوٹ تھی۔ مولانا کی گواہی ہم درج کر چکے ہیں۔ اگر آج بھی کوئی مرزائی یہ دکھا سکے کہ مولانا نے اس میں یہ بات جھوٹ کہی ہے تو ہم اس کے ممنون ہوں گے۔ کوئی بتائے کہ مجسٹریٹ نے کس جگہ مقدمہ کی مسل میں اس بات کی نشان دہی کی ہے کہ بٹالوی صاحب نے فلاں بات جھوٹ کہی ہے۔ کوئی بتائے کہ مسل میں کس جگہ مرزا صاحب نے خود یا ان کے وکیل نے یا مجسٹریٹ نے کہا ہے کہ بٹالوی صاحب تمہاری یہ بات جھوٹ ہے۔ ہاں جس بات کو مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں مولانا بٹالویؒ کا جھوٹ قرار دیا ہے اس بات کا تو گواہی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ وہ بات اگر واقعتاً ہوئی ہے تو وہ اس بحث کا حصہ ہے کہ گواہ، گواہی کس حالت میں دے گا۔ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر۔ اگر بیٹھ کر گواہی دے گا تو کس چیز پر بیٹھ کر، اور اگر کھڑا رہ کر گواہی دینا ہے تو کہاں؟ اور گواہی سے پہلے کا وقت اسے عدالت میں کرسی پر بیٹھ کر گزارنے کی اجازت ہے یا اسے کھڑے رہنا پڑے گا۔ اس بحث اور اس کے نتیجے کا نفس گواہی سے کیا تعلق؟

مرزا صاحب نے اس عدالتی واقعہ سے اپنے آپ کو مسیح موعود ثابت کرنے کو کوشش بھی کی ہے اور اس مقدمے کی حضرت مسیح ابن مریمؑ کے اس مقدمے کے ساتھ مشابہتیں تلاش کی ہیں جو ان پر رومیوں کی عدالت میں چلایا گیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں

> ۱۸۰۰ برس کے بعد وہی عیسیٰ پھر پیدا ہوگیا اور وہی یہودی پھر پیدا ہو گئے...... (ان نئے یہودیوں نے) میرے مقابل پر وہ کام کئے جو اس وقت کے یہودیوں نے کئے تھے۔ یہاں تک کہ میرے ہلاک کرنے کے لئے ایک خون کا مقدمہ بھی بنایا گیا (جو) حضرت عیسیٰ بن مریم کے مقدمہ سے بہت سخت تھا...... وہ اقدام قتل کا دعویٰ تھا اور جیسا کہ مسیحؑ کے مقدمہ میں یہودی مولویوں نے جا کر گواہی دی تھی، ضرور تھا کہ (میرے) اس مقدمہ میں بھی کوئی مولویوں میں سے گواہی دیتا۔ اس کام کے لئے خدا نے مولوی محمد

حسین بٹالوی کا انتخاب کیا۔ وہ ایک بڑا لمبا جبہ پہن کر گواہی دینے کے لئے آیا۔ اور جیسا کہ سردار کاہن، مسیح کو صلیب دلانے کے لئے عدالت میں گواہی دینے کے لئے آیا تھا۔ یہ بھی موجود ہوئے۔ فرق صرف اس قدر تھا کہ سردار کاہن کو پیلاطوس کی عدالت میں کرسی ملی تھی۔ کیونکہ یہودیوں کے معزز بزرگوں کو گورنمنٹ رومی میں کرسی ملتی تھی اور بعض ان میں سے آنریری مجسٹریٹ بھی تھے۔ اس لئے سردار کاہن نے عدالت کے قواعد کے لحاظ سے کرسی پائی...... اور مسیح بن مریم ایک مجرم کی طرح عدالت کے سامنے کھڑا تھا۔ لیکن میرے مقدمہ میں اس کے برعکس ہوا۔ یعنی یہ کہ برخلاف دشمنوں کی امیدوں کے کپتان ڈگلس نے جو پیلاطوس کی جگہ عدالت کی کرسی پر تھا مجھے کرسی دی۔ اور جب مولوی محمد حسین نے جو سردار کاہن کی طرح مخالفانہ گواہی کے لئے آیا تھا مجھے کرسی پر بیٹھا ہوا پایا (اور) وہ بھی اس پیلاطوس سے کرسی کا خواہش مند ہوا۔ مگر پیلاطوس نے اسے ڈانٹا اور زور سے کہا کہ تجھے اور تیرے باپ کو کبھی کرسی نہیں ملی۔ ہمارے دفتر میں تمہاری کرسی کے لئے کوئی ہدائت نہیں'۔ (روحانی خزائن ج ۱۹ص ۵۴۔۵۶)

قارئین خود دیکھ لیں کہ بقول مرزا صاحب پرانے دور میں یہودیوں کے معززین کو رومی حکومت کے دربار میں کرسی ملتی تھی اور مرزا صاحب کے دور میں مرزا صاحب کرسی نشینوں میں تھے۔ پرانے دور میں مسیحؑ کو مجرم نہ ہونے کے باوجود عدالت میں کھڑا کیا گیا اور مرزا صاحب کے دور میں مولانا بٹالویؒ کو بغیر کسی جرم اور بغیر کسی مقدمے کے (مرزا کے بقول) عدالت میں جھڑکیاں دے کر کھڑا کیا گیا۔ کس کی، کس کے ساتھ مشابہت ہوئی؟

پھر بقول مرزا صاحب، مسیحؑ کے خلاف جھوٹی گواہیاں دی گئیں اور انہیں مجرم قرار دیا گیا یہاں مرزا صاحب بری ہوئے تو انہیں مسیحؑ سے کیا مشابہت ہوئی؟

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مسیحؑ کو صلیب پر چڑھایا گیا مگر ان کو موت واقع نہیں ہوئی بلکہ ان کے حواریوں نے انہیں صلیب سے اتار کر چھپا دیا اور پھر وہ اپنی طبعی عمر گذرا کر ۸۷ سال بعد سری نگر میں فوت ہوئے (مہر منیر ص ۵۲۲) مرزا صاحب کو نہ صلیب پر چڑھایا گیا۔ نہ کسی نے صلیب سے اتار کر انہیں چھپایا۔ نہ وہ کشمیر یا کشمیر جیسے کسی سرد مقام پر ۸۷ سال رہے اور نہ اس کی عمر (مرزا صاحب کے) مسیح کی طرح ۱۲۰ سال ہوئی۔ مسیح ابن مریمؑ کی ایک بھی شادی نہ ہوئی اور مرزا صاحب تیسری کے خواب دیکھتے رہے۔ مسیحؑ کا ایک بھی بچہ نہ ہوا

ادھر مرزا صاحب ایک درجن کے لگ بھگ بچوں کے باپ بنے۔ مرزا صاحب کو مسیحؑ سے آخر کس بات کی مشابہت ہے؟ کیا مرزا صاحب صلیب پر چڑھے؟ کیا انہیں اس مقدمہ میں مسیحؑ کی طرح کھڑا رکھا گیا؟ کیا ان کے خلاف بھگتنے والے گواہوں کو یہودیوں کی طرح عدالت میں بیٹھنے کے لیے کرسیاں ملیں؟

مرزا صاحب پر کرسی والے اس مقدمے کے بعد ایک اور مقدمہ بھی ہوا تھا۔ وہ ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ تھا اور مرزا صاحب اور ان کے مرید حکیم فضل دین بھیروی پر مواھب الرحمٰن نامی کتاب کی ایک عبارت کی بنا پر درج ہوا تھا۔ اس مقدمہ میں مرزا صاحب دو سال سرگرداں رہے اور ان کے تمام کس بل نکل گئے۔ عبدالحمید والے مقدمے کے بعد انہوں نے بڑی شیخی سے کہا تھا کہ انہیں عدالت میں کرسی دی گئی اور حاکم عدالت نے کہا کہ یہ مولوی نہیں بلکہ ایک رئیس آدمی ہیں اور ان کے باپ کو بھی کرسی ملتی تھی۔ مواھب الرحمٰن والے مقدمے میں جو ایک عرصہ تک چلتا رہا، مرزا صاحب کو حاضری کے دنوں میں گھنٹوں کے حساب سے عدالت میں کھڑا رکھا جاتا تھا۔ اور عدالت میں کھڑے ہونے کو انہوں نے مولانا بٹالویؒ کی ذلت قرار دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ادھار نہیں رکھا، بلکہ فوراً حساب چکتا کر دیا کہ عدالت میں کھڑے ہونا اگر ذلت ہے تو محمد حسینؒ کو صرف اسی ایک دن کھڑا رکھا گیا ہوگا جس دن اس کی گواہی تھی اور تمہارے ساتھ یہ ذلت مہینوں کے حساب سے چسپاں رہی۔

یہ مقدمہ جہلم میں ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو دائر ہوا تھا۔ بعد میں گورداسپور منتقل ہوا۔ مولوی کرم الدین ولد مولوی صدرالدین قوم اعوان ساکن موضع بھیں تحصیل چکوال مستغیث تھے اور مرزا غلام احمد ملزم نمبر۱، اور حکیم فضل دین ملزم نمبر۲ تھے۔ اس مقدمہ کی فرد جرم یہ ہے

'میں لالہ چندولعل مجسٹریٹ اس تحریر کی رو سے تم مرزا غلام احمد ملزم پر حسب تفصیل ذیل الزام قائم کرتا ہوں کہ تم نے کتاب مواھب الرحمٰن تصنیف کر کے شائع کی جس میں مستغیث کی نسبت الفاظ لئیم، بہتان عظیم اور کذاب استعمال کئے۔ جو اس کی توہین کرتے ہیں اور یہ کہ تم نے تاریخ ۱۷ جنوی ۱۹۰۳ء کو یا اس کے قریب موقعہ جہلم میں شائع کئے۔ لہٰذا تم اس جرم کے مرتکب ہوئے جس کی سزا مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰' ۵۰۱' ۵۰۲ میں مقرر ہے اور جو میری سماعت کے لائق ہے۔ اور میں اس تحریر کے ذریعہ حکم دیتا ہوں کہ تمہاری تجویز بر بنائے الزام مذکور عدالت موصوفہ (یا ہمارے) روبرو عمل میں آئی۔

عدالت صاحب مجسٹریٹ درجہ اول۔ نوٹ: ملزم عدالت کی اجازت سے غیر حاضر ہے اس کو واسطے جواب کے بتقرر ۱۴ مارچ ۱۹۰۴ء طلب کیا جاوے۔

'اس مقدمے کی ایک پیشی ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی اس دن عدالت میں مستغیث کا بیان قلم بند ہوا اور گواہ استغاثہ جناب برکت علی صاحب کی شہادت ہوئی جس کے بعد تاریخ پیشی ۱۲۔۱۳ نومبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔ نومبر کی اس تاریخ کو فقط مرزا غلام احمد پیش ہوئے جبکہ دوسرے ملزم کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ بیمار ہیں اور انہیں حاضری سے معذور سمجھا جائے۔ لیکن وکلا استغاثہ نے اصرار کیا کہ وہ ضمانت پر ہیں اور ان کی حاضری عدالت میں انتہائی ضروری ہے۔ مجسٹریٹ لالہ چندو لال نے حکم دیا کہ ملزم نمبر ۲ حکیم فضل دین کو اگر وہ بیمار ہیں تو چار پائی پر اٹھا کر لایا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی اور قادیانی حکیم صاحب کو چار پائی پر اٹھا کر لے آئے۔ یہ نظارہ دیدنی تھا۔ گواہوں کی شہادت قلم بند ہوئی۔ گواہوں کے نام مندرجہ ذیل تھے: مولوی محمد علی ایم اے وکیل' ملک تاج دین واصل جہلم' مولانا ابوالوفا ثناء اللہ' مولوی عبدالسبحان ساکن مسانیاں' مولوی اللہ دتہ ساکن سوہل......۱۳ نومبر کو مولوی کرم دین پر جرح شروع ہوئی جو ۱۴ اور ۱۵ نومبر کو بھی جاری رہی۔ قادیانی وکلاء ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی مولوی صاحب کو گمراہ کرنے میں کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ اس کے بعد اگلی پیشی کی تاریخ ۱۵ دسمبر مقرر ہوئی۔ ۱۵ دسمبر والی پیشی میں گواہان استغاثہ بھی حاضر تھے اور مرزا غلام احمد بھی عدالت میں پیش ہوئے۔ مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال کی شہادت ہوئی جس کے بعد عدالت کی کارروائی اگلے روز ۱۶ دسمبر تک کے لئے ملتوی ہوگی۔ ۱۶ دسمبر کو مولوی برکت علی منصف بٹالہ کی شہادت شروع ہوئی۔ موصوف چونکہ علاقے کی مشہور شخصیت تھے اس لئے دور ونزدیک سے کافی لوگ کارروائی سننے کے لئے عدالت میں موجود تھے۔ مرزائی وکلا نے بڑی محنت سے مولوی برکت علی پر جرح کی تاکہ ان کی کسی بات سے مقدمہ میں انہیں مدد مل سکے۔ لیکن مولوی صاحب نے اپنی قابلیت اور فہم و فراست سے قادیانیوں کو ان کے مقصد میں ناکام بنا دیا۔ اثناء جرح میں وکیل ملزمان خواجہ کمال دین نے ایک عربی تحریر استغاثہ کے گواہ مولوی برکت علی کے سامنے پیش کر کے اس کا اردو ترجمہ کرنے کو کہا۔ عدالت نے اسے کار فضول سمجھ کر انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ اس پر مولوی برکت علی صاحب نے

ایک عربی نظم ہاتھ میں لے کر مرزا صاحب کی طرف بڑھائی اور کہا کہ آپ کو عربی کی لیاقت پر اتنا ناز ہے تو آپ اس نظم کا اردو ترجمہ کر دیں۔ میں عدالت میں آپ کا مرید ہونے کا علان کر دونگا۔ مرزا صاحب نظم دیکھتے ہی منقار زیر پر ہوگئے۔ ۱۷ دسمبر کو مرزا صاحب کے خلاف مشہور اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری جو مرزا صاحب کے مدمقابل کی حیثیت سے کافی شہرت حاصل کر چکے تھے پیش ہوئے۔ قادیانی حضرات خاص طور پر مولانا کو دیکھنے کے لئے ایک کثیر تعداد میں عدالت میں موجود تھے مولانا پر جرح کے لئے قادیانیوں نے اپنے علما کی ایک کثیر تعداد بھی طلب کر رکھی تھی۔ ان میں ان کے مشہور و معرف عربی دان مولوی محمد احسن امروہی بھی تھے۔ چنانچہ قادیانی وکلا اور علما کی متفقہ کوششوں سے وہ سوالات مرتب ہوئے جو کمرہ عدالت میں مولانا امرتسری سے پوچھے گئے۔ لیکن آپ کا ہر جواب مرزائیوں کو حیران و ششدر کر دیتا تھا۔ قادیانیوں نے مولانا کو رگیدنے کی انتہائی کوشش کی لیکن مولانا ہر بار اپنے جواب سے انہیں ناکام کر دیتے۔ آخر مرزائیوں نے جب غیر متعلقہ سوالات کا ذکر چھیڑ دیا تو عدالت نے مداخلت کر کے جرح کو وہیں روک دیا اور یوں حیات مسیحؑ، وفات مسیحؑ کی بحث کا قادیانی منصوبہ بھی ناکام ہوگیا۔ غرض ۱۷ دسمبر سے ۱۹ دسمبر تک مولانا ثناء اللہ امرتسری پر قادیانی جرح کرتے رہے۔ اور ۱۹ دسمبر کو عدالت کی کارروائی ۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء تک کے لئے ملتوی ہوگئی۔ ۱۳ جنوری کو عدالت میں جم غفیر تھا۔ مسلمان اور قادیانی دونوں موجود تھے۔ استغاثہ کے وکیل بابو مولامل اور خود مولوی کرم دین صاحب نے اس بحث کو انتہائی مئوثر طریقے سے جاری رکھا۔ مرزا غلام احمد چونکہ عدالت میں موجود تھے اس لئے مولوی کرم دین صاحب کے انداز گفتگو میں بلا کی روانی اور جوش پایا جاتا تھا۔ چنانچہ اسی روز عدالت کی کارروائی کے بعد مرزا صاحب شدید بخار کی لپیٹ میں آ گئے۔ اور دوسرے روز مرزا صاحب نے اپنی بجائے بیماری کا سرٹیفکیٹ بھجوا کر جان بچائی۔ ۱۴ جنوری کی اس کارروائی میں دوسرے ملزم حکیم فضل دین نے اپنے وکیل کے ذریعہ عدالت میں مقدمہ کے التواء کی درخواست دے دی کیونکہ وہ زیر دفعہ ۵۲۶ ضابطہ فوجداری مقدمہ دوسری عدالت میں منتقل کرنے کی درخواست دینا چاہتا تھا'

(ص ۲۴۰۔ ۲۴۱ تاریخ محاسبہ قادیانیت۔ بحوالہ تازیانہ عبرت مولوی کرم دین دبیر)

پھر ۸ مئی ۱۹۰۴ء کو مقدمہ پیش ہوا۔ ہر روز پیشی ہوتی شہادات گواہان ذیل منجانب استغاثہ ماہ اگست ۱۹۰۴ء تک ختم ہوئی۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے وکیل' مولوی ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری' مولوی محمد جی صاحب قاضی جہلم' مولوی غلام محمد صاحب قاضی تحصیل چکوال۔ بعد میں گواہان استغاثہ کو دوبارہ بلایا گیا مولوی ثناء اللہ' مولوی محمد جی' مولوی برکت علی صاحب منصف بٹالہ اور مولوی محمد علی لاہوری پر جرح مکرر ہوئی۔ ۲۶۔ اگست ۱۹۰۴ء کو ملزمان کی طرف سے گواہوں کی فہرست داخل ہوئی اور لالہ آتما رام مہتہ مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور نے ۸۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو فیصلہ سنایا۔ ملزم نمبر ۱ کو ۵۰۰ روپئے جرمانہ اور ملزم نمبر ۲ کو ۲۰۰ روپئے جرمانہ ہوا۔ عدم ادائیگی پر ملزم نمبر ۱ کو ۶ ماہ قید اور ملزم نمبر ۲ کو ۵ ماہ قید سنائی گئی۔ بعد میں اپیل پر جرمانہ معاف ہوا۔

(مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی امت کی حقیقت۔ص ۱۱۰)

ہم نے اس مقدمے کا ذکر اس لئے کیا کہ مرزا صاحب نے ڈاکٹر کلارک والے مقدمے میں بڑی تعلّی سے کہا تھا کہ وہ خاندانی کرسی نشین ہیں اور عدالت میں انہیں کرسی دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کا ادھار باقی نہیں رکھا اور مولوی کرم دین والے اس مقدمے جو مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک عرصے تک چلتا رہا مرزا صاحب کو ہر روز عدالت میں گھنٹوں کھڑے رہنا پڑتا تھا۔

جلسہ لاہور

مرزا غلام قادیانی کے الہامات اور پیش گوئیوں کے مجموعہ تذکرہ میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ایک دفعہ طاعون کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا،

ابھی کیا ہے ، ابھی وہ دن بھی آئیں گے کہ جب لوگ کہیں گے کہ لاہور بھی کوئی شہر ہوتا تھا۔ (ضمیمہ اخبار' جلد۲ نمبر۲۰ مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۴ء صفحہ ۷)

اس الہام کی شرح میں مرتب ''تذکرہ'' لکھتا ہے کہ

لاہور کی تباہی کی پیش گوئی جو حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں شائع ہو چکی تھی وہ یہ ہے۔ ، لاہور کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اس کی سرزمین میں ایسے اجزا ہیں کہ اس میں طاعونی کیڑے زندہ نہیں رہ سکتے لیکن وہاں بھی طاعون نے آن ڈیرہ ڈالا ہے۔ ابھی لوگوں کو معلوم نہیں ہے لیکن سالہا سال کے بعد لوگ دیکھیں گے کہ کیا ہوگا۔ کئی لوگ اور دیہات بالکل تباہ ہو جائیں گے۔ دنیا سے ان کا نام ونشان مٹ جائے گا اور ان کے آثار تک باقی نہ رہیں گے لیکن یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہ ہوگی۔ (الحکم جلد ۸ نمبر ۲۳ و ۲۴' مورخہ ۱۷ ' ۲۴ جولائی ۱۹۰۴' صفحہ ۱۲) ۔ (تذکرہ۔ صفحہ ۵۹۵)

یہ شہر لاہور مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کے مطابق تو کب کا تباہ ہو چکا ہے کیونکہ طاعون کی وبا جو ۱۹۰۴ء میں پڑی تھی اور جس کے نتیجہ میں لاہور اور اس کے مضافاتی دیہاتوں نے مٹ جانا تھا وہ طاعون کب کا ختم ہو چکا ہے اب جو شہر پنجاب (پاکستان) کا دارالحکومت ہے اس کا نام شاید لاہور نہیں کچھ اور ہے یا مرزا صاحب کی پیش گوئی جھوٹی ہے۔ اس بات کا تصفیہ مرزائیوں پر چھوڑ کر ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ لاہور کو تحریک ختم نبوت کی تاریخ میں بہت اہم مقام حاصل ہے۔ یہی وہ شہر ہے جہاں سے ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء کو مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے مرزا غلام احمد قادیانی کو وہ خط لکھا تھا جسے تحریک ختم نبوت کا نقطہ آغاز کہا جا سکتا

ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں مرزائیوں سے مسلمانوں کا پہلا مناظرہ ہوا۔ یہ مناظرہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے مرزا غلام احمد کے دست راست حکیم نور دین صاحب سے اپریل ۱۸۹۱ء میں منشی امیر دین صاحب کے مکان پر کیا تھا اور اس مجلس کے شرکاء میں پروفیسر محمد عبد اللہ ٹونکی اورئینٹل کالج لاہور، سید فقیر الدین رئیس و آنریری اسسٹنٹ کمشنر لاہور۔ شیخ خدا بخش صاحب جج اور مولانا محی الدین عبد الرحمٰن لکھوی شامل تھے۔ یاد رہے کہ حکیم صاحب اس مناظرے کو ادھورا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس مناظرے کی روداد ضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵ اپریل ۱۸۹۱ء اور اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۹ تا ۳۱ پر شائع ہوئی تھی۔ (دیکھئے تاریخ احمدیت' جلد ۴' صفحہ ۱۳۱-۱۳۰) یہی وہ مقام ہے جہاں مسلمانوں کا مرزائیوں سے پہلا مباہلہ ہوا۔ یہ مباہلہ حضرت مولانا عبد الحق غزنوی مرحوم نے حافظ محمد یوسف مرزائی سے کیا تھا۔ یاد رہے کہ مرزا غلام احمد کی منظوری کے بعد یہ مباہلہ مرزائیوں کی طرف سے سرکاری حیثیت اختیار کر گیا تھا اور پھر اس مباہلے کے نتیجے میں حافظ محمد یوسف صاحب مرزائیت ترک کر کے دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے۔ لاہور ہی وہ مقام ہے جہاں حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین دہلویؒ کے ایک شاگرد مولانا عبد الحکیم کلانوری کا مرزا غلام احمد سے وہ مباحثہ ہوا جس کے نتیجے میں مرزا صاحب نے تحریری طور پر اپنی غلطی کو تسلیم کیا تھا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ نے ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کے روز مرزا غلام احمد کو اس کی زندگی کا آخری چیلنج دیا تھا۔ یاد رہے کہ مرزا صاحب اس چیلنج کا جواب اپنے ذمے ادھار چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں ۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں مرزا صاحب اپنے شائع کردہ آخری فیصلہ والے اشتہار کے بموجب مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی زندگی میں موت کا پیالہ پی کر اپنے کذب پر مہر ثبت کر گئے ہیں۔

لاہور شہر کو اور بھی کئی واقعات کے باعث تحریک ختم نبوت کی تاریخ میں بہت نمایاں مقام حاصل ہے لیکن اس وقت ہمارے پیش نظر اس واقعہ کا بیان کرنا ہے جو اگست ۱۹۰۰ء میں پیش آیا' یہ واقعہ اصلاً مرزا غلام احمد قادیانی اور علمائے اسلام کے درمیان تفسیر نویسی کے تحریری مقابلے کے طور پر مرزا صاحب کی طرف سے تجویز ہوا تھا اور مرزا صاحب نے چیلنج دیا تھا کہ علمائے اسلام اور پیر مہر علی شاہ صاحب ان کے روبرو ، زانو بزانو بیٹھ کی تفسیر نویسی کریں اور نتیجہ فکر منصفین کے روبرو پیش کیا جائے اور فریقین کی شکست و فتح منصفین کے فیصلہ پر منحصر ہو۔ بات آگے بڑھی تو شرائط کا معاملہ ذرا ٹیڑھا ہو گیا جس کے نتیجے میں یہ واقعہ مسلمانوں کے

یک طرفہ جلسہ عام کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

اس واقعہ کی شروعات مرزا غلام احمد کے اس دعویٰ سے ہوئیں جو اس نے اپنی کتاب ''ایام الصلح'' میں کیا تھا کہ

''اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں جو میری برابری کی لاف مار سکے۔ میں اعلانیہ اور بلا کسی خوف کے کہتا ہوں کہ اے مسلمانو! تم میں سے بعض لوگ محدثیت اور مفسریت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور بعض از راہ ناز زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھتے اور کئی خدا شناسی کا دم مارتے ہیں اور چشتی اور قادری اور نقشبندی اور سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں ذرا ان سب کو میرے سامنے تو لاؤ۔ (مہر منیر۔صفحہ ۲۰۶)

اس تحریر کے کچھ عرصہ بعد مرزا غلام احمد نے چیلنج دیا کہ کوئی مسلمان ان کے مد مقابل کسی سورت یا چند آیات کی آمنے سامنے بیٹھ کر تفسیر لکھے۔ اس چیلنج پر مبنی ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار تیار کیا جو ۲۲ جولائی کو شائع ہو کر مشتہر ہوا۔ اس اشتہار کا سرعنوان یہ تھا

'پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی جو سخت مکذب ہیں۔ ان کے ساتھ ایک طریق فیصلہ' مع ان علماء کے جن کے نام ضمیمہ اشتہار ہذا میں درج ہیں'

اور اس اشتہار میں چیلنج یہ تھا کہ

لاہور میں جلسہ ہو، مرزا صاحب اور فریق مخالف بالمقابل بیٹھ کر سات گھنٹہ تک لکھیں گے، کوئی دوسرا شخص اشارے کنائیے تحریر تقریر سے مدد نہیں دے سکے گا۔ کم از کم بیس ورق لکھے جائیں گے' کل عبارت عربی میں ہو گی' بعد اختتام مضمون ایک ایک نقل مطابق اصل بہ ثبت دستخط کامل فریق تحریر کنندہ کے دوسرے فریق کو دی جائے گی۔ بعد از تحریر اپنا مضمون جلسہ عام میں سنایا جائے گا' بعد ازاں کسی کو ترمیم اصلاح یا کمی بیشی کا اختیار نہ ہو گا۔ بعد ازاں تین مولوی یعنی محمد حسین بٹالویؒ مولوی عبد الجبارؒ (غزنوی) اور مولوی عبداللہؒ پروفیسر لاہوری ان تحریرات پر رائے زنی کریں گے اور ان کو تین مرتبہ کی حلف قذف محتاط کے ساتھ دے کر دریافت کیا جائے گا کہ کون سا مضمون تائید روح القدس سے لکھا گیا ہے اور وہ رائے قطعی ہو گی۔ جو طبع کرا کے تقسیم بھی کی جائے گی۔

(مہر منیر صفحہ ۲۲۴۔ تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۸-۱۳۷)

اس اشتہار میں پیر مہر علی صاحب گولڑوی کے علاوہ ۸۶ علماء اور مشائخ کو نام لیکر چیلنج کیا

گیا تھا۔ مولانا ثناء اللہؒ کا نام ۲۸ نمبر پر تھا، سید نذیر حسینؒ کا نام ۳۱ نمبر پر، شیخ اللہ بخش تونسویؒ کا نام ۴۵ نمبر پر، مولانا بٹالویؒ کا ۵۲ نمبر پر، امام عبدالجبار غزنویؒ کا اسم گرامی ۵۶ نمبر پر، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا نام ۶۵ پر اور حافظ عبدالمنانؒ محدث وزیر آبادی کا نام ۷۱ نمبر پر تھا۔ اور شاہ احمد رضا خانؒ صاحب بریلوی کا نام سرے سے موجود ہی نہیں تھا۔

مرزائی کہا کرتے ہیں کہ اس چیلنج کے جواب میں مسلمانوں نے چپ سادھ لی تھی اور اول تو کوئی مقابلہ پر نہ آیا اور جب ایک عرصہ تک ٹال مٹول کے بعد کوئی سامنے آیا تو اس نے ایسی شرائط پیش کر دیں جو عملاً مقابلے سے فرار تھا۔ اس دعویٰ کا جواب مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری نے اپنی زندگی میں ایک مرزائی مضمون نگار (پیغام صلح لاہور۔۱۲ دسمبر ۱۹۴۰ء) کو خطاب کرتے ہوئے یوں دیا تھا:

آپ نے یہ نہیں بتایا کہ جن علماء کو مرزا صاحب نے اپنے بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا انہوں نے اس کا کیا جواب دیا۔ کیا وہ مرزا صاحب سے ڈر کر ہندوستان سے باہر چلے گئے تھے؟ یا وہ صم بکم ہو کر بیٹھے رہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوا، کیونکہ ان مخاطبوں میں میرا نام بھی تھا اور پیر مہر علی صاحب گولڑہ والے بھی مخاطب تھے۔ میں نے مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے جواب میں ۲۶ جولائی ۱۹۰۰ء کو اپنی آمادگی کا اشتہار دیا۔ پیر صاحب نے تو یہاں تک آمادگی ظاہر کی کہ آپ حسب اعلان گولڑہ سے چل کر لاہور پہنچ گئے۔ پیر صاحب گولڑہ کی تشریف آوری کی تقریب پر علماء اسلام بھی لاہور جمع ہو گئے تھے۔ مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا محمد علی صاحب بھوپڑوی، قاضی عبدالاحد خانپوری، پیر جماعت علی شاہؒ علی پوری اور یہ خاکسار اور دوسرے علماء بکثرت شریک مجلس ہوئے۔ جب لوگ مرزا صاحب کا انتظار کرتے کرتے کرتے تھک گئے تو انہوں نے جامع مسجد لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ مرزا صاحب کے چیلنج کو باقاعدہ قبول کیا گیا تھا مگر مرزا صاحب ہی مقابلے میں نہ آئے۔ کیوں نہ آئے

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدارا بہانہ ساخت

(اہل حدیث امرتسر ۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ صفحہ ۷-۶)

مرزا غلام احمد کے اشتہار کے جواب میں ۲۵ جولائی کو پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنی

طرف سے جو اشتہار شائع کیا تھا اس میں انہوں نے مرزا صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا:

''مجھ کو دعوت حاضری جلسہ منعقدہ لاہور مع شرائط مجوزہ مرزا صاحب بسر و چشم منظور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب میری ایک ہی گزارش کو بہ سلک شرائط مجوزہ منسلک فرماویں گے۔ وہ یہ ہے کہ مدعی مسیحیت و مہدویت و رسالت لسانی تقریر سے بمشافہ حضار جلسہ اپنے دعویٰ کو بپایہ ثبوت پہنچا دیں۔ بجواب اس کے نیاز مند کی معروضات عدیدہ کو حضرات حاضرین خیال فرما کر اپنی رائے ظاہر فرمائینگے'' (مہر منیر ص ۲۱۹)

اس اشتہار کے ساتھ انہوں نے ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کی تاریخ مقرر کر کے لاہور تشریف لانے کا اعلان کر دیا اور مرزا صاحب کو دعوت دی کہ وہ بھی چلے آئیں۔ اس اعلان سے عوام میں بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا اور مہر منیر کے مصنف کے بقول

جب وعدہ کا دن آیا تو ملک کے طول و عرض سے ہزارہا مسلمان لاہور پہنچ گئے۔ علماء‘ مشائخ‘ درویش اور ہر طبقہ اور فرقہ کے مذہبی افتاد رکھنے والے مسلمان شیعہ‘ سنی‘ اہل حدیث حتیٰ کہ قادیانی جماعت کے مرید متفق ہمدرد اور مائل بھی دور و نزدیک سے جمع ہو گئے۔ ...... مسلمانان لاہور نے اپنی روایتی مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ استقبالیہ کمیٹیاں بن گئیں اور سرائیں مسجدیں مدرسے اور لوگوں کے گھر مہمانوں سے بھر گئے۔ قریبی اضلاع قصبوں اور مضافات سے آنے والی ریل گاڑیاں وغیرہ سواریوں سے بھری ہوئی پہنچنے لگیں اور لاہور کے بازاروں میں لوگوں کے ٹھٹھ سے میلے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ان دنوں ویسے بھی لوگ مذہبی جلسوں اور مباحثوں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ لیکن اس خاص موقع پر تو ہجوم خلائق کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ قبلہ عالم جیسی مشہور زمانہ روحانی تقدس اور علمی احترام و شہرت رکھنے والی شخصیت پہلی بار اسلام پر قادیانیت کے خطرناک حملوں کے دفاع میں علماء دین کی اس قدر بڑی اور فقید المثال تعداد کے ساتھ میدان مناظرہ و مباحثہ میں تشریف فرما ہو رہی تھی۔ (مہر منیر صفحہ ۲۳۰)

مرزا صاحب تاہم میدان میں تشریف نہ لائے۔ وہ قادیان میں زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد کی عملی تصویر بن کر رہ گئے۔ اس واقعہ کی روئداد اسی دور میں ایک کتابچے کی صورت میں شائع ہوئی تھی جسے چند سال قبل ایک معاصر کی مفصل تقدیم کے ساتھ برق مہریہ کے نام سے اچھرہ لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔ اس کتابچے میں مرزا صاحب کے بارے میں لکھا ہے۔

باقی رہا مقابلہ۔ سو اس کا جانگداز خیال مرزا کو لاہور' دہلی' لدھیانہ وغیرہ مقامات کا وہ پرانا اور پردرد نظارہ کا سماں (جس میں اس کی خفت اور بے عزتی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہا تھا) دکھلاتا تھا، اس لیے مرزا نے لاہور تک آنا گوارا نہ کیا۔ (برق مہریہ' صفحہ ۳۸)

ادھر لاہور میں کئی روز تک مرزا غلام احمد کا انتظار ہوتا رہا۔ آخر مایوس ہو کر مسلمانوں نے شاہی مسجد لاہور میں یک طرفہ جلسے کا اعلان کر دیا۔

آٹھ دس ہزار آدمی مسجد مذکورۃ الصدر میں جمع ہو گئے۔ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب و دیگر مشائخ کرام و علماء عظام ساڑھے چھ بجے صبح کے تشریف لائے اور کارروائی جلسہ شروع ہوئی۔ سب سے اول مولوی محمد علی صاحب نے دربارہ عقائد مرزا قادیانی، وعظ فرمایا کہ یہ اس کے عقائد ہیں جو صریحاً مخالف قرآن کریم و سنت و اجماع امت ہیں۔ پھر مولانا مولوی عبدالجبار صاحب بن مولوی عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور غزنوی ثم امرتسری نے وعظ فرمایا جس کا ماحصل یہ تھا کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اقوال و افعال یہ تھے۔ پس جو شخص ان کے مطابق چلنے والا ہے وہ ان کا پیرو ہے اور جو شخص ان کے مخالف ہے وہ مرتد اور کافر ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے افعال و اقوال قطعاً مخالف سنت نبویہؐ و روش صحابہ کرامؓ ہیں۔ اس لیے اہل اسلام کو اس سے بچنا چاہیے۔ پھر ابوالفیض مولانا مولوی محمد حسن صاحب مدرس دار العلوم نعمانیہ نے دربارہ غرض انعقاد جلسہ و کارروائی مباحثہ ایک تحریر پڑھی۔ آخر میں مولانا صاحب نے ایک پرزور تقریر میں بالتفصیل یہ بھی بیان کیا کہ اس سے پہلے بھی دنیا میں مرزا جیسے بلکہ اس سے بڑھ کر بہت سے جھوٹے نبی مسیح مہدی ہونے کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں۔ ان کے بعد مولوی تاج الدین احمد صاحب جو ہر مختار چیف کورٹ پنجاب و سیکرٹری انجمن نعمانیہ نے مولانا مولوی محمد حسن صاحب کی تائید کی اور مرزا کے چند اشتہارات سے ان کی اس قسم کی کارروائیوں پر نہایت تہذیب اور شائستگی سے نکتہ چینی کی۔ بعد ازاں جناب حضرت مولانا ابوسعد محمد عبدالخالق صاحب سجادہ نشین جہان خیلاں شریف نے مرزا اور اس کی بیہودہ کارروائی کی نسبت چند ریمارکس دیئے .... اس کے بعد ابوالوفا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مرزا کی تمام پیش گوئیوں کے غلط ثابت ہونے کی نسبت زبردست دلائل بیان فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ ایسے شخص

کو مخاطب کرنا یا اس کی کسی تحریر کا جواب دینا بھی گویا علمائے کرام کی ہتک اور ان کی شان سے بعید ہے۔ اس کے بعد مولانا حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب سجادہ نشین نے عقائد مرزا کے متعلق تردیداً اور کچھ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کی تشریف آوری کی نسبت تائید اُنہایت عمدگی سے بیان فرمایا۔ بعد ازاں جناب مولانا مولوی مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی پروفیسر اورئینٹل کالج اور پریذیڈنٹ انجمن حمایت اسلام لاہور نے چند آیات قرآن کریم واحادیث نبویہؐ اور نیز دلائل عقلیہ سے مرزا کے عقائد کی سخت تردید فرمائی۔ اس کے بعد مولوی احمد الدین صاحب ساکن موضع بادشاہاں ضلع جہلم نے مرزائی خیالات کی تردید میں ایک مؤثر وعظ فرمایا اور آخر میں حضرت پیر صاحب نے دعائے خیر کی اور تمام حاضرین نے آمین کے نعرے بلند کیے۔

(مہر منیر' صفحہ ۲۳۵-۲۳۶' برق مہریہ صفحہ ۵۰-۳۸)

جن علماء کو مرزا صاحب نے چیلنج دیا تھا ان میں اس دور کے بعض معروف علماء مثل مولوی محمد لدھیانوی' مولوی عبد العزیز لدھیانوی' مولوی خلیل احمد سہارنپوری' مولانا محمود حسن صدر مدرس دیوبند' مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ بھی شامل تھے لیکن شاید بعد مسافت یا خرابی صحت یا ضعیف العمری یا دیگر ضروری مصروفیات کے بعد لاہور کے جلسے میں یہ بزرگ تشریف نہ لا سکے۔ جلسہ کے اختتام پر علماء و مشائخ کی طرف سے قادیانیت کے خلاف جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا تھا اس پر ۵۹ علماء کے دستخط ہیں۔ ان میں حافظ عبد المنان وزیر آبادی' قاضی عبد الاحد خانپوری' مولانا عبد الحق غزنوی' مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا محمد علی واعظ' مولانا حافظ محمد حسین امام مسجد چینیانوالی اور امام عبد الجبار غزنوی کے دستخط تو ہیں لیکن ایسے بہت سے افراد کے دستخط اس پر موجود نہیں ہیں جن کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تحریک انہی کی اٹھائی ہوئی تھی اور چل بھی انہی کے دم قدم سے رہی تھی۔ ہمیں معلوم ہے کہ مولانا گنگوہی کا مقام تاریخ اور محاسبہ قادیانیت میں بہت اونچا ہے لیکن جب انہیں مرزا صاحب نے مباحثے کے لیے بلایا تھا تو شرائط اور مقام کے تعین پر اتفاق نہ ہو سکنے کے باعث مباحثہ منعقد نہیں ہو سکا تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ مولانا انور شاہ کشمیری کا مقام تحریک ختم نبوت میں بہت اونچا ہے لیکن مرزا صاحب کی زندگی میں مولانا کشمیری نے مرزا صاحب سے ایک ہی مباحثہ کیا ہے جو خواب میں ہوا تھا، جیسا کہ مولوی محمد انوری فرماتے ہیں کہ

> ایک دفعہ دیوبند کی جامع مسجد میں قادیانیوں کے خلاف تقریر کرتے ہوئے مولانا انور شاہ کشمیری نے فرمایا کہ ۱۹۰۸ء میں کشمیر میں ہم نے ایک خواب دیکھا کہ ہمارا اور مرزا غلام احمد قادیانی کا مناظرہ ہوا ہے اور ہم اس میں غالب رہے۔ یہ خواب کسی نے اخبارات میں شائع کر دیا۔ مرزا غلام احمد مناظرے کے لیے تیار ہو گیا۔ ہم بھی کشمیر سے چل پڑے لاہور آ کر سنا کہ مرزا صاحب تو قادیان سے لاہور آ کر کل ہیضے سے چلے دیئے' خیر ہم تو غالب ہی رہے۔ (سب سے پہلا فتویٰ تکفیر' صفحہ ۳۱۶-۳۱۷)

یعنی مولانا گنگوہی سے نہ ہو سکنے والے، اور مولانا کشمیری سے خواب میں ہونے والے مناظروں کے سوا احناف کی دیوبندی شاخ کے پاس کوئی قابل ذکر مباحثہ یا مناظرہ یا مباہلہ نہیں ہے جو ان کے بزرگوں نے مرزا صاحب کی زندگی میں اس کے ساتھ کیا ہو۔ مرزا صاحب مر گئے تو انہوں نے پیر صاحب گولڑہ کو اپنے اکابرین میں شامل کرنا شروع کر دیا۔ پیر صاحب دیو بندی تو نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے دیوبند میں تعلیم حاصل کی تھی لیکن وہ مولانا احمد علی سہارنپوری کے شاگرد اور حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید تھے۔ یہ دونوں بزرگ بھی اگرچہ خود دیو بندی نہ تھے لیکن دیو بندی حضرات انہیں اپنے اکابرین میں شمار کر لیتے ہیں اور اس تعلق سے انہوں نے ان کے ایک شاگرد اور مرید مہر علی شاہ صاحب کو اپنا کر اس کے کام پر فخر کرنا شروع کر دیا اور چونکہ حاجی صاحب اور پیر صاحب کے حالات کے ضمن میں ایک روایات بایں الفاظ موجود تھی۔

> ۱۳۰۷ ہجری یعنی ۱۸۹۰ء میں حج کے موقع پر جب آپ نے حجاز مقدس ہی میں سکونت پذیر ہونے کا ارادہ فرمایا تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے بنا بر کشف آگاہ ہو کر فرمایا تھا کہ عنقریب سرزمین ہند میں ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے۔ جس کا سد باب آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اس وقت آپ اپنے وطن میں بالفرض خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ بعد ازاں وطن لوٹنے پر مکاشفات و مشاہدات کے ذریعے آپ کو معلوم ہوا کہ اس فتنہ سے مراد فتنہ قادیانیت تھا کیونکہ حاجی صاحب کی پیش گوئی کے مطابق اگلے ہی سال یعنی ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے مناظر اسلام مامور اور مجدد کے دعووں سے آگے قدم بڑھا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے اور نزول سے انکار کر کے ان کی موت اور

اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا۔ (مہر منیر' صفحہ ۲۰۳)

اس لیے اس روایت کو بنیاد بنا کر پیر صاحب کی خدمات تحریک کو حاجی صاحب کا فیض اور حاجی صاحب کے واسطے سے حضرات دیو بند کے نامہ اعمال کا حصہ بن گئیں۔ پیر صاحب لاہور کے جلسے میں، دیوبندیوں کے نمائندے کی حیثیت سے تشریف نہیں لائے تھے اور نہ ہی وہ خود دیوبندی تھے۔ وہ تو اپنے آپ کو دیوبندی' بریلوی تفریق سے بالاتر سمجھتے تھے جیسا کہ ان کے سوانح نگار مولوی فیض احمد لکھتے ہیں:

''دیوبندی' بریلوی اور دیگر اسلامی مکاتب فکر کے اختلافی مسائل پر آپ اپنا مسلک تحریر و تقریر اور تالیفات کے ذریعے برابر واضح فرماتے رہے۔ اگرچہ فروعی مسائل میں اختلاف کی بنا پر ان کی باہمی کشمکش آپ کو ناپسند رہی۔ تاہم فریقین کی حق بات کو ہمیشہ سراہا۔ ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ کے متعلق فرماتے تھے کہ ان کے متبحر عالم اور خادم دین ہونے میں کلام نہیں مگر بعض اجتماعی مسائل میں رعایت توحید کے زعم میں تشدد اختیار کر گئے ہیں۔ (مہر منیر' صفحہ ۱۴۲)

پیر صاحب کی لاہور میں تشریف آوری ایک بریلوی کی حیثیت سے بھی نہ تھی کیونکہ پیر صاحب نہ تو نسباً بریلوی تھے' نہ وہ شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کے شاگرد تھے نہ ان کے کسی شاگرد کے شاگرد' نہ ہی وہ کسی بریلوی مدرسے سے فارغ التحصیل تھے' نہ ان کی مولانا احمد رضا خان سے ملاقات تھی' نہ خط و کتابت' نہ وہ مولانا احمد رضا سے کسی طور پر متاثر تھے اور نہ ان کے مرید تھے۔ وہ ان کے ہمعصر تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ باہم کبھی ملاقات نہیں ہوئی' نہ پیر صاحب کبھی بریلی گئے نہ مولانا احمد رضا کبھی گولڑہ تشریف لائے اور لگتا ہے کہ پیر صاحب خود صاحب مشرب تھے اور جس طرح مولانا احمد رضا صاحب کو مسلکاً گولڑوی نہیں کہہ سکتے اسی طرح پیر صاحب کو بھی مسلک کے لحاظ سے بریلوی نہیں کہا جا سکتا لیکن جس طرح ہمارے دیوبندی احباب پیر صاحب کے حسین اعمال سے اپنا نامہ اعمال سجانے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح ہمارے بریلوی بھائی بھی پیر صاحب کو اپنا کر ان کے کارناموں پر فخر کرتے ہیں اور بعض اوقات مبالغہ آرائی کر کے دوسروں کے کام کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش بھی فرماتے ہیں جو مناسب نہیں۔ مثلاً بعض اوقات وہ کہتے ہیں کہ پیر مہر علی صاحب تحریک کے قائد اعلیٰ تھے اور یہ کہ پیر صاحب نے مرزا کے خلاف جو تحریری کام کیا وہ تحریک ختم نبوت کا بنیادی

سرمایہ ہے اور باقی لوگوں کا تحریری وتقریری کام پیر صاحب ہی کے کام کا فیض ہے۔ اس قسم کے دعاوی اس تقدیم میں موجود ہیں جو ''برق مہریہ'' کا حصہ ہے۔ اس کتابچے میں

> پیر صاحب کی رد قادیانیت میں لکھی ہوئی کتاب ''شمس الہدایۃ'' کے بارے میں لکھا گیا کہ یہ کتاب حضرت مولانا فیض احمد فیض گولڑوی کی تحقیق کے مطابق ۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۰ء بمطابق شعبان' رمضان ۱۳۱۷ ہجری کو تحریر فرمائی گئی (صفحہ ۵۱) اور ۱۹۰۲ء میں ''شمس الہدایۃ'' کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کیلئے دوسری معرکتہ لآ را کتاب ''سیف جشتیائی'' کی تصنیف فرمائی گئی۔ اس کتاب کی علمی ثقاہت پر برصغیر کا کونہ کونہ گونج اٹھا۔ غیر مقلدین نے بھی ''سیف چشتیائی'' کی بارگاہ علم میں سجود نیاز لٹائے۔ چنانچہ مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی ثناء اللہ امرتسری' مولوی عبداللہ معمار وغیرہ حضرات نے قادیانی سے ہتھ جوڑی صرف ''سیف چشتیائی'' کے فیض سے کی' دیگر تمام مکاتب فکر کو حضرت مہر عالم تاب اور اہل سنت کے اکابر کے بعد قادیانی سے مقابلہ کا حوصلہ ہوا ہے۔ (صفحہ ۱۷)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ رد قادیانیت میں پیر مہر علی صاحب کی پہلی کتاب ۱۹۰۰ء میں منظر عام پر آئی تھی۔ اس کی بنا پر ۱۹۰۰ء کے بعد میں لکھی گئی کتابوں کے متعلق تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ شاید پیر صاحب کی کتابوں کا فیض ہوں اور ۱۹۰۰ء کے بعد ہونے والے مناظروں اور مباحثوں کے متعلق بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان میں شاید وہی مواد مسلمان مناظروں نے استعمال کیا ہوگا جس کی نشان دہی پیر صاحب نے اپنی کتابوں میں کی تھی لیکن وہ کتابیں اور مضامین جو ۱۹۰۰ء سے پہلے لکھے جا چکے تھے اور وہ مناظرے اور مباحثے جو ۱۹۰۰ء سے پہلے ہو چکے تھے ان کے متعلق کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ پیر صاحب کے افکار کا فیض ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ ۱۹۰۰ء میں پیر صاحب کے میدان میں آنے سے پہلے رد قادیانیت میں دوسرے مسلمان علماء کی طرف سے کیا کچھ کیا جا چکا تھا۔ سب سے پہلے ہم ان تحریروں کی فہرست پیش کرتے ہیں جو اس سے قبل منظر عام پر آ چکی تھیں۔

(۱) ۱۸۹۱ء میں جاری ہونے والا وہ طویل فتویٰ جس کے مفتی حضرت سید نذیر حسین محدث دہلویؒ تھے اور جسے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے تیار کر کے دوسرے علماء کی تائیدی آراء کے ساتھ شائع فرمایا تھا۔ اس پر پیر صاحب کے دستخط نہیں ہیں۔

(۲) مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ کا مرزا غلام احمد سے ۱۸۹۱ء میں دہلی میں ہونے والے مباحثہ

''الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح'' ۱۳۰۹ء میں ۱۳۶ صفحات پر کتابی صورت میں شائع ہوا اور ''سیف چشتیائی'' لکھتے ہوئے جسے پیر صاحب نے اپنے سامنے رکھا۔

(۳) مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے ''خیالی مسیح اور اس کے حواری سے گفتگو'' کے عنوان سے ۳۵ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی جو ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی۔

(۴) مولانا محمد جعفر تھانسیریؒ نے اپنی کتاب سوانح احمدی کے خاتمہ میں مرزا صاحب کی مسیحیت و مہدویت کا بالاختصار رد کیا۔ اس کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ مرزا صاحب عیاری و مکاری اور دجل وفریب میں بے حیائی اور ڈھٹائی کی آخری حدوں کو چھو رہے ہیں تو انہوں نے اپنی کتاب ''برکات اسلام'' مطبوعہ غالباً ۱۸۹۸ء کے باب ''فیوچر آف اسلام'' میں مرزا صاحب کی مسیحیت اور مہدویت وغیرہ جھوٹے دعاوی کی تردید کی اور انہوں نے مرزا صاحب کے رسالہ ''نشان آسمانی'' کا مستقل جواب ''تائید آسمانی در رد نشان آسمانی'' تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ ۱۳۰۱ء مطابق ۱۸۹۲ء میں امرتسر سے طبع ہوا (پھر مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم نے اپنے مکتبہ سلفیہ لاہور کی طرف سے شائع کیا)۔

(۵) مولانا محمد اسماعیل علی گڑھیؒ نے ''اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح'' کے نام سے ۴۴ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی جو ۱۳۰۹ ہجری میں شائع ہوئی۔

(۶) قاضی سلیمان منصور پوریؒ نے ''غایۃ المرام'' کے نام سے ۱۴۴ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی جو ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی۔

(۷) علامہ حسین بن محسن انصاری یمنیؒ نے ''الفتح الربانی'' کے نام سے عربی میں کتاب لکھی جو ۱۳۱۱ ہجری میں شائع ہوئی۔

(۸) مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے لیکھرام کے قتل کی بابت ۸۰ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی جو اگست ۱۸۹۷ء سے پہلے شائع ہوئی۔

(۹) قاضی سلیمان منصور پوریؒ نے ''تائید الاسلام'' کے نام سے ۱۵۰ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی جو ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی۔

اگر ۱۹۰۰ء کے بعد کی کتابیں پیر مہر علی صاحب کی کتابوں کا فیض ہیں تو پیر صاحب کی اپنی کتابیں، ان سے پہلے وجود میں آ جانے والے لٹریچر کا فیض کیوں نہیں ہے؟ اور جہاں

تک مرزا صاحب سے مناظروں، مباحثوں اور مباہلوں کے تعلق میں یہ کہا گیا ہے کہ پیر صاحب کی کتابوں سے فیض حاصل کر کے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولانا عبدالجبار غزنویؒ وغیرہ نے مرزا سے ہتھ جوڑی کی ہے، تو ان معرکوں کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو پیر صاحب کے میدان عمل میں تشریف لانے سے پہلے سر کیے جا چکے تھے۔ ایسے واقعات کی ایک فہرست درست ذیل ہے۔

۱۔ مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا جسے مولانا محمد حسینؒ نے قبول فرمایا تو مرزا صاحب بھاگ گئے۔

۲۔ مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۲ء میں مسلمان صوفیاء اور مشائخ کو آسمانی نشان دکھانے کا چیلنج کیا جسے مولانا محی الدین عبدالرحمٰن نے قبول فرمایا تو مرزا صاحب بھاگ گئے۔

۳۔ مرزا صاحب نے اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دہلی میں سید نذیر حسینؒ محدث کو چیلنج کیا کہ وہ ان کے دلائل وفات مسیح کو سن کر ان کے غلط ہونے کی قسم اٹھائیں۔ میاں صاحب اس مقصد سے دہلی کی جامع مسجد میں پہنچ گئے لیکن مرزا صاحب دلائل پیش نہ کر سکے۔

۴۔ مرزا صاحب نے مولانا بٹالویؒ کی حیات و وفات، مسیح کے سلسلے میں مباحثے کا چیلنج کیا اور پھر لدھیانہ میں جولائی ۱۸۹۱ء میں بارہ روز تحریری مناظرے کے بعد مرزا صاحب بھاگ گئے۔

۵۔ مرزا صاحب نے مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ سے اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دہلی میں تحریری مناظرے کا آغاز کیا۔ دونوں جانب سے تین تین پرچے ہی لکھے گئے تھے کہ مرزا صاحب دیوار پر لکھی ہوئی شکست کو دیکھ کر بھاگ گئے۔

۶۔ لاہور میں جنوری ۱۸۹۲ء میں میاں صاحب کے شاگرد مولانا کلا نوریؒ سے مرزا صاحب کا ایک مناظرہ ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے تحریری طور پر اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔

۷۔ ۱۸۹۲ء میں مرزا صاحب کو لاہور، سیالکوٹ اور کپورتھلہ میں مولانا بٹالویؒ نے یکے بعد دیگرے مناظروں کے چیلنج کیے۔ لیکن مرزا صاحب ہر جگہ کنی کترا گئے۔

۸۔ ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں مولانا عبدالحق غزنویؒ سے مرزا نے مباہلہ کیا جس کا انجام یہ ہوا کہ مولانا عبدالحقؒ کی زندگی میں موت کا پیالہ پی کر مرزا صاحب اپنے کذب پر مہر

ثبت کر گئے۔

پیر مہر علی شاہ صاحب نے مرزا غلام احمد کے بارے میں ایک پیشگوئی بھی فرمائی تھی جس کا ذکر مولوی فیض صاحب بایں الفاظ کرتے ہیں۔

''سیف چشتیائی'' میں حضرت قبلہ عالم نے ابن عساکر کی حدیث نزول ابن مریمؑ روایت کردہ حضرت ابوہریرہؓ درج فرما کر لکھا تھا کہ اسی حدیث کے آخر میں ''حاجاً او معتمراً ولیقفن علی قبری ویسلمن علی والاردن علیه'' موجود ہے اور ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ ''زادھا اللہ شرفا'' میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنے اور جواب سلام سے مشرف ہونے کی نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہیں ہوگی۔ (مہر منیر' صفحہ ۲۵۱)

یہ پیشگوئی جس کتاب میں سب سے پہلے سامنے آئی وہ ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی جبکہ مولانا قاضی سلیمان منصور پوریؒ ایسی ہی پیش گوئی اس سے پہلے بایں الفاظ کر چکے تھے۔

''میں نہایت جزم سے با آواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا صاحب کے نصیب میں نہیں' میری اس پیشگوئی کو سب یاد رکھیں''۔

یہ پیشگوئی آپ نے اپنی کتاب ''تائید الاسلام'' میں کی تھی جو ۱۸۹۸ء میں یعنی پیر صاحب کی پیشگوئی سے چار سال پہلے شائع ہوئی۔ ''برق مہریہ'' کی منطق کے مطابق پیر صاحب کی پیشگوئی کو قاضی صاحب کی پیشگوئی کا فیض کیوں نہ کہا جائے؟

ہمیں تحریک ختم نبوت میں پیر مہر علی صاحب کی خدمات سے انکار نہیں ہے۔ ان کی خدمات حقیقتاً قابل قدر ہیں لیکن ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پیر صاحب کے ساتھ ساتھ بلکہ ان سے پہلے بہت سے دیگر حضرات نے بھی اس تحریک میں کام کیا ہے اور ہونا یہ چاہیے کہ سب کی خدمات کا اعتراف کیا جائے اور جس نے جس وقت جو کچھ کیا ہے اس کی تحسین کی جائے۔ یہ نہ ہو کہ کسی ایک کے ساتھ عقیدت رکھنے کی وجہ سے اسے سب پر غالب کر دیا جائے اور جو کچھ اس سے پہلے ہو چکا تھا اسے یا تو فراموش کر دیا جائے یا وہ بھی اپنی محبوب شخصیت کے نامہ اعمال میں سجا دیا جائے۔ تحریک ختم نبوت جنوری ۱۸۹۱ء میں اس خط سے شروع ہوگئی تھی جو مرزا غلام احمد کی کتابوں فتح اسلام اور توضیح مرام کے پروف دیکھ کر لاہور سے مولانا بٹالویؒ نے اسے لکھا تھا۔ پیر صاحب اس واقعہ کے ۹ سال بعد تحریک کی صفوں میں شامل ہوئے۔ وہ تحریک کے ابتدائی دور میں اس میں شامل نہ تھے جیسا کہ مولوی دوست محمد شاہد نے لکھا ہے۔

۱۸۹۶ء میں حضرت مسیح موعود نے جن سجادہ نشینوں کو نام لے کر مباہلہ کی طرف بلایا تھا ان میں گولڑہ ضلع راولپنڈی کے ایک نامی گرامی پیر مہر علی شاہ صاحب بھی تھے۔ یہ پیر صاحب چشتی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں حضرت مسیح موعود سے ابتداً ایک گونہ عقیدت بھی تھی۔ چنانچہ ۹۷-۱۸۹۶ء کی بات ہے کہ ان کے ایک مرید بابو فیروز علی صاحب اسٹیشن ماسٹر گولڑہ نے جب ان سے حضور کی بابت رائے دریافت کی تو انہوں نے بلا تامل جواب دیا'

امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ بعض منازل سلوک میں ایسے ہیں کہ وہاں اکثر بندگان خدا پہنچ کر مسیح و مہدی بن جاتے ہیں۔ بعض ان کے ہم رنگ ہو جاتے ہیں۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ شخص منازل سلوک میں اس مقام پر ہے یا حقیقتاً وہی مہدی ہے جس کا وعدہ جناب سرور کائنات ﷺ نے اس امت سے کیا ہے۔ مذاہب باطلہ کے واسطے یہ شخص شمشیر براں کا کام کر رہا ہے اور یقیناً تائید یافتہ ہے'

اس کے کچھ عرصہ بعد وہ اپنے گزشتہ صوفیانہ عمل کو چھوڑ کر میدان مخالفت میں آ گئے اور جنوری ۱۹۰۰ء میں حضرت اقدس کے خلاف اردو میں ''شمس الہدایۃ فی اثبات حیاۃ المسیح'' شائع کی۔ یہ کتاب جب مولوی نور الدین صاحب کو پہنچی تو انہیں بڑا دکھ ہوا۔ زیادہ تعجب حضرت مولوی صاحب کو اس پر ہوا کہ کچھ عرصہ قبل پیر صاحب ہی نے ان کے نام دو کارڈ لکھے تھے جن میں حضرت اقدس کا تذکرہ عقیدت مندانہ الفاظ میں موجود تھا۔ جس کی وجہ سے حضرت مولوی صاحب کو خود پیر صاحب سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہو چکا تھا۔ (مولوی صاحب نے انہیں شکایتی انداز میں خط لکھا تو جواب میں) پیر صاحب نے لکھا'

مولانا المعظم المکرّم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اما بعد۔ مولوی محمد غازی صاحب' کتب حدیث وتفسیر اپنی معرفت سے پیدا کر کے ملاحظہ فرماتے رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے اپنی سعی اور اہتمام سے کتاب ''شمس الہدایۃ'' کو مطبوع اور تالیف فرمایا' ہاں احیاناً اس سے بے ہیچ سے بھی اتفاق استفسار بعض مضامین میں ہوا۔ اللہ جانبین کو صراط مستقیم پر ثابت رکھے۔ زیادہ سلام' نیاز مند علماء وفقراء مہر شاہ۔ ۲۶ شوال ۱۳۱۷ ہجری (مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۰۰)

(بحوالہ الحکم ۲۵ اپریل ۱۹۰۰' صفحہ ۷) (تاریخ احمدیت' جلد ۳ صفحہ ۱۳۵-۱۳۶)

یہ خط پیر مہر علی صاحب کی زندگی میں قادیانی اخبار الحکم میں شائع ہوا تھا۔ اگر پیر صاحب کی طرف سے اس خط کے وجود اور لکھے جانے سے انکار نہیں کیا گیا تو یہی بات واضح ہو گی کہ انہوں نے نور الدین صاحب کو واقعتاً یہ خط لکھا تھا جس میں انہیں سلام بھی لکھا گیا تھا اور یہ بھی دعا کی گئی تھی کہ خدا جانبین کو صراط مستقیم پر ثابت رکھے۔ یعنی پیر صاحب کے نزدیک مارچ ۱۹۰۰ء تک حکیم نور دین صاحب مسلمان تھے، دونوں فریق (حکیم صاحب اور مسلمان) صراط مستقیم پر تھے۔

نیز ''مہر منیر'' سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر صاحب، مرزا صاحب کو ان کے دعویٰ مسیحیت کے باوجود ان دنوں مسلمان ہی سمجھتے تھے جیسا کہ مولوی فیض احمد لکھتے ہیں۔

> مرزا صاحب کا ایک مطبوعہ دعوت نامہ ان کے پیرو مولوی عبد الکریم سیالکوٹی نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا۔ دعوت نامہ کا مضمون یہ تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے احیاء دین اور عروج اسلام کے لیے مامور کیا گیا ہوں۔ آپ اس مشن میں میری اعانت فرمائیں۔ حضرت نے جواب میں لکھوایا کہ میں آپ کو مسیح موعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا۔ آپ اپنی توجہ حسب سابق غیر مسلموں کے ساتھ مناظرات اور تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ (مہر منیر' صفحہ ۲۰۶)

اور ظاہر ہے کہ غیر مسلموں سے مناظرے اور تبلیغ اسلام ایک مسلمان ہی کرے گا، غیر مسلم تو تبلیغ اسلام کرنے سے رہا۔ اور اس کے بعد وہ موقع آیا جس کا ذکر پیر صاحب کے سوانح نگار نے بایں الفاظ کیا ہے۔

> جب مرزا صاحب اور ان کے مذہب کا زیادہ چرچا ہوا اور ظاہر بین لوگ متاثر ہونے لگے تو علماء کی درخواست پر حضرت قبلہ عالم اس طرف متوجہ ہوئے اور باطنی ارشادات کی تعمیل میں ۱۳۱۷ ہجری میں ۱۹۰۰-۱۸۹۹ء ماہ شعبان و رمضان میں اوراد و اشغال روزمرہ سے کچھ وقت بچا کر ایک رسالہ بعنوان ''شمس الهدایت فی اثبات حیات المسیح''، منشی عبد الجبار کاتب اخبار چودھویں صدی راولپنڈی کو قلم بند کرایا جو رمضان شریف ہی میں طبع ہو کر سارے ہندوستان کے علماء و مشائخ میں تقسیم کرا دیا گیا۔ (مہر منیر' صفحہ ۲۰۶-۲۰۷)

یہ تحریر اس بات کی شہادت ہے کہ پیر صاحب آغاز تحریک میں سالار قافلہ تو کجا، شریک قافلہ بھی نہ تھے۔ ہاں جب بات بڑھ گئی تو علماء کی درخواست پر وہ میدان میں نکلے تھے۔

درخواست کرنے والے علماء کون تھے؟ ظاہر ہے کہ وہی ہوں گے جو تحریک میں پہلے ہی سے کام کر رہے تھے اور مرزا کے عقائد کی غلطی اور اس کے پیدا کردہ فتنے سے آگاہ تھے اور چاہتے تھے کہ پیر صاحب بھی اپنے اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر رد قادیانیت کے اس ملی فریضے کی ادائیگی میں ان کا ہاتھ بٹائیں۔

پیر صاحب کی تصنیف ''شمس الہدایت'' کا سن اشاعت ''مہر منیر صفحہ ۵۲۲'' پر ۱۹۰۰ء درج کیا گیا ہے اور اس کی وجہ تالیف خود پیر صاحب کے الفاظ میں یہ ہے:

''میری توجہ ان حقائق و معارف کی طرف دلائی گئی تھی جو تالیفات مثل ''ازالہ اوہام'' و ''دافع الوساوس'' اور ''ایام الصلح'' میں مندرج ہیں مگر میں علمائے کرام کو ان کی لعن طعن سے بدیں وجہ روکتا رہا کہ خلاف شعائر اسلام ہے لیکن اب نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ ہر محفل میں اظہار حقیقت عقیدہ مرزائیہ اور تکذیب و تجہیل بلکہ تکفیر علماء کرام کی جن کا اعتقاد مطابق سلف کے تھا، ہونے لگی ہے جس کے سننے کی برداشت مجھ میں نہیں اور عقیدہ حقہ کا ''یوما فیوما'' اضمحلال بھی گوارا نہیں۔ لہٰذا یہ چند مضامین حسب رائے ناقص لکھے۔ (مہر منیر' صفحہ ۵۲۳)

اوپر ذکر کردہ ''ایام الصلح'' نامی کتاب مرزا صاحب نے ۱۸۹۹ء میں شائع کی تھی اور پیر صاحب کی یہ تحریر اس بات کی شہادت ہے کہ اس کتاب اور اس سے پہلے شائع شدہ کتابوں میں مرزا صاحب کے عقائد اور مسیح و مہدی ہونے کے دعاوی سامنے آ جانے کے باجود پیر صاحب نہ صرف رد قادیانیت پر آمادہ نہیں تھے بلکہ جو لوگ یہ کام کر رہے تھے یا کرنا چاہتے تھے، آپ ان کو بھی کام کرنے سے روکتے تھے ،اور شاید یہی وہ موقع تھا جس کے متعلق ان کے ملفوظات طیبات میں درج ہے کہ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ

عالم رؤیا میں آنحضرت ﷺ نے مجھے مرزا قادیانی کی تردید کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے کتر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔

(مہر منیر' صفحہ ۲۰۳)

یہ تو ہو نہیں سکتا کہ لسان رسالت ﷺ سے حکم سن کر بھی کوئی چپ بیٹھا رہے۔ اگر یہ حکم ۱۸۹۱ء میں پیر صاحب کو دیا گیا تھا تو ۱۹۰۰ء تک ان کا چپ بیٹھے رہنا حکم عدولی میں آئے گا۔ اسی طرح ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۹ء کے دوران کسی بھی سال میں اس حکم کا اجراء مان لیا جائے تو

۱۹۰۰ء تک کے بقیہ برسوں میں پیر صاحب پر حکم عدولی یا سستی کا الزام آئے گا۔ اس لیے یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ یہ حکم ۱۸۹۹ء کے آخر یا ۱۹۰۰ء کے شروع میں جاری ہوا اور جونہی حکم صادر ہوا، پیر صاحب نے باقی سارے کام چھوڑ کر ''شمس الہدایہ'' تصنیف فرما کر تحریک ختم نبوت کے قافلے میں شمولیت اختیار کر لی۔ اس سے پہلے اگر پیر صاحب تحریک میں کام کر رہے ہوتے تو لسان رسالت ﷺ سے تنبیہ آمیز حکم کے اجرا کی ضرورت نہ تھی۔

ہمارے بعض دوست لاہور والے جلسے کے سلسلہ میں ہونے والی اشتہار بازی سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب قائد تحریک اور سالار قافلہ تھے اور اسی لیے مرزا صاحب نے اپنے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء والے اشتہار میں ان کو اول نمبر پر مخاطب کیا تھا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس اشتہار بازی سے ایسا نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کیونکہ اس واقعہ سے چند ماہ بعد دسمبر ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب نے علماء اسلام کو مخاطب کر کے جو اشتہار شائع کیا تھا اس میں پیر صاحب کا اسم گرامی آخر میں ہے جیسا کہ ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری مرزائی نے اپنی کتاب ''مجدد اعظم'' میں لکھا ہے۔

> ''اربعین نمبر ۲' آپ (مرزا) نے ۲۷ دسمبر ۱۹۰۰ء کو شائع فرمایا۔ یہ بجائے اشتہار کے خاصا رسالہ ہے (اس میں مرزا صاحب نے متنازعہ مسائل کے سلسلہ میں لکھا) کہ خدا کی گواہی کے ساتھ فیصلہ کر لیں' اور اس طریق میں یہ ضروری ہوگا کہ کم از کم چالیس نامی مولوی جیسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی' مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی' مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی' مولوی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی' ایک تحریری اقرار نامہ بہ ثبت شہادت پچاس معزز مسلمانان کے اخبار کے ذریعہ اشتہار دیں''۔

اگر جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار سے پیر صاحب کا سالار قافلہ ہونا ثابت کرنا مقصود ہو تو دسمبر ۱۹۰۰ء والے اشتہار سے ان کی اس منصب سے معزولی ثابت ہو جائے گی۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مقابلے کے لیے لاہور کیوں نہ آئے؟ آیا وہ پیر صاحب سے ڈر گئے تھے یا کوئی اور وجہ تھی؟ ہمارا خیال ہے کہ چونکہ پیر صاحب سے مرزا غلام احمد کا کبھی آمنے سامنے مقابلہ نہیں ہوا تھا۔ اس لیے ان سے ڈرنے والی کوئی بات بھی نہ تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس لیے لاہور نہیں آئے تھے کہ انہیں وہ درگت یاد تھی جو اس

وقت بنی تھی جب پیر صاحب ابھی تحریک میں شامل بھی نہیں ہوئے تھے اور اپنے مرشد (حاجی امداد اللہ) کا ۱۸۹۰ء میں ارشاد سن لینے کے باوجود شاید معاملے کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ بھی نہیں تھے اور تحریک کو اس کے حال پر چھوڑ کر اوراد و اشغال روزہ مرہ میں مصروف تھے۔ لاہور سے ۱۹۰۰ء میں شائع ہونے والی روداد جلسہ میں بھی بتایا گیا ہے کہ مرزا صاحب کو لاہور آ کر مقابلہ کرنے کا جان گداز خیال لاہور' دہلی اور لدھیانہ وغیرہ مقامات کا وہ پرانا اور پردرد نظارہ کا سماں دکھلاتا تھا جس میں اس کی خفت اور بےعزتی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہا تھا۔

اور یہ بات تو تحریک ختم نبوت کے لٹریچر پر نظر رکھنے والے ہر شخص کو معلوم ہے کہ دہلی' لدھیانہ اور لاہور میں مرزا صاحب کی درگت مولانا محمد حسین بٹالوی' مولانا محمد بشیر سہسوانی اور مولانا عبدالحکیم کلانوریؒ نے بنائی تھی جو میاں صاحب سید نذیر حسین محدثؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور اس موقع پر یعنی اگست ۱۹۰۰ء میں میاں صاحب کے چند اور شاگرد اس کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے کے لیے لاہور آئے ہوئے تھے۔ ان بزرگوں میں امام عبدالجبار غزنوی' حافظ عبدالمنان محدث' مولانا عبدالحق غزنوی' مولانا ثناء اللہ امرتسری اور قاضی عبدالاحد خانپوری شامل ہیں اور شائد یہی وہ بزرگ ہیں جن کی طرف مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اس شعر کے ساتھ اشارہ کیا تھا:

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدارا بہانہ ساخت

پیر صاحب کو اس موقع پر اس لیے سامنے نہیں کیا گیا تھا کہ وہ باقی لوگوں سے سینئر تھے یا دوسروں سے بڑے عالم تھے، یا عمر میں سب سے زیادہ تھے یا ان کی خدمات سب سے زیادہ تھیں' ان کو آگے کرنے کا مقصد یہ تھا کہ پیر صاحب کے وجود سے دوسرے پیروں کو بتایا جائے کہ امت پر کٹھن وقت ہے اور حجروں اور خانقاہوں سے نکل کر تحریک میں کام کرنے کی ضرورت ہے اور عوام کو بتایا جائے کہ مرزا غلام احمد سے صرف مولویوں کو ہی اختلاف نہیں ہے بلکہ پیر اور صوفی بھی اس کے عقائد سے متفق نہیں ہیں اور جہاں تک بحث مباحثہ کی بات ہے تو خانپوری علماء نے پیر صاحب کو کہہ رکھا تھا کہ آپ لاہور چلیں۔ مباحثے کی فکر نہ کریں' ضرورت پڑے گی تو مباحثہ ہم کریں گے اور شاید یہی وجہ ہے کہ لاہور میں جو جلسہ ہوا تھا اس میں پیر صاحب نے کوئی تقریر نہیں فرمائی۔ اس جلسے کا آغاز ایک اہل حدیث عالم مولانا محمد علی

بھوپڑوی کی تقریر سے ہوا تھا اور اس میں جو مفصل تقاریر ہوئیں (اور جو حقیقتاً جلسہ کا حاصل تھیں) وہ امام عبدالجبار غزنویؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے فرمائی تھیں۔ پیر صاحب نے تو اختتام جلسہ پر بس دعا ہی کروائی تھی اور اس جلسے میں ان کا حصہ اسی قدر تھا' اس سے زائد جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ عقیدت کے پھول ہیں۔

ہم نے جو لکھا ہے کہ خانپوری علماء نے کہہ رکھا تھا کہ ضرورت ہوئی تو مباحثہ ہم کریں گے۔ اس بات کا حوالہ اس خط سے ملتا ہے جو ۱۴ اگست ۱۹۰۷ء کو قاضی عبدالاحد خانپوری نے بذریعہ رجسٹری پیر صاحب کو گولڑہ ارسال کیا تھا۔ اس خط میں پیر صاحب سے کسی بات پر شکوہ کرتے ہوئے قاضی صاحب نے لکھا تھا:

''مرزائیوں کے مقابلہ میں میں آپ کا دست راست بنا رہا۔ مرزا کے مقابلہ میں آپ کی ڈھارس بندھائی، یہ کہہ کر کہ مقابلہ ہوا تو ہم خود کریں گے۔ لاہور میں آپ کا ہمراہی بن کر گیا، سیف چشتیائی کی تالیف میں آپ کی علمی مدد کی۔ مولانا محمد بشیر سہسوانی کی تصنیف ... میں نے آپ کو مہیا کی جس سے آپ نے بھرپور استفادہ کیا لیکن اس کا ذکر کتاب میں نہ کیا۔ مرزا قادیانی کے قابل اعتراض اقوال کو اس کی متعدد تصانیف سے مولانا ہدایت اللہ سے یکجا لکھوا کر آپ کو دیئے۔ جس سے آپ کو بڑی مدد ملی حالانکہ آپ کے لیے یہ کام اگر محال نہ تھا تو بہت مشکل ضرور تھا اور میں نے آپ کو کئی قلمی کتابیں برائے مطالعہ دیں جو کوئی شخص گوارا نہیں کر سکتا اور بعض علمی کتب آپ کو بطور ہدیہ دے دیں''۔ (تذکرہ علماء خانپور' صفحہ ۴۱-۴۲)

ان قاضی عبدالاحد خانپوری کا ذکر مولوی فیض صاحب نے بایں الفاظ کیا ہے:

''مولوی عبدالاحد خانپور ضلع ہزارہ کے باشندے تھے اور وہابیت کے الزام میں ترک وطن پر مجبور ہو کر راولپنڈی آ گئے تھے جہاں گزر اوقات کی معقول سبیل نہ پا کر مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری کی سفارش پر دربار گولڑہ میں چندے بطور مہمان اور طالب علم قیام پذیر رہے تھے۔ قادیانی معرکہ میں حضرت کے ہمراہ لاہور بھی گئے تھے اور بعض کتابوں کا سبق لینے کے لیے آپ کے درس میں بھی شامل ہوتے رہے۔ (مہر منیر' صفحہ ۲۶۵)

قاضی عبدالاحد صاحب کے بارے میں مولوی فیض احمد صاحب کی اس تحریر کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم قاضی صاحب اور پیر صاحب کے زمانے طالب علمی کا ذکر کر دیں

تا کہ معلوم ہو کہ کون جونیئر تھا اور کون سینئر؟

تذکرہ علماء خانپور میں قاضی محمد عبداللہ علیگ بتاتے ہیں کہ قاضی عبدالاحد نے امام عبد الجبار غزنوی' حافظ عبدالمنان وزیرآبادی اور سید نذیر حسین محدثؒ سے کسب فیض کیا اور ۱۲۹۲ ہجری (۱۸۷۵ء) میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اس وقت پیر مہر علی شاہ ابھی طالب علم تھے۔ وہ اس سے تین سال بعد فارغ التحصیل ہوئے (مہر منیر' صفحہ ۸۴)۔ یعنی قاضی عبدالاحد دور طالب علمی میں پیر صاحب سے سینئر تھے اور ان سے پہلے فارغ التحصیل بھی ہو چکے تھے۔ طب بھی پڑھ چکے تھے اور اپنے وطن میں ترویج حدیث کی سرگرمیوں کے باعث ستائے بھی جا چکے تھے اور اسی جرم میں بقول مصنف مہر منیر، ترک وطن پر مجبور ہو کر راولپنڈی قیام پذیر ہو چکے تھے۔ راولپنڈی والا دور ان کی علمی طور پر پختگی کا دور ہے اور مہر منیر کا مصنف اس دور میں انہیں اپنے سے جونیئر کے حلقہ درس میں شاگردانہ طور پر بیٹھا ہوا دکھا رہا ہے۔

ہم نے بتایا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب کو آگے لانے کا ایک مقصد یہ تھا کہ اس دور کے پیروں کو بتایا جائے کہ مرزا کے خلاف کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ اس دور میں اس طبقے نے عمومی طور پر چپ سادھ رکھی تھی اور وہ نہ صرف خود سامنے آنے سے کتراتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے روکتے تھے جیسا کہ خود پیر مہر علی صاحب کے حالات میں ملتا ہے کہ جب انہوں نے تحریک میں کام کرنا شروع کیا تو تونسہ کے پیر صاحب نے اسے ناپسند فرمایا۔ ''مہر منیر'' میں لکھا ہے۔

> حضرت (مہر علی) کے کسی معاصر نے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کی خدمت میں جا کر کہا کہ پیر صاحب گولڑہ شریف دیوبندی علماء سے علم حاصل کر آئے ہیں اور مولویوں کی طرح مرزا قادیانی سے الجھ پڑے ہیں۔ ورنہ صوفیا کو مناظروں سے کیا واسطہ؟ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی نے ان باتوں کا ذکر تونسہ شریف کے عرس پر حضرت ثانی سیالوی سے فرما کر غالباً یہ بھی کہا کہ آپ کے شاہ صاحب (یعنی قبلہ عالم) یہاں کبھی نہیں آئے۔ حضرت ثانی نے سیال شریف کے عرس کے موقع پر حضرت قبلہ عالم سے یہ سارے واقعات بیان فرما کر مشورتاً کہا کہ کبھی تونسہ شریف بھی حاضری دے آئیں۔ کیونکہ خواجہ صاحب کی طبع پر کچھ بار معلوم ہوتا ہے جس کا رفع کرنا ضروری ہے۔ (چنانچہ آپ) تونسہ شریف جا پہنچے۔ آپ کے پہنچنے پر تحصیل کے قریب والی سرائے میں جہاں عام لوگ

ٹھہرتے تھے آپ کے قیام کا انتظام کیا گیا۔ حضرت خواجہ اللہ بخش سے پہلی ملاقات سرسری طور پر نماز کے بعد ہوئی اور اس میں رسمی سلام اور مزاج پرسی کے علاوہ اور کوئی بات نہ ہوئی۔ اگلے روز مجلس میں ملاقات پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا ''سائیں کیویں آئے وے؟ یعنی صاحب کیسے آنا ہوا؟ آپ نے فرمایا از خود نہیں آیا، بھیجا گیا ہوں اور اپنے پیرزادہ کے ارشاد کی تعمیل کر رہا ہوں۔ خواجہ صاحب نے تعلیم کے متعلق سوال کیا کہ کیا کچھ پڑھا ہے اور کہاں پڑھا ہے؟ جب جواب دیتے ہوئے دورہ حدیث کے ضمن میں حضرت نے اپنے استاد مولانا احمد علی سہارنپوری کا نام لیا تو خواجہ صاحب بولے وہ تو بہت بڑا وہابی تھا۔ حضرت نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے وہ بڑے حنفی تھے۔ البتہ صوفیا کرام کی رسوم کے پابند نہ تھے۔ حضرت کے قادیانی مناظرات کے متعلق خواجہ صاحب نے اعتراض کیا تو حضرت نے فرمایا میں اس امر میں معذور ہوں کیونکہ جس طرح مرزائی دلائل دیتے ہیں اگر کوئی اور صاحب علم ان کی تردید کر سکے تو مجھے مناظرات کی کیا ضرورت ہے۔ بصورت دیگر میرا سکوت نامناسب ہے۔ اگر مسلمان ہی نہ رہیں گے تو صوفیائے کرام تصوف کی تعلیم کسے دیں گے؟

(مہر منیر، صفحہ ۳۰۴-۳۰۵)

ادھر لدھیانہ میں احمد جان کا پیر گھرانہ تھا جو تن من دھن سے مرزا صاحب کی حمایت کر رہا تھا۔ انہی کے گھر میں ۱۸۸۹ء والی وہ بیعت ہوئی جسے مرزائی لوگ اپنی جماعت کا قیام قرار دیتے ہیں۔ یہ گھر حکیم نور دین صاحب کا سسرال بنا اور اس شادی سے حکیم صاحب کے ہاں وہ لڑکی پیدا ہوئی جو بعد میں مرزا محمود کی اہلیہ اور مرزا غلام احمد کی بہو بنی۔ اسی طرح ایک پیر سراج الحق نعمانی صاحب تھے جو مرزا صاحب سے بیعت ہو کر مرزائیوں کے سابقون میں شمار ہوئے اور انہی کی تجویز پر مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا نام احمدی رکھا تھا۔

ان گزارشات کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اس دور کے کئی صوفیا و مشائخ مرزا صاحب کے بارے میں چپ بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ اعلانیہ یا خاموش حمایت بھی کر رہے تھے اور چونکہ برصغیر میں ہمیشہ سے صوفیاء کا اثر رہا ہے اس لیے صوفیا کے اس طرز عمل کا عوام پر منفی اثر ہو رہا تھا۔ تحریک میں زیادہ تر اہل حدیث ہی شامل تھے جنہیں وہابی کہہ کر ملت اسلامیہ کے مرکزی دھارے سے کاٹنے کی کوشش جاری تھی اور خطرہ تھا کہ تحریک ختم نبوت صرف وہابی بمقابلہ

مرزائی کشمکش بن کر نہ رہ جائے۔ اس لیے طبقہ صوفیا میں سے کسی شخص کو سامنے لانے کا سوچا گیا تو علماء کی نظر مہر علی شاہ صاحب پر پڑی اور انہیں تیار کر کے میدان میں لائے۔ جیسا کہ ان کے سوانح نگار کو بھی اعتراف ہے کہ پیر صاحب تو ذکر وفکر میں مشغول رہتے تھے اور علماء کے کہنے پر میدان میں آئے تھے۔ یہ علماء وہی ہوں گے جو پہلے سے تحریک میں سرگرم تھے۔

مباحثہ مد

علماء اور مشائخ کو مخاطب کر کے ۱۸۹۶ء میں مرزا صاحب نے مباہلے کا جو چیلنج دیا تھا اس کے مدعووین میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کو بھی شامل کیا تھا۔ مولانا کی عمر اس وقت صرف ۲۸ سال تھی اور تعلیم سے فراغت حاصل کیے انہیں ابھی چار ہی سال ہوئے تھے۔ ایسے میں ان کا نام برصغیر کے منتخب علماء و مشائخ کی فہرست میں شامل ہونے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اتنی چھوٹی سی عمر میں تحریک ختم نبوت کے حلقوں میں ایک ممتاز مقام حاصل کر چکے تھے۔ مولانا ان لوگوں میں بھی شامل ہیں جنہوں نے اس چیلنج کو منظور کر کے مرزا صاحب کو میدان میں آنے کی دعوت دے دی تھی۔ مرزا صاحب نے تاہم بات بدل دی اور عدالت میں مولانا بٹالویؒ کے مقابل انہیں جو اقرار نامہ لکھ کر دینا پڑھا تھا (جس کی رو سے انہوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ لوگوں کی موت کی پیش گوئیاں نہیں کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ) کو بہانہ بنا کر کہہ دیا کہ وہ مباہلہ نہیں کر سکتے جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

> ''میں نے سنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلہ کے لیے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے''۔ (روحانی خزائن جلد ۱۹' ضمیمہ نزول المسیح المعروف اعجاز احمدی' صفحہ ۱۲۱)

اس کے بعد مرزا صاحب کہتے ہیں.

ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کر سکتے کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے۔ ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفوں کو منع نہیں کرتے کہ ایسے چیلنج سے ہمیں جواب دینے کے لیے مجبور کریں اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لیے تیار بیٹھے معلوم ہوتے ہیں۔ پس ہمیں اس

سے کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں مگر شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کی رو سے واقع نہ ہو بلکہ محض بیماری کے ذریعے سے ہو۔ مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا کسی اور بیماری سے۔ پس اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ایسے چیلنج کے لئے مستعد ہوں تو صرف تحریری خط کافی نہ ہوگا بلکہ ان کو چاہیے کہ ایک چھپا ہوا اشتہار اس مضمون کا شائع کریں کہ اس شخص کو میں کذاب اور دجال اور کافر سمجھتا ہوں اور جو کچھ یہ شخص مسیح موعود ہونے اور صاحب الہام اور وحی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس دعویٰ کا میں جھوٹا ہونا یقین رکھتا ہوں۔ اگر یہ شخص فی الواقع مسیح موعود ہے اور فی الواقع عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں تو مجھے اس شخص سے پہلے موت دے اور اگر میں اس عقیدہ میں صادق ہوں اور یہ شخص درحقیقت دجال' بے ایمان' کافر اور مرتد ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں جو کسی نامعلوم وقت میں پھر آئیں گے تو اس شخص کو ہلاک کر۔ یہ چیلنج جو درحقیقت ایک مباہلہ کا لفظ مضمون ہے اس کو لفظ بلفظ نمونہ مذکورہ کے مطابق لکھنا ہوگا، جو اوپر میں نے لکھ دیا ہے۔ ایک لفظ کم یا زیادہ نہ کرنا ہوگا۔ پھر ایسے اشتہار مباہلہ پر کم سے کم پچاس معزز آدمیوں کے دستخط ہونے چاہئیں اور کم سے کم اس مضمون کا سات سو اشتہار ملک میں شائع ہونا چاہیے اور بیس اشتہار بذریعہ رجسٹری مجھے بھی بھیج دیں' مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں انہیں مباہلہ کے لیے چیلنج کروں یا ان کے بالمقابل مباہلہ کروں۔ (روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۱-۱۲۲)

مباہلہ دو فریقوں کے درمیان ہوتا ہے جب وہ ایک دوسرے کے لیے بددعا کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے چیلنج تو دے دیا تھا لیکن جب مولانا نے اس کے قبول کرنے کا اعلان کیا تو وہ سرے سے مکر گئے اور حکومتی معاہدے کی آڑ لے کر میدان سے بھاگ گئے۔

اس کے بعد مرزا صاحب نے مولانا امرتسریؒ پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور بہت سے علماء عصر کو ۱۹۰۰ء میں چیلنج دیا کہ وہ ان کے مدمقابل ہو کر قرآن کی کسی سورت یا آیات کی تفسیر لکھیں۔ مولانا امرتسریؒ نے مرزا صاحب کے اشتہار مؤرخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے جواب میں ۲۶ جولائی ۱۹۰۰ء کو اپنی آمادگی کا اشتہار دیا لیکن مرزا صاحب سامنے نہیں آئے۔ اگست ۱۹۰۰ء میں لاہور کی بادشاہی مسجد میں مسلمانوں کا ایک جلسۂ عام منعقد ہوا جس میں مولانا امرتسریؒ نے رد قادیانیت کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ اس اجتماع کے بعد ایک قرارداد بھی پاس ہوئی

جس میں کہا گیا کہ مرزا غلام احمد شرمناک دروغ گوئی سے اپنی دکان چلانا چاہتا ہے۔ اس نے شرفاء کی پگڑیاں اتارنے اور بازاری و عامیانہ حرکات سے اپنی روزی کمانے کا پاکھنڈ بنا رکھا ہے۔ اس کے عقائد وغیرہ بالکل خلاف اسلام ہیں۔ اس قرارداد پر انسٹھ علماء مشائخ کے دستخط ہیں اوران میں بھی مولانا امرتسریؒ کا اسم گرامی شامل ہے۔ (مہر منیر، صفحہ ۲۳۷-۲۳۸)

تفسیر نویسی اور مباہلے کے چیلنج قبول کرنے کے ساتھ مولانا امرتسریؒ نے مرزا غلام احمد کے خلاف تحریری محاذ پر بھی اپنی علمی عمر کے ابتدائی دور میں ہی کام شروع کر دیا تھا۔ آپ نے ۱۹۰۱ء میں دو رسالے شائع کیے۔ ایک کا نام ''ھفوات مرزا'' ہے جو دس صفحات پر مشتمل تھا' اس میں مرزا غلام احمد کے کچھ عقائد اور تناقضات بیان کیے اور دلائل کے ساتھ بتایا کہ اس قسم کے اختلافات کا رونما ہونا ایک الہامی نبی کے ہاتھوں ممکن نہیں۔ دوسرے رسالے کا نام آپ نے ''الہامات مرزا'' رکھا اور بعد میں اس کے کئی ایڈیشن اضافات کے ساتھ شائع ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں اس کا جو تیسرا ایڈیشن شائع ہوا تھا اس کے متعلق مولانا محمد مستقیم سلفی بتاتے ہیں کہ وہ ۱۳۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ اس کتاب میں آپ نے مرزا قادیانی کے الہامات اور پیشگوئیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ بناوٹی ہیں اور مرزا قادیانی اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ (اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' صفحہ ۱۵۷) مولانا امرتسریؒ خود بتاتے ہیں کہ ان کا یہ رسالہ نہ صرف عوام میں مقبول ہوا بلکہ خواص نے بھی اس کی افادیت کو سراہا اور بعض نامی گرامی مصنفین مثل پیر مہر علی شاہ صاحب نے بھی اپنی تصنیفات میں اس سے استفادہ کیا۔

مولانا امرتسریؒ کی درج بالا تصنیفات کے بعد ایک اہم واقعہ رونما ہوا جو تحریک ختم نبوت میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ واقعہ ۱۹۰۲ء میں ''مد'' نامی موضع میں مولانا امرتسریؒ کا مرزائیوں سے ایک مناظرہ ہے جس کا بیان سطور ذیل میں کیا جا رہا ہے:

مرزائیوں کی ''تاریخ احمدیت'' میں مولوی دوست محمد شاہد نے لکھا کہ

''مد'' ضلع امرتسر میں ایک گاؤں ہے' یہاں کہ رہنے والے میاں محمد یوسف' محمد احسن اور میاں محمد یعقوب نامی تین بھائیوں نے ۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد کی بیعت کی۔ اس پر گاؤں کی فضا کشیدہ ہوگئی بعد ازاں مسلمانوں اور مرزائیوں کی رضا مندی سے فیصلہ ہوا کہ متنازعہ مسائل کے تصفیہ کے لیے علماء کا مناظرہ ہو۔ جب مناظرہ کی بات پختہ ہوگئی تو میاں یوسف صاحب قادیان گئے اور مرزا غلام احمد صاحب کی خدمت میں واقعات پیش

کر کے علماء بھجوانے کی درخواست کی۔ یہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء کی بات ہے۔ مرزا صاحب نے (بروایت مولوی دوست محمد) فرمایا کہ ایسے مباحث سے فائدہ نہیں ہوتا مگر منشی یوسف صاحب کا اصرار دیکھا تو سید سرور شاہ قادیانی کو ''مد'' بھیجنے کا ارشاد فرمایا کہ وہاں تبلیغ احمدیت کریں اور اگر ضرورت پڑے تو مباحثہ کریں۔ مولوی سرور شاہ کے ساتھ مولوی عبداللہ کشمیری کو بھی روانگی کا حکم دیا اور یہ دونوں یکہ پر قادیان سے امرتسر اور وہاں سے اجنالہ کے رستہ سے ''مد'' پہنچے۔ فیصلہ کے مطابق مولوی ثناء اللہ امرتسریؒ بھی آ گئے' مباحثہ کے لیے منادی کرا دی گئی' لوگ گاؤں کے غربی حصہ میں ایک درخت کے نیچے جمع ہو گئے۔ حاضرین کی تعداد چھ سات سو تک پہنچ گئی' مباحثہ کی شرائط کا مرحلہ پیش آیا تو فریقین میں متنازعہ مسائل کے متعلق تحریری مباحثہ ہونا قرار پایا۔ پھر مولوی ثناء اللہ صاحب اڑ گئے کہ پرچہ کے لیے صرف بیس بیس منٹ کی باری ہو۔ سرور شاہ نے زور دیا کہ پرچہ کے لیے کم از کم ایک گھنٹہ ہونا چاہیے۔ اس بحث و تکرار میں مولوی ثناء اللہؒ اور ان کے ساتھیوں کی ہنگامہ آرائی سے مجمع بے قابو ہو رہا تھا اس لیے احمدی بامر مجبوری بیس منٹ کے وقت پر راضی ہو گئے۔ مباحثہ شروع ہوا ہر فریق بیس منٹ تک لکھتا اور سنا دیتا۔ پھر ایک دوسرے کا دونوں جواب لکھتے۔ اس طرح مباحثہ دو دن یعنی ۲۹ اور ۳۰ اکتوبر جاری رہا (مولوی دوست محمد مزید لکھتے ہیں کہ) سامعین عموماً دیہاتی لوگ تھے اس لیے وہ باریک علمی بحث تو پوری طرح نہ سمجھ سکے۔ ہاں مولوی ثناء اللہؒ کی گالیوں اور پھبتیوں سے انہوں نے خوب لطف اٹھایا۔ تاہم مولوی سرور شاہ صاحب مباحثہ میں کامیاب و کامران ہو کر یکم نومبر ۱۹۰۲ء کو قادیان پہنچے اور مرزا غلام احمد کے سامنے مناظرہ کی تفصیل عرض کی اور ان کی مجالس میں کئی روز تک اس مناظرہ کا چرچا رہا۔ نیز انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ پرچہ لکھنے کے لیے صرف بیس بیس منٹ وقت مقرر کیا گیا اور یہ کہ مرزائی علماء کو عوام الناس کے سامنے ہمیشہ موٹی موٹی باتیں رکھنی چاہئیں۔ اس کے بعد مولوی دوست محمد صاحب لکھتے ہیں کہ اس مباحثہ کے تحریری پرچے شیخ یعقوب علی تراب نے لے لیے تھے تاکہ ان کو شائع کریں لیکن افسوس ہے کہ وہ گم ہو گئے اور یہ قیمتی مواد شائع نہ ہو سکا۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم' صفحہ ۲۳۴-۲۳۷ ملخصاً)

خود مرزا غلام احمد قادیانی مباحثہ ''مد'' کے نتیجہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''درحقیقت تو ہم نے فتح پالی ہے، صرف اتنی بات ہے کہ وہ دیہات کے لوگ تھے ان کو باریک باتوں کی سمجھ نہیں آئی۔ مجھے خوشبو آتی ہے کہ آخر کار فتح ہماری ہے''۔

(ملفوظات: جلد۴' صفحہ۱۶۲)

اور ایک دوسرے موقع پر مرزا صاحب نے فرمایا:

''اس دن ہم نے مناسب سمجھا تھا کہ یہ مباحثہ (مد) کی کارروائی الحکم وغیرہ میں نہ چھپے۔ مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا''۔ (ملفوظات: جلد۴' صفحہ۱۶۳)

روحانی خزائن جلد ۱۹ کے پیش لفظ میں اس کا مرزائی مرتب لکھتا ہے کہ مباحثہ ''مد'' کے دو دن بعد مولوی سید سرور شاہ صاحب مع اپنے دوستوں کے ۲ نومبر ۱۹۰۲ء کو واپس قادیان پہنچ گئے اور مباحثہ کی مکمل روداد مرزا صاحب کو سنا دی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے دوران مباحثہ ایک یہ اعتراض کیا کہ مرزا صاحب کی ساری پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں۔ دوسرے یہ کہا تھا کہ میں مرزا صاحب سے مباہلے کے لیے تیار ہوں اس پر مرزا صاحب نے ''اعجاز احمدی'' نامی کتاب تالیف فرمائیں۔

''اعجاز احمدی'' میں مرزا غلام احمد نے مولانا امرتسریؒ کو خوب جلی کٹی سنائیں اور اس میں انہوں نے عربی میں شاعری بھی فرمائی جسے انہوں نے اعجازی قرار دیا۔ آپ کی ضیافت طبع کی خاطر ہم چند اشعار نقل کرتے ہیں کیونکہ ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ''مد'' میں مولانا امرتسریؒ نے مرزائیوں کا کس بری طرح ناطقہ بند کر کے انہیں ایسی عبرتناک شکست سے دوچار کیا تھا کہ مرزائیت کا بانی بھی اپنے ہوش وحواس گم کر کے بدزبانی پر اتر آیا تھا۔ مرزا صاحب کے عربی اشعار مع اردو ترجمہ (جو خود انہی کا ہے) سنیے اور سر دھنئے۔ فرمائے ہیں:

ایا ارض مد قد دفاك مدمر
وارداك ضليل و اغراك موغر

''اے مد کی زمین! ایک ہلاکت شدہ نے تیری خستگی کی حالت میں تجھے ہلاک کیا اور سخت گمراہ کرنے والے نے تجھے مارا اور ایک غصہ دلانے والے نے تجھے برانگیختہ کیا''۔

دعوت كذوبا مفسدا صیدے الذی
كحوت غدير اخذه لا یعزز

''تو نے ایک جھوٹے مفسد میرے شکار کو بلا لیا جس کا پکڑنا ڈھاب کی مچھلی کی طرح بڑا کام نہیں''۔

فظل اساریکم اساری تعصب
یریدون من یعوی کذئب ویختر

''پس تم میں سے جولوگ تعصب کے قیدی تھے انہوں نے چاہا کہ ایسا شخص تلاش کریں جو بھیڑیئے کی طرح چیخے اورفریب کرے''۔

فجائوا بذئب بعد جھد ازابھم
ونعنی ثناء اللہ منه و نظھر

''پھر بہت کوشش کے بعد ایک بھیڑیئے کو لائے اور مراد اس سے ثناء اللہ ہے اور ہم ظاہر کرتے ہیں''۔

تکلم کاجلاف من غیر فطنة
ویاتیک بالاخبار من کان ینظر

''اس نے کمینوں کی طرح بغیر دانائی کے کلام کیا اور دیکھنے والوں سے تو خود سن لے گا''۔

فلما التقی الجمعان للبحث والوغا
ونودی بین الناس والخلق احضروا

'پس جب دونوں فریق بحث کے لیے جمع ہو گئے اور لوگوں میں منادی کرائی گئی اور لوگ حاضر ہو گئے

واوجس خیفة شره بعض رفقتی
لما عرفوا من خبث قوم تنمروا

''اور پوشیدہ طور پر میرے بعض فریقوں کے دلوں میں خوف ہوا کیونکہ قوم کی درندگی انہوں نے معلوم کر لی تھی''۔

فکان ثناء اللہ مقبول قومه
ومنا تصدی للتخاصم سرور

''اور ثناء اللہ اس کی قوم کی طرف سے مقبول تھا اور ہماری طرف سے مولوی سید محمد سرور شاہ پیش ہوئے

کان مقام البحث کان کاجمة
به الذئب یعوی والغضنفر یزئر

''گویا مقام بحث ایک ایسے بن کی طرح تھا جس میں ایک طرف بھیڑیا چیختا تھا اور ایک طرف شیر غراتا تھا''۔

وقام ثناء اللہ یغوی جنوده

ویغری علی صحبی لناما ویهذر

''اور کھڑا ہوا ثناء اللہ اپنی جماعت کو اغوا کر رہا تھا اور میرے دوستوں پر برانگیختہ کرتا تھا''۔

دفاہم عمایات الاناس وحمقهم
رنوا مد قوم والمدی قد شهروا

''قوم کی جہالتوں نے ان کو خستہ کر دیا۔ موضع ''مد'' کو انہوں نے ایسی صورت میں دیکھا جو چھریاں نکالی ہوئی ہیں''۔

فصاروا بمد للرماح درية
ویعلمها احمد علی المدبر

میرے دوست مد میں نیزوں کے نشانے بن گئے اور اس بات کو احمد علی میر مجلس خوب جانتا ہے

وکان ثناء اللہ فی کل ساعة
یاحج نیران الفساد ویسعر

''اور ثناء اللہ ہر ایک گھڑی فساد کی آگ بھڑکا رہا تھا''۔

اری منطقاً ما ینبح الکلب مثله
وفی قلبه کان الهوی یتزخر

ایسی باتیں کیں کہ کتا اس طرح آواز نہیں نکالے گا اور اس کے دل میں ہوا وہوس جوش مار رہی تھی۔

ولما اعتدی الامرتسری بمکائد
واغری علی صحبی لئاما وکفروا

''اور جب ثناء اللہ اپنے فریبوں سے حد سے گزر گیا اور لوگوں کو میرے دوستوں پر برانگیختہ کیا''۔

وقام ثناء اللہ فی القوم واعظا
فصاروا بوعظ الغول قوما تنمروا

''اور ثناء اللہ نے قوم میں وعظ کیا پس ایک غول کے وعظ سے وہ ایک پلنگ کی طرح ہو گئے''۔

فطائفة قد کفرونی بوعظه
وطائفة قالوا کذوب یزور

''ایک گروہ نے اس کے وعظ سے مجھے کافر ٹھہرایا اور ایک گروہ نے کہا کہ یہ شخص جھوٹ بیان کر رہا ہے''

فافردت افراد الحسین بکربلا

وفی الحی صرنا مثل من کان یقبر

''پس اس جگہ میں اکیلا رہ گیا جیسا کہ حسینؓ کربلا میں اور اس قوم میں ہم ایسے ہو گئے جیسا کہ مردہ دفن کیا جاتا ہے''۔

تصدی لانکاری وانکار آیتی
وکان لحقد کالعقاب یابر

''میرے انکار اور میرے نشانوں کے انکار کیلیے پیش آیا اور وہ کینہ سے کژدم کر طرح نیش زنی کرتا تھا

سئمنا تکالیف التطاول من عدا
تمادت لیالی الجور یا ربی انصر

''ہم نے ظلم کی تکلیفیں دشمنوں سے اٹھائیں اور ظلم کی رات لمبی ہو گئی' اے خدا مدد کرو''۔

الا رب خصم قدرئیت جداله
وما ان رئینا مثله من یزور

''خبردار ہو میں نے بہت سے بحث کرنے والے دیکھے ہیں مگر اس جیسا فریبی میں نے نہیں دیکھا''۔

ارضعت من غول الفلایا یا ابا الوفا
فما لک لا تخشی ولا تتفکر

''کیا تجھے جھوٹ کا دودھ پلایا گیا اے ثناء اللہ۔ پس تجھے کیا ہو گیا کہ نہ ڈرتا ہے نہ فکر کرتا ہے''۔

عقرت بمد صحبتی یا ابو الوفا
بسبب وتوہین فربی سیقہر

''اے ثناء اللہ تو نے مد میں ہمارے دوستوں کو رنج پہنچایا۔ گالی سے اور توہین سے' پس میرا خدا عنقریب غالب ہو جائے گا''۔

فلا تجعلوا کذبا علیکم عقوبة
ودع یا ثنائالله قولا تزور

''پس تم جھوٹ کو اپنے لیے وبال کا ذریعہ مت ٹھہراؤ اور اے ثناء اللہ تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے''۔

ترکت طریق کرام قوم وخلقہم
ہجرت بمد عامدا لتحقر

''تو نے شریفوں کے خلق اور طریق کو چھوڑ دیا اور تو نے ''مد'' میں قصداً ہماری ہجو کی تا تو تحقیر کرے''۔

ترکنا حتی قیل لا یعرف القلی
فجئت خصیما ایها المستکبر

''ہم نے تو تجھے چھوڑ دیا تھا یہاں تک کہ تم لوگ کہتے تھے کہ اب کیوں نہیں لکھتے۔ پس تو خود مقابلہ کے لیے آیا ہے اے متکبر!''۔

فاوصیک یا ردف الحسین ابا الوفا
انب واتق اللہ المحاسب واحذر

''پس میں تجھے نصیحت کرتا ہوں اے محمد حسین (بٹالوی) کے پیچھے پیچھے چلنے والے ابوالوفا۔ خدا کی طرف جھک اور حساب لینے والے اللہ سے خوف کھا اور ڈر''۔

(روحانی خزائن' جلد ۱۹ (ضمیمہ نزول المسیح۔ اعجازی احمدی) صفحہ ۱۵۰-۱۹۴)

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ مناظرہ مد کے پرچے مرزائیوں نے غائب کر دیئے تھے اس لیے اب جو جی چاہتا ہے کہتے، پھرتے ہیں لیکن مرزا صاحب کے الفاظ ، درحقیقت فتح ہماری ہوئی' اور یہ کہ وہاں کے لوگوں کو سمجھ نہیں آئی ۔ اور ان کے درج بالا اشعار اس بات کا اعلان ہیں کہ ''مد'' میں برسرزمین قصہ مرزائیوں کی شکست سے ہی نمٹا تھا۔

مرزا صاحب نے اس قصیدے کو اعجازی کہا اور ''اعجاز احمدی'' کے نام سے شائع کیا۔ اس کے ساتھ یہ اشتہار شائع کیا کہ اگر مولوی ثناء اللہؒ اتنی ہی ضخامت کا رسالہ اردو اور عربی نظم میں جیسا میں نے بنایا ہے پانچ روز میں بنا دے تو میں دس ہزار روپے اس کو انعام دوں گا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم۔ صفحہ ۲۳۹۔ نیز پیش لفظ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۸-۹' ضمیمہ نزول المسیح صفحہ ۴۲ مندرجہ روحانی خزائن' جلد ۱۹)

اعجاز احمدی میں مرزا صاحب نے مولانا ثناء اللہ صاحب کو درج ذیل چیلنج بھی کیا تھا

. اور مولوی ثناء اللہ نے موضوع ''مد'' میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں اس لیے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لیے قادیان میں آئیں اور تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کریں اور ہم قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ ہر ایک پیشگوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کی رو سے جھوٹی ثابت ہو ایک سو روپیہ ان کی نذر کریں گے اور ہم آمدورفت کا خرچہ بھی دیں گے اور کل پیشگوئیوں کی پڑتال کرنی ہوگی تا آئندہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہ جائے اور اسی شرط سے

روپیہ ملے گا اور ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔ یاد رہے کہ رسالہ ''نزول المسیح'' میں ڈیڑھ سو پیش گوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ ثناء اللہ صاحب لے جائیں گے اور دربدر کی گدائی کرنے سے نجات ہو گی۔ بلکہ ہم اور پیش گوئیاں بھی مع ثبوت ان کے پیش سامنے کر دیں گے اور اسی وعدہ کے موافق فی پیشگوئی سو روپیہ دیتے جائیں گے اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے۔ پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لیے ایک ایک روپیہ بھی اپنے مریدوں سے لوں گا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا وہ سب ان کی نذر ہوگا۔ جس حالت میں دو دو آنہ کے لیے وہ دربدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور خدا کا قہر نازل ہے اور مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گزارا ہے اور ایک لاکھ روپیہ حاصل ہو جانا ان کے لیے ایک بہشت ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۹ (ضمیمہ نزول المسیح) صفحہ ۱۳۱-۱۳۲)

اور فرمایا: واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعے سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے۔

۱۔ وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لیے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لیے موت ہوگی۔

۲۔ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔

۳۔ اور سب سے پہلے اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو جائے گی۔ (روحانی خزائن جلد ۱۹ (ضمیمہ نزول المسیح) صفحہ ۱۴۸)

اور اسی کتاب ''ضمیمہ نزول المسیح'' میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''یہی باتیں مولوی ثناء اللہ نے مقام ''مد'' کے مباحثہ میں پیش کی تھیں۔ ان باتوں سے ہر ایک خدا ترس سمجھ سکتا ہے کہ کہاں تک ان مولوی صاحبوں کی نوبت پہنچ چکی ہے۔ وہ جوش تعصب سے منہاج نبوت کو اور اس معیار کو جو نبیوں کی شناخت کے لیے مقرر ہے پیش نظر نہیں رکھتے۔ اور ہر ایک اعتراض ان کا سراسر جھوٹ اور شیطانی منصوبہ ہوتا ہے۔ اگر یہ سچے ہیں تو قادیان آ کر کسی پیشگوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئیں کے لیے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا'' (روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۱۷-۱۱۸)

اور جس قدر مولوی ثناء اللہ صاحب نے خلاف واقع اعتراضات اور جھوٹی قسموں سے موضع مد میں میری توہین کی ہے وہ تمام میرے شکوے خدا تعالیٰ کے سامنے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد ۱۹ 'ضمیمہ نزول المسیح' صفحہ ۱۲۵)

ایک طرف تو مرزا صاحب کی دریا دلی اور استغنا کا یہ حال تھا کہ دس ہزار روپے کے انعام کا اعلان ہو رہا ہے اور دوسری طرف حالت یہ تھی کہ ''نزول المسیح'' نامی کتاب (جو اسی زمانے کی تصنیف ہے) کو شائع کروانے کے لیے ان کے پاس پیسے موجود نہیں تھے۔

تاریخ احمدیت میں ایک قادیانی ناصر شاہ کے حالت میں لکھا ہے کہ:

''ایک دفعہ جب کہ آپ کشمیر میں ایس ڈی او کے طور پر تعینات تھے آپ کو عالم رؤیا میں خبر دی گئی کہ حضرت مسیح موعود کو آپ کی ضرورت ہے۔ قادیان پہنچے تو معلوم ہوا کہ کتاب ''نزول المسیح'' کی اشاعت روپیہ نہ ہونے کے باعث معرض التواء میں ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت ڈیڑھ ہزار روپے کی رقم جو حج بیت اللہ کے لیے جمع کر رکھی تھی حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ نیز وعدہ کیا کہ طباعت کے بقیہ اخراجات کشمیر جا کر ارسال کر دوں گا''۔ (تاریخ احمدیت۔ جلد دوم' صفحہ ۱۹)

اسی موضوع پر پنڈت آتمانند کا ایک مضمون اہل حدیث کے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۹ء کے شمارے میں شائع ہوا جس میں لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد نے بے مالی کی حیثیت میں دس ہزار روپے کا انعام شائع کیا تھا۔ اس بات کے ثبوت میں پنڈت صاحب نے ''مسیح موعود کے کارنامے'' نامی کتاب کے صفحہ ۲۲ سے مرزا محمود کی یہ تحریر نقل کی تھی جس میں وہ کہتا ہے:

''میں جلسہ کے موقع پر ایک کتاب دیکھ رہا تھا جس میں مسیح موعود نے لکھا ہے کہ سراج منیر ایک کتاب ہم شائع کریں گے مگر اس کی اشاعت میں تعویق ہوگئی ہے کیونکہ اس کے لیے سو روپیہ کی ضرورت ہے گویا وہ کتاب ایک سو روپے کے لیے اس وقت رکی رہی' پنڈت صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب کے پاس اس وقت ایک سو روپیہ بھی نہیں تھا''۔

اوپر ذکر کردہ ناصر شاہ قادیانی کے گراں قدر عطیے کے باوجود معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی مالی حالت ان دنوں بہت ہی خراب تھی کیونکہ وہ پیسے بھی ہضم کر گئے اور کتاب جس کے لیے مرید نے پیسے دیئے تھے اسے زندگی بھر شائع بھی نہ کر سکے جیسا کہ اس کتاب (نزول

المسیح) کے متعلق نسیم سیفی قادیانی نے لکھا ہے کہ یہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد اگست ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئی۔ (مسیح موعود کی کتابیں، انگریزی۔طبع ربوہ ص ۹۲)

جہاں تک اس قصیدہ کے اعجازی ہونے اوراس کے مقابلے میں قصیدہ لکھنے کے چیلنج کا معاملہ ہے تو مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں:

''میں نے ۲۱ نومبر کو ایک اشتہار دیا جس کا خلاصہ ۲۹ نومبر ۱۹۰۲ء کے پیسہ اخبار لاہور میں چھپا تھا کہ آپ (مرزا جی) پہلے ایک مجلس میں اس قصیدہ اعجازیہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کروں صاف کر دیں تو پھر میں آپ کے زانو بزانو بیٹھ کر عربی نویسی کروں گا۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ گھر سے تمام زور لگا کر ایک مضمون اچھی خاصی مدت میں لکھیں اور مخاطب کو جسے آپ کی مہلت کا کوئی علم نہیں محدود وقت کا پابند کریں۔ اگر واقعی آپ خدا کی طرف سے ہیں اور جدھر آپ کا منہ ہے ادھر خدا کا منہ ہے (جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے) تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ میدان میں طبع آزمائی نہ کریں بلکہ بقول حکیم سلطان محمود ساکن راولپنڈی۔

بنائی آڑ کیوں دیوار گھر کی
نکل دیکھیں تری ہم شعر خوانی

حرم سراہی سے گولہ باری کریں۔

(الہامات مرزا۔صفحہ ۹۹' منقول از فتنہ قادیانیت۔صفحہ ۷۹-۸۰)

مرزا غلام احمد میدان میں نہ آئے تو جیسا کہ مولانا امرتسریؒ نے اپنے اشتہار میں لکھا تھا کہ اگر مجلس میں اغلاط نہ سنیں گے تو میں اپنے رسالہ میں ان کا ذکر کر دوں گا۔ چنانچہ آپ نے الہامات مرزا کی اگلی اشاعتوں میں دکھلایا ہے کہ وہ قصیدہ جسے مرزا صاحب معجزہ قرار دے رہے تھے اس کے کم از کم پچاس اشعار فصاحت' بلاغت تو درکنار صحت کے درجہ سے بھی گرے ہوئے ہیں اور شدید ترین فنی عیوب اور قباحتوں کا مرقع ہیں۔ باقی رہا عربی زبان و ادب کا معاملہ تو اس لحاظ سے تو پورے کا پورا قصیدہ ہی لچر پوچ ہے۔

اسی طرح وعظ کے پیسوں اور کفن سے آمدنی پر گزرا کرنے والے بیان کو چیلنج کرتے ہوئے مولانا امرتسریؒ نے مرزا صاحب کو للکارا اور مطالبہ کیا کہ اس بات کا ثبوت پیش کیا جائے کہ میں ان ذرائع سے آمدنی حاصل کر کے اس پر گزارہ کرتا ہوں۔ اس پر مرزا صاحب کو

لینے کے دینے پڑ گئے اور انہیں تحریری طور پر اپنے بیان کی تردید کرنا پڑی اور لکھا:

اصلاح حسب منشا کھلی چھٹی مولوی ثناء اللہ صاحب

چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ کفن وغیرہ کی آمدنی جو اس ملک میں اکثر ملاؤں کو ہوا کرتی ہے کبھی ان کو اس سے تعلق نہیں ہوا اور وہ اپنی تجارت سے گزارہ کرتے ہیں اس لیے ہمیں ان کی ان ذاتیات سے بحث نہیں اور ہم قبول کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا۔ یہ قول محض اس بنا پر تھا کہ ہمارے ملک میں اکثر ملا ایسے پائے جاتے ہیں کہ مسجدوں سے تعلق رکھتے اور پیش غسل اموات و جنازہ رکھتے ہیں اور اس کی آمدنی لیتے ہیں۔ اب جب کہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں سو ہم اپنی اس قدر تحریر کے اس اشتہار سے اصلاح کر دیتے ہیں اور درحقیقت ہماری غرض اول سے الزام نہیں ہے کیونکہ صدہا ملا اس ملک میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ یہ خدمت غسل اموات و جنازہ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں۔ ان کو بھی ہم برا نہیں کہتے کہ قدیم سے یہ کام چلا آتا ہے کوئی ان کو برا نہیں کہہ سکتا۔ سب اپنی اپنی جگہ پر عزت رکھتے ہیں۔ المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان ٢٠ دسمبر ١٩٠٢ء۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم' صفحہ ٤٨٢)

اس تحریر سے مرزا صاحب نے تسلیم کر لیا کہ انہوں نے مولانا امرتسریؒ پر الزام تراشی کی اور جھوٹ بولا تھا۔ اسی طرح مرزا صاحب نے اوپر کی تحریر میں یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ ان کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ یہ بات بھی جھوٹ تھی کیونکہ ١٩٣١ء کی مردم شماری میں پنجاب میں مرزائیوں کی تعداد ٥٦ ہزار نکلی تھی۔ (الفضل ٥ اگست ١٩٤٣ء) اور بقول مرزا محمود احمد دوسرے صوبہ جات ہند میں ٢٥ ہزار مرزائی تھے۔ (الفضل۔ ٢١ جون ١٩٣٤ء منقول از فسانہ قادیان صفحہ ٢٣٢) یوں ١٩٣١ء کے ہندوستان میں مرزائیوں کی کل تعداد ٨١ ہزار ہوئی۔ اور مرزا صاحب ١٩٠٢ء میں کہہ رہے تھے کہ ان کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔

١٩٢٩ء میں ایک مرزائی نے مولانا امرتسریؒ کو اعجازی قصیدے کے بارے میں لکھا کہ مرزا صاحب نے بڑی تحدی سے کتاب ''اعجاز احمدی'' میں لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ میری اس کتاب کا جواب میعاد مقررہ بیس روز کے اندر نہ دیں تو میں سچا ہوں گا۔ کیا آپ نے جواب دیا تھا؟ دیا تھا تو ہمیں بھیج دیں۔

اس کے جواب میں مولانا معمارؒ نے لکھا:

''مرزا صاحب نے ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء کو ایک کتاب ''اعجاز احمدی'' شائع کی جس کے ۹۰ صفحات ہیں جس میں ۵۳۶ ابیات کا ایک عربی قصیدہ مع ترجمہ درج ہے۔ باقی اردو مضمون ہے جس میں اپنی خودستائی فرمائی ہے۔ اس کتاب کا جواب اردو مع قصیدہ عربی میں لکھنے کے لیے جملہ مخالفوں کو عموماً اور مولانا ثناء اللہؒ کو خصوصاً مخاطب کیا۔ مگر کمال یہ کیا کہ مضمون اردو اور عربی قصیدہ لکھنے اور لکھ کر چھاپ دینے کے لیے یعنی سب کاموں کے لیے کل میعاد ۲۰ روز رکھی۔ اگرچہ عقلمند لوگ اتنے ہی سے اصل حقیقت سمجھ سکتے ہیں کہ بیس روز کی مدت میں تین چار کام کیسے ہوں یعنی (۱) تصنیف کتاب مع قصیدہ طویلہ۔ (۲) کاتب کی کتابت۔ (۳) مطبع کا فعل طباعت۔ لیکن سوال صرف یہ ہے کہ مقابلہ کسی مصنف سے تھا یا کاتب، پریس مین سے بھی تھا۔ ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ مصنف سے مقابلہ ہوتا ہے اور کاتب و پریس مین کو مقابلہ میں شریک کر لینے سے ہی اس مقابلہ اور اعجاز کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ کیونکہ مصنف اگر اپنا کام ایک ہفتہ میں ختم کر دے مگر اسے کاتب مہیا نہ ہو یا کاتب بھی مہیا ہو تو وہ ۹۰ صفحات کتنے دنوں میں کتابت کرے گا۔ کسی کاتب سے مل کر پوچھنا چاہیے۔ اس سائز کے عربی اردو صفحات سارے دن میں چھ سے زائد نہیں لکھ سکتا۔ رات دن کی محنت سے ۱۵ روز میں کتابت ختم ہوئی جو مصنف کا ہفتہ ملانے سے کل ۲۲ روز ہو گئے۔ اب آئی باری پریس کی' پریس والوں سے پوچھئے کہ (۱۹۰۲ء میں) ۹۰ صفحات کی کتاب کتنے دنوں میں تیار کریں گے۔ جن کو طباعت کے کام کا تجربہ ہے وہ یقین کر سکتے ہیں کہ (۱۹۰۲ء میں) یہ کام جلدی سے جلدی ہو تو دو ہفتوں میں ہوگا۔ سارے مل کر ہوئے ۲۷ روز۔ اب باری آئی دفتری کی' یعنی کتاب کی تہہ بندی اور سلائی کی، جسے بہت جلد ہی کریں تو دو روز میں کریں گے۔ سارے ۳۹ دن ہوئے۔ بتایئے ۳۹ روز کا کام اور مرزا جی کا ۲۰ روز کی مدت میں طلب کرنا اعجاز نبوت ہے یا اپنا عجز ہے۔

حقیقت یہ کہ مرزا جی نے خود بھی یہ کتاب اتنی مدت میں نہیں لکھی تھی (جس کا ثبوت میں پیش کروں گا) اسی لیے مولانا امرتسریؒ نے ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء کو بذریعہ اشتہار مرزا جی کو مطلع کیا کہ آپ ایک مجلس میں آمنے سامنے بیٹھ کر مجھ سے مقابلہ کریں۔ یہ کیا بات ہے کہ

آپ نے گھر میں چھپ کر خدا جانے کتنی مدت میں کتاب بنائی اور مجھے ایک غیر معقول مدت میں جواب لکھ کر شائع کر دینے پر مجبور کرتے ہیں' مگر مرزا جی تو اپنی حقیقت خوب جانتے تھے اس لیے انہوں نے مولانا امرتسریؒ کے سامنے بیٹھنا پسند نہ کیا۔

اب سنیے میں بتاؤں کہ یہ قصیدہ اور کتاب بہت لمبی مدت میں بنائے گئے ہیں غور کیجیے۔ مرزا جی نے ۵ نومبر ۱۸۹۹ء کو ایک اشتہار دیا جس کا مضمون تھا کہ ''اے خدا! میرے لیے آخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک کوئی نشان دکھا'' ادھر اشتہار دیا اور دل میں خیال کیا کہ ایک قصیدہ اور کتاب بنائی جائے اور وقت پر اسی کو یہ نشان بتا دیا جائے۔ چنانچہ کتاب مذکور بنائی جس میں حسب موقع موضع مد کے مباحثہ کا ذکر بھی داخل کر کے ''اعجاز احمدی'' کے نام سے شائع کر دی۔ حالانکہ اس اشتہار مؤرخہ ۱۵ نومبر ۱۸۹۹ء کا ذکر مرزا جی خود ہی کتاب ''اعجاز احمدی'' کے صفحہ ۳۶ اور ۸۸ پر کرتے ہیں اور بعد میعاد مذکورہ بھی انہوں نے اپنی عربی تحریروں کو اس سہ سالہ پیش گوئی کا مصداق بنایا۔

مرزا جی اگر اعجاز نویس تھے تو صاف لکھتے کہ میں نے یہ قصیدہ لکھا ہے اس کے مقابل میں قصیدہ لکھ کر لائیے اور اس کام کے لیے کوئی میعاد مقرر نہ ہوتی جس طرح قرآن مجید نے اپنے مقابلے کے لیے کوئی میعاد اور مدت مقرر نہیں کی۔

اب ذرا اس قصیدہ کی عربیت کا نمونہ ملاحظہ فرما لیجیے۔ قصیدہ مذکورہ کا پہلا شعر ہے۔

ایا ارض مد قد اتاك مدمر
وارداك ضليل واغراك موغر

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخیر حرف پر پیش ہے۔ اب سنیئے اس قصیدے کے اندر کا نمونہ

اخيت ذئبا عائتا او اباالوفا
اوافيت مدا اد رائت امرتسر

یعنی آخر حرف پر پیش ہے' بتائیے یا عربی دانوں سے پوچھئے کہ امرتسر رایت کا مفعول بہ ہے پھر اس پر رفع (پیش) کیوں ہے؟ اس قسم کی اور اس کے علاوہ عروضی سینکڑوں اغلاط اس قصیدہ کی مولانا امرتسریؒ نے اپنی کتاب ''الہامات مرزا'' میں بتائی ہیں جن کا جواب جماعت مرزائیہ سے نہیں ہو سکا۔ (اہل حدیث ۲ اگست ۱۹۲۹ء' صفحہ ۵-۶)

فتح قادیان

مرزا صاحب کی کتاب ''اعجاز احمدی'' نے ایک اور واقعہ کو جنم دیا جو تحریک ختم نبوت میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ واقعہ قادیان میں مولانا امرتسریؒ کے ورود اور مرزا صاحب کی شکست سے عبارت ہے، اور اسے سطور ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے۔

تاریخ احمدیت کا مرتب لکھتا ہے:

''حضور (مرزا غلام احمد) نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ وہ (ثناء اللہ) قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لیے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے۔ چنانچہ وہی کچھ ہوا جس کی خبر آپ نے قبل از وقت دے دی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو حضور کو اطلاع دیئے بغیر بٹالہ سے دو تین سپاہیوں کی معیت میں قادیان آئے اور آریہ سماج کے مندر میں ٹھہرے۔ حضرت اقدس کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوا کہ وہ براہ راست آپ کے پاس آنے کے بجائے آریہ سماج کے مندر میں کیوں مقیم ہو گئے۔ چنانچہ حضور نے ایک دوسرے موقع پر اس درد کا اظہار فرمایا کہ میں نے ثناء اللہ کو ہرگز نہیں کہا کہ میرے مکان پر نہ آئے...... بلکہ وہ خود ان آریہ سماج والوں کے مکان پر اترا' وہ میرے دروازے پر نہیں آیا تا میں اس کی خاطر داری کرتا بلکہ دشمنان نبی کریم ﷺ کے دروازہ پر گیا''۔ (تاریخ احمدیت' جلد۳' صفحہ۲۸۲)

اور مرزا صاحب کے ''ملفوظات'' جلد۴ میں ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کی ڈیڈ لائن کے ساتھ زیر عنوان' ''مولوی ثناء اللہ صاحب کا قادیان آنا'' لکھا ہے۔

عصر کے وقت خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر ہوئی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری، قادیان آئے ہوئے ہیں، مگر آپ نے اس کے متعلق یہی فرمایا کہ ہزاروں لوگ راہرو آتے ہیں ہمیں اس سے کیا؟ مغرب کی نماز باجماعت ادا کر کے

جب حضرت اقدس دولت سرا کو تشریف لے چلے تو ایک شخص نے ہاتھ میں قلم دوات لیے حضرت اقدس کی خدمت میں کچھ کاغذات پیش کیے۔ اس قلم دوات سے اس کی غرض یہ تھی کہ حضرت سے رقعہ کی رسید لے، مگر حضرت نے توجہ نہ کی اور اس کے وہ کاغذات لے کر تشریف لے گئے اور جب عشاء کی نماز کے لیے تشریف لائے تو فرمایا کہ ایک ہی مضمون کے دو رقعے مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے پہنچے ہیں۔ نہ معلوم دو رقعوں کی کیا غرض تھی۔ اس وقت یہ عقدہ حل ہوا کہ غالباً دوسرا رقعہ دستخط یعنی رسید رقعہ لینے کی غرض سے تھا۔ مگر قاصد کو رسید مانگنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ رقعہ اس وقت سید سرور شاہ صاحب کے حوالے کیا گیا کہ وہ اسے پڑھ کر مجلس کو سنا دیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا ہم تیار ہیں، وہ ہفتہ عشرہ آرام سے باتیں سنے اور اگر اس کا منشا مباحثہ کا ہو تو اس کی غلطی ہے کیونکہ اب مدت ہوئی ہم مباحثات کو بند کر چکے ہیں۔ اگر اس کو طلب حق کی ضرورت ہے تو وہ رفق اور آہستگی سے اپنی غلطی دور کروائے۔ طالب حق کے لیے ہمارا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ ہاں جو شخص ایک منٹ رہ کر چلا جانا چاہتا ہے اور اسے فتح اور شکست اور ہار جیت کا خیال ہے وہ مستفید نہیں ہو سکتا، بجز ایسے شخص کے جو نیک بن کر آئے، ہم تو دوسرے کے ساتھ کلام کرنا بھی تضیع اوقات خیال کرتے ہیں۔ ہمیں تعجب ہے کہ وہ کیوں کمہار کے ہاں جا کر اترے۔ چاہیے تھا کہ مستفیدوں کی طرح آتا اور ہمارے مہمان خانے میں اترتا۔ پھر فرمایا ہم اس رقعہ کا صبح کو جواب دیں گے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے چلے تو ثناء اللہ صاحب کے قاصد نے آواز دی کہ حضرت جی، مولوی ثناء اللہ صاحب کے رقعہ کا کیا جواب ہے۔ حضرت نے فرمایا صبح کو دیا جائے گا۔ قاصد نے کہا میں آ کر جواب لے جاؤں یا آپ بذریعہ ڈاک روانہ کریں گے۔ حضرت اقدس نے فرمایا خواہ تم آ کر لے جاؤ خواہ ثناء اللہ آ کر لے جائے۔ پھر آپ نے قاصد کا نام پوچھا تو اس نے کہا محمد صدیق۔

(البدر، جلد ۱، نمبر ۱۲ مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء؛ منقول از ملفوظات، جلد ۴، صفحہ ۴۰۴-۴۰۵)

مولانا کی قادیان میں آمد اس قدر غیر متوقع تھی کہ مرزا صاحب کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ ان کے ہوش و حواس گم ہو گئے اور انہیں اپنی زبان پر قابو نہ رہا جیسا کہ مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں:

''بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی نے کہ جب حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں اعجاز احمدی

کی تصنیف کے بعد مولوی ثناء اللہ قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود کے ساتھ اس کی دستی خط و کتابت ہوئی تو اس نے ایک دفعہ اپنا ایک آدمی کسی بات کے دریافت کرنے کے لیے حضرت صاحب کے پاس بھیجا۔ یہ شخص جب مسجد مبارک میں حضرت صاحب کے پاس آیا تو حضرت صاحب اس وقت اٹھ کر اندرون خانہ تشریف لے جا رہے تھے۔ اس نے حضرت صاحب سے کوئی بات پوچھی اور حضرت صاحب نے اس کا جواب دیا۔ جس پر اس نے کوئی سوال کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ کام یا یہ بات کون کرے۔ مولوی (شیر علی) صاحب کہتے ہیں کہ سوال مجھے یاد نہیں رہا مگر اس پر حضرت صاحب نے اسے فرمایا ، تو ، ۔ مولوی شیر علی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس دفعہ کے علاوہ کبھی حضرت مسیح موعود کے منہ سے کسی شخص کو ، تو ، کہتے نہیں سنا۔ موافق ہو یا مخالف' غریب سے غریب اور چھوٹے سے چھوٹا بھی ہوتا تھا تو حضرت صاحب اسے ہمیشہ آپ کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے مگر اس وقت اس شخص کو آپ نے خلاف عادت ''تو'' کا لفظ کہا اور ہم سب نے اس بات کو عجیب سمجھ کر محسوس کیا''۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۴۵)

محمد صدیق قاصد کے ہاتھ مولانا امرتسریؒ نے جو رقعہ بھجوایا تھا اس کی عبارت یہ ہے۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم''

بخدمت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

خاکسار آپ کی دعوت مندرجہ ''اعجاز احمدی'' صفحہ ۱۱-۲۳ کے مطابق اس وقت قادیان میں حاضر ہے۔ جناب کی دعوت قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا ورنہ اتنی دیر نہ ہوتی۔ اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں چونکہ آپ بقول خود ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز اور مامور ہیں جو تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے عموماً اور مجھ جیسے مخلصین کے لیے خصوصاً ہے اس لیے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دے کر گزارش کرتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں گے۔ الراقم ۔ ابوالوفا ثناء اللہ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء بوقت سوا دو بجے دن۔ (فسانہ قادیان۔ صفحہ ۱۸۱)

مرزا صاحب نے اگلے روز اس کا جوابدیا جیسا کہ ۱۱ جنوری کی ڈیٹ لائن کے ساتھ ''مولوی ثناء اللہ کے رقعہ کا جواب'' کے زیرِعنوان ''ملفوظات جلد ۴' صفحہ ۴۰۵'' میں لکھا ہے۔

فجر کی نماز کو جب حضرت اقدس تشریف لائے تو قبل از نماز آپ نے وہ رقعہ جو مولوی ثناء اللہ صاحب کے رقعہ کے جواب میں تحریر فرمایا تھا احباب کو سنایا' وہ رقعہ یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از طرف عایذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ واید۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب

''آپ کا رقعہ پہنچا' اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک وشبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتے ہیں رفع کرا دیں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگرچہ میں کئی سال ہوئے اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانہ کلمات سننے کے اور کچھ نہیں ہوا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اس رقعہ میں دعویٰ تو کر دیا ہے کہ طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ آپ اس دعویٰ پر قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثہ ہرگز نہیں کروں گا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے کے لیے اول یہ اقرار کریں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے اور وہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت ﷺ پر یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یا حضرت یونس علیہ السلام پر عائد نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن شریف کی پیشگوئیوں پر زد نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے مجاز نہ ہوں گے صرف آپ مختصر ایک یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے۔ پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لیے لمبا لکھنے کی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی آپ اعتراض پیش کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے چوروں کی طرح آ گئے اور ہم ان دنوں باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹہ سے زیادہ صرف نہیں کر سکتے۔ یاد

رہے کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ واعظ کی طرح ہم سے گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔ یہ اس لیے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے اور صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں‘ میں تین گھنٹہ تک اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹے کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائے گا کہ ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سنائیں ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں با آواز بلند لوگوں کو سناؤں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اس طرح تمام وساوس دور کر دیئے جائیں گے لیکن اگر چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کرنے کا موقع دیا جائے تو ہرگز نہ ہوگا۔ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں بعد میں ۱۵ جنوری کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤں گا‘ سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے لیکن ۱۴ جنوری تک آپ کے لیے تین گھنٹے تک خرچ کر سکتا ہوں اگر آپ لوگ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کو آسمان پر مقدمہ ہے خود خدا تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔ سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ تحریر جو سطر دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جاویں اور میں وسوسہ دور کرتا جاؤں گا۔ ایسے صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسہ دور کرا لیتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا‘ اس کو وساوس دور کرانے ہیں اور کچھ غرض نہیں، لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے ان کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔ مرزا غلام احمد (مرتب ملفوظات لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے) فرمایا کہ یہ طریق بہت امن کا ہے۔ اگر یہ نہ کیا جاوے تو بدامنی اور بدنتیجہ کا اندیشہ ہے۔ اس کے بعد فجر کی نماز ہوئی تو حضرت اقدس نے قلم دوات طلب فرمائی اور فرمایا کہ تھوڑا سا اور اس رقعہ پر لکھنا ہے۔ اتنے میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے قاصد پھر آ موجود ہوئے اور جواب طلب کیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ابھی لکھ کر دیا جاتا ہے۔ پھر بقیہ حصہ آپ نے لکھ کر اپنے خدام کے حوالے کیا کہ اس کی نقل کر کے روانہ کر دو“۔ وہ حصہ رقعہ کا یہ ہے:

بالآخر اس غرض کے لیے اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں۔ اول چونکہ انجام آتھم میں خدا سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے قطعی بحث نہ کروں گا۔ صرف آپ کو یہ موقعہ دیا جاوے گا کہ آپ اول ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض کسی پیش گوئی پر ہو ایک سطر یا دو سطر یا حد تین سطر لکھ کر پیش کریں۔ جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی اور منہاج نبوت کی رو سے قابل اعتراض ہے اور پھر چپ رہیں اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دوں گا جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں۔ پھر دوسرے دن دوسری پیش گوئی اسی طرح لکھ کر پیش کریں۔ یہ تو میری طرف سے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤں گا اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ کوئی کلمہ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو بھی خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور ناحق فتنہ و فساد میں عمر بسر نہ کریں۔ اب ہم دونوں میں سے جو شخص اعراض کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہو اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔ آمین! سو میں دیکھوں گا کہ آپ سنت نبویہؐ کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور چاہیے کہ اول آپ اس عہد مؤکد قسم کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیج دیں اور وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جائے گا۔ اور آپ کو بتلا دیا جاوے گا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وساوس دور کر دیئے جاویں گے۔ (مرتب ملفوظات کہتا ہے کہ) رقعہ دے کر آپ تشریف لے گئے اور اندر سے حضور نے کہلا بھیجا کہ رقعہ وہاں جا کر ان کو سنا دیا جائے اور پھر ان کے حوالے کیا جائے۔ چنانچہ یہ رقعہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو پہنچا دیا گیا۔ (ملفوظات' جلد۴)

مرزا صاحب کے رقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد ابراہیم کمیر پوری لکھتے ہیں کہ

دیکھئے کیسا مایوسانہ جواب ہے۔ خود تحقیق حق یعنی بحث کے لیے بلایا ہے اور اس وقت اتنی دلیری ہے کہ انعام مقرر ہو رہا ہے۔ الہام شائع کیا جا رہا ہے کہ ہرگز نہیں آئیں گے مگر جب حریف کو مدمقابل پایا تو حواس باختہ ہو کر فرماتے ہیں کہ چوروں کی طرح آ گئے ہیں۔ میں انجام آتھم مطبوعہ ۱۸۹۶ء میں خدا تعالیٰ سے عہد کر چکا ہوں کہ مباحثہ

نہیں کروں گا۔ مرزا جی سے کون پوچھے کہ اگر آپ ۱۸۹۶ء میں واقعی مباحثات ترک کرنے کا عہد کر چکے تھے تو آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو نومبر ۱۹۰۲ء میں قادیان آنے کی دعوت ہی کیوں دی تھی۔ مولوی صاحب تاہم مایوس نہیں ہوئے بلکہ اتمام حجت کے لیے جوابی رقعہ بھی خدمت مرزا میں پیش کر دیا۔ (فسانہ قادیان۔ صفحہ ۱۸۵)

مولانا ثناء اللہ مرحوم کا جواب حسب ذیل ہے:

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

''امابعد! از خاکسار ثناء اللہ۔ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب آپ کا طولانی رقعہ ملا مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا، وہی ہوا۔

جناب والا! جب کہ میں حسب دعوت ''اعجاز احمدی'' حاضر ہوا ہوں اور اپنے پہلے رقعہ میں اس کا حوالہ بھی دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے بجز عادت کے اور کیا معنی رکھتی ہے۔ جناب من! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ ''اعجاز احمدی'' میں اس عاجز کو تحقیق حق کے لیے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میری پیشگوئیوں کو غلط ثابت کرو تو مبلغ سو روپیہ فی پیشگوئی انعام لو اور اس رقعہ میں مجھے ایک دو سطریں لکھنے پر پابند کرتے ہیں۔ اور اپنے لیے تین گھنٹے تجویز کرتے ہیں۔ کیا یہ انصاف ہے؟ بھلا یہ بھی کوئی تحقیق کا طریقہ ہے کہ میں تو دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹہ تقریر فرماتے جائیں۔ اس سے تو صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری اور تحقیق سے اعراض کر رہے ہیں جس کے لیے آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی۔ اس سے عمدہ تو میں امرتسر میں بیٹھے ہی کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں۔ مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت یاد کر کے بلا نیل ومرام واپس جانا کسی صورت مناسب نہیں جانتا اس لیے میں آپ کی بے انصافی بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین سطر ہی لکھوں گا اور آپ بلا شک تین گھنٹے تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہو گی کہ میں دو تین سطریں مجمع میں خود پڑھ کر سناؤں گا اور ہر گھنٹہ کے بعد پانچ منٹ حد دس منٹ آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کروں گا اور چونکہ مجمع آپ پسند نہیں کرتے اس لیے فریقین کے پچیس پچیس آدمی ہوں گے۔ آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں۔ اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا۔

علاوہ اس کے کہ آپ کو آسمانی اطلاع بھی ہوگئی ہوگی۔آپ جو مضمون سنائیں گے وہ اسی وقت مجھے دے دیا جائے گا۔کارروائی آج ہی شروع کر دی جائے۔ میں آپ کا جواب آنے پر مختصر سوال بھیج دوں گا۔ باقی لعنتوں کے متعلق وہی عرض ہے جو حدیث میں موجود ہے۔ابوالوفاء ثناء اللہ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔ (فسانہ قادیان' صفحہ ۱۸۵۔۱۸۶)

ملفوظات کا مرزائی مرتب اس جواب کے بارے میں لکھتا ہے:

''یہ نامعقول اور اصل بحث سے بالکل دور جواب سن کر حضرت اقدس کو بہت رنج ہوا اور آپ نے فرمایا کہ ہم نے جو اسے خدا کی قسم دی تھی اس سے فائدہ اٹھاتا یہ نظر نہیں آتا۔ اب خدا کی لعنت لے کر واپس جانا چاہتا ہے۔جس بات کو ہم بار بار لکھتے ہیں کہ ہم مباحثہ نہیں کرتے جیسا کہ ہم انجام آتھم میں اپنا عہد دنیا میں شائع کر چکے ہیں تو اب اس کا منشا ہے کہ ہم خدا کے اس عہد کو توڑ دیں' یہ ہرگز نہ ہوگا' پھر اس رقعہ میں کس قدر افتراء سے کام لیا گیا ہے کیونکہ جب ہم اسے اجازت دیتے ہیں کہ ہر ایک گھنٹہ کے بعد وہ دو تین سطریں ہماری تقریر پر اپنے شبہات کی لکھ دے تو اس طرح سے خواہ اس کی دن میں تیس سطور ہو جائیں (نو سے زیادہ کس طرح ہو سکتی ہیں کیونکہ روزانہ کل وقت صرف تین گھنٹے تھا۔ ناقل) ہم کب گریز کرتے ہیں اور خواہ ایک ہی پیش گوئی پر وہ ہم سے دس دن تک سنتا رہتا (یعنی ۱۵۰۰ پیش گوئیوں کے لیے اس حساب سے پندرہ ہزار دن ہو گئے اور مرزا صاحب کے پاس تو صرف تین دن کا وقت تھا کیونکہ آپ جہلم جا رہے تھے۔ پھر مولانا امرتسریؒ کا قادیان میں گھر نہیں تھا کہ سالہا سال وہاں بیٹھے رہیں۔ ناقل) اور اپنے وساوس اس طرز سے پیش کرتا رہتا۔اسے اختیار تھا' پھر ایک جھوٹ یہ بولا ہے کہ لکھتا ہے کہ آپ مجمع پسند نہیں کرتے۔ بھلا ہم نے کب لکھا ہے کہ ہم مجمع پسند نہیں کرتے بلکہ ہم تو جلسہ عام چاہتے ہیں کہ تمام قادیان کے لوگ اور دوسرے بھی جس قدر ہوں جمع ہوں تاکہ ان لوگوں کی بے ایمانی کھلے کہ کس طرح یہ لوگوں کو فریب دے رہے ہیں۔اگر اسے حق کی طلب ہوتی تو اسے ہماری شرائط ماننے میں کیا عذر تھا مگر یہ بدنصیب واپس جاتا نظر آتا ہے۔ پھر مولوی احسن صاحب کو حضور انور نے فرمایا کہ آپ اس کا جواب لکھ دیں مجھے فرصت نہیں میں کتاب لکھ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر حضور تشریف لے گئے''۔

(ملفوظات' جلد۴)

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں:

''چہ خوش۔ ہم تو آپ کی دعوت کے مطابق تکذیب کو آئے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ شبہات دور کرانے آئے ہیں آپ کی معمولی بات ہے، کیسی صفائی اور ہوشیاری کے ساتھ بحث سے انکار کرتے ہیں، حالانکہ تحقیق حق کے لیے مجھے بلایا ہے جو بالکل بحث کے لیے ہم معنی لفظ ہے (دیکھو اعجاز احمدی) اور اب صاف منکر ہیں بلکہ مجھے ایسی خاموشی کا حکم دیتے ہیں کہ صم بکم (بہرہ گونگا) ہو کر آپ کا ایک لیکچر سنتا جاؤں۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ بکم یعنی گونگا ہو کر تو میں سن سکتا ہوں۔ صم (بہرہ) ہو کر کیا سنوں گا؟ شاید یہ بھی معجزہ ہو''۔

(فتنہ قادیانیت صفحہ ۸۷' بحوالہ الہامات مرزا طبع ششم' صفحہ ۱۱۶-۱۲۳)

مولانا محمد ابراہیم کمیرپوریؒ لکھتے ہیں:

غور فرمایئے کہ مولوی (ثناء اللہ) صاحب نے (مرزا کے) اس مایوس کن رقعہ کا جو سراسر بے انصافی اور دفع الوقتی پر مبنی تھا کیسا معقول جواب دیا' معمولی سی اصلاح کے ساتھ مرزا جی کی تمام شرائط منظور کر لیں۔ مقصد صرف یہ تھا کہ سفر کر کے آیا ہوں افہام تفہیم کے بغیر نہ جاؤں' چونکہ مرزا جی کو اپنی کمزوریوں کا پوری طرح احساس تھا اور بحث کے نتائج کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اس لیے مولوی صاحب کی معمولی ترمیم بھی منظور نہ ہوئی اور مریدوں سے آخری جواب لکھوا دیا جو یوں ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا ومصلیا

مولوی ثناء اللہ صاحب! آپ کا رقعہ حضرت امام الزمان مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ مضامین اس کے محض عناد اور تعصب آمیز تھے جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے صاف ظاہر ہے لہٰذا حضرت اقدس کی طرف سے یہی جواب آپ کو کافی ہے کہ آپ کو تحقیق حق منظور نہیں ہے۔ اور حضرت انجام آتھم اور آپ کے جواب میں مرقوم خط میں قسم کھا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین کے ساتھ کوئی تقریر نہ کریں گے اور خلاف معاہدہ الٰہی کوئی مامور من اللہ کیونکر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی تھی وہ ہرگز منظور نہیں ہے اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں کہ کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے مجتمع ہوں تا کہ حق و

باطل سب پر واضح ہو جائے۔ خاکسار محمد احسن بحکم امام زمان‘ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔
(فسانہ قادیان‘ صفحہ ۱۸۷‘ فتنہ قادیانیت صفحہ ۸۹-۹۰)

مرتب ملفوظات لکھتا ہے کہ مولوی محمد احسن صاحب نے رقعہ کا جواب تحریر فرمایا۔ اس کے بعد کوئی جواب مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے نہ آیا اور وہ قادیان سے چلے گئے۔

(البدر جلد ۲‘ نمبر ا و ۲‘ مورخہ ۲۳ و ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء۔ منقول از ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۴۰۱)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۱۴ پر ''مولوی ثناء اللہ کا ذکر'' کے عنوان سے لکھا ہے۔

بابو شاہ دین صاحب نے ثناء اللہ کے آنے کا ذکر کیا تو (مرزا نے) فرمایا کہ لعنت لے کر چلا گیا اور جو منصوبہ وہ گھڑ کے لایا تھا اس میں اسے کامیابی نہ ہوئی۔ ہم نے اس کا ذکر اور جواب وغیرہ اس عربی کتاب میں کر دیا ہے اب جہلم سے واپس آ کر بشرط فرصت اردو میں لکھیں گے۔ (بحوالہ البدر جلد ۲‘ نمبر ۵‘ صفحہ ۳۴‘ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء)

قارئین۔ ۱۸۹۶ء میں انجام آتھم والے عہد کی بات یوں غلط ہے کہ خود مرزا صاحب نے اس کے بعد یعنی ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار میں علماء کو مباحثہ کی دعوت دی ہے ۔ یہ اشتہار مرزا صاحب کے مجموعہ اشتہارات جلد سوم میں موجود ہے ۔ اس میں سے ایک اقتباس پڑھ لیجئے ۔ مرزا صاحب کہتے ہیں

آپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے قریب کسی مقام میں جیسا کہ بٹالہ ہے یا اگر آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو خود قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف کے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو علم اور برداشت اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلم ہوں پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے اپنی تسلی کر لیں ۔ ا۔ قرآن اور حدیث کی رو سے ۔۲۔ عقل کی رو سے ۔۳۔ سماوی تائیدات اور خوارق اور کرامت کی رو سے ۔ کیونکہ خدا نے اپنے کلام میں مامورین کے پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں۔ پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کر سکا یا اگر ان تینوں میں سے ایک یا دو طور سے تسلی کی تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔

(کتاب مذکور ص ۲۷۰)

اس کے بعد بھی مرزا صاحب اپنے مخالفین کو دعوت مباحثہ دیتے رہے ہیں جیسا کہ انہوں نے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو پیر مہر علی گولڑوی کے خلاف جو اشتہار شائع کیا اس میں فرمایا

،سو مناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے، صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح پر مجھ سے مباحثہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورت نکالیں اور اس میں سے چالیس آیت یا ساری سورت (اگر چالیس آیت سے زاید نہ ہو) لے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور مہر علی شاہ صاحب ......عربی میں اس کی تفسیر کو لکھنا شروع کریں...... زانو بہ زانو لکھنا ہوگا، نہ کسی پردہ میں، لکھنے کے لیے فریقین کو سات گھنٹہ کی مہلت ملے گی، جب فریقین لکھ چکیں تو دونوں تفسیریں بعد دستخط تین اہل علم کو جن کا اہتمام حاضری و انتخاب پیر مہر علی شاہ صاحب کے ذمہ ہوگا سنائی جائیں گی۔ یاد رہے کہ مقام بحث بجز لاہور کے جو مرکز پنجاب ہے اور کوئی نہ ہوگا۔ انتظام مکان جلسہ پیر صاحب کے اختیار میں ہوگا، اگر ضرورت ہوئی تو بعض پولیس کے افسر بلا لیے جائیں گے۔

(مجموعہ اشتہارات، جلد سوم، صفحہ ۳۲۷-۳۳۱)

مرزا صاحب نے اس اشتہار کا ضمیمہ بھی شائع کیا جس میں لکھا:

"ممکن ہے کہ اس ملک کے بعض علماء ناحق کی شیخی سے یہ خیال کریں کہ ہم قرآن وشریف کے جاننے اور زبان عربی کے علم و ادب میں پیر صاحب موصوف پر فوقیت رکھتے ہیں اس لیے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ ان تمام بزرگوں کو بھی اس مقابلہ سے باہر نہ رکھا جائے۔ لہٰذا اس ضمیمہ کے ذریعہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام ان مولویوں کو مدعو کیا جاتا ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ علم تفسیر قرآن اور عربی کے علم ادب اور بلاغت فصاحت میں سرآمد روزگار ہیں۔ مقام مباحثہ لاہور ہوگا۔ بحث صرف ایک دن میں ہی ختم ہو جائے گی، جس قدر اس مقابلہ کے لیے مولوی صاحبان حاضر ہوں گے ان کے لیے ہرگز جائز نہیں ہوگا کہ ایک دوسرے کو کسی قسم کی مدد کریں، اگر پیر صاحب اپنے مریدوں کو دریائے ندامت میں ڈال کر بھاگ جائیں اور اپنے لیے کنارہ کشی کا داغ قبول کر لیں تو کم سے کم چالیس نامی مولویوں کا ہونا ضروری ہے جو میدان میں آنے کی درخواست کریں۔ (کتاب مذکور، صفحہ ۳۳۳-۳۳۷)

پیر مہر علی صاحب کے نام ایک اور اشتہار میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''ایک اور سہل طریق ہے جو وہ طرز مباحثہ کی نہیں جس کے ترک کے لیے میرا وعدہ ہے۔ اور وہ طریق یہ ہے کہ مجمع عام میں جس میں ہر سہ رئیس موصوفین (یعنی شیخ غلام محبوب سبحانی، فتح علی شاہ صاحب۔ سید برکت علی صاحب) بھی ہوں تین گھنٹہ تک اپنے دعویٰ اور دلائل کو پبلک کے سامنے بیان کروں پیر مہر علی شاہ صاحب کی طرف سے کوئی خطاب نہ ہوگا اور جب میں تقریر ختم کر چکوں تو پھر پیر مہر علی شاہ صاحب اٹھیں اور وہ بھی تین گھنٹے تک پبلک کو مخاطب کر کے یہ ثبوت دیں کہ حقیقت میں قرآن اور حدیث سے یہی ثابت ہے کہ آسمان سے مسیح آئے گا۔ پھر بعد اس کے لوگ ان دونوں تقریروں کا خود موازنہ کر لیں گے۔ اشتہار ۲۸ اگست ۱۹۰۰ء۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم' صفحہ ۳۵۴)

ان اقتباسات کا مطلب یہ ہے اگر مرزا صاحب نے انجام آتھم میں کوئی وعدہ کیا بھی تھا، وہ اسے پہلے ہی توڑ چکے تھے اور ٹوٹے ہوئے وعدے اور عہد کی بنا پر مولانا ثناء اللہ سے کنی کترا جانا ان کی شکست کے سوا اور کچھ نہیں کہلا سکتا۔

مرزائی لوگ ابتدا ہی سے یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ قادیان میں مرزا صاحب کو مولانا کے مقابلے میں شکست نہیں ہوئی اور وہ اس واقعہ کی من مانی توجیہات بیان کرتے رہے ہیں جیسا کہ الفضل کے یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء کے شمارے میں اپنے نقطہ نظر کے مطابق انہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا تو مولانا امرتسریؒ نے اپنے اخبار ''اہل حدیث'' ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۲ء کے شمارے میں پہلے تو مرزائیوں کی منطق کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا

۱۔ جن شرائط پر مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہؒ کو بلایا تھا' مولوی صاحب نے ان کو پورا نہیں کیا:

۲۔ مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ فریقین کی گفتگو منہاج نبوت کے ماتحت ہوگی۔

۳۔ مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ مولوی صاحب بغرض تحقیق آئیں۔ مباحثہ کے لیے نہ آئیں' اس کے باوجود مولوی صاحب مجلس عام میں مباحثہ کرنا چاہتے تھے جس کی ضرورت نہ تھی۔

۴۔ کتاب ''انجام آتھم'' میں مرزا صاحب نے خدا سے وعدہ کیا تھا کہ اب میں مولویوں سے مباحثہ نہیں کروں گا اس لیے مولوی ثناء اللہؒ کو کورا جواب دیا۔

اس خلاصے کے بعد مولانا امرتسریؒ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلے نمبر کا جواب یہ ہے کہ میں نے کسی ایسی شرط کے ماننے سے انکار نہیں کیا جو مرزا صاحب نے

مجھے قادیان پہنچنے کی دعوت کے ساتھ لگائی ہو۔ دوسرے نمبر کے جواب میں آپ لکھتے ہیں کہ میں نے منہاج نبوت کی تسلیم سے انکار نہیں کیا اور نہ انکار کرنا میں جائز سمجھتا ہوں۔ یہ بھی مجھ پر افتراء ہے۔ تیسرے نمبر کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ مجلس میں گفتگو کرنا میرا مقصود تھا۔ اس سے مرزا صاحب نے بھی انکار نہیں کیا' ہاں اتنا کہا تھا کہ مجلس میں لمبی گفتگو نہیں کرنی ہو گی۔ مجھے بھی اس کی ضرورت نہیں۔ انجام آتھم کے حوالے سے کیے گئے دعوے کے جواب میں مولانا فرماتے ہیں یہ دعویٰ محض جھوٹ ہے، چاہے مرزا صاحب کے قلم سے نکلا ہو یا الفضل کے قلم سے۔ اگر الفضل اپنے اس منقولہ فقرہ کو جو بقول اس کے مرزا صاحب کا مرقومہ ہے کتاب ''انجام آتھم'' سے ثابت کر دے تو ہم لدھیانہ کی انعامی رقم مبلغ تین سو روپے میں سے ایک سو روپیہ اس کو بطور انعام دیں گے۔ یاد رہے کہ کتاب ''انجام آتھم'' ہمارے پاس موجود ہے اس کے آخری صفحہ پر مرزا صاحب کے اصل عربی الفاظ یوں مرقوم ہیں: ''از محنا ان لا نخاطب العلماء بعد هذه التوجهات ولو سبونا وهذه منا خاتمة المخاطبات'' یعنی ہم نے قصد کر لیا ہے کہ ان توجیہات کے بعد ہم علماء کو مخاطب نہیں کریں گے اور یہ رسالہ ہماری طرف سے علماء کے ساتھ خطابات کا خاتمہ ہے۔

اس عبارت میں نہ خدا کے ساتھ کوئی وعدہ ہے نہ کسی مباحثہ کا ذکر ہے بلکہ صرف اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے کہ ہم علماء سے خطاب نہ کریں گے۔ یہ بات ہر طالب علم جانتا ہے کہ خطاب اور چیز ہے مباحثہ اور چیز۔ قرآن مجید میں کئی جگہ یا ایها الذین آمنوا اور یا ایها الذین کفروا وغیرہ الفاظ آئے ہیں۔ یہ خطابات الٰہیہ ہیں مگر مباحثات الٰہیہ نہیں ہیں۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب اس بات پر بھی پختہ نہیں رہے۔ واضح رہے کہ رسالہ ''انجام آتھم'' ۱۸۹۶ء کا مطبوعہ ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مرزا صاحب اپنے پختہ ارادہ کے ماتحت ۱۸۹۶ء کے بعد علماء کو نا قابل خطاب سمجھ کر ان کو شرف خطاب نہ بخشتے' لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد بھی آپ ہر تحریر میں علماء اسلام کو اپنی عادت حسنہ کے ماتحت الفاظ قبیحہ سے یاد کرتے رہے۔ چنانچہ اس کتاب کے بعد دوسری کتاب ''ضمیمہ انجام آتھم'' میں علماء کو ان لفظوں میں مخاطب فرماتے ہیں:

عبدالحق غزنوی' مولوی محمد حسین بٹالوی' مولوی احمد اللہ امرتسری یا مولوی ثناء اللہ امرتسری

قسم کھانے سے اپنا تقویٰ دکھائیں۔مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے۔ ہرگز نہیں کیونکہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۲۵)

آپ کی ہر کتاب میں علماء کا ذکر اسی طرح ملتا ہے۔اسی کتاب ''اعجاز احمدی'' کو سامنے رکھ لیجئے جو خاص مجھ کو مخاطب کر کے لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب ۱۹۰۲ء کی مطبوعہ ہے یعنی ''انجام آتھم'' کی طباعت کے چھ سال بعد طبع ہوئی تھی۔اگر مرزا صاحب اپنے ارادہ پر پختہ تھے تو آپ نے مجھے قادیان آنے کی دعوت کیوں دی تھی۔الفضل مرزا صاحب کا دعویٰ انجام آتھم سے دکھا کر اپنی اور مرزا صاحب کی تصدیق کرے اور ہم سے سو روپیہ انعام پائے۔

اگر کسی مرزائی نے مولانا امرتسریؒ سے سو روپیہ انعام پایا ہوتو ہمیں معلوم کر کے خوشی ہوگی۔اور اگر کسی مرزائی نے مرزا صاحب کا مذکورہ دعویٰ ''انجام آتھم'' سے دکھا دیا تھا لیکن مولانا نے اسے انعام نہیں دیا تو ہم اس کی تلافی کے لیے تیار ہیں۔

ازالہ اوہام

مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف میں ''ازالہ اوہام'' وہ معرکہ آراء کتاب ہے جس میں انہوں نے بقول خود حقائق و معارف کے دریا بہائے ہیں اور نور ہدایت جس میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ سطور ذیل میں اس کتاب کے بعض مندرجات کے بارے میں کچھ معلومات آپ کی خدمت میں پیش کرنا مقصود ہے۔

''ازالہ اوھام'' مرزا صاحب نے اپنے رسائل ''فتح اسلام'' اور ''توضیح مرام'' کے بعد ۱۸۹۱ء میں لدھیانہ میں بیٹھ کی تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں مرزا صاحب نے ان اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جو ان دنوں ان پر کیے جا رہے تھے۔ اعتراضات کا جواب تو نہ ہو سکا لیکن اس کتاب کے مندرجات نے نئے اعتراضات کو جنم ضرور دے دیا اور اس وجہ سے یہ کتاب بہت سے علمائے اسلام کا موضوع سخن بنی رہی ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے تحریک ختم نبوت کے ایک گم نام کارکن جناب محمد علی صاحب تارکش جے پوری کی ایک تحریر ہے، جو ہدیہ قارئین کی جارہی ہے۔ جناب محمد علی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ کتاب دراصل مرزا صاحب کے خیالات پریشان کا مجموعہ ہے اور اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم و دجال اور اس کے گدھے اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی اصل کیفیت و ماہیت کما حقہ ظاہر نہیں ہوئی۔ (معاذ اللہ) بلکہ قوائے انسانی کے ذریعہ سے جہاں تک ممکن تھا، اجمالی طور پر آپ کو سمجھایا گیا مگر آپ (مرزا) پر تمام کیفیت من وعن منجلی ہوگئی۔ گویا مرزا صاحب نبیؐ کی ذات گرامی سے بھی بالاتر ہیں کہ جن نکات کے سمجھنے سے آپؐ عاجز رہے وہ مرزا کو بلا کسی اشکال کے کما حقہ سمجھ آ جائیں' ۔ چنانچہ مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ پر ابن مریم ؑ اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی۔ اور نہ دجال کے ستر باع گدھے کی اصل کیفیت کھلی۔ اور یاجوج ماجوج کی عمیق تہہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہے اور نہ ''دابۃ الارض'' کی

ماہیت ''کماہی'' ہی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم، بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے، اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں (ازالہ اوہام۔صفحہ ۶۱۱)۔ مرزا صاحب نے یہ احتمالاً لکھا ہے تاکہ تاویل کی گنجائش باقی رہے' ورنہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر پورا حملہ کیا ہے کہ حضور ﷺ کے قوائے انسانی اتنے ضعیف رکھے جائیں کہ صرف فقدان مثال کی وجہ سے مذکورہ امور سمجھ میں نہ آویں اور نہ وحی الٰہی اس کو حل کر سکے۔ مگر مرزا جی کی ہستی اکمل عقدہ لاینحل کو ایک ادنیٰ التفات کے ساتھ سمجھ کر اپنے اقوال متضادہ کے ساتھ اس کی تشریح فرمادیں۔

پھر مرزا صاحب نے مسیح موعود کے متعلق لکھا ہے:

''اول تو یہ جاننا چاہیے کہ مسیح علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں ہوا تھا اور جب بیان کی گئی تو اسلام پر کچھ کامل نہیں ہوا''۔ (ازالہ اوہام۔صفحہ ۱۴۰)

اور پھر اسی کتاب میں اس کے الٹ لکھتے ہیں:

''ایسی متواتر پیش گوئیوں کو جو خیر القرون میں ہی تمام عالم اسلام میں پھیل گئی تھیں اور مسلمات میں سے سمجھی گئی تھیں یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پلہ اور ہم وزن ثابت نہیں ہوئی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔ (ازالہ اوہام۔صفحہ ۵۷۷)

اور اپنے دعویٰ مسیحیت کے متعلق لکھتے ہیں:

''واضح ہو کہ یہ بات نہایت صاف اور روشن ہے کہ جنہوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا ہے وہ لوگ ہر ایک خطرہ کی حالت سے محفوظ اور معصوم ہیں۔ اور کئی طرح کے ثواب اور اجر اور قوت ایمانی کے مستحق ٹھہر گئے''۔ (ازالہ اوہام۔صفحہ ۱۷۹)

اور یہ کہ ہاں تیرہویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا آنا ایک اجماعی عقیدہ معلوم ہوتا

ہے۔سو اگر یہ عاجز مسیح موعود نہیں تو پھر آپ لوگ موعود کو آسمان سے اتار کر دکھلائیں''۔
(ازالہ اوہام۔صفحہ ۱۸۵)

اور ''الہام ، جعلناك المسيح ابن مريم' ہم نے تجھے ابن مریم بنایا''۔
(ازالہ اوہام' صفحہ ۶۳۴ و ۶۷۴)

اور ''اس امت میں سے ایک کو مسیح ابن مریم بنا کر بھیجا'' (ازالہ اوہام صفحہ ۷۰۰)

مذکورہ بالا عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت اور اس کے دلائل بیان کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا کر نہیں رکھا بلکہ اپنی امکانی کوشش صرف کر دی ہے۔ مگر سچ ہے دروغ گو حافظہ نہ باشد بجائے اس کے کہ کوئی دوسرا شخص مد مقابل بن کر آپ کے اس خیال خام و تصور ناتمام کی تردید کرے، بے چارے خود ہی اپنی بیخ کنی اس طرح کرتے ہیں:

''اے برادران دین! علمائے شرع متین! آپ صاحبان میری معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں۔اس عاجز نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں''۔ (ازالہ اوہام' صفحہ ۱۹۱)

یعنی مرزا صاحب نے مسیح ابن مریم بننے سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ کھلے الفاظ میں ان کے مسیح جاننے اور ماننے والے کو مفتری ، کذاب، کم فہم سے تعبیر کیا ہے۔ واقعی ہم بھی مرزا صاحب کے اس قول کی داد دیتے ہیں لیکن دریافت طلب یہ امر ہے کہ مرزا صاحب کا ملہم مذکورہ بالا صفات میں سے کونسی صفت کے ساتھ متصف ہے جس نے مرزا موصوف پر اتنا ظلم ڈھایا کہ ''جعلناك المسيح ابن مريم'' کا الہام مرزا صاحب کے قلب میں پھونک دیا کہ جس کی وجہ سے مرزا صاحب کو اور اس کے معتقدین کو مفتری و کذاب وغیرہ بننا پڑا''۔

دجال کے بارے میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

، دجالیت حقیقت میں یہودیوں ہی کا ورثہ ہے اور ان سے نصاریٰ کو پہنچا اور دجال اس گروہ کو کہتے ہیں جو کذاب ہو اور زمین کو نجس کرے اور حق کے ساتھ باطل کو ملا دے۔ سو یہ صفت حضرت مسیح کے وقت میں یہودیوں میں کمال درجہ پر تھی۔ پھر نصاریٰ نے ان سے لے لی۔ (ازالہ اوہام ص ۶۴۷)۔آگے چل کر لکھتے ہیں . ہمارے نزدیک

ممکن ہے کہ دجال سے مراد با اقبال قومیں ہوں اور گدھا ان کا یہی ریل ہو جو مشرق اور مغرب کے ملکوں میں ہزار ہا کوسوں تک چلتی دیکھتے ہو۔ (ازالہ اوہام ص ۱۴۷)۔ مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب خود اس خر دجال پر بطیّب خاطر سوار ہوتے رہے۔

قرآن وحدیث کا مقابلہ کرتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں

''اب رہیں حدیثیں سو سب سے اول یہ بات سوچنے کے لائق ہے کہ قرآن کریم کے مقابلہ پر حدیثوں کی کیا قدر ومنزلت ہے''۔ (ازالہ اوہام' صفحہ ۵۲۸)

اور ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہم مسلمانوں کے پاس وہ نص جو اول درجہ پر قطعی اور یقینی ہے قرآن ہے۔ احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں ''والظن لا یغنی من الحق شیئاً' (ازالہ اوہام' صفحہ ۶۵۴) اور اس کے خلاف اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔

اب سمجھنا چاہیے کہ گو اجمالی طور پر قرآن شریف اکمل واتم کتاب ہے مگر ایک حصہ کثیرہ دین کا اور طریقہ عبادت وغیرہ کا مفصل مبسوط طور پر احادیث سے ہی ہم نے لیا ہے۔ اور اگر احادیث کو ہم بکلی ''ساقط الاعتبار'' سمجھ لیں تو پھر اس قدر بھی ثبوت دینا مشکل ہو جائے گا کہ درحقیقت حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ اور عثمان ذوالنورینؓ اور جناب علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام اور امیر المومنین تھے اور وجود رکھتے تھے۔ صرف فرضی نام نہ تھے کیونکہ قرآن کریم میں ان میں سے کسی کا نام نہیں۔ (ازالہ اوہام۔ صفحہ ۵۵۷)

لفظ ''توفی'' پر بحث کرتے ہوئے مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''بعض چالاکی سے قرآن شریف کے کھلے کھلے ثبوت پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں کہ ''توفی'' کا لفظ لغت کی کتابوں میں کئی معنوں میں آیا ہے حالانکہ اپنے دلوں میں خوب جانتے ہیں کہ جن لفظوں کو قرآن شریف اصطلاحی طور پر بعض معنی کے لیے خاص کر لیتا ہے اور اپنے متواتر بیان سے بخوبی سمجھا دیتا ہے کہ فلاں معنی کے لیے اس نے فلاں لفظ خاص کر رکھا ہے۔ اس معنی سے اس لفظ کو صرف اس خیال سے پھیرنا کہ کسی لغت کی کتاب میں اس کے اور بھی معنی آئے ہیں صریح الحاد ہے۔ مثلاً کتب لغت میں اندھیری رات کا نام کافر ہے مگر قرآن شریف میں کافر کا لفظ صرف کافر دین یا کافر نعمت پر بولا گیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کفر کا لفظ الفاظ مروجہ فرقان سے پھیر کر اندھیری رات اس سے مراد لے اور یہ ثبوت دے کہ لغت کی کتابوں میں یہ معنی بھی لکھتے ہیں تو سچ کہو کہ اس کا یہ

ملحدانہ طریق ہے یا نہیں''۔ (ازالہ اوہام' صفحہ ۴۲۶)

اور پھر خود اپنے ہی بیان کردہ اصول کی مخالفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر یہ کہو کہ معجزہ کے طور پر مردے زندہ ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حقیقی موت نہیں ہوگی۔ بلکہ غشی یا نیند وغیرہ کی قسم سے ہوگی۔ کیونکہ ''مات'' کے معنی لغت میں نام کے بھی ہیں۔ دیکھو قاموس۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۴۰)۔ اور قصہ غدیر وغیرہ جو قرآن کریم میں ہے اس بات کے مخالف نہیں کیونکہ لغت میں موت بمعنی نوم اور غشی میں بھی آیا ہے۔ (ازالہ اوہام' صفحہ ۶۲۶)

(محمد علی صاحب کہتے ہیں) اب انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے شیدایان مرزا خود ہی انصاف کریں کہ مذکورہ بالا عبارات سے کون ملحد و بے دین ثابت ہو رہا ہے کہ ایک اصطلاح قرآنی ہی نہیں بلکہ اصطلاح عوام کے خلاف بار بار فرمایا جا رہا ہے قاموس دیکھو۔ ہاں ہم قاموس دیکھتے ہیں آپ بھی اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' کا صفحہ ۴۲۶ دیکھیں تا کہ آپ کی یاد از سر نو تازہ ہو جائے۔ (اہل حدیث ۱۵ جون' ۱۹۳۴ء ' صفحہ ۸-۱۰)

تحریک ختم نبوت کے ایک اور کارکن مولوی ابو سعید عبد العزیز صاحب لدھیانوی نے بھی ''ازالہ اوھام'' کے مندرجات پر تبصرہ کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ

دیکھو مرزا غلام احمد جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت کس قدر زبان درازی کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو ''ازالہ اوھام'' صفحہ ۴۰۰ جہاں مرزا نے لکھا ہے کہ اگر ہمارے بھائی جلدی سے جوش میں نہ آ جائیں تو میرا مذہب یہی ہے جس کو میں دلیل کے ساتھ پیش کر سکتا ہوں کہ تمام نبیوں کی فراست وفہم آپ کے یعنی نبی کریم ﷺ کی فہم وفراست سے برابر نہیں مگر پھر بھی بعض پیشگوئیوں کی نسبت خود حضور ﷺ نے اقرار کیا کہ میں ان کی اصل حقیقت سمجھنے میں غلطی کھائی (نعوذ باللہ من ذالک) اور اس سے زیادہ زبان درازی کا ثبوت ملاحظہ ہو ''ازالہ اوھام'' (صفحہ ۶۲۹) میں جہاں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کو چار سو نبیوں نے بموجب الہام فتح کی پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے کہ بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ بادشاہ اس میدان میں مر گیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ الہام در اصل شیطان کی طرف سے تھا۔ نوری فرشتہ کی طرف سے نہ تھا اور ان چار سو نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی سمجھ لیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم

مولانا لدھیانوی کہتے ہیں کہ یہ ہے آجکل نئے نبیوں کے خیالات۔ کیا اب بھی مرزا قادیانی کا اعلان کرنے والو صداقت کا اعلان کرو گے۔ اگر تم اب بھی نہ سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے۔ اور سنیئے معجزات کی نسبت مرزا صاحب کیا فرماتے ہیں:

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی نسبت ملاحظہ ہو ''ازالہ اوھام'' (صفحہ ۳۰۹) جہاں لکھا ہے کہ مجھ کو الہام ہوا ''ھذا ھو الرب الذی لا یعلمون'' ترجمہ: ''عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ یا جادوگری ہے''۔ لوگ بسبب جہالت کے معجزہ تصور کرتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل (یعنی مردوں کو زندہ کرنا) ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز (مرزا) اس کو مکروہ و قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا کے فضل وکرم سے ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

مولانا عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ امت مرزائیہ سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہارا یہی عقیدہ ہے؟ اگر نہیں تو تم ایسے شخص کو نبی یا مجدد کہتے ہو جس کا کام ہی یہی ہو کہ انبیاء کرام کی توہین کرنا اور بزرگوں کو بنظر حقارت دیکھنا۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۷مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۶-۷)

تحریک ختم نبوت کے ایک اور کارکن جناب مہر الدین صاحب نے بھی ''قادیانی مسخرہ پن'' کے عنوان سے مرزا صاحب کے ''ازالہ اوھام'' کو موضوع سخن بنایا تھا۔ فرماتے ہیں

''ازالہ اوہام'' صفحہ ۱۵۵ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعویٰ میں غلطی پر ہے تو آپ لوگ کوشش کریں کہ مسیح موعود جو آپ کے خیال میں ہے انہی دنوں میں آسمان سے اتر آئے۔ کیونکہ میں تو اس وقت موجود ہوں مگر جس کے انتظار میں آپ لوگ ہیں وہ موجود نہیں۔ میرے دعویٰ کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اتر آئے تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم جلد آسمان سے اترتا دکھائی دے۔ اگر آپ حق پر ہیں تو یہ دعا قبول ہو جائے گی کیونکہ اہل حق کی دعا مبطلین کے مقابلہ میں قبول ہو جایا کرتی ہے لیکن آپ یقین سمجھیں کہ یہ دعا ہرگز قبول نہیں ہو گی کیونکہ آپ غلطی پر ہیں''۔

پھر ''ازالہ اوھام'' کے صفحہ ۶۸۳ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح کا وقت ہے کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ بلکہ اس تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعویٰ نہیں ہوا کہ میں

مسیح موعود ہوں''۔

(مولانا فرماتے ہیں کہ) دیکھو مرزا صاحب اہل حق کو کتنا تنگ کرتے تھے۔ بھلا اس فتنوں کے زمانے میں ایسی مستجاب الدعوات ہستیاں جن کی دعا فوراً قبول ہو جائے کہاں ہیں؟ اگر ہوتے تو آپ (مرزا) ہوتے۔ آپ (مرزا) ہوتے تو نہ آج سلطان محمد (محمدی بیگم کا خاوند) ہوتا۔ نہ فاتح قادیان (ثناء اللہ) ہوتا۔ ہم کو تو یقین ہے کہ وقت مقررہ پر مسیح کا ظہور ضروری ہوگا۔ تعجیل کار شیاطین بود' کیونکہ کافروں کی عادت تھی کہ انبیاء کو یہ کہہ کر تنگ کرتے تھے کہ عذاب کا جو تم وعدہ دیتے ہو اگر سچ ہو تو دعا کر کے اتارو۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ سے بھی یہی درخواست ان کی رہا کرتی تھی کما قال اللہ تعالیٰ ویستعجلونک بالعذاب ولو لا اجل مسمی لجائهم العذاب۔ یعنی کفار عذاب کی جلدی کرتے ہیں اگر سچے ہو تو دعا کر کے اتارو

دیکھ لو کہ مرزا صاحب بھی اسی طرح مدعیان نبوت وغیرہ اہل باطل کے خیالات اختراعیہ سے مدد لیا کرتے تھے۔ اس کی یہاں تصدیق ہوگئی اور کفار کے خیالات سے ان کا تائید لینا ظاہر ہو گیا یعنی جس طرح کفار ہمارے نبی ﷺ کو عاجز کرنے کی غرض سے عذاب کی جلدی کیا کرے تھے کہ اگر وہ آنے والا ہے تو جلد اتار لاؤ۔ اسی طرح مرزا صاحب بھی مسلمانوں کو عاجز کرنے کی غرض سے کہا کرتے تھے کہ اگر مسیح اترنے والا ہے تو جلد اتار لاؤ۔ چونکہ ان کو اس تقلید کفار کی عادت ہوگئی تھی اس لیے ان کو خیال بھی نہ آیا کہ اگر میں دلیل پیش کروں گا تو قرآن پڑھنے والے کیا کہیں گے۔ اور مرزا صاحب جو فرماتے ہیں کہ میں تو اس وقت موجود ہوں اگر عیسیٰؑ اس وقت نہ اترے تو میرا دعویٰ ٹوٹ نہیں سکتا (اب یہ بات کون کہے کہ مرزا صاحب تو آنجہانی بن گئے) غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر کوئی فرعون خدائی کا دعویٰ کر کے یہی دلیل پیش کرے کہ اگر میں خدا نہیں تو دعا کر کے خدا کو اتار لاؤ۔ تو کیا اس کا جواب بھی ایسا ہی مشکل نہ ہوگا جیسا کہ مرزا صاحب کے اس سوال کا جواب' اگر مسیح زندہ ہے تو اس کو بھی آسمان سے اتار لاؤ' مشکل ہے کیونکہ کسی میں ایسی طاقت نہیں کہ خدا کو یا مسیح کو اتار سکے۔ پھر کیا اس عجز سے اس فرعون کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔ (اہل حدیث امرتسر' ۱۵ جون ۱۹۳۴ء صفحہ ۸-۱۰)

''ازالہ اوھام'' میں موجود مرزا صاحب کے دعاوی کی تردید کا کام بعض غیر مسلم

حضرات نے بھی کیا ہے اور ایک ، پنڈت آتمانند ہلدوانی ضلع نینی تال کا ایک مضمون ''کیا مرزا صاحب نبی تھے؟'' کے عنوان سے اخبار اہل حدیث میں بھی شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں پنڈت صاحب نے مرزا صاحب کے دعویٰ کو ان کے ''ازالہ اوھام'' کی روشنی میں پرکھتے ہوئے لکھا تھا:

''مرزا صاحب غلام احمد کی تحریروں کو پڑھنے سے دو باتیں دکھلائی پڑتی ہیں۔ اول یہ کہ مرزا صاحب نے نہ صرف نبوت سے انکار ہی کیا بلکہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کے مدعی کو کافر اور دشمن دین اسلام کہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت و رسالت کیا جیسا کہ اپنی کتاب ''دافع البلاء'' کے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے: ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''۔ مرزا صاحب کے ان متضاد خیالات میں کسی قسم کی تطبیق ناممکن ہے اور اسی وجہ سے احمدی جماعت دو فرقوں میں تقسیم ہوگئی اور دونوں فرقے ایک دوسرے کو متعصب اور بیوقوف قرار دے رہے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نہ تو نبی تھے اور نہ مجدد۔ جب مسلمانوں کا مقابلہ ہو جاتا تھا تو ڈر کر فوراً ہر طرح کی نبوت سے کانوں پر ہاتھ دھر لیتے تھے اور جب اپنے چیلوں کے ہاتھ سے نکل جانے کا ڈر ہوتا تھا تو آپ ان کی تشفی کے لیے ایک درمیانی راہ تجویز کر لیا کرتے تھے اور کہتے کہ میں نے جو نبوت سے انکار کیا ہے وہ شرعی نبوت سے انکار ہے۔ لیکن ظلی یا بروزی نبوت سے انکار نہیں کیا۔ لیکن احمدی چونکہ قدرۃً نرم دل پیدا ہوئے ہیں اس لیے مرزا صاحب کے چکموں میں آ جاتے تھے۔ مرزا صاحب نے خود کئی موقعوں پر ہر طرح کی نبوت اور دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے مثلاً اشتہار مؤرخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں لکھتے ہیں:

''میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہؑ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی' یہاں وحی رسالت سے مراد صرف وحی شریعت ہی نہیں ہے بلکہ وحی نبوت بھی ہے۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام پر کسی شریعت کا آنا متصور نہیں کیا جاتا''۔

پس جب وحی نبوت کا ختم ہو جانا مرزا صاحب مانتے ہیں پھر الہام اور نبوت کا دعویٰ صریح جھوٹ ہے۔ اسی بات کو مرزا صاحب ''ازالہ اوھام'' صفحہ ۶۱۴ پر بیان فرماتے ہیں کہ

پس اس سے بھی بہ کمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم ؑ رسول اللہ ﷺ دنیا میں نہیں آ سکتا' کیونکہ مسیح ابن مریم ، رسول اللہ ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ

امر داخل ہے کہ دنیوی علوم کو بذریعہ جبرائیل علیہ السلام حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت بند ہے،۔ نیز ''ازالہ اوھام'' صفحہ ۲۹۳ پر لکھتے ہیں:

''لیکن خدا تعالیٰ ایسی ہتک اور کسرشان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاءؐ کے لیے ہرگز روا نہ رکھے گا کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام کا آنا لازمی امر ہے اسلام کا تخت ہی الٹ دیوے۔

گویا جبرائیل علیہ السلام کا اب آنا اور اسلام کا تخت الٹنا برابر امور ہیں۔ اس کی مزید توضیح مرزا صاحب ''ازالہ اوھام'' صفحہ ۶۱۷ پر یوں کرتے ہیں:

''اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت بند ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو''۔

(پنڈت صاحب کہتے ہیں کہ) احمدی لوگ زیادہ سے زیادہ یہ درمیانی راہ نکال سکتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ کے صرف شرعی وحی لانے کی انقطاع مراد ہے نہ کہ دیگر الہامات نبوت' لیکن جس حدیث مبارکہ میں حضرت جبرائیلؑ کی مزید آمد کا انقطاع لکھا ہے وہ اس وقت کی ہے جبکہ حضور ﷺ رحلت فرما رہے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت جبرائیلؑ نے کہا کہ آپ کی موت کے ساتھ میرا دنیا میں آنا بھی بند ہوا اور اب میں تا قیامت دنیا میں کبھی نہیں آؤں گا۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نہ صرف بعقیدہ اسلام شریعت ہی لاتے تھے بلکہ غیر شرعی الہام بھی لے کر آیا کرتے تھے کیونکہ نہ تو یہ حدیث شرع قرآن میں شامل ہے اور قرآن شریف کی تکمیل حضرت محمد (ﷺ) کی وفات حسرت آیات سے قریباً تین ماہ پہلے ہو چکی تھی۔ جیسا کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم سے ظاہر ہے۔ پس یہ ثابت ہے حضرت جبرائیلؑ کا وحی شریعت یا ہر کسی دیگر قسم کا الہام لے کر آنا تابہ قیامت ناممکن یا مسدود ہے۔ اس بات کی تصدیق کہ حضرت محمد صاحب (ﷺ) کی وفات تک شرع قرآن کی تکمیل کے بعد بھی حضرت جبرائیلؑ غیر تشریعی الہام لے کر تشریف لاتے رہے اور کہ بعد از وفات آنحضرت جبرائیلؑ کا آنا منقطع ہو چکا ہے۔ خود مرزا صاحب نے بھی ''ازالہ اوھام'' صفحہ ۵۷۷ میں بدیں الفاظ تشریح کی ہے:

''حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیلؑ بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ

کے لیے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا''۔

نیز ''حمامة البشریٰ'' کے صفحہ بیس پر لکھتے ہیں کہ:

''کیف یجیئی نبی بعد رسولنا فقد انقطع الوحی بعد وفاته وختم به النبیین''

''ہمارے رسولؐ کے بعد کوئی نبی کیوں کر آ سکتا ہے۔ حالانکہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی اور خدا نے ان انبیاءؑ کو ختم کر دیا''۔

اب جب کہ مرزا صاحب تصدیق فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کا تا بہ قیامت ہمیشہ کے لیے الہام لے کر آنا منقطع ہو چکا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب پر الہام لانے والا کون تھا؟ احمدی بلکہ خود مرزا صاحب بھی یہی مانتے تھے کہ مرزا صاحب پر الہام لانے والا جبرائیلؑ نہ تھا۔ چنانچہ ''تحریک احمدیت'' حصہ اول صفحہ ۹۷ پر مولوی محمد علی صاحب ایم اے لکھتے ہیں: ''ان کے علاوہ کچھ اور بھی امتیازات نبی اور محدث میں (خود) مرزا صاحب نے قائم کیے ہیں۔ مثلاً یہ کہ نبی پر وحی نبوت کا نزول بذریعہ جبرائیلؑ ہوتا ہے۔ غیر نبی پر وحی کا نزول بذریعہ جبرائیلؑ نہیں ہوتا۔

(پنڈت صاحب کہتے ہیں کہ) بعض لوگوں کو خیال ہے کہ یا تو الہام ہونے کا ڈھکونسلہ ہی جھوٹا تھا ورنہ شیطان مرزا صاحب کو الہام دیتا تھا۔ کیونکہ شیطان بعض مرتبہ بقول مرزا صاحب خدا کا روپ بنا کر بھی اپنے دوستوں کو دھوکہ دے دیتا ہے جیسا کہ خود مرزا نے ''آسمانی فیصلہ'' کے صفحہ ۳۸ اور ۳۹ پر لکھا ہے۔

، حدیث صحیح سے ظاہر ہے کہ تمثل شیطان سے وہی خواب رسول بینی کی مبرا ہوسکتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ کو ان کے حلیہ پر دیکھا گیا ہو۔ ورنہ شیطان کا تمثل انبیاء کے پیرایہ میں نہ صرف جائز بلکہ واقعات سے ہے اور شیطان لعین تو خود خدا تعالیٰ کا تمثل اور اس کے عرش کی تجلی دکھلا دیتا ہے تو پھر انبیاء کا تمثل اس پر کیا مشکل ہے۔ اب جب کہ یہ بات ہے تو فرض کے طور پر اگر مان لیں کہ کسی کو آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی تو اس پر کیونکر مطمئن ہوں کہ وہ زیارت درحقیقت آنحضرت ﷺ کی ہے۔

پس جب کہ شیطان خدا کا روپ بنا کر بھی اپنے پیروؤں پر ظاہر ہوسکتا ہے تو اس کے لیے فرشتہ بن کر آنا کیا مشکل ہے؟ اس لیے عین ممکن ہے کہ مرزا صاحب کے ملہم وہی حضرت

ہوں ، تبھی تو مرزا صاحب کے الہام کبھی پورے نہیں ہوئے۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۷۔اپریل ۱۹۳۴ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بھی ''ازالہ اوھام'' کے مندرجات پر تبصرہ فرمایا کرتے تھے اور ان کی ایک تحریر درج ذیل ہے۔

الفضل لکھتا ہے: کوئٹہ سے ایک غیر احمدی دوست نے حضرت مسیح موعود (مرزا) کی کتاب ''ازالہ اوھام'' کی بعض عبارات پیش کر کے لکھا ہے کہ جب کہ رسول کریم ﷺ کی فرمودہ بعض علامات کا آپ اپنے اوپر پورا نہ ہونے کا اقبال کرتے ہیں اور ان علامات کے مصداق موعود کا کسی آئندہ زمانہ میں آنا تسلیم کرتے ہیں تو کوئی شخص آپ کی صداقت کا کس طرح قائل ہوسکتا ہے۔مثلاً آپ (مرزا) تحریر فرماتے ہیں ''میرا یہ دعویٰ نہیں کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہ ہوگا' ممکن ہے کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے'' اور یہ بھی لکھتے ہیں: ''بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ سکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا'' (الفضل کا کہنا ہے کہ) ان حوالہ جات سے (غیر احمدی نے) جو استنباط کیا ہے وہ سراسر غلط ہے کیونکہ ان سے اگر کوئی بات ثابت ہوسکتی ہے تو یہ کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک آپ کے بعد بھی مثیل مسیح آ سکتے ہیں مگر اس سے یہ کس طرح لازم آ گیا کہ آپ خود مسیح موعود نہیں۔ یا نعوذ باللہ آپ کو اپنے دعوے میں شبہ ہے۔ (الفضل ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۵' صفحہ ۳)

(مولانا کہتے ہیں کہ) ہم تو قادیانی پریس پر اعتماد نہیں رکھتے۔ ہمارا یقین تو بڑے حضرت پر ہے اور اس بارے میں جو کچھ مرزا صاحب فرما گئے ہیں دیکھنے سننے کے قابل ہے۔ وہ صاف فرما گئے ہیں کہ میں مسیح موعود نہیں۔ ہاں مثیل مسیح ہوں۔ بلکہ جو شخص ان کو مسیح موعود جانے اور کہے وہ ان کے نزدیک کم عقل ہے۔

پس ارشاد مرزا صاحب سنیئے: ''اس عاجز (مرزا) نے جو مثیل مسیح کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں''۔ (ازالہ اوھام' طبع اول صفحہ ۱۰۹)

(اس اقتباس کو پیش کرنے کے بعد مولانا ثناء اللہ، قادیانیوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔) . میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ بحیثیت احمدی ہونے کے مرزا قادیانی کی

تعلیم کی پابندی میں ان کو مسیح موعود نہ کہو اور نہ لکھو۔ ورنہ ہمیں اجازت دو کہ ہم مسیح موعود کہنے والوں کو کم عقل کہا کریں خواہ اس کا قائل تمہارا خلیفہ ہو یا امیر ۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۶)

مولانا امرتسریؒ نے ''ازالہ اوھام'' کے مضامین کو اپنی کتاب ''شہادات مرزا'' میں بھی موضوع سخن بنایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

مرزا صاحب کے اپنے اقوال سے مرزا صاحب کی تکذیب کا معاملہ خدا کے فضل سے ایسا آسان ہے کہ ان کے مخالف کو بہت کچھ مفید ہو سکتے ہیں۔ عدالتی اور شرعی طریق پر مدعا علیہ کا اپنا بیان جس قدر کارآمد ہوتا ہے دوسرے گواہوں کا نہیں۔ اس لیے عدالتی طریق ہے کہ مدعی چاہے تو اپنے مدعا علیہ سے بحیثیت گواہ کے بیان لے سکتا ہے۔ اس بیان میں مدعا علیہ اگر اقرار کر جائے تو دوسرے گواہوں کی نسبت بہت مفید ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح بفضلہٖ تعالیٰ مرزا صاحب کے اپنے بیانات اتنے مفید ہیں کہ بیرونی شہادت اتنی مفید نہیں۔ کیونکہ مدعا علیہ کے بیان کے متعلق یہ مثل ہے جو بہت صحیح ہے۔ قضی الرجل علی نفسه (آدمی نے خود اپنے اوپر ڈگری کر لی) پس اس اصول کے ماتحت ہم مرزا صاحب کے اقوال بطور شہادت پیش کرتے ہیں جن سے ہمارا دعویٰ (تکذیب مرزا) باآسانی ثابت ہو سکے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''تیسری مشابہت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میری یہ ہے کہ وہ ظاہر نہیں ہوئے جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات پر چودھویں صدی کا ظہور نہیں ہوا۔ ایسا ہی میں بھی آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں''۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۷)

اور اس کی تردید یوں ہوتی ہے کہ مرزا صاحب ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

''اور منجملہ ان علامات کے جو اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں پائی جاتی ہیں وہ خدمات خاصہ ہیں جو اس عاجز کو مسیح ابن مریم کی خدمات کے رنگ میں سپرد کی گئی ہیں کیونکہ مسیح اس وقت یہودیوں میں آیا تھا کہ جب توریت کا مغز اور بطن یہودیوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا تھا۔ اور وہ زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چوداں (سلطان القلم کی اردو ہے۔ ناقل) سو برس بعد تھا کہ جب ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کے لیے بھیجا

گیا تھا۔ پس ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز آیا کہ جب قرآن کریم کا مغز اوربطن مسلمانوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا اور یہ زمانہ حضرت مثیل موسیٰ (یعنی آنحضرت ﷺ) کے وقت سے اسی زمانہ کے قریب قریب گزر چکا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان میں زمانہ تھا"۔ (ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۶۹۳-۶۹۲)

مولانا لکھتے ہیں کہ اس بیان میں جناب مرزا صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ کو چودہ سو برس سے کچھ زیادہ قرار دیا ہے کیونکہ چودہ سو برس بعد کا لفظ چودہ سو پر زیادتی چاہتا ہے۔ عیسائیوں یہودیوں کی شہادت اس بارے میں ۱۴۵۱ ہے (دیکھو تقدیس اللغات)۔ حالانکہ پہلے بیان میں تیرہ سو برس ختم ہو کر چودھویں صدی کے سر پر آنا لکھا ہے۔ اس دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ایک سو سال قبل از وقت تشریف لے آئے۔ کیونکہ اس بیان کے مطابق مسیح موعود کی تشریف آوری کا وقت چودہ سو سال کے بعد ہے اور آپ چودھویں صدی کے شروع میں آئے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آپ ایک سو سال سے بھی کچھ پہلے تشریف لے آئے ہیں لہٰذا سردست تشریف لے جائیے ہم آپ پر ایمان لانے کو تیار نہیں ہیں۔

(مولانا فرماتے ہیں کہ) اس تردیدی بیان کے سوا دوسرا ایک بیان مرزا صاحب کا ایسا صاف ہے جو ان دونوں کے مخالف ہے۔ آپ ایک جگہ مسلمانوں کو سمجھاتے ہیں کہ

. پیش گوئیوں میں ہمیشہ ابہام ہوتا ہے۔ صاف اور مفصل بیان نہیں ہوتا کیونکہ پیش گوئیوں میں سننے والے کا امتحان (ابتلاء) کرنا منظور ہوتا ہے۔ چنانچہ توریت میں آنحضرت ﷺ کے حق میں پیش گوئی اسی قسم کی مبہم ہے۔ جس میں وقت، ملک اور نام نہیں بتایا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ کو ابتلاء خلق اللہ منظور نہ ہوتا اور ہر طرح سے کھلے کھلے طور پر پیش گوئی کا بیان کرنا ارادہ الٰہی ہوتا، تو پھر اس طرح پر بیان ہونا چاہیے تھا کہ اے موسیٰ! میں تیرے بعد بائیسویں صدی میں، ملک عرب میں، بنی اسماعیل میں ایک نبی پیدا کروں گا جس کا نام محمد ﷺ ہوگا۔ (ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۲۷۸)

اس بیان میں مرزا صاحب نے صاف تسلیم کیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سرور کائنات ﷺ پوری اکیس صدیاں گزار کر بائیسویں صدی میں پیدا ہوئے تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سرور کائنات ﷺ کا درمیانی زمانہ کتنا ہے۔ کچھ

شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت سنہ عیسوی کے حساب سے ۵۷۱ء میں ہوئی اور بعثت ۶۱۰ء میں ہوئی تھی۔ یہ چھ سو سال اکیس صدیوں سے نکال دیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا درمیانی زمانہ پندرہ سو سال رہتا ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب اپنے ہی بیان کے مطابق مقررہ وقت پر نہیں آئے بلکہ بہت پہلے (بیغور ٹائم) تشریف لے آئے۔ لہٰذا آپ عیسیٰ موعود نہیں۔ غالباً اسی لیے قبل از تکمیل کار تشریف لے گئے۔

(مولانا امرتسریؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ) جناب مرزا صاحب نے اپنا مسیح موعود ہونا دنیا کی عمر سے بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''بالاتفاق تمام احادیث کے رو سے عمر دنیا کل سات ہزار برس قرار پایا تھا''۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۳) اور آنحضرت ﷺ پانچویں ہزار میں پیدا ہوئے ہیں اور مسیح موعود کا چھٹے ہزار میں پیدا ہونا مقدر تھا۔ اس دعویٰ کو مرزا صاحب اس آیت سے ثابت کرتے ہیں جو سورۂ جمعہ میں ہے وآخرين منهم لما يلحقوا بهم پھر فرماتے ہیں کہ بس میں چونکہ چھٹے ہزار سال میں پیدا ہوا ہوں لہٰذا میں مسیح موعود ہوں۔ اب سنیئے ... جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''ہمارے نبی ﷺ کے دو بعث (بعث کے معنی ہیں خلعت نبوت ملنا یعنی نبی ہونا۔ ناقل) ہیں اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ ﴿وآخرين منهم لما يلحقوا بهم﴾ ہے۔ تمام اکابر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس امت کا آخری گروہ یعنی مسیح موعود کی جماعت صحابہ کے رنگ میں ہوں گے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح بغیر کسی فرق کے آنحضرت ﷺ سے فیض اور ہدایت پائیں گے۔ پس جبکہ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا فیض صحابہؓ پر جاری ہوا، ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا، تو اس صورت میں آنحضرت ﷺ کا ایک اور بعث ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوں گا۔ اور اس تقریر سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہیں۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت ﷺ کا دوبارہ آنا، دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور سے پورا ہوا۔ غرض جبکہ

آنخضرت ﷺ کے دو بعث ہوئے تو جو بعض حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ آنخضرت ﷺ ہزار ششم کے اخیر میں مبعوث ہوئے تھے تو اس سے بعث دوم مراد ہے جو نص قطعی آیت کریمہ ﴿وآخرین منہم لما یلحقوابھم﴾ سے سمجھا جاتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ نادان مولوی جن کے ہاتھ میں صرف پوست ہی پوست ہے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کا انتظار کر رہے ہیں مگر قرآن شریف ہمارے نبی ﷺ کے دوبارہ آنے کی بشارت دیتا ہے کیونکہ ''افاضہ'' بغیر ''بعث'' غیر ممکن ہے اور بعث بغیر زندگی کے غیر ممکن ہے اور حاصل اس آیت کریمہ یعنی ﴿وآخرین منہم﴾ کا یہی ہے کہ دنیا میں زندہ رسول ایک ہی ہے یعنی محمد ﷺ جو ہزار ششم میں بھی مبعوث ہو کر ایسا ہی افاضہ کرے گا جیسا کہ وہ ہزارہ پنجم میں افاضہ کرتا تھا اور مبعوث ہونے کے اس جگہ یہی معنی ہیں کہ جب ہزار ششم آئے گا اور مہدی موعود اس کے آخر میں ظاہر ہوگا تو گو بظاہر مہدی معہود کے توسط سے دنیا کو ہدایت ہوگی لیکن دراصل آنخضرت ﷺ کی قوت قدسی نئے سرے سے اصلاح عالم کی طرف ایسی سرگرمی سے توجہ کرے گی کہ گویا آنخضرت ﷺ دوبارہ مبعوث ہو کر دنیا میں آ گئے ہیں۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے کہ ﴿وآخرین منہم لما یلحقوابھم﴾۔ پس یہ خبر جو آنخضرت ﷺ کی بعث دوم کے متعلق ہے جس کے ساتھ یہ شرط ہے کہ وہ بعث ہزار ششم کے آخر پر ہوگا اسی حدیث سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ مہدی معبود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمد یہ ہے جس پر آنخضرت ﷺ کا بعث دوم موقوف ہے وہ چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو کیونکہ یہی صدی ہزار ششم کے آخری (مولانا ثناء اللہؒ لکھتے ہیں کہ) اس عبارت کا مطلب ناظرین کے فہم عالی سے قریب کرنے کو اتنی تشریح کی ضرورت ہے کہ بقول مرزا صاحب آنخضرت ﷺ کا دو مرتبہ نبی ہو کر ظاہر ہونا مقدر تھا۔ ایک تو اس وقت جب آپ بصورت محمدؐ مکہ معظّمہ میں ظہور پذیر ہوئے اور دوم اس وقت جب بشکل مرزا صاحب بہ عہدہ عیسٰی موعود قادیان میں رونق افروز ہوئے۔ پہلی صورت میں آپ کا نام محمدؐ تھا دوسری میں احمد۔ محمدیؐ صورت جلالی تھی یعنی جنگی اور احمدی صورت جمالی یعنی صلح جو ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے دوسرے مقام پر مرزا صاحب نے اس مضمون کو منجمانہ طریق میں یوں لکھا ہے:

''آنحضرت ﷺ کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمدؐ کا مظہر تجلی تھا۔ یعنی یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنے کے لیے تھا۔ مگر بعث دوم جس کی طرف آیت کریمہ ﴿وآخرين منهم لما يلحقوابهم﴾ میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جلالی ہے جیسا کہ آیت ﴿ومبشرا برسول ياتي من بعدى اسمه احمد﴾ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اس وقت وہ نبی کریمؐ جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی تجلی ظاہر فرمائے گا۔ یہی وہ بات ہے جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ''ازالہ اوھام'' میں لکھی تھی۔ یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت ﷺ کا شریک ہوں (شریک نہیں بلکہ اصل مصداق تھا۔ دیکھو ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۶۷۳۔ ناقل) اور اس پر نادان مولویوں نے جیسا کہ ان کی ہمیشہ سے عادت ہے شور مچایا تھا۔ حالانکہ اگر اس سے انکار کیا جائے تو تمام سلسلہ اس پیش گوئی کا زیر و زبر ہو جاتا ہے۔ بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے جو ''نعوذ باللہ'' کفر تک نوبت پہنچاتی ہے۔ لہٰذا حصہ میں پڑتی ہے۔ (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۹۵-۹۶)

جیسا کہ مومن کے لیے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان لانا فرض ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہیں ایک بعث محمدیؐ جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے ﴿محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم﴾ دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے: ﴿ومبشراْبرسول ياتي من بعدى اسمه احمد﴾۔ (تحفہ گولڑویہ۔ صفحہ ۹۶)

(مولانا کہتے ہیں کہ) گو اس عبارت کا مطلب صاف ہے تاہم اس کی مزید تشریح کے لیے مرزا صاحب اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں جو یوں ہے: ''یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے کیونکہ بعث دوم، آخر ہزار ششم میں ہے اور ہزار ششم کا تعلق مشتری کے ساتھ ہے جو کوکب ششم منجملہ خنس کنس ہے اور اس ستارہ کی یہ تاثیر ہے کہ مامورین کو

خونریزی سے منع کرتا اور عقل اور دانش اور موادِ استدلال کو بڑھاتا ہے اس لیے اگر چہ یہ بات حق ہے کہ اس بعث دوم میں اسم محمد کی تجلی سے جو جلالی تجلی ہے اور جمالی تجلی کے ساتھ شامل ہے مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر جمالی رنگ کے مشابہ ہوگئی ہے کیونکہ اس وقت جلالی تجلی کی تاثیر قہر سیفی نہیں بلکہ قہر استدلالی ہے۔ وجہ یہ کہ اس وقت مبعوث پر پرتوہ ستارہ مشتری ہے نہ پرتوہ مریخ۔ اسی وجہ سے بار بار اس کتاب میں کہا گیا ہے کہ ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۹۶)

(مولانا لکھتے ہیں کہ) اب تو مضمون صاف ہو گیا کہ مرزا صاحب کا اقرار ہے کہ عیسیٰ موعود دنیا کی عمر سے چھٹے ہزار سال میں آئیں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ چھٹا ہزار کہاں تک ہے۔ ہم مرزا صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس عقدہ کا حل بھی خود فرما دیا۔ آپ فرماتے ہیں: ''آنحضرت ﷺ حضرت آدمؑ سے قمری حساب کی رو سے چار ہزار سات سو انتالیس (۴۷۳۹) برس بعد پیدا ہوئے اور شمسی حساب کی رو سے چار ہزار پانچ سو اٹھانوے (۴۵۹۸) برس بعد''۔ (تحفہ گولڑویہ' صفحہ ۹۲)

اب مطلع صاف ہے۔ پس ہجرت سے پہلے تیرہ سال آنحضرت ﷺ مکہ معظمہ میں رہے۔ اس حساب سے پورے تیرہ سو ہجری ہونے کے وقت آنحضرت ﷺ کا سن نبوت ۱۳۱۳ ہوتا ہے یہ عدد قمری حساب سے ۴۷۳۹ میں ملائیں تو تیرسویں صدی کے آخر پر دنیا کی عمر چھ ہزار باون سال ہوتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب کس سن میں مسیح موعود کے عہدہ پر مبعوث ہوئے۔ اس کے متعلق بھی ہمیں کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں بلکہ خود مدعا علیہ (مرزا) کا بیان ہمارے پاس ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا۔ تب خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ تو ہی مسیح موعود ہے'' (تریاق القلوب' صفحہ ۶۸)

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ مرزا صاحب چودھویں صدی کے شروع میں چالیس سال کی عمر کو پہنچ کر مسیحیت پر مامور ہوئے تھے۔ اسی مضمون کو ''ازالہ اوھام'' میں مرزا صاحب مزید وضاحت سے لکھتے ہیں:

''مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام پر توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں

صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے مقرر کر رکھی ہے اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی۔ اس نام کے عدد پورے تیرے سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں۔ بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا نام نہیں''۔

(ازالہ اوہام طبع اول۔طبع ۱۸۶-۱۸۵)

(مولانا امرتسریؒ کہتے ہیں کہ) اہل علم' اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ نام تو ہے غلام احمد۔ چناچہ قصبہ میں ہم نام کی نفی کرتے ہوئے صرف غلام احمد ہی لکھتے ہیں مگر جب ترقی کر کے دنیا بھر کی نفی کرتے ہیں تو نام کے ساتھ مقامی نسبت کو بھی داخل کر کے غلام احمد قادیانی پورا نام بتاتے ہیں۔ سچ ہے:

این کرامت ولی ماچہ عجب
گر بہ شاشید گفت باراں شد

(پھر مولانا بتاتے ہیں) کہ اس عبارت میں پہلی عبارت کی مزید تشریح ہے کہ کسی غبی سے غبی کو بھی شک نہیں رہتا کہ جناب مرزا صاحب کی بعثت چھٹا ہزار ختم ہو کر ساتویں ہزار میں سے باون سال گزر کر ہوئی۔ لہٰذا بقول آپ کے آپ مسیح موعود نہیں۔

(مولانا ثناء اللہؒ سلسلہ بیان کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ) ہمارے گزشتہ بیان سے (جو درحقیقت جناب مرزا صاحب کا ذاتی بیان ہے) ساتویں ہزار کے باون سال گزرنے پر مرزا صاحب مبعوث ہوئے ہیں جو ان کے ''لیٹ'' پہنچنے کی وجہ سے موجب ''فیل'' کے ہو گئے۔ اب ایک اور حساب سے بھی مرزا صاحب کا لیٹ ہونا ثابت کرتے ہیں۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ ''میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے''۔ (تحفہ گولڑویہ' حاشیہ صفحہ ۹۵)

اس عبارت سے صاف ثابت ہے کہ چھٹا ہزار مرزا صاحب کی گیارہ سال کی عمر پوری ہونے تک ختم ہو گیا مگر گیارہ سال کی عمر میں تو مبعوث نہ ہوئے ہوں گے بلکہ بالغ ہو کر مبعوث ہوئے ہوں گے۔ بلکہ بحکم بلغ اربعین سنة چالیس سال کو پہنچ کر مسیحیت کے درجہ پر مبعوث ہوئے تو بھی ساتویں ہزار میں چلے گئے جو خلاف وقت مقرر کے ہے۔

یاد رہے کہ مرزا صاحب اپنی تحریرات میں خود قمری حساب پر بنا کر رہے ہیں۔ یہاں تک

فرما چکے ہیں کہ میں چھٹے ہزار میں سے گیارہ سال رہتے میں پیدا ہوا تھا۔ اس لیے کسی ان کے حالی موالی کو یہ حق نہیں کہ وہ شمسی حساب سے چھ ہزار کا شمار کرے کیونکہ ایسا کرنا ہم کو نہیں، ان کو مضر ہوگا۔ اس لیے کہ شمسی حساب سے چھ ہزار سال ۲۰۱۲ء میں پورے ہوں گے۔ اس حساب سے مرزا صاحب کی پیدائش ۲۰۱۰ء میں ہونی چاہیے حالانکہ وہ ۱۹۰۸ء میں انتقال بھی پر گئے۔

(مولانا فرماتے ہیں کہ) یہ ہیں وہ دلائل جن کی بابت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''یہ وہ ثبوت ہیں جو میرے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے پر کھلے کھلے دلالت کرتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک شخص بشرطیکہ متقی ہو جس وقت ان تمام دلائل میں غور کرے گا تو اس پر روز روشن کی طرح کھل جائے گا کہ میں (مرزا) خدا کی طرف سے ہوں''۔ (تحفۂ گولڑویہ' صفحہ ۱۰۲)۔

کچھ شک نہیں کہ ہم بھی انہی دلائل کی شہادت سے اس مرحلہ پر پہنچے ہیں کہ

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق   اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

(شہادات مرزا۔ طبع اکتوبر ۱۹۲۳ء)

ایک مرتبہ مولانا امرتسری نے ازلہ اوہام کے مضامین پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

مرزا صاحب کو اپنے جن معارف پر ناز تھا ان میں سے سورۂ ''انا انزلنا'' کی تفسیر بھی ہے جس کو ''ازالہ اوھام'' میں لکھ کر فرماتے ہیں کہ ''یہ معارف کیا کسی اور تفسیر میں مل سکتے ہیں؟''

مرزا صاحب کی یہ تحریر چونکہ نہایت طولانی ہے اس لیے چند عبارتیں اس کی ملخصاً تحریر کی جاتی ہیں' لکھتے ہیں:

''سورۂ انا انزلنا کے معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سورت میں صاف اور صریح فرما دیا ہے کہ جس وقت کوئی آسمانی مصلح زمین پر آتا ہے تو اس کے ساتھ فرشتے آسمان سے اتر کر مستعد لوگوں کو حق کی طرف کھینچتے ہیں' ہر نبی کے نزول کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے لیکن سب سے بڑی لیلۃ القدر وہ ہے جو ہمارے نبی ﷺ کو عطا کی گئی۔ اس لیلۃ القدر کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے' اس لیلۃ القدر کی شان میں فیھا یفرق کل امر حکیم ہے۔ یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانے میں جو

قیامت تک ممتد ہے ہر ایک حکمت اور معرفت اور علوم اور صنعتیں ظاہر ہو جائیں گی لیکن یہ سب کچھ ان دنوں میں پرزور تحریکوں سے ہوتا رہے گا کہ جب کوئی نائب حضرت کا دنیا میں پیدا ہوگا جس کی تکمیل کے لیے خدا نے اس عاجز کو بھیجا .... ہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر سورۂ زلزال کی تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئے گا جس سے زمین کی اندر کی چیزیں باہر آ جائیں گی یہ سراسر غلط تفسیر ہے''۔

دیکھئے مرزا صاحب کی اس تقریر کو اس واقعہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہے؟ اس سورت سے آنحضرت ﷺ کی تسلی مقصود تھی مگر مرزا صاحب کو اصلی واقعات سے کیا تعلق وغرض' ان کو اپنی عیسویت کی دھن میں کچھ سوجھتا ہی نہ تھا' کہاں ہزار مہینے سے لیلۃ القدر کا افضل ہونا اور کہاں مرزا صاحب کی نیابت اور کلوں کا ایجاد۔ مرزا صاحب نے انا انزلناہ کی ضمیر مصلح کی طرف پھیر دی جس کا کہیں ذکر تک نہیں اور تمام مفسروں نے وہ ضمیر قرآن کی طرف پھیری جو بروایت صحیح ثابت ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی نیابت کی جو یہ دلیل قرار دی ہے کہ علوم اور صنعتیں اس زمانہ میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ دیکھنا چاہیے کہ اگر یہ کوئی کمال کی بات ہوتی تو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں صنعتوں کا ظہور ہوتا۔ حالانکہ وہ زمانہ نہایت سادہ اور فطرتی طور پر تھا۔ البتہ دین کی ترقی اس زمانہ میں روز افزوں تھی۔ بخلاف مرزا صاحب کے زمانہ نیابت کے کہ دنیا کی ترقی روز افزوں ہے اور دین کا انحطاط دیکھ لیجئے۔ مرزا صاحب کے اوائل زمانہ میں کروڑ ہا مسلمان تھے جس کا مشرک و بیدین ہونا محال تھا جیسا کہ مرزا صاحب ''براہین احمدیہ'' میں لکھ چکے ہیں۔ اور بعد ازاں شاید دس پندرہ سال بھی نہ گزرے ہوں گے کہ ان کروڑ ہا مسلمانوں کو مرزا صاحب نے یہودی اور مشرک اور بے دین بنا دیا۔ اب ناظرین دیکھ لیں کہ یہ نیابت آنحضرت ﷺ کی ہوئی یا کسی اور کی؟ اور یہ جو لکھا ہے کہ حضرتؐ کی لیلۃ القدر کا دن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اس کا مطلب ظاہر کہ حضرتؐ کی لیلۃ القدر ایک تھی اور مرزا صاحب کی لیلۃ القدر دوسری۔ یہ بھی خلاف احادیث صحیحہ ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرتؐ کے زمانے میں بھی لیلۃ القدر ہر سال ہوا کرتی تھی اور قیامت تک ہر سال ہوا کرے گی۔ مسند احمد' ترمذی اور نسائی میں یہ روایت موجود ہے:

عن عائشۃؓ قالت قلت یا رسول اللہ ﷺ ان واقفت لیلۃ القدر فما اقول قال قولی

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی
اس کے سوالیلۃ القدر کے ہر سال ہونے کی احادیث بکثرت مذکور ہیں۔مرزا صاحب کی خودغرضی دیکھئے کہ اپنی ایک لیلۃ القدر کے واسطے صدہا لیالی قدر کا خون کیا۔
حق تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا۔ نہ اس میں امتداد کا ذکر ہے نہ اس کے دامن دار ہونے کا۔ مرزا صاحب اس کو دامن دار اور شاخدار بنا رہے ہیں۔ ان کے قول پر اگر الشاۃ خیر من فیل کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہاتھی سے بکری زیادہ اونچی ہے۔ (اہل حدیث ۲۴ نومبر ۱۹۳۳ء صفحہ ۴-۵)

مولانا امرتسری ایک اور موقع پر فرماتے ہیں

اہل حدیث امرتسر ۷ نومبر ۱۹۴۱ء میں ذکر ہوا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں مثیل مسیح موعود ہوں جسے کم فہم لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے۔ اخبار پیغام صلح لاہور نے اس بات کا حوالہ طلب کیا تو اہل حدیث ۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء مفصل حوالہ لکھا گیا اور (مولانا امرتسریؒ کہتے ہیں کہ) بغرض تفریح اس حوالہ میں سے ایک لفظ مخفی رکھا گیا جو مرزا صاحب کی کتاب ''ازالہ اوھام'' کے اسی صفحہ پر مرقوم ہے لیکن پیغام صلح کو بحکم ''علی ابصارھم غشاوۃ'' وہ لفظ نظر نہ آیا۔ اس ساری بحث کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں اپنے مسیح موعود ہونے سے انکار کیا ہے اور اپنا دعویٰ فقط مثیل مسیح موعود قرار دیا ہے اور انہیں مسیح موعود ماننا ، کم سمجھوں کا فعل بتایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ''ازالہ اوھام'' کے صفحہ ۱۹۰ پر اپنے لیے دو مرتبہ مثیل کا لفظ لکھا ہے۔ ایک دفعہ تو اس کو موعود کا مضاف بنایا ہے یعنی مثیل موعود لکھا' دوسری مرتبہ مسیح کا مضاف بنایا ہے یعنی لکھا ہے میں مثیل مسیح ہوں۔ دونوں عبارتیں ایک صفحہ پر قریب قریب مرقوم ہیں۔ ہم نے ۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء کے پرچہ میں دوسری عبارت نقل کی تھی اور پہلی کو چھوڑ دیا تھا۔ اس پر پیغام صلح آپے سے باہر ہو کر غضبناک لہجے میں لکھتا ہے: (اہل حدیث کی) اس ڈھٹائی کی بھی کوئی انتہا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کے الفاظ مولوی (ثناء اللہ) صاحب نے نقل کیے ہیں کہ ''میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں' میں تو مثیل مسیح ہوں'' اور اس کے معنی یہ بیان کرتے ہیں: ''مسیح موعود کا مثیل ہوں' مثیل مسیح اور مسیح موعود کا مثیل ایسے الفاظ نہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب یا کوئی اور ادنیٰ سمجھ کا

انسان بھی ان کے معانی اور مفہوم کا فرق نہ سمجھ سکتا ہو۔ باجود اس کے مولوی صاحب کی ڈھٹائی ملاحظہ ہو کہ دونوں کو متفق المعنی قرار دے رہے ہیں۔ اور پھر خود ہی مسیح موعود اور مثیل مسیح موعود میں مرکب توصیفی اور مرکب اضافی کا فرق بیان کر کے حضرت صاحب کو مسیح موعود ماننے والوں کو کم فہم بتانے لگ گئے۔ کیا اس تحریف اور اس دیدہ دلیری کی کوئی مثال دنیا میں مل سکتی ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۳۰ نومبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۴)

مولانا جواباً فرماتے ہیں: سنیے وہ لفظ جس کو آپ تلاش کرتے ہیں اور جس کو ہم نے نقل نہیں کیا۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح خیال کر بیٹھے ہیں'' (ازالہ۔ طبع اول' صفحہ ۱۹۰)۔ دوسری عبارت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ اہل علم کے لئے قابل غور بات یہ ہے کہ پہلی عبارت میں موعود کا لفظ جو مضاف الیہ ہے وہ دراصل صفت کا صیغہ ہے' اس کا موصوف کون ہے؟ یقیناً مسیح کا لفظ ہے جو دوسری عبارت میں مرقوم ہے۔ پس پہلی عبارت کے معنی دوسری کو ملا کر یہ ہوتے ہیں کہ اس عاجز نے جو مثیل مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے کم فہم لوگ اس کو مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ اب بتائیے اہل حدیث نے کیا غلطی کی؟ یہی نہ کہ ایک صفحہ کی عبارت میں سے ایک لفظ نقل نہیں کیا جو بالکل واضح تھا وہ بھی اسی لیے کہ چوہا خوشی میں ذرا حرکت کر لے پھر خود بخود پکڑا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب تو پیغام صلح کی شکایت رفع ہو گئی۔ دونوں عبارتوں کا مطلب صاف واضح ہو گیا کہ مرزا صاحب کو مسیح موعود ماننے والے بقول مرزا صاحب کم فہم اور نادان ہیں۔

رہا یہ کہ پیغام صلح ، اہل حدیث کو ڈھٹائی کا مرتکب بتاتا ہے۔ ہم اس کے جواب میں ڈھٹائی کو اس کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ ہاں ہم کہتے ہیں کہ ہم نے اعیان مرزائیہ سے مرزا صاحب کے دو حوالوں کا ثبوت مانگا تھا' دونوں اخبار (الفضل اور پیغام صلح) جواب دینے سے خاموش رہے۔ اگر جرأت ہے تو ان کا ثبوت دیں ورنہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ڈھٹائی کے لفظ سے بڑھ کر کوئی اور لفظ ان کی شان کے مطابق تجویز کریں۔ ایک حوالہ یہ تھا کہ تفسیر ثنائی میں ہم نے ابو ہریرہؓ کو کم فہم لکھا ہے۔ دوسرا حوالہ مطلوبہ یہ تھا کہ مرزا صاحب نے مازنی زان وھو مومن کو حدیث قرار دیا ہے۔ یہ حدیث کہاں ہے ان دونوں کا ثبوت دیجئے۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۳ دسمبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۴-۵)

مرزا صاحب نے ''ازالہ اوھام'' میں ایک چیلنج دیا ہوا ہے کہ جو شخص بتائے کہ ''توفی'' فعل کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح ہو۔ اس وقت اس لفظ کے معنی سوائے موت کے کچھ اور بھی ہوتے ہیں تو اس کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ مولانا ثناء اللہؒ فرماتے ہیں کہ یہ چیلنج مباحثہ مونگ (ضلع گجرات پنجاب) میں ایک قادیانی مناظر نے میرے سامنے بھی کیا تھا جس میں ایکسو روپیہ اپنا بھی ملایا تھا۔ میں نے وہ چیلنج برسر اجلاس منظور کر کے کہا تھا کہ انعام رقم منصف کے پاس رکھواؤ اور جواب کی تنقید کے لیے کوئی منصف منظور کرو۔ یہ جواب سن کر ساری پارٹی ایسی مبہوت ہوگئی کہ آج تک اسے ہوش نہیں آیا۔ پھر حافظ فضل الرحمٰن صاحب کلرک ریلوے سٹیشن لالہ موسیٰ کی ایک چٹھی بنام میاں محمود خلیفہ قادیان اہل حدیث امرتسر ۹ جنوری ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی جس میں موصوف نے مرزا صاحب قادیانی کے چیلنج پر قادیانیوں سے انعام رقم کو امانت رکھوانے کا مطالبہ کیا تھا تاکہ حافظ صاحب اس چیلنج کا جواب دیں۔ حافظ فضل الرحمٰن صاحب کے جواب میں الفضل میں مولوی اللہ دتہ صاحب مبلغ قادیانی کا ایک مضمون نکلا جس میں انہوں نے حافظ صاحب کو کورا جواب دیا اور لکھا کہ تم ہمارے مخاطب نہیں ہو سکتے کیونکہ تم کلرک ہو (یعنی تم اس طرح کے سرکاری محرر ہو جس طرح مرزا صاحب قادیانی سیالکوٹ میں کبھی ہوا کرتے تھے) اس لیے تم اپنی وکالت پر پانچ علماء کے دستخط کرا کر سامنے آؤ اور چیلنج کا جواب شائع کر دو ہم خود دیکھ لیں گے۔ روپیہ رکھوانے کا کیا فائدہ، بینک میں رہا تو ہمارے ہی نام سے رہے گا۔ حافظ فضل الرحمان صاحب نے اس کے جوب میں اہل حدیث امرتسر میں مولوی اللہ دتہ صاحب کو مخاطب کر کے لکھا:

۱۔ میں نے خلیفہ قادیان کو مخاطب کیا آپ جواب دینے والے کون؟ وکالت نامہ حاصل کیجیے۔

۲۔ انعامی رقم رکھوانے کا مطالبہ کرنا مرزا صاحب کی سنت ہے انہوں نے مولوی رسل بابا مرحوم کو ایسا لکھا تھا۔

۳۔ امانت آپ کے نام پر نہیں ہوگی آپ کی طرف سے ہوگی۔ اس میں وہی عبارت لکھی جائے گی جو مباحثہ لدھیانہ میں قادیانی لیڈر جناب منشی قاسم علی نے لکھ کر دی تھی کہ ہم مناظرہ کنندوں میں سے جو سچا ہوگا یہ رقم اس کو ملے گی۔ غالباً منشی صاحب زندہ ہیں

آپ ان سے عبارت پوچھ لیجئے۔

۴۔ میں واقعی کلرک ہوں مگر بفضلہٖ تعالیٰ حافظ قرآن ہوں۔ اپنا دعویٰ قرآن سے ہی ثابت کروں گا' میں مولوی نہیں لیکن آپ چاہیں تو اپنے لائق ترین مناظر منشی قاسم علی صاحب سے میرا امتحان مقابلہ کرالیں' مضامین یہ ہوں' اردو' فارسی' عربی' انگریزی' حفظ قرآن' علم قرآن وغیرہ۔

نمونہ دیکھئے۔ آپ جیسے مولوی فاضل قرآن دانی کے دعویٰ میں لکھتے ہیں:

''ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید بالترتیب ہے۔ اس کے ہر لفظ ہر نقطہ اور ہر حرکت میں ترتیب ہے۔ اس کی واؤ میں بھی ترتیب ہے''۔ (الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۳۱ء)

یعنی مطلب آپ کا یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو لفظ پہلے ہے اس کا محل بھی پہلے ہے۔ یہ ہے قادیانی علم قران۔ پس اب آپ بتائیے اس آیت میں واؤ پہلے کا درجہ پہلے، اور پچھلے کا پیچھے ہے؟ غور سے سنیے!

﴿واقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین﴾

''نماز پڑھو اور مشرک نہ بنو'' یعنی نماز پہلے ادا کرو اور شرک پیچھے چھوڑو۔

کیا خوب معنی ہیں۔ کوئی بت پرست مشرک مسلمان ہونے آئے اور نماز کا وقت ہو تو اس اصول سے اسے کہنا چاہیے کہ میاں تم نماز پہلے پڑھ لو پھر شرک سے توبہ کر لینا۔ کیونکہ علم نحو میں گو لکھا ہے کہ واؤ ترتیب کے لیے نہیں مگر قرآن شریف کے ہر لفظ اور ہر حرف میں ترتیب ہے اس لیے بحکم آیت موصوفہ ''تم نماز پہلے پڑھو، شرک سے توبہ بعد میں کر لینا''۔

غالباً یہی معارف قرآنیہ ہیں جن کے دکھانے کے لیے جناب خلیفہ صاحب قادیان نے تحدی کی ہے۔ سبحان اللہ۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۷ فروری ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۱)

ازالہ اوھام میں لفظ توفی والے چیلنج کا جواب حافظ عنایت اللہ وزیرآبادی نے بھی دیا تھا۔ انہوں نے ایک کھلی چھٹی بنام مرزا محمود احمد صاحب قادیانی کے نام یوں لکھی تھی:

''آپ کے ابا جان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ''ازالہ اوھام'' میں فرمایا ہے کہ باب ''تفعل'' سے ''توفی'' کا معنی جبکہ خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول بہ انسان یا کوئی اور ذی روح ہو بجز موت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی شخص اس کے دوسرے معنی ثابت کر

دے تو میں اسے مبلغ ایک ہزار روپے انعام دوں گا۔ مرزا صاحب نے اس چیلنج میں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم خیال علماء کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً مخاطب فرمایا ہے۔ اگر مرزا صاحب آنجہانی کا یہ چیلنج منسوخ نہیں ہوا تو میں مولوی (محمد حسین) صاحب مرحوم کا ہم خیال اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسے منظور کرتا ہوں۔ اگر آپ نیابت کی پاس خاطر قابل وثوق امین کے پاس انعامی رقم جمع کرانے پر آمادہ ہوں اور مسلمہ منصف کے فیصلہ پر سر تسلیم خم کرنے پر تیار ہوں تو مہربانی فرما کر امین اور منصف کا مجھ سے تصفیہ فرما لیں۔ امین اور منصف پر اتفاق کے بعد میں اپنا مضمون منصف کے پاس بھیج دوں گا جس پر وہ آپ سے جرح کرائے گا۔ پھر وہ مجھ سے اس کا جواب لے کر فیصلہ تحریر کر دے گا جسے تسلیم کرنا ہم دونوں پر لازم ہو گا۔

عنایت اللہ وزیر آباد' گجرت' پنجاب۔

مولانا اثری (مرزا محمود کو مخاطب کر کے) لکھتے ہیں عریضہ ہذا بعنوان بالا اخبار درنجف سیالکوٹ مورخہ ۸ فروری ۱۹۳۴ء اور اخبار سنیاسی گجرات' پنجاب مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ مؤخر الذکر کا ایک پرچہ ۱۴ فروری ۱۹۳۴ء کو بذریعہ جواب طلب رجسٹری آنجناب (مرزا محمود) کی خدمت میں روانہ کیا گیا آپ نے ۱۵ فروری کو وصول تو فرما لیا مگر آج ۹ مارچ ۱۹۳۴ء تک آپ کی طرف سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ حیران ہوں کہ اتنی تاخیر کیوں؟ پرسوں ۷ مارچ ۱۹۳۴ء کو گجرات میں ایک اشتہار مطبوعہ قادیان تقسیم ہوا مگر وہ آپ کی طرف سے نہیں۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء' صفحہ ۷)

کچھ عرصہ بعد مولانا ثناء اللہؒ نے اخبار اہل حدیث میں لکھا کہ حافظ عنایت اللہ صاحب نے خلیفہ قادیان کو بحیثیت ولد اور بحیثیت خلیفہ مخاطب کر کے اس چیلنج کی یاد دہانی کرا کر فیصلہ کرانے پر متوجہ کیا تھا۔ مگر اڈیٹر الفضل نے از خود اس میں دخل دے کر لکھا کہ آپ کسی جماعت کے نمائندے نہیں ہیں لہٰذا آپ کو خلیفہ صاحب جواب نہ دیں گے بلکہ کوئی ایک احمدی مشتہر (گجراتی) جواب دینے کو کافی ہیں۔ الفضل کے اس جواب کے جواب میں حافظ عنایت اللہ صاحب نے ایک مراسلہ اخبار میں اہل حدیث میں شائع کرایا جو درج ذیل ہے۔

بعد از سلام مسنون گزارش ہے کہ آپ نے ۲۴ مارخ ۱۹۳۴ء کے پرچہ میں ایک مسترد اور ناقابل ذکر اشتہار کو بلاوجہ دوبارہ شائع کرتے ہوئے جو فرمایا ہے کہ میں (عنایت اللہ)

نے کوئی چیلنج مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب قادیانی کے نام شائع کیا ہے جس میں میں نے اپنی کوئی حیثیت ظاہر نہیں کی۔ اس بابت جواباً عرض ہے کہ میری طرف سے آج تک کوئی چیلنج موصوف کے نام شائع نہیں ہوا بلکہ (میں نے تو) موصوف کے ابا جان کے چیلنج کو منظور کیا ہے اور اپنی حیثیت بھی چٹھی میں ظاہر کر دی ہے جسے آپ نے بھی اسی پرچہ میں درج فرمایا ہے اگر آپ اسے پہلے غور سے پڑھ لیتے تو آپ کو دریافت کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ مکرر عرض کر دوں کہ چیلنج کرتے وقت میری حیثیت جو مرزا صاحب آنجہانی نے مقرر فرمائی ہوئی ہے اس کا ناقابل تردید ثبوت چٹھی نمبر (۱) میں عرض کر چکا ہوں۔ (یعنی میں مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی کا ہم خیال ہوں) اس سے زائد کا مطالبہ ہرگز درست نہیں بلکہ چیلنج کی تنقیص اور تحقیر کے مترادف ہے۔ اگر کوئی بزرگ آپ کی اعزازی دعوت کر کے اور آپ کو وقت اور جگہ بھی بتا دے جب آپ تشریف لائیں تو (دعوت کرنے والے کا) مکان مقفل ہو اور وہ حضرت (صاحب البیت) غائب۔ اور ان کا کوئی خادم آپ سے عرض کرے کہ آپ کو تو روٹی سے مطلب ہے، چلو میں آپ کو اپنے یہاں سے کھلا دیتا ہوں۔ تو کیا آپ روٹی کے لیے اس کے ساتھ چل پڑیں گے؟ اگر نہیں تو پھر دوسرے کو آپ کیا مشورہ دے رہے ہیں۔ آپ خاموش ہو کر سنتے رہیں۔ میں بمطابق ''ضرباً بالیمین'' مرزا صاحب کے اولو العزم فرزند کو چٹھی لکھ رہا ہوں جو ان کی جگہ پر نیابت فرما رہے ہیں اور انہیں ببانگ دہل ''مالکم لا تنطقون'' کہہ کر پکار رہا ہوں۔ آپ ابھی سے مجھے موصوف کی طرف سے مایوس کن خبر (لقد علمت ما ھوء لاء لا ینطقون) پڑھ کر نہ سنائیں۔ اگر آپ کچھ کر سکتے ہیں تو موصوف (مرزا محمود) کو ان کے ابا جان کے چیلنج کی حمایت پر آمادہ کریں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ رقم موعودہ میں سے مبلغ یک صد روپیہ آپ کو اس خیال سے دوں گا کہ آپ نے اس علمی غزوہ میں میرا ہاتھ بٹایا۔ (حافظ عنایت اللہ از گجرات' پنجاب)

(اہل حدیث امرتسر' ۲۰ اپریل ۱۹۳۴ء' صفحہ ۵۔۶)

اس تحریر کا کوئی جواب قادیانیوں کی طرف سے نہ آیا تو مولانا امرتسریؒ نے لکھا کہ

''حافظ عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے انعامی چیلنج متعلق لفظ ''توفی'' کو منظور کرتے ہوئے خلیفہ قادیان کو بذریعہ اخبار اہل

حدیث توجہ دلائی تھی کہ ہزار روپے کسی امین کے پاس جمع کرائیں اور منصف وغیرہ مقرر کریں۔ مگر آج تک حافظ صاحب کو اس کا جواب نہیں ملا۔ حافظ صاحب جواب کے لیے مصر ہیں"۔ (اہل حدیث' ۲۵ مئی ۱۹۳۴ء' صفحہ ۱۶)

اور جواب پھر بھی نہیں آیا۔

۱۰ محرم ۱۳۵۸ ہجری کو دہلی میں مرزائیوں سے مسلمانوں کا ایک مناظرہ ہوا جس کی روداد مرزائیوں نے "وفات مسیح کا مسئلہ' احمدیت کی فتح" کے عنوان سے بصورت اشتہار شائع کی۔ اس اشتہار کے مصنف بابو عمر الدین صاحب تھے' انہوں نے اس میں ایک جگہ لکھا کہ اگر قرآن مجید احادیث یا لغت عرب سے ثابت کر دیا جائے کہ لفظ "توفی" کے معنی سوائے موت یا قبض روح کے کچھ اور بھی ہوتے ہیں جبکہ یہ لفظ باب تفعل سے ہو اور فاعل، اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول بہ انسان ہو اور کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو ایسا ثابت کرنے والے کو مبلغ پچاس روپے انعام دیئے جائیں گے۔

مولانا معمارؒ فرماتے ہیں کہ

لفظ "توفی" کے متعلق جو شرائط اور قیود مرزائیوں نے لگائے ہیں عربی کتب گرامر میں ان شرائط کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مرزائی لوگ ہم سے اس قسم کے مطالبات کرنے سے پہلے خود اپنے پیش کردہ شرائط و قیود کا پتہ کسی معتبر کتاب لغت سے بتائیں۔ ہمارا یہ اعتراض ایسا وزنی ہے کہ خود مرزا صاحب قادیانی نے بھی اس کی اہمیت کو محسوس کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کا جواب بایں الفاظ دیا ہے کہ دربارہ لفظ "توفی" اتفاق اہل لغت برہمیں قاعدہ است کہ چوں در عبارتے فاعل ایں خدا باشد و مفعول بہ انسان درآں صورت معنی "توفی در میرانیدن محصور خواہد بود و بجز میرانیدن و قبض روح معنی دیگر درآنجا ہرگز نخواہد بود۔ (اشتہار مرزا موسومہ واجب الاظہار)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے لفظ "توفی" سے متعلقہ قیود کا حوالہ اتفاق اہل لغت پیش کیا ہے۔ اب ہماری گزارش مرزائیوں سے یہ ہے کہ وہ اہل لغت کے اقوال سے اس کا ثبوت دکھائیں۔ اگر وہ نہ دکھا سکیں تو انہیں اقرار کرنا ہوگا کہ ان کے مسیح موعود نے اہل لغت پر صریح جھوٹ باندھا ہے۔

(مولانا معمارؒ کہتے ہیں) کہ جب تک مرزائی، لغت کا حوالہ تلاش کریں آپ لفظ توفی

کا حال سنیں۔

یہ لفظ تین معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پورا لینا۔ نیند۔ موت۔ پہلے معنی اس لفظ کے حقیقی اور وضعی ہیں باقی دونوں اس کے مجازی معنی ہیں۔ چنانچہ امام زمخشری جس کے متعلق مرزائیوں کے مسیح موعود نے لکھا ہے کہ اس کے مقابل کسی کو چوں چرا کرنے کی گنجائش نہیں (ضمیمہ نصرۃ الحق، صفحہ ۲۰۴) یہ امام صاحب اپنی کتاب ''اساس البلاغہ'' میں رقم فرماتے ہیں: ''ومن المجاز توفی فلان وتوفاہ اللہ ادرکتہ الوفاۃ'' یعنی توفی کے معنی موت لینا مجازی ہیں۔ ایسا ہی تاج العروس شرح قاموس ج ۱۰، ص ۳۹۴ میں لکھا ہے امام راغب، مفردات میں لکھتے ہیں و قد عبر عن الموت و النوم با لتوفی یعنی موت و نیند توفی کے مجازی معنی ہیں۔ اصلی اور حقیقی معنی توفی کے اخذ الشئی وافیاً (تفسیر بیضاوی) یعنی چیز کو پورا پورا لینا۔ چنانچہ عرب کہا کرتے ہیں توفیت منہ دراہمی (تفسیر کبیر) میں نے اس سے اپنے درہم پورے وصول کر لیے۔

توفی کا لفظ خود وفا سے ماخوذ ہے اور وفا کہتے ہیں پورا کرنے کو۔ لسان العرب جلد ۲۰ میں لکھا ہے: ''الوفاء ضد الغدر'' یعنی وفا غدر کی ضد ہے۔ چنانچہ محاورہ عرب ہے ''یقال وفی بعہدہ'' یعنی اس نے اپنا عہد پورا کیا۔ نیز اسی ''لسان العرب'' میں لکھا ہے ''توفیت المال منہ واستوفیتہ اذا اخذتہ کلہ'' (ج ۲۰) یعنی توفیت المال (باب تفعل) اور استوفیتہ (باب استفعال) دونوں ہم معنی ہیں۔ یعنی میں نے اس سے اپنا مال پورا پورا لے لیا۔ اسی کے قریب قریب علامہ فیومی نے رقم فرمایا ہے ''اساس البلاغہ'' میں ہے استوفاہ وتوفاہ استکملہ یعنی استوفاہ وتوفاہ کے معنی ہیں پورا لیا اس نے۔ لسان العرب جلد ۲۰ میں یہ محاورہ بھی مرقوم ہے توفیت عدد القوم اذا عدد تہم کلہم یعنی جب کوئی شخص قوم کی گنتی پوری کر لیتا ہے تو کہتا ہے توفیت عدد القوم میں نے قوم کی گنتی پوری لے لی ہے۔

الحاصل لفظ توفی کے معنی پورا لینے کے ہیں اور یہ قاعدہ مسلمہ فریقین ہے کہ حقیقی معنی کے ہوتے ہوئے مجازی معنی لینا غلط و باطل ہے۔ اندریں صورت آیت ﴿یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک﴾ کے معنی بالکل عیاں ہیں یعنی اے عیسی! میں تجھے زندہ لے کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں''۔

اس آیت کے معنی سمجھنے کے لیے حضرت عیسیٰ کے واقعات پر ایک گہری نظر ڈالیں تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ اس وقت کا نقشہ یہ ہے کہ حضرت مسیح محصور ہیں۔ ان کے دشمن قتل پر آمادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مکروا ومکر الله والله خير الماكرين۔ یہود نے قتل مسیح کی تدبیر کی اور ان کے بالمقابل خدا نے بھی تدبیر کی اور خدا بہترین مدبر ہے۔ چنانچہ خدا نے مسیح کو وعدہ دیا ''یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا'' اے میرے رسول تو خوف نہ کر۔ میں تیری توفی کروں گا۔ تجھے اپنی طرف اٹھا کر دشمنوں سے بچاؤں گا۔

مرزا غلام احمد نے اس وعدہ الٰہی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے خدا نے مسیح کو وعدہ دیا کہ میں تجھے بچاؤں گا'۔ (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۰) بنابریں ظاہر ہے کہ مسیح کو بچانے کا وعدہ واقعہ صلیب سے متعلق ہے جو اسی وقت پورا ہونا چاہیے تھا۔ مرزا صاحب خود اقراری ہیں کہ وعدہ ہذا کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ یہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے اور اس میں کچھ توقف نہیں''۔ (دافع الوساوس' صفحہ ۴۶' طبع اول صفحہ ۴۰' طبع دوم)

اب اگر اس جگہ توفی کے معنی موت لیے جائیں جیسا کہ مرزائی کہتے ہیں تو معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ اے عیسیٰ! تیرے دشمن تجھے مارنا چاہتے ہیں تو کچھ غم نہ کر انی متوفیک میں ابھی تیری جان نکال لیتا ہوں۔ ورافعک الی اور اس کے بعد تیری روح کو اپنی طرف عزت کی موت (رفع کے معنی ازالہ اوھام میں عزت کی موت کیے گئے ہیں' ازالہ طبع اول صفحہ ۵۹۲۔ طبع سوم صفحہ ۲۴۶) دے کر اٹھا لوں گا''۔

صاحب علم ناظرین غور فرمائیں کہ یہ ترجمہ کس قدر لغو ہے اور مرزا صاحب نے قرآن کی آیت وآوینہما الی ربوۃ ذات قرار و معین میں تحریف کر کے اپنا الہام جتاتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ مسیح اس وقت صلیب سے زندہ اتر آیا تھا۔ کشمیر آ کر ۱۲۰ سال کی عمر پا کر فوت ہوا۔ وہیں اس کی قبر موجود ہے' یہ سب جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ وعدہ الٰہی ''یا عیسیٰ انی متوفیک'' تو بزمانہ صلیب دیا گیا تھا جو اسی وقت پورا ہونا تھا اور بقول مرزائیوں کے توفی کے معنی موت ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ مسیح اسی وقت فوت ہو گئے۔

خلاصہ یہ کہ اس آیت میں توفی کے معنی موت کرنا قرآن و حدیث کتب لغت اقوال مرزا وغیرہ کے صریح خلاف ہے۔ مرزائی لوگ توفی کے معنی اپنے مسیح موعود کے اقوال کے

ماتحت کشمیر کی طرف جانا کریں ۔ہم بروئے آئے و را فعک الی مسیح کا آسمان پر اٹھایا جانا کریں گے۔توفی کے معنی اس جگہ موت ہو ہی نہیں سکتے۔اگر کسی مرزائی میں جرأت ہے تو کر دکھائے ۔ایک سو روپے کا انعام میری طرف سے اعلان ہے۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۶ مئی ۱۹۳۹ء صفحہ ۹-۱۰)

یہ ہے مرزا صاحب کے اس چیلنج کی حقیقت جو انہوں نے ''ازالہ اوھام'' میں ۱۸۹۱ء میں شائع کیا تھا اور جسے آج تک قادیانی حضرات اپنے حلقوں میں اس دعویٰ کے ساتھ دہراتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں کی طرف سے اس کا جواب نہیں آیا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری، حافظ فضل الرحمٰن، مولانا محمد عبداللہ معمارؒ اور حافظ عنایت اللہ صاحبؒ وزیر آبادی کے سامنے لوگ بھیگی بلی بنے رہے۔

براہین احمدیہ

مرزا غلام احمد کی پہلی مشہور (لیکن نامکمل) تصنیف ''براہین احمدیہ'' ہے جسے انہوں نے انیسویں صدی کے آٹھویں عشرے کے اختتام پر لکھنا شروع کیا تھا۔ اس کتاب کے پہلے یڈیشن میں جو سفیر ہند امرتسر سے شائع ہوا تھا مرزا صاحب ''اعلان'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''کتاب ہٰذا بڑی مبسوط کتاب ہے یہاں تک کہ اس کی ضخامت سو جزء سے کچھ زیادہ ہو گی اور تا اختتام طبع وقتاً فو قتاً حواشی لکھنے سے اور بھی بڑھ جائے گی'۔ اور ''گزارش ضروری'' کے تحت مرزا صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں کتاب اب تین سو جزء تک بڑھ گئی ہے''۔

قادیانی حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی سب سے پہلی با قاعدہ تصنیف ''براہین احمدیہ'' ہے۔ اس کتاب پر کام کا آغاز ۱۸۷۸ء کے اواخر میں ہوا اور اس کا مکمل مسودہ اپریل ۱۸۷۹ء تک تیار ہو چکا تھا جس میں بعد ازاں وقتاً فو قتاً حواشی کا اضافہ ہوتا رہا۔ اس کتاب کے اشتہارات ۱۸۷۷ء کے آخر میں شائع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس کی پہلی اور دوسری جلد ۱۸۸۰ء میں چھپ کی نکلی۔ تیسری جلد ۱۸۸۲ء میں اور چوتھی جلد ۱۸۸۴ء میں۔

(براہین احمدیہ' عرض ناشر' ۲۲ مارچ ۱۹۶۸ء۔ لاہور۔ صفحہ ۳)

کتاب کے چار اجزا شائع ہو چکے تو لوگ اس کے حصہ پنجم کا انتظار کرنے لگے جس کے متعلق مرزا صاحب نے منشی رستم علی نامی اپنے ایک مرید کو ایک خط میں فرمایا

''حسب تحریر آپ کو ایک خط انگریزی اور ایک اشتہار انگریزی بھیجا جاتا ہے کسی زیرک اور منصف مزاج کو ضرور دکھائیں۔ یہ خطوط انگریزی تمام پادری صاحبان ہندوستان و پنجاب کی خدمت میں بھیجے گئے ہیں۔ نیز پنڈتوں کے پاس بھی بھیجے گئے ہیں اور بھیجے جاتے ہیں اور سب کی کیفیت انشاء اللہ حصہ پنجم کتاب (براہین احمدیہ) میں درج ہو گی۔

والسلام۔ غلام احمد ۲۔ اپریل ۱۸۸۵ء۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ صفحہ ۴)

اور ۵ جون ۱۸۸۵ء کو مرزا صاحب نے منشی رستم علی صاحب کو لکھا

حصہ پنجم کتاب انشاء اللہ اب عنقریب چھپنا شروع ہوگا۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۵' صفحہ ۵)

ان خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۸۵ء میں براہین کا پانچواں حصہ لکھا جا چکا تھا اور چھپنے ہی والا تھا۔ پھر معلوم نہیں ہو سکا کہ اس مسودے کا کیا ہوا کہ جو حصہ پنجم مرزا صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوا ہے اور جس کے متعلق عبدالمنان عمر صاحب قادیانی کہتے ہیں پانچویں جلد آپ (مرزا) کی وفات کے بعد ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی۔ اسے آپ نے اپنی زندگی ہی میں مکمل کر لیا تھا۔ (براہین احمدیہ۔عرض ناشر۔۲۲ مارچ ۱۹۶۸ء۔ لاہور' صفحہ ۳) وہ تو چیزے دیگر ہے کیونکہ اس میں تو ان اعتراضات پر مرزا صاحب نے بحث کی ہے جو ۱۸۸۵ء تک موجود ہی نہیں تھے اور اپنے مخالفوں کی ان تحریروں کے حوالے سے بات کی ہے جو ۱۸۸۵ء میں موجود نہیں تھیں اور جس بات کا ذکر مرزا صاحب نے اپنے درج بالا خطوط میں کیا ہے کہ وہ عنقریب (۱۸۸۵ء میں) چھپنے والے حصہ پنجم میں موجود ہو گی اس بات کا ۱۹۰۸ء والے پانچویں حصے میں ذکر تک نہیں ہے۔

مرزا صاحب نے ۱۸۷۹ء میں اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' کا اشتہار دے کر لوگوں سے بطور امداد اور بطور پیشگی قیمت بہت سی رقم جمع کی تھی اور اس لیے بھی لوگ کتاب کے انتظار میں رہتے تھے لیکن جب ۱۸۸۰ء کا عشرہ گزر گیا اور ۱۸۹۰ء کے عشرے کے بھی دو سال گزر گئے اور کتاب کے بقیہ حصے شائع ہونے کے آثار نظر نہ آئے تو مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے یکم جنوری ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب کو لکھا:

''آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت اور قبولیت دعاؤں کی طمع دے کر خورد برد کر چکے ہیں اور کتاب براہین احمدیہ ہنوز دربطن شاعر کا مصداق ہے''۔ (روحانی خزائن۔جلد ۵ ''وافع الوساوس'' صفحہ ۳۱۳)

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی صاحب کو لکھا:

''آپ کا یہ خیال کہ گویا یہ عاجز ''براہین احمدیہ'' کی فروخت میں دس ہزار روپیہ لوگوں سے لے کر خرد برد کر گیا ہے یہ اس شیطان نے آپ کو سبق دیا ہے جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا ہے۔ آپ کو کیونکر معلوم ہو گیا کہ میری نیت میں ''براہین'' کا طبع کرنا نہیں۔ اگر براہین طبع ہو کر شائع ہو گئی تو کیا اس دن شرم کا تقاضا نہیں ہو گا کہ آپ غرق ہو

جائیں''۔ (روحانی خزائن۔ جلد ۵ ''وافع الوساوس'' صفحہ ۳۰۶)

اور پھر مرزا صاحب نے کتاب کا پانچواں حصہ مکمل کیا تو اس میں لکھا:

''یہ وہی ''براہین احمدیہ'' ہے جس کے پہلے چار حصے طبع ہو چکے ہیں بعد اس کے ہر ایک سر صفحہ پر ''براہین احمدیہ'' کا حصہ پنجم لکھا گیا۔ پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لیے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا''۔

(صفحہ ۴ دیباچہ پنجم حصہ براہین احمدیہ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

براہین جسے مرزا صاحب نے ۵۰ جلدوں میں لکھنے کا نہ صرف وعدہ کیا تھا بلکہ ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کتاب کو مکمل فرما چکے ہیں لیکن جب وہ کتاب مکمل صورت میں لوگوں کے سامنے نہ آئی اور وہ خود پانچ اور پچاس کو برابر قرار دینے کی تحریر غیر مطبوعہ صورت میں اپنے مریدوں کے حوالے کر کے مکمل کتاب کا اڑھائی ہزار صفحات کا مسودہ (ملاحظہ ہو سیرۃ المہدی میں مرزا بشیر احمد کا بیان) صندوق میں چھپا کر لالہ ملا وامل کی نظروں کے سامنے ففروا ہو گئے تو ان کے مریدوں کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ مرزا صاحب خود تو اپنی زندگی میں اس تحریر کو شائع کرنے کی ہمت نہ کر سکے جس میں انہوں نے پانچ اور پچاس کو برابر قرار دیا تھا۔ نہ ہی ۱۹۰۸ء میں شائع ہونے والی کتاب کو اپنی زندگی میں براہین احمدیہ حصہ پنجم کے نام سے عوام کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کر سکے کہ اس حصہ میں تو وہ باتیں موجود ہی نہ تھیں جن کے متعلق وہ ۱۸۸۵ء میں کہہ چکے تھے کہ وہ عنقریب شائع ہونے والے حصہ میں موجود ہوں گی۔ مرزا صاحب کی موت کے بعد قادیانیوں کے لیے جب علی رؤس الاشھاد ۵ اور ۵۰ کے اعداد کو برابر ثابت کرنا ممکن نہ ہوا تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ براہین دراصل مکمل ہو چکی ہے اور مرزا صاحب کی وہ کتابیں جو ''براہین احمدیہ'' کے چوتھے حصے کے بعد شائع ہوئی ہے دراصل براہین ہی کے باقی ماندہ چھیالیس حصے ہیں۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے قادیانیوں کے اس مؤقف پر تنقید کرتے ہوئے ایک مرتبہ ایک مضمون لکھا جسے ہم کسی اور جگہ نقل کر چکے ہیں۔

جو براہین ہمارے سامنے ہے اس کے متعلق مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں

یہ کتاب مضامین کے لحاظ سے دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک اصل کتاب ہے دوسرے

حواشی۔ ان دونوں حصوں میں جو کچھ حشو و زوائد اور طول پر ملول اور تکرار بے شمار ملتا ہے اسے ہم زیر بحث نہیں لاتے۔ اصل کتاب کے شروع میں مرزا صاحب نے ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں چند مقاصد ہیں۔ علماء کی اصطلاح میں مقدمہ کتاب کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو مضمون کے لحاظ سے اصل کتاب سے جدا ہوتا ہے مگر اس میں کچھ مبادی ذکر کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ علم نحو اور علم منطق میں مقدمہ کو یوں بیان کیا جاتا ہے المقدمة فی المبادی التی یجب تقدیمها علی المقاصد (ہدایت النحو وغیرہ) علم نحو میں مبادی کی مثال کلمہ کلام مفرد اور مرکب وغیرہ کی تعریفات ہیں اور علم منطق میں دلالت کی تقسیم تضمنی التزامی وغیرہ مبادی کی مثالیں ہیں۔ علم اقلیدس میں خط نقطہ وغیرہ کی تعریف اور چند علوم متعارضہ بیان کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد مقاصد شروع ہوتے ہیں کیونکہ مبادی مقاصد نہیں ہوتے اور مقاصد مبادی نہیں ہوتے۔ ان دونوں میں امتیاز ہے مگر مرزا صاحب نے مقدمہ میں مقاصد لکھے ہیں (براہین' صفحہ ۸۳ ملاحظہ ہو) جو اہل علم کی اصطلاح کے بالکل خلاف ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ جو کچھ لکھا ہے وہ مقاصد نہیں ہیں گویا آپ نے دو غلطیاں کی ہیں ایک تو مضمون مقدمہ کو مقاصد کہا ہے اور دوسرا جو کچھ اس میں بیان کیا ہے وہ مقاصد نہیں ہیں۔

مقدمہ ختم کرنے کے بعد مرزا صاحب نے آٹھ تمہیدات لکھی ہیں جو پانچ سو گیارہ صفحات میں ختم ہوئی ہیں۔ ان تمہیدات کو مضمون کے لحاظ سے مبادی کہہ کر مقدمہ میں درج کرتے تو بجا ہوتا مگر موصوف نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان کو مقدمہ سے بالکل الگ کر دیا اور ان کی جگہ مقاصد کو دے دی۔ درس قرآن میں اس کی مثال یہ ہے کہ قاعدہ بغدادی میں پارہ "عم" کو داخل کر دیا اور پارہ "عم" کو قاعدہ بغدادی کے حروف (ا۔ب۔ج۔ د' وغیرہ) کی جگہ دے دی۔

مرزا صاحب کی تمہیدات میں جو مذکور ہے وہ بالاختصار یوں ہے۔

تمہید اول: قرآن مجید آنے سے پہلے زمانے کے حالات ایسے خراب تھے جو کتاب اللہ کے نزول کے مقتضی تھے۔

تمہید دوم: وہ براہین جو قرآن شریف کی حقیقت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں چار قسم پر ہیں۔ ایک وہ امور جو محتاج الاصلاح سے ماخوذ ہیں۔ تیسرے وہ امور جو قدرتیہ

سے ماخوذ ہیں۔ چوتھے وہ جو امور غیبیہ سے ماخوذ ہیں۔ (براہین۔صفحہ ۱۳۹)

تمہید سوم: جو چیز محض قدرت کاملہ خدا سے ظہور پذیر ہو خواہ وہ چیز اس کی مخلوقات میں سے کوئی مخلوق ہو خواہ وہ اس کی پاک کتابوں میں سے کوئی کتاب ہو جو لفظاً اور معناً اس کی طرف سے صادر ہو اس کا اس صفت سے متصف ہونا ضروری ہے کہ کوئی مخلوق اس کی مثل بنانے پر قادر نہ ہو۔ (براہین۔صفحہ ۱۴۶)

تمہید چہارم: خداوند تعالیٰ کی تمام مصنوعات سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ جو عجائب و غرائب اس نے اپنی مصنوعات میں رکھے ہیں ایک تو عام فہم ہیں دوسرے وہ امور جن میں دقت نظر درکار ہے۔ (براہین۔صفحہ ۳۸۱-۳۸۲)

تمہید پنجم: جس معجزہ کو عقل شناخت کر کے اس کے منجانب اللہ ہونے پر گواہی دے وہ ان معجزات سے ہزار ہا درجہ افضل ہوتا ہے جو صرف بطور کتھا یا قصہ کے مد منقولات میں بیان کیے جاتے ہیں۔

تمہید ششم۔ جس طرح مجوب الحقیقت معجزات عقلی معجزات سے برابری نہیں کر سکتے ایسا ہی پیشگوئیاں اور اخبار ازمنہ گزشتہ نجومیوں اور رمالوں اور کاہنوں اور مؤرخوں کے طریقہ بیان سے مشابہ ہیں۔ ان پیشگوئیوں اور اخبار غیبیہ سے مساوی نہیں ہوسکتیں کہ جو محض اخبار نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ قدرت الوہیت بھی شامل ہے۔ (براہین' صفحہ ۴۶۷)

تمہید ہفتم: قرآن شریف میں جس قدر باریک صداقتیں علم دین کی اور علوم دقیقہ الٰہیات کے اور براہین قاطعہ اصول حق کے مع دیگر اسرار اور معارف کے مندرج ہیں اگرچہ وہ تمام فی حد ذاتہا ایسے ہیں کہ قویٰ بشریہ ان کو بہ ہیئت مجموعی دریافت کرنے سے عاجز ہیں اور کسی عاقل کی عقل ان کے دریافت کرنے کے لیے بطور خود سبقت نہیں کر سکتی کیونکہ پہلے زمانوں میں نظر استقرائی ڈالنے سے ثابت ہو گیا ہے کہ کوئی حکیم یا فلسفی ان علوم و معارف کا دریافت کرنے والا نہیں گزرا (مخالف کے حق میں یہ تمہید خود متنازع ہے، مسلم نہیں ہے۔ ثناء اللہ) لیکن اس جگہ عجیب بر عجیب بات ہے یعنی یہ کہ وہ علوم اور معارف ایک ایسے امی کو عطا کیے گئے جو لکھنے پڑھنے سے ناشنا محض تھا (براہین۔صفحہ ۴۷۰-۴۷۱)

تمہید ہشتم: جو امر خارق عادت کسی ولی سے صادر ہوتا ہے وہ حقیقت میں نبی متبوع کا معجزہ ہوتا ہے جس کی وہ امت ہے اور یہ بدیہی اور ظاہر ہے۔ (براہین۔صفحہ ۴۹۹)

(مولانا ان تمہیدات کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ) ان تمہیدات ثمانیہ کو مقدمہ میں درج کر کے مبادی بنا دیا جاتا تو کچھ صحت ہو جاتی مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ ان تمہیدات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کتاب براہین احمدیہ نے جو تین سو دلائل بقول خود اس کتاب میں جمع کی ہیں ان سے یہ امور مشمولہ تمہیدات ثابت ہوتے ہیں۔ مگر حیرت کا مقام ہے کہ ان تمہیدات کو اتنا طول دیا ہے کہ اصل مضمون کے لیے جگہ نہیں رہی۔ یعنی اصل کتاب کے صفحہ ۱۳۹ سے ۵۱۲ تک ان تمہیدات کو جگہ دی گئی ہے اور صفحہ ۵۱۲ پر جب اصل مضمون شروع کیا تو محض چند آیات کسی قدر تشریح کے ساتھ درج کر کے کتاب کو صفحہ ۵۶۲ پر ختم کر دیا اور ایسا بے موقع ختم کیا کہ دیکھنے والے کے منہ سے بے ساختہ یہ مصرع نکلتا ہے۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ء

لطف یہ ہے کہ کئی سال انتظار کرانے کے بعد (مرزائیوں نے) ایک اور کتاب شائع کی۔ بظاہر تو اس کا نام ''براہین احمدیہ'' حصہ پنجم رکھا مگر حقیقتاً اس کو اصل کتاب سے نہ صوری تعلق ہے نہ معنوی۔ حالانکہ صفحہ ۹۳ اور ۱۳۶ وغیرہ پر مکرر، سہ کرر لکھ چکے تھے کہ براہین کا مسودہ جس میں تین سو دلائل ہیں، تیار ہو چکا ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ وہ کہاں گیا۔ نہ اپنے وعدے کی وفا کی۔ نہ قیمت پیشگی ادا کرنے والوں کے تقاضا کی پرواہ کی۔

(مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ) مرزا صاحب نے اس کتاب کے مقدمہ میں اپنا طریق استدلال بھی بتایا ہے جو قابل دید وشنید ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی دلیل تمام نہیں ہوسکتی جب تک فریق مخالف کا نام نہ لیا جائے۔ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

کامل تحقیقات اور باستیفا بیان کرنا جمیع اصول حقہ اور ادلہ کاملہ کا اسی پر موقوف ہے کہ ان سب ارباب مذاہب کا جو برخلاف اصول حقہ کے رائے اور اختلاف رکھتے ہیں، غلطی پر ہونا دکھلایا جائے۔ پس اس جہت سے ان کا ذکر کرنا اور ان کے شکوک کو رفع کرنا ضروری ہوا اور واجب ہوا۔ اور خود ظاہر ہے کہ کوئی ثبوت بغیر رفع کرانے عذرات فریق ثانی کے کماحقہ اپنی صداقت کو نہیں پہنچتا۔ مثلاً جب ہم اثبات وجود صانع کی بحث لکھیں تو تکمیل اس بحث کی اس بات پر موقوف ہو گی جو دہریہ یعنی منکرین وجود خالق کائنات کے ظنون فاسدہ کو دور کیا جائے۔ (براہین۔ صفحہ ۸۳)

مرزا صاحب کا یہ بیان عقلی اور نقلی دونوں طریق کے خلاف ہے۔ علماء منطق کے نزدیک بہترین دلیل برہان ہے جو یقینی مقدمات سے مرکب ہوتا ہے جس کی مثال یہ قیاس ہے۔ العالم مرکب وکل مرکب حادث ۔نتیجہ ۔ العالم حادث ۔ اس دلیل کا نتیجہ بالکل صحیح ہے۔ حالانکہ اس میں کسی منکر کا ذکر نہیں ہے۔ برہان میں ضرورت نہیں ہوتی کہ کسی مخالف یا منکر کا ذکر کیا جائے۔ شاید مرزا صاحب کو یاد نہیں رہا کہ آپ کی کتاب کا نام براہین ہے جو برہان کی جمع ہے۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ دلیل میں مخالف کا ذکر ضروری ہوتا ہے علم مناظرہ اور علم میزان کے صریح خلاف ہے۔ ہاں ہم مانتے ہیں کہ جدلیات میں مخالف کا ذکر ضروری ہوتا ہے مگر براہین اس پر موقوف نہیں ہوتیں۔ مرزا صاحب کا ایسا کہنا نقلی دلیل (قرآن مجید) کے بھی خلاف ہے۔ قرآن شریف نے دہریوں کے رد میں بہت سے دلائل دیئے ہیں جو حقیقتاً براہین قطعیہ ہیں مگر ان میں دہریوں کا نام تک نہیں ہے۔ چنانچہ ہم اس جگہ دو آیتیں درج کرتے ہیں جو یہ ہیں۔

هو الذى جعل الشمس ضياء وقدره منازل لتعلموا عدد السنين والحساب۔ ما خلق الله ذالک الا بالحق۔ يفصل الآيات لقوم يعلمون ۔ان فى اختلاف الليل والنهار وما خلق الله فى السموات والارض لآيات لقوم يتقون۔ (پارہ ۱۱' رکوع ٦)

''چاند سورج کی پیدائش اور رات دن کے آگے پیچھے آنے میں اور دوسری مخلوقات میں غور کرنے والوں کے لیے بہت سے دلائل ہیں''۔

پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا یہ اصول علم کلام عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔

مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کے متن اور حواشی میں عقل اور الہام پر بڑی بحث کی ہے۔ ہم نے بھی اس بحث کو بڑے غور سے مطالعہ کیا اور جس قدر غور کیا مرزا صاحب کے قلم کو خبط العشوا (کج رفتار) پایا۔ عرب میں جو اونٹنی کج رفتار سے چلا کرتی ہے اس کی رفتار کو خبط العشوا کہتے ہیں۔ چنانچہ معلقہ کا شعر ہے:

رائيت المنايا خبط عشواء من تصب
تمته ومن تخط يعمره فيهرم

(میں موت کو کج رفتار اونٹنی کی طرح دیکھتا ہوں جو کبھی کسی پر جا پڑتی ہے اور کبھی کسی پر)

میں نے مرزا صاحب کی تصنیفات میں ان کی قلم کو ایسی ہی اونٹنی جیسا پایا ہے جو

اپنی چال میں بے قابو رہتی ہے۔ مرزا صاحب کا قلم بھی لکھتے ہوئے بے قابو ہو جاتا ہے۔ اس حال میں ان کو اجتماع ضدین یا ارتفاع نقیضین کی بھی خبر نہیں رہتی۔ اس عنوان کے ماتحت ہم اپنے اس دعویٰ کا ثبوت دیتے ہیں۔

مرزا صاحب ایک اصول وضع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کتاب مدعی الہام کی کسی ایسے امر کی تعلیم کرے جس کے امتناع پر کھلی کھلی دلائل عقلیہ قائم ہوتی ہیں تو وہ امر ہرگز درست نہیں ٹھہر سکتا۔ بلکہ وہ کتاب ہی باطل یا محرف یا مبدل کہلائے گی کہ جس میں کوئی ایسا خلاف عقل امر لکھا گیا۔ پس جبکہ تصفیہ ہر ایک امر کے جائز یا ممتنع ہونے کا عقل ہی کے حکم پر موقوف ہے اور ممکن اور محال کی شناخت کرنے کے لیے عقل ہی معیار ہے تو اس سے لازم آیا کہ حقیقت اصول نجات کی بھی عقل ہی سے ثابت کیجائے (براہین صفحہ ۸۸)

اس اقتباس کا مضمون یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب عقل کو الہام پر ترجیح ہے۔ بالفاظ دیگر الہامی تعلیم کو جانچنے کے لیے عقل ہی معیار ہے۔ اب اس کا خلاف بھی ملاحظہ کیجیے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''اب ہم کہتے ہیں کہ وجود قدیم حضرت باری میں تب ہی دہریہ کو ایک قیاس پرست کے ساتھ نزاع کرنے کی گنجائش ہے کہ مخلوقات پر نظر کرنے سے واقعی شہادت صانع عالم پیدا نہیں ہوتی، یعنی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ فی الحقیقت ایک صانع عالم موجود ہے۔ بلکہ صرف اس قدر ظاہر ہوتا ہے کہ ہونا چاہیے اور اسی وجہ سے امر معرفت صانع عالم کا صرف قیاسی طور سے دہریہ پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ پس جس کے نزدیک معرفت الٰہی صرف مخلوقات کے ملاحظہ تک ہی ختم ہے اس کے پاس اس اقرار کرنے کا کوئی سامان موجود نہیں کہ خدا فی الواقعہ موجود ہے بلکہ اس کے علم کا اندازہ صرف اس قدر ہے کہ ہونا چاہیے اور وہ بھی تب کہ جب دہریہ مذہب کی طرف نہ جھک جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ حکماء متقدمین میں سے محض قیاسی دلائل کے پابند رہے انہوں نے بڑی غلطیاں کیں اور صدہا طرح کا اختلاف ڈال کر بغیر تصفیہ کرنے کے گزر گئے اور خاتمہ ان کا ایسی بے آرامی میں ہوا کہ ہزارہا شکوک اور ظنون میں پڑ کر اکثر ان میں سے دہریے اور طبعی اور ملحد ہو کر مرے۔ اور فلسفہ کے کاغذوں کی کشتی ان کو کنارہ تک نہ پہنچا سکی''۔ (براہین احمدیہ۔ صفحہ ۱۵۰-۱۵۱)

(مولانا امرتسری فرماتے ہیں) کہ اس عبارت کو بغور پڑھیں تو نتیجہ صاف نکلتا ہے کہ

مرزا صاحب نے عقل کو بہت کم درجہ میں رکھ کر اتنا گھٹایا ہے کہ وہ خدا کی ہستی کا ثبوت دینے سے بھی قاصر ہے۔ حالانکہ پہلے اسی عقل کو معیار بتا چکے ہیں اور یہ بات ہر اہل علم پر واضح ہے کہ معیار کا رتبہ ذی معیار (مثبت) سے اعلیٰ ہوتا ہے کیونکہ مثبت کا حسن و قبح معیار ہی سے پرکھا جاتا ہے۔ اہل منطق نے منطقی قوانین کو استدلال کا معیار بتایا ہے کیونکہ منطق کی تعریف یہ ہے۔

آلة قانونية تعصم مراعاتها الذہن عن الخطاء فی الفکر (تہذیب منطق) یعنی علم منطق ایسا علم ہے کہ اس کا لحاظ رکھنے سے انسان کے استدلال اور فکر میں غلطی نہیں ہوتی۔ اس کے خلاف اگر کوئی کہے کہ علم منطق کے قواعد سے استدلال صحیح حاصل نہیں ہوسکتا تو یہ علم منطق کی صریح توہین ہے اور اس کے بعد اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب کا یہ کلام الہام خداوندی کے بھی خلاف ہے حالانکہ آپ الہام ہی کی تائید میں لکھ رہے ہیں۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

قرآن مجید نے جن امور کا یقین دلایا ہے ان سب کے لیے کلمہ طیبہ بطور عنوان مقرر کیا ہے جس کے دو جز ہیں۔ پہلا جز لا الہ الا اللہ ہے دوسرا جز محمد رسول اللہ ہے۔ پہلے جز کے اثبات کے لیے ارشاد ہے:

وہو الذی مد الارض وجعل فیہا رواسی وانہاراً ومن کل الثمرات جعل فیہا زوجین اثنینن یغشی اللیل النہار۔ ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون (پ۱۲، ع۸)
یعنی زمین کے پھیلانے' پہاڑوں کے نصب کرنے' دریاؤں کے جاری کرنے اور مختلف قسم کے پھلوں کے پیدا کرنے میں فکر کرنے والوں کے لیے بہت سے نشانات ہیں۔
دوسرے جز کے اثبات کے لیے ارشاد ہے:

''قل انما اعظکم بواحدة ان تقومو للہ مثنی وفرادی ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنة ان ہو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید ۔ (پارہ۲۲' رکوع ۱۲)
''یعنی اے منکرو! تم اکیلے اکیلے یا دو دو مل کر غور کرو کہ تمہارے ساتھی (پیغمبر) کو جنون نہیں ہے بلکہ وہ سخت عذاب سے ڈرانے والا ہے''۔
ان دونوں آیات میں فکر کرنے والوں کو خاص توجہ دلائی گئی ہے کہ اپنے فکر سے مسئلہ الوہیت اور رسالت کو سمجھیں' فکر اگر غیر مفید فعل ہوتا یعنی اس سے یقین کا درجہ حاصل نہ

ہوسکتا تو کلام اللہ میں اس کو علم کا ذریعہ نہ بتایا جاتا۔فکر کے معنی اہل منطق کے نزدیک یہ ہیں ترتیب امور معلومة لاثبات المطلوب ۔ پس معلوم ہوا کہ خود الہامی کتاب نے فکر کو ذریعہ ایمان بتایا ہے یعنی فکر ہی سے کلمہ اسلام کے دونوں جزو ثابت ہو سکتے ہیں۔مرزا صاحب نے جس امر (الہام) کی حمایت میں فکر اور قیاس کی تذلیل کی تھی اسی نے ان دونوں کو قوت دے کر تائید فرمادی۔

(مولانا فرماتے ہیں کہ) مرزا صاحب کا مافی الضمیر یہ ہے کہ فکر و قیاس بغیر تائید الہام کے یقین کے درجہ تک نہیں پہنچا سکتے۔آپ کا یہ دعویٰ بہت کمزور بلکہ منقوض ہے۔آپ نے خیال نہیں فرمایا کہ الہام کے مخاطب دو قسم کے اشخاص ہوتے ہیں ایک خود صاحب الہام یعنی جس پر الہام نازل ہوتا ہے اور دوسرے اس کے سننے والے۔ملہم (صاحب الہام) کے حق میں تو آپ ایسا کہہ سکتے ہیں لیکن سننے والے تو اپنی عقل وفکر ہی سے کام لے کر یقین کا درجہ پائیں گے ان کے فکر کی ترتیب یوں ہوگی کہ یہ ملہم ہمیشہ سچ بولتا ہے۔اس لیے اس نے الہام کا نام لیکر خدا پر افترا نہیں کیا۔ چنانچہ شاہ نجاشی' حضرت ابو بکر اور عبداللہ بن سلامؓ سے اسی قسم کا فکر منقول ہے۔قرآن مجید کی آیہ کریمہ ثم تتفکروا میں (جو اوپر مذکور ہوئی ہے) اسی غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔لطف یہ ہے کہ خود بھی کتاب ''براہین احمدیہ'' کے صفحہ ۲۱۴ پر دلیل ''انی'' کو برہان قرار دیا ہے۔دلیل ''انی'' اس کو کہتے ہیں کہ اثر کے وجود سے مؤثر کا علم ہو جیسے روشن دان سے دھوپ دیکھ کر سورج کا علم حاصل کیا جائے۔ یہ دلیل یقینیات کی قسم سے ہے۔خود مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''چشمہ معرفت'' کے صفحہ ۵۶ پر اس دلیل کا ذکر کیا ہے۔

مولانا کہتے ہیں کہ بقول مرزا صاحب الہامی کتاب وہی ہوتی ہے جو خود ہی اپنا دعویٰ بیان کرے اور خود ہی دلائل دے۔مرزا صاحب نے اس اصول کو اپنی مختلف تصانیف میں بڑی رنگ آمیزی سے بیان کیا ہے یہاں تک کہ ان کے اتباع ،مرزا صاحب کے علم کلام کا یہ طرۂ امتیاز بتاتے ہیں۔ہم کئی مرتبہ بتا چکے ہیں کہ اس اصول کے موجد علامہ ابن رشد اندلسی ہیں۔ان کی کتاب فلسفہ ابن رشد میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔خیر ہمیں اس سے مطلب نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد مرزا صاحب کے استدلال پر گفتگو کرنا ہے۔علم کلام میں دلیل کے واسطے تقریب تام کا ہونا ضروری ہے اور تقریب تام کے معنی یہ ہیں کہ دلیل

کے تمام مقدمات صحیح ہونے کے علاوہ دلیل اپنے تمام افراد کو جامع ہو اور غیر افراد کو مانع ہو۔ اگر جامع نہ ہو تو ایسی دلیل پر جو اعتراض وارد ہو اس کو نقض اجمالی کہتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس دلیل پر نقض اجمالی صاف وارد ہوتا ہے کیونکہ آپ سابقہ الہامی کتب کو مانتے ہیں حالانکہ ان میں یہ وصف نہیں پایا جاتا۔ یہ بات مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے چنانچہ آپ کتب سابقہ کو ناقص کہتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو براہین احمدیہ کا حاشیہ صفحہ ۱۰۹-۱۱۰) اس لیے آپ قرآن مجید ہی کو اس وصف سے موصوف مانتے ہیں۔ اس اصول کو قرآن مجید کی فضیلت یا خصوصیت میں بیان کرتے تو اچھا ہوتا یعنی یوں لکھتے ہیں کہ ، قرآن مجید میں یہ فضیلت یا خصوصیت ہے کہ وہ اپنے دعوے کی دلیل بھی بیان کرتا ہے اور دوسری الہامی کتب اس وصف سے خالی ہیں ، ۔تو ایسا کہنے سے نقض اجمالی وارد نہ ہوتا لیکن ''سلطان القلم'' کو کون سمجھاتا؟

براہین میں مرزا صاحب نے اس بات پر بھی زور دیا ہے یا یوں کہیے کہ بطور دلیل پیش کیا ہے کہ الہامی کتاب کا بے مثل ہونا بھی ضروری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو الہامی کتاب بے مثل نہ ہو یا بے مثل ہونے کی مدعی نہ ہو وہ حقیقتاً الہامی کتاب نہیں ہے یعنی بے مثل ہونا اس کی صداقت کی دلیل ہے۔ یہ دلیل بھی منقوض ہے کیونکہ قرآن مجید کے سوا کوئی الہامی کتاب بے مثل ہونے کی مدعی نہیں ہے پھر وہ الہامی کتاب کیسے ہو سکتے ہے؟ اس نقض اجمالی کا جواب مرزا صاحب نے کیوں نہیں دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقض ان کے خیال میں نہیں آیا۔

(اور مولانا امرتسریؒ اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں) یہ دعویٰ اگر صاحب الہام کے لیے مخصوص ہے تو اعتراض نہیں۔ اگر آپ (مرزا) کی مراد عام ہے تو صاحب الہام ہو یا غیر ہو تو منقوض ہے کیونکہ تمام امت کو یہ درجہ حاصل نہیں ہے۔ اسی لیے قرآن مجید کی نص صریح میں ارشاد ہے: یظنون انہم ملاقو ربہم (پارہ ۱، رکوع ۵) یعنی خدا سے ملنے کا ظن غالب رکھتے ہیں۔ ظن راجح خیال کا نام ہے جس کا درجہ یقین سے کم ہوتا ہے اس پر بھی قرآن مجید نے نجات متفرع کی ہے۔

اس کے بعد مولانا کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے براہین کے صفحہ ۱۴۳ پر چند تمثیلیں لکھی ہیں جن کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ واقعات اور مسائل دقیقہ، فلسفیہ اور الہامیہ کو نہ جاننے

والا، جاننے والے کی طرح بیان کر دے تو ماننا پڑے گا کہ ایسے شخص کو امور غیبیہ پر اطلاع ملتی ہے۔ اس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے باوجود ناخواندہ ہونے کے مسائل دقیقہ الہامیہ بتائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ پر خدا کی طرف سے الہام ہوتا تھا۔ اس مقام پر آپ نے ایک معترض کا سوال نقل کیا ہے جس کا الفاظ یہ ہیں:

''شاید کوئی معترض اس تمہید پر یہ اعتراض کرے کہ ان سہل اور آسان منقولات کا بیان کرنا جو مذہبی کتابوں میں مدون اور مرقوم ہیں بذریعہ سماعت بھی ممکن ہے جس میں لکھا پڑھا ہونا کچھ ضروری نہیں کیونکہ ناخواندہ آدمی کسی واقعہ کو کسی خواندہ آدمی سے سن کر بیان کرسکتا ہے۔ یہ کچھ مسائل دقیقہ علمیہ نہیں ہیں جن کا جاننا بغیر تعلم باقاعدہ کے محال ہو'۔

(براہین احمدیہ۔ص ۱۴۳)

مولانا کہتے ہیں کہ یہ اعتراض ایک ایسے شخص کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے جو قرآن مجید کے سوا کسی اور الہامی کتاب کو مانتا ہو اور ایسے شخص کی طرف سے بھی، جو خدا کو تو مانتا ہو مگر کسی کتاب کو الہامی نہ مانتا ہو۔ اسی طرح ایسے شخص کی طرف سے بھی وارد ہوسکتا ہے جو نہ خدا کو مانتا ہو اور نہ کسی الہامی کتاب کو، یعنی دھریہ۔ یہ ہے اعتراض کی وسعت اور مرزا صاحب نے جواب دیتے ہوئے معترض کو ایک خاص قسم میں محدود کر دیا ہے اس لیے جواب ناقص ہے۔ مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

''ایسے معترض سے یہ سوال کیا جائے گا کہ تمہاری کتابوں میں کوئی ایسی باریک صداقتیں بھی ہیں یا نہیں جن کو بجز اعلیٰ درجہ کے عالم اور اجل فاضل کے ہر ایک شخص کا کام نہیں کہ دریافت کر سکے بلکہ انہیں لوگوں کے ذہن ان کی طرف سبقت کرنے والے ہیں جنہوں نے زمانہ دراز تک ان کتابوں کے مطالعہ میں خون جگر کھایا ہے اور مکاتب علمیہ میں کامل استادوں سے پڑھنا سیکھا ہے۔ پس اگر اس سوال کا یہ جواب دیں کہ ایسی اعلیٰ درجہ کی دقیق صداقتیں ہماری کتابوں میں موجود نہیں ہیں بلکہ ان میں تمام موٹی اور سرسری اور بے مغز باتیں بھری ہوئی ہیں جن کو عوام الناس بھی ادنیٰ التفات سے معلوم کر سکتے ہیں اور جن پر ایک کم فہم لڑکا بھی سرسری نظر مار کر ان کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے اور جن کا جاننا کچھ فضیلت علمیہ میں داخل نہیں بلکہ غایت کار مثل ان کتابوں کے ہیں جن میں قصے کہانیاں لکھی جاتی ہیں یا جو محض اطفال اور عوام کے مطالعہ کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ تو افسوس ایسی گئی

گزری کتابوں پر.... لیکن اگر کسی قوم کی یہ رائے ہو کہ ان کی الہامی کتابوں میں باریک صداقتیں بھی ہیں جن پر احاطہ کرنا بجز ان اعلیٰ درجہ کے اہل علم کے جن کی عمریں انہیں میں تدبر کرتے کرتے فرسودہ ہوگئی ہیں اور جن میں ایسی صداقتیں بھی ہیں جن کی تہہ اور مغز تک وہی لوگ پہنچتے ہیں جو نہایت درجہ کے زیرک اور عمیق الفکر اور راسخ فی العلم ہیں تو اس جواب سے خود ہمارا مطلب ثابت ہے کیونکہ اگر ایک امی اور ناخواندہ آدمی ان حقائق دقیقہ کو ان کتابوں میں سے بیان کرے جن کو باقرار ان کے عوام اہل علم بھی بیان نہیں کر سکتے صرف خواص کا کام ہے تو بلا شبہ بیان اس امی کا ثبوت اس بات کے کہ وہ امی ہے امور غیبیہ میں داخل ہوگا اور یہی تمثیل سوم کا مطلب ہے۔''

(مولانا کہتے ہیں) دیکھ لیجئے کہ مرزا صاحب نے معترض کے وسیع اعتراض کو تنگ کر کے جواب دیا ہے۔ اور ان اشخاص سے مخصوص کر دیا ہے جو کسی کتاب کو الہامی مانتے ہوں۔

(براہین احمدیہ۔صفحہ ۱۴۳ تا ۱۴۵)۔ (ناقابل مصنف مرزا۔ طبع جون ۱۹۴۳ء)

قادیانی حضرات براہین احمدیہ کو اپنے نبی کو معرکہ آرا کتاب بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کتاب نے دشمنوں کے منہ بند کر دیئے تھے کیونکہ اس کتاب میں مرزا صاحب نے اسلام کی سچائی کے دلائل کے انبار لگا دیئے تھے اور اسی لیے بہت سے علماء کرام نے اس کتاب کی تعریف کی تھی۔ اس کتاب کی تعریف کرنے والے علماء میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم بھی شامل تھے جو بعد میں مرزا صاحب کے مخالف ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب اور مرزائی ہمیشہ انہیں طعنے دیتے رہے کہ اب تم کس منہ سے مخالفت کرتے ہو کیونکہ تم نے تو اس کتاب کی تعریف کی ہوئی ہے۔ مولانا امرتسریؒ کے ساتھ بحث مباحثوں میں بھی مرزائی کہا کرتے تھے کہ تمہارے محمد حسین نے بھی ایک وقت میں اس کتاب کی تعریف کی تھی۔ بنابریں مولانا امرتسریؒ نے قادیانیوں کی اس دلیل کا بھی جواب لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

''اگر کسی صاحب کو یہ وہم گزرے کہ تصنیفات مرزا خصوصاً ''براہین احمدیہ'' اگر واقعی معقولیت سے گری ہوئی ہیں تو اس زمانے کے علماء نے ان کی تعریف کیوں کی تھی؟ اس وہم کا دفعیہ یوں ہے کہ مرزا صاحب نے اس کتاب کے فوائد ایسے کچھ دلفریب بتائے تھے جن کو سن کر ہر ایک ہم درد اسلام گرویدہ ہوسکتا تھا جس کی مثال آجکل کی اشتہاری دوائیں ہیں کہ ایک ہی دوا کے ایسے فوائد بتائے جاتے ہیں کہ ضرورتمند کو گمان ہو جاتا

ہے کہ یہ دوا واقعی ہر ایک مرض کے لئے مفید ثابت ہو گی۔ ہم ناظرین کی اطلاع کے لیے وہ فوائد نقل کرتے ہیں۔ ناظرین ان فوائد کو دیکھ کر اپنے اندر جو اثر پائیں گے اس سے اندازہ لگا سکیں گے کہ اس زمانے کے نیک مسلمانوں پر اس تحریر کا کیا کچھ اثر ہوا ہو گا؟ وہ فوائد بالفاظ مرزا صاحب یہ ہیں"۔

. بالآخر بعد تحریر تمام مراتب ضروریہ کے اس بات کا واضح کرنا بھی اس مقدمہ میں قرین مصلحت ہے جو کن کن قسموں کے فوائد پر یہ کتاب مشتمل ہے تا وہ لوگ جو حقانی صداقتوں کے جان لینے پر جان دیتے ہیں اپنے روحانی محبوب کی خوشخبری پائیں اور تا ان پر جو راستی کے بھوکے اور پیاسے ہیں اپنی دلی مراد کا راستہ ظاہر ہو جائے' سو وہ فوائد چھ قسم کے ہیں جو بہ تفصیل ذیل ہیں۔

اول اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ یہ کتاب مہمات دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں بلکہ وہ تمام صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کو ضروریات دین پر احاطہ ہو جائے گا اور کسی مغوی کے پیچ میں نہیں آئیں گے بلکہ دوسروں کو وعظ اور نصیحت اور ہدایت کرنے کے لیے ایک کامل استاد اور ایک عیار رہبر بن جائیں گے۔

دوسرا یہ فائدہ کہ یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیقت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے کہ جن کے دیکھنے سے صداقت اس دین متین کی ہر یک طالب حق پر ظاہر ہو گی بجز اس شخص کے کہ بالکل باندھا اور تعصب کی سخت تاریکی میں مبتلا ہو۔

تیسرا یہ فائدہ کہ جتنے ہمارے مخالف ہیں یہودی' عیسائی' مجوسی' آریہ' برہمو' بت پرست' دہریہ' طبعیہ' اباحتی' لامذہب کے شبہات اور وساوس کا اس میں جواب ہے اور جواب بھی ایسا کہ دروغ گو کو اس کے گھر تک پہنچایا گیا ہے اور پھر رفع اعتراض پر کفایت نہیں کی گئی بلکہ یہ ثابت کر کے دکھلایا گیا ہے کہ جس امر کو مخالف ناقص الفہم نے جائے اعتراض سمجھا ہے وہ حقیقت میں ایک ایسا امر ہے کہ جس سے تعلیم قرآنی کی دوسری کتابوں پر فضیلت اور ترجیح ثابت ہوتی ہے نہ کہ جائے اعتراض۔ اور پھر وہ فضیلت بھی ایسے دلائل واضحہ سے ثابت کی گئی ہے کہ جس سے معترض خود معترض الیہ (اصل میں اسی طرح

ہے۔ناقل) ٹھہر گیا ہے۔

چوتھا یہ فائدہ ہے جو اس میں بمقابلہ اصول اسلام کے مخالفین کے اصول پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق سے عقلی طور پر بحث کی گئی ہے اور تمام وہ اصول اور عقائد ان کے جو صداقت سے خارج ہیں بمقابلہ اصول حقہ قرآنی کے ان کی حقیقت باطلہ کو دکھلایا گیا ہے کیونکہ قدر ہر یک جوہر بیش قیمت کا مقابلہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔

پانچواں اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے حقائق اور معارف کلام ربانی کے معلوم ہو جائیں گے اور حکمت اور معرفت اس کتاب مقدس کی کہ جس کے نور روح افروز سے اسلام کی روشنی بھی سب پر منکشف ہو جائے گی کیونکہ تمام وہ دلائل اور براہین جو اس میں لکھی گئی ہیں اور تمام کامل صداقتیں جو اس میں دکھائی گئی ہیں وہ سب آیات بینات قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں اور ہر ایک دلیل عقلی وہی پیش کی گئی ہے جو خدا نے اپنی کلام میں آپ پیش کی ہے اور اسی التزام کے باعث سے تقریباً باراں (اصل میں اسی طرح مرقوم ہے۔ناقل) سیپارہ قرآن شریف کے اس کتاب میں اندراج پائے ہیں۔پس حقیقت میں یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق اور حقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اس کے علوم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ کو ظاہر کرنے کے لیے ایک عالی بیان تفسیر ہے کہ جس کے مطالعہ سے ہر ایک صادق اپنے مولیٰ کریم کی بے مثل و مانند کتاب کا عالی مرتبہ مثل آفتاب عالمتاب کے روشن ہوگا۔

چھٹا فائدہ یہ ہے کہ اس کتاب کے مباحث کو نہایت متانت اور عمدگی سے قوانین استدلال کے مذاق پر مگر بہت آسان طور پر کمال خوبی اور موزونیت اور لطافت سے بیان کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسا طریقہ ہے جو ترقی علوم اور پختگی فکر اور نظر کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہوگا کیونکہ دلائل صحیحہ کے توغل اور استعمال سے قوت ذہنی بڑھتی ہے اور ادراک اور امور دقیقہ میں طاقت مدرکہ تیز ہو جاتی ہے اور بباعث ورزش براہین حقہ کے عقل سچائی پر ثبات اور قیام پکڑتی ہے اور ہر ایک امر متنازعہ کی اصلیت اور حقیقت دریافت کرنے کے لیے ایک ایسی کامل استعداد اور بزرگ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جو کہ تکمیل قوائے نظریہ کا موجب اور نفس ناطقہ انسان کے لیے ایک منزل اقصیٰ کا کمال ہے کہ جس پر تمام سعادت اور شرف نفس کا موقوف ہے۔ (براہین۔صفحہ ۱۳۵؁ تا ۱۳۸)

مولانا امرتسریؒ کہتے ہیں کہ یہ ہیں وہ فوائد جو ایک مومن مسلمان کو اس کتاب کی طرف مائل کرنے کے لیے کافی سے زیادہ ہیں۔ اسی لیے اس زمانہ کے مسلمانوں نے عموماً اور بعض علماء نے خصوصاً اس کتاب کی تعریف کی اور اس کی اشاعت میں مرزا صاحب کی مدد کی۔ لیکن غور طلب سوال یہ ہے کہ کیا یہ فوائد حاصل ہوئے بھی؟ اس کا صحیح جواب یہی ہے کہ جبکہ موعودہ کتاب ہی وجود میں نہیں آئی تو اس کے فوائد کیسے حاصل ہو سکتے۔ رہی یہ بات کہ کتاب کیسے وجود میں نہیں آئی، حالانکہ براہین احمدیہ کے نام سے یہ کتاب فروخت ہو رہی ہے۔ اس کا جواب بالا جمال یہ ہے کہ ان تین سو براہین حقہ میں سے ایک برہان بھی شائع نہیں ہوئی جس پر یہ کہنا بالکل بجا ہے۔

ہزاروں وعدوں میں گر ایک ہی وفا کرتے
قسم خدا کی نہ ہم ان کو بے وفا کہتے

مولانا کہتے ہیں کہ دوسرا وہم یہ کیا جاتا ہے کہ مخالفوں نے اس (براہین احمدیہ) کا جواب دے کر دس ہزار روپیہ انعام وصول کیوں نہیں کیا۔ جس کا اشتہار مرزا صاحب نے دے رکھا تھا۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جس حالت میں دلائل ظہور پذیر ہی نہیں ہوئے تو جواب کس چیز کا ہوتا؟ آج تک مخالفوں کی طرف سے یہ معقول مطالبہ کیا جاتا رہا کہ وہ دلائل پیش کرو تو ہم غور کریں گے۔

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ مرزا صاحب مطبوعہ براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ براہین احمدیہ جس میں تین سو دلائل حقیت قرآن اور صداقت نبوت محمدیہؐ دیئے گئے ہیں ہم مکمل طور پر تصنیف کر چکے ہیں (صفحہ ۹۳، ۹۹، ۱۳۶ براہین احمدیہ ملاحظہ ہوں)۔ اب حقیقت واقعہ سنیئے۔ آپ (مرزا صاحب) کتاب ہذا کے صفحہ ۵۱۲ پر لکھتے ہیں۔

ان براہین کے بیان میں جو قرآن شریف کی حقیقت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں۔

اس کے بعد چند آیات مع ترجمہ لکھ کر صفحہ ۵۶۲ پر کتاب کا خاتمہ ایسے ناپسندیدہ طریق پر کیا ہے جس پر کوئی قابل مصنف تو کیا معمولی مصنف بھی نہیں کر سکتا۔ مثلاً آپ لکھتے ہیں کہ سوئی بغیر دھاگہ کے ناکارہ ہے اور کوئی کام سینے کا اس سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ اس طرح عقلی فلسفہ بغیر تائید خدا کی کلام کے متزلزل اور غیر مستحکم اور بے شہادت اور بے بنیاد ہے۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

حسب دستور یہ بھی نہیں لکھا کہ باقی مضمون آئندہ جلدوں میں شائع ہوگا۔ یہاں تک کہ اخیر میں ''باقی دارد'' بھی نہیں لکھا۔ اس کے تیئس سال کے بعد براہین کی پانچویں جلد شائع ہوئی۔ اس کو صرف اپنی مسیحائی کے ذکر سے پر کردیا۔ چوتھی جلد کی انتہا کا کوئی ربط پانچویں جلد کی ابتدا کے ساتھ نہیں دکھایا۔ اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے ایک بے نظیر کتاب (براہین احمدیہ) شائع کرکے اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے جس پر بے ساختہ ہمارے منہ سے نکلتا ہے:

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

ہم خلیفہ قادیان اور امیر جماعت لاہور سے کہتے ہیں آپ دونوں صاحب گو چند مسائل میں باہم مختلف ہیں اسی لیے آئے دن ایک دوسرے کو مباحثہ کا چیلنج دیتے رہتے ہیں مگر اس امر پر متفق ہیں کہ مرزا صاحب کی تصنیفات خواص اور عوام کو مفید ہے۔ اسی لیے قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتیں مرزا صاحب کی کتب کو مکرر ،سہ کرر چھپوا کر شائع کر رہی ہیں۔ آپ لوگوں کے اسی فعل پر ہماری درخواست متفرع ہے کہ وہ ''براہین احمدیہ'' جس کا مسودہ مرزا صاحب تیار کر چکے تھے اور جس کا ذکر مرزا صاحب نے اس کتاب کے صفحہ ۹۳ وغیرہ پر کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ جس کی عدم اشاعت کا اعتراف اور آئندہ اشاعت کا مژدہ مرزا صاحب نے ''آئینہ کمالات'' کے صفحہ ۳۰۶ پر دیا ہوا ہے۔ سب کام چھوڑ کر سب سے پہلے اس کتاب کے مسودہ کو شائع کردیں تاکہ اسلام کی خدمت مکمل ہو جائے جس کے لیے مرزا صاحب مبعوث ہوئے تھے اور آپ نے اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اعلان کیا تھا کہ اس کتاب میں دھوم دھام سے حقانیت اسلام کا ثبوت دکھلایا گیا ہے کہ جس سے ہمیشہ کہ مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائے گا۔ (اشتہار عرض ضروری ملحقہ براہین) اگر آپ لوگوں نے یہ اسلامی خدمت انجام نہ دی اور ہمارا یقین ہے کہ نہیں دیں گے۔ تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ مرزا صاحب کا یہ بیان متعلقہ تکمیل مسودہ کتاب حقیقت نہیں، بلکہ شاعرانہ تخیل تھا۔

(نا قابل مصنف مرزا۔طبع جون ۱۹۴۳ء امرتسر)

مولانا امرتسریؒ نے اپنی کتاب ''تعلیمات مرزا'' میں بھی ''براہین احمدیہ'' کو موضوع سخن بنایا ہے جہاں آپ لکھتے ہیں کہ

براہین میں مرزا صاحب کو مسیح علیہ السلام کے آنے کا اقرار ہے جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالہدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح علیہ السلام کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (براہین جلد۴' صفحہ ۴۹۹-۴۹۸)

براہین کی اس عبارت کے برخلاف مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' کے صفحہ ۶۱۴ پر لکھا ہے ''پس دنیا میں مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا'' پھر انہوں نے اسی کتاب میں کہا ہے کہ میں خود مسیح موعود بن کر آ گیا ہوں۔ مرزا صاحب کی اس تضاد بیانی پر ہونے والے اعتراض کے جواب میں مرزائی لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن میں نسخ ہے اسی طرح اقوال مرزا میں بھی نسخ ہوسکتا ہے۔ (تجلیات رحمانیہ از اللہ دتہ) لیکن یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ نسخ احکام یا مناہی میں ہوتا ہے۔ خبریہ جملوں میں نسخ نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ کل بارش ہوئی تھی۔ پھر کہے، کل بارش نہیں ہوئی تھی۔ یہ دو جملے خبریہ ہیں اور ان کے اختلاف کا جواب، نسخ سے نہیں دیا جا سکتا ، بلکہ ماننا پڑے گا کہ دو کلاموں میں سے ایک جھوٹ ہے۔

(اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ) مرزائی یہ بھی کہتے ہیں کہ براہین احمدیہ میں مرزا نے (مسیح کے بارے میں) رسمی عقیدہ لکھ دیا تھا۔ اس کے بعد کی کتابوں میں جو لکھا ہے تحقیقی لکھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب زمانہ تالیف براہین میں بھی مجدد ہونے کے مدعی تھے اور اسی تجدید میں انہوں نے براہین لکھی۔ اور جناب مسیح کے متعلق انہوں نے براہین میں جو لکھا وہ آیت مرقومہ سے استدلال کر کے لکھا نہ کہ رسمی اور شنیدی۔ بلکہ تحقیقی اور تنقیدی علی وجہ البصیرت لکھا۔ چنانچہ براہین کے آخیر میں لکھتے ہیں یہ کتاب خود خدا مجھ سے لکھاتا ہے اور یہ بھی مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں اس قدر خدا کی

حفاظت میں ہوں کہ

''میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشا پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے''۔ (نزول المسیح، صفحہ ۵۶)

اس سے معلوم ہوا کہ ''براہین احمدیہ'' کی عبارت اسی اندر کی تعلیم کا نتیجہ ہے نہ کہ رسمی عقیدہ۔ اور پھر مرزا صاحب ایک دوسری جگہ کہتے ہیں:

''اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربہ سے یہ معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلافصل ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے اور انوار دائمی اور استعانت دائمی اور عصمت دائمی کا یہی سبب ہوتا ہے کہ روح القدس ہمیشہ اور ہر وقت ان کے ساتھ ہوتا ہے''۔ (دافع الوساوس، صفحہ ۳۹۴)

یعنی مرزا صاحب نے جو کچھ، جہاں کہیں لکھا ہے، وہ اپنے الہام کنندہ کی براہِ راست نگرانی میں اور زیر ہدایت لکھا ہے اور جو الہام کنندہ ان کے قلم سے متضاد باتیں لکھواتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات قطعاً نہیں ہوسکتی کہ اللہ کے کلام میں تضاد نہیں ہوسکتا،۔

(تعلیمات مرزا مصنفہ مولانا امرتسری)

براہین احمدیہ کے متعلق قادیانی بڑے بلند بانگ دعوے کرتے رہے ہیں جب کہ مولانا امرتسریؒ انہیں بتاتے رہے ہیں کہ کتاب کا نام ہی غلط ہے۔ ایسی کتاب جس میں ایک بھی مکمل برہان نہ ہو اسے براہین کیسے کہا جا سکتا ہے؟ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے لکھا۔

مرزا صاحب کی مایہ ناز تصنیف ''براہین احمدیہ'' ہے جس میں اسلام کی حقانیت پر تین سو دلائل پیش کرنے کا وعدہ کیا گیا اور اسی وعدے پر مسلمانوں سے زر کثیر بطور چندہ لیا گیا۔.... کیا کوئی مرزائی ہمارے سامنے یا غائبانہ بتا سکتا ہے کہ ان چار جلدوں میں حقانیت اسلام کے تین سو دلائل میں سے کتنی دلیلیں پیش کی گئی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ سوائے الہاموں کے باقی سب اللہ اللہ خیر سلا۔ (اس کتاب کے چار حصے شائع کرنے کے بعد جب مرزا صاحب) اس بارے میں سالہا سال خاموش رہے تو مخالفوں کو طرف سے اعتراضات کی بھرمار ہوئی کہ براہین احمدیہ کو مکمل کیوں نہیں کرتے؟ تو آپ نے اس کی پانچویں جلد لکھی۔ اس آخری جلد میں بھی ان دلائل موعودہ میں سے ایک دلیل بھی پیش

نہیں کی۔ اس امر کے تصفیہ کے لیے ہم مجلس مکالمہ کرنے کو تیار ہیں۔ یہ مجلس امرتسر میں ہو یا لاہور میں۔ جس میں کالجوں کے پروفیسر صاحبان اور ایسے ہی دیگر اہل علم حضرات جمع ہوں۔ ہم براہین احمدیہ کی ساری جلدیں میز پر رکھ دیں گے۔ جماعت احمدیہ کا کوئی نمائندہ مرزا صاحب کے موعودہ تین سو دلائل کا پتہ ہمیں بتائے۔

براہین احمدیہ کی پہلی چار جلدوں اور پانچویں جلد میں بہت نمایاں فرق ہے۔ پہلی چار جلدوں میں آپ (مرزا) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امت محمدیہ کے لیے مسیح موعود تسلیم کیا ہے اور ان کی دوبارہ تشریف آوری کو مان کر ان کی خدمات کے سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس زمانے میں اسلام، تمام دنیا کے اطراف واکناف میں پھیل جائے گا۔ مگر پانچویں جلد میں آپ خود ہی مسیح موعود کے عہدے کے انچارج بن بیٹھے۔ پانچویں جلد ساری پڑھ جائیے سوائے اپنی مسیحیت موعودہ کے اس میں کچھ بھی نہیں ملے گا...... کس قدر مقام تاسف ہے اور کتنا محل تعجب ہے کہ ''براہین احمدیہ'' کے حصہ اول (پہلی چار جلدوں) اور حصہ دوم (پانچویں جلد) کو ملا کر پڑھنے سے مرزا صاحب کی مذہبی زندگی کا نشیب و فروز بہت اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے۔ ''براہین احمدیہ'' حصہ اول میں آپ خدا سے الہام پانے کے مدعی بنتے ہیں مگر پھر بھی سادگی نظر آتی ہے لیکن دوسرے حصہ میں پہنچ کر آپ ایسے ہوشیار نظر آتے ہیں گویا یہ مصرع آپ پر خوب صادق آتا ہے:

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے

خدا کی گرفت مختلف شکلوں میں ہوتی ہے اور ہر صاحب فن کیلئے اسی فن کی حیثیت سے ہوا کرتی ہے۔ جنگی آدمی کے لیے جنگی حیثیت سے غلطی کر کے مبتلائے تکلیف ہونا بھی ایک قسم کی خدائی گرفت ہے۔ ابوجہل جیسے آدمی کا میدان جنگ میں گر کر مر جانا بھی اس کے لیے خدائی گرفت تھی۔ رچرڈ شیر دل کا سلطان صلاح الدین سے مقابلہ کر کے ناکام واپس آنا بھی اس کے لیے خدائی گرفت تھی۔ کسی مدعی الہام کا اپنے الہام کی زد میں آجانا بھی اس کے لیے خدائی گرفت ہوتی ہے۔ کسی متکبر مصنف کا اپنی تصنیف میں کوئی فاش غلطی کر جانا بھی اس کے لیے ایک قسم کی کبر شکن گرفت ہوتی ہے۔

''براہین احمدیہ'' میں مرزا صاحب ہم کو مصنف اور ملہم دونوں حیثیتوں کے مدعی نظر آتے ہیں۔ ہم نہایت راستی سے کہتے ہیں کہ ہم ان دونوں حیثیتوں میں مرزا صاحب کو گرفتار

عذاب پاتے ہیں۔ مجموعہ حصہ اول (براہین کی پہلی چار جلدوں) میں حضرت مسیح کی حیات اور دنیا میں آپ کی دوبارہ تشریف آوری کا اظہار کر چکے ہیں جسے اپنی عمر کے آخری حصے میں بدترین قسم کا شرک قرار دیتے ہیں۔ بحیثیت ملہم کے ان پر جو عذاب الٰہی آیا وہ یہ ہے کہ براہین کی پانچویں جلد میں مرزا صاحب نے اپنی الہامی عمر ۷۵ سے ۸۵ سال بتائی ہے یعنی آپ کی وفات، عمر کے ۷۵ اور ۸۵ سال کے درمیان ہوگی حالانکہ آپ کی عمر خود اپنے بیان اور حکیم نور دین خلیفہ اول قادیان کی تصدیق سے ۱۹۰۸ء میں ۶۹ سال تھی جبکہ آپ نے اس دنیا سے انتقال کیا۔ ہمارا یہ مجمل سا تبصرہ صرف مرزا صاحب کی تصنیف ''براہین احمدیہ'' سے متعلق ہے، ہم اپنی زندگی میں مرزا صاحب اور ان کے اتباع سے مختلف طریقوں سے مقابلہ کر چکے ہیں تاہم مقابلے کی ایک صورت ابھی باقی ہے، اس کے لیے ہم تیار ہیں۔ وہ یہ کہ خاص اہل علم (علمائے عربی وانگریزی) کی ایک مجلس منعقد کی جائے۔ اس مجلس میں ہم مرزا صاحب کی تصنیفات پر تنقید کریں اور فریق ثانی ہماری تنقید کا جواب دے لیکن دونوں فریق اپنے دلائل کو تصانیف مرزا تک محدود رکھیں۔ اس گفتگو کا فیصلہ مجلس کی اکثریت کرے یا چند منتخب حضرات کی رائے سے ہو۔ فیصلہ کی دونوں صورتیں ہمیں منظور ہیں۔ (اہل حدیث ۵ جنوری ۱۹۴۰ء صفحہ ۴-۵)

ایک بار مولانا امرتسریؒ نے لکھا:

اہل حدیث مورخہ ۵ جنوری ۱۹۴۰ء میں مرزا صاحب کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کے متعلق ایک نوٹ لکھا گیا تھا جس میں ہم نے مرزا صاحب کی اس مایہ ناز تصنیف پر ریویو کیا تھا اور پوچھا تھا کہ مرزا صاحب نے اس کتاب میں صداقت اسلام پر جو تین سو دلائل لکھنے کا وعدہ کیا تھا وہ دلائل یا ان میں سے کوئی ایک دلیل کس صفحہ پر ہے؟ ہم نے یہ بھی لکھا تھا امرتسر یا لاہور میں ایک مجلس منعقد ہو جس میں یہ دلائل دکھائے جائیں۔ ہماری طرف سے صرف یہ سوال ہوگا کہ براہین کے اس صفحہ کا حوالہ بتایا جائے جہاں مرزا صاحب نے دلائل موعودہ کل یا کم سے کم ایک ہی دلیل لکھی ہو۔ کیسا صاف اور فیصلہ کن سوال ہے مگر قادیان سے جواب کی امید!!! ایں خیال است ومحال است وجنوں چنانچہ وہی ہوا کہ جواب میں ہمیں کوسا گیا، جب کوستے کوستے تھک گئے تو ہماری عربی تفسیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھ دیا کہ تم کیونکر بول سکتے ہو خود تمہاری عربی تفسیر کے خلاف فتویٰ لگا ہوا ہے۔ یہ

تو وہی مثال ہوئی جو کسی مولوی صاحب نے ایک بے نماز کو کہا تھا کہ میاں نماز پڑھا کر تو اس نے بڑی متانت سے جواب دیا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر کھانے میں نمک بہت زیادہ ڈالا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا میرے سوال سے اس کا کیا تعلق؟ ہوشیار طالب علم نے کہا کہ تعلق ہو یا نہ ہو۔ یونہی بات سے بات نکل آتی ہے۔ اچھا بھائی، ہماری تفسیر بھی غلط سہی۔ تو ہم اور مرزا صاحب دونوں برابر ہوئے۔ پس نہ ہم مسیح موعود ہیں اور نہ مرزا صاحب، قصہ ختم۔ (اہل حدیث ۸ مارچ ۱۹۴۰ء صفحہ ۵-۶)

قادیانیوں کے پاس لے دے کے ایک ہی بات تھی کہ مولوی محمد حسینؒ نے براہین پر موافقانہ ریویو لکھا تھا۔ مولانا امرتسریؒ، مرزائیوں کی اس بات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مرزا صاحب کی مایہ ناز کتاب ''براہین احمدیہ'' ہے اس میں مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں اسلام کی صداقت پر تین سو دلائل لکھوں گا، ہم نے اس کی بابت اتباع مرزا سے بارہا یہ مختصر سوال پوچھا کہ وہ لوگ کوئی ایک دلیل ہی ہم کو دکھائیں کہ کہاں سے شروع ہوئی اور کہاں ختم ہوئی؟ خدا جانے یہ سوال کتنا وزنی ہے کہ نہ قادیان سے اس کا جواب آتا ہے نہ لاہور سے۔ اخبار الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء میں ایک طویل مضمون ہمارے جواب میں نکلا ہے۔ اس میں بھی ہمارے اصل سوال کا جواب دینے کی بجائے محض ادعا پر ادعا کیا گیا ہے مثلاً کہا گیا ہے کہ آج سے نصف صدی پہلے ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمان اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر چکے تھے۔ اس زمانہ میں یہ مرد خدا (مرزا صاحب) کھڑے ہوئے اور دین اسلام کی حفاظت میں یہ کتاب لکھی۔ کوئی ثبوت پوچھے، تو کچھ نہیں بتا سکتے۔ ہم سے پوچھو تو ہم بتاتے ہیں کہ خود مرزا صاحب نے ہندوستان میں عیسائیوں کی کل تعداد پانچ لاکھ بتائی ہے مگر آپ نے یہ تفصیل نہیں بتائی کہ ان پانچ لاکھ عیسائیوں میں ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں، بھنگیوں اور دوسری پست قوموں میں سے کتنے کتنے افراد آئے تھے۔ مضمون نگار صاحب اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا ثبوت پیش کریں کہ . مرزا صاحب سے پہلے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں عیسائی ہو چکے تھے . ۔ ہم تو مرزا صاحب کے اس دعوے کو بھی محض ادعا سمجھتے ہیں۔ آخر لے دے کے ہمارے جواب میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا نام پیش کیا جاتا کہ انہوں نے ''براہین احمدیہ'' کی تعریف کی ہوئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا ممدوح

محدث تھے اور محدثین کا اصول ہے کہ راوی اپنی جس روایت کی تکذیب کر دے وہ روایت حجت نہیں رہتی۔ مولانا موصوف اپنی آخری عمر میں مرزا صاحب کی کل باتوں کی تردید کرتے رہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ہم نے ان سے پوچھا تھا کہ آپ نے ''براہین احمدیہ'' پر تحسین آمیز الفاظ میں تبصرہ (ریویو) کیا تھا اس کی وجہ کیا تھی؟ جواباً فرمایا کہ محض امکان تصور پر ۔ اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ قادیانی اہل علم ہمارے سوال کا جواب مولانا بٹالوی کے ریویو ہی میں بتا دیں کہ مرزا صاحب کی تین سو دلائل حقہ میں سے کتنی دلیلیں براہین میں مرقوم ہیں اور وہ کس صفحہ سے شروع ہو کر کس صفحہ پر ختم ہوتی ہیں؟۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۲۔ اپریل ۱۹۴۰ء' صفحہ ۴-۵)

مولانا امرتسریؒ براہین کے مضامین پر ایک اور تبصرے میں فرماتے ہیں کہ

قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿هو الذى ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله﴾ ۔خدا نے اپنا رسول ہدائت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو سارے مذاہب پر غالب کرے۔ اس آئت کی تفسیر میں مرزا صاحب براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں

. یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (براہین احمدیہ ،صفحہ ۴۹۹-۴۹۸)

اس جگہ جناب موصوف نے مسیح موعود کیلئے آیت موصوفہ سے یہ بات بتائی کہ وہ باسیاست یعنی ظاہری حکومت کے ساتھ آئیں گے مگر جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ خود کیا تو باوجود سیاست اور حکومت حاصل نہ ہونے کے آپ نے اس آیت پر قبضہ رکھا اور اپنے ہی حق میں اس کو چسپاں کیا۔ وہ بیان ایسا لطیف ہے کہ ہم ناظرین سے اس کو بغور پڑھنے کے لیے سفارش کرتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لیے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گزرتا

کہ آپ کا زمانہ ختم ہو گیا' کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا اس لیے خدا نے اس تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح کی بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔ زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کے لیے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے: ﴿هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین كله﴾ یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لیے آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا''۔ (چشمہ معرفت۔صفحہ۸۳-۸۲)

اس عبارت کی تشریح یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب زمانہ محمدی کی ابتدا رسالت محمدیہ علی صاحبها الصلوة والتحية سے ہوئی پھر وہی زمانہ ممتد ہو کر مسیح موعود کے زمانہ تک ایک ہی رہا۔اس زمانے کے ایک سرے پر آنحضرت ﷺ ہیں تو دوسرے سرے پر مسیح موعود (مرزا صاحب) ہیں۔ زمانہ محمدی سے اشاعت اسلام شروع ہو کر زمانہ مسیح موعود میں تکمیل کو پہنچ جائے گی۔یعنی دنیا کی کل قومیں مسلمان ہو کر ایک واحد اسلامی قوم (مسلمان) بن جائے گی۔ چونکہ یہ سب کام مسیح موعود کی معرفت ہو گا اس لیے آیت ﴿هو الذی ارسل﴾ مسیح موعود کے حق میں چسپاں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا مسیح موعود (مرزا صاحب) کے زمانے میں یہ نتیجہ پیدا ہو گیا؟ بترتیب غور کرنے کے لیے ہم مسیح موعود کے گھر سے چلتے ہیں۔

☆ کیا قادیان کے کل ہندو مسلمان ہو گئے؟

☆ کیا قادیان کے ضلع گورداسپور کے کل غیر مسلم اسلام میں آ گئے؟

☆ کیا پنجاب کے کل منکرین اسلام قائل اسلام بن گئے؟
☆ کیا ہندوستان میں اسلامی وحدت پیدا ہو گئی؟
☆ کیا انگلستان، فرانس، جرمنی وغیرہ ممالک یورپ اسلام قبول کر گئے؟
☆ کیا افریقہ اور امریکہ کے سب لوگ مسلمان ہو گئے؟

اگر سب سوالوں کا جواب ہاں میں ہے تو ہمارا یقین ہونا چاہیے کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں اور اگر ان سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو احمدی دوستو غور کر کے بتاؤ مرزا صاحب کون ہیں؟ ہمیں افسوس ہے کہ مرزا صاحب اپنے اس فرض کی ادائیگی میں بہت قاصر رہے اور بغیر ادا کیے فرض (اشاعت اسلام) کے لیے جلدی چلد دیئے۔

(شہادات مرزا' اکتوبر ۱۹۲۳ء طبع اول)

مرزا صاحب نے براہین میں اپنے آپ کو نوح علیہ السلام کا نام بھی دیا ہے اور مولانا امرتسریؒ نے ان کے اس دعویٰ پر بھی بڑا لطیف تبصرہ فرمایا ہے' لکھتے ہیں:

''مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ ''براہین احمدیہ'' میں خدا تعالیٰ نے میرا نام نوح بھی رکھا ہے اور میری نسبت فرمایا ہے ﴿ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون﴾ یعنی میری آنکھوں کے سامنے کشتی بنا اور ظالموں کی شکایت کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کر کہ میں ان کو غرق کروں گا''۔ (براہین احمدیہ' حصہ پنجم' صفحہ ۸۶)

اور ایک دوسری کتاب میں مرزا صاحب نے لکھا ہے:

''مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے میں تیری دعا سنوں گا، سو میں نوح نبی کی طرح ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں، رب انی مغلوب (قرآن مجید میں اس جگہ ''رب'' لفظ نہیں ہے۔ مرزا صاحب کی ایجاد ہے)۔

(ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۵' صفحہ ۴)

مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کی طرف کچھ تو مرزا صاحب نے منقولہ اقتباس میں اشارہ کیا ہے اور کچھ الفاظ ہم نقل کرتے ہیں۔ حضرت ممدوح کی دعا اور اس کا انجام قرآن مجید مذکور ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿قال نوح رب انہم عصونی واتبعوا من لم یزدہ مالہ و ولدہ الا خسارا و مکروا مکرا کبارا☐ وقالوا لا تذرن الھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث

ویعوق ونسرا○ وقد ضلوا کثیرا ولا تزد الظالمین الا ضلالا○ مما خطیئتہم اغرقوا فادخلوا نارا فلم یجدوا لہم من دون اللہ انصارا○ وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا﴾ (سورہ نوح)

نوح نے ہماری جناب میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہا نہ مانا۔ اور ان (نابکار لوگوں) کے کہنے پر چلے جن کو ان کے مال اور ان کی اولاد نے (فائدہ کی جگہ الٹا) اور نقصان ہی پہنچایا اور انہوں نے (میرے ساتھ) بڑے بڑے فریب کیے اور ایک دوسرے کو بہکایا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ''ود'' کو چھوڑنا اور نہ ''سواع'' کو اور نہ ''یغوث'' کو اور نہ ''نسر'' کو اور یہ (لوگ ایسی باتیں سمجھا کر) بہتیروں کو گمراہ کر چکے ہیں اور ایسا کر کہ ان ظالموں کی گمراہی اور (روز بروز) بڑھتی ہی چلی جائے (کہ مستوجب عذاب ہوں چنانچہ) اپنی ہی شرارتوں کی وجہ سے غرق کر دیئے گئے۔ پھر دوزخ میں ڈال دیئے گئے اور خدا کے سوا کوئی مددگار بھی ان کو ہم سے نہ پہنچے اور نوح نے (یہ بھی بد) دعا کی کہ اے میرے پروردگار! (ان) کافروں میں سے (کسی کو بھی زندہ) نہ چھوڑ (کہ) روئے زمین پر بستا نظر آئے۔

ان آیات قرآنیہ میں مما خطیئتہم سے انصارا تک دعا کا نتیجہ ہے۔ یعنی حضرت نوح نے قوم کی نافرمانی سے رنجیدہ خاطر ہو کر ان کے حق میں بددعا کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ غرق کیے گئے اور ان کی وہی حالت ہوئی جو مرزا صاحب نے قرآن کی آیت میں بتائی ہے کہ حضرت نوح کو فرمایا میں ان کو غرق کروں گا۔ مولانا کہتے ہیں کہ نوح کی اس دعا کو مرزا صاحب کی اس دعا کے ساتھ ملا کر پڑھیں جو انہوں نے اشتہار ''آخری فیصلہ'' میں کی تھی تو دونوں دعاؤں کا مضمون ایک ہی پائیں گے کہ اہل کفر واہل باطل کو ہلاک کر۔ نتیجہ بھی دونوں کا واحد ہوا کہ اہل باطل اہل حق کے سامنے ہلاک ہو گیا۔ وللہ عاقبۃ الامور۔ لہ الحمد خدا کی بڑی شان ہے جو زندہ رکھتا ہے اور مارتا ہے۔

(فیصلہ مرزا۔ مصنفہ مولانا امرتسری۔ طبع ۱۹۳۱ء)

اہل حدیث ۳ جنوری ۱۹۴۱ء میں ایک اشتہار شائع ہوا جس میں مرزا جی کا یہ اعتراف نقل کیا گیا۔ اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں (تحفہ ندوہ' صفحہ ۵)۔ مولانا امرتسریؒ نے اس حوالے کو نقل کر کے پوچھا تھا کہ احمدی دوستو از راہ مہربانی اس

سورت اور رکوع کا حوالہ دے کر وہ آیت نقل کر دیجئے جہاں مرزا صاحب کا نام ابن مریم آیا ہو۔اس مطالبے کے جواب میں قادیانیوں نے لکھا۔

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا) کا جو دعویٰ ہے وہ حضور مرزا کے اپنے الفاظ میں نقل کر دینا ہی مولوی (ثناء اللہ) صاحب کی اس دھوکہ وہی کے اظہار کے لیے کافی ہو گا۔حضور فرماتے ہیں: کتاب ''براہین احمدیہ'' میں اول خدا نے میرا نام مریم رکھا اور پھر فرمایا کہ میں نے اس مریم میں صدق کی روح پھونکنے کے بعد اس کا نام عیسیٰ رکھ دیا۔گویا مریمی حالت سے عیسیٰ پیدا ہو گیا اور اس طرح میں خدا کے کلام میں ابن مریم کہلایا اور اس بارے میں قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے اور وہ میرے لیے بطور پیش گوئی کے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہو گئی۔اور اب ظاہر ہے کہ اس امت میں بجز میرے کسی نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا اور پھر اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی ہے اور خدا کا کلام باطل نہیں۔ضرور ہے کہ اس امت میں کوئی اس کا مصداق ہو۔اور خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔پس یہ پیش گوئی سورت تحریم میں خاص میرے لیے ہے اور وہ آیت یہ ہے:

﴿مریم ابنت عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فیه من روحنا﴾

اور دوسری مثال اس امت کے افراد کی مریم ،عمران کی بیٹی ہے جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔تب ہم نے اس کے پیٹ میں اپنی قدرت سے روح پھونکی۔یعنی عیسیٰ کی روح۔اب ظاہر ہے کہ بموجب اس آیت کے امت کی مریم کی پہلی مریم کے ساتھ تب مشابہت ہوتی ہے کہ اس میں بھی عیسیٰ کی روح پھونک دی جائے جیسا کہ خدا کے خود روح پھونکنے کا ذکر بھی اس آیت میں فرمایا دیا ہے اور ضروری ہے کہ خدا کا کلام پورا ہو۔ پس اس تمام امت میں وہ میں ہی ہوں میرا ہی نام خدا نے ''براہین احمدیہ'' میں پہلے مریم رکھا اور بعد اس کے میری ہی نسبت یہ کہا کہ ہم نے اس مریم میں اپنی طرف سے روح پھونک دی اور پھر روح پھونکنے کے بعد مجھے ہی عیسیٰ قرار دیا۔پس اس آیت کا میں ہی مصداق ہوں۔میرے سوا تیرہ سو برس میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ پہلے خدا نے میرا

نام مریم رکھا اور مریم میں اپنی طرف سے روح پھونک دی جس سے میں عیسیٰ ہو گیا۔
(براہین، حاشیہ ۳۴۷-۳۴۸)۔ (الفضل قادیان ۱۵ جنوری ۱۹۴۱ء، صفحہ ۳)

(مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ) اس عبارت کا جواب دینے سے پہلے ہم آیت موصوفہ کے سارے الفاظ نقل کر دیتے ہیں جو یہ ہیں:

﴿ضرب الله مثلا للذين امنوا امرات فرعون□ اذ قالت رب ابن لی عندك بيتا فی الجنة ونجنی من فرعون وعمله ونجنی من القوم الظالمين□ ومريم ابنت عمران التی احسنت فرجها فنفخنا فيه من روحنا و صدقت بكلمات ربها وكتبه وكانت من القانتين□ (پارہ ۲۸، رکوع ۱۰)

اس آیت کے پچھلے حصے کو مرزا صاحب نے اپنے حق میں لیا ہے اور ماشاء اللہ کیا ہی اچھی تفسیر کی ہے کہ پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام مریم تھا پھر مجھ میں صدق کی روح پھونکی گئی جس سے میں عیسیٰ بن گیا اسی وجہ سے میں ابن مریم کہلایا۔ چونکہ مجھ سے پہلے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا اس لیے میرا دعویٰ سچا ہے۔

احمدی دوستو! خدا کو حاضر ناظر جان کر بتاؤ کہ کیا ''براہین احمدیہ'' تمہارا قرآن ہے؟ کیا تم رمضان شریف میں اسی کو پڑھا کرتے ہو، اور سنو اور کان لگا کر سنو کہ تم لوگ متکلمین کی جماعت کہلاتے ہو اور مناظرے کیا کرتے ہو۔ بتاؤ مرزا صاحب کا یہ فقرہ کہ ''اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا'' کن لوگوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے؟ کیا اس میں شک ہے کہ اس میں خطاب ان لوگوں کو ہے جو مرزا صاحب کے الہاموں کو نہیں مانتے .....۔ ایسے لوگوں کے سامنے قرآن کا نام لینا اور جواب دیتے ہوئے براہین احمدیہ کا حوالہ پیش کرنا کہاں کی ایمانداری ہے؟

اب سنیے! ساری آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے فرعون کی عورت اور مریم بنت عمران کو مسلمانوں کے لیے نیک نمونہ بنایا تاکہ ایماندار لوگ ان تکلیفوں کے واقعات کو یاد کر کے صبر کریں۔

بس اصل مضمون اس آیت کا اتنا ہی ہے۔ ہم قادیانی ممبروں سے ایک تفسیری سوال پوچھتے ہیں کہ مریم کا عطف امرأت فرعون پر ہے اور یہ دونوں اسم فعل ضرب کے مفعول بہ ہیں۔ اور مثلاً مفعول ثانی ہے اور چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ ایک ہی

حکم میں ہوتے ہیں اس لیے مریم اور فرعون کی بیوی ایک ہی حکم میں ہیں۔ پھر فرعون کی بیوی کو چھوڑ کر مرزا صاحب کو خاص مریم کے ساتھ کیا خصوصیت ہے؟ حالانکہ معطوف علیہ ہونے کی وجہ سے فرعون کی بیوی مقدم ہے۔ مندرجہ ذیل مثال کو غور سے پڑھیں۔
اعطیت زیدا وعمرا درھما۔ کہ میں نے زید اور عمرو دونوں کو ایک درہم دیا جس طرح زید اور عمرو درہم لینے میں دونوں شریک ہیں اسی طرح مومنوں کے لیے مثال بننے میں فرعون کی بیوی اور مریم دونوں برابر ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی مثالیں بہت ملتی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک آیت یہ ہے۔
ضرب اللہ مثلاً رجلین (پ۱۴ ع ۱۶)۔ اس آیت میں خدا نے دو آدمیوں کی مثال دی ہے اسی لیے اس تمثیل میں ان دونوں کو یکساں دخل حاصل ہے۔
ہماری تحقیق یہ ہے کہ مرزا صاحب شیخ بہاء اللہ ایرانی کا تتبع کرتے تھے۔ الفضل کے اس جواب سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی کیونکہ جس طرح بہائیوں نے قرآن کے علاوہ شیخ بہاء اللہ کی ''کتاب اقدس'' کو الہامی کتاب مان لیا ہے اسی طرح جماعت قادیانیہ بھی مرزا صاحب کی براہین کو قرآن کہنے لگ گئی ہے۔ اسی لیے تو قرآن کا حوالہ بتاتے ہوئے ''براہین احمدیہ'' کو پیش کرتے ہیں جو مخالفین کی نظر میں تقویم پارینہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ (اہل حدیث امرتسر، ۱۳ جنوری ۱۹۴۱ء، صفحہ ۴-۵)

مولانا عبد اللہ معمارؒ نے مغالطات مرزا کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس میں انہوں نے مرزا صاحب کے براہین میں موجود الہامات پر نقد وتبصرہ کیا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ قادیانی الہامات پیندے کے بغیر لوٹے کی طرح ہوتے تھے جنہیں وہ حسب ضرورت جس طرح چاہتے گھما لیتے تھے۔ مولانا کی تحریر بہت دلچسپ ہے پڑھیے اور لطف اٹھائیے' لکھتے ہیں:

''۱۸۸۰ء-۱۸۸۲ء میں مرزا صاحب اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' کے اندر الہامی دکان کا اعلان کرتے ہوئے ایک الہام بایں الفاظ پیش کرتے ہیں کہ:

''یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ۔ یا مریم اسکن انت و زوجک الجنۃ۔ یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ۔ نفخت فیک من لدنی روح الصدق'' (براہین۔ صفحہ ۴۹۶۔ بقیہ حاشیہ درحاشیہ نمبر ۳)

اے آدم! اے مریم! اے احمد! تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت یعنی نجات حقیقی

کے وسائل میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے اپنی طرف سے سچائی کی روح تجھ میں پھونک دی ہے۔ (مرزا صاحب کہتے ہیں) اس آیت میں روحانی آدم کا وجہ تسمیہ بیان کیا گیا ہے یعنی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش بلا توسط اسباب ہے ایسا ہی روحانی آدم میں بھی بلا توسط اسباب ظاہر یہ نفخ روح ہوتا ہے اور یہ نفخ روح حقیقی طور پر انبیاء علیہم السلام سے خاص ہے اور پھر بطور تبعیت اور وراثت کے بعض افراد خاصہ امت محمدیہ گو یہ نعمت عطا کی جاتی ہے اور ان کلمات میں بھی جس قدر پیش گوئیاں ہیں وہ ظاہر ہیں۔

اس جگہ مرزا جی نے اپنی ذات والا صفات کو آدم' مریم واحمد قرار دیا ہے اور اپنے مریدین باصفا کو اپنی زوجہ بنا کر ان میں آئندہ بعض افراد کا صاحب الہام ہونا ظاہر کیا ہے اور لفظ جنت کے معنی نجات حقیقی کے وسائل بتائے ہیں۔ پھر یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں مسمات محمدی بیگم کا نکاح خدا تعالیٰ نے آسمان پر میرے ساتھ کر دیا ہے۔ لہٰذا یا تو کنوارے پن کی حالت میں یا بیوہ ہو کر میرے پاس آئے گی اور جس دوسرے شخص سے اس کی شادی کی جائے گی وہ اڑھائی سال اور والد اس لڑکی کا تین سال کے اندر وفات پا جائے گا۔

(آسمانی فیصلہ' صفحہ آخر۔ آئینہ کمالات صفحہ ۲۸۶۔ تتمہ حقیقت الوحی۔ صفحہ ۱۳۲)

مرزا صاحب کی اس دھمکی آمیز کارروائی کا اثر یہ ہوا کہ مرزا احمد بیگ نے مورخہ ۷ اپریل ۱۸۹۲ء کو اس لڑکی کا نکاح مرزا سلطان محمد ساکن پٹی ضلع لاہور سے کر دیا۔ چنانچہ وہ بڑے ٹھاٹھ باٹھ' شان وشوکت اور باجوں گاجوں کے ساتھ اس آسمانی منکوحہ کو بیاہ کر لے گیا اور بے چارے مرزا صاحب جو مالک کن فیکون (نصرۃ الحق۔ طبع اول۔ صفحہ ۹۵-۱۰۷) مختار حیات وممات (خطبہ الہامیہ۔ صفحہ ۲۳) ہونے کا دم مارا کرتے تھے منہ دیکھتے رہ گئے۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ سلطان محمد جو ایک صادق نبی اللہ بلکہ ''ظلی خدا'' کا رقیب بنا فوراً نہ سہی الہامی پیش گوئی کی معیاد اڑھائی سال میں فنا کے گھاٹ اتر جاتا مگر ایسا نہ ہوا بلکہ برعکس اس کے مرزا سلطان محمد دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا گیا اور بستر عیش پر مزے کی نیند سوتا رہا' نہ کسی ٹیچی فرشتہ کا ڈر، نہ خیراتی اور شیر علی ملکین قادیانی کا خوف وخطر۔ اس پیش گوئی کے متعلق مرزا جی نے بعد گزرنے میعاد، اڑھائی سالہ یہ عذر کیا کہ ان لوگوں نے توبہ کر لی ہے جیسا کہ بعض نے میری بیعت بھی کی ہے اس لیے ان لوگوں کی توبہ کے باعث سلطان محمد کی موت ٹل گئی اور آئندہ کے

متعلق مرزا جی نے یہ پیش گوئی فرمائی کہ اب سلطان محمد میری زندگی میں ضرور مرے گا اور وہ عورت یقیناً میرے نکاح میں آئے گی۔ یہ امر تقدیر مبرم خدا کا قطعی اور ان اٹل فیصلہ ہے۔

(انجام آتھم کا حاشیہ' صفحہ ۳۱' اشتہار مرزا' مورخہ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء)

اسی دوران مرزا صاحب کو ''براہین احمدیہ'' کا ایک سترہ سال پہلے کا بھولا بسرا الہام یا آدم اسکن انت وزوجک الجنة یاد آ گیا۔ پھر کیا تھا آپ نے لکھا کہ براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے سترہ برس پہلے اس پیش گوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اس وقت میرے پر کھولا گیا ہے اور وہ یہ الہام ہے یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة یا مریم اسکن انت وزوجک الجنة۔ یا احمد اسکن انت وزوجک الجنة اس جگہ ، تین جگہ زوج کا لفظ آیا ہے اور تین نام اس عاجز کے رکھے گئے ہیں' پہلا نام آدم ہے' یہ وہ ابتدائی نام ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا۔ اس وقت پہلی زوجہ (والدہ مرزا سلطان احمد۔ فضل احمد) کا ذکر فرمایا' پھر دوسری زوجہ (والدہ محمود، بشیر احمد) کیوقت نام مریم رکھا۔ کیونکہ اس وقت مبارک اولاد دی گئی جس کو مسیح سے مشابہت ملے۔ اور نیز اس وقت مریم کی طرح کئی ابتلاء پیش آئے جیسا کہ مریم کو حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے وقت یہودیوں کی بد نیتی کا ابتلاء پیش آیا۔ اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت (یعنی جب وہ تیسری عورت میرے نکاح میں آئے گی) حمد اور تعریف ہوگی۔ یہ ایک چھپی ہوئی پیش گوئی ہے جس کا سر (بھید) اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا ہے۔ غرض یہ تین مرتبہ زوج کا لفظ تین مختلف نام کے ساتھ جو بیان کیا گیا ہے وہ اسی پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے۔ (ضمیمہ انجام آتھم' صفحہ ۵۴)

(مولانا معمارؒ کہتے ہیں) مرزا صاحب نے تحریر بالا میں الہام یا آدم اسکن کے ماتحت اپنی پہلی بیوی کو جنتی ظاہر کیا ہے حالانکہ مرزا جی نے بباعث اس وجہ کے کہ اس عورت نے محمدی بیگم کے نکاح والے معاملے میں مرزا جی کی سخت مخالفت کی اور دشمنوں کا ساتھ دیا۔ طلاق دے چھوڑی تھی (اشتہار ۲۱ مئی ۱۸۹۱ء تبلیغ رسالت جلد ۲' صفحہ ۹ تا ۱۱)

کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ مرزا جی کی مخالفت میں وہ عورت ہی حق پر تھی۔ کیونکہ اسے الہام الٰہی نے جنتی بتایا ہے اور مرزا صاحب اس کے برعکس خود ہی دام میں آ گئے

ہیں۔ نیز اس عبارت زیر نظر میں مرزا محمود احمد کی والدہ پر چند بے جا الزاموں کی طرف اشارہ ہے۔ کیا ہمارے مرزائی دوست ان الزامات کے متعلق کچھ بتائیں گے کہ ان کی نوعیت کیا تھی؟ نیز مرزا جی نے جو تیسری بیوی کے نکاح کا انتظار ظاہر کر کے بعد نکاح ہذا اپنی حمد و تعریف کی پیش گوئی کی اور مخالفوں کو بندر' سور وغیرہ قرار دیا۔ اور اب جب مرزا صاحب کو مرے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا ہے اور وہ عورت سلطان محمد ہی کے پاس رہی' کیا اس واقعہ سے وہ تمام سخت الفاظ مرزا صاحب پر تو نہیں الٹ پڑتے۔

نیز مرزا جی ''براہین احمدیہ'' کے وقت بقول خود عند اللہ، رسول اللہ تھے (ایک غلطی کا ازالہ۔ صفحہ ۱) اور مرزا صاحب کا یہ بھی قول ہے کہ قرآن شریف میں بکثرت ایسی آیات موجود ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی بلکہ وہ اس طرح بکلی خدا تعالیٰ کے تصرف میں ہوتے ہیں جس طرح ایک کل انسان کے تصرف میں ہوتی ہے۔ انبیاء نہیں بولتے جب تک خدا ان کو نہ بلائے اور کوئی کام نہیں کرتے جب تک خدا اسے نہ کرائے۔ جو کچھ وہ کہتے یا کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے احکام کے نیچے کہتے یا کرتے ہیں اور ان سے وہ طاقت سلب کی جاتی ہے جس سے خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی انسان کرتا ہے۔ وہ خدا کے ہاتھ میں ایسے ہوتے ہیں جیسے مردہ' اور اس کی ہستی ان پر ایسی غالب ہوتی ہے کہ ان کی ہستی پر فنا آ جاتی ہے' ان کے اقوال و افعال اس کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں بلکہ وہ تمام اس کی طرف سے ہوتے ہیں ، اور ، اس قسم کی دوسری آیات سے جو بکثرت قرآن کریم میں موجود ہیں یہ قطعی ثبوت ملتا ہے کہ انبیاء کے اقوال و افعال کو خدا تعالیٰ اپنے اقوال و افعال ٹھہراتا ہے اور وہ اسی طرح پھرتے ہیں جس طرح وہ ان کو پھیرتا ہے۔ وہ اس کے ہاتھ میں ایسے بے اختیار ہوتے ہیں جیسے ایک مردہ اور بکلی اسی کے تصرف میں ہوتے ہیں۔ ان کے اپنے جذبات اور خواہشات کچھ نہیں ہوتے اور نہ ان کے حرکات اور کلام اور ارادے ان کے اپنے ہوتے ہیں۔ حرکت یا سکون' رنج یا راحت' خوشی یا غم' محبت یا عداوت' عفو یا انتقام' سخاوت یا بخل' شجاعت یا بزدلی' رحم یا غضب ان کی طرف منسوب ہی نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی اپنی مرضی یا اپنے ارادے کچھ نہیں ہوتے' وہ خدا تعالیٰ کے تصرف تام میں ہوتے ہیں اور ان کے تمام قویٰ اسی کی خدمت میں لگے ہوئے ہوتے ہیں۔

(ریویو۔ جلد۲، نمبر۲، فروری ۱۹۰۳ء صفحہ۲۷)

(مولانا معمار کہتے ہیں) اب سوال یہ ہے کہ ''براہین احمدیہ'' میں تو اس الہام کا مطلب بحکم و بہ تصرف خدا کچھ اور لکھا ہے اور یہاں بحکم و بہ الہام خدا اس کے خلاف کیوں لکھا؟ کیا یہ کارروائی خدا کی شان عالم الغیب والشہادۃ سے بعید اور اس کی ذات علیم کل پر جہالت کا الزام قائم نہیں کرتی؟ ضرور کرتی ہے۔ اور خدا کی ذات ستودہ صفات تو اس قسم کے دھوکہ و فریب، دو رنگی و تخالف سے یقیناً منزہ و مبرا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کا ملہم بحکم آیت ماتحت هل انبئكم على من تنزل الشياطين (الآیہ) خدائے قدوس نہ تھا۔ اور مرزا صاحب بمعہ اپنے ملہم کے صاف گو، راست رو نہ تھے۔

بات یہیں ختم نہیں ہوتی کیونکہ ضمیمہ انجام آتھم کی مذکورہ بالا تحریر سے تقریباً چار ماہ بعد مرزا صاحب نے رسالہ ''سراج منیر'' (مطبوعہ مئی ۱۸۹۷ء) کے صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے:

''اٹھائیسویں پیش گوئی ''براہین احمدیہ'' کے صفحہ ۴۹۶ پر درج ہے اور وہ یہ ہے:

''يا آدم اسكن انت وزوجك الجنة۔ يا مريم اسكن انت و زوجك الجنة۔ يا احمد اسكن انت وزوجك الجنة''

''اے آدم! تو اور تیرا زوج بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ اے مریم تو اور تیرا زوج بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ اے احمد تو اور تیرا زوج بہشت میں داخل ہو جاؤ''۔

یہ ایک عظیم پیش گوئی ہے اور تین ناموں سے تین واقعات آئندہ کی طرف اشارہ ہے جو عنقریب لوگ معلوم کریں گے، یعنی ضمیمہ ''انجام آتھم'' جنوری ۱۸۹۷ء والی تحریر میں اس الہام کو دو پہلی بیویوں اور ایک آئندہ ہونے والی آسمانی منکوحہ کے متعلق لکھا تھا۔ کما مر بیانہ۔ مگر یہاں تین واقعات آئندہ کے بارے میں ظاہر کیا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اس کے بعد تریاق القلوب کے صفحات ۷۶ تا ۷۷ طبع دوم ۱۸۹۹ء میں مرزا جی رقم طراز ہیں کہ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے وعدہ کے موافق اس شادی (جو محمود کی والدہ سے ہوئی) کے بعد ہر ایک بار شادی سے مجھے سبکدوش رکھا'' اور جیسا کہ اس نے بہت عرصہ پہلے ''براہین احمدیہ'' میں یہ وعدہ کیا تھا کہ يا آدم اسكن انت و زوجك الجنة۔ ایسا ہی وہ بجا لایا، یعنی ''براہین احمدیہ'' میں اس الہام ''يا احمد اسكن'' کے ماتحت احمد بمعنی غلام احمد اور زوجہ بمعنی مریدان خود

بتصرف خدا لکھا تھا۔ پھر ضمیمہ ''انجام آتھم'' میں یہ کہتے ہوئے کہ اس الہام کا بھید اس وقت خدا نے مجھ پر کھول دیا ہے ۔ احمد اسکن سے مراد تیسری بیوی یعنی آسمانی منکوحہ بنائی۔ پھر بارادہ الٰہی ''سراج منیر'' میں تین آئندہ واقعات پر اس کو چسپاں کیا اور اس جگہ الہام ''احمد اسکن'' سے مراد اپنی دوسری بیوی جو مرزا صاحب کے نکاح میں آ چکی تھی پر لگا دیا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کسی کو مسیح موعود بننے کے لیے اسی قدرت راست روی، راست شعاری کی ضرورت ہے یا اس سے زیادہ کی؟

اسی کتاب ''تریاق القلوب'' میں مرزا صاحب نے لکھا ہے:

''ایک دفعہ جس کو قریباً اکیس برس کا عرصہ ہوا مجھ کو یہ الہام ہوا اشکر نعمتی رئیت خدیجتی انک الیوم لذو حظ عظیم (میری نعمت کا شکر کر، تو نے میری خدیجہ کو پایا' آج تو ایک حظ عظیم کا مالک ہے) (براہین احمدیہ' صفحہ ۵۵۸) اور اسی زمانہ کے قریب ہی یہ الہام ہوا تھا بکر و ثیب ۔ یعنی ایک کنواری اور ایک بیوہ تمہارے نکاح میں آئے گی''۔

یہ مؤخر الذکر الہام مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر ''اشاعت السنہ'' کو بھی سنا دیا گیا تھا اور اس کو خوب معلوم تھا کہ ان صفات کی ایک باکرہ بیوی کا وعدہ دیا گیا ہے جو خدیجہ کی اولاد میں سے یعنی سید ہوگی ۔ اسی کی تائید میں وہ الہام ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۲ حاشیہ دوم اور صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے اور وہ یہ ہے:

''اردت ان استخلف فخلقت آدم اور یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ۔ یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ۔ یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ''

اس کے معنی یہ ہیں کہ ''اے آدم! تو معہ اپنی زوجہ کے بہشت میں داخل ہو۔ اسی لحاظ سے میرا نام آدم رکھا گیا کیونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ مجھ سے ایک نیا خاندان شروع ہوگا۔ سو اس نے مجھے اس الہام میں ایک نئی بیوی کا وعدہ دیا اور اس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لیے مبارک ہوگی اور مریم کی طرح اس سے تجھے پاک اولاد دی جائے گی''۔

(تریاق القلوب' صفحہ ۷۰' طبع اول' صفحہ ۱۶۲-۱۶۳ طبع دوم)

مولانا معمار کہتے ہیں اس جگہ ان تینوں الہاموں کو ایک ہی بیوی کے بارے میں بتایا ہے اور مرزا صاحب نے اس کا عذر یوں بیان کیا ہے: ''براہین احمدیہ'' کے صفحہ ۴۹۶ میں یہ

الہام درج ہے یعنی یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ چونکہ یہ پیش گوئیاں حالات موجودہ کے لحاظ سے بالکل دور از قیاس تھیں اور ان کے ساتھ کوئی تفہیم نہ تھی اس لیے ان کی تشریح اور تفصیل واقعی طور پر نہ کر سکا۔ ناچار ''براہین احمدیہ'' میں ایک حیرت زدہ عالم میں مختصر طور پر معنی بیان کر دیئے گئے۔ (تریاق القلوب۔ صفحہ ۱۶۳ کا حاشیہ)

''براہین احمدیہ'' وہ کتاب ہے جو بقول مرزا صاحب، مؤلف نے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کی' (ملاحظہ ہو اشتہار براہین احمدیہ ملحق آخر رسالہ سرمہ چشم آریہ) ہاں یہ کتاب بزعم مرزا نہ صرف دربار محمدی ﷺ میں پیش ہو کر قبولیت حاصل کر چکی ہے بلکہ قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم' مضامین سے بھرپور تھی۔ (ملاحظہ ہو براہین احمدیہ' صفحہ ۲۴۸۔۲۴۹) جو اس حالت میں تحریر کی گئی تھی کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت ہر دم ہر لحظہ بلافصل مرزا جی کے قویٰ میں کام کرتی تھی (آئینہ کمالات اسلام۔ حاشیہ' صفحہ ۹۳) سونے پر سہاگہ یہ کہ مرزا صاحب بقول خود اس وقت عنداللہ، رسول اللہ تھے جن کا ہر قول وفعل' ہر حرکت وسکون بحکم و برضا الٰہی تھا۔ پس ''براہین احمدیہ'' والے ترجمہ کو''بلا تفہیم الٰہی'' لکھنا کذب در کذب ہے اور دراصل یہ مضمون پیش گوئی تھا جو بطور دلیل صداقت مخالفین کے سامنے پیش کیا گیا تھا لہٰذا یہ کسی حالت میں بھی بدفہمی پر مبنی نہیں ہو سکتا' کیونکہ جن پیش گوئیوں کو مخالف کے سامنے دعویٰ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے وہ ایک خاص طور کی روشنی اور ہدایت اپنے اندر رکھتی ہیں اور ملہم حضرت احدیت میں خاص طور پر توجہ کر کے ان کا زیادہ انکشاف کرا لیتے ہیں۔ (قول مرزا در ازالہ اوہام۔ طبع اول صفحہ ۴۰۴۔ طبع دوم صفحہ ۱۶۶)۔ پس مرزا جی کا یہاں ''براہین'' والے ترجمہ ومفہوم کو بلا تفہیم ظاہر کرنا مرزا صاحب کی حقیقت اصلیہ کو صاف عیاں کر رہا ہے۔

اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ ''براہین احمدیہ'' کے وقت کوئی تفہیم نہ تھی اور صرف ایک حیرت زدہ عالم میں معنی کر دیئے گئے تھے۔ مگر ضمیمہ انجام آتھم میں تو اس الہام کو تین مختلف بیویوں پر لگاتے ہوئے صاف لکھا گیا تھا کہ یہ ایک چھپی ہوئی پیش گوئی تھی جس کا سر (بھید) اس وقت خدا نے مجھ پر کھول دیا ہے۔ پھر یہاں اس کے خلاف کیوں؟ کیا پہلے خدا نے کھولا تھا اور اب یہ شیطان کی عقدہ کشائی ہے؟ اچھا جناب! براہین احمدیہ کے وقت تفہیم نہ تھی' نہ سہی ''سراج منیر'' اور اس کے بعد اسی' تریاق القلوب'' کے صفحہ ۷۷ پر

لکھتے وقت بھی تفہیم نہ تھی؟ اور اگر ''براہین'' والا مطلب بلکہ ضمیمہ ''انجام آتھم''، ''سراج منیر''، ''تریاق القلوب'' (صفحہ ۷۷) والے بیانات سب کے سب بلا تفہیم تھے اور اب صحیح انکشاف ہوا ہے تو مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر کا کیا جواب ہے؟

''منجملہ زبردست نشانوں کے جو خدا تعالیٰ نے غیب گوئی اور معارف عالیہ کے رنگ میں میری تائید میں ظاہر فرمائے ''براہین احمدیہ'' میں وہ پیش گوئی ہے جو اس کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے یعنی یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یہ الہام جو میری نسبت ہوا جس کے معنی یہ ہیں کہ اے آدم تو اپنے جوڑے کے ساتھ جنت میں رہ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدم صفی اللہ کے وجود کا سلسلہ دور یہ اس عاجز کے وجود پر آ کر ختم ہو گیا۔ یہ بات اہل حقیقت اور معرفت کے نزدیک مسلم ہے کہ مراتب وجود دوریہ میں بعض، بعض کی خو اور طبیعت پر آتے رہتے ہیں۔ (تریاق القلوب۔ صفحہ ۴۷۲) سو ضرور تھا کہ مرتبہ آدمیت کی حرکت دوری زمانہ کے انتہا پر ختم ہوتی۔ سو یہ زمانہ جو آخر الزمان ہے اس میں خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو حضرت آدم علیہ السلام کے قدم پر پیدا کیا جو یہی راقم (مرزا) ہے اور اس کا نام بھی آدم رکھا۔ اور پہلے آدم کی طرح خدا نے اس آدم کو بھی زمین کے حقیقی انسانوں سے خالی ہونے کے وقت پیدا کیا اور ظاہری پیدائش کی رو سے اسی طرح نر اور مادہ پیدا کیا جس طرح کے پہلا آدم پیدا کیا تھا۔ یعنی اس نے مجھے بھی جو آخری آدم ہوں جوڑا کیا۔ جیسا کہ الہام یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ میں اس بات کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔ اور بعض گزشتہ اکابر نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر یہ پیش گوئی بھی کی تھی کہ وہ انتہائی آدم جو مہدی کامل اور خاتم ولایت عامہ ہے۔ اپنی جسمانی خلقت کے رو سے جوڑا پیدا ہوگا اور خاتم الاولاد ہوگا کیونکہ آدم نوع انسان میں پہلا مولود تھا سو ضرور ہوا کہ وہ شخص (مرزا) جس پر بکمال و تمام دورہ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو۔ یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔ اب یاد رہے کہ اس بندہ حضرت احدیت کی پیدائش جسمانی اس پیش گوئی کے مطابق ہوئی یعنی میں توام پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام جنت تھا اور یہ الہام کہ یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ جو آج سے بیس برس پہلے ''براہین احمدیہ'' کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے اس میں جنت کا لفظ ہے۔ اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی جو میرے ساتھ پیدا ہوئی

اس کا نام جنت تھا۔ (تریاق القلوب۔صفحہ ۷۶-۷۸ طبع دوم)

(مولانا معمارؒ پوچھتے ہیں کہ)''براہین احمدیہ'' میں درج شدہ ترجمہ ومفہوم تو بھلا ' بلا تفہیم الٰہی اور عالم حیرت ، کا تھا۔ یہ ترجمہ ومطلب کس عالم کا ہے؟ شاید عالم بے خودی کا ہوگا...... ذرا غور فرمائیں۔ ابتدا میں مرزا جی نے آدم۔احمد۔مریم بنتے ہوئے زوجہ کے لقب سے اپنے رفیقان صحبت اور جنت بمعنی وسائل نجات لکھا' پھر آدم سے پہلی بیوی' مریم سے دوسری' احمد سے منکوحہ آسمانی بتائی' پھر تین آئندہ واقعات پر اس کو لگایا۔ اس کے بعد کتاب ''تریاق القلوب'' کے صفحہ ۷۷ پر احمد سے دوسری بیوی اور جنت سے مراد حقیقی بہشت تحریر کیا ... مابعد تریاق القلوب صفحہ ۱۶۲-۱۶۳ پر تینوں الہامات کو ایک بیوی کے متعلق کہا اور اس جگہ تو غضب ہی کر دیا کہ زوجہ کے معنی جوڑا اور جنت کے معنی اپنی حقیقی ہمشیرہ بتائی' یعنی مطلب یہ کہ اس الہام میں میری پیدائش کی طرف اشارہ ہے نہ کہ آئندہ کسی ایک یا بہت سی بیویوں یا واقعات کا ذکر...... کیا قادیانی علم کلام میں اور مرزا صاحب کے الہامی ذہن رسا میں بیوی اور بہن کے مفہوم میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ ضرور ہے' پھر مرزا کی اس تحریر کا کیا مطلب ہے؟ اُف کس غضب کی چال ہے کہ شیخ ابن عربی کی پیش گوئی کا اپنے کو مصداق ٹھہرانے کے لیے بیوی کے الہام کو بہن پر چسپاں کر دیا...... لطف پر لطف یہ کہ رسالہ ''تقریر اور خط'' متعلقہ وحدت الوجود وغیرہ میں تو انہی شیخ ابن عربی کو وحدت الوجودی قرار دے کر لعنتی' نادان' آزاد طبع' ملحد زندیق' نفس امارہ کی خواہش کا پجاری وغیرہ بتایا ہے مگر یہاں اپنی اغراض نفسانی کے لیے انہیں ملہم خدا' اکابر امت' اہل حقیقت و صاحب کشف و معرفت لکھا ہے۔ اور ملاحظہ ہو کہ اس جگہ ''تریاق القلوب'' میں تو شیخ ابن عربی کی پیش گوئی کو منجانب اللہ کشف والہام ظاہر کیا مگر اس کے قریباً چار سال بعد اکتوبر ۱۹۰۳ء کو رسالہ ''تذکرۃ الشہادتین'' صفحہ ۳۳-۳۴ پر لکھا کہ مجھے علم ہی نہیں کہ یہ پیش گوئی شیخ نے کہاں سے لی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

''سولھویں خصوصیت حضرت مسیح میں یہ تھی کہ بن باپ پیدا ہونے کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام سے وہ مشابہ تھے۔ ایسا ہی میں بھی توام پیدا ہونے کی وجہ سے حضرت آدمؑ سے مشابہ ہوں اور اس قول کے مطابق جو حضرت محی الدین ابن العربی لکھتے ہیں کہ خاتم الخلفاء چینی الاصل ہوگا یعنی مغلوں میں سے اور وہ جوڑا یعنی توام پیدا ہوگا' پہلے لڑکی نکلے

گی بعد اس کے وہ پیدا ہوگا۔ ایک ہی وقت میں اسی طرح میری پیدائش ہوئی کہ جمعہ کی صبح کو بطور توام میں پیدا ہوا۔ اول لڑکی ، بعدہ میں پیدا ہوا۔ نہ معلوم یہ پیش گوئی کہاں سے ابن عربی صاحب نے لے لی تھی جو پوری ہوگئی۔ ان کی کتابوں میں اب تک یہ پیش گوئی موجود ہے''۔ (تذکرۃ الشہادتین۔صفحہ ۳۳-۳۴)

شیخ ابن عربی کی پیش گوئی کو جس طرح بگاڑ کر مرزا جی نے اپنے پر لگایا اور جو جھوٹ و افتراء گھڑے ہیں اس کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ اس جگہ ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ''تریاق القلوب'' میں تو شیخ ابن عربی کی پیش گوئی کو ان کا الہام لکھا مگر یہاں قطعی لاعلمی کا اظہار کیا ہے اور ''تریاق القلوب'' کے چند ماہ بعد ۲۷ ستمبر ۱۹۰۰ء کو اربعین نمبر ۲ صفحہ ۶ پر اسی الہام ''یا آدم اسکن '' کو لکھ کر صفحہ ۱۶ پر اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے:

''اے آدم! اے احمد! اے مریم! تو اور تیرے دوست اور تیری بیوی بہشت میں داخل ہو'

اسی طرح اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۰ پر مسطور ہے:

''اے احمد! اپنے زوج کے ساتھ بہشت میں داخل ہو جا' اے آدم ! اپنے زوج کے ساتھ بہشت میں داخل ہو''۔

یعنی ہر ایک جو تجھ سے تعلق رکھنے والا ہے گو وہ تیری بیوی ہے یا دوست ہے نجات پائے گا اور اس کو بہشتی زندگی ملے گی اور بہشت میں داخل ہوگا۔

لیجئے یہاں نہ تین بیویوں کا ذکر نہ تین آئندہ واقعات کا تذکرہ' نہ ایک بیوی کی طرف اشارہ نہ توام پیدائش کی خصوصیت' نہ ہمشیرہ جنت کا مذاکرہ' صرف دنیا و آخرت میں بہشتی زندگی ملنے کا وعدہ ہے اور بس۔

اربعین سے دو سال بعد مرزا صاحب اپنی کتاب ''تحفہ گولڑویہ'' مطبوعہ ستمبر ۱۹۰۲ء میں سورۃ الناس سے قادیانی معارف چھانٹے ہوئے ''خناس '' بمعنی شیطان لکھ کر اس سے اپنی مسیحیت پر نکتہ آفرینی کرتے ہیں کہ اب واضح ہو''خناس '' شیطان کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ عبرانی میں اس کا نام نحاش ہے' اسی نحاش کا دوسرا نام دجال ہے۔ یہی تھا جو آج سے چھ ہزار برس پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے ٹھوکر کھانے کا موجب ہوا تھا اور اس وقت یہ اپنے اس فریب میں کامیاب ہوگیا تھا اور آدمؑ مغلوب گیا تھا' لیکن خدا نے چاہا کہ اسی طرح آدم (یعنی مرزا صاحب) کو پھر پیدا کر کے یعنی (حضرت آدمؑ کے

بعد) آخر ہزار ششم میں جیسا کہ پہلے وہ (آدم) چھٹے دن پیدا ہوا تھا۔ نحاش کے مقابل پر اس کو کھڑ کرے اور اس بار نحاش مغلوب ہو اور آدم غالب۔ سو خدا نے آدمؑ کی مانند اس عاجز کو پیدا کیا اور اس عاجز کا نام آدم رکھا جیسا کہ ''براہین احمدیہ'' میں یہ الہام ہے: ''یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ'' اس سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود آدم کے رنگ پر ظاہر ہوگا۔ تا وہ زن مزاج لوگوں کو حیات ابدی کی طمع دے جیسا کہ حوا کو اس سانپ نے دی تھی جس کا نام توریت میں نحاش اور قرآن میں خناس ہے۔

(ملخص، صفحہ ۱۷۴-۱۷۵ حاشیہ طبع سوم)

مولانا معمارؒ کہتے ہیں اس عبارت میں ''حضرت مسیح موعود صادق رسول اللہ'' نے الہام آدم اسکن کی وجہ تسمیہ اپنا فاتح شیطان ہونا بیان کیا ہے اور ''زوجک الجنۃ'' سے مراد زن مزاج لوگوں کو جنت کی طمع دے کر راہ راست پر لانے والا تحریر کیا۔

اور ہاں ہماری بات ابھی ختم نہیں ہوئی کیونکہ ''تحفہ گولڑہ'' سے تین سال بعد مرزا صاحب نے ''نصرۃ الحق'' لکھی۔ چونکہ احادیث نبویہ میں آنے والے مسیح موعود کا نام ابن مریم مرقوم وموجود ہے۔ ادھر مرزا صاحب کی والدہ مکرمہ کا نام چراغ بی بی تھا اس اعتراض کو اٹھانے کے لیے مرزا صاحب نے کتاب ''نصرۃ الحق'' مرقومہ ۱۹۰۵ء میں ایک عجیب بیان دیا جو قابل دید وشنید ہے۔ چنانچہ لکھا ''براہین احمدیہ حصص سابقہ میں ایک لطیف استعارہ کے رنگ میں مجھے ابن مریم ٹھہرایا گیا۔ اول میرا نام خدا تعالیٰ نے مریم رکھا اور فرمایا یا مریم اسکن انت و زوجک الجنۃ یعنی اے مریم تو اور تیرے دوست جنت میں داخل ہو۔ پھر آگے چل کر کئی صفحوں کے بعد فرمایا یا مریم نفخت فیک من لدنی روح الصدق یعنی اے مریم! میں نے تجھ میں صدق کی روح پھونک دی۔ یہ روح پھونکنا گویا روحانی حمل تھا۔ جب مریم صدیقہؑ میں روح پھونکی گئی تو اس کے یہ معنی تھے کہ اس کو حمل ہوگیا جس سے عیسیٰؑ پیدا ہوا۔ پس اس جگہ بھی اسی طرح فرمایا کہ تجھ میں روح پھونکی گئی، گویا یہ ایک روحانی حمل تھا۔ پھر آگے چل کر آخر کتاب میں مجھے عیسیٰ کر کے پکارا گیا، کیونکہ نفخ ربانی مریمی حالت عیسیٰ بننے کے لیے مستعد ہوئی جس کو استعارہ کے رنگ میں حمل قرار دیا گیا۔ پھر آخر اسی مریمی حالت سے عیسیٰ پیدا ہوگیا' (صفحہ ۹۴) اس بیان کی تائید بلکہ مزید وضاحت ''کشتی نوح صفحہ ۴۵-۴۶ میں بھی موجود

ہے کہ وہاں زمانہ حمل بھی قریباً دس ماہ تحریر کیا گیا ہے وغیرہ۔ بہر حال اس تحریر میں ''براہین احمدیہ'' کے الہام ''احمد اسکن'' کا مفہوم و مطلب جس پیرائے میں لکھا ہے ہم اس پر مزید حاشیہ آرائی کر کے احمدیوں کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتے۔ وہ خود غور کریں کہ خدا کے صادق انبیاء اسی طرح مضحکہ خیز باتیں کیا کرتے ہیں یا ان کا معیار تکلم اپنے اندر مدبرانہ اور بزرگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ ہمارا مقصد صرف یہ دکھانا ہے کہ مرزا صاحب کے دلائل کی حالت مغالطات سے گزر کر انتہائی مضحکات کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔

ایک دفعہ مرزا صاحب بمعہ اہل و عیال قادیان کے ایک باغ میں فروکش تھے تب اخبار بدر میں لکھا گیا: ''حضرت مسیح موعود کا الہام تھا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ چنانچہ اس کے مطابق آجکل حضور بمعہ بیوی بچوں کے باغ میں تشریف فرما ہیں'' (مفہوم اخبار بدر، ۶ جولائی ۱۹۰۵ء) یہ مضمون اگرچہ بظاہر مریدان مرزا کا ہے مگر در حقیقت مرزا جی ہی کا ہے کیونکہ مرزا صاحب کا عام اصول تھا کہ جو ہماری راہ چلتا ہے وہ ہم سے جدا نہیں۔ اور جو ہمارے مقاصد پورے کرتا ہے وہ درحقیقت ہمارے ہی وجود میں داخل ہے' (ازالہ اوہام' صفحہ ۴۱۶ طبع اول۔ صفحہ ۱۷۱ طبع دوم) یہاں غور کرنے کے لائق بات یہ ہے کہ ''براہین احمدیہ'' میں لفظ جنت کی تشریح ''وسائل نجات'' اور ''تریاق القلوب'' میں بہن جنت بتائی اور یہاں قادیان کا باغ لکھا ہے۔

(مولانا معمار ؒ کہتے ہیں کہ) کس قدر چرب زبانی لفاظی ولسانی سے ایک معمولی، راولانہ بے سرو پیر' ...... تک بندی کو مصفی عظیم الشان فوق العادت پیش گوئی قرار دیا ہے اور جو معقول پسند اس مکروہ چالبازی کو شائستہ اعتنا نہ سمجھے اسے اپنی مسیحانہ خوش کلامی سے سخت بے حیا قرار دیا ہے۔ پھر کیا یہ عظیم الشان پیش گوئی پورئی ہوئی؟ کیوں سلطان محمد، مرزا غلام احمد کی موت کے بعد بھی مثل زہریلے سانپ کے قادیانیوں کے سینوں پر لوٹتا رہا؟

مرزا صاحب نے لکھا ہے ''براہین احمدیہ'' میں بہت سے اسرار ہیں جو اب کھلتے جاتے ہیں اور اوپر والی اس تشریح کو انہوں نے منجاب اللہ بتایا ہے۔ اور یوں بھی ان کا عام اصول ہے کہ ہر نبی کا ہر قول وفعل بحکم خدا ہوتا ہے۔ خاص کر جو پیش گوئی مخالفوں کے روبرو پیش کی جاتی ہے ملہم لوگ حضرت احدیت میں توجہ کر کے اس کا انکشاف کرا لیتے ہیں۔ پس کیا وجہ ہے کہ اس الہامی انکشاف کے بعد مرزا جی نے اسی الہام کو آسمانی خسر

اور اس کے داماد سے ہٹا کر کابل میں دو سنگسار ہونے والے مریدوں پر لگا دیا۔ شاید اس لیے کہ مرزا جی پر بڑھاپا غالب آ رہا تھا اور سلطان محمد مرنے میں نہ آتا تھا۔ سنو۔ مرزا جی راقم ہیں: ''ذکر اس پیش گوئی کا جو براہین کے صفحہ ۵۱۱ میں درج ہے شاتان تذبحان وکل من علیھا فان تیری جماعت میں سے دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ یہ پیش گوئی مولوی عبد اللطیف اور ان کے شاگرد عبد الرحمٰن کے بارے میں ہے جو ''براہین احمدیہ'' میں لکھے جانے کے پورے تئیس برس بعد پوری ہوئی۔ (تذکرہ الشہادتین ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۰) مرزائیو! یہ پیش گوئی تو بتشریح الہامی احمد بیگ اور اس کے داماد کے متعلق تھی جو نہائت ہی مصفی عظیم الشان اور فوق العادت تھی جس سے انکار کرنے والا بقول مرزا صاحب سخت بے حیا تھا۔ پس مرزا صاحب کا اس جگہ عملاً اس پیش گوئی سے انکار کر کے اسے دوسری جگہ لگانا سخت بے حیائی نہیں تو کیا ہے؟ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ ''براہین کی پیش گوئی ''شاتان تذبحان'' مجھے مدت تک اس کے معنی معلوم نہ ہوئے بلکہ اور اور جگہ کو محض اجتہاد سے اس کا مصداق ٹھہرایا لیکن جب مولوی عبد اللطیف اور شیخ عبد الرحمٰن امیر کابل کے ناحق ظلم سے قتل کیے گئے تب روز روشن کی طرح کھل گیا کہ اس پیش گوئی کے مصداق یہی دونوں تھے۔ (حقیقت الوحی' صفحہ ۲۶۲)

ناظرین! ضمیمہ ''انجام آتھم'' کی عبارت ملاحظہ کریں وہاں اس اور اس کے ساتھ کی دوسری گول مول پیش گوئیوں کے متعلق صاف مرقوم ہے کہ ان کا سر (بھید) اس وقت خدا نے مجھ پر کھول دیا ہے۔ براہین میں ایسے بہت سے اصرار ہیں جو اب کھلتے جاتے ہیں (صفحہ ۵۴-۵۵)۔ نیز ہم تحریرات مرزا نقل کر آئے ہیں کہ ان کا ہر قول فعل بقول خود بحکم خدا تھا۔ لہٰذا اس جگہ مرزا کا یہ عذر ''مجھے مدت تک اس کے معنی معلوم نہ ہوئے'' اجتہاد سے اور اور جگہ اس کا مصداق ٹھہراتا رہا' صریح کذب' اور صاف مغالطہ ہے۔

اور مرزا صاحب کا ایک الہام یوں ہے: قتل خیبة وزید ہیبة ایک شخص جو مخالفانہ کچھ امید رکھتا تھا وہ نا امیدی سے ہلاک ہو گیا اور اس کا مرنا ہیبت ناک ہوگا' (الہام ۹ جنوری ۱۹۰۳ء' صفحہ ۷۷۔ البشریٰ)۔ اس تحریر میں کوئی تعین نہیں کہ وہ شخص کون ہے؟ اس وقت سے پہلے مر چکا ہے یا آئندہ مرے گا' الہامی لفظ زمانہ ماضی کی حکایت کر رہے ہیں۔ یعنی ایک شخص زمانہ سابقہ میں ناکام ہلاک ہو گیا مگر بقایا ترجمہ زمانہ آئندہ کی خبر

دے رہا ہے ''اس کا مرنا ہیبت ناک ہوگا''۔ مرزا صاحب کا مطلب اس دورخی سے یہ تھا کہ اگر ان دنوں کوئی مخالف مرگیا تو اس پر لگا دیں گے ورنہ کسی گزشتہ مخالف کے سر منڈھ دیں گے۔ بہر حال اس سے اتنا صاف عیاں ہے کہ مصداق اس الہام کا کوئی مخالف مرزا ہے۔

خدا کی قدرت ہے کہ اس کے چند دن بعد ہی ایک سقہ جو مرزا جی کے ہاں پانی بھرا کرتا تھا فوت ہوگیا، پھر کیا تھا آپ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً سے پہلے اسے اس کا مصداق ٹھہرا دیا۔ چنانچہ اخبار بدر مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء میں لکھا کہ ، ایک سقہ جو کہ حضرت اقدس کے ہاں پانی بھرا کرتا تھا وہ ایک ناگہانی موت سے مرگیا اور اسی دن اس کی شادی تھی اس کی موت پر آپ نے فرمایا کہ مجھے خیال آیا کہ قتل خیبة وزید ھیبة جو وحی ہوئی تھی وہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ (مولانا معمارؒ کہتے ہیں کہ) اصل الہام اور اس کے ترجمہ سے صاف عیاں ہے کہ یہ کسی بد ارادہ مخالف کے متعلق تھا لہٰذا اسے گھر کے ماشکی پر لگانا سوائے دفع الوقتی کے کچھ معنی نہیں رکھتا۔ تاہم آگے ملاحظہ ہو کہ اس واقعہ کے قریباً سات ماہ بعد جبکہ مرزا جی کے دو مرید کابل میں قتل ہو چکے تھے مرزا جی نے ان کی موت کو اپنا معجزہ بنانے کے لیے منجملہ کئی ایک جھوٹے الہاموں کے یہ بھی پیش کر دیا کہ، اس سے پہلے ایک صریح وحی الٰہی صاحب زادہ مولوی عبد اللطیف کی نسبت ہوئی جبکہ وہ زندہ تھے بلکہ قادیان میں موجود تھے وہ یہ ہے قتل خیبة وزید ھیبة (تذکرۃ الشہادتین حاشیہ صفحہ ۷۳)۔ پھر اس مضمون کو ''حقیقت الوحیٰ'' صفحہ ۲۶۳ پر بھی بطور نشان صداقت درج کیا ہے۔ حالانکہ یہ پیش گوئی گھڑتے وقت تو کوئی تعیین نہ کی بلکہ مخالفوں کے بارے میں اسے ظاہر کیا۔ اس کے بعد ایک بے ضرر غریب سقہ فوت ہوا تو یہ سوچ کر کہ کہیں ہمارا الہام یونہی بے مصداق برباد نہ ہو جائے اسی پر لگا دیا مگر چند ہی ماہ بعد سابقہ بیانوں پر بکمال صفائی جھاڑو پھیر کر اپنی غیب دانی کے ثبوت میں کابلی مقتولوں کو مصداق بنا دیا۔

یکم جون ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب نے کئی ایک گول مول فقرات بنام الہام سنائے۔ ان میں ایک یہ بھی تھا عفت الدیار محلھا و مقامھا۔ یہ الہام اخبار الحکم ۳۱۔ مئی ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۹ کالم ۴ پر درج ہے۔ اس کے آگے خطوط وحدانی کے اندر مرقوم ہے (متعلقہ طاعون) اس کے سوا اور کوئی لفظ اس کی تشریح میں نہیں۔ نہ تو اس کا ترجمہ ہی کیا

ہے اور نہ ہی یہ بتایا کہ یہ کسی آئندہ پڑنے والی طاعون کی بیماری کے بارے میں ہے یا کسی گزشتہ طاعون کی حکایت ہے جس نے قادیان میں زوردار صفائی پھیری تھی۔ بہرحال ایک ربڑ کا گیند ہے جسے ٹھوکر مار کر ہر طرف لڑھکایا جا سکتا ہے۔

عفت الدیار محلھا و مقامھا لبید عامری کے اس قصیدے کا پہلا مصرعہ ہے جو سبعہ معلقات میں شامل ہے۔اس کا ترجمہ بالفاظ مرزا یہ ہے' میرے پیاروں کے گھر منہدم ہو گئے۔ان عمارتوں کا نام ونشان نہ رہا۔ جو عارضی سکونت کی عمارتیں تھیں اور نہ وہ عمارتیں رہیں جو مستقل سکونت کی عمارتیں تھیں ، ۔اس مصرعے کو مرزا صاحب نے اپنا الہام بنا کر شائع کر دیا۔ بہرحال اس الہام میں طاعون کا کوئی ذکر نہیں' (ضمیمہ نصرۃ الحق۔صفحہ ۸۸)۔مگر مرزا جی نے پنجاب میں طاعون کی رفتار دیکھ کر اسے متعلقہ طاعون ظاہر کیا۔ مطلب یہ کہ اگر آئندہ زمانہ میں مثل سابق پنجاب میں کبھی دوبارہ طاعون کا زور ہوا تو کہہ دیں گے کہ دیکھو ہم نے پہلے سے ہی اس کی خبر دے رکھی تھی۔اب کوئی سخت بے حیا ہی ہو گا جو اس صریح واضح اور عظیم الشان فوق العادت پیش گوئی سے منکر ہو اور اگر طاعون نہ پھیلا تو چونکہ اس مصرع میں زمانہ ماضی کا ذکر ہے کہہ دوں گا کہ ان آنکھوں کے اندھوں بد ذات علماء کو نظر نہیں آتا کہ الہام میں میں صاف ماضی کا ذکر ہے۔ چنانچہ ۱۹۰۴ء میں جب پنجاب میں طاعون کا تھوڑا سا زور ہوا تو آپ نے جھٹ کہہ دیا کہ، دوستو! خدا تعالیٰ آپ کے حال پر رحم کرے' آپ صاحبوں کو معلوم ہو گا کہ میں نے آج سے قریباً نو ماہ پہلے الحکم اور البدر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پا کر یہ وحی الٰہی شائع کرائی تھی کہ عفت الدیار محلھا ومقامھا۔یعنی ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے۔ نہ مستقل سکونت کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی سکونت کی۔یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی۔ دیکھو اخبار الحکم ۳۰ مئی ۱۹۰۴ء (صحیح بتاریخ ۳۱ جولائی ۱۹۰۴ء ہے۔ناقل) نمبر ۱۸ جلد ۸ کالم ۳ (کالم ۴ میں ہے) اور اخبار البدر نمبر ۲۰۔۲۱ مورخہ ۲۴ مئی یکم جون ۱۹۰۴ء۔اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت بہت قریب آ گیا ہے۔میں نے اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے طاعون کے اس سخت حملہ کی جو

عنقریب ہونے والا ہے۔ یہ اس لیے کہ لوگ متنبہ ہو جائیں۔

(اشتہار الوصیت مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد۱۰، صفحہ۲۷ تا ۵۷)

اس تحریر میں خود مرزا جی نے اس فقرہ ''عفت الدیار'' سے مراد بوحی الٰہی طاعون لکھی ہے۔ اس کی مزید تشریح دوسرے مقام پر یوں کی گئی ہے کہ کسوف اور خسوف کے ساتھ ہی قرآن شریف میں ''این المفر'' آیا ہے جس سے یہی مراد ہے کہ طاعون اس کثرت سے ہو گی کہ کوئی جگہ پناہ نہ رہے گی۔ میرے الہام ''عفت الدیار محلها ومقامها'' کے یہی معنی ہیں۔ ناظرین اس لفظ ''یہی'' کو یاد رکھیں (اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۲) یہاں کس زور شور سے اس الہام سے لفظ ''یہی'' کے ساتھ طاعون پر تمسک کیا ہے۔ مگر آپ یہ سن کر انگشت بدنداں رہ جائیں گے کہ مرزا جی نے اسی الہام سے (جس کا مطلب یہاں طاعون بتایا ہے وہ بھی لفظ یہی کے ساتھ جو حصر کے لیے آتا ہے) دوسرے وقت میں اسی لفظ ''یہی'' سے زلزلہ عظمیہ کے بعد اس کا مطلب زلزلہ بتایا ہے لکھتے ہیں:

دیکھو وہ نشان کیسا پورا ہوا اور جیسا کہ میں نے ابھی لکھا ہے کہ پیش گوئی مذکورہ الحکم اور البدر میں اس زلزلہ سے قریباً پانچ ماہ پہلے شائع کر دی گئی تھی۔ اور پیش گوئی یہ ہے ''عفت الدیار محلها ومقامها'' اے عزیزو! اس کے ''یہی'' معنی ہیں کہ محلوں اور مقاموں کا نام ونشان نہ رہے گا۔ طاعون تو صرف صاحب خانہ کو لیتی ہے مگر جس حادثہ کی اس وحی الٰہی میں خبر دی گئی اس کے تو یہ معنی ہیں کہ نہ خانہ رہے گا نہ صاحب خانہ۔ سو خدا تعالیٰ کا فرمان پورا ہو گیا۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہے کہ اس کی نسبت اشتہار ''الوصیت'' میں خبر دی گئی تھی۔ (اشتہار الانذار، مورخہ ۸۔ اپریل ۱۹۰۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۸۰) ...... اشتہار ''الوصیت'' کی عبارت ایک دفعہ پھر پڑھ لیں وہاں صاف الفاظ میں اس فقرہ کا مطلب طاعون لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں کہ پہلے تو بڑے زور شور سے اس الہام کو ''یہی'' کے لفظ سے مخصوص بہ طاعون لکھا مگر زلزلہ عظیمہ کے بعد اسی لفظ ''یہی'' سے زلزلہ کے متعلق محصور کر لیا۔ جب لوگوں نے اس دورنگی پر اعتراض کیا تو اس کے جواب میں مرزا جی نے لکھا کہ ''ایڈیٹر الحکم نے (جو اس الہام کو ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء کے پرچے میں خطوط وحدانی کے اندر متعلقہ طاعون لکھا ہے) ایسا لکھنے میں غلطی۔ اور ایسی

غلطی خود انبیاء علیہم السلام سے پیشگوئیوں کے سمجھنے میں بعض دفعہ ہوتی رہی ہے۔ (ضمیمہ نصرۃ الحق، صفحہ ۱۹) مرزا صاحب کس قدر دھوکہ دہی سے کام لیتے ہیں کہ آپ ہی تو اپنے اشتہار ''الوصیت'' میں اس کو متعلقہ طاعون لکھا پھر اخبار الحکم ۲۴ مئی۔ ۱۹۰۴ء میں لفظ یہی کے ساتھ طاعون ہی سے حصر کیا۔ مگر یہاں معترض کے جواب میں ایڈیٹر الحکم والی تحریر کو پیش کر کے اس غلطی کو اس بے چارے ناکردہ گناہ کے سر تھوپ دیا۔ اول تو یہی جھوٹ ہے کہ اخبار الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء کے الفاظ ایڈیٹر الحکم کے ذاتی تھے۔ یقیناً وہ موافق تشریح مرزا تھے۔ دوم بفرض محال تسلیم بھی کیا جائے تو خود مرزا جی نے جو اپنی خودنوشت تحریروں میں اسے طاعون سے محصور کیا ہے اس کا کیا جواب؟

مولانا معمارؒ مزید لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ''براہین احمدیہ'' میں اپنے الہاموں کی نمبر شماری کرتے ہوئے صفحہ ۵۵۷ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴ پر ایک الہام یہ لکھا ہے۔

الفتنة ھھنا فاصبر کما صبر اولو العزم اس جگہ ایک فتنہ ہے سو اولو العزم انبیاء کی طرح صبر کر۔ فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا جب خدا مشکلات کے پہاڑ پر تجلی کرے گا تو انہیں پاش پاش کر دے گا۔ قوة الرحمان بعبید الله الصمد یہ خدا کی قدرت ہے جو اپنے بندے کے لیے وہ ظاہر کرے گا' مرزا جی کے اس خودساختہ بے تعین و تخصیص بے سروپا فقرہ سے ظاہر ہے کہ ''براہین احمدیہ'' کے وقت جن مشکلات میں مرزا جی گھرے ہوئے تھے ان سے رہائی ہوگی۔ چنانچہ الفاظ اس جگہ فتنہ ہے ، سے موجود فتن کا اظہار ہو رہا ہے۔ ان سطور میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ آئندہ کسی دور دراز زمان میں جب مرزا جی زیر تیغ ہوں گے، محفوظ رہیں گے۔ پھر سترہ سال بعد ۱۸۹۷ء میں جبکہ مرزا جی کا ایک اشد مخالف پنڈت لیکھرام کسی ظالم سفاک کے ہاتھوں قتل کیا گیا تو آریوں نے اس قتل میں مرزا جی کا ہاتھ کام کرتا ہوا بتایا۔ چنانچہ اس پر بڑا شور اٹھا۔ بعض آریوں نے مرزا جی کو قتل کی دھمکیاں بھی دیں' اور مرزا جی کی خانہ تلاشی بھی ہوئی۔ چونکہ کوئی ثبوت اس قسم کا مہیا نہ ہو سکا جس سے مرزا جی مجرم ثابت ہوتے اس لیے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ اس واقعہ سے مرزا جی نے اپنی خدانمائی ثابت کرنے کے لیے سابقہ گول مول الہاموں پر ایک گہری نظر ڈالی۔ آخر آپ کو چند ایک فقرات جو ہر طرف لگائے جا سکیں مل ہی گئے۔ منجملہ ان کے ایک یہ الہام پیش کیا گیا جس کا اوپر

تذکرہ ہو چکا ہے۔ آپ نے اس الہام سے بایں طرز استدلال کیا کہ اس فتنہ کی خبر مجھے سترہ سال پہلے خدا نے دے رکھی تھی جو حرف بحرف پورا صحیح ثابت ہوا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

پھر آگے دوسرے الہامات ہیں جو اس کے بعد ہیں جن میں صریح اشارہ فرمایا گیا ہے کہ یہ وقت کب اور کس وقت ہوگا اور اس قسم کے ارادے اور قتل کے منصوبے کس زمانے میں ہوں گے اور اس سے پہلے کیا علامتیں ظاہر ہو گی اور وہ الہام یہ ہے۔ جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۷ میں ہے۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ الفتنة ھھنا فاصبر کما صبر اولو العزم- فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا ان الہا مات میں صاف فرما دیا۔ وہ قتل کے منصوبے اس وقت ہوں گے جبکہ ایک چمکدار نشان ظاہر ہوگا۔ اسی وجہ سے ان منصوبوں کا نام اخیر کے الہام میں فتنہ رکھا اور فرمایا کہ اس جگہ فتنہ ہوگا۔ پس اولوالعزم نبیوں کی طرح صبر چاہیے اور یہ بھی فرمایا کہ آخر وہ فتنہ نابود ہو جائے گا۔ یہ تین فتنے ہیں جن کا براہین میں ذکر ہوا اور یہ تینوں ظہور میں بھی آ گئے‘‘ (استفتاء صفحہ ۲۳-۲۴) مرزا صاحب کی اس قطعی اور یقینی غیب دانی کا پول اور ان کے پرلے درجہ کا غیر صادق ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ اس تحریر کے آٹھ سال بعد خود مرزا جی نے اسی الہام کو زلزلہ عظیم کے متعلق بتایا ہے اور اس الہام کے متعلق سابقہ تشریحات کو عالم اخفا کی تاریک قبر میں دفن کرتے ہوئے وہی پرانا عذر کیا ہے کہ سابقہ زمانہ میں اس بات کی طرف میرا ذہن منتقل نہ ہو سکا جس کا نتیجہ صاف ہے کہ مرزا جی کا کوئی بھی بیان صاف گو راست باز انسانوں سا نہیں ہے۔ نیز دیکھئے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

’’یاد رہے کہ ان دونوں زلزلوں کا ذکر میری کتاب ’’براہین احمدیہ‘‘ میں بھی موجود ہے جو آج سے پچیس برس پہلے اکثر ممالک میں شائع کی گئی تھی۔ اگرچہ اس وقت خارق عادت بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہو سکا۔ پیش گوئی ’’براہین احمدیہ‘‘ میں زلزلے کے بارے میں یہ ہے۔ میں اپنی چمک دکھلاؤں گا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور

حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔

الفتنة ههنا فاصبر کماصبر اولو العزم۔ فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا۔ قوة الرحمان لعبید الله الصمد

عربی کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ ان دنوں میں تیرے پر ایک فتنہ برپا کیا جائے گا۔ پس خدا تجھے بری کرنے کے لیے ایک نشان دکھائے گا اور وہ یہ کہ پہاڑ پر اس کی تجلی ہوگی اور وہ پہاڑ کو پارہ پارہ کر دے گا۔ یہ خدا کی قوت سے ہوگا تا وہ اپنے بندہ کے لیے نشان دکھائے۔

(دیکھو براہین احمدیہ' صفحہ ۵۵۷' ریویو آف ریلیجز صفحہ ۲۴۳ جلد ۴ نمبر ۶ ماہ جون ۱۹۰۵ء)

مولانا معمار قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ ایمان و دیانت کو ملحوظ رکھ کر سوچو اور بتاؤ کہ تمہارے نزدیک مسیح موعود بننے والے انسان کو اسی قدر دیانت و امانت' راست گوئی و راست روی یا بالفظ دیگر اسی قدر لفاظی ولسانی' مغالطہ ومبالغہ' دورخی' سہ رخی کی ضرورت ہے یا اس سے بھی زیادہ کی؟ (مغالطات مرزا)

''براہین احمدیہ'' کے بارے میں ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''یہ کتاب کمال تہذیب سے تصنیف کی گئی ہے اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس میں کسی بزرگ یا پیشوا کسی فرقے کی کسر شان لازم آئے اور ہم ایسے الفاظ کو صراحتاً یا کنایتاً اختیار کرنا خبث عظیم سمجھتے ہیں۔مختلف فرقوں کے بزرگ ہادیوں کو بدی اور بے ادبی سے یاد کرنا پرلے درجے کی خباثت اور شرارت سمجھتے ہیں''۔ (براہین احمدیہ' صفحہ ۱۰۱-۱۰۲)

پھر اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

''پنڈت دیانند پر بڑا افسوس ہے کہ ''وید'' کو کھرا اور باقی خدا کی کتابوں کو (انہوں نے) کھوٹا قرار دیا ہے۔ان واہیات باتوں اور بیہودہ چالاکیوں کا (باعث) یہ ہے کہ علاوہ کم فہمی اور بے علمی اور تعصب کے ان کی فطرت سودائیوں اور وہمیوں کی طرح وضع استقامت پر قائم ہونے سے لاچار ہے۔اگر شرم اور حیا اٹھ گیا تھا تو کاش لوگوں کے لعن طعن کا اندیشہ باقی رہتا۔پنڈت صاحب کا کچھ مادہ ہی ایسا ہے'' (صفحہ ۱۱۲-۱۱۳ براہین)

اور ایک دوسری جگہ مرزا صاحب نے فرمایا:

''یسوع جو عیسائیوں کا مردہ خدا ہے اس درماندہ انسان ،اس نادان اسرائیلی نے معمولی

باتوں کا نام پیشگوئی رکھا۔شریر‘ مکار یسوع کی بندشوں پر قربان جائیں آپ کی عقل بہت موٹی تھی، آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی‘ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔آپ کو کسی قدرت جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔..آپ علمی اور عملی قویٰ میں کچے تھے۔آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر تھا۔تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا خون وجود پذیر ہوا‘‘۔ (ملخص ضمیمہ انجام آتھم‘ حاشیہ صفحہ ۵ تا ۷)

مولانا عبداللہ معمارؒ مرزا صاحب کی ان تحریروں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان توہین آمیز تحریرات کو ملاحظہ کر کے بروئے قول ’’براہین احمدیہ‘‘ قادیانی حضرات فیصلہ دیں کہ مرزا صاحب خبث عظیم کے کس قدر مرتکب ہوئے ہیں؟ اور جو مرزا صاحب نے کہا ہوا ہے کہ ’’میرے سخت الفاظ جوابی طور پر ہیں‘‘ (تبلیغ رسالت‘ جلد ۶‘ صفحہ ۱۶۵۔ اشتہار واجب الاظہار صفحہ ۱۰) تو یہ بھی مرزا صاحب ہی کا فرمودہ ہے کہ ’’ایک بزرگ کو کسی کتے نے کاٹا (اس کی) چھوٹی لڑکی بولی آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا؟ جواب دیا بیٹی انسان سے کت پن نہیں ہوتا‘‘ اسی طرح جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے، نہیں تو وہی کت پن کی مثال لازم آئے گی۔

(تقریر مرزا در جلسہ قادیان ۱۸۹۷ء۔رپورٹ صفحہ ۹۹)

جب عند المرزا گالی کا جواب گالی سے دینا کت پن ہے، تو مرزا صاحب پر کت پن کی مثال صادق آتی ہے کہ نہیں؟۔ (اہل حدیث امرتسر‘ یکم جون ۱۹۳۴ء صفحہ ۴)

ایک دفعہ ایک (دو ورقہ) اشتہار قادیان سے نکلا جس میں ’’براہین احمدیہ‘‘ کے حوالے سے مرزا صاحب کی سات پیشگوئیاں سچی بتائی گئیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ میری طرف لوگوں کا رجوع ہوگا۔

۲۔ مجھے مالی امداد پہنچے گی۔

۳۔ اتنے لوگ آئیں گے کہ سڑکیں ٹوٹ جائیں گی۔

۴۔ خدا میری حفاظت کرے گا۔

۵۔ میری شہرت ہوگی۔

۶۔ بسبب اژدھام لوگوں کے تو (مرزا) ان سے بدخلقی کرے گا۔

۷۔ میرے پاس آنے والے لوگوں میں سے کچھ لوگ اصحاب صفہ کہلائیں گے۔

مولانا ثناء اللہؒ اس اشتہار پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

یہ پیش گوئیاں تو ایسی معمولی باتیں ہیں کہ ہر دکاندار ہر ایک مولوی واعظ مصنف کہا کرتا ہے کہ دنیا عنقریب میری قدر کرے گی' میری زندگی میں نہیں کرے گی تو بعد وفات ضرور کرے گی' ہاں بڑی قابل قدر اور اہمیت رکھنے والی پیش گوئی وہ ہے جو اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ ہم مسلمانان دنیا بلکہ جملہ آدم اس کے وقوع کے منتظر ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہی ایک پیشگوئی ہے جس کو پیشگوئی کہہ سکتے ہیں باقی تو اس شعر کی طرح ہیں:

دندان تو جملہ دردہان است

چشمان تو زیر ابروان تو

ہاں وہ پیش گوئی ایسی ہے کہ ہم اس کو خود مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں بیان کریں۔ پس ناظرین بغور پڑھیں۔ مرزا صاحب متوفی لکھتے ہیں کہ هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (حاشیہ براہین احمدیہ' صفحہ ۴۹۸) (مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں) بات دوٹوک ہے مرزا صاحب اگر مسیح موعود تھے تو یہ قرآنی اور مرزا صاحب کی بتیانی پیشگوئی کیوں سچی نہیں۔

(اہل حدیث' جلد ۳۲' ۱۵ شعبان ۱۳۵۳ھ صفحہ ۶)

مرزا صاحب نے ''براہین احمدیہ'' میں مسیح کی حیات کا اقرار کر کے بتایا تھا کہ عیسیٰ بن مریم دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ بعد میں آپ اس سے مکر گئے اور لکھا:

میں نے ''براہین احمدیہ'' میں غلطی سے توفیٰ کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کیے ہیں جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں مگر یہ امر جائے اعتراض نہیں' میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے۔

(ایام الصلح صفحہ ۴۱' براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۲۳۷ حاشیہ منقول از تذکرہ صفحہ ۹۷ حاشیہ)

اور یہ کہ

میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس آئیں گے مگر یہ میری غلطی تھی۔ (روحانی خزائن جلد ۱۴ ''ایام الصلح'' صفحہ ۲۷۲)

اور یہ کہ

''براہین احمدیہ میں' میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریمؑ آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے ''براہین احمدیہ'' میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسولؐ نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل نہ کرنا چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو ''براہین احمدیہ'' میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے' ساتھ اس کے صدہا نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے ''براہین احمدیہ'' میں لکھ دیا تھا۔

(روحانی خزائن جلد ۲۲ (حقیقت الوحی) صفحہ ۱۵۳)

الفضل قادیان۔ ۱۳ اگست ۱۹۴۰ء کے صفحہ ۳ پر میر محمد اسحاق کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں انہوں نے حیات مسیح کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں حیات مسیح کا عقیدہ رائج نہ تھا لیکن صحابہ کے بعد جلد ہی یہ ظلمت دنیا بھر پر چھا گئی' جب یہ مسئلہ عیسائیوں کے ہاتھ میں اسلام کے خلاف بطور ہتھیار استعمال ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے مجدد اعظم کے ذریعے دنیا پر اس کی بطالت کی تردید شروع کی''۔

مولانا امرتسریؒ یہ اقتباس اپنے اخبار میں شائع کر کے اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں

''اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ مجددیت خاص حیات مسیح کے ابطال کے لیے تھا۔ اب ہم میر (محمد اسحاق) صاحب اور ان کے ہم خیالوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ''براہین احمدیہ'' کو دیکھیں کہ یہ کتاب مرزا صاحب نے بزمانہ مجددیت لکھی تھی۔ اس کے صفحہ ۴۹۹ پر حیات مسیح کا عقیدہ صاف الفاظ میں ملتا ہے۔ اگر یہ عقیدہ ایسا ہی غلط اور باطل تھا کہ اس کی اصلاح کے لیے مجدد اعظم (مرزا صاحب) کو مبعوث

کرنے کی ضرورت پڑی تو خود مجدد اعظم کیوں اسی غلط عقیدہ کے قائل ہو کر ظلمت و ضلالت میں مبتلا ہو گئے"۔ (اہل حدیث امرتسر' ۱۶ اگست ۱۹۴۰ء صفحہ ۳)

غلام احمد پرویز صاحب نے بھی مرزا صاحب کی "براہین احمدیہ' پر نقد و تبصرہ کیا ہے اور اس میں دیئے گئے الہامات اور بعد میں ان سے نئے نئے دعوے کے استخراج اور مرزا صاحب کی مکاریوں کا ذکر کیا ہے۔ پرویز صاحب کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے فرمایا کہ براہین کے بعد پھر میں تقریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر رہا اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے "براہین" میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ برس گزر گئے تب تواتر سے اس بارے میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ (اعجاز احمدی، ضمیمہ نزول المسیح صفحہ ۷۔ تحریک احمدیت صفحہ ۴۴۴۳) یعنی براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد بارہ سال تک انہوں نے اور دعوے نہیں کیے اور ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا (تحریک احمدیت ص ۴۳۔۴۴)۔ پھر پرویز صاحب، مرزا صاحب کے طریقہ کار کی وضاحت انہی کی زبان سے یوں کرواتے ہیں:

"اور یہ الہامات اگر میری طرف سے اس موقع پر ظاہر ہوتے جب کہ علماء مخالف ہو گئے تھے تو وہ ہزار ہا اعتراضات کرتے لیکن وہ ایسے موقع پر شائع کیے گئے جبکہ یہ علماء میرے موافق تھے۔ یہی سبب ہے کہ باوجود اس قدر جوشوں کے ان الہامات پر انہوں نے اعتراض نہیں کیا کیونکہ وہ ایک دفعہ انہیں قبول کر چکے تھے اور سوچنے سے ظاہر ہو گا کہ میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات پر پڑی ہے اور انہی میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو مسیح موعود کے حق میں آیتیں تھیں وہ میرے حق میں بیان کر دیں۔ اگر علماء کو خبر ہوتی کہ ان الہامات سے تو اس شخص کا مسیح ہونا ثابت ہوتا ہے تو وہ کبھی ان کو قبول نہ کرتے۔ یہ خدا کی قدرت ہے کہ انہوں نے قبول کر لیا اور اس پیچ میں پھنس گئے"۔ (اربعین نمبر۲' صفحہ ۳۱)۔ پرویز صاحب کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تدریجی نبوت کا سارا راز اس اقتباس کے آخری الفاظ میں پوشیدہ ہے۔ یعنی انہوں نے کشف و الہام اور ولایت کے ایسے دعوے کیے جو مسلمانوں کے نزدیک قابل اعتراض نہ تھے' پھر اپنے الہامات میں ایسا ابہام رکھا کہ نظر بظاہر ان میں کوئی بات قابل مواخذہ دکھائی نہ دے' یوں انہوں نے لوگوں کو اپنے پیچ میں پھنسایا۔ (تحریک احمدیت۔ صفحہ ۴۵)

مرزا صاحب براہین کہتے ہیں کہ حصہ پنجم کے چھپنے میں تاخیر ہونے میں ، حکمت یہ تھی کہ تا اس وقت تک پنجم حصہ دنیا میں شائع نہ ہو جب تک کہ وہ تمام امور ظاہر ہو جائیں جن کی نسبت ''براہین احمدیہ'' کے پہلے حصوں میں پیش گوئیاں ہیں کیونکہ ''براہین احمدیہ'' کے پہلے حصے عظیم الشان پیش گوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور پنجم حصہ کا عظیم الشان مقصد یہی تھا کہ وہ موعودہ پیش گوئیاں ظہور میں آ جائیں اور یہ خدا کا ایک خاص نشان ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے اس وقت تک مجھے زندہ رکھا یہاں تک کہ وہ نشان ظہور میں آ گئے تب وہ وقت آ گیا کہ پنجم حصہ لکھا جائے۔

(روحانی خزائن جلد ۲۱' (دیباچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم) صفحہ ۸)

یعنی جب وہ ۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۵ء میں کہہ رہے تھے کہ میں نے کتاب تالیف کی ہے اور کتاب مکمل ہو چکی ہے وغیرہ۔ وہ سب غلط باتیں تھیں اور جب وہ منشی رستم علی کو کہہ رہے تھے کہ پانچواں حصہ عنقریب شائع ہو گا وہ بھی غلط بات تھی۔ حصہ پنجم اس وقت موجود ہی نہ تھا اس کے علاوہ مرزا صاحب کا کہنا کہ پانچواں حصہ اس وقت شائع ہوا جب وہ تمام پیش گوئیاں جو پہلے چار حصوں میں درج ہیں وہ پوری ہو چکی ہیں اس کا حال ہم اپنی اس کتاب میں جا بجا اور خاص اس باب میں بھی بیان کر چکے ہیں۔

مولانا شفا مبارکپوری اعظمی ، براہین احمدیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ پہلے پچاس حصہ لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پچاس حصہ لکھنے کا ارادہ مرزا صاحب کی اپنی مرضی و اختیار سے تھا اور اپنی مرضی و اختیار سے پچاس کے بجائے پانچ پر اکتفا کیا اور جو چاہا لکھا۔غرض مرزا صاحب نے یہ سب کام بارادہ و با اختیار خود بلا الہام و بغیر غیبی القاء کے کیا مگر اس کے برخلاف آپ کی ایک اور تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ ''براہین'' کی تصنیف اور انتہا خدا کی تعالیٰ کے قبضہ اختیار میں تھی۔ مرزا صاحب کو بہ مرضی خود لکھنے اور ختم کرنے کا اختیار نہ تھا چنانچہ مرزا صاحب ''براہین'' ہی میں لکھتے ہیں۔

مجھے معلوم نہیں کہ یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہو گی۔ اس کے ظاہر و باطن کا متولی خدا ہے جو باتیں سمجھا دے گا لکھوں گا جہاں ختم کر دے گا بند ہو جائے گی۔

ان دو عبارتوں کو ملحوظ رکھ کر دو باتوں پر غور کریں۔

۱۔ یہ کہ مرزا صاحب نے براہین کو اپنی مرضی اور اختیار سے ختم کیا یا اذن خدا سے؟ ہماری تحقیق بنا پر تصریح مرزا یہ ہے کہ انہوں نے اپنی مرضی و اختیار سے پچاس کے بجائے پانچ ہی پر ختم کر دیا۔

۲۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں: ''اس کا ظاہر و باطن متولی خدا ہے جو باتیں مجھے سمجھا دے لکھوں گا' جب کہ حقیقت یہ ہے کہ براہین میں فن تصنیف اصول مناظرہ وعلم معقول و منقول کی رو سے بہت سے نقائص وعیوب ہیں۔ (ملاحظہ ہو رسالہ ناقابل مصنف مرزا) اور ان عیوب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ براہین الہام کا نتیجہ نہیں۔

مولانا شفا کی بات کے متعلق مولانا امرتسری نے فرمایا کہ

براہین احمدیہ کو مصنف کے دعوے کی روشنی میں دیکھا جائے تو ساری بحث ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب نے براہین کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اس کتاب کے مکمل شائع ہونے کے بعد تمام مذہبی جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ مذہبی جھگڑے آئے دن بڑھتے اور ترقی کرتے جا رہے ہیں۔ منطقی طریق پر قیاس استثنائی بنایا جائے تو مطلع بالکل صاف ہے۔ حماسہ میں ایک شعر قیاس استثنائی کی شکل میں یوں ہے۔

لو کنت من مازن لم تستبح ابلی
بنو لقیطة من زحل ابن شیبان

اونٹوں کا عدم سرقہ قبیلہ مازن سے ہونے کو مستلزم بتایا ہے لیکن سرقہ چونکہ ہو گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ شاعر مازن قبیلہ سے نہیں ہے ورنہ اونٹ نہ چرائے جاتے۔ ٹھیک اسی طرح ''براہین احمدیہ'' کے متعلق قیاس استثنائی یوں بنے گا:

لو تم و شاع لن تقع الجدال
لاکن الجدال موجود فلم یتم الکتاب

جامعہ احمدیہ قادیان کے استادو اور پروفیسرو! علم میزان میں کچھ دخل رکھتے ہو تو ہمارے قیاس کا جواب دو مگر یہ سمجھ لینا کہ سامنے کون ہے؟

(اہل حدیث امرتسر۔ ۹، اگست ۱۹۴۶ء صفحہ ۶)

شخصیات

حافظ محمد لکھویؒ

حافظ صاحب کا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جس نے پنجاب میں علوم اسلامیہ کی بے مثال خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کے دادا حافظ احمد ایک متقی بزرگ اور اپنے علاقے اور عہد کے جید عالم تھے۔ آپ کے والد حافظ بارک اللہ بھی اپنے عہد کے نامور عالم تھے۔ وہ ۱۲۰۱ھ (۱۷۸۶ء) میں پیدا ہوئے تھے۔ اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے قرآن حفظ کیا اور عربی اور فارسی کی کتابیں پڑھ کر علوم متداولہ اور فنون مروجہ میں مہارت حاصل کی۔ بعد ازاں انہوں نے دہلی جا کر شاہ غلام علی سے اکتساب فیض کیا اور واپس پنجاب آ کر علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت کی۔ ''انواع بارک اللہ'' کے نام سے انہوں نے پنجابی اشعار میں ایک کتاب تصنیف کی جو شرعی مسائل پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے۔ انہوں نے اور ان کے بیٹے حافظ محمد نے اپنے گاؤں میں ایک مدرسہ بھی جاری کیا تھا جس میں مختلف ادوار کے بہت سے علماء نے تحصیل علم کی۔ حافظ بارک اللہ نے ۱۲۸۷ ہجری (۱۸۷۱ء) میں ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حافظ بارک اللہ کے دو بیٹے تھے حافظ محمد اور حافظ صالح۔ حافظ محمد کی ولادت ۱۸۱۵ء میں ہوئی۔ دونوں بھائیوں نے اپنے گرامی قدر باپ سے علم حاصل کیا اور حافظ محمد صاحب نے سند حدیث شاہ عبد الغنی مہاجر مدنی اور مولانا احمد علی سہارنپوری سے حاصل کی، نیز میر محبوب علی دہلوی سے بھی استفادہ کیا۔ ان کے اپنے مدرسہ کا نام مدرسہ محمدیہ تھا جس میں وہ خود اور ان کے بھتیجے مولانا عبد القادر محدث پڑھاتے تھے (مولانا عبد القادر کے صاحبزادے مولانا عطاء اللہ لکھوی تھے جو استاد پنجاب کے لقب سے معروف ہیں وہ حافظ محمد لکھوی صاحب کے داماد تھے اور انہوں نے ۴۴ سال یہاں پڑھایا۔ مولانا عبد القادر نے ۱۹۲۴ء اور مولانا عطاء اللہ نے دسمبر ۱۹۵۲ء میں وفات پائی)۔ پنجابی شاعری میں حافظ محمد لکھوی کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ آپ نے پورے قرآن کی منظوم تفسیر ۷ جلدوں میں تفسیر محمدی کے نام سے کی۔ اس تفسیر میں پہلے آپ آیت کا پنجابی میں ترجمہ کرتے ہیں پھر فارسی میں۔ اس کے بعد مضمون کو پنجابی میں نظم کرتے ہیں۔ تفسیر

سات جلدوں میں ۱۸٦۹ء سے شروع ہو کر ۱۸۷۹ء میں مکمل ہو کر ۱۹۰۳ء میں طبع ہوئی اور پنجابی کی پہلی مکمل تفسیر کہلائی۔ بطور مقدمہ اصول تفسیر پر آپ کے جامع مقالہ کو پنجابی میں اصول تفسیر کی پہلی کاوش قرار دیا گیا ہے۔

تفسیر محمدی کے علاوہ حافظ محمد نے احوال قیامت میں ''احوال الآ خرت'' لکھی اور مسائل فقہ میں ''زینت الاسلام'' تصنیف کی جو دو جلدوں پر محیط ہے۔ عربی میں حدیث کی مشہور کتاب سنن ابی داؤد کے حواشی تحریر کیے۔ مشکوٰۃ کا حاشیہ سپرد قلم فرمایا' دینی مدارس میں ایک کتاب ''ابواب الصرف'' پڑھائی جاتی ہے اور طلباء کو اس کے ابواب زبانی یاد کرائے جاتے ہیں یہ کتاب بھی حافظ محمد لکھوی کی تصنیف ہے۔ فارسی نظم میں آپ نے ''قوانین الصرف'' لکھی جس میں عربی علم صرف کے قواعد بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ''محامد الاسلام' سیف اللہ' عقائد محمدی' رد نیچریت اور ''فوج نامہ'' آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ کی تمام کتابیں پنجاب میں عام طور سے پڑھی جاتی تھیں۔

حافظ محمد لکھوی کے شاگردوں میں مولوی رحیم بخش لاہوری' مولوی عبد القادر لکھوی' مولوی عبد الاول غزنوی' مولوی عبد التوب ملتانی' مولوی غلام نبی سوہدروی وغیرہ شامل ہیں۔

حافظ محمد لکھویؒ مرحوم تحریک ختم نبوت کے اولین اور بزرگ کارکنوں میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد پر جو متفقہ فتویٰ تکفیر صادر کیا گیا تھا اس پر آپ نے بھی دستخط فرمائے ہیں۔

رحیم بخش لاہوریؒ

مولوی رحیم بخش صاحب قوم کے ککے زئی تھے۔ آپ کے والد صاحب کا نام عبداللہ اور آپ موضع ملوال ضلع فیروز پور کے رہنے والے تھے۔ کم سنی میں ہی تحصیل علم کے لیے گھر چھوڑ دیا تھا اور آپ نے مولانا لطف اللہ علی گڑھی' میاں نذیر حسین دہلوی' مولوی عبدالحق خیر آبادی اور حافظ محمد صاحب لکھوی سے تعلیم پائی۔ بعد فراغت آپ نے چینیا نوالی مسجد لاہور میں بیٹھ کر اسلام اور علوم اسلامیہ کی خدمت کی۔ کتب ''سلسلہ اسلام'' زیادہ اسی وقت تصنیف ہوا۔ آپ جھگڑے کی باتوں سے بہت پرہیز کرتے تھے' زیادہ تر خاموش رہتے تھے حتیٰ کہ عام آدمی کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ آپ عالم ہیں۔ صبح و شام قرآن و حدیث کا درس دیتے اور ہمیشہ طالب علم آپ سے پڑھا کرتے تھے۔ آپ بہت سادہ مزاج تھے مگر جب کسی معاملے میں گفتگو کرتے تو بات کی تہہ تک پہنچتے۔ کسی شاگرد سے اگر کچھ کام لیتے تو اس کا عوضانہ ضرور دیتے۔ آپ نے چالیس سال کی عمر میں ۱۳۱۲ ہجری میں وفات پائی۔ مرحوم کے دو بیٹے عبد الرحمٰن اور عبدالرحیم تھے۔ ''سلسلہ اسلام'' آپ کی تصنیف ہے۔ (اہل حدیث ۳۰ جولائی ۱۹۲۰ء)

آپ تحریک ختم نبوت کے اولین اور فعال کارکنوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ۱۸۹۱ء میں جو فتویٰ تکفیر مرزا غلام احمد کے بارے میں صادر ہوا تھا اس پر آپ نے دستخط فرماتے ہوئے لکھا:

''رسالہ فتح الاسلام وتوضیح المرام وازالہ اوھام مؤلفہ مرزا غلام احمد قادیانی میں جو یہ اعتقاد و مسائل درج ہیں کہ ''میں مسیح موعود ہوں' ملائک بذات خود اپنے وجود سے زمین پر نہیں آتے' انبیاء پر نہیں اترتے صرف ان کی تاثیر نازل ہوتی ہے''۔

آنحضرت ﷺ کو معراج جسم مبارک کے ساتھ نہیں ہوا۔

عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو ''باذن اللہ'' زندہ نہیں کرتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ حقیقی نہیں بنا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام نے چار جانوروں کو (جن کا قرآن شریف میں بیان ہے) زندہ نہیں کیا بلکہ یہ از قبیل عمل مسمریزم تھے۔

علی ھذا القیاس اور ایسے ایسے اعتقاد و مسائل نصوص کتاب اللہ و احادیث صحیحہ رسول اللہ ﷺ کے اور سبیل سلف صالحین مومنین کے مخالف ہیں۔ لہٰذا یہ عقائد و مسائل باطل ہیں اور ایسے عقائد والا اس آیت شریفہ کا مصداق ہے۔ ''ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبیین له الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولیٰ ونصله جھنم وساء ت مصیرا'' ۔ جن لوگوں کو ان عقائد کی طرف میلان ہو گیا ہے ان کو لازم ہے کہ ان عقائد کو پیش کر کے علماء وفضلاء سے نہ صرف دو چار سے بلکہ صدہا سے اخروی نجات کی غرض سے اور طالب حق بن کر ان سے شبہات کا حل کرائیں یا ان کتب کے جواب غور سے دیکھیں اور پرانی اور قدیمی تحقیقات کو بلا دلائل یقینیہ و اتفاقیہ نہ چھوڑیں وما علینا الا البلغ۔ الراقم خاکسار رحیم بخش ۔ (علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ۔ صفحہ ۱۰۹-۱۱۰)

۱۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو مرزا صاحب نے لکھا:

''سال گزشتہ میں بمشورہ احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ وضروریات دین ومشورہ اعلاء کلمہ اسلام وشرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ ۲۷ دسمبر کو اس غرض سے قادیان آنا انسب اور اولی ہے۔ اب ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو اسی بنا پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے تمام مخلصوں کی خدمت میں بھیجا۔ اب سنا گیا ہے کہ اس کارروائی کو بدعت بلکہ معصیت ثابت کرنے کے لیے ایک بزرگ نے ہمت کر کے ایک مولوی صاحب کی خدمت میں جو رحیم بخش نام رکھتے ہیں اور لاہور چینیانوالی مسجد کے امام ہیں ایک استفتا پیش کیا' میاں رحیم بخش صاحب نے ایک طویل عبارت ایک غیر متعلق حدیث ''شد رحال'' کے حوالہ سے لکھی ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں کہ ایسے جلسے پر جانا بدعت بلکہ معصیت ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات' جلد ۱' صفحہ ۳۵۳-۳۵۴)

اور یہ تو آپ اس کتاب کے حصہ اول میں پڑھ چکے ہیں کہ اگلے سال جب مرزا صاحب نے جلسہ سالانہ قادیان کی منسوخی کا اعلان کیا تو لکھا تھا کہ ان کا مذکورہ جلسہ ایک بدعت اور معصیت تھا' یعنی انہوں نے مولوی رحیم بخش صاحب کے فتویٰ پر صادر کر کے اپنے عاصی اور بدعتی ہونے کا اقرار کر لیا تھا۔

عبد الرحمٰن مئوی بنارسیؒ

آپ کا آبائی وطن ضلع اعظم گڑھ ہے اور آپ قصبہ مئو کے محلّہ اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے سن پیدائش کا سراغ نہیں لگ سکا۔ ابتدائی تعلیم محلّہ کے مدرسہ اور گھر پر ہوئی۔ اس کے بعد مولوی عبد اللہ مئوی اور مولانا ولی محمد گھوسی کی رفاقت میں مولانا تراب علی لکھنوی سے علوم کی تحصیل کی بعد ازاں دہلی گئے اور سید نذیر حسین محدثؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور حدیث کی کتابیں پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ تحصیل علوم کے بعد شہر بنارس میں مسجد گیان باقی میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور ایک طویل عرصہ تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ مسجد بی بی رضیہ چوک میں بھی منصب امامت و خطابت پر فائز رہے۔ آپ نے تعلیمی و تدریسی خدمات کے ساتھ کپڑے کی تجارت بھی شروع کر دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تجارت میں بڑی برکت عطا فرمائی۔

مولانا صاحب ثروت ہونے کے ساتھ بڑے متواضع اور فیاض انسان تھے۔ پاس پڑوس کے لوگوں اور غریبوں یتیموں کے ساتھ شفقت اور محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ برکات رمضان اور مسئلہ طلاق ثلاثہ پر رسالے لکھے۔ مئو کی کسی مسجد میں آپ نے ایک جہری نماز میں آمین بالجہر کہی تو مسجد والوں نے آپ کو مسجد سے نکال دیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے ایک مسجد بنوانے کی توفیق عطا فرما۔ بارگاہِ الٰہی میں دعا قبول ہوئی اور مولانا نے اورنگ آبادٔ مئو کی مسجد بنوائی۔ آپ کی ایک اور ملی یادگار فاطمان کی مشرقی عیدگاہ ہے جو باغ سگرا میں واقع ہے۔ آپ کا انتقال ۱۴ محرم ۱۳۱۵ ہجری بدھ کے روز بنارس میں ہوا اور تدفین شاہی باغ میں ہوئی۔ آپ کی لخت ارجمند زبیدہ خاتون نے مدرسہ عالیہ عربیہ کے شعبہ نسواں میں ۳۵ سال دینی خدمات انجام دیں۔ انہی محترمہ کے فیض سے مدرسہ کا شعبہ نسواں قائم ہوا تھا۔ مولانا کے نواسوں میں مولانا عبد المعید بنارسی (ف ۱۹۸۰ء) اور مولانا عبد الحمید ملی بنارسی (ف ۱۹۸۶ء) عالم فاضل گزرے ہیں۔ (محدث بنارس۔ مئی ۱۹۹۸ء)

آپ نے ۱۸۹۱ء والے فتویٰ تکفیر مرزا پر دستخط کیے ہیں اور اس طرح آپ کا شمار تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں ہوتا ہے۔

عبدالغفار مہدانوی

آپ ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۳ء) میں ایک صاحب ثروت اور علم دوست خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا وطن مہدانواں ہے جو کہ مضافات منیر میں ایک مشہور ومعروف علاقہ ہے لیکن آپ نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ چھپرہ میں بسر کیا۔ آپ ابتداء میں حنفی المسلک تھے اور تکمیل تعلیم کے کافی عرصہ بعد تک ان کی یہ حالت رہی کہ اہل حدیث پر کھلے عام تبرا کرتے تھے۔ آپ کے چچازاد بھائی مولانا فضل حسین مصنف الحیاۃ بعد المماۃ نے دہلی میں سید نذیر حسین سے استفادہ کیا تھا اور جب وہ دہلی سے وطن واپس آئے تو آپ کے لئے شاہ ولی اللہ دہلوی اور شاہ اسماعیل کی تصانیف حجۃ اللہ البالغہ، عقد الجید، اور تنویر العینین وغیرہ لیتے آئے۔ ان تصانیف کے بغور مطالعہ کے بعد آپ پر مسلک اہل حدیث کی حقانیت منکشف ہوگئی۔ اس کے بعد مولانا فضل حسین کی تشویق اور تحریک پر آپ دہلی سید نذیر حسین محدث کے درس میں شریک ہوئے اور یہ یہ میاں صاحب دہلوی کا فیض تھا کہ آپ علم حدیث میں ایک ممتاز درجے پر فائز ہوئے۔ اردو اور فارسی میں عمدہ اشعار بھی موزوں کرتے۔ اہل حدیث ضلع سارن (چھپرہ) کے متفق علیہ مقتدا تھے۔ مولانا حافظ محمد ابراہیم آروی کی مشہور تصنیف طریق النجاۃ فی ترجمہ الصحاح من المشکوۃ پر آپ نے منظوم تقریظ لکھی اور آپ مولانا آروی کے دست راست اور مدرسہ احمدیہ آرہ کے پرجوش اور مخلص کارکن تھے۔ آپ کا شمار مدرسہ احمدیہ آرہ کے اولین مدرسین میں ہوتا ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لیے مولانا ابراہیم آروی نے مذاکرہ علمیہ آرہ کی بنیاد ڈالی۔ اس میں آپ بھی مولانا ابراہیم کے دوش بدوش شامل تھے۔ آپ کو تحریک مجاہدین سے بھی خاص لگاؤ تھا اور اس کے خاص معاونین میں سے تھے۔ آپ نے مولانا ابراہیم آروی کی فرمائش پر امام بخاری کی مشہور کتاب ''الادب المفرد'' کا اردو ترجمہ بھی نہایت عمدہ پیرایہ میں کیا اور اس کا نام ''سلیقہ'' رکھا۔ اکثر اہل علم کو اس مقام پر سہو ہوا کہ انہوں نے ''سلیقہ'' کو مولانا آروی کے زمرہ تصانیف میں شمار کیا ہے جو کہ درست نہیں۔

سلیقہ پر ایک نظر ڈالنے سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا نے ترجمہ میں متقدمین کا اسلوب بالکل ترک کر دیا تھا۔ ان کی عبارت سلیس اور با محاورہ ہے۔ قدیم تراجم کی طرح بیان کی پیچیدگی اور انشا کی ژولیدگی نہیں پائی جاتی۔ اس میں تیرہ سو اٹھائیس حدیثیں ہیں پوری کتاب تین حصوں میں ختم ہوئی۔ یہ کتاب مکتبہ خلیلی آرہ سے ۱۳۰۹ ہجری میں طبع ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ مولانا ابراہیم آروی کی تصنیف ''طریق النجاۃ'' میں آپ کے مختصر حواشی ملتے ہیں۔ آپ کی وفات چھپرہ میں ۱۳۱۵ ہجری میں ۴۵ سال کی عمر میں ہوئی۔

مرزا غلام احمد کے کفر پر جو فتویٰ حضرت سید نذیر حسینؒ نے ۱۸۹۱ء میں جاری فرمایا اس پر آپ کے تائیدی دستخط موجود ہیں اور آپ نے لکھا ہے:

گر مسلماں ہمیں است کہ مرزا دارد
وائے گر درپس امروز بود فردائے

اس فتویٰ پر دستخط کر کے آپ نے اپنا نام تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں لکھوا لیا ہے۔

(الاعتصام لاہور۔ ۷ دسمبر ۱۹۹۹ء۔ ماہنامہ جامعہ دہلی۔ اکتوبر ۱۹۳۴ء۔ علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ)

محمد ابراہیم آرویؒ

مولانا آروی انیسویں صدی کے نصف آخر کی ایک ایسی شخصیت ہیں جن کے اصلاحی وتجدیدی اثرات برصغیر سے متجاوز ہو کر جزیرہ عرب تک اور ایک صدی سے گزر کر دوسری صدی تک پہنچے۔ مولانا کے قائم کردہ مدرسہ احمدیہ کے کارناموں کا اندازہ کرنا ہو تو اس دور کے رسائل اخبارات کا مطالعہ مفید ہوگا۔ اس کے علاوہ مدرسہ کی سالانہ رپورٹیں اور انگریز حکومت کا ریکارڈ بھی اس سلسلے میں کارآمد ہے۔

مدرسہ احمدیہ آرہ نے برصغیر میں پہلی مرتبہ بیرونی طلباء کے لیے مسجد اور مدرسہ سے الگ دارالاقامہ کا تصور پیش کیا اور پھر اس کی عملی تعبیر پیش کر کے دارالاقامہ کی عمارت بنائی جس میں ملک و بیرون ملک کے طلباء قیام کرتے تھے اور انہیں رہنے سہنے' کھانے پینے' نہانے دھونے اور دوا علاج وغیرہ کی ساری آسانیاں دارالاقامہ میں حاصل ہوتیں۔

اس کے علاوہ مولانا آروی نے مجلس مذاکرہ علمیہ قائم فرمائی جس کے پلیٹ فارم سے آپ نے ملت کو قدیم و جدید علوم و معارف کا پہلا جامع نصاب دیا۔ مولانا آروی نے خود بھی اپنے تجربات کی روشنی میں نصاب کی بنیادی اور اہم کتابیں تیار کیں جن میں سلالۃ النحو۔ سلالۃ الصرف۔ ابواب الصرف و النحو۔ ارشاد الطلاب۔ ارشاد الطلب فی علم الادب۔ تلقین شریف۔ تہذیب التصریف۔ تسہیل التعلیم اور فارسی کی پہلی کتاب وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے مدرسہ کے صدر مدرس مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری کی ''فصول احمدی۔ النحو۔ منطق اور تسہیل الفرائض جیسی جامع اور مختصر نصابی کتب بھی اسی مدرسہ احمدیہ کے عطیات ہیں۔ عوام کی اصلاح کے لیے مولانا آروی کی چند کتب ''بادشاہ حقیقی و مجازی۔ غنچہ مراد۔ سلیمان و بلقیس۔ تفسیر خلیلی۔ طریق النجاۃ فی ترجمۃ الصحاح من المشکوٰۃ۔ صلوۃ النبی اردو۔ قول میسور تقریر سالانہ شہر میسور۔ صلاح وتقویٰ وغیرہ ہیں۔ آپ کے مدرسہ احمدیہ کو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے مولد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آرہ میں مولانا آروی اور ان کے رفقا نے جو پریس قائم کیا تھا وہ انہوں نے اپنے مصارف سے قائم کیا تھا لیکن اس سے علوم

کتاب وسنت کے علاوہ کوئی چیز نہیں چھاپی گئی اور اس کی آمدنی کا ایک پیسہ بھی پریس قائم کرنے والوں نے اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا سب کچھ اسی مدرسہ کے لیے وقف رہا۔

علامہ آروی کی زندگی کا ایک اور نمایاں پہلو انگریز حکومت کے خلاف ان کی عظیم الشان مجاہدانہ کارروائیاں ہیں وہ ایک طرف تو اندرون ہند جہاد آزادی کے علم بردار خاندان صادق پور اور مشہور انقلابی رہنما مولانا محمد جعفر تھانیسری سے گہرے تعلقات رکھتے تھے دوسری طرف انہوں نے سرحد پر تحریک مجاہدین کے مراکز سے روابط قائم کر رکھے تھے۔ تحریک مجاہدین کے اس سلسلہ کے لیے افراد اسلحہ اور مالیات کی فراہمی کا نظام پورے ملک میں قائم کیا گیا تھا۔ کلکتہ، راج محل، بہار، نیپال، یوپی، بھوپال اور مدھیہ پردیش سے ہوتا ہوا یہ نظام حضرت میاں صاحب محدث دہلویؒ کی مسجد تک اور وہاں سے پنجاب اور سرحد سے ہوتے ہوئے مجاہدین کے مراکز تک نہایت راز داری کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں پورے اخلاص ایثار اور قربانی کے ساتھ انجام دے رہا تھا۔ انگریز کی خفیہ آنکھیں اور برادران یوسف کی ہر قسم کی سازشیں بھی اس نظام کو درہم برہم نہ کر سکیں۔ اس عظیم اور دقیق نظام کے اہم ذمہ داران سید نذیر حسین، نواب صدیق حسن، مولانا ابراہیم آروی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا عبداللہ غازی پوری اور حافظ عبدالمنان وزیر آبادی وغیرہ تھے اور ان بزرگوں کی درسگاہیں اس نظام کے مراکز تھے۔ مولانا آروی نے ہندوستان کو برطانوی استعمار اور عیسائیوں کی اسلام دشمن سازشوں سے نجات دلانے کے لیے ترکی، افغانستان اور نجد کے آل سعود سے بھی گہرے تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ حاجیوں کے ذریعہ یہ پیغامات ... متعلقہ شخصیات کو بھیجے جاتے تھے... جب مولانا ابراہیم پر ان کی آخری زندگی میں انگریزوں کی گرفت مضبوط ہونے لگی تو آپ نے خاموشی سے مولانا رحیم آبادی کو تحریک کا کام سونپا اور مولانا غازی پوری کو تدریس کا اور خود مکہ شریف چلے گئے، وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ مکہ میں قادیانیت کا ''شجرۃ الزقوم'' موجود ہے۔ چنانچہ اساطین حجاز کی موجودگی میں آپ نے معلم جمل اللیل کے مکان پر قادیانیوں سے مناظرہ کر کے انہیں شکست فاش دی اور حرمین کو ان کے وجود سے پاک کیا۔ اس کے علاوہ حرمین میں آپ نے تفسیر وحدیث کا درس شروع کیا۔ شیخ محمد نصیف نے یہیں آپ سے مشکوٰۃ پڑھی اور تحریک احیاء کتاب وسنت کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ یہیں آپ کی ملاقات شیخ ابو بکر محمد خوقیر سے ہوئی جو اپنی سلفیت اور وہابیت کی وجہ سے زیر زمین ایک تنگ اور اذیت ناک

جیل میں ڈال دیئے گئے تھے۔ (التوعیہ دہلی اگست ۱۹۸۹ء صفحہ ۱۹۔۲۳)

تحریک مجاہدین میں آپ کی سرگرمیوں کا ذکر ڈاکٹر قیام الدین نے بھی کیا ہے:

وہ لکھتے ہیں کہ کلکتہ پولیس کی رپورٹوں سے ۸۱-۱۸۸۰ء میں مولانا ابراہیم کی جدوجہد کا حال معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۸۰ء میں ڈھاکہ کے ایک شخص بدیع الزمان نے ممتاز وہابیوں کا ایک جلسہ کرنے کی کوشش کی تھی جس میں نذیر حسین دہلوی بھی شامل کیے گئے تھے چونکہ وہ پولیس کی نگرانی میں تھے اس لیے نذیر حسین نے دہلی میں جلسہ کرنے سے اختلاف کیا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے کوئی دور دراز کا اندرونی قصبہ منتخب کرنے کی رائے دی۔ ابراہیم آروی نے مشورہ دیا کہ یہ جلسہ مظفرپور کے قریب ایک گاؤں تاج پور میں منعقد کیا جائے۔ جلسے میں کوئی تیس ہزار وہابی جمع ہوئے۔ جلسے کا اصل مقصد یہ تھا کہ بغاوت پھیلانے کے لیے حکمت عملی تیار کی جائے۔ اس کے بعد ابراہیم آروی نے کلکتہ، دہلی، لکھنؤ، غازی پوری، بنارس وغیرہ کے دورے کیے اور ان جگہوں میں تقریریں کیں۔ اس کے بعد ایک پولیس رپورٹ میں کمشنر پٹنہ کو اطلاع دی گئی کہ ممتاز وہابیوں کا ایک اور جلسہ سراج گنج میں ہوا جہاں نذیر حسین بھی اپنی بھانجی کی شادی میں شرکت کے بہانے گئے ہوئے تھے۔ اس تقریب نے وہابیوں کے اجتماع کے لیے ایک آسان حیلہ مہیا کر دیا۔ سربرآوردہ حاضرین میں نذیر حسین، مولوی محمد حسین لاہور اور مولوی ابراہیم آروی تھے۔ جلسہ کے بانی و مہتمم مولوی ابراہیم آروی تھے اور مقصد یہ تھا کہ لوگوں کا تعاون حاصل کیا جائے اور اس ملک کے دار الحرب ہونے کا اعلان کر دیا جائے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ سرحد پر وہابی ریاست کا ہندوستان سے رابطہ اور اعانت نسبتاً کمزور پڑ گئی ہے اس لیے ہندوستان سے مزید رضا کاروں اور امداد کی ترسیل کی کوشش کرنا چاہئیں۔ اس خفیہ اجلاس کی خبر حکام کو ملی اور مجسٹریٹ مولویوں کو اچانک جا لینے کے لیے جھپٹے لیکن اس جگہ نہ کوئی قابل مواخذہ چیز دستیاب ہوئی، نہ کوئی گرفتار کیا جا سکا۔ جولائی ۱۸۸۱ء میں سپرنٹنڈنٹ پولیس پٹنہ نے کمشنر کو رپورٹ کی کہ مولوی ابراہیم آروی نے اپنے کلکتہ کے ایک دورے میں تبلیغ کی ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو جائے اور یہ کہ کسی غیر سرکاری شغل میں آدھے معاوضے پر کام کرنا دوگنے معاوضے پر سرکار کے لیے کام کرنے

سے بہتر ہے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ابراہیم کی تقریر کے بعض خاص خطرناک پہلوؤں پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا کہ ابراہیم نے احتجاج شورش' مقدمہ بازی' فراہمی چندہ' سرکاری ملازمین کو استعفا کی ترغیب و اغوا اور اس طور پر کہ فوجی سپاہیوں پر اثر انداز ہوں ، کے تمام طریقے استعمال کیے۔ اس نے مزید اظہار رائے کیا کہ ابراہیم آروی یقیناً ایسا آدمی معلوم ہوتا ہے جس پر نگرانی رکھنا چاہیے۔ اس نے یہ رپورٹ بھی کی کہ ابراہیم ایک پیسہ فی روپیہ آمدنی کے حساب سے لوگوں سے ایک قسم کا فنڈ (چندہ) جمع کر رہا ہے۔ بیگم بھوپال اس فنڈ میں چندہ دہندگان میں نمایاں حصہ لیتی تھیں جو بظاہر تو جمع کیا جاتا تھا ایک دیوانی مقدمہ میں اعانت کے لیے جس میں ضلع آرہ کے وہابی الجھے ہوئے تھے مگر دراصل یہ ستھانہ کے مذہبی دیوانوں (سرحد پر مجاہدین) کے لیے مقصود تھا۔ دوسرے سال بھی ابراہیم آروی کے خلاف تحقیقات جاری تھی۔ پولیس انسپکٹروں نے سپرنٹنڈنٹ پولیس شاہ آباد کو ان کے بارے میں ایک مفصل رپورٹ بھیجی جس میں خبر دی کہ محمد عمر کی طرح ابراہیم آروی کے تعلقات بھی اعلیٰ درجہ کے ہیں اور طاقتور اور ذی اثر رشتہ داروں سے مربوط ہیں۔ شادیوں کے ذریعے ان کا رابطہ خاندان صادق پور سے بھی ہے۔ وہ عبدالعزیز ساکن رحیم آباد ضلع دربھنگہ' عظمت حسین مختار کلکتہ' عبد الرحیم کے (بھائی) عبدالرؤف' لطیف حسین اور ان کے بھائی عبد الغفور (عبد الغفار) ساکن مہداواں کی شمولیت سے روپے کی تحصیل میں مشغول ہیں۔ اس سال جو روپے جمع ہوئے ان کی میزان دس ہزار سے زائد ہے۔ اس کی تقسیم ابراہیم نے کی مگر معلوم نہ ہوا کہ انہوں نے اس کو جمع کہاں کیا؟ ان تحصیل کردہ رقوم میں سے بہت قلیل حصہ مدرسہ اور دوسرے ظاہر کردہ مدات پر صرف ہوا۔ باقی کثیر رقم غیر محسوب اور نا مندرج رہی کیونکہ غالباً سرحد کو بھیج دی گئی۔ (ہندوستان میں وہابی تحریک۔ صفحہ ۳۳۴۔ ۳۳۷)

مدرسہ احمدیہ آرہ اپنے دور میں صوبہ بہار میں اہل حدیث کی یونی ورسٹی تھی۔ جس کی بنیاد مولانا ابراہیم نے ۱۸۸۰ء میں رکھی۔ مولانا نہایت نیک با اخلاص اور جوشیلے آدمی تھے جس وقت جو امر حق ان کے ذہن میں ثابت ہو گیا ایک منٹ کے لیے بھی اس پر عمل کرنے میں دیر نہ کرتے اور نہ اس کی پرواہ کرتے کہ لوگ مضحکہ اڑائیں گے۔ ان کی نماز اور ان کا وعظ بہت پر اثر تھا۔ مدرسہ احمدیہ کے شیوخ میں مولانا سعید بنارسی بھی تھے لیکن ان کا مولانا آروی

سے کوئی اختلاف ہوا تو وہ بنارس چلے گئے اور وہاں اپنا مدرسہ قائم کیا بعد میں جب ۱۹۰۶ء میں یہاں مولانا محمد اسحاق فخر غازی پوری، مولانا عبدالعزیز ردانوی، مولانا عبدالغفار مہدانوی، مولانا عبدالنور دربھنگوی، مولانا نذیرالدین احمد بنارسی مولانا عبدالقادر مئو کے علاوہ قاضی محمد مچھلی شہری اور حافظ عبداللہ غازی پوری نے بھی درس دیا۔ اسی مدرسے کا سالانہ جلسہ جب ۱۹۰۶ء میں منعقد ہوا تو مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا میر سیالکوٹیؒ نے ملک گیر کانفرنس کے انعقاد کی تجویز پیش کی اور اکابرین کی موجودگی میں اہل حدیث کانفرنس کی تشکیل عمل میں آئی۔ جس کے پہلے صدر مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور ناظم اعلی مولانا ثناء اللہ امرتسری ہوئے۔ کانفرنس کے مقاصد میں دوسرے امور کے ساتھ تبلیغ و تدریس کا مشن بھی شامل تھا۔ چنانچہ اس کے تحت بہت سی کانفرنسیں برصغیر کے طول وعرض میں ہوئیں۔ ہزاروں کتابیں مفت تقسیم کی گئیں۔ کئی مدارس اور مکتب اس کی سرپرستی میں کتاب وسنت کی تعلیم دیتے رہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قیام میں بھی مولانا آروی کا حصہ گراں قدر ہے۔ ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۲ء) میں مدرسہ فیض عالم کانپور میں جو علماء جمع ہوئے تھے ان میں مولانا محمود حسن' مولانا خلیل احمد سہارنپوری' مولانا لطف اللہ علی گڑھی' مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا احمد حسن کانپوری' مولانا محمد علی مونگیروی' وغیرہ شامل تھے۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا تھا کہ اگلے سال مدرسہ کے سالانہ جلسہ پر تمام علماء کو دعوت دی جائے اور مجلس کا نام ندوۃ العلماء قرار پایا۔ مولانا محمد علی مونگیری اس مجلس کے ناظم ہوئے۔ اگلے سال ۲۲ تا ۲۴ اپریل فیض عام کان پور میں جلسہ ہوا۔ مولانا شبلی نعمانی شاہ سلیمان پھلواروی شاہ محمد حسین الہٰ آبادی' مولوی محمد ابراہیم آروی' مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی احمد رضا خان' بریلوی وغیرہ اس اجلاس میں شریک ہوئے۔ مولانا شبلی نے ندوۃ کا دستور العمل پیش کی ااور مولانا بٹالوی کی تحریک سے یہ دستور علماء کی ایک مجلس کے سپرد ہوا۔ دوسرے دن مولانا بٹالوی کی تائید اور مولانا شبلی کی تحریک پر سید محمد شاہ محدث صدر جلسہ ہوئے۔ مولانا عبدالحق حقانی اور مولانا آروی نے تقاریر فرمائیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی بھی شریک جلسہ تھے۔ ندوہ کا دوسرا جلسہ لکھنؤ میں اپریل ۱۸۹۵ء ہوا اور اس میں بھی مولانا آروی شریک ہوئے۔ (حیاۃ شبلی۔ صفحہ ۳۰۴۔۳۱۲)

مولانا ابراہیم کی وفات ۱۳۱۹ ہجری میں ہوئی اور تاریخ وفات سے نکلتی ہے۔

مولانا آروی کا شمار تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں ہوتا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں

حضرت میاں صاحب نے مرزا غلام احمد کی تکفیر کا جو فتویٰ دیا مولانا آروی نے اس پر تائیدی دستخط کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ''میں اس کے ساتھ پورا متفق ہوں''۔ اس فتویٰ کے بعد آپ بہار کے علاقہ میں تحریک ختم نبوت کا کام کرتے رہے اور تحریک کے نمایاں لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا رہا۔ ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب نے تفسیر نویسی کے لیے جو چیلنج دیا اس کے مدعوین میں مولانا آروی بھی شامل تھے۔ جب آپ حجاز چلے گئے تو وہاں بھی آپ نے اس کام کو جاری رکھا۔ حجاز میں مرزائیت اپنی جڑیں پھیلانے کی کوشش کر رہی تھی اور مرزا صاحب کو دیار مقدس میں اپنے مشن کی کامیابی کا اس قدر یقین ہو گیا تھا کہ وہ نہ صرف حجاز جانے کا ارادہ کیے بیٹھے تھے بلکہ وہ اپنی زندگی کے آخری ایام بھی حجاز ہی میں گزرنا چاہتے تھے جیسا کہ انہوں نے پیش گوئی کر رکھی تھی کہ وہ مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔

مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کے غبارے سے ہوا نکالنے کا کام مولانا محمد ابراہیم آروی مرحوم نے کیا۔ انہوں نے حجاز میں مرزائیت کی جڑ کاٹ دی اور مرزائیت کے لیے وہاں حالات اس قدر ناسازگار بنا دیئے کہ جب مرزا صاحب کو کوئی شخص حج پر جانے کے لیے کہتا تو وہ تبرا بازی شروع کر دیتے اور فرماتے کہ ان بے حیاؤں کو معلوم نہیں کہ قرآن کہتا ہے کہ اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور میرے لیے حجاز جانا ہلاکت میں پڑنے کے مترادف ہے اس لیے میں حج کا خیال اپنے دل سے نکال کر قرآن ہی تعلیمات پر عمل کر رہا ہوں۔ اور یوں مرزا صاحب حجاز تشریف نہ لے جا سکے اور وہ نہ مکہ میں مرے نہ مدینہ میں۔

اس طرح ان کی الہامی پیش گوئی جھوٹی ہوگئی جو ان کے مفتری علی اللہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اور یہ ثبوت اس مناظرے کے ذریعے ظہور میں آیا ہے جو مولانا آروی نے جمل اللیل نامی معلم کے گھر میں حجاز کے علماء وفضلاء اور رؤساء کی موجودگی میں مرزائیوں سے کیا تھا۔

عبدالمجید دہلوی

مولوی عبدالمجید جناب میاں صاحب سید نذیر حسین کے مشہور تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں اور چونکہ آپ دہلی میں رہتے تھے اس لئے آپ کو اپنے شیخ کی خدمت کا ان کے دیگر شاگردوں کی نسبت زیادہ موقع ملا۔ دہلی میں آپ مطبع انصاری کے مالک تھے اور اس مطبع نے آپ کے زیر اہتمام علوم اسلامیہ کی اشاعت میں اہم خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ نے میاں صاحب کے ایک اور شاگرد مولانا تلطف حسین بہاری اور پھاٹک حبش خان کے ایک رئیس جناب فضل الٰہی کے ساتھ مل کر دہلی میں ایک دینی مدرسہ بھی بنایا تھا جس کا نام ریاض العلوم تھا۔ ۱۳۰۲ھ میں قائم ہونے والے اس مدرسہ کے مالیات کی کفالت فضل الٰہی صاحب کرتے تھے اور مولانا تلطف حسین بہاری اس کے ناظم اعلیٰ تھے۔ طلباء کو معقول وظائف دیئے جاتے تھے۔ بعد میں جب اس مدرسہ کی نشاۃ ثانیہ ہوئی تو مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور مولانا عبدالمنان غازی پوری نے یہاں پڑھایا۔ کچھ عرصہ بعد اس مدرسہ میں دہلی کے دو اور مدرسے بھی ضم کر دیئے گئے یعنی مدرسہ رشیدیہ اجمیری گیٹ اور مدرسہ جامع اعظم بلی ماراں۔ اور اس کا نام ریاض العلوم کی بجائے جامع اعظم رکھا گیا۔ اس کے ناظم عبیدالرحمٰن عمرپوری مالک دواخانہ دارالشفا تھے۔ اس مدرسے کے نصاب میں معقول ومنقول کے ساتھ انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی۔ (اہل حدیث کی تدریسی خدمات۔ ص۲۲)

مولانا عبدالمجید دہلی میں نامور مقرر اور مناظر شمار ہوتے تھے۔ مرزا غلام احمد کو ۱۸۹۱ء میں دہلی میں جن علماء نے مناظرے کا چیلنج دیا تھا ان میں مولانا عبدالمجید بھی شامل تھے اور جب مرزا صاحب نے اہل دہلی کے ڈر سے میدان مناظرہ میں نکلنے سے انکار کیا تو مولانا عبدالمجید نے یہ تجویز پیش فرمائی تھی کہ مرزا صاحب اپنے کرایہ کے مکان کی چھت پر آجائیں اور میں سامنے کے مکان کی چھت پر آجاتا ہوں۔ ہمارے درمیان بازار بلی ماراں ہوگا اور کسی کو مرزا صاحب کو نقصان پہنچانے کا موقع نہیں ملے گا اور مناظرہ ہو جائے گا۔ مرزا صاحب نے یہ تجویز قبول نہیں فرمائی۔ اس کے بعد جب جامع مسجد دہلی میں تجویز ہوئی کہ مرزا صاحب وہاں تشریف لا کر اپنی مسیحیت کے دلائل پیش کریں اور میاں

نذیر حسین صاحب ان دلائل کو سن کر ان کے جھوٹے ہونے کی قسم اٹھائیں، تو اس جلسے کے انتظامات میں عبدالمجید صاحب پیش پیش تھے ۔ اور جب مسجد میں مرزا صاحب سے درخواست کی گئی کہ وہ میاں صاحب کے سامنے اپنے دلائل پیش کریں تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں تو میاں صاحب سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں ۔ اس پر دہلی والوں نے کہا کہ مناظرہ یا مباہلہ کرنا ہے تو عبدالمجید یا محمد حسین بٹالوی سے کرو لیکن ان دونوں بزرگوں کے سامنے آنے سے مرزا صاحب کی جان جاتی تھی اس لئے وہ راہ فرار اختیار کر گئے ۔

دہلی کی جامع مسجد میں ہونے والی اس مجلس سے پہلے مولوی عبدالمجید صاحب مرزا صاحب کی دہلی والی رہائش گاہ پر بھی گئے تھے اور وہاں انہوں نے مرزا کو مناظرے کا چیلنج بھی دیا تھا ۔ اس واقعہ کو مرزا غلام احمد نے تھوڑی تحریف کے ساتھ بایں الفاظ بیان کیا ہے

> جب میں دہلی گیا تھا تو (عبدالمجید) خود میرے مکان پر آیا تھا ۔ اور کہتا تھا کہ یہ الہام شیطانی ہیں اور مسیلمہ کذاب سے مجھے تشبیہہ دی ۔ اور کہا کہ اگر تو بہ نہ کرو گے تو تقول اور افتراء کا نتیجہ بھگتو گے ۔ میں نے کہا کہ اگر میں مفتری ہوں تو میں افتراء کی سزا پاؤں گا ۔ ورنہ جو شخص مجھے مفتری کہتا ہے وہ مواخذہ سے نہیں بچ سکتا ۔ آخر عبدالمجید میری زندگی میں ہی اپنے اس بدزبانی مباہلہ کے بعد مر گیا ۔ اور ان ایام میں اس نے میرے مقابل پر میری تکذیب کے بارے میں سخت الفاظ کے ساتھ ایک اشتہار بھی شائع کیا تھا اور شائد پیسہ پیسہ پر فروخت کیا تھا
>
> (تتمہ حقیقت الوحی ص ۴۵۵ اور حاشیہ روحانی خزائن ج ۲۲)

۱۸۹۱ء میں جب مرزا صاحب دہلی میں حضرت میاں نذیر حسین صاحب کو مخاطب کر کے اشتہار بازی کر رہے تھے تو اس وقت ان کا خیال تھا کہ اگر صرف میاں صاحب ان کے مقابل ہوتے تو ان کی بات بن جاتی لیکن مولوی عبدالمجید اور مولوی محمد حسین نے ان کی دال گلنے نہیں دی ۔ چنانچہ میاں صاحب کو مخاطب کر کے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> ”اگر میں دلی میں نہ آیا ہوتا اور اس قدر قسمیں دے کر عہد پر عہد کر کے آپ سے بحث کا مطالبہ نہ کیا ہوتا تو شاید آپ کے اس انکار میں ایسا بڑا گناہ نہ ہوتا‘ لیکن اب تو آپ کے پاس کوئی عذر نہیں اور تمام دہلی کا گناہ آپ ہی کی گردن پر ہے ۔ اگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید نہ ہوتے تو شاید آپ راہ پر آ سکتے‘ لیکن آپ کی بدقسمتی سے ہر وقت ان دونوں

کی آپ پرنگرانی رہی۔ میں تو مسافر ہوں اب انشاء اللہ تعالیٰ اپنے وطن کی طرف جاؤں گا۔آپ کی برانگیخت سے بہت سے لعن طعن اور گندی گالیاں دہلی والوں سے سن چکا اور آپ کے دونوں رشید شاگردوں نے کوئی دقیقہ لعن طعن کا اٹھا نہ رکھا''۔

(اشتہار مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد ا' صفحہ ۲۶۲)

جب مرزا صاحب اور مولانا عبدالحق غزنوی کے مباہلے کی بات چل رہی تھی اور مرزا صاحب دعویٰ کر رہے تھے کہ ان کے مقابلے میں کوئی نہیں آتا تو اس وقت مولانا عبدالحق نے ایک اشتہار شائع کیا تھا جس کا عنوان تھا:

استدعا مباہلہ از مرزا قادیانی بذریعہ اشتہار

اس اشتہار میں مولانا نے ان لوگوں کے نام گنوائے تھے جو مرزا صاحب کو مباحثے کے چیلنج کر چکے تھے اور مرزا صاحب خود ہی ان سے کتراتے پھر رہے تھے۔ ان لوگوں میں مولانا عبدالمجید صاحب کا نام بھی تھا اور بتایا گیا تھا کہ انہوں نے مرزا صاحب کو اتمام حجت کا نوٹس دیا تھا جو ۱۳ ربیع الاول ۱۳۰۹ء کو انہیں پہنچایا گیا تھا اور جس کا قادیانی کیمپ سے جواب نہیں آیا تھا۔

(مجموعہ اشتہارات' جلد ا' صفحہ ۴۲۲۔ حاشیہ)

مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں مباہلہ کے چیلنج پر مشتمل جو اشتہار شائع کیا تھا اس میں مولانا عبدالمجید دہلوی کا نام بھی شامل تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے کارکنان تحریک ختم نبوت میں آپ کا مقام بہت اونچا تھا۔ آپ کی وفات فروری ۱۹۰۷ میں ہوئی اور مرزا صاحب ان کی وفات کو اپنی صداقت کی نشانی بتایا کرتے تھے۔ ہم یہ لکھ چکے ہیں ۱۸۹۶ء والے اشتہار کے جواب میں کوئی مباہلہ نہیں ہوا تھا اس لیے اس اشتہار میں شامل کسی بزرگ کی موت و حیات مرزا صاحب کے صدق و کذب کا نشان نہیں ہے۔ لیکن اگر مرزا صاحب اپنے سے پہلے مر جانے والوں کی موت کو اپنی صداقت کا نشان بنانے پر مصر ہوں تو ان کے لیے خسارے کا سودہ ہے۔ اس لیے کہ ۵۶ مدعو علماء میں سے ۵۵ علماء بھی مرزا صاحب سے پہلے مر جائیں اور اس وجہ سے وہ ۵۵ علماء جھوٹے قرار دیے جائیں تو اسی اصول کی بنا پر اس ایک مسلمان عالم کی حیات جو مرزا صاحب کے بعد فوت ہوا ہو مرزا صاحب کے کذب کا ثبوت بن جائے گی اور یہاں تو ایک مسلمان عالم کا معاملہ نہیں بلکہ بہت سارے علماء کا ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں اور قادیانی حضرات بھی جانتے ہیں کہ ۱۸۹۶ء والے اشتہار مباہلہ میں

شامل جو مسلمان علماء تھے ان میں سے مولانا بٹالوی' مولانا امرتسری' حافظ وزیر آبادی' امام عبد الجبار غزنوی' مولانا عبدالحق غزنوی' مولانا عبدالواحد غزنوی' مولانا عبدالحق حقانی وغیرہم ابھی زندہ تھے کہ مرزا صاحب کو موت نے آ لیا تھا۔

مولانا عبدالمجید دہلوی نے عیسائی مشنریوں کی برصغیر میں یلغار کو روکنے میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ عیسائی پادریوں سے ان کے مناظروں کا دہلی میں شہرہ تھا جیسا کہ مولانا امرتسری مرحوم جو خود بھی اس میدان کے شہسوار تھے عیسائیوں سے مناظروں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں

''سب سے پہلے عیسائی پادری فنڈر انگریز ہندوستان آیا اور اس نے اپنی علمی استعداد کی وجہ سے علماء اور عوام میں کافی شہرت پیدا کر لی۔ یہ زمانہ وہ تھا جب بائیبل کا اردو ترجمہ ابھی نہیں ہوا تھا اور علماء انگریزی سے ناواقف تھے۔ ایسی حالت میں مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی ضلع مظفرنگر کھڑے ہو گئے اور ڈاکٹر وزیر خان ان کے ساتھ ملے جو انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر کے مولوی صاحب کو بتاتے اور مولوی صاحب مناظرہ میں ان سے کام لیتے۔ کتاب ''اعجاز عیسوی'' اسی زمانہ کی تصنیف موجود ہے' یہاں تک کہ پادری فنڈر ہندوستان سے نکل بھاگا۔ مولوی رحمت اللہ صاحب کے بعد حافظ ولی اللہ صاحب لاہوری خدا سے توفیق پا کر اس کام کے لیے تیار ہوئے' آپ نابینا تھے مگر حافظہ کمال تھا، سب کچھ زبان سے بولتے تھے۔ میاں عبدالعزیز صاحب بیرسٹر لاہور کے والد مولوی الٰہی بخش صاحب مرحوم جو بڑے متقی اور پرہیز گار بزرگ تھے' وہ حافظ صاحب ہی کے شاگرد تھے' اسی طرح دہلی میں مولوی عبدالمجید صاحب مالک انصاری پریس اور ابونصر وغیرہ بھی عیسائیوں کے مدمقابل تھے۔

(اہل حدیث امرتسر' ۲۷ ستمبر ۱۹۴۶ء صفحہ ۵)

اللہ آپ کو آپ کے اعمال خیر کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

حسین بن محسن انصاریؒ

آپ ۱۲۴۵ ہجری میں یمن میں پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں سید حسن بن عبد الباری کی خدمت میں پہنچے اور ان سے تفسیر حدیث فقہ اور نحو کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے علاوہ آپ نے اپنے بڑے بھائی قاضی محمد بن محسن، قاضی احمد بن امام محمد بن علی شوکانی اور شیخ محمد بن ناصر الحازمی جیسے اعیان سے بھی کسب فیض کیا۔

آپ حدیدہ (یمن) سے بھوپال آئے، ان کی پہلی آمد سکندر بیگم کے عہد میں ۱۸۶۲ء میں ہوئی، جب آپ دو سال بھوپال رہ کر پھر یمن واپس چلے گئے تھے۔ دوبارہ ۱۸۶۹ء میں شاہ جہان بیگم صاحبہ کے عہد میں تشریف لائے لیکن چار سال قیام کر کے پھر واپس وطن چلے گئے۔ یہ نواب سید صدیق حسن خان کا زمانہ تھا جو بڑے صاحب نظر عالم اور جوہر شناس رئیس تھے۔ حجاز کے سفر میں ان کی شیخ حسین بن محسن سے ملاقات ہوئی، وہ ان کے علمی علوئے اسناد، غیر معمولی حافظہ، علوم حدیث پر ان کی غیر معمولی قدرت اور ان کا تبحر علمی دیکھ کر ان کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ خود بھی ان سے سند لی اور ان کو بھوپال تشریف لانے کی دعوت دی۔ یوں ۱۸۷۹ء میں وہ بھوپال آئے اور وہیں رہ پڑے۔

شیخ حسین فن حدیث کے امام اور قدیم محدثین (جن کی قوت حفظ اور وسعت نظر کے واقعات قدیم تذکروں میں منقول اور اس دور کے لوگوں کے لیے سرمایہ استعجاب ہیں) کی یادگار اور بولتی چالتی تصویر تھے۔ ہندوستان میں ان کے درس حدیث میں بڑی برکت ہوئی اور ان کو ایسی مرجعت حاصل ہوئی جو ایک دو علمائے راسخین کو چھوڑ کر کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ بڑے بڑے اساتذہ فن اور مشاہیر علماء۔ (جو خود بھی صاحب درس وتصنیف تھے اور جن کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع تھا) ان کے تلمذ کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ شیخ حسین کے قیام نے بھوپال کو دار الحدیث اور شیراز و یمن کا ہم سر بنا دیا۔ تقریباً ثلث صدی سے زائد اس شہر کی موتی مسجد جامع ازھر سے آنکھیں ملاتی تھی۔ خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا جن میں نواب صدیق حسن، مولانا شمس الحق، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا عبداللہ غازی پوری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی اور

مولانا سید عبدالحیٔ لکھنوی وغیرہ شامل ہیں۔

مولانا عبدالحیٔ کہتے تھے کہ شیخ حسین کا وجود اور ان کا درس حدیث ایک نعمت خداوندی تھا جس سے ہندوستان اس وقت بلاد مغرب اور یمن کا ہمسر بنا ہوا تھا اور اس نے جلیل القدر شیوخ حدیث کی یاد تازہ کر دی جو اپنے خداداد حافظہ، علو سند اور کتب حدیث و رجال پر عبور کامل کی بنا پر خود ایک زندہ کتب خانے کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ بیک واسطہ علامہ شوکانی صاحب ''نیل الاوطار'' کے شاگرد تھے اور ان کی سند حدیث بہت عالی اور قلیل الوسائط سمجھی جاتی تھی۔

حدیث کا فن گویا ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا تھا۔ مولانا حیدر حسن خان ٹونکی شیخ الحدیث ندوۃ العلماء جو شیخ کے شاگرد تھے، فرمایا کرتے تھے کہ فتح الباری جیسی ضخیم کتاب شیخ صاحب کو تقریباً حفظ تھی۔

شیخ صاحب تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں شامل ہیں۔ آپ نے ۱۸۹۱ء میں جاری ہونے والے فتویٰ تکفیر مرزا پر دستخط فرمائے اور لکھا:

''طریقة الکذاب الدجال مرزا قادیانی طریقة اہل الضلال لا شک فی ذالک۔ ومن شک فی ضلاله فهو مثله ۔ وقد حررت فی رسالة رد ما افتراه جازاه الله بما ہو اہله''

''کذاب دجال مرزا قادیانی کا طریق گمراہوں کا طریق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں جو اس کے گمراہ ہونے میں شکر کرے وہ ویسا ہی گمراہ ہے۔ میں نے اس کے مفتریات کے رد میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ خدا اس کو مفتریات کی سزا دے''۔

آپ نے مرزا صاحب کے عقائد باطلہ کی تردید میں عربی میں ایک کتاب ''فتح الربانی'' کے نام سے لکھی۔ آپ تحریک کے کام میں اتنے سرگرم تھے کہ جب مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں مباہلے کے چیلنج والا اشتہار شائع کیا تھا تو آپ کا نام بھی مدعوین میں شامل تھا اور پیر مہر علی اور دورے علماء کو مرزا صاحب نے ۱۹۰۰ء میں تفسیر نویسی کا جو چیلنج دیا تھا اس کے مدعوین میں بھی آپ شامل تھے۔ آپ کی وفات ۱۹۱۰ء میں مرزا صاحب کی موت کے دو سال بعد ہوئی۔

(پرانے چراغ۔ صفحہ ۲۰۹-۲۱۱، علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ۔ صفحہ ۹۹-۱۰۰، حیات عبدالحیٔ، صفحہ ۷۹-۷۰۔ اہل حدیث علماء کی خدمات حدیث۔ صفحہ ۸۸-۹۰ حاشیہ)

محمد شمس الحق ڈیانوی

آپ کی کنیت ابوطیب نام محمد اور لقب شمس الحق ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ امیر علی بن مقصود علی بن غلام حیدر بن ہدایت اللہ بن محمد زاہد بن نور محمد بن علاء الدین ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے نانا مولانا گوہر علی صدیقی سخاوت و فیاضی میں مشہور انام تھے۔ ان کا پرتو ان کے صاحبزادگان اور نواسوں پر پڑا۔

آپ کی ولادت ۲۷ ذی قعد ۱۲۷۳ ہجری (جولائی ۱۸۵۷ء) کو عظیم آباد پٹنہ محلّہ رمنہ میں ہوئی۔ ۵ سال کے ہوئے تو اپنی والدہ کے ہمراہ موضع ڈیانواں (جو اسی ضلع میں اسٹیشن فتوحہ سے کچھ فاصلہ پر ہے) تشریف لے گئے۔ آپ کے والد شیخ امیر علی آپ کے بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے اس لیے آپ نے اپنے بڑے ماموں مولوی محمد احسن صاحب کی زیر نگرانی تربیت پائی۔ ۱۲۷۹ ہجری مولوی محمد ابراہیم صاحب نگر ہنسوی عظیم آبادی المتوفی ۱۲۸۲ ہجری (جو مولانا اسحاق دہلوی کے تلامذہ میں سے تھے) نے آپ کو ''اقراء باسم ربک'' پڑھایا اور یوں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ پھر وہیں ڈیانواں میں حافظ اصغر علی رامپوری سے پڑھنے لگے۔

ختم قرآن کے بعد کتب فارسیہ وغیرہ مولوی راحت حسین صاحب مرحوم پتھوی اور بعض مختصرات مولوی عبدالحکیم صاحب شیخ پوری سے پڑھیں' اس کے بعد مولوی لطف علی بہاری (من جملہ تلامذہ مفتی صدر الدین دہلوی' حضرت میاں صاحب' مولوی فضل حق خیر آبادی) سے تحصیل علوم شروع کی اور شرح ملا جامی، قطبی، میبذی، نور الانوار، اصول الشاسی، شرح وقایہ، کنز الدقائق و جامع الترمذی کا سبق لیا۔ اسی دوران مولانا نور احمد ڈیانوی سے بھی استفادہ کرتے رہے جو سید نذیر حسین صاحب سے فیض یافتہ تھے۔ ۱۲۹۱ ہجری کے بعد آپ کو حصول علم کے لیے سفر کا شوق ہوا اور ۱۲۹۲ ہجری میں آپ لکھنؤ پہنچے جہاں مولوی فضل اللہ بن مولوی نعمت اللہ صاحب لکھنوی سے کامل ایک سال تک کتب معقول پڑھیں پھر ۲۶ محرم ۱۲۹۳ ہجری کو مراد آباد پہنچے اور قاضی بشیر الدین بن مولانا کریم الدین قنوجی کی خدمت میں حاضر ہو کر

بقیہ کتب درسیہ کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ اوائل محرم ۱۲۹۵ ہجری میں آپ دہلی پہنچے اور میاں صاحب سید نذیر حسین سے کامل ایک سال تک علم حدیث وتفسیر پڑھ کر آخر محرم ۱۲۹۶ ہجری میں سند لے کر واپس وطن آئے۔

۱۳۰۲ء میں آپ دوبارہ دہلی تشریف لے گئے اور ڈیڑھ سال وہاں رہ کر دوبارہ میاں صاحب سے صحاح ستہ' موطا امام مالک و دارمی و دارقطنی و شرح نخبہ پڑھ کر ۱۳۰۳ ہجری میں سند ثانی حاصل کی۔ ۱۳۰۴ ہجری میں شیخ حسین یمنی کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اطراف صحاح ستہ وغیرہ پڑھ کر ان سے بھی اجازت عامہ حاصل کی۔ اس کے علاوہ بھی مختلف اوقات میں کئی مرتبہ شیخ صاحب ممدوح کی زیارت سے مشروف ہو کر فوائد لا متناہیہ حاصل کیے۔

بعد فراغت وطن جا کر درس و تدریس و وعظ و تذکر و افتاء و تصنیف میں مشغول ہوئے۔ آپ کے درس میں عرب و فارس کے طلبہ بھی دیکھے گئے اور بہت لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا ابوالقاسم بنارسی' قاضی صالح بن عثمان نجدی (ف ۱۳۵۰ ہجری)' شیخ عبدالحفیظ بن محمد طاہر الفاسی المراکشی (ف ۱۳۸۳ ہجری)۔ سید اسماعیل خطیب حسنی ازہری' مولانا شرف الدین محدث' مولانا عبدالحمید سوہدروی وغیرہ شامل ہیں۔ فتاویٰ بھی آپ نے بے شمار لکھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحب مال کیا تھا اور آپ کا خاندان ڈیانواں کے رؤسا میں شمار ہوتا تھا۔ اس مال کی بدولت آپ نے ایک عظیم کتب خانہ تیار کیا جس میں مطبوعہ کتابوں کے علاوہ بیش بہا نادر و نایاب' کمیاب اور قلمی کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا۔ (جس کی تفصیل برہان دہلی ۱۹۵۱ء جولائی اور ترجمان الحدیث لاہور مئی ۱۹۸۰ء میں دیکھی جاسکتی ہے) پرانے رسم الخط (عربی غیر منقوط) کو آپ بلا تکلف پڑھتے۔ اکثر کتب پر مفید حاشیہ لکھا۔ قاضی شوکانی سے ''نیل الاوطار'' میں حوالہ اسماء الرجال میں جو سہو ہوا اس کو آپ نے گرفت کر کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ ''جامع ترمذی'' مطبوعہ ہند میں جو دوسرے صفحہ پر حدثنا محمد بن حمید بن اسماعیل بجائے محمد بن اسماعیل البخاری طبع ہو گیا تھا اس غلطی پر سوائے آپ کے کسی کو تنبہ نہ ہوا۔ آپ کے کتب خانہ میں بعض نایاب کتابیں مثلاً ''مختصر تاریخ بخارا۔ معرفۃ السنن و الآثار للبیہقی ، مصنف لابن ابی شیبہ کامل۔ صحیح ابن حبان۔ مسند بزار ناقص۔ صحیح ابن عوانہ (جس پر امام ذہبی کے دستخط ہیں)۔ مسند حمیدی۔ مسند عبد بن حمید۔ ابن عبد البر وغیرہ موجود تھیں اور خدا بخش خان مرحوم کے کتب خانہ کے بعد جو بانکی پور میں تھا آپ کا کتب خانہ قابل ذکر تھا۔ لیکن ذخیرہ حدیث و

تفسیر واسماء الرجال کے لحاظ سے آپ کے کتب خانے کا نمبر اول تھا۔

تفسیر ''جلالین'' آپ ہی کی سعی سے حیدر آباد میں طبع ہوئی۔ سنن دار قطنی کا ظہور آپ ہی کی ذات سے ہند میں ہوا اور وہ بھی حل اور شرح کے ساتھ۔ امام ابن قیمؒ کی ''تہذیب السنن'' اور علامہ منذری کی ''تلخیص السنن'' بھی پہلی بار آپ کے کتب خانہ کے نسخوں سے ''غایۃ المقصود'' کے حاشیہ پر شائع ہونا شروع ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ امام بخاری کی ''خلق افعال العباد'' علامہ ذہبی کی ''کتاب العرش والعلو' بھی آپ ہی کے کتب خانہ کے اصل نسخوں کے مطابق پہلی بار ''اعلام اہل العصر'' کے ساتھ طبع ہوئیں۔ اسی طرح امام بخاری کی ''تاریخ الصغیر'' اور امام نسائی کی ''کتاب الضعفاء والمتر وکین'' بھی آپ ہی کی توجہ خاص سے پہلی بار طبع ہوئیں بلکہ ان کتابوں پر بعض مقامات کی توضیح وتشریح سے متعلقہ حواشی بھی آپ نے لکھے۔ اسی طرح امام بخاریؒ کی ''کتاب المفرد'' جو مطبع خلیلی میں طبع ہوئی اس پر بھی آپ کے نوٹس موجود ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کی شہرہ آفاق کتاب ''تلخیص الحبیر'' کی طباعت کا پہلی بار اہتمام مولانا تلطف حسین بہاری نے آپ ہی کے حکم سے کیا۔ مولانا ابوالقاسم بنارسی نے لکھا ہے کہ حیدر آباد کے معروف مطبع دائرۃ المعارف کے آپ رکن تھے۔ ''تہذیب التہذیب'' اور ''تذکرہ حفاظ الحدیث'' آپ ہی کے مشورہ سے طبع ہوئیں۔

مولانا محمد سعید بنارسی کو آپ نے باطل افکار کی تردید کے لیے تیار کیا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے ''اوثق العری'' لکھی تو بنارسی صاحب سے آپ نے ''کسر العری باقامۃ الجمعۃ فی القری'' لکھوائی اور اپنے خرچ پر طبع کرائی۔ اس کے علاوہ مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی سے مولانا ظہیر احسن نیموی کے رسائل کی تردید میں مختلف رسائل لکھوائے جن میں ''المذہب المختار فی الرد علی جامع الآثار'' خاصی مشہور ہے۔ جب علامہ نیموی نے ''آثار السنن' لکھی تو مولانا ڈیانوی کے حکم پر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے اولاً بصورت اشتہار بنام ''اعلام اہل الزمن'' لکھا پھر ''ابکار المنن'' کے نام سے اس کا مستقل جواب بھی مولانا ڈیانوی ہی کے ایماء پر لکھنا شروع کیا۔

صحیح بخاری کے متعلق مولوی عمر کریم نے ناپسندیدہ خیالات کا اظہار کیا تو آپ کی ہدایات کے مطابق آپ کے تلمیذ مولانا القاسم بنارسی نے اس کا جواب دیا۔ مولانا عبدالسلام مبارکپوری نے ''سیرۃ البخاری'' لکھنے کا عزم کیا تو آپ نے جس طرح علمی تعاون فرمایا اس کا

تذکرہ کرتے ہوئے مولانا مبارکپوری لکھتے ہیں بے بضاعتی اور مواد کی قلت کسی طرح اس طرف قدم بڑھانے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ ایک بار مولانا شمس الحق سے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ہمت دلا کر کتابوں کا پشتارہ لگا دیا اور مواد فراہم کرنے کے لیے دور دراز ملکوں میں خطوط بھیجے۔ نسخ مطبوعہ اور قلمیہ برابر میرے پاس بھیجتے رہے۔ (سیرت بخاری' صفحہ ۳۵)

قاضی شیخ محمد مچھلی شہری بھوپال کے قاضی اور بلند پایہ محدث تھے اور ان کی تصانیف کی تعداد ۳۵ ہے۔ ان کی طباعت کے لیے مولانا ڈیانوی نے ان کے صاحبزادوں سے مسودات کی خواہش بلکہ اصرار کیا مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ (تراجم علماء حدیث' صفحہ ۳۰۹)

مولانا ابوالحسنات عبدالشکور حنفی ندوی لکھتے ہیں:

> ''مولانا ڈیانوی وہ مایہ ناز ہستی ہیں جس پر اس آخری دور میں ہندوستان جس قدر چاہے فخر کر سکتا ہے۔ تمام عمر خدمت حدیث میں بسر کر گئے۔ مرحوم نے فن حدیث میں سنن ابی داؤد کی وہ بہترین شرح لکھی جس کو پڑھ کر عرب وعجم کی زبان سے بے ساختہ صدائے تحسین وآفرین بلند ہوئی۔ (التعلیق المغنی علی الدارقطنی بھی مرحوم کی عمدہ تصنیف ہے''۔
>
> (ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں' صفحہ ۴۷)

آپ کی تصنیفات حسب ذیل ہیں:

''غایۃ المقصود'' شرح ''سنن ابی داؤد'' آپ کی سب سے بڑی تصنیف ہے جسے خطب بغدادی کی تقسیم کے مطابق ۳۲ اجزاء میں مکمل ہونا تھا مگر کام غالباً تین پاروں سے آگے نہ بڑھ سکا۔ پہلا پارہ مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوا جس کے حاشیہ پر ابن قیمؒ کی ''تہذیب السنن'' اور ''مختصر السنن للمنذری'' بھی ہے۔ اس شرح کے متعلق مولوی عبدالرشید بن مولانا ظہیر احسن نیموی لکھتے ہیں: ''ھذا شرح نفیس لیس لہ نظیر بین شروحہ'' کہ یہ بہت عمدہ شرح ہے جس کی دوسری شروح میں کوئی نظر نہیں۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری بھی ''بذل المجہود'' کے مقدمہ میں اس شرح کی عظمت کا اعتراف فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شرح ابوداؤد کے پوشیدہ خزانوں کو کھولنے والی اور تمام جواہرات سے بھی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف پر اپنا کرم وفضل فرمائے انہوں نے شرح کا حق ادا کر دیا۔ (بذل' جلد ا' صفحہ ۱۱)

غایۃ المقصود کے ابتداء میں مولانا مرحوم نے ایک مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا۔ اس میں سنن ابی داؤد کی عظمت' امام ابوداؤد کے حالات' سنن ابی داؤد کے نسخے' شروح وحواشی اور

اپنے شیوخ واساتذہ کا تذکرہ شامل ہے۔اس میں انہوں نے امام ابوداؤد کا ''رسالہ مکیہ'' بھی شامل کر دیا ہے جو سنن ابی داؤد کے لیے ایک مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

عون المعبود شرح ابی داؤد۔ یہ شرح دراصل ''غایۃ المقصود'' کا اختصار ہے اور مبسوط چار جلدوں میں ہے پہلی تین جلدیں ۱۳۱۹ ہجری میں اور آخری جلد ۱۳۲۲ ہجری میں طبع ہوئی اس کے بعد ''دار الکتاب العربی'' بیروت سے اس کا فوٹو عکس شائع ہوا۔ اور ۱۳۸۸ ہجری (۱۹۶۸ء) میں مدینہ شریف سے تیسری بار طباعت ہوئی تو اسے ۱۴ جلدوں میں شائع کیا گیا مگر اس میں بہت سی اغلاط پائی جاتی ہیں۔ ۱۳۹۹ ہجری کا ایڈیشن دار نشر السنہ ملتان نے شائع کیا جو ہندی طبع ہی کا عکس ہے اور مناسب کتابی سائز ہے۔مولانا ڈیانوی نے ابوداؤد کی شرح ہی نہیں کی بلکہ ۱۴ قدیم قلمی نسخوں کو پیش نظر رکھ کر سنن ابی داؤد کی تصحیح کا بھی اہتمام کیا اور شاید اسی لیے دمشق کے نامور فاضل علامہ محمد منیر اس شرح کے بارے میں لکھتے ہیں: ''کل من جاء بعده ومن شيوخ الهند وغيره استمدوا من شرحه''(انموذج من الاعمال الخیریہ۔صفحہ ۶۲۷) کہ ان کے بعد جو بھی آیا اس نے اس شرح سے استفادہ کیا۔

تعلیق المغنی علی سنن دارقطنی ۔کتب احادیث میں سنن دارقطنی کی اہمیت سے کوئی طالب علم ناواقف نہیں۔ یہ بلند پایہ کتاب محدث ڈیانوی کی محنت شاقہ سے منصۂ شہود پر آئی۔ آپ نے متن کی تصحیح تین قدیم نسخوں سے کی اور جہاں کہیں کوئی ابہام محسوس کیا وہاں مناسب وضاحت کر دی جو ''التعلیق المغنی'' کے نام سے دو جلدوں میں پہلی بار مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوئی اور بڑی تقطیع کے ۵۵۴ صفحات پر مشتمل تھی اس کے بعد ۱۳۸۶ھ میں شیخ عبداللہ ہاشم مدنی کی برائے نام تصحیح سے چار جلدوں میں شائع ہوئی۔اسی نسخہ کا عکس نشر السنہ ملتان کی طرف سے بھی شائع ہو چکا ہے مگر اس پر سن طباعت درج نہیں۔ غالباً یہ ایڈیشن ۱۴۰۰ ہجری میں طبع ہوا تھا۔

اعلام اہل العصر باحکام رکعتین الفجر۔صبح کی دوسنتوں کے متعلق جملہ مباحث پر یہ کتاب مشتمل ہے اسے آپ نے دس فصلوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر فصل پر محدثانہ وفقیہانہ نقطہ نظر سے بحث کی ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۳۰۶ ہجری میں مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۵ء میں مولانا ارشاد الحق اثری کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد سے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی جو ۲۸۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف ۔ یہ گویا ایک خط ہے جو انہوں نے ۱۳۱۲ ہجری میں حجاز مقدس سے حضرت میاں صاحب دہلوی کی خدمت میں لکھا ہے لیکن چونکہ اس میں اصول حدیث ہی کے ایک اصولی مسئلہ ''الاجازۃ العامہ'' پر تفصیلی بحث ہے ، اس لئے قابل مطالعہ ہے۔علمائے حجاز نے تقاضا کیا تھا کہ ہمیں میاں صاحب سے اجازہ حدیث ملنی چاہیے۔ اسی پس منظر میں محدث ڈیانوی نے یہ خط لکھا جس کے جواب میں میاں صاحب نے حجاز کے علماء کو اجازت مرحمت فرمائی۔ یہ جواب بھی اسی مکتوب کے ساتھ ۱۳۱۴ ہجری میں مطبع انصاری دہلی سے طبع ہوا بعد میں اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہوا تھا۔

فضل البخاری شرح ثلاثیات البخاری ۔ اس کتاب میں صحیح بخاری کی ان احادیث کی تشریح ہے جس میں امام بخاری نے تین واسطوں سے روایت کی ہے اور وہ ثلاثیات بخاری کے نام سے معروف ہیں جن کی تعداد باعتبار مکررات ۲۲ اور حذف تکرار سے ۱۷ ہے مگر یہ کتاب مکمل نہ ہوسکی۔

اس کے علاوہ آپ نے درج ذیل کتابیں تالیف فرمائیں ہیں:

رفع الالتباس عن بعض الناس۔ الاقوال الصحیحۃ فی احکام النسیکہ ۔ القول المحقق فی اخبار اخصاء البہائم۔ عقود الجمان۔ الکلام المبین فی الجہر بالتامین۔ التحقیات العلی باثبات فریضۃ الجمعۃ فی القری۔ رسالہ رد تعزیہ۔ النجم الوھاج شرح مقدمۃ الصحیح لمسلم بن الحجاج۔ ہدایۃ اللوذعی بنکات الترمذی۔ النور الامع مع اخبار صلاۃ الجمعۃ علی النبی الشافع ۔تحفۃ المتھجدین الابرار فی اخبار صلاۃ الوتر و قیام رمضان عن النبی المختار۔ تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء۔ تفریح المتذکرین فی ذکر کتب المتاخرین۔ تنقیح المسائل یعنی مجموعہ فتاویٰ۔

مولانا ممدوح ۱۳۱۱ ہجری میں حج کے لیے تشریف لے گئے اور بعد زیارت حرمین شریفین واداء فریضہ حج ،محرم ۱۳۱۲ ہجری میں واپس تشریف لائے۔ پھر دوسرے سال مع اہل و عیال حج کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے عطا کیے۔ ایک لڑکا محمد شعیب ۵ ماہ کی عمر میں انتقال کر گیا جس کا آپ کو بہت دکھا ہوا تھا اور فرماتے ہیں کہ میں نے یوم وفات محمد شعیب کے اللھم اجرنی فی مصیبتی حزاو اخلف لی خیرا منھا بکرات مرات پڑھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نعم البدل عطا فرمایا یعنی حکیم محمد ادریس اور مولوی محمد ایوب جن کو حضرت میاں صاحب نے گود میں اٹھا کر بہت دعا دی تھی اور آخر کو سند بھی مرحمت فرمائی۔ مولانا فضل

حسین بہاری نے جب سید نذیر حسینؒ کی سوانح عمری لکھنے کا ارادہ فرمایا تو ان کے سب سے بڑے معاون مولانا ڈیانوی ہی تھے جنہوں نے نہ صرف اپنے پاس جمع شدہ مواد بہاری صاحب کو بھیجا بلکہ ہندوستان کے بہت سے شہروں میں خط لکھ کر لوگوں کو بھی ترغیب دی کہ سوانح عمری سے متعلق کوئی چیز ان کے پاس ہو تو بہاری صاحب کو بھیج دیں۔

محدث ڈیانوی کا انتقال بتاریخ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ ۵۶ سال کی عمر میں ہوا۔

علوم حدیث کی بے مثال خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ نے تحریک ختم نبوت میں بھی گراں قدر کام کیا اور آپ تحریک کے اولین کارکنوں میں شامل ہیں۔ آپ نے ۱۸۹۱ء میں جاری ہونے والے فتویٰ تکفیر مرزا پر دستخط فرماتے ہوئے لکھا:

''بعد حمد وصلوۃ۔ ابوطیب شمس الحق کہتا ہے کہ مجھے اس رسالہ (فتویٰ تکفیر مرزا) کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا جس کو ہمارے شیخ و شیخ الاسلام و المسلمین مولانا سید نذیر حسین صاحب ''دام فیوضہ'' نے تحریر کیا ہے۔ اس کو میں نے حق کے مطابق پایا' پھر حق کے سوا بجز گمراہی کے کیا متصور ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قادیانی نے مذہب الحاد اختیار کیا ہے اور نصوص کتاب و سنت کو اپنی جگہ سے پھیرا ہے۔ اور وہ باتیں بولا ہے جس پر کوئی مسلمان بجز اقوام غیر کے جرأت نہیں کر سکتا۔ خدا اس کے شر اور وساوس اور جادو سے مسلمانوں کو بچائے اور خدا تعالیٰ ہمارے شیخ سے راضی ہو جنہوں نے اسلام سے حملہ مخالفین کی مدافعت کی اور اس کی مدد کی۔ پھر خدا تعالیٰ مولوی ابوسعید (محمد حسین) صاحب اور مولوی محمد بشیر صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے مفتری کذاب سے مقابلہ کیا اور حق کو ظاہر اور اس (مرزا) کو لاجواب کر دیا۔ اس کو جواب کی طاقت نہیں ہوئی تو ان کے مقابلہ سے جنگلی گدھوں کی طرح بھاگ گیا۔ العبد ابوطیب شمس الحق۔

(علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ' صفحہ ۱۵۸-۱۵۹' اہل حدیث امرتسر ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء اہل حدیث علماء کی خدمات حدیث صفحہ ۱۰۲-۱۱۰)۔

محمد اشرف ڈیانوی

نام محمد اشرف بن شیخ امیر علی صدیقی اور آپ کا وطن عظیم آباد پٹنہ ہے۔آپ مولانا شمس الحق کے چھوٹے بھائی تھے۔۳ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ کو موضع ڈیانواں میں پیدا ہوئے اور مثل اپنے بھائی کے، بچپن میں یتیم ہو گئے۔آپ نے جملہ کتب کی تعلیم اپنے بھائی کے ہمراہ حاصل کی۔ اور آپ کے اساتذہ وہی ہیں جو بڑے بھائی کے تھے۔آپ نے سفر و حضر میں بھائی سے مفارقت نہیں کی۔ ہر امر میں ان کے ساتھ رہے اور تصنیف و تالیف میں شریک رہے۔میاں صاحب دہلوی کے شاگرد رشید تھے اور اپنے مکان پر درس دیتے تھے۔

آپ کے تلامذہ میں مولوی خدا بخش ڈمرانوی مشہور ہیں۔آپ کی تصانیف میں خلاصۃ المرام فی تحقیق القرأۃ خلف الامام ایک عمدہ رسالہ ہے۔آپ نہائت حلیم، متقی، صابر، قانت، خلیق، صاحب حافظہ قویہ، ملازم جمعہ و جماعت و شب زندہ دار تھے۔آپ نے ۱۵ محرم ۱۳۲۶ھ کو اپنے بڑے بھائی کی زندگی میں انتقال فرمایا۔ان کی وفات کا مولانا شمس الحق کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اس وقت سے تصنیف و تالیف کا کام قریباً بند ہو گیا اور یوں بہت سی کتابیں ناتمام رہ گئیں

۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد کے بارے میں جو فتوی تکفیر جاری ہوا تھا۔مولانا محمد اشرف نے اس پر دستخط فرمائے ہیں اور لکھا ہے ما اجاب به السيد العلامه المحدث دهلوی هو احق با لقبول (استفتاء کا جو جواب علامہ سید محدث دہلوی نے دیا ہے وہ لائق قبول ہے)۔حررہ محمد اشرف علی عظیم آبادی۔

یوں فتوی تکفیر پر دستخط کی وجہ سے آپ کا شمار تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں ہوتا ہے۔ (اہل حدیث امرتسر ۳۱۔اکتوبر ۱۹۱۹ء، علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتوی ص ۱۵۹)

لطف اللہ علی گڑھیؒ

آپ مفتی عنایت احمد کے شاگرد تھے جو مولانا بزرگ علی ،علی گڑھی (م۱۲۶۲ ہجری) اور شاہ اسحاق کے شاگرد تھے۔مفتی عنایت احمد کافی عرصہ علی گڑھ میں اپنے استاد مولانا بزرگ علی کے مدرسہ میں تعلیم دیتے رہے اور اسی زمانہ میں مولانا لطف اللہ آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔مفتی صاحب جب حکومت کی طرف سے بعہدہ منصف مقرر ہوئے تو انہوں نے مولانا لطف اللہ کو اپنا سررشتہ دار مقرر فرمایا' بعد میں مفتی صاحب تحریک آزادی میں شرکت کی بنا پر کالا پانی بھیجے گئے۔سزا کاٹ کر واپس آئے تو کان پور میں مدرسہ فیض عام قائم کیا۔ ۱۲۷۹ ہجری میں حج کو گئے اور راستہ میں جہاز ڈوب جانے کے باعث آپ کی وفات ہوئی اور ان کی جانشینی مولانا لطف اللہ کے حصہ میں آئی۔

مولانا لطف اللہ علمائے ربانیین کا نمونہ اور زہد وتقویٰ کا مجسمہ تھے۔ بہت سے اکابر نے آپ کی شاگردی کی جن میں پیر مہر علی شاہ صاحب بھی شامل ہیں۔سب لوگ ان کا احترام کرتے تھے۔ایک مرتبہ مولانا محمود حسن جامع العلوم کان پور کے جلسہ دستار بندی میں تقریر کر رہے تھے کہ مولانا لطف اللہ جلسہ میں تشریف لائے۔مولانا محمود حسن نے آپ کو دیکھتے ہی ادب و احترام کے پیش نظر تقریر ختم کر دی۔ علمائے عصر کے ساتھ بعض فروعی مسائل میں اختلاف ہونے کے باوجود مولانا لطف اللہ نے کبھی تعصب اور تشدد کا اظہار نہیں فرمایا۔ایک مرتبہ کسی فتویٰ کے سلسلہ میں مولانا احمد رضا خان سے قدرے شکر رنجی پیدا ہوگئی تھی مگر بعد میں صلح صفائی ہوگئی اور دونوں کے مراسم دوستانہ رہے۔

مولانا لطف اللہ نے ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد پر جاری ہونے والے فتویٰ تکفیر پر دستخط فرمائے ہیں اور لکھا ہے کہ: ''جس شخص کے یہ اعتقاد اور مقالات ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے ہیں وہ بے شک دائرہ اسلام سے خارج اور ملحد اور زندیق ہے۔ نعوذ باللہ من شرورہ''۔

اس کے علاوہ آپ نے انجمن اہل حدیث وزیر آباد کے شائع کردہ مرزائیوں سے متعلق دونوں فتووں پر بھی تصدیقی دستخط فرمائے تھے اور یوں آپ کا شمار تحریک ختم نبوت کے اولین اور بزرگ کارکنوں میں ہوتا ہے۔آپ کا سال وفات ۱۳۳۴ ہجری ہے۔

(علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ۔صفحہ۹۲۔۱۷۲-۱۸۱' مہر منیر صفحہ۷۳-۷۵)

حافظ عبدالمنان وزیر آبادیؒ

آپ کی پیدائش ۱۲۶۷ ہجری میں بمقام موضع کرولی تحصیل پنڈ دادنخان' ضلع جہلم میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام شرف الدین خان تھا جو قوم کے اعوان تھے اور کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ والدین نے آپ کا نام اشراف خان رکھا۔ جب آپ کا سن آٹھ سال کو پہنچا تو نزول الماء کی وجہ سے بصارت جاتی رہی۔ اللہ نے تحصیل علم کا شوق ایام طفولیت ہی سے آپ کے سینہ میں ودیعت فرما رکھا تھا اس لیے جو ہر علم کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے ۔صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں مولوی قادر بخش احمد آبادی سے پڑھیں اور ''کنز قدوری'' وغیرہ سید فاضل شاہ سکنہ بھلوال سے پڑھیں۔ پھر مولوی برہان الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر صرف ونحو کی کتابوں کو از بر کیا۔ بعد ازاں موضع چکی شیخ میں مولوی گل احمد سے ''ملاحسن'' اور ''خیالی'' پڑھی۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال تھی اس کے بعد پھرتے پھراتے بمبئی پہنچے اور اس وقت تک چونکہ آپ کو وعظ کا اچھا خاصہ ملکہ ہو گیا تھا اس لیے جدھر جاتے لوگ عزت سے پیش آتے۔ ایک دن آپ بمبئی کے ایک بازار میں پھر رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو حدیث پڑھنے کی ترغیب دی۔ اس کی باتوں کا آپ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت سے حدیث کی لگن لگ گئی اور آپ بھوپال چلے گئے۔ وہاں ایک سال گزار کر ابو داؤد' نسائی اور دارمی وغیرہ کتب حدیث پڑھیں۔ اس کے بعد نواب صدیق حسن کی اجازت سے دہلی میں سید محمد نذیر حسین محدث کی خدمت میں پہنچے اور یہاں صحاح ستہ اور ''ہدایہ'' وغیرہ تحصیل فرما کر سند حاصل کر لی۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۲ سال تھی۔ فارغ التحصیل ہو کر واپس کرولی آئے تو ان کے عامل بالحدیث کی وجہ سے علاقے میں مباحثوں کا آغاز ہو گا۔ کچھ عرصہ کے بعد لاہور آ گئے اور ایک سال مسجد چینیا نوالی میں درس دیا پھر امرتسر مولانا عبداللہ غزنوی کے پاس جا کر دو سال رہے اور ان سے فیض حاصل کیا۔ یہاں ان کی ملاقات مولوی محی الدین عبدالرحمٰن سے بھی ہوئی۔ پھر بمبانوالہ ضلع سیالکوٹ وارد ہوئے اور وہاں سلسلہ درس شروع کیا اس کے بعد ۱۲۹۲ھ میں وزیر آباد آ گئے اور دارالحدیث نامی مدرسہ قائم کیا۔ ابتدائی اقامت

وزیر آباد کے دوران آپ کو بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔لوگوں نے وہابی کہہ کر آپ کو مسجد سے نکال دیا۔کنوؤں سے پانی بند کر دیا اور کسی قسم کے ذرائع ایذا رسانی استعمال کرنے سے دریغ نہ کیا مگر آپ اولوالعزمی اور مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہے۔ ہر ایک کے ساتھ خوش اسلوبی اور اخلاق سے پیش آتے۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ وہی مخالف جو آپ کو مسجدوں سے نکالتے تھے ، اب ہاتھوں پر اٹھانے لگے اور آپ کے وجود باجود کو مایہ ناز اور باعث افتخار سمجھنے لگے۔آپ نے ۴۲ سال تفسیر و حدیث کا درس دیا اور ۶۰ سے زائد مرتبہ صحاح ستہ مکمل پڑھائی۔ پنجاب سندھ بنگال بہار کابل شام تک کے طلبا نے کسب فیض کیا۔

حدیث نبویؐ کے عاشق اور دلدادہ تھے۔ ہزاروں حدیثیں یاد تھیں اور غالبًا اسی کی برکت سے کئی بار خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی۔فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ خواب میں رسول اللہ ﷺ نے لعاب مبارک میرے منہ میں ڈال دیا اور ایک دفعہ مجھے سینے سے لگایا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔اس دوران ایک مرتبہ میاں صاحب سے ملاقات کے لیے دہلی حاضری دی۔ دوران گفتگو میاں صاحب نے فرمایا کہ پنجاب میں تین شخص میرے دل کی راحت کا باعث بنے ہیں اور تم ان میں سے ایک ہو۔ اس کے بعد حافظ عبدالمنان کی درخواست پر میاں صاحب نے اپنی پگڑی اتار کر ان کے سر پر رکھی اور فرمایا کرتہ عبدالجبار لے گیا تھا، تم یہ پگڑی لے جاؤ۔

آپ کے شاگردوں میں ثناء اللہ امرتسری ، ابراہیم میر سیالکوٹی ،حافظ محمد گوندلوی ، محمد اسماعیل سلفی، عبد المجید سوہدروی، قاضی عبد الرحیم قاضی کوٹی، میاں محمد باقر، عمر دین وزیر آبادی شامل ہیں۔آپ کی وفات جولائی ۱۹۱۶ء میں ہوئی۔

مرزا غلام احمد نے جب براہین احمدیہ شائع کی تو اسی وقت حافظ صاحب اس کے عزائم کو بھانپ گئے تھے اور ۱۸۹۱ء میں جو فتویٰ تکفیر مرزا جاری ہوا تو اس پر آپ نے لکھوایا کہ

> میں نے قادیانی کی کتابوں کا بار ہا مطالعہ کیا تو ان کو کفر و الحاد سے اور خدا و رسول پر افتراء سے پر پایا۔ وہ کہیں کسی امر کو تسلیم کرتا ہے کبھی اس سے انکاری ہوتا ہے۔اس کا طریق اہل الحاد و فساد کا طریق ہے اور اس کا مذہب کجی اور عناد والوں کا مذہب ہے۔ وہ ان دجالوں میں سے (جن کے آنے کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی ہے) ایک دجال ہے اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر اور راہ چلنے والا ہے اور ملحدین کے دلائل سے تمسک کرنے والا اور

مسلمانوں کو دھوکہ دینے والا ہے۔ جو شخص اس کی کتابوں کو دیکھ کر قرآن وحدیث سے ان کا مقابلہ کرے گا اس پر ہمارا یہ بیان مخفی نہ رہے گا۔ خدا مسلمانوں کو اس کے عقیدہ باطلہ سے بچائے اور طریق صواب پر چلنے کی ہدایت فرمائے۔

مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۶ء والے چیلنج مباہلہ میں ان کا نام بھی دیا تھا اور چونکہ آپ کی وفات مرزا غلام احمد کی موت کے بعد ہوئی اس لیے آپ کے مقابلے میں مرزا قادیانی کا پہلے مرجانا خود اس کی منطق کے مطابق اس کے کفر کا نشان ہے۔

حافظ صاحب کا نام ان بزرگوں میں بھی شامل ہے جن کو ۱۹۰۰ء میں مرزا غلام احمد نے تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا۔ حافظ صاحب اس چیلنج کا جواب دینے کے لیے لاہور پہنچ گئے تھے جب کہ مرزا غلام احمد قادیان ہی میں محصور رہے۔ حافظ صاحب لاہور والے جلسے کے بعد مسلمانوں کی طرف سے جاری ہونے والے مشترکہ اعلامیہ پر بھی دستخط فرمائے تھے۔

آپ ان اکابرین میں بھی شامل ہیں جن کا نام مرزا قادیانی نے اس خواب میں لیا ہے جو اس نے ''تحفہ گولڑویہ'' میں درج کی ہے۔ اس کے علاوہ حافظ صاحب نے وزیر آبادی فتووں پر دستخط فرمائے ہیں اور اس طرح ان کا اسم گرامی تحریک ختم نبوت کے نمایاں ترین کارکنوں کی فہرست میں شامل ہو جاتا ہے۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۲ اگست ۱۹۱۹ء؛ علماء اہل حدیث کی خدمات حدیث۔ صفحہ ۴۱-۴۵؛ علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ، صفحہ ۱۴۷ اور ۱۷۶)

عبدالجبار عمرپوریؒ

آپ کی ولادت ۱۲۷۷ ہجری میں موضع عمرپور ضلع مظفرنگر میں ہوئی۔آپ کے والد کا نام بدرالدین عمرپوری ثم دہلوی تھا۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی بعد ازاں منطق و فلسفہ مولانا غلام علی قصوری، مولانا عبدالعلی حنفی نزیل امرتسر اور مولانا ابراہیم شیعی پانی پتی سے پڑھا۔ فقہ، اصول فقہ اور حدیث کی ابتدائی کتابیں مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا احمد علی بن لطف اللہ سہارنپوری سے اور علم حکمیہ مولانا احمد حسن اور ادب مولانا فیض الحسن ادیب سہارنپوری سے پڑھا۔اس کے بعد حدیث و تفسیر جناب میاں نذیرحسین صاحب محدث دہلوی سے پڑھ کر سند حاصل کی۔ میاں صاحب کی خدمت میں آپ نے ایک طویل عرصہ گزار کر ان سے استفادہ کیا اور آپ کا شمار جماعت اہل حدیث کے ان علماء میں ہوتا ہے جو علم حدیث اور حفظ حدیث میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔

آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔کسی کتاب کو دو مرتبہ پڑھ لیتے تو پوری کتاب آپ کو یاد ہو جاتی۔ یہی وجہ تھی کہ جب آخر عمر میں ضریر البصر ہو گئے تو بھی بہت اچھی طرح درسی کتابیں پڑھاتے تھے۔آپ واعظ اور مقرر بھی تھے اور اردو ،فارسی اور عربی کے اچھے شاعر بھی۔ پندرہ روزہ اخبار ''تبلیغ'' جبل پور کے ایڈیٹر تھے جس کے اکثر مضامین ادیان باطلہ کی تردید میں ہوا کرتے تھے۔آپ کا انتقال شوال ۱۳۳۴ء میں ستاون برس کی عمر میں ہوا اور اپنے استاد محترم مولانا سید نذیرحسین کے جوار میں مدفون ہوئے۔

آپ کے پوتے مولانا عبدالغفار حسن لکھتے ہیں کہ آپ نے مدرسہ دارالہدیٰ کشن گنج (حسن گنج) میں تدریس کا سلسلہ قائم کیا۔عوام و خواص کو روزانہ صبح نماز فجر کے بعد پابندی سے درس قرآن مجید سے مستفید کرتے رہے۔ ماہنامہ ''ضیاء السنہ'' جاری کیا جو اس دور کے بلند پایہ مجلّات میں شمار ہوتا تھا۔اس رسالہ میں انہوں نے مولوی عبد اللہ چکڑالوی کے نظریہ کا رد کیا کہ دین کے اصول و فروع ،کلیات و جزئیات سب قرآن مجید میں واضح طور پر موجود ہیں لہٰذا سنت کی ضرورت نہیں۔ آپ نے دلائل و براہین کے ساتھ کئی اقساط میں اس نظریہ کا

ابطال کیا۔ دینی حلقوں میں یہ مضامین بہت پسند کیے گیے ۔ یہ رسالہ تقریباً ۴ سال ۱۳۱۹ ہجری سے ۱۳۲۴ ہجری تک جاری رہا۔ اس رسالہ کی طباعت و اشاعت اور ترتیب وتہذیب کی نگرانی آپ کے برادر خورد مولانا ضیاء الرحمٰن کرتے رہے۔ اس رسالہ میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری' مولانا عبد السلام مبارکپوری' مولانا حافظ حکیم ابو یحییٰ محمد صاحب شاہ جہان پوری' مولانا ابو النعمان اعظم گڑھی وغیرہ کے مضامین شائع ہوتے رہے۔ آپ کی تصانیف میں صمصام التوحید۔ ارشاد السائلین الی مسائل الثلاثین۔ تذکیر الاخوان فی خطبۃ الجمعۃ بکل لسان۔ تبصرۃ الانام ۔ ارشاد الانام شامل ہیں۔ تفسیر و حدیث اور دوسرے علوم میں مہارت کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری میں بھی مشاق تھے۔ عربی' فارسی اور اردو میں ان کے قصائد مقبول ہوئے۔

مولانا عبدالجبار عمرپوری تحریک ختم نبوت کے ان ابتدائی کارکنوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی سامنے آتے ہیں ۱۸۹۱ء میں اس کی تکفیر کا فتویٰ دے دیا تھا۔ اس فتویٰ پر آپ نے لکھا:

> ''اس میں شک نہیں کہ قادیانی کج روٗ بلید نے بدعت ضلالت نکالی ہے اور اپنی تحریرات میں حماقت ظاہر کی ہے' اپنے حال اور اعتقاد میں بیماری بڑھالی ہے۔ کلمات شارع اور نصوص کی تحریف کی ہے اور ان باتوں کا جو دین سے بداہتہً ثابت ہیں، انکار کیا ہے۔ وہ اور اس جیسے لوگ دین کے چور ہیں اور وہ دجالین' کذابین اور ملعون شیاطین سے ہیں خدا اس کو توبہ کی توفیق دے یا ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا کرے''

اس کے علاوہ آپ نے انجمن اہل حدیث وزیر آباد والے فتووں پر بھی دستخط فرمائے اور ایک فتویٰ پر لکھا کہ مرزا قادیانی جو عیسیٰ مسیح ہونے کا مدعی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کلمات شنیعہ لکھنے والا سراسر کاذب اور مفتی' انتہا درجے کا بد دین' مرتد' ملحد' خبیث النفس اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کی اتباع کرنے والے بھی اسلام سے خارج اور ہرگز امامت کے لائق نہیں۔ عبدالجبار عمرپوری دہلی'

اور دوسرے فتویٰ پر لکھا کہ:

''جو شخص مرزا کے عقائد سے ناواقف ہو کر (اسے) مسلمان کہتا ہے تو وہ بھی اسلام سے خارج ہے۔ ہرگز امامت کے لائق نہیں' عبدالجبار عمرپوری دہلی کشن گنج۔ (علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ۔ صفحہ ۸۷-۱۷۷-۱۸۵۔ محدث بنارس' دسمبر ۲۰۰۱' میں بحوالہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۷ ستمبر ۱۹۱۷ء۔ نزہۃ الخواطر' جلد ۸۔ تراجم علماء حدیث ہند' صفحہ ۱۲۶، الاعتصام لاہور۔ یکم اپریل ۱۹۹۴ء)

سید احمد حسنؒ

آپ کا مولد دہلی ہے اور آپ کی ولادت ۱۲۵۸ ہجری میں ہوئی۔ اوائل عمر قلعہ معلیٰ میں بسر ہوئی اور وہیں آپ نے قاری امید علی سے قرآن مجید حفظ کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران آپ کے والد مع اہل وعیال پٹیالہ چلے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۴ سال تھی۔ پٹیالہ میں آپ نے مرزا احمد بیگ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں اور دفتری کام میں بھی آپ نے واقفیت پیدا کر لی۔ اس کے بعد ٹونک گئے اور ابھی صرف ونحو تک ہی پڑھا تھا کہ آپ کے والد دہلی لوٹ آئے جہاں آپ نے ۱۸۵۷ء کے بعد باقاعدہ تحصیل علم شروع کی۔ اول کچھ مدت بمعیت مولوی عبدالغفور، دہلی میں پڑھا' پھر دونوں خورجہ مولوی محمد حسین خان (جو میاں نذیر حسین محدث کے تلمیذ تھے اور جن کا انتقال ۱۳۰۷ ہجری میں ہوا۔ تذکرہ علماء حدیث ہند' صفحہ ۲۳۶) کے درس میں شریک ہوئے اور منطق فقہ واصول فقہ کی تکمیل کی۔ پھر علی گڑھ میں مولوی فیض الحسن سہارنپوری سے کسب فیض کیا اور علوم مندرجہ بالا کے علاوہ تفسیر بھی پڑھی۔ بعد ازاں دہلی واپس آ کر میاں صاحب سے حدیث اور تفسیر پڑھی۔ طب حکیم امام دین خان سے پڑھ کر حکیم حسام الدین کے مطب میں حاضر ہوئے اور سند طبابت حاصل کی۔

آپ کا شمار میاں صاحب کے مشہور تلامذہ میں ہوتا ہے اور آپ میاں صاحب کی خدمت میں حاضر رہ کر فتویٰ نویسی بھی کرتے تھے۔ استاد کے مشورے سے آپ کی شادی ڈاکٹر نذیر احمد خان مرحوم کے ہاں قرار پائی۔ اس زمانہ میں ڈاکٹر صاحب گورکھپور قیام فرماتے تھے۔ یہ تقریب وہیں سرانجام پائی۔ شادی کے بعد ڈاکٹر صاحب آپ کو حیدر آباد دکن لے گئے اور آپ ضلع نانديڑ میں ڈپٹی کلکٹر مقرر ہو گئے۔

سرکاری عہدہ پر رہ کر بھی آپ نے دینی خدمت کی۔ یہاں آپ نے قرآن مجید کا وہ مترجم نسخہ مرتب کیا جس میں شاہ ولی اللہ' شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر تینوں حضرات کے ترجمے جمع کیے اور اس پر اپنا حاشیہ ''احسن الفوائد'' لکھا جو احادیث نبویؐ سے مستفاد ہے۔ اردو ہی میں کتاب ''احسن التفاسیر'' لکھی جس کا موضوع نام سے ظاہر ہے اور ''فی الباب'' بہترین

کتاب ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ ''احسن الفوائد'' متن ہے اور یہ اس کی شرح ہے۔ مولوی عطاء اللہ حنیفؒ لکھتے ہیں کہ ''احسن الفوائد'' کو مصنف نے اپنی زندگی میں اپنے خرچ پر طبع کرایا تھا۔ ایک مرتبہ دہلی میں ۱۳۱۹ ہجری میں ، دوسری مرتبہ یہ کتاب ۱۳۴۷ ہجری میں طبع ہوئی۔ احسن التفاسیر ہزاروں صفحات پر مشتمل ۱۳۲۵ ہجری میں مطبع فاروقی دہلی سے سات بڑی جلدوں میں شائع ہوئی اور یہ تفسیر بڑی قابلیت سے مرتب کی گئی تھی نیز اس میں بہت سی تفاسیر کا خلاصہ آسان اور عام فہم انداز میں کر دیا گیا ہے۔ پاکستان میں یہ کتاب حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی کی تزئین وتخریج کے ساتھ مکتبہ سلفیہ لاہور سے شائع ہوئی اور بلال گروپ آف انڈسٹریز لاہور کی جانب سے وقف ہو کر تقسیم کی گئی ہے۔ عبد االرحمٰن گوہڑوی صاحب کی طرف سے کلمہ ناشر ۲۵ جمادی الاول ۱۳۷۹ ہجری کا لکھا ہوا ہے اور آغاز میں مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم نے مصنف کے مختصر سوانح لکھے ہیں۔

مقدمہ تفسیر ''احسن التفاسیر'' تفسیری فوائد اور علمی نکات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے جو ۱۳۳۰ ہجری (۱۹۱۲ء) میں طبع ہوا۔ اس کے علاوہ آپ نے تفسیر ''آیات الاحکام من کلام رب الانام'' اردو میں لکھی۔ صرف سورۂ بقرہ کا حصہ اہل حدیث کانفرنس دہلی نے ۴۲۴ صفحات پر ۱۹۲۱ء میں دہلی سے شائع کیا گیا۔ اگر یہ کتاب پوری ہو جاتی تو اردو میں آیات احکام کی تفسیر اپنی نظر آپ ہوتی۔

اس کے علاوہ آپ نے بلوغ المرام کی عربی میں لکھی ، جو دو بار شائع ہو چکی ہے یہ فقہی اور محدثانہ انداز کا جامع حاشیہ ہے۔ متن کے ساتھ کم وبیش ۳۵۰ صفحات پر مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۸ء میں سرگودھا سے شائع ہوا۔

آپ نے ''مشکوٰۃ المصابیح'' کی احادیث کی تخریج وتنقیح ''تنقیح الرواۃ'' کے نام سے لکھی جو چار حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا ربع ۳۴۲ صفحات میں مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۲۵ ہجری میں شائع ہوا۔ اور دوسرا ربع مطبع مجتبائی دہلی سے ۲۱۴ صفحات میں ۱۹۱۵ء میں طبع ہوا۔

سید احمد حسن مرحوم ''تنقیح الرواۃ'' کا کام صرف ''کتاب الزکوٰۃ'' تک ہی کر پائے تھے۔ اس کی تکمیل میاں صاحب مرحوم کے ایک اور شاگرد مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی مرحوم نے کی ، تاہم یہ کام اپنی تکمیل تک سید احمد حسن کے زیر نظر رہا جیسا کہ ''تنقیح الرواۃ'' کے مسودہ سے عیاں ہوتا ہے۔

تنقیح الرواۃ محدثانہ طریق پر مشکوٰۃ کا جامع اور بے نظیر حاشیہ ہے۔ اس کا دوسرا نصف مطبع مجتبائی والوں کی سرد مہری کی نذر ہو گیا تھا۔ تاہم تلاش بسیار کے بعد مطبع مجتبائی والوں کے ورثا سے اس کا کرم خوردہ مسودہ دستیاب ہوا تو تیسرا ربع مولانا عطاء اللہ حنیف کی تصحیح و تحقیق اور اضافوں کے ساتھ ۱۴۰۴ ہجری میں دار الدعوۃ السّلفیہ لاہور کے اہتمام سے چھپا۔ پھر آخری ربع (جو بہت زیادہ کرم خوردہ اور خراب تھا) اس کو بھی تصحیح اور استدراکات کے ساتھ شائع کر دیا گیا۔

مسند احمد کی تخریج کا کام بھی ان کے تذکروں میں ملتا ہے مگر وہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

آپ کی ایک تصنیف کا نام ''بحر ذخار'' ہے۔ مولانا ارشاد حسین رام پوری نے حضرت میاں صاحب کی ''معیار الحق'' کے جواب میں ''انتصار الحق'' کے نام سے ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی۔ ''بحر ذخار'' کم و بیش تین سو صفحات پر مشتمل اسی کتاب کا مدلل اور سنجیدہ جواب ہے۔

صراط الاھتدا فی بیان الاقتدا۔ اہل حدیث کے امتیازی مسائل کی تحقیق اور اہل حدیث کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے جواز میں آپ کی یہ مدلل کتاب ۱۲۸۹ ہجری میں مطبع فاروقی دہلی سے طبع ہوئی۔

آپ سراپا اخلاص اور بہت خمول پسند تھے۔ اپنی کسی تالیف میں اپنا نام خود نہیں لکھا نہ کسی تالیف پر کوئی تاریخ لکھی۔ ۱۳۰۸ء میں زیارت حرمین کے لیے گئے اور وہاں انہیں ان مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جو ان دونوں ارض حجاز میں ہر عامل بالحدیث کا مقدر تھیں مگر بحمد اللہ مع الخیر واپس آئے۔ آخری عمر میں پنشن مل گئی تو دہلی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ کی وفات ۱۷ جمادی الاول ۱۳۳۸ ہجری، بمطابق ۹ مارچ ۱۹۲۰ء کو ہوئی۔

۱۸۹۱ء والے فتویٰ تکفیر مرزا پر ان کے دستخط ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تحریک ختم نبوت کے اولیں کارکنوں میں سے ہیں۔ آپ نے اپنے فتویٰ میں لکھا تھا کہ اس میں شک نہیں کہ جو شخص ان باتوں پر اعتقاد رکھے جو فتویٰ میں مذکور ہیں وہ ملحد ہے کیونکہ ایسا اعتقاد رکھنے والا اکثر اعتقادات ظاہر شریعت کا منکر ہے اور اس کا حکم مخفی نہیں ہے۔

(تفسیر احسن التفاسیر۔ جلد اول۔ مختصر حالات از مولانا عطاء اللہ حنیف، پاک و ہند میں علمائے حدیث کی خدمات حدیث، علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ۔ صفحہ ۸۷)

عبدالعزیز رحیم آبادیؒ

حاجی شیخ احمد اللہ صاحب رئیس موضع رحیم آباد، جواد، کریم النفس، محبّ علم و اہل علم، متقی اور متبع سنت بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کے مناقب و اوصاف اس بات سے واضح ہو جاتے ہیں جو حافظ عبداللہ محدث غازی پوری فرمایا کرتے تھے کہ بڑے لوگوں میں نواب صدیق حسن خان اور چھوٹے رئیسوں میں جناب شیخ احمد اللہ نے توحید و سنت کی اشاعت میں جس مالی انفاق و ایثار سے کام لیا اس میں یہ حضرات اپنی نظیر آپ ہیں۔

جناب شیخ صاحب کے چار لڑکے حاجی عبدالرحیم صاحب' مولوی عبدالوہاب وکیل ہائی کورٹ' مولانا عبدالعزیز صاحب اور مولانا حافظ محمد یٰسین صاحب تھے۔ مولانا عبدالعزیز کی ولادت ۱۲۷۰ ہجری میں رحیم آباد میں ہوئی۔ حافظ مٹھو صاحب سے (جو دربھنگہ میں قیام پذیر رہے) قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا اور ایک برس میں قرآن مجید کے حفظ سے فارغ ہو گئے' اس کے بعد مولوی عظمت اللہ ساکن بھپورہ متصل منیر ضلع عظیم آباد' مولوی محمود عالم رام پوری اور مولوی محمد یحیٰی بہاری فارسی اور عربی کی تعلیم پائی۔ ۱۲۹۰ ہجری میں سید نذیر حسین محدث کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ۲ برس تک حاضر رہ کر صحاح ستہ' مؤطا امام مالک' دارمی شریف' جامع صغیر' ہدایہ' جلالین اور اصول حدیث پڑھیں۔ جناب میاں صاحب کے مدرسہ میں آپ لائق مستعد اور بالغ الاستعداد اور اعلیٰ درجہ کے ذہین و ذکی اور مناظر طالب علم سمجھتے جاتے تھے۔ مولوی عبدالحق صاحب حقانی سے (جو آپ کے ہم درس اور جناب میاں صاحب کے حلقہ درس میں آپ کے ساتھ شریک رہتے تھے) اکثر آپ کا مناظرہ ہوتا تھا۔ حضرت میاں صاحب آپ کو بہت محبت اور پیار کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ کی قدر کرتے۔

دوران سبق جب کوئی طالب علم کسی عبارت کے مطلب میں یا کسی مسئلہ میں کج بحثی یا ضد کرتا تو حضرت میاں صاحب فرماتے یہ نہیں سمجھتے گا اس کو بلاؤ۔ (مولانا عبدالعزیز کو آپ پیار سے ''اس کو'' کہا کرتے تھے)۔

ایک مرتبہ میاں صاحب نے آپ کو وعظ کہنے کے لیے فرمایا آپ نے سورۂ قلم کا وعظ شروع کیا' میاں صاحب پر اس وعظ کا اتنا اثر ہوا کہ بے خود ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور خود بھی وعظ فرمانے لگے۔ جب آپ نے دیکھا کہ میاں صاحب بھی بیان فرما رہے ہیں تو آپ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد میاں صاحب نے فرمایا چلو صاحب بیان کرو۔ مولانا عبدالعزیز صاحب نے پھر بیان شروع کیا اور چند منٹ بعد میاں صاحب کی حالت پھر پہلے جیسی ہو گئی اور انہوں نے دوبارہ بیان شروع کر دیا تو آپ خاموش ہو کر منبر سے اتر آئے۔

۱۲۹۳ ہجری میں فارغ ہو کر اور سند تکمیل حاصل کر کے وطن مالوف کو مراجعت فرمائی اور رحیم آباد میں قیام فرمایا۔ آپ کے والد ماجد نے اشتہار دیا کہ ہم ۵۰ طلبہ کو کھانا کپڑا دیں گے، رحیم آباد آ کر مولوی عبدالعزیز صاحب سے عربی پڑھیں۔ اور طلبہ جوق در جوق پہنچے اور یوں آپ تعلیم و تدریس وعظ و تذکیر تحقیق مسائل افتاء مناظرہ اور مخالفین کے رسائل کے جواب دینے میں مصروف ہو گئے۔

۱۳۰۵ ہجری میں اہل حدیث اور احناف کے مابین مسئلہ وجوب تقلید پر مرشد آباد میں ایسا قابل دید مناظرہ ہوا کہ بنگال تو کیا شائد تمام ہندوستان میں بھی ایسا مناظرہ نہیں ہوا ہوگا۔ فریقین کے نامی گرامی علماء کرام بلائے گئے۔ غیر مذہب کے نامی وکلا ثالث مقرر ہوئے ہزاروں کا مجمع تھا' اس عالیشان مناظرہ میں اہل حدیث کی طرف سے آپ مناظر قرار پائے اور کئی روز تک مناظرہ ہوتا رہا۔ دوسری طرف احناف کے مناظرین میں مولوی ہدایت اللہ خان صاحب منقطی جونپوری اور مولوی عبدالحق حقانی شامل تھے۔ خدائے پاک نے آپ کو نمایاں فتح عطا فرمائی جس کی تفصیل روداد مناظرہ مرشد آباد سے معلوم ہو سکتی ہے۔ ایک بنگالی عالم نے بنگلہ زبان میں اس روداد کا ترجمہ ''صمصام الموحدین'' کے نام سے کیا تھا۔ اس مناظرہ میں آپ نے آیت کریمہ ''فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون'' کی جو تفسیر بیان کی اس کی نسبت جناب میاں صاحب فرماتے تھے کہ مولوی عبدالعزیز نے اس آیت کی ایسی تفسیر کی ہے کہ امام رازی کو بھی نہیں سوجھی۔

اس مناظرہ کا یہ اثر ہوا کہ بنگال کے قریب قریب کے اضلاع میں بے شمار اللہ کے بندے اہل حدیث اور آپ کے ایسے معتقد ہو گئے کہ پروانہ کی طرح آپ پر نثار ہونے لگے۔ اس مناظرہ میں آپ کی ذہانت' فطانت' ذکاوت' ظرافت طباعی اور موقع کے لحاظ سے اشعار

کے استعمال وغیرہ کو ملاحظہ کر کے حافظ عبداللہ غازی پوری فرماتے تھے کہ مولانا عبدالعزیز ہم لوگوں میں خدا کی ایک نعمت غیر مترقبہ ہیں، ہم لوگ اس کی قدر نہیں کرتے۔ اس مناظرہ کے بعد آپ کا لقب امام المناظرین ہو گیا اور مخالفین آپ کا نام سن کر کانوں پر ہاتھ رکھتے اور سامنے آنے کی ہمت نہ کرتے اگر کوئی ہمت کر بھی لیتا تو کوئی مقابل زیادہ وقت آپ کے سامنے ٹھہرنے کی تاب نہیں لا سکتا تھا۔

ادھر مخالفین کی مخالفت بھی دن بدن بڑھتی رہی یہاں تک کہ احناف اور اہل حدیث کے درمیان فوجداری اور منصفی کے مقدمات کی نوبت آ گئی اور تقریباً پچیس تیس برس تک ان مقدمات کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ تاج پور، دربھنگہ، مدھو بنی، سیتا مڑھی، مظفر پور، موتی ہاری، حاجی پور، ڈمراؤں، آرہ جمال پور، مونگیر اور کلکتہ وغیرہ مقامات کے مذہبی مقدمات اس کی شواہد عادلہ ہیں۔ ان مقدمات میں لاکھوں روپے صرف ہوئے اور خاص سیتا مڑی کیس میں تقریباً ستر اسی ہزار روپے صرف ہوئے۔ مولانا نے اپنے ایثار اور حسن سعی سے ابر مطیر کی طرح ان مقدمات میں روپوں کی بارش فرمائی۔

مولانا رحیم آبادی نے ذہن ایسا رسا پایا تھا کہ مولانا شاہ عین الحق صاحب نے فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بھی عبارت ہو، مطلب آپ کا ہوتا تھا۔ مولوی عبدالسلام سیرت بخاری لکھ رہے تھے ایک عبارت کا مطلب معلوم نہ ہوتا تھا حافظ عبداللہ غازی پوری شاہ عین الحق صاحب وغیرہ علماء کی خدمت میں وہ عبارت پیش کی گئی لیکن اس میں کچھ ایسی الجھن تھی کہ کوئی مطلب متعین نہ ہو سکا اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی جملہ یا لفظ حذف ہو گیا ہے جس سے مطلب صاف نہیں ہوتا۔ جب مولانا رحیم آبادی پٹنہ تشریف لے گئے اور وہ عبارت آپ کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا مطلب بہت صاف ہے کوئی لفظ اس میں سے حذف نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ جب آپ نے اس عبارت کا مطلب بیان فرمایا تو سارا عقدہ حل ہو گیا۔ مولانا شمس الحق جب ابو داؤد کی شرح لکھ رہے تھے ایک حدیث کا مطلب حل نہ ہوتا تھا، مولانا عبداللہ غازی پوری غور فرما رہے تھے اور جناب شمس الحق اور مولانا عین الحق سے بھی گفتگو ہو رہی بھی مگر مطلب صاف نہ ہو سکا۔ جب آپ سے اس کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے اس کا ایسا واضح جواب دیا اور ایسی تقریر فرمائی کہ مولانا عین الحق اور مولانا شمس الحق کی پوری تشفی ہو گئی۔ مولانا عبداللہ غازی پوری نے بھی اس مطلب اور ترجمہ پر داد دی اور مولانا شمس الحق

نے فوراً اس کو قلم بند کر لیا۔

مولانا عبداللہ غازی پوری، مولانا محمد ابراہیم آروی، مولانا شمس الحق ڈیانوی اور مولانا شاہ عین الحق وغیرہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا عبدالعزیز کا علم خداداد علم ہے۔ آپ بہت بڑے مقرر تھے۔ آپ کی تقریر جلسہ کی روح ہوا کرتی تھی۔ اخلاص کے ساتھ واقعہ کی تصویر کھڑی کر دینا آپ کے لیے ایک معمولی بات تھی۔ قرآن وحدیث کے وہ معارف اور نکات بیان فرماتے کہ علماء آپ کو مولانا اسماعیل ثانی کہا کرتے تھے۔ مشکل سے مشکل مضمون کو نہایت صاف انداز میں بیان فرما دیا کرتے تھے جس سے علماء اور عوام کو یکساں فائدہ پہنچتا تھا۔ اکثر آپ کے بیان میں علماء ضرور مخاطب ہوتے تھے اور ان کی اصلاح کی خاطر روئے سخن خصوصیت کے ساتھ ان کی طرف ہوتا تھا جس سے علماء اچھا سبق لیتے تھے۔ تقریر ایسی جوشیلی اور زوردار اور مؤثر ہوتی تھی کہ سامعین کے دل ہلتے تھے اور آنکھیں بہنے لگتیں تھیں۔ اہل حدیث کانفرنس بنارس میں جو آپ نے تقریر کی تھی تو وہاں کے احناف آپ کی تقریر سن کر کہتے تھے کہ جماعت اہل حدیث کا اس شخص کو امام غزالی کہا جائے تو بجا ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جب آپ کے بیان کی کیفیت کہتے تو یہ شعر پڑھتے:

اثر لبھانے کا پیارے ترے بیان میں ہے
کسی کی آنکھ میں جادو تری زبان میں ہے

مولانا ابراہیم آروی جب حج کے لیے گئے تو مدرسہ احمدیہ آرہ کا اہتمام آپ ہی کے سپرد کیا۔ اس وقت سے تادم رحلت مدرسہ احمدیہ اور جلسہ مذاکرہ علمیہ کا کام نہایت خوبی کے ساتھ آپ ہی انجام فرماتے رہے۔ اہل حدیث کانفرنس آپ کی تائید سے قائم ہوئی۔ مدرسہ احمدیہ آرہ کے سالانہ جلسہ مذاکرہ علمیہ میں اس کی بنیاد قائم ہوئی اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کے بانیوں میں آپ اول ہیں۔ اس کی جو کچھ آپ نے خدمات کی ہیں اور جو کچھ اس پر احسانات ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ باوجود علالت اور کمزوری کے جس میں آپ کچھ عرصہ مبتلا تھے اور اس وجہ سے کسی طرح آپ سفر کے قابل نہ تھے مولانا ثناء اللہ صاحب کے عرض کرنے پر بنگال سے پنجاب اور پشاور تک تشریف لے گئے اور سفر کی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت فرمائیں۔ آپ اردو، فارسی، عربی ہر زبان میں برجستہ شعر کہتے تھے۔ ایک مرتبہ پندرہ بیس منٹ میں دس بارہ اشعار کا عربی قصیدہ لکھ دیا۔ آپ فارسی نثر بھی برجستہ لکھتے تھے۔ عربی عبارت بھی

آپ کی بہت فصیح و بلیغ ہوتی تھی اور قلم برداشتہ لکھتے تھے' اور بلا تکلف عربی بولتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ عربی آپ کی مادری زبان ہے۔ چنانچہ غازی پور کے مقدمہ مسجد میں جب مخالف نے ایک عرب کو اس خیال سے گواہ بنا کر پیش کیا کہ اہل حدیث علماء عربی میں اس سے جرح نہیں کر سکیں گے تو ان کی سبکی ہو گی اور مضحکہ اڑانے کا موقع ملے گا۔ اس گواہ سے منصف صاحب کی اجازت سے، جو خود بھی عربی دان تھے، عربی میں آپ ہی نے جرح کی اور ایسی جرح کہ گواہ مجبور ہو کر اردو میں کہنے لگا ، ہم کچھ نہیں جانتا مجھ کو ان لوگوں نے گواہ بنا کر پیش کیا ہے، ۔اساتذہ کے کلام سے آپ کو بے شمار شعر یاد تھے۔ساری مسدس زبانی یاد تھی، جس کتاب کو ایک دو مرتبہ دیکھتے یاد ہو جاتی۔

تہجد کے پابند تھے۔ بوڑھاپے اور علالت میں جب مجبور ہو گئے تو اپنے بستر پر تہجد کی نماز ادا فرماتے۔ چھ سات برس ذیابیطس کے مرض میں مبتلا رہے۔ جب اشتداد مرض اپنے کمال پر پہنچ گیا تو اخبار اہل حدیث کے ذریعے یہ بات شائع کر دی گئی اور تقریباً تین ماہ تک عیادت کرنے والے حضرات کا اس قدر ہجوم رہا کہ بالکل جلسہ کی کیفیت رہی۔آپ کی وفات جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ میں ہوئی۔آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں

سواء الطریق۔اس میں مشکوٰۃ شریف سے صحیحین کی حدیثوں کو جمع کیا گیا ہے اور اس کمی کو بالکل پورا کر دیا گیا ہے جو ''طریق النجاۃ'' میں کسی وجہ سے رہ گئی تھی' یہ کتاب چار جلدوں میں ہے۔

حسن البیان فی ما فی سیرۃ النعمان۔مولانا شبلی نعمانیؒ کی ''سیرت النعمان'' کا جواب ہے جس کا پھر جواب نہ ہو سکا بلکہ مولانا شبلی نے انصاف سے کام لے کر وہ باتیں ''سیرت النعمان'' سے نکال دیں جن میں ان سے خطا و غلطی واقع ہوئی تھی۔ جو صاحب ''حسن البیان'' کا مطالعہ کریں وہ ''سیرت النعمان'' کے پہلے ایڈیشن کو سامنے رکھیں ورنہ ان کو سخت خلجان ہو گا اور دوسرے ایڈیشن میں وہ باتیں نہ ملیں گی۔

ہدایۃ المعتدی فی قراۃ المقتدی۔قرأت سورۂ فاتحہ خلف الامام پر یہ کتاب آپ نے حضرت میاں صاحب کے حکم سے لکھی تھی۔

الرق المنشور۔ حافظ عبد الشکور ٹانڈہ کے رسالہ ''فتح الشکور'' کا جواب ہے۔اس میں آپ نے آیت کریمہ ﴿یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ﴾ کے تحت ''جرجوار''

اور ''فصل بین المعطوفین'' کی ایسی بحث کی ہے کہ غالباً تفسیر کبیر میں بھی یہ بحث نہیں ملے گی۔

رمی الجمر ہ۔ رسالہ الجمر ۃ کا جواب۔

روداد مناظرہ مرشد آباد۔ اس کو آپ نے خود لکھا ہے' اس پر ابو محمد ابراہیم صاحب آروی اور حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری کی تقریظ ہے۔

علمی کاموں کے علاوہ آپ نے تحریک مجاہدین کے لیے بھی بہت کام کیا ہے اور اس میں کام کرنے کی دوسروں کو بھی ترغیب دیتے تھے۔ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

''مولانا رحیم آبادی جب دہلی تشریف لاتے تو شیخ عطاء الرحمٰن کے یہاں پھاٹک حبش خان میں قیام فرماتے۔ جمعہ پڑھاتے تو خطبے میں سورۂ ''ق'' اول سے آخر تک پڑھتے اور مختصر سی تقریر فرماتے' پھر وہ اور حافظ عبد اللہ غازی پوری اور دوسرے علماء و رؤسا اوکھلا میں جمع ہوتے۔ وہاں بنوٹ کے کرتب دکھائے جاتے جنہیں دیکھ کر بہت خوش ہوتے' انہیں اور حافظ صاحب غازی پوری کو مجاہدین سے بڑی الفت تھی اور جہاد کا بہت شوق تھا۔ اسی خیال سے وہ موزوں جوانوں کو منتخب کر کے ان کے سپاہیانہ فنون سیکھنے کا انتظام فرما دیا کرتے تھے''۔

اور مہر صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

''صوفی عبد اللہ صاحب۔ (اوڈا نوالہ ۔ ماموں کانجن) کے بیان کے مطابق جو حضرات جماعت مجاہدین کی امداد و اعانت کے ستون تھے۔ ان میں دوسرا نام حضرت مولانا عبد العزیز رحیم آبادی کا ہے اور گیارھواں نام شیخ عطاء الرحمٰن مرحوم مہتمم مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی کا اور بائیسویں نمبر پر حضرت حافظ عبداللہ غازی پوری ہیں''۔

مولانا محمد میاں صاحب نے انگریزوں کی خفیہ دستاویزات کے حوالے سے جنود ربانیہ کے جن عہدہ داروں کا نام لکھا ہے ان میں مولانا محمود حسن کو جنرل بتایا گیا ہے اور مولانا رحیم آبادی کے تعارف میں لکھا ہے:

''عبد العزیز مولوی، ساکن رحیم آباد پسر احمد اللہ ...مشہور وہابی مولوی ہے جو شمالی ہند میں سفر کرتا رہتا ہے اور وہابیوں کے جلسوں میں شریک ہوتا ہے۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں اس کا نام لیفٹیننٹ جنرل کی حیثیت سے شامل ہے''۔

مولانا رحیم آبادی نے تحریک ختم نبوت میں بھی کام کیا ہے اور آپ نے ۱۸۹۱ء والے فتویٰ تکفیر مرزا پر دستخط فرماتے ہوئے لکھا ہے:

''سب تعریفوں کا خدا تعالیٰ مستحق ہے جو تمام بندوں پر غالب ہے اور اپنے دین کا اہل فساد کی شرارتوں سے محافظ ۔ وہ جس نے لوگوں کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا اور دین کو آسان روشن ان کی جبلت میں رکھا' پھر وہ اپنی فطرت چھوڑ کر یہودی نصرانی اور ملحد بن گئے تو خدا تعالیٰ نے ان ہی میں سے ایک رسولؐ معجزوں کے ساتھ ان میں بھیجا۔ اس رسولؐ نے شرع کے قواعد اور ارکان بنا دیئے اور سلامتی کے راستے خوب واضح کر دیئے جن کی برکت سے لوگ ہدایت کی راہ چلنے لگے اور آپؐ کی پیروی سے وہ سعادت کو پہنچے پھر بعض لوگ دین سے پھر گئے اور خدا پر جھوٹ باندھنے لگے۔ اور رسول خدا پر افترا کر کے دوزخ کا ایندھن بنے تو خدا نے ایسے لوگوں کو پیدا کیا جو مومنوں کے آگے جھک جانے والے اور کافروں پر غالب آنے والے تھے۔ وہ حق کے مددگار ہوئے اور ان مرتدوں' مفتریوں سے لڑے جھگڑے' وہ مفتری اوندھے کر کے ناک کے بل گرائے گئے اور خسارہ میں پڑے۔ ان میں سے ایسے لوگ بھی ہوئے جو خدا کے کلام کی اس کے ٹھکانے (معانی) سے تحریف کرتے ہیں۔ بعد اس کے کہ وہ کلام ان معانی میں ثابت و متحقق ہو چکا تھا۔سو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ایسے لوگوں کو جو حق کے مددگار اور خدا کی طرف سے حق پر مدد دیئے گئے ہیں ان محرفین کی باتوں کو پراگندہ کرنے اور ان کی کمر بند توڑنے کی توفیق دی۔ پس ان حقانیوں نے ان کی بیخ و بن اکھاڑ دی اور صفحہ روزگار سے ان کی باطل باتیں مٹا دیں۔ان محرفین میں سے تم نے اس شخص کو مسیح موعود ہونے کا مدعی نہیں دیکھا اور اس کی جھوٹی باتوں کو جن سے خدا اور اس کے رسولؐ اپنے کلام میں انکاری ہیں نہیں سنا۔ اس نے اس افترا پر کیونکر جرأت کی اور اپنے لیے آگ میں جگہ بنائی۔ مسیح موعود کے باب میں جو نصوص اور احادیث وارد ہیں تو وہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے حق میں روشن بیان ہیں جن میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔ احادیث جو اس باب میں وارد ہیں وہ ایک دوسری کی تفسیر کر رہی ہیں۔ انسان (مدعی مسیحیت) ہلاک ہو وہ کیا ناشکرا ہے (جو ان احادیث میں تحریف کرتا ہے) وہ یہ نہیں دیکھتا کہ بعض احادیث میں لفظ مسیح وارد ہے بعض میں عیسیٰ بن مریم' بعض میں ابن مریم' بعض میں عیسیٰ نبی اللہ' بعض میں یہ جملہ وارد ہے کہ حضرت مسیح ایسے حال میں آئیں گے کہ اس وقت تمہارا امام موجود ہو گا۔ سو اگر مسیح موعود سے یہی قادیانی بطور استعارہ مراد ہو تو پھر ان قیدوں اور بیانات احادیث

کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ اس بدترین خلائق کی دلیری سے تعجب ہے کہ یہ فقرا اور اہل اصلاح کا لباس پہن کر مخلوقات کو گمراہ کر رہا ہے۔ جو شخص اس کی ملمع سازیوں کے ابطال کے لیے پنڈلی کھول کر اور کمر کس کر کوشش کر رہا ہے اس کی یہ نیکی خدا ہی کے لیے ہے وہ اس کے جواب میں ایسی عجیب بات لایا ہے کہ اس کی خوبی کو بجز ماہر دانشمند کوئی نہیں جان سکتا۔ وہ اس سے زبانی جہاد کر رہا ہے اور قلم و بیان سے اس کی باتوں کو پراگندہ کرتا ہے اور ہر ایک گھات میں اس کے مقابلے کے لیے جما ہوا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو مسلمانوں سے الگ کیا اور خدا کا دشمن ہر ایک میدان سے بھاگ گیا۔ خدا تعالیٰ ایسے شخص (یعنی محمد حسین) کو ہم سب مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے اور صبح و شام اس پر اپنی برکات نازل کرے۔ آمین! ۔ عبدالعزیز رحیم آبادی

آپ کے بھائی مولوی عبدالرحیم رحیم آبادی نے بھی اس فتویٰ تکفیر دستخط کیے ہیں اور یوں یہ دونوں بھائی تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں شمار ہوتے ہیں۔

(سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۶۴۳ اور ۶۵۳۔ تحریک شیخ الہند۔ صفحہ ۳۹۶۔ اہل حدیث ۱۹ و ۲۶ مارچ ۱۹۲۰ء، تقدیم حسن البیان۔ از عطاء اللہ حنیف، اہل حدیث اور سیاست، صفحہ ۴-۵، علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ۔ صفحہ ۹۷-۹۸)

حافظ عبداللہ غازی پوریؒ

آپ کی ولادت قصبہ مئو اعظم گڑھ میں ۱۲۶۰ یا ۱۲۶۱ ہجری میں ہوئی۔ آپ کے والد عبدالرحیم دانیال صاحب غریب آدمی تھے اس لیے بچپن ہی سے آپ اپنے والدین کے معاون ہو گئے۔ محنت مزدوری کرتے اور اسی حالت میں قرآن پاک حفظ کیا۔ ابتدائی کتب عربی و فارسی مولانا قاسم علی مئوی سے پڑھیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ کے دوران آپ کا خاندان مصائب کا شکار ہوا تو آپ غازی پور چلے گئے وہاں مولانا رحمت اللہ لکھنوی سے مدرسہ چشمہ رحمت میں پڑھنا شروع کیا۔ چونکہ ذکی الطبع تھے تھوڑے ہی دنوں میں شرح جامی قطبی اصول عربیہ وغیرہ میں کافی مہارت حاصل کر لی۔ اس وقت مدرسہ امام بخش کی جونپور میں شہرت تھی جس کے مدرس اعلیٰ مفتی یوسف بن محمد اصغر لکھنوی تھے۔ آپ نے علوم آلیہ و دیگر فنون کی کتابوں کی تکمیل وہاں سے کی۔ پھر تکمیل حدیث کے لیے میاں صاحب کی خدمت میں گئے اور حدیث وتفسیر پڑھی۔ میاں صاحب آپ کی ذکاوت طبع جودت فہم اور تقویٰ و پرہیز گاری کے بہت مداح تھے چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا کہ بس یہاں دو ہی عبداللہ آئے۔ ایک عبداللہ غزنوی اور دوسرے عبداللہ غازی پوری۔ تعلیم مکمل کر کے وطن واپس آئے اور مدرسہ چشمہ رحمت میں مدرس اعلیٰ ہو گئے اور اس شان سے تدریس کی کہ دور ونزدیک کے طلبا سے غازی پور بھر گیا۔ ۱۲۹۷ ہجری میں حجاز کا سفر کیا اور حج و زیارت سے فارغ ہو کر شیخ معمر بن عباس بن عبدالرحمٰن کے سامنے زانوائے تلمذ طے کیا۔ پھر غازی پور آ کر چشمہ رحمت میں مصروف ہو گئے۔ اس زمانے میں چونکہ فقہ حنفی کا بہت رواج تھا اور علم حدیث سے ناآشنائی تھی اس لیے آپ کو بہت دقتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ لوگوں نے آپکی راہ میں روڑے اٹکائے' کانٹے بچھائے' مسجدیں چھین لیں' غرض آپ کو بہت تنگ کیا اور آپ کو غازی پور چھوڑنا پڑا۔ مولانا ابراہیم آروی اور مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے اصرار پر مدرسہ احمدیہ آرہ چلے گئے اور صدر مدرس ہوئے۔ یہاں آپ نے بیس سال درس دیا۔ مولانا آروی کے انتقال پر آپ نے

مدرسہ احمدیہ کو خیر باد کہا اور وطن واپس آ گئے۔ جب ساکنان دہلی کو خبر ہوئی تو بصد اصرار آپ کو دہلی بلا لیا گیا وہاں بھی پڑھاتے رہے۔ اسی دوران لکھنؤ کے عبد الرحیم غازی پوری جو آپ کے قریبی رشتہ دار تھے انتقال کر گئے اس وجہ سے آپ لکھنؤ آئے اور یہاں خانگی معاملات میں ایسے الجھے کہ پھر کہیں نہ جا سکے۔ تاہم لکھنؤ میں بھی درس و تدریس جاری رہی اور یہیں ۲۱ صفر ۱۳۳۷ ہجری۔ ۲۶ نومبر ۱۹۱۸ء کو انتقال ہوا۔ شیخ محمد خلف شیخ حسین محدث یمنی نے جنازہ پڑھایا اور لکھنؤ میں دفن ہوئے۔ (اہل حدیث امرتسر' ربیع الاول ۱۳۳۸ ہجری)

جس زمانہ میں آپ مدرسہ احمدیہ آرہ میں تھے روزانہ بانکی پور تشریف لے جاتے' وہاں آپ کے درس قرآن میں بڑے فضلاء شریک ہونا باعث فخر سمجھتے۔ آپ کے شاگرد بہت ہوئے اور بقول سید سلیمان ندویؒ حضرت میاں صاحب دہلوی کے بعد کسی کو اتنا بڑا حلقہ درس میسر نہیں ہوا۔ شاگردوں میں مولانا محمد سعید بنارسی' مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری' مولوی عبد النور حاجی پوری' مولانا عبد السلام مبارکپوری اور مولانا داؤد غزنوی جیسے علماء شامل ہیں۔

مولوی سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں:

''میرے برادر معظم حافظ غازی پوری کے تلامذہ میں ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ فاضل لکھنوی مولانا عبد الحئی صاحب فرنگی محل نے ایک بار جناب حافظ غازی پوری سے پوچھا کہ آپ نے رفع الیدین عند الرکوع وعند رفع الراس من الرکوع کیوں اختیار کیا؟ جناب حافظ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا مولانا آپ بھی پوچھتے ہیں؟ یہ سن کر مولانا عبد الحئی بالکل خاموش ہو گئے''۔

(اہل حدیث امرتسر' جلد ۱۷' صفحہ ۱۶۸' تراجم علماء حدیث ہند۔ صفحہ ۴۵۵-۴۶۴)

اور ''یاد رفتگان'' میں سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

''مولانا غازی پوری اس عہد میں اگلی صحبتوں کی تنہا یادگار تھے۔ وہ اتباع سنت' طہارت' تقویٰ' زہد و رع' تبحر' وسعت نظر اور کتاب و سنت کی تفسیر و تعبیر میں یگانہ عہد تھے۔ دبلے پتلے' نحیف داڑھی کے بال خفیف' سادی وضع صورت سے متواضع اور حلیم معلوم ہوتے تھے۔ حدیث کی کتابیں مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ سے پڑھیں اور اس مسلک میں انہیں کی تعلیم کا اثر ان پر غالب ہوا''۔ (یاد رفتگان۔ صفحہ ۴۰)

حافظ صاحب ابتداء میں حنفی المسلک تھے پھر اہل حدیث ہو گئے۔ اپنے ترک تقلید کا

سبب بتاتے ہوئے حافظ صاحب خود کہتے ہیں کہ مدرسہ چشمہ رحمت احناف کا مدرسہ تھا اور میں وہاں مدرس تھا اور حنفی مسلک پر عمل پیرا تھا۔ وہاں مولوی تلطف حسین مولوی نعمت اللہ عظیم آبادی اور مولوی سعید بنارسی جیسے کچھ طلباء کے یکے بعد دیگرے آتے گئے جو اصول فقہ حنفی پر اور فقہ حنفی پر مناقشات شروع کر دیتے اور تحقیق کا پہلو ڈھونڈنے لگتے۔ اس سے پہلے میں کئی بار اصول فقہ پڑھا چکا تھا اور میں اس قدیم روش کے مطابق جیسے ادھار کھائے بیٹھا تھا کہ خواہ مخواہ ہر ایک مسئلہ ہر ایک بات ہر ایک اصول اگرچہ وہ تحقیق سے گرا ہوا ہو حنفی مسلک کے مطابق جواب دیتا رہا۔ پھر میں نے سوچا جو بات تحقیق سے گری ہوئی ہے خواہ مخواہ اس کی تائید کرنا تو عقل و عدل دونوں سے بعید ہے۔ اور احادیث سے متعلق یہ کہہ دینا کہ یہ شوافع کے مطابق ہے اور یہ حنفیوں کے' جیسا کہ عام دستور ہے اور انہی نصوص سے جو ہمارے سامنے موجود ہیں ان اصولوں کو مستنبط کرتے۔ علاوہ ازیں یہ اصول بھی اس لیے بنائے گئے ہیں کہ ان سے کام لیا جائے۔ پس ان خیالات کی وجہ سے خود بخود تقلید سے کنارہ کشی اور علم حدیث کی طرف توجہ ہوتی گئی۔ (علماء اہل حدیث کی خدمات حدیث۔ صفحہ ۴۷-۴۸)

اسی سلسلے کا ایک واقعہ مولانا عبدالسلام مبارک پوری بیان کرتے ہیں کہ مولانا غازی پوری نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک مقام میں اژدہام کثیر ہے۔ لوگ بکثرت چلے جا رہے ہیں اور مصافحہ کر کے برکت حاصل کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کس کے مصافحہ کے لیے اس قدر اژدہام ہے؟ کسی نے کہا سیدنا حضرت محمد ﷺ تشریف رکھتے ہیں۔ لوگ آپ سے شرف مصافحہ حاصل کر رہے ہیں' میں نے دیکھا ایک شخص اس اژدہام سے باہر نکلا' میں نے پوچھا کیا تو نے شرف مصافحہ حاصل کر لیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں!' میں نے کہا مہربانی کر کے وہ اپنا ہاتھ مجھے دے دو میں بھی مشرف ہو جاؤں اور برکت حاصل کر لوں۔ اس نے ہمت دلائی اور کہا واسطہ کی کیا ضرورت ہے تم خود ہمت کر کے آگے بڑھو اور اژدہام سے دل میں کچھ بھی ہراس نہ لاؤ۔ بلاواسطہ شرف مصافحہ حاصل کرو۔ چنانچہ اس کی ہمت دلانے پر میں آگے بڑھا اور جناب سیدنا محمد ﷺ سے بلاواسطہ مصافحہ اور برکت حاصل کی۔ اس پر میں نے اس شخص کا جس نے ہمت دلائی تھی شکریہ ادا کیا اور مجھے نہایت مسرت ہوئی۔ ... ''او کما قال'' اس خواب کی تعبیر میں نے یہ سوچی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے بذریعہ اس خواب کے بتایا ہے کہ عمل بالسنۃ اور علم حدیث اور تحقیق مسائل کی طرف

متوجہ ہونا چاہیے اور خواہ مخواہ کی تقلید سے پرہیز کرنا چاہیے۔

حافظ صاحب کہتے ہیں کہ جب میں نے ''عمل بالسنہ'' شروع کیا تو ان دنوں کوتوالی کی مسجد میں امام اور مدرسہ چشمہ رحمت کا مدرس تھا۔ نماز مغرب کے وقت کوتوالی کی مسجد میں بوجہ بازار کے نمازیوں کا بڑا اژدہام ہوتا تھا۔ میں نے مغرب کی نماز میں بلند آواز سے آمین پکاری تو تمام مقتدی میرے پیچھے سے ہٹ گئے اور سخت سست بولنے لگے مگر میں نے اپنی نماز اسی اطمینان سے ختم کی۔ اگرچہ لوگوں نے زبان درازیاں کیں مگر کوئی ضرر نہ پہنچا سکا۔ جناب مولوی رحمت اللہ صاحب بانی مدرسہ چشمہ رحمت بڑے سنجیدہ اور تجربہ کار تھے جب تک وہ حیات تھے برابر میری تائید فرماتے اور کوئی مجھے ضرر نہ پہنچا سکا۔

(اہل حدیث امرتسر ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۸ ہجری)

حافظ صاحب تعلیمی سرگرمیوں کے علاوہ تحریک مجاہدین کا کام بھی کرتے تھے اور تحریک کے لیے جو لوگ فراہمی زر کا بندوبست کرتے تھے آپ کا ان میں شمار ہوتا تھا۔ سرحد پار مجاہدین کے لیے رنگروٹ بھی بھرتی کرتے تھے۔ ریشمی رومال تحریک کے خفیہ سرکاری کاغذات میں بھی آپ کا ذکر ہے اور اس تحریک میں آپ کا مرتبہ لیفٹیننٹ جنرل کا بتایا گیا ہے جیسا کہ لکھا ہے:

> ''مولوی حافظ عبداللہ (ساکن غازی پور) مشہور وہابی مولوی ہے جو زیادہ تر بہار اور اڑیسہ میں مصروف رہتا ہے۔ مولوی عبداللہ ۱۹۰۶ء میں مدرسہ احمدیہ شاہ آباد میں معلم تھا اور ۱۹۰۷ء میں آرہ مدرسہ کا ہیڈ مولوی اور سیکرٹری بن گیا تھا۔ آرہ کا مدرسہ بہار اور اڑیسہ کے تمام وہابی مدارس کی اصل اور ام المدارس ہے۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں وہ لیفٹیننٹ جنرل ہے''۔ (تحریک شیخ الہند۔ صفحہ ۴۰۲)

آپ کی تصانیف میں ان کتابوں کا علم ہو سکا ہے:

البحر المواج فی شرح مقدمہ الصحیح لمسلم بن الحجاج عربی۔ علم غیب کا فتویٰ، اردو۔ رکعات تراویح مع اضافات وضمیمہ اردو۔ زکوۃ کا فتوی اردو۔ فصول احمدی، منطق میں۔ اردو ۔ الحجۃ الساطعہ فی بیان الجبیرۃ والسائبُ اردو۔ قانون مسجد اردو ۔ فتوی مال زانیہ بعد توبہ۔ اردو ۔ ابراء اہل الحدیث والقرآن مما فی جامع الشواہد من التھمۃ والبھتان ۔ اردو ۔ یہ جامع الشواہد فی اخراج الوھابین عن المساجد کا جواب ہے۔ جامع الشواہد کو وسیع پیمانے پر شائع کیا گیا تھا اور صرف مطبع فیض محمدی لکھنؤ سے دس ہزار نسخہ چھاپ کر تقسیم کیا تھا۔ ابراء اہل الحدیث کو

۲۰۰۱ء میں مولانا رضا اللہ عبدالکریم کی تقدیم وتعلیق کے ساتھ ۱۸۴ صفحات میں المراکز الدینی سید پور ضلع بدایوں ہندوستان سے شائع کیا گیا ہے

حافظ عبداللہ غازی پوری مرحوم نے تحریک ختم نبوت میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔ آپ نے اس فتویٰ پر دستخط فرمائے ہیں جو ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب کی تکفیر کے متعلق حضرت میاں صاحب نے دیا تھا اور آپ نے اس فتویٰ پر لکھا تھا:

''میں نے ان اوراق کو اول سے آخر تک پڑھا اور مرزا کے عقائد و مقالات کو اس کی اصل تصانیف میں بھی دیکھا۔ میری رائے میں وہ ضرور ان عقائد و مقالات کی نظر سے دجال و کذاب ہے اور پابندی اسلام و اہل سنت سے خارج ہے''.

(علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ۔صفحہ ۹۶)

محمد حسین بٹالویؒ

(اس کتاب کے حصہ اول کی اشاعت کے بعد ہمیں ایسی تحریریں دستیاب ہوئی ہیں جن سے مولانا بٹالوی کے مزید حالات معلوم ہوئے ہیں جو ذیل میں بیان کیے جا رہے ہیں)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے لکھا ہے کہ

مولانا بٹالوی حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی مرحوم کے شاگردوں میں ممتاز ترین شاگرد ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۷ محرم ۱۲۵۶ ہجری کی ہے اور انتقال ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء مطابق ۶ جمادی الاول ۱۳۳۸ ہجری کو ہوا ہے۔ اس لحاظ سے آپ کی عمر قمری حساب سے ۸۲ سال چار ماہ ہوئی۔ آپ نے علوم اصول و معقول مختلف اساتذہ سے حاصل کیے اور ان کے دو مشہور اساتذہ کی سندیں ہم کو آپ کے کاغذات میں ملی ہیں یعنی مولانا نواب صدر الدین خان صاحب دہلوی مرحوم اور مولانا گلشن علی جونپوری۔ اول الذکر کی سند پر تاریخ مرقوم نہیں۔ دوم پر ۱۲۸۱ ہجری مرقوم ہے۔ دونوں سندوں میں آپ کی لیاقت ذہانت کا ذکر اچھے لفظوں میں ہے۔ حدیث کی سند حضرت مولانا سید نذیر حسین المعروف میاں صاحب دہلوی مرحوم سے آپ کو حاصل ہے۔ اس سند پر ۱۲۸۲ ہجری مرقوم ہے۔ میاں صاحب کی سند میں علاوہ سند علمی کے ایک فقرہ خاص مذکور ہے۔

ان له زيادة صحبة معي مزيد اختصاص بي على غيره من الطلبة

یعنی آپ کو اور طلبہ سے یہ خصوصیت مزید ہے کہ آپ میرے ساتھ صحبت میں بہت رہتے ہیں۔ واقعات اس کی تفصیل بتاتے ہیں کہ سب سے پہلے کتاب جو مسائل اختلافیہ میں نکلی ہے وہ ''معیار الحق'' مصنفہ حضرت میاں صاحب ہے۔ اس کی تصنیف میں مولانا محمد حسین مرحوم کارکن بلکہ پورے محرر تھے۔ بعد واپسی وطن آپ نے لاہور مسجد چینیانوالی میں درس شروع کیا۔ درس کے علاوہ ذریعہ اشاعت تحریر کو سمجھا۔ شروع شروع میں تحریر کا

طریق یہ تھا کہ امرتسر سے ایک اخبار ''سفیر ہند'' پادری رجب علی عیسائی کا نکلتا تھا اس میں بطور ضمیمہ ہفتہ وار دو ورق نکالا کرتے۔ ازاں بعد شدہ شدہ تحریک ہوئی کہ ایک ماہوار رسالہ نکالا جائے چنانچہ رسالہ ''اشاعت السنۃ'' جاری کیا گیا۔ رسالہ ماہوار کے علاوہ مستقل رسائل بھی آپ نے لکھے۔ مثلاً اقتصاد وغیرہ۔ مرحوم کی تصانیف دیکھنے سے آپ کی استعداد اور تبحر علمی معلوم ہوتا ہے۔ کیسا کوئی مضمون جواب یا جواب الجواب ہو، ایسا صاف لکھتے کہ پڑھنے والے کو خوب سمجھ میں آ جاتا۔ آپ کے رسالہ ''اشاعت السنۃ'' سے مسائل حدیثیہ کی بڑی اشاعت ہوئی۔ ابتدا میں آپ کا روئے سخن زیادہ تر احناف کی طرف تھا۔ درمیان میں سر سید احمد خان کے مسائل نیچریہ کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ ازاں بعد فتنہ قادیانیت اٹھا اور اس میں آپ نے بہت وقت لگایا۔ اس کی وجہ بھی معقول تھی کیونکہ قادیان آپ کے وطن بٹالہ سے صرف گیارہ میل پر ہے اور مرزا صاحب سے ابتدا میں آپ کے دوستانہ مراسم بھی تھے۔ ایک دوسرے سے حسن ظن رکھتے تھے۔ قادیانی تعاقب میں آپ نے علماء کرام سے مرزا صاحب پر ایک متفقہ فتویٰ حاصل کر کے شائع کیا۔ اس کے بعد امرتسر میں تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن'' مصنفہ خاکسار کی بابت نزاع پیدا ہوگئی تو آپ نے فریق مخالف کی جانب اختیار کی۔ لیکن علماء آرہ (مولانا حافظ عبد اللہ غازی پوری، مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا شاہ عین الحق پھلواروی) کے فیصلے کو آپ نے بھی تسلیم کرنے کا اقرار کیا۔ (اشاعۃ السنۃ، جلد ۲۱، صفحہ ۶۱) آپ کی خدمات بہت ہیں۔ من جملہ ایک خدمت خاص قابل ذکر ہے کہ سرکاری کاغذات میں اہل حدیث کو وہابی لکھا جاتا تھا جس کے صطلاحی معنی باغی تھے۔ مولانا نے اعیان اہل حدیث کی دستخطی ایک درخواست وائسرائے کے نام بھیجی کہ ہم کو وہابی نہ لکھا جائے بلکہ ہم اہل حدیث ہیں۔ چنانچہ وائسرائے نے یہ درخواست منظور کر کے تمام صوبوں میں حکم جاری کر دیا کہ ہندوستان کے اہل حدیث کو سرکاری کاغذات میں وہابی نہ لکھا جائے ان کا نام اہل حدیث ہے۔ مختصر یہ کہ آپ علماء پنجاب میں بہت بڑے عالم تھے۔ مرحوم نے اپنی اراضی کو وقف علی الاولاد کیا تھا جس میں کچھ حصہ تعلیمی مصرف کے لیے بھی تھا۔ مگر اولاد کے خیال میں شروط وقف پیچیدہ ،ناقابل عمل تھیں اس لیے انہوں نے بالاتفاق فی روپیہ دو آنے کے حساب سے تھوڑا سا حصہ الگ کر کے باقی کو حصے بخرے کر لیا۔ اس تھوڑے

سے حصہ سے بٹالہ میں ایک مسجد کا انتظام چل رہا ہے۔ ایک مولوی صاحب جمعہ کی جماعت کراتے اور درس دیتے ہیں جس کا خرچ تقریباً پچاس روپیہ ماہوار ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی یادگار قائم رکھے۔ آمین! (ثناء اللہ امرتسری)۔ (اہل حدیث ۱۹ اگست ۱۹۲۱ء)

مولانا کا خاندان اسلام سے قبل پوری ہندو قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اسلام کے بعد یہ لوگ پوری شیخ مشہور ہوئے۔ بٹالہ شہر کے پوری دروازہ کے اندرون محلّہ میں آپ کے خاندان کی وسیع جائیداد تھی اور اس دروازے اور محلے کا نام اسی خاندان کے نام پر تھا۔ مولانا کے والد نے اپنے مکان سے ملحق ایک عظیم الشان مسجد بنوائی تھی اور مسجد کے ساتھ مہمانوں کے لیے کمرے بھی تعمیر کرائے تھے۔ حضرت میاں صاحب محدث دہلویؒ نے ورود بٹالہ کے موقع پر اسی مسجد میں نماز فجر کے بعد درس قرآن دیا تھا.

(اہل حدیث لاہور، ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء، صفحہ ۲۴۔ مولانا عبداللہ گورداسپوری کا مضمون)

مولانا بٹالوی نے ''براہین احمدیہ'' پر ریویو لکھا تھا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مرزا صاحب نے ابھی مسیح یا نبی یا مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور براہین کے مضامین کو علماء دیوبند و گنگوہ نے موجب کفر نہیں سمجھا تھا اور لوگوں کو تکفیر مرزا سے روکا بھی تھا''۔

(اشاعۃ السنۃ جلد ۷، برحاشیہ صفحہ ۱۷۰)

بعد میں مرزا صاحب کے دعوے سامنے آئے تو مولانا مرحوم نے رد قادیانیت کا محاذ سنبھال لیا۔ اس پر مرزا صاحب نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

''درحقیقت ان رسالوں (فتح اسلام، توضیح مرام) میں کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا گیا بلکہ بلاکم و بیش یہ وہی دعویٰ ہے جس کا ''براہین احمدیہ'' میں بھی ذکر ہو چکا ہے اور جس کی آں مکرم اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں امکانی طور پر تصدیق بھی کر چکے ہیں''۔ (اشاعۃ السنۃ، جلد ۱۲، نمبر ۱۲، صفحہ ۳۶۴)

مولانا بٹالویؒ نے جواب میں لکھا:

''جو امکان میں ریویو ''براہین احمدیہ'' میں بیان کر چکا ہوں اس کا اب بھی قائل ہوں مگر آپ نے اس امر ممکن سے جس کا میں نے امکان تجویز کیا تھا بڑھ کر ان رسائل میں دعویٰ کیا ہے۔ لہٰذا آپ کے لیے اس ریویو کی عبارات کافی و مفید نہ ہوں گی۔ آپ ان عبارات کو میرے سامنے پیش کیے بغیر ان سے استشہاد کریں گے تو آپ نقصان اٹھائیں

گے، بہتر ہے کہ آپ میری کلام مجھے دکھا کر شائع کریں''۔

(اشاعۃ السنہ، جلد۱۲، نمبر۱۲، صفحہ ۳۶۶)

اور مولانا نے مرزا صاحب کو ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء کے خط میں یہ بھی لکھا:

''اپنے اس الہام کا جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کا اور ابن مریم کے موعود نہ ہونے کا دعویٰ ہے ، فیصلہ براہین احمدیہ اور اشاعت السنہ کے ریویو براہین احمدیہ سے منظور کریں اور یہ اقرار تحریری دیں کہ اگر براہین احمدیہ اور اس کے ریویو سے یہ الہام غلط ثابت ہو تو ہم اس الہام کو غلط سمجھیں گے اور اس سے رجوع کا اشتہار دیں گے''۔

(اشاعۃ السنہ، جلد۱۲، نمبر۱۲، صفحہ ۳۷۸)

اور آپ نے یہ بھی لکھا کہ

میرے مضمون ریویو میں ایک حرف آپ کے اس دعویٰ جدید کا مصدق نہیں ہے، نہ آپ نے اپنے براہین احمدیہ میں یہ دعویٰ (مسیح موعود ہونا) صراحتاً یا اشارتاً کیا اور نہ میں نے اس کی تصدیق و تائید میں کوئی کلمہ لکھا۔ (اشاعۃ السنہ، جلد۱۲، نمبر۱۲، صفحہ ۳۸۶)

لیکن مرزا صاحب تا عمر اپنی ہانکتے رہے اور ایک موقع پر مولانا امرتسریؒ نے بھی لکھا

کہ مرزائی کہا کرتے ہیں کہ مولانا بٹالویؒ نے ''براہین احمدیہ'' کی تعریف کی ہوئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا ممدوح محدث تھے اور محدثین کا اصول ہے کہ راوی اپنی جس روایت کی تکذیب کر دے وہ روایت حجت نہیں رہتی۔ مولانا موصوف اپنی آخری عمر میں مرزا صاحب کی کل باتوں کی تردید کرتے رہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ہم نے ان سے پوچھا تھا کہ آپ نے ''براہین احمدیہ'' پر تحسین آمیز الفاظ میں تبصرہ (ریویو) کیا تھا اس کی وجہ کیا تھی؟ جواباً فرمایا کہ ''محض امکان تصور پر'' (اہل حدیث، ۱۲ اپریل ۱۹۴۰ء، صفحہ ۴-۵)

مولانا بٹالویؒ کا مقام تحریک ختم نبوت میں بڑا اہم ہے۔ انہوں نے مرزا صاحب کے دعوے کے آغاز ہی سے رد قادیانیت کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا تھا اور پھر آپ نے دامے درمے سخنے غرض ہر قسم کے وسائل کے ساتھ قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ اس دور میں پورے ہندوستان میں آپ کے علم و فضل کا شہرہ تھا اور مرزا صاحب کو بھی اس کا اعتراف تھا جیسا کہ وہ مولانا بٹالویؒ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خدائے تعالیٰ نے پورے طور پر جلوہ قدرت دکھلانے کے لیے ایک ایسے نامی مولوی صاحب سے ہمیں ٹکرا دیا جن کی لیاقت علمی، جن کی طاقت فہمی، جن کی طلاقت لسانی، جن کی فصاحت بیانی کا شہرہ پنجاب و ہندوستان میں ہے۔ اور خدائے حکیم و علیم کی مصلحت نے اس ناکارہ کے مقابل پر ایسا انہیں جوش بخشا اور اس درجہ کی بدظنی میں انہیں ڈال دیا کہ کوئی دقیقہ بدگمانی اور مخالفانہ حملہ کا انہوں نے اٹھا نہیں رکھا۔ مولوی صاحب نور اللہ کے بجھانے کے لیے بہت زور سے پھونکیں مار رہے ہیں''۔

(مجموعہ اشتہارات، جلد ا، صفحہ ۲۹۰)

اور آپ کی مساعی کے اثر کا بھی مرزا صاحب کو اعتراف تھا جیسا کہ فرماتے ہیں:

''ان الشیخ الذی ھو للطالبین کسد'' کہ ''شیخ بٹالہ کہ برائے طالبان مثل دیوار مانع است' اور ''شیخ بٹالہ جو طالبوں کے لیے ایک روک ہے''۔

(روحانی خزائن جلد ۱۲ (حجۃ اللہ) صفحہ ۱۴۲)

مولوی دوست محمد قادیانی تحریک ختم نبوت میں آپ کی عوامی انداز کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مولوی محمد حسین اور ان کے ہم نوا علماء نے فتویٰ تکفیر پر ہی اکتفا نہ کرتے ہوئے مخالفت کے لیے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ مولوی محمد حسین نے ابتدا میں قادیان کی ناکہ بندی کے لیے بٹالہ اسٹیشن سے قادیان والی نہر تک اپنے ایجنٹوں کا گویا ایک جال بچھا رکھا تھا جو اسٹیشن سے اترتے ہی قادیان جانے والوں کو روکتے تھے۔ ان ایجنٹوں نے ایک کیمپ بھی لگا رکھا تھا جہاں جانے والوں کے لیے حقہ کا انتظام بھی ہوتا تھا۔ (مرزا صاحب کے) بعض صحابہ کا بیان ہے کہ شروع شروع میں جب ہم قادیان جایا کرتے تھے تو بٹالہ کے اسٹیشن پر اور پھر قادیان کی سڑک پر میل میل کے فاصلے پر مولوی محمد حسین بٹالوی آدمی بٹھا دیا کرتے تھے (وہ لوگوں کو) ہر ممکن کوشش سے روکا کرتے اور واپس جانے کے لیے کہتے۔ کئی آدمی انہوں نے واپس بھی کیے' اس زمانہ میں عوام مولوی محمد حسین کی وجہ سے بھی (قادیان) جانے سے ڈرتے تھے''۔ (تاریخ احمدیت، جلد ۳، صفحہ ۲۲۰-۲۲۱)

ایک قادیانی صاحب لکھتے ہیں کہ جب ان کے

سیٹھ عبدالرحمٰن مدراسی مرزا صاحب سے غائبانہ متاثر ہو کر ان سے ملنے کے لیے قادیان

جا رہے تھے تو امرتسر میں مولوی محمد حسین کا کوئی چیلہ مل گیا اور اس نے (قادیان جانے سے) بہت روکا اور بلائے بد کی طرح دور تک پیچھا کیا اور جھڑک کھا کر دفع ہوا۔ صبح بٹالہ پہنچے تو وہاں بھی ایک سد راہ تھی"۔ (الفضل انٹرنیشنل ۱۴ فروری ۱۹۹۷ء صفحہ ۱۴)

اور مرزا طاہر احمد فرماتے ہیں کہ محمد حسین نے:

"ایک بہت سخت مضمون شائع کیا جس میں اس نے لکھا کہ میں مشرق و مغرب' شمال و جنوب جاؤں گا اور ساری دنیا کو بتاؤں گا (کہ مرزا جھوٹا ہے) اور اس نے واقعتاً ایسا کیا بھی۔ وہ عرب علماء سے ملا' وہ مکہ گیا اور مدینہ پہنچا اور ہندوستان کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کیا اور آپ (مرزا غلام احمد) کے خلاف فتاویٰ حاصل کیے کہ اس شخص کا وجود اسلام کے لیے شدید خطرہ ہے۔ اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ ہر کسی کا فرض ہے کہ اسے قتل کر دے (اور) مولوی محمد حسین نے اپنا روزمرہ کا دستور بنا رکھا تھا کہ وہ بٹالہ ریلوے سٹیشن پر جاتا جو گاڑیوں کا آخری سٹاپ تھا۔ اس زمانہ میں کوئی گاڑی قادیان نہیں جاتی تھی۔ بٹالہ اسٹیشن سے قادیان مغرب کی جانب ۱۲ میل کے فاصلے پر تھا۔ بٹالہ سے لوگ یا تو پیدل قادیان جاتے تھے یا اگر کسی کو تانگہ میسر آ جاتا تو تانگہ پر قادیان حضرت مسیح موعود کو ملنے چلا جاتا تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی بلا ناغہ روزانہ جب گاڑی آنے کا وقت ہوتا تو سٹیشن پر پہنچ جاتا اور لوگوں سے پوچھتا پھرتا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہتے کہ ہم قادیان جا رہے ہیں تو وہ انہیں روکتا اور کہتا کہ وہاں مت جانا۔ وہ (مرزا) دجال ہے وہ کذاب ہے وہ کافر ہے' اس قابل نہیں کہ اس کی صورت بھی دیکھی جائے۔" (الفضل انٹرنیشنل ۲۰ اگست ۱۹۹۹ء صفحہ ۱۱)

اور مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں:

"خاکسار عرض کرتا ہے کہ پیرا ایک پہاڑی ملازم تھا اور بالکل جاہل اور نیم پاگل تھا مگر بعض اوقات پتہ کی بات بھی کر جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ اس سے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے بٹالہ کے سٹیشن پر کہا کہ تمہارے مرزا صاحب نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو جھوٹا ہے اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ پیرے نے جواب دیا مولوی صاحب! میں تو کچھ پڑھا لکھا نہیں ہوں مگر اتنا جانتا ہوں کہ لوگوں کو بھگانے کے لیے آپ بٹالہ کے سٹیشن پر آ آ کر جوتیاں بھی گھس گئی ہیں۔ مگر پھر بھی دنیا مرزا صاحب کی طرف کھینچی

چلی آتی ہے"۔ (سیرۃ المہدی' حصہ سوم' صفحہ ۲۲۸)

اور مولوی غلام رسول راجیکی قادیانی، بایں الفاظ آپ کی خدمات کا ذکر کرتے ہیں:

"حافظ آباد (پنجاب) کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے وہاں ایک شخص الٰہی بخش رہا کرتا تھا اسے ایک دفعہ بعض احمدیوں نے قادیان لانے کے لیے تیار کیا' وہ تیار ہو گیا' بٹالہ اترنے سے پہلے ہی اسے بخار آ گیا' بخار کی حالت میں ہی وہ بٹالہ سٹیشن پر اترا' آگے محمد حسین بٹالوی ملا اس نے دیکھا کہ یہ شخص بخار کی حالت میں قادیان جا رہا ہے اس نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اگر مرزا صاحب سچے ہوتے تو تجھے رستہ ہی میں بخار نہ ہو جاتا اور کہا کہ وہاں تو دکانداری ہے وہاں ہرگز نہ جانا"۔

(رجسٹر روایات نمبر۱۲' صفحہ ۱۴۰۔ منقول از الفضل انٹرنیشنل ۱۷ نومبر ۲۰۰۰ء صفحہ ۷)

اور مولانا بٹالوی یہ بھی جانتے تھے کہ قادیانیت کے قلع قمع کے لیے قلب اور زبان سے آگے بڑھ کر قوت بازو کے استعمال کی بھی ضرورت ہے جیسا کہ ۱۸۹۷ء میں مرزا صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

"حکومت وسلطنت اسلام ہوتی تو ہم اس کا جواب آپ کو دیتے۔ اسی وقت آپ کا سر کاٹ کر آپ کو مردار کرتے' سچے نبی کو گالیاں دینا مسلمانوں کے نزدیک ایک ایسا کفر وا رتداد ہے جس کا جواب بجز قتل اور کوئی نہیں مگر کیا کریں مجبور ہیں سلطنت غیر اسلامی ہے اس کے ماتحت رہ کر ہم اس فعل کے مجاز نہیں اور سلطنت کو (جو عیسائی کہلاتی ہے) اس امر کی پرواہ نہیں ہے۔ رہے پادری جو مذہب ہی کی خدمت وحمایت کے صدقہ وطفیل سے ٹکڑا کھاتے ہیں سو (وہ) بھی اپنی تنخواہ سے کام رکھتے ہیں۔ حمیت وغیرت مذہب کو خیر باد کہہ چکے ہیں"۔

(اشاعۃ السنۃ' جلد ۱۸' نمبر۳' صفحہ ۹۵-۹۶' تاریخ احمدیت جلد۳' صفحہ ۲۲۲)

شاید اسی لیے مرزا صاحب آپ سے اس قدر ڈرتے تھے کہ آپ کے سایہ سے بھی دور رہنا چاہتے تھے جیسا کہ ۲۶ جنوری ۱۸۹۹ء کی ڈیٹ لائن کے تحت ایڈیٹر، الحکم لکھتے ہیں۔

جب لُنّل (دہاریوال کے پاس ایک گاؤں ہے جہاں حضرت اقدس نے بغرض پیروی مقدمہ برائے حفظ امن منجانب مولوی محمد حسین بٹالوی دہاریوال تشریف لے جاتے ہوئے قیام فرمایا تھا) سے روانہ ہو کر کھنڈہ آ پہنچے تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

کے ہر کام میں مصلحت ہے۔ چونکہ سنا گیا ہے کہ محمد حسین بھی وہیں (لئل) اترنے والا تھا اس لیے اچھا ہوا کہ ہم وہاں نہیں ٹھہرے۔ ایسے لوگوں سے دور ہی رہنا اچھا ہے"۔
(ملفوظات' جلد ا' صفحہ ۲۹۱)

مرزا صاحب نے آپ کا ذکر اپنے ایک عربی مکتوب میں بھی کیا ہے جس سے تحریک ختم نبوت میں آپ کے مقام و مرتبے پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

وکان فی ہذہ الدیار تسعۃ رہط من الاشرار وکانوا مفسدین فی الارض ولا ینتہجون مہجۃ الخیار وما کانوا صالحین و وجدتہم فی الکبر والاباء کالجملۃ المتناسبہ الاجزا او کامراض متشابہۃ فی الخبث والایذاء ورئیت کانہم من المعادین المعتدین فمنہم رجل امر تسری یقال لہ رسل بابا انہ امرء لا یعرف صدقا ولا صوابا.... ومن التسعۃ الذین اشرت الیہم رجیل یقال لہ اصغر۔ وانہ یزعم فی محافل واملاء فسیعلم کیف یجعل من الاصغرین ....ومن المعترضین المذکورین شیخ ضال بطالوی و جارغوی یقال لہ محمد حسین وقد سبق الکل فی الکذب والمین وانہ ابی واستکبر واشاع الکبر واظہر حتی قیل انہ امام المستکبرین ورئیس المعتدین ورائس الغاوین ہو الذی کفرنی قبل ان یکفر الآخرون.... فیا ایھا الشیخ والمفتری البطال الم یان لک ان تتوب وتلین البال.... ثم اعلم ایھا الشیخ الضال والدجال البطال ان الثمانیۃ الذین ہم ثمار عودك و وقود وقودك الذین ادخلوا فی التسعۃ المخاطبین فمنہم شیخک الضال الکاذب نذیر المبشرین ثم الدھلوی عبد الحق رئیس المتصلفین ثم عبد اللہ التونکی ثم احمد علی السہارنپوری من المقلدین ثم سلطان المتکبرین الذی اضاع دینہ بالکبر و التوہین ثم الحسن الامروہی الذی اقبل علی اقبال من لبس الصفافۃ وخلع الصداقۃ واعتلقت اظفارہ بعرضی کالذئاب۔ وآخرہم الشیطان الاعمی والغول الاغوی یقال لہ رشید الجنجوہی وہو شقی کالامروھی ومن الملعونین فھولاء تسعۃ رہط کفرونا او سبونا وکانوا مفسدین۔ فایہا الشیخ انی اعلم انک رئیس ہذہ الثمانیۃ وکمثل امام لتلک الفئۃ الباغیۃ وہم لک

كالتلاميذ في الغواية او كالمسحورين۔

(مکتوب احمد طبع خامس ربوہ ۱۹۶۳ء' صفحہ ۹۱-۱۰۵' روحانی خزائن جلد ۱۱ (انجام آتھم) صفحہ ۲۳۶)

اس تحریر میں مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں اپنے نامی مخالفین کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں مولوی غلام رسول عرف رسل بابا' مولوی اصغر' مولوی محمد حسین بٹالوی' سید نذیر حسین دہلوی' مولوی عبدالحق حقانی' پروفیسر محمد عبداللہ ٹونکی' مولوی احمد علی سہارنپوری' مولوی سلطان الدین جے پوری' مولوی محمد حسن امروہی' مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان بزرگوں کو مرزا صاحب نے ''تسعة اشرار'' کہنے کے بعد مولانا بٹالویؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تحریک ختم نبوت میں تم ان سب کے امام ہو' تم ان کے رئیس ہو۔ اور اس فہرست کے باقی لوگ تحریک میں گویا تمہارے شاگرد ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم نے ان پر جادو کر رکھا ہے کہ وہ اپنی عقل کو استعمال کیے بغیر تمہاری ہاں میں ہاں ملاتے اور تمہارے پاؤں پر پاؤں رکھے جاتے ہیں۔ تم امام متکبراں ہوں تم رئیس تجاوز کنندگان ہو' تم گمراہوں کے سردار ہو اور تم ہی وہ شخص ہو جس نے سب سے پہلے مجھے کافر کہا ہے۔

مولانا بٹالویؒ نے قادیانیت کے خلاف موزوں وسائل کی دستیابی کے باوجود چومکھی لڑائی لڑی ہے۔ وسائل کی قلت کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ وہ کوئی کام کرنے کا ارادہ فرماتے لیکن وسائل کی عدم دستیابی آڑے آ جاتی۔ مثلاً ۱۸۹۳ء میں آپ نے ارادہ کیا کہ مرزا صاحب کے رد میں ایک مستقل رسالہ ''رد قادیانی'' کے نام سے جاری کیا جائے تا کہ مرزا صاحب کے روز بروز کے احوال و افعال کا تعاقب و رد کیا جا سکے۔ لیکن یہ رسالہ جاری کرنا ممکن نہ ہو سکا پھر انہوں نے ارادہ فرمایا کہ اپنے ''اشاعۃ السنۃ'' کو کاملاً رد قادیانیت'' کے لیے وقف کر دیا جائے۔ جب قارئین سے اس بارے میں رائے لی گئی تو وہ نہ مانے کیونکہ قاری اپنے خرید کردہ رسالے میں ایک ہی موضوع پر مضامین پڑھ پڑھ کر اکتا جاتے ہیں۔ اس پر آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ''اشاعۃ السنۃ'' کا کم از کم ایک تہائی حصہ رد قادیانیت کے لیے وقف کر دیا جائے۔ پھر یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ ہر ماہ اس رسالے میں مرزا صاحب کے تازہ الہامات فرامین اور سرگرمیوں میں قرآن و حدیث کی روشنی میں تبصرہ ہوتا اور مرزا صاحب کے دعوے کے جواب دیئے جاتے۔ خود مولانا کے بقول ۱۹۰۰ء تک وہ مرزا صاحب کے رد میں دو ہزار صفحات لکھ چکے تھے۔ دیکھئے ''اشاعۃ السنۃ'' جلد ۱۹ نمبر ۴' صفحہ ۱۱۲ پر

مولانا کا ایک اعلان جس پر ۳۱ جنوری ۱۹۰۰ء کی تاریخ اور مقام بٹالہ درج ہے۔

مرزا صاحب آپ کے بارے میں کہتے تھے:

یکفرنی شیخ و تبعوہ امۃ

وما ان اراہ کعاقل یتدبر

''شیخ نے میری تکفیر کی اور لوگوں نے اس کا اتباع کیا۔ میں تو اس کو بے عقل اور بے سمجھ پاتا ہوں''۔

(درثمین)

اور یہ بھی کہتے تھے:

''ابوجہل اس امت (مسلمہ) کا فرعون تھا کہ کیونکہ اس نے بھی نبی کریمؐ کی چند دن پرورش کی تھی جیسا کہ فرعون مصری نے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی پرورش کی تھی اور ایسا ہی مولوی محمد حسین صاحب نے ابتدا میں براہین پر ریویو لکھ کر ہمارے سلسلہ کی چند یوم پرورش کی''۔ (ملفوظات' جلد۳' صفحہ۲۷۲)

یعنی مرزا صاحب مولانا کو اپنی امت کا فرعون قرار دیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی تعزیریں بھی انسان کی سمجھ میں کبھی مشکل سے ہی آتی ہیں۔ یہاں جس تحریر میں مرزا صاحب مولانا کو ذلیل کرنے کے لیے فرعون کے خطاب سے نواز رہے ہیں اسی تحریر میں وہ اپنے علم و فضل اور عالم کان وما یکون ہونے کا مذاق بھی اڑوا رہے ہیں۔ ان کا کہنا کہ ابوجہل نے چند یوم تک آنحضرت ﷺ کی پرورش کی تھی جو ایک غلط بات ہے۔ نہ جانے یہ بات مرزا صاحب نے کس تاریخ میں پڑھی ہے یا سیرت کی کس کتاب میں یہ بات ان کی نظر سے گزری ہے کہ ابوجہل نے بھی آنحضرت ﷺ کی پرورش میں حصہ لیا ہے۔ اگر یہ بات مرزا صاحب کو الہام سے معلوم ہوئی تھی تو ان کی طرف الہامی پیغامات بھیجنے والے کے علم کا حدود اربعہ بھی واضح ہو جاتا ہے اور ہم قادیانیوں سے عرض کرتے ہیں کہ وہ اس بات کا ثبوت مہیا کریں کہ ابوجہل نے بھی آنحضرت ﷺ کی چند یوم تک پرورش کی تھی۔ اگر ثبوت نہ دے سکیں تو تسلیم کریں کہ مرزا صاحب کا علم ناقص تھا اور چونکہ مرزا صاحب تاحین حیات اس غلطی کا ازالہ نہیں کر سکے اس لیے یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام نہیں ہوتا تھا۔ اگر اللہ علیم وخبیر کی الہامی رہنمائی مرزا صاحب کو حاصل ہوتی تو انہیں اس غلطی پر باقی نہ رکھا جاتا۔

مولانا رد قادیانیت کے محاذ پر دوسرے علماء کی سرگرمیوں کی قدر بھی کرتے تھے اور

انہیں مفید ہدایات اور مشوروں سے بھی نوازتے رہتے تھے۔ جیسا کہ پروفیسر عبد القیوم مسجد مبارک اہل حدیث لاہور کی تاریخ میں بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں:

''بیسیویں صدی کے پہلے اور دوسرے عشرے میں (یہاں) بہت سے مناظرے ہوئے۔ بالخصوص ہندوؤں عیسائیوں اور مرزائیوں سے۔ ان مناظروں کی قابل ذکر خصوصیت یہ تھی کہ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی پیش پیش تھے مگران کی حمایت اور رہنمائی کے لیے حضرت شیخ القرآن و الحدیث مولانا محمد حسین بٹالویؒ ان مناظروں میں بنفس نفیس شرکت فرماتے اور ہمارے بزرگ مناظرین کی رہنمائی کے فرائض سر انجام دیتے۔ ان کی یہ عنایت (رہنمائی) مولانا ابراہیم سیالکوٹی کے لیے خصوصی ہوا کرتی تھی''۔ (مقالات پروفیسر عبد القیوم، جلد۲، ص ۲۷۸)

مولانا بٹالوی کی تصانیف میں درج ذیل کتب و رسائل شامل ہیں۔

البرہان الساطع المشروع فی ذکر الاقتداء بالمخالفین فی الفروع۔

منح الباری فی ترجیح البخاری۔ البیان فی رد البرھان۔

الاقتصاد فی مسائل الجہاد۔

ترجمہ: الایقاف فی سبب الاختلاف (مضنفہ مولانا محمد حیات سندھی)

التحذیر عن التدبیر

مفتاح الکلام فی حیاۃ المسیح علیہ السلام۔

مذہب و معاشرت، اثبات نبوت۔

رسالہ النظر فی التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ للغزالی۔

مذہب و لا مذہبی۔ تقدیر اور جبر و اختیار۔ اعاذہ رحمانی۔

بغض و تہاجر۔ ولادت مسیح۔ تورات و انجیل کی نسبت اسلامی اعتقاد۔

احکام نکاح و طلاق پر اعتراضات کے جواب۔ رسالہ متعلقہ بحث امامت و پیری مریدی۔ نصیحت نامہ نمبر ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ''۔ (تذکرہ شہداء صفحہ ۳۵۲-۳۵۳)

اس کے علاوہ آپ نے تعلیقات علی النصف الاول من المشکوۃ لکھی اور مولوی عبد اللہ چکڑالوی کے نظریات حدیث پر تنقیدی مضامین لکھے۔ سر سید احمد خان کے نظریات کے رد میں آپ نے گراں قدر کام کیا اور مولانا عطاء اللہ حنیف نے لکھا ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی کا

کتابچہ ''سبیل الرشاد'' اہل حدیث کی گرم تر دید کے لیے وقف ہے جس کو مولانا محمود الحسن کے تیز پیش لفظ کے ساتھ مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی نے شائع کیا تھا۔ مولانا محمد شاہ جہان پوری نے اس کی تر دید میں ''الارشاد الی سبیل الرشاد'' لکھی۔ مولانا بٹالویؒ نے دونوں کتابوں پر محاکمانہ ریویو کے عنوان سے تبصرہ کیا اور اسے اپنے ''اشاعت السنہ'' نمبر ۶ جلد ۲۰' بابت ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ء) صفحہ ۱۷۳ تا ۲۰۲ میں شائع کیا تھا۔ (تقدیم۔ الارشاد۔ مطبوعہ اہل حدیث اکادمی لاہور)

مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے برصغیر کی تحریک اہل حدیث میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں اور ان کی محنت سے بہت سے علاقوں میں عمل بالحدیث کی ترویج ہوئی۔ ان کے آغاز عہد میں حدیث اور عمل بالحدیث پر ہند تو ایک طرف حجاز میں بھی بڑا کٹھن وقت تھا۔ مولانا بٹالویؒ نے اپنے سفر حج میں حجاز کے حالات کا مشاہدہ کیا اور واپس آ کر بتایا کہ حاجی امداد اللہ کے ایک رفیق مولوی رحمت اللہ کیرانوی جو ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ سے گھبرا کر مکہ معظّمہ وہاں درس حدیث کو روکنے کے لیے کیا کر رہے تھے انہوں نے بتایا کہ ایک بزرگ شیخ محمد نامی حرم محترم میں حدیث پڑھایا کرتے تھے۔ اس (مولوی رحمت اللہ) نے ان کو حکماً اس سے ہٹا دیا۔ پھر وہ ایک مدت تک ایک حلوائی عبد اللہ نامی کی دکان کی ایک کوٹھڑی میں چھپ کر پڑھاتے رہے۔ اس کو بھی اس نے جب مطلع ہوا بند کرا دیا۔ ایک دفعہ حدیث کی ایک کتاب ''سفر السعادۃ'' (تصنیف علامہ مجد الدین صاحب قاموس) مکہ میں آئی اور شائقین حدیث نے اس کی ترویج و اشاعت چاہی تو اس کو بھی اس نے جاری نہ ہونے دیا۔ خاکسار نے مکہ مکرمہ میں چار مہینے رہ کر اکثر ان حالات کو بچشم خود ملاحظہ کیا ہے صرف سنی سنائی باتوں کو بیان نہیں کر دیا۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۶' نمبر ۱۰' صفحہ ۲۸۹' بحوالہ اہل حدیث اور سیاست۔ صفحہ ۳۸۱)

اس ماحول میں جن بزرگوں نے برصغیر میں حدیث اور عمل بالحدیث کی اشاعت کا کام کیا ہے مولانا بٹالویؒ کی شخصیت ان میں بہت نمایاں ہے۔ پنجاب اور ہند کے معروف علاقوں کے علاوہ برصغیر کے دور دراز کے علاقوں میں بھی ان کا فیض خوب پھیلا ، مثلاً بتایا جاتا ہے کہ بلتستان کے علاقے میں مسلک اہل حدیث کا فروغ مولانا ہی کے طفیل ہوا جیسا کہ ''تاریخ اہل حدیث جموں و کشمیر'' میں لکھا ہے کہ بلتستان میں مسلک اہل حدیث کے فروغ کا سبب یہ ہوا کہ وہاں کے لوگ مزدوری کرنے کے لیے شملہ جایا کرتے تھے ان میں ایک شخص عبد الرحیم نامی تھا جس کی ملاقات مولانا محمد حسین بٹالویؒ سے ہوئی تو وہ ان کی وعظ و تبلیغ سے اہل حدیث ہوا۔

عبدالرحیم صاحب کے اثر سے مولوی ابوالحسن تبتّی جو کہ نوربخشی فرقہ شیعہ سے تعلق رکھتا تھا اہل حدیث ہوا۔ ابوالحسن صاحب بڑے عالم فاضل شخص تھے اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا کہنا ہے کہ جب وہ حافظ عبدالمنان محدثؒ کے پاس وزیرآباد میں پڑھتے تھے اس وقت ابوالحسن صاحب صحیح مسلم شریف میں ان کے ہم درس تھے۔ حافظ عبدالمنان صاحب سے حدیث پڑھ کر ابوالحسن صاحب، میاں صاحب سید نذیر حسین محدثؒ سے پڑھنے کے لیے دہلی گئے اور وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر انہوں نے بلتستان میں بڑے جوش وخروش سے کتاب و سنت کی تبلیغ کا کام شروع کیا۔ عبدالرحیم صاحب بھی ان کے ساتھ شرک و بدعت کے استیصال میں منہمک رہے اور آپ نے بلتستان میں اہل حدیث کی پہلی مسجد میں بھی تعمیر کرائی جسے ایک شیعہ جاگیردار نے مسمار کرانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اہل بدعت نے مسجد کو شہید کر دیا۔ عبدالرحیم نے پنجاب جا کر یہ دلدوز واقعہ مولانا محمد حسینؒ کو بتایا۔ مولانا نے یہ واقعہ وائسرائے ہند تک پہنچایا۔ وائسرائے نے مہاراجہ کشمیر سے رابطہ کیا۔ مہاراجہ نے مسجد کو سرکاری رقم سے از سرنو تعمیر کرنے کا حکم دیا اور مسجد دوبارہ مکمل کی گئی۔ اس واقعہ سے بلتستان میں اہل حدیث کے پاؤں جم گئے۔ مولوی ابوالحسن خود بھی ذاتی اثر و رسوخ رکھتے تھے جو وہاں تحریک اہل حدیث کے فروغ میں معاون ہوا۔ (تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر، صفحہ ۳-۲۵۲)

پوگل پرستان کشمیر (تقریباً بارہ مربع میل علاقہ جو سطح سمندر سے ۷۵۰۰ فٹ کی بلندی پر سری نگر سے جموں کے راستے میں واقعہ ہے) کے علاقے میں تحریک اہل حدیث کی نشوونما کے سلسلے میں بیان ہوا ہے کہ پوگل کے ایک بزرگ وقتاً فوقتاً پنجاب جایا کرتے تھے یہاں ان کی ملاقات دو جلیل القدر علماء حافظ عبدالمنان وزیرآبادیؒ اور مولانا محمد حسین بٹالویؒ سے ہوئی اور ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر شرک و بدعت سے تائب ہو گئے۔ اس واقعہ کو ابھی تھوڑے دن گزرے تھے کہ ایک روز مولانا عبدالکبیر اسلام آبادی، مولانا سید حسین اور مولانا انور شاہ ہر سہ حضرات اکٹھے بانہال جا رہے تھے راستے میں ایک مسافر سے ملاقات ہوئی۔ باتوں باتوں میں پتہ چلا کہ پوگل کے رہنے والے مولوی احمد اللہ ہیں اور حال ہی میں مذکورہ علمائے پنجاب کے خیالات سے متاثر ہوئے ہیں۔ سن کر ان تینوں بزرگوں کے دل کی کلیاں کھل گئیں۔ احمد اللہ کو وضاحت کے ساتھ مسلک اہل حدیث سمجھایا اور اختلاف مسالک میں جو شکوک وشبہات تھے ان کو رفع فرمایا۔ اس کے بعد مولوی احمد اللہ کا مولانا عبدالکبیر کے ساتھ سلسلہ آمد ورفت قائم

ہوا۔ دینی تعلق کے علاوہ باہم تجارتی روابط بھی قائم ہوئے (اور یوں اس علاقے میں تحریک پروان چڑھی)۔ (تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر صفحہ ۲۵۴)

مولانا بٹالویؒ کے وطن مالوف بٹالہ میں بھی عمل بالحدیث کی تحریک آپ ہی کے وجود کی برکت سے پروان چڑھی۔ بتایا جاتا ہے کہ جب آپ تحصیل علم سے فارغ ہو کر واپس بٹالہ آئے تو وہاں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا کہ اکبر اس زمانے میں بٹالہ میں اللہ کا نام لے رہا ہے جہاں صدیوں سے اقوال فقہا کو سنت پر مقدم سمجھا جاتا رہا وہاں یہ شخص حدیث کی باتیں کر رہا ہے۔ ایک مرزائی عبدالقادر (سابق سوداگرمل) نے لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے نئے نئے تحصیل علم کر کے واپس بٹالہ آئے تھے۔ عوام مسلمانوں میں ان کے خلاف شدید جذبات پائے جاتے تھے۔ مرزا غلام احمد کسی کام کے سلسلہ میں بٹالہ گئے تو ایک شخص اصرار کے ساتھ ان کو تبادلہ خیالات کے لیے مولوی محمد حسین صاحب کے مکان پر لے گیا۔ وہاں ان کے والد صاحب بھی موجود تھے اور سامعین کا ایک ہجوم مباحثہ سننے کے لیے بے تاب تھا۔ مرزا صاحب مولوی صاحب کے سامنے بیٹھ گئے اور مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن مجید سب سے مقدم ہے اور اس کے بعد اقوال رسولؐ کا درجہ ہے اور میرے نزدیک کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہؐ کے مقابل کسی انسان کی بات قابل حجت نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ سن کر بے ساختہ کہا کہ آپ کا یہ اعتقاد معقول اور نا قابل اعتراض ہے۔ لہٰذا میں آپ کے ساتھ بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ان کا یہ فرمانا تھا کہ لوگوں نے دیوانہ وار یہ شور مچا دیا کہ ہار گئے ہار گئے۔ (سوداگرمل۔ حیاۃ طیبہ لاہور ۱۹۵۹ء صفحہ ۴۰-۴۱)

سیالکوٹ کے علاقے میں تحریک اہل حدیث کی نشوونما میں بھی مولانا بٹالویؒ کا حصہ بہت نمایاں ہے۔ اس سلسلے میں کچھ کام تو انہوں نے براہِ راست کیا ہے اور کچھ کام ان کی وساطت سے سید نذیر حسین محدثؒ کے وجود باوجود کے طفیل ہوا ہے۔ سید صاحب کی سیالکوٹ تشریف آوری نے تحریک کے کام کو آگے بڑھانے میں بے مثال کردار ادا کیا ہے اور ان کی سیالکوٹ آمد مولانا بٹالویؒ کی دعوت پر ہوئی ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے بیٹے شیخ عبدالسلام کی شادی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں کہ غالباً ۱۸۸۹ء یا ۱۸۹۰ء کا ذکر ہے بارات پسرور ضلع سیالکوٹ جانے والی تھی۔ مولانا بٹالویؒ نے سید نذیر

حسین محدث دہلوی کو بھی تقریب میں شمولیت کی دعوت دی جو میاں صاحب نے منظور فرمالی۔ مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ کی برادری شیخ قانونگو' سیالکوٹ میں کثرت سے آباد تھی۔ برات انہی کے محلّہ میں اتری' میاں صاحب کی زیارت کے لیے اہل حدیث اور دیگر حضرت جوق در جوق آتے رہے اور میاں صاحب ان کو قرآن و حدیث کی تابعداری کے وعظ سناتے رہے۔ پسرور سے واپسی پر میاں صاحب نے پھر اسی محلے میں نزول فرمایا اور مغرب کی نماز آپ نے سیالکوٹ اسٹیشن کے میدان میں ادا کی جس میں مقتدیوں کا شمار ہزاروں میں تھا۔ قرأت میں آپ نے سورۂ حشر کی آخری آیات تلاوت فرمائیں۔ جو حاضرین پر اثر انداز ہوئیں اس نماز کا اثر آج تک میرے دل میں باقی ہے۔ (تاریخ اہل حدیث۔صفحہ ۴۔ ۴۳۳)

مرزا صاحب نے بھی بتایا ہے کہ مولانا بٹالویؒ ہی کی وجہ سے حضرت میاں صاحب سیالکوٹ تشریف لائے تھے جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے

نذیر حسین دہلوی باوجود پیرانہ سالی کے شیخ محمد حسین بٹالوی کے لڑکے کی شادی پر بٹالہ آیا اور سیالکوٹ کے ضلع تک گیا۔ (روحانی خزائن' جلد ۱۵' صفحہ ۵۵۶)

سیالکوٹ میں حضرت میاں صاحب کے نزول اجلال سے کچھ عرصہ قبل ان کے شاگردوں مثل مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادیؒ اور مولانا محمد حسین بٹالویؒ وغیرہ کی کاوشوں سے اس شہر علم و فضل میں عمل بالحدیث کی کونپلیں پھوٹنا شروع ہو چکی تھیں۔ حافظ صاحب وزیر آبادی اور مولانا بٹالوی کے ایک شاگرد مولانا احمد دین صاحب اور حافظ عبدالمنان صاحب کے ایک اور شاگرد مولوی محمد رمضان نے یہاں غلغلہ توحید بلند کرنا شروع کیا ہوا تھا۔ مولانا احمد دین حضرت مولانا ابراہیم میر صاحب کے رشتہ داروں میں سے تھے اور کہا جاتا ہے کہ انہی کی برکت سے میر گھرانے میں توحید و سنت کا رواج ہوا۔ (اہل حدیث امرتسر' ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء)

مولانا بٹالوی قومی اہمیت کے کاموں میں بھی بڑی لگن سے کام کرتے تھے۔ ندوہ العلماء کی تاسیس اور نشوونما میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔ قیام کے بعد ندوہ کا اجلاس اپریل ۱۸۹۲ء میں کانپور ہی میں منعقد ہوا جس میں مولانا آروی اور مولانا بٹالوی نے شرکت فرمائی اور مولانا بٹالوی کی تحریک سے سید شاہ محمد محدث صدر اجلاس ہوئے اور آپ ہی کی تحریک سے ندوۃ العلماء کے دستور العمل پر غور کرنے کے لیے علماء کی ایک مجلس تشکیل میں آئی۔

مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ وہ سلطان القلم ہیں۔ ذیل میں آپ کے سامنے مولانا

بٹالوی کو لکھا ہوا مرزا صاحب کا ایک خط اور اس کے بعد مولانا کا جوابی خط نقل کرتے ہیں۔ پڑھیئے لطف اٹھایئے اور دیکھیئے کہ قلم کا سلطان کون ہے؟ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

نحمدہ و نصلی. بخدمت شیخ محمد حسین صاحب ابوسعید بٹالوی۔

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔ اما بعد! میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے فتویٰ تکفیر کی وجہ سے جس کا یقینی نتیجہ ''احد الفریقین'' کا کافر ہونا ہے اس خط میں سلام مسنون یعنی ''السلام علیکم'' سے ابتدا نہیں کرسکا۔ لیکن چونکہ آپ کی نسبت ایک منذر الہام مجھ کو ہوا ہے اور چند مسلمان بھائیوں نے بھی مجھ کو آپ کی نسبت ایسی خوابیں سنائی ہیں جن کی وجہ سے میں آپ کے خطرناک انجام سے بہت ڈر گیا۔ تب بوجہ آپ کے ان حقوق کے جو بنی نوع انسان کو اپنے نوع انسان سے ہوتے ہیں۔ اور وجہ آپ کی ہم وطنی اور قرب وجوار کے میرا رحم آپ کی اس حالت پر بہت جنبش میں آیا۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے آپ کی حالت پر نہایت رحم ہے اور ڈرتا ہوں کہ آپ کو وہ امور پیش نہ آجائیں جو ہمیشہ صادقوں کے مکذبوں کو پیش آتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے میں آج رات سوچتا سوچتا ایک گرداب تفکر میں پڑ گیا کہ آپ کی ہم دردی کے لئے کیا کروں۔ آخر مجھے دل کے فتویٰ نے یہی صلاح دی کہ پھر دعوت الی الحق کے لئے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھوں۔ کیا تعجب کہ اسی تقریب سے خدا تعالیٰ آپ پر فضل کر دیوے اور اس خطرناک حالت سے نجات بخشے۔

سو عزیز من۔ آپ خدا تعالیٰ کی رحمت سے نومید ہوں۔ وہ بڑا قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اگر آپ طالب حق بن کر میری سوانح زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ پر قطعی ثبوتوں سے یہ بات کھل سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ کذب کی ناپاکی سے مجھ کو محفوظ رکھتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ بعض وقت انگریزی عدالتوں میں میری جان اور عزت ایسے خطرہ میں پڑ گئی کہ بجز استعمال کذب اور کوئی صلاح کسی وکیل نے مجھ کو نہ دی۔ لیکن اللہ جل شانہ کی توفیق سے میں سچ کے لئے اپنی جان اور عزت سے دست بردار ہو گیا۔ اور بسا اوقات مالی مقدمات میں محض سچ کی خاطر میں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے اور بسا اوقات محض خدا تعالیٰ کے خوف سے اپنے والد اور اپنے بھائی کے برخلاف گواہی دی اور سچ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا ۔ اس گاؤں نیز بٹالہ میں بھی میری ایک عمر گذر گئی ہے مگر کون ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی

میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے ۔ پھر جب میں نے محض للہ انسانوں پر جھوٹ بولنا ابتدا سے متروک کر رکھا ہے اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قربان کیا تو پھر میں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا ۔

اور اگر آپ کو یہ خیال گذرے کہ یہ دعویٰ کتاب اللہ اور سنت کے برخلاف ہے تو اس کے جواب میں بادب عرض کرتا ہوں کہ یہ خیال محض کم فہمی کی وجہ سے آپ کے دل میں ہے ۔اگر آپ مولویانہ جنگ و جدال ترک کر کے چندروز طالب حق بن کر میرے پاس رہیں تو میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کی تمام غلطیاں نکال دے گا اور مطمئن کر دیگا ۔اور اگر آپ کو اس بات کی بھی برداشت نہیں تو آپ جانتے ہیں کہ پھر آخری علاج فیصلہ آسمانی ہے ۔ مجھے اجمالی طور پر آپ کی نسبت کچھ معلوم ہوا ہے ۔اگر آپ چاہیں تو میں چندروز توجہ کر کے اور تفصیل پر بفضلہٖ تعالیٰ اطلاع پا کر چند اخباروں میں شائع کر دوں ۔ اس شائع کرنے کے لئے آپ کی خاص تحریر سے مجھ کو اجازت ہونی چاہیے ۔میں اس خط کو محض آپ پر رحم کر کے لکھتا ہوں اور بہ ثبت شہادت چند کس آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں ۔آخر دعا پر ختم کرتا ہوں ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین ۔ آمین ۔الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ ۔۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء؛

اب مولانا بٹالویؒ کا جوابی خط ملاحظہ فرمائیے ۔ لکھتے ہیں

بٹالہ ضلع گورداسپورہ ۔ یکم جنوری ۱۸۹۳ء ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

مرزا غلام احمد صاحب کادیانی ۔ خدا آپ کو ہدائت کرے اور راہ راست پر لاوے ۔ سلام علی من اتبع الھدی ۔ آپ کا خط ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء میں نے تعجب سے پڑھا ۔ میں آپ کی ان گیدڑ بھبھکیوں سے نہیں ڈرتا ۔ بلکہ اس ڈرنے کو شرک سمجھتا ہوں ۔ اور ان کے مقابلے میں یہ آئت قرآن پیش کرتا ہوں ۔

اتحا جونی فی اللہ وقدھدان ۔ ولا اخاف ماتشرکون بہ الا ان یشاء ربی شیئا ۔ وسع ربی کل شئی علما ۔ افلا تتذکرون ۔ وکیف اخاف مااشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ مالم ینزل بہ علیکم سلطانا ۔ فای الفریقین احق با لا من ان کنتم تعلمون ۔ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایما نھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مہتدون ۔

کا دیانی صاحب ۔ میں قرآن اور پہلی کتابوں کو اور دین اسلام اور پہلے دینوں کو اور نبی آخرالزمان اور پہلے نبیوں کو سچا جانتا اور مانتا ہوں ۔ اور اس کا یہ لازمہ اور شرط ہے کہ آپ کو جھوٹا جانوں ۔ اور آپ کا منکر ہوں ۔ کیونکہ آپ کے عقائد آپ کی تعلیمات آپ کے اخلاق و عادات پہلی کتابوں اور پہلے دینوں اور پہلے نبیوں کے مخالف اور متناقض ہیں ۔ لہٰذا ان کتابوں دینوں اور نبیوں کا ماننا تب ہی صحیح اور سچا ہوسکتا ہے جب کہ آپ کے عقائد اور تعلیمات کو جھوٹا اور آپ کو گمراہ سمجھوں ۔ جس پر آیات ذیل دلائل ہیں ۔

ومن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی۔ وقد امروا ان یکفروابہ ۔ قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا براء منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرن بکم وبدا بیننا و بینکم العداوۃ و البغضاء ابداً حتیٰ توء منوا باللہ وحدہ ۔

عقائد باطلہ مخالفہ دین اسلام و ادیان سابقہ کے علاوہ جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا ایک جزو ہے ۔ زمانہ تالیف براھین احمدیہ سے جو جھوٹ بولنا دھوکہ دینا آپ نے اختیار کیا ہے خصوصاً ۱۸۸۶ء سے جب سے آپ نے الہامی بیٹا تولد ہونے کی پیش گوئی کی اور اس قسم کی اور پیش گوئیاں مشتہر کی ہیں ۔ علی الخصوص ۱۸۹۰ء سے جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مشتہر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف خالی نہیں ہے ۔ اس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختار کاری میں فیل ہونے اور پھر عدالت میں سال ہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہوگا ۔ اس سے ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص بندوں پر جھوٹ بولنے اور ان کو دھوکہ دینے میں ایسا دلیر ہو وہ خدا پر افترا کرنے سے کہ میں ملہم ہوں اور مجھے الہام ہوا ہے کہ فلاں شخص مجھے بیٹی نہ دے گا تو ہلاک ہو جائے گا اور فلاں شخص مجھے مسیح نہ مانے تو عذاب میں مبتلا ہوگا ۔ کس طرح رک سکتا ہے اور اس دعویٰ الہام میں کیونکر سچا سمجھا جاسکتا ہے ۔

آپ اس قسم کے تین ہزار الہامات کے صادق ہونے کے مدعی ہیں ۔ میں ان تین ہزار میں سے صرف تین الہاموں کے صادق ٹھہرنے پر آپ کو ملہم مان لوں گا اور یہ سمجھونگا کہ میں نے آپ کو بد اخلاق اور گمراہ سمجھنے میں غلطی کی ۔ اور تین ہزار میں سے جن تین الہا

موں کو آپ بین الصدق سمجھتے ہوں مثلاً دیانند سرسوتی کی موت کے متعلق الہام یا شیخ مہر علی کی رہائی کی نسبت الہام یا دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپس ہونے کی نسبت الہام یا آپ کے آئندہ اور فرضی خسر کے فوت ہو جانے کی نسبت الہام، وامثال ذالک۔ ان کو آپ کسی ایسی مجلس میں جس میں جانبین کے اشخاص مساوی ہوں اور تین منصف مختلف مذاہب کے یا آزاد مشرب ہوں، ثابت کر دیں اور آسانی سے کامیاب ہوں۔

تین نہ سہی، چلو ایک ہی اپنے خیالی الہام اخیر کا جس کو آپ نے اپنے جلسہ میلہ سالانہ میں اپنے معتقدوں اور دام افتادگان میں جو اکثر عوام بے علم تھے اور بعض خود غرض نیچری اور بعض تماشائی جن کو تحقیق اصل حال سے کوئی غرض نہ تھی بڑی شد و مد سے بیان کیا تھا واقعی الہام ہونا ثابت کر دیں۔ اب مرد میدان ہیں تو میدان میں نکلیں ورنہ ان لن ترانیوں سے شرم کریں۔ اپنے دریائے رحمت کے جوش و جنبش میں آنے کا جو آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس میں بھی آپ ... صاف شہادت دے رہے ہیں کہ آپ پر لے سرے کے بیرحم اور خود غرض جانی اور نفسانی آدمی ہیں۔ آپ کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار دونوں توام ہیں۔ آپ نے اپنے مخالفین اور معترضین کو اس حالت میں جب کہ آپ ان کو مخدومی اخوی کے خطاب سے یاد کرتے اور ان کی نیک نیتی کے معترف تھے۔ بے حیا۔ بے ایمان۔ درندہ۔ منہ سے جھاگ نکالنے والہ کتا۔ کلب یموت علی الکلب۔ سفلہ۔ کمینہ۔ وحشی وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔ کیا رحمت اور انسانی نوع کی ہم دردی یہی معنے رکھتی ہے؟

آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت اور قبولیت دعاؤں کی طمع دے کر خورد برد کر چکے ہیں اور کتاب براہین احمدیہ تا ہنوز دربطن شاعر کا مصداق ہے اور قبولیت دعاؤں کے امیدوار آپ کے منہ دیکھ رہے ہیں۔ کیا ہم دردی و رحم اسی کا نام ہے؟

جب مجھے آپ سے آپ کے امکانی ولی ہونے کی نظر سے حسن ظنی تھی تو میں نے آپ سے بارہا التجا کی کہ مجھے آپ اپنے پاس ٹھہرا کر رحمت و برکت کے آثار دکھائیں آپ نے کبھی ہاں نہ کی۔ ایک دفعہ میں نے آپ کو یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے مخالف و منکر اچھے رہے کہ آپ ان کو نشان آسمانی دکھانے کے لئے انعام کے وعدہ پر بلاتے ہیں۔ ہم

موافقین کو بلا وعدہ انعام بھی نہیں بلاتے۔ تو آپ ہنس کر خاموش ہو گئے تھے۔ پھر جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو میں نے اپنا خلاف ظاہر کر کے آپ کے پاس آنا اور دوستانہ پرائیوٹ گفتگو کرنا چاہا تو آپ بلانے کا وعدہ دیتے دیتے لودیانہ میں جا براجے اور وہاں مخاصمانہ بحث کا اکھاڑا جما کر ناجائز اور بحث کو ٹلانے کے شروط سے پناہ گزین ہوئے۔ پھر جب بمقام لودیانہ آپ کے گھر پہنچ کر آپ کو گفتگو پر مجبور کیا تو آپ نے اس باامن گفتگو کو ناتمام چھوڑ کر پھر مخاصمانہ بحث کا اکھاڑہ جمانے کا اہتمام کیا۔ اور دہلی پٹیالہ لاہور سیالکوٹ وغیرہ میں مخاصمانہ بحث کا علم بلند کیا۔ اور پھر بحث سے گریز کر کے انواع اتہام و اکاذیب کا اشتہار شائع کیا۔ اور اسی اثنا میں فیصلہ آسمانی لکھ مارا۔ جس میں کوئی دقیقہ بے رحمی اور بدگوئی کا فروگذاشت نہ کیا۔ اس بے رحمی و نفسانی کارروائیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا۔ بھائی بھائی سے اور دوست دوست سے الگ ہو گیا۔ کیا رحمت و ہم دردی کا یہی اثر ہے؟

آپ میں رحمت اور ہم دردی کا شمہ اثر ہوتا تو جس وقت میں نے اپنا خلاف آپ کے دعویٰ مسیحائی سے ظاہر کیا تھا آپ فوراً مجھے اپنی جگہ بلاتے یا غریب خانہ پر قدم رنجہ فرماتے (جیسا کہ پہلے بھی آپ سے وقوع میں آتا رہا۔ اور کم سے کم تین دفعہ آپ نے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرما کر رابطہ اتحاد ظاہر کیا تھا) اور اس صورت سے آپ اپنے دعویٰ جدیدہ کو ثابت کر دکھاتے۔ اب جو آپ نے یہ خط ارسال فرمایا ہے یہ بھی آپ کی خود غرضی اور نیت فساد سے خالی نہیں۔ اس میں خود غرضی یہ ہے کہ آپ کے مرید آپ کو نیک نیت اور اپنے دعویٰ میں ثابت قدم اور مقابلہ مخالفین کیلئے مستعد سمجھیں۔ نیت فساد کی یہ ہے کہ جانب ثانی سے جواب ترکی بہ ترکی ملے تو اس سے بٹالہ کے مسلمانوں میں پھوٹ پڑے۔ یہ آپ کے دعویٰ الہام وراست بازی اور خیر خواہی کا جواب ہے۔

اب میں آپ کی اس درخواست کا کہ 'خاکسار آپ کے اور آپ کے تابعین کے الہامات و منامات سے ڈر کر آپ کے پاس پہنچے اور آپ کا مطیع ہو جائے یا آپ کو ان ڈرانے والے الہامات و منامات کی اشاعت کی اجازت دے' جواب دیتا ہوں۔ آپ کا خاکسار کو اپنے پاس بلانا اگر اس غرض سے ہے کہ میں آپ کے عقائد باطلہ کی نسبت آپ سے کچھ دریافت کروں تو اس نظر سے آنا فضول ہے۔ ہم مسلمانوں کو آپ کے عقائد کے

بطلان میں اب کوئی شک نہیں ہے ۔ لہذا اس میں کچھ دریافت کرنے کی ضرورت و حاجت باقی نہیں ۔ ہاں اگر آپ کو کچھ شک و اشتباہ ہو تو آپ جس وقت چاہیں حسب عادت قدیم غریب خانہ پر تشریف لاویں ۔ دستور قدیم کے موافق آپ کی مدارات ہو گی اور آپ کی تسلی کی جاوے گی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

اور اگر خاکسار کو اپنے پاس بلانا اس غرض سے ہے کہ آپ مجھے کوئی نشان آسمانی دکھائیں گے تو اس نظر سے آنا نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ گناہ اور موجب نقصان ہے ۔ جس شخص کے عقائد اسلام اور سابق ادیان کے مخالف ہوں اس سے نشان آسمانی کا متوقع ہونا مومن کا کام نہیں ۔ اور اگر وہ کچھ چالاکی اور شعبدہ بازی سے بذریعہ مسمریزم وغیرہ دکھا بھی دے تو اس پر اعتماد کرنا مخالف اسلام ہے ۔ اس بات کو آپ بھی اپنے اشتہار میں تسلیم کر چکے ہیں ۔ ہاں اس غرض سے میرا وہاں پہنچنا جائز بلکہ موجب ثواب ہے کہ میں وہاں پہنچ کر آپ کا عجز اظہار نشان آسمانی سے لوگوں پر ظاہر کروں اور مسلمانوں پر آپ کا جھوٹ اور فریب کھولوں ۔ کیونکہ میرے خیال میں آپ کو مسمریزم وغیرہ میں دخل نہیں ۔ اور آپ کے پاس جو ہتھیار اور دام تزویر ہے وہ صرف زبان کی چالاکی اور فقرہ بندی ہے ۔ لیکن مجھے اس صورت میں قادیان پہنچنے میں یہ اندیشہ ہے کہ آپ میری جان کو نقصان پہنچانے میں کوشش کریں گے اور اس سے اپنے الہام کو کہ یہ شخص باون برس کا ہو کر فوت ہو جاوے گا (جس کو آپ کے حواری اور دوست میاں چٹو ریشم فروش اور میاں رجب الدین لاہور وغیرہ آپس میں پھیلا رہے ہیں) ۔ سچا کر دکھائیں گے ۔ (گو واقع میں کبھی سچا نہیں ہوسکتا کیونکہ میں باون برس کی عمر پوری کر چکا ہوں ۔ ۱۷ محرم ۱۲۵۶ھ میری پیدائش ہے اور اب ۱۳۱۰ھ گذر رہا ہے) اور کم سے کم یہ کہ میری آبروریزی کی تدبیر کریں گے ۔ پس اگر آپ میری اس غرض کو پیش نظر رکھ کر مجھے اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں تو میرے اس اندیشہ کو ایک باضابطہ تحریر سے جو عدالت میں رجسٹرڈ ہوا ٹھا دیں ۔

آپ نے اس تحریر ذمہ داری کو منظور کیا تو اس کا مسودہ آپ کے پاس بھیجا جاوے گا ۔ اس صورت میں یہ خاکسار قادیان میں حاضر ہوگا اور جو کام آپ کی خدمت گزاری کا یہاں کرتا ہے وہاں بیٹھ کر کرے گا ۔ درصورت عدم منظوری شرط مذکور میں قادیان نہیں آسکتا ۔ اس صورت میں جو آپ نے اپنے اور اپنے تابعین کے الہامات و منامات کے جو

میری نسبت ہوئے ہیں اجازت چاہی ہے اس سے مجھے تعجب آیا اور یقین ہوا کہ آپ دعویٰ الہام میں کذاب ہیں۔ خدا کے الہام کی اشاعت وتبلیغ کے لئے اوروں کی اجازت کے کیا معنی؟ اول تو جو الہام کسی نبی یا ولی کو کسی شخص کے ڈرانے کے لئے ہوتا ہے اس کی اشاعت وتبلیغ اس الہام کا عین مدعا ہوتا ہے۔ اور اگر آپ کا ملہم آپ کو ایسے الہام کرتا ہے جس کی اشاعت تا نظر ثانی وحکم ثانی جائز نہیں ہوتی تو آپ اپنے ملہم ہی کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ میں اس الہام کو شائع کروں یا نہ کروں۔ اور اگر کرونگا تو کسی قانون کے شکنجہ میں تو نہ پھنسایا جاؤں گا۔ آپ کی اس اجازت چاہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ الہام کی آڑ میں مجھے گالیاں دینا چاہتے ہیں اور ایسے الفاظ لکھنے اور مشتہر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس سے میری حیثیت عرفی کا زالہ ہو۔ اور میرے اور میرے عزیزوں اور اقارب کی دل شکنی ہو۔ اور ان کو رنج پہنچے۔ چنانچہ پہلے بھی آپ نے اس قسم کے الہام میری نسبت شائع کئے ہیں۔ ومعہذا آپ قانونی گرفت کا بھی اندیشہ رکھتے ہیں اور حکام وقت کو اپنے ملہم کی نسبت زبردست سمجھتے ہیں۔ لہٰذا میں ایسے الہام کی اشاعت کی اجازت نہیں دے سکتا۔ ہاں اس قسم کی اجازت سے میں رک بھی نہیں سکتا کہ آپ اپنے اور تابعین کے الہامات کو جہاں تک کہ قانون ان کی اشاعت کی اجازت دیتا ہے شائع کریں۔ اور اپنے ملہم کو کمزور اور ڈرپوک (جو یقیناً خدا تعالیٰ نہیں بلکہ معلم الملکوت ہے) اور حکام وقت سے مغلوب سمجھ کر اس کے حکم کی تعمیل کو حکام وقت کے قانون کے تابع رکھیں۔ اس کا آپ نے خلاف کیا تو آپ کو کورٹ میں یا پھر کسی اور آرامگاہ میں آنا پڑے گا۔ آپ کے پچھلے الہامات بھی میری نگاہ میں ہیں اور ان کی نسبت تدارک کا ارادہ بھی ہنوز ملتوی نہیں ہوا۔ میں یہ کہنا بھی نامناسب نہیں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ خدا سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے مجملات کی تفصیل پوچھ سکتے ہیں اور معہذا ابنی نوع سے ہمدردی رکھتے ہیں (جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں دعویٰ کیا ہے) تو بجائے مجھے دھمکانے اور ڈرانے کے آپ میری نسبت خدا تعالیٰ سے پہلے یہ دریافت کریں کہ جو منذر الہام آپ کو اس شخص کی نسبت ہوا ہے وہ مبرم اور قطعی الوقوع ہے یا اس کا وقوع معلق ہے۔ اور جو ڈر یا عذاب اس میں بیان کیا گیا ہے وہ درصورت تائب ہو جانے کے اس شخص سے اٹھ سکتا ہے۔

پس اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ بتادے کہ وہ مبرم نہیں معلق ہے تو آپ خدا کی جناب میں دعا کریں کہ وہ مجھے آپ کی شناخت کی توفیق دے اور آپ کے تابع کردے۔ اور مجھ سے وہ عذاب اٹھالے اور اس امر میں اپنے دریائے رحمت کو جوش میں لاویں۔ اور اس نبی رحیمؐ کی سنت پر عمل کریں جس کو اس کی قوم نے مار مار کر خون آلود کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتا اور یہ کہتا تھا اللھم اغفر لقومی فانھم لایعلمون۔ اور نیز آنحضرت ﷺ کی اس سنت پر عمل کریں کہ جب آپ کی پاس ملک الجبال نے حاضر ہو کر کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس لئے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے منکروں اور مخالفوں کو پہاڑ کے نیچے کچل دوں۔ تو آپؐ نے فرمایا میں یہ نہیں چاہتا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو خدا کی توحید پکاریں گے۔ اور اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ خبر دے کہ یہ الہام مبرم اور قطعی الوقوع ہے تو پھر آپ میری دعوت سے دستبردار ہوں اور اپنے تابعین کو وہ الہام سنا کر ان پر اپنی نبوت و ولائت ثابت کریں۔ اس صورت میں مجھے دعوت کرنا فضول ہے۔ کیونکہ قطعی وعدہ عذاب کے بعد کسی نبیؐ نے دعوت نہیں دی۔ اور اگر آپ اپنی اس دھمکی پر مصر رہیں گے تو طالب حق اور منصف جان لیں گے کہ آپ اس دعوت و انذار میں فریب کرتے ہیں اور جھوٹے ہیں۔

میں اخیر میں یہ بھی آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر میں آپ کی مخالفت میں نیک نیت اور حق پر ہوں اور دین اسلام کی حمائت کر رہا ہوں اور نفسانیت کو اس میں دخل نہیں دیتا تو خدا تعالیٰ میری مدد کرے گا اور آپ کو ہدائت کر کے تابع حق اور دین اسلام کریگا ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کریگا۔ اور اگر میری نیت میں فساد ہے تو خدا مجھے اس کا بدلہ خود دے گا۔ آپ کا ڈرانا دھمکانا عبث وفضول ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ میں آپ کو کذاب جانتا ہوں اور اس اعتقاد کو دین اسلام کا جزو سمجھتا ہوں۔ لہٰذا بہتر ہے کہ آپ ان گیڈر بھبکیوں سے باز آئیں اور حق کے تابع ہو جائیں۔ آئندہ اختیار ہے۔ وماعلینا الاالبلاغ المبین الراقم ابوسعید محمد حسین عفی اللہ

(روحانی خزائن ج ۵، ص ۲۸۹ ۔ ۳۱۹)

سید شہید الدین احمدؒ

آپ کا مولد ومنشا بنارس اور آپ کا سال ولادت ۱۲۶۷ھ ہے۔ تعلیم کی ابتدا میاں جی عبدالرب جون پوری اور مولوی محمد بخش بنارسی سے کی اور پھر اپنے بڑے بھائی مولوی حمید الدین احمد سے پڑھتے رہے۔ بعد فراغت آپ ریاست ریواں کے ہیڈ مولوی مقرر ہوئے۔ آپ رفاہ عام کے کاموں کی بہت کوشش کرتے۔ چنانچہ ریاست مذکور میں عید گاہ آپ ہی کی سعی سے تعمیر ہوئی۔ ۶ سال کے بعد ریاست کی نوکری چھوڑ کر بنارس کالج میں استاد مقرر ہو گئے۔ ۲۴ سال اس کالج میں پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد تھیاسوفیکل اسکول بنارس میں ہیڈ مولوی مقرر ہوئے۔ ۵ سال یہاں درس دیا اور ۷۰ سال کی عمر ۱۹۱۸ء میں وفات ہوئی۔

آپ کی تصنیفات میں الف بائے اردو۔ قرآن کا قاعدہ۔ تحفۃ الحفاظ۔ عمدہ لغت قرآن۔ وعظ نماز۔ وعظ روزہ۔ شہید اللغات۔ تذکیر و تانیث اردو۔ معلم اللسانین عربی و فارسی۔ نصاب فارسی ہر دو حصہ۔ سہل القواعد۔ قواعد اردو۔ سوال و جواب قواعد۔ نکاح بیوگان۔ وغیرہ شامل ہیں۔

مرزا صاحب پر ۱۸۹۱ء میں جو فتویٰ تکفیر جاری ہوا تھا اس پر آپ نے بھی دستخط فرمائے ہیں اور اس طرح آپ کا شمار تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں ہوتا ہے۔

(تراجم علما حدیث ہند صفحہ ۳۵۰، علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ)

مفتی عبداللہ ٹونکیؒ

عربی و اسلامی علوم کے ملاہر مفتی صاحب عربی درسگاہوں کی قدیم تعلیم کا بہترین نمونہ تھے اور اپنے وقت کے ہندوستان کے مشاہیر علما میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ وہ ادب میں مولانا فیض الحسن صاحب اور دینیات میں مولانا احمد علی محدث کے شاگرد تھے۔ مولانا فیض الحسن صاحب کے انتقال کے بعد اورئینٹل کالج لاہور میں استاد مقرر ہوئے اور ۴۴ سال یہاں پڑھاتے رہے۔ اخیر زمانہ میں وہ دارالعلوم ندوہ کے مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے اور اس کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس ہوئے اور یہیں بیمار ہو کر اپنے صاحبزادہ مفتی انوارالحق صاحب ناظم و مشیر تعلیمات بھوپال کے پاس گئے تھے جہاں انہوں نے ۷ نومبر ۱۹۲۰ء کو ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ تعلیمی خدمات کے علاوہ مفتی صاحب کا بڑا کارنامہ انجمن مستشار العلماء لاہور ہے جو ایک قسم کا دارالافتاء تھا۔ مرحوم نے بعض عربی کتابوں پر حواشی بھی لکھے تھے

۱۸۹۱ء میں حضرت میاں صاحب دہلوی نے مرزا غلام احمد پر جو فتویٰ تکفیر جاری کیا تھا مفتی صاحب نے اس پر تائیدی دستخط فرماتے ہوئے لکھا

> میں نے قادیانی کے ان اقوال کو جو اس فتویٰ میں ہیں دیکھا اور اصل تصانیف قادیانی میں بھی ان کو ملاحظہ کیا۔ وہ اقوال شریعت محمدیہ ﷺ اور تمام مسلمانوں کے مخالف ہیں۔ جو ان اقوال کا مصدق ہے جو کوئی ہو اور جہاں کہیں ہو وہ احاطہ اسلام سے خارج ہے اور اتباع قرآن و حدیث سے باہر ہے۔ العبد۔ محمد عبداللہ ٹونکی مدرسہ عالیہ پنجاب یونیورسٹی‘

اس کے علاوہ مولانا ٹونکی نے تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں یکے بعد دیگرے تین خط مرزا صاحب کو لکھے جن میں ان سے مباحثہ کی استدعا کی گئی تھی۔ پہلا خط ۲۴ ستمبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ جعفری پریس لاہور ہے۔ دوسرا خط ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ لاہور ہے اور تیسرا خط مورخہ ۲۴ جنوری ۱۸۹۲ء مطبوعہ لاہور ہے (مجموعہ اشتہارات ج اص ۴۲۲۔ حاشیہ)۔ مرزا صاحب نے کسی خط کا مثبت جواب نہیں دیا۔ مولانا بٹالویؒ نے ۱۸۹۱ء میں لاہور میں حکیم نوردین سے جو مباحثہ کیا تھا اس مباحثے کے حاضرین میں مفتی صاحب بھی تھے۔ مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء

میں مباہلے کا جو چیلنج شائع کیا تھا آپ کا اسم گرامی بھی اس کے مدعوین میں شامل تھا۔ آپ کی وفات مرزا صاحب کی موت کے ۱۲ سال بعد ہوئی تھی۔ اور جس طرح مرزا صاحب اپنے سے پہلے مر جانے والے مدعوین مباہلہ کی اموات کو اپنی صداقت کا نشان بتایا کرتے تھے اسی طرح مرزا صاحب کا مفتی صاحب کی زندگی میں مر جانا مرزا صاحب کے کذب کا نشان بن جاتا ہے

۱۹۰۰ء میں تحریک ختم نبوت کا جو جلسہ شاہی مسجد لاہور میں ہوا تھا آپ اس میں بھی شریک تھے اور جلسے کے بعد علماء کا جو مشترکہ اعلان جاری ہوا تھا اس پر بھی آپ نے دستخط فرمائے تھے۔ مفتی صاحب نے ایک وزیرآبادی فتوے پر بھی دستخط کئے ہیں اور لکھا ہے کہ

مرزا غلام احمد قادیانی اعلانیہ نزول وحی نبوت اور رسالت کے مدعی ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا اور ان کے مریدوں کا خارج از اسلام ہونا مسلم الثبوت ہے۔ (دیکھو امام ابوالفضل قاضی عیاض کی کتاب الشفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ جلد ۲ صفحہ ۵۱۹) اس کے اور اس کے مریدوں کی اقتدا میں اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا ہرگز درست نہیں۔ پس جس نے دیدہ دانستہ مرزائی کے جنازہ کی نماز پڑھی ہے اس کو اعلانیہ توبہ کرنی چاہیے۔ اور مناسب ہے کہ وہ اپنا تجدید نکاح کرے اور حسب طاقت کھانا کھلا دے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اہل سنت والجماعت کو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہیے۔ ایسے منافق کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی۔

(علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ صفحہ ۱۰۸ اور ۱۷۸، مقالات پروفیسر عبدالقیوم۔ جلد ۲ صفحہ ۱۳۶، یادرفتگان۔ صفحہ ۴۱، مہر منیر۔ صفحہ ۲۳۸)

محمود حسنؒ

آپ کے گرامی قدر والد کا نام مولانا ذوالفقار علی ہے اور آپ کی ولادت ۱۸۵۱ء میں بریلی میں ہوئی جہاں آپ کے والد بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم شمار ہوتے ہیں اور ملا محمود کے شاگرد۔ ان کے علاوہ آپ نے مولانا قاسم نانوتوی سے بھی پڑھا جو ان دنوں میرٹھ میں منشی ممتاز علی کے مطبع کے لئے تصحیح کتب کا کام کرتے تھے۔ ۱۲۸۹ھ میں تعلیم سے فارغ ہوئے اور ۱۲۹۲ھ دیوبند میں ۱۵ روپیہ ماہوار تنخواہ پر مدرس چہارم مقرر ہوئے اور جلد ہی آپ نے تدریس میں اس قدر مہارت حاصل کر لی کہ ۱۲۹۵ھ میں آپ نے بخاری شریف بھی پڑھائی۔ ۱۲۹۴ھ میں اکابر دیوبند کے ساتھ حج کیا۔ اور حجاز میں شاہ عبدالغنی مجددی سے سند حاصل کی۔ حج کے جلد ہی بعد مولانا قاسم کی وفات ہوگئی اور مولانا محمود کا اپنے استاد کی موت پر صدمے سے بہت برا حال ہوا۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان کی طبیعت سنبھلنے میں بہت وقت صرف ہوا۔ ۱۳۰۵ھ میں دیوبند کے مدرس اول سید احمد صاحب بڑی تنخواہ پر بھوپال چلے گئے اور آپ ان کی جگہ صدر مدرس مقرر ہوئے۔ آپ نے اس منصب کو نہائت خوبی سے ۱۳۳۹ھ تک نبھایا اور آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے علما شامل ہیں۔ آپ کا حلقہ درس نہائت مہذب اور شائستہ ہوتا اور آپ حدیث کا ازحد احترام کرتے تھے۔ مسائل مختلف فیہا میں آئمہ ثلاثہ بلکہ دیگر مجتہدین کے مذاہب بھی بیان کرتے اور ان کے دلائل نقل کرتے لیکن جب امام ابوحنیفہؒ کا نام آجاتا تو کہا جاتا ہے کہ قلب میں انشراح، چہرہ پر بشاشت، تقریر میں روانی اور لہجہ میں جوش پیدا ہو جاتا تھا۔

مولانا محمود حسن نے ہندوستان کی سیاست میں بھی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اور بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے اس مقصد کی خاطر جمیعت الانصار کے نام سے ایک تنظیم قائم کی تھی جس میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ ان کے دست راست تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد سے بھی آپ کا

رابطہ رہا اور کہا جاتا کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ جہاد کا سبق بھول چکے تھے۔ یہ سبق ابوالکلام نے ہمیں یاد کرایا۔ آپ حجاز میں تھے کہ انگریز آپکو وہاں سے مالٹا لے گئے جہاں آپ کئی سال نظر بند رہے۔ مولوی محمد علی قصوری اور مولوی محمد بشیر لاہوری وغیرہ چاہتے تھے کہ آپ یاغستان میں قیام فرمائیں جہاں ان کے شاگردوں کی کافی تعداد تھی اور یاغستان میں بیٹھ کر تحریک مجاہدین کا کام آگے بڑھائیں۔ یہ منصوبہ کامیاب نہ ہوسکا۔ آپ کی کاوشوں کی ناکامی میں بعض ایسے لوگوں کا بھی حصہ تھا جو آپ کے اردگرد تھے اور آپ کے تلامذہ کے زمرے میں شمار ہوتے تھے۔

۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد کے بارے میں جو فتویٰ تکفیر جاری ہوا تھا اس پر آپ نے تائیدی دستخط فرمائے تھے اور اس کے بعد ایک وزیر آبادی فتویٰ پر بھی ان کے تصدیقی دستخط ہیں۔ اس طرح آپ کا شمار تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں ہوتا ہے۔ ۱۹۰۰ء میں جن علماء کو مرزا صاحب نے تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا ان میں آپ بھی شامل تھے۔ آپ کا انتقال ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو ہوا۔

حکیم عبدالمجیدؒ

آپ کا سال ولادت ۱۲۷۸ھ ہے اور آپ نے تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے کیا۔ ابتدائی فارسی کتب مولوی ثناء اللہ حنفی بنارسی سے پڑھیں۔ اور صرف ونحو فقہ ومنطق کا علم اپنے خسر مولوی عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ مسجد گیان بانی بنارس سے حاصل کیا۔ اس کے بعد لکھنؤ گئے اور وہاں کتب عقائد اور امور عامہ ومناظرہ وعلم کلام مولوی عین القضاۃ ومولوی محمد نذیر شاگرد مولوی عبدالحی لکھنوی سے پڑھیں۔ اور فن طب کی کتابیں حکیم اسماعیل سے بالاستیعاب پڑھیں۔ پھر دہلی گئے اور بلوغ المرام سے لے کر سنن اربعہ تک مولوی شریف حسین صاحب سے اور بخاری ومسلم میاں صاحب سید نذیر حسینؒ سے پڑھ کر ۱۲۹۹ھ میں سند حاصل کی۔ پہلے حنفی المسلک تھے لیکن دہلی سے اہل حدیث ہوکر بنارس آئے اور مطب جاری کیا اور سلسلہ اشاعت سنت وعمل بالحدیث شروع کیا۔ سلطانہ رضیہ بیگم کی مسجد میں امام جمعہ اور فاطمان کی عیدگاہ میں امام عیدین مقرر ہوئے۔ مولانا محمد سعید بنارسی کی وفات کے بعد ان کے مدرسہ میں استاد مقرر ہوئے پہلے فقہ ومنطق پڑھاتے رہے اور پھر حدیث۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے اور مولانا ابوالقاسم بنارسی بھی ان میں شامل ہیں۔

(تراجم علما حدیث ہند صفحہ ۲۶۶)

آپ نے ۱۸۹۱ء والے فتویٰ تکفیر مرزا پر دستخط فرمائے ہیں جس کی وجہ سے آپ تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں شمار ہوتے ہیں۔

حیات محمدؒ

آپ کا سال ولادت ۱۲۷۹ھ ہے اور مولد ومنشا بنارس۔ آپ کے والد کا نام شاہ فقیر محمد تھا اور آپ نے فارسی اور طب کی کتابیں حکیم خدا بخش بنارسی سے پڑھیں۔ ادب و منطق مولوی علی جواد شیعہ مجتہد بنارسی سے اور فقہ و اصول فقہ کے لئے آپ نے مولوی عبدالرحمٰن حنفی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ بعض دیگر علوم آپ نے حکیم بدرالدین بنارسی سے پڑھے اور اس کے بعد حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدثؒ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے اور تفسیر اور حدیث کی تمام کتابیں وہاں ختم کر کے ۱۳۱۰ھ میں سند حاصل کی۔ بعدازاں شیخ حسین بن محسن انصاری کی خدمت میں حاضر ہو کر سند حدیث لی اور اہل حدیث بن کر بنارس واپس آئے۔ اپنے محلّہ میں سنت کی اشاعت شروع کی تو احناف کے اٹھارہ مسئلے بذریعہ اشتہار شائع کئے اور ان سے خوب مباحثے کئے۔ مقدمہ بازی تک بھی نوبت پہنچی اور معاندین کے ہاتھوں بڑی تکلیفیں اٹھائیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ مدد کی اور حق کو غالب کیا۔ آپ سلطانہ رضیہ کی شاہی مسجد میں متولی کی اجازت سے درس دیا کرتے تھے اور تمام فنون کی کتابیں پڑھانے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آواز باریک تھی اور وعظ میں بہت خوش بیان تھے۔ ساری عمر اشاعت سنت کا ولولہ رہا اور مولانا محمد سعید بنارسی کے دست و بازو بن کر کام کیا۔ اتباع سنت میں کبھی کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کی۔ ہر وقت کتب بینی کیا کرتے۔ آپ کی ذات سے عوام کو بہت فائدہ پہنچا۔ ۶۲ سال کی عمر میں جون ۱۹۲۳ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

(تراجم علما حدیث ہند۔ صفحہ ۳۶۵)

آپ نے ۱۸۹۱ء والے فتویٰ تکفیر مرزا پر دستخط فرمائے ہیں جس کی وجہ سے آپ تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں شمار ہوتے ہیں۔

قاضی عبدالاحد خانپوریؒ

آپ کی ولادت ۱۲۶۸ھ میں ہوئی اور آپ کے والد کا نام قاضی محمد حسن ہے۔ آپ نے مولانا عبداللہ غزنویؒ سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا اور حدیث کی سند حضرت میاں صاحب دہلوی سے حاصل کی۔

قاضی صاحب مدۃ العمر تحریک ختم نبوت میں کام کرتے رہے اور مرزا صاحب کی کتابوں میں ان کے شدید مخالفین کی فہرست میں آپ کا نام نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک مرتبہ حکیم نور دین راولپنڈی آئے اور قاضی صاحب سے ان کی ملاقات ہوئی۔ حکیم صاحب نے پوچھا کہ آپ نے مرزا صاحب کی تکفیر کیوں کی؟ کیا آپ کو آسمان سے آواز آئی یا زمین سے کہ مرزا صاحب کافر ہیں؟ قاضی صاحب نے کہا کہ دونوں طرف سے۔ حکیم صاحب بولے وہ کیسے؟ قاضی صاحب نے فرمایا کہ جو احکام بذریعہ وحی آسمان کی طرف سے آئے ہیں ان کی رو سے مرزا صاحب کافر ہیں۔ یہ تو ہوئی آسمانی آواز۔ باقی رہی زمین تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ کل دنیا انہیں کافر کہتی ہے۔ یہ مسکت جواب سن کر حکیم صاحب خاموش ہو گئے اور جاتے ہوئے راولپنڈی کے مرزائیوں کو ہدائت کر گئے کہ اس شخص کو کبھی نہ چھیڑنا۔ ورنہ یہ شخص تمہیں مرتے دم تک نہ چھوڑے گا۔ پھر ایک دفعہ مرزائیوں نے حکیم نور دین صاحب کی نصیحت کو بالائے طاق رکھ کر راولپنڈی میں ایک اشتہار شائع کر دیا۔ کچھ لوگ وہ اشتہار لے کر قاضی صاحب کے پاس آئے اور جواب لکھنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مرزائی کیسے بلوں سے نکل آئے؟ چنانچہ آپ نے اس کا جواب کلما خرجت العقرب فالنعل حاضرۃ کے نام سے لکھا جس کا معنی یہ ہے کہ جب بھی بچھو اپنی بل سے باہر نکلے تو جوتا حاضر ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے قادیانیت کے رد میں درج ذیل کتابیں لکھیں

(۱) السیف المسلول فی نحر شاتم الرسول۔ یہ ۴۰ صفحات کا رسالہ ہے اور راولپنڈی سے شائع ہوا تھا۔

(۲) اظھار مخادعت مسیلمہ قادیانی یہ رسالہ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور مرزائیوں کے اشتہار الصلح خیر کے جواب میں راولپنڈی سے شائع کیا گیا تھا۔

(۳) اغاثۃ الملھو د المکرّوب المسجون فی مساند القادیانی المجنون یہ رسالہ ایک مرزائی تحصیلدار کے رسالے کے جواب میں لکھا گیا۔

آپ نے بمقام زیرہ ایک مرزائی سے مباہلہ بھی کیا جس کے نتیجے میں وہ مرزائی آپ کی زندگی میں ہلاک ہو گیا اور اللہ نے آپ کو سرخرو کیا۔ ۱۸۹۱ء میں میاں صاحب دہلوی نے جو فتویٰ تکفیر مرزا جاری کیا تھا اس پر قاضی صاحب نے تائیدی دستخط فرمائے تھے اور لکھا تھا

'اس میں شک نہیں کہ عقائد مذکورہ سوال کفر والحاد اور چھپا ارتداد و نفاق ہے۔ اس پر خدا کی لعنت ہو جس نے گمراہی کی بنیاد ڈالی اور خدا و رسول اللہ ﷺ اور شرع پر بدگمانی کی اور یہ کہا ہے کہ میری طرف وحی ہوتی ہے۔ اور واقعہ میں نہیں ہوتی۔ ایسے ہی اس کے انصار مددگاروں پر جو بے عقل و ذلیل ہیں۔ بے شک وہ دجال ہے۔ خداوند کریم ان کے مکر و گمراہی سے بچائے۔' (علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ ص ۱۴۰)

قاضی عبدالاحد کا نام دعوت مباہلہ ۱۸۹۶ء میں شامل ہے۔ اور چونکہ قاضی صاحب کی وفات مرزا صاحب کے بعد ۱۳۴۷ھ میں ہوئی اسلئے مرزا صاحب کی اپنی منطق کے مطابق قاضی صاحب کی زندگی میں مرزا صاحب کی موت مرزا کے کذب کا نشان ہے۔ ۱۹۰۰ء میں جب مرزا صاحب نے علماء کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تو آپ کا نام بھی مدعوین میں شامل تھا۔ اس چیلنج کے بعد جب پیر مہر علی شاہ صاحب لاہور تشریف لائے تو قاضی صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اور جب مرزا صاحب کے فرار کے بعد لاہور میں مسلمانوں کا جلسہ عام ہوا تو آپ اس میں بھی موجود تھے اور بعد میں جاری ہونے والے مشترکہ اعلامیہ پر بھی ان کے دستخط تھے۔

قاضی محمد خانپوریؒ

آپ کی ولادت ۳ مئی ۱۸۵۴ء کو بمقام خانپور، ہزارہ میں ہوئی ۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار قاضی محمد حسن سے بھراہی برادر کلاں قاضی عبدالاحد صاحب حاصل کی۔ ذہین تھے اور جو کتاب ایک دفعہ دیکھ لیتے اسے دوبارہ دیکھنے کی ضروت محسوس نہ ہوتی ۔ والد صاحب جب سب کچھ پڑھا چکے جو وہ پڑھا سکتے تھے تو ہر دو برادران کو تحصیل علم کے لئے باہر بھیجا اور یوں آپ پنجاب کے مختلف شہروں میں پڑھتے رہے ۔ پھر والد صاحب نے دونوں بھائیوں کو حجرت عبداللہ غزنوی کی خدمت مین بمقام خیر دی امرتسر بھیجا۔مولانا غزنوی ان دونوں بھا ئیوں کی ہرطرح دلداری کرتے تھے کیونکہ ان کے والد بھی ان سے بیعت تھے ۔

آپ نے علم حدیث حافظ عبدالمنان ، حضرت عبداللہ غزنوی ، امام عبدالجبار غزنوی اور حضرت میاں صاحب دہلوی سے حاصل کیا ۔ اجازہ وسند حضرت میاں صاحب سے ۱۲۹۲ھ میں حاصل کیا اور معقول کی کتابیں مفتی عبداللہ ٹونکی سے پڑھیں ۔

جب آپ میاں صاحب کے حلقہ درس میں تھے تو ان دنوں یوپی کے ایک میر صاحب جو فقہ وغیرہ پڑھنے کے بغرض حصول اجازہ حدیث دہلی آئے ہوئے تھے آپ کے ہم درس تھے ۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب نے ایک حدیث بخاری سے پڑھی تو میر صاحب نے دوران سبق آواز بلند کر کے کہا اضطراب ہے ۔آپ نے اس بات کا کوئی نوٹس نہ لیا اور دوسری حدیث پڑھ دی ۔ میر صاحب نے پھر کہا اضطراب ہے ۔ قاضی صاحب نے پھر توجہ نہ کی اور تیسری حدیث پڑھ دی ۔ اور میر صاحب پھر بولے اضطراب ہے ۔اس پر قاضی صاحب نے کہا ..فر مایئے آپ کو اضطراب متن حدیث میں سوجھ رہا ہے یا اسناد میں؟ ......میر صاحب نے کہا ارے میاں تم کیا جانو؟ لغوی اضطراب ہے ۔ قاضی صاحب نے کہا ...لغوی اضطراب کہاں سے آ گیا؟ میر صاحب بگڑ کر بولے ۔ ایک مشکوٰۃ عبدالجبار سے پڑھ کر تم بھی باتیں بنانے لگے ہو ۔ قاضی صاحب کہنے لگے کہ میں نے مشکوٰۃ تو مولانا عبدالجبار غزنوی سے نہیں پڑھی لیکن مجھے آپ کی شاگردی پر فخر ہے ۔تم کون ہوتے ہو کہ میرے استاد کا اس طرح ذکر کرو ۔

اس کے بعد میر صاحب نے کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالا اور اٹھ کر چلے گئے گویا انہوں نے دہلی سے چلے جانے کا قصد کرلیا۔ قاضی صاحب کہتے ہیں کہ میاں صاحب مجھ سے بہت ناراض ہوئے اور ہم سب کو کہا کہ تمہارے جیسے دس طالب علم چلے جائیں تو میں پرواہ نہیں کرونگا۔ لیکن اگر ایسا ایک طالب علم چلا گیا تو میں تم سب سے ناراض ہو جاؤنگا۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ کم از کم ایک مرتبہ حدیث ان کے کان میں پڑ جائے اور ان پر حجت قائم ہو جائے۔ اس کے بعد ان کی مرضی جو راہ چاہیں اختیار کریں۔ اس پر طلبا نے میر صاحب کی منت کر کے انہیں راضی کرلیا اور وہ درس میں شریک رہے لیکن تا ختم بخاری کبھی نہ بولے۔

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ جب کبھی طالب علموں کا مکالمہ یا مذاکرہ شروع ہو جاتا تو میاں صاحب کی عادت تھی کہ چپ رہتے۔ جب ایک حد تک طلبا پہنچ جاتے تو فرماتے ''اچھا میاں جانے دو۔ آگے چلو۔'' بعض طالب علم گستاخی بھی کرتے اور ایک دفعہ ایک حنفی طالب علم نے کہا ''میاں صاحب۔ یہ جتنی گمراہی ہندوستان میں پھیلی ہے یہ سب تمہاری بدولت پھیلی ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا اچھا صاحب دعا کیجئے کہ اگر ہم غلطی پر ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہدائت دے اور اگر آپ غلطی پر ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ہدائت دے۔

دہلی سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے بڑے بھائی قاضی عبدالاحد کے ساتھ جموں جا کر حکیم نور دین بھیر دی سے طب پڑھی۔ (اس وقت حکیم صاحب مرزائی نہیں ہوئے تھے بلکہ اس وقت ابھی مرزائیت نمودار ہی نہیں ہوئی تھی)۔ اسی دور میں قاضی عبدالاحد کی گفت وشنید سے حکیم نور دین صاحب کی دختر کا نکاح مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی سے ہوا تھا۔

تخمیناً ۱۸۹۴ء۔ ۱۸۹۵ء میں مولانا عبدالجبار غزنوی کے حکم سے قاضی محمد نے پشاور صدر میں مسجد مولوی عبدالمجید مرحوم کی خطابت کا عہدہ قبول کرلیا اور پشاور چلے گئے جہاں وہ ۱۹۰۸ء تک رہے۔ آپ کی وفات ۹ نومبر ۱۹۲۹ء بمقام خانپور ہوئی۔

قاضی محمد تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں شامل ہیں کیونکہ آپ نے ۱۸۹۱ء میں جاری ہونے فتویٰ تکفیر مرزا پر دستخط فرمائے تھے۔ آپ نے فتویٰ پر لکھا تھا کہ

'جو کچھ ہمارے شیخ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب اور ہماری برکت مولوی عبدالجبار صاحب وغیرہ علمائے کرام نے قادیانی کے حق میں لکھا ہے وہ حق ہے اور بے شک کادیانی کافر ہے۔

(علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ۔ ص ۱۴۱)

یوسف حسین خانپوریؒ

بتایا جاتا ہے کہ ۱۳۰۵ھ میں ایک روز آپ مسجد پیرانوالی خانپور میں سوئے ہوئے تھے کہ خواب میں دو جلیل القدر علماء کو دیکھا۔ ایک کا نام انماطی تھا اور دوسرے کا نام دمیاتی اور خواب میں ان سے کچھ فیض بھی حاصل کیا۔ بیداری پر کتاب اتحاف النبلا مصنفہ نواب صدیق حسن کو کھول کر دیکھا تو اس میں ہر دو علماء کا تذکرہ پایا۔ آپ نے اس کی تعبیر یہ کی کہ میں انشاء اللہ دو جلیل القدر علماء سے فیض حاصل کرونگا۔ ایک تو میاں نذیر حسینؒ ہوں گے اور دوسرے واللہ اعلم کون ہوں گے۔ اس خواب کے بعد آپ نے وطن سے کوچ کیا اور خان پور سے پیدل سفر کر کے محرم ۱۳۰۷ھ میں شہر دہلی میں وارد ہوئے۔ وہاں میاں صاحب سے علم تفسیر و حدیث حاصل کیا۔ مولوی عبدالغفور غزنوی مرحوم آپ کے ہم سبق تھے۔ اور انہوں نے بھی آپ کے ساتھ ہی میاں صاحب سے اجازہ حدیث حاصل کیا۔ اسی سال میں آپ نے مولوی محمد شاہجہان پوری مصنف الارشاد سے بھی سند حدیث حاصل کی۔ اور پھر ۱۳۰۸ء میں علامہ حسین بن محسن انصاری سے اجازہ حاصل کیا۔ علاوہ ازیں آپ نے ۱۳۱۸ھ میں علامہ ابراہیم بن سلیمان مغربی مہاجر مکہ سے اور علامہ بدرالدین شامی سے بھی اجازہ حاصل کیا۔ اول الذکر سے دہلی میں اور مؤخر الذکر سے قیام بغداد کے وقت۔

علم و ادب میں قاضی یوسف حسین نے کچھ استفادہ مولوی ڈپٹی نذیر احمد سے بھی کیا۔ آپ ڈپٹی صاحب کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ طلبا آپ سے مشکل سے مشکل شعر دریافت کرتے تو آپ اس میں ایک مشکل و مغلق مقام کی نشان دہی کر دیتے جس سے تمام شعر کا مطلب حل ہو جاتا۔ ان دنوں طالب علم انہیں پالکی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا کرتے تھے۔

جب آپ مدرسہ میاں صاحب میں پڑھتے تھے ان دنوں کسی جگہ آپ کا ایک شیعہ عالم

سے مناظرہ ہو گیا۔ شیعہ عالم نے ایک حدیث پڑھی قاضی صاحب نے حوالہ طلب کیا تو اس نے مسند احمد کا نام لیا۔ مسند احمد وہاں موجود نہ تھی اس لئے آپ اسی وقت مدرسہ میاں صاحب گئے اور وہاں سے مسند احمد اٹھا لائے اور شیعہ مناظر سے کہا لیجئے یہ مسند احمد ہے۔ اس میں سے وہ حدیث دکھا دیجئے ۔ انہوں نے کچھ ورق گردانی کی لیکن حدیث نہ ملنی تھی نہ ملی اور مجلس برخواست ہو گئی ۔ قاضی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد شیعہ حضرات مسجد میاں صاحب میں آ کر انگلیوں سے میری طرف اشارہ کر کے ساتھیوں کو بتایا کرتے تھے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے ہمارے مناظر کو شرمندہ کر دیا تھا۔

چونکہ آپ خوشنویس تھے اور عربی فارسی بلکہ انگریزی بھی خوب لکھتے تھے ۔ اس لئے دہلی میں آپ کا ذریعہ معاش کتابت تھا ۔ قرآن شریف اور کتب حدیث کی کتابت اور تصحیح کرتے رہے ۔

(تذکرہ علماء خانپور)

قاضی صاحب تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں شمار ہوتے ہیں اور آپ نے فتویٰ تکفیر مرزا مجریہ ۱۸۹۱ء پر دستخط فرماتے ہوئے لکھا تھا

مجیب (سید نذیر حسین) نے اس جواب سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا اور جواب کھرا دیا ۔

ابواسماعیل یوسف حسین خانپوری . '

(علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ ۔ ص ۸۹)

احمد حسن کانپوریؒ

مولانا لطف اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور کان پور میں مسند آرائے تدریس تھے ۔معقول کی مشہور کتاب حمد اللہ اور مثنوی مولانا روم کے حواشی سے آپ کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے ۔آپ حضرت حاجی امداد اللہ کے مرید خاص تھے اور اگرچہ علما دیوبند کو بھی حاجی صاحب سے شرف بیعت حاصل ہے اور اس لحاظ سے وہ مولانا احمد حسن کے پیر بھائی تھے لیکن بعض مسائل میں مولانا کو ان سے اختلاف رہا ہے جس پر حاجی امداد اللہ صاحب نے مکہ شریف سے ایک رسالہ ھفت مسئلہ بطور محاکمہ تحریر فرما کر بھیجا تھا ۔مسئلہ امکان نظیر پر بھی مولانا احمد حسن نے لکھا اور آپ کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے نفاست پسند تھے اور گفتگو کے وقت گویا منہ سے پھول جھڑتے تھے ۔اس شان علم پر اخلاص وانکسار بے حد

۱۸۹۱ء میں حضرت سید محمد نذیر حسین کے جاری کردہ فتویٰ تکفیر مرزا پر مولانا احمد حسن نے تائیدی دستخط فرمائے اور لکھا کہ

’ایسے عقائد کا معتقد دائرہ اسلام سے خارج اور مقالات اس کے مخالف کتاب وسنت ہیں ۔اعا ذنا اللہ وسائر المسلمین من شر مکائدہ ۔کتبہ محمد احمد حسن‘ مولانا کی اس تحریر کے باعث ان کا شمار تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں ہوتا ہے ۔

(علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ ۔صفحہ ۱۵۹،مہر منیر صفحہ ۷۲۔۷۳)

مہر علی شاہ گولڑویؒ

پیر مہر علی صاحب رمضان ۱۲۷۵ھ (اپریل ۱۸۵۹ء) میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۹۰ھ کے قریب یعنی پندرہ سال کی عمر میں آپ نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے وطن چھوڑا۔

مہر منیر کے مطابق ان دنوں لکھنؤ دیوبند رام پور کانپور دہلی اور سہارن پور میں بڑے بڑے علمی مراکز قائم تھے' لکھنؤ میں مولانا عبدالحئیؒ (ف ۱۳۰۴ھ) مرجع خلائق تھے۔ دیوبند میں مدرسہ کا افتتاح ۱۲۸۳ھ میں ہو چکا تھا اور یہ مدرسہ مولوی قاسم صاحب کی سرپرستی میں ترقی کر رہا تھا۔ کانپور میں استاذ الکل مولانا لطف اللہ علی گڑھی (ف ۱۳۳۴ھ) کے شاگرد مولانا احمد حسن مسند آرائے تدریس تھے جو حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید تھے۔ علی گڑھ میں مولانا لطف اللہ کی ذات گرامی شہرہ آفاق تھی اور سہارنپور میں مولانا احمد علی فن حدیث میں امام تصور کئے جاتے تھے۔ پیر صاحب نے مولانا لطف اللہ، اور مولانا احمد علی وغیرہ سے پڑھا اور ۱۲۹۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ پھر حج کے لئے تشریف لے گئے اور حجاز میں آپ ایک روز مولوی محمد غازی کے ہمراہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے درس میں شامل ہوئے۔ حاجی صاحب نے اپنا سلسلہ چشتیہ صابریہ حضرت کو عنائت فرمایا اور کہا کہ اگرچہ آپ کو اس حاجت نہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ کی وجہ سے شمالی ہند میں میرے سلسلہ کی بھی ترویج ہو۔ حضرت پیر صاحب فرماتے تھے میں نے عرض کیا کہ آپ کی عنائت کا شکریہ۔ مجھے طواف کعبہ کی طرف قلبی توجہ نہیں ہوتی۔ اگر ہو سکے تو اس قدر مہربانی فرمائیں کہ خدا کرے یہ ہو جائے۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا میں بھی تقریباً تیس سال سے ایسی ہی کیفیت میں مبتلا ہوں۔

(مہر منیر۔ صفحہ ۱۲۸)

پیر صاحب نے تردید مرزائیت ۔ انسداد چکڑالویت اور ردنیچریت میں عمدہ خدمات سرانجام دیں اور حکام سے دور رہے جیسا کہ لکھا ہے ' ۱۹۱۱ء میں دہلی میں منعقد ہونے والے برطانوی شاہی دربار میں شمولیت سے انکار کیا۔' (مہرمنیر۔صفحہ۱۴۴) ۔ اور' کمشنر کی روبکار پر تحریر فرمایا کہ میں ایک درویش ہوں اور درویشوں کی حاضری شاہی درباروں میں کبھی مناسب خیال نہیں کی گئی ۔ تاہم اس حکومت میں ہمارے سچے مذہب اسلام کے ارکان پر کوئی پابندی نہیں ہے اس لئے میں بادشاہ کے حق میں یہیں سے دعا کرتا ہوں ۔ (مہرمنیر۔صفحہ۱۸۳)

مہرمنیر میں لکھا ہے کہ جب آپ حج کے لئے حجاز گئے تو وہاں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ نے مستقل طور پر حجاز میں قیام کا ارادہ فرمالیا۔ حاجی امداداللہ صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ہندوستان واپس چلے جائیں کہ وہاں ایک فتنہ رونما ہونے کو ہے اور اس دور ابتلا میں اگر آپ اپنے وطن میں خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی علمائے امت مسلمہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں گے ۔ بعد میں پیش آنے والے واقعات سے پتہ چلا تھا کہ یہ فتنہ قادیانیت کی طرف اشارہ تھا۔

قادیانیت کی تردید میں آپ نے کتابیں لکھیں اور اشتہارات شائع کئے ۔ مرزا صاحب سے مباحثہ اور تفسیری مقابلے کے لئے ۱۹۰۰ء میں لاہور بھی تشریف لائے ۔ جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں ۔

''جن دنوں میں مرزا غلام احمد قادیانی نے بظاہر تحقیق حق کی غرض سے اشتہارات کے ذریعہ دعوت دی اور میں اسے قبول کرنے کا ارادہ کررہا تھا۔ مجھے اس نعمت عظمیٰ کا شرف حاصل ہوا۔ میں اپنے حجرہ میں بحالت بیداری آنکھیں بند کئے تنہا بیٹھا تھا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ قعدہ کی حالت میں جلوس فرما ہیں ۔ اور یہ عاصی بھی چار بالشت کے فاصلے پر اسی حالت میں بادب تمام شیخ کی خدمت میں مرید کی بالمقابل بیٹھا ہے اور غلام احمد اس جگہ سے دور مشرق کی طرف منہ کئے اور آنحضرت ﷺ کی طرف پشت کرکے بیٹھا ہے ۔

اس روئت کے بعد میں بمعہ احباب لاہور پہنچا۔ لیکن مرزا اپنے تاکیدی وعدہ سے پھر گیا اور لاہور نہ آیا۔

مرزا غلام احمد کی کتاب ' اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے جواب میں آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب سیف چشتیائی تصنیف فرمائی جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوکر برصغیر کے علماء مشائخ دینی

مدارس اور مذہبی اداروں میں مفت تقسیم کی گئی۔ (مہر منیر۔صفحہ ۲۴۶)

اور اس کتاب میں آپ نے فرمایا 'ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ زادھا اللہ شرفاً میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنے اور جواب سلام سے مشرف ہونے کی نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔' (مہر منیر۔صفحہ ۲۵۱)

اہل حدیث حضرات سے بھی پیر صاحب کے معرکے ہوتے رہے اور خاص طور پر خانپوری علماء سے تحریری مباحثے چلتے رہے جیسا کہ لکھا ہے

''جن لوگوں نے حضرت قبلہ عالم کی تصنیف سیف چشتیائی کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس میں محمد بن عبدالوہاب نجدی پر تنقید کی گئی ہے۔ اس سے اہل حدیث کے ایک گروہ نے ناراض ہو کر مناظرانہ مباحث کی بنا ڈالی اور ۱۳۲۵ھ یعنی ۹۔۱۹۰۸ء میں راولپنڈی کے ایک مولوی عبدالاحد خانپوری کو سامنے لا کر حضرت قبلہ عالم پر دس علمی سوالات شائع کئے ...... چنانچہ حضرت نے اپنی تصنیف فتوحات صمدیہ میں ان دس سوالوں کے جواب باصواب دے کر ان پر بارہ سوالات شائع کر کے یہ پیش گوئی بھی فرما دی کہ وہ لوگ ان کے جواب نہیں دے سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آج نصف صدی ہونے کو آئی۔ مگر اس جماعت کی طرف سے کسی ایک سوال کا بھی جواب نہیں دیا جا سکا۔'' (مہر منیر)

جواب نہ دے سکنے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ پیر صاحب نے فرمایا تھا کہ 'ان سوالات کا تعلق بنی فاطمہ کے صدری علوم سے ہے اور ان کے جواب دینے کے لئے جواب دینے والے کا علوم رسمیہ پر مکمل عبور رکھنے کے ساتھ سید بنی فاطمہ ہونا بھی اشد ضروری ہے' (مہر منیر)

ہمیں بنی فاطمہ کے صدری علوم کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے تاہم اس تحریر میں جس تحریری نوک جھونک کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی قدرے تفصیل ہم کسی اور بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

پیر صاحب اہل حدیث حضرات سے علمی مباحثوں کے باوجود متعصب نہیں تھے۔ اس بات کا اندازہ مولانا محمد اسحٰق بھٹی کی درج ذیل روائت سے ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ گولڑہ کے پیر غلام محی الدین عرف بابو جی نے ایک سفر حج کے دوران مولانا عبداللہ لائل پوری (م۔ جولائی ۱۹۸۳ء) کو یہ عجیب واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ مولانا ابراہیم میرا اور مولانا ثناء اللہ امرتسری جو اہل حدیث مسلک کے حامل تھے حضرت پیر مہر علی شاہ سے ملاقات کے لئے گولڑہ تشریف لے گئے

۔نماز کا وقت ہوا تو پیر صاحب نے امامت کے لئے مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کو آگے کر دیا۔ اس سے ان کے بعض مرید اور معتقد کچھ پریشان ہوئے ۔ پیر صاحب نے فرمایا جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کی نماز مولانا ابراہیم صاحب کے پیچھے نہیں ہوتی وہ الگ جا کر نماز پڑھ لے ۔ ہم مولانا کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے ۔ (کاروان سلف صفحہ ۲۷۱۔۲۷۲)

پیر صاحب تحریک ختم نبوت کے بہت نمایاں کارکن تھے۔آپ کی خدمات کا بیان اس کتاب میں کئی جگہ ہو چکا ہے۔آپ نے ردقادیانیت میں دو کتابیں تصنیف فرمائیں۔اور مرزا صاحب سے تفسیری مقابلے کے لئے ۱۹۰۰ء میں لاہور بھی تشریف لائے ۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی کا خیال تھا کہ صوفیاء کو مرزا کے خلاف مناظرانہ سرگرمیوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ پیر مہر علی شاہ نے خواجہ اللہ بخش تونسوی کی خدمت میں حاضری دی اور کوشش فرمائی کہ وہ اپنا موقف تبدیل کر لیں ۔ مرزا صاحب نے پیر مہر علی شاہ صاحب کے خلاف بہت سے اشتہارات شائع کئے اور اپنے لٹریچر میں آپ کے بارے میں بڑی دریدہ ذہنی کی ہے ۔ مرزا صاحب کی وفات کے بعد بھی پیر صاحب تحریک کا کام کرتے رہے اور خواجہ حسن نظامی دہلوی آپ ہی کی وجہ سے تحریک ختم نبوت میں شامل ہوئے تھے۔آپ کی وفات ۱۳۵۶ھ میں ہوئی

محمد حفیظ اللہ

آپ کا مولد بندی گھاٹ ضلع اعظم گڈھ ہے اور آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی ۔ پھر اپنے عزیز مولانا سلامت اللہ جیراج پوری کے ہمراہ بنارس تعلیم کے لئے گئے اور وہاں سے واپس آ کر مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور جا کر فارسی کی اونچی کتابیں پڑھیں ۔ نیز غازی پور میں مولانا عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی کے شاگرد مولانا غلام جیلانی سے عربی کتابیں شروع کیں اور متوسطات تک پڑھ کر انہی کے مشورہ سے فرنگی محل لکھنؤ میں مولانا ابوالحسنات عبدالحئ صاحب فرنگی محلی کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اور یہاں کئی سال رہ کر آپ نے معقولات اور دینیات کی تعلیم حاصل کی ۔ کتب عربیہ معقول ومنقول فروع واصول مع احادیث کی مولانا محمد عبدالحی لکھنوی سے تکمیل کی ۔ اس کے بعد مولانا نذیر حسین محدث دہلوی سے صحاح کی سند حاصل کی ۔ فراغت کے بعد جو غالباً ۱۸۸۰ء میں ہوئی ہوگی وہ کاکوری ضلع لکھنؤ کے ایک مقامی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے ۔ چند سال کے بعد رامپور کے مدرسہ عالیہ میں مدرس مقرر ہوئے ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ رام پور اہل علم کا مرکز تھا ۔ مولانا عبدالحق خیر آبادی کا وہاں طوطی بول رہا تھا ۔ اس عہد میں ان کا وہاں جانا اور اہل علم کی نگاہوں میں وقار پیدا کرنا معمولی کارنامہ نہیں ۔ دونوں میں نواب صاحب کے سامنے کئی دفعہ فلسفیانہ مسائل پر مناظرہ بھی ہوا ۔ مولانا مرحوم کو زیادہ تر شوق معقولات ہی کا تھا ۔ قدیم فلسفہ و منطق میں بڑی دسترس حاصل تھی ۔ ساتھ ہی ریاضی میں کمال پیدا کیا تھا چنانچہ رام پور میں آپ ۹ برس تک مدرس اول کی حیثیت سے درس دیتے رہے ۔ ندوہ قائم ہوا تو آپ اس کے ممبر تھے ۔ ابتداء قیام سے ۱۹۰۵ء تک آپ وہاں مدرس اول رہے ۔

۱۹۰۹ء میں حکومت کی طلب پر ڈھاکہ گئے پہلے ایک مدرسہ میں پڑھایا پھر ڈھاکہ یونیورسٹی میں اور ۱۹۲۱ء میں پنشن یاب ہو کر حج کے لئے گئے ۔ واپس آ کر پھر دارالعلوم ندوہ میں مدرس اول ہوئے اور دس سال پڑھاتے رہے ۔ آپ کی وفات ۱۳۶۲ھ میں ہوئی ۔

جناب منشی امیر احمد صاحب مینائی مرحوم کی صحبت اٹھائی تھی ۔ ان کے شاعرانہ کمالات اور بعض مشاعروں کے حالات بڑی دلچسپی سے سناتے تھے ۔ آداب مجلس سے خوب واقف تھے ۔ اور بڑی مزہ دار باتیں کیا کرتے تھے ۔ سیر و شکار کا بھی شوق تھا ۔

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ اس ہیچمدان نے آپ سے معقولات و منقولات پڑھیں ۔ اور چونکہ آپ مولانا شبلی مرحوم کے معاصر تھے ۔ اس لئے جب صحبت ہوتی تو دونوں میں خوب نوک جھونک ہوتی ۔ گفتگو کا موضوع کوئی فلسفہ کا مسئلہ یا عقل نقل کی تطبیق ہوتی مولانا عبدالحئی کی شاگردی کے باوجود مرحوم آخر میں عامل بالحدیث ہو گئے تھے ۔ عدم تقلید کا میلان پہلے سے رکھتے تھے جو شائد مولوی سلامت اللہ صاحب کی ابتدائی صحبت کا اثر رہا ہو ۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مولانا حیدر حسن ٹونکی کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ ندوہ میں جب تک مولانا حفیظ اللہ صاحب مہتمم تھے وہی امامت کراتے تھے ۔ وہ مسلکا اہل حدیث تھے اور سختی سے حدیث پر کار بند ۔ مولانا حیدر حسن خان متصلب حنفی ہونے کے باوجود بے تکلف ان کے پیچھے نماز پڑھتے ۔ جب مولانا حفیظ اللہ صاحب سبکدوش ہوئے اور اس عرصہ میں مسجد بھی تعمیر ہو گئی تو ہمارے مولانا (حیدر حسن) ہی نماز پڑھاتے' مولانا حیدر حسن کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ انہوں نے ' استاذ حدیث اور شیخ وقت مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی کے درس میں شرکت کی اور ان سے بھی سند لی ۔'

مولانا حفیظ اللہ مرحوم کی تصانیف میں تصریح الافلاک کا حاشیہ علمی یادگار ہے جو مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا تھا ۔ اس کے علاوہ رسالہ کنز البرکات لمولانا ابی الحسنات' بزبان عربی مولانا عبدالحئی کے بارے میں لکھا ہے ۔

(تراجم علما حدیث ہند صفحہ ۳۹۵ ۔ ۳۹۸' یاد رفتگان ص ۲۷۳ ۔ ۲۷۵، پرانے چراغ صفحہ ۱۸۶ ۔ ۱۹۱)

مولانا حفیظ اللہ صاحب نے وزیر آبادی فتووں پر دستخط فرمائے تھے اور ایک فتویٰ پر انہوں نے لکھا تھا کہ ' جو شخص خدا کے متعلق اس قسم کے عقائد رکھے جو سوال میں درج ہیں یا مدعی رسالت ہو، اگر وہ مجنون نہیں تو کافر ہے ۔ حررہ ابوالفضل محمد حفیظ اللہ دارالعلوم لکھنؤ (علما

اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ۔ص ۱۷۱) اس فتوے پر ان کے بعد ابوالعماد مولانا محمد شبلی جیراج پوری مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بھی دستخط ہیں۔ دوسرے وزیرآبادی فتوے پر مولانا حفیظ اللہ صاحب نے دستخط کر کے لکھا ہے کہ' جو ایسے شخص کو مسلمان سمجھتا ہے وہ جاہل ہے یا بدعقیدہ۔ بیعت اور امامت ایسے شخص کی درست نہیں۔ (فتویٰ مذکور ص ۱۸۱) اس کے بعد اس فتویٰ پر بھی مولانا شبلی جیراج پوری کے دستخط ہیں۔

مولانا شبلی جیراج پوری کے کے متعلق تذکرہ علمائے ھند میں مولوی رحمان علی صاحب لکھتے ہیں ' واجازت کتب احادیث ازمولوی سید نذیر حسین تلمیذ مولانا محمد اسحاق دہلوی یافتہ بحصول سند ممتاز گشت۔' (تذکرہ علمائے ہند مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ص ۱۹۳)

جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا شبلی جیراج پوری سید نذیر حسین مرحوم کے شاگرد تھے۔ اور مذکورہ بالا فتووں پر دستخط کرنے کی وجہ سے وہ بھی تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں شمار ہوتے ہیں۔

مفتی عزیز الرحمٰنؒ

آپ نے مولانا مملوک علی ، مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے ظاہر و باطن کا فیض اٹھایا تھا۔ آپ کم سخن متین حلیم اور سادہ مزاج تھے۔ تقویٰ اور دینداری ان کے چہرہ کمال کا خط و خال تھی۔ حدیث کی تدریس کے ساتھ کتب فقہ کی جزئیات پر ان کی وسعت نظر بدرجہ اتم تھی۔ فتاوی کے جوابات مختصر لیکن جامع لکھتے اور بیالیس سال تک آپ نے دارالعلوم دیوبند میں اس خدمت کو انجام دیا۔ ۱۸۔ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ کو ۲۷ سال کی عمر میں دیوبند میں بمرض فالج انتقال کیا۔

مفتی صاحب نے ۱۸۹۱ء والے فتویٰ تکفیر مرزا پر دستخط فرمائے اور لکھا کہ

کادیانی اوراس کے پیرو جو اعتقاد رکھتے ہیں وہ بلاشک الحاد ہے اور شریعت کا ابطال ہے۔ اس اعتقاد پر کتاب وسنت کی شہادت نہیں پائی جاتی'

اس کے علاوہ آپ نے ایک وزیر آبادی فتویٰ پر بھی تصدیقی دستخط فرمائے ہیں

ان خدمات کے باعث آپ کا شمار تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں ہوتا ہے۔

(یادرفتگان۔ صفحہ ۸۸، علمائے اسلام کا اولین فتویٰ۔ صفحہ ۱۵۳۔ ۱۵۴ اور ۱۷۴)

مفتی کفائت اللہؒ

سید سلیمان ندوی کہتے ہیں کہ مفتی صاحب سے واقفیت مجھے ۱۹۱۴ء میں ہوئی جب ندوۃ العلما کا اصلاحی اجلاس حکیم اجمل خاں صاحب کی طلب پر دہلی میں منعقد ہوا تھا اور ارکان کی باہمی مخالفت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ مولانا شبلی کی تکفیر کا فتویٰ دہلی میں مرتب ہوا جس پر مفتی کفائت اللہ مرحوم کے دستخط تھے۔ اس کے بعد یہ نام ذہن سے اتر گیا اور یکا یک ۱۹۱۹ء میں جب مسلم لیگ کا استقبالیہ خطبہ ڈاکٹر انصاری نے پڑھا اور اس میں خلافت اور جزیرۃ العرب سے متعلق فقہی اور لغوی بحث کی تو خیال ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کو یہ مواد کس نے پیش کیا۔ اس سلسلہ میں مفتی صاحب کا نام پھر سنا اور اتفاق وقت دیکھئے کہ ایک ہی سال کے بعد ۱۹۲۰ء میں مجلس خلافت کی تحریک کے سلسلہ میں حکیم اجمل خاں مرحوم کے دولت کدہ پر ایک جلسہ تھا جس میں مفتی صاحب سے میری پہلی ملاقات ہوئی۔ سب سے اول ان کی ظاہری صورت اور متواضع لباس کی بنا پر قیافہ نے ان کے فضل و کمال سے حسن ظن پیدا نہ ہونے دیا مگر تھوڑی سی بات چیت سے پتہ چل گیا کہ اس غلاف کے اندر تلوار کیسی ہے۔

مفتی صاحب کا وطن شاہ جہان پور تھا اور آپ کا خاندان یمن سے آیا تھا۔ یہ خاندان پہلے بھوپال میں آباد ہوا پھر شاہجہان پور منتقل ہو گیا۔ آپ کی ولادت ۱۲۹۲ھ میں ہوئی اور آپ کے والد کا نام شیخ عنائت اللہ تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ ۱۳۱۲ھ میں دیوبند آئے اور وہاں مولانا منفعت علی مولانا حکیم محمد حسن مولانا غلام رسول مولانا خلیل احمد سہارن پوری سے اسباق پڑھے اور کتب حدیث کا درس مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی اور مولانا محمود حسن صاحب سے حاصل کیا۔ صحاح کے دورہ میں آپ کے ساتھیوں میں مولانا انور شاہ صاحب مولانا حسین احمد مفتی محمد شفیع اور مولوی محمد امین بانی مدرسہ امینہ دہلی شامل تھے۔ ۱۳۱۵ھ میں تعلیم سے فراغت ہوئی اور اس کے بعد شاہجہان پور میں مدرسہ عین العلم میں ۵ سال کام کیا۔ اسی زمانہ

میں شاہ جہان پور میں قادیانیت کی تحریک پہنچی تو اس کے رد میں ۱۳۲۱ھ میں البرھان نام کا ماہانہ رسالہ جاری کیا۔

مدرسہ امینیہ کو جس سے آپ کا ۵۰ برس تعلق رہا ان کے رفیق درس مولوی محمد امین الدین ایلونوی نے ۱۳۱۵ھ میں قائم کیا تھا۔ اس مدرسہ کے سب سے پہلے مدرس مولوی انور شاہ صاحب کشمیری تھے۔ مولوی شوق نیموی کی کتاب آثار السنن جب شائع ہوئی تو کشمیری مرحوم یہیں مدرس تھے۔ چنانچہ ان کی منظوم تقریظ اس کتاب کے آخر میں شامل ہے۔ مولوی انور شاہ صاحب کے بعد مفتی کفائت اللہ صاحب اس مدرسہ میں بطور مدرس آئے اور ۱۳۴۰ھ میں مولوی امین الدین کی وفات کے بعد اہل شوریٰ نے مفتی صاحب کو مدرس کے علاوہ اس مدرسہ کا مہتمم بھی بنا دیا۔ آپ کی وفات ۱۳۷۲ھ میں ہوئی۔

ایک وزیر آبادی فتویٰ پر مولانا کفائت اللہ نے دستخط فرمائے ہیں اور لکھا ہے ’بے شک مرزا قادیانی کے عقائد و اقوال حدِ کفر تک پہنچ گئے ہیں اس لئے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔‘

دوسرے وزیر آبادی فتویٰ پر بھی آپ کے دستخط ہیں اور آپ نے لکھا ہے اگر غلام احمد کے عقائد کو یہ (امام) عقائد کفریہ جانتا ہے اور پھر ان سے راضی و خوش ہے تو یہ بھی کافر ہے۔ لان الرضا بالکفر کفر۔‘ محمد کفائت اللہ شاہجہانپوری۔ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ (یادرفتگان۔ص ۴۴۷۔ ۴۵۲، علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ۔ص ۱۷۲، ۱۸۲)

متفرقات

کتاب ھٰذا کے حصہ اول کی اشاعت کے بعد ہمیں مولوی سعد اللہ لدھیالوی کے متعلق چند مختصر تحریریں دستیاب ہوئی ہیں جو یہاں نقل کی جا رہی ہیں۔ ایک تحریر مولوی سعد اللہ مرحوم کے نواسے کی ہے اور دوسری اس نواسے کے متعلق ہے۔ اور ان سے مرزا صاحب کے اس دعویٰ کی تردید ہوتی ہے کہ مولوی سعد اللہ مرحوم ابتر تھے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اپنے اخبار میں شائع ہونے ایک مضمون پر اپنے ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں۔

'مولوی سعد اللہ مرحوم لدھیانہ میں فوت ہوئے تو مرزا صاحب نے ان کو ابتر لکھا۔ حالانکہ ان کا لڑکا موجود تھا۔ اب جو لڑکا مذکور اچھی عمر پا کر فوت ہوا تو پھر مرزائیوں نے مولوی سعد اللہ کو ابتر کہا۔ اب ایک جدید انکشاف ہوا ہے کہ مولوی سعد اللہ کا نواسہ موجود ہے اور اس کا نام عبدالکبیر ہے۔ یہ صاحب موضع کوم کلاں ضلع لودھیانہ میں رہتے ہیں اور انہوں نے ابتر کے موضوع پر ایک مفصل مضمون لکھا ہے۔'

(اہل حدیث۔ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

اور اگلے شمارے میں مولانا مرحوم نے عبدالکبیر صاحب کا مضمون شائع کیا جس سے چند اقتباسات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔ عبدالکبیر صاحب لکھتے ہیں۔

'مرزائیوں کا یہ دعویٰ کہ مولوی سعد اللہ صاحب نمونیا پلیگ سے مرے ہیں تو اس کو ثابت کرنے والا مجھ سے اسی قدر انعام پائے جس قدر کہ بمقام لدھیانہ سردار اہلحدیث (مولانا امرتسری، مرزائیوں سے) حاصل کر چکے ہیں۔ جہاں تک نانا جان کے ابتر ہونے کا تعلق ہے تو سو خوب سمجھ لو کہ کسی کی اولاد نرینہ نہ ہونے سے وہ شخص ابتر نہیں ہو جایا کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ رسول کریم ﷺ کے بارے میں کیا کہو گے جن کے صاحبزادگان آپؐ کی زندگی ہی میں داغ مفارقت دے گئے تھے اور یہودی بغلیں بجاتے پھرتے تھے۔ اور پھر سوائے حسنین علیہم السلام کے آپ ﷺ کے دل کی ٹھنڈک

کیا تھی؟ اسی طرح نسلاً بعد نسل (سادات کی شکل میں) جس طرح رسول اکرم ﷺ کی نسل موجود ہے۔ بعینہ میں مسمی عبدالکبیر مولوی سعداللہ مرحوم کا نواسہ موجود ہوں۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ ان کی دختر، ایک نواسی، ایک پڑنواسی موجود ہیں اور ایک داماد بھی۔'

(اہل حدیث امرتسر۔ ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۲۶ء ص ۷۔ ۸)

عبدالکبیر صاحب تحریک ختم نبوت میں کام کرتے رہے ہیں اور انہوں نے ایک مرتبہ ایک مشہور مرزائی کو مرزا محمود کے کردار کے بارے میں چیلنج بھی کیا تھا جس کا ایک عرصہ تک جواب نہ آیا تو انہوں نے یاد دہانی کے طور پر لکھا

منشی عمرالدین شملوی کو اخبار اہل حدیث میں خلیفہ قادیان کے کردار پر حلف مئوکد بعذاب اٹھانے کی دعوت دی گئی تھی مگر آج تک وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ کیا وجہ ہے؟ عبدالکبیر نواسہ مولوی سعداللہ کوم کلاں ضلع لودہانہ۔' (اہل حدیث۔ ۱۱ مئی ۱۹۲۸ء ص ۱۵)

مولانا امرتسریؒ نے اپنی زندگی کے آخری دور میں مرزا صاحب اور مولوی سعداللہ کے باہمی تعلق پر ایک مضمون لکھا تھا جو یوں ہے۔

اہل حدیث ۱۶ نومبر ۱۹۴۵ء میں اس بات کا ذکر آ گیا تھا کہ مرزا صاحب غصہ میں بدگوئی کرتے ہوئے آپے سے باہر نکل جاتے تھے اور مولوی سعداللہ لدھیانوی کو انہوں نے زانیہ کا بیٹا لکھ دیا تھا حالانکہ مولوی سعداللہ مرحوم نے ان کی والدہ ماجدہ کو ایسے مکروہ الفاظ سے یاد نہیں کیا۔ اس کے جواب میں الفضل کے ایک نامہ نگار نے قادیانی علم کلام کے طریق پر 'سوال از آسمان جواب از ریسماں' کے مطابق یہ جواب دیا کہ مولوی سعداللہ نے اپنی نظموں میں بہت برے لفظوں سے مرزا صاحب کا ذکر کیا تھا۔ چنانچہ مولوی سعداللہ مرحوم کے چند اشعار بھی نقل کئے ہیں جو یہ ہیں۔

ارے او بے وفا غدار مرزا ارے پر فتنہ و مکار مرزا
ارے او خود غرض خود کام مرزا ارے منحوس نافرجام مرزا
مسیح کاذب و مہدیٔ کذاب سراسر جھوٹ کے انبار مرزا
ڈبویا قادیان کا نام تو نے کہیں کیا اے بد و بدنام مرزا
ہوا بحث نصاریٰ میں بآخر مسیحائی کا یہ انجام مرزا

(الفضل ۲۹ نومبر ۱۹۴۵ء ص ۳)

(مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ) ان اشعار سے (مرزائی) راقم مضمون نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مولوی سعداللہ، مرزا صاحب کے حق میں سخت بدگو تھے۔ ہم بھی مانتے ہیں وہ سخت گو تھے لیکن ہمارا سوال یہ تھا کہ مولوی سعداللہ مرحوم نے مرزا صاحب کی والدہ ماجدہ کو ان الفاظ سے یاد نہیں کیا جن لفظوں سے مرزا صاحب نے مولوی سعداللہ کی والدہ کا ذکر کیا ہے۔ یعنی اس کو بغاء (زانیہ) لکھا ہے۔ قانون رائج الوقت کی دفعہ ۵۰۰ میں ذکر ہے کہ کسی مصنف کے حق میں بدگوئی کرنا جو اس کی تصنیف اور دعوے سے تعلق رکھتی ہو، توہین نہیں ہے مگر اس حد سے تجاوز کر کے اس کو حرام زادہ وغیرہ کہنا یہ سزا کا مستوجب ہے۔

قادیانی ممبروں۔ قرآن و حدیث سے تم دور ہٹ گئے ہو تو قانون وقت سے دور نہیں ہو سکتے۔ مرزا صاحب، مولوی سعداللہ پر ان کے الفاظ مذکورہ کی بنا پر دفعہ ۵۰۰ کے ماتحت استغاثہ نہیں کر سکتے تھے مگر سعداللہ مرحوم مرزا صاحب کے الفاظ کی بنا پر استغاثہ کر سکتا تھا۔ اور اگر اس نے زندگی میں نہیں کیا تو یوم الجزاء کو جب اس کی والدہ قذف (تہمت زنا) پر استغاثہ دائر کرے گی تو مرزا صاحب اور ان کے حواری کیا جواب دیں گے؟ یہی نا جو کسی شاعر نے اپنے ظالم معشوق کے حق میں کہا ہوا ہے ؎

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ　　وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(اہل حدیث امرتسر۔ ۴۔ جنوری ۱۹۴۶ء ص ۶)

کتاب ھٰذا کے حصہ اول میں مولوی محمد حسن لدھیانوی کے کسی قدر حالات درج ہوئے تھے۔ اس حصے کی اشاعت کے بعد ہمیں درج ذیل تحریر دستیاب ہوئی ہے جس سے ان کے حالات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

> لودہانہ پنجاب میں ایک مشہور اور تاریخی شہر ہے جس کو ایک لودھی بادشاہ نے آباد کیا تھا اسی شہر میں ایک عظیم الشان تاریخی مناظرہ مابین اہل اسلام و مرزائی جماعت ہوا۔ اسلامی مناظر مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فاتح قادیان تھے اور مرزائی جانب سے منشی قاسم علی صاحب دہلوی تھے۔ ثالث نے فتح کا سہرہ اسلام کے سر باندھا۔ اسی لدھیانہ میں شیخ سعداللہ صاحب نومسلم ہوا کرتے تھے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے اشد مخالفین میں سے تھے۔...... یہاں پر مسلم آبادی کافی ہے لیکن اہل حدیث کی تعداد ایسی ہے جیسے آٹے میں نمک۔ اس شہر میں ایک بزرگ تھے جو کہ میاں صاحب کے نام سے مشہور تھے اور

اسم گرامی مولانا محمد حسن تھا۔ آپ شہر کے معزز رئیس اور اچھے خاصے عالم بھی تھے۔ آپ کا احترام اہل لودہانہ نیز حکام وقت بہت کرتے تھے۔ آپ خوش خلق متواضع اور غریب نواز تھے۔ آپ کی آمدنی تخمیناً پچیس ہزار روپئہ سالانہ تھی۔ زیادہ خصوصیت یہ تھی آپ کہ مذھباً اہل حدیث تھے۔ آپ کے دل میں مذہب اہل حدیث کا بہت درد تھا۔ آپ کی وجہ سے شہر لودہانہ میں ایک اچھی خاصی تعداد اہل حدیث کی ہوگئی تھی۔ اور دو مساجد بھی الحمدللہ اہل حدیث کی تھیں۔ آپ کی وجہ سے اہلحدیث لوگ مسجد احناف میں باجماعت نماز میں آمین بالجھر اور رفعیدین کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ علماء حقانی اہل حدیث کو دعوت دے کر بلاتے اور وعظ ونصیحت کراتے اور اہل علم کو اپنے مکان پر ٹھہراتے۔ آپ کے علاوہ شہر میں معزز اہل حدیث مولانا غضنفر علی۔ بابو ہدائت علی۔ بابو برکت علی مرحوم بہت جوشیلے اہل حدیث تھے۔ آپ کانفرنس اہل حدیث کے اجلاس میں شامل ہوتے تھے۔ مولانا محمد حسن مرحوم نے وفات سے قبل وصیت فرمائی کہ ایک دینی مدرسہ اہل حدیث قائم کیا جائے اور مدرس وطلبا وغیرہ سب اہل حدیث ہوں۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے داماد میاں عبدالرحیم صاحب نے جو مذہباً اہل حدیث تھے مولانا مرحوم کی وصیت کے موافق مدرسہ اہل حدیث قائم کیا۔ معلم ومتعلم سب اہل حدیث رکھے اور ایک عرصہ تک مولوی علی محمد صاحب فیروز پوری تفسیر وحدیث کا درس دیتے رہے۔ آپ سے بہت سے طلبا کامیاب ہوکر چلے گئے۔ گرد ونواح کے لوگ اکثر مولوی علی محمد صاحب سے مسئلہ و فتویٰ دریافت کرتے جس سے بہت کچھ دیہات میں توحید کی اشاعت ہوئی۔ میاں عبدالرحیم صاحب مرحوم بہت خوش خلق اور کم گو آدمی تھے۔ آپ بھی ہمیشہ علماء اہل حدیث کو بلاتے اور خاطر تواضع سے پیش آتے اور وعظ نصیحت کراتے۔ آپ وقتاً فوقتاً اہل حدیث کو کافی امداد دیتے۔ اس کے علاوہ مدارس اہل حدیث کا خیال رکھتے تھے۔

(اہل حدیث امرتسر۔ ۸۔ نومبر ۱۹۲۹ء)

کتابیات

حصہ اول میں مذکور کتب و رسائل کے علاوہ اس حصے میں درج ذیل کتب و رسائل سے بھی استفادہ کیا گیا ہے

احسن التفاسیر۔جلد اول۔مولانا احمد حسن دہلوی۔تقدیم، محمد عطاء اللہ حنیف
اسلامیہ پاکٹ پاکٹ بک (مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی امت کی حقیقت)۔محمد مسلم۔کراچی ۱۹۷۶ء
الارشاد الی سبیل الرشاد۔محمد شاہ جہان پوری۔اہل حدیث اکیڈیمی لاہور۔ستمبر ۱۹۶۶ء
الجسر البلیغ۔عنائت اللہ اثری گجراتی۔در رسائل اہل حدیث۔جلد دوم۔لاہور۔۱۹۹۱ء
اہل حدیث اور سیاست۔مولانا نذیر احمد رحمانی۔طبع دوم۔جامعہ سلفیہ بنارس۔۱۹۸۶ء
تاریخ محاسبہ قادیانیت۔اعجاز فاروق اکرم۔فیصل آباد
تحریک شیخ الہند۔محمد میاں۔کراچی۔۱۹۸۸ء
تذکرہ شہداء۔محمد خالد سیف۔لاہور۔۱۹۸۳ء
پاک و ہند میں علمائے حدیث کی خدمات حدیث۔ارشاد الحق اثری۔فیصل آباد۔۱۹۹۰ء
پرانے چراغ۔ابوالحسن علی ندوی۔مجلس نشریات اسلام۔طبع دوم۔کراچی ۱۹۷۵ء
جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات۔عابد حسن۔عزیز الرحمٰن سلفی۔بنارس۔۱۹۸۰ء
حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان۔مولانا عبدالعزیز۔اہل حدیث اکیڈمی لاہور۔۱۳۸۵ھ
حیاۃ طیبہ (سوانح مرزا غلام احمد) سوداگرمل۔لاہور۔۱۹۵۹ء
سرگذشت مجاہدین۔مولانا غلام رسول مہر
فتاوی سلفیہ۔محمد اسماعیل سلفی۔اسلامک پبلشنگ کمپنی لاہور۔۱۹۹۱ء
کاروان سلف۔محمد اسحاق بھٹی۔مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد۔۱۹۹۹ء
مباحثہ سرگودھا۔مکتبہ ناصریہ۔فیصل آباد
مشاہدات کابل و یاغستان۔محمد علی قصوری۔انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی

مقالات ۔عبدالقیوم ۔مکتبہ سلفیہ لاہور ۔۱۹۹۷ء
یا درفتگان ۔سید سلیمان ندوی ۔مجلس نشریات اسلام کراچی ۔۱۹۸۳ء

اخبارات ورسائل

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر، متعدد شمارے
التوعیہ ۔دہلی ۔اگست ۱۹۸۹ء
فکرونظر ۔ اسلام آباد ۔ جنوری تا جون ۱۹۹۹ء ۔جلد ۳٦ شمارہ ۳۔۴
ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۔متعدد شمارے

مکتبہ قدوسیہ

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

تحریک ختم نبوت

حصہ سوم

(۱۹۰۶ء تا ۱۹۱۲ء)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

مکتبہ قدوسیہ لاہور

نام کتاب۔تحریک ختم نبوت حصہ سوم ۱۹۰۶ءتا ۱۹۱۲ء
مئولف۔ڈاکٹر محمد بہاءالدین
طبع اول۔دسمبر ۲۰۰۵ء ۔ناشر۔ مرکزی جمیعت اہلحدیث ہند۔دہلی
طبع دوم ۔۲۰۰۶ء ۔ زیر اہتمام۔مکتبہ قدوسیہ۔لاہور

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر

شخصیات

حرف آغاز

اللہ کا شکر ہے کہ اس کی توفیق سے یہ مرحلہ آن پہنچا ہے کہ تاریخ تحریک ختم نبوت پر کام مکمل ہونے کے بعد تیسری جلد کا مقدمہ (جو دراصل خاتمۃ الکتاب ہے) لکھا جا رہا ہے۔

تاریخ سے متعلق کسی موضوع پر ایسی جگہ بیٹھ کر لکھنا آسان نہیں ہے جو علمی طور پر ایک صحرا کی طرح ہو۔ جہاں نہ موضوع سے واقفیت رکھنے والوں کی رہنمائی میسر ہو۔ نہ موضوع سے متعلق لٹریچر موجود ہو۔ میری اس مشکل کو اللہ نے یوں حل فرمایا کہ اس نے دور دراز مقامات پر چند دوستوں کی صورت میں کچھ وسائل مہیا فرما دیئے۔ مانچسٹر انگلینڈ کے فضل الرحمٰن صدیقی (مرحوم) نے ابتدائی طور پر کچھ مطبوعہ لٹریچر عنائت کر دیا۔ اس کے بعد بنارس کے ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری۔ کاسگنج یو پی کے ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری۔ لاہور کے محمد اسحاق بھٹی۔ لندن کے ثناء اللہ سیالکوٹی۔ برمنگھم کے عبدالہادی العمری۔ حفیظ اللہ خان۔ ممتاز احمد کھوکھر۔ شیر خان جمیل احمد العمری۔ اور ہالی فیکس کے عبدالرزاق مسعود تعاون اور رہنمائی کی صورت میں اس فقیر کو خیرات سے نوازتے رہے۔ یوں مجھے اپنی بے بضاعتی اور دوستوں کے تعاون کا آمیزہ اس کتاب کی صورت میں آپ کے سامنے رکھنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

جیسا کہ میں نے فاتحۃ الکتاب میں کہا تھا کہ میرا مقصد نہ کسی کو گرانا ہے نہ کسی کو اٹھانا۔ اس لئے میں نے اپنا مدار زیادہ تر اس دور کے لٹریچر پر رکھا ہے جس دور کے واقعات بیان کئے جا رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات میرا سب سے بڑا ماخذ رہیں اور ان کی زندگی میں ان کے نظریات و عقائد پر ان کے معاصرین نے جو کچھ لکھا وہ میرا دوسرا بڑا ماخذ ہے۔ پھر میں نے اس لٹریچر کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے جو مرزا غلام احمد کے راسخ مریدوں اور قریبی عزیزوں نے ان کی موت

کے بعد ان کے بارے میں مرتب کیا۔ اس کے علاوہ میں نے ان بزرگوں کی نگارشات سے فائدہ اٹھایا ہے جن کا بانی قادیانیت سے اس کی زندگی میں بھی قلمی یا لسانی مکالمہ ہوتا رہا ہے۔

اس مشق میں جس بزرگ کا نام مرزا غلام احمد کے عقائد ونظریات کے خلاف کام کرنے والے کارکن کی حیثیت سے میرے سامنے آیا میں نے بلا لحاظ مسلک اس کے نام اور کام کا ذکر کیا ہے اور جتنا جس کا نام اور کام میرے سامنے آیا ہے میں نے کوشش کی ہے کہ اسی قدر اس کا ذکر میری اس تحریر میں موجود ہو۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد اگر آپ محسوس فرمائیں کہ کسی جگہ میں اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکا تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ خاص اس مقام سے متعلق مجھے مناسب اور ضروری معلومات دست یاب نہیں ہوسکی ہیں۔ بنابریں میری درخواست ہوگی کہ معلومات کی صورت میں مجھ پر عنائت فرمادی جائے تاکہ دوسرا اڈیشن شائع کرنے کا موقع آئے تو اس کوتاہی کی تلافی کی جاسکے۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال۔ مولانا ظفر علی خان اور ان کا اخبار زمین دار نیز سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کی جماعت احرار تحریک ختم نبوت کے معتبر نام ہیں لیکن میری اس کتاب سے غائب ہیں۔ اسی طرح چند دیگر معروف بزرگوں کے اسماء گرامی اور ان کے کارناموں کے ذکر سے اس کتاب کو تہی دامن پاکر شائد آپ حیران ہوں اسلئے یہاں اس بات کی یاد دہانی غیر مناسب نہیں ہوگی کہ یہ کتاب ۱۹۱۲ء تک کی داستان ہے۔اور مذکورہ بزرگوں کی اس تحریک میں شمولیت اس کے بعد ہوئی ہے۔

۱۹۰۸ء میں بانی قادیانیت کی موت واقع ہوئی تو مسلمانوں کا عام خیال یہ تھا کہ ان کی موت خود ان کی اپنی دعا کے نتیجے میں واقع ہوئی ہے کہ مولوی ثناء اللہ اور مرزا غلام احمد میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔ مسلمانوں کے نزدیک اس دعا کا مطلب یہ بھی تھا کہ اگر مرزا صاحب پہلے مرجائیں تو مرزائی اس واقعے کو ان کے صدق وکذب کا خدائی فیصلہ سمجھ کر قبول کرلیں اور دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

مرزائیوں نے اپنے پیرو مرشد کی ہدایات پر عمل نہ کیا۔ اس کے برعکس انہوں

نے اپنے پیر کی دعاء پر چھینٹے اڑاتے ہوئے کہنا شروع کر دیا کہ آخری فیصلے والہ اشتہار حجت نہیں ہے۔ اور اگر مرزا غلام احمد نے کوئی دعا کی تھی تو وہ اس لئے کالعدم ہے کہ دعا کرتے وقت خدا کی مشیت اس میں شامل نہیں تھی ۔ دعا کی نوعیت اور قبولیت کے بارے میں فریقین کا یہ تنازع چلتا رہا تا آنکہ ۱۹۱۲ء میں لدھیانہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور قادیانیوں کے نامور مناظر میر قاسم علی ایڈیٹر رسالہ احمدی کے درمیان منصفین کے روبرو تحریری مباحثہ ہوا اور ایک غیر جانبدار سکھ ثالث نے فیصلہ دیا کہ مرزائیوں کا موقف غلط اور کارکنان تحریک ختم نبوت کا موقف درست ہے۔

یعنی ۱۹۰۸ء میں خدائی عدالت سے قادیانیت کے خلاف فیصلہ ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب اور دجال ہیں اور ان کا مسیح موعود ہونے کا دعوی جھوٹا ہے۔ پھر ۱۹۱۲ء میں زمینی عدالت نے فیصلہ دیدیا کہ خدائی عدالت کے اس فیصلے کو قادیانی حضرات جن بہانوں سے پس پشت ڈال رہے ہیں ان کا وزن پرکاہ کے برابر بھی نہیں ہے۔ یوں تحریک ختم نبوت کے کارکن جس مقصد کے حصول کے لئے ۱۸۹۱ء سے کام کر رہے تھے وہ بڑی حد تک حاصل ہوگیا۔اور چونکہ یہ اپریل ۱۹۱۲ء کی بات ہے اس لئے میں نے اپنی گذارشات کو وہیں تک محدود رکھا ہے۔

۱۹۱۲ء کے فیصلے کے بعد مرزائیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ انہیں ایک سکھ قانون دان کا فیصلہ منظور نہیں ہے اور یہ کہ ہمارے مناظر میر قاسم علی نے مباحثے سے پہلے قادیانی سربراہ سے اجازت نہیں لی تھی۔ اس کے جواب میں مسلمان کہتے تھے کہ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمارے نزدیک لدھیانے والہ فیصلہ ایک ایسے شخص کا فیصلہ ہے جسے آپ اور ہم نے ثالث تسلیم کیا تھا۔اس لئے اس کا فیصلہ فریقین کے لئے واجب التسلیم ہے۔ تاہم تمہارے پاس اب کوئی ایسے دلائل آ گئے ہیں جو تمہارے مناظر نے لدھیانے میں پیش نہیں کئے تھے تو پھر میدان میں آ جاؤ لیکن اب اپنے سربراہوں کو سامنے لاؤ۔ مولانا ثناءاللہ امرتسری اپنا یہ چیلنج تا عمر دہراتے رہے لیکن نہ قادیانی سربراہ مرزا محمود سامنے آئے نہ لاہوری سربراہ محمد علی ۔ اس سلسلے کی چند تحریریں جو ۱۹۱۲ء کے بعد کی ہیں میں نے کتاب ہذا میں شامل کی ہیں اور امید ہے کہ قند مکرر کے طور پر ناظرین کو پسند آئیں گی

میں نے اقتباسات نقل کرتے ہوئے حوالہ جات کی صحت کا حتی الامکان اہتمام کیا ہے اور کسی حقیقی ماخذ کے دستیاب نہ ہونے کی صورت میں بالواسطہ حوالے بھی مستند ثانوی ماخذوں سے دیئے ہیں۔ نیز کسی عبارت کی تلخیص کرتے ہوئے اس کا مطلب تبدیل نہیں کیا اور نہ ہی سیاق و سباق سے الگ کر کے کسی عبارت کا مفہوم بدلنے کی کوشش کی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین

محمد بہاء الدین

کتاب الوصیت

الوصیت کے نام سے مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک مختصر رسالہ شائع فرمایا تھا جس کے طبع اول پر ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء کی تاریخ درج ہے۔ تاہم اس رسالے میں مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ کی ایک میٹنگ کی کاروائی بھی شائع ہوئی تھی جس میں مرزا صاحب کے علاوہ حکیم نور الدین، نواب محمد علی خان، مرزا محمود احمد، مولوی محمد احسن امروہی، خواجہ کمال دین اور ڈاکٹر سید محمد حسین شریک تھے اور یہ میٹنگ ۲۹ جنوری ۱۹۰۶ء کو منعقد ہوئی تھی۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ الوصیت پر اگرچہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء کی تاریخ طباعت درج ہے لیکن یہ جنوری ۱۹۰۶ء کے بعد ہی طبع ہوکر قارئین تک پہنچا تھا۔ اور چونکہ ہماری کتاب کے حصہ سوم کا آغاز ۱۹۰۶ء سے ہوتا ہے اس لئے ہم اس رسالے کے بعض مندرجات سے اپنی گزارشات کا آغاز کرتے ہیں۔

الوصیت میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالی کی جانب سے بتا دیا گیا ہے کہ ان کی موت کا وقت اب قریب آ گیا ہے۔ان کے الفاظ یوں ہیں

> خدائے عزوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے اور اس بارے میں اس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا۔اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا..... وہ (وحی) یہ ہے قرب اجلک المقدر۔ ولا نبقی لک من ا لمخزیات ذکراً۔ قلْ میعاد ربک۔ ولا نبقی لک من الخزیات شیئا۔....جاء وقتک و نبقی لک الآیات باہرات۔ جاء وقتک و نبقی لک ا لآ یات بینات ..یعنی تیری اجل قریب آ گئی ہے اور ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام و نشان نہیں چھوڑیں گے جن کا ذکر تیری رسوائی کا موجب ہو۔تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ تھوڑی رہ گئی ہے اور ہم ایسے تمام اعتراض دور اور دفع کر دینگے اور کچھ بھی ان میں سے باقی نہیں رکھیں گے جن کے بیان سے تیری رسوائی مطلوب ہو....جو وعدہ کیا گیا وہ قریب ہے۔

پھر مرزا صاحب ان الہامات کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

. اس جگہ اللہ تعالی کا یہ فرمانا کہ ہم تیری نسبت ایسے ذکر باقی نہیں چھوڑیں گے جو تیری رسوائی اور ہتک کا موجب ہوں۔ اس فقرہ کے دو معنی ہیں۔

اول یہ کہ ایسے اعتراضات کو جو رسوا کرنے کی نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ہم دور کردیں گے اور ان اعتراضات کا نام و نشان نہ رہے گا۔

دوسرے یہ کہ ایسے شکائت کرنے والوں کو جو اپنی شرارتوں کو نہیں چھوڑتے اور بدذکر سے باز نہیں آتے دنیا سے اٹھالیں گے۔ اور صفحہ ہستی سے معدوم کردیں گے۔ تب ان کے نابود ہونے کی وجہ سے ان کے بے ہودہ اعتراض بھی نابود ہو جائیں گے۔ (الوصیت ص ۲۔۳ طبع ۱۹۰۵ء)

یعنی مرزا صاحب کا کہنا ہے کہ خدا تعالی نے ان سے کہا ہے کہ اے مرزا ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام و نشان نہیں چھوڑیں گے جن کا ذکر تیری رسوائی کا باعث ہو۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب نے اسی کتاب میں اپنا یہ الہام بھی درج فرمایا ہے کتب اللہ لا غلبن انا و رسلی (خدا نے لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اس کے نبی غالب رہیں گے) نیز مرزا صاحب نے مقدمہ چشمہ مسیحی کے صفحہ ب پر دنیا کی کل عمر سات ہزار سال بتا کر لکھا ہے کہ اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش سے آخر پر ہے جس میں خدا کے سلسلہ کو فتح ہوگی اور روشنی اور تاریکی میں یہ آخری جنگ ہے جس میں روشنی مظفر اور منصور ہو جائے گی اور تاریکی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے اور وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں کے سر پر ختم ہوتا ہے اور ساتواں ہزار ہدائت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں .(لیکچر سیالکوٹ۔صفحہ ۷)۔ان عبارتوں کی روشنی میں ہونا تو یوں چاہیے تھا کہ مرزا صاحب کی زندگی ہی میں ان کیلئے راستہ صاف ہو جاتا۔ ان کی مخالفت مٹ جاتی اور ان کی فتح و نصرت کے نقارے بجتے۔ چاروں طرف سے آواز آتی نشھد ان الرسول القادیانی جری اللہ فی حلل الا نبیا مگر واقعہ کیا ہے؟ مرزا صاحب کی زندگی کا خاتمہ جس رنگ میں ہوا تھا وہ دیکھنے کی چیز تھی کیونکہ بتایا جاتا ہے کہ کسی قسم کی گندی چیز نہ تھی جو لاہوریوں نے آپ کے جنازہ پر نہ ڈالی ہو۔

مرزا صاحب نے کہا تھا کہ ان کے الہام کنندہ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کی موت

سے پہلے وہ تمام لوگ نیست و نابود کردیئے جائیں گے جو ان کی مخالفت کرتے ہیں اور ان تمام چیزوں کا نام ونشان مٹا دیا جائے گا جن کا ذکر تیری رسوائی اور عار کا باعث ہو۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ ان کے بڑے دشمن ابھی زندہ موجود تھے۔ اور

یوں کہا کرتا تھا مرجائیں گے اور   اور تو زندہ ہیں خود ہی مرگیا

اور بے شمار چیزیں بھی موجود تھیں جو مرزا صاحب کے لئے اب تک باعث عار اور باعث ذلت ہیں۔ ۱۹۰۸ء کے ایام مرزا صاحب کے مرنے کے دن نہیں تھے۔ ابھی تو ان کے بہت سے ایسے کام باقی تھے جن کا نہ ہونا ان کے لئے زندگی میں عار بنا رہا اور ان کی موت کے بعد بھی نہ صرف ان کے لئے بلکہ ان کے مریدوں کے لئے بھی عار بنا ہوا ہے۔ ذیل میں چند ایک ایسی باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں ایک ہی مباہلہ کیا تھا اور وہ کہا کرتے تھے کہ باہم مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے۔ اور وہ اپنے مریدوں کو اس مباہلے کے نتیجے کا انتظار کرنے کی ہدائت فرمایا کرتے تھے جیسا کہ اپنے مرید منشی رستم علی کو لکھتے ہیں

'بات یہ ہے کہ جب یہ عاجز (مرزا) امرتسر گیا اور جاتے ہی عاجز نے ایک خط رجسٹری کرا کر عبدالحق (غزنوی) کو مباہلہ کیلئے بھیجا کہ تم اس وقت مجھ سے مباہلہ کرلو ... تاریخ مقررہ پر عبدالحق مباہلہ پر آگیا اور امرتسر میں جو بیرون دروازہ رام باغ عیدگاہ متصل مسجد ہے اس میں مباہلہ ہوا اور کئی سو آدمی جمع ہوئے۔ یہاں تک کہ بعض انگریز پادری بھی آئے اور ہماری جماعت کے احباب شائد چالیس کے قریب تھے..... اب جب تک پہلے مباہلہ کا فیصلہ نہ ہو۔ دوسرا مباہلہ کیونکر ہو۔ غلام احمد ۱۹۔ اگست ۱۸۹۳ء۔   (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۱۲۱-۱۲۲)

مرزا صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے مباہل کو ختم کر کے مرتے۔ لیکن ان کی وفات کے وقت یعنی مئی ۱۹۰۸ء میں مولانا عبدالحق زندہ تھے اور ان کی زندگی میں مرزا صاحب کی موت مرزا صاحب کے کذاب ہونے کی دلیل تھی۔

مرزا صاحب قرآن کی تفسیر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں اس بات کو

صاف صاف کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ (قرآن کریم کی تفسیر کر کے چھپوا کر شائع کرنا) میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے (ازالہ اوہام۔صفحہ ۷۷۳)۔

اب دکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے کوئی ایسی تفسیر قرآن مجید کی لکھی اور شائع کی؟ جواب میں یہی کہنا پڑے گا کہ وہ اپنے ارادہ میں بامراد نہیں گئے۔ نسیم سیفی قادیانی نے مرزا صاحب کی کتابوں کی جو فہرست مرتب کی ہے ہمیں تفسیر قرآن اس میں نظر نہیں آئی۔ دوسری طرف جب مولانا ثناءاللہ امرتسری نے تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن کے نام سے عربی میں تفسیر لکھ کر ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء کو بذریعہ کھلی مطبوعہ چٹھی مرزا غلام احمد کو خطاب کر کے فرمایا کہ اگر قرآنی لطائف و معارف دکھانے منظور ہوں تو میری تفسیر کے مقابلہ پر ایک عربی تفسیر اسی طرز کی لکھیں۔ بعد تیار ہو جانے کے منصف مسلم الطرفین سے فیصلہ کرایا جائے گا۔ مرزا صاحب نے ساری عمر اس چیلنج کو قبول نہیں کیا۔ کیا یہ بات ان کے لئے باعث عار اور مولانا ثناءاللہ کے ساتھ تفسیری مقابلے سے ان کا فرار نہیں ہے؟

مرزا صاحب نے اپنی عمر کے آخر میں ایک بیٹے کی پیش گوئی بھی فرمائی تھی۔ ہوا یوں کہ جب ان کا بیٹا مبارک احمد ۱۹۰۷ء میں فوت ہوا تو آپ نے فرمایا

. خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوش خبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا۔ اور اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہ ہوگا۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن (مبارک احمد کی موت سے) خوش ہو اس لئے اس نے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دی تا یہ سمجھا جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہے.

(اشتہار مرزا صاحب مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۔۵۸۷)

اور حقیقت یہ ہے کہ مبارک احمد کی موت کے بعد مرزا صاحب کے ہاں کوئی بیٹا نہیں ہوا اور اس موعود بیٹے کو وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ ایک دفعہ انہوں نے مولانا عبدالحق صاحب غزنوی کو لکھا تھا کہ جس بیٹے کا تمہیں انتظار ہے وہ

. کہاں گیا۔ کیا اندر ہی اندر پیٹ میں تحلیل پا گیا یا پھر رجعت قہقری کر کے نطفہ بن گیا. (انجام آتھم خزائن ج ۱۱ ص ۳۱۱)۔

مبارک کی موت کے بعد موعود بیٹے کے معاملے میں تقدیر نے وہ تمام باتیں مرزا صاحب کو سنا دیں جو انہوں نے مولانا غزنوی کو طعن و تشنیع کرتے ہوئے کہیں تھیں۔ اب سوال یہ ہے کہ موعود بیٹے کا نہ ہونا مرزا کے لئے باعث عار ہے کہ نہیں ؟ خاص طور پر اس لئے کہ الہامی وعدہ کیا ہی اس لئے گیا تھا کہ لوگ مبارک کی موت سے خوش نہ ہوں۔

اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

. پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا۔اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کرونگا۔اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ص ۱۰۲)

. اس عاجز نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیش گوئی خدا تعالی کی طرف سے بیان کی تھی کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض با برکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولا پیدا ہوگی .(اشتہار محک اخیار واشرار ستمبر ۱۸۸۶ء۔مجموعہ اشتہارات۔ج اول۔اشتہار نمبر ۳۵۔ص ۱۳۰)

اور مرزا صاحب اپنے مرید حکیم نوردین صاحب کو لکھتے ہیں

. مخدومی اخویم مولوی نورالدین صاحب ...جوعنایات خداوند کریم جل شانہ کے اس عاجز کے شامل حال ہیں ان کے بارے میں ہمیشہ یہی دل چاہتا ہے کہ اپنے دوستوں سے کچھ اس میں سے بیان کرتا رہوں۔سو آپ بھی جو میرے مخلص دوست ہیں ایک راز پیش گوئی کا بیان کرتا ہوں۔شائد چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔سو اس کا نام بشیر ہوگا۔اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شائد وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ (نصرت بیگم) سے ہوگا۔اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا۔اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پاچکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی۔وہ صاحب اولاد ہوگی ... ان دنوں اتفاقا نئی شادی کے لئے دو شخصوں نے تحریک کی تھی مگر جب ان کی نسبت استخارہ کیا گیا تو ایک عورت کی نسبت جواب ملا کہ اس کی قسمت میں ذلت اور محتاجگی اور بے عزتی ہے۔اور اس لائق نہیں کہ تیری اہلیہ ہو۔اور دوسری کی نسبت ارشاد ہوا کہ

اس کی شکل اچھی نہیں ۔ گویا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحب صورت و صاحب سیرت لڑکا جس کی بشارت دی گئی ہے وہ برعائت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ و پارساطبع سے پیدا ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ ان کے ابطال میں ایک دوست (میر عباس علی لدھیانوی) نے اشتہارات شائع کئے ہیں ۔ مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے ۔ کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں ۔ غالبا اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے ۔ اب دیکھیں کہ کس جگہ ارادہ ازل نے اس کا ظہور مقرر کر رکھا ہے ۔ الہامات اس بارہ میں کثرت سے ہوئے ہیں ۔ اور ربانی ارادہ میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے ۔ خاکسار غلام احمد از قادیان ۸ جون ۱۸۸۶ء۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر۲ ص ۵۔۶ ، تذکرہ ۱۱۲۔۱۱۳)

اور دو ہفتے بعد حکیم صاحب کو جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں

. مخدومی اخویم مولوی نورالدین صاحب ... اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا کیونکہ اس عاجز کی یہ عادت ہے کہ اپنے احباب کو ان کی قوت ایمانی بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امور غیبیہ بتا دیتا ہے ۔ اور اصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کے لئے اشارہ غیبی ہوا ہے۔ تب سے طبیعت متفکر و متردد ہے۔ اور حکم الہی سے گریز کی جگہ نہیں مگر بالطبع کارہ ہے۔ اور ہر چند اول اول یہ چاہا کہ یہ امر غیبی موقوف رہے لیکن متواتر الہامات وکشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ خاکسار غلام احمد ۲۰ جون ۱۸۸۶ء

(مکتوبات ج ۵ نمبر۲ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ۳۹۸۔۳۹۹)

اور ضمیمہ انجام آتھم (ص ۵۴) میں مرزا صاحب لکھتے ہیں

. اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا۔ اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت ایک حمد اور تعریف ہوگی .

اب سوال یہ کہ نصرت بیگم کے بعد مرزا صاحب کو کون سی خواتین مبارکہ ملیں؟

اور ان سے کون سی اولاد ملی؟ یہ خواتین مبارکہ عالم ارواح میں مرزا صاحب کا رونا رو رہی ہیں اور ان سے موعود اولاد عالم ارواح میں اپنے باپ کو ان کے یہ الہام اور دعوے

انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول کن فیکون (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵)۔

اعطیت صفۃ الافنا و الاحیا من رب الفعال۔ دیا گیا میں صفت مارنے اور زندہ کرنے کی رب فعال سے۔ (خطبہ الہامیہ ص ۶)

دکھا کر پوچھ رہی ہے کہ آپ کے مالک کن فیکون ہونے کا ہمیں کیا فائدہ ہوا کہ آپ ہمیں چار دن کی حیات مستعار بھی نہ دلا سکے۔

پھر محمدی بیگم کا معاملہ زندگی بھر مرزا صاحب کے گلے میں چھپکلی کی طرح پھنسا رہا اور آج تک ان کے مریدوں کے لئے باعث عار بنا ہوا ہے۔ مرزا کہتے ہیں

ہر یک نبی کو خدا تعالی یہ دن دکھاتا ہے۔ اول وہ کوئی وعدہ بشارت اپنے نبی کو دیتا ہے اور پھر جب وہ نبی اس وعدہ پر خوش ہو جاتا ہے تو ابتلاء کے طور پر چاروں طرف سے ایسے موانع قائم کر دیتا ہے کہ جو نومیدی اور ناکامی پر دلالت کرتے ہوں۔ بلکہ قطع اور یقین کی حد تک پہنچ گئے ہوں۔ جیسا کہ خدا تعالی نے ایک طرف تو ہمارے سید و مولی نبی ﷺ کو بدر کی لڑائی میں فتح ونصرت کی بشارت دی اور دوسری طرف جب لڑائی کا وقت آیا تو پھر پتہ لگا کہ مخالفوں کی اس قدر جمیعت ہے کہ بظاہر کامیابی کی امید نہیں۔ تب آنحضرت ﷺ کو سخت کرب وقلق ہوا اور جناب الہی میں رو رو کر دعائیں کیں کہ یا الہی اس گروہ کو فتح بخش اور اگر تو فتح نہیں دے گا اور ہلاک کر دے گا تو پھر قیامت تک کوئی تیری پرستش نہیں کریگا۔ سو یہ الفاظ درحقیقت اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ آنحضرت ﷺ پیش گوئی کی نسبت شک میں پڑ گئے تھے بلکہ حالات موجودہ کو خلاف مراد دیکھ کر خدا تعالی کے غنائے ذاتی پر نظر تھی۔ اور اس کی جلالی ہیبت سے متاثر ہو گئے تھے اور درحقیقت ہر ایک جگہ جو قرآن شریف میں نبی کریم کو کہا گیا ہے کہ تو ہمارے وعدہ میں شک مت کر وہ سب مقامات اسی قسم کے ہیں جن میں بظاہر سخت ناکامی کی صورتیں پیدا ہو گئی تھیں اور اسباب مخالفہ نے ایسا رعب ناک چہرہ دکھلایا تھا جن کو دیکھ کر ہر یک انسان ضعف بشریت کی وجہ سے حیران ہو جاتا ہے۔ سو ان وقتوں میں نبی کریم کو بطور تسلی دہی کے فرمایا گیا کہ اگرچہ

حالت نازک ہے مگر بباعث ضعف بشریت شک مت کر یعنی یہ خیال مت کر کہ شائد اس پیش گوئی کے اور معنے ہوں گے۔ راقم رسالہ ہذا (مرزا غلام احمد) اس مقام میں خود صاحب تجربہ ہے۔ عرصہ تین برس کا ہوا ہے کہ بعض تحریکات کی وجہ سے جن کا مفصل ذکر اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے خدائے تعالی نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی۔ اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو لیکن آخرکار ایسا ہی ہوگا اور فرمایا کہ خدا تعالی ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا۔ باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے۔ اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھاوے گا اور اس کام کو ضرور پورا کریگا۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ چنانچہ اس پیش گوئی کا مفصل بیان مع اس کی میعاد خاص اور اس کے اوقات مقرر شدہ کے اور مع اس کے ان تمام لوازم کے جنہوں نے انسان کی طاقت سے اس کو باہر کر دیا ہے اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ اب اس جگہ مطلب یہ ہے کہ جب یہ پیش گوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی تھی (جیسا کہ اب تک بھی جو ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء ہے پوری نہیں ہوئی) تو اس کے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی۔ اس وقت گویا پیش گوئی آنکھوں کے سامنے آگئی۔ اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ اٹھنے والہ ہے۔ تب میں نے اس پیش گوئی کی نسبت خیال کیا کہ شائد اس کے معنی اور ہوں۔ جو میں سمجھ نہیں سکا۔ تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا الحق من ربک فلا تکونن من الممترین۔ یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔ سو اس وقت مجھ پر یہ بھید کھلا کہ کیوں خدا تعالی نے اپنے رسول کریم کو قرآن کریم میں کہا کہ تو شک مت کر۔ سو میں نے سمجھ لیا کہ درحقیقت یہ آئت ایسے ہی نازک وقت سے خاص ہے جیسے یہ وقت تنگی اور نومیدی کا میرے سر پر ہے۔ اور میرے دل میں یقین ہوگیا کہ جب نبیوں پر بھی ایسا ہی وقت آجاتا ہے جو میرے پر آیا تو خدا تعالی تازہ یقین دلانے کے لئے ان کو کہتا ہے کہ تو کیوں شک

کرتا ہے اور مصیبت نے مجھے کیوں نا امید کر دیا تو نا امید مت ہو .

(ازالہ اوہام حصہ اول (خزائن ج ۳) ص ۳۰۴ ـ ۳۰۶)

یعنی مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ محمدی بیگم ہمارے نکاح میں ضرور آئے گی۔ لیکن ایسا ہوا نہیں ۔مرزائی کہتے ہیں کہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کا نکاح ہونا مرزا سلطان محمد کی موت پر موقوف تھا۔ وہ چونکہ مرزا صاحب کی زندگی میں نہیں مرا اور محمدی بیگم بیوہ نہیں ہوئی اور اس لئے اس محمدی بیگم کا دوسرا نکاح مرزا صاحب کے ساتھ نہ ہوا۔ دوسری جانب مرزا صاحب انجام آتھم میں فرماتے ہیں

. میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی (انجام آتھم (خزائن ج ۹ ص ۳۱ حاشیہ)

کہ سلطان محمد کا میری زندگی میں مرنا تقدیر مبرم ہے۔ وہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔ پس سلطان محمد کا حیات مرزا میں نہ مرنا مرزا صاحب کا ایک جھوٹ ہوا اور محمدی بیگم کا مرزا صاحب کے نکاح میں نہ آنا ان کا دوسرا جھوٹ ہوا۔

نیز مرزا کہتے ہیں کہ محمدی بیگم والی .پیش گوئی میں نہ ایک، بلکہ چھ دعوی ہیں۔

اول (محمدی بیگم کے کسی اور شخص کے ساتھ) نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا۔

دوم۔ (کسی اور کے ساتھ) نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔

سوم۔ پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا۔

چہارم۔ اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا۔

پنجم۔اس وقت تک کہ میں اس لڑکی سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا۔

ششم۔ پھر آخر بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آجانا۔ (خزائن ج ۵ ص ۳۲۵)۔

اور اپنے مباہل مولوی عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے مرزا صاحب کہتے ہیں

. پھر تمہارا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ احمد بیگ کا داماد اب تک زندہ ہے۔سو میں کہتا ہوں اے نابکار قوم کب تک تو اندھی اور گونگی اور بہری رہے گی؟ اور کب تک تیری آنکھیں اس نور کو نہیں دیکھیں گی جو اتارا گیا؟ سن اور سمجھ۔ کہ اس

الہام کے دو ٹکڑے تھے۔ ایک احمد بیگ کے متعلق اور ایک اس کے داماد کے متعلق ۔سو تم سن چکے ہو کہ احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہوگیا۔اور وہ دن آتا ہے کہ تم سن لو گے کہ اس کے داماد کی نسبت بھی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتی۔

(حجۃ اللہ۔ خزائن، جلد۱۲ ص ۱۵۹)

کیا ۱۹۰۸ء تک سلطان محمد مرگیا تھا کہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی شادی کی راہ ہموار ہوسکتی؟ کیا یہ لڑکی ۱۹۰۸ء تک مرزا صاحب کے نکاح میں آگئی تھی؟ کیا یہ لڑکی اور مرزا صاحب ابھی زندہ ہیں کہ ان کی باہم شادی کی امید رکھی جا سکے؟

اور کیا یہ ساری باتیں تک مرزا صاحب کے لئے باعث ذلت نہیں ہیں؟

اور مرزا صاحب نے کتاب الوصیت میں کہا ہے کہ اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری زندگی میں ہی وہ سب لوگ ختم ہوجائیں گے جو تم پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جب مرزا صاحب کی ۱۹۰۸ء میں وفات ہوئی کیا اس وقت تک ان کے مخالفین اور ان پر اعتراضات کرنے والے ختم ہو چکے تھے؟

کیا سید ابو الحسن تبّتی مرگیا تھا؟ نہیں۔

کیا محمد بخش جعفر زٹلی مرگیا تھا؟ نہیں۔

کیا ڈاکٹر عبد الحکیم مرگیا تھا؟ نہیں

ابھی تو مولانا محمد حسین بٹالوی زندہ تھے جنہیں مرزا صاحب اپنا شدید ترین دشمن کہا کرتے تھے۔جن کو فرعون کے لقب سے بھی نوازا کرتے تھے۔ جیسا کہ لکھا ہے

. فرمایا (مرزا صاحب نے) ابوجہل اس امت کا فرعون تھا کیونکہ اس نے بھی نبی کریم ﷺ کی چند دن پرورش کی تھی جیسا کہ فرعون مصری نے حضرت موسی کی پرورش کی تھی۔اور ایسا ہی مولوی محمد حسین صاحب نے ابتدا میں براہین پر ریویو لکھ کر ہمارے سلسلہ کی چند یوم پرورش کی۔ (ملفوظات ج ۳ ص ۲۷۲)۔

اور مولوی محمد حسین صاحب کو آپ ابوجہل کہہ کر بھی خوش ہوا کرتے تھے۔ان کی زندگی میں مرزا صاحب کی موت، مرزا صاحب کے لئے عار۔شکست اور جھوٹے ہونے کی دلیل تھی۔ (ویسے مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ ابوجہل نے آنحضرت ﷺ کی چند دنوں تک پرورش کی تھی بالکل غلط اور سیرۃ النبی ﷺ اور تاریخ اسلام سے ان کی ناواقفیت کا ثبوت ہے۔اور

چونکہ انہوں نے اپنی اس غلطی کی تاعمر اصلاح نہیں فرمائی اس لئے ان کا یہ دعوی بھی جھوٹا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا تعالی قائم نہیں رکھتا۔ تذکرہ ص ۷۵) یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اپنے الہام کنندہ کا مبلغ علم بھی قابل رشک نہیں تھا۔ اس کے علاوہ سیرۃ النبی سے عدم واقفیت کی ایک اور مثال مرزا صاحب کی ایام صلح میں یہ تحریر ہے۔ آنحضرت ﷺ کو والدین سے مادری زبان سیکھنے کا بھی موقع نہ ملا کیونکہ چھ ماہ کی عمر تک دونوں فوت ہو چکے تھے (ایام صلح، حاشیہ ص ۱۷۰)۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والد محترم تو آپ کی ولادت سے قبل ہی انتقال فرما چکے تھے اور والدہ محترمہ کی وفات اس وقت ہوئی جب آپ عمر مبارک کے ساتویں سال میں تھے) اور جس کے متعلق تاریخ احمدیت میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب کی موت کے بعد۔ مولوی محمد حسین بٹالوی جو کچھ عرصہ قبل گوشہ تنہائی میں چلے گئے تھے دوبارہ اشاعۃ السنہ کے ذریعہ حملے کرنے لگے ملاحظہ ہو اشاعۃ السنہ جلد۲۲ نمبر۳ ص ۶۷ (تاریخ احمدیت ج ۳ ص ۲۱۷)

ابھی تو مولانا ثناء اللہ زندہ تھے۔ جن کے متعلق مرزا صاحب نے کہا کہ یہ مخالفت میں سب سے بڑھ گئے ہیں۔ جن کو آپ نے ابو جہل اور دجال بھی کہا۔ اور جن کے مقابلے میں انہوں نے دعا مانگی تھی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔

۱۹۰۸ء میں جب مرزا صاحب نے دنیا سے کنارہ کیا تو اس وقت ۱۸۹۶ء والے مباہلے کے مخاطبین میں سے جو لوگ زندہ تھے ان میں محمد بشیر سہسوانی، محمد حسین کوئلہ والہ دہلی، عبدالحق غزنوی، عبدالجبار غزنوی، عبدالواحد غزنوی، ثناء اللہ امرتسری، احمد اللہ امرتسری، عبدالاحد خانپوری، محمد علی بھوپڑوی، عبدالمنان وزیر آبادی، حسین عرب یمانی، عبدالحق حقانی، محمد رمضان پشاوری، حتشام الدین مرادآبادی، محمد حسن رئیس لدھیانہ شامل ہیں

جس طرح مرزا صاحب خود اپنی زندگی میں مرنے والوں کی موت کو ان کے کذب اور اپنی صداقت کی شہادت کے طور پر بیان کیا کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو اسے میں نے چیلنج کیا تھا اور اگر چہ مباہلہ منعقد نہیں ہوا لیکن میری زندگی میں اس کی موت میری صداقت اور اس کے جھوٹا ہونے کا ثبوت ہے۔ اسی طرح مرزا کی موت کے وقت مذکورہ بالا بزرگوں کا زندہ ہونا اسی طرح مرزا صاحب کے کذب کی شہادت ہے

بہشتی مقبرہ

کتاب الوصیت میں مرزا صاحب لکھتے ہیں

. خدا نے مجھے میری وفات سے اطلاع دی ہے اور مجھے مخاطب کر کے میری زندگی کی نسبت فرمایا کہ : بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں .....اور مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی ۔ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے ۔تب ایک مقام پر اس نے پہنچ کر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی ۔تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔اور ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا ۔اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں ۔

تب سے ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی کہ جماعت کے لئے ایک قطعہ زمین قبرستان کی غرض سے خریدا جائے لیکن چونکہ موقعہ کی عمدہ زمینیں بہت قیمت سے ملتی تھیں اس لئے یہ غرض مدت دراز تک معرض التواء میں رہی ۔اب اخویم مولوی عبد الکریم صاحب کی وفات کے بعد جبکہ میری وفات کی نسبت بھی متواتر وحی الٰہی ہوئی میں نے مناسب سمجھا کہ جلدی انتظام کیا جائے ۔اس لئے میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جس کی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہیں اس کام کے لئے تجویز کی ۔اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے۔ (الوصیت ص ۱۵)

اور . اس قبرستان کے لئے مجھے بڑی بھاری بشارتیں ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ . یہ مقبرہ بہشتی ہے . بلکہ یہ بھی فرمایا کہ . انزل فیھا کل رحمه یعنی ہر قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے . ،(الوصیہ ص ۱۶)۔

(اور) . خدا کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا (الوصیہ ص ۱۹ حاشیہ)

پھر فرماتے ہیں ۔ اس قبرستان کی زمین بطرز چندہ میں نے اپنی طرف سے دی ہے ۔لیکن اس احاطہ کی تکمیل کے لئے کسی قدر اور زمین خریدی جائے گی ۔ جس کی قیمت اندازاً ہزار روپیہ ہوگی اور اس کے خوش نما کرنے کے لئے کچھ درخت لگائے جائیں گے اور ایک کنواں لگایا جائیگا اور اس قبرستان کی شمالی طرف بہت پانی ٹھہرا رہتا ہے جو گزرگاہ ہے ۔اس لئے وہاں ایک پل تیار کیا جائیگا اور ان متفرق مصارف کے لئے دو ہزار روپیہ درکار ہوگا ۔سو کل یہ تین ہزار روپیہ ہوا جو اس تمام کام کی تکمیل کے لئے خرچ ہوگا ۔

. اور چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیھا کل رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں ۔ اس لئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہوسکیں جو اپنے صدق اور کامل راست بازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں ۔

۱ ۔پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لئے چندہ داخل کرے ۔

دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اسکے تمام ترکہ کا حسب ہدائت اس سلسلہ کی اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا اور ہر ایک صادق کامل الا یمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیت میں اس سے زیادہ بھی لکھ دے لیکن اس سے کم نہیں ۔

تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والہ متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا ہو اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو ۔سچا اور صاف مسلمان ہو

اگر کوئی وصیت کرنے والہ مجذوم ہو تو ایسا شخص اس قبرستان میں دفن نہ ہوگا لیکن اگر وہ وصیت پر قائم ہے تو اس کو وہی درجہ ملے گا جو دفن ہونے والے کو

اگر کوئی طاعون سے مرے تو دو برس تک (اس کی) میت (اس کے آبائی

علاقے میں) امانت (دفن) رہے اور ۲ برس بعد ایسے موسم میں میت قادیان لائی جائے جب کہ اس (آبائی) جگہ اور قادیان میں طاعون نہ ہو۔ اگر کوئی مرید سمندر میں غرق ہو جائے تو بہشتی مقبرہ میں اس کے نام کا کتبہ لگا دیا جائے اور خدا تعالی کے نزدیک ایسا ہی ہوگا گویا وہ اسی قبرستان میں دفن ہوئے ہیں

اگر کوئی کچھ بھی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ نہ رکھتا ہو اور بایں ہمہ ثابت ہو کہ وہ ایک صالح درویش ہے اور متقی اور خالص مومن ہے۔ اور کوئی حصہ نفاق یا دنیا پرستی یا قصور اطاعت کا اس کے اندر نہ ہو تو وہ میری اجازت سے یا میرے بعد انجمن کی اتفاق رائے سے اس مقبرہ میں دفن ہوسکتا ہے

میری نسبت اور میرے اہل وعیال کی نسبت خدا نے استثنا رکھا ہے۔ باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت ان کو ان شرائط کی پابندی لازمی ہوگی اور شکائت کرنے والہ منافق ہوگا (ضمیمہ رسالہ الوصیہ ص ۲۸۔۲۹۔ روحانی خزائن ص۶۔۳۲۷ جلد ۲۰)

واضح ہو کہ خدا تعالی کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں۔ (الوصیت)

مرزا صاحب کی اس وحی اور اس سے متعلق تشریحات اور واقعات پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب میں جس جگہ کو دکھا کر انہیں بتایا تھا کہ یہ جگہ بہشتی مقبرہ ہے وہ اور تھی لیکن جس جگہ پر مرزا صاحب نے بہشتی مقبرہ بنایا وہ جائے دیگر ہے۔ اور یہ رؤیا بھی عجیب ہے کہ مرزا صاحب کی پہلی قبر کی جگہ اور ہے اور چاندی کی قبر اور ہے اور بہشتی مقبرہ اور جگہ ہے۔ اگر فرشتہ سچ کہتا ہے تو پہلی قبر کو بھی مرزا صاحب کی بتاتا ہے۔ اور جلد ہی دوسری قبر کو اور معاً بعد بہشتی مقبرہ کی جگہ دکھاتا ہے۔ غرض تینوں جگہیں مختلف ہیں۔ اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے اس کی قیمت ہزار سے کم نہیں اس کام کے لئے تجویز کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشتی مقبرے کی موجودہ جگہ مرزا صاحب کی تجویز کردہ جگہ ہے الہامی نہیں ہے۔ اور اسی لئے مرزا صاحب اپنی منتخب کردہ زمین کے متعلق دعائیں کر رہے ہیں کہ خدا اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے ورنہ خواب میں دکھائی جانے والی جگہ کے لئے ایسی دعائیں کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ جگہ تو خود ان کے الہام کنندہ نے

پہلے سے بہشتی قرار دے رکھی تھی۔

پھر ہوا یوں کہ خواب میں دکھائی گئی الہام کنندہ کی طرف سے بہشتی قرار دی جانے والی جگہ پر مرزا صاحب کی قبر نہیں بنی اور نہ ہی وہ خواب میں دکھائی جانے والی قبر میں دفن ہوئے۔ جس جگہ مرزا صاحب نے بہشتی مقبرہ بنایا ہے خواب میں دکھائی گئی جگہ سے اس کا مختلف ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے الہام کنندہ میں بہشتی مقبرے کے تعین میں اختلاف ہے۔ مرزا صاحب جس جگہ کو بہشتی قبرستان قرار دے کے مریدوں سے پیسے مانگ رہے ہیں ان کے الہام کنندہ کی اس پر مہر نہیں ہے کیونکہ وہ تو کسی اور جگہ کو بہشتی قرار دیتا ہے۔ باہم اختلاف کی صورت میں یا تو مرزا صاحب حق پر ہو سکتے ہیں یا ان کا الہام کنندہ۔ اور دونوں ہی صورتوں میں مرزائیت کا تیا پانچہ ہو جاتا ہے۔ اور درحقیقت یہ قبرستان مرزا صاحب کے کذب کا نشان بن جاتا ہے کہ انہوں نے خواب میں اپنے الہام کنندہ کی طرف سے دکھائی گئی جگہ کو چھوڑ کر ایک دوسری جگہ بہشتی مقبرہ بنا کر اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ انہیں خود بھی اپنے الہام کنندہ کی باتوں پر یقین نہیں تھا۔ نبی کی خواب تو وحی ہوتی ہے اور وحی کا اتباع کرنا نبی پر لازمی ہوتا ہے کیونکہ وحی کو ترک کر کے وہ مرتبہ نبوت پر فائز نہیں رہ سکتا۔ مرزا صاحب جس الہام کنندہ کے نبی تھے۔ اسی کی جانب سے کی گئی وحی کا خلاف کر کے وہ کہیں کے بھی نہیں رہے۔ اور اپنی خواب خود انہوں نے اپنے عمل سے جھوٹی ثابت کر دی۔ اور اچھی قیمتی زمین الہام کنندہ کی خدمت میں پیش کرنے کی بجائے اپنی بے کار زمین قبرستان کے لئے مخصوص کر کے اسے سونے کے بھاؤ مارکیٹ میں پیش کر دیا۔

ایک ہزار روپے مالیت کی زمین اپنی طرف سے چندہ دینے کی بات عجیب ہے کہ وہ تو مرزا صاحب کے قبضے میں تھی ہی نہیں۔ وہ تو مرزا صاحب نے بیوی کے پاس رہن کی ہوئی تھی جس کی میعاد تیس سال تھی۔ اور رہن کی دستاویز ۲۵ جون ۱۸۹۸ء کو رجسٹری کرائی گئی تھی۔ زرِ رہن پانچ ہزار روپیہ تھا جس میں سے ایک ہزار نقد درج ہے اور باقی بصورت زیورات ہے۔ اس رہن میں مرزا صاحب کی طرف سے مندرجہ ذیل الفاظ درج ہیں

. اقرار یہ ہے کہ عرصہ تیس سال تک فک الرہن نہیں کراؤنگا۔ بعد تیس سال مذکور کے ایک سال میں جب چاہوں زر رہن دوں تب فک الرہن کروالوں گا۔ ورنہ

بعد انفصال میعاد بالا اکتیس سال کے بتیسویں سال میں مرہونہ بالا ان ہی روپئوں میں بیع باوفا ہو جائیگا اور مجھے دعوی ملکیت کا نہیں رہے گا۔ قبضہ اس کا آج سے کرا دیا ہے اور داخل خارج کرادوں گا۔ اور منافع مرہونہ بالا کی قائمی رہن تک مرتہنہ مستحق ہے اور معاملہ سرکاری فصل خریف 1955 بکرمی سے مرتہنہ دے گی اور پیداوار لے گی. (سیرۃ المھدی۔ ج ا۔ص ۵۲۔۵۳)

اور اس زمین کے قبرستان کے بننے سے پہلے مرزا صاحب کی مسجد کے امام، عبدالکریم سیالکوٹی کی وفات ہو چکی تھی اور انہیں کسی اور جگہ دفن کیا گیا تھا۔ بہشتی مقبرہ بننے کے بعد ان کی قبر اکھاڑی گئی اور ان کی میت کو ۲۶ دسمبر ۱۹۰۵ء کے روز اس نئے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اور شائد نئے قبرستان میں دفن ہونے والے پہلے شخص یہی ہیں۔ مولوی عبدالکریم نے اپنی جائداد کا کوئی حصہ وقف نہیں کیا تھا لیکن پھر بھی انہیں پرانی قبر سے نکال کر نئے قبرستان میں دفن کر دیا گیا جس کی وجہ ان کا یہ اختصاص معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی نے مرزا صاحب کو ان کے مقام نبوت پر فائز کر کے اعلان کیا تھا کہ مرزا صاحب دراصل نبی ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے

. ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب کے خطیب مولوی عبدالکریم جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے مرزا صاحب کو نبی اور رسول کہنے لگے۔ سارا مجمع خاموش رہا البتہ مولوی محمد احسن امروہی نے اعتراض کیا۔ جس پر مولوی عبدالکریم نے خطبے کے دوران ہی مرزا صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں آپ کو رسول یا نبی سمجھنے میں غلطی پر ہوں تو مجھے مطلع کر دیں۔ نماز ختم ہونے کے بعد جب مرزا صاحب جانے لگے تو مولوی عبدالکریم نے ان کا دامن پکڑ لیا۔ اگر میرے اعتقاد میں غلطی ہے تو مجھے بتا دیں۔ مرزا صاحب نے جواب دیا. ہمارا بھی یہی دعوی ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں.

(حقیقۃ النبوہ ص ۲۲۱۔ منقول از خاتم النبیین ص ۳۸۳۔۳۸۴)

اور ایسا شخص جو بعد از تدفین اور بغیر وقف جائیداد اس اختصاص کے باعث نئے قبرستان میں از سرنو دفنایا گیا ہو جس کے متعلق مرزا صاحب کا کہنا ہے کہ وہاں بہشتی ہی دفنائے جائیں لاہوری مرزائیوں کو خبردار کر رہا ہے کہ وہ اپنا ٹھکانہ کر لیں کہ بہشت تو صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔

پھر مرزا صاحب نے اپنے اہل وعیال کے لئے شرائط سے استثنا رکھ دیا ہے کہ وہ مال و جائداد بھی نہ دیں اور ان کے لئے متقی اور پرہیزگار ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ اولاد کو متقی ہونا کیوں ضروری نہیں اور انہیں اپنی جائدادوں میں سے وصیت کرنا کیوں ضروری نہیں ؟ کیا خدا کے ہاں ان کی یہی نیکی کافی ہے کہ وہ اولاد مرزا ہیں اور اس وجہ سے ان کی تمام برائیاں معاف اور وہ بغیر حساب کتاب سیدھے بہشتی ہیں؟

اور بتایا جاتا ہے کہ جو زمین مرزا صاحب نے بہشتی مقبرہ کے لئے مقرر کی تھی وہ ختم ہوگئی تو پھر ملحقہ زمین خرید کر بہشتی مقبرہ وسیع کیا گیا ۔ یہ ملحقہ زمین ایک مسلمان کی ملکیت تھی اور اس مسلمان نے مرنے سے پہلے یہ وصیت کر رکھی تھی کہ اس کی قبر عین اس جگہ بنائیں جہاں بہشتی مقبرہ کی حد ملتی ہے۔ چنانچہ جب وہ فوت ہوا تو اس کے وارثوں نے اس کی ہدائت کے مطابق اس کی قبر وہیں بنائی جہاں وہ چاہتا تھا ۔ کچھ عرصہ بعد جب یہ زمین بہشتی مقبرہ میں شامل ہوئی تو اس کی قبر بھی بہشتی مقبرہ میں آگئی۔ اب قادیانی حضرات سے سوال یہ ہے کہ تحریک ختم نبوت کا یہ خاموش کارکن بہشتی ہے یا دوزخی ؟

تقسیم بنگال

۱۱ فروری ۱۹۰۶ء کو مرزا غلام احمد نے بایں الفاظ ایک پیش گوئی فرمائی
'پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی،

اس پیش گوئی کا پس منظر یا شان نزول یوں ہے کہ لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے بنگالہ کو دو حصوں میں تقسیم کرکے دو جدا جدا صوبے بنا دئے۔ ایک مغربی بنگال جس کا صدر مقام کلکتہ تجویز ہوا۔ اور دوسرا مشرقی بنگال جس کا صدر مقام ڈھاکہ مقرر ہوا۔ اس تقسیم کو بنگالیوں نے نامناسب سمجھ کر کوشش کی کہ یہ منسوخ ہو جائے اور مثل سابق دونوں صوبے ایک ہو جائیں اور ان کا گورنر بھی ایک ہی ہو۔ مگر حکومت کی طرف سے اس کا جواب نفی میں ملتا رہا۔ اس پر ہوا کا رخ دیکھ کر مرزا صاحب نے فروری ۱۹۰۶ء میں درج بالا الہام شائع کیا۔ اور اگلے سال اپنی کتاب حقیقت الوحی میں اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

' ۱۱ فروری ۱۹۰۶ء کو بنگالہ کی نسبت ایک پیشگوئی کی گئی تھی جس کے یہ الفاظ تھے۔ 'پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی' اس کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ سب کو معلوم ہے گورنمنٹ نے تقسیم بنگالہ کی نسبت حکم نافذ کیا تھا اور یہ حکم بنگالیوں کی دل شکنی کا باعث اس قدر ہوا تھا کہ گویا ان کے گھروں میں ماتم پڑ گیا تھا۔ اور انہوں نے تقسیم بنگالہ کے رک جانے کی نسبت بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ بلکہ برخلاف اس کے یہ نتیجہ ہوا کہ ان کا شوروغوغا گورنمنٹ کے افسروں نے پسند نہ کیا۔ اوران کی نسبت ان افسروں کی طرف سے جو کچھ کاروائیاں ہوئیں ہمیں اس جگہ اس کی تفصیل کی بھی ضرورت نہیں۔ خاص کر فلر لفٹننٹ گورنر کو انہوں نے اپنے لئے ملک الموت سمجھا۔ اور ایسا اتفاق ہوا کہ ان ایام میں بنگالی لوگ اپنے افسروں کے ہاتھ سے دکھ اٹھا رہے تھے۔ اور سر فلر کے انتقام سے جان بلب تھے۔ مجھے مذکورہ بالا الہام ہوا یعنی یہ کہ . پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی. ۔ چنانچہ میں نے اس پیشگوئی کو انہیں دنوں میں شائع کردیا۔ سو یہ پیش گوئی اسی طرح

پوری ہوئی کہ بنگالہ کا لفٹنٹ گورنر فلر صاحب جس کے ہاتھ سے بنگالی لوگ تنگ آ گئے تھے اور اس قدر شاکی تھے کہ ان کی آہیں آسمان تک پہنچ گئی تھیں یکدفعہ مستعفی ہو گیا۔ وہ کاغذات شائع نہیں کئے گئے جن کی وجہ سے استعفا دیا گیا۔ مگر فلر صاحب کے استعفا پر جس قدر خوشی کا اظہار بنگالیوں نے کیا ہے جیسا کہ بنگالی اخباروں سے ظاہر ہے وہ سب سے بڑھ کر گواہ اس بات پر ہے کہ بنگالیوں نے فلر کی علیحدگی میں اپنی دلجوئی محسوس کی ہے اور فلر کے استعفا دینے سے ان کے خوشی کے جلسے اور عام طور پر خوشی کے نعرے اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ درحقیقت فلر کی علیحدگی سے ان کی دلجوئی ہوئی ہے بلکہ پورے طور پر دلجوئی ہوگئی ہے۔ اور یہ کہ انہوں نے فلر کی علیحدگی کو اپنے لئے گورنمنٹ کا بڑا احسان سمجھا ہے۔ پس فلر کے استعفی میں جس غرض کو کہ گورنمنٹ نے اپنی کسی مصلحت سے پوشیدہ رکھا ہے وہ غرض بنگالیوں کی بے حد خوشیوں سے ظاہر ہو رہی ہے۔ اور اس سے بڑھکر پیش گوئی کے پورا ہونے کا اور کیا ثبوت ہوگا کہ بنگالیوں نے اپنی دلجوئی اس کاروائی میں خود مان لی ہے اور گورنمنٹ کا بے انتہاء شکر کیا ہے۔ اور یہ میری پیش گوئی صرف ہمارے رسالہ ریویو میں ہی شائع نہیں ہوئی تھی بلکہ پنجاب کے بہت سے اخباروں نے اس کو شائع کیا تھا۔ یہاں تک کہ خود بنگالہ کے بعض نامی اخباروں نے اس پیش گوئی کو شائع کر دیا تھا (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹۶ ۔ ۲۹۸ ۔ روحانی خزائن ج ۲۰ ص ۳۰۹ ۔ ۳۱۱)'

اور ایک اور دلیل اس بات پر کہ یہ پیش گوئی پوری ہوگئی ہے۔ یہ ہے کہ امرت بازار پتر کا ، کلکتہ کا انگریزی اخبار جو بنگالیوں کا سب سے زیادہ مشہور اخبار ہے لکھتا ہے جس کے فقرہ ذیل کو اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے ۲۲ ۔ اگست ۱۹۰۶ء کی اشاعت میں درج کیا ہے اور وہ یہ ہے . یہ اغلب ہے کہ اس کا یعنی فلر کا جانشین خاص دلجوئی کی پالیسی اختیار کرے گا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ عین ہمارے مقصد کے مطابق ہے ۔

اخبار مذکور کے اس فقرہ سے بھی ظاہر ہے کہ اس نے اس بارہ میں اپنی اطمینان ظاہر کی ہے کہ ضرور ہی (نئے) لیفٹینینٹ گورنر کا یہ فرض ہوگا کہ بنگالیوں کی دل جوئی کرتا رہے۔ پس اخبار مذکور بھی پیش گوئی کے پورا ہونے کی ایک شہادت ہے ۔

پھر آخر میں ہم اس پیش گوئی کے پورا ہونے پر ایک اور زبردست دلیل لکھتے ہیں اور وہ

یہ کہ ایک انگریز افسر جو پچاس سال گورنمنٹ کے ایک ممتاز عہدہ پر رہا ہے۔ اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مورخہ ۲۴۔ اگست ۱۹۰۶ء میں ایک لمبی چٹھی کے اثناء میں جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سر فلر کا استعفاء عین بنگالی بابوؤں کے منشاء کے مطابق ہے لکھتا ہے اس میں شک نہیں کہ اسکے یعنی فلر کے جانشین کو یہ حکم (حکام بالا سے) ملا ہے اور اس نے اسکو قبول کیا ہے کہ شر انگیز بابوؤں کے ساتھ دل جوئی کا طریق اختیار کرے اب دیکھو کہ کس صفائی سے یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ خدا تازہ بتازہ اپنے نشان دکھاتا جاتا ہے۔ آہ۔ کیسے غافل دل ہیں کہ پھر قبول نہیں کرتے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۲۹۔ خزائن۔ ج ۲۰ ص ۲۳۱)

ان تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ درج بالا پیش گوئی کا مصداق مرزا صاحب کے نزدیک اس وقت کے مشرقی بنگال کے گورنر سر فلر کی تبدیلی تھی اور بس۔ نیز اقتباس منقولہ از حقیقت الوحی میں مرزا صاحب نے جس رسالہ ریویو کا ذکر کیا ہے اور جس کی بابت لکھا ہے ’ہمارے رسالہ ریویو میں درج تھی‘ اس کی عبارت مولانا ثناء اللہ نے نقل فرمائی ہے جو درج ذیل ہے۔

’بنگالہ کی نسبت جو پیشگوئی آج سے چھ سات ماہ پہلے شائع کی گئی تھی اس پر غور کرو کہ کس صفائی سے پوری ہوئی۔ پیش گوئی کے شائع ہونے کے وقت بنگالیوں کی شورش اور فساد حد درجہ تک پہنچی ہوئی تھی اور ادھر سر فلر کی گورنمنٹ اس بات پر تلی ہوئی تھی کہ اس تمام فساد کو زور سے دبایا جائے۔ ایسے وقت میں دو قسم کی امیدیں تو لوگوں کے دلوں میں ضرور تھیں۔ یعنی بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ شاید گورنمنٹ بنگالیوں کی شورش وغیرہ سے دب کر تقسیم بنگال کو منسوخ کر دے گی۔ چنانچہ بعض نجومیوں نے ایسی پیشگوئیاں اپنی جنتریوں میں شائع بھی کر دی تھیں۔ دوسری طرف جو لوگ اس امر سے واقف تھے کہ سر فلر کیسا مستعد اور کسی سے نہ دبنے والا حاکم ہے ان کا یہ خیال تھا کہ گورنمنٹ اس تمام شورش کی کوئی پرواہ نہیں کریگی۔ اور قانون کے منشا کے مطابق اس شورش کو (مناسب ذرائع عمل میں لاکر) فرو کریگی۔ لیکن ان دو خیالوں کے سوا اور کوئی خیال اس وقت کسی نے ظاہر نہیں کیا۔ انہیں حالات کے نیچے ۱۱۔ فروری ۱۹۰۶ء کو اللہ تعالی کی طرف سے خبر پا کر حضرت مسیح موعود نے اس امر کا اعلان کیا کہ اس حکم کے

متعلق جو ہو چکا ہے۔ اب گورنمنٹ صرف ایسا طریق اختیار کریگی جس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہو۔ جس کا صاف صاف مفہوم ہے کہ جو خیال لوگوں کے دلوں میں ہیں وہ دونوں پورے نہیں ہونگے۔ بلکہ ایک ایسا طریق اختیار کیا جاوے گا جس سے تقسیم بھی منسوخ نہ ہو اور اہل بنگال کی دلجوئی بھی ہو جائے۔ اب جس وقت تک نئے صوبہ کی حکومت سرفلر کے ہاتھ میں تھی اس وقت تک کسی بات سے بنگالیوں کی دلجوئی کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ ایک طرف تو سرفلر بھی ایک زبردست حاکم تھا اور دوسری طرف بنگالیوں کو اس سے اس کی بعض کاروائیوں کے سبب خاص عناد تھا۔ اور بظاہر پانچ سال تک جب تک سرفلر کا زمانہ حکومت خود بخود ختم ہو جاتا گورنمنٹ کی پالیسی بنگالیوں کی نسبت بدل نہیں سکتی تھی۔ مگر وہ علیم خدا جس نے اپنے بندہ پر پیش از وقت یہ ظاہر کیا تھا کہ اب بنگالیوں کی دلجوئی ہو گی وہ خوب جانتا تھا کہ کس طرح پر واقعات پیدا ہونے والے ہیں جن سے دلجوئی کی جاوے گی۔ چنانچہ یک بیک جب کسی کو خیال بھی نہ تھا سرفلر نے استعفا پیش کیا اور گورنمنٹ نے اسے منظور کیا۔ یہ بات کہ اس استعفا سے بنگالیوں کی دلجوئی ہوئی ایسی صاف ہے کہ ایک سخت سے سخت دشمن بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ جو خوشیاں بنگالہ میں سر فلر کے استعفا پر ہوئی ہیں اور جس طرح پر بنگالی اخباروں نے خوشی کے نعرے بلند کئے ہیں اور کالموں کے کالم اسی خوشی میں سیاہ کئے ہیں اس سے بہت سے لوگ ناواقف ہوں گے۔ اور یہ سب باتیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ بنگالیوں نے گورنمنٹ کی اس دلجوئی کو خوب محسوس کیا ہے۔'

(ریویو۔ بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء ص ۳۴۷)

مولانا ثناءاللہ امرتسری کہتے ہیں کہ

یہ عبارت بقلم مولوی محمد علی ایم اے ایڈیٹر ریویو اور بتصدیق مرزا صاحب شائع ہوئی کیونکہ مرزا صاحب نے اس رسالہ کو اپنا رسالہ کہا جو درحقیقت تھا بھی انہی کا۔ اور اس عبارت کا خود حوالہ بھی دیا ہے۔ اس لئے یہ عبارت مرقومہ مولوی محمد علی اور مصدقہ مرزا صاحب ہے۔ اس عبارت میں صاف طور پر اظہار ہے کہ پیشگوئی ہذا سے یہ مراد ہے کہ تقسیم بنگال منسوخ نہ ہوگی بلکہ اورکوئی صورت دلجوئی کی تجویز کی جاوے گی۔ یعنی صوبہ کے لاٹ سرفلر کا استعفی قبول کیا جائے گا۔

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ بعد کے واقعات کس طرح پیش آئے۔ ہوا یہ کہ ۱۱۔ دسمبر ۱۹۱۱ء کو جارج پنجم قیصر ہند شاہ انگلستان نے دہلی میں آکر دربار کیا اور اس میں بایں الفاظ اعلان فرمایا۔

' مابدولت اپنی رعایا پر اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ اپنے وزراء کی صلاح پر جو ہمارے گورنر جنرل باجلاس کونسل سے مشورہ لیکر پیش کی گئی تھی مابدولت نے گورنمنٹ آف انڈیا کا صدر مقام کلکتہ سے قدیم دارالسلطنت دہلی میں بدلنے اور اس تبدیلی کے نتیجہ پر جس قدر ممکن ہو سکے الگ گورنری احاطہ بنگال کیلئے قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جیسے ہمارے گورنر باجلاس کونسل ہمارے سکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا باجلاس کونسل کی طرف سے مناسب طریقہ پر قرار دیں ' (روزانہ پیسہ اخبار ۱۵۔ دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲)

اس اعلان شاہی سے بنگالیوں کو جو مسرت ہوئی وہ اس خبر سے ثابت ہوتی ہے۔

' دہلی میں جب بنگالیوں نے منسوخی تقسیم کا اعلان سنا تو ان کو اس قدر خوشی ہوئی کہ جب حضور شہنشاہ معظم (جلسہ سے) تشریف لے گئے تو انہوں نے تخت کو جھک جھک کر سلام کئے اور بوسے دیئے (پیسہ اخبار ۱۶۔ دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۸)

اس اعلان سے تقسیم بنگال حسب منشاء بنگالیاں ۱۹۱۱ء میں منسوخ ہوکر صوبہ بنگال بجائے دو کے ایک صوبہ بن گیا اور ایک ہی گورنر کے ماتحت ہوگیا۔ یوں مرزا کی پیشگوئی غلط ہوگئی جو ریویو کے الفاظ میں مشرح لکھی گئی تھی کہ تقسیم بنگال منسوخ نہ ہوگی

دراصل مرزا صاحب نے تقسیم بنگال کی نسبت اعلی حکام کے انکار پر انکار کو سن کر ہوا کا رخ یہ سمجھا تھا کہ تقسیم بنگالہ منسوخ نہ ہوگی۔ اس لئے انہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تقسیم تو منسوخ نہ ہوگی مگر اور کسی طرح بنگالیوں کی دلجوئی کی جاوے گی جو سر فلر گورنر مشرقی بنگال کے مستعفی ہونے سے پوری ہوگئی۔ لیکن جب شاہ انگلستان کے فرمان سے تقسیم بنگال منسوخ ہوئی اس وقت مرزا صاحب تو زندہ نہ تھے۔ ان کے مریدوں نے بڑی ذہانت اور ہوا شناسی سے کام لیا۔ چنانچہ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحبان لکھتے ہیں۔

' اس مادہ پرستی کے زمانہ میں جبکہ تقریباً کل کی کل دنیا اسباب دنیا کی تلاش میں منہمک ہوکر خدا کی یاد دلوں سے عملاً بھلا رہی ہے۔ عجب نہ تھا کہ خداوند عالم اصلاح

عالم کی خاطر اپنی سنت قدیمہ کے مطابق از سرِنو دنیا کو اپنی ہستی کا ثبوت دے کر اپنی یاد دنیا میں پیدا کرے۔نو برس کے قریب زمانہ گذرا جب لارڈ کرزن وائسرائے ہندوستان نے خالص مصالح ملکی کے ماتحت جن کا احساس غالباً ۱۸۶۷ء میں ایام وزارت لارڈ نارتھ کوٹ سے شروع ہو چکا تھا۔آخر کار ملک بنگالہ کے متعلق وہ حکم نافذ فرمایا کہ جس سے بنگال کے دو ٹکڑے ہو گئے۔یہ تقسیم اگرچہ زیادہ تر انتظام ملک میں سہولت پیدا کرنے کیلئے وقوع میں آئی تھی لیکن اس کا جو اثر اہل بنگال پر ہوا اور اس سے جو نتائج پیدا ہوئے وہ محتاج تشریح نہیں۔تقسیم بنگال کو اہل بنگال نے ایک قومی صدمہ سمجھا اور اس صدمہ کا اظہار جائز اور ناجائز طریق پر کیا گیا۔اگر ایک طرف ایجی ٹیشن اور پولیٹیکل جلسوں کے ذریعہ ملک میں شور کیا گیا تو دوسری طرف قتل ڈکیتیاں بلوے بدامنی فساد قیمتی سے قیمتی جانوں پر حملے۔ الغرض طرح طرح کے جرائم اور بدعملیوں نے اس رنج وصدمہ کے اظہار کی صورت اختیار کی۔یہ حکم اگر کسی چھوٹے موٹے افسر کا ہوتا تو شائد ملک کی یہ خطرناک حالت اس کو قابل ترمیم ٹھہرا دیتے۔لیکن یہ حکم نہ صرف ایک بادشاہ کے نائب کا ہی تھا کہ جس کی تائید میں وزیر ہند کی اجازت بھی تھی اور اس لئے بنگالی شور وشر پر ایسے حکم کی ترمیم و تنسیخ شاہی رعب اور ملکی سیاست کے منافی تھی۔ بلکہ یہ حکم ان مصالح حقہ پر مبنی تھا کہ جن کا نفاذ پریذیڈنسی بنگال کے حسن انتظام کے لئے از بس ضروری سمجھا گیا تھا۔ پریذیڈنسی بنگال میں ملک بنگال کے علاوہ بہار اڑیسہ چھوٹا ناگپور کا جمع ہو جانا انتظامی مشکلات کا موجب ہو کر عمائد سلطنت کو مدت سے تقسیم بنگالہ کی طرف راغب کر رہا تھا۔ بالمقابل تقسیم بنگالہ کی مخالفت میں بنگالی یا غیر بنگالی اہل الرائے اصحاب کی طرف سے جو کچھ کہا سنا گیا اس میں کبھی کوئی ایسی وزنی بات نہ تھی کہ جس سے گورنمنٹ کے اس فعل پر جائز نکتہ چینی ہو سکتی۔اور حق تو یہ ہے کہ تقسیم بنگالہ کے مضرات جو بروقت تقسیم اہل الرائے طبقے کی طرف سے بیان کئے گئے وہ مشتعل شدہ طبائع کے وہم وخیال کا ہی نتیجہ تھے۔دراصل وہ واقعات ابھی اس ملک میں پیدا نہ ہوئے تھے کہ جس سے بنگالیوں کی یہ شکائت جو بالکل وہمی تھی حقیقی ہو جاتی۔ اس لئے ایسے وقت میں گورنمنٹ نے بدامنی کو انارکزم کی حالت میں دیکھنا قبول کیا۔لیکن شاہی سیاست نے گورنمنٹ کی پالیسی میں تبدیلی گوارا نہ

کی۔ اہل بنگال اپنی جائز اور ناجائز کوشش میں ناکام رہے۔ گو لارڈ کرزن کا اچانک چلے جانا اور ان کی جگہ لارڈ منٹو جیسے مرنجاں مرنج انسان کا آنا۔ لارڈ مارلے جیسے حکیم انسان کا عنان وزارت کو ہاتھ میں لینا بنگالیوں کے لئے موجب اطمینان ہوا۔ اور ان دو مدبران سلطنت نے مفید سے مفید احکام ہند میں جاری کئے لیکن تقسیم بنگال کے متعلق جب کبھی ان عالی مرتبت عمال سلطنت کو رائے ظاہر کرنے کا موقع ملا انہوں نے اس حکم تقسیم کو پتھر پر لکیر ہی بتلایا۔ عین ایسے وقت میں جب اس حکم نے قطعیت کا رنگ اختیار کرلیا۔ اور اہل بنگال کو اس کی ترمیم سے ہمیشہ کیلئے مایوس کر کے ان کو کوتاہ اندیش ہتھیاروں پر اتارا۔ خدائے علیم و قدیر کی مقتدر آواز ذیل کے پرسطوت الفاظ میں خدا کے ایک خاص الخاص بندہ پر نازل ہوئی۔

'پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی'

اور کیا شان ربی ہے کہ آج تقریباً چھ برس کے بعد یہ الفاظ لفظاً اور معناً پورے ہوگئے۔ ان مقدس کلمات میں یہ امر نہایت ہی غور طلب ہے کہ ان الفاظ میں یہ نہیں پایا جاتا کہ وہ حکم آخر منسوخ ہوگا کہ جس نے بنگالہ کو تقسیم کر کے بنگالیوں میں شورش پیدا کر رکھی تھی (صوبہ بنگال کی تقسیم پر بنگالی ناراض تھے جسکو منسوخ کر کے ۱۹۱۱ء میں بنگال کو پھر سے ایک صوبہ بنایا گیا۔ حالانکہ مرزا صاحب کہہ چکے تھے کہ تقسیم بنگال منسوخ نہ ہوگی اور وہ منسوخ ہوگئی) ۔ بلکہ یہ الفاظ کسی ایسی ترمیم کا پتہ دے رہے ہیں کہ جس ترمیم کو کسی آئندہ وقت پر گورنمنٹ اہل بنگال کی دلجوئی کے لئے اختیار کرے گی۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر اس پیش گوئی پر تقسیم بنگالہ کی منسوخی یا بحالی کا اشارہ ہوتا تو اسے عقلیہ قیاس پر مبنی قرار دینا عین صحیح اور درست ہوتا۔ کیونکہ سیاسی نکتہ خیال جہاں ایک طرف اس کی سفارش کر رہا تھا وہاں ملک کی شوریدہ سری اس تقسیم کے منسوخ ہوجانے پر طبائع کو متوجہ کر رہی تھی۔ لیکن یہ پاک الفاظ کسی نجوم رمل یا اٹکل بازی کے ماتحت نہ تھے بلکہ یہ اس علیم و قدیر خدا کے منہ بولے الفاظ تھے کہ جس کے علم میں وقت آنے والہ تھا جب حکم تقسیم بعض نئے واقعات کے پیدا ہوجانے پر گورنمنٹ کے نزدیک بھی ایک حد تک اہل بنگالہ کے لئے مضر ہوگا۔ اور پھر اس وقت اہل بنگالہ کی دلجوئی اسی میں سمجھی جاوے گی کہ اس کا ضرر رساں حصہ ترمیم کر دیا جاوے۔ کیا

۱۹۰۶ء میں کوئی شخص گورنمنٹ کو یقین دلا سکتا تھا کہ یہ حکم ایک دن فی الواقعہ قابل ترمیم ہو کر اہل بنگالہ کی دلجوئی اس سے چاہے گا۔ ۱۹۰۶ء تک تو خود بنگالہ کے اہل الرائے کھلے کھلے الفاظ میں کسی حقیقی مضرت کا پتہ نہ دے سکتے تھے جو تقسیم بنگالہ ان کیلئے پیدا کرنے والی تھی۔ تو پھر اس وقت وہ کس دلجوئی کے مستحق سمجھے جاتے۔ یہ تو ۱۹۰۶ء سے کئی سال بعد جب مجلس واضعان قوانین ہند کے متعلق لارڈ مارلے کی نئی تجویز نیابت نے کما حقہ عملی لباس پہنا تو تقسیم بنگالہ گورنمنٹ کی نگاہ میں بھی اہل بنگالہ کو ضرر رساں نظر آنے لگی۔ اور ان کی شکایت جو ۱۰۔ ۱۹۰۹ء تک وہمی نظر آ رہی تھی حقیقت کی صورت اختیار کرنے لگی۔ اور جس کی طرف موجودہ وائسرائے کی گورنمنٹ نے خیال کیا اور قدرتی طور پر کسی ایسی تجویز کی فکر میں لگ گئی کہ جس سے اہل بنگال کی دلجوئی اس حکم کی نسبت ہو جائے جو پہلے جاری ہو چکا تھا۔ مقام غور ہے کہ کئی سال بعد واقعات نے پیدا ہو کر گورنمنٹ سے وہ کرانا چاہا جو خدا کے بولے ہوئے الفاظ ۱۹۰۶ء میں بتلا رہے تھے کہ ' پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی ' یہ الفاظ ایک ایسے وقت میں بولے گئے تھے جب وہ حکم نہ مضرت رساں سمجھا جاتا تھا اور نہ اس کے متعلق کسی دلجوئی کی ضرورت تھی۔ یہ امر ایک طالب حق کیلئے اور بھی ازدیاد ایمان کا موجب ہوگا جب اسے معلوم ہوگا کہ حضور وائسرائے بہادر نے یہ ترمیم لارڈ کرزن کے حکم میں تجویز فرمائی۔ اس سے بھی زیادہ تر ان کی غرض وہی دلجوئی ہے کہ جس کی طرف خدا کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں۔ اس مراسلہ میں جو لارڈ ہارڈنگ اور ان کی کونسل کی طرف سے وزیر ہند کی خدمت میں تبدیلی دارالخلافہ اور ترمیم حکم تقسیم بنگالہ کے متعلق چار ماہ ہوئے اگست میں لکھا گیا۔ لارڈ ہارڈنگ صاحب بہادر صاف اور صریح الفاظ میں تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اہم تجویز جو ہمارے زیر نظر ہے اس کا ایک بھاری مقصد اہل بنگالہ کی دلجوئی ہے۔ یعنی وائسرائے بہادر اس تجویز سے اس زخم پر مرہم لگانا چاہتے ہیں جو تقسیم بنگالہ نے اہل بنگالہ کے دل پر لگا رکھا ہے (وہ زخم یہی تھا کہ بنگالی زبان بولنے والا صوبہ بنگال دو صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا جو آخر کار پھر ایک صوبہ بنایا گیا) اور وائسرائے اور اس کی کونسل کے نزدیک دربار دہلی سے بہتر موقعہ اس دلجوئی کا نہیں۔ مقام غور ہے کہ شہنشاہ معظم کا نائب اس عظیم الشان انقلاب

کی جو تبدیلی دارالخلافہ کے ساتھ وابستہ ہے ایک بھاری وجہ اگر بتلاتا ہے تو وہی دلجوئی اہل بنگال جسے خدا کا نائب آج سے چھ سال پہلے بر بنائے الہام ربانی بتلا چکا ہے۔ اور یہ دلجوئی حکام بالا دست کی نگاہ میں کچھ ایسی اہم سمجھی جاتی ہے کہ ایک سرکاری دستاویز میں مختلف پیرایوں میں اس دلجوئی کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے اور پھر اس دلجوئی کا اظہار سب سے بڑا عظیم الشان بادشاہ جو زمین پر خدا کا سایہ ہے اپنی خوشی کے بہترین وقت میں کرتا ہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ اس خداوند کے بولے ہوئے الفاظ پورے ہوں جو حاکموں کا حاکم اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے' (رسالہ مسیح موعود مصنفہ مولوی محمد علی ایم اے منقول از خواجہ کمال دین صفحہ ۲۸۱۔۲۸۶)

(مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں کہ) یہ عبارت بڑی ہوشیاری اور ہوا شناسی سے لکھی گئی ہے اور ایک مختصر مضمون بڑی طویل عبارت میں ادا کیا ہے کیونکہ اس ساری عبارت میں اصل مطلب دو ہی فقرے ہیں۔

(الف) بنگالیوں کو تقسیم بنگال سے سخت زخم لگا تھا۔

(ب) پیشگوئی کا مطلب یہ تھا کہ تقسیم بنگال میں ترمیم ہوگی۔ چنانچہ ترمیم ہوئی حالانکہ منقولہ عبارت از ریویو ۱۹۰۶ سے صاف ثابت ہے کہ پیش گوئی کا صدق سر فلر گورنر مشرقی بنگال کے استعفا سے پورا ہو گیا تھا۔ مگر بعد منسوخی تقسیم پھر اس پیشگوئی کو دہرایا گیا جو کئی سال پہلے بقلم مولوی محمد علی پوری ہو چکی تھی۔ لطف یہ ہے کہ منسوخی کو ترمیم کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب کو تسلیم ہے کہ بنگالیوں کو اس بات کا صدمہ تھا کہ بنگلہ زبان بولنے والا ملک دو حصوں مغربی اور مشرقی بنگال میں تقسیم کر کے دو گورنروں کے ماتحت کیا گیا۔ بادشاہ نے آکر دو گورنروں کی بجائے کل صوبہ کو ایک گورنر کے ماتحت کر دیا۔ ..یہی بنگالی لوگ چاہتے تھے اس کا نام منسوخی تقسیم بنگال ہے۔ جس کی مرزا صاحب بقلم محمد علی نفی کر چکے تھے۔ لیکن جب بادشاہ نے تقسیم کو منسوخ کیا تو وہی مولوی محمد علی جن کے قلم سے پیشگوئی سر فلر تک پوری ہو کر ختم ہو چکی تھی جو منسوخی تقسیم کی نفی کر چکے تھے ہوا کا رخ دیکھ کر فوراً لکھ دیا کہ پیش گوئی کا مطلب یہی تھا جو بادشاہ نے کیا۔ آپ حیران ہونگے کہ مولوی محمد علی صاحب نے بات کو کیسے بدلا ہے۔ ہم

بتاتے ہیں ایک ہی الہام سے مختلف معانی اور مختلف مصداق بتانا مرزا صاحب کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اس کی مثال سنئے۔ ان کا ایک الہام ہے شاتان تذبحان (دو بکریاں ذبح ہونگی) اس الہام کو مرزا صاحب نے اپنے رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں مرزا احمد بیگ والد محمدی بیگم اور مرزا سلطان محمد شوہر محمدی بیگم پر چسپاں کیا اور کہا کہ یہ الہام ان دو کے حق میں ہے۔ یعنی دو بکریوں سے مراد یہ دو شخص ہیں (صفحہ ۵۷)۔ پھر جب کابل میں مرزا صاحب کے دو مرید مولوی عبداللطیف اور ان کا کوئی ساتھی بجرم ارتداد قتل کئے گئے تو اسی پیش گوئی کو ان پر چسپاں کر دیا۔ (کتاب تذکرۃ الشہادتین ۔ص ۶۷)۔ اور مولوی محمد علی جس طرح مذہب میں مرزا صاحب کے مرید ہیں فن بوقلمونی میں بھی انہی سے مستفید ہیں۔

اور ۷ مئی ۱۹۴۱ء کے الفضل میں مولوی شیر علی قادیانی نے لکھا کہ

بنگال کے دو حصے مشرقی اور مغربی بنگال کر دیئے۔ اس تقسیم کے خلاف ہندوؤں نے بہت شور مچایا مگر ان کی شنوائی نہ ہوئی۔..آخر ہندو مایوس ہو گئے۔ انہی دنوں یعنی فروری ۱۹۰۶ء میں خدا کے مسیح موعود نے خدا تعالی سے اطلاع پا کر یہ خبر شائع کی کہ پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دل جوئی ہو گی (اخبار بدر ۱۶ فروری ۱۹۰۶ء ص ۲)۔ حضرت مسیح موعود نے جب یہ خبر شائع کی تو چونکہ تقسیم بنگالہ کی طرف لوگوں کی نظریں لگی ہوئی تھیں اس لئے لوگوں نے بڑی دلچسپی لی۔ گو حالات اس خبر کے پورا ہونے کے بالکل برخلاف تھے لیکن پھر بھی یہ خبر جو خدا نے بتائی تھی اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ مولانا امرتسری اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ مولوی شیر علی صاحب ایک شریف قوم کی طرح جس نے توریت میں آئت رجم پر ہاتھ رکھ کر مخفی کیا تھا خاموشی سے آگے چلے گئے۔ یعنی آپ نے مرزا صاحب کے الہام کی تشریح کا ایک ایسا فقرہ ہضم کر لیا جس کے ظاہر ہونے سے ان کی ساری پیش گوئی سچی ثابت ہونے کے بجائے غلط ٹھہرتی ہے وہ فقرہ ہم ظاہر کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کے رسالہ ریویو بابت ستمبر ۱۹۰۶ء میں ملاحظہ کریں

. اب گورنمنٹ صرف ایسا طریق اختیار کرے گی جس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہو جس کا صاف صاف مفہوم ہے کہ جو خیال لوگوں کے دلوں میں ہیں وہ دونوں

پورے نہیں ہوں گے بلکہ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے گا جس سے تقسیم بھی منسوخ نہ ہو اور اہل بنگال کی دل جوئی بھی ہو جائے . (صفحہ ۳۴۰)

قادیانیو ۔ تمہیں یاد ہے کہ خدا نے اس پیش گوئی کی تکذیب کے لئے کیا سامان پیدا کیا تھا۔.. جارج پنجم بذات خود ہندوستان تشریف لائے اور دہلی دربار منعقد کر کے تقسیم بنگال کی منسوخی کا اعلان کیا۔ (اہل حدیث ۲۳ مئی ۱۹۴۱ء ص ۵)

اور مرتب تذکرہ نے پیش گوئی . پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب ان کی دل جوئی ہوگی ۔ لکھ کر حاشیہ میں لکھا ہے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا باعث بادشاہ جارج پنجم ہوئے جبکہ آپ ۱۹۱۱ء میں ہندوستان تشریف لائے اور تقسیم بنگالہ کی تنسیخ کا اعلان کیا (تذکرہ ص ۵۹۶)

مرتب تذکرہ کی یہ تشریح مرزا صاحب کی تصریح کے خلاف ہے جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ مرزا صاحب نے سر فلر کے استعفی کو اس پیش گوئی کے پورے ہونے سے تعبیر کیا تھا۔ اور اگر ۱۹۱۱ء میں تقسیم بنگال کی منسوخی کو پیش گوئی کے پورا ہونے سے منسلک کرنا ہے تو قادیانیوں کو معلوم ہی ہوگا کہ بنگال تو ایک مرتبہ پھر تقسیم ہو گیا تھا۔ ۱۹۴۷ء مشرقی بنگال اور مغربی بنگال الگ الگ ہوئے ۔ مشرقی بنگال ہندوستان سے الگ ہونے کے بعد ملک پاکستان کا حصہ بنا اور پھر ۱۹۷۱ء میں پاکستان سے بھی الگ ہو کر بنگلہ دیش کے نام سے بذات خود ایک ملک کی شکل میں دنیا کے نقشے پر ابھرا جب کہ مغربی بنگال اپنی الگ حیثیت میں ہندوستان کا حصہ بنا ہوا ہے۔ کہو اب کیا کہتے ہو؟

علم الدرمان

اکتوبر ۱۹۰۶ء میں ایک روز مرزا غلام احمد نے اپنے مریدوں کو بتایا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ میں کچھ لکھ رہا ہوں اور لکھتے لکھتے یہ الفاظ دیکھے علم الدرمان ۲۲۳۔ (اور) فرمایا (مرزا صاحب نے کہ) علم عربی لفظ ہے اور درمان فارسی ہے۔اس کے آگے ۲۲۳ کا ہندسہ ہے۔معلوم نہیں کہ اس سے کیا مراد ہے .

(۱۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء کا خواب۔ تذکرہ ص ۶۷۷ بحوالہ بدر ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۶ء اور الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۶ء)۔

پھر مرزا محمود احمد نے اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا

علم عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں جاننا اور درمان ایک فارسی لفظ ہے جس کے معنی ہیں علاج۔یعنی علاج کا علم ۱۵ اکتوبر سے ۲۲۳ دن بعد ہو جائے گا۔اب دیکھنا یہ ہے کہ ۱۵ اکتوبر سے ۲۲۳ واں دن کونسا ہے سوحساب لگا کر دیکھو کہ وہ دن ۲۵ مئی ۱۹۰۷ء ہے۔چنانچہ اس الہام کے مطابق حضرت اقدس ۲۶ مئی کو فوت ہوئے۔

اب ایک اور غور طلب امر ہے جس کا شائد مخالف کم فہمی سے انکار کر دے۔اور وہ یہ کہ الہام تو ہوا ہے ۱۹۰۶ء کو اور فوت ہوئے ۱۹۰۸ء میں۔ تو یہ تو ایک سال اور ۲۲۳ دن ہوئے۔سو یاد رہے کہ اس کی دو وجوہات ہیں۔اول تو یہ کہ اس الہام کے ساتھ ہے ان المنایا لا تطیش سھا مھا (یعنی موتوں کے تیر خطا نہیں ہوتے)۔اس سے بھی ثابت ہے کہ یہ ۲۲۳ والا الہام موت کے متعلق ہے (کس کی موت؟ اور پھر منایا والے الہام کو مرزا صاحب نے مولوی عبدالکریم کے بارے میں بتایا تھا اور یہ منا یا والہ الہام اکتوبر ۱۹۰۶ء کا ہے بھی نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے کا ہے بہاء) اور پھر بعد اس کے الہام ہوا انا نر ینک بعض الذی نعد ھم نزید عمرک (دیکھو ریویو ریلیجنز ۲۰ نومبر ۱۹۰۶ء)۔یعنی تیری وفات تو ۱۹۰۷ء میں ہی تھی (یہ کہاں لکھا ہے؟) مگر ہم نے اس عمر کو بڑھا دیا۔چنانچہ پورے ایک سال تک عمر میں ترقی دی گئی (یہ تو سمندر سے پیاسے کو شبنم والی مثال پر بھی پورا نہیں اترتا کیونکہ مرزا صاحب

تو ۸۰ برس سے کم بات ہی نہیں کیا کرتے تھے ۔ بہاء)۔ اور ایک سال بعد وہ حساب شروع ہوا (صرف ایک سال ہی کیوں؟ ۱۵ یا ۲۰ سال بعد کیوں نہیں ؟ ۔ ۸۰ سال عمر والی پیشگوئی بھی پوری ہو جاتی۔ اور اضافے کا مطلب تو یہ تھا کہ عمر ۸۰ بلکہ ۹۵ سال سے بھی زیادہ ہوتی ۔بہاء)

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت کی وفات ۲۶ مئی کو ہوئی تھی ۔اور اگر ۱۹۰۷ء میں فوت ہو جاتے تو ایک تو چند معاندین سلسلہ شور مچا دیتے کہ ہماری پیشگوئی کے اندر فوت ہوئے (تو کیا ۱۹۰۸ء عبدالحکیم کی پیش گوئی سے باہر تھا؟ بہاء)اور ایک یہ کہ اس وقت ۲۷ تاریخ آپ کی وفات ٹھہرتی (کیا ۲۶ تاریخ اور وہ بھی مئی کی ۲۶ تاریخ الہامی تھی؟ اور اگر ایسا ہے تو وہ الہام پیش کیا جائے جس میں مرزا صاحب کو بتایا گیا ہو کہ آپ کی موت ۲۶ مئی کو ہوگی ۔ یا مرزا صاحب کا اپنا قول پیش کیا جائے جس میں انہوں نے کہا ہو کہ وہ ۲۶ مئی کو مریں گے ۔بہاء) اس لئے ضروری تھا کہ آپ کی وفات لیپ ایر (یعنی جس میں فروری کے ۲۹ دن ہوں) میں ہو۔ تا کہ پورے ۲۲۳ دن کے بعد ۲۶ مئی کو فوت ہوں۔پس صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہونی چاہیے تھی جو کہ لیپ ایر ہے۔ نہ کہ ۱۹۰۷ء جس میں فروری کے دن ۲۸ ہوتے ہیں اور ۲۲۳ دن ۲۶ مئی تک ختم نہیں ہوتے۔ بلکہ ۲۷ کو ختم ہوتے ۔

(تشحیذ الاذہان جون جولائی ۱۹۰۸ء۔ ص ۲۱۶۔ منقول از تذکرہ ۸ ـ ۶۷۷)

مرزا صاحب کو فوت ہونے کے لئے اگر لیپ ایر ہی درکار تھا تو کیا ۱۹۰۸ء کے بعد لیپ ایرز آنا بند ہو گئے تھے؟ ۔ ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۶ء یا ۱۹۲۰ء یا ۱۹۲۴ء یا ۱۹۲۸ء یا ۱۹۳۲ء میں مرزا صاحب کیوں نہ فوت ہوئے؟ دیر سے مرتے تو ان کی ۸۰ سال والی پیش گوئی پوری ہو جاتی ۔ دانیال کی پیش گوئی (جس کے مطابق مرزا صاحب کہتے تھے کہ مسیح موعود ۱۳۳۵ھ میں فوت ہوگا ۔تفصیل اس کتاب میں کسی اور جگہ درج ہے) پوری ہو جاتی ۔ان کی ۹۵ سال عمر والی دعا کے قبول ہونے کا ثبوت بھی مل جاتا۔ ۹۵ سال کے اوپر مرید کے دیئے ہوئے ۵ سال بھی پورے کر لیتے۔عبدالحق مباہل کی وفات کے بعد مرتے تو عبدالحق کے سامنے اپنے جھوٹے ہونے کا ثبوت نہ چھوڑ جاتے ۔مولوی محمد حسین (ف ۱۹۲۰ء) کو مار کر مرتے ۔ اور اس کی زندگی میں مر کر فرعون کے سامنے مرنے کی ذلت سے دو چار نہ ہوتے ۔ اور

۱۹۵۲ء میں مرتے تو مولانا ثناء اللہ سے آخری فیصلے والہ قصہ بھی نپٹ چکا ہوتا اور یہ عار بھی ختم ہو جاتی۔خارق عادت اضافے کا وعدہ بھی پورا ہو جاتا اور میر قاسم علی کو لدھیانے کے مباحثے میں ذلت نہ اٹھانا پڑتی۔

اور پھر علم الدرمان ۲۲۳ کا مرزا صاحب کی موت سے کیا تعلق ہے ؟ کیا علاج کا علم ان کی موت کے بعد ہونا تھا؟ کس کو علم ہونا تھا اور کس کے مرض کے علاج کا علم ہونا تھا ؟ اور کیا اس سے پہلے دنیا میں ڈاکٹر اور حکیم موجود نہیں تھے؟ یا دوائیں موجود نہیں تھیں؟ آخر کون سی خاص بات تھی کہ اس الہام کو کھینچ تان کر مرزا صاحب پر لگانے کی احمقانہ کوشش کی جارہی ہے؟

مرزا صاحب نے ایک طرف تو اپنی طویل عمر کے بارے میں پیش گوئیاں کر رکھی تھیں ۔اور دوسری طرف انہوں نے یہ بھی اعلان کر رکھا تھا کہ عبدالحکیم ان کے سامنے مرے گا۔پھر ان کا یہ بھی اعلان تھا کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے ۔اس لئے انہیں ابھی مولوی عبدالحق غزنوی کی موت کا بھی انتظار تھا۔اور انہوں نے مولانا بٹالوی کو فرعون قرار دے رکھا تھا اور خود موسی بنے ہوئے تھے ۔اس لئے انہیں یہ بھی انتظار تھا کہ محمد حسین بٹالوی مرے تو پھر موسی کی طرح وہ اپنی امت کے فرعون کی موت کے بعد دنیا سے پردہ کریں ۔ انہوں نے ابھی تفسیر قرآن بھی لکھنا تھی ۔اور انہوں نے منشی الہی بخش لاہوری کو کہہ رکھا تھا کہ وہ اس وقت تک نہیں مریں گے جب تک منشی صاحب کے لگائے ہوئے الزامات دور نہیں ہو جاتے ۔مرزا صاحب کو ان سب باتوں کے ختم ہونے کا انتظار تھا جو ان کی موت کے بعد ان کے لئے اور ان کی امت کے لئے عار بنتیں ۔اور انہیں ان تمام لوگوں کے مرنے کا انتظار تھا جو ان کے بقول ان پر الزام تراشیاں کرتے رہتے تھے ۔ ابھی وہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ ان کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوگی ۔ابھی تو حال ہی میں (۲۲ مئی ۱۹۰۶ء) انہیں بتایا گیا تھا

. ترد علیک انوار الشباب سیاتی علیک زمن الشباب۔ و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بشفاء من مثلہ ۔ رد علیها روحها و ریحانها۔

یعنی تیری طرف نور جوانی کی قوتیں رد کی جائیں گی ((لوٹائی جائیں گی))۔

تیرے پر زمانہ جوانی آئے گا یعنی جوانی کی قوتیں دی جائیں گی۔تا خدمت دین میں حرج نہ ہو۔اور اگر تم اے لوگو ہمارے اس نشان سے شک میں ہو تو اس کی نظیر پیش کرو۔اور تیری بیوی کی طرف بھی تر و تازگی واپس کی جائے گی

(الہام ۲۲ مئی ۱۹۰۶ مندرجہ بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء)

اس کی تشریح میں مرزا صاحب لکھتے ہیں میری صحت تین چار ماہ سے بہت بگڑ گئی ہے۔صرف دو وقت ظہر اور عصر کی نماز کے لئے جا سکتا ہوں۔ اور نماز بھی بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ایک سطر لکھنے سے دوران سر شروع ہو جاتا ہے اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔حالت خطرناک اور مسلوب القوے ہوں۔ ایسا ہی میری بیوی دائم المریض امراض رحم وجگر میں مبتلا ہے۔ پس میں نے اپنی اور اپنی بیوی کی صحت کے لئے دعا کی جس پر یہ الہام ہوا۔ان کے معنی خدا تعالی بہتر جانتا ہے۔صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی ہمیں صحت عطا فرمائے گا اور مجھے وہ قوتیں عطا کریگا جن سے دین کی خدمت کرسکوں. (اسلامیہ پاکٹ بک۔ محمد مسلم بن برکت اللہ۔کراچی۔۱۹۷۶ء۔ص ۴۵۔۴۶)۔ گویا ابھی تو مرزا صاحب کی جوانی کے دن اور امنگوں کی راتوں کا موسم چل رہا تھا۔ لیکن مرزا محمود صاحب نے خواہ مخواہ اپنے باپ پر علم الدرمان والہ الہام چسپاں کر کے اسے سوئے عدم روانہ کر دیا۔

شہادۃ القرآن

تحریک ختم نبوت کے اولین میر کاروان سید نذیر حسین محدث ۱۹۰۲ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے اور اسی سال ان کے دور آخر کے شاگرد مولانا ابراہیم میر کو اللہ نے ختم نبوت کے محاذ پر کھڑا کر دیا۔ آپ کے کچھ حالات شخصیات کے حصے میں درج کئے جا رہے ہیں اور یہاں تحریک ختم نبوت سے متعلق آپ کی سرگرمیوں ذکر مقصود ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کرنے کے ساتھ حضرت عیسی کے فوت ہو جانے کا عقیدہ بھی پیش کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں اور اس سلسلے میں وہ قرآن کریم کی بعض آیات کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا کرتے تھے۔ علمائے اسلام نے مرزا صاحب کے اس عقیدے کی تردید میں تحریری اور تقریری کام کیا ہے اور مولانا میر کی شہادۃ القرآن اس سلسلے کی ایک مشہور کتاب ہے جس کے دیباچے میں اس تصنیف کا پس منظر بیان کرتے ہوئے آپ نے تحریک ختم نبوت میں اپنی سرگرمیوں کا بایں الفاظ ذکر کیا ہے۔

> ۱۹۰۲ء میں شہر سیالکوٹ میں بمواقع کثیرہ بعض احباب کے اصرار سے (میں نے) حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات فی السماء کو مع دیگر مسائل بنصوص قرآن بیان کیا جس سے اللہ تعالی نے منکرین (حیات مسیح) کو بالکل پست کر دیا اور بہت سے مذبذبین اور مترددین کو شاہراہ عقیدت پر چلایا۔ رفتہ رفتہ دوسرے شہروں میں آوازہ بلند ہوا اور خطوط طلبی آنے لگے۔ لہذا برادران دینی کی استدعا کو بسر و چشم منظور کر کے محض تبلیغ دین کے لئے کئی سفر کئے۔ چنانچہ وزیر آباد اور ضلع گجرات شہر جہلم شہر راولپنڈی امرتسر اور پشاور میں سفر کر کے اس قدر وعظ کئے کہ اکثر لوگ مطمئن ہو گئے اور بعض مرزائی تائب ہو گئے۔ فرقہ مرزائیہ کے بعض مدعیان علم سے پسرور سیالکوٹ وزیر آباد کھاریاں اور شہر جہلم میں (شہادۃ القرآن کی تصنیف سے پہلے) مباحثات و مناظرات ہوئے۔ اور شہادۃ القرآن کے بعد بھی کئی ایک مقامات پر

قادیانی علماء سے مباحثات ہوئے۔ مثلاً چنیوٹ لاہور مونگیر (بہار) گوجرانوالہ ڈیرہ بابا نانک۔ ان سب مقامات پر خدا تعالیٰ نے خاکسار کی مدد کی اور نمایاں فتح دی۔ مخالفین کو حجت میں مغلوب کیا۔ چنانچہ بعض کو ہلاک کیا (مثلاً مولوی قائم دین صاحب سیالکوٹی اور شیخ چراغ دین صاحب گجراتی) اور بعض کو بیماریوں میں مبتلا کیا اور بعض کو ندامت کے دریا میں غرق کیا (مثلاً مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کو پسرور میں فضل دین صاحب کو کھاریاں میں)۔ جہلم میں مرزا غلام احمد صاحب مولوی کرم الدین صاحب کے استغاثہ پر تشریف لائے تو ان کے سامنے کھڑا ہو کر صدہا مسلمانوں کے درمیان مسئلہ حیات و رفع مسیح علیہ السلام صرف قرآن شریف سے بیان کیا اور مرزا صاحب کو زبانی و تحریری طور پر تحقیق حق کی طرف دعوت بھی دی مگر وہ ہاں نہ کر سکے۔ جس روز مرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے اس سے ایک روز پیشتر ان کو میری طرف سے بوساطت ڈاکٹر ایم اے سعید صاحب دعوت مناظرہ کا خط پہنچ چکا تھا۔ وہ خط کیا تھا گویا پیغام اجل تھا کہ دوسرے روز مرزا صاحب فوت ہو گئے'

جون ۱۹۰۲ء میں مولانا سیالکوٹی نے ایک اشتہار شائع کر کے مرزا غلام احمد صاحب کو بھیجا۔ اس میں لکھا کہ اگر آپ قرآن پاک سے مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا ثابت کر دیں تو ان کی تحقیق کے ممنون ہو کر میں مسیح کی وفات تسلیم کر لوں گا۔ اور اشتہار میں کہا گیا کہ اس مسئلہ کا فیصلہ جس طور پر بھی مرزا صاحب کرنا چاہیں مولانا میر تیار ہوں گے۔ مرزا صاحب نے اس اشتہار کے جواب میں خاموشی اختیار کئے رکھی۔ البتہ ان کے ایک مرید مولوی مبارک علی سیالکوٹی نے جواب باصواب کے نام سے اس اشتہار کا جواب لکھا۔ مولانا میر نے اس پر اپنی مشہور کتاب شھادۃ القرآن شائع فرمائی جس میں اپنا اشتہار اور مولوی مبارک علی صاحب کا جواب درج کر کے اپنا جواب الجواب لکھا۔ یہ کتاب دو حصوں میں ہے۔ پہلا حصہ رجب ۱۳۲۱ھ میں طبع ہوا اور دوسرا حصہ رمضان ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوا۔ مرزا صاحب اس کتاب کے جواب میں خاموش رہے۔

شھادۃ القرآن کے حصہ اول میں مولانا میر نے حضرت عیسیٰ کی حیات پر بحث کی ہے اور دوسرے حصہ میں مرزا قادیانی کے ان دلائل کا جواب دیا ہے جو اس نے بزعم خود تیس آیات قرآنیہ کی روشنی میں اپنی کتاب ازالہ اوہام میں وفات مسیح کے بارے میں

پیش کیئے تھے۔ مرزا صاحب خود تو مولانا میر کی شہادۃ القرآن کے جواب میں خاموش رہے مگر ان کی وفات کے بعد کتاب کے حصہ اول کا جواب قاضی ظہور الدین اکمل قادیانی نے دینے کی کوشش کی اور اپنی کتاب کا نام شہادت الفرقان رکھا۔ مولانا ابراہیم نے جب شہادۃ القرآن کو دوسری مرتبہ شائع فرمایا تو کتاب کے حصہ اول کے حواشی میں قاضی اکمل کے اعتراضات کا جواب بھی لکھ دیا اور اس کا نام شہادۃ الفرقان بکشف لطائف شہادت القرآن رکھا۔ یہ حواشی دیکھنے سے مولانا میر کی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ قاضی اکمل صاحب کی شہادہ الفرقان ہماری شہادۃ القرآن کا جواب نہیں ہے۔اس کی دو وجہیں ہیں ۔اول یہ کہ مولوی اکمل صاحب شہادۃ القرآن کے مطالب عالیہ اور لطائف علمیہ کو سمجھ نہیں سکے بلکہ جن امور کو بالتصریح بیان کیا گیا ہے ان کو بھی خیال میں نہیں رکھ سکے۔ اور جو باتیں مرزا صاحب بیان کرتے تھے وہی دہرادی ہیں حالانکہ مرزا صاحب کی باتوں کی تردید شہادۃ القرآن میں کی جا چکی ہے۔ مولانا میر کہتے ہیں کہ خاکسار نے اس کتاب کو اس اہتمام سے لکھا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی اور اس کے علماء اس کے جواب سے عاجز رہیں اور اگر کچھ ان کی طرف سے اس کا جواب نکلے تو اس کا جواب شہادۃ القرآن ہی میں ہو اور مجھے نیا جواب دینے کی ضرورت نہ پڑے۔سو الحمدللہ میرا خیال درست نکلا۔ مرزا قادیانی اور اس کی ذریت اس کے دلائل کا توڑ نہ کرسکی اور جواب میں ان کی طرف سے جو کچھ آیا مجھے اس کے جواب الجواب کیلئے شہادۃ القرآن سے باہر نہیں جانا پڑا۔

مولانا میر نے شہادۃ القرآن کے حصہ اول کی پہلی فصل میں قرآن پاک کی چار آیات سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسی کو صلیب نہیں دی گئی۔ دوسری فصل حضرت عیسی کی حیات اور ان کے روح مع الجسد آسمان میں اٹھائے جانے اور قرب قیامت کے وقت آسمان سے نازل ہونے اور اس کے بارے میں حکمت الھیہ کے بیان پر مشتمل ہے جس میں قرآن پاک کی نو آیات مبارکہ اور اس موضوع کی احادیث متواترہ میں سے اختصار کے پیش نظر صرف پانچ احادیث سے استدلال کیا ہے اور اس پر واردشدہ اعتراضات کا شافی جواب دیا ہے۔ مرزا قادیانی نے لفظ توفی کے معانی بیان کرنے میں جس طرح پیچ در پیچ غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے انہیں بڑی خوش اسلوبی سے واضح کیا ہے اور وفی کے مادہ سے جو باب زبان عرب میں مستعمل ہیں ان سب کا نقشہ مع امثلہ بیان کر کے مرزا

صاحب قادیانی کا رد کیا ہے۔اسی توفی کے تمام مشتقات جو قرآن پاک میں وارد ہوئے ہیں ان کے مفہوم و معانی کو دلائل سے متعین کیا ہے ۔ یوں توفی کی یہ بحث ۳۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔اسی طرح اللہ تعالی کے فرمان و رافعک الی اور بل رفعه الله الیه کے بارے میں جو تفصیل شہادۃ القرآن میں مذکور ہے اس کا کسی اور کتاب میں تلاش کرنا بے سود ہے ۔ آخر میں اس مسئلہ کے بارے میں علمائے سلف کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسی کی حیات اور رفع الی السماء پھر قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونے کا مسئلہ امت کا اجماعی و اتفاقی مسئلہ ہے اور قادیانی موقف محض شبہات و مغالطات پر مبنی ہے جو قواعد علمیہ کے بھی خلاف ہے ۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پیش کردہ ان دلائل کا جواب ہے جو اس نے تیس آیات کی روشنی میں ازالہ اوہام میں حضرت عیسی کی وفات کے ثبوت میں پیش کئے ہیں۔ یہ حصہ ۱۳۲ صفحات پر مشتمل ہے

شہادۃ القرآن میں مولانا میر نے منکرین معجزات کی سب سے بڑی دلیل سنۃ اللہ کی وضاحت کی ہے ۔منکرین کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ وہ کارخانہ قدرت میں ایک خاص نظام کو دیکھتے ہیں ۔مثلاً انسان کا ماں باپ کے اختلاط سے شکم مادر سے پیدا ہونا ۔بچپن جوانی بڑھاپا زمین پر بسر کرنا کھانا پینا اور حوائج ضروریہ سے دوچار ہونا۔ بالآخر مرکر قبر میں دفن ہوجانا ۔اس نظام کو وہ سنۃ اللہ سے تعبیر کرتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ فرمان باری تعالی ہے کہ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا یعنی سنت اللہ بدلا نہیں کرتی ۔ اسی بنیاد پر حضرت عیسی کا بغیر باپ ہونا اور پھر آسمان پر اٹھائے جانے کا انکار ہے کہ یہ انسان کے بارے میں جو سنۃ اللہ ہے اس کے خلاف ہے ۔ مولانا میر نے اس اصطلاح کی وضاحت کی ہے اور قرآن میں جہاں جہاں یہ الفاظ آتے ہیں ان کے تناظر میں اس عقدہ کی گرہ کشائی کی ہے کہ اس سے مراد انبیاء کرام کی نصرت اور ان کے مقابلے میں دشمنوں کی تباہی و بربادی مراد ہے ۔ پھر کسی معاملے کو خود ہی سنۃ اللہ باور کر لینے سے یہ کیسے لازم آجاتا ہے کہ اللہ تعالی یا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بھی یہی سنت اللہ ہے۔دعوی بلا دلیل قابل سماعت نہیں ۔ جب انسان اللہ تعالی کی قدرتوں کے اسرار و رموز اور اس کے نظام کو نہ کامل طور پر سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی ان کا احاطہ کرسکتا ہے تو پھر

بلا دلیل کسی نظام کو سنۃ اللہ قرار دینا کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔

پھر مولانا میر نے حضرت عیسیٰ کی خصوصیات پر بحث کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ذات با برکات ولادت سے لے کر آسمان پر اٹھائے جانے تک سراپا معجزات اور خوارق پر مبنی ہے۔ اللہ نے انہیں آیہ اور مثلاً قرار دے کر اپنی قدرت کاملہ کا نشان قرار دیا ہے۔ ان کی 'ولادت' بچپن میں 'حکیمانہ تعلیم فی المهد' ان کے 'معجزات' رفع آسمانی اور آسمان سے نزول سب اللہ کی قدرت کاملہ کے نشانات ہیں۔ ایک مومن صادق کے لئے جس طرح پہلی تین حقیقت واقعی ہیں اسی طرح اس کے لئے آخری دونوں باتوں سے انکار کی گنجائش بھی نہیں رہتی۔ مگر ہدائت اللہ کے ہاتھ میں ہے یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا۔ (سوانح مولانا میر۔ص ۲۲۔۲۵)

مولانا میر کی شہادۃ القرآن کو قبول عام حاصل ہوا اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا جیسا کہ، سب سے پہلا فتوی تکفیر، میں اس کے لدھیانوی مصنف نے لکھا ہے

> 'مولانا ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی جنہوں نے قادیانیت کی تردید میں بڑا کام کیا انہوں نے ایک کتاب قادیانیت کی تردید میں شہادۃ القرآن لکھی تھی۔ جو ایک بڑا علمی اثاثہ تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری اس کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اسے کئی بار مجالس میں پڑھوایا تھا اور جب یہ کتاب نایاب ہوگئی تو اس کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کیا... حضرت رائے پوری نے حضرت مولانا محمد علی جالندھری کو بلا کر اس کتاب کی اشاعت کے متعلق فرمایا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے اس کتاب کی طباعت کا تمام کام حضرت سید نفیس شاہ کے ذمہ لگایا۔ حضرت نفیس شاہ صاحب نے دن رات محنت کر کے اس کی کتابت و طباعت کا انتظام فرمایا'
>
> (کتاب مذکور۔ ص۴۰۴۔۴۰۲)

شہادۃ القرآن کے علاوہ مولانا میر نے مرزا صاحب کی زندگی میں مسلم الوصول الی اسرار اسراء الرسول (طبع ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء) ختم النبوة بعموم الدعوة جامع الشریعه (۱۹۰۷ء) الجزء الصحیح عن قبر المسیح (۱۹۰۷ء) نامی کتابیں رد قادیانیت میں رقم فرمائیں۔

عبدالحکیم پٹیالوی

مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہدی کے پاس ایک مطبوعہ کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ ساتھیوں کے نام درج ہوں گے۔ اور چونکہ انہوں نے آئینہ کمالات اسلام اور انجام آتھم میں اپنے ۳۱۳ ساتھیوں کے نام لکھ دیئے ہیں جو اصحاب صدق و صفا ہیں اور میری یہ کتابیں مطبوعہ ہیں اس لئے وہ امام مہدی ہیں۔ مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں

. چونکہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے ۳۱۳ اصحاب کا نام درج ہوگا۔ اس لئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیش گوئی آج پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پہلے اس سے امت مرحومہ میں کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا کہ جو مہدویت کا مدعی ہوتا اور اس کے وقت میں چھاپہ خانہ بھی ہوتا اور اس کے پاس ایک کتاب بھی ہوتی۔ جس میں ۳۱۳ نام لکھے ہوئے ہوتے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کام انسان کے اختیار میں ہوتا تو اس سے پہلے کئی جھوٹے اپنے تئیں اس کا مصداق بنا سکتے تھے۔ مگر اصل بات یہ کہ خدا کی پیش گوئیوں میں ایسی فوق العادت شرطیں ہوتی ہیں کہ کوئی جھوٹا ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور اس کو وہ سامان اور اسباب عطا نہیں کئے جاتے جو سچے کو عطا کئے جاتے ہیں..... شیخ حمزہ بن علی ملک الطّوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں جو ۸۴۰ میں تالیف ہوئی تھی مہدی موعود کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں.

در اربعین آمدہ است کہ خروج مہدی از قریہ کدعہ باشد۔ قال النبی ﷺ یخرج المھدی من قریة یقال لھا کدعة و یصدقه الله تعالی و یجمع اصحابه من اقصی البلاد علی عدة اہل بدر بثلاث مائة و ثلاثة عشر رجلا و معه صحیفة مختومة (ای مطبوعة) فیھا عدد اصحابه باسمایھم و بلادھم و خلالھم

یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے۔ یہ نام دراصل قادیان کے نام کو معرب کیا ہوا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔ اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار کے برابر ہوگا۔ یعنی ۳۱۳ ہوں گے اور ان کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔ اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعوی کرے اور اس کے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو جس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں۔ لیکن میں اس سے پہلے بھی آئینہ کمالات اسلام میں ۳۱۳ نام درج کر چکا ہوں اور اب دوبارہ اتمام حجت کے لئے ۳۱۳ نام درج ذیل کرتا ہوں۔ تا ہر ایک منصف سمجھ لے کہ یہ پیش گوئی میرے ہی حق میں پوری ہوئی اور بموجب منشائے حدیث کے یہ بیان کر دینا پہلے سے ضروری ہے کہ یہ تمام اصحاب صدق وصفا رکھتے ہیں۔ اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالی بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی دین میں سبقت لے گئے ہیں۔ اللہ تعالی سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم رکھے۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ خزائن۔ ج ۱۱۔ ص ۳۲۴۔ ۳۲۵)

اور مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے

. خاکسار عرض کرتا ہے کہ (۳۱۳ افراد کی) یہ فہرست حضرت مسیح موعود نے ۱۸۹۶ء۔ ۱۸۹۷ء میں تیار کی تھی۔ اور اسے ضمیمہ انجام آتھم میں درج کیا تھا۔ احادیث سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی ایک دفعہ اسی طرح اپنے اصحاب کی ایک فہرست تیار کروائی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ تین سو تیرہ کا عدد اصحاب بدر کی نسبت سے چنا گیا تھا کیونکہ حدیث میں ذکر آتا ہے کہ مہدی کے ساتھ اصحاب بدر کی تعداد کے مطابق ۳۱۳ اصحاب ہوں گے جن کے اسماء ایک مطبوعہ کتاب میں درج ہوں گے۔ دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۰۔ ۴۵۔ (سیرۃ المھدی ج ۳ ص ۱۲۸)

اور جس کتاب آئینہ کمالات اسلام کا مرزا صاحب نے اپنی مذکورہ بالا تحریر میں حوالہ دیا ہے اس کے متعلق خود ان کا کہنا ہے کہ

. اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت مجھ کو ہوئی اور

آپ ﷺ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر کی ۔ اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کتاب کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے هذا کتاب مبارک فقوموا للاجلال و الاکرام یعنی یہ کتاب مبارک ہے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ ۔ (اشتہار مندرجہ آئینہ کمالات اسلام ۔ تذکرہ ص ۲۳۰)

گویا کتاب آئینہ کمالات اسلام دربار نبوی میں مقبول اور آسمان سے سند یافتہ ہے ۔ اس کتاب میں مرزا کے ۳۱۳ اصحاب میں عبدالحکیم پٹیالوی کا نام بھی شامل ہے جو انجام آتھم میں ۱۵۹ نمبر پر ملتا ہے ۔ یعنی عبدالحکیم صاحب مرزا غلام احمد کے بقول صاحب صدق و صفا تھے ان کی ثابت قدمی کیلئے مرزا صاحب نے دعا بھی فرمائی ۔

اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ مرزا صاحب نے جن افراد کا اپنے ساتھیوں میں شامل ہونا اپنے مہدی ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب ان میں شامل ہیں ۔ بالفاظ دیگر ڈاکٹر عبدالحکیم کے اپنے مریدوں میں شامل ہونے کو مرزا صاحب نے اپنی مہدویت کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے

اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا روائت حدیث کی کون سی کتاب میں ہے؟ مرزا صاحب نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا ۔ اور شیخ علی نے یہ روائت کس کتاب سے نقل کی ہے ۔ اس کا بھی کوئی پتہ نہیں سوائے اربعین نامی ایک کتاب کے ۔ اور یہ اربعین کس کی ہے؟ ۔ مرزا صاحب نے یہ بھی نہیں بتایا ۔ نہ ہی آپ نے حدیث کی سند لکھی ہے؟ تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ حدیث کس درجے کی ہے؟ صحیح بھی ہے یا نہیں ۔ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ کدعہ کا مطلب قادیان کب سے اور کیسے ہو گیا؟ کیا مرزا صاحب اپنی عربی تحریروں میں قادیان کو کدعہ اور اپنے آپ کو کدعی لکھا کرتے تھے؟

مرزا غلام احمد خود کو قادیانی کے بجائے شائد اس لئے کدعی نہیں لکھتے تھے کہ ان کا وہ الہام غلط ہو جاتا تھا جس میں انہوں نے غلام احمد قادیانی کے اعداد ۱۳۰۰ قرار دے کر اسے اپنی صداقت کی نشانی بتایا ہے، جیسا کہ لکھتے ہیں

مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا ۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی ۔ اور وہ نام یہ ہے غلام احمد قادیانی ۔ اس نام

کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۱۸۵۔۱۸۶۔تذکرہ ص ۱۷۹)

عبدالحکیم ، پٹیالہ میں اسسٹنٹ سرجن تھے اور بتایا جاتا ہے کہ آپ تقریبا بیس سال تک مرزائی رہے اور انہوں نے بیس ہزار روپیہ تبلیغ قادیانیت پر صرف کیا تھا ۔آپ نے اس زمانے میں ایک تفسیر قرآن لکھی تھی جس کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں

. ڈاکٹر صاحب کی تفسیر القرآن بالقرآن ایک بے نظیر تفسیر ہے جس کو ڈاکٹر صاحب نے کمال محنت کے ساتھ تصنیف فرمایا ہے۔ نہائت عمدہ شیریں بیان ہے۔اس میں قرآنی نکات خوب بیان کئے گئے۔ یہ تفسیر دلوں پر اثر کرنے والی ہے .

پھر اللہ تعالی نے ہدائت دی تو قاضی محمد سلیمان کی بدولت عبدالحکیم صاحب مرزائیت سے تائب ہوکر مسلمان ہو گئے ' (سوانح عمری مولوی عبد اللہ غزنوی ۔ص ۸۷ حاشیہ) تو اسی تفسیر کے بارے میں مرزا نے فرمایا ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کا اگر تقوی صحیح ہوتا تو وہ کبھی تفسیر لکھنے کا نام نہ لیتا کیونکہ وہ اس کا اہل ہی نہیں، اس کی تفسیر میں ذرہ بھر روحانیت نہیں اور نہ ہی ظاہری علم کا کچھ حصہ (بدر قادیان ۷ جون ۱۹۰۶ء منقول از قادیانیت سے اسلام تک ۔ ص ۳۳۴)

ڈاکٹر صاحب نے اپنی تفسیر کے آخری ایڈیشن میں یا عیسی انی متوفیک کی تفسیر کے تحت مرزائیت سے تائب ہونے کا حال بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

کہ میں بڑی ارادت کے ساتھ مرزا صاحب کا مرید رہا۔ان کے عیب اور خطاؤں کو بشری کمزوریوں پر محمول کرتا رہا.... نہ کبھی قرآنی مشکل ہی ان کی طرف سے حل ہوئی.....نہ ان کی صحبت میں تزکیہ نفس اور رجوع الی اللہ کی خاص تاثیر دیکھی .....پھر بھی حسن عقیدت کے طور پر قریبا ۲۰ روپے ماہوار سے حتی الامکان ان کے لنگر سکول اخبارات اور کتب وغیرہ کی مدد کرتا رہا۔ اردو انگریزی تفاسیر اور تذکرۃ القرآن ہزاروں روپئے کے صرف سے ان کی تائید میں شائع کرتا رہا۔مرزا کی وجہ سے عام مسلمان میری تفاسیر اور دینی رسائل سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے.... جماعت احمدی میں مرزا کے اذکار کا جوش ایسا غالب ہوگیا کہ تسبیح تقدیس اور تحمید تمجید باری تعالی قریب قریب مفقود ہو گئے یا محض برائے نام رسمی طور پر رہ گیا اور سوائے ایک مسئلے (حیات اور وفات مسیح) کے اور تمام قرآنی تعلیموں کا چرچا جاتا رہا.....جن بناؤں پر میں

عقیدہ مسیحیت و مہدویت و مجددیت مرزا صاحب سے تائب ہوا ہوں وہ مختصراً حسب ذیل ہیں۔

تمام مسلمانوں کو جو مرزا صاحب کو نہ مانیں خارج از اسلام اور جہنمی قرار دینا اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے کو حرام بتلانا۔

جب اہالیان سیالکوٹ نے ایک تحریک پیش کی کہ لنگر کی آمد و خرچ کے اہتمام کے واسطے ایک کمیٹی مقرر ہونی چاہیے تو آپ (مرزا) نے طیش میں آ کر جواب دیا کہ میں کسی کا خزانچی ہوں؟

جب یہ تحریک پیش ہوئی کہ لنگر کا انتظام توجہ طلب ہے۔ مہمانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ تو ازخود رفتہ ہو کر جواب دیا کہ کیا میں بھٹیاری ہوں ...

یہ (مرزا) ایمان مالک یوم الدین کا معطل کنندہ ہے۔ کیونکہ نجات مرزا غلام احمد کے ماننے پر ہی منحصر ہے۔ اور آپ (مرزا) تو تمام دنیا کو جہنمی بنانے کے لئے اتنا بھی نہیں پوچھتے کہ تیرے پاس ہم پر ایمان لانے کے لئے کافی دلائل پہنچے یا نہیں .....

مرزا صاحب کا یہ مسئلہ کہ میرے ماننے کے بغیر نجات نہیں رب العالمین کی ربوبیت عامہ اور الرحمان الرحیم کی رحمانیت و رحیمیت تامہ کو پامال کرنے والہ اور کل عالم کی سعید فطرتوں اور نیک عملوں پر جھاڑو پھیرنے والہ ہے....

(مرزا کا) قرآن حدیث اور تیرہ سو سالہ اسلام کو مردہ قرار دینا...

سید المرسلین اور خلفائے راشدین کی سخت توہین ہے کہ ان کے مدفن تو بہشتی مقبرہ نہ بنیں اور غلام احمد کا مدفن بہشتی مقبرہ بن جائے....

بے چارے مولویوں کو جو محض اسلام کی خاطر آپ کا خلاف کر رہے ہیں ان کو ولد الحرام خنازیر کورچشم شیطان حرام زادہ اوباش لومڑی دجال چوہڑے چمار سور اور بندر زندیق قرار دینا۔ کیا یہ عمل مرزا صاحب کا واجب الاطاعت ہے؟ ہم دن رات لوگوں کو فحش گالیاں دیا کریں یا قرآن کریم کی اطاعت کریں؟..

اپنی کتابوں کے لئے رقم زکوۃ طلب کرنا اور کتابوں کی قیمت اصل مصارف سے سہ چند اور چہار چند رکھ کر ان کا منافع اپنے صرف میں لانا۔

ازالہ اوہام میں مسیح کی پیش گوئیوں پر طنزاً کہا گیا کہ یہ بھی کوئی پیش گوئی ہے کہ

زلزلے آئیں گے مری پڑے گی لڑائیاں ہوں گی قحط پر قحط پڑیں گے۔ پھر ایسی پیش گوئیوں کو عظیم الشان بتایا جا رہا ہے...مسیح کے معجزات کو مسمریزم کے کرشمے بتایا ہے۔

اخبار بدر میں جنوری کے مہینے میں شائع کیا ہے کہ ہر بیعت کنندہ پر فرض ہے کہ حسب توفیق ماہواری یا سہ ماہی لنگر خانہ میں چندہ روانہ کرتا رہے۔ ورنہ ہر تین ماہ کے بعد اس کا نام بیعت سے خارج ہو گا... میں نے چند ضروری تجاویز پر (مرزا صاحب سے) ایک ضروری خط و کتابت شروع کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا قادیانی نے مجھ کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا۔ یہ خط و کتابت علیحدہ شائع ہو گئی ہے۔ چونکہ ۱۳ مئی کو میں نے ایک خواب کی بنا پر یہ بھی شائع کر دیا کہ جب تک مرزا صاحب اپنی موجودہ زیادتیوں کا علاج کر لیں میں اپنی بیعت واپس لیتا ہوں۔

(منقول از قادیانیت سے اسلام تک۔ ص ۳۴۰۔ ۳۴۵)

ڈاکٹر صاحب کے مسلمان ہو جانے کو مرزا صاحب ان کا مرتد ہو جانا قرار دیتے ہیں جبکہ میں ان کے مسلمان ہو جانے کو مرزا صاحب کے کذب کا نشان سمجھتا ہوں کیونکہ مرزا صاحب کا کہنا تھا کہ انہیں خدائی وعدہ دیا گیا ہے اجیب کل دعا ئک الا فی شر کا ئک۔ (میں تیری ہر دعا قبول کروں گا سوائے ان دعاؤں کے جو شریکوں کے بارے میں ہوں) اور عبدالحکیم صاحب چونکہ مرزا صاحب کی برادری اور شریکوں میں سے نہیں تھے اس لئے ان کے حق میں کی ہوئی دعا کے قبول ہو جانے کا مرزا صاحب کے دعوی کے مطابق خدائی وعدہ تھا۔ اور مرزا صاحب نے عبدالحکیم صاحب کے بارے یہ کہتے ہوئے (مرزائیت پر) ثابت قدمی کی دعا کی تھی کہ یہ صاحب صدق وصفا ہیں۔ اور عبدالحکیم صاحب کا مرزائیت کے دائرے سے نکل آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب کی ان کے بارے میں دعا قبول نہیں ہوئی۔ اور ان کے بارے میں مرزا صاحب کی دعا کا قبول نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کا اجیب کل دعا ئک الا فی شر کاء ک والا الہام جھوٹا تھا اور وہ مفتری علی اللہ تھے۔

ڈاکٹر عبدالحکیم نے اسلام لانے کے بعد تحریک ختم نبوت میں سرگرمی سے حصہ لینا شروع کر دیا۔ اور مرزا صاحب کے دعاوی کی تردید میں تقریری اور تحریری میدان میں خوب کام کیا۔ چونکہ آپ مرزا کے معتمد مریدوں کے حلقے میں شامل رہ چکے تھے اس لئے

جانتے تھے کہ مرزا صاحب آمد و خرچ کا حساب نہیں رکھتے اور چندے کا روپیہ خورد برد ہو رہا ہے۔ انہوں نے یہ معاملہ اٹھایا تو مرزا صاحب نے برہم ہو کر فرمایا کہ جب خدا ہم سے ہمارے مصارف کے متعلق پوچھ گچھ نہیں کرتا تو عبدالحکیم کو کیا حق ہے۔ اخبار الحکم کی رپورٹ کے مطابق ایک دفعہ ایک مرید نے کہا کہ مرزا صاحب آمد و خرچ کا حساب کتاب ایک کمیٹی کے سپرد فرما دیں۔ مرزا صاحب اس تجویز پر ناراض ہوئے اور فرمایا

. میں تاجر نہیں کہ حساب کتاب رکھوں۔ میں کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں ۔ میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرہ بھی میری نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی بھی میری طرف بھیجے۔ (الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۵ء)

اور مرزا محمود کا کہنا ہے کہ

.سب سے بڑا اعتراض جو ڈاکٹر عبدالحکیم پرانے صحابی نے مرزا صاحب پر کیا وہ مال کے متعلق تھا کہ وہ مکرو فریب کر کے لوگوں سے روپیہ لیتے ہیں اور اسے جس طرح چاہتے ہیں بے جا صرف کرتے ہیں کوئی حساب نہیں رکھتے

(الفضل ۲۰ جنوری ۱۹۲۲ء منقول از خاتم النبیین ص ۳۰۸۔۳۰۹)

اور مرزا غلام احمد صاحب نے ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء کو اشتہار بعنوان .

خدا سچے کا حامی ہو . میں لکھا . ڈاکٹر عبدالحکیم جو تخمیناً بیس برس تک میرے مریدوں میں داخل رہے چند دنوں سے مجھ سے برگشتہ ہو کر سخت مخالف ہو گئے ہیں اور اپنے رسالہ المسیح الدجال میں میرا نام کذاب مکار شیطان دجال شریر حرام خور رکھا ہے اور مجھے خائن شکم پرست نفس پرست مفسد مفتری اور خدا پر افترا کرنے والہ قرار دیا ہے اور کوئی ایسا عیب نہیں جو میرے ذمہ نہیں لگایا اور لکھا کہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کو مجھے الہامات ہوئے ہیں کہ میں (مرزا) مسرف کذاب عیار ہے اور صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا اور میعاد فنا تین سال رکھی ہے .

اور مرزا صاحب نے اپنی مہدویت کے نشان کے طور پر کہہ رکھا تھا

.کسی دوسرے مدعی مہدویت کے وقت میں کسوف خسوف رمضان میں آسمان پر نہیں ہوا . (تحفہ گولڑویہ ص ۲۸)۔

اس پر ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب پٹیالوی نے اپنی کتاب الذکر الحکیم میں مدعی

مہدویت حضرات کی ایک طویل فہرست شائع کر دی تھی جن کے زمانہ میں رمضان شریف میں سورج چاند کو گرہن ہوا۔ (مرزائے قادیان کے دس جھوٹ۔ ص۹۳)

مرزا صاحب نے عبدالحکیم کی اس طرح کی باتوں سے نالاں ہو کر لکھا کہ

عبدالحکیم نام ایک شخص جو پٹیالہ کی ریاست میں اسسٹنٹ سرجن ہے۔ جو پہلے اس سے ہمارے سلسلہ بیعت میں داخل تھا مگر بباعث کمی ملاقات اور قلت صحبت دینی حقائق سے محض بے خبر اور محروم تھا (حالانکہ عبدالحکیم صاحب وہی شخص ہیں جنہیں مرزا صاحب انجام آتھم صاحب صدق وصفا قرار دے چکے ہیں) پہلے تکبر اور جہل مرکب اور رعونت اور بدظنی کی مرض میں مبتلا تھا اپنی بدقسمتی سے مرتد ہو کر اس سلسلہ کا دشمن ہو گیا ہے اور جہاں تک اس سے ہو سکا خدا کے نور کو معدوم کرنے کے لئے اپنی جاہلانہ تحریروں میں زہریلی پھونکوں سے کام لے رہا ہے تا اس شمع کو بجھا دے جو خدا کے ہاتھ سے روشن ہے۔ (خزائن جلد ۲۲ حقیقۃ الوحی ص ۱۱۲)

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں

'عبدالحکیم خاں نے اپنے رسالہ مسیح الدجال میں دوسرے مخالفوں کی طرح عوام کو یہ دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا میری پیش گوئیاں غلط نکلتی رہی ہیں۔ چنانچہ جو پیش گوئی عبداللہ (آتھم) کی نسبت کی تھی اور جو پیش گوئی احمد بیگ کے داماد کی نسبت کی تھی اور جو ایک پیش گوئی مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے بعض رفیقوں کی نسبت کی تھی۔ ان سب کو بیان کر کے یہ دعوی کیا ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئیں'

(روحانی خزائن ج ۲۲ (حقیقت الوحی) ص۱۹۲)

پھر مرزا صاحب جواب میں لکھتے ہیں

۔ اور جو کچھ مولوی محمد حسین اور ان کے رفیق کی نسبت پیش گوئی خدا تعالی کے الہام میں لکھی گئی تھی اس کی نسبت کوئی تاریخ مقرر نہ تھی۔ صرف میری دعا میں اپنے الفاظ تھے۔ الہامی الفاظ نہ تھے اور صرف میری طرف سے دعا تھی کہ اتنی مدت میں ایسا ہو۔ سو خداوند تعالی اپنی وحی کا پابند ہوتا ہے۔ اس پر فرض نہیں کہ جو اپنی طرف سے التجا کی جائے بعینہ اس کو ملحوظ رکھے۔ اس لئے پیش گوئی میں جو عربی میں شائع ہو چکی ہے کوئی مدت مقرر نہیں ہے کہ فلاں مہینہ یا برس میں رسوا کیا جائے گا

(خزائن (حقیقۃ الوحی ص ۱۹۵ طبع ۱۹۸۴ء)

گویا مرزا صاحب نے اقرار کیا کہ خدا نے ان کی یہ دعا قبول نہیں۔ اجیب کل دعائک والہ الہام کدھر گیا؟ (اس پیش گوئی پر کسی اور جگہ بحث ہو چکی ہے)

اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالحکیم نے

' پنجاب کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کر کے میری عیب شماری کے بارہ لیکچر دیئے اور لاہور اور امرتسر اور پٹیالہ اور دوسرے مقامات میں انواع واقسام کی بدیاں میرے ذمہ لگائیں۔ اور میرے وجود کو دنیا کے لئے خطرناک اور شیطان سے بدتر ظاہر کر کے ہر ایک لیکچر میں مجھ پر ہنسی اور ٹھٹھا اڑایا ہے ..ساتھ یہ پیش گوئی بھی صدہا آدمیوں میں شائع کی کہ خدا نے مجھے الہام کیا ہے کہ یہ شخص تین سال کے عرصہ میں فنا ہو جائے گا اور اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ کذاب اور مفتری ہے۔ میں نے اس کی ان پیش گوئیوں پر صبر کیا ' (روحانی خزائن ج ۲۲۔ حقیقت الوحی۔ ص ۴۰۹)

اور فرماتے ہیں

' بعض نادان کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے بعض لوگ بھی طاعون سے ہلاک ہوگئے ہیں۔ منجملہ ان کے ڈاکٹر عبدالحکیم خان بھی ہے۔ جو بہت خوش ہو کر لکھتا ہے کہ فلاں فلاں احمدی طاعون سے فوت ہو گیا ہے۔ ہم ایسے متعصبوں کو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہماری جماعت میں سے بعض لوگوں کا طاعون سے فوت ہونا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے بعض صحابہ لڑائیوں میں شہید ہوتے تھے ...اگر ایک شخص ہماری جماعت میں سے طاعون سے مرتا ہے تو بجائے اس کے سو آدمی یا زیادہ ہماری جماعت میں داخل ہوتے ہیں۔ اور یہ طاعون ہماری جماعت کو بڑھاتی ہے اور ہمارے مخالفوں کو نابود کرتی ہے۔ ..پس ہمارے لئے طاعون رحمت ہے۔..افسوس کہ مخالف لوگ ایسے اندھے ہو گئے ہیں کہ ان کو معلوم نہیں کہ دراصل طاعون ہماری دوست اور ان کی دشمن ہے ..پس مبارک وہ خدا ہے جس نے دنیا میں طاعون بھیجا تا اس کے ذریعے ہم بڑھیں اور پھولیں....پس اس سے زیادہ اندھا کون شخص ہے جو چند احمدی لوگوں کا طاعون سے فوت ہونا پیش کرتا ہے اور اس سے اب تک بے خبر ہے کہ اب تک کئی لاکھ انسان طاعون نے ہماری جماعت میں داخل کر دیا'

(روحانی خزائن ج ۲۲۔ تتمہ حقیقت الوحی۔ ص ۵۶۸۔۵۷۰ حاشیہ)

اور ایک جگہ مرزا صاحب نے فرمایا

'ہزاروں لوگ خود پسندی اور رعونت کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یہ تو بہت ہی دلیر ہو گیا ہے اور حد سے بڑھ گیا ہے۔ جتنی گالیاں انسان سوچ سکتا ہے وہ سب اس نے ہمیں دی ہیں۔ اس کے رو برو بڑے بڑے نشانات خدا تعالی نے دکھائے۔ اس نے خود بھی تصدیق کی۔ بیس برس تک یہ ہمارا مصدق رہا۔ اس کے خطوط میرے پاس موجود ہیں' (ملفوظات مرزا۔ ج ۹۔ ص ۳۳۸۔۳۳۹)

اور ایک مرتبہ فرمایا

'ایک شخص (عبدالحکیم) جو بیس برس تک میرا مرید رہا اور ہر ممکن طریق سے میری تائید کرتا رہا اور میری سچائی پر اپنی خوابیں سناتا رہا۔ اب مرتد ہو کر اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اس نے میری طرف منسوب کر کے کانا دجال رکھا ہے'

(ملفوظات مرزا۔ ج ۱۰۔ ص ۵۹)

اور مرزائی بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب کی

'کتاب نصرۃ الحق ابھی زیر طبع ہی تھی کہ ایک فتنہ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کے ارتداد کا اٹھا۔ جس کے دفع کرنے کے واسطے آپ نے حقیقت الوحی ایک ضخیم کتاب جو سات سو صفحہ کی ہے تصنیف فرمائی'

(روحانی خزائن ج ۱۸ (نزول المسیح کے آخر پر ایک اعلان) ص ۶۱۹)

جب مرزا صاحب اور ڈاکٹر صاحب کا مقابلہ شروع ہوا تو دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف الہامی پیش گوئیاں فرمائیں۔ اس سلسلے میں مرزا صاحب کے ایک اشتہار سے اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں

خدا سچے کا حامی ہو۔ میاں عبدالحکیم خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ نے میری نسبت یہ پیش گوئی کی ہے۔ ..اس کے الفاظ یہ ہیں۔ مرزا کے خلاف ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کو یہ الہامات ہوئے

'مرزا مسرف کذاب اور عیار ہے۔ اور صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا اور اس کی میعاد تین سال بتائی گئی ہے'

اس کے مقابل پر وہ پیش گوئی ہے جو خدا تعالی کی طرف سے میاں عبدالحکیم خاں صاحب اسسٹنٹ پٹیالہ کی نسبت مجھے معلوم ہوئی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں ' خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا ' فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار۔ تیرے آگے ہے پر تو نے وقت کو نہ پہچانا۔ نہ دیکھا نہ جانا۔ رب فرق بین صادق و کاذب انت تری کل مصلح صادق ' (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳۔ ص ۵۵۹۔ ۵۶۰)

اس کے بعد ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب نے اپنا ایک اور الہام شائع کیا کہ جو لائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ ماہ تک مرزا صاحب مر جائیں گے۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے ایک اشتہار بعنوان تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء کو شائع کیا اور اس کی پیشانی پر یہ عبارت درج کی ' ہماری جماعت کو لازم ہے کہ اس پیش گوئی کو خوب شائع کریں اور اپنی طرف سے چھاپ کر اشتہار کے طور پر اپنے گھر کی نظر گاہ میں چسپاں کریں ' (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۵) اس اشتہار کے چند فقرات حسب ذیل ہیں

' اپنے دشمن کو کہہ دے کہ خدا تجھ سے مؤاخذہ لے گا.. میں تیری عمر کو بڑھا دوں گا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیش گوئی کرتے ہیں۔ ان سب کو میں جھوٹا کرونگا اور تیری عمر بڑھا دونگا۔ تا کہ معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے ' یہ عظیم الشان پیش گوئی ہے۔ جس میں میری فتح اور دشمن کی شکست اور میری عزت اور دشمن کی ذلت اور میرا اقبال اور دشمن کا ادبار بیان فرمایا ہے اور دشمن پر غضب اور عقوبت کا وعدہ کیا ہے مگر میری نسبت لکھا ہے کہ دنیا میں تیرا نام بلند کیا جائے گا اور نصرت اور فتح تیرے شامل حال ہوگی اور دشمن جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا '

(مجموعہ اشتہارات ج ۳۔ ص ۵۹۱ نیز دیکھئے تذکرہ۔ ص ۷۳۷۔ ۷۳۹)

اس کے بعد ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب نے اپنا ایک اور الہام شائع کیا کہ مرزا مورخہ ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک مر جائے گا (چشمہ معرفت۔ ص ۳۲۱۔ ۳۲۲ روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۷)

اس چیلنج بازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اگلے جہان

کی طرف کوچ کر دیا اور ان کے الہام کنندہ کے سب الہام جو فتح و نصرت اور عمر میں اضافے کے وعدوں کی صورت میں کیئے گئے تھے غلط نکلے۔

مرتب تذکرہ لکھتا ہے کہ مسیح موعود نے عمر بڑھانے والی جو پیش گوئی کی تھی

'وہ اس طور پر پوری ہوئی کہ جب تک ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے اپنی پیش گوئی کو جس میں حضرت مسیح موعود (مرزا) کی وفات کی ایک میعاد بیان کی تھی منسوخ نہ کر دیا اس وقت تک اللہ تعالی آپ کی عمر کو بڑھاتا گیا (آپ نے ابھی پچیس تیس سال مزید زندہ رہنا تھا۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو دار فانی سے مرزا صاحب کا کوچ کروا کر اللہ تعالی نے ان کی عمر بڑھائی ہے یا کم کی ہے؟ بہاء) اور جب اس نے ایک معین دن کے ساتھ اپنی پیش گوئی کو وابستہ کر دیا تو اللہ تعالی نے اسے دوسرے رنگ میں جھوٹا کیا (یہ کیا ہوا کہ اللہ نے اس کی سزا بھی مرزا صاحب کو دے دی۔ مخالف کو جھوٹا کرنے کے لئے مرزا صاحب کی موت اس معین دن ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء سے آگے کیوں نہ بڑھا دی؟ بہاء)' اس کی تفصیل میں بتایا ہے کہ پہلی پیش گوئی کی میعاد تین سال تھی۔ جو ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کو شائع ہوئی۔ پھر یکم جولائی ۱۹۰۷ء نے کو اس نے لکھا کہ سہ سالہ میعاد میں سے دس مہینے اور گیارہ دن کم کر دیئے گئے ہیں اور مرزا آج سے چودہ ماہ کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ اس کے مقابل مرزا صاحب نے اشتہار ۵ نومبر ۱۹۰۷ء کو شائع کیا کہ انہیں وحی آئی ہے کہ میں تیری عمر بڑھا دونگا۔ اس کے بعد مرتد مذکور نے اعلان کیا کہ مرزا ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک مر جائے گا۔ اس پر مرزا صاحب نے چشمہ معرفت کے صفحہ ۳۲۲ پر لکھا کہ اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اسے ہلاک کریگا۔ اور میں اس کے شر سے محفوظ رہونگا۔ اس کے بعد مرتد مذکور نے ۸ مئی ۱۹۰۸ء کے خط کے ذریعے سے اخبارات میں اعلان کیا کہ مرزا ۴ اگست کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے بدر مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء میں کہا اللہ تعالی ظاہر کر دے گا کہ راست باز کون ہے سو اللہ تعالی نے مرتد مذکور کی پہلی تین پیش گوئیوں کی منسوخی کا اعلان خود اس کے قلم سے کروا کر اسکی آخری پیش گوئی کو جھوٹا ثابت کر دیا اور وہ اس طرح پر کہ حضور کی وفات ۴ اگست ۱۹۰۸ء کو نہیں بلکہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی'

(بیان مرتب تذکرہ ملخصاً۔ حاشیہ ص ۷۳۸۔۷۳۹)

اور . خدائے حکیم و خبیر نے جو اپنے پیارے مسیح سے یہ وعدہ کر چکا تھا کہ میں دشمنوں کو جھوٹا کروں گا عبدالحکیم کی پیش گوئی کے دونوں اجزاء کو یوں باطل کر دیا کہ حضور اپنے بعض گذشتہ الہامات کی بنا پر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال فرما گئے اور صاف طور پر واضح کر دیا کہ عبدالحکیم کاذب و مفتری انسان ہے (تاریخ احمدیت جلد ۳ ص ۴۷۲)

(دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے)۔

مرزا صاحب نے آتھم کی موت کے بارے میں پیش گوئی کی تھی کہ وہ فلاں تاریخ تک مر جائے گا۔ وہ شخص اس تاریخ تک نہ مرا تو مرزا صاحب کی بہت ہتک ہوئی۔ دوسری طرف آتھم ایک بوڑھا آدمی تھا۔ اور جب وہ پیشگوئی کی حتمی تاریخ کے بعد کئی مہینے زندہ رہ کر مر گیا تو مرزا صاحب کپڑے جھاڑ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا

. ڈپٹی آتھم تو بہرحال فوت ہو چکا ہے میعاد کے اندر مرا یا میعاد کے باہر مرا آخر مر تو گیا (تتمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۵۶۶)۔

اور مرزا صاحب نے مولوی عبدالحق غزنوی کے متعلق لکھا تھا

. عبدالحق غزنوی بار بار لکھتا ہے کہ (آتھم والے معاملے میں) پادریوں کی فتح ہوئی۔ ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں اور کیا لکھیں کہ اے بد ذات یہودی صفت پادریوں کا اس میں منہ کالا ہوا۔ اور ساتھ ہی تیرا بھی۔ اور پادریوں پر ایک آسمانی لعنت پڑی اور ساتھ ہی وہ لعنت تجھ کو بھی کھا گئی۔ اگر تو سچا ہے تو اب ہمیں دکھلا کہ آتھم کہاں ہے۔ اے خبیث تو کب تک جئے گا۔ کیا تیرے لئے ایک دن موت کا مقرر نہیں۔ (انجام آتھم خزائن ج ۱۱ ص ۳۲۹)۔

یعنی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ کیا ہوا جو آتھم پیش گوئی کے مطابق نہیں مرا۔ لیکن مر تو گیا۔ بتا اب وہ کہاں ہے؟

اگر عبدالحکیم یہ کہے کہ مرزا صاحب اگست ۱۹۰۸ء میں نہیں مرے تو کیا ہوا؟ مئی ۱۹۰۸ء میں مر گئے۔ مر تو گئے۔ مرزائیوں کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے؟

مرزائی کہتے ہیں کہ عبدالحکیم نے اپنی پہلی پیش گوئی منسوخ کر کے مرزا صاحب کی موت کی ایک تاریخ متعین کر دی تھی اور چونکہ مرزا صاحب اس متعین

تاریخ کونہیں مرے اس لئے عبدالحکیم کی پیشگوئی جھوٹی نکلی اور مرزا صاحب سچے۔ ہم کہتے ہیں کہ بات عبدالحکیم کی پیش گوئی کی نہیں ہے بلکہ مرزا صاحب کی پیش گوئی کی ہے کہ عبدالحکیم میرے سامنے مرے گا۔ وہ مرزا صاحب کی زندگی میں نہیں مرا تو مرزا صاحب کی پیش گوئی غلط اور وہ خود جھوٹے ثابت ہوئے۔ اور ہاں اگر عبدالحکیم کو جھوٹا ثابت کرنا ہے تو چلو عبدالحکیم بھی جھوٹا اور مرزا صاحب بھی جھوٹے۔ عبدالحکیم صاحب کوئی پیغمبر تو نہیں تھے اور نہ ان کا دعویٰ مسیح یا مہدی ہونے کا تھا۔ اور نہ ان کے سچے یا جھوٹے ہونے پر ہمارے دین و ایمان کا دارو مدار ہے۔ اگر ان کی کوئی پیش گوئی غلط نکلی تو ہمیں کیا؟ جب کہ مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود نبی اور مہدی ہونے کا تھا۔ اور جو لوگ انہیں نبی اور مجدد اور مہدی اور مسیح موعود مانتے ہیں عبدالحکیم کے بارے میں ان کی پیش گوئی کہ یہ شخص میری زندگی میں مرے گا جھوٹی ثابت ہونے پر ایسے لوگوں کے دین و ایمان کا کباڑہ تو ہو گیا

مرزا صاحب کا کہنا ہے خدا نے انہیں بتایا تھا کہ ان کی عمر ۸۰ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ اور وہ ۹۵ سال عمر کے لئے دعا بھی کر چکے تھے۔ اس کے علاوہ عبدالحکیم والے معاملے میں خدا نے انہیں ۱۹۰۷ء میں بتایا تھا کہ ان کی عمر میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ یعنی ان کی عمر اب ۹۵ سال سے بھی اوپر ہوگی۔ پھر یہ کیا ہوا؟

مرزا صاحب ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو شائع ہونے والہ اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں

آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والہ ہے جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا۔ اور یہ اس کی سچائی کے لئے ایک نشان ہوگا.... اس نے یہ پیش گوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر خدا نے اس کی پیش گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں۔ بلا شبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کرے گا

(چشمہ معرفت ص ۳۳۶۔۳۳۷ خزائن ج ۲۳)

مرزائی کہتے ہیں کہ جب مرزا صاحب فوت ہوئے تو

. مخالفین سلسلہ میں سے جس شخص نے اس موقع (مرزا کی موت) پر سب سے زیادہ فتنہ اٹھایا ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی تھا۔ اس شخص نے بڑے وسیع پیمانے پر بے بنیاد پراپیگنڈہ کیا کہ مرزا صاحب کی ہلاکت اس کی پیش گوئی کے مطابق ہوئی ہے۔ اس لئے معرکہ حق و باطل میں وہ فاتح ہے۔ نیز حضور (مرزا) کی متعدد پیش گوئیوں پر اعتراض کیا کہ وہ غلط نکلیں۔ اور آپ چل بسے۔ اس سلسلہ میں اس نے اعلان الحق اور اس کا تکملہ وغیرہ شائع کئے۔ (تاریخ احمدیت ص ۲۱۷ جلد سوم)

۔ اور مرزا صاحب کو اپنے سامنے مار کر ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب ۱۲ سال بعد یکم جون ۱۹۲۰ء کو فوت ہوئے۔ (تاریخ احمدیت۔ ج ۳۔ ص ۴۷۲)۔

طاعون

مرزا صاحب کے زمانہ حیات میں کچھ عرصہ برصغیر پاک و ہند کے کچھ علاقے طاعون کی زد میں رہے اور اس بیماری سے بے شمار اموات واقع ہوئیں۔ مرزا صاحب نے مشہور کر دیا کہ مسیح موعود کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس کے عہد میں طاعون آئے گا جو اس کے مخالفوں پر عذاب کے مترادف ہوگا۔ وہ کہتے تھے کہ اس طاعون سے وہ خود اور ان کا گاؤں قادیان نیز ان کے پیروکار اور ان کے گھر کی چاردیواری میں رہنے والے لوگ محفوظ رہیں گے۔ان کے دشمن تباہ ہوں گے۔ ان کے منہ بند ہو جائیں گے اور لوگ طاعون سے ڈرتے ہوئے جوق در جوق ان کی جماعت میں شامل ہوں گے۔ مرزا صاحب نے مختلف مقامات پر اس طاعون کا ذکر یوں کیا ہے۔

. یہ بھی یادرہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے...اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئی ٹل جائے.

(کشتی نوح ص ۵۔خزائن ج ۱۹ص ۷)

. حمامۃ البشری میں جو کئی سال طاعون پیدا ہونے سے پہلے شائع کی تھی میں نے طاعون پھیلنے کے لئے دعا کی ہے تو وہ دعا قبول ہو کر ملک میں طاعون پھیل گئی

(حقیقۃ الوحی ص ۲۲۴ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔الیاس برنی۔ص ۴۴۰)

. ہشیار پور اور جالندھر کے اضلاع میں ابھی چند وارداتیں طاعون کی ہوئیں تھیں کہ میں نے اللہ تعالی سے علم پا کر پیش گوئی کی تھی کہ یہ وباء پنجاب کے دوسرے اضلاع میں بھی پھیل جائے گی.

(ملفوظات ج ۶ ص ۳۵۴۔منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص ۴۴۰)

. اس زمانے میں جب بجز ایک مقام کے پنجاب کے تمام اضلاع میں طاعون کا نام و نشان نہ تھا خدا تعالی نے مجھے خبر دی کہ تمام پنجاب میں طاعون پھیل جائے گی

اور ہر ایک مقام طاعون آلودہ ہو جائے گا اور بہت مری پڑے گی اور ہزار ہا لوگ طاعون کا شکار ہو جائیں گے اور کئی گاؤں ویران ہو جائیں گے۔ اور مجھے دکھایا گیا کہ ہرایک جگہ اور ہر ایک ضلع میں طاعون کے سیاہ درخت لگائے گئے ہیں۔ چنانچہ یہ پیش گوئی کئی ہزار اشتہار اور رسالوں کے ذریعہ سے میں نے اس ملک میں شائع کی۔ پھر تھوڑی مدت کے بعد ہر ایک ضلع میں طاعون پھوٹ پڑی

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۰۔منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔صفحہ ۳۲۰)

. طاعون دنیا میں اس لئے آئی ہے کہ خدا کے مسیح موعود سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اس کو دکھ دیا گیا۔ (دافع البلاء۔شرکۃ الاسلامیہ ربوہ۔ص ۸۔۹)۔

خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کریگا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں۔یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی۔اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی ہے کہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہوگئے۔یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے.

(دافع البلاء۔شرکۃ الاسلامیہ ربوہ ص ۱۳۔۱۴)

.حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک دفعہ طاعون کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ابھی کیا ہے۔ابھی وہ دن بھی آئیں گے جب کہ لوگ کہیں گے کہ لاہور بھی کوئی شہر ہوتا تھا۔(ضمیمہ الفضل ۱۱اکتوبر ۱۹۱۴ء ص ۹۷) حاشیہ میں لکھا ہے . لاہور کی تباہی کی پیش گوئی جو حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں شائع ہو چکی ہے وہ یہ ہے . لاہور کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس کی سرزمین میں ایسے اجزاء میں کہ اس میں طاعونی کیڑے زندہ نہیں رہ سکتے۔لیکن وہاں بھی طاعون نے آن ڈیرہ ڈالا ہے۔ابھی لوگوں کو معلوم نہیں ہے لیکن سال ہا سال کے بعد لوگ دیکھیں گے کہ کیا ہوگا۔کئی لوگ اور دیہات بالکل تباہ ہو جائیں گے۔دنیا سے ان کا نام ونشان مٹ جائے گا اور ان

کے آثار تک باقی نہ رہیں گے۔

(الحکم ۱۷۔۲۴ جولائی ۱۹۰۴ص ۱۲۔ تذکرہ۔ چوتھا ایڈیشن۔ص ۷۹۵)

. ہم طاعون کے ساتھ اس یوسف (مرزا) پر یہ احسان کریں گے کہ بدزبان لوگوں کے منہ بند کردیں تا کہ وہ ڈر کر گالیوں سے باز آجائیں. (تذکرہ ص ۴۲۴)

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ

. خدا تعالی بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے گی گو ۷۰ برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا.

(دافع البلاء طبع اپریل ۱۹۰۲ قادیان ص ۱۴۔ خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰)۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے انہیں وعدہ دیا ہے کہ

انی احافظ کل من فی الدار یعنی میں ہر ایک کو جو تیرے گھر کی چاردیوار کے اندر ہے طاعون سے بچاؤں گا۔ (حاشیہ ص ۸۷ حقیقۃ الوحی)

اور انی احافظ کل من فی الدار۔ ما کان اللہ لیعذ بھم و انت فیھم میں ہر ایک کو جو اس گھر کی چاردیوار کے اندر ہے بچا لوں گا۔کوئی ان میں طاعون یا بھونچال سے نہیں مرے گا۔ خدا ایسا نہیں ہے کہ جن میں تو ہے ان کو عذاب کرے (حقیقۃ الوحی ص ۹۷۔۹۸)۔(یہاں طاعون کی موت کو عذاب کہتے ہیں جب کہ دوسری جگہ طاعون سے مرنے والے مرزائیوں کی موت کو شہادت کی موت کہتے ہیں)۔

اور . یہ طاعون ہماری جماعت کو بڑھاتی ہے اور ہمارے مخالفوں کو نابود کرتی ہے۔ ہر ایک مہینہ میں کم سے کم ۵۰۰ اور کبھی ہزار دو ہزار آدمی بذریعہ طاعون ہماری جماعت میں داخل ہوتا ہے۔ پس ہمارے لئے طاعون رحمت ہے۔۔جس قدر طاعون کے ذریعہ سے ہماری ترقی تین چار سال میں ہوئی وہ دوسری صورت میں ۵۰ سال میں بھی غیر ممکن تھی. (تتمہ حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۵۸۶۔۵۸۹ خزائن ج ۲۲)

مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ ' ہماری جماعت میں سے بعض لوگوں کا طاعون سے فوت ہونا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے بعض صحابہ لڑائیوں میں شہید ہوتے تھے ...اگر ایک شخص ہماری جماعت میں سے طاعون سے مرتا ہے تو بجائے اس کے سو آدمی یا زیادہ ہماری جماعت میں داخل ہوتے ہیں ۔ اور یہ طاعون ہماری

جماعت کو بڑھاتی ہے اور ہمارے مخالفوں کو نابود کرتی ہے۔ ..پس ہمارے لئے طاعون رحمت ہے ۔..افسوس کہ مخالف لوگ ایسے اندھے ہو گئے ہیں کہ ان کو معلوم نہیں کہ دراصل طاعون ہماری دوست اور ان کی دشمن ہے ..پس مبارک وہ خدا ہے جس نے دنیا میں طاعون بھیجا تا اس کے ذریعے ہم بڑھیں اور پھولیں . '

(روحانی خزائن ج ۲۲ (تتمہ حقیقت الوحی) ص ۵۶۸ ـ ۵۷۰ حاشیہ)

مرزا صاحب اپنے مریدوں سے چندہ مانگتے ہوئے کہتے ہیں

. چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جائے اور ہمارے گھر کے بعض حصوں میں مرد رہتے ہیں اور بعض میں عورتیں ۔ اس لئے مکان میں سخت تنگی واقع ہے۔ اور آپ لوگ سن ہی چکے ہیں کہ اللہ جل شانہ لوگوں کیلئے جو اس گھر کی چاردیواری میں رہتے ہیں حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہمارے ساتھ والہ مکان اس وقت قیمتاً مل رہا ہے۔ میرے خیال میں یہ مکان دو ہزار تک مل سکتا ہے۔ چونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوشخبری کی رو سے اس طوفان میں بطور کشتی کے ہوگا مگر میں دیکھتا ہوں کہ آئندہ کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش ہے اور نہ عورت کی ۔ اس لئے اس کشتی کی توسیع کی ضرورت پڑی ۔لہذا اس کی وسعت میں کوشش کرنی چاہیے ۔ (کشتی نوح ص ۷۶)

ایک جگہ مرزا صاحب دعوی کرتے ہیں ۔

میرا نشان یہی ہے کہ اگر کوئی مخالف قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا .(روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۸

اور . اسی طرح طاعون سے محفوظ رہنے کا نشان مجھے دیا گیا ہے میں اس سے کیوں کر انکار کرسکتا ہوں ۔اور میں یقین رکھتا ہوں کہ بدوں ٹیکہ طاعون مجھے اس بیماری سے بچایا گیا ہے .(ملفوظات ج ۷ ص ۵۰۸ ۔ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ برنی ۴۴۱)

اپنے الہام پر یقین کو بیان کرتے ہوئے مرزا صاحب فرماتے ہیں

. ہمیں تو اپنے الہام پر کامل یقین ہے کہ جب افسران گورنمنٹ ہمیں ٹیکہ لگانے آئیں گے تو ہم اپنا الہام (انی احافظ کل من فی الدار)ہی پیش کردیں گے ۔میرے نزدیک تو اس الہام کی موجودگی میں ٹیکہ لگانا گناہ ہے کیونکہ اس طرح تو

ثابت ہوگا کہ ہمارا ایمان اور بھروسہ ٹیکہ پر ہے اللہ تعالی کے کرم اور وعدہ پر نہیں.

(ملفوظات حصہ چہارم ص ۲۵۶ منقول از فسانہ قادیان ۔ ص ۱۷۷)

یہ تو ہے مرزا صاحب کا دعوی اپنے الہام کی سچائی کے بارے میں اور دوسری طرف حالت یہ تھی کہ گھر کے بھیدی مرزا بشیر احمد صاحب بتاتے ہیں کہ

. گوشت آپ کے ہاں (عام دنوں میں) دو وقت پکتا تھا ۔مگر دال آپ کو گوشت سے زیادہ پسند تھی ۔ یہ دال ماش یا اوڑدہ کی ہوتی تھی جس کے لئے گورداسپور کا ضلع مشہور ہے ۔ سالن ہر قسم کا اور ترکاری عام طور پر ہر طرح کی آپ کے دسترخوان پر دیکھی گئی ہے ۔اور گوشت بھی ہر حلال اور طیب جانور کا آپ کھاتے تھے ۔ پرندوں کا گوشت آپ کو مرغوب تھا اس لئے بعض اوقات جب طبیعت کمزور ہوتی تو تیتر فاختہ وغیرہ کے لئے شیخ عبد الرحیم صاحب نومسلم کو ایسا گوشت مہیا کرنے کو فرماتے تھے ۔ مرغ اور بٹیر کا گوشت بھی آپ کو پسند تھا ۔مگر بٹیرے جب پنجاب میں طاعون کا زور ہوا کھانے چھوڑ دیئے تھے بلکہ منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کے گوشت میں طاعون پیدا کرنے کی خاصیت ہے اور بنی اسرائیل میں ان کے کھانے سے سخت طاعون پڑی تھی . (سیرۃ المھدی ج ۲ ص ۱۳۲ طبع دسمبر ۱۹۲۷ء)

اور مرزا بشیر مزید بتاتے ہیں

. حضرت مسیح موعود کو صفائی کا بہت خیال ہوتا تھا ۔خصوصا طاعون کے ایام میں اتنا خیال رہتا تھا کہ فینائل لوٹے میں حل کر کے خود اپنے ہاتھ سے گھر کے پاخانوں اور نالیوں میں ڈالتے تھے ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بعض اوقات حضرت مسیح موعود گھر میں ایندھن کا بڑا ڈھیر لگوا کر آگ بھی جلوایا کرتے تھے تاکہ ضرر رساں جراثیم مر جاویں اور آپ نے ایک بہت بڑی انگیٹھی بھی منگوائی ہوئی تھی جسے کوئلے ڈال کر اور گندھک وغیرہ رکھ کر کمروں کے اندر جلایا جاتا تھا اور اس وقت دروازے بند کر دیئے جاتے تھے ۔اس سے اتنی گرمی ہوتی تھی کہ جب انگیٹھی کے ٹھنڈا ہونے کے ایک عرصہ بعد بھی کمرہ کھولا جاتا تھا تو پھر بھی وہ اندر سے بھٹی کی طرح تپتا تھا .

(سیرۃ المھدی ۔حصہ دوم ۔ ص ۵۹)

اور مرزا صاحب نے ایک مرتبہ یہ اعلان کیا ۔

چونکہ آج کل مرض طاعون ہر ایک جگہ بہت زور پر ہے اس لئے اگر چہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے (موجود ہے اگر چہ زور کم ہے) لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برعائت اسباب بڑا مجمع جمع ہونے سے پرہیز کی جاوے۔اس لئے یہی قرین مصلحت معلوم ہوا ہے کہ دسمبر کی تعطیلوں میں جیسا کہ اکثر احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے اب کی دفعہ وہ اس اجتماع کو بلحاظ مذکورہ بالا ضرورت موقوف رکھیں۔ اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلاء سے ان کو اور ان کے اہل وعیال کو بچاوے۔المعلن مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸ دسمبر ۱۹۰۲ء.

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد ۳۔ ص ۴۸۱۔۴۸۲)

اور اپنے ایک مرید کو لکھے گئے ایک خط میں فرماتے ہیں

. مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب ..عنائت نامہ پہنچا۔ بدریافت خیروعافیت خوشی ہوئی۔الحمدللہ اس جگہ بھی بفضلہ تعالی سب خیریت ہے۔میں اس وقت تک مع اپنی جماعت کے باغ میں ہوں۔اگر چہ اب قادیان میں طاعون نہیں ہے۔لیکن میں اس خیال سے کہ جو زلزلہ کی نسبت مجھے اطلاع دی گئی ہے اس کی نسبت سے توجہ کر رہا ہوں . خاکسار مرزا غلام احمد ۱۲ مئی ۱۹۰۵ء (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اول ص ۳۹)

مرزا صاحب کہتے ہیں

. کتاب اللہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ طاعون رجز ہے ہمیشہ کافروں پر نازل ہوتی ہے ہاں جیسا کہ جہنم خاص کافروں کے لئے مخصوص ہے تاہم بعض گناہ گار مومن جو جہنم میں ڈالے جائیں گے وہ محض تمحیص اور تطہیر اور پاک کرنے کے لئے دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔مگر خدا کے وعدہ کے موافق جو اولئک عنها مبعدون ہے برگزیدہ لوگ اس دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ اسی طرح طاعون بھی ایک جہنم ہے۔کافر اس میں عذاب کے لئے ڈالے جاتے ہیں اور ایسے مومن جن کو معصوم نہیں کہہ سکتے اور معاصی سے پاک نہیں ہیں ان کے لئے یہ طاعون پاک کرنے کا ذریعہ ہے جس کو خدا نے جہنم کے نام سے پکارا ہے۔سو طاعون ادنی مومنوں کے لئے تجویز ہو سکتی ہے جو پاک ہونے کے محتاج ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۴۴۵ خزائن ج ۲۲)

اور مرزا محمود احمد نے ایک مرتبہ خطبہ جمعہ میں فرمایا

. حضرت مسیح موعود کا ایک الہام ہے جو پہلے کبھی شائع نہیں ہوا کہ . حق اولاد در اولاد . یعنی اولاد کا حق اس کے اندر موجود ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس جگہ اولاد سے مراد صرف جسمانی اولاد ہو۔ بلکہ ہر احمدی جس نے حضرت مسیح موعود کو قبول کیا وہ آپ کی روحانی اولاد میں شامل ہے (الفضل لاہور ۲۶ نومبر ۱۹۴۷ء ص ۴) (تذکرہ ص ۷۹۴) (یعنی طاعون سے جو احمدی مرے وہ بھی مرزا صاحب کی روحانی اولاد تھے۔ اور اولاد جس جگہ رہتی ہو وہ بھی اپنا ہی گھر ہوتا ہے)۔

حفاظت قادیان کے سلسلے میں مرزا صاحب کا اصل الہام یہ ہے انہ آوی القریۃ اس الہام کی بابت فروری ۱۸۹۸ء تک مرزا کو اقرار ہے کہ اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے۔ جب پنجاب میں طاعون شروع ہوا تو انہوں نے اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے لکھا

. دیکھو اب تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ الہام کے دونوں پہلو پورے ہو گئے یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلے پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے۔. (دافع البلاء۔ شرکۃ الاسلامیہ ربوہ ص ۱۳۔۱۴)

ایک جگہ مرزا صاحب کہتے ہیں

. سو گیارہ برس سے بڑے بڑے حملے طاعون کے اس نواح میں ہو رہے ہیں مگر خدا کے فضل سے ہمارے گھر کا ایک کتا بھی طاعون سے نہیں مرا . (حقیقۃ الوحی ص ۵۴۷ خزائن ج ۲۲)۔ (آنحضرت ﷺ نے تو گھر میں کتا رکھنے سے منع کیا ہے کہ رحمت کا فرشتہ اس گھر میں نہیں آتا۔ کیا مرزا صاحب نے رحمت کے فرشتے کی آمد روکنے کے لئے کتے رکھے ہوئے تھے؟ یا شائد کتے رکھنے کی وجہ طاعون کو روکنا ہو کیونکہ آپ کہتے تھے کہ طاعون مرزائیوں کے لئے رحمت ہے اور اس رحمت کو مرزا صاحب کے گھر میں داخل ہونے روکنے کی خاطر وہاں کتے کا وجود ضروری تھا)

مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے

. چوہدری حاکم علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب اپریل ۱۹۰۵ء میں بڑا زلزلہ آیا تھا اور حضرت مسیح موعود نے اپنے باغ میں تشریف لے جا کر ڈیرہ لگا لیا تھا اور اکثر دوست باغ میں چلے گئے تھے ان دنوں میں میں بھی اپنے اہل و عیال سمیت قادیان آیا

ہوا تھا۔ حضرت صاحب باغ میں تشریف لے گئے تو اس کے بعد قادیان میں طاعون پھیل گیا۔ میں نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور یہاں باغ میں تشریف رکھتے ہیں اور اکثر دوست بھی یہیں آ گئے ہیں اور سب نے یہاں پر کسی نہ کسی طرح اپنی رہائش کا انتظام کر لیا ہے۔ مگر میرے پاس یہاں نہ کوئی خیمہ ہے اور نہ ہی کوئی ایسا زائد کپڑا ہے جس کے ساتھ چھپر وغیرہ تان سکوں اور نہ کوئی اور انتظام کی صورت ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہم تو یہاں زلزلہ کی وجہ سے آئے تھے لیکن اب قصبہ میں طاعون پھیلا ہوا ہے اور چونکہ ہم کو اللہ تعالی اس حالت سے قبل یہاں لے آیا تھا اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالی کا کسی وجہ سے منشا ہے کہ ہم فی الحال یہیں قیام کریں ورنہ ہمیں اور کوئی خیال نہیں ہے۔ آپ شہر میں ہمارے مکان میں چلے جائیں اس سے زیادہ محفوظ جگہ اور کوئی نہیں ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کا ایک خاص استثنائی معاملہ تھا اور وہ یہ کہ اللہ تعالی نے یہ اطلاع دی تھی کہ تیری چار دیواری (جسمانی اور روحانی) کے اندر کوئی شخص طاعون سے نہیں مرے گا۔ کیونکہ ایسے تمام لوگ اللہ تعالی خاص حفاظت میں ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قادیان میں کئی دفعہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں طاعون آیا اور بعض اوقات ایک حد تک بیماری کا زور بھی ہوا۔ مگر آپ کے مکان میں کسی شخص کا اس وبا سے مرنا تو درکنار کبھی کوئی چوہا بھی اس بیماری سے نہیں مرا۔ حالانکہ آپ کے مکان کے چاروں طرف طاعون کا اثر پہنچا اور بالکل ساتھ والے متصل مکانات میں بھی طاعون کے کیس ہوئے مگر آپ کا مکان خدا کے فضل اور اس کے وعدہ کے مطابق بالکل محفوظ رہا۔ اسی طرح گو آپ کے روحانی مکان کی چار دیواری کی اصل تعیین کا علم صرف خدا کو ہے اور صرف بیعت اور ظاہری حالت سے اس کے متعلق کوئی یقینی قیاس نہیں ہو سکتا لیکن آپ کے مخلص اور یک رنگ خادم بالعموم اس بیماری کے اثر سے نمایاں طور پر محفوظ رہے۔

(سیرۃ المہدی جلد اول ص ۴۶۔۴۷)

ادھر پیسہ اخبار لاہور نے لکھا کہ جب لاہور بھی طاعون سے محفوظ ہے تو قادیان کی کیا خوبی ہوئی؟ اس کے جواب میں مرزا صاحب کے پیش امام مولوی عبدالکریم نے ان کے اخبار الحکم کے ۹ اپریل ۱۹۰۲ء کے شمارے میں لکھا

. پیسہ اخبار کی یہ امید یا پیش گوئی اور یہ نتیجہ خوفناک حملے ہیں خدائے غیور کی اس عظیم الشان وحی پر جو کئی دفعہ اخبار الحکم میں شائع ہو چکی ہے انہ آوی القریۃ یعنی یہ یقینی بات ہے کہ خدا نے اس گاؤں (قادیان) کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے اور اس وحی پر کہ لو لا الاکرام لہلک المقام یعنی اس سلسلہ احمدیہ کا پاس اور اکرام اگر خدا تعالی کو نہ ہوتا تو یہ مقام بھی ہلاک ہو جاتا۔ اب سننے والے سنیں اور دیکھنے والے دیکھیں کہ خدا کا مامور اور مرسل جری اور مسیح موعود خود خدائے حکیم وعلیم کی وحی کی بنا پر ساری دنیا کے طبیبوں ڈاکٹروں اور فلسفیوں کو کھول کر سناتا ہے کہ قادیان یقیناً اس پراگندگی تفرقہ جزع فزع اور موت الکلاب اور تباہی سے محفوظ رہے گا اور بالضرور رہے گا جس میں دوسرے بلاد مبتلا ہیں اور بعض ہونے والے ہیں۔ خدا کا جلیل الشان داعی کس قدر قوت اور غیر متزلزل شوق سے دعوی کرتا ہے کہ اگرچہ طاعون تمام بلاد پر اپنا پر ہیبت سایہ ڈالے گی مگر قادیان یقیناً یقیناً اس کی دست برد اور صولت سے محفوظ رہے گا اور وہ دیکھتا اور جانتا ہے کہ قادیان کے چاروں طرف طاعون پھیلتا جاتا ہے اور قریب قریب کے اکثر گاؤں مبتلا ہو گئے ہیں اور جوق در جوق لوگ متاثر جگہوں سے قادیان آتے ہیں اور روک کا کوئی بھی سامان اور مقدرت نہیں۔ اس پر وہ یہ بلند دعوی کرتا اور اقرار کرتا ہے کہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ یہ خدا کا کلام ہے جو میں پہنچاتا ہوں..... انہ آوی القریتۃ کا مفہوم صاف لفظوں میں تقاضا کرتا ہے کہ اس میں اور اس کے غیر میں بین امتیاز ہو اور یہ نہیں ہو سکتا جب تک کم سے کم وہ شہر طاعون میں مبتلا نہ ہوں جنہوں نے خدا کے سلسلہ سے جنگ کی ہے (شائد امرتسر بٹالہ لاہور اور دہلی مولوی عبدالکریم صاحب کی نظر میں ہیں) غیور خدا اپنے کلام کے اکرام کے لئے ایسا کرنے والہ ہے کہ دشمنوں کی گردنیں نیچی کروا کر اقرار لے کہ کیا یہ صحیح نہیں کہ قادیان دارالایمان ہے۔ پھر سن لو از بس ضروری ہے کہ یہ بلا دعام طور پر محیط ہو اس لئے کہ کوئی کہنے کا موقع نہ پا سکے کہ قادیان ہی محفوظ نہیں رہا بلکہ فلاں فلاں بھی محفوظ ہے۔ مسیح موعود نے خدا سے خبر پا کر یہ اطلاع دی ہے کہ اس (مرزا) کے احباب اور انصار اس غضب سے محفوظ رہیں گے اور انہوں نے دعوی کیا ہے کہ تمام شہر اس زہر ہلاہل کے پیالہ کو مجبورا پئیں گے۔ مگر قادیان اس

وقت امن و عافیت کے عہد میں آرام کرتا ہوگا۔ بلکہ وہ اپنے اشد ترین مخالفوں کو بھی کہتے ہیں کہ توبہ کرلو میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔اور یقین رکھتے ہیں کہ سچا تائب جہاں کہیں ہو قادیان دارالامان ہی میں ہے .....قادیان کی نسبت تحدی کر دی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور اپنی جماعت کے علاوہ اس جگہ کے ان تمام لوگوں کو جو اکثر دہریہ طبع کفار مشرک اور دین حق سے ہنسی کرنے والے ہیں خدا کے مصالح اور حکمت کے پیش نظر اپنے سایہ شفاعت میں لے لیا ہے۔ جیسا کہ آج سے برسوں پہلے خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں خبر دی تھی کہ ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم یعنی خدا ان کو عذاب سے ہلاک نہیں کرے گا جب کہ تو ان کے درمیان ہے۔ اور حضرت ممدوح بار بار فرماتے ہیں کہ جہاں ایک بھی راست باز ہوگا اس جگہ کو خدا تعالی اس مشتعل غضب سے بچائے گا (کیا امرتسر اور لاہور وغیرہ میں ایک بھی پکا مرزائی نہیں تھا؟)۔ اب اس الہام کے باطل ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں اول۔ کہ لاہور امرتسر وغیرہ اس طاعون سے محفوظ رہیں۔ دوم۔ کہ قادیان بھی طاعون میں مبتلا ہو جائے. (الحکم ۹ اپریل ۱۹۰۲ء منقول از فسانہ قادیان۔ ص ۱۷۱۔۱۷۳)۔

بقول مولوی عبد الکریم، حفاظت کا وعدہ قادیان میں ہر ایک کے لئے تھا۔ مرزا صاحب کے گھر کی تخصیص نہ تھی۔ مرزا جی کی برکت سے ان کے اپنے گھر کے لوگ اور مرزائی ہی نہیں بلکہ قادیان میں رہنے والے تمام ہندو سکھ عیسائی دہریے مشرک اور مسلمان محفوظ تھے۔اور مرزا صاحب کے مرید، جہاں کہیں بھی ہوں، مرزا صاحب کے روحانی گھر میں ہونے کی وجہ سے محفوظ تھے اور پھر ان مریدوں کی وجہ سے وہ شہر بھی محفوظ تھے جہاں وہ رہتے تھے۔ پھر پیش گوئی کیا ہوئی؟ تنبیہ اور عذاب کن کے لئے ہے؟

مرزائی دعوی کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے فرمایا تھا

کہ میرے گھر کے چار دیوار کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری سے محفوظ رہیں گے ..پیش گوئی اس شان سے پوری نہ ہوتی جس سے کہ اب پوری ہوئی کہ طاعون قادیان میں آئی۔ کئی لوگ اس سے فوت ہوئے۔ آپ کے گھر کے چار دیوار کے قریب موتیں ہوئیں لیکن آپ کے گھر میں کوئی چوہا بھی نہ مرا (۱۹ دسمبر ۱۹۴۰ الفضل ص ۳)

مرزا صاحب نے اپنے گھر کی تشریح کی ہوئی ہے کہ اس سے مراد میرا اینٹوں کا

مکان نہیں بلکہ ارادت و اخلاص کا حلقہ مراد ہے۔ آپ کے الفاظ اس کے متعلق یہ ہیں
پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس گھر میں داخل ہو جاتا ہے
جس کی نسبت خدا تعالی کی کلام میں یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار۔
یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے میں اس کو بچاؤں گا۔ اس جگہ یہ
نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت
کے گھر میں بود و باش رکھتے بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے
روحانی گھر میں داخل ہیں۔ (کشتی نوح ص ۱۰۔ خزائن ج ۱۹ ص ۱۲)

مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ

گھر کا لفظ اس تشریح کے ساتھ ملحوظ رکھیں اور ان اشخاص کی بابت پتہ کریں کہ وہ
کون تھے اور کس موت سے مرے؟

۱ محمد افضل کشمیری امرتسری جو قادیان کے حلقہ ارادت میں رہتا تھا۔ وہ کس بیماری
سے مرا اور کہاں مرا تھا؟ (اسی قادیان میں طاعون سے) اور مرنے کے بعد اس کے
ساتھ کیا سلوک کیا گیا تھا؟

۲ محمد یامین سہارنپوری کہاں مرا تھا اور کس بیماری سے مرا تھا (اسی قادیان میں)
غرض اس زمانہ میں قادیان میں بہت سے مرزائی طاعون سے فوت ہوئے اور بیرون
قادیان طاعون سے مرنے والوں کوئی شمار ہی نہیں۔

(اہل حدیث ۱۷ جنوری ۱۹۴۱ء ص ۱۴۔۵)

اور روزنامہ جات قادیان سے معلوم ہوا تھا کہ مارچ و اپریل ۱۹۰۴ء میں قادیان
میں طاعون آیا تھا اور دو ماہ میں ۲۸۰۰ کی آبادی کے گاؤں میں ۳۱۳ آدمی مرے۔

(اسلام اور قادیانیت از عبدالغنی پٹیالوی طبع ملتان ۱۹۷۸ء ص ۱۴۳)

مرزا کو خود بھی قادیان میں طاعون کی تشریف آوری کا اقرار ہے۔ فرماتے ہیں
'ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں جب قادیان میں بھی طاعون تھی
مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو سخت بخار ہو گیا'

(روحانی خزائن ج ۲۲ (حقیقت الوحی) ص ۲۶۵)

نیز اپنے ایک مرید کو لکھے جانے والے خط میں فرماتے ہیں

. اس جگہ (قادیان میں) طاعون سخت تیزی پر ہے۔ایک طرف انسان بخار میں مبتلا ہوتا ہے اورصرف چند گھنٹوں میں مرجاتا ہے۔خدائے تعالی خوب جانتا ہے کہ کب تک یہ ابتلاء دور ہو..... مکرر یہ کہ (یہاں قادیان) آتے وقت ایک بڑا بکس فینائل کا جو سولہ یا بیس روپئہ کو آتا ہے لیتے آویں۔اس کی قیمت اس جگہ دے دی جائے گی۔اور علاوہ اس کے آپ بھی اپنے گھر کے لئے فینائل بھیج دیں

. (مکتوب مرزا بنام نواب محمد علی۔مکتوبات ج ۵ نمبر چہارم ص۱۱۲۔۱۱۳)

نیز فرماتے ہیں

' طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا ' (تذکرہ ص ۴۸۶) ۔ یہ واقعہ ۱۹۰۳ء کا بیان ہوا ہے

ایک جگہ مرزا صاحب کہتے ہیں

. قادیان میں طاعون نے صفائی شروع کر دی ہے . (بدر ۱۹۔ اپریل ۱۹۰۴ء)

ایک خط میں مرزا صاحب اپنے ایک مرید کو بتاتے ہیں

. طاعون سے اس طرف شور قیامت بپا ہے۔دن کو آدمی اچھا ہوتا ہے رات کو موت آجاتی ہے . (مکتوب مرزا بنام رستم علی ۲۹ اپریل ۱۹۰۲ء مکتوبات ج ۵ نمبر ۳)

اسی مرید کو ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں

اس جگہ (پلنگوں کی) بنائی مشکل ہے۔ ہر طرف طاعون کی بیماری ہے۔کوئی آدمی ہاتھ نہیں آئے گا.....غرض اس جگہ پلنگوں کے بننے کی بڑی دقت پیش آئے گی۔ ایک طرف زراعت کاٹنے کے دن ہیں اور ایک طرف طاعون سے قیامت برپا ہے۔ لوگوں کو مردے دفن کرنے کے لئے آدمی نہیں ملتے۔عجیب حیرانی میں لوگ گرفتار ہیں

(مکتوب مرزا بنام رستم علی ۶ مئی ۱۹۰۲ء مکتوبات ج ۵ نمبر ۳ ص ۱۲۹)

اور اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میرا یہی نشان ہے کہ اگر کوئی مخالف ' قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا ' (روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۸) تو جب انہوں نے خود کہا کہ ان کا قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا اور پھر قادیان طاعون سے نہیں بچا تو کیا وہ خود مفتری علی اللہ نہ ہوئے ؟۔

اور جب مرزا صاحب رخصت ہو گئے ، تو مولانا امرتسری نے لکھا

آج کل ہمارے ملک پنجاب میں خصوصاً اور ہندوستان میں عموماً طاعون بفضلہٖ تعالی معدوم ہے ۔ نہ کسی اخبار میں طاعون کا ذکر ہوتا ہے نہ سرکاری رپورٹوں میں ۔ (لہ الحمد) اب سنئے ۔ اپنے مجدد اپنے نبی و رسول جناب مرزا غلام احمد قادیانی کا قول ' خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کریگا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں ۔ یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول (یعنی خود بدولت) کو نہ مان لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگا ' (رسالہ دافع البلاء ص ۵) ۔ پس ہمارا سوال (قادیانیوں سے) یہ ہے کہ ہندوستان کے سب باشندوں نے کیا رسول قادیانی کو مان لیا ؟ ۔ اگر نہیں مانا تو کیا قادیان کے تمام لوگوں نے مان لیا ؟ صاف صاف جواب دو اور ایمان سے بتاؤ کہ عذاب بقول تمہارے نبی اور رسول (مرزا صاحب) کے انکار کی وجہ سے آیا تھا ۔ وہ اسی انکار پر اصرار کرنے سے کیسے ہٹ گیا اور اس قول مرزا کے کیا معنی ہیں جو ہم نے اوپر نقل کیا ۔ واقعات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ الہام بھی غلط ہے اور صاحب الہام بھی ۔'

مرزا صاحب کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ ان کی تکذیب ان کے اپنے گھر سے بھی ہو جاتی ہے ۔ اسی طاعون کے معاملے میں ان کے بیٹے مرزا محمود نے ان کے دعوی کو نقصان پہنچایا جب اس نے اپنی تفسیر کبیر میں کذالک نجزی القوم المجرمین کے ذیل میں لکھا

. یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیے کہ عذاب کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ قرن پر آئے ۔ یعنی ایک پوری امت پر نازل ہو ، نہ کہ بعض حصہ قوم پر . اور . اللہ تعالی کا عذاب جب کسی قوم پر نازل ہوتا ہے تو اس کے نام ونشان تک کو مٹا دیتا ہے . (مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ) مرزا محمود کے یہ فقرات بتا رہے ہیں کہ بڑے مرزا صاحب کا دعوی غلط تھا جو طاعون کو اپنے منکروں کے لئے عذاب قرار دیتے دیتے چل بسے ۔ کیونکہ طاعون کل قوم پر نہیں آیا ۔ بلکہ اقل قلیل پر آیا (اور مرزا کے بڑے دشمن مولانا بٹالوی مولانا امرتسری، عبدالحق غزنوی پیر مہر علی محفوظ رہے) جو بقول مئولف تفسیر کبیر عذاب سے موسوم نہیں ہوسکتا ۔ اس لئے ہم اس بارے میں مئولف کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اپنے باپ کی کافی تکذیب کر دی ہے . (بطش قدیر مکتبہ ناصریہ فیصل آباد ۔ ص ۵۹)

حقیقت یہ ہے کہ برصغیر میں مرزا صاحب کے دوران حیات طاعون آیا تھا اور اس نے مرزائیوں، مسلمانوں ہندوؤں سکھوں عیسائیوں کو بلاتمیز مارا۔ قادیان پہنچ کر اس نے مرزا صاحب کے روحانی گھر میں بھی اس نے نقب لگائی۔ اور یہ بات ثابت کردی کہ ایک آسمانی آفت کو مرزا صاحب نے توہم پرست اور کمزور عقائد کے لوگوں میں مرزائیت پھیلانے کے لئے استعمال کیا ہے۔ ورنہ طاعون کا ذکر حدیثوں میں علامات مسیح کے سلسلہ میں نہیں آیا۔ اس کے برعکس طاعون نے تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن کی طرح کام کر کے قدم قدم پر مرزا صاحب کے دعاوی کی تکذیب کی۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ

مرزا صاحب نے دعویٰ کیا تھا کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا لیکن طاعون مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے قادیان پہنچا۔ اور انہوں نے کئی مرتبہ اقرار کیا کہ قادیان میں طاعون کا زور ہے یہاں تک کہ مردوں کو دفنانے کے کوئی نہیں ملتا تھا۔

مرزا صاحب نے کہا تھا کہ ان کے گھر کی چار دیواری میں رہنے والے محفوظ رہیں گے۔ اور گھر سے مراد ان کا روحانی گھر بھی شامل ہے کہ جہاں جہاں کوئی پکا مرید رہتا ہے ان کی گھر کی چاردیواری وہاں تک ہے اور مرزا محمود کے کہنے کے مطابق سب قادیانی مرزا صاحب کی اولاد ہیں اور مرزا بشیر کے کہنے کے مطابق انی احافظ کے وعدے میں روحانی گھر بھی شامل ہے۔ اور یہی بات مولوی عبدالکریم نے بھی کہی ہے۔ پھر ہوا یہ کہ مرزائی قادیان میں بھی مرے اور دیگر شہروں میں بھی ان کی اموات واقع ہوئیں۔

پھر مرزا صاحب نے کہا تھا کہ انہیں الہامی وعدہ دیا گیا ہے کہ ہم طاعون کے ساتھ اس یوسف (مرزا) پر یہ احسان کریں گے کہ بدزبان لوگوں کے منہ بند کردیں تاکہ وہ ڈر کر گالیوں سے باز آجائیں۔ یعنی طاعون ان کے دشمنوں کا منہ بند کرنے کیلئے آیا تھا۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے بڑے دشمن غزنوی، بٹالوی اور امرتسری وغیرہ نہ صرف طاعون سے محفوظ رہے بلکہ مرزا صاحب کے خلاف تحریری اور تقریری سرگرمیوں میں بھی حسب سابق مشغول رہے۔

پھر مرزا صاحب نے طاعون کو اپنے منکروں یعنی مسلمانوں آریوں عیسائیوں وغیرہ کے لئے عذاب قرار دیا تھا۔ لیکن ان کے بیٹے نے بتا دیا کہ عذاب وہ ہوتا ہے جس میں ساری قوم تباہ ہوجائے۔ طاعون نے نہ تو سارے مسلمانوں کو تباہ کیا۔ نہ سارے

ہندوؤں کو۔ نہ سارے عیسائیوں کو ۔ بلکہ ہر قوم سے ان کی آبادی کے تناسب سے کم و بیش اتنے ہی آدمی مرے جتنے مرزائیوں میں سے مرے تھے۔

پھر مرزا صاحب نے کہا تھا کہ طاعون سے لاہور تباہ ہو جائے گا لیکن طاعون نے مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے یہ کام بھی نہیں کیا۔ لاہور آج بھی موجود ہے اور پہلے سے زیادہ شادو آباد ہے جب کہ مرزا صاحب کو رخصت ہوئے ایک صدی پوری ہونے کو ہے۔ گویا لاہور کا تختہ ارض پر وجود مرزا صاحب کے کذب کا نشان ہے۔

پھر مرزا صاحب نے کہا تھا کہ طاعون اس وقت تک نہیں جائے گی جب تک سارے لوگ احمدی نہ ہو جائیں۔ لیکن مرزا صاحب کی تکذیب کرنے کے لئے طاعون جلد ہی رخصت ہو گیا اور ساری دنیا یا سارا ہندوستان تو ایک طرف ، ان کے قادیان میں بھی ہندو مسلمان سکھ عیسائی موجود رہے اور مرزا صاحب کے سینے پر مونگ دلتے رہے۔

مرزا صاحب نے کہا تھا کہ میرا نشان یہی ہے کہ اگر کوئی مخالف قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا. اور چونکہ مرزا صاحب نے خود کہا تھا کہ ان کا قادیان طاعون کی تباہی سے محفوظ رہے گا اس لئے ان کی تکذیب کے لئے طاعون قادیان میں آیا اور اتنی تباہی مچائی کہ مردوں کو دفنانے کے لئے کوئی نہیں ملتا تھا۔ اور خود مرزا صاحب اپنا گھر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور باغ میں خیمہ لگا کر مع اہل وعیال رہنا شروع کر دیا تھا۔

قادیانی طاعون کے بارے میں مولانا عبداللہ معمار نے ایک مرتبہ بڑا دلچسپ مضمون لکھا تھا۔ اس کی افادیت کے پیش نظر ہم اسے یہاں درج کرتے ہیں۔ لکھا ہے۔

> یکم جون ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب نے چند گول مول الہامی فقرات سنائے۔ ان میں ایک سے ایک یہ ہے عفت الدیار محلها و مقامها ۔ یہ الہام اخبار الحکم ۳۱۔ مئی ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۹ میں درج ہے اور اس کے بعد مرقوم ہے (متعلقہ طاعون)۔ اس کے سوا اور کوئی لفظ اس کی تشریح میں نہیں۔ نہ اس الہام کا ترجمہ کیا گیا ہے اور نہ ہی بتایا گیا کہ یہ مستقبل کے لئے کوئی پیش گوئی ہے یا گذشتہ طاعون کی حکایت ہے جس نے قادیان میں زوردار صفائی پھیری تھی۔
>
> ہم بتاتے ہیں کہ یہ فقرہ دراصل لبید بن ربیعہ العامری کے قصیدہ کا اول

مصرع ہے جو سبعہ معلقہ کا چوتھا قصیدہ ہے۔اس کا ترجمہ بالفاظ مرزا یہ ہے ’ میرے پیاروں کے گھر منہدم ہوگئے۔ ان عمارتوں کا نام ونشان نہ رہا جو عارضی سکونت کی عمارتیں تھیں۔اور نہ وہ عمارتیں رہیں جو مستقل سکونت کی عمارتیں تھیں ‘

مرزا صاحب نے اس فقرے کو الہام بنا کر شائع کردیا۔ بہرحال اس الہام میں ’ طاعون کا کوئی ذکر نہیں ‘ (ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۸۸)۔ پھر مرزا صاحب نے پنجاب میں طاعون کی رفتار دیکھ کر اسے متعلقہ طاعون ظاہر کیا۔ مطلب یہ کہ اگر آئندہ زمانہ میں مثل سابق پنجاب میں کبھی دوبارہ طاعون کا زور ہوا تو کہہ دیں گے کہ دیکھو ہم نے پہلے سے ہی اس کی خبر دے رکھی تھی اور کوئی سخت بے حیا ہی ہوگا جو اس صریح واضح اور عظیم الشان فوق العادت پیش گوئی سے منکر ہو۔اور اگر طاعون نہ پھیلا تو چونکہ اس مصرع میں زمانہ ماضی کا ذکر ہے اس لئے کہہ دونگا کہ ان بدذات علماء کو نظر نہیں آتا کہ الہام میں صاف ماضی کا ذکر ہے۔

جب ۱۹۰۴ء میں پنجاب میں طاعون کا تھوڑا سا زور ہوا تو آپ نے جھٹ کہہ دیا کہ ’ دوستو۔ خدا تعالی آپ کے حال پر رحم کرے۔آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے آج سے قریباً نو ماہ پہلے الحکم اور البدر میں خدا تعالی کی طرف سے اطلاع پا کر یہ وحی الہی شائع کرائی تھی کہ عفت الدیار محلھا و مقامھا ۔یعنی ملک عذاب الہی سے مٹ جانے کو ہے۔ نہ مستقل سکونت کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی سکونت کی۔یعنی طاعون کی وبا ہرجگہ عام طور پر پڑے گی اور دیکھو الحکم ۳۰۔مئی ۱۹۰۴ء (غلط ہے۔صحیح تاریخ ۳۱ جولائی ۱۹۰۴ء ہے۔ ناقل) اور اخبار البدر نمبر ۲۰۔۲۱ مورخہ ۲۴ مئی یکم جون ۱۹۰۴ء۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت بہت قریب آگیا ہے۔میں نے اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ الہام الہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے طاعون کے اس سخت حملہ کی جو عنقریب ہونے والہ ہے۔ یہ اس لئے کہ لوگ متنبہ ہوجائیں۔ (اشتہار الوصیت مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۷۲ تا ۷۵)

اس تحریر میں خود مرزا صاحب نے اس فقرہ عفت الدیار محلھا و مقامھا سے

مراد بوحی الٰہی طاعون لکھی ہے۔ اس کی مزید تشریح دوسرے مقام پر یوں کی گئی ہے کہ ’ کسوف اور خسوف کے ساتھ ہی قرآن شریف میں این المفر آیا ہے۔ جس سے یہی مراد یہ ہے کہ طاعون اس کثرت سے ہوگی کہ کوئی جگہ پناہ نہ رہے گی۔ میرے الہام عفت الدیار محلھا و مقامھا کے یہی معنی ہیں ؛ ناظرین اس لفظ ’ یہی ‘ کو یاد رکھیں ۔ (اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۲)

دیکھئے کس زور شور سے اس الہام سے لفظ ’ یہی ‘ کے ساتھ طاعون پر تمسک کیا ہے۔ مگر آپ یہ سن کر حیران رہ جائیں گے کہ مرزا جی نے اسی الہام سے (جس کا مطلب یہاں طاعون بتایا ہے وہ بھی لفظ یہی کے ساتھ جو حصر کے لئے آتا ہے) دوسرے وقت میں اسی لفظ ’ یہی ‘ سے زلزلہ عظیمہ کے بعد اس کا مطلب زلزلہ بتایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

’ دیکھو وہ نشان کیسا پورا ہوا۔ اور جیسا کہ میں نے ابھی لکھا ہے کہ پیش گوئی مذکورہ الحکم اور البدر میں اس زلزلہ سے قریباً پانچ ماہ پہلے شائع کردی گئی تھی۔ اور پیش گوئی یہ ہے عفت الدیار محلھا و مقامھا اے عزیزو اس کے ’ یہی ‘ معنی ہیں کہ محلوں اور مقاموں کا نام و نشان نہ رہے گا۔ طاعون تو صرف صاحب خانہ کو لیتی ہے مگر جس حادثہ کی اس وحی الٰہی میں خبر دی گئی اس کے تو یہ معنی ہیں کہ نہ خانہ رہے گا نہ صاحب خانہ ۔ سو خدا تعالیٰ کا فرمان پورا ہوگیا۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہے کہ اس کی نسبت اشتہار الوصیت میں خبر دی گئی تھی‘

(اشتہار الانذار مورخہ ۸۔ اپریل ۱۹۰۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۸۰)

نیز مولانا بٹالوی کو مخاطب کرکے مرزا صاحب لکھتے ہیں ۔ اگر یہ وہم گذرے کہ کیوں کر یقین کریں کہ صاحب الہام کو یقین ہو گیا تھا کہ الہام عفت الدیار محلھا و مقامھا سے مراد زلزلہ ہے ۔ اس کا جواب ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہ ایک صاف الہام ہے کہ اس کے معنوں پر اطلاع پانے سے ایک بچہ کو بھی یقین ہوسکتا ہے کہ یہ ایک سخت حادثہ کی پیش گوئی ہے جس کا اثر عمارتوں پر ہوگا ۔ اور اس سے ایک سال پہلے الحکم اخبار میں یعنی اخیر دسمبر ۱۹۰۳ء کے پرچہ میں صاف لفظوں میں زلزلہ کی پیش گوئی موجود ہے۔ اور پھر مواہب الرحمٰن مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں یہی زلزلہ کی پیش گوئی

موجود ہے..... پھر باوجود اس تواتر کے کیونکر کوئی عقل مند خیال کرسکتا ہے کہ ہم اس پیش گوئی سے بالکل بے خبر تھے ..پھر جبکہ مجھ کو پیش گوئی عفت الدیار محلہا و مقامہا کی عظمت اور شدت پر پورا پورا یقین تھا اور میں اس کو پورے ایمان سے خدا تعالی کا کلام سمجھتا تھا اور اس کے ظہور نے مجھ پر کھول دیا تھا کہ جیسا کہ پیش گوئی کے ظاہری معانی تھے اسی طرح وہ وقوع میں آ گئی تو کیا وہ وقت نہیں تھا کہ بنی نوع انسان کے لئے میری ہمدردی جوش مارتی اور میں کوشش کرتا کہ آئندہ زلزلہ سے بچنے کے لئے لوگ توبہ اور استغفار اور کسی حسن انتظام کی طرف متوجہ ہوں .

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۶۹۔۲۷۰)

آپ اشتہار الوصیت کی عبارت ایک دفعہ پھر پڑھ لیں وہاں صاف الفاظ میں اس فقرہ کا مطلب طاعون لکھا ہے۔ اور پہلے تو بڑے زورشور سے اس الہام کو ' یہی ' کے لفظ سے مخصوص بہ طاعون لکھا مگر زلزلہ عظیمہ کے بعد اسی لفظ ' یہی ' سے زلزلہ کے متعلق محصور کرلیا۔

اور جب لوگوں نے اس دورنگی پر اعتراض کیا تو مرزا صاحب نے لکھا کہ

' ایڈیٹر الحکم نے (جو اس الہام کو ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء کے پرچے میں خطوط وحدانی کے اندر متعلقہ طاعون لکھا ہے۔ ناقل) ایسا لکھنے میں غلطی کی۔ اور ایسی غلطی خود انبیاء علیھم السلام سے پیشگوئیوں کے سمجھنے میں بعض دفعہ ہوتی رہتی ہے ۔ (ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۱۹)

۔ یعنی کس قدر دھوکہ دیا جارہا ہے کہ آپ ہی نے تو اپنے اشتہار الوصیت میں اس کو متعلقہ طاعون لکھا۔ پھر اخبار الحکم ۲۴۔مئی ۱۹۰۴ء میں لفظ یہی کے ساتھ طاعون ہی سے حصر کیا۔ مگر یہاں معترض کے جواب میں ' ایڈیٹر الحکم والی تحریر ' کو پیش کرکے اس غلطی کو اس بے چارے ناکردہ گناہ کے سرتھوپ دیا۔ اول تو یہی جھوٹ ہے کہ اخبار الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ئکے الفاظ ایڈیٹر الحکم کے ذاتی تھے ۔یقیناً وہ موافق تشریح مرزا تھے۔ دوم بفرض محال تسلیم بھی کیا جائے تو خود مرزا جی نے جو اپنی خودنوشت تحریروں میں اسے طاعون سے محصور کیا ہے اس کا کیا جواب؟

مباہلہ سے فرار

مرزائی عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے بار بار علماء اسلام کو مباہلے کے لئے بلایا لیکن کسی نے آپ کے چیلنج کو قبول نہیں کیا۔ یہ دعوی سرے سے غلط ہے کیونکہ تحریک ختم نبوت کے کارکن مرزا صاحب کو مباہلے کے لئے بلاتے رہے ہیں لیکن وہ خود ہی پہلو بچا جاتے تھے۔ جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں

کل ۲۴ جنوری ۱۸۹۷ء کو ایک قطعہ اشتہار مولوی غلام دستگیر صاحب میرے پاس پہنچا۔ جس میں مولوی صاحب موصوف مباہلہ کے لئے مجھے بلاتے ہیں۔ اور ۲۵ شعبان ۱۳۱۴ھ کی تاریخ مقرر کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی ہے کہ (جھوٹا ہونے کی صورت میں) اسی وقت مولوی صاحب پر کوئی عذاب نازل ہو۔ اگر بعد میں ایک سال کے اندر نازل ہوا تو وہ منظور نہیں۔ مگر میں ناظرین کو اطلاع دیتا ہوں کہ مولوی صاحب کی یہ سراسر زیادتی ہے. (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۹۶)

اور پھر مرزا صاحب دامن چھڑا گئے۔

۱۹۰۰ء کے گردو پیش مولانا ثناء اللہ سے مرزا صاحب کے مباہلے کی بات چلی تو مرزا صاحب حکومتی معاہدے کی آڑ لے کر میدان چھوڑ گئے تھے۔ لکھتے ہیں

”میں نے سنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلہ کیلئے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے۔ ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کر سکتے کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے۔ ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفوں کو منع نہیں کرتے کہ ایسے چیلنج سے ہمیں جواب دینے کیلئے مجبور کریں... اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لئے طیار بیٹھے معلوم ہوتے ہیں پس ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں۔ مگر شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کی رو سے واقع نہ ہو بلکہ محض بیماری کے ذریعے سے ہو۔ مثلاً طاعون سے یا

ہیضہ سے یا کسی اور بیماری سے ... پس اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ایسے چیلنج کیلئے مستعد ہوں تو صرف تحریری خط کافی نہ ہوگا بلکہ ان کو چاہیے کہ ایک چھپا ہوا اشتہار اس مضمون کا شائع کریں کہ اس شخص کو میں کذاب اور دجال اور کافر سمجھتا ہوں اور جو کچھ یہ شخص مسیح موعود ہونے اور صاحب الہام اور وحی ہونے کا دعوی کرتا ہے اس دعوی کا میں جھوٹا ہونا یقین رکھتا ہوں ...اگر یہ شخص فی الواقع مسیح موعود ہے اور فی الواقع عیسی فوت ہو گئے ہیں تو مجھے اس شخص سے پہلے موت دے اور اگر میں اس عقیدہ میں صادق ہوں اور یہ شخص درحقیقت دجال بے ایمان کافر مرتد ہے اور حضرت عیسی آسمان پر زندہ موجود ہیں جو کسی نا معلوم وقت میں پھر آئیں گے تو اس شخص کو ہلاک کر.... یہ چیلنج جو درحقیقت ایک مباہلہ کا مضمون ہے اس کو لفظ بلفظ نمونہ مذکورہ کے مطابق لکھنا ہوگا جو اوپر میں نے لکھ دیا ہے۔ایک لفظ کم یا زیادہ نہ کرنا ہوگا .....پھر ایسے اشتہار مباہلہ پر کم سے کم پچاس معزز آدمیوں کے دستخط ہونے چاہییں اور کم سے کم اس مضمون کا سات سو اشتہار ملک میں شائع ہونا چاہیے اور بیس اشتہار بذریعہ رجسٹری مجھے بھی بھیج دیں ۔... مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں انہیں مباہلہ کیلئے چیلنج کروں یا ان کے بالمقابل مباہلہ کروں۔ (روحانی خزائن جلد ۹ ص ۱۲۱۔۱۲۳)

مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ مباہلہ دو فریقوں کے درمیان اس وقت ہوتا ہے جب وہ ایک دوسرے کیلئے بد دعا کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں

. مباہلہ کے معنی لغت عرب کی رو سے اور نیز شرعی اصطلاح کے رو سے یہ ہیں کہ دو فریق مخالف ایک دوسرے کے لئے عذاب اور خدا کی لعنت چاہیں .

(اربعین نمبر۲ص ۷۷ ۳ خزائن ۱۷)

نیز یہ کہ

. میں نے بٹالوی صاحب کے سمجھانے کے لئے یہ بھی لکھ دیا کہ مباہلہ میں صرف ایک طرف سے بد دعا نہیں ہوتی بلکہ دونوں طرف سے ہوتی ہے .

(رازحقیقت۔خزائن ج ۱۴۔ص۱۷۳۔۱۷۴)

نیز . مباہلہ دونوں جانب کی لعنت اور بد دعا کا نام ہے . اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ص ۵۸)

نیز ۔ . مباہلہ کا خلاصہ تو صرف یہ فقرہ ہے کہ اپنا اور فریق ثانی کا نام لے کر خدا تعالی سے یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم میں سے جھوٹا ہے وہ ہلاک ہو .

(حقیقۃ الوحی ۔ حاشیہ ص ۳۲۷ ۔ خزائن ج ۲۲)

ان تحریروں میں مرزا صاحب نے بتایا ہے کہ مباہلہ کیا ہوتا ہے ۔ اور جب مولانا امرتسری نے اس طرح کے مباہلے کے لئے انہیں چیلنج کیا تو وہ یہ کہہ کر جان چھڑا گئے کہ ہمیں تو مولوی ثناء اللہ سے مباہلہ کرنے کی ضرورت نہیں وہ خود ہی ایک اشتہار شائع کر کے ہماری طرف بھیج دیں ۔

اسی طرح لاہور کے ایک صاحب بابا چٹو ۱۹۰۶ء میں سید محمد یوسف سیاح کے ساتھ قادیان گئے ۔ وہاں مرزا صاحب سے ان کے عقائد اور دعاوی پر گفتگو ہوئی ۔ اس کی تفصیل بتاتے ہوئے ملفوظات میں لکھا ہے کہ بابا چٹو کے وکیل نے مرزا صاحب سے کہا کہ میں اس امر میں آپ کی تکذیب کرتا ہوں ۔ اگر تکذیب نہ کرتا تو آپ کی بیعت کر لیتا ۔ اس پر مرزا صاحب نے کہا کہ تو پھر کیا آپ مجھے مفتری علی اللہ سمجھتے ہیں . اس کے جواب میں بتایا گیا کہ . نہیں میں نہیں کہتا کیونکہ لا تسبوا پر میرا عمل ہے . مرزا صاحب نے کہا کہ . میں آپ سے اور کچھ نہیں کہتا بجز اس کے کہ آنحضرت ﷺ کا دامن پکڑ لو ۔ سعادت اسی میں ہے . جواب میں کہا گیا کہ . میں آپ کو مجدد بھی نہیں مان سکتا . اس پر مرزا صاحب نے کہا . پھر سہل راہ یہ ہے کہ مباہلہ کر لو . جواب ملا کہ مباہلہ کیلئے . میں موجود ہوں . مرزا صاحب نے (راہ فرار ڈھونڈتے ہوئے) اس پر کہا . یہ تو آپ بھی جانتے ہوں گے کہ سادہ لوح کی تکذیب کچھ چیز نہیں ۔ اس لئے پہلے ضروری ہے کہ آپ پر اتمام حجت ہو لے ۔ میں نے ایک کتاب حقیقۃ الوحی لکھی ہے ۔ آپ اس کو خوب غور سے پڑھ لیں (حقیقۃ الوحی کا مسودہ ابھی در بطن مرزا صاحب تھا ۔ کتاب شائع ہونا تو ایک طرف ابھی مطبع میں بھی نہیں گئی تھی) اور میرے دلائل پر غور کر لیں ۔ اس کے بعد بھی اگر بعد امتحان آپ میری تکذیب کریں گے تب آپ کو مباہلہ کا اختیار ہوگا ۔ فریق ثانی نے رضا مندی ظاہر کر دی اور کہا . بہت اچھا میں تعمیل کرونگا . پھر مباہلہ کے لئے اقرار نامہ ہوا جو مولوی محمد یوسف صاحب سیاح نے تحریر کیا ۔ جس کے مطابق مرزا صاحب نے فرمایا کہ مباہلہ سے پہلے کتاب حقیقۃ الوحی کو آپ پڑھ لیں اور خوب غور سے سمجھ لیں ۔ اس کے بعد بھی اگر آپ

میری تکذیب کریں گے تو مباہلہ ہو گا مگر پہلے دس سوال اس کتاب سے کروں گا۔ ان کے جواب لوں گا تا کہ معلوم ہو کہ آپ نے سمجھ لیا ہے۔ جو دس سوال میں کرونگا ان کا جواب انہی الفاظ میں دینا ہو گا جو میں نے لکھے ہیں اور پھر ایک شخص اس وقت لکھتا جاوے گا اور کتاب سے مقابلہ ہو گا۔ اگر موافق نہ ہو گا تو پھر کتاب دیکھنی ہو گی اور پھر دس سوال ہوں گے ۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ متفرق مقامات کتاب حقیقۃ الوحی سے دس طور کی باتیں میں مولوی حکیم محمد یوسف سے دریافت کرونگا۔ اور یہ ایک لازمی امر ہو گا کہ ہر ایک سوال کا کتاب کے موافق پورا پورا جواب دیں۔ کسی حصہ میں کمی نہ ہو۔ اور اگر کسی سوال کے جواب دینے میں پورا جواب نہ پایا جاوے تو پھر لازم ہو گا کہ دوبارہ کتاب کو اول سے آخر تک دیکھیں۔ اور پھر نئے دس سوال انتخاب کئے جاویں گے ۔ اگر اس میں بھی کسی جواب دینے میں کمی ہو تو یہی قاعدہ جاری رہے گا جب تک دس سوال کا پورے طور پر جواب نہ دیں ۔..... دستخط سید محمد یوسف سیاح بقلم ۲۸ اکتوبر۔ دستخط ہندی بابا چٹو۔ مرزا غلام احمد عفی عنہ۔ اور گواہ شد خواجہ کمال الدین وکیل۔ (ملفوظات ج ۹ ص ۸۲ ـ ۸۳۔ بحوالہ الحکم ۱۰ فروری ۱۹۰۷ء) معاہدہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۶ء کا ہے اور ۱۰ فروری ۱۹۰۷ء کے الحکم میں شائع ہوا۔ اور حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی تھی۔

لیکن یہ مباہلہ بھی منعقد نہ ہو سکا۔

اور مولانا ثناء اللہ نے ۱۹۰۶ء میں مرزا صاحب کو لکھا

آئت قل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین پر عمل کرنے کو ہم تیار ہیں۔ میں اب بھی ایسے مباہلہ کے لئے تیار ہوں جو آئت مرقومہ سے ثابت ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ میری تیاری آج ہی سے نہیں بلکہ ۱۸۹۶ء میں جب مرزا صاحب نے رسالہ انجام آتھم میں مجھ کو مباہلہ کیلئے مدعو کیا تھا تو میں نے ایک خط اس مضمون کا آپ کو بھیجا تھا۔ (اہل حدیث ۲۲ جون ۱۹۰۶ء ص ۴ کالم ۱)۔

مرزا صاحب پہلے تو خاموش رہے لیکن جب فروری ۱۹۰۷ء میں انہوں نے رسالہ قادیان کے آریہ اور ہم لکھا اور اس میں قادیان کے آریہ کو اپنی کذب بیانی پر قسم کھانے کی دعوت دی ..... تو اس رسالے کی اشاعت کے بعد مرزا صاحب کے مرید

شیخ یعقوب علی تراب نے لکھا کہ اب ثناء اللہ نے بھی کوئی نشان صداقت بطور خوارق عادت نہیں دیکھا تو وہ بھی قسم کھا کر پرکھ لے تا معلوم ہو کہ خدا کس کی حمائت کرتا ہے اور کس کو سچا کرتا ہے (الحکم ۷ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۱)۔

اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ نے مرزائیوں کو مخاطب کر کے لکھا

'ہم تمہارے کرشن کی کذب بیانی پر قسم کھانے کیلئے تیار ہیں۔ آؤ جس جگہ چاہو ہم سے قسم دلوالو۔ مگر پہلے یہ شائع کردو کہ اس قسم کا نتیجہ کیا ہوگا۔ ہم حلفیہ کہہ دیں گے کہ مرزا غلام احمد کو ہم خدا کی طرف سے مامور نہیں جانتے بلکہ وہ اعلی درجہ کا جھوٹا مکار اور فریبی ہے اور اس کی کوئی پیش گوئی خدائی الہام سے نہیں ہے۔ مرزائیو۔ سچے ہو تو آؤ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ۔ وہی میدان عیدگاہ امرتسر تیار ہے جہاں تم ایک زمانہ میں صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو۔ امرتسر میں نہیں تو بٹالہ میں آؤ۔ سب کے سامنے کاروائی ہوگی۔ مگر اس نتیجہ کی تشریح کرشن جی (مرزا قادیانی) سے پہلے کرادو اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ'

(اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء)

احمدیہ پاکٹ بک میں لکھا ہے 'چنانچہ جب اس (ثناء اللہ) نے ۲۹ مارچ (۱۹۰۷ء) کو دعوت مباہلہ دی تو حضرت کی طرف سے مندرجہ ذیل جواب بدر ۴ اپریل ۱۹۰۷ء میں دیا گیا۔

'اس مضمون کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کرلیا ہے۔ وہ بے شک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور بے شک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور اس کے علاوہ اس کو اختیار ہے اپنے جھوٹا ہونے کی صورت میں ہلاکت وغیرہ کے جو عذاب اپنے لئے چاہے خدا سے مانگے لیکن خدا کے رسول چونکہ رحیم وکریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے اس واسطے باوجود اس قدر شوخیوں اور دلآزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چندروز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ

کر شائع ہو جائے اور امید ہے کہ بیس پچیس روز تک انشاء اللہ وہ کتاب شائع ہو جائے گی' (الحکم مجریہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء۔ بدر مورخہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء) لیکن مولوی ثناء اللہ پھر فرار کی راہ اختیار کرنے لگا (جیسا کہ اس کے جواب مندرجہ اہل حدیث ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء سے ظاہر ہے) تو اس کے جواب کی اشاعت سے قبل ہی اللہ تعالی نے حضرت اقدس کو اس کے ارادہ سے مطلع فرمادیا اور حضور نے ۱۵۔اپریل کو اشتہار آخری فیصلہ شائع فرمادیا'

(احمدیہ پاکٹ بک ص ۸۲۴ حصہ دوم مطبوعہ قادیان ۱۹۴۵ء)

اور آگے چل کر لکھا ہے کہ

ابھی یہ ثنائی فرار معرض ظہور میں نہیں آیا تھا کہ اللہ تعالی نے جو علیم و خبیر ہے اپنے مسیح موعود (مرزا) کو اس کی اطلاع دے کر اپنے شکار کو دنیا کے سامنے شرمندہ کرنے کے لئے ایک طریق تحریک فرمائی۔ چنانچہ اس کے مطابق حضور نے آخری اتمام حجت کے طور پر ۱۵۔اپریل کو اپنی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ کے عنوان سے دعا شائع فرمائی۔ (ص ۸۲۶)

ایسی ہی بات ایک مرتبہ مولوی اللہ دتا جالندھری قادیانی نے الفضل میں لکھی تھی کہ مرزا غلام احمد صاحب کو مولوی ثناء اللہ نے ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کو مباہلہ کے لئے بلایا تو اس کے جواب میں ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے آخری فیصلہ والہ اشتہار دعائے مباہلہ دیا۔ جالندھری صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

'مولوی ثناء اللہ صاحب نے مجبوراً اس میدان میں قدم رکھنا چاہا۔اور اخبار اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء میں جماعت احمدیہ کو بایں الفاظ مخاطب کیا ' انہیں میرے سامنے لاؤ ۔جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کی دعوت دی ہوئی ہے۔ کیونکہ جب تک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو سب امت کے لئے کافی نہیں ہوسکتا ... اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے اعلان ۲۹ مارچ کے جواب میں سیدنا حضرت مسیح موعود نے اشتہار ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء دعائے مباہلہ کی صورت میں شائع فرمایا'

(الفضل ۲۴ جون ۱۹۳۴ء)

یہی مضمون جالندھری صاحب نے نومبر ۱۹۳۱ء میں بھی شائع کرایا تھا۔ پھر ۲۶۔۲۷ مئی

۱۹۳۴ء کی درمیانی شب امرتسر میں ہزار ہا کے مجمع میں مولوی جلال الدین قادیانی نے بھی یہی کہا اور اس سے پہلے یکم جنوری ۱۹۳۴ء کو لاہور کے جلسہ مناظرہ میں خادم گجراتی قادیانی نے بھی یہی عذر پیش کیا تھا۔ اس کا جواب سنئے۔

یہ کہنا کہ ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء والے مضمون کے جواب میں مرزا صاحب نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو آخری فیصلہ والہ مضمون شائع کیا تھا غلط جھوٹ افترا دجل اور بہتان ہے۔ اس دعوی پر کوئی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ خود قادیانیوں نے ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء والے مضمون کے جواب میں اپنے اخبارات میں لکھا تھا

'اس مضمون کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کرلیا ہے۔ وہ بے شک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور بے شک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور اس کے علاوہ اس کو اختیار ہے اپنے جھوٹا ہونے کی صورت میں ہلاکت وغیرہ کے جو عذاب اپنے لئے چاہے خدا سے مانگے لیکن خدا کے رسول چونکہ رحیم وکریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے اس واسطے باوجود اس قدر شوخیوں اور دلآزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس نے پھر بھی اس پر رحم کرکے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے اور امید ہے کہ بیس پچیس روز تک انشاء اللہ وہ کتاب شائع ہو جائے گی' (الحکم مجریہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء۔ بدر مورخہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

یہ مضمون جملہ امت مرزائیہ کیلئے زہر قاتل ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ اس وقت ہو گا جب کتاب حقیقت الوحی چھپ کر شائع ہو جائے گی اور مولوی ثناء اللہ اس کو پڑھ لے گا۔ یہاں تک کہ ہم اس سے اس کتاب کے مضمون کا امتحان بھی لیں گے۔ کتاب حقیقت الوحی ۱۵۔ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی۔ لیکن جون ۱۹۰۷ء کے شروع تک مولانا امرتسری تک نہ پہنچی تو انہوں نے تقاضا کیا۔ اس تقاضے کا انکاری جواب ۱۳۔ جون ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر میں چھپا تھا۔ جو یوں ہے

آپ کا رجسٹری شدہ کارڈ مراسلہ ۳ جون ۱۹۰۷ء حضرت مسیح موعود کی خدمت

میں پہنچا۔جس میں آپ نے ۴ اپریل کے اخبار بدر کا حوالہ دے کر کتاب حقیقۃ الوحی کا ایک نسخہ مانگا ہے۔اس کے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقۃ الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا جبکہ آپ کو مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا تاکہ مباہلہ سے پہلے آپ کتاب پڑھ لیتے۔مگر چونکہ آپ نے بریں برخیال کہ مرزا صاحب نے قرآن و حدیث کے برخلاف تو کرنا ہی نہیں آؤ ایک ایسی بات پیش کریں کہ کسی طرح یہ پیالہ ٹل جائے اپنے واسطے تعیین عذاب کی خواہش ظاہر کی اور بغیر اس کے مباہلہ سے انکار کر کے اپنے لئے فرار کی راہ نکالی۔اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا اور حضرت حجۃ اللہ (مرزا صاحب) کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔ اس واسطے مباہلہ کے ساتھ جو شروط تھے وہ سب کے سب بوجہ نہ قرار پانے مباہلہ کے منسوخ ہوئے لہذا آپ کی طرف کتاب بھیجنے کی ضرورت نہیں۔محمد صادق :

(بدر قادیان شمارہ نمبر ۲۴۔ ۱۳ جون ۱۹۰۷ء ص ۲ کالم ۱)

اس جواب کا مضمون کیسا صاف ہے کہ جس مباہلہ کی تاریخ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی کی اشاعت کے بعد رکھی تھی وہ بھی منسوخ ہو کر اس کا ذکر اذکار ہی ختم ہو گیا۔اس کے بجائے بالقاالہی یہی دعا فیصلہ کن قرار پائی۔بس اب سب کچھ یہی دعا ہے۔نہ سابقہ مباہلہ نہ کوئی اور حکم۔ جاؤ چپ رہو اور اس دعا کے انجام کا انتظار کرو۔ بتایئے اس تصریح اور توضیح کے بعد بھی کسی تحریر کی ضرورت ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ۴ اپریل ۱۹۰۷ء کو مباہلہ کا وقوع حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھا تھا۔ پھر بمنشائے الہی مباہلہ کے عزم کو منسوخ کر کے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ ء کو دعا شائع کر دی اور اسی دعا کو فیصلہ کن قرار دیا اور آئندہ کے لئے مباہلہ کا دروازہ بند کر دیا۔

سوال یہ ہے کہ جس صورت میں ۲۹ مارچ والے مضمون کے جواب کے مطابق مرزا صاحب نے اس مباہلہ کو حقیقت الوحی کی اشاعت بلکہ اس کے امتحان کے بعد تک ملتوی کیا تھا تو اس کی اشاعت سے ایک مہینہ پہلے اور مولانا کے پاس پہنچنے سے اڑھائی مہینے پہلے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو کیوں دعائے مباہلہ شائع کر دی۔کیا

نبیوں کے وعدے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں ۔ علاوہ اس کے قاعدہ ہے کہ ہر مضمون کے شروع میں تحریر مضمون کی وجہ بتائی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں یہ مضمون اس وجہ سے لکھتا ہوں ۔ اشتہار آخری فیصلہ مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ملاحظہ فرمایئے کہ وجہ تحریر یوں لکھی ہے

' بخدمت مولوی ثناء اللہ، مدت سے آپکے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب کا سلسلہ جاری ہے ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود کذاب مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں .... اس لئے میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھ میں اور آپ میں سچا فیصلہ فرمائے یعنی جو ہم میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے (غلام احمد) ۔

بتایئے اس بیان میں وجہ تحریر تکذیب وغیرہ لکھی ہے یا مولانا کی دعوت مباہلہ مندرجہ اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء لکھی ہے ۔ اس کے علاوہ سچے ہو تو سارے اشتہار آخری فیصلہ میں مباہلہ کا لفظ ہی دکھا دو ۔

یوں یہ مباہلہ بھی نہ ہو سکا ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کو ان کی پوری زندگی میں ایک ہی مرتبہ میدان مباہلہ میں لا یا جا سکا ۔ اور یہ سعادت مولانا عبدالحق غزنوی کے حصہ میں آئی ہے جب انہوں نے ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں مرزا صاحب سے مباہلہ کیا ۔ بعد میں مرزا صاحب اپنے مریدوں کو فرمایا کرتے تھے کہ اس (غزنوی قادیانی) مباہلے کے نتیجے کا انتظار کرنا چاہیے ملاحظہ کیجئے مکتوب مرزا صاحب بنام منشی رستم علی (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ۔ ص ۱۲۱ ۔ ۱۲۲) جو ہم کسی جگہ درج کر چکے ہیں

منشی الٰہی بخش

منشی صاحب ایک جید عالم اور لاہور میں بڑی اہم اور با اثر شخصیت وحیثیت کے مالک تھے۔حساب نویسی کے سبب منشی کہلاتے تھے۔ ۱۸۸۰ء کے عشرے میں مرزا قادیانی سے متاثر تھے لیکن جب قادیانی بلی، تھیلے سے باہر آئی تو آپ تحریک ختم نبوت میں شامل ہو گئے۔مرزا صاحب آپ کے متعلق کہتے ہیں

'ناظرین آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک شخص الٰہی بخش نام جو لاہور میں اکونٹنٹ تھا ..مدت دراز سے... میرے ساتھ تعلق ارادت رکھتا تھا اور بار بار قادیان آیا کرتا تھا اور مجھ کو ایک سچا ملہم خدا تعالی جانتا تھا اور خدمت کرتا تھا۔بعض دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ صبح کے وقت نماز کے بعد امرتسر میں سوتا تھا اور میرے منہ پر چادر تھی۔تب ایک شخص آیا اور اس نے میرے پاؤں دبانے شروع کر دیئے۔ جب میں نے چادر اٹھا کر دیکھا تو وہی الٰہی بخش تھا۔اس تحریر سے غرض یہ ہے کہ اس حد تک اس کا اخلاص پہنچ گیا تھا کہ کسی نوع کی خدمت سے وہ ننگ اور عار نہیں رکھتا تھا اور نہائت انکسار سے معمولی خدمت گاروں کی طرح اپنے تئیں تصور کرتا تھا۔اور مالی خدمت میں بھی حتی المقدور دریغ نہیں کرتا تھا۔اور جب تک خدا نے چاہا وہ اسی مخلصانہ حالت میں رہا اور مجھ کو بڑی امید تھی کہ وہ اپنے اخلاص میں بہت ترقی کریگا۔اور جب میں کسی تقریب سے لدھیانہ یا انبالہ یا کسی اور جگہ جاتا تھا تو بشرط گنجائش اور فرصت نکلنے کے اسی جگہ پہنچتا تھا۔اور اکثر اوقات اس کا رفیق منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ بھی اس کے ساتھ ہوتا تھا...پھر اس کو کچھ مدت کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھ کو الہام ہوتا ہے اور یہی ایک زہریلا بیج تھا کہ قضا و قدر نے اس میں بو دیا۔پھر اس کے بعد اندر ہی اندر اسکی مخلصانہ حالت میں کچھ تغیر ہوتا گیا اور پھر جس زمانہ میں خدا تعالی نے مجھے لوگوں سے بیعت کے لئے مامور فرمایا اور قریبا چالیس آدمی یا کچھ زیادہ بیعت میں داخل ہوئے اور عام طور پر خدا تعالی کے حکم کے موافق ہر ایک کو سنایا کہ جو شخص ارادہ رکھتا ہے وہ بیعت میں داخل ہو۔تب

اس بات کو سنتے ہی الٰہی بخش کا دل بگڑ گیا اور وہ کچھ مدت کے بعد مع اپنے دوست منشی عبدالحق کے قادیان میرے پاس آیا اس غرض سے کہ تا اپنے الہام سناوے اور اب کی دفعہ اس کے مزاج میں اس قدر سختی ہو گئی تھی کہ گویا وہ اور ہی تھا الٰہی بخش نہیں تھا۔ اس نے بہت بیباکی سے الہام سنانے شروع کئے اور وہ ایک چھوٹی سی بیاض میں لکھے ہوئے تھے جو اس کی جیب میں تھا۔ منجملہ ان کے اس نے یہ سنایا کہ خواب میں میں نے دیکھا ہے کہ آپ مجھے کہتے ہیں کہ میری بیعت کرو اور میں نے جواب دیا کہ میں نہیں کرتا بلکہ تم میری بیعت کرو'

(روحانی خزائن ج ۲۲ تتمہ حقیقت الوحی ص ۵۳۳۔۵۳۵)

۱۸۹۸ء میں جب مرزا صاحب نے ضرورۃ الامام لکھی تو منشی صاحب نے اس کی تردید میں عصائے موسیٰ لکھی جو متوسط سائز کے ۴۶۰ صفحات پر بڑی عمدہ کتاب ہے جس میں مرزا صاحب اور انکے پیش کردہ دعاوی اور عقائد کا نیز ان کے مقرب متوسلین کا عمدگی کے ساتھ پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ جیسا کہ حکیم نوردین صاحب کے بارے میں لکھا ہے

. مرزا صاحب اور حکیم نورالدین صاحب بالکل ہم مذاق تھے حکیم صاحب میں مرزا صاحب سے ملاقات سے پیشتر ہی باتباع سرسید احمد بالقابہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مارنے اور ان کی قبر کھودنے کا خبط موجود تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مرزائیت کی ساری چھیڑ خانی انہوں نے ہی چھیڑی تھی اور مرزا صاحب نے ان کو اپنے مفید مطلب سمجھ کر اس کی تکمیل کا بیڑا اٹھا لیا تھا۔ (عصائے موسیٰ ص ۳۷۶)۔

اور چونکہ منشی صاحب مرزا صاحب کے ایسے مخالفین میں سے تھے جو بحکم آہن را آہن باید کوفت الہام کا جواب الہام سے دیتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس کتاب میں مرزا صاحب کے بارے میں اپنے الہامات بھی شائع کئے ۔ اور صفحہ ۸۳ پر ایک الہام متعلقہ مرزا صاحب یوں درج کیا ہے

سنسمه على الخرطوم ما رميت اذ رميت و لكن الله رمى

شتاب داغ دیوینگے ہم اس (مرزا) کو اوپر ناک کے۔ نہ پھینکا تو نے جب پھینکا تو نے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔

منشی صاحب کی اس عبارت میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ مرزا طاعون سے مرے گا

مگر مرزا صاحب نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ منشی صاحب نے میرے لئے طاعونی موت کی پیش گوئی کی تھی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے تتمہ میں صفحوں کے صفحے سیاہ کئے ہیں۔ اسی ذیل میں منشی صاحب کے الہام مذکورہ بالا کو نقل کر کے ترجمہ میں چند الفاظ اس انداز میں بڑھائے کہ پڑھنے والے کو معلوم ہو کہ یہ منشی صاحب کے الفاظ ہیں۔ لکھتے ہیں۔

پھر ایک اور الہام ان (منشی الٰہی بخش) کا میرے پر عذاب نازل ہونے کے بارے میں جو اس کتاب کے صفحہ ۸۳ میں موجود ہے یہ ہے سنسمہ علی الخرطوم (ترجمہ) اس مفتری کو یعنی اس مفتری کی ناک پر یا منہ پر ہم آگ کا داغ لگائینگے۔ یعنی اس کو طاعون سے ہلاک کریں گے۔ یا یہ کہ جہنم کی آگ میں ڈالیں گے

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۴ حقیقۃ الوحی۔ خزائن ج ۲۲ ص ۵۵۰)

اس ترجمہ میں طاعون وغیرہ کے الفاظ منشی صاحب کے نہیں ہیں بلکہ یہ مرزا صاحب کی بددیانتی ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر انہوں نے مخالف کو ہدف ملامت بنایا ہے

مولوی الٰہی بخش کے ذکر میں ایک اور جگہ مرزا صاحب فرماتے ہیں

منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ کی کتاب عصائے موسیٰ مجھ کو ملی جس میں میری ذاتیات کی نسبت محض سوءِ ظن سے اور خدا کی بعض سچی اور پاک پیش گوئیوں پر سراسر شتاب کاری سے حملے کئے گئے ہیں۔ وہ کتاب جب میں نے ہاتھ سے چھوڑی تو تھوڑی دیر کے بعد منشی الٰہی بخش صاحب کی نسبت یہ الہام ہوا

یریدون ان یروا طمثک و اللہ یرید ان یریک انعا مہ ا لانعا مات المتواترہ انت منی بمنزلۃ اولادی و اللہ وکیل و ربک فقلنا یا نار کونی بردا ان اللہ مع الذین اتقوا و الذین ھم یحسنون الحسنیٰ۔ ترجمہ۔ یہ لوگ خون حیض تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں یعنی ناپاکی اور پلیدی اور خباثت کی تلاش میں ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ اپنی متواتر نعمتیں جو تیرے پر ہیں دکھلاوے۔ اور خون حیض سے تجھے کیوں کر مشابہت ہو وہ کہاں تجھ میں باقی ہے۔ پاک تغیرات نے اس خون کو خوبصورت لڑکا بنا دیا اور وہ لڑکا جو اس خون سے بنا میرے ہاتھ سے پیدا ہوا۔ اس لئے تو مجھ سے بمنزلہ اولاد کے ہے۔ یعنی بچوں کا گوشت پوست خون حیض سے ہی پیدا ہوتا ہے مگر وہ خون حیض کی طرح ناپاک نہیں کہلا سکتے۔ اس طرح تو بھی انسان کی فطرتی ناپاکی سے جو

لازم بشریت ہے اور خون حیض سے مشابہ ہے ترقی کر گیا ہے ۔ اب اس پاک لڑکے میں خون حیض کی تلاش کرنا حمق ہے وہ تو خدا کے ہاتھ سے غلام ذکی بن گیا اور اس کے لئے بمنزلہ اولاد کے ہے اور خدا تیرہ متولی اور پرورندہ ہے ۔ جس آگ کو اس کتاب عصائے موسیٰ نے بھڑکانا چاہا ہے ہم نے اس کو بجھا دیا ہے ..

...اہانت کے لئے منشی صاحب کو دو ہی راہیں سوجھی ہیں ۔ ایک یہ کہ جس قدر کتابوں کا (میں نے) وعدہ کیا تھا وہ سب شائع نہیں کیں ۔ (منشی صاحب نے) یہ خیال نہ کیا کہ اگر کچھ دیر ہوگئی تو قرآن شریف بھی تو ۲۳ برس میں ختم ہوا ۔ آپ کو بدنیتی پر کیونکر علم ہوگیا...دوسرا اعتراض یہ ہے کہ پیش گوئیاں پوری نہیں ہوئیں ۔ اس کا جواب تو یہی ہے لعنۃ اللہ علی الکا ذبین ... اسی طرح احمد بیگ کے داماد کے متعلق شرطی پیش گوئی ہے ۔ اگر کچھ ایمان باقی ہے تو کیوں شرط کی انتظار نہیں کرتے ....
منشی الٰہی بخش صاحب نے جھوٹے الزاموں اور بہتانوں اور خلاف واقعہ کی نجاست سے اپنی کتاب عصائے موسیٰ کو ایسا بھر دیا ہے جیسا کہ ایک نالی اور بدرو گندے پانی سے بھر جاتی ہے ۔ یا جیسا کہ سنڈاس پاخانہ سے ۔ اور خدا سے بے خوف ہو کر میری عزت پر افتراء کے طور پر سخت دشمنوں کی طرح حملہ کیا ۔ وہ یقیناً سمجھ لیں کہ یہ کام انہوں نے اچھا نہیں کیا اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے ان گالیوں سے زیادہ نہیں جو حضرت موسیٰ کو دی گئیں اور حضرت مسیح کو دی گئیں اور ہمارے سید محمد ﷺ کو دی گئیں ۔ افسوس انہوں نے آئت ویل لکل ھمزۃ لمزۃ کے ویل کے وعید سے کچھ بھی اندیشہ نہیں کیا اور نہ انہوں نے آئت لا تقف ما لیس لک بہ علم کی بھی کچھ بھی پرواہ کی ۔ وہ بار بار میری نسبت لکھتے ہیں کہ میں نے ان کو تسلی دے دی کہ میں آپ کے افتراء کی وجہ سے کسی انسانی عدالت میں آپ پر نالش نہیں کرونگا ۔ سو میں کہتا ہوں کہ میں نہ صرف انسانی عدالت میں نالش نہ کرونگا بلکہ میں خدا کی عدالت میں بھی نالش نہیں کرتا ۔ لیکن چونکہ آپ نے محض جھوٹے اور قابل شرم الزام میرے پر لگائے ہیں اور مجھے ناکردہ گناہ کا دکھ دیا ہے اس لئے میں ہرگز یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں جب تک کہ میرا قادر خدا ان جھوٹے الزاموں سے مجھے بری کر کے آپ کا کاذب ہونا ثابت نہ کر دے ۔ الا لعنت اللہ علی الکا ذبین ۔ اس کے متعلق قطعی

اور یقینی طور پر مجھ کو ۶ دسمبر ۱۹۰۰ء روز پنج شنبہ یہ الہام ہوا

برمقام فلک شدہ یارب ۔ گر امیدے دہم مدار عجب ۔ بعد ۱۱ انشاء اللہ ۔ میں نہیں جانتا کہ گیارہ دن ہیں یا گیارہ مہینے یا گیارہ سال ۔ مگر بہر حال ایک نشان میری بریت کے لئے اس مدت میں ظاہر ہوگا جو آپ سخت شرمندہ کرے گا ۔ خدا کے کلام پر ہنسی نہ کرو ۔ پہاڑ ٹل جاتے ہیں دریا خشک ہو سکتے ہیں ۔ موسم بدل جاتے ہیں مگر خدا کا کلام نہیں بدلتا جب تک کہ پورا نہ ہولے ۔

اور منکر کہتا ہے کہ فلاں پیش گوئی پوری نہیں ہوئی ۔ اے سخت دل خدا سے شرم کر ۔ وہ تمام پیش گوئیاں پوری ہوگئیں اور یہ زمانہ نہیں گذرے گا جب تک باقی ماندہ حصہ پورا نہ ہو جائے ۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۷۵ ۔ ۳۸۰ حاشیہ ۔ اشتہار ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء)

مرزا صاحب کہہ رہے ہیں کہ جو پیش گوئیاں پوری نہیں ہوئیں ان کی وجہ سے مجھ پر اعتراض کیوں کرتے ہو ۔ بلکہ چپ کر کے دیکھتے رہو ۔ کہ آخر کار یہ پوری ہو کر رہیں گی ۔ اب کوئی پوچھے کہ جس شخص کے بارے میں پیش گوئی ہو کہ وہ اڑھائی سال میں مر جائے گا اور وہ شخص اڑھائی سال میں نہ مرے تو اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا انتظار کرنے کا اب کیا مطلب رہ گیا ۔ وقت تو گذر گیا ۔ مدت ختم ہوگئی ۔ کھیل ختم ہوگیا اور پیسہ ہضم ۔ پیش گوئی جھوٹی ہوگئی ۔

ویسے مرزا صاحب انتظار کا کہہ رہے تھے تو کوئی پوچھے کی انتظار سے بھی کیا ملا؟ ۔ احمد بیگ کا داماد سلطان محمد تو مرزا صاحب کی زندگی میں مرا ہی نہیں ۔ بلکہ قیام پاکستان کے بعد لاہور میں مرا ۔ یعنی انتظار کے باوجود مرزا صاحب کی پیش گوئی جھوٹی ہی نکلی ۔ اور مرزا صاحب کہتے کہ ہیں مجھے یقین ہے کہ میری موت اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک منشی صاحب کے لگائے ہوئے اعتراضات دور نہیں ہو جاتے ۔ منشی صاحب نے مرزا صاحب کی جن پیش گوئیوں کے پورا نہ ہونے پر اعتراض کیا تھا وہ کبھی بھی پوری نہیں ہوئیں ۔ نہ سلطان محمد مرزا صاحب کی زندگی میں مرا اور نہ محمدی بیگم مرزا صاحب کے نکاح میں آئی ۔

اب مرزائی بتائیں کہ کیا مرزا صاحب ابھی تک زندہ ہیں ؟ اگر زندہ ہیں تو مرزا حکیم نورالدین کس کی خلافت کرتا رہا ہے؟

ویسے اگر مرزا صاحب ابھی زندہ بھی ہوں تو محمدی بیگم سے ان کی شادی تب بھی

نہیں ہوسکتی کیونکہ محمدی بیگم مرچکی ہے۔

اور اگر بفرض محال اس شادی کا ہونا ٹھہر ہی جائے تو سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کی بارات کہاں جائے گی؟ محمدی بیگم اور اس کے والدین تو منکرین مرزا ہونے کے باعث مرزائیوں کے عقیدے کے مطابق دوزخ میں ہیں۔

اور منشی صاحب نے بقول مرزا صاحب یہ اعتراض کیا تھا کہ کتابوں کا وعدہ کر کے شائع نہیں کیں۔ اور اس پر مرزا صاحب نے کہا کہ قرآن بھی ۲۳ سال میں مکمل ہوا تھا اس لئے ابھی انتظار کرو۔ چلو انتظار بھی کرلیا۔ پھر کیا ہوا؟ جب منشی صاحب نے اعتراض کیا تھا اس وقت براہین احمدیہ کی ۴۶ جلدیں شائع ہونا باقی تھیں۔ مرزا صاحب نے تا عمر ان ۴۶ جلدوں میں سے ایک بھی شائع نہیں کی۔ بس ایک جلد کا مسودہ چھوڑ کر (اور ۴۵ جلدوں کا مسودہ بغل میں دبا کر) چل بسے جس میں لکھا ہوا تھا کہ ۵ اور ۵۰ میں صرف ایک صفر کا فرق ہے اس لئے براہین کی ۵۰ جلدیں لکھنے کا وعدہ ان پانچ جلدوں سے پورا ہوگیا۔ لیکن جس (پانچویں) جلد میں یہ فقرہ لکھا ہوا تھا اسے منشی صاحب کی زندگی میں مرزا صاحب شائع بھی نہ کرسکے کہ ۵ اور ۵۰ کو برابر قرار دینے کی دھاندلی تو اتنی بڑی ہے کہ عام لوگوں کے سامنے بھی نہیں چل سکتی چہ جائے کہ ایک اکاؤنٹنٹ کو مطمئن کیا جاسکتا۔

براہین احمدیہ کے علاوہ ایک کتاب سراج منیر مفت شائع کرنے کا اعلان کر کے بھی مرزا صاحب نے ۱۴۰۰ سو روپئے چندہ مانگا تھا۔ اور بہت سا روپیہ وصول بھی ہوا۔ مگر بعد میں جب کتاب شائع ہوئی تو قیمتا دی گئی۔

اور ایک دفعہ آپ نے یہ اشتہار شائع کیا جس سے معلوم ہوتا کہ مرزا صاحب کس طرح بہانے بہانے سے مالی امداد مانگا کرتے تھے اور کس طرح لوگ ان کی جھولی بھرتے رہتے تھے۔ لکھتے ہیں

عالی ہمت دوستوں کی خدمت میں گزارش

چونکہ طبع کتاب ازالہ اوہام میں معمول سے زیادہ مصارف ہوگئے ہیں اور مالک مطبع اور کاتب کا حساب بے باق کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے لہذا بخدمت جمیع مخلص دوستوں کے التماس ہے کہ حتی الوسع اس کتاب کی خریداری سے بہت جلد مدد دیں۔ جو صاحب چند نسخے خرید سکتے ہیں وہ بجائے ایک کے اس قدر نسخے خرید لیں

جس قدر ان کو خریدنے کی خداداد مقدرت حاصل ہے اور اس جگہ اخویم مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب معالج ریاست جموں کی نئی امداد جو انہوں نے کئی نوٹ اس وقت بھیجے قابل اظہار ہے۔ خدائے تعالی ان کو خیر بخشے۔ ایسا ہی اخویم مکرم حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے علاوہ اس تین سو روپے کے جو پہلے بھیجا تھا اب ایک سو روپیہ اور بھیج دیا۔ نہائت خوشی کی بات ہے کہ حکیم فضل دین صاحب اپنے مخدوم حکیم نور الدین صاحب کے رنگ میں ایسے رنگین ہو گئے ہیں کہ نہائت اولوالعزمی سے ایثار کے طور پر ان سے اعلی درجہ کے اعمال صالحہ صادر ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ سو روپیہ بعض زیورات کے فروخت سے محض ابتغاءً لمرضات اللہ بھیجا ہے۔

اس جگہ اخویم مولوی مردان علی صاحب صدر محاسب دفتر سرکار نظام حیدرآباد دکن بھی ذکر کے لائق ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے درخواست کی ہے کہ میرا نام سلسلہ بیعت کنندوں میں داخل کیا جاوے۔ چنانچہ داخل کیا گیا۔ ان کی تحریرات سے نہائت محبت اور خلوص پایا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے سچے دل سے پانچ برس اپنی عمر میں سے آپ کے نام لگا دیئے ہیں۔ خدا تعالی میری عمر میں سے کاٹ کر آپ کی عمر میں شامل کر دے۔ سو خدا تعالی اس ایثار کی جزا ان کو یہ بخشے کہ ان کی عمر دراز کرے۔ انہوں نے اور اخویم مولوی ظہور علی صاحب اور مولوی غضنفر علی صاحب نے نہائت اخلاص سے دس دس روپیہ ماہواری چندہ دینا قبول کیا ہے۔ اور بہتر (۷۲) روپیہ امداد کے لئے بھیجے ہیں۔ . (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۸۷۔۲۸۸۔ یہ اشتہار ازالہ اوہام بار دوم ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۹۴۴ پر ہے)

پھر ایک رسالہ قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ چھپوانے کا اشتہار دیا گیا کہ وہ ۲۰ جون ۱۸۸۵ء سے ماہوار نکلے گا۔ پھر نشان آسمانی میں باہمت دوستوں سے مرزا صاحب نے مالی مدد چاہی کہ اے مرداں بکوشید و برائے حق جوشید۔ اور ہر ایک کتاب کی اشاعت کے لئے امداد کی درخواست کی اور لکھا کہ ذی مقدرت لوگ زکوۃ کی مد سے میری کتابیں خرید کر تقسیم کریں۔ اور میری اور بھی تالیفات ہیں جو نہائت مفید ہیں۔ مثلا رسالہ احکام القرآن۔ اربعین فی علامات المقربین۔ سراج منیر۔ تفسیر کتاب عزیز۔ پھر جلسہ دسمبر ۱۸۹۳ء میں پریس کے لئے اڑھائی سو روپیہ ماہوار کی ضرورت پیش کی اور فرمایا کہ ہر

ایک دوست بلا توقف اس میں شریک ہو۔اور ماہوار چندہ تاریخ مقررہ پر بھیجتا رہے۔ اس سے بقیہ براہین اور اخبار اورآئندہ رسائل کا کام جاری رہ سکتا ہے۔ یہ انتظام سب کچھ ہوگیا۔مگر تفسیر کتاب عزیز براہین احمدیہ اور رسائل ماہوار سب دربطن مرزا صاحب رہے ۔ان حالات میں ایک مرتبہ آپ کے سسر میر ناصر کے درج ذیل اشعار اشاعۃ السنہ میں شائع ہوئے

اورکہیں تصنیف کے ہیں اشتہار یہ ہی لوگوں نے کیا ہے روزگار
پیش گی قیمت مگر لیتے ہیں وہ خلق کو اس طرح دم دیتے ہیں وہ
بعض کھا جاتے ہیں قیمت سب کی سب اس طرح کا پڑ گیا یارو غضب
جوکوئی مانگے وہ بے ایمان ہے وہ بڑا ملعون اور شیطان ہے
بدگمانی کا اسے آزار ہے سارے بدبختوں کا وہ سردار ہے
ایک تو پلہ سے اس نے زر دیا دوسرے بدنام اپنے کو کیا
کھا گیا جو مال اچھا وہ رہا کچھ گھٹا ہرگز نہ اس کا اتقاء
قیمتیں کھا کرنہیں لیتے ڈکار

اورمنشی الٰہی بخش صاحب نے مرزا صاحب کی اس پیش گوئی پر بھی اعتراض کیا تھا جو انہوں نے مولود موعود کے بارے میں ۱۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اس وقت کی تھی جب ان کی اہلیہ حاملہ تھیں کہ خدا نے بتایا ہے کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔اس کا نام بشیر ہے۔ علوم ظاہری اور باطنی سے پر کیا جائیگا۔وہ تین کو چار کرنے والہ ہوگا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول و الآخر مظہر الحق و العلا کان اللہ نزل من السماء۔ اور پھر اس حمل سے مرزا صاحب کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی (اوراس کے بعد بھی مرزا صاحب کے ہاں کوئی لڑکا ایسا نہیں ہوا جسے انہوں نے اس پیش گوئی کا مصداق ٹھہرایا ہو اور وہ زندہ رہا ہو)۔مرزا صاحب پر اعتراض ہوا تو انہوں نے کہا

. وہ فقرہ یا الہام کہاں ہے جوکسی اشتہار میں اس عاجز کے قلم سے نکلا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکا اسی حمل سے پیدا ہوگا .(اشتہار محک اخیار واشرار مندرجہ رسالہ سرمہ چشم آریہ)

حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس اشتہار میں تو نہیں لکھا تھا کہ اسی حمل میں

لڑکا ہوگا مگر اپنے مریدوں کے روبرو انہی دنوں زبانی طور پر مشہور کر رکھا تھا کہ لڑکا اسی حمل سے ہوگا۔منشی الٰہی بخش لاہوری اس بات کے گواہ تھے۔ان کی شہادت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی کے تتمہ کے صفحہ ۱۲۵ پر درج کر کے اس سے انکار بھی نہیں کیا بلکہ اپنی اجتہادی غلطی کا عذر کر کے لکھا ہے

. خدا کا کوئی الہام ایسا نہیں تھا کہ لڑکا پہلے حمل سے ہی پیدا ہوگا اور کوئی اجتہادی خیال اگر ہوتو اس پر اعتراض کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو نبی کے اجتہاد کو واجب الوقوع سمجھتے ہیں۔میری طرف سے کبھی کوئی پیش گوئی شائع نہیں ہوئی کہ لڑکا اسی حمل سے پیدا ہوگا۔رہا اجتہاد سو میں خود قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہادی غلطی نہیں کی۔

اب رہا مرزا صاحب یا مرزائیوں کا یہ عذر کہ الہام کی رو سے نہیں کہا گیا کہ اسی حمل میں لڑکا پیدا ہوگا سو اول ہمیں کسی الہام کی تلاش کی ضرورت نہیں کیونکہ قاعدہ یئوخذ المرء باقرارہ آدمی اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے۔اور مرزا صاحب اقرار کر چکے ہیں کہ انہوں نے ایسا کہا ہے تو وہ اجتہادی طور پر کہا ہے۔اس کے علاوہ مرزا صاحب کا دعوی ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (اربعین نمبر۳ص۴۳)۔یعنی جو کچھ مرزا صاحب کے دہن مبارک سے نکلے گا وہ وحی ہے۔یعنی جو کچھ انہوں نے بقول خود اجتہادی طور پر کہا ہے وہ بھی وحی ہے۔اور اگر اجتہادی طور پر کہنے کے وقت بفرض محال مرزا صاحب کا الہام کنندہ سویا ہوا تھا یا کسی اور مصروفیت کے باعث مرزا صاحب کی طرف سے بے خبر تھا اس لئے وہ مرزا صاحب کی زبان سے حق نہیں نکلوا سکا تو جوں ہی اسے مرزا صاحب کی اجتہادی غلطی کا پتہ چلتا اسے چاہیے تھا کہ اس غلطی کی اصلاح کروا دیتا۔لیکن یہ کیا کہ اس نے مرزا صاحب کی جتہادی غلطی سے آنکھیں بند ہی کیئے رکھیں؟

اس کے علاوہ مرزا صاحب کا ایک الہام بھی ہے

. آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والہ ہے جو مدت ایک حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا . اور . اس الہام سے ظاہر ہے کہ غالبا ایک لڑکا ابھی ہونے والہ ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں .

(اشتہار مئورخہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج اول ص ۷۶)

اس تحریر سے ظاہر ہے کہ ایک مدت حمل کے اندر ایک لڑکے کی ولادت مرزا صاحب نے الہام سے لکھی ہے اور باقی یہ بات کہ . اس سے ظاہر ہے... یہ مرزا کا اپنا خیال ہے الہام نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے ۷ اگست ۱۸۸۷ء کے اشتہار میں لکھا

. اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸ اپریل میں پیش گوئی کی تھی کہ اگر موجودہ حمل سے پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا۔

(اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت ج ا ص ۱۲۱)

اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے الہام . ایک مدت حمل . سے مراد موجودہ حمل (جس سے بعد میں لڑکی پیدا ہوئی تھی) تھا۔ اب صرف ایک بات باقی ہے کہ اگر چہ اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ کے الہام . مدت ایک حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا . سے مراد موجودہ حمل تو ثابت ہو گیا مگر اسی اشتہار میں یہ بھی تو لکھا ہے کہ . ابھی پیدا ہونے والہ ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں . ۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب الہام میں صریح الفاظ موجود ہیں کہ . مدت ایک حمل سے یعنی موجودہ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا . تو دوسرا فقرہ مرزا صاحب کا اپنا خیال یا اجتہاد ہے جو خود انکے بقول الہام کے مقابلے میں غلط ہو سکتا ہے۔

یہ ہے وہ پس منظر جس میں منشی الٰہی بخش صاحب نے اعتراض کیا تھا کہ مرزا صاحب کی مولود موعود والی پیش گوئی ۱۸۸۶ء جھوٹی نکلی ہے۔ اور آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا صاحب یہ اعتراض نہیں اٹھا سکے۔ (اس پیشگوئی کے مفصل واقعات بشیر اول کے عنوان سے اس کتاب میں آگے چل کر بیان کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ)

اور مولوی دوست محمد قادیانی لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ۱۸۹۸ء میں . منشی الٰہی بخش صاحب کے اوہام اور وساوس کے ازالہ کے لئے ضرورت الامام تصنیف فرمائی جس پر وہ اپنی روش پر نظر ثانی کرنے کے بجائے اور بھی متشدد ہو گئے اور اپنے چند ساتھیوں مثلاً منشی عبدالحق صاحب پنشنر اکونٹنٹ خان بہادر سید فتح علیشاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر اور حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر کے سمیت ایک بڑے فتنہ کی طرح ڈالی۔ سیدنا مسیح موعود نے ان کو دو خط بھیجے جن میں ان کو خدا کی قسم دے

کر لکھا کہ وہ مسلمانوں کی حالت پر رحم کرتے ہوئے اپنے الہامات شائع کر کے بھجوا دیں۔ دوسرا خط حضور نے ۱۶ جون ۱۸۹۹ء کو بھیجا۔اس خط کے جواب میں انہوں نے جولائی ۱۸۹۹ء کے پہلے ہفتہ میں حضرت مسیح موعود کو ایک خط لکھا جس میں حضور اور سلسلہ احمدیہ کے خلاف دو ایک پیش گوئیاں بھی درج تھیں۔منشی صاحب چونکہ اب اپنے خط میں حضرت کے خلاف الہام بھجوا کر میدان مقابلہ میں اتر آئے ..اس لئے حضور نے جولائی کے آخر میں تریاق القلوب کے نام سے ایک عظیم الشان تصنیف کے لئے قلم اٹھایا۔ یہ اصل رسالہ جو ۲۳ صفحات پر مشتمل تھا یکم اگست تک مکمل ہو کر انہی دنوں چھپ بھی گیا تھا لیکن حضور کو خیال آیا کہ ملہم لاہوری پر اتمام حجت کے لئے لیکھرام اور دوسرے افراد کے متعلق پیش گوئیوں کا مفصل تذکرہ کیا جائے جو نہائت آب وتاب سے پوری ہو چکی ہیں۔ چنانچہ حضور نے اس کے ساتھ دو ضمیموں کا اضافہ فرمایا۔ تریاق القلوب جنوری ۱۹۰۰ء ایک صفحہ کے مسودہ کے سوا چھپ چکی تھی ....آخر میں دو صفحے لگا کر ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع کر دی گئی۔

(تاریخ احمدیت ص ۶۷۔۶۸ جلد سوم)

یعنی چند صفحات کے رسالے کا عظیم الشان مسودہ مرزا صاحب گھر میں دبا کر کئی سال تک بیٹھے رہے۔ اور سمجھتے رہے کہ انہوں نے منشی صاحب کے اعتراضات کا جواب دیدیا ہے۔

مرزا صاحب نے اپنے مرید مولوی محمد احسن امروہی سے بھی منشی صاحب کی تردید میں گوہر افشانی کروائی جیسا کہ اشتہار کتاب آیات الرحمان سے ظاہر ہے۔مرزا صاحب خود لکھتے ہیں

. یہ قابل قدر کتاب مکرمی مولوی سید محمد احسن صاحب نے کتاب عصائے موسی کے رد میں لکھی ہے اور مصنف عصائے موسی کے اوہام کا ایسا استیصال کر دیا ہے کہ اب اس کو اپنی کتاب ایک درد انگیز عذاب محسوس ہوگی۔ یہ تجویز قرار پائی ہے کہ اس کے چھپنے کے لئے اسی طرح پر سرمایہ جمع ہو کہ ہر ایک صاحب جو خریدنا چاہیں ایک روپیہ جو اس کتاب کی قیمت ہے بطور پیش گی روانہ کر دیں۔ یہ خواہش ہے کہ جلد تر یہ کتاب چھپ جائے اس لئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔خاکسار مرزا غلام احمد۔

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۴۴۲)

اس جوابی کتاب کو مرزا صاحب نے مریدوں سے روپیہ جمع کرنے کا ایک اور بہانہ بنالیا۔ جب کہ منشی صاحب کے اعتراضوں میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ مرزا صاحب لوگوں سے کتابوں کی اشاعت کے لئے پیشگی قیمت کے نام پر پیسے جمع کر لیتے ہیں اور کتابیں شائع نہیں کرتے ۔ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مولوی محمد احسن نے منشی صاحب کے اعتراضات اور اوہام کا استیصال کر دیا ہے تو مرزا کے اس دعوی کی حقیقت اس بات سے معلوم ہوسکتی ہے کہ نہ تو احمد بیگ کا داماد سلطان محمد، مرزا صاحب کی زندگی میں مرا۔ نہ محمدی بیگم مرزا صاحب کی زندگی میں بیوہ ہوئی۔ نہ محمدی بیگم اور مرزا صاحب کی شادی ہوئی۔ نہ مرزا صاحب کی فرزند موعود والی پیش گوئی کبھی پوری ہوئی۔

چشمہ معرفت میں مرزا صاحب نے مولوی غلام دستگیر قصوری ۔مولوی چراغ دین آف جموں ۔مولوی محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی بابو الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ لاہوری کا ذکر کیا ہے کہ ان لوگوں نے میرے ساتھ مباہلہ کیا اور مر گئے ۔مولانا امرتسری نے اپنی کتاب نا قابل مصنف مرزا میں اس بات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے

’ ان اصحاب میں سے کسی کے ساتھ آپ (مرزا) کا حقیقی مباہلہ نہیں ہوا۔ کیونکہ حقیقی مباہلہ کی جو تعریف ہمارے اور مرزا صاحب کے درمیان مسلم ہے وہ یہ ہے کہ فریقین بالمقابل دعا کریں (اربعین دوم)۔ مذکورہ اصحاب میں سے کسی کے ساتھ ان معنی کی رو سے مرزا صاحب کا مباہلہ نہیں ہوا۔ ہاں جس بزرگ سے ہوا آپ نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ وہ ہیں صوفی عبدالحق غزنوی مرحوم ۔جن کے مباہلہ کرنے کو آپ (مرزا) استخارہ کر کے امرتسر آئے اور عیدگاہ بیرون دروازہ رام باغ میں مئی ۱۸۹۳ء میں آپ نے بالمقابل مباہلہ کیا تھا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ آپ (مرزا) پہلے مر گئے تھے اور صوفی صاحب بہت عرصہ بعد فوت ہوئے ‘ ۔

منشی صاحب کے بارے میں مرزا صاحب نے پیش گوئی کر رکھی تھی کہ وہ دوبارہ مرزائی ہو جائیں گے اور ہماری مخالفت ترک کر کے ہم سے آملیں گے۔ جب منشی صاحب بیمار ہوئے تو مرزائیوں کو فکر پڑ گئی کہ اگر منشی صاحب اس بیماری میں مر گئے تو اس مطلب یہ ہوگا کہ وہ مسلمان ہونے کی حیثیت میں مرے اور قادیانیت سے دور رہے ہیں۔ یوں مرزا

صاحب کی پیش گوئی کہ منشی صاحب رجوع کرلیں گے غلط ہو جائے گی چنانچہ لکھا ہے کہ

مصنف عصائے موسیٰ کو جب لاہور میں طاعون ہوا تو حضرت مسیح موعود کے پاس یہ بات پیش ہوئی کہ حضور نے اعجاز احمدی میں لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین اور مصنف عصائے موسیٰ رجوع کرلیں گے۔اس پر آپ نے فرمایا ان (الٰہی بخش) کو مرنے دو۔خدائی کلام کی تاویل ہوسکتی ہے۔آخر وہ (الٰہی بخش) طاعون ہی سے مرگیا'

(سیرۃ المھدی حصہ سوم ص ۲۹۱)

یعنی مرزا صاحب نے کہا کہ مرتا ہے تو مرنے دو۔ ہم پیش گوئی کی تاویل کرلیں گے کہ خدائی کلام کا کیا ہے؟ ہم اسے کوئی بھی معنی پہنا دیں گے۔ خدا ہماری بات رد نہیں کرتا۔ہم اسے کہہ دیں گے کہ اب ہمیں پہلے الہام کے الٹ کوئی الہام بھیج دے۔

تاہم ایک بات قابل غور ہے کہ مرزا صاحب نے یہ تو کہہ دیا کہ ہم پیش گوئی کی کوئی مناسب حال تاویل کرلیں گے لیکن وہ پیش گوئی کے وجود سے انکار نہیں کرسکے اور پھر کیا ہوا؟

مرزا صاحب کی پیش گوئی کہ منشی صاحب دوبارہ مرزائی ہو جائیں گے یوں غلط ہوئی کہ منشی ۷ اپریل ۱۹۰۷ء کو بحالت ایمان لاہور میں فوت ہو گئے اور آپ کی موت مرزا صاحب کی پیش گوئی کے جھوٹا ہونے کا نشان بن گئی۔ اور یہ تو آپ کو اب تک معلوم ہو چکا ہوگا کہ مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ

اگر ان کی پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں تو وہ خود جھوٹے اور ان کے دعاوی بھی جھوٹے

دعائے آخری فیصلہ

مرزا محمود احمد صاحب نے ایک مرتبہ لکھا ۔

مولوی ثناء اللہ حضرت اقدس (مرزا) سے خاص بغض رکھنے کی وجہ سے احمدی جماعت کے اکثر لوگ ان کو جانتے ہیں ۔ جیسے مسیح ناصری کے وقت بعض فقیہہ اور فریسی اسی کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح آپ کو دکھ پہنچے ویسے ہی مولوی ثناء اللہ صاحب مسیح قادیانی کے پیچھے لگے رہے ہیں ۔ مگر فرق اس قدر ہے کہ وہ لوگ کسی قدر شرافت سے کام لیتے تھے اور مولوی ثناء اللہ صاحب تمسخر کا ایک زندہ پتلا ہے ۔ اور اس کے علاوہ گالیاں دینے میں بھی آپ نے ایک خاص مہارت پیدا کی ہوئی ہے ۔ غرض خدا کے فرستادہ کی مخالفت ہی ان کا کام ہے اور اسی پر ان کی زندگی کا دارو مدار ہے ۔ کوئی موقع ایسا نہیں گذرتا کہ یہ کچھ طعن وتشنیع نہ کریں ۔ ہمارے سلسلہ کے لئے کوئی خوشی کا دن ہو یا غم کا ۔ ان کی ظریف طبیعت کے لئے ایک مشغلہ ہاتھ آجاتا ہے ۔ ظرافت کے فن کے مشاق سے مشاق آدمی کسی بات کو معمولی تصور کریں مگر یہ اس پر قہقہہ اڑائے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ زبان اردو کے گندے سے گندے شعر جو کسی دیوان سے مل سکیں وہ دینی معاملات میں آپ استعمال کرتے ہیں اور کثرت سے یاد کئے ہوئے ہیں ۔ غرض تمسخر اور بدزبانی یہ دو گر ہیں جن میں آپ کو خاص ملکہ ہے اور جو آپ کی ہر ایک تحریر میں پائے جاتے ہیں ۔ خشیت تو خیر خاص خاص لوگوں میں ہوتی ہے ۔ یہ شرافت کا بھی بعض موقعوں پر خیال نہیں رکھتے ۔ غرض جب اس بدگمانی نے بہت ترقی کی اور ملک میں بھی اس کا اثر ہونے لگا تو حضرت اقدس (مرزا غلام احمد) کو اس کے روکنے کا خیال پیدا ہوا ۔ چنانچہ حضرت اقدس نے اپنی طرف سے ایک اشتہار شائع کیا اور اس میں اس قسم کی دعا کی کہ اے خدائے قادر چونکہ مولوی ثناء اللہ بدزبانی میں حد سے بڑھ گیا ہے اور میری نسبت تمام دنیا میں عام طور سے شائع کرتا ہے کہ یہ شخص کاذب ہے جھوٹا ہے اور فریبی ہے اور اس نے کوئی معجزات نہیں

دکھلائے گویا کہ یہ تمام میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری طرف سے نہیں ہوں اور محض لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے میں نے دعوی کیا ہے۔ پس اے میرے مولا اور میرے قادر خدا جو کہ میرے دل کی حالت کو جانتا ہے اور علم رکھتا ہے کہ میں نے افتراء نہیں کیا۔ بلکہ تیری طرف سے حکم پا کر ایسا کیا ہے۔ سچے اور جھوٹے میں فرق کر کے دکھلا تا کہ دنیا گمراہی سے بچ جائے اور تو ایسا کر کہ اگر میں سچا ہوں تو ثناء اللہ کو میری زندگی میں کسی مہلک مرض میں گرفتار کر یا میرے سامنے ہی اس کو موت دے۔ ورنہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے اس کی زندگی میں ہی اس دنیا سے اٹھا تا کہ ثناء اللہ اور اس کے ساتھیوں کو اس سے خوشی پہنچے'

(تشحیذ الاذہان ج ۳ ۔ ص ۶ ۔ ۷ جون جولائی ۱۹۰۸ء)

اور مرزا محمود کے چھوٹے بھائی مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں کہ

مولوی ثناء اللہ صاحب کی مخالفت دن بدن اور بھی تیز ہوتی گئی۔ اور حضرت مسیح موعود کے آخری ایام میں تو وہ گویا ایک طرح مخالفانہ تحریک کے لیڈر بن گئے اور ان کا اخبار اہل حدیث امرتسر سلسلہ احمدیہ کے خلاف تحقیر آمیز پرا پیگنڈے سے بھرا ہوا ہوتا۔ اس پر حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ۱۹۰۷ء کو مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ لمبی قیل و قال سے کیا حاصل ہے۔ فیصلہ کی آسان صورت یہ ہے کہ.. میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں سے جو فریق جھوٹا ہے خدا اسے سچے کی زندگی میں ہلاک کرے'

(سلسلہ احمدیہ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۹ء ص ۱۳۵)

میر قاسم علی قادیانی ایڈیٹر اخبار الحق نے لکھا۔

اس کا باعث جو آفتاب سے بھی روشن ہے یہ ہے کہ ثناء اللہ کی تکذیب و دشنام دہی جب مسیح موعود کی شان میں نا قابل برداشت حد تک پہنچ چکی تو حضور نے مکذب مذکورہ (ثناء اللہ) کو اول تو اعجاز احمدی وغیرہ متحدیانہ نشانوں سے مغلوب اور ساکت کیا (اعجاز احمدی میں مرزا نے چیلنج کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری پیش گوئیوں کے امتحان کے لئے قادیان نہیں آئے گا۔ لیکن جب مولانا وہاں پہنچ گئے تو مرزا صاحب نے فرمایا میں کوئی مباحثہ نہیں کرونگا۔ ہاں تم میرے سامنے بیٹھو اور

میں ہر پیش گوئی پر تین گھنٹے تقریر کروں گا تم سنتے رہو۔ مولانا نے کہا کہ تین گھنٹوں کے بعد پانچ منٹ مجھے بھی دے دیا کرنا تو مرزا صاحب نے کہا کہ نہیں تمہیں صم بکم ہونا کر بیٹھنا ہوگا۔ مولانا کے ورود قادیان کی تفصیلات ہم پہلے کسی جگہ بیان کر چکے ہیں۔ بہا) اور پھر بالمقابل مباہلہ کر کے خدائی فیصلہ کے لئے چیلنج دیا تو اس سے بھی یہ شیر پنجاب گریز کر گیا (گریز کس نے کیا تھا؟ ہم بتا چکے ہیں کہ مرزا صاحب خود میدان سے یہ کہہ کر بھاگ گئے تھے کہ حکومت سے کئے ہوئے معاہدے نے ان کی زبان بند اور ہاتھ باندھ رکھے ہیں۔ اس لئے ہم مباہلہ نہیں کر سکتے۔ اور یہ بات اس شخص نے کہی تھی جو اپنے آپ کو وجہ تخلیق کائنات قرار دیتا تھا۔ جو اپنے آپ کو کن فیکون کی طاقتوں کا حامل قرار دیتا تھا۔ جو اپنے آپ کو رسول ہی نہیں رسل قرار دیتا تھا۔ جس کے پاس موت و حیات دینے کی طاقت بھی موجود تھی۔ یہ شخص ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت سے اس وقت باہر آ سکا جب اس نے یہ اقرار کر لیا کہ حضور میں آئندہ فلاں فلاں کام سے باز رہوں گا۔ بہا)۔ باوجود ہزیمت خوردہ ہونے کے بھی جب بد باطن یہودی نے ہرزہ سرائی اور افترا پردازی اور حیلہ بازی اور جعلسازی پر کمر باندھ لی تو بجز اس صورت کے کہ ایک فریق خود ہی عدالت آسمانی کا دروازہ کھٹکھٹائے اور کیا تدبیر ہو سکتی تھی۔ لہذا خود ہی مسیح موعود نے احکم الحاکمین کی عدالت میں درخواست مذکور (دعائے آخری فیصلہ) اپنی جانب سے پیش کر دی تا کہ خدائی فیصلہ صادر ہو۔ (رسالہ احمدی جلد دوم شمارہ ۳ ص ۵ مارچ ۱۹۱۱ء)

خود مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ

رد مرزائیت میں اپنا پہلا رسالہ الہامات مرزا میں نے بڑی محنت سے لکھا جو اتنا مقبول ہوا کہ بڑے بڑے مصنفوں نے اس کی عبارات اپنی تصنیفات میں نقل کیں۔ پنجاب کے پیر صاحب گولڑہ نے سیف چشتیائی میں اور حیدر آباد دکن کے مولانا انوار اللہ مرحوم نے افادۃ الافہام میں الہامات مرزا سے فائدہ حاصل کیا... میرا یہ طریق کلام مرزا صاحب قادیانی کو ایسا ہوا کہ انہوں نے بحکم تنگ آمد بجنگ آمد مندرجہ ذیل اشتہار دیا

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ یستنبئونک احق ہو ۔ قل ای و ربی انہ لحق ۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں ۔اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعوی مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے ۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا ۔مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا ۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا ۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے ۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تا کہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے ۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری

موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لک به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہائت درجہ کا بد آدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ و اید

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء

(مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں کہ) یہ تو ہے مرزا صاحب کی دعائے آخری فیصلہ کے

اشتہار کا نفس مضمون ۔ اور اب ہم بتاتے ہیں کہ اس دعا کے قبول ہونے کا کیا قرینہ ہے ۔ مرزا صاحب کہتے ہیں

’مجھے بار بار خدا نے مخاطب کر کے فرمایا کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں‘

(ضمیمہ نمبر ۵ تریاق القلوب)

نیز فرمایا کہ خدا کی طرف سے مجھے الہام ہوا ہے

’جب کہ تو نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میں تیری ہر ایک دعا کو قبول کرونگا مگر شرکاء (برادری) کے بارے میں نہیں ‘ تبھی سے میری روح ہر وقت دعاؤں کی طرف دوڑتی ہے

(تریاق القلوب ضمیمہ نمبر ۵ ۔خزائن ج ۱۵ ۔ص ۳۸۶)

نیز مرزا صاحب کے الفاظ ہیں

’ ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے ۔ایک دفعہ ہماری توجہ اسکی طرف ہوئی اور رات کو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے ۔باقی سب اس کی شاخیں ہیں ‘ (بدر ۲۵ ۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

پس مرزا صاحب کی اس دعا میں مرزا صاحب کی شخصیت اور مرتبے کے علاوہ ان کا الہام اجیب دعوۃ الداع ملا لیا جائے تو ذرہ بھر اس میں شک نہیں رہتا کہ مرزا صاحب کی یہ دعا اللہ کے نزدیک مقبول تھی ۔ چنانچہ وہ اس دعا کے مطابق ربیع الاول ۱۳۲۶ھ موافق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرض ہیضہ سے انتقال کر گئے

(مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں کہ) اب یہاں بطور مثال ہم حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ پیش کرتے ہیں ۔

حضرات انبیا کرام میں حضرت نوح علیہ السلام کو ہم نے اس لئے منتخب کیا ہے کہ مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ براہین احمدیہ میں خدا تعالی نے میرا نام نوح بھی رکھا ہے اور میری نسبت فرمایا ہے ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون یعنی میری آنکھوں کے سامنے کشتی بنا اور ظالموں کی شکائت کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کر کہ میں ان کو غرق کرونگا ‘ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۶)

اور ایک دوسرے مقام پر مرزا صاحب نے لکھا ہے

' مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے میں تیری دعا سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں رب انی مغلوب (ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۵ ص ۴)

حضرت نوح کی دعا کی طرف کچھ تو مرزا صاحب نے منقولہ اقتباس میں اشارہ کیا ہے اور کچھ الفاظ ہم نقل کرتے ہیں۔ حضرت ممدوح کی دعا اور اس کا انجام قرآن مجید میں مذکور ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

قال نوح رب انہم عصونی واتبعوا من لم یزدہ مالہ و ولدہ الا خساراً و مکروا مکراً کباراً۔ و قالوا لا تذرن الھتکم ولاتذرن وداً ولا سواعاً ولا یغوث و یعوق و نسراً۔ و قد اضلوا کثیراً ولا تزد الظالمین الا ضلالاً۔ مما خطیئتھم اغرقوا فادخلوا ناراً فلم یجدوا لھم من دون اللہ انصاراً۔ و قال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیاراً۔ (نوح)۔ یعنی نوح نے ہماری جناب میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہا نہ مانا۔ اور ان (نابکار لوگوں) کے کہنے پر چلے جن کو ان کے مال اور ان کی اولاد نے (فائدہ کی جگہ الٹا) اور نقصان ہی پہنچایا۔ اور انہوں نے (میرے ساتھ) بڑے بڑے فریب کئے اور ایک دوسرے کو بہکایا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ود کو چھوڑنا اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور نہ نسر کو اور یہ (لوگ ایسی باتیں سمجھا کر) بہتیروں کو گمراہ کر چکے ہیں۔ اور ایسا کر کہ ان ظالموں کی گمراہی اور (روز بروز) بڑھتی ہی چلی جائے (کہ آخر کار مستوجب عذاب ہوں۔ چنانچہ) اپنی ہی شرارتوں کی وجہ سے غرق کر دیئے گئے (اور) پھر دوزخ میں ڈال دیئے گئے اور خدا کے سوا کوئی مددگار بھی ان کو ہم سے نہ پہنچے اور نوح نے (ان کے حق میں یہ بھی بد) دعا کی کہ اے میرے پروردگار (ان) کافروں میں سے (کسی متنفس کو بھی زندہ) نہ چھوڑ (کہ) روئے زمین پر بستا نظر آئے۔

ان آیات قرآنیہ میں مما خطیئتھم سے انصاراً تک دعا کا نتیجہ ہے۔ یعنی

حضرت نوح نے قوم کی نافرمانی سے رنجیدہ خاطر ہو کر ان کے حق میں بد دعا کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ غرق کئے گئے اور ان کی وہی حالت ہوئی جو مرزا صاحب نے قرآن کی آئت میں بتائی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا میں ان کو غرق کرونگا

اس دعا کو مرزا صاحب کی دعا کے سامنے رکھ کر پڑھیں تو دونوں دعاؤں کا مضمون ایک ہی پائیں گے کہ اہل کفر و اہل باطل کو ہلاک کر۔ نتیجہ بھی دونوں کا واحد ہوا کہ اہل باطل اہل حق کے سامنے ہلاک ہوگیا۔

مولانا ثناءاللہ صاحب ایک مقام پر جناب مرزا صاحب کے مندرجہ بالا اشتہار (۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء) کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس

' اعلان کی جتنی بھی قدر اور عزت کی جائے تھوڑی ہے کیونکہ مرزا صاحب نے اس کے شروع میں بالفاظ خداوندی حلف اٹھا کر اس مضمون کو صحیح اور قطعی قرار دیا یعنی لکھا ہے کہ یستنبئونک احق هو قل ای و ربی انه لحق مطلب اس آئت کا مرزا صاحب کے منشا میں یہ ہے کہ جو کچھ اس اعلان میں لکھا ہے خدا کی قسم بالکل سچ ہے۔ پس یہ اعلان جملہ خبریہ کی صورت میں ہوگیا۔ جملہ خبریہ بھی معمولی نہیں بلکہ موکد بقسم۔ پس سارے اعلان مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ اگر میں مفتری اور کذاب ہوں تو خدا کی قسم میں مولوی ثناءاللہ کی زندگی میں مرجاؤنگا۔ یہ تو ہے مضمون اعلان مع قسم۔ اسی کے ساتھ مرزا صاحب کا یہ اقرار صادق بھی شامل کرلیں۔ و القسم يدل على ان الخبر محمول على الظاهر لا تاويل فيه و الا فای فائدة كانت فی ذكر القسم (حمامۃ البشریٰ ص۱۴) کہ قسم اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ خبر کے ظاہری معنی مراد ہیں کوئی تاویل نہیں۔ ورنہ قسم ذکر کرنے میں کیا فائدہ؟۔ پس مرزا صاحب کا جملہ خبریہ (اگر میں مفتری ہوں تو ہلاک ہو جاؤنگا) اور ان کی قسم اور قسم کے نتیجے کی تصدیق یہ سب امور اس قابل لحاظ ہیں۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۳۴ء ص ۵)

اسی موضوع پر ایک مرتبہ مولانا امرتسری نے یوں تبصرہ فرمایا

آج کل مرزا صاحب قادیانی کے متعلق بہت کچھ اختلافات پیدا ہورہے ہیں۔ غور کیا جائے تو یہ نزاعات سب بیکار معلوم ہوتی ہیں کیونکہ مرزا صاحب نے ان

نزاعات کے تصفیہ کرنے کے لئے ایک ایسی چیز بتائی تھی جو بالکل صاف اور سیدھی ہے۔مگر افسوس ہے کہ مخالف تو الگ رہے موافق بلکہ فدائی بھی ایسے بے پرواہ ہیں کہ موصوف (مرزا) کی تجویز پر کان نہیں لگاتے۔حالانکہ شروع میں اس کو معقول سمجھ چکے ہیں۔آج ہم درد بھرے دل سے نہ صرف مسلمانوں بلکہ پبلک کے فائدے کے لئے وہ تجویز یاد دلاتے ہیں جو مرزا صاحب قادیانی نے رفع نزاع کے لئے پیش کی ہوئی ہے۔وہ ساری کی ساری انہیں کے الفاظ میں درج ذیل ہے (اس کے بعد اشتہار آخری فیصلہ درج کر کے مولانا فرماتے ہیں) مرزا صاحب قادیانی نے پبلک کی ہدائت کے لئے یہ ایک معیار دنیا کے سامنے رکھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ اور مرزا صاحب میں جو عرصہ دراز سے اختلافی جنگ جاری ہے اس میں پہلے مرنے والے کی موت بہترین معیار ہے۔اس اعلان کی عبارت میں آٹھ جملے خبریے ہیں جن کا وقوع ضروری ہے۔

اب ایک طرف تو یہ بڑا زوردار اشتہار ہے دوسری طرف مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کا فرمان ملاحظہ ہو کہ وہ وفات مرزا صاحب کو کافی نہیں جانتے بلکہ فرماتے ہیں ’ ہم تو اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی بددعا اس (ثناء اللہ) کے حق میں منظور ہوئی اور وہ اس کا نتیجہ بھی انشاء اللہ دیکھ لے گا ‘

(محمد علی در رسالہ ریویو جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۲۹۸)

کوئی ان امیر جماعت سے پوچھے کہ نتیجہ تو موت وحیات تھا جو دنیا نے دیکھ لیا اس کے علاوہ کون سا نتیجہ ہے جس کے آپ ۱۹۰۸ء میں منتظر تھے اور آج عرصہ طویلہ گذرنے پر بھی وہ ظہور پذیر نہیں ہوا؟ خلیفہ قادیان (مرزا محمود) کا خدا بھلا کرے کہ انہوں نے اس معاملہ کو صاف کردیا ہے۔وہ لکھتے ہیں

جب حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے ثناء اللہ کی بابت دعا کی اور خدا تعالی نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیشگوئی ہوگئی ‘

(تشحیذ الاذہان۔بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

جس دعا کی قبولیت کی طرف یہاں خلیفہ قادیان نے اشارہ کیا ہے وہ اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں درج ہے کہ مرزا صاحب متوفی نے کہا کہ ہم نے جب ثناء اللہ کے لئے دعا کی تو یہ الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع بس اس دعا اور اس کی قبولیت کا

اثر یہ ہوا کہ مرزا صاحب مجھ پہلے مر گئے ۔ (اہل حدیث ۴ جنوری ۱۹۳۵ء)

مولانا امرتسری ایک اور موقع پر لکھتے ہیں کہ

مرزا صاحب کے اشتہار کو بنظر غور دیکھیں تو اس میں درج ذیل پانچ امور صاف صاف ملیں گے

۱ وجہ اشاعت اشتہار ھذا میری طرف سے سخت تحریرات کا نکلنا ۔

۲ سارے اشتہار میں مرزا صاحب نے مباہلہ کا لفظ نہیں بولا بلکہ محض اپنی دعا سے فیصلہ چاہا

۳ سارے اشتہار میں میرے ذمہ کوئی کام نہیں رکھا بلکہ صرف اپنی دعا کو کافی سمجھا

۴ اس مضمون کو سچا اور ضروری الوقوع بتانے کو شروع میں بالفاظ قرآن مجید قل ای وربی انہ الحق مئوکد بہ حلف بتایا ہے ۔

۵ سب سے اخیر میں لکھا ہے کہ مولوی (ثناء اللہ) صاحب جو چاہیں لکھیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ۔یعنی میرے اقرار یا انکار کا کوئی اثر نہیں ۔

پس اس اشتہار کی اندرونی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس دعا کے متعلق میرا (یعنی ثناء اللہ کا) کچھ کام نہیں ۔ نہ میرا اقرار قبولیت کے لئے شرط ہے ۔ نہ انکار باعث رد ۔ بلکہ جو کچھ ہے وہ مرزا صاحب کی دعا ہے اور بس ۔

ان امور خمسہ کے بعد مرزا صاحب کی اس دعا کے متعلق دوسرا اعلان بھی قابل غور ہے جس میں ذکر ہے کہ میں نے ثناء اللہ کی بابت دعا کی تو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع (اخبار بدر قادیان ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء) ۔ یہ تو ہے مرزا صاحب کا اپنا قول جو سب جماعت احمدیہ پر حجت ہے ۔اب مزید تائید بھی سنیئے ۔مرزا صاحب کے بعد امت مرزا دو گروہوں میں منقسم ہوگئی ۔ پہلا گروہ قادیانی ہے جس کا سرگروہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان ہے ۔دوسرا گروہ لاہوری ہے اس کا سرگروہ مولوی محمد علی ایم اے امیر جماعت ہے ۔ان دونوں نے اس دعاء مرزا کی بابت جو رائے لکھی ہے وہ بہت صاف اور فیصلہ کن ہے ۔ خلیفہ (محمود) صاحب کا قول ہے کہ جب حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے ثناء اللہ کی بابت دعا کی اور خدا تعالی نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیشگوئی ہوگئی ' (تشخیذ الاذہان ۔ مولفہ میاں محمود احمد

۔ بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

اس عبارت سے مطلع بالکل صاف ہوگیا ہے کیونکہ دعا جملہ انشائیہ ہے اور پیشگوئی جملہ خبریہ ہے۔ جملہ خبریہ صادقہ کا تحقق ضروری ہے ۔ مرزا صاحب نے آئت قرآنیہ کے الفاظ میں قسم کھا کر اس مضمون کو جملہ خبریہ کی صورت میں دکھایا ہے ۔ اس لئے باپ بیٹا دونوں اس پر متفق ہیں کہ اشتہار جملہ خبریہ ہے جس کا وقوع ضروری ہے ۔ ایک اور بات بڑی ضروری یہ ثابت ہوئی کہ مرزا صاحب کا الہام مندرجہ اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء اجیب دعوۃ الداع اسی دعا کے متعلق ہے نہ کسی اور کے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے دعا کی تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے ۔ خدا نے اس دعا کی منظوری کا الہام کیا ۔ اس کے بعد یہ دعا پیش گوئی کے رنگ میں آ گئی ۔ پھر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے روز جو کچھ لاہور میں ہوا وہ سب جانتے ہیں ۔

لاہوری گروہ کے سربراہ چونکہ انگریزی میں ایم اے ہیں لہذا انگریزیت ان پر غالب ہے اس لئے وہ اشتہار کے دعا ہونے کا اور اس کی قبولیت کا اعتراف بھی کرتے ہیں ۔ مگر انگریزی طریق پر جس میں بجائے صفائی کے تکدر غالب ہو۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے الفاظ یہ ہیں

' ہم تو اس بات کے معترف ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی بد دعا اس (ثناء اللہ) کے حق میں منظور ہوئی اور وہ اس کا نتیجہ بھی انشاء اللہ دیکھ لے گا ' (مقولہ محمد علی در رسالہ ریویو قادیان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۲۹۸)

یعنی حق غلبہ کر کے زبان قلم سے نکلنا چاہتا ہے بلکہ بزور نکل گیا ہے مگر بے سمجھوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کو یہ پخ لگا دی گئی ہے کہ ' نتیجہ دیکھ لے گا ' ۔ نتیجہ سوائے موت کاذب اور حیات صادق کے اور کیا ہے جس کو بزمانہ مستقبل دیکھنے سے ڈرایا جاتا ہے ' ۔ (اہل حدیث ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء)

مولانا ثناء اللہ ایک جگہ فرماتے ہیں

کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے آخری فیصلے میں دعا کرتے ہوئے سات جملے خبریہ لکھے ہیں۔ منجملہ ایک یوں ہے اگر میں (مرزا) ایسا ہی کذاب ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ (ثناء اللہ) اپنے ہر ایک پرچہ (اہل حدیث) میں مجھے یاد کرتے

ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا۔

کئی دفعہ تحریروں اورتقریروں میں مرزائیوں کو توجہ دلائی گئی کہ جملہ خبریہ کا وقوع نہ ہو تو قائل کاذب ہوتا ہے۔آخر اہل قادیان نے تنگ آ کر اس کا جواب دیا اور لکھا کہ مرزا صاحب کی عبارت کا مطلب جملہ خبریہ میں یہ ہے

اگر میں مفتری اورکذاب ہوں اور میرا سلسلہ خدا کی طرف سے نہیں تو خدا کی قسم مولوی ثناءاللہ ضرور اس سلسلہ کو نابود اورمنہدم کر دے گا۔ (الفضل قادیان۔ یکم جولائی ۱۹۳۴ء ص ۷)

مطلب (قادیانی) مجیب کا یہ ہے کہ اس جملہ خبریہ میں جو جزا ہے وہ واقعہ نہیں یعنی مولوی ثناءاللہ نے سلسلہ احمدیہ کومنہدم نہیں کیا۔ہم اس جواب سے بہت خوش ہیں کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ جملہ شرطیہ کی جزا وہ ہوتی ہے جو قائل مرتب کرے۔ نہ وہ جو کوئی دوسرا لگائے۔ مثلاً زید کہے اگر میں جھوٹا ہوں تو خدا مجھ پرلعنت کریگا۔اس جملہ خبریہ کی تفسیر اور تعبیر کوئی دوسرا یوں کرے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو خدا میرے دشمن پر لعنت کریگا۔ دانا جانتے ہیں کہ یہ اس قول کی تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے۔اصل جملہ خبریہ ہمارے سامنے ہے جو بغرض مزید تفہیم ہم مکرر نقل کرتے ہیں۔

اگر میں (مرزا) مفتری ہوں تو آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا۔

مسیح موعود (مرزا) کے ان حواریوں سے پوچھنا چاہیے کہ مرزا صاحب کے جملہ شرطیہ میں ان کی مرقومہ جزا کو تبدیل کرکے دوسری جزا اس کی جگہ رکھنے والے تم کون ہو؟ کیوں نہ ان کے جملہ خبریہ کو اصل صورت میں رکھا جائے'

(اہل حدیث ۱۰ اگست ۱۹۳۴ء ص ۵)

ایک مرتبہ مولانا امرتسری نے فرمایا کہ

ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ مرزا صاحب نے آخری فیصلہ شائع کرکے اپنے اتباع کی کامل رہنمائی کردی تھی کہ میرے بعد حق کی طرف رجوع کر لینا۔مگر امت مرزائیہ ایسی سخت دل واقعہ ہوئی ہے کہ ما تغنی الآیات و النذر عن قوم لا یومنون کا نظارہ معلوم ہوتا ہے۔ مئی ۱۹۰۸ء سے عرصہ تک تو ہماری توجہ آخری فیصلہ کے مضمون پر ہی رہی مگر بتاریخ ۲۶ مئی ۱۹۳۴ء جبکہ مرزا صاحب کی یادگار میں بمقام

امرتسر جلسہ ہوا تو اس موقع پر ہم نے اشتہار آخری فیصلہ کے مضمون کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔اس کا ایک حصہ دعائیہ ہونے کی وجہ سے جملات انشائیہ بتایا اور دوسرے حصہ کو جملات خبریہ ثابت کیا۔ یہ تقسیم ایسی مفید ثابت ہوئی کہ قادیانی کیمپ میں اس نے ہل چل ڈال دی ہے کیونکہ جملہ خبریہ کا وقوع اگر نہ ہو تو کذب لازم آتا ہے۔ حالانکہ نبی اور نبی کا ملہم کذب سے پاک ہوتے ہیں۔ ہمارے پیش کردہ جملات خبریہ کا جواب جلسہ مناظرہ میں تو نہیں ملا تھا۔البتہ اخبار الفضل میں کسی صاحب نے دیا تھا جس کا جواب اہل حدیث مورخہ ۱۰۔ اگست ۱۹۳۴ء میں دیا گیا۔ آج مولوی جلال الدین صاحب کو جواب دیا جاتا ہے۔ مولوی صاحب نے لکھا ہے

. میں نے کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا فقرہ کہ اگر میں کذاب اور مفتری ہوں تو آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ جملہ خبریہ مطلق نہیں ہے۔ بلکہ شرط سے مقید ہے۔کیونکہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اس جملہ کے ساتھ ہی ہلاک ہونے کی وجہ بھی لکھی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

’ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے ‘

اب دیکھنا یہ ہے کہ جو وجہ ہلاکت بیان کی گئی ہے وہ مطلق ہے یا مقید؟ سو حضرت مسیح موعود کی ایک واضح تحریر اس کے متعلق موجود ہے جو اس اشتہار آخری فیصلہ کے بعد کی ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو علت ہلاکت کی اس جگہ حضور نے بیان کی ہے وہ مباہلہ کی شرط سے مقید ہے۔ چنانچہ حضور (مرزا) فرماتے ہیں

’ یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا۔ لاؤ پیش کرو۔ وہ کون سی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ پس ہلاک ہو جانے کی جو وجہ حضور نے آخری فیصلہ میں لکھی ہے وہ مباہلہ کی صورت سے متعلق ہے۔مطلق نہیں ہے۔لہذا اس جملہ خبریہ کی صحت وقوع کے لئے ضروری تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب بھی بالمقابل ایسی دعا کرتے ‘ (الفضل ۱۹۔اگست

۱۹۳۴ء ص ۷ ۔ ۸)   (مولانا امرتسری فرماتے ہیں) ہم اس بحث پر پہلے بارہا مفصل لکھ چکے ہیں یہاں صرف مرزا صاحب کے دو جملے خبریے اعلان آخری فیصلہ سے نقل کئے دیتے ہیں۔

اگر میں (مرزا) کذاب اور مفتری ہوں تو آپ (مولوی ثناء اللہ) کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا   اس قضیہ شرطیہ کی شرط اگر سے شروع ہوکر ہوں پر ختم ہوتی ہے۔ جزا اس کی ہلاک ہو جاؤنگا ہے۔ شرط با جزا جملہ شرطیہ خبریہ۔ اس جملہ کی مکمل تصدیق کے لئے وہ آئت ہے جو شروع اعلان میں لکھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں یستنبئونک احق ھو قل ای و ربی انہ لحق پوچھتے ہیں آپ کو (اے مرزا) کہ آپ کا یہ مضمون آخری فیصلہ سچ ہے؟ آپ کہیے خدا کی قسم یہ بالکل سچ ہے۔ بتایئے اس قرآنی شہادت کو اپنے اعلان پر چسپاں کر کے مرزا صاحب نے اپنے جملات خبریہ کو مضبوط کیا یا نہیں۔ لطف یہ ہے کہ مرزا صاحب نے تو اپنے جملات خبریہ مندرجہ آخری فیصلہ کی حلف اٹھا کر تصدیق کر دی اور مریدین کہے جاتے ہیں نہیں نہیں۔ احمدی ممبرو۔ میں تم کو ایک مشورہ دیتا ہوں۔ چونکہ ایک روز آنے والہ ہے کہ اعلان آخری فیصلہ دکھا کر تم لوگوں کو کہا جائے گا اقرء کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیباً تم اپنی نوشت پڑھ لو تم خود ہی فیصلہ کرنے کو کافی ہو۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اس اعلان کو بغور دیکھ کر مباہلہ کے لفظ پر نشان لگا رکھو۔ کیونکہ وہاں پوچھا جائے گا کہ اس اشتہار میں لفظ مباہلہ کہاں ہے؟ جب سوال ہوگا تو تم فوراً اس لفظ پر انگلی رکھ دینا۔ اگر باوجود تلاش کے مباہلہ کا لفظ نہ ملے تو منہ سے نہ نکالا کرو'   (اہل حدیث ۳۱ اگست ۱۹۳۴ء ص ۵ ۔ ۶)

ایک جگہ مولانا امرتسری فرماتے ہیں

' ہمارا بہت پرانا دعوی ہے کہ مرزا صاحب کا آخری فیصلہ پیش گوئی تھا۔ پیش گوئی کیا ہوتی ہے؟ یہی نا کہ آئندہ زمانے میں فلاں کام ہوگا۔ اہل حدیث ۲ نومبر ۱۹۳۴ء میں اس کا ذکر آیا تھا۔ جس پر قادیانی اخبار فاروق کے ایک نامہ نگار نے اعتراض کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں

' اخبار اہل حدیث ۲ نومبر ۱۹۳۴ء میرے سامنے ہے اس میں مولوی ثناء اللہ

صاحب نے لکھا ہے مرزا صاحب قادیانی نے اپنی وفات سے پہلے میرے مرنے کی پیشگوئی کی تھی۔ مگر بحکم خدا آج ۲۶ سال ان کو انتقال کئے ہوئے ہو گئے اور خادم آج تک باذنہ تعالیٰ زندہ ہے (ص۳ کالم ۳)۔ کیا یہ صریح غلط بیانی اور جھوٹ نہیں۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب میں دم خم ہے اور واقعی انہوں نے سچ بولا ہے اور لوگوں کو دھوکہ نہیں دیا تو وہ بتلائیں اور اپنی اخبار میں جلی حروف میں شائع کریں کہ وہ پیش گوئی کہاں ہے۔ اور کس کتاب یا کس اشتہار وغیرہ میں درج ہے۔ ورنہ یاد رکھیں کہ قرآن مجید میں ایک انعام ان کے لئے مقرر ہے جو لعنة الله على الكاذبين کے الفاظ میں درج ہے۔ اور وہ یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر وہ اس (مزعومہ) پیش گوئی کو تلاش کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی یہ پیش گوئی ان کو کسی جگہ سے نہیں مل سکتی و لو كان بعضهم لبعض ظهيراً' (فاروق ۱۴۔جنوری ۱۹۳۵ء ص ۵)۔

(مولانا کہتے ہیں) سب سے پہلے اعلان مرزا کو دیکھنا چاہیے۔ اس میں یہ فقرہ ہے

' اگر میں کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ (مولوی ثناء اللہ) اپنے ہر ایک پرچے میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا' (اشتہار آخری فیصلہ)۔

بتائیے یہ جملہ شرطیہ ہے یا نہیں؟ اور جملہ شرطیہ جملہ خبریہ کی قسم ہے یا نہیں؟ یقیناً ہے۔ اور یہ ہے میری ایک دلیل۔ پھر میاں محمود خلیفہ قادیان خود لکھتے ہیں۔

' جب حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے ثناء اللہ کی نسبت دعا کی اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو یہ ایک وعید کی پیشگوئی ہو گئی' (مقولہ محمود در رسالہ تشحیذ الاذہان جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

یہ ہے میرے اس دعوے کی دوسری دلیل کہ اشتہار آخری فیصلہ ایک پیش گوئی تھی جو بالکل سچی نکلی۔ ہمارے خیال میں یہی ایک پیش گوئی ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی ورنہ دوسری پیش گوئیاں تو ایسی ہیں کہ ان پر مخالفوں کے اعتراضات کی ایسی بھر مار ہے کہ احمدیوں کو سر کھجانے کی فرصت نہیں' (اہل حدیث یکم فروری ۱۹۳۵ء ص ۴)

ایک مرتبہ مولانا امرتسری نے لکھا کہ

آخری فیصلے والی مرزا صاحب کی دعا مرزائی قلعے کے لئے آتشیں بم کا گولہ ہے اس

لئے قادیانیوں نے اس بم کی زد سے بچنے کے لئے مکانوں پر پھوس کی چھتیں ڈالیں۔ ایک چھت یہ بنائی کہ یہ دعا دراصل دعائے مباہلہ ہے اور اس سلسلہ مباہلہ کی کڑی ہے جو مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں مولوی ثناء اللہ اور دیگر علماء سے شروع کیا تھا۔ اور چونکہ مولوی ثناء اللہ مقابلے میں نہیں آیا اس لئے مباہلہ منعقد نہیں ہوا۔ مولانا کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ہمارے ساتھ مباہلہ کرنا حقیقۃ الوحی کی اشاعت تک موقوف رکھا تھا۔ چنانچہ فرمایا تھا کہ حقیقۃ الوحی چھپ جائے گی تو مولوی صاحب کے پاس بھیج دی جائے گی۔ اس کے پڑھنے سے اس کی تسلی نہ ہوئی تو اس سے مباہلہ کیا جائے گا۔ حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ کو شائع ہوگئی مگر میرے پاس نہیں پہنچی اس لئے میں نے قیمتاً منگوالی (یہ واقعہ بجائے خود تکذیب مرزا پر ایک مستقل دلیل ہے) اب قابل غور بات یہ ہے کہ جو واقعہ (مباہلہ) ۱۵ مئی کے بعد وقوع پذیر ہونے والہ تھا اور جو کسی معمولی آدمی کی زبان سے نہیں نکلا تھا بلکہ ماموں من اللہ نبی اللہ مسیح زماں مہدی دوراں کرشن قادیانی کی زبان سے نکلا تھا وہ ایک مہینہ پہلے ۱۵ اپریل کو کیونکر واقع ہوسکتا ہے؟ ۔ اس کے جواب میں چوہدری فتح محمد سیال مرزائی نے لکھا۔ مباہلہ کسی وقت بھی منقطع نہیں کیا گیا۔ اس سے مولوی ثناء اللہ کا یہ عذر بھی باطل ہوجاتا ہے کہ مباہلہ کے لئے حقیقۃ الوحی کی اشاعت کی ضرورت تھی کیونکہ حضرت مسیح موعود نے انجام آتھم والے مجموعہ الہامات ہی کو کافی سمجھا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس مجموعہ الہامات کو جو میں انجام آتھم میں شائع کرتا ہوں ہاتھ میں لے کر قسم کھاؤں گا کہ یہ کلام الٰہی ہے اور اگر میں اپنے اس ادعا میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور لعنت ایک سال کے اندر اندر نازل ہو۔ اور فریق مخالف سے بھی یہی مطالبہ تھا کہ وہ یہ قسم کھائے کہ یہ اللہ کی وحی نہیں ہے اور اگر ہم اس قسم میں جھوٹے ہیں تو ہم پر اللہ کا عذاب ایک سال کے اندر اندر نازل ہو۔ .. وہ مباہلہ کا چیلنج جو انجام آتھم میں آپ (ثناء اللہ) کو دیا گیا کبھی واپس نہیں لیا گیا۔ اس لئے یہ کہنا کہ یہ (دعائے آخری فیصلہ) مباہلہ نہیں اور (مباہلہ) کسی وقت منقطع ہوگیا تھا غلط ہے۔ یہ کسی وقت بھی منقطع نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ کہنا کہ ہم آخری فیصلہ والی دعوت کو انجام آتھم کے مباہلہ سے خواہ مخواہ ملاتے ہیں بالکل غلط ہے۔ (الفضل ۸ مئی ۱۹۴۱ ص ۵)

(مولانا کہتے ہیں) چوہدری صاحب کی تردید کے لئے ہم یہ عبارت نقل کردیتے ہیں

. حضرت اقدس نے پھر بھی اس (ثناءاللہ) پر رحم کر کے فرمایا کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے۔ اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب مولوی ثناءاللہ کو بھیج دی جائے گی تاکہ وہ اسے اول سے آخر تک پڑھ لے۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم یہ ظاہر کردیں گے کہ ہم نے مولوی ثناءاللہ کے چیلنج کو منظور کرلیا ہے۔ (الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

مرزا صاحب کے الفاظ دیکھئے اور ان کے ساتھ چوہدری صاحب کا کہنا کہ مبا ہلہ کسی وقت بھی منقطع نہیں ہوا کہاں تک صحیح ہے؟ سنئے ہمارا دعوی مباہلہ منقطع ہونے کا نہیں بلکہ التواء کا ہے۔ اگر مجسٹریٹ مقدمے کی تاریخ مئی کے آخری ہفتے میں ڈال دے اور فریقین گھروں کو چلے جائیں۔ پھر ۱۵ اپریل کو فیصلہ کردے تو کیا وہ مجسٹریٹ عادل کہلائے گا یا ظالم۔ مجنوں کہ ہوش مند؟

(اہل حدیث امرتسر ۳۰ مئی ۱۹۴۱ء ص ۵۔۶)

مولانا کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ہمارے ساتھ اپنا مباہلہ حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھا۔ اور یہ کتاب ۱۵ مئی کو شائع ہوئی۔ اگر آخری فیصلے والی دعا اسی مباہلہ کی کڑی تھی تو اس کتاب کی اشاعت کے بعد جون یا جولائی وغیرہ کے مہینے میں شائع کی جاتی۔ حالانکہ یہ دعا ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو یعنی کتاب کی اشاعت سے ایک مہینہ پہلے شائع کی جا چکی تھی۔ پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ یہ دعا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

چوہدری فتح محمد قادیانی اپنے ایک مضمون میں کہتے ہیں

. حقیقۃ الوحی کی اشاعت تک مباہلہ کو ملتوی کرنا مفتی صادق قادیانی (ایڈیٹر بدر قادیان) کی طرف سے ایک تجویز تھی جو اس شرط کے ساتھ مشروط تھی کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب تحریری طور پر اس تجویز کو منظور کر کے بواپسی اطلاع دیں تو حقیقۃ الوحی کی اشاعت تک مباہلہ ملتوی ہوسکتا ہے ورنہ نہیں (الفضل ۱۵ جون ۱۹۴۱ء ص ۳) مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ اخبار الحکم (۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء) میں مرزا صاحب کا قول یوں نقل کیا گیا تھا

خدا کے رسول چونکہ رحیم کریم ہوتے ہیں اس واسطے باوجود اس قدر شوخیوں اور دلآزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر تیار ہو جائے۔

یہ اردو عبارت بتاتی ہے کہ مرزا صاحب میرے ساتھ اپنے مباہلے کو کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھتے ہیں۔ یہ ہے مرزا صاحب کا کلام۔ اس کے مقابلے پر چودھری فتح محمد از خود ایک بات پیدا کر کے اس تصریح مرزا کی تردید کر رہے ہیں۔ یعنی مرزا صاحب تو مباہلہ کو حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھتے ہیں اور چودھری صاحب بقول مفتی صاحب اس توقف سے انکار کرتے ہیں اسی کو کہتے ہیں

من چہ میگوئم وطنبورہ من چہ می گوئد۔

یہ لوگ مرزا صاحب کو حکم عدل مانتے ہیں مگر جب مشکل آن پڑتی ہے تو ان کے کلام کو نہائت ادب کے ساتھ طاق نسیاں پر رکھ دیتے ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں بات کریں تو چودھری صاحب کی منقولہ عبارت درصورت صحیح ہونے ایک موقوف روائت ہے کیونکہ وہ مفتی صادق کا قول ہے۔ اور ہماری پیش کردہ عبارت مرفوع روائت ہے کیونکہ یہ مرزا صاحب کا کلام ہے۔ پس ہمارا دعوی ثابت ہے کہ آخری فیصلے والی دعا سلسلہ مباہلہ کی کڑی نہیں بلکہ ایک مستقل دعا ہے۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۱ جولائی ۱۹۴۱ء ص ۵)

اور مرزا صاحب کی زندگی میں اس بات کا اقرار مرزائیوں کو بھی تھا جیسا کہ

'۲۲ اگست ۱۹۰۷ء کے بدر قادیان میں غلام محمد ہیڈ ماسٹر میانوالی کا یہ مضمون شائع ہوا

'مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت اقدس کے سامنے مباہلہ کے لئے کبھی نہیں آئے اور نہ انہیں جرائت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کاذب صادق کا ہرگز ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ان کو بار بار مباہلہ کے لئے بلایا گیا لیکن وہ چالاکیوں سے جیسا کہ اس وطیرہ ہے اپنے لئے فرار کی راہ نکالتا رہا۔ آخر مشیت ایزدی نے ایک اور راستہ سے اس کو پکڑا اور حضرت اقدس مسیح موعود نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ کے عنوان سے ایک اشتہار دے دیا جس میں محض دعا کے طور پر خدا سے فیصلہ چاہا گیا ہے نہ کہ مباہلہ

کیا گیا ہے ۔ مولوی ثناء اللہ بچارے کو کیا جرائت کہ رب جلیل کے پہلوان کے ساتھ دعا میں مقابلہ کرے۔مسیح زمان کے ہاتھ میں کاری حربہ تو دعا ہی کا ہے ‘۔

(بدر ج ٦ شمارہ ۳۴۔ ۲۲ اگست ۱۹۰۷ء کالم ۱)

اگر غلام محمد صاحب نے حیات مرزا میں اتنے اہم معاملے پر ایک غلط مضمون قادیانیوں کے سرکاری اخبار میں شائع کرادیا تھا تو اس پر نوٹس کیوں نہیں لیا گیا۔مفتی محمد صادق ایڈیٹر بدر نے (جو مرزا صاحب کے بعض اوقات مکتوب نگار بھی ہوتے تھے) اور مرزا صاحب کے ان مریدوں نے جو بدر کے خریدار تھے کیوں اس کی تردید نہ کی؟ اسی طرح ۹۔ مئی ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے توبہ کی شرط لگائی ۔ چنانچہ مرزا فرماتے ہیں کہ ثناء اللہ کے واسطے بھی میں نے توبہ کی شرط لگا دی ہے کیونکہ رحم کا مقتضا ہوتا ہے کہ توبہ سے انسان بچ جاوے (بدر ج ٦ شمارہ ۱۹۔ ۹مئی ۱۹۰۷ء ص ۵)۔ یہ توبہ کی شرط کیوں درج کی جبکہ وہ فیصلہ ہی منسوخ و مردود ہو چکا تھا جس میں شرط توبہ مرقوم تھی کہ بجز اس صورت کے کہ وہ (ثناءاللہ) کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔

یکم جنوری ۱۹۳۴ء کو لاہور کے موچی دروازے میں مولانا امرتسری کا ملک عبدالرحمٰن بی اے گجراتی قادیانی سے مناظرہ ہوا۔ملک صاحب کا کہنا تھا کہ مرزا صاحب کا اعلان آخری فیصلہ دعائے مباہلہ تھی۔ آپ (ثناءاللہ) نے چونکہ انکار کردیا تھا اس لئے مباہلہ منعقد نہیں ہوا لہذا یہ اعلان حجت نہ ہوا۔ مولانا نے فرمایا کہ مرزا صاحب نے اعجاز احمدی مطبوعہ ۱۹۰۲ء اور حقیقۃ الوحی میں ۱۹۰٦ء میں اعلان کیا تھا کہ میں آئندہ کسی کو مباہلہ کا چیلنج نہ دونگا۔ پھر یہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والہ اشتہار آخری فیصلہ چیلنج مباہلہ کیوں کر ہوسکتا ہے؟ اس کے جواب میں فریق ثانی کو بڑی دقت پیش آئی اور اس نے پہلو بدل کر کہا کہ یہ اعلان مرزا صاحب کا نہیں بلکہ آپ (ثناءاللہ) نے جو ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کے اخبار اہل حدیث میں مباہلہ کا چیلنج دیا تھا یہ اعلان اس کی منظوری ہے۔مولانا ثناءاللہ نے فرمایا میں نے جو ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کو چیلنج دیا تھا اس کا جواب مرزا صاحب کی طرف سے اخبار الحکم ۳۱ مارچ اور بدر ۴ اپریل میں چھپا تھا کہ ہم اس چیلنج کے مطابق مباہلہ اس وقت کریں گے جب ہماری کتاب حقیقۃ الوحی شائع ہو جائے گی ۔ وہ کتاب ہم آپ کو بھیج کر معلوم کریں

گے کہ آپ نے اس کو پڑھ لیا ہے۔ پھر مباہلہ کریں گے۔ کتاب ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی مگر مجھے نہ ملی تو جون ۱۹۰۷ء میں میں نے تقاضا کیا تھا۔ حسب تحریر مرزا صاحب کتاب مجھے مل جاتی۔ میں اسے پڑھ لیتا۔ اور مرزا صاحب میرا امتحان لے لیتے تو اس کے بعد مباہلہ ہونا چاہیے تھا۔ اب انصاف سے بتاؤ کہ ۱۵ اپریل ۱۸۰۷ء کا اشتہار آخری فیصلہ اعلان مباہلہ کیسے ہوا؟۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۲ جنوری ۱۹۳۴ء)

آخری فیصلے پر ۱۲ مارچ ۱۹۳۵ء کو دارالعلوم عربیہ جامع مسجد شہر میرٹھ میں بھی ایک مباحثہ ہوا۔ مولانا امرتسری کے مقابل جماعت مرزائیہ کی لاہوری شاخ سے مولوی اختر حسین مبلغ پیش ہوئے اور ان کے مشیر مولوی عمرالدین جالندھری معروف شملوی رہے۔ ان سے جو کچھ بن آیا وہ انہی کے الفاظ میں پیغام صلح لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۳۵ء ص ۶ سے نقل کیا جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں

'ہم نے بتایا کہ دراصل مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ مدتوں سے یہ جھگڑا چلا آرہا تھا کہ وہ مباہلہ کر کے فیصلہ کرلیں۔ مگر مولوی صاحب حیلہ و بہانہ سے اس تلخ پیالہ کو ٹالتے رہے.... یہاں تک کہ جب انہوں نے ۱۹۰۷ء کے شروع میں مباہلہ پر ذرا سی آمادگی ظاہر کی تو فورا ان کو مباہلہ کے شکنجہ میں جکڑنے کے لئے ان کا چیلنج منظور کرلیا گیا۔ مگر ان کو کہا گیا کہ چونکہ کتاب حقیقت الوحی قریباً چھپ چکی ہے اس لئے ہم اس کتاب کے ہمراہ اپنی طرف سے مباہلہ کا اشتہار شائع کردیں گے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو کتاب بھیج دیجائے گی۔ پھر مولوی صاحب کتاب کو اچھی طرح پڑھ لیں اور اگر پھر بھی ان کی تسلی نہ ہو اور وہ مباہلہ کے لئے تیار ہوں تو ہمارے اشتہار مباہلہ کے بالمقابل مباہلہ کا اشتہار دیکر آخری فیصلہ کرلیں۔ مگر اس اعلان کو مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے فرار کے مترادف قرار دے کر شور مچایا کہ لو کرشن قادیانی وہ بھاگا وغیرہ وغیرہ۔ تب اس ظلم کو دیکھ کر حضرت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی کے ہمراہ اشتہار شائع کرنے کی بجائے ایک علیحدہ اشتہار مباہلہ آخری فیصلہ کی غرض سے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کردیا' (اس اقتباس کے بعد مولانا امرتسری فرماتے ہیں) اس عبارت کے سات فقرے حسب ذیل ہیں

۱۔ ۱۹۰۷ء میں میں (ثناءاللہ) نے مباہلہ پر زور دیا۔

۲۔ مرزا صاحب نے میرا چیلنج منظور کرلیا۔

۳۔ میرے چیلنج کی منظوری دیکر مباہلہ کرنا حقیقۃ الوحی کے شائع ہونے تک ملتوی رکھا۔

۴۔ حقیقۃ الوحی کے ساتھ اپنی طرف سے ایک اشتہار مباہلہ دینے کا وعدہ کیا۔

۵ حقیقۃ الوحی پڑھ لینے کے بعد میرے جوابی اشتہار کا انتظار کرنا بھی ضروری قرار دیا

۶ میں نے مرزا صاحب کی اس تحریر کو مرزا صاحب کا فرار قرار دیا۔

۷۔ مرزا صاحب نے جو اشتہار حقیقۃ الوحی کے ساتھ بغرض مباہلہ دینا تھا میرے ایسا کرنے پر وہی اشتہار بعنوان ' مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ ' ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کردیا۔

ان سب فقرات سے یہ نتیجہ نکالنا منظور ہے کہ چونکہ مولوی ثناء اللہ نے اعلان آخری فیصلہ کے مقابلے پر منظوری کا اشتہار نہیں دیا تھا لہذا یہ مباہلہ منعقد نہیں ہوا تو دلیل بھی نہ ہوا۔

مولانا کہتے ہیں کہ مولوی عمر الدین مذکور کا یہ بیان سراسر غلط ہے۔ نہ مرزا صاحب نے ایسا لکھا جو ان کی طرف منسوب کیا گیا۔ نہ میں نے ایسا لکھا جو میری طرف منسوب کیا گیا ۔ بلکہ آئت کریمہ انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بآ یات اللہ کے ماتحت بہتان اور افتراء محض ہے۔مزید لطف یہ ہے کہ میرٹھ میں (عمر الدین صاحب نے) بوقت مباحثہ ایسا کہا بھی نہیں ۔ تقاضا صداقت تو یہ تھا کہ شملوی صاحب اس واقعہ کے متعلق مرزا صاحب کی اصل عبارت ان کے الفاظ میں نقل کرتے ۔ پھر بطور نتیجہ جو کچھ چاہتے اس سے اخذ کرتے ۔مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ اس لئے ہم اصل الفاظ نقل کرتے ہیں ۔ اخبار الحکم میں یہ سرخی دی گئی تھی کہ

' مولوی ثناء اللہ امرتسری کا چیلنج منظور کیا گیا ' اس سرخی کے نیچے اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کی عبارت نقل کرکے لکھا تھا ' حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے ۔اور امید ہے کہ بیس پچیس روز تک انشاء اللہ کتاب شائع ہوجائے گی ۔اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں ۔اور دو سو سے سوا

اس میں نشانات بھی لکھے گئے ہیں ۔ یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی اور وہ اس کو اول سے آخر تک پڑھ لے ۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم ظاہر کر دیں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کرلیا ہے اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر یہ ہمارا افترا ہے تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین ' (اخبار الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۹)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی کے ساتھ جو اشتہار دینا تجویز کیا ہے اس کا مضمون بھی بتا دیا ہے جو یہ ہے کہ

' ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کرلیا اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب (حقیقۃ الوحی) میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر یہ ہمارا افترا ہے تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین '

مولانا کہتے ہیں کہ اشتہار آخری فیصلہ اگر اس مضمون کی عکسی تصویر ہے تو اس میں مرزا صاحب کی قسم اور کتاب حقیقۃ الوحی کا نام اور الہامات کا ذکر دکھا دیں ۔

شملوی صاحب نے اس غلط بیانی سے بڑھ کر ایک اور غلط بیانی کی ہے ۔ جس کے الفاظ یہ ہیں ' مولوی (ثناء اللہ) صاحب کا ایک یہ عذر تھا کہ میں لدھیانہ میں ۳۰۰ روپئے انعام اس آخری مباحثہ میں جیت چکا ہوں ۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ سنت صدیق اکبر کے موافق ہم مال کو بڑھا کر پھر انعامی مباحثہ کرتے ہیں ۔ کیا آپ تیار ہیں ۔ دس آدمی مسلمانوں میں سے ہم چن کر ثالث بنائیں گے اور دس احمدیوں میں سے آپ چن لیں ۔ اور ۵ آدمی غیر جانبدار مسلمہ فریقین ہوں گے ۔ ان کا فیصلہ جو کثرت رائے سے ہو قبول کرلیا جائے ۔ مال جس قدر چاہو بڑھا لو ۔ نصف ہماری جماعت کا اور نصف آپ کی جماعت کی طرف سے ہوگا (ہماری جماعت سے کیوں ؟ ۔ کیا صدیق اکبر نے کفار کو ایسا کرنے کو کہا تھا ؟) ۔ مولوی (ثناء اللہ) صاحب نے اس کو ہوا قرار دے کر رد کر دیا اور کہا کہ میں تو مولانا محمد علی صاحب سے ہی یہ مباحثہ کرونگا ۔ دوسرے لفظوں میں مولوی صاحب نے بہانہ سے ہمارے ساتھ انعامی مباحثہ کرنے سے انکار کردیا ۔ لیکن ہم بذریعہ اخبار پھر مولوی صاحب کو مباحثہ کی

دعوت دیتے ہیں۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ مولوی صاحب حسب عادت اس تلخ پیالہ کو خاموشی سے یا بہانہ سے ٹال دیں گے' (پیغام صلح لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۳۵ء)۔

(مولانا فرماتے ہیں) . واقعہ یوں ہے کہ میں نے جواب میں کہا تھا کہ اعیان جماعت احمدیہ سے پہلے بمقام لودہانہ ہمارا مباحثہ ہوکر فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب اگر مباحثہ ہو تو دونوں گروہوں (لاہوری اور قادیانی) کے سرداروں میں سے کسی کے ساتھ ہو۔ کیونکہ یہ معاملہ دراصل میرا اور مرزا صاحب متوفی کا ہے۔ میں تو بفضلہٖ تعالی بنفس نفیس موجود ہوں مرزا صاحب انتقال کر گئے ہیں۔ اب ان کی جگہ جو گدی نشین ہے مرزا صاحب کی نیابت میں وہی میرے سامنے آنا چاہیے۔ میری اس دلیل کو حاضرین جلسہ نے بہت معقول سمجھا تھا' (اہل حدیث ۱۲ اپریل ۱۹۳۵ء ص۴۔۶)

آخر میں ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کا ایک الہام ہے ' اجیب کل دعائک الا فی شرکائک '۔ (تریاق القلوب۔ طبع اول ص ۳۸) یعنی اے مرزا میں تیری ہر ایک دعا قبول کرونگا مگر وہ دعا جو تیرے شریکوں (برادری) کے حق میں ہوگی قبول نہ ہوگی۔' اس الہام کی روشنی میں مرزائی حضرات بتائیں کہ

کیا مرزا صاحب کی کوئی دعا ایسی موجود ہے کہ اے خدا میری آخری اشتہار والی دعا قبول نہ کر۔

کیا ان کا کوئی ایسا الہام موجود ہے جس میں خدا نے ان کو کہا ہو کہ اے مرزا میں تیری آخری اشتہار والی دعا قبول نہیں کرونگا۔

کیا مرزا صاحب کی کوئی ایسی دعا یا اشتہار موجود ہے جس میں انہوں نے خدا سے کہا ہو کہ میرا آخری فیصلہ والہ اشتہار منسوخ ہے۔

اخبار اہل حدیث

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ہفت روزہ اہل حدیث ۲۳ شعبان مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۰۳ء کو امرتسر سے جاری کیا اور اس اخبار نے چوالیس سال تک تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن کی حیثیت سے عدیم المثال خدمات انجام دیں۔ ہفتہ بھر جو کچھ قادیانی حلقوں میں ہوتا تھا مولانا امرتسری اہل حدیث کے صفحات میں اس کی قلعی کھول دیتے تھے قادیانی مشن کے نام سے اس اخبار میں مولانا نے ایک مستقل سلسلہ قائم کر رکھا تھا جس میں زیادہ تر آپ کے اپنے اور بعض اوقات دیگر علماء کے مضامین رد قادیانیت میں شائع ہوتے۔ اہل حدیث کی عمر کے ابتدائی سال ایسے تھے کہ مرزا صاحب زندہ تھے اور برصغیر میں طاعون کا دور دورہ تھا جسے انہوں نے اپنا نشان قرار دے رکھا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ جتنے زیادہ لوگ مریں گے اتنا ہی ان کے مشن کے لئے بہتر ہوگا کہ توہم پرست عوم کے دلوں میں ان کا یہ دعوی گھر کرتا جائے گا کہ یہ طاعون مرزا صاحب کی حمائت کے لئے اوران کی مسیحیت کے نشان کے طور پر آیا ہے اور اس سے بچنے کا وہی طریقہ ہے جو مرزا صاحب ہی نے بتا رکھا ہے کہ میرے گھر (جسمانی یا روحانی) میں داخل ہو جاؤ۔ مولانا ثناء اللہ نے اہل حدیث کے ذریعے مرزا صاحب کے اس دعوی کا رد کیا اور عوام کو سمجھایا کہ طاعون کسی کا نشان نہیں ہے۔ اگر یہ نشان ہوتا تو قادیان میں تباہی کیوں مچاتا اور مرزائیوں کو کیوں مارتا؟ آپ کی اس مہم نے مرزا صاحب کی زندگی میں اہل اسلام کو زبردست فائدہ پہنچایا اور اس سلسلے میں اہل حدیث میں آپ کی تحریری خدمات مرزا صاحب کی موت کے بعد بھی جاری رہیں جیسا کہ ایک مرتبہ آپ نے لکھا

’ آج کل ہمارے ملک پنجاب میں خصوصاً اور ہندوستان میں عموماً طاعون بفضلہٖ تعالی معدوم ہے۔ نہ کسی اخبار میں طاعون کا ذکر ہوتا ہے نہ سرکاری رپورٹوں میں۔ (لہ الحمد)۔ اب سنئے۔ اپنے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قول

’ خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کریگا جب تک

لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں۔یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول (یعنی خود بدولت مرزا صاحب) کو نہ مان لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگا'۔ (رسالہ دافع البلاء ص ۵)۔

ہمارا سوال (قادیانیوں سے) یہ ہے کہ ہندوستان کے سب باشندوں نے کیا رسول قادیانی کو مان لیا؟ اگر نہیں مانا تو کیا قادیان کے لوگوں نے مان لیا؟...صاف صاف جواب دو اور ایمان سے بتاؤ کہ عذاب بقول تمہارے نبی اور رسول (مرزا صاحب) کے انکار کی وجہ سے آیا تھا۔ وہ اسی انکار پر اصرار کرنے سے کیسے ہٹ گیا اور اس قول مرزا کے کیا معنی ہیں جو ہم نے اوپر نقل کیا۔ واقعات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ الہام بھی غلط ہے اور صاحب الہام بھی'

(اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۳۶ء ص ۷)

غرض اخبار اہل حدیث کے ذریعے آپ قادیانیوں سے برسر پیکار رہے۔اور آپ نے مرزا غلام احمد کی اس بھرپور انداز میں اس اخبار کے ذریعے تردید کی کہ وہ چیخ اٹھا اور اپنے اشتہار آخری فیصلہ کے ذریعے اپنا مقدمہ خدا تعالی کے حضور لے جانے پر مجبور ہوگیا۔اس بات کی شہادت مرزا صاحب کے اشتہار میں بایں الفاظ موجود ہے

' آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں..میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا'

مرزا غلام احمد اپنی اس اشتہاری دعا کے نتیجے میں ۱۹۰۸ء میں راہی ملک عدم ہو گئے لیکن یہ اخبار اس کے بعد بھی تحریک ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم رہا۔ اور قادیانی مشن کے عنوان سے لکھے جانے والے اس کے مضامین قارئین کی ضیافت طبع کا باعث بنتے رہے ۔ اس کا آخری شمارہ ۱۳ رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق یکم اگست ۱۹۴۷ء کو شائع ہوا۔

۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے جب اپنی طرف سے یک طرفہ دعا والا اشتہار شائع کیا تو مولانا امرتسری نے ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث کے شمارے میں اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا

' چونکہ قادیانی کرشن کا فتنہ بہت بڑھتا جاتا ہے اور اخبار (اہل حدیث) میں اتنی گنجائش

نہیں کہ اس کے تمام متعلقات کو درج کیا جائے اس لئے مدت سے خیال تھا کہ اس معاملہ کا کسی احسن صورت میں فیصلہ کیا جاوے۔ خاکسار ایڈیٹر کی رائے میں ایک رسالہ ماہواری بہت اچھا ہے۔ سردست یہ (ماہوار) رسالہ ۱۶ صفحات پر ہوگا۔ ناظرین اپنی اپنی آراء سے اطلاع بخشیں اور نام بھی تجویز کریں' (ملخص از اہل حدیث ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۸)۔ اور ۳ مئی ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں لکھا کہ مرزا قادیانی کا فتنہ روز بروز ترقی پر ہے اس کا تعاقب کرنا بہت ضروری ہے۔ اہل حدیث میں اس کے پورے تعاقب کے لئے جگہ نہیں ہوتی۔ نیز اہل حدیث کے بہت سے خریدار اس بحث سے دلچسپی نہیں رکھتے کیونکہ ان علاقوں میں یہ وباء نہیں۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ ایک مستقل رسالہ خاص اسی موضوع کے لئے الگ جاری کیا جائے۔ چنانچہ وہ ارادہ خیال سے عزم بالجزم تک پہنچ چکا ہے۔ اس لئے اس کا نام بھی مرقع قادیانی تجویز ہوا ہے۔ پھر ۱۰ مئی اور ۱۷ مئی کے اہل حدیث کے شماروں میں مجوزہ اخبار کے بارے میں تجاویز اور درخواستیں وصول ہونے کے اعلان شائع ہوئے۔ ۳۱ مئی ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث کے ذریعہ ناظرین کو مرقع قادیانی کے حسب وعدہ شائع ہونے کی خوش خبری سنائی گئی۔ چنانچہ یکم جون ۱۹۰۷ء کو اس کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔ مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب اس دنیا سے چل بسے تو اکتوبر ۱۹۰۸ء کے بعد اس کی اشاعت ختم کر دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد پھر ضرورت کے پیش نظر اپریل ۱۹۳۱ء میں اس کی اشاعت کا اہتمام کیا لیکن اپریل ۱۹۳۳ء کے شمارے کے بعد پھر بند کر دیا۔ پہلے دور کے سترہ مہینوں میں تیرہ شمارے شائع کئے۔ ان میں سے چار شمارے دوگنا حجم کے تھے۔ ان تیرہ شماروں میں مولانا نے ۲۵ سے زائد عنوانات کے تحت قادیانی مذہب گفتگو کی۔ آپ کے یہ مضامین ۲۲۶ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان شماروں میں دوسرے اہل علم نے بھی مضامین لکھے ہیں جو ۸ عنوانات پر ۴۵ صفحات پر محیط ہیں۔ دوسرے دور میں مولانا نے ۲۷ عنوانات پر ۲۲۲ صفحات پر مضامین لکھے ہیں۔ اور اس دور میں آپ کے شاگردوں خصوصاً مولانا عبداللہ معمار اور مولانا حبیب اللہ کلرک کے مضامین بھی شامل ہیں۔

قادیانیوں کے علاوہ مولانا ثناء اللہ نے اہل حدیث کے صفحات میں اس دور کے دوسری فتنوں کے خلاف بھی جہاد کیا۔ آریہ سماجیوں سے آپ کے مباحثے چلتے رہتے اور پادریوں کے خلاف بھی محاذ کھلا رہتا۔ عیسائیوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ اور اپنے خیالات

ونظریات کی فوقیت ثابت کرنے کے لئے مناظروں کا بازار گرم کر رکھا تھا اور نچلی ذات کے غربت زدہ ہندو ایسے مناظروں سے متاثر ہو کر عیسائیت قبول کر لیتے تھے۔ نیز پڑھے لکھے مسلمان اور ہندو بھی عیسائیت کے حلقہ دام کا اسیر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ پادری عماد الدین، پادری وارث الدین اور پادری طالب الدین (محمد بخش) کا تعلق مسلمانوں سے اور پادری رام چندر، پادری دینا ناتھ اور پادری ٹھاکر داس کا تعلق ہندوؤں کے تعلیم یافتہ طبقے سے تھا۔ عیسائی ہونے والوں کو بتسمہ دیا جاتا اور عیسائی اخبارات میں اس کی تشہیر کی جاتی۔ اس ماحول میں مولانا امرتسری نے اخبار اہل حدیث کے ذریعے گراں قدر کام کیا

۱۹۲۲ء میں مرزا سلطان احمد مصطفیٰ نے گوگانی نے ہفوات المسلمین فی تفضیح سید المرسلین و تقبیح امہات المؤمنین من الکتب المؤرخین والمفسرین والمحدثین مطبع نور المطابع سے شائع کی۔ ۸۸ صفحات کی اس کتاب میں امہات المؤمنین خصوصاً حضرت عائشہ کی ذات پر نہایت گھٹیا اور دل آزار نشتر چلائے گئے تھے۔ مولانا امرتسری نے قلم اٹھایا اور کلمات المؤمنین بجواب ہفوات المسلمین کے نام سے ایک سلسلہ مضامین کا آغاز کیا۔ اس کی پہلی قسط یکم ستمبر ۱۹۲۲ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ دوسری قسط ۸ ستمبر ۱۹۲۲ء کے شمارے میں چھپی تو اس کا نام ضربات المؤمنین علی ہفوات المسلمین کر دیا۔ یہ سلسلہ وار مضمون ۳۳ قسطوں میں چلا اور آخری قسط مارچ ۱۹۲۸ء کے شمارے میں نکلی۔

ہفت روزہ آریہ گزٹ لاہور مسلمانوں کے عقائد و نظریات پر تنقید کرتا تھا۔ اس میں مہاشہ ناتھ جلال پوری کا قرآن پاک کے خلاف ایک دل آزار مضمون تنقید القرآن کے عنوان سے قسط وار نکلنے لگا۔ مہاشہ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآن پاک غیر الہامی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں۔ اس نے بعض سورتوں کو خاص طور پر نشانہ بنایا۔ اس مضمون کی پہلی قسط ۱۲ جون ۱۹۲۴ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ مولانا ثناء اللہ نے تائید القرآن بجواب تنقید القرآن کے زیر عنوان اس مضمون کا تعاقب کیا۔ پہلی قسط ۲۵ جولائی ۱۹۲۴ء کے اہل حدیث میں شائع ہوئی۔ یہ سلسلہ چودہ اقساط میں ۲ جنوری ۱۹۲۵ء تک چلتا رہا

عیسائیوں کی تردید کا محاذ آپ سے پہلے مولانا بٹالوی نے سنبھالا ہوا تھا اور ان

کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں شائع ہونے والے تمام تر مضامین انہی کے زور قلم کا نتیجہ ہوتے تھے۔ اور زیادہ تر شمارے بھی ایسے ہیں جن میں صرف ایک ہی موضوع زیر بحث لایا گیا ہے ۔ پھر اشاعت السنہ کے دور آخر میں اخبار اہل حدیث امرتسر نے یہ محاذ سنبھال لیا ۔ ۱۹۱۳ء میں پادری طامس ہاول کی کتاب اثبات کفارہ نولکشور پریس لاہور سے طبع ہوکر شائع ہوئی اس کتاب میں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر رکیک اور دل آزار حملے کئے گئے تھے۔ مولانا امرتسری نے اہل حدیث میں اس کتاب کے جواب میں ایک آرٹیکل شائع کیا لیکن کتاب کا نام قصداً ظاہر نہیں کیا کیونکہ وہ اس کتاب کی تشہیر کو ملت اسلامیہ کے لئے نقصان دہ تصور کرتے تھے۔ فرنگی سرکار نے اس آرٹیکل کو قابل اعتراض قرار دے کر پریس ایکٹ کی دفعہ ۸ (۲) کے تحت کاروائی کی اور ۱۰ دسمبر کو حکم نکالا کہ سات یوم کے اندر اندر دو ہزار کی ضمانت جمع کروائی جائے ۔مولانا نے اس حکم کے خلاف اپیل کی جو نامنظور ہوئی۔ پھر ضمانت کی رقم میں تخفیف کی اپیل کی وہ بھی نامنظور ہوئی ہفت روزہ کامریڈ دہلی میں مولانا محمد علی جوہر نے اس ظلم و زیادتی کے خلاف ایک زوردار اداریہ لکھا ۔ دوسرے اخبارات میں بھی اس کے خلاف آواز اٹھائی گئی ۔جس سے متاثر ہوکر برطانوی پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے یہ مسئلہ نائب وزیر ہند کے ساتھ اٹھایا لیکن حکومت نے پھر بھی اہل حدیث کی ضمانت کا حکم واپس نہیں لیا۔البتہ اثبات کفارہ پر پابندی عائد کر کے پریس کو وارننگ جاری کردی۔ مولانا اس صورت حال کے بارے میں لکھتے ہیں

> . ۱۹ دسمبر ۱۹۱۳ء کا دن بھی اہل حدیث کی تاریخ میں یادگار رہنے کے قابل ہے جس کے بعد اہل حدیث قریبا ساڑھے تین مہینوں تک حضرت یوسف کی طرح کنویں میں پڑا رہا۔

اس دوران آپ نے جنوری ۱۹۱۴ء میں مخزن ثنائی نمبر ا اور مخزن ثنائی نمبر ۲ اور پھر فروری مارچ ۱۹۱۴ء میں گلدستہ ثنائی کے نام سے یکے بعد دیگرے چار نمبر شائع کئے۔ بالآخر ۲ اپریل ۱۹۰۴ء کو ضمانت جمع کرادی گئی ۔ اور دس اپریل سے اہل حدیث کی اشاعت کا سلسلہ بحال ہوگیا۔

پھر پادری عبدالحق کی کتاب اثبات التثلیث منظر عام پر آگئی ۔ پادری صاحب نے مسئلہ تثلیث منطق کی رو سے ثابت کیا تھا۔اور وہ اس کا جواب منطقی دلائل ہی سے

چاہتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ مسلمان اس فن کی گہرائی میں نہیں اترتے۔مولانا ثناء اللہ نے آٹھ اقساط میں اثبات التوحید بجواب اثبات التثلیث کے عنوان سے منطق کے فن ہی سے اس کا رد کیا۔ یہ مضمون ۱۵ فروری ۱۹۲۶ء سے ۱۶ اپریل ۱۹۲۶ء تک چلتا رہا

جنوری ۱۹۳۲ء میں لاہور سے المائدہ کے نام سے عیسائیوں نے ایک ماہنامے کا اجراء کیا۔اس کے ایڈیٹر ایم اے خان تھے۔اس کی غرض و غائت تو وہی تھی جو دیگر عیسائی رسالوں کی تھی کہ مسلمانوں میں اسلام اور قرآن کی حقانیت اور صداقت پر شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں۔لیکن طریقہ واردات ذرا مختلف تھا۔انہوں نے مسلمانوں کو متاثر اور گمراہ کرنے کے لئے اس میں قرآن پاک کی تفسیر نویسی کا خاص اہتمام کیا۔اس کے پہلے ہی شمارے میں پادری سلطان محمد پال کی تفسیر سلطان التفاسیر کی پہلی قسط شائع ہوئی۔پادری پال افغان تھے اور انہوں نے ۱۹۰۳ء میں اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کی تھی۔ پادری صاحب کی یہ تفسیر ہر ماہ المائدہ کے دو جزء یعنی سولہ صفحات میں قسط وار شائع ہونے لگی تو ۶ مئی ۱۹۳۲ء کے اہل حدیث کے شمارے میں مولانا امرتسری نے اس کا نوٹس لیا اور اس رائے کا اظہار کیا کہ

> . عیسائیوں نے اسلام پر آج تک جتنے حملے کئے ہیں یہ حملہ ان سب حملوں سے مضر ترین ہے کیونکہ اس میں قرآن شریف کے مضامین پر مخالفانہ قبضہ کر کے اپنے ناظرین کو عدم ضرورت کا یقین دلانا چاہتے ہیں (اور یہ کہ) قرآن کوئی مستقل الہامی کتاب نہیں ہے جو کچھ خوبی ہے وہ بائیبل سے ماخوذ ہے۔ساتھ اس کے سند روائت کے لحاظ سے قرآن کوئی مستند کتاب بھی نہیں.

پھر اہل حدیث میں اس کا جواب برہان التفاسیر برائے اصلاح سلطان التفاسیر کے عنوان سے ۳۶ قسطوں میں ۲۰ جنوری ۱۹۳۳ء تک چلتا رہا۔ پادری صاحب کو ترکی بترکی جواب ملنا شروع ہوا تو وہ عاجز آ کر سست پڑ گئے۔ مولانا لکھتے ہیں

. پادری صاحب سے ہمارا اتصال ہونے کو ہے۔آپ مہینہ میں صرف ایک جزو تفسیر دیتے ہیں۔اکتوبر کے المائدہ میں نصف جزء کر دیا۔اس لئے ہم اپنے اور ناظرین کی طرف سے درخواست کرتے ہیں کہ عربی گھوڑا پیچھے آ رہا ہے۔افغانی گھوڑے کو ایڑ لگا کر تیز کیجئے۔پادری صاحب نے اگر ہماری درخواست منظور کر کے فی رسالہ کم سے کم دو جزء نہ

کئے تو لا چار ہم بجائے دو ورق کے برہان کا ایک ورق دیں گے۔تا کہ وقفہ نہ ہو جائے.

یاد رہے کہ المائدہ ماہنامہ تھا اور اہل حدیث ہفت روزہ تھا۔المائدہ کا سائز بھی اہل حدیث سے چھوٹا تھا۔المائدہ میں سلطان التفاسیر کے سولہ صفحات شائع ہوتے تھے۔ اس دوران میں اہل حدیث کے چار شمارے نکلتے اور مولانا امرتسری نے ہر شمارے میں برہان التفاسیر کے لئے دو ورق وقف کر رکھے تھے۔اس طرح المائدہ کے ایک ماہ کا جواب اہل حدیث کے چار شماروں میں نپٹ جاتا تھا۔

مولانا نے سلطان التفاسیر کا محاکمہ شروع کیا تو اس وقت تک اس کی پانچ قسطیں آ چکی تھیں۔لیکن اس کے جواب میں مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب سامنے نہ آیا تو عیسائیوں کو زعم ہوا کہ مسلمان تفسیر لکھنے کی اہلیت سے محروم ہیں۔ اور یہ موقف اختیار کیا کہ مولانا امرتسری کو برہان التفاسیر لکھنے کا شوق دلانا پادری پال صاحب ہی کا مرہون منت ہے۔چنانچہ المائدہ میں مولانا ثناءاللہ صاحب اور المائدہ کے زیر عنوان جے ڈی نندوانی نے مندرجہ ذیل رائے کا اظہار کیا۔

. اہل حدیث کے فاضل مدیر مولوی ثناءاللہ صاحب نے جو برہان التفاسیر لکھنی شروع کی ہم خیال کرتے ہیں کہ مصنف سلطان التفاسیر نے ان کو شوق دلایا ہے مگر ہم جہاں تک دیکھتے ہیں مصنف سلطان التفاسیر جو اپنا حاشیہ چڑھاتے ہیں وہ بھی اسلامی مستند تفاسیر سے اقتباس اور ان کی آراء کو پیش کرتے ہیں۔ ہم اس لئے مولوی ثناءاللہ صاحب کے متشکر ہوں گے کہ وہ اپنی برہان قاطع سے اپنے ہی ہم مذہب علماء کی ان تفاسیر کا قلع قمع کریں اور مسلمان پکار اٹھیں کہ

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

آپ نے اسکو حملہ مضرترین کہا ہے۔جس کو سن کر ہماری حیرت بڑھ گئی کہ آپ جیسے فاضل ایسے عجیب نتیجہ پر پہنچ گئے کہ پیش از مرگ واویلا شروع کر دیا۔اگر نہائت مخلصانہ طریقہ سے گفتگو باادب کی جائے تو اس کو آپ مضرترین حملہ سمجھتے ہیں۔ہم اسلامی برادران ومسیحیان سے بمنت اپیل کرتے ہیں کہ المائدہ کو لیں اور خوب پڑھیں اور ہضم کریں۔پھر مولوی ثناءاللہ صاحب کو داد دیں . .

ادھر پادری سلطان محمد پال صاحب کی رفتار سست ہوئی تو انہوں نے جنوری

۱۹۳۳ء کے المائدہ میں ایڈیٹر المائدہ کو اپنی تفسیر میں تعطل کی وجوہات پر ایک خط لکھا جس کے مندرجات پیش خدمت ہیں۔

مکرم بندہ جناب خان صاحب۔ افسوس ہے کہ چند اسباب ناگہانی کی وجہ سے تفسیر القرآن کے مابقا حصص برائے اشاعت بالفعل ارسال نہیں کرسکتا۔ عدیم الفرصتی کا یہ عالم ہے کہ سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں ملتی۔ میں نے حتی الامکان بہت کوشش کی کہ مسودات کی نظر ثانی کے لئے وقت نکل آئے مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ امید واثق ہے کہ جون ۱۹۳۳ء تک تمام موانع رفع دفع ہوجائیں گے تب میں اس قابل ہوجاؤں گا کہ باقی ماندہ حصص یک مشت آپ کے حوالے کردوں تاکہ آپ دو ایک نمبروں میں ان چار مہینوں کی کسر نکال دیں۔

پادری سلطان پال صاحب نے واضح طور پر لکھا کہ جون ۱۹۳۳ء تک موانع دور ہوجائیں گے تو ساری کسر نکال دونگا لیکن وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے۔ مولانا ثناء اللہ نے اس صورت حال پر یہ دلچسپ تبصرہ کیا

ہمارا مشورہ سنیں تو مسودات ہمارے پاس بھیج دیں ہم ان کو پادری صاحب کے نقطہ نظر سے دیکھ کر المائدہ کو بھیج دیں گے۔

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ ہی   دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

بہرحال مارچ ۱۹۳۴ء میں پادری صاحب نے تفسیر نویسی پر از سر نو توجہ مبذول کی جس کا جواب اہل حدیث میں یکم جون ۱۹۳۴ء سے ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء تک نکلتا رہا۔ یہ تفسیر ابھی سورہ بقرہ کے سولہویں رکوع تک پہنچی تھی کہ پادری صاحب اس شغل سے دستبردار ہوگئے۔ اس طرح اہل حدیث میں بھی یہ سلسلہ خودبخود رک گیا۔ اہل حدیث میں مجموعی طور پر اس کی ۸۱ قسطیں شائع ہوئیں۔ مولانا اختتامی قسط میں اطلاع کے عنوان سے لکھتے ہیں

. پادری سلطان محمد خان نے دو مہینوں سے تفسیر کی اشاعت بند کررکھی ہے کیونکہ رسالہ کی اشاعت کم ہے۔ خرچ پورا نہیں ہوتا۔ آپ نے اعلان کیا تھا کہ مارچ اپریل دو ماہ یوپی وغیرہ کا سفر کرکے (رسالہ کی) اشاعت بڑھائیں گے۔ اس لئے ہمارا بھی اعلان ہے کہ پادری صاحب نے اگر تفسیر کی (دوبارہ) اشاعت کی تو ہم بھی خدمت کو حاضر ہوجائیں گے۔

(الاعتصام لاہور ۔ ۲۱ نومبر ۲۰۰۳ء ۔ ۵ دسمبر ۲۰۰۳ء)

مولانا ثناء اللہ کہنہ مشق صحافی تھے اور پریس ایکٹ کی پابندیوں سے بچ بچا کر لکھتے تھے اس کے باوجود ان کا اخبار اہل حدیث ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۶ء تک پھر ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۱ء تک بلیک لسٹ میں رہا۔ اس کے علاوہ چار مرتبہ قابل اعتراض مواد کی اشاعت کے الزام میں ۱۹۱۰ء ۱۹۱۳ء ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۹ء میں مولانا کو وارننگ دی گئی ۔ پریس ایکٹ سے مسائل پیدا ہوتے تو آپ احتجاج کرتے تھے جیسا کہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۳ء کے شمارے میں آپ نے لکھا

. آج کل پریس ایکٹ جاری ہے ۔ اس پریس ایکٹ کا شکار زیادہ مسلمان اخبار ہوئے ہیں ۔گذشتہ ہفتے صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور نے حکم دیا کہ مبلغ پانچ سورو پۓ ضمانت داخل کرو ۔جس کی وجہ یہ پیش آئی کہ اہل حدیث پہلے مطبع رفاہ عام (لاہور) میں چھپتا تھا۔ اسی میں قادیانی مشن کا ایک اخبار پیغام صلح بھی کسی زمانہ میں چھپتا تھا۔ پریس کی ضمانت پانسوتھی ۔ پیغام صلح میں کوئی مضمون آریوں کے متعلق ایسا نکلا جس کو گورنمنٹ نے پریس ایکٹ کی زد میں سمجھ کر رفاہ عام پریس کی ضمانت ضبط کر کے آئندہ کو ایک ہزار کی ضمانت لی گئی۔اس پر مالک مطبع نے کل اخباروں کو جواب دیدیا جن میں اہل حدیث بھی شامل تھا.....اہل حدیث نے (پھر) اپنا انتظام راجپوت پریس میں کیا تو درخواست پر اہلحدیث سے پانچ سو روپۓ کی ضمانت طلب ہوئی ۔جس پر صاحب ڈپٹی کمشنر سے مل کر میں نے عرض کیا کہ اہل حدیث چونکہ امرتسر سے شائع ہوتا ہے اس لئے آپ کے احاطہ اختیار سے باہر ہے لہذا آپ اس کو ضمانت کا حکم نہیں دے سکتے ۔ غالبا آپ کو خیال ہوگا کہ اہل حدیث لاہور سے شائع ہوتا ہے ۔ یہ لاہور سے نہیں بلکہ امرتسر سے شائع ہوتا ہے اور لاہور میں چھپتا ہے ۔صاحب موصوف نے اس وجہ کو معقول سمجھ کر ضمانت کو منسوخ فرمایا۔

حقیقۃ الوحی

یہ کتاب مرزا صاحب کی امہات الکتب میں سے ہے اورتقریباسات سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں انہوں نے اپنی زندگی کے اواخر میں اپنی تعلیمات کی وضاحت کرکے اپنی حقانیت کے دلائل پیش کئے ہیں ۔ نیز ایک طویل عرصے میں ہونے والے اپنے اکثر الہام اس میں درج فرمائے ہیں اور اپنے مخالفین پر گرج چمک کے ساتھ بجلیاں گراتے ہوئے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں ۔اور فرمایا ہے کہ

. ہمارے دوستوں کو چاہیے کہ حقیقۃ الوحی کو اول سے آخرتک پڑھیں بلکہ اس کو یاد کرلیں،کوئی مولوی ان کے سامنےنہیں ٹھہر سکے گا کیونکہ ہرقسم کے ضروری امور کا اس میں بیان کیا گیا ہے اور اعتراضوں کے جواب دیئے گئے ہیں (ملفوظات ص ۳۰۶ ج ۹

اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جسے مرزا صاحب مباہلے کے طلب گاروں کو پڑھا کر مباہلے سے پہلے ان کا امتحان لینے کی باتیں کیا کرتے تھے ۔جیسا کہ اسی کتاب میں آپ مولانا ثناءاللہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اگر وہ قادیان میں آنا گوارا نہ کریں تو اس طرح بھی مباہلہ ہوسکتا ہے کہ اس کتاب حقیقۃ الوحی میں جوکچھ میں نے اپنی سچائی ثابت کرنے کے دلائل لکھے ہیں ان کی نسبت مولوی ثناءاللہ صاحب کا امتحان مباہلہ سے پہلے کرلوں گا اور وہ صرف دس سوال ہوں گے کہ متفرق مقامات کتاب حقیقۃ الوحی میں سے ان سے دریافت کئے جائیں گے تا معلوم ہو کہ انہوں نے بغور تمام کتاب کو دیکھ لیا ہے پس اگر انہوں نے ان سوالوں کا جواب کتاب کے موافق دے دیا تو تحریری مباہلہ جانبین کی طرف سے شائع ہو جائیگا ۔اگر اس طریق پر وہ راضی ہوں تو ایک نسخہ کتاب حقیقۃ الوحی کا میں ان کی طرف روانہ کرونگا ۔اور روز کا جھگڑا اس سے فیصلہ پا جائے گا اور ان کا اختیار ہوگا کہ کتاب پہنچنے کے بعد امتحان مذکورہ بالا کی تیاری کیلئے ایک دو ہفتہ تک مجھ سے مہلت مانگ لیں ۔ (حقیقۃ الوحی، خزائن ج ۲۲،ص۴۶۲ ـ ۴۶۳)

یہ کتاب مرزا صاحب کی زندگی میں شائع ہونے والی آخری بڑی تصنیف ہے ۔ ذیل کی سطور میں اسکے چند مندرجات پر ہم اپنی گذارشات پیش کرتے ہیں

☆ مرزا صاحب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں و لقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون اور میں پہلے اس سے ایک مدت تک تم میں ہی رہتا تھا کیا تم سمجھتے نہیں؟ اور یوں مرزا صاحب اپنی قبل بعثت زندگی کو اپنی اور اپنے دعاوی کی صداقت کا ثبوت قرار دیتے ہیں ۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ کے زمانے تک یعنی ۱۸۸۴ء بلکہ ۱۸۹۰ء تک بھی حیات مسیح کے قائل تھے ۔ اور انہوں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں اسی عقیدے کا اظہار کیا ہے کہ مسیح زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے تھے ۔ وہ آسمان پر زندہ ہیں اور زمانہ قرب قیامت وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے ۔ ۱۸۹۰ء کے آخر یا ۱۸۹۱ء کے ابتدائی مہینوں میں انہوں نے اس عقیدے کو ترک کیا اور کہنے لگے کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں ۔ اب مسیح موعود کا وقت ہے جو میں خود ہوں ۔ اور جہاں کہیں مسیح کی آمد کا ذکر ہے وہ دراصل میرے بارے میں بات ہوئی ہے ۔ اس نئے عقیدے کو انہوں نے دیگر مسلمانوں پر مسلط کرنے کی کوشش فرمائی اور بتایا کہ جو انہیں مسیح موعود نہیں مانتا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا منکر ہے اور اس کا انجام کفار کے ساتھ ہے ۔ فرماتے ہیں

خدا تعالی کا پاک کلام جو میری کتاب براہین احمدیہ کے بعض مقامات میں لکھا گیا ہے اس میں خدا تعالی نے بتصریح ذکر کر دیا ہے کہ اس نے مجھے عیسی بن مریم ٹھہرایا ۔ اس کتاب میں پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا اور بعد اس کے ظاہر کیا کہ اس مریم میں خدا کی طرف سے روح پھونکی گئی اور پھر فرمایا کہ روح پھونکنے کے بعد مریمی مرتبہ عیسوی مرتبہ کی طرف منتقل ہو گیا اور اس طرح مریم سے عیسی پیدا ہو کر ابن مریم کہلایا ۔ پھر دوسرے مقام پر اسی مرتبہ کے متعلق فرمایا فاجاءھا المخاض الی جذع النخلۃ قالت یالیتنی مت قبل ھذا و کنت نسیا منسیا اس جگہ خدا تعالی ایک استعارہ کے رنگ میں فرماتا ہے کہ جب اس مامور میں مریمی مرتبہ سے عیسوی مرتبہ کا تولد ہوا اور اس لحاظ سے یہ مامور ابن مریم بننے لگا تو تبلیغ کی ضرورت جو دردزہ سے مشابہت رکھتی ہے اس کو امت کی خشک جڑ کے پاس لائی جن میں فہم اور

تقوی کا پھل نہیں تھا اور وہ طیار تھے کہ ایسا دعوی سن کر افتراء کی تہمتیں لگا دیں اور دکھ دیں اور طرح طرح کی باتیں اس کے حق میں کریں۔ تب اس نے اپنے دل میں کہا کہ کاش میں پہلے اس سے مرجاتا اور ایسا بھولا بسرا ہوتا کہ کوئی میرے نام سے واقف نہ ہوتا.
(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۷۵)

'جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں میری امت میں سے ہی مسیح موعود آئے گا اور خدا نے میری سچی گواہی کیلئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے....اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا۔ اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے۔ اور عمداً خدا تعالی کی نشانیوں کو رد کرتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہوسکتا ہے۔'
(حقیقت الوحی ص۱۶۳)۔

. میں نے بار بار بیان کر دیا ہے کہ یہ کلام جو میں سنا تا ہوں قطعی اور یقینی طور پر خدا کا کلام ہے جیسا کہ قرآن اور توریت خدا کا کلام ہے اور میں خدا کا ظلی اور بروزی طور پر نبی ہوں اور ہر ایک مسلمان کو دینی امور میں میری اطاعت واجب ہے اور مسیح موعود کا ماننا واجب ہے۔ اور ہر ایک جس کو میری تبلیغ پہنچ گئی ہے گو وہ مسلمان ہے مگر مجھے اپنا حکم نہیں ٹھہراتا اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے اور نہ میری وحی کو خدا کی طرف سے جانتا ہے وہ آسمانوں پر قابل مؤاخذہ ہے کیونکہ جس امر کو اس نے اپنے وقت پر قبول کرنا تھا اس کو رد کر دیا.
(کشتی نوح ص۵۴۔ خزائن ۱۹)

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں

کنت اظن بعد هذه التسمية ان المسيح الموعود خارج وما كنت اظن انه انا حتى ظهر السر المخفى الذى اخفاه الله على كثير من عباده ابتلاءً من عنده و سمانی ربی عیسی بن مریم فی الهام من عنده و قال یا عیسی انی متوفیک و رافعک الی و مطهرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامه انا جعلناک عیسی ابن مریم و انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق و انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی و انک الیوم لدینا مکین امین

۔ فھذا ھو الدعوی الذی یجادلنی قومی فیہ و یحسبوننی من المرتدین ۔ (حمامۃ البشری ص ۸ خزائن ج ۷ ص ۲۰)

مرزا صاحب اس عربی عبارت کا ترجمہ بایں الفاظ فرماتے ہیں ۔

خدا نے میرا نام متوکل رکھا ۔ میں بعد اس کے بھی سمجھتا رہا کہ مسیح موعود آئے گا اور میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں ہی ہوں گا ۔ یہاں تک کہ مخفی بھید کھل گیا جو بہت سے لوگوں پر نہیں کھلا ۔ اور میرے پروردگار نے اپنے الہام میں میرا نام عیسی بن مریم رکھا اور فرمایا اے عیسی ہم نے تجھے عیسی بن مریم کیا ۔ اور تو مجھ سے ایسے مقام میں ہے کہ مخلوق اس کو نہیں جانتی اور تو (اے مرزا) میرے نزدیک میری توحید اور وحدت کے رتبے میں ہے ۔ اور تو آج ہمارے نزدیک بڑی عزت والہ ہے ۔ پس یہی (مسیح موعود ہونے کا) دعوی ہے ۔ جس میں مسلمان قوم مجھ سے جھگڑتی ہے اور مجھ کو مرتد جانتی ہے

ایک جگہ مرزا صاحب کہتے ہیں

۔ کیا ایک بچہ مثلا مبارک (سلمہ ربہ) جو آج مکتب میں بٹھا یا وہ ایم اے یا بی اے کا مقابلہ کرسکتا ہے ۔ اسی طرح انبیاء کی بھی حالت ہوتی ہے کہ ان کی ترقی تدریجی ہوتی ہے ۔ دیکھو براہین احمدیہ میں باوجودیکہ خدا تعالی نے وہ تمام آیات جو حضرت مسیح سے متعلق ہیں میرے لئے نازل کی ہیں ۔ اور میرا نام مسیح رکھا اور آدم داؤد سلیمان غرض تمام انبیاء کے نام رکھے مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ میں ہی مسیح موعود ہوں جب تک کہ خود خدا تعالی نے اپنے وقت پر یہ راز کھول دیا (ملفوظات ج ۳ ص ۳۲۴)

مرزا صاحب کی یہ تحریریں ان کا دعوی بتارہی ہیں کہ آپ اس بات کے مدعی تھے کہ احادیث میں جس عیسی موعود کی بابت خبر آئی ہے کہ وہ دنیا میں قریب قیامت کے ظاہر ہوں گے وہ میں ہوں ۔ یہ بھی ان تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان مرزا صاحب سے اسی دعوی مسیحیت میں بحث و نزاع کرتے ہیں ۔ یعنی وہ آپ کو عیسی موعود وغیرہ نہیں مانتے ۔ اصلی نزاع یہی ہے اور باقی کوئی ہے تو فرعی ۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ

۔ میرے اس دعوی (مسیحیت) کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی ۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی

کی طرح ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں.

(اعجاز احمدی۔نزول المسیح ضمیمہ طبع ۱۹۰۹ء ص ۳۰ خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۰)

یعنی ۱۸۹۰ء کے بعد مرزا صاحب کا عقیدہ بدل گیا۔ پہلے وہ حیات مسیح کے اور عیسی کی آمد ثانی کے قائل تھے۔ بعد میں انہوں نے یہ عقیدہ اپنا لیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں اور حیات مسیح کا عقیدہ رکھنے والوں کو انہوں نے احکام شریعت کا منکر قرار دے دیا۔ مرزائی تو یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے حیات مسیح کے عقیدے کو شرک قرار دے دیا جیسا کہ ایک مرتبہ ایڈیٹر الفضل نے لکھا

. حضرت مسیح موعود (مرزا) نے شرک سے یہاں تک اجتناب سکھایا اور توحید الہی پر اتنا زور دیا کہ حیات مسیح بجسد عنصری کے عقیدہ کو بھی مفضی الی الشرک قرار دیا اور اس کے لئے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ اس قدر تلقین فرمائیں کہ اب اہل حدیث کے نام نہاد سردار (مولوی ثناءاللہ) بھی اس موضوع پر گفتگو کرنے سے گھبراتے ہیں۔اور صاف انکار کرتے ہوئے یہ مسئلہ حل شدہ قرار دیتے ہیں۔ مولانا ثناءاللہ کہتے ہیں

لا ریب مسئلہ حیات مسیح اس روز سے فیصل شدہ ہے جس روز ریاست رام پور میں بموجودگی علمائے ذی شان اس خاکسار اور زبدۃ الاخوان قادیان کے مابین ۱۹۰۹ء میں نواب محمد حامد علی خان صاحب مرحوم کے روبرو مباحثہ ہو کر اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ نواب صاحب موصوف نے فیصلے کا سرٹیفکیٹ ہمیں عنائت رقم فرمایا تھا جو ہائی کورٹ کے فیصلے کے مترادف ہے (اس مباحثے کی تفصیل آگے آئے گی)... ہاں آپ کا عقیدہ حیات مسیح کو شرک قرار دے کر دیگر فرقوں کے متعلق مرزا صاحب کے تردیدی مضامین کو اشاعت توحید قرار دینا اس مکھی کی طرح ہے جو شہد سے نکلتے ہوئے اسی میں پھنس کر مزید مشکلات میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ کہ براہین احمدیہ کے زمانہ میں مرزا صاحب الہام اور مجددیت کے مدعی تھے۔ بلکہ مثیل مسیح بھی کہلاتے تھے ۔اسی براہین کے صفحہ ۴۹۹ پر مرزا صاحب کے قلم سے حیات مسیح کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر کیا بقول الفضل مرزا صاحب اس وقت مشرک تھے؟ باوجود مجدد ملہم اور مثیل مسیح ہونے کے وفات مسیح کی دلائل قاہرہ اور براہین ساطعہ ان سے مخفی رہیں۔اور عرصہ

بعید کے بعد جب انہیں خود مسیح موعود بننے کا شوق ہوا تو ازالہ اوہام میں وفات مسیح کا مسئلہ مقدم رکھا اور اس پر وہ لے دے کی کہ اللہ دے اور بندہ لے۔

امت مرزائیہ کے افراد و اعیان کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے دعاوی الہام سے پہلے بالکل بے گناہ تھے۔اس لئے بحکم فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ آپ کا دعوی صحیح ہونا چاہیے۔خدا ایڈیٹر الفضل کا بھلا کرے جنہوں نے مرزائیوں کی اس دلیل کو پارہ پارہ کر دیا۔کیونکہ براہین احمدیہ کا زمانہ تالیف مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت سے پہلے کا ہے۔ آپ اس زمانہ میں (حیات مسیح کے قائل ہونے کے باعث) مشرک تھے۔شرک سے بڑھ کر اور کون سا گناہ ہوگا.

(اہل حدیث امرتسر ۴ اپریل ۱۹۴۱ء ص ۶)

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب ۱۸۹۰ء تک مشرک تھے۔ یعنی ان کی زندگی کا تقریبا تین چوتھائی حصہ جو قبل بعثت ہے مشرک ہونے کی حالت میں گزرا ہے۔اور حالت شرک میں گذری ہوئی زندگی مرزا صاحب کے گنہ گار ہونے کی شہادت تو ہوسکتی ہے ان کے دعاوی کی صداقت کی شہادت نہیں ہوسکتی

☆ مرزا صاحب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں

. اور (رسول اللہ ﷺ کی) یہ پیش گوئی کہ وہ (مسیح) دجال کو قتل کریگا اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے ظہور سے دجالی فتنہ رو بزوال ہو جائے گا اور خود بخود کم ہوتا رہے گا۔اور دانش مندوں کے دل توحید کی طرف پلٹا کھا جائیں گے۔واضح ہو کہ دجال کے لفظ کی دو تعبیریں کی گئی ہیں۔ایک یہ کہ دجال اس گروہ کو کہتے ہیں جو جھوٹ کا حامی ہو اور مکر اور فریب سے کام چلاوے۔دوسری یہ کہ دجال شیطان کا نام ہے جو ہر ایک جھوٹ اور فساد کا باپ ہے۔پس قتل کرنے کے یہ معنی ہیں کہ شیطانی فتنہ کا ایسا استیصال ہو گا کہ پھر قیامت تک کبھی اس کا نشو ونما نہیں ہوگا۔گویا اس آخری لڑائی میں شیطان قتل کیا جائے گا.   (حقیقۃ الوحی۔ خزائن ج ۲۲۔ ص ۳۲۶)

اور مرزا صاحب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں

. میرا آنا خدا کے کامل جلال کے ظہور کا وقت ہے۔اور میرے وقت میں فرشتوں اور شیاطین کا آخری جنگ ہے.   (حقیقۃ الوحی ص ۱۵۸۔خزائن ج ۲۲)۔

اب مرزا صاحب تو آ کر چلے بھی گئے فرشتوں اور شیاطین یعنی نیکی اور برائی کی قوتوں یا حق و باطل کی جنگ تو ابھی جاری ہے۔جس دور میں آخری جنگ ہو کر حق کا بول بالا ہو جائے گا مسیح کا دور بھی وہی ہو گا اور اسی دور کا مدعی مسیحیت اصل مسیح ہو گا۔

☆ مرزا صاحب خوابوں اور الہاموں کے بارے میں لکھتے ہیں

ہاں یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کو کبھی شاذ و نادر کے طور پر کوئی سچی خواب آ جائے یا سچا الہام ہو جائے مگر وہ صرف اس قدر سے ما مور من اللہ نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ نفسانی تاریکیوں سے پاک ہے بلکہ اس قدر رؤیا اور الہام میں قریبا تمام دنیا شریک ہے اور کچھ بھی چیز نہیں اور یہ مادہ کبھی کبھی خواب یا الہام ہونے کا محض اس لئے انسانوں میں رکھا گیا ہے تا ایک عقلمند انسان خدا کے برگزیدہ رسولوں پر بدظنی نہ کر سکے۔اور سمجھ سکے کہ وحی اور الہام کا ہر ایک انسان کی فطرت میں تخم داخل ہے۔پھر اس کی کامل ترقی سے انکار کرنا حماقت ہے۔لیکن وہ لوگ جو خدا کے نزدیک ملہم اور مکلم کہلاتے ہیں اور مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف رکھتے ہیں اور دعوت خلق کے لئے مبعوث ہوتے ہیں ان کی تائید میں خدا تعالی کے نشان بارش کی طرح برستے ہیں. (حقیقۃ الوحی۔ خزائن ج ۲۲ ص ۵۳۸)۔

مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ دیکھو میری فلاں دعا منظور ہو گئی اور فلاں پیش گوئی پوری ہو گئی۔اس لئے میں سچا مہدی مسیح اور نبی ہوں۔اور وہ ان دعاؤں اور پیشگوئیوں کا ذکر نہیں کرتے تھے یا انہیں تو جیہات میں الجھانے کی کوشش کیا کرتے تھے جہاں ان کی پیش گوئیاں غلط ہو جاتیں اور دعائیں شرف قبولیت سے محروم رہتی تھیں۔اوپر کی عبارت میں وہ خود بتا رہے ہیں کہ اکا دکا بات پوری ہو جانے کا مطلب روحانیت اور سچے ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ چونکہ ان کی اکثر دعائیں منظور نہیں ہوئیں اور اکثر پیش گوئیاں غلط نکلی ہیں اس لئے وہ مسیح مہدی اور نبی نہیں ہیں۔ اس موضوع پر ہم الگ سے بھی گفتگو کریں گے۔ انشاء اللہ

☆ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ انہیں الہامی وعدہ دیا گیا ہے کہ انی مہین من اراد اھانتک میں اس شخص کی اہانت کرونگا جو تیری اہانت کا ارادہ کریگا (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۵۷)

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے معاشرے میں مرزا صاحب کو

ذلیل کئے رکھا۔ عیسائی ہندو سکھ بدھ وغیرہ تو پہلے ہی مرزا صاحب کو کذاب سمجھتے تھے۔ مرزا صاحب اس معاشرہ میں بھی ذلیل ہو کر مرے جس میں انہوں نے جنم لیا تھا۔ لاہور میں ان کی میت کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ مقام عبرت ہے۔اس کے مقابلے میں جن لوگوں نے مرزا صاحب کے عقائد اور دعاوی کی تردید کا کام کیا انہیں مسلم معاشرے نے عزت دی اور آج بھی وہ مسلمانوں کی آنکھوں کا تارہ ہیں۔مولانا بٹالوی۔مولانا سید نذیر حسین۔ مولانا رشید احمد گنگوہی۔مولانا ثناء اللہ۔ پیر مہر علی شاہ۔ پیر جماعت علی شاہ۔مولانا عبدالجبار غزنوی۔مولانا عبدالحق غزنوی وغیرہ اپنی مرزائیت دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے اپنی زندگی میں بھی معزز تھے اور آج بھی ان کا نام احترام سے لیا جاتا ہے۔

☆ مرزا صاحب حقیقۃ الوحی میں اپنا ایک الہام یوں بیان کرتے ہیں

. لا غلبن انا و رسلی۔میں اور میرے رسول غالب رہیں گے۔حاشیہ۔ اس وحی الہی میں خدا نے میرا نام رسل رکھا کیونکہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے خدا تعالی نے مجھے تمام انبیاء کا مظہر ٹھہرایا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۷۶)۔

مرزا صاحب اس قرآنی فقرے کو اپنی وحی بنا کر پیش کرتے ہیں اور اپنا نام رسل قرار دے کر بتاتے ہیں کہ خدا تعالی نے ان کا نام لے کر کہا ہے کہ میں (خدا) اور مرزا غلام احمد غالب رہیں گے۔اللہ تعالی کے غالب رہنے میں کسی کو شک کی گنجائش ہی نہیں اس لئے اس فقرے کے انا والے حصے سے ہمیں کوئی بحث نہیں ہے۔ لیکن رسل والہ حصہ قابل غور ہے۔کہ مرزا صاحب کب اور کہاں غالب رہے؟ اپنی زندگی میں وہ عدالتوں میں ذلیل ہوتے رہے۔ مناظروں میں ذلیل ہوتے رہے۔ وہ میدان میں نکلنے کی بجائے گھر میں چھپ کر بیٹھ جاتے تھے۔ دہلی میں اس لئے مناظرے کے لئے نہیں نکلے کہ انہیں بلوائیوں کا ڈر تھا کیونکہ وہاں نذیر حسین نے اپنے فتوی سے آگ لگا رکھی تھی جیسا کہ لکھا ہے

جب مرزا صاحب کو میاں صاحب نے مباحثے کے لئے بلایا تو مرزا صاحب نے کہا . آپ کے شہر میں (میری) مخالفت کا یہ حال ہے کہ سینکڑوں آوارہ گرد بدمعاش میرے مکان کے اردگرد شرارت کی نیت سے جمع رہتے ہیں اور ذمہ دار لوگ انہیں نہیں روکتے بلکہ اشتعال انگیز الفاظ کہہ کہہ کر الٹا جوش دلاتے ہیں۔پس جب تک میں اپنے پیچھے اپنے مکان اور اہل وعیال کی حفاظت کا انتظام نہ کرلوں میں نہیں جا سکتا

۔علاوہ ازیں ابھی تک جائے مباحثہ اور راستہ میں بھی حفظ امن کا کوئی انتظام نہیں ہے ۔ حضرت صاحب کے اس جواب پر جو سراسر معقول اور شریفانہ تھا دہلی والوں نے ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا اور شور کرنا شروع کیا کہ مرزا مباحثہ سے بھاگ گیا اور شہر میں ایک خطرناک شور مخالفت کا پیدا ہو گیا اور جدھر جاؤ بس یہی چرچا تھا ۔ اور ہزاروں مفسد فتنہ پرداز لوگ حضرت صاحب کی گلی میں آ آ کر شور و پکار کرتے رہتے تھے اور طرح طرح کی بدزبانی اور گالی گلوچ اور طعن و تشنیع اور تمسخر و استہزا سے کام لیتے تھے اور بعض شریر حملہ کر کے مکان کے اندر گھس آتے اور اپنے شور و غوغا سے آسمان سر پر اٹھا لیتے تھے ۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۸۷)

اور مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں کہ

.حضرت والدہ صاحبہ (نصرت بیگم) نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت صاحب شروع دعوی مسیحیت میں دہلی تشریف لے گئے اور مولوی نذیر حسین کے ساتھ مباحثہ کی تجویز ہوئی تھی ۔ اس وقت شہر میں مخالفت کا سخت شور تھا ۔ چنانچہ حضرت صاحب نے افسران پولیس کے ساتھ انتظام کر کے ایک پولیس مین کو اپنی طرف سے تنخواہ دینی کر کے مکان کی ڈیوڑھی پر پہرہ کے لئے مقرر کرا لیا تھا ۔ یہ پولیس مین پنجابی تھا ۔ اس کے علاوہ ویسے بھی مردانہ میں کافی احمدی حضرت صاحب کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے ۔ (سیرۃ المھدی حصہ دوم ص ۶۴)

جامع مسجد (دہلی) کے پروگرام میں شرکت سے پہلے

. آپ (مرزا) نے بعض دوستوں کو مکان کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا اور روانہ ہو گئے ۔ اس وقت بارہ آدمی آپ کے ساتھ تھے ۔ اور آپ ان کے ساتھ گاڑیوں میں بیٹھ کر روانہ ہوئے ۔ جب آپ مسجد پہنچے تو ہزارہا لوگوں کا مجمع تھا اور ایک عجیب طوفان بے تمیزی کا نظارہ تھا.... لوگ عجیب غیظ و غضب کی حالت میں آپ کی طرف دیکھ رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے خون ٹپکتا تھا اور اگر پولیس کا انتظام نہ ہوتا تو ضرور کوئی حرکت کر گزرتے..... لوگوں میں ایک عجیب اضطراب اور غیظ و غضب کی حالت تھی اور کوئی کچھ کہتا تھا اور کوئی کچھ اور کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی..... لوگوں میں ایک شور پیدا ہو گیا اور مولویوں کے بھکانے اور اشتعال دلانے سے وہ سخت

غیظ وغضب میں بھر گئے۔ جب افسر پولیس نے یہ حالت دیکھی کہ لوگوں کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا ہے اور وہ اپنے آپ سے باہر ہوئے جاتے ہیں تو اس نے اپنے ماتحت افسر کو حکم دیا کہ فوراً مجمع کو منتشر کر دیا جائے ....اور پولیس کے سپاہیوں نے لوگوں کو منتشر کرنا شروع کر دیا.... حضرت صاحب بھی اٹھ کر باہر تشریف لائے اور بہت سے سپاہی اور پولیس افسر آپ کے ارد گرد تھے۔ جب آپ شمالی دروازہ پر آئے تو آپ کے خادموں نے اپنی گاڑیاں تلاش کیں کیونکہ ان کو آنے جانے کا کرایہ دینا کر کے ساتھ لائے تھے اور کرایہ پیشگی دے دیا تھا لیکن معلوم ہوا کہ لوگوں نے ان کے مالکوں کو بہکا کر روانہ کر دیا تھا۔اور دوسری بھی کوئی گاڑی یکہ ٹمٹم تانگہ پاس نہ آنے دیتے تھے۔اس طرح حضرت صاحب کو قریبا پندرہ منٹ دروازہ پر انتظار کرنا پڑا۔اوراس اثنا میں لوگوں کے گروہ درگروہ جو مسجد کے باہر کھڑے تھے بلوہ کر کے حضرت صاحب کی طرف آنے لگے۔افسر پولیس ہشیار تھا اس نے حضرت صاحب سے کہا کہ آپ فوراً میری گاڑی میں بیٹھ کر اپنے مکان کی طرف روانہ ہو جائیں کیونکہ لوگوں کا ارادہ بد ہے۔ چنانچہ حضرت صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب دونوں اس گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ باقی لوگ بعد میں پیدل مکان پر پہنچے.   (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۸۸۔۹۰)

مرزا صاحب خود کہتے ہیں کہ

.(دہلی میں) میرے ساتھ جب مباحثہ ہوا تو آٹھ نو ہزار آدمی کا مجمع تھا اور میں نے سنا ہے کہ بعض کے ہاتھ میں چاقو اور بعض کے ہاتھ میں پتھر بھی تھے۔ یہاں تک کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اندیشہ ہوا کہ کہیں غدر نہ ہو جاوے اس واسطے اس نے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا کر مجمع سے باہر کیا.   (ملفوظات ج ۸ ص ۱۶۸)

اور دہلی مرزا صاحب کے لئے کوئی اجنبی شہر نہیں تھا۔ یہاں آپ کے سسرال تھے جن کے متعلق وہ کہا کرتے تھے کہ وہ دہلی کا بہت معزز گھرانہ ہے۔ اس معزز گھرانے کا شہر میں اثرورسوخ بھی ہوگا۔ دوسرے شرفاء دلی اور معززین سے ان کے تعلقات اور رشتہ داریاں بھی ہوں گی۔اور مرزا صاحب کو ان تعلقات کا فائدہ ملنا چاہیے تھا۔ لیکن کچھ بھی مرزا صاحب کے کام نہ آیا سوائے انگریز پولیس افسر کے۔

یعنی انہی لوگوں کے جنہوں نے اس پودے کو لگا رکھا تھا۔

اور لاہور بھی مرزا صاحب کے اثر و رسوخ کے حلقے میں تھا یہاں ان کا بیٹا سلطان احمد تحصیل دار تھا۔ اور مرزا صاحب لاہور جاتے تھے تو ابتداء میں زیادہ تر قیام بھی اپنے تحصیل دار بیٹے کی کوٹھی پر کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی لاہور میں بااثر لوگ مرزا صاحب کے مریدین میں داخل تھے اور پھر انتظامیہ آپ کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے موجود ہی تھی لیکن اس کے باوجود آپ ۱۹۰۰ء میں تفسیری مقابلے کے لئے لاہور نہیں آئے کہ انہیں پیر مہر علی کے سرحدی مریدوں سے جان کا خوف تھا۔ حالانکہ الہامات موجود تھے و اللہ یعصمک من الناس۔ انی مہین من اراد اہا نتک ۔ اور تیری اور تیرے گروہ کی میں حفاظت کرونگا اور تیرا ہی گروہ قیامت تک غالب رہے گا۔ (دیکھو کتاب البریہ)

امرتسر میں مولانا ثناء اللہ سے ۱۹۰۷ء مباہلے کیلئے نہیں اس لئے نہیں آنا چاہتے تھے کہ وہاں کے اہل حدیث حضرات سے ڈرتے تھے جنہوں نے ۱۹۰۵ء میں ان پر اس لئے پتھر برسائے تھے کہ رمضان شریف میں سردیوں کے دنوں میں صبح دس بجے کے اردگرد عوام کے ایک مجمع میں سرعام چائے (یا دودھ) پینا شروع کر دیا تھا۔ مرزا صاحب نے یہ واقعہ اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے

. مولوی ثناء اللہ جو آج کل ٹھٹھے اور توہین میں دوسرے علماء سے بڑھے ہوئے ہیں اس گندے طریق سے باز نہیں آتے تو میں خوشی سے قبول کرونگا کہ اگر مجھ سے درخواست مباہلہ کریں۔ لیکن امرتسر میں یہ مباہلہ نہیں ہوگا۔ ابھی تک مجھے وہ وقت نہیں بھولا جب میں ایک مجمع میں اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس وقت اس جگہ کے اہل حدیث نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا اور کس طرح شور کر کے اور پوری طرح سفاہت دکھلا کر میری تقریر بند کرا دی۔ اور جب میں سوار ہوا تو اینٹیں اور پتھر میری طرف چلائے اور حکام کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی۔ پس ایسی جگہ مباہلہ کے لئے موزوں نہیں۔ ہاں قادیان موزوں ہے .

(تتمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۴۶۲)۔

امرتسر کے اسی واقعے کو مولوی دوست محمد نے بھی لکھا ہے فرماتے ہیں کہ

. ۸ نومبر (۱۹۰۵ء) کو لدھیانہ سے روانہ ہوئے اور امرتسر آئے جہاں حضور

نے دو روز قیام کیا۔ ۹ نومبر کی صبح کو امرتسر میں بھی حضور کی ایک تقریر ہونا قرار پائی۔ (اشتہار دیا گیا کہ) چونکہ یہ جلسہ محض تبلیغ حق کی خاطر ہوگا اور اس سے کوئی مباحثہ یا مناظرہ نہیں اس لئے اس میں کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ غرض لیکچر کے لئے رائے کنہیا لال صاحب وکیل کا لیکچر ہال لیا گیا تھا۔ ۸ بجے کے بعد حضور نے تقریر شروع فرمائی. (تاریخ احمدیت۔ ج۔۲ص ۴۴۱)

اور مرزا محمود کے حالات میں لکھا ہے

وہ ۴ نومبر ۱۹۰۵ء کو مرزا غلام احمد کے ہمراہ لدھیانہ گئے۔ پھر امرتسر۔ امرتسر میں مرزا صاحب نے جلسہ کیا اور لیکچر کے بعد مرزا صاحب گاڑی میں جا بیٹھے تو چاروں طرف سے پتھروں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ گاڑی کی کھڑکیاں بند تھیں۔ ان پر پتھر گرتے تھے تو وہ کھل جاتی تھیں۔ آپ (مرزا محمود) انہیں پکڑ کر سنبھالتے تھے لیکن پتھروں کی بوچھاڑ سے چھوٹ چھوٹ کر رہ جاتی تھیں (تاریخ احمدیت ج ۵ ص ۶۹)

اور مرزا بشیر احمد نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے

حضور نے لدھیانہ میں ایک لیکچر دیا۔ جس میں ہندو عیسائی مسلمان اور بڑے بڑے معزز لوگ تھے۔ تین گھنٹے حضور نے تقریر فرمائی حالانکہ بوجہ سفر دہلی کچھ طبیعت بھی درست نہ تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ اس لئے حضور نے بوجہ سفر روزہ نہیں رکھا تھا۔ اب حضور نے تین گھنٹہ تقریر جو فرمائی تو طبیعت پر ضعف سا طاری ہوا۔ مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے ہاتھ سے دودھ پلایا۔ اس پر ناواقف مسلمانوں نے اعتراضاً کہا کہ رمضان میں دودھ پیتا ہے اور شور کرنا چاہا۔ لیکن چونکہ پولیس کا انتظام اچھا تھا فوراً یہ شور کرنے والے وہاں سے نکال دیئے گئے اس موقع پر یہاں تین تقاریر ہوئیں اول مولوی سید محمد احسن صاحب کی دوسرے حضرت مولوی نورالدین صاحب اور تیسرے حضور کی۔ پھر یہاں سے حضور امرتسر تشریف لے گئے۔ وہاں سنا ہے کہ مخالفوں کی طرف سے سنگباری بھی ہوئی (کیونکہ لدھیانہ کی طرح یہاں بھی مجمع عام میں رمضان میں دن کے وقت دودھ پینا شروع کر دیا تھا)۔

(سیرۃ المھدی حصہ سوم طبع اپریل ۱۹۳۹ء ص ۲۷۲)۔

اور مولانا امرتسری نے بتایا ہے کہ مرزا صاحب متوفی نے ایک دفعہ امرتسر

میں تقریر کرنے کا انتظام کرایا۔ اتفاق سے رمضان کے ایام تھے۔ مرزا صاحب نے اثناء تقریر میں سب کے سامنے چائے پی لی۔ مسلمانوں نے ان کا ایسا کرنا احترام رمضان کے خلاف سمجھ کر شور کیا۔ یہاں تک کہ اینٹ پتھر بھی برسائے جس کا ذکر مرزا صاحب نے کتاب حقیقۃ الوحی میں کیا ہے (اہل حدیث امرتسر ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء)

وہ حج کے لئے حجاز اس لئے نہیں جاتے تھے وہاں مسلمان عوام اور مسلمان حکام سے ڈرتے تھے کہ کہیں مار ہی نہ ڈالیں۔ مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ

ڈاکٹر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود نے حج نہیں کیا۔ اعتکاف نہیں کیا۔ زکوۃ نہیں دی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حج نہ کرنے کی تو خاص وجوہات تھیں کہ شروع میں آپ کے لئے مالی لحاظ سے انتظام نہیں تھا۔ کیونکہ ساری جائیداد وغیرہ اوائل میں ہمارے دادا صاحب کے ہاتھ میں تھی۔ اور بعد میں تایا صاحب کا انتظام رہا۔ اس کے بعد حالات ایسے پیدا ہوگئے کہ ایک تو آپ جہاد کے کام میں منہمک رہے (کون سا جہاد؟)۔ دوسرے آپ کے لئے حج کا راستہ بھی مخدوش تھا۔ تاہم آپ کی خواہش رہتی تھی کہ حج کریں۔ چنانچہ والدہ صاحب نے آپ کے بعد آپ کی طرف سے حج بدل کروا دیا.. ..اور زکوۃ اس لئے نہیں دی کہ آپ کبھی صاحب نصاب نہیں ہوئے۔ البتہ حضرت والدہ صاحبہ زیور پر زکوۃ دیتی رہی ہیں۔

(سیرۃ المہدی حصہ سوم ص ۱۱۹)۔

یعنی مرزا صاحب چاہنے کے باوجود حج نہ کر سکے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے وہ الہامات جھوٹے ہیں جن کے مطابق وہ کان وما یکون کی طاقت رکھتے تھے۔ اور خدا کی مرضی ان کی مرضی کے مطابق ہوتی تھی۔ اور اگر وہ حج کرنا چاہتے تھے تو دعا بھی کرتے ہوں گے کہ اے خدا مجھے حج کروا دے۔ اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ ان کی ایسی دعائیں جن میں انہوں نے حج کی درخواست کی ہوگی منظور نہیں ہوئیں۔

اور مرزائی یہ بھی کہتے ہیں

. حضرت مرزا صاحب پر حج فرض نہ تھا۔ کیونکہ آپ کی صحت درست نہ تھی۔ ہمیشہ بیمار رہتے تھے۔ حجاز کا حاکم آپ کا مخالف تھا کیونکہ ہندوستان کے مولویوں نے مکہ معظّمہ سے حضرت مرزا صاحب کے واجب القتل ہونے کے فتاوے منگوائے تھے۔

اس لئے حجاز کی حکومت آپ کی مخالف ہو چکی تھی۔ وہاں جانے پر آپ کو جان کا خطرہ تھا۔لہذا آپ نے قرآن شریف کے اس حکم پر عمل کیا لا تلقوا با ید یکم الی التھلکۃ کہ اپنی جان کو جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ پھنساؤ۔ (لیکن مرزا صاحب نے یہ حج نہ کرنے کی یہ وجہ تو نہیں بتائی۔ وہ تو خنزیروں کے ختم ہونے کا انتظار کرتے تھے۔بہا) مختصر یہ کہ حج کی مقررہ شرائط آپ میں نہیں پائی گئیں۔ اس لئے آپ پر حج فرض نہ ہوا. (الفضل ۲۰ ستمبر ۱۹۲۹ء منقول از برنی ص ۳۶۴)

جس پر حج فرض ہی نہیں ہوا وہ اس حدیث کا مصداق کیسے ہوسکتا ہے جس میں آنے والے مسیح کے حج اور احرام کی باتیں ہیں۔ اور یہ ساری عبارتیں ہم نے اس لئے نقل کی ہیں کہ واضح ہو سکے کہ مرزا صاحب کے الہام

. میں اور میرا رسل (مرزا صاحب) غالب رہیں گے.

میں کتنی حقیقت ہے؟ وہ مخالفوں کے سامنے آنے سے ڈرتے تھے۔ جان کے خوف میں مبتلا رہتے تھے۔ ہجوم کا سامنا کرنے سے کتراتے تھے۔ اور مرنے کے بعد بھی مرزا صاحب کے لئے حالات نہیں بدلے۔ برصغیر کا مسلمان معاشرہ آج بھی ان سے نفرت کرتا ہے۔ انہیں اور ان کے مریدوں کو غیر مسلم قرار دے کر ان کا سماجی بائیکاٹ کرتا ہے۔ان کے مردے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہو سکتے۔ اور پھر کہتے ہیں کہ میں غالب ہوں۔

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں

. اور جیسا کہ بظاہر سمجھا گیا ہے یہ (میرا) خاندان مغلیہ خاندان کے نام سے شہرت رکھتا ہے۔ لیکن خدائے عالم الغیب نے جو دانائے حقیقت حال ہے بار بار اپنی وحی مقدس میں ظاہر فرمایا ہے جو یہ فارسی خاندان ہے اور مجھ کو ابناء فارس کر کے پکارا ہے جیسا کہ وہ میری نسبت فرماتا ہے ان الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ رد علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیہ (حقیقۃ الوحی ص ۸۰)

یعنی جو لوگ کافر ہو کر خدا تعالی کی راہ سے روکتے ہیں ایک فارسی الاصل نے ان کا رد لکھا ہے خدا اس کی کوشش کا شکر گذار ہے۔

کیا اس ترجمہ یوں نہیں ہوسکتا کہ جن لوگوں نے کفر کیا (یعنی مرزا صاحب اور ان کے

مرید) اور دوسرے لوگوں کو بھی خدا کی راہ سے روکا۔ ان کے عقائد اور دعاوی کا رد ایک فارسی الاصل شخص نے کیا۔ کیونکہ مرزا صاحب پر کفر کا فتوی دینے والوں اور ان کے مباہلہ کے مدعووین میں سے کتنے ہی فارسی الاصل لوگ ہوں گے۔ نہ جانے کس کی مساعی کو بارگاہ الوہیت میں قبول حاصل ہو گیا ہو۔ مرزا صاحب نے خود ہی کسی کا وہ خواب بیان کیا ہوا ہے جس میں ان لوگوں کو رسول خدا کے دربار میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تھی جنھوں نے مرزا صاحب کے دعاوی کی تردید کا محاذ سنبھال رکھا تھا۔ نہ جانے ان میں کوئی فارسی الاصل بھی ہو۔

اس خواب کے بارے میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ان کے مخالفین میں سے

. ایک بزرگ اپنے ایک واجب التعظیم مرشد کی ایک خواب جس کو اس زمانہ کا قطب الاقطاب اور امام الابدال خیال کرتے ہیں یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے پیغمبر خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور گرداگرد تمام علمائے پنجاب اور ہندوستان گویا بڑی تعظیم کے ساتھ کرسیوں پر بٹھائے گئے تھے اور تب یہ شخص جو مسیح موعود کہلاتا ہے آنحضرت ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا جو نہائت کریہہ شکل اور میلے کچیلے کپڑوں میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون ہے؟ تب ایک عالم ربانی اٹھا (شائد محمود شاہ واعظ یا محمد علی بھوپڑی) اور اس نے عرض کی کہ یا حضرت یہی شخص مسیح موعود ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو دجال ہے تب آپ ﷺ کے فرمانے سے اسی وقت اس کے سر پر جوتے لگنے شروع ہوئے جن کا کچھ حساب اور اندازہ نہ رہا۔ اور آپ نے ان تمام علمائے پنجاب اور ہندوستان کی بہت تعریف کی جنھوں نے اس شخص کو کافر اور دجال ٹھہرایا تھا اور آپ بار بار پیار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ میرے علمائے ربانی ہیں جن کے وجود سے مجھے فخر ہے۔ اس جگہ کرسی نشینوں کی ترتیب کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ مگر میں گمان کرتا ہوں کہ اس کی ترتیب شائد یوں ہوگی۔ کہ وہ غیر مرئی نورانی وجود جس نے اپنے تئیں اپنی قدیم طاقت کی وجہ سے خواب میں ظاہر کیا تھا کہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں جو ایک سونے کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس کے اس سونے کے تخت کے قریب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کی کرسی ہوگی۔ اور ساتھ ہی میاں عبدالحق غزنوی کی اور اس کے پہلو پر مولوی عبدالجبار صاحب

کی کرسی اور اس کرسی سے ملی ہوئی ایک اور کرسی جس پر زینت بخش مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی تھے۔ اور کچھ فاصلہ سے مولوی رسل بابا امرتسری کی کرسی تھی۔ اور ان دونوں کرسیوں کے درمیان ایک اور کرسی تھی جس کا اندر سے کچھ اور رنگ تھا اور باہر سے کچھ اور تھوڑی سی تحریک سے ہل بھی جاتی تھی اور کچھ ٹوٹی ہوئی بھی تھی۔ یہ کرسی مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کی کرسی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی بنچ پر میاں چٹو لاہوری بیٹھے ہوئے تھے جو اسی دربار کے شریک تھے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی کرسی کے پاس ایک اور کرسی تھی جس پر ایک بڈھا نود سالہ بیٹھا ہوا تھا جس کو لوگ نذیر حسین کہتے تھے۔ اس کی کرسی نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو ایک بچہ کی طرح اپنی گود میں لیا ہوا تھا۔ پھر اس کے بعد مولوی محمد اور عبدالعزیز لدھیانوی کی کرسیاں تھیں۔ جن کے اندر سے بڑے زور کے ساتھ آواز آرہی تھی کہ پنجاب کے تمام مولویوں میں سے تکفیر میں بڑے بہادر ہیں اور پیغمبر صاحب اس آواز سے بڑے خوش ہو رہے تھے اور بار بار پیار سے ان کے ہاتھ اور نیز مولوی محمد حسین کے ہاتھ چوم کر کہہ رہے تھے کہ یہ ہاتھ مجھے پیارے معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے ابھی تھوڑے دنوں میں میری امت میں سے تیس ہزار آدمی کا نام کافر اور دجال رکھا اور فرماتے تھے کہ یہ سخت غلطی تھی جو لوگوں نے ایسا سمجھا ہوا تھا کہ اگر سو میں ننانوے کفر کے آثار پائے جائیں اور ایک ایمان کا نشان پایا تو پھر اس کو مومن سمجھو اور ایک نشان کفر کا خیال کیا جائے یا ظن کیا جائے۔ یا بے تحقیق شہرت دی جائے تو اس کو بلاشبہ کافر سمجھنا چاہیے۔ یہ فرمایا اور پھر مولوی محمد حسین کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا یہ عالم ربانی ہے جس نے میرے اس منشا کو سمجھا۔ تب مولوی محمد علی بھوپڑی کھڑا ہوا اور کہا میں تو سب سے زیادہ مسجدوں اور گلیوں اور کوچوں اور لوگوں کے گھروں میں اس شخص کو جو کہتا ہے کہ میں مسیح ہوں گالیاں دیا کرتا ہوں۔ اور لعنت بھیجا کرتا ہوں۔ اور ہر ایک وقت میرا کام ہے کہ ہر مجلس میں لوگوں کو اس شخص کی توہین وتحقیر ولعن وطعن کرنے کے لئے کہتا رہتا ہوں اور ہمیشہ انہی کاموں کے لئے سفر بھی کر کے ترغیب دیتا رہتا ہوں۔ اور کوئی گالی نہیں کہ میں نے اٹھا نہیں رکھی اور کوئی توہین نہیں جو میں نے نہیں کی۔ پس میرا کیا اجر ہے۔ تب اس پیغمبر صاحب نے بہت پیار کے جوش سے اٹھ کر بھوپڑی کو اپنے گلے لگا

لیا اور کہا کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے اور تو نے میرا منشا سمجھا۔ غرض جیسا کہ حضرت خواب بین صاحب بیان فرماتے ہیں پنجاب کے تمام مولویوں کی کرسیاں اس دربار میں موجود تھیں۔ اور ہر ایک فاخرہ لباس پہنے ہوئے نوابوں کی طرح بیٹھا تھا اور وہ پیغمبر صاحب ہر وقت ان کے ہاتھ چومتے تھے کہ یہ ہیں میرے علمائے ربانی خیر الناس علی ظہر الارض۔ اور پھر آگے چل کر ایک اور کرسی تھی اس پر ایک اور مولوی صاحب کرسی پر کچھ چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے اور آواز آ رہی تھی کہ یہی ہیں خلیفہ شیخ بٹالوی محمد حسن لدھیانوی۔ اور ساتھ ان کے ایک اور کرسی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ یہ مولوی واعظ محمود شاہ کی کرسی ہے جو کسی مناسبت سے مولوی محمد حسن کے ساتھ بچھائی گئی۔ اور سب سے پیچھے ایک نابینا وزیر آبادی تھا جس کو عبد المنان کہتے تھے اور اس کی کرسی سے انا المکفر کی زور سے آواز آ رہی تھی۔ غرض یہ خواب ہے جس میں ان تمام کرسی نشین مولوی صاحبوں کا ذکر ہے۔ مگر یہ کرسیوں کی ترتیب میری طرف سے ہے جو اس خواب کے مناسب حال کی گئی۔ لیکن خواب میں یہ حصہ داخل ہے کہ علمائے پنجاب اس پیغمبر صاحب کے دربار میں بڑی تعظیم کے ساتھ کرسیوں پر بٹھائے گئے اور تمام عالم امرتسری بٹالوی لاہوری لدھیانوی دہلوی وزیر آبادی بو بڑی گولڑوی وغیرہ اس دربار میں کرسیوں پر زینت بخش تھے۔ اور پیغمبر صاحب نے میری تکفیر اور ایذا اور توہین کی وجہ سے بڑا پیار ان سے ظاہر کیا تھا۔

(تحفہ گولڑویہ۔ ص ۱۷۶۔ ۱۷۹۔ خزائن جلد ۱۷)

اور کفار کا رد مرزا صاحب نے کیا کیا؟۔ انہوں نے براہین احمدیہ میں دعوی کیا کہ میں اثبات حق کے لئے ۳۰۰ دلائل دوں گا۔ اس کتاب کے لئے مسلمانوں سے مالی امداد بھی حاصل کی اور اور بہت سے لوگوں سے پیشگی قیمت بھی وصول کی۔ اسلئے مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کو اس کتاب کا انتظار تھا کہ دیکھیں کیا دلائل ہیں کفر کے رد میں اور حق کے اثبات۔ لیکن مرزا صاحب نے ایک دلیل بھی نہ دی۔ اور ادھر ادھر کی باتوں میں ۵ جلدوں کے اوراق سیاہ کر کے پانچ اور پچاس کے برابر ہونے کا عدیم المثال کلیہ پیش کر کے چلتے بنے کہ یہ دونوں آپس میں برابر ہوتے ہیں کہ ان میں صرف صفر ہی کا تو فرق ہے۔ انہوں نے کیا رد کیا؟ اور کس کا رد کیا؟ ہمیں تو حیرت ہے کہ ان کے کسی مرید نے اس

کلیہ کے پیش کرنے پر ان کا نام نوبل پرائز کے لئے تجویز کیوں نہیں کیا

اور مرزا صاحب نے بزعم خود جو کچھ بھی اسلام کے دفاع کے لئے کیا تھا وہ خود انہی کے بقول دراصل انگریزوں کی خدمت تھی۔ جیسا کہ تریاق القلوب مطبوعہ ضیاء الاسلام، قادیان ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے ضمیمہ بعنوان گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست میں مرزا صاحب اپنے بیس برس کی علمی اور تصنیفی کاوش کا خلاصہ مسلمانوں کے دل سے جہاد اور خونی مہدی وغیرہ معتقدات کا ازالہ اور انگریز کی وفاداری پیدا کرنے کے بعد لکھتے ہیں

. اب میں اپنی گورنمنٹ محسنہ کی خدمت میں جرئت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ بست سالہ میری خدمت ہے جس کی نظیر برٹش انڈیا میں ایک بھی اسلامی خاندان پیش نہیں کرسکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قدر لمبے زمانے تک جو بیس برس کا زمانہ ہے ایک مسلسل طور پر تعلیم مذکورہ بالا پر زور دیتے جانا کسی منافق اور خودغرض کا کام نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کا کام ہے جس کے دل میں اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی ہے۔ ہاں میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نیک نیتی سے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے بھی مباحث کیا کرتا ہوں کہ جبکہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہائت سخت ہوگئی اور حداعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ نورافشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے نہائت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مبلغین نے ہمارے نبی ﷺ کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص .... تھا اور لوٹ مار اور خون کرنا اس کا کام تھا۔ تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو۔ تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لئے یہی حکمت عملی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سخت جواب دیا جائے تاکہ سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہوجائیں۔ اور ملک میں کوئی بدامنی پیدا نہ ہو تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں بالمقابل سختی تھی کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور سے مجھے فتوی دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش رکھنے والے آدمی موجود ہیں ان

کے غیض وغضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا.... سو مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور میں دعوی سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں سے اول درجے کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریز کا ہوں کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اول درجے پر بنا دیا ہے۔ اول والد مرحوم کے اثر نے۔ دوسرا اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے۔ تیسرے خدا تعالی کے الہام نے۔

(تریاق القلوب۔ص ۔۳۶۳۔ ۳۶۵۔خزائن ج ۱۵)

دوسری طرف عیسائیوں کے خلاف اسلام اور مسیحیت مولانا ثناء اللہ نے لکھی جو اتنی عمدہ تالیف ہے کہ نواب مانگرول نے آپ کو خط لکھا۔ پھر آپ نے حق پر کاش لکھی۔ آپ نے ترک اسلام اور تغلیب الاسلام لکھی۔ آپ نے دھرم پال کا منہ بند کیا۔آپ نے مقدس رسول ﷺ لکھی۔آپ نے آریہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے مناظرے کئے۔ مرزا صاحب نے تو مناظروں اور مباہلوں کی شرائط طے کرنے میں ہی ساری عمر گنوا دی۔ اور جب ایک عیسائی سے مناظرہ کیا تو اس طرح عاجز آ گئے کہ انہیں دلائل کی گٹھری بند کر کے الہامی پٹاری کھولنا پڑا اور مخالف کی موت کی پیش گوئی کر کے مباحثہ ختم دیا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ شخص مدت معینہ میں نہ مرا تو سارے ملک میں عیسائیوں نے مرزا صاحب اور قادیانیت کی شکست پر مسرت ظاہر کرنے کے لئے جلوس نکالے۔

اور خدا تعالی کیوں کسی کا شکرگزار ہوگا؟ خدا تعالی تو اس کائنات کی سب بڑی اتھارٹی ہے۔ وہ صمد یعنی بے نیاز ہے۔اور کسی فانی انسان کی معراج یہ ہے کہ اسے اس لازوال اتھارٹی کے حضور باریابی کا شرف حاصل ہو جائے۔ اور شکرگذار تو وہ ہوگا جسے خدا تعالی اپنے دین پر حملہ آوروں سے مدافعت کی توفیق عطا فرما کر اس کے اوقات اور مساعی کو اپنے دین کی حفاظت کے لئے قبول کر لے۔

☆ مرزا صاحب نے اپنا ایک الہام یوں بیان کیا ہے

ولو کان الایمان معلقاً بالثریا لنا لہ۔ اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا تو وہ وہیں جا کر اس کو لے لیتا (حقیقۃ الوحی ص ۷۷)۔ اور کہتے ہیں کہ پھر وہ (خدا) ایک اور وحی میں میری نسبت فرماتا ہے لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنا لہ رجل من فارس

۔یعنی اگر ایمان ثریا کے ساتھ معلق ہوتا تو ایک فارسی الاصل انسان وہاں بھی اس کو پالیتا۔

اس فقرے میں مرزا صاحب کی طرف اشارہ کہاں سے آ گیا۔اور ایمان کہاں گم تھا کہ مرزا صاحب اسے کہیں سے ڈھونڈ کر لے آئے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ جو وہ خود بیان کیا کرتے تھے اور جس پر ان کے بقیہ دعاوی کا مدار بھی تھا وہ وفات مسیح کا عقیدہ ہے ۔اگر اس عقیدے کا کہیں سے کھوج نکالنا ثریا سے ایمان کی بازیافت کے مترادف تھا تو یہ عقیدہ مرزا صاحب سے پہلے سرسید احمد خان صاحب کا بھی تھا۔مرزا صاحب کا کمال کیا ہوا؟

☆ مرزا صاحب کہتے کہ

پھر اپنی ایک اور وحی میں (خدا) مجھ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے خذوا التوحید خذوا التوحید یا ابناء الفارس یعنی توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ان تمام کلمات الٰہیہ سے ثابت ہے کہ اس عاجز کا خاندان دراصل فارسی ہے نہ مغلیہ۔نہ معلوم کس غلطی سے مغلیہ خاندان کے ساتھ مشہور ہوگیا..بہرحال جو کچھ خدا نے ظاہر فرمایا ہے وہی درست ہے انسان ایک ادنی سی لغزش سے غلطی میں پڑ سکتا ہے مگر خدا سہو اور غلطی سے پاک ہے ۔ (حاشیہ ص ۸۰ ۔۸۱ حقیقۃ الوحی)۔

خذوا والی وحی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے شخص یا اشخاص سے خطاب ہے جو توحید سے دور ہو چکے ہیں اور شرک میں مبتلا ہیں ۔کیا مرزا صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ شرک میں مبتلا تھے کہ خدا نے انہیں شرک سے اجتناب اور توحید پر اثبات کا حکم دیا ہے۔ اور اگر اس وحی کے ترجمے سے مرزا صاحب کو نکال دیا جائے تو یہ ایک عام خطاب ہے ان فارسی الاصل لوگوں کو جو شرک میں مبتلا ہیں ۔اللہ تعالیٰ انہیں تنبیہ کر کے فرماتے ہیں کہ صحیح راستے پر آ جاؤ۔اس وحی سے تو مرزا صاحب کا فارسی الاصل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ہاں اگر اس الہام کو تسلیم کر لیا جائے تو اس الہام کے بعد سے مرزا صاحب برلاسی مغل نہیں تھے بلکہ فارسی الاصل تھے۔ پھر ان کے بیٹے نے وائسرائے کو دیئے ہوئے ایڈریس میں اپنے آپ کو برلاسی مغل کیوں کہا؟ گویا انہوں نے اللہ کے دئے ہوئے علم کے بعد اس کا خلاف کیا یعنی وہ کفر سے ملوث ہوئے اور انہوں نے مرزا صاحب کی تردید بھی کی کہ ابا جان آپ غلط کہتے ہیں کہ آپ فارسی ہیں ۔ہم تو برلاسی مغل ہی ہیں ۔اور ہمیں اس بات پر اعتبار نہیں کہ خدا نے آپ کو اس کے برخلاف کچھ بتایا ہوا ہے ۔

☆ مرزا صاحب کے حسب نسب پر ان کی کچھ اور تحریریں بھی آپ کی ضیافت طبع کے لئے یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔فرماتے ہیں

میں نے اپنے آباء واجداد کی سوانح کی کتابوں میں پڑھا ہے اور نیز اپنے والد صاحب سے سنا ہے کہ میرے آباء واجداد مغل نسل سے تھے۔لیکن اللہ تعالی نے مجھ پر وحی کی ہے کہ وہ ترک نہیں تھے۔ بلکہ بنو فارس میں سے تھے اور میرے رب نے یہ بھی خبر دی ہے کہ میری دادیاں بنو فاطمہ اور ایک بنت نبوت میں سے تھیں۔تو اللہ تعالی نے کمال حکمت مصلحہ سے اسحٰق و اسماعیل کی نسل جمع کر دی۔

(ترجمہ الاستفتا۔ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۷۷)

. ہماری قوم مغل برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جواب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے۔

(کتاب البریہ ص ۳۴)۔

. یاد رہے کہ اس خاکسار کا خاندان بظاہر مغلیہ خاندان ہے۔کوئی تذکرہ ہمارے خاندان کی تاریخ میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ وہ بنی فارس کا خاندان تھا۔ہاں بعض کاغذات میں یہ دیکھا گیا ہے کہ ہماری بعض دادیاں شریف اور مشہور سادات میں سے تھیں۔اب خدا کے کلام سے معلوم ہوا کہ دراصل ہمارا خاندان فارسی خاندان ہے۔اس لئے ہم اس پر پورے یقین سے ایمان لاتے ہیں۔کیونکہ خاندانوں کی حقیقت جیسی کہ اللہ تعالی کو معلوم ہے کسی دوسرے کو ہرگز معلوم نہیں

(اربعین نمبر۲ حاشیہ ص ۱۷)۔

میرے پاس فارسی ہونے کے لئے بجز الہام الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں.

(تحفہ گولڑویہ ص ۲۹)

. اس پیش گوئی کو شیخ محی الدین ابن عربی نے بھی اپنی کتاب خصوص میں لکھا ہے کہ وہ چینی الاصل ہوگا۔حاشیہ۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ اس کے خاندان میں ترک کا خون ملا ہوا ہوگا۔ ہمارا خاندان جو اپنی شہرت کے لحاظ سے مغلیہ خاندان کہلاتا ہے اس پیش گوئی کا مصداق ہے کیونکہ اگرچہ سچ وہی ہے جو خدا نے فرمایا ہے کہ یہ خاندان فارسی الاصل ہے مگر یہ تو یقینی اور مشہور و محسوس ہے کہ اکثر مائیں اور

دادیاں ہماری مغلیہ خاندان سے ہیں اور وہ چینی الاصل ہیں۔یعنی چین کی رہنے والی
(حقیقۃ الوحی ص ۲۰۰)

.ایک حدیث سے جو کنز العمال میں موجود ہے سمجھا جاتا ہے کہ فارس یعنی بنو فارس بنی اسحاق میں سے ہیں۔ پس اس طرح پر وہ آنے والا مسیح اسرائیلی ہوا۔اور بنی فاطمہ کے ساتھ امہاتی تعلق رکھنے کی وجہ سے جیسا کہ مجھے حاصل ہے فاطمی بھی ہوا۔ پس گویا وہ نصف اسرائیلی ہوا اور نصف فاطمی ہوا۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ ہاں میرے پاس فارسی ہونے کے لئے بجز الہام الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں .
(خزائن جلد ۱۷ تحفہ گولڑویہ ص ۱۱۶)

. یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف سادات سے اور بنی فاطمہ میں سے تھی۔اس کی تصدیق آنحضرت ﷺ نے بھی کی اور خواب میں مجھے فرمایا کہ سلمان منا اہل البیت علی مشرب الحسن ۔ (تذکرہ ص ۳۸۳)۔

مرزا صاحب نے کسی دادی کا نام نہیں بتایا اور ایک دادی کو دوسری جگہ دادیاں بنا دیا۔لیکن کہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ دادی یا دادیاں کس کس دادا اور پڑدادا کی بیویاں تھیں ۔

. اور (میرے) بنی فاطمہ ہونے میں یہ الہام ہے الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر و النسب اشکر نعمتی رئیت خدیجتی ۔یعنی تمام حمد اور تعریف اس خدا کے لئے جس نے تمہیں فخر دامادی سادات اور فخر علونسب جو دونوں مماثل اور مشابہ ہیں عطا فرمایا۔یعنی تمہیں سادات کا داماد ہونے کی فضیلت عطا کی اور نیز بنی فاطمہ امہات میں سے پیدا کر کے تمہارے نسب کو عزت بخشی۔ اور میری نعمت کا شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ یعنی بنی اسحاق کی وجہ سے ایک تو آبائی عزت تھی اور دوسری بنی فاطمہ ہونے کی عزت اس کے ساتھ ملحق ہوئی۔ اور سادات کی دامادی کی طرف اس عاجز کی بیوی کی طرف اشارہ ہے۔(حاشیہ۔ اس الہام سے ایک لطیف استدلال میرے بنی فاطمہ ہونے پر پیدا ہوتا ہے کیونکہ صہر اور نسب اس الہام میں ایک ہی جعل کے نیچے رکھے گئے ہیں اور ان دونوں کو قریبا ایک ہی درجہ کا قابل حمد ٹھہرایا گیا ہے۔اور یہ صریح دلیل اس بات پر ہے کہ جس طرح صہر یعنی دامادی کو بنی فاطمہ سے تعلق ہے اسی طرح نسب میں بھی فاطمیت کی آمیزش والدات کی طرف سے ہے اور

صہر کو نسب پر مقدم رکھنا اسی فرق کو دکھلانے کے لئے ہے کہ صہر میں خالص فاطمیت ہے اور نسب میں اس کی آمیزش)۔ (تحفہ گولڑویہ خزائن ج ۱۷ص ۱۱۷)

. میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک شاہی خاندان ہے ۔اور بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے یا شہرت عام کے لحاظ سے یوں کہو کہ وہ خاندان مغلیہ اور خاندان سیادت سے ایک ترکیب یافتہ خاندان ہے ۔مگر میں اس پر ایمان لاتا اور اسی پر یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے خاندان کی ترکیب بنی فارس اور بنی فاطمہ سے ہے کیونکہ اسی پر الہام الٰہی کے تواتر نے مجھے یقین دلایا ہے اور گواہی دی ہے . (تریاق القلوب ۔ خزائن ج ۱۵ ص ۲۸۶ ۔۲۸۷)

. ان تمام کلمات الہیہ سے ثابت ہے کہ اس عاجز کا خاندان دراصل فارسی ہے نہ مغلیہ۔ نہ معلوم کس غلطی سے مغلیہ خاندان کے ساتھ مشہور ہو گیا اور جیسا کہ ہمیں اطلاع دی گئی میرے خاندان کا شجرہ نسب اس طرح پر ہے کہ میرے والد کا نام میرزا غلام مرتضی تھا...معلوم ہوتا ہے کہ میرزا اور بیگ کا لفظ کسی زمانہ میں بطور خطاب کے ان کو ملا تھا جس طرح خان کا نام بطور خطاب دیا جاتا ہے۔ بہرحال جو کچھ خدا نے ظاہر فرمایا ہے وہی درست ہے انسان ایک ادنی سی لغزش سے غلطی میں پڑ سکتا ہے مگر خدا سہو اور غلطی سے پاک ہے (حاشیہ حقیقۃ الوحی ۔خزائن ج ۲۲ ص ۸۱)

اور اسی جگہ ایک اور حاشیہ میں فرماتے ہیں . میرے خاندان کی نسبت ایک اور وحی الٰہی ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا میری نسبت فرماتا ہے سلمان منا اہل البیت ترجمہ۔سلمان یعنی یہ عاجز جو دو صلح کی بنیاد ڈالتا ہے ہم میں سے ہے جو اہل بیت ہیں ۔ یہ وحی الٰہی اس مشہور واقعہ کی تصدیق کرتی ہے جو بعض دادیاں اس عاجز کی سادات میں سے تھیں اور دو صلح سے مراد یہ ہے کہ خدا نے ارادہ کیا ہے کہ ایک صلح میرے ہاتھ سے اور میرے ذریعہ سے اسلام کے اندرونی فرقوں میں ہو گی اور بہت کچھ تفرقہ اٹھ جائے گا۔ اور دوسری صلح اسلام کے بیرونی دشمنوں کے ساتھ ہو گی کہ بہتوں کو اسلام کی حقانیت کی سمجھ دی جائے گی اور وہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے تب خاتمہ ہوں۔

(حاشیہ حقیقۃ الوحی ۔ خزائن ج ۲۲ص ۸۱)

اور لکھا ہے کہ

. دوسرا سوال ان (ایک سائل) کا اس امر پر تھا کہ آپ نے مسیح موعود لکھا ہے کہ وہ قریش میں سے نہیں اور پھر بعض جگہ لکھا ہے کہ وہ قریشی ہے۔ اس کی مطابقت کیونکر ہو۔ فرمایا (مرزا صاحب نے) مسیح موعود کو جس طرز پر ہم کہتے ہیں کہ وہ قریش میں سے نہیں وہ اس اعتبار سے نہیں جیسے قریش ہیں۔ اہل فارس کو رسول اللہ نے قریش میں سے ٹھہرایا ہے اور میرا الہام بھی ہے سلمان منا اہل البیت۔ اسی نام سے مجھے اہل بیت میں داخل کیا ہے۔ داخل کرنا اور بات ہے اور ہونا اور۔ یہ آنحضرت ﷺ کا اختیار ہے۔ اہل فارس کو آنحضرت ﷺ نے اہل بیت اور قریش میں سے ٹھہرایا ہے۔ اس لئے میں رسول اللہ ﷺ کے اعلام سے قریش اور اہل بیت ہوں.

(ملفوظات ص ۱۳۵ ج ۴)

اس میں کسی نانی دادی کا ذکر نہیں۔ صرف الہامی وجہ بیان فرمائی کی رسول اللہ نے میرا نام سلمان رکھ کر اہل بیت میں داخل کیا۔ لیکن مرزا صاحب نے کبھی عام خط و کتابت یا اشتہارات یا تقاریر میں اپنے آپ کو سلمان کدعی نہیں لکھا۔ نہ ایسا کہا نہ کہلوایا۔ یعنی انہیں رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا نام پسند نہیں۔ اور مرزا کا لفظ ساری عمر انہیں مرغوب رہا جس کے متعلق خود ان کے الہام نے بتا دیا تھا کہ وہ مرزا نہیں، بلکہ بنی فاطمہ یعنی سید ہیں۔ اور اگر کسی نے انہیں یا ان کے خاندان کو مرزا بنا دیا ہے یا مشہور کر دیا ہے تو یہ غلط ہے۔ اور جب الہامی طور پر ایک غلطی کی اصلاح کر دی جائے تو پھر اس پر جمے رہنے کا مطلب یا تو یہ ہوسکتا کہ اس الہام پر اعتبار نہیں۔ یا یہ ہوسکتا ہے کہ اس الہام کی پرواہ نہیں، ہم تو مرزا ہی رہیں گے۔ دونوں صورتیں مرزا صاحب کے لئے زہر قاتل ہیں کیونکہ دونوں صورتیں ان کا اپنے الہام پر عدم ایمان کا مظہر ہیں۔

اور حدیث میں صرف سلمان کو اہل بیت میں داخل کیا گیا ہے سارے فارسیوں کو نہیں اگر سارے فارسی اہل بیت میں داخل ہیں تو سارا ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش ان فارسیوں کی اولاد سے بھرا ہوا ہے جو ہمایوں کے ساتھ اور اس سے پہلے اور اس کے بعد ایران سے آ کر ہندوستان میں آباد ہوکر یہاں شادیاں کر کے مقامی اور افغانی اور ترک اور دیگر نسلوں کے مسلمانوں کی رگوں میں فارسی خون داخل کر کے انہیں بھی اسی طرح فارسی بناتے رہے جس طرح مرزا صاحب اپنے طویل شجرہ نسب میں کسی مجہول الاسم دادی کو

سادات میں شمار کر کے خود فاطمی بنے ہوئے ہیں۔

جس طریق سے مرزا صاحب خود کو بنی فاطمہ کہتے ہیں اس حساب سے تو دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں بنی فاطمہ ہوں گے۔ کیونکہ سید خواتین کی شادیاں شروع سے ہی غیر سید گھرانوں میں ہوتی آئی ہیں۔ حتی کہ حضرت فاطمہ کی بیٹی ام کلثوم کی پہلی شادی حضرت عمر سے ہوئی۔ پھر حضرت حسین کی بیٹی سکینہ کی شادی غیر سیدوں میں ہوئی۔ اور معاملہ آگے چلاتے جائیں تو شائد ہی کوئی مسلمان فیملی ہو جس میں سادات کے خون کی آمیزش نہ ہو۔ مرزا صاحب کا اختصاص کیا ہوا؟

اور یہ تو مرزائیوں کو بھی پتہ ہوگا کہ اموی دور میں سادات گھرانوں کی لڑکیوں کی شادیاں اموی گھرانوں میں ہوتی رہی ہیں۔ یوں بہت سے اموی شہزادے اور امراء ان لڑکیوں کے بطن سے پیدا ہو کر مرزا صاحب کی طرح بنی فاطمہ ہو گئے تھے۔

اور جو لوگ مسلمانوں کی تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اندلس میں مسلمانوں کی سلطنت دراصل اموی خاندان کی سلطنت تھی۔ جب عباسیوں نے امویوں کا دمشق میں قتل عام کیا تو جو اموی شہزادے بچ نکلے انہوں نے اندلس ہی کا رخ کیا تھا۔ اور وہاں ایک مستحکم حکومت قائم کر لی جو کئی صدیاں موجود رہی۔ اس اموی خاندان کے تعلقات اسپین کے عیسائیوں سے بھی رہے۔ ان تعلقات کے نتیجے میں اموی خون (جو سادات خواتین کے خون کی آمیزش کی وجہ مرزا برانڈ بنی فاطمہ کا خون بھی ہے) یورپ کے عیسائی معاشرے میں بھی داخل ہوا۔ ان حالات میں مرزا صاحب کی کیا خصوصیت باقی رہی؟

☆ اور حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب فرماتے ہیں

آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۲)

سب تختوں سے اوپر مرزا صاحب کا تخت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا تخت حضرت ابراہیم سے بھی اونچا ہے۔ حضرت موسیٰ سے بھی اونچا ہے۔ حضرت عیسیٰ سے بھی اونچا ہے۔ حضرات داؤد اور سلیمان سے بھی اونچا ہے۔ حضرت ابوبکر سے بھی اونچا ہے۔ حضرت علی سے بھی اونچا ہے۔ حضرت حسین سے بھی اونچا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ سے بھی اونچا ہے۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے بھی اونچا ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ سے

بھی اونچا ہے ۔ نعوذ باللہ ۔ یہ تو مرزا صاحب کے تخت کا حال تھا ادھران کی جیب بھی اتنی بڑی تھی کہ کہا کرتے تھے

صد حسین است درگریبانم (درثمین)

کہ حسین جیسے سینکڑوں میری جیب میں ہیں ۔ یا سینکڑوں حسین میری جیب میں ہیں ۔

☆ مرزا صاحب اپنا ایک الہام حقیقۃ الوحی میں یوں بیان کرتے ہیں

قرب اجلک المقدر ۔ ان ذا العرش ید عوک ۔ و لا نبقی لک من المخزیات شیئاً ۔ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں..... جاء وقتک ۔ و نبقی لک ا لآ یات با ہرات ۔ جاء وقتک و نبقی لک ا لآ یات بینات ۔ ترجمہ ۔ اب تیرا وقت موت قریب آ گیا ۔ ذوالعرش تجھے بلا تا ہے اور ہم تیرے لئے کوئی رسوا کنندہ امر نہیں چھوڑیں گے ۔ تیرے رب کا وعدہ کم رہ گیا ہے اور ہم تیرے لئے کوئی امر رسوا کنندہ نہیں چھوڑیں گے ۔ زندگی کے دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں ۔ تیرا وقت آ گیا ہے اور ہم تیرے لئے روشن نشان چھوڑیں گے ۔ تیرا وقت آ گیا ہے اور ہم تیرے لئے کھلے نشان باقی رکھیں گے ۔ (حقیقۃ الوحی ۔ص ۱۱۰ ۔ ۱۱۱)

اس الہام سے ملتا جلتا مرزا صاحب کا ایک الہام الوصیت میں بھی ہے اور ہم نے وہاں اس پر کچھ بحث کی ہے ۔ یہاں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ روشن اور کھلے نشان کون سے ہیں جو مرزا صاحب کے الہام کنندہ نے ان کی سچائی ثابت کرنے کے لئے آپ کی موت کے بعد عوام کے لئے چھوڑے ہیں

مرزا صاحب کہتے تھے کہ وہ پادریوں کو قتل کریں گے ۔ لیکن پادری اسی طرح موجود اور دندناتے پھرتے ہیں ۔

مرزا صاحب کہتے تھے کہ مسیح موعود کے زمانے میں جملہ اقوام ایک ہو کر وحدت قومی ظہور میں آئے گی ۔ لیکن دنیا آج بھی بے شمار اقوام اور ادیان سے بھری پڑی ہے اور قادیانی مسیح کی اپنی امت ایک حقیر اقلیت کی حیثیت رکھتی ہے ۔

اور مرزا صاحب نے کہا تھا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل بن رہی ہے ۔ جب بن جائے گی تو میرا نشان ہوگی ۔ مدینہ سے مکہ تک ریل بننے کی نوبت ایک سو سال گزرنے کے بعد بھی نہیں آئی ۔ لیکن دمشق سے مدینہ کے راستے میں کہیں کہیں اکھڑی ہوئی ریلوے

لائن (پٹری) اور اجڑے ہوئے ریلوے سٹیشنوں کے کھنڈرات مرزا صاحب کے کذب کے نشان بنے ہوئے ہیں۔

☆ حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب کا ایک الہام ہے اذا غضبت غضبت جس پر تو غضبناک ہوتا ہے میں غضبناک ہوتا ہوں۔ مرزا صاحب کے لٹریچر پر نظر رکھنے والوں پر یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ آپ عبدالحق غزنوی پر غضب ناک رہتے تھے۔ عبدالجبار غزنوی پر غضب ناک رہتے تھے۔ مولانا احمد اللہ امرتسری پر غضب ناک رہتے تھے مولانا ثناء اللہ امرتسری پر غضب ناک رہتے تھے۔ قاضی سلیمان منصور پوری پر غضب ناک رہتے تھے۔ پیر مہر علی شاہ پر غضب ناک رہتے تھے۔ لیکن ہم نہیں جانتے کہ مرزا صاحب کے غضب کی ہم نوائی میں ان کے الہام کنندہ نے ان لوگوں پر کیا غضب ڈھایا۔

☆ حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب کا ایک الہام یوں ہے یظہرک اللہ و یثنی علیک۔ لو لاک لما خلقت الافلاک خدا تجھے غالب کریگا اور تیری تعریف لوگوں میں شائع کر دیگا۔ مرزا صاحب کو مرے ہوئے ایک صدی گذرنے کو ہے۔ ابھی تک مسلمانوں میں ان کا وجود قابل نفرت گردانا جاتا ہے۔ ان کا تمسخر اڑایا جاتا ہے۔ دن بدن ان کے کذاب ہونے کا عقیدہ پختہ تر ہوتا جاتا ہے۔

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ

. ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گذرا ہے.. اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔
پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں انتظار کرتے ہیں وہ
کرشن میں ہی ہوں. (تتمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲۔ ص ۵۲۱)

پھر کتنے ہندوؤں نے آپ کو کرشن تسلیم کر کے مرزائیت کا دائرہ وسیع کیا؟

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں

'میں نے اپنے رسالہ انجام آتھم میں بہت سے مخالف مولویوں کا نام لے کر مباہلہ کی طرف ان کو بلایا تھا۔ اور صفحہ ۶۶ رسالہ مذکور میں یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی ان میں سے مباہلہ کرے تو میں یہ دعا کرونگا کہ ان میں سے کوئی اندھا ہو جائے اور کوئی مفلوج اور کوئی دیوانہ۔ اور کسی کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہو اور کوئی بے وقت موت سے مر جائے اور کوئی بے عزت ہو اور کسی کو مال کا نقصان پہنچے۔ پھر اگرچہ تمام مخالف

مولوی مرد میدان بن کر مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوئے مگر پس پشت گالیاں دیتے رہے۔ اور تکذیب کرتے رہے۔ چنانچہ ان میں سے رشید احمد گنگوہی نے صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین نہیں کہا بلکہ اپنے ایک اشتہار میں مجھے شیطان کے نام سے پکارا۔ آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام بالمقابل مولویوں میں سے جو باون (۵۲) تھے آج تک صرف بیس زندہ ہیں اور وہ بھی کسی نہ کسی بلا میں گرفتار۔ باقی سب فوت ہو گئے۔ مولوی رشید احمد اندھا ہوا۔ پھر سانپ کے کاٹنے سے مر گیا جیسا کہ مباہلہ کی دعا میں تھا۔ مولوی شاہ دین دیوانہ ہو کر مر گیا۔ مولوی غلام دستگیر خود اپنے مباہلہ سے مر گیا۔ اور جو زندہ ہیں وہ بھی آفات متذکرہ بالا سے خالی نہیں۔ حالانکہ انہوں نے مسنون طور پر مباہلہ نہیں کیا تھا'۔ (روحانی خزائن ج ۲۲ حقیقت الوحی ص ۳۱۳)

سوال یہ ہے کہ کیا حقیقۃ الوحی کی تصنیف کے وقت مولانا امرتسری بیمار تھے یا کسی بلا میں گرفتار تھے؟ مولانا ثناء اللہ سے تو ان دنوں مباہلے کی بات چل رہی تھی اور مولانا کہہ رہے تھے کہ سچے ہو تو آؤ۔ مباہلہ کرو اور بتاؤ کہ مجھ پر کس قسم کا عذاب نازل ہوگا۔ اور دوسری جانب مرزا صاحب تاویلوں کے پردے میں چھپتے پھر رہے تھے۔ کیا مولانا بٹالوی اور مولانا عبدالحق اور مولانا عبدالجبار اور مولانا احمد اللہ (سوائے ایسے عوارض کے جو ضعیف العمر لوگوں کو قدرتی طور پر ہوتے ہیں) کسی بیماری یا آفت میں مبتلا تھے؟ اور اگر مرنے والے مرزا صاحب کی سچائی کی دلیل تھے تو اشتہار مباہلہ ۱۸۹۶ء کے مخاطبین میں سے زندہ لوگ مرزا صاحب کے کذب کی دلیل ہونا چاہیں تھے۔ چلو رشید احمد گنگوہی جھوٹا۔ غلام دستگیر بھی جھوٹا کہ وہ مرزا صاحب کی زندگی میں (بغیر مباہلہ کے مر گئے تھے)، دوسری طرف مرزا صاحب بھی جھوٹے ہو گئے کہ نہ صرف حقیقۃ الوحی کی تصنیف ار بعد میں مرزا کی موت کے وقت بھی مولانا ثناء اللہ اور مولانا بٹالوی اور مولانا عبدالحق غیرہ زندہ تھے۔

☆ اور حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب، عبدالحکیم کے متعلق لکھتے ہیں

'ہر ایک کو سوچنا چاہیے کہ اس شخص کی حالت ایک مخبط الحواس انسان کی ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے' (حقیقت الوحی۔ خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۱

اب مرزا صاحب کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں

'اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کیلئے مہر دی جو

کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ہے۔یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے۔اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔یعنی معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ 'علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل' یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہونگے۔اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر ان کی نبوت حضرت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔ حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ دخل نہ تھا۔اس وجہ سے میری طرح ان کا یہ نام نہ ہوا کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔بلکہ وہ انبیاء مستقل نبی کہلائے۔اور براہ راست ان کو منصب نبوت ملا' (حقیقت الوحی ص ۱۰۰ خزائن ج ۲۲ حاشیہ)

اور ایک دوسری جگہ مرزا صاحب کا ایک قول یوں درج ہے

'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے'

(الحکم مورخہ ۲۴۔نومبر ۱۹۰۲ء ص ۵ کالم ۶)

قول اول میں حضرت موسیٰ کے اتباع سے نبی بننے سے انکار ہے اور قول دوم میں اقرار ہے۔ کلام میں تنقیض اور کسے کہتے ہیں؟ اور مخبوط الحواس کون ہوا؟

تحفہ گولڑویہ میں ص ۲۹۲ پر دانیال نبی کی پیش گوئی کو اپناتے ہوئے لکھا ہے ..

اس وقت بارہ سونوے دن ہوں گے۔مبارک ہے جو انتظار کیا جائے گا اور اپنا کام محنت سے کرے گا۔اور تیرہ سو پینتیس روز تک (حاشیہ از مرزا۔اس فقرہ میں دانیال نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے ظہور سے (جو محمد ﷺ ہے) جب بارہ سو نوے برس گذر جائیں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا۔اور تیرہ سو پینتیس تک اپنا کام چلائے گا۔یعنی چودھویں صدی میں سے پینتیس برس برابر کام کرتا رہے گا۔ (تحفہ گولڑویہ ص۔خزائن ج ۱۷ ص ۲۵۸) یعنی اپنے مامور ہونے کا سال ۱۲۹۰ھ بتایا ہے۔ اربعین نمبر ۳ کے میں لکھتے ہیں ۔یہ دعویٰ من جانب اللہ ہونے اور مکالمات الٰہیہ کا تقریبا تیس برس برس سے ہے ۔اور اکیس برس سے براہین احمدیہ شائع ہے (اربعین ۳، خزائن ۱۷ ص ۵۱) اس لحاظ سے وہ ۱۸۷۰ء کے عشرے میں مامور ہوئے۔اور نشان آسمانی میں لکھا ہے . اس روز سے جو وہ

امام ملہم ہو کر اپنے تئیں ظاہر کرے گا چالیس برس تک زندگی کرے گا۔اب واضح رہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ ۸۰ برس تک یا اس کے قریب تیری عمر ہے۔سو اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے جس میں سے دس برس کامل گذر بھی گئے۔دیکھو براہین احمدیہ ص ۲۳۸ (نشان آسمانی۔خزائن۔ج ۴ ص ۲۰) چونکہ نشان آسمانی جون ۱۸۹۲ء میں پہلی بار طبع ہوئی اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو اس سے دس برس قبل ۱۸۸۲ء میں مامور ہونا بتاتے ہیں۔ان تینوں تحریروں میں تناقض ہے اور جو مرزا صاحب کے مخبوط الحواس ہونے کا ثبوت ہے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں

'آخرانجام یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد خدا نے مرنے سے بچالیا۔اور ان کی وہ دعا منظور کرلی جو انہوں نے درد دل سے باغ میں کی تھی۔جیسا کہ لکھا ہے کہ جب مسیح کو یقین ہوگیا کہ یہ خبیث یہودی میری جان کے دشمن ہیں اور مجھے نہیں چھوڑتے تب وہ ایک باغ میں رات کے وقت جا کر زار زار رویا اور دعا کی کہ یا الٰہی اگر یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے تو تجھ سے بعید نہیں۔تو جو چاہتا ہے کرتا ہے۔اس جگہ عربی انجیل میں سے عبارت لکھی ہے 'نبکی بدموع جارية و عبرات متحدرة فسمع لنقواه)(یعنی یسوع مسیح اس قدر رویا کہ دعا کرتے کرتے اس کے منہ پر آنسو رواں ہو گئے اور وہ آنسو پانی کی طرح اس کے رخساروں پر بہنے لگے۔اور وہ سخت رویا اور سخت دردناک ہوا۔تب اس کے تقوے کی وجہ سے اس کی دعا سنی گئی)۔ (تذکرۃ الشہادتین۔خزائن ج ۲۰ ص ۲۸۔۲۹)

اس کے خلاف مرزا صاحب کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

'حضرت مسیح علیہ السلام نے ابتلاء کی رات میں جس قدر تضرعات کئے وہ انجیل سے ظاہر ہیں۔تمام رات حضرت مسیح جاگتے رہے اور جیسے کسی کی جان ٹوٹتی ہے غم و اندوہ سے ایسی حالت ان پر طاری تھی۔وہ ساری رات رو رو کر دعا کرتے رہے کہ وہ بلاء کا پیالہ جو ان کے لئے مقدر تھا ٹل جائے۔باوجود اس گریہ وزاری کے دعا پھر بھی منظور نہ ہوئی کیونکہ ابتلاء کے وقت دعا منظور نہیں ہوا کرتی'

(تبلیغ رسالت ج ا ص ۱۳۲۔۱۳۳)

ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں

آیت فلما توفیتنی سے پہلے یہ آیت ہے واذ قال اللہ یا عیسی ا انت قلت للناس ... الخ اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول میں اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا، نہ کہ استقبال کا ' (ازالہ اوہام ج دوم۔خزائن ج ۳ ص ۴۲۵)

دوسری جگہ رقم طراز ہیں کہ اس تمام آیت (اذ قال اللہ) کے اول و آخر کی آیتوں کے ساتھ یہ معنی ہیں کہ خدا قیامت کے دن حضرت عیسی علیہ السلام کو کہے گا کہ تو نے ہی لوگوں کو کہا تھا کہ...۔الخ (نصرۃ الحق ص ۴۰) یعنی واقعہ مستقبل کا ہے۔

انجام آتھم میں جو ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء کو شائع ہوئی مرزا صاحب لکھتے ہیں

. مولوی ثناء اللہ امرتسری نے مباہلہ کی دعوت پر اطلاع پا کر اپنے خط میں مولوی عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کا ذکر کیا ہے شائد اس ذکر سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مباہلہ سے عبدالحق پر کوئی بلا نازل نہ ہوئی اور نہ اس طرف کوئی نیک اثر ہوا ۔سو میں اس کو اور اس کے رفیقوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ اول تو یہ بات صحیح نہیں کہ اس مباہلہ کے بعد عبدالحق کو کوئی واقعی ذلت نہ پہنچی ہو یا ہمیں کوئی واقعی عزت حاصل نہ ہو ئی ہو جیسا کہ میں آگے چل کر بیان کروں گا۔ ماسوا اس کے وہ مباہلہ درحقیقت میری درخواست سے نہیں تھا اور نہ میرا اس میں یہ مدعا تھا کہ عبدالحق پر بد دعا کروں۔ اور نہ میں نے بعد مباہلہ کبھی اس بات کی طرف توجہ کی۔ اس بات کو اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ میں نے کبھی عبدالحق پر بد دعا نہیں کی اور اپنے دل کے جوش کو ہرگز اس طرف توجہ نہیں دیا۔ (انجام آتھم خزائن ج ۱۱ حاشیہ ۔ص ۳۰۴۔۳۰۵)۔

اور اس تحریر کے ساڑھے پانچ سال بعد مرزا صاحب نے نزول المسیح میں لکھا کہ

. صدہا مخالف مولویوں کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا جن میں سے عبدالحق غزنوی میدان میں نکلا۔

یعنی ایک تحریر میں کہتے ہیں کہ عبدالحق سے مباہلہ ان کی اپنی درخواست یا دعوت پر

نہیں تھا اور دوسری تحریر میں کہتے ہیں کہ انہوں نے صدہا علماء کو مباہلے کی دعوت دی تھی لیکن صرف ایک مولوی عبدالحق ان کی دعوت قبول کر کے میدان میں نکلا۔ مرزا صاحب کی ان تحریروں میں تناقض ہے جو انہی کے بقول ان کے مخبوط الحواس ہونے کا نشان ہے۔

☆ مرزا صاحب حقیقۃ الوحی میں کہتے ہیں.

اور دنیا میں کوئی نبی نہیں گذرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے میں آدم ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحاق ہوں۔ میں یعقوب ہوں۔ میں اسماعیل ہوں۔ میں موسی ہوں۔ میں داؤد ہوں۔ میں عیسی بن مریم ہوں میں محمد ﷺ ہوں یعنی بروزی طور پر .... پھر خدا نے کسر صلیب کے لئے میرا نام مسیح قائم رکھا تا جس صلیب نے مسیح کو توڑا تھا اور اس کو زخمی کیا تھا دوسرے وقت میں مسیح اس کو توڑے مگر آسمانی نشانوں کے ساتھ نہ انسانی ہاتھوں کے ساتھ۔ کیونکہ خدا کے نبی مغلوب نہیں رہ سکتے۔ سو سن عیسوی کی بیسویں صدی میں پھر خدا نے ارادہ فرمایا کہ صلیب کو مسیح کے ہاتھ سے مغلوب کرے.

(تتمہ حقیقۃ الوحی خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۱)۔

بیسویں صدی کا آغاز ۱۹۰۱ء سے ہوتا ہے اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ بیسویں صدی میں خدا نے ارادہ فرمایا کہ صلیب کو مسیح کے ہاتھ سے مغلوب کرے۔ اس کا مطلب یہ ہوا گویا ۱۹۰۰ء سے پہلے مرزا صاحب کا مشن کسر صلیب نہیں تھا۔ پھر آتھم سے مباحثے اور براہین احمدیہ کی تصنیف کا کیا مقصد تھا؟ ہمیں تو مرزا صاحب یہی بتاتے رہے ہیں کہ عیسائیوں کو دلائل سے مغلوب کرنا ہی کسر صلیب ہے۔ اور یہ دونوں کام (براہین احمدیہ کی تصنیف اور آتھم سے مناظرہ) آپ نے بزعم خود عیسائیوں کو مغلوب کرنے کے لئے ہی کئے تھے۔ عیسائی ان سے مغلوب نہ ہو سکے۔ نہ انیسویں صدی عیسوی میں نہ بیسویں صدی میں۔ اور اب تو اکیسویں صدی چل رہی ہے۔ اور عیسائیت آج بھی دنیا کا سب سے بڑا مذہب شمار ہوتا ہے۔ یعنی مرزا صاحب کا مشن ابھی تک نامکمل ہے جبکہ مرزا صاحب عرصہ ہوا واپس جا چکے ہیں۔ اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ جب سچا مسیح آئے گا تو کسر صلیب بھی ہو جائے گا۔

☆ حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب کہتے ہیں.

(میری کتاب) تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷ میں لکھا ہے۔ اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو کہ غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ پھر ریویو جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ میں مذکور ہے خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ پھر ریویو صفحہ ۴۷۸ میں لکھا ہے مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا۔ اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا۔ خلاصہ یہ کہ (بعض لوگوں کے نزدیک میری) ان دونوں عبارتوں (تریاق اور ریویو کی عبارتوں) میں تناقض ہے۔ (لیکن) یاد رہے کہ اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض۔ کہ میں مسیح موعود کہلاؤں یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں۔ خدا نے میرے ضمیر کی اپنی پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے قل اجرد نفسي من ضروب الخطاب یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا تو یہ حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا۔ یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے میرا اس میں دخل نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ ایسا کیوں لکھا گیا اور کلام میں یہ تناقض کیوں پیدا ہو گیا۔ سو اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہو گا۔ مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسی رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسی آسمان سے نازل ہوں گے اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا وہ تو ہی ہے۔ اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے۔ اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے

کھڑے ہو گئے۔اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔مگر بعد میں جو خدا تعالی کی وحی بارش کی طرح مجھ پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا تعالی کی وحی کی اس رسالہ میں لکھی ہیں ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالی میری نسبت کیا فرماتا ہے۔میں خدا تعالی کی تئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کرسکتا ہوں ... اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ مسیح ابن مریم آخری خلیفہ موسی علیہ السلام کا ہے اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے۔اس لئے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے ..... خلاصہ یہ کہ میری کلام میں کچھ تناقض نہیں۔میں تو خدا تعالی کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔میں انسان ہوں مجھے عالم الغیب ہونے کا دعوی نہیں۔ بات یہی ہے جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔میں نہیں جانتا کہ خدا نے ایسا کیوں کیا. (حقیقۃ الوحی ص۱۵۳۔۱۵۴خزائن ج ۲۲)۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا عیسی علیہ السلام جناب موسی کے خلیفہ ہیں؟ وہ تو خود صاحب شریعت نبی ہیں۔اور اگر عیسی خلیفہ ہو کر بھی صاحب شریعت ہو سکتے ہیں تو کیا مرزا صاحب بھی صاحب شریعت ہیں؟ اور مرزا صاحب تو خلیفہ نہیں بلکہ بقول خود بروز محمد ہیں۔ خود محمد ﷺ ہیں اور ان کا تخت تو سب سے اونچا ہے۔ اور انہوں نے اپنے کلام اور عقائد میں تناقض کو رفع کرنے کے لئے حوالہ دیا ہے اپنی ہی براہین کا۔کوئی ان پوچھے کہ اعتراض کرنے والے اگر مرزا صاحب کے مخالفین ہیں تو مرزا صاحب ہی کی کتاب سے دلیل کی ان کے نزدیک کیا حیثیت رکھتی ہے؟ کیا براہین مسلمانوں کے مسلمات میں سے

ہے؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔

☆ حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب کا ایک الہام یوں ہے

انی احا فظ کل من فی الدار اور میں ہر ایک کو جو اس گھر میں ہے نگہ میں رکھوں گا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۷٦)۔ اس الہام پر کسی اور جگہ بات ہو چکی ہے۔

☆ حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب کا ایک الہام یوں ہے

یا آدم اسکن انت و زو جک الجنۃ ۔ یا مریم اسکن انت و زوجک الجنۃ ۔ یا احمد اسکن انت و زو جک الجنۃ ۔ اے آدم تو اور تیرے دوست بہشت میں داخل ہو۔ اے مریم تو اور تیرے دوست بہشت میں داخل ہو۔ اے احمد تو اور تیرے دوست بہشت میں داخل ہو ۔ (حقیقۃ الوحی ص ۷۹۔۸۰)

اس الہام پر کسی اور جگہ اس کتاب میں بحث ہو چکی ہے۔

☆ حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب کا ایک الہام یوں ہے

ادعونی استجب لکم ۔ مجھ سے مانگو میں تمہیں دونگا

مرزا صاحب کی دعاؤں کے موضوع پر اس کتاب میں الگ سے بحث کی گئی ہے

☆ حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب کا ایک الہام یوں ہے

اطال اللہ بقائک اسی (۸۰) یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم ۔ خدا تیری عمر دراز کرے گا ۔ اسی (۸۰) برس یا پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۰)

مرزا صاحب کی عمر پر ہم الگ سے بحث کریں گے ۔ انشاء اللہ

☆ اور حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب کہتے ہیں

. عرصہ بیس یا اکیس برس کا گذر گیا ہے ۔ کہ میں نے ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں چار لڑکے دوں گا جو عمر پاویں گے

(حقیقۃ الوحی ۔ ص ۲۱۸)

اگر خدا نے چار لڑکوں کے عمر پانے کا وعدہ دیا تھا تو پھر صاحبزادہ مبارک احمد صاحب آٹھ سال کی عمر میں وفات کیوں پا گئے؟.

اور شائد اسی اعتراض سے بچنے کے لئے جنوری ۱۹۰۳ء میں جب بیوی حاملہ تھی تو آپ نے ایک اور بیٹے کی پیش گوئی یوں فرما دی تھی

الحمد لله الذی و ھب لی علی الکبر اربعة من البنین و بشر نی بخا مس سب
تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھے چار لڑکے دیئے اور پانچویں کی
بشارت دی۔ (مواہب الرحمٰن ص ۱۳۹)

اور ۲۸ جنوری ۱۹۰۳ء کو لڑکی پیدا ہوئی۔ پھر مئی ۱۹۰۴ء میں جب بیوی پھر
حاملہ تھی تو الہام شائع کیا

دخت کرام۔ شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا۔

(البشری ج ۲ ص ۹۱ بحوالہ بدر ۱۸ مئی ۱۹۰۴ء)

اس الہام کے ایک ماہ بعد ۲۴ جون ۱۹۰۴ء کو لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام امة الحفیظ
رکھا (حقیقة الوحی ص ۲۱۸)۔ مگر وہ شوخ و شنگ لڑکا نہ اس حمل سے اور نہ بعد میں پیدا ہوا

☆ حقیقة الوحی میں مرزا صاحب نے لکھا

اور آنحضرت ﷺ کے نام کا مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔

(حاشیہ حقیقة الوحی۔ خزائن ج ۲۲ ص ۷٦)۔

اور اس کی تشریح بالفاظ مرزا یوں ہے

۔ میں بموجب آئت و آخرین منهم لما یلحقوا بهم بروزی طور پر وہی نبی
خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور
احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے
آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ
ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ﷺ ہوں پس اس طور
سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی
بہرحال محمد ﷺ ہی نبی رہے نہ کوئی اور۔ یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت
ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ
ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعوی
کیا۔ (ایک غلطی کا ازالہ، اشتہار نمبر ۲۴۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۴۳۱ تا ۴۴۲)۔

اس عبارت کو ہم بلاتبصرہ چھوڑتے ہیں۔

بشیر اول

۱۸۸۶ء مرزا غلام احمد صاحب نے پیش گوئی کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا اور اس میں لکھا

. بالہام اللہ تعالی واعلامہ عزوجل خدائے رحیم وکریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ و عزاسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں ۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا ۔سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے باپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے ۔فضل اوراحسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہےاور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے ۔اے مظفر تجھ پر سلام ۔خدا نے یہ کہا تا کہ وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اورخدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اوراس کے پاک رسول محمد ﷺ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جاوے ۔سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا ۔ایک ذکی غلام تجھے ملے گا ۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے ۔اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور

عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت اورغیوری نے اسے کملہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین اور فہیم ہو گا۔ اور دل کا حلیم اورعلوم ظاہری سے پر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والہ ہو گا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے)۔ دوشنبہ ہے۔ مبارک دوشنبہ۔ فرزند دل بند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر۔ مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا نور آتا ہے نور جس کو خدانے اپنی رضامندی سے عطر ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وکان امراً مقضیاً

پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہوگی.... ...تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید، تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں....فقط

۔خاکسار مرزا غلام احمد، ہوشیار پور طویلہ شیخ مہر علی رئیس ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

(مجموعہ اشتہارات ج اص ۱۰۰ تا ۱۰۲)

اس اشتہار کی اشاعت کے بعد مرزا صاحب پر اعتراضات ہوئے تو لکھا

. اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ یہ صرف پیش گوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جل شانہ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم مصطفیٰ ﷺ کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلی واولی واکمل وافضل واتم ہے کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جائے۔ اور ایسا مردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت بائیبل میں لکھا گیا جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے اور پھر باوصف ان

سب عقلی ونقلی جرح وقدح کے یہ بھی منقول ہے کہ ایسا مردہ صرف چند منٹ کے لئے زندہ رہتا تھا اور پھر دوبارہ اپنے عزیزوں کو دوہرے ماتم میں ڈال کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا جس کے دنیا میں آنے سے نہ دنیا کو کچھ فائدہ پہنچتا نہ خود اس کو آرام ملتا تھا اور نہ اس کے عزیزوں کو کوئی سچی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ سو اگر حضرت مسیح کی دعا سے بھی کوئی روح دنیا میں آئی تو درحقیقت اس کا آنا، نہ آنا برابر تھا۔ اور بفرض محال اگر ایسی روح کئی سال جسم میں باقی بھی رہتی تب بھی ایک ناقص روح کسی رذیل یا دنیا پرست کی جو احد من الناس ہے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ مگر اس جگہ بفضلہٖ تعالی و احسانہ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ، خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی...راقم خاکسار غلام احمد ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء (مجموعہ اشتہارات ج اول ص ۱۱۳۔ ۱۱۶

اور پھر درج ذیل اشتہار دیا

. چونکہ اس عاجز کے اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء پر جس میں ایک پیش گوئی درباره تولد ایک فرزند صالح ہے جو بصفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا دو شخص سکنہ قادیان یعنی حافظ سلطانی کشمیری و صابر علی نے روبروئے مرزا نواب بیگ ومیاں شمس الدین و مرزا غلام علی ساکنان قادیان یہ دروغ بے فروغ برپا کیا ہے کہ ہماری دانست میں عرصہ ڈیڑھ ماہ سے صاحب مشتہر کے گھر میں لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ نامبردگان کا سراسر افتراء دروغ بمقتضائے کینہ وحسد و عناد جبلی ہے جس سے نہ صرف مجھ پر بلکہ تمام مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم ان کے قول دروغ کا رد واجب سمجھ کر عام اشتہار دیتے ہیں کہ ابھی تک جو مارچ ۱۸۸۶ء ہے ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی ۲۰۔۲۲ سال سے زیادہ عمر ہے پیدا نہیں ہوا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا اور یہ اتہام کہ گویا ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہو گیا ہے سراسر دروغ ہے ہم اس دروغ کے ظاہر کرنے کے لئے لکھتے ہیں کہ آج کل ہمارے گھر کے لوگ بمقام چھاؤنی انبالہ صدر بازار اپنے والدین کے پاس یعنی والد میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس دفتر نہر کے

پاس بودو باش رکھتے ہیں۔ اور ان کے گھر کے متصل منشی مولا بخش صاحب ملازم ڈاک ریلوے اور بابو محمد صاحب کلرک دفتر نہر رہتے ہیں۔ معترضین یا جس شخص کو شبہ ہو اس پر واجب ہے کہ اپنا شبہ رفع کرنے کے لئے وہاں چلا جاوے اور اس جگہ اردگرد سے خوب دریافت کر لے۔ اگر کرایہ آمدورفت موجود نہ ہو تو ہم اس کو دے دیں گے۔ لیکن اگر اب بھی جا کر دریافت نہ کرے اور نہ دروغ گوئی سے باز آوے تو بجز اس کے ہمارے اور حق پسندوں کی نظر میں لعنة الله علی الکاذبین کا لقب پاوے اور نیز زیر عتاب حضرت احکم الحاکمین کے آوے اور کیا ثمرہ اس یاوہ گوئی کا ہوگا۔ خدا تعالی ایسے شخصوں کو ہدائت دیوے جو جوش حسد میں آ کر اسلام کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے اور اس دروغ گوئی کے مآل کو بھی نہیں سوچتے۔

اس جگہ اس وہم کا دور کرنا بھی قرین مصلحت ہے کہ بمقام ہوشیار پور ایک آریہ صاحب نے اس پیش گوئی پر بصورت اعتراض پیش کیا تھا کہ لڑکا لڑکی کے پیدا ہونے کی شناخت دائیوں کو بھی ہوتی ہے۔ دائیاں بھی معلوم کر سکتی ہیں کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی۔ واضح رہے کہ ایسا اعتراض کرنا معترض صاحب کی سراسر حیلہ سازی و حق پوشی ہے کیونکہ اول تو کوئی دائی ایسا دعوی نہیں کر سکتی بلکہ ایک حاذق طبیب بھی ایسا دعوی ہرگز نہیں کر سکتا کہ اس امر میں میری رائے قطعی اور یقینی ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ صرف ایک اٹکل ہوتی ہے کہ جو بارہا خطا جاتی ہے۔ علاوہ اس کے یہ پیش گوئی آج کی تاریخ سے دو برس پہلے کئی آریوں اور مسلمانوں و بعض مولویوں و حافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی چنانچہ آریوں میں سے ایک شخص ملاوامل نام جو سخت مخالف اور نیز شرمپت ساکنان قصبہ قادیان ہیں ماسوا اس کے ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مفہوم پیش گوئی کا اگر بنظر یکجائی دیکھا جائے تو ایسا بشری طاقتوں سے بالاتر ہے جس کے نشان الہی ہونے میں کسی کو شک نہیں رہ سکتا۔ اگر شک ہو تو ایسی قسم کی پیش گوئی جو ایسے ہی نشان پر مشتمل ہو پیش کرے۔ اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ یہ صرف پیش گوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جل شانہ نے ہمارے نبی رؤف ورحیم محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کر

نے سے صد ہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے کیونکہ مردہ کو زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جاوے اور ایسا مردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیاء علیہ السلام کی نسبت بائبل میں لکھا گیا ہے جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے اور پھر باوصف ان سب عقلی و نقلی جرح و قدح کے یہ بھی منقول ہے کہ ایسا مردہ صرف چند منٹ زندہ رہتا تھا اور پھر دوبارہ اپنے عزیزوں کو دوہرے ماتم میں ڈال کر اس جہان فانی سے رخصت ہو جاتا جس کے دنیا میں آنے سے نہ دنیا کو فائدہ پہنچتا تھا نہ خود اس کو آرام ملتا تھا اور نہ اس کے عزیزوں کو کوئی سچی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ سو اگر مسیح علیہ السلام کی دعا سے بھی کوئی روح دنیا میں آئی تو درحقیقت اس کا آنا نہ آنا برابر تھا۔ اور بفرض محال اگر ایسی روح کئی سال جسم میں باقی بھی رہتی تب بھی ایک ناقص روح کسی رذیل یا دنیا پرست کی جو احد من الناس ہے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی مگر اس جگہ بفضلہ تعالیٰ و احسانہ و برکت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاء موتی کے برابر معلوم ہوتا ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا یہ نشان مردوں کے زندہ کرنے سے صد ہا درجہ بہتر ہے۔ مردہ کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ہی ایک روح منگوائی گئی ہے مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں آنحضرت ﷺ کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟

اے لوگو، میں کیا چیز ہوں اور کیا حقیقت، جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے وہ درحقیقت میرے پاک متبوع پر جو نبی کریم ﷺ ہے حملہ کرنا چاہتا ہے، مگر اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ آفتاب پر خاک نہیں ڈال سکتا۔ بلکہ وہی خاک اس کے سر پر اس کی آنکھوں پر اس کے منہ پر گر کر اس کو ذلیل اور رسوا کرے گی۔ اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی شان و شوکت اس کی عداوت اور اس کے بخل سے کم نہیں ہوگی بلکہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ ظاہر کرے گا۔ کیا تم فجر کے قریب آفتاب کو نکلنے سے روک سکتے ہو۔ ایسے ہی تم

آنخضرت ﷺ کے آفتاب صداقت کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ خدا تعالی تمہارے کینوں اور بخلوں کو دور کرے۔ و السلام علی من اتبع الھدی۔ راقم خاکسار غلام احمد مئولف براہین احمدیہ از قادیان ضلع گورداسپور ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء

(مجموعہ اشتہارات ج ا ص تا ۱۱۶)

اس پر بھی اعتراضات ہوئے تو مرزا صاحب نے ان کے جواب میں ایک اور اشتہار دیا تھا جو درج ذیل ہے

اشتہار صداقت آثار

واضح ہو کہ اس خاکسار کے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مرادآبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے رکھی گئی ہے یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔ ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے۔ سو اول تو اس کے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آ سکتا بلکہ صریح دلی انصاف ہر ایک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے عالی درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ اور دعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بے شک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے۔ نہ یہ کہ صرف پیش گوئی ہے۔ ماسوا اس کے اب بعد اشاعت اشتہار مندجہ بالا دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ تعالی جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب کے حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا اور پھر بعد اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولی کریم جل شانہ کا ہے اس لئے اسی قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا۔ آئندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا وہ بھی شائع کیا جاوے گا۔ والسلام

من اتبع الہدی ۔ المشتھر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۸ ۔ اپریل ۱۸۸۶ء ۔ مطابق دوم رجب ۱۳۰۳ھ ۔ (مجموعہ اشتہارات ج اص ۱۱۶ تا ۱۱۷)

اور پھر اشتہار محک اخیار و اشرار شائع فرمایا جس میں لکھا

سو واضح ہو کہ بعض مخالف نا خدا ترس ... ہمارے اشتہار مطبوعہ ۸ ۔ اپریل ۱۸۸۶ء کو یہودیوں کی طرح محرف و مدبل کر کے اور کچھ کے کچھ معنے بنا کر سادہ لوگوں کو سناتے ہیں ۔ نیز اپنی طرف سے اشتہارات شائع کرتے ہیں ۔ تا دھوکہ دے کر ان کے ذہن نشین یہ کریں کہ جو لڑکا پیدا ہونے کی پیش گوئی تھی اس کا وقت گذر گیا اور وہ غلط نکلی ....نہیں دیکھتے کہ استہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں ساف صاف تولد فرزند موصوف کے لئے نو برس کی میعاد لکھی گئی ہے ۔ اور اشتہار ۸ ۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں کسی برس یا مہینے کا ذکر نہیں اور نہ اس میں یہ ذکر ہے کہ جو نو برس کی میعاد رکھی گئی تھی اب وہ منسوخ ہو گئی ہے ۔ ہاں اس اشتہار میں ایک فقرہ ذوالوجوہ درج ہے کہ مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا ۔ مگر کیا اسی فقرہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ مدت حمل سے ایام باقی ماندہ حمل موجودہ مراد ہیں ۔ کوئی اور مدت نہیں ۔ اگر اس فقرہ کے سر پر ، اس ، کا لفظ ہوتا تو بھی اعتراض کرنے کی کچھ گنجائش نکل سکتی تھی ۔ مگر جب الہامی عبارت کے سر پر ، اس ، کا لفظ وارد نہیں تو پھر خواہ مخواہ اس فقرہ سے وہ معنی نکالنا جو اس صورت میں نکالے جاتے ہیں جو ، اس ، کا لفظ فقرہ مذکور کے سر پر ہوتا ، بے ایمانی اور بد دیانتی نہیں تو اور کیا ہے ..سو فقرہ مذکورہ بالا یعنی یہ کہ ، مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا ، ایک ذوالوجوہ فقرہ ہے جس کی ٹھیک ٹھیک وہی تشریح ہے جو میر عباس علی شاہ صاحب لدھیانوی نے اپنے اشتہار ۸ ۔ جون ۱۸۸۶ء میں کی ہے ۔ یعنی یہ کہ مدت موعودہ حمل سے (جو نو برس ہے) یا مدت معہودہ حمل سے (جو طبیبوں کے نزدیک اڑھائی برس یا کچھ زیادہ ہے) تجاوز نہیں کر سکتا ۔.... خدا تعالی کی طرف سے یہ ایک بڑی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے اب کی دفعہ لڑکا عطا نہیں کیا کیونکہ اگر وہ اب کی دفعہ ہی پیدا ہوتا ۔ تو ایسے لوگوں پر کیا اثر پڑ سکتا جو پہلے ہی کہتے تھے کہ قواعد طبی کی رو سے حمل موجودہ کی علامات سے ایک حکیم آدمی بتلا سکتا ہے کہ کیا پیدا ہو گا ۔.....سو یہ اچھا ہوا کہ خدا تعالی نے تولد فرزند مسعود موعود کو دوسرے وقت پر ڈال دیا ...اس عاجز نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیش گوئی

خدا تعالی کی طرف سے بیان کی تھی کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی ....

خاکسار غلام احمد (مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۱۲۴۔ ۱۳۲)

اور جب ایک لڑکا پیدا ہوا تو آپ نے اپنے مرید منشی رستم علی کو لکھا

. آج سولھویں ذی قعد ۱۳۰۴ھ بفضلہٖ تعالی وکرمہ اس عاجز کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے ۲۲ ذی قعد مطابق ۱۳ اگست روز عقیقہ ہے اگر کچھ موجب تکلیف و حرج نہ ہو تو آپ بھی تشریف لا کر ممنون احسان فرمائیں۔

(مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۴۹۔ ۵۰)

اور یہ اشتہار دیا تھا

خوش خبری۔ اے ناظرین۔ میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالی سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا۔ آج ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا۔ فالحمدللہ علی ذالک

اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کس قدر بزرگ پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ آریہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیش گوئی منظور کریں گے جس کا وقت بتلایا جائے۔ سو اب یہ پیش گوئی انہیں منظور کرنی پڑی کیونکہ اس پیش گوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائے گا ضرور لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حمل بھی کچھ دور نہیں۔ بلکہ قریب ہے۔ یہ مطلب اگرچہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں نے اسی اشتہار میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینہ پہلے روح القدس سے قوت پا کر مفصل مضمون مذکورہ بالا لکھ دیا یعنی یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہوگا۔ آریوں نے حجت کی تھی کہ یہ فقرہ الہامی کہ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا حمل موجودہ سے خاص تھا جس سے لڑکی ہوئی۔ میں نے ہر ایک مجلس اور ہر ایک تحریر و تقریر میں انہیں جواب دیا کہ یہ حجت تمہاری فضول ہے کیونکہ

کسی الہام کے وہ معنی ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے۔ اور خدا تعالی سے خاص طاقت پا کر اس کے معنی کرتا ہے پس جس حالت میں لڑکی پیدا ہونے سے کئی دن پہلے عام طور پر کئی سو اشتہار چھپوا کر میں نے شائع کر دیئے اور بڑے بڑے آریوں کی خدمت میں بھی بھیج دیئے۔ تو الہامی عبارت کے وہ معنی قبول نہ کرنا جو خود ایک خفی الہام نے میرے پر ظاہر کئے اور پیش از ظہور مخالفین تک پہنچا دیئے گئے۔ ہٹ دھرمی ہے یا نہیں۔ کیا ملہم اپنے الہام کے معانی بیان کرنا یا مصنف کا اپنی تصنیف کے کسی عقیدہ کو ظاہر کرنا تمام دوسرے لوگوں کے بیانات سے عندالعقل زیادہ معتبر نہیں ہے بلکہ خود سوچ لینا چاہیے کہ مصنف جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعوی کر لیتا ہے تو وہ اپنے اس الہام اور اس کی تشریح کا آپ ذمہ دار ہوتا ہے۔ اور اس کی باتوں میں دخل بے جا دینا ایسا ہے جیسا کوئی کسی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنی نہیں بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں۔ اب ہم اصل اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں تا کہ ان کو اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیش گوئی کی نسبت کیا دعوی کیا تھا اور پھر وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔ المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان۔ ۷ اگست ۱۸۸۷ء

(مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۴۱۔۱۴۲)

اس اشتہار نے تمام نزاعوں کا فیصلہ کر کے مرزا صاحب کے لئے آئندہ مشکلات کا دروازہ کھول دیا تھا کیونکہ موعود لڑکے کے اوصاف تو یہ تھے کہ وہ سخت ذہین فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائیگا فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول و الآخر مظہر الحق و العلا کان اللہ نزل من السماء۔ اور اس کی تعریف میں ایک یہ الہام ہوا کہ جاءک النور و ھو افضل منک۔ یعنی کمالات استعدادیہ میں وہ تجھ سے افضل ہے۔ مکتوب ۴ دسمبر ۱۸۸۸ء (تذکرہ ص ۱۵۱)۔ لڑکے کا نام پیش گوئی میں بشیر تھا تو اسی لڑکے کا نام مرزا صاحب نے بشیر رکھ دیا جس کا مطلب ہے کہ آپ اسی لڑکے کو پیش گوئی کا مصداق سمجھتے تھے۔ اور مرزا صاحب کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور اس

حالت میں آپ نے اپنے پولیس افسر مرید کو لکھا تھا

. ایک خادم کی ضرورت ہے۔ قادیان کے لوگوں کا حال دگر گوں ہے۔ ہمارا یہ منشا ہے کہ کوئی باہر سے خادم آئے جو طفل نو زاد کی خدمت میں مشغول رہے۔ آپ اس میں نہائت درجہ سعی فرماویں کہ کوئی نیک طبیعت اور دین دار خادم کہ جو کسی قدر جوان ہو مل جائے اور جواب سے مطلع فرماویں . ۲۱ اگست ۱۸۸۷ء کا خط۔

(مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۴۹)

پھر لکھا

. جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کوئی خادم ضرور تلاش کریں اور پھر تحریر فرمانے پر روانہ کر دیں۔ ۲۲ اگست ۱۸۸۷ء کا خط۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳)

پھر لکھا

. اور خادم کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن آپ اول بخوبی معلوم کر لیں کہ وہ نیک چلن اور نیک بخت ہے اور محنتی ہے اور پھر تنخواہ بھی بکفا ئت ہو۔ اس کے حال سے مفصل اطلاع بخشیں۔ ۴ ستمبر ۱۸۸۷ء کا خط۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۵۱)

اور پھر لکھا کہ اس بچے کے لئے ہمیں ایک خادمہ کی بھی ضرورت ہے جو

. نیک بخت اور ہشیار اور بچہ رکھنے کے لائق ہو۔ یہ بات ضرور ہے کہ تنخواہ بہت رعائت سے ہو۔ گھر میں تین عورتیں خدمت کرنے والی تو اسی جگہ موجود ہیں جن میں سے کسی کو تنخواہ نہیں دی جاتی۔ اگر یہ عورت تنخواہ دار آئی ..... تو ان کو بھی خراب کرے گی ۔تو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ اس ایام قحط میں صرف روٹی کپڑا ایک شریف عورت کے لئے از بس غنیمت ہے۔ جو تین روپئے ماہواری بیٹھ جاتا ہے۔ سو اگر ایسی عورت مل سکے تو اس کو روانہ فرماویں۔ مکتوب ۶ ستمبر ۱۸۸۷ء (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۵۳)

پھر لکھا

. بشیر کے لئے خادمہ کی از بس ضرورت ہے۔ خدا تعالی کرے کہ آپ کو کوئی نیک طینت خادمہ مل جاوے۔ زیادہ تنخواہ کی تو اب بالکل گنجائش نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسی خادمہ مل سکے کہ روٹی کپڑا پر کفائت کرے جیسا کہ اس جگہ کی عورتیں کر لیتی ہیں اور پھر شریفہ بھی ہو تو ایسی کی تلاش کرنی چاہیے۔ اور چونکہ نہائت ضرورت ہے آپ

جلدی اطلاع بخشیں۔ مکتوب ۷ستمبر ۱۸۸۷ء۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۵۳)

پھر لکھا

. خادمہ کی تلاش ضرور چاہیے. مکتوب ۱۱ستمبر ۱۸۸۷ء (مکتوبات جلد ۵ نمبر ۳ ص ۵۴)

پھر لکھا

. اب ایک خادمہ محنت کش ہشیار دانا دیانت دار کی اشد ضرورت ہے اور اس کا کام یہی ہوگا کہ لڑکا اور لڑکی دونوں کی خدمت میں مشغول رہے ....آپ براہ مہربانی ایک خاص توجہ اور محنت اور کوشش سے ایسی خادمہ تلاش کر کے روانہ فرماویں۔تنخواہ جو کچھ آپ مقرر کرینگے دی جائے گی. ۲۱ستمبر ۱۸۸۷ء کا مکتوب (مکتوبات ج ۵ نمبر ۳ ص ۵۵)

پھر لکھا

. چونکہ نہائت ضرورت خادمہ امینہ اور دانا اور محنت کش کی پیش آگئی ہے اس لئے مکرر مکلّف ہوں کہ آپ جہاں تک ممکن ہو خادمہ کو بہت جلد روانہ فرماویں۔اور روغن زرد ابھی تک نہیں پہنچا۔ہم دست خادمہ ایک آنہ کے پان بھی روانہ فرمائیں۔مکتوب ۲۲ستمبر ۱۸۸۷ء۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۵۶)

پھر لکھا

. چونکہ بلا خادمہ نہائت تکلیف ہے برائے مہربانی جس طرح ممکن ہو سکے خادمہ کو روانہ فرماویں۔سارا پتہ سمجھا دیں۔ ۲ آنے کے پان ساتھ لیتی آوے مگر اس کے پہنچنے میں اب توقف نہ ہو....تنخواہ دو روپیہ ماہواری خادمہ کی منظور ہے مگر محنت کشی اور دیانت داری شرط ہے۔کئی عورتیں اس جگہ دن رات بلا تنخواہ کام کرتی ہیں مگر چونکہ نہ محنت کش ہیں نہ دیانت دار اس لئے ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔کام نہائت محنت اور جان کا ہی اور ہشیاری کا ہے۔ آپ اس خادمہ کو بخوبی سمجھا دیں تاکہ پیچھے سے کوئی مخفی بات ظہور میں نہ آئے. (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳۔ ص ۵۷۔۵۸).....

.... یہ بات مکرر لکھنے کے لائق ہے کہ خادمہ نہائت درجہ کی دیانت دار اور شریف اور نیک نیت اور نیک بخت اور متقی چاہیے۔کیونکہ لڑکا اس کے سپرد کیا جاوے گا ۔اور اس جگہ تمام مخالف ہندو اور اکثر مسلمان بھی لڑکے کی موت چاہتے ہیں اور علانیہ کہتے ہیں کہ لڑکا مرجائے تو پھر یہ جھوٹے ہو جائیں گے۔ جا بجا یہی ذکر سنتا

ہوں ۔ کہ اس جگہ کے تمام ہندو اور اکثر مسلمان شریر طبع بلکہ قریب کل کے مسلمان لڑکے کی موت چاہتے ہیں اور جا بجا علانیہ باتیں کرتے ہیں ۔ تعجب نہیں کہ زہر دینے کی تجویز میں ہوں ۔ اس لئے لڑکے کی خادمہ جس قدر نیک بخت اور خدا ترس ہونا چاہیے ۔ آپ سمجھ سکتے ہیں ۔ زیادہ کیا لکھا جاوے . مکتوب ۲۶ ستمبر ۱۸۸۷ء ۔

پھر لکھا

. حال یہ ہے کہ اس عرصہ میں کئی عورتیں بچہ کی خدمت کے لئے رکھی گئی ہیں مگر سب ناکارہ نکلی ہیں ۔ یہ کام شب خیزی اور ہمدردی اور دانائی کا ہے ۔ لڑکا چند روز سے بیمار ہے ظن ہے کہ پسلی کا درد نہ ہو ۔ علاج کیا جاتا ہے ۔ واللہ شافی ۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ کوئی کمزور عورت اس خدمت شب خیزی کو اٹھا سکے ۔ چند روز سے فقط مجھے تین تین پہر رات تک اور کبھی ساری رات لڑکے کے لئے جاگنا ہوتا ہے ۔ ہرگز امید نہیں ہوسکتی کہ کوئی عورت ایسی محنت سے کام کر سکے ۔ اس سے دریافت کر لیں کہ کیا ایسا محنت کا کام کر سکتی ہے . مکتوب ۶ نومبر ۱۸۸۷ء ۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۶۶)

پھر لکھا

. خادمہ پہنچ گئی ہے ۔ اب تک کسی کام میں مصروف نہیں ہوئی ۔ سست اور کاہل الوجود بہت ہے ۔ اس کے آنے سے تکلیف اسی طرح باقی ہے جو پہلے تھی ۔ لیکن آزمائش کے طور پر ایک دو ماہ کے لئے اس کو رکھ لیا گیا ہے کہ دور سے آئی ہے . مکتوب ۱۵ نومبر ۱۸۸۷ء (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۶۷)

پھر لکھا

. میرا لڑکا بشیر احمد سخت بیمار ہے ۔ کھانسی و تپ وغیرہ خطرناک عوارض ہیں ۔ آپ جس طرح ہو سکے ۲ آنے کے پان بہت جلد بھیج دیویں ۔ کہ کھانسی کے لئے ایک دوا اس میں دی جاتی ہے . مکتوب ۱۶ دسمبر ۱۸۸۷ء ۔ (ص ۶۸ ۔ ۶۹ مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳)

پھر لکھا

. میرا لڑکا شدت سے بیمار تھا ۔ بلکہ بظاہر علامات بہت ردی تھیں ۔ امید زندگی کی نہیں تھی اب بفضلہ تعالی وہ سیلاب بیماری کا رو بہ کمی ہے ۔ لڑکے نے آنکھیں کھول لی ہیں اور دودھ پیتا ہے ۔ ہنوز عوارض باقی ہیں ۔ انشاء اللہ وہ بھی دفع ہو جائیں گے ۔۲

آنے کے پان ضرور بھیجیں۔ مکتوب ۱۸ دسمبر ۱۸۸۷ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۶۹)

پھر لکھا

. لڑکا اب اچھا ہے۔ کسی قدر کھانسی باقی ہے۔ ایک نہائت ضروری کام ہے جس سے دنیا و آخرت میں برکات کی امید کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ بشیر احمد کے لئے ایک ایسی دودھ پلانے والی عورت کی ضرورت ہے جس کو بچہ ہونے پر برس سے زیادہ نہ گذرا ہو اور خوب طاقتور عورت ہو۔ اور بچہ مرجانے کی اس کو بیماری بھی نہ ہو۔ اور اس کے بچے تازہ اور فربہ ہوتے ہوں دبلے وخشک نہ رہتے ہوں۔ ایسی عورت تلاش کر کے آپ بھیج دیں یا ساتھ لاویں۔ تنخواہ جو مقرر ہو دی جائے گی۔ اگر کوئی ایسی بیوہ عورت ہو تو نہائت مفید ہے. مکتوب ۲۱ دسمبر ۱۸۸۷ء۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۶۹۔۷۰)

پھر لکھا

. بشیر احمد سخت بیمار ہو گیا تھا اس لئے یہ عاجز ڈاکٹر کے علاج کے لئے بٹالہ میں آ گیا ہے۔ شائد رمضان بٹالہ میں بسر ہو، مکتوب ۱۱ مئی ۱۸۸۸ء (مکتوبات جلد ۵ نمبر ۳ ص ۸۱)

پھر لکھا

. یہ عاجز اب تک بٹالہ میں ہے۔ کسی قدر بشیر احمد کی طبیعت رو بہ اصلاح ہے۔ انشاء اللہ القدیر صحت ہو جائے گی۔ چار پانچ روز تک قادیان جانے کا ارادہ ہے. مکتوب ۳ جون ۱۸۸۸ء۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۸۲)

پھر بٹالہ سے قادیان واپس آ کر لکھا

. قادیان میں آ کر بشیر احمد سخت بیمار ہو گیا۔ اور کئی بیماریاں لاحق ہو گئیں۔ منجملہ ان کے ایک تپ محرقہ اور زحیر یعنی مروڑ اور اسی اثنا میں ہیضہ بھی ہو گیا، حالت نہائت خطرناک ہو گئی، اب کچھ تخفیف ہے. مکتوب ۲ جولائی ۱۸۸۸ء (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۸۳)

پھر لکھا

. چونکہ بشیر احمد کی طبیعت سخت بیمار رہی ہے بلکہ نہائت نازک حالت ہو گئی تھی اس لئے جواب نہ لکھ سکا۔ اب کچھ آرام ہے. مکتوب ۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۸۳)

پھر لکھا

. بشیر احمد کی طبیعت سخت بیمار ہے۔اس غلبہ بیماری میں تین چار دفعہ ایسی حالت گذر چکی ہے کہ گویا ایک دو دم باقی معلوم ہوتے تھے۔اب بھی شدت مرض موجود ہے۔اس لئے دن رات اسی کی طرف مصروفیت رہتی ہے ۔امید ہے کہ بعد افاقہ طبیعت بشیر احمد آپ کے نسخہ کے لئے توجہ کرونگا۔مکتوب ۲ اگست ۱۸۸۸ء

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۸۴)

پھر لکھا

. بشیر احمد اب تک مروڑوں کی بیماری میں مبتلا ہے۔اور چونکہ نہائت لاغر اور دبلہ اور تکلیف میں ہے اس لئے ضروری کاموں کا حرج بھی کر کے اس کی طرف مصروفیت ہے ۔ چندمرتبہ اس عرصہ میں اس کی حالت نہائت نازک ہوگئی اور آخری دم سمجھا جاتا تھا ۔انشاء اللہ اس کی صحت کے بعد آپ کے لئے (نسخہ) تجویز کروں گا۔ ۸ اگست ۱۸۸۸ء۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۸۴)

پھر لکھا

. آج میرا لڑکا بشیر احمد انیس روز بیمار رہ کر بقضائے الٰہی دنیائے فانی سے قضا کر گیا۔ مکتوب ۴ نومبر ۱۸۸۸ء۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۸۹)

یہ لڑکا ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو سولہ مہینے کی عمر پا کر فوت ہوگیا تو حکیم نور دین نے کہا

. اگر میرا بیٹا مرجاتا تو میں کچھ پرواہ نہ کرتا مگر بشیر اول فوت نہ ہوتا تا کہ لوگ پیشین گوئی کے جھوٹا ہونے کے ابتلاء میں نہ پڑتے ۔

(الفضل ۳۰ اگست ۱۹۲۰ء منقول از خاتم النبیین ص ۴۰۴۔۴۰۵)

مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے

. عظیم الشان بیٹے کی بشارت کا الہام اس قدر شان وشوکت کے ساتھ خدا نے دیا تھا کہ حضور (مرزا) نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اس کا اعلان فرمایا۔جس کی وجہ سے لوگ چشم براہ ہوگئے مگر اللہ نے بھی ایمان کے راستے میں ابتلاء رکھے ہیں۔ سو قدرت خدا مئی ۱۸۸۶ء میں لڑکی پیدا ہوگئی جس سے ملک میں زلزلہ آ گیا۔گو حضور نے اشتہار اور خطوط کے ذریعے اعلان فرمایا کہ وحی الٰہی نے اس حمل کی قید نہیں رکھی تھی جس سے کچھ لوگ سنبھل گئے ۔ دوسرے حمل یعنی اگست ۱۸۸۷ء میں حضرت کے ہاں

لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام بشیر احمد رکھا۔ اس کی پیدائش پر بڑی خوشی منائی گئی کیونکہ لوگوں اور خود حضرت صاحب کو خیال تھا کہ یہی وہ موعود لڑکا ہے۔ غرض بشیر اول کی پیدائش عام رجوع کا باعث ہوئی۔ مگر قدرت اللہ کی ایک سال بعد لڑکا اچانک فوت ہو گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ ملک میں ایک طوفان عظیم برپا ہو گیا۔ حضرت صاحب نے لوگوں کو سنبھالنے کے لئے اشتہاروں اور خطوط کی بھرمار کر دی اور لوگوں کو سمجھایا کہ میں نے کبھی یہ یقین ظاہر نہیں کیا تھا کہ یہی وہ موعود لڑکا ہے۔ چنانچہ بعض لوگ سنبھل گئے۔ لیکن اکثروں پر مایوسی کا عالم تھا اور مخالفین میں استہزاء کا جوش تھا۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۸۷۔ منقول از قادیانیت سے اسلام تک۔ متین خالد۔ ص ۲۰۴۔ ۲۰۵)

بیٹا بیمار رہا۔ مرزا صاحب اسے ہاتھوں میں اٹھا کر راتیں گذارتے رہے۔ دعائیں بھی کیں۔ اور کہتے رہے کہ انشاء اللہ صحت ہو جائے گی۔ نہ دعائیں قبول ہوئیں۔ نہ صحت ہو جانے کی پیش گوئیاں پوری ہوئیں اور آخرکار وہ مر گیا۔ پھر مرزا صاحب نے اشتہار دیا

حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر

واضح ہو کہ اس عاجز کے لڑکے بشیر احمد کی وفات سے جو ۷ اگست ۱۸۸۷ء روز یک شنبہ میں پیدا ہوا تھا اور ۴ نومبر ۱۸۸۸ء اسی روز یک شنبہ میں ہی اپنی عمر کے سولھویں مہینے میں بوقت نماز صبح اپنے معبود حقیقی کی طرف واپس بلایا گیا۔ عجیب طور کا شور و غوغا خام خیال لوگوں میں اٹھا اور رنگا رنگ کی باتیں خویشوں وغیرہ نے کیں اور طرح طرح کی نافہمی اور کج دلی کی رائیں ظاہر کی گئیں۔ مخالفین مذہب جن کا شیوہ بات بات میں خیانت و افتراء ہے انہوں نے اس بچے کی وفات پر انواع واقسام کی افتراء گھڑنی شروع کی۔ سو ہر چند ابتدا میں ہمارا ارادہ نہ تھا کہ اس پسر معصوم کہ وفات پر کوئی اشتہار یا تقریر شائع کریں اور نہ شائع کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ ایسا امر درمیان نہ تھا کہ کسی فہیم آدمی کی ٹھوکر کھانے کا موجب ہو سکے لیکن جب شور و غوغا انتہا کو پہنچ گیا اور کچے اور ابلہ مزاج مسلمانوں کے دلوں پر بھی اس کا اثر پڑتا نظر آیا تو ہم نے محض للہ یہ تقریر شائع کرنا مناسب سمجھا۔

اب ناظرین پر منکشف ہو کہ بعض مخالفین پسر متوفی کی وفات کا ذکر کر کے

اپنے اشتہارات واخبارات میں طنز سے لکھتے ہیں کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی نسبت اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی ۔بعضوں نے اپنی طرف سے افتراء کر کے یہ بھی اپنے اشتہار میں لکھا کہ اس بچہ کی نسبت یہ الہام بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ بادشاہوں کی بیٹیاں بیاہنے والا ہوگا لیکن ناظرین پر منکشف ہو کہ جن لوگوں نے نکتہ چینی کی ہے انہوں نے بڑا دھوکہ کھایا ہے یا دھوکہ دینا چاہا ہے ۔اصل حقیقت یہ ہے کہ ماہ اگست ۱۸۸۷ء تک جو پسر متوفی کی پیدائش کا مہینہ ہے جس قدر اس عاجز کی طرف سے اشتہار چھپے ہیں جن کا لیکھرام پشاوری نے وجہ ثبوت کے طور پر اپنے اشتہار میں حوالہ دیا ہے ان میں سے کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کرسکتا جس میں یہ دعوی کیا گیا ہو کہ مصلح موعود اور عمر پانے والہ یہی لڑکا تھا جو فوت ہوگیا ہے ۔ بلکہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کا اشتہار اور نیز ۷ اگست ۱۸۸۷ء کا اشتہار جو کہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ کی بنا پر اور اس کے حوالہ سے بروز تولد بشیر شائع کیا گیا تھا صاف بتلا رہا ہے کہ ہنوز الہامی طو پر یہ تصفیہ نہیں ہوا کہ آیا یہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والہ ہے یا کوئی اور ہے ۔ تعجب کہ لیکھرام پشاوری نے جوش تعصب میں آکر اپنے اس اشتہار میں جو اس کی جبلی خصلت بدگوئی و بدزبانی سے بھرا ہوا ہے ۔اشتہارات مذکورہ کے حوالہ سے اعتراض تو کر دیا مگر ذرا آنکھیں کھول کر ان تینوں اشتہاروں کو پڑھ نہ لیا تاکہ جلد بازی کی ندامت سے بچ جاتا ۔نہائت افسوس ہے کہ ایسے دروغ باف لوگوں کو آریوں کے وہ پنڈت کیوں دروغ گوئی سے منع نہیں کرتے جو بازاروں میں کھڑے ہوکر اپنا اصول یہ بتلاتے ہیں کہ جھوٹ کو چھوڑنا اور تیاگنا اور سچ کو ماننا اور قبول کرنا آریوں کا دھرم ہے ۔پس عجیب بات یہ ہے کہ دھرم قول کے ذریعہ سے تو ہمیشہ ظاہر کیا جاتا ہے مگر فعل کے وقت ایک مرتبہ بھی کام میں نہیں آتا ۔افسوس ہزار افسوس ۔اب خلاصہ کلام یہ کہ ہردو اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷ اگست ۱۸۸۷ء مذکورہ بالا اس ذکر و حکائت سے باکل خاموش ہیں کہ لڑکا پیدا ہونے والہ کیسا اور کن صفات کا ہے بلکہ یہ دونوں اشتہار صاف شہادت دیتے ہیں کہ ہنوز یہ امر الہام کی رو سے غیر منفصل اور غیر مصرح ہے ۔ہاں یہ تعریفیں جو اوپر گذر چکی

ہیں ایک آنے والے لڑکے کی نسبت عام طور پر بغیر کسی تخصیص وتعیین کے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ضرور بیان کی گئی ہیں۔ لیکن اس اشتہار میں تو کسی جگہ نہیں لکھا کہ جو ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو لڑکا پیدا ہوگا وہی مصداق ان تعریفوں کا ہے بلکہ اس اشتہار میں اس لڑکے کے پیدا ہونے کی کوئی تاریخ مندرج نہیں کہ کب اور کس وقت ہوگا۔ پس ایسا خیال کرنا کہ ان اشتہارات میں مصداق ان تعریفوں کا اسی پسر متوفی کو ٹھہرایا گیا تھا سراسر ہٹ دھرمی اور بے ایمانی ہے۔ یہ سب اشتہارات ہمارے پاس موجود ہیں۔ اور اکثر ناظرین کے پاس موجود ہوں گے مناسب ہے کہ ان کو غور سے پڑھیں اور پھر آپ ہی انصاف کریں۔ جب یہ لڑکا جو فوت ہوگیا ہے پیدا ہوا تھا تو اس کی پیدائش کے بعد صدہا خطوط اطراف مختلفہ سے بدیں استفسار پہنچے تھے کہ کیا یہ وہی مصلح موعود ہے جس کے ذریعہ سے لوگ ہدائت پائیں گے تو سب کی طرف یہی جواب لکھا گیا تھا کہ اس بارے میں صفائی سے اب تک کوئی الہام نہیں ہوا۔ ہاں اجتہادی طور پر گمان کیا جاتا تھا کہ کیا تعجب کہ مصلح موعود یہی لڑکا ہو اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پسر متوفی کی بہت سی ذاتی بزرگیاں الہامات میں بیان کی گئی تھیں جو اس کی پاکیزگی روح اور بلندی فطرت اور علو استعداد اور روشن جوہری اور سعادت جبلی کے متعلق تھیں اور اس کی کاملیت استعدادی سے علاقہ رکھتی تھیں۔ سو چونکہ وہ استعدادی بزرگیاں ایسی نہیں تھیں جس کے لئے بڑی عمر پانا ضروری ہوتا۔ اسی باعث سے یقینی طور پر کسی الہام کی بنا پر اس رائے کو ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ ضرور یہ لڑکا پختہ عمر تک پہنچے گا اور اسی خیال اور انتظار میں سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جاوے تب اس کا مفصل ومبسوط حال لکھا جائے۔ سو تعجب اور نہائت تعجب کہ جس حالت میں ہم اب تک پسر متوفی کی نسبت الہامی طور پر کوئی رائے قطعی ظاہر کرنے سے بکلی خاموش اور ساکت رہے اور ایک ذرا سا الہام بھی اس بارے میں شائع نہ کیا تو پھر ہمارے مخالفوں کے کانوں میں کس نے پھونک ماردی کہ ایسا اشتہار ہم نے شائع کر دیا ہے۔ المبلغ غلام احمد عفی عنی یکم دسمبر ۱۸۸۸ء۔ یہ طویل اشتہار ۲۴ صفحات کا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۱۶۳۔۱۶۶)۔

اور مرزا صاحب نے لکھا

اب ہم فائدہ عام کے لئے یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ بشیر احمد کی موت نا گہانی طور پر نہیں ہوئی تھی بلکہ اللہ جل شانہ نے اس کی وفات سے پہلے اس عاجز کو اپنے الہامات کے ذریعہ سے پوری پوری بصیرت بخش دی تھی کہ یہ لڑکا اپنا کام کر چکا ہے۔ اور اب فوت ہو جاوے گا۔ بلکہ جو الہامات اس پسر متوفی کی پیدائش کے دن میں ہوئے تھے ان سے بھی اجمالی طور پر اس کی وفات کی نسبت بو آتی تھی۔ اور مترشح ہوتا تھا کہ وہ خلق اللہ کے لئے ایک ابتلاء عظیم کا موجب ہوگا جیسا کہ یہ الہام انا ار سلناه شا ہداْ و مبشراْ و نذیراْ کصیب من السماء فیه ظلمات و رعد و برق کل شیء تحت قد میه ۔ یعنی ہم نے اس بچہ کو شاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی حالت میں بھیجا ہے اور یہ اس بڑے مینہ کی مانند ہے جس میں طرح طرح تاریکیاں ہوں اور رعد اور برق بھی ہو۔ یہ سب چیزیں اس کے دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔ یعنی اس کے قدم اٹھانے کے بعد جو اس کی موت سے مراد ہے ظہور میں آجائیں گی...اسی ترتیب سے اس پیش گوئی کا پورا ہونا شروع ہوا یعنی پہلے بشیر کی موت کی وجہ سے ابتلاء کی ظلمت وارد ہوئی۔ (اور پھر اس کے حاشیہ میں آپ نے لکھا)

۔ بشیر جو فوت ہو گیا ہے وہ بے فائدہ نہیں آیا تھا بلکہ اس کی موت ان سب لوگوں کی زندگی کا موجب ہوگی جنہوں نے محض للہ اس کی موت سے غم کیا اور اس کی ابتلاء کی برداشت کر گئے کہ جو اس کی موت سے ظہور میں آیا۔ غرض بشیر ہزاروں صابرین و صادقین کے لئے ایک شفیع کی طرح پیدا ہوا تھا اور اس پاک آنے والے اور پاک جانے والے کی موت ان سب مومنوں کے گناہوں کا کفارہ ہوگی۔ اور دوسری قسم کی رحمت جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ کے اشتہار میں اس بارے میں پیش گوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا یخلق اللہ ما یشاء اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ فروری ۱۸۸۶ء کی پیش گوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ وہ مبارک جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیش گوئی کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اس کے بعد کی

عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔ (حاشیہ ص ۱۷۹۔ مجموعہ اشتہارات ج ۱)۔

اور تذکرے میں وارد ہے کہ

خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نوراللہ ہے۔ مبارک ہے وہ جو آسمان سے آتا ہے (تذکرہ ص ۱۰۹)۔ اس کے حاشیہ میں مرتب تذکرہ لکھتا ہے کہ یہ عبارت کہ خوبصورت لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے ... چندروزہ زندگی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چندروز رہ کر چلا جاوے ... بعد کا فقرہ مصلح موعود کی طرف اشارہ ہے۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیش گوئی ... دو پیش گوئیوں پر مشتمل تھی جو غلطی سے ایک سمجھی گئی اور پھر بعد میں ... الہام نے اس غلطی کو رفع کر دیا (تذکرہ ص ۱۰۹) اس محشی کی بے بسی قابل دید ہے جب وہ دو صفحے آگے چل کر مرزا صاحب کی خواتین مبارکہ سے شادی کی، اور ان سے مرزا کی نسل ہونے پیش گوئی لکھ کر حاشیے میں اس کی کسی بھی قسم کی توجیہہ سے قاصر رہ جاتا ہے (دیکھو تذکرہ ص ۱۱۱)

اور پھر تذکرہ میں مرزا کا ۱۸۸۶ء کا ایک خط نقل کیا ہے جس میں انہوں نے لکھا

. شائد چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔ سو اس کا نام بشیر ہوگا۔ اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شائد وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ (نصرت) سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح کرنا پڑے گا (گویا وہ الہام جھوٹے ہوئے۔ بہا) اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی۔ وہ صاحب اولاد ہوگی۔۔ (اور وہ فرزند بھی اسی ہو سکتا ہے)۔ از مکتوب مورخہ ۸ جون ۱۸۸۶ء بنام حکیم نورالدین۔ مکتوبات احمدیہ پنجم نمبر ۲ ص ۵۔۶۔ تذکرہ ص ۱۱۲۔۱۱۳)

یعنی جس بشیر کا وعدہ ہے اس کی ماں ابھی مرزا صاحب کے عقد میں نہیں آئی تھی۔ اور اس مکتوب کے بعد مرزا صاحب کی کوئی شادی نہیں ہوئی اس لئے وہ ماں ہی وجود میں نہیں آئی جس کے بطن سے بشیر نے پیدا ہونا تھا۔ اسی کو کہتے ہیں

نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔

دوسری طرف مرزا صاحب کہتے ہیں

. اس لڑکے (بشیر) کی پیدائش کے بعد اس کی طہارت باطنی اور صفائی اور استعداد کی تعریفیں الہام میں بیان کی گئیں اور پاک نور اللہ، اور ید اللہ، اور مقدس اور بشیر اور خدا با ماست اس کا نام رکھا گیا... خدا نے پسر متوفی کے اپنے الہام میں کئی نام رکھے ان میں ایک بشیر، ایک عنموائیل اور ایک خدا با ماست و رحمت حق اور ایک ید اللہ بجلال و جمال ہے ۔(مکتوب ۴ دسمبر ۱۸۸۸ء بنام حکیم نورالدین۔مکتوبات پنجم نمبر ۵ ص س ۴۱، ۵۰۔تذکرہ ص ۱۲۰)

یعنی مرزا صاحب نے لڑکے کا نام بشیر رکھا۔اشتہار میں اس کو فرزند موعود قرار دیا اور اسی اشتہار میں لکھا کہ الہام کے وہ معنے ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے۔ اس کے بعد بشیر بیمار ہوا اور مر گیا۔مرزا صاحب کی پیش گوئی تو غلط ہوئی اور ساتھ ہی ہزاروں کی تعداد میں دعائیں بھی مردود ہوئیں جو پیش گوئی سے قبل بیٹے کے حصول کے لئے اور لڑکا پیدا ہونے کے بعد اس کی زندگی اور صحت کے لئے کی گئیں تھیں۔

آپ نے دیکھا کہ مرزا صاحب اس بیٹے کے لئے کتنے فکر مند تھے۔ ہر دوسرے روز اپنے ایک مرید کو خط لکھتے تھے کہ اس کے لئے نوکر کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے نوکرانی کی ضرورت ہے۔اس کے لئے دودھ پلانے والی آیہ کی ضرورت ہے۔نوکر ایسا ہونا چاہیے۔نوکرانی ہمہ صفت موصوف ہونی چاہیے۔دودھ پلانے والی ایسی عورت ہونی چاہیے۔وغیرہ وغیرہ

پھر لڑکا بیمار ہوا (تو باوجود اس کے کہ خود خاندانی حکیم تھے) اسے ڈاکٹری علاج کے لئے بٹالہ لے گئے۔ وہاں مریض کی دیکھ بھال کے سوا انہیں اور کیا کام تھا؟ اس دیکھ بھال کے دوران وہ اس کی صحت اور زندگی کے لئے دعائیں بھی کرتے ہوں گے۔

پھر وہ جانتے تھے کہ دشمن اس لڑکے کی موت چاہتے ہیں تاکہ پیش گوئی جھوٹی ہو جائے۔لیکن اس وقت (یعنی لڑکے کی زندگی میں) مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ اس کی موت وحیات کا پیش گوئی سے کیا تعلق؟ یہ تو اس پیش گوئی کا مصداق ہی نہیں ہے کیونکہ یہ تو موعود لڑکا ہی نہیں ہے۔

پھر مرزا صاحب کہتے تھے خدا نے مجھ پر یہ الہام کیا ہے انما امرک اذا اردت

شیئا ان تقول له کن فیکون (حقیقۃ الوحی)۔

پھر مرزا صاحب کہتے تھے کہ

. چونکہ اصل شخصیت محمدیہ علیه التحیة و السلام ذات احدیت میں مستغرق ہو کر احد ہوگئی تھی ۔ میں بروز اور ظل بھی اس درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ یہ دعوی کروں کہ مجھے فنا کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے . (خطبہ الہامیہ ص۲۳)۔

اب مرزائی بتائیں کہ مرزا صاحب بشیر کی زندگی چاہتے تھے یا موت؟

اگر موت چاہتے تھے تو یہ علاج معالجے،نوکر چاکر اور دعاؤں کے کیا معنی ؟

(کوئی باپ اپنے بیٹے کی موت کا خواستگار نہیں ہوسکتا)۔

اگر مرزا صاحب اس لڑکے کی زندگی اور صحت چاہتے تھے تو پھر مرزا صاحب کے دعووں اور دعاؤں کی روشنی میں لڑکے کو مرنا چاہیے تھا یا زندہ رہنا؟

منشی الٰہی بخش نے جن پیش گوئیوں کے جھوٹا نکلنے کا مرزا صاحب کو طعنہ دیا تھا یہ پیش گوئی بھی ان میں شامل تھی۔اور منشی صاحب کے ذکر میں اس پیش گوئی پر کچھ گزارشات ہم پہلے بھی پیش کر چکے ہیں ۔ جب بشیر مرگیا تو مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کو مبارک احمد پر لگا دیا تھا اور خدا کا کرنا یہ ہوا کہ مبارک بھی بچپن ہی میں مرگیا اور یوں یہ پیش گوئی معلقات میں شامل ہوگئی اور ایسی منحوس ثابت ہوئی کہ مرزا صاحب نے جس پر بھی اسے چسپاں کیا اس کی جان لینے سے باز نہیں آئی۔

دعائیں جو قبول نہ ہوئیں

مرزا صاحب فرماتے ہیں

. یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دعائیں منظور ہوتی ہیں بلکہ بڑا معجزہ ان کا استجابت دعا ہی ہے۔ (حقیقۃ الوحی ۔خزائن ج ۲۲ص ۲۰)

اور فرماتے ہیں

. یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خیال کہ مقبولین کی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے، سراسر غلط ہے۔ (حقیقۃ الوحی ۔خزائن ج ۲۲ص ۲۱) ۔

لیکن اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہیں الہام ہوا

'اجیب کل دعائک الا فی شرکائک'۔ (تریاق القلوب ۔ طبع اول ص ۳۸) یعنی اے مرزا میں تیری ہر ایک دعا قبول کرونگا مگر وہ دعا جو تیرے شریکوں (برادری) کے حق میں ہوگی قبول نہ ہوگی۔

اور مرزا صاحب کا کہنا ہے کہ

خدا تعالی نے کئی مرتبہ مجھے کہا ہے اجیب دعوۃ الداع ۔ میں تیری دعائیں سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں ۔ اور یہ کہ . خدا تعالی نے مجھے بشارت دی ہوئی ہے کہ اجیب کل دعاء الا فی شرکائک اس لئے مجھے پورا بھروسہ اور یقین ہے کہ میری دعائیں کل دنیا سے زیادہ قبول ہوئی ہیں. (ملفوظات ج ۲ص ۳۷۵ ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۱ء کا ملفوظ)

اور

. چونکہ میری توجہ پر مجھے ارشاد ہو چکا ہے کہ ادعونی استجب لکم اور مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ تقوی کا طریق چھوڑ کر ایسی گستاخی کریں گے اور آئت لا تقف ما لیس لک بہ علم کو نظر انداز کر دیں گے تو ایک سال تک اس گستاخی کا آپ پر ایسا کھلا کھلا اثر پڑے گا جو دوسروں کے لئے بطور نشان ہو جائے گا۔ (اشتہار ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء ۔تذکرہ ص ۱۸۸ ۔ ۱۸۹ ۔) یہاں مولوی سید نذیر حسین

صاحب مراد ہیں۔حاشیہ ص ۱۸۸)

اور جولائی ۱۹۰۶ کے دو الہام تذکرہ میں بایں الفاظ موجود ہیں ۔

ادعونی استجب لکم ۔ انی مع الافواج آتیک بغتۃ ۔ مجھ سے دعا مانگ میں قبول کرونگا۔ میں فوجوں سمیت تیرے پاس اچانک آؤں گا۔

(تذکرہ ص ۶۲۷)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے یہ بھی کہا کہ کسی کی اصل کرامت قبولیت دعا ہے

اور جن دنوں ان کا مولانا ثناء اللہ سے مقابلہ چل رہا تھا انہوں نے فرمایا

. ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالی ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ایک دفعہ ہماری توجہ اس طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع ۔ صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے۔باقی سب اس کی شاخیں ہیں .

(ملفوظات ج ۹ ص ۲۶۸)

اور ایک دفعہ انہوں نے لکھا

. یاد رہے کہ خدا تعالی کے بندوں کی مقبولیت پہچاننے کے لئے دعا کا قبول ہونا بھی ایک بڑا نشان ہوتا ہے۔ بلکہ استجابت دعا کی مانند اور کوئی نشان بھی نہیں ۔کیونکہ استجابت دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بندہ کو جناب الہی میں قدر اور عزت ہے۔ اگرچہ دعا کا قبول ہونا ہر جگہ لازمی امر نہیں ہے کبھی کبھی خدائے عزوجل اپنی مرضی بھی اختیار کرتا ہے۔لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مقبولین حضرت عزت کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ بہ نسبت دوسروں کے کثرت سے ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور کوئی استجابت دعا کے مرتبہ میں ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔اور میں خدا تعالی کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ہزارہا میری دعائیں قبول ہوئی ہیں . (حقیقۃ الوحی ص ۳۳۴ خزائن ۲۲)۔ (مرزا صاحب کی یہ تحریر عام مقبولین بارگاہ کے بارے میں ہے جہاں تک ان کا اپنا تعلق ہے وہ تو کن فیکون کے مالک تھے اور انہیں ہر دعا (سوا شریکوں کے بارے میں) کے قبول ہونے کا وعدہ دیا گیا تھا)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ واقعہ کیا ہے اور کیا مرزا صاحب کی دعائیں شرطیہ قبول

ہوتی تھیں؟ مرزائی عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ دیکھو مرزا صاحب کی فلاں فلاں دعا پوری ہوئی۔اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ خدا ہر شخص کی ہر ایک دعا سنتا ہے اور جس کی جو دعا چاہے قبول کر لیتا ہے اسی طرح پیش گوئیوں کا معاملہ ہے کہ نجومیوں رملیوں کی بھی بعض پیش گوئیاں پوری ہو جاتی ہیں ۔ مرزا صاحب کی اس میں کوئی تخصیص نہیں ۔ ہاں اللہ کی رہنمائی میں کی جانے والی پیشگوئیوں کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان میں سے کوئی جھوٹی نہیں نکلتی بلکہ سب پوری ہوتی ہیں ۔ اگر کسی صاحب کی کوئی ایک آدھ بات پوری ہو جائے تو یہ اس کے مامور من اللہ اور صادق ہونے کا ثبوت نہیں ہے ۔ مامور من اللہ اور صادق ہونے کا ثبوت یہ ہوگا کہ کوئی پیش گوئی غلط نہ نکلے اور کوئی دعا قبولیت سے محروم نہ رہے ورنہ اجیب کل دعائک الا فی شرکائک اور اجیب دعوہ الداع اور اصل کرامت قبولیت دعا ہے والی باتیں غلط اور مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہوتے ہیں ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کس کس موقع پر کیا دعائیں کی ہیں جو قبول نہیں ہوئیں ۔

☆ سندر داس کی صحت کیلئے دعائیں

سندر داس نامی ایک ہندو مرزا صاحب کے مرید منشی رستم علی پولیس افسر کا دوست تھا۔ منشی یعقوب علی عرفانی مرتب مکتوبات احمدیہ لکھتا ہے کہ مکرمی رستم علی صاحب کو سندر داس نامی ایک شخص سے محبت تھی اور وہ اس کو عزیز سمجھتے تھے ۔اس کا ذکر بہت سے مکتوبات (مرزا بنام رستم علی) میں آیا ہے ۔ پھر محبت میں چودھری (رستم علی) صاحب کو غلو تھا۔فروری ۱۸۸۸ء میں فوت ہوا ۔ مرزا صاحب نے اس کے لئے بہت دعائیں کیں ۔ ذیل میں ان مواقع کی تفصیل ہے جب مرزا صاحب نے اس شخص کی صحت کے لئے دعائیں فرمائیں

رستم علی کو مرزا صاحب نے ایک خط لکھا اور بتایا کہ انہوں نے

☆ . سندر داس کے لئے بھی بہت دعا کی ہے . اس خط پر مہر کی تاریخ ۲ جنوری ۱۸۸۷ء ہے ۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۳۰)

☆ . میں نے آج خواب میں دیکھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام ہمارے مکان پر موجود ہیں ۔ دل میں خیال آیا کہ ان کو کیا کھلائیں گے ۔آم تو خراب ہو گئے ۔ تب اور آم غیب سے موجود ہو گئے ۔ و اللہ اعلم ۔ اسکی تعبیر کیا ہے ۔ سندر داس کے لئے انشاءاللہ دعا کرونگا . ۱۱ جولائی ۱۸۸۷ء کا مکتوب (مکتوبات ج ۵ نمبر ۳ ص ۴۲)

☆ . سندر داس کے لئے ہم نے آپ کے کہنے سے بہت دعا کی تھی ۔مگر چونکہ ہندو آخر ہندو ہے اس لئے وفاداری سے شکر گذار ہونا مشکل ہے ۔آج کل ہندوؤں کے جو مادے ظاہر ہو رہے ہیں اس سے عقل حیران ہے۔ ہندوؤں وہ لوگ کم ہیں جو نیک اصل ہوں ایک خطا دوئم خطا سوم مادر بخطا (مکتوبات ج ۵ نمبر ۳ ص ۲۶)

☆ . سندر داس کی کامیابی سے خوشی ہوئی ۔اللہ تعالی اس کو سچی ہدائت بھی بخشے کہ بجز قوم میں سے باہر آنے کے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی ۔ و اللہ یهدی الیه من یشاء . (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۲۷)۔گویا صحت کے علاوہ اس کی ہدائت کے لئے بھی دعا کی گئی (جو انجام کار قبول نہیں ہوئی)۔

☆ . سندر داس کے لئے بھی دعا کی ہے و اللہ فعل ما یشاء . ۔ اس خط پر مہر ۲ جنوری ۱۸۸۷ء کی ہے ۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۳۰)

☆ . میں نے سندر داس کی شفا نیز ہدائت کے لئے دعا کی ہے .۱۶ جولائی ۱۸۸۷ء کا مکتوب (مکتوبات ج ۵۔ نمبر ۳ ص ۴۱)

☆ . سندر داس کے لئے انشاء اللہ دعا کرونگا . ۱۱ جولائی ۱۸۸۷ء ۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۴۳)

☆ . سندر داس کے لئے بہت دفعہ دعا کی ۔ ۵ اگست ۱۸۸۷ء کا مکتوب (مکتوبات احمدیہ نمبر ۳ ج ۵ ص ۴۵)

☆ . حسب تحریر آپ کی آپ کے دوست (سندر داس) کے لئے بھی دعا کی گئی . مکتوب ۷ ستمبر ۱۸۸۷ء (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۵۳)

☆ . سندر داس کو ایک ماہ یا دو تین ہفتہ کے لئے اپنے پاس طلب کر لیں ۔ پھر اگر مجھے بھی آپ کے ہمراہ ملے تو اچھا ہے ۔ دعا اس کے لئے کرتا ہوں . (مکتوبات ج ۵ نمبر ۳ ص ۵۳۔۵۴)

☆ . سندر داس صاحب کی صحت کے لئے دعا کی گئی اور کئی دفعہ دلی توجہ سے دعا کی گئی ۔میرے نزدیک بہتر ہے کہ آپ تا ایام صحت اس کو رڑکی سے منگوا لو اور اگر ممکن ہو تو مجھ سے ملاقات کراؤ کہ جس شخص کو ایک مرتبہ دیکھ لیا ہو اس کی نسبت دعا بہت اثر رکھتی ہے ۔ ایک مرتبہ اس کو ساتھ لے آنا . ۱۱ ستمبر ۱۸۸۷ء (مکتوبات ج ۵ نمبر ۳ ص ۵۴)

☆ . آپ کی یاد دہانی پر برابر سندر داس کے لئے دعا کی جاتی ہے۔۱۲ دسمبر ۱۸۸۷ء (مکتوبات ج ۵ نمبر ۳ ص ۷۰)

☆ . سندر داس کی علالت طبع کی طرف مجھے بہت خیال ہے۔اللہ تعالی اس کو تندرستی بخشے۔اگر قضا مبرم نہیں تو مخلصانہ دعا کا اثر ظہور پذیر ہوگا . ۱۴ دسمبر ۱۸۸۷ء۔(مکتوبات ج ۵ نمبر ۳ ص ۶۹)

☆ . کئی دفعہ سندر داس کیلئے دعا کی گئی۔اللہ اس پر رحم فرما دے۔۲ جنوری ۱۸۸۸ء (مکتوبات ج ۵ نمبر ۳ ص ۷۰)

☆ . سندر داس کی طبیعت کا حال پھر آپ نے کچھ نہیں لکھا۔صرف اتنا معلوم ہوا کہ اب بہ نسبت سابق کچھ آرام ہے۔اس کی طبیعت کے حال سے مفصل اطلاع بخشیں۔مکتوب ۲۵ جنوری ۱۸۸۸ء (مکتوبات ج ۵ نمبر ۳ ص ۷۰۔۷۱)

آپ نے مرزا صاحب کے خطوط منشی رستم علی کے نام ملاحظہ فرمائے۔آپ دیکھیں کہ ان خطوط میں کتنی دعائیں ریکارڈ پر ہیں جو سندر داس کی صحت کے لئے کی گئی ہیں ۔ اور جو دعائیں ریکارڈ پر نہیں ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔پھر کیا ہوا؟

مرزا صاحب منشی صاحب کو لکھتے ہیں . ۱۳۔۱۴ فروری ۱۸۸۸ء کی گذشتہ رات مجھے آپ کی نسبت دو ہولناک خوابیں آئی ہیں۔جن میں سے ایک سخت ہم وغم مصیبت معلوم ہوتی تھی ۔ میں نہائت وحشت اور تردد میں تھا کہ یہ کیا بات ہے۔اور غنودگی میں ایک الہام بھی ہوا کہ جو مجھے بالکل یاد نہیں رہا۔چنانچہ کل سندر داس کی وفات اور انتقال کا (آپ کا) خط پہنچ گیا انا للہ و انا الیه را جعون معلوم ہوتا ہے یہ وہی غم تھا جس کی طرف اشارہ تھا۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر سوم۔ص ۷۳۔ تذکرہ ص ۱۵۱)

☆ اپنی صحت کے لئے دعائیں

مرزا صاحب کہتے ہیں

. مجھے دو مرض دامنگیر ہیں۔ایک جسم کے اوپر کے حصہ میں کہ سر درد اور دوران سر اور دوران خون کم ہو کر ہاتھ پیر سرد ہو جانا۔نبض کم ہو جانا (کیا یہ ایک بیماری ہے؟ بہا)۔ دوسرے جسم کے نیچے کے حصہ میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا (کیا کثرت بول اور دست ایک بیماری ہے؟ بہا) یہ دونوں بیماریاں قریباً

بیس برس سے ہیں ۔کبھی دعا سے ایسی رخصت ہو جاتی ہیں کہ گو یا دور ہو گئیں ۔مگر پھر شروع ہو جاتی ہیں ۔ایک دفعہ میں نے دعا کی کہ یہ بیماریاں بالکل دور کر دی جائیں تو جواب ملا کہ ایسا نہیں ہوگا . (نسیم دعوت ص ۷۰ ۔طبع دسمبر ۱۹۳۶ء ۔خزائن ج ۱۹ ص ۴۳۵)

☆ اپنی عمر میں اضافے کیلئے دعائیں

اپریل ۱۹۰۱ ۔حضرت اقدس امام ہمام (مرزا) نے ایک روز اپنی اور سلسلہ عالیہ کے خاص دوستوں کی زیادتی عمر کیلئے دعا کی تو یہ مبشر الہام ہوا رب زدنی فی عمری و فی زوجی زیادة خارق العادة یعنی اے میرے رب میری عمر میں اور میرے ساتھی کی عمر میں خارق عادت زیادتی فرما۔ (الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۱ء ص ۱۳ ۔تذکرہ ص ۴۰۶)

خارق عادت اضافہ دو چار سال نہیں عشروں کے حساب سے ہونا چاہیے۔اور الہام مبشر ہے ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ یہ دعا قبول ہو گئی ہے ۔ پھر یہ کیا ہوا کہ مولوی عبدالکریم جو مرزا صاحب کے دو فرشتوں میں سے ایک تھا (دوسرے حکیم نوردین صاحب تھے) اس دعا اور مبشر الہام کے چند ہی سال بعد چل بسا اور اس کے چند سال بعد خود مرزا صاحب چل بسے اور اس کے چند سال بعد آپ کے دوسرے فرشتے حکیم نوردین صاحب بھی چل بسے ۔خارق عادت زیادتی کہاں ہوئی اور کس کی عمر میں ہوئی ؟ اور کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ دعا قبول ہی نہیں ہوئی ۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں

.میں ایک قبر پر بیٹھا ہوں ۔صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے ...یہ دعا بھی مانگ لوں کہ میری عمر ۹۵ سال ہو جائے ... (تذکرہ ص ۴۹۷) ۔ ۲۲ نومبر ۱۹۰۳ء کے ا اس کشف میں بتایا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے ۹۵ سال عمر کے دعا کی اور ایک مستجاب الدعوات بزرگ نے اس پر آمین کہی ۔

مرزا کی عمر ۹۵ سال نہیں ہوئی اور یہ بات ان کی دعا کی عدم قبولیت کا نشان ہے

☆ عبدالکریم کی صحت کیلئے دعائیں اور الہامات

مولوی عبدالکریم سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے اور مرزا صاحب کے نہائت راسخ مرید اور ان کی عبادت گاہ کے پیش امام تھے ۔ یہ قادیانی بزرگ ایک مرتبہ وطن مالوف سیالکوٹ گئے اور وہاں بیمار ہو گئے ۔مرزا صاحب نے انہیں سیالکوٹ کے پتے پر ایک خط

لکھا جس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخصیت مرزا صاحب کے دل کے کتنا قریب تھی ۔ آپ بھی سن لیجئے مرزا صاحب لکھتے ہیں ۔

. اصل بات یہ ہے کہ میری تمام جماعت میں آپ دو ہی آدمی ہیں جنہوں نے اپنی زندگی دین کی راہ میں وقف کر دی ہے ۔ایک آپ ہیں اور ایک مولوی حکیم نوردین صاحب ۔ ابھی تیسرا آدمی پیدا نہیں ہوا۔ خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ (سیرۃ مسیح موعود از مولوی عبدالکریم ۔صفحہ ۴۴ ۔۴۵)۔

مولوی عبدالکریم صاحب مرزا صاحب کے محرم راز اور مشیر بھی تھے جیسا کہ

. مرزا صاحب کہتے ہیں رؤیا دیکھا کہ گویا حضرت ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند سلمہا اللہ تعالی ہمارے گھر میں رونق افروز ہوئی ہیں ۔ اسی اثنا میں میں نے مولوی عبدالکریم صاحب کو جو میرے پاس بیٹھے ہیں کہا کہ حضرت ملکہ معظّمہ کمال شفقت سے ہمارے ہاں قدم رنجہ ہوئی ہیں اور دو روز قیام فرمایا ہے۔ان کا کوئی شکریہ بھی ادا کرنا چاہیے ۔ (قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۳۰۳ بحوالہ مکاشفات از منظور الہی ص ۱۷)

اور مرزائی کہتے ہیں کہ مولوی صاحب کو خدا نے لیڈر بنایا تھا جیسا کہ لکھا ہے

. مولوی عبدالکریم صاحب جب گھر آئے تو انہوں نے غیرت کے جوش میں اپنی بیوی کو بہت کچھ سخت سست کہا۔حتی کہ ان کی یہ غصہ کی آواز حضرت مسیح موعود نے پیچھے اپنے مکان میں بھی سن لی ۔ چنانچہ اس واقعہ کے متعلق اسی شب حضرت صاحب کو الہام ہوا کہ یہ طریق اچھا نہیں ۔اس سے روک دیا جائے مسلمانوں کے لیڈر عبدالکریم کو۔لطیفہ یہ ہوا کہ صبح کو مولوی صاحب تو اپنی اس بات پر شرمندہ تھے اور لوگ انہیں مبارکبادیں دے رہے تھے کہ اللہ تعالی نے انکا نام مسلمانوں کا لیڈر رکھا

(سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۷۸منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۳۱۷)

اور مرزا صاحب نے منشی رستم علی کو ایک خط میں لکھتے ہیں

. ہماری جماعت میں سے اچھے اچھے لوگ مرتے جاتے ہیں ۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب جو ایک مخلص انسان تھے اور ایسا ہی مولوی برہان الدین صاحب جہلم میں فوت ہو گئے اور بھی بہت سے مولوی صاحبان اس جماعت میں سے فوت ہو گئے ۔مگر افسوس ہے کہ جو مرتے ہیں ان کا جانشین ہم کو نظر نہیں آتا .

(مکتوب ۶ دسمبر ۱۹۰۵ء ازمکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۶۳)

مولوی عبد الحق غزنوی نے ایک مرتبہ مرزا صاحب سے کہا تھا کہ آپ کن فیکون کے مالک ہیں۔ اللہ آپ کی باتیں مانتا ہے۔ دعائیں قبول کرتا ہے۔ آپ کا دعوی ہے کہ آپ جو چاہتے ہیں خدا وہی کر دیتا ہے۔ عبدالکریم آپ کا کتنا جاں نثار مرید ہے۔ اپنے فضائل وکمالات کی زکوۃ سے اپنے اس جان نثار مرید کو بھی کچھ عطا فرما دیجئے، ہم اسے آپ کی دعاؤں کی قبولیت کے دعوی کی صداقت کا نشان سمجھ لیں گے۔ مرزا صاحب مولوی عبدالحق صاحب کی یہ بات سن کر اکھڑ گئے اور کہنے لگے کہ دیکھو اس نابکار نے

مولوی عبدالکریم صاحب کا ذکر کیا ہے اور یہ نشان مانگا ہے کہ مولوی صاحب کو جو ایک ٹانگ میں کمزوری ہے اور ایک آنکھ کی بصارت میں خلل ہے یہ دونوں عارضے جاتے رہیں .(تحفہ غزنویہ خزائن ج ۱۵ ص ۵۵۷)۔ اور پھر انہوں نے اپنے اس مرید کے لئے کچھ بھی نہیں کیا۔ دراصل انہوں نے زبان حال سے مولوی عبدالحق صاحب کو کہا تھا کہ میری اپنی بصارت درست نہیں ہے (جیسا کہ مفتی صادق قادیانی نے لکھا ہے

. حضرت مسیح موعود (مرزا) کے اندرون خانہ ایک نیم دیوانی سی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے کیا حرکت کی۔ کہ جس کمرے میں حضرت صاحب بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے وہاں ایک کونے میں ایک کھرا تھا۔ جس کے پاس پانی کے گھڑے رکھے تھے۔ وہاں اپنے کپڑے اتار کر اور ننگی بیٹھ کر نہانے لگ گئی۔ حضرت صاحب اپنے کام تحریر میں مصروف رہے۔ اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ کیا کرتی ہے۔ جب وہ نہا چکی تو ایک اور خادمہ ادھر اتفاقاً آنکلی۔ اس نے اس نیم دیوانی کو ملامت کی کہ حضرت صاحب کے کمرے میں اور موجودگی کے وقت تو نے یہ کیا حرکت کی۔ تو اس نے ہنس کر جواب دیا انہوں کچھ دیدا ہے یعنی اسے کیا دکھائی دیتا ہے .

(ذکر حبیب از مفتی صادق قادیان ۱۹۳۶ء ص ۳۸۔۳۹)

اور میرا اپنا دایاں ہاتھ کام نہیں کرتا (چوبارے کی کھڑکی سے گر گئے تھے دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور بقول بشیر احمد یہ ہاتھ آخر عمر تک کمزور رہا۔ اس ہاتھ سے آپ لقمہ تو منہ تک لے جاسکتے تھے مگر پانی کا برتن وغیرہ منہ تک نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اور نماز میں بھی آپ کو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے سہارے سے سنبھالنا پڑتا تھا۔ سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۱۹۸)۔ اس

پس منظر میں انوں نے زبان حال سے فرمایا کہ جب میں اپنے لئے کچھ نہیں کرسکتا تو عبدلکریم کے لئے کیا کرسکتا ہوں ۔ ویسے عبدالکریم صاحب، مرزا صاحب کے نزدیک اتنے پہنچے ہوئے (خدارسیدہ) شخص تھے کہ خود بھی ان سے اپنے لئے دعا کراتے تھے ۔ جیسا کہ ان کی موت کے بعد اپنے ایک خواب کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

. کل رات خواب میں مولوی عبدالکریم کو دیکھا کہ ایک بڑے کمرے میں پھر رہے ہیں ۔ میں نے کہا ۔ آؤ مصافحہ کرلیں ۔ پھر مصافحہ کیا اور میں انہیں کہتا ہوں دعا کرو ۔ دشمنوں پر خدا مجھے غلبہ دے ۔ اور پھر آج دیکھا کہ ایک کمرے میں پھرتے ہیں ۔ بہت جوش میں اور سخت ناراض ہیں کہ وہ میرا نام لے کر کہتے ہیں کہ کیوں لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں اور کیوں نہیں مانتے اور بڑے جوش اور غضب سے کہہ رہے ہیں .

(۱۳ اپریل ۱۹۰۶ء کا الہام ۔ تذکرہ طبع دوم ص ۶۰۰ ۔ بحوالہ بدر ۵ اپریل ۱۹۰۶ ۔ الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۶ء)

ان مولوی عبدالکریم صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ

. ۲۱ اگست ۱۹۰۵ کو (عبدالکریم کی) گردن کے نیچے چھوٹی سی پھنسی نمودار ہوئی ۔ جو مرض کی ابتداء تھی ۔ ۵۱ دن بعد ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ بدھ کے روز اس دار ناپائیدار سے انتقال کرگئے ۔ اس لمبی مرض کے اثنا میں کئی دفعہ صحت کا رنگ آیا پھر مرض کا عود ہوا ۔ اور آخر ذات الجنب کے حملہ سے جس میں ۱۰۶ درجہ بخار ہوگیا جان سپرد خدا کی .

(الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

اس بیماری کے دوران مرزا صاحب ان کی صحت کے لئے دعائیں کرتے رہے جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ

. مولوی عبدالکریم صاحب کی گردن کے نیچے پشت پر ایک پھوڑا ہے جس کو چیرا دیا گیا ہے ۔ فرمایا (مرزا صاحب نے ۳۰ اگست ۱۹۰۵ء کے روز کہ) میں نے ان کے واسطے رات دعا کی تھی ۔ رؤیا میں دیکھا کہ مولوی نوردین صاحب ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں ۔ فرمایا (مرزا صاحب نے) ہمارا تجربہ ہے کہ خواب کے اندر رونا اچھا ہوتا ہے اور میری رائے میں طبیب کا رونا مولوی صاحب کی صحت کی بشارت ہے (تذکرہ ص ۵۵۹ ۔ بحوالہ اخبار بدر ۳۱ اگست ۱۹۰۵) ۔ (نہ دعا قبول ہوئی نہ تعبیر درست ہوئی) ۔

اور

. ۳۱ اگست ۱۹۰۵ کو (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ نصف رات سے فجر تک مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے دعا کی گئی۔ صبح جب سویا تو یہ خواب آئی۔ میں نے دیکھا کہ عبداللہ سنوری میرے پاس آیا ہے اور ایک کاغذ پیش کر کے کہتا ہے کہ حاکم سے دستخط کرانا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ لوگ نہ کسی کی سفارش مانیں نہ شفاعت۔ میں تیرا کاغذ لے جاتا ہوں۔ جب گیا تو اکسٹرا اسسٹنٹ کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں نے کہا یہ ایک میرا پرانا دوست ہے اس پر دستخط کر دو۔ اس نے بلا تامل کر دیئے۔ اس وقت میں کہتا ہوں کہ مقبول کو بلاؤ۔ اس کے کاغذ پر دستخط ہو گئے (اخبار بدر ج ۱ نمبر ۲۳ ملخص)

یعنی عبدالکریم کی صحت کے پروانے پر دستخط کرائے گئے۔ اس کشف کی تشریح الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب نے یوں کی

. اللہ تعالی کے نشان اس طرح کے ہوتے ہیں انسان کی طاقت نہیں کہ ظاہر کر سکے۔ مولوی صاحب کی زیادہ علالت کے وقت میں بہت دعا کرتا تھا اور بعض نقشے میرے آگے ایسے آئے جن سے نا امیدی ظاہر ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موت کا وقت ہے۔ اس دعا میں میں نے بہت تکلیف اٹھائی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی نے بشارت نازل کی۔ اور عبداللہ سنوری والہ خواب میں نے دیکھا جس سے نہائت درجہ غمناک دل کو تسلی ہوئی جو گذشتہ اخبار میں چھپ چکا ہے۔ (الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء)

اس سے آگے الحکم کا ایڈیٹر لکھتا ہے

حضرت اقدس (مرزا) حسب معمول تشریف لائے اور ایک رؤیا بیان کی جو بڑی ہی مبارک اور مبشر ہے۔ فرماتے تھے کہ آج تک جس قدر الہامات اور مبشرات ہوئے ان میں نام نہ تھا لیکن آج تو اللہ تعالی نے خود مولوی عبدالکریم صاحب کو دکھا کر صاف طور پر بشارت دی ہے۔ اس رؤیا کو سن کر جب ڈاکٹر صاحب پٹی کھولنے لگے تو خدا کی قدرت کا عجب تماشا مشاہدہ کرتے ہیں وہ یہ کہ سارے زخم پر انگور آ گیا ہے۔

(الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ تذکرہ ص ۵۶۰ و ۵۶۵)

اور الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۵ء کے مطابق مرزا صاحب نے ۲۷ ستمبر کو جماعت کو نصیحت کی کہ کل جنگل میں جا کر دعا کریں گے مولوی صاحب کے لئے۔ اور خود بھی ۲۸ ستمبر کو صبح

ہی باغ میں گئے اور کئی گھنٹے تک تخلیہ میں دعا کی (اسلامیہ پاکٹ بک۔کراچی ۱۹۷۶ء ص ۵۲)

اور ۱۰ستمبر ۱۹۰۵ء کی ایک خواب مرزا صاحب نے یوں بیان کی ہے ۔

. ایک جگہ بڑی حویلی ہے ۔اس کے آگے ایک بڑا چبوترہ ہے جس کی کرسی بہت بلند ہے ۔اس پر مولوی عبدالکریم صاحب سفید کپڑے پہنے ہوئے دروازہ پر بیٹھے ہیں ۔اسی جگہ میں ہوں اور چار پانچ اور دوست ہیں ۔ جو ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں ۔میں نے کہا مولوی صاحب میں آپ کو صحت کی مبارکباد دیتا ہوں ۔اور پھر میں رو پڑا ۔اور میرے ساتھ اور دوست بھی رو پڑے ۔اور مولوی صاحب بھی رو پڑے ۔ پھر میں نے کہا دعا کرو ۔اور دعا میں تین دفعہ سورۃ فاتحہ پڑھی

(تذکرہ چوتھا ایڈیشن ص ۵۶۵ ۔ ۵۶۶ بحوالہ بدر ۲۲ ستمبر ۱۹۰۵ء ۔الحکم ۱۰ستمبر ۱۹۰۵ء)

یہ مولوی عبدالکریم صاحب مرزا صاحب کے گھر میں رہتے تھے لیکن بیماری کی شدت سے حواس باختہ ہو چکے تھے جیسا کہ مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے

. بیان کیا مجھ سے بیوہ...مولوی عبدالکریم صاحب نے کہ جب مولوی عبدالکریم صاحب بیمار ہوئے اور ان کی تکلیف بڑھ گئی تو بعض اوقات شدت تکلیف کے وقت نیم غشی کی سی حالت میں وہ کہا کرتے تھے کہ سواری کا انتظام کرو ۔میں حضرت صاحب سے ملنے کے لئے جاؤں گا۔ گویا وہ سمجھتے تھے کہ میں کہیں باہر جا رہا ہوں اور حضرت صاحب قادیان میں ہیں ۔اور بعض اوقات کہتے اور ساتھ ہی رو پڑتے تھے کہ دیکھو میں نے اتنے عرصے سے حضرت صاحب کا چہرہ نہیں دیکھا ۔تم مجھے حضرت صاحب کے پاس کیوں نہیں لے جاتے ۔ ابھی سواری منگاؤ مجھے لے چلو ۔ایک دن جب ہوش تھی کہنے لگے جاؤ حضرت صاحب سے کہو کہ میں مر چلا ہوں ۔ مجھے صرف دور کھڑے ہو کر اپنی زیارت کرائیں اور بڑے روئے اور اصرار کے ساتھ کہا کہ ابھی جاؤ ۔ میں نیچے حضرت صاحب کے پاس آئی کہ مولوی صاحب اس طرح کہتے ہیں۔ حضرت صاحب فرمانے لگے کہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیا میرا دل مولوی صاحب کو ملنے کو نہیں چاہتا؟ مگر بات یہ ہے کہ میں ان کی تکلیف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ۔ مولویانی مرحومہ کہتی تھیں کہ اس وقت تمہاری والدہ (نصرت بیگم) پاس تھیں ۔ انہوں نے حضرت صاحب سے کہا کہ جب واقعی وہ اتنی خواہش رکھتے ہیں تو آپ کھڑے کھڑے ہو آئیں

حضرت صاحب نے فرمایا کہ اچھا میں جاتا ہوں مگر تم دیکھ لینا کہ اتنی تکلیف دیکھ کر مجھے دورہ ہو جائے گا۔ (لیکن گئے پھر بھی نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے) خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کو مولوی عبدالکریم صاحب سے بہت محبت تھی اور یہ اس محبت کا تقاضا تھا کہ آپ مولوی صاحب کی تکلیف کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ چنانچہ باہر مسجد میں کئی دفعہ فرماتے تھے کہ مولوی صاحب کی ملاقات کو بہت دل چاہتا ہے مگر میں ان کی تکلیف دیکھ نہیں سکتا۔ چنانچہ آخر مولوی صاحب اسی مرض میں فوت ہو گئے مگر حضرت صاحب ان کے پاس نہیں جا سکے۔ بلکہ حضرت صاحب نے مولوی صاحب کی بیماری میں اپنی رہائش کا کمرہ بھی بدل لیا تھا کیونکہ جس کمرہ میں آپ رہتے تھے وہ چونکہ مولوی صاحب کے مکان کے بالکل نیچے تھا اس لئے وہاں مولوی صاحب کے کراہنے کی آواز پہنچ جاتی تھی۔ جو آپ کو بے تاب کر دیتی تھی۔ اور مولوی صاحب چونکہ مرض کاربنکل میں مبتلا تھے اس لئے ان کا بدن ڈاکٹروں کی چیر پھاڑ سے چھلنی ہو گیا تھا اور وہ اس کے درد میں مبتلا ہو کر کراہتے تھے۔.

(سیرۃ المھدی اول ص ۲۷۱ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ازالیاس برنی ص ۶۲۹)

مرزا صاحب کی اتنی دعاؤں اور صحت کے الہامات کے باوجود جب مولوی عبدلکریم صاحب بیماری سے جان بر نہ ہو سکے اور ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء اس جہان فانی سے چل دیئے تو تحریک ختم نبوت کے کارکنوں نے مرزا صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا کہ جناب آپ تو کہا کرتے ہیں کہ آپ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور الہامات سچے ہوتے ہیں۔ اگر یہ دعاوی درست ہیں تو بتاؤ کہ اب عبدالکریم کہاں ہے۔ کیا آپ اس کی موت کے خواہاں تھے یا زندگی کے؟ آپ اس کی موت کے لئے دعائیں کر رہے تھے یا زندگی کے لئے؟ آپ کے الہامات ان کی زندگی کی بشارتیں لئے ہوئے تھے یا موت کی خبریں؟ مرزا صاحب فرمانے لگے کہ مجھے تو عبدالکریم کی موت کے الہام ہو رہے تھے۔ فرماتے ہیں

. میرے نشانوں کو سن کر مولوی ثناء اللہ صاحب کی عادت ہے کہ ابوجہلی مادہ کے جوش سے انکار کے لئے کچھ حیلے پیش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس جگہ بھی انہوں نے یہی عادت دکھلائی اور محض افترا کے طور پر اپنے پرچہ اہل حدیث ۸ فروری ۱۹۰۷ء میں میری نسبت یہ لکھ دیا ہے کہ مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت جو

ان کو الہام ہوا تھا کہ وہ ضرور صحت یاب ہو جائیگا مگر آخر وہ فوت ہو گیا۔ اس افتراء کا ہم (مرزا) کیا جواب دیں بجز اس کے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ مولوی ثناءاللہ صاحب ہمیں یہ بتا دیں کہ (اگر) مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے صحت یاب ہونے کی نسبت الہام مذکورہ بالا ہو چکا ہے تو پھر یہ الہامات مندرجہ ذیل جو پرچہ اخبار بدر اور الحکم میں شائع ہو چکے ہیں کس کی نسبت سے تھے۔ یعنی کفن میں لپیٹا گیا۔ ۴۷ سال کی عمر انا للہ و انا الیہ راجعون اس نے اچھا ہونا ہی نہیں تھا ان المنا یا لا تطیش سہا مہا یعنی موتوں کے تیرٹل نہیں سکتے۔ واضح ہو کہ یہ سب الہام مولوی عبدالکریم صاحب کی نسبت تھے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ خزائن ج ۲۲۔ ص ۴۵۸)

اس تحریر میں مرزا صاحب نے بتایا کہ ۴۷ سال کی عمر انا للہ اور ان المنا یا لا تطیش سہا مہا والے الہام مولوی عبدالکریم کی موت کے بارے میں تھے۔ کہ وہ ۴۷ سال کی عمر میں فوت ہو جائیں گے اور موتوں کے تیر روکے سے نہیں رکتے۔ اس لئے یہ کہنا کہ میں نے مولوی صاحب کی صحت کی دعائیں کر کے اس کی صحت کی بشارت دے رکھی تھی غلط بات ہے اور ایسا کہنا مولوی ثناءاللہ اور اس کے ہم نواؤں کا کذب وافتراء ہے۔ آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے ان دونوں الہاموں کا شان نزول کیا ہے اور مولوی عبدالکریم کی موت سے پہلے انہوں نے ان الہامات کے کیا معنی بتائے تھے۔

اخبار الحکم میں مرزا صاحب کا ۲ ستمبر ۱۹۰۵ء کا الہام بایں الفاظ درج ہے

۴۷ سال کی عمر انا للہ (پھر مرزا صاحب کہتے ہیں) اس سے دوسرے دن ایک شخص کا خط آیا جس میں اپنی بدکاریوں اور غفلتوں پر نہائت افسوس کی تحریر کر کے (مکتوب نگار مرید نے) لکھا ہے۔ اب میری عمر ۴۷ سال ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ فرمایا (مرزا صاحب نے) کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خط باہر سے آنے والہ ہوتا ہے اس کے مضمون سے پہلے اطلاع دے دی جاتی ہے اور۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے ۹ ستمبر کو (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ مجھے بہت ہی فکر تھا کہ بعض الہامات ان میں متوحش تھے۔ آج صبح بہت سوچنے کے بعد میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ بعض وقت ترتیب کے لحاظ سے پہلے یا پیچھے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ان الہامات کی ترتیب اللہ تعالی نے میرے دل میں ڈالی کہ

ایسے الہامات جیسے اذا جاء افواج و سم من السماء اور کفن میں لپیٹا گیا اور ان المنا یا لا تطیش سھا مھا اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ قضاو قدر تو ایسی ہی تھی (کہ مولوی صاحب کی موت سامنے ہے) مگر اللہ تعالی نے اپنے فضل و رحم سے رد بلا کر دیا (یعنی صحت عطا کر کے موت کو ٹال دیا ہے)

(الحکم ۱۰ استمبر ۱۹۰۵ ص ۲۱ منقول از محمد یہ پاکٹ بک ص ۸۹۔۹۰)

مرزا صاحب کی اس تحریر نے فیصلہ کر دیا کہ ۴۷ سال کی عمر والہ الہام تو کسی اور مرید کے متعلق ہے۔ اور کفن میں لپیٹا گیا اور موتوں کے تیر والہ الہام بلکہ ایک تیسرا الہام بھی جو مولوی عبدالکریم کے متعلق تھا خدا نے ان سب کو اپنے فضل و رحم سے رد کر دیا۔ اب رہا الہام اس نے اچھا ہونا ہی نہ تھا ۔ تو سنئے ان الفاظ کا مرزا صاحب کا کوئی الہام نہیں ہے۔ البتہ مولوی عبدالکریم کی بیماری (جو ۲۱ اگست ۱۹۰۵ء کو شروع ہوئی) سے دو ماہ پہلے یہ الہام ہوا تھا خدا نے اس کو اچھا کرنا ہی نہیں تھا۔ بے نیازی کے نام ہیں (البشری۔ ج ۲ ص ۹۹) اور وہیں اس الہام کی تشریح میں لکھا ہے ۔ ہماری جماعت کے ۴ آدمیوں میں سے جو سخت بیمار ہوئے تھے ان میں سے ایک کے متعلق یہ الہام ہوا۔ یعنی اس کی موت تقدیر مبرم کی طرح کی تھی گویا تقدیر مبرم تھی ۔مگر معجزہ مسیح ہے کہ خدا نے اس کو اچھا کر دیا۔ مبرم تقدیر قابل تبدیل نہیں ہوتی ۔مگر بعض تقدیریں مبرم سے سخت مشابہ ہوتی ہیں ایسی دور ہوسکتی ہیں . مولانا معمار کہتے ہیں کہ دیکھئے مرزا صاحب نے مولانا امرتسری کو جواب میں ۴ الہام پیش کئے ۔ان میں سے دو غیروں کے متعلق ہیں اور باقی دو خود مرزا صاحب اور ان کے الہام کنندہ نے رد کر دیئے اور عبدالکریم کو صحت کی بشارت دے دی ۔ بتایئے اب ابوجہل ، دجال اور کذاب کون ہوا؟ مولانا امرتسری کہ جنہوں نے صاف اقوال مرزا سے صحت کے الہام دکھا دیئے یا مرزا صاحب کہ جنہوں نے غیر متعلق اور مردود و منسوخ الہام پیش کر کے اپنی جھوٹی نبوت ثابت کرنی چاہی ۔ (محمد یہ پاکٹ بک ۔ص ۹۰۔۹۱)

☆ تیرہ ماہیہ پیش گوئی

مرزا صاحب کی ایک مشہور پیش گوئی ہے جسے تیرہ ماہیہ پیش گوئی بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں مرزا صاحب نے کہا تھا کہ پیش گوئی کئے جانے سے تیرہ ماہ کے اندر اندر ان کی صداقت کا نشان اس طرح ظاہر ہوگا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی سید ابوالحسن تبّتی اور ملا

محمد بخش جعفر زٹلی کو ذلت پہنچے گی ۔ اور وہ تینوں ذلیل وخوار اور رسوا ہوں گے وغیرہ وغیرہ ۔اور اگر ایسا نہ ہوا تو میں جھوٹا۔

اس پیش گوئی کو تقویت پہنچانے کئے مرزا صاحب نے دعا بھی فرمائی کہ اے اللہ . اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر۔اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ضربت علیھم الذلۃ کا مصداق کر آمیں ثم آمین ۔ یہ دعا تھی جو میں نے کی ۔ اس کے جواب میں یہ الہام ہوا ۔میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کرونگا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا ۔ (تذکرہ ص۳۲۴)(اس پیش گوئی کی مدت پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے پندرہ جنوری ۱۹۰۰ء تک تھی)

مدت کے اختتام پر لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی پیش گوئی کا کیا انجام ہوا اور آپ کی دعا کا کیا بنا؟ محمد حسین کو کیا ذلت پہنچی؟ ابوالحسن تبتّی کیسے ذلیل ہوا؟ اور ملا محمد بخش کیوں کر ذلیل وخوار ہوا؟ مرزا صاحب نے فرمایا کہ محمد حسین نے لائل پور (حال فیصل آباد پاکستان) کے ضلع میں زمین خرید لی ہے ۔اور اس کا زمین دار ہو جانا ہی اس کی ذلت ہے ۔ لوگوں نے پوچھا کہ ابوالحسن تبتّی اور محمد بخش جعفر زٹلی کو کیا ذلت پہنچی؟ فرمایا کہ وہ محمد حسین کے دوست اور تابع ہیں ۔محمد حسین کی ذلت ہی ان کی ذلت ہے ۔ان کی الگ سے ذلت کی ضرورت نہیں

اگر محمد حسین کا زمین دار ہو جانا اس کی ذلت کے مترادف تھا تو جناب مرزا صاحب پیدائشی ذلیل تھے کیونکہ وہ زمین دار گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور خود بھی بنیادی طور پر زمین دار تھے ۔اور جب دو ذلیلوں میں سے فیصلہ کرنا ہو کہ بڑا ذلیل ذلیل کون ہے تو اس کے دو ہی پیمانے ہو سکتے ہیں ۔ ایک یہ کہ کس ذلیل میں وجہ ذلت زیادہ ہے ۔ دوسرا یہ کہ دونوں میں سے پہلے کون ذلیل ہوا؟ اور ان دونوں پیمانوں سے محمد حسین اور مرزا صاحب کو جانچیں تو مرزا صاحب کا پلہ ہی بھاری نظر آتا ہے کیونکہ محمد حسین نے تو ۱۹۰۰ء گردوپیش فیصل آباد والی زمین خریدی تھی جب کہ مرزا صاحب ۱۸۴۰ء کے عشرے سے زمین دار چلے آرہے تھے ۔ اور محمد حسین نے تو صرف چار مربع زمین حاصل کی تھی جب کہ مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ وہ پورے گاؤں کے مالک ہیں ۔

ایک دفعہ مولانا بٹالوی پر جب مرزا صاحب نے گالی گلوچ کا حربہ استعمال کیا تو انہوں نے لکھا کہ کوئی ذی علم آدمی تمہاری گالیوں کا یوں بھی حریف نہیں ہوسکتا کہ تم مختاری اور مقدمہ بازی کرتے رہے ہو۔اس کے جواب میں مرزا صاحب نے لکھا

. تم لکھتے ہو کہ تم مختاری اور مقدمہ بازی کرتے رہے ہو ۔آپ ان افتراؤں سے باز آجائیں ۔ والد صاحب کے زمانہ میں اکثر وکلاء کی معرفت اپنے زمین داری کے مقدمے ہوتے تھے اور کبھی ضرورتاً مجھے آپ ہی جانا پڑتا تھا۔ یہ عاجز ان پیشوں میں کبھی نہیں پڑا کہ دوسروں کے مقدمات عدالتوں میں کرتا رہے (مکتوبات احمدیہ ج ۴ ص ۳۶) ۔ حالانکہ مرزا صاحب کی مقدمہ بازی کوئی مخفی چیز نہ تھی (کیونکہ مرزا صاحب نے اپنی عمر کافی حصہ مقدمہ بازی میں گزارا ہے۔ خود لکھتے ہیں . میرے والد صاحب اپنے بعض آباء واجداد کے دیہات دوبارہ حاصل کرنے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کررہے تھے۔انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔افسوس کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بے ہودہ جھگڑوں میں ضائع ہوگیا۔(کتاب البریہ ص ۱۵۱)

اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ۱۸۷۴ء سے پہلے میں مرزا صاحب (غلام مرتضی) کے وقت میں کسانوں کے ساتھ ایک مقدمہ پر امرتسر میں کمشنر کی عدالت میں تھا۔ایک دن پہلے کمشنر کسانوں کی رعائت کرتا ہوا اور ان کی شرارتوں کی پرواہ نہ کرکے برسرعدالت کہنے لگا کہ یہ غریب لوگ ہیں تم ان پر ظلم کرتے ہو۔اس رات میں نے دیکھا کہ وہ انگریز ایک چھوٹے سے بچے کی شکل میں میرے پاس کھڑا ہے ۔میں اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہا ہوں ۔اس کے بعد جب ہم عدالت میں گئے تو اس کی حالت ایسی بدلی ہوئی تھی کہ گویا وہ پہلا انگریز ہی نہ تھا۔اس نے کسانوں کو بہت ڈانٹا اور مقدمہ ہمارے حق میں فیصل کیا۔اور ہمارا سارا خرچہ بھی ان سے دلایا۔ (تذکرہ ص ۱۴ بحوالہ الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۱ء ص ۳)

(اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ابتدا ہی سے بیداد کے خوگر تھے ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ غیر قوم کا کوئی حاکم جسے فریقین سے کوئی تعلق نہ تھا انہیں کہتا کہ تم ان پر ظلم کرتے ہو..خیر اگلے دن وہی حاکم مرزا کا حامی بن گیا۔اور اس نے مفلوک الحال کسانوں کو ڈانٹا)۔

اور ایک اور مقام پر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے اپنے ایک زمین داری مقدمہ کے متعلق جو تحصیل بٹالہ میں دائر تھا خواب آئی کہ جھنڈا سنگھ نامی ایک دخیل کار

پر ہماری ڈگری ہوگئی ہے۔اس دخیل کار پر بوجہ ایک درخت کیکر جس کو اس نے اپنے کھیت سے ہماری اجازت کے بغیر کاٹ لیا تھا چودہ روپئے کی نالش کی گئی تھی۔سو خواب دکھائی دیا کہ دعوی مسموع ہو کر ڈگری ہوگئی ہے (تریاق القلوب تقطیع کلاں ص ۳۶))۔اور مولانا بٹالوی نے آپ کو یہ طعنہ نہیں دیا تھا کہ تم دوسروں کے مقدمات کرتے رہے ہو۔ بلکہ ان کا بھی مرزا صاحب کے اپنے مقدمات کی طرف اشارہ تھا۔پس ان کا یہ کہنا کہ افتراؤں سے باز آجاؤ، خود افترا پردازی ہے۔اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر مرزا صاحب مختاری کے امتحان میں کامیاب ہو جاتے تو دوسروں کے مقدمات کی پیروی میں کچہریوں کی خاک بھی چھانا کرتے۔ اور ہاں۔ جب مرزا صاحب نے مختاری کا امتحان دیا تو وہ کیا چاہتے تھے۔پاس ہونا یا فیل ہونا؟ یقیناً پاس ہونا چاہتے تھے۔اور مرزا صاحب کا کہنا ہے کہ خدا وہی کرتا تھا جو وہ چاہتے تھے۔پھر مرزا صاحب پاس کیوں نہ ہوئے؟

تاہم مرزا صاحب نے مقدمہ بازی کو اپنے حق میں استعمال کرتے ہوئے فرمایا

. ان زمین داری تعلقات سے جو ابتدائی زندگی سے میرے ساتھ رہے کوئی تعجب نہ کرے کیونکہ احادیث نبویہ پر غور کرنے سے بصراحت معلوم ہوگا کہ وہ مسیح موعود حارث کہلائے گا۔ (تریاق القلوب تقطیع کلاں ص ۳۷)

مولانا دلاوری کہتے ہیں کہ

یہ کہیں نہیں لکھا کہ حضرت مسیح موعود انگریزی عدالتوں میں مقدمے لڑیں گے۔ اور نہ یہ کسی حدیث میں مذکور ہے کہ وہ حارث یعنی کاشت کار ہوں گے۔مرزا صاحب نے ایک جنبش قلم سے رائی کو پہاڑ بنا دیا۔ وہ حدیث ملاحظہ ہو جس کی طرف مرزا صاحب کا اشارہ ہے اور جس میں حارث کے ماوراء النہر سے برآمد ہونے کا تذکرہ ہے

عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ یخرج رجل من وراء النہر یقال لہ الحارث حراث علی مقدمۃ رجل یقال لہ منصور بوطن او یمکن لآل محمد کما مکنت قریش لرسول اللہ ﷺ وجب علی کل مسلم نصرہ او اجابہ (رواہ ابو دائود)۔حضرت علی سے روائت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص جس کو حارث حراث کہیں گے ملک ماوراء النہر سے نکلے گا۔اس کے لشکر کی ہراول فوج کے سردار کا نام منصور ہوگا۔ وہ آل محمد کو

اسی طرح اپنے ہاں جگہ دے گا جس طرح قریش رسول اللہ کی نصرت و تمکین کا باعث ہوئے تھے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کی مدد کرے یا اجابت کرے

اس حدیث میں حارث اور حراث دو لفظ آئے ہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ کاشت کار ہوگا حالانکہ فی الحقیقت وہ مزارع نہیں ہوگا بلکہ حارث حراث کے نام سے پکارا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حارث اس کا نام ہو اور حراث اس کی صفت ہو۔ حراث لغت عرب میں جمع کرنے والے کو کہتے ہیں۔ پس یہاں مقدمہ لشکر کے قرینہ سے الفاظ احادیث کے یہ معنی ہوئے کہ حارث نامی ایک شخص ماوراء النہر سے برآمد ہوگا جو عساکر کا اجتماع کرے گا اور اس کے مقدمہ لشکر کے سردار کا نام منصور ہوگا۔ اب قادیانی بتائیں کہ مرزا صاحب کا نام حارث تھا یا غلام احمد؟ اگر حارث کے معنی کاشت کار لئے جائیں تو مرزا صاحب کا پیشہ زراعت تھا یا مقدمہ بازی؟۔ اگر زراعت کہو تو بتاؤ کہ مرزا صاحب نے کبھی ہل چلایا ہو۔ مرزا صاحب کون سا لشکر لے کر ماوراء النہر سے نکلے تھے؟ ان کے ماوراء النہر سے نکلنے کا کیا ثبوت ہے۔ ہراول کے سردار کا نام منصور ہونا چاہیے۔ مرزا صاحب کا کون سا لشکر تھا جس کے سردار کا نام منصور ہو۔ مرزا حارث کی ہراول فوج کہاں غارت ہوگئی۔ مرزا حارث نے کس سید کو پناہ دی؟ مسیح موعود کے کاشت کار ہونے کا جو ڈھکوسلا بنایا ہے اس کا حدیث میں کہاں ذکر ہے۔ یعنی وہ لفظ پیش کرو جس کا ترجمہ مسیح موعود ہو۔

اگر بفرض محال یہ تسلیم کرلیا جائے کہ زمین دار ہو جانا واقعتاً محمد حسین کی ذلت تھی تو پھر بھی مرزا کی پیش گوئی غلط ہی نکلتی ہے کیونکہ پیش گوئی کا نشانہ تین افراد تھے۔ جن میں سے دو افراد کو خود مرزا صاحب کے اقرار کے مطابق کوئی ذلت ان تیرہ مہینوں میں نہیں پہنچی۔ اور جب تین میں سے دو آدمیوں کو کچھ نہیں نہ ہوا اور صرف ایک ہی ذلیل ہوا ہو تو پیش گوئی کو بحیثیت مجموعی دیکھا جائے گا اور اس کی تقدیر کا فیصلہ اکثریت کے مطابق ہوگا۔

زمین داری کی یہ بحث تو شائد خواہ مخواہ ہی چل پڑی جب کہ ہماری گزارشات کا اصل مقصد یہ ہے کہ پیش گوئی کے تیرہ مہینوں میں محمد حسین بٹالوی اور ابوالحسن تبّتی اور محمد بخش جعفر زٹلی کو کوئی ذلت نہیں پہنچی اور مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئی غلط نکلی اور اس پیش گوئی کو تقویت دینے کے لئے مرزا صاحب نے جو دعا فرمائی تھی وہ بھی شرف قبولیت

سے محروم رہی۔

مزید سنئے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں

اور جو کچھ مولوی محمد حسین اور ان کے رفقا کی نسبت پیش گوئی خدا کے الہام سے کی لکھی گئی تھی اس کی نسبت کوئی تاریخ مقرر نہ تھی۔ صرف میری دعا میں اپنے الفاظ تھے۔ الہامی الفاظ نہ تھے۔ اور صرف میری دعا تھی کہ اتنی مدت میں ایسا ہو۔ سو خدا تعالی اپنی وحی کا پابند ہوتا ہے۔ اس پر فرض نہیں کہ جو اپنی طرف سے التجا کی جائے بعینہ اس کو ملحوظ رکھے۔ اس لئے پیش گوئی میں جو عربی میں شائع ہو چکی ہے کوئی مدت مقرر نہیں کہ فلاں مہینہ یا برس میں رسوا کیا جائے گا'

(روحانی خزائن ج ۲۲ (حقیقت الوحی) ص ۱۹۵)

حقیقۃ الوحی مئی ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ ۱۹۰۷ء تک بھی کچھ نہیں ہوا تھا۔ یعنی پیش گوئی کے تیرہ ماہ مولوی محمد حسین اور اس کے ساتھیوں کے لئے بخیریت گذر گئے تھے اور پیش گوئی پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ اس سے پہلے مرزا صاحب جن باتوں کو اپنی پیشگوئی کے پورے ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے تھے وہ باتیں دراصل مولانا کی ذلت نہیں تھیں۔ مثلاً انہوں نے یہ کہا کہ مولانا بٹالوی کو زمین مل گئی ہے۔ یا ان کے مریدوں نے کہا کہ ہم نے لاہور میں مولانا کو بطرف ریلوے سٹیشن جاتے ہوئے دیکھا کہ اپنے سامان کا تھیلہ انہوں نے خود اٹھایا ہوا تھا۔ یا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ کچھ علماء نے ان کیخلاف فتوی دے دیا تھا۔ وغیرہ

اور مولانا امرتسری نے جب مباحثہ مد میں کہا تھا کہ یہ ذلت والی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی تو جواب میں مرزا صاحب نے کہا کہ نہیں تم غلط کہتے ہو اس لئے کہ محمد حسین زمین دار ہو گیا جو اس کی اور اس کے دونوں ساتھیوں کی ذلت تھی۔ اور حقیقۃ الوحی کی اس تحریر میں مرزا صاحب یہ اقرار کر رہے ہیں کہ ان کا یہ جواب درست نہیں تھا کیونکہ جب ڈاکٹر عبدالحکیم نے کہا کہ یہ تیرہ ماہیہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی تو مرزا صاحب نے کہا کہ جب کوئی مدت ہی مقرر نہیں تھی تو اس کے پورے ہونے یا نہ ہونے کا کیا سوال؟ جب کبھی مولانا بٹالوی کو نزلہ ہو جائیگا ہم کہہ دیں گے کہ دیکھو وہ بیمار ہو گیا ہے اور یہی اس کی ذلت ہے اور ہماری پیش گوئی کے پورا ہونے کا نشان۔

اور اس سلسلے میں ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں نے مدت مقرر کرنے کی دعا کی تھی اور یہ دعا اللہ تعالی نے منظور نہیں کی ۔

☆ مبارک احمد کی صحت کیلئے دعائیں

مرزا غلام احمد کا ایک بیٹا ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوا جس کا نام مبارک رکھا گیا۔ یہ بیٹا ان کا مولود منتظر تھا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں . ایک اور الہام ہے جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا تھا۔اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کریگا۔اس وقت ان تین لڑکوں کا جو اب موجود ہیں (محمود احمد ۔بشیر احمد ۔شریف احمد) نام و نشان نہ تھا ۔ اور اس الہام کے معنی یہ تھے کہ تین لڑکے ہوں گے ۔ اور پھر ایک اور ہوگا جو تین کو چار کر دے گا ۔سو ایک بڑا حصہ اس کا پورا ہوگیا ۔یعنی خدا نے تین لڑکے مجھ کو اس نکاح (جو نصرت بیگم سے ہوا) سے عطا کئے جو تینوں موجود ہیں ۔صرف ایک کی انتظار ہے جو تین کو چار کرنے والہ ہوگا . (ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۵)

اور جب یہ مولود منتظر پیدا ہوا تو مرزا صاحب نے تحریک ختم نبوت کے کارکنوں کو للکارتے ہوئے فرمایا۔

. میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد ہے اس کی نسبت پیش گوئی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی.... سو خدا نے میری تصدیق کے لئے اور تمام مخالفین کی تکذیب کے لئے اسی پسر چہارم کی پیش گوئی کو ۱۴ جون ۱۸۹۹ء .... کو پورا کر دیا .

(تریاق القلوب ص ۴۳ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۳۳۷)

اور اپنے مباہل مولوی عبد الحق غزنوی کو خاص طور پر مخاطب کر کے لکھا

. وہ پیش گوئی جو چوتھا لڑکا ہونے کے بارے میں ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں کی گئی تھی جس کے ساتھ شرط تھی کہ عبد الحق غزنوی جو امرتسر میں مولوی عبد الجبار غزنوی کی جماعت میں رہتا ہے نہیں مرے گا جب تک یہ چوتھا لڑکا پیدا نہ ہو لے ۔ وہ پیش گوئی اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ کی میعاد کے اندر پوری ہوگئی اور وہ لڑکا بفضلہ تعالی پیدا ہوگیا جس کا نام بفضلہ تعالی مبارک احمد رکھا گیا اور جیسا کہ پیش گوئی میں شرط تھی کہ عبد الحق غزنوی اس وقت تک زندہ ہوگا کہ چوتھا لڑکا پیدا ہو جائے گا ۔ایسا ہی ظہور میں آیا۔اور اب اس وقت ۵ دسمبر ۱۸۹۹ء ہے ۔ ہر شخص امرتسر جا کر تحقیق کر لے کہ عبد الحق اب تک زندہ ہے ۔ (تریاق القلوب ۔خزائن ۔ج ۱۵ ص ۴۴۴)

اور یہ لڑکا اتنا عالی مرتبت تھا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں

. اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح نے تو صرف مہد میں ہی باتیں کیں ۔ مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں ۔ (تریاق القلوب ص ۴۱) ۔ اور اس لڑکے کا نکاح بچپن میں ڈاکٹر عبدالستار کی لڑکی مریم سے کر دیا گیا (ملاحظہ ہو بدر قادیان ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء)

اور . ۲۰ جولائی ۱۹۰۷ء کو .حضرت (مرزا) نے ایک خواب میں دیکھا کہ ہمارے مکان میں ایک بکرا ذبح کیا گیا ہے ۔ان ایام میں حضرت مولوی نورالدین صاحب علیل تھے ۔ چنانچہ اسی واسطے مولوی صاحب کو دوسرے مکان پر رکھا گیا . بدر ۱۹ستمبر ۱۹۰۷ء (تذکرہ ص ۷۲۴) ء ۔ (یعنی اپنے گھر سے نکال دیا کیونکہ) مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اس الہام کا نشانہ نوردین صاحب کو سمجھ لیا تھا حالانکہ یہ مبارک احمد کے لئے تھا جیسا کہ مرتب تذکرہ نے حاشیہ میں لکھا ہے۔ . کہ دراصل اس سے صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات مراد تھی جو ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو وقوع میں آئی .

کیا مرزائی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے مسیح کے الہاموں کے خود مسیح موعود سے زیادہ جانتے ہیں؟ ۔ اور اگر یہ مبارک احمد کی موت کی خبر تھی اور مرزا صاحب کو معلوم بھی تھا تو انہوں نے عین انہی دنوں مبارک احمد کی شادی مریم سے کیوں کر دی؟ کیا مرزا صاحب جان بوجھ کر ایک لڑکی پر اس کی جوانی بلکہ بچپن ہی میں بیوگی کا داغ لگانا چاہتے تھے۔

بہرحال مبارک احمد کی موت سے پہلے جو کچھ ہوتا رہا وہ سن لیجئے ۔ لکھا ہے کہ

. ۲۱ جولائی ۱۹۰۱ء صاحبزادہ مبارک احمد یکا یک سخت بیمار ہو گئے ۔اور چند بار غش آیا۔آخری مرتبہ ایسی غشی طاری ہوگئی کہ بدن بے حس اور سرد ہو گیا۔سب عورتوں نے انا للہ و انا الیہ را جعون پڑھ دیا۔ حضرت مسیح موعود اس وقت دعا میں مصروف تھے۔آپ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ آپ تکلیف نہ اٹھائیں لڑکا فوت ہو چکا ہے۔آپ نے فرمایا میں نے انا للہ و انا الیہ را جعون پڑھ دیا ہے ۔ بایں ہمہ آپ نے عرق گلاب لاکر صاحب زادے کے منہ پر چھینٹے مارے ۔جس کے بعد انہیں کچھ حرکت ہوئی اور پھر تھوڑے عرصے کے بعد وہ ہوش میں آگئے ۔حضرت مسیح موعود نے باہر آکر بیان فرمایا کہ لڑکے کی نبض مفقود ہو چکی تھی ۔اور علامات موت بالکل ظاہر ہو چکی تھیں ۔ آنکھیں پتھرا گئی تھیں ۔ میں نے عرق گلاب چھڑکا اور دعا کی الہی زیادہ خوف شماتت اعداء

کا ہے ۔ اس سے بچ جائیں پھر اللہ تعالی نے لڑکے کو مردہ حالت سے زندہ کیا۔

(الحکم ج ۵ نمبر ۳۰ منقول از منظور الہی ص ۶۷ مصنفہ منظور قادیانی ۔منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۳۵۳)

اور ۔ ۲۷ اگست ۱۹۰۷ء صاحب زادہ میاں مبارک صاحب جو تپ سے سخت بیمار ہیں اور بعض دفعہ بے ہوشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ابھی تک بیمار ہیں ۔ان کی نسبت آج الہام ہوا اور قبول ہوگئی ۔ نو دن کا بخار ٹوٹ گیا۔یعنی یہ دعا قبول ہوگئی کہ اللہ تعالی میاں صاحب موصوف کو شفا دے ۔ یہ پختہ طور پر یاد نہیں کہ کس دن بخار شروع ہوا تھا لیکن خدا تعالی نے اپنے فضل وکرم سے میاں صاحب کی صحت کی بشارت دی ۔

(بدر ۲۹ اگست ۱۹۰۷ء منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ۔ص ۳۳۸ ۔ ۳۳۹)

مرزا بشیر صاحب کہتے ہیں ۔ ۱۹۰۷ء میں ہمارا چھوٹا بھائی....مبارک احمد بیمار ہو گیا اور اسی بیماری میں بے چارہ اس جہان فانی سے رخصت ہوا ۔ مبارک احمد کی بیماری میں حضرت مسیح موعود (مرزا) کو اس کی تیمار داری اور علاج معالجہ میں اس قدر شغف تھا کہ گویا آپ نے اپنی ساری توجہ اسی میں جما رکھی تھی ۔اور ان ایام میں تصنیف وغیرہ کا سلسلہ بھی عملاً بند ہو گیا تھا۔ (مرزا بشیر کا بیان در الفضل ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۰ء منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ۔ص ۳۳۹)

اور ۔ خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ جب ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار ہوا تو حضرت مسیح موعود دن رات اس کی تیمار داری میں مصروف تھے ۔اور بڑے فکر اور توجہ کے ساتھ اس کے علاج معالجے میں مشغول رہتے تھے .(سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۱۵۸ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص ۳۴۰)

لیکن یہ بیٹا اسی بیماری میں مر گیا۔ مرزا صاحب نے اس کی شفا کے لئے دعا فرمائی تھی اور دعا کی قبولیت کا الہامی دعوی بھی کیا گیا تھا ۔لیکن دعا بھی رد ہوئی اور قبولیت کا الہام بھی جھوٹا نکلا۔

مرزا صاحب بہت چالاک شخص تھے ۔ پیش گوئی کردی تھی کہ عبد الحق کی زندگی میں میرے ہاں بیٹا ہوگا ۔دوسری طرف عبدالحق سے مباہلہ بھی کر کے کہہ رکھا تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے ۔ گویا مرزا صاحب نے عبدالحق صاحب کو دو دھاری تلوار کی زد پر رکھ لیا تھا۔ اگر عبد الحق مبارک کی ولادت تک زندہ رہتا ہے تو مرزا صاحب

کی وہ پیش گوئی درست ٹھہرتی کہ تمہاری زندگی میں میرے ہاں لڑکا ہوگا۔اور اگر عبد الحق صاحب مبارک کے پیدا ہونے سے پہلے مرجاتے تو مرزا صاحب کہتے کہ دیکھو اس نے مجھ سے مباہلہ کیا ہوا تھا۔اب دیکھ لو کہ میں تو زندہ ہوں اور عبدالحق امرتسر میں مرا پڑا ہے ۔ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر گیا ہے۔

پھر کیا ہوا ؟ جس لڑکے کو مرزا صاحب نے اپنی صداقت اور عبدالحق کے جھوٹا ہونے کے نشان کے طور پر پیش کیا تھا اس بے چارے نے تڑپ تڑپ کر جان دیدی۔ مرزا صاحب نے اس کی صحت کے لئے جو دعائیں کی تھیں رائیگاں گئیں اور ہاتھیوں کی لڑائی میں گھاس خواہ مخواہ روندا گیا۔

اور پھر مرزا صاحب نے کہا

. مبارک فوت ہو گیا۔ مجھے بعض الہاموں میں بھی بتایا گیا تھا کہ یہ لڑکا بہت خدا رسیدہ ہوگا یا بچپن میں فوت ہو جائے گا۔سو ہم کو اس لحاظ سے خوش ہونا چاہیے کہ خدا کا کلام پورا ہوا . (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۱۵۸)

یہ بھی عجیب بات ہے کہ خدا کو بھی معلوم نہیں کہ یہ بچہ عمر پائے گا یا کم عمری میں فوت ہو جائے گا؟

پھر مرزا صاحب کہتے ہیں

. بعض کوتاہ اندیش لوگوں نے میرے فرزند مبارک احمد کی وفات پر بڑی خوشی ظاہر کی ہے ... میرا لڑکا مبارک احمد نابالغ تھا اور ابھی نو برس کی عمر کو نہیں پہنچا تھا جب وہ فوت ہو گیا۔اور خدا نے اس کی وفات سے کئی برس پہلے دو مرتبہ اس کی نسبت خبر دی تھی کہ ابھی وہ بالغ نہیں ہوگا جو فوت ہو جائے گا ......اور یہ بھی ان کی نسبت الہام تھا کہ انما یرید اللہ لیذ ھب عنکم الر جس اہل البیت و یطہر کم تطہیرا۔یعنی اے اہل بیت خدا تمہیں ایک امتحان کے ذریعہ سے پاک کرنا چاہتا ہے جیسا کہ حق ہے پاک کرنے کا۔اس الہام میں بھی اسی مصیبت کی طرف اشارہ ہے۔اور علاوہ اس کے اور کئی الہام تھے جن میں بصراحت اس لڑکے کے مرنے کی خبر دی گئی تھی۔اور صرف یہی نہیں تھا کہ زبانی اپنی جماعت کو یہ پیش گوئیاں بتلائی گئی تھیں بلکہ یہ پیش گوئیاں اس واقعہ سے کئی سال پہلے اخبار بدر اور الحکم میں شائع کر دی گئی تھیں جس کا خلاصہ مضمون

یہی تھا کہ مبارک احمد قبل اس کے کہ جو بلوغ کی عمر کو پہنچے فوت ہو جائے گا اور باوجود اس کے کہ میرے کئی اور لڑکے تھے جو اس کے حقیقی بھائی تھے مگر میں نے خدا سے الہام پا کر صریح طور پر پیش گوئی میں شائع کیا تھا کہ قبل از بلوغت وفات پانے والہ مبارک احمد ہے۔ اور صاف اور کھلے لفظوں میں لکھا تھا کہ مبارک احمد نابالغ ہونے کی حالت میں ہی فوت ہو جائے گا... اب کوئی ایمان دار سوچے کہ کیا یہ کسی اعتراض کی جگہ تھی بلکہ یہ موت تو پہلے ہی سے مقرر ہو چکی تھی اور اخباروں میں شائع ہو چکی تھی۔ اس لئے یہ بڑا بھاری نشان تھا کیونکہ ایسے عمیق غیب پر انسان کا علم محیط نہیں ہو سکتا۔.... لیکن خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا۔ ساتھ ہی خدا تعالی نے یہ الہام کیا انا نبشرک بغلام حلیم۔ ینزل منزل المبارک یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوش خبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا قائم مقام ہوگا اور اس کا شبیہہ ہوگا۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن خوش ہو۔ اس لئے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دے دی تا یہ سمجھا جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا۔ بلکہ زندہ ہے ... پھر آخر میں (اللہ نے) اردو میں فرمایا کہ میں تیری عمر کو بھی بڑھا دوں گا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیش گوئی کرتے ہیں ان سب کو میں جھوٹا کروں گا اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا۔ تا معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے . یہ عظیم الشان پیش گوئی ہے جس میں میری فتح اور دشمن کی شکست اور میری عزت اور میرا اقبال اور دشمن کا ادبار بیان فرمایا ہے۔... اور دشمن جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا۔ ص ۵۹۱ ...... (مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۵۸۵ تا ۵۹۲۔ اشتہار ۵ نومبر ۱۹۰۷ء اشتہار نمبر ۲۷۹۔ اس اشتہار کے متعلق کہا ہے کہ میرے مرید اسے اپنی نظر گاہ میں رکھیں۔ اس کا عنوان ہے۔ تبصرہ۔)

اور اس مبارک کو مرزا صاحب نے اپنی دعاؤں کی قبولیت اور پیش گوئیوں کی سچائی کے اشتہار کے طور پر پیش کیا تھا۔ حقیقۃ الوحی میں فرمایا

. اکتالیسواں نشان یہ ہے کہ عرصہ بیس یا اکیس برس کا گذرا کہ میں نے ایک اشتہار

شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں چار لڑکے دوں گا جو عمر پاویں گے ۔اسی پیش گوئی کی طرف مواہب الرحمٰن ص ۱۳۹ میں اشارہ ہے یعنی اس عبارت میں الحمد لله الذى و هب لى على الكبر اربعة من البنين و انجز وعده من الا حسا ن یعنی اللہ تعالی کو حمد وثنا ہے جس نے پیرانہ سالی میں چار لڑکے مجھے دیئے اور اپنا وعدہ پورا کیا (جو میں چار لڑکے دوں گا) چنانچہ وہ چار لڑکے یہ ہیں محمود احمد، بشیر احمد، شریف احمد، مبارک احمد جو زندہ موجود ہیں . (حقیقۃ الوحی ۔خزائن ج ۲۲ ص ۲۲۸)۔

اس کے کچھ ہی عرصہ بعد نابالغی کی حالت میں مبارک مر گیا ۔ایک طرف مرزا کہتے ہیں کہ کہ مبارک ان میں سے ہے جن کو عمر دی جائے گی ۔اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ مبارک کے متعلق بتایا گیا تھا کہ یہ کم عمری نابالغی میں مر جائے گا۔

☆ کان پوری رئیس کے دعائیں

. ۱۹۰۸ء کا واقعہ ہے کہ ضلع کان پور کے ایک رئیس ولی محمد نام جو ایک عرصہ سے احمدی ہو چکے تھے اور اپنے بیمار بیٹے کی صحت کے واسطے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں خطوط لکھا کرتے تھے ۔انہوں نے حضور کو لکھا کہ میں مدت سے دعا کرا رہا ہوں مگر اب تک بیٹے کے حق میں دعا قبول نہیں ہوئی ۔حالانکہ آپ کو اللہ تعالی کی طرف سے ہر دعا کی قبولیت کا وعدہ ہے ۔ولی محمد صاحب کے خط کے ساتھ ہی اسی جگہ کے ایک احمدی یوسف علی صاحب اٹاوی کا خط بھی اسی مضمون کا آیا ہے ۔اس رئیس کے بیٹے کو اب تک صحت نہیں ہوئی ۔اور مخالف طعن کرتے ہیں .

(الفضل ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۷ء ۔بروائت مفتی صادق ۔ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ۔ص ۴۲۶)

☆ حج ادا کرنے کی توفیق کیلئے دعائیں

مرزا صاحب کو معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ نے بتا رکھا ہے کہ مسیح موعود حج کرے گا ۔اور مرزا صاحب نے ایسی حدیث سے استدلال کیا ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث ان احادیث میں نہیں ہے جسے وہ ردی کی ٹوکری میں ڈالنا پسند کرتے تھے بلکہ ان میں سے ہے جسے وہ صحیح سمجھتے تھے ۔اس لئے ان کا عقیدہ تھا کہ مسیح موعود نے لازماً حج کرنا ہے ۔اور اگر وہ مرتے دم تک حج نہ کر سکے تو لوگ کیا کہیں گے اور ان کی امت اس کا کیا

جواب دے گی کہ چونکہ مرزا صاحب حج نہیں کر سکے اس لئے اس حدیث کا مصداق آپ نہیں ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ مسیح حج کریں گے۔ اس لئے ساری عمر آپ دعا کرتے رہے ہوں گے (بشیر احمد نے لکھا بھی ہے کہ آپ حج کرنا چاہتے تھے) کہ اللہ وہ سب موانع دور فرما دے جن کی وجہ سے حج کرنا مشکل دکھائی دے رہا ہے۔

اب دیکھنا یہ کہ آپ کی زندگی بھر کی بسلسلہ حج دعاؤں کا جواب قبولیت سے ملا ہے یا رد سے؟ ہم کسی جگہ وہ حوالہ نقل کر چکے ہیں جس میں خود مرزئیوں کو اقرار ہے کہ مرزا صاحب نے زندگی بھر حج نہیں کیا اور زکوۃ نہیں دی۔

☆ محمدی بیگم سے شادی کیلئے دعائیں

محمدی بیگم سے شادی کا الہام آپ کو ۱۸۸٦ء میں ہوا۔ اور جب آپ نے یہ رشتہ اپنے لئے طلب کیا اس وقت لڑکی کی عمر گیارہ سال تھی اور آپ خود چالیس سال سے اوپر تھے اس کے بعد کئی مرتبہ اس الہام کی توثیق کے الہامات ہوئے۔ لیکن جوں جوں وقت گذرتا جا رہا تھا لوگوں کے اعتراضات بڑھتے جا رہے تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ ایک کم عمر لڑکی کا بڑی عمر کے آدمی سے نکاح نہیں ہوگا۔ اور مرزا صاحب کی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس نکاح کے امکانات مزید کم ہوتے جا رہے تھے۔ دوسری طرف مرزا صاحب نے اپنے الہامات اور دعاوی کی صداقت کو اس شادی سے وابستہ کر رکھا تھا۔ اس ماحول میں جب لوگوں کا طعن و تمسخر مرزا صاحب کے لئے ناقابل برداشت ہوتا ہوگا تو کیا وہ اللہ سے دعا نہیں کرتے ہوں گے کہ اے اللہ تو نے اس شادی کا الہام کر کے مجھے جس مصیبت میں ڈال دیا ہے اس سے نکالنے کا بھی انتظام فرما۔ اور اس شادی کے موانع دور فرما دے۔

اوراس سلسلے میں مرزا صاحب کی درج ذیل دعاء ملاحظہ بھی فرمائیے

> . اگر ہم سچے ہیں تو خدا تعالی ان پیش گوئیوں کو پورا کردے گا۔ اور اگر یہ باتیں خدا تعالی کی طرف سے نہیں ہیں تو ہمارا انجام نہائت بد ہوگا۔ اور ہرگز یہ پیش گوئیاں پوری نہیں ہوں گی۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ اور میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدا قادر و علیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور پر ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے۔ اور اگر

اے خداوند یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے اور تیری وہ رحمت میرے ساتھ نہیں جو تیرے بندہ ابراہیم کے ساتھ اور اسحاق کے ساتھ اور اسماعیل کے ساتھ اور یعقوب کے ساتھ اور موسیٰ کے ساتھ اور داؤد کے ساتھ اور مسیح ابن مریم کے ساتھ اور خیر الانبیاء محمد ﷺ کے ساتھ اور اس امت کے اولیاء کرام کے ساتھ تھی تو مجھے فنا کر ڈال اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کر اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا اور تمام دشمنوں کو خوش کر اور ان کی دعائیں قبول فرما لیکن اگر تیری رحمت میرے ساتھ ہے اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا یحمدک اللہ من عرشہ اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا یا عیسی الذی لا یضاع وقتہ اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا الیس اللہ بکاف عبدہ اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا قل انی امرت و انا اول المؤمنین اور تو ہی ہے جو غالباً مجھے ہر روز کہتا رہتا ہے انت معی و انا معک تو میری مدد کر اور میری حمائت کے لئے کھڑا ہو جا۔ و انی مغلوب فانتصر۔ راقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء۔

(خزائن ج ۹ ص ۱۲۴۔۱۲۵۔ انوار الاسلام)۔

یہ بڑی جامع دعا ہے۔ مرزائی بتائیں کہ یہ دعا قبول ہوئی کہ نہیں؟ اس میں بتایا گیا ہے کہ اگر محمدی بیگم سے میری (مرزا) شادی نہ ہو تو میں مردود ملعون دجال جھوٹا ہوں اور پیش گوئی تیری طرف سے نہیں ہے اور درج بالا الہامات بھی تیری طرف سے نہیں ہیں ۔ گویا میں مفتری علی اللہ ہوں

ایک جگہ مرزا صاحب فرماتے ہیں

. اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۷ء کی پیش گوئی کا انتظار کریں جس کے ساتھ یہ بھی الہام ہے و یسئلونک احق ھو۔ قل ای و ربی انہ لحق و ما انتم بمعجزین۔ زوجناکھا لا مبدل لکلمات اللہ۔ و ان یروا آیۃ یعرضوا و یقولوا سحر مستمر۔ اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے۔ کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ سچ

ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے نہیں روک سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ (تذکرہ ص ۱۲۸)

اب سوال یہ ہے کہ کیا ۱۸۸۶ء سے ۱۹۰۸ء تک ۲۲ سال کے طویل عرصہ میں کی جانے والی مسلسل دعائیں قبول ہوئیں؟ اس سوال کا ایک ہی جواب ہوسکتا ہے کہ قبول نہیں ہوئیں کیونکہ ۱۹۴۹ء میں جب سلطان محمد لاہور میں فوت ہوا اس وقت محمدی بیگم اسی کے نکاح میں تھی۔

اس کے علاوہ شروع میں مرزا صاحب یہ دعائیں بھی کرتے رہے ہوں گے کہ اللہ اس عورت محمدی بیگم کی کہیں اور شادی نہ ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسی دعائیں قبول ہوئیں؟ ظاہر ہے کہ قبول نہیں ہوئیں کیونکہ اس عورت کی شادی ۱۸۹۰ء کے عشرے میں میں مرزا سلطان محمد سے ہوگئی تھی۔

اس کے بعد محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی شادی میں سب سے بڑی رکاوٹ مرزا سلطان احمد صاحب کا وجود تھا۔ وہ مرتا تو محمدی بیگم بیوہ ہوتی۔ تب مرزا صاحب سے شادی کے امکانات ذرا روشن ہوتے۔ اسی لئے مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی بھی فرما رکھی تھی کہ سلطان محمد میری زندگی میں ہی مرے گا۔ اس پیش گوئی کی موجودگی میں کیا مرزا صاحب ۱۸۹۲ء سے ۱۹۰۸ء تک مسلسل سلطان محمد کی موت کے لئے دعائیں نہیں کرتے رہے ہوں گے؟ یقیناً ایسا ہی ہوا ہوگا۔ پھر کیا حیات مرزا میں سلطان محمد کی موت کی دعائیں قبول ہوئیں؟ نہیں کیونکہ مرزا صاحب تو ۱۹۰۸ء میں چل بسے تھے جب کہ سلطان محمد قیام پاکستان کے بعد تک زندہ رہا۔

اور یہ امر بھی دریافت طلب ہے کہ مرزا صاحب کا آسمانی نکاح محمدی بیگم کے نکاح ہمراہ سلطان محمد سے پہلے ہوا تھا یا بعد میں؟ اگر پہلے ہوا تھا تو مرزا صاحب کی وہ بیوی جس کے ساتھ مرزا صاحب کے نکاح کا اہتمام خود رب العزت نے کیا اور الہام میں صاف فرما دیا کذبوا بآیاتی وکانوا بھا یستھزءون فسیکفیکھم اللہ و یردھا الیک امر من لدنا انا کنا فاعلین زوجناکھا۔ (انجام آتھم)۔ یعنی ہم نے نکاح کر کے محمدی بیگم کو تیری بیوی بنا دیا۔

پھر وہ بیوی مرزا صاحب کے گھر ایک دن بھی نہیں آئی۔ تمام عمر دوسرا شخص مرزا

صاحب کی چھاتی پر مونگ دلتا رہا۔ یہ مرزا صاحب اور ان کی امت کے لئے بڑی شرم اور غیرت کا مقام ہے۔

اور اگر محمدی بیگم کے نکاح (ہمراہ سلطان محمد) کے بعد مرزا صاحب کا آسمانی نکاح محمدی بیگم سے پڑھایا گیا تھا تو کوئی بتائے کہ کس شریعت اور قانون کی رو سے کسی کی منکوحہ بیوی سے کسی دوسرے کا نکاح جائز ہوسکتا ہے؟ اور آسمانی نکاح مرزا صاحب کے الہام کنندہ کا ایسا فعل بن جاتا ہے جس کے نتیجے سے وہ خود بے خبر تھا۔

☆ اگست ۱۹۰۷ء کی دعا

یکم اگست ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے دعا کی

رب اجعلنی غا لبا علی غیری ۔ میری فتح ۔ انی مع ا لافواج آتیک بغتۃ ۔

اور مرزا صاحب کو مولانا امرتسری کے خلاف بھی شکست ہوئی۔ عبدالحکیم کے خلاف بھی شکست ہوئی۔ عبدالحق کے خلاف بھی شکست ہوئی۔ یعنی دعا بھی قبول نہیں ہوئی اور الہام بھی جھوٹا نکلا۔

☆ لاہور میں نہ مرنے کی دعائیں

مرزا صاحب مئی ۱۹۰۸ء میں جب لاہور میں بیمار ہوئے تو اس وقت انہوں نے یہ دعائیں کی ہوں گی کہ اللہ مجھے لاہور میں موت سے ہم کنار نہ کرنا کیوں کہ لاہور میں مرنے کی صورت میں میری وہ پیش گوئی جھوٹ ثابت ہوجائے گی جس میں میں نے کہہ رکھا ہے کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔

لاہور میں جب ان پر وقت آخر آیا تو انہیں محسوس ہوگیا ہوگا کہ اگر میں یہاں لاہور میں مرگیا تو میری امت کے لئے مشکل پیدا ہوجائے گی۔ لوگ مجھے جھوٹا قرار دیں گے اور امت کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔ ان حالات میں جب کہ انہیں کوئی اور مصروفیت بھی نہیں تھی (زبان سے بولنے اور ہاتھوں سے لکھنے کی سکت چھن چکی تھی) اور لاہور کی تباہی اور مکہ یا مدینہ میں مرنے والی پیش گوئیاں ان کے سامنے آرہی ہوں گی تو اس وقت وہ کیا کررہے ہوں گے؟

شائد یہی کہ دل سے دعا کررہے ہوں کہ اے اللہ مجھے لاہور میں موت سے

بچالے۔ اور کسی طرح مکہ یا مدینہ پہنچا دے۔

پھر کیا ہوا؟ کیا یہ دعا قبول ہوئی؟

اگر کہیں کہ قبول ہوئی تو کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ لاہور ہی مرزائیوں کا مکہ یا مدینہ ہے؟ اور چونکہ آپ نے لاہور کی تباہی کی پیش گوئی بھی کر رکھی تھی تو کیا اس کا یہ بھی مطلب ہوا کہ انہوں نے قادیانیوں کے مکہ یا مدینہ کی تباہی کی پیش گوئی کی ہوئی تھی۔ اور پھر کیا یہ مکہ یا مدینہ طاعون سے تباہ ہوا؟

اگر کہیں کہ لاہور میں موت سے بچاؤ کی دعا قبول نہیں ہوئی۔ تو اس کا مطلب ہے کہ اجیب کل دعائک والا الہام جھوٹا دعوی تھا۔ اور مکہ یا مدینہ میں مرنے کا الہامی دعوی بھی جھوٹا تھا۔

اور مرزا صاحب نے اپنے استدلال میں پیش کر کے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہوا جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح مدینہ میں دفن ہوں گے۔ اپنے آپ کو اس حدیث کا مصداق ثابت کرنے کے لئے بھی مرزا صاحب نے یقیناً دعائیں کی ہوں گی کہ کوئی ایسا سبب بن جائے کہ اگر ان کی موت مدینہ میں نہ ہو سکے تو کم از کم ان کی میت دفن کے لئے ہی مدینہ پہنچ جائے۔ پھر کیا ایسی دعائیں قبول ہوئیں؟ ظاہر ہے کہ انہیں ہوئیں۔

اگر کہا جائے کہ مدینہ شریف میت لے جانے اور دفن کرنے میں موانع تھے مثلاً دور دراز کا سفر۔ ذرائع آمدورفت کی عدم دستیابی اور حجاز میں مخالف حکومت اور مخالف عوام کا وجود وغیرہ۔ تو ہم کہیں گے کہ اگر مرزا صاحب مسیح موعود ہوتے اور اللہ نے آپ کو اس حدیث کا مصداق ثابت کرنا ہوتا تو موانع بھی لازماً دور کر دیتا۔ اور پھر مرزا صاحب کو تو اس معاملے کو اللہ تعالی تک پہنچانے ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ تو خود مالک ومختار تھے۔ کن فیکون کی طاقت ان کے پاس تھی۔ انہیں صرف ارادے کی دیر تھی باقی کام تو پلک جھپکتے میں خود بخود ہو جاتے

☆ آتھم کی موت کی دعائیں

مرزا صاحب نے آتھم کی موت کی پیش گوئی کی تھی۔ پیش گوئی کی مدت کے آخری مراحل میں مرزا صاحب اپنے ایک مرید کو لکھتے ہیں

. اب تو صرف چندروز پیش گوئی میں رہ گئے ہیں۔ دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالی

اپنے بندوں کو امتحان سے بچاوے۔ شخص معلوم (آتھم) فیروز پور میں ہے اور تندرست اور فربہ ہے۔ خدا تعالی اپنے ضعیف بندوں کو ابتلاء سے بچاوے۔ آمین ثم آمین۔ باقی خیریت ہے۔ مولوی صاحب کو بھی لکھیں کہ اس دعا میں شریک رہیں مکتوب ۲۲ اگست ۱۸۹۴ء۔ (مکتوبات احمدیہ۔ ج ۵۔ نمبر ۳۔ ص ۱۲۸)۔

یعنی امت قادیانیہ کو ابتلاء سے بچانے کے لئے آتھم کی موت کی دعائیں کی جا رہی تھیں اور دوسروں سے کروائی جا رہی تھیں۔ ادھر آتھم تندرست اور فربہ تھا۔ کسی کی قسم کی مصیبت وغیرہ کا شکار بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔

مرزا محمود صاحب کہتے ہیں

. آتھم کے متعلق پیشگوئی کے وقت جماعت کی جو حالت تھی وہ ہم سے مخفی نہیں۔ میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا اور میری عمر کوئی ساڑھے پانچ سال کی تھی۔ مگر مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے کہ جب آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن آیا تو کتنے کرب و اضطراب سے دعائیں کی گئیں۔ میں نے محرم کا ماتم بھی کبھی اتنا سخت نہیں دیکھا۔ حضرت مسیح موعود (مرزا) ایک طرف دعا میں مشغول تھے اور دوسری طرف بعض نوجوان جہاں حضرت خلیفہ اول مطب کیا کرتے تھے اور آج کل مولوی قطب الدین صاحب بیٹھتے ہیں وہاں اکٹھے ہو گئے اور جس طرح عورتیں بین ڈالتی ہیں اسی طرح انہوں نے بین ڈالنے شروع کر دیئے۔ ان کی چیخیں سو سو گز تک سنی جاتی تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی زبان پر یہ دعا جاری تھی کہ یا اللہ آتھم مر جائے۔ یا اللہ آتھم مر جائے۔ مگر اس کہرام اور آہ و زاری کے نتیجے میں آتھم تو نہ مرا.

(خطبہ مرزا محمود۔ الفضل قادیان ۲۰ جولائی ۱۹۴۰ء۔ منقول از ملت اسلامیہ کا موقف ص ۸۰)

مرزا بشیر بتاتے ہیں

. بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ سنوری نے کہ جب آتھم کی میعاد میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تو حضرت مسیح موعود نے مجھ سے اور میاں حامد علی سے فرمایا کہ اتنے چنے (مجھے تعداد یاد نہیں) لے لو اور ان پر فلاں سورت کا وظیفہ اتنی تعداد میں پڑھو۔ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے وہ سورت یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ وہ کوئی چھوٹی سی سورت تھی جیسے الم تر کیف فعل ربک با صحا ب الفیل ... اور ہم نے یہ

وظیفہ قریب ساری رات صرف کر کے ختم کیا تھا۔ وظیفہ ختم کرنے پر ہم وہ دانے حضرت صاحب کے پاس لے گئے کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا۔ اس کے بعد حضرت صاحب ہم دونوں کو قادیان سے باہر غالباً شمال کی طرف لے گئے اور فرمایا کہ دانے کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈالے جائیں گے اور فرمایا کہ جب میں دانے کنوئیں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہیے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے ایک غیر آباد کنوئیں میں ان دانوں کو ڈال دیا. (سیرۃ المہدی ج اول ص ۱۷۸۔منقول از ملت اسلامیہ کا موقف۔ص ۸۰۔۸۱) مگر دشمن نہیں مرا۔

پیش گوئی کی مدت گذر گئی۔ لوگوں نے مرزا صاحب کا جلوس نکال دیا۔ یعنی آتھم کی موت کی دعائیں بھی قبول نہ ہوئیں اور پیش گوئی بھی جھوٹی نکلی۔

☆ سہ سالہ میعادی پیش گوئی

مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے مخالفوں کا رخ پھیرنے کو ایک اشتہار دیا جس میں لکھا کہ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۲ء کی سہ سالہ میعاد میں میرے لئے فیصلہ کن نشان ظاہر نہ ہوا تو میں جھوٹا سمجھا جاؤں گا۔ اس اشتہار کا عنوان یہ ہے

اس عاجز غلام احمد قادیانی کی آسمانی گواہی طلب کرنے کیلئے ایک دعا اور حضرت عزت سے اپنی نسبت آسمانی فیصلہ کی درخواست

(اور اشتہار میں مرزا صاحب لکھتے ہیں)۔

میں عاجزی سے اور حضرت ربوبیت کے ادب سے یہ التماس کرتا ہوں کہ اگر میں اس عالی جناب کا منظور نظر ہوں تو تین سال کے اندر کسی وقت میری اس دعا کے موافق میری تائید میں کوئی ایسا آسمانی نشان ظاہر ہو جس کو انسانی ہاتھوں اور انسانی تدبیروں کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ ہو .... مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے۔ کہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے۔ پس اگر تو تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جاویں گے میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلاوے اور اس بندہ کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور بے دین اور پلید اور کذاب اور دجال اور خائن اور مفسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں۔ کہ میں

اپنے تئیں صادق نہیں سمجھونگا۔ اوران تمام تہمتوں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لوں گا۔ جو میرے پر لگائے جاتے ہیں .....تو نے مجھے وہ چوتھا لڑکا عطا فرمایا جس کی نسبت میں نے پیش گوئی کی تھی کہ عبدالحق غزنوی حال امرت سری نہیں مرے گا جب تک وہ لڑکا پیدا نہ ہولے۔ سو وہ لڑکا اس کی زندگی میں ہی پیدا ہوگیا۔ میں ان نشانوں کے شمار نہیں کرسکتا جو مجھے معلوم ہیں۔ میں تجھے پہچانتا ہوں کہ کہ تو ہی میرا خدا ہے۔ اس لئے میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے جیسا کہ شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے۔ لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ قبول کیا۔ اس لئے نہ میں نے بلکہ میری روح نے زور دیا کہ میں یہ دعا کروں کہ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور اگر تیرا غضب میرے پر نہیں ہے اور اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی نشان دکھلا اور اپنے بندے کے لئے گواہی دے جس کو زبان سے کچلا گیا ہے۔ دیکھ میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر۔ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر اور کاذب نہیں ہوں تو ان تین سالوں میں جو دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہوجاویں گے کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو ... میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کرلیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہوتو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھ کو سمجھا گیا ہے۔ اگر میں تیرا مقبول ہوں تو میرے لئے آسمان سے ان تین برسوں کے اندر گواہی دے تا ملک میں امن اور صلح کاری پھیلے تا لوگ یقین کریں کہ تو موجود ہے اور دعاؤں کو سنتا اوران کی طرف جو تیری طرف جھکتے ہیں جھکتا ہے۔ اب تیری طرف اور تیرے فیصلہ کی طرف ہر روز میری نظر رہے گی جب تک آسمان سے تیری نصرت نازل ہو اور میں کسی مخالف کو اپنے اشتہار میں مخاطب نہیں کرتا اور نہ ان کو کسی مقابلے کے لئے بلاتا ہوں۔ یہ میری دعا تیری ہی جناب میں ہے کیونکہ تیری نظر سے کوئی صادق یا کاذب غائب نہیں ہے۔ میری روح گواہی دیتی ہے کہ تو صادق کو ضائع نہیں کرتا اور کاذب تیری جناب میں کبھی عزت نہیں پاسکتا۔ اور وہ جو کہتے ہیں کہ کاذب بھی نبیوں کی طرح تحدی کرتے ہیں اورانکی تائید اور نصرت بھی ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ راست باز نبیوں کی وہ جھوٹے ہیں اور

چاہتے ہیں کہ نبوت کے سلسلہ کو مشتبہ کر دیں بلکہ تیرا قہر تلوار کی طرح مفتری پر پڑتا ہے اور تیرے غضب کی بجلی کذاب کو بھسم کر دیتی ہے مگر صادق تیرے حضور میں زندگی اور عزت پاتے ہیں تیری نصرت اور تائید اور تیرا فضل اور رحمت ہمیشہ ہمارے شامل رہے۔آمین ثم آمین۔المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان ۵ نومبر ۱۸۹۹ء۔(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۱۷۴ تا ۱۷۹)

اس دعا کا نتیجہ بھی وہی ہوا جو اس شعر میں ہے

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال   اب ہے یہ آرزو کہ کبھی آرزو نہ ہو

☆ سید امیر شاہ کیلیئے

سید امیر شاہ رسالدار میجر سے پانچ صد روپیہ پیشگی لے کر ان کے بیٹا ہونے کی دعا کی جس کی میعاد ۱۵ اگست ۱۸۸۹ء کو ختم ہوئی۔مگر یہ قیمتی دعا بھی مردود اور نامقبول ہوئی۔ (مرزا صاحب کا خط ۱۵ اگست ۱۸۸۹ء۔مندرجہ عصائے موسیٰ۔ص ۴۲)

☆ ملکہ وکٹوریہ کیلیئے دعا

۲۰ جون ۱۸۹۷ء کو بدرگاہ رب العزت اردو فارسی عربی پشتو پنجابی اور انگریزی زبانوں میں نہائت خشوع و خضوع سے گورنمنٹ کے اقبال و دولت کی ترقی کی دعائیں مانگی گئیں اور آخیر میں ملکہ معظّمہ کے اسلام لانے کیلیئے ان الفاظ میں دعا کی گئی

. اے قادر توانا ہم تیری بے انتہا قدرت پر نظر کر کے ایک اور دعا کے لئے تیری جناب میں جرئت کرتے ہیں کہ ہماری محسنہ قیصرہ ہند کو مخلوق پرستی کی تاریکی سے چھڑا کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اس کا خاتمہ کر۔

اے عجیب قدرتوں والے۔اے عمیق تصرفوں والے۔ایسا ہی کر۔یاالٰہی یہ تمام دعا قبول فرما۔تمام جماعت کہے کہ آمین۔

اے ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند ہم عاجزانہ آداب کے ساتھ تیری حضور میں کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں کہ تو اس خوشی کے وقت میں جو شست سالہ جوبلی کا وقت ہے یسوع کو چھوڑنے کے لئے کوشش کر۔ (تحفہ قیصریہ۔ص ۲۵)

نتیجہ کیا ہوا؟ وکٹوریہ مسلمان ہوگئی تھی یا عیسائیت پر اس کی زندگی کا خاتمہ ہوا؟

کذبات مرزا

☆ مرزا صاحب لکھتے ہیں

. مولوی ثناء اللہ کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلے کے لئے بدل خواہش مند ہوں کہ فریقین (یعنی میں اور وہ) دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جائے

(اعجاز احمدی ص ۱۴)

مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ بس آپ یہ رقعہ جس پر ہمارے دستخط ثبت ہیں ہم کو دکھا دیں . (اہل حدیث ۲۱ فروری ۱۹۴۱ء) ۔آج تک ایسا رقعہ پیش نہیں کیا جا سکا۔

☆ مرزا صاحب لکھتے ہیں

. دوسرا امر جو اسی رسالہ میں محمد حسین نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ گویا میں نے کوئی الہام اس مضمون کا شائع کیا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کی سلطنت آٹھ سال کے عرصہ میں تباہ ہو جائے گی ۔ میں اس بہتان کا جواب بجز اس کے کیا لکھوں کہ خدا جھوٹے کو تباہ کرے ۔ میں نے ایسا الہام ہرگز شائع نہیں کیا . (کشف الغطا ص ۱۲۶ خزائن ۱۴)

اور پھر مرزا صاحب کے بیٹے مرزا بشیر نے گواہی دی کہ میرے باپ نے جھوٹ بولا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ

. حضرت مسیح موعود کو (شہزادہ عبدالمجید کی روائت کے مطابق) قیام لدھیانہ (۱۸۹۱ء) میں انگریزی حکومت کے زوال کے متعلق بھی خبر دی گئی اور الہام ہوا سلطنت برطانیہ تا ہشت سال بعد ازاں ایام ضعف واختلال . (تاریخ احمدیت ص ۲۲۷ ج دوم)

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں

. چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود کا آنا جس قدر حدیثوں سے قرآن سے اولیاء کے مکاشفات سے پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے حاجت بیان نہیں

(شہادۃ القرآن ص ۶۹) ۔

ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔ (براہین احمدیہ ج ۵ ص ۱۸۸)۔

مرزا صاحب کے مرید بتائیں کہ کن احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ مسیح چودھویں صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں

. پھر بخاری میں یہ بھی حدیث ہے حسبنا کتاب اللہ ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل قضاء اللہ احق ۔

(خزائن ج ۳ ص ۶۱۰۔ ازالہ اوہام)

یہ بخاری تو کجا، کہیں بھی نہیں ہے۔

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں

. ایک اور حدیث بھی مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی ؟ تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن ج ۳ ص ۲۲۷)

کسی معتبر تو کجا ضعیف حدیث میں بھی ایسے الفاظ نہیں ہیں جن سے مرزا صاحب نے وفات مسیح پر استدلال کیا ہے

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں۔

اور احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ صلیب کے بعد عیسی بن مریم نے ۱۲۰ سال عمر پائی اور پھر فوت ہو کر اپنے خدا سے جا ملا (تذکرۃ الشہادتین ص ۲۷)۔

کوئی ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں کہ مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور کوئی ایسی حدیث موجود نہیں جس میں ذکر ہو کہ انہوں نے واقعہ صلیب کے بعد ۱۲۰ سال عمر پائی

☆ اپنی وفات سے چند روز قبل مرزا صاحب نے فرمایا۔

جب میں مامور ہوا تھا تو سب سے اول اس امر کو گروہ علماء کے پیش کیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ علماء اس امر کو سب سے پہلے قبول کریں گے ۔۔ کیونکہ میرا دعوی قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ اور تحریر اور تقریر اور اپنے وعظوں اور لیکچروں میں کہا کرتے

تھے کہ چودھویں صدی میں مسیح موعود کا آجانا یقینی اور قطعی ہے۔مگر ہماری وہ امید بالکل غلط نکلی۔علماء کی طرف سے ہمیں اس دعوت کا جو جواب ملا وہ ایک فتوی تھا جس میں ہمیں کا فر اکفر ضال مضل دائرہ اسلام سے خارج یہود اور نصاری سے بدتر قرار دیا ..پھر ان لوگوں سے جواب پا کر ہمیں خیال آیا کہ تعلیم یافتہ لوگ عموما بے تعصب اور عناد سے پاک ہوتے ہیں۔لہذا اسی خیال سے ہم نے پھر اپنی دعوت نئے تعلیم یافتہ گروہ کے پیش کی مگران میں سے اکثر کو بے قید پایا اور اکثر کو دیکھا کہ وہ خود اسلام میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں ..غرض اس قوم سے بھی محرومی ہی ہوئی الا ما شاء اللہ پھر رؤساء کے گروہ کی طرف دعوت بھیجی کہ ان کو دنیا کا حصہ دیا جاتا ہےاور یہ سید ھے سادھے مسلمان ہوتے ہیں۔چنانچہ ان میں سے ایک شخص صدیق حسن خان نے ہماری کتاب کو چاک کر کے واپس بھیج دیا اور اس طرح اپنی قساوت قلبی کا اظہار کیا۔اس کے بعد ہم نے سمجھا کہ یہ سعادت ضعفاء ہی کا حصہ ہوتی ہے چنانچہ ہمارا یہ خیال بالکل صحیح نکلا۔ چنانچہ اسی گروہ میں سے کئی لاکھ انسان اب ہمارے ساتھ ہیں

(مئی ۱۹۰۸ء کا ملفوظ۔ ملفوظات ج ۱۰ص ۳۰۴۔۳۰۵)

یعنی مرزا کہتے ہیں کہ انہوں نے پہلے علماء کو دعوت دی تو انہوں نے فتوی تکفیر جاری کر دیا۔اورسب جانتے ہیں کہ فتوی تکفیر مرزا ۱۸۹۲ء میں جاری ہوا۔ پھر انہوں نے تعلیمیا فتہ لوگوں کو دعوت دی ۔اور امراء کو اس سے بھی بعد دعوت دی گئی۔ اور نواب صدیق حسن تو ۱۸۹۰ء میں یعنی فتوی کے اجراسے بھی پہلے فوت ہوچکے تھے۔

☆ اور مرزاصاحب نے کہا۔

. مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڑھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مریگا۔اور ضرور ہم سے پہلے مریگا کیونکہ وہ کاذب ہے ۔مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مرگئے ۔ (اربعین نمبر۳ص ۱۱) ۔

یہ سب مرزاصاحب کا تراشا ہوا جھوٹ ہے ۔ان دونوں بزرگوں کی ایسی کوئی کتاب روئے زمین پر موجودنہیں ہے اور کبھی شائع نہیں ہوئی جس میں انہوں نے یہ بات لکھی ہو۔ مرزا صاحب کی زندگی میں بھی ان سے مطالبہ کیا گیا تھا اور بعد میں بھی

مرزائیوں سے مطالبہ ہوتا رہا کہ ان بزرگوں کی شائع شدہ کتابیں دکھاؤ جن میں یہ مضمون موجود ہو۔لیکن آج تک کوئی نہیں دکھا سکا۔ اور حیرت تو اس بات پر ہے کہ جب مرزا صاحب کو لوگوں نے بتا دیا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں تب بھی انہوں نے اپنی غلطی کو تسلیم کر کے اصلاح احوال نہیں کی (یہ مولانا قصوری وہی ہیں جن کے ساتھ مناظرے کا وعدہ کر کے مرزا صاحب فرار ہو گئے تھے۔اس کی تفصیل یوں ہے کہ مولوی غلام دستگیر قصوری سے ایک دفعہ فیروز پور میں مناظرے سے مرزا صاحب نے پہلو تہی کی۔ اور جب اصرار ہوا تو مجبوراً مان گئے۔ مقام و تاریخ طے ہو کر اشتہارات شائع ہو گئے۔مولوی غلام دستگیر صاحب ایک روز پہلے ہی فیروز پور پہنچ گئے دوسرے روز مقام مناظرہ پر پہونچے لیکن مرزا صاحب میدان میں نہ آئے۔ پھر کہا کہ میں لاہور میں مناظرہ کرونگا۔ پھر تاریخ اور مقام کا تعین ہوا اشتہارات شائع ہوئے۔۲۵ دسمبر۱۸۹۲ء کو لاہور کے موچی دروازے کی ایک مسجد میں مناظرہ کرنا طے ہوا۔ اعلانات ہو گئے۔ لاہور اور گردونواح کے ہزاروں لوگ آئے۔قصوری صاحب آ گئے۔مرزا صاحب نہ آئے۔۔ پھر مرزا صاحب نے ۱۵ جون ۱۸۹۳ء کو لاہور میں قصوری صاحب سے مناظرہ کرنا منظور کیا۔ مگر بعد میں خود حاضر ہونے کی بجائے اپنے نمائندگان کو بھجنا مناسب سمجھا۔ چنانچہ مولانا عبدالحق غزنوی کو ایک خط میں لکھتے ہیں ۔ میں پندرہ جون ۱۸۹۳ء کے مباحثہ میں لاہور نہیں جاؤں گا۔ بلکہ میری طرف سے حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب یا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب بحث کے لئے جاویں گے۔ (تاریخ مرزا ص ۴۶)۔ لیکن وقت مقررہ پر نہ خود آئے نہ حکیم صاحب آئے اور نہ ہی مولوی محمد احسن صاحب تشریف لائے)

☆ مرزا صاحب اپنی شہادۃ القرآن میں فرماتے ہیں کہ

صحیح بخاری میں کہ امام مہدی کے لئے آسمان سے آواز آئے گی ہذا خلیفۃ اللہ المہدی

یہ مرزا صاحب نے بخاری پر جھوٹ باندھا ہے۔ بخاری شریف میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔ جواب میں قادیانی اور لاہوری کہتے ہیں کہ کہ واقعتاً یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے لیکن مستدرک حاکم میں ہے اور وہاں لکھا ہوا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط پر ہے۔

کہیں بھی ہو ہمیں اس سے کیا؟ بات تو بخاری کی ہے کہ مرزا صاحب نے کہا

کہ یہ حدیث وہاں ہے ۔ مرزا صاحب اس تحریر کے بعد ۱۶ سال تک زندہ رہے ۔لیکن انہوں نے ساری عمر اس جھوٹ کی اصلاح نہیں کی ۔

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ

. صحیح مسلم میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا. (ازالہ اوہام)۔

مسلم شریف میں ایسا نہیں ہے کہ وہاں یہ لفظ موجود ہوں جن کا معنی ہو کہ مسیح جب . آسمان . سے اتریں گے۔ یہ مرزا صاحب کا جھوٹ ہے۔

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں

. احادیث صیحہ میں فرمایا گیا ہے کہ امام مہدی کو کافر ٹھہرایا جائے گا .

کسی قادیانی میں جرئت ہو تو احادیث صیحہ سے یہ مضمون ثابت کرے ۔جب مرزائیوں کو احادیث صیحہ میں یہ مضمون نہ ملا تو انہوں نے نواب صدیق حسن کی کتاب حجج الکرامہ سے ایک عبارت نکال لی جس میں نواب صاحب کہتے ہیں کہ مقلد اور لکیر کے فقیر علماء امام مہدی کو کافر اور گمراہ کہیں گے ۔ اور یہ عبارت پیش کر کے مرزائی کہتے ہیں کہ نواب صاحب نے یہ عبارت کہیں سے لی ہی ہوگی ۔ انہیں الہام تو نہیں ہوا ہوگا ۔

لیکن صورت حال یہ ہے کہ نواب صاحب نے اسے حدیث نہیں کہا ۔ پھر ہمیں نواب صاحب سے کیا ؟ بات تو مرزا صاحب کی ہے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے ۔

☆ مرزا صاحب نے اپنی کتاب کشتی نوح میں کہا کہ

آتھم والی . پیش گوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین (مرزا اور آتھم) میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا. یہ بات مرزا صاحب کا جھوٹ ہے ۔ کوئی احمدی مرزا صاحب کے اصل الہام سے یہ الفاظ دکھائے ۔

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں

. عرصہ بیس یا اکیس برس گذر گیا کہ میں نے ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں چار لڑکے دوں گا جو عمر پاویں گے ۔(حقیقۃ الوحی ص ۲۱۸)۔

حقیقۃ الوحی مئی ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی ۔اس کی اشاعت سے بیس اکیس سال قبل

کا مطلب ۱۸۸۶ء یا ۱۸۸۷ء ہوسکتا ہے ۔ اور مرزا صاحب کا کوئی اشتہار ۱۸۸۶ء۔ ۱۸۸۷ء کا ایسا نہیں ہے جس میں چار لڑکوں کا وعدہ ہو۔ اگر ایسا وعدہ تھا بھی تو مبارک احمد بچپن میں کیوں مرگیا؟ کیا مرزا صاحب کا خدا ان سے جھوٹے وعدے کرتا تھا؟

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ

. تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ (یعنی آنحضرت ﷺ کے) گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہوگئے ۔

(چشمہ معرفت از مرزا صاحب ص ۲۸۶)۔

جب لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب غلط کہہ رہے تو اس بات کو تسلیم کرنے کے بجائے اعتراض کرنے والوں کو جلی کٹی سنائی جاتی ہیں جیسا کہ مرزائیوں نے ایک مرتبہ لکھا

. مولوی محمد علی مونگیری اور ان کے اعوان و انصار جن کی غرض صوبہ بہار میں بالخصوص یہ ہے کہ جس طرح ہو احمدیوں کے خلاف عوام کو بہکایا جائے اپنے صحیفوں ٹریکٹوں اور نیز اپنے بیانات میں ہمیشہ عوام کو یہ دکھلاتے ہیں کہ حضرت مسیح وعود نے اخبار بدر میں معاذ اللہ یہ جھوٹ لکھا ہے کہ جناب رسول مقبول ﷺ کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے ۔ ہر چند ان کو سمجھایا گیا کہ یہ جھوٹ نہیں ہوسکتا اور کسی طرح اس پر جھوٹ کی تعریف صادق نہیں آتی ۔اور نیز کہنے والے کی غرض ہرگز جھوٹ بیان کرنے کی نہیں ۔مگر عناد و تعصب نے انہیں سمجھنے کا موقعہ کبھی نہیں دیا۔

(الفضل قادیان ۔۲۹ مئی ۱۹۲۲ء)

یوم الرحیل

☆ ۷ جولائی ۱۹۰۷ء کو مرزا غلام احمد کو الہام ہوا۔

ہیضہ کی آمدن ہونے والی ہے اور فرماتے ہیں کہ یہی لفظ ہیں و اللہ اعلم

(تذکرہ ص ۷۲۵)

☆ ۲۷ اپریل ۱۹۰۸ء کی صبح لاہور جانے کے لئے مرزا صاحب قادیان سے بٹالہ آئے۔ اس سفر میں ۱۱ لوگ ہمراہ تھے۔ بٹالہ میں خلاف توقع ریزرو گاڑی نہ مل سکی تو رات وہیں رہے اور ۲۹ اپریل کو براستہ امرتسر لاہور پہنچے (تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۵۳۱۔۵۳۲)

☆ مرزا بشیر احمد کہتے ہیں کہ

. دوسری روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب اس سفر پر تشریف لے جاتے ہوئے بہت متامل تھے کیونکہ حضور کو احساس ہو چکا تھا کہ اسی سفر میں آپ کو سفر آخرت پیش آنے والہ ہے . (سیرۃ المھدی حصہ سوم ص ۳۷)

(اگر کسی وقت محبوب سے ملاقات کا امکان ہو تو لوگ سارے کام چھوڑ کر وقت سے پہلے کوچہ محبوب کی جانب چل پڑتے ہیں۔ رخت سفر باندھنے میں تامل تو وہ لوگ کیا کرتے ہیں جنہیں خیال ہو کہ محبوب نہیں بلکہ دشمن یا معاند سے سامنا ہونے والہ ہے)

☆ کہتے ہیں کہ جب

. جناب مسیح موعود نے آخری سفر میں لاہور جانے کا ارادہ فرمایا اور سامان اور سواری وغیرہ کا انتظام ہو چکا تو رات کو میاں شریف احمد صاحب کو بخار ہو گیا۔ حضور کو رات کے وقت الہام ہوا مباش ایمن از بازی روزگار جو آپ نے صبح کو سنایا۔ آپ نے حکم دیا کہ آج جانا ملتوی کر دو کل دیکھا جائیگا (سفر ملتوی کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہے تھے) اور حضور نے پہلے ہی لکھ دیا ہوا تھا کہ مجھ کو اللہ تعالی سے مطلع کیا جا چکا ہے کہ اب میری عمر قریب الاختتام ہے۔ دوسرے روز حضور تشریف لے گئے اور وہاں لاہور ہی میں حضور کا انتقال ہوا. (سیرۃ المھدی حصہ سوم ص ۳۸)

☆ خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ اس فارسی الہام کے یہ معنی ہیں کہ زندگی کی چال سے امن میں نہ رہ کہ یہ دھوکہ دینے والی چیز ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ لاہور جا کر حضرت صاحب کو اپنی وفات کے متعلق اس سے بھی زیادہ واضح الہام ہوئے تھے۔ مثلاً ایک الہام یہ تھا مکن تکیہ برعمر ناپائدار یعنی اس ناپائدار عمر پر بھروسہ نہ کر کہ یہ اب ختم ہو رہی ہے۔ اور ایک الہام جو غالباً آخری تھا یہ تھا الرحیل ثم الرحیل یعنی اب کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ اس الہام کے چار پانچ روز بعد آپ انتقال فرما گئے۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم ص ۳۸)

☆ مرزا صاحب کا آخری سفر جانب لاہور تھا یعنی اس شہر کی طرف جس کی تباہی کی پیش گوئی آپ فرما چکے تھے۔ لاہور میں آپ نے کم وبیش ایک ماہ قیام فرمایا۔

خواجہ کمال دین نے چوہدری ظفر اللہ سے کہا

. جب حضرت صاحب آخری بار لاہور تشریف لائے تھے اور ہمارے مکانات واقع احمد یہ بلڈنگس میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور مولوی محمد علی صاحب اور تین چار اور افراد گرفتار کر لئے گئے ہیں اور ہم سے کہا گیا کہ تم نے بغاوت کی ہے تمہیں بادشاہ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ چنانچہ ہمیں پیش کیا گیا۔ کمرہ ایسا تھا جیسا لاہور چیف کورٹ میں فرسٹ بنچ کے اجلاس کا کمرہ ہے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ چوکور چھتری کے نیچے جہاں جج بیٹھتے ہیں تخت بچھا ہوا تھا اور اس پر مولوی نور دین صاحب تشریف فرما ہیں.... انہوں نے ہمیں مخاطب کر کے کہا کہ تم نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے بتاؤ تمہیں کیا سزا دی جائے۔ میں نے کہا اب آپ کا راج ہے آپ جو چاہیں حکم دیں۔ مولوی صاحب نے کہا ہم تمہیں ملک بدر کرتے ہیں۔ میں نے خواب حضرت (مرزا) صاحب کو سنایا۔ آپ نے کہا مبارک ہو۔ شاہی قیدی ہونا کوئی بری بات نہیں۔ اس کے بعد میں مولوی (نور دین) صاحب کے پاس گیا اور انہیں وہ خواب سنایا۔ انہوں نے سن کر کچھ دیر تو سر جھکائے رکھا اور پھر سر اٹھا کر کہا . کسی سے کہنا نہیں . اس کے دو چار روز بعد حضرت صاحب کی وفات ہوگئی۔ میں مولوی صاحب کے پاس گیا اور کہا حضرت میرا خواب پورا ہو گیا اور اپنے ہاتھ کو بڑھا کر کہا بیعت لیجئے۔ مولوی صاحب نے کہا نہیں نہیں انتظار

کرو۔ قادیان چلو۔ (تحدیث نعمت ص ۴۸۔۴۹)

☆ اور ملفوظات کے مرتب نے مرزا صاحب کی زندگی کی آخری شام کو پیش آنے والا ان کی زندگی کا آخری واقعہ یوں بیان کیا ہے۔

. ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء قبل نماز عصر مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضرت اقدس کی خدمت میں بذریعہ اپنے کسی خاص قاصد کے ایک خط بھیجا جس میں بعض مسائل پر زبانی گفتگو کرنے کی اجازت چاہی اور وعدہ کیا کہ میں بہت نرمی اور پاس ادب سے گفتگو کرونگا۔ حضرت اقدس (مرزا) نے قبل عصر مولوی سید محمد احسن صاحب سے ان کے متعلق دریافت کیا کہ وہ اخلاق کے کیسے ہیں۔ مغلوب الغضب اور فوراً جوش میں آجانے والے تو نہیں؟ اس کے جواب میں بعض اصحاب نے عرض کیا کہ حضور (وہ) ایسے تو نہیں۔ ان کی طبیعت میں نرمی پائی جاتی ہے۔ حضرت اقدس خود چونکہ پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے اور فرصت نہ تھی اس لئے حضرت اقدس نے مولانا مولوی محمد احسن صاحب سے فرمایا کہ آپ ان کے خط کا جواب لکھ دیں۔ اصل خط ان کا ہم بھیج دیں گے اور بے شک نرمی اور آہستگی سے ان سے مسائل پر گفتگو کریں۔ البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے ہمراہ سوائے دو چار معزز آدمیوں کے اور زیادہ ہجوم نہ ہو اور آپ علیحدگی میں بیٹھ کر گفتگو کریں۔ اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ اسی دوران میں کسی دوست نے ان کا یہ عقیدہ پیش کر دیا کہ وہ حضرت عیسیٰ کے سولی پر لٹکائے جانے کے ہی قائل نہیں اور یہ کہ وہ اپنے اس دعوی کی دلیل میں آئت کریمہ اذ کففت بنی اسرائیل عنک پیش کرتے ہیں' (ملفوظات ج ۱۰ ص ۴۔۴۵۳)

اور مرزا بشیر احمد نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے

' خاکسار عرض کرتا ہے کہ ۲۵ مئی کو عصر کی نماز کے بعد یعنی اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پیشتر حضور نے لاہور میں خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر جہاں نماز ہوا کرتی تھی ایک بڑی پر جوش تقریر فرمائی جس کی وجہ یہ تھی مولوی ابراہیم سیالکوٹی کی طرف سے ایک شخص مباحثہ کا چیلنج لے کر آپ کے پاس آیا تھا۔ آپ نے مباحثہ کی شرائط کے لئے مولوی محمد احسن صاحب کو مقرر فرمایا۔ پھر اس شخص کی موجودگی میں ایک نہائت زبردست تقریر فرمائی اور جس طرح جوش کے وقت آپ کا چہرہ سرخ

ہو جایا کرتا تھا اسی طرح اس وقت بھی یہی حال تھا۔ اس تقریر کے بعض فقرے اب تک میرے کانوں میں گونجتے ہیں۔ فرمایا تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے۔ نیز فرمایا اب ہم تو اپنا کام ختم کر چکے ہیں'

(سیرۃ المھدی ج ا ص ۴ے مطبوعہ قادیان ۱۹۳۵ء)

اور مولوی دوست محمد قادیانی نے یہ واقعہ یوں بیان فرمایا ہے۔

اہل حدیث عالم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضور کی خدمت میں رقعہ بھجوایا کہ وہ مسائل متنازعہ فیہ میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت اقدس پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے اس لئے حضور نے ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو مولوی محمد احسن صاحب کو تبادلہ خیالات کرنے کا ارشاد فرمایا۔ رقعہ ملنے کے وقت چونکہ حضور اپنے خدام میں تشریف فرما تھے اس لئے حضور نے اس وقت حیات مسیح کے رد میں ایک مفصل تقریر بھی کی جس کے آخر میں فرمایا عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی کو آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔ یہ حضور کی آخری تقریر تھی۔ اس کے بعد حضور نے کوئی تقریر نہیں فرمائی

(تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۵۴۰)۔

مرزا صاحب کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے جو موقع کے گواہ ہیں اپنے بیان میں صرف اتنا بتایا ہے کہ مرزا صاحب نے کہا کہ تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے ہم تو اپنا کام ختم کر چکے ہیں۔ اس کے بالمقابل مولوی دوست محمد نے جو موقع پر موجود نہیں تھے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے فرمایا عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی کو آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔ دونوں روائیتوں میں سے زیادہ وزنی بات اس بیٹے کی ہے جو موقع پر موجود تھا اور جس نے اپنے باپ کی سیرت لکھی ہے جو مرزائیوں کے دوسرے لٹریچر کے لئے ایک حوالے کی کتاب ہے۔ بیٹے کے روائت کردہ الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب اپنے سامعین اور ان کی وساطت سے سارے مرزائیوں کو بتا رہے ہیں کہ مجھ سے جو کچھ ہوسکتا تھا میں نے کرلیا اب اسلام کی زندگی اسی میں ہے کہ عیسیٰ تشریف لے آئیں اس لئے ان کو اب آنے دو۔ ہم تو جا رہے ہیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ مولوی محمد احسن نے

نہ تو مولانا ابراہیم سے کوئی مباحثہ ۲۵ مئی کو کیا اور نہ اس کے بعد۔

مولانا میر نے دعوت مباحثہ تو مرزا صاحب کو دی تھی لیکن مرزا صاحب شائد جانتے تھے کہ یہ وہی شخص ہیں جن کی شہادۃ القرآن کئی برسوں سے تشنہ جواب پڑی ہے اور اگر انہوں نے دوران مباحثہ برسبیل تذکرہ ہی پوچھ لیا کی حضرت شہادۃ القرآن چار پانچ سال سے آپ کے ہاں جواب طلب پڑی ہے آپ کو اس کے جواب کے لئے مزید کتنی مہلت درکار ہے؟ تو میں کیا جواب دے سکوں گا۔ اس لئے مرزا صاحب مولانا ابراہیم کی دعوت مباحثہ کے جواب میں طرح دے گئے اور اپنے مرید خاص مولوی محمد احسن کو یہ کہہ کر سامنے کر دیا کہ چڑھ جا بیٹا سولی رام بھلی کریگا۔

جہاں تک مرزا صاحب کے پاس وقت نہ ہونے کے مرزائیوں کے اس بہانے کا تعلق ہے کہ پیغام صلح لکھی جا رہی تھی تو اس سلسلے میں صورت حال یہ ہے کہ مرزا صاحب یا کسی اور نے کسی مدت کا تعین بھی نہیں کر رکھا تھا کہ اسے کسی خاص تاریخ تک مکمل کرنا ضروری ہو۔ اس رسالے کا مسودہ مرزا صاحب کی موت کے بعد منتشر نوٹوں کی صورت میں پایا گیا تھا۔ اور کوئی مرزائی یہ بھی نہیں بتا تا کہ مولانا ابراہیم کی دعوت مباحثہ ملنے اور مرزا کی موت کے درمیانی عرصہ میں مرزا صاحب نے کون سا پیراگراف یا کون سا صفحہ اس رسالے کے لئے لکھا جس میں انہوں نے وہ وقت صرف کیا ہو جو مولانا ابراہیم نے مباحثے کے لئے ان سے مانگا تھا۔

مزید یہ کہ مولانا ابراہیم نے مرزا صاحب سے گفتگو کے لئے دن یا پہر نہیں مانگے تھے۔ پندرہ بیس منٹ نصف گھنٹہ یا ایک گھنٹہ بھی کافی ہو سکتے تھے۔ اور نہ ہی مولانا نے مرزا صاحب کو سیالکوٹ یا امرتسر جیسے کسی شہر میں بلا کر مناظرے کی دعوت دی تھی جس کے لئے اہتمام سفر اور پروگرام بنانے اور حفاظتی انتظامات کی ضرورت ہو۔ اس کے برعکس مولانا ابراہیم لاہور کی اس بلڈنگ کے جوار میں کسی عمارت میں بیٹھے خود مرزا صاحب کی قیام گاہ پر ان کے مریدوں کے اپنے جھرمٹ میں بیٹھ کر چند منٹ بات کرنے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔ لیکن مرزا صاحب نے اس پیغام کے بعد اپنے مریدوں کے سامنے گرج برس کر ایک مفصل اور جوشیلی تقریر کرنے کے لئے تو وقت نکال لیا لیکن تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن مولانا سیالکوٹی کا سامنا کرنے کے لئے وقت اور حوصلہ

فراہم نہ کر سکے ۔

یہ تقریری نشست مرزا صاحب کی آخری تقریر یا پبلک تقریب تھی ہے ۔ اس کے بعد چراغوں سے روشنی اور زبان سے بولنے کی سکت چھن گئی تھی ۔ اور حقیقی معنوں میں یہ مرزا صاحب کی الوداعی تقریر تھی جس میں مریدوں کو آخری فرمان جاری کیا گیا کہ (ہمارے ہاں تو اب ہیضے کی آمد آمد ہے اس لئے) مجھے مرنے دو اور اصلی عیسیٰ کو آنے دو جو صاحب شوکت اور اقبال مند ہوگا کہ اسی میں اسلام کی حیات ہے ۔ (جیسا کہ وہ پہلے بھی ایک موقع پر کہہ چکے تھے کہ

. اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعویٰ نہیں کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا ۔ بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال اور اقبال کے ساتھ آوے اور ممکن ہے کہ اول دمشق میں ہی نازل ہو . (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۲۱ خزائن ج ۳)

☆ اس نشست کے بعد مرزا صاحب نے کچھ وقت کھانے پینے اور دوسرے کاموں کو گزارا اور اچانک بیمار پڑ گئے ۔ اس موقع کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے آپ کے سسر میر ناصر کہتے ہیں ۔

☆ حضرت جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا ۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا ۔ جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو مجھے مخاطب کر کے فرمایا میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا ہے ۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی ۔ یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے آپ کا انتقال ہوگیا .(حیات ناصر مرتبہ یعقوب علی عرفانی ص ۱۴ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از الیاس برنی ص ۱۳۷)

☆ اور مرزا بشیر نے اس بیماری کی تفصیل اپنی والدہ کی روائت سے یوں بیان کی ہے

. والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا ۔ مگر اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے اور میں بھی سو گئی ۔ لیکن کچھ دیر بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک دو دفعہ حاجت کے لئے آپ پاخانہ تشریف لے گئے ۔ اس کے

بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو آپ نے ہاتھ سے مجھے جگایا۔ میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دبانے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد حضرت نے فرمایا تم اب سو جاؤ۔ میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا۔ مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جا سکتے تھے۔ اس لئے چارپائی کے پاس ہی بیٹھ کر آپ فارغ ہوئے اور پھر لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دباتی رہی۔ مگر ضعف بہت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرا گیا۔ اور حالت دگرگوں ہو گئی۔ اس پر میں نے گھبرا کر کہا اللہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ تو آپ نے کہا کہ وہی ہے جو میں کہا کرتا ہوں۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ کیا آپ سمجھ گئی تھیں کہ حضرت کا منشا کیا ہے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ہاں۔ (سیرۃ المہدی ص ۱۰۵ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص ۱۳۷)

☆ آخر میں آپ کے گلے سے آواز نہیں نکل رہی تھی اور بتایا جاتا ہے کہ موت سے دو گھنٹہ قبل حضور بات نہ کر سکتے تھے..... کاغذ قلم دوات منگا کر حضور نے لکھا خشکی بہت ہے، بات نہیں کی جاتی۔ اور ایسے ہی کچھ اور الفاظ لکھے جو پڑھے نہ گئے

(محمد صادق کا مضمون در الفضل ۲۴ نومبر ۱۹۳۷ء منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۱۳۸)۔

یعنی زبان سے قوت گویائی چھن گئی اور ہاتھوں سے لکھنے کی صلاحیت۔ کپکپاتے ہاتھوں سے کاغذ پر جو آڑی ترچھی لکیریں انہوں نے ڈالیں مرزا صاحب کے عزیز اور راسخ مرید آج تک ان سے کوئی مطلب اخذ کرنے سے عاجز ہیں۔

☆ چوہدری ظفر اللہ نے (جو اس وقت گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتے تھے) لکھا ہے۔

۲۶ مئی کو میں حسب معمول دوپہر کا کھانا اول وقت میں ہی کھا کر لیٹ گیا تھا۔ .... شیخ تیمور صاحب نے میرا پاؤں ہلایا..... انہوں نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود فوت ہو گئے ہیں.. ہم سب جلدی میں ہراساں اور پریشان احمدیہ بلڈنگز پہنچے۔ وہاں مکان کے اندر تو وہی سماں تھا جس کی توقع کی جا سکتی تھی..... لیکن مکان کے باہر سڑک پر مخالفین سلسلہ جس قسم کے مظاہروں سے اپنے اخلاقی فقدان کا اعلان کر رہے تھے وہ نہائت

اندوہناک اور قابل افسوس تھا۔ نماز جنازہ کے بعد ہم میں سے اکثر قادیان جانے کے لئے ریلوے سٹیشن پر پہونچے۔اور جو گاڑی عصر کے وقت لاہور سے بٹالہ جاتی تھی اور جس کے ساتھ ایک خاص ڈبے میں حضور (مرزا) کی نعش مبارک کو لے جانے کا انتظام کیا گیا تھا اس میں سوار ہو گئے....امرتسر پہونچنے تک مغرب کا وقت ہو گیا تھا.... کچھ رات گئے گاڑی بٹالہ پہونچی ....آدھی رات کے کچھ دیر بعد یہ محزون قافلہ پاپیادہ قادیان روانہ ہو گیا..... طلوع آفتاب کے وقت قافلہ قادیان پہنچا.... پھر (خلیفہ کا انتخاب ہوا اور نئے خلیفہ نے بیعت لی ۔ اور پھر) مولوی نوردین نے باغ کے اس حصہ میں جو آموں والہ باغ کہلاتا تھا حضور کا جنازہ پڑھایا اور حضور کی تدفین مقبرہ بہشتی میں عمل میں آئی۔ (تحدیث نعمت ۔ص ۹۔۱۰)۔

یعنی مولوی نوردین نے جنازہ پڑھایا اور ۲۷ مئی کو مرزا کی تدفین عمل میں آئی۔ اب سوال یہ ہے کہ نبی کا جنازہ کس طرح پڑھا جاتا ہے؟ اور کون پڑھاتا ہے۔

☆ ملا محمد بخش جعفر زٹلی سکرٹری انجمن حامی اسلام لاہور کے اہتمام سے مرزا صاحب کے قیام لاہور کے دوران ان کی رہائشگاہ کے قریب رد قادیانیت کے موضوع مسلمانوں کے جلسے ہوتے رہے۔ اور جس روز مرزا صاحب راہی ملک عدم ہوئے اسی شام وہاں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں بہت سے علماء نے رد قادیانیت پر تقاریر کیں۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری نے بھی خطاب کیا اور رد قادیانیت کے محاذ پر خدمات کے اعتراف کے طور پر محمد بخش جعفر صاحب کو نقد انعام بمعہ خلعت اور ایک تمغہ نقری عطا فرمایا۔ نیز حضرات علماء نے محمد بخش صاحب کو خادم الاسلام کا خطاب عطا فرمایا۔ (تاریخ احمدیت ج چہارم ۔ص ۲۱۶ بحوالہ المجدد لاہور جون ۱۹۰۸ء)

☆ اور مرزا صاحب کی وفات کے بعد

. سب سے پہلی اطلاع جو اخبار الحکم ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کے ضمیمے کی صورت میں شائع ہوئی تھی اس میں ایک فقرہ یہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ مرزا صاحب ہیضے سے مرے ہیں۔لکھا ہے

. مرزا صاحب کو دو اور تین بجے کے درمیان ایک بڑا دست آیا۔جس سے نبض بالکل بند ہو گئی .

ایک ہی دست سے نبض کا بند ہو جانا بتا رہا ہے کہ یہ دست ہیضے کا تھا۔ حکیم نور دین صاحب نے ذرا پیچ دار طریق سے اس امر کو تسلیم کر لیا تھا کہ آپ کی موت ہیضے سے ہوئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں

. دشمن جو کہتا ہے کہ ہیضے سے مرے ہیں ۔ اچھا مان لیا کہ دشمن سچ کہتا ہے پھر ہیضے سے مرنا شہادت ہے ۔ (خطبات نور حصہ دوم ص ۲۶۸)۔

مولانا امرتسری مرزائیوں کے خلیفہ اول کی اس تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمیں اس جگہ شہادت غیر شہادت سے بحث نہیں۔ شہادت تو طاعونی موت کے لئے بھی حدیثوں میں آئی ہے۔ مگر مرزا صاحب اپنی جماعت کے سوا دوسرے مسلمانوں کی (طاعون سے) موت کو موت الکلاب کہتے رہے۔ یہ ایک اصطلاحی بات ہے۔ ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں ۔ صرف واقعہ دیکھنا ہے کہ کس مرض سے مرے؟ چونکہ مرزا صاحب (بقول خود) مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کے الہام میں یہ خدائی الفاظ موجود ہیں اجیب کل دعائک میں (خدا) تیری (مرزا کی) ہر دعا قبول کرتا ہوں ۔ اور مرزا صاحب نے اپنے آخری فیصلے والے اشتہار میں یہ دعا کی تھی کہ ہم دونوں (مرزا صاحب اور ثناء اللہ) میں سے جھوٹا طاعون یا ہیضے سے مرے ۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس دعا کا اثر ہوتا۔

(اہل حدیث امرتسر ۳۔۱۰ دسمبر ۱۹۳۷ء ص ۵۔۶)

☆ مرزا صاحب نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کیا۔ مولوی محمد علی ان دنوں مرزائی آرگن ریویو آف ریلجنز کے ایڈیٹر تھے۔ مرزا صاحب کے انتقال کے بعد جو سب سے پہلا رسالہ نکلا جس میں مرزا صاحب کے انتقال ہی کے مضامین درج تھے اس رسالہ میں مولوی محمد علی نے لکھا

. ثناء اللہ اور عبدالحکیم ۔ ان دونوں کا کچھ الگ ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی زندگی ہی میں ان دونوں کا ہلاک ہونا ضروری تھا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک مثال سے صدق اور کذب نہیں پرکھا جاتا۔ بلکہ ہمیشہ کثرت کو دیکھنا چاہیے۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا) کے خلاف مباہلے کئے۔ یا بددعا کی ۔ ان میں سے کتنے اب (۱۹۰۸ء

میں) نظر آتے ہیں ۔ جہاں بیسیوں مثالیں ایسی موجود ہیں کہ معاندین خدا کے برگذیدہ کا مقابلہ کر کے ہلاک ہوئے وہاں ایک یا دو مثالیں بچ رہنے والوں کی النادر کا لمعدوم کے حکم میں سمجھنی چاہییں (ریویو ۔ بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۲۹۵)

لاہور میں یکم جنوری ۱۹۳۴ء کے مناظرے میں مولانا امرتسری نے فرمایا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب کے اس بیان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بموجب اعلان مرزا صاحب ان سے پہلے مجھے مرنا چاہیے تھا۔ اور میرے حق میں اتنا بیان کافی ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے تسلیم کرلیا کہ حسب اعلان مرزا صاحب ثناء اللہ کو ان سے پہلے مرنا چاہیے تھا۔ باقی رہا یہ کہ یہ واقعہ شاذ و نادر ہے اور دشمنان مرزا کثرت سے پہلے مر رہے ہیں ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے دعوی کے ثبوت میں ایک تمسک پیش کرے جس میں اصل رقم کا لفظ مشکوک ہو تو کیا وہ مدعی حاکم کو کہہ سکتا ہے کہ حضور میرے تمسک میں بیس سطریں ہیں اور ہر سطر میں بیس لفظ ہیں جو سب کے سب صحیح ہیں اگر رقم کا ایک ہندسہ صحیح نہیں تو کیا ہوا ۔ باقی سب کچھ تو صحیح ہے۔ کیا ایسا مدعی بریلی کے پاگل خانے میں نہ بھیجا جائے گا ؟ .

(اہل حدیث امرتسر ۱۲ جنوری ۱۹۳۴ء ص ۵۔۶)

☆ مولانا امرتسری کہتے ہیں

. مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں بروز اور ظل محمدی ہونے کا دعوی کیا ہے۔ اور چونکہ ان کا منشا تھا کہ اپنی ذات میں درجہ احدیت کا ثبوت دیں اس لئے بطور تمہید آنحضرت ﷺ کی شان میں یہ صفت بتا کر اپنے لئے اعلان کر دیا کہ خدا نے مجھ پر یہ الہام کیا ہے انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون (حقیقة الوحی) یعنی خدا کہتا ہے کہ اے مرزا تجھے اختیار ہے کہ جب تو کسی چیز کو چاہے اسے کن کہہ دے وہ فورا ہو جائے گی ،، . چونکہ اصل شخصیت محمدیہ علیہ التحیۃ والسلام ذات احدیت میں مستغرق ہو کر احد ہو گئی تھی ۔ میں بروز اور ظل بھی اس درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ یہ دعوی کروں کہ مجھے فنا کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے . (خطبہ الہامیہ ص ۲۳) ۔

اور مولانا امرتسری قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ مرزا صاحب اشتہار

آخری فیصلہ میں میری موت چاہتے تھے یا اپنی ؟ یقیناً میری۔ پھر ہوا کیا؟

(اہل حدیث ۲۷ دسمبر ۱۹۳۵ء ص ۷)

☆ مرزا صاحب نے کہہ رکھا تھا

. پھر عبدالحق (غزنوی) نے لکھا ہے کہ آتھم کی پیش گوئی نہ پوری ہونے کے وقت کس قدر عیسائیوں اور مسلمانوں نے تم پر لعنتیں کیں۔ یہی سزا دجال کی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حکم خواتیم پر ہے (حجۃ اللہ خزائن ج ۱۲ ص ۱۵۵)۔ یعنی مباہلہ کرنے والوں میں سے جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے۔ اس لئے سچے اور جھوٹے کا تعین کرنے کے لئے انتظار کرو کہ ہم دونوں میں سے پہلے کون مرتا ہے۔ اور یہ تعین ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو یوں ہو گیا کہ مولانا عبدالحق غزنوی زندہ تھے کہ مرزا صاحب اپنی ان باتوں کی تصویر بن گئے جو انہوں نے اکتوبر ۱۹۰۷ء میں ایک روز بوقت سیر فرمائی تھیں۔ جیسا کہ مرتب ملفوظات نے لکھا کہ

> ہماری جماعت کے ایک شخص نے کسی غیر احمدی کا سوال پیش کیا کہ آپ (مرزا) نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ درست نہیں کیونکہ مسیلمہ کذاب آنحضرت ﷺ کے بعد فوت ہوا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے۔ ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا۔ لاؤ پیش کرو وہ کون سی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔ صرف جھوٹا نہیں بلکہ جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہوا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے..... یہ بات کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے بالکل غلط ہے..... ہاں جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوا کرتا ہے..... ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوتے ہیں. (۱۲ اکتوبر ۱۹۰۷ کا ملفوظہ۔ ملفوظات ج ۹ ص ۴۴۰۔۴۴۱)۔

اور مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ انہوں نے عبدالحق سے مباہلہ کیا تھا۔ جیسا کہ آپ نے ایک مرید منشی رستم علی کو لکھا تھا۔ دیکھئے مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۳ ص ۱۲۱۔۱۲۲۔

(ویسے مرزا صاحب نے اوپر اکتوبر ۱۹۰۷ء والے ملفوظ میں بھی جھوٹ بولا ہے

کیونکہ اس سے پہلے وہ بعبارت النص لکھ چکے تھے کہ مولوی ثناء اللہ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ..اگر میں ایسا ہی کذاب ہوں تو میں (ان کی) زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاتا ہے)

☆ اور چونکہ مرزائی لوگ آئت کریمہ کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی لکھ کر مرزا صاحب کو غالب علی المخالفین بتاتے ہوئے رسالت مرزا کا ثبوت دیا کرتے ہیں (دیکھو الفضل ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء) ۔ اور دوسری طرف مرزا صاحب نے لکھ رکھا تھا کہ

. مولوی ثناء اللہ صاحب ٹھٹھے اور توہین میں دوسرے علماء سے بڑھے ہوئے ہیں ۔اس گندے طریق سے باز نہیں آتے (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۳۰)

یعنی مرزا صاحب مولانا ثناء اللہ کو اپنا سخت ترین مخالف اور توہین کنندہ دشمن قرار دے چکے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ چکے تھے کہ

. میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے (اشتہار آخری فیصلہ

اس لئے اب ضروری تھا کہ جو مفسد اور کذاب تھا اپنے دشمن کی زندگی میں مرتا ۔ اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو یہی ہوا کہ مرزا صاحب، مولانا کی زندگی میں سوئے عدم روانہ ہو گئے

☆ اور چونکہ مرزا صاحب کہتے تھے کہ خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے انی مہین من اراد اہانتک و معین من اراد اعانتک کہ جو کوئی تیری اہانت کا ارادہ کریگا میں اس کو ذلیل کرونگا اور جو تیری مدد کا ارادہ کریگا میں اس کی مدد کرونگا۔ دوسری طرف مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ مولانا امرتسری نے ان کی اہانت کا ارادہ کیا تھا جیسا کہ لکھا۔

مدت سے آپ کے پرچہ.... میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ۔ ہمیشہ مجھے آپ مردود کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے ۔آپ نے مجھے مفسد ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہائت درجہ کا بد آدمی سمجھ رکھا ہے (اعلان ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء) ۔ اور مولانا ثناء اللہ کو ابوجہل کا خطاب دے کر اپنے حق میں بدترین دشمن لکھا ہوا ہے ۔اس لئے یہ واضح ہونا ضروری تھا کہ یہ الہام سچا تھا کہ نہیں اور

اگر سچا تھا تو کس کے حق سچا تھا۔ مرزا صاحب کے حق میں سچا تھا یا ان کے دشمنوں کے حق میں۔ اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس بات کا فیصلہ ہو گیا کہ یا تو الہام ہی سچا نہیں ہے اور اگر سچا ہے تو ان لوگوں کے حق میں سچا ہے جن کے سامنے ان کا دشمن مرا پڑا تھا۔

☆ اور مرزا صاحب کہتے ہیں

و من کان مفریا یضاع بسرعة و یهلک کذاب بسم التخلق

اور مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور کاذب جھوٹ کے زہر سے مرجاتا ہے (حجۃ اللہ خزائن ج ۱۲ ص ۲۳۰)

و نخضع للاعداء قبل خضوعهم و نرحل بعد الخصم من کل مازق

کہ ہم دشمنوں کے لئے جھکتے ہیں قبل اس کے جو وہ جھکیں۔ اور ہم میدان سے جب تک دشمن کوچ نہ کرے کوچ نہیں کرتے (حجۃ اللہ۔ خزائن ج ۱۲ ص ۲۳۴)۔

اب قدرت نے چونکہ اس بات کا ثبوت دینا تھا ہے کہ جھوٹا کون ہے؟ اس لئے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب جھوٹ کا زہر پی کر اپنے شدید دشمنوں یعنی تحریک ختم نبوت کے مشہور کارکنوں مثل عبدالحق غزنوی محمد حسین بٹالوی ثناء اللہ امرتسری سید ابوالحسن تبتی۔ محمد بخش جعفر زٹلی۔ عبدالجبار غزنوی عبدالواحد غزنوی کی زندگی میں ہمیشہ کی نیند سو گئے۔

مرزا صاحب اپنی موت سے چند روز پہلے مئی ۱۹۰۸ء میں کہتے ہیں

کہاں ہے مولوی غلام دستگیر جس نے اپنی کتاب فیض رحمانی میں میری ہلاکت کے لئے بددعا کی تھی اور مجھے مقابل رکھ کر جھوٹے کی موت چاہی تھی؟ ... کہاں ہے سعد اللہ لدھیانوی؟ جس نے مجھ سے مباہلہ کیا تھا اور میری موت کی خبر دی تھی آخر میری زندگی میں ہی طاعون سے ہلاک ہو گیا۔ کہاں ہے مولوی محی الدین لکھو کے والہ جس نے مجھے فرعون قرار دے کر اپنی زندگی میں ہی میری موت کی خبر دی تھی اور میری تباہی کی نسبت کئی اور الہام شائع کئے تھے۔ آخر وہ بھی میری زندگی میں ہی دنیا سے گذر گیا۔ کہاں ہے؟ بابو الٰہی بخش صاحب مؤلف عصائے موسیٰ اکونٹنٹ لاہور۔ جس نے اپنے تئیں موسیٰ قرار دے کر مجھے فرعون قرار دیا تھا۔ اور میری نسبت اپنی زندگی میں ہی طاعون سے ہلاک ہونے کی پیش گوئی کی تھی اور میری تباہی کی نسبت اور بھی بہت سی پیش گوئیاں کی تھیں آخر وہ بھی میری زندگی میں ہی اپنی کتاب عصائے موسیٰ پر جھوٹ اور افتراء کا داغ لگا کر طاعون کی موت سے بصد حسرت مرا۔ (چشمہ معرفت۔ روحانی

(خزائن ج ۲۳ ص ۳)

یہ کتاب ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو قادیان سے پہلی مرتبہ شائع ہوئی ۔ اور شائد اسے مطبوعہ صورت میں مرزا صاحب نے دیکھا بھی نہ ہو کیونکہ وہ خود ان دنوں لاہور میں تھے ۔ اسی کتاب چشمہ معرفت کے ص ۱۰۳ء میں مرزا صاحب کہتے ہیں

اگر خدا نے چاہا اور زندگی نے وفا کی تو میرا ارادہ ہے کہ قرآن شریف کی ایک تفسیر لکھ کر اس جسمانی اور روحانی تطابق کو دکھلاؤں ۔

یہ تحریر بتاتی ہے کہ ابھی مرزا صاحب کے لمبے پروگرام تھے ۔ ان کا ابھی مرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا ۔ اور وہ الہامات جو بتائے جاتے ہیں کہ مرزا صاحب مرنے کے لئے تیار ہو کر لاہور آئے تھے بعد کی ایجادات ہیں ۔ کیونکہ مرزا صاحب کو تو ابھی ۲۰ ۔ ۳۰ برس زندہ رہنے کی امید تھی ۔

اسی کتاب میں لکھتے ہیں

. ایسا ہی مسلمانوں میں سے ایک شخص جو قصور ضلع لاہور کا رہنے والہ تھا اور اس کا نام غلام دستگیر تھا اور مولوی کہلاتا تھا اس نے مجھے کاذب ٹھہرا کر دعا کے ذریعہ سے میری ہلاکت چاہی اور جھوٹے پر خدا کا عذاب مانگا اور اس بارہ میں ایک رسالہ بھی لکھا مگر اس رسالہ کو ابھی شائع کرنا نہ پایا تھا کہ وہ اپنی اسی بددعا کے اثر سے ہلاک ہو گیا ۔

(چشمہ معرفت ص ۳۳۵ ۔ ۳۲۶ ۔ روحانی خزائن ج ۲۳)

اور اسی طرح ایک نہائت کینہ ور اور گندہ زبان شخص سعد اللہ نام لدھیانہ کا رہنے والہ میری ایذاء کے لئے کمر بستہ ہوا اور کئی کتابیں نثر اور نظم میں گالیوں سے بھری ہوئی تالیف کر کے چھپوا کر میری توہین اور تکذیب کی غرض سے شائع کیں اور پھر اسی پر اکتفا نہ کر کے آخر کار مباہلہ کیا اور ہم دونوں فریق کو یعنی مجھے اور اپنے تئیں خدا کے سامنے پیش کر کے جھوٹے کی موت خدا سے چاہی آخر تھوڑے دن بعد ہی طاعون سے ہلاک ہوا ۔ ایسا ہی کئی اور دشمن مسلمانوں میں سے میرے مقابل پر کھڑے ہو کر ہلاک ہوئے اور ان کا نام ونشان نہ رہا ۔ ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والہ ہے جس کا دعوی ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴ ۔ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا ۔ اور یہ اس کی سچائی

کے لئے ایک نشان ہوگا.... اس نے یہ پیش گوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر خدا نے اس کی پیش گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالی کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کرے گا

(چشمہ معرفت ص ۳۳۶۔۳۳۷ خزائن ج ۲۳)

۔ یہ کتاب مرزا صاحب کی موت سے ۱۱ دن پہلے شائع ہوئی۔ گویا ان کی زندگی شائع ہونے والی ان آخری کتاب ہے اور اس میں انہوں نے اپنا اور عبدالحکیم کا مقدمہ اللہ کے حضور پیش کیا کر کے فرمایا ہے کہ اللہ صادق کی مدد کرے گا۔ اور صادق کو کاذب کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ صادق زندہ رہے گا اور کاذب اس کے سامنے مرجائے گا۔

اور کتاب کی اشاعت کے ۱۱ دن بعد مرزا صاحب چل بسے جب کہ عبدالحکیم زندہ تھا۔

عمر مرزا

مرزا صاحب ایک متنازعہ شخصیت تھے اور تنازعات انہوں نے خود جنم دیئے ہوئے تھے۔ ان کے حسب نسب میں تنازعہ تھا کہ وہ چینی ہیں یا فارسی ہیں یا ترک ہیں یا مغل ہیں یا عرب اور بنو فاطمہ ہیں۔ اسی طرح ان کے عہدہ و منصب میں تنازعہ تھا کہ آیا وہ ایک عام نبی ہیں یا مسیح ہیں یا مہدی ہیں یا مجدد ہیں یا کرشن ہیں یا دجال ہیں۔ اور اسی طرح ان کی عمر کے بارے میں بھی تنازعہ ہے کہ وہ ۱۱ سال کی عمر میں فوت ہوئے یا پچیس سال کی عمر میں۔ یا ۶۲ سال کی عمر میں یا ۶۸ سال کی عمر میں یا ۷۳ سال کی عمر میں یا ۷۸ سال کی عمر میں؟

پہلی دو باتوں کے بارے میں بحث تو اس وقت سے چلی آرہی ہے جب وہ زندہ موجود تھے لیکن آخری بات یعنی ان کی عمر کے بارے میں بحث ان کی موت کے بعد شروع ہوئی کہ وہ کتنی عمر پا کر فوت ہوئے ہیں۔ یہ بحث بڑی گرما گرم بحث تھی اور آج تک یوں ہی چلی آرہی ہے حالانکہ یہ کوئی بہت زیادہ اہم بات نہیں ہوتی کہ کوئی شخص کتنی عمر میں فوت ہوا۔ لیکن مرزا صاحب کی عمر کا معاملہ اس لئے بہت اہم ہے کہ دیگر بہت سی چیزوں کی طرح اس کے ساتھ بھی ان کا صدق و کذب وابستہ ہے۔ انہوں نے بہت سی پیش گوئیاں کر رکھی تھیں کہ میری عمر اتنی اور اتنی ہوگی۔ اور اگر ان کی عمر ان کی پیش گوئیوں سے بڑھ جائے تو پیش بندی کے طور پر انہوں نے کہہ رکھا تھا کہ انہوں نے عمر میں اضافے کے لئے بھی دعا کی ہوئی ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر وہ متعین عمر کی پیش گوئیوں کے مطابق مر گئے تو ان کے مرید کہہ سکیں گے کہ دیکھو ہمارے مرزا صاحب اپنی پیش گوئی کے مطابق عمر پا کر رخصت ہوئے ہیں اس لئے وہ سچے نبی مہدی مسیح موعود اور کرشن ہیں (حالانکہ جس عمر کو وہ متعین عمر کہتے تھے وہ بھی کوئی خاص متعین نہ تھی بلکہ ۷۴ سے ۸۶ تک بارہ سالوں کے دوران کسی بھی وقت مر جانے کو پیش گوئی قرار دے رکھا تھا)۔ اور اگر ان کی عمر ۸۶ سال سے بڑھ جائے (اور کتنی بھی ہو جائے) تو یہ بات ان کی (عمر میں اضافہ کی) دعا کی

قبولیت کا اشتہار بن جاتی ۔ اور مرزائی کہہ سکتے کہ ان کے مرزا صاحب مستجاب الدعوات تھے اس لئے وہ مہدی مسیح نبی اور کرشن ہونے کے دعاوی میں سچے تھے ۔

اس پس منظر میں ان کے مخالفین کو انتظار تھا کہ دیکھیں اللہ تعالی عمر کے بارے میں مرزا صاحب کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے؟ اور جب وہ ۱۹۰۸ء میں مر گئے تو لوگوں نے ان کے سن ولادت کی تلاش شروع کر دی کہ وہاں سے ان کی تاریخ وفات تک حساب لگا کر دیکھیں کہ ان کی کل عمر کیا ہوئی اور وہ ان کس پیش گوئی پر پورا اترتی ہے ۔

مرزا صاحب کو شائد پہلے سے پتہ تھا کہ ان کی موت پر ان کی عمر کے بارے میں کیا ہنگامہ ہونے والہ ہے اس لئے پیش بندی کے طور پر وہ اپنے سن ولادت کو بھی متنازعہ بنانے کی اپنی سی کوشش کر گئے تھے ۔ لیکن چونکہ عمر کے ساتھ ان کا صدق و کذب وابستہ ہے اس لئے ان کے حامی اور مخالفین بھی ان کے سن ولادت کی تلاش میں سرگرداں رہے ہیں ۔ ذیل میں اسی موضوع پر چند گذارشات پیش کی جا رہی ہیں ۔

مرزا صاحب اور ان کے بیٹوں اور مریدوں کے بیانات حسب ذیل ہیں ۔

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ چودھویں صدی کے شروع ہوتے وقت میری عمر چالیس سال تھی ' (تریاق القلوب ص ۶۴ یا ۶۸ منقول از تاریخ مرزا ص ۸) یعنی ان کی ولادت ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۵ء ہوئی ۔ چونکہ ان کی وفات ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں ہوئی ۔ اس لئے ان کی ۶۶ سال قمری سال بنتی ہے ۔ جو تقریباً ۶۳ عیسوی سال ہوتے ہیں ۔

☆ مرزا صاحب نے ایک موقع پر فرمایا

' لیکھرام کی عمر اس وقت شائد زیادہ سے زیادہ تیس برس کی ہوگی ...اور اس عاجز کی عمر اس وقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے '

(روحانی خزائن ج ۱۵ تریاق القلوب ص ۳۹۰) ۔

یہ تحریر پہلی مرتبہ مرزا صاحب کی کتاب برکات الدعا کے ٹائیٹل صفحہ پر شائع ہوئی جو ۱۸۹۳ء کی بات ہے اور تحریر بذات خود ۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء سے ۲ اپریل ۱۸۹۳ء تک کے عرصہ کی ہے ۔ دیکھئے (تریاق القلوب روحانی خزائن ج ۱۵ ص ۳۹۰ اور ۳۹۴) ۔ یعنی اپریل ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب بقول خود ۵۰ برس سے کچھ زائد عمر کے تھے ۔ یعنی سوا پچاس یا ساڑھے پچاس یا اکاون کے لگ بھگ ۔ ۱۵ سال بعد ۱۹۰۸ء میں بوقت وفات ہوئی ان کی

عمر ۶۵ یا ۶۶ سال بنتی ہے اور ان کا سال ولادت ۱۸۴۳ء متعین ہوتا ہے۔

☆ ایک دفعہ مرزا صاحب نے فرمایا

. جب پادری فنڈر صاحب نے اپنی کتابیں شائع کیں تو ۱۸۵۹ء یا ۱۸۶۰ء کا ذکر ہے کہ مولوی گل علی شاہ صاحب کے پاس جو ہمارے والد صاحب نے خاص ہمارے لئے استاد رکھے ہوئے تھے پڑھا کرتا تھا۔ اور اس وقت میری عمر سولہ سترہ سال کی ہوگی (ملفوظات ج ۲ ص ۳۷۶)۔

اس بیان کی رو سے بوقت موت مرزا صاحب کی کل عمر تقریباً ۶۵ سال ہوتی ہے اور سال ولادت ۱۸۴۲ء یا ۱۸۴۳ء

☆ ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں

. چنانچہ چھٹے ہزار کے آخر میں میری پیدائش ہے اور قمری حساب کی رو سے اب ساتواں ہزار جا تا ہے. (براہین ۵ (خزائن ۲۱) ص ۱۱۳) اور

. دنیا کی عمر کے چھٹے ہزار میں سے گیارہ سال رہتے تھے جب میری پیدائش ہوئی (تحفہ گولڑویہ)

اور آپ نے ایک کتاب یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو شائع کی تھی۔ اس میں لکھتے ہیں

. اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش سے آخر پر ہے۔ جس میں خدا کے سلسلہ کو فتح ہو گی اور روشنی اور تاریکی میں یہ آخری جنگ ہے (مقدمہ چشمہ مسیحی صفحہ ب)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۶ء تک ہزار ششم بالکل ختم نہیں ہوا تھا بلکہ قریب الختم تھا کہ اسی اثنا میں (ماہ مئی ۱۹۰۸ء) میں مرزا صاحب کا انتقال ہو گیا۔ فرض کیجئے کہ یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو ہزار ششم کی جو تھوڑی سی مدت باقی تھی وہ مئی ۱۹۰۸ء میں پوری ہوگئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ موت کے وقت مرزا صاحب کی عمر گیارہ سال تھی۔

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں

. یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم ۔ اس آئت میں سمجھایا گیا ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں پیدا ہوگا۔ (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۲۳)۔

اگر ہم الفاظ چودھویں صدی میں سے شروع چودھویں صدی بھی مراد لیں تو سن پیدائش مرزا صاحب ۱۳۰۱ھ بنتا ہے۔ اور آپ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی

۱۳۲۶ھ کو فوت ہوئے۔ گویا مرزا صاحب کی عمر بوقت وفات حسب قول خود تقریباً ۲۵ سال تھی۔ حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ساٹھ سال سے متجاوز ہو کر مرے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ انہوں نے خواہ مخواہ کھینچ تان کر آئت یریدون لیطفئوا سے بحساب جمل عدد بنا کر اپنی صداقت پر تمسک کیا تھا۔اس لئے اللہ نے بوجہ اس کے کہ

. وہ بعض اوقات بے حیا اور سخت دل مجرموں کی سزا ان کے ہاتھ سے دلواتا ہے سو وہ لوگ اپنی جہالت اور تباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں

(قول مرزا مندرجہ رسالہ استفتا۔ص ۸)

مرزا صاحب کی تکذیب انہی کے ہاتھ سے کروا کر ایک قسم کی سزا دی ہے۔

☆ ایک جگہ مرزا صاحب فرماتے ہیں

'اب دائم المریض اور پیرانہ سالی کے کنارے پر پہنچ چکا ہوں اور ساٹھ سال کے قریب ہوں' (روحانی خزائن ج ۱۴ کشف الغطاء ص ۱۸۶)۔

کشف الغطاء کے ٹائٹل صفحہ پر لکھا ہوا ہے کہ 'یہ رسالہ تالیف ہو کر ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کو مطبوع ہوا' اور تالیف ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء کے بعد کی ہے جیسا کہ مرزا صاحب اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں۔ اس موقع پر اس تحریر کا مطلب یہ ہے کہ دسمبر ۱۸۹۸ء میں ان کی عمر ۶۰ سال کے قریب تھی۔یوں مئی ۱۹۰۸ء میں ان کی عمر ۶۹ سال سے کچھ زائد ہوتی ہے۔اور ان کا سال ولادت ۱۸۳۸ء نکلتا ہے۔

☆ کشف الغطا میں مرزا صاحب لکھتے ہیں

'میں اپنی تعلیم کو قریباً انیس برس سے شائع کر رہا ہوں اور پھر خلاصہ کے طور پر اشتہار ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء اور نیز ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء کے اشتہار میں ان تعلیموں کو شائع کیا'

(روحانی خزائن ج ۱۴ ص ۱۸۷)۔

اس تحریر کے مطابق مرزا صاحب بقول خود ۱۸۹۸ء میں ۶۰ برس کے قریب تھے۔ ساڑھے نو سال بعد ۱۹۰۸ء میں جب ان کی موت ہوئی تو اس وقت ۶۹ سال سے چند مہینے زائد عمر بنتی ہے اور ان کا سن ولادت ۱۸۳۸ء نکلتا ہے۔

☆ ایک جگہ مرزا صاحب فرماتے ہیں

'عمر کا اصل اندازہ تو خدا تعالی کو معلوم ہے مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے اب اس وقت

جو سنہ ۱۳۲۳ء ہے میری عمر ستر برس کے قریب ہے'

(روحانی خزائن ج ۲۱ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ص ۳۶۵)۔

اور مرزا صاحب کی وفات ۱۳۲۵ھ میں ہوئی یعنی دو سال بعد وفات کے موقع پر ان کی عمر ۷۲ برس کے قریب ہوگی۔ پورے ۷۲ بھی نہیں۔

☆ مرزا صاحب نے ایک انگریز حاکم کو دی جانے والی درخواست میں لکھا تھا کہ

'میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو تقریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں تا کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہم دردی کی طرف پھیر دوں۔'

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم)۔

یہ درخواست ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء کو لکھی گئی تھی اور اس کے مطابق اس وقت مرزا صاحب کی عمر قریباً ساٹھ سال تھی۔ مرزا صاحب اس کے دس سال بعد فوت ہوئے تو موت کے وقت ان کی عمر ۷۰ سال کے قریب بنتی ہے۔ اور ان کا سن ولادت ۱۸۳۸ء متعین ہوتا ہے

☆ لدھیانہ والے لیکچر میں مرزا صاحب واضح طور پر فرماتے ہیں

. یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ خدا تعالی ایک مفتری اور کذاب انسان کو اتنی لمبی مہلت نہیں دیتا کہ وہ آنخضرت ﷺ سے بھی بڑھ جاوے۔ میری عمر ۶۷ سال کی ہے اور میری بعثت کا زمانہ ۲۳ سال سے بڑھ گیا ہے۔

(لیکچر لدھیانہ۔ روحانی خزائن ج ۲۰ ص ۲۹۳)

یہ لیکچر ۴ نومبر ۱۹۰۵ء کو دیا گیا تھا۔ اس کے ٹھیک اڑھائی سال بعد مرزا صاحب کی وفات ہوئی۔ یوں ان کی عمر وفات کے وقت پورے ستر (۷۰) برس بھی نہیں ہوتی۔

☆ ایک جگہ مرزا صاحب فرماتے ہیں

'میں سچ کہتا ہوں کہ جب سلسلہ الہامات کا شروع ہوا تو اس زمانہ میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہوا اور ستر سال کے قریب عمر پہنچ گئی'

(خزائن ج ۲۲ حقیقت الوحی ص ۴۶۱)۔

یہ تحریر ۸ فروری ۱۹۰۷ء کے بعد کی ہے جیسا کہ اس کتاب کے صفحہ ۴۵۸ سے ظاہر ہوتا۔ اور تتمہ حقیقت الوحی پر تاریخ تصنیف ۷ اپریل ۱۹۰۷ء درج ہے۔ (دیکھئے روحانی خزائن ج ۲۲ ص

۵۱۶)۔ اور اس تحریر کے مطابق ۱۹۰۷ء میں مرزا صاحب کی عمر بقول خود ستر برس کے قریب تھی ۔ایک سال بعد ان کی وفات ہوئی تو وہ ستر برس کے یا ساڑھے ستر یا اکہتر برس کے ہوں گے اور اس روائت سے ان کا سن ولادت ۱۸۳۷ء بنتا ہے۔

☆ مرزا صاحب نے لکھا ہے

. ہزار ششم میں زمین پر ایک انقلاب عظیم آیا ہے۔ بالخصوص اس ساٹھ برس کی مدت میں جو تخمیناً میری عمر کا اندازہ ہے اس قدر صریح تغیر صفحہ ہستی پر ظہور پذیر ہے کہ گویا وہ دنیا ہی نہیں رہی۔' (روحانی خزائن تحفہ گولڑویہ ص۲۰۰ ج ۱۷ ص ۲۸۶)

اور تحفہ گولڑویہ کے بارے میں (جہاں سے یہ عبارت منقول ہے) مولوی جلال الدین شمس قادیانی لکھتے ہیں 'میرے نزدیک تحفہ گولڑویہ ۱۹۰۰ء میں تالیف ہوا۔ گو اس کی طباعت و اشاعت میں تاخیر ہوگئی... اور ۱۹۰۲ء میں شائع کی گئی' (دیباچہ روحانی خزائن ج ۱۷ص۲۳ ۔۲۴ از جلال الدین شمس) یعنی اس تحریر کے مطابق مرزا صاحب ۱۹۰۰ء میں تخمیناً ساٹھ برس کے تھے۔ آٹھ سال بعد اپنی وفات کے وقت ان کی عمر اس روائت کے مطابق تخمیناً ۶۸ سال بنتی ہے اور سن ولادت ۱۸۴۰ء۔

☆ ایک جگہ مرزا صاحب نے لکھا ہے

' اس روز سے جو وہ امام ملہم ہو کر اپنے تئیں ظاہر کرے گا ثالیس برس تک زندگی کرے گا۔ اب واضح رہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ اسی (۸۰) یا اس کے قریب تیری عمر ہے۔ سو اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے جن میں سے دس برس کامل گزر بھی گئے' (شہادۃ الملہمین المعرف نشان آسمانی ۔خزائن ج ۴ ص ۲۰)

یہ تحریر ماہ جون ۱۸۹۲ء کی ہے جیسا کہ اس رسالہ شہادۃ الملہمین کے سرورق کے صفحہ اندرونی پر تحریر ثبت ہے۔ یعنی ۱۸۹۲ء میں ان کی عمر ۵۰ سال تھی ۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۸ء میں ان کی عمر ۶۶ سال ہوتی ہے اور ان کا سال ولادت ۱۸۴۲ء تھا۔ اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بعثت ۱۸۸۲ء کی ہے۔ اور اس بعثت کے بعد انہیں چالیس سال زندہ رہنا تھا۔ یعنی ان کی زندگی ۱۹۲۲ء تک دراز ہونا تھی ۔ لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ سب کچھ غلط ہو گیا۔

☆ مرزا صاحب فرماتے ہیں

’ میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترہ برس کا تھا اور ابھی ریش و برودت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ (روحانی خزائن ج ۱۳ کتاب البریۃ۔ حاشیہ ص ۱۷۷)۔

اس حساب سے موت کے وقت ان کی کل عمر ۶۸ یا ۶۹ سال بنتی ہے اور ان کا سال ولادت ۱۸۴۲ء یا ۱۸۴۳ء ہوتا ہے۔

☆ مرزا صاحب ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں

’ میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا ۔ مجھے خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب ان کے انتقال کا وقت قریب ہے۔ میں اس وقت لاہور میں تھا جب مجھے یہ خواب آیا تھا۔ تب میں جلدی سے قادیان پہنچا اور ان کو مرض زحیر میں مبتلا پایا لیکن یہ امید ہرگز نہ تھی کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہو جائیں گے۔ کیونکہ مرض کی شدت کم ہوگئی تھی اور وہ بڑے استقلال سے بیٹھے رہتے تھے۔ دوسرے دن شدت دوپہر کے وقت ہم سب عزیز ان کی خدمت میں حاضر تھے کہ مرزا صاحب نے مہربانی سے مجھے فرمایا کہ اس وقت تم ذرہ آرام کرلو کیونکہ جون کا مہینہ تھا اور گرمی سخت پڑتی تھی۔ میں آرام کے لئے ایک چوبارہ میں چلا گیا۔ تھوڑی سی غنودگی ہوکر مجھے الہام ہوا والسماء والطارق یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا وقدر کا مبداء ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا۔ اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالی کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائے گا۔ سبحان اللہ کیا شان خداوند عظیم ہے کہ ایک شخص جو اپنی عمر ضائع ہونے پر حسرت کرتا ہوا فوت ہوا ہے اس کی وفات کو عزا پرسی کے طور پر بیان فرماتا ہے ‘

(روحانی خزائن۔ ج ۱۳۔ ص ۱۹۲)

اسی سلسلے میں مرزا صاحب فرماتے ہیں

’ میرے والد مرزا غلام مرتضی صاحب مرحوم کی وفات کا وقت جب قریب آیا اور صرف چند پہر باقی رہ گئے تو اللہ تعالی نے مجھے ان کی وفات سے بدیں الفاظ خبر دی و

السماء و الطارق یعنی قسم ہے آسمان کی اور اس حادثہ کی جو آفتاب کے غروب کے بعد ظہور میں آوے گا۔ سو یہ پیش گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ بعد غروب آفتاب میرے والد صاحب مرحوم نے وفات پائی

(روحانی خزائن ج ۱۸ (نزول المسیح ص ۲۱۹) ص ۵۸۵)۔

اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ پیش گوئی ۲۰ اگست ۱۸۷۵ء کو پوری ہوئی۔ اس روائت کو اوپر والی روائت کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ والد کی وفات کے وقت یعنی ۱۸۷۵ء میں مرزا صاحب کی عمر ۳۴ یا ۳۵ برس تھی۔ اس کے بعد مرزا صاحب ۳۳ سال زندہ رہے اور اس طرح ان کی کل عمر ۶۷ یا ۶۸ سال بنتی ہے اور ان کا سال ولادت ۱۸۴۰ء یا ۱۸۴۱ء بنتا ہے۔

☆ حکیم نورالدین نے مرزا صاحب کی پیدائش سے اکسٹھ سالوں تک کا نقشہ یوں دیا ہے کہ پیدائش ۱۸۴۰ء بتا کر ۱۹۰۸ء میں آپ کی عمر ۶۹ سال بنائی ہے۔

(رسالہ نورالدین ص ۱۷۱۔۱۷۰)

☆ مرزا بشیر احمد نے اپنے دادے کی تاریخ وفات ۱۸۷۶ء لکھی ہے۔ (دیکھو سیرۃ المھدی ج ۲ ص ۱۵۰) اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۱۸۷۶ء میں مرزا غلام احمد کی عمر ۳۴ یا ۳۵ سال تھی۔ اس حساب سے اس کا سال ولادت ۱۸۴۱ء یا ۱۸۴۲ء بنتا ہے اور بوقت وفات ان کی عمر ۶۶ یا ۶۷ سال ہوتی ہے

☆ مرزا بشیر کہتے ہیں ’ مرزا سلطان احمد سے دریافت کیا تھا کہ آپ کی پیدائش کس سال کی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ مجھے اچھی طرح معلوم نہیں۔ بعض کاغذوں میں تو ۱۸۶۴ء لکھا ہوا ہے .... اور میں نے سنا ہے کہ والد (مرزا غلام احمد) کی عمر میری ولادت کے وقت کم وبیش اٹھاراں سال کی تھی ‘ اور خاکسار (مرزا بشیر) عرض کرتا ہے .... کہ مرزا سلطان احمد صاحب کی پیدائش ۱۸۵۶ء کے قریب بنتی ہے۔ اور اگر اس وقت حضرت صاحب کی عمر ۱۸ یا ۱۹ سال سمجھی جاوے تو آپ کا سال ولادت وہی ۱۸۳۶ء ‘ ۱۸۳۷ کے قریب بنتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ۱۸۳۶ء والی روائت صحیح ہے ‘

(سیرۃ المھدی حصہ اول ص ۲۱۵۔ حصہ دوم ص ۱۵۰)

مرزا بشیر کی اس کھینچ تان کو تسلیم کر لیا جائے تو ۱۸۳۶ء سے ۱۹۰۸ تک مرزا

صاحب کی عمر بوقت موت ۷۲ سال ہوتی ہے۔ اور مرزا صاحب کے سب سے بڑے لڑکے مرزا سلطان احمد کی بات مانیں کہ اس کی ولادت ۱۸۶۴ء میں ہوئی تھی اور اس کی ولادت کے وقت اس کے باپ کی عمر ۱۸ سال تھی تو موت کے وقت مرزا صاحب کی عمر ۶۲ سال ہوتی ہے۔

مرزا بشیر، اپنے والد سال ولادت اس روائت سے ۱۸۳۶ء قرار دے رہے ہیں حالانکہ ۱۸۵۶ء میں مرزا غلام احمد کی عمر ۱۹ سال سمجھ لی جائے تو ان کا سال ولادت ۱۸۳۷ء بنتا ہے اور اگر ۱۸ سال ہو تو سال ولادت ۱۸۳۸ء ہوتا ہے۔

☆ مرزا بشیر احمد ہی لکھتے ہیں کہ کتاب پنجاب چیفس یعنی تذکرہ رؤساء پنجاب میں جسے اولاً گریفن نے زیر ہدائت پنجاب گورنمنٹ تالیف کرنا شروع کیا اس میں ہمارے خاندان کے متعلق درج ذیل نوٹ ہے۔ ' اس جگہ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مرزا غلام احمد جو مرزا غلام مرتضی کا چھوٹا بیٹا تھا ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا تھا۔ (سیرۃ المھدی حصہ اول)۔اس حساب سے موت کے وقت مرزا صاحب کی عمر ۶۹ سال ہوتی ہے۔

☆ مرزا بشیر احمد ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں کہ ان کے والد کی

' تاریخ پیدائش اور عمر بوقت وفات کا سوال ایک عرصہ سے زیر غور چلا آتا ہے... بعض اندازوں کے لحاظ سے آپ کا سال پیدائش ۱۸۴۰ء بنتا ہے اور بعض کے لحاظ سے ۱۸۳۱ء تک پہنچتا ہے اور اسی لئے یہ سوال ابھی تک زیر بحث چلا آیا ہے کہ صحیح تاریخ پیدائش کیا ہے۔ میں نے اس معاملہ میں کئی جہت سے غور کیا ہے...اب بعض حوالے اور بعض روایات ایسی ملی ہیں جن سے معین تاریخ کا پتہ لگ گیا ہے جو بروز جمعہ ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء ہے ' (سیرۃ المھدی ج ۳ ص ۷۴) یعنی مرزا بشیر احمد کی تحقیق کے مطابق ان کے والد کی عمر بوقت وفات ۷۳ سال دو ماہ اور تیرہ دن بنتی ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ اسی تحقیق کو اختیار کر کے مولوی دوست محمد شاہد نے لکھا ہے ' وفات کے وقت حضور (مرزا) کی عمر سوا تہتر سال تھی دن منگل کا تھا اور شمسی تاریخ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء تھی '۔ (تاریخ احمدیت۔ج ۳۔ص ۵۴۹)

مذکورہ حوالوں کی رو سے مرزا صاحب کی حقیقی عمر بوقت موت ۶۱ سے سوا تہتر سال بنتی ہے۔ دوسری طرف مرزا صاحب نے الہامی پیش گوئیاں کر رکھی تھیں کہ ان کی عمر

۸۰ سال کے گرد و پیش ہوگی ۔اورانہوں نے ۹۵ سال عمر کے لئے دعا کی تھی اور خدا نے ان کی دعائیں قبول کرنے وعدہ کررکھا ہے ۔ اور پھر مردان علی نامی ایک شخص نے اپنی عمر کے پانچ سال انہیں دے دیئے ۔ پھر انہیں ۱۹۰۷ء میں اللہ نے بتایا کہ وہ ان کی عمر بڑھا دے گا اور ۱۹۰۷ میں حقیقۃ الوحی میں انہوں نے بتایا کہ ان کی وفات ۱۳۳۵ھ میں ہوگی ۔ اس ضمن میں مرزا صاحب کو ہونے والے الہامات ۔ان کی خوابیں ۔ ان کے کشف اور ان کی دعائیں اس لئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں کہ آپ کومعلوم ہو جائے کہ ۱۹۰۸ء میں بقول مرزا بشیر احمد کم وبیش ۷۳ سال کی عمر میں مرجانے کی وجہ سے ان کے کتنے الہام اورکشف اور دعوے جھوٹے ثابت ہو جاتے ہیں اور ان کی کتنی خوابیں جھوٹ نکلتی ہیں اوران کی کتنی دعاؤں کے قبول نہ ہونے کا ثبوت مل جاتا ہے ۔ ملاحظہ فرمایئے ۔

☆ ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب کو ان کے ایک مرید نے اپنی عمر میں سے پانچ سال دے دئے تھے جیسا کہ ازالہ اوہام طبع دوم ص ۳۸۹ پر لکھا ہے

’ اخویم مولوی مردان علی بھی ذکر کے لائق ہیں ۔مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے سچے دل سے ۵ برس اپنی عمر سے آپ کے نام لگا دیئے ۔خدا اس ایثار کی جزا ان کو بخشے اور ان کی عمر دراز کرے ‘

☆ اور مرزا صاحب فرماتے ہیں

. خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں اسی (۸۰) برس یا دوتین برس کم یا زیادہ تیری عمر کرونگا تا لوگ کمی عمر سے کاذب ہونے کا نتیجہ نہ نکال سکیں .

(خزائن ج ۱۷ـ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۴۴)

☆ مرزا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں

. میری ۸۰ برس کی عمر ہوگی . (روحانی خزائن ج ۱۷ (اربعین نمبر۴) ص ۴۷۱)

یہ تحریر ۱۹۰۰ء کی ہے ۔

☆ ایک دوسرے مقام پر مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں

’ چونکہ خدا تعالی جانتا تھا کہ دشمن میری موت کی تمنا کریں گے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جھوٹا تھا تبھی جلد مرگیا ۔اس لئے پہلے ہی سے اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ثمانین حولاً او قریباً من ذالک و تزید علیہ سنیناً و تری نسلاً بعیداً یعنی

تیری عمر اسی (۸۰) برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل دیکھ لے گا۔ اور یہ الہام قریباً ۳۵ برس سے ہو چکا ہے
(تذکرہ ص ۷ بحوالہ اربعین نمبر ۳ مطبوعہ ۱۹۰۰ء وضمیمہ تحفہ گولڑویہ)۔

۸۰ سال عمر والہ یہ الہام ۱۸۶۵ء کا بتایا جاتا ہے جس کے مطابق طویل عمر کا ہونا مرزا کے معاملے میں سچائی کا ثبوت ہونا چاہیے اور عمر کا کم ہونا ان کے جھوٹ کا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی عمر ۸۰ سال نہیں ہوئی۔ ۷۵ سال بھی نہیں ہوئی۔ جب کہ بانی تکفیر سید نذیر حسین کو اللہ نے تقریبا ۱۰۰ سال کی عمر عطا فرمائی اور ان کے شدید دشمنوں یعنی محمد حسین بٹالوی اور ثناء اللہ امرتسری کو ۸۰ برس سے زائد عمر عطا فرمائی۔

☆ ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں

’ چھتیسویں پیش گوئی یہ ہے جیسا کہ میں ازالہ اوہام میں لکھ چکا ہوں۔ خدا تعالی نے مجھے خبر دی کہ تیری عمر ۸۰ برس یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوگی اور یہ الہام تقریباً بیس یا بائیس برس کے عرصہ کا ہے جس سے بہت سے لوگوں کو اطلاع دی گئی اور ازالہ اوہام میں درج ہوکر شائع ہوگیا‘ روحانی خزائن ج ۱۲۔ سراج منیر ص ۷۹۔ ص ۸۱)۔

چونکہ سراج منیر ۱۸۹۷ء کی تصنیف ہے اس لئے الہام ۱۸۷۷ء کا ہونا چاہیے۔

مرزائیوں کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ اپریل ۱۹۰۱ میں

. حضرت اقدس امام ہمام (مرزا) نے ایک روز اپنی اور سلسلہ عالیہ کے خاص دوستوں کی زیادتی عمر کے لئے دعا کی تو یہ مبشر الہام ہوا رب زدني في عمري و في زوجي زيادة خارق العادة یعنی اے میرے رب میری عمر میں اور میرے ساتھی کی عمر میں خارق عادت زیادتی فرما۔ (الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۱ء ص ۱۳۔ تذکرہ ص ۴۰۶)۔

۸۰ سال عمر کا الہام ۱۸۷۰ء یا ۱۸۶۰ء کے عشرے میں ہوکر براہین احمدیہ میں درج ہو چکا تھا۔ اس کے بعد عمر میں اضافے کی درج بالا دعا ۱۹۰۱ء میں کی گئی اور الہام مبشر ہے جس کا مطلب قبولیت کی اطلاع ہے۔ بایں صورت موعودہ اضافہ ۸۶ سال سے اوپر ہونا چاہیے (کیونکہ ۷۴ سے ۸۶ کی عمر کا پہلے سے وعدہ ہے) اور دو چار سال کے اضافے کے لئے خارق عادت کے الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ تو معمولی سا اضافہ ہوگا۔ خارق عادت تبھی کہلا سکتا ہے جو عشروں کے پیمانے سے ناپا جا سکے۔ اور اسی طرح

قریبی ساتھیوں کی عمر میں بھی خوارق عادت اضافے کی دعا کی گئی۔ اور اس دور میں مرزا صاحب کے سب سے قریبی ساتھی دو ہی تھے ایک مولوی عبدالکریم دوسرے حکیم نورالدین ۔ پھر یہ کیا ہوا کہ مولوی عبدالکریم اس دعا اور مبشر الہام کے چند ہی سال بعد ۴۷ سال کی عمر میں ۱۹۰۵ء میں چل بسے اور اس کے چند سال بعد خود مرزا صاحب ۶۰ سے ۷۰ سال کے درمیان عمر پا کر چل بسے اور اس کے چند سال بعد آپ کے دوسرے فرشتے حکیم نوردین صاحب بھی چل بسے۔ خارق عادت اضافہ کہاں ہوا اور کس کی عمر ہوا؟ مرزا صاحب کی عمر میں تو محسوس ہوتا ہے کہ خارق عادت کمی واقع کر دی گئی ہے۔

☆ مواہب الرحمان میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ خدا نے مجھے ۸۰ برس سے بھی زیادہ عمر کی بشارت دی ہے ' ارادوا موتنا و اشاعوا فیه خبرا فبشرنا بثمانین سنة من العمر و هو اکثر عددا ۔ (مواہب ۔۲۱۔) وموت ما خواستند و در آں پیش گوئی کردند پس خدائے ما مارا بشارت ہشتاد سال داد بلکہ شائد ازیں زیادہ ' اس قول کے بموجب مرزا صاحب کو ۸۰ برس کی عمر تو ضرور ملنا چاہیے تھی۔

☆ ' خدا تعالی نے ارادہ فرمایا کہ میری پیش گوئی سے صرف اس زمانہ کے لوگ ہی فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ بعض پیش گوئیاں ایسی ہوں کہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے عظیم الشان نشان ہوں ۔ جیسا کہ براہین احمدیہ وغیرہ میں یہ پیش گوئیاں کہ میں اسی (۸۰) برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا ۔ اور مخالفوں کے ہر ایک الزام سے تجھے بری کرونگا ۔ ' (تریاق القلوب ص ۱۳ حاشیہ)

☆ ' میرے لئے بھی ۸۰ برس کی زندگی کی پیش گوئی ہے'

(تحفہ ندوہ مشمولہ روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۹۳۔ یہ تحریر ۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء کی ہے ۔ (دیکھئے تحفہ ندوہ ۔صفحہ ۱)

☆ اور ۱۹۰۳ء میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں

' میں ایک قبر پر بیٹھا ہوں ۔ صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے ۔ میرے دل میں آیا کہ آج بہت سی دعائیں امور ضروری کے متعلق مانگ لوں اور یہ شخص آمین کہتا جاوے ۔ آخر میں نے دعائیں مانگنی شروع کیں جن میں سے بعض دعائیں یاد ہیں اور بعض بھول گئیں ۔ ہر ایک دعا پر وہ شخص بڑی شرح صدر سے آمین کہتا تھا ..... اتنے میں خیال آیا کہ یہ دعا بھی مانگ لوں کہ میری عمر ۹۵ سال ہو جاوے ۔ میں نے دعا کی ۔

اس نے آمین نہ کہی ۔ میں نے وجہ پوچھی وہ خاموش رہا۔ پھر میں نے اس سے سخت تکرار اور اصرار شروع کیا۔ یہاں تک کہ ہاتھا پائی کرتا تھا بہت عرصہ کے بعد اس نے کہا اچھا دعا کرو۔ میں آمین کہوں گا۔ چنانچہ میں نے دعا کی کہ الٰہی میری عمر ۹۵ برس کی ہو جائے ۔اس نے آمین کہی ۔ میں نے اس سے کہا کہ ہر ایک دعا پر تو شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔ اس دعا پر کیا ہو گیا....اس نے ایک دفتر عذروں کا بیان کیا۔مفہوم بعض کا یہ تھا کہ جب ہم کسی امر کی نسبت آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے '۔ (تذکرہ ص ۴۹۷)۔

یہ واقعہ ۲۲ نومبر ۱۹۰۳ء کا بیان ہوا ہے ۔مرزا صاحب کا اپنے متعلق دعوی تھا کہ خدا نے ان کی تمام دعائیں قبول کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے سوائے ان دعاؤں کے جو شریکوں کے بارے میں ہوں ۔ اجیب کل دعائک الا فی شر کا ئک ۔ (روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۲۵۴) ۔اس رؤیا میں مرزا صاحب دعا فرما رہے ہیں اور ایک ایسا شخص آمین کہہ رہا ہے جو آمین کہہ دینے کے بعد اس کی قبولیت کا ذمہ بھی اٹھاتا ہے۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک مستجاب الدعوات دعا کر رہا ہے دوسرا مستجاب الدعوات اس پر آمین کہہ کر سونے پر سوہاگے کی عملی مثال قائم کر رہا ہے۔ اب اس دعا کے قبول ہونے میں کون شک کر سکتا ہے؟

پھر کیا ہوا؟ یہ ہم آخر میں بتائیں گے۔پہلے یہ الہام بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

☆ ۲ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو مرزا صاحب کو الہام ہوا ۔ انا نر ینک بعض الذی نعدھم و نز ید عمرک (تذکرہ ص ۶۷۹) ترجمہ از مرتب تذکرہ ۔ (اے مرزا) ہم تجھے بعض وہ امور دکھلا دیں گے جو مخالفوں کی نسبت ہمارا وعدہ ہے اور تیری عمر زیادہ کریں گے

یعنی ۹۵ سال کی گارنٹی تو ۱۹۰۳ء میں مل گئی تھی ۔ یہ الہام اس ۹۵ سال والی بات میں اضافہ نہ ہو تو اس کی کوئی حیثیت رہتی ۔ کیونکہ ۹۵ سال تک محدود رہنے کی صورت میں یہ ایک بے کار الہام ہے اور ۹۵ سال سے عمر کم رہ جانے کی صورت میں یہ ایک ایسا الہام ہے جو اس مرموز تحریر کی طرح ہے جو الٹا پڑھنے سے درست معنی بتاتی ہے۔

☆ ۱۹۰۷ء میں آپ نے لکھا

. اطال اللہ بقائک۔ اسی ۸۰ یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم۔ خدا تیری عمر دراز کریگا ۔اسی (۸۰) برس یا پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم ۔ (حقیقۃ الوحی)

☆ اور ۱۹۰۷ء میں ایک عربی الہام کے آخر میں مرزا صاحب کہتے ہیں

. اور پھر اردو میں (اللہ) نے فرمایا کہ ہر حال میں تمہارے موافق ہوں اور تیرے منشا کے مطابق . اور پھر آخر میں اردو میں فرمایا کہ میں تیری عمر کو بھی بڑھا دونگا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیش گوئی کرتے ہیں ان سب کو میں جھوٹا کرونگا اور تیری عمر کو بڑھا دونگا تا معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے .

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۰۔۵۹۱)۔

یعنی اس الہام کی رو سے مرزا صاحب کو یقین دلایا گیا کہ وہ اگست ۱۹۰۸ء تک ضرور زندہ رہیں گے۔ اگر قضا وقدر نے اس عرصہ میں ان کی موت لکھی ہوئی تھی تو تقدیر بدل دی گئی ہے اور نئی تاریخ وفات مقرر کر دی گئی ہے جو اگست ۱۹۰۸ء کے بعد ہے ۔ مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کے متعلق لکھا

. یہ عظیم الشان پیش گوئی ہے جس میں میری فتح دشمن کی شکست اور میری عزت اور دشمن کی ذلت اور میرا اقبال اور دشمن کا ادبار بیان ہوا۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۱)

☆ براہین احمدیہ جلد ۵ مرزا صاحب کی موت کے بعد شائع ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ مرزا صاحب اس میں کہہ رہے تھے کہ

' جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدے کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں ' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۹۷)

کہ ان کی عمر ۷۴ اور ۸۶ کے درمیان ہوگی۔ یعنی وہ ۷۰ سال کے لگ بھگ عمر میں موت کا پیالہ پی کر اپنے جھوٹا ہونے کا ثبوت دے چکے ۔ اور ایک ضمنی پیش گوئی یہ بھی فرمائی ہوئی تھی ' کہ مخالفوں کے ہر الزام سے تجھے بری کرونگا '۔ یعنی دوسرے الزام تو رہے ایک طرف ، یہ عمر کا الزام بھی ان کے نامہ اعمال کے ساتھ منتھی ہو چکا تھا۔

آپ نے مرزا صاحب کی تحریریں ملاحظہ فرمائیں جو عمر کے بارے میں ان کے دعاوی دعاؤں الہاموں اور خوابوں پر مشتمل ہیں اور اس بات کی شہادتیں مہیا کرتی ہیں کہ کس سن میں خود ان کے نزدیک ان کی عمر کتنی تھی اور اس حساب سے ۱۹۰۸ء میں بوقت وفات کتنی عمر ہو سکتی تھی ۔ دوسری جانب واقعات بتاتے ہیں کہ ان کی عمر خود ان کی

تحریروں کے مطابق فلاں سال میں اتنی اور فلاں سال میں اتنی تھی۔ اور سادہ جمع تفریق کے ذریعے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ موت کے وقت ان کی عمر کیا ہو سکتی ہے۔ اور آپ نے دیکھا کہ ان کی حقیقی عمر ۶۰ سے ۷۰ سال کے درمیان ہی گھومتی نظر آتی ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی عمر کے بارے میں جتنی بھی پیش گوئیاں کی ہیں وہ غلط نکلی ہیں اور جتنی بھی دعائیں کی ہیں وہ شرف قبولیت سے محروم رہیں۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مستجاب الدعوات نہیں تھے اور یہ کہ انکا الہام اجیب کل دعائک الا فی شرکائک محض افترا علی اللہ تھا اور یہ کہ ان کی پیش گوئیاں الہامات کی بنا پر نہ تھیں محض ظن و تخمین پر مبنی تھیں۔

کسی کے سال ولادت میں اختلاف ہونا زندگی موت کا مسئلہ نہیں ہے۔ بہت سی اہم تاریخی شخصیات کیساتھ یہ معاملہ ہے اور اسے محض ایک علمی بحث سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ مرزا صاحب کا سال ولادت تاہم چیزے دیگر ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ ان کا صدق و کذب وابستہ ہے۔ انہوں نے بقول خود وحی الہی کی رہنمائی کے تحت اپنی عمر کے متعلق پیش گوئیاں کی تھیں۔ اگر ان کی عمر ان پیش گوئیوں کے مطابق نہ ہو تو وہ پیش گوئیاں جھوٹی اور وہ خود کاذب ٹھہرتے ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب کے سال ولادت کے بارے میں مرزا صاحب اور ان کے مرید باہم دست بگریباں ہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۵۷ء تک ابھی ریش و برودت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ اور موت کے وقت وہ اس حساب سے ۶۸ یا ۶۹ کے سال تھے مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب غلطی پر ہیں کیونکہ وہ تو ۱۸۳۵ء میں بلکہ اس سے بھی پہلے پیدا ہو چکے تھے اور ۱۸۵۷ء میں ان کی عمر کم از کم ۲۲ سال تھی۔ سال ولادت کے اس تنازعے میں دونوں فریق درست نہیں ہو سکتے کہ یہ ممکن نہیں مرزا صاحب ایک مرتبہ ۱۸۳۵ء یا اس سے بھی پہلے پیدا ہوئے ہوں اور ایک مرتبہ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء یا اس کے بھی بعد پیدا ہوئے ہوں۔ اگر اس تنازعے میں مرزائی سچے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد جھوٹے ہیں اور اگر کسی غلط فہمی کے باعث انہوں نے اپنا سال ولادت غلط لکھ دیا تھا تو یہ اس بات کی شہادت ہے کہ انہیں وحی الہی کی رہنمائی حاصل نہ تھی ورنہ اس غلطی کی اصلاح کروادی جاتی کیونکہ ان کی عمر پر ان کی بہت سی پیش گوئیوں کی صداقت کا دار و مدار تھا۔ اور پیشگوئیوں

کی صداقت پر ان کے دعاوی کی صداقت منحصر تھی۔

ہوا یہ کہ ان کی اس دعا کی قبولیت اور کشف کی صحت کا معاملہ بھی جھوٹ ثابت ہوگیا جس میں انہوں نے ۹۵ سال عمر کی دعا کر کے ایک مستجاب الدعوات بزرگ سے آمین کہلوائی تھی۔ نیز وہ کشف اور الہام بھی جھوٹے ہو گئے جن میں انہیں بتایا گیا تھا کہ انہیں اس لئے زیادہ عمر دی جائے گی کہ لوگ کمی عمر سے کاذب ہونے کا نتیجہ نہ نکالیں۔ اور ان الہاموں کا غلط ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے جن میں انہیں بتایا گیا تھا کہ ان کی عمر ان کے دشمنوں (خاص طور پر ڈاکٹر عبدالحکیم) سے زیادہ کر دی گئی ہے۔

مرزائیوں کو اقرار ہے کہ مرزا صاحب کی عمر ۹۵ سال نہیں ہوئی۔ لیکن ان کے دلوں پر ایسی مہر لگ چکی ہے کہ وہ نہ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کا ۹۵ سال والہ کشف غلط نکلا جو انہیں ۱۹۰۳ء میں ہوا اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی وہ دعا بھی قبول نہیں ہوئی جس پر انہوں نے ایک مستجاب الدعوات بزرگ سے آمین کہلوائی تھی۔ اس کے برعکس وہ کہتے ہیں کہ

> 'حضرت مسیح موعود کی عمر اگرچہ ظاہری رنگ میں ۹۵ سال کی نہ ہوئی مگر حضور کا یہ کشف ایک دوسرے رنگ میں اس طرح پورا ہوا کہ حضرت مصلح موعود جو حسن و احسان میں آپ کے نظیر تھے۔ انہوں (مرزا محمود) نے ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کا زمانہ میرے زمانہ تک ممتد ہے۔ حضرت مسیح موعود کی بعثت ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں 'ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ پا چکا تھا (حقیقت الوحی ص ۱۹۹۔۲۰۰) اور حضرت مصلح موعود (محمود) کی وفات ۱۳۸۵ھ میں ہوئی۔ اس طرح پورے ۹۵ سال حضرت مسیح موعود کے ظہور سے مصلح موعود کی وفات تک ہوتے ہیں۔ یہ وہی عمر ہے جس کے لئے اتنے اصرار کے بعد بزرگ مذکور سے آمین کہلوائی گئی۔ (تذکرہ ص ۴۹۷ حاشیہ)

یعنی قادیانی حضرات کو یہ تسلیم کئے بغیر تو چارہ نہیں رہا کہ مرزا صاحب کی عمر ۹۵ سال نہیں ہوسکی۔ لیکن مرزا صاحب کو کذاب کہنا مرزائیوں کے لئے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ایسی تاویلات کی جاتی ہیں جن کی کمزوری ان کے اندر ہی موجود ہے کیونکہ ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۸۵ھ تک ۹۵ قمری سال بنتے ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب قمری نہیں شمسی

حساب کیا کرتے تھے۔اور شمسی حساب سے یہ ۹۲ سال بنتے ہیں اور ۹۲ سال کسی کی عمر نہیں ہے نہ مرزا غلام احمد کی نہ ان کے بیٹے مرزا محمود کی اور نہ ان دونوں کی مشترکہ۔اور اگر اس دعا کو مرزا صاحب کے زمانہ میسحیت پر لاگو کرنا ہے تو ان کا زمانہ میسحیت ۱۳۲۶ھ میں ان کی موت پر ختم ہو گیا تھا اور ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۲۶ھ تک ۳۶ سال قمری بنتے ہیں۔ اگر مرزائیوں کا یہ خیال ہے کہ مرزا صاحب کا زمانہ میسحیت ان کے بعد بھی چل رہا ہے تو اب یعنی ۱۴۲۵ھ تک ۱۳۵ قمری سال ہو چکے ہیں اور ابھی کاروان چل رہا ہے جس کی گرد راہ میں ۹۵ سال والہ کشف کب کا غائب ہو چکا ہے۔ اگر کھینچ تان کر ۹۵ سال کے کشف کو زمانہ میسحیت قرار دے کر مرزا محمود کی موت تک محدود رکھنا ضروری ہے تو یہ بھی بتا دیا جائے کہ بعد کے قادیانی سربراہوں میں کیا خرابی ہے؟ مرزا ناصر سے مرزا غلام احمد کو کیا ناراضگی ہے اور مرزا طاہر سے انہیں کیا دشمنی ہے ؟ اور پانچویں خلیفہ سے انہیں کس چیز کا بیر ہے؟ کیا ان کے ادوار مرزا صاحب کے زمانہ میسحیت میں داخل نہیں کئے جا سکتے ؟ دوسری جانب حقیقت یہ ہے کہ یہ دعا اور کشف زمانہ میسحیت کے بارے میں نہیں عمر کے بارے میں ہے۔ اور عمر بھی دوسروں کی نہیں بلکہ خود مرزا غلام احمد کی اپنی۔ جو ظاہر ہے کہ نہ تو شمسی حساب سے ۹۵ سال ہوئی اور نہ قمری حساب سے۔

اس وضاحت میں مرزائیوں نے کہا ہے کہ مرزا صاحب کی بعثت ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔اس بعثت سے ان کی مراد اگر مرزا صاحب کا دعوی میسحیت ہے تو یہ دعوی تو انہوں نے ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۱ء) میں اپنے رسالے فتح المرام میں کیا تھا اور ۱۳۰۸ھ سے ۱۳۸۵ھ یعنی مرزا محمود کی وفات تک ۷۷ سال قمری اور ۷۵ سال شمسی بنتے ہیں نہ کہ ۹۵ سال۔ اگر بعثت مرزا سے مرزائیوں کی مراد مرزا صاحب پر (بقول ان کے) الہام کی ابتدا ہونا ہے تو بقول مرزا صاحب ان پر الہام کی ابتداء ۱۸۶۵ء میں ہو چکی تھی۔جیسا کہ وہ لکھتے ہیں

> ’چونکہ خدا تعالی جانتا تھا کہ دشمن میری موت کی تمنا کریں گے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جھوٹا تھا تبھی جلد مر گیا۔اس لئے پہلے ہی سے اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ثمانین حولاً او قریباً من ذالک و تزید علیه سنیناً و تری نسلاً بعیداً یعنی تیری عمر اسی (۸۰) برس کی ہو گی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل دیکھ لے گا اور یہ الہام قریباً ۳۵ برس سے ہو چکا ہے

(تذکرہ ص ۷ بحوالہ اربعین نمبر ۳ مطبوعہ ۱۹۰۰ء وضمیمہ تحفہ گولڑویہ)

جس اربعین سے مرتب تذکرہ نے یہ عبارت نقل کی ہے وہ ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی اس سے ۳۵ سال پہلے ۱۸۶۵ء ہے جو ۱۲۸۳ھ بنتا ہے۔ اور مرزا اس روائت کے مطابق ۱۲۸۳ھ میں صاحب الہام ہو چکے تھے تو ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۸۵ھ (محمود کی موت) تک ۱۰۲ قمری سال بنتے ہیں اور شمسی حساب سے ۹۹ سال۔ یعنی ۹۵ سال کسی بھی حساب سے نہیں بنتے۔

۱۹۰۳ء کے اس کشف کو یہیں چھوڑ کر اب ہم آگے چلتے ہیں۔ ۱۹۰۵ء کے آخر میں مرزا صاحب نے فرمایا کہ انہیں الہام ہوا ہے

قرب اجلک المقدر ۔ ان ذا لعرش ید عوک ۔ ولا نبقی من المخزیات ذکرا ۔ قل میعادک ۔ ولا نبقی لک من المخزیات شیئا

بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ ترجمہ مرزا۔ اب تیرا وقت موت آ گیا۔ ذوالعرش تجھے بلاتا ہے۔ اور ہم تیرے لئے کوئی رسوا کنندہ امر نہیں چھوڑیں گے۔ تیرے رب کا وعدہ کم رہ گیا ہے اور ہم تیرے لئے کوئی امر رسوا کنندہ باقی نہیں چھوڑیں گے۔

کتاب الوصیت جس میں یہ الہام درج ہو کر بعد میں حقیقۃ الوحی میں منتقل ہوا ۱۹۰۵ء میں لکھی گئی اور ۱۹۰۶ء میں منظر عام پر آئی۔ اس میں موت قریب ہونے کی اطلاع ہے۔ حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء کی تصنیف ہے جس میں ۸۰ سال عمر کا وعدہ ہے اور عبدالحکیم پٹیالوی کی موت کے بعد تک مرزا صاحب کو زندگی کی نوید دی گئی ہے۔ ان حالات میں مرزائیوں کا کہنا کہ مرزا صاحب کو الہامات ہو رہے تھے کہ اب جانے کا وقت قریب ہے کے کیا معنی ہیں؟ کیونکہ ابھی تو ان کی عمر ۷۰ برس بھی نہیں ہوئی تھی۔ اور خدا انہیں بتا چکا تھا کہ ان کی عمر ۸۰ سال ہوگی۔ انہیں دعاؤں کے قبول ہونے کا دعوی بھی تھا اور وہ ۹۵ سال عمر کے لئے دعا کر چکے تھے۔ اور عبدالحکیم والے معاملے میں خدا نے انہیں ۱۹۰۷ء میں بتایا تھا کہ ان کی عمر میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ان حالات میں اگر مرزا صاحب موت کو قریب محسوس کر رہے تھے تو کیا مرزائی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو اپنی عمر میں زیادتی اور طویل عمر والے الہامات اور خدائی وعدوں پر اعتبار نہیں تھا؟ کیوں کہ اگر انہیں اپنے الہام کنندہ اور الہاموں پر اعتماد ہوتا تو وہ موت کو قریب محسوس نہ کرتے؟ اپنی موت کو ۱۹۰۶ء میں کم از کم ۲۵ سال دور یقین کرتے۔ یہ کیا کہ ایک ہی سانس میں اپنی عمر ۷۶

تا ۸۵ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ بتا رہے ہیں اور ساتھ ہی کہہ رہے ہیں کہ خدا نے میری عمر میں عبدالحکیم کی چیلنج بازی کی وجہ سے اور اضافہ کر دیا ہے اور دوسرے سانس میں کہہ رہے ہے کہ موت قریب آ گئی ہے؟

ان معنوں میں تو موت قریب ہی ہے کہ نہ معلوم کب آ جائے۔ اور موت ہر لمحہ ہر انسان کے قریب تر ہو جا رہی ہے۔ اس لئے اگر ۶۵ سال کی عمر میں کوئی شخص یہ کہنا شروع کر دے کہ اس کی موت اب قریب ہے تو اس میں الہامی پیش گوئی کی کیا بات ہے؟ اور مرزا صاحب کی کیا خصوصیت ہے؟ ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ دیکھو کچھ لوگ ۷۰ سال کی عمر تک پہنچ جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو ۸۰ سال کی عمر بھی نصیب ہو جاتی ہے لیکن میرے ساتھ یہ معاملہ ہے اگر میری عمر کم رہ گئی تو ہوسکتا لوگ مجھے جھوٹا قرار دینے لگیں اس لئے اللہ تعالی نے اس خدشے کے سد باب کے لئے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ مجھے ۹۰ سال یا سو سال عمر عطا کرے گا۔ تو ایسی پیش گوئی قابل لحاظ ہوسکتی ہے۔ اور مرزا صاحب نے اپنی حیات مستعار میں عمومی طور پر جس طرح کی باتیں کی ہیں ان سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے الہام کنندہ نے ان کے دل میں یہ خیال ڈال رکھا تھا کہ وہ ۹۰ اور سو سال کے درمیان عمر پائیں گے۔

حضرت یوسف کی بریت کے لئے اللہ نے مدعیہ کے گھر سے حضرت یوسف کی بے گناہی ثابت کرنے والہ گواہ پیدا کر دیا تھا۔ ادھر مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے اللہ نے خود ان کے بیٹے مرزا بشیر احمد کو کھڑا کر دیا جس نے اپنی سی جستجو کر کے اپنے باپ کا سن پیدائش متعین کیا اور کہا کہ ابا حضور آپ کی عمر ۹۵ سال نہیں ہوئی۔ ۹۰ سال نہیں ہوئی۔ ۸۹ سال نہیں ہوئی۔ ۸۸ سال نہیں ہوئی ۸۷ سال نہیں ہوئی۔ ۸۶ سال نہیں ہوئی۔ ۸۵ سال نہیں ہوئی۔ ۸۴ سال نہیں ہوئی۔ ۸۳ سال نہیں ہوئی۔ ۸۲ سال نہیں ہوئی۔ ۸۱ سال نہیں ہوئی۔ ۸۰ سال نہیں ہوئی۔ ۷۹ سال نہیں ہوئی۔ ۷۸ سال نہیں ہوئی۔ ۷۷ سال نہیں ہوئی۔ ۷۶ سال نہیں ہوئی۔ ۷۵ سال نہیں ہوئی۔ ۷۴ سال نہیں ہوئی۔ ساڑھے تہتر سال بھی نہیں ہوئی کہ کوئی مرزائی نصف سال کو راؤنڈ فگر بنا کر ۷۴ نہ بنا لے اور کہہ دے کہ ایک پیش گوئی میں ۷۴ کا ہندسہ موجود ہے اور چونکہ ساڑھے تہتر اور ۷۴ میں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے اس لئے مان لیتے ہیں کہ ۹۵ سال والی دعا تو منظور نہیں ہوئی لیکن اس

پیش گوئی کی سب سے نچلی حد کو آپ نے چھو لیا ہے کہ جس میں انہوں نے کہا تھا ۸۰ یا اس سے پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم ، کے الفاظ آئے ہیں ۔ اللہ نے ایسا انتظام فرما دیا کہ بیٹے سے ایسی تحقیقات کروادی جس کے مطابق سوا تہتر سال بھی پورے نہیں ہونے دیئے اور اس شخص کو آناً فاناً اٹھا لیا جو موت سے چند گھنٹے قبل اچھا بھلا تھا۔ شام کو سیر کے لئے گیا ۔ مریدوں کے سامنے تقریر کی ۔ بستر پر دراز ہوا۔ ہیضہ کی آمد ہوئی ۔ زبان چلنا بند ہوئی اور تھوڑی دیر بعد خود بھی چل بسا۔ اور اپنی موت سے اپنی عمر کے بارے میں اپنے تمام الہامات اور کشوف غلط ثابت کر گیا اور یہ بھی واضح کر گیا کہ مستجاب الدعوات ہونے والا اس کا دعوی بھی مجذوب کی بڑ کے سوا کچھ نہیں تھا۔

اسمہ احمد

قرآن مجید میں مذکور حضرت عیسی کی بشارت و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد' (اور میں ایک رسول کی خوش خبری دینے کے لئے آیا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا) کو سب مسلمان آنحضرت ﷺ کے حق میں سمجھتے آئے ہیں لیکن مرزا صاحب کہتے ہیں۔

' میں وہ احمد ہوں یعنی حضرت عیسی نے میرے حق میں بشارت دی تھی۔ '

(ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳۔طبع اول وطبع دوم ص ۱۱۷۵ مطبوعہ کاشی رام پریس لاہور)۔

اور مرزا محمود نے ۲۷ دسمبر کو ۱۹۱۵ء ایک تقریر فرمائی جو انوار خلافت میں ان کی نظر ثانی کے بعد شائع ہوئی۔اس کے آغاز میں وہ کہتے ہیں

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنخضرت ﷺ کا۔ اور کیا سورت صف کی آئت جس میں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے آنخضرت ﷺ کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعود کے متعلق۔میرا عقیدہ یہ ہے کہ یہ آئت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں ...اور میں یقین رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کے متعلق ہے۔

(انوار خلافت مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء صفحہ ۱۸۔منقول از ملت اسلامیہ کا موقف ص ۶۶۔۶۷)

قیام پاکستان سے پہلے جماعت احمدیہ نے ایک رسالہ اسمہ احمد کے عنوان سے شائع کیا جس کے آخر میں چیلنج دیا گیا تھا کہ کوئی ہے جو ان کے دعوی کو غلط ثابت کرے کہ مرزا غلام احمد حضرت عیسی کی بشارت احمد کے مصداق ہیں۔ اس رسالے میں مسلمانوں کی کتابوں کے حوالے درج کرنے میں خیانت اور بددیانتی اور تاویلات فاسدہ کا انبار تھا۔اور اس رسالہ میں ایک فقرہ بھی اصول تفسیر کے مدنظر قرآن کی تفسیر اپنے اندر نہیں رکھتا تھا۔ اسی دور میں ضلع گجرات پنجاب کے ایک بزرگ چوہدری سرفراز خان نے مرزا محمود خلیفہ قادیان سے اس موضوع پر خط وکتابت فرمائی جسے بعد میں انہوں نے

شائع کر دیا اور اس کا نام مصداق بشارت احمد رکھا (طبع استقلال پریس لاہور)۔ ذیل کی گذارشات کا بڑا حصہ اسی رسالے سے ماخوذ ہیں۔

چوہدری صاحب اپنے ایک خط (۱۲ جولائی ۱۹۳۸ء) میں مرزا محمود صاحب کو لکھتے ہیں کہ درج ذیل آیات قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول یکے بعد دیگرے مبعوث ہوئے ہیں اور ان کی انتہاء آنحضرت ﷺ ہیں

☆ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح و النبیین من بعدہ و اوحینا الی ابراہیم و اسماعیل و اسحق و یعقوب و الاسباط و عیسی و ایوب و یونس و ھارون و سلیمان و آتینا داؤد زبورا۔

بے شک ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی جیسے نوح کے پاس بھیجی تھی اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس۔ اور ہم نے ابراہیم اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون کے پاس وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔

☆ لقد آتینا موسی الکتاب و قفینا من بعدہ بالرسل و آتینا عیسی ابن مریم البینات و ایدناہ بروح القدس۔

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور پھر ان کے بعد یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجتے رہے اور پھر ہم نے عیسیٰ بن مریم کو (نبوت کے واضح) دلائل عطا فرمائے اور پھر ہم نے ان کی روح القدس سے تائید کی۔

☆ و اذ قال عیسی بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التورات و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ فلما جاءھم بالبینات قالوا ھذا سحر مبین۔

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ مجھ سے پہلے جو تورات آئی ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول احمد نامی آنے والا ہے اس کی بشارت دینے والا ہوں۔ پھر جب وہ لوگوں کے پاس دلائل لائے تو وہ لوگ انہیں صریح جادو کہنے لگے۔

پہلی آئت میں نوح اور ان کے بعد انبیاء کی بعثت کا ذکر ہے کہ ان کی طرف وحی کی گئی۔ دوسری آئت میں حضرت موسیٰ کے بعد پے در پے حضرت عیسیٰ تک بے شمار

انبیاء کی آمد کا تذکرہ ہے۔مگر تیسری آئت میں حضرت عیسی اپنے بعد صرف ایک ہی نبی کی تشریف آوری کی بشارت دیتے ہیں جن کا نام احمد ہے ۔اور جس آئت میں حضرت موسی کے بعد انبیاء کی آمد مذکور ہے اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں و قفینا من بعدہ با لرسل ۔ اور ہم ان کے بعد پے در پے رسول بھیجتے رہے ۔رسل یہاں صیغہ جمع استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بعد بہت سے نبی آئے مگر عیسی کی بشارت کے الفاظ قابل غور ہیں ۔ و مبشرا برسول یا تی کہ میں صرف ایک ہی رسول کی بشارت دینے والہ ہوں ۔ پھر اس رسول کی بھی تخصیص کر کے فرمایا یا تی من بعدی اسمہ احمد میرے بعد آنے والے کا اسم گرامی احمد ہے ۔جس پر اللہ نے فلما جا ء ھم با لبینات قا لوا ہذا سحر مبین فرما کر اپنی شہادت کی مہر ثبت فرما دی کہ جب آپ ایک نبوت کے واضح دلائل کے ساتھ تشریف لائے تو لوگ پکار اٹھے کہ یہ صریح جادو ہے

جب اس آئت کا نزول بلا اختلاف محمد ﷺ پر مسلم ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آئت کے نزول سے پیشتر ہی احمد تشریف لا چکے تھے۔لہذا حضرت عیسی کے بعد صرف ایک ہی نبی کی بشارت تھی تو آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پوری ہو چکی ۔ تو پھر یقیناً حضور ﷺ کے بعد کسی دوسرے کا دعوی نبوت باطل ہے

فلما جا ء ھم با لبینات قا لوا ہذا سحر مبین یعنی جب وہ نبی جس کی بشارت تھی آ گیا اور ظاہر معجزات دکھائے تو لوگ کہہ اٹھے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ہی لوگ جادوگر کہتے تھے جس کا قرآن بھی شاہد ہے قال الذین کفروا للحق لما جا ء ھم ان ہذا ا لا سحر مبین ۔ جب حق ان کے پاس آ گیا تو کافروں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔ مگر مرزا کو تو کسی نے جادوگر نہیں کہا اور نہ ان کی تعلیم کو جادو سے تعبیر کیا گیا پھر مرزا پر اس آئت کو کیوں کر چسپاں کیا جا سکتا ہے

مرزائی کہتے ہیں کہ ساتھ ہی یہ بھی مذکور ہے کہ و ھو ید عی الی ا لا سلام ۔ کہ لوگ اس احمد کو کہیں گے کہ تو اسلام میں داخل ہو جا۔ گو یا لوگ اسے خارج از اسلام قرار دیں گے اور کہیں گے کہ تو اسلام میں داخل ہو جا اور کفر کو چھوڑ دے ۔اب محمد ﷺ تو خود لوگوں کو دعوت اسلام دیتے تھے نہ کہ آپ ﷺ کو لوگ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیتے تھے ۔اس لئے مرزائیوں کا کہنا ہے کہ یہ بشارت حضرت محمد ﷺ کے لئے نہیں بلکہ مرزا

کیلیئے ہے۔لیکن مرزائی اس آئت کے پہلے حصے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ساری آئت یوں ہے

و من اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب و ھو ید عی الی ا لاسلام ۔اور واقعی اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے ۔حالانکہ وہ (کافر) اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔

اس آئت کو پہلی آئت سے ملا کر پڑھنے سے معاملہ روشن اور واضح ہو جاتا ہے ۔اور ترجمہ یہ ہوگا کہ

جیسا وہ رسول (جس کی عیسی نے بشارت دی تھی) روشن دلائل اور معجزات لے کر آ گیا تو (کافر) کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔(ایسی صورت میں) اس (کافر) سے (جو اس حق کی طرف بلائے جانے والے رسول سے انکار کرتا ہے) کون زیادہ ظالم ہوگا جو (ایسا کہنے سے) اللہ تعالی پر جھوٹ باندھتا ہے۔ حالانکہ وہ (کافر) اسلام (ساتھ ہی سلامتی) کی طرف بلایا جاتا ہے (مگر وہ سمجھتا نہیں) ۔

یعنی اس آئت میں احمد تو بلانے والہ ہے اور جسے بلایا جا رہا ہے وہ فی الحقیقت کافر ہے۔

اگر ھو ید عی الی ا لاسلام میں ضمیر ھو سے مرزا صاحب مراد لئے جائیں تو مرزائیوں کو مصیبت کا سامنا ہوگا کیونکہ ھو یعنی مرزا صاحب کو اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور ھو یعنی مرزا صاحب اسلام سے خارج ہے۔کیونکہ اللہ تو جھوٹ نہیں بولتا فرماتا ہے کہ وہ (کافر) اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔اور بلانے والے چونکہ اسلام کی طرف بلا رہے ہیں اس لئے ان میں ضرور اسلام ہے۔

پھر مرزائی کہتے ہیں کہ قرآن میں ہے یریدون لیطفئوا نور اللہ بافوا ھھم ۔کہ اس احمد رسول کا صرف مونہوں سے تقاریر وغیرہ سے ہی مقابلہ کیا جائے گا۔مگر حضرت محمد ﷺ کا تو تلوار سے مقابلہ کیا گیا۔اس لئے یہ بشارت مرزا صاحب کے بارے میں ہے۔ لیکن یہاں مرزائیوں نے آئت کا دوسرا حصہ چھوڑ دیا جو یہ ہے و اللہ متم نورہ و لو کرہ الکا فرون۔کہ مونہوں کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں۔حالانکہ اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والہ ہے۔ اگر چہ کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔ یعنی حضور ﷺ کو جادوگر وغیرہ کہنے اور اس قسم کا اپنے مونہوں سے بکواس کرنے سے ان کی اصل غرض یہ ہے کہ وہ اسی حرکت سے اللہ کے نور (اسلام) کو مٹانا چاہتے ہیں..اب چونکہ منہ سے بکواس کرنے والے آئت میں کافر مذکور ہیں۔اگر اس سے مسلمان مراد لئے جائیں جیسا کہ مرزائیوں کا

خیال ہے تو روئے زمین کے مسلمان کا فر ٹھہرتے ہیں ۔ حالانکہ مرزا صاحب کو آج تک کسی مسلمان نے جادوگر کہہ کر ایسا بکواس نہیں کیا جس کی طرف آئت میں اشارہ ہے ۔ اور پہلی آئت سے اس کا یہی ربط ہے ۔ ساحر تو حضور ﷺ کو کفار کہا کرتے تھے ۔ مرزا صاحب کو تو کسی مسلمان نے ساحر نہیں کہا ۔

پھر مرزائی کہتے ہیں کہ ہمارے خیال میں عیسی کی یہ پیش گوئی اس لئے بھی حضرت محمد ﷺ کے متعلق نہیں بلکہ احمد رسول کے متعلق ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا نام تو احمد نہیں تھا بلکہ محمد تھا ۔ جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان اہلی سما نی محمد

ہم کہتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کا نام احمد نہیں تھا ۔ سنئے

. عن جبیر بن مطعم قال سمعت النبی ﷺ یقول ان لی اسماء انا محمد و انا احمد و انا ما حی الذی یمحو اللہ بی الکفر و انا الحا شر الذی یحشر الناس علی قد می و انا العا قب (بخاری جلد ا ص ۵۰۱) ۔ و العاقب الذی لیس بعدہ نبی (مسند احمد ج ۴)۔ حضرت جبیر بن مطعم سے روائت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے بے شک میرے نام ہیں ۔ میں محمد ہوں میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ جس سے اللہ کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں کہ جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جائیں گے ۔ یعنی لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا ۔ اور میں عاقب ہوں (جس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) ۔

اور خود مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نام احمد بھی ہے ۔ انہوں نے لکھا ہے

☆ . جب ہم انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلی درجہ کا جوان مرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلی درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں ۔ وہی نبیوں کا سردار اور رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ اور احمد مجتبی ﷺ ہے . (سراج منیر ص ۸۰)

☆ مرزا صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں

. تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی کے دو نام ہیں ۔ ایک محمد ﷺ اور یہ نام توریت میں لکھا ہے جو ایک آتشی شریعت ہے .... دوسرا نام احمد ﷺ اور یہ نام انجیل میں لکھا ہے

جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے۔ جیسا کہ اس آئت سے ظاہر ہوتا ہے و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد اور ہمارے نبی ﷺ جلالی اور جمالی دونوں رنگ کے جامع تھے مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی جلالی رنگ میں

(اربعین نمبر۴ طبع سوم بک ڈپو ۱۹۳۶ء۔ص ۹۰)۔

جب مرزا صاحب، آنحضرت ﷺ کا نام احمد مانتے ہیں تو کسی مرزائی کو اس کا خلاف کرنا خود مرزا صاحب کی تکذیب ہے۔ یہ کیسی امت ہے جو خود اپنے نبی کو جھوٹا کہتی ہے۔

اور مرزا صاحب اپنا نام یوں بتاتے ہیں

☆ . میں جس کا نام غلام احمد اور باپ کا نام مرزا غلام مرتضی قادیان ضلع گورداسپور کا رہنے والہ ایک مشہور فرقہ کا پیشوا ہوں۔ (کشف الغطا۔ص ۲)۔

☆ . میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضی اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور پردادا کا نام گل محمد تھا۔ (کتاب البریہ۔صفحہ ۱۳۴ کا حاشیہ)

☆ اس کے علاوہ مرزا صاحب نے چھوٹی بڑی ۸۰ کے قریب تصانیف چھوڑی ہیں اور ہر ایک پر بحیثیت مصنف اپنا نام غلام احمد لکھا ہے۔ اور یوں یہ ۸۰ شہادتیں اس امر پر ہیں کہ آپ کا نام غلام احمد ہے۔ احمد نہیں۔

مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے

. حقیقت یہ ہے جسے ساری دنیا جانتی ہے کہ مسیح موعود کا نام مرزا غلام احمد تھا۔ چنانچہ

☆ یہی نام آپ کے والدین نے رکھا۔

☆ اسی نام سے آپ کے والد صاحب آپ کو پکارتے تھے

☆ اسی نام سے سب دوست و دشمن آپ کو یاد کرتے تھے۔

☆ میں نے حضرت مسیح موعو کی سیالکوٹ ملازمت (۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء) کے بعض سرکاری کاغذات دیکھے ہیں جو اب تک محفوظ ہیں ان میں بھی یہی نام درج ہے۔

☆ اسی بنا پر دادا صاحب نے اپنے ایک آباد کردہ گاؤں کا نام احمد آباد رکھا

☆ دادا صاحب کی وفات کے بعد جو حضرت صاحب کے دعوی مسیحیت سے چودہ سال پہلے ۱۸۷۶ء میں ہوئی جب کاغذات مال میں ہمارے تایا صاحب اور حضرت صاحب کے نام جائداد کا انتقال درج ہوا تو اس میں بھی غلام احمد نام ہی درج ہوا۔

☆ کتاب پنجاب چیفس میں بھی جو حکومت کی طرف سے شائع شدہ ہے یہی نام لکھا ہے۔

☆ دوسرے سرکاری کاغذات اور دستاویزات میں یہی نام درج ہوتا رہا ہے

☆ مسیح موعود نے ہمیشہ اپنے خطوط اور تصانیف میں یہی نام استعمال کیا۔

☆ حضرت مسیح موعود پر عدالت ہائے انگریزی میں جتنے مقدمات ہوئے ان سب میں حکام اور مخالفین کی طرف سے یہی نام استعمال ہوتا رہا۔

☆ حضرت مسیح موعود کے دعوی سے پہلے جب اول المکفرین مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے براہین احمدیہ پر ریویو لکھا تو اس میں یہی نام لکھا۔

☆ اشد المعاندین مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنی جملہ مخالفانہ تصنیفات میں ہمیشہ یہی نام استعمال کیا۔

☆ حضرت مسیح موعود کی وفات پر جن بیسیوں ہندو سکھ عیسائی اور مسلمان اخباروں نے آپ کے متعلق نوٹ لکھے انہوں نے بھی اسی نام سے آپ کا ذکر کیا۔

اگر باوجود اس عظیم الشان شہادت کے کسی معاند کے نزدیک حضرت مسیح موعود کا نام غلام احمد نہیں تھا بلکہ سندھی یا کچھ اور تھا تو ہمارے پاس اس کے سوا کوئی علاج نہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ (سیرۃ المہدی ص ۴۷۔۴۸ حصہ اول)

اور مرزائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسی بنی اسرائیل میں سب سے آخر میں نبی ہوئے اور انہوں نے صرف ایک ہی نبی احمد کی پیش گوئی کی ہے اس لئے اب دوسرا نبی نہیں آ سکتا۔ مرزائی یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر بفرض محال اس بات کو بھی مان لیا جائے کہ مبشرا برسول سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں (حالانکہ آپ کا نام نامی و اسم گرامی محمد ہے و الذین آمنوا بما نزل علی محمد) تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا کیونکہ عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ ورنہ حضرت ابراہیم کے بعد جس قدر نبی آئے نعوذ باللہ سب غیر صادق ثابت ہوں گے کیونکہ حضرت ابراہیم کی دعا صرف ایک نبی کے لئے تھی۔ و ابعث فیھم رسولا۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ حضرت ابراہیم والی دعا اس وقت ہوئی جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل خانہ کعبہ کی دیواریں تعمیر کر رہے تھے ربنا و بعث

فیھم رسو لا منھم یتلوا علیھم آ یا تک و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ ۔اے ہمارے رب ان (ہماری اولا د اہل مکہ) میں ایک رسول بھیج جو ان کے سامنے تیرے احکام پڑھے اور ان کو کتاب وحکمت سکھائے اور ان کی اصلاح کرے ۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا انا دعوۃ ابی ابرا ہیم ۔میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں ۔ اورسورت جمعہ میں اللہ تعالی آنحضرت ﷺ کی بعثت سے اس دعا کا مقبول ہونا یوں ظاہر فرما تا ہے ھو الذی بعث فی ا لا مین رسو لا منھم یتلوا علیھم آ یا تہ و یز کیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ ۔ (وہی ذات پاک ہے جس نے انہی امیوں میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو اس کی آیات پڑھ کر سنا تا ہے ۔اور انہیں برائیوں سے پاک صاف کرتا ہے) ۔یعنی ان کی اصلاح کرتا ہے اور کتاب وحکمت کی باتیں سکھا تا ہے ۔ اور یہ تو مرزائیوں کو بھی تسلیم ہے کہ جس نبی کی آمد کے لئے حضرت ابراہیم نے دعا کی تھی وہ ذات اقدس آنحضرت ﷺ ہی کی ہے ۔

اور قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے جو دعا کی تھی وہ محض اپنی اولاد پھر خصوصا مکہ میں بسنے والوں کے حق میں تھی ۔ مزید براں حضرت اسماعیل بھی اس دعا میں شریک تھے اور اس بات پر تمام محققین مفسرین اور مورخین متفق ہیں کہ حضرت اسماعیل کے بعد ان کی اولاد میں حضور ﷺ ہی نبی ہوئے ہیں اور کوئی نبی نہیں ہوا ۔ یوں مرزائیوں کا کہنا کہ . اس لحاظ سے حضرت ابراہیم کے بعد جس قدر نبی آئے نعوذ باللہ غیر صادق ہوں گے . کیسے صحیح ہوسکتا ہے اور وہ نبی کیسے غیر صادق ہوں گے جبکہ دعا ہی خاص بنی اسماعیل کے لئے تھی اور وہ دعا حرف بحرف پوری ہوئی ۔

پھر مرزائیوں نے کہا ہے کہ حضرت موسی نے بھی اپنے بعد صرف ایک رسول کی پیش گوئی کی تھی جیسا کہ شھد شا ہد من بنی اسرا ئیل علی مثلہ سے ظاہر ہے مگر آنحضرت ﷺ کی آمد سے قبل تو بہت نبی ہوئے ۔ تو کیا وہ نعوذ باللہ وہ جھوٹے تھے کیونکہ حضرت موسی نے صرف ایک ہی نبی کی جو آپ کا مثیل ہوگا آمد کی اطلاع دی تھی ۔

ہم کب کہتے ہیں کہ مثل موسی بہت ہوئے ہیں ۔ہاں حضرت موسی کے بعد نبی تو بہت ہوئے جن کی کوئی بندش نہ تھی ۔ مثل موسی ہونا صرف ایک کے لئے پیش گوئی تھی ۔ اور وہ آنحضرت ﷺ تھے جس کی تصدیق قرآن کی اس آئت نے کردی ہے ۔ انا ارسلنا الیکم رسو لاً شا ہداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسو لاً ۔ ہم نے تمہاری طرف

ایک رسول بھیجا ہے جو تمہارے اوپر گواہ ہے جیسے کہ فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا

مرزائیوں نے یہ بھی کہا کہ آنحضرت ﷺ کی بشارت تو حضرت موسی دے چکے تھے۔پس اگر یہی پیش گوئی حضرت عیسی بھی کریں تو یہ تو وہ بشارت ہے جو کوئی نئی بشارت نہیں بلکہ حضرت موسی سے بنی اسرائیل پہلے ہی سن چکے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مبشراْ برسول والی حضرت عیسی کی پیش گوئی کسی ایسے نبی کے متعلق نہیں جس کی بشارت پہلے سے موجود تھی بلکہ جس طرح حضرت موسی نے اپنے بعد ایک مثیل کی پیش گوئی کی ہے اسی طرح یہ بھی ان (عیسی) کے ایک مثیل کے آنے کی پیش گوئی ہے جو بنی اسرائیل کے لئے بالکل نئی ہے۔ورنہ ایک پرانی پیش گوئی کو کہنا کہ اے بنی اسرائیل یہ ایک ایسی بشارت ہے جسے تم نے کبھی نہیں سنا بالکل غلط ہے۔ پس یہ پیش گوئی مثیل عیسی کے لئے تو بشارت ہوگی مگر مثیل موسی کے لئے نہیں ہوسکتی۔

مرزائیوں کی یہ بات درست نہیں کہ اگر حضور کی پیش گوئی موسی نے کی تھی تو عیسی نہیں کرسکتے۔کیونکہ مرزائی خود تسلیم کرتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت ابراہیم کی دعا ہیں۔ جب بنی اسرائیل حضرت ابراہیم کی دعا سے مطلع تھے تو پھر موسی نے کیوں اسی رسول کے لئے پیش گوئی کی ہے؟

اور حضور ﷺ کے متعلق قرآن میں ارشاد ہے یجدو نہ مکتو باْ عند ھم فی التورارۃ و الانجیل یعنی بنی اسرائیل محمدرسول اللہ ﷺ کو تورات اور انجیل دونوں لکھا پاتے ہیں۔ یہ آئت صاف بتا رہی کہ حضرت عیسی کی پیش گوئی حضرت موسی کی پیش گوئی کی تائید میں تھی۔اس کا ذکر تورات میں تھا اور انجیل میں تصدیق کردی گئی۔

اور یہ کہنا کہ حضرت عیسی نے کہا

. اے بنی اسرائیل یہ ایک بشارت ہے جسے تم نے پہلے کبھی نہیں سنا.

یہ مرزائیوں کا افتراء ہے کیونکہ یہ بات نہ قرآن میں ہے نہ انجیل میں

اگر مرزائیوں کے کہنے کے مطابق مان لیا جائے کہ بشارت احمد کا مصداق مرزا صاحب ہیں تو پھر انہیں محمد ﷺ کی نبوت و رسالت سے ہاتھ دھونا پڑتے ہیں کیونکہ حضرت عیسی فرماتے ہیں یا تی من بعدی اسمہ احمد یعنی میرے بعد آنے والا احمد ہے۔یعنی میرے اور احمد کے درمیان اور کوئی نبی نہ ہوگا۔اس بات کو مرزا صاحب نے بھی تسلیم

کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے

. حضرت رسول کریم کا نام احمد وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح نے کیا یاتی من بعدی اسمہ احمد . من بعدی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے (یعنی عیسی کے) بعد بلافصل آئے گا۔ یعنی میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نبی نہ ہوگا

(ملفوظات احمدیہ یعنی ڈائری ۱۹۰۱ء ص ۴۔۵)

مرزائی رسالہ اسمہ احمد کے مصنف نے کہا ہے

. بعض لوگ من بعدی پر بڑا زور دیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نے اپنے بعد آنے والے رسول کا نام احمد بتایا ہے اور چونکہ حضرت مسیح کے بعد آنے والے رسول آنحضرت ﷺ ہیں اس لئے ان ہی کا نام احمد ہے۔ اول تو آپ ﷺ کا نام احمد نہیں محمد ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت مسیح نے جن دو بعثوں کے متعلق بشارت دی ہے وہ دونوں حضرت مسیح کے بعد ہی ہیں۔ محمد رسول اللہ کی بعثت بھی اور خود ان کی آمد ثانی کی بعثت بھی۔ اور جملہ من بعدی ایک ممتد (دراز) زمانہ پر دلالت کرتا ہے۔ نہ بلافصل بعد پر۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم دیکھیں کہ سورہ صف کے نفس موضوع اور آیات کے سیاق وسباق کے اعتبار سے ان دو بعثوں میں کون سی بعثت یہاں مراد ہے۔ کیا وہ بعثت جس کا ظہور یہودیوں اور عیسائیوں کے بگڑنے کے وقت مقدر تھا یا وہ بعثت جو کہ مسلمانوں کیلئے مقصود بالذات تھی۔

یہاں مصنف رسالہ اسمہ احمد دو بعثوں کا ذکر کرتے ہیں اور جملہ من بعدی کو ایک ممتد (دراز) زمانہ کے لئے تجویز کرتے ہیں جو کہ مرزا محمود کی ترجمانی ہے جو وہ انوار خلافت میں فرماتے ہیں کہ من بعدی سے یہ مراد تھی کہ قیامت تک کبھی آجائے پیش گوئی کا تو مطلب ہی بعد میں آنے والی چیز کے لئے ہوتا ہے۔ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ میرے بعد آئے گا۔ مبشراً برسول اسمہ احمد ہی کافی تھا اور اس جملے سے یہی سمجھا جاتا کہ آنے والہ رسول مسیح کے بعد ہی آئے گا۔ کیونکہ جو پہلے آچکا ہو یا اس وقت موجود ہو اس کی خبر تو مسیح دے نہیں رہے تھے۔ پس اگر یاتی من بعدی نے کوئی تعیین نہیں کی تو یہ جملہ بے معنی ہے اور اللہ تعالی کے کلام میں ایسی بات نہیں ہوتی۔ پس یہ یقینی امر ہے کہ اس میں کوئی تعیین ضرور کی گئی ہے اور وہ تعیین اسی صورت میں ممکن ہوسکتی

ہے کہ آنے والہ بلافصل مسیح کے بعد آئے۔یعنی مسیح کے بعد اور اس آنے والے رسول سے پہلے کوئی اور رسول نہ آیا ہو۔

حضرت موسیٰ نے بھی اپنے مثیل کی پیش گوئی کی تھی لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد وہ نبی آئے گا۔کیونکہ وہ خود اور سب سننے والے جانتے تھے کہ پیش گوئی کا مطلب ہی آنے والے زمانے کی بات ہے۔جو کسی بھی مختصر یا دراز زمانے میں وقوع میں آسکتی ہے۔لیکن جب من بعدی کا ذکر آجائے تو پھر زمانے کی تخصیص ہوجاتی ہے اور مصنف رسالہ اسمہ احمد نے مسیح کی بعثت ثانی کو مرزا صاحب پر چسپاں کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔اس لئے ہم انجیل کی طرف دیکھتے ہیں کہ مسیح کی بعثت ثانی کی جو پیش گوئی وہاں ہے اس کے الفاظ کیا ہیں۔لکھا ہے کہ فرمایا مسیح نے

. اس وقت ایسی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے اب تک نہ ہوئی ہے نہ کبھی ہوگی۔ اور اگر وہ دن نہ گھٹائے جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا۔مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے۔اس وقت اگر کوئی تم کو کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا۔کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھلائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کردیں ۔ دیکھو میں نے پہلے ہی سے کہہ دیا ہے پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ (مدعی مسیحیت) بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا۔دیکھو وہ (مدعی مسیحیت) کوٹھریوں میں ہے تو یقین نہ کرنا۔کیونکہ جیسے بجلی کوند کر پورب سے پچھّم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم (مسیح موعود) کا آنا ہوگا۔جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہوجائیں گے۔اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہوجائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا۔اورستارے آسمان سے گریں گے۔اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔اور اس وقت ابن آدم (مسیح موعود) کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا۔اوراس وقت کی ساری قوتیں چھاتی پیٹیں گی۔اور ابن آدم (مسیح موعود) کو بڑے جلال اور قوت کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی۔اور وہ نرسنگھے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگذیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس سرے سے اس سرے تک جمع کریں گے . (متی باب ۲۴۔آئت ۲۲۔۳۱)

مرزا صاحب ریل گاڑی (جسے انہوں نے دجال کا گدھا قرار دے رکھا تھا اور اس پر سواری بھی کرتے تھے) کے دور سے آگے نہ بڑھ سکے کیونکہ موت نے جلد ہی انہیں آلیا تھا ورنہ وہ ہوائی جہاز میں سفر کرکے کسی شہر میں اتر کر فرماتے کہ دیکھو میں آسمان کے بادلوں سے آیا ہوں اس لئے میں ہی وہ مسیح موعود ہوں جس کا ذکر مسیح کی زبان سے انجیل متی ہوا ہے۔

بحالت موجودہ تو انجیل میں مسیح کی بعثت ثانی والی یہ پیش گوئی مرزا صاحب کو جھوٹے مدعیان نبوت اور جھوٹے مدعیان مسیحیت میں کھڑا کر دیتی ہے کیونکہ آپ کو تو کسی نے جلال اور قوت کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر سے آتے نہیں دیکھا۔

مباحثہ رام پور

حامد علی خان نواب رام پور کے ملازمین میں سے منشی ذوالفقار علی قادیانیت سے وابستہ تھے۔ اوائل ۱۹۰۸ء کا واقعہ ہے کہ وہ قادیان آئے اور مرزا صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ نواب صاحب رام پور نے جو شیعہ ہیں حضور کے بارے میں چند سوالات کئے ہیں جن میں سے ایک یہ تھا کہ آیا حضور (مرزا) رسالت کے مدعی ہیں۔ جس کے جواب میں میں نے آپ کا یہ شعر پڑھا تھا۔

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب   ہاں ملہم ہستم وز خداوند منذرم

اس پر مرزا صاحب نے فرمایا کہ اس کی تشریح کر دینا تھا کہ ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو۔ دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں انکے بیان کرنے میں ڈرنا نہ چاہیے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں۔

(الفضل یکم ستمبر ۱۹۴۵ء منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ الیاس برنی ص ۱۶۲)۔

یہ ذوالفقار علی صاحب اس کے بعد کوشش کرتے رہتے تھے کہ نواب صاحب قادیانی ہو جائیں۔ ادھر آپ کے ایک چچا زاد بھائی حافظ احمد علی بھی نواب صاحب کی ملازمت تھے اور وہ سچے مسلمان تھے۔ وہ قادیانیوں کے خلاف دلائل دیتے۔ یوں دونوں بھائیوں میں خوب بحث ہوتی جس میں بعض اوقات نواب صاحب بھی دلچسپی لیتے۔ ایک دن نواب صاحب نے کہا کہ تم دونوں بھائی اپنے اپنے جید علماء کو یہاں بلاؤ اور ہمارے سامنے مناظرہ کروا کر فیصلہ کرلو۔ مناظرے کا سارا خرچہ ہم دیں گے۔ یوں اس مباحثے کی بنیاد پڑی جو مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد جون ۱۹۰۹ء میں ریاست رام پور میں نواب محمد حامد علی خان نے مرزائیوں اور مسلمانوں کے درمیان حیات و وفاۃ مسیح پر کروایا تھا۔ اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں مسلمانوں کے تمام مکاتیب فکر کے علماء اور مشائخ شریک ہوئے تھے۔ جیسا کہ لکھا ہے

. مولانا اشرف علی تھانوی بھی ریاست رام پور تشریف لے گئے تھے جہاں

قادیانیوں سے علماء حق کا مناظرہ تھا۔ وہ اپنے حضرات کے اصرار اور اپنے مجمع کی رعائت سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور دیگر اکابر علماء کی معیت میں تھے'

(اشرف السوانح مرتبہ عزیز الحسن۔ طبع ملتان۔ جلد اص ۹۱۔۹۴۔۹۵)۔

دوسری طرف قادیانیوں کے سربراہ حکیم نوردین صاحب نے مباحثے کے لئے مولوی محمد احسن (جو ان دنوں مرزائیوں میں حکیم نوردین صاحب کے بعد نمبر دو تھے) مولوی محمد علی ایم اے (جو بعد میں لاہوری گروپ کے امیر ہوئے) مولوی سرور شاہ۔ مولوی مبارک علی۔ حافظ روشن علی صاحب۔ خواجہ کمال الدین۔ میر قاسم علی اور شیخ یعقوب علی عرفانی و غیرہ کو بھیجا۔

مباحثہ ۱۵۔ ۱۶ اور ۱۹ جون کو ہوا۔ پہلے روز مولوی محمد احسن مرزائیوں کی طرف سے سٹیج پر آئے۔ دوسرے روز انہیں سامنے آنے کی ہمت نہیں ہوئی اور میر قاسم علی صاحب سامنے آئے۔ ۱۷ اور ۱۸ کو مناظرہ نہ ہوسکا کہ نواب صاحب کی طبیعت ناساز تھی ۔ اور چونکہ ۱۵ اور ۱۶ جون کو حیاۃ و وفاۃ مسیح پر کافی بحث ہو چکی تھی اس لئے ۱۹ جون کو نواب صاحب نے صدق و کذب مرزا پر مباحثہ کرانا چاہا لیکن قادیانی گروہ اس پر تیار نہ ہوا۔ ۲۰ جون کو قادیانی حضرات میدان مناظرہ میں تشریف ہی نہ لائے اور نواب صاحب کی اجازت کے بغیر رام پور سے چلے آئے۔

مولوی دوست محمد نے تاریخ احمدیت میں اس مباحثے کے متعلق لکھا ہے

. ذوالفقار علی خان صاحب نے جو ریاست رام پور میں ایک معزز عہدے پر فائز تھے حضرت خلیفۃ المسیح اول کی خدمت میں خط لکھا کہ نواب صاحب رام پور احمدی اور غیر احمدی علماء کا مباحثہ کرا کر حقانیت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ مباحثہ کی خواہش والی ریاست کی طرف سے تھی اور یہ خیال تھا کہ عوام الناس کا اس میں کچھ دخل نہ ہوگا اور گفتگو متانت اور شائستگی سے ہوگی لہذا حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ یہ مباحثہ ۱۵ جون سے ۱۹ جون تک جاری رہا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب۔ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب۔ مولوی مبارک علی صاحب۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ حضرت میر قاسم علی صاحب۔ اور حضرت شیخ یعقوب علی

عرفانی صاحب شامل ہوئے۔ اہم شرائط یہ قرار پائیں۔

مباحثہ نواب صاحب کی موجودگی میں ہوگا۔

مباحثہ تحریری ہوگا

پرچے فریقین کے میر مجلسوں کے دستخطوں سے مصدق ہو کر فریقین کو دیئے جائیں گے

استدلال صرف قرآن کریم اور سنت صحیحہ مثبتہ سے علی منہاج النبوۃ ہوگا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب فریق مخالف کے نمائندہ تھے۔ اور احمدیوں کی طرف سے میر قاسم علی اور حضرت سید محمد احسن صاحب بطور مناظر پیش ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مسیح کی وفات کے دلائل دیئے نیز ثابت کیا کہ خاتم النبیین کا لفظ محل مدح میں آیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا جو کوئی ایسا حکم لائے جو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں نہ ہو یا نعوذ باللہ کسی حکم منصوص کو منسوخ کر دے کیونکہ آنحضرت ﷺ کمالات نبوت کے انتہائی نقطہ پر ہیں جہاں تمام کمالات نبوت آپ ﷺ پر ختم ہیں۔ اسی طرح انہوں نے اپنی بحث میں بتایا کہ حضرت مسیح موعود کا دعوی برحق ہے اور آپ کے الہامات من جانب اللہ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر ملہم سے بعض اوقات اجتہادی غلطی واقع ہوسکتی ہے۔ اور آپ بھی اس سے مستثنی نہیں ہیں۔ افسوس نواب صاحب رام پور جو اس مباحثہ کے داعی و محرک تھے پہلے دن ہی غیر جانبدار نہ رہے۔ اور دوسرے دن تو کھلم کھلا مولوی ثناء اللہ صاحب کی پشت پناہی کرنے لگے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے ۲۰ جون ۱۹۰۹ء کو حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں لکھا کہ ہماری بحث کی طرف قطعا توجہ نہیں کرتے اور نہ اسے سنتے ہیں۔ پہلے دن بھی اور کل بھی جب ہماری تحریر ہوتی ہے تو لوگوں سے باتوں میں مشغول رہتے ہیں اور جب ہمیں یا ہمارے امام کو برا کہا جاتا ہے تو اس سے نواب صاحب کو رنج نہیں پہنچتا۔ بلکہ جس طرح فریق مخالف استہزا کر کے خوش ہوتا ہے اسی طرح نواب صاحب بھی خوش ہوتے ہیں۔ اور اپنی خوشی کا اظہار بھی فرماتے ہیں۔ پھر مولوی ثناء اللہ صاحب کی تقریر شروع ہوتی ہے تو بجلی کے پنکھے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ ان کے شور سے آواز اچھی طرح سنائی نہیں دیتی۔ اب گویا یہ حالت ہے

کہ ہماری باتوں کو نواب صاحب سننے کی پرواہ بھی نہیں کرتے اور نہ اس کی طرف کچھ توجہ فرماتے ہیں۔ اور ان کی ساری ہمدردی فریق مخالف کے ساتھ ہے۔ اور جب وہ فریق مخالف کے وکیل ہو گئے تو ہمیں یہ مصیبت پیش آئی ہے کہ ہم اپنی باتوں کو کس طرح پیش کر سکتے ہیں۔ اور امن کی حالت گویا خطرہ کی حالت میں بدل گئی ہے اور تحریر مصدقہ نہیں ہوتی جس سے پبلک کو بھی کچھ فائدہ ہو سکے

(تاریخ احمدیت۔ ج ۴۔ ص ۳۱۵۔۳۱۶)

مورخ احمدیت کی اس تحریر سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ اس مباحثے میں مرزائیوں کو کس قدر شرمندگی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ مباحثے کے اختتام پر نواب صاحب والی ریاست نے مولانا ثناء اللہ کو درج ذیل سرٹیفیکیٹ بھی عطا فرمایا

رام پور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی۔ مولوی صاحب نہائت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید باندھی اسے بدلائل ثابت کیا۔ ہم ان کے بیان سے محظوظ ومسرور ہوئے۔

محمد حامد علی خاں ۱۸ جولائی ۱۹۰۹ء

دوران مباحثہ ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا تھا جسے سمجھنے کے لئے پہلے مرزا صاحب کا یہ فرمان ملاحظہ کر لیجئے۔ فرماتے ہیں

. وآخرین منھم لما یلحقوا بھم یعنی آنحضرت ﷺ کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اس کی صحبت سے مشرف ہوں اور اس سے تعلیم وتربیت پاویں۔ پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت ﷺ کا بروز ہوگا۔ اس لئے اس کے اصحاب آنحضرت ﷺ کے اصحاب کہلائیں گے.

(حقیقۃ الوحی تتمہ طبع ۱۹۰۷ء ص ۶۷۔ خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۲)۔

اس کے علاوہ مرزا صاحب اپنے خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں

فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ سیدی خیر

المرسلین ۔ و ھذا ھو معنی و آخرین منھم میری جماعت میں جو داخل ہوا وہ اصحاب رسول میں داخل ہو گیا۔

(خطبہ الہامیہ طبع قادیان ۱۳۱۹ھ ص ۱۷۱۔ خزائن ج ۱۶ ص ۲۵۸۔ ۲۵۹)

مولانا ثناء اللہ نے مباحثے کے دوران نواب صاحب رام پور کے سامنے علماء فضلا اور مشائخ کرام کو مرزا صاحب کا یہ دعوی سنایا اور قادیانی جماعت کے علماء کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ یہ حضرات اصحاب محمد ﷺ بیٹھے ہیں۔ آپ میں سے جو تابعی بننا چاہے ان کو دیکھ لے۔

اس بات کا جو اثر ہوا وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۰ دسمبر ۱۹۴۶ء ص ۳۔ ۴)

اوپر بروز والی بات کا ذکر ہوا۔ اس موضوع مرزا صاحب کی یہ تحریر بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ لکھا ہے۔

. آئت ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احد من رجال الدنیا و لکن ھو اب لرجال الآخرۃ لا نہ خاتم النبیین و لا سبیل الی فیوض اللہ من غیر توسطہ۔ غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام بحثیت فنا فی الرسول مجھے ملا ہے لہذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا ... ہمارے نبی ﷺ کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو یا جس کو بغیر توسط آنجناب ﷺ اور ایسی فنا فی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمد اور احمد رکھا جائے، یونہی نبوت کا لقب عنائت کیا جائے۔ و من ادعی فقد کفر ..... اگر کوئی شخص خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہائت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے، گو ظلی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعوی نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا۔ پھر بھی سیدنا محمد ﷺ خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد ﷺ کی تصویر اور اسی کا نام ہے .... میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے

پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر خاتمیت ٹوٹتی ہے کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آئت و آخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں ۔ اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنخضرت ﷺ کا وجود قرار دیا ہے ۔ پس اس طور سے آنخضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا ۔ اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں ﷺ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی ۔ یعنی بہرحال محمد ﷺ ہی نبی ہیں نہ اور کوئی ۔ یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنخضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعوی کیا ..... مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے ۔ مجھے ایسا کوئی دعوی نہیں ۔ میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ۔ ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے ۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعوی نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک ہے ۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا ۔ مگر بروزی صورت میں ۔ میرا نفس درمیان میں نہیں ہے ۔ بلکہ محمد ﷺ ہے ۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا ۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی ۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی ۔ علیہ الصلوۃ و السلام ۔ خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۵ ۔ نومبر ۱۹۰۱ء

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ۔ اشتہار نمبر ۲۴۰ ۔ عنوان ایک غلطی کا ازالہ ۔ ص ۴۳۱ سے ۴۴۲)

مباحثہ لدھیانہ

مرزا غلام احمد کے اشتہار دعائے آخری فیصلہ کے بعد اللہ نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو سچے کی زندگی میں جھوٹے کو موت عطا کر کے حق و باطل کے درمیان جو فیصلہ فرمایا، قادیانی حضرات اسے مکدر اور مشکوک کرنے کے لئے بہت کچھ کہتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار اہل حدیث میں مرزا صاحب کی دعائے آخری فیصلہ کو غیر معقول کہہ کر ٹھکرا دیا تھا۔ جس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ

☆ اشتہار مذکور مرزا صاحب نے خدا کے حضور فریاد اور دعا کے طور پر پیش کیا تھا۔ اور خود کو مظلوم اور مولوی صاحب کو ظالم کہتے ہوئے خدا تعالی سے صادق کی زندگی اور کاذب کی موت مانگی تھی۔ اس میں مولوی صاحب کی منظوری یا نامنظوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا

☆ اگر بفرض محال منظوری ضروری تھی تو اللہ تعالی نے مولوی صاحب کی منظوری سے پہلے ہی قبولیت کا وعدہ کیوں کر لیا۔

☆ مرزا صاحب نے ۲۶ اپریل کے ۱۹۰۷ء کا اخبار اہل حدیث دیکھنے کے بعد بعد اپنی دعا کو منسوخ کیوں نہ کر دیا تاکہ جھگڑے کی صورت باقی نہ رہے۔ اور کسی کی اتفاقی موت سے دوسرا فریق ناجائز فائدہ نہ اٹھالے۔

☆ ۱۳ جون کو جب مولانا ثناء اللہ نے حقیقۃ الوحی طلب کی تاکہ وہ اسے پڑھ کر امتحان کی تیاری کر سکیں جو مرزا صاحب نے مباہلے کی پیشگی شرط کے طور پر ضروری قرار دے رکھا تھا مرزا صاحب نے اس دعا کو بحال رکھتے ہوئے مباہلہ کو غیر ضروری کیوں قرار دیا۔

☆ ۹ مئی کے پرچہ میں اس دعا کو بحال رکھتے ہوئے توبہ کی شرط کیوں لگائی۔

☆ نومبر ۱۹۰۷ء میں مبارک احمد کی وفات پر مولوی صاحب کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے یہ کیوں نہ کہا کہ تم نے یہ دعا منظور ہی نہیں کی۔ اب اعتراض کیوں کرتے ہو؟

ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی کی دعا فیصلہ کن تھی اور مولوی صاحب

کے انکار یا اقرار کو اس میں دخل نہ تھا. اور یہ کہ مرزا جی کی وفات تک اس کو مرزا صاحب اور مرزائی معتبر جانتے رہے ۔ اور جب مرزا صاحب چل بسے تو اس دعا میں تجویز کئے گئے ان کے فیصلے (کہ پہلے مرنے والا جھوٹا ہوگا) کو تسلیم کرنے کی بجائے معاملے کو الجھانے کی ناکام کوششیں کرتے رہے ہیں۔

ایسی ہی ایک کوشش لدھیانہ میں ۱۹۱۲ء میں ہونے والا وہ مباحثہ ہے جو قادیانیوں کے میر قاسم علی اور مسلمانوں کی طرف سے مولانا ثناء اللہ کے درمیان ہوا۔ ہوا یہ کہ میر قاسم علی قادیانی نے اپنے اخبار الحق میں ۱۶ فروری ۱۹۱۲ء کو مرزا صاحب کے آخری فیصلہ والے اشتہار اور اس معاملے پر مناظرہ کرنے کا چیلنج دیا جس کو مولانا ثناء اللہ مرحوم نے یکم مارچ ۱۹۱۲ ء کو قبول کرکے اہل حدیث امرتسر میں اس کا اعلان کردیا۔ مرزائیوں کو اس مناظرے میں اپنی فتح کا اس قدر یقین تھا کہ انہوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ اگر مولانا امرتسری فتح یاب ہوئے تو ہم انہیں تین صد روپے انعام دیں گے جبکہ ہم فتحیاب ہوئے تو ہم ان سے کچھ نہیں لیں گے ۔ پھر ۱۵۔اپریل ۱۹۱۲ء کو دونوں فریق لودھیانہ میں جمع ہوئے ۔ اور طے پایا کہ دونوں فریق مباحثہ کا فیصلہ کرنے کے لئے اپنی طرف سے ایک ایک منصف نامزد کریں اور اتفاق رائے سے ایک سرپنچ منتخب کریں جو اختلاف رائے کی صورت میں اپنا فیصلہ دے سکے اور اس کا فیصلہ ناطق سمجھا جائے ۔ یہ شرط بھی طے ہوئی کہ مسلمان اور قادیانی منصف اپنا فیصلہ حلفیہ لکھیں گے ۔ غیر حلفی فیصلہ معتبر نہ ہوگا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کو اور قادیانیوں نے منشی فرزند علی فیروز پوری کو اپنا اپنا منصف مقرر کیا اور ایک سکھ سردار بچن سنگھ بی اے ایل ایل بی کو سرپنچ تسلیم کیا گیا اور مجوزہ انعامی رقم مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ کے پاس بطور امانت جمع کرادی گئی ۔ ان انتظامات کے بعد ۱۷۔اپریل ۱۹۱۲ء کو تین بجے سہ پہر مناظرے کا آغاز ہوا جس میں مولانا ثناء اللہ مدعی تھے اور ان کی طرف سے پہلا تحریری پرچہ یوں تھا

☆ صاحبان آج مباحثہ مندرجہ ذیل مضامین پر ہے

۱۔ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔

۲۔ خدا نے دعاء مندرجہ اشتہار مذکورہ کی قبولیت کا الہام کردیا تھا۔

صاحبان مرزا صاحب نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دیا جس کی پیشانی پر لکھا

مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ۔ اس کے اندر یہ دعا کی ' اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر۔ میں تیرے تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے '

اس دعا کے بعد جناب ممدوح (مرزا) نے یہ لکھا کہ ' اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ' اس اشتہار میں مرزا صاحب نے دو دفعہ فیصلہ کا لفظ لکھا ہے۔ فیصلہ بھی کسی ذاتی معاملہ کا نہیں بلکہ اس معاملہ کا جس کے لئے بقول ان کے خدا نے ان کو مامور کیا تھا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں ' چونکہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں ' اب غور طلب بات یہ ہے کہ کیا سلسلہ رسالت ونبوت میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے؟ کہ کسی نبی یا مامور نے کسی معاملہ الہیہ میں ازخود ایسی تحدی اور فیصلہ کی صورت شائع کی ہو جس کی تحریک خدا کی جانب سے نہ ہو۔ ہرگز اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس لئے کہ اس قسم کے فیصلہ کا اثر اس مشن پر ہونا ہوتا ہے جس کی تبلیغ کے لئے نبی کو خدا مامور کر کے بھیجتا ہے۔ چنانچہ جناب ممدوح اسی اشتہار میں لکھتے ہیں ' اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ آپ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا ' (مہربانی سے منصف صاحبان سارا اشتہار ایک دفعہ پڑھنے کی تکلیف فرمائیں)۔ کوئی ایسا معاہدہ یا اعلان کوئی نبی خدا کی تحریک کے بغیر نہیں کر سکتا جس کا اثر اس کے اس مشن پر پڑے جس کے لئے وہ مامور ہو کر آیا ہو۔ قرآن مجید میں اس دعوی کے ثبوت کے لئے بہت سی آیات ہیں۔ من جملہ ان کے یہ ہیں۔ ما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ (کسی رسول کی طاقت نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشان لاوے) لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذناہ منہ بالیمین (نبی اگر خدا کے ذمہ کوئی بات ازخود

کہہ دے تو خدا اسکو ہلاک کردے)۔ لیس لک من الامر شیء (اے نبی تجھے اختیار نہیں) ان الحکم الا للہ (حکم اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے) ان اتبع الا ما یوحی الی (میں اسی کی تابعداری کرتا ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے) وما ینطق عن الھوی (نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ جو کچھ وحی ہوتی ہے وہی کہتا ہے)۔ ان آیات میں جو پچھلی آئت ہے صرف قرآن مجید ہی کی آئت نہیں بلکہ جناب مرزا صاحب کا الہام بھی ہے۔ ملاحظہ ہو اربعین نمبر۲ ص ۳۶ سطر ا۔ اربعین نمبر۳ ص ۶۳ سطر۳ میں اس آئت کا مطلب یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دینی معاملہ میں کوئی بات خدا کی وحی کے بغیر نہیں کہتے۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ خدا کی وحی ہوتی ہے۔ یہی معنے اس فقرے کے بصورت الہام مرزا صاحب کے ہوں گے کہ مرزا صاحب کسی دینی معاملہ میں خدا کی تحریک کے بغیر نہیں بولتے۔ مختصر یہ ہے کہ مامور بحیثیت مامور مجبور ہے کہ کوئی بات دینی معاملہ میں ایسی نہ کہے۔ خصوصاً کسی امر کو کفر اور اسلام میں فیصلہ کن قرار نہ دے جب تک خدا کی اجازت نہ ہو۔ (مولانا لکھتے ہیں) یہاں تک تو میں نے عمومات قرآنیہ اور الہامات مرزائیہ سے استدلال کیا ہے۔ اب میں خصوصاً اس امر کے متعلق عرض کرتا ہوں جس میں نزاع ہے۔ جناب مرزا صاحب نے ۱۵۔ اپریل کو اشتہار مذکور شائع کیا۔ ۲۵۔ اپریل کے مرزائی اخبار بدر میں ان کے یہ الفاظ شائع ہوئے ’ثناء اللہ۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا زمانہ کے عجائبات ہیں۔ رات کو ہم سوتے ہیں تو کوئی خیال نہیں ہوتا کہ اچانک الہام ہوتا ہے اور پھر وہ اپنے وقت پر پورا ہوتا ہے کوئی ہفتہ عشرہ نشان سے خالی نہیں جاتا۔ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ دراصل ہماری طرف سے نہیں۔ بلکہ خدا ہی کی طرف سے اسکی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک طرف ہماری توجہ اس طرف ہوئی اور رات کو ہماری توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا۔ اجیب دعوۃ الداع۔ صوفیاء کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے باقی اس کی شاخیں‘ ان الفاظ سے میرے دونوں دعوے ثابت ہوتے ہیں کہ (ا) اس دعا کی بنیاد خدا کی طرف سے تھی جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہنا زیبا ہے کہ خدا کے مخفی حکم اور منشا سے تھی۔ اور (ب) اس دعا کی قبولیت کا وعدہ تھا اگرچہ اثبات مدعا کے لئے اتنا ہی کافی ہے مگر میں اس کو ذرا اور تفصیل سے

بتلانا چاہتا ہوں ۔ مرزا صاحب کا عام طور پر الہام ہے کہ مجھے خدا نے فرمایا ہے اجیب کل دعائک الا فی شر کائک ۔میں تیری ہر دعا قبول کرونگا سوا تیرے شریکوں کے حق میں (تریاق القلوب ص ۳۸) ۔ یہ بھی دعوی ہے کہ میرا بڑا معجزہ قبولیت دعا ہی ہے چنانچہ ان کے آرگن رسالہ ریویو بابت مئی ۱۹۰۷ء سے نقل کرتا ہوں ' حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) دعا کی قبولیت کا ایک ایسا قطعی ثبوت پیش کرتے ہیں جو دنیا بھر میں کسی مذہب کا ماننے والہ پیش نہیں کرسکتا ۔اور وہ ثبوت یہ ہے کہ وہ خدا تعالی کے حضور دعا کرتے ہیں اوراس دعا کا جواب پاتے ہیں اور جو کچھ جواب میں ان کو بتایا جاتا ہے اس کو قبل از وقت شائع کردیتے ہیں پھران شائع شدہ امور کی بعد کے واقعات تائید کرتے ہیں اور یہ تائید ایسی ہوتی ہے کہ جس پر کوئی انسانی کوشش اور منصوبہ نہیں پہنچ سکتا اور ایسے ہی اعجازی اور فوق الطاقت طور پر وہ امر ظہور پذیر ہوتا ۔وہ مدت سے اس بات کو شائع کررہے ہیں کہ ان کے من جانب اللہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان دعائیں قبول ہوتی ہیں ۔(ص ۱۹۲)

ہاں اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب کے اشتہار ۱۵ اپریل میں یہ فقرہ بھی ہے کہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں ۔اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت مرزا صاحب کو اس تحریک الہی کا علم نہ تھا جس نے مخفی طور پر ان کے قلب پر یہ اثر کیا تھا جس وقت انہوں نے یہ اشتہار دیا۔لیکن بعد میں جب ان کو خدا کی طرف سے بتلایا گیا تو انہوں نے اعلان کیا تو اس کی بنیاد خدا کی طرف سے ہے ۔ میری اس تطبیق کی قطعی دلیل مرزا صاحب کی وہ تحریر ہے جو میرے خط کے جواب میں بذریعہ ڈاک میرے پاس پہنچنے کے علاوہ اخبار بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء میں بھی چھپی تھی ۔جس میں یہ الفاظ ہیں ۔ ' مشیت ایزدی نے حضرت حجۃ اللہ (مرزا) کے قلب میں ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا اور طریق اختیار کیا ' (اخبار مذکور ص ۲ کالم اول) اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ اس دعا کی تحریک ان کے دل میں خدا نے کی تھی ۔یہی معنے ہیں خدا کے حکم سے ہونے کے ۔ ممکن ہے اس وقت جناب ممدوح کو اس کا علم نہ ہوا ہو۔ عدم علم سے عدم شئے لازم نہیں آتا ۔(براہین احمدیہ ملاحظہ ہو) ۔اس لئے ممدوح نے تحریر اول میں نفی فرمائی لیکن بعد کے الہامات سے ان کو معلوم ہوا کہ اس کی تحریک خدا

کی طرف سے تھی۔ اور اس کی قبولیت کا الہام بھی شائع کیا۔ اجیب دعوۃ الداع اس کا مطلب یہ ہے قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں ۔ مرزا صاحب کی توجہ پر یہ الہام ہونا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ جناب موصوف کو اس دعا کی قبولیت کا الہام قطعی ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کے اعتقاد میں الہام بالفاظ قرآنی ہوتو بہت زیادہ قوت رکھتا ہے۔ بہ نسبت دیگر الفاظ کے۔ الہام مذکور چونکہ الفاظ قرآنی میں ہے اس لئے قطعی قبولیت کو ثابت کرتا ہے۔ فریق ثانی کو میری یہ تطبیق پسند نہ ہو تو اثبات ونفی میں تطبیق دینا اس کا فرض اول ہے کیونکہ وہ مرزا صاحب کے مصدق ہیں ۔ اور قرآن مجید میں غلط الہامات کی علامت یہی مذکور ہے کہ ان میں نفی اثبات کا اختلاف ہوتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قائل ایک کلام میں کاذب ثابت ہوتا ہے۔ پس فریق ثانی کا بحیثیت مصدق فرض ہے کہ اس اختلاف میں بپابندی قواعد علمیہ واصول مسلمہ محدثین ومبصرین تطبیق دے ۔'

(ابوالوفا ثناء اللہ بقلم خود)

☆ میر قاسم علی قادیانی کا جوابی پرچہ یوں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ رب یسر و تمم بالخیر جناب مولوی فاضل (ثناء اللہ) صاحب نے اپنے مضمون کو جس تمہید سے شروع کیا ہے اس سے نفس دعوی مولوی صاحب کو کوئی تعلق نہیں ۔ یہ تمام وعظ ولیکچر اس دعوی کو کہ ۱۵ اپریل والہ اشتہار مرزا صاحب نے بحکم خداوندی دیا تھا اور دعا مندرجہ اشتہار مذکور کی قبولیت کا خدا نے وعدہ فرما لیا تھا۔ کسی طرح بھی ثابت نہیں کرتے ۔ مولوی (ثناء اللہ) صاحب یعنی مدعی کا فرض تھا کہ وہ اپنا دعوی دو طرح سے ثابت فرماتے ۔ اول ایسا حکم منجانب اللہ وہ اشتہار کے متعلق پیش فرماتے جس میں مرزا صاحب کو خدا نے یہ حکم دیا ہوتا کہ تم ایسی درخواست ہمارے حضور پیش کرو۔ یا مرزا صاحب نے کہیں فرمایا ہوتا کہ اشتہار مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں نے حسب الحکم خداوند کریم شائع کیا ہے۔ جبکہ یہ دونوں صورتیں مولوی صاحب نے پیش نہیں فرمائیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ دعوی کس طرح ثابت ہو گیا کہ ۱۵ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی تھا۔ نہ کوئی حکم خداوندی اس کے متعلق موجود ہے نہ مولوی صاحب نے ایسا حکم پیش فرمایا ہے۔ ہاں مولوی صاحب

نے خصوصیت کے ساتھ اس امر کے متعلق دو دلیلیں پیش کی ہیں جو ایک تو بدر مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء کی ہے دوسری بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء کی جس سے آپ نے بخیال خود یہ ثابت فرما دیا کہ ۱۵ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی تھا اور وہ دلیلیں یہ ہیں

۱۔ ۲۵ اپریل کے بدر میں مرزا صاحب کی کلام شائع ہوئی ہے جس میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے فرمایا کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

۲۔ ۱۳ جون کے بدر میں جو خط ایڈیٹر صاحب نے بجواب مولوی صاحب شائع کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ مشیت ایزدی نے حضرت مرزا صاحب کے قلب میں ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔

ان دونوں دلیلوں سے اپنا دعوی (مولوی صاحب) اس طرح ثابت فرماتے ہیں کہ چونکہ اشتہار ۱۵ اپریل والے کے بعد ۲۵ اپریل کے بدر میں مرزا صاحب نے ایسا فرمایا ہے کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے ہے۔ پس بعد شائع کر دینے اشتہار کے مرزا صاحب کو خدا نے بتا دیا کہ یہ اشتہار میرے حکم سے ہے۔ سو اس کا جواب تو یہ ہے کہ دعوی مولوی صاحب نے فرمایا کہ ۱۵ اپریل والہ اشتہار بحکم خداوندی دیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اشتہار دینے سے پہلے وہ حکم ملا ہوگا جس کی بنا پر اشتہار دیا گیا اور عقل بھی اسی کی متقاضی ہے کہ حکم پہلے ہو تعمیل اس کی بعد میں ہونی چاہیے۔ مگر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں تعمیل تو پہلے ہی مرزا صاحب نے کر دی تھی گو حکم بخیال مولوی صاحب ۱۵۔ اپریل والی تعمیل کا ۲۵ کو بعد میں صادر ہوا تھا۔ حیرت ہے کہ ایسی نظیر غالباً کسی جگہ نہ ملے گی کہ حکمسے پہلے ہی تعمیل ہو جائے اور حکم تعمیل کو دیکھنے کے بعد حاکم کی طرف سے صادر ہو۔

بہرحال مولوی صاحب یہ خود فرماتے ہیں کہ اشتہار ۱۵ اپریل والے میں تو بے شک یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ اشتہار کسی حکم کی بنا پر نہیں بلکہ میری طرف سے بصورت درخواست یا عرضی کے ہے اور یہ بھی مولوی صاحب تسلیم فرماتے ہیں کہ جس وقت اشتہار دیا گیا اس وقت ان کو یہ علم نہیں تھا کہ میں خدا کے کسی حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ بعد تعمیل حکم حاکم نے ان کو بتایا کہ یہ ہمارے حکم سے تم نے اعلان کیا ہے۔ پھر مرزا صاحب

نے بھی فوراً شائع فرما دیا کہ یہ درخواست میری خدا کے حکم کے مطابق ہے جس کا پتہ آج لگا ہے۔ سبحان اللہ کیا عجیب استدلال ہے کہ حکم دس روز بعد دیا جاوے یا دس روز بعد اس کا پتہ لگے مگر ملازم یا خادم قبل صدور حکم ہی تعمیل کر کے رکھدے۔ لہذا یہ استدلال دعوی مولوی صاحب کو کسی طرح بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ اس میں کہیں یہ بھی تو نہیں لکھا کہ ۱۵ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی دیا گیا ہے۔ ۲۵ اپریل کے بدر میں تو صرف اتنا لکھا ہے کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ ۱۵ اپریل والے اشتہار کا لکھا جانا اس میں کہاں درج ہے۔ دعوی تو ۱۵ اپریل والے اشتہار کے متعلق ہے جو خاص ہے اور دلیل ایک عام پیش کرتے ہیں جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق یوم تقریر سے پہلے جو لکھا گیا ہے اس کا منجانب اللہ بنیاد رکھا جانا بتایا ہے۔

دوئم۔ ۱۳ جون والے بدر میں جو لفظ مشیت ایزدی ہے اس سے مولوی صاحب اس اشتہار کا بحکم خداوندی دیا جانا ثابت کرتے ہیں۔ یہ بھی درست نہیں۔ مشیت ایزدی کو تو رضائے الہی بھی مستلزم نہیں چہ جائیکہ وہ بحکم خداوندی ہو۔ مولوی صاحب نے (اپنی کتاب) ترک اسلام کے ص ۳۵ پر مشیت اللہ کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے کہ مشیت اللہ خدا کے قانون مجریہ کا نام ہے جو خدا کی رضا کو مستلزم نہیں (ص ۳۴) اور ہم بلند آواز سے کہتے ہیں کہ زانی زنا کرتا ہے تو اس کی مشیت سے کرتا ہے۔ چور چوری کرتا ہے تو اس کے قانون سے کرتا ہے ' پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ مشیت ایزدی کو رضائے الہی کا لازم نہ ہونا مان کر بھی صرف مشیت ایزدی سے اپنا دعوی ثابت کر دیا جائے کہ یہ اشتہار بحکم خداوندی تھا۔ مشیت ایزدی سے تو زنا اور چوری بھی منسوب ہو سکتی ہے۔ اگر مرزا صاحب کے اشتہار کا مشیت ایزدی سے دیا جانا لکھا ہو تو اس کو رضائے الہی کیوں سمجھ لیا گیا۔ والسلام

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ڈائری مورخہ ۲۵ اپریل مرزا صاحب کے اشتہار ۱۵ اپریل والے سے متعلق ہے تو بے شک مولوی صاحب سچے ہونگے اور میں جھوٹا ہونگا۔ کیونکہ جب خدا نے ہی اشتہار اپنے حکم سے دلوایا اور پھر اس کے متعلق منظوری کا الہام بھی کر دیا تو ایسی صورت میں مرزا صاحب کا ہی معاذ اللہ جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔ فقط

(عاجز قاسم علی بقلم خود۔ ۱۷ اپریل ۱۹۱۲ء)

پس نہ تو (اخبار) بدر مورخہ ۲۵ اپریل سے یہ ثابت ہوا کہ ۱۵ اپریل والہ اشتہار بحکم خداوندی تھا۔ نہ ۱۳ جون کے لفظ مشیت سے ہی یہ مدعا نکلا کیونکہ مشیت میں رضائے الٰہی تک کی ضرورت نہیں تو حکم کیسا۔ دوسرا دعوی کہ اس کی قبولیت کا الہام ہو چکا تھا۔ نہ ہی مرزا صاحب کی اسی ڈائری مورخہ ۲۵ اپریل سے ثابت کیا گیا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ اجیب دعوۃ الداع۔ پس خدا نے دعا قبول فرمالی۔ گویا اب مکمل تعمیل ہوگئی۔ پہلے تو خدا کے حکم سے اشتہار دیا پھر خدا نے دعا مندرجہ اشتہار کی قبولیت کا الہام بھی کر دیا۔ فیصلہ شد۔ مگر میں اس کو سراسر واقعات کے خلاف ثابت کرتا ہوں

۱) یہ تمام مغالطہ مولوی صاحب کو اس ڈائری کے ۲۵ اپریل والے بدر میں شائع ہونے سے پیدا ہوا ہے۔ جو کہ دراصل ۲۵ اپریل کی نہیں۔ اس لئے ۲۵ اپریل کے بدر میں جو تقریر مرزا صاحب کی ڈائری سے مولوی صاحب نے اپنے استدلال میں پیش کی ہے وہ دراصل ۲۵ اپریل نہیں بلکہ ۱۴ اپریل کی ہے جو اشتہار سے ایک روز پیشتر کی ہے۔ جس حالت میں اشتہار اس تقریر سے پہلے لکھا ہی نہیں گیا تھا تو اس کی نسبت جو ایک روز پہلے کی ہے کیونکر ہوسکتی ہے۔ اشتہار ۱۵ اپریل کو لکھا اور ۱۸ اپریل کو شائع کیا۔ ڈائری مذکور ۱۴ اپریل کی اور الہام مذکور ۱۳ اور ۱۴ کی درمیانی شب کا ہے۔ گویا نہ الہام کے وقت نہ اس تقریر کے وقت جو ۱۴ اپریل بعد عصر کے ہے یہ اشتہار لکھا گیا تو پھر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس تقریر کا تعلق اس تحریر سے ہے جو تقریر سے ایک روز اور الہام سے سے قریباً دو روز بعد لکھی گئی۔ باقی میں دوسرے پرچے میں لکھونگا۔ مولوی صاحب نے جو دلائل علاوہ ازیں لکھنے ہوں وہ بھی لکھ دیں کیونکہ مجھے پھر بجز دوسرے پرچہ کے جواب کا موقع ان کے متعلق نہیں ہوسکتا۔

(قاسم علی ۱۷ اپریل ۱۹۱۲ء)

☆ مولانا ثناء اللہ کا جواب یوں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی ۔ جناب منصف صاحبان و منشی قاسم علی صاحب۔ میری تمہید کو آپ نے بے تعلق بتلایا۔ حالانکہ وہ ایک عام قانون کی صورت میں تھی۔ جس کے نیچے تمام جزئیات شامل ہوا کرتی ہیں۔ یہ

طریقہ قانون اور شریعت دونوں میں مروج ہے۔ بہرحال جو کچھ آپ سے بن پڑا۔ کہا ۔آپ نے زور دیا کہ ۲۵ اپریل کے بدر میں ۱۴ تاریخ کی ڈائری ہے مگر میرے مخاطب نے یہ نہیں بتایا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ ثناء اللہ کی بابت جو لکھا گیا ہے جس کی قبولیت کا جناب باری نے مرزا صاحب سے وعدہ فرمایا تھا اس کا نشان نہیں دیا۔ میرے مخاطب کا فرض تھا کہ ۱۴ تاریخ کی ڈائری والہ مضمون بتلاتے۔ ان ڈائری نویسوں کا تو یہ حال ہے کہ ۱۴ تاریخ کی ڈائری لکھ کر ص ۸ پر ۱۱ تاریخ لکھ دی۔ اگر دنیا میں کوئی ایسا مقام ہے کہ ۱۵ اور ۱۴ کے بعد ۱۱ آتی ہو تو یہ بھی علی الترتیب ہو سکتی ہے۔ میں بتاتا ہوں کہ اشتہاروں کے لکھنے کا اور اشاعت کا طریق کار کیا ہوتا ہے۔ ۱۵ تاریخ کا اشتہار ہے اور ۱۷ تاریخ کے (اخبار) الحکم میں شائع ہوتا ہے۔ اخباروں کے مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ ہندوستان و وطن کی تاریخ اشاعت جمعہ ہے مگر عموماً جمعرات کو پہنچ جاتے ہیں۔ لہذا ۱۷ تاریخ کے الحکم کو ایک روز آنے میں دیر ہوئی ہوگی۔ یہ سب دیری ملا کر ۱۴ کی ڈائری اسی اخبار الحکم میں لکھی گئی ہوگی اور وہ مرزا صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔ بھلا غور فرمایئے کہ پندرہ کا اشتہار کتابت کب ہوا۔ پریس میں کب گیا اور پھر کب چھپ کر تقسیم ہوا۔ ۱۸ تاریخ والہ اخبار کم سے کم ۱۲ کو لکھا جاتا ہے۔ خصوصاً جناب مرزا صاحب کی طرز تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ جناب ممدوح اپنے مسودوں کو دو دو چار چار مہینے پہلے لکھا کرتے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ پیغام صلح جو لاہور میں ان کے انتقال کے بعد پڑھا گیا تھا خواجہ کمال الدین کو چند متفرق یادداشتوں کی صورت میں نوٹ ملے تھے۔ علاوہ اس کے جناب موصوف کی یہ بھی عادت تھی کہ مضمون میں بہت کچھ رد و بدل کیا کرتے تھے حتی کہ پتھر پر بھی کانٹ چھانٹ کرتے تھے۔ پریس کا تجربہ رکھنے والے اس کی شہادت دے سکتے ہیں کہ مصنف کی عبارت کی نوعیت اس وقت تک نہیں بدلتی جب تک کہ کانٹا چھانٹا نہ جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مشیت اللہ سے تمام کاروبار ہوتے ہیں۔ چوری زنا وغیرہ سب ہوتا ہے۔ تم کس طرح استدلال کر سکتے ہو۔ میرے دوست۔ خط کے الفاظ سامنے ہیں۔ میں اپنے خط کا مختصر مضمون پہلے سناتا ہوں۔ مرزا صاحب نے اشتہار دیا تھا کہ میں نے کتاب حقیقت الوحی لکھی ہے۔ اس میں مباہلہ کے لئے

تمام عالموں کو دعوت دی ہے۔ شرائط مفصل لکھی ہیں۔ جس کو وہ کتاب نہ ملی ہو وہ منگا لے۔ چونکہ اس میں میرا ذکر تھا اس لئے میں نے عریضہ لکھا کہ کتاب مذکور بھیجئے تاکہ حسب منشا آپ کے مباہلہ کی تیاری کروں۔ اس خط کا جواب یہ آیا کہ آپ کا رجسٹری شدہ کارڈ ۳ جون ۱۹۰۷ء کو حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا۔ یہ لفظ مفتی محمد صادق صاحب کے بحیثیت سررشتہ دار مرزا صاحب ہیں۔ گو میرے دوست نے یہ کھلے لفظوں میں نہیں کہا کہ یہ خط مفتی صاحب کا ہے مرزا صاحب کا نہیں لیکن میں بطور پیش بندی کہتا ہوں کہ خط مذکور بطور سررشتہ داری ہے۔ ورنہ میرے مخاطب تو مرزا صاحب تھے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ' آپ کا خط حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا جس کے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقت الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا کہ جس وقت مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا تاکہ مباہلہ سے پہلے پڑھ لیتے۔ مگر چونکہ آپ نے اپنے لئے فرار کی راہ نکالی ہے اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو اور راہ سے پکڑا۔ اور حضرت حجۃ اللہ مرزا صاحب کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کی اور دوسرا طریق اختیار کیا گیا'۔ میرے دوست (میر قاسم) اس تحریک کو جو مشیت خداوندی سے مرزا صاحب کے دل میں ہوئی دنیا کی دوسری باتوں سے مشابہت دیتے ہیں۔ میں ایسا کرتا تو مجھ سے بد تہذیبی کی وجہ سے معافی منگائی جاتی۔ میرے دوست۔ ایک ایسا بزرگ اور مدعی جس کا یہ دعوی ہے انا خاتم الاولیا لا ولی بعدی (میں ولیوں کا خاتم (ختم کرنے والہ) ہوں میرے بعد کوئی ولی نہ ہوگا) جس کا یہ دعوی ہے کہ میرا قدم ایسے ستارے پر ہے جس پر سب بلندیاں ختم ہو چکیں۔ (خطبہ الہامیہ ص ۳۵) جس کا یہ دعوی ہو کہ میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں۔ جس کا دعوی ہو کہ دعا کا قبول ہونا اول علامت اولیاء اللہ میں سے ہیں (تریاق القلوب ص ۲۳) اس کی دعا کو جو خدا کی تحریک سے اس کے دل میں پیدا ہوئی آپ دنیا کی دیگر بدکاریوں سے مشابہت دیتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ خیر میں اس کا جواب اسلامی لٹریچر سے دیتا ہوں۔ انبیا علیہم السلام کے دلوں میں جو خدا کی طرف سے کسی مذہبی فیصلہ کے لئے تحریک ہوتی ہے تو وہ وحی الہی سے ہوتی ہے۔ یہی معنی ان کے معصوم اور بے گناہ

ہونے کے ہیں ۔اس مضمون کے ثابت کرنے کے لئے میں نے تمہید بیان کی تھی جس کو آپ نے بے تعلق کہہ کر چھوڑ دیا۔اگر آپ نے کتاب صحیح بخاری پڑھی ہوتی تو آپ تصدیق کرتے کہ عمومات قرآنیہ اور حدیثیہ سے مسائل کا ثبوت کیسے دیا جاتا ہے۔ جناب مرزا صاحب بھی اس طریق استدلال کو اپنی تصانیف میں عموماً استعمال کرتے ہیں ۔جہاں کہیں قرآن شریف میں ذکر آتا ہے کہ ہم نے پہلے کسی آدمی کے لئے ہیشگی نہیں کی ۔کسی آدمی کو بغیر کھانے پینے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ تو مرزا صاحب فورا حضرت مسیح کی موت کا ثبوت دینا شروع کر دیتے ہیں ۔اس طریق کا استدلال کرنا پرانا معقولی اور اصولی طریقہ ہے ۔کیا آپ کو یاد نہیں ۔امرتسر کے مباحثہ عیسائیاں میں مرزا صاحب کے دلائل کی نوعیت کیا تھی ۔یہی نہ کہ عام حالت حضرات انبیا علیھم السلام کی جو قرآن شریف میں بیان کی گئی ہے۔جس میں حضرت مسیح کا کوئی خاص ذکر نہیں بطور اصول موضوعہ لے کر جناب مسیح علیہ السلام کی الوہیت کو باطل کیا۔ بہر حال اسلامی لٹریچر سے واقف اور سننے والے ان الفاظ کے سنتے ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ایک مامور کے دل میں منجانب اللہ تحریک ہونا یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ کفر اور اسلام کے متعلق فیصلہ متحدیانہ کا چیلنج دینا بغیر وحی خدا اور الہام کے نہیں ہوتا۔ یہی مضمون آئت کریمہ لو تقول علینا بعض الا قاویل کا ہے ۔یعنی آیات قرآنیہ کے علاوہ مرزا صاحب کا الہام بالفاظ قرآن بھی لکھوایا تھا کہ جناب موصوف کو کئی ایک مقامات پر الہام ہوا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی جس کا مطلب میں نے صاف لفظوں میں بتلایا تھا کہ جناب مرزا صاحب کی نسبت بقول ان کے خدا فرماتا ہے کہ مرزا صاحب بغیر وحی نہیں بولتے ۔اس آئت اور الہام کی تفسیر بتلانے میں میں نے دینی معاملہ کا لفظ بڑھایا تھا کیونکہ انبیاء علھم السلام اور ماموران باری تعالی کو اپنی ضروریات طبعیہ کے بولنے کے لئے وحی یا الہام کی ضرورت نہیں ہوتی ۔دینی معاملے میں بغیر وحی کے نہیں بولتے ۔خصوصاً کسی ایسے معاملے کی نسبت جو اشد مخالف کے سامنے بطور فیصلہ ظاہر کیا جائے ۔مرزا صاحب مجھ کو اپنے مخالفوں میں سے بڑھا ہوا مخالف خیال کرتے تھے(تتمہ حقیقت الوحی ص ۳۰) ۔دوستو ۔خود ہی غور کرو ۔ مثنی و فرادی غور کرو ۔خلوت اور جلوت میں غور کرو ایک ایسے

اشد مخالف کے مقابلہ میں ایک مامور خدا فیصلہ کی صورت شائع کرتا ہے اور اس کی بابت اقرار کرتا ہے کہ مشیت ایزدی سے یہ تحریک میرے دل میں پیدا ہوئی۔ اس کو آج منشی قاسم علی صاحب دنیا کے دیگر واقعات مثلاً زنا و چوری وغیرہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ہمارے ثانی پریسیڈنٹ خصوصاً اس خیال کو ملحوظ رکھیں۔ شروع میں آپ نے عجیب منطق سے کام لیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں ایسا ہونا چاہیے تھا کہ مرزا صاحب کو پروردگار حکم دیتا کہ ہمارے حضور درخواست پیش کرو۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام کی جتنی پیش گوئیاں موجود ہیں جن کو آپ بھی کفر و اسلام کے مباحثہ میں پیش کیا کرتے ہیں۔ کیا کوئی حدیث ایسی دکھا سکتے ہیں کہ نبی ﷺ کو حکم ہوا ہو کہ تم میرے سامنے درخواست پیش کرو۔ درخواست کی ضرورت ہے تو آپ اٹھتے ہی اس آئت کی تفسیر کر دیجئے جس میں روم کے مغلوب ہونے اور مغلوب ہونے کے بعد غالب ہونے کی پیش گوئی مذکور ہے۔ کیا یہ پیش گوئی قرآنی فیصلہ نہ تھا۔ جناب پیغمبر علیہ السلام نے بدر کی لڑائی میں فرمایا تھا کہ ابوجہل یہاں گرے گا۔ فلاں وہاں گرے گا۔ کیا اس کے لئے کوئی درخواست تھی؟ دوسرا یہ کہ بقول آپ کے ایسا ہوتا کہ اشتہار مورخہ ۱۵ اپریل میں (مرزا) نے خدا کے حکم سے شائع کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ صدارت کی کرسی پر تینوں صاحب ذی علم و صاحب فضل ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ علم بیان میں ایک مضمون مختلف عبارات اور مختلف اشاروں سے ادا کیا جاتا ہے۔ مضمون ادا کرنے والے کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم نے اس طریق سے کیوں ادا نہیں کیا۔ ایک مضمون مختلف الفاظ میں ادا ہوسکتا ہے۔ میرے پیش کردہ حوالوں کو غور سے ملاحظہ کر کے انصاف کریں کہ ان الفاظ سے منجانب اللہ ہونا پایا جاتا ہے یا نہیں درخانہ اگر کس است ایک حرف بس است۔

فقط (ثناء اللہ بقلم خود)

☆ میر قاسم علی کا جواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ عالی جناب پریذیڈنٹ صاحب و میر مجلسان و مولوی صاحب۔ آپ کا دعوی جو بحروف جلی ایک بورڈ کے اوپر لکھ کر سامنے لگا دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔ دوسرا دعوی خدا نے الہامی طور پر جواب دیا تھا

کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول فرمالی۔ یہی دعوی آپ نے اپنے پرچہ میں پہلے ہی صفحہ پر تحریر فرمایا ہے۔اس کے ثبوت میں آپ کی طرف سے جو علم بیان کے قاعدہ سے یا آپ کے کسی خاص قانون سے اس طریق سے ایسے خاص دعوی کا استدلال بھی ہو کر ثابت کیا جا سکتا ہے۔اور عدالت اس قسم کے دلائل پر ہی غور کر کے آپ کے دعوی کو ثابت شدہ تسلیم کرنے کے بعد ۲۰ پونڈ یا ۳۰۰ روپیہ آپ کو دے سکتی ہے تو میرے خیال میں کسی قانون شہادت وغیرہ کی بھی گورنمنٹ کو ضرورت نہیں رہنی چاہیے۔ یہ ایک بدیہی بات آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے کہ اشتہار ۱۵ اپریل والہ ۱۷ اپریل کے الحکم اور ۱۸ اپریل کے بدر میں شائع ہوا اور اس اشتہار کے نیچے دونوں اخباروں میں یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔مرقومہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء۔اگر اس اشتہار کو ۱۵ اپریل سے اول کا سمجھا جاتا تو ایک امر واقعہ کے مقابلہ میں اس کے سامنے کوئی قیاسی والہ دلائل نہیں پیش ہونے چاہییں۔ اس اشتہار کی بحکم خداوندی دینے پر آپ نے ۲۵ اپریل کے بدر کی ڈائری پیش فرما کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ تحریر اشتہار سے تقریر ۲۵ اپریل چونکہ بعد کی ہے اس لئے ثابت ہوا کہ اس تقریر کا تعلق اسی ۱۵ اپریل والے اشتہار سے ہے۔ دوسری دلیل اس کے بحکم خداوندی ہونے کی آپ نے ۱۳ جون کے اخبار بدر کے ایک فقرہ سے جس میں مشیت ایزدی سے اس دعا کا حضرت مرزا صاحب کے قلب میں آنا لکھا ہے۔محض ایک لفظ مشیت پر آپ اس کو بحکم خداوندی فرماتے ہیں۔حالانکہ لفظ مشیت آپ کے مسلمہ معنوں کے لحاظ سے جن کی تشریح آپ نے اپنی کتاب ترک اسلام میں بجواب دھرمپال یہ کی تھی کہ مشیت ایزدی کے لئے خدا کی رضامندی کا ہونا ضروری نہیں۔دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ خدا کے ارادہ اور مشیت سے ہو رہا ہے۔ زانی زنا کرتا ہے۔چور چوری کرتا ہے تو وہ بھی خدا کی مشیت سے کرتا ہے۔یہ آپ کی تشریح مشیت کے متعلق.. آپ کے مسلمات سے کی گئی ہے۔جن کو آپ نے ہماری مسلمہ کہہ کر فرمایا کہ مرزا صاحب کے اشتہار اور الہام کو میں زنا اور چوری کے ساتھ مشابہت دیتا ہوں۔حالانکہ یہ مرزا صاحب کے الہام وغیرہ کے متعلق نہیں بلکہ آپ نے جو مشیت کے لفظ سے اپنا یہ دعوی کہ اشتہار بحکم خداوندی تھا ثابت کرنا چاہا اس کے باطل کرنے کے لئے میں نے آپ کو توجہ

دلائی کہ مشیت کے واسطے تو رضامندی الٰہی بھی ضروری نہیں چہ جائیکہ اسے حکم خداوندی کہا جائے ۔ ڈائری کے متعلق آپ نے جو یہ اعتراض فرمایا ہے کہ وہ غیر مسلسل ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ڈائری کسی پٹواری یا گرداور قانون گو یا نائب تحصیلدار بندوبست کی نہیں ہے کہ جس نے ٹریول (سفر) کر کے ٹریولنگ الاؤنس حاصل کرنا ہو ۔ یہ ڈائری ایک ریفارمر کی ہے ۔ یہ ڈائری ایک قوم کے پیشوا کی ہے جس کی قوم کو اس کی تقریروں اور تحریروں کا پہنچانا سب سے بڑا ضروری فرض ان آرگنوں کا ہے جو اس کے مشن والوں کی طرف سے شائع ہوئے ہیں ۔ وہ لوگ مختلف ڈائریوں کو جس کو اس کے مختلف مرید مختلف تاریخوں میں لکھتے تھے اور وہ جب کبھی اخبار والوں کو دیتے تھے تب ہی وہ اس کو شائع کر دیتے تھے ۔ بس ان کا صرف یہ کام تھا کہ جس تاریخ کی کوئی ڈائری ہو کوئی تقریر ہو اس تاریخ کو اول میں لکھ دیں ۔ یہ خاص اسی اخبار میں نہیں ہے بلکہ اگلے اور پچھلے پرچوں میں بھی اندراج ڈائری کا ایسا ہی سلسلہ رہا ہے ۔ خود ۲۵ اپریل کے بدر میں ص ۴ کے اوپر ایک ڈائری شروع ہوئی ہے جو ۲۱ اپریل کی ہے ۔ اور پھر ص ۷ پر ۱۵ اپریل کی ڈائری شروع ہوئی ہے تو آپ کے اس اعتراض کا کہ ۲۱ کے بعد ۱۵ آ سکتی ہے جواب دینا ایک ایسے شخص کے لئے کہ جو اپنا دستور نہ صرف آپ کی وجہ سے بلکہ ہمیشہ سے ایسا ہی جانتا ہے ضروری نہیں ۔ ۹ مئی کے بدر میں ص ۴ پر بقیہ ڈائری ۲۵ اپریل کی شروع ہوئی ہے اور وہ ۱۱ اپریل کی ہے ۔ مگر اسی کے صفحہ ۵ پر اپریل کے بعد ۲۰ مارچ کی ڈائری شروع ہوئی ہے تو کیا اپریل کے بعد مارچ آیا کرتا ہے ۔ پس ڈائری کا غیر مسلسل ہونا آپ کے اثبات دعوی کے واسطے موجودہ دستور کے مطابق کوئی مفید نہیں ہو سکتا ۔ پس اشتہار ۱۵ اپریل کو لکھا گیا ۔ ۱۷ ، ۱۸ اپریل کو شائع ہوا اور ڈائری ۱۴ اپریل کی ہے جس کو اشتہار مذکور سے عقلاً قانوناً شرعاً کوئی تعلق نہیں ۔ یہ ایک فیکٹ ہے ۔ ... (آپ کا یہ کہنا کہ) مرزا صاحب کا دستور تھا کہ پہلے ہی لکھ لیتے تھے یا پتھروں پر کاٹ دیتے تھے وہ کچھ کرتے تھے موجودہ دعوی جس دستاویز کی بنا پر آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ مشکوک یا جعلی نہیں ہے ۔ الہام جو اس ڈائری میں درج ہے اجیب دعوۃ الداع جس کی بنا پر آپ اس دعا اشتہار والی کو قبول شدہ یا وعدہ قبولیت قرار دیتے ہیں یہ الہام ۱۷ اپریل کے الحکم اور

۱۸ اپریل کے بدر کے صفحہ ۲ پر ۱۴ تاریخ کو ہو چکا ہوا لکھا گیا ہے پس ۱۴ تاریخ کو جب الہام کا ہونا بدر و الحکم میں شائع ہو چکا ہے اس کو ۱۵ تاریخ کے کاغذ کے متعلق قرار دینا کسی بھی جائز نہیں۔ جناب پریسیڈنٹ ومولوی صاحب۔ یہ اشتہار جو اس وقت متنازعہ ہے اس کی اصلیت کیا ہے۔اس کی اصلیت خود اشتہار کے اندر لکھی ہوئی ہے اور وہ ان الفاظ میں ہے کہ یہ کسی وحی یا الہام کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے یہ ایک درخواست ہے۔ یہ ایک استغاثہ ہے ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کے خلاف تمام حاکموں کے حاکم کے حضور اور اس سے استدعا کی گئی ہے کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ یہ کوئی فیصلہ قطعی نہیں ہے یہ کسی حکم الہی کے ماتحت نہیں یہ کسی الہام کی بنا پر نہیں بلکہ ایک شخص جو خود کو مظلوم سمجھتا ہے وہ عدالت میں دادخواہ ہوتا ہے۔ یہ امر کہ اشتہار مذکور الہامی نہیں آپ نے ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں خود بھی تسلیم کیا ہے کہ اس مضمون کو بطور الہام شائع نہیں کیا جو اسی اشتہار کے جواب میں ہے۔پس اس اشتہار کی حیثیت ایک استغاثہ یا عرضی دعوی کی ہے اس اشتہار میں جو استدعا کی گئی ہے جس کو آپ نے صورت فیصلہ سے نامزد کیا ہے اس کے متعلق اور اس دعا کے متعلق ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ (اے مرزا) تمہاری یہ دعا کسی صورت فیصلہ کن نہیں ہوسکتی اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کرسکتا ہے۔ یہ امور میں نے محض اس لئے لکھا ہے کہ آپ نے بار بار مرزا صاحب کی قبولیت دعا کے متعلق بڑا زور دیا ہے ورنہ نفس مقدمہ متنازعہ سے اس کو چنداں تعلق نہیں۔۔مرزا صاحب نے جب کہ خود درخواست مذکور میں ہی لکھ دیا ہے کہ یہ الہام یا وحی جس کو آپ حکم یا وحی الہی سے منسوب فرماتے ہیں کسی بنا پر نہیں ۔ ادھر ۲۵ اپریل والے اخبار کی ڈائری اشتہار سے ایک روز پہلے کی ہے ادھر خود ۱۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں آپ نے بھی اس کو غیر الہامی مان لیا ہے پھر کیونکر یہ دعوی ثابت ہوتا ہے کہ اشتہار مذکور بحکم خداوندی تھا جس کو آپ الہام کے معنوں میں لیتے ہیں۔جیسا کہ ۹ فروری ۱۹۱۲ء کے اخبار اہل حدیث میں صفحہ ۷ کالم ۳ پر آپ نے یہ لکھا ہے مرزا صاحب کو خدا نے الہام کیا کہ امت مرحومہ کو ایک واضح راستہ دکھاؤ۔اس لئے مرزا صاحب نے بحکم خداوندی ۱۵

اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا۔ پس الہام کی بنا پر نہ یہ اشتہار دیا گیا نہ کوئی الہام اس اشتہار والی دعا کی قبولیت کا پہلے یا پیچھے ہوا۔ آپ نے ایک بات یہ فرمائی ہے کہ ڈائری میں چونکہ کسی پہلی تحریر کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے تو مجھ سے آپ اس تحریر کا پتہ دریافت فرماتے ہیں کہ بجز اس اشتہار کے وہ کون سی تحریر ہے جس کے متعلق ۲۵ اپریل والی ڈائری میں یہ لکھا ہے کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہماری طرف سے نہیں بلکہ اس کی بنیاد خدا کی طرف سے رکھی گئی ہے۔ جناب مولوی صاحب آپ خود اس تحریر کو لکھواتے ہیں اور پھر مجھ سے دریافت فرماتے ہیں ۔ عالی جناب پریذیڈنٹ صاحبان ۔ یہ ڈائری جیسا کہ دستاویزات سے ثابت شدہ ہے کہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء وقت عصر کی ہے اور اس میں کسی تحریر کا ذکر ہے جو مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق لکھی گئی ہو ۔ اور یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ اشتہار متنازعہ ۱۵۔ اپریل کو لکھا گیا اور ۱۸ اپریل ۱۹۰۷ء کو ڈاکخانہ میں ڈالا گیا ان اخبارات میں جو ۱۷ یا ۱۸ کو شائع ہوئے ۔ یہ تو دستاویز کا ثبوت کا ہے۔ اس کے مقابلہ پر آپ کے محض قیاس کہ ایسا ہوا ہوگا یا یہ بات ہوگی آپ کے دعوی کو ثابت نہیں کرتے ۔ ہاں میں آپ کو بتلادوں کہ وہ تحریر جو ۱۴ اپریل والی ڈائری سے آپ کے متعلق پہلے شائع کی جا چکی ہے وہ وہی ہے جو آپ نے اہل حدیث مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء میں نقل فرمائی ہے جو مرزا صاحب کی طرف سے ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر اخبار میں چھپ کر آپ کے پاس پہنچی تھی ۔ یہ وہ تحریر ہے جو ۱۴ اپریل والی ڈائری سے پہلے شائع ہو چکی ہے ۔ اور نیز حقیقت الوحی میں بھی آپ کے متعلق ۱۴ اپریل سے پہلے چند امور لکھے جا چکے ہیں ۔ پس یہ ڈائری ان تحریروں سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ اس تحریر سے کہ جو ڈائری کے بعد کی ہو۔ اور وہ ۱۵ اپریل والہ اشتہار ہے۔ آپ نے ایک اور دلیل بھی اس اشتہار کی قبولیت کے متعلق پیش کی ہے جو ایک خاص مقدمہ کے بارے میں مرزا صاحب کو ہوا تھا اور وہ شحنہ حق صفحہ ۴۳ اور حقیقت الوحی صفحہ ۲۴۳ وغیرہ کتابوں میں موجود ہے جس میں لکھا ہے کہ ایک زمین دارہ کے مقدمہ میں جو شریکوں کے ساتھ تھا میں نے دعا کی کہ مجھے خدایا اس میں فتح دے تو خدا تعالی نے جواب دیا اجیب کل دعائک الا فی شرکائک میں تیری ساری باتیں مانوں گا مگر شریکوں کے بارہ میں نہیں سنونگا۔ یہ الہام ایک خاص

مقدمہ کے متعلق ہے اور مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت سے بہت سال پہلے کا ہے۔ اس میں شریکوں کے خلاف دعا قبول کرنے سے انکار کیا گیا ہے۔ اگر یہ الہام عام ہوتا تو چاہیے یہ تھا کہ شریکوں کے متعلق بھی آئندہ کبھی کوئی دعا قبول نہ کی جاتی جیسا کہ ایک دیوار کے مقدمہ میں جو شریکوں کے ساتھ تھا یہ دعا کی گئی کہ مجھے اس میں فتح ہو تو وہ دعا قبول ہوئی جس کے لئے بڑا لمبا الہام ہوا جو حقیقت الوحی کے صفحات ۲۶۶ اور ۲۶۷ پر درج ہے اور مرزا صاحب اس میں کامیاب ہوئے۔ پس اگر وہ الہام جو شریکوں کے متعلق تھا عام ہوتا تو مرزا صاحب اس حکم الہی کے خلاف شریکوں کے مقدمہ میں ہی کیوں شریکوں کے خلاف دعا کرتے اور کیوں خدا تعالی اس دعا کو قبول کرتا۔ پس نہ وہ الہام عام تھا نہ وہ آپ کے دعوی کے متعلق کہ ۱۵ اپریل والے اشتہار کی دعا قبول کی گئی اور نہ اس سے یہ دعوی ثابت کہ ۱۵ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی تھا اور اس دعا کی قبولیت کا الہامی وعدہ ہو چکا تھا۔ دعوی آپ کا اس دعا کے متعلق ہے جو ۱۵ اپریل والے اشتہار میں مرزا صاحب نے شائع کی ہے کہ وہ قبول ہوگئی اور اس کی قبولیت کا خدا نے الہام کیا۔ پس یہ دعوی اس الہام سے جو شرکاء کے متعلق ہے اور ایک خاص مقدمہ سے تعلق رکھتا ہے جس کے خلاف ایک دوسری نظیر شرکاء کے خلاف مقدمہ فیصل ہو کر صاف بتا چکے کہ وہ وعدہ نہ دائمی تھا نہ عام۔ ورنہ خدا دعا کیوں قبول کرتا اور پھر مرزا صاحب شرکاء کے خلاف دعا ہی کیوں کرتے۔ مرزا صاحب کا یہ مذہب نہیں ہے کہ میری تمام دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس کے لئے دیکھو حقیقت الوحی صفحات ۲۳۱ و ۱۹ و ۳۲۷ اور رسالہ آسمانی فیصلہ مطبوعہ بارسوم صفحہ ۱۹ اور تریاق القلوب صفحہ ۱۵۱ جن میں صاف لکھا ہے کہ میری اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور وہ دعائیں جن کو خدا اپنی مصلحت سے میرے حق میں مفید سمجھتا ہے قبول فرماتا ہے آخر میں جناب پریزیڈنٹ صاحب کی توجہ اس دعوی کی طرف (جس کے متعلق یہ مباحثہ ہے) دلا کر نہائت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ آپ بمشورہ اپنے مشیران جو آپ کے امداد کے لئے آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں بخوبی غور فرمالیں کہ دونوں دعوے ۱۴ اپریل والی ڈائری اور ۱۳ اور ۱۴ اپریل والی درمیانی شب والے الہام اور مولوی صاحب کے ۲۶ اپریل والے اہل حدیث اور خود اس اشتہار کے اندرونی فقروں سے

اور دیگر دستاویزات جن کا میں نے اپنے بیان میں حوالہ دیا ہے ان کو ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ کیا یہ دعوے ثابت ہو گئے۔ اس کے بعد جو مولوی صاحب نے بیان فرمانا ہے وہ انہی کی تردید ہوگی کوئی نئی دلیل پیش کرنے کا ان کو حق نہیں ہوگا کیونکہ اب اس کے ڈیفنس کا مجھے کوئی موقع نہیں ملے گا۔ فقط

عاجز قاسم علی بقلم خود ۱۷۔ اپریل ۱۹۱۲ء

☆ مولانا ثناء اللہ کا جواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی جناب صدر انجمن صاحبان و برادران۔ دعوی یہ تھا کہ مرزا صاحب کا اشتہار ۱۵۔ اپریل خدا کے حکم سے تھا۔ یہ بات یقینی ہے کہ میں مرزا صاحب کو مامور خدا نہیں سمجھتا پھر جو میں نے یہ دعوی کیا کہ اس کا اشتہار خدا کی طرف سے تھا۔ اس کے کیا معنے؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ دعوی ان کے مسلمات اور خیالات پر تھا پس اہل حدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کا حوالہ دے کر منشی قاسم علی صاحب کا یہ کہنا کہ میں نے خود اس اشتہار کی بابت لکھا کہ یہ الہام سے نہیں میرے دعوی کے کسی طرح مخالف نہیں۔ وہ لکھنا میرا اپنا مذہب ہے اور ثابت کرنا مرزا صاحب کے خیالات کا عکس ہے۔ علاوہ اس کے ۲۶ اپریل کی تحریر لکھنے تک جو میں نے یقیناً ۱۸۔ ۱۹ اپریل کو لکھی ہوگی۔ ۲۵ اپریل کا بدر میرے پاس نہیں پہنچا تھا۔ جس کی بنا پر میں نے آج دعوی کیا ہے۔ میرے دعوی کا ثبوت دو طرح پر تھا۔ ایک دلائل عامہ سے اور دوسرا دلائل خاص سے۔ دلائل عامہ میں سے میں نے حضرات انبیاء کا طریق اور خصوصاً مرزا صاحب کے عام دعاوی اور الہامات کو بیان کیا تھا۔ جس میں ایک آئت قرآن اور الہام (مرزا) وما ینطق عن الھوی بھی تھا۔ دوسرا اجیب کل دعائک۔ اس الہام کے جواب میں میرے دوست کو بہت الجھن ہوئی۔ جناب پریسیڈنٹ صاحب یہ الہام دو فقروں پر مشتمل ہے۔ ایک مستثنی دوسرا مستثنی منہ۔ مستثنی کا حکم ہے کہ تیری دعا شریکوں کے بارے میں قبول نہیں ہوگی۔ مستثنی منہ کا حکم ہے کہ تیری وہ تمام دعائیں جو شریکوں کے سوا اور لوگوں کے حق میں ہوں گی میں ضرور قبول کرونگا۔ اس لئے میں نے عرض کیا تھا کہ میں مرزا صاحب کا شریک نہیں ہوں۔ آپ نے بتلایا ہے کہ ۲۵ اپریل والے بدر میں جو ۱۴ اپریل کی ڈائری

ہے اس میں جس تحریر کا آپ کے متعلق ذکر ہے وہ حقیقۃ الوحی میں ۱۴ اپریل سے پہلے لکھی جا چکی ہے۔ اس کے متعلق میں ۴ اپریل کا بدر پیش کرتا ہوں جس میں مرزا صاحب حقیقت الوحی کی بابت لکھتے ہیں کہ ہماری کتاب حقیقت الوحی ۲۰ ' ۲۵ روز تک شائع ہو جائے گی۔ اب منصف صاحبان خود غور فرمائیں کہ جس کتاب کو ابھی شائع ہونے میں کئی روز باقی ہوں وہ ۱۴ اپریل سے پہلے کیونکر شائع ہو چکی تھی۔ حقیقت الوحی کے ٹائٹل کے صفحہ پر مطبوعہ تاریخ اشاعت ۳۰ اپریل ۱۹۰۷ء مگر قلمی سرخی سے ۱۵۔ مئی بنائی گئی ہے۔ یہ تو آپ کے اس حصہ کا جواب ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے کوشش کی ہے کہ ۲۵ اپریل کے بدر والی ڈائری میں جس تحریر کا ذکر ہے اس کا ثبوت دیں۔ اس ثبوت کے لئے آپ نے ۴ اپریل کے بدر کا نام لیا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے اور منصف صاحبان مہربانی فرما کر اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ (اس میں) کوئی ایسی تحریر ہے؟ جس کو میرے متعلق دعا کہہ سکیں جس کا جواب مرزا صاحب کو بصورت الہام یہ ملا تھا۔ اجیب دعوۃ الداع جو صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ تحریر میرے متعلق کوئی دعائیہ صورت میں ہے۔ آپ نے شروع میں یہ بھی کہا ہے کہ اس قسم کے دلائل عامہ پر ہی غور کر کے عدالت فیصلہ نہیں کرتی۔ جناب والا۔ اس ' ہی ' کے لفظ پر غور کیجئے۔ میں نے ہی سے ہی کام نہیں لیا۔ میں نے صرف دلائل عامہ بیان نہیں کئے بلکہ خاص اس امر کے متعلق بھی بیان کئے۔ آپ جو اس اشتہار کو بمنزلہ ایک استغاثہ غیر مقبولہ قرار دیتے ہیں حقیقت میں یہ بات مرزا صاحب کے کل دعاوی پر پانی پھیرتی ہے۔ میں نے ریویو مئی ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۹۲ سے حوالہ نقل کیا تھا کہ مرزا صاحب کا بڑا معجزہ قبولیت دعا ہی ہے۔ اور یہ ایسا معجزہ ہے کہ وہ اس معجزہ کے مقابلہ کے لئے ہم مسلمانوں کے علاوہ تمام دنیا کے مخالفوں کو چیلنج دیتے ہیں۔ میں نے ۱۳ جون کے بدر سے یہ دلیل نقل کی تھی کہ مرزا صاحب کے دل میں خدا نے میرے متعلق دعا کرنے کی تحریک پیدا کی۔ میرے مخاطب فرماتے ہیں کہ وہ بقول میرے مشیت کا مفعول جو دنیا کے ہر واقعہ سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر جناب پریسیڈنٹ صاحبان میں نے یہ بات بالتصریح بتلائی ہے کہ کوئی مامور خدا کسی ایسے فیصلے کے لئے جو اس کے مشن پر اثر ڈالتا ہو از خود اظہار نہیں کر سکتا۔ ' ترک اسلام ' میں میں نے جو لکھا ہے

وہ یہ ہے کہ مشیت خدا کے قانون کا نام ہے جو مخلوق میں جاری ہے لیکن قانون مشیت جب مذہبی رنگ میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب طیبہ پر اثر کرتی ہے تو وہ مذہبی رنگ میں ایک دلیل کا حکم رکھتی ہے۔ مثال کے طور ہمارے خواب اور انبیا علیہم السلام کے خوابوں میں جو فرق ہے وہی فرق ان دو مشیتوں میں ہے جو عام حالت اور خاص قلوب انبیا سے تعلق رکھتی ہیں۔ باقی جو آپ نے ڈائری کی بے ترتیبی کی بابت لکھا ہے مجھے اس کے جواب کی ضرورت نہیں۔ ہمارے معزز ثالث صاحب قانون پیشہ ہیں۔ ان کے پاس اس قسم کے کئی مقدمات آئے ہوں گے جن میں ایسی بے ترتیب ڈائریاں پیش ہو کر فیل یا پاس ہوئی ہونگی۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۵۱ کا بیان مرزا صاحب کی اپنی دعاؤں کی نسبت نہیں ہے۔ بھلا اگر ساری دعائیں مرزا صاحب کی قبول نہ ہوتیں تو معجزہ ہی کیا تھا۔ جبکہ حقیقت الوحی باب اول دوم سوم میں خود لکھتے ہیں کہ بعض خواب اور کشف بدکار یعنی رنڈیوں اور فاحشہ عورتوں کے بھی سچے ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ سچا وہی ہے جس کے کل سچے ہوں۔ ہمارے معزز ثالث صاحب قانونی طور پر جانتے ہیں کہ کسی دستاویز کا سچا ہونا اس پر موقوف ہے کہ اس میں کوئی لفظ مشکوک نہ ہو۔ میں نے جہاں تک سوچا ہے آپ نے میرے دلائل کا جواب نہیں دیا۔ میری دلیل مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ انبیا و مامور خدا کوئی ایسا فیصلہ جو مخالفوں پر حجت کا اثر رکھتا ہو اور اس کے خلاف ہونے سے ان کے دین اور مشن پر خلاف اثر پہنچتا ہو بلا اذن خدا شائع نہیں کر سکتے۔ مرزا صاحب نے جو اس اشتہار میں الہام یا وحی کی نفی کی ہے اس کی ایک وجہ تو پہلے پرچہ میں عرض کر چکا ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے جو صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کے ساتھ ان کا معاہدہ ہوا تھا کہ میں الہام جتا کر کسی کی موت کی پیش گوئی نہ کروں گا۔ اس لئے انہوں نے اس اشتہار میں الہام کا نام نہیں لیا بلکہ نفی کر دی۔ ۲۵ تاریخ کے بدر میں الہام کے ساتھ اس کی تعبیر کر دی تا کہ وہ اس قاعدہ سے جو انبیا علیہم السلام کا میں نے بتلایا ہے حجت ہو سکے۔ بس اب میں ختم کر کے نتیجہ معزز ثالثوں کے سپرد کرتا ہوں۔

ثناء اللہ بقلم خود

اس مباحثے کے مسلمان منصف مولانا میر نے اپنا فیصلہ لکھ کر ۱۹ اپریل کو سرپنچ کے حوالے کیا اور قادیانی منصف منشی فرزند علی نے ۲۰ اپریل کو اپنا فیصلہ سرپنچ کے حوالے

کیا سرپنچ نے ۲۱ اپریل بوقت مغرب اپنا فیصلہ قلم بند کر کے فریقین کے حوالے کیا جس میں مولانا ثناءاللہ کو فاتح قرار دیا اور انعامی رقم آپ کے حوالے کر دی گئی

بعد میں مرزائیوں نے مباحثے کے سرپنچ میں کیڑے نکالنے شروع کر دیئے کہ اسے عربی نہیں آتی۔ اسلامی اصطلاحات اور لٹریچر سے واقفیت نہیں۔ اور یہ کہ اس کا فیصلہ سکھا شاہی کی ایک مثال ہے وغیرہ۔ اس پر مولانا ثناءاللہ نے سرپنچ کے تقرر کا پس منظر بیان کیا کہ انہوں تقرری کے مرحلے پر میر قاسم علی کو لکھا تھا

. ثالث کی بابت میری رائے یہ قرار پائی ہے کہ کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے جو مذہبی خیال کا ہو۔ الہامی نوشتوں کی اصطلاح سے واقف اور ساتھ ہی دیانتدار بھی ہو۔ اس لئے میں پادری ویری صاحب کو پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ کو بھی ان اوصاف کے لحاظ سے یہ تقرر منظور ہو گا۔

. اس کے جواب میں میر قاسم علی صاحب نے کہا کہ غیر مسلم ثالث جس کو مقدمات سمجھنے اور فریقین کے بیانات کا اندازہ کر کے فیصلہ کرنے کی پوری قابلیت ہو کافی ہے اور ثالث کے لئے الہامی نوشتوں سے واقفیت ضروری نہیں۔

مولانا ثناءاللہ کہتے ہیں

. خدارا انصاف کیجئے میں نے پہلے ہی نہ کہا تھا کہ کسی ایسے غیر مسلم کو سرپنچ مقرر کیجئے جو الہامی نوشتوں کی اصطلاحات سے واقف ہو۔ لیکن اس شرط کو ہمارے مخالفین نے کیسی حقارت سے ناپسند کیا۔ اب کیا یہ وصف کہ مقدمات میں فریقین کا بیان سن کر فیصلہ دے سکیں سردار بچن سنگھ بی اے گورنمنٹ ایڈووکیٹ میں نہیں ہے؟ نہیں ہے تو آپ (مرزائیوں) نے ان کا انتخاب کیوں کیا تھا؟ کیا سردار صاحب کا نام ہم نے پیش کیا تھا؟.....

میر قاسم علی کا ہمارے نام اپنے رقعے میں یہ کہنا کہ آپ (ثناءاللہ) سردار بچن سنگھ پلیڈر کا تقرر بطور ثالث پسند کرتے ہیں۔ اور ان کا نام آپ (ثناءاللہ) کے رقعہ میں نمبر ۵ میں درج کیا گیا ہے۔ سو ہم بھی سردار صاحب کے تقرر پر رضامند ہیں۔ مولانا کہتے ہیں کہ میر قاسم علی صاحب کے اس رقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ہم نے کئی ایک اہل علم اور اہل دیانت کے نام پیش کئے تھے جن میں حسب مشورہ

میاں نور بخش ٹیلر ماسٹر آپ نے سردار بچن سنگھ کو منظور کیا۔

یہ جو میر قاسم علی صاحب نے لکھا ہے کہ ماسٹر نور بخش صاحب نے کہا کہ آپ (ثناء اللہ) سردار صاحب کو پسند کرتے ہیں اس کی صورت بھی یہی تھی کہ ماسٹر صاحب نے ہمارے سامنے دو تین آدمیوں کے نام لئے جن میں سردار صاحب بھی تھے۔ ہم نے سب کی منظوری بیک زبان دے دی کہ ہمیں سب منظور ہیں۔ مگر ماسٹر صاحب کا رجحان کسی وجہ سے سردار صاحب کی طرف تھا اس لئے انہوں نے آپ کو یہی مشورہ دیا۔

بہر حال آپ سے غلطی ہوئی کہ آپ نے سردار صاحب کا پہلے امتحان نہ لے لیا۔ لیتے بھی کیسے؟ جب کہ آپ خود ہی لکھ چکے تھے کہ ثالث میں صرف اتنی لیاقت ہونی چاہیے کہ فریقین کی تقریریں سن کر بطریق مقدمات فیصلہ کر سکے۔ بات بھی واقعی یہ ہے کہ قادیانی مباحثہ خصوصا اس مباحثہ کا فیصلہ عربی دانی یا قرآن دانی پر موقوف نہیں بلکہ واقعات کی تنقیح کرنے پر ہے۔

اچھا ہم پوچھتے ہیں کہ سردار صاحب تو عربی نہیں جانتے مگر آپ کے مسلمہ مقبولہ منصف منشی فرزند علی صاحب عربی میں کتنی کچھ قابلیت رکھتے ہیں۔ ذرا ان کی ڈگری تو بتلا دیں۔

بہر حال بعد منظوری سرپنچ کے نہیں بلکہ اس کا فیصلہ اپنے خلاف سننے کے بعد یہ عذر کرنا جو قادیانی فریق نے کیا ہے (کہ سردار صاحب علم عربی سے ناواقف اور اسلامی کتابوں سے بے خبر ہیں وغیرہ) اور سرپنچ مقرر کردہ کو اپنا سردار مان لینا پھر فیصلہ اپنے حق میں نہ ہونے کے باعث بعد میں اسے برا بھلا کہنا اور اس کو غیر مہذب الفاظ سے یاد کرنا اس حدیث کی پوری تصدیق کرتا ہے جس میں حضرت عبداللہ بن سلام کے اسلام لانے پر یہودیوں کا ان کی ہجو کرنا مذکور ہے۔

فریق ثانی نے اس قسم کے اور بھی کئی عذر لنگ کئے ہیں جو ان کی بے بسی پر دلالت کرتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لدھیانہ آخری فیصلہ پر مباحثہ ہو کر ساری جماعت احمدیہ کے لئے موجب ہتک اور ندامت ہوا اور اس سے متعلق پورے الفاظ دیکھنے ہوں تو پیغام صلح لاہور ۱۲ اپریل ۱۹۱۲ء ملاحظہ فرمائیں جس میں لکھا ہے کہ قاسم علی نے ساری جماعت احمدیہ کو ذلیل کیا۔

اپنی کتاب فاتح قادیان میں مولانا ثناءاللہ نے لکھا ہے

. واقعی بات ہے کہ خدا کے اسرار خدا ہی جانتا ہے۔اشتہار مذکور (آخری فیصلے والہ) کی تاریخ ۱۵ اپریل ہے۔اس پر لدھیانہ میں مباحثہ کے لئے بھی ۱۵ اپریل ہی کا اتفاق ہوا۔حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود دجال کو باب لد میں قتل کریں گے۔ محدثین کہتے ہیں کہ باب لد شام کے ملک میں ایک مقام ہے۔مگر مرزا صاحب چونکہ مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے اور پنجاب کے باشندے تھے اس لئے انہوں نے اس حدیث کی تاویل ایسی کی جس سے شہر لدھیانہ کی فضیلت بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ اور اس مناظرہ پر بھی روشنی پڑتی ہے۔آپ نے لکھا ہے

اول بلدة با يعنى الناس فيها اسمها لودهانه و هى اول ارض قامت الاشرار فيها للاهانة۔ فلما كانت بيعة المخلصين حربه لقتل الدجال اللعين باشاعة الحق المبين اشير فى الحديث ان المسيح يقتل الدجال على باب اللد بالضربة الواحدة ۔ فاللد ملخص من لفظ لودهانه كما لا يخفى على ذوى الفطنه ۔

(رسالہ الہدی والتبصرة لمن یری۔ طبع جون ۱۹۰۲ء قادیان حاشیہ ص ۹۲۔خزائن ج ۱۸)

یعنی سب سے پہلے میرے ساتھ لودھانہ میں بیعت ہوئی تھی جو دجال کے قتل کے لئے ایک حربہ تھی۔اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود دجال کو باب لد میں قتل کریگا۔پس لد دراصل مختصر ہے لدھیانہ سے۔

مرزا صاحب نے لدھیانہ میں کس دجال کو قتل کیا؟ اس کا تو ہمیں علم نہیں، وہ جانیں یا ان کے مرید۔ہاں یہ بخوبی ثابت ہوا کہ لودھانہ کا مقام اس مباحثہ کے لئے منتخب ہونا اور فریق ثانی کی تجویز سے منتخب ہونا واقعی سر (بھید) قدرت اپنے اندر رکھتا ہے کہ بقول مرزا صاحب یہاں دجال قتل ہونا تھا۔

بحث متعلق آخری فیصلہ

قادیانی کہا کرتے تھے کہ لدھیانہ میں آخری فیصلے والے مباحثے کے فیصلے میں دھاندلی ہوئی ہے ۔اور چونکہ سکھ سرپنچ (جسے قادیانیوں نے خود ثالث تسلیم کیا تھا) علوم اسلامیہ کا فاضل نہیں تھا اس لئے اس نے غلط فیصلہ دے دیا ہے ۔مولانا ثناء اللہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمت ہے تو پھر میدان میں آجاؤ۔ اور یہ بات آپ بار بار کہتے رہے اور ایک دو مرتبہ مرزائی اس مسئلے پر بحث کے لئے پھر سامنے بھی آئے لیکن منہ کی کھا کر رہ گئے ۔ اس کے باوجود اپنے اخبارات و رسائل میں اس فیصلے پر چھینٹے اڑانے کے لئے مضامین لکھتے رہے ۔جس کا انہیں خاطر خواہ جواب ملتا رہا۔ ذیل میں اسی کشمکش کی داستان بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

☆ مرزا محمود احمد نے ایک مرتبہ کہا کہ آخری فیصلے کو ہم اپنی راہ میں رکاوٹ نہیں جانتے ۔اور یہ کہ ثناء اللہ اپنے ہی قول سے مسیلمہ کی زندگی میں ہے۔ مولانا نے لکھا

. روک کا آپ کو پتہ لگ جاتا اگر آپ یکم جنوری ۱۹۳۴ء کو بمقام لاہور ملک عبدالرحمٰن قادیانی سے ہمارا مناظرہ سنتے ۔ یقین ہے کہ آپ یا تو ہم سے متفق ہو جاتے یا اپنے مبلغوں کو بحلف تاکید کرتے کہ خبردار اس مبحث پر کبھی مناظرہ نہ کرنا ۔ اور جو آپ نے یہ کہا ہے کہ مولوی ثناء اللہ اپنے ہی قول سے مسیلمہ کی زندگی میں ہے ۔ تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ جب آپ کے پاس (میرے خلاف) ایسی زبردست دلیل ہے تو پھر آپ اس امر (آخری فیصلہ) پر فیصلہ کن مناظرہ کرنے سے کیوں جان چراتے ہیں۔ ذرہ سامنے تو آئیں پھر دیکھیں کہ خدا کی مدد کس کے شامل حال ہوتی ہے۔ (اہل حدیث ۱۹ جنوری ۱۹۳۴ء)

☆ مولوی محمد علی لاہوری کہا کرتے تھے کہ آخری فیصلہ پر بحث کی ضرورت نہیں بلکہ ہمیں اصولی بحث کرنی چاہیے ۔ ہاں اصولی بحث کے بعد اگر ضرورت باقی رہے تو

آخری فیصلہ پر بحث ہو جائے۔ اس پر مولانا امرتسری نے لکھا

' اصولی بحث وہ ہوتی ہے فروعات جس کے ماتحت آجائیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ اصولی بحث وہ ہوتی ہے جس کے بعد فروعات کی ضرورت باقی نہ رہے۔ مثلا اسلام کی اصولی بحث ہے رسالت محمدیہ یا صداقت قرآن۔ ان میں جو بات بھی ثابت ہو جائے باقی فروعات پر بحث کرنے کی ضرورت نہ رہیگی۔ اسی طرح قادیانی مباحث میں اصولی بحث وہ امر ہے جس کے بعد کسی اور امر پر بحث کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ اس قسم کی اصولی بحث کی تعیین میں فریقین (قائل اور منکر) مختلف ہو سکتے ہیں۔ مثلاً منکر کہے کہ فلاں پیش گوئی اگر سچی ہو جائے تو میں آپ کو سچا مان لوں گا۔ مگر دوسرا فریق اس کو معمولی سمجھ کر اس کو قابل توجہ نہ جانے۔ اسی طرح ہر امر میں دونوں فریقوں کے درمیان اختلاف ممکن ہے۔ لیکن اگر صاحب مذہب خود کسی امر کو اصولی بحث قرار دے اور وہ فی الواقع ایسا ہی ہو تو فریقین کو اسے اصولی ماننے میں چون و چرا نہ کرنا چاہیے۔

پس ہم ہر دو فریق (قائل اور منکر مرزا) میں اصولی بحث آخری فیصلہ ہے جسکو مرزا صاحب نے خود اصل الاصول قرار دیا ہوا ہے۔ ... پس ہم فریقین کو چاہیے کہ اس اصل الاصول پر پوری توجہ کریں۔ مگر آپ کس قدر حیرت سے سنیں گے کہ جب کبھی امت مرزائیہ کے ان دونوں (قادیانی اور لاہوری) بلکہ کل اصناف کو اس اصل الاصول پر بحث کرنے کی دعوت دی گئی تو حیل و حجت کر کے اس کو ٹال دیا گیا۔ ان ٹلانے والوں میں مولوی محمد علی لاہوری احمدی نے جس طرح اس کو ٹالا وہ بہت ہی حیرت انگیز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پندرہ سولہ مسائل (وفات مسیح۔ حقیقت دجال وغیرہ) پر پہلے بحث ہو جائے پھر ضرورت ہو تو آخری فیصلہ پر بھی سہی۔ یاللعجب

باوجود اس کے بے محل اور بے موقع خطبہ جمعہ میں ممبر رسول پر چڑھ کر کہتے ہیں

' مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی ہم نے کہا تھا کہ احمدیت کی اصولی باتوں کے متعلق اسی طریق پر بحث کر لیں لیکن وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ کیونکہ ان کے دل میں چور ہے۔ (پیغام صلح۔ لاہور۔ ۱۹ فروری ۱۹۳۵ء ص ۴)

مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں دل کے چوروں کی علامت ان

الفاظ میں بتائی گئی ہے

ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا (یعنی ایسے لوگ سیدھا راستہ دیکھ کر اسے قبول نہیں کرتے)۔ آخری فیصلہ کو بڑے میاں (مرزا غلام احمد) نے اپنا معیار بنا کر شائع کیا۔ اپنا صدق و کذب اس پر موقوف رکھا۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اس کے طے ہونے سے تمام مباحث کا طے ہونا بانی جماعت احمدیہ نے تسلیم کیا ہے۔ تاہم دل کے چور زبان اور ایمان کے کمزور اس سے جی چراتے ہیں۔...

مرزائی دوستو۔ دنیا میں کوئی ایسا مسلمان تم کو ملا یا مل سکتا ہے جو آں حضرت ﷺ کے کسی آخری فیصلے کو فیصلہ نہ جانے۔ یا کوئی ایسا عیسائی آپ کو ملا یا مل سکتا ہے جو حضرت مسیح کے فیصلے کو موجب فیصلہ نہ مانے۔ کم سے کم کوئی آریہ ہی بتاؤ جو اپنے گورو سوامی دیانند کے طریق فیصلہ سے منہ پھیرتا ہو۔ اگر ایسا شخص کوئی نہیں تو تم لوگوں نے یہ نیا طریق کیوں اختیار کیا۔ (اہل حدیث ۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء ص ۳۔۴)

☆ لاہوری مرزائیوں نے ایک مرتبہ مولانا کفائت اللہ دہلوی سے چیلنج بازی شروع کی تو مولانا ثناءاللہ امرتسری نے سامنے آکر لکھا۔

لاہور کے مرزائی اخبار پیغام صلح میں ایک چیلنج بنام مولانا کفائت اللہ دہلوی دیکھا گیا کہ مرزا صاحب قادیانی کی نسبت علماء اسلام عموماً دعوی کرتے ہیں کہ انہوں نے نبوت کا دعوی کیا اور منکرین مسلمانوں کو کافر کہا۔ ہم (لاہوری) آپ (کفائت اللہ) کو صدر جمعیت علماء کی حیثیت سے منتخب کر کے چیلنج دیتے ہیں کہ ہمارے امیر مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ اس خصوص میں مباحثہ کر لیں۔ اس کے جواب میں جماعت المسلمین لاہور کی طرف سے جواب نکلا کہ وہ اس چیلنج کو قبول کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں لاہوری مرزائیوں نے لکھا کہ ہم تو ۸ کروڑ مسلمانوں کی قائم مقامی کی مدعی جماعت کے صدر کو مخاطب کرتے ہیں تاکہ اس مناظرہ سے سب مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ ہو سکے۔ اس کے بعد اخبار پیغام صلح میں ایک مضمون نکلا جس میں ذکر ہے کہ بابو عبدالحق صاحب احمدی مولانا کفائت اللہ کے پاس گئے اور ان سے سوالات کئے جن کے جوابات مولانا نے جو دیئے وہ (بقول ان کے) سب کے سب عدم واقفیت از کتب مرزا پر مبنی ہیں۔ اور مولانا کفائت اللہ صاحب نے جماعت احمدیہ کی خدمات

کی تعریف کی اور مبحث کے متعلق اپنی عدم واقفیت وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

ہم (ثناء اللہ) تو مرزائیوں کی بلکہ خود ان کے بڑے میاں مرزا صاحب متوفی کی روایات کی بابت بہت پرانی رائے رکھتے ہیں کہ یہ جماعت مع اپنے پیشوا کے سب کے سب جابر جعفی کی پارٹی ہیں..... ہم ان مدعیان تحقیق و تدقیق سے سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ آپ کا انصاف اور طریقہ تحقیق ہے کہ کسی عالم کو یہ جان کر کہ وہ آپ کے لٹریچر سے پورا واقف نہیں مخاطب کر کے اسے چیلنج دینا اور واقفوں کی طرف رخ نہ کرنا۔ پھر اس کا نام تحقیق حق اور تبلیغ دین رکھنا ابلہ فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟ بحالیکہ آپ جانتے ہیں کہ امرتسر وغیرہ بلاد پنجاب میں آپ کے سوالوں کے جواب دینے کے لئے بفضلہ تعالی کئی افراد موجود ہیں جن میں سے ایک کا دعوی ہے

مجھ سا مشتاق جہاں میں کوئی پاؤ گے نہیں گر چہ ڈھونڈ ھو گے چراغ رخ زیبا لے کر

بس اگر آپ کو ان دونوں مسئلوں کی تحقیق کا شوق ہے جس کیلئے مولانا کفائت اللہ کو آپ نے چیلنج دیا ہے تو آپ ادھر کا رخ کیجئے۔ ہم آپ کا چیلنج قبول کر کے دونوں مسئلوں پر بحث کرنے کو تیار ہیں۔ اگر یہ خیال ہو کہ مولانا کفائت اللہ کو ہم نے جمیعت العلماء کی صدارت کی وجہ سے چیلنج دیا تھا اور آپ اس کے صدر نہیں ہیں لہذا ہم آپ (ثناء اللہ) سے بحث نہیں کریں گے۔ تو جواب سنو۔ میں جمیعت العلماء کا صدر نہیں مگر تمہارے بانی سلسلہ کا مد مقابل ہوں۔ جس کو وہ ہمیشہ مخاطب کرتے رہے یہاں تک کہ آخر کار آپ نے آخری فیصلے کا جو اعلان کیا وہ خاص میری ذات سے متعلق تھا۔ کیونکہ آپ نے میری موت کو تمام مباحث میں فیصلہ کن قرار دیا تھا۔ غور کریں میری یہ حیثیت ضائع نہیں ہوئی۔ اب بھی بحال ہے بلکہ بڑی قوت سے بحال ہے۔ اس لئے میں کہہ سکتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس بحث کے بعد دوسری بحث آخری فیصلے پر ہو گی۔ یعنی دو مسئلے آپ کی طرف سے زیر بحث ہوں گے اور ایک میری طرف سے۔ رہا منصفوں کا تقرر۔ سو یہ امر بالکل آسان ہے۔ مجھے وہی صورت منظور ہو گی جو آپ کے بانی سلسلہ (مرزا صاحب) نے آریوں کے سامنے پیش کی تھی۔ امید ہے آپ کو اس سے اعراض نہ ہو گا۔ آپ کے پوچھنے پر وہ حوالہ بتایا جائیگا۔ سر دست اتنا نوٹ کر لیجئے کہ منصفوں کی صورت وہی ہو گی جو بڑے مرزا صاحب نے آریوں کے

سامنے پیش کی تھی۔(شائد مولانا کا اشارہ مرزا غلام احمد کی اس تحریر کی طرف تھا۔" مناسب ہے کہ سوامی (دیانند) صاحب کوئی مقام اور ثالث بالخیر اور انعقاد جلسہ کی تجویز کر کے بذریعہ کسی مشہور اخبار کے مشتہر کر دیں۔لیکن اس جلسہ میں شرط یہ ہے کہ جلسہ بحاضری چند منصفان صاحب لیاقت اعلی کہ تین ان میں سے ممبران برہم سماج اور تین صاحب مسیحی مذ ہب ہوں گے قرار پاویگا۔اول تقریر کرنے کا حق ہمارا ہوگا کیونکہ ہم معترض ہیں۔پھر پنڈت صاحب برعائت شرائط جو چاہیں جواب دیں گے۔پھر ان کا جواب الجواب ہماری طرف سے گذارش ہوگا اور بحث ختم ہو جائیگی"۔(نقل از کھلا خط بصورت اعلان سوامی دیانند صاحب کے نام۔ص ۷۰ مکتوبات احمدیہ جلد دوم۔ طبع قادیان یعقوب علی تراب)۔ جس کو بحیثیت اتباع مرزا تسلیم کرنا آپ کا فرض ہے۔کیونکہ آپ کا سارا تانہ بانہ مرزا صاحب قادیانی کی تصدیق کیلئے ہے۔ (اہل حدیث ۱۲ جولائی ۱۹۳۵ء۔ص ۵۔۶)

☆ مرزا محمود احمد کی زندگی میں قادیان میں احرار اور مرزائیوں کے مباہلے کی بات چلی اور عرصہ تک باہم نوک جھونک ہوتی رہی۔ جب یہ محسوس ہونے لگا کہ مباہلہ اب ہونے ہی کو ہے یہ پروگرام منسوخ ہوگیا۔اس پر مولانا امرتسری نے ' قادیان میں مباہلہ کیوں نہ ہوا'۔کے عنوان سے اپنے اخبار اہل حدیث میں یہ مضمون شائع فرمایا

بہت دنوں سے شور و غل تھا کہ احرار اور اہل قادیان کے درمیان قادیان میں مباہلہ ہوگا یہاں تک کہ اس کی تاریخ بھی ۲۳ نومبر (۱۹۳۵ء) شائع ہوگئی تھی۔مگر حکومت نے اس اجتماع کو موجب فساد خیال کر کے دونوں فریقوں کو قادیان میں جمع ہونے سے روک دیا۔ بظاہر یہ بندش بدامنی کے خطرے سے ہوئی۔لیکن حقیقت میں خدا کے نزدیک اس کی وجہ اور ہے۔اس کو معلوم کرنے کیلئے چند سال پہلے کے واقعات سامنے رکھنے ضروری ہیں۔ جو یوں ہیں۔

اصل نزاع جس کے باعث مسلمانوں میں سخت اختلاف ہو رہا ہے مرزا صاحب قادیانی کے دعوی مسیحیت موعودہ میں صدق و کذب ہے۔ سو اس کا فیصلہ قدرتی و انسانی دونوں طریق سے ہو چکا ہے۔ لہذا اب بغرض فیصلہ کسی دوسرے مباہلہ کی ضرورت نہیں تھی۔میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کا مباہلہ کی دعوت دینا دراصل اس فیصلہ خداوندی کو کالعدم کرنا تھا۔اس لئے قدرت نے اندر اندر ایسے اسباب پیدا کر

دیئے جن سے مباہلہ ہونے نہ پائے تاکہ (۱۹۰۸ء میں ہونے والے) فیصلہ الٰہی کی ہتک نہ ہو۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

جب مرزا صاحب نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعوی کیا تو علماء اسلام ان کی تردید پر متوجہ ہوئے۔ راقم نے اپنی تصنیفات خاص کر اخبار اہل حدیث کے ذریعہ مرزا غلا احمد صاحب کا پے در پے سخت تعاقب کیا تو مرزا صاحب نے میرے حق میں موت کی دعا کی۔ یہ تو بالکل صاف بات ہے کہ مرزا صاحب متوفی ہر حیثیت میں میاں محمود احمد سے اعلی و ارفع تھے یعنی

۱۔ وہ باپ تھے۔ یہ بیٹا ہے۔

۲۔ بقول خود وہ مسیح موعود نبی تھے۔ یہ ان کے ماتحت امتی ہیں۔

۳۔ وہ مامور اور ملہم تھے۔ یہ کچھ بھی نہیں۔

۴۔ ان سے خدا کا وعدہ تھا کہ میں تیری سب دعائیں قبول کرونگا (اجیب کل دعائک .. (تریاق القلوب۔ ص ۳۸) میاں محمود احمد سے ایسا وعدہ نہیں۔

۵۔ وہ اصل تھے یہ نائب۔ وغیر ذالک۔

پس جس امر میں انہوں نے دعا کر کے اللہ سے فیصلہ چاہا اور خدا نے اس دعا کے قبول کر لینے کا بذریعہ الہام موصوف سے وعدہ بھی کیا ہو اور میاں محمود بھی اس وعدے کے معترف ہوں اور اس دعا کا اثر بھی نمایاں ہو چکا ہو پھر بھی کسی مرزائی مبحث پر بذریعہ مباہلہ خدا سے فیصلہ چاہا جائے تو سابقہ خدائی فیصلے کی سخت ہتک ہے۔ اس لئے خدائی غیرت نے اپنے سابقہ فیصلے کو ہتک سے بچانے کے لئے کسی دوسرے مباہلہ کو وقوع میں آنے سے روک دیا۔

سنئے مرزا صاحب نے دعا کی تھی کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں مرے۔ اس دعا کے قبول ہونے کا الہام آپ کو ہوا تھا۔ چنانچہ میاں محمود خلیفہ قادیان کو اس امر کا اعتراف ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

جب حضرت اقدس نے ثناء اللہ کی نسبت دعا کی اور خدا تعالی نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دیدی تو یہ ایک وعید کی پیش گوئی ہوگئی (رسالہ تشحیذ الاذہان زیر ادارت محمود احمد جون جولائی ۱۹۰۸ء۔ ص ۷۹)

یعنی باپ بیٹے یا رسول اور خلیفہ کے بیانات سے کیسا صاف ثابت ہے کہ مرزا صاحب کا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو میری زندگی میں مرجانا تمام مرزائی مباحثات کا خاتمہ ہے۔اب مباہلہ کی حاجت کیا ہے؟ ۔ (اہل حدیث ۲۹ نومبر ۱۹۳۵ء ص ۶۔۷)

☆ ایک مرتبہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مولوی محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کو مخاطب کرکے کھلی چٹھی شائع فرمائی جو یوں تھی

' معروض ہے کہ آپ کے جلسے میں مسئلہ نبوت مرزا صاحب پر مباحثہ کا ذکر دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ میں اپنا پرانا مطالبہ ایک دفعہ پھر آپ کی خدمت میں پیش کروں جس کو آپ کئی سالوں سے ٹالتے آرہے ہیں حالانکہ وہ سب اختلافات کے لئے اصلاً فیصلہ کن ہے کیونکہ اس کو آپ کے پیرو مرشد حضرت مرزا صاحب نے آخری فیصلہ کے نام سے موسوم کیا ہوا ہے۔ جس کا پورا نام یہ ہے ' مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ ' جس کا مضمون یہ ہے کہ ہم دونوں (مرزا و ثناء اللہ) میں سے جو جھوٹا ہوگا وہ پہلے مرے گا۔ پس جبکہ آپ کے جلسے میں کسی مسئلے پر مباحثہ کا ہونا جائز ہے جس کا ثبوت آپ کا گذشتہ ریکارڈ اور موجودہ پروگرام ہے تو پھر کیوں نہ آپ موقع دیں کہ آپ سے آخری فیصلہ پر مباحثہ ہو ۔ (نوٹ ۔ اوقات جلسہ اگر رک چکے ہوں تو جلسہ کے بعد دوسرے روز سہی ۔ بہرحال توجہ سامی کی ضرورت ہے)۔

امیدوار جواب باصواب ابوالوفا ثناء اللہ امرتسر ۲۴ دسمبر ۱۹۳۵ء ۔

یہ خط اشتہار کی صورت میں شائع کیا گیا اور پھر ۲۷ دسمبر ۱۹۳۵ء کے اخبار اہل حدیث میں شائع کیا گیا۔اس چیلنج کے جواب میں لاہوری مرزائی خاموش بیٹھے رہے

☆ مولانا امرتسری نے آخری فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ لکھا

. مرزا صاحب نے اس آخری فیصلہ میں جو لکھا تھا اس کا خلاصہ ہم دو جملوں میں پیش کرتے ہیں ۔ ان میں ایک جملہ خبریہ ہے اور دوسرا انشائیہ۔

جملہ خبریہ یہ ہے

. اگر میں کذاب اور مفتری ہوں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا . واقعہ یہ ہے کہ جب اس اعلان پر تیرہ مہینے گذر گئے تو مرزا صاحب (میری زندگی میں) انتقال کر گئے ۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اگر یہ جملہ خبریہ اپنے معنی میں

صادق ہے تو مرزا صاحب اپنی موت کی وجہ سے کاذب اور مفتری ثابت ہوئے۔ اور اگر یہ جملہ کاذب ہے تو مرزا صاحب اس قول کے قائل ہونے کی وجہ سے کاذب ٹھہرے۔ کیونکہ کلام کاذب کا متکلم کاذب ہوتا ہے۔

دوسرا جملہ انشائیہ جو اس اعلان میں درج ہے یہ ہے

. اے خدا مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ جو تیری نگاہ میں کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں اٹھالے۔ یہ جملہ دعائیہ ہے۔ جس کی قبولیت کی اطلاع مرزا صاحب کو بقول ان کے ان لفظوں میں دی گئی۔ اجیب دعوۃ الداع۔ جس کو مرزا صاحب نے اپنے مذکورہ اعلان کے متعلق خود چسپاں کیا تھا۔ ملاحظہ ہو اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء۔ پس ثابت ہوا کہ یہ جملہ انشائیہ (دعائیہ) بھی فیصلہ کن ہے۔ جو خدائی قبولیت کی وجہ سے گویا پریوی کونسل کا فیصلہ ہے۔

(اہل حدیث امرتسر ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء ص ۵)

☆ اور یہ ۱۹۴۰ء کی بات ہے جب مرزائیوں کے قادیانی اور لاہوری گروپوں کے سربراہوں میں باہمی مباحثے کی بات چل رہی تھی۔ مولوی محمد علی لاہوری کہتے تھے

. قادیان کی جماعت حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے اصل مقصد سے ہٹ گئی ہے۔ قرآن کریم کی اشاعت کا نام تک ان کی زبان پر آنا مشکل ہو گیا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے مقصد سے ہٹ گئے ہیں بلکہ یہ آپ کے مسلک سے بھی بہت دور چلے گئے ہیں۔ قادیان میں ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جا رہی ہے۔ اس نئے مذہب میں نام تو حضرت مسیح موعود کا ہے لیکن درحقیقت اس کی ساری بنیاد خلافت پر ہے۔ بے شک ابھی یہ بات پورے طور پر واضح نہیں۔ لیکن کچھ وقت بعد سارے پردے ہٹ جائیں گے اور ساری پوشیدہ باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ یہ میں نے جو کچھ کہا ہے بالکل درست ہے۔ اس میں قطعاً کوئی غلط بیانی یا مبالغہ نہیں ہے۔ میں خانہ خدا میں اس مقام (منبر) پر کھڑا ہوں اور نہ ہمیں قادیانی جماعت سے کوئی ضد ہے۔ نئے قادیانی مذہب میں صرف محمود باقی رہتا ہے۔ اس وقت میرے ہاتھ میں الفضل مورخہ ۵۔ اپریل ۱۹۴۰ء کا پرچہ ہے۔ اس میں میاں (محمود) صاحب کا ۱۹۔ امان ۱۳۱۹ ھش (قادیانیوں کا جدید سن) کا خطبہ شائع ہوا ہے۔

اس خطبہ کی ابتدا ہی میں میاں (محمود) صاحب کہتے ہیں

حضرت مسیح موعود کے زمانہ کی بات ہے۔ ابھی نہ کوئی خلافت کا سوال تھا۔ نہ اس قسم کا نظام جماعت کے سامنے تھا کہ مجھے الہام ہوا ان الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ مسیح موعود ابھی زندہ ہی تھے۔ میں نے آپ کو یہ الہام سنایا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے الہاموں کی کاپی میں یادداشت کے طور پر اسے درج فرما لیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں یقیناً ان کو جو تیرے متبع ہوں گے ان لوگوں پر جو تیرے مخالف ہوں گے ہمیشہ غالب رکھونگا اور یہ غلبہ قیامت تک رہے گا (ص۳)

الہام میاں (محمود) صاحب کو ہوا اور اسے درج حضرت مسیح موعود نے اپنی کاپی میں فرمالیا۔ گویا حضرت مسیح موعود نے بقول میاں صاحب تسلیم کر لیا کہ میرا نہیں بلکہ میرے بیٹے کا ماننا ضروری ہے اور اسی کا غلبہ تا قیامت رہے گا۔ یہ ہے وہ نیا مذہب جو آج کل قادیان میں بن رہا ہے۔ دیکھ لیجئے۔ اس میں حضرت مسیح موعود باقی نہیں رہے۔ صرف محمود باقی رہ گیا ہے۔ جس طرح ماموروں کا ماننا ضروری ہے اسی طرح میاں صاحب نے اپنا ماننا ضروری قرار دیا ہے۔ انہیں ویسے تو ماموریت کا دعویٰ نہیں لیکن مقام وہ اختیار کیا ہے جو ماموروں کے لائق ہے۔

اس کے بعد اسی خطبہ میں میاں (محمود) صاحب نے کہا ہے کہ گذشتہ ایام سے غیر مبایعین پھر سر اٹھا رہے ہیں اور وہ اپنے دل میں یہ امیدیں قائم کر رہے ہیں کہ وہ جماعت میں پھر کوئی فتنہ پیدا کر سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایک علیحدہ اخبار ینگ مسلم اسی غرض سے جاری کیا ہوا ہے۔ اور ان کے بعض آدمی بھی وقتاً فوقتاً قادیان میں آتے اور بعض منافقین سے سنتے رہتے ہیں۔ اور وہ اپنے دل میں پھر یہ خیال کرنے لگ گئے ہیں کہ اس رنگ میں وہ کامیاب ہو جائینگے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ وہ یقیناً ناکام رہیں گے۔ پس چاہے وہ کتنا زور لگا لیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے (ص۴)

اس بڑے بول کے باوجود میاں (محمود) صاحب کو فکر بھی ہے کہ 'جہاں اللہ کا یہ وعدہ ہمیں یقین دلاتا ہے کہ ہم غالب رہیں گے وہاں ایک اور بات کی طرف بھی ہمیں توجہ دلاتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ قیامت تک میرے ماننے والے منکرین خلافت پر غالب رہیں گے بتا رہا ہے کہ مخالفین خلافت کسی نہ کسی صورت میں

باقی رہیں گے۔ یہ بات یقیناً فکروالی ہے کیونکہ اگر دشمن نے کسی نہ کسی رنگ میں رہنا ہے اور اگر مخالف نے کسی نہ کسی رنگ میں ہمیشہ ہمارے راستے میں روڑے اٹکاتے رہنا ہے تو ہمارے لئے بھی ہمیشہ ہی اس کے مقابلے کا انتظام کرتے رہنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ انسانی جسم میں اگر کوئی مرض رہے تو بہر حال اس کا علاج ضروری ہوتا ہے۔ ایک شخص کو نزلہ ہوتا ہے اور چند دنوں کے بعد وہ اچھا ہو جاتا ہے تو وہ اتنے ہی دن دوائی کھاتا ہے جتنے دن بیمار رہتا ہے۔ ایک اور شخص کو بخار ہوتا ہے اور وہ اچھا ہو جاتا ہے تو وہ بھی اتنے ہی دن دوائی کھاتا ہے جتنے دن بیمار رہتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مرض ایسا ہو جو خواہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو مگر ہمیشہ ساتھ رہے تو اس کے متعلق انسان ہمیشہ دوائی استعمال کرتا رہتا ہے تا کہ مرض دبا رہے اور وہ جسم پر غلبہ نہ پائے۔ پس صرف اس بات پر خوش ہونے کی کوئی وجہ نہیں کہ ہم غالب رہیں گے ...بہر حال وہ فتنہ ایسا نہیں کہ ہم اس کی طرف سے غافل ہوسکیں'

اب دیکھ لیجئے میاں (محمود) صاحب صاف کہہ رہے ہیں کہ میرے ماننے والے منکرین خلافت پر ہمیشہ غالب رہیں گے۔ نہ اللہ رہا نہ رسول رہا۔ نہ مسیح موعود رہا۔ صرف خلیفہ ہی خلیفہ رہ گیا۔ اور فکر بھی صرف اس بات کی ہے کہ منکرین خلافت ہمیشہ رہیں گے۔

(مولوی محمد علی کہتے ہیں) خیر یہ تو ایک ضمنی بات آ گئی تھی اصل چیز جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ ایک اور ہے۔ میاں صاحب نے اپنے خطبہ جمعہ ۱۵ مارچ (۱۹۴۰ء) میں جس کا عنوان ہے 'دینی اور دنیوی کاموں میں ہمیشہ سچ اختیار کرو' بظاہر سچ بولنے پر بہت زور دیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسی خطبہ میں بہت ہی نہائت افسوسناک غلط بیانیاں کی ہیں۔ ایک جگہ مسئلہ نبوت کے متعلق آپ کہتے ہیں

'اسی طرح پہلے آپ لکھتے رہے کہ میں نبی نہیں ہوں مگر بعد میں نبوت کا دعوی کیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ میرا تو پہلے بھی یہی مطلب تھا کہ میں نبی ہوں۔ 'نہیں' کا لفظ کاتب نے غلطی سے لکھ دیا۔ بلکہ سادگی سے اقرار کر لیا کہ مسلمانوں کے پرانے عقیدے کے مطابق میں اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتا تھا۔ مگر خدا کی بارش طرح وحی نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہیں رہنے دیا' (الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء)

گویا خلیفہ صاحب نے یہ صورت قائم کی ہے کہ پہلے حضرت مسیح موعود اپنے آپ کو نبی نہیں کہتے تھے بعد میں کہنے لگے۔ اسوقت لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا بے شک میں کہتا تھا کہ میں نبی نہیں ہوں لیکن یہ میرا انکار مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کے مطابق تھا۔

میاں صاحب کا یہ بیان از سرتا پا غلط ہے۔ اول دیکھنے والی یہ بات ہے کہ کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کبھی پہلے اپنے آپ کو نبی نہ کہتے تھے اور بعد میں کہنے لگے۔ اور لوگوں کے اعتراض پر آپ نے یہ فرمایا ہو کہ میرا انکار مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کی وجہ سے تھا۔ یہ از سر تا پا غلط ہے۔ گو اس کے اول اور آخر دوسروں کو سچ بولنے کی تلقین ہو مگر اس میں ذرہ بھر صداقت نہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ لوگوں نے کب آپ پر نبوت کی وجہ سے اعتراض کیا اور کفر کا فتوی لگایا؟ یقیناً آپ کے دعوی مسیحیت پر ہی لوگوں نے آپ پر کفر کا فتوی لگایا اور آپ کی طرف دعوی نبوت منسوب کیا۔ اس سے پہلے تو نہیں ہوا۔ اس وقت تو ان اعتراضات اور فتاوی کفر کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ

کیا ایسا بد بخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوی کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں ' (انجام آتھم ص ۲۷)

گویا جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کا دعوی کرتا ہے اس کے متعلق حضرت (مرزا) صاحب فرماتے ہیں کہ وہ قرآن شریف پر کیسے ایمان رکھ سکتا ہے اور جو قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہے وہ دعوی نبوت و رسالت کس طرح کر سکتا ہے۔ یعنی آپ فرماتے ہیں کہ یہ دو متضاد چیزیں ہیں کہ ایک شخص قرآن پر بھی ایمان رکھے اور دعوی نبوت و رسالت بھی کرے۔ اس کے بعد آپ لفظ نبی کو لغوی معنوں میں استعمال کرنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ

' غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنی کے لحاظ سے اسے بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے ' (ایضاً)

دیکھ لیجئے جہاں حضرت (مرزا) صاحب حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو کافر اور مفتری قرار دیتے ہیں وہاں لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے لفظ نبی کے استعمال کو مستلزم کفر قرار نہیں دیتے۔ آگے چل کر لفظ نبی کی مزید تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ

'بعض اوقات خدا تعالیٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیا کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ مسیح موعود (مرزا صاحب) کا نام .. نبی اللہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیا کرام کی کتابوں میں مسلم ہیں' (ایضاً)

حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کی ان تشریحات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ لفظ نبی کے استعمال سے آپ کی مراد کیا تھی اور میاں (محمود) صاحب نے جو یہ منبر پر کھڑے ہو کر کہا ہے کہ 'سادگی' سے اقرار کر لیا کہ مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کے مطابق میں اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتا تھا' بالکل غلط ہے۔ اب یہ نیا مذہب قادیان میں بن رہا ہے اور لوگوں کی آنکھوں کے سامنے بن رہا ہے۔ لیکن کسی (قادیانی) کو مجال نہیں کہ وہ اس کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نکال سکے۔

حضرت (مرزا) صاحب کی طرف خواہ مخواہ دعویٰ نبوت منسوب کیا جا رہا ہے۔ اور اس بارہ میں عجیب و غریب قسم کی متضاد باتیں کہی جا رہی ہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب نے ۹۱۔۱۸۹۰ء میں دعویٰ نبوت کیا۔ کبھی ۱۹۰۱ء کا نام لیا جاتا ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں دعویٰ نبوت کیا۔ حالانکہ 'ایک غلطی کا ازالہ' جو ۱۹۰۱ء کی ایک کتاب ہے اس میں حضرت صاحب صاف صاف فرماتے ہیں کہ

'چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت ﷺ سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بیشک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے'

لیکن جس طرح میاں (محمود) صاحب نے اس خطبہ میں بیان کیا ہے اس طرح حضرت (مرزا) صاحب کی وحی نبوت چالیس سال سے بڑھ جاتی ہے۔ جو حضرت صاحب کے ہی مندرجہ بالا ارشاد کے مطابق معصیت ہے۔ اسکے بعد نبی کا لفظ لغوی معنوں میں بطور مجاز و استعارہ استعمال کرنے کا ذکر کرتے ہوئے اسی کتاب میں

فرماتے ہیں کہ 'اس طور پر نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا'

لیکن خلیفہ صاحب اس کے برعکس فرما رہے ہیں کہ پہلے حضرت صاحب اپنے آپ کو نبی نہیں کہتے تھے۔ بعد میں دعویٰ نبوت کیا 'سادگی سے اقرار کرلیا کہ مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کے مطابق میں اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتا تھا'

اب نہ صرف میاں صاحب کو بلکہ ساری قادیانی جماعت کو میں چیلنج دیتا ہوں کہ وہ حضرت (مرزا صاحب) کی کسی تحریر اور کسی تقریر سے یہ بات نکال کر دکھائیں

مجھے نہائت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میاں صاحب نے یہ غلط بیانی سچ بولنے کی تلقین کے وعظ میں کی ہے۔ اصل میں جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنے میں میاں صاحب نے طرح طرح کی ٹھوکریں کھائی اور غلط بیانیاں کی ہیں۔ کبھی لکھا کہ ۱۹۰۲ء میں دعویٰ نبوت کیا۔ کبھی یہ کہ ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا...

میں میاں (محمود) صاحب کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ

'ان تین مسائل کے متعلق جس طرح چاہیں ثالثوں کو رکھ کر یا بغیر اس کے یہ بحث کرلیں کہ ہم دونوں فریق لاہور اور قادیان میں سے کس کا مسلک حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کی تعلیم کے مطابق ہے اور کون اس مسلک سے دور جا رہا ہے۔ وہ تین مسائل جو دونوں جماعتوں میں وجہ نزاع ہیں۔ یہ ہیں۔ ۱۔ مسئلہ کفر و اسلام۔ ۲۔ مسئلہ نبوت۔ ۳۔ مسئلہ خلافت۔ بے شک ثالث مقرر کرلیا جائے۔ یا اور کوئی معقول صورت ہو۔ میں اکیلا بحث کرونگا۔ بحث تحریری ہوگی۔ میں اکیلا گفتگو کرونگا اور کسی کی امداد کا خواہاں نہیں ہونگا۔ میاں (محمود) صاحب بے شک اپنی امداد کے لئے جس قدر آدمی چاہیں لے آئیں۔ میری امداد کے لئے خدا کافی ہے۔ ہاں بحث تحریری ہوگی'۔ (پیغام صلح لاہور ۱۸ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۴ تا ۶)'

(مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں) کہ الفضل ۲۴ اپریل ۱۹۴۰ء میں اس چیلنج کی منظوری آگئی تو ہم نے بھی اس مباحثے میں اپنی خدمت پیش کی کہ جو فریق ہم سے کوئی مشورہ لے گا یا کوئی حوالہ پوچھے گا تو ہم بلا دریغ بتا دیں گے۔ انشاء اللہ اور تجویز پیش کی کہ چونکہ امرتسر لاہور اور قادیان میں مکاناً سوی کا حکم رکھتا ہے

۔اس لئے مجوزہ مباحثہ امرتسر ہی میں ہونا چاہیے اور ہم اس کے انتظام میں مدد دینے کو حاضر ہیں۔ نیز مولانا نے لکھا ' ہم بھی جماعت احمدیہ سے پرانا تعلق رکھتے ہیں۔ جو ان دو جماعتوں کے امتیازی وجود سے پہلے کا ہے۔ اس لئے اس باہمی مباحثہ کے اختتام کے بعد ہمارا چیلنج ہوگا کہ مرزا صاحب کے آخری فیصلہ کے متعلق دونوں جماعتیں ہم سے گفتگو کر لیں۔ اور ہم خوش ہوں گے کہ اگر ہمارے مقابلہ میں دونوں جماعتیں متفق ہو جائیں۔ مگر مناظر جو شخص بھی منتخب ہو وہ فریقین کے سرگروہوں کی اجازت سے ہونا چاہیے۔ مولوی محمد علی کے یہ الفاظ میں بھی دہراتا ہوں کہ میں اکیلا بحث کرونگا اور بحث تحریری ہوگی۔ باقی شرائط تقسیم اوقات وغیرہ کے متعلق جو آپ لوگوں کے مابین طے ہوں وہ مجھے بھی منظور ہوں گی۔

(اہل حدیث امرتسر ۳ مئی ۱۹۴۰ء ص ۴۔ ۶)

☆ ۱۹۴۶ء قادیانیوں اور لاہوری مرزائیوں میں ایک تنازعہ چل رہا تھا اور سیٹھ عبداللہ الہ دین کہتے تھے کہ لاہوری جماعت کے امام مولوی محمد علی حلف اٹھائیں اور ان سے ۶۰ ہزار روپیہ لیں، مولوی محمد علی نے جواباً کہہ رکھا تھا کہ ہمارا جلسہ اخیر دسمبر میں ہونے والہ ہے آپ آجائیں اور حلف اٹھوالیں۔ اس پر مولانا ثناءاللہ نے یہ خیال کر کے کہ کہیں لاہور یا قادیان میں مقام حلف کا تنازعہ کھڑا ہو کر یہ معاملہ رک نہ جائے یہ تجویز پیش فرمائی کہ دونوں فریق امرتسر کی اسی عیدگاہ میں آجائیں جہاں مرزا صاحب نے بھی ایک مباہلہ کیا تھا۔ انتظامات کے سلسلے میں اپنی خدمات ہم بھی پیش کرتے ہیں آپ نے مزید فرمایا

. فریقین کے حلفیہ فیصلہ کے بعد ہم ان دونوں فریقوں کو متحد اور متفق کرنے کے لئے اپنی شخصیت پیش کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم دونوں آپس میں جنگ کر چکے اب تمہارے اتفاق کی ایک صورت ہم بتاتے ہیں کہ ہمارے سامنے تم دونوں متحد ہو کر آجاؤ اور مرزا صاحب کے آخری فیصلے والے مضمون پر ہم سے بحث کر لو..
۔۔ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے آخری فیصلے والے اشتہار میں جو دعا کی شائع تھی وہ بارگاہ الٰہی میں قبول ہو کر اپنا جلوہ دکھا چکی ہے۔ پس آپ دونوں فریق اس دعا کی قبولیت کو تسلیم کریں یا انکار کی وجوہات بتائیں ..سیٹھ عبداللہ الہ دین اس مباحثے میں خلیفہ کی اجازت مطبوعہ شائع کر کے ہمارے سامنے آئے اور جن علماء کو اپنا وکیل بنانا چا

ہے بنا لے۔ اگر وہ چاہیں تو اس مقابلہ کے لئے ہم بٹالہ میں جو قادیان سے قریب ہے پہنچ جائیں گے۔ ہاں یہ شرط ضروری ہوگی کہ اس مناظرہ میں سیشن جج کے درجے کا کوئی شخص منصف ہونا چاہیے. (اہل حدیث ۲۰ دسمبر ۱۹۴۶ء ص ۴)

اور مرزائیوں کے دونوں گروپ اس چیلنج پر خاموش رہے۔

☆ ۱۲ مارچ (۱۹۳۵ء) کو بتقریب جلسہ دارالعلوم عربیہ جامع مسجد شہر میرٹھ میں آخری فیصلہ پر مولانا ثناءاللہ امرتسری کا ایک مباحثہ ہوا۔ ان کے مقابلے میں مرزائیوں کی لاہوری جماعت کے مولوی اختر حسین مبلغ پیش ہوئے لیکن ان کے مشیر مولوی عمر الدین جالندھری معروف شملوی رہے۔ مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ

ہم نے سمجھا تھا کہ شملوی صاحب مرزائی لٹریچر کے بڑے ماہر ہیں۔ اور کئی دفعہ اس مضمون پر بحث کرنے کی آرزو کر چکے ہیں۔ شائد انعامی مباحثہ لودہانہ کے بعد کوئی مزید معلومات آپ نے حاصل کئے ہوں کیونکہ لودہانہ کی انعامی رقم تین سو میں مبلغ پچاس روپئے آپ کے بھی شامل تھے۔ مگر دوران مباحثہ ہمارا خیال غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ مباحثہ میں اس طرف کوئی جدت ہم نے نہیں پائی۔ بلکہ وہی باتیں سنیں جو ۱۹۰۸ء سے آج تک جماعت مرزائیہ پیش کرتی آئی ہے۔ اگر واقعہ کو ملحوظ رکھ کر رائے قائم کریں تو انصاف یہی ہے کہ امت مرزائیہ کو معذور قرار دیا جائے۔ آخر وہ کریں تو کیا کریں۔ ایک بت کو کھڑا کر کے اس کی پوجا کر رہے ہیں۔ اب ان کو کہا جاتا ہے فاسئلوھم ان کانوا ینطقون اس کے جواب میں وہ اس سے زیادہ کیا کہیں گے لقد علمت ما ھاء لاء ینطقون مرزا صاحب متوفی نے اشتہار آخری فیصلہ کے شروع ہی میں فیصلے کی قطعیت پر قسم کھائی ہوئی ہے۔ پھر یہ فیصلہ بصورت واقعہ کیوں ظہور پذیر نہ ہوتا۔ بہر حال مباحثہ میرٹھ میں جو کچھ فریق ثانی سے بن آیا وہ انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔ جس کو مولوی عمر دین مذکور نے اپنے اخبار (پیغام صلح لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۳۵ء ص ۶) میں شائع کرایا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں

' ہم نے بتایا کہ دراصل مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ مدتوں سے یہ جھگڑا چلا آرہا تھا کہ وہ مباہلہ کر کے فیصلہ کرلیں۔ مگر مولوی صاحب حیلہ و بہانہ سے اس تلخ

پیالہ کو ٹالتے رہے.... یہاں تک کہ جب انہوں نے ۱۹۰۷ء کے شروع میں مباہلہ پر ذرا سی آمادگی ظاہر کی تو فوراً ان کو مباہلہ کے شکنجہ میں جکڑنے کے لئے ان کا چیلنج منظور کر لیا گیا۔ مگر ان کو کہا گیا کہ چونکہ کتاب حقیقت الوحی قریباً چھپ چکی ہے اس لئے ہم اس کتاب کے ہمراہ اپنی طرف سے مباہلہ کا اشتہار شائع کر دیں گے مولوی ثناء اللہ صاحب کو کتاب بھیج دی جائے گی۔ پھر مولوی صاحب کتاب کو اچھی طرح پڑھ لیں اور اگر پھر بھی ان کی تسلی نہ ہو اور وہ مباہلہ کے لئے تیار ہوں تو ہمارے اشتہار مباہلہ کے بالمقابل مباہلہ کا اشتہار دیکر آخری فیصلہ کر لیں۔ مگر اس اعلان کو مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے فرار کے مترادف قرار دے کر شور مچایا کہ لو کرشن قادیانی، وہ بھاگا، وغیرہ وغیرہ۔ تب اس ظلم کو دیکھ کر حضرت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی کے ہمراہ اشتہار شائع کرنے کی بجائے ایک علیحدہ اشتہار مباہلہ آخری فیصلہ کی غرض سے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کر دیا'

(مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں کہ شملوی کی) اس عبارت کے سات فقرے حسب ذیل ہیں

۱۔ ۱۹۰۷ء میں میں (ثناء اللہ) نے مباہلہ پر زور دیا

۲۔ مرزا صاحب نے میرا چیلنج منظور کر لیا۔

۳۔ میرے چیلنج کی منظوری دے کر مباہلہ کرنا (مرزا صاحب نے اپنی کتاب) کتاب حقیۃ الوحی کے شائع ہونے تک ملتوی رکھا

۴۔ حقیقۃ الوحی کے ساتھ اپنی (مرزا صاحب کی) طرف سے ایک اشتہار مباہلہ دینے کا وعدہ کیا۔

۵ کتاب حقیقۃ الوحی پڑھ لینے کے بعد میرے (ثناء اللہ کے) جوابی اشتہار کا انتظار کرنا بھی ضروری قرار دیا۔

۶ میں (ثناء اللہ) نے مرزا صاحب کی اس تحریر کو فرار قرار دیا۔

۷۔ مرزا صاحب نے جو اشتہار حقیقۃ الوحی کے ساتھ بغرض مباہلہ دینا تھا میرے ایسا کرنے پر وہی اشتہار بعنوان 'مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ' ۱۵ اپریل (۱۹۰۷ء) کو شائع کر دیا۔

ان سب فقرات سے (شملوی صاحب کو) یہ نتیجہ نکالنا منظور ہے کہ چونکہ

مولوی ثناء اللہ نے اعلان آخری فیصلہ کے مقابلے پر منظوری کا اشتہار نہیں دیا تھا لہذا یہ مباہلہ منعقد نہیں تو دلیل بھی نہ ہوا۔

مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ مجھے ان لوگوں پر رحم آتا ہے کہ یہ لوگ مرزا صاحب کے فیصلہ حقہ کو بماتحت آئت کریمہ لیدحضوا بہ الحق مکدر کرنے کے لئے بڑی جدوجہد کرتے رہے ہیں لیکن غور نہیں کرتے کہ جس خدا نے مجھے مئی ۱۹۰۸ء میں بروز انتقال مرزا صاحب اور اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لودہانہ بین فتح دی آج بھی وہی میرا حافظ و ناصر ہے ۔ وھو یتولی الصالحین ۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مولوی عمرالدین مذکور کا یہ بیان سراسر غلط ہے۔ نہ مرزا صاحب نے ایسا لکھا جو ان کی طرف منسوب کیا گیا۔ نہ میں نے ایسا لکھا جو میری طرف منسوب کیا گیا۔ مزید لطف یہ ہے کہ میرٹھ میں بوقت مباحثہ (شملوی صاحب یا مولوی اختر حسین نے) ایسا کہا بھی نہیں ۔ تقاضائے صداقت تو یہ تھا کہ شملوی صاحب اس واقعہ کے متعلق مرزا صاحب کی اصل عبارت ان کے الفاظ میں نقل کرتے ۔ پھر بطور نتیجہ جو کچھ چاہتے اس سے اخذ کرتے ۔مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ اس لئے ہم اصل الفاظ نقل کرتے ہیں تا کہ بانصاف ناظرین کو صحیح رائے قائم کرنے کا موقع مل سکے ۔

اخبار الحکم میں یہ سرخی دی گئی تھی کہ ' مولوی ثناء اللہ امرتسری کا چیلنج منظور کیا گیا ' اس سرخی کے نیچے اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کی عبارت نقل کر کے لکھا تھا

' حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے فرمایا کہ یہ مباہلہ (ثناء اللہ کے ساتھ) چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے ۔ اور امید ہے کہ بیس پچیس روز تک انشاء اللہ کتاب شائع ہو جائے گی ۔ اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں ۔ اور دو سو سے سوا اس میں نشانات بھی لکھے گئے ہیں ۔ یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی اور وہ اس کو اول سے آخر تک پڑھ لے ۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہو گا جس میں ہم ظاہر کر دیں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کر لیا اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب (حقیقۃ الوحی) میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر یہ ہمارا افترا ہے تو لعنۃ

اللہ علی الکاذبین ' (اخبار الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء۔ص ۱۹)۔

اس عبارت میں مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی کے ساتھ جو اشتہار دینا تجویز کیا ہے اس کا مضمون بھی بتا دیا ہے جو یہ ہے کہ

' ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کرلیا اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب (حقیقۃ الوحی) میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر یہ ہمارا افترا ہے تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین '

اب سنو۔ اشتہار آخری فیصلہ اگر اس مضمون کی عکسی تصویر ہے تو اس میں مرزا صاحب کی قسم اور کتاب حقیقۃ الوحی کا نام اور الہامات کا ذکر دکھا دیں۔

شملوی صاحب نے اس غلط بیانی سے بڑھ کر ایک اور غلط بیانی کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں

' مولوی (ثناء اللہ) صاحب کا ایک یہ عذر تھا کہ میں لدھیانہ میں ۳۰۰ روپے انعام اس آخری مباحثہ میں جیت چکا ہوں۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ سنت صدیق اکبر کے موافق ہم مال کو بڑھا کر پھر انعامی مباحثہ کرتے ہیں۔ کیا آپ تیار ہیں؟ دس آدمی مسلمانوں میں سے ہم چن کر ثالث بنائیں گے اور دس احمدیوں میں سے آپ چن لیں۔ اور ۵ آدمی غیر جانبدار مسلمہ فریقین ہوں گے۔ ان کا فیصلہ جو کثرت رائے سے ہو قبول کرلیا جائے۔ مال جس قدر چاہو بڑھا لو۔ نصف ہماری جماعت کا اور نصف آپ کی جماعت کی طرف سے ہوگا (ہماری جماعت سے کیوں؟ کیا صدیق اکبر نے کفار کو ایسا کرنے کو کہا تھا؟) مولوی (ثناء اللہ) صاحب نے اس کو ہوا قرار دے کر رد کر دیا اور کہا کہ میں تو مولانا محمد علی صاحب سے ہی یہ مباحثہ کرونگا۔ دوسرے لفظوں میں مولوی صاحب نے بہانہ سے ہمارے ساتھ انعامی مباحثہ کرنے سے انکار کردیا۔ لیکن ہم بذریعہ اخبار پھر مولوی صاحب کو مباحثہ کی دعوت دیتے ہیں۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ مولوی صاحب حسب عادت اس تلخ پیالہ کو خاموشی سے یا بہانہ سے ٹال دیں گے ' (پیغام صلح لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۳۵ء)

(مولانا فرماتے ہیں) واقعہ یوں ہے کہ میں نے جواب میں کہا تھا کہ اعیان جماعت احمدیہ سے پہلے بمقام لودہانہ مباحثہ ہوکر فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب اگر ہو تو

دونوں گروہوں کے سرداروں میں سے کسی کے ساتھ ہو۔ کیونکہ یہ معاملہ دراصل میرا اور مرزا صاحب متوفی کا ہے۔ میں تو بفضلہ تعالیٰ بنفس نفیس موجود ہوں مرزا صاحب انتقال کر گئے ہیں۔ اب ان کی جگہ جو گدی نشین ہے مرزا صاحب کی نیابت میں وہی میرے سامنے آنا چاہیے۔ میری اس دلیل کو حاضرین جلسہ نے بہت معقول سمجھا'۔ (اہل حدیث ۱۲ اپریل ۱۹۳۵ء ص ۴۔ ۶)

☆ مرزا محمود صاحب سے جن دنوں مولانا ثناءاللہ کے تفسیری مقابلے کی بات چل رہی تھی ان دنوں بھی مولانا نے قادیانیوں کو آخری فیصلے پر مباحثہ کی دعوت دی تھی۔ اس سلسلے میں مولانا کی ایک تحریر درج ذیل ہے۔ فرماتے ہیں

خلیفہ قادیان (مرزا محمود) نے حسب عادت پدری و ذاتی جلسہ قادیان میں اپنے مریدوں کو ثابت قدم رکھنے کے لئے تقریر میں اپنی تفسیر نویسی کے متعلق فرمایا

'مجھے بھی قرآم کریم کے ایسے معارف بتائے گئے ہیں جو کسی کو معلوم نہیں'

مولانا کہتے ہیں کہ چونکہ جلسہ عام میں یہ اعلان کیا گیا ہے اس لئے اس کی حقیقت ہم کھولتے ہیں۔

بتاریخ یکم اگست ۱۹۰۰ء بڑے میاں مرزا غلام احمد صاحب نے پیر صاحب گولڑہ اور دیگر علماء کو جن میں خاکسار بھی داخل تھا تفسیر نویسی کے لئے لاہور بلایا۔ اس شرط پر کہ تفسیر عربی زبان میں لکھی جائیگی اور فریقین جامہ تلاشی دے کر خالی ہاتھ کمرہ میں داخل ہونگے۔ پیر صاحب اور ہم سب لاہور پہنچ گئے۔ مگر مرزا صاحب نہ آئے اس عذر سے کہ مخالف مجھے مار دیں گے۔

اس کے بعد خلیفہ (محمود) صاحب نے الفضل ۱۶ جنوری ۱۹۲۵ء میں علماء دیوبند کو قرآنی معارف نمائی کا چیلنج دیا۔ جس کے جواب میں ہم نے اہل حدیث میں لکھا کہ ہم اس خدمت کو حاضر ہیں۔ سادہ قرآن لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آکر آمنے سامنے بیٹھ کر باپ کی مجوزہ شروط کے ماتحت تفسیر لکھو (اہل حدیث ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء) اس کے جواب میں خلیفہ صاحب نے یہ صورت منظور نہ کی بلکہ کہا کہ انہیں کتابوں کی خاص کر کلید قرآن کی بھی ضرورت ہوگی (الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء)۔ ہم نے یہ صورت بھی منظور کر لی۔ مگر فریق ثانی خاموش رہا۔ اس کے بعد قادیان سے

پھر آواز اٹھی کہ

' حضرت امام جماعت (احمدیہ) کو اللہ تعالی نے قرآن مجید کا ایسا علم عطا کیا ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضور بارہا اس بارے میں چیلنج دے چکے ہیں (الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء)۔

اس کی منظوری اہل حدیث ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء میں ہم نے دیدی تھی۔ بعد ازاں ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء کو یاد دہانی بھی کرائی گئی۔ آخر میں یہ کہہ کر خلیفہ نے جان چھڑائی کہ

' میرا یہ دعوی نہیں کہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب سے زیادہ عربی جانتا ہوں۔ میرا یہ دعوی ہے کہ احمدیہ جماعت معارف قرآنیہ جاننے میں حضرت مسیح موعود کے فیض سے سب دوسرے لوگوں سے بڑی ہوئی ہے۔ (الفضل ۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء)

یعنی میاں محمود ہمارے مقابلے میں وہ معارف پدری نقل کریں کر دینگے جو ان کے والد بزرگوار نے لکھے ہیں۔ اس سے زیادہ ان کی حیثیت نہیں۔

اس کے تین سال بعد لائل پور (حال فیصل آباد پاکستان) میں (مرزا محمود نے) ناواقفوں کے سامنے پھر ڈینگ ماری ہے کہ

' میں نے بارہا چیلنج کیا ہے کہ معارف قرآنی میرے مقابلہ میں لکھو۔ حالانکہ میں کوئی مامور نہیں۔ مگر کوئی بھی اس کے ماننے کو تیار نہیں ہو۔

(الفضل ۲۴ اپریل ۱۹۳۴ء ص ۸)

مولانا کہتے ہیں کہ قادیانی ممبرو۔ خدا لگتی کہو کہ ہم نے جواب میں فوراً ہی نہیں کہا تھا کہ سادہ قرآن اور سادہ کاغذ اور آزاد قلم لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آجاؤ۔ پھر تم کیوں نہ آئے؟ تم نے اس کے جواب میں کیا کہا تھا؟۔ اچھا چلو اب کیا حرج ہے؟ مرزا مرا یا سارنگی ٹوٹی اب بھی آجایئے۔ ہم سادہ قرآن لیکر پہنچ جائیں گے۔ آپ کو اجازت ہے جو کتاب چاہیں حتی کہ کلید قرآن بھی ساتھ لے آئیں۔ بٹالہ میں آئیں یا امرتسر میں، جہاں آپ کو آسانی ہو تشریف لے آئیں۔

تاہم انصاف یہ ہے جسے آپ کے سوا تمام سمجھ دار سمجھ سکتے ہیں کہ تفسیر نویسی سے ہمارا آپ کا اصلی اختلاف نہیں مٹ سکتا۔ اس سے تو اتنا معلوم ہو سکتا ہے (وہ بھی کسی مسلمہ منصف کے فیصلے کے بعد) کہ ایک فریق تفسیر اچھی لکھ سکتا ہے

۔ اس سے مرزا صاحب متوفی کے دعوی میسیحیت موعودہ پر کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔اس پر اگر اثر ہے تو اس فیصلے کا ہے جس کو خود مدعی (مرزا غلام احمد) نے فیصلہ بلکہ ' آخری فیصلہ ' قرار دیا ہوا ہے۔اس لئے ضروری اور اشد ضروری ہے کہ بعد مقابلہ تفسیرنویسی کے ' آخری فیصلہ ' پر ہمارے ساتھ آپ کی سیرکن بحث ہونے کے بعد مسلمہ منصف سے فیصلہ کرایا جائے ۔تاکہ روز کے اختلافات سے امت کو چین نصیب ہو ۔کیا آپ منظور کریں گے ؟ ' (اہل حدیث یکم جون ۱۹۳۴ءص ۳ ۔ ۴)

☆ مولانا ثناء اللہ نے ایک دفعہ . خلیفہ قادیان کی نئی چال . کے عنوان سے لکھا

آخری فیصلہ پر بہت دفعہ گفتگو ہوئی ۔مسلمہ منصف نے فیصلہ دیا۔ہم نے تین سو روپئہ انعام بھی لیا۔ ان سب واقعات نے قادیان اور لاہور کا قافیہ ایسا تنگ کیا ہے کہ بات بنائے نہیں بنتی ۔سوجھائے نہیں سوجھتی ۔آخر سوچ بچار کے بعد خلیفہ قادیان نے اس دفعہ ایام جلسہ (قادیان) میں خطبے میں ایک لمبی تقریر فرمائی جس میں آخری فیصلہ کا مفصل ذکر کیا۔ پرانی باتوں کے علاوہ نئی بات اس میں یہ اضافہ کی ہے کہ مجھ سے حلف کا مطالبہ کیا ہے۔آپ کے الفاظ حسب ذیل ہیں ۔

اگر وہ اپنی باتوں پر مصر ہیں تو اب بھی ان کے لئے موقع ہے اور اگر ان میں ذرہ بھی تخم دیانت کا باقی ہے تو میں اعلان کرتا ہوں کہ وہ اپنے اخبار میں شائع کردیں کہ میں مرزا صاحب کو مفتری کذاب اور دجال خیال کرتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے مرزا صاحب کا شائع کیا ہوا طریق مقابلہ تسلیم کرلیا تھا۔ اور اس کو صداقت کے پرکھنے کا معیار اس وقت بھی سمجھتا تھا اور اب بھی سمجھتا ہوں ۔اور یقین رکھتا ہوں کہ مرزا صاحب میرے مقابلے کی وجہ سے ہلاک ہوئے ۔اے خدا اگر میں اس دعوی میں جھوٹا اور کاذب ہوں تو مجھے اپنے عذاب سے ہلاک کر دے ۔اس دعا کے شائع کرنے کے بعد اگر قریب ترین عرصہ میں وہ اللہ تعالی کی لعنت میں گرفتار نہ ہوجائیں اور خدا تعالی کی قہری تجلیات کا نشانہ نہ بن جائیں توبے شک وہ اپنے آپ کو سچا سمجھیں (الفضل ۴ جنوری ۱۹۳۴ء)۔

مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں کہ ہم حیران ہیں اور ہماری حیرانی فرقہ ہذا کے شروع ہی سے یہ ہے کہ یہ لوگ دعوی تو کرتے ہیں کہ ہم شریعت اسلام کے پابند ہیں

مگر ان کی جوابی گفتگو نہ قرآن سے مبرہن ہوتی ہے نہ حدیث سے مدلل ۔ مرزا صاحب کا دعوی نبوت کا ہے ۔ میں اس کا منکر (کافر) ہوں ۔کوئی آئت یا حدیث اس دعوی پر شاہد نہیں ہے کہ کافر اپنے کفر پر قسم کھائے ۔ کیونکہ کافر کو خدا کے نزدیک موردالزام اور مستوجب عذاب کرنے کے لئے اس کا کفر کافی ہے ۔ اس میں حلف کی ضرورت نہیں ۔قرآن مجید ناطق ہے کہ کافروں کا انکار محض سادہ لفظوں میں ہوتا تھا ۔ ہاں اس کے جواب میں نبی رسول قسم کھاتے تھے ۔ غور سے پڑھئے یقول الذین کفروا لست مرسلاً ۔ قل کفی با للہ شھیداً بینی و بینکم ۔ یعنی کافر لوگ کہتے ہیں تو رسول نہیں ہے ۔تو کہہ دے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ کافی ہے ۔ اس آئت مبارکہ سے ہمارے دونوں دعوے ثابت ہوتے ہیں کہ منکر نبوت کو قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ کہ مدعیان نبوت (انبیاء کرام) قسم کھاتے تھے۔

کافروں کو کسی نبی نے نہیں کہا کہ تمہارا محض انکار (کفر) کافی نہیں حلف اٹھا کر انکار کرو ۔

یہ تو ہے مسئلہ کی شرعی صورت کہ امت مرزائیہ کا کوئی حق نہیں کہ مجھ سے یا کسی اور منکر سے مطالبہ حلف کریں ۔ اگر ایسا کرنا چاہیں تو پہلے شرعی دلیل پیش کریں ۔

علاوہ اس کے حلف کا نتیجہ بتانے میں آپ (محمود) نے اپنے والد کو بھی مات کر دیا ۔کیا خوب لکھتے ہیں . قریب ترین عرصہ میں اللہ کی لعنت میں گرفتار ہوں گے .

سنو ۔ جنوری ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے جب میں نے حسب چیلنج مرزا صاحب قادیان میں پہنچ کر مرزا صاحب کو میدان میں نکلنے کی تکلیف دی تھی ۔تو پہلے جواب ملا کہ ہم (مرزا صاحب) تین گھنٹے تقریر کر کے تمہیں سمجھائیں گے ۔مگر تم زبان سے ایک حرف تک نہ بولنا بلکہ صم بکم ہوکر خاموشی سے سنتے جانا ۔ میں نے جواب میں لکھا تھا کہ تین گھنٹوں کے جواب کے لئے مجھے ۵ منٹ ہی عنائت ہوں ۔ تو جواب آیا کہ جو کچھ ہم نے کہا وہی ٹھیک ہے تم لعنت لے کر قادیان سے جاؤ گے ۔ بس چلے جاؤ ۔ اس فرمان شاہی کے ماتحت ایک لعنت (قادیان سے کامیاب واپسی) تو ایک عرصہ دراز سے مجھ پر وارد ہے (جو دراصل رحمت الٰہیہ ہے) ۔

معلوم نہیں یہ دوسری لعنت بھی اسی قسم کی ہوگی یا کسی اور نوع کی۔ بھلے آدمی عقل و فہم تو مراقی خاندان میں مفقود ہوتا ہے شرم و حیا تو ایسی چیز نہیں کہ کوئی شریف آدمی اس کا خیال نہ رکھے۔ بغور سنئے

مرزا صاحب کے متعلق ہمارا بلکہ کل دنیائے اسلام کا انکار ان کے دعوی کے متعلق ہے کہ وہ اپنے دعوی الہام میں جھوٹے تھے۔ اس امر پر باوجود غیر ضروری ہونے کے میں خود قادیان کے بھرے جلسے میں قسم کھا چکا ہوں۔ جس کے الفاظ قادیانی اخبار الفضل نے خود نقل کئے تھے . میں (ثناء اللہ) خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے ایمان میں حضرت عیسی آسمان پر زندہ ہیں۔ (الفضل ۴ اپریل ۱۹۲۱ء)

کیا سچے اور صادق نبی کے حق میں حلفیہ یہ کہنا کہ وہ جھوٹا ہے خدا کے ہاں موجب عذاب اور باعث مؤاخذہ نہیں ہے؟ پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ دنیا نے دیکھ لیا اور دیکھ رہی ہے کہ جھوٹے کو عدم آباد رخصت ہوئے عرصہ ہو گیا اور سچا آج بھی یہ سطور لکھ رہا ہے۔ پھر اس کے بعد تم لوگوں نے قسم کی رٹ لگائی تو ۲ اپریل ۱۹۲۶ء کے اہل حدیث میں حلفیہ مضمون لکھا جسے حسب ضرورت اشتہار کی صورت میں بھی دور دراز ممالک میں پہنچایا گیا۔ سارا مضمون آج پھر درج کیا جاتا ہے۔ توجہ سے پڑھئے۔

خدا کی قسم میں مرزا صاحب کو الہامی دعوے میں سچا نہیں جانتا

قادیانی مذہب کے بانی نے جو رنگ نکالے اور اختیار کئے وہ باخبر ناظرین سے مخفی نہ ہوں گے۔ پہلے مجدد بنے پھر مثیل مسیح ہوئے پھر مسیح موعود ہوئے۔ مہدی بنے۔ کرشن جی ہوئے۔ ان دعاوی پر پہلے نقلی دلائل سے بحث کرتے رہے پھر روحانیت سے کام لینے لگے۔ یہاں تک کہ آخری حربہ ان کا دعا ہے۔ جس کو بصورت اشتہار شائع کیا جس کا نام ہے آخری فیصلہ۔ اس آخری فیصلہ میں انہوں نے دعا کی کہ ہم (مرزا اور ثناء اللہ) میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔ اس کے بعد جو واقعہ ہوا وہ ہر ایک مسلم اور غیر مسلم کو معلوم ہے۔ مرزا صاحب آنجہانی ہو گئے۔ اور ثناء اللہ آج تک بحکم الہی ایں جہانی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مرزا صاحب کی امت اس آخری فیصلہ کی وہی قدر کرتی جو اس کا حق تھا مگر امت مرزائیہ نے اس میں

نئی نئی پخیں نکالیں ۔سب سے پہلے اس مضمون پر مباحثہ کا ارادہ کیا۔ نہ صرف ارادہ کیا بلکہ اپنی طرف سے تین سو روپیہ انعام بھی رکھا۔ چنانچہ اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لدھیانہ مباحثہ ہوا۔جس میں حسب فیصلہ سرپنچ صاحب مبلغ تین سو روپیہ بھی میں نے وصول کیا۔اس کے بعد قادیانی امت نے یہ پخ نکالی کہ مولوی ثناء اللہ مئوکد بعذاب میعادی ایک سال قسم کھائے۔جس میں ذکر ہو کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو ایک سال تک مجھ پر اور میری عیال پر عذاب نازل ہو۔اور اس قسم پر انعام کا وعدہ بھی کیا گیا۔ میں نے اسکے جواب میں کہا کہ انعام پر قسم کھاؤں تو تم لوگ کہو گے کہ طمع زر میں قسم کھائی ہے۔اس لئے میں بغیر زر وصول کئے قسم کھاتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے دعوی الہام میں جھوٹے تھے۔ یہ قسم کسی خاص مخفی جگہ میں نہیں کھائی بلکہ قادیان کے اسلامی جلسہ عام میں کھائی جس میں قادیانی جماعت کے بھی چند آدمی شریک تھے۔اور اپنے کانوں سے سن اور آنکھوں سے کیفیت جلسہ دیکھ رہے تھے (چوہدری ظفر اللہ صاحب نے اس جلسے کا حال لکھا ہے۔فرماتے ہیں کہ . ۱۹۲۱ء میں حنفی اور اہل حدیث مسلک کے علمائے کرام نے مشترکہ اعلان کیا کہ وہ قادیانیت کو مغلوب کرنے اور قادیان کو فتح کرنے کے لئے قادیان میں ایک زبردست مشترکہ جلسہ کریں گے چنانچہ اس غرض کے لئے علمائے کرام کا ایک عظیم اجتماع قادیان میں ہوا۔ دیگر اعلانات کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ ہم مرزا صاحب کی قبر کھود کر دیکھیں گے۔اگر ان کے جسم کو قبر میں کوئی گزند نہ پہنچا ہو تو ہم ان کے دعوی کی صداقت کو تسلیم کر لیں گے۔ ورنہ ثابت ہو جائے گا کہ ان کا دعوی ..جھوٹا ہے۔ ایسے اعلانات کی وجہ سے حفظ امن اور شعائر اللہ کی حفاظت کے متعلق جماعت پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہو گئی۔ ..جلسہ سے ایک روز پہلے خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح (مرزا محمود) کا ارشاد موصول ہوا کہ احمدیہ ہوسٹل (لاہور) کے طلباء کو ساتھ لے کر فوراً قادیان پہنچ جاؤ...فجر کی اذان ہو رہی تھی کہ ہم مسجد مبارک کے چوک میں (قادیان) پہنچ گئے ..نماز کے فوراً بعد سب کی ڈیوٹی لگا دی گئی۔ مجھے ارشاد ہوا کہ (مسلمان) علمائے کرام کے جلسے میں حاضر رہوں اور اگر کوئی اشتعال انگیز بات کی جائے تو مجسٹریٹ صاحب کو توجہ دلاؤں ... ہر چوکی پر ڈیوٹی دینے والے مستعد تھے۔ سب سے زیادہ خطرے اور اعزاز کی ڈیوٹی حضرت مسیح موعود کے مزار پر پہرہ کی ڈیوٹی تھی ۔ حفاظت کی سہولت کی خاطر

حضور (مرزا غلام احمد) کے مزار اور حضرت خلیفۃ المسیح اول (حکیم نور دین) کے مزار کے گرد جلدی میں ایک کچی دیوار چاروں طرف کھڑی کر کے اس پر چھت ڈال دی گئی تھی ۔ دیوار کے گرد اور چھت پر پہرہ تھا۔ احمدیہ ہوسٹل (لاہور) کے طلبا میں سے بعض کی ڈیوٹی اس مقام پر تھی ۔ ...علمائے کرام کے جلسے میں بفضل اللہ کوئی ناگوار واقعہ رونما نہیں ہوا۔ فالحمد للہ تقریریں تو بے شک سلسلے کی مخالفت میں تھیں جلسے کی غرض ہی یہی تھی لیکن کوئی بات عملاً فساد اشتعال انگیزی یا شر انگیزی کی نیت سے کہی گئی معلوم نہیں ہوتی تھی ۔ تحدیث نعمت ص ۲۱۲۔ ۲۱۵) ۔ چنانچہ میری اس قسم کا ذکر قادیانی اخبار الفضل مورخہ ۴ اپریل ۱۹۲۱ء کے صفحہ ۹ پر مرقوم ہے ۔

اس کے بعد ۱۹۲۳ء میں میں حیدر آباد دکن گیا تو وہاں کے مرزائیوں نے حلف طلبی کا اشتہار دیا اور دس ہزار روپئے دینے کا وعدہ کیا ۔ مضمون یہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ حلف اٹھائیں کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو ایک سال تک مجھ پر عذاب الٰہی نازل ہو ۔ جس کے جواب میں میں نے جلسہ عام میں اعلان کیا کہ میں اس قسم کی حلف یہاں بھی اٹھانے کو تیار ہوں مگر ایسے طریق سے جو فیصلہ ہو وہ اس طرح کہ خلیفہ قادیان میاں محمود احمد اقرار نامہ لکھ دیں کہ مولوی ثناء اللہ میعاد مقررہ میں مبتلائے عذاب نہ ہوا تو میں اپنے باپ کا مذہب چھوڑ دونگا دس ہزار روپئہ وہ اپنے پاس ہی رکھیں ۔ اس اقرار کی وجہ یہ ہے کہ حسب تجویز فریق ثانی سال کے اندر اندر مبتلائے عذاب ہونے کی صورت میں جب میں جھوٹا ہوا تو سال کامل بخیریت رہنے سے یقیناً سچا ہونگا ۔ چونکہ یہ انہی کی تجویز ہے لہذا ان کو اسے تسلیم کرنا چاہیے ۔ یہ جواب میں نے ہزاروں حاضرین کے بھرے جلسہ میں دیا ۔ اور اشتہار بھی اس مضمون کا شائع کیا گیا ۔ مگر مرزائی اور خاموشی؟ ناممکن ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ حقانیت کے مقام میں خاموش ہوجانا ایک بڑا وصف روحانی ہے جس کا نام ایمان اور حیا ہے خدا جسے نصیب کرے وہی بہرہ ور ہوسکتا ہے ۔ ورنہ خالی خولی دعووں سے کچھ نہیں بنتا ۔

اس کے بعد فروری ۱۹۲۶ء میں میں پشاور گیا تو وہاں کی جماعت مرزائیہ نے حلف طلبی کا اشتہار دیا ۔ ان کو بھی وہی جواب دیا گیا کہ آئے دن کی حلف خوری بے کار ہے ۔ اس طرح تو ہر مقامی جماعت مرزائیہ مجھ سے حلف طلب کرتی رہے گی ۔ خلیفہ

قادیان میرے سامنے آئیں۔تو میں نئے سرے سے حلف اٹھا سکتا ہوں۔ اس کے بعد ۲۷۔۲۸ فروری ۱۹۲۶ء کو گوجرانوالہ کے جلسہ میں پہنچا تو دیکھا کہ وہی پشاوری اشتہار گوجرانوالہ کی قادیانی جماعت نے اپنے نام سے شائع کر کے حلف کا مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں میں نے علاوہ سابقہ جواب کے بھرے جلسہ میں کذب مرزا پر حلف اٹھالی۔ مگر اس پر بھی بس نہیں ہوئی قصبہ سرہند ریاست پٹیالہ سے چند مرزائیوں کا لکھا ہوا خط مورخہ ۹ مارچ ۱۹۲۶ء پہنچا کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی پر حلف مئوکد بموت میعادی ایک سال اٹھاؤ۔ لیکن ان عقل مندوں نے اتنا بھی نہیں لکھا کہ سال کے بعد وہ کیا کریں گے۔ یعنی بعد حلف اگر میں سال کے اندر مر گیا تو بقول تمہارے جھوٹا ہونگا۔لیکن سال تک زندہ رہا تو پھر تم مرزا صاحب کو جھوٹا اور مجھے سچا مان لوگے؟ اس کا کوئی ذکر نہیں۔

حیرت ہے ان لوگوں کے دل و دماغ پر غضب الٰہی نے کیسا قبضہ کر رکھا ہے کہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جس شخص کے ساتھ ہمارے نبی رسول مہدی اور کرشن (مرزا غلام احمد) نے خدا سے آخری فیصلہ کی دعا کی اور اس دعا کی قبولیت کا الہامی اعلان بھی کر دیا (ملاحظہ ہو اخبار بدر مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء) ہم امتی ہو کر اسی شخص کو قسموں پر قسمیں دینے کی درخواست کرتے ہیں اور اس قسم کا نتیجہ بھی نہیں بتاتے۔تو کیا دیکھنے والے ہمارے حق میں یہ نہ کہیں گے فما لھاء لاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا (یہ کیسی قوم ہے کہ سچی بات سمجھنے کی طرف نہیں آتی) خادم دین ابوالوفا ثناء اللہ

دیکھئے یہ کیسا صاف اور حلفیہ مضمون ہے۔ باوجود اس کے حلف کا تقاضا ہے ۔ کیا خدا کو یاد نہیں رہا؟ کیا اس کے علم میں میرے حلف کا واقعہ درج نہیں ہوا؟ کیا وہ ساری مسل گم ہوگئی ہے؟ اللہ اکبر۔کیسی لغو اور کمزور حرکت ہے۔اس نبی کے خلیفہ کی طرف سے جس کا دعوی تھا

الا اننی اسد و انک ثعلب　　الا اننی فی کل حرب غالب

(سن اے مخالف میں شیر ہوں تو لومڑی ہے۔میں ہر جنگ میں غالب رہتا ہوں)

رہا یہ حصہ کہ میں مرزا صاحب کے آخری فیصلہ کو اس وقت حق اور فیصلہ کن جانتا تھا اور ایسا ہی اب بھی جانتا ہوں۔ یہ بھی مغالطہ اور فریب دہی ہے۔سنو

میں تمہارے نبی کا منکر بلکہ بقول ان کے ابوجہل ہوں (حقیقۃ الوحی) کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ ایسا ہونا شرعا وعقلا جائز ہے کہ سچے رسول کی دعا یا پیش گوئی کی تصدیق ابوجہل سے کرائی جائے۔ تم سوچو تو سہی کہ کیا کہتے ہو۔ ایسا کہنے میں تم اپنے نبی کی ہتک تو نہیں کرتے؟ سنو۔ ہم لوگ اس دعا کو پیش کرتے ہیں تو اسی طرح پیش کرتے ہیں۔ جس طرح تمام منکرین الوہیت مسیح مسیح کا قول مندرجہ انجیل . اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا. نیز یہ فقرہ کہ . اس نے چلا کر جان دی . مسیح کی الوہیت باطل ثابت کرنے کے لئے پیش کیا کرتے ہیں۔ ورنہ نہ ہم نہ آپ نہ کوئی اور مسلمان اس مقولہ کو صحیح جان سکتا ہے کیونکہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ حضرت مسیح سولی پر مرے تھے۔ لیکن مناظرہ میں بطور الزام عیسائیوں کے سامنے پیش کر کے بزور جواب کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اس مطالبے میں تم لوگ بھی سب مناظرین کے ساتھ ہم نوا رہتے ہو۔ پس آئندہ کو ایسا لکھتے اور کہتے ہوئے اپنی اور ہماری حیثیت ملاحظہ کرلیا کریں۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۶ جنوری ۱۹۳۴ء ص ۳۔۵)

☆ سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے ایک مرتبہ مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری کو بھی ایسا ہی چیلنج دیا تھا جس کا مولانا چاندپوری نے ۱۳۴۸ھ میں جواب دیا۔ اس چیلنج اور اس کے جواب کو اختصار کے ساتھ ہم یہاں درج کئے دیتے ہیں۔ مولانا مرتضیٰ لکھتے ہیں

ہمارے نام عبداللہ الہ دین بلڈنگس آکسفورڈ اسٹریٹ سکندرآباد دکن کی جانب سے ایک چیلنج پہنچا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

. مرزا غلام احمد قادیانی اللہ تعالی اور اس کے رسول کریم ﷺ کی پاک کلاموں کے مطابق مجدد اعظم ربانی امام اور مرسل من اللہ ہیں۔ آپ کا انکار اللہ تعالی اور اس کے رسول کریم ﷺ کا انکار ہے۔ آپ کی پبلک کو یہ چیلنج دیا جاتا ہے کہ اگر آپ (مرزا) دعووں میں سچے نہیں تو اور کون اس زمانہ میں مذکورہ بالا کاموں کے مطابق سچا مدعی ہے اسے پبلک میں پیش کیا جائے اور ہم سے مقررہ دس ہزار روپئہ کا انعام حاصل کیا جائے.

مولانا مرتضیٰ حسن کہتے ہیں کہ

ہم مرزا محمود صاحب اور مولوی محمد علی ایم اے صاحب کی خدمت میں عرض

کرتے ہیں کہ اگر یہ چیلنج واقعی اپنے اندر کوئی معنی رکھتا ہے اور آپ صاحب بھی اس کے ذمہ دار ہیں تو پھر یہ بندہ حقیر خدائے ذوالجلال والاکرام کے فضل پر بھروسہ کر کے آپ دونوں صاحبوں اور ہندوستان کے جملہ قادیانیوں کو چیلنج دیتا ہے کہ میں مرزا صاحب کو نہ مرسل من اللہ جانتا ہوں نہ مجدد نہ محدث نہ امام ربانی بلکہ ان کو مسلمان کیا مہذب اور سچا انسان بھی نہیں جانتا۔ ان کے اقوال بھی ان کو مفتری اور کذاب بتاتے ہیں ۔اس کے برخلاف اگر آپ صاحب ان کو مجدد اعظم ربانی امام زمان مرسل من اللہ جانتے ہیں تو پھر میں آپ سے بلاشرط مناظرہ کے لئے تیار ہوں ۔ جو شرائط مناظرہ میں ہوتی ہیں اور کتب مناظرہ میں درج ہیں اور جن شرائط میں مساوات طرفین کا لحاظ رہتا ہے ان سے غالبا آپ صاحبوں کو انحراف نہ ہوگا وہی شرائط ہیں۔

ہاں صرف اس قدر عرض ہے کہ مناظرہ کی شان یہ ہوگی کہ علماء اسلام نے جن رسائل میں مرزا صاحب کا کاذب مفتری ہونا ثابت کیا ہے اور ان الزامات کو قادیانی اب تک نہیں اٹھا سکے ان مضامین کو ہم عرض کریں گے آپ جواب دیں اور طرفین کی تقریریں لکھی جاویں اور اسی وقت مجمع میں سنا کر طرفین کے دستخط ہو کر شائع ہو جاویں اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء اسلام نے مرزا صاحب کی لغویات باطلہ کا پورا رد اور خود ان کا کذاب اور مفتری ہونا ایسا ثابت کر دیا ہے کہ منصف کے لئے تو کافی ہے ہی ۔مرزائی ہٹ دھرموں کے بھی منہ بند کر دیئے اور قلم توڑ دیئے اور ان کو جواب کی تاب باقی نہ رہی ۔ لہذا اب نہ مناظرہ کی ضرورت نہ مباہلہ کی فقط جاہل مریدوں کو جہنم تک پہونچانے کے لئے یہ راہ اختیار کی جاتی ہے کہ کہیں مناظرہ کا اشتہار اور کہیں مباہلہ کا ورنہ وہ نہ مناظرہ کرسکیں نہ مباہلہ۔

ہمیں عام مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ علمائے اسلام اپنا فرض ادا کر چکے اور نہ ماننا نہ تسلیم کرنا یہ محض ہٹ دھرمی اور عناد کی وجہ سے ہے۔ ورنہ مناظرے بھی ہو چکے اور جس کو فتح دینی تھی اور جس کو ذلیل کرنا تھا وہ بھی ہو چکا۔ سرور شاہ صاحب امیر وفد مونگیر سے دریافت کرلو۔ حافظ روشن علی قادیانی صاحب مختار احمد صاحب شاہجہان پوری غلام رسول صاحب پنجابی میں سے جو زندہ ہوں ان سے دریافت کرلو۔ ضلع

مونگیر و بھاگلپور کے رہنے والوں سے دریافت کرلو جب ذلت کی کوئی حد باقی نہ رہی تو امیر وفد (قادیانی) نے فرمایا

. یہ بھی حضرت (مرزا) کی پیش گوئی پوری ہوئی کہ ایک جگہ تمہیں ذلت ہوگی .

جی ہاں کیوں نہیں؟ اسی بدعقیدہ پر مرگئے تو جب جہنم میں گرو گے جب بھی خدا چاہے پیشین گوئی ہی پوری ہوگی ۔غرض مناظرہ بھی ہو چکا مباہلہ بھی ۔اور جھوٹا سچے کے سامنے مر بھی گیا۔ اب بجز شوروغل کے کچھ حاصل نہیں ۔ہم کو اس برگزیدہ جماعت کا زیادہ تجربہ ہے ۔ اور جن کو تجربہ نہ ہوگا وہ ان اشتہارات سے تجربہ کار ہوگئے ہوں گے.... یہ قوم (مرزائی) کبھی ہارنے کا نام لینا ہی نہیں جانتی ۔مونگیر میں وہ شکست ہوئی جن کو مرتے دم تک نہ بھولیں گے۔ آدمی بھی نہیں وہاں کی زمین اور در و دیوار شاہد ہیں مگراس کا نام فتح عظیم ہوا۔مولوی ثناءاللہ کے مقابلے میں ہار گئے مگر وہ فتح روحانی ہوگئی ۔..(اب ہم) مرزا صاحب کے جھوٹ اور فریب کی ایک طویل فہرست میں سے صرف تین جھوٹ پیش کرتے ہیں ہندوستان کے تمام مرزائی مل کر جواب دیں تو معلوم ہوسکے کہ یہ جماعت کچھ کرسکے ۔

پہلا جھوٹ ۔ اربعین نمبر۳ صفحہ ۹ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ . مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی اسمٰعیل علی گڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ کاذب ہے مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کرچکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مرگئے .

دوسرا جھوٹ ۔ اربعین صفحہ ۱۷ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں . لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشین گوئیاں پوری ہوں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا اور اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کے لئے فتوے دینے چاہیں گے اور اس کی سخت توہین کی جاوے گی اوراس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کو تباہ کرنے والہ ثابت کیا جائیگا .

قرآن شریف دنیا میں موجود ہے کوئی بتائے کہ یہ کس آئت کا ترجمہ ہے؟ کس حدیث کے الفاظ ہیں؟ مرزا صاحب نے خدا پر بھی افتراء کیا رسول اللہ ﷺ پر قصدا جھوٹ بولا۔

تیسرا جھوٹ ۔ شہادت القرآن میں مرزا صاحب فرماتے ہیں . اگر حدیث کے بیان پر اعتماد ہے تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہیے جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں ۔مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانے میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی . اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے ۔ .

اللہ ری دلیری ۔ بخاری شریف ایک مشہور کتاب ہے پھر جناب مرزا صاحب کو ادنی ادنی بات پر وحی کی بارش ہوتی ہے ۔اور پھر حضور (مرزا) کی وحی دخل شیطانی سے محفوظ اور روح القدس ہر وقت ساتھ ۔الہام جناب کا قطعی ۔مگر اس قدر جھوٹ سے آپ کو نہ وحی نے روکا نہ روح القدس نے ؟

مرزا صاحب نے مولوی عبدالحق صاحب غزنوی سے مباہلہ کیا اور خود ان کے سامنے مر گئے تو اس سے مرزا صاحب یا ان کے پیرو کب نادم ہوئے جو اب کسی مباہلہ سے ان پر اثر ہوگا۔

اسماعیل علی گڈھی اور غلام دستگیر قصوری مرزا صاحب کے سامنے مر گئے تو مرزا صاحب کے صدق کی دلیل ہوگئی بلکہ معجزہ ۔ حالانکہ انہوں (اسماعیل ۔غلام دستگیر) نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ جھوٹا سچے کے سامنے ضرور مرے گا۔مگر مرزا صاحب مولوی عبدالحق کے سامنے باوجود مباہلہ کرنے کے مر گئے لیکن سچے کون؟ مرزا صاحب ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے سامنے باوجود گڑگڑا کر دعا کرنے کہ

. جھوٹا سچے کے سامنے مرے . خود مر گئے ۔

پھر بھی ان کو اور ان کے متبعین کو فتح روحانی برابر حاصل ہوتی رہتی ہے ۔یہی دین وایمان صدق ودیانت ہے جس پر دنیا کو چیلنج دیا جاتا ہے کہ مناظرہ کرلو مباہلہ کرلو ۔

جملہ اہل اسلام کی طرف سے خدا خود مباہلہ فرما کر مرزا صاحب اور ان کے متعلقین کو قیامت تک ملعون کر چکا ہے ۔اور یہ ہم نہیں کہتے بلکہ آپ کے مرزا صاحب ہی فرماتے ہیں کیونکہ نمونہ کے طور پر تین مذکورہ بالا جھوٹ بھی انہوں نے خود ہی بولے اور خود ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ . جھوٹے پر خدا کی لعنت قیامت تک

ہوتی ہے ۔ تو پھر فرمایئے نتیجہ یہ ہوا کہ نہیں کہ مرزا صاحب پر قیامت تک خدا کی لعنت ہے؟ ۔ اب یا تو مرزا صاحب کے جھوٹوں کو سچا کر کے دکھاؤ جو قیامت تک ناممکن ہے ورنہ اقرار کرو کہ بے شک وہ قیامت تک ملعون ہیں ۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ تمام ہندوستان کے قادیانی کیا رنگ لاتے ہیں اور مرزا صاحب کو کیسے سچا بناتے ہیں ۔ مولوی اسماعیل صاحب علی گڈھی اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کی کون سی کتاب بتا دیں گے یا کس عبارت میں الہام اور وحی کے ذریعہ نئے معنی ڈالے جائیں گے؟ کوئی جدید قرآن جس کی شان انا انزلنا قریبا من القادیان ہے وہ پیش کر کے کوئی جدید آیات بنائیں گے؟ یا کوئی حدیث کی کتاب جو جبریل علیہ السلام نے آسمان سے پھینک دی تھی وہ دکھائیں گے کیونکہ وہ اپنے ہیڈ کوارٹر سے نزول فرماتے ہی نہیں ۔ اور یہ سب تو ممکن ہے مگر بخاری کون سی ہوگی جس میں وہ خلیفہ والی حدیث دکھائیں گے ؟

کئی سال ہوئے حیدرآباد کے قادیانیوں کے کسی ایسے ہی اشتہار کے جواب میں ہم نے ایک اشتہار دیا تھا جس کا عنوان یہ تھا حجۃ اللہ البالغہ جس کی آخری سطریں یہ ہیں . خدائی حجت پوری کرنے کے لئے ہم مولوی محمد سعید مرزائی حیدرآبادی اور وہاں کے تمام مرزائیوں کو خصوصا اور تمام دنیا کے مرزائیوں کو عموما دعوت دیتے ہیں کہ وہ جہاں چاہیں خواہ حیدرآباد میں یا ہندوستان کے کسی دوسرے مقام میں مناظرہ کر کے حق و باطل کو سمجھ لیں اور مرزا صاحب کی کذابی کا معائنہ کر لیں ۔ مگر شرط یہ ہے کہ مناظرہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے صدق اور کذب پر گفتگو ہوگی ۔ دوسرے یہ مناظرہ اعلی پیمانہ پر فیصلہ کن ہو تا کہ پھر کسی مناظرہ کی ضرورت نہ رہے ۔ تیسرے خلیفہ محمود صاحب یا دیگر مدعیان خلافت خود مناظر ہوں یا وہ اپنی طرف سے کسی کو مقرر کریں اور یہ بھی نہ ہو تو کم از کم حیدرآباد کے تمام مرزائی کسی کو مقرر کریں ۔ چوتھے فیصلہ کے لئے چند قابل ذی علم مقرر ہوں جو دونوں طرف کی تقریریں سن کر فیصلہ دیں ۔ اگر کسی مرزائی کو اپنی نبوت کی حمیت ہے تو سامنے آئے اور قدرت حق کا تماشا دیکھے ۔

اس اشتہار کا آج تک کوئی جواب ہم کو نہیں ملا ۔ ممکن ہے اس چند سالہ فرصت میں حیدرآباد کے قادیانیوں نے مناظرہ کا کوئی سامان بہم پہونچا لیا ہو اس وجہ

سے ہم کو بہت بے چینی کے ساتھ صحیفۃ الحق (یعنی ہمارے اس اشتہار) کے جواب کا انتظار رہے گا۔ بندہ محمد مرتضی حسن ۔ مدرسہ امدادیہ مراد آباد ۱۴ محرم ۱۳۳۸ھ ۔

مولانا مرتضی حسن نے اوپر مرزا صاحب کے اس جھوٹ کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے بخاری شریف کے متعلق بولا تھا ۔اس موضوع پر ہمارے سامنے مولانا ابراہیم کمیر پوری مرحوم کی ایک تحریر موجود ہے جو اس موضوع پر کچھ روشنی ڈالتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے

. مرزا صاحب اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ .صحیح بخاری میں ہے کہ امام مہدی کے لئے آسمان سے آواز آئے گی ہذا خلیفۃ اللہ المہدی ۔ ہمارا دعوی ہے کہ مرزا صاحب نے صحیح بخاری پر جھوٹ باندھا ہے۔ قادیانی جماعت کا فرض ہے کہ وہ صحیح بخاری سے یہ حدیث نکال کر دکھائے یا اقرار کرے کہ مرزا صاحب نے جھوٹا حوالہ دیا ہے۔ مرزائیوں نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں البتہ مستدرک حاکم میں موجود ہے اور وہاں لکھا ہوا ہے کہ یہ حدیث بخاری مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔اور مرزا صاحب کا بخاری کا حوالہ دینا ان کا سہو اور سبقت قلم ہے ۔ مولانا کمیر پوری کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے صرف بخاری کا حوالہ ہی نہیں دیا بلکہ بخاری کو بنیاد بنا کر دوسری حدیثوں کو ناقابل اعتبار ٹھہرایا ہے ۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ علامہ عنائت اللہ مشرقی کے والد منشی عطا محمد مرحوم نے مرزا جی پر اعتراض کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد خلافت کی مدت تیس سال بتائی ہے تو پھر آپ اپنے آپ کو خلیفہ کس بنیاد پر کہتے ہیں؟ مرزا صاحب نے فرمایا . اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہیے جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں۔مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی کہ ہذا خلیفۃ اللہ المہدی ۔ اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں ہے .

مرزائی دوستو۔ ذرا غور کرو مرزا صاحب نے بخاری پر اپنی دلیل کی بنیاد رکھی ہے اور بخاری کے نام سے فائدہ اٹھا کر مخالف کی دلیل کو رد کیا ہے ۔اب اس حدیث کے

بخاری میں نہ ہونے کی وجہ سے مرزا صاحب کا جھوٹ ہی ثابت نہ ہوگا بلکہ انکی دلیل بھی باطل ٹھہرے گی یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب اس کتاب کی اشاعت کے بعد ۱۶ سال زندہ رہے لیکن نہ تو آپ نے خود اس کی اصلاح کی اور نہ ہی کسی قادیانی عالم نے اس کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی کیونکہ اس کی اصلاح سے مرزا جی کی پیش کردہ دلیل باطل ٹھہرتی ہے۔

(مرزائے قادیان کے دس جھوٹ۔ادارہ دینیات۔رام گلی لاہور۔ص ۳۹۔ ۴۲)

دانیال کی پیش گوئی

مرزا غلام احمد اپنے کمالات روحانیہ بیان کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ سابقہ انبیانے میرے حق میں پیش گوئی کی ہوئی ہے اور ایک پیش گوئی دانیال نبی کی اپنے حق میں یوں بتلاتے تھے ۔

. اور اس وقت جب کہ دائمی قربانی موقوف ہوگی اور بتوں کو تباہ کیا جائیگا اس وقت تک ۱۲۹۰ دن ہوں گے۔مبارک ہے جو انتظار کیا جائیگا۔ اور اپنا کام محنت سے کریگا۔ ۱۳۳۵ روز تک اور تو چلا جا آخر تک اے دانیال (تحفہ گولڑویہ ص ۱۹۱)۔

اس پیش گوئی کو مرزا صاحب اپنے اوپر چسپاں کرکے اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں

اس فقرہ میں دانیال نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخرالزمان (جو محمد ﷺ ہے) سے جب ۱۲۹۰ برس گذریں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا۔اور ۱۳۳۵ ہجری تک کام چلائے گا۔یعنی چودھویں صدی میں ۳۵ برس برابر کام کرتا رہے گا

(تحفہ گولڑویہ طبع دوم حاشیہ ص ۱۹۱۔طبع اول ۔ص ۱۱۶)۔

اورحقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں

. گیارھواں نشان ۔ دانیال نبی کی کتاب کی کتاب میں مسیح موعود کے ظہور کا زمانہ وہی لکھا ہے جس میں خدا نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اورلکھا ہے کہ اس وقت بہت لوگ پاک کئے جائیں گے اورسفید کئے جائیں گے اورآزمائیں گےلیکن شریرلوگ شرارت کرتے رہیں گے اورشریریوں میں سے کوئی نہیں سمجھے گا پر دانشور سمجھیں گے۔ اورجس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اورمکروہ چیز جوخراب کرتی ہے قائم کی جائے گی ایک ہزار دوسونوے (۱۲۹۰) دن ہوں گے (حاشیہ ازمرزاصاحب۔ دن سے مراد دانیال کی کتاب میں سال ہے ۔اوراس جگہ وہ نبی ہجری سال کی طرف اشارہ کرتا ہے جواسلا می فتح اورغلبہ کا پہلا سال ہے) ۔مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے اورایک ایک ہزار تین سو پینتیس روزتک آتا ہے۔اس پیش گوئی میں مسیح موعود کی خبر ہے جوآخری زمانہ میں ظاہر

ہونے والا تھا۔سو دانیال نبی نے اس کا یہ نشان دیا ہے کہ اس وقت سے جو یہودی اپنی رسم قربانی سوختنی کو چھوڑ دیں گے (حاشیہ از مرزا صاحب ۔ یہود اپنی کتابوں کی تعلیم کے موافق قربانی سوختنی کے پابند تھے ۔ جو ہیکل کے آگے بکرے ذبح کر کے آگ میں جلاتے تھے ۔ اس میں شریعت کا راز یہ تھا کہ اسی طرح انسان کو خدا تعالی کے آگے اپنے نفس کی قربانی دینی چاہیے اور نفسانی جذبات اور سرکشیوں کو جلا دینا چاہیے ۔ اس قربانی کا عمل درآمد کیا ظاہری طور پر اور کیا باطنی طور پر آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں یہود نے ترک کر دیا تھا اور دوسری مکروہات میں مبتلا ہو گئے تھے جیسا کہ ظاہر ہے پس جب حقیقی سوختنی قربانی یہود نے ترک کر دی جس سے مراد خدا کی راہ میں اپنا نفس قربان کرنا اور جذبات نفسانیہ کو جلا دینا ہے ۔تب خدا تعالی کے قہری عذاب نے جسمانی قربانی سے بھی ان کو محروم کر دیا۔ پس یہود کی پوری بدچلنی کا وہ زمانہ تھا جب آنحضرت ﷺ مبعوث فرمائے گئے ۔اسی زمانہ میں یہود کا پورا استیصال ہوا۔ اور اسلامی قربانیاں جو حج بیت اللہ میں خانہ کعبہ کے سامنے کی جاتی ہیں یہ دراصل انہیں قربانیوں کے قائم مقام ہیں جو یہود بیت المقدس کے سامنے کرتے تھے ۔ صرف یہ فرق ہے کہ اسلام میں سوختنی قربانی نہیں ۔ یہود ایک سرکش قوم تھی ۔ ان کے نفسانی جذبات کو جلا دینا ضروری سمجھ کر یہ نشان ظاہری قربانی میں رکھا گیا تھا ۔ اسلام کے لئے اس نشان کی ضرورت نہیں صرف اپنے تئیں خدا کی راہ میں قربان کر دینا کافی ہے) بدچلنیوں میں مبتلا ہو جائیں گے ۔ ایک ہزار دو سو نوے سال ہوں گے جب مسیح موعود ظاہر ہوگا ۔سو اس عاجز کے ظہور کا یہی وقت تھا کیونکہ میری کتاب براہین احمدیہ صرف چند سال بعد میرے مامور اور مبعوث ہونے کے چھپ کر شائع ہوئی ہے ۔اور یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالی کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالی کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا ۔ پھر سات سال بعد کتاب براہین احمدیہ جس میں میرا دعوی مسطور ہے تالیف ہو شائع کی گئی جیسا کہ میری کتاب براہین احمدیہ کے سرورق پر یہ شعر لکھا ہوا ہے

از بس کہ یہ مغفرت کا دکھلاتی ہے راہ   تاریخ بھی یا غفور ۱۲۹۷ نکلی واہ واہ

دانیال نبی کی کتاب میں جو ظہور مسیح موعود کے لئے ۱۲۹۰ برس لکھے ہیں ۔ اس کتاب براہین احمدیہ میں میری طرف سے مامور اور من جانب اللہ ہونے کا اعلان ہے صرف

سات برس اس تاریخ سے زیادہ ہیں ، جنکی نسبت میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ مکالمات الہیہ کا سلسلہ ان سات برس سے پہلے کا ہے یعنی ۱۲۹۰ کا ۔ پھر آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال ۱۳۳۵ برس لکھتا ہے جو خدا تعالی کے اس الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے ۔ اور یہ پیش گوئی ظنی نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسی کی پیشگوئی جو مسیح موعود کے بارہ میں انجیل میں ہے اس کا اس سے توارد ہو گیا اور وہ بھی یہی زمانہ مسیح موعود کا قرار دیتی ہے ...اور ساتھ ہی یہود و نصاری کی وہ پیش گوئی جو بائیبل سے استنباط کی گئی ہے اس کی مئوید ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود آدم کی تاریخ پیدائش سے چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو گا چنانچہ قمری حساب کی رو سے جو اصل حساب اہل کتاب کا ہے میری ولادت چھٹے ہزار کے آخر میں تھی اور چھٹے ہزار کے آخر میں مسیح موعود کا پیدا ہونا ابتداء سے ارادہ الہی میں تھا ۔ (حقیقۃ الوحی ۔ ص ۱۹۹ ۔ ۲۰۰ ۔ خزائن ج ۲۰ ص ۲۰۷ ۔ ۲۰۸) ۔

گویا مرزا صاحب کا کہنا ہے کہ دانیال نے ان کی موت کا سن ۱۳۳۵ ہجری بتایا ہوا ہے اور ان کے اپنے الہام کی رو سے بھی ان کی وفات ۱۳۳۵ھ میں ہو گی ۔

مرزا صاحب کی عمر کا حساب ان کی پیدائش سے ہو سکتا ہے جو انہوں نے خود ہی بتائی ہوئی ہے کہ چودھویں صدی کے شروع ہونے کے وقت پورے چالیس سال تھی ۔ اور براہین احمدیہ جلد پنجم میں لکھا ہے کہ میری عمر ۷۴ اور ۸۶ سالوں کے درمیان ہو گی ۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ دانیال کی پیش گوئی اور میرے الہام کے مطابق ۱۳۳۵ ہجری میں میری وفات ہو گی کیونکہ شروع چودھویں صدی میں اگر آپ کی عمر چالیس سال تھی تو چودھویں صدی کے پینتیسویں ہجری سال میں پورے چوہتر سال ہو جاتی ۔ اس لئے ضروری تھا کہ دانیال کی اس پیش گوئی کا مصداق بننے کے لئے آپ ۱۳۳۵ھ میں فوت ہوتے ۔ لیکن آپ ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق مئی ۱۹۰۸ء میں انتقال کر گئے ۔ اس لئے دانیال کی اس پیش گوئی کا مصداق کیوں کر ہوئے ۔

اور کتاب حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی ۔ اس کے ایک سال بعد مرزا صاحب کا انتقال ہوتا ہے ۔ یعنی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲۶ ہجری ۔ اس کتاب میں مرزا صاحب نے اپنی وفات کا زمانہ حسب پیش گوئی دانیال اور بتصدیق الہام خود ۱۳۳۵ ھ لکھا ہے ۔ ظاہر ہے ۱۳۳۵ سے مراد ہجری سنہ ہے کوئی دوسرا سنہ ایسا نہیں جس کے

۱۲۹۰ میں مرزا صاحب نے دعوی کیا ہو۔ پھر کیا بات ہوئی کہ اپنے ہی بتائے ہوئے سال اور تصدیق کئے ہوئے وقت سے نو سال پہلے ۱۳۲۶ھ میں ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔

اور پھر مرزا صاحب کے مکالمات الٰہیہ اور ان کے مسیح موعود ہونے کے دعوی میں فرق ہے۔ مسیح ہونے کا دعوی آپ نے ۱۳۰۸ھ میں کیا ہے جو براہین احمدیہ اور ان کے مکالمات الٰہیہ سے بہت بعد میں ہوا ہے۔

دوسری طرف محسوس یہ ہوتا ہے کہ چونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنخضرت ﷺ دانیال نبی کے بعد ۱۲۹۰ اور ۱۳۳۵ برس کے درمیان مبعوث ہوئے ہیں اس لئے یہ پیش گوئی آپ ﷺ کے لئے ہے۔ مرزا صاحب نے خواہ مخواہ پیش گوئی میں یہ دو باتیں زیادہ کر دی ہیں کہ نبی ﷺ کے ظہور کے بعد ۱۲۹۰ برس مراد ہیں اور یہ پیش گوئی مسیح موعود کے لئے ہے۔ کیونکہ اگر آپ اصل پیشگوئی کو ملاحظہ فرمائیں تو ان فقروں کی اس میں گنجائش نہیں ملتی۔ پیش گوئی کے انگریزی الفاظ یوں ہیں

And from the time that the daily sacrifice shall be taken away, and the abomination that maketh desolute set up, there shall be a thousand two hundred and ninety days. Blessed is he that waiteth, and cometh to the thousand three hundred and five and thirty days But go thou thy way till the end be: for thou shalt rest and stand in thy lot at the end of the days.Daniel 12:11-13

. اور جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اور وہ مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے قائم کی جائے گی ایک ہزار دوسو نوے دن ہوں گے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔ اور ایک ہزار تین سو پینتیس دن تک آتا ہے (دانیال باب ۱۲ آئت ۱۱-۱۲)۔

اس پیش گوئی میں حضرت دانیال نے کسی کے ظہور کیلئے نہ تو پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی حیات مبارکہ یا وفات سے شروع ہونے والی کسی مدت کا تعین کیا ہے اور نہ ہی برسوں کے پیمانے میں بات کی ہے بلکہ انہوں نے ۱۲۹۰ دن اور ۱۳۳۵ دن کہا ہے۔ اور مرزا صاحب نے من مانی کر کے دنوں کو برسوں میں تبدیل کر دیا۔ اور آنخضرت ﷺ کی حیات و ممات کو خواہ مخواہ درمیان میں لے آئے۔

عیسائی حضرات اس پیش گوئی کی تشریح یوں کرتے ہیں

the event fixed from which the time of the trouble is to be dated, from the taking away of the daily scrifice by antiochus, and the setting up of the image of jupiter upon the alter, which was the abomination of desolation. they must reckon their troubles to begin indeed when they were deprived of the benefit of public ordinances; that was to them the beginning of sorrows; that was what they laid most to heart. the continuance of their trouble; it shall last 1290 days, three years and seven months, or (some reckon) three years, six months and fifteen days; and then , it is probable, the daily sacrifice was restored, and the abomination of desolation taken away, in remembrance of which the feast of dedication was observed even to our saviour's time. .. it appears that the beginning of the trouble was in the 145th year of the seleucidae, and the end of it in the 148th year ; and either the restoring of the sacrifice, and the taking away of the image, were just so many days after, or some other previous event that was remarkable, which is not recorded.... p . 1461 Matthew henry's Commentary on the Whole bible, Hendrickson August 1995

مرزا صاحب کی زندگی میں تو اس موضوع پر بحث ہماری نظر سے نہیں گذری شائد اس کی وجہ یہ ہو کہ مرزا صاحب کے اس دعوی کا کہ وہ اس پیش گوئی کا مصداق ہیں امتحان مرزا صاحب کی وفات کے بعد ہی ہوسکتا تھا۔ ان کے مرنے پر دیکھا جاتا کہ ان کی وفات کس سن میں ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے واضح طور پر فرمایا تھا کہ اس پیش گوئی کا مصداق ۱۳۳۵ھ میں مرنا چاہیے۔ اس لئے مسلمانوں کو انتظار رہا کہ دیکھیں مرزا صاحب کب تک زندہ رہ کر کتنی عمر پاتے ہیں۔ جب مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں مرگئے تو اس وقت تک ہجری سن کے صرف ۲۶ سال گذرے تھے جس سے صاف معلوم ہوگیا کہ کھینچ تان کر اس پیش گوئی کو اپنے اوپر چسپاں کرنے کی مرزا صاحب کی کوشش ناکام رہ گئی ہے جس کے نتیجے میں مرزائیوں کے لئے مشکل پیدا ہوگئی اور انہیں مسلمان علماء کے اعتراضات کا جواب دینا مشکل ہوگیا۔ مناظروں اور مباحثوں میں وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگے۔ راولپنڈی میں لاہوری مرزائیوں سے مولانا ثناءاللہ کا ایک مباحثہ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۹ء کو تین

سے چار بجے تک ہوا۔ جس کی روئداد اہل حدیث ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی

. مباحثے میں یہ بات پیش ہوئی کہ مرزا صاحب قادیانی نے دانیال نبی کی پیشگوئی اپنے اوپر لگائی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ مسیح موعود ۱۳۳۵ء تک زندہ رہے گا۔ مگر مرزا صاحب ۱۳۲۶ھ میں فوت ہو گئے حالانکہ انہوں نے لکھا تھا کہ میری عمر کے متعلق الہام یہی ہے کہ میں ۱۳۳۵ ہجری تک زندہ رہوں گا۔

مرزائیوں کی لاہوری جماعت کا مناظر مولانا ثناء اللہ کی گرفت میں اس طرح جکڑا رہا کہ بالآخر اسے اعتراف کرنا پڑا کہ

. ملہم کا الہام کوئی حجت نہیں ۔ اور پھر اس نے کہہ دیا کہ ایک بات غلط ہو گئی تو کیا ہوا ؟ اس پر مولانا نے فرمایا کہ اگر ملہم کا الہام حجت نہیں تو قصہ ہی ختم ہے ۔ اگر یہ الہام حجت نہیں تو وہ الہام بھی حجت نہیں جس میں ذکر ہے کہ انا جعلناک المسیح الموعود یعنی خدا نے مرزا صاحب کو الہام کیا ہے کہ اے مرزا ہم نے تجھ کو مسیح موعود بنایا۔ یہ بھی حجت نہیں ۔ اور اس کا غلط ہونا بھی باعث تعجب نہیں تو جانے دیجئے ۔ سارے قصے ختم ۔ ہاتھ لائیے مصافحہ کریں ۔ اس پر قادیانی مناظر نے اپنے جلسہ کا عذر کیا جس کی بابت ۴ بجے کا اشتہار تھا۔ اور یہ مجلس برخواست ہو گئی۔

مولانا ثناء اللہ نے اہل حدیث ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کے شمارے میں اس مباحثے کی روئداد شائع فرمائی تو پیغام صلح لاہور کے ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء کے شمارے میں اس کے نامہ نگار نے اہل حدیث ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کے دس جھوٹ بتائے ۔ جن میں ایک (چھٹا) مرزا صاحب کے متعلق ہے۔ مولانا نے جواب میں لکھا کہ

ہم دس میں سے نو جھوٹوں کے جواب میں مہتمم مناظرہ کی تصدیق پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں ۔ خانصاحب شیخ محمد اسماعیل آنریری مجسٹریٹ صدر راولپنڈی کے مکان پر ان کے انتظام سے مباحثہ ہوا۔ اہل حدیث کا متعلقہ شمارہ ہم نے موصوف کو بھیجا اور لکھا کہ پیغام صلح لاہور کا متعلقہ شمارہ دیکھ کر فرمایئے کہ واقعات صحیحہ کس نے لکھے ہیں ۔ موصوف کا جواب آیا

. الحمد للہ واقعات آپ نے صحیح لکھے ہیں . خاکسار محمد اسماعیل

ہاں چھٹے کذب کا جواب دینا ہمارا فرض ہے جو پیغام صلح نے یوں بیان کیا ہے

چھٹا جھوٹ۔ دانیال نبی نے میری (مرزا صاحب کی) بابت کہا ہوا ہے کہ میں ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہوں گا۔ یہ بھی مرزا صاحب (مولوی ثناء اللہ کا) پر افتراء ہے۔ حوالہ زیر بحث میں یہ کہیں نہیں ہے۔ (پیغام صلح ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء)۔

(مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ) ہم نے جو کچھ پیش کیا تھا وہ مالک مکان مناظرہ خان صاحب شیخ محمد اسماعیل صاحب کو دکھا دیا تھا۔ آپ بھولے ہوں یا آپ کو وہ مقام نہ ملے تو سنئے۔ وہ یہ ہے

. دان ایل نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے ظہور سے جو محمد ﷺ ہے جب بارہ سو نوے برس گذریں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا اور تیرہ سو پینتیس تک اپنا کام چلائے گا۔ یعنی چودھویں صدی میں سے پینتیس برس برابر کام کرتا رہے گا (تحفہ گولڑویہ ص ۱۱۶)۔ بتاؤ اس عبارت کے کیا معنی ہیں۔ وہی ہیں یا نہیں جس کو آپ جھوٹ کہہ رہے ہو۔ عبارت ھذا دیکھ کر اس عبارت کو جھوٹ کہو تو جانیں۔

(مولانا مزید فرماتے ہیں کہ) جلسہ منٹگمری (حال ساہیوال پاکستان) ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء کے دوران ہمارا اسی مسئلے ایک اور مباحثہ ہوا جس میں قادیانی پارٹی بالمقابل تھی۔ اس مباحثہ کی کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ وہاں قادیانی پارٹی ایسی پھنسی کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ بالکل اس کے مشابہ جو شہد میں گری ہوئی مکھی نکلنے کی کوشش کرتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک پر کو نکالنا چاہتی ہے تو دوسرا بھی پھنس جاتا ہے۔ وہاں مولوی اللہ دتہ قادیانی مناظر تھے۔ انہوں نے ہمارے مؤاخذہ سے تنگ آ کر کہہ دیا کہ مرزا صاحب غلطی سے سن ہجری سے لکھ گئے ہیں۔ اس کے باوجود ہمیں یقین ہے کہ قادیانی اخبار عنقریب اس مباحثہ کو بھی اپنی کامیابی بتا دینگے جس پر ہماری دعا ہوگی کہ ایسی کامیابی خدا ان کو ہمیشہ نصیب کرے۔ ہمارا دعوی ہے کہ ہمارے اس مؤاخذہ کا جواب امت مرزائیہ کی تینوں بلکہ چاروں پارٹیاں پنجابی پوربی بنگالی دکنی یا برمی مل کر بھی نہیں دے سکتیں۔ دے سکتی ہوں تو اپنے امیر اور خلیفہ سے اجازت لے کر ہم سے باقاعدہ مباحثہ کر لیں۔ باقاعدہ سے مراد یہ ہے کہ مباحثہ بالمشافہ تحریری ہو اور کوئی غیر جانبدار ثالث ہو.

(اہل حدیث ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء اور یکم نومبر ۱۹۲۹ء ص ۵-۶)

پھر مولوی اللہ دتہ قادیانی نے الفضل ۲۲ نومبر ۱۹۲۹ء میں لکھا

. یہ سلسلہ سنین آنحضرت ﷺ کے ظہور سے شروع ہوتا ہے جو کہ مکہ معظّمہ میں ہوا اور سنہ ہجری کے شروع ہونے سے علی اختلاف الروایات تیرہ یا دس سال قبل ہوا تھا۔ گویا جب سن ہجری کا پہلا سال تھا اس وقت حضور ﷺ کے ظہور کو دس سال تو یقیناً ہو چکے تھے۔ اس حساب سے جب ۱۳۲۶ ہجری جب ہوا تو پیغمبر آخر الزمان پر لازماً ۱۳۳۵ برس گذر چکے تھے۔ (کالم ۳ ص ۱۲)۔

اس عبارت میں مرزا صاحب کے عقیدے کے خلاف بجائے سن ہجری کے سال بعثت آنحضرت ﷺ سے حساب لگایا گیا ہے۔ جس کا انہیں حق نہیں تھا کیونکہ مرزا صاحب کا اپنا بیان جس میں سن ہجری کا صاف ذکر ہے غلط ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں مرزا صاحب کے بیان سے پورا نہیں پڑتا تھا اس لئے گرفت سے بچنے کے لئے مولوی اللہ دتہ صاحب کو اہل بہاء کی نقل کرنی پڑی۔ چنانچہ بہائی مصنف ابو الفضائل گلپایگانی اپنی کتاب شرح آیات میں اسی پیش گوئی کے متعلق لکھتے ہیں

ایں نکتہ روشن و واضح است کہ چوں از ظہور احمدی کہ بظہورش قربانی دائمی بنی اسرائیل برداشتہ شد وصدمات ومکروہات در اقطار عالم براو منصوب گشت ہزار و دیست نود سال گذشت وجود حضرت بہاء اللہ در اراضی مقدسہ بر امر اللہ قیام فرمودند (ص ۴۵)

یعنی یہ نکتہ روشن اور واضح ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے ظہور سے کہ آپ کے ظہور سے بنی اسرائیل کی دائمی قربانی موقوف ہوگئی اور تکلیفیں اور بلائیں اس (قوم بنی اسرائیل) پر آن پڑیں بارہ سو نوے سال گذرے تو حضرت بہاء اللہ کے وجود نے زمین مقدس میں اللہ تعالی کے امر پر قیام فرمایا۔

اس عبارت میں میں بہائی مصنف نے آنحضرت ﷺ کی بعثت سے حساب لگایا ہے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب نے جب دیکھا کہ اہل حدیث سے بچنے کی اور کوئی راہ نہیں تو ناچار ہوکر بہائیت کی راہ اختیار کرلی۔

خیر اب دیکھئے کہ یہی پیش گوئی جسے مرزا صاحب پر چسپاں کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے انہی مرزائیوں کے اصول کے مطابق جناب بہاء اللہ پر کیسی حرف بحرف پوری ہوتی ہے۔ جناب مولوی فضل دین قادیانی وکیل تسلیم کرتے ہیں کہ

. ۱۲۸۰ھ میں بہاء اللہ بغداد سے استنبول کی طرف روانگی کے وقت بارہ دن باغ رضوان میں جو شہر بغداد کی پرانی آبادی سے باہر ہے آکر ٹھہرے تھے اور وہاں انہوں نے اپنے خاص دوستوں کے روبرو اپنے ظہور کا اعلانیہ دعوی کیا تھا (بہائی مذہب کی حقیقت ص ۳۵)۔

اب معاملہ بالکل صاف ہے کیونکہ ۱۲۸۰ ہجری میں دس برس مولوی اللہ دتا کے سرقہ کئے ہوئے ملا دیئے جائیں تو ٹھیک بارہ سونوے سال بن جاتے ہیں جو پیش گوئی زیر بحث کے عین مطابق ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بہاء اللہ ٹھیک وقت پر موجود تھے تو جناب مرزا صاحب کا یہ فرمانا

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

کیا حقیقت رکھتا ہے؟ خود مولوی اللہ دتہ صاحب کے قلم ہی نے اس کے بخیئے ادھیڑ دیئے اور ٹھیک وقت پر ظاہر ہونے والہ بہاء اللہ کو ثابت کر دیا۔ جناب مرزا صاحب تو اس حساب سے ۲۸ برس لیٹ ہو گئے کیونکہ آپ کا دعوی مسیحیت ۱۳۰۸ء سے شروع ہوتا ہے۔ (اہل حدیث ۱۳ دسمبر ۱۹۲۹ء ص ۴۔۵ منشی محمد حسین صابری کا مضمون)

مسیح موعود

☆ مرزا غلام احمد فرماتے ہیں

میں نور ہوں ۔ مجدد مامور ہوں ۔ عبد منصور ہوں ۔ مھدی معھود ہوں ۔ مجھے کسی کے ساتھ قیاس مت کرو۔ اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ ۔ میں مغز ہوں۔ جس کے ساتھ چھلکا نہیں ۔ اور روح ہوں جس کے ساتھ جسم نہیں ۔ اور سورج ہوں جس کو دھواں چھپا نہیں سکتا۔ اور کوئی ایسا شخص تلاش کرو جو میری مانند ہو۔ ہرگز نہیں پاؤ گے۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہو اور میرے عہد پر ہوگا۔ اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام قوت اور برکت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں ۔ اور یہ میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔ بس خدا سے ڈرو اور مجھے پہچانو۔ اور نافرمانی مت کرو ۔...پس جو میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت میرے سردار خیرالمرسلین (محمد رسول اللہ ﷺ) کے صحابہ میں داخل ہوا۔ (خطبہ الہامیہ)

☆ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت فاطمہ کی اولاد سے ایک بزرگ پیدا ہوگا۔ جس کا نام محمد اور باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔ اس کا لقب مہدی ہوگا۔ اس کی صفت ہوگی یملاء الارض قسطاً کما ملئت جوراً ۔ وہ زمین کو عدل سے بھر دیں گے ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ مہدی میں ہوں ' (اشتہار معیار الاخیار۔ ص ۱۱)

☆ حدیث شریف میں آیا ہے کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم من السماء (صحیح بخاری اور بہیقی) تم کیسے ہو گے جب حضرت عیسی ابن مریم آسمان سے اترینگے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ مسیح موعود میں ہوں ۔ (ازالہ اوہام طبع اول ص ۶۶۵)۔

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں

. اس (اللہ) نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی۔ اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گذر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے

حصہ چہارم صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے مریم کی طرح عیسی کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسی بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔ اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت اس سر مخفی کی مجھے خبر نہ دی حالانکہ وہ سب خدا کی وحی جو اس راز پر مشتمل تھی میرے پر نازل ہوئی اور براہین میں درج ہوئی مگر مجھے اس کے معنوں اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی۔

(کشتی نوح یا دعوۃ الایمان طبع اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۴۷۔ خزائن ج ۱۹ ص ۵۰)

مرزا صاحب نے اپنے دعاوی کے اثبات کے لئے نقلی اور الہامی دلائل دیئے ہیں ☆ فرماتے ہیں

. خدا تعالی نے اس عاجز کو شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف فرما کر اس صدی چہار دہم کا مجدد قرار دیا ہے اور ہر یک مجدد کا بلحاظ حالت موجودہ زمانہ کے ایک خاص کام ہوتا ہے جس کے لئے وہ مامور کیا جاتا ہے۔ سو اس سنت اللہ کے موافق یہ عاجز صلیبی شوکت کے توڑنے کے لئے مامور ہے۔ یعنی خدا تعالی کی طرف سے اس خدمت پر مامور کیا گیا ہے کہ جو کچھ عیسائی پادریوں نے کفارہ اور تثلیث کے باطل مسائل کو دنیا میں پھیلایا ہے اور خدائے وحدہ لاشریک کی کسر شان کی ہے یہ تمام فتنہ سچے دلائل اور روشن براہین کے ذریعہ سے فرو کیا جائے۔ اس بات کی کس کو خبر نہیں کہ دنیا میں اس زمانہ میں ایک ہی فتنہ ہے جو کمال کو پہنچ گیا ہے اور الہی تعلیم کا سخت مخالف ہے۔ یعنی کفارہ اور تثلیث کی تعلیم جس کو صلیبی فتنہ سے موسوم کرنا چاہیے کیونکہ کفارہ اور تثلیث کے تمام اغراض صلیب سے وابستہ ہیں۔ سو خدا تعالی نے آسمان پر سے دیکھا کہ یہ فتنہ بہت بڑھ گیا ہے اور یہ زمانہ اس فتنہ کے تموج اور طوفان کا زمانہ ہے۔ پس خدا نے اپنے وعدہ کے موافق چاہا کہ اس صلیبی فتنہ کو پارہ پارہ کرے۔ اور اس نے ابتدا سے اپنے نبی مقبول ﷺ کے ذریعہ سے خبر دی تھی کہ جس شخص کی ہمت اور دعا اور قوت بیان اور تاثیر کلام اور انفاس کا فرکش سے یہ فتنہ فرو ہوگا اسی کا نام اس وقت مسیح اور عیسی موعود ہوگا۔ اگرچہ وہ پیش گوئیاں بہت نازک اور لطیف استعارات سے بھری پڑی

ہیں مگر ان میں جو نہائت واضح اور کھلا کھلا اور موٹا نشان مسیح موعود کے بارے میں لکھا گیا ہے وہ کسر صلیب ہے۔ یعنی صیب کو توڑ نا۔ یہ لفظ ہر عقل مند کے لئے بڑی غور کے لائق ہے اور یہ صاف بتلا رہا ہے کہ وہ مسیح موعود عیسائیت کے موجزن فتنہ کے زمانہ میں ظاہر ہوگا نہ کسی اور زمانہ میں۔ کیونکہ صلیب پر سارا مدار نجات کا رکھنا کسی اور دجال کا کام نہیں ہے۔ یہی وہ گروہ ہے جو صلیبی کفارہ پر زور دے رہا ہے اور اس کو فروغ دینے کے لئے ہر ایک دجل کو کام میں لا رہا ہے۔ دجال بہت گذرے ہیں اور شائد آگے بھی ہوں۔ مگر وہ دجال اکبر جن کا دجل خدا کے نزدیک ایسا مکروہ ہے کہ قریب ہے جو اس سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ یہی گروہ مشت خاک کو خدا بنانے والہ ہے۔ خدا نے یہودیوں اور مشرکوں اور دوسری قوموں کے طرح طرح کے دجل قرآن شریف میں بیان فرمائے مگر یہ عظمت کسی کے دجل کو نہیں دی کہ اس دجل سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتے ہیں پس جس گروہ کو خدا نے اپنے کلام میں دجال اکبر ٹھہرایا ہے ہمیں نہیں چاہیے کہ اس کے سوا کسی کا نام دجال اکبر رکھیں۔ نہائت ظلم ہوگا کہ اس کو چھوڑ کر اور کوئی دجال اکبر تلاش کیا جائے۔ یہ بات کسی پہلو سے درست نہیں ٹھہر سکتی کہ حال کے پادریوں کے سوا کوئی اور بھی دجال ہے جو ان سے بڑا ہے۔ کیونکہ جبکہ خدا تعالی نے اپنی پاک کلام میں سب سے بڑا یہی دجال بیان فرمایا ہے تو نہائت بے ایمانی ہوگی کہ خدا کے کلام کی مخالفت کر کے کسی اور کو بڑا دجال ٹھہرایا جائے. قرآن نے تو اپنے صریح لفظوں میں دجال اکبر پادریوں کو ٹھہرایا اور ان کے دجل کو ایسا عظیم الشان دجل قرار دیا کہ قریب ہے جو اس سے زمین آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور حدیث نے مسیح موعود کی حقیقی علامت یہ بتلائی کہ اس کے ہاتھ پر کسر صلیب ہوگا اور وہ دجال اکبر کو قتل کریگا۔ ہمارے نادان مولوی نہیں سوچتے کہ جب کہ مسیح موعود کا خاص کام کسر صلیب اور قتل دجال اکبر ہے۔ اور قرآن نے خبر دی ہے بڑا دجل اور بڑا فتنہ جس سے قریب ہے کہ نظام اس عالم کا درہم برہم ہو جائے اور خاتمہ اس دنیا کا ہو جائے وہ پادریوں کا فتنہ ہے تو اس سے صاف طور پر کھل گیا کہ پادریوں کے سوا اور کوئی دجال اکبر نہیں ہے۔ (انجام آتھم خزائن ج ۱۱ ص ۴۶۔ ۴۷)

☆ نیز فرماتے ہیں

. بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ پیغمبر ﷺ ایک بات بتلاتے ہیں میں اس کو سنتا ہوں۔ مگر آپ کی صورت نہیں دیکھتا ہوں۔ غرض یہ ایک حالت ہوتی ہے جو بین الکشف و الالہام ہوتی ہے۔ رات کو آپ نے مسیح موعود کے متعلق یہ فرمایا یضع الحرب و یصالح الناس (کاتب کی غلطی سے بین کا لفظ رہ گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصل الہام یصالح بین الناس ہے حاشیہ) یعنی ایک طرف تو جنگ و جدال اور حرب کو اٹھا دے گا۔ دوسری طرف اندرونی طور پر مصالحت کرادے گا۔ گویا مسیح موعود کے دو نشان ہوں گے۔ اول بیرونی نشان کہ حرب نہ ہوگی۔ دوسرا اندرونی نشان کہ باہم مصالحت ہو جاوے گی۔ پھر اس کے بعد فرمایا سلمان منا اہل البیت۔ سلمان یعنی دو صلحیں۔ اور پھر فرمایا علی مشرب الحسن یعنی حضرت حسن میں بھی دو ہی صلحیں تھیں۔ ایک صلح انہوں نے حضرت معاویہ کے ساتھ کر لی اور دوسری صحابہ کی باہم صلح کرادی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح حسنی المشرب ہے۔ اس کے بعد فرمایا حسن کا دودھ پیئے گا۔ پھر حضرت اقدس نے فرمایا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مہدی آپ کی آل میں سے ہوگا۔ یہ مسئلہ اس الہام سے حل ہوگیا۔ اور مسیح موعود کا جو مہدی بھی ہے کام بھی معلوم ہوگیا۔ پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ وہ آتے ہی تلوار چلائے گا۔ اور کافروں کو قتل کرے گا۔ جھوٹے ہیں۔ اصل بات یہی ہے جو اس الہام میں بتلائی گئی ہے کہ وہ دو صلحوں کا وارث ہوگا۔ یعنی بیرونی طور پر بھی صلح کریگا اور اندرونی طور پر بھی مصالحت ہی کراوے گا۔

(الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۰۔ تذکرہ ص ۳۸۲۔۳۸۳)

☆ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

. طالب حق کے لئے میں یہ بات پیش کرتا ہوں کہ میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوا ہوں یہ ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلاؤں۔ اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کروں۔ پس اگر مجھ سے کروڑوں نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔ پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے۔ وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔ اگر میں نے اسلام کی حمائت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور

مہدی معہود کو کرنا چاہیے تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو سب لوگ گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔

(اخبار بدر قادیان ۱۸ جولائی ۱۹۰۶ء بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۲ء)

☆ ۔ مرزا صاحب کہتے ہیں

۔ پہلی کتابوں اور احادیث صحیحہ میں بڑا نشان آخری مسیح کا یہ دیا گیا تھا کہ وہ دجال کے ظہور کے وقت آئے گا۔اور قرآن شریف نے ظاہر کر دیا کہ وہ دجال پادریوں کا فرقہ ہے جن کا دن رات کام تحریف وتبدیل ہے کیونکہ دجال کے یہی معنی ہیں جو تحریف و تبدیل کر کے حق کو چھپانے والہ ہو اور ایسا ہی قرآن شریف کی اس آئت سے کہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ ثابت ہوتا ہے کہ دجال عیسائیوں کے سوا کوئی علیحدہ گروہ نہیں ہوگا (حاشیہ ۔ دجال کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ جو شخص دھوکہ دینے والہ اور گمراہ کرنے والہ اور خدا کے کلام کی تحریف کرنے والہ ہو اس کو دجال کہتے ہیں ۔سو ظاہر ہے کہ پادری لوگ اس کام میں سب سے بڑھ کر ہیں ۔کیونکہ دوسروں کا دجل اور فریب تو کمزور درجہ پر ہے مگر ان لوگوں کا دجل اس قدر ہے ہے کہ خواہ مخواہ انسان کو خدا بنانے پر کروڑہا روپیہ خرچ کر رہے ہیں اور لاکھوں رسالے اور کتابیں دنیا میں شائع کی ہیں اور اسی غرض سے زمین کے کناروں تک سفر کرتے ہیں ۔پس اسی وجہ سے وہ دجال اکبر ہیں اور خدا تعالی کی پیش گوئی کے مطابق دوسرے کسی دجال کو قدم رکھنے کہ جگہ نہیں کیونکہ لکھا ہے کہ دجال گرجا سے نکلے گا اور جس قوم سے ہوگا وہ قوم تمام دنیا میں سلطنت کریگی (مرزا صاحب اسی قوم کا کاشتہ پودہ ہیں) ۔ (خزائن ج ۲۲ ۔ تتمہ حقیقۃ الوحی ۔ص ۴۵۶)

☆ مولانا بٹالوی کو مخاطب کر کے مرزا صاحب کہتے ہیں

۔ میں چودھویں صدی کے سر پر آیا اور بفضلہٖ تعالی محدثین کی شرط قراداد کے مطابق چہارم حصہ صدی تک میری زندگی پہنچ گئی ۔مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط ۔ اور لکھا تھا کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی اور سخت پڑے گی مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط ۔...اور لکھا تھا کہ وہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا اور دمشق سے مشرق کی طرف وہ مبعوث ہوگا ۔مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط ۔اور

لکھا تھا کہ مسیح کے وقت میں اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی اور اس میں یہ بھی اشارہ تھا کہ اس زمانہ میں مدینہ کی طرف سے مکہ تک ریل کی سواری ہو جائے گی مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط ۔ پس جب پیغمبر ﷺ کی حدیثیں آپ کے نزدیک غلط ہیں تو میری پیش گوئیوں کو غلط کہنے کے وقت آپ کیوں شرم کرنے لگے .

(ضمیمہ براہین پنجم ص ۲۸۱)

☆ نیز لکھتے ہیں کہ حضرت محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ

. خاتم الخلفا صینی الاصل ہوگا یعنی مغلوں میں سے اور وہ جوڑا پیدا ہوگا ۔

(تذکرہ الشہادتین ص ۳۵) ۔

دوسری طرف مرزا صاحب خود کہتے ہیں کہ خدا نے انہیں بتا دیا ہے کہ وہ فارسی الاصل ہیں ۔ اگر مرزا صاحب کو خدا کی بات پر ایمان ہے تو چینی الاصل والی پیش گوئی کے مصداق وہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ وہ تو فارسی ہیں ۔ اور ابن عربی کی پیش گوئی کی حیثیت بھی کیا ہے؟

☆ .(ایک) خصوصیت جو پہلے مسیح میں تھی وہ یہ کہ اس کے زمانہ میں یہودیوں کا چال چلن بگڑ گیا تھا ۔ بالخصوص اکثر ان کے جو علماء کہلاتے تھے وہ سخت مکار اور دنیا پرست اور دنیا کے لالچوں اور دنیوی عزتوں کی خواہشوں میں غرق ہو گئے تھے ۔ ایسا ہی آخری مسیح کے وقت کے عام لوگوں اور اکثر علماء اسلام کی حالت ہو رہی ہے ۔ مفصل لکھنے کی کچھ حاجت نہیں ۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۳۲) ۔

علماء اور عوام کی جو حالت مرزا صاحب کے وقت میں تھی وہ اس سے پہلے کئی صدیوں سے چلی آ رہی تھی اور آج بھی ویسی ہی ہے ۔ اگر مسیح کے دور کی یہ خصوصیت ہے تو مرزا صاحب کو تیسری صدی ہجری کے بعد سے آج تک ہر وقت ہونا چاہیے تھا ۔

☆ (ایک) خصوصیت یہ کہ مذہب عیسائی آخر قیصری قوم میں گھس گیا ۔ سو اس خصوصیت میں بھی آخری مسیح کا (مسیح موسوی سے) اشتراک ہے ۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ یورپ اور امریکہ میں میرے دعوے اور دلائل کو بڑی دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے (تذکرۃ الشہادتین ص ۳۳)

اس دعوی کا نقص ظاہر و باہر ہے کیونکہ رومی سلطنت کا مذہب عیسائیت ہو گیا تھا

اور رعایا کی غالب اکثریت عیسائی ہوگئی تھی۔ یہاں نہ تو برطانیہ عظمی کا مذہب مرزائیت ہوا اور نہ انگریز قوم مرزائی ہوئی۔

☆ (ایک) خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ جب اس کو صلیب پر چڑھایا گیا تو سورج کو گرہن لگا تھا سو اس واقعہ میں بھی خدا نے مجھے شریک کیا ہے کیونکہ جب میری تکذیب کی گئی تو اس کے بعد نہ صرف سورج بلکہ چاند کو بھی ایک ہی مہینہ میں جو رمضان کا تھا گرہن لگا تھا۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ص۳۳)۔

جہاں تک مسیح کی بات کی ہے تو ان کے دور میں گرہن کا وقت بقول مرزا صاحب ان کی صلیب کا موقع تھا۔ مرزا صاحب کے لئے اس کے مساوی موقع ان کی موت کا ہوگا جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء ہے۔ اس روز نہ سورج کو گرہن لگا نہ چاند کو۔ جہاں تک باقی ایام کی بات ہے تو سورج اور چاند کو گرہن مرزا صاحب سے پہلے بھی لگتا رہا ہے اور بعد میں بھی لگتا رہا۔ یہ کسی کی مسیحیت کی دلیل نہیں ہے۔

☆ .(ایک) خصوصیت یہ ہے کہ یسوع مسیح کو دکھ دینے کے بعد یہودیوں میں سخت طاعون پھیلی سو میرے وقت میں بھی سخت طاعون پھیل گئی۔

(تذکرۃ الشہادتین س۳۳)۔

اگر مسیح کے دور میں یہودیوں میں طاعون آیا تھا تو اس طاعون میں مسیح کے کسی حواری کی موت نہیں ہوئی تھی۔ یہاں مرزا صاحب کے اپنے مریدوں کی لاشیں بھی طاعون سے اٹھتی رہیں۔ مشابہت تب ہوتی اگر صرف مخالفین ہی مرتے۔

☆ (ایک) خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ یہودیوں کے علماء نے کوشش کی کہ وہ باغی قرار پاوے اور اس پر مقدمہ بنایا گیا۔ اور زور لگایا گیا کہ اس کو سزائے موت دی جائے۔ سو اس قسم کے مقدمہ میں قضائے الٰہی نے مجھے بھی شریک کر دیا کہ ایک خون کا مقدمہ مجھ پر بنایا گیا اور اسی کے ضمن میں مجھے باغی بنانے کی کوشش کی گئی۔ یہ وہی مقدمہ ہے جس میں فریق ثانی کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی گواہ بن کر آئے تھے۔ (تذکرۃ الشہادتین ص۳۳۔۳۴)۔

یہاں جس مقدمے کی بات مرزا صاحب کر رہے ہیں وہ مولویوں (جنہیں مرزا صاحب اپنے دور کے یہودی قرار دیتے تھے) نے ان پر نہیں بنایا تھا کہ مسیح سے مشابہت

ہو ۔ وہ مقدمہ عیسائیوں یعنی مرزا صاحب کے قیصر کی قوم کے پادریوں مثل ڈاکٹر مارٹن کلارک وغیرہ نے قائم کیا۔ مشابہت کیا ہوئی ؟

مسیح کے خلاف مقدمہ کرنے والے یہودیوں کو مرزا صاحب کے بقول عدالت میں کرسیاں ملیں اور مسیح کو کھڑا رکھا گیا۔ یہاں کلارک والے مقدمے میں مرزا صاحب نے فخر سے کہا کہ انہیں کرسی پر بٹھایا گیا اور محمد حسین کو کھڑا کیا گیا۔ مشابہت کیا ہوئی ؟ (اور پھر دوسرے مقدموں میں مرزا صاحب کو کھڑا بھی رکھا گیا کہ کہیں وہ کرسی پر بٹھائے جانے کو اپنے حق میں کسی طرح استعمال نہ کرلیں ۔ اور اگر ایسا کریں تو جھوٹے ثابت ہوں)۔

مسیح کو مجرم قرار دیا گیا تھا لیکن یہاں مارٹن کلارک والے مقدمے میں مرزا صاحب کو مجرم قرار نہیں دیا گیا۔ مشابہت کیا ہوئی ؟

مسیح کے خلاف اس دور کے یہودیوں کے اس فرقے نے گواہی دی جو بقول مرزا صاحب یہودیوں اہل حدیث تھے اس کی مشابہت میں مولانا بٹالوی نے (بقول مرزا صاحب) سردار کاہن کی طرح لمبا چوغہ پہن کر میرے خلاف گواہی دی۔ یہ بات اس لئے غلط ہے کہ مولوی حسین صرف گواہ بن کر آیا تھا جب کہ مسیح کے خلاف مقدمہ ہی یہودیوں کا کھڑا کیا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں مسلمانوں کے تمام فرقوں نے آپ پر مقدمات قائم کر کے اور فتوی تکفیر پر دستخط کر کے مرزا صاحب خلاف گواہی دی تھی۔ مشابہت کیا ہوئی ؟

مسیح پر صرف ایک مقدمہ ہوا اور مرزا صاحب ساری عمر مقدموں کی یلغار سے پریشان رہے۔ مشابہت کیا ہوئی ؟

مسیح پر مقدمہ ہوا تو انہوں نے کوئی معافی نامہ یا امن برقرار رکھنے کا اقرار نامہ زبانی یا تحریری نہیں دیا۔ مرزا صاحب نے عدالتوں کو اقرار نامے لکھ کر دیئے کہ میں آئندہ یہ نہیں کروں گا اور وہ نہیں کرونگا۔ مسیح سے مشابہت کیا ہوئی ؟

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ (ایک) خصوصیت مسیح یسوع میں یہ تھی کہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا۔ مگر بایں ہمہ موسوی سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا۔ جو موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوا۔ ایسا ہی میں بھی قریش خاندان میں سے نہیں ہوں اور چودھویں صدی میں مبعوث ہوا ہوں اور سب سے آخر میں ہوں۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۳۵ خزائن ۲۰)

☆ اور ازالہ اوہام میں فرمایا

. سو یقیناً سمجھو کہ نازل ہونے والہ ابن مریم یہی ہے جس نے عیسی بن مریم کی طرح اپنے زمانہ میں کسی ایسے شیخ والد روحانی کو نہ پایا جو اس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھہرتا۔تب خدا تعالی خود اس کا متولی ہوا اور تربیت کی کنار میں لیا۔ اور اپنے اس بندہ کا نام ابن مریم رکھا کیونکہ اس نے مخلوق میں اپنی روحانی والدہ کا تو منہ دیکھا جس کے ذریعے سے اس نے قالب اسلام کا پایا لیکن حقیقت اسلام کی اس کو بغیر انسانوں کے ذریعہ کے حاصل ہوئی تب وہ وجود روحانی پا کر خدا تعالی کی طرف اٹھایا گیا کیونکہ خدا تعالی نے اپنے ماسوا سے اس کو موت دے کر اپنی طرف اٹھالیا اور پھر ایمان اور عرفان کے ذخیرہ کے ساتھ خلق اللہ کی طرف نازل کیا ۔ سو وہ ایمان اور عرفان کا ثریا سے دنیا میں تحفہ لا یا اور زمین جو سنسان پڑی تھی اور تاریک تھی اس کے روشن اور آباد کرنے کی فکر میں لگ گیا پس مثالی صورت کے طور پر یہی عیسی بن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا۔کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی والد روحانی ہے۔کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ میں سے کسی سلسلہ میں یہ داخل ہے؟ پھر اگر یہ ابن مریم نہیں تو کون ہے . (ازالہ اوہام ص ۶۵۸۔ منقول از تاریخ مرزا ص ۲۹-۳۰)

☆ دوسری طرف مرزا صاحب کو خود اقرار ہے کہ انکے علاوہ دیگر مسیح بھی آ سکتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ کوئی دمشق میں ہی آئے اور ہوسکتا ہے کہ وہ ظاہری شوکت کے ساتھ بھی آئے ۔ پھر مرزا صاحب آخری کیوں کر ہو گئے ۔ پھر مسیح تو چودھویں صدی کے بعد آیا تھا یعنی ۱۴۰۰ سال کے بعد۔لیکن مرزا صاحب خود کہتے ہیں کہ وہ تیرھویں صدی میں آئے۔ اور چودھویں صدی کا صرف چوتھائی حصہ گذرا ہے۔گو یا مرزا صاحب تقریبا سو سال پہلے آ گئے ۔مسیح موسوی سے مشابہت کیوں کر ہوئی ۔ پھر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مسیح اس لئے بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا ان کے باپ نہیں تھے اور صرف ماں تھی جو اسرائیلی تھی ۔یعنی حقیقی ماں کے خون کا جو معروف اسرائیلی عورت ہے مرزا صاحب کے ہاں کوئی اعتبار اور لحاظ نہیں ۔ ادھر مرزا صاحب اپنے آپ کو اس لئے سید گردانتے ہیں کہ ان کے خون میں ان کی کسی دادی (جس کا کوئی ثبوت بھی موجود نہیں ۔ نہ جانے وہ خاندانی تذکرے کہاں ہیں جن

میں لکھا ہے کہ ان کی ایک دادی سادات میں سے تھی ۔ اور اس عورت کا نام کیا تھا؟ اور وہ کتنی پشتیں اوپر جا کر کس دادا کی بیوی تھی؟) کے ذریعے بنی فاطمہ کے خون کی آمیزش تھی ۔ یہ تو مشابہت کا الٹ ہوا ۔ مشابہت نہیں

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ

(ایک) خصوصیت حضرت مسیح میں یہ تھی کہ بن باپ ہونے کی وجہ سے حضرت آدم سے وہ مشابہ تھے ۔ ایسا ہی میں بھی توام پیدا ہونے کی وجہ سے حضرت آدم سے مشابہ ہوں (تذکرۃ الشہادتین ۔ ص ۳۵) ۔

☆ مرزا صاحب کہتے ہیں ۔

اللہ تعالی فرماتا ہے ان یوماً عند ربک کالف سنۃ مما تعدون یعنی ایک دن خدا کے نزدیک تمہارے ایک ہزار سال کے برابر ہے ۔ پس جبکہ خدا تعالی کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ دن سات ہیں پس اس سے اشارہ نکلتا ہے کہ انسانی نسل کی عمر سات ہزار سال ہے جیسا کہ خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ سورۃ العصر کے عدد جس قدر حساب جمل کی رو سے معلوم ہوتے ہیں اس قدر زمانہ نسل انسانی کا آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک تک بحساب قمری گذر چکا تھا کیونکہ خدا نے حساب قمری رکھا ہے اور اس حساب سے ہماری اس وقت نسل انسانی کی عمر چھ ہزار برس تک ختم ہو چکی ہے اور اب ہم ساتویں ہزار میں ہیں ۔ اور یہ ضرور تھا کہ مثیل آدم جس کو دوسرے لفظوں میں مسیح موعود کہتے ہیں چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو جو جمعہ کے دن کے قائم مقام ہے جس میں آدم پیدا ہوا اور ایسا ہی خدا نے مجھے پیدا کیا ۔ پس اس کے مطابق چھٹے ہزار میں میری پیدائش ہوئی اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میں معمولی دنوں کی رو سے بھی جمعہ کے دن پیدا ہوا تھا اور جیسا کہ آدم نر اور مادہ پیدا ہوئے تھے میں بھی توام شکل پر پیدا ہوا تھا ۔ ایک میرے ساتھ لڑکی تھی جو پہلے پیدا ہوئی اور میں بعد اس کے پیدا ہوا ۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ۔ خزائن ۲۲ ۔ ص ۴۵۷ ۔ ۴۵۸)

یعنی عیسی بن باپ تھے ۔ لیکن مرزا صاحب تو بن باپ نہیں تھے ۔ آپ تو مرزا غلام مرتضی کے وارث تھے ۔ مشابہت کیا ہوئی؟ ۔ مسیح کا کوئی وارث نہیں ہوا جب کہ مرزا صاحب کے بیٹے مرزا محمود کہتے ہیں کہ اس کو اور اس کے بہن بھائیوں کو مرزا

صاحب سے وراثت حاصل ہوئی ہے۔ توام پیدا ہونے کو آدم سے مشابہ قرار دینا ہے تو اس معاملے میں دنیا میں لاکھوں افراد آج تک توام پیدا ہو چکے ہیں اور نہ جانے کتنے ابھی پیدا ہوں۔اس میں مرزا صاحب کا کمال کیا ہوا؟

مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت اور دیگر دعاوی ثابت کرنے کے لئے نقلی اور الہامی طریقے اختیار کئے۔ نقلی سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے آیات اور احادیث سے اس طرح استدلال کیا کہ حضرت عیسی چونکہ فوت ہو چکے ہیں وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔اس لئے جس مسیح موعود کے آنے کی خبر ہے وہ مثیل مسیح ہے جو میں ہوں۔ الہامی طریق سے یہ مراد ہے کہ آپ نے اپنے دعوی کے اثبات میں کئی ایک الہام شائع کئے جن میں آئندہ زمانے سے متعلق خبریں تھیں جن کی بابت کہا گیا کہ یہ خبریں مجھے خدا نے بتائی ہیں جن کا ظہور میری سچائی کا ثبوت ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۸)

آیئے دیکھتے ہیں کہ احادیث کے مطابق جناب مرزا صاحب مسیح موعود ہیں کہ نہیں؟ سب سے پہلے بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

☆ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ الذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیبب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابو ہریرۃ فاقرئوا ان شئتم و ان من اھل الکتاب لیئومنن بہ قبل موتہ الآیہ متفق علیہ (مشکوۃ شریف ص ۴۷۹ باب نزول عیسی علیہ السلام) یعنی ابو ہریرہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اللہ پاک کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہوکر تم میں اتریں گے۔ پھر وہ عیسائیوں کی صلیب کو (جس کو وہ پوجتے ہیں) توڑ دینگے اور خنزیر کو قتل کرائینگے اور کافروں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے اسے موقوف کر دینگے اور مال بکثرت لوگوں کو دینگے یہاں تک کہ کوئی اسے قبول کرنے والا نہ رہے گا۔لوگ ایسے مستغنی اور عابد ہوں گے کہ ایک ایک سجدہ انکوساری دنیا کے مال ومتاع سے اچھا معلوم ہوگا (حدیث کے یہ الفاظ سنا کر) حضرت ابو ہریرہ کہتے تھے کہ تم اس حدیث کی تصدیق قرآن مجید سے چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو ان من اھل الکتاب ....(اسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسی کے اترنے کے وقت کل اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں گے)۔

یہ حدیث اپنا مطلب بتانے میں کسی شرح کی محتاج نہیں ۔ صاف لفظوں میں حضرت عیسیٰ موعود کو منصف حاکم یعنی بادشاہ قرار دیا ہے ۔اور مرزا صاحب کو یہ وصف حاصل نہ تھا اور وہ حاکمانہ صورت میں نہیں آئے ۔ ان کا حال تو یہ تھا کہ گورداسپور کے ایک عام مجسٹریٹ کی عدالت میں گھنٹوں کھڑے رہتے تھے ۔اور کتنے ہی مجسٹریٹوں نے ان سے حفظ امن کے اقرار نامے لکھوائے ۔ اور وہ خود کہتے ہیں . یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔(ازالہ اوہام طبع اول ص ۲۰۰)

کسر صلیب کی حدیث میں چھ نشان مسیح موعود بیان ہوئے ہیں ۔ عادل حاکم ہونا ۔صلیب کو توڑنا ۔خنزیر کو قتل کرنا ۔ مال و دولت کا عام ہونا یہاں تک کہ صدقہ لینے والی کوئی نہ ہوگا۔ جذیہ کا معاف ہونا ۔ایک سجدہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہونا ۔ (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ ص ۴۷۹)۔ حدیث میں تمام صیغے مفرد ہیں جن کا مفاد یہ ہے کہ یہ تمام کام مسیح موعود کی عین حیات میں ہو جائیں گے ۔جبکہ مرزا صاحب وفات پا چکے ہیں۔

عادل حاکم ہونا تو ایک طرف مرزا صاحب حاکم ہی نہیں ہوئے۔

جب وہ حاکم ہی نہ ہوئے تو جزیہ معاف کرنا بھی ثابت نہ ہوا۔

صلیب کی پرستش ختم کرنا تو کجا مرزا صاحب عیسائیوں کے دور حکومت میں فوت ہوئے ۔ اسلامی دنیا میں غربت عام ہے کہ صدقہ لینے والہ کوئی نہ ہو۔اگر احمدی اس بات کے منکر ہوں تو اپنے مرکز کو چندہ دینا بند کردیں

☆ اس سے بھی زیادہ واضح اور فیصلہ کن وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے عن النبی ﷺ و الذی نفسی بیدہ لیہلن ابن مریم بفج الروحاء حاجاً او معتمراً او لیثنیھما (باب جواز التمتع فی الحج ۔مسلم) یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے مسیح فج الروحاء سے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان جگہ ہے (نووی) حج کا احرام باندھیں گے ۔

یہ حدیث حضرت مسیح موعود کی تشریف آوری کے بعد ان کے حج کرنے اور ان کے احرام باندھنے کے لئے مقام کا بھی تعین کرتی ہے۔مرزا صاحب کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ حج کو نہیں گئے ۔ اور جب

. مولوی محمد حسین بٹالوی کا خط حضرت مسیح موعود کی خدمت میں سنایا گیا جس میں اس نے اعتراض کیا تھا کہ آپ حج کیوں نہیں کرتے ؟ اس کے جواب میں

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے فرمایا کہ . میرا پہلا کام خنزیروں کا قتل اورصلیب کی شکست ہے۔ابھی تو میں خنزیروں کو قتل کر رہا ہوں ۔ بہت سے خنزیر مر چکے ہیں اور بہت سخت جان ابھی باقی ہیں ۔ان سے فرصت اور فراغت ہو لے .

(ملفوظات حصہ ۵ مرتبہ منظورالٰہی منقول از قادیانیت کا علمی محاسبہ۔ الیاس برنی۔ ص ۳۶۴)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب کہتے ہیں

. ہمارا حج تو اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفراور دجل سے باز آ کر طواف بیت اللہ کرے گا کیونکہ بموجب حدیث صحیح کے وہی وقت مسیح موعود کے حج کرنے کا ہوگا ۔ دیکھو وہ حدیث جو مسلم میں لکھی ہے کہ آنخضرت ﷺ نے مسیح موعود اور دجال کو قریب قریب حج کرتے دیکھا۔ یہ مت کہو کہ دجال قتل ہوگا کیونکہ آسمانی حربہ جو مسیح موعود کے ہاتھ میں ہے کسی کے جسم کو قتل نہیں کرتا بلکہ وہ اس کے کفراوراس کے باطل عذرات کو قتل کریگا اور آخر ایک گروہ دجال کا ایمان لا کر حج کریگا۔سو جب دجال کو ایمان اور حج کے خیال پیدا ہوں گے وہی دن ہمارے حج کے بھی ہوں گے ۔اب پہلا کام ہمارا جس پر خدا نے ہمیں لگا دیا ہے دجالی فتنہ کو ہلاک کرنا ہے۔کیا کوئی شخص اپنے آقا کی مرضی کے خلاف کام کرسکتا ہے۔ (ایام الصلح اردو۔ ص ۱۶۸۔۱۶۹)

اب اصل الفاظ فارسی میں بھی ملاحظہ فرمائیں خلاصہ چوں دجال را تمنائے ایمان و ہواء حج سرائد ہماں ایام ایام حج را باشد الخ (کتاب ایام صلح فارسی ص ۱۳۷) اس کا ترجمہ یہ ہے کہ دجال کے دل میں ایمان اور حج کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ زمانہ ہمارے حج کا ہوگا۔سردست ہم دجال کی آتش کفر کو ٹھنڈا کرنے میں مصروف ہیں ۔

اورمرزائی کہتے کہ جب کہ حج کی ادائیگی کے لئے شریعت نے بعض شرائط مقرر کئے ہیں تو یہ اعتراض کرنے سے پیشتر کہ حضرت مرزا صاحب نے کیوں حج نہ کیا۔ مخالفین کو چاہیے کہ وہ غور کریں کہ وہ اس انسان پر تو اعتراض نہیں کررہے جو بعض شرائط ضروریہ کے نہ پائے جانے کی وجہ سے حج کے لئے نہیں گیا؟۔ (الفضل ۳ ستمبر ۱۹۳۶ء ص ۵)۔

یعنی مرزائیوں کے خیال میں مرزا صاحب نے اس لئے حج نہیں کیا کہ ان میں بعض موانع موجود تھے جو خدا نے دور نہ کئے ۔ لیکن مرزائی اس بات کو بھول جاتے ہیں اگر مرزا صاحب فی الحقیقت مسیح موعود ہوتے تو موانع بھی دور ہو جاتے اور خدا تعالی

انہیں حج کی سعادت بھی عطا فرما دیتا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ عدم ادائیگی حج بھی ایک ایسا امر ہے جس نے مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا ہے۔

☆ اس کے بعد وہ حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوج و یولد لہ و یمکث خمساً و اربعین سنۃ ثم یموت فید فن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر (مشکوۃ باب نزول عیسی)۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسی زمین کی طرف اتریں گے پھر نکاح کریں گے اور ان کے ہاں اولاد پیدا ہوگی اور آپ پینتالیس سال زمین پر رہیں گے پھر فوت ہوکر میرے مقبرہ میں میرے ساتھ دفن ہونگے۔ پھر میں اور حضرت عیسی ایک ہی مقبرہ سے قیامت کو اٹھیں گے جبکہ ہم ابوبکر اور عمر کے درمیان ہوں گے)۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عیسی موعود کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوگا۔ اس حدیث کو مرزا صاحب نے خود بھی نقل کر کے اپنے استدلال میں لیا ہوا ہے۔ اور کوشش کی ہے کہ اس میں جو حضرت عیسی موعود کے تزوج (نکاح) کا ذکر ہے ان پر صادق آئے۔ انہوں نے اپنے نکاح کی بابت ایک الہامی پیش گوئی فرما رکھی تھی جس کو اعجازی نکاح کہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ نکاح جو حضرت عیسی بن مریم موعود کا مذکورہ حدیث میں آیا ہے اس سے وہی اعجازی نکاح مراد ہے جس کی بابت میں نے پیش گوئی کی ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں انہ یتزوج و ذالک ایماء الی آیۃ یظہر عند تزوجہ من ید القدرۃ و ارادۃ حضرت الوتر و قد ذکرناھا مفصلاً فی کتابنا التبلیغ و التحفہ و اثبتنا فیھا ان ھذہ الآیت سیظھر علی یدی ۔ (حمامۃ البشری صفحہ ۲۶)۔ یعنی حضرت عیسی موعود نکاح کریں گے۔ یہ اس نشان کی طرف اشارہ ہے جو اس کے نکاح کے موقعہ پر قادر کی قدرت سے ظاہر ہوگا۔ اور ہم نے اس نشان کو مفصل اپنی دو کتابوں تبلیغ اور تحفہ میں ذکر کیا ہوا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ یہ نشان میرے ہاتھ پر ظاہر ہوگا یعنی یہ نکاح وہی ہے جو میرا ہوگا

یہ عبارت باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ جناب مرزا صاحب کو اس حدیث کی تسلیم سے انکار نہیں بلکہ اسکو اپنی دلیل میں لایا کرتے تھے۔ اس لئے ہم بھی اس حدیث سے استدلال کرنے کا حق رکھتے ہیں جو یوں ہے کہ چونکہ مرزا صاحب مدینہ شریف میں فوت ہوکر روضہ

مقدسہ میں دفن نہیں ہوئے اس لئے وہ عیسی موعود نہیں ہیں۔

مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ محمدی بیگم بنت احمد بیگ ہوشیار پوری میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ اس کو آپ نے اپنے صدق یا کذب کا معیار قرار دیا تھا۔ چنانچہ آپ کسی سائل کے جواب میں لکھتے ہیں

’ (یہ پیشگوئی) میرے صدق اور کذب کی شناخت کیلئے کافی شہادت ہے۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا تعالی کذاب اور مفتری کی مدد کرے لیکن ساتھ اس کے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس پیشگوئی کے متعلق دو پیش گوئی اور ہیں جن کو میں اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں شائع کر چکا ہوں جن کا مضمون یہی ہے کہ خدا تعالی اس عورت کو بیوہ کر کے میری طرف رد کریگا۔ اب انصاف سے دیکھیں کہ نہ کوئی انسان اپنی حیات پر اعتماد کرسکتا ہے نہ کسی دوسرے کی نسبت دعوی کرسکتا ہے کہ وہ فلاں وقت تک زندہ رہے گا یا فلاں وقت تک مر جائے گا۔ مگر میری اس پیشگوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوی ہیں۔ اول نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا۔ دوم نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا زندہ رہنا۔ سوم پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا۔ چہارم اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا۔ پنجم اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا۔ ششم پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آ جانا‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۳۲۴ و ۳۲۵)

پھر مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم میں بھی اس پیشگوئی کا ذکر کر کے مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً کے دربار میں گویا اس کی رجسٹری کرادی ہے۔ فرماتے ہیں۔

’ اس پیشگوئی (یعنی محمدی بیگم سے میرے نکاح) کی تصدیق کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کریگا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر شادی ہر ایک کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا رسول

اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی'۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳)

مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں چل بسے۔ محمدی بیگم اس کے بعد کئی برس زندہ رہی اور ۱۹٦٦ء میں فوت ہوئی۔ اور بیوہ ہونے سے پہلے سلطان محمد کی موت یعنی ۱۹۴۹ء تک اس کے نکاح میں رہی۔ مرزا صاحب سے کبھی ان کا نکاح نہیں ہوا۔ اس بنا یہ کہنا ہمارا حق ہے کہ مرزا صاحب نے جس دلیل کو اپنی صداقت پر پیش کیا ہے اسی کو ہم بطور معارضہ ان کی تکذیب پر پیش کر سکتے ہیں کیونکہ عدم تزوج بزبان رسالت مرزا صاحب کی پوری تکذیب ہے۔

☆ اور مرزا صاحب فرماتے ہیں

. یہ بات عقل مندوں پر ظاہر ہے کہ بنی اسماعیل میں خدا تعالی نے بمقابل بنی اسرائیل کے ایک سلسلہ قائم کر کے یہ چاہا کہ ہر ایک طور سے اس سلسلہ کو اسرائیلی سلسلہ سے مشابہ اور مماثل کرے۔ پس اس نے اسی ارادہ سے ہمارے سید و مولی آنحضرت ﷺ کو مثیل موسی بنایا جیسا کہ وہ فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولاً شاہداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً۔ یعنی ہم نے اس رسول کو اس رسول کی مانند بھیجا جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اور پھر آخر سلسلہ میں یہ ضرور تھا کہ خاتم الخلفاء اس امت کا عیسی کا مثیل ہو جو عیسی کی طرح چودھویں صدی میں مثیل موسی کے بعد ظاہر ہو۔ کیونکہ موسی کے سلسلہ کا آخری خلیفہ عیسی تھا جو چودہ سو برس بعد اس کے ظاہر ہوا۔ (خزائن ج ۲۱۔ ضمیمہ براہین پنجم۔ ص ۳۰۲)۔

☆ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

' (ایک) مشابہت حضرت عیسی علیہ السلام سے میری یہ ہے کہ وہ ظاہر نہیں ہوئے جب تک حضرت موسی کی وفات پر چودھویں صدی کا ظہور نہیں ہوا ایسا ہی میں بھی آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں'

(رسالہ تحفہ گولڑویہ ص ۷۱)۔

اس دعوی کی تردید مرزا صاحب کی اس تحریر سے ہو جاتی ہے۔ '

اور منجملہ ان علامات کے جو اس عاجز (مرزا) کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں پائی جاتی ہیں۔ وہ خدمات خاصہ ہیں جو اس عاجز کو مسیح ابن مریم کی خدمات

کے رنگ میں سپرد کی گئی ہیں۔ کیونکہ مسیح اس وقت یہودیوں میں آیا تھا کہ جب توریت کا مغز اور بطن یہودیوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا تھا۔ اور وہ زمانہ حضرت موسیٰ سے ۱۴۰۰ برس بعد تھا کہ جب ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا تھا۔ پس ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز آیا۔ کہ جب قرآن کریم کا مغز اور بطن مسلمانوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا۔ اور یہ زمانہ حضرت مثیل موسیٰ (یعنی آنحضرت ﷺ) کے وقت سے اسی زمانہ کے قریب قریب گذر چکا ہے جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان میں زمانہ تھا'
(ازالہ اوہام۔ طبع اول۔ ص۶۹۳ ـ ۶۹۲)

اس بیان میں مرزا صاحب نے موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیانی زمانہ کو چودہ سو برس سے کچھ زیادہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ چودہ سو برس بعد کا لفظ چودہ سو پر اضافہ چاہتا ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی شہادت اس بارے میں (۱۴۵۱) ہے (دیکھو تقدیس اللغات) حالانکہ مرزا کے پہلے بیان میں تیرہ سو برس ختم ہو کر چودھویں صدی کے سر پر آنا لکھا ہے۔ اس دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ایک سو سال قبل از وقت تشریف لے آئے۔ کیونکہ اس بیان کے مطابق مسیح موعود کی تشریف آوری کا وقت چودہ سو سال کے بعد ہے اور آپ چودھویں صدی کے شروع میں آئے ہیں۔ اس لئے آپ موعود مسیح نہیں ہو سکتے۔

☆ درج بالا بیانات کے علاوہ مرزا صاحب ایک جگہ یوں رقم طراز ہیں

'پیش گوئیوں میں ہمیشہ ابہام ہوتا ہے۔ صاف اور مفصل بیان نہیں ہوتا۔ کیونکہ پیش گوئیوں میں سننے والے کا امتحان (ابتلاء) کرنا منظور ہوتا ہے۔ چنانچہ توریت میں آنحضرت ﷺ کے حق میں پیش گوئی اسی قسم کی مبہم ہے۔ جس میں وقت ملک اور نام نہیں بتایا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ کو ابتلاء خلق اللہ منظور نہ ہوتا اور ہر طرح سے کھلے کھلے طور پر پیش گوئی کا بیان کرنا ارادہ الٰہی ہوتا تو پھر اس طرح پر بیان ہونا چاہیے تھا کہ اے موسیٰ میں تیرے بعد بائیسویں صدی میں ملک عرب میں بنی اسماعیل میں ایک نبی پیدا کرونگا جس کا نام محمد ﷺ ہوگا'۔ (ازالہ اوہام طبع اول ص ۲۷۸)

اس تحریر میں مرزا صاحب نے صاف تسلیم کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سرور کائنات ﷺ پوری اکیس صدیاں گذار کر بائیسویں صدی میں پیدا ہوئے تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اور سرور کائنات ﷺ کا درمیانی زمانہ کتنا ہے۔ کچھ شک نہیں

کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت سنہ عیسوی کے حساب سے ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی اور بعثت (رسالت) ۱۲۔ فروری ۶۱۰ء کو ہوئی تھی۔ یہ چھ سو سال اکیس صدیوں سے نکال دیں تو حضرت موسی اور حضرت عیسی کا درمیانی زمانہ پندرہ سو سال رہتا ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب اپنے ہی بیان کے مطابق مقررہ وقت پر نہیں آئے بلکہ بہت پہلے تشریف لے آئے لہذا آپ عیسی موعود نہیں ہیں۔

☆ جناب مرزا صاحب نے اپنا مسیح موعود ہونا ایک اور طریق سے بھی ثابت کیا ہے۔ آپ کا دعوے ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ ' بالاتفاق تمام احادیث کے رو سے عمر دنیا کل سات ہزار برس قرار پایا تھا ' (تحفہ گولڑویہ ص۹۳)۔ اور وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پانچویں ہزار میں پیدا ہوئے ہیں اور مسیح موعود کا چھٹے ہزار میں پیدا ہونا مقدر تھا۔ اس دعوی کو اس آئت سے ثابت کرتے ہیں جو سورۃ جمعہ میں ہے و آخرین منهم لما یلحقوا بهم پھر فرماتے ہیں کہ بس میں چونکہ چھٹے ہزار سال میں پیدا ہوا ہوں لہذا میں مسیح موعود ہوں۔ اب سنئے آپ کے اپنے الفاظ۔ فرماتے ہیں۔

' ہمارے نبی ﷺ کے دو بعث ہیں اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ و آخرین منهم لما یلحقوا بهم ہے۔ تمام اکابر مفسرین اس آئت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس امت کا آخری گروہ یعنی مسیح موعود کی جماعت صحابہ کے رنگ میں ہونگے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کی طرح بغیر کسی فرق کے آنحضرت ﷺ سے فیض اور ہدائت پائیں گے۔ پس جبکہ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا فیض صحابہ پر جاری ہوا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا۔ تو اس صورت میں آنحضرت ﷺ کا ایک اور بعث ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوگا۔ اور اس تقریر سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہیں۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت ﷺ کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مھدی موعود کے ظہور سے پورا ہوا۔ غرض جبکہ آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہوئے تو جو بعض حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ ہزار ششم کے اخیر میں مبعوث ہوئے تھے تو اس سے بعث دوم مراد ہے جو نص قطعی آئت کریمہ و آخرین منهم لما یلحقوا بهم

سے سمجھا جاتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ نادان مولوی جن کے ہاتھ میں صرف پوست ہی پوست ہے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی انتظار کر رہے ہیں۔ مگر قرآن شریف ہمارے نبی ﷺ کے دوبارہ آنے کی بشارت دیتا ہے کیونکہ افاضہ بغیر بعث غیر ممکن ہے اور بعث بغیر زندگی کے غیر ممکن ہے اور حاصل اس آئت کریمہ یعنی و آخرین منهم کا یہی ہے کہ دنیا میں زندہ رسول ایک ہی ہے یعنی محمد ﷺ جو ہزار ششم میں بھی مبعوث ہو کر ایسا ہی افاضہ کریگا جیسا کہ وہ ہزارہ پنجم میں افاضہ کرتا تھا اور مبعوث ہونے کے اس جگہ یہی معنی ہیں کہ جب ہزار ششم آئے گا اور مہدی موعود اس کے آخر میں ظاہر ہو گا تو گو بظاہر مہدی معہود کے توسط سے دنیا کو ہدائت ہو گی لیکن دراصل آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی نئے سرے سے اصلاح عالم کی طرف ایسی سرگرمی سے توجہ کریگی کہ گویا آنحضرت ﷺ دوبارہ مبعوث ہو کر دنیا میں آگئے ہیں۔ یہی معنی ہیں اس آئت کے کہ و آخرین منهم لما یلحقوا بهم۔ پس یہ خبر جو آنحضرت ﷺ کی بعث دوم کے متعلق ہے جس کے ساتھ یہ شرط ہے کہ وہ بعث ہزار ششم کے اخیر پر ہوگا اسی حدیث سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے جس پر آنحضرت ﷺ کا بعث دوم موقوف ہے وہ چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو کیونکہ یہی صدی ہزار ششم کے آخری حصہ میں پڑتی ہے' (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۹۵۔۹۴)

مولانا ثناءاللہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بقول مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کا دو دفعہ نبی ہو کر ظاہر ہونا مقدر تھا۔ ایک تو اس وقت جب آپ بصورت محمد مکہ معظّمہ میں ظہور پذیر ہوئے۔ دوم اس وقت جب بشکل مرزا صاحب بہ عہدہ عیسی موعود قادیان میں رونق افروز ہوئے۔ پہلی صورت میں آپ کا نام محمد تھا دوسری میں احمد۔ محمدی صورت جلالی تھی یعنی جنگی اور احمدی صورت جمالی یعنی صلح جو ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے دوسرے مقام پر مرزا صاحب نے اس مضمون کو منجمانہ طریق میں یوں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں

' آنحضرت ﷺ کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا۔ یعنی یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنے کیلئے تھا۔ مگر بعث دوم جسکی طرف آئت کریمہ و آخرین منهم لما یلحقوا بهم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جلالی ہے جیسا کی آئت و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد اسی کی طرف اشارہ

کر رہی ہے ۔ اور اس آئت کے یہی معنی ہیں کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اس وقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی تجلی ظاہر فرمائے گا۔ یہی وہ بات ہے جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی ۔ یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت ﷺ کا شریک ہوں (شریک نہیں بلکہ اصل مصداق تھا ۔ دیکھو ازالہ اوہام طبع اول ص ۶۷۳) ۔ اور اس پر نادان مولویوں نے جیسا کہ انکی ہمیشہ سے عادت ہے شور مچایا تھا ۔ حالانکہ اگر اس سے انکار کیا جائے تو تمام سلسلہ اس پیش گوئی کا زیر و زبر ہو جاتا ہے ۔ بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے جو نعوذ باللہ کفر تک نوبت پہنچاتی ہے ۔ لہذا جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہیں ۔ ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جسکی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آئت ہے محمد رسول اللہ و الذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم ۔ دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آئت ہے و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد ' (تحفہ گولڑویہ ص ۹٦)

مزید تشریح کیلئے مرزا صاحب اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں جو یوں ہے ' یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے ۔ کیونکہ بعث دوم آخر ہزار ششم میں ہے اور ہزار ششم کا تعلق مشتری کے ساتھ ہے جو کوکب ششم منجملہ خنس کنس ہے اور اس ستارہ کی یہ تاثیر ہے کہ مامورین کو خونریزی سے منع کرتا اور عقل اور دانش اور مواد استدلال کو بڑھاتا ہے ۔ اس لئے اگرچہ یہ بات حق ہے کہ اس بعث دوم میں اسم محمد کی تجلی سے جو جلالی تجلی ہے اور جمالی تجلی کے ساتھ شامل ہے مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر جمالی رنگ کے مشابہ ہوگئی ہے کیونکہ اس وقت جلالی تجلی کی تاثیر قہر سیفی نہیں بلکہ قہر استدلالی ہے ۔ وجہ یہ کہ اس وقت کے مبعوث پر پرتوہ ستارہ مشتری ہے نہ پرتوہ مریخ ۔ اسی وجہ سے بار بار اس کتاب میں کہا گیا ہے کہ ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی

تجلی کو چاہتا ہے ۔' (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۹۶)

یعنی مرزا صاحب کا اقرار ہے کہ عیسی موعود دنیا کی عمر سے چھٹے ہزار سال میں آئیں گے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ چھٹا ہزار کہاں تک ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں

' آنحضرت ﷺ حضرت آدم سے قمری حساب کے رو سے چار ہزار سات سو انتالیس (۴۷۳۹) برس بعد پیدا ہوئے ۔اور شمسی حساب کے رو سے چار ہزار پانچسو اٹھانوے (۴۵۹۸) برس بعد' (تحفہ گولڑویہ ۔ ص ۹۲)

پس ہجرت سے پہلے تیرہ سال آنحضرت مکہ معظّمہ میں رہے ۔اس حساب سے پورے تیرہ سو ہجری ہونے کے وقت آنحضرت ﷺ کا سن نبوت ۱۳۱۳ ہوتا ہے یہ عدد قمری حساب سے ۴۷۳۹ میں ملائیں تو تیرھویں صدی کے اخیر پر دنیا کی عمر چھ ہزار باون سال ہوتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب کس سنہ میں مسیح موعود کے عہدہ پر مبعوث ہوئے۔۔اس کے متعلق بھی ہمیں کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں ۔ وہ خود لکھتے ہیں 'یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا۔تب خدا تعالی نے الہام کے ذریعہ میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔ اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ تو ہی مسیح موعود ہے .

(تریاق القلوب ۔ ص ۶۸)

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ مرزا صاحب چودھویں صدی کے شروع میں چالیس سال کی عمر کو پہنچ کر مسیحیت پر مامور ہوئے تھے ۔اسی مضمون کو دوسری کتاب میں مزید وضاحت سے لکھتے ہیں

. ۱۸۹۱۔ چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المائتین ہے ایک یہ بھی منشا ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہو گا۔ اور کیا حدیث کے مفہوم میں یہ عاجز بھی داخل ہے تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی ۔اور وہ نام یہ ہے غلام احمد قادیانی ۔اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد

نہیں ۔ (ازالہ اوہام ص ۱۸۵ ۔ ۱۸۶ ۔ تذکرہ ۔ ص ۱۴۴) ۔

مرزا صاحب کا نام تو ہے غلام احمد ۔ چنانچہ قصبہ میں ہم نام کی نفی کرتے ہوئے صرف غلام احمد ہی لکھتے ہیں ۔ مگر جب ترقی کر کے دنیا بھر کی نفی کرتے ہیں تو نام کے ساتھ مقامی نسبت کو بھی داخل کر کے غلام احمد قادیانی پورا نام بتاتے ہیں ۔ کہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا نام نہیں '

نیز فرماتے ہیں . ایک دفعہ میں نے آدم کے سن پیدائش کی طرف توجہ کی تو مجھے اشارہ کیا گیا کہ ان اعداد پر نظر ڈال جو سورۃ العصر کے حروف میں ہیں کہ انہیں میں سے وہ تاریخ نکلتی ہے (ازالہ اوہام ص ۱۸۵ ۔ ۱۸۶)

نیز . خدا تعالی نے مجھے ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے کہ سورۃ العصر کے اعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کے مبارک عہد تک جو عہد نبوت ہے یعنی تیئیس برس کا تمام وکمال زمانہ یہ کل مدت گذشتہ زمانہ کے ساتھ ملا کر ۴۷۳۹ برس ابتدائے دنیا سے آنحضرت ﷺ کے یوم وفات تک قمری حساب سے ہیں ۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۹۳ ۔ ۹۵) اور شمسی حساب کی رو سے ۴۵۹۸ برس بعد آدم صفی اللہ، حضرت نبینا محمد ﷺ خدا تعالی کی طرف سے ظاہر ہوئے (تحفہ گولڑویہ ص ۹۲ (تذکرہ ص ۱۷۹)

اس عبارت میں پہلی عبارت کی مزید تشریح ہے کہ جس کے مطابق مرزا صاحب کی بعثت چھٹا ہزار ختم ہو کر ساتویں ہزار میں سے باون سال گذر کر ہوئی ۔ لہذا بقول آپ کے آپ مسیح موعود نہیں ۔

اب ایک اور حساب سے اس معاملے کا جائزہ لیتے ہیں ۔ مرزا لکھتے ہیں کہ

'میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے '

(تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۹۵)

اس عبارت سے صاف ثابت ہے کہ چھٹا ہزار مرزا صاحب کی گیارہ سال کی عمر پوری ہونے تک ختم ہو گیا ۔ مگر گیارہ سال کی عمر میں تو مبعوث نہ ہوئے ہوں گے ۔ بلکہ بحکم بلغ اربعین سنۃ چالیس سال کو پہنچ کر مسیحیت کے درجہ پر مبعوث ہوئے تو

بھی ساتویں ہزار میں چلے گئے جو خلاف وقت مقررہ کے ہے ۔ مرزا صاحب اپنی تحریرات میں خود قمری حساب پر بنیاد رکھ رہے ہیں ۔ یہاں تک فرما چکے ہیں کہ میں 'چھٹے ہزار میں سے گیارہ سال رہتے میں پیدا ہوا تھا'۔ اس لئے ان کے کسی مرید کو یہ حق نہیں کہ وہ شمسی حساب سے چھ ہزار کا شمار کرے ۔ کیونکہ ایسا کرنا ہم کو نہیں ان کو مضر ہوگا ۔ اس لئے کہ شمسی حساب سے چھ ہزار سال ۲۰۱۲ء میں پورے ہوں گے ۔ اس حساب سے مرزا صاحب کی پیدائش ۲۰۱۰ء میں ہونی چاہیے ۔ حالانکہ وہ ۱۹۰۸ء میں انتقال بھی کر گئے ۔

اس موضوع پر مرزا صاحب کی چند اور تحریریں پیش خدمت ہیں ۔ فرماتے ہیں

. بنی آدم کی عمر کا دور سات ہزار برس مقرر ہے ۔ اور اس میں سے ہمارے نبی ﷺ کے عہد میں پانچ ہزار کے قریب گذر چکا تھا.. جیسا کہ سورۃ والعصر میں یعنی اس کے حروف میں ابجد کے لحاظ سے قرآن شریف میں اشارہ فرما دیا ہے کہ آنخضرت ﷺ کے وقت میں جب وہ سورۃ نازل ہوئی تب آدم کے زمانہ پر اسی قدر مدت گذر چکی تھی جو سورۃ موصوفہ کے عددوں سے ظاہر ہے ۔ اس حساب سے انسانی نوع کی عمر میں سے اب اس زمانہ میں چھ ہزار برس گذر چکے ہیں اور ایک ہزار برس باقی ہیں ۔ قرآن شریف میں بلکہ اکثر پہلی کتابوں میں بھی یہ نوشتہ موجود ہے کہ وہ آخری مرسل جو آدم کی صورت پر آئے گا اور مسیح کے نام سے پکارا جائے ضرور ہے کہ وہ چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں پیدا ہوا.. پہلا ہزار نیکی اور ہدائت کے پھیلنے کا زمانہ ہے اور دوسرا ہزار شیطان کے تسلط کا زمانہ ہے اور پھر تیسرا ہزار نیکی اور ہدائت کے پھیلنے کا ۔ اور چوتھا ہزار شیطان کے تسلط کا اور پھر پانچواں ہزار نیکی اور ہدائت کے پھیلنے کا (یہی) وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سید و مولی حضرت محمد ﷺ دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے اور شیطان قید کیا گیا ۔ پھر چھٹا ہزار شیطان کے کھلنے اور مسلط ہونے کا زمانہ ہے جو قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں صدی کے سر پر ختم ہو جاتا ہے ۔ اور پھر ساتوں ہزار خدا اور اس کے مسیح کا اور ایک ہر خیر و برکت اور ایمان اور صلاح اور تقوی... اور ہدائت کا زمانہ ہے ۔ اب ہم ساتویں ہزار کے سر پر ہیں ۔ اس کے بعد کس دوسرے مسیح کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ زمانے سات ہی ہیں ۔

(لیکچر لاہور۔خزائن جلد ۲۰ ص ۱۸۶)

اور لیکچر سیالکوٹ میں کہتے ہیں ۔ پھر ہزار پنجم آیا جو ہدائت کا دور تھا۔ یہ وہ ہزار ہے جس میں ہمارے نبی ﷺ مبعوث ہوئے... ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے اور وہ ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں صدی کے سر تک ختم ہوتا ہے۔ اس ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت ﷺ فیج اعوج رکھا ہے۔ اور ساتواں ہزار ہدایت کا جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اس کے سر پر پیدا ہو اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح۔ مگر وہ جو اس کے لئے بطور ظل کے ہو....خدا نے مسیح موعود کو ششم ہزار کے اخیر میں پیدا کیا

(لیکچر سیالکوٹ۔خزائن ج ۲۰ ص ۲۰۸۔۲۰۹)

☆ قرآن مجید میں ارشاد ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ۔ خدا نے اپنا رسول ہدائت اور دین حق کیساتھ بھیجا تا کہ اس کو سارے مذاہب پر غالب کرے۔ اس آئت کی تفسیر کے طور پر مرزا صاحب براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں

'هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔' (براہین احمدیہ ۔ حاشیہ ص ۴۹۹۔۴۹۸)

مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ اس جگہ جناب مرزا صاحب نے مسیح موعود کیلئے آئت موصوفہ سے یہ بات بتائی کہ وہ با سیاست یعنی ظاہری حکومت کے ساتھ آئینگے۔ مگر جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی خود کیا تو باوجود سیاست اور حکومت حاصل نہ ہونے کے آپ نے اس آئت پر قبضہ رکھا اور اپنے ہی حق میں اسکو چسپاں کیا۔ فرماتے ہیں

'چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گزرتا کہ آپ کا زمانہ ختم ہو گیا۔ کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام

تک پہنچ گیا۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح کی بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں ۔ زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈالدی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ اور اس تکمیل کیلئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔ اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہولے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آئت اشارہ کرتی ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدائت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اسکو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آئت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔

(چشمہ معرفت ۔ ص ۸۳ ـ ۸۲)

اس عبارت کی تشریح یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب زمانہ محمدی کی ابتدا رسالت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ و التحیۃ سے ہوئی پھر وہی زمانہ ممتد ہو کر مسیح موعود کے زمانہ تک ایک ہی رہا۔ اس زمانہ کے ایک سرے پر آنحضرت ﷺ ہیں تو دوسرے سرے پر مسیح موعود ہیں۔ زمانہ محمدی سے اشاعت اسلام شروع ہو کر زمانہ مسیح موعود میں تکمیل کو پہنچ جائے گی ۔ یعنی دنیا کی کل قومیں مسلمان ہو کر ایک واحد اسلامی قوم بن جائے گی ۔ چونکہ یہ سب کام مسیح موعود کی معرفت ہوگا اس لئے آئت ھو الذی ارسل ، مسیح موعود کے حق میں چسپاں ہے

☆ مرزا صاحب فرماتے ہیں

’وہ پیشگوئی رسول اللہ ﷺ کی جو تواتر معنوی تک پہنچ گئی ہے جس کا مطلب یہ کہ خدا تعالی نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر ایک صدی کے سر پر وہ ایسے شخص کو مبعوث کریگا جو دین کو پھر تازہ کر دیگا اور اس کی کمزوریوں کو دور کر کے پھر اپنی اصلی طاقت اور قوت پر اس کو لے آویگا۔ اس پیشگوئی کی رو سے ضرور تھا کہ کوئی شخص اس چودھویں صدی پر ہی خدا

تعالی کی طرف سے مبعوث ہوتا اور موجودہ خرابیوں کی اصلاح کیلئے پیش قدمی دکھلاتا۔ سو یہ عاجز عین وقت پر مامور ہوا ہے۔ اس سے پہلے صدہا اولیاء نے اپنے الہام سے گواہی دی تھی کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہوگا اور احادیث صحیحہ نبویہ پکار پکار کر کہتی تھیں کہ تیرھویں صدی کے بعد ظہور مسیح ہے۔ پس کیا اس عاجز کا یہ دعوی اس وقت عین اپنے محل اور اپنے وقت پر نہیں ہے'۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۳۴۰)

☆ پھر مرزا صاحب لکھتے ہیں

' اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کو دفع کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کیلئے جو بغیر تائید الہی دور نہیں ہوسکتی عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے اور مذہبی نکتہ چینیاں ہیں۔ جن کے دور کرنے کیلئے ضرور تھا کہ خدا تعالی کی طرف سے کوئی آوے اور جیسا کہ میرے پر کشفاً کھولا گیا۔ حضرت مسیح کی روح ان افتراؤں کی وجہ سے جو ان پر اس زمانہ میں کئے گئے اپنے مثالی نزول کیلئے شدت جوش میں تھی ...سو خدا تعالی نے اس جوش کے موافق اس کی مثال کو دنیا میں بھیجا تا وہ وعدہ پورا ہو جو پہلے کیا گیا تھا '

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۴۱)

مسیح موعود ہونے کے لئے مرزا صاحب کی یہ دلیل اس لئے غلط ہے کہ آپ کی کتاب براہین احمدیہ ۱۲۹۷ھ میں طبع ہوئی۔ اثناء تصنیف میں آپ نے اس کتاب کا جو اشتہار دیا تھا اس میں لکھا ہے کہ ' مصنف کو اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات کے مشابہ ہیں۔ ' (تبلیغ رسالت جلد اول ص ۱۵)۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب چودھویں صدی کے مجدد نہیں کیونکہ مجدد صادق ہر صدی کے شروع میں آتا ہے اور جو شخص صدی کے اخیر میں مجددیت کا دعوی کرے اس کی تردید کیلئے خود اس کا دعوی ہی کافی ہے۔ اور جب وہ مجدد ہی نہیں تو مسیح کہاں سے ہو گئے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح ہوگا۔

☆ مرزا صاحب لکھتے ہیں

. تمام زمین کا ظلم سے بھر جانا اور ایمان کا زمین پر سے اٹھ جانا۔ اس قسم کی مصیبتوں کا زمانہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بعد ایک ہی زمانہ ہے جس کو مسیح کا زمانہ یا مہدی کا زمانہ کہتے ہیں ۔ اور احادیث نے اس زمانہ کو تین پیرایوں میں بیان کیا ہے ۔ رجل فارسی کا زمانہ۔ مہدی کا زمانہ۔ مسیح کا زمانہ۔ اور اکثر لوگوں نے قلت تدبر سے ان تین ناموں کی وجہ سے تین علیحدہ علیحدہ شخص سمجھ لئے ہیں ۔ اور تین قومیں ان کے لئے مقرر کی ہیں ۔ ایک فارسیوں کی قوم ۔ دوسری اسرائیل کی قوم ۔ تیسری بنی فاطمہ کی قوم ۔ مگر یہ تمام غلطیاں ہیں ۔ حقیقت میں یہ تینوں ایک ہی شخص ہیں جو تھوڑے تھوڑے تعلق کی وجہ سے کسی قوم کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے ۔ مثلا ایک حدیث سے جو کنزالعمال میں موجود ہے سمجھا جاتا ہے کہ اہل فارس یعنی بنی فارس بنی اسحاق میں سے ہیں ۔ پس اس طرح پر وہ آنے والا مسیح اسرائیلی ہوا۔ اور بنی فاطمہ کے ساتھ امہاتی تعلق رکھنے کی وجہ سے جیسا کہ مجھ کو حاصل ہے فاطمی بھی ہوا۔ پس گویا وہ نصف اسرائیلی ہوا اور نصف فاطمی جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے ۔ ہاں میرے پاس فارسی ہونے کے لئے بجز الہام الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں ۔ لیکن یہ الہام اس زمانہ کا ہے کہ جب اس دعوی کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ یعنی آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے خذوا لتوحید خذو التوحید یا ابناء الفارس۔ یعنی توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ پھر دوسری جگہ الہام ہے ان الذین صدوا عن سبیل اللہ رد علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیہ۔ یعنی جو لوگ خدا کی راہ سے روکتے تھے ایک فارسی شخص نے ان کا رد لکھا۔ خدا نے اس کی کوشش کا شکریہ کیا۔ ایسا ہی ایک اور جگہ براہین احمدیہ میں الہام ہے لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس۔ یعنی اگر ایمان ثریا پر اٹھایا جاتا اور زمین سراسر بے ایمانی سے بھر جاتی تب بھی یہ آدمی جو فارسی الاصل ہے اس کو آسمان پر سے لے آتا۔ اور بنی فاطمہ ہونے میں یہ الہام ہے احمد اللہ الذی جعل لکم الصہر و النسب اشکر نعمتی رئیت خد یجتی یعنی تمام حمد اور تعریف اس خدا کے لئے جس نے تمہیں فخر دامادی سادات اور فخر علونسب جو دونوں مماثل ومشابہ ہیں عطا فرمایا یعنی تمہیں سادات کا داماد ہونے کی فضیلت عطا کی

نیز بنی فاطمہ امہات سے پیدا کر کے تمہارے نسب کو عزت بخشی اور میری نعمت کا شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ (حاشیہ۔ یہ الہام براہین میں درج ہے۔ اس میں بطور پیش گوئی اشارہ بتلایا گیا ہے کہ وہ تمہاری شادی جو سادات میں مقدر ہے ضروری طور پر ہونے والی ہے اور خدیجہ رضی اللہ کی اولاد کو خدیجہ کے نام سے یاد کیا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایک بڑے خاندان کی ماں ہو جائیگی۔ اس جگہ یہ عجیب لطیفہ ہے کہ خدا نے ابتداء سلسلہ سادات میں سادات کی ماں ایک فارسی عورت مقرر کی جس کا نام شہر بانو تھا۔ اور دوسری مرتبہ ایک فارسی خاندان کی بنیاد ڈالنے کے لئے ایک سیدہ عورت مقرر کی۔ جس کا نام نصرت جہان بیگم ہے۔ گو یا فارسیوں کے ساتھ یہ عوض معاوضہ کیا گیا کہ پہلے ایک بیوی فارسی الاصل سید کے گھر میں آئی اور پھر آخری زمانہ میں ایک بیوی سیدہ فارسی مرد کے ساتھ بیاہی گئی۔ اور عجیب تر یہ کہ دونوں نام بھی باہم ملتے ہیں اور جس طرح سادات کا خاندان پھیلانے کے لئے وعدہ الٰہی تھا اس جگہ بھی براہین احمدیہ کے الہام میں اس خاندان کے پھیلانے کا وعدہ ہے اور وہ یہ ہے

سبحان اللہ تبارک و تعالی زاد مجدک ینقطع آباءک و یبدء منک

(یعنی بنی اسحاق کی وجہ سے ایک تو آبائی عزت تھی اور دوسری بنی فاطمہ ہونے کی عزت اس کے ساتھ ملحق ہوئی۔ اور سادات کی دامادی کی طرف اس عاجز کی بیوی کی طرف اشارہ ہے جو سیدہ سندہ سادات دہلی میں سے ہیں۔ میر درد کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اسی فاطمی تعلق کی طرف اس کشف میں اشارہ ہے جو آج سے تیس برس پہلے براہین احمدیہ میں شائع کیا گیا جس میں دیکھا تھا کہ حضرات پنج تن سید الکونین حسنین فاطمہ الزہرا اور علی عین بیداری میں آئے۔ اور حضرت فاطمہ نے کمال محبت اور مادرانہ عطوفت کے رنگ میں اس خاکسار کا سر اپنی ران پر رکھ لیا اور عالم خاموشی میں ایک غم گین صورت بنا کر بیٹھے رہے۔ (عربی میں کشف کا ترجمہ از مرتب تذکرہ یوں ہے۔ پس (حضرت علی) نے مجھے کتاب اللہ کی تفسیر دی۔ اور کہا کہ یہ میری تفسیر ہے۔ اور اب آپ اس کے مستحق ہیں۔ آپ کو اس کتاب کا ملنا مبارک ہو۔ پھر میں نے ہاتھ بڑھا کر تفسیر لے لی۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ میں نے آپ کو خوب تنومند اور اعلی اخلاق کا مالک پایا۔ متواضع منکسر المزاج چمکتے ہوئے روشن چہرہ والہ۔ میں حلفاً کہتا

ہوں کہ آپ مجھ سے بڑی محبت اور شفقت سے ملے ۔ اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں ۔ اور آپ کو میرے عقیدہ کا بھی علم ہے ۔ اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میرا مسلک اور مشرب شیعوں کے مخالف ہے لیکن آپ اس کا برا نہیں مناتے ۔ بلکہ آپ مجھ سے مخلص محبوں کی طرح ملے اور بڑی محبت کا اظہار کیا ۔ آپ کے ساتھ حسنین اور سید الرسل خاتم النبیین بھی تھے ۔ اور ان کے ساتھ ایک خوب صورت نوجوان عورت بھی جو صالحہ عالی مرتبہ نیک سیرت اور باوقار تھی جس کے چہرہ سے نور ٹپک رہا تھا ۔ اور میں نے اس کو غم سے بھرا ہوا پایا جسے وہ چھپا رہی تھی ۔ میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ بی بی فاطمہ الزہراء ہیں ۔ آپ میرے پاس آئیں ۔ میں لیٹا ہوا تھا ۔ آپ بیٹھ گئیں اور میرا سر اپنی ران پر رکھا اور شفقت فرمانے لگیں ۔ میں نے دیکھا کہ میرے بعض غموں کی وجہ سے آپ غم گین اور پریشان تھیں جیسے مائیں اپنے بیٹوں کے مصائب کے وقت پریشان ہوتی ہیں ۔ پھر مجھے بتایا گیا کہ میری حیثیت دینی تعلق کے لحاظ سے بمنزلہ بیٹے کے ہے ۔ اور میرے دل میں یہ خیال آیا کہ آپ کے غم میں اس ظلم کی طرف اشارہ ہے جو مجھے قوم اور اہل وطن اور دشمنوں کی طرف سے پہنچنے والا ہے ۔ پھر حسنین میرے پاس آئے اور دونوں مجھ سے بھائیوں کی طرح محبت کا اظہار کرتے تھے اور شفیق ہمدردوں کی طرح ملے ۔ اور یہ کشف بیداری والے کشوف میں سے تھا جس پر کئی سال گذر چکے ہیں ۔ اصل عربی کشف سرالخلافہ ص ۳۴ ۔۳۵ پر ہے (تذکرہ حاشیہ ص ۲۲) اسی روز سے مجھ کو اس خونی آمیزش کے تعلق پر یقین کلی ہوا ۔ فالحمد للہ علی ذالک ۔ غرض میرے وجود میں ایک حصہ اسرائیلی ہے اور ایک حصہ فاطمی ۔ اور میں دونوں مبارک پیوندوں سے مرکب ہوں ۔ اور احادیث و آثار کو دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ آنے والے مہدی آخرالزمان کی نسبت یہی لکھا ہے کہ وہ مرکب الوجود ہوگا ۔ ایک حصہ بدن کا اسرائیلی اور ایک حصہ محمدی ۔

(تحفہ گولڑویہ ۔ خزائن جلد ۱۷ ۔ ص ۱۱۶ ۔ ۱۱۸)

اس کشف پر بہت لے دے ہوئی ۔ اس کے دفاع میں مرزا غلام احمد کے برادر نسبتی میر اسحاق نے لکھا

. واقعہ میں اگر حضرت فاطمہ اس دنیا میں تشریف لے آئیں اور مرزا صاحب

زندہ ہوں تو گو امت کو ان سے کس قدر عقیدت کیوں نہ ہو۔ امت کے مردوں سے معصومہ بتول پردہ کریں گی ۔ کیونکہ ان کے مقدس باپ کی شریعت یہی ہے کہ کوئی عورت کسی غیر محرم کے سامنے نہ ہو۔ مگر مرزا صاحب بھی شریعت اسلام کے مطابق یہ حق رکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کا چہرہ دیکھیں ۔ اور صدیقہ زہراء حضرت مرزا صاحب کو مادرانہ شفقت سے اپنے پاس بلا کر ان کے سر پر دست شفقت پھیریں ۔ اور کیا تعجب ہے کہ وہ اپنے زانوئے مادرانہ پر پیار سے مرزا صاحب کا اپنے بیٹوں کی طرح سر رکھ دیں ۔ کیونکہ مرزا صاحب گو سید نہیں مگر سید زادی سے بیاہ کر کے زہرا کے داماد بن چکے ہیں ۔ اور خدا کی شریعت میں بیٹے کی طرح داماد بھی محرم ہوتا ہے ۔ پس اس کشف کا مطلب تو یہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی شادی ایک ایسی خاتون سے ہونے والی ہے جس سے نکاح کر کے آپ حضرت فاطمہ کے فرزند ہو جائیں گے ۔ میں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مسلمان علماء سے پوچھتا ہوں کہ اگر فاطمہ زہرا اس وقت دنیا میں تشریف لے آویں تو کیا وہ ہر مسلمان سے پردہ کریں گی ۔ یا سادات کے سامنے ہوسکیں گی۔ اور یہ کہ جو شخص کسی سید زادی سے بیاہا جائے وہ حضرت فاطمہ کا پوت داماد ہونے کی وجہ سے محرم بن جاتا ہے یا نہیں؟ (الفضل ۶ ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۵)

مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ

راقم مضمون میر صاحب چونکہ ذی علم آدمی ہیں اور قوم کے سید بھی کہلاتے ہیں اس لئے اپنا جواب آپ کے جواب پر مبنی کرنے کو آپ سے ایک شرعی سوال کرتے ہیں ۔ کہ دو سید زادے بھائی بھائی ہیں ۔ ایک کا نام اسماعیل ہے اور دوسرے کا نام اسحٰق ۔ اسماعیل کا بیٹا ہے اور اسحٰق کی بیٹی ۔ آپ کے مرقومہ اصول کے مطابق اسماعیل کا بیٹا بھی حضرت فاطمہ کا بیٹا ہے اور اسحٰق کی بیٹی بھی حضرت فاطمہ کی بیٹی ہے ۔ تو اب کیا فرماتے ہیں قادیانی علماء دین اور مفتیان شرع متین کہ سید اسماعیل کے بیٹے کا نکاح سید اسحاق کی بیٹی سے جائز ہے یا نہیں؟ مہربانی کر کے قادیانی علماء اس پر روشنی ڈالیں کہ ان کی شرع میں اس کا کیا حکم ہے ۔؟ اگر جائز ہے تو اس سوال کو بھی حل کر دیں کہ بھائی بہن کا نکاح ایک دوسرے سے کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو یہ بھی بتا دیں کہ اس قسم کے رشتے آج تک سادات میں ہوئے بھی ہیں یا نہیں؟ اگر ایسے بے شمار رشتے ہو

چکے ہیں تو کیا یہ سب نکاح نا جائز ہوتے ہیں؟ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان سیدہ زادہ ہو نے کی وجہ سے حضرت فاطمہ کے بیٹے ہوئے اور ڈاکٹر اسماعیل کی بیٹی سیدزادی ہونے کی وجہ سے فاطمہ زہرا کی بیٹی ٹھہری۔اب یہ دونوں اولاد فاطمہ ہونے کی وجہ سے آپس میں بہن بھائی ہوئے۔تو ان کا باہمی نکاح جائز ہے یا نا جائز؟ اگر یہ نکاح ہو چکا ہے تو اس کی بابت علماء قادیان کا کیا فتوی ہے؟ اگر کہیں کہ بعد نسل کی وجہ سے حرمت اصلیہ باقی نہیں رہی اس لئے اہل حدیث نے جو مثالیں پیش کی ہیں ان سب صورتوں میں نکاح جائز ہے تو ہم کہیں گے ماھو جوابکم فھو جوابنا یعنی جس طرح بعد نسل کی وجہ سے سید زادی کا خاوند حضرت فاطمہ کے لئے ان کے حقیقی داماد کی طرح محرم نہیں اسی طرح مرزا صاحب بھی خاتون جنت کے لئے حقیقی محرم نہیں ہو سکتے۔پس آپ کا جواب تار عنکبوت سے زیادہ ضعیف ہے ۔ میر (اسحٰق) صاحب نے آپ نے اس مشکل مسئلہ کا جواب ہم سے طلب کیا ہے ہم نے آپ ہی کے خاندان سے مثال پیش کر دی ہے۔ (اہل حدیث ۲۷ ستمبر ۱۹۴۰ص ۴۔۹۵)

☆ مرزائی کہتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مسیح موعود (مرزا) کا وہ دعوی جو آپ نے عیسی پرستی کے ستون کو توڑنے کے متعلق کیا ہے اسی صورت میں پورا ہوسکتا ہے کہ دنیا کے تختہ پر کوئی مسیحی باقی نہ رہے . انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بات سنت اللہ کے سراسر خلاف ہے ۔دنیا میں جو بھی نبی آیا اس کی بعثت کی غرض یہی بتائی گئی کہ وہ دنیا میں ہدائت پھیلائے اور گمراہی دور کرے۔کیا دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا نبی ہوا ہے جس نے آکر اپنے دائرہ عمل سے ضلالت اور گمراہی کا وجود ہی مٹا دیا ہو۔اور تو اور خود آنخضرت ﷺ کے وقت میں بھی ایسا نہیں ہوا۔آپ کے وصال کے وقت دنیا میں عیسائی بھی موجود تھے یہودی بھی ہندو اور بت پرست بھی ۔۔۔پھر نہیں معلوم مخالفین یہ کس طرح امید رکھتے ہیں کہ دنیا سے مسلمانوں کے سوا دوسرے تمام مذاہب کے لوگوں کا نام و نشان مٹ جائے ۔ جبکہ قرآن میں خدا کا یہود اور نصاری کے متعلق یہ ارشاد موجود ہے واغرینا بینھم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیامۃ یعنی یہود اور نصاری کے درمیان قیامت تک عداوت اور بغض رہے گا۔اور بغض اسی طرح رہ سکتا ہے کہ دونوں کا وجود باقی رہے (الفضل ۲۶ مئی ۱۹۴۰ء)۔ لیکن الفضل کے اسی شمارے میں لکھا ہوا ہے . حضرت مسیح موعود نے اپنا جو مشن بیان فرمایا ہے وہ پورا ہو رہا

ہے ..اور حضرت مسیح موعود نے اس کی تکمیل کے لئے جو میعاد مقرر کی ہے وہ یہ ہے

. ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسی کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب اور ایک ہی پیشوا ہوگا۔ (الفضل ۲۶ مئی ۱۹۴۰ء ص ۲)۔

الفضل کو یہ لکھتے ہوئے کہ تین سو سال کے خاتمہ پر دنیا میں ایک ہی مذہب اور ایک ہی پیشوا ہوگا قرآن کریم کی آئت مذکرہ بالا یاد نہ رہی۔ نیز یہ کہنا کہ چونکہ پہلے کسی نبی کے زمانے میں ایسا نہیں ہوا۔ الفضل نے خود ہی اس کی تردید کر دی جب کہا کہ تین سو سال بعد ایسا ہو جائے گا۔ نیز مرزا صاحب بھی کہتے ہیں . خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں مسیح موعود کے زمانہ پر ڈال دی (چشمہ معرفت)۔ (اہل حدیث ۷ جون ۱۹۴۰ء ص ۵ - ۶)

اور جب ایسا ہوگا، اس وقت اگر کسی کا دعوی ہوا تو شائد درست بھی ہو۔

☆ مرزا صاحب فرماتے ہیں

. براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے کئی سال پہلے اس پیش گوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اس وقت میرے پر کھولا گیا ہے۔ اور وہ الہام یہ ہے جو براہین کے صفحہ ۴۹۶ میں مذکور ہے یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ ۔ یا مریم اسکن انت و زوجک الجنۃ ۔ یا احمد اسکن انت و زوجک الجنۃ ۔ اس جگہ تین جگہ زوج کا لفظ آیا ہے۔ اور تین نام اس عاجز کے رکھے گئے ۔ پہلا نام آدم۔ یہ وہ ابتدائی نام ہے جب کہ اللہ تعالی نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا۔ اس وقت پہلی زوجہ کا ذکر فرمایا (یعنی مرزا صاحب کی پہلی زوجہ جنت میں جائے گی ۔ مرزا صاحب کی نبوت کے انکار کے باوجود۔ تو پھر مرزا صاحب اور مرزا صاحب کو نبی ماننے والے کہاں ہوں گے؟)۔ پھر دوسری زوجہ کے وقت نام مریم رکھا کیونکہ اس وقت مبارک اولاد دی گئی۔ جس کو مسیح سے مشابہت ملی (کیا مرزا صاحب کے بیٹے مثیل مسیح ہیں یا خود مرزا صاحب اس مریم نامی زوجہ کے فرزند ہیں؟) اور نیز اس وقت مریم کی طرح کئی ابتلاء پیش آئے جیسا کہ مریم کو حضرت عیسی کی پیدائش کے وقت یہودیوں کی بدظنیوں کا ابتلاء پیش آیا (کیا نصرت بیگم پر بھی بدظنیاں کی گئی تھیں اور ان کی نوعیت

کیا تھی؟)۔ اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے اس کے ساتھ احمد کا لفظ استعمال کیا گیا۔اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت حمد اور تعریف ہو گی۔ یہ ایک چھپی ہوئی پیش گوئی ہے جس کا سر (بھید) اس وقت خدا تعالی نے مجھ پر کھول دیا ۔غرض یہ تین مرتبہ زوج کا لفظ تین مختلف نام سے جو بیان کیا گیا ہے وہ اسی پیش گوئی کی طرف اشارہ تھا۔ (انجام آتھم ص ۳۳۸۔خزائن ج ۱۱)

اب سوال یہ ہے کہ جب تیسری بیوی مرزا صاحب کے حبالہ عقد میں نہیں آئی تو آپ احمد یا بروز محمد کیونکر ہو سکتے ہیں اور آپ کو ماننے والے احمدی کیوں کہلاتے ہیں؟

☆ قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں۔

مرزا صاحب کے مسیح موعود نہ ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو جابر سے صحیح مسلم میں ہے۔ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا اور قیامت تک غالب رہے گا۔ عیسی بن مریم انہی میں نازل ہوں گے۔گروہ کا امیر کہے گا آیئے نماز پڑھایئے۔ حضرت عیسی فرمائیں گے نہیں ۔تم آپس میں ایک دوسرے کے امیر ہو۔ یہ خدا نے اس امت کو اکرام دیا ہے.

یہ حدیث چاہتی ہے کہ حضرت عیسی کا نزول اس گروہ میں ہو جو شروع زمانہ اسلام سے لے کر مسیح کے آنے تک حق کے لئے جنگ وقتال کرنے والہ اور اپنے جنگ وغزا میں نصرت و فیروزی رکھنے والہ ہو۔ حدیث کا یہ بھی مطلب ہے کہ نزول عیسی سے پہلے ایک ایسا امیر مسلمانوں میں موجود ہو جس کی امارت تسلیم شدہ ہو۔

یہ حدیث یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ اس کی امارت کا حق ہونا حضرت عیسی بھی تسلیم فرمائیں گے۔اور یہی امر ظاہر کرنے کے لئے نماز میں اس امیر کا اقتداء کریں گے.

۔ مرزا صاحب جو مسیح موعود بنتے ہیں اول یہ فرمائیں کہ ان کا نزول کون سی جنگ جو فتحیاب فرقہ میں ہوا ہے۔ دوم ان سے پہلے کون سا امیر المسلمین موجود تھا جس کی امارت کو انہوں نے تسلیم کر کے اس کی اقتداء کی ہے.

(تائید الاسلام ص ۱۱۴۔۱۱۵ طبع ۱۳۴۴ھ بار دوم)

☆ مرزا صاحب کے مسیح موعود نہ ہونے پر ابن الجوزی کی حدیث بھی شاہد ہے جس کے الفاظ ہیں ۔ عیسی زمین میں اتر کر بیاہ کریں گے۔ان کی اولاد ہوگی . مرزا

صاحب جو قبل از دعوی مسیحیت کئی شادیاں کر چکے ہیں۔ وہ اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان کوئی شادی دعوی مسیحیت کے بعد جو ۱۸۹۱ء میں ہوا نہیں ہوئی۔

(تائید الاسلام ص ۱۱۵۔۱۱۶)۔

☆ ۱۹۶۳ء میں راولپنڈی میں ایک مرتبہ مرزائیوں سے حیات و وفات مسیح پر حافظ عنائت اللہ وزیر آبادی کی گفتگو ہوئی۔ حافظ صاحب نے پوچھا کہ وفات مسیح کی بابت آپ لوگوں کا خیال قرآن مجید میں منصوص اور مصرح ہے یا کہ استدلالی طریق ہے۔ مرزائیوں نے آئت فلما توفیتنی پڑھی تو حافظ صاحب نے پوچھا کہ یہ دعوی ہے یا اس کی دلیل۔ مرزائیوں نے کہا کہ یہ دلیل ہے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ میں دعوی دریافت کرتا ہوں پھر اس کے بعد ضرورت ہوگی تو دلیل دریافت کرونگا۔ ایک گھنٹہ تک قادیانی، یہی آئت پڑھتے رہے اور مطالبہ کے باوجود دعوی پیش نہیں کیا۔ اگر وہ استدلال کا دعوی کرتے تو اشتباہ پڑ جاتا اور اگر نص وصراحت کا دعوی کرتے تو حافظ صاحب تحفہ بغداد سے مرزا صاحب کا بیان پیش کر دیتے کہ قرآن حدیث اور میرے الہاموں میں اگرچہ وفات مسیح کا ذکر ہے مگر چونکہ صریح اور واضح نہیں اس لئے وفات مسیح کو تسلیم نہیں کیا اور حیات ہی مانتا رہا۔ اور انتظار کرتا رہا کہ اللہ پاک صریح اور واضح طور پر وفات بتائے گا تو میں تسلیم کر لوں گا۔ اور کامل دس سال تک انتظار کی۔ حافظ صاحب نے دریافت کیا کہ اس دس سال کے عرصہ میں قرآن وحدیث اور اپنے سابقہ الہاموں کے علاوہ جو صریح اور واضح الہام نازل ہوا جس کی بنا پر مرزا صاحب نے حیات مسیح کا خیال چھوڑا وہ کونسا ہے؟۔ مگر قادیانیوں نے کوئی بھی شق اختیار نہیں کی کہ جو بھی اختیار کریں گے خیر نہیں (العطر البلیغ۔ ص ۱۰۷)

☆ شائد کسی صاحب کو خیال ہو کہ جو الفاظ حضرت عیسی موعود علیہ السلام کی بابت آئے ہیں ان سے انکی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز مراد ہے۔ مثلاً بقول ان کے عیسی مسیح سے خاص حضرت عیسی مراد نہیں بلکہ مثل عیسی مراد ہے۔ یا 'حکم عدل' سے ظاہری حاکم مراد نہیں بلکہ روحانی مراد ہے۔ غرض یہ کہ ان جملہ اوصاف مسیحیہ میں سے جو وصف جناب مرزا صاحب میں نہیں پایا جاتا اس سے مجازی وصف مراد ہے۔ مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ اس کا جواب آسان ہے۔ علماء بلاغت کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو (ملاحظہ ہو مطول بحث حقیقت مجاز)۔ اب ہم دکھاتے ہیں کہ ان الفاظ کی حقیقت کی بابت

جو حضرت عیسی موعود علیہ السلام کے حق میں آئے ہیں مرزا صاحب کیا فرماتے ہیں ۔ کیا ان کی حقیقت کو محال جانتے ہیں یا ممکن ۔ پس مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ ذیل کو بغور ملاحظہ کریں ۔ فرماتے ہیں

'بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں ۔ کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا ۔ درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے ۔ اور جبکہ یہ حال ہے تو پھر علماء کیلئے اشکال ہی کیا ہے ۔ ممکن ہے کسی وقت انکی مراد بھی پوری ہو جائے ۔'

(ازالہ اوہام طبع اول ص ۲۰۰) ۔

. اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعوی نہیں کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا ۔ بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آ سکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال اور اقبال کے ساتھ بھی آوے ۔ اور ممکن ہے کہ اول وہ دمشق میں ہی نازل ہو .

(ازالہ اوہام حصہ اول ۔ خزائن ج ۳ ص ۲۵۱)

گویا مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحیہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے اور انہیں یہ بھی تسلیم ہے کہ مسیح کی حقیقت حکومت ظاہریہ ہے جو مجھ میں نہیں ۔ پس جب حقیقۃ ممکنہ ہے تو امکان حقیقت کے وقت مجاز کیونکر صحیح ہوسکتا ہے ۔ اور عیسی موعود علیہ السلام کا اپنی اصل حقیقت کے ساتھ آنا ممکن ہے ۔ لہذا مرزا صاحب عیسی موعود نہیں ہیں ۔

☆ قادیانی لوگ صدق و کذب مرزا کی بحث سے بچنے کے لئے حیات و وفات مسیح پر بحث کرنے چیلنج مسلمانوں کو دیا کرتے ہیں اور اس کا آغاز خود مرزا صاحب نے اس وقت کیا تھا جب انہوں نے ہزار روپیہ انعام کے وعدے کے ساتھ توفی کے معانی متعین کرنے پر اشتہار شائع کیا ۔ اس چیلنج کو مسلمان علماء نے بارہا قبول کیا اور قادیانیوں کو شکست سے دوچار کیا لیکن قادیانی حضرات کی لغت میں شکست بھی ان کی عظیم الشان فتح کہلاتی ہے ۔ اس لئے وہ اس مسئلے پر ہونے والے جوابی چیلنجوں اور مناظروں کو بھول کر مسلمانوں کو کہا کرتے ہیں کہ دیکھو ہمارے مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں توفی کے معانی کے بارے میں چیلنج دیا تھا اور مسلمانوں نے ابھی تک اس کا جواب نہیں دیا ۔ قادیانی

حضرات نے اپنی اسی پرانی عادت کے تحت کچھ عرصہ قبل نارنگ منڈی ضلع شیخو پورہ پاکستان میں مسلمانوں کو چیلنج دیا اور پھر ۱۴ جنوری ۱۹۹۰ء کو قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان حیات مسیح پر مناظرہ ہوا جو ٹیپ بھی ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولوی داؤد ارشد اور قادیانیوں کی طرف سے مولوی سجاد احمد فاضل جامعہ احمدیہ ربوہ تھے۔ مولوی داؤد صاحب نے وفات مسیح کے ثبوت میں آئت اذ قال اللہ یعیسی انی متوفیک و رافعک الی ... پیش کر کے کہا کہ اس آئت میں اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے عیسی کو اپنی طرف پورا پورا اٹھالیا ہے۔ اور توفی کا لفظ قرآن میں مختلف مقامات پر آیا ہے اور اس کا معنی آئمہ لغت اور مفسرین نے اخذ الشیء وافیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا لینا کیا ہے۔ جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا اللہ یتوفی الانفس حین موتھا (الزمر آئت ۴۲) اس کا ترجمہ پیر صلاح الدین قادیانی نے یوں کیا ہے اللہ لوگوں کی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے۔ اب دیکھو یہاں اللہ نے توفی کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنی ہے قبض کرنا۔ اور کس چیز کو قبض کرنا؟ روح کو۔ اور روح کو قبض کیا ہے وفات کے وقت اور اس کے لئے اللہ نے موتہا کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اگر لفظ توفی کا معنی (ہی) قبض روح ہوتا تو لفظ نفس کی ضرورت نہ تھی۔ اور اگر اس کا معنی وفات ہوتا تو لفظ موتہا بے معنی ہے اور یہ قرآن کی فصاحت اور بلاغت پر دھبہ ہے۔ اور دیکھو یہاں لفظ اللہ فاعل ہے اور مفعول ذی روح ہے اور باب تفعل سے توفی ہے۔ لیل و نوم کا قرینہ بھی نہیں ہے۔ لیکن بایں ہمہ اللہ نے فرمایا اللہ یتوفی الانفس حین موتہا۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس آئت میں توفی قبض کرنے کے معنی میں آیا ہے۔ اگر قرآن میں کسی جگہ توفی کا معنی موت ہو تو وہاں موت کا قرینہ ہوتا ہے۔ اب آیئے لغت کی طرف ۔ توفی مادہ وفا سے ہے اور وفا کا معنی ہے پورا کرنا۔ مثلا اوفوا لکیل (انعام آئت ۱۵۲)۔ کہ ماپ کو پورا کرو۔ اوفوا بعہدی کہ میرے عہد کو پورا کرو۔ الغرض وفا کا یہی معنی ہوتا ہے کہ پورا کرنا اور جس طرح ہر باب اور صیغے میں جا کر مادہ کے اصل حروف باقی رہتے ہیں اسی طرح ہر باب اور صیغے میں مادہ کے اصل معنی بھی باقی رہتے ہیں ۔ لسان العرب میں ابن منظور کہتے ہیں الوفا ضد الغدر یعنی وفا غدر کی ضد ہے۔ (ج ۱۵۔ص ۳۹۴) ۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ توفاہ ھو منہ و استوفاہ لم یدع منہ

شیئا (ج ۱۵ص۴۰۰)۔ یعنی باب تفعل اور استفعال کا ایک ہی معنی ہوتا ہے کہ اس نے پورا پورا لے لیا اور کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ علامہ زمخشری جس کے بارے میں مرزا صاحب براہین پنجم (ص ۲۰۸) میں فرماتے ہیں کہ یہ شخص لسان عرب کا علامہ تھا اور اس کے آگے کسی کو چوں چرا کرنے کی بھی گنجائش نہیں توفی کے معنی میں کہتا ہے توفاہ استکملہ یعنی توفی کا معنی ہے پورا پورا لینا۔ آگے چل کر فرماتے ہیں و من المجاز توفی فلان و توفاہ ادرکتہ الوفا (اساس البلاغہ ص ۵۰۵) یعنی توفی کا معنی موت کرنا مجازی معنی ہے۔ اور علامہ زبیدی فرماتے ہیں و من المجاز ادرکتہ الوفاۃ ای الموت و المنیۃ و توفی فلان اذا مات و توفاہ اللہ عز و جل اذا قبض روحہ (تاج العروس ج ۱۰ص۳۹۴)۔ اور مجاز میں سے ہے ادرکتہ الوفاہ یعنی موت نے اسے پا لیا یا پکڑ لیا اور توفی فلان وہ پورا ہوگیا کے معنی ہیں وہ مرگیا۔ اور توفاہ اللہ خدا نے اسے پورا کرلیا کے معنی ہیں خدا نے اس کی روح قبض کر لی۔ مرزا صاحب نے تاج العروس کی عبارت میں سے مجاز کا لفظ کاٹ کر یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ گویا علامہ زبیدی نے توفی کا قبض روح اور موت معنی اصلی اور حقیقی قرار دیا۔ (براہین احمدیہ ج ۵ص ۲۰۶)

جواب میں قادیانی مناظر نے کہا کہ توفی کا لفظ باب تفعل سے ہے باب تفعیل سے نہیں۔ اور مرزا صاحب کا چیلنج ہے کہ اگر باب تفعل ہو اور اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں سوائے قبض روح کے اور کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے۔ نیز اس نے کہا کہ قرآن میں توفی کا لفظ کم ازکم ۲۵ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ صرف ایک ہی مقام نہیں جہاں اللہ تعالیٰ مارنے والا ہے اور ذی روح مفعول ہے جو مرنے والا ہے اور موت کا قرینہ موجود نہیں وہاں سوائے وفات کے اور کوئی معنی بنتا ہی نہیں۔ مثلاً سورہ یوسف میں ہے توفنی مسلماً کہ مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے۔ اس آئت میں اللہ فاعل ہے اور ذی روح مفعول ہے۔ اور توفی باب تفعل ہے۔ دوسری جگہ اللہ فرماتے ہیں یتوفی الانفس حین موتھا (زمر) سورہ سجدہ میں فرمایا قل یوفکم سورہ نساء میں فرمایا حتی یتوفھن الموت۔ تاج العروس میں ہے توفاہ اللہ اللہ عز و جل اذا قبض نفسہ یعنی اللہ جب کسی کو توفی کرے تو اس کا مطلب ہے اذا قبض روحہ یعنی اس کی روح کو قبض کرلیا۔ پھر اس کے علاوہ حضرت عائشہ فرماتی

ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے حجرے میں تین چاند گرے ہیں اور فرمایا کہ لما توفی رسول اللہ کہ جب محمد ﷺ وفات پا گئے ۔ یہاں اللہ تعالی فاعل ہے اور محمد ﷺ مفعول ذی روح ہیں ۔ باب تفعل ہے اور معنی وفات ہے ۔ و فی الگ باب ہے اور توفی الگ صیغہ ہے جہاں تک وفی کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا معنی پورا پورا لینا ہے ۔لیکن اگر یہی لفظ و فی باب تفعل میں چلا جائے اور اللہ تعالی فاعل ہو اور مفعول ذی روح ہو تو سوائے قبض روح کے کوئی اور معنی قرآن کی کسی آئت میں نہیں کئے گئے ۔ اور جو آئت مولوی داؤد نے پڑھی ہے یا عیسی انی متوفیک وہ باب وفی نہیں بلکہ تفعل ہے اور معنی اس کا یہ ہے کہ اے عیسی میں تجھے طبعی موت دونگا و رافعک الی اس کے بعد تیرا رفع خدا کی طرف ہوگا ۔آسمان اور جسم کا لفظ نہیں ۔ مولوی داؤد نے جواب میں کہا کہ قادیانی مناظر نے تاج العروس کی عبارت کانٹ چھانٹ کر پیش کی ہے ۔اصل عبارت یہ ہے و من المجازا ادرکتہ الوفاۃ ای الموت و توفی فلان اذا مات و توفاہ اللہ عز و جل اذا قبض روحہ (تاج العروس ۔ج ۱۰۔ ص ۲۹۴) (ترجمہ۔اور مجاز میں سے ہے کہ ادرکتہ الوفاۃ یعنی اسے موت نے پالیا یا پکڑ لیا اور (اسی طرح) توفی فلان وہ پورا ہوگیا کے معنی ہیں وہ مرگیا۔اور (اسی طرح) توفاہ اللہ خدا نے اسے پورا کرلیا کے معنی ہیں کہ خدا نے اس کی روح قبض کر لی)۔ قادیانی مناظر نے و من المجاز کے الفاظ اڑا دیئے ۔اور رہی یہ بات کہ خدا فاعل ہو اور مفعول ذی روح ہو اور باب تفعل سے لفظ توفی ہو لیل و نوم کا قرینہ بھی نہ ہو تو وہاں قبض روح کے سوا اور کوئی معنی نہیں ہوتے ۔تو سنئے حدیث کی کتاب الترغیب والترہیب میں حدیث ہے ۔حضور ﷺ فرماتے ہیں اذا رمی الجمار لا یدری احد ما لہ حتی یتوفاہ اللہ یوم القیامہ (الترغیب والترہیب طبع مصر ۱۹۷۱ء ج ۲ ص ۳۳۷) ۔یعنی حاجی جب جمار کرتا ہے تو کوئی نہیں جانتا کہ اس کا اجرو ثواب کیا ہے ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی حاجی کو قیامت کے روز پورا پورا بدلہ دیں گے ۔ مولوی داؤد کہتے ہیں کہ میں نے توفی کا معنی پورا پورا لینا ثابت کر دیا ہے ۔اور یہ بھی دکھا دیا ہے کہ موت اس کا مجازی معنی ہے ۔ اب آپ ثابت کریں کہ توفی کا معنی لغت میں قبض روح ہے اور یہ قبض روح اس کا اصلی اور حقیقی معنی ہے مجازی نہیں اور جو آپ نے قرآنی آیات پیش کر کے توفی کا معنی قبض روح ثابت کرنے کی کوشش

کی ہے ان سب میں قرائن موجود ہیں ۔

☆ اور مولانا عبداللہ معمار بتاتے ہیں کہ

مرزا صاحب اپنی کتاب براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۹ کے حاشیہ پر انی متوفیک و رافعک الی کا ترجمہ یوں کرتے ہیں ۔ میں تجھ کو پوری نعمت دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤ نگا۔ یعنی مرزا صاحب نے متوفیک کے معنی پوری نعمت دونگا کئے ہیں ۔ اور قادیانی حضرات کہتے ہیں کہ براہین میں مرزا صاحب نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ لکھ دیا تھا اس لئے اب یہ عبارت ان کے نزدیک حجت نہیں ہے ۔ مولانا معمار کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ میں براہین احمدیہ کے وقت بھی عند اللہ رسول تھا (دیکھئے ایام الصلح ص ۷۵) اور یہ براہین احمدیہ بقول مرزا صاحب رسول اللہ ﷺ کے دربار میں پیش ہوکر رجسٹرڈ بھی ہوگئی تھی۔ اور قطب ستارہ کی غیر متزلزل اور مستحکم ہے (براہین حاشیہ ص ۲۴۸ ۔ ۲۴۹) ۔ اس لئے ہم پوچھتے ہیں کہ جب کشف میں بقول مرزا صاحب یہ کتاب رسول اللہ کے دربار میں پیش ہوکر قبولیت حاصل کر رہی تھی کیا اس وقت توفی کی بحث جس کے معنی یہاں پوری نعمت دونگا کئے گئے ہیں رسول اللہ ﷺ کی نظر سے نہ گذرے ؟ اگر گذرے تو بقول مرزائیوں کے غلط ہونے کی وجہ سے کیوں رسول اللہ ﷺ نے کاٹ نہ دیئے ۔ (محمدیہ پاکٹ بک ۔ص ۶۸۴ ۔ ۶۸۵)

اس کے علاوہ مرزا صاحب نے ایک اور جگہ بھی توفیک کے معنی اتمام نعمت کئے ہیں ۔ سنئے فرماتے ہیں

. رات کو ایک اور عجیب الہام ہوا اور وہ یہ ہے قل لضیفک انی متوفیک قل لاخیک انی متوفیک ۔ اس کے معنی بھی دو ہیں ۔ ایک تو یہ کہ یہ جو تیرا مورد فیض یا بھائی ہے اس کو کہہ دے کہ میں تیرے پر اتمام نعمت کرونگا۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ میں وفات دونگا ۔ مگر معلوم نہیں کہ یہ شخص کون ہے ۔ اس قسم کے تعلقات کے کم و بیش کئی لوگ ہیں ۔

(۔ بحوالہ ارشاد مرزا صاحب مندرجہ حیات احمد از یعقوب علی عرفانی جلد دوم نمبر ۲ ص ۲۷ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ۔ ص ۲۹۴)

دجال

مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ پادریوں کے سوا اور کوئی دجال اکبر نہیں ہے (اشتہار مباہلہ ۱۸۹۶ء انجام آتھم ۔خزائن ۔ج ۱۱ص ۴۷)۔ اور آپ نے اپنی کتاب حمامۃ البشری کے صفحہ ۱۸ پر برطانیہ روس وغیرہ اقوام کو یاموج ماجوج لکھا ہے اور آپ کے خلیفہ اول حکیم نور دین صاحب نے اپنی کتاب مقدمہ اہل الکتاب حصہ اول کے صفحہ ۲۲۸ پر انگریزوں اور روسیوں کو یاجوج ماجوج لکھا ہے۔ اور لاہوری مرزائیوں کے اخبار پیغام صلح میں لکھا ہے . کہ مرزا صاحب نے انگریزوں کو دجال اور یاموج ماجوج قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ریل کو جو ان کی ایجاد ہے خر دجال (دجال کا گدھا) قرار دیا اور مسلمانوں کو دجالی فتن سے نہائت زور سے کے ساتھ متنبہ کیا۔(پیغام صلح ۹ جولائی ۱۹۲۹ء ۔ص ۶)۔

یعنی مرزائیوں کے نزدیک انگریز جرمن روسی اقوام یاجوج ماجوج ہیں اور انگریز پادری دجال اکبر ہیں اور ریل گاڑی دجال کا گدھا ہے۔ دوسری جانب حدیث شریف میں آیا ہے کہ دجال مسیح موعود کو دیکھ کر ذاب کما یذوب الملح فی الماء اسی طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ ان باتوں کو ملحوظ رکھ کر مرزائیوں کی یہ تحریر پڑھیں

☆ آنحضرت ﷺ کی صداقت کے بے شمار دلائل میں سے ایک پیش گوئیاں ہیں ۔ جو آپ کی زندگی میں بھی پوری ہوئیں ۔آپ کے بعد بھی پوری ہوئیں۔ اور کچھ آخری زمانہ کے متعلق تھیں جو آج پوری ہو رہی ہیں ۔آخری زمانہ کی پیش گوئیوں میں سے ایک خروج دجال سے متعلق تھی ۔اور دجال کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ حضرت نوح سے لے کر آنحضرت ﷺ تک سب انبیاء اپنی امتوں کو ڈراتے چلے آئے ہیں ۔آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں (ترمذی ج ۲ص ۴۶)۔احادیث میں مذکور ہے کہ فتنہ دجال سے بچنے کے واسطے ہر جمعہ کو سورہ کہف کی پہلی اور پچھلی دس آئتیں پڑھی جائیں ۔ان آیات کی

تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کون ہے اور اس کی کیا صفات ہیں اور اس سے بچنے کی کیا صورت ہے۔ غیر احمدی دوست سورۃ کہف کی ابتدائی اور آخری آیات کو دجال کے لئے جنتر منتر سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ جو شخص ان آیات کو پڑھے گا اس کے پاس دجال نہیں پھٹکے گا۔ مگر ان کا یہ خیال صحیح نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان آیات میں دجال کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ سورۃ کہف کی ابتدائی آیات میں تو دجال کے مذہب کا ذکر ہے اور آخری آیات میں اس کی صنعت وحرفت اور کاریگری کا۔ اور جو شخص ان آیات پر ذرا بھی تدبر کی نظر کریگا وہ جان لے گا کہ دجال سے مراد وہ مغربی اقوام ہیں جو جزائر میں رہتی ہیں۔ جو قوم کے لحاظ سے یاجوج ماجوج اور عقیدہ کے لحاظ سے صلیب پرست اور دجل وفریب کے لحاظ سے دجال ہیں۔ ہمارے ملک (بر صغیر ہند) میں عیسائی مشنریوں کے ذریعہ جو مذہبی دنیا میں دجل وفریب کیا گیا وہ ظاہر ہے۔ اسی طرح ایجادات میں جو ترقی ہوئی ہے اسے دیکھ کر انسان کی عقل ورطۂ حیرت میں پڑ جاتی ہے۔ سورۃ کہف کی آخری آیات میں انہی امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور یہ سب کام مغربی اقوام کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح (نوردین) کے تفسیری نوٹوں میں یاجوج ماجوج کے متعلق لکھا ہے

. خدا نے انشراح صدر سے مجھے یقین دلایا ہے کہ یہ وہ قوم ہے جو بخارا سے لے کر شمال تک رہتی تھی۔ گاتھ نارمنڈی وزی گاتھ سکسن۔ یہ لوگ جرمن فرانس اور انگلیند وغیرہ مما لک میں آباد ہوئے (ص ۳۷۲)۔ اور بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج جزائر میں رہنے والے لوگ ہیں اور ماجوج ماسکو اور ٹوبالسک کا سردار ہے۔ چنانچہ لکھا ہے . خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا۔ اور اس نے کہا کہ تو جوج کے مقابل جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش اور مسک اور توبال کا سردار ہے کی طرف اپنا مونہہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر اور کہہ کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے جوج مسک اور توبال کے سردار میں تیرا مخالف ہوں . (حزقیل باب ۳۸ : آیات ۱۔۲)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ دجال اور یاجوج یعنی جزائر میں رہنے والے لوگ ایک ہی ہیں۔ اور ماجوج روش مسک اور ٹولسک کا سردار ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی تصانیف میں بڑی شرح و بسط کے سے اس بارہ میں لکھا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ

مغربی اقوام ہی دجال ہیں۔اور آنحضرت ﷺ نے جو آخری زمانہ کی علامتوں میں سے ایک علامت خروج دجال بتائی تھی وہ انہی اقوام کا خروج تھا۔گویا پہلے جزائر میں بند تھیں مگر آخری زمانہ میں مقدر تھا کہ یہ وہاں سے نکل کر تمام ممالک میں پھیل جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

قرآن کریم میں جہاں دجال اور یاجوج ماجوج کا ذکر ہے وہاں یہ بھی ذکر ہے کہ آخری زمانہ میں جب یہ اقوام تمام ممالک کا احاطہ کرلیں گی تو ایک بہت بڑی اور سخت جنگ ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے و ترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض و نفخ فی الصور کہ ان آخری ایام میں ہم بعض کو بعض پر ایسا لگادیں گے کہ وہ ایک دوسرے میں سمندر کی لہروں کی طرح ٹھاٹھیں مارتے ہوئے گھسنے کی کوشش کریں گے۔اور اپنے اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے پر سخت حملہ کریں گے۔ پھر ایسا ہوگا کہ گویا بگل بجادیا جائے گا اور سب کو جمع کردیا جائے گا اور سخت جنگ ہوگی۔اور کافروں اور خدا کے منکرین کے سامنے جہنم پیش کردیا جائے گا۔اس میں یہ پیش گوئی ہے کہ اس وقت جنگ اسلحہ آتش بار سے ہوگی۔آگے فرمایا یہ جنگ بطور سزا اور عذاب ان لوگوں کے لئے ہوگی الذین کانت اعینھم فی غطاء عن ذکری و کانوا لا یستطیعون سمعاً (کہف) کہ جن کی آنکھیں ہمارے ذکر سے غفلت کے پردے میں تھیں اور حق کی طرف سے ان کے کانوں میں بوجھ تھا کہ وہ اس کو سن نہ سکتے تھے۔

حزقیل کے بیان سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ یہ عذاب ان لوگوں پر ان کی لاپرواہی کی وجہ سے آئے گا کہ وہ خدا کی طرف توجہ نہیں کرتے ہونگے۔ لکھا ہے

. میں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پرواہی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا اور وہ جانیں گے کہ میں خداوند ہوں (حزقیل باب ۳۹)۔

نیز یوحنا کے مکاشفہ باب ۲۰ میں لکھا

. اور جب ہزار سال ہوچکیں گے شیطان اپنی قید سے چھوٹے گا اور نکلے گا تا کہ ان قوموں کو جو زمین کے چاروں کونوں میں ہیں یعنی جوج ماجوج کو فریب دے اور انہیں لڑائی کے لئے جمع کرے.

جو لوگ اخبارات پڑھتے ہیں یا ریڈیو پر روزانہ مغربی اقوام کی باہمی جنگ (عظیم

دوم) کی خبریں سنتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ موجودہ جنگ کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی ذاب کما یذوب الملح فی الماء (مسلم) کس طرح حرف بحرف پوری ہو رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دجال کے ذکر میں فرمایا تھا کہ اول تو اسے مسیح قتل کریگا۔ ورنہ وہ پگھل جائے گا۔ اور فرمایا ذاب کما یذوب الملح فی الماء۔ (مشکوۃ ص ۴۵۸)۔ کہ اس طرح پگھلے گا جس طرح نمک پانی میں پگھلتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نمک پانی میں آہستہ آہستہ پگھلتا ہے۔ فرمایا دجال کا پگھلنا اور ہلاک ہونا بھی آناً فاناً نہ ہوگا بلکہ آہستہ آہستہ ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کا مندرجہ بالا ارشاد موجودہ جنگ (جنگ عظیم دوم) کی رفتار اور اس کے طریق کو دیکھ کر بالکل واضح ہو رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا) جو آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق اس زمانہ کی ہدائت اور قرآن کریم کی اشاعت کے لئے مبعوث ہوئے فرماتے ہیں

کیوں غضب بھڑکا خدا مجھ سے پوچھو غافلو ہوگئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

(قمرالدین مولوی فاضل۔ الفضل قادیان۔ ۴ فروری ۱۹۴۰ء)

مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ

مرزائیوں کی اس تحریر کا ایک حصہ دوسرے سے متناقض ہے۔ ایک غلطی تو یہ ہے کہ دجال اور یاجوج ماجوج دونوں کو ایک قوم بنا دیا ہے۔ حالانکہ دجال ایک شخص ہے اور یاجوج ماجوج دو قومیں ہیں۔ علم نحو کے قاعدے سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ الفاظ یاجوج ماجوج غیر منصرف ہیں۔ ملاحظہ ہو آئت حتی اذا فتحت یا جوج و ماجوج۔ اس کے برخلاف دجال منصرف ہے کیونکہ یہ مبالغے کا صیغہ ہے۔ ہم اس سے بے خبر نہیں ہیں کہ مرزا صاحب نے دجال سے مراد باطل پسند لوگوں (آریوں) کی جماعت سمجھی ہے۔ لیکن ان کے اتباع سے بعض اہل علم نے دجال کو صیغہ مبالغہ بمعنی مفرد قرار دیا ہے (پیغام صلح ۴ جنوری ۱۹۳۹ء) جو بالکل صحیح ہے۔ لفظی تحقیق کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ انگریز روسی جرمن وغیرہ اقوام یورپ اگر یاجوج ماجوج اور دجال ہیں تو قادیانی مسیح موعود (مرزا) کے ہاتھ سے فنا کیوں نہیں ہوئے۔ جیسا کہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ جس کا ایک فقرہ خود نامہ نگار نے نقل کیا ہے۔ اس حدیث کے

پورے الفاظ یوں ہیں اذا رآہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء ۔(مشکوۃ کتاب الفتن) یعنی دجال جب مسیح موعود کو دیکھے گا تو دیکھتے ہی اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے ۔ یہ الفاظ اپنا مضمون صاف بتارہے ہیں کہ دجال کی ہلاکت مسیح موعود کی زندگی میں ہوگی ۔ حالانکہ قادیانی مسیح کو دجال نے دیکھا بلکہ مسیح قادیانی اس کے گدھے پر سوار بھی ہوتے رہے تاہم وہ نمک کی طرح پگھلا نہیں ۔ یہاں تک کہ آپ (مرزا) دنیا سے رخصت ہوگئے اور دجال ابھی بارعب و داب برابر ڈینگیں مار رہا ہے ۔ ہماری حیرت کی حد نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ اقوام یورپ کو یاجوج ماجوج اور دجال کہہ کر اور اس جنگ عظیم (دوم) کو حدیث مذکور کا مصداق بتا کر خلیفہ قادیان یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم اس جنگ میں انگریزی حکومت کی امداد کے لئے پچیس ہزار آدمی دیں گے ... کوئی دیانت دار عالم ہمیں بتائے کہ وہ پچیس ہزار آدمی میدان جنگ میں جا کر کس گروہ کے ساتھ شریک ہوں گے؟ اور ان کی موت میدان جنگ میں حدیث مذکور کے تحت ہوگی یا کچھ اور؟ اور وہ جنگ میں مرجانے پر قادیانی اصطلاح میں شہید کہلائیں گے یا کچھ اور ؟

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ مسیح موعود جس کا آنا دجال اور اقوام یاجوج ماجوج کے قتل اور فنا کے لئے مقدر تھا اسی کا لخت جگر اور خلیفہ دجال اور یاجوج ماجوج کی جنگی خدمت کیلئے اپنے مخلص مریدوں کو پیش کرتا ہے ۔

علمائے اسلام مرزا صاحب کو ادعائے نبوت اور افتراء علی اللہ کے باعث ان تیس دجالوں میں شمار کرتے رہے جو نبوت کے مدعی ہوں گے ۔ جن کی بابت حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کلھم یزعم انہ نبی اللہ (ان میں سے ہر ایک دعوی کریگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے) ۔ علمائے اسلام کے اس فتوی کو مرزا صاحب اور ان اتباع ہمیشہ غلط کہتے رہے ۔ مگر الفضل کے مذکورہ مضمون نے ایک گونہ اس کی تائید کی ہے ۔ کیونکہ اتباع مرزا میں سے پچیس ہزار یا اور ان کے علاوہ بھی جتنے آدمی خلیفہ قادیان کے حکم سے میدان جنگ میں بھیجے جائیں گے تو اس وقت علماء اسلام اگر یہ کہیں کہ کنند ہم جنس باہم جنس پرواز تو ان کی اس آواز کو کون غلط قرار دے گا ۔

ہمارا مقصد یہ نہیں کہ ہم قادیانیوں کو آدمی بھیجنے سے منع کریں .... بلکہ ہم دل سے

خوش ہیں کہ وہ بھیج دیں تا کہ دو امور میں سے ایک امر صحیح ثابت ہو

۱۔ علمائے کرام کے فتوی کی تائید

۲۔ قادیانیوں کے اس خیال کی تردید کہ اقوام یورپ ہی دجال وغیرہ ہیں۔

اگر وہ اب بھی اس پر اصرار کریں کہ نہیں ہمارا خیال صحیح ہے تو پھر یہ بتائیں کہ دجال کی حمائت کرنے والہ کون ہوا؟۔ (اہل حدیث ۱۶ فروری ۱۹۴۰ء ص ۵۔۷)

☆ مولانا امرتسری ایک جگہ لکھتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسیح موعود حج کریگا۔ مرزا صاحب متوفی کی زندگی میں ان پر اعتراض ہوتا رہا کہ آپ نے حج نہیں کیا۔ آپ اس کا نہائت شریفانہ جواب دیتے کہ بھیا ابھی میں اشاعت اسلام میں مشغول ہوں۔ فارغ ہو کر حج کروں گا۔ ساری عمر اسی لیت ولعل میں گذری یہاں تک کہ آپ جب اس دار فانی سے تشریف لے گئے تو اعتراض مذکور اور مضبوط ہو گیا.....اس کے جواب میں مرزا صاحب کو معذور قرار دے کر الفضل میں ایک جواب نکلا کہ

. احادیث میں مسیح موعود کے متعلق رسول کریم نے جو یہ خبر دی ہے کہ وہ طواف کعبہ کریگا۔ اس سے مراد ظاہری طواف نہیں کیونکہ اگر ظاہری طواف مراد ہو تو یہ دجال کے لئے بھی تسلیم کرنا پڑے گا حالانکہ دجال کا طواف کعبہ کرنا محال ہے. (الفضل ۲۷ اگست ۱۹۳۶ ص ۶)

مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں حدیث میں جو آتا ہے کہ مسیح موعود اور دجال حج کریں گے (دیکھو وہ حدیث جو مسلم میں لکھی ہے کہ آنخضرت ﷺ نے مسیح موعود اور دجال کو قریب قریب حج کرتے دیکھا) اس سے مراد یہ ہے کہ مسیح موعود کی تعلیم سے دجال مسلمان ہو کر مسیح موعود اور دجال دونوں حج کو جائیں گے۔ اور دجال پادری لوگ ہیں۔ ان کو مسلمان کر کے اور ساتھ لے کر ہم حج کو جائیں گے۔ تم مسلمان تسلی رکھو۔ اب اصل الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں

خلاصہ چوں دجال را تمنائے ایمان و ہواء حج سرائد ہماں ایام ایام حج را باشد الخ (کتاب ایام صلح فارسی ص ۱۳۷) یہ فارسی کچھ مشکل نہیں تاہم اس کا ترجمہ بھی سن لو کہ دجال کے دل میں ایمان اور حج کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ زمانہ ہمارے حج کا ہوگا۔

سر دست ہم دجال کے آتش کفر کو ٹھنڈا کرنے میں مصروف ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا دجال مسلمان ہو گیا؟ کیا مرزا صاحب کے ساتھ حج کو گیا؟ کیا مرزا صاحب نے دجال کو مسلمان کر کے فریضہ حج ادا کیا؟

☆ اور مرزائی یہ کہتے ہیں کہ حج کی ادائیگی کے لئے جب شریعت نے بعض شرائط مقرر کئے ہیں تو یہ اعتراض کرنے سے پیشتر کہ حضرت مرزا صاحب نے کیوں حج نہ کیا۔ مخالفین کو چاہیے کہ وہ غور کریں کہ وہ اس انسان پر تو اعتراض نہیں کر رہے جو بعض شرائط ضروریہ کے نہ پائے جانے کی وجہ سے حج کے لئے نہیں گیا؟ (الفضل ۳ ستمبر ۱۹۳۶ء ص ۵)۔ یعنی مرزا صاحب نے اس لئے حج نہیں کیا کہ ان میں بعض موانع موجود تھے جو مرتے دم تک موجود رہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خدا نے موانع دور نہ کئے اور اگر آپ فی الحقیقت مسیح موعود ہوتے تو موانع بھی دور ہو جاتے اور حج بھی کر آتے

☆ اور

. احادیث میں دجال اور یاجوج ماجوج کے واقعات کا ذکر اس ترتیب سے ملتا ہے کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام دجال کو قتل کر کے فارغ ہوں گے تو خدا ان کو اطلاع دے گا کہ میں ایسے انسان بھیجنے والا ہوں کہ تم میں سے کسی کو ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے فحرر عبادی الی الطور و یبعث اللہ یاجوج و ماجوج و هم من کل حدب ینسلون (مشکوۃ کتاب الفتن باب علامات بین یدی الساعۃ)۔ پس میرے فرمانبردار بندوں کو کوہ طور پر لے جاؤ۔ اس وقت اللہ تعالی یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر بلندی سے نیچے اتر آئیں گے۔ یہ حدیث جو بحوالہ ترمذی شریف مشکوۃ شریف میں ملتی ہے اس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج اس وقت خروج کریں گے جب مسیح موعود دجال کے قتل سے فارغ ہو جائیں گے۔ لیکن ان کے خروج سے پہلے مسیح موعود کو حکم ہوگا کہ میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جاؤ اور وہ ان کو لے جائیں گے۔ یہ ترتیب تو حدیث میں مذکور ہے۔ اس کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی تصریحات یہ ہیں کہ مسیح موعود میں ہوں دجال سے مراد عیسائیوں کے مذہبی پیشوا پادری لوگ ہیں اور یاجوج ماجوج سے مراد جرمنی روس انگریز وغیرہ ہیں (حمامۃ البشری)۔

اب سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب نے دجال یعنی پادریوں کو کب قتل کیا؟ وہ تو اب تک زندہ پھرتے ہیں۔ ہاں مرزا صاحب کو وفات پائے ایک صدی ہونے کو ہے۔

☆ مرزا صاحب نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو بھی دجال قرار دیا ہے۔ ہوا یوں کہ جب آپ مرزا سے مباحثہ کے لئے قادیان گئے اور اس سلسلے میں دونوں کی رقعہ بازی ہوئی تو مرزا صاحب نے اردو میں رقعات تحریر فرمائے اور مباحثے سے کنارہ کشی اختیار کی۔ بعد میں ان کی فارسی اور عربی جوش مارنے لگی تو مواہب الرحمٰن میں اس واقعہ کو عربی اور فارسی میں بیان کرتے ہوئے مولانا امرتسری کو دجال قرار دیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں

ترجمة ما كتبنا الى ثناء الله الامرتسرى اذ جاء قاديان و طلب رفع اشبهات بعطش فريه۔ وكان هذا عاشر شوال ۱۳۲۰ھ اذ جاء هذا الدجال۔

ترجمہ خطے کہ سوئے ثناء اللہ امرتسری نوشتم وقتے کہ بہ قادیان آمد۔ بہ تشنگی دروغ ازالہ شبہات خود بخواست و بود ایں تاریخ دہم شوال چوں ایں دجال بہ قادیان آمد

(مواہب الرحمٰن۔ خزائن ج ۱۹ ص ۳۲۹)

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

بلغنى مكتوبك و ظهر مطلوبك انك استدعيت ان ازيل شبهاتك التى صلت بها على بعض انبائى الغيبية۔ فاعلم انك ان كنت جئتنى بصحة النية و ليس فى قلبك شيء من المفسدة فلك ان تقبل بعض شروطى قبل هذا الا ستفسار۔ و لا تخرج منها بل تثبت عليها كالاخيار۔ و ان كنت لا تقبل تلك الشرائط فدعنى و امض على وجهك۔ و خذ سبيل رجعك۔ فمن الشروط ان لا تباحثنى كالمباحثين۔ بل اكتب ما حاك فى صدرك ثم ادفع الى ما كتبت كالمسترشدين۔ و ليكن كتابك سطراً او سطرين و لا تزد عليه كالمتخاصمين۔ ثم علينا ان نجيبك ببيان مفصل و ان كان الى ثلث ساعات۔ فان بقى فى قلبك شيء بعد السماع و رئيت فيه من شناعة۔ فلك ان تكتب الشبهة الباقية كمثل ما كتبت فى المرتبة الاولى۔ و هلم جرا حتى يجلو الحق و تجد السكينة و يتبين ما كان عليك يخفى۔ و ما فعلت ذالك لتسكيتك و تبكيتك و لا لحيلة اخرى۔ بل انى عاهدت الله تعالى بحلفة لا تنسى۔ ان لا اباحث احدا من

کرا م کا ن او لئا م ۔ بعد کتا بی انجام ۔ فلا ارید ان انکث عھدی ا لا جلی و اعصی ر بی الاعلی ۔ و قد قرئت کتا بی فتقبل عذری و اسلک وفق شر طی ان کنت من اہل التقوی و اولی النہی ۔ و کتبت فی رقعتک ان طلب الحق استخر جک من کنا سک و ر حلک عن انا سک ۔فا ن کا ن ہذا ھو الحق فلم تعا ف طر یقاً یعصمنی من نکث العھد و نقض الوعد ...

(موا ہب الر حمن ۔ خزا ئن ج ۱۹ ۔ ص ۳۲۹۔ ۳۳۱)

اور یہ خطاب اصل موا ہب کے ص ۱۱۳ سے ۱۴۴ تک مولا نا امر تسری کو ہے ۔ اور چلتے چلتے یہ بھی سنتے جا یئے کہ مبا حثہ نہ کر نے کا عہد ایک ایسا بہا نہ تھا جس سے وہ ضرورت کے مطابق مخالفین سے جان چھڑا تے تھے ۔ ورنہ انہیں خود بھی معلوم تھا کہ واقعہ وہ نہیں ہے جو وہ بیان کرتے ہیں ۔ مثلاً لیکچر لا ہور (جو ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو ہوا ۔ اور جب اسے رفاہ عام سٹیم پر یس لا ہور سے چھپوا یا گیا) کے شروع میں ایک اشتہار شائع ہوا جو یوں ہے

.آ ج پر چہ پیسہ اخبار ۲۷ ۔ اگست ۱۹۰۴ء کے پڑ ھنے سے معلوم ہوا کہ حکیم مرزا محمود نا می ایرانی ... مجھ سے مقا بلہ کے خوا ہش مند ہیں میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے اس قدر شدت کم فرصتی ہے کہ میں ان کی اس درخواست کو قبول نہیں کرسکتا (یہاں عہد کا ذکر نہیں ۔ بلکہ عدیم الفرصتی کا بہا نہ کیا ہے ۔ بہا) ۔ کیونکہ کل ہفتہ کے روز جلسہ کا دن ہے جس میں میری مصرو فیت ہو گی ۔ اور اتوار کے دن علی الصباح مجھے گورداسپور میں ایک مقد مہ کے لئے جا نا جو عدا لت میں دا ئر ہے ضروری ہے (کیا پھر کبھی واپس لا ہور نہیں آ نا ؟ اور مخا طب کو قا دیان یا کسی اور جگہ بھی بلا یا جا سکتا ہے ۔ بہا) میں قریباً بارہ دن سے لا ہور میں مقیم ہوں ۔ اس مدت میں کسی نے مجھ سے ایسی درخواست نہیں کی ۔اب جب کہ میں جانے کو ہوں اور ایک منٹ بھی مجھے کسی اور کا م کے لئے فرصت نہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بے وقت کی درخواست سے کیا مطلب اور کیا غرض ہے ...

راقم مرزا غلام احمد

موا ہب الرحمٰن کی درج بالا عبارت درج کر نے کا مقصد یہ بتا نا ہے کہ جسے مرزا صاحب دجال کہتے ہیں وہ مقا بلے کے لئے قا دیان بھی آ یا لیکن اسے قتل کر نے کی بجائے مرزا صاحب اس کے مقا بلے میں بھیگی بلی بنے رہے ۔

☆ دجال کی بحث میں مرزا نے حدیث میں تحریف کا جرم بھی کیا ہے۔لکھا ہے

. نسائی نے ابو ہریرہ سے دجال کی صفت میں آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث لکھی ہے
یخرج آ خر الزمان دجال یختلون الد نیا با لدین یلبسون للناس
جلود الضان السنتھم احلی من العسل و قلو بھم قلوب الذئا ب
یقول اللہ عز و جل ابی یفترن ام علی یجترون (مختصر مطلب یہ کہ آخری
زمانہ میں ایک گروہ دجال نکلے گا)۔ (حاشیہ ۳۷ تحفہ گولرویہ طبع اول ۱۹۰۲ء)

اس عبارت کی نسبت کئی دفعہ کہا گیا کہ حدیث کی کسی کتاب سے بصحت کتابت دکھائی جائے کہ دجال حرف دال کے ساتھ ہے آج تک مرزائی اس جھوٹ پر پردہ نہیں ڈال سکے۔
واقعہ یوں ہے کہ مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ دجال ایک شخص نہیں بلکہ ایک گروہ ہے۔اس دعوی کے ثبوت کے لئے انہوں نے وہ حدیث بیان کی ہے جس میں ذکر ہے کہ قرب قیامت ایسے رجال (لوگ) ہوں گے جو دنیا کو دین پر ترجیح دیں گے۔مرزا صاحب نے اس لفظ رجال کو دجال بنایا۔اور ترجمہ بھی کمال جرئت سے کام لے کر گروہ ہی کیا۔ اور یہ کہنا تو مرزائی حضرات مرزا صاحب کی توہین قرار دیں گے کہ دجال مفرد کا صیغہ ہے اور یختلسون صیغہ جمع مفرد کی طرف مسند نہیں ہوسکتا۔

☆ آخر میں ہم مرزا صاحب کی ایک تحریر پیش کرتے ہیں جو اس معاملے میں فیصلہ کن ہے کہ دجال کون ہے۔ لکھا ہے

. اگر ہم سچے ہیں تو خدا تعالی ان پیش گوئیوں کو پورا کردے گا۔اور اگر یہ باتیں
خدا تعالی کی طرف سے نہیں ہیں تو ہمارا انجام نہائت بد ہوگا۔اور ہرگز یہ پیش گوئیاں
پوری نہیں ہوں گی ربنا افتح بیننا و بین قو منا با لحق و انت خیر
الفاتحین اور میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدا قادر و علیم اگر آتھم کا عذاب
مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر (محمدی بیگم) کا اس عاجز کے نکاح میں آنا
یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور پر ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت
ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہوجائے۔اور اگر اے خداوند یہ پیش گوئیاں
تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔اگر میں تیری
نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے اور تیری وہ

رحمت میرے ساتھ نہیں جو تیرے بندہ ابراہیم کے ساتھ اور اسحاق کے ساتھ اور اسماعیل کے ساتھ اور یعقوب کے ساتھ اور موسی کے ساتھ اور داؤد کے ساتھ اور مسیح ابن مریم کے ساتھ اور خیرالانبیاء محمد ﷺ کے ساتھ اور اس امت کے اولیاء کرام کے ساتھ تھی تو مجھے فنا کر ڈال اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کر اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا اور تمام دشمنوں کو خوش کر اور ان کی دعائیں قبول فرما۔ لیکن اگر تیری رحمت میرے ساتھ ہے اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا انت وجیه فی حضرتی اخترتک لنفسی اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا یحمدک اللہ من عرشہ اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا یا عیسی الذی لا یضاع وقته اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا الیس الله بکاف عبده اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا قل انی امرت و انا اول المؤمنین اور تو ہی ہے جو غالباً مجھے ہر روز کہتا رہتا ہے انت معی و انا معک تو میری مدد کر اور میری حمائت کے لئے کھڑا ہو جا۔ و انی مغلوب فانتصر۔ راقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء۔ (خزائن ج ۹ ص ۱۲۴۔۱۲۵۔ انوار الاسلام)۔

یہ بڑی جامع دعا ہے۔ مرزائی حضرات بتائیں کہ یہ دعا قبول ہوئی ہے کہ نہیں؟ اس میں مرزا صاحب نے بتایا ہے کہ اگر محمدی بیگم سے میری (مرزا غلام احمد) شادی نہ ہو تو میں مردود ملعون اور دجال ہوں اور پیش گوئی تیری طرف سے نہیں ہے اور درج بالا الہامات بھی تیری طرف سے نہیں ہیں۔

محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی شادی دنیا میں نہیں ہوئی۔ اس لئے مرزا صاحب کی آہ و زاری سے کی ہوئی اس دعا اور وعدہ خداوندی اجیب کل دعائک کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی دجال ہیں

غلام علی قصوری

مولانا ابوعبداللہ غلام علی (ولادت ۱۲۴۱ھ یا ۱۲۴۲ھ وفات ۱۳۰۶ھ) نے اپنی تحقیق سے مسلک حق اپنایا اور ساری عمر اشاعت قرآن و حدیث میں گذاری ۔ بتایا جاتا ہے کہ متوکل اتنے تھے کہ کبھی کسی دنیا دار کی ملاقات کیلئے نہیں گئے ۔ بڑے موحد اور متبع سنت تھے اور امرتسر میں تحریک اہل حدیث کے اول استاد تھے ۔صبح کے وقت درس قرآن دیتے ۔ بلکہ امرتسر میں درس و ترجمہ قرآن کے اول مروج وہی تھے۔ آپ نے ایک تفسیر بھی لکھنا شروع کی تھی لیکن ابھی صرف تین پارے مکمل ہوئے تھے کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ تفسیر کے دیباچہ میں آپ فرماتے ہیں

متقدمین نے سب کچھ لکھ دیا ہے۔ میں ملک پنجاب میں پیدا ہوا۔ یہاں کی رسم رسوم خلاف سنت کی اصلاح کرنے کے لئے میں نے تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا ہے۔تفسیر میں شاہ ولی اللہ شاہ رفیع الدین شاہ عبدالقادر کے تراجم ملحوظ رکھونگا۔کتب حدیث میں جو صحیح ہوا اس اس کی پابندی کرونگا جس آئت کی تفسیر کسی صحیح حدیث میں آئی ہو اس پر تعویق (اعتماد) کرونگا۔شان نزول جو صحیح روائت میں آیا ہو اسی کو ذکر کرونگا (ملخص دیباچہ تفسیر) ۔ ۔ ۔۱۸۹۰ء کے لگ بھگ آپ کی وفات ہوئی ۔آپ کے دو صاحبزادے مولوی عبید اللہ اور خلیفہ عبدالرحمٰن تھے ۔ آپ کی کتاب تذکرۃ الحق ۱۲۹۳ھ ۔۱۸۷۸ء میں شائع ہوئی

مولا غلام علی مرحوم کو غزنویوں سے بیعت کے مسئلہ پر اختلاف تھا۔مگر اس مخلصانہ اختلاف کی حالت یہ تھی کہ حضرت عبداللہ غزنوی کے پاس اگر کوئی حضرت مولانا غلام علی کے اختلاف کا ذکر کرتا تو آپ فرماتے برائے خدا مے گوئد ۔اور دوسری طرف جب مولوی غلام العلی صاحب مرحوم نے عدم جواز بیعت پر ایک رسالہ لکھا اور مولانا عبدالجبار مرحوم نے جواز بیعت پر ایک رسالہ لکھا تو مولانا غلام العلی صاحب سے لوگوں نے کہا کہ اس کی تردید بھی ہونی چاہیے ۔آپ نے فرمایا ہرگز نہیں ۔ میرے نزدک جو حق

بات تھی میں نے لکھ دی۔ ان کے نزدیک جو حق بات تھی انہوں نے لکھ دی اور بس۔ یہ ان کا اختلاف تھا اور پھر آپس میں ملنا جلنا غرض پیار و محبت کے تمام مراسم موجود تھے۔ مولانا غلام علی فوت ہوئے تو غزنوی بزرگان اور سارا شہر ان کے جنازے میں شامل تھا۔

مولانا ابوعبداللہ غلام علی ان علمائے متقدمین میں سے ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کی ابتدائی تحریروں سے اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کا لکھنے والا آئندہ کسی وقت امت مسلمہ کے لئے فتنہ بن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب نے آپ کا نام ان اکابر میں شامل کیا ہے جو ابتدا ہی میں اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔ (دیکھئے براہین ج ۴ ص ۵۴۴-۵۴۵)۔ (اہل حدیث ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء اور ۱۹ فروری ۱۹۳۷ء الاعتصام ۱۳ اپریل ۲۰۰۱ء)

اور مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ

> . دور اندیش علمائے اسلام مرزا صاحب سے خوفزدہ تھے۔ مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی سے میں نے خود سنا کہ مجھے شبہ ہوتا ہے کہ کسی دن یہ شخص (مرزا) نبوت کا دعوی کرے گا۔ ایسا ہی حضرت مولوی ابوعبداللہ غلام العلی صاحب امرتسری سے سننے والوں کا بیان ہے کہ مرحوم بھی مرزا صاحب سے خوف زدہ تھے کہ کسی دن نبوت کا دعوی کریں گے.

(تاریخ مرزا ص ۱۳)

احمد اللہ امرتسری

مولانا احمد اللہ مولانا غلام علی کے شاگرد اور عالم باعمل تھے۔ امرتسر کے رؤساء میں آپ کا شمار ہوتا تھا اور امرتسر کی مسجد مبارک آپ نے ہی بنوائی تھی۔ امرتسر میں درس قرآن بھی دیتے تھے۔ ان کے زمانے میں مسلک اہل حدیث کو امرتسر میں بہت فروغ ہوا۔ مسجد قدس بھی اہل حدیث کی ذمہ داری میں آئی۔ امام عبدالجبار غزنوی کے ہم عصر اور دوست تھے۔ ۱۹۰۶ء میں وفات ہوئی۔ کلام المسعود فی مسئلۃ المولود ان کی مشہور تصنیف ہے۔ (حاشیہ سیرۃ ثنائی ص ۸۷) مولانا ثناء اللہ آپ کے شاگرد تھے۔ جو بیان کرتے ہیں کہ

> میں ابتدائی کتب فارسی پڑھ کر مولانا مولوی احمد اللہ صاحب مرحوم رئیس امرتسر کے پاس پہنچا۔ دستکاری (رفوگری) کا کام بھی کرتا رہا اور مرحوم سے سبق بھی پڑھا کرتا۔ شرح جامی اور قطبی تک مولوی صاحب مرحوم سے پڑھیں
>
> (خودنوشت سوانح حیات ص ۵۷)۔

بعد میں جب مولانا ثناء اللہ تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو مولانا احمد اللہ نے انہیں امرتسر بلا کر اپنے مدرسے میں تدریسی ذمہ داریاں سونپیں۔

مولانا احمد اللہ ان علماء میں سے ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کی ابتدائی تحریروں سے ہی ان کے آئندہ عزائم کو بھانپ لیا تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں

> شہاب الدین نامی ایک شخص ..... نے آکر بیان کیا کہ مولوی غلام علی صاحب امرتسری اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری اور مولوی عبدالعزیز صاحب اور بعض دوسرے صاحبان اس قسم کے الہاموں سے جو رسولوں سے مشابہ ہے باصرار تمام انکار کر رہے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض مولوی صاحبان مجانین (پاگلوں) کے خیالات سے اس کو منسوب کرتے ہیں۔ (براہین احمدیہ ج ۴ ص ۵۴۴-۵۴۵)

اس سے اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد اللہ ان علمائے کبار میں سے ہیں جو تحریک ختم نبوت کے ابتدائی کارکنوں میں سے تھے۔

۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب لدھیانہ میں مولانا بٹالوی سے مباحثہ کرنے کے بعد امرتسر گئے اور ہال بازار کے قریب کنہیالال کے تھیٹر کے قریب ایک گلی میں ایک مکان میں ٹھہرے۔ قیام امرتسر کے دوران ان کا سامنا ایک مرتبہ کسی امرتسری کے گھر میں مولانا احمد اللہ سے ہوگیا۔ مولانا نے مرزا صاحب سے کہا کہ آپ کی تحریروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبوت کا دعوی کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ ان کا مطلب ایسی نبوت سے ہے جو ختم نبوت کے منافی نہ ہو اور ان کی مراد نبوت سے دراصل محدثیت ہے۔ مرزا صاحب نے اس مضمون کی ایک تحریر بھی مولانا کو لکھ کر دی۔ (تاریخ احمدیت جلد دوم ص ۲۴۷)

۱۸۹۲ء میں جاری ہونیوالے فتوی تکفیر مرزا پر آپ نے دستخط فرماتے ہوئے لکھا

اس (مرزا) کی عبارات مجھ کو دکھائی گئی ہیں۔ ان کا ظاہری مفہوم خلاف عقائد اہل سنت معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص صرف ان ظاہری عبارات کا لحاظ کر کے عقیدہ رکھے گا تو وہ خطا کار مخالف اہل سنت والجماعت کا ہے۔

(علمائے اسلام اولین متفقہ فتوی۔ ص ۱۰۱)

۱۸۹۶ء کے چیلنج مباہلہ میں مرزا صاحب نے آپ کو بھی مخاطب کیا ہے۔ اور بہت سے دوسرے اشتہارات میں بھی مرزا صاحب انہیں مخاطب کرتے رہے ہیں۔

حفیظ اللہ خان

ابو یحیٰ امام خان نے لکھا ہے کہ آپ کا مولد و وطن دہلی تھا۔ ۹ برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا تو آپ کے والد گاماں خان آپ کو شاہ عبدالقادر کے پاس لے گئے۔ انہیں آپ نے قرآن سنایا تو شاہ صاحب نے خوش ہوکر دعا دی جس کی برکت سے آپ مشہور زمانہ واعظ اور عالم باعمل ہوئے۔ آپ کو شاہ محمد اسحاق سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ مولوی سید عبدالخالق سے کتب علوم پڑھیں۔ اور حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث سے بھی پڑھا۔ خود بھی پڑھاتے تھے مگر وعظ کا مشغلہ زیادہ تھا اور اس فن میں یگانہ تھے۔ زور بیان ایسا تھا کہ قرآن وحدیث کے چشمے ابل رہے ہیں۔

آپ کی وفات اکتوبر ۱۹۰۶ء میں ہوئی۔ (تراجم علماء حدیث۔ ص ۱۶۴)۔

آپ حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین کے سمدھی تھے اور فتویٰ تکفیر مرزا پر میاں صاحب کے بعد آپ ہی کے دستخط ہیں (علماء اسلام کا متفقہ فتویٰ ص ۸۶) یوں آپ کا شمار تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں ہوتا ہے۔

محمد بشیر سہسوانی

مولانا محمد بشیر فاروقی کے دادا شیخ محمد صدر الدین عمری رنجیت سنگھ کے عہد میں پنجاب (موجودہ ہریانہ کے مقام کروکشیتر) سے ترک وطن کر کے سہوان ضلع بدایوں (یوپی) تشریف لائے۔ یہاں مولانا شرف علی صاحب کی بیٹی سے ان کی شادی ہوئی۔جن سے چار بیٹے ہوئے جن میں سے دو کم سنی میں فوت ہوگئے یا لاولد رہے۔ باقی دو بیٹوں کے نام سے نسب چلا جن کے نام نیاز احمد اور بدرالدین تھے۔محمد بشیر، ثانی الذکر کے بیٹے تھے

شیخ نیاز احمد اور شیخ بدرالدین نے دہلی کے علماء وفضلاء سے اکتساب علم کیا۔ قانون شیخ کا درس دونوں بھائیوں نے مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی سے لیا اور فن طب کی تکمیل کے بعد طبابت کو اپنا ذریعہ معاش بنایا۔ شیخ نیاز احمد نے دہلی میں مطب کا سلسلہ شروع کیا۔فن طب میں آپ سے استفادہ کرنے والوں میں سید نذیر حسین محدث کا نام بطور خاص قابل ذکر ہے۔ شیخ بدرالدین نے لکھنو کا رخ کیا اور وہاں مطب شروع کر کے بہت جلد اہل شہر سے اپنی مہارت اور حذاقت کا لوہا منوا لیا۔ اردو کے شاعر جوش ملیح آبادی کے پردادا نواب فقیر محمد خان گویا (ف ۱۲۶۸ھ) کی قدردانی اور شرف مصاحبت کے باعث لکھنو کے رؤسا اور عمائدین کے حلقے میں بحیثیت طبیب انہیں کافی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ مطب کے ساتھ ساتھ درس کا سلسلہ بھی جاری رہا اس سلسلہ میں قانون شیخ پر حواشی اور تعلیقات بھی تحریر فرمائے۔ ۱۲۶۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

مولانا محمد بشیر حکیم محمد بدرالدین کے چار بیٹوں میں تیسرے نمبر پر تھے۔آپ ۱۲۵۴ھ کے لگ بھگ سہسوان میں پیدا ہوئے۔تعلیم وتربیت کے ابتدائی مراحل وطن

ہی میں طے کیئے ۔ بعد ازاں لکھنو آ گئے اور مفتی واجد علی اور بعض دوسرے علماء فرنگی محل سے درسیات کی تکمیل کی ۔ پھر متھرا کا رخ کیا اور برادرعم زاد حکیم نورالحسن فاروقی (ف ۱۲۹۷ھ) سے فن طب اور معالجات کی اصولی و عملی تعلیم حاصل کی ۔ اس کے بعد دہلی گئے جہاں آپ نے سید امیر حسن محدث سہسوانی (ف ۱۸۷۴ء) سے استفادہ کیا ۔ ان کے فیضان صحبت سے آپ کو علوم حدیث و تفسیر سے دل چسپی پیدا ہوئی جس کے نتیجے میں آپ نے ترک تقلید اور عمل بالحدیث کی راہ اختیار کر کے تحقیق و اجتہاد کو اپنا دستورالعمل بنالیا۔ مولانا سید امیر حسن مولانا نذیر حسین محدث کے شاگرد تھے اور غالباً انہیں کی ترغیب سے آپ بھی محدث موصوف کے حلقہ درس میں شامل ہو کر ان سے سند یاب ہوئے ۔

تحصیل علم کے بعد آپ نے درس و تدریس کو اپنا مشغلہ بنایا۔ پہلے ایک سال سلہٹ میں قیام فرمایا ۔ پھر ایک سال سہسرام (بہار) میں تدریسی خدمات سرانجام دیں ۔ اس کے بعد سینٹ جانسن کالج آگرہ میں عربی و فارسی کے استاد مقرر ہوئے جہاں تقریبا ۱۵ سال تک طلبہ کو مستفید کرتے رہے ۔ کالج کے علاہ صبح و شام گھر پر بھی سلسلہ درس جاری رہا جس میں منطق فلسفہ تفسیر حدیث اور زبان و ادب کے علاوہ فن طب میں استفادہ کرنے والے بھی نہائت ذوق وشوق سے شریک ہوتے ۔ چنانچہ آگرے کے مشہور اطبا حکیم مبارک علی اور حکیم معصوم علی نے آپ ہی کے حلقہ درس میں رہ کر فراغت حاصل کی تھی ۔ آگرہ کے قیام کے دوران آپ نے پہلی مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی اور وہاں شیخ محمد بن عبدالرحمٰن سہارنپوری اور احمد بن عیسی سے کتب حدیث کی سند بھی حاصل کی ۔ ۱۸۷۸ء میں نواب سید صدیق حسن کی دعوت پر آپ آگرے سے بھوپال آ گئے جہاں پہلے مدرسہ سلیمانیہ کے مہتمم اور پھر مدارس ریاست کے افسر اعلی مقرر ہوئے ۔ بھوپال میں دوران قیام آپ نے شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی کے حلقہ درس میں شامل ہو کر ان سے باقاعدہ سند حدیث بھی حاصل کی ۔ علاوہ ازیں اصلاح عقائد اور تربیت اخلاق کی غرض سے قاضی صاحب کی مسجد میں ہر جمعہ وعظ کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ ریاست میں قیام کے دوران آپ نے دوسری مرتبہ حج کیا۔

۱۸۹۰ء میں نواب صدیق حسن کا انتقال ہوگیا تو ان کی بیگم کے اصرار پر آپ نے قصر شاہی میں وعظ کا اہتمام کیا۔ ۱۹۰۱ء میں بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد آپ بھوپال سے دہلی چلے آئے اور حوض والی مسجد میں تفسیر قرآن کا درس دینے لگے۔ دہلی میں تقریباً ۵ سال پڑھاتے رہے۔ اس دوران جن لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا ان میں پروفیسر عبدالعزیز میمن مولانا عبدالستار عمرپوری مولانا ابوسعید شرف الدین مولانا محمد عثمان علی گڈھی مولانا عبدالتواب غزنوی اور مولانا احمداللہ محدث پرتاپ گڈھی شامل ہیں۔ عمر کے بہترویں سال ۲۹ جون ۱۹۰۸ء کو دہلی میں انتقال کیا اور شیدی پورہ کے قبرستان میں اپنے استاد سید نذیر حسین کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ کی تصانیف میں صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الدحلان مشہور کتاب ہے جو شیخ احمد بن زینی دحلان مفتی مکہ (ف ۱۳۰۴ھ) کی تصنیف الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ (طبع رجب ۱۲۹۹ھ) کا جواب ہے جو اصل کتاب کی مناسبت سے عربی میں لکھا گیا ہے۔ فاضل مصنف جب دوسری بار حج کے لئے گئے تو مکہ مکرمہ میں مفتی صاحب سے توحید کے موضوع پر آپ کا ایک مناظرہ ہوا تھا۔ ہندوستان واپس آنے کے بعد آپ نے مفتی صاحب کے رد میں یہ بسیط کتاب تصنیف فرمائی۔ پہلا ایڈیشن مطبع فاروقی دہلی سے علامہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم سندھی کے اہتمام سے شائع ہوا۔ ۶۱۵ صفحات کی اس کتاب پر سن طباعت درج نہیں۔ مصر وحجاز و دیگر عرب ممالک میں اس کتاب کو بہت شہرت ملی۔ چنانچہ ۱۳۵۱۔۱۳۵۲ھ میں علامہ رشید رضا نے تصحیح و تقدیم کے ساتھ مطبع المنار مصر سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا۔ اس کے بعد یہ کتاب تین بار شائع ہو چکی ہے۔ پانچواں ایڈیشن شیخ اسماعیل انصاری کی تعلیقات کے ساتھ ۱۳۹۵ھ میں مطبعہ النجد التجاریہ ریاض سے شائع ہوا تھا۔

البرہان المعجم علی ان الضحایا الی ہلال محرم۔ قیام بھوپال کے زمانے مولانا نے ایام نحر کے تعیین کے سلسلے میں ایک فتوی تحریر فرمایا تھا جس میں آخر ماہ ذوالحج تک قربانی کے جواز کا ثبوت فراہم کیا تھا۔ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ میں مطبع وحید المطابع دارانگر بنارس سے بطور اشتہار شائع ہوا تھا۔

القول المحمود فی رد جواز السود۔ یہ مختصر رسالہ سود کے جواز پر ڈپٹی نذیر احمد کے دلائل کے رد میں لکھا گیا تھا۔ ڈپٹی صاحب نے الحقوق والفرائض (طبع ۱۳۲۴ھ) کی دوسری جلد میں اس مسئلے میں جن شواہد سے استدلال کیا تھا آپ نے ان کی تردید کر کے ثابت کیا ہے کہ سود کی جملہ اقسام حرام ہیں۔ جامعیت کے خیال سے اس موضوع سے متعلق مولوی سید عبدالصمد بلند شہری کے ایک رسالے کو بھی شامل بحث کر لیا گیا ہے۔ مولانا بشیر کا یہ رسالہ پہلی بار ۱۳۲۷ھ میں مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوا۔ اس کے بعد برقی پریس بلی ماراں دہلی سے ۱۳۵۸ھ میں اور ایک مرتبہ ناظر پرنٹنگ پریس کراچی سے شائع ہوا۔

البرہان العجاب علی فرضیۃ ام الکتاب۔ یہ قرأت فاتحہ خلف الامام پر آپ کی جامع تصنیف ہے جس میں بحث کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دہلی میں قیام کے دوران روزانہ درس قرآن میں متواتر تین ماہ تک آپ نے اس مسئلے کے دلائل بیان فرمائے تھے۔ بعد ازاں اس کو کتابی صورت میں قلم بند فرمایا۔ اس کی کتابت و تصحیح آپ کی وفات کے بعد مکمل ہوئی اور طباعت و اشاعت آپ کے شاگرد احمد اللہ محدث کی کوشش سے ۱۹۰۹ء میں ہوئی۔ البرہان العجاب۔ کی زبان اردو ہے لیکن دعویٰ کے اثبات میں جو دلائل و براہین ہیں ان کا اردو ترجمہ نہیں جو باعتبار حجم کتاب کا تین چوتھائی ہے۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے آپ کے شاگرد مولانا ابوسعید شرف الدین نے کشف الحجاب عما فی البرہان العجاب کے نام سے اس کا اردو ترجمہ کر دیا جو غالباً شائع ہو چکا ہے۔

مولانا بشیر علم و فضل کے ساتھ صلاح و تقویٰ اور اتباع کتاب و سنت کے اعتبار سے بھی بلند مقام پر فائز ہیں۔ حسن خلق کا یہ حال تھا کہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے ساتھ نظریاتی اختلاف کے باوجود دوستانہ مراسم تھے۔ بھوپال میں نواب صدیق حسن صاحب آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ اور دہلی میں سید نذیر حسین کے بعد علمی حلقوں میں جو عزت و تکریم آپ کو حاصل وہ کسی شرح و بیان کی محتاج نہیں۔ صاحب نزھۃ الخواطر آپ کے نام کے ساتھ شیخ فاضل علامہ اور محدث کا التزام کرتے تھے۔

(ڈاکٹر حنیف نقوی کا مقالہ۔ محدث بنارس مارچ اپریل ۱۹۸۹ء)

مولانا محمد بشیر نے دہلی میں مرزا صاحب سے تحریری مباحثہ کیا تھا جس کی کیفیت پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ ذیل میں اس مباحثے کا حال مولانا محمد بشیر کی اپنی زبانی درج کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں

یہ کیفیت ہے اس مناظرہ کی جو میرے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیحیت کے درمیان میں بمقام دہلی واقع ہوا۔ مرزا صاحب نے دہلی میں آ کر دو اشتہار مطبوعہ دوم اکتوبر ۱۸۹۱ء دوسرا ششم اکتوبر ۱۸۹۱ء بمقابلہ جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مداللہ ظلہم العالی کے شائع کئے اور طالب مناظرہ ہوئے۔ وہ دونوں اشتہار خاکسار کے بھی دیکھنے میں آئے۔ خاکسار نے محض بنظر نصرت دین وسنت و ازالہ الحاد و بدعت قصد مناظرہ مصمم کر کے جواب اشتہار مرزا صاحب کے پاس بوساطت جناب حاجی محمد احمد صاحب دہلوی کے بھیجا۔ اور اس جواب میں مرزا صاحب کے سب شروط کو تسلیم کر کے صرف شرط ثالث میں قدرے ترمیم چاہی۔ مرزا صاحب نے بھی اس ترمیم کو قبول کیا۔ بعد ترمیم کے یہ تین شرطیں قرار پائیں۔ اول یہ کہ امن قائم رہنے کے لئے سرکاری انتظام ہو۔ دوسرے یہ کہ فریقین کی بحث تحریری ہو۔ ہر ایک فریق مجلس بحث میں سوال لکھ کر اور اس پر اپنے دستخط کر کے پیش کرے اور ایسا ہی فریق ثانی جواب لکھ کر دے۔ تیسرے یہ کہ اول بحث حیات مسیح پر ہو۔ اگر حیات ثابت ہو جاوے تو مرزا صاحب مسیح موعود ہونے کا دعوی خود چھوڑ دیں گے۔ اور اگر وفات ثابت ہو جائے تو مرزا صاحب کا اصل دعوی یعنی عدوم نزول حضرت عیسی اور مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہوگا پھر حضرت مسیح کے نزول اور مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے میں بحث کی جاوے گی۔ اور جو شخص طرفین میں سے ترک بحث کرے گا اس کا گریز سمجھا جاوے گا۔

جب تصفیہ شروط کا ہو گیا تو جناب حاجی محمد احمد صاحب نے حسب ایماء مرزا صاحب کے خاکسار کو طلب کیا۔ چنانچہ شب شانزدہم ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کو میں بھوپال سے روانہ ہو کر روز سہ شنبہ تاریخ شانزدہم ماہ مذکور دہلی میں داخل ہوا۔ اور مرزا صاحب کو اطلاع اپنے آنے کی دی تو مرزا صاحب نے مختلف رقعوں کے ذریعہ سے شروط میں تبدیلی ذیل فرمائی کہ حیات مسیح کا ثبوت آپ کو دینا ہوگا۔ بحث اس عاجز

کے مکان پر ہو۔ جلسہ عام نہیں ہوگا۔ صرف دس آدمی تک جو معزز خاص ہوں آپ ساتھ لا سکتے ہیں مگر شیخ بٹالوی (محمد حسین) اور مولوی عبدالمجید ساتھ نہ ہوں۔ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔ ان شرائط کا قبول کرنا نہ تو خاکسار پر لازم تھا اور نہ میرے احباب کی رائے ان کے تسلیم کرنے کی تھی۔ مگر محض اس خیال سے کہ مرزا صاحب کو کوئی حیلہ مناظرہ سے گریز کا نہ ملے۔ یہ سب باتیں منظور کی گئیں۔ بعد اس کے تاریخ نوز دہم ربیع الاول روز جمعہ بعد نماز جمعہ مناظرہ شروع ہوا۔

خاکسار نے ان کے مکان پر جا کر مجلس بحث میں پانچ ادلہ حیات مسیح کے لکھ کر حاضرین کو سنا دیئے اور دستخط اپنے کر کے مرزا صاحب کو دے دیئے۔ مرزا صاحب نے مجلس بحث میں جواب لکھنے سے عذر کیا۔ ہر چند جناب حاجی محمد احمد صاحب وغیرہ نے ان کو الزام نقض عہد و مخالفت شروط کا دیا مگر مرزا صاحب نے نہ مانا اور یہ کہا کہ میں جواب لکھ رکھونگا آپ لوگ کل دس بجے آیئے۔ ہم لوگ دوسرے روز دس بجے گئے۔ مرزا صاحب مکان کے اندر تھے۔ اطلاع دی گئی تو مرزا صاحب باہر نہ آئے اور کہلا بھیجا کہ ابھی جواب تیار نہیں ہوا۔ جس وقت تیار ہوگا آپ کو بلا لیا جائے گا۔ پھر غالباً دو بجے کے بعد ہم لوگوں کو بلا کر جواب سنایا اور یہ کہا کہ اب مجلس بحث میں جواب لکھنے کی ضرورت نہیں آپ مکان پر لے جاویں۔ چنانچہ میں اس تحریر کو مکان پر لے آیا۔ اسی طرح چھ روز تک یہ سلسلہ مباحثہ جاری رہا۔ چھٹے روز کہ تین پرچے میرے ہو چکے تھے اور تین پرچے مرزا صاحب کے۔ مرزا صاحب نے پہلی ہی بحث کو نا تمام چھوڑ کر مباحثہ قطع کیا اور یہ ظاہر کیا کہ اب مجھے زیادہ قیام کی گنجائش نہیں ہے اور زبانی فرمایا کہ میرے خسر بیمار ہیں۔ اس وقت ایک مضمون جو پہلے سے بنظر احتیاط لکھ رہا تھا اور وہ متضمن تھا اس امر پر کہ مرزا صاحب کی جانب سے نقض عہد و مخالفت ہوئی مرزا صاحب کی موجودگی میں حاضرین کو سنا دیا گیا۔ حاضرین جلسہ مرزا صاحب کو الزام دیتے تھے مگر مرزا صاحب نے ایک نہ سنی۔ اسی روز تہیہ سفر کر کے شب کو دہلی سے چلے گئے۔ مرزا صاحب کے یہ افعال اول دلیل ہیں اس پر کہ انکے پاس اصل مسئلہ یعنی ان کے مسیح موعود ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اصل

بحث کے لئے دو سدیں انہوں نے بنا رکھی ہیں ۔ایک بحث حیات و وفات مسیح ۔ دوسرے نزول عیسی ۔ جب دیکھا کہ ایک سد جو ان کے زعم میں بڑی راسخ تھی ٹوٹنے کے قریب ہے اس کے بعد دوسری سد کی جو ضعیف ہے نوبت پہنچے گی ۔ پھر اصل قلعہ پر حملہ ہوگا وہاں کچھ ہے ہی نہیں ۔ تو قلعی کھل جاوے گی اس لئے فرار مناسب سمجھا ۔ بعد انقطاع مباحثہ دو روز دہلی میں متوقف رہ کر روز شنبہ کو ڈاک گاڑی میں روانہ ہو کر بھوپال وارد ہوا ۔

(الحق الصریح ص ۲ منقول از تاریخ مرزا ۔ ص ۴۷ ۔ ۴۹)

یہ ۱۸۹۱ء کی بات ہے جب مرزا صاحب اپنے دعوی مسیحیت پر مولانا محمد بشیر کے ساتھ مباحثے سے فرار ہو کر گھر آ گئے تھے ۔ اس کے بعد جب اکتوبر ۱۹۰۵ء میں وہ پھر دہلی گئے تو یہی مسئلہ ایک ناگ کی طرح پھن پھیلائے دوبارہ ان کا منتظر تھا ۔ ہوا یہ کہ مرزا حیرت دہلوی نے آپ کو مناظرے کا چیلنج دے دیا لیکن آپ نے رسید ہی نہیں دی ۔ تاریخ احمدیت میں لکھا ہے

. یکم نومبر ۱۹۰۵ء کو مرزا حیرت دہلوی نے کرزن گزٹ میں حضرت مرزا صاحب کے خلاف سخت زہر اگلا اور مناظرہ کا چیلنج بھی دیا ۔ حضرت نے ان کی گذشتہ آزاد اسلامی اور نمائشی طبیعت کو دیکھ کر اعراض ہی مناسب سمجھا (یعنی فرار) البتہ جماعت دہلی کی طرف سے اشتہار دیا گیا کہ مرزا حیرت صاحب محض ایک اخبار نویس ہیں لہذا ان کے ساتھ حیات و وفاۃ مسیح کے موضوع پر ایڈیٹر الحکم مناظرہ کرنے کو تیار ہیں ۔ مرزا حیرت نے جوابی اشتہار دیا کہ میں ایسی بحثوں کو بے کار سمجھتا ہوں ۔ حضرت مسیح ایک بار نہیں سو بار فوت ہو جائیں (اس سے مرزا صاحب کی مسیحیت کیسے ثابت ہوگی ؟) .. ہاں ایک شخص (مرزا) کو خواہ مخواہ ابن مریم تسلیم کر لینا بحث طلب ہے (اس لئے مرزا صاحب اس موضوع پر بحث کیلئے آئیں) .. مرزا صاحب اپنے آپ کو مثیل مسیح کہتے ہیں ۔ اچھا ہم تسلیم کر لیتے ہیں آپ مثیل مسیح ہی سہی جبکہ حضور ﷺ کی مرحوم امت کا ہر فرد مثیل انبیاء بنی اسرائیل ہوسکتا ہے پھر اگر مرزا صاحب مثیل مسیح ہو گئے تو کیا غضب ہو گیا ۔ ہمیں اس کی تردید کی کیا ضرورت ہے (ہاں مرزا کی مسیحیت موعودہ پر بحث کرنا ہے تو آؤ) ۔ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ ص ۲ ۔ تاریخ

احمدیت ج ۲ ص ۴۳۹)۔لیکن مرزا صاحب دامن بچا کر دہلی سے چلے آئے۔
اورمولانا بشیر نے مرزا صاحب کی تکفیر کے فتوی پر لکھا

. اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت میں یہ عقائد و مقالات داخل نہیں ہیں ۔مرزا قادیانی ان عقائد و مقالات کی نظر سے مانند وجودیہ وغیرہ اہل بدعت کے دجالین کذابین میں داخل ہے۔اور مرزا کے ان عقائد و مقالات میں پیروان و ہم مشربوں کو ذریات دجال کہہ سکتے ہیں ۔اور ایسے عقائد و مقالات کے ساتھ کوئی شخص شرعاً اور عقلاً ولی اور ملہم اور محدث و مجدد نہیں ہوسکتا۔دلیل اس کی حدیث ابو ہریرۃؓ ہے۔ قال رسول الله یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباءکم فایاکم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ۔ رواہ مسلم۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں دجال کذاب پیدا ہوں گے جو تم کو ایسی باتیں کہیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے بزرگوں نے ۔ان سے بچے رہنا وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور بہکا نہ دیں۔

محمد بشیر سہسوانی ۔

سلامت اللہ جیراج پوری

آپ بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے اور سوائے والدہ کے کوئی سر پرست نہ تھا۔ بکریاں چرایا کرتے تھے مگر دل میں علم کا شوق تھا۔ ۱۰۔۱۱ سال کی عمر تھی کہ جون پور پہونچے اور مدرسہ میں داخل ہو کر پڑھنا شروع کیا۔ ابتداء ہی سے ذہانت کی شہرت ہوگئی۔ کتب درسیہ کا زیادہ حصہ مفتی محمد یوسف صاحب فرنگی محلی سے جو وہاں مدرس اعلی تھے پڑھا۔ پھر دہلی جا کر میاں صاحب سے حدیث کی تکمیل کی۔ اس کے بعد نہائت انہماک سے توحید کی اشاعت اور تبلیغ کرنے لگے۔ بنارس جون پور غازی پور گونڈہ اور بالخصوص اعظم گڑھ میں ان کی ذات سے توحید وسنت کی بہت اشاعت ہوئی۔ اور کئی مواضعات سے شرک و بدعات ناپید ہو گئے۔ مناظرہ میں اپنے عہد کے امام تھے اور وعظ میں بے نظیر۔

ایک زمانہ تک بنارس میں قیام رہا۔ وہاں کتب علوم اور حدیث و تفسیر کا درس دیتے رہے پھر نواب صدیق حسن صاحب نے آپ کو بھوپال بلا لیا اور مدرسہ وقفیہ کا مہتمم مقرر کر دیا۔ شاہجہان بیگم والیہ بھوپال آپ کا بہت احترام کرتی تھیں۔ ان کے عہد میں آپ بھوپال کے واعظ شہر تھے اور کوئی عالم مسجد میں آپ کی اجازت کے بغیر وعظ نہیں کہہ سکتا تھا۔ مولانا سلامت اللہ جہیر الصوت تھے اور آواز میں لوچ اور بیان میں تسلسل۔ بھوپال کے میر واعظ کی جادو بیانیاں جو سنتا رام ہو جاتا۔ اس کام کے معاوضہ کے لئے بیگم صاحبہ موصوفہ نے کئی بار کہا لیکن آپ نے قبول نہیں کیا۔ کچھ زمانہ بعد آپ مدرسہ سلیمانیہ کے نائب مہتمم مقرر ہوئے اور مولانا بشیر سہسوانی کے پنشن لینے کے بعد بیگم صاحب نے آپ کو مدرسہ سلیمانیہ کا مہتمم اور جملہ مدارس کا افسر مقرر کر دیا۔

لوازمات علم کے ساتھ آپ محاسن اخلاق کے بھی منبع اور نہائت وجیہہ تھے۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد ہی سلسلہ تدریس شروع کیا جو تا زیست جاری رہا۔ تفسیر و حدیث کے علاوہ کتب فنون بھی پڑھاتے تھے۔ آپ کے تلامذہ میں شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ مہتمم ندوۃ العلماء لکھنو۔ مولوی حبیب اللہ چاندپوری مولوی اسداللہ مولوی فتح اللہ مہتمم سلیمانیہ بھوپال۔ مولانا احمداللہ شیخ الحدیث مدرسہ رحمانیہ دہلی شامل ہیں۔

آخر میں آپ کا منصب ریاست بھوپال کی طرف سے مقرر ہوگیا تھا اور وہیں رہتے تھے۔ ۵۳ سال کی عمر میں ربیع الاول ۱۳۲۲ھ۔ ۱۵ جون ۱۹۰۴ء کو انتقال ہوا اور تکیہ محبت شاہ میں دفن ہوئے۔ (تراجم علماء حدیث ہند ص ۳۸۷۔۳۸۸ اور ۴۱۹)

مولانا سلامت اللہ نے فتوی تکفیر مرزا ۱۸۹۲ء پر دستخط کئے ہیں اور اس طرح وہ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی کارکنوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے دستخط کرتے ہوئے لکھا تھا کہ .مجھ کو مولوی محمد بشیر کی تحریر سے اتفاق ہے۔ بے شک یہ لوگ ایسے ہی ہیں جیسا مولوی صاحب موصوف نے تحریر فرمایا ہے۔

عبدالوہاب دہلوی

ضلع جھنگ پنجاب کے موضع واسوآ ستانہ میں ۱۸۶۴ء کے پس و پیش ایک زمین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب یوں ہے عبدالوہاب بن حاجی محمد بن میاں خوشحال بن میاں فتح بن میاں قائم۔ آپ کے بچپن میں آپ کے والد اپنے آبائی گاؤں سے ضلع ملتان کے ایک موضع مبارک آباد میں آ بسے جہاں آپ نے ناظرہ قرآن پاک ختم کیا۔ پھر اپنے بھائی نور محمد کے ساتھ لکھو کے پہونچے اور لکھوی اساتذہ سے فیض پایا جن میں حافظ محمد لکھوی (ف ۱۳۱۱ھ۔ ۱۸۹۴ء) شامل ہیں۔ وہاں صرف نحو اور بعض مروجہ علوم کی کتابیں پڑھیں اور قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر آپ امرتسر آ گئے اور مولانا عبداللہ غزنوی (ف ۱۲۹۸ھ۔ ۱۸۸۱ء) سے استفادہ کیا۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں آپ دہلی چلے گئے اور سید نذیر حسین محدث کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ بعد ازاں یہیں سے سند فراغ حاصل کی۔ اس دوران آپ نہر سعادت خان پر ایک مسجد میں قیام رکھتے تھے جس کو مسجد حفیظ اللہ خان کہا جاتا تھا۔ اس مسجد میں نماز کی امامت کرتے اور صبح کے وقت درس مشکوۃ دیتے۔ مسجد کے کنویں سے پانی کھینچ کر نمازیوں کے وضو کا انتظام کرتے اور اس کام کی اجرت مہینے کے بارہ آنے ملتی جس میں اپنے کھانے کا بندوبست کرتے۔ پھر یوں ہوا کہ دہلی میں ایک مسجد تھی جس کا نام سرائے حافظ بنہ کی مسجد تھا۔ وہاں کے لوگ جو حنفی المسلک تھے میاں صاحب کی خدمت میں آئے کہ ہمیں کوئی امام دیا جائے۔ میاں صاحب نے مولوی عبدالوہاب صاحب کو وہاں بھیج دیا۔ آپ نے اس مسجد میں صبح کے وقت مشکوۃ شریف کا درس اور جمعہ کے روز خطبہ جمعہ کے سلسلے کا آغاز کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ تھوڑے عرصے میں وہاں کے تقریباً سب لوگ عامل بالحدیث ہو گئے۔ اس پر بعض حلقوں کی جانب سے آپ کی مخالفت بھی ہوئی اور ایک دن آپ کی غیر حاضری میں مخالفوں نے آپ کی سب

کتابیں کنویں میں گرادیں۔

میاں صاحب کے علاوہ آپ نے امام شوکانی کے شاگرد مولانا منصور الرحمٰن سے بھی استفادہ کیا۔ اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۲ء) میں مدرسہ دارالکتاب والسنہ کے نام سے دہلی کے محلّہ کشن گنج کی مسجد میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ پھر اس مدرسے کو منتقل کر کے صدر کے علاقے میں لے آئے جہاں آپ کے ایک عقیدت مند نے کچھ جگہ خرید کر ایک مسجد بنوادی تھی جس کا نام مسجد کلاں مشہور ہوا۔ کچھ عرصہ بعد حج کو گئے تو آپ کی غیر حاضری میں حالات بدل گئے۔ اور واپسی پر آپ نے مسجد کلاں کے قریب ہی جگہ خرید کر صدر میں ایک مدرسہ اور مسجد بنوائی۔ آپ کے شاگردوں میں موانا عبدالجلیل سامرودی مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی۔ مولانا محمد جونا گڈھی امام حرم شیخ ابوالسمح مکی مولانا عبدالستار کلانوری مولانا عبداللہ اوڈ مولانا عبداللہ لائل پوری۔ حافظ عنائت اللہ وزیرآبادی اور مولانا محمد سورتی جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔

آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دہلی میں سنت کے مطابق ۱۲ تکبیروں سے عید کی نماز کھلے میدان میں ادا کی۔ اور پہلے شخص ہیں جنہوں نے عورتوں کو عید گاہ میں لے جانے کا کہا اور اپنے گھر کی مستورات کو نماز عید کیلئے عید گاہ لے گئے۔ جمعہ کے روز آپ نے دہلی کے سامعین کی زبان اردو میں خطبہ شروع کیا۔ پھر اہل حدیث کی تمام مساجد میں ایسا ہونے لگا۔ دہلی میں نماز جنازہ احناف کی طرح سری (خاموشی سے) پڑھی جاتی تھی۔ آپ نے بالجہر شروع کی اور اب تمام اہل حدیث یوں ہی پڑھتے ہیں جو سنت سے ثابت ہے۔

مولانا عبدالوہاب نے ۱۹۲۰ء میں ایک اخبار جاری کیا جس کا نام اہل حدیث رکھا۔ پھر اس کا نام ہمدرد اہل حدیث ہوا۔ پھر صحیفہ اہل حدیث ہوا۔ جو اب کراچی سے پندرہ روزہ سے نکلتا ہے اور برصغیر کے تمام رسائل وجرائد سے زیادہ عمر کا ہے۔

آپ کی تصانیف میں

☆ ہدایۃ النبی المختار۔

☆ امر الکلی فی قول الرسول صلوا کما رئیتمونی اصلی (یہ شائع نہیں ہوئی۔ مسودہ ضائع ہوگیا)

☆ اقامۃ الحجۃ علی ان لافرق بین صلوۃ المرء والمرئۃ۔

☆ الدلائل الواثقة فی مسائل الثلاثہ شامل ہیں

اولاد میں سے مولانا حافظ عبدالستار آپ کے جانشین ہوئے۔

۱۳۱۳ھ (۱۸۹۶ء) میں آپ نے غرباء اہل حدیث کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ اور جب رجب ۱۳۵۱ھ (جولائی ۱۹۳۲ء) میں آپ کی وفات ہوئی تو دہلی کے تمام مدارس میں چھٹی کا اعلان ہوا اور سب لوگ جنازے میں شریک ہوئے۔ آپ کو سید نذیر حسین محدث کے مشرقی جانب دفن کیا گیا (کاروان سلف۔اسحاق بھٹی۔صفحہ ص ۱۵۔۳۵)

آپ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں اس تحریک میں شامل ہو گئے تھے اور مرزا غلام احمد نے پیر مہر علی شاہ صاحب کے ساتھ جن علمائے امت کو ۱۹۰۰ء میں لاہور میں تفسیری مقابلے کی دعوت دی تھی آپ بھی ان میں شامل ہیں۔

قاضی احتشام الدین

محقق کبیر محدث وفقیہ قاضی احتشام الدین کی ولادت مراد باد میں ہوئی اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل ہوئی ۔ کتب درسیہ انہوں نے قاضی بشیر الدین قنوجی سے مراد آباد میں اور علامہ سید امیر حسن سہسوانی سے میرٹھ میں پڑھیں ۔اس کے بعد دہلی جا کر سید نذیر حسین محدث سے حدیث پڑھی اور سند و اجازہ سے مستفید ہوئے

تکمیل کے بعد آپ اعلائے کلمۃ اللہ میں ہمہ تن مصروف رہے۔ آپ ابتدا میں حنفی المسلک تھے لیکن آہستہ آہستہ عمل بالحدیث کو اپنا شعار بنا لیا اور مراد آباد میں آپ کی ذات دعوت قرآن وحدیث کے فروغ کا سبب بنی۔آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا تھا۔ اور سرزمین مراد آباد کے مشہور اہل حدیث عالم مولانا حافظ عزیز الدین مراد بادی صاحب اکمل البیان (ف ۱۳۶۷ھ) کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

آپ کی تصانیف میں درج ذیل کتابیں شامل ہیں

☆ اکسیر الاعظم تفسیر قرآن پاک اردو۔ تیس پاروں کی تقسیم کے مطابق ایک جامع تفسیر لکھنا شروع کی ۔ پہلا حصہ ۱۳۰۳ھ میں مطبع احتشامیہ مراد باد سے طبع ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر نامکمل رہی ۔

☆ اختیار الحق ۔آپ کی قابل قدر تصنیف ہے اور اپنے موضوع پر نہائت اہم تصنیف شیخ الکل کی مشہور تالیف معیار الحق کی تائید اور مولانا ارشاد الحق رام پوری کی انتصار الحق کی تردید میں لکھی گئی ہے جس کا مبحث اجتہاد و تقلید ہے۔

☆ نصیحۃ الشیعہ ایک عمدہ کاوش اور ردشیعیت میں اہم تصنیف ہے۔

☆ ترجمہ فتاوی عالمگیری ۔آپ نے ترجمہ شروع کیا لیکن صرف پہلی جلد کا ترجمہ ہوا

☆ ترجمہ منتخب التواریخ ۔ ملا عبدالقادر بدایونی کی مشہور زمانہ کتاب کا اردو ترجمہ

☆ کتاب العقائد ۔ یہ عقائد میں مختصر رسالہ ہے۔

آپ کا انتقال ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں مراد باد میں ہوا۔ (الاعتصام لاہور ۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء)

قاضی صاحب تحریک ختم نبوت کے ابتدائی کارکنوں میں سے ہیں اور آپ نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ نیز آپ نے فتوی تکفیر مرزا پر دستخط بھی فرمائے اور لکھا ہے

. مرزا غلام احمد کے بہت سے اقوال عقائد اسلام کے خلاف ہیں۔ مثلا وہ آخر زمانہ میں حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کے منکر ہیں۔ حالانکہ یہ مضمون احادیث صیحہ سے ثابت ہے۔ اوران میں مجاز اور استعارے کی کوئی ضرورت نہیں اور بلا ضرورت مجاز ماننا ضلالت کا دروازہ کھولنا ہے۔ علاوہ اس کے بعض روائتیں ایسی بھی ہیں جو استعارے کو رد کرتی ہیں۔ علاوہ اس کے انہوں نے ازالہ اوہام میں ایسی تقریر کی ہے جس سے متبادر یہی ہے کہ وہ حضرت عیسی کے معجزات کے منکر ہیں۔ قرآن میں جو مذکور ہے کہ حضرت عیسی نے کہا تھا کہ میں مٹی کے جانور بناتا ہوں اوران میں پھونکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگتے ہیں۔ اس کی تاویل مرزا غلام احمد نے یہ کی ہے کہ حضرت عیسی نے اپنے باپ یوسف نجار کے ساتھ مدت تک نجاری کا کام کیا تھا اور وہ کچھ ایسی کلیں سیکھ گئے تھے جن کے ذریعہ سے جانور اڑاتے تھے جیسے آج کل کے صناع انگریز بنالیتے ہیں۔ اور حضرت عیسی جو مردہ کو زندہ کرتے تھے وہ مسمریزم کا عمل تھا جو آج کل انگریزوں میں بھی ہے۔ ان اقوال میں حضرت عیسی کے معجزوں کا انکار بھی ہوا اور یوسف نجار کو حضرت عیسی کا باپ بھی بنادیا۔ اس قسم کے اقوال ان کی کتابوں میں بہت ہیں جو درحقیقت بدعت ہیں اور بعض کفر کے مرتبہ تک بھی پہنچے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب راقم محمد احتشام الدین مراد آبادی۔

قاضی صاحب کا اسم گرامی ۱۸۹۶ء میں مباہلہ کے مدعووین میں مرزا صاحب نے شامل کیا ہے۔ اور چونکہ مرزا صاحب ان مدعووین کو جو ان کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے اپنی صداقت کے نشان کے طور پر بیان فرمایا کرتے تھے اس لئے قاضی صاحب کا مرزا صاحب کی موت کے وقت زندہ ہونا مرزا صاحب کے کذب کا نشان ہے

شاہ علی نعمت

سید نذیر حسین کے شاگرد اور اپنے دور کے جید عالم تھے۔ پھلواری شریف بہار میں خانقاہ مجیبیہ کے مدرسہ مجیبیہ میں پڑھاتے تھے۔ شاہ علی حبیب سجادہ نشین پھلواری شریف کے بیٹے شاہ عین الحق نے کتب درسیہ کی تحصیل آپ سے کی اور آپ کے زیر اثر وہ عامل بالحدیث ہوگئے تھے۔ شاہ عین الحق اپنے بڑے بھائی شاہ عبدالحق کی وفات کے بعد ۱۸۸۵ء میں ۱۵ سال کی عمر میں سجادہ نشین ہوگئے تھے۔ اور چونکہ انہیں شریعت کی سخت پابندی تھی اس لئے چاہتے تھے کہ خانقاہ میں کوئی کام خلاف شریعت نہ ہو۔ مخالفین نے تنگ کیا تو ۱۸۹۲ء میں آپ نے سجادہ نشینی ترک کر دی۔

شاہ علی نعمت کے دیگر شاگردوں میں حافظ پیر محمد ساکن کھگوال داناپوری۔ مولانا حکیم ابوحبیب (برادر کبیر سید سلیمان ندوی) اور حافظ انور علی مونگیری شامل ہیں۔ شاہ علی نعمت نے اس فتوی تکفیر مرزا پر تصدیقی دستخط فرمائے ہیں جو سید نذیر حسین نے دیا تھا۔ آپ نے لکھا

الجواب صحیح و الرای نجیح کہ (سید نذیر حسین کا) جواب صحیح اور رائے موجب رستگاری ہے

عبدالجبار غزنوی

آپ مولانا عبداللہ غزنوی کے صاحبزادے تھے اور ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۲ء) کو غزنی کے اطراف میں ایک مقام صاحبزادہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بھائیوں مولانا محمد (جن کا تفسیر جامع البیان پر مقبول عربی حاشیہ مولانا عبداللہ غزنوی کے ایما پر میاں فیروز دین ساکن جموں نے چھپوا کر مفت تقسیم کیا تھا) اور مولانا احمد سے حاصل کی۔ والد صاحب سے بھی علمی و روحانی فیض پایا۔ پھر دہلی چلے گئے اور سید نذیر حسین سے کتب حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔

مولانا عبدالجبار نے توحید وسنت کے لئے ان تمام مصائب کو برداشت کیا جو بعض آئمہ دین کی زندگیوں میں نظر آتی ہیں۔ آپ کو جلاد کے دروں سے پٹوایا گیا اور کئی سال کے لئے کابل کے جیل خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں دھکیلا گیا۔ تشہیر و تذلیل کے لئے کابل کے بازاروں میں پھرایا گیا۔ پھر آپ پر وطن کے دروازے بند کر کے جلا وطن کیا گیا۔ باپ کے ساتھ امرتسر کی طرف ہجرت کی اور امرتسر میں طلبہ کو علوم پڑھاتے رہے۔ آخری عمر میں دنیاوی امور سے بے تعلق ہو گئے تھے۔ ۲۵ رمضان ۱۳۳۱ھ کو امرتسر میں فوت ہوئے مولانا احمد علی مولانا داؤد حافظ سلیمان اور مولانا عبدالغفار آپ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے ایک شاگرد کا نام مولانا محمد حسین ہزاروی ہے جو حضرت میاں صاحب کے بھی شاگرد تھے اور اپنے دور کے جید عالم ہوئے۔ سیرت و کردار کے لحاظ سے نمونہ سلف تھے۔ مدرسہ غزنویہ میں پڑھاتے رہے۔ ایک دن نماز عصر کے وقت مولانا عبدالجبار نے ان سے فرمایا مولوی محمد حسین میں اپنی بیٹی تمہارے عقد میں دینا چاہتا ہوں۔ اگر تمہیں یہ رشتہ منظور ہو تو نماز کے بعد ٹھہر جانا۔

اللہ نے آپ کو علم وفضیلت سے نوازا تھا۔ اور ہزارہا افراد نے اپنے مسائل کے حل کے لئے ان کی طرف رجوع کیا اور جواب باصواب پایا۔ الا ما شاء اللہ۔

آپ مسلک وعقیدے کے لحاظ سے سلفی نقطہ نظر کے علم بردار تھے۔ صفات الٰہی کے باب میں تاویل اور توجیہ کے سخت مخالف تھے۔ مسائل توحید سے خاص دلچسپی تھی اور اس ضمن میں مسلک سلف نہائت مدلل انداز میں بیان فرماتے۔ فروعی مسائل میں بھی تاعمر عمل بالحدیث پر کاربند رہے اور لوگوں کو بھی اسی کی دعوت دی۔ زہد وتصوف میں بھی ان کا دامن متاخر صوفیا کے مبتدعانہ افعال واعمال سے پاک رہا۔ فتویٰ نویسی میں بھی یہی رجحانات غالب تھے۔ مختصر تحریری سرمایہ باقیات میں چھوڑا ہے۔ جن میں یہ کتابیں شامل ہیں

☆ سبیل النجاۃ فی مباینۃ الرب عن المخلوقات اردو

☆ عقیدہ اہل السنہ و الجماعۃ فی مسئلۃ الاستوا عربی

☆ سوانح عمری مولانا عبداللہ غزنوی

☆ بستان المحققین بشارۃ السائلین معروف بہ مجموعہ الفتاوی دو جلد

جب مولانا ثناءاللہ کی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن پہلے پہل طبع ہوکر ۱۹۰۳ء۔ ۱۳۲۱ھ میں منظر عام پر آئی تو اس میں بعض مسائل میں علمائے اہل حدیث نے مولانا کی مخالفت کی۔ مخالفین کی قیادت مولانا عبدالجبار کے پاس تھی۔ آپ کی تحریک پر مولانا عبدالحق غزنوی نے الاربعین فی ان ثناء اللہ لیس علی مذہب المحدثین لکھی۔ اس کے جواب مولانا امرتسری نے الکلام المبین لکھی۔ پھر یہ مسئلہ محاکمہ کے لئے جلسہ مذاکرہ علمیہ آرہ کے موقع پر تین بڑے علماء کے سامنے پیش ہوا جنکے نام یہ ہیں مولانا شمس الحق ڈیانوی۔ حافظ عبداللہ غازی پوری۔ شاہ عین الحق پھلواروی۔ ان علماء نے غور وفکر کے بعد فیصلہ دیا کہ اربعین کے ۱۴ اعتراض بجا ہیں لیکن ان کی وجہ سے مولانا امرتسری جماعت اہل حدیث سے خارج نہیں ہوسکتے۔ یہ محاکمہ فیصلہ آرہ کے نام سے موسوم ہوکر پہلی مرتبہ مجلّہ ضیاء السنہ کلکتہ بابت رجب شعبان ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوا۔ اس فیصلے کے بعد مولانا عبدالجبار کا مولانا امرتسری سے نزاع ختم ہوگیا (اگرچہ بعض دوسرے علماء مخالفت کرتے رہے) مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ

. بانی فتویٰ مولانا عبدالجبار غزنوی مرحوم نے بمقدمہ میاں دیدار بخش مرحوم عدالت میں حلفیہ بیان دیا تھا کہ ہم مولوی ثناءاللہ کو کافر نہیں کہتے۔ چند آیات کے معنی اس نے ہمارے اصول کے خلاف کئے ہیں اور بس۔ (اہل حدیث ۱۳ نومبر ۱۹۳۶ء ص ۵)

. فیروز وٹواں پنجاب کے ملک احمد خان نمبردار نے مولانا اسحاق بھٹی کو بتایا کہ وہ اٹھارہ سال کے تھے اور گنٹھیا کے مرض میں مبتلا۔ ان کے والد نے جو بڑے خوشحال زمین دار تھے ان کا بہت علاج کرایا مگر کوئی آفاقہ نہ ہوا۔ پھر وہ انہیں امام عبدالجبار کے پاس امرتسر لے گئے۔ اس زمانے میں گھوڑے کے سوا اس گاؤں سے امرتسر جانے کا کوئی اور ذریعہ نہیں تھا۔ شام کے وقت والد نے انہیں گھوڑی پر ڈالا اور رات سفر کرتے ہوئے صبح امرتسر پہنچ گئے۔ مسجد غزنویہ میں صبح کی نماز ہو رہی تھی۔ والد نے انہیں گھوڑے کی پیٹھ سے اٹھا کر صحن میں بٹھا دیا۔ گھوڑی کو باہر باندھا اور نماز میں شریک ہو گئے۔ جو بزرگ جماعت کرا رہے تھے وہ اس قدر سوز سے قرآن پڑھتے تھے کہ دل ان کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ نماز کے بعد اس بزرگ نے میری طرف دیکھا اور پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ والد صاحب نے کھڑے ہو کر تمام صورتحال بیان کی۔ اور دعا کی درخواست کی۔ بزرگ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ جیسے جیسے وہ دعا مانگ رہے تھے مریض کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے جوڑوں کی بندش کھل رہی ہے۔ تین دن اور تین راتیں باپ بیٹا وہاں رہے۔ کھانا بزرگ کے گھر سے آتا تھا اور گھوڑی کے چارے کا انتظام بھی وہی کرتے تھے۔ تین دن کے بعد مریض اللہ کے فضل سے بالکل ٹھیک ہو چکا تھا۔ اور خود گھوڑی پر سوار ہو کر واپس فیرز وٹواں آیا۔ یہ بزرگ مولانا عبدالجبار غزنوی تھے (نقوش عظمت رفتہ)

مولانا بھٹی، مولانا داؤد غزنوی سے روائت کرتے ہیں کہ ۱۹۱۰ء کے پس وپیش مدراس سے دو تاجر امرتسر آئے۔ ان کے ساتھ ایک ملازم بھی تھا جو روزانہ فجر کی نماز مسجد غزنویہ میں مولانا عبدالجبار کی اقتدا میں ادا کرتا۔ ایک روز مولانا نے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ اور یہاں کس غرض سے آئے ہیں۔ اس نے بتایا کہ مدراسی ہوں اور اپنے سیٹھوں کے ساتھ ادھر آیا ہوں جو بغرض کاروبار ادھر آئے ہوئے ہیں۔ اس کی بات سن کر امام صاحب نے اس کے لئے دعا شروع کر دی۔ یہ ملازم بعد میں کہا کرتا تھا کہ امام صاحب دعا کر رہے تھے اور مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ دولت میری جھولی میں گر رہی ہے۔ نماز اور دعا کے بعد وہ واپس گیا تو اس کے سیٹھوں نے اسے کہا کہ تم ایک عرصہ سے ہمارے لئے کام کر رہے ہو۔ ہم نے تم کو دیانتدار اور محنتی پایا ہے۔ آج سے ہم تمہیں اپنے کاروبار میں شریک کر رہے ہیں۔ تمہارا ایک حصہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ اپنے

حصے کی رقم تم ادا نہیں کرو گے۔ وہ رقم تمہارے منافع میں سے وضع ہوتی رہے گی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ اس درجہ کا امیر ہو گیا کہ کاکا (سیٹھ) بن گیا۔ اس نے صوبہ مدراس کے ضلع ارکاٹ میں کئی ایکڑ زمین خریدی۔ اسے آباد کیا اور اس کا نام عمرآباد رکھا۔ اور جامعہ دارالسلام کے نام سے وہاں ایک بہت بڑا دارالعلوم قائم کیا۔ جو کامیابی سے چل رہا ہے اور اس کا شمار ہندوستان کی مشہور اسلامی درسگاہوں میں ہوتا ہے۔ (نقوش عظمت رفتہ)

مولانا شمس الحق محدث ڈیانوی ایک خط میں میں مولانا عبدالجبار کو لکھتے ہیں

. اللہ تعالی نے میرے دل میں آپ کی محبت ومودت اور عظمت اس قدر بھر دی ہے کہ جس کی حالت خود اللہ تعالی جانتا ہے۔ اور جو جملہ امام بخاری نے بحق امام علی بن المدینی کہا تھا کہ ما استصغرت نفسی الا عند ابن المدینی ویسا ہی ہم آپ کی شان میں کہتے ہیں کہ ما استصغرت نفسی الا عند عبد الجبار۔ فہم کتاب وسنت جو آپ کو حق تعالی کی طرف سے عطا ہوا ہے وہ فہم حضرت شیخ دہلوی (میاں صاحب) کے کسی اور تلمیذ کو عطا نہیں ہوا۔

مولانا عبدالجبار ابتدا ہی میں تحریک ختم نبوت میں شامل ہو گئے تھے اور آپ نے فتوی تکفیر مرزا پر دستخط فرماتے ہوئے لکھا ہے

رب سدد لسانی و اسلل سخیمۃ قلبی و اجر قلمی بما تحب و ترضی۔ اے پروردگار میری زبان کو سیدھا رکھ اور میرے دل کا کینہ کھینچ لے اور میری قلم کو اس بات سے جاری کر جو تو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے۔ لا ریب فیه ان مدعی الامور المذکورہ فی السوال مخالف رسول رب العالمین یتبع غیر سبیل المؤمنین و من یشاقق الرسول بعد ما تبیین له الہدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی و نصله جهنم و ساءت مصیرا۔ متبع فی الاسلام طریقۃ الجاہلیۃ و من یتبع غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه و ہو فی الآخرۃ من الخاسرین۔ من الذین قال فیهم رسول اللہ ﷺ یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم و لا آباءکم فایاکم و ایاہم لا یضلونکم و لا یفتنونکم۔ رواہ مسلم۔ قال

علی القا ری فی شرح ا لا کبر و دعوی النبوۃ بعد نبینا ﷺ کفر بالاجما ع و افرا خہ مخا نیث الھنود و النصا ری اکثر ھم فمن اضلھم اللہ علی علم فمن یھدیم بعد اللہ اسئا ل اللہ الھد ی لی و لھم و سا ئر المسلین اللھم اھد نا لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تھدی من تشا ء الی صراط مستقیم۔

اس میں شک نہیں کہ ان امور کا مدعی جو سوال میں مذکور ہیں رسول خدا کا مخالف ہے۔ اس راہ کا پیرو ہے جو مومنوں کی نہیں۔ اور اللہ فرماتا ہے جو شخص رسول خدا کی مخالفت کرے۔ بعد اس کے کہ اس کو ہدائت معلوم ہو چکی ہو۔ اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر اور راہ پر چلے ہم اس کو ادھر ہی پھیر دیتے ہیں جدھر کو وہ پھرتا ہے اور اس کو آگ میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے پھرنے کی۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا تین شخصوں سے خدا بہت ناخوش ہے۔ ایک وہ جو اسلام میں رہ کر کافروں کا طریق اختیار کرتا ہے۔ اور (خدا تعالی فرماتا ہے) جو شخص بجز اسلام کے کوئی اور دین اختیار کرے اس سے وہ قبول نہ ہوگا۔ اور وہ آخرت میں ٹوٹا پانے والوں میں ہوگا۔ (یعنی) ان لوگوں میں سے جن کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اخیر زمانہ میں دجال کذاب پیدا ہوں گے۔ وہ تمہیں ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے بزرگوں نے۔ ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور بہکا نہ دیں۔ یہ مسلم کی روائت ہے۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کرنا بالاتفاق کفر ہے۔ اس (قادیانی) کے چوزے (اتباع) ہنود اور نصاری کے مخنث ہیں۔ بہتیرے ان میں ایسے ہیں کہ خدا نے باوجود عالم ہونے کے گمراہ کر رکھا ہے۔ خدا کے سوا ان کو ہدائت کون کرے۔ میں خدا سے ان کے لئے اور اپنے لئے اور باقی مسلمانوں کے لئے ہدائت کا سوال کرتا ہوں۔ اے خدا تو ہم کو اپنی مرضی سے حق کی راہ دکھا جس میں اختلاف کیا گیا ہے۔ تو جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ عبدالجبار ابن شیخ عبداللہ الغزنوی

(علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتوی۔ ص ۱۰۴۔۱۰۵)۔

پیر مہر علی شاہ نے تحریک ختم نبوت کے کاروان میں شامل ہو کر ردقادیانیت کیلئے

قلم اٹھایا تو مولانا عبدالجبار کو بہت خوشی ہوئی۔آپ نے ان کی کتاب کا مطالعہ کیا اور ان کی خدمات کے اعتراف اور حوصلہ افزائی کے لئے پیر صاحب کو ایک خط لکھا جو درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ مجمع خیرات و برکات منبع حسنات و فیوضات حضرت پیر مہر شاہ صاحب لا زال للدین و الاسلام ناصراً و للالحاد و الزندقۃ کاسراً۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد از سلام مسنون و ادعیہ اجابت مقرون۔ معروض خاطر انوار مظاہر آنکہ ہر چند لقائے جسمانی و ملاقات ظاہری بحکم الامور مرہونۃ باوقاتہا بالفعل در زاویہ تعطیل و ناحیہ تاویل است۔مگر تعارف روحانی یوم میثاق بحکم الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منھا ائتلف و ما تناکر منھا اختلف موجب الفت و مورد محبت است ۔کتاب شمس الہدائت در رد ملاحدہ دہر و زنادقہ عصر خذلھم اللہ از نظر احقر گذشت ۔از مطالعہ اش حظ وافر و خیر ظاہر برداشتم ۔ کثر اللہ تعالی امثالکم و نور بالکم و جعل الی کل خیر مالکم ۔رسالہ فارسی آن مکرم راظمآن وتشنہ لبانم (ترجمہ۔ ہر چند ظاہری ملاقات نہیں ہوئی مگر روز میثاق کا روحانی تعارف بمصداق حدیث شریف موجب محبت ہے۔کتاب شمس الہدائت کے مطالعہ سے میں نے حظ وافر اور خیر ظاہر حاصل کیا ہے ۔آپ کے فارسی رسالہ (تحقیق الحق) کے مطالعہ کا اشتیاق ہے) (مہر منیر ص ۲۰۷)

جب مرزا صاحب نے ۱۹۰۰ء میں علمائے اسلام کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا اوراس کے جواب میں لاہور میں علماء کا اجتماع ہوا تھا جس میں پیر صاحب گولڑہ بھی آئے تھے اس اجلاس میں مولانا عبدالجبار نے شریک ہو کر تقریر بھی فرمائی تھی۔

آپ ان علماء میں بھی شامل ہیں جن کو مرزا صاحب نے مباہلے کا چیلنج دیا تھا اور چونکہ آپ کی وفات مرزا صاحب کی موت کے بعد ہوئی ہے اس لئے ۱۹۰۸ء کے بعد آپ کی زندگی اسی طرح مرزا صاحب کے کذب کا نشان ہے جس طرح مرزا صاحب اپنی زندگی میں مرجانے والے مدعووین مباہلہ کی وفات کو اپنی صداقت کے طور پر پیش کیا کرتے تھے۔

مرزا نے آپ اور دیگر غزنویوں کی شان میں شاعری بھی فرمائی ہے۔ کہتے ہیں

اے پئے تحقیر من بستہ کمر　　　　نیست جز ہجو من کار دگر

مے کشائی ہر دمے بر من زباں　　چوں نترسی از خدائے راز داں
از سر تقوی ہمے باید جدال　　تا کجا دشنامہا اے بدخصال
نیستی گرگ بیابانی نہ مار　　ترک کن ایں خومی و از حق شرم دار
اے عجب از سیرتت اے پر غضب　　از حقیقت بے خبر دور از ادب
دل شود از بدزبانی ہا سیاہ　　بدزباناں را در آنجا نیست راہ
روز و شب بد گفتنم کار تو شد　　لعنت و تحقیر کردار تو شد
لعنت آں باشد کہ از رحمٰن بود　　لعنت نا اہل و دوں آساں بود
گر سفیہے لعنتے بر ما کند　　او نہ بر ما خویش را رسوا کند

(درثمین ص ۲۶۷۔۲۶۸)

غلام حسن سیالکوٹی

آپ کی صحیح تاریخ ولادت معلوم نہیں ہوسکی لیکن آپ حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی کے ہم عمر تھے ۔آپ شیخ فاروقی ہیں ۔آپ کے آباء واجداد مدت سے موضع ساہووالہ ضلع سیالکوٹ میں مقیم تھے ۔آبائی پیشہ طبابت وخوش نویسی تھا ۔چھوٹی عمر میں شہر سیالکوٹ میں مولانا غلام مرتضی صاحب کے حلقہ درس میں شامل ہوئے ۔جن کا حلقہ درس شہر سیالکوٹ اور گردونواح میں مشہور تھا ۔آپ کی طبیعت نہائت ذکی اور حافظہ نہائت قوی تھا ۔تھوڑی ہی مدت میں نصاب تعلیم ختم کرلیا اور اپنے استاد معظم کی وفات کے بعد ان کی مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے ۔ علم حدیث کی سند آپ نے کتابتاً حضرت نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی سے حاصل کی ۔

طبیعت نہائت بردبار اور بامذاق تھی ۔ جوشخص آپ کی زیارت کی سعادت حاصل کرتا اور ایک نماز بھی آپ کے ساتھ پڑھ لیتا مدتوں اس سے لطف اندوز ہوتا رہتا ۔ اور آرزو کرتا رہتا کہ کاش یہ سعادت پھر بھی حاصل ہو ۔حافظہ کی قوت ایسی تھی کہ جس کتاب کا بھی کوئی صفحہ ایک دفعہ دیکھ لیا پھر عمر بھر اس کو دیکھنے کی ضرورت نہ پڑتی ۔طلبہ کے سبق کے وقت کتاب سامنے نہیں رکھتے تھے ۔البتہ صبح کی نماز کے بعد درس قرآن کے وقت تفسیر جامع البیان سامنے رکھتے اور بڑے بڑے مشکل مسائل سادہ الفاظ میں سمجھا دیتے ۔ آپ کے طریقہ تعلیم اور حلقہ درس کی شہرت عام تھی ۔آپ کے شاگرد دور دراز تک پھیلے ہوئے تھے جن میں مولانا ابراہیم میر بھی شامل ہیں ۔

بعض متشدد لوگ آپ کی خدمت میں آتے ۔ اور باوجود آپ سے علم حاصل کرنے کے نماز میں آپ کے ساتھ شریک نہ ہوتے مگر مولانا ان سے کچھ تعرض نہ کرتے ۔لیکن کچھ مدت کے بعد ان پر ایسا رنگ چڑھتا کہ وہ سنت کے پورے تابعدار ہوجاتے ۔

خوش طبع اور بے تعصب تھے ۔ اتباع سنت میں آپ کا عمل نہائت پختہ تھا ۔تمام

بزرگان دین کا نہائت ادب کرتے تھے اور اختلافی مسائل میں یا تو صورت جامعہ پر عمل کرتے یا اس صورت پر جو اقرب الی السنہ ہو۔ اور معرکہ آراء اختلافی مسائل جن میں نص صریح سے فیصلہ نہ ہوسکتا ہو اپنی طرف سے اجتہاد کرنے سے بہت گریز کرتے تھے ۔ اور اپنی رائے محفوظ رکھتے ہوئے سائل کے سامنے اختلاف آئمہ بیان کر کے ہر ایک کی دلیل بیان کر دیتے اور اس کو انہی کے ذمہ چھوڑ دیتے اور فرماتے کہ اپنی طرف سے قول پیدا کر کے ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کی نسبت آئمہ کا قول ذکر کر دینے میں اپنی سبک دوشی ہے اور بس۔

فتوی میں حق گوئی یہاں تک مسلم تھی کہ دیگر فرقوں کے لوگ بھی اپنے علماء کی نسبت مولانا غلام حسن کی طرف زیادہ رجوع کرتے۔ اور آپ کا طریق تفہیم اس قدر مؤثر تھا کہ شدید مخالف لوگ بھی آپ کی مجلس سے معتقد ہو کر اٹھتے۔ سیالکوٹ کے لوگوں کی زبان پر عام طور پر مشہور تھا کہ اگر مولانا صاحب اس درجہ متقی نہ ہوتے تو اہل حدیث کا مسلک سیالکوٹ میں اتنی جلدی نہ پھیلتا۔

آپ کی تصانیف میں درج ذیل کتابیں شامل ہیں۔

☆ کتاب الصلوۃ۔ جو سادہ طور پر سنت کے مطابق نماز کی تعلیم ہے۔ اس کے حاشیہ پر ایک رسالہ نابالغ حافظ قرآن کی اقتداء میں نماز تراویح کے جواز میں لکھا ہے

☆ لوامع الانوار فی عقائد الابرار۔ بعض معترضین نے اہل حدیث کے عقائد و اعمال پر جو اعتراض کئے ہیں اس رسالے میں ان کا جواب دیا گیا ہے۔

☆ شمس الضحی۔ بعض معترضین کے اعتراضات کے جواب میں ہے۔

☆ شہاب ثاقب۔ شاہ اسماعیل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان کی بعض عبارتوں پر جو اعتراض کئے گئے ہیں ان کے جواب میں ہے

☆ القول الفصیح۔ اس کتاب میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا ثابت کیا گیا ہے۔ یہ عربی زبان میں ہے۔ حاشیہ پر اس کا اردو ترجمہ ہے۔ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کے متعلق اہل حدیث اور احناف کی طرف سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مولانا ابراہیم میر کہتے ہیں کہ طرفین کی جو کتابیں اس موضوع پر میرے دیکھنے میں آئی ہیں ان میں مولانا غلام حسن کی یہ کتاب سب سے زیادہ نافع اور مفید ہے۔

☆ انیس الغریب ۔(غیر مطبوعہ)۔ اس میں خطبہ جمعہ کا جواز غیر عربی زبان میں ثابت کیا گیا ہے

آپ پر ذوق تصوف غالب تھا۔اور آپ کے چہرہ پر اتنا جلال تھا کہ اہل ثروت بلکہ حکام تک آپ کو اپنی مجلسوں میں بلانے کی بجائے خود آپ کی مجلس میں حاضر ہونے کو سعادت سمجھتے تھے ۔آپ کا انتقال ۱۸ جنوری 1918ء کو ہوا ۔ (تاریخ اہل حدیث ص ۴۳۹۔۴۴۱)

مولانا غلام حسن سیالکوٹی تحریک ختم نبوت کے ابتدائی کارکنوں میں شامل ہیں اور آپ نے فتوی تکفیر مرزا پر دستخط کرتے ہوئے لکھا ہے۔

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى و على آله اہل التقوى اما بعد۔ اس عاجز کو سیدنا و مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کی تحریر سے اس سوال کے جواب میں کلی اتفاق ہے۔و الله اعلم و علمه اتم۔

ابوعبداللہ عبیداللہ معروف بمولوی غلام حسن

(علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتوی ۔ ص ۱۴۶)

سید عبد السلام

آپ حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث کے پوتے اور سید شریف حسین کے بیٹے ہیں۔ منجملہ دیگر حضرات کے مولوی محمد اسحاق رام پوری سے علوم پڑھنے کے بعد حدیث وتفسیر آپ نے جناب میاں صاحب سے پڑھی۔ قرآن مجید بھی حفظ کیا۔ طلبہ کو ترجمہ قرآن بلا ناغہ پڑھاتے تھے اور بعض اوقات حدیث بھی۔ شفقت اور ترحم کا منبع تھے۔ علم میراث پر دسترس تھی۔ ۴ صاجزادے اور تین صاجزادیاں چھوڑ کر نومبر ۱۹۱۶ء میں فوت ہوئے۔ (تراجم علماء حدیث ص ۱۶۷)

جب دہلی میں جماعت اہل حدیث کی تنظیم کا کام کیا گیا تو وہاں صدر مولانا سید احمد حسن تعلقہ دار پنشنر اور نائب سکرٹری مولانا سید عبد السلام مقرر ہوئے تھے۔

مرزا صاحب کی تکفیر کے فتوی پر آپ نے بھی دستخط فرمائے ہیں۔ بنا بریں آپ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی کارکنوں میں شامل ہیں۔

عبدالواحد غزنوی

عبداللہ ملک لکھتے ہیں

' میرے دادا منشی نورالٰہی بڑے متشدد اہل حدیث تھے۔ وہ انیسویں صدی کے آخری سالوں میں ڈسٹرکٹ ناظر ہوئے اور پھر ۱۹۰۱ء میں سول جج مقرر ہوئے۔ اسی وجہ سے وہ منشی کہلانے لگ گئے تھے۔ وہ اہل حدیث کی لاہور شہر میں سب سے بڑی مسجد چینیانوالی واقع کوچہ چابک سواراں کے ٹرسٹی تھے اور مرتے دم تک (مارچ ۱۹۴۲ء) وہ اس عہدے پر فائز رہے۔ وہ غزنوی خاندان کے بہت معتقد تھے۔ اس وقت اہل حدیث کے مشہور عالم مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مسجد چینیانوالی میں خطابت کے فرائض ادا کیا کرتے تھے۔ اس وقت ان کی عمر ستر برس سے متجاوز تھی۔ لیکن مجھے ان کی امامت میں نمازیں ادا کرنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔ میں نے ان کے پیچھے فجر کی نمازیں ادا کی ہیں جو کہ خاصا مشکل کام تھا اور اس وقت میری عمر یہی کوئی پانچ یا چھ برس ہوگی۔ کیونکہ اہل حدیث کی نماز بہت ہی علی الصبح جب ابھی صبح کاذب بھی نہیں ہو چکتی ادا کی جاتی ہے۔ اور اس وقت نیند سے بیدار ہونا خاصا دقت طلب ہوتا تھا۔ لیکن دادا مرحوم مجھے ساتھ لے جایا کرتے تھے اور سحر خیزی کی عادت اسی بچپن کی عادت کی مرہون منت ہے ..مولانا عبدالواحد نمازیں بہت ہی خشوع خضوع سے ادا کیا کرتے تھے لیکن فجر کی نماز میں تو وہ باالالتزام کافی طویل آیات تلاوت فرماتے اور بعض اوقات انسان کھڑے کھڑے تھکنے لگتا اور تلاوت میں شدید رقت طاری رہتی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ سجدوں میں بھی کافی دیر لگاتے اور مسلسل ان کے رونے اور گریہ و زاری کی آوازیں آتی رہتیں۔ ..مولانا عبدالواحد غزنوی کے جمعہ اور عیدین کے خطبے مجھے اب بھی یاد ہیں وہ ہمیشہ اللہ کے ساتھ عزوجل کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ ان کی کھنک دار اور بارعب آواز کی گونج نصف صدی گزر جانے کے بعد بھی میرے کانوں میں محفوظ ہے۔ ان کا نورانی چہرہ سفید و شفاف رنگ سفید دودھیا داڑھی قد آدم عصا سفید لباس تنگ پائنچے کی شلوار اور ٹخنوں

تک عربوں کا سا کرتے اور جمعہ کے دن عربی عبا زیب تن کرنا یہ مجھے اب تک یاد ہے ۔مولانا سے میرے خاندان کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب مولانا بیمار پڑے اور ان کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو میرے داد مولانا کو اپنے گھر لے آئے اور خود ان کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ ۔چینیا نوالی مسجد کوچہ چابکسواراں اندرون شہر لاہور میں ایک بہت ہی تاریخی مسجد ہے۔ چونکہ اس پر کانسی کا بہت شاندار کام کیا گیا تھا اور اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے اسے منقش کیا گیا تھا اس لئے اس کا نام چینیا نوالی مسجد پڑ گیا۔تاریخ لاہور کے مصنف عبداللطیف کے مطابق یہ مسجد ۱۰۵۱ھ میں تعمیر ہوئی تھی لیکن تحقیقات چشتی کے مصنف مولوی نور احمد اس مسجد کی تعمیر کا سال ۱۰۸۱ھ بتاتے ہیں ....مولانا عبدالواحد غزنوی بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں لاہور منتقل ہوئے اور مسجد چینیا نوالی میں امامت و خطابت کے فرائض ادا کرنے لگے۔ وہ مرتے دم تک یہ فرائض ادا کرتے ہے اور وفات کے بعد ان کے بھتیجے یعنی مولانا عبدالجبار کے بیٹے مولانا داؤد غزنوی ان کی جگہ امام وخطیب مقرر ہوئے اور وہ بھی مرتے دم تک یہ فرائض سرانجام دیتے رہے'

(ملخص از داستان خانوادہ مولانا احمد علی لاہوری فروری ۱۹۸۶ء لاہور ص ۶ ـ ۱۰)

ایک مرتبہ کسی نے شکائت کر دی کہ مولانا عبدالواحد مجاہدین کی مالی مدد فرماتے ہیں ۔سی آئی ڈی کے ایک افسر شیخ عبد العزیز کو ہدائت ہوئی کہ وہ معاملے کی تحقیقات کرے۔ مولانا ان دنوں چینیا نوالی مسجد میں خطیب تھے۔عبدالعزیز آپ کو ملنے آئے لیکن ملاقات نہ ہوسکی۔ دوسری مرتبہ بھی ملاقات نہ ہوسکی تو وہ آپ کے لئے پیغام چھوڑ گئے کہ فلاں مقام پر ان کے گھر ملنے آئیں۔ مولانا ان کے گھر گئے۔ وہ احترام سے پیش آئے اور مجاہدین کی امداد کے متعلق سوال کیا۔ مولانا نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ شیخ صاحب اللہ سے ڈر جاؤ۔ یہ لفظ گھر میں شیخ صاحب کی بیوی کے کان میں پڑے تو اس نے اپنے خاوند کو اندر بلایا اور کہا کہ اس شخص سے کچھ نہ پوچھو بلکہ اس سے اپنے لئے دعا کراؤ۔ ایسا نہ ہو کہ یہ پریشان ہو جائے اور ہم پر کوئی آفت آجائے۔ (نقوش عظمت رفتہ)

مولانا عبدالواحد کے سعودی عرب کے شاہی خاندان سے گہرے روابط تھے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا عبدالواحد اپنے بھائی عبدالرحیم

کے ساتھ بسلسلہ تجارت کویت گئے جہاں ان دنوں امیر عبدالرحمٰن اور سلطان عبدالعزیز مقیم تھے ۔ کویت میں ان امراء کی ملاقات ان علماء سے ہوئی اور ان کے علم و فضل سے متاثر ہوئے ۔ ان سے قرآ نے چند مشکل تفسیری مقامات کو سمجھا اور حدیث کی چند کتابیں پڑھیں ۔ جب سلطان عبدالعزیز نے نجد وحجاز پر قبضہ کرلیا تو اس نے ان علماء کو سعودی عرب میں قیام کی دعوت دی جو ان بزرگوں نے قبول نہیں کی ۔ پھر حکومت سعودیہ نے عبدالواحد کے بیٹے اسماعیل کو ھند میں حجاج کا نمائندہ مقرر کیا جس کی حیثیت اس دور میں وزیر حج کی سی تھی ۔

مولانا اسحاق بھٹی کہتے ہیں کہ

لاہور میں باقاعدہ درس قرآن کا آغاز چینیا نوالی مسجد میں مولانا عبدالواحد نے کیا ۔ ۱۹۱۰ء کے گردوپیش کی بات ہے کہ اس مسجد کی انتظامیہ کے چند افراد مولانا عبدالجبار کے پاس امرتسر گئے اور ان سے لاہور تشریف لانے کی درخواست کی ۔ مولانا آئے اور جمعہ پڑھایا ۔ اگلا جمعہ بھی انہوں نے پڑھایا ۔ پھر فرمایا کہ امرتسر میں ہمارا تبلیغ و تدریس کا سلسلہ جاری ہے اور میں وہاں مصروف ہوں اس لئے میں خود تو نہیں آسکتا لیکن آپ اگر آپ پسند کریں تو اپنے بھائی عبدالواحد کو یہاں بھیج دیتا ہوں ۔ چنانچہ مولانا عبدالواحد یہاں آگئے ۔ اور انہوں نے خطبہ جمعہ کے علاوہ درس قرآن کا سلسلہ بھی شروع کیا ۔ وہ سادہ اور عام فہم انداز میں روزانہ نماز صبح کے بعد درس دیتے تھے اور لوگ ان کے طرز بیان سے متاثر تھے ۔ یہ لاہور میں درس قرآن کا پہلا حلقہ تھا ۔ دوسرا حلقہ خواجہ عبدالحی فاروقی نے قائم کیا ۔ پھر مولانا احمد علی نے شیرانوالے دروازے میں ۔ اس کے بعد شاہی مسجد کے خطیب مولانا غلام مرشد نے جو سنہری مسجد میں درس دیتے تھے ۔ پانچواں حلقہ مولانا محمد حنیف ندوی نے قائم کیا جو اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے متصل مسجد میں درس دیتے تھے ۔ (الاعتصام لاہور ۱۵ اگست ۱۹۹۷ء)

چوہدری ظفر اللہ قادیانی نے لکھا ہے کہ

۱۹۱۷ء میں امرتسر میں ایک شخص سراج دین کے سلسلہ احمدیہ میں بیعت ہونے پر اس کی بیوی کی طرف سے دعوی دائر کیا گیا کہ میرا خاوند سلسلہ احمدیہ میں بیعت ہونے کی وجہ سے مرتد ہوگیا ہے اس لئے قرار دیا جائے کہ میرا نکاح فسخ ہوگیا ہے ۔ مدعیہ کی طرف سے مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہل حدیث مختار خاص پیروی کرتے

تھے اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو بیرسٹرایٹ لاء وکیل تھے۔مقدمے کی سماعت مسٹر سیمور سب جج درجہ اول امرتسر نے کی۔ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (مرزا محمود) کے ارشاد پر مدعا علیہ کی طرف سے پیروی کے لئے امرتسر جایا کرتا تھا۔ مدعیہ کے گواہان کے زمرے میں مولانا عبدالاحد (عبدالواحد) غزنوی صاحب والد ماجد مولانا اسماعیل غزنوی صاحب بھی اپنے تحریری فتوے کی تصدیق کے لئے پیش ہوئے۔ان کا فتوی تھا

مرزائے قادیان کافراست وہمہ مریدان او کافرانند وہرکہ درکفرایشاں شک آرد او ہمہ کافراست (چوہدری ظفراللہ کہتے ہیں کہ) میں نے سوال کیا کہ جناب اگرکوئی شخص ایسے شخص کو کافرشمار نہ کرے جوجناب مرزا صاحب کے مریدان کے کفر میں شک کرتا ہو تواس کے حق میں کیا ارشاد ہے۔مولانا نے فرمایا. وہ بھی ویسا ہی کافر ہے . ظفراللہ صاحب نے پوچھا'اور جواس کے کفر میں شک کرے اس کے متعلق کیا ارشاد ہے' مولانا نے فرمایا' وہ بھی ویسا ہی کافر ہے . (تحدیث نعمت از ظفراللہ ص۱۹۲۔۱۹۳)

اس مقدمے کا فیصلہ پٹنہ ہائی کورٹ کے ایک فیصلے کی بنا پر مرزائیوں کے حق میں ہوا۔

' اس سلسلے میں چند سال بعد سابق ریاست بہاولپور میں ایک مقدمہ ہوا جس میں شوہر کے سلسلہ احمدیہ میں بیعت ہونے پر اس کے ارتداد اور تنسیخ نکاح کا سوال اٹھایا گیا۔ابتدائی عدالت سے عدالت عالیہ ریاست بہاولپور نے طور پرقرار دیا گیا کہ مطابق فیصلہ جات پٹنہ ہائی کورٹ و مدراس ہائی کورٹ جماعت احمدیہ کے افراد مسلمان ہیں اور دعوی خارج ہوا۔ مدعیہ کی طرف سے وزیراعظم جان بہادر نبی بخش محمد حسین کی خدمت میں درخواست نظر ثانی گذاری گئی۔ وزیراعظم صاحب نے حکم صادر فرمایا کہ ریاست کی عدالتیں برطانوی ہند کی عدالت ہائے عالیہ کے فیصلوں کی پابندنہیں ہیں ۔ یہ مسئلہ شرعی ہے۔ ریاست کی عدالتوں کوشریعت کے اصولوں کے مطابق اس کا فیصلہ کرنا چاہیے۔اس لئے فیصلہ زیرنظر منسوخ کیا جاتا ہےاور عدالت کو ہدائت کی جاتی ہے کہ ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں اس قضیئے کی ازسرنو سماعت ہو۔چنانچہ محمد اکبر خان صاحب ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں مقدمے کی ازسرنو سماعت ہوئی۔'

(تحدیث نعمت۔ص ۱۹۶)۔

ریاست بہاولپور والہ یہی وہ مقدمہ ہے جس کے نتیجے میں قادیانی حضرات پہلی

مرتبہ عدلیہ کی طرف سے کافر قرار دیئے گئے ۔ چوہدری ظفراللہ کی یہ تحریر درج کرنے سے یہ بتانا ہمارا مقصود تھا کہ مولانا عبدالواحد تحریک ختم نبوت کے ایسے کارکن تھے جو عدالتوں میں بھی مرزا صاحب کے خلاف امت اسلامیہ کا مقدمہ لڑتے رہے ۔ مرزا صاحب کے زمانہ حیات میں آپ اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالجبار کے ساتھ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر جاں فشانی سے لڑتے رہے اور آپ کا نام ان علماء میں بھی شامل ہیں جنھوں ۱۸۹۱ء میں مرزا کی تکفیر کا فتوی دیا تھا اور ان بزرگوں میں بھی آپ شامل ہیں جن کو مخاطب کر کے مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء والہ اشتہار مباہلہ شائع کیا تھا۔اور مرزا صاحب اس اشتہار کے مدعووین میں سے اپنی زندگی میں مرجانے والے بزرگوں کی موت اپنی صداقت کی علامت کے طور پر پیش کیا کرتے تھے ۔ اس پس منظر میں مولانا عبدالواحد کی حیات مبارکہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ چونکہ آپ مرزا صاحب کی موت کے وقت زندہ تھے ۔اس لئے بعداز حیات مرزا آپ کی زندگی جناب مرزا صاحب کے کذب کا نشان قرار پاتی ہے ۔ آپ کی وفات ۱۹۳۰ء میں ہوئی ۔

مولانا عبدالواحد نے فتوی تکفیر مرزا پر دستخط کرتے ہوئے لکھا ہے

یہ مسئول عنہ شخص اپنی ابتدائی حالت میں اچھا معلوم ہوتا تھا۔دین کی نصرت میں ساعی اللہ تعالی کا مددگار تھا۔دن بدن فیوضع له القبول فی الارض کا مصداق بنتا جاتا تھا۔لیکن اس سے اس نعمت کی قدر دانی نہ ہوئی ۔نفس پروری وزمانہ سازی شروع کی ۔ زمانے کے رنگ دیکھ کر اس کے موافق کتاب وسنت میں تحریف و الحاد و یہودیت اختیار کی ۔ پس اللہ تعالی نے اس کو ذلیل کیا۔ فیوضع له البغضاء فی الارض کا مصداق بن گیا ۔ قال اللہ تعالی فی امثاله واتل علیهم نبأ الذی آتیناه آیاتنا فانسلخ منها فاتبعه الشیطان فکان من الغاوین ۔ ولو شئنا لرفعناه بها ولکنه اخلد الی الارض واتبع هواه ۔ الایة ۔ اللهم انی اعوذ بک من الحور بعد الکور ۔ یا مصرف القلوب صرف قلوبنا و قلوبهم علی طاعتک ۔آمین و ﷺ وآله واصحابه وسلم عبدالواحد بن عبداللہ الغزنوی ۔

(علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتوی ۔ ص ۱۰۵)

عبدالغفور غزنوی

مولانا عبداللہ غزنوی کے فرزند مولانا محمد کے بیٹے اور مولانا عبدالاول غزنوی کے بھائی ہیں۔ آپ کے والد محمد کا شمار ممتاز علمائے کرام میں ہوتا تھا اوران کی عمر کا بیشتر حصہ اپنے گرامی قدر والد کے ساتھ گذرا تھا۔ وہ سید نذیر حسین محدث سے استفادہ کر کے توحید و سنت کی اشاعت میں مشغول رہے اور تفسیر جامع البیان کا حاشیہ ان کی علمی یادگار ہے اور ان کا انتقال بھی راہ حق ہوا۔ علامہ اقبال نے اپنے ایک خط مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۳۳ء میں جو انہوں نے محمد دین فوق صاحب کو لکھا انہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مولانا عبداللہ غزنوی درس دے رہے تھے کہ ان کو اپنے بیٹے کے قتل کئے جانے کی خبر ملی ۔آپ نے ایک منٹ تامل کیا پھر طلبا کو مخاطب کر کے فرمایا

ما بہ رضائے او راضی ہستیم بیاید کہ کار خود بکنیم

یہ کہہ کر درس میں مشغول ہو گئے۔

(بحوالہ اقبال کے ممدوح علما قاضی افضل حق قریشی۔ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۳۳۔ (الاعتصام لاہور ۱۲۔ اگست ۱۹۹۴ء)

مولانا عبدالغفور نے اپنے خاندان کے علماء کے علاوہ سید نذیر حسین دہلوی سے کسب فیض کیا۔ اورآپ اپنے دور کے جید عالم دین تھے۔ اور مرزا صاحب کی تکفیر کے فتوی پر بھی آپ کے دستخط ہیں اور بنا بریں آپ تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں شمار ہوتے ہیں۔آپ کا ذکر کرتے ہوئے مولوی عبدالعظیم انصاری ۲۵ اکتوبر ۲۰۰۲ء کے الاعتصام لاہور میں لکھتے ہیں کہ جب وہ (عبدالعظیم) ۱۹۳۱ء۔۱۹۳۲ء میں مدرسہ غزنویہ امرتسر میں زیر تعلیم تھے اس وقت ان کے اساتذہ میں مولانا نیک محمد، مولانا محمد حسین ہزاروی اور مولانا اصحاب الدین شامل تھے۔اس وقت مولانا عبدالغفور کافی عمر رسیدہ تھے ۔فجر کی نماز کی اذان سے چند منٹ پہلے ہی مسجد غزنویہ میں آ جاتے۔آپ کے پاس اپنے قد کے برابر بانس کا موٹا سا ڈنڈہ ہوتا تھا جس کے سہارے چلتے تھے۔ہم سب طالب علم مسجد کے صحن میں چارپائیاں ڈال کر سوتے تھے۔حضرت غزنوی جب تشریف لاتے تو ہر طالب علم کی چارپائی کے بازو پر آہستہ سے ڈنڈا مارتے۔ساتھ ہی کہتے اٹو (اٹھو)۔آپ سفید

شلوار قمیص پہنے ہوتے سر پر بڑی بھاری پگڑی ہوتی۔ خوبصورت چہرہ۔ براق داڑھی اور بارعب۔موٹی موٹی آنکھیں۔اتنا معصوم اور متین چہرہ کہ دیکھنے کو آنکھیں خود بخود ان کی طرف اٹھ جاتیں۔

آپ نے عبدالاول غزنوی کے ساتھ مل کر ایک پریس لگایا تھا اور اس میں دینی کتابیں شائع کرتے تھے جن میں مسائل غزنوی مشکوۃ شریف ذیبان جائعان اور امام ابن تیمیہ کی تصانیف شامل تھیں۔

مولانا عبدالغفور کے دور میں مدرسہ غزنویہ دو حصوں میں منقسم تھا۔ایک کا نام مدرسہ غزنویہ سلفیہ تھا جس کے مہتمم مولانا عبدالغفور تھے اور دوسرا تقویۃ الاسلام غزنویہ تھا جو مولانا احمد علی غزنوی کے زیر اہتمام تھا۔مسجد غزنویہ امرتسر کے ڈپٹی محمد شریف کے بزرگوں نے بنائی تھی جو مولانا عبداللہ کے مرید تھے۔انہوں نے ہی اس خاندان کو اس محلے میں آباد کیا تھا۔ (الاعتصام ۲۵ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

آپ سے مدرسہ غزنویہ میں استفادہ کرنے والوں کی تعداد بے شمار ہے اور حافظ محمد گوندلوی بھی آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔

فتوی تکفیر مرزا پر آپ نے لکھا ہے۔لا ریب ان المرزا القادیانی زندیق باطنی قرمطی و انہ من الذین قال فیھم رسول اللہ ﷺ یخرج فی امتی اقوام تتجاری بھم تلک الاھواء کما یتجاری الکلب بصاحبہ لا یبقی منہ عرق و لا مفصل الا دخلہ و انہ من الذین قال فیھم رسول اللہ ﷺ ان بین یدی الساعۃ کذابین فاحذروھم۔ اس میں شک نہیں کہ قادیانی ایک دجال ہے۔ بڑا جھوٹا۔ چھپا ہوا مرتد۔ باطنی قرمطی۔اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے حق میں رسول اللہ نے فرمایا ہے میری امت میں سے ایسے لوگ نکلیں گے جن میں نفسانی خواہشات (بدعات) ایسا اثر کر جائیں گی جیسا دیوانہ کتا اس شخص میں اثر کرتا ہے جس کو وہ کاٹتا ہے کہ اسکی کوئی رگ یا جوڑ اس اثر سے نہیں بچتا اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے حق میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے کذاب پیدا ہوں گے ان سے بچو۔ابوادریس عبدالغفور بن محمد بن عبداللہ الغزنوی (علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتوی۔ ص ۱۰۴)

آپ کی وفات ۲۸ جون ۱۹۳۵ء کو ہوئی (اہل حدیث امرتسر۔۵ جولائی ۱۹۳۵ء ص ۱۴)

سید ابوالحسن تبّتی

مولانا ابوالحسن تبّتی بڑے سرگرم مبلغ اور پکے متبع سنت متدین پاک باز اور عالم باعمل تھے۔تبّتی کی نسبت تبت خورد کی طرف ہے جو علاقہ بلتستان کا ایک ٹکڑا ہے۔آپ نے اس دور افتادہ علاقے میں توحید وسنت اور مسلک اہل حدیث پھیلانے میں بڑی خدمات انجام دی ہیں ۔آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ نہ دشمن کی طاقت سے دبنے والے تھے اور نہ ان کی سازشوں سے گھبراتے تھے۔ایک ماہ کی علالت کے بعد بتاریخ ۱۱ ذی قعد ۱۳۵۹ھ آپ کا انتقال ہوا تو موحدین تبت کی حالت ایسی ہوئی کہ جس طرح باپ کا سایہ اٹھ جانے سے بچوں کی ہوتی ہے(اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۴۱ء)

ردقادیانیت میں آپ بہت زیادہ سرگرم تھے۔ بلکہ اس سلسلے میں مولانا بٹالوی کے قریبی رفیق کار تھے۔مرزا صاحب کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والہ جانتا ہے کہ جس طرح وہ اپنے شدید ترین مخالفین کو گالیوں اور بددعاؤں سے نوازتے رہے ہیں اسی طرح مولانا تبّتی پر بھی ان کی طرف سے ان نوازشات کی بارش ہوتی رہی ہے۔ مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کے متعلق ۱۳ مہینوں میں ذلت کی جو پیش گوئی کی تھی اس میں مولانا تبّتی بھی داخل تھے اور مرزا صاحب نے اس سلسلے میں حضرت بٹالوی کے ساتھ مباہلے کے لئے جو اشتہار اپنے مریدوں کی طرف سے شائع کروایا تھا اس کا جواب بھی مولانا تبّتی کی طرف سے ہی لکھا گیا تھا۔ جب تیرہ ماہیہ پیش گوئی کی مدت گذر گئی اور اللہ نے آپ کو مرزا صاحب کی پیش گوئی سے محفوظ رکھا تو لوگوں نے پوچھا کہ سید صاحب کی کیا ذلت ہوئی ؟ مرزا صاحب نے کہا کہ تبّتی کی الگ سے ذلت کی ضرورت نہیں ۔ محمد حسین کی ذلت ہی اس کی ذلت ہے کیونکہ یہ شخص محمد حسین کا دوست اور تابع ہے۔یعنی مرزا صاحب اور ان کے مرید تیرہ مہینوں کے دوران کوئی ایک بات بھی ایسی نہ تلاش کر سکے جسے وہ ابوالحسن کی ذلت قرار دے سکیں۔ اور یہ بات مرزا صاحب کی پیش گوئی کے جھوٹا ہونے اور مرزا صاحب کے مفتری علی اللہ ہونے کا ثبوت ہے۔

ثناءاللہ امرتسری

مولانا ثناءاللہ جون ۱۸۶۸ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔آبائی وطن کشمیر کے ضلع اسلام آباد (اننت ناگ) کا علاقہ ڈور تھا۔آپ کا خاندان کشمیری النسل برہمنوں کی شاخ منٹو سے تعلق رکھتا تھا اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کے آباء میں سے کون سب سے پہلے مسلمان ہوا۔آپ کے والد کا نام محمد خضر یا خضر جو تھا ۔ وہ پشمینہ کے تاجر تھے اور غالباً ۱۸۶۰ء سے امرتسر متوطن ہو گئے تھے۔ نو سال کی عمر میں مولانا کے سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا اور گھر میں غربت نے ڈیرہ ڈال دیا۔ آپ نے رفوگری کا فن سیکھا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش میں مصروف ہو گئے ۔ چودہ سال کی عمر تھی کہ والدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا اور یہی عمر تھی جب آپ نے رفوگری کے ساتھ ساتھ حصول علم کا سلسلہ شروع کیا۔ ابتدائی تعلیم مولانا احمد اللہ امرتسری سے حاصل کی ۔ پھر استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث کے پاس وزیر آباد چلے گئے اور ان سے ۱۸۸۹ء میں سند فراغ حاصل کی۔ وہاں سے دہلی گئے اور میاں صاحب سید نذیر حسین کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ۔ پھر چند روز سہارنپور قیام کرکے دیوبند چلے گئے جہاں مولانا محمود حسن کے شاگرد ہوئے ۔ وہاں سے مدرسہ فیض عام کانپور گئے اور مولانا احمد حسن سے کسب فیض کرکے ۱۸۹۲ء میں دستار فضیلت حاصل کی ۔کان پور کے دوران قیام کا ایک واقعہ آپ نے مولانا ابراہیم میر کو یوں سنایا۔

> جن ایام میں میں کان پور میں مولانا احمد حسن صاحب کان پوری سے علم منطق کی تحصیل کرتا تھا۔اختلاف مذاق ومشرب کے سبب احناف سے میری گفتگو رہتی تھی۔ ان لوگوں نے مجھ پر الزام تھوپا کہ تم اہل حدیث لوگ آئمہ کے حق میں بے ادبی کرتے ہو۔ میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہم ایسے شخص کو جو آئمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے چھوٹا رافضی جانتے ہیں ۔ علاوہ بریں میاں صاحب مرحوم معیار الحق میں حضرت امام ابو حنیفہ صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں اما منا وسید نا ابوحنیفہ ..ان کا مجتہد ہونا متبع

سنت ہونا اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ان کے فضائل میں اور آیہ کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم زینت بخش مراتب ان کے لئے ہے۔

(تاریخ اہل حدیث۔طبع لاہور ۱۹۵۳ء۔حاشیہ ص ۷۳)

درس نظامی کے علاوہ آپ نے علم طب بھی حاصل کیا اور اس فن میں آپ کے استاد فضل اللہ کانپوری تھے۔۱۹۰۳ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی ڈگری لی۔

مولانا ثناءاللہ خود بتاتے ہیں کہ

مولوی احمد اللہ صاحب صدر مجلس منتظمہ مدرسہ تائید الاسلام نے بمنظوری مجلس مجھے عربی طلبا کو درس دینے کے لئے کان پور سے بلایا۔ پہلا سبق جو ممبران مجلس مذکور کی موجودگی میں میرے سامنے رکھا گیا وہ صحیح بخاری کا تھا۔جس کا پڑھنے والہ ایک نوجوان طالب علم مسمی غلام رسول تھا جو مولوی غلام احمد مرحوم مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور کا برادر زادہ تھا۔علاوہ اس کے میاں عبدالرحمٰن خلف مہر رحیم بخش امرتسری معروف قاری صاحب اور خلیفہ عبدالرحمٰن ابن مولانا غلام علی قصوری مرحوم مجھ سے کتب عربیہ پڑھتے تھے۔ان کے علاوہ حکیم مرزا عبدالرحیم مرزا عبدالقادر۔ٹیلر ماسٹر محمد یوسف مولوی داؤد وکیل قصور شیخ عبدالواحد اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ وغیرھم بھی عربی کتب پڑھتے تھے۔ ۱۸۹۸ء میں میں امرتسر کا مدرسہ چھوڑ کر مالیر کوٹلہ مدرس عربی ہوکر چلا گیا۔ وہاں سے جب دوبارہ امرتسر آیا تو خوجہ برادری نے اپنی مسجد میں جمعہ پڑھانے کی مجھ سے خواہش ظاہر کی جو میں نے منظور کر لی۔اس زمانہ میں (۱۹۰۰ء) خواجگان میں سے شیخ فضل الدین اور شیخ عبدالرحیم وغیرہ ثنائی درس میں شریک ہوتے رہے۔

(اہل حدیث امرتسر ۹ اکتوبر ۱۹۳۶ء)۔

۱۹۰۴ء میں آریوں کی طرف سے امرتسر میں ایک آرین ڈی بیٹنگ کلب قائم تھی جس میں ان کے چھوٹے چھوٹے لڑکے بطور مشق اسلام پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ ہمارے محلے کے چند نوجوانوں کو بھی شوق ہوا کہ ہم بھی اسی طرز پر ایک مجلس مناظرہ قائم کر کے مشق کیا کریں ان لڑکوں میں میرا لڑکا عطاء اللہ بھی تھا۔میں ان کو مشورے اور مدد دیتا رہا۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

غرض تعلیم سے فارغ ہوکر آپ نے اسلامی علوم کی ترویج اور اسلام اور مسلمانوں کے

دفاع کا کام شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے آریہ عیسائی اور قادیانیوں کے خلاف بڑے بڑے معرکے سرانجام دیئے۔

مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں جن علمائے اسلام کو مباہلے کا چیلنج دیا تھا ان میں مولانا امرتسری بھی شامل تھے۔ آپ کی عمر اس وقت صرف ۲۸ سال تھی اور تعلیم سے فراغت حاصل کئے ابھی ۴ سال ہی ہوئے تھے۔ آپ کا نام ایک سو سے زائد علماء اور مشائخ کی فہرست مدعووین میں گیارھویں نمبر پر اور بڑے بڑے معروف بزرگوں کے ناموں سے پہلے درج ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ہی آپ تحریک ختم نبوت کے حلقوں میں اپنی خدمات کے باعث ایک ممتاز مقام حاصل کر چکے تھے۔

مولانا ثناء اللہ نے اس چیلنج کو قبول کیا تو مرزا نے بات بدل دی اور فرمایا

'میں نے سنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلہ کیلئے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے .... ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کر سکتے کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے۔ ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفوں کو منع نہیں کرتے کہ ایسے چیلنج سے ہمیں جواب دینے کیلئے مجبور کریں۔ ...اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لئے طیار بیٹھے معلوم ہوتے ہیں پس ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں۔ مگر شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کی رو سے واقع نہ ہو بلکہ محض بیماری کے ذریعے سے ہو۔ مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا کسی اور بیماری سے ... پس اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ایسے چیلنج کیلئے مستعد ہوں تو صرف تحریری خط کافی نہ ہوگا بلکہ ان کو چاہیے کہ ایک چھپا ہوا اشتہار اس مضمون کا شائع کریں کہ اس شخص کو میں کذاب اور دجال اور کافر سمجھتا ہوں اور جو کچھ یہ شخص مسیح موعود ہونے اور صاحب الہام اور وحی ہونے کا دعوی کرتا ہے اس دعوی کا میں جھوٹا ہونا یقین رکھتا ہوں ...اگر یہ شخص فی الواقع مسیح موعود ہے اور فی الواقع عیسی فوت ہوگئے ہیں تو مجھے اس شخص سے پہلے موت دے اور اگر میں اس عقیدہ میں صادق ہوں اور یہ شخص درحقیقت دجال بے ایمان کافر مرتد ہے اور حضرت عیسی آسمان پر زندہ موجود ہیں جو کسی نامعلوم

وقت میں پھر آئیں گے تو اس شخص کو ہلاک کر۔... یہ چیلنج جو درحقیقت ایک مباہلہ کا مضمون ہے اس کو لفظ بلفظ نمونہ مذکورہ کے مطابق لکھنا ہوگا جو اوپر میں نے لکھ دیا ہے۔ ایک لفظ کم یا زیادہ نہ کرنا ہوگا ... پھر ایسے اشتہار مباہلہ پر کم سے کم پچاس معزز آدمیوں کے دستخط ہونے چاہییں اور کم سے کم اس مضمون کا سات سو اشتہار ملک میں شائع ہونا چاہیے اور بیس اشتہار بذریعہ رجسٹری مجھے بھی بھیج دیں۔... مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں انہیں مباہلہ کیلئے چیلنج کروں۔ یا ان کے بالمقابل مباہلہ کروں'

(روحانی خزائن جلد ۱۹ ضمیمہ نزول المسیح المعروف اعجاز احمدی۔ص ۱۲۱۔۱۲۳)

مباہلہ دو فریقوں کے درمیان اس وقت ہوتا ہے جب وہ ایک دوسرے کیلئے بددعا کرتے ہیں۔ مرزا نے چیلنج تو دے دیا تھا لیکن جب مولانا نے اس کے قبول کرنے کا اعلان کیا تو وہ سرے سے مکر گئے اور حکومتی معاہدے کی آڑ لے کر میدان سے بھاگ گئے۔

مباہلے کی بات کرنے کے بعد ہم آپ کو ایک اور چیلنج کا حال بتاتے ہیں جو مولانا امرتسری۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور بہت سے علماء عصر کو ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب نے اپنے مقابلے میں تفسیر لکھنے کے لئے دیا تھا۔ جس کے بارے میں مرزائی یہ پروپیگنڈہ کرتے رہے ہیں (جیسا کہ مولانا امرتسری کی زندگی میں ایک مرزائی نے پیغام صلح۔ لاہور۔۱۲ دسمبر ۱۹۴۰ء کے شمارے میں لکھا) کہ علماء اسلام مقابلے میں آنے سے کتراتے رہے ہیں۔ مولانا امرتسری مرزائیوں سے پوچھتے تھے کہ جن علماء کو مرزا صاحب نے اپنے بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا انہوں نے اس کا کیا جواب دیا۔کیا وہ مرزا صاحب سے ڈر کر ہندوستان سے باہر چلے گئے تھے؟ کیا وہ صم بکم ہو کر بیٹھے رہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ کیونکہ ان مخاطبوں میں میرا نام بھی تھا اور پیر مہر علی صاحب گولڑہ والے بھی مخاطب تھے۔ میں نے مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے جواب میں ۲۶ جولائی ۱۹۰۰ء کو اپنی آمادگی کا اشتہار دیا۔ پیر صاحب نے تو یہاں تک آمادگی ظاہر کی کہ آپ حسب اعلان گولڑہ سے چل کر لاہور پہنچ گئے۔ پیر صاحب گولڑہ کی تشریف آوری کی تقریب پر علماء اسلام بھی لاہور میں جمع ہو گئے تھے ۔مولانا عبدالجبار غزنوی ۔مولوی محمد علی بھوپڑوی قاضی عبدالاحد خانپوری ۔ پیر جماعت علی شاہ علی پوری اور یہ خاکسار اور دوسرے علماء بکثرت شریک مجلس ہوئے۔ جب لوگ مرزا صاحب کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو انہوں نے جامع مسجد لاہور میں ایک

جلسہ منعقد کیا جس میں دس علماء نے تقاریر فرمائی تھیں۔ پہلی تقریر حضرت امام عبدالجبار غزنوی کی تھی اور ساتویں تقریر مولانا امرتسری نے فرمائی۔ مہر منیر میں لکھا ہے کہ مولانا ثناء اللہ نے مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیوں کے غلط ہونے کی نسبت زبردست دلائل بیان فرمائے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ایسے شخص کو مخاطب کرنا یا اس کی کسی تحریر کا جواب دینا بھی گویا علماء کرام کی ہتک اور ان کی شان سے بعید ہے۔ (مہر منیر۔ از مولوی فیض احمد۔ ص ۲۳۶)

بادشاہی مسجد لاہور میں ہونے والے اس جلسے کے بعد ایک قرارداد بھی پاس ہوئی جس میں کہا گیا کہ مرزا غلام احمد شرمناک دروغ گوئی سے سے اپنی دکان چلانا چاہتا ہے۔ اس نے شرفاء کی پگڑیاں اتارنے اور بازاری و عامیانہ حرکات سے اپنی روزی کمانے کا پاکھنڈ بنا رکھا ہے۔ اس کے عقائد وغیرہ بالکل خلاف اسلام ہیں۔ اس قراداد پر انسٹھ علماء و مشائخ کے دستخط ہیں اور ان میں نانویں نمبر پر مولانا امرتسری کا اسم گرامی ہے۔ (مہر منیر۔ ص ۲۳۷۔ ۲۳۸)

تفسیر نویسی اور مباہلے کے چیلنج قبول کرنے کے ساتھ مولانا امرتسری نے مرزا غلام احمد کے خلاف تحریر کے محاذ پر بھی اپنی علمی عمر کے ابتدائی دور میں ہی کام شروع کر دیا تھا۔ اور آپ نے ۱۹۰۱ء میں دو رسالے شائع کئے۔ ایک کا نام 'ہفوات مرزا' ہے۔ جو دس صفحات پر مشتمل تھا۔ اس میں مرزا غلام احمد کے کچھ عقائد اور تناقضات بیان کئے اور دلائل کے ساتھ بتایا کہ اس قسم کے اختلافات کا رونما ہونا ایک نبی کے ہاتھوں ممکن نہیں۔ دوسرے رسالے کا نام آپ نے 'الہامات مرزا' رکھا اور بعد میں اس کے کئی ایڈیشن اضافات کے ساتھ شائع ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں اس کا جو تیسرا ایڈیشن شائع ہوا تھا وہ ۱۳۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ اس کتاب میں آپ نے مرزا قادیانی کے الہامات اور پیشگوئیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ بناوٹی ہیں اور مرزا قادیانی اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

قادیانی عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب سلطان القلم تھے اور ان کی عربی تحریریں بھی فصاحت اور بلاغت کا شاہکار ہیں۔ اور یہ کہ مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں چیلنج دیئے تھے کہ ان کی عربی تحریروں کے مقابلے میں عربی میں لکھا جائے۔ اس قسم کے چیلنج دیکھ کر علماء مسکرا دیتے کہ صرف و نحو اور عربی گرامر کی قیود سے آزاد عبارت کا کیا جواب لکھیں پیر مہر علی صاحب نے اپنی کتاب میں مرزا صاحب کی عربی انشا پردازی کا پوسٹ مارٹم کیا۔ ان کے ایک عقیدت مند مولوی محمد حسن فیضی جو مدرسہ انجمن نعمانیہ لاہور

میں نائب مدرس تھے اور بے نقطہ نظم ونثر لکھنے کے باعث فیضی مشہور ہو گئے تھے ایک مرتبہ ایک طویل بے نقط قصیدہ لکھ کر مرزا غلام احمد کے پاس پہنچ گئے ۔مگر مرزا صاحب اوران کے حاشیہ نشین تو اس قصیدے کی املاء تک پر قادر نہ ہو سکے ۔یہی وجہ تھی کہ جب مرزا صاحب نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تو محمد حسن صاحب نے جواباً چیلنج کیا کہ آپ میرے ساتھ اپنی ہی تمام شرائط پر تفسیر نویسی کا مقابلہ کر لیجئے . (مہر منیر ص ۵۵)

ادھر مولانا امرتسری نے تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن کے نام سے عربی میں تفسیر لکھی جو عرب ملکوں میں بھی مقبول ہوئی ۔ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء کو بذریعہ کھلی مطبوعہ چٹھی مولانا امرتسری نے مرزا غلام احمد کو خطاب کرکے فرمایا اگر قرآنی لطائف و معارف دکھانے منظور ہوں تو میری عربی تفسیر کے مقابلہ پر ایک عربی تفسیر اسی طرز کی لکھیں ۔ بعد تیار ہو جانے کے منصف مسلم الطرفین سے فیصلہ کرایا جائے گا۔ مرزا صاحب نے ساری عمر اس چیلنج کو قبول نہیں کیا۔اور وہ عربی میں لکھنا تو ایک طرف ، اردو میں بھی کوئی تفسیر نہ لکھ سکے۔

تفسیر نویسی پر مولانا امرتسری کی چیلنج بازی مرزا محمود کے ساتھ بھی چلتی رہی ہے ۔ جیسا کہ لاہوری مرزائیوں نے ایک مرتبہ مرزا محمود صاحب کو طعنہ دیتے ہوئے لکھا تھا

. کیا آپ کو علم نہیں کہ جناب میاں (محمود) صاحب نے تمام دنیا کو ازراہ لاف زنی اپنے مقابل تفسیر نویسی کے لئے بلایا اور کہا کہ خدا تعالی مجھے تمام معارف خود بتائے گا اور سب کے سب معارف ایسے ہوں گے جو پہلی تفاسیر میں موجود نہ ہوں گے ۔ مگر جب مولوی ثناء اللہ بالمقابل ڈٹ گیا اور یہاں تک میاں (محمود) صاحب کو اجازت دی کہ آپ مقابلہ کے وقت جو کتاب چاہیں ساتھ رکھ لیں میں سادہ کاغذ اور قلم لے کر مقابل میں ہوں گا تو بھی جناب میاں صاحب خاموش ہی رہے اور اب تک مولوی ثناء اللہ شرمندہ کر رہا ہے

(مضمون از مولوی عمر الدین شملوی قادیانی لاہوری مندرجہ پیغام صلح لاہور ۹ جون ۱۹۳۴ء)

قادیانیوں کے تعاقب میں مولانا امرتسری نے عدالتوں میں بھی اپنی آواز بلند کئے رکھی ۔ گورداسپور کی ایک عدالت میں شہادت کے لئے کئی روز تک جاتے رہے ۔مرزا صاحب بھی عدالت میں موجود ہوتے تھے۔ اہل حدیث میں لکھا ہے

. مرزا قادیانی کا مقدمہ گورداسپور میں روز ہوتا ہے ۔صرف ۲۸ اور ۲۹ کی تعطیل

کی وجہ سے ناغہ رہا ۔ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ کی شہادت ہفتہ عشرہ میں بصد مشکل ختم ہوئی ۔مرزائی وکیل نے مولوی صاحب اور انجمن نصرت السنۃ امرتسر کی تحریروں سے ثابت کرنا چاہتا تھا کہ مولوی صاحب موصوف ہمارے قدیمی سخت مخالف ہیں ۔انجام کیا ہوا۔ و العلم عند اللہ ۔مرزا جی بدستور گھنٹوں بحیثیت ملزمان عدالت کے کمرے میں کھڑے رہتے ہیں ۔ (اہل حدیث ۵ اگست ۱۹۰۴ء)۔

ایک دوسرے شمارے میں حکیم محمد دین نامی شخص نے اس مقدمے کی روئداد یوں شائع کروائی ہے

. خوش قسمتی سے خاکسار ۱۵ اگست کو گورداسپور پہنچا ۔اور زہے قسمت کہ عدالت کے کمرے میں بینچ پر بیٹھ کر مرزا صاحب کی زیارت سے بہرہ ور ہوا۔ مرزا صاحب بحیثیت ایک ملزم کے کچہری میں ایک خاص ممتاز جگہ پر کھڑے تھے اور ان کے مقابل ان کے حریف مستغیث ۔دونوں زبان حال سے کہہ رہے تھے خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔ اتنے میں تیسرے حریف یعنی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری بلائے گئے ۔مولوی صاحب موصوف پر مکرر جرح جو بعد فرد جرم لگنے کے ملزم کا حق ہوتا ہے باقی ہے۔اس لئے حاکم نے ان سے پہلی دفعہ کہا تھا کہ ایک دفعہ آپ کو پھر آنا ہوگا ۔ چنانچہ ۱۵ اگست کو مولوی صاحب بذریعہ سمن حاضر عدالت ہوئے تو حاکم نے خوش اخلاقی سے پوچھا کہ آپ کتنے دنوں کا ارادہ کر کے آئے ہیں مولوی صاحب نے ... نہائت ہی عمدگی سے جس وقت دائیں جانب ان کے مرزا صاحب تھے اور بائیں ان کے دو وکیل خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی ... حاکم کو جواب دیا کہ جب آپ اجازت دیں جاؤنگا ۔ یہ کہہ کر یہ لطیفہ کہا کہ میرا آنا تو آپ کی پیش گوئی تھی جو سچی ہوگئی ۔ اگر بیٹے کی پیش گوئی ہوتی تو پوری نہ ہوتی ۔بس یہ کہنا تھا کہ کمال الدین وکیل نے بڑے زور سے فریاد کی کہ حضور دیکھئے عدالت میں کھڑا ہو کر ہم پر طنز کرتا ہے۔ہم یہ کریں گے اور وہ کریں گے ۔ہم پر ذاتی حملہ کرتا ہے۔ جب بہت ہی اونچے بولنے لگے ہم حیران تھے کہ یاالٰہی یہ کیا ماجرا ہے کہ خواجہ صاحب کو اتنا طیش ہوا۔ آخر معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب نے یہ سمجھا کہ مولوی صاحب نے مرزا جی کی اس پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا ذکر اہل حدیث مورخہ ۱۵ جولائی میں ہوا تھا کہ مرزا جی نے بیٹے کی

ولادت کی پیش گوئی کی تھی جو آخرکار بیٹی سے متبدل ہوگئی۔ آخر جب وکیل صاحب بہت ہی جھلائے تو عدالت نے نہایت ہی انصاف سے مگر بڑی سختی کے ساتھ خواجہ صاحب کو ڈانٹ پلائی کہ انہوں نے میرے سوال کا جواب دیا تمہیں اس سے کیا؟ نہ تمہارا نام لیا نہ تمہارا ذکر کیا۔ اس لطیفے کے علاوہ اور ایک واقعہ یہ ہوا کہ خواجہ کمال الدین نے کہا کہ اربعین غزنویہ پیش ہونی چاہیے۔ اس پر مستغیث نے عذر کیا کہ اس کا مقدمے سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ بعد کسی قدر بحث کے حاکم نے فیصلہ دیا کہ وہ پیش نہیں ہوسکتی۔ غرض میرے سامنے مرزا جی اور مرزائی پارٹی کو کئی ایک پے در پے فاش ذلتیں ہوئیں اس کا سبب سوچا تو معلوم ہوا کہ انی مھین من اراد اہانتک یعنی مرزا جی کا الہام مولوی صاحب کے حق میں سچا ثابت ہوا کہ جو تیری اہانت کرنا چاہے گا خدا اس کی اہانت کریگا۔ اب گنتے جاؤ۔ اربعین پیش نہ ہوئی۔ ایک ذلت ہوئی۔ بیٹے کی پیش گوئی پوری نہ ہونے کا عدالت میں ذکر ہوا۔ یہ دوسری ذلت ہوئی۔ تمہارے وکیل نے شور مچایا تیسری ذلت۔ حاکم نے اس پر ڈانٹ پلائی یہ چوتھی ذلت ہوئی (اہل حدیث امرتسر ۱۵ اگست ۱۹۰۴ء) اور مرزا صاحب عدالت میں گھنٹوں کے حساب سے کھڑے رہتے تھے۔ یہ سب سے بڑی ذلت ہوئی۔ واضح ہو کہ مرزا صاحب نے قادیانی اخبار الحکم ۱۷ مئی میں الہامی پیش گوئی شائع کروائی تھی کہ شوخ و شنگ لڑکا پیدا ہوگا۔ چنانچہ مرزائیوں نے اس کو شہرت دے کر پبلک کی توجہ کو اس پیش گوئی کی جانب پھیرا۔ خدا خدا کر کے ایام حمل پورے ہوئے اور خبر آئی کہ ۲۵ جون کو امۃ الحفیظ پیدا ہوئی ہے

(اہل حدیث امرتسر ۱۵ جولائی ۱۹۰۴ء منقول از الاعتصام لاہور ۲۱ نومبر ۲۰۰۳ء)

(مرزا صاحب اس مقدمے میں ہی ذلیل نہیں ہوئے بلکہ زندگی بھر ان کا یہی حال رہا۔ جیسا کہ مرزا محمود نے اقرار کیا ہے کہ۔ مرزا صاحب کئی قسم کے مقدمات میں الجھے رہے۔ سخت تکالیف اٹھائیں۔ عدالت میں کھڑا رہنے پر مجبور تھے۔ پانی پینے تک کی اجازت نہ ملتی تھی (ملاحظہ ہو القول الفصل میاں محمود ص ۵۵۔ سیر مسیح موعود ص ۴۵۔ منقول از محمدیہ پاکٹ بک۔ ص ۵۵۰)

مرزا صاحب کے مریدوں سے مولانا امرتسری نے ۱۹۰۰ء میں مد نامی ایک گاؤں میں ایک معرکہ آرا مناظرہ کیا۔ جس کی تفصیل ہم بیان کرچکے ہیں۔

انہی دنوں ایک مرتبہ نماز میں مرزا صاحب کی امامت کے جائز ہونے کے بارے میں علماء سے سوال ہوا تو مولانا امرتسری نے لکھا

. کچھ شک نہیں کہ مرزا قادیانی دہریہ معلوم ہوتا ہے۔ مفتری علی اللہ ہے۔ اس کے الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے خدا پر بھی ایمان نہیں۔ کیونکہ خدا پر ایمان رکھنے والہ اس قسم کے افتراء نہیں کیا کرتا۔ اس لئے میرا یقین ہے کہ مرزا قادیانی جو کچھ کرتا ہے سب دنیا سازی کے لئے کرتا ہے۔ پس اس کی امامت جائز نہیں۔

(علمائے اسلام کا متفقہ فتوی۔ ص۱۶۳۔۱۷۹)۔

اور ایک مرتبہ ان سے سوال ہوا کہ مرزا غلام احمد کے حق میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ آپ نے جواب دیا کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت کاذبہ ایک دجال ہے۔

یہ سوال جواب ۱۶ اگست ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا۔ بعد میں لوگ کہتے رہے کہ مولانا نے مرزا صاحب کو کافر نہیں کہا۔ تو آپ نے اس سوال جواب کو (جو مرزا صاحب کی زندگی کا واقعہ ہے) درج کر کے معترضین کو مخاطب کیا اور لکھا

. حدیث شریف میں مدعیان نبوت کو دجال کہا گیا ہے پڑھو حدیث ثلا ثون دجالون کلھم یزعم انه نبی الله ۔ جو لفظ حدیث میں ہے وہی ہم نے کہہ دیا۔ تمہیں پسند نہ آئے تو اپنے ایمان کی خیر مناؤ۔ کیا دجال کافر سے کم ہے؟ کیا دجال کافر سے بدتر نہیں؟ پھر یہ کیا ستم ہے جو ان بہتان گردوں نے روا رکھا ہے قا تلھم الله انی یئو فکون (اہل حدیث ۲۳ اگست ۱۹۳۵ء۔ ص۴)

اس سلسلے میں مرزائیوں کی روائت سے مولانا امرتسری کی یہ تحریر حسب حال ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار اہل حدیث میں لکھا. ہمارا اور مرزائیوں کا فرق عیسائیوں اور محمدیوں یا موسائیوں اور عیسائیوں کا ہے جس طرح ان دونوں میں یہ تمیز ہے کہ ایک دوسرے سے ایک رسول زیادہ مانتا ہے اسی طرح قادیانی امت ہم مسلمانوں سے (ایک رسول) زیادہ مرزا صاحب کو مانتے ہیں.

(رسالہ احمدی جنوری ۱۹۱۲ء ص ۵۔ اہل حدیث ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء۔ منقول از تاریخ احمدیت۔ ج ۳ ص ۳۸۳۔۳۸۴)

یعنی مولانا ثناء اللہ مرزائیوں کو اسی طرح اسلام سے باہر اور کافر سمجھتے ہیں جس

طرح مسلمان عیسائیوں کو غیر مسلم سمجھتے ہیں۔

مرزا صاحب کے آخری فیصلہ والے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے . کہ جس طرح مولانا امرتسری نے مرزا کا محاسبہ کیا ان سے پہلے کسی نے نہ کیا۔ کیونکہ وہ خود ہی لکھتا ہے کہ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا۔ مولانا نے اس کے دجل وکذب کا پول اس طرح کھولا کہ بیرون ہند بسنے والے لوگوں کو بھی اس کے دجال اور کذاب ہونے کی خبر مل گئی۔ جس پر مرزا خود ہی گواہی دیتا ہے کہ دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہائت درجہ کا بدآدمی ہے۔ نیز ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا کا انداز تبلیغ ایسا کامیاب تھا کہ مرزا کو جو کامیابی ہو رہی تھی وہ رک گئی اور لوگ اس کے جال میں پھنسنے سے بچ گئے۔ اور مرزا کو اپنے دجل اور کذب کا قلعہ مسمار ہوتا نظر آنے لگا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے . اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعے میرے سلسلے کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے .

مولانا امرتسری اپنے دور کے ایک کامیاب مناظر تھے۔ آپ سے پہلے انیسویں صدی کے اواخر میں میاں صاحب سید نذیر حسین کے شاگرد مولانا سعید بنارسی ایک کامیاب مناظر تھے جن کی زندگی میں ہی مولانا ثناءاللہ نے مناظروں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ پھر مد وغیرہ کے مناظروں میں مولانا امرتسری کی کامیابی نے آپ کو شہرت عام عطا کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلم لوگ بھی آل ورلڈ مذہبی کانفرنس اور آریہ سبھا و غیرہ کے جلسوں میں آپ کو تقریر کے لئے بلانے لگے۔ جب مولانا محمد سعید صاحب بنارسی کا انتقال ہو گیا تو مولانا ثناءاللہ امرتسری کے لئے مناظرہ اور مباحثہ کا میدان اور وسیع ہو گیا۔ اور سارے ہندوستان کی نظریں آپ کی طرف اٹھنے لگیں۔ اور تمام ہندوستان سے آپ کے نام دعوت نامے آنے لگے۔ دیوریا اور نگینہ میں مسلم اور غیر مسلم پبلک نے خراج تحسین پیش کیا۔ رام پور کے مناظرہ میں نواب رام پور نے سرٹیفکیٹ دیا۔ اور لدھیانہ میں تین سو روپئہ انعام پایا۔

☆ ضلع بجنور میں نگینہ کے مقام پر آریہ کا بہت زور تھا۔ وہ لوگ ہر جلسہ میں مسلمانوں کو چیلنج کر دیتے تھے۔ بالآخر ان کا چیلنج قبول کر لیا گیا اور مولانا محمود حسن۔ مولانا

احمد حسن مولانا محمد حسن مولانا علی احمد۔ مولانا ابو رحمت میرٹھی اور مولانا ابوالفرح پانی پتی جیسے بزرگ وہاں پہنچ گئے لیکن مناظرہ کی ذمہ داری مولانا ثناءاللہ کو سونپی گئی۔ آریہ کی طرف سے ماسٹر آتمارام مناظر مقرر ہوئے۔ پنڈت کرپا رام اور لالہ وزیر چند ایڈیٹر آریہ مسافر اس کی مدد کے لئے موجود تھے۔ یہ تحریری مناظرہ الہام کے موضوع پر تھا اور حسب شرائط ۵ جون ۱۹۰۴ء سے ۱۴ جون تک جاری رہنا قرار پایا تھا۔ لیکن دو آریہ مناظر تیسرے ہی دن بھاگ کھڑے ہوئے اور پانچویں دن آخری آریہ مناظر نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ اللہ نے مولانا امرتسری اور مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی اور گیارہ ہندو مسلمان ہو گئے۔ محمد عمر کرت پوری جو مرتد ہو کر آریہ سماج میں داخل ہو گیا تھا واپس اسلام میں چلا آیا

☆ خورجہ ضلع بلند شہر یوپی میں ۱۹ تا ۲۱ مارچ ۱۹۱۸ء مناظرہ ہوا۔ مولانا مبارک حسین سنبھلی صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم کی آریہ گزٹ کے اسسٹنٹ ایڈیٹر پنڈت چندر پرکاش سے بات ہوتی رہتی تھی اور وہ اسلام کی حقیقت پا کر مسلمان ہو گئے اور عبدالرحمٰن نام رکھا جس سے آریہ کو آگ لگ گئی اور مناظرہ کی تیاری شروع ہو گئی۔ وہاں مولانا مرتضے حسن۔ سید انور شاہ کشمیری اور مولانا ابراہیم دہلوی آئے۔ مناظر مولانا ثناءاللہ امرتسری کو مقرر کیا گیا۔ ۱۹ مارچ ۱۹۱۸ء کو تحریری مناظرہ ہوا جس میں آریہ کو شکست ہوئی۔

☆ دو مناظرے مونگ میں ہوئے۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ

> ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۰ء مقام مونگ ضلع گجرات پنجاب مرزائیہ سے مباحثہ تھا۔ مضمون مباحثہ حیات مسیح تھا جو مولانا ابراہیم سیالکوٹی نبھاہ رہے تھے۔ اثناء گفتگو میں فریق مخالف نے مولانا ابراہیم کو للکارا کہ جس صورت میں توفی کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح ہو اس کے معنی سوائے موت کے کوئی دوسرے بتادو تو حسب اشتہار مرزا صاحب ایک ہزار روپیہ وہ اور ایک سو روپیہ میں از خود دونگا۔ دوسرا وقت میرا تھا۔ اس لئے مولانا ابراہیم نے استغنا سے اتنا فرمایا کہ میں انعام نہیں لیتا۔ انعام لینے والا بھی آجائے گا۔ چنانچہ میں نے صدر جلسہ کو کہا کہ یہ سودا میرے ساتھ کرا ئیے۔ بعد گفتگو فریق ثانی کا بالفاظ ذیل چیلنج آیا
>
> . حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اپنی کتاب ازالہ اوہام حصہ دوم طبع سوم کے صفحہ

۳۷۵ میں جو چیلنج توفی کے لفظ کی نسبت ہزار روپے کا اشتہار کے ماتحت دیا ہے۔
اگر مولوی ثناء اللہ صاحب اس کے متعلق آج بھی حوالہ پیش کر دیں تو علاوہ ایک ہزار
روپے کے یک صد روپیہ زائد میں آج دے دونگا۔

خاکسار محمد یار مولوی فاضل مبلغ جماعت احمدیہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۰ء۔

اس کا جواب فوراً وہیں دیا گیا

چیلنج منظور ہے۔ مولوی یار محمد صاحب کا چیلنج مجھے منظور ہے۔ حسب قاعدہ گیارہ
سو روپیہ کسی مسلمہ امین کے پاس رکھوا کر منصف منظور کریں۔

خادم دین ابوالوفا ثناء اللہ۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۰ء۔

مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں کہ مطلع بالکل صاف تھا۔ کیونکہ مدعی کے کہنے سے دعوی
ثابت نہیں ہوتا۔ منکر کے انکار سے غلط نہیں ہوتا۔ اس لئے کسی مسلمہ منصف کا تقرر
ضروری ہے۔ لیکن کیا ہوا؟ اس کے بعد ایک دن اور دو شب وہاں رہے۔ انعامی
پارٹی کی طرف سے صدائے برنخواست چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

(اہل حدیث ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۰ء ص ۴-۵)

☆ مونگ میں دوسرے مناظرے کی روئداد مولانا معمار نے یوں بیان کی ہے
مباحثہ صداقت مرزا پر ہوا۔ مولوی اللہ دتہ قادیانی نے صداقت مرزا پر تقریر کی
جس میں مرزا صاحب کی (بعثت سے) پہلی زندگی کو بطور ثبوت پیش کیا اور اس بات
پر زور دیا کہ مرزا صاحب اگر جھوٹے ہوتے تو ہماری اتنی ترقی نہ ہوتی۔ مولانا ثناء اللہ
نے فرمایا ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا جی نے اشتہار دیا جس کی سرخی تھی

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ۔ اس میں مرزا صاحب نے لکھا
کہ ہم دونوں میں سے جو اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے۔ خدا نے یہ دعا
قبول کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ پھر وہ فوت ہو گئے۔ بس فیصلہ ہو گیا اب جھگڑا کیا ہے؟

اس کے جواب میں مرزائی مناظر نے گھبراہٹ میں کہا کہ یہ دعا دراصل مباہلہ
کی دعا تھی۔ چونکہ آپ (ثناء اللہ) نے اسے پسند نہ کیا اس لئے مباہلہ منعقد نہ ہوا۔
پس آپ اس کو پیش کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ مولانا نے کہا کہ تمہارے اخبار بدر میں
مرزا صاحب کی زندگی میں ہی ایک مضمون نکلا تھا جس میں یہ فقرہ بھی تھا

. حضرت مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کیا تھا وہ دعا کے طور پر تھا نہ کہ مباہلہ کے طور پر .

یہ حوالہ جیسا فیصلہ کن تھا مرزائی مناظر کے حق میں ویسا ہی پریشان کن ثابت ہوا ۔ اخیر مباحثہ تک وہ اس کا جواب نہ دے سکا ۔ پھر مولانا نے مرزا صاحب کے آسمانی نکاح کا ذکر بھی کیا اور فرمایا کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں کہتے ہیں آسمانی منکوحہ ہمارے نکاح میں ضرور آئے گی ۔ بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نہ آئی تو خدا کا کلام ناقص ہو جائے گا ۔ پھر وہ عورت مرزا صاحب کے نکاح میں نہیں آئی ۔ اس کا جواب مرزائی مناظر نے یہ دیا کہ نکاح کا ہونا مرزا سلطان محمد کے مرنے پر موقوف تھا ۔ وہ چونکہ نہ مرا اس لئے نکاح نہ ہوا ۔ مولانا نے فرمایا انجام آتھم میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ سلطان محمد کا میری زندگی میں مرنا تقدیر مبرم ہے ۔ وہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا ۔ پس سلطان محمد کا حیات مرزا میں نہ مرنا مرزا صاحب کا ایک کذب ہے تو منکوحہ آسمانی کا مرزا صاحب کے نکاح میں نہ آنا دوسرا کذب ہے ۔ اس کا جواب بھی مرزائی مناظر نہ دے سکا .　　　　(اہل حدیث امرتسر ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۰ء ص ۸)

☆ اس کے علاوہ مولانا امرتسری نے امرتسر میں مولوی غلام رسول راجیکی قادیانی (تاریخ احمدیت جلد ۵ ص ۲۱۸) سے ایک محدود اجتماع میں ۲۹ ۔ ۳۰ اپریل ۱۹۱۶ء کو تحریری مباحثہ کیا ۔ پہلے دن حیات و وفات مسیح کے موضوع پر بحث تھی ۔ دونوں طرف سے تین تین پرچے لکھے گئے ۔ دوسرے دن تصدیق و تکذیب دعاوی مرزا پر بحث ہوئی ۔ اس مباحثہ میں فیصلہ کے لئے منصفین کا تقرر نہیں ہوا تھا اور نہ عوام اس میں شرکت کے مجاز تھے ۔ اس لئے کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا اور عوام کی خواہش تھی کہ بعد میں تقریری شکل میں بھی ایک مباحثہ ہو جائے لیکن قادیانیوں نے اسے منظور نہیں کیا ۔ اس مناظرہ کی بابت اخبار بلیٹن لاہور نے لکھا

. اس مباحثہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی ثناء اللہ کو مولوی غلام رسول پر فتح ہوئی اور مرزائی ہار گئے ۔ جلسہ میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی تھے اور سب نے بالاتفاق مرزائیوں کے خلاف فیصلہ دیا ۔ (بلیٹن لاہور ۳ مئی ۱۹۱۶ء ۔ اہل حدیث امرتسر ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء منقول از فتنہ قادیانیت اور مولانا امرتسری ۔ ص ۱۲۱)

☆ اور سرگودھا میں مولوی میر محمد اسحاق قادیانی ۳ ۔۴ دسمبر ۱۹۱۶ء ختم نبوت اور نبوت مرزا پر مباحثہ کیا۔اس کی روئداد حال ہی میں فیصل آباد سے شائع ہوئی ہے۔

☆ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں انجمن اہل حدیث بھوانی ضلع حصار کا جلسہ تھا جس میں قدامت روح و مادہ پر آریوں سے مولانا ثناء اللہ کا مناظرہ ہوا۔آپ نے فرمایا کہ پہلے میں اپنا مسلک کتاب سے پڑھ کے سناتا ہوں ۔ پھر آپ اس پر اعتراض کریں ۔ چنانچہ آپ نے پڑھ کر سنایا کہ . اللہ پاک نے فلاں کو فلاں سے اور فلاں کو فلاں سے پیدا کیا اور پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ... اس پر مناظر پنڈت نے اعترض کیا اور کہا کہ یہ غلط ہے ۔قدرت سے کوئی شے پیدا نہیں ہوسکتی ۔اس پر مولانا نے فرمایا کہ میں آپ کے پاس کتاب بھیجتا ہوں اس پر خط کھینچ دیجئے کہ یہ غلط ہے تاکہ ہم اور آپ ایک ہوں اور اختلافات دور ہو جائیں ۔ پنڈت صاحب نے کتاب سے عبارت پڑھ کر کتاب رکھ دی کہ وہ رگ وید ہے ۔ اگر غلط کہتے ہیں تو آریہ ناراض ہوتے ہیں اور اگر ٹھیک کہتے ہیں تو مسلمان ٹھہرتے ہیں ۔اس لئے اس مناظرے کا بہت اچھا اثر رہا . (الجسر البلیغ ص ۲۶)

☆ ۱۵ نومبر ۱۹۳۰ء کو بٹالہ میں مولوی ابو العطا سے مولانا ثناء اللہ صاحب کا ایک مناظرہ ہوا۔(تاریخ احمدیت ج ۶ ۔ص ۲۸۰)۔اس مناظرہ کے متعلق ۱۳۔جنوری ۱۹۳۱ء کے اہل حدیث امرتسر میں مرقوم ہے

> ’ گذشتہ نومبر میں بٹالہ کے جلسہ اہل حدیث میں ان (مرزائیوں) سے گفتگو ہوئی جس کی پوری کیفیت حاضرین ہی بتا سکتے ہیں کہ آسمان و زمین سے بھت کی آواز آتی تھی مگر قادیانی پریس نے حلفیہ شائع کیا کہ ہم جیتے ‘

☆ آریہ کے خلاف مولانا امرتسری کا تحریری کام بہت قابل قدر ہے۔ آریہ سماج کے دیانند سرسوتی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کا اردو ترجمہ جس کے چودھویں باب میں قرآن کریم پر ۱۵۹ اعتراضات کیئے تو مولانا امرتسری نے اس کے جواب میں حق پرکاش لکھی اور تمام اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے ۔

☆ اس کے بعد ایک مسلمان عبدالغفور مرتد ہو گیا اور آریہ مذہب اختیار کر کے اپنا نام دھرم پال رکھ لیا۔ اس نے اپنا مذہب چھوڑنے پر ترک اسلام لکھی ۔ اس کتاب کے شائع ہونے پر مسلمانوں میں بڑی بے چینی پھیلی ۔مولانا نے اس کے جواب میں ترک اسلام لکھی

جس سے مسلمانوں کو قلبی راحت ہوئی۔ اس کے بعد دھرم پال نے تہذیب الاسلام کے نام سے چار جلدوں میں اسلام کے خلاف کتاب لکھی۔ اس میں اس نے اسلام پر ۶۸ اعتراض کئے۔ مولانا نے اس کا چار جلدوں میں تغلیب الاسلام کے نام سے جواب دیا۔ اس کے بعد دھرم پال نے ایک اور کتاب نخل اسلام لکھی جس کا مولانا نے تبرا سلام کے نام سے جواب دیا۔ اس کے بعد دھرم پال نے چپ سادھ لی اور کچھ عرصہ بعد قاضی سلیمان منصور پوری کی تبلیغ سے مسلمان ہو گیا اور مسلمانوں کے خلاف لکھی ہوئی اپنی کتابیں جلا دیں۔

دھرم پال کی کتاب ترک اسلام کے جواب میں ایک کتاب حکیم نور دین قادیانی نے بھی تالیف کی تھی اور اس کا نام نورالدین رکھا تھا۔ دھرم پال نے مولانا امرتسری اور حکیم صاحب کے جوابات کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے

. جب مولوی نور الدین نے رسالہ نورالدین کے ذریعے اور مولوی ثناء اللہ نے ترک اسلام وغیرہ کے ذریعے اسلام اور ملا ازم (یعنی اقوال الرجال یا تقلید علماء) کے درمیان خط ممیّز کھینچ دیا تو میری تصانیف کی قیمت ایک دیا سلائی کے برابر رہ گئی۔ میرے اعتراضات کا جواب دینے میں نورالدین کے مصنف کا نشانہ علمی معلومات کی بدولت بے خطا ہوتا تھا مگر ترک اسلام کا وار زیادہ ستم ڈھاتا تھا جبکہ وہ میرے قلعہ کو جو میں سخت جد و جہد کے ساتھ تفسیروں کی بنا پر تعمیر کرتا تھا صرف اتنا سا فقرہ لکھ کر مسمار کر ڈالتا تھا کہ . تفسیر کا جواب تفسیر لکھنے والوں سے لو قرآن اس کا ذمہ دار نہیں . ۔ اس فقرہ نے ترک اسلام اور تہذیب الاسلام کو چھلنی کر ڈالا۔ میں نے نتیجہ نکال لیا کہ نورالدین کے مصنف کے ساتھ تو بحث چل سکتی ہے مگر ترک اسلام کے مصنف کے ساتھ جو ملا ازم کا سرے سے ہی منکر ہے بحث کا چلنا مشکل ہے۔ مگر لطف یہ ہوا کہ نورالدین کے مصنف نے میرے مقابلہ پر دوبارہ قلم نہ اٹھایا حالانکہ میں آرزومند تھا کہ اس کے ساتھ بحث کا سلسلہ جاری رہے۔ لیکن ترک اسلام کے مصنف نے تہذیب الاسلام کے جواب پر پھر قلم اٹھایا۔ مگر میں اس کے ساتھ بحث کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نورالدین کے مصنف نے میرے مقابلہ پر پھر قلم نہ اٹھایا اور میں نے ترک اسلام کے مصنف کے مقابلہ میں قلم اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح ہماری پہلی جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔

مگر کچھ عرصہ کے بعد ملا ازم کو دوبارہ رگڑ نے کا خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ اس دفعہ میں نے تواریخ سے مدد لی۔اور نخل اسلام کے نام سے جلی سڑی کتاب شائع کی۔آریہ سماج کے اخبارات نے اس کتاب کا نہائت زوردار الفاظ میں ریویو کیا۔ مسلم اخبارات نے اس کے برخلاف شور مچایا۔ میں چاہتا تھا کہ پرانے ٹائپ کے ملا لوگ میرے مقابلے پر آئیں۔تاکہ مجھے اس بات کے جاننے کا موقع ملے کہ وہ ان باتوں کا کیا جواب رکھتے ہیں۔لیکن بدقسمتی سے اس دفعہ بھی وہی ترک شیرازی(ثناء اللہ) میدان میں کودا اور یہ کہہ کر کہ قرآن مجید یا اسلام تواریخ یا تفاسیر کا جواب دہ نہیں۔نخل اسلام پر تبراسلام مارکر چلتا ہوا۔ اس طرح پرانے ٹائپ کے جن ملانوں کو رگڑنے کے لئے میں نے یہ دوسری کوشش کی تھی وہ پھر بچ گئے۔ آخرکار..میں نے اس تمام بحث کا قطعی فیصلہ کرڈالا۔اور ترک اسلام سے لے کر اپنی آخری تصنیف تک جس قدر کتابیں تھیں ان سب کو میں نے ۱۴ جون ۱۹۱۱ءکو جلا کر خاک سیاہ کردیا۔

(المسلم۔ص ۲۹۲۔ دسمبر۱۹۱۴ء ۔اہل حدیث ۱۱۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۶ء۔ منقول از فتنہ قادیانیت اور مولانا امرتسری ص ۲۹۳۔۲۹۴)

☆ ایک آریہ مبلغ نے ایک کتاب بنام کتاب اللہ وید ہے یا قرآن؟ شائع کی۔ مولانا ثناءاللہ نے کتاب الرحمٰن کے نام سے اس کا جواب دیا۔اس کے بعد آریوں نے رنگیلا رسول کے نام سے کتاب لکھی جس کے جواب میں مولانا نے مقدس رسول ﷺ کے نام سے یادگار کتاب لکھی۔

☆ میسحیت کے خلاف بھی آپ کا کام بہت قابل قدر ہے۔آپ نے عیسائی پادریوں سے مناظرے بھی کئے اور ان کے عقائد کی تردید بذریعہ تحریر بھی فرمائی۔آپ کی کتاب اسلام اور میسحیت کو قبول عام حاصل ہوا۔اور نواب محمد جہانگیر والی ریاست مانگرول علاقہ کاٹھیاواڑ نے ایک خط میں کو آپ کو لکھا۔

مانگرول ۱۳ اگست ۱۹۴۱ء۔حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب زاد لطفہ

بعد سلام گذارش ہے کہ جہاں تک میری معلومات ہیں آپ کی ذات بابرکات کو ہند میں لاثانی عالم سمجھتا ہوں۔اور آپ جو اسلام کی خدمت کررہے ہیں قابل تعریف ہے۔آپ نے جو کتاب اسلام اور میسحیت لکھی ہے واقعی اسلام کی

بہت خدمت کی ہے ۔ جزاک اللہ فی الدارین خیرا ۔ ویسے تو کوئی بھی شئے بے عیب نہیں ہوسکتی بجز ذات خداوندی کے ۔ مگر یہ کتاب ہر طرح قابل قدر ہے ۔ اللہ تعالی آپ کی عمر میں برکت دے تاکہ آپ صد وسی سال اسلام کی خدمت کرتے رہیں ۔

والسلام نیاز مند محمد جہانگیر ۔ (اہل حدیث ۲۹ اگست ۱۹۴۱ء ص ۷)

ہند کی تحریک آزادی میں بھی آپ حصہ لیتے رہے اور محمد میاں نے بتایا ہے . ثناء اللہ جنود ربانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے ۔ یہی شخص مولوی ثناء اللہ امرتسری ہے انجمن اہل حدیث پنجاب کا صدر ہے ۔ ہندوستان میں شائد سب سے ممتاز وہابی ہے ۔ امرتسر سے شائع ہونے والے اردو اخبار اہل حدیث کو مرتب کرتا ہے ۔ وہ ایم ابراہیم سیالکوٹی کا بڑا گہرا اور مخلص دوست ہے .

(تحریک شیخ الہند محمد میاں کراچی ۔ ۱۹۸۸ء ص ۴۷۵)

ندوہ کے قیام کے سلسلے میں مولانا محمد علی مونگیری مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور علامہ شبلی نعمانی نے جو اجلاس کانپور میں طلب کیا تھا اس میں مولانا امرتسری بھی شامل تھے ۔ اور علماء میں سب سے کم عمر ۔ آپ اس کی تاسیسی مجلس کے ۱۹۴۷ء تک رکن رہے ۔ اور اس کی اصلاحی کمیٹی کے رکن بھی رہے ... حکیم اجمل خان کی دعوت پر ندوہ کا جو اجلاس ۱۹۱۲ء میں دہلی میں ہوا تھا مولانا شبلی کی تحریک پر مولانا امرتسری اس کے صدر قرار پائے تھے ۔

مجلس خلافت ۱۹۱۹ء میں قائم ہوئی اس کا پہلا اجلاس لکھنو میں ہوا تھا ۔ مولانا امرتسری اس میں شریک تھے

۱۹۱۹ء میں جمیعۃ علماء ہند کا قیام عمل میں آیا ۔ اس کے بانیوں میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی ۔ مولانا آزاد ۔ مولانا سید سلیمان ندوی ۔ مولانا احمد سعید دہلوی ۔ مولانا کفائت اللہ ۔ مولانا آزاد سبحانی مولانا عبدالماجد بدایونی اور مولانا امرتسری شامل تھے ۔ اور مولانا ثناء اللہ کی تحریک پر اس کا پہلا اجلاس مسلم ہائی سکول امرتسر میں مولانا عبدالباری کی صدارت میں ہوا ۔ اس اجلاس کی مجلس منتظمہ میں مولانا امرتسری ۔ مولانا سلامت اللہ جیراج پوری مولانا محمد اکرم خان مولانا ابراہیم سیالکوٹی مولانا داؤد غزنوی اور مولانا محمد فاخر الہ آبادی شامل تھے

ادھر حضرت میاں سید نذیر حسین محدث صاحب کی وفات کے بعد ضرورت

محسوس ہورہی تھی کہ جماعت اہل حدیث کی بھی تنظیم ہو۔اس ضرورت کومحسوس کر کے مولانا امرتسری نے ۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء کے اہل حدیث میں ایک مضمون لکھا کہ جماعت اہل حدیث کی اجتماعی ضرورت کے لئے ایک مجلس ہونی چاہیے جس کا نام ہو اہل حدیث کانفرنس ۔اور یہ تجویز پیش کر کے انہوں نے ان علماء سے رائے دریافت کی ۔مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی احمد اللہ امرتسری ،مولوی محمد حسن لدھیانوی،مولوی الٰہی بخش ہشیار پوری ، حافظ عبد المنان وزیر آبادی،مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی، سید عبدالسلام دہلوی،مولوی محمد بشیر سھسوانی، مولوی عبدالمجید دہلوی،مولوی محمد حسین دہلوی کوئلہ فروش،مولوی عبدالعزیز رحیم آبادی،حافظ عبداللہ آروی ،شاہ محمد عین الحق ساکن چھپرہ ،مولوی عبدالجبار عمر پوری،مولوی عبدالعزیز قلعہ میہاں سنگھ، مولوی عبدالحکیم پٹنوی ۔مولوی محمد ادریس آروی ۔مولوی عبدالتواب غزنوی وغیرہ ۔اوران سے التماس کی کہ اگر وہ اس تحریک کے مئوید ہیں تو اس سلسلہ میں اپنی آراء سے جلد مطلع کریں تاکہ آرہ کے جلسہ میں جو ماہ شوال میں ہونے والہ ہے اور جس میں علما اہل حدیث کی خاصی جمعیت ہوتی ہے یہ تجویز پیش ہوکر پاس ہوجائے۔اس آواز کی عرصہ تک تائید ہوتی رہی اور پھر دسمبر ۱۹۰۶ء میں بموقع جلسہ احمدیہ آرہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس قائم ہوئی جس کے صدر حافظ غازی پوری اور سکرٹری مولانا امرتسری مقرر ہوئے۔ اس کے بعد مولانا امرتسری ۱۹۲۸ء تک اس تنظیم کے ناظم اعلیٰ رہے ۔ ۱۹۲۸ء کے انتخابات میں قاضی سلیمان صدر اور مولانا عبدالمجید سوہدروی ناظم منتخب ہوئے۔

۱۹۲۰ء میں انجمن اہل حدیث پنجاب کا قیام عمل میں آیا تو اس کے پہلے صدر مولانا عبدالقادر قصوری اور ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری منتخب ہوئے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری اورمولانا محمد مستقیم سلفی نے اپنی تصانیف میں مولانا امرتسری کی رقادیانیت پر کتابوں کی ایک فہرست مع مختصر تعارف مرتب کی ہے ۔ ہم ان بزرگوں سے استفادہ کرتے ہوئے ذیل میں ایک فہرست پیش کرتے ہیں۔ جو یوں ہے

☆ ہفوات مرزا۔ ۱۰ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ کلکتہ سے شائع ہوا۔اس رسالہ میں مرزا صاحب کے کچھ عقائد اور تناقضات بیان کئے گئے ہیں اور بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ اس قسم کے اختلافات کا رونما ہونا ایک نبی سے ممکن نہیں ۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ الہامات مرزا کی اشاعت اول کے فورا بعد شائع ہوا تھا۔دوسری بار ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔

☆ علم کلام مرزا ۔ ۸۰ صفحات پر اردو میں پہلی بار ۱۹۳۲ء میں امرتسر سے شائع ہوئی۔ اس میں براہین احمدیہ کا علم کلام کی حیثیت سے جائزہ لیا گیا۔ اور ہندوستان کے بڑے بڑے علماء نے اس پر تقریظیں لکھیں۔

☆ تاریخ مرزا ۔ ۶۴ صفحات پر پہلی بار لاہور سے اردو میں ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی۔ اس میں مرزا کے سوانح خود انہی کے اشتہارات اور تالیفات کی روشنی میں لکھے گئے ہیں اور اس کی زندگی کے بہت سے گوشوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔

☆ بہاء اللہ اور میرزا قادیانی ۔ ۷۶ صفحات پر اردو میں امرتسر سے پہلی مرتبہ ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی ۔ اس کتاب میں دکھایا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوی میں وہی صورت اختیار کی ہے جو بہاء اللہ ایرانی نے اختیار کی تھی کتاب میں دونوں کے حالات و سوانح کا ذکر کرتے ہوئے دونوں کے دلائل اکٹھا کر کے ان پر بحث کی گئی ہے۔

☆ فاتح قادیان ۔ امرتسر سے ۱۹۱۲ء میں ۷۰ صفحات پر اردو میں شائع ہوئی ۔ یہ اس مناظرے کی روئداد ہے جو آپ نے اپریل ۱۹۱۲ء میں منشی قاسم علی سے لدھیانہ میں کیا تھا۔ اس میں فریقین کی تحریریں اور منصف کا فیصلہ دیا گیا ہے

☆ فیصلہ مرزا (عربی و اردو) ۴۰ صفحات پر پہلی مرتبہ امرتسر سے ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا۔ اس میں مرزا صاحب کی آخری فیصلے والی دعا اور پھر اس دعا کے نتیجے کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور اس سلسلے میں قادیانیوں کی طرف سے جو ہیرا پھیریاں کی جاتی ہیں ان کی تردید فرمائی ہے یہ رسالہ انگریزی کشمیری پنجابی اور بنگالی زبانوں میں بھی شائع ہوا

☆ تعلیمات مرزا ۔ یہ کتاب ۷۲ صفحات پر اردو میں پہلی بار امرتسر سے ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی ۔ اس کتاب میں مرزا صاحب کی تعلیم کے چار ابواب (اختلافات مرزا۔ کذب مرزا۔ نشانات مرزا۔ اخلاق مرزا) کو نقل کر کے ان کا تضاد دکھایا گیا ہے

☆ نکاح مرزا ۔ اردو میں ۲۰ صفحات پر پہلی بار امرتسر سے ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا ۔اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی آسمانی منکوحہ (محمدی بیگم) سے متعلق پیش گوئیاں غلط ہیں۔

☆ نکات مرزا ۔ ۴۰ صفحات پر اردو میں ۱۹۲۶ء میں پہلی بار لاہور سے شائع ہوئی۔ مارچ ۱۹۲۵ء میں قادیان میں مسلمانوں کا ایک جلسہ ہوا تھا جس بعض علمائے دیوبند نے

دوران تقریر مرزا صاحب کے ' معارف قرآنیہ ' پر کچھ تنقید کی ۔اس پر مرزا محمود احمد نے علمائے دیوبند کو اپنے مقابل تفسیر لکھنے کا چیلنج دیا۔ مولانا امرتسری نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے مرزا محمود کو لکھا

' آپ اسی میدان میں تشریف لائیے جس میں مرزا صاحب نے امرتسر میں مباہلہ کیا تھا۔میں آپ کی طرف سے تقرر تاریخ اور جواب باصواب کا منتظر ہوں ۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۱ اگست ۱۹۲۵ء) ۔

مرزا محمود حیلہ بازیاں کرنے لگے تو آپ نے پھر لکھا

' آپ بتراضی فریقین کوئی تاریخ مقرر کرکے بٹالہ کی جامع مسجد میں آجائیں ۔ جہاں صبح آٹھ بجے سے بارہ بجے تک مجلس ہوگی ۔جس میں میں اور آپ تفسیر لکھیں گے ۔اس طرح سے کہ مجھ سے اور آپ سے قریب دس دس گز تک کوئی آدمی نہ بیٹھے گا۔ ہمارے ہاتھ میں صرف سادہ بے ترجمہ قرآن سادہ کاغذ اور آزاد قلم ہوگا '

(اہل حدیث امرتسر ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء)

مرزا محمود میدان میں نہ آئے تو آپ نے یہ کتاب لکھی ۔ اور آیات قرآنی کے اندر مرزا صاحب کی نکات آفرینیوں کے نہائت دلچسپ نمونے اپنے تبصروں کے ساتھ جمع کر دیئے

☆ عجائبات مرزا ۔ ۲۴ صفحات پر اردو میں پہلی بار ۱۹۳۳ء میں امرتسر سے شائع ہوئی ۔اس میں مرزا صاحب اور ان کے بیٹے مرزا محمود احمد کی تحریرات متعلقہ عمر دنیا اور مرزا صاحب کی پیدائش پر تبصرہ کیا گیا۔

☆ فتح ربانی در مباحثہ قادیانی ۔ ۸۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۱۶ء میں پہلی بار امرتسر سے شائع ہوئی ۔اس کتاب میں اس مناظرے کی روئداد ہے جو مولانا امرتسری اور مولوی غلام رسول راجیکی مرزائی کے مابین ۲۹ ۔۳۰ اپریل ۱۹۱۶ء بمقام امرتسر حیاۃ و وفاۃ مسیح اور صداقت مرزا پر ہوا تھا۔رسالے کے آخر میں ایک بسیط ریویو بھی ہے

☆ مراق مرزا ۔ ۱۴ صفحات پر اردو میں یہ رسالہ پہلی بار امرتسر سے ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا ۔اس میں مرض مراق کی تشریح اور مرزا غلام احمد کے اپنے اقوال سے خود اس کا اور اسکی بیوی اور بیٹے کا مراقی ہونا ثابت کیا گیا۔

☆ محمد قادیانی ۔ ۲۴ صفحات پر اردو میں ۱۹۲۸ء میں پہلی بار امرتسر سے شائع ہوئی ۔

مرزا صاحب اپنے آپ کو بروز محمد کہا کرتے تھے۔اس لئے اس رسالہ کا نام محمد قادیانی رکھا۔اس میں یہ دکھایا ہے کہ محمد ﷺ نے کیا کیا کام کئے اور ان کے بروز نے کیا کئے۔تا کہ ان کاموں کی مطابقت یا عدم مطابقت سے مرزا صاحب کے صدق وکذب معلوم ہو۔

☆ ہندوستان کے دو ریفارمر ۔ اس رسالہ میں دو مدعیان اصلاح یعنی دیانند سوامی اور مرزا غلام احمد کی بدزبانیوں کے نمونے دکھا کر فیصلہ قارئین پر چھوڑا گیا ہے کہ کیا ایسے تلخ گو حضرات بھی مصلح اور ریفارمر ہو سکتے ہیں ؟

☆ فسخ نکاح مرزائیاں ۔ ۲۴ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ ۱۹۱۸ء میں مرتب ہوا اور ۱۹۲۴ء میں امرتسر سے شائع ہوا۔ اس رسالہ میں مرزائیوں سے میل جول اور شادی غمی میں شرکت سے متعلق سے ۱۸۹ علماء کا فتوی مولانا ثناء اللہ کی سر پرستی میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔ مفتیوں میں شیعہ بریلوی دیوبندی اور اہل حدیث شامل ہیں ۔فتوی میں بتایا گیا ہے کہ مرزائی خارج عن الاسلام ہیں کسی مسلمان مرد یا عورت کا نکاح ان سے صحیح نہیں ۔اگر نکاح ہو جانے کے بعد کوئی مرزائی عقائد قبول کر لے تو نکاح فسخ ہو جائے گا ۔

☆ شاہ انگلستان اورمرزا قادیانی ۔ ۱۲صفحات پر یہ رسالہ پہلی بار امرتسر سے ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا۔اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ جب لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے ۱۹۰۶ء میں صوبہ بنگال کو مشرقی اورمغربی دوحصوں میں تقسیم کیا اور اس کی منسوخی کا علان جارج پنجم شاہ انگلستان نے ۱۹۱۱ء میں اپنے دورہ ہند کے دوران کیا تو اس سے خدا کی جانب سے مرزا کی تکذیب ہوئی ۔

☆ عقائد مرزا ۔ ۸صفحات پر اردو میں یہ رسالہ ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا۔اس میں چند قادیانی عقائد کو مع حوالہ جات پیش کیا گیا ہے۔

☆ چیستان مرزا ۔ ۸صفحات پر یہ رسالہ پہلی بار ۱۹۲۸ء میں امرتسر سے شائع ہوا ۔ اس میں مرزا صاحب کے الہامات واقوال میں تضاد ثابت کرتے ہوئے تین سو روپیہ کا چیلنج کیا گیا ہے۔ اس عنوان سے مولانا نے کئی مرتبہ مرزا صاحب کے الہامات وفرمودات میں اختلافات و تضادات کا مرقع پیش کیا تھا اور انہیں حل کرنے پر انعامات دینے کا بھی اعلان کیا تھا ۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۰۷ء میں مرقع قادیانی میں اس عنوان سے لکھے گئے ایک مضمون کو ایک ماہ میں حل کرنے پر ۵۰۰ روپیہ دینے کا وعدہ کیا گیا ۔ ۱۵ جون ۱۹۱۷ء اہل حدیث

میں اس عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا جس میں آپ نے لکھا

'اس کا جواب لاہوری پارٹی کے سرگروہ دیں تو ایک صد روپیہ اور قادیانی پارٹی کے رئیس میاں محمود جواب دیں تو دو صد روپیہ کے انعام کے مستحق ہوں گے۔ فیصلہ کی صورت یہ ہوگی کہ تین اصحاب منصف ہوں گے۔ ایک ایک فریقین کا اور تیسرا سرپنچ غیر مسلم مسلمہ طرفین ہوگا'

لیکن کسی نے جواب پر آمادگی ظاہر نہ کی۔ جب آپ نے ان مضامین کو رسالے کی صورت میں شائع کیا تو دو معاملات پر بحث تھی

۱۔ مرزا صاحب کا سن بعثت۔ آپ نے بتایا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۵۔ تریاق القلوب صفحہ ۱٦، ٦۸ اور تحفہ گولڑویہ تقطیع کلاں صفحہ ۱۷ پر اپنا سن بعثت پورے ۱۳۰۰ھ بتایا ہے۔ اس کے بعد تتمہ حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۹۹ سے ایک عبارت نقل کی ہے جس کا مدعا یہ ہے کہ مرزا صاحب کی بعثت ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔ پھر ازالہ اوہام صفحہ ٦۵۷ اور صفحہ ٦۷۵ سے دو اقتباسات نقل کئے جن کا اقتضا یہ ہے کہ مرزا صاحب کی بعثت ۱۲۷۴ھ میں ہوئی۔

۲۔ دوسرا مضمون مرزا صاحب کی موت کا ہے۔ ان کی پیش گوئی یہ تھی کہ میری عمر ۸۰ سال کے گرد و پیش ہوگی اور مولانا نے خود مرزا صاحب ہی کی تحریروں سے بتایا ہے کہ ان کی عمر ٦۴ سال ہوئی۔

☆ شہادات مرزا ملقب بہ عشرہ مرزائیہ۔ امرتسر سے پہلی بار ۱۹۰۹ء میں ۳۲ صفحات پر اردو میں شائع ہوا۔ اس رسالہ میں دس شہادتوں سے مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کی تردید کی گئی ہے۔ یہ دس شہادتیں ایسے مآخذ سے فراہم کی گئی ہیں جو قادیانی حضرات کے نزدیک واجب التسلیم ہیں۔ یعنی احادیث صحیحہ۔ مرزا صاحب کی وحی و الہام اور مرزا صاحب کے اپنے معیار و اقوال۔ یہ رسالہ ردمرزائیت میں لا جواب ہے۔ آپ نے اس کے جواب پر بفیصلہ منصف ایک ہزار روپیہ دینے کا اعلان کیا تھا اور اسے امپیریل بنک امرتسر میں جمع بھی کروادیا تھا۔ لیکن کسی کو اس کا جواب لکھنے کی جرئت نہ ہوئی۔

☆ مرقع قادیانی۔ ۵۸ صفحات پر اردو میں امرتسر سے پہلی بار ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا۔ اس میں ان خاص خاص مضامین کو منتخب کر کے شائع کیا گیا ہے جو آپ کے رسالہ مرقع

قادیانی میں شائع ہو چکے تھے۔

☆ زار قادیان ۔ ۸ صفحات پر اردو میں ۱۹۱۷ء میں امرتسر سے پہلی بار شائع ہوا۔ ۱۹۰۷ء میں روس میں کمیونسٹ انقلاب آیا تو زار روس کے متعلق مرزا صاحب کی ایک عبارت کو سہارا بنا کر قادیانیوں نے پروپیگنڈہ کیا کہ یہ انقلاب مرزا صاحب کی پیش گوئی کے مطابق ہے جس سے آپ کے مامور من اللہ ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس رسالہ میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خود مرزا صاحب کی تصریح کے مطابق اس عبارت کا تعلق انقلاب روس سے نہیں ہے

☆ ناقابل مصنف مرزا ۔ یہ کتاب ۶۰ صفحات پر اردو میں پہلی مرتبہ امرتسر سے ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی۔ اس میں مرزا صاحب کے استدلال پر متکلمانہ طرز سے نظر ڈالی گئی ہے ۔ انداز حکیمانہ ہے اور اس میں مرزا صاحب کی تین کتابوں (براہین احمدیہ ۔ آئینہ کمالات اسلام ۔ چشمہ معرفت) کتابوں پر تنقید کر کے بتایا ہے کہ مرزا صاحب ایک ناقابل مصنف تھے۔

☆ مکالمہ احمدیہ ۔ ۵۲ صفحات پر اردو میں پہلی بار امرتسر سے ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا۔ یہ مرزائیوں کے دو فریقوں یعنی قادیانی اور لاہوری گروہوں کی تحریریں ہیں جو ان کے باہمی اختلافات پر ہیں کہ مرزا صاحب مجدد اور مسیح موعود تھے یا نبی و رسول۔

☆ لیکھرام اور مرزا۔ ۱۶ صفحات پر اردو میں یہ رسالہ پہلی بار ۱۹۴۲ء میں امرتسر سے شائع ہوا۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ پنڈت لیکھرام پشاوری کے قتل سے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئی غلط تھی۔

☆ محمود مصلح موعود ۔ مرزا صاحب نے ایک پیشگوئی مصلح موعود کے عنوان سے کی تھی ۔ پہلے انہوں نے اپنے بیٹے بشیر کو اس کا مصداق ٹھہرایا ۔ وہ مر گیا۔ پھر اپنے بیٹے مبارک کو اس کا مصداق ٹھہرایا۔ وہ بھی مر گیا۔ ۱۹۴۴ء میں مرزا محمود نے ہوشیار پور کے جلسے میں اپنے آپ کو اس کا مصداق ٹھہرایا تو مولانا امرتسری نے اس بات کی تردید میں اگست ۱۹۴۴ء میں یہ رسالہ لکھا۔

☆ اباطیل مرزا ۔ ۱۶ صفحات پر اردو میں امرتسر سے پہلی بار ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ یہ رسالہ مولانا کے ۵ مضامین کا مجموعہ ہے جو یہ ہیں ۔ آہ نادر شاہ کہاں گیا۔ حلف مئوکد بعذاب ۔ زلزلہ بہار۔ نکاح آسمانی ۔ تقریر لائل پور ۔ ان مضامین میں مرزا صاحب کا کذب ثابت کیا گیا ہے۔

☆ تحفہ احمدیہ ۔ یہ کتاب ۵۲ صفحات پر اردو میں امرتسر سے پہلی مرتبہ ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی ۔ اس میں مرزا صاحب نے آسمانی نکاح کے بارے میں جو پیش گوئی کی ہے اسکے جھوٹا ہونے کا ثبوت قادیانی امت کے اکابرین مثل حکیم نور دین مولوی محمد علی ڈاکٹر بشارت احمد ڈاکٹر میر اسماعیل وغیرہ کی تحریرات سے دیا گیا ہے۔

☆ صحیفہ محبوبیہ ۔ اردو میں ۷۶ صفحات پر یہ کتاب بار اول ۱۹۰۹ء میں امرتسر سے شائع ہوئی ۔ یہ کتاب قادیانی رسالہ صحیفہ آصفیہ مصنفہ حکیم نورالدین کا جواب ہے جس میں انہوں نے نواب حیدر آباد کو یہ تبلیغ کی تھی کہ ہندوستان بھر میں جو طاعون قحط اور وبا پیش آئے تھے اور ۱۹۰۸ء میں آپ کے علاقے میں جو طوفان وغیرہ آیا تھا ان تمام حوادث کی خبر ہمارے مرزا صاحب نے پہلے سے دے رکھی تھی ۔ مولانا نے اس کتاب میں مرزا صاحب کے صدق وکذب کو موضوع گفتگو بنایا۔

☆ ثنائی پاکٹ بک ۔ مارچ ۱۹۳۴ء میں تالیف ہوئی ۔ پھر ۹۶ صفحات پر یہ کتاب دہلی سے بار دوم ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی ۔ یہ پاکٹ بک نہ صرف قادیانیت بلکہ ہندو اور بہائی کے عقائد کی تردید پر بھی نہائت مختصر مگر جامع کتاب ہے۔

☆ آفت اللہ ۔ ۸ صفحات پر یہ کتابچہ بار پنجم ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا۔ قادیانیوں کے لاہوری گروپ کے امیر مولوی محمد علی نے ایک رسالہ آئت اللہ لکھا تھا جس میں مرزا صاحب کے آخری فیصلہ والے اشتہار سے متعلق بہت سی تاویلیں کی تھیں ۔مولانا نے ان کا جواب آفت اللہ میں دیا۔

☆ قادیانی مباحثہ دکن ۔ ۲۴ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ پہلی مرتبہ امرتسر سے ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا ۔ اس میں اس مناظرہ کی روئداد ہے جو مولانا امرتسری اور قادیانی علماء کے درمیان سکندر آباد دکن میں ۳۱ جنوری ۱۹۲۳ء کو ہوا تھا

☆ عشرہ کاملہ ۔ ۱۵۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی بار امرتسر سے ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی ۔اس کتاب میں دس فصلیں قائم کر کے ہر فصل میں دس دس دلائل بیان کئے گئے ہیں۔اس طرح سو دلائل سے عام فہم پیرایہ میں قادیانی مذہب کی حقیقت انہی کی کتابوں سے بے نقاب کی گئی ہے۔

☆ تفسیر بالرائے ۔ یہ تالیف مئی ۱۹۳۹ء کی اور اس میں آپ نے مرزا قادیانی

کی تفسیر آیات مختلفہ۔ مولوی مقبول احمد شیعہ۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی۔ مولوی محمد علی لاہوری مولوی احمد دین نیچری (امرتسری) مرزا محمود کے تفسیری نوٹ۔ تحریرات شیخ بہاء اللہ۔ تفسیر خواجہ حسن نظامی۔ ترجمہ قرآن مولوی احمد رضا خان کا جائزہ لیا ہے

☆ الہامات مرزا۔ پہلی مرتبہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۰۴ء میں ۱۳۲ صفحات پر شائع ہوا۔ اس میں مرزا صاحب کے مقرر کئے ہوئے معیار پر ان کا صدق وکذب جانچا گیا ہے اور اس میں مرزا صاحب کی درج ذیل پیش گوئیوں پر بحث کی گئی ہے متعلقہ ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی۔ متعلقہ پنڈت لیکھرام پشاوری۔ متعلقہ محمدی بیگم واحمد بیگ وسلطان محمد۔ متعلقہ مولانا محمد حسین بٹالوی ملا محمد بخش لاہوری اور مولانا ابوالحسن تبّتی۔ متعلقہ نشان آسمانی میعادی سہ سالہ۔ متعلقہ طاعون پنجاب۔ متعلقہ حفاظت قادیان۔ مولانا امرتسری کے قادیان نہ جانے کی پیش گوئی۔ اور عجیب پیش گوئی۔ بعد کے ایڈیشنوں میں آپ نے مرزا قادیانی کی اپنی عمر سے متعلق پیش گوئی اور آخری فیصلہ کے عنوانات کو بھی اس میں شامل کر دیا۔ پہلے دوسرے اور تیسرے ایڈیشنوں میں جو مرزا صاحب کی زندگی میں شائع ہوئے تھے جواب دینے پر ۵۰۰ ' ۱۰۰۰ ' اور ۲۰۰۰ روپئے کے انعامات کا اعلان کیا گیا تھا۔

☆ تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار۔ ۴۸ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ پہلی بار ۱۹۳۱ء میں امرتسر سے شائع ہوا۔ ۱۹۲۵ء میں مرزا محمود احمد نے علمائے دیوبند کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا۔ علمائے دیوبند نے کسی وجہ سے اسے منظور نہ کیا تو مولانا امرتسری سامنے آگئے اور چیلنج قبول کرلیا۔ جواب میں مرزا محمود حیلوں بہانوں سے راہ فرار اختیار کر گیا۔

☆ بطش قدیر۔ مرزا محمود نے تفسیر کبیر کے نام سے قرآن کی تفسیر لکھی جس میں اس قدر غلطیاں تھیں کہ مولانا لکھتے ہیں ان کو دیکھکر میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ ان کی نشان دہی کا کام کئے بغیر میں مرگیا تو خدا مجھ سے جواب طلبی کریگا۔ اور پھر آپ نے ایک رسالہ مرتب کیا جس میں بطور نمونہ دس غلطیاں درج کر کے ان کی وضاحت کی۔

☆ مرزا محمود کے ساتھ مولانا کا بسلسلہ تفسیر عرصہ تک معاملہ چلتا رہا۔ اور دونوں طرف سے اخبارات میں مضامین نکلتے۔ اس سلسلے میں مولانا کا ایک مضمون حسب ذیل ہے

' قادیان سے جب کبھی یہ آواز نکلی کہ ہم قرآن مجید کے معارف اور دقائق

ایسے جانتے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔ کوئی ہے جو ہمارا مقابلہ کر سکے۔ ادھر سے جواب دیا گیا کہ 'ہم'۔ اس لئے کہ دوسرے علماء تو قادیان کے بڑے میاں کو قابل خطاب ہی نہ جانتے تھے چھوٹے بھئے کو کون پوچھتا۔ مگر ہمیں تو قادیان سے خاص تعلق ہے کیونکہ ہم نے تو ان سے سہ صد روپئہ انعام لیا ہوا ہے جو کسی اور نے نہیں لیا۔ ...(مرزا محمود کے تفسیر نویسی کے چیلنج کے جواب میں) ہماری پہلی تیاری کے خاتمہ پر سالانہ جلسہ قادیان میں ایک پرانے احمدی بابو عمر الدین شملوی نے خلیفہ صاحب قادیان کو دو مرتبہ رقعہ لکھا کہ مولوی ثناء اللہ کی آمادگی بابت تفسیر نویسی کا جواب دیجئے مگر خلیفہ صاحب نے ایک ہی بات کہی کہ 'ہم نے پی ہی نہیں'۔ اس کے بعد قادیان میں پھر جوش اٹھا تو ہم نے اہل حدیث مورخہ یکم جون ۱۹۳۴ء میں پھر للکارا کہ خبردار ہم جاگتے ہیں۔ بس اتنا کہنا تھا کہ چور بھاگ گیا۔ اب پھر ایک پکا احمدی تنخواہ حلال کرنے کو سامنے آیا.....اور وہی لکھتا ہے جو ایک پکے احمدی کے شایان شان ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ بطور نمونہ درج ذیل ہیں

'مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو تلبیس اور باطل آرائی میں اس درجہ کمال حاصل ہے کہ یہودیوں میں بھی شائد ہی اس کی کوئی نظیر مل سکے۔ حضرت مسیح موعود یا آپ کے خدام میں سے کسی کے مقابلہ پر آنے کی آج تک آپ کو کبھی جرئت نہیں ہوئی۔ لیکن شہرت پسندی اور جاہ طلبی آپ کو نچلا بھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ اس لئے ہر معاملہ میں خواہ مخواہ ٹانگ اڑا لیتے ہیں۔ مگر جب اظہار حقیقت کا وقت آتا ہے تو نہائت ہوشیاری اور کمال عیاری کے ساتھ پہلو بچا کر نکل جاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی ابتدائی شورا شوری کو دیکھنے والہ جب انتہائی بے نمکی کا مشاہدہ کرتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے'۔ (الفضل ۸ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۵)

(مولانا امرتسری کہتے ہیں) ہمارے خیال میں ایک فقرہ (قادیانی) راقم مضمون سے رہ گیا۔ وہ اگر لکھ دیتا تو ساری عبارت مزین ہو جاتی اور وہ تھا بھی بالکل صحیح۔ یعنی مولوی ثناء اللہ مقابلہ سے بھاگتا ہے تو سیدھا قادیان میں جا پہنچتا ہے (جیسا کہ جنوری ۱۹۰۳ء بڑے مرزا صاحب کے چیلنج کے جواب میں پہنچا تھا)۔

(اس کے بعد مولانا لکھتے ہیں) ناظرین تکلیف کر کے یکم جون ۱۹۳۴ء کا اہل

حدیث ملاحظہ کریں۔اس میں ہم نے کیا کمی رکھی ہے۔صاف لکھا ہے کہ بلا شرط چلے آؤ۔جو کتاب چاہو ساتھ لے آؤ۔ہاں آخری فیصلہ پر گفتگو کرنے کی منظوری طلب کی تھی۔پس اگر خلیفہ قادیان خود کہیں گے کہ میں آپ سے بحث نہیں کر سکتا تو ہم اس ضمیمہ کو چھوڑ دیں گے اور محض تفسیر نویسی میں مقابلہ کریں گے۔ لیکن خلیفہ صاحب کی تازہ تفسیر دیکھ کر ہمارے دل میں ایک ضروری شرط آئی ہے وہ بھی اس لئے کہ فیصلہ ہو سکے۔ایسا نہ ہو کہ یہ مقابلہ ادھورا رہ جائے۔وہ تفسیر آپ کی اس قابل ہے کہ عربی اور فارسی اور ترکی وغیرہ اسلامی زبانوں میں ترجمہ کر کے اسلامی ممالک میں بھیج دی جائے کہ دیکھئے ہمارے ہندوستان میں ایسے ایسے بلند پایہ مفسر ہیں جو قرآن کی تفسیر میں ایسے نکات بتاتے ہیں جو بقول نواب محسن الملک (مرحوم) خدا تعالی کو بھی معلوم نہیں (نواب صاحب نے سرسید احمد خان کو ایک خط میں لکھا تھا کہ آپ ایسی تفسیر کرتے ہیں جو خدا کو بھی معلوم نہیں۔یعنی آپ غلط تفسیر لکھتے ہیں)

حضرات خلیفہ صاحب قادیان سے سوال ہوا کہ حضرت ابراہیم نے جو مردے زندہ ہونے کا سوال کیا تھا۔اس کا کیا مطلب تھا؟ خلیفہ صاحب نے جواب دیا اور کیا اچھا دیا ' فرمایا کہ حضرت ابراہیم کا ایمان تھا کہ خدا تعالی احیائے موتی کر سکتا ہے۔مگر وہ اپنی اولاد کے متعلق یہ اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے کہ اس پر بھی فضل ہو گا اور وہ بھی زندہ قوم بن سکے گی۔اس کے متعلق خدا نے ان کو بتایا کہ تماری اولاد کو چار دفعہ زندہ کیا جائے گا۔اور چار بار اس پر خاص فضل نازل ہو گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ایک دفعہ حضرت موسی علیہ السلام کے وقت۔دوسری دفعہ حضرت عیسی علیہ السلام کے وقت۔تیسری دفعہ رسول کریم ﷺ کے وقت اور چوتھی دفعہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کے وقت۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر خدا تعالی نے خاص فضل کیا۔چار پرندوں کی تمثیل سے یہی بات بتائی گئی تھی ' (الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۶)

ماشاء اللہ چشم بددور۔اس تفسیر پر مفصل ریمارک تو لاہوری پیغامی کریں گے ہمیں تو صرف یہ پوچھنا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی برلاسی حضرت ابراہیم کی اولاد کب سے بنے ہیں۔یہ تو برلاس مغل کی اولاد سے ہیں۔چنانچہ حال میں جو ایڈریس وائسرائے بہادر کو احمدیوں نے دیا ہے اس میں مرزا صاحب بانی سلسلہ کو برلاس مغل

کی اولاد سے بتایا ہے لیکن آج وہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے سنے جاتے ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب خود آپ ابراہیم بنتے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ کا ایک شعر ہے

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اگر اولاد ابراہیم سے مراد امت محمدیہ پنجابیہ ہے جن کی طرف مرزا صاحب مبعوث ہوئے ہیں تو کیا پنجابی قوم ابراہیمی ہے؟ ... اس قسم کی اعجب العجائب تفسیر کے مصنف کی قدر کرنے والا اگر کوئی نہ ہو تو بے قدری میں لطف کیا آئے گا۔ اس لئے تفسیر نویسی کی صحت اور عمدگی کے فیصلے کے لئے کوئی غیر جانبدار عربی دان منصف ہونا چاہیے۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۰ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۷ ۔ ۸)

☆ قادیانی کی تحریر فیصلہ کن یا میری حلف؟ یہ رسالہ عبداللہ الہ دین مرزائی کے انعامی چیلنج کے جواب میں لکھا گیا۔ اس کے علاوہ انجمن اہل حدیث سکندر آباد نے بھی قادیانی حلف کی حقیقت کے عنوان سے ایک کتابچہ (شائد ۱۹۳۴ء میں) شائع کیا تھا۔ افادیت کے پیش نظر ہم اس موضوع پر مولانا کا ایک مضمون یہاں نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں

☆ جناب مرزا صاحب قادیانی (متوفی) نے میرے مؤاخذات سے تنگ آکر ۱۵ ۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو آخری فیصلہ کا اعلان کیا تھا۔ اس کے بعد آج کل حیدرآباد دکن سے ایک اعلان آخری فیصلہ کا نکلا ہے۔ ناظرین کی اطلاع کے لئے ہم دونوں مضامین بالمقابل لکھتے ہیں۔ (اس کے بعد ایک طرف مرزا صاحب کا اشتہار آخری فیصلہ درج کر کے اس کے ساتھ نیا حیدرآبادی اشتہار درج کیا ہے جو یوں ہے)

مولوی ثناء اللہ صاحب کو دس ہزار روپیہ انعام

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۲۳ء کو ایک خاص مجلس میں جس میں کہ ہمارے شہر کے ایک معزز و محترم باوقار انسان یعنی عالی جناب مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر بالقابہ بھی رونق افروز تھے۔ اس بات کا اظہار کیا ہے کہ میرے حیدرآباد آنے کا اصل مقصود سیٹھ عبداللہ الہ دین ہیں تاکہ ان کو ہدائت ہو جائے۔ اس لئے میں اپنے ذاتی اطمینان اور تسلی کے لئے بذات خود یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس سفر کی مقدم غرض یہی ہے کہ مجھ کو ہدائت ہو جائے تو مولوی ثناء اللہ صاحب اس حلف کے مطابق جو میں اس اشتہار میں درج کرتا ہوں قسم

کھا جائیں ۔مگر قبل اس کے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب حلف اٹھائیں ضروری ہو گا کہ ایک اشتہار کے ذریعہ صاف طور پر حیدر آباد وسکندر آباد میں شائع کر دیں کہ میں اس حلف کو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اپنے عقائد کے درمیان حق و باطل کے تصفیہ کا فیصلہ کن معیار قرار دیتا ہوں ۔اور یہ کہ اس حلف کے بعد سال کی میعاد کے اخیر دن تک میں اس اقرار معیار فیصلہ کن کے مخالف کوئی تحریر یا تقریر نہ شائع کرونگا اور نہ بیان کرونگا۔ ہاں ویسے مولوی صاحب کو اختیار ہے کہ مرزا صاحب کی تردید بڑے زور سے کرتے رہیں ۔مگر اس حلف کے فیصلہ کن معیار ہونے سے حلف کے بعد سال بھر تک انکار نہ کریں ۔ میری طرف سے یہ اقرار ہے کہ اگر اس حلف کے بعد مولوی صاحب ایک سال تک صحیح سلامت زندہ رہے یا ان پر کوئی عبرت ناک وغضب ناک عذاب نہ آیا تو اہل حدیث ہو جاؤنگا۔ یا مولوی صاحب کے حسب خواہش مبلغ دس ہزار روپیہ مولوی صاحب موصوف کو بطور انعام کے ادا کرونگا۔

حلف کے الفاظ یہ ہیں جو مولوی ثناء اللہ صاحب جلسہ عام میں تین مرتبہ دہرائیں گے اور ہر دفعہ خود بھی اور حاضرین بھی آمین کہیں گے

’ میں ثناء اللہ ایڈیٹر اہل حدیث خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس بات پر حلف کرتا ہوں کہ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی و دلائل کو بغور دیکھا سنا اور سمجھا۔اور اکثر تصانیف ان کی میں نے مطالعہ کیں ۔ اور عبداللہ الہ دین کا چیلنج انعامی دس ہزار کا بھی بغور پڑھا۔مگر میں نہائت وثوق اور کامل ایمان اور یقین سے یہ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے تمام دعاوی والہامات جو چودھویں صدی کے مجدد وامام وقت و مسیح موعود ومھدی موعود وامتی نبی ہونے کے متعلق ہیں وہ سراسر جھوٹ و افترا اور دھوکہ و فریب اور غلط تاویلات کی بنا پر ہیں ۔ برخلاف اس کے عیسی علیہ السلام وفات نہیں پائے ۔ بلکہ وہ بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور ہنوز اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود ہیں ۔اور وہی آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے۔ اور وہی مسیح موعود ہیں ۔اور مہدی علیہ السلام کا ابھی تک ظہور نہیں ہوا۔ جب ہوگا تو وہ اپنے منکروں کو تلوار سے قتل کر کے اسلام کو دنیا میں پھیلا دیں گے ۔مرزا صاحب نہ مجدد وقت ہیں نہ مہدی ہیں نہ مسیح موعود ہیں ۔ نہ امتی نبی ہیں ۔ بلکہ ان تمام دعاوی کے سبب

میں ان کو مفتری اور کافر اور خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ اگر میرے یہ عقائد خدا تعالی کے نزدیک جھوٹے اور قرآن شریف وصحیح احادیث کے خلاف ہیں۔اور مرزا غلام احمد صاحب درحقیقت اپنے تمام دعاوی میں خدا تعالی کے نزدیک سچے ہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال جو تمام زمین وآسمان کا واحد مالک ہے اور ہر چیز کے ظاہر و باطن کا تجھے علم ہے۔پس تمام قدرتیں بھی تجھی کو حاصل ہیں۔تو ہی قہار اور غالب و منتقم حقیقی ہے۔اور تو ہی علیم وخبیر وسمیع وبصیر ہے۔اگر تیرے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعاوی و الہامات میں صادق ہیں اور جھوٹے نہیں۔ اور میں ان کے جھٹلانے اور تکذیب کرنے میں ناحق پر ہوں۔تو مجھ پر ان کی تکذیب اور ناحق مقابلہ کی وجہ سے ایک سال کے اندر موت وارد کر۔ یا کسی ایسے غضب ناک و عبرت ناک عذاب میں مبتلا کر کہ جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو۔تا لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں ناحق پر تھا۔ اورحق و راستی کا مقابلہ کر رہا تھا جس کی پاداش میں خدا تعالی کی طرف سے یہ سزا مجھے ملی ہے۔آمین۔آمین '
خاکسار عبداللہ الہ دین۔الہ دین بلڈنگس۔سکندر آباد۔۱۲ فروری ۱۹۲۳ء

(مولانا امرتسری فرماتے ہیں) ناظرین ان دونوں عبارتوں (اشتہار مرزا بسلسلہ آخری فیصلہ اور حیدر آبادی اشتہار) کو دیکھ کر غور فرمائیں کہ فیصلہ کی جو صورت بانی مذہب مدعی وحی والہام نے قرار دی ہے وہ زیادہ مفید اور انسب ہے یا جو صورت ایک امتی نے قرار دی ہے وہ فیصلہ کن ہو سکتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بانی مذہب صاحب وحی کا فیصلہ سب پر ناطق ہوگا برخلاف امتی کے جس کا فیصلہ دوسرے شخص بلکہ اپنی اولاد پر بھی نافذ نہ ہوتا ہو۔ پھر کیوں نہ بانی مذہب کی پیش کردہ صورت فیصلہ پر غور کیا جائے۔اور کیوں نہ اس کی تحقیق کی جائے۔ یا سابقہ تحقیق جو شہر لدھیانہ میں ہو چکی ہے کافی سمجھی جائے۔بہر حال جدید صورت کی ضرورت نہیں۔

باوجود اس کے ہم بتاتے ہیں کہ یہ صورت فیصلہ بھی ہم نے منظور کر کے بار ہا کامیابی حاصل کی ہوئی ہے۔ابھی حال ہی میں ہم نے اہل حدیث ۲۶ جنوری ۱۹۳۴ء میں ایک بسیط مضمون اس کے متعلق لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے

۱۔منکر نبوت (کافر) پر از روئے قرآن وحدیث حلف نہیں رکھی گئی۔ثبوت

دیجیئے تو حلف لیجئے

۲۔ باوجود اس کے ہم بارہا حلف بھی اٹھا چکے ہیں

یہاں تک کہ قادیان کے اسلامی جلسہ میں بھی ایک دفعہ حلف اٹھائی جو قادیان کے اخبار الفضل میں بایں الفاظ درج ہوئی تھی۔

’ میں (ثناء اللہ) خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے ایمان میں حضرت عیسی آسمان پر زندہ ہیں اور مرزا صاحب جھوٹے ہیں ‘ (الفضل ۴۔اپریل ۱۹۲۱ء)

غور کیجئے کہ کسی سچے نبی کا انکار خدا کی نافرمانی ہے۔جس کا ارتکاب کرنے والہ یقیناً خدا کا مجرم ہے۔ وہ قسم کھائے یا نہ کھائے اس کا محض انکار ہی اس کو سزا دینے کے لئے کافی ہے۔ خاصکر جب وہ اپنے انکار پر حلف بھی اٹھائے تو کیوں سزایاب نہ ہو۔ قابل غور ہے۔اس کے علاوہ پھر میں نے بذریعہ اشتہار مجریہ ۲ اپریل ۱۹۲۶ء اعلان کیا جس کی سرخی یہ تھی

خدا کی قسم میں مرزا صاحب قادیانی کو الہامی دعوے میں سچا نہیں جانتا

اس مضمون کو بڑی تفصیل سے پہلے اخبار اہل حدیث میں لکھا پھر اشتہاری صورت میں شائع بھی کیا۔ ۱۹۲۳ء میں جب میں حیدر آباد دکن گیا تو انہی دنوں انہی مشتہر صاحب (حاجی عبداللہ الہ دین) نے دس ہزار روپیہ انعام کا اشتہار دیا جس کے جواب میں میں نے وہیں اشتہار شائع کر دیا کہ

میں آپ کا روپیہ نہیں لیتا ہاں یہ چاہتا ہوں کہ چونکہ آپ نے بحکم خلیفہ صاحب قادیان ایسا لکھا ہے اس لئے خلیفہ محمود احمد سے یہ اعلان کرادیں کہ بعد حلف مولوی ثناء اللہ اگر ایک سال تک زندہ رہا تو میں (محمود امرزا صاحب متوفی کو چھوڑ جاؤنگا

اس مطالبہ کا جواب نفی میں ملا۔ اب بھی میرا یہی مطالبہ ہے کیونکہ خطاب دراصل بانی مذہب بڑے مرزا صاحب سے تھا۔ وہ اس وقت موجود نہیں تو ان کے قائم مقام محمود احمد کو بحثیت خلیفہ مخاطب کرتا ہوں پس وہ اعلان کردیں کہ مولوی ثناء اللہ تکذیب مرزا صاحب پر حلف اٹھائیں تو سال کی مدت معتبر ہوگی۔ اگر سال کے اندر مرجائیں تو وہ جھوٹے سمجھے جائیں گے۔اور اگر سال تک زندہ رہیں تو دوسرے سال کے پہلے ہی روز میں اپنے والد کو دعوی مسیحیت میں جھوٹا جانوں گا۔

کیسی سادی شرط ہے کیونکہ یہ کوئی انصاف ہے کہ میں ایک مدت پوری کر کے ایک احمدی کا تقاضا پورا کروں ۔ پھر دوسرے کا ۔ پھر تیسرے کا ۔علی ہذا القیاس ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کی خواہشات پوری کرتے کرتے کسی نہ کسی مدت میں تو مروں گا اور ضرور مرونگا ۔اس لئے آئے دن کے نزاعات ختم کرنے کو ضروری ہے کہ مثل سابق کسی تابع (امتی) سے فیصلہ نہ ہو بلکہ باپ کے قائم مقام میاں محمود احمد سے معاہدہ ہو کر فیصلہ ہو جائے کیونکہ آپ مدعی کے بیٹے اور قائم مقام خلیفہ ہیں ۔

پس میں منتظر ہوں کہ حاجی عبداللہ سکندر آبادی انعامی رقم تو قادیان کے قرضہ ۶۰ ہزار میں جمع کرا دیں اور میرے ساتھ فیصلہ کرنے کو خلیفہ صاحب کو تکلیف دیں پھر دیکھیں خدا کی تائید کس کو حاصل ہوتی ہے ۔

گو ہم مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ موت وحیات کا کسی کو علم نہیں تاہم خدا کی تائید پر بھروسہ ہے کہ اگر میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے مذکورہ اعلان کیا تو خدا ہماری اسی طرح مدد کریگا جس طرح اس نے ان کے باپ کے خلاف ہمیں مدد دی تھی ۔

☆ اور جب آپ نے اس سلسلے میں مرزا محمود کو سامنے آنے کی دعوت دی تو انہوں شرطیں لگانا شروع کر دیں ۔اس پر مولانا امرتسری نے لکھا

ہمارے مخاطب قادیانی دوست ایسے کچھ قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ ٹلتے ہی نہیں ۔ بڑے میاں (مرزا غلام احمد) اپنے اعلان کے موافق (کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا) انتقال فرما گئے ۔اس کے بعد یہ لوگ مباحثہ میں مغلوب ہوئے ۔ سہ صد جرمانہ دیا ۔ تاہم آج بھی اکڑ کر بڑے زور سے اعلان کر رہے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ مئوکد بعذاب حلف اٹھائے تو دس ہزار بلکہ اکیس ہزار انعام لے ۔اس کے جواب میں کہا گیا کہ بندہ خدا جدید شریعت نہ بناؤ بلکہ شریعت محمدیہ میں دکھاؤ کہ منکر (کافر) پر حلف آتی ہے؟ اور حلف بھی مئوکد بعذاب ۔ بھلا ان باتوں کا کیا جواب دیں گے ۔ پھر بھی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر ہمارا مطالبہ ثابت کر دیں تو ہم ان کو مبلغ ایک سو روپیہ نقد انعام دیں گے جو مسلمہ منصف کے فیصلے کے بعد ان کے حوالے کیا جائے گا ۔

آج جس مضمون پر ہم نوٹ لکھ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم تقاضہ کرتے ہیں کہ ہم تمہاری مطلوبہ حلف اٹھانے کو تیار ہیں بشرطیکہ تم خلیفہ قادیان سے اعلان کرا دو کہ بعد

حلف مولوی ثناء اللہ اگر ایک سال تک زندہ رہا تو دوسرے سال کے پہلے ہی روز میں (محمود احمد) اپنے والد کو دعوی مسیحیت میں جھوٹا جانوں گا۔ اس کے جواب میں ایک نئی پیچ نکالی گئی ہے جس سے یقین ہوتا ہے کہ یہ لوگ میرے مقابلے سے واقعی اتنا دوڑتے ہیں جتنا شیر کے مقابلے سے نہتا انسان بلکہ گیدڑ دوڑتا ہے۔ ناظرین بغور پڑھیں کہ جواب کیا دیتے ہیں اور کس عقل و فہم سے دیتے ہیں۔

'تم (مولوی ثناء اللہ) کم سے کم ۶۶ ہزار اہلحدیثوں کے دستخط کرا کر ہم کو بھیج دو کہ مولوی ثناء اللہ اگر ایک سال کے اندر مر گئے تو ہم سارے اہل حدیث احمدی ہو جائیں گے (الفضل یکم مئی ۱۹۳۴ء ص ۸ کالم ۳)

مگر ان عقلمندوں نے یہ نہ سمجھا کہ ہم کن دو میں دخل دیتے ہیں اور کس سے ۶۶ ہزار کا مطالبہ کرتے ہیں، او عقلمندو سنو۔ میں وہ شخص ہوں جس (اکیلے) کو تمہارا نبی مخاطب کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آخری فیصلہ کی پیش گوئی میں خاص اپنی اور صرف میری شخصیت کی موت کو مدار فیصلہ قرار دیا تھا۔ کسی ایک بھی متنفس کا میرے ساتھ ضمیمہ نہیں لگایا۔ بس میں تو وہی ہوں اور میری حیثیت اب بھی وہی ہے جو پہلے تھی کہ بحکم (ان ابراہیم کان امۃ) میں اکیلا 'سب' ہوں۔ دوسری طرف اس وقت وہ شخصیت نہیں رہی جو پہلے تھی۔ اس لئے بطور نیابت ان کے گدی نشین کو میں مخاطب کر کے وہی نسبت تسلیم کرتا ہوں جو پہلے ہم دونوں (مرزا غلام احمد و ثناء اللہ) میں تھی۔ اس کی یہ مثال بالکل واضح ہے کہ ایڈورڈ بادشاہ انگلستان دوسرے بادشاہوں کے مخاطب ہوتے تھے۔ اب ان کے انتقال کے بعد بعینہ بلا کسی مزید شرط کے موجودہ بادشاہ جارج پنجم ان کے قائم مقام ہیں۔ نہ کسی بادشاہ کی طرف سے کوئی مزید شرط ہوئی نہ ان کی طرف سے ہوئی۔ بلکہ محض قائم مقامی کافی سمجھی گئی۔ ٹھیک اسی طرح بفضلہ تعالی میری طرف سے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اس لئے میں تو اب بھی وہی ہوں جو پہلے تھا۔ چونکہ قادیانی پارٹی میں میرا اصل مخاطب نہیں رہا اس لئے ان کا قائم مقام بغیر کسی شرط کی کمی بیشی کے میرا مخاطب سمجھا جائے گا۔ جو کوئی مزید شرط لگاتا ہے وہ ان دو باتوں میں سے ایک کا اعلان کرے تو جواب لے

۱۔ مرزا صاحب بانی سلسلہ احمدیہ نے غلطی کی جو مجھ سے ۶۶ ہزار دستخط نہیں مانگے

۲ ۔ میاں محمود کا درجہ اپنے باپ سے بڑا ہے اس لئے تمہاری (ثناء اللہ) شخصیت ان کے لئے کافی نہیں ہوسکتی ۔ بلکہ اس کی تلافی کے لئے ۶۶ ہزار اشخاص کے دستخطوں کا اقرارنامہ ہونا چاہیے ۔

اگر ان دوصورتوں میں سے کوئی بھی منظور نہیں تو پھر ایسی پچ لگانے کا سبب سوائے بزدلی اور خوف قلبی کے کیا ہوسکتا ہے ۔ قادیانیو ۔ اپنے خلیفہ سے ہمارے مطالبہ کا اعلان کھلے کھلے الفاظ میں کراؤ اور میدان عیدگاہ امرتسر میں آکر کافر (منکر) پر حلف کا ثبوت پیش کرو اور ساتھ ہی ہم سے حلف لے لو ۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۸ ۔ مئی ۱۹۳۴ء ص ۴ ۔ ۵)

☆ پھر مولانا نے لکھا

ہمارے قادیانی دوستوں کی عادت ہے کہ ایک غلط بات کو اتنی بار کہتے ہیں کہ سننے والہ یا تو اس کو سچ سمجھ لے یا کم از کم اس کے کذب میں متامل ہوجائے ۔ لیکن یہ جادو ان کا ناواقفوں پر چل جاتا ہے واقف کار تو ان کی اس چال کو خوب سمجھتے ہیں ۔ چنانچہ آج ہم ایک تازہ مثال پیش کرتے ہیں ۔ عرصہ مدیدہ سے ان کی عادت ہے کہ جب ایک پہلو سے صاف چت گرتے ہیں تو نئی طرح ڈال کر کہتے ہیں ' پھر آؤ تو مزہ چکھو ' ۔ ڈپٹی آتھم عیسائی جب مرزا صاحب متوفی کی پندرہ ماہی پیشگوئی کے مطابق نہ مرا تو اس کو نئے دام میں پھنسانے کے لئے مرزا غلام احمد نے قسم کا بہانہ پیش کیا کہ آتھم قسم کھائے کہ میں مرزا کی پیشگوئی سے ڈرا نہیں ۔ پھر اس کی موت کیلئے ایک سال کی مدت ہوگی ۔ وہ خرانٹ جو سالہا سال تک مجسٹریٹ رہ چکا تھا ان کے دام میں کیسے آتا ۔ اس نے کہا منہ سنوار کر چلتے بنو ۔ ایک دفعہ جس کو پچھاڑ دیا پھر اس کو منہ لگانا اچھا نہیں ۔ اس کے بعد جس کسی سے بھی از راہ معجزہ یا کرامت نمائی آپ مغلوب ہوئے جھٹ کہہ دیا کہ مئوکد بعذاب حلف اٹھاؤ ۔ چنانچہ ہم سے آخری فیصلہ کا جو اعلان پندرہ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے کیا تھا کہ ہم دونوں (مرزا غلام احمد اور ثناء اللہ) میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے سے پہلے مریگا ۔ اس اعلان کے مطابق آپ خود ہی اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اب ان قادیانیوں کو وہی پرانی راگنی سوجھی کہ ' مئوکد بعذاب حلف اٹھاؤ ۔ پھر ایک سال تک دیکھنا کیا ہوتا ہے '

بہت عرصہ تک ہم ان کی یہ لغو کہانی سنتے رہے۔ آخر بدیں خیال کہ کب تک ہم ان کو پروپا گنڈہ کا موقع دینگے ہم نے جواب دیا کہ ہماری حیثیت منکر دعوی مرزا کی ہے۔ کسی نبی کے منکر کو انکار پر قسم دینی شرع میں ثابت نہیں۔ اگر ہے تو کوئی آئت یا حدیث پیش کرو ہم حلف اٹھالیں گے۔ کیسا صاف راستہ اور کیسا صریح انصاف ہے مگر انہوں نے نہ تو اپنے مطالبہ کا ثبوت دیا اور نہ اپنے دعوے کو ترک کیا۔ بعد انتظار بسیار قادیانی اخبار الفضل (۲۴ جون ۱۹۳۴ء) دیکھنے میں آیا جس میں مولوی اللہ دتا جالندھری کا مضمون دیکھا جس میں لکھا ہے

'میں (اللہ دتا) نے مولوی (ثناء اللہ) صاحب کا یہ چیلنج منظور کرلیا ہے اور اللہ تعالی کے فضل سے اس مطالبہ کا ایسا زبردست اور ناقابل انکار ثبوت دیا جائے گا کہ مولوی صاحب کے لئے مئوکد بعذاب حلف کے سوا کوئی چارہ نہ رہے گا' (الفضل ۲۴ جون ۱۹۰۷ء ص ٦)۔ اس نوٹ کے پڑھنے سے ہمیں مسرت بھی ہوئی اور حیرت بھی۔ مسرت یوں ہوئی کہ اچھا ہے روز کا ناواجب تقاضا ختم ہو جائے گا۔ حیرت اس لئے کہ قرآن وحدیث ہمارے سامنے ہیں۔ ہمیں تو ان میں یہ حکم ملتا نہیں کہ منکر نبوت کو حلف خاص کر مئوکد بعذاب حلف دیا کرو بلکہ کافر تو محض سادے سادے لفظوں میں کہا کرتے تھے لست مرسلاً تو رسول نہیں ہے۔ یہ نہ کہتے تھے کہ واللہ باللہ تو رسول نہیں ہے۔ نہ ان سے حلف کا مطالبہ ہوتا تھا پھر ہم سے یہ مطالبہ کیوں ہوتا ہے۔ کیا قادیان میں کوئی نیا قرآن اترا ہے یا نئی شریعت بن گئی ہے؟ اس لئے ہمیں مولوی اللہ دتہ کے اس دعوے سے حیرت ہوئی۔ لیکن ہم بڑی بے قراری سے آئت یا حدیث دیکھنے کے شائق رہے۔ یہاں تک کہ سارا اخبار پڑھ لیا اور ایک حرف بھی اس دعوی کے ثبوت پر نہ پایا۔ جس طرح قادیانی نبی نے براہین احمدیہ میں وعدہ ہی وعدہ رکھا دلیل ایک بھی نہ دی (وعدہ یہ تھا کہ حقانیت اسلام پر تین سو دلائل دیں گے)۔ اسی طرح مولوی اللہ دتہ نے محض لفاظی میں وقت ضائع کرکے اپنے ناظرین کی آنکھوں میں دھول اور کنکریاں ڈال دیں اس کے سوا کچھ بھی نہ کیا۔ ہم الفضل کے ناظرین سے خواہ وہ احمدی ہوں یا محمدی اللہ جل شانہ کے نام کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ وہ بتائیں مولوی اللہ دتا جالندھری نے اس مضمون میں کس صفحہ اور کس کالم میں ثبوت دیا

ہے۔ وہ عبارت نقل کر کے قلمی یا بذریعہ کسی مطبوعہ اخبار کے بھیج دیں۔

چونکہ حق تو یہ ہے کہ جب تک مدعی اپنے دعوے کا ثبوت پیش نہ کرے نہ اس پر نقض ہوتا ہے نہ معارضہ۔ اس لئے ہم ابھی خاموش ہیں۔ مگر مولوی اللہ دتہ صاحب کی علمی اور دیانتی کیفیت بتانے کو اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں ' آپ (مولوی ثناء اللہ) منکر نبوت کے لئے حلف مئوکد بعذاب کے عدم جواز کے مدعی ہیں اس کی دلیل پیش کرنا آپ پر واجب ہے ' (الفضل مذکور ص ۷ کالم ۱)

(مولانا امرتسری کہتے ہیں کہ مولوی اللہ دتہ صاحب آپ) محض تعصب اور گئو سالہ پرستی کی حمائت میں علم و دیانت کے خلاف کہہ رہے ہیں۔ ہمارا دعوی منکر کے حق میں قسم کے عدم جواز کا نہیں بلکہ از جانب شریعت عدم مطالبہ قسم کا ہے۔ نہ سمجھے ہو تو ایک مثال میں سمجھ لو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ انبیاء علیھم السلام کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔ اس حدیث کے ماتحت ہم قادیانی گئو سالہ پرستوں سے تقاضا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کی قبر کھود کر دکھاؤ۔ جسم کو مٹی نے نقصان پہنچایا ہے یا نہیں؟ نہیں پہنچایا تو وہ حدیث مذکور کے تحت آ جائیں گے۔ قادیانی اس کے جواب میں کہیں گے کہ ایسا مطالبہ کرنے کا ثبوت شرع میں نہیں۔ اگر ثبوت ہے تو دکھاؤ ہم قبر کھود کر زیارت کرا دیں گے۔ ہم اس جواب کی تائید کریں گے حالانکہ یہ مطالبہ ایک معنی سے حدیث پر متفرع ہے۔ اسی طرح ہم تمارے مطالبہ حلف کو از روئے شریعت اسلام غیر واجب العمل جانتے ہیں کیونکہ منکر نبوت سے مطالبہ حلف قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔

جب اس صورت میں ان کو کامیابی نظر نہ آئی تو دوسری صورت سے آئے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ ' ہم مولوی ثناء اللہ سے ان کے عقائد پر مئوکد بعذاب حلف مانگتے ہیں ' (الفضل مذکور ص ۱۲ کالم ۲)'

(مولانا فرماتے ہیں) اس مطالبہ کا ثبوت بھی شرع میں دکھایئے کہ ایک منکر اسلام اپنا اعتقاد ظاہر کرے تو مسلمان اسے حلف دے۔ یہ دعوی بھی ثبوت طلب اور محض بے بنیاد اور لغو ہے۔ اس امر کے متعلق قرآن و حدیث میں کوئی حکم نہیں۔ پھر جدید شرع بنانے والے تم کون؟

اب ہم آپ کی آگاہی کے لئے گذشتہ واقعات یاد دلاتے ہیں

۱ ۔ ایک دفعہ قادیان کے اسلامیہ جلسہ میں میں قسم کھا چکا ہوں جس کا اعتراف قادیانی اخبار الفضل ۴ ۔اپریل ۱۹۲۱ء ص ۹ پر موجود ہے ۔۔

۲ ۔ پھر ایک دفعہ اخبار اہل حدیث ۲ اپریل ۱۹۲۶ء میں حلف اٹھا چکا ہوں

۳ ۔ پھر بذریعہ اشتہار کلاں جس کی سرخی ہے ’ خدا کی قسم ‘ حلف اٹھا چکا ہوں ۔ قادیانیوں نے جب دیکھا کہ مولوی ثناء اللہ تو حلف اٹھا گیا اور مرا بھی نہیں تو ایک پخ نکالی کہ مؤکد بعذاب قسم کھاؤ۔ سچ تو یہ ہے کہ میں مؤکد بعذاب قسم کھانے سے بھی نہیں ڈرتا۔ لیکن سنیئے کہ قادیانی نبی کی عادت تھی کہ جس کسی مخالف کے حق میں عذاب کی پیشگوئی کرتے اگر اس کو ذرہ سی تکلیف بھی پہنچتی جو عموماً ہر انسان کو پہنچ جاتی ہے تو آپ اس کو پیش گوئی کی زد میں لے آتے ۔ چنانچہ ڈپٹی آتھم جب پندرہ ماہی پیشگوئی کی مدت گذار رہا تھا اس کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ عمر رسیدہ بوڑھا عرصہ سے پنشن خوار تھا۔ اس کی خدمت کے لئے گھر میں کوئی نہ تھا۔ اس کی لڑکی اس کو فیروز پور لے گئی ۔ پس مرزا صاحب نے اس کی اتنی سی حرکت کو ’ ہاویہ کا عذاب ‘ قرار دے کر اپنی پیش گوئی کا مصداق بنا دیا۔ اور مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولوی ابوالحسن تبّتی کے حق میں ذلت کی پیشگوئی شائع کی تھی ۔ اس عرصہ میں گورنمنٹ کی طرف سے پنجاب کی نو آبادیوں میں مولانا موصوف کو چار مربع زمین برعائتی قیمت مل گئی تھی ۔ میعاد گذرنے پر جب سوال ہوا کہ مولانا بٹالوی پر کیا ذلت ہوئی تو مرزا صاحب نے ... شائع کر دیا کہ زمین داری کا شغل ایک عالم کے لئے کمال ذلت ہے ۔ مولوی محمد حسین کو جو زراعتی زمین ملی ہے یہی عذاب ہے (جل جلالہ) اس پر بھی سوال باقی رہا کہ مولانا ابوالحسن تبّتی کو تو زمین بھی نہیں ملی ۔ جواب دیا کہ مولوی محمد حسین کے توابع میں سے ہیں ۔ اس لئے ان لوگوں کو الگ ذلت کی ضرورت نہیں تھی محمد حسین کو پہنچنے والی ذلت ان لوگوں کی ذلت ہے ۔ اس لئے ہم ان قادیانیوں کے مکر سے بچتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی روز زکام شدید یا بخار شدید یا کوئی اور تکلیف ہو جائے یا عیال کثیر میں سے کوئی فرد خدائی حکم کو لبیک کہہ دے تو جھٹ سے یہ لوگ شور مچا دیں گے کہ وہ دیکھو مولوی ثناء اللہ عذاب میں مبتلا ہو گیا اس لئے ہم کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتے جو ازروئے شرع ہم پر واجب نہیں اور قادیانیوں کو اس میں جھوٹی

بات بنانے کا موقع ملے

مختصر یہ ہے کہ جس چیز کا ہم سے مطالبہ کرو محض حلف کا یا مئوکد بعذاب حلف کا۔ اس کا ثبوت قرآن حدیث سے پہلے پیش کرو پھر ہم سے اس پر عمل کراؤ۔'

(اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۴ ۔ ۶)

مولانا ثناء اللہ کا انتقال سرگودھا میں مارچ ۱۹۴۸ء میں ہوا۔ سید سلیمان ندوی نے اس موقع پر لکھا ہے

کہ مولانا ثناء اللہ فن مناظرہ کے امام تھے۔ خوش بیان مقرر تھے۔ وہ سال میں ایک دو دفعہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں آتے جاتے لکھنو آتے تھے اور دار العلوم ندوہ میں تشریف لا کر احباب سے ملتے تھے۔ اسی سلسلہ میں مجھے بھی نیاز حاصل ہوا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مرحوم مدرسہ میں تشریف لائے۔ میں مدرسہ میں تھا۔ ان کو آتا دیکھ کر ان کی طرف لپکا۔ مگر مرحوم نے میرے بجائے سبقت استاذی شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ کی طرف کی اور حدیث کا یہ ٹکڑا پڑھا کبر الکبر یعنی بڑے کو بڑائی دو

یہ وہ زمانہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعووں سے پنجاب میں فتنہ پیدا ہو گیا تھا انہوں نے مرزا صاحب کے خلاف صف آرائی کی اور اس وقت سے لیکر آخر دم تک اس تحریک اور اس کے امام کی تردید میں پوری قوت صرف کر دی ...

اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا۔ اس کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا۔ اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کر دی۔ فجزاہ اللہ عن الاسلام خیر الجزاء۔ وہ مصنف بھی تھے۔ مخالفین اسلام کے اعتراضوں کے جواب میں ان کے اکثر رسالے ہیں۔ ان کی تصنیفات میں دو تفسیریں خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ تفسیر ثنائی اردو میں اور تفسیر القرآن بالقرآن عربی میں۔ مرحوم کو خود بھی یہ تفسیریں پسند تھیں۔ مرحوم چونکہ مناظر تھے اس لئے پہلی تفسیر میں آیات صفات کے باب میں انہوں نے شاہ ولی اللہ کی پیروی میں تاویل کی راہ اختیار کی۔ اس سے امرتسر کے غزنوی علماء اہل حدیث نے ان کی بشدت مخالفت کی۔ ۱۹۲۶ء میں جب حج کی تقریب سے خاکسار اور مرحوم اور دیگر علمائے اہل حدیث کا حجاز جانا ہوا تو یہ نزاع سلطان ابن سعود کے سامنے بھی

پیش ہوا۔اور سلطان نے کوشش کر کے فریقین میں صلح کرادی ۔مرحوم مجھ سے فرماتے تھے کہ افسوس ہے نجد کے علماء حضرت شاہ ولی اللہ کی قدر و قیمت سے واقف نہیں اور مجھ سے چاہتے تھے کہ میں اس باب میں سلطان سے کچھ عرض کروں ۔

۱۹۳۵ء کے جمیعت علماء کے اجلاس کلکتہ میں جس میں اس خاکسار کی صدارت تھی مرحوم (ثناء اللہ) موجود تھے اور خاص طور سے اس لئے آئے تھے کہ جمیعت کے اس اجلاس میں دارالحرب میں سود کے مسئلہ پر بحث کرنے والے تھے۔حضرت مولانا انورشاہ صاحب اور دوسرے علماء دیوبند بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر حضرات علماء دیو بند حنفیہ کے مشہور مسلک لا ربوا بین الحربی و المسلم فی دارالحرب پر متفق ہوں تو میں بھی تائید کرونگا۔مگر علماء میں نج کی گفتگو ہو کر رہ گئی ۔ کھلے اجلاس میں کوئی بحث نہیں ہوئی

مرحوم اسلام کے بڑے مجاہد سپاہی تھے ۔زبان اور قلم سے اسلام پر جس نے بھی حملہ کیا اس کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے آگے بڑھتا وہ وہی ہوتے ۔اللہ تعالی اس غازی اسلام کو شہادت کے درجات ومراتب عطا فرمائے ۔

(یادرفتگان ازسید سلیمان ندوی ۔مجلس نشریات اسلام ۔کراچی ۔ ۱۹۸۳ء۔ ص ۳۶۹۔ ۳۷۳)

محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

آپ فرماتے ہیں کہ میرا نام محمد ابراہم ولد حاجی قادر بخش میر ساکن سیالکوٹ پیشہ تدریس وزمین داری۔ آباء و اجداد کا وطن کنڈی (کشمیر) کے علاقہ میں تھا۔ الحمد اللہ کہ میری ولادت پابند شرع خاندان میں ہوئی۔ والدہ مرحومہ فرمایا کرتی تھیں کہ جس دن تم صبح کو پیدا ہوئے اس روز میرے والد (مولانا میر کے نانا جان) نے مجھے آکر فرمایا کہ رات کو خواب میں مجھے آنحضرت ﷺ نے گلاب کا پھول دیا ہے۔ میرے ددھیال اور ننھیال ہر دو عبادت گذار اور خدایاد تھے۔ والد ماجد کو خدا تعالی نے بے اندازہ مال و دولت کے ساتھ نعمت دینداری اور خاکساری بھی عطا کر رکھی تھی۔ والدہ ماجدہ اوصاف حمیدہ اور اخلاق فاضلہ میں اپنا جواب آپ تھیں۔ ایسے ماں باپ سے جنم و پرورش پا کر توحید و سنت کے گرویدہ اور علم و عمل میں پختہ اساتذہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ باوجود غائت درجے کے تنعم میں پرورش پانے کے اس تخمی وشکمی تاثیر اور مقدس فیض صحبت کے اثر سے بچپن ہی سے طبع کا میلان تصوف و دینی علم کی طرف تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ جہالت و بدعت کی ظلمت مجھ پر ایک دم کے لئے بھی نہ آسکی۔ چونکہ گھر میں آسودگی تھی اس لئے انگریزی سکول میں بٹھایا گیا۔ طبع کی ذہانت اور استدلال کی خوبی اور جواب کی برجستگی سے اقارب کی رائے اس پر تھی کہ لڑکا وکیل بنے گا یا مجسٹریٹ۔ سکول کے خارج کے وقت میں گھر میں قرآن شریف و مذہبی کتب کی تعلیم بھی جاری رہی۔ چنانچہ حضرت مولانا ابوعبداللہ عبیداللہ غلام حسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی توصیف مشکل ہے۔ جو تقوی و ذہانت ذکر و عبادت صورت و سیرت اخلاق و معاملات وقار وعظمت استغنا وسیرچشمی سخاوت وشفقت اور شیریں کلامی وحق گوئی میں نمونہ سلف تھے اور میری آنکھوں نے حضرت میاں صاحب دہلوی کے بعد ان جیسی جامعیت کا دوسرا شخص نہیں دیکھا) کے درس میں حاضری لازمی تھی۔ حتی کہ انہی حالات میں میں نے ۱۸۹۵ء میں انٹرنس یعنی میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ کالج میں داخل ہو کر ایک سال ایف اے کلاس میں بھی گزار لیا تھا کہ قائد ازلی نے یکایک میری باگ

کلیتہً دینی علوم کی طرف موڑ دی اور شوق اتنا غالب ہوتا گیا کہ میں کالج کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو گیا۔ میں نے سیدھا وزیر آباد (سیالکوٹ سے جانب مغرب ۲۷ میل) کا رخ کیا۔ وہاں جناب حافظ عبدالمنان صاحب محدث (جو ظاہری آنکھوں سے معذور تھے) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ سیالکوٹ تشریف لے چلیں اور میرے والد ماجد سے کہیں کہ وہ مجھے علم حدیث پڑھنے کی اجازت بخشیں۔ حافظ صاحب ممدوح میرے اس شوق و ذہانت کو بخوبی جانتے تھے بلکہ چاہتے تھے کہ میں ان سے علم حدیث پڑھوں اور حضرت والد صاحب مرحوم ان کی اور میرے استاد و مرشد جناب مولانا ابوعبداللہ غلام حسن صاحب سیالکوٹی سے بغایت عقیدت رکھتے تھے۔ حافظ صاحب میری گذارش سن کر میرے ساتھ سیالکوٹ تشریف لے آئے اور نماز عشا کے بعد مسجد میں بیٹھے ہوئے دیگر معتقدین کے حلقہ میں بغیر کسی تمہید کے جناب والد صاحب سے یوں گویا ہوئے۔ مستری جی۔ آپ بڑے بیٹے اللہ دتہ سے دنیا کی کھیتی لیتے ہیں۔ ابراہیم سے عاقبت کی کھیتی لیں اور مجھے دے دیں۔ والد مرحوم سیالکوٹ کے معزز اصحاب میں سے تھے۔ خدا جانے میرے انگریزی پڑھانے میں ان کو کیا کیا آرزوئیں اور امیدیں ہونگی۔ آپ نے ان سب کو دل ہی میں رکھ کر بغیر کوئی لفظ بولنے کے میرا دایاں بازو پکڑا اور حافظ صاحب کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ حافظ صاحب نے خوشی سے میری پیٹھ ٹھونکی اور فرمایا۔ بس بھائی اب تو راضی ہو گئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں جی۔ جسمانی باپ سے تو اجازت مل گئی ہے اب روحانی باپ یعنی مولانا (غلام حسن) صاحب سے بھی اجازت لے کر مجھے اپنے ساتھ وزیر آباد لے چلئے۔ مولانا صاحب اور حافظ صاحب آپس میں سمدھی تھے۔ حافظ صاحب فرمانے لگے وہ تو گھر کی بات ہے۔ اس میں کیا دیر لگے گی۔ خیر نہائت بے تابی سے گذری اور صبح کو درس قرآن اور ناشتہ سے فارغ ہو کر حافظ صاحب میرے ہمراہ جناب مولانا صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہنے لگے کہ ابراہیم مجھے دے دیجئے۔ مولانا (غلام حسن) صاحب بہت بامذاق تھے فرمانے لگے کیا ابراہیم کی بھی بانٹ ہوگی۔ میرا کیا اور آپ کا کیا؟ آپ کا اختیار ہے۔ حافظ صاحب اسی روز دس بجے کی ٹرین سے مجھے وزیر آباد لے آئے۔ میں ترجمہ قرآن اور تفسیر جلالین بلوغ المرام مشکوۃ جامع ترمذی مع رسائل صرف ونحو اور کتب نحو و بیان اور منطق و اصول فقہ کے سیالکوٹ میں حضرت مولانا (غلام حسن)

صاحب سے پڑھ چکا تھا۔ حافظ عبدالمنان صاحب نے پہلے صحیح مسلم اور الفیہ ابن مالک پھر صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد شرح نخبہ اور الفیہ عراقی شروع کرائی ۔ ۱۸۹۶ء کے ماہ ستمبر کی اکیسویں تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا کہ سبق شروع ہوئے ۔ میں نہ تو حافظ صاحب کے تبحر علمی کا اندازہ لگا سکتا ہوں اور نہ سبق کے وقت کی اپنی کیفیت بتا سکتا ہوں ۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اپنے وجدان میں ایک سبق پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ میں نے آج ایک مہینے کے سبق پڑھے ہیں اور جس روز میری قرائت کی نوبت ہوتی تھی ۔ حافظ صاحب ممدوح میرے سر سے اپنا سر جوڑ کر اور میری پشت پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر میری قرآت سنتے رہتے تھے۔ اس وقت اثنائے قرآت میں مجھ پر ایک عجیب کیفیت فیض قدسی کی طاری ہو جاتی تھی اور بعض وقت میرے سامنے عالم جو میں تیس کا ہندسہ بھی لکھا ہوا نظر آ جاتا تھا۔ الحمدللہ کہ بہت تھوڑے عرصہ میں جو کچھ مقدر تھا اس سے اپنا دامن بھر لیا۔ اس کے بعد چالیس سال سے زائد عرصہ مناظرہ و مدافعت اسلامی اور تبلیغ توحید وسنت اور تصنیف کتب اور تدریس وتذکیر کے کام میں بسر کر رہا ہوں ۔ میرے دل میں دنیا کمانے کا کبھی خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔ وجہ معاش کی صورت یوں ہے کہ والد صاحب کی زندگی میں تو مجھے کوئی فکر نہیں ہوسکتا تھا لیکن الحمدللہ کہ ان کے بعد بھی یہی صورت قائم ہے ۔ دسمبر ۱۹۱۴ء میں جناب والد صاحب فوت ہو گئے اور مجھے اپنے برادر بزرگ اور ہمشیرگان کے ساتھ جس قدر حصہ وراثت ترکہ میں ملا وہ خدا کے فضل سے اتنا وافر ہے کہ مجھے کوئی پیشہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ خدا کا بے محنت دیا ہوا رزق کھاتا ہوں اور اس کا دین اس کے بندوں تک پہنچاتا ہوں .... خدا نے مال دیا ہے تو اپنی خصوصی اور قیمتی اراضی زرعی میں سے ایک بیگہ میں جماعت اہل حدیث کے لئے عیدگاہ بنائی ہے اور اس میں پھلدار درختوں اور پھولوں کا باغ بھی لگوایا ہے ۔ حضرت والد مرحوم نے بصرف خاص جو دومنزلہ جامع مسجد اہل حدیث کے لئے بنائی تھی اسے نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے دوگنا کیا ہے ۔ الحمدللہ کہ یہ مسجد سیالکوٹ میں اول نمبر پر ہے اور منزل بالا میں عورتیں اور منزل زیریں میں مرد نماز پڑھتے ہیں ۔ داخل خارج کے راستے اور وضو کی جگہیں عورتوں اور مردوں کے لئے الگ ہیں ۔ یہ نقشہ حضرت والد صاحب مرحوم کا ایجاد کردہ ہے ۔ اب دوسرے شہروں کے اہل حدیث بھی اسی نقشہ کے مطابق مسجدیں بنوا رہے ہیں ۔

اسلامی مدافعت اور نصرت میں بہت سی مفید اور مقبول کتابیں تصنیف کی ہیں اور بہت سے طلبا کو علوم تفسیر و حدیث بھی مع ان کے خدام کے پڑھائے ہیں جو خدا کے فضل سے ملک پنجاب و ہندوستان کے دور و نزدیک کے بہت سے شہروں میں تعلیم و تدریس یا وعظ و تذکیر کی خدمات باحسن صورت انجام دے رہے ہیں۔ الحمدللہ۔ میرے اپنے اوقات عام طور پر دینی اشغال ذکر و عبادت تلاوت قرآن۔ تدریس و تعلیم تصنیف و مطالعہ کتب اور وعظ و تذکیر اور خلق اللہ کی بے عوض خدمات میں گذرتے ہیں اور بہت کم ہے کہ میرا کوئی وقت کسی لایعنی کام میں ضائع ہوا ہو۔ فالحمد للہ علی ذالک'

نیز فرماتے ہیں کہ مکہ معظّمہ کی زیارت خدا کے فضل سے کی ہے حرم کعبہ میں وعظ کی اجازت شریف مکہ سے مجھے ملی تھی۔ ایک دفعہ ۹۸ روز وہاں رہا۔ دوسری دفعہ پورے دس مہینے ۔ بیت المقدس حیفہ یافہ دمشق وغیرہ شہروں میں پھرا ہوں ۔ مفتی محمد عبدہ کی جماعت کے لوگ میرے پاس ہوٹل میں جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا آتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے تھے۔ میں خود سردار اہل حدیث (مولانا امرتسری) کا مشیر ہوں۔

حضرت حافظ عبدالمنان محدث سے کسب فیض کر کے مولانا ابراہیم عازم دہلی ہوئے اور سید نذیر حسین محدث کی خدمت میں حاضر رہ کر سند و اجازۃ سے مفتخر ہوئے وہاں سے فراغت کے بعد سیالکوٹ تشریف لائے اور یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ سلسلہ بعد میں آپ کی مصروفیات کے باعث کئی مرتبہ بند ہوا اور پھر جاری ہوا۔ انہوں نے ایک ماہانہ رسالہ الہدی کے نام سے جاری کیا اور ایک رسالہ الہادی کا اجرا بھی عمل میں لایا گیا۔ ان میں بڑے تحقیقی مضامین شائع ہوتے تھے تاہم یہ رسالے مستقل طور پر جاری نہ رہ سکے

ایک مرتبہ ماہ شعبان کے آخری دنوں میں آپ کی والدہ نے بیٹے سے اس تمنا کا اظہار کیا کہ رمضان کی نماز تراویح میں وہ قرآن مجید سنائیں۔ بیٹے نے ماں کی تمنا یوں پوری کی کہ وہ دن کو روزے کے ساتھ روزانہ ایک سیپارہ یاد کرتے اور تراویح میں سنا دیتے۔ اس طرح ایک مہینے میں پورا قرآن مجید یاد کر کے نماز تراویح میں سنا دیا۔

مولانا میر قرآنی علوم و معارف کے فاضل اور اسرار و رموز کے ماہر تھے۔ انہوں نے حالات کا جائزہ لے کر فارغ التحصیل اور ذہین علماء کے لئے قرآن کی روشنی میں

فرق باطلہ کی تردید کا تربیتی کورس شروع کیا۔ وہ برصغیر میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے دورہ مضامین قرآن کا آغاز فرمایا۔ بعد میں مولانا احمد علی لاہوری نے بھی قرآن اسی انداز میں پیش کرنے کے لئے لاہور میں دورہ تفسیر کی طرح ڈالی۔ وہ شرکاء درس پر بہت محنت فرماتے۔ ختم نبوت رد قادیانیت رد عیسائیت رد نیچریت پر مناظرانہ خطابات کرتے اور مجوسیوں یہودیوں آریہ سماجیوں سناتن دھرمیوں اور بدھوں کی خوب تردید کرتے۔

مولانا میر فرماتے ہیں . مدرسہ احمدیہ آرہ کے جلسہ میں ملک کے ہر گوشہ سے مقتدر علماء اہل حدیث جمع تھے جن کا شمار کم وبیش سو کے برابر تھا۔ ان میں سے اکثر ایسے تھے جن کی شب زندگی تمام ہونے کو تھی اور صبح صادق کی سفیدی ان کے نورانی افق سے نمودار ہو چکی تھی۔ اس لئے مجھ کم بصیرت کو کھٹکا ہوا کہ پندرہ بیس برس تک آسمان علم کے یہ روشن ستارے ٹوٹ جائیں گے لہذا ان کی موجودگی میں یہ وقت دماغی تفکر و تجویز کے لئے مبارک اور سعی عمل کے لئے باامن و پرسکون ہے۔ کوئی تجویز سوچ لینی چاہیے اور کوئی راہ عمل بنا لینی چاہیے تاکہ ان بزرگ ہستیوں کے بعد جماعت کو کسی نظام میں منسلک رکھا جائے۔ میں نے مولانا ثناء اللہ سے اس بات کا تذکرہ کیا جنہوں نے اخبار اہل حدیث میں اہل حدیث کانفرنس کی تحریک کی۔ اور مدرسہ احمدیہ کے سالانہ جلسہ پر بشمولیت کثیر التعداد علماء اہل حدیث کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد کانفرنس کے مقاصد کو تمام ہندوستان میں شائع کرنے کے لئے ایک وفد قرار پایا جس کے امیر عبدلعزیز رحیم آبادی مقرر ہوئے اور ان کی معیت میں دو خادم (خاکسار اور ثناءاللہ) شریک ہوئے یہ وفد محمد پور کواڑی ضلع دربھنگہ سے چلا اور راج شاہی سے ہوتا ہوا کلکتہ پہنچا پھر بنارس سے امرتسر اور لاہور پہنچا۔ میرے اس سفر میں پورے اڑھائی ماہ صرف ہوئے کیونکہ شروع میں مجھے مولوی ابوالقاسم کی معیت میں بہت دن الہ آباد اور بنارس میں بھی تبلیغی کام کرنا پڑا۔

مولانا اسحاق بھٹی بتاتے ہیں کہ ان دنوں لاہور میں جماعت اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے حضرات بہت کم تھے۔ پروفیسر عبدالقیوم کے نانا مولوی سلطان احمد اور والد منشی فضل الدین موچی دروازے میں رہتے تھے۔ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے اپنے مکان پر اہل حدیث حضرات کو جمع کیا اور حلقہ اہل حدیث کے نام سے ان کی تنظیم قائم کی جس کا صدر مولوی سلطان احمد کو بنایا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۰۶ء میں اس تنظیم کا نام حلقہ احباب اہل

حدیث رکھا گیا ۔۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء کو پنجاب کے مشہور اور جلیل القدر علمائے اہل حدیث کا اجلاس پروفیسر عبدالقیوم کے نانا اور والد نے اپنے مکان پر منعقد کیا ۔ان علماء میں محمد حسین بٹالوی ، احمد اللہ امرتسری، محمد علی لکھوی ،عبدالمنان وزیر آبادی،عطاء اللہ لکھوی ،محمد حسین لکھوی غلام حسن سیالکوٹی ،ثناء اللہ امرتسری ،عبدالاحد خانپوری اور محمد ابراہیم میر شامل تھے ۔ان سب حضرات کی رائے سے لاہور کی جماعت کا نام انجمن اہل حدیث رکھا گیا اور مسجد مبارک کا انتظام جو ۱۹۲۰ء میں تعمیر کی گئی تھی اب تک اسی انجمن کے سپرد ہے (سوانح مولانا میر)

اسی طرح صوبائی سطح پر نومبر ۱۹۲۱ء میں اعیان اہل حدیث پنجاب کا اجلاس ہوا اور صدر انجمن اہل حدیث صوبہ پنجاب کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی جس کا صدر مقام لاہور اور صدر مولانا امرتسری کو بنایا گیا مولانا سیالکوٹی مشیر منتخب ہوئے۔ بعد میں انجمن کے صدر مولانا عبدالقادر قصوری قرار پائے اور ناظم اعلیٰ مولانا امرتسری ہوئے ۔انجمن کے سلسلہ میں اعلان کرنے مولانا سیالکوٹی تھے اور انہی کے قلم سے تمام کاروائی شائع ہوئی تھی ‘

مولانا میر کہتے ہیں کہ اہل حدیث جماعت کے شعبہ تدریس کی نسبت یہ گزارش ہے کہ حاجی عبدالرحمٰن صاحب تاجر کی دکان پر بیٹھے ہوئے کسی نے اس امر کا تذکرہ کیا کہ اہل حدیث کانفرنس کی طرف سے کوئی مدرسہ بڑے پیمانے پرنہیں ہے۔ دہلی میں جتنے مدارس اہل حدیث کے زیر اہتمام ہیں ان کے طلبہ کی سکونت و تدریس زیادہ تر مساجد میں ہے ۔ چاہیے کہ ہماری ایک اعلیٰ درجہ کی عمارت ہو جس میں مدرسہ کی جمیع ضروریات پوری ہوں ۔اور بڑے پیمانے پر تدریس کا کام کیا جائے ۔ چنانچہ حاجی صاحب نے اس خدمت کے لئے ۵۰ ہزار روپیہ دینے کا وعدہ بدیں شرط کیا کہ میں (ابراہیم) خود دہلی میں قیام کرکے اس خدمت کی ذمہ داری لوں ۔..میں نے حاجی صاحب کی فرمائش کو منظور کرلیا۔اور ایک سال کے بعد حاجی صاحب نے ہماری امید اور اپنے وعدے سے بڑھ کر روپیہ خرچ کرکے ایک نہائت وسیع عمارت کھڑی کردی جس پر ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ خرچ کردیا۔ جب عمارت تیار ہوگئی تو حاجی صاحب نے مجھے اطلاع دی۔

پھر بتایا جاتا ہے کہ تعلیمی سال کے آخر میں مولانا ابراہیم نے تمام اساتذہ اور طلبا (مدرسہ دارلحدیث سیالکوٹ) سے فرمایا کہ اب یہ مدرسہ دہلی میں ہوگا۔لہذا شوال میں آپ لوگ دہلی آجائیں۔سب لوگوں نے ایسا ہی کیا .. اور مولانا ابراہیم مع طلبا و اساتذہ

(مدرسہ سیالکوٹ) اور کتب خانہ دہلی چلے گئے تھے۔ چونکہ دہلی کا یہ مدرسہ حقیقت میں سیالکوٹ کا منتقل شدہ مدرسہ دارالحدیث تھا اور دہلی کے مدرسہ کے بانی حاجی عبدالرحمٰن صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی شیخ عطاء الرحمان صاحب تھے اس لئے اس مدرسہ کا نام دارالحدیث رحمانیہ تجویز ہوا جو بہت پسند کیا گیا۔

مولانا میر فرماتے ہیں کہ ملک کے ہر گوشہ سے طلبہ مدرسہ رحمانیہ میں آنے لگے۔ یہ قبولیت یہاں تک پہنچ گئی کہ مدرسہ دیو بند اور امینیہ دہلی کے بعض فارغ التحصیل علماء بعض با مذاق اساتذہ کے اشارہ سے اس ہیچ مدان سے حجۃ اللہ اور تفسیر پڑھنے کے لئے اسی مدرسہ میں داخل ہوئے جن کی الگ جماعت بنائی گئی۔ اس طرح اس درس گاہ کی حیثیت ایک کالج کی ہوگئی. (اہل حدیث امرتسر ۵ اپریل ۱۹۲۹ء)

بعد میں کچھ عرصہ بعد مولانا سیالکوٹ چلے آئے اور بعض ناگزیر حالات کی بنا پر دوبارہ دہلی نہ جا سکے۔

جماعتی سرگرمیوں کے علاوہ مولانا میر سیاست میں بھی حصہ لیتے تھے جیسا کہ مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ ' مولانا ثناء اللہ کی سعی و تجویز سے ۱۹۱۹ء کے آخر میں ہندوستان کے علماء کی تنظیم جمعیت علماء ہند قائم ہوئی تو مولانا سیالکوٹی اس میں شامل تھے اور اسی دور میں انہوں نے ملک کی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تھا۔ سیاسی اعتبار سے وہ ملک کا پر آشوب اور نازک دور تھا۔ اس دور میں افق ہند پر بہت سے اہم مسائل ابھر آئے تھے جن کے حل کے لئے علماء سے رہنمائی حاصل کرنا ضروری قرار پایا تھا۔ مثلاً مسئلہ ہجرت۔ مسئلہ خلافت، ترک موالات، انگریزوں کے سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں اور عدالتوں کا بائیکاٹ اور ولائتی مال کے بجائے ملکی مصنوعات کا فروغ و استعمال وغیرہ اہم امور تھے جن کے بارے میں علماء سے رائے لینا اور شرعی نقطہ نظر معلوم کرنا ضروری تھا۔ مولانا سیالکوٹی کا شمار چونکہ اس عہد کے اجل علماء میں ہوتا تھا اس لئے ان مجالس میں ان کی شمولیت کو لازمی سمجھا جاتا تھا جن میں اس قسم کے مسائل زیر بحث آتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ ملکی سیاست میں جمعیت علماء ہند کانگریس کی ہم نوا ہوگئی۔ مولانا ابراہیم کو اس سے اتفاق نہ تھا چنانچہ انہوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ مل کر جمعیت علمائے اسلام قائم کر لی۔ یہ نئی جمعیت کلکتہ میں قائم کی گئی تھی اس کا صدر مولانا عثمانی کو اور

نائب صدر مولانا سیالکوٹی کو بنایا گیا ' متحدہ ہندوستان میں اس کا ایک ہی اجلاس ہوا جو اس نواح میں پہلا بھی تھا اور آخری بھی ۔ یہ اجلاس کلکتہ میں ہوا جس کی صدارت مولانا ابراہیم نے کی ۔ کیونکہ مولانا عثمانی علالت کے باعث اس میں شریک نہیں ہوئے تھے ۔

مولانا میر نے تحریک آزادی میں بہت قابل قدر خدمات انجام دی ہیں ۔ شاہ اسماعیل شہید کے قافلہ کے مجاہدین کے ساتھ بقول مولانا ساجد میر سیالکوٹی ان کا گہرا رابطہ تھا جن کے لئے وہ پنجاب سے امدادی رقوم بھی فراہم کیا کرتے تھے ۔ سیالکوٹ کی مقامی سیاست میں بھی وہ عملی حصہ لیتے تھے اور اس زمانے میں میونسپل کمشنر ہوئے جب یہ ایک بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا ۔ (سوانح مولانا میر ۔ ص ۹۷ ـ ۹۸)

مولانا محمد میاں صاحب نے انڈیا آفس لندن میں موجود ریکارڈ کی بنا پر ریشمی خطوط سازش کیس کو تحریک شیخ الہند کے نام سے مرتب کیا ہے ۔ اس کتاب کے مطابق اس تحریک میں جو افراد لیفٹیننٹ جنرل تھے ان میں عبدالکریم رئیس المجاہدین ۔ عبدالعزیز رحیم آبادی ، حافظ عبداللہ غازی پوری ، ابوالکلام آزاد اور عبدالقادر قصوری شامل تھے ۔ جو لوگ میجر جنرل تھے ان میں محمد بشیر رئیس المجاہدین ۔ محمد علی قصوری ۔ ثناء اللہ امرتسری اور سید سلیمان ندوی شامل تھے ۔ کرنیلوں کی فہرست میں ولی محمد فتوحی والے مولوی عبدالحق لاہوری ۔ اور مولانا محمد ابراہیم میر شامل تھے ۔ مولانا میر کے متعلق اس کتاب میں لکھا ہے

. ابراہیم مولوی آف سیالکوٹ پسر مستی قادر بخش سکنہ سیالکوٹ مشہور اور نہائت بااثر اور متعصب وہابی مبلغ ہندوستان میں سفر کرتا رہتا ہے اور وہابیوں کے جلسوں میں دوسرے فرقوں سے مناظروں کے دوران نہائت پر جوش تقریریں کرتا ہے اس لئے اس کی ہر وقت مانگ رہتی ہے ۔ ظفر علی کا کٹر حامی ہے اور ثناء اللہ امرتسری کا ساتھی ۔ اور مولوی عبدالرحیم عرف بشیر احمد اور عبداللہ پشاوری کتب فروش کا ساتھی ہے ۔ جنگ طرابلس اور بلقان اور کان پور کی مسجد کے واقعہ پر اس نے سیالکوٹ میں کافی بے چینی اور شورش پھیلا دی تھی . (تحریک شیخ الہند ۔ محمد میاں ۔ ۱۹۸۸ء ص ۳۸۷)

مولانا ابراہیم تحریک ختم نبوت کے نہائت سربرآوردہ ارکان میں شمار ہوتے تھے اور ان کی حیثیت اس تحریک میں شامل باقی بزرگوں سے اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ جس طرح مولانا محمد حسین بٹالوی وہ شخص ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کا دعوی مسیحیت منظر عام

پر آتے ہی ان کا سب سے پہلے تعاقب شروع کر دیا تھا مولانا سیالکوٹی وہ شخص ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو ان کی حیات دنیوی کے آخری روز اور آخری ساعتوں میں پیغام حق پہنچانے کی کوشش کی اور انہیں ان کی زندگی کا آخری چیلنج بھی دیا جس کا جواب وہ اپنے ذمے ادھار لے کر اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے ۔

آپ کم وبیش ۹۰ کتابوں کے مصنف ہیں اورآپ نے قرآن مجید کی کئی ایک صورتوں کی تفسیر لکھی ہے ۔سورۃ فاتحہ کی تفسیر واضح البیان کے نام سے لکھی ۔اتنی بسیط اور مفصل تفسیر اس سورۃ کی برصغیر کے کسی اور عالم نے نہیں لکھی ۔سورۃ کہف کی بڑی مفصل تفسیر لکھی جس میں اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا قصہ بڑی تحقیق سے لکھا

مولا ابراہیم میر ایک کامیاب مناظر بھی تھےاورآپ نے مرزائیوں اور آریوں سے کامیاب مناظرے کیئے ۔ایک مناظرہ مونگ ضلع گجرات (پنجاب) میں ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو ہوا ۔اس میں آپ کے مقابل مولوی محمد یار مرزائی تھے مسئلہ حیات مسیح زیر بحث تھا۔ مولانا میر مدعی حیات تھے ۔ انہوں نے حدیث پیش کی جس میں ذکر ہے کہ مسیح دنیا میں آکر تبلیغ کریں گے پھر فوت ہوکر مقبرہ رسالت میں دفن ہوں گے ۔(ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں . آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا۔وہ میں ہی ہوں . (کشتی نوح ۔منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۶۳) نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں . اور (حدیث میں موجود رسول اللہ ﷺ کی) یہ پیش گوئی کہ مسیح موعود بعد وفات کے آنخضرت ﷺ کی قبر میں داخل ہوگا ۔اس کے معنی یہ کرنا کہ نعوذ باللہ آنخضرت ﷺ کی قبر کھودی جائے گی ۔ یہ جسمانی خیال کے لوگوں کی غلطیاں ہیں ..اس کے معنی یہ ہیں کہ مسیح موعود مقام قرب میں آنخضرت ﷺ سے اس قدر ہوگا کہ موت کے بعد وہ اس رتبہ کو پائے گا کہ آنخضرت ﷺ کے قرب کا رتبہ اس کو ملے گا اوراس کی روح آنخضرت ﷺ کی روح سے جا ملے گی ۔گویا ایک قبر میں ہیں . (حقیقۃ الوحی ص ۳۲۶ ۔خزائن ج ۲۲)۔ اس سلسلے میں صحیح رائے یہ ہے کہ یہاں قبر بمعنی مقبرہ ہے اور عربوں کے ہاں اس کا استعمال ہوتا ہے جیسا کہ عن عبد اللہ بن مسعود قال ادفنونی فی قبر عثمان بن مظعون (مسند ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز۔ منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۶۴) اور عن عائشہ قالت قلت یا رسول اللہ انی اری انی اعیش بعدک فتاذن ان ادفن الی جنبک فقال

و انی لی بذالک الموضع ما فیه الا موضع قبری و قبر ابی بکر و عمر و عیسی بن مریم (کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد جلد ۶ ص ۵۷ منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۶۴)
کہ حضرت عائشہ نے آپ ﷺ سے اجازت چاہی کہ مرنے کے بعد آپ ﷺ کے پاس دفن ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا اس میں اختیار نہیں کیونکہ اس جگہ میری ابوبکر عمر اور عیسی بن مریم کی قبروں کے سوا اور جگہ ہی نہیں ۔ گویا حدیث میں فی قبری سے مراد میری قبر کے پاس ہے ۔ جیسا کہ خود مرزا صاحب کہتے ہیں

. ممکن ہے کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو .(ازالہ اوہام طبع دوم ص ۱۹۶ منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۶۴)

اور فرمایا کہ مرزا صاحب نے اس حدیث کو کئی مقامات پر اپنے دعوی کی دلیل بنایا ہے اس لئے اس پر تنقیدی بحث کرنا مرزائیوں کا حق نہیں ہے ۔ وہ مقامات مولانا نے پڑھ کر بھی سنائے ۔ (من جملہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳) ۔ مرزائی مناظر اس کے جواب میں تنگ آ گیا ۔ کبھی کہے کہ یہ حدیث ابن جوزی کی ہے جو صحیح نہیں ہے کبھی کہے کہ اس کے وہ معنے نہیں جو تم مراد لیتے ہو اور ان معنی سے صحیح ہے جو مرزا صاحب لیتے ہیں ۔ مولانا نے فرمایا حدیث کی صحت تو سند کے اعتبار سے ہوتی ہے معنی تو ہر فریق الگ کر سکتا ہے ۔ معنی کی تشریح کو صحت حدیث میں دخل نہیں ۔ اسی ضمن میں مرزائی مناظر نے آئت فلما توفیتنی پیش کی ۔ اور اس سے حضرت عیسی کی وفات کا ثبوت دینا چاہا ۔ مولانا نے فرمایا اس آئت میں روز قیامت کا واقعہ ہے اور ہم مانتے ہیں کہ روز قیامت سے پہلے حضرت عیسی فوت ہو چکے ہوں گے ۔ اس لئے یہ آئت ہماری پیش کردہ حدیث کے موافق ہے ۔ مرزائی مناظر ایسے گھبرائے کہ آئت و لکم فی الارض مستقر و متاع الی حین میں لکم کو مبتدا کہنے لگے جس سے اہل علم بہت محظوظ ہوئے ۔ سوا تین گھنٹوں کی گفتگو کے بعد پہلا مباحثہ ختم ہوا ۔ دوسرا مباحثہ ختم نبوت پر تھا اور اس میں مرزائی مناظر مولوی غلام رسول راجیکی مدعی تھے ۔ انہوں نے بتایا کہ ختم نبوت سے خدائی فیض بند ہونا لازم آتا ہے ۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خدا سوروں اور کتوں کی نسل تو بند نہ کرے مگر نبوت بند کردے ۔ پھر بتایا کہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ براہ راست نبی نہیں آئیں گے ۔ ہاں آپ ﷺ کے اتباع میں آئیں گے ۔ مولانا ابراہیم نے فرمایا کہ آپ کی یہ تاویل مرزا

صاحب کی تصریحات کے خلاف ہے۔مرزا صاحب نے کئی جگہوں میں تصریح سے لکھا ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جو نبوت کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے۔اسی ضمن میں مرزائی مناظر نے کہہ دیا کہ آنے والے مسیح کے حق میں بھی یہی آیا ہے کہ وہ تمہارا امام ہوگا۔اس پر مولانا نے مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام نکال کر دکھائی کہ مرزا نے جو بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بل ھو اما مکم منکم یہ بل ھو بخاری میں دکھا دیں تو میں مان جاؤں گا۔مگر مرزائی مناظر نہ دکھا سکے۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۰ ص ۸)

اکتوبر ۱۹۲۹ میں آریہ سماج والوں کا گجرات (پنجاب) میں جلسہ تھا جس میں انہوں نے مسلمانوں کو تبادلہ خیالات کی دعوت دی۔ حافظ عنائت اللہ وزیر آبادی کہتے ہیں کہ میں نے مولوی ابراہیم صاحب کو دعوت دے کر آریوں سے بات چیت کا آغاز کر دیا۔پھر شرائط مناظرہ میں اختلاف ہو کر مناظرہ رک گیا۔ تاہم میں نے مولانا موصوف کو اطلاع دی کہ اگر چہ مناظرہ رک گیا ہے مگر آپ بہر حال تشریف لے آئیں۔ وہ حسب استدعا تشریف لائے اور میں نے انہیں ایک مخفی جگہ ٹھہرایا۔ جلسہ کے آخری روز مغرب کی اذان تیار تھی کہ آریہ نے اطلاع دی کہ آپ کی پیش کردہ شرائط پر مناظرہ منظور ہے اور آج ہی رات پہلے آپ کا وقت ہے۔مسلمان حیران ہوئے کہ وقت بہت تنگ ہے اب کیا کیا جائے۔ کوئی انتظام نہیں ہو سکتا۔ ادھر میں نے جلسے میں اسلامی سٹیج لگوا دیا اور ضروری کتابیں رکھوا دیں۔عین وقت پر مولانا ابراہیم سٹیج پر تشریف لائے تو لوگ حیران رہ گئے۔اور ایسا شاندار مناظرہ ہوا کہ دھاک بیٹھ گئی۔ آریہ صدر جلسہ نے مولانا کے طرز بیان کی تعریف کی اور آریہ مناظر کچھ دنوں بعد مسلمان ہو گیا۔ (الجسر البلیغ۔ص ۶۹)

مولانا میر کے تلامذہ میں مولانا محمد اسماعیل سلفی،مولانا عبدالمجید سوہدروی، حکیم صادق سیالکوٹی،مولانا حافظ محمد شریف سیالکوٹی،مولانا عبداللہ ثانی،مولانا عبدالعزیز اوکاڑوی مولانا محمد صدیق فیصل آبادی، حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، مولانا معین الدین لکھوی مولانا ابو حفص عثمانی وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کی وفات ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء کو ہوئی اور حافظ محمد عبداللہ روپڑی نے جنازہ پڑھایا۔

کارکنان تحریک ختم نبوت

چونکہ یہ کتاب تحریک ختم نبوت پر ہے اس لئے ہمارا ارادہ تھا کہ شمع نبوت کے ان پروانوں کی ایک فہرست مرتب کریں جنہیں مرزا غلام احمد کی زندگی میں ردقادیانیت کے محاذ پر کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہمیں دشواری یہ پیش آ رہی ہے کہ ہمارے پاس ایسا لٹریچر موجود نہیں ہے جس سے پتہ چلتا ہو کہ کس کس مقام پر کون کون موجود تھا۔ مثلاً ہمیں اتنا تو معلوم ہے کہ جب مرزا صاحب ۱۸۹۱ء میں دہلی گئے تو وہاں ہزاروں افراد نے مختلف طریقوں سے مرزا صاحب کے عقائد ونظریات سے نفرت کا اظہار کیا تھا لیکن اگر ہم نام بنام ایسے لوگوں کا ذکر کرنا چاہیں تو پچیس تیس افراد سے آگے بات نہیں بڑھتی۔ اسی طرح ہمیں اتنا تو معلوم ہے کہ اگست ۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی شاہ اور دیگر علماء کرام کی لاہور آمد کے موقع پر تحریک کے ہزاروں کارکن وہاں جمع ہو گئے تھے لیکن اگر ہم نام بنام ان بزرگوں کا ذکر کرنا چاہیں تو چالیس پچاس سے آگے بات نہیں بڑھتی۔ ان حالات میں کارکنوں کی مکمل فہرست مرتب کرنا ہمارے بس کی بات نہیں لیکن ہمیں یقین ہے کہ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کا مکمل ریکارڈ اللہ تعالی کے پاس محفوظ ہے اور ہمیں امید ہے کہ اس دور کے تمام کارکن اللہ تعالی کے دربار سے قیامت کے روز اپنی خدمات کا اجر پائیں گے۔ انشاء اللہ

قادیانیوں اور مسلمانوں کے متداول لٹریچر سے جتنے کارکنان تحریک ختم نبوت در حیات مرزائے قادیان کے نام ہمیں معلوم ہو سکے ہیں ان کی ایک مختصر سی فہرست (جو حقیقی فہرست کا عشر عشیر بھی نہیں ہے) ذیل میں پیش کی جا رہی ہے۔

۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد نے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا تو ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء کو لاہور سے محمد حسین بٹالوی کے مکتوب بنام مرزا صاحب سے تحریک ختم نبوت کا آغاز ہو گیا۔ اس خط وکتابت (جسے ہم کسی جگہ درج کر چکے ہیں) کے دوران تین چار ماہ کی سرگرمیوں نے کارکنان تحریک کے طور پر جو نام سب سے پہلے نمایاں کئے وہ یہ ہیں

☆ سید نذیر حسین دہلوی ۔محمد حسین بٹالوی ۔عبد الجبار غزنوی ۔ محی الدین عبد الرحمٰن لکھوی ۔عبد الحق غزنوی۔ محمد حسن رئیس لدھیانہ۔ رشید احمد گنگوہی۔ شیخ عبید اللہ تبّتی۔ عبدالعزیز لدھیانوی۔ غلام دستگیر قصوری۔ مولوی عبداللہ لدھیانوی۔ محمد لدھیانوی۔ مشتاق احمد لدھیانوی شاہ دین لدھیانوی ۔محمد اسماعیل علی گڈھی۔

☆ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے سید نذیر حسین محدث کے ساتھ دہلی میں اشتہار بازی شروع کی تو چند اور افراد ہمارے سامنے آتے ہیں جن میں عبد المجید دہلی (مرزا نے لکھا ہے کہ مولوی عبد المجید ساکن دہلی نے اپنی کتاب بیان للناس میں میرا ذکر کر کے اور بالمقابل اپنے کو رکھ کر مباہلہ کے طور پر بددعا کی تھی ۔ تتمہ حقیقۃ الوحی ۔خزائن ج ۲۲ص ۵۹۷) ۔ عبد الحق مئولف تفسیر حقانی ۔ حاجی محمد احمد سوداگر دہلی ۔محمد بشیر سہسوانی ۔نواب سعید الدین لوہارو۔ سید بشیر حسین انسپکٹر پولیس ۔نواب سید سلطان مرزا۔ عباس علی لدھیانوی شامل ہیں۔

☆ ۱۸۹۲ء میں مرزا صاحب نے لاہور میں ایک مباحثہ کیا اور اس کے بعد انہوں نے مختلف شہروں کا سفر کیا۔ اس زمانے میں عبد الحکیم کلانوری ۔ ماسٹر فتح دین جالندھری۔ حاجی بدر دین جالندھری اور قاضی محمد سلیمان تحریک کے کارکنوں کے طور پر متعارف ہوئے

☆ محمدی بیگم والے معاملے میں محمدی بیگم ۔اس کا باپ احمد بیگ ۔ محمدی بیگم کا خاوند سلطان محمد اور مرزا غلام احمد کے سمدھی مرزا علی شیر بیگ تحریک کے کارکنوں کے طور پر متعارف ہوئے۔

☆ ۱۸۹۲ء میں فتوی تکفیر مرزا جاری ہوا۔(مرزا صاحب نے یہ فتوی پڑھ کر فرمایا تھا کہ میری . اس تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے مگر دوسرے مولویوں کا یہ گناہ ہے کہ انہوں نے اس نازک امر تکفیر میں اپنی عقل اور اپنی تفتیش سے کام نہیں لیا۔ بلکہ نذیر حسین کے دجالانہ فتوی کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا بغیر کسی تحقیق و تنقیح کے ایمان لے آئے ہیں (انجام آتھم) یہ فتوی ہندوستان میں اولین متفقہ فتوی تکفیر مرزا تھا۔فتوی پوچھنے والے محمد حسین بٹالوی تھے اور سید نذیر حسین مفتی تھے ۔ درج ذیل علماء نے فتوی کی تصدیق فرما کر اپنا نام تحریک ختم نبوت کے کارکنوں میں لکھوایا۔

دہلی و آگرہ و حیدر آباد و بنگال سے حفیظ اللہ خان، محمد عبد الجبار عمر پوری، سید احمد حسن دہلوی کلکٹر، اسحاق بن عبد الرحمٰن عربی ، محمد بن حسن بن احمد عربی، ابو عبد المنان محمد

عبدالرحمٰن، سید محمد ابو الحسن، سید محمد عبدالسلام، سید احمد شاہ پوری، محمد فقیر اللہ الکٹھوی شاہ پوری محمد یوسف، قادر علی، محمد حسین پٹیالوی، عبدالکریم، محمد کرامت اللہ، محمد یحیٰ ابوالحسنات، محمد الطاف حسین، محمد زکریا، ابو الفضل محمد عبدالرحمٰن، ابوالفضل محمد نصیرالدین، ابومحمد عبدالعزیز، محمد بنیامین خان، محمد عیسیٰ، ابومحمد ثابت علی، ابو اسماعیل یوسف خان پوری، محمد سراج الدین، محمد مسعود دہلوی سجادہ نشین نقشبندیہ، حبیب احمد، فتح محمد فتح پوری مدرس دہلی، محمد امان اللہ، عبد القادر، محمد عثمان، ابومحمد عبدالحق حقانی

کان پور و علی گڈھ سے محمد لطف اللہ، محمد عثمان، محمد اسماعیل، محمد ایوب

بنارس و اعظم گڈھ سے حکیم محمد حسین بنارسی، محمد عبدالرحمٰن (امام جامع اہل حدیث بنارس)، محمد عبدالمجید، حیات محمد، محمد عبدالقادر، عبدالغفور، ولی اللہ، شہیدالدین احمد

آرہ و غازی پور و مہدانواں سے ابوالخیر محمد ضمیرالحق آروی، الفت حسین، محمد اسماعیل، وصیت علی، محمد ابراہیم آروی، عبدالغفار، حافظ عبداللہ غازی پوری، ابوعبدالودود ادریس۔

رحیم آباد ضلع دربھنگہ ترہت سے عبدالعزیز رحیم آبادی، عبد الرحیم رحیم آبادی۔

بھوپال سے محمد بشیر سہسوانی، سلامت اللہ جیراج پوری، شیخ حسین بن محسن

لودھیانہ سے مشتاق احمد، نورمحمد، عبدالقادر، قربان علی لکھنوی۔

امرتسر سوجان پور سے غلام مصطفیٰ، عبدالغنی، غلام رسول حنفی، غلام اللہ قصوری، غلام رسول (امام مسجد میاں جان محمد)، غلام محی الدین، محمد ادریس ابو محمد اسماعیل جنجھانوی، حشمت علی، ابوعبید احمد اللہ، عبدالجبار بن عبداللہ غزنوی، احمد بن عبداللہ غزنوی، عبدالصمد (برادر عبدالحق غزنوی)، ابوادریس عبدالغفور بن محمد بن عبداللہ غزنوی، عبدالواحد بن عبداللہ غزنوی، عبدالرحیم بن عبداللہ غزنوی، عبدالحق غزنوی۔

لاہور سے غلام محمد بگوی (امام شاہی مسجد)، نوراحمد (امام مسجد انارکلی)، غلام احمد مدرس مدرسہ نکودر، غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ، محمد عبداللہ ٹونکی (مدرسہ عالیہ پنجاب یونیورسٹی)، محمد، رحیم بخش (مصنف سلسلہ تعلیم الاسلام)

بٹالہ سے سید ظہورالحسن سجادہ نشین بٹالہ، امام الدین بٹالوی، سید محمد صادق ولد مولوی گل علی شاہ، محمد ابراہیم (امام مسجد جامع بٹالہ)، ابوالحسن محمد حسین (برادر مفتی صادق قادیانی

) محمد فخر الدین گجراتی وارد بٹالہ، احمد علی بٹالوی مدرس مدرسہ اسلامیہ بٹالہ۔

پٹیالہ سے محمد اسحاق واعظ ومفتی شہر پٹیالہ و پروفیسر عربی مہندر کالج، حافظ غلام مرتضی پروفیسر فارسی مہندر کالج، کرامت اللہ مولوی فاضل۔ غلام محمد، حشمت اللہ سنوری، طالب علی لاہوری مقیم پٹیالہ، حافظ عظیم بخش سکنہ بنگی مقیم پٹیالہ، عبدالعزیز محدث رئیس موضع کوم ضلع لدھیانہ حافظ سید محمد عنائت علی، امام دین حسین پروفیسر اورئینٹل ڈیپارٹمنٹ مہندر کالج۔

لکھوکے سے عبدالرحمٰن محی الدین، حافظ محمد، محمد حسن بن حافظ محمد۔

علاقہ پشاور سے سید اکبر شاہ حنفی قادری، قاضی احمد پشاوری، نور محمد مدرس مسجد قائم علی خان، حافظ عبدالحکیم قادری، سید محمد واعظ مسجد گنج بن حافظ محمد عظیم، محمد ایوب حنفی پشاوری، مسعود خلف مفتی برکت اللہ، قاضی عبدالقادر، ملا محمد بشیر سوات، ملا محمد منیر، ملا الهداد۔ ملا نصیر بٹ گرام، ملا معز الدین، ملا وجیہ الدین، ملا اسماعیل اوڈی گرام سوات، ملا بشیر محمد قاضی عبدالخالق ماجور، ملا فصیح الدین یوسف زئی، رحمت اللہ۔

ہزارہ و راولپنڈی سے عبدالاحد خان پوری، محمد خان پوری، محمد بن سالم مکرانی، تاج دین گجراتی پنجابی، قاضی محسن الدین، ہدائت اللہ (امام مسجد موحدین راولپنڈی)، حافظ عبدالہادی شاہ پوری

علاقہ جہلم سے احمد دین دریالوی، ابوعبدالبصیر میر حمزہ ہزاروی، فقیر محمد ایڈیٹر سراج الاخبار، عبدالودود، سلطان محمود جہلمی۔

علاقہ گجرات سے عبدالرحمٰن موضع دیونہ، فضل الدین گجراتی، ابوالفیض محمد حسن حنفی از بہیں تحصیل چکوال۔

سیالکوٹ سے ابوعبداللہ عبیداللہ معروف بمولوی غلام حسن۔

وزیرآباد سے حافظ عبدالمنان، جلال الدین، محمد عبدالقادر سخانوی، محمد محی الدین نظام آبادی، محمد شاہ دین سوہدروی، عبداللہ پسروری، عبدالعظیم پسروری، عبدالکریم پسروری حافظ محمد گوہرنوکھری۔

کپورتھلہ سے محمد اشرف علی سلطان پوری، امام الدین کپورتھلوی، عبدالقادر بیگووال، غلام محمد مدرس فارسی

دیوبند و سہارن پور سے خلیل احمد مدرس دوم مدرسہ عربی دیوبند، عزیز الرحمٰن

دیو بندی، محمود دیو بندی معروف مولوی محمد حسن، رشید احمد گنگوہی، عبدالرحمٰن۔محمود حسن، محمد حسن، بشیر احمد، محمد جان علی، محمد گل، محمد اسماعیل بیگ۔

مراد آباد سے محمد حسن مراد آبادی، محمد احتشام الدین مراد آبادی۔

ضلع پٹنہ سے محمد شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی، نور احمد عظیم آبادی، محمد اشرف علی ڈیانوی عظیم آبادی، محمد عبداللطیف، علی نعمت پھلواروی۔

کان پور و لکھنو سے محمد احمد حسن مدرس مدرسہ عالیہ اسلامیہ، محمد صدیق دیو بندی محمد عادل، محمد عبد لغفار لکھنوی، محمد اشرف علی

☆ ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب نے مباہلے کیلئے ایک چیلنج کیا جس کے مخاطب یہ لوگ تھے۔

محمد حسین بٹالوی، محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی، عبدالجبار غزنوی، عبدالحق غزنوی، محمد علی واعظ بھوپڑی، ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ، منشی سعد اللہ لدھیانہ (سعد اللہ کی ایک کتاب کا نام مرزا نے بتایا ہے کہ شہاب ثاقب بر مسیح کاذب ہے۔ اس کتاب سے دو شعر بھی نقل کئے ہیں جو یہ ہیں

اخذ یمین وقطع وتین است بہر تو بے رونقی وسلسلہ ہائے مزوری

اکنوں باصطلاح شما نام ابتلاء است آخر بروز حشر وبایں دار خاسری

ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۴۴۷۔۴۴۸ خزائن جلد ۲۲)۔

منشی محمد عمر لدھیانہ، محمد حسن رئیس لدھیانہ، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، پیر حیدر شاہ وزیر آبادی، میاں محمد اسحاق پٹیالوی شامل ہیں۔ ان میں کچھ حضرات پہلے سے تحریک کے نمایاں کارکن تھے اور کچھ نئے لوگ تحریک کے حلقوں میں متعارف ہوئے۔

☆ مولانا بٹالوی کے ایک خط بنام مرزا صاحب میں تحریک ختم نبوت کے درج ذیل کارکنوں کے نام ملتے ہیں

محمد فیض الدین قادری، احمد علی، محمد اعظم، شیخ امیر بخش، حافظ غلام قادر، نبی بخش ذیل دار بٹالہ، برکت علی، محمد اسحاق ولد قاضی نور احمد، شیخ محمد واعظ اسلام نقشبندی، محمد ابراہیم امام جامع مسجد، حکیم عطا محمد، علی محمد، محمد احمد اللہ، شمس الدین، محمد علی تھانہ دار پنشنر، حسین بخش اپیل نویس۔ (دافع الوساوس ص ۳۱۹۔خزائن ج ۵)

☆ مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں مسلمانوں کو مباہلے کا چیلنج دیا تو ان کے مخاطب

درج ذیل علماء تحریک ختم نبوت کے کارکنوں میں (اگر پہلے سے فہرست میں موجود نہ تھے تو اس موقع پر) شامل ہو گئے۔

سید نذیر حسین دہلوی۔ شیخ محمد حسین بٹالوی۔ عبدالحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری۔ رشید احمد گنگوہی۔ عبدالحق مئولف تفسیر حقانی۔ عبدالعزیز لدھیانوی۔ محمد لدھیانوی۔ محمد حسن رئیس لدھیانہ۔ سعد اللہ نومسلم لدھیانہ۔ احمد اللہ امرتسری۔ ثناء اللہ امرتسری۔ غلام رسول عرف رسل بابا۔ عبدالجبار غزنوی۔ عبدالواحد غزنوی۔ عبدالحق غزنوی۔ محمد علی بوپڑی واعظ۔ غلام دستگیر قصوری۔ عبداللہ ٹونکی۔ اصغر علی لاہور۔ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی۔ محمد بشیر بھوپالی۔ محمد ابراہیم آرہ۔ شیخ حسین عرب یمانی۔ محمد حسن مئولف تفسیر امروہہ۔ احتشام الدین۔ محمد اسحاق اجراوری۔ عین القضاۃ لکھنو فرنگی محل۔ محمد فاروق کان پور۔ عبدالوہاب کان پور۔ سعید الدین کان پور۔ حافظ محمد رمضان پشاوری۔ دلدار علی مسجد دائرہ الور۔ رحیم اللہ مدرسہ اکبر آباد۔ ابوالانوار محمد رستم علی خان چشتی۔ عبدالمئوید امروہی۔ مالک رسالہ مظہر الاسلام اجمیر۔ محمد حسین کوئلہ والہ دہلی۔ احمد حسن شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ۔ نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھ ضلع سہارن پور، احمد علی سہارن پور، عبد العزیز دینا نگر، قاضی عبدالاحد خان پوری، احمد رام پور ضلع سہارن پور، محمد شفیع رام پور ضلع سہارن پور، فقیر اللہ نصرت الاسلام بنگلور محمد امین بنگلور، قاضی عبدالقدوس بنگلور، محمد ابراہیم ویلورہی بنگلور، عبدالقادر پیارم پیٹی بنگلور، محمد عباس ساکن دانمباری بنگلور، گل حسن میرٹھ، امیر علی شاہ اجمیر، احمد کنجپوری حال دہلی خاص جامع مسجد، محمد عمر فراشخانہ دہلی، مستعان شاہ سانبھر جیپور، حفیظ الدین دوجانہ ضلع رہتک، فضل کریم نیازی غازی پور زمینا، حاجی عابد حسین دیوبند

☆ مرزا صاحب نے اپنے خلاف کام کرنے والے نو افراد کے نام انجام آتھم میں لکھ کر انہیں شریر اور مفسدین فی الارض قرار دیا ہے اور کئی صفحات پر ان کی شان میں قصیدے کہے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نو افراد ۱۸۹۶ء کے گردو پیش تحریک ختم نبوت میں بہت سرگرم تھے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں

غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری، محمد اصغر علی، نذیر حسین دہلوی ، عبدالحق دہلوی، عبداللہ ٹونکی، احمد علی سہارن پوری ، سلطان الدین جے پوری، محمد حسن امروہی ، رشید احمد گنگوہی

مرزا صاحب نے محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ تو ان کا سردار ہے اور امام

المستکبرین ۔ و رئیس المعتدین ۔ و راس العادین ہے

☆ شیخ فتح محمد اہل حدیث گجراتی نے محمد حسین بٹالوی کے ساتھ ایک مرحلہ پر کام کر کے تحریک ختم نبوت کے کارکنوں میں اپنا نام لکھوایا۔

☆ مرزا صاحب کے مجموعہ اشتہارات جلد سوم کے صفحات ۳۲۵ تا ۳۴۱ پر ایک اشتہار اور اس کا ضمیمہ درج ہے ۔اس اشتہار کا عنوان یوں ہے

. پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی جو سخت مکذب ہیں ان کے ساتھ ایک طریق فیصلہ مع ان علماء کے جن کے نام ضمیمہ اشتہار ہذا میں شامل ہیں .

یہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کا اشتہار ہے ۔اس میں مرزا صاحب نے پیر مہر علی شاہ اور دیگر علماء ومشائخ کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا۔اس چیلنج سے ظاہر ہوتا ہے کہ درج ذیل بزرگ ۱۹۰۰ء کے گرد و پیش تحریک ختم نبوت کے کاروان میں شامل تھے ۔

محمد لدھیانوی، عبد العزیز لدھیانوی ، محمد حسن رئیس لدھیانہ، مشتاق احمد انبیٹھوی مدرس لدھیانہ، شاہ دین مفتی لودھیانہ، معظم دین مرولہ والہ ضلع شاہ پور، میاں چٹو ساکن لاہور، غلام حسن سیالکوٹ ، خلیل احمد انبیٹھہ ضلع سہارنپور، شاہ محمد حسین صابری مرادآباد، نذیر احمد سابق ڈپٹی کلکٹر، عبداللطیف امروہی اودے پور، ولی محمد جالندھری ساکن پتارہ، قاضی عبد القدوس چھاؤنی بنگلور، شیخ عبداللہ چک عمر تحصیل کھاریاں، محمد حسن مفسر امروہہ، عبدالغفار مفتی ریاست گوالیر، عبداللہ کراچی ، احمد حسن مدرس پانواڑی امروہہ، قاسم شاہ سیفی مجتھد لاہور، عنائت علی صاحب شیعی سامانہ ریاست پٹیالہ، سکندر شہر میسور، لطف اللہ قاضی القضاۃ حیدرآباد، نذیر حسین انبیٹھی ، عبداللہ سجادہ نشین گڑھی پٹھانوں کی راولپنڈی، محمد حسین موضع بھیں ضلع جہلم ، ثناءاللہ امرتسری ، کلیم اللہ مچھیانہ گجرات، اسحاق اجراوری پٹیالہ، نذیر حسین دہلوی ، تلطف حسین دہلوی ، کرامت اللہ صدر بازار دہلی، فضل دین گجرات ۔ عبد الوہاب امام مسجد صدر دہلی ، علماء ندوہ، منشی سلیمان ملازم ریاست پٹیالہ مئولف غائیۃ المرام، مسیح الزمان شاہجہان پور، محمد صدیق دیوبندی مرادآباد محمد شفیع رام پور ضلع سہارن پور، دیدار علی ریاست الور، شیخ خلیل الرحمان سرساوہ سہارن پور، نظام دین قاضی مالیرکوٹلہ، عبداللہ ٹونکی ، قاضی ظفر الدین پروفیسر، عبدالحکیم پروفیسر، عبداللہ ساکن جلو، غلام محمد چکوال ، محمد ابراہیم آرہ ، محمد حسین بٹالوی ، شیخ حسین عرب یمانی بھوپال ، اصغر علی پروفیسر، محمد بشیر بھوپال، عبدالجبار

غزنوی امرتسر، احمد اللہ امرتسر، رسل بابا امرتسر، عبدالحق مفسر تفسیر حقانی، عبدالحق غزنوی امرتسر، عبدالواحد غزنوی امرتسر، منہاج الدین، منشی الٰہی بخش، احمد سکندر پور ہزارہ، قاضی میر عالم سکندر پور ہزارہ، رشید احمد گنگوہ، ابوالخیر نقش بندی خانقاہ مرزا مظہر جانجاناں دہلی، احمد علی مدرسہ اسلامیہ میرٹھ، ملا مانکی نوشہرہ، حافظ عبدالمنان وزیر آباد۔ قاضی سلطان محمود آوان گجرات، غلام محمد بگہ والہ مسجد شاہی لاہور، محمد ذکریا انجمن حمائت اسلام لاہور، غلام محمد انجمن نعمانیہ لاہور، غازی خان گولڑہ، غلام رسول قطب ال گوجرخان۔ مفتی غلام محی الدین گڑھا ڈاکخانہ ڈومیلی، عبدالسمیع رامپوری، محمود حسن مدرس اول دیوبند۔ احمد حسن کنج پوری صابری دہلی جامع مسجد، احمد حسن ایڈیٹر اخبار شحنہ ہند میرٹھ۔ عبدالخالق جہان خیلاں ضلع ہوشیارپور، عبدالرحمٰن چھوہروی ضلع ہزارہ، فقیر محمد عزیز صاحب ترنواہ ہزارہ۔

☆ مرزا صاحب کے مندرجہ بالا اشتہار کے جواب میں پیر مہر علی صاحب نے ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار شائع کیا اور لاہور میں اجلاس کے لئے ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کی تاریخ مقرر کر کے مرزا صاحب کو لاہور تشریف لانے کی دعوت دی۔ پیر صاحب کے اس اشتہار پر درج ذیل لوگوں کے بطور گواہ دستخط ہیں۔ اور چونکہ دستخط کنندگان تحریک ختم نبوت کے کارکن ہیں اس لئے ہم ان کے نام اس فہرست میں درج کئے دیتے ہیں۔

محمد غازی، مولوی میر معلم صاحبزادگان خان ملا خان رئیس کابل، قاضی محمد زمان ساکن پنڈی، مولوی محمد، عبداللہ ساکن جلو، ہدائت اللہ، احمد دین ساکن بھوئی، محمد یوسف ساکن بھوئی، غلام ربانی ساکن بھوئی، سید حسن مدرس مدرسہ اسلامیہ پنڈی، محمد اسماعیل گولڑہ عبداللہ ساکن گڑھی افغاناں، میر حمزہ ساکن بھوئی، محمد عرفان ساکن گولڑہ، فضل احمد ساکن سواں، منہاج الدین ساکن کوٹ نجیب اللہ، عبدالمجید ساکن کوٹ نجیب اللہ، محبوب عالم ساکن گولڑہ قاضی نواب ساکن کوٹ، بدر دین پوٹھواری۔ (مہر منیر ص ۲۲۱)

اور حکیم سلطان محمود سکنہ راولپنڈی جنھوں نے ۲۱ یا ۲۲ اگست کو یہ اعلان شائع کرا کر قادیان بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ بھیجا کہ پیر صاحب ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور پہنچ رہے ہیں۔ (مہر منیر ص ۲۳۰)

☆ مرزا صاحب نے تفسیر نویسی کے لئے علماء و مشائخ کو چیلنج تو کر دیا تھا لیکن آپ لاہور تشریف نہ لائے۔ ان کا انتظار کرنے کے بعد اگست ۱۹۰۰ء میں علماء اسلام

نے لاہور کی بادشاہی مسجد میں ایک جلسہ عام منعقد کیا جس میں قرار پایا کہ مرزا صاحب کو تحقیق منظور نہیں ہے اور انہیں صرف شہرت سے غرض ہے ۔ان کے عقائد خلاف قرآن و سنت ہیں اور ان کے دعوی بے بنیاد اور لغو ہیں ۔علمائے ہندوستان اس کے خلاف کفر کا فتوی دے چکے ہیں اس لئے اب وہ مخاطب ہونے کی حیثیت نہیں رکھتے ۔اس قرارداد پر درج ذیل لوگوں نے دستخط کر کے کارکنان تحریک ختم نبوت میں اپنا نام لکھوالیا۔(کچھ حضرات پہلے سے تحریک کی صفوں میں شامل تھے اور کچھ خاص اس موقع پر متعارف ہوئے ہیں)۔

محمد عبدالخالق سجادہ نشین جہان خیلاں، عبدالجبار غزنوی ، مفتی عبداللہ ٹونکی، حافظ جماعت علی شاہ سجادہ نشین، سید عبدالقاہر سجادہ نشین باجھ خیلاں پشاور، محمد چراغ سجادہ نشین چکوڑی گجرات، عبد العزیز سجادہ نشین چاچڑ شریف شاہ پور، غلام محمد بگوی امام شاہی مسجد، ثناءاللہ امرتسری، عبدالاحد خان پوری، حافظ عبدالمنان وزیرآبادی، محمد علی واعظ (بھوپڑی)، احمد دین بھوئی ضلع کیمبل پور عبداللہ سجادہ نشین جلو ہزارہ ، حافظ نوراحمد ملتانی مدرسہ انوارالرحمٰن ، محمد نورالحق ضلع شاہ پور شاہ عبدالعزیز باغبان پوری ، محمد ذاکر مدرسہ حمیدیہ لاہور، میر محمد عبداللہ پشاوری ، محمد یوسف سکنہ بھوئی، حافظ احمد دین ، عبدالحق غزنوی، محمد یار امام مسجد طلائی لاہور، محمد شریف سکنہ بھیلو وال گجرات، ابومحمد احمد لاہوری، غلام مصطفیٰ پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور ،محکم الدین لاہوری، محمود الدین مدرسہ اسلامیہ ڈیرہ غازی خان ، غلام احمد دارالعلوم نعمانیہ لاہور، احمد دین ضلع جہلم ، حافظ محمد غازی ضلع راولپنڈی ، حافظ سراج الدین سکنہ گولڑہ ، ابوالفیض محمد حسن فیضی دار العلوم نعمانیہ لاہور، حافظ احمد علی بٹالوی ، نور احمد پسروری ، حافظ جمال الدین لاہوری ، نورالدین امرتسری ، حافظ محمد حسین امام مسجد چینیاں والی لاہور، علی محمد انجمن حمائت اسلام لاہور، نور احمد ضلع فیروز پور احمد علی سیالکوٹی ،شفیق الرحمٰن لاہوری ، خلیفہ عبدالرحیم واعظ انجمن حمائت اسلام لاہور، سید حسن مدرس مدرسہ اسلامیہ راولپنڈی ، عبداللہ مدرس دارالعلوم نعمانیہ لاہور، غلام ربانی سکنہ بھوئی سید لعل شاہ ضلع ہزارہ ، شہاب الدین مرولہ والہ، فتح علی ریاست جموں، محمد عبدالکریم مدرسہ اسلامی کالرہ ، امیر حمزہ ساکن بھوئی ، محمد فضل حق ضلع شاہ پور ، جمال الدین راولپنڈی ، شاہ عزیز الدین پشاوری ، ولی احمد ضلع ہزارہ ، عبداللطیف مجنی علاقہ افغانستان، احمد دین سکنہ جواہر تحصیل چکوال، عبدالعزیز جائنٹ سکرٹری انجمن حمائت اسلام ، احمد علی واعظ دہلوی (مہر منیر۔ص ۲۳۷ ۔ ۲۳۹

اور چونکہ درج ذیل افراد کی رائے سے اس جلسہ لاہور کی کاروائی شائع کی گئی

تھی اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی تحریک ختم نبوت کے کارکنوں میں شامل تھے۔

لیفٹیننٹ کرنل عطاء اللہ آنریری مجسٹریٹ صدر انجمن نعمانیہ لاہور۔ چوہدری محمد سلطان خان بیرسٹر۔ خواجہ کریم بخش سیٹھی پشاور۔ مرزا محمد ظفر اللہ خان مجسٹریٹ لاہور۔ سید امیر علی رسالدار میجر۔ سید امیر احمد پلیڈر چیف کورٹ پنجاب لاہور۔ منشی محرم علی ایڈیٹر رفیق ہند لاہور تاج الدین جوہر مختار عدالت چیف کورٹ سکرٹری انجمن نعمانیہ۔ میاں سراج الدین بک مرچنٹ لاہور۔ ڈاکٹر حکیم غلام نبی سابق میونسپل کمشنر لاہور۔ نواب دین مختار کار سردار غلام محمد رئیس ہزارہ۔ خلیفہ عماد الدین انسپکٹر مدارس۔ مرزا محمد ابراہیم قزلباش لاہور۔ میاں تاج الدین پنشنر لاہور۔ حافظ چراغ دین سوداگر و امین انجمن نعمانیہ لاہور۔ منشی شمس الدین شائق مہتمم مطبع شمس الہند لاہور۔ میاں الطاف حسین لاہور۔ حکیم سلطان محمود راولپنڈی۔ محبوب عالم ساکن گولڑہ شریف۔ ابو الفیض فیضی۔ حاجی لالہ عبد الکریم سوداگر پشاوری۔ حکیم سلیم اللہ دفتر فنانشل کمشنر پنجاب۔ حاجی عبد الصمد میونسپل کمشنر لاہور۔ عبد العزیز دفتر رجسٹرار تعلیم و ایڈیٹر رسالہ انجمن حمایت اسلام۔ حافظ محمد دین تاجر کتب مہتمم مصطفائی پریس لاہور۔ (مہر منیر ص ۲۳۹۔۲۴۰)

☆ مرزا صاحب نے ۱۹۰۰ء میں اشتہار انعامی پانسو روپیہ۔ بنام حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر۔ شائع کیا تو لکھا کہ اس اشتہار میں یہ تمام لوگ بھی مخاطب ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔ (چونکہ یہ اس دور کے نئے یا پرانے کارکنان تحریک ہیں اس لئے ہم ان کے اسماء گرامی اس فہرست میں درج کرتے ہیں)

پیر مہر علی گولڑوی، مولوی نذیر حسین دہلوی، مولوی محمد بشیر بھوپالوی، تلطف حسین دہلوی، عبد الحق صاحب تفسیر حقانی، رشید احمد گنگوہی، محمد صدیق دیوبندی مدرس بچھرایوں ضلع مراد آباد، شیخ خلیل الرحمان جمالی سرساوہ ضلع سہارن پور، عبد العزیز لدھیانہ، محمد لدھیانوی، محمد حسن لدھیانہ، احمد اللہ امرتسری، عبد الجبار غزنوی، غلام رسول عرف رسل بابا، عبد اللہ ٹونکی، عبد اللہ چکڑالوی، ڈپٹی فتح علی شاہ ڈپٹی کلکٹر نہر لاہوری، منشی الٰہی بخش لاہوری، منشی عبد الحق اکونٹنٹ پنشنر، محمد حسن ابو الفیض ساکن بھیں، سید عمر واعظ حیدر آباد، مولوی محمد علی سکرٹری ندوۃ العلماء سلطان الدین جے پور، مسیح الزمان استاد نظام حیدر آباد دکن، عبد الواحد خان شاہجہان پوری، اعزاز حسین خاں شاہ جہان پور، ریاست علی خان شاہجہان پور، سید صوفی جان شاہ میرٹھ، اسحاق پٹیالہ۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ کے ص ۳۷ خزائن جلد ۱۷۔ اور اربعین نمبر ۳ خزائن ج ۱۷ ص ۳۸۶)

☆ مرزا صاحب نے تحفہ گولڑ ویہ خواب تحفہ گولڑ ویہ (خزائن جلد ۱۷) کے صفحہ ۱۷۶۔۱۷۸ پر ہے میں کسی بزرگ کی ایک خواب درج کر کے ان لوگوں کا مذاق اڑایا ہے جو اس کے خلاف چلنے والی تحریک میں ۱۹۰۰ء کے گردو پیش سرگرم تھے۔ ہم وہ خواب کسی جگہ بیان کر چکے ہیں اور ذیل میں اس خواب میں مذکور لوگوں کے نام درج کیئے دیتے ہیں تا کہ وہ بھی (اگر پہلے سے موجود نہیں ہیں تو) اس فہرست کارکنان میں شامل ہو جائیں۔

محمود شاہ واعظ، محمد علی بھوپڑی واعظ، محمد حسین بٹالوی، عبدالحق غزنوی، عبدالجبار غزنوی، عبدالواحد غزنوی، رسل بابا امرتسری، احمد اللہ امرتسری، میاں چٹو لاہوری، سید نذیر حسین، محمد لدھیانوی، عبدالعزیز لدھیانوی، محمد حسن رئیس لدھیانہ، عبدالمنان وزیر آبادی

☆ جب مولانا ثناء اللہ مرزا صاحب کے چیلنج کے جواب میں قادیان گئے تو ان کے رقعات مرزا صاحب کی خدمت میں پہنچانے والے محمد صدیق نے بطور قاصد خدمات سرانجام دے کر تحریک ختم نبوت کے کارکنوں میں اپنا نام شامل کرایا۔

☆ مواہب الرحمان والے مقدمے کے دوران جو دو سال تک مرزا صاحب کو پریشان کرتا رہا مولوی محمد جی قاضی تحصیل جہلم مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال اور مولوی ثناء اللہ صاحب استغاثہ کے گواہ تھے۔ مولوی کرم دین ولد مولوی صدر دین موضع بھیں تحصیل چکوال مستغیث تھے۔ مقدمہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں دائر کیا گیا تھا اور ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو گورداسپور منتقل ہوا (محمد حسن فیضی مرحوم مستغیث کا تایا زاد بھائی اور بہنوئی تھا)۔ ۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو فیصلہ ہوا جس پر مرزا صاحب نے اپیل کی جس کا فیصلہ ۷ جنوری ۱۹۰۵ء کو ہوا تو جرمانے کی سزا منسوخ ہوئی۔ اس مقدمے کے دوران مولوی محمد جی اور مولوی غلام محمد اور مولوی کرم دین تحریک ختم نبوت کے حلقوں میں کارکنوں کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔

☆ ستمبر ۱۹۰۶ء کے بعد مرزا صاحب کی زندگی میں انجمن اہل حدیث وزیر آباد کی طرف سے ایک فتویٰ شائع ہوا جس میں مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت ومسیحیت کی بنیاد پر اس کی اور اس پر ایمان لانے والوں کی تکفیر کی گئی تھی۔ نیز ان اشخاص کی بابت بھی فتویٰ تکفیر صادر کیا گیا تھا جو مرزائی نہ ہونے کے باوجود مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کو نبی و مجدد ماننے والوں کی تکفیر میں تامل کرتے تھے۔ ان فتووں پر درج ذیل بزرگوں نے دستخط فرما کر تحریک ختم نبوت کے کاروان میں (اگر پہلے سے شامل نہیں تھے تو اس موقع پر)

شمولیت اختیار کی۔

یوسف بگھیلے والہ، محمد عبدالرحمٰن البہاری، احمد رضا بریلوی، ظفرالدین بریلوی، محمد عبدالمجید سنبلی، کریم بخش سنبلی، عبدالوحید مدرس اول نعمانیہ امرتسر، فتح دین ہوشیار پورسنی حنفی، عبدالمصطفی ظفرالدین احمد بریلوی بہاری، ابوالفیض غلام محمدسنی حنفی بریلوی، عبدالنبی نواب مرزا، امام الدین کپورتھلوی، سیدعلی قادری جالندھری، عبداللہ پلٹن نمبر ۱۹ سیالکوٹی بریلوی، سعداللہ شاہ ساکن سوات بنیر، محمدحسن مدرس نعمانیہ امرتسر، محمداشرف مدرس نعمانیہ لاہور، حسن مدرس نعمانیہ لاہور، علم الدین لاہوری، محمد رشید الرحمٰن، مفتی ولی محمد جالندھری، ابوالفضل محمد حفیظ اللہ دارالعلوم لکھنو، ابوالعماد محمد شبلی جیراج پوری ندوۃ العلما لکھنو، سیدعلی زینبی دارالندوہ لکھنو، محمد واحد نور رام پوری، مرید احمد میانوالی، محمد کفائت اللہ مدرسہ امینیہ دہلی، محمد قاسم مدرس امینیہ دہلی، محمد اسحاق مفتی پٹیالہ، غلام مرتضی پٹیالوی، غلام محمد، حبیب احمد مدرس فتح پوری دہلی، سید انظار حسین مدرس امینیہ دہلی، محمد کرامت اللہ دہلی، ابومحمد عبدالحق، محمد امین مدرس امینہ دہلی، امانت اللہ علی گڑھ محمد لطف اللہ علی گڑھ، نصیرالدین خان، غلام مصطفیٰ، ابراہیم، محمد سلطان احمد خان، محمد رضا خان۔ عین الہدی شاہ قادری کلکتہ۔ جمال الدین ریاست کشمیر مظفرآباد۔ احمد جی موضع پانڈک۔ سید حافظ محمد حسین واعظ سادھوڑہ ضلع انبالہ۔ احمد علی مدرس میرٹھ۔ عبداللہ خان مدرس اسلامیہ میرٹھ۔ عبدالسلام پانی پتی۔ فضل احمد تعلقہ مردان صوابی محمد کفائت اللہ شاہجہان پوری۔ مشتاق احمد مدرس گورنمنٹ سکول دہلی۔ محمد اسحاق لدھیانوی۔ امانت علی از نکودر۔ محمد محی الدین حنفی مدرس نصرۃ الحق امرتسر۔ محمد عبدالغفار خان رام پوری محمد معز اللہ خان رام پوری۔ احمد سعید رام پوری۔ محمد امانت اللہ رام پوری۔ محمد ضیاء اللہ خان رام پوری۔ خلیل احمد سہارنپوری۔ عبداللطیف سہارنپوری، محمد کفائت اللہ سہارن پوری، حافظ محمد شہاب الدین لدھیانوی۔ فضل احمد رائے پور گوجراں۔ ابوالرجا غلام محمد ہوشیار پوری۔ محمد ابراہیم وکیل اسلام لاہور۔ حکیم نبی بخش رسول نگری۔ عنائت الٰہی مہتمم مدرسہ عربیہ سہارن پور۔ محمد بخش سہسرائے۔ صدیق احمد انبیٹھوی۔ گل محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔ محمد مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند۔ غلام رسول مدرسہ عربیہ دیوبند۔ قادر بخش جامع مسجد سہارن پور۔ عبدالمجید۔ علی اکبر۔ محمد یعقوب۔ عبدالخالق۔ نوراللہ خان۔ محمد فتح علی شاہ۔ غلام رسول مدرسہ حمیدیہ لاہور، احمد علی شاہ اجمیری، جمال الدین کوٹھالوی احمد علی بٹالوی سلطان احمد گنجوی۔ احمد علی سہارن پوری۔ محمد عظیم گکھڑ۔ غلام اللہ قصوری، محمد

اشرف علی ساکن بھون ۔ غلام احمد امرتسری ایڈیٹر اہل فقہ ۔ ابوالہاشم محبوب عالم توکلی ۔ عبدالصمد مدرس دیوبند ۔ فتح محمد سوہدرہ ضلع جالندھر ۔ شیر محمد ۔ رحیم بخش جالندھری ۔ عبدالکریم مجددی ساکن ٹنڈو محمد خان ضلع حیدر آباد ۔ محمد باقر نقش بندی مدرس مشن کالج لاہور ۔ محمد رحیم اللہ دہلی ۔ حبیب المرسلین مدرسہ حسن بخش دہلی ۔ محمد وصیت علی مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی ۔ خادم حسین مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی ۔ عزیز احمد مدرسہ حسین بخش دہلی ۔ محمد احکم مدرسہ باڑہ ہندوراؤ دہلی ۔ عبدالرحمٰن مدرسہ مولوی عبدالرب ۔ ضیاء الحق ۔ محمد پر دل دہلی ۔ ولی محمد کرنالوی ۔ غلام احمد مدرسہ نعمانیہ لاہور ۔ محمد ذاکر بگوی ۔ غلام رسول ملتانی ۔ ابومحمد احمد چکوالی ۔ نور احمد امرتسری ۔ ابوالحامد محمد عبدالحمید حنفی قادری لکھنوی ۔ محمد عبدالخالق لکھنوی ۔ محمد قائم عبدالقیوم انصاری لکھنوی ۔ محمد عبدالعزیز لکھنوی ۔ محمد برکت اللہ لکھنوی، محمد عبدالہادی الانصاری لکھنوی ۔ محمد عنائت اللہ لکھنوی ۔ محمد عبدالمجید لکھنوی ۔ ابوبکر علی احمد محمود اللہ شاہ بدایونی ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری ۔ محمد رشید مدرس جامع الکلام کان پور ۔ محمد اسحاق مدرس جامع العلوم کان پور ۔ مقبول حسن مدرس جامع العلوم کان پور ۔ مشتاق احمد مدرس فیض عام کان پور ۔ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی ۔ یوسف علی میرٹھی خیرنگری محمد عبداللہ ناظم دینیات دارالعلوم علی گڑھ ۔ سید محمد اعظم شاہجہان پور ۔ غلام محی الدین امام جامع مسجد شاہجہان پور ۔ عبدالکریم از ہندوستان ۔ محمد حسین از ہندوستان ۔ محمد عجمان مدرسہ عین العلم شاہجہان پور ۔ محمد عبدالخالق مدرسہ عین العلم شاہجہان پور ۔ محمد سخاوت اللہ خان مدرسہ عین العلم شاہجہان پور ۔ محمد اعزاز علی بریلوی ۔ عبدالجبار عمرپوری کشن گنج دہلی ۔ محمد عبدالحق ملتانی ۔ محمود ملتانی ۔ محمد عمر خان ۔ محمد عالم مدرسہ حمیدیہ لاہور ۔ محمد حسین ۔ محمد یار ۔ حسن مدرسہ حمیدیہ لاہور ۔ غلام قادر بھیروی لاہور ۔ محمد باقر ۔ غلام رسول مدرس لاہور ۔ محمد حسین بٹالوی ۔ ابوتراب عبدالحق ۔ عبدالجبار غزنوی ۔ عبدالعزیز قلعہ میہاں سنگھ ۔ سلام دین امرتسری ۔ سید شاہ حیدر آبادی ۔ ابویوسف امرتسری ۔ محمد محی الدین الصدیقی حنفی امرتسری حافظ محمد شہاب الدین لدھیانوی ۔ ابوالوفا غلام محمد ہوشیار پوری ۔ محمد رکن الدین نقش بندی ساکن الور ابوالہاشم محبوب عالم گجرات، فتح محمد، شیر محمد، غلام رسول مدرسہ حمیدیہ، جمال الدین کتھیالوی ۔ سلطان احمد گنجوی محمد بخش سہرانے ۔ محمود اول مدرس دیوبند ۔ قادر بخش مہتمم جامع مسجد سہارن پور ابوعبدالجبار محمد جمال امرتسری ۔ محمد احکم مدرسہ باڑہ ہندوراؤ ۔ سید محمد اعظم مفتی شاہجہان پور ۔ احمد جی علاقہ چھچھ ۔ محمد خدا بخش پشاوری ۔ محمد فیض اللہ ملتانی

☆ ان کے علاوہ منشی محمد جعفر تھانیسری (مصنف تائید آسمانی دررد نشان آسمانی) محمد ابراہیم میر ڈاکٹر ایم اے سعید (آپ نے مرزا صاحب کو ان کی زندگی کا آخری چیلنج مولانا میر کی طرف سے پہنچایا) ابو الحسن سیالکوٹی (مصنف بجلی آسمانی بر سر دجال قادیانی) مولوی غلام مرتضی بھیروی۔ مولوی عبدالرحمٰن سیاح۔ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی۔ شیخ نجفی۔ سید عبدالرزاق بغدادی دکن (جن کے جواب میں مرزا صاحب نے تحفہ بغداد لکھی) سید ابوالحسن تبتّی (جن کے بارے میں ۱۳ ماہیہ ذلت کی پیش گوئی مرزا صاحب نے کی تھی)۔ ملا محمد بخش جعفر زٹلی (جن کے بارے میں ۱۳ ماہیہ ذلت کی پیش گو ئی مرزا صاحب نے کی تھی)۔ ابو اسحاق محمد دین (جنہوں نے مرزا صاحب کے خلاف قطع الوتین لکھی تھی)۔ عطا محمد (جن کے جواب میں مرزا صاحب نے شہادت القرآن لکھی۔ نسیم سیفی) اور ظہور احمد بگوی (مصنف برق آسمانی بر خرمن قادیانی)۔ خواجہ غلام الثقلین (لاہور میں مرزا صاحب کے آخری قیام کے دوران تحریک میں سرگرم تھے) سید محمد عبدالواحد مدرس سکول و قاضی برہمن بڑیہ ضلع ٹپرا بنگال (جن کے سوالات کے جواب، مرزا نے ضمیمہ براہین احمدیہ جلد پنجم میں دینے کی کوشش کی ہے) کارکنان تحریک ختم نبوت میں شامل ہیں۔

☆ ایڈیٹر پیسہ اخبار نے طاعون کے دنوں میں تحریک ختم نبوت میں خدمات سرانجام دیں جیسا کہ مرزائیوں نے لکھا ہے کہ دافع البلاء کی اشاعت پر ایڈیٹر پیسہ اخبار نے قادیان کی حفاظت سے متعلق پیش گوئی کو غلط ثابت کرنے کے لئے جھوٹی اور خلاف واقعہ رپورٹیں شائع کیں اور قادیان کی حفاظت سے متعلق پیش گوئی کو اعتراضات کا نشانہ بنایا تب حضرت نے ان کی مفتریات کا جواب نزول المسیح میں دیا (خزائن جلد ۱۸ ابتدائیہ۔ ص ۱۳)

☆ میاں شمس الدین حمائت اسلام لاہور والے بھی طاعون کے زمانے میں تحریک کے کارکن تھے۔ اور مرزائی کہتے ہیں کہ . کریم بخش نام لاہور میں ٹھیکیدار تھا وہ سخت بے ادبی اور گستاخی حضور کے حق میں کرتا تھا اور اکثر کرتا ہی رہتا تھا (حقیقۃ الوحی ص ۲۳۸ خزائن ج ۲۲)

☆ مرزائی کہتے ہیں کہ . حافظ سلطان سیالکوٹی حضور (مرزا) کا سخت مخالف تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے ارادہ کیا تھا کہ سیالکوٹ میں آپ (مرزا) کی سواری گذرنے پر آپ پر راکھ ڈالے ..... ایسا ہی شہر سیالکوٹ میں حکیم محمد شفیع جو بیعت کر کے مرتد (مسلمان) ہو گیا تھا جس نے مدرسہ دارالقرآن کی بنیاد ڈالی تھی آپ (مرزا) کا سخت مخالف

تھا....اور سیالکوٹ کے محلّہ لوہاراں کے لوگ جو سخت مخالف تھے عداوت اور مخالفت میں ان کا شریک ہوگیا.....ایسا ہی مرزا سردار بیگ سیالکوٹی جو اپنی گندہ زبانی اور شوخی میں بہت بڑھ گیا تھا اور ہر وقت استہزا اور ٹھٹھا اس کا کام تھا اور ہر ایک بات طنز اور شوخی سے کرتا تھا (حقیقۃ الوحی ص ۲۳۸ خزائن ج ۲۲)

قائدین تحریک ختم نبوت

مرزا صاحب کے دوران حیات ان کے دعووں الہامات اور ان کی پیش گوئیوں نے ایک تسلسل کے ساتھ رسائل اخبارات کتابوں اشتہارات اور تقاریر کے ذریعے مسلمانوں کو نشانہ بنایا ہوا تھا اور جو لوگ قادیان سے چلنے والے اس سیلاب بلاء کی روک تھام کی کوشش کر رہے تھے مرزا صاحب انہیں اپنے راستے کا کانٹا سمجھتے تھے۔ جتنی شدومد سے کوئی اس سیلاب کے آگے بند باندھنے کی کوشش کر رہا تھا مرزا صاحب کو وہ اتنا ہی زیادہ کھٹکتا تھا اور ان کی تقریر وتحریر میں اس کا ذکر بھی اسی تناسب سے ہوتا تھا۔یعنی جس شخص نے قادیانی عقائد ونظریات کی تردید کا جتنا کام کیا مرزا صاحب نے اس شخص کو اسی قدر تقریر وتحریر میں اپنا نشانہ بنایا ہے۔ اور چونکہ مرزا صاحب کا اکثر و بیشتر لٹریچر متداول ہے اس لئے اسے کھنگا لنے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ کون لوگ تھے جن کی سرگرمیاں اس پیمانے پر تھیں کہ مرزا صاحب کو ان کی تحریروں اور تقریروں کے جواب اور ان کو اپنے مقابلے میں نکلنے کے چیلنج دینا پڑتے تھے۔

مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں بہت سے اشتہار شائع کئے جو مرزائیوں نے مجموعہ اشتہارات میں شائع کر دیئے ہیں۔ان میں سے کچھ مرزا صاحب کی پیش گوئیوں پر مشتمل ہیں۔ کچھ ان کی کتابوں کے اشتہار ہیں۔ کچھ اشتہاروں میں مرزا صاحب کے مریدوں کے لئے ہدایات ہیں اور کچھ اشتہار حکومت وقت سے وفاداری کے اظہار کے لئے ہیں۔ چند اشتہارات آریوں ہندوؤں عیسائیوں وغیرہ کو مخاطب کر کے دیئے گئے ہیں ۔ایسے تمام اشتہارات سے ہمیں اس وقت کوئی خاص غرض نہیں ہے۔ لیکن کچھ اشتہارات ایسے ہیں جن میں مرزا صاحب نے کارکنان تحریک ختم نبوت کی تقریروں اور تحریروں کا جواب دیا ہے یا انہیں مباحثوں اور مباہلوں کے چیلنج دیئے ہیں۔ یا ان کے ساتھ اپنے مباحثوں وغیرہ کی روئداد درج کی ہے۔ ایسے اشتہار اس وقت ہمارے مفید مطلب ہیں کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی زندگی میں کون سے لوگ نمایاں اور

قائدانہ طریق پر ردقادیانیت کے محاذ پر کام کر رہے تھے۔

یہی حال مرزا صاحب کی کتابوں کا ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ۷۰ سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کتابوں میں کچھ ایسی ہیں جو کسی نہ کسی مسلمان عالم دین کو نامزد کر کے اس کی کسی کتاب یا تقریر یا اشتہار یا کسی اور سرگرمی کا جواب دینے کے لئے لکھی ہیں۔ اور کچھ کتابیں ایسی ہیں جن میں انہوں نے متعدد مخالفین کو نام لے کر مخاطب کیا ہے اور ردقادیانیت کے محاذ پر سرانجام دی گئی ان کی خدمات کو نشانہ بنا کر انہیں جلی کٹی سنائی ہیں۔ ایسی کتابیں اس وقت ہمارے مفید مطلب ہیں کیونکہ ان پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس دور میں کون سے اصحاب، قادیانیت کے خلاف مصروف عمل تھے اور ان کی سرگرمیاں مرزا صاحب پر کس قدر اثر انداز ہو رہی تھیں۔

قصہ مختصر۔ مرزا صاحب کے اشتہارات اور تصنیفات پر ایک نظر ڈالی جائے تو

مشک آنست کہ خود ببوئد نہ کہ عطار بگوئد

کے مصداق خود بخود پتہ چل جاتا ہے کہ بانی قادیانیت کی زندگی میں قائدین تحریک ختم نبوت کون تھے۔ ذیل کی سطور میں یہی بات معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

☆ مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء کے ابتدائی مہینوں میں مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا تو اس کے ساتھ تحریک ختم نبوت کا آغاز ہو گیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی مرحوم نے انہیں مباحثے کے لئے بلایا اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے انہیں مباہلے کی دعوت دی۔ یہ تفصیلات کتاب ہذا کے حصہ اول میں بیان کی جا چکی ہیں۔

☆ ۱۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا جس کا عنوان تھا

ضروری اشتہار

لیہلک من ہلک عن بینۃ و یحی من حی عن بیینۃ

اور لکھا کہ اس اشتہار کے . عام طور پر وہ تمام مولوی صاحبان مخاطب ہیں جو مخالفانہ رائے ظاہر کر رہے ہیں اور خاص طور ان سب کے سرگروہ یعنی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی مولوی (محی الدین) عبدالرحمٰن صاحب لکھو کے والے مولوی شیخ عبیداللہ صاحب بتی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری۔

اور مرزا صاحب نے کہا کہ یہ لوگ ایک عام مجلس مقرر کر کے میرے ساتھ تحریری مباحثہ کرلیں۔ (مجموعہ اشتہارات ص ۲۰۲۔ ۲۰۴ جلد اول)

☆ مولوی عبدالحق غزنوی کی دعوت مباہلہ کے جواب میں مرزا صاحب نے مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی کو ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء کو خط لکھا کہ میں تب مباہلہ کرونگا جب چند مولوی صاحبان نامی جیسے مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری بالاتفاق یہ فتوی لکھ دیں کہ ایسی جزئیات خفیفہ میں اگر الہامی یا اجتہادی طور پر اختلاف واقع ہو تو اس کا فیصلہ بذریعہ لعن طعن کرنے....کے جس کا دوسرا نام مباہلہ ہے کرنا جائز ہے (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۰۸)

☆ ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب کی طرف سے اشتہار **دعوت حق** دیا گیا۔ اس میں مولوی عبداللہ صاحب لدھیانوی مولوی محمد صاحب لدھیانوی مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی مولوی مشتاق احمد صاحب لدھیانوی مولوی شاہ دین صاحب لدھیانوی مولوی رشید احمد گنگوہی۔ مولوی محمد حسن صاحب رئیس اعظم لدھیانہ اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی صاحب مخاطب ہیں۔ اور انہیں تحریری بحث کی دعوت دی ہے۔ (مجموعہ اشتہارات ج اص ۲۷۰۔۲۷۳)۔ (اس اشتہار کے جواب میں انجام کار مولانا بٹالوی اور مرزا صاحب کا لدھیانہ میں جولائی ۱۸۹۱ء میں مباحثہ ہوا جو ۱۲ روز جاری رہا)۔

☆ یکم اگست ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب نے اشتہار واجب الاظہار شائع کیا۔ یہ اشتہار مولوی محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کر کے دیا گیا ہے اور اس میں مرزا صاحب نے مباحثہ لدھیانہ کی کیفیت بیان فرما کر حاشیہ پر بٹالوی صاحب کو آسمانی نشان دکھانے کا چیلنج دیا ہے (مجموعہ اشتہارات۔جلد ا ص ۲۲۵۔۲۲۹)۔ (مولانا بٹالوی نے اس کا جواب اپنے یکم اگست ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں دیا کہ مرزا صاحب کی درخواست برائے آسمانی نشان اس وقت مسموع ہوگی جب وہ اول اپنے عقائد کا عقائد اسلام ہونا ثابت کردیں گے۔ کیونکہ غیر مسلم خواہ کتنے بھی آسمانی نشان دکھائے اہل اسلام اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ازالہ اوہام۔خزائن جلد ۳۔ص ۵۹۵)

☆ اس کے بعد مرزا صاحب نے ایک اشتہار بعنوان

ہمارے مخالف الرائے مولوی صاحبوں کا حوصلہ

شائع کیا۔ اس میں لکھتے ہیں کہ خدائے تعالی نے پورے طور پر جلوہ قدرت دکھلانے کے لئے ایک ایسے نامی مولوی صاحب سے ہمیں ٹکرا دیا جن کی لیاقت علمی جن کی طاقت فہمی جن کی طلاقت لسانی جن کی فصاحب بیانی شہرہء پنجاب و ہندوستان ہے ۔ اس طویل اشتہار میں مولانا بٹالوی کے بارے میں باتیں کی ہیں۔ (مجموعہ اشتہارات۔ جلد ا۔ص ۲۹۰۔ ۲۹۲)

☆ اگست ۱۸۹۱ء کا اشتہار بعنوان ۔ اطلاع ۔ ہے جو مولوی محمد حسین صاحب کے بارے میں ہے اور مباحثہ لدھیانہ کے متعلق ہے۔ (مجموعہ اشتہارات۔ج ا۔ص ۲۹۲۔۲۹۳ بحوالہ ازالہ اوہام حصہ دوم بار اول ٹائٹل کے صفحہ آخر پر)

☆ ۲۹ ستمبر ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب دہلی پہنچے اور دو اکتوبر کو یہ اشتہار دیا

ایک عاجز مسافر کا اشتہار قابل توجہ جمیع مسلمانان انصاف شعار
و حضرات علمائے نامدار

اس اشتہار میں اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی بیان کر کے سید نذیر حسین اور ان کے شاگرد مولوی عبدالحق حقانی کو مباحثے کا چیلنج دیا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات۔ جلد ا ص ۲۳۰۔ ۲۳۶)

☆ ۶ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب نے دہلی میں یہ طویل اشتہار دیا۔

اشتہار بمقابل مولوی سید نذیر حسین صاحب سرگروہ اہل حدیث

اس اشتہار میں میاں صاحب کے ساتھ مولانا بٹالوی کو بھی مخاطب کیا گیا ہے اور انہیں حیات مسیح پر مباحثے کا چیلنج دیا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات۔جلد ا ص ۲۳۷ ...)۔اس کے جواب میں مرزا صاحب کو مباحثے کے لئے بلایا گیا لیکن وہ نہیں آئے۔

☆ ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب نے دہلی میں یہ اشتہار دیا

اللہ جل شانہ کی قسم دے کر سید محمد نذیر حسین صاحب کی خدمت میں
بحث حیات وممات مسیح ابن مریم کے لئے درخواست

اور لکھا ہے اے مولوی سید نذیر حسین صاحب آپ نے اور آپ کے شاگردوں نے دنیا میں شور ڈال دیا ہے کہ یہ شخص یعنی یہ عاجز دعوی مسیح موعود ہونے میں مخالف قرآن و حدیث بیان کر رہا ہے اور ایک نیا مذہب و نیا عقیدہ نکالا ہے جو سراسر مغائر تعلیم اللہ و رسول اور بہ بداہت باطل ہے ...(مجموعہ اشتہارات جلد ا ص ۲۴۱)۔اس اشتہار کے بعد حضرت

میاں صاحب دہلی کی جامع مسجد آئے ۔مرزا صاحب بھی تشریف لائے لیکن انہوں نے اپنے دلائل بیان نہیں کیئے ۔اور جلسہ برخواست ہو گیا۔

☆ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب نے یہ اشتہار دیا

تقریر واجب الاعلان متعلق ان حالات و واقعات کے جو مولوی سید نذیر حسین صاحب ملقب بہ شیخ الکل سے جلسہ بحث ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ظہور میں آئی

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے جامع مسجد دہلی والے اجتماع کی تفصیلات دی ہیں اور مولانا سید نذیر حسین کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ تمام دہلی کا گناہ آپ ہی کی گردن پر ہے۔ اگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید نہ ہوتے تو شائد آپ راہ پر آ سکتے۔ لیکن آپ کی بدقسمتی سے ہر وقت ان دونوں کی آپ پر نگرانی رہی۔ (مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۲۵۰ ۔ ۲۶۴) ۔ دہلی کے سارے واقعات ہم حصہ اول میں بیان کر چکے ہیں۔

☆ مجموعہ اشتہارات جلد اول میں اس کے بعد ایک اشتہار ہے جس کا عنوان ہے

تو فی کے لفظ کی نسبت نیز الدجال کے بارے میں

ہزار روپیہ کا اشتہار

اس اشتہار میں خاص مخاطب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں جنہوں نے (بقول مرزا) غرور اور تکبر کی راہ سے یہ دعوی کیا ہے کہ تو فی کا لفظ جو قرآن مجید میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اس کے معنی پورا لینے کے ہیں یعنی جسم اور روح کو بہ ہیئت کذائی زندہ ہی اٹھا لینا ... یہ شرطی اشتہار جاری کیا گیا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہم خیال علماء نے لفظ تو فی اور الدجال کی نسبت اپنے دعوی متذکرہ بالا کو بپایہ ثبوت کو پہنچا دیا تو وہ ہزار روپیہ لینے کے مستحق ٹھہریں گے (مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۲۸۴ ۔ ۲۸۶) (اس چیلنج کو مسلمان علماء نے کئی بار قبول کیا۔ مثلاً مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے قبول کیا۔ مولوی فضل الرحمٰن کلرک نے قبول کیا۔ حافظ عنائت اللہ وزیر آبادی نے قبول کیا۔ مولانا ابراہیم میر نے قبول کیا۔ مولانا عبداللہ معمار نے قبول کیا۔ لیکن قادیانیوں کی مرغی کی ابھی تک ایک ہی ٹانگ ہے)

☆ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کا اشتہار بعنوان، میر عباس علی شاہ صاحب ، مجموعہ اشتہارات جلد اول کے صفحہ ۲۹۳ پر ہے ۔اس میں ذکر ہے کہ میر عباس علی (جو قادیانیت میں حکیم نور دین صاحب کے بعد نمبر دو تھے۔ اور مباحثہ لدھیانہ اور مباحثہ دہلی میں مرزا صاحب کی شکست دیکھ کر مرزائیت

سے تائب ہوگئے تھے) کو بٹالوی صاحب نے ورغلایا ہے ۔

☆ ۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء کو منشی میراں بخش صاحب کے مکان پر لاہور میں مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری سے مرزا صاحب کا مباحثہ ہوا ۔ اور مباحثہ کے بعد مرزا صاحب نے ۳ فروری ۱۸۹۲ء کو اشتہار دیا کہ میری تحریروں میں لفظ نبی کو کاٹا ہوا سمجھیں ۔ (مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۲۱۲ ۔ ۲۱۴)

☆ آسمانی فیصلہ کے متعلق خط و کتابت مئی ۱۸۹۲ء میں میر عباس علی صاحب کے ساتھ ہوئی جو مجموعہ اشتہارات جلد اول کے صفحہ ۳۱۷ ۔ ۳۲۲ پر ہے .... اور جس شخص نے آسمانی نشان دکھانے کی غرض سے میدان میں نکلنے کے لئے کہا وہ مولانا محی الدین عبد الرحمٰن صاحب لکھوی تھے ۔ مرزا صاحب مقابلے میں نہیں آئے ۔

☆ جب فتوی تکفیر جاری ہوا تو مرزا صاحب نے اشتہار دیا

شیخ بٹالوی صاحب کے فتوی تکفیر کی کیفیت

اور اس اشتہار میں لکھا کہ

. میں خوش ہوں کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی اور ان کے اتباع نے مجھ کو کافر اور مردود اور دجال اور ضال اور بے ایمان اور جہنمی اور اکفر کہہ کر اپنے دل کے بخارات نکال لئے ... مگر افسوس تو یہ ہے کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی نے اس تکفیر میں جعل سازی سے بہت کام لیا ہے اور طرح طرح کے افتراء کر کے اپنی عاقبت درست کر لی ہے ۔ (مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۳۳۰ ۔ ۳۳۲)

☆ مرزا صاحب نے **مباہلہ کے لئے اشتہار** دیا اور اس میں لکھا کہ

اب میں خدا تعالی سے مامور ہو گیا ہوں کہ تا میں آپ لوگوں سے مباہلہ کرنے کی درخواست کروں ....سو میرے پہلے مخاطب میاں نذیر حسین دہلوی ہیں .... پھر شیخ محمد حسین بٹالوی ..... بعد اس کے تمام وہ مولوی صاحبان جو مجھ کو کافر ٹھہراتے ہیں اور مسلمانوں میں سرگروہ سمجھے جاتے ہیں . (مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۳۴۲ تا ۳۴۶) ۔ (مباہلے کا محاذ مولوی عبدالحق غزنوی صاحب نے سنبھالا ہوا تھا ۔ بلکہ پہلا چیلنج انہی کی طرف سے آیا تھا ۔ اور پھر بات ملتوی ہوتے ہوتے ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء تک پہنچ گئی جب امرتسر میں دونوں کا مباہلہ بالآخر منعقد ہوگیا)

☆ جلسہ سالانہ قادیان کے بعد مرزا نے ایک اشتہار جاری کیا جس کا عنوان تھا

ناظرین کی توجہ کے لئے

اس اشتہار میں مولانا بٹالوی صاحب کا ذکر ہے اور لکھا ہے

. اب سوچنا چاہیے کہ کیا یہ خدا تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ایک نشان نہیں کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم خیال علماء کی کوششوں کا الٹا نتیجہ نکلا اور وہ سب کوششیں برباد ہوگئیں ۔..میاں بٹالوی کے پنجاب اور ہندوستان میں پھرتے پھرتے پاؤں بھی گھس گئے لیکن انجام کار خدا تعالیٰ نے انکو دکھلا دیا.....

(مجموعہ اشتہارات ۔ ج ا ص ۳۶۶۔۳۶۷)

☆ ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء مرزا صاحب نے ایک اشتہار جاری کیا جس کا عنوان ہے

ایک روحانی نشان جس سے ثابت ہوگا کہ یہ عاجز صادق اور خدا تعالیٰ سے مئوید ہے یا نہیں اور شیخ محمد حسین بٹالوی اس عاجز کو کاذب اور دجال قرار دینے میں صادق ہے یا خود کاذب اور دجال ہے

یہ سارا اشتہار مولانا بٹالوی کے خلاف ہے اور اس میں عربی میں تفسیر نویسی کا چیلنج بھی ہے ۔ (مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۳۸۰۔۳۸۴)

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے، شیخ محمد حسین بٹالوی اور بسلسلہ تفسیر نویسی یہ طویل اشتہار مولانا بٹالوی کو مخاطب کر کے لکھا گیا ہے (مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۳۹۱۔۳۹۴)

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے

منکرین کے ملزم کرنے کے لئے ایک اور پیش گوئی

خاص کر شیخ محمد حسین بٹالوی کی توجہ کے لئے

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو اپنے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی خبر دی ہے اور کہا ہے کہ یہ ایک پیش گوئی تھی جو میں نے ۲۰ اپریل سے چار مہینے پہلے کی تھی اور اب پوری ہوگئی ہے ۔محمد حسین بٹالوی جواب دے کہ یہ پیش گوئی کیوں پوری ہوئی ؟

(مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۳۹۴۔۳۹۵)

☆ ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا جس کا عنوان ہے

اشتہار مباہلہ میاں عبد الحق غزنوی اور حافظ محمد یوسف صاحب

اس اشتہار میں اس مباہلے کا ذکر ہے جو لاہور میں مرزا صاحب اور ان کے

مریدان خاص مولوی نور دین اور محمد احسن امروہی کی صداقت وغیرہ پر مولوی عبد الحق غزنوی اور حافظ محمد یوسف صاحب کے درمیان ہوا تھا ۔ مرزا صاحب کو مباہلے کے انعقاد کا علم ہوا تو انہوں نے خوش ہو کر اس اشتہار میں اس کی منظوری عنائت فرمائی ۔ اور پھر اشتہار کے آخر میں مرزا صاحب نے اپنی طرف سے یہ چیلنج دیا

. اس اشتہار میں خاص طور پر میاں محمد حسین بٹالوی اور میاں محی الدین لکھو کے والہ اور مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی اور ہر ایک نامی مولوی یا سجادہ نشین کو جو اس عاجز کو کافر سمجھتا ہو مخاطب کر کے عام طور پر شائع کیا جاتا کہ اگر وہ اپنے تیئں صادق قرار دیتے ہیں تو اس عاجز سے مباہلہ کر لیں ...اور اس مباہلہ کے لئے اشخاص مندرجہ ذیل بھی خاص مخاطب ہیں محمد علی واعظ ۔ ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ ۔ منشی سعد اللہ مدرس لدھیانہ ۔ منشی محمد عمر سابق ملازم لدھیانہ ۔ مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ ۔ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ۔ حافظ عبد المنان وزیر آبادی ۔ میر حیدر شاہ وزیر آبادی میاں محمد اسحاق پٹیالوی .

(مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۳۹۵ ۔ ۳۹۹) ۔

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے

میاں بٹالوی کی اطلاع کے لئے اشتہار

یہ اشتہار بسلسلہ عربی تفسیر نویسی ہے ۔ (مجموعہ اشتہارات ج ا صفحہ ۴۱۴ ۔ ۴۱۵)

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے

شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیش گوئی

اس اشتہار میں لکھا ہے . کہ یہ شخص (بٹالوی) اس عاجز کو کافر سمجھتا ہے.......وانی رئیت ان ھذا الرجل یئومن بایمانی قبل موتہ ورئیت کانہ ترک قول التکفیر وتاب وھذہ رءیای وارجوان یجعلھا ربی حقا۔ (مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۴۱۵ ۔ ۴۱۶) ۔ یعنی اس وقت تو بٹالوی میرا مخالف ہے لیکن انجام کار یہ مرزائی ہو جائے گا ۔ مرزا کی یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی جو ان کے کاذب ہونے کی دلیل ہے ۔

☆ ۱۸۹۳ء میں ایک اشتہار . اطلاع عام . کے عنوان سے شائع ہوا ۔ اس میں مولانا محمد حسین بٹالوی کو خطاب ہے اور عربی تفسیر نویسی کا معاملہ چل رہا ہے ۔

(مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۴۱۸ ۔ ۴۱۹) ۔

☆ ۱۸۹۳ء میں ایک اشتہار ہے

اعلان مباہلہ بجواب اشتہار عبدالحق غزنوی

اس میں عبدالحق کے علاوہ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، منشی سعداللہ لدھیانوی مدرس ہائی سکول لدھیانہ، عبدالعزیز واعظ لدھیانہ، منشی محمد عمر سابق ملازم ساکن لدھیانہ، مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ، میاں نذیر حسین دہلوی۔ پیر حیدر شاہ، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، میاں عبداللہ ٹونکی۔ مولوی غلام دستگیر، مولوی شاہ دین، مولوی مشتاق احمد مدرس ہائی سکول لدھیانہ، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد علی واعظ ساکن بوپراں ضلع گوجرانوالہ، مولوی محمد اسحاق اور مولوی سلیمان ساکنان ریاست پٹیالہ، ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ اور مولوی محمد ملازم مطبع کریم بخش لاہور شامل ہیں،

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد ۱۔ص ۴۲۰۔ ۴۲۴)

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے۔ اعلان عام۔

اور اس اشتہار میں مرزا صاحب نے مولانا عبدالحق غزنوی سے مجوزہ مباہلے کے بارے میں اعلان کیا ہے کہ وہ ۱۰ ذی قعد ۱۳۱۰ھ کو عیدگاہ امرتسر میں ہوگا۔ جو لوگ دیکھنے کے لئے آنا چاہیں آجائیں۔ (مجموعہ اشتہارات۔ جلد ۱۔ ص ۴۲۶۔۴۲۷)

☆ مجموعہ اشتہارات جلد دوم کے آغاز میں عیسائیوں کے خلاف ایک اشتہار ہے جس کے حاشیے میں مولانا بٹالوی کا ذکر فرماتے ہوئے مرزا صاحب نے لکھا ہے

۔ بعض دوست خدشہ نہ کریں کہ ممکن ہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی جو عوام میں مولوی کر کے مشہور ہے اس وقت بھی .....عیسائیوں کی مدد کرے.....شیخ مذکور تو آپ ہی علم اور ادب اور علوم عربیہ سے تہی دست اور بے نصیب اور صرف ایک اردو نویس منشی ہے ..... (مجموعہ اشتہارات ص ۶ جلد دوم)

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے

نکتہ چینوں کے لئے ہدائت اور واقعی غلطی کی شناخت کے لئے ایک معیار

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ۔ شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی جو ہماری عربی کتابوں کو عیب گیری کی نیت سے دیکھتے ہیں بباعث ظلمت تعصب کاتب کے سہو کو بھی غلطی کی مد میں داخل کر دیتے ہیں....بعض خوش فہم آدمی چند سہو کاتب یا

کوئی اتفاقی غلطی نکال کر انعام کے امیدوار ہوئے اور ذرہ آنکھ کھول کر یہ بھی نہ دیکھا کہ فی غلطی (انعام) دینے کے لئے یہ شرط ہے کہ ایک شخص اول بالمقابل رسالہ لکھے ورنہ حاسد نکتہ چین جو اپنے ذاتی سرمایہ علمی کچھ بھی نہیں رکھتے دنیا میں ہزاروں بلکہ لاکھوں ہیں۔ کس کس کو انعام دیا جائے۔ چاہیے کہ اول مثلاً اس رسالہ سرالخلافہ کے مقابل پر رسالہ لکھیں اور پھر اگر ان کا رسالہ غلطیوں سے خالی نکلا اور ہمارے رسالہ کا بلاغت فصاحت میں ہم پلہ ثابت ہوا تو ہم سے علاوہ انعام بالمقابل رسالہ کے فی غلطی دو روپیہ بھی لیں جس کا ہم وعدہ کر چکے ہیں۔ ورنہ یوں ہی نکتہ چینی کرنا حیا سے بعید ہوگا۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج دوم۔ ص ۱۴۔۱۵)

۔مرزا صاحب کا چیلنج تھا کہ میرا رسالہ سرالخلافہ معجزاتی ہے اس میں کوئی غلطی نہیں ہو سکتی ۔ جب رسالہ شائع ہوا تو اس اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بٹالوی نے اس میں غلطیوں کی نشان دہی کی جن کو مرزا صاحب نے تسلیم کیا لیکن بہانہ یہ بنایا ہے کہ یہ سہو ہے ۔یا کاتب کی غلطیاں ہیں۔ مولانا بٹالوی کے علاوہ بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی غلطیوں کی نشان دہی کر کے انعام کا مطالبہ کیا تو مرزا صاحب گھبرا گئے اور انعام سے مکر گئے کہ کیسا انعام؟ اور کہا کہ میں کس کس کو انعام دوں؟ ہاں پہلے تم میرے مقابلے میں رسالے لکھو۔ان رسالوں کا امتحان ہوگا اور جو رسالے غلطیوں سے مبرا ہوں گے ان کے مصنفین کو انعام ملے گا۔ جب کہ نبی و رسول مجدد اور سلطان القلم ہونے کا دعوی تو مرزا صاحب کا تھا۔ غلطیوں پر انعام کا اعلان بھی انہی کی طرف سے تھا۔ پھر یہ کیا ہوا؟)

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے

عام اطلاع کے لئے ایک اشتہار

سارا اشتہار مولانا بٹالوی کو مخاطب کر کے لکھا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات ۔ جلد دوم ۔ ص ۱۵ تا ۲۳)

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد سلطان محمد کی نسبت
جو پیش گوئی تھی اس کی حقیقت

یہ اشتہار مجموعہ اشتہارات جلد دوم کے صفحہ ۳۹ سے ۴۹ تک ہے اور اس میں مرزا صاحب کہتے ہیں

. ہم ان میں سے شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی ثم امرتسری اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو اس فیصلہ کے لئے منتخب کرتے ہیں کہ اگر وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک ہمارے اس بیان کا منکر ہو...تو طریق فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں ......صرف دو گھنٹہ تک ہمیں مہلت دیں تا ہم ... دلائل شافیہ ان کے سامنے پیش کردیں۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۹ سے ۴۹)

(محمدی بیگم والی مرزا صاحب کی پیش گوئی دراصل دو حصوں پر منقسم ہو کر دو پیش گوئیاں تھیں۔ ان دونوں پیش گوئیوں کی وجہ یہ پیش آئی تھی کہ جناب مرزا صاحب نے اپنے قریبی عزیزوں میں ایک نوعمر لڑکی سے نکاح کا پیغام دیا جسکی بابت وہ لکھتے ہیں ' و ھی حدیثة السن و انا متجاوز علی الخمسین (یعنی وہ لڑکی ابھی چھوکری ہے اور میں پچاس سال سے زیادہ ہوں) (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۵۷۴)۔ اس لڑکی کے والد نے رشتہ کرنے سے انکار کردیا تو مرزا صاحب نے اعلان پر اعلان جاری کرنے شروع کردئے۔ کہ خدا نے مجھے بذریعہ الہام فرمایا ہے کہ اگر یہ لڑکی کسی اور جگہ بیاہی گئی تو تھوڑے عرصہ میں اسکا خاوند مرجائیگا اور وہ بیوہ ہوکر میرے ساتھ بیاہی جائیگی۔ چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں ' اس خدائے قادر مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط پر کیا جاویگا۔ اور نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۰ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہائت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال میں فوت ہوجائے گا۔ اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔ اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔ پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ خدائے تعالی نے جو مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جسکی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد آخر کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔ اور بے دینوں کو مسلمان بنادے گا۔ اور گمراہوں میں ہدائت پھیلا دے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے۔ کذبوا بآیاتنا و کانوا بھا یستھزئون۔ فسیکفیکھم اللہ و یردھا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ ان ربک فعال لما یرید۔ انت معی و انا معک عسے ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔ یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا۔ اور وہ پہلے سے ہنسی کررہے تھے۔ سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا۔ اور انجام کار اسکی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہ ہوجاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائیگی۔.....احمق اور نادان لوگ بدباطنی و بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں

۔لیکن آخر کار خدا تعالی کی مدد دیکھکر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی ۔(خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۔۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)'

اس اشتہار میں مرزا صاحب محمدی بیگم کو نکاح کے بعد بیوہ ہونے کی دھمکی دیتے ہیں ۔ پھر فرماتے ہیں ' نفس پیش گوئی اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی ۔ کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے لا تبديل لكلمات الله یعنی میری (اللہ کی) یہ بات نہیں ٹلے گی ۔پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالی کا کلام باطل ہوتا ہے' ۔ (اشتہار ۶ ۔اکتوبر ۱۸۹۴ء) ۔ پھر مرزا صاحب نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ اس لڑکی (محمدی بیگم) کا خاوند یعنی جس شخص سے وہ لڑکی باوجود پیغام مرزا صاحب غلام احمد قادیانی کے بیاہی گئی تھی جس کا نام مرزا سلطان محمد ساکن پٹی ضلع لاہور ہے روز نکاح سے اڑھائی سال میں مرجائیگا ۔اسکی بابت یہ امر اظہار کرنا ضروری ہے کہ نکاح کس تاریخ کو ہوا اور اسکی آخری مدت حیات کیا تھی ۔اور وہ اس مدت میں مرا یا نہیں ؟ پس واضح ہو کہ نکاح مذکور حسب اطلاع خود مرزا صاحب ۷ ۔اپریل ۱۸۹۲ء کو ہوا تھا (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۰) اس حساب سے ۶ ۔اکتوبر ۱۸۹۴ء کا دن مرزا سلطان محمد کی زندگی کا آخری روز ہوتا ہے ۔ جب اکتوبر ۱۸۹۴ء گذر گیا اور مرزا سلطان محمد زندہ رہا اور مخالفوں نے طعن و تشنیع کرنے شروع کئے تو مرزا صاحب نے ان کو ٹھنڈا کرنے کیلئے ایک آخری اعلان شائع فرمایا۔جس کے الفاظ یہ ہیں ۔ ' میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ (مرزا سلطان محمد ناکح منکوحہ) کی تقدیر مبرم ہے ۔ اسکی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائیگی' ۔(رسالہ انجام آتھم ص ۳۱) اور مرزا صاحب خود تو مئی ۱۹۰۸ء میں فوت ہوگئے جب کہ مرزا سلطان محمد جس کی موت کی پیش گوئی تقدیر مبرم کی صورت میں کرتے تھے آپ کے بعد بھی عرصہ تک زندہ رہا۔ یہ بات مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئی کے جھوٹا اور مفتری علی اللہ ہونے کا ثبوت ہے)

☆ ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا جس کا عنوان ہے شیخ محمد حسین بٹالوی

اس اشتہار میں ان اعتراضات کا ذکر ہے جو مولانا بٹالوی نے محمدی بیگم والی پیش گوئی کے غلط ہونے پر لکھے تھے ۔ مرزا صاحب انہیں اس انداز میں خطاب کرتے ہیں ۔

اب اگر بے چارہ شیخ بٹالوی کے دل کو دھڑکا پکڑتا ہو کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد .. اے نادان اس کی نظیر قرآن آپ دیتا ہے ...اب فرمایئے شیخ جی ابھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے ۔۔۔اب اے شیخ جی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو.....شیخ جی اب تو آپ ہر یک پہلو قابو میں آگئے ......(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۱۰۶۔۱۱۶) ۔

یہی وہ اشتہار ہے جس کے آخر میں مرزا صاحب نے دعا کی ہے کہ اے اللہ

. احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنے کی پیش گوئی تیری طرف سے ہے تو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو .....اور اگر یہ تیری طرف سے نہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر . (اور پھر کیا ہوا؟ مرزا صاحب کو ان کی مراد (محمدی بیگم) نہیں ملی اور ۱۹۰۸ء میں وہ نامرادی کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے)۔

☆ مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۱۱۷ پر یہ اشتہار شروع ہو کر صفحہ ۱۳۱ پر ختم ہوتا ہے

ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ

میاں رشید احمد گنگو ہی وغیرہ کی ایمان داری پر کھنے کے لئے جنہوں نے اس عاجز کی نسبت

یہ اشتہار شائع کیا ہے کہ یہ شخص کافر اور دجال اور شیطان ہے اور اس پر لعنت اور سب و شتم کرتے رہنا ثواب کی بات ہے اور اس اشتہار کے وہ سب مکفر مخاطب ہیں جو کافر اور اکفر کہنے سے باز نہیں آتے خواہ لدھیانوی ہوں یا امرتسری یا غزنوی یا بٹالوی یا گنگوہی یا پنجاب اور ہندوستان کے کسی اور مقام میں ہوں الا لعنة اللہ علی الکافرین المکفرین الذی یکفرون المسلمین ۔ اب ان سب پر واجب ہے کہ اپنے ہم جنس مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی کو قسم دلا کر ہزار روپیہ ہم سے لے لیں .

اس اشتہار میں ایک جگہ اپنے مخالفوں کا ذکر کرتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں

. مولوی عبد العزیز برادر مولوی محمد ساکن لدھیانہ کی نسبت سرکاری کاغذات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بماہ جون ۱۸۵۷ء ہمراہ پدر خود باغی مفسدوں کے ساتھ دہلی چلے گئے اور مفسدوں میں شامل رہے ۔ اور پھر ۱۸۵۹ء میں دہلی سے گرفتار ہوئے اور آخر بدمعاشوں کی فہرست میں درج کئے گئے ۔ دیکھو روبکار ۴ دسمبر ۱۸۵۸ء دفتر ضلع لودھیانہ ۔ اور جو فتوی تکفیر مولوی نذیر حسین دہلوی کی طرف سے اس عاجز کی نسبت شائع ہوا ہے اور جو اشتہار تکفیر اس فتوی پر زور دینے کے لئے اسی عبد العزیز مولوی اور اس کے بھائیوں کی طرف سے نکلا ہے ان کاغذات کو اگر کبھی گورنمنٹ غور سے دیکھے تو ثابت ہو گا کہ یہ سب لوگ درحقیقت ایک ہی ہیں ۔ ایک خونی مہدی اور خونی مسیح کے دن رات منتظر ہیں .

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے

اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور نیز عام اطلاع کے لئے

اور اس اشتہار کا آغاز مرزا صاحب اس فقرے سے کرتے ہیں

. چونکہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے مخالف واقعات صحیحہ کو چھپا کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں ...(مجموعہ اشتہارات ۔جلد دوم ۔ صفحہ۱۳۲۔۱۳۳)

☆ مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۲۹۶ سے جو اشتہار شروع ہوتا ہے اس کا عنوان ہے

مولوی غلام دستگیر صاحب کے اشتہار کا جواب

اس اشتہار میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مولوی غلام دستگیر صاحب کی طرف سے مباہلہ کی یہ شرط رکھنا کہ مباہلے کے بعد . جھوٹے پر فوری عذاب ہو . غلط ہے ۔ اور اشتہار کے آخر میں مولوی غلام دستگیر صاحب کی کسی بات کو جھوٹ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ . جب آپ نے ہمیں اکفر بنایا ۔ بے دین بنایا ۔ دجال بنایا ۔تکفیر کے لئے حرمین تک وہ تکلیف اٹھائی کہ بچارے شیخ بٹالوی کو بھی نہ سوجھی تو یہ کذب تو ایک ادنی بات ہے . یہ اشتہار ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ کا ہے ۔

☆ اتمام حجت علی العلماء کے عنوان سے ایک اشتہار جلد دوم کے صفحہ ۳۰۰ سے شروع ہوتا ہے اس میں ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں

اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے نامی مخالف مجھ سے مباہلہ کر لیں ۔

☆ جلد دوم کے صفحہ ۴۰۵ سے شروع ہو کر صفحہ ۴۱۰ پر ختم ہونے والا اشتہار یکم مئی ۱۸۹۷ء کا ہے اور اس کا عنوان ہے ۔

محمد حسین ۔گنگا بشن ۔ اشتہار واجب الاظہار

اس اشتہار کا آغاز یوں ہوتا ہے

. شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعت السنہ کا ایک اشتہار جس پر تاریخ کوئی نہیں اور جس کا یہ عنوان ہے . الہامی قاتل مرزا غلام احمد . میری نظر سے گذرا ....شیخ صاحب اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ لیکھرام والی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی ۔ نیز ارقام فرماتے ہیں کہ میں اس بارے میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں ۔(یہ سارا اشتہار مولانا بٹالوی کے خلاف ہے)

☆ جلد دوم کے صفحہ ۴۱۱ تا ۴۱۴ پر اشتہار کا عنوان ہے

اشتہار قطعی فیصلہ کے لئے

یہ اشتہار ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء کو جاری ہوا تھا اور اس میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دونوں

فریق خدا سے دعا کریں کہ انکے حق میں خدا کی طرف سے نشان ظاہر ہو۔ اور فریق مخالف کی حمائت میں نشان ظاہر ہونے کی صورت میں میں . سمجھ لوں گا کہ محمد حسین بٹالوی اور عبدالجبار غزنوی اور عبدالحق غزنوی اور رشید احمد گنگوہی اور محمد حسین کا پیارا دوست محمد بخش جعفر زٹلی اور دوسرا پیارا دوست محمد علی بو پڑی یہ سب اولیاء اللہ اور عباد اللہ الصالحین ہیں ...(اگر) . خدا نے مجھے سچا کر دیا تو چاہیے کہ محمد حسین بٹالوی اور عبدالجبار غزنوی اور رشید احمد گنگوہی میرے ہاتھ پر توبہ کریں . (اس اشتہار کے مخاطب محمد حسین بٹالوی عبدالجبار غزنوی عبدالحق غزنوی اور رشید احمد گنگوہی ہیں).

☆ مجموعہ اشتہارات جلد سوم کے صفحہ ۳۱ سے یہ اشتہار شروع ہوتا ہے

کیا محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کو

عدالت صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں کرسی ملی

۷ مارچ ۱۸۹۸ء کا یہ اشتہار مولانا بٹالوی کو مخاطب کر کے دیا گیا تھا۔ مرزا صاحب کو دعوی تھا کہ وہ کرسی نشین خاندان سے ہیں اور انہیں عدالت میں کرسی ملتی ہے۔ پھر کرم دین والے مقدمے میں (جس نے دو سال تک انہیں پریشان رکھا تھا) لالہ آتما رام کی عدالت میں مرزا صاحب کو روزانہ گھنٹوں کے حساب سے کھڑے ہونا پڑتا تھا اور ٹانگیں خشک ہو جاتی تھیں

☆ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار کا عنوان ہے۔

ہم خدا پر فیصلہ چھوڑتے ہیں

اور اس کا آغاز یوں ہوتا ہے

. جن لوگوں نے شیخ محمد حسین بٹالوی کے چند سال کے پرچہ اشاعت السنہ دیکھے ہوں وہ اگر چاہیں تو محض للہ گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس راقم کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی .(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۵۷۔۶۲)

یہی وہ اشتہار ہے جس میں مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی مولانا سید ابوالحسن تبّتی اور ملا محمد بخش جعفر زٹلی کی ۱۳ ماہ میں ذلت کی پیش گوئی کی ہے۔ یاد رہے کہ یہ پیش گوئی انجام کار جھوٹی نکلی تھی اور بعد میں مرزا صاحب صاف مکر گئے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے ذلت کے لئے کوئی مدت مقرر ہی نہیں کی تھی۔

☆ ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو مرزا صاحب نے اشتہار دیا

ان الله مع الذين اتقوا و الذين هم محسنون

اور اس اشتہار میں لکھتے ہیں

. میں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجے کے منتظر رہیں کہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعت السنہ اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی (مرزا صاحب نے اپنے ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والے اشتہار کو مباہلہ کہا۔ پھر ہوا یہ کہ ۱۹۰۸ء میں خود مر گئے جبکہ ان کے تینوں مخالف زندہ تھے) پھر کہتے ہیں کہ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو .... اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں (کسی سے) کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو۔ ... مجھے امید تھی کہ میرے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے بعد جو بمقابلہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے لکھا گیا تھا یہ لوگ خاموش رہتے کیونکہ اشتہار میں صاف طور پر یہ لفظ تھے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک اس بات کی میعاد مقرر ہوگئی ہے کہ جو شخص کاذب ہوگا خدا اس کو ذلیل اور رسوا کریگا۔ ..لیکن افسوس انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ زٹلی مذکور نے (اپنے) اشتہار ۲۰ نومبر ۱۸۹۸ء میں وہی گند پھر بھر دیا ہے جو ہمیشہ اس کا خاصہ ہے ...اب یہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء آخری فیصلہ ہے۔ چاہیے کہ ہر ایک طالب صادق صبر سے انتظار کرے۔ خدا جھوٹوں دجالوں کذابوں کی مدد نہیں کرتا.... دونوں فریق اس کے سامنے ہیں اور عنقریب ظاہر ہوگا کہ اس کی مدد اور نصرت کس طرف آتی ہے۔

خاکسار غلام احمد ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۶۷۔ ۷۳)

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے

پوری ہوگئی

یہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو دیا گیا تھا اور اس میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مولانا بٹالوی نے ایک مضمون لکھا ہے جس میں انہوں نے آمد مہدی سے انکار کیا ہے اور یہی ان کی ذلت ہے۔ اور ان ذلیل ہونے سے میری پیش گوئی پوری ہوگئی ہے۔ اور پھر حکومت سے درخواست کی ہے کہ

. محمد حسین نے اپنی اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ نمبر ۳ ص ۹۵ میں میری نسبت اپنے گروہ کو

اکسایا ہے کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ پس جب کہ ایک قوم کا سرگروہ میری نسبت واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیتا ہے تو مجھے گورنمنٹ عالیہ کے انصاف سے امید ہے کہ جو کچھ ایسے شخص کی نسبت قانونی سلوک ہونا چاہیے وہ بلاتوقف ظہور میں آوے۔ تا اس کے معتقد ثواب حاصل کرنے کے لئے اقدام قتل کے منصوبے نہ کریں۔ (حاشیہ۔ محمد حسین نے اس قتل کے فتویٰ کے وقت یہ جھوٹا الزام میرے پر لگایا ہے گویا میں نے حضرت عیسیٰ کی توہین کی ہے اس لئے میں قتل کے لائق ہوں۔ مگر یہ سراسر محمد حسین کا افتراء ہے۔ جس حالت میں مجھے دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور حضرت عیسیٰ سے مجھے مشابہت ہے تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ میں نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ کو برا کہتا تو اپنی مشابہت ان سے کیوں بتلاتا).

خاکسار غلام احمد ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۴۷ سے ۷۸)

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے

مولوی محمد حسین بٹالوی پر آخری حجت یعنی بلاشرط مباہلہ کی دعوت

یہ اشتہار مرزا صاحب نے اپنے مریدوں سے دلوایا تھا۔ کیونکہ خود مجبور تھے۔ مسیح موعود اور مالک کن فیکون ہونے کے باوجود ہندوستان کے ایک ضلعی مجسٹریٹ کی عدالت میں اقرار نامہ دے آئے تھے کہ میں آئندہ ایسے کام خود نہیں کرونگا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۸۸۔۹۱)۔ اس قسم کے اشتہاروں کے جواب میں مولانا بٹالوی کے دوست سید ابوالحسن تبّتی اور ملا محمد بخش جعفر کہا کرتے تھے کہ ہمت ہے تو خود سامنے آؤ۔ دوسروں کی آڑ میں چھپ کر کیوں تیراندازی کرتے ہو؟

☆ مرزا صاحب کے ایک اشتہار کا عنوان ہے

ایک پیش گوئی کا پورا ہونا

اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ

یہ اشتہار مولانا بٹالوی کے خلاف ۳ جنوری ۱۸۹۹ء کو جاری کیا اور اس میں بتایا کہ ۱۳ ماہ میں ذلیل وخوار ہونے والی پیش گوئی مولوی صاحب کے مہدی والے مضمون سے (ایک مرتبہ پھر) پوری ہوگئی ہے۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۹۱۔۱۱۴)

☆ اس کے بعد صفحہ ۱۱۵ سے ایک اشتہار شروع ہوتا ہے جس کا عنوان ہے

نقل اس ڈیفنس کی جو انگریزی میں چھاپا گیا

اس میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

. میں نے اپنے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں کوئی ایسی پیش گوئی نہیں کی جس سے محمد حسین یا اس کے کسی اور شریک کی جان یا مال یا عزت کو خطرہ میں ڈالا ہو... میرا اشتہار مباہلہ ۱۲ نومبر ۱۸۹۸ء جو فریق مخالف (محمد حسین ۔ ابوالحسن تبّتی ۔ محمد بخش جعفر زٹلی) کی کئی چھپی ہوئی درخواست مباہلہ اور کئی قلمی خطوط طلبی مباہلہ کے بعد لکھا گیا اور ایسا ہی دوسرا اشتہار جو ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع ہوا.

(مجموعہ اشتہارات ۔ جلد سوم ۔ ص ۱۱۵) ۔

دوسرے مقامات پر مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ مسلمان علماء ان کی دعوت قبول کر کے مباہلے کے لئے میدان میں نہیں آتے ۔ لیکن اس اشتہاری تحریر میں مرزا صاحب اقرار کر رہے ہے کہ انہیں مطبوعہ اشتہاروں اور قلمی خطوط کے ذریعے لوگوں نے مباہلے کی دعوت دی ہے ۔ اور وہ مقابلے میں نکلنے کے بجائے گھر میں بیٹھ کر محمد حسین ۔ ابوالحسن تبّتی اور محمد بخش جعفر زٹلی کیلئے تیرہ مہینوں میں ذلت کی پیش گوئی کر کے بالمقابل مباہلہ کرنے سے جان چھڑا رہے ہیں ۔

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے

اپنے مریدوں کی اطلاع کے لئے

۲۶ فروری ۱۸۹۹ء کے اس اشتہار میں مرزا صاحب بتاتے ہیں کہ گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں جو فوجداری مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ان کے خلاف چل رہا تھا اس میں انہوں نے ڈپٹی کمشنر کو ایک اقرار نامہ دیا ہے ۔ اس لئے اب میرے مرید مولوی محمد حسین اور اس کے ساتھیوں سے بکلی قطع کلام اور ترک ملاقات رکھیں اور کوئی کسی کو مباہلہ کے لئے نہ بلاوے نہ بٹالہ کو ط کے ساتھ بطالہ لکھے ۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۱۳۴ ۔ ۱۳۷)

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے

ایک عظیم الشان پیش گوئی کا پورا ہونا

۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کا یہ اشتہار مولانا بٹالوی محمد بخش جعفر زٹلی اور ابو الحسن تبّتی کو مخاطب کر کے لکھا گیا ہے کہ ۱۳ ماہیہ پیش گوئی مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو اقرار نامہ دینے کی وجہ سے (ایک مرتبہ پھر) پوری ہوگئی ہے کیونکہ اب تم لوگوں نے مجھے گالیاں دینا بند کر دیا

ہے۔ وغیرہ

اس اشتہار میں مولوی عبدالحق غزنوی کو بھی خطاب ہے کہ میں نے پیش گوئی کی تھی کہ تمہاری زندگی میں میرا چوتھا بیٹا پیدا ہوگا۔ دیکھو اب میرا بیٹا مبارک احمد پیدا ہوگیا ہے۔ اس کی پیدائش تمہاری ذلت ہے۔اور چونکہ اس پیش گوئی کے پورا ہونے سے میری عزت ہوئی ہے اس لئے یہ بھی بلا شبہ مولوی محمد حسین اور اس کے گروہ جعفر زٹلی وغیرہ کی ذلت کا موجب ہے (یعنی مبارک احمد کی ولادت سے ۱۳ ماہ یہ پیش گوئی ایک مرتبہ پھر پوری ہوگئی۔ بھلا مبارک کی ولادت کا مولانا بٹالوی یا محمد بخش یا ابوالحسن سے کیا تعلق؟ اور جب یہ لڑکا بچپن میں مرگیا تو اس کے لوح مزار پر لکھا۔ میں جو غلام احمد نام خدا کا مسیح موعود ہوں ۔مبارک احمد جس کا اوپر ذکر ہے میرا لڑکا تھا۔ وہ بتاریخ ۷ شعبان ۱۳۲۵ھ .....وفات پاکر الہامی پیش گوئی کے موافق اپنے خدا کو جا ملا۔ کیونکہ خدا نے میری زبان پر اس کی نسبت فرمایا تھا کہ وہ خدا کے ہاتھ سے دنیا میں آیا ہے اور چھوٹی عمر میں ہی خدا کی طرف واپس جائے گا۔ درثمین ص ۷۹ بحوالہ لوح مزار مبارک احمد نوشتہ ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ مرزا صاحب یہاں بھی جھوٹ بول رہے ہیں کیونکہ کوئی الہام یا پیش گوئی مبارک کی وفات سے پہلے کی ایسی نہیں ہے جس میں کہا گیا ہو کہ یہ لڑکا بچپن میں مرجائے گا۔ایسی باتیں مرزا صاحب نے مبارک کی وفات کے بعد گھڑی ہیں۔ اور مرزا صاحب کی اصل پیش گوئی تو یہ تھی کہ انہیں چار بیٹے ملیں گے جو عمر پاویں گے۔ مبارک کے مرنے سے وہ پیش گوئی بھی غلط ہوگئی)۔

اور اس اشتہار میں مرزا صاحب نے مولانا ثناء اللہ کو خطاب کرکے لکھا ہے

. اس جگہ افسوس کے ساتھ ہمیں یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ پرچہ اخبار عام ۲۳ نومبر ۱۸۹۹ء میں ایک شخص ثناء اللہ نام امرت سری نے یہ مضمون چھپوایا ہے کہ اب تک مولوی محمد حسین کی کچھ بھی ذلت نہیں ہوئی .... . (پھر مولانا امرتسری کے اس مضمون پر مرزا صاحب تبصرہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں)۔ رہا یہ سوال کہ محمد حسین کو کچھ زمین مل گئی ہے یعنی ذلت کی بجائے عزت ہوگئی ہے ...(تو) کسی کے گلے میں کاشت کاری کا سامان پڑا یہ بھی ایک قسم کی ذلت ہے (یعنی ایک مرتبہ پھر پیش گوئی پوری ہوگئی).....اور رہی یہ بات کہ محمد حسین کا کسی ریاست میں وظیفہ مقرر ہوگیا ہے.....اس جگہ تو (ہمیں) وہ فقرہ یاد آتا ہے بئس الفقیر علی باب الامیر (جبکہ مرزا صاحب ہندو ریاستوں کے عہدہ داروں سے بھی

خیرات مانگتے رہتے تھے جیسا کہ پٹیالہ کے مسلمان وزیر سے براہین کے لئے ۵۰۰ سو روپیہ کی خیرات وصول کی تھی) (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحات ۱۹۲ تا ۲۱۷)

☆ مجموعہ اشتہارات جلد سوم کے صفحہ ۲۶۸ سے ایک طویل اشتہار شروع ہوتا ہے جس کا عنوان اشتہار معیار الاخیار ہے ۔ اور مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ اس اشتہار کو منشی الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ اور حافظ محمد یوسف اور اولاد مولوی عبداللہ غزنوی غور سے پڑھیں ۔ اور منشی الٰہی بخش صاحب جواب دیں کہ کیا ان کا الہام سچا ہے یا انکے مرشد مولوی عبداللہ غزنوی کا ۔

☆ مرزا صاحب کا ایک طویل اشتہار یوں ہے

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی جو سخت مکذب ہیں ان کے ساتھ ایک
طریق فیصلہ مع ان علماء کے جن کے نام ضمیمہ اشتہار ہذا میں شامل ہیں

یہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ ء کا اشتہار ہے ۔اس میں مرزا صاحب نے پیر مہر علی کے علاوہ درج ذیل ۸۶ علماء ومشائخ کو تفسیر نویسی کا چیلنج دے کر لاہور بلایا ہے

محمد لدھیانوی، عبد العزیز لدھیانوی، محمد حسن رئیس لدھیانہ، مشتاق احمد انبیٹھوی مدرس لدھیانہ، شاہ دین مفتی لودھیانہ، معظم دین مرولہ والہ ضلع شاہ پور، عبد اللہ چکڑالوی، میاں چٹو ساکن لاہور، غلام حسن سیالکوٹ، خلیل احمد انبیٹھہ ضلع سہارنپور، شاہ محمد حسین صابری مراد آباد، نذیر احمد سابق ڈپٹی کلکٹر، عبداللطیف امروہی اودے پور، ولی محمد جالندھری ساکن پتارہ، قاضی عبدالقدوس چھاؤنی بنگلور، شیخ عبداللہ چک عمر تحصیل کھاریاں محمد حسن مفسر امروہہ، عبدالغفار مفتی ریاست گوالیر، عبداللہ کرانچی، احمد حسن مدرس پانواڑی امروہہ، قاسم شاہ سیفی مجتہد لاہور، مجتہد صاحب لکھنو، عنائت علی صاحب شیعی سامانہ ریاست پٹیالہ، سکندر شہر میسور، لطف اللہ قاضی القضاۃ حیدر آباد، نذیر حسین انبیٹھی، عبداللہ سجادہ نشین گڑھی پٹھانوں کی راولپنڈی، محمد حسین موضع بھیں ضلع جہلم، ثناء اللہ امرتسری، کلیم اللہ مچھیانہ گجرات، اسحاق اجراوری پٹیالہ، نذیر حسین دہلوی، تلطف حسین دہلوی، کرامت اللہ صدر بازار دہلی، فضل دین گجرات، عبدالوہاب امام مسجد صدر دہلی، علماء ندوہ، منشی سلیمان ملازم ریاست پٹیالہ مئولف غائیۃ المرام، مسیح الزمان شاہجہان پور، محمد صدیق دیوبندی مراد آباد، محمد شفیع رام پور ضلع سہارنپور، دیدار علی ریاست الور، شیخ خلیل

الرحمان سرساوہ سہارنپور، نظام دین قاضی مالیر کوٹلہ، عبداللہ ٹونکی، قاضی ظفر الدین پروفیسر، عبدالحکیم پروفیسر، عبداللہ ساکن جلو، غلام محمد چکوال، محمد ابراہیم آرہ، محمد حسین بٹالوی، شیخ حسین عرب یمانی بھوپال، اصغر علی پروفیسر، محمد بشیر بھوپال (سہسوانی)، عبدالجبار غزنوی امرتسر، احمد اللہ امرتسر، رسل بابا امرتسر، عبدالحق حقانی، عبدالحق غزنوی امرتسر، عبدالواحد غزنوی امرتسر، منہاج الدین، منشی الٰہی بخش، احمد سکندر پور ہزارہ، قاضی میر عالم سکندر پور ہزارہ، رشید احمد گنگوہ، ابوالخیر نقش بندی خانقاہ مرزا مظہر جانجاناں دہلی، احمد علی مدرسہ اسلامیہ میرٹھ، ملا مانکی نوشہرہ، حافظ عبدالمنان وزیرآباد، قاضی سلطان محمود آوان گجرات، غلام محمد بگہ والہ مسجد شاہی لاہور، مولوی شبلی نعمانی، مولوی الطاف حسین حالی، محمد ذکریا انجمن حمائت اسلام لاہور، غلام محمد انجمن نعمانیہ لاہور، غازی خان گولڑہ، غلام رسول قطب ال گوجر خان، مفتی غلام محی الدین گڑھا ڈاکخانہ ڈومیلی، عبد السمیع رامپوری، محمود حسن مدرس اول دیوبند، احمد حسن کنج پوری صابری دہلی جامع مسجد، احمد حسن ایڈیٹر اخبار شحنہ ہند، عبدالخالق جہان خیلاں ضلع ہوشیار پور، عبدالرحمٰن چھوہروی ضلع ہزارہ، فقیر محمد عزیز ترنواہ ہزارہ شیخ نظام الدین سجادہ نشین شاہ نیاز صاحب خاص بریلی (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۳۲۵ ـ ۳۴۱)

مرزا صاحب نے علماء ومشائخ کو چیلنج تو کر دیا تھا لیکن آپ لاہور تشریف نہ لائے۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ لاہور میں میرے مرید کم ہیں جب کہ پیر صاحب کے ساتھ ان کے سرحدی مرید تھے جن سے مجھے خطرہ تھا۔

☆ پھر مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا جس کا عنوان تھا

عام لوگوں کو اس بات کی اطلاع کہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی
نے میری دعوت کے جواب میں کیا کاروائی کی

اس اشتہار میں مرزا صاحب لکھتے ہیں . پیر صاحب کی جماعت کی تہذیب کا یہ حال ہے کہ گندی گالیوں کے کارڈ میرے نام ڈاک سے بھیجے جاتے ہیں۔ ایسی گالیاں کہ کوئی ادنی سے ادنی چوہڑہ یا چمار بھی زبان پر نہیں لا سکتا۔ پہلے میرا ارادہ تھا... کہ اپنے دوستوں میں سے... مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی پیر صاحب کے ساتھ بحث کرنا قبول فرماتے ... مگر افسوس کہ سید صاحب موصوف نے جب دیکھا کہ اس جماعت میں ایسے گندے لوگ موجود ہیں کہ گندی گالیاں ان کا طریق ہے تو اس کو مشتے نمونہ از خروارے پر قیاس

کر کے ایسی مجلسوں میں حاضر ہونے سے اعراض بہتر سمجھا ۔ ہاں میں نے پیر مہر علی شاہ صاحب کے لئے بطور تحفہ ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام تحفہ گولڑویہ رکھا ہے جب پیر صاحب موصوف اس کا جواب لکھیں گے تو لوگوں کو خود معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے دلائل کیا ہیں اوران کا جواب کیا ہے ۔.. خاکسار غلام احمد ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء (یعنی مرزا صاحب نے خود بھی میدان میں آنے کی ہمت نہیں اور نہ ہی آپ مولوی محمد احسن صاحب کو میدان میں نکال سکے ۔ اور جہاں تک گھر میں بیٹھ کر رسالہ لکھنے کی بات ہے گھر میں تو ہر ایک شیر ہوتا ہے)۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۳۴۶ ۔ ۳۴۸)

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے

پیر مہر علی شاہ صاحب کے توجہ دلانے کیلئے آخری حیلہ

اس اشتہار میں مرزا صاحب لکھتے ہیں

. مجھے معلوم ہوا ہے کہ لاہور کے گلی کوچے میں پیر صاحب کے مرید اور ہم مشرب شہرت دے رہے ہیں کہ پیر صاحب تو بالمقابل تفسیر لکھنے کیلئے لاہور پہنچ گئے تھے مگر مرزا بھاگ گیا اور نہیں آیا...... میں بہرحال لاہور پہنچ جاتا ۔مگر میں نے سنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر صاحب کے ساتھ ہیں اور ایسا ہی لاہور کے اکثر سفلہ اور کمینہ طبع لوگ گلی کوچوں میں مستوں کی طرح گالیاں دیتے پھرتے ہیں اور نیز مخالف مولوی بڑے جوشوں سے وعظ کر رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے ۔تو اس صورت میں لاہور جانا بغیر کسی احسن انتظام کے کس طرح مناسب ہے....اس درجہ کی گندہ زبانی کو ان لوگوں نے استعمال کیا ہے کہ مجھے امید نہیں کہ اس قدر گندہ زبانی ابو جہل نے آنحضرت ﷺ کے مقابل پر یا فرعون نے حضرت موسیٰ کے مقابلے پر دکھلائی ہو... (پھر اس اشتہار میں مرزا صاحب نے کہا ہے کہ اگر لاہور کے فلاں فلاں رئیس میری حفاظت کی ذمہ داری لیں تو میں آؤں گا.....کیونکہ) . اس فتنہ اور اشتعال کے وقت میں بجز شہر کے رئیسوں کی پورے طور پر ذمہ داری کے لاہور میں قدم رکھنا گویا آگ میں قدم رکھنا ہے ۔ جو لوگ گورنمنٹ کے قانون کی بھی کچھ پرواہ نہ رکھ کر علانیہ فتوے پر فتوی میری نسبت دے رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے کیا ان کا وجود خطرناک نہیں .....المشتہر مرزا غلام احمد ۲۸ اگست ۱۹۰۰ء ۔ (مرزا صاحب کان و ما

یکون کے مالک اور واللہ یعصمک من الناس اور انی مھین من اراد اہانتک کے دعویدار تھے پھر بھی اتنے ڈرے ہوئے تھے)

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم۔صفحہ ۳۴۸ تا ۳۵۵)

☆ ۱۹۰۰ء کا ایک اشتہار ہے

اشتہار انعامی پانسو روپیہ

بنام حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر

مرزا صاحب نے اس میں لکھا ہے کہ

. ایسا ہی اس اشتہار میں یہ تمام لوگ بھی مخاطب ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔ پیر مہر علی گولڑوی، نذیر حسین دہلوی، محمد بشیر بھوپالوی، تلطف حسین دہلوی، عبدالحق حقانی رشید احمد گنگوہی، محمد صدیق دیو بندی مدرس بچھرایوں ضلع مراد آباد، شیخ خلیل الرحمان جمالی سرساوہ ضلع سہارنپور، عبدالعزیز لدھیانہ، محمد لدھیانوی، محمد حسن لدھیانہ، احمداللہ امرتسری، عبدالجبار غزنوی، غلام رسول عرف رسل بابا، عبداللہ ٹونکی عبداللہ چکڑالوی، ڈپٹی فتح علی شاہ ڈپٹی کلکٹر نہر لاہوری، منشی الٰہی بخش لاہور، منشی عبدالحق اکونٹنٹ پنشنر، محمد حسن ابوالفیض ساکن بھیں، سید عمر واعظ حیدر آباد علمائے ندوہ معرفت مولوی محمد علی سکرٹری ندوۃ العلماء، سلطان الدین جے پور، مسیح الزمان استاد نظام حیدر آباد دکن۔ عبد الواحد خان شاہجہان پوری، اعزاز حسین خاں شاہ جہان پور، ریاست علی خان شاہجہان پور، سید صوفی جان شاہ میرٹھ، اسحاق پٹیالہ، جمیع علماء کلکتہ و بمبئی و مدراس جمیع سجادہ نشینان ومشائخ ہندوستان۔

(یہ طویل اشتہار ضمیمہ تحفہ گولڑویہ (خزائن جلد ۱۷) کے صفحہ ۳۷ سے شروع ہوتا ہے اور اربعین نمبر ۳ (خزائن ج ۱۷) کے صفحہ ۳۸۶ سے بھی یہی اشتہار شروع ہوتا ہے)۔

☆ ایک شتہار ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کا ہے جس کا عنوان ہے

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

اس اشتہار میں میں مرزا صاحب نے پیر صاحب کو چیلنج کیا کہ میرے مقابل سورت فاتحہ کی عربی میں تفسیر لکھیں۔ اگر ان کی تفسیر مجھ سے بہتر ہو تو ۵۰۰ روپیہ انعام پائیں اور چاہیں تو اپنی مدد کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور محمد حسین

بھیں وغیرہ کو بلالیں ۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۳۶۷ ۔ ۳۷۲)

☆ ایک طویل اشتہار کا عنوان ہے
شتاب کار نکتہ چینوں کیلئے مختصر تحریر اور براہین احمدیہ کا ذکر

اس اشتہار میں لاہور والے جلسے کا ذکر ہے اور اس کے حاشیہ میں منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ کو مخاطب کر کے ان کی کتاب عصائے موسیٰ میں مندرج الہامات کا جواب دیا ہے۔ نیز منشی صاحب کے اس اعتراض کا جواب دینے کی کوشش بھی فرمائی ہے کہ مرزا صاحب کتابوں کے لئے چندہ مانگ کر پیسہ جمع کر لیتے ہیں لیکن کتابیں شائع نہیں کرتے ۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۳۷۲ ۔ ۳۸۱)

☆ ایک اشتہار بعنوان . آیات الرحمان . ہے۔ یہ مرزا صاحب کے مرید مولوی محمد احسن امروہی کی کتاب کا اشتہار ہے جو انہوں نے منشی الٰہی بخش صاحب کے جواب میں لکھی تھی ۔ اس اشتہار میں مرزا صاحب نے اپیل کی ہے کہ لوگ پیشگی قیمت روانہ کر دیں تو جمع ہونے والے سرمائے سے کتاب شائع کروائی جائے .

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۴۴۲)

☆ پیر مہر علی صاحب کو مخاطب کر کے دیئے گئے ایک اشتہار کا عنوان یہ ہے
اشتہار انعامی پچاس روپیہ

اس میں مرزا صاحب نے پیر مہر علی صاحب کو چیلنج کیا ہے کہ وہ تحفہ گولڑویہ کا رد لکھیں اور پھر . مولوی محمد حسین بٹالوی ایک مجمع بٹالہ میں مقرر کر کے ہم دونوں (مرزا صاحب اور پیر صاحب) کی حاضری میں میرے تمام دلائل ایک ایک کر کے حاضرین کے سامنے رکھ دیں اور پھر ہر ایک دلیل کے مقابل جس کو وہ بغیر کسی کمی بیشی اور تصرف کے حاضرین کو سنا دیں گے پیر صاحب کے دلائل سنا دیں اور خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ یہ جوابات صحیح ہیں اور دلیل پیش کردہ کی قلع قمع کرتے ہیں تو میں مبلغ ۵۰ روپیہ انعام بطور فتح یابی پیر صاحب کو اسی میدان میں دیدونگا۔ المشتہر مرزا غلام احمد کیم ستمبر ۱۹۰۲ء

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۴۷۵ ۔ ۴۷۶)

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے دس ہزار روپیے کا اشتہار
مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو مخاطب کر کے یہ اشتہار دیا ہے اور

۲۹ ۔۳۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مد ضلع امرتسر کے مناظرے میں جو کچھ مرزائیوں کے ساتھ ہوا تھا اس داغ کو دھونے کی ناکام کوشش کی ہے ۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۴۷۸ تا ۴۸۱)

☆ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کے اشتہار کا عنوان ہے

اصلاح حسب منشا کھلی چٹھی مولوی ثناء اللہ صاحب

مرزا صاحب نے اپنی ایک کتاب میں لکھا تھا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ذریعہ معاش مردوں کا کفن دفن ہے ۔ مولانا ثناءاللہ نے مرزا صاحب سے گذارش کی کہ وہ اس دعوی کا ثبوت پیش فرمائیں ۔ اس پر مرزا صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ انہوں نے ایسا لکھ کر غلطی کی ہے ۔ یہ اشتہار اسی غلطی کی اصلاح کے لئے دیا گیا تھا (مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۴۸۲)

☆ ایک اشتہار کا عنوان ہے ، خدا سچے کا حامی ہو

۱۶ اگست ۱۹۰۶ء کا یہ اشتہار ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب پٹیالوی کے خلاف ہے اور اس میں مرزا صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی پیش گوئیوں کے مقابلے میں اپنی پیش گوئیاں اور دعوے درج کئے ہیں ۔(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ۔صفحہ ۵۵۷۔ ۵۶۰)۔

ڈاکٹر صاحب اورمرزاصاحب کی اشتہاری جنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنی پیش گوئی (کہ عبدالحکیم میرے سامنے مرے گا) کو غلط ثابت کر گئے ۔

☆ مرزا صاحب کے تمام اشتہارات میں سے سب سے زیادہ مشہور اشتہار وہ ہے جو انہوں نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع فرمایا۔اس کا عنوان ہے

مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے مولوی ثناءاللہ امرتسری کو مدمقابل بنا کر خدا سے شکائت کی ہے کہ اس شخص نے مجھے بہت ذلیل کیا ہے اور یہ میرے قلعے کو گرانا چاہتا ہے مجھے کذاب دجال وغیرہ کہتا ہے اور اس نے دور دراز کے ممالک میں بھی میرے بارے میں ایسی باتیں پہنچا دی ہیں ۔ اس لئے اے اللہ تو میرے اور اس کے درمیان آخری فیصلہ کر دے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہیضہ یا طاعون وغیرہ بیماری سے مر جائے ۔

اور اس اشتہاری دعاء کا انجام یہ ہوا کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب دنیا

سے چل بسے جب کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ان کے بعد بھی چالیس سال تک زندہ رہے

یوں کہا کرتا تھا مر جائیں گے اور اور تو زندہ ہیں خود ہی مر گیا

اس کے بیماروں کا ہو گا کیا علاج کالرہ سے خود مسیحا مر گیا

مرزا صاحب کے اشتہارات کے بعد آیئے اب ہم ان کی کتابوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں ۔

☆ مرزا صاحب نے اپنی کتاب فتح اسلام میں مولوی اسماعیل علی گڈھی کا ذکر کیا ہے

☆ مرزائی لوگ مباحثہ لدھیانہ کو بھی مرزا صاحب کی تصنیفات میں شامل کرتے ہیں ۔ یہ مباحثہ جولائی ۱۸۹۱ء میں مولانا بٹالوی اور مرزا صاحب کے درمیان ہوا تھا۔ اور اس میں مرزا صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ مولانا بٹالوی کے دلائل کی تردید میں کہا ہے نسیم سیفی قادیانی نے اپنی انگریزی کتاب . مسیح موعود کی کتابیں . (وکالت تصنیف ربوہ۔۱۹۸۳ء). میں فتح اسلام کے تعارف میں لکھا ہے

The subject to be discussed was the death of Jesus Christ. Batalwi wanted the position of Hadith to be clarified before taking up the real subject of the debate and he harped on this clarfication for all the 12 days till the debate ended without the topic of death of Jesus Christ being discussed. Ghulam Ahmad, claims saifi, gave clear and full length answers to his questions about the position of Hadith but Batalvi repeated his demand every time; he said that a clear cut reply had not been given. Nasim Saif p 14.

☆ ازالہ اوہام ، مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کے بعد ان کے ابتدائی دور کی ایک ضخیم کتاب ہے ۔ اس کے صفحہ ۲۴۹ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں

. میرے دوست مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب اپنے ایک خط میں مجھے لکھتے ہیں کہ اگر آپ کا مثیل مسیح ہونا مان لیا جائے تو پھر بخاری و مسلم و دیگر صحاح نکمی و بے کار ہو جائیں گی . اور پھر مرزا صاحب نے کئی صفحات مولانا بٹالوی کی نذر کئے ہیں ۔

صفحہ ۳۰۱ پر مرزا صاحب اپنا یہ الہام لکھتے ہیں یعیسی انی متوفیک و رافعک الی و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ اور فرماتے ہیں

. یہ مولوی صاحبان عبدالرحمٰن (محی الدین لکھوی) عبدالحق (غزنوی) تو مجھے اس

وقت قطعی دوزخی بتاتے ہیں لیکن ان کے بیان سے دس سال پہلے خدا تعالی مجھے جنتی ہونے کا وعدہ دے چکا ہے۔ اور جس طرح یہودیوں نے خیال کیا کہ نعوذ باللہ عیسی مسیح لعنتی ہے اور ہرگز عزت کے ساتھ اس کا رفع نہیں ہوگا اور ان کے رد میں یہ آئت نازل ہوئی تھی انی متو فیک و را فعک الی اسی طرح خدا تعالی نے اس جگہ بھی پہلے سے ہی اپنے علم قدیم کی وجہ سے یہ الہام بطور پیش گوئی اس عاجز کے دل پر القاء کیا۔ چونکہ وہ جانتا تھا کہ چند سال کے بعد میاں عبدالحق اور میاں عبدالرحمٰن اسی طرح اس عاجز کو لعنتی ٹھہرائیں گے جس طرح یہودیوں نے حضرت مسیح کو ٹھہرایا تھا.

اور پھر مرزا صاحب نے غزنوی اور لکھوی علماء کے خلاف دلائل دیئے ہیں۔

اس کتاب کے صفحہ ۵۶۷ سے ۶۰۵ تک مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کے اس اشتہار کا جواب دیا ہے جو انہوں نے مباحثہ لدھیانہ کے بارے میں یکم اگست ۱۸۹۱ء کو دیا تھا۔ اور مرزا صاحب نے تو فی والہ مشہور چیلنج بھی مولانا بٹالوی اور ان کے ہم خیال علماء کو دیا ہے۔ (ازالہ اوہام خزائن جلد ۳ ص ص ۵۶۷ تا ۶۰۵)

☆ مباحثہ دہلی کو بھی مرزائی حضرات مرزا صاحب کی تصنیفات میں شمار کرتے ہیں جب کہ یہ اس مباحثے کی روئداد ہے جو دہلی میں مرزا صاحب اور مولوی محمد بشیر سہسوانی کے درمیان اکتوبر ۱۸۹۱ء میں ہوا تھا۔ اس میں جو کچھ مرزا صاحب نے کہا ہے وہ مولوی بشیر صاحب کو مخاطب کر کے ان کے دلائل پر اپنے خیالات کا اظہار ہے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب اس مباحثے کو نامکمل چھوڑ کر دہلی سے اس معاہدے کے باوجود چلے آئے تھے کہ فریقین میں سے جو مباحثے کو نامکمل چھوڑے گا اس کی شکست متصور ہوگی ۔ نسیم سیفی قادیانی نے اس کتاب کے تعارف میں لکھا ہے

Ghulam Ahmad called upon Nazir Hussain and Abdul Haq to get the issues (life and death of jesus) clarified . Mohammad Bashir came forward for a debate ..and quoted four verses from the Holy Quran to show that Jesus was still alive. Nasim Saifi p 16

☆ آسمانی فیصلہ ۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ شیخ بٹالوی نے ایک لمبے اشتہار میں جو اس نے لدھیانہ کی بحث کے بعد چھاپا ہے .... بڑے انکار اور عناد کی راہ سے اس عاجز کی

نسبت بیان کیا ہے کہ یہ شخص جو آسمانی نشانوں کے دکھلانے کی طرف دعوت کرتا ہے اس کی اس دعوت کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ نشان تو ابن صیاد سے بھی ظاہر ہوتے تھے اور دجال معہود بھی دکھلائے گا پھر نشانوں کا کیا اعتبار (آسمانی فیصلہ خزائن جلد ۴ ص ۲۱) پھر مرزا صاحب کہتے ہیں

. یہ دعوت جس کی طرف میں میاں نذیر حسین اور ان کی جماعت کو بلاتا ہوں درحقیقت مجھ میں اور ان میں کھلا کھلا فیصلہ کرنے کا طریق ہے (آسمانی فیصلہ خزائن جلد ۴ ص ۲۳)

اور . میں نے حضرت شیخ الکل صاحب اور ان کے شاگردوں کی زبان درازیوں پر بہت صبر کیا اور ستایا گیا۔ اور آپ کو روکتا رہا۔ اب میں مامور ہونے کی وجہ سے اس دعوت اللہ کی طرف شیخ الکل صاحب اور ان کی جماعت کو بلاتا ہوں

(آسمانی فیصلہ خزائن جلد ۴ ۔ص ۲۴)

ہوا یوں تھا کہ مرزا صاحب کے چیلنج کے جواب میں مولانا بٹالوی نے کہا کہ ہم تیار ہیں لیکن نشان دکھانے کی مدت دو ہفتے ہونی چاہیے ایک سال کا انتظار کون کرے؟ اور مولانا کے ایک ساتھی میر عباس علی لدھیانوی نے مرزا صاحب کو خط لکھ دیا کہ ان سے روحانی مقابلہ کرنے کے لئے ایک بزرگ تیار ہے بس آپ چلے آئیں ۔ اس پر مرزا صاحب کے پسینے چھوٹ گئے اور انہوں نے کہا

. یہ درخواست کس قدر فضول ہے کہ ایک سال کے عرصے کو جو الہامی امر ہے خود بخود بدلا جائے اور ایک یا دو ہفتے بجائے اس کے مقرر کئے جائیں (مرزا صاحب کو اگر الہام ہوا ہے ایک سال کا تو دوسروں کو اس سے کیا؟)

(آسمانی فیصلہ ص ۳۱ خزائن جلد ۴)

اور لکھا

. اب اگر کوئی صوفی پردہ نشین جو پردہ سے نکلنا نہیں چاہتا بقول بٹالوی صاحب اور میر عباس علی صاحب لدھیانوی کے بالمقابل نشان دکھانے کو تیار ہے تو وہ بھی ایسی دو پیش گوئیاں انہیں ثبوتوں کے ساتھ اپنے حق میں کسی گذشتہ ولی کی طرف سے پیش کرے . (آسمانی فیصلہ خزائن جلد ۴ ص ۳۶)۔

یعنی مرزا صاحب نے شرطیں لگا کر مقابلے سے فرار ہو گئے۔

نسیم سیفی نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے

Asmani Faisla ....was a sort of invitation to Nazir Hussain and his pupil of Batala (Mohammad Hussain) and to all those who think in like manner to a Divine Decision. Ghulam Ahmad says that these are the people who have dubbed him a kafir, dajjal, liar, irreligious, faithless, and the accursed. He invites them to heavenly signs. Nasim Saifi .P 17

☆ نشان آسمانی ۔مرزا صاحب نے اپنی کتاب نشان آسمانی میں مولانا بٹالوی کو خطاب کیا ہے اور ،شیخ بٹالوی صاحب کے فتوی تکفیر کی کیفیت ، کے عنوان سے قادیانی عقائد کا دفاع کیا ہے۔ نسیم سیفی نے اس کتاب کے تعارف میں لکھا ہے

Ghulam Ahmad takes up criticism levied by Mohammad Hussain against his book entitled Assmani Faisla. He explains his claim and tells his reader that Batalvi and his master Sayed Nazir Hussain are trying to mislead the people .Nasim Saifi P 19

☆ مرزا صاحب نے اپنی کتاب دافع الوساوس (آئینہ کمالات اسلام) فتوی تکفیر کے جواب میں لکھی ہے جو سید نذیر حسین نے مولانا بٹالوی کے استفتا پر دیا تھا۔مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں نے فتح اسلام وغیرہ کتابیں لکھیں تو ان سے فائدہ ہونے کی بجائے

. بعض علماء کی فتنہ اندازی کی وجہ سے معاملہ برعکس ہوا.....اوراسی بنا پر اس عاجز کا نام بھی کافر اور ملحد اور زندیق اور دجال رکھا....اس فتنہ اندازی کے اصل بانی مبانی ایک شیخ صاحب محمد حسین نام ہیں جو بٹالہ ضلع گورداسپور میں رہتے ہیں ....سب سے پہلے استفتا کا کاغذ ہاتھ میں لے کر ہر یک طرف یہی صاحب دوڑے ۔ چنانچہ سب سے پہلے کافر اور مرتد ٹھہرانے میں میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے قلم اٹھائی اور بٹالوی صاحب کے استفتاء کو اپنی کفر کی شہادت سے مزین کیا ۔اور میاں نذیر حسین نے.... اس عاجز کو بلا توقف وتامل کافر ٹھہرا دیا.....غرض بانی استفتاء بطالوی صاحب اور اول المکفرین میاں نذیر حسین صاحب ہیں اور باقی سب ان کے پیرو ہیں جو اکثر بٹالوی صاحب کی دل جوئی اور دہلوی صاحب کے حق استادی کی رعائت سے

ان کے قدم پر قدم رکھتے گئے ....اور عموماً تمام علمائے مکفرین پر یہ افسوس ہے کہ انہوں نے بلا تفتیش و تحقیق بٹالوی صاحب کے کفر نامہ پر مہریں لگا دیں....جیسے ایک بھیڑ دوسری بھیڑ کے پیچھے چلی جاتی ہے اور جو کچھ وہ کھانے لگتی ہے اسی پر یہ بھی دانت مارتی ہے یہی طریق اس تکفیر میں ہمارے بعض علماء نے بھی اختیار کرلیا۔

(مقدمہ دافع الوساوس ص ۳۰۔۳۳ خزائن ج ۵)

اور یوں یہ ساری کتاب اسی فتوے کی تردید میں ہے اور اس کتاب کے صفحہ ۱۶۲ سے ۱۰ دسمبر ۱۸۹۲ء کا اشتہار مباہلہ شروع ہوتا ہے جس کے مخاطب میاں نذیر حسین پھر مولانا بٹالوی اور پھر سب علماء مکفرین ہیں۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۲۸۹ پر بٹالوی صاحب کے نام مرزا صاحب کا خط ہے جو ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء کو لکھا گیا جس میں منذر الہام اور آسمانی فیصلہ کا ذکر ہے۔اور اس کے بعد مولانا بٹالوی کا جواب ہے اور ساتھ ہی مرزا صاحب کی طرف سے جواب الجواب ہے جو صفحہ ۳۲۶ تک چلتا ہے۔ اور اس کتاب کے صفحہ ۵۹۷ پر (خزائن جلد ۵) . شیخ محمد حسین بٹالوی کے اس مضمون کا جواب ہے جو انہوں نے ۹ جنوری ۱۸۹۳ء کو لکھ کر اپنے پرچہ اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۵ میں شائع کیا تھا۔ یہ جواب صفحہ ۶۰۴ تک چلتا ہے۔

اس کے بعد صفحات ب اور ج پر میاں رحیم بخش لاہوی کا ذکر ہے کہ ان کے پاس جلسہ قادیان کے بارے استفتاء آیا تو انہوں نے اسے ناجائز قرار دے دیا مرزا صاحب بڑے غصے میں لکھتے ہیں . ایک مولوی صاحب ..... جو رحیم بخش نام رکھتے ہیں اور لاہور چینیا نوالی مسجد کے امام ہیں (نے اس جلسہ قادیان) کو بدعت بلکہ معصیت قرار دیا ہے کہ ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے. پھر مرزا صاحب نے مولانا رحیم بخش کے دلائل کا جواب دینے کی کوشش کی ہے اور سید نذیر حسین کے سفر پنجاب پر بھی تنقید کی ہے جو انہوں نے مولانا بٹالوی کے بیٹے کی شادی میں شرکت کی غرض سے کیا تھا۔

نسیم سیفی قادیانی نے اس کتاب کے تعارف میں لکھا ہے

Mohammad Hussain led the way and prepared a Fatwa to declare him (Ghulam Ahmad) a kafir and got his teacher , Mian Nazir Hussain , to sign it as the first signatory. .. He (Ghulam Ahmad) says that he does not mind the

fatwas of kufr. Nasim Saifi P 21

☆ حجۃ الاسلام ۔ مرزا صاحب کی اس کتاب کے تعارف میں نسیم سیفی نے لکھا ہے

Ghulam Ahmad calls upon Mohammad Hussain to write the commentary of the Holy Quran in Arabic .Nasim Saifi P 26

☆ سچائی کا اظہار۔مرزا صاحب کی اس کتاب کے بارے میں نسیم سیفی نے لکھا ہے

At the end of the book , Ghulam Ahmad issues an announcement in reply to a poster issued by Abdul Haq Ghaznavi. In it he invites him and others of his kind to a prayer duel and as a postscript Ghulam Ahmad says that if Mohammad Hussain does not turn up, it will be a proof of the fact that the prophecy about him(that he will repent and stop calling him a kafir) has been fulfilled . Nasim Saifi P 27

☆ شہادت القرآن ۔نسیم سیفی کے نزدیک اس کتاب کی وجہ تصنیف یہ ہے

Ghulam Ahmad received a printed letter written by one Ata Mohammad wherein he had asked him whether he was the promised Messiah? ... Ghualm Ahmad dealt the question . (and) has added a note to the book - the note is captioned as ' For the attention of the Government ' . In this note he refutes the propaganda against him that he is working against the government and in order to prove his case he quotes a passage from the newspaper Ishaatus Sunnaa published by Mohammad Hussain .Saifi P 30

☆ مرزا صاحب کی تصنیف تحفہ بغداد کے بارے میں جلال الدین نے لکھا ہے ۔

. یہ رسالہ آپ (مرزا) نے محرم ۱۳۱۱ھ مطابق جولائی ۱۸۹۳ء میں تالیف فرمایا۔ وجہ تصنیف یہ ہوئی کہ ایک شخص سید عبدالرزاق قادری بغدادی نے حیدرآباد دکن سے ایک اشتہار اور ایک خط عربی زبان میں آپ (مرزا) کو بھیجا جس میں اس نے حضرت مسیح موعود کے دعوی کو خلاف شریعت اور ایسے مدعی کو واجب القتل اور (مرزا صاحب کی ایک تحریر) التبلیغ کو معارض قرآن قرار دیا تھا۔ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے

ان کے اشتہار اور خط کو نیک نیتی پر محمول کر کے محبت آمیز طریقے سے جواب دیا۔...
نیز لکھا کہ مولویوں کے فتاوی تکفیر سے دھوکہ نہ کھائیں (خزائن جلد ۷۔ابتدائیہ ص ۱۷)
نسیم سیفی نے تحفہ بغداد کا تعارف کرواتے ہوئے لکھا ہے

Sayed Abdul Razaq Baghdadi sent a poster and a letter in Arabic to Ghulam Ahmad from HyderAbad Deccan . The theme of the poster and letter was that the claim of Ghulam Ahmad to be Promised Messiah was against the Shariah of Islam and that he was liable to be beheaded; he also said that his book Tabligh (2nd part of Aaina Kamalat Islam) was a contradiction of the Holy Quran . Ghulam Ahmad took the writer of the letter seriously and wrote Tohfai Baghdad explaining what his claim was

.Saifi P 31

☆ کرامات الصادقین ۔ مولوی جلال الدین شمس قادیانی نے مرزا صاحب کی اس کتاب کے تعارف میں لکھا ہے

. مولوی محمد حسین بٹالوی کے ایک مضمون کا جو انہوں نے ۹ جنوری ۱۸۹۳ء کو لکھ کر اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ بابت جنوری ۱۸۹۳ء میں شائع کیا تھا ۳۰ مارچ کو جواب دیتے ہوئے حضور (مرزا) نے تحریر فرمایا کہ میاں محمد حسین کو اس پر سخت اصرار ہے کہ یہ عاجز عربی علوم سے بالکل بے بہرہ اور کودن اور نادان اور جاہل ہے ... اس لئے میرے مقابلے میں قصیدہ لکھو۔ رسالہ لکھو ۔ اور چاہو تو ساتھ میاں شیخ الکل اور دوسرے تمام متکبر ملاؤں کو ساتھ ملا لو ۔اس کے علاوہ مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کو تفسیر نویسی کا چیلنج بھی دیا۔ (خزائن جلد ۷ کا ابتدائیہ ص ۱۷۔۱۹)

اور نسیم سیفی نے لکھا ہے

In January 1893 Mohammad Hussain published an article in his newspaper .... to the effect that Ghulam Ahmad did not know the Arabic language and that he was also ignorant of the meaning and true interpretation of the Holy Quran. Ghulam Ahmad had told Mohammad Hussain to draw lots and pick up

a sura of the Holy Quran for writing its commentary in the Arabic language..He had also told him (Batalvi) that he could call others also to his help, including his teacher , Nazir Hussain. Mohammad hussain said that he was ready to do so.. (then) Ghulam ahmad wrote Karamatus Sadiqeen .Saifi

P 32

☆ ۱۳۱۱ھ میں لاہور سے طبع ہونے والی تصنیف اتمام الحجۃ کے ٹائٹل پر مرزا صاحب نے لکھا ہے الحمد للہ الذی وفقنا لتا لیف رسا لتنا ہذۃ التی الفت لا فحام المولوی رسل با با ا لا مرتسری ۔(کہ یہ رسل بابا کو سمجھانے کے لئے لکھی گئی ہے)۔

اورمرزائیوں کے روحانی خزائن کی جلد ۸ کے ابتدائیہ میں جلال دین نے لکھا ہے

. یہ رسالہ حضرت مسیح موعود نے مولوی رسل بابا امرتسری پر اتمام حجت کرنے کے لئے جون ۱۸۹۴ء میں شائع کیا۔اس رسالہ کا کچھ حصہ عربی میں ہے اور کچھ اردو میں ۔ اس کی تالیف کا باعث مولوی رسل بابا کا رسالہ حیات المسیح ہوا۔جس میں حضرت مسیح ناصری کے آسمان پر بجسدہ العنصری زندہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی..... مولوی مذکور نے اپنے رسالہ میں ان کے دلائل رد کرنے والے کو ایک ہزار روپئہ انعام دینے کا بھی اعلان کیا تھا۔رسل بابا حضرت مسیح موعود کے اشد ترین مخالفوں میں سے تھے۔آپ نے اپنی کتاب انجام آتھم میں ان کا شمار نومشہور مفسد مخالفین میں کیا ہے۔(خزائن ج ۸ ابتدائیہ ص ۸۔۹)

اور اتمام الحجۃ عربی کے آخر پر

مولوی رسل بابا امرتسری کے رسالہ حیات المسیح پر ایک اورنظر

کا عنوان ہے اور اس میں صفحہ ۳۹۸ سے ۴۱۸ تک ایک اشتہار ہے جس کا عنوان ہے

عام اطلاع کیلئے ایک اشتہار

یہ اشتہار مولانا محمد حسین بٹالوی کے بٹالوی کے خلاف ہے۔

نسیم سیفی نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے

Rusul Baba of Amritsar published a book to prove that Jesus Christ was not dead. He also announced that he would give a prize of 1000 rupees to anyone

who would prove that Jesus was no more living . Ghulam Ahmad could not let this opprtunity of proving the death of Jesus go unavailed. So he published Itmamu Hujja. Saifi P 37

☆ سر الخلافہ کے متعلق خزائن جلد ۸ کے ابتدائیہ میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب کی یہ کتاب جولائی ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی۔اور

. اس کتاب کے عربی زبان میں لکھنے کا ایک مقصد حضور (مرزا) نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ یہ کتاب شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے علماء مکفرین کے الزام اور افحام اور انکی مولویت کی حقیقت کھولنے کے لئے بوعدہ انعام ستائیس روپے شائع ہوئی ہے (خزائن جلد ۸ ص ۱۰۔ابتدائیہ)۔ اور نسیم سیفی قادیانی نے لکھا ہے.

The reason why this book was written in Arabic was to expose the hollowness of the claim of Mohammad Hussain and others to be great learned people. Saifi P 38

☆ مرزا صاحب نے اپنی کتاب ، انوار الاسلام ، میں مولوی عبدالحق غزنوی اور منشی سعد اللہ لدھیانوی کو خزائن جلد ۹ کے صفحہ ۲۷ سے مخاطب کرنا شروع کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ ڈپٹی آتھم کے پیش گوئی کی مدت کے دوران نہ مرنے کو غزنوی قادیانی مباہلے کا اثر قرار دے رہے ہیں ۔اور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ حکیم نور دین کے بیٹے کی موت بھی اس مباہلہ کا اثر ہے ۔ یہ مضمون صفحہ ۵۴ تک چلا جاتا ہے اور مرزا صاحب مولوی عبدالحق اور منشی سعد اللہ کی تردید کرکے بتاتے ہیں کہ انہیں اس مباہلے کے بعد نقصانات کے بجائے فوائد ہوئے ہیں۔

کتاب کے صفحہ ۱۱۵ سے مولانا بٹالوی کو خطاب شروع ہوجاتا ہے جن کا کہنا تھا کہ احمد بیگ کے داماد سلطان محمد اور ڈپٹی آتھم کی اموات کے بارے میں مرزا صاحب کی پیش گوئیاں غلط ثابت ہوئی ہیں۔مرزا صاحب کا جوابی بیان صفحہ ۱۲۵ تک چلتا ہے۔

☆ ضیاء الحق (خزائن جلد جلد ۹) میں بھی بٹالوی اور لدھیانوی ہندو زادہ کو اور عبدالحق غزنوی کو خطاب ہے۔ یہ کتاب ۱۸۹۵ء میں شائع ہوئی۔

☆ مرزا صاحب کی کتاب نور الحق کا حصہ دوم عربی میں ہے اور اس کے ٹائٹل پر

لکھا ہے ہذہ رسا لۃ کا لعصب الجراز لا فحام کلمن تحض للبراز اول مخاطبنا با لا طماع فی ا لا نعام المتنصرون الذین ھم کا لا نعام وعمادھم الذی یری عنقه کا لانعام و اخوا نه الذین یقو لون انا نحن المو لو یون الماہرون فی العر بیة و العلوم ا ل ا ربیة ثم البطا لوی الشیخ محمد حسین مضل العوام بکلمات کا لسراب او کا لجہام ۔

اس کتاب کی عربی میں وجہ تصنیف مولانا بٹالوی اور دیگر علماء پر یہ ثابت کرنا ہے کہ مرزا صاحب کو عربی زبان وادب پر عبور حاصل ہے۔

☆ انجام آتھم مرزا صاحب کی مشہور کتاب ہے جو اس وقت لکھی گئی جب مولا نا بٹا لوی مولا نا عبدالحق غزنوی مولا نا ثناء اللہ امرتسری اور دیگر علماء نے مرزا صاحب کی آتھم کی موت کے متعلق کی گئی پیش گوئی کے غلط نکلنے پر انہیں تنقید کا نشانہ بنایا۔ڈپٹی آتھم پیش گوئی کی میعاد ختم ہونے کے بائیس ماہ بعد ۱۸۹۶ء میں فوت ہوا تو مرزا صاحب نے پینترا بدل کر عبدالحق غزنوی (اور دوسرے علماء کو) مخاطب کر کے اس کتاب میں کہا

. تو اب ہمیں دکھلا کہ آتھم کہاں ہے؟ اے خبیث کب تک تو جئے گا .(خزائن جلد ۱۱ انجام آتھم ص ۳۲۹)

اور . عبدالحق غزنوی کو رئیس الدجالین قرار دیا (خزائن جلد ۱۱ انجام آتھم۔ ص ۳۳۰)

اور لکھا . پھر ایک اور اعتراض سادہ لوح عبدالحق کا یہ ہے .(خزائن جلد ۱۱ ص ۳۳۲)

اور لکھا کہ . ایک وسوسہ عبدالحق غزنوی نے یہ پیش کیا ہے کہ خسوف کسوف کے بارے میں جو اقوال ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے بعد مہدی کا ظہور ہو۔مگر مرزا قادیانی کے دعوی اور خروج کا یہ چوتھا سال ہے . (خزائن جلد ۱۱ انجام آتھم ص ۳۳۴)

اور دیگر علماء کو یوں مخاطب کیا . اے نادانو آنکھو کے اندھو مولویت کو بدنام کرنے والو۔ (خزائن جلد ۱۱ انجام آتھم ص ۳۳۰).

مرزا صاحب نے اس کتاب میں مشہور مخالفین کے نام بھی دیئے ہیں جو یہ ہیں

. و کان فی ھذہ الدیار تسعة رھط من ا لاشرار۔ و کا نوا مفسدین فی ا لا رض و لا ینتھجون مھجة الخیار۔و ما کا نوا صا لحین۔و و جد تھم فی الکبر و ا لا باء۔ کا لجملة المتنا سبة ا لا جزاء۔ او کا

مراض متنشا بهة فی الخبث و الا یذاء ۔ و رئیت کا نهم من المعادین المعتدین ۔..... اور نام بنام ان مخالفین کا ذکر کیا ہے رسل بابا اصغرعلی نذیرحسین عبدالحق دہلوی عبداللہ ٹونکی احمد علی سہارن پوری سلطان الدین جے پوری محمد حسن امروہی رشید گنگوہی ۔ اور محمد حسین کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ تو امام المستکبرین ۔ و رئیس المعتدین ۔ و راس العادین ۔ و هو الذی کفر نی قبل ان یکفر ا لآ خرون

(مکتوب غلام احمد ۔ وکالۃ التبشیر ربوہ ۱۹۶۳ء طبع خامس)۔

اس کتاب میں مرزا صاحب نے درج ذیل مخالفین کو مباہلے کا چیلنج بھی دیا ہے سید نذیر حسین دہلوی ۔ محمد حسین بٹالوی ۔ عبدالحمید دہلوی ۔ رشید احمد گنگوہی ۔ عبدالحق حقانی ۔ عبدالعزیز لدھیانوی ۔ محمد لدھیانوی ۔ محمد حسن رئیس لدھیانہ ۔ سعداللہ نومسلم لدھیانہ ۔ احمد اللہ امرتسری ۔ ثناء اللہ امرتسری ۔ غلام رسول عرف رسل بابا ۔ عبدالجبار غزنوی ۔ عبدالواحد غزنوی ۔ عبدالحق غزنوی ۔ محمد علی بوپڑی واعظ ۔ غلام دستگیر قصوری ۔ عبداللہ ٹونکی ۔ اصغرعلی لاہور ۔ حافظ عبدالمنان وزیرآبادی ۔ محمد بشیر بھوپالی ۔ محمد ابراہیم آرہ ۔ شیخ حسین عرب یمانی ۔ محمد حسن مئولف تفسیر امروہہ ۔ احتشام الدین ۔ محمد اسحاق اجراوری ۔ عین القضاۃ فرنگی محل ۔ محمد فاروق کان پور ۔ عبدالوہاب کان پور ۔ سعید الدین کان پور ۔ حافظ محمد رمضان پشاوری ۔ دلدارعلی مسجد دائرہ الور ۔ رحیم اللہ مدرسہ اکبرآباد ۔ ابوالانوار محمد رستم علی چشتی ۔ عبدالمؤید امروہی ۔ مالک رسالہ مظہرالاسلام اجمیر ۔ محمد حسین کوئلہ والہ دہلی ۔ احمد حسن شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۔ نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھ ضلع سہارنپور ۔ احمد علی سہارنپور ۔ عبدالعزیز دینانگر ۔ قاضی عبدالاحد خانپوری ۔ احمد رام پور ضلع سہارنپور ۔ محمد شفیع رام پور ضلع سہارنپور ۔ فقیراللہ نصرۃ الاسلام بنگلور ۔ محمد امین بنگلور ۔ قاضی عبدالقدوس بنگلور ۔ محمد ابراہیم ویلوری بنگلور ۔ عبدالقادر پیارم پیٹی بنگلور ۔ محمد عباس ساکن دانمباری بنگلور ۔ گل حسن میرٹھ ۔ امیرعلی شاہ اجمیر ۔ احمد گنجپوری حال دہلی خاص جامع مسجد ۔ محمد عمر فراشخانہ دہلی ۔ مستعان شاہ سانبھر جیپور ۔ حفیظ الدین دوجانہ ضلع رہتک، فضل کریم نیازی غازی پور زمینا، حاجی عابد حسین دیوبند

☆ مرزا صاحب کی ایک تصنیف کا نام سراج منیر ہے جو ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی (۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مرزا صاحب نے سراج منیر کی تیاری کی خبر دی اور اس کی طباعت

کے لئے کافی رقم اکٹھی کی۔ گیارہ سال بعد ۲۴ مارچ ۱۸۹۷ء کو سراج منیر کے نام سے ۷۲ صفحات کا ایک رسالہ شائع کر دیا جو سابقہ اعلان سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا تھا اور اسے بھی مفت تقسیم کرنے کے بجائے قیمتاً فراہم کیا اور جمع شدہ رقم کا کوئی حساب نہیں دیا) اس میں اپنے مخالفین کے تذکرے میں آپ لکھتے ہیں

نذیر حسین دہلوی نے تکفیر کی بنیاد ڈالی۔ محمد حسین بٹالوی نے کفار مکہ کی طرح یہ خدمت اپنے ذمے لے کر تمام مشاہیر اور غیر مشاہیر سے کفر کے فتوے اس پر لگوائے (خزائن جلد ۱۲۔ سراج منیر ص ۷۰)۔ اور

. شیخ محمد حسین صاحب اشاعۃ السنہ جو بانی مبانی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین دہلوی کے بعد تمام مکفروں کے گناہ کا بوجھ ہے . (خزائن جلد ۱۲۔ سراج منیر ص ۸۰)

☆ مرزا صاحب نے ایک پیش گوئی پنڈت لیکھ رام کی موت کے بارے میں کی تھی۔ ان کی کتاب **استفتاء** لیکھ رام کی موت کے بعد کی تصنیف ہے۔ اور چونکہ مولانا بٹالوی نے کہا تھا کہ لیکھ رام کی موت کا مرزا صاحب کی پیش گوئی سے تعلق نہیں ہے اس لئے مرزا صاحب نے اس تصنیف میں مولانا پر خوب غصہ نکالا ہے۔ کہتے ہیں . مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ اور ایسا ہی بعض اور چند مولویوں نے عام طور پر یہ رائے شائع کر دی ہے کہ یہ پیش گوئی (لیکھ رام کی موت کی) جھوٹی نکلی۔ چنانچہ انہوں (محمد حسین) نے ایک خط میری طرف بھی بھیج دیا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ

. میں (محمد حسین) نے اپنی نیک نیتی سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی یعنی لیکھ رام کی موت صرف ایک اتفاقی امر تھا..۔ اور (محمد حسین نے) اس بات پر زور دیا کہ کیوں یہ امر ثابت شدہ مان لیا جائے کہ پیش گوئی سچی ہوئی۔ اور کیوں یہ قبول نہ کیا جائے کہ یہ ایک اتفاقی موت ہے جو پیش گوئی کے زمانہ میں وقوع میں آئی۔

(استفتاء۔ خزائن جلد ۱۲ ص ۱۱۱)

اور مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کی تردید میں اپنا زور قلم صرف کیا ہے جیسا کہ صفحہ ۱۳۵ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں

. اس شیخ دشمن حق کا یہ بھی مجھ پر افتراء ہے کہ اور بھی بعض پیش گوئیاں جھوٹی نکلی ہیں۔ ہم بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ ہم شیخ مذکور کو

فی پیش گوئی سو روپیہ نقد دینے کو تیار ہیں اگر وہ ثابت کر سکے کہ فلاں پیش گوئی خلاف واقعہ ظہور میں آئی ۔ مگر کیا وہ یہ بات سن کر تحقیقات کے لئے درخواست کرے گا ؟ نہیں اس کو نخوت نے اندھا کر دیا ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص نہائت درجہ کا مفسد اور دشمن حق ہے اس کو اسلام سے کچھ خاص دشمنی ہے ۔ اس کا دل نہیں چاہتا کہ اس پر آشوب زمانہ میں اسلام کی عزت اور شوکت اور بزرگی ظاہر ہو ۔ مگر یہ اس ارادہ میں نا کام رہے گا ۔ میری بات سن رکھو ۔ اب سے خوب یاد رکھو ۔ کہ خدا بہت سے نشان دکھائے گا ۔ نہیں چھوڑے گا جب تک ایسے لوگوں کو ذلیل کر کے نہ دکھلائے .

(حاشیہ استفتاء ۔ خزائن جلد ۱۲ ۔ ص ۱۳۵) ۔

اور جب مولانا نے ایک مرتبہ جوابی چیلنج کیا کہ آؤ اور ایک ایسے اجتماع میں جہاں فریقین کے سامعین کی مساوی تعداد ہو فلاں پیش گوئی کو سچا ثابت کر کے دکھاؤ تو مرزا صاحب نے کہا

. مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ اس الہامی پیش گوئی کی آزمائش کے لئے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں . (خزائن جلد ۵ ص ۳۲۳)

اور مرزا صاحب استفتاء لکھتے ہیں . ہامان سے مراد نذیر حسین دہلوی ہے ۔ فرعون سے مراد محمد حسین ہے ۔ (خزائن جلد ۱۲ استفتاء ص ۱۳۰)

استفتاء کے تعارف میں نسیم سیفی صاحب لکھتے ہیں

Istifta was published in May 1897. In this book Ghulam Ahmad says that ' he had been fortold that he would have to confront three trials. Those trials were 1 . The case of Abdullah Atham. 2. The mischief caused by Mohammad Hussain, the like of which is not known in the history of Ulema. Saifi p 54.

☆ مرزا صاحب کی ایک کتاب کا نام حجۃ اللہ ہے جو عربی اور اردو میں ہے ۔ اس کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے مولوی جلال دین شمس قادیانی لکھتے ہیں

حجۃ اللہ لکھنے سے پہلے مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے حضرت مسیح موعود (مرزا) کے خلاف ایک نہائت گندہ اشتہار شائع کیا اور آپ کی عربی دانی پر معترض ہوا اور اپنی قابلیت جتانے کے لئے عربی زبان میں مباحثہ کرنے کی آپ کو دعوت دی ۔ اس

دعوت کو حضرت مسیح موعود (مرزا) نے منظور فرماتے ہوئے شرط لگائی .... کہ اگر آپ مقابلہ کے وقت مجھ سے شکست کھا گئے تو .... میری بیعت میں داخل ہونا ہوگا (عربی میں فاضل ہونے کا مطلب مسیح موعود ہونا ہو تو سارے عرب علماء وفضلاء مسیح موعود ہیں) لیکن جب مولوی غزنوی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا اور نہ اس کا ساتھی شیخ نجفی کچھ بولا تو آپ نے مولوی غزنوی اور شیخ نجفی کو مخاطب کر کے یہ رسالہ فصیح و بلیغ عربی میں ۱۷ مارچ ۱۸۹۷ء کو لکھنا شروع کیا اور ۲۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو مکمل کر دیا ۔ اس رسالہ... میں نجفی اور غزنوی کے علاوہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی دعوت مقابلہ دی۔

(ابتدائیہ خزائن ج ۱۲ ص ۴)۔

حجۃ اللہ کے عربی حصے میں مرزا صاحب لکھتے ہیں

و منهم رجل من الغز نی یسمو نه عبد الحق و انه سب و شتم ...... و شا بهه فی قوله شیخ طویل ا للسان کثیر الهذ یان قد زعم انه من فضلاء الزمان ۔ و انه نجفی و من المتسیعین ۔ و انه ارسل الی مکتوبة فی العر بیه لیخدع الناس با لکلم الملقة و لتعظمه قلوب العا مة ......ترجمہ ۔ اور ان میں سے غزنی کا ایک شخص ہے جس کا نام عبدالحق ہے اس نے مجھے سب وشتم کیا ہے ۔ اور ایک شیخ لمبی زبان والہ بہت ہذیان والہ عبدالحق سے مشابہ ہے ۔اس نے گمان کیا ہے کہ وہ زمانہ کے فاضلوں میں سے ہے اور یہ شیخ نجفی ہے اور شیعہ ہے ۔ اور اس نے عربی میں میری طرف ایک خط لکھا تا اپنے پر تکلف جوڑے ہوئے فقروں کے ساتھ لوگوں کو دھوکہ دے اور تا کہ عوام الناس کے دل اس کی بزرگی کریں ۔ اور تا کہ جاہلوں کو اپنی طرف میل دے ۔ اس کا قول صرف فاضلوں کے قول کا ایک فضلہ تھا اور ان کے کلمہ باکرہ کی ایک نجاست تھی.....اس نے سب اور شتم کو کمال تک پہنچا دیا اور کسی گالی کو نہ چھوڑا جس کو کمینہ رذیلوں کی طرح نہ لکھا ....اس کے دل کی مثال ایسی ہے جیسا کہ وہ دن جو سخت سرد ہو اور ....اس کا دل تہ بہ تہ جما ہوا ہو ۔ (حجۃ اللہ خزائن ج ۱۲ ص ۱۷۵)

و العجب کل العجب ان عبد الحق الغز نوی یسبنی منذ

خمس سنين ....و نعلم بعد اليقين انه ليس بذا ته مبدء هذا السبب و التو هين بل علمه ابليس آ خر من الغز نويين ۔ و لا ريب انهم هم العلل المو جبة لفتنة و منبت شعبته و جر موثة شذ نته (ترجمہ)اور تمام تر تعجب یہ ہے کہ عبدالحق پانچ برس سے مجھے گالیاں نکال رہا ہے...اور ہم یقینی علم سے جانتے ہیں کہ وہ بذات خود اس سب وتوہین کا موجب نہیں بلکہ اس کو غزنویوں میں ایک اور شیطان (عبدالجبار غزنوی کی طرف اشارہ ہے)نے سکھایا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ یہی لوگ اس کے فتنہ کے موجب ہیں اوراس کی شاخ کے منبت اور اس کی شاخ کی جڑ ہیں ۔ (حجۃ اللہ ص ۲۰۰ ۔۲۰۱ ۔خزائن ج ۱۲) ... اور میں جانتا ہوں کہ وہی اس ظلم کے امام ہیں .. میں امید رکھتا تھا کہ وہ اپنے تجاوز سے باز آجائیں گے یہاں تک کہ جب ان کی شر کمال کو پہنچ گئی اور بکواس سے باز نہ آئے پس میں نے جان لیا کہ وہ مردود اور مخذول ہیں اور بد بخت اور محروم ہیں .....اے گمراہ عبدالجبار نام تو خدا کے قہر سے کیوں نہیں ڈرتا ۔کیا تو گھن دار داڑھی کے ساتھ تکبر کرتا ہے....بدبختوں کے طریق پر چلتا ہے فاسقوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے....تو نے زہر کا بیج بویا.....تیرا دل زنگ پکڑ گیا ۔ پلیدی نے تیری صورت کو متغیر کر دیا.....تو ایک بھیڑیا ہے نہ انسان کی قسم اورشریروں میں سے ہے .....اور تو بوڑھا ہوگیا اور چمڑا پرانا ہوگیا اور وقت نزدیک آگیا کہ پیٹھ ٹیڑھی ہو جائے.....پس قبل اس کے جو تجھ کو کیڑے کھالیں اور موت آجائے اپنے نفس کی اصلاح کر۔

(حجۃ اللہ۔ خزائن جلد۱۲۔ص ۲۰۲ ۔۲۰۴)

حجۃ اللہ (خزائن جلد۱۲) میں صفحہ ۱۵۰ سے عنوان شروع ہوتا ہے

ذب المفترین

اور اس کے تحت مرزا صاحب لکھتے ہیں ۔اس وقت میرے سامنے وہ کاغذ پڑے ہیں جن میں نام کے مسلمانوں نے مجھ کو گالیاں دی ہیں ۔ چنانچہ ان میں سے ایک عبد الحق غزنوی ہے جو اپنے اشتہار میں مجھے دجال ٹھہرا کر اپنے اشتہار کے عنوان میں لکھتا ہے ضرب النعال علی و جه الد جال یعنی اس دجال کے منہ پر جوتی مارتا ہوں ۔(خزائن جلد۱۲ حجۃ اللہ ص ۱۵۰) سو اس نے یہ تو سچ کہا کیونکہ وہ خود دجال ہے اور آسمان سے اسی کے

منہ پر جوتی پڑی۔

اس کے بعد مرزا صاحب نے بے شمار صفحات عبدالحق غزنوی صاحب کی نذر کئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ سب غزنویوں کو لتاڑا ہے۔ فرماتے ہیں

. اے غزنوی لوگو۔ کس قدر تمہیں سچائی سے دشمنی ہے۔ کیا کوئی حد بھی ہے؟ کیا تمہارا یہی تقوی ہے جس کو لے کر تم پنجاب میں آئے ہو؟ (خزائن ۱۲ حجۃ اللہ ص ۱۵۲)

. پھر اسی اشتہار میں اسی بزرگ عبدالحق نے اور بھی گالیاں دی ہیں۔ (خزائن جلد ۱۲ حجۃ اللہ صفحہ ۱۵۳) . اور یہ بھی یاد رہے کہ اس عبدالحق اور اس کی جماعت کا ایک قلمی خط بھی رمضان کے مہینہ کے سر پر میرے پاس پہنچا چونکہ وہ گالیوں سے بھرا ہوا تھا اس لئے میں نے نہ چاہا کہ رمضان میں اس کا جواب لکھوں۔ (خزائن جلد ۱۲ حجۃ اللہ صفحہ ۱۵۵)۔

. اور ایک اور صاحب جو دشنام دہی میں عبدالحق کے چھوٹے بھائی یا بڑے بھائی ہیں اپنے پرچہ درۃ الاسلام میں بہت سی گندہ زبانی کے ساتھ آتھم کی پیش گوئی کا ذکر کرتے ہیں . (خزائن جلد ۱۲ حجۃ اللہ ص ۱۵۵)

. اور پھر ایک صاحب اپنا نام شیخ نجفی ظاہر کر کے میرے مقابل پر آئے ہیں اور مجھے کذاب اور دجال اور جاہل ٹھیراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسوف اور خسوف کا نشان قیامت کو ظاہر ہوگا نہ اب .... اور پھر یہی صاحب اپنے خط عربی میں جو ژولیدہ زبانی سے بھرا ہوا ہے مجھ کو لکھتے ہیں کہ اگر تو میرے مقابل پر آوے تو میں اپنا علم عربی تجھ کو دکھلاؤں (خزائن جلد ۱۲ حجۃ اللہ ص ۱۶۰)

.... اور ایسا ہی عبدالحق نے بھی اپنے اشتہار میں یہی لاف زنی کی ہے .... کہتا ہے کہ (مرزا) مجھ سے عام علماء کی مجلس میں عربی زبان میں بحث کرے۔ دونوں کی عربی قلم بند ہو جائے گی بعد میں علماء پر پیش کی جائے گی۔ اگر (مرزا) فوقیت لے گیا تو مانا جائے گا کہ یہ رسائل عربی اس (مرزا) نے بنائے ہیں اور بحث تقریری بالمشافہ ہوگی۔ اگر بحث میں تجھ (مرزا) سے کچھ نہ بنا تو لعنت اللہ علی الکاذبین .(حجۃ اللہ ص ۱۶۱ خزائن ۱۲)۔

اور مرزا صاحب نے علماء کے مجمع میں آنے اور بالمشافہ مقابلہ کرنے سے

انکار کرتے ہوئے لکھا کہ میں اب جو عربی لکھ رہا ہوں اس کا جواب عربی میں دو۔ اور کچھ آگے چل کر لکھا

و ما تد عونی متفرداً فی المبا ہلہ فھذا دجلک و کید ک یا غول البا دیۃ ا لا تعلم ایھا الد جال و الغوی البطال ان الشر ط منی فی المبا ہلۃ مجئی عشرۃ رجال۔ لملا عنۃ و ابتھال ۔ فی حضرۃ معین الصادقین فما قبلت شریطی۔ و کان فیه نفعک لا منفعتی ثم اردت ان اتم الحجۃ علیک و علی رھطک المتعصبین فرضیت بثلثۃ من رجال عا لمین و خففت علیک و قنعت یا عدوا لا خیار۔ بان تبا ہلنی مع عبد الوا حد و عبد الجبار و انھما اکا بر جما عتک و حر ثاء زراعتک۔ و ابنا شیخ امین ۔ ففررت فار الظلام من النور۔ و ولیت دبرا ا لکذب و الزور و دخلت الحجر کا لمتخوفین۔ وما ورد علی صا حبیک انھما فرا و فقاء اعینک و ما جاء نی کا لمبا ہلین ۔ و ای خوف منعھما من المباہلہ ان کا نا یکفرا نی علی و جه البصیرۃ فاین ذھبا ان کا نا من الصادقین ۔ و من اقوا لک فی اشتھارک۔ انک خا طبنی و قلت بکمال اصرارک ۔ انک تحترق فی النار و تغرق فی الماء و لا یمسنی لو د خلتھما و احفظ من البلا ء ۔ اما الجواب ۔ فاعلم ایھا الکذاب انک رئیت کل ذا لک بعد المبا ہلۃ ا لاو لی۔ و اغرقت و احترقت یا فضلۃ النو کی۔ فا نبئنا این خرجت من الماء ۔ بل مت فی ماء التند م کا لا شقیاء و این نجیت من النار۔ بل احتر قت بنار الحسرۃ التی تطلع علی ا لا شرار ۔ و ما صارت النار علیک برداً و سلا ماً۔ بل اکلتک ناراً خزاء الله و لقیت آ لا ماً و کذا لک یخزی الله المفترین (حجۃ اللہ خزائن ج ۱۲ ص ۲۱۹۔۲۲۰)۔ (ترجمہ از مرزا صاحب) اورتو جو مجھے مباہلہ کے لئے اکیلا بلاتا ہے سو یہ اے دیو بادیہ تیرا مکر ہے ۔کیا تو اے دجال اور گمراہ بطال نہیں جانتا کہ میری طرف سے مباہلہ کے لئے دس آدمی

کی شرط ہے (کیوں ؟) ۔ جو ملاعنہ اور ابتہال کے لئے آئیں ۔ پس تو نے میری شرط کو قبول نہیں کیا اور اس میں تیرا نفع تھا نہ میرا ۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ تجھ پر اور تیرے گروہ پر حجت پوری کروں ۔ پس میں تین آدمیوں کے ساتھ راضی ہو گیا ۔ اور تیرے پر میں نے تخفیف کر دی اور میں نے کہا کہ اے نیکوں کے دشمن عبدالواحد (غزنوی) اور عبدالجبار (غزنوی) کو لے کر میرے ساتھ مباہلہ کر اور وہ دونوں تیری جماعت کے بزرگ اور تیری کھیتی کے زمین دار اور امین شیخ کے بیٹے ہیں ۔ پس تو ایسا بھاگا جیسا کہ اندھا روشنی سے بھاگتا ہے اور جھوٹ کی پیٹھ کو تو نے پھیر لیا اور ڈرنے والوں کی طرح سوراخ میں جا چھپا ۔ اور تیرے دونوں صاحبوں کو کیا پیش آیا ۔ وہ دونوں بھاگ گئے اور تجھے اندھا کر گئے ۔ اور مباہلہ کرنے والوں کی طرح میرے مقابل پر نہ آئے ۔ اور کس خوف نے ان کو مباہلہ سے منع کیا اگر وہ علی وجہ البصیرت مجھ کو کافر جانتے تھے ۔ پس وہ کہاں چلے گئے اگر وہ سچے تھے ۔ اور منجملہ تیرے اقوال کے جو تیرے اشتہار میں ہیں جو تو نے مجھے مخاطب کر کے بکمال اصرار کہا ہے کہ تو آگ میں جل جائے گا اور پانی میں غرق ہو جائے گا اور مجھے اگر ان دونوں میں داخل ہوں تو کچھ دکھ نہیں پہنچے گا ۔ مگر ہمارا جواب اے کذاب یہ ہے کہ تو پہلے مباہلہ کے بعد یہ سب دیکھ چکا ہے اور تو غرق کیا گیا اور جلایا گیا اے احمقوں کے فضلے ۔ پس ہمیں بتلا کہ کب تو پانی میں سے نکلا ۔ بلکہ تو ندامت کے پانی میں بدبختوں کی طرح ڈوب گیا اور کہاں تجھے آگ سے نجات حاصل ہوئی ۔ بلکہ تو اس حسرت کی آگ سے جل گیا جو شریروں پر بھڑکتی ہے اور تیرے پر آگ ٹھنڈی نہ ہوئی بلکہ خدا کی رسوا کرنے کی آگ تجھ کو کھا گئی اور کئی دردوں کو تو جا ملا ۔ اور اسی طرح خدا مفتریوں کو رسوا کرتا ہے ۔ (حجۃ اللہ ۔ خزائن ج ۱۲ ۔ ص ۲۱۹ ۔ ۲۲۰)

اور اس کے بعد ایک قصیدے میں عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں

و من کان مفتریا یضاع نسرعۃ   و یھلک کذاب بسم التخلق

اور مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور کاذب جھوٹ کے زہر سے مر جاتا ہے ،

رقصت کرقص بغیۃ فی مجالس   و فسقتنی مع کون نفسک افسق

اور تو نے بدکار عورت کی طرح رقص کیا اور مجھے فاسق ٹھہرایا حالانکہ تو سب سے زیادہ فاسق ہے

فذرنی و ربی اننی لک ناصح و ان کذا با فاردی و اوبق

پس مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دے اگر میں کاذب ہوں تو ہلاک کیا جاؤں گا۔

(حجۃ اللہ ۔ص ۲۳۵ خزائن جلد ۱۲)۔

اور پھر مرزا صاحب جلد ہی جھوٹ کے زہر سے مرگئے جب کہ مولانا عبدالحق اور مولانا عبدالجبار اور مولانا عبدالواحد ان کے بعد بھی برسوں زندہ رہے۔

حجۃ اللہ کے تعارف میں نسیم سیفی صاحب نے لکھا ہے

Ghulam Ahmad says the Shaikh of Batala had tried all he could to make the people refrain from those books (of Ghulam Ahmad). How he could justify himself in keeping the people away from these books... Then he (Mirza) writes prose and poetry and throws a challenge to Abdul Haq Ghaznavi and his colleague to present a writing of the same standard. Saifi P 55

☆ مرزا صاحب کی ایک کتاب کا نام کتاب البریۃ ہے ۔اس کے تعارف میں نسیم سیفی لکھتے ہیں

Ghulam Ahmad has also cited the abuses uttered against him by Nazir Hussain , Mohammsad Hussain, the Ghaznavi Group, Abdul Haq Ghaznavi and Rajendar Singh. Saifi P 59

☆ مرزا صاحب کی ایک کتاب راز حقیقت کے نام سے ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع ہوئی اس میں محمد حسین بٹالوی محمد بخش جعفر زٹلی اور سید ابوالحسن کو خطاب ہے اور ان اشتہاروں کا ذکر ہے جو انہوں نے مرزا کے بارے میں مختلف مواقع پر شائع کیے تھے۔ اور مرزا صاحب نے اپنی اس پیش گوئی کا ذکر کیا ہے جو ان تینوں کی ۱۳ مہینوں میں ذلت کے بارے میں ہے اور فرمایا ہے کہ اس کے پورا ہونے کا انتظار کرو ۔ اور اس میں حضرت عیسی کی قبر کے متعلق تحقیقات کا ذکر ہے۔ اور اشتہار فوری ذلت کا ذکر ہے جو بقول مرزا صاحب مولانا بٹالوی کو پہنچ بھی چکی تھی۔اس کے علاوہ اس میں مباہلے کا بھی ذکر ہے

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی بار بار یہی کہتے رہے کہ ہم صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے مباہلہ چاہتے ہیں ...لیکن ساتھ اس کے یہ بھی

درخواست ہے کہ اگر ہم کاذب ٹھہریں تو فوری عذاب ہم پر نازل ہو ۔ اس کے جواب میں میں نے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ میں مفصل لکھ دیا ہے کہ مباہلہ میں فوراً عذاب نازل ہونا بالکل خلاف سنت ہے ۔ (ص ۱۷۳ راز حقیقت خزائن جلد ۱۴)

یعنی مرزا صاحب کو مولانا بٹالوی کی شرائط پر مباہلہ کرنا منظور نہیں ہے ۔

نسیم سیفی صاحب نے راز حقیقت کے تعارف میں لکھا ہے

At the very outset Ghulam Ahmad draws the attention of his followers that the prayer duel with Mohammad Hussain is to mature on the 15th January 1900, they should, therefore, be on the look out for the result of this duel."

In the epilogue of the book Ghulam Ahmad says that he is grateful to God that it has been proved that the tomb which is in Khanyar , srinagar and is said to e the tomb of Yuz asaf, is really the tomb of Jesus christ; this has helped to prove the truth of his claim greatly . Nasim Saifi P 64 .

☆ مرزا صاحب کی کتاب کشف الغطاء ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو شائع ہوئی ۔ یہ کتاب مولانا بٹالوی کے خلاف ہے اور اس میں بٹالوی صاحب اور ان کے دوستوں ابوالحسن تبّتی اور محمد بخش جعفر زٹلی کے اشتہارات کا بھی ذکر ہے ۔ اور مرزا نے حکومت وقت سے کہا ہے کہ ہم تو آپ کے وفادار ہیں جبکہ محمد حسین بٹالوی سلطان روم کی تعریف کرتا ہے ۔ وغیرہ

کشف الغطاء کے ضمیمے میں جو صفحہ ۲۱۴ سے شروع ہوتا ہے مرزا لکھتے ہیں

. مجھے اس رسالہ کے لکھنے کے بعد محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ کا انگریزی میں ایک رسالہ ملا جس کو اس نے وکٹوریہ پریس لاہور میں چھاپ کر بماہ اکتوبر ۱۸۹۸ء میں شائع کیا ہے ۔ اس رسالہ کے دیکھنے سے مجھے نہائت افسوس ہوا کیونکہ اس نے اس میں میری نسبت اور نیز اپنے اعتقاد مہدی کی نسبت نہائت قابل شرم جھوٹ سے کام لیا ہے .... دوسرا امر جو اسی رسالہ میں محمد حسین نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ گویا میں نے کوئی الہام اس مضمون کا شائع کیا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کی سلطنت آٹھ سال کے عرصہ میں تباہ ہو جائے گی ۔ میں اس بہتان کا جواب بجز اس کے کیا لکھوں

کہ خدا جھوٹے کو تباہ کرے ۔ میں نے ایسا الہام ہرگز شائع نہیں کیا۔

(کشف الغطا خزائن ۱۴ ۔ص ۲۱۴ ۔ ۲۱۶)

ہم بتا چکے ہیں کہ مرزا صاحب اس جگہ جھوٹ بول رہے ہوں کیونکہ انہوں نے

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال

والہ الہام واقعتاً کر رکھا تھا جس کی گواہی اس کے بیٹوں نے بھی دی ہے ۔ اس جھوٹ کے بعد آپ نے کئی صفحات مولانا بٹالوی کے خلاف لکھے ہیں۔ اور پھر صفحہ ۲۲۴ پر پوری ہوگئی کے عنوان سے ۱۳ ماہیہ پیش گوئی کا ذکر ہے ۔ اور آخر میں صفحہ ۲۲۶ پر مرزا صاحب نے حکومت سے اپیل کی ہے کہ محمد حسین کے خلاف مجھے تحفظ دیا جائے ۔ (یہ وہ شخصیت ہیں جن کا کہنا ہے و اللہ یعصمک من الناس)۔

نسیم سیفی صاحب کشف الغطاء کے ضمیمے کے بارے میں لکھتے ہیں

A supplement to the book also draws the attention of the government to the fact that Mohammad Hussain has published an issue of Ishaatus Sunna in English in which he has shamelessly told lies about him and his claim. Saifi P 65.

☆ مرزا صاحب کی کتاب حقیقت المہدی فروری ۱۸۹۹ء میں شائع ہوئی ۔

اس کتاب میں مرزا صاحب نے محمد حسین صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے

. اس بے چارے نے میری بدخواہی کے لئے اپنا آرام حرام کر دیا۔ بٹالہ سے بنارس تک اپنا قابل شرم استفتاء لے کر میرے کفر کی نسبت مہریں لگواتا پھرا۔

(خزائن جلد ۱۴ ۔ حقیقت المہدی ۔ ص ۴۳۵)۔

اور لکھتے ہیں کہ محمد حسین نے

. قوم کو اکسانا شروع کیا اور میری نسبت یہ فتوی شائع کیا کہ اس شخص کا قتل کرنا موجب ثواب ہے چنانچہ اس کے فتوی کو دیکھ کر اور کئی مولویوں نے بھی قتل کا فتوی دے دیا ۔ (خزائن جلد ۱۴ ۔ حقیقت المہدی ۔ ص ۴۳۵ ۔ ۴۳۶)

اس کتاب کے بارے میں نسیم سیفی قادیانی نے لکھا ہے

In this book Ghulam Ahmad compares his own views about the advent of

Mahdi with the views of those who call themselves Ahl-i-Hadith or the Wahhabis and shows that it is the Wahhabis who believe in the advent of a Mahdi who will shed blood while his own belief is that the mahdi has to work for the supremacy of Islam peacefully. Ghulam Ahmad intended this statement to be read by the officials of the government.. He adds a detailed statement of his beliefs and his claim in Arabic and Persian and calls upon Mohammad Hussain to do the same so that these statements could be sent to various countries. Saifi P 68

☆ تحفہ غزنویہ ۔مرزا صاحب کی اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ غزنویوں کے خلاف ہے ۔اس میں ایک جگہ آپ نے لکھا ہے

. میاں عبدالحق صاحب غزنوی نے ایک اشتہار نکالا ہے جو درحقیقت مولوی عبد الجبار اوران کے بھائیوں کی طرف سے معلوم ہوتا ہے ۔اس اشتہار میں جس قدر سخت بیانی اورٹھٹھا اورہنسی ہے جو قدیم سے طریق سفہاء کا ہے.... یہ اشتہار دو رنگ کے حملوں پرمشتمل ہے ۔اول میاں عبدالحق نے بعض گذشتہ نشانوں اورپیش گوئیوں کو جو فی الواقع پوری ہوچکیں یا وہ جوعنقریب پوری ہونے کو ہیں پیش کر کے عوام کو یہ دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا پوری نہیں ہوئیں ۔ مثلا ڈپٹی آتھم والی اور احمد بیگ والی اور اس کے داماد (سلطان محمد) کی.... (تحفہ غزنویہ خزائن ج ۱۵ صفحہ ۵۳۴)۔

پھر مرزا صاحب نے جواب دینے کی کوشش کی ہے

دوسری طرف حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمد والی پیش گوئی مرزا صاحب کی زندگی کے آخر تک پوری نہیں ہوئی اور اس بات کا خود مرزا صاحب نے اپنی موت سے ڈیڑھ ماہ قبل اقرار کیا ہے جیسا کہ ان کے ملفوظات میں ۱۱ اپریل ۱۹۰۸ء کا ایک واقعہ یوں لکھا ہے

. کسی معترض کا ایک خط مولوی محمد احسن کی خدمت میں آیا تھا جس میں اس نے مرزا احمد بیگ والی پیش گوئی پر اعتراض کیا تھا مولوی صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں بوقت سیر اس کا تذکرہ کیا ۔حضرت اقدس نے فرمایا ۔ایسے آدمی سے پہلے یہ دریافت کرنا چاہیے کہ آیا تم کلمہ گو بھی ہو یا نہیں؟ اورآنحضرت ﷺ اورانبیاء

سابقین پر بھی ایمان رکھتے ہو یا کہ نہیں؟ .....ان سے یہ سوال کیا جائے کہ جو ہزارہا بین نشان موجود ہیں ان سے تم نے کیا فائدہ اٹھایا؟ (یعنی صاف اقرار ہے کہ یہ احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کے روز نکاح ہمراہ محمدی بیگم سے ڈھائی سال کے اندر مرنے کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی).....دیکھو آنحضرت ﷺ کا صلح حدیبیہ کا معاملہ جس میں بعض بڑے بڑے اکابر صحابہ کو بھی ٹھوکر لگ گئی تھی .... پھر آنحضرت ﷺ کا اس امر کا اظہار فرمانا کہ ابوجہل مسلمان ہو جائے گا (مرزائی کہتے ہیں کہ ابوجہل کی نسبت دیکھا گیا کہ بہشتی انگور کا خوشہ اس کو ملا ہے مگر وہ مسلمان نہ ہوا۔ بدر ۲۲ اپریل ۱۹۰۸ء)۔ دیکھو ہماری اس پیشگوئی کی ایک ٹانگ تو اسی وقت پیش گوئی کے عین مطابق ٹوٹ گئی جس کی وجہ سے ان لوگوں پر خوف طاری ہوا..... حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی اپنی کتاب فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ قد یوعد ولا یوفی کہ بعض وعدے خدا تعالی کے ایسے بھی ہوتے ہیں جو پورے نہیں کئے جاتے۔ خود قرآن میں متشابہات کا ذکر ہے۔ مومن اور کافر میں ایسے متشابہات سے تمیز ہو جاتی ہے۔ اور چھپے ہوئے مرتد اور منافق لوگوں کے الگ کرنے کا یہ ایک آلہ ہوتے ہیں۔

(ملفوظات جلد۱۰ص ۲۲۵۔۲۲۸)۔

قصہ مختصر یہ کہ ۱۱ اپریل ۱۹۰۸ء تک احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کی موت کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی تھی ۔ اور ۱۹۰۸ء سے کئی سال پہلے مولوی عبدالحق صاحب نے کہا کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی تو کیا انہوں نے غلط کہا؟)

نسیم سیفی قادیانی صاحب نے تحفہ غزنویہ کے بارے میں لکھا ہے

The book was written in 1900 but was publishe on 3rdOctober 1902. it was a reply to a poster published by Abdul Haq ghaznavi. The posterAhmad... Nasim saifi P 74

☆ مرزا صاحب کی ایک کتاب کا نام تحفہ گولڑویہ ہے جس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بنیادی طور پر پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو مخاطب کر کے لکھی گئی ہے۔ جیسا کہ خود مرزا صاحب فرماتے ہیں

میرے رسالہ تحفہ گولڑویہ اور تحفہ غزنویہ کو ہی دیکھو جو پیر مہر علی شاہ اور غزنوی

جماعت عبدالجبار وعبدالواحد وعبدالحق وغیرہ کی ہدائت کیلئے لکھی گئی ہیں

(اربعین نمبر۲ خزائن ۱۷ ص ۳۷۰)

تحفہ گولڑویہ میں محمد حسین بٹالوی کا ذکر فرماتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں

. اول المکفرین وہی تھے۔ اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے.

(خزائن جلد ۱۷۔ تحفہ گولڑویہ ص ۲۱۵)

اور فرماتے ہیں

. اس الہام میں خدا تعالی نے استفتاء لکھنے والے (محمد حسین) کا نام فرعون رکھا اور فتوی دینے والے (نذیر حسین) کا نام جس نے اول فتوی دیا ہامان

(خزائن جلد ۱۷۔ تحفہ گولڑویہ ص ۶۷)

تحفہ گولڑویہ میں وہ خواب بھی بیان ہوا ہے جس میں مرزا صاحب دربار رسالت میں حاضر کئے گئے تھے۔ اس خواب میں اس دور کے مشہور کارکنان تحریک کے نام ملتے ہیں۔ جو یہ ہیں ۔ محمود شاہ واعظ ۔ محمد علی بھوپڑی واعظ ۔ محمد حسین بٹالوی ۔ عبدالحق غزنوی ۔ عبدالجبار غزنوی ۔ عبدالواحد غزنوی ۔ رسل بابا امرتسری ۔ احمد اللہ امرتسری ۔ میاں چٹو لاہوری ۔ سید نذیر حسین ۔ محمد لدھیانوی ۔ عبدالعزیز لدھیانوی ۔ محمد حسن رئیس لدھیانہ ۔ حافظ عبدالمنان وزیرآبادی

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ میں محمد حسین بٹالوی مولوی اسماعیل علی گڈھی مولوی غلام دستگیر مولوی محی الدین عبدالرحمٰن مولوی رسل بابا مولوی عبدالحق غزنوی اور عبدالجبار غزنوی پیر مہرعلی شاہ منشی الٰہی بخش رشید گنگوہی سید نذیر حسین اور حافظ محمد یوسف ضلع دار کا ذکر ہے

نسیم سیفی قادیانی نے تحفہ گولڑویہ کے تعارف میں لکھا ہے

Hafiz Mohammad Yusuf, Ghulam Ahmad says, has said it emphatically in a gathering of well meaning persons that a false claimant to revelation could live as long as 23 years after his his claim , He can even live longer. In other words, what Mohammad Yusuf says is that to live 23 years after the claim of being a recipient of revelation is not proof of the truth of the claimant.

Ghulam Ahmad says that Mohammad Yusuf 's assertion is not correct. He quotes the Holy Quran to prove his case (wa low taqawaala alaina ba'zal aqaweel la akhazna minho bil yamin summa laqata'ana minhulwatin). Ghulam Ahmad says that Mohammad Yusuf should not have disagreed with the verse of Holy Quran . " (Also,) Ghulam Ahmad asked him (Mehr Ali) to pick some verses of the Holy Quran by lot and write a commentary on them . Saifi P 81-82

☆ مرزا صاحب کی اربعین نمبر۲ میں محمد حسین بٹالوی سید نذیر حسین دہلوی عبد الجبار غزنوی مولانا رشید احمد گنگوہی اور پیر مہر علی صاحب کو خطاب ہے

☆ مرزا صاحب کی اربعین نمبر۳ میں مولوی اسماعیل علی گڑھی مولوی غلام دستگیر قصوری کی کتابوں ذکر ہے جن میں بقول مرزا صاحب انہوں نے تحریری مباہلہ کیا تھا اور انجام کار وہ مجھ صاحب سے پہلے مر گئے۔ (یہ مرزا صاحب کا جھوٹ ہےاور اس کا تذکرہ ہم نے کئی جگہ کیا ہے)۔اس کے علاوہ اس اربعین میں ذکر ہے کہ مولوی غلام دستگیر کی موت سے شیخ محمد حسین عبدالجبار غزنوی عبدالحق غزنوی پیر مہر علی شاہ مولانا رشید احمد گنگوہی میاں نذیر حسین دہلوی مولوی رسل بابا امرتسری منشی الٰہی بخش اور حافظ محمد یوسف ضلعدار وغیرہ کی کمریں ٹوٹ گئی ہیں۔ حافظ محمد یوسف صاحب کا خاص طور پر ذکر ہےاور انہیں لو تقول کے بارے میں چیلنج بھی دیا ہے۔

☆ مرزا صاحب کی تصنیف اعجاز المسیح کے بارے میں نسیم سیفی صاحب لکھتے ہیں

Ghulam Ahmad had invited Pir Mehr Ali Shah and others to a public meeting at Lahore where they would pick a chapter of the Holy Quran by lot and comment upon 40 of its verses. No body accepted the invitation. But, without informing Ghulam Ahmad, the pir proceeded to Lahore and issued a note that a debate will be held before the writig of the commentary. Ghulam Ahmad knew nothing of his arrival there . The followers of Pir Mehr Ali had won a victory; they even hurled filthy

abuses on Ghulam Ahmad. Ghulam Ahmad issued a poster on 15 december 1900 calling upon Pir once again ..Saifi .p 86

☆ مرزا صاحب کی کتاب نزول المسیح کے بارے میں نسیم سیفی نے لکھا ہے کہ یہ

is a reply to and refutation of the views expressed on different matters by the editor of Paisa Akhbar and Pir Mehr Ali Shah. The book was written in July/August 1902 but its final stages of printing and availability to the readers was, for some reason or the other, delayed until 25 August 1909. Saifi P 9②

☆ مرزا صاحب کی تصنیف کشتی نوح میں ڈاکٹر کلارک والے مقدمے کا ذکر ہے جو اس نے مرزا صاحب پر دائر کیا تھا اور مولانا بٹالوی اس میں گواہ کے طور پر پیش ہوئے تھے۔ مرزا صاحب نے لکھا ہے

. جیسا کہ مسیح کے مقدمہ میں یہودی مولویوں نے جا کر گواہی دی تھی ضرور تھا کہ اس مقدمہ میں بھی کوئی مولویوں میں سے گواہی دیتا۔ اس لئے اس کام کیلئے خدا نے مولوی محمد حسین بٹالوی کا انتخاب کیا۔ اور وہ ایک بڑا لمبا جبہ پہن کر گواہی کیلئے آیا

(کشتی نوح خزائن جلد ۱۹ ص ۵۵)

اور . اسی طرح مسیح کے وقت وہ یہودی ہلاک ہو گئے جو اہل حدیث کہلا تے تھے.... یہودیوں میں حضرت مسیح کے منکر اہل حدیث ہی تھے ..

(کشتی نوح خزائن جلد ۱۹ ص ۶۴۔۶۵)

ایک اور موقع پر . حضرت اقدس نے اپنا ایک پرانا الہام سنایا یا یحی خذ الکتاب بقوۃ و الخیر کلہ فی القرآن اور فرمایا کہ اس میں ہم کو حضرت یحی کی نسبت دی گئی ہے کیونکہ حضرت یحی کو یہود کی ان اقوام سے مقابلہ کرنا پڑا تھا جو کتاب اللہ تورات کو چھوڑ بیٹھے تھے اور حدیثوں کے بہت گرویدہ ہو رہے تھے اور ہر بات میں احادیث کو پیش کرتے تھے۔ ایسا ہی اس زمانہ میں ہمارا مقابلہ اہل حدیث کے ساتھ ہوا کہ ہم قرآن پیش کرتے ہیں اور وہ حدیث پیش کرتے ہیں .(ملفوظات ج ۳ ص ۲۷۲)

☆ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہونیوالہ مرزا صاحب کا تحفہ ندوہ یوں شروع ہوتا ہے

آج ۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ایک اشتہار مجھے ملا جو حافظ محمد یوسف پنشنر کی طرف سے

میرے نام پر شائع ہوا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ میں ایک دفعہ زبانی اس بات کا اقرار کر چکا ہوں کہ جن لوگوں نے نبی یا رسول یا اور کوئی مامور من اللہ ہونے کا دعوی کیا تو وہ لوگ ایسے افتراء کے ساتھ جس سے لوگوں کو گمراہ کرنا مقصود تھا تیئس برس تک زندہ رہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور پھر حافظ صاحب اسی اشتہار میں لکھتے ہیں کہ ان کے اس قول کی تائید میں ان کے ایک دوست ابو اسحاق محمد دین نام نے قطع الوتین نام ایک رسالہ بھی لکھا تھا جس میں مدعیان کاذب کے نام مع مدت دعوی تاریخی کتابوں کے حوالہ سے درج ہیں. (تحفہ ندوہ۔ خزائن جلد ۱۹ ص ۹۲)

اور بقول مرزا صاحب حافظ یوسف صاحب کہتے ہیں

. میں (یوسف) چاہتا ہوں کہ ندوۃ العلما کے سالانہ جلسہ میں جو ابتدائے ۹ اکتوبر ۱۹۰۲ء سے بمقام امرتسر منعقد ہوگا جس میں ہندوستان کے مشاہیر علماء شریک ہوں گے مرزا صاحب یہ اقرار لکھ دیں کہ رسالہ قطع الوتین میں جو نظائر پیش کی گئی ہیں اگر مقرر کردہ حکم کے نزدیک یعنی ندوہ کے علماء کے نزدیک محک امتحان پر پوری اتریں.... کہ جس عمر کو ابتداء وحی سے میں نے پایا ہے اور جس انکشاف سے اور پورے زور اور یقین سے خدا کی وحی پر میرا دعوی ہے اور میں نے جس طرح ہزارہا کلمات خدا تعالی کی وحی کے اپنی نسبت لکھے ہیں اور دنیا میں مشہور کئے ہیں ایسا ہی ان لوگوں نے مشہور کئے تھے اور خدا پر افتراء کیا تھا پھر وہ ہلاک نہ ہوئے بلکہ میری جیسی ان کی بھی جماعت ہوگئی تو ایسی صورت میں مجھے اس مجلس میں توبہ کرنی چاہیے ۔ میں (مرزا) قبول کرتا ہوں کہ ندوہ کے علماء اگر ان کو خدا نے چشم بصیرت دی ہے اور تقوی اور انصاف بھی ہے اور پورا غور کرنے کے لئے وقت بھی ہے تو وہ ضرور میرے بیان اور حافظ صاحب کی قطع الوتین دیکھ کر سچا فتوی دے سکتے ہیں ۔مگر میں ندوہ کے پاس امرتسر نہیں آ سکتا کیونکہ میرا ان لوگوں پر حسن ظن نہیں ہے ۔ سچی بات ہے کہ میں نہ تو ان لوگوں کو متقی سمجھتا ہوں اور نہ عارف حقائق قرآن خیال کرتا ہوں.... پھر میں ان کا حکم ہونا کس وجہ سے منظور کروں ۔ ہاں اگر چند منتخب مولوی ان میں سے بطور طالب حق قادیان آ جاویں تو میں زبانی ان کو تبلیغ کرسکتا ہوں ۔ ورنہ خدائی کام چل رہا ہے . (خزائن جلد ۱۹ تحفہ ندوہ ۹۴۔۹۵)۔ (یعنی مرزا صاحب

نے میدان میں آنے سے انکار کر دیا۔)

تحفہ ندوہ کے آخر پر مد ضلع امرتسر والے مناظرے کے بارے میں دس ہزار روپئے کا اشتہار ہے ۔ (خزائن جلد ۱۹ تحفہ ندوہ ص ۲۰۲۔ ۲۰۵)

اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں واقعہ مد پر شاعری کر رہا ہوں ۔میرے اشعار کے جواب میں قصیدہ لکھو تا کہ فیصلہ ہو کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ؟ (کسی کو جواب لکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ فیصلہ تو مد میں ہی ہو گیا تھا کہ مرزائی جھوٹے ہیں ۔ اور مرزا صاحب کے اپنے اشعار سے بھی شکست جھلکتی ہے)

نسیم سیفی صاحب تحفہ ندوہ کی وجہ تصنیف یوں بیان کرتے ہیں

It so happened that Nadwatul Ulama held a meeting at Amritsar on 9th -11th October 1902. Before that , Hafiz Mohammad Yusuf published a poster which Ghulam Ahmad replied in the following terms: '.....Saifi .P 97

☆ مولوی جلال دین صاحب لکھتے ہیں مرزا صاحب کی کتاب . اعجاز احمدی ضمیمہ کتاب نزول المسیح مرقومہ ۸ نومبر ۱۹۰۲ء جس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کے انعام کا اشتہار ہے ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء کو شائع کی گئی ۔اس کی وجہ تالیف یہ ہے کہ مد ضلع امرتسر میں مولوی ثناءاللہ سے مناظرہ کے لئے مرزا صاحب نے مولوی سرور شاہ اور مولوی عبداللہ کشمیری کو بھیجا۔ دوران مباحثہ مولوی ثناءاللہ نے کہا کہ مرزا صاحب کی تمام پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں ۔ دوسرے یہ کہ میں مرزا صاحب سے مباہلہ کے لئے تیار ہوں ۔(جب سرور شاہ نے مد سے واپس قادیان آ کر مناظرے کی کاروائی سنائی تو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ) .میں نے خدا تعالی سے درخواست کی کہ ایک سادہ قصیدہ بنانے کے لئے روح القدس سے میری تائید فرمادے جس میں مباحثہ مد کا بھی ذکر ہو۔اور میری وہ دعا منظور ہوگئی اور روح القدس سے ایک خارق عادت مجھے تائید ملی (خزائن ۔جلد ۱۹۔اعجاز احمدی۔ ابتدائیہ ص ۸) اور یوں وہ اعجازی قصیدہ وجود میں آیا جس کے چند اشعار یہ ہیں ۔

فجائوا بذئب بعد جهد آذابهم و نعنی ثناء اللی منه و نظهر

پھر بہت کوشش کے بعد (ہمارے مخالفین مناظرے کے لئے)ایک بھیڑیئے کو لائے اور مراد ہماری اس سے ثناءاللہ ہے اور ہم ظاہر کرتے ہیں

و اوجس خیفة شرہ بعض رفقتی لما عرفوا من خبث قوم تنمروا

اور پوشیدہ طور پر میرے بعض رفیقوں (سرور شاہ وغیرہ) کے دلوں میں خوف ہوا کیونکہ قوم کی درندگی انہوں نے معلوم کر لی تھی

دفا ھم عما یات الا ناس و حمقھم رئوا مد قوم و المدی قد شھروا

قوم کی جہالتوں نے ان (سرور شاہ وغیرہ) کو خستہ کر دیا موضع مد کو انہوں نے ایسی صورت میں دیکھا جو چھریں نکالی ہوئی ہیں

فصاروا بمد للرماح دریة و یعلمھا احمد علی المدبر

پس میرے دوست (سرور شاہ وغیرہ) مد میں تیروں کا نشانہ بن گئے اوراس بات کو احمد علی جو میر مجلس تھا خوب جانتا ہے

و انکر آیا تی و انکر دعوتی و انکر الھامی و قال مزور

اور (ثناء اللہ نے) میرے نشانوں سے انکار کیا اور میری دعوت سے انکار کیا اور میرے الہام سے انکار کیا اور کہا کہ یہ ایک جھوٹا آدمی ہے

و کذ بنی با لبخل من کل صورة و خطاء نی فی کل وعظ اذکر

اوراس (ثناء اللہ نے) نے ہر ایک صورت سے مجھے کاذب ٹھہرایا اور ہر ایک وعظ میں جو میں نے کیا مجھے خطا کی طرف منسوب کیا

فافردت افراد الحسین بکر بلا و فی الحی صرنا مثل من کان یقبر

پس اس جگہ میں اکیلا رہ گیا جیسا کہ حسین کربلا میں۔ اور اس قوم میں ہم ایسے ہو گئے جیسا کہ مردہ دفن کیا جاتا ہے

الا رب خصم قد رئیت جدا لہ و ما رئینا مثلہ من یزور

خبردار ہو میں نے بہت بحث کرنے والے دیکھے ہیں مگر اس (ثناء اللہ) جیسا فریبی میں نے کوئی نہیں دیکھا

اغلط اعجازی حسین یعلمہ و ھیئات ما حول الجھول اتسخر

کیا میری کتاب اعجاز المسیح کی محمد حسین نے غلطیاں نکالیں۔ اور یہ کہاں ہوسکتا ہے اور محمد حسین کی کیا طاقت ہے، کیا ہنسی کر رہا ہے

و ان کا ن فی شیء بعلم حسینکم فما لک لا تدعوہ و الخصم یحصر

اور اگر تمہارا محمد حسین کچھ چیز ہے پس تو اس کو کیوں نہیں بلاتا اور دشمن سخت گرفت کر رہا ہے

و نحسبه کا لحوت فات بنظمه متی حل بحراً نقتنصمه و ناسر

اور ہم تو اس کو ایک مچھلی کی طرح سمجھتے ہیں پس اس کی نظم پیش کر جب وہ شعر کے بحروں میں سے کسی بحر میں داخل ہوگا تو ہم اس کو شکار کرلیں گے اور پکڑ لیں گے

و ان یا تنی اصبحه کا سأ من الهدی فا حضره لـلا ملاء ان کان یقدر

اگر وہ میرے پاس آئے گا تو اسی صبح ہدائت کا پیالہ پلاؤں گا۔ پس اس کو لکھنے کے لئے حاضر کر اگر وہ لکھنے کے لئے طاقت رکھتا ہے۔

اذا ما ابتلاه الله با لا رض سخطة بلا ئل قا لوا مکر م و معزز

جب خدا نے بے زاری کے طور پر اس (محمد حسین) کو زمین لائل پور میں دی تو مخالفوں (ثناء اللہ) نے کہا کہ اس کی بڑی عزت ہے

اذا نحن با رز نا فاین حسینکم و ان کنت تحمده فا علن و اخبر

جب ہم میدان میں آئے تو تمہارا حسین کہاں ہوگا اور اگر تو اس کی تعریف کرتا ہے پس اس کو خبر دے دے

اتحسبه حیاً و تا الله اننی اراه کمن ید فی و یفنی و یقبر

کیا تو اس کو زندہ سمجھتا ہے اور بخدا میں دیکھتا ہوں اس کو مثل اس شخص کے جو کشتہ ہے اور مر گیا اور قبر میں داخل ہوگیا

و ما ان قنطنا و الر جا ء معظم کذالک و حی الله یدری و یخبر

اور ہم اس (محمد حسین) کے ایمان سے ناامید نہیں ہوئے بلکہ امید بہت ہے اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے

سیبدی لک الر حمن مقسوم حبکم سعید فلا ینسیه یوم مقدر

تجھ پر خدا تعالی تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کردے گا۔ سعید ہے پس روز مقدر اس کو فراموش نہیں کرے گا

و یحی با یدی الله و الله قادر و یا تی زمان الرشد و الذنب یغفر

اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جائے گا اور خدا قادر ہے اور رشد کا زمانہ آئے گا اور گناہ بخش دیا جائے گا

فیسقونه ماء الطهارة و التقی نسیم الصبا تا تی بریا یعطر

پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے اور نسیم صبا خوشبو لائے گی اور معطر کر دے گی

و ان کلا می صادق قول خا لقی و من عاش منکم بر هة فسینظر

اور میرا کلام سچا ہے اور میرے خدا کا قول ہے۔اور جو شخص تم میں سے کچھ زمانہ زندہ رہیگا وہ دیکھ لے گا

اتعجب من هذا فلا تعجبن له کلام من المولی و وحی مطهر

کیا تو اس سے تعجب کریگا پس کچھ تعجب نہ کر یہ خدا کا کلام ہے اور پاک وحی ہے

و ما قلته من عند نفسی کراجم اریت و من امر القضا اتحیر

اور میں نے اپنے ہی دل سے اٹکل بات نہیں کی بلکہ کشفی طور پر مجھے دکھلایا گیا اور میں اس سے حیران ہوں

اقلب حسین یهتدی من یظنه عجیب و عند الله هین و ایسر

کیا محمد حسین کا دل ہدائت پر آجائے گا یہ کون گمان کرسکتا ہے عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے

ثلثه اشخاص به قد رئیتهم و منهم الهی بخش فاسمع و ذکر

تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں۔ ایک ان میں سے الٰہی بخش اکونٹنٹ ہے پس سن اور سنادے

لعمرک ذقنا دون ذنب رماحهم فما سرنا الا دعاء یکرر

تیری قسم کہ ہم نے بغیر گناہ کے ان کے نیزوں کا مزہ چکھا پس ہمیں یہی اچھا معلوم ہوا کہ ان کے حق میں دعا کرتے ہیں

متی ذکروا یغتم قلبی بذکرهم بما کان وقت بالملاقات نبشر

جب وہ ذکر کئے جاتے ہیں تو میرا دل غمناک ہو جاتا کیونکہ یاد آتا ہے کہ ایک دن ہم ملاقات سے خوش ہوتے تھے

ءارضعت من غول الغلا یا ابا الوفا فما لک لا تخشی و لا تتفکر

کیا تجھے جھوٹ کا دودھ پلایا گیا، اے ثناء اللہ۔ پس تجھے کیا ہوگیا کہ نہ ڈرتا ہے نہ فکر کرتا ہے

عقرت بمد صحبتی یا ابا الوفا بسب و توهین فربی سیقهر

اے ثناء اللہ تو نے مد میں ہمارے دوستوں کو رنج پہنچایا گالی سے اور توہین سے پس میرا خدا عنقریب غالب ہو جائے گا۔

(خزائن جلد ۱۹ ضمیمہ نزول المسیح (اعجاز احمدی ص ۱۵۰۔ ۱۶۳)

مرزا صاحب کے بقول یہ اعجازی قصیدہ ہے جو انہوں نے روح القدس کی مدد سے لکھا ہے۔ اس قصیدے میں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے وحی آئی ہے کہ محمد حسین بٹالوی اور منشی الٰہی بخش مرزائی ہو جائیں گے۔

قدرت نے مرزا صاحب کے اس اعجازی قصیدے سے ان کے کذاب ہونے کا اعجازی نشان ظاہر کردیا کہ نہ محمد حسین کبھی مرزائی ہوا اور نہ منشی الہی بخش واپس مرزا ئیت میں داخل ہوا۔

نسیم سیفی صاحب اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

It was written on the request of Sana Ullah , one of the bitterest opponents of Ghulam Ahmad, and it was completed in 5 days. It also mentions Pir Mehr Ali Shah , Asghar ali, Ali Hairy (Shia). Ghulam Ahmad refers to a book written by a jew who , he says, is just like Sanaullah or Mohammad Hussain' .He throws a challenge to Sanaullah for a prayer duel. Saifi P 98

مرزا صاحب نے اعجاز احمدی میں مولانا ثناء اللہ کو چیلنج کیا تھا کہ وہ پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے قادیان نہیں آئیں گے۔لیکنن جب مولانا قادیان پہنچ گئے اور مرزا صاحب کو اپنی آمد کی اطلاع دی تو مرزا صاحب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ۔ ان کی ٹانگیں کانپنے لگیں اور ان کی زبان بے قابو ہوگئی ۔مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں

'بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ جب حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں اعجاز احمدی کی تصنیف کے بعد مولوی ثناء اللہ قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود کے ساتھ اسکی دستی خط وکتابت ہوئی تو اس نے ایک دفعہ اپنا ایک آدمی کسی بات کے دریافت کرنے کیلئے حضرت صاحب کے پاس بھیجا ۔ ...۔اس نے حضرت صاحب سے کوئی بات پوچھی اور حضرت صاحب نے اس کا جواب دیا۔جس پر اس نے کوئی سوال کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ کام یا یہ بات کون کرے۔مولوی (شیر علی) صاحب کہتے ہیں کہ سوال مجھے یاد نہیں رہا مگر اس پر حضرت صاحب نے اسے فرمایا 'تو ' ۔ مولوی (شیر علی) صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس دفعہ کے علاوہ کبھی حضرت مسیح موعود (مرزا) کے منہ سے کسی شخص کو تو کہتے نہیں سنا۔موافق ہو یا مخالف ۔غریب سے غریب اور چھوٹے سے چھوٹا بھی ہوتا تھا تو حضرت صاحب اسے ہمیشہ آپ کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے ۔مگر اس وقت اس شخص کو آپ نے خلاف عادت تو کا لفظ کہا اور ہم سب نے اس بات کو عجیب سمجھ کر محسوس کیا' (سیرۃ المھدی حصہ اول ص ۱۴۵)(

سیدھی سی بات ہے کہ مولانا کی آمد کا سن کر مرزا صاحب حواس باختہ ہو گئے تھے)۔

اور مرزا صاحب نے مولانا امرتسری سے مباحثہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ملفوظات جلد ۴ کے صفحہ۲۱۴ پر ' مولوی ثناء اللہ کا ذکر ' کے عنوان سے لکھا ہے

' بابو شاہ دین صاحب نے ثناء اللہ کے (قادیان) آنے کا ذکر کیا تو (مرزا غلام احمد نے) فرمایا کہ لعنت لے کر چلا گیا اور جو منصوبہ وہ گھڑ کے لایا تھا اس میں اسے کامیابی نہ ہوئی۔ ہم نے اس کا ذکر اور جواب وغیرہ اس عربی کتاب میں کر دیا ہے اب جہلم سے واپس آ کر بشرط فرصت اردو میں لکھیں گے۔

(البدر جلد۲ نمبر ۵ ص ۳۴ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء)'

☆ مرزا صاحب کی ایک کتاب کا نام تذکرۃ الشہادتین ہے ۔ اس کتاب میں دیگر باتوں کے علاوہ ڈاکٹر کلارک والے اس مقدمے کا ذکر ہے جس میں مولانا بٹالوی نے گواہی دی تھی ۔مرزا صاحب نے اس مقدمے کی کاروائی میں سے مسیح ابن مریم کے ساتھ اپنی مشابہتیں تلاش کی ہیں اور بڑے فخر سے عدالت میں کرسی ملنے کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مجھے کرسی ملتی ہے جب کہ بٹالوی صاحب کو عدالت میں جھڑکیاں ملتی ہیں ۔ یہ واقعہ ہم کسی جگہ تفصیل سے بیان کر چکے ہیں ۔اور مسیح ابن مریم سے مرزا صاحب کی مشابہتوں کا بھی کسی جگہ تذکرہ ہو چکا ہے ۔

☆ مرزا صاحب نے لدھیانہ میں ایک تقریر کی تھی جسے مرزائیوں نے **لیکچر لدھیانہ** کے نام سے شائع کیا۔ اس لیکچر میں بھی اوپر والے اس مقدمے کا ذکر ہے اور مرزا صاحب کہتے ہیں

. اس مقدمے میں مولوی محمد حسین نے بھی میرے خلاف بڑی کوشش کی اور خود شہادت دینے کے واسطے گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ میں پھنس جاؤں اور مجھے سزا ملے ۔مولوی محمد حسین کی یہ کوشش ظاہر کرتی تھی کہ وہ دلائل و براہین سے عاجز ہے

(لیکچر لدھیانہ ۔خزائن ۔جلد۲۰ ۔ ص ۲۵۱)

اور فرمایا ہے کہ محمد حسین نے میرے خلاف فتویٰ جاری کرایا اور اس فتوے کو ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں پھرایا گیا اور دو سو کے قریب مولویوں اور مشائخوں کی گواہیاں اور مہریں اس پر کرائی گئیں .

(لیکچر لدھیانہ۔ خزائن۔ جلد۔۲۰ ص ۲۵۰)

☆ مرزا صاحب کی کتاب حقیقۃ الوحی کے بارے میں مرزائی کہتے ہیں کہ

. کتاب نصرۃ الحق ابھی زیرِ طبع ہی تھی کہ ایک فتنہ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کے ارتداد کا اٹھا جس کے دفع کرنے کے واسطے آپ نے حقیقۃ الوحی ایک ضخیم کتاب جو سات سو صفحہ کی ہے تصنیف فرمائی۔اور اس میں دوسو آٹھ نشانات کا ذکر بھی آپ نے فرمایا.....اس کے ختم کرنے پر (مرزا صاحب کا) ارادہ تھا کہ کتاب نصرۃ الحق کو مکمل کیا جاوے کہ انہی ایام میں آپ (مرزا) کا مضمون آریوں کے جلسہ میں پڑھا گیا جس کے بالمقابل آریوں کی طرف سے گالیوں سے بھرا ہوا لیکچر حضرت کے خدام کی حاضری میں سنایا گیا اس کے جواب میں کتاب چشمہء معرفت جو ساڑھے تین سو صفحہ کی پر معارف کتاب ہے شائع فرمائی۔ ابھی اس کو شائع کئے دو تین روز گذرے تھے کہ پیغام صلح لکھنے پر ضرورت وقت نے حضور کو توجہ دلائی وہ لکھ ہی رہے تھے اور ختم کیا ہی تھا کہ خدا تعالی کی طرف سے آپ کی طلبی کا پیغام آ پہنچا اور رسالہ وصیت مجریہ ۱۹۰۶ء کی پیش گوئیوں کے مطابق الرحیل ثم الرحیل کا نقارہ بج گیا ۔(نزول المسیح کے آخر پر اشتہار بعنوان . اشاعت .) (خزائن جلد ۱۸۔ص ۶۱۹)

مرزائیوں کے اس اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیۃ الوحی کے لکھے جانے کی ایک وجہ ڈاکٹر عبدالحکیم کے اٹھائے ہوئے فتنے کا سد باب تھا۔جیسا کہ ایک جگہ خود مرزا صاحب لکھتے ہیں

. اب ہم ان وساوس کا جواب دیتے ہیں جن کا جواب بعض حق کے طالبوں نے مجھ سے دریافت کیا ہے اور اکثر ان میں وہ وساوس ہیں جو عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ نے تحریراً یا تقریراً لوگوں کے دلوں میں ڈالے ہیں..میں نے ان چند وساوس کا جواب منشی برہان الحق صاحب شاہجہان پور کے اصرار سے لکھا ہے جو انہوں نے نہائت انکسار سے اپنے خط میں ظاہر کیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ خزائن۔ جلد۲۲ص ۱۵۲)

اس کے علاوہ حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب نے اور بھی بہت سے لوگوں کے اعتراضات کے جواب دینے کی کوشش کی ہیں۔جن میں مولانا بٹالوی اور مولانا امرتسری شامل ہیں۔ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۴۶۲ سے مولانا ثناءاللہ کو خطاب ہے کہ ہماری کتاب

شائع ہوگی پھر تمہارا امتحان ہوگا پھر تمہارے ساتھ ہمارا مباہلہ ہوگا۔

تتمہ حقیقۃ الوحی (خزائن جلد ۲۲ ص ۵۳۳ ـ ۵۴۰) میں ایک عنوان ہے

چمکتا ہوا نشان نمبر ۱۹۸ بابو الٰہی بخش اکونٹنٹ پنشنر لاہور جھوٹا موسیٰ مر گیا

اور صفحہ ۵۴۰ کے آخر پر مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ

اب اول میں یہ لکھوں گا کہ جن الہامات کو اس (الٰہی بخش) نے اپنی کتاب عصائے موسیٰ میں لکھا وہ سب کے سب جھوٹے ثابت ہوئے اور بعد میں اس بات کا ثبوت دیا جائے گا کہ وہ میری پیشگوئی کے مطابق مرا ہے.... (حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ الٰہی بخش صاحب کی موت مرزا صاحب کے کذب کا نشان ہے کیونکہ مرزا صاحب نے کہہ رکھا تھا کہ منشی صاحب دوبارہ مرزائی ہو جائیں گے۔ اور منشی صاحب اس پیش گوئی کے بعد مرزائی نہیں ہوئے بلکہ ان کی وفات مسلمان ہونے کی حالت میں ہوئی) پھر بے شمار صفحات منشی صاحب کے رد میں لکھے ہیں۔ اور منشی صاحب کی شان میں شاعری بھی فرمائی ہے۔ کہتے ہیں

الٰہی بخش کے کیسے تھے یہ تیر کہ آخر ہو گیا ان کا وہ نخچیر
اسی پر اس کی لعنت کی پڑی مار کوئی ہم کو تو سمجھا دے یہ اسرار

(درثمین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ۱۹۵۱ء۔ ص ۷۵ بحوالہ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

اور حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب ایک پیش گوئی یوں فرماتے ہیں

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

(درثمین ص ۷۷ بحوالہ حقیقۃ الوحی صفحہ آخر مطبوعہ ۱۹۰۷ء)۔

اس پیش گوئی کو کئے ہوئے ایک صدی گذرنے کو ہے لیکن ابھی تک نہ تو عیسائیوں نے آپ کو عیسیٰ مانا ہے نہ یہودیوں نے۔ نہ مسلمانوں نے مانا ہے نہ بدھوں نے۔ نہ ہندوؤں نے مانا ہے نہ سکھوں نے۔ نہ کمیونسٹوں نے مانا ہے نہ دہریوں نے۔

حقیقۃ الوحی میں ایک جگہ مرزا صاحب نے اپنے مخالفوں کے ذکر میں لکھا ہے

. نذیر حسین دہلوی جو ان سب کا سرغنہ تھا جو دعوت مباہلہ میں اول المدعووین ہے. (حقیقۃ الوحی۔خزائن جلد ۲۲ ص ۴۵۴)۔

اور محمد حسین کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے

. جرئت کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجال رکھا اور میرے کفر پر فتویٰ لکھوا کر

صد ہا پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں ۔ اور مجھے یہود و نصاری سے بدتر قرار دیا . (خزائن ج ۲۲ حقیقۃ الوحی ص ۴۵۳) .

نسیم سیفی صاحب نے حقیقۃ الوحی کے تعارف میں لکھا ہے

In the epilogue of the book Ghulam Ahmad answers some of the objections raised by his opponents. The first thing that he talks about is the views expressed by one Dr Abdul Hakim.. Dr Abd al Hakim had also tried to mislead the people by saying that the prophecies that Ghulam Ahmad has announced had not come to pass; he was making special reference to the prophecy about Atham, the son in law of Ahmad Baig and Mohammad Hussain and his colleagues. Ghulam Ahmad explains them at length. " Ghulam Ahmad quotes what Abdul Hakim called to be his prophecies in respect of life of Ghulam Ahmad. He also mentions his own prophecy about Abdul Hakim. Saifi P 123

☆ مرزا صاحب کی براہین احمدیہ جلد پنجم جو انکی موت کے بعد شائع ہوئی اس میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ براہین احمدیہ کے

. پچاس حصے لکھنے کا رادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا ۔ اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا .

(براہین پنجم خزائن جلد ۲۱ ص ۹)

نیز فرماتے ہیں .

یہ بھی یاد رہے کہ جو براہین کے بقیہ حصے چھاپنے میں تئیس برس تک التواء رہا ۔ یہ التواء بے معنی اور فضول نہ تھا بلکہ اس میں یہ حکمت تھی کہ تا اس وقت تک پنجم حصہ دنیا میں شائع نہ ہو جب تک کہ وہ تمام امور ظاہر ہو جائیں جن کی نسبت براہین احمدیہ کے پہلے حصوں میں پیش گوئیاں ہیں ۔ (براہین پنجم خزائن جلد ۲۱ ص ۸)

نیز فرماتے ہیں

. خریداروں کی طرف سے بھی کتاب کے مطالبہ کے لئے سخت الحاح ہوا اور اس مدت

مدید اور اس قدر زمانہ التواء میں مخالفوں کی طرف سے بھی وہ اعتراض مجھ پر ہوئے کہ جو بدظنی اور بدزبانی کے گند سے حد سے زیادہ آلودہ تھے اور بوجہ امتداد زمانی درحقیقت وہ دلوں میں پیدا ہو سکتے تھے۔...اس بات کے تصور سے دل دردمند ہو جاتا ہے کہ بہت سے لوگ جو اس کتاب کے خریدار تھے اس کتاب کی تکمیل سے پہلے ہی دنیا سے گذر گئے۔ (براہین پنجم خزائن جلد ۲۱ ص۲۔۳)

یوں مرزا صاحب نے اقرار کیا ہے کہ بہت سے لوگ جنھوں نے کتاب کی پیشگی قیمت دے رکھی تھی وہ کتاب حاصل کئے بغیر چل بسے۔آپ نے کہیں نہیں بتایا کہ مر جانے والے خریداروں کے وارثوں کو پیشگی ادا کی ہوئی قیمت واپس کر دی گئی ہے۔ بالفاظ دیگر آپ نے اقرار کیا ہے کہ آپ نے لوگوں سے براہین احمدیہ کی پیشگی قیمت وصول کی ہے اور بہت سے لوگوں کو نہ ان کی رقم واپس کی ہے اور نہ مال ادا کیا ہے۔

یہی بات جب مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کے گوش گذار کی تھی تو ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔حالانکہ لین دین کا معاملہ حقوق العباد سے متعلق ہے اور قیامت کے روز اس کی بنا پر مرزا صاحب بہت مشکل میں ہوں گے۔

براہین پنجم میں مولانا بٹالوی اورسید نذیرحسین اور ان کےفتوے کا ذکر ہے لکھا ہے

. پھر فرماتا ہے کہ اس مکر کرنے والے کو یاد کر جو تجھے کافر ٹھہرائے گا اور تیرے دعوے سے منکر ہوگا وہ ایک اپنے رفیق سے استفتاء پر فتوی لے گا تا عوام کو اس سے افروختہ کرے۔ ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے جن سے وہ فتوی لکھا تھا (حاشیہ۔ اس جگہ ابی لہب کے معنی ہیں آگ بھڑ کنے کا باپ یعنی اس ملک میں جو تکفیر کی آگ بھڑکے گی دراصل باپ اس کا وہ ہوگا جس نے یہ استفتاء لکھا)

(براہین پنجم خزائن جلد۲۱ ص ۸۴)

اور

. اس سے پہلی پیش گوئی اس استفتا کے بارے میں ہے جو مولوی محمد حسین کے ہاتھ سے اور مولوی نذیر حسین کے فتوی لکھنے سے ظہور میں آئی جس سے دنیا میں ایک شور اٹھا اورسب نے ہمارا تعلق چھوڑ دیا۔اور کافر اور بے ایمان اور دجال کہنا موجب

ثواب سمجھا۔ (براہین پنجم خزائن جلد ۲۱ ص ۸۵)۔

نیز لکھا ہے .اس سے پہلی پیش گوئی اس استفتاء کے بارے میں ہے جو مولوی محمد حسین کے ہاتھ سے اور مولوی نذیر حسین کے فتوی لکھنے سے ظہور میں آیا جس سے ایک دنیا میں شور اٹھا اور سب نے ہمارا تعلق چھوڑ دیا اور کافر اور بے ایمان اور دجال کہنا موجب ثواب سمجھا۔ (براہین پنجم۔خزائن ص ۸۵)

براہین پنجم میں محمد اکرام اللہ خان شاہجہان پوری کے اعتراضات کا جواب ہے جو پیسہ اخبار ۲۲ مئی ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب کی پیش گوئیوں پر شائع ہوئے تھے۔

براہین پنجم کے ضمیمہ میں صفحہ ۲۶۵ سے ۳۰۵ تک مولانا بٹالوی کو خطاب ہے۔اور براہین جلد اول تا چہارم میں موجود پیش گوئیوں پر ان کے اعتراضات مطبوعہ کا جواب دینے کی کوشش میں لکھتے ہیں

. اب ہم چند شبہات مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کو جو انھوں نے پرچہ پیسہ اخبار ۱۹ جون ۱۹۰۵ء میں چھپوائے ہیں اس جگہ رفع کرتے ہیں۔ (ص ۲۶۵)

اور آخر میں لکھتے ہیں۔ اے نادان۔اول تعصب کا پردہ آنکھ سے اٹھا۔ تب معلوم ہو جائے گا کہ سب پیش گوئیاں ہو گئیں۔ (براہین پنجم ضمیمہ۔خزائن ص ۳۰۵)

جہاں تک مرزا صاحب کی براہین احمدیہ میں کی گئی پیش گوئیوں کا تعلق ہے وہ ہماری اس کتاب میں جا بجا زیر بحث آئی ہیں۔ اس موقع پر ہم صرف اس پیش گوئی کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو ان کی تین شادیوں کے متعلق ہے۔ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ براہین احمدیہ میں خدا نے ان کو تین شادیوں کا وعدہ دیا ہے۔اور اس کی تشریح آپ یوں کرتے رہے ہیں کہ ایک شادی تو وہ ہے جو فضل احمد کی ماں سے ہوئی۔ دوسری وہ ہے جو محمود کی والدہ سے ہوئی۔ اور تیسری زوجہ کا انتظار ہے۔

انتظار جاری رہا اور مرزا صاحب کے کوچ کا وقت آ گیا۔کوئی بتائے کہ یہ تیسری بیوی ملنے والی پیش گوئی پوری ہوئی؟ یقیناً نہیں ہوئی؟

کیا تیسری بیوی والی پیش گوئی براہین کے حصص سابقہ میں نہیں تھی؟ مرزا صاحب کے بقول یقیناً تھی۔

پھر جب پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور براہین کا حصہ پنجم بھی شائع ہو گیا تو

مرزا صاحب کا یہ کہنا کیوں کر صحیح ہوا کہ حصہ پنجم کی اشاعت کے التواء میں
. حکمت تھی کہ تا اس وقت تک پنجم حصہ دنیا میں شائع نہ ہو جب تک کہ وہ تمام
امور ظاہر ہو جائیں جن کی نسبت براہین احمدیہ کے پہلے حصوں میں پیش گوئیاں ہیں .

((براہین پنجم خزائن جلد ۲۱ ص ۸)

ضمیمہ براہین پنجم میں مرزا صاحب نے شاعری بھی فرمائی ہے لکھتے ہیں

رمی کل من عا دی الی سہا مہ فا صبحت امشی کا لو حید و اکفر

ہر ایک دشمن نے میری طرف اپنے تیر چلائے پس میں اکیلا رہ گیا اور کافر قرار دیا گیا

حسین دفاہ القوم فی دشت کر بلا و کلمنی حسین آ خر

ایک حسین وہ تھا جسکو دشمنوں نے کربلا میں قتل کیا اور ایک وہ حسین ہے جس نے مجھ کو محض ظلم سے مجروح کیا

ایا را شقی قد کنت تمد ح منطقی و تثنی علی با لفۃ و توقر

اے میرے پر تیر چلانے والے ایک زمانہ وہ تھا جو تو میری باتوں کی تعریف کرتا تھا اور محبت کے ساتھ میری تعریف کرتا تھا اور میری عزت کرتا تھا

و للہ در ک حین قرظت مخلصاْ کتا بی و صر ت لکل ضا ل مخفر

اور تو نے کیا خوب میری کتاب براہین کا اخلاص سے ریویو لکھا تھا اور ہر ایک گمراہ کے لئے رہنما ہو گیا تھا

و انت الذی قا ل فی تقریظہ کمثل المئو لف لیس فینا غضنفر

اور تو وہی ہے جس نے اپنے ریویو میں لکھا تھا کہ اس مئولف کی طرح ہم نے کوئی بھی دین کی راہ میں شیر نہیں

عرفت مقا می ثم انکر ت مد براْ فما الجھل بعد العلم ان کنت تشعر

تو نے میرے مقام کو شناخت کیا پھر منکر ہو گیا پس یہ کیسا جہل ہے جو علم کے بعد دیدہ دانستہ وقوع میں آیا

کمثلک مع علم بحا لی و فطنۃ عجبت لہ یبغی الھدی ثم یا طر

تیرے جیسا آدمی میرے حال سے واقف اور دانا۔ تعجب ہے کہ وہ ہدائت پر آ کر پھر راہ راست چھوڑ دے

قطعت ودادا قد غرسناہ فی العصا و لیس فئوادی فی الوداد یقصر

تو نے اس دوستی کو کاٹ دیا جس کا درخت ہم نے ایام کودکی میں لگایا تھا مگر میرے دل نے دوستی میں کوئی کوتاہی نہیں کی

علی غیر شیء قلت ما قلت عجلۃ و واللہ انی صادق لا ازور

کسی بات پر تو نے نہیں کہا جو کچھ کہا جلدی سے اور بخدا میں سچا ہوں میں نے جھوٹ نہیں بولا

(براہین پنجم ضمیمہ۔خزائن ص۳۳۴۔۳۳۵)

اوراسی براہین حصہ پنجم میں مرزا صاحب اس براہین کی تغلیط کرتے ہیں جس کے ریویو کے طعنے وہ بٹالوی صاحب کو دیتے ہیں ۔لکھتے ہیں

. تم خود گواہ ہو کہ اس وقت اوراس زمانہ میں مجھے اس آیت پر اطلاع بھی نہ تھی کہ میں اس طرح پرعیسی مسیح بنایا جاؤ نگا۔ بلکہ میں تمہاری طرح بشریت کے محدودعلم کی وجہ سے یہی اعتقادرکھتا تھا کہ عیسی بن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔اور باوجوداس بات کے کہ خدا تعالی نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسی رکھا اور جوقرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پرحضرت عیسی کی طرف منسوب تھیں وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کردیں اور یہ بھی فرما دیا کہ تمہارے آنے کی خبرقرآن وحدیث میں موجود ہے مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا۔ اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میں نے وہی غلط عقیدہ اپنی راے کے طور پرلکھ دیا اورشائع کردیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گےاور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بندرہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسی بن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہےاور وہ واپس نہیں آئے گا۔اس زمانہ اوراس امت کے لئے تو ہی عیسی بن مریم ہے۔ یہ میری غلط رائے جو براہین احمدیہ حصص سابقہ میں درج ہوگئی یہ بھی خدا تعالی کا ایک نشان تھا اور میری سادگی اورعدم بناوٹ پرگواہ تھا۔

(براہین پنجم خزائن ص ۱۱۱)

گویا مرزا صاحب نے محمد حسین کو کہا کہ میرے پاس بوتل میں تریاق ہے۔محمد حسین نے اس تریاق کی تعریف کی ۔پھر مرزا کو پتہ چلا کہ اس کی بوتل میں تریاق نہیں، زہر ہے ۔اورمحمد حسین سے کہا کہ اسے پئو کہ تم نے اس چیز کی تعریف کی تھی جومیرے پاس بوتل ہے اس لئے اسے پی جاؤ۔تمہیں اس سے کیا کہ یہ تریاق ہے یا زہر؟ جان بوجھ کر زہر کیوں پیتا ہے؟

ضمیمہ براہین پنجم کے صفحہ ۳۳۶ سے ۳۶۵ تک مولوی سید محمد عبدالواحد (مدرس سکول وقاضی مقام برہمن بڑیہ ضلع ٹپرا ملک بنگالہ) کے سوالات کے جواب ہیں ۔ایک سوال ما قتلوہ و ما صلبوہ کے بارے میں ہے، ایک و ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ کے

بارے میں ۔ ۔ایک اعتراض کے بارے میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میں سمجھ نہیں سکا اس لئے جواب سے مجبور ہوں (ص ۳۵۶)....ایک سوال مرزا صاحب سے ان کی عمر کے بارے میں ہے اور پوچھا گیا کہ آپ کی عمر اس وقت کس قدر ہے ۔اور یہ کہ آپ جو بشارت دیتے ہیں کہ آپ کے ذریعہ اسلام نہائت ترقی کرے گا۔کیا وہ ترقی آپ (مرزا) کی عین حیات میں وقوع میں آئے گی ۔اس کے جواب میں مرزا نے لکھا

. عمر کا اصل اندازہ تو خدا تعالی کو معلوم ہے مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے اب اس وقت جو سنہ ہجری ۱۳۲۳ھ ہے ۔ میری عمر ستر (۷۰) کے قریب ہے ۔ واللہ اعلم ۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ پورے طور پر ترقی اسلام کی میری زندگی میں ہوگی یا میرے بعد

(براہین پنجم ضمیمہ خزائن ص ۳۶۵)

اور یہ کتاب مرزا صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوئی تھی ۔ اور اس کے مطابق مرزا صاحب کی عمر بوقت وفات بمشکل ۷۰ ہوتی ہے ۔ جو ان کی پیش گوئیوں اور دعاؤں اور الہامات کی تکذیب ہے ۔

سید عبدالواحد صاحب کے سوالات کے جواب میں ہی ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں

. میں امتی بھی ہوں اور ظلی طور پر نبی ہوں ۔ اسی کی طرح وہ وحی الہی بھی اشارہ کرتی ہے جو حصص سابقہ براہین احمدیہ میں ہے کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ و سلم فتبارک من علم و تعلم۔یعنی ہر ایک برکت آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہے ۔پس برکت والہ وہ انسان ہے جس نے تعلیم کی یعنی آنحضرت ﷺ ۔اور پھر بعد اس کے بہت برکت والہ وہ ہے جس نے تعلیم پائی یعنی یہ عاجز ۔پس اتباع کام کی وجہ سے میرا نام امتی ہوا۔اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہو گیا

(ضمیمہ براہین پنجم ۔خزائن ج ۲۱ ص ۳۶۰)

براہین پنجم کے اس ضمیمہ میں صفحہ ۳۷۱ سے ۴۱۰ تک مولانا رشید احمد گنگوہی کی کتاب الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی و المسیح کا جواب لکھا ہے ۔اور کہا ہے کہ گنگوہی صاحب کی یہ کتاب سراسر کچی اور بے اصل اور لغو خیالات اور مفتریات سے پر ہے .لیکن چونکہ مولوی رشید کے مرید سہارن پور کے نواح میں اس کو عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں اس لئے اس کا جواب لکھ رہا ہوں ۔ (ص ۳۷۱)

مرزا صاحب نے براہین احمدیہ حصہ پنجم لکھ دینے کے باوجود اپنی زندگی میں شائع نہیں فرمائی۔محسوس ہوتا ہے کہ آپ حصہ پنجم اس وقت شائع کرنا چاہتے تھے جب ان کی تیسری شادی ہو جاتی ۔تاکہ لوگ انہیں تیسری شادی کی پیش گوئی کے پورا نہ ہونے کی بنا پر جھوٹا نہ کہیں۔یوں وہ تیسری شادی کے انتظار میں براہین پنجم کا مسودہ دبائے بیٹھے تھے کہ اوپر سے بلاوا آ گیا۔

مرزائیوں نے مرزا صاحب پر ایک ظلم یہ کیا کہ اپنی صفوں میں سے اپنے نبی کے لئے اس کی زندگی میں تیسری بیوی (یعنی ۱۸۸۵ء کے بعد ایک قابل نکاح عورت) کا انتظام نہیں کر سکے ۔ اور شائد یہی بات ہے جس کا شکوہ مرزا صاحب نے براہین پنجم میں بایں الفاظ کیا ہے

. جو شخص درحقیقت اپنی جان اور مال اور آبرو کو اس راہ میں بیچتا نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ خدا کے نزدیک (میری) بیعت میں داخل نہیں۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز ان میں کامل نہیں اور ایک کمزور بچہ کی طرح ہر ایک ابتلاء کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں ۔اور بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف ۔پس میں کیوں کر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں .

(خزائن جلد ۲۱۔ نصرۃ الحق ۔ براہین احمدیہ پنجم ص۱۱۴)

۱۹۰۸ء کے بعد مرزائیوں نے ایک اور ظلم یہ کیا کہ براہین پنجم کا مسودہ نکال کر شائع کر دیا جو ان کے نبی کے جھوٹ کا اشتہار بن گیا کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب کی تیسری شادی نہیں ہو سکی جس کی پیش گوئی براہین کے ان حصص سابقہ میں کی گئی تھی جن کے متعلق مرزا صاحب کہتے ہیں کہ براہین پنجم کی اشاعت اس لئے ملتوی رہی کہ پہلے ان میں کی گئی پیش گوئیاں پوری ہو جائیں ۔

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین

کتابیات

اس کتاب کی تالیف میں قرآن مجید اور متعدد کتب حدیث کے علاوہ درج ذیل کتب رسائل اور اخبارات سے مدد لی گئی ہے۔ (کتاب کے نام کے بعد مصنف کا نام اور جہاں تک ممکن ہوسکا ہے مقام اشاعت اور سال طباعت دیئے گئے ہیں۔ ترتیب حروف تہجی کے لحاظ سے دی گئی ہے)۔

ابوالکلام آزاد (سوانح)۔ آغا شورش کاشمیری۔ لاہور۔۱۹۹۴ء

الثورۃ الہندیہ۔ فضل حق خیرآبادی۔ ترجمہ عبدالشاہد شروانی۔ لاہور۔۱۹۷۴ء

الجسر البلیغ۔ حافظ عنائت اللہ وزیرآبادی۔۱۹۶۳ء۔ اشاعت نو لاہور ۱۹۹۱ء

الحیاۃ بعد المماۃ (سید نذیر حسین کی سوانح عمری)۔ فضل حسین بہاری۔ طبع اول

الہامات مرزا۔ ثناء اللہ امرتسری۔ طبع ششم

اسلام اور قادیانیت۔ عبدالغنی پٹیالوی۔ طبع ملتان۔۱۹۷۸ء

اسلامیہ پاکٹ بک۔ محمد مسلم بن برکت اللہ۔ کراچی ۱۹۷۶ء

اسیر مالٹا۔ حسین احمد مدنی۔ مکی دارالکتب لاہور

اشد العذاب علی مسیلمۃ البنجاب۔ مرتضی حسن چاندپوری۔ طبع سوم فروری ۱۹۷۶ء

اشرف السوانح۔ مرتبہ خواجہ عزیز الحسن۔ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۹۸۵ء

العطر البلیغ۔ حافظ عنائت اللہ وزیرآبادی۔ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ اشاعت نو لاہور ۱۹۹۱ء

افادات و ملفوظات مولانا سندھی۔ مرتبہ محمد سرور۔ لاہور۔ ۱۹۶۶ء

انقلاب ۱۸۵۷ء۔ مرتبہ پی سی جوشی۔ محمد علی فاروق۔ لاہور۔ ۱۹۹۵ء

القول الفصیح۔ محمد داؤد ارشد۔ نارنگ منڈی۔ مارچ ۱۹۸۸ء

اہل حدیث اور سیاست۔ نذیر احمد رحمانی۔ بنارس۔ ۱۹۸۶ء

آثار الحدیث۔ خالد محمود۔ دارالمعارف لاہور۔ ۱۹۸۸ء

ایک غلطی کا ازالہ۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ مطبوعہ ربوہ

برق مہریہ۔ تقدیم شبیر احمد۔ الفہیم پبلی کیشنز۔ لاہور

بزم ارجمنداں۔ محمد اسحاق بھٹی لاہور

بطش قدیر۔ ثناءاللہ امرتسری۔ مکتبہ ناصریہ فیصل آباد
بیس بڑے مسلمان۔مرتبہ عبدالرشید ارشد۔ مکتبہ رشیدیہ لاہور
پرانے چراغ۔ابوالحسن علی ندوی۔مجلس نشریات اسلام کراچی۔ ۱۹۷۵ء
تاریخ محاسبہ قادیانیت۔(مصنفہ یکے از اساتذہ گورنمنٹ کالج فیصل آباد)
تاریخ مشائخ چشت۔ محمد ذکریا کاندھلوی۔کراچی۔ ۱۳۹۷ھ
تاریخ اہل حدیث۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔لاہور۔ ۱۹۵۳ء
تاریخ مرزا۔ ثناءاللہ امرتسری۔مکتبہ سلفیہ لاہور۔ ۱۹۷۳ء
تاریخی روزنامچہ (۱۸۵۷ء)۔ عبداللطیف۔ ندوۃ المصنفین دہلی۔
تحریک ختم نبوت۔ آغا شورش کاشمیری۔مطبوعات چٹان لاہور۔۱۹۷۶ء
تذکرہ صادقہ۔عبدالرحیم صادقپوری۔ کراچی۔ ۱۹۹۶ء
تائیدالاسلام۔قاضی سلیمان منصورپوری۔ڈیرہ غازی خان
تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر۔صوفی احمد مسلم۔ دہلی۔ ۱۹۸۴ء
تراجم علمائے حدیث ہند۔ابویحیی امام خان۔مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کراچی ۱۴۱۳ھ
تاریخ احمدیت۔ دوست محمد شاہد۔ ربوہ
تحدیث نعمت۔چوہدری ظفراللہ۔ لاہور۔ دسمبر ۱۹۹۴ء
تحفہ شاہزادہ ویلز۔مرزا محمود احمد قادیانی
تذکرہ (مرزا غلام احمد کے الہامات وپیش گوئیوں کا مجموعہ) چوتھا ایڈیشن
تذکرۃ الرشید۔ عاشق الٰہی میرٹھی۔ لاہور ۱۹۸۶ء
تحریک آزادی فکر۔ محمد اسماعیل سلفی۔ لاہور
تذکرہ علمائے خانپور۔قاضی عبداللہ خانپوری۔مکتبہ سلفیہ لاہور۔ ۱۹۸۵ء
تاریخ سندھ۔ اعجاز الحق قدوسی۔اردو سائنس بورڈ۔لاہور
تحریک احمدیت۔محمد علی لاہوری۔لاہور۔۱۹۳۱ء
تحریک شیخ الہند۔محمد میاں۔ مکتبہ محمودیہ لاہور۔۱۹۸۸ء
تقدیم الارشاد الی سبیل الرشاد (محمد شاہجہان پوری) از عطاءاللہ حنیف۔۱۹۶۶ء
مولانا ثناءاللہ امرتسری۔فضل الرحمٰن۔دار الدعوۃ السّلفیہ لاہور۔جون ۱۹۸۷ء

ثبوت حاضر ہیں ۔ محمد متین خالد ۔مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان ۔نومبر ۱۹۹۷ء
جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات ۔ عابد حسن وعزیز الرحمٰن ۔ بنارس ۱۹۸۰ء
جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات ۔ محمد مستقیم سلفی ۔ بنارس ۱۹۹۲ء
حیات عبدالحی ۔ ابوالحسن علی ندوی ۔مجلس نشریات اسلام کراچی ۔ ۱۹۸۵ء
حیات شبلی ۔ سید سلیمان ندوی ۔ اعظم گڈھ ۔ طبع چہارم ۔ ۱۹۸۳ء
خاتم النبیین ۔مصباح الدین ۔طبع چہارم راولپنڈی ۔ ۱۹۸۸ء
ختم نبوت اور تحریک احمدیت ۔غلام احمد پرویز ۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور ۔۱۹۹۶ء
داستان خانوادہ مولانا احمد علی لاہوری ۔ جلد اول ۔عبداللہ ملک ۔کوثر پبلشرز لاہور ۱۹۸۶ء
داستان راعیاں ۔صوبیدار میجر محمد شریف ۔ لاہور ۔ ۱۹۹۹ء
دافع البلاء ۔مرزا غلام احمد ۔طبع قادیان ۔ اپریل ۱۹۰۲ء
دافع البلاء ۔مرزا غلام احمد ۔ طبع شرکت اسلامیہ ربوہ
درثمین (مرزا غلام احمد کا اردو اور فارسی کلام) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ۱۹۵۱ء
دیباچہ تفسیر احسن التفاسیر جلد اول (ڈپٹی احمد حسن) از عطاء اللہ حنیف ۔مکتبہ سلفیہ لاہور
ذکر حبیب (مرزا غلام احمد کی سوانح) محمد صادق قادیانی ۔قادیان ۔ ۱۹۳۶ء
رحمۃ للعالمین ۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری
روحانی خزائن ۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات کا مجموعہ ۔
اس مجموعے میں شامل درج ذیل کتب سے حوالے دیئے گئے ہیں ۔

☆ اتمام الحجہ ☆ ازالہ اوہام
☆ اربعین نمبر ۱ تا نمبر ۴ ☆ اعجاز احمدی
☆ اعجاز المسیح ☆ استفتاء
☆ انجام آتھم ☆ انوار الاسلام
☆ آسمانی فیصلہ ☆ آئینہ کمالات اسلام (دافع الوساوس)
☆ ایام الصلح ☆ براہین احمدیہ جلد اول تا پنجم
☆ تذکرۃ الشہادتین ☆ تریاق القلوب

☆ تحفہ بغداد ☆ تحفہ گولڑویہ
☆ تحفہ غزنویہ ☆ تحفہ قیصریہ
☆ تحفہ ندوہ ☆ چشمہ معرفت
☆ حجۃ الاسلام ☆ حجۃ اللہ
☆ حمامۃ البشری ☆ حقیقت المہدی
☆ حقیقت الوحی ☆ خطبہ الہامیہ
☆ راز حقیقت ☆ سچائی کا اظہار
☆ سراج منیر ☆ سرالخلافہ
☆ شہادۃ القرآن ☆ ضیاء الحق
☆ فتح اسلام ☆ کتاب البریہ
☆ کرامات الصادقین ☆ کشف الغطا
☆ کشتی نوح ☆ لیکچر لدھیانہ
☆ لیکچر سیالکوٹ ☆ مباحثہ دہلی
☆ مباحثہ لدھیانہ ☆ مواہب الرحمٰن
☆ نزول المسیح ☆ نشان آسمانی
☆ نورالحق ☆ وصیت

رود کوثر ۔ شیخ محمد اکرام ۔ لاہور ۔ طبع چہارم ۔ ۱۹۹۲ء
رئیس قادیان ۔ ابوالقاسم رفیق دلاوری ۔
سب سے پہلا فتوی تکفیر ۔ حبیب الرحمٰن ۔ فیصل آباد ۔ ۱۹۹۷ء
سوانح ابراہیم میر سیالکوٹی ۔ اسلم سیف ۔ ماموں کانجن ۔ ۱۹۹۴ء
سوانح عبداللہ غزنوی ۔ غلام رسول ۔ مرتبہ احمد دین ۔ منڈی بہاء الدین
سوانح مولانا داؤد غزنوی ۔ مرتبہ ابوبکر غزنوی ۔ لاہور ۔ ۱۹۷۴ء
سوانح قاسمی ۔ مناظر احسن گیلانی ۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور
سیاسی اتار چڑھاؤ ۔ منیر احمد ۔ لاہور ۔ ۱۹۸۹ء
سیرۃ ثنائی ۔ عبدالمجید سوہدروی ۔ مکتبہ قدوسیہ لاہور

سیرۃ مسیح موعود (مرزا)۔عبدالکریم سیالکوٹی قادیانی

سیرۃ المہدی۔مرزا بشیراحمد۔طبع دسمبر ۱۹۲۷ء

سیرۃ المہدی۔مرزا بشیراحمد قادیانی۔قادیان۔۱۹۳۵ء

سیرۃ المہدی۔مرزا بشیراحمد۔طبع اپریل ۱۹۳۹ء

شاہ اسماعیل شہید۔عبداللہ بٹ۔قومی کتب خانہ لاہور۔جون۱۹۷۴ء

شاہ انگلستان اور مرزا۔ثناءاللہ امرتسری

شہادات مرزا۔ثناءاللہ امرتسری۔اکتوبر ۱۹۲۳ء

شہادۃ القرآن۔محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔طبع چہارم۔۱۹۵۸ء

شمائم امدادیہ۔مرتبہ اشرف علی تھانوی۔ملتان۔۱۴۰۵ھ

شہادات مرزا۔ثناءاللہ امرتسری۔امرتسر ۱۹۲۳ء

شیخ الہند مولانا محمود حسن۔ابوسلمان شاہجہان پوری۔کراچی۔۱۹۸۸ء

صحیفۃ الحق۔مرتضی حسن چاند پوری۔طبع چہارم ۱۳۹۶ھ

عجائبات مرزا۔ثناءاللہ امرتسری۔مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ۔کراچی

علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتوی۔مرتبہ محمد حسین بٹالوی۔لاہور ۱۹۸۶ء

علمائے دیوبند اور حسام الحرمین۔خلیل احمد۔دارالاشاعت کراچی

علمائے دیوبند کا ماضی۔محمود احمد۔گوجرانوالہ۔دوسرا ایڈیشن

علمائے ہند کا شاندار ماضی۔محمد میاں۔مکتبہ محمودیہ لاہور ۱۹۷۷ء

فاتح قادیان۔ثناءاللہ امرتسری

فتاوی قادریہ۔محمد لدھیانوی۔مکتبہ قادریہ لاہور

فسانہ قادیان۔محمد ابراہیم کمیرپوری۔ملتان۔۱۹۹۱ء

فتنہ قادیانیت اور مولانا ثناءاللہ امرتسری۔صفی الرحمٰن اعظمی۔بنارس ۱۹۷۶ء

فتاوی نذیریہ۔طبع سوم۔۱۹۸۸ء

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔الیاس برنی۔اہل حدیث اکیڈمی لاہور

قادیانیت۔ابوالحسن علی ندوی۔لکھنو۔۱۹۶۶ء

قادیانیت اپنے آئینے میں۔صفی الرحمٰن اعظمی۔بنارس۔۱۹۸۱ء

قادیانیت سے اسلام تک ۔ متین خالد ۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان ۔ ۱۹۹۸ء
قومی ڈائجسٹ ۔ قادیانیت نمبر ۔ قومی پبلشرز لاہور ۔ جولائی ۱۹۸۸ء
کاروان سلف ۔ محمد اسحاق بھٹی ۔ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد ۱۹۹۹ء
کالا پانی ۔ محمد جعفر تھانیسری ۔ فیصل آباد
مباحثہ سرگودھا ۔ مابین میر محمد اسحاق قادیانی وثناء اللہ امرتسری ۔ مکتبہ ناصریہ فیصل آباد
مجالس حکیم الامت مع ملفوظات ۔ مرتبہ محمد شفیع ۔ دہلی ۔ ۱۳۹۶ھ
مرزائے قادیان کے دس جھوٹ ۔ محمد ابراہیم کمیرپوری ۔ ادارہ دینیات لاہور
مقالات پروفیسر عبدالقیوم ۔ مکتبہ سلفیہ لاہور ۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء
محمدیہ پاکٹ بک ۔ محمد عبداللہ معمار ۔ طبع ششم مکتبہ سلفیہ لاہور
مرزائیت اور اسلام ۔ احسان الٰہی ظہیر ۔ لاہور ۔ ۱۹۹۳ء
مصداق بشارت احمد ۔ چوہدری محمد سرفراز خان ۔ استقلال پریس لاہور
مقابیس المجالس ۔ مرتبہ رکن الدین ۔ تحقیق کپتان واحد بخش ۔ لاہور
ملت اسلامیہ کا موقف ۔ اراکین قومی اسمبلی پاکستان ۔
موج کوثر ۔ شیخ محمد اکرام ۔ لاہور ۔ ۱۹۹۲ء
مہر منیر ۔ فیض احمد ۔ گولڑہ ۔ طبع پنجم ۔ ۱۹۸۷ء
مکتوب احمد ۔ وکالۃ التبشیر ربوہ طبعہ خامسۃ ۱۹۶۳ء
مکتوبات احمدیہ (مرزا غلام احمد کے مکتوبات کا مجموعہ) ۔ قادیان
مجموعہ اشتہارات (مرزا غلام احمد کے اشتہارات کا مجموعہ) ربوہ ۔ ۱۹۸۶ء
ملفوظات مرزا غلام احمد قادیانی ۔ ربوہ ۔ نومبر ۱۹۸۴ء
ناقابل مصنف مرزا ۔ ثناء اللہ امرتسری ۔ امرتسر ۔ جون ۱۹۴۳ء
نتائج التقلید ۔ محمد اشرف سندھو ۔ دارالاشاعت اشرفیہ بلوکی ۔ ۱۹۵۸ء
نسیم دعوت ۔ مرزا غلام احمد ۔ قادیان ۔ دسمبر ۱۹۳۶ء
نصیحت سلفی ۔ محمود احمد ۔ گوجرانوالہ
نقش حیات ۔ حسین احمد مدنی ۔ اسلامی اکیڈیمی لاہور
نقش دوام ۔ انظر شاہ ۔ لاہور ۔ ۱۹۸۹ء

نقوش عظمت رفتہ ۔ محمد اسحاق بھٹی ۔ مکتبہ قدوسیہ لاہور ۔ ۱۹۹۶ء

Women of the Raj by Margaret MacMillan, Thames & Hudson, 1988

ہندوستان میں وہابی تحریک ۔ قیام الدین ۔ ترجمہ محمد مسلم ۔ کراچی ۔ ۱۹۸۰ء

ہمارے ہندوستانی مسلمان ۔ ولیم ہنٹر

یاد رفتگان ۔ سید سلیمان ندوی ۔ کراچی ۔ ۱۹۸۳ء

رسائل واخبارات

ماہنامہ اشاعۃ السنہ بٹالہ ۔ متعدد شمارے

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ۔ فروری مارچ ۱۹۹۷ء

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۔ متعدد شمارے

الامداد ۔ تھانہ بھون ۔ صفر ۱۳۳۶ھ

ماہنامہ الرشید دیوبند نمبر ۔ لاہور فروری مارچ ۱۹۷۶ء

ماہنامہ الرسالہ ۔ وحیدالدین خان ۔ دہلی ۔ متعدد شمارے

ماہنامہ محدث ۔ مجلس التحقیق الاسلامی ۔ لاہور ۔ متعدد شمارے

ماہنامہ محدث ۔ جامعہ سلفیہ بنارس ۔ متعدد شمارے

ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۔ متعدد شمارے

ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۔ متعدد شمارے

ماہنامہ التوعیہ ۔ دہلی

فکرونظر ۔ اسلام آباد ۔ جنوری تا جون ۱۹۹۹ء

الفضل انٹرنیشنل ۔ متعدد شمارے

علاوہ ازیں درج ذیل قادیانی اخبارات و رسائل سے بالواسطہ حوالے دیئے گئے ہیں

☆ الفضل قادیان ☆ الفضل لاہور ☆ الحکم قادیان ☆ بدر قادیان ☆ فاروق ☆ ریویو آف ریلیجنز ☆ تشحیذ الاذہان ☆ رسالہ احمدی ☆ پیغام صلح

خیر الختام

ازقلم حضرت مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی ، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

قصر نبوت کی آخری اینٹ حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ ہیں اور ان کے بعد کسی ظلی یا بروزی نبی کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن وحدیث کے دلائل اس پر واضح ہیں ۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نیز آئمہ عظام کے درمیان یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ جل شانہ کے آخری پیغمبر ہیں اور ان کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے۔

مسیلمہ کذاب سے لے کر آج تک جتنے بھی متنبّی آئے علماء کرام نے اپنے اپنے دور میں انہیں بے نقاب کیا۔ ہندوستان میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں ایک متنبّی آیا جس نے اپنی زندگی میں کئی بہروپ بھرے لیکن وقت کے علماء حق خصوصاً اہل حدیث اکابرین نے اسے بے نقاب کر کے اس کے ساتھ مباحثے کئے اور اسے ذلت سے دوچار کیا۔

شیخ الاسلام وکیل المسلمین مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کے ہمسائے تھے ۔ آپ نے مرزا صاحب کے عقائد و نظریات کو اکٹھا کر کے ایک استفتاء مرتب کیا اور سب سے پہلے حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی سے جواب حاصل کیا۔ پھر برصغیر کے تمام مسلمان فرقوں کے علماء سے فتوی لیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

شیخ الاسلام بٹالوی نے اس کے بعد ہر جگہ مرزا غلام احمد قادیانی کا تعاقب کیا اور گورداسپور پنجاب کے مجسٹریٹ کی عدالت میں ان سے لکھوایا کہ آئندہ نہ تو وہ کسی کو مباہلہ کی دعوت دیں گے اور نہ کسی مسلمان کی موت و اہانت کی پیش گوئی شائع کریں گے۔

وکیل المسلمین بٹالوی صاحب نے تحریری و تقریری طور پر متنبّی قادیان کا

ناطقہ یوں بند کیا کہ اسے کہنا پڑا

و من المعتر ضین المذ کورین شیخ ضال بطا لوی ... یقال له محمد حسین قد سبق الکل فی الکذ ب و المین ... حتی قیل انه امام المستکبرین و رئیس المعتدین .. (میرے معترضین میں میرا ایک گمراہ ہمسایہ محمد حسین ہے جو مجھ پر جھوٹ بولنے میں سب سے آگے ہے۔ یہ اتنا بڑا متکبر ہے کہ امام المتکبرین بن چکا ہے۔ یہ شخص (محمد حسین) تمام گمراہوں کا سردار ہے اور اسی نے سب سے پہلے مجھے کافر کہا ہے)۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری (جنہیں دنیا فاتح قادیان اور مناظر اسلام کے نام سے جانتی ہے) نے مرزا غلام احمد کی زندگی میں اس کے عقائد و نظریات کی تردید کا کام اتنے بھرپور انداز میں کیا کہ متنبّی قادیان نے تنگ آکر اپریل ۱۹۰۷ء میں دعائے آخری فیصلہ شائع فرمادی جس کی لپیٹ میں وہ خود ہی آگئے اور مولانا ثناءاللہ فاتح قادیان قرار دیئے گئے۔

ڈاکٹر محمد بہاءالدین صاحب نے ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم میں تحریک ختم نبوت کا نقطہ آغاز کے عنوان سے کچھ عرصہ قبل مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا۔ خیال تھا کہ چند اقساط میں یہ سلسلہ ختم ہوجائے گا لیکن وہ پھیلتے پھیلتے ساٹھ اقساط کو محیط ہو گیا۔ ہندوستان و پاکستان اور برطانیہ کے مسلمان اہل علم نے اسے پسند کیا۔ انہیں اپنے رسائل میں من وعن شائع کیا۔ ہندی زبان میں اس کا ترجمہ بھی کیا گیا اور اس کے اقتباسات کا عربی ترجمہ جامعہ سلفیہ بنارس کے صوت الامۃ میں شائع ہوا۔

ماہنامہ صراط مستقیم میں جب یہ سلسلہ مضامین شائع ہورہا تھا تو ادارہ کو مبارکباد کے خطوط آیا کرتے تھے جن میں ڈاکٹر بہاءالدین صاحب کی علمی کاوش کو سراہا جاتا۔ مجھے یاد ہے کہ چند تنقیدی خطوط بھی آئے تھے اور بعض رسائل میں تنقیدی مضامین بھی شائع ہوئے تھے جن میں اعتراضات کی بوچھاڑ تھی۔ ڈاکٹر بہاءالدین صاحب نے ان اعتراضات کے جوابات بڑے علمی انداز میں دیئے تھے۔

اس کے بعد ادارہ صراط مستقیم برمنگھم نے ڈاکٹر صاحب کی نگارشات کو تحریک ختم نبوت حصہ اول (۱۸۹۱ء تا ۱۸۹۶ء) کی صورت میں لاہور سے شائع کردیا۔ بعد میں

وہ کتاب دہلی سے بھی شائع ہوگئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے صراط مستقیم میں اپنا سلسلہ مضامین بند کردیا تاہم وہ اپنے موضوع پر تحقیق و جستجو میں مصروف رہے۔ اور تحریک ختم نبوت حصہ دوم (۱۸۹۷ء سے ۱۹۰۵ء) مرتب کر کے اشاعت کے لئے دہلی کے ایک ادارے کے حوالے کردی۔

جنوری ۲۰۰۵ء میں ایک روز ڈاکٹر صاحب نے مجھے فون کیا اور ملاقات کی خواہش کی اظہار کیا۔ اس کے چند روز بعد جب وہ میرے ہاں لندن تشریف لائے تو انہوں نے اپنی کتاب تحریک ختم نبوت کا تیسرا حصہ مجھے دکھایا جو ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۲ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ یہ ضخیم اور وقیع مسودہ دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اتنا علمی اور تحقیقی کام اس سے پہلے مرزائیت کے رد میں نہیں ہوا تھا اور یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ تین جلدوں پر مشتمل یہ کتاب ردقادیانیت میں اہل حدیث علماء کی خدمات کا انسائیکلو پیڈیا بن گئی ہے کیونکہ اس میں ایسے علما کا تذکرہ بھی ہے جن کی خدمات سے اہل علم بھی ناآشنا تھے اور تاریخ نے انہیں بھلا دیا تھا لیکن ڈاکٹر صاحب نے اپنی کاوش سے انہیں زندہ جاوید بنا دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے ہندوستان، پاکستان اور برطانیہ کے مسلمان اہل علم سے رابطہ کیا اور جہاں انہیں علمی مواد کی بھنک پڑی کوشش کر کے وہاں سے وہ مواد منگوایا۔ اور یوں کھوج لگا کر ان علمی ہیروں کو گمنامی سے نکال کر قدردانوں کے سامنے رکھ دیا ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالی ڈاکٹر صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ان علماء کے درجات بلند فرمائے جنہوں نے قصر نبوت میں نقب لگانے والے مرزا غلام احمد قادیانی کو بے نقاب کیا۔ میرے نزدیک اس کتاب کی حیثیت دستاویزی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر اہل علم کے پاس اس کا ہونا ضروری ہے

اور ڈاکٹر صاحب سے میری گذارش ہے کہ ان کا قلم چل پڑا ہے تو اسے مت روکیں اور اس طرح کے دیگر علمی گوہر بھی تلاش کر کے اہل علم کی ضیافت طبع کا اہتمام کریں۔

ثناء اللہ سیالکوٹی (امیر جمعیت اہل حدیث برطانیہ) ۹۔ فروری ۲۰۰۵ء

مکتبہ قدوسیہ

تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

حصہ چہارم

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

مکتبہ قدوسیہ لاہور

نام کتاب ۔	تحریک ختم نبوت حصہ چہارم
مئولف ۔	ڈاکٹر محمد بہاء الدین
طبع اول	دسمبر ۲۰۰۶ء ۔ مکتبہ ترجمان ۔ اردو بازار ۔ دہلی
طبع دوم	۲۰۰۷ء ۔ زیر اہتمام مکتبہ قدوسیہ ۔ اردو بازار ۔ لاہور
صفحات	۵۷۶
تعداد	

فہرست عناوین

كلمة الناشر

پیش لفظ

الحمد لله و الصلوۃ و السلام علی خا تم النبیین محمد آ خر رسو ل ر ب العالمین و علی آ لہ و صحبہ اجمعین و بعد

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اشاعی ادارہ .مکتبہ تر جما ن ، کوکل یہ شرف حاصل ہوا تھا، کہ وہ تاریخ تحریک ختم نبوت کے سلسلے کو آ گے بڑھاتے ہوئے تحریک ختم نبوت کا تیسرا حصہ شائع کیا اور اس سلسلہ کے ذریعہ آخری نبی حضرت محمد ﷺ جو ساری انسانیت، ہر زمانہ کے لئے مبعوث فرمائے گئے اور رحمۃ للعالین بنائے گئے اور نبوت و رسالت کا خاتمہ آپ پر فرمایا گیا ،اس کی ایک طرف مزید وضاحت ہو، اور اس زمانہ میں ہر رہزن نبوت اور مدعی نبوت کے کذب و افتراء کے پردہ کو فاش کیا جائے اور اس جہادی مشن کو شروع کر کے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کی قلعی بھی کھول دی جائے اور اس عظیم جہاد کے مجاہدین کی خدمات کو منظر عام پر لایا جائے خصوصاً اس تحریک کے اولین روح رواں اور مجاہد اعظم علامہ محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اور ان کے قائد و مربی شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کی جہود مبارکہ کا خاکہ نظروں کے سامنے آ جائے۔

دراصل یہ کام جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے (حصہ سوم کی تقدیم میں) بہت قبل ہو جانا چاہیے تھا مگر وقت کی ستم ظریفی یہ کہ تاریخ کی یہ عظیم الشان خدمات جب نظروں سے اوجھل ہونے لگیں اور بسا اوقات ان نقوش کو مٹا کر تاریخ سازی کی جانے لگی تو بعض غیور مورخین اور انصاف پسند و معتدل مزاج حضرات کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ ان خدمات کا ایک مربوط و منظّم خاکہ پیش کر دیا جائے اور مختلف اوراق و مجلّات میں بکھرے ہوئے تاریخی حقائق کو یکجا کر کے شائع کر دیا جائے۔ظاہر سی بات ہے یہ کام مدتوں بعد انجام دینے کے لئے جو کوئی بھی اٹھے گا گوناگوں مسائل و مشکلات سے دوچار ہوگا۔سب سے اہم یہ کہ اصل حقائق کی روشنی میں تاریخ کی ان کڑیوں کو ملانا بہت جان جوکھم کا کام ہے، کیونکہ ان جرائد و مجلّات کا کہیں یک جا طور پر حاصل ہو جانا بے حد مشکل ہے ۔ بہت سے مجلّات و جرائد کے اہم شمارے نہیں ملتے۔رسائل مل بھی گئے تو کرم خوردگی کی وجہ سے استفادہ مشکل اور بعض ایسے کہ اوراق پریشان اور فرسودگی

کی وجہ سے اس سے استفادہ نہایت مشکل۔بعض اجزاء اور شمارے ہندوستان میں مل رہے ہیں تو بعض کا وجود پاکستان میں ۔ گویا کہ دردر کی خاک چھاننے کے بعد بھی بہت سے سنہرے کارنامے اور مفید معلومات اور بہترین اثاثے شائع ہونے سے رہ گئے ۔ابھی تلاش وجستجو کی راہ میں پڑے ہوئے ہیں ۔

ان حالات وظروف میں مورخ جماعت جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ ورعاہ و متعہ بالصحۃ والعافیۃ نے اب تک اس سلسلے کے چار حصے تیار کر کے اہل علم اور مکتبات اسلامیہ وسلفیہ پر بڑا احسان کیا ہے۔اس پر ہمارے ہرطرح کے شکریے کے مستحق ہیں ۔دعاؤں اورعلمی تعاون کےحق دار بھی ۔اللہ کرے زورقلم اور زیادہ ۔نیزصحت و عافیت کی دولت سےنوازے اور خدمت علم و دین کے لئے آپ کا سایہ تادیر قائم رکھے ۔آپ ایک بزرگ وعظیم عالم دین کے چشم و چراغ ہیں۔آپ کے والد ماجدمحترم جناب مولانا عبداللہ حفظہ اللہ اپنے وقت کے مرجع خلائق اورمتشرع عالم دین ہیں ۔اورعلامہ ثناءاللہ امرتسری جوتحریک ختم نبوت کے سرخیل وہراول دستہ کے حدی خوان ہیں کےفیض یافتہ اورشاہدقرن ہیں ۔اورڈاکٹر بہاءالدین صاحب حفظہ اللہ ان کی بہت سی عظیم باقیات وصالحات اورثمرات وبرکات میں سے ایک ثمر ہیں ۔اللہ تعالی خدمت علم دین کے لئے ان دونوں بزرگوں کوعمرنوح عطا فرمائے ۔آمین

محترم ڈاکٹر صاحب کے لئے تشکر وامتنان کے جوجذبات اپنے اندرمحسوس کرتے ہیں اس کے اظہار کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں ۔ ویسے بھی ما فی الضمیر کوادا کرنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا ہے۔خصوصاً اس لئے بھی کہ اس عظیم الشان کارنامہ کی انجام دہی پوری جماعت اہل حدیث پرقرض وفرض تھا ان دونوں کوادا کیا ہے ۔ نیز ہماری اپنی خواہش کی کشش کہوں یا مسلسل اصرار کہوں مؤلف حفظہ اللہ کی بے پناہ محبت اورعزت افزائی و خاطرداری جوانہیں مجھ سےاور جمیعت سے ہے انہوں نے اس کی اشاعت کا شرف ہمیں بخشا جو بلاشبہ ہم سےان کی محبت کی دلیل ہے،اللہ اس کا بدلہ دونوں جہان میں عطا کرے آمین

یہاں میں خاص طور پر برادرمکرم جناب مولانا شیرخان جمیل احمد کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کے ذریعہ ڈاکٹر صاحب سے بالمشافہ اور بالہاتف ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا،اوران اجزاء کی نشرواشاعت کی سعادت نصیب ہوئی ۔

اصغرعلی امام مہدی السّلفی

ناظم عمومی ۔مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند ۔۱۲شوال ۱۴۲۷ھ ۔۴ دسمبر ۲۰۰۶ء

افتتاحیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کئی اہل علم نے گذشتہ ایک سو پندرہ برسوں میں ختم نبوت سے متعلق مختلف موضوعات پر ان گنت تالیفات مرتب کی ہیں۔ ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کے پہلے اٹھارہ برسوں میں تصنیفی و تالیفی کام کرنے والے بزرگ، برصغیر کی تحریک ختم نبوت کے سابقون الاولون ہیں، اور بعد کے بزرگوں نے اکثر و بیشتر انہی چراغوں سے اپنے چراغ روشن کر کے عموماً وہی دلائل اور مضامین اپنی تالیفات میں پیش کئے ہیں جو سابقون الاولون نے اپنی تصانیف میں بیان کر دیئے تھے۔

۱۹۰۸ء کے بعد جن بزرگوں نے مسائل متعلق ختم نبوت پر لکھا ہے ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنی تصانیف میں یہ نہیں بتا سکے کہ ان سے پہلے حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی یا سید نذیر حسین محدث دہلوی، یا مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی، یا حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانی، یا حضرت منشی محمد جعفر تھانیسری، یا حضرت مولانا عبدالمجید دہلوی، یا حضرت منشی سعداللہ سعدی لدھیانوی، یا حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری، یا مولانا عبداللہ شاہجہان پوری یا حضرت مولانا رسل بابا امرتسری یا حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری، یا حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی یا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی یا حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی وغیرہم وہی باتیں لکھ چکے ہیں اور ہم انہی کے پیش کردہ دلائل و مضامین کو بطرز نو یا مناسب اختصار یا تفصیل کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

اور جن بزرگوں نے تحریک ختم نبوت کے تاریخی پہلو پر لکھا ہے ان میں ماسوا ایک آدھ کے سب مؤلفین نے فلٹر لگائے رکھے اور مرزائی لٹریچر یا مرزا غلام احمد کے معاصر لٹریچر سے کوئی ایسی تحریر (الا ما شاء اللہ) اپنی تالیفات میں نہیں آنے دی جس سے ظاہر

ہوتا کہ تحریک اٹھانے اور چلانے والے کون تھے۔ان مئولفین میں سے جن کی تالیفات کا معتد بہ حصہ مرزا صاحب کی کتابوں سے اقتباسات پر مشتمل ہے انہوں نے مرزا قادیانی کی ایسی کوئی تحریر یا اس کی کسی کتاب کا کوئی ایسا صفحہ اپنی تالیفات میں شامل نہیں کیا جس کو پڑھ کر معلوم ہوسکتا کہ تحریک اٹھانے ، چلانے ، اور مرزا صاحب کو تا بہ دروازہ پہنچانے والے مولانا سید نذیر حسین محدث، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبد الحق غزنوی ،مولانا عبدالجبار غزنوی، وغیرہ ہیں۔

کچھ بزرگوں نے تاریخ تحریک میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ذکر کر دیا ہے جس کے لئے وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ تاہم یہ بات کہہ دینا غیر مناسب نہیں ہے کہ حضرت امرتسری کا تحریکی کام اگرچہ بہت وقیع ہے لیکن حضرت بٹالوی اور حضرت سید محمد نذیر حسین کی خدمات ،حضرت امرتسری کی خدمات سے کئی گنا زائد ہیں۔ مرزا قادیانی کا لٹریچر حضرت بٹالوی اور میاں صاحب دہلوی کے ذکر سے معمور ہے۔ (حضرت امرتسری تحریک کی صفوں میں،تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۸۹۴ء کے اواخر میں شامل ہوئے جب کہ ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۴ء کے درمیانی عرصہ میں مرزا کے خلاف بنیادی علمی کام بڑی حد تک ہو چکا تھا) لیکن حضرت بٹالوی کا یا تو ذکر نہیں کیا جاتا ، یا انہیں اسی ریویو پر مطعون کیا جاتا ہے جو انہوں نے دارالعلوم دیو بند کے سند یافتہ مسلمان کی کتاب براہین احمدیہ پر ۱۸۸۵ء میں لکھا تھا، (اور مرزا غلام احمد کے کفریہ عقائد سامنے آنے پر ۱۸۹۱ء کے بعد جس سے رجوع بھی کر لیا تھا)

۱۸۸۴۔۱۸۸۵ء کے مرزا غلام احمد کو اس وقت کے عامۃ المسلمین ایک مسلمان سمجھتے تھے،اور اس کی براہین احمدیہ کے لئے دس ہزار روپیہ چندہ، بطور امداد، اور پیشگی قیمت کی صورت میں دے چکے تھے۔ اس دور میں مرزا غلام احمد کو براہین احمدیہ کے مبہم مضامین اور الہامات کی وساطت سے ایسی باتیں اس کے ذہن میں ڈالنا جو اسے معلوم نہ تھیں، (جیسا کہ وہ خود اپنی بعد کی تحریروں میں جابجا کہتا ہے کہ میرا فلاں الہام براہین میں موجود تھا لیکن اس کے معنی مجھے معلوم نہ تھے۔ یا یہ کہ میں نے یہ بات لکھ کر غلطی کی تھی۔جس کی ایک مثال توفی کے معنوں کی ہے۔اگر براہین لکھنے کے وقت مرزا غلام احمد کے ذہن میں مسیح بننے کا خیال ہوتا تو توفی کے وہ معنی براہین میں کبھی نہ لکھتا جن کو بعد ازاں اپنی غلطی کہہ کر معافیاں مانگتا رہا۔

جناب الیاس برنی صاحب نے لکھا ہے۔

. مرزا غلام احمد قادیانی کی علمی اور مذہبی زندگی کے تین نمایاں دور نظر آتے ہیں ۔ پہلا دور وہ امت محمدی کے مبلغ کی حیثیت سے ۱۸۸۰ء میں شروع کرتے ہیں جب کہ براہین احمدیہ کے سلسلہ میں وہ اپنی دینی خدمت گذاری کا اعلان کرتے ہیں لیکن خیالات میں ترقی کرتے کرتے دس سال بعد ۱۸۹۱ء میں وہ مسیح موعود ہونے کا باقاعدہ اعلان کرتے ہیں........ پہلے دور کے اختتام اور دوسرے کے آغاز کا مرزا صاحب خود یوں اعلان فرماتے ہیں

.پھر میں تقریباً بارہ سال تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے ۔ اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ برس گذر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تواتر سے اس بارے میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے ۔ اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح ص ۷ ۔ منقول از قادیانیت کا علمی محاسبہ ص ۹۶۔۹۵) تو اس نے بھی سوچنا شروع کر دیا کہ کیوں نہ میں مسیح ہونے کا تجربہ بھی کر لوں ۔ اور پھر جب اس نے ۱۸۹۱ء میں بلی تھیلے سے باہر نکال لی تو حضرت مولانا محمد حسین نے سید نذیر حسین محدث کی قیادت میں تحریک چلائی ، اور مرزا قادیانی کی وفات تک اس کا ناک میں دم کئے رکھا ۔ حضرت بٹالوی کا کام کوئی دوسطری فتوی، یا یک ورقی اشتہار کی بات نہیں ہے، بلکہ ہزاروں صفحات ، دسیوں اجلاسوں، بیسیوں اشتہاروں ، درجنوں کتابوں ، ، ان گنت مراسلوں ، ہزاروں میل کے تبلیغی اور تحریکی اسفار، بے شمار تقاریر، اور ان گنت علمی مقابلوں ، پر مشتمل (حفیظ جالندھری سے معذرت کے ساتھ)

تیس برس کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

ہم نے اس سے قبل کتاب ہذا کے تین حصوں میں بھی وقتاً فوقتاً حضرت بٹالوی کی خدمات تحریک کا جستہ جستہ ذکر کیا ہے، کہیں اجمال کے ساتھ، کہیں تفصیلاً ۔ زیر نظر حصے میں مولانا بٹالوی کی مرزا غلام احمد کے ساتھ ۱۸۹۱ء والی مراسلت کی تفصیل بیان ہوئی ہے (جو مختصراً حصہ اول میں بیان ہوئی تھی) ۔ اس کے بعد مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء کی تفصیل بیان ہوئی ہے (جو حصہ اول میں اجمالاً بیان ہوا تھا) ۔ نیز مولانا بٹالوی کے استفتا در بارہ تکفیر مرزا ، اور سید نذیر حسین محدث کے جواب استفتا کو مکمل شامل کیا گیا ہے ۔ پھر مباحثہ بٹالہ اور مباحثہ لاہور کے عنوان سے مولوی محمد احسن امروہی قادیانی سے مولانا بٹالوی کے مباحثوں کی تفصیلات ہیں ، اس کے علاوہ حکیم نورالدین قادیانی سے ریل گاڑی میں مولانا بٹالوی کے مباحثہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے ۔ پھر مرزا صاحب سے ۱۸۹۲۔۱۸۹۳ء میں

مولانا بٹالوی کی اس مراسلت کی تفصیل ہے (جو مختصراً حصہ اول کتاب ہذا میں بیان ہوئی ہے)اور اس میں مرزا صاحب کی پیش گوئی در بارہ محمدی بیگم پر مولانا کی جرح نقل کی گئی ہے۔

بعض حلقوں کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ ابتدائی چند برسوں کے بعد مولانا بٹالوی، مرزائی ہو گئے تھے یا انہوں نے مرزا کے بارے میں خاموشی اختیار کر کے تحریک سے عملاً علیحدگی اختیار کر لی تھی، اس لئے ہم نے مولانا کے مکتوب مفتوح کو شامل اشاعت کیا ہے جو آپ نے مئی ۱۹۰۷ء میں لکھا اور جس میں آپ نے مرزا صاحب کی پیش گوئی در بارہ طاعون، ان پیش گوئی در بارہ محمدی بیگم، ان کی پیش گوئی در بارہ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، ان کی دعا آخری فیصلہ بمقابلہ مولانا امرتسری پر بحث کے علاوہ مرزا صاحب کی تصنیف حقیقۃ الوحی کے مندرجات پر ریویو کر کے بتایا ہے کہ یہ کتاب بھی ان کی دیگر کتابوں کی طرح جھوٹ، افتراء، مغالطات، اور دجل و فریب کا پلندہ ہے۔ نیز مرزا صاحب کو دعوت دی ہے کہ وہ فلاں فلاں پیش گوئی کی صداقت پر ان سے بحث کر لیں۔ اس کے علاوہ اس اشاعت میں مرزا صاحب کی سیاست پر بھی چند گذارشات کی گئیں ہیں۔

۱۸۹۱ء کی مراسلت کا بنیادی ماخذ حضرت بٹالوی کے اشاعۃ السنۃ کی جلد ۱۲ ہے۔ اور مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء کو ہم نے اشاعۃ السنۃ کی جلد ۱۳، اور ۱۴ سے نقل کیا ہے۔ اور ضرورت کے مطابق قادیانی حضرات کے مطبوعہ نسخے سے بھی مدد لی گئی ہے۔ فتویٰ تکفیر بھی اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں فرقان، قادیان جلد ۴ نمبر ۹، بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۵ء میں بھی طبع ہوا تھا۔ جس کی نقل دیکھنے کا مجھے موقع ملا ہے۔ بٹالہ، اور لاہور والے مباحثوں (جو مولوی محمد احسن امروہی سے ہونے جا رہے تھے) کی تفصیل اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ سے منقول ہے۔ اور ۱۸۹۳ء میں حکیم نور الدین سے ہونے والا مباحثہ بھی اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ سے منقول ہے۔ ۱۸۹۳ء والی مراسلت اور مرزا پر سوالات جرح، اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ سے منقول ہیں۔ اور حضرت بٹالوی کا مکتوب مفتوح اشاعۃ السنہ جلد ۲۱ سے منقول ہے (ضرورت کے مطابق دیگر ماخذوں کے حوالے دیئے گئے ہیں)۔ اشاعۃ السنۃ کی مذکورہ جلدیں مجھے فوٹو کاپی کی صورت میں حاصل ہوئیں اور اس سلسلے میں، میں گرامی قدر محمد اشرف جاوید، دار ارقم، فیصل آباد، اور عزیزم محمد سہیل، بوریوالہ کا ممنون ہوں، اللہ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

چونکہ خستہ اوراق کی فوٹو کاپی بعض اوقات اچھی نہیں ہوتی اس لئے اشاعۃ السنہ

سے استفادہ میں دقت پیش آتی رہی اور بعض الفاظ وفقرات اور صفحات سرے سے پڑھے نہیں جا سکے۔اس کے علاوہ کئی صفحات کی فوٹو کاپی دست یاب ہی نہیں ہوسکی، اس لئے ان صفحات کی عبارات شامل اشاعت نہیں ہوسکیں۔ مولانا بٹالوی کے بعض حواشی میں نے ختم کر دیئے ہیں اور بعض کو ترمیم و اضافہ کا تختہ مشق بنایا ہے ،اور ضرورت کے مطابق کچھ حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے۔ نیز مولانا بٹالوی کی پرانی اردو تحریروں کو، معنوی تحریف سے دامن بچا، کر کہیں کہیں لباس جدید پہنایا ہے، بالفاظ دیگر روائت بالمعنیٰ کا انداز اپنایا ہے

میرا ارادہ تھا کہ ۱۹۱۲ء تک جن بزرگوں نے تحریک ختم نبوت میں کام کیا ہے ان کا اور ان کی خدمات کا ذکر کیا جائے۔ اور الفضل للمتقدم کا لحاظ رکھا جائے اور کبر الکبراء پر عمل کیا جائے۔اور میرا خیال تھا کہ اس موضوع پر میں اپنی گذارشات ایک ہی جلد میں بین الدفتین سمیٹ لوں گا۔ لیکن بات بڑھتی چلی گئی اور دو سے تین جلدوں (حصوں) تک پہنچ جانے کے باوجود اندازہ ہوا کہ موضوع کا حق ادا نہیں ہو سکا تو یہ چوتھا حصہ نذر قارئین ہے۔اور چونکہ تحریک ختم نبوت کے ۱۹۱۲ء تک کے خدمت گاروں کی کاوشوں کا ذکر ابھی مکمل نہیں ہوا اس لئے محسوس ہوتا ہے کہ شائد یہ سلسلہ ابھی جاری رہے۔

بنا بریں جس اہل علم کا خیال ہو کہ اس عاجز نے کسی خادم تحریک ختم نبوت کا ذکر نہیں کیا، یا کسی خادم کی خدمات کا کما حقہ ذکر نہیں کیا، تو ایسے اہل علم تنقید کرنا چاہیں تو ضرور کریں اور اس کے ساتھ مجھے اس لٹریچر کی طرف رہنمائی بھی فرمادیں جس میں اس کارکن (خواہ وہ کسی بھی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتا ہو) کی خدمات تحریک قبل از ۱۹۱۲ء کا ذکر موجود ہو۔میری کوشش ہوگی کہ اس ذکر جمیل کو آئندہ اشاعت میں جگہ دی جا سکے۔انشاءاللہ۔

میں نے حوالہ جات اور اقتباسات کو باریک خط میں اور حواشی کو متن کے ساتھ ہی بین القوسین باریک تر خط میں پیش کیا ہے۔ امید ہے قارئین اس فقیر کو اس کی غلطیوں سے آگاہ فرمائیں گے اور بہتری کے لئے مشورے دینے کے علاوہ اسے دعائے خیر کی صورت میں بھیک سے بھی نوازیں گے۔

بہت سے اہل علم اور ہمدردان ملت و جماعت کا پیہم اصرار و تقاضا رہا کہ تحریک ختم نبوت کا یہ سلسلہ دراز تر ہو، اور اس کی طباعت و نشر و اشاعت کی سعادت انہیں حاصل ہو۔لیکن چونکہ شروع ہی میں مولانا شیر خان جمیل احمد صاحب کے واسطے سے مولانا اصغر

علی امام مہدی سلفی، ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا شدید تقاضا اور اصرار رہا کہ یہ سلسلہ ختم نبوت مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے اشاعت پذیر ہو، نیز یہ کہ جماعت اہل حدیث کی تاریخ منظّم اور مربوط انداز میں مدون کی جائے۔اس لئے مولانا کے بار بار کے اصرار کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریک ختم نبوت حصہ سوم کی طرح حصہ چہارم بھی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام شائع ہو رہی ہے۔

محمد بہاء الدین

☆ یاد رہے کہ تحریک ختم نبوت کا پہلا حصہ اکتوبر ۲۰۰۱ء میں مکتبہ قدوسیہ کے زیر اہتمام مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ نے شائع کرایا تھا۔اس کی اشاعت دوم، دہلی کے ادارہ اشاعۃ السنہ کی طرف سے ۲۰۰۴ء میں ہوئی۔ پھر اس کی اشاعت سوم اس بندہ عاجز نے مکتبہ قدوسیہ کے زیر اہتمام لاہور سے ۲۰۰۶ء میں کروائی۔

تحریک ختم نبوت حصہ دوم کی اشاعت اول، ادارہ اشاعۃ السنہ دہلی کی طرف سے اپریل ۲۰۰۵ء میں ہوئی۔اور اس کی اشاعت دوم اس بندہ عاجز نے مکتبہ قدوسیہ لاہور کے زیر اہتمام ۲۰۰۶ء میں کروائی۔

تحریک ختم نبوت حصہ سوم کی اشاعت اول مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی طرف سے دسمبر ۲۰۰۵ء میں ہوئی۔ پھر اس کی اشاعت دوم اس بندہ عاجز نے ۲۰۰۶ء میں مکتبہ قدوسیہ لاہور سے کروائی۔

تحریک ختم نبوت کا چوتھا حصہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی طرف سے دسمبر ۲۰۰۶ء میں شائع ہوا۔اور اب اس بندہ عاجز کی طرف سے پاکستان میں مکتبہ قدوسیہ کے زیر اہتمام شائع کیا جا رہا ہے۔ طبع اول اور طبع دوم میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں ہے کہ طبع اول میں رہ جانے والی کمپوزنگ کی بعض اغلاط کو ممکنہ حد تک درست کیا گیا ہے۔

محمد بہاء الدین ۔ ۲۵ مارچ ۲۰۰۷ء

مراسلت ۱۸۹۱ء

انیسویں صدی عیسوی کے ہندوستان میں تحریک ختم نبوت کا آغاز شیخ محمد حسین بٹالوی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین ۱۸۹۱ء کی اس خط وکتابت سے ہوا جو اس کتاب کے حصہ اول میں مختصراً درج ہو چکی ہے۔ سطور ذیل میں اس تاریخی مراسلت کی تفصیل بیان کی جاتی ہے جو اشاعۃ السنۃ جلد ۱۲ بابت ۱۸۹۱ء (صفحات ۳۵۴ تا ۳۷۶) سے منقول ہے

☆ اس سلسلے کا پہلا خط حضرت بٹالوی نے لاہور سے تحریر کیا جو درج ذیل ہے

لاہور ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی جناب مرزا غلام احمد صاحب۔ آپ کا رسالہ فتح اسلام، امرتسر میں چھپ ہی رہا تھا کہ میں اتفاقاً امرتسر پہنچا۔ اور میں نے اس رسالہ کے پروف مطبع ریاض ہند سے منگا کران کو دیکھا اور پڑھوا کر سنا۔

اس رسالہ کے دیکھنے اور سننے سے مجھے یہ سمجھ میں آیا کہ آپ نے اس میں یہ دعوی کیا ہے کہ موعود مسیح جن کے قیامت سے پہلے آنے کا خدا تعالی نے اپنی کلام مجید میں اشارۃً (مثلاً و ان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔نساء) اور رسول خدا ﷺ نے اپنی کلام مبارک میں، جو صحاح احادیث میں موجود ہے، صراحۃً وعدہ دیا ہے، وہ آپ ہی ہیں جو مسیح ابن مریم کے مثیل کہلاتے ہیں، نہ وہ مسیح ابن مریم جن کو عام اہل اسلام مسیح موعود سمجھتے ہیں۔ مسیح بن مریم کو مسیح موعود سمجھنے میں عام اہل اسلام نے غلطی کی ہے اور دھوکہ کھایا ہے۔ اور ان احادیث کو، جو مسیح موعود کی نسبت صحاح میں وارد ہیں، غور سے نہیں دیکھا۔

میں نے اس اپنی سمجھ کی تصدیق کے لئے پہلے مولوی عبدالکریم عرف کریم بخش سیالکوٹی کی وساطت سے آپ سے دریافت کیا تھا کہ اپنے مسیح موعود ہونے سے آپ

کی کیا مراد ہے۔ پھر مشفقی مولوی نورالدین صاحب حکیم جموں کے ذریعہ سے یہ سوال کیا۔مگران دونوں صاحبوں نے آج تک نہ تو آپ کی طرف سے میرے سوال کا کوئی جواب پہنچایا اور نہ خود کچھ کہا۔اب میں بارسوم براہ راست آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اس دعوی سے کیا آپ کی وہی مراد ہے جو اوپر معروض ہوئی؟ اور وہ آپکے رسالے کے فقرات ذیل سے مفہوم ہوتی ہے

شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے ،اور بے شمار روحیں اسی شوق میں سفر کر گئیں، وہ وقت تم نے پایا (فتح اسلام ص ۱۰)

. مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے . (فتح اسلام ۔ ص ۱۵)

. مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا ہے تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کے لئے بھیجا گیا ہوں. (فتح اسلام ۔ص ۱۷)

تیسرا نشان یہ ہے کہ . وہ برگزیدہ نبی جس پر تم ایمان لانے کا دعوی کرتے ہو، اس پاک نبی نے اس عاجز کے بارے میں لکھا ہے جو تمہاری صحاح میں موجود ہے جس پر آج تک تم نے غور نہیں کی ۔ (فتح اسلام ۔ص ۲۳)

یا اس دعوی سے آپ کی مراد کچھ اور ہے؟ وہی مراد ہے تو صرف ہاں یا نعم فرماویں ۔زیادہ توضیح کی تکلیف نہ اٹھاویں۔

اور اگر اس دعوی سے کچھ اور مراد ہے تو اس کی توضیح کریں۔اس خط کا جواب پا کر میں اس دعوی کی نسبت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ، بذریعہ تحریر ہو یا بواسطہ تقریر۔امید کہ آپ جواب سے دریغ نہ فرماویں گے ۔ اور اگر جواب سے آپ نے سکوت فرمایا تو اس سے بحکم السکوت فی معرض البیان بیان یہ سمجھا جائے گا کہ اس دعوی سے آپ کی وہی مراد ہے جو خاکسار نے عرض کیا ہے۔ اور اس پر جو کہنا ہے سو کہا جائے گا۔اس کے بعد آپ کو یا آپ کے اتباع کو کوئی تاویل کرنے کا موقع نہ ملے گا۔اسی غرض سے اس خط کی نقلیں بعض خاص اتباع جناب کے پاس بھیجی گئی ہیں۔

آپ کا ناصح خیر خواہ۔ ابوسعید محمد حسین

☆ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے حضرت بٹالوی کو لکھا

عنایت نامہ پہنچا۔عاجز کی طبیعت علیل ہے۔اخویم منشی عبدالحق صاحب کو تاکید

فرماویں کہ جہاں تک جلد ممکن ہو معمولی گولیاں ارسال فرماویں ۔ توجہ سے کہدیں ۔ افسوس میری علالت طبع کے وقت آپ عیادت کیلئے بھی نہیں آئے ۔ اور آپکے استفسار کے جواب میں صرف ہاں کافی سمجھتا ہوں ۔ خاکسار غلام احمد ۵ فروری ۱۸۹۱ء

☆ اس کے جواب میں مولانا بٹالوی نے لکھا

لاہور ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء ۔ مکرمی جناب مرزا صاحب

آپ کا کارڈ میں نے وصول پایا ۔ مجھے کمال افسوس ہے کہ مجھے آپ کے اس دعوی کا کہ میں مسیح موعود ہوں ، خلاف مشتہر کرنا پڑا ۔ اس الہام کو آپ خدا تعالی کی طرف سے سمجھتے ہیں تو خدا کی جناب میں دعا کریں کہ وہ مجھے اس خلاف سے روکے ۔

آپ اگر اس دعوی میں حضرت خضر کی طرح معذور ہیں تو میں اس کے انکار اور خلاف میں حضرت موسی کی طرح مجبور ہوں (حضرت خضر کا چلتی کشتی کے تختے کو اکھاڑ دینا ، ایک بے گناہ لڑکے کی جان مارنا ، ایک گرتی ہوئی دیوار کو کھڑا کر دینا ۔ اور حضرت موسی کا ان تینوں فعلوں پر معترض ہونا ۔ سورہ کہف کے دسویں رکوع میں مذکور ہے) آپ کے رسائل توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام میرے خلاف کو نہیں روکیں گے ۔ مجھے یقین ہے کہ نقلی یا عقلی دلائل سے آپ اور آپکے حوارین آپ کا مسیح موعود ہونا ثابت نہ کرسکیں گے تاہم آپ تینوں رسائل کی تین تین کاپیاں ارسال کریں ۔ میں ان کو غور سے دیکھوں گا ۔ انشاء اللہ

مولوی نور الدین صاحب نے میرے پاس کوئی رسالہ نہیں بھیجا ۔ وہ مجھ سے صرف آپ کی وجہ سے ناراض ہیں ۔

منشی عبدالحق کو آپ کا پیغام پہنچا دیا ۔ میں آپ سے ملونگا انشاء اللہ ، مگر جلد نہیں مل سکتا

آپ کا ناصح ابوسعید محمد حسین

☆ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے لکھا

مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب ۔ عنائت نامہ پہنچا ۔ اگر چہ خداوند خوب جانتا ہے کہ یہ عاجز اس کی طرف سے مامور ہے ، اور ایسے امور میں جہاں عوام کے فتنے کا اندیشہ ہو ، جب تک کامل اور قطعی اور یقینی طور پر اس عاجز پر ظاہر نہیں کیا جاتا ، ہرگز زبان پر نہیں آتا ۔ لیکن اس میں کچھ حکمت خداوند کریم کی ہوگی کہ اس نزول مسیح کے مسئلے میں

جس کو اصل اور لب اسلام سے کچھ تعلق نہیں، اور ایک مسلمان پر اسکی اصل کیفیت کھولی گئی ہے، جس پر بوجہ اخوت حسن ظن بھی کرنا چاہیے (حسن ظنی کی ایک حد مقرر ہونی چاہیے۔ اگر کوئی مسلمان یہ دعوی کرے کہ میں نبی آخرالزمان ہوں، ۔ یا مجھے الہام میں شراب کی اجازت ہو گئی ہے، تو ہم اور آپ اس کے حق میں حسن ظن کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ محمد حسین)۔ آن مکرم کو مخالفانہ تحریر کے لئے جوش دیا گیا ہے، اور میں جانتا ہوں کہ آپ کی اس میں نیت بخیر ہوگی۔ اور اگرچہ مجھے آپ کے استعجال کی نسبت شکایت ہو، اور اس کو روبرو یا غائبانہ بیان بھی کروں، مگر آپ کی نیت کی نسبت مجھے حسن ظن ہے۔ اور آپ کو زمانہ حال کے اکثر علماء بلکہ، اگر آپ ناراض نہ ہوں تو، بعض للہی جدوجہد کے کاموں کے لحاظ سے مولوی نذیر حسین صاحب سے بھی بہتر سمجھتا ہوں (بے شک میں اس مدح سے ناراض ہوں۔ مولانا وشیخنا وشیخ الکل کے معلومات سے میرے معلومات کو وہ نسبت ہے جو بادشاہ سے ایک گداگر کو ہے۔ اس تفصیل معلومات کے مقابلہ میں میرے وہ کام لائق شمار نہیں ہیں۔ محمد حسین) اور اگرچہ میں آپ سے ان باتوں کی شکایت کروں، تاہم مجھے بوجہ آپ کی صفائی باطن کے، آپ سے محبت ہے۔ اگر میں شناخت نہ کیا جاؤں، تو میں سمجھونگا کہ میرے لئے یہی مقدر تھا۔ مجھے فتح اور شکست سے بھی کچھ تعلق نہیں، بلکہ عبودیت اور اطاعت حکم سے غرض ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس خلاف میں آپ کی نیت بخیر ہوگی۔ لیکن میرے نزدیک بہتر ہے کہ آپ اول مجھ سے بات چیت کر کے اور میری کتابوں کو یعنی رسائل ثلاثہ کو دیکھ کر کچھ تحریر کریں۔ مجھے اس سے کچھ غم اور رنج نہیں کہ آپ جیسے دوست مخالفت پر آمادہ ہوں۔ کیونکہ یہ مخالفت رائے بھی حق کے لئے ہوگی۔ کل میں نے اپنے بازو پر یہ لفظ اپنے تئیں لکھتے ہوئے دیکھا کہ

میں اکیلا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے، اور اس کے ساتھ مجھے الہام ہوا

ان معی ربی سیھدین

سو میں جانتا ہوں کہ خداوند تعالی اپنی طرف سے کوئی حجت ظاہر کر دے گا۔ میں آپ کے لئے دعا کروں گا۔ مگر ضرور ہے کہ جو آپ کے لئے مقدر ہے وہ سب آپ کے ہاتھ سے پورا ہو جائے۔ حضرت موسی کی جو آپ نے مثل لکھی ہے اشارۃ النص پایا جاتا ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ موسی نے کیا۔ اس قصے کو قرآن شریف میں

بیان کرنے سے غرض بھی یہی ہے کہ تا آئندہ حق کے طالب معارف روحانیہ اور عجائبات مخفیہ کے کھلنے کے شائق رہیں۔ حضرت موسی کی طرح جلدی نہ کریں۔ حدیث صحیح بھی اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے (اس حدیث صحیح کا جس کی طرف آپ اشارہ کرتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ خلاف شریعت پر سکوت کیا جائے۔ اور نہ قرآن میں یہ اشارہ ہے۔ محمد حسین)

اب مجھے آپ کی ملاقات کے لئے صحت حاصل ہے۔ اگر آپ بٹالے میں آجائیں تو اگرچہ میں بیمار ہوں اور دوران سر اس قدر ہے کہ نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھی جاتی، تاہم افتاں وخیزاں آپ کے پاس پہنچ سکتا ہوں۔ بقول رنگین

وہ نہ آوے تو تو ہی چل رنگین اس میں کیا تیری شان جاتی ہے

ازالۃ الاوہام ابھی چھپ کر نہیں آیا۔ فتح اسلام اور توضیح المرام ارسال خدمت ہیں۔ الراقم غلام احمد از قادیان

☆ اس کے جواب میں مولانا محمد حسین نے لکھا

لاہور ۱۶ فروری ۱۸۹۱ء مکرمی جناب مرزا صاحب

آپ کا محبت نامہ اور پمفلٹ توضیح المرام موصول ہوئے۔ توضیح کو میں نے دیکھا، اس نے میری مخالفت رائے کو اور پختہ کر دیا اور مجھے امید ہے کہ جو مخالف مضامین فتح اسلام اس کو دیکھے گا وہ اس مخالفت میں اور پختہ ہوگا۔ قیاس مقتضی ہے کہ ایسا ہی ازالۃ الاوہام ہوگا۔ مع ہذا میں اس کے مضامین کو دیکھنے یا سننے کے بغیر اپنے خلاف کا اشتہار کرنا، اور آپ کی شکایت استعجال کا مورد بننا نہیں چاہتا۔ لہذا ملتمس ہوں کہ اگر وہ رسالہ چھپ گیا ہو تو جلد ارسال فرماویں۔ اور اگر اس کے چھپنے میں توقف ہے تو اس کے مضامین کو آپ زبانی بیان کریں، میں حاضر ہو کر سننے کو تیار ہوں، میں ایک شب کے لئے قادیان میں خود پہنچ سکتا ہوں، اور اگر اس سے زیادہ وقت آپ چاہتے ہیں، تو آپ بٹالہ میں تشریف لاویں اور جب تک چاہیں میرے غریب خانہ پر رہیں اور اظہار مافی الضمیر کریں۔

مولوی نورالدین صاحب سے آپ کے معاملہ میں جو مراسلت ہوئی ہے اس کی نقل اس غرض سے ارسال خدمت ہے کہ آپ اس مراسلت کی نسبت اپنی رائے ظاہر

فرمائیں کہ وہ اس میں مصیب ہیں یا مخطی ۔مصیب ہیں تو اس کی توضیح سے مجھے متنبہ کریں، اور اگر مخطی ہیں تو ان کی خطا پر ان کو آگاہ فرمائیں ۔ آپ رسالہ فتح اسلام میں ان کو نورانی اور روحانی بیان کر چکے ہیں، ان کے اس جواب سے اس کا خلاف مفہوم ہوتا ہے۔ آپ کا خیر خواہ ابوسعید محمد حسین

☆ مرزا صاحب نے اس کے جواب میں لکھا

مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب ۔محبت نامہ پہنچا۔ چونکہ آں مکرم عزم پختہ کر چکے ہیں تو پھر میں کیا عرض کر سکتا ہوں ۔اس عاجز کی طبیعت بیمار ہے ۔دوران سر اور ضعف بہت ہے، ایسی طاقت نہیں کہ کثرت سے بات کروں ۔جس حالت میں آں مکرم کسی طور سے اپنے ارادہ سے باز نہیں رہ سکتے ۔اور ایسا ہی یہ عاجز اس بصیرت اور علم سے اپنے تئیں نابینا نہیں کر سکتا جو حضرت احدیت جل شانہ نے بخشا ہے، اس صورت میں گفتگو عبث ہے ۔رسالہ ابھی کسی قدر باقی ہے ۔ناقص کو میں بھیج نہیں سکتا۔اس جگہ آنے کے لئے آں مکرم کو یہ عاجز تکلیف دینا نہیں چاہتا۔مگر ۲۶ فروری ۱۸۹۱ء کو یہ عاجز انشاءاللہ القدیر لودیانہ کے ارادہ سے بٹالہ میں پہنچے گا، وہاں صرف آپ کی ملاقات کرنے کا شوق ہے، گفتگو کی ضرورت نہیں۔اور یہ عاجز للہ آپکے ان الفاظ کے استعمال سے جو مخالفانہ تحریر کی حالت میں کبھی حد سے بڑھ جاتے ہیں یا اپنے بھائی کی تذلیل اور بدگمانی تک نوبت پہنچاتے ہیں، معاف کرتا ہے و اللہ علی ما قلت شہید

چند روز کا ذکر ہے کہ پرانے کاغذات کو دیکھتے دیکھتے ایک پرچہ نکل آیا جو میں نے اپنے ہاتھ سے بطور یادداشت کے لکھا تھا۔اس میں تحریر تھا کہ یہ پرچہ ۵ جنوری ۱۸۸۸ء کو لکھا گیا ہے ۔مضمون یہ تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے کسی امر میں مخالفت کر کے کوئی تحریر چھپوائی ہے اور اس کی سرخی میری نسبت کمینہ رکھی گئی ہے ۔معلوم نہیں اس کے کیا معنی ہیں ۔اور وہ تحریر پڑھ کر کہا ہے کہ آپ کو میں نے منع کیا تھا، پھر آپ نے کیوں ایسا مضمون چھپوایا ہذا ما رأیت و اللہ اعلم بتا ویلہ

چونکہ حتی الوسع خواب کی تصدیق کے لئے کوشش مسنون ہے اس لئے میں آنمکرم کو منع بھی کرتا ہوں کہ آپ اس ارادہ سے دست کش رہیں ۔خدا تعالی خوب جانتا

ہے کہ میں اپنے دعوی میں صادق ہوں، اگر صادق نہیں تو پھر ان یک کا ذباً کی تہدید پیش آنے والی ہے۔

لا تقف ما لیس لک به علم و لا تد خل نفسک فیما لا تعلم حقیقته یا اخي و فوض امری الی الله، یئوتک اجر صبرك یا اخي و انا انظر الی السماء و ارجو تا ئید الله و اعلم من الله ما لا تعلمون۔ و السلام علی من اتبع الہدی (جس چیز کا تجھے حال معلوم نہیں اس کے پیچھے نہ لگ اور جس چیز کی حقیقت تجھے معلوم نہیں اس میں دخل نہ دے۔ میرے معاملہ کو خدا کے سپرد کر۔ خدا تجھے اس کا اجر دے گا اے میرے بھائی۔ اور میں آسمان کی طرف دیکھ رہا ہوں اور خدا کی تائید کا امیدوار ہوں۔ میں خدا کی طرف سے وہ علم دیا گیا ہوں جو تم نہیں دیئے گئے۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کا پیرو ہو)۔

حضرت اخویم جبی فی سبیل اللہ مولوی حکیم نورالدین اور آن مکرم کی تحریرات میں یہ عاجز دخل دینا نہیں چاہتا۔ خاکسار غلام احمد

☆ اس کا جواب حضرت بٹالوی نے بایں الفاظ دیا

لاہور ۲۱ فروری ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب۔ محبت نامہ کے جواب میں عرض ہے کہ خاکسار شب و روز بطور استخارہ مسنونہ دست بدعا رہتا ہے اور جناب باری میں التجا کرتا ہے کہ آپ کے جواب و خطاب میں خدا تعالی مجھ سے اپنے حق سے زائد نہ کہلوائے اور میرے قلم سے ایسی بات نہ نکلوائے جسکی جواب دہی میرے ذمہ لازم ہو۔ مجھے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد لا تکلم بکلام تعذر منه غداً (یعنی ایسی بات نہ کہہ جس کی بابت کل کو تجھے عذر کرنا پڑے) اکثر اوقات پیش نظر رہتا ہے۔ اور مجھے خدا تعالی سے قوی امید ہے کہ آپ کے خطاب میں کوئی ایسی بات نہ لکھونگا جو آپ کی کلام کے منطوق یا قطعی مفہوم سے ثابت نہ ہو۔ اور میں اس جواب میں حسن ظنی ہاتھ سے نہ دونگا (اس حد تک جس کا ذکر پہلے کر چکا ہوں) اور سوء ظنی سے کام نہ لوں گا۔ اور میں کوئی کلمہ توہین وتحقیر آپ کے حق میں نہ لکھوں گا۔ مگر ایسا کلمہ جس کو میں حق اور بحکم شریعت صادق سمجھوں گا (جیسے آپ کا مسیح موعود نہ ہونا، یا اس دعوی میں آپ کا من جانب اللہ نہ ہونا) اس کو آپ توہین اور تحقیر سمجھیں تو میں معذور و مجبور ہوں۔ و لکل امرء ما نوی (ہر آدمی کو

اس کے فعل پر اس کی نیت کا پھل ملے گا)۔

الہام ۵ جنوری ۱۸۸۸ء کے مضمون کی سرخی جو آپ نے لکھی ہے وہ پڑھی نہیں گئی، اس کو واضح کر کے لکھیں ۔ ازالۃ الاوہام کے جس قدر اوراق چھپے ہیں، بھیج دیں باقی جب چھپیں، تب سہی ۔اور اگر مجھ کو اجازت ہو تو میں مطبع سے پروف دیکھ لوں ۔

مجھے نہایت افسوس ہے اور بلحاظ آپ کے روحانی اور بے لگاؤ ہونے کے (جیسا کہ آپ مدعی ہیں) آپ پر شکایت ہے کہ آپ نے مولوی نور الدین صاحب کی مراسلت کے متعلق اپنی رائے ظاہر نہ فرمائی ۔آپ کی رائے ان کی فیور (تائید) میں ہے تو مجھ پر اس کا اظہار کرنے سے آپ کو تامل نہ چاہیے تھا ۔حق کہنا چاہیے گو تلخ معلوم ہو ۔اور اگر وہ میری فیور (تائید) میں ہے تو بھی اس کا اظہار آپ پر واجب تھا ۔اور ان کی فہمائش آپ کا فرض تھا ۔وہ (حکیم نور دین) تو اپنا دین و دنیا آپ کی راہ میں کر چکے ۔کوئی دنیا دار ایک امر حق کے اظہار سے اعراض کرے تو کوئی تعجب و شکایت کا محل نہیں ہوتا ۔

میں کوشش کرونگا کہ ۲۵ فروری ۱۸۹۱ء کو دس بجے دن تک بٹالہ پہنچوں ۔کیا یہ امر ممکن ہے کہ اگر میں بٹالہ نہ آسکوں تو امرتسر میں آپ سے ملوں ۔ممکن ہو تو بتائیے کہ امرتسر میں آپ کس وقت کی ٹرین میں آئیں گے اور کس مقام پر وقفہ کریں گے اور کس قدر کریں گے ۔ آپ کا خیر خواہ قدیم ۔ ابوسعید محمد حسین

☆ اس کا جواب مرزا صاحب نے یوں دیا۔

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ و اید ۔ بخدمت محبی اخویم مکرم ابوسعید محمد حسین صاحب ۔عنائت نامہ پہنچا ۔ چونکہ یہ عاجز اپنی دانست میں ناتمام مضمون ازالۃ الاوہام کا آنمکرم کو دکھلانا مناسب نہیں سمجھتا، اس لئے اجازت نہیں دے سکتا ۔مگر اس عاجز کی رائے میں صرف بیس پچیس روز تک رسالہ ازالۃ الاوہام چھپ جائے گا، کچھ بہت دیر نہیں ہے ۔پھر انشاء اللہ القدیر سب سے پہلے یہ عاجز آنمکرم کی خدمت میں بھیج دے گا ۔آنمکرم کو معلوم ہوگا کہ درحقیقت ان رسالوں میں کوئی نیا دعوی نہیں کیا گیا۔ بلکہ بلا کم وبیش یہ وہی دعوی ہے جس کا براہین احمدیہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے جس کی آنمکرم اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں امکانی طور پر تصدیق کر چکے ہیں ۔ پھر

متعجب ہوں کہ اب پھر دوسری مرتبہ آنمکرم کو دیکھنے کی حاجت ہی کیا ہے ۔ کیا وہی کافی نہیں جو پہلے آنمکرم اشاعۃ السنۃ نمبر۶ جلد ۷ میں تحریر فرما چکے ہیں ۔ جب کہ اول سے آخر تک وہی دعوی، وہی مضمون، وہی بات ہے، تو پھر آپ جیسے محقق کی نگاہ میں نیا معلوم ہو، کس قدر تعجب ہے ۔

یہ عاجز رسالہ ازالۃ الاوہام میں آنمکرم کے ریویو کی بعض عبارتیں درج بھی کر چکا ہے۔ اس عاجز نے جو ۵ جنوری ۱۸۸۸ء کو خواب دیکھی تھی اس کی سرخی کمینہ تھا، جس کی حقیقت مجھے معلوم نہیں واللہ اعلم بالصواب

پھر بھی میں آنمکرم کو للہ نصیحت کرتا ہوں کہ اس سماوی امر میں آپ کا دخل دینا مناسب نہیں ۔ مثیل مسیح کا دعوی کوئی امر عند الشرع مستبعد نہیں ۔

اگر آپ ناراض نہ ہوں تو اس عاجز کی دانست میں اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب کے مقابل آپ کی تحریر میں کسی قدر سختی تھی ۔ خدا تعالی انکسار اور تذلل کو ہمیشہ پسند کرتا ہے، اور علماء کے اخلاق اپنے بھائیوں کے ساتھ سب سے اعلی درجے کے چاہییں، جس دین کی حمایت اور ہمدردی کے لئے دن رات کوششیں ہورہی ہیں، وہ کیا ہے؟ صرف یہی کہ اللہ اور رسول کی منشاء کے موافق ہمارے جمیع احوال و افعال و حرکات سکنات ہو جائیں ۔

میرے خیال میں اخلاق کے تمام حصوں میں سے جس قدر خدا تعالی تواضع اور فروتنی اور انکسار اور ہر ایک ایسے تذلل کو جو منافی نخوت ہے، پسند کرتا ہے، ایسا کوئی شعبہ خلق کا اس کو پسند نہیں ۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک سخت بے دین ہندو سے اس عاجز کی گفتگو ہوئی اور اس نے حد سے زیادہ تحقیر دین متین کے الفاظ استعمال کئے ۔ غیرت دینی کی وجہ سے کسی قدر اس عاجز نے واغلظ علیھم (کافروں پر سختی کر) پر عمل کیا ۔ مگر وہ چونکہ ایک شخص کو نشانہ بنا کر درشتی کی گئی تھی اس لئے الہام ہوا کہ تیرے بیان میں سختی بہت ہے، رفق چاہیے رفق ۔ اور اگر ہم انصاف سے دیکھیں تو ہم کیا چیز، ہمارا علم کیا چیز؟ اگر سمندر میں ایک چڑیا منقار مارے تو اس سے کیا کم کرے گی ۔ ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ جیسے ہم درحقیقت خاکسار ہیں، خاک ہی بنے رہیں ۔ جب کہ ہمارا مولی ہم سے تکبر

اور نخوت پسند نہیں کرتا تو کیوں کریں۔ ہمارے لئے ایسی عزت سے بے عزتی اچھی ہے جس سے ہم موردِ عتاب ہو جائیں۔

(مولوی نورالدین کو) آپ کی تحریر اگر اس طرح پر ہوتی کہ

جس قدر خدا تعالی نے میرے پر کھولا ہے، اگر آپ مہربانی فرما کر ملیں یا میں ملوں، تو بیان کرونگا،

تو کیا اچھا ہوتا۔ یہ قاعدہ ہے کہ حالت اندرونی سے انسان کے منہ سے الفاظ نکلتے ہیں، وہی رنگ الفاظ میں بھی آ جاتا ہے۔ میں نے اس فیصلہ میں مولوی نورالدین صاحب کا کچھ لحاظ نہیں کیا۔ اور محض للہ آنمکرم کی خدمت میں عرض کی گئی ہے۔

اس عاجز کو پختہ طور پر معلوم نہیں کہ کس تاریخ اس جگہ سے یہ عاجز روانہ ہو۔ بعض موانع پیش آ گئے ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ شائد ایک ہفتہ کے اندر اندر روانہ ہو جاؤں اس صورت میں بالفعل ملاقات مشکل معلوم ہوتی ہے۔ لہذا اطلاعاً آپ کی خدمت میں لکھتا ہوں کہ اس عاجز کے لئے بٹالہ تشریف نہ لاویں کیونکہ کوئی پختہ معلوم نہیں۔ جس وقت خدا تعالی چاہے گا، ملاقات ہو جائیگی۔ غلام احمد از قادیان ۲۲ فروری ۱۸۹۱ء

(جلال دین شمس نے قادیانی خزائن میں اس خط کی تاریخ ۲۱ فروری نقل کی ہے)

☆ اس کا جواب حضرت بٹالوی نے یوں دیا

لاہور ۲۴ فروری ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب۔ میں بٹالہ (آنے) کو تیار تھا کہ آپ کا خط موصول ہو کر مانع ہوا۔ آئندہ آپ جب عزم بٹالہ کریں مجھے دو روز پیشتر اطلاع دیں۔

جو امکان میں ریویو براہین احمدیہ میں بیان کر چکا ہوں اس کا اب بھی قائل ہوں مگر آپ نے اس امر ممکن سے، جس کا امکان میں نے تجویز کیا تھا، بڑھ کر ان رسائل میں دعوی کیا ہے۔ لہذا آپ کے لئے اس ریویو کی عبارات کافی ومفید نہ ہوں گی۔ آپ ان عبارات کو میرے سامنے پیش کرنے کے بغیر ان سے استشہاد کریں گے تو آپ نقصان اٹھائیں گے۔ بہتر ہے کہ آپ میری کلام کو مجھے دکھا کر شائع کریں۔

صاحب البيت ادرى بما فيه (گھر والا اپنے گھر کی چیز کا حال خوب جانتا ہے)۔

رفق و ملاطفت و انکسار اختیار کرنے کے باب میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ سرا سر حق ہے۔مگر میں نے مولوی حکیم نور الدین صاحب کے خط میں (جس کی نقل آپ کے پاس بھیجی گئی ہے) کوئی کلمہ تکبر وتشدد نہیں لکھا۔

عزیزم منشی نجف علی نے مجھے کہا ہے کہ (میرا) یہ کلمہ

. ان (مرزا) کی بابت کچھ سننے اور کہنے کا حوصلہ ہے تو آ ئیے .

سخت ہے۔آپ بھی اسی کو سخت سمجھتے ہیں تو میں سچ کہتا ہوں (جیسا کہ میں منشی نجف علی کو کہہ چکا ہوں) کہ میں نے یہ کلمہ اس غرض سے نہ لکھا تھا کہ ان (مولوی نورالدین) کو علم اور لیاقت کے لحاظ سے حوصلہ ہے، تو آویں۔ بلکہ صرف اس نیت سے لکھا تھا کہ اپنے پیر پر اعتراض سننے کا حوصلہ یعنی صبر ہے تو آویں۔اور اگر پہلے کی طرح طاقت صبر نہ ہو اور اعتراض سن کر خفا ہو جانا ہو تو خیر ۔ یہ مطلب اس کلمہ سے پہلے فقرہ سے صاف مفہوم ہوتا ہے مگر حسن ظنی ہو تو سمجھ میں آوے۔

اور اگر آپ کسی اور کلمہ کو سخت سمجھتے ہیں تو اس سے مجھے اطلاع دیں ۔ میں اس کلمہ کی نسبت اپنی نیت کو دیکھونگا۔پھر اس میں فساد پاؤں گا تو اس سے توبہ کرونگا۔

آپ نے میری تحریر کی نسبت تو رائے ظاہر فرمائی مگر حکیم صاحب کی تحریر کی نسبت کچھ نہ فرمایا، کہ میں نے خواہ کسی نیت، بھلی یا بری، سے ان کو یہ کلمہ یا کوئی اور کلمہ لکھا، مگر جو جواب انہوں نے تحریر فرمایا وہ درست و بجا ہے؟ اور ایک روحانی اور نورانی آدمی ایک طالب تحقیق کو ایسا جواب لکھ سکتا ہے؟

دہلی کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث کے پاس آپ کے رسائل نہیں پہنچتے ۔مناسب ہے کہ آپ ان کے پاس رسائل بھیج دیں ۔حکیم صاحب کے سپرد یہ امر نہ کریں۔ وہ ان لوگوں کے پاس رسائل نہ بھیجیں گے،جن کو وہ اپنے مذاق کے موافق نہیں سمجھتے ۔ اس امر کی تصدیق چاہیں تو ان سے ان لوگوں کی فہرست طلب کریں جن کے نام انہوں نے رسائل روانہ کئے ہیں۔

اخیر میں، میں بھی آپ کو نصیحت کرتا ہوں (جیسے کہ آپ نے مجھے نصیحت کی ہے) کہ آپ اس دعوی سے کہ میں مسیح موعود ہوں، عیسی بن مریم موعود نہیں ہے، دست کش ہو جائیں ۔ یہ امر آسمانی نہیں ہے اور نہ یہ الہام رحمانی ہے۔ یہ صرف آپ کا خیال ہے

جس کو آپ الہام سمجھ بیٹھے ہیں ۔اس دعوی الہام میں اگر آپ سچے ہوں گے تو بخاری و مسلم وغیرہ کتب صحاح مہمل و بے کار ہو جائیں گی ۔ بلکہ دین اسلام کے اکثر اصول و امہات مسائل بے اعتبار ہو جائیں گے ۔

آپ کا ناصح مشفق ابوسعید محمد حسین

جلال دین شمس قادیانی نے لکھا ہے کہ اس خط کا مرزا صاحب نے جواب نہیں دیا ۔اور ۳ مارچ کو وہ قادیان سے لدھیانہ چلے گئے ۔ پھر ۶ مارچ کو مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا صاحب کو خط لکھا ۔ جو یہ ہے

☆ لاہور ۶ مارچ ۱۸۹۱ء ۔مکرمی جناب مرزا صاحب ۔میرے خط (۲۴ فروری) کا آپ نے جواب نہیں دیا ۔ میں منتظر ہوں ۔حافظ محمد یوسف صاحب نے لکھا تھا کہ آپ ۸ مارچ ۱۸۹۱ء کو لاہور میں آ کر ایک مجلس علماء میں گفتگو کریں گے ۔آج معلوم ہوا کہ آپ ماہ اپریل میں مجمع کرنا چاہتے ہیں ۔ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ ماہ اپریل میں، میں ہندوستان میں ہونگا ۔اور سنا ہے کہ مولوی احمد اللہ صاحب ومولوی عبدالجبار صاحب بھی ان دنوں سفر کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ لہذا آپ گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ابھی کریں ورنہ ہم لوگ جو ارادہ رکھتے ہیں آپ پر ظاہر کر چکے ہیں ۔ پھر آپ کو افسوس و شکایت کا موقع ومحل نہ رہے گا ۔اس کارڈ کی ایک نقل قادیان بھیجی گئی ہے ۔

ابوسعید محمد حسین

(اصل خط لودہانہ بھیجا گیا، جہاں مرزا صاحب تین تاریخ مارچ کو بلا اطلاع خاکسار پہنچ گئے ۔اگر آپ اطلاع دیتے تو میں امرتسر یا بٹالہ میں آپ کو ملتا ۔محمد حسین)

☆ مرزا صاحب نے اس کا جواب یوں دیا ۔

نحمدہ و نصلی ۔مخدومی اخویم مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آج لدھیانہ میں آپ کا محبت نامہ مجھ کو ملا ۔ بظاہر مجھے گفتگو میں کچھ فائدہ معلوم نہیں دیتا ۔ مجھے خدا تعالی نے ایک علم بخشا ہے جس کو میں چھوڑ نہیں سکتا ۔ایسا ہی آپ بھی اپنی رائے کو چھوڑنے والے نہیں ۔ مجھے ایک ایسا سبیل بخشا گیا ہے جو معرض بحث میں نہیں آ سکتا ولیس الخبر کا لمعاینۃ ۔ہاں اس نیت سے میں مجلس علماء میں حاضر ہو سکتا ہوں کہ شائد خدا تعالی حاضرین میں سے کسی کے دل کو اس سچائی کی طرف کھینچے، جو

اس نے اس عاجز پر ظاہر کی ہے۔سو اگر شرائط مندرجہ ذیل آپ قبول فرمائیں تو میں حاضر ہوسکتا ہوں۔

۱۔اس مجمع میں حاضر ہونے والے صرف چند ایسے مولوی صاحب نہ ہوں جو مدعی کا حکم رکھتے ہیں، کیونکہ وہ مجھ سے بجز اس صورت کے ہرگز راضی نہیں ہو سکتے کہ میں ان کے خیالات واجتہادات کا اتباع کروں ۔اور میری طرف سے بار بار ان کو یہی جواب ہے کہ ان ہدی اللہ ھو الہدی۔ اگر یہ مجمع کسی قدر عام مجمع ہوگا اور ہر ایک مذاق اور طبیعت کے آدمی اس میں ہوں گے، تو شائد کوئی دل حق کی طرف توجہ کرے اور مجھے اس کا ثواب ملے ۔سو میں چاہتا ہوں کہ یہ مجلس صرف چند مولوی صاحبوں میں محدود نہ ہو۔

۲۔دوسری شرط یہ ہے کہ یہ بحث جو محض اظہاراً للحق ہوگی،تحریری ہوگی۔ کیونکہ بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ صرف زبانی باتیں کرنا آخر منجر بفتنہ ہوتی ہیں۔اور بجز چند حاضرین کے دوسروں کو ان کی نسبت رائے لگانے کا موقعہ نہیں دیا جاتا، اور کیسی ہی عمدہ اور محققانہ باتیں ہوں، جلدی بھول جاتی ہیں۔ اور جن لوگوں کو غلو یا دروغ بیانی کی عادت ہے، خواہ وہ کسی گروہ کے ہیں، ان کو جھوٹ بولنے کی بہت سی گنجائش نکل آتی ہے۔کوئی شخص محنت اٹھا کر، اور ہر ایک قسم کے اخراجات سفر کا متحمل ہو کر، اور بہت سی مغز خواری کرنے کے بعد کب روا رکھ سکتا ہے، کہ غیر منتظم طریق کی وجہ سے تمام محنت اس کی ضائع جائے اور طالب حق کو اس کی تقریر سے فائدہ نہ پہونچ سکے۔ سو تحریری بحث کا ہونا ایک شرط ہے۔

۳۔اس مجمع بحث میں وہ الہامی گروہ بھی ضرور شامل ہونا چاہیے، جنہوں نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس عاجز کو جہنمی ٹھہرایا ہے، اور ایسا کافر جو ہدایت پذیر نہیں ہوسکتا، اور مباہلہ کی درخواست کی ہے۔ الہام کی رو سے کافر اور ملحد ٹھہرانے والے تو میاں مولوی عبدالرحمٰن لکھوکی والے ہیں (یہ مولوی صاحب پنجاب کے مشہور مقتداء مولوی محمد بن بارک اللہ صاحب تفسیر محمدی کے بڑے صاحبزادے ہیں۔اور حضرت مولانا وشیخنا مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم کے خلیفہ، ہمارے اعتقاد میں یہ بڑے باخدا، ذاکر اور صاحب خشیت ہیں۔ اکثر بات سوچ کر منہ سے نکالتے ہیں، مگر مزاج میں قدرتی تیزی ہے۔اوائل عمر میں

معقولات کے پڑھنے کا اثر ہے، اوراپنے مخالفین اعتقاد پر تشدد کی عادت ہے۔محمد حسین) اور جہنمی ٹھہرانے والے میاں عبدالحق غزنوی ہیں، جن کے الہامات کے مصدق و پیرو مولوی عبدالجبار ہیں (مولوی عبدالجبار صاحب، حضرت مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم کے صاحب زادہ ہیں اوران کے جانشین ہیں ۔اور میاں عبدالحق صاحب اس خاندان کے تلامذہ اوراصحاب سے ہیں ۔ یہ لوگ الہامی کہلاتے ہیں ۔محمد حسین) سوان تینوں کا جلسہ بحث میں حاضر ہونا ضروری ہے تا کہ مباہلہ کا بھی ساتھ ہی قضیہ طے ہو جائے ،اور اگر مولوی صاحب باہم مسلمانوں کے مباہلہ کوصورت پیش آمدہ میں ناجائز قرار نہ دیں تو مباہلہ بھی اسی مجلس میں ہو جائے کیونکہ یہ عاجز اکثر بیمار رہتا ہے۔ بار بار سفر کی طاقت نہیں ۔

۴ ۔ یہ کہ تحریری بحث کے لئے تمام مخالف الرائے مولوی صاحبوں کی طرف سے آپ منتخب ہوں ۔ کیونکہ یہ عاجز نہیں چاہتا کہ خواہ مخواہ لعن طعن اور تو تو میں میں متفرق لوگوں کا سنے ۔ایک مہذب اور شائستہ آدمی تحریری طور پر سوالات پیش کرے، کہ اس عاجز کے اس دعوی میں، جس کی الہام الٰہی پر بنا ہے، کیا خرابیاں ہیں ۔اور کیا وجہ ہے کہ اس کو قبول نہ کیا جاوے ۔سو اس عاجز کی دانست میں اس کام کے لئے آپ سے بہتر اور کوئی نہیں ۔

۵ ۔ یہ آپ کا اختیار ہے کہ جس تاریخ میں آپ گنجائش سمجھیں مجھے اور اخویم مولوی نورالدین صاحب کواطلاع دیں ۔ چونکہ یہ عاجز بیمار ہے اورمرض .....سے لاچار اورضعیف بہت ہے، اس لئے اخویم مولوی نورالدین صاحب کا شامل آنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ اس عاجز کی طبیعت زیادہ علیل ہو جائے، جیسا کہ اکثر دورہ مرض کا ہوتا رہتا ہے، اور زیادہ بات کرنے سے سخت دورہ مرض کا ہوتا ہے، اس صورت میں مولوی صاحب موصوف حسب منشاء اس عاجز کے مناسب وقت کاروائی کر سکتے ہیں ۔

٦ ۔ اگر آپ ہندوستان کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں، تو لدھیانہ راہ میں ہے ۔کیا بہتر نہیں کہ لدھیانہ میں ہی یہ مجلس قرار پائے ۔ یہ عاجز بیمار ہے ۔حاضری سے عذر کچھ نہیں، مگر ایسی صورت میں مجھے بیماری کی حالت میں شدائد سفر اٹھانے سے امن رہے گا۔ ورنہ جس جگہ غزنوی صاحبان اور مولوی عبدالرحمٰن (اس عاجز کوملحداور کافر قرار دینے والے) یہ جلسہ منعقد ہونا مناسب سمجھیں تو اسی جگہ یہ عاجز حاضر ہوسکتا ہے۔

مکرر یہ کہ ۲۳ مارچ ۱۸۹۱ء تاریخ جلسہ مقرر ہوگئی ہے اور یہ قرار پایا ہے کہ بمقام امرتسر یہ جلسہ ہو۔ اشتہارات عام طور پر اپنے واقف کاروں میں یہ عاجز شائع کر دے گا۔ ایسا ہی آپ کو بھی اختیار ہے۔ آپ بواپسی ڈاک جواب سے مطلع فرماویں کہ جواب کا انتظار ہے۔

خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج مکان شاہزادہ غلام حیدر ۸۔ مارچ ۱۸۹۱ء

(شائد آپ، مرزا، کے ذہن میں تاریخ مقرر ہوگئی ہے۔ کیونکہ نہ آپ کے فریق مقابل نے اس تاریخ کو تسلیم کیا ہے، نہ جلسہ کے ذمہ داروں نے۔ ان میں سے ایک، فتح علی شاہ تو حج کو چلے گئے، دوسرے، حافظ محمد یوسف نے آپ کو صاف جواب دے دیا اور یہ لکھا تھا کہ اس باب میں آپ محمد حسین سے جب چاہیں گفتگو کر لیں۔ ۸ تاریخ مارچ کی حاضری میسر نہیں ہوئی تو اب اور تاریخ میں جلسہ کرا دینے کے ہم ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ پھر معلوم نہیں کہ اس تقرری تاریخ سے آپ کی کیا مراد ہے؟ محمد حسین)

☆ اس خط کا جواب حضرت بٹالوی نے یوں دیا۔

۹۔ مارچ ۱۸۹۱ء مکرمی جناب مرزا صاحب

آپ کو معلوم ہے کہ تجویز مجمع علماء کی تحریک میری طرف سے نہیں ہوئی۔ لہذا میں ان شرائط کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا، جو میری ذات خاص سے متعلق نہ ہوں۔ مجمع کے متعلق جو شرائط آپ تسلیم کرانا چاہتے ہیں ان لوگوں سے کرائیں جو آپ کے مدعی ہیں یا محرک سلسلہ مجمع ہیں۔ میں نہ مدعی ہوں نہ محرک۔ میں تو صرف دوستانہ اور برادرانہ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ جس کے لئے نہ کسی مجمع کی حاجت ہے نہ کسی شرط کی ضرورت۔ میں نے پہلے بھی لکھا تھا اور اب پھر لکھتا ہوں کہ آپ ایک شب کے لئے میرا آنا کافی سمجھتے ہیں تو میں آپ کے پاس آتا ہوں۔ اور اگر زیادہ وقت چاہتے ہیں تو آپ تشریف لاویں۔ میں دعوی کے ساتھ تو نہیں کہتا مگر امید پر عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اس خاکسار ناچیز کو اپنے دعاوی تسلیم کرا دیں گے، اوران کو نصوص حدیثیہ سے مطابق کر کے دکھا دیں گے تو میں مولوی عبدالجبار صاحب ومولوی عبدالرحمٰن صاحب کو، گو آپ کے تابع اور موافق نہ کر سکوں مگر، خاموش اور غیر معارض وغیر معترض تو ضرور کر دونگا انشاء اللہ تعالی۔ اور اگر آپ دونوں شق قبول نہ کریں تو تحریری گفتگو مسائل پر شروع کر دیں۔ پس اگر آپ کے دلائل یہی ہیں جو توضیح المرام اور فتح اسلام میں ہیں، تو مجھے اجازت دیں کہ

میں ان پر شرعی بحث وکلام کروں ۔اور اگر اور بھی دلائل ہیں جو ازالۃ الاوہام میں مکنون ہیں، تو آپ ازالہ اوہام کو جلد میرے پاس بھیج دیں ۔ یا بصورت توقف طبع رسالہ اس کے دلائل کا خلاصہ خطوط کے ذریعہ سے ظاہر کریں ۔ انشاء اللہ یہ تحریری گفتگو اس انداز سے چلتی رہے گی جس انداز سے اب تک میری اور آپ کی مراسلت ہو رہی ہے ۔

آپ کا ناصح مشفق ابو سعید محمد حسین

☆ اس کا جواب مرزا صاحب نے یہ دیا ۔

مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب ۔عنائت نامہ پہنچا ۔اس عاجز کے لئے بڑی مشکل کی بات یہ ہے کہ طبیعت اکثر دفعہ ناگہانی طور پر ایسی علیل ہو جاتی ہے کہ موت سامنے نظر آتی ہے

(آپ کی یہ حالت جو کئی سال پہلے سے ہے، آپ کے دعوی مثیل مسیح ہونے کو توڑ رہی ہے ۔ مثل اور مثیل ہونے کے لئے بہمہ وجوہ پوری مشابہت کا ہونا شرط ہے ۔اور آپ خود اس مشابہت تامہ کے براہین کے صفحہ ۴۹۱ میں مدعی ہیں ۔ چنانچہ آپکے اور ہمارے خطوط آئندہ میں یہی لفظ مشابہت تامہ براہین سے نقل کیا گیا ہے ، اور حضرت مسیح کا یہ حال تھا کہ وہ باذن اللہ مردوں کو زندہ کرتے ، اندھے مادر زاد اور کوڑھی کو اچھا کرتے ۔آپ کیسے مثیل مسیح ہیں کہ اپنے آپ کو اچھا نہیں کر سکتے ؟ آپ کے مرید اسی مشابہت تامہ کی نظر سے آپ کی شان میں اشعار ذیل لکھ چکے ہیں

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ تم مسیحا بنو خدا کے لئے

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

مگر اپنا حال دیکھ کر آپ کو اور آپ کے مریضوں کو اب یہ شعر پڑھنا مناسب معلوم ہوتا ہے

جو طبیب اپنا تھا وہ خود مرض سے ناچار ہے مژدہ باد اے مرگ، عیسی آپ ہی بیمار ہے

میرے عزیز دوست ثبت العرش ثم انقش ۔ پہلے آپ اپنے لئے مسیح بنیں اور خود صحت حاصل کریں پھر اور بیماروں کے لئے مسیح ہونے کا دعوی کریں ۔

اور اگر آپ اس کے جواب میں کہیں کہ میں صرف روحانی مسیح ہوں ، روحانی امراض کا علاج کرنے آیا ہوں، لہذا میرا خود بیمار رہنا اس دعوی مسیحائی کے منافی نہیں ۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں آپ مشابہ مسیح کہلاتے ، مثیل مسیح ہونے کا دعوی نہ کرتے ۔ مثیل بھی کیسے؟ آسمانی نشان دکھانے کے مدعی ۔آپ یہی نشان آسمانی کیوں نہیں دکھاتے کہ خود بیمار نہ ہوں ، اور صحت وتوانائی حاصل کر کے

اس کام کو پورا کریں جو آپ کے ذمہ مسلمانوں کا ایک دین (قرض) لازم ہے ۔ وہ کام براہین احمدیہ کا اتمام ہے جس کے عوض میں آپ مسلمانوں سے ہزار ہا روپیہ وصول کر چکے ہیں ۔

یہ نشان دکھانا آپ کے اختیار میں نہیں ہے تو آپ آسمانی نشان دکھلانے کے دعوی سے دست بردار ہو جائیں ۔ اور مثیل مسیح ہونے کے دعوی کی غلطی کا اشتہار دیں ۔ حضرت مسیح ابن مریم سے کسی خاص امر میں مشابہت ہے تو صرف شبیہہ یا مشابہ مسیح کہلائیں ۔ اور قرآن اور محاورات عرب کی طرف رجوع فرما کر یہ امر اپنے خیال میں لاویں کہ مماثلت کیلئے تامہ مشابہت کا ہونا شرط ہے ۔ محمد حسین)

اور کچھ کچھ علالت تو دن رات شامل حال ہے ۔ اگر زیادہ گفتگو کروں تو دورہ مرض شروع ہو جاتا ہے ۔ اگر زیادہ فکر کروں تو وہی دورہ شامل حال ہے ۔

(اس صورت میں جلسہ عام میں گفتگو کرنے کا کیوں دعوی کرتے ہیں ۔ وہاں حکیم نوردین کی امداد کا بھروسہ ہے، تو جلسہ خاص کے لئے کیوں ان کو نہیں بلا لیتے ۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ فریق مقابل سے آپ خاص کر اسی خاکسار کو گفتگو کیلئے منتخب کرنا چاہتے ہیں، جس کو فریق ثانی بھی، امید ہے کہ پسند کریں گے، پھر آپ کی طرف سے بوقت دورہ مرض حکیم صاحب پیش ہوں اور جو گفتگو ہو وہ تحریری ہو ۔ جو آخر چھپ کر عام میں مشتہر ہو ۔ تو اس صورت میں یہ جلسہ خاص، جلسہ عام کے حکم میں ہو جائے جو فائدہ آپ جلسہ عام سے مدنظر رکھتے ہیں، اس جلسہ خاص سے حاصل ہو ۔ بہتر ہے کہ آپ اس جلسہ کا موقعہ دیں، مگر اس میں جلدی کریں تو میں اس جلسہ کیلئے اپنا سفر ملتوی کر سکتا ہوں، محمد حسین)،

چونکہ آپ کا آخری خط آیا، معلوم ہوتا تھا کہ گویا بشمولیت مولوی عبدالجبار صاحب لکھا گیا ہے، اس لئے جواب اس طرز سے لکھا گیا تھا ۔ یہ عاجز غلبہ مرض سے بالکل نکما ہو رہا ہے ۔ یہ طاقت کہاں ہے کہ مباحث تقریری یا تحریری شروع کروں

(اس چال کو دیکھیں کہ کہیں مباحثہ سے انکار ہے، کہیں تحدی واقرار ہے ۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ خلوت اور دوستانہ گفتگو کی طرف بلایا جاتا ہے تو ضعف و بیماری کے عذر سے انکار کیا جاتا ہے ۔ اور مجلس عام میں مباحثہ کرنے کو مستعدی ظاہر کی جاتی ہے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مستعدی صرف اس وجہ سے ہے کہ انعقاد مجلس عام کی ان کو امید نہیں، لہذا بےفکری سے دعوی کیا جاتا ہے ۔ محمد حسین)،

محض خدا کے فضل سے یہ تینوں رسالے لکھے گئے اور وہ بھی اس طرح کہ اکثر دوسرا شخص اس عاجز کی تقریر کو لکھتا گیا، اور نہایت کم اتفاق ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا ہو ۔ اتنی فرصت نہیں ہوتی جو عبارت کو عمدگی سے درست کر دیا جائے ۔ آپ کے

معلومات حدیث میں بہت وسیع ہیں ۔ یہ عاجز ایک امی اور جاہل آدمی ہے ،نہ عبادت ہے ۔نہ ریاضت، نہ علم نہ لیاقت ۔غرض کچھ بھی چیز نہیں

(یہ الفاظ آپ کے دل میں ہوتے اور تواضعاً لکھے جاتے تو یہ آپ کی فضیلت اور کمال ثابت کرتے ۔مگران الفاظ کا لکھا جانا لوگ تب مانتے جب کہ مولوی محمد اسماعیل صاحب ساکن علی گڈھ کے حامی ڈاکٹر جمال الدین نامی کے آپ کے حق میں اس قدر کہنے پر کہ،

آپ علمی لیاقت نہیں رکھتے اور اپنی عجز بیانی اور خوف امتحانی کی وجہ سے (آپ نے) علی گڈھ میں وعظ کہنے سے انکار کیا تھا،

آپ ناخوش نہ ہوتے اوران الفاظ کے سبب غیظ وغضب میں آکر بے چارہ ناکردہ گناہ مولوی محمد اسماعیل کے حق میں رسالہ فتح اسلام کے صفحہ ۳۲ میں یہ کلمات نہ لکھتے

. رہی یہ بات کہ آپ کی عالمانہ عظمت اور ہیبت سے میں ڈر گیا ہوں ۔تو اس کے جواب میں آپ یقیناً سمجھیں کہ جو لوگ تاریکی اورنفسانی ظلمتوں میں مبتلاء ہیں اگر وہ دنیا کے تمام فلسفہ اور طبعی کے جامع بھی ہوں،تب بھی میری نگاہ میں ایک مرے ہوئے کیڑے سے ان کی زیادہ وقعت نہیں ۔مگر آپ اس مرتبہ علم کے آدمی بھی نہیں،صرف پرانے خیالات کے ایک خشک ملا ہیں اور وہی کمینگی جو تاریک خیال ملاؤں میں ہوا کرتی ہے، آپ کے اندر موجود ہے اور آپ کو پتہ ہے کہ اکثر میرے پاس محقق اور جامع فنون اور معلومات وسیع رکھنے والے آتے اور اسرار و معارف سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں کہ اگر میں ان کے مقابل پر آپ کو طفل مکتب بھی کہوں تو اس قدر کلمہ سے بھی آپ کو وہ عزت دونگا جس کے آپ مستحق نہیں ۔محمد حسین)،

خدا تعالی کی طرف سے ایک امر تھا اور قطعی اور یقینی تھا ۔اس عاجز نے پہنچا دیا ۔ ماننا، نہ ماننا، اپنی اپنی رائے اور سمجھ پر موقوف ہے۔ درحقیقت میرے لئے یہ کافی تھا کہ میں صرف الہام الٰہی کو ظاہر کرتا کہ شائدلوگ اس سے نفع اٹھاویں ۔

(کافی نہیں بلکہ لازمی اور ضروری تھا کہ اگر آپ اس الہام کو الہام سمجھتے تھے تو اس کو اپنے خاص حواریوں ظاہر فرماتے، نہ یہ کہ اردو زبان میں چھاپ کر تمام جہان میں شائع کرتے ۔اہل اللہ پر جو ایسے معارف وحقائق کھلتے ہیں،جن پر ظاہر شریعت کی شہادت نہیں ہوتی،تو وہ ان کو عامہ متعبدین شریعت پر ظاہر نہیں کیا کرتے ۔ کبھی کسی سے نہ سنا ہوگا کہ حضرت خضر علیہ السلام یا کسی اور ولی نے اپنے ایسے مکاشفات کا اشتہار دیا ہو، اور ظاہر شریعت کا کچھ لحاظ نہ کیا ہو۔ اس قسم کے اشتہارات کے

سبب آپ کے دوست، جو آپ پر حسن ظنی رکھتے تھے اور آپ کو الہامی جانتے تھے، وہ بھی آپ سے ناخوش ہو گئے ہیں۔ جو کلمات وہ کہتے ہیں ہم ان کو بخوف ملال خاطر سامی نقل نہیں کر سکتے۔ محمد حسین)

لیکن میں نے اپنے رسالوں میں قال اللہ و قال الرسول کا بیان اس لئے مختصر سا کر دیا ہے

(قال اللہ، قال الرسول کا کیا بیان کیا؟ نیچریت اور باطنیت کا دروازہ کھول دیا۔ الفاظ قرآن، جبریل، لیلۃ القدر، نزول ملائکہ، قبض ارواح وغیرہ، کے وہ معنی کئے کہ اس میں نیچریوں کے بھی کان کاٹے۔ بلکہ آریہ اور برہمو سماج کے، جن کے رد و مقابلہ کے آپ بظاہر مدعی ہیں، اصول اختیار کئے۔ آپ اس قال اللہ و قال الرسول کے بیان سے خاموش رہتے تو آپ کے حق میں بہتر تھا۔ محمد حسین)

مجھے اس سے کچھ بھی انکار نہیں کہ خدا تعالی آئندہ کسی کو اس کی روحانی حالت کے لحاظ سے درحقیقت مسیح بنا کر دمشق کی شرقی طرف اس طور سے اتار دے

(اب اس قسم کا اقبال و اقرار آپ کے لئے مفید نہیں ہو سکتا۔ اور آپ کو اس حدیث صحیح مسلم کا مصداق نہیں بنا تا جس میں مسیح کے مشرق دمشق میں اترنے کا بیان ہے۔ اس حدیث میں ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے، نہ کہ کسی روحانی مسیح یا مثیل مسیح کا۔ اور جس حالت میں آپ اس خط میں اور عبدالحق غزنوی کی درخواست مباہلہ کے جواب میں، جس کو آپ پنجاب گزٹ میں مشتہر کر چکے ہیں، صاف اظہار کر چکے ہیں کہ ابن مریم فوت ہو گیا ہے، وہ اپنے خاکی وجود سے آسمان سے نہ اترے گا، تو پھر ان اقراروں سے آپ کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ محمد حسین) ....ا لراقم غلام احمد

اس خط کا جواب حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء کو لاہور سے دیا جس کے جواب میں مرزا صاحب نے خاموشی اختیار کر لی۔ اور جلال الدین شمس نے قادیانی خزائن کی جلد۴ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ۲۹ مارچ ۱۸۹۱ء کو لدھیانہ سے (مولوی محمد حسین کو لاہور) ایک خط پہنچا جو نہ تو مرزا صاحب کے قلم سے تھا، نہ ان کے دستخط اس پر ثبت تھے۔ اور اس کے ساتھ مرزا صاحب کا اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء بھی تھا۔ مولانا بٹالوی نے یہ لکھ کر اس خط کو واپس کر دیا کہ اس پر مرزا صاحب کے دستخط نہیں ہیں۔ پھر یکم اپریل ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب نے یہ لکھ کر اسی خط کو واپس بھیجا کہ

یہ اس عاجز کی منشاء کے موافق ہے۔

☆ اس کے جواب میں مولوی محمد حسین صاحب نے لکھا

. اس خط اور اشتہار (۲۶ مارچ) سے آپ نے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات کو قطع کر دیا۔ اور مخاصمانہ مباحثہ کی بنا کو قائم و مستحکم کر دیا۔ لہذا ہم بھی آپ سے دوستانہ و برادرانہ بحث بلکہ پرائیویٹ ملاقات نہیں چاہتے۔ اور مخاصمانہ مباحثہ کے لئے حاضر و مستعد ہیں . (دیباچہ۔ خزائن ج ۴ ص ۶۔۷)۔

☆ مرزا صاحب کے اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کا مضمون درج ذیل ہے۔

ناظرین پر واضح ہو کہ مسیح ابن مریم کے نزول کی حقیقت جو خدا تعالی نے اس عاجز پر کھولی ہے جس کے بارے میں کچھ تھوڑا سا رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں ذکر ہے اور رسالہ ازالہ اوہام میں مبسوط اور مفصل طور پر اس کا بیان ہے۔ ایسا ہی ملائکہ اور لیلۃ القدر اور معجزات مسیح کے بارے میں جو کچھ ان رسالوں میں لکھا گیا ہے، قبل اس کے جو علماء اسلام غور سے ان مباحث کو پڑھیں اور تدبر سے ان کے مطلب کو سوچیں، یونہی مخالفانہ خیالات خلق اللہ میں پھیلا رہے ہیں اور عوام الناس کو اپنے بے اصل وساوس سے ہلاک کرتے جاتے ہیں حالانکہ رسالہ توضیح مرام کے آخر میں نصیحتاً لکھا گیا تھا کہ جب تک تینوں رسالوں کو دیکھ نہ لیں کوئی رائے ظاہر نہ کریں۔ مگر وہ آخر تک صبر نہ کر سکے.... ان مولوی صاحبوں کے بیانات کا ان (عوام) کے دلوں پر سخت اثر پڑا ...لہذا... یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے کہ اگر ان کو اس عاجز کے دعاوی مذکورہ بالا کے قبول کرنے میں شرعی عذر ہو ...تو وہ ایک عام مجلس مقرر کر کے تحریری طور پر اس عاجز سے مقاصد مذکورہ بالا میں مباحثہ کر لیں ...اختصار اور حفظ اوقات کی غرض سے اپنے کل دلائل اول پرچہ ہی میں پیش کر دیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی صرف ایک پرچہ اس کے جواب میں ہوگا... اور تحریرات ہر دو فریق سے ہر ایک حاضر اور غائب کو خوب سوچ کے ساتھ حق کے سمجھنے اور رائے لگانے کا موقع مل جاوے گا۔ اگرچہ کتاب ازالہ اوہام چھپ رہی ہے ...مگر مولوی صاحبان اس کو نہیں دیکھیں گے ...میں بآواز بلند کہتا ہوں کہ ...وہ حق جو میرے پر کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے.. اس زمانہ کے لئے جو روحانی طور پر مسیح آنے والا تھا جس کی خبر احادیث صحیحہ میں موجود ہے وہ میں ہوں ..اور میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا یہ دعوی صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے۔ تمام

احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں۔عقل خداداد بھی اس کی مئوید ہے .....اے حضرات ...آپ لوگ جلسہ کے لئے مقام و تاریخ مقرر کر کے ایک جلسہ عام میں مجھ سے بحث تحریری نہیں کریں گے تو آپ خدا تعالی کے نزدیک اور نیز راست بازوں کی نظر میں بھی مخالف حق ٹھہریں گے اور مناسب ہے کہ جب تک میرے ساتھ بالمواجہ تحریری بحث نہ کرلیں اس وقت تک عوام الناس کو بہکانے اور مخالفانہ رائے ظاہر کرنے سے اپنا منہ بند رکھیں ...اور واضح رہے کہ اس اشتہار کے عام طور پر وہ تمام مولوی صاحبان مخاطب ہیں جو مخالفانہ رائے ظاہر کر رہے ہیں اور خاص طور پر ان سب کے سرگروہ یعنی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی۔مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے۔مولوی شیخ عبیداللہ بتی۔مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر قصوری۔

۲۶ مارچ۔ المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی (مجموعہ اشتہارات ج ا۔ص ۲۰۲۔۲۰۴)

☆ دوست محمد قادیانی نے تاریخ احمدیت میں لکھا ہے

.جن لوگوں نے مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت پر مخالفت کا طوفان اٹھایا ان میں سرفہرست مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی تھے۔..مولوی محمد حسین نے فتح اسلام کے ابتدائی صفحات پڑھتے ہی ایک طرف تو حضور (مرزا) کو وہ خط لکھا جس کا ذکر تاریخ احمدیت حصہ دوم صفحہ ۱۹۱ پر آیا ہے دوسری طرف حضرت مولوی (نورالدین) صاحب سے طویل خط و کتابت شروع کر دی۔اور آپ کو مباحثہ کے لئے لکھا۔جس کے جواب میں آپ (مولوی نورالدین) نے ۳ مارچ ۱۸۹۱ء کو لکھا کہ

☆ جناب والا کو خاکسار بہت مدت سے مرزا جی کے خلاف پر مستعد یقین کرتا ہے... جناب سورج کے سامنے نجوم کے شعاع کو کون دیکھتا ہے ابھی مرزا زندہ ہے۔میں آپ کے دعاوی اور علم سے ناواقف نہیں اور یہ امر اب پبلک کے سامنے آ گیا ہے۔ اب پرائیویٹ خط و کتابت بند کیجئے۔میں لوگوں سے مباحثہ کروں مجھے اختیار ہے مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عقائد کی اصلاح کروں۔اس سے زیادہ میں نہیں لکھتا کہ میں آپ سے مایوس ہوں۔ بحوالہ اشاعۃ السنۃ ج ۱۳ نمبرا ص ۱۴۔۱۵، حیات احمد ج ۳ ص ۶۷۔(تاریخ احمدیت، ج ۴ ص ۱۲۹۔۱۳۰)

☆ اس مراسلہ کے بعد حضرت مولوی (نورالدین) صاحب کو مہاراجہ جموں کے ہمراہ لاہور تشریف لانا پڑا۔ مہاراجہ صاحب ابھی لاہور میں مقیم تھے کہ آپ حضرت مرزا صاحب کی زیارت کے لئے لدھیانہ پہنچے اور ۱۳ اپریل ۱۸۹۱ء کو لدھیانہ سے دوبارہ لاہور آ کر کوچہ کوٹھی داراں میں منشی امیرالدین صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے۔ دراصل لاہور کے مخلصین جماعت کی خواہش تھی کہ حضرت مولوی نورالدین سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھو کے، کی گفتگو کرائیں گے اور آپ اسی لئے لاہور آئے تھے۔ مگر معلوم ہوا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب تو کہیں چلے گئے ہیں اور طے پایا کہ مسئلہ حیات و وفاۃ مسیح پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے بالمشافہ تبادلہ خیالات کیا جائے چنانچہ منشی امیرالدین صاحب کے مکان پر ہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بلوایا گیا شیخ یعقوب علی صاحب جو اس موقعہ پر شامل بحث تھے بیان کرتے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب بڑے طمطراق سے اپنے جبہ کو سنبھالتے ہوئے آئے، وہ ہمیشہ بڑا دامن دراز جبہ پہنا کرتے تھے اور پیچھے سے اٹھا کر ایک ہاتھ میں سنبھالے رکھتے تھے.. اس موقع پر مولوی محمد حسین صاحب نے آپ سے گفتگو کی وہ انہوں نے اشاعۃ السنہ ج ۱۳ ص ۱۹۔۱۳۱ میں شائع کر دی تھی (حاضرین مجلس میں محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج، سید فقیرالدین رئیس و آنریری اسسٹنٹ کمشنر لاہور، شیخ خدا بخش جج شامل تھے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن لکھوی بھی بعد ازاں اس مجلس میں پہنچ گئے تھے)۔ (تاریخ احمدیت ج ۴ ص ۱۳۰۔۱۳۱)

اور حکیم صاحب مباحثے کو ناتمام چھوڑ کر ضروری کام کا بہانہ بنا کر واپس لدھیانہ چلے گئے۔ دوست محمد قادیانی نے لکھا ہے

☆ مولوی نورالدین صاحب صبح چار بجے سے چار بجے شام تک نزیل لاہور رہ کر رات کی گاڑی سے واپس لدھیانہ تشریف لے گئے جہاں ۱۸۔ اپریل تک قیام فرمایا پھر ۱۹۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو لاہور اور لاہور سے جموں پہنچ گئے۔ ....

(تاریخ احمدیت۔ ج ۴ ص ۱۳۱)

☆ جلال الدین شمس قادیانی نے لکھا ہے کہ ۱۳۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو مولوی نورالدین صاحب، حافظ محمد یوسف کے بلانے پر لاہور پہنچے اور

۱۴۔ اپریل کی صبح کو مولوی محمد حسین صاحب کو بھی بلایا گیا۔ جب وہ تشریف

لائے تو حافظ محمد یوسف صاحب نے فرمایا کہ آپ کو اس غرض سے بلایا ہے کہ آپ مرزا صاحب کے متعلق حکیم نورالدین صاحب سے گفتگو کریں ۔ مولوی محمد حسین نے کہا کہ قبل از بحث مقصود چند اصول آپ سے تسلیم کرانا چاہتا ہوں ۔ اوران اصول سے متعلق گفتگو ہوئی ۔گفتگو کے بعد اپنے طور پر ان دوستوں نے مولوی نورالدین سے وفات و حیات مسیح ...وغیرہ امور سے متعلق باتیں سنیں ۔اور چونکہ آپ کو واپس جانا ضرور تھا۔ اس لئے آپ لاہور بلانے والوں سے اجازت لے کر واپس لدھیانہ پہنچ گئے ......

۱۵۔اپریل کو مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا صاحب کو اس مضمون کا تار دیا

☆ . تمہارے حواری مولوی نورالدین نے مباحثہ شروع کیا اور بھاگ گیا، اس کو واپس کریں ۔ ورنہ یہ متصور ہوگا کہ اس نے شکست کھائی .

اس تار کے جواب میں مرزا صاحب نے ۱۶۔اپریل کو ایک خط لکھ کو ایک خاص آدمی کے ذریعہ لاہور بھجوایا ۔اس میں لکھا

☆ . آپ کا تار ملا جس میں یہ لکھا تھا کہ تمہارے وکیل بھاگ گئے ۔ان کو لوٹاؤ یا آپ آؤ۔ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے ...اس عاجز کو تعجب ہے کہ آپ نے کیونکر گمان کرلیا کہ ..مولوی حکیم نورالدین صاحب آپ سے بھاگ کر چلے آئے ۔آپ نے کب ان کو بلایا تھا کہ تا وہ آپ سے اجازت مانگ کر آتے ۔اصل بات تو صرف اس قدر تھی کہ حافظ محمد یوسف صاحب نے مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ مولوی عبدالرحمٰن (لکھوی) صاحب اس جگہ آئے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کو دو تین روز کے لئے ٹھہرالیا ہے، تاکہ ان کے روبرو ہم بعض شبہات آپ سے دور کرالیں، اور یہ بھی لکھا کہ ہم اس مجلس میں مولوی محمد حسین صاحب کو بھی بلالیں گے۔ چنانچہ مولوی (نورالدین) صاحب، حافظ (یوسف) صاحب کے اصرار کی وجہ سے لاہور پہنچے اور منشی امیرالدین کے مکان پر اترے ۔ اوراس تقریب پر حافظ (یوسف) صاحب نے اپنی طرف سے آپ کو بھی بلالیا تھا ۔تب مولوی عبدالرحمٰن صاحب تو عین تذکرہ میں اٹھ کر چلے گئے ۔اور جن صاحبوں نے آپ کو بلایا تھا انہوں نے مولوی صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی محمد حسین کا طریق بحث پسند نہیں آیا۔ یہ سلسلہ تو دو برس تک ختم نہیں ہوگا۔آپ خود ہمارے سوال کا جواب دیجئے ۔ہم مولوی محمد حسین

صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے (یعنی بحث بھی ہوئی، جس کا سلسلہ دو برس تک ختم ہوتا نظر نہیں آتا تھا۔ پھر یہ بات کہنے کا کیا مطلب کہ ہم ان کے آنے کی ضرورت نہیں سمجھتے، بہاء)، اور نہ انہوں نے آپ کو بلایا ہے۔ تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا مولوی صاحب موصوف نے بخوبی ان کی تسلی کردی۔ یہاں تک کہ تقریر ختم ہونے کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب نے با نشراح صدر بآواز بلند کہا کہ اے حاضرین میری تو من کل الوجوہ تسلی ہوگئی۔ اب میرے دل میں نہ کوئی شبہ اور نہ کوئی اعتراض باقی ہے۔ پھر اس کے بعد یہی تقریر منشی عبدالحق صاحب اور منشی الٰہی بخش اور منشی امیرالدین صاحب اور میرزا امان اللہ صاحب نے کی اور بہت خوش ہوکر ان سب نے مولوی (نورالدین) صاحب کا شکریہ ادا کیا اور تہہ دل سے قائل ہو گئے کہ اب کوئی شک باقی نہیں اور مولوی صاحب کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ ہم نے محض اپنی تسلی کرانے کے لئے آپ کو تکلیف دی تھی، سو ہماری بکلی تسلی ہوگئی آپ بلا جرح تشریف لے جائیں (اگر تسلی ہوگئی تھی تو ان میں سے منشی عبدالحق، منشی الٰہی بخش اور حافظ محمد یوسف بعد میں مسلمان کیوں ہو گئے تھے؟ اور محمد یوسف اور الٰہی بخش نے تو مرزا صاحب کے رد میں کتابیں بھی لکھیں۔ بہاء) سو انہوں نے ہی بلایا اور انہوں نے ہی رخصت کیا۔ آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا (صبح سے شام تک بحث کس کے ساتھ ہوئی؟ اور کس کے ساتھ بحث کو نامکمل چھوڑا گیا؟ بہا).. جب کہ ان سب لوگوں نے کہہ دیا کہ اب ہم مولوی محمد حسین صاحب کو بلانا نہیں چاہتے، ہماری تسلی ہوگئی... ،تو پھر مولوی (نورالدین) صاحب آپ سے اجازت کیوں مانگتے.....اور اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیے جیسا کہ آپ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں تو یہ عاجز بسر وچشم حاضر ہے۔ مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے۔ صرف تحریری بحث چاہیے۔ اور وہ یوں ہو کہ سادہ طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو بآواز بلند سنا دیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دیدیں، پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سناؤں۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہوئے

(مرزا صاحب نے اپنا دعوی اور اس کے تشریحی دلائل تین رسالوں میں پیش کئے تھے اور اس پر تنقید کے لئے وہ چار ورق تجویز کرتے ہیں۔ کیا خوب ہے؟ اور مرزا صاحب کو مباحثے میں چار

ورق لکھنے کی اجازت بھی کیوں ہو۔ کیونکہ ان کا دعوی تو سب کے سامنے تھا اور اس کے دلائل بھی سامنے تھے؟ کیا وہ کوئی نئے دلائل لکھنا چاہتے تھے جو پہلے سے شائع شدہ رسائل میں موجود نہ تھے؟ ایسا تھا تو پھر ان کا جواب بھی سننا چاہیے۔ اگر وہ بحث کا آغاز کرنے والہ محمد حسین کو مانتے ہیں تو اصول مناظرہ کی رو سے آخری پرچہ بھی محمد حسین کا ہونا چاہیے نہ کہ مرزا صاحب کا۔ بہاء)

اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارہ میں بات نہ کرے جو کچھ ہو تحریری ہو اور پرچے صرف دو ہوں۔ اول آپ کی طرف سے ایک چوورقہ جس میں آپ میرے مشہور کردہ دعوی کا قرآن کریم اور حدیث شریف کی رو سے رد لکھیں۔ اور پھر دوسرا پرچہ چوورقہ اسی تقطیع کا میری طرف سے ہو جس میں، میں ...رد الرد لکھوں اور انہی دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے۔ اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور آ سکتا ہوں اور انشاء اللہ تعالی امن قائم رکھنے کے لئے انتظام کرا دونگا۔ یہی آپ کے رسالہ کا بھی جواب ہے۔ اب اگر آپ نہ مانیں تو پھر آپ کی طرف سے گریز متصور ہوگی۔ والسلام۔ مرزا غلام احمد از لدھیانہ اقبال گنج۔ ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء۔

(مرزا صاحب کو محسوس ہو گیا کہ چار ورق کی بات انہوں نے غلط لکھی ہے۔ اس لئے اسی خط کے آخر پر لکھتے ہیں)

☆ مکرر یہ کہ جس قدر ورق لکھنے کے لئے آپ پسند کرلیں اسی قدر اوراق پر لکھنے کی مجھے اجازت دی جاوے۔ لیکن یہ پہلے سے جلسہ میں تصفیہ پا جانا چاہیے کہ آپ اس قدر اوراق لکھنے کافی سمجھتے ہیں۔ اور آنمکرم اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچہ صرف دو ہوں گے۔ اول آپ کی طرف سے میرے ان دونوں بیانات کا رد ہوگا جو میں نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں، اور نیز یہ کہ حضرت ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔ پھر اس رد کے رد الرد کے لئے میری طرف سے تحریر ہوگی۔ غرض پہلے آپ کا یہ حق ہوگا کہ جو کچھ ان دعوی کے ابطال کے لئے آپ کے پاس ذخیرہ نصوص قرآنیہ و حدیث موجود ہے وہ آپ پیش کریں۔ پھر یہ عاجز اس کا جواب دے گا۔ اور بغیر اس طریق کے اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر میری طرف سے یہ اخیر تحریر تصور فرماویں اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روا نہ رکھیں اور بحالت انکار ہرگز ہرگز کوئی تحریر یا خط میری طرف نہ لکھیں اور اگر پوری پوری و کامل طور پر بلاکم وبیش

میری ہی رائے منظور ہو تو صرف اسی حالت میں جواب تحریر فرماویں ورنہ نہیں ۔ فقط ۔

☆ آج ۱۶ ۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو آپ کی خدمت میں خط بھیجا گیا ہے اور ۲۰ ۔ اپریل ۱۸۹۱ء تک آپ کے جواب کی انتظاری رہے گی ۔ اگر ۲۰ ۔ اپریل تک آپ کا خط نہ پہنچا تو یہ خط آپ کے رسالہ کے جواب میں کسی اخبار وغیرہ میں شائع کر دیا جائے گا ۔ فقط ۔

☆ آج بھوپال سے آپ کا ایک کارڈ مرقومہ ۹ ۔ اپریل ۱۸۹۱ء مرسلہ اخویم مولوی محمد احسن صاحب پڑھ کر آپ کے اخلاق کریمہ اور مہذبانہ تحریر کا نمونہ معلوم ہو گیا ۔ آپ اپنے کارڈ میں فرماتے ہیں کہ میں نے میرزا غلام احمد کے اس دعوی جدید کی اپنے ریویو میں تصدیق نہیں دی ۔ بلکہ اس کی تکذیب خود براہین میں موجود ہے ۔ آپ بلارویت مرزا پر ایمان لے آئے تسمع با لصدق خیر من ان تراہ ۔ اشاعۃ السنۃ میں اب ثابت ہے کہ یہ شخص ملہم نہیں ۔ فقط ۔

☆ حضرت مولوی صاحب من آنم کہ من دانم ۔ آپ جہاں تک کہ ممکن ہے ایسے الفاظ استعمال کیجئے ۔ میں کیا ہوں اور میری شان کیا ۔ بے شک آپ جو چاہیں کہیں اور اس وعدہ تہذیب کی پرواہ نہ رکھیں جس کو آپ چھاپ چکے ہیں ۔ ربی سمیع و یری و السلام علی من اتبع الھدی ۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۰۴ ۔ ۲۰۷ ۔ ، دیباچہ، قادیانی خزائن ج ۴ ۔ ص ۷ ۔ ۹ جلال الدین شمس ۔ یہ خط ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۵ ۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں شائع ہوا تھا)

☆ مرزا غلام احمد کے مکتوبات کی جلد ۴ کا مرتب ، صفحہ ۹ کے حاشیہ میں لکھتا ہے کہ

مرزا صاحب نے ۱۳ مارچ والے خط کی وصولی کے بعد مولوی محمد حسین صاحب سے خط و کتابت کو گونہ بند کر دیا تھا ۔ اس لئے کہ مولوی صاحب اصل مطلب کی طرف نہ آتے تھے ۔ تاہم آپ (مرزا) نے اتمام حجت کے لئے اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں علمائے لدھیانہ کو مخاطب کیا ۔ اور اس میں مولوی محمد حسن (رئیس لدھیانہ) کو آڑ بنا کر (مولوی محمد حسین نے) پھر (مرزا صاحب سے) خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا ۔ ہر چند وہ خطوط مولوی محمد حسن صاحب (رئیس لدھیانہ) کے ہاتھ کے تھے لیکن دراصل ان کی تہہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کا ہاتھ اور قلم تھا ۔

مکتوبات احمدیہ کی جلد چہارم میں اس کے بعد مرزا صاحب کے وہ خطوط درج

ہیں جو بظاہر محمد حسن لدھیانوی کو، لیکن درحقیقت مولانا بٹالوی کو لکھے گئے تھے۔ ان میں سے ایک خط میں، جو صفحہ ۲۲ پر منقول ہے، مرزا صاحب لکھتے ہیں

☆ .اب فتنہ مخالفت ہر جگہ بڑھتا جا رہا ہے اور مولوی محمد حسین جس جگہ پہنچتے ہیں، یہی وعظ شروع کی ہے کہ یہ شخص (مرزا) ملحد، دین سے خارج اور کذاب اور دجال ہے .

اور صفحہ ۴۰ پر منقول خط میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

☆ .اے شیخ نامہ سیاہ اس دروغ بے فروغ کے جواب میں کیا لکھوں اور کیا کہوں۔ خدا تعالی تجھ کو آپ ہی جواب دیوے کہ تو حد سے بڑھ گیا ہے۔

مرزا صاحب کا مذکورہ بالا اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء ہم اپنی کتاب کے حصہ اول میں نقل کر کے بتا چکے ہیں کہ بقول دوست محمد قادیانی اس اشتہار کے شائع ہونے پر

☆ لدھیانہ کے مولوی دبک گئے اور بحث کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے ایک مرید اور دست و بازو مولوی شاہ دین صاحب تھے۔ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کو لکھا کہ میں مرزا صاحب سے مباحثہ کروں تو کس طرح کروں اور کس مسئلہ میں کروں ؟ جواب آیا کہ مرزا صاحب سے بحث کرنا تمہارا کام نہیں۔ اول تو ٹال دینا اور بات نہ ٹلے اور مباحثہ ہو ہی جائے تو نزول (مسیح) میں بحث کر لینا (مولانا رشید احمد گنگوہی کا یہ خط مرزائیوں نے کہاں دیکھا؟ بہاء) چنانچہ مولوی شاہ دین صاحب کو جب بحث کے لئے اصرار سے کہا جانے لگا تو انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مرزا صاحب بے علم آدمی ہیں۔ میری شان سے بعید ہے کہ ایک بے علم آدمی سے بحث کروں لدھیانہ، دیوبند، سہارن پور، گنگوہ میں اس بارے میں خفیہ مشورے ہوئے کہ کیا کرنا چاہیے۔ (خفیہ تھے تو دوست محمد صاحب کو کیونکر خبر ہوئی؟ بہاء) لیکن مباحثہ کے لئے کوئی آمادہ نہ ہوا۔

(تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۲۹۔۲۳۰)

دوست محمد نے یہ بھی بتایا ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی سے مرزا صاحب کے مباحثہ کی بات بھی چلی لیکن شرائط پر سمجھوتہ نہ ہو سکا اور مباحثہ کی نوبت نہ آئی۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ مرزا صاحب کی

☆ دعوت مباحثہ پر اور تو کوئی سامنے نہ آیا۔ لیکن مولوی محمد حسین کو اپنے علم پر بہت گھمنڈ تھا اور وہ ابتداء ہی سے مرزا صاحب کو نیچا دکھانے کا فیصلہ کر کے ان سے خط و

کتابت کرنے کے علاوہ حکیم نورالدین صاحب سے بھی نوک جھونک جاری رکھے ہوئے تھے۔اسی ترنگ میں وہ شملہ سے لدھیانہ پہنچے اور آتے ہی شہر میں شور مچا دیا کہ مرزا صاحب کو چاہیے کہ وہ مجھ سے مناظرہ کریں۔ (تاریخ احمدیت۔ج ۲۔ص ۲۳۷)

ہوا یوں کہ مولانا بٹالوی نے مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ کے ذریعہ مرزا صاحب کو پیغام بھیجا کہ وہ ۹ مئی ۱۸۹۱ء کو پٹیالہ جاتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے لدھیانہ رکیں گے۔اس لئے وہ ہماری یا اپنی قیام گاہ پر ہمارے ساتھ مباحثہ کے لئے تیار رہیں۔

۹ مئی کو مولانا بٹالوی لدھیانہ آئے اور مولوی محمد حسن صاحب کو مرزا صاحب کے پاس پیغام دے کر بھیجا کہ وہ اسی روز ۱۱ بجے کی گاڑی سے پٹیالہ جا رہے ہیں۔اس لئے مرزا صاحب ان سے بحث کرنا چاہیں تو ان کے ہاں تشریف لے آئیں۔اور موضوع بحث یہ ہوگا کہ کیا وہ مسیح جس کے قدوم کی احادیث نبویہ میں بشارت دی گئی ہے، آپ ہیں؟ اور اس موضوع پر بحث سے پہلے آپ سے چند بنیادی اصول طے کرائے جائیں گے۔ آپ بھی ایسا کرنا چاہیں تو بصد شوق کریں۔ مرزا صاحب نے کہا

☆ . یہ عاجز بسرو چشم تحریری گفتگو کے لئے موجود ہے۔اصول پیش کرنے کو بھی میں مانتا ہوں ۔ چند سوالات آپ کی طرف سے اور چند سوالات میری طرف سے ہوں۔ اور امر مبحوث عنہ وفاۃ اور حیاۃ مسیح ہوگا۔کیونکہ اس عاجز کا دعوی اسی بنا پر ہے۔جب بنا ٹوٹ جاوے گی تو یہ دعوی خود بخود ٹوٹ جاوے گا۔اصل امر وہی ہے۔اس وقت ۱۲ بجے تک مجھے بباعث نج کے کاموں کے فرصت نہیں۔بہتر ہے آں مخدوم عید کے بعد یعنی شنبہ کا دن بحث کے لئے مقرر کریں۔

☆ حضرت بٹالوی نے جواب بھجوایا کہ

آپ کے اشتہار میں دونوں دعوی ہیں۔یعنی حضرت مسیح ابن مریم کی رحلت کا دعوی۔اور خود آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعوی۔ان دونوں دعاوی میں ایسا تلازم نہیں کہ ایک کے ثبوت سے دوسرا ثابت ہو جائے جیسا کہ آپ کے خط میں مرقوم ہے۔لہذا میں چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے پر بحث ہو۔پھر حضرت مسیح ابن مریم کی حیاۃ پر گفتگو ہو۔آپ اشتہار میں یہ دونوں دعوی کر چکے ہیں تو آپ دوسرے دعوی کی بحث سے کیوں جی چراتے ہیں؟ آپکو لازم ہے کہ اپنے اعلان کے بموجب دونوں دعاوی

پر بحث کرنے کو مستعد رہیں اور ہماری اس تجویز کو کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے پر بحث ہو، منظور کر لیں، کیونکہ بحکم اصول مناظرہ ہم کو اختیار ہے کہ آپ کے جس دعوی پر چاہیں، پہلے بحث کریں۔ ہاں اگر آپ اپنے دوسرے دعوی سے دستبردار ہو جائیں اور اس دست برداری کے متعلق عام اعلان کر دیں تو ہم آپ کے اسی پہلے دعوی پر بحث کرنے کو تیار ہیں.

☆ مرزا صاحب نے کہا

. آپ مسیح کا زندہ ہونا کلام الٰہی سے ثابت کر دیں تو میں اپنے دعوی سے دستبردار ہو جاؤں گا اور اپنے الہام کو کہ مسیح فوت ہو گیا ہے، شیطانی القاء سمجھ لوں گا.

حضرت بٹالوی نے تحریری جواب بھیجا کہ

آپ (مرزا) نے اپنی تمام تحریروں اور اشتہاروں میں یہ دعوے الگ الگ مستقل حیثیت سے کئے ہیں، بلکہ اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی دوسرے سے مقدم رکھا ہے۔ لیکن اب اس دعوی کو پہلے دعوی کی فرع اور اس کے تابع قرار دیتے ہیں۔ پس آپ صاف الفاظ میں کہہ دیں کہ ہم نے س دعوی کو مستقل ٹھہرانے میں غلطی کی ہے۔ اس اقرار و اعتراف کے بعد آپ کا فرض ہوگا کہ آپ وفاۃ مسیح کو ثابت کریں۔ ہم آپ کے اس دعوی کو توڑیں گے۔

مرزا صاحب نے اس تحریر کا جواب نہیں دیا اور ۲۶ مئی تک ان پر خاموشی طاری رہی۔ ۲۷ مئی کو مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ کو ان کی ایک تحریر موصول ہوئی جس کے مطابق انہوں نے اپنے دعوی مسیحائی پر مباحثہ کرنا منظور کر لیا اور فرمایا کہ شرائط کا تصفیہ مباحثہ سے ایک روز قبل ہوگا۔ مولا بٹالوی کو معلوم ہوا تو انہوں نے مولوی محمد حسن صاحب کو ہدایت کی مرزا صاحب کی ہر شرط منظور کر لیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شرائط کی آڑ لے کر مباحثہ سے مکر جائیں۔ یوں ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء کو لدھیانہ میں تاریخ تحفظ ختم نبوت کے موسی و فرعون آمنے سامنے ہوئے۔ اور وہ مباحثہ منعقد ہوا جو مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء کے عنوان سے تاریخ تحریک ختم نبوت میں ایک اہم سنگ میل ہے۔

=☆=

مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء

مابین

حضرت بٹالوی و مرزا قادیانی

طویل خط و کتابت کے بعد حضرت بٹالوی اور مرزا قادیانی کے مابین جولائی ۱۸۹۱ء میں لدھیانہ میں تحریری مباحثہ ہوا جو بارہ روز تک جاری رہا۔ اس مباحثہ کی تفصیلات مولانا بٹالوی کے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ ص ۲۱۴ تا ۳۲۶ ، اور جلد ۱۴ ص ۱۱۳ تا ۳۵۲ سے نقل کی جارہی ہیں اور ضرورت کے مطابق قادیانی مطبوعہ مباحثہ الحق لدھیانہ سے بھی مدد لی گئی ہے ۔ یہ روئداد مولانا بٹالوی نے متکلم کے صیغے میں بیان کی تھی ، ہم نے متکلم کو غائب میں تبدیل کر کے اسے نقل کرنے کی کوشش کی ہے ۔

☆ اس مباحثے میں ایک شرط یہ تھی کہ مباحث ، فریق ثانی یا محتسب فریق ثانی کے سامنے پرچے لکھیں ۔ غائبانہ اور علیحدگی میں نہ لکھیں ۔

اس شرط پر حضرت بٹالوی کی طرف سے پورا عمل ہوا ۔ انہوں نے سب پرچے مرزا صاحب کے سامنے بیٹھ کر لکھے ، اور جس وقت مرزا صاحب موجود نہ ہوئے ، ان کے وکیل کے سامنے ایک جلسہ میں لکھ کر اس کے ہر ایک صفحہ پر اس کے دستخط کرائے گئے ۔ مرزا صاحب نے اس شرط کو یوں توڑا کہ اپنے حرم سرا میں بیٹھ کر آخری پرچہ لکھا ۔ جب اس پر حضرت بٹالوی نے اعتراض کیا تو آپ نے اپنے خط مورخہ یکم اگست ۱۸۹۱ء میں یہ عذر بدتر از گناہ کیا کہ آپ کے آدمی کو (جو تحریر وصول کرنے کے لئے ہماری رہائش گاہ پر آیا تھا) کہا گیا تھا کہ جس طرح تمہاری مرضی ہو ، لکھا جاوے ، اس نے منظور کیا کہ میں باہر بیٹھتا ہوں آپ گھر

میں بیٹھ کر لکھیں۔ حضرت بٹالوی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ خیال نہ کیا کہ جو معاہدہ ہم سے ہوا تھا، ہمارے قاصد کو اسے فسخ کرنے کا اختیار ہی نہ تھا۔

☆ اس مباحثہ کی شرائط میں یہ بھی شامل تھا کہ جب تک امور پیش شدہ کا تصفیہ نہ ہو، تحریرات فریقین جاری رہیں، اور فریقین اپنی اپنی تحریر کی نقل فریق مقابل کو دیں۔

مرزا صاحب نے اس شرط کا بھی خلاف کیا اور اپنی آخری تحریر کی نقل دینے سے انکار کیا اور مباحثہ کو بلا فیصلہ، ناتمام موقوف کیا۔

حضرت بٹالوی بتاتے ہیں کہ پہلے تو مرزا صاحب نے سب کے سامنے یہ وعدہ کیا کہ ہم نقل آپ کے پاس بھیج دیں گے اور جب دوسرے دن بذریعہ رقعہ نقل کا مطالبہ ہوا تو آپ نے اس عذر سے نقل دینے سے انکار کیا کہ تم نے شروط مقررہ کا جلسہ میں خلاف کیا تھا، اس لئے تمہارا اب یہ حق نہیں رہا کہ تم کو نقل دی جاوے، اور مرزا صاحب نے بحکم

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

یہ نہ سوچا کہ اگر بقول ان کے میں نے شروط کو توڑا تھا تو وہ پہلے دن سے توڑا یا خاص آخری جلسہ میں وعدہ نقل دینے سے پہلے توڑا تھا، اور وعدہ اس کے بعد ہوا۔ پھر وہ وعدہ اس جرم متقدم سے کیونکر واجب الایفاء نہ رہا؟

نیز ازالہ اوہام کے صفحہ ۸۶۳ میں مرزا صاحب نے اس نقل نہ دینے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ جس حالت میں یہ عاجز بحث تمہیدی ختم کر چکا تھا تو پھر مولوی (محمد حسین) صاحب کو جواب تحریر کرنے کا کیوں موقع دیا جاتا؟ اگر وہ جواب تحریر کرتے تو پھر میری طرف سے بھی جواب الجواب چاہیے تھا۔ اس صورت سے یہ سلسلہ کب اور کیونکر ختم ہوتا؟

اس وجہ کے بیان کے وقت مرزا صاحب نے یہ بھی نہ سوچا کہ جب تک فریق مخالف اختتام منظور نہ کرتا، تمہیدی بحث کیسے ختم ہوسکتی تھی؟

حضرت بٹالوی یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس نقل نہ دینے سے جو مرزا صاحب سے خلاف ورزی شرط مقررہ ہوئی، یہ ان کے خاص مریدوں پر بہت شاق گذری اور انہوں نے آپ کی مذمت بھی کی۔ اور سچ پوچھو تو میر عباس علی لدھیانوی (جو قادیانیت میں حکیم نورالدین کے بعد اعلیٰ ترین مقام ومرتبے کے حامل تھے) کا آپ سے الگ ہونا، اسی دن سے اور اسی خلاف ورزی کے سبب سے شروع ہوا تھا۔ اور آپ کے کئی معتقدوں پر اس نقل نہ دینے سے

یہ امر کھل گیا کہ آپ اپنی اس تحریر (ہشتم) کے جواب سے ڈرتے ہیں، اور جواب الجواب دینے سے قاصر ہیں۔ اور اسی وجہ سے مباحثہ کو بند کر چکے ہیں۔

ایک وجہ مرزا صاحب کے معتقدین کے منحرف ہو جانے کی یہ ہوئی کہ انہوں نے اس مباحثہ کے بعد ایک جھوٹا بیان اخبار نور افشان لودہانہ ۳ ستمبر ۱۸۹۱ء میں اور پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ اخیر میں شائع کر دیا کہ مولوی محمد حسین اپنی وحشیانہ طرز بحث کی شامت سے لودہانہ سے شہر بدر کیئے گئے۔ ڈپٹی دلاور علی شاہ صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر لودہانہ، بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر آپ کو ریل پر سوار کر آئے، لیکن اس عاجز کی نسبت کوئی حکم صادر نہیں ہوا، بلکہ میری چٹھی کے جواب میں صاحب ڈپٹی کمشنر نے یہ لکھا ہے کہ آپ کو بمتابعت قانون سرکاری، لودہانہ میں ٹھہرنے کے لئے وہی حقوق حاصل ہیں جیسا کہ دیگر رعایا تابع قانون سرکاری کو حاصل ہیں۔

حضرت بٹالوی کہتے ہیں کہ اس بیان میں مرزا قادیانی نے دو جھوٹ بولے۔ ایک یہ کہ ابوسعید محمد حسین بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر، لودہانہ سے نکالے گئے اور ریل پر پہونچائے گئے، دوسرا یہ کہ اس قسم کا حکم لودہانہ سے چلے جانے کا آپکی نسبت کوئی نہیں ہوا۔

دوسرا جھوٹ تو مرزا صاحب کے نام، ڈپٹی کمشنر کی اسی چٹھی سے ثابت ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے اور جس میں اس نے مرزا صاحب کو لدھیانہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی ہے۔ نیز یہ بھی قابل غور ہے کہ مرزا صاحب کو اخراج از لدھیانہ کا حکم نہ ہوا ہوتا تو وہ اپنی چٹھی میں اپنے والد کی خدمات ۱۸۵۷ء کا ذکر کر کے اپنے لئے قیام لودہانہ کی اجازت کیوں چاہتے؟

پہلا جھوٹ اس خط سے ثابت ہوتا ہے جو حضرت بٹالوی کے نام ڈپٹی کمشنر لودہانہ کی طرف سے بجواب ان کی چٹھی کے موصول ہوا، جس میں انہوں نے مضمون اخبار نور افشان دیکھ کر ان سے دریافت کیا تھا کہ آیا واقعی کوئی حکم ایسا میری نسبت ہوا ہے، یہ سرکاری خط انگریزی میں اشاعۃ السنہ میں درج ہے جس کا اردو ترجمہ یوں ہے۔

> مولوی محمد حسین کو بجواب ان کی درخواست مورخہ ۱۶، ماہ حال اس بات کی اطلاع دی جاتی ہے کہ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ڈپٹی کمشنر صاحب کے حکم سے سٹیشن تک نہیں پہونچائے گئے۔

اس خط کی وصولی کے بعد اڈیٹر نورافشان نے تو اس بیان قادیانی کی تکذیب کر دی۔مگر قادیانی اوراس کے گروہ کو اپنی دروغ گوئی کا اعتراف کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

اس کے بعد مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ مباحثہ کے پرچوں کو پڑھتے ہوئے درج ذیل امور کا ملحوظ خاطر رکھنا مناسب ہوگا۔

☆ امراول ۔ یہاں مرزا قادیانی اوران کے اتباع کے خطاب میں کسی قدر سختی (مگر واجبی) سے کام لیا گیا ہے۔شاید یہ امر کچھ لوگوں کو پسند نہ ہو ۔لیکن اگر وہ ہماری تحریرات متعلقہ قادیانی کی غرض واصول کوغور وتامل سے ملاحظہ فرمائیں گے اور اسلامی ہدایت و اغلظ علیهم کونظر تدبر سے دیکھیں گے تو امید ہے کہ اس سختی پر معترض نہ ہوں گے۔

مولانا کی غرض حسب ہدایت آیت مذکورہ یہ ہے کہ قادیانی کے عقائد ومقالات مستحدثہ سے (جو باتفاق علماء پنجاب و ہندوستان کفر وضلالت قرار دیئے گئے ہیں اوران عقائد ومقالات کی پیروی سے عوام و بعض ناواقف خواص کے مرتد ہو جانے کا اندیشہ ہے) ان عوام وخواص کو کفر و ضلالت سے بچائیں ۔ اس غرض کو پورا کرنے اوراس ہدایت کی تعمیل کے لئے انہوں نے الفاظ مثل کفرو کافر وکذب وکذاب ودجالیت ودجال کا استعمال کرنا ناگزیر خیال کیا ہے۔ اور بجائے ان الفاظ کے قادیانی کے عقائد باطلہ کی نسبت ،غلط یا غیر صحیح یا خطاء وغیرہ الفاظ کا استعمال کرنا کافی نہیں سمجھا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اگر عوام وخواص کوکفر وضلالت سے روکنے کے لئے، ہمارے الفاظ کے سوا اورالفاظ کوکافی سمجھا جائے ہیں تو ان الفاظ سے ہمیں بادلیل آگاہ کریں، ہم آئندہ انہیں الفاظ سے ان لوگوں کومخاطب کیا کریں گے ۔

جولوگ قادیانی کے معتقد یا حامی ہوکر بے جا سختی کا اعتراض کریں،ان کی خدمت میں مولانا نے گذارش کی تھی کہ وہ حضرات پہلے قادیانی کی کلام کوغور وانصاف سے ملاحظہ کریں، اس میں اگر ہمارے مستعملہ الفاظ سے نوحصہ زیادہ سخت الفاظ ہوں،تو ہم کو اس کے دسویں حصہ کے استعمال میں معذور رکھیں ۔قادیانی تو مدعی روحانیت ونبوت اور ولایت عظمی ہے۔وہ اس قسم کے الفاظ دس گنا استعمال کر چکا ہے،تو پھر وہ لوگ علماء ظاہر کے لئے ان کے دسواں حصہ کا استعمال کیوں روا نہ رکھیں؟

مولانا نے یہ بھی لکھا تھا کہ ان حضرات کو قادیانی کی کلام میں اس قسم کے الفاظ مستعمل ہونے سے انکار ہوتو وہ ہماری کلام میں جس لفظ کوزیادہ سخت سمجھیں اس کی نشان دہی

کریں۔ ہم اس لفظ کا قادیانی کی کلام میں اپنی کلام کی نسبت دس گنا زیادہ مستعمل ہونا ثابت کر دکھائیں گے۔ نیز وہ حضرات قادیانی کے ازالہ اوہام صفحہ ۱۲ سے ۳۶ تک ملاحظہ کریں جن میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ واقعی امر کا نیک نیتی سے اظہار سخت گوئی خلاف تہذیب نہیں ہے۔ اس مقام میں ازالہ اوہام کے چند فقرات نقل کئے جاتے ہیں۔

پہلی نکتہ چینی۔ اس عاجز (مرزا قادیانی) کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جل شانہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی بے ادبی کی اور پر دشنام تالیفات شائع کر دیں ..اما الجواب .... بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے۔ بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو، محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کا لازم حال ہوا کرتی ہے، دشنام دہی تصور کر لیتے ہیں۔ حالانکہ دشنام اور سب وشتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر ایک سخت اور آزار دہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے، کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلت اور بت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارے میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں، یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سبب سے بت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں، بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔ کیا خدا تعالیٰ کا کفار مکہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ انتم و ما تعبدون حصب جہنم معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفار کو شر البریہ قرار دینا اور تمام رزیل اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا، یہ معترض کے خیال کی رو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا۔ کیا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں و اغلظ علیھم نہیں فرمایا۔ کیا مومنوں کی علامات میں اشداء علی الکفار نہیں کہا گیا۔ کیا حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سور اور کتے کے نام سے

پکارنا اور گلیل کے عالی مرتبہ فرمانروا ہیرودیس کا لونبڑی نام رکھنا اورمعزز سردار کاہنوں اورفقیہوں کوکنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں اعلی درجہ کےعزت داراورقیصری درباروں میں کرسی نشین تھے، ان کریہہ اورنہایت دل آزاراورخلاف تہذیب لفظوں سے یادکرنا کہ تم حرام زادے ہو، حرام کارہو،شریرہو، بدذات ہو، بے ایمان ہو، احمق ہو، ریاکارہو، شیطان ہو،جہنمی ہو، تم سانپ ہو، سانپوں کے بچے ہو، کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کےموافق فاش اورگندی گالیاں نہیں ہیں؟

اس کے بعد (مرزا نے) ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶ تک قرآن اورانجیل کےسخت الفاظ کی تفصیل کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ سخت گوئی اورگالیاں نہیں، بلکہ حق گوئی ہے۔

مولانا لکھتے ہیں کہ اس کلام کو دیکھ کر قادیانی کے حامی ہمارے ان الفاظ کو جو مرزاقادیانی کےحق میں علماء پنجاب و ہندوستان کے اتفاق واجازت سےاورکمال نیک نیتی سے لکھے گئے ہیں، ہرگز سخت گوئی، خلاف تہذیب نہ کہیں گے، بلکہ سرا سرحق گوئی اور مسلمانوں کی خیرخواہی تسلیم کریں گے، اوران کے مقابلہ میں مرزاقادیانی کے ان الفاظ کو جو ہمارے اور دیگر علماء کے حق میں وہ فیصلہ آسمانی اور دافع الوساوس و دیگرتصانیف میں شائع کرچکا ہے،فحش گالیاں قراردیں گے۔اورقادیانی کے اس اصول وبیان کو ازالہ اوہام کی حدجواز سے ان کوخارج تسلیم کریں گے۔

☆ امردوم۔ مرزاقادیانی نے مباحثہ لدھیانہ چھپوایا تو اس کے اکثرپرچوں کوالٹ پلٹ کردیا،سوال کچھ ہےاوراس کا جواب کچھ اورلگادیا۔ ناظرین اس کےمطبوعہ مباحثہ کو ہماری تحریر سےمقابلہ کرکے ملاحظہ میں لائیں گےتواس سے قادیانی کے دجال وکذاب ہونے کا یقین فرمائیں گے۔

تمہید ختم ہوئی، اب مباحثہ کے پرچے ملاحظہ فرمائیں۔

☆ شیخ محمد حسین بٹالوی کی پہلی تحریر

میں آپ کے چند عقائد وخیالات پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔مگر اس سے پہلے چند اصول کی تمہید ضروری ہے۔آپ اجازت دیں تو میں ان اصول کو پیش کروں۔

۲۰۔ جولائی ۱۸۹۱ء ابوسعید محمد حسین

☆ مرزا غلام احمد قادیانی کی پہلی تحریر

آپ کو اجازت ہے، بخوشی پیش کریں، لیکن اگر یہ عاجز مناسب سمجھے گا تو آپ سے بھی اصول تمہیدی دریافت کرے گا۔ ۲۰ جولائی۔ ۱۸۹۱ء مرزا غلام احمد

(یہاں تو ان اصول کو پیش کرنے کی اجازت دی ہے بلکہ خود بھی اس قسم کے اصول پیش کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے،مگر بعداز فرار و شکست یابی ،ان اصول کو بے ہودہ ولایعنی کہا جاتا ہے۔ ناظرین اس سے ان حضرات کے صدق وانصاف کا اندازہ کریں۔محمد حسین)

☆ شیخ محمد حسین بٹالوی کی دوسری تحریر

میرے ان اصول کو جن کو میں رسالہ (اشاعۃ السنۃ) نمبر ایک جلد۱۳ میں بیان کر چکا ہوں اوران کو آپ کے حواری حکیم نور الدین نے تسلیم کیا ہے،آپ بھی تسلیم کرتے ہیں یا کسی اصول کی تسلیم میں عذر ہے؟ ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء ابوسعید محمد حسین

☆ مرزا غلام احمد قادیانی کی دوسری تحریر

مجھے ان اصولوں کی اطلاع نہیں ۔ مجھے بتلائے جائیں،تب ان کی نسبت اطلاع دونگا۔ ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء غلام احمد

(قولہ اطلاع نہیں ، یہ محض کذب ہے اور ممکن نہیں کہ مرزا صاحب نے ان اصول کو نہ دیکھا ہو۔رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ا، ۲، ۳ ۔ جلد۱۳ آپ کے پاس پہنچا اور وہ آپ کے جواب وخطاب میں ہے۔ پھر کیا امکان تھا کہ آپ رسالہ مذکور کو نہ دیکھتے ۔آپ نے اپنے خط مورخہ ۲۰ اپریل ۱۸۹۱ء میں میرے ان اصول کو لغو قرار دیا ہے، جس سے ثابت ہے کہ آپ کو ان پر اطلاع ہوئی ہے، ورنہ آپ ان کو لغو نہ کہتے ۔اور اگر اس کے جواب میں یہ کہیں کہ ہم

نے قبل از اطلاع ان کولغو کہا تھا، تو اس سے آپ کی ایمان داری اور راست شعاری کو بٹہ لگتا ہے کہ ایک امر کو قبل از علم، لغو کہہ دیا۔ محمد حسین)

☆ شیخ محمد حسین بٹالوی کی تیسری تحریر

وہ اصول یہ ہیں ۔ ان میں سے جس اصول کی نسبت آپ کو تسلیم یا عدم تسلیم ظاہر کرنا ہو، آپ ظاہر کریں۔ چونکہ رسالہ چھپا ہوا ہے اس لئے ان اصول کے دوبارہ تحریر میں لانے کی حاجت نہیں ۔آپ ایک ایک اصول پر یکے بعد دیگرے کلام کریں (رسالہ مذکور میں سے اصول پڑھ کر سنانا شروع کئے گئے تو مرزا صاحب نے رسالہ پڑھنے سے روک دیا اور کہا کہ رسالہ مجھے دیدیں میں خود ان اصول کو دیکھتا اور ان کی نسبت اپنی رائے لکھتا ہوں)۔

۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء ابوسعید محمد حسین

☆ مرزا غلام احمد قادیانی کی تیسری تحریر

کتاب اور سنت کے حجج شرعیہ ہونے میں میرا یہ مذہب ہے کہ کتاب اللہ مقدم اور امام ہے، جس امر میں احادیث نبویہ کے معنے جو کئے جاتے ہیں، کتاب کے مخالف واقع نہ ہوں تو وہ معنے بطور حجت شرعیہ قبول کئے جائیں گے (معنی حدیث سے سوال نہ تھا۔ صرف صحت حدیث سے سوال تھا جو الفاظ سے متعلق ہے نہ معانی سے ۔ معانی ہمیشہ الفاظ کے تابع ہوتے ہیں ۔جس حدیث کے الفاظ صحیح ہوں ، اس کے معنے صحیح ہو سکتے ہیں اور وہ قرآن شریف کے موافق ومطابق کئے جاسکتے ہیں اور جس حدیث کے الفاظ غیر صحیح ہوں، اس کے معنی باوجود کہ بجائے خود صحیح ومطابق قرآن ہوں ، قابل اعتبار نہیں ہوتے ۔ اور وہ اپنے الفاظ کے تابع ہوکر غیر صحیح ونا قابل اعتبار سمجھے جاتے ہیں ۔ لہذا ہر ایک منصف وطالب حق کا فرض ہے کہ جب وہ کسی حدیث سے تمسک کرنا چاہے، تب پہلے اس کی صحت الفاظ کی تحقیق کرے۔ پھر اس کے معانی کی طرف رجوع کرے، جو بصورت صحت الفاظ صحیح وموافق قرآن ہو سکتے ہیں ۔ مرزا قادیانی نے جو بحث صحت الفاظ کو چھوڑ کر پہلے ہی سے صحت معانی کی طرف رجوع کیا ہے تو اس سے اس کا مقصود احقاق حق نہیں ہے، بلکہ بحث سے خروج اور احقاق حق سے گریز اس کا مقصود ہے ۔ ناظرین اسی ایک امر کو توجہ سے ملاحظہ کریں گے تو اس سے مرزا قادیانی کے خروج از بحث وشکست وفرار کا یقین کریں گے انشاء اللہ تعالی ۔ جولوگ قادیانی کے اس جواب کو، جس سے بڑھ کر اس نے تمام مباحثہ میں ہمارے اصل سوال کا جواب نہیں دیا، ہمارے سوال کا کافی جواب سمجھتے ہیں، وہ اس منصفانہ اصول

کو پیش نظر رکھیں تو یقین کریں کہ قادیانی نے ہمارے سوال کا شروع مباحثہ سے اخیر تک جواب نہیں دیا۔ ہمارا سوال صحت الفاظ حدیث سے ہے۔ مرزا قادیانی کا جواب صحت معانی کے متعلق ہے۔ و نیز اس کا جواب ایک شرطی جواب ہے کہ اگر کسی حدیث کے معنی قرآن کے موافق پائیں گے تو اس کو صحیح سمجھیں گے ورنہ موضوع قرار دیں گے . اور ہمارا مطلوب قطعی جواب ہے جو اگر اور مگر سے ادا نہیں ہوتا۔ اور وہ یہ تصریح چاہتا ہے کہ بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث کی احادیث، خواہ ان کو اس شرطی اصول روایت مجوزہ قادیانی سے پرکھا جائے یا اصول روایت محدثین سے، سب کے سب صحیح ہیں یا نہیں ہیں۔ اور یہ جواب مرزا قادیانی کی کلام میں اول سے آخر تک صاف وصریح طور پر نہیں پایا جاتا بلکہ جابجا اس کے بیان سے گریز وفرار وخروج از بحث پایا جاتا ہے۔ جس کی یہ پہلی دفعہ ہے۔ محمد حسین)

لیکن جو معنے نصوص بینہ قرآنیہ سے مخالف واقع ہوں گے، ان معنوں کو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ بلکہ جہاں تک ہمارے لئے ممکن ہوگا ہم اس حدیث کے ایسے معنے کریں گے جو کتاب اللہ کی نصّ بین کے موافق ومطابق ہوں اور اگر ہم کوئی ایسی حدیث پائیں گے جو مخالف نصّ قرآن کریم ہوگی اور کسی صورت سے ہم اس کی تاویل پر قادر نہیں ہوسکیں گے، تو ایسی حدیث کو ہم موضوع قرار دیں گے۔ (موضوع قرار دینے کی تجویز کو آپ آئندہ جوابات میں خاص کر صحیح بخاری ومسلم کی نسبت بھی ظاہر کر چکے ہیں۔ ناظرین مرزا صاحب کے اقوال اور ہمارے نوٹوں کو توجہ سے دیکھتے جائیں۔ پھر انصاف سے کہیں کہ آپ بخاری ومسلم کی جملہ احادیث کو صحیح جانتے یا نہیں؟ اور آپ کا اقرار اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء کہ میں صحیحین کو بسر وچشم مانتا ہوں اور بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ جانتا ہوں، دل سے ہرگز نہیں کیا گیا۔ محمد حسین)

کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے فبای حدیث بعدالله و آیاته یؤمنون یعنی تم بعداللہ اور اس کی آیات کے کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ اس آیت میں صریح اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر قرآن کریم کسی امر کی نسبت قطعی اور یقینی فیصلہ دیوے یہاں تک کہ اس فیصلے میں کسی طور سے شک باقی نہ رہ جائے۔ اور مسئلہ اچھی طرح کھل جاوے تو پھر بعد اس کے کسی ایسی حدیث پر ایمان لانا جو صریح اس کے مخالف پڑی ہے، مومن کا کام نہیں ہے۔ پھر فرمایا ہے فبایّ حدیث بعده یؤمنون۔ ان دونوں آیتوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ اس لئے اس جگہ تصریح کی ضرورت نہیں۔ سو آیات متذکرہ بالا کی رو سے ہر ایک مومن کا یہی مذہب ہونا چاہیے کہ وہ کتاب اللہ کو بلاشرط اور حدیث نبوی کو شرطی طور پر حجت شرعی قرار دیوے اور یہی میرا مذہب ہے۔

(آیہ فبای حدیث بعد اللہ و آیاتہ یومنون کا ترجمہ مرزا قادیانی نے جوان الفاظ سے کیا تم بعد اللہ اور اس کی آیات کے، کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ تو اس میں انہوں نے یہ جتانا چاہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حدیث نبوی کا حکم خود قرآن میں یہ بیان فرمایا ہے کہ آیات قرآن کے ہوتے ہوئے کسی حدیث نبوی کو نہ مانو۔ اور اس معنے کے بیان سے اپنا ملحد ومحرف قرآن ہونا ثابت کر دکھایا ہے۔ اس آیت میں لفظ حدیث سے اصطلاحی حدیث نبوی، جو وحی خفی اور الہام الٰہی ہے، ہرگز مراد نہیں ہے۔ بلکہ حدیث کے لغوی معنے، بات چیت، مراد ہے جس کو اصطلاحی معنے حدیث نبوی وحی خفی سے یہاں تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ارشاد فرماتا ہے کہ لوگ خدا کی آیات چھوڑ کر اور کس بات پر ایمان لائیں گے۔ اس بات سے خاص کر آنحضرت ﷺ کی حدیث مراد ٹھہرانا، یا اس بات سے عام باتیں مراد ٹھہرا کر آنحضرت ﷺ کی حدیث کو ان میں داخل وشامل سمجھنا، اس اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث وحی خفی والہام الٰہی اور معنی آیات میں داخل نہیں، جس پر کوئی مسلمان جرئت نہیں کرسکتا۔ اور قرآن مجید کی وہ آیات جن میں ارشاد ہے کہ آنحضرت ﷺ جو تمہیں دیں، تم قبول کرو اور جس سے روکیں اس سے باز آؤ۔ ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا۔ الحشر۔ اور ارشاد ہے آنحضرت ﷺ جو کچھ، دین میں، فرماتے ہیں، وہ وحی سے کہتے ہیں اپنی خواہش نفس سے نہیں کہتے ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی۔ النجم۔ ع ۱۔ اس اعتقاد کے کذب وضلالت ہونے پر شاہد عدل ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۵، ۳۴۱ و ۶۰۱ میں خود اقرار کیا ہے کہ قرآن کے کوئی معنی عام محاورہ قرآن کے مخالف اپنے دل سے گھڑ لینا الحاد وتحریف ہے۔ اس کے اس اقرار وشہادت سے بھی اس کی اس جرئت کا کہ یہ قرآن کے لفظ حدیث سے حدیث نبوی مراد ہے، الحاد وتحریف ہونا ثابت ہے کیونکہ قرآن مجید کے جس مقام میں لفظ حدیث استعمال ہوا ہے اس سے اصطلاحی حدیث نبوی، جو وحی خفی کہلاتی ہے، مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس سے حدیث کے لغوی معنے، بات، مراد ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ مختلف صورتوں میں، حدیث، الحدیث، حدیثاً، بائیس مقامات میں وارد ہے۔ جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ نساء۔ رکوع ۲۰۔ فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ۔ آیات قرآن سے انکار وہنسی کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ کوئی اور بات کریں۔

۲۔ انعام۔ رکوع ۸۔ و اذا رأیت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ۔ اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں

ٹٹول (کرید) کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیرو یہاں تک کہ وہ اور بات میں ٹٹول کریں۔

۳۔ اعراف۔ رکوع ۲۳۔ فبایّ حدیث بعدہ یؤمنون۔ ہماری بات کو چھوڑ کر کس بات میں ایمان لاویں گے۔

۴۔ کہف۔ ع ۱۔ ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفاً۔ شائد تو افسوس سے اپنا گلا گھونٹ ڈالے کہ وہ اس بات پر ایمان نہیں لائے۔

۵۔ طہ۔ ع ۱۔ و ھل اتاك حدیث موسی۔ اور کیا تجھے موسیٰ کی بات، یعنی حکایت، پہنچی ہے

۶۔ لقمان۔ ع ۱۔ و من النّاس من یشتری لھو الحدیث لیضلّ عن سبیل اللہ بغیر علم۔ بعض ایسے لوگ ہیں جو کھیل کی باتیں، یعنی قصے کہانیاں، خریدتے ہیں، اس لئے کہ بن سمجھے بوجھے اللہ کی راہ سے لوگوں کو بہکا دیں۔

۷۔ احزاب۔ ع ۷۔ و اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا و لا مستانسین لحدیث۔ آنحضرت ﷺ کے گھر جب بلائے جاؤ، اس وقت جاؤ، پھر کھانا کھا چکتے ہی وہاں سے چل دو، آپس کی باتوں میں جی لگاتے نہ ٹھہرے رہو۔

۸۔ زمر۔ ع ۳۔ اللہ نزّل احسن الحدیث کتاباً متشابھاً مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم۔ ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ۔ خدا تعالیٰ نے اچھی بات اتاری، کتاب آپس میں ملتی۔ دہرائی گئی، جو لوگ اپنے مالک سے ڈرتے ہیں ان کی کھال کے روئیں کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر اللہ کی یاد کی طرف ان کے پوست، اور دل نرم ہو جاتے ہیں۔

۹۔ جاثیہ۔ ع ۱۔ فبایّ حدیث بعد اللہ و آیاتہ یؤمنون۔ پھر اللہ اور اس کی آیات کو چھوڑ کر کس بات کو مانو گے۔

۱۰۔ ذاریات ع ۲۔ ھل اتاك حدیث ضیف ابراھیم المکرمین۔ کیا تجھے ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی ہے؟

۱۱۔ طور۔ ع ۲۔ فلیأتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین۔ وہ سچے ہیں تو ایسی ہی کوئی بات لے آویں۔

۱۲۔ واقعہ۔ ع ۱۔ افبھذا الحدیث انتم مدھنون۔ کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو

۱۳۔ نجم۔ ع ۳۔ افمن ہذا الحدیث تعجبون۔ کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو۔

۱۴۔ القلم۔ ع ۱۔ ذرنی و من یکذب بھذا الحدیث۔ چھوڑ دے مجھے اور اس بات

کے جھٹلانے والوں کو۔

۱۵۔ مرسلت۔ع ۲۔ فبایّ حدیث بعده یؤمنون۔اس کو چھوڑ کر کس بات پر ایمان لائیں گے۔

۱۶۔ نازعات۔ع ۱۔ ہل اتاك حدیث موسی۔کیا تجھے موسی کی بات پہنچی۔

۱۷۔ بروج۔ع ۱۔ھل اتاك حدیث الجنود۔کیا تجھے لشکروں کی بات پہنچی۔

۱۸۔ غاشیہ۔ع ۱۔ ھل اتاك حدیث الغاشیه۔ کیا تجھے ڈھانکنے والی،یعنی قیامت، کی بات پہنچی۔

۱۹۔ نساء۔ع ۶۔ولا یکتمون الله حدیثاً۔ اللہ سے کوئی بات نہ چھپائیں گے۔

۲۰۔نساء۔ع ۱۱۔ فمال ھولاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثاً۔ ان کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ایک بات بھی سمجھنے نہیں لگتے۔

۲۱۔یوسف۔ع ۱۱۔ ما کان حدیثاً یفتری۔یہ بناوٹی بات نہیں۔

۲۲۔تحریم۔ع ۱۔ و اذ اسرّ النبیّ الی بعض ازواجه حدیثاً۔ جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات۔

ان مقامات میں سے کسی جگہ لفظ حدیث سے اصطلاحی حدیث نبوی جو وحی خفی والہام الٰہی ہوتی ہے،مراد نہیں۔آخری آیت میں گو حدیث کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف ہوئی ہے،مگر اس سے بھی اصطلاحی حدیث نبوی وحی الٰہی مراد نہیں بلکہ لغوی حدیث،بات،مراد ہے جو آنحضرت نے صرف اپنے جی سے،نہ وحی الٰہی سے،ایک بیوی کو کہدی تھی کہ میں اپنے حرم ماریہ قبطیہ کے پاس نہ جاؤں گا۔یا ایک بیوی کے پاس جا کر شہد نہ پیؤں گا۔جو خدا تعالی کو پسند نہ آئی اور اس پر یہ آیت اتری کہ اے نبی تو خدا کے حلال کو حرام کیوں کرتا ہے؟

اس عام محاورہ قرآن کے مخالف مرزا قادیانی کا قرآن کے لفظ حدیث سے حدیث نبوی مراد لینا اپنے اقرار واصول کے مطابق الحاد وتحریف قرآن کا مرتکب ہونا ہے۔قادیانی کے اتباع اس الحاد وتحریف پر بھی اس کی اتباع سے دست بردار نہ ہوں تو پھر ان کی ہدایت کی کوئی صورت وامید نہیں ہے۔ و من لم یجعل الله له نوراً فما له من نور۔محمد حسین)

اور آپ کے دوسرے امر مندرجہ صفحہ ۱۹،اشاعۃ السنہ کی نسبت علیحدہ جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا جواب اس میں آ گیا ہے،یعنی جو امر قول یا فعل یا تقریر کے طور پر

جناب رسالت مآب ﷺ کی طرف سے احادیث میں بیان کیا گیا ہے، ہم اس امر کو بھی اسی محک سے آزمائیں گے اور دیکھیں گے کہ حسب آیت شریف فبایّ حدیث بعدہ یؤمنون وہ حدیث قولی یا فعلی، قرآن کریم کی کسی صریح اور بین آیت سے مخالف تو نہیں۔ اگر مخالف نہیں ہوگی تو ہم بسروچشم اس کو قبول کریں گے اور اگر بظاہر مخالف نظر آئے گی تو ہم حتی الوسع اس کی تطبیق اور توفیق کے لئے کوشش کریں گے۔ اور اگر ہم باوجود پوری پوری کوشش کے اس امر تطبیق میں ناکام رہیں گے اور صاف کھلے کھلے طور پر ہمیں مخالفت معلوم ہوگی تو ہم افسوس کے ساتھ ایسی حدیث کو ترک کر دیں گے۔ کیونکہ حدیث کا پایہ، قرآن کریم کے مرتبہ اور پایہ کو نہیں پہنچتا۔ قرآن کریم وحی متلو ہے اور اس کے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے میں وہ اہتمام بلیغ کیا گیا ہے جو احادیث کے اہتمام کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ اکثر احادیث غایت درجہ مفید ظن ہے اور ظنی نتیجہ کے منتج ہیں۔ اور اگر کوئی حدیث تواتر کے درجہ پر بھی ہو، تاہم قرآن کریم کے تواتر سے اس کو ہرگز مساوات نہیں (ظنی یا قطعی ہونے احادیث سے سوال نہ تھا، صرف صحت یا عدم صحت احادیث سے سوال تھا۔ لہذا جواب میں صرف صحت یا عدم صحت کا بیان چاہیے نہ ظنیت وقطعیت کی بحث۔ یہ دوسری دفعہ آپ نے بحث سے خروج کیا۔ محمد حسین)۔ بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے۔

راقم خاکسار غلام احمد۔ ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء

شیخ محمد حسین بٹالوی کی تحریر چہارم

آپ کی کلام میں میرے سوال کا صاف اور قطعی جواب نہیں ہے (مرزا قادیانی کی تقلید ومحبت میں اندھے حواری، مباحثۃ الحق لدھیانہ مطبوعہ قادیانی میں اس کے جواب کو قطعی جانتے اور ہمارے انکار قطعیت پر حیرت ظاہر کرتے ہیں، جس کا سبب یہ ہے کہ علم سے تو یہ لوگ پہلے ہی عاری و بےبصیرت تھے، رہا فہم سو مرزا قادیانی کی بیعت کر کے اس کی نذر کر چکے ہیں۔ لہذا وہ اس قدر نہیں سمجھ سکتے کہ لفظ اگر حرف شرط ہے اور یہ حرف شرط مرزا کے جواب میں موجود ہے، جو اس کو قطعی نہیں ہونے دیتا۔ جواب قطعی وہ ہوتا ہے جس میں بغیر کسی شرط کے ہست یا نیست کا بیان ہو، لہذا ہمارے سوال کا جواب قطعی یہ ہے کہ احادیث صحیحین سب کی سب صحیح و لائق عمل ہیں۔ یا سب کی سب غیر صحیح وموضوع ہیں۔ یا بعض صحیح اور بعض غیر صحیح۔ جس کا مرزا کی کلام میں اول سے آخر تک کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔ محمد حسین)۔ آپ نے قبولیت اور حجیت حدیث یا سنت کی ایک شرط بتائی ہے۔ یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ شرط اس حدیث یا سنت میں جو کتب حدیث خصوصاً صحیحین

میں (جن کا ذکر اصل سوم میں ہے، اور یہاں سے خاکسار نے اصل سوم منجملہ اصول مندرجہ ص ۱۹ اشاعۃ السنۃ کو شامل بحث کر دیا ہے اور آئندہ سوالوں و جوابوں میں خاص کر صحیحین کی حدیثوں سے بحث کی ہے۔ محمد حسین) پائی جاوے، متحقق ہے یا نہیں۔ و بناء علیہ وہ حدیث یا سنت جو ان کتب میں ہے، شرعی حجت ہے یا نہیں۔ علاوہ براں اس کلام میں آپ نے جو شرط حجیت و قبولیت بیان کی ہے وہ شرط قانون درایت ہے نہ قانون روایت۔ اب آپ بیان کریں کہ اصول روایت کی رو سے کتب حدیث خصوصاً صحیحین جن کا ذکر اصل سوم میں ہے مثبت سنت نبویہ ہیں یا نہیں۔ اور ان کتابوں کی احادیث بلا وقفہ ونظر واجب العمل والاعتقاد ہیں یا ان کتابوں میں ایسی احادیث بھی ہیں جن پر بلا تحقیق صحت بحسب اصول روایت عمل و اعتقاد جائز نہیں (اس سوال جواب اعتقاد کی بنا امام ابن الصلاح اور ان کے موافقین کے مذہب پر ہے جو احادیث صحیحین کو قطعی نظری جانتے ہیں اور موجب اعتقاد سمجھتے ہیں۔ ہم کو اس مقام میں اس مذہب کی حمایت و تائید مقصود نہیں۔ ہماری بحث صرف صحت احادیث صحیحین میں ہے، جس کو آپ قطعی صحت مانیں خواہ ظنی۔ قادیانی نے جملہ احادیث صحیحین کی ظنی صحت کا بھی نہ اقبال کیا اور نہ صاف انکار۔ اور ہمارے اس سوال کے جواب میں قطعی صحت سے انکار کی بحث کو چھیڑ دیا اور خروج از مبحث کیا جس ذکر آگے آئے گا۔ محمد حسین)۔ ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء ابوسعید محمد حسین

☆ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر چہارم

مولوی صاحب کا جواب سن کر میں عرض کرتا ہوں کہ میرے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک حدیث خواہ وہ بخاری کی ہو یا مسلم کی، اس شرط سے ہم کسی خاص معنوں میں جو بیان کئے جاتے ہیں، قبول کریں گے کہ وہ حدیث ان معنوں کی رو سے قرآن کریم کے بیان سے موافق و مطابق ہو (یہاں سے آپ بخاری و مسلم کی طرف متوجہ ہوئے، اور ان کی احادیث کو موضوع قرار دینے پر آمادہ ہو بیٹھے ہیں۔ بخاری و مسلم پر آپ کا یہ پہلا کھلا حملہ ہے۔ محمد حسین)۔ اب آپ کے زبانی بیان سے معلوم ہوا کہ آپ یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اصول روایت کی رو سے کتب حدیث خصوصاً صحیحین، مثبت سنت نبویہ ہیں یا نہیں؟ اور ان کتابوں کی احادیث بلا وقفہ واجب العمل والاعتقاد ہیں یا ان کتابوں میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جن پر عمل و اعتقاد جائز نہیں۔

(یہ صاف اقرار ہے کہ آپ نے میرے سوال کا مطلب سمجھ لیا ہے مگر افسوس کہ اخیر بحث تک اس کا قطعی جواب نہ دیا۔ جو کچھ کہا اس میں خروج از بحث کہا۔ محمد حسین)

اس کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ چونکہ حدیثوں کا جمع ہونا ایسے یقینی اور قطعی طور سے نہیں ہے جس سے انکار کرنا کسی طور سے جائز نہ ہو، اور جس پر ایمان لانا ایسے پایہ اور مرتبہ کا ہو جیسا کہ قرآن کریم پر ایمان لانا۔ لہذا ہمارا یہ مذہب ہرگز ایسا نہیں ہے کہ روایت کے رو سے بھی حدیث کو وہ مرتبہ یقین دیں، جیسا کہ ہم قرآن کریم کا مرتبہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حدیثیں غایت کار مفید ظن ہیں تو ہم کیونکر روایت کے رو سے بھی ان کو وہ مرتبہ دے سکتے ہیں جو قرآن کریم کا مرتبہ ہے۔ جس طور سے حدیثیں جمع کی گئی ہیں اس طریق پر ہی نظر ڈالنے سے ہر ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ ہم اس یقین کے ساتھ ان کی صحت روایت پر یقین لاویں کہ جو قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی ہے، لیکن قرآن کریم کے کھلے کھلے منشاء کے برخلاف ہے، تو کیا ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہوگا کہ ہم اس کی مخالفت کی حالت میں قرآن کریم کو اپنے ثبوت میں مقدم قرار دیں۔ پس آپ کا یہ کہنا کہ احادیث اصول روایت کی رو سے ماننے کے لائق ہیں، یہ ایک دھوکہ دینے والہ قول ہے کیونکہ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ حدیث کے ماننے میں جو مرتبہ یقین کا ہمیں حاصل ہے وہ مرتبہ قرآن کریم کے ثبوت سے ہم وزن ہے یا نہیں؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مرتبہ ثبوت کا قرآن کریم کے مرتبہ ثبوت سے ہم وزن ہے تو بلا شبہ ہمیں اسی پایہ پر حدیث کو مان لینا چاہیے۔ مگر یہ تو کسی کا بھی مذہب نہیں۔ تمام مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ اکثر احادیث مفید ظن ہیں۔ و الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ مثلاً اگر کوئی شخص اس قسم کی قسم کھاوے کہ اس حدیث کے تمام الفاظ نبی ﷺ کی طرف سے ہیں اور تمام الفاظ وحی سے ہیں تو اس قسم کھانے میں وہ جھوٹا ہوگا۔ اور خود حدیثوں کا تعارض جو ان میں واقع ہے صاف دلالت کر رہا ہے کہ وہ مقامات تحریف سے خالی نہیں ہیں۔ پھر کیونکر کوئی مومن یہ اعتقاد رکھ سکتا ہے کہ حدیثیں روایتی ثبوت کی رو سے قرآن کریم کے ثبوت سے برابر ہیں، کیا آپ یا کوئی اور مولوی صاحب ایسی رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ ثبوت کی رو سے جس مرتبہ پر قرآن کریم ہے اسی قرینہ پر حدیثیں بھی ہیں؟

(یہ میرے سوال کا، جس کو مرزا صاحب خود نقل کر چکے ہیں، جواب نہیں ہے۔ اس طولانی جواب کا خلاصہ دو امر کا بیان ہے جو خارج از بحث ہیں۔

امر اول یہ کہ احادیث صحیحین قرآن کے برابر قطعی و یقینی صحیح نہیں ہیں، جس کے بیان میں

مرزا قادیانی نے تیسری دفعہ خروج از مبحث کیا۔ امر دوم یہ کہ جو حدیث صحیحین قرآن کے موافق نہ ہو، وہ لائق قبول نہیں ہے، جس کے بیان میں مرزا قادیانی نے چوتھی دفعہ خروج از مبحث کیا۔

ناظرین اس جواب کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے تو اس میں ان دو امروں خارج از بحث کے بیان و مؤیدات کے سوا کچھ نہ پائیں گے۔ محمد حسین)

پھر جب کہ آپ خود مانتے ہیں کہ حدیثیں اپنے روایتی ثبوت کی رو سے اعلیٰ مرتبہ ثبوت سے گری ہوئی ہیں (مرتبہ اعلیٰ ثبوت وصحت کا جو قرآن کو حاصل ہے، اس کا ادعاء تو احادیث صحیحین کی نسبت کسی نے نہیں کیا۔ ہاں مرتبہ قرآن کے بعد جو اعلیٰ مرتبہ صحت ہے، اسی کا دعویٰ احادیث صحیحین کے حق میں ہم نے کیا ہے اور وہی اہل اسلام میں مسلم ہے اور طرفہ یہ کہ مرزا قادیانی بھی منافقانہ طور پر اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس کو مان چکے ہیں۔ محمد حسین) اور غایت کار مفید ظن ہیں۔ تو آپ اس بات پر کیوں زور دیتے ہیں کہ اسی مرتبہ یقین پر انہیں مان لینا چاہیے جس مرتبہ پر قرآن کریم مانا جاتا ہے۔ پس صحیح اور سچا طریق تو یہی ہے کہ جیسے حدیثیں صرف ظن کے مرتبہ تک ہیں، بجز چند حدیثوں کے، تو اسی طرح ہمیں ان کی نسبت ظن کی حد تک ہی ایمان رکھنا چاہیے اور ہر ایک مومن خود سمجھ سکتا ہے کہ حدیثوں کی تحقیقات روایتی نقص سے خالی نہیں (اس تحقیق کو مرزا قادیانی کا ناقص کہنا اپنے عقل کے نقصان کا اظہار ہے اور اس اعتقاد و نقصان کے ساتھ آپ کا اشتہار یکم اگست میں صحیحین کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہنا نفاق نہیں تو کیا ہے؟ یہ آپ کا صحیحین پر چوتھا حملہ ہے۔ محمد حسین) کیونکہ ان کے درمیانی راویوں کی چال چلن وغیرہ کی نسبت ایسی تحقیقات کامل نہیں ہو سکی (ہو چکی ہے، مگر مرزا قادیانی اس کوچہ سے محض نابلد ہیں۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین) اور نہ ممکن تھی کہ کسی طرح شک باقی نہ رہتا۔ آپ خود اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں لکھ چکے ہیں کہ احادیث کی نسبت بعض اکابر کا یہ مذہب ہوا ہے کہ ایک ملہم شخص صحیح حدیث کو بالہام الٰہی موضوع ٹھہرا سکتا ہے اور ایک موضوع حدیث کو بالہام الٰہی صحیح ٹھہرا سکتا ہے (اشاعۃ السنہ میں نہ یہ تصریح ہے کہ بعض اکابر نے یہ بات اتفاقی احادیث صحیحین کی نسبت کہی ہے اور نہ یہ تصریح ہے کہ ان اکابر، مثل شیخ اکبر، کی رائے سے صاحب اشاعۃ السنۃ کو اتفاق ہے۔ بلکہ اشاعۃ السنہ میں صاف تصریح ہے کہ صاحب اشاعۃ السنہ کو قول شیخ اکبر سے اتفاق نہیں ہے ... اور اس قول شیخ اکبر کا صحیح محمل وہی احادیث معلوم ہوتی ہیں جن کی صحت میں اختلاف ہو، لہذا اس عبارت اشاعۃ السنہ کو اس مقام میں پیش کرنا مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔ محمد حسین) اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب کہ یہ حال ہے کہ کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی بذریعہ کشف کے موضوع ٹھہر سکتی ہے تو پھر کیونکر ہم

ایسی حدیثوں کو ہم پایہ قرآن مان لیں گے۔ ہاں یہ تو ہمارا ایمان ہے کہ ظنی طور پر بخاری اور مسلم کی حدیثیں بڑے اہتمام سے لکھی گئی ہیں اور غالباً اکثر ان میں صحیح ہوں گی۔ لیکن کیونکر ہم اس بات پر حلف اٹھا سکتے ہیں کہ بلا شبہ وہ ساری حدیثیں صحیح ہیں جب کہ وہ صرف ظنی طور پر صحیح ہیں نہ یقینی طور پر، تو پھر یقینی طور پر ان کا صحیح ہونا کیونکر مان سکتے ہیں۔

(یہ صاف اقرار ہے کہ آپ کشف کے ذریعہ احادیث صحیحین کو موضوع ٹھہرانے کے مدعی ہیں، اب آپ کے صحت احادیث صحیحین سے منکر ہونے میں کیا کسر رہ گئی ہے۔ یہ احادیث صحیحین پر مرزا کا پانچواں حملہ ہے۔ اگر کہو کہ تم اور شیخ اکبر یہ بات کہہ چکے ہو تو اس کا جواب ابھی دیا گیا ہے کہ یہ محض کذب ہے۔ یہ بات نہ ہم نے کہی ہے نہ شیخ اکبر نے فرمائی ہے۔ محمد حسین)

الغرض میرا مذہب یہی ہے کہ البتہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ظنی طور پر صحیح ہیں مگر جو حدیث صریح طور پر ان میں سے مبائن و مخالف قرآن کریم کے واقع ہوگی وہ صحت سے باہر ہو جائے گی۔ آخر بخاری اور مسلم پر وحی تو نازل نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ جس طریق سے انہوں نے حدیثوں کو جمع کیا ہے اس طریق پر نظر ڈالنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ بلا شبہ وہ طریق ظنی ہے اور ان کی نسبت یقین کا ادعا کرنا ادعائے باطل ہے۔ دنیا میں جو اس قدر مخالف فرقے اہل اسلام میں ہیں، خاص کر مذاہب اربعہ ان چاروں مذہبوں کے اماموں نے اپنے عملی طریق سے خود گواہی دیدی ہے کہ یہ احادیث ظنی ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اکثر حدیثیں ان کو ملی ہوں گی مگر ان کی رائے میں وہ حدیثیں صحیح نہیں تھیں (مرزا کی اس تحریر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام ابوحنیفہ اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے وقت میں موجود تھیں۔ بعد میں ایک پرچے میں مرزا صاحب نے لکھا کہ میں نے یہ کب کہا ہے کہ امام اعظم کے وقت میں صحیح بخاری موجود تھی۔ اس کو پڑھنے اور دیکھنے کے وقت قادیانی کے کذب و جرئت و مغالطہ کا اندازہ کریں۔ محمد حسین) بھلا آپ فرما دیں کہ اگر کوئی شخص بخاری کی کسی حدیث سے انکار کرے کہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ اکثر مقلدین انکار کرتے ہیں، تو کیا وہ آپ کے نزدیک کافر ہو جائے گا۔ پھر جس حالت میں وہ کافر نہیں ہوسکتا تو آپ کیونکر ان حدیثوں کے روایتی ثبوت کے رو سے یقینی ٹھہرا سکتے ہیں (تحریر نمبر ۸ میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ مقلدین مذہب اربعہ کسی حدیث صحیحین کی صحت کے منکر نہیں اور ان کی مخالفت بعض احادیث صحیحین سے اختلاف رائے و فہم معانی و تاویل و ترجیح پر مبنی ہے۔ صرف آپ ہیں جو بعد اتفاق اہل سنت انکاری ہوئے ہیں۔ اور احادیث صحیحین کو ایسا یقینی کون کہتا ہے کہ ان کے انکار سے کفر لازم آئے جمہور علماء

بظن غالب ان کو صحیح جانتے ہیں اور امام ابن الصلاح اور ان کے ہم خیال نظری یقینی کہتے ہیں۔ لہذا ان کے انکار سے فاسق اور مبتدع ہونا لازم آتا ہے اور اس سے بڑھ کر کسی کو دعوی نہیں ہے۔ محمد حسین) اور جب کہ وہ یقینی نہیں ہیں تو اس حالت میں اگر ہم کسی حدیث کو قرآن کریم کے مخالف پائیں گے (ایک حدیث صحیح دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہیں ہوتی۔ چہ جائے کہ مخالف قرآن ہو۔ حدیث صحیح کو قرآن کے مخالف قرار دینا ان ہی لوگوں کا کام ہے جو اس حیلہ سے حدیث کو موضوع بنانا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے کیا ہے۔ آپ بار بار احادیث صحیحین کو مخالف قرآن ٹھہرا کر ساقط الاعتبار بناتے ہیں اور اپنا منکر احادیث ہونا ثابت کر رہے ہیں جس کا جواب انہیں کئی بار دیا گیا ہے۔ یہ احادیث صحیحین پر ان کا آٹھواں حملہ ہے۔ محمد حسین) اور صریح طور پر دیکھ لیں گے کہ وہ قرآن کریم سے صریح طور پر مخالف ہے اور کسی طور سے تطبیق نہیں دے سکیں گے، تو کیا ہم ایسی صورت میں قرآن کریم کی اس آیت کو ساقط الاعتبار کر دیں گے یا اس کے کلام الٰہی ہونے کی نسبت شک میں پڑیں گے۔ کیا کریں گے؟ آخر یہی تو کرنا ہے کہ اگر ایسی حدیث کسی طور سے کلام الٰہی سے تطبیق نہیں کھائے گی تو اس کو بغیر خوف زید اور عمرو کے وضعی قرار دیں گے (بلا خوف زید و عمرو کیوں کہتے ہیں۔ بلا خوف خدا کہیں۔ بار بار احادیث صحیحین کو مخالف و معارض قرآن کہنے سے آپ کی غرض یہی تھی کہ ان احادیث کو موضوع قرار دیں، سو ان کے منہ سے یہ بات صاف نکل گئی کہ وہ بخاری و مسلم کی احادیث کو موضوع کہیں گے۔ یہ ان کا احادیث صحیحین پر نواں حملہ ہے۔ محمد حسین)، بلا شبہ آپ کا نور قلب اس بات پر شہادت دیتا ہوگا کہ حدیثیں اپنے روایتی ثبوت کی رو سے کسی طور سے قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس وجہ سے گو وہ وحی الٰہی ہی ہوں، نماز میں بجائے کسی سورت کے ان کو نہیں پڑھ سکتے (اس کا نتیجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ حدیث عین قرآن اور وحی متلو نہیں، نہ یہ کہ حدیث واجب العمل نہیں۔ اور یہ تو ہم نے بھی نہیں کہا کہ حدیث عین قرآن ہے اور بجائے قرآن اس کو نماز میں پڑھ سکتے ہیں۔ صرف یہی کہا ہے کہ حدیث قرآن کی مانند واجب العمل ہے پھر اس بات کے کہنے سے بجز دھوکہ دہی عوام کیا فائدہ متصور ہے۔ محمد حسین)

اور ایک نقص حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ بعض حدیثیں اجتہادی طور پر سے آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہیں، اسی وجہ سے ان میں باہم تعارض ہو گیا ہے جیسا کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت جو حدیثیں ہیں (لفظ اجتہاد سے جو مراد اپنی تحریر نمبر ۵ میں مرزا صاحب نے بیان کی ہے اس مراد سے احادیث متعلقہ ابن صیاد، دجال اجتہادی نہیں ہو سکتیں۔ اس کی تفصیل آئندہ ہوگی۔ محمد حسین)، ان حدیثوں سے صریح اور صاف طور پر معارض ہیں جو گرجا والے دجال کی نسبت ہیں، جس کا

راوی تمیم داری ہے۔ اب ہم ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کو صحیح سمجھیں۔ دونوں حضرت مسلم صاحب کی صحیح میں موجود ہیں۔ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت یہاں تک وثوق پایا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے آنحضرت ﷺ کے روبرو قسم کھا کر بیان کیا کہ دجال معہود یہی ہے۔ تو آپ ﷺ چپ رہے، ہرگز انکار نہیں کیا۔ اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا قسم کھانے کے وقت میں چپ رہنا گویا خود آنحضرت ﷺ کا قسم کھانا ہے، اور پھر ابن عمر کی حدیث میں صریح اور صاف لفظوں میں موجود ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ مسیح دجال معہود یہی ابن صیاد ہے۔ اور پھر جابر نے بھی قسم کھا کر کہا کہ دجال معہود یہی ابن صیاد ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے آپ بھی فرمایا کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہوں۔ پھر ایک اور حدیث مسلم میں ہے، جس میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہوگیا تھا کہ دجال معہود ابن صیاد ہی ہے۔ لیکن فاطمہ کی حدیث تمیم داری والی جو اسی مسلم میں موجود ہے، صریح اس کے مخالف ہے۔ اب ہم ان دونوں دجالوں میں سے کس کو دجال سمجھیں (احادیث صحیح مسلم میں وجود تعارض کا دعوی کرنا، جو مرزا قادیانی کے نزدیک موضوع ہونے کی دلیل ہے، احادیث صحیح مسلم پر دسواں کھلم کھلا حملہ ہے اور اس تعارض کا ادعا محض کذب ہے۔ جس حدیث میں ابن صیاد کو دجال کہا گیا ہے وہ حدیث تمیم داری کے مخالف و معارض نہیں اور نہ کسی اور حدیث صحیح کی معارض ہے۔ حضرت عمر نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اس پر قسم نہیں کھائی کہ ابن صیاد دجال موعود ہے، اور نہ آنحضرت ﷺ نے اس مضمون قسم پر سکوت کیا۔ ان کی قسم اور آنحضرت ﷺ کا سکوت تو صرف ابن صیاد کو دجال کہنے پر تھا۔ جس کے معنے یہ کئے گئے ہیں کہ ابن صیاد منجملہ ان تیس دجالوں کے ایک دجال ہے جن کے خروج کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی تھی۔ ایسا ہی حضرت جابر کا ابن صیاد کو دجال کہنا ہے۔ اس میں بھی یہ تصریح نہیں کہ ابن صیاد دجال موعود ہے۔ رہا حضرت ابن عمر کا ابن صیاد کو مسیح دجال کہنا۔ سو یہ حضرت ابن عمر کا اپنا قول موقوف ہے، جو حدیث صحیح تمیم داری وغیرہ کا معارض نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت ﷺ سے جو مرزا صاحب نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ابن صیاد کے دجال موعود ہونے سے ڈرتا ہوں، یہ ایک سفید جھوٹ ہے، جس کا ثبوت مرزا صاحب سے طلب کیا گیا تو اخیر تک کچھ نہ بتلایا اور جو کہا ان میں افتراء سے کام لیا ہے۔ تحریرات فریقین نمبر ٦ و ٧ ملاحظہ ہوں۔ اور قادیانی کا یہ دعوی بھی محض کذب ہے کہ مسلم کی ایک حدیث میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہوگیا تھا کہ دجال موعود ابن صیاد ہی ہے۔ صحیح مسلم میں اس مضمون کی کوئی حدیث موجود نہیں۔ مرزا قادیانی سے اس کا ثبوت طلب کیا گیا تو اس نے بھی کوئی پتہ نہیں دیا جس سے اس کا دعوی ثابت ہو۔ جو کہا اس سے مرزا صاحب کا اور بھی کذب ثابت ہوا۔ اس کا

مفصل بیان ہماری تحریر نمبرے میں ہے۔ محمد حسین)۔ (نواب) صدیق حسن صاحب، جیسا کہ میرے ایک دوست نے بیان کیا ہے، ابن صیاد کی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور تمیم داری کی حدیث کو اپنی کتاب آثار القیامہ میں ضعیف قرار دیتے ہیں (یہ محض کذب وافتراء ہے اور یہ مرزا قادیانی اور اس کے اتباع واحباب کے دجال وکذاب ہونے پر ایک روشن دلیل ہے۔ نواب صدیق حسن خان مرحوم نے ابن صیاد کے دجال ہونے کو ترجیح نہیں دی اور نہ حدیث تمیم داری کی تضعیف کی ہے، اپنی کتاب حجج الکرامہ فی آثار القیامہ کے ص ۴۱۶ میں ابن صیاد کے دجال موعود ہونے کے باب میں صحابہ سے دو قول نقل کر کے فتح الباری شرح صحیح بخاری سے احادیث جابر بن عبداللہ وعبداللہ بن عمر وابو سعید خدری وقسم حضرت عمر بحضور آنحضرت ﷺ نقل کئے ہیں۔ پھر صفحہ ۴۱۷ میں صاحب فتح الباری حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے کہ یہ احادیث اس باب میں نص، یعنی بیان واضح نہیں کہ ابن صیاد دجال موعود ہے۔ پھر نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ابن صیاد کے باب میں متردد رہنا، یعنی حضرت عمر کو ارادہ قتل ابن صیاد کے وقت یہ فرمانا کہ اگر ابن صیاد دجال موعود ہے تو تجھے اس کے قتل پر قدرت نہ ہوگی اور اگر یہ اور ہے تو اس کا قتل کرنا اچھا نہیں ہے، تمیم داری کا قصہ سننے سے پہلے تھا۔ اور پھر جب تمیم داری سے آنحضرت ﷺ نے اس کا حال سن لیا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ دجال موعود وہی شخص ہے جو جزیرہ میں محبوس ہے۔ اور تمیم داری اس کو دیکھ آیا ہے۔ پھر حدیث تمیم داری کی نسبت فتح الباری سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی راوی صرف فاطمہ بنت قیس ہی نہیں ہے، بلکہ ابو ہریرہ وعائشہ وجابر بھی اس حدیث کی روایت میں فاطمہ کے ساتھ شریک ہیں۔ پھر ان اصحاب کی روایات حدیث تمیم داری کو کتب محدثین سے نقل کر کے ان کا صحیح وحسن ہونا محدثین سے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد صحیح مسلم سے پوری حدیث تمیم داری نقل کر کے صفحہ ۴۱۸ میں بیہقی سے نقل کیا ہے کہ دجال کہن سال بڈھا ہے۔ پھر اس حدیث کی سند کی صحت نقل کر کے بیہقی سے نقل کیا ہے کہ دجال اکبر جو اخیر زمانہ میں پیدا ہوگا، ابن صیاد کے سوائے کوئی اور شخص ہے۔ اور ابن صیاد من جملہ دجالین کذابین، جن کے خارج ہونے کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے، ایک دجال ہے۔ اور جو لوگ ابن صیاد کو دجال سمجھتے تھے انہوں نے قصہ تمیم داری نہ سنا تھا۔ پھر صفحہ ۴۱۹ میں اس کے مؤیدات فتح الباری سے نقل کر کے کہا ہے اینست ملخص کلام فتح الباری وحاصلش اصح بودن دجال غیر ابن صیاد ست بوجہ آنکہ اعور باشد واز یہود باشد ودر یہود یہ ساکن بود الی غیر ذالک۔ واحادیث ابن صیاد ہمہ محتمل ست وحدیث جساسہ نص ست، پس مقدم باشد ودر اشاعۃ گفتہ ومئوید مرجح بودن او غیر ابن صیاد است زیرا کہ قصہ تمیم داری متاخر ست از قصہ ابن صیاد پس ہم چو ناسخ۔ ، ہم چو ناسخ یعنی ناسخ کی مانند یعنی اس کو بے اعتبار کرنے والا، یہ اس لئے کہا ہے کہ حقیقۃ نسخ اخبار میں نہیں ہوتا، ناسخ کی مانند اس لئے ہوا کہ اس روایت تمیم نے ان روایات کو جن سے اس کے خلاف کا وہم پیدا ہوتا تھا، بے اعتبار و کان لم یکن کر دیا۔ باشد برائے او ونیز وقت اخبار آنحضرت ﷺ آنکہ دجال در بحر

شام یا بحر یمن لا بلکہ از طرف شرق بر آید ابن صیاد در مدینہ بود پس اگر وی دجال می بودی فرمود کہ وی در مدینہ است و نتواں گفت کہ ایں صرف بآن جہت نفرمود کہ مبادا او را بکشند و خبر داد بانجام کار وزیرا کہ قتل شخصی قبل از اجلے او نمے تواند شد۔ ومقدر آنست کہ قاتل وی نبی خدا عیسی بن مریم علیہ السلام ست و اگر ہم چنیں مے بود بیان نمی کرد آنحضرت ﷺ صنفی خوارج را ، صنفی و بمعنی اصل ۔ یہ کلمہ بعض خارجیوں کے حق میں آپ نے فرمایا تھا کہ اس کے اصل، یعنی نسل سے، ایسے لوگ پیدا ہوں ہوں گے جو دین سے خارج ہوں گے، محمد حسین) بہر حال اب یہ مصیبت اور رونے کی جگہ ہے یا نہیں کہ ایک ہی کتاب میں جو بعد بخاری کے اصح الکتب سمجھی گئی ہے دو متعارض حدیثیں ہیں، جب کہ ہم ایک کو صحیح مانتے ہیں تو پھر دوسری کو غلط ماننا پڑتا ہے۔ (مرزا قادیانی کا یہ رونا اور اظہار مصیبت و ماتم کرنا اس امر کا صریح اقرار ہے کہ وہ صحیح مسلم کی ان احادیث کو جن میں ابن صیاد اور دجال کا ذکر ہے، باہم متعارض و متخالف جانتے ہیں اور بناء علیہ حدیث تمیم داری کو جس میں ابن صیاد کے سوا کسی اور شخص کو دجال کہا گیا ہے، غلط و موضوع قرار دیتے ہیں۔ اس تعارض اور غلطی کا وہ یقین نہ رکھتے تو یہ رونا نہ روتے اور ماتم نہ کرتے بلکہ یقین اور وثوق کے ساتھ یہ کہتے کہ ان سب احادیث میں ایک ہی دجال ابن صیاد مراد ہے۔ لہٰذا یہ سب احادیث باہم متوافق اور صحیح ہیں۔ ان کا ایسا نہ کہنا اور برخلاف اس کے ان احادیث کے تعارض پر نوحہ کر کے ایک حدیث تمیم داری کو غلط قرار دینا صاف یقین دلاتا ہے کہ اس حدیث کو وہ غلط موضوع جانتے ہیں۔ یہ احادیث صحیح مسلم پر ان کا گیارہواں حملہ ہے۔

مرزا قادیانی کی اس مصیبت پر، جس پر وہ رونا روتے ہیں، تعزیت کی جاتی ہے کہ یہ مصیبت ان کی خیالی مصیبت ہے، نہ واقعی مصیبت۔ کیونکہ واقع اور حقیقت میں تمیم داری کی حدیث میں اور ان احادیث میں، جن میں ابن صیاد کو دجال کہا گیا ہے، کوئی تعارض نہیں۔ حضرت عمر وحضرت جابر نے تو ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کا ذکر ہی نہیں کیا۔ حضرت ابن عمر نے اس کو مسیح دجال کہا ہے سو یہ ان کا قول موقوف ہے جو حدیث مرفوع تمیم داری کا معارض نہیں ہوسکتا۔ پھر یہ مصیبت کیا ہے اور یہ رونا کیسا؟ محمد حسین)

ماسوا اس کے تمیم داری کی حدیث میں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ وہی دجال جو تمیم داری نے دیکھا تھا، کسی وقت خروج کرے گا۔ لیکن اسی مسلم کی حدیثیں صاف صاف ظاہر کر رہی ہیں کہ سو برس کے عرصے تک کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا۔ بلکہ پہلی حدیث میں تو آنحضرت ﷺ نے قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ اس وقت سے سو برس تک کوئی جاندار زمین پر زندہ نہیں رہے گا۔ اب اگر ابن صیاد اور گرجا والا دجال جاندار اور مخلوق ہیں، تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ مر گئے ہوں۔ اب یہ دوسری مصیبت ہے کہ دونوں حدیثوں کے صحیح ماننے

سے پیش آتی ہے۔ آپ فرماویں کہ ہم کیونکر ان دونوں کو باوجود سخت تعارض کے صحیح مان سکتے ہیں۔ پس اب بجز اس کے اور کیا راہ ہے کہ ہم ایک حدیث کو غیر صحیح کہیں۔ غرض کہاں تک بیان کیا جائے۔ جس قدر بعض احادیث میں تعارض وتخالف پایا جاتا ہے اس کے بیان کرنے کے لئے تو ایک رسالہ چاہیے مگر اس جگہ اسی قدر کافی ہے۔

(یہ مصیبت پر مصیبت کا اظہار سخت تعارض احادیث صحیح مسلم کا اشتہار اور عدم تسلیم صحت احادیث ایک جانب کا اقرار، صاف اقبال ہے کہ مرزا قادیانی صحیح مسلم کی حدیث تمیم داری کو صحیح نہیں جانتے اور جو اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں تسلیم صحت کا اقرار کرتے ہیں وہ منافقانہ اقرار ہے، ان کا دلی اعتقاد یہی ہے جو بار بار ان کے منہ پر آتا ہے۔ یہ ان کا احادیث صحیح مسلم پر بارہواں حملہ ہے۔ اس مصیبت بار دوم پر دوبارہ قادیانی کی تعزیت کی جاتی ہے کہ یہ مصیبت بھی ان کی خیالی مصیبت ہے نہ واقعی مصیبت۔ اور جن احادیث ثلاثہ صحیح مسلم میں یہ ذکر ہے کہ سو برس کے بعد زمین پر کوئی زندہ نہ رہے گا، وہ حدیث تمیم داری کی معارض ومخالف نہیں ہے۔ ان احادیث میں ان ساکنین مدینہ یا زمین عرب کا جو اس وقت تک پیدا ہو چکے تھے، حال وفات بیان ہوا ہے، نہ کل زمین کے ساکنین بحر و جزائر کا۔ اور حدیث تمیم داری میں جس دجال کا قرب قیامت تک زندہ رہنا بیان ہوا ہے وہ عرب کی زمین میں نہیں بلکہ سمندر کے ایک مشرقی جزیرہ میں ہے۔ پھر ان احادیث میں اور حدیث تمیم داری میں تعارض کہاں ہوا؟ ان احادیث میں زمین سے خاص زمین عرب کا مراد ہونا ایسا ہے جیسا کہ انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض۔ (مائدہ۔ ع ۵)۔ میں زمین سے مراد محاربین کا وطن ہے، اور اس زمین سے نکال دینے سے ان کو جلا وطن کرنا مراد ہے۔

محدثین کرام ان احادیث کے یہی معنی کرتے ہیں اور بناء علیہ ان احادیث کے حکم سے حضرت خضر و حضرت عیسیٰ اور ملائکہ اور ابلیس کا مستثنیٰ ہونا بیان فرماتے ہیں۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا ہے کہ ،سو برس والی، احادیث سے بعض شاذ ونادر محدث لوگوں نے حضرت خضر کی موت پر استدلال کیا ہے مگر جمہور محدثین ان کو زندہ سمجھتے ہیں۔ اور ان احادیث کے یہ معنے بیان کرتے ہیں کہ ان میں زمین کے باشندوں کا حال بیان ہوا ہے۔ اور حضرت خضر دریا میں رہتے تھے، یا ان احادیث میں عام لوگوں کا حال بیان ہوا ہے جن سے حضرت خضر مخصوص ومستثنے ہیں و قد احتج بھذا الاحادیث من شذ من المحدثین فقال الخضر میت۔ و الجمھور علی حیاتہ کما سبق فی باب فضائلہ ویتاولون ھذہ الاحادیث علی انہ کان علی البحر لا علی الارض او

انها عا م مخصص ۔(شرح مسلم۔ ج ۱ ص ۳۱۰) ۔ اور قسطلانی نے شرح بخاری میں فرمایا ہے۔ لا یبقی ممن هو علی ظهر الا ر ض احد لمن تر و نه او تعر فو نه عند مجیئه او المراد ار ضه التی نشاء بها و منها بعث کجز یرة العر ب المشتمله علی الحجاز و تها مه و نجد فهو علی قو له تعا لی او ینفوا من ا لا ر ض ای بعض الارض التی صدر ت .... فیها فلیست الف لام للاستغراق و بهذا یند فع قو له من استد ل بهذا الحد یث علی مو ت الخضر کا لمئو لف او یحتمل ان یکو ن الخضر غیر هذه الا ر ض... و لئن سلما ان الف لام للا ستغراق فقوله احد عموم یحتمل ان علی وجه ا لا ر ض الجن و ا لا نس و الخضر... ید خلها التخصیص با دنی قر ینه ۔(قسطلانی۔ ج ۱ ص ۲۰۴) ۔ کہ آنحضرت ﷺ کے اس قول سے کہ کوئی پشت زمین پر نہ رہے گا، یہ مراد ہے کہ جن کو تم دیکھتے ہو ۔ یا جب وہ تمہارے سامنے آویں تو تم اس کو پہچان لو، وہ لوگ فوت ہو جائیں گے ۔ یا یہ مراد ہے کہ اس زمین کے لوگ فوت ہو جائیں گے جس میں آپ پیدا ہوئے اور نبی ہو کر آئے ،یعنی جزیرہ عرب جس میں حجاز تہامہ نجد تینوں حصہ شامل ہیں ۔ اس صورت میں یہ قول نبوی ایسا ہے جیسا قول خداوندی ہے کہ محاربین زمین سے نکال دیئے جائیں، جس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس زمین سے نکالے جاویں جس میں ان سے جرم بغاوت صادر ہوا ۔ اس صورت میں الف و لام استغراق کے لئے نہیں ہے ۔یعنی جو تمام حصص زمین کو شامل ہو ۔ اس تقریر سے ان محدثین کا قول جو اس حدیث سے حضرت خضر کی موت پر استدلال کرتے ہیں، رد ہوتا ہے کیونکہ ان کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت حضرت خضر زمین عرب میں نہ تھے اور اگر ہم یہ بھی بطور فرض مان لیں کہ یہ الف لام استغراق کے لئے ہے تو پھر یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت خضر اس سے مستثنٰی ہیں ۔

عینی نے شرح بخاری میں کہا ہے و قیل اراد النبیﷺ با لار ض البلدة التی هو منها و قا ل تعا لی الم تکن ار ض الله وا سعة یر ید المد ینة ۔ کہ اس حدیث میں زمین سے وہ شہر، مدینہ، مراد ہے جس میں آنحضرت ﷺ موجود تھے ۔ چنانچہ اس قول خداوندی سے کہ کیا خدا کی زمین فراخ نہ تھی؟ ، مدینہ مراد ہے۔

اور بخاری کی بعض شروح میں ہے کہ اس حدیث میں زمین کا لفظ کہنے سے ملائکہ اور حضرت عیسیٰ جدا ہوئے ۔ بخاری نے اس حدیث سے حضرت خضر کی وفات پر استدلال کیا ہے، مگر جمہور محدثین اس کے مخالف ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک عام بات فرمائی ہے جس سے حضرت خضر مخصوص ہیں ۔ یا یہ کہ اس میں زمین والوں کا حال بیان ہوا ہے ۔ اور حضرت خضر دریا میں ہیں ۔ ہاروت ماروت کے موجود ہونے سے بھی اعتراض نہیں پڑتا

کیونکہ وہ دونوں بشر نہیں ۔ ایسا ہی ابلیس کے موجود ہونے پر اعتراض کا جواب ہے ۔ عینی نے کہا ہے کہ بہت با وجہ جواب یہ ہے اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کا حال بیان کیا ہے اور حضرت عیسیٰ و حضرت خضر اس امت سے نہیں ہیں اور شیطان جو موجود ہے تو وہ بنی آدم سے نہیں ۔

قولہ ظھر الارض احتراز عن الملائکۃ و عیسی علیھم السلام و احتج به البخاری و غیرہ علی موت خضر و الجمھور علی خلافه و اجابوا بانه عام مخصوص البعض او کان فی البحر و لا یعترض بھاروت و ماروت لانھما لیسا ببشر و کذا الجواب فی ابلیس قال العینی الا وجه ان یقال المراد لمن ھو علی طھر الارض امة امة اجابته کانت او دعوة و عیسی و خضر لیسا داخلین فی الامة و الشیطان لیس من بنی آدم ۔ مرزا قادیانی نے اپنے اس قول کی شرح میں زبانی یہ تقریر کی تھی کہ یہ بات کہ سو برس کے بعد کوئی جاندار زمین پر نہ رہے گا۔ آنحضرت ﷺ نے سوال قیامت کے جواب میں فرمائی تھی ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث میں قیامت قائم ہونے اور تمام زمین کے زندہ اشخاص کے مر جانے کی خبر دی گئی ہے ۔ یہ بات آپ نے اپنے خسر دوم منشی ناصر نواب کو بھی زبانی کہی تھی اور اس کی تصدیق کے لئے مشکوۃ کے صفحہ ۴۷۲ میں ایک حدیث دکھا کر اس کا مطلب یہ سمجھایا تھا کہ آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے وقت قیامت سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ سو برس کے بعد زمین پر کوئی نہ رہے گا ۔ اس کے بعد زبانی تقریر میں قادیانی صاحب نے فرمایا تھا کہ اس قول نبوی سے زمین سے کوئی خاص زمین مراد ہو تو یہ قول سوال قیامت کا جواب نہیں بنتا کیونکہ کسی ایک زمین کے زندہ اشخاص کے فوت ہو جانے سے قیامت کا قائم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا ۔ قیامت تب ہی قائم ہوگی جب کہ تمام زمین پر کوئی زندہ نہ رہے ۔

اس تقریر میں قادیانی نے حاضرین مجلس کو دھوکہ دیا اور اس دھوکہ سے اپنا دجال ہونا خوب ثابت کیا ۔ آنحضرت ﷺ کا یہ قول کہ سو برس کے بعد کوئی جاندار نفس زمین پر نہ رہے گا ۔ سوال قیامت کا جواب ہرگز نہیں ہے ۔ یہ قول سوال قیامت کا جواب ہوتا تو پھر کیا ممکن تھا کہ سو برس کے بعد کوئی زمین پر زندہ رہتا ۔ اور آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی میں تخلف ہوتا ۔ اور قیامت کا ہنگامہ برپا نہ ہوتا ؟ ۔ ہرگز نہیں ۔ یہ قول تو آپ ﷺ نے سوال قیامت کے جواب سے اعراض وانکار کر کے فرمایا تھا ۔ لوگوں نے آپ سے وقت قیامت سے سوال کیا ۔ آپ نے جواب میں وقت قیامت سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور صاف فرما دیا کہ وقت قیامت کا علم تو مجھے نہیں ۔ یہ علم تو خدا تعالیٰ ہی سے مخصوص ہے ۔ ہاں میں یہ بات قسم سے کہتا ہوں کہ جو لوگ آج کے دن تک زمین پر موجود ہو چکے ہیں ، وہ سو برس کے بعد زندہ نہ رہیں گے ۔

اصل حدیث یہ ہے جو صحیح مسلم کے صفحہ ۳۱۰ میں ہے، وہی حدیث مشکوۃ میں بصفحہ ۴۷۴ منقول ہے

عن جابر بن عبد اللہ سمعت النبی ﷺ یقول قبل ان یموت بشہر تسالونی عن الساعۃ و انما علمہا عند اللہ و اقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ تاتی علیہا مائۃ سنۃ و ھی حیہ یومئذ ۔ اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اہل قرن ، ہم عصر لوگ ، سو برس تک فوت ہو جائیں گے، نہ یہ کہ تمام دنیا کے لوگ سو برس تک مر جائیں گے اور قیامت برپا ہوگی ۔ چنانچہ اسی کتاب صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ لوگ جو آپس میں سو برس کے بعد قیامت آنے کی باتیں کرتے ہیں اس میں وہ آنحضرت ﷺ کے کلام کے معنے سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں ۔ آنحضرت ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ جو آج تک پیدا ہو چکے ہیں وہ سو برس کے بعد نہ رہیں گے، جس سے آپ کا مقصود یہ تھا کہ آپ کا قرن سو برس کے بعد گزر جائے گا قال ابن عمر فوہل الناس فی مقالۃ رسول اللہ ﷺ تلک فیما یتحدثون من ہذہ الاحادیث عن ماۃ سنۃ و انما قال رسول اللہ ﷺ لا یبقی ممن ھو الیوم علی ظہر الارض احد یرید بذلک ان ینحرم ذالک القرن ۔ (صحیح مسلم ۔ص ۳۱۰)۔ یہ قول ایک جلیل الشان صحابی ابن عمر کا بھی اس باب میں نص ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وہ قول سوال قیامت کا جواب نہیں تھا ۔ اور اس سے قیامت برپا ہونے کی خبر دینا مقصود نہ تھا ، بلکہ بیان انقضاء قرن مقصود ہے ۔ اور جب اس قول سے جواب سوال قیامت مقصود نہ ہوا تو پھر اس سے تمام زمین کے زندہ اشخاص کا فوت ہو جانا مراد ٹھہرانا ضروری نہ ہوا ۔ کیونکہ یہ تو بقول مرزا قادیانی اسی صورت میں ضروری تھا جب کی یہ قول سوال قیامت کا جواب ہوتا ، اور اس سے قیامت ہونے کی خبر دینا مقصود حضرت رسالت ہوتا ۔

لفظ قرن کو ، جس کے گزر جانے کا بیان بقول حضرت ابن عمر مقصود حضرت رسالت تھا ، دیکھا جائے تو اس سے بھی تمام زمین کے لوگوں کا مراد نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے ۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے اہل قرن وہی لوگ کہلاتے ہیں جو آپ سے شرف صحبت و ملاقات رکھتے تھے ، نہ تمام دنیا کے لوگ ۔ حدیث مشہور خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم میں آنحضرت ﷺ نے اپنے قرن والوں کو بہترین اہل زمانہ فرمایا ہے ۔ پھر ان کو جو ان کے قریب ہوں ، پھر ان کو جو اس سے متصل ہوں ۔ اور اس قول سے ان تینوں زمانوں کے تعامل عام کو حجت ٹھہرایا ہے ۔ کیا اس حدیث میں ان تین زمانوں کے تمام دنیا کے لوگوں کو ، یورپ میں ہوں خواہ ایشیا میں یا امریکہ و چین وغیرہ میں آنحضرت ﷺ نے بہتر کہا ؟ اور ان کے تعامل کو حجت ٹھہرایا ہے؟ ۔ ہرگز نہیں ۔

مجمع البحار جلد سوم کے صفحہ ۱۲۸ میں نہایہ جزری سے نقل کیا ہے قرنہ اصحابہ علی الصحیح و قیل قرنہ ما بقیت عین رئتہ و الثانی ما بقیت عین راءت من راہ و

الثالث کذا لک ولثا لث ابناء ابنا ئھم ۔ و قیل کل طبقة مقتر نین فی وقت و الصحیح ان قر نه اصحا به و الثا نی التا بعو ن و الثا لث تا بعو ھم و قد ظھر ان مدة ما بین البعثة الی آ خر من ما ت من الصحا بة ماة و عشرو ن با لتقر یب و ان نظر ا لی و فا ته کا ن ماة اما قر ن التا بعین فا ن اعتبر من سنة ماة کا ن نحو خمسین فظھر ان مدة القر ن مخلتف باعتبار اعمار اہل کل زمان و اتفق ان اخر اتباع التابعین من عا ش الی عشرین و ما تین و فیه ظھر البد ع ظھوراً نا شیاً و اطلقت المعتز لة السنتھا و رفعت الفلا سفة رئو سھا ۔ کہ آنحضرت ﷺ کا قرن بنا بر قول صحیح آپ کے اصحاب تھے۔ بعض کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کا قرن اس وقت تک ہے کہ آپ کو دیکھنے والی آنکھ رہے۔ دوسرا قرن اس وقت تک ہے کہ آپ کو دیکھنے والوں کو دیکھنے والی آنکھ رہے۔ ایسا ہی تیسرا۔

اور اسی مجمع البحار جلد ثالث کے صفحہ ۱۲۴ میں طیبی سے نقل کیا ہے قر نه اصحا به و الثا نی ابنا ء ھم کہ آپ ﷺ کا قرن آپ کے اصحاب تھے، دوسرا قرن ان کے بیٹے، تیسرا قرن ان کے پوتے۔ بعض کا قول ہے کہ قرن وہ لوگ ہیں جو کسی وقت میں ملے ہوں۔ مگر صحیح یہ تفسیر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا قرن آپ کے اصحاب ہیں، دوسرا قرن تابعین کا تیسرا قرن تبع تابعین کا۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مبعوث ہونے کے وقت سے آخری صحابی کی موت تک تقریباً ایک سو بیس برس ہوتے ہیں اور اگر آنحضرت ﷺ کے سال وفات سے، جس سے ایک مہینہ پیشتر آپ نے وہ قول سو برس تک کسی کے زندہ نہ رہنے کا فرمایا تھا چنانچہ صحیح مسلم میں بصفحہ ۳۱۰ اور مشکوۃ میں بصفحہ ۴۷۲ تصریح موجود ہے، حساب کیا جاوے تو ایک سو برس ہوتے ہیں۔ تابعین کا قرن اس سو برس کے بعد شمار کیا جائے تو تقریباً ستر برس تک ختم ہوتا ہے اور تبع تابعین کا قرن اس کے بعد سے شمار کیا جائے تو تقریباً پچاس برس تک ختم ہوتا ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہوا کہ قرن ہر ایک زمانہ والوں کی عمر کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ آخری تبع تابعی دوسوبیس ہجری تک زندہ رہا ہے۔ اس کے بعد بدعت وفساد کا عام شیوع ہو گیا۔ معتزلہ نے زبان کو کھولا اور فلاسفہ نے سر اٹھایا وغیرہ وغیرہ۔

ان عبارات کی شہادت سے صاف ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قرن سے جس کے گزر جانے کی بقول حضرت ابن عمر، آنحضرت ﷺ نے اس قول میں خبر دی تھی، صحابہ مراد ہیں۔ جو عرب وغیرہ بلاد کی زمین میں رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس قول میں ان ہی کے فوت ہونے کی خبر دی تھی، نہ تمام دنیا کے لوگوں کی۔

آپ کے قرن سے ساری دنیا کے لوگوں کو مراد ٹھہرایا جائے تو آنحضرت ﷺ کی اس حدیث مشہور میں جو لفظ قرن وارد ہے اس سے بھی تمام دنیا کے لوگ مراد لینا اور ان کا بہتر ہونا اور ان کے تعامل کا حجت ہونا لازم

آئے گا جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہوسکتا۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی فن حدیث سے ناواقف ہوکر ناحق دخل در معقولات دیتا ہے اور احادیث صحیحہ کے غلط معنے کر کے ان کو باہم متعارض ٹھہراتا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے۔ محمد حسین)

اب ظاہر ہے کہ اگر تمام حدیثیں روایت کے طور سے یقینی الثبوت ہوتیں تو یہ خرابیاں کاہے کو پڑتیں (جملہ احادیث کو یقینی الثبوت کہنے کا جواب بار ہا دیا گیا۔ ان میں تعارض کا عدم وقوع بھی ظاہر کیا گیا۔ مرزا صاحب قادیانی بار بار اسی بات کا اعادہ کرتے اور خروج از مبحث کا ارتکاب عمل میں لائے ہیں جس کی پانچویں دفعہ ہے ۔محمد حسین) ۔ اب میں خیال کرتا ہوں کہ میں آپ کے سوال کا پورا پورا جواب دے چکا ہوں (پورا چھوڑ ادھورا جواب بھی نہیں دیا اور نہیں بتایا کہ احادیث صحیحین اصول روایت کی رو سے صحیح ہیں یا سب کی سب غیر صحیح یا بعض صحیح بعض موضوع ۔ ہمارے سوال کا یہی جواب تھا جس کا کوئی حصہ بھی مرزا قادیانی کی تمام کلام میں پایا نہیں جاتا) کیونکہ جس حالت میں یہ ثابت ہوگیا کہ حدیثیں بوجہ اپنی ظنی حالت اور تعارض اور دوسری وجوہ کے یقین کامل کے مرتبہ پر نہیں ہیں، اس لئے وہ بجز شہادت وموافقت قرآن کریم یا عدم خلاف اس کے حجت شرعی کے طور سے کام میں نہیں آسکتیں (احادیث صحیحین کا واجب العمل ہونا باوجود ظنی تسلیم ہونے کے شرط توافق قرآن سے مشروط نہیں ۔ وہ احادیث بلا مراجعت قرآن واجب العمل ہیں اور کوئی حدیث صحیحین قرآن شریف کے مخالف نہیں ۔محمد حسین) اور قانون روایت کی رو سے ان کا وہ پایہ ہرگز تسلیم نہیں ہوسکتا جو قرآن کریم کا پایہ ہے (یہ ہم پایہ ہونا کس نے کہا اور کس نے اس سے سوال کیا؟ یہ چھٹی دفعہ مرزا صاحب نے مبحث سے خروج کیا کہ ایک ایسے امر سے تعرض کیا جس سے بحث وسوال نہ تھا۔محمد حسین) سو بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے ۔

۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء　　　مرزا غلام احمد

☆ شیخ محمد حسین بٹالوی کی تحریر پنجم

(اس تحریر کے متعلق قادیانی روایت یہ ہے کہ یہ پرچہ ان کے پاس نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ مختصر سا پرچہ تھا جو محمد حسین ہی کے پاس رہ گیا ہوگا۔ تاہم انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ محمد حسین نے یہ پرچہ ان کے حوالے نہیں کیا۔ ایسا ہوتا تو جب مرزا قادیانی کے آخری پرچے کے بارے میں مولانا نے کہا کہ تم نے یہ پرچہ ہمیں نہ دے کر شرائط مباحثہ کی خلاف ورزی کی ہے، تو مرزا صاحب کہتے کہ تم تو یہ جرم پہلے ہی کر چکے ہو۔ ہمیں الزام دینے کا کیا مطلب؟

دراصل اس پرچہ میں مولانا بٹالوی نے کچھ سوال مرزا صاحب پر وارد کئے ہیں۔ جن کا جواب وہ دے نہیں سکے۔ اس لئے اصل سوالات کو غائب کر کے جو کچھ ان کے منہ میں آیا کہتے رہے اور اپنے اتباع پر ظاہر کیا کہ میں نے ایک مدلل تحریر لکھی ہے۔ بہاء)

مولانا بٹالوی اس پرچہ میں لکھتے ہیں۔

آپ (مرزا) نے میرے سوال کا جواب پھر بھی صاف نہیں دیا اور نہ فرمایا کہ احادیث کا قانون روایت بجز اس عقلی پیمانہ کے کہ موافق قرآن ہوں تو مقبول ورنہ مردود، یعنی پیمانہ صحت کیا ہے اور اصول روایت کی رو سے احادیث صحیحین صحیح ہیں یا نہیں؟

مگر آپ کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کسی حدیث کو، بخاری و مسلم کی کیوں نہ ہو، صحیح و لائق قبول نہیں جانتے جب تک کہ اس کا مطابق قرآن ہونا ثابت نہ ہو۔

(ہمارے اس اظہار مفہوم پر بعض مرزائیوں نے اعتراض کیا ہے کہ جب تم کو اس مفہوم کا علم و اعتراف ہے تو پھر کیوں کہتے چلے گئے ہو کہ ہمارے سوال کا جواب نہیں دیا۔ اس کے دو جواب ہیں۔

اول یہ کہ اس مفہوم کی نسبت مرزا قادیانی سے اسی مقام میں یہ سوال کیا گیا کہ ہماری کلام کا یہی مطلب ہے تو صرف ہاں کہدو ۔ تو اس نے اس کے جواب میں ہاں نہیں کہا۔ لہذا سوال و استفسار کا حق رہا۔

جواب دوم یہ کہ یہ مفہوم مرزا قادیانی کے لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے، مگر ہم اس سے صاف اقرار کرانا چاہتے تھے تاکہ عوام کو اس کا منکر صحت صحیحین ہونا اس کے اقرار سے ثابت ہو۔ سو اگرچہ اس نے یہ صریح اقرار نہیں کیا، مگر بار بار کا مفہوم و اشارہ بھی صریح اقرار کے مانند ہو جاتا۔ اسی وجہ سے ہم نے تحریر نمبر ۸ میں اس کو یقیناً منکر صحت صحیحین ٹھہرا دیا اور اس پر جو حکم مناسب تھا، لگایا۔ محمد حسین) و بناءً علیہ ان کتب کی احادیث کی نسبت یہ عام حکم نہیں لگاتے کہ وہ صحیح ہیں یا موضوع ہیں۔ اور نہ یہ تفصیل و تشقیق کر سکتے ہیں کہ فلاں حدیث صحیح ہے، فلاں موضوع، بجز احادیث متعلقہ ابن صیاد و دجال، جن کی ایک جانب کو آپ موضوع جانتے ہیں۔ آپ کے کلام کا یہی مطلب ہے تو آپ صرف ہاں کہدیں اور اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیں کہ اس اعتقاد و بیان میں سلف صالحین سے آپ کا کون امام ہے اور آپ سے پہلے کون اس کا قائل ہے؟ اس کا مطلب کچھ اور ہے تو وہ بیان کریں۔ (ناظرین خیال رکھیں کہ ہم نے کس اعتقاد و بیان میں قادیانی کے امام کا نام دریافت کیا ہے اور قادیانی نے جواب میں کس مسئلہ میں اپنے لئے امام کا ہونا غیر ضروری ہونا بتایا ہے۔ محمد حسین)

☆ نمبر۲۔ آپ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ تم کتب احادیث کا مرتبہ صحت قرآن کے

برابر سمجھتے ہو۔اس کی نسبت یہ سوال ہے کہ میرے کن الفاظ سے آپ نے یہ مطلب سمجھا ہے

☆ نمبر۳۔آپ نے یہ دعوی کیا کہ آنحضرت ﷺ نے بعض احادیث اجتہادی فرمائی ہیں، کیا اس سے آپ کا یہ مقصود ہے کہ وہ وحی الٰہی نہیں ہے، یا کچھ اور ہے۔ یہی ہے تو فرمایئے کہ احادیث متعلقہ ابن صیاد اسی قسم اجتہادی سے ہیں یا نہیں۔

☆ نمبر۴۔آپ نے لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ ابن صیاد، دجال معہود ہے، اس پر کتب حدیث میں کہاں شہادت پائی جاتی ہے جس سے اجماع ثابت ہو۔مگر اس کے ساتھ یہ بھی بیان کریں کہ اجماع کی حقیقت کیا ہے۔

☆ نمبر۵۔آپ نے دعوی کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد کی نسبت فرمایا ہے کہ میں اس کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں۔کتب حدیث میں اس کا کہاں ذکر ہے۔

☆ نمبر۶۔ آپ نے جو مضمون اشاعۃ السنہ سے نقل کیا ہے اس کی تصحیح نقل کریں اور اس کے ساتھ یہ بھی بیان کریں کہ اس امر کی نسبت میں نے اپنا اعتقاد کیا ظاہر کیا ہے۔

ان سوالات کا آپ جواب دیں گے تو آپ کے طولانی جواب پر مفصل بحث ہو گی۔ بلا حصول جواب سوالات مذکورہ اس پر تفصیلی بحث نہیں ہوسکتی۔

۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء ابوسعید محمد حسین

☆ مرزا غلام احمد کی تحریر پنجم

میری طرف سے مکرر گذارش یہ ہے کہ آئمہ حدیث جس طور سے صحیح اور غیر صحیح حدیثوں میں فرق کرتے ہیں اور جو قاعدہ تنقید احادیث انہوں نے بنایا ہوا ہے وہ تو ہر ایک پر ظاہر ہے کہ وہ راویوں کے حالات پر نظر ڈال کر باعتبار ان کے صدق یا کذب اور سلامت فہم یا عدم سلامت فہم اور باعتبار ان کی قوت حافظہ یا عدم حافظہ وغیرہ امور کے جن کا ذکر اس جگہ موجب تطویل ہے۔ کسی حدیث کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کی نسبت حکم دیتے ہیں۔مگر ان کا کسی حدیث کی نسبت یہ کہنا کہ یہ صحیح ہے، اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ حدیث من کل الوجوہ مرتبہ ثبوت کامل تک پہنچ گئی ہے جس میں امکان غلطی کا نہیں، بلکہ ان کا مطلب صحیح کہنے سے صرف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ بخیال ان کے ان آفات اور عیوب سے مبرا ہے جو غیر صحیح حدیثوں میں پائے جاتے ہیں اور ممکن ہے کہ ایک حدیث باوجود صحیح ہونے کے پھر بھی واقع

اور حقیقی طور پر صحیح نہ ہو (جس قدر ثبوت عمل کے لئے کافی ہے وہ تو کامل ومکمل احادیث صحیحین کو حاصل ہے۔ رہی مرزا صاحب کی قید عدم امکان غلطی ہو، یہ محض دھوکہ ہے۔ عمل کے لئے یہ امر ضروری نہیں ہے اور حدیث صحیح باوجود امکان غلطی، واجب العمل ہے۔ اور صحیحین کی احادیث واقعی صحیح نہ ہوں تو ان کی صحت پر قسم کھانے سے کفارہ لازم آوے، حالانکہ یہ کفارہ لازم نہیں ہے۔ ان کتابوں کی صحت پر امت کا اتفاق واقعی صحت کا مثبت ہے کیونکہ امت اپنے اتفاق میں معصوم ہے، اس کا بیان ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہے۔ محمد حسین)

غرض علم حدیث ایک ظنی علم ہے جو مفید ظن ہے، اگر کوئی اس جگہ یہ اعتراض کرے کہ اگر احادیث صرف مرتبہ ظن تک محدود ہیں، تو پھر اس سے لازم آتا ہے کہ صوم وصلوٰۃ و حج وزکوٰۃ وغیرہ اعمال جو محض حدیثوں کے ذریعہ سے مفصل طور پر دریافت کئے گئے ہیں وہ سب ظنی ہوں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بڑے دھوکہ کی بات ہے کہ ایسا سمجھا جائے کہ یہ تمام اعمال محض روایتی طور پر دریافت کئے گئے ہیں وبس۔ بلکہ ان کے یقینی ہونے کا یہ موجب ہے کہ سلسلہ تعامل ساتھ ساتھ چلا آیا ہے۔ (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ اعمال کے اتفاقیہ ارکان گو تعامل سے ثابت ومعلوم ہیں مگر ان کے اختلافی اجزاء ومسائل تعامل سے ثابت نہیں۔ ان کا ثبوت احادیث ہی سے ملتا ہے۔ حدیث نہ ہو تو ان مسائل کے ثبوت کا پتہ نہ لگے۔ ان پر تعامل پایا جاتا تو ان میں اختلاف واقع نہ ہوتا۔ مرزا قادیانی جو ان سب کو تعامل سے ثابت بتاتا اور ان کو یقینی ٹھہراتا ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ تعامل کے معنے جانتا ہے اور نہ ان اختلافات سے واقف ہے جو ان اعمال میں پائے جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل ہماری تحریر نمبر ۸ اور اس کے حواشی میں ہوگی۔ محمد حسین)۔ اگر فرض کرلیں کہ یہ فن حدیث دنیا میں پیدا نہ ہوتا، پھر بھی یہ سب اعمال وفرائض دین سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے یقینی طور پر معلوم ہوتے۔ خیال کرنا چاہیے کہ جس زمانہ تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں کیا اس وقت تک لوگ حج نہیں کرتے تھے، یا نماز نہیں پڑھتے تھے، یا زکوٰۃ نہیں دیتے تھے۔ (قادیانی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ احادیث وہی نہیں کہلاتیں جو کسی کتاب میں جمع ہوں اور لکھی بھی جاچکی ہوں۔ صدر اول میں تو احادیث زبانی روایت کی جاتی تھیں اور سینوں میں محفوظ تھیں۔ اور ان ہی حدیثوں کی ہدایت کے موافق صدر اول کے لوگ نماز، روزہ وحج، زکوٰۃ وغیرہ اعمال و ارکان اسلام بجالاتے اور کسی وقت میں وہ احادیث سے مستغنی نہیں ہوئے۔ حدیث نہ ہوتی تو اسلام کے ایک رکن پر مطلق عمل جاری نہ ہوتا۔ تعامل کیسا اور کس کا؟ محمد حسین) ہاں اگر یہ صورت پیش آتی کہ لوگ ان تمام احکام واعمال کو یکدفعہ چھوڑ بیٹھتے اور صرف روایتوں کے ذریعہ سے وہ باتیں جمع کی جاتیں، تو بے شک یہ درجہ یقین وثبوت تام جو اب ان میں پایا جاتا ہے، ہرگز نہ ہوتا (ان اعمال کے

جملہ ارکان و مسائل کا یقین ثبوت آپ کو ہوگا۔ مسلمان تو عموماً ان کی اختلافی تفصیلات کے لئے وہی مرتبہ تجویز کرتے ہیں جو احادیث صحیحہ کا مرتبہ ثبوت ہے، یعنی ثبوت بظن غالب۔ یہی وجہ ہے کہ ان اختلافی مسائل میں ایک فریق دوسرے کی تکفیر و تفسیق نہیں کرتا۔ محمد حسین) سو یہ ایک دھوکہ ہے کہ ایسا خیال کر لیا جائے کہ احادیث کے ذریعہ سے صوم و صلوۃ وغیرہ تفاصیل معلوم ہوئی ہیں، بلکہ وہ سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے معلوم ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور درحقیقت اس سلسلہ کو فن حدیث سے کچھ تعلق نہیں۔ وہ تو طبعی طور پر ہر یک مذہب کو لازم پڑا ہوا ہوتا ہے اور میرا مذہب احادیث بخاری اور مسلم کی نسبت یہ نہیں ہے کہ میں خواہ مخواہ ان کی کسی حدیث کو موضوع قرار دوں۔

(خواہ مخواہ کیوں موضوع کہیں گے، آپ کوئی وجہ نکال کر موضوع قرار دیں گے۔ مخالفت قرآن کی وجہ وجیہ آپ کو ہاتھ لگ گئی ہے، جس حدیث کو چاہا مخالف قرآن قرار دے کر موضوع قرار دے دیا۔ جیسا کہ احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح کو آپ نے مخالف قرآن و توحید قرآن قرار دے کر موضوع قرار دیدیا ہے۔ محمد حسین) بلکہ میں ہر یک حدیث کو قرآن کریم پر پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر قرآن کریم کی کوئی آیت صاف اور کھلے کھلے طور پر ان کے مخالف نہ ہو تو میں بسر و چشم اس کو قبول کرونگا۔ بلکہ اگر مخالفت بھی ہو تو کوشش کرونگا کہ وہ مخالفت اٹھ جائے۔ لیکن اگر کسی طور سے وہ مخالفت دور نہ ہو سکے تو پھر البتہ کہونگا کہ اس حدیث کے بیان کرنے میں تغیر الفاظ یا پیرایہ بیان میں کچھ فرق آ گیا ہوگا، یا جو کچھ کسی صحابی نے بیان فرمایا ہوگا اس کے تمام الفاظ تابعی وغیرہ کے حافظہ میں محفوظ نہیں رہے ہوں گے۔ مگر اب تک تو مجھے ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ بخاری یا مسلم کی کوئی حدیث صریح مخالف قرآن مجھ کو ملی ہو جس کی میں کسی وجہ سے تطبیق نہ کر سکا، بلکہ جو کچھ بعض احادیث میں کچھ تعارض پایا جاتا ہے خدا تعالی نے اس تعارض کے دور کرنے کے لئے بھی میری مدد فرمائی ہے (جس طور سے تطبیق احادیث بقرآن مرزا قادیانی کرتے اور اس کو خدا کی مدد سمجھتے ہیں وہ صریح انکار احادیث سے بدتر ہے۔ وہ اگر ان احادیث کی نسبت، جن کو بزعم خود قرآن کے مخالف سمجھتے، صاف یہ کہدیں کہ یہ احادیث موضوع ہیں، تو اس سے اسلام اور مسلمانوں کو کچھ نقصان نہ ہو۔ مسلمان ان کو اس دعوی میں مبتدع سمجھیں اور ان احادیث کا موافق قرآن ہونا علماء اسلام سے دریافت کرلیں۔ مگر جب ناواقف اردو خوان مسلمان مرزا صاحب کی کلام میں ان احادیث کی قرآن سے تطبیق دیکھتے ہیں اور ایسے ایسے معانی سنتے ہیں جو زمانہ حضرت رسالت سے اس وقت تک کسی مسلمان کے خیال میں نہیں آئے تو وہ اس سے سخت گمراہ ہوتے ہیں اور وہ ان احادیث کے ظاہری معانی کو، جو ابتداء سے آج تک مسلمانوں میں متوارث چلے آئے ہیں، حقارت کی نگاہ سے

دیکھ کر ان سے انکاری ہو جاتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ رفتہ رفتہ پورے ملحد و باطنی ہو جائیں گے۔ اور صوم وصلوۃ کے ظاہری معانی سے بھی انکار کریں گے۔ اس کی تمثیلات فتوی تکفیر مرزا اور ریویو میں بکثرت بیان ہوئی ہیں۔ اس مقام میں ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔

حدیث اتفاقی صحیحین میں آیا ہے کہ مسیح آئیں گے تو وہ خنازیر کو قتل کریں گے، جس سے مراد یہ ہے کہ وہ خنزیر پالنے اور اس کو کام میں لانے کو موقوف کر دیں گے۔ موجودہ خنزیروں کو قتل کا حکم دیں گے اور آئندہ خنزیر رکھنے سے لوگوں کو روک دیں گے۔

مرزا قادیانی نے جب دیکھا کہ عام دنیا کو خنزیر پالنے سے روکنا تو ریاست و سیاست کا کام ہے۔ اور حاکم وقت کے سوا کسی سے ممکن نہیں ہے، اور ان کا اپنا حکم تو خاص قادیان کے ایک محلّہ میں بھی نہیں چلتا۔ حکم کیسا، انہیں تو اپنی جان بچانے کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ قادیان میں سر چھپا کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دہلی گئے تو پولیس کی پناہ میں رہے۔ پھر مسیح موعود بنیں تو کیونکر بنیں۔ یہ سوچ کر انہوں نے پہلے اس حدیث کے معنے کو بگاڑا اور اس لائق کر دیا کہ ان کے بے علم اتباع کی نظر میں ان کا مخالف قرآن ہونا دکھائی دے، اور کہا کہ اس حدیث کے ظاہری معنے یہ ہیں کہ حضرت مسیح جنگلوں میں خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے۔ اور چوہڑے (بھنگی) اور ساہنسی، جو پنجاب میں ایک قوم ہے جو چوہڑوں کی طرح مردار کھاتے ہیں، گھنڈیلے اور شکاری کتے آپ کے ساتھ ہوں گے پھر ان معنے کے مخالف قرآن ہونے کے ثبوت میں فرمایا کہ یہ معنے نبی کی شان کے برخلاف ہیں، جو قرآن کریم سے ثابت ہے۔ لہذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنے کی رو سے قرآن کریم کے مخالف ہے۔ پھر اس حدیث کے قرآن سے تطبیق کرنے کی غرض سے اس کی یہ تاویل فرمائی کہ اس حدیث میں خنزیر سے مراد خنزیر صفت انسان مراد ہیں اور قتل سے ان کا مغلوب کرنا۔ اور اس معنی سے یہ حدیث قرآن کے موافق ہو سکتی ہے۔ دیکھو توضیح مرام ص ۱۳ اور ازالہ اوہام ص ۱۴۱ وغیرہ۔

اس تاویل و تطبیق قادیانی کو جو لوگ مان چکے ہیں وہ قتل خنزیر کے ظاہری معنے پر خوب قہقہہ اڑا رہے ہیں اور تمام مسلمانوں کے حق میں جو زمانہ رسالت سے اس وقت تک اس کے ظاہری معنی مراد سمجھتے چلے آئے ہیں، یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ حضرت مسیح کی نسبت خنزیروں کا شکار کھیلنے اور چوہڑوں اور چماروں اور کھنڈیلوں اور کتوں کو ساتھ لے کر جنگلوں میں دوڑتے پھرنے کا اعتقاد رکھتے چلے آئے ہیں اور اس گمان سے وہ نصوص نبویہ اور قرآنیہ کے ظاہری معنے مراد لینے کو ایک نہایت شرمناک اور غیر مہذبانہ واحمقانہ خیال سمجھنے لگے ہیں۔ جس کا عنقریب یہ نتیجہ ظاہر ہوگا کہ وہ آیات حرمت خنزیر میں بھی خنزیر سے خنزیر صفت انسان مراد لیں گے۔ اور اصل خنزیر کو حلال سمجھ کر نوش جان فرمائیں گے۔

اس اصول پر وہ نماز وروزہ وحج وزکوۃ کی نصوص کی وہ تاویلیں کریں گے جو فتوی تکفیر مرزا میں باطنیہ سے منقول ہوئی ہیں۔ اس وقت تک تو وہ احادیث کے ظاہری معانی پر قہقہے اڑا رہے ہیں۔ چند روز بعد جب اصول تاویل قادیانی ان کے خیال میں استحکام کے ساتھ جاگزین ہوگا، تو وہ آیات قرآن کے ظاہری معانی پر ان کو دوسری آیات اور تعلیم قرآنی و تقدس رحمانی کے برخلاف سمجھ کر قہقہے اڑائیں گے اور ان ظواہر سے انکار کریں گے۔ اس انکار ظواہر آیات کی پٹری بھی ان کے پیغمبر قادیانی نے جمادی ہے۔ اور آیات لیلۃ القدر وسجود آدم ومعجزات مسیح از قسم احیاء موتے وخلق طیور وغیرہ کے ظاہری معانی کو خلاف تعلیم قرآنی وتقدس رحمانی وبرخلاف حقائق نفس الامریہ قرار دے کر ان کی تاویل کردی ہے اور یہ انکار ان کا حدیث نبوی کے ظاہری معانی میں محدود ومحصور نہیں رہا۔ ظواہر حدیث کو تو انہوں نے ظنی ہونے کے بہانہ سے نشانہ بنایا ہے، ظواہر قرآن کو اس حیلہ سے اڑانا شروع کر دیا ہے کہ وہ ظواہر دوسری آیات کے مخالف ہیں، اور تعلیم قرآنی وتقدیس رحمانی کے منافی ہیں، جس سے یقین ہوتا ہے کہ آپ کی یہ تطبیق وتاویل آپ کے اتباع میں مسلم ہوگئی تو مرزا اور مرزائی جملہ نصوص قرآنیہ واحادیث نبویہ کے ظواہر وحقائق سے منکر اور پکے اور پورے باطنی وملحد ہو جائیں گے۔ محمد حسین) **ہاں میں دعوی نہیں کرسکتا کہ میں ہر ایک تعارض کو دور کرسکتا ہوں کیونکہ جو حقیقی اور واقعی تعارض ہوگا اس کو میں کیوں کر دور کرسکتا ہوں یا کوئی اور شخص کیونکر دور کرسکتا ہے** (یہ صاف وصریح اقرار ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک صحیحین کی بعض احادیث میں حقیقی اور واقعی تعارض بھی موجود ہے جس کو نہ آپ دور کرسکتے ہیں نہ ان کے زعم میں کوئی اور شخص۔ اور تعارض آپ کے نزدیک وضع وتحریف کی علامت ہے۔ چنانچہ اپنی تحریر نمبر ۴ وغیرہ میں آپ بیان کر چکے ہیں۔ ان دونوں مقدمات سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ صحیحین میں مرزا صاحب کے نزدیک بعض احادیث موضوع بھی ہیں۔ یہ احادیث صحیحین پر ان کا تیرہواں حملہ ہے۔ محمد حسین)۔

☆ **اور آپ نے جو مجھ سے دریافت فرمایا ہے کہ جو تعارض ابن صیاد والی حدیث اور گرجا والے دجال والی حدیث میں پایا جاتا ہے، اس تعارض کے ماننے میں کون تمہارے ساتھ ہے؟** (میں نے یہ سوال نہیں کیا، اور جو اس سوال کے جواب میں آپ نے کہا، وہ بھی بے محل ہے۔ اور جس عبارت ریویو سے آپ نے استدلال کیا ہے وہ آپ کے مدعا سے اجنبی ہے۔ اس عبارت میں آیہ و حدیث کے ہوتے تقلید کو غیر ضروری بتایا گیا ہے اور آپ کا دعوی تعارضی احادیث ابن صیاد اور دجال محض باطل خیال ہے، احادیث نبویہ سے اس پر شہادت نہیں پائی جاتی۔ محمد حسین)

اس سوال سے میں متعجب ہوں کہ جس حالت میں مدلل اور موجہ طور پر میں تعارض کو ثابت کر چکا ہوں تو پھر میرے لئے ضرورت کیا ہے کہ میں کسی کی سلف میں سے تقلید

ضروری سمجھوں ۔اور آپ بھی تو ریویو براہین احمدیہ صفحہ ۳۱۰ میں اس بات کو قبول کر چکے ہیں کہ بلا تقلید غیری استدلال منع نہیں ۔ چنانچہ آپ اس صفحہ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے معاصرین جو باوجود ترک تقلید کے غوگر ہیں بلاواسطہ سابقین کسی آیت یا حدیث سے تمسک نہیں کرتے اور جو بلا واسطہ سابقین کسی آیت یا حدیث سے استدلال کرے اس کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ۔

☆ اور آپ کا یہ فرمانا کہ میرے کس لفظ سے یہ سمجھ لیا ہے کہ میں احادیث کا مرتبہ صحت قرآن کے مرتبہ صحت سے برابر سمجھتا ہوں، یہ مجھے آپ کی فحوائے کلام سے خیال گذرا تھا۔اگر آپ کا یہ منشاء نہیں ہے اور آپ میری طرح احادیث کا مرتبہ صحت، قرآن کریم کے مرتبہ صحت سے متنزل سمجھتے ہیں اور قرآن کریم کو امام قرار دیتے ہیں اور محک صحت احادیث ٹھہراتے ہیں تو پھر میری غلطی ہے کہ میں نے ایسا خیال کیا (حدیث صحیح کا مرتبہ ثبوت میں قرآن کے مساوی نہ ہونا تو میں نے ظاہر کیا تھا مگر قرآن کا محک صحت احادیث صحیحہ ہونا مرزا صاحب نے اپنی طرف سے ملا کر مجھے ان دونوں باتوں کا قائل قرار دیا اور اس میں اپنی دجالیت کا ایک ثبوت پیش کیا ہے ۔میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ احادیث صحیحہ کا معیار صحت، اصول روایت ہیں اور احادیث صحیحہ، ثبوت صحت کے بعد خود بخود موافق قرآن ہو جاتی ہیں ۔احادیث صحیحہ کی صحت کو قرآن سے نہیں پہچانا جاتا ۔ممکن ہے کہ ایک حدیث کا مضمون قرآن کے مطابق ہو اور وہ حدیث صحیح نہ ہو۔محمد حسین) لیکن اگر آپ درحقیقت قرآن کریم کا اعلیٰ مرتبہ مانتے ہیں اور اس کو واقعی طور پر محک صحت احادیث قرار دیتے ہیں اور اس کی مخالفت کی حالت میں کسی حدیث کو قبول نہیں کرتے تو پھر تو آپ مجھ سے متفق الرائے ہیں ۔ پھر اس لمبی چوڑی تکرار سے فائدہ کیا ہے؟

☆ اور یہ جو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اجتہاد سے کیا مطلب ہے، تو میں عرض کرتا ہوں کہ اس جگہ اجتہاد سے مراد، اس عاجز کی ، اجتہاد فی الوحی ہے، کیونکہ یہ تو ثابت ہے اور آپ کو معلوم ہوگا کہ آنحضرت وحی مجمل میں اجتہادی طور پر دخل دیا کرتے تھے اور بسا اوقات وہ تفسیر اور تشریح جو آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے صحیح اور سچی ہوتی تھی اور بعض اوقات غلطی بھی ہو جاتی تھی چنانچہ اس کی نظیریں بخاری اور مسلم میں بہت ہیں ۔ (اس قول میں مرزا قادیانی نے عجیب تدلیس وتلبیس سے کام لیا ہے، اس کی جملہ تلبیسات وتحریفات نصوص قرآن وحدیث کا اصل اصول یہی امر ہے جو اس قول میں اس نے اختیار کیا ہے ۔

اس قول میں مرزا صاحب نے دعوی یہ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ وحی مجمل میں اجتہاد کرتے اور اس میں غلطی کیا کرتے ۔ جو جملہ مجملات وحی متلو ،قرآن مجید ،اور وحی غیر متلو ،حدیث شریف ،کو شامل ہے اور اس دعوی سے مرزا قادیانی نے یہ جتایا ہے کہ قرآن کی جو آیت مجمل ہے یا احادیث نبویہ سے جو حدیث مجمل ہے ،وہ محل اجتہاد ہے اور اس میں غلطی ہوسکتی ہے ۔ اسی نظر سے قادیانی نے اپنی تحریر نمبر ۴ میں یہ دعوی کیا تھا کہ بعض حدیثیں اجتہادی طور سے آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہیں ۔اس وجہ سے ان میں باہم تعارض ہوگیا ہے ،جس پر ہم نے اپنی تحریر نمبر ۵ میں معنے اجتہاد سے سوال کیا تھا ۔اسی کا جواب مرزا قادیانی نے اس قول میں دیا ہے جس کا مطلب اس کے مضمون تحریر نمبر ۴ ، اور ازالہ اوہام کا مضمون صفحہ ۴۰۲ و ۴۰۷ وغیرہ ملا کر یہ ہوا

. بعض آیات واحادیث کی وحی آنحضرت ﷺ کو مجمل ہوتی ۔آنحضرت ﷺ اپنے اجتہاد سے اس کی تفسیر وتشریح فرماتے ۔اور اس میں غلطی بھی کیا کرتے ۔اسی وجہ سے ان میں تعارض واقع ہوگیا ۔ اور احادیث متعلقہ دجال وابن صیاد وحضرت مسیح اسی قسم سے ہیں ۔آنحضرت ﷺ کو اس باب میں کچھ مجمل وحی ہوئی تھی ۔آپ ﷺ نے اس کی تشریح وتفسیر اپنے اجتہاد سے کر کے وہ حدیثیں فرمادی ہیں ۔اور ان میں غلطی کی ۔ یہی وجہ ہے کہ ان احادیث میں تعارض واقع ہوگیا ہے .

اس عام دعوی ، وحی مجمل قرآن وحدیث کو آپ ﷺ کا اجتہاد سے تفسیر کرنا اور اس میں غلطی کا مرتکب ہونا .

پر جو دو دلیلیں مرزا قادیانی نے پیش کی ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے دو خواب ہیں ،چنانچہ آئندہ ان کی تشریح ہوگی ، اور نبی کا خواب گو ایک خاص قسم کی وحی ہے ، جس کی تعبیر اجتہاد سے ہوسکتی ہے اور اس میں غلطی ممکن ہے ،مگر اس خاص قسم کی وحی کو محل اجتہاد وغلطی ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر قسم کی وحی مجمل قرآن وحدیث کی تفسیر آنحضرت ﷺ اجتہاد سے فرماتے اور اس میں غلطی کیا کرتے ۔

دعوی تو مرزا صاحب نے عام کیا کہ ہر ایک وحی مجمل قرآن وحدیث میں آنحضرت ﷺ اجتہاد کرتے اور اس میں غلطی کے مرتکب ہوتے ،اور دلیل خاص ایک قسم ،خواب ، میں آنحضرت ﷺ کا اجتہاد وغلطی کرنا پیش کیا ،اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور اس دھوکہ سے اپنا دجال ہونا ثابت کیا ۔مسلمان اور غیر مسلم سبھی عقلاء اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ دلیل خاص سے دعوی عام ثابت نہیں ہوتا ۔مگر مرزا صاحب کو ایسے اتباع مل گئے ہیں جو عقل سے بھی اب کوئی تعلق نہیں رکھتے ،جیسا کہ نقل کو پہلے ہی آپ کی بیعت کر کے سلام کہہ چکے ہیں ۔ لہذا آپ بے دھڑک و بلا پابندی نقل وعقل جو چاہتے ہیں ،کہہ دیتے ہیں اور وہ آمنا کل من ربنا کہہ کر اس کو تسلیم کر لیتے ہیں ۔

مرزا غلام احمد صاحب دو تین خوابوں کی تعبیر میں آنحضرت ﷺ کے اجتہاد وخطا کو ہتھکنڈا بنا کر انہیں کی دست آویز سے جس پیش گوئی قرآن وحدیث کو چاہتے ہیں ،وحی مجمل قرار دیتے ہیں اور اس کو آنحضرت ﷺ

کے اجتہاد کا ایک غلط نتیجہ ٹھہرا کر اس کے ظاہر معانی کو بے کار و بے اعتبار ٹھہراتے اور اپنی تاویل کا محل بنا لیتے ہیں ۔ اور نصوص قرآن و حدیث کو زیر و بالا کر دیتے ۔ اور ان کے مرید اس کو حقائق و معارف سمجھ کر اس پر ایمان لاتے ہیں ۔ ہم اہل اسلام کو یہ بتاتے ہیں کہ اسلام میں مجملات قرآن حدیث کا کیا حکم مقرر و مسلم ہے ۔

اسلام و مسلمانوں میں مجملات قرآن و حدیث کا یہ حکم مسلم و مقرر ہے کہ جس مخزن و مخرج سے مجمل کا صدور ہوتا ہے اسی مخزن و مخرج سے اس کا بیان صادر ہوتا ہے، یعنی وحی الٰہی و نص شارع سے جس کو اجتہاد اور اجتہادی غلطی ہرگز نہیں کہا جا سکتا ۔

مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی کتاب اصول فقہ حسامی میں لکھا ہے

و ضد المفسر المجمل و هو ما اند حمت فيه المعا نی فا شتبه المراد به اشتبا ها لا يد رك ا لا ببيا ن من المجمل كآ يت الر بوا و حكمه التو قف فيه على اعتقا د حقيقة المراد به الى ان ياتيه البيا ن ۔ (حسامی ۔ ص ۶) مفسر کی ضد مجمل ہے، جس کی مراد میں کثرت معانی کے سبب ایسا اشتباہ واقع ہو جو بلا بیان شارع رفع نہ ہو جیسے آیت ربوا ۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد قرار دینے میں توقف کیا جائے جب تک کہ شارع سے بیان وارد نہ ہو ۔

آیہ ربو کے مجمل ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ رباء عربی زبان میں ہر ایک بڑھوتری کو کہا جاتا ہے اور کوئی بیع ایک جانب کی بڑھوتری سے خالی نہیں ۔ لہذا یہ معنی لغوی ربو کے اس آیت میں مراد نہیں ہو سکتے ۔ اور وجوہات سے بڑھوتری مراد لیں تو ان میں کثرت وجوہات کے سبب اشتباہ واقع ہے ۔ اور کسی خاص وجہ کی بڑھوتری مراد نہیں لی جا سکتی ۔ لہذا اس کی مراد قرار دینے میں توقف کیا گیا ۔ یہاں تک کہ شارع ﷺ نے اس کی مراد کو خود بیان کر دیا اور صاف فرما دیا کہ چھ چیزوں گندم، جو، نمک، کھجور، سونا، چاندی، کا اپنی ہم جنس سے مبادلہ ہو تو اس میں ایک جانب کی بڑھوتری رباء ہے ۔ تو وہ اشتباہ رفع ہوا ۔ اس بیان نبوی کی نسبت کوئی مسلمان یہ تجویز نہیں کرتا کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بیان اجتہاد سے فرمایا ہے، جس میں خطا کا احتمال ہے ۔ بلکہ بالاتفاق یہی تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ بیان وحی الٰہی سے ہوا ہے ۔ جس کو شریعت کہا جاتا ہے ۔ اور اس بیان میں آپ ﷺ کو شارع تسلیم کیا جاتا ہے ۔ اس کی مثالیں کتاب و سنت میں اور بہت ہیں ۔ کتاب اللہ کی اور تمثیلات کا کوئی شائق ہو تو تفسیر اتقان مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۳۰۸ میں دیکھے ۔ اور احادیث کی تمثیلات کتب احادیث میں ۔

نبی کے خواب کے مجملات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور اس کی تعبیر وحی الٰہی پر موقوف نہیں، وہ اجتہاد سے بھی ہو سکتی ہے ۔ نبی کا خواب گو ایک قسم کا وحی ہے، چنانچہ ابن ابی حاتم اور بخاری کی حدیث میں آیا ہے رؤیا

الانبیاء وحی۔ رواہ ابن ابی حاتم مرفوعاً والبخاری من قول عبید بن عمر۔ مگر چونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنی خوابوں کی اجتہاد سے تعبیر کی اور اس میں بعض جگہ غلطی بھی ظاہر ہوئی۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ اس قسم کی مجمل وحی منامی کا حکم عام مجملات قرآن وحدیث سے متغائر ہے۔ اس میں اجتہاد سے کام لینا جائز ہے۔ اور شرع اور وحی سے ورود بیان کی تعبیر خواب میں ضرورت نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی وحی منامی کے چھیالیسویں حصہ، مومنوں کے خواب، میں جس کو بخاری کی حدیث نبوی میں نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے رؤیا المومن جزء من ستۃ و اربعین جزءٌ من النبوۃ۔ (بخاری۔ص ۱۰۲۵)، اجتہاد سے تعبیر کو جائز رکھا گیا ہے اور اگر اس قسم کی وحی کی تعبیر بھی بیان شارع پر موقوف رکھی جاتی تو اس کے جزء (چھیالیسواں حصہ) میں بھی اس بیان شارع کے کسی جزء کی ضرورت ہوتی۔ اور چونکہ یہ ناممکن امر ہے کہ ہر ایک مومن کی سچی خواب کی تعبیر کا کوئی حصہ بیان شارع میں پایا جائے، لہذا اس کے کل یعنی منامی وحی نبوی میں بھی اس بیان کی ضرورت کو اٹھایا گیا اور اجتہاد سے اس کی تعبیر کو جائز رکھا گیا۔

الحاصل خاص خواب کا حکم اور ہے، عام مجملات قرآن وحدیث کا حکم اور۔ مرزا قادیانی، مسلمانوں کو دہوکہ دیتا ہے کہ عام وحی مجمل قرآن وحدیث کو خواب کے حکم میں ٹھہرا کر جس آیت، حدیث کو چاہتا ہے وحی مجمل قرار دے کر اجتہادی غلطی کا محل قرار دیتا اور اس میں جو تاویل چاہتا ہے، کرتا ہے۔

یہ مرزا صاحب کے ملحدانہ اصول کا ابطال ہے۔ اب اس باطل اصول کے بداثر سے ان احادیث کو بری کیا جاتا ہے جن کو اس اصول کے شکنجہ میں پھنسا کر مرزا قادیانی نے خواب یا تعبیر ٹھہرا کر محل اجتہاد و غلطی اجتہادی و ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ یعنی احادیث متعلقہ دجال و ابن صیاد خصوصاً حدیث تمیم داری جس کو خصوصیت کے ساتھ مرزا قادیانی نے اپنی تحریر نمبر ۴ میں نشانہ بنایا ہے۔

پس واضح ہو کہ جن احادیث میں دجال کی آمد کی خبر ہے ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس میں کسی قسم کا اجمال ہو یا احادیث ابن صیاد سے اس کا تعارض ہو، یا اس میں آنحضرت ﷺ کے خواب کی حکایت یا کسی خواب کی تعبیر ہو۔ یا اس کا خلاف مشاہدہ میں آیا ہو جس سے ثابت ومفہوم ہو کہ وہ اجتہادی تعبیر تھی جو خلاف واقعہ نکلی بلکہ وہ احادیث اپنے منطوق ومفہوم والفاظ وسیاق سے صاف بتا رہی ہیں کہ ان احادیث میں آنحضرت ﷺ نے جو حالات بیان کئے ہیں وہ آپ ﷺ کے چشم دید واقعات ہیں، جو بمشاہدہ عینی بوحی الٰہی آپ پر منکشف ہوئے ہیں۔ اور ان احادیث میں کسی قسم کا تعارض وتخالف نہیں ہے۔

احادیث متعلقہ ابن صیاد کا احادیث دجال سے متعارض نہ ہونا پہلے بیان ہو چکا ہے اور احادیث دجال کا آپس میں متعارض نہ ہونا ریویو ازالہ اوہام قادیانی میں ثابت کیا جائے گا۔ اور حدیث تمیم داری ہماری تحریر نمبر ۸ میں منقول ہے

اس مقام میں چند احادیث متعلقہ آمد دجال نقل کی جاتی ہیں جو ابطال عموم دعویٰ قادیانی کے لئے کافی ہیں۔ ناظرین بتائیں کہ ان میں کسی قسم کا اجمال یا ان کا خواب یا تعبیر ہونا، یا ان کا اجتہادی ہونا، کس لفظ سے مفہوم ہوتا ہے؟

عن عبد اللہ بن عمر قال قام رسول اللہ ﷺ فی الناس فاثنی علی اللہ بما ھو اھلہ ثم ذکر الدجال فقال انی لا نذرکموہ و ما من نبی الا انذرہ قومہ ولاکنی ساقول فیہ قولاً لم یقلہ نبی لقومہ انہ اعور و ان اللہ لیس باعور ۔ (بخاری ص ۱۰۵۵ ومعناہ فی مسلم ص ۴۰۰)۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ خدا کی تعریف کے بعد آپ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا تو فرمایا کہ میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اس سے اپنی قوم کو ڈرایا نہ ہو، ولیکن میں اس کے حق میں ایک ایسی بات کہتا ہوں جو پہلے کسی نبی نے نہیں کہی، وہ یہ ہے کہ وہ دجال کانا ہوگا اور خدا تعالیٰ کانا نہیں

عن انس بن مالک ما بعث نبی الا انذر امتہ الاعور الکذاب و ان ربکم لیس باعور و ان بین عینیہ مکتوب کافر ،(بخاری ص ۱۰۵۶ و مسلم ۴۰۰ و فیہ یقرء کل مومن کاتب و غیر کاتب)۔ حضرت انس آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ کوئی نبی نہیں ہے جس نے اس کانے کذاب سے نہ ڈرایا ہو، اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اس کانے کذاب کی دوآنکھوں کے مابین ك ف ر لکھا ہوگا جس کو ہر ایک مومن پڑھا ہوا ہو، یا ان پڑھ، پڑھ لے گا۔

عن حذیفہ عن النبی ﷺ قال فی الدجال ان معہ ماء و نارا فنارہ ماء بارد و ماءہ نار ۔ (بخاری ۱۰۵۶ و مسلم ۴۰۰) ۔ و فیہ فاما ادرکن احد فلیأت النھر الذی یراہ ناراً فلیغمر۔ حضرت حذیفہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے ساتھ پانی بھی ہوگا، آگ بھی ہوگی۔ سو اس کی آگ (واقعہ میں) پانی ہوگا اور پانی (واقعہ میں) آگ۔ پس اگر کوئی اس کو پائے تو جو آگ نظر آوے اس میں غوطہ لگائے۔

و عن ابی سعید الخدری قال حدثنا رسول اللہ ﷺ یوماً حدیثاً طویلاً عن الدجال فکان فیما حدثنا قال یاتی و ھو محرم علیہ ان یدخل نقاب المدینہ فینتھی الی بعض السباخ التی تلی المدینۃ فیخرج الیہ یومئذ رجل ھو خیر الناس او من خیر الناس فیقول اشھد

انک الد جا ل الذی حد ثنا رسو ل اللہ حد یثہ فیقو ل الد جا ل ارأ یتم ان قتلت ہذا ثم احیتہ اتشکو ن فی ا لا مر فیقو لو ن لا قا ل فیقتلہ ثم یحییہ فیقو ل حین یحییہ و اللہ ما کنت فیک قط اشدبصیرۃ منی ا لآ ن فیر ید الد جا ل ان یقتلہ فلا یسلط علیہ ۔ (مسلم ۴۰۴۔ بخاری ۱۰۵۶)

حضرت ابوسعید خدری نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے ہم کوایک دن دجال کے حق میں ایک لمبی حدیث سنائی اس میں یہ ذکر بھی تھا کہ یہ دجال پر شہر مدینہ کے دروازوں میں داخل ہونا حرام کیا جائے گا، وہ مدینہ کے متصل بعض شور میں پہنچے گا تو اس کی طرف ایک شخص نکلے گا جو اس دن تمام لوگوں سے بہتر ہوگا (علما کہتے ہیں وہ خضر ہوں گے، لو یہ ایک اور مصیبت مرزا قادیانی پر نازل ہوئی وہ حیات حضرت مسیح کو ناممکن سمجھتا تھا، یہاں ایک اور بھی غیر معمولی زندہ پیر نکل آئے) وہ شخص دجال کو کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دجال ہے جس کی بات ہم مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے کہی ہوئی ہے۔ دجال اپنی ذریات کو کہے گا بتاؤ اگر میں اس شخص کو مار ڈالوں اور پھر زندہ کروں تو تم کو میرے معاملہ میں کچھ شک رہے گا؟ وہ کہیں گے نہیں۔ پھر وہ اسکوقتل کرے گا پھر زندہ کریگا تو وہ شخص کہے گا کہ مجھے جیسا اس وقت (یعنی تیرے افعال دیکھ کر) تیرے دجال ہونے کا یقین حاصل ہوا ہے، ایسا یقین پہلے حاصل نہ تھا پھر وہ اس کو (دوبارہ) مارنا چاہے گا تو اس پر قدرت نہ پائے گا۔

عن انس بن ما لک قا ل قا ل النبی یجئی الد جا ل حتی ینز ل فی نا حیۃ المد ینۃ تر ف ثلث ر جفا ت فیخر ج الیہ کل کا فر و منا فق (بخاری ص ۱۰۵۵ مسلم ۴۰۵)۔

حضرت انس کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے دجال آئے گا تو مدینہ کی ایک جانب اترے گا۔ اس وقت مدینہ میں تین دفعہ زلزلہ واقع ہوگا جس سے ہر ایک منافق وکافر جو مدینہ میں ہوگا، نکل کر دجال کے پاس چلا جاوے گا۔

ان احادیث کے الفاظ اور سیاق اور محل بیان (موقعہ خطبہ) صاف بتا رہے ہیں کہ ان احادیث میں جو حالات دجال، آنحضرت ﷺ نے بیان کئے ہیں وہ آپ کے چشم دید حالات ہیں۔ اوران احادیث کے الفاظ وسیاق وسباق میں کوئی تصریح یا اشارہ پایانہیں جاتا کہ یہ خواب کی حکایت یا خواب کی تعبیر ہے اور آنحضرت ﷺ نے جو کچھ ان میں فرمایا ہے وہ ظن واجتہاد سے کہا ہے۔ یہ تصریح یا اشارہ نہ ان احادیث میں پایا جاتا ہے نہ کسی اور حدیث میں۔

اب ہم ناظرین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ان احادیث کواپنے اس باطل اصول کے شکنجہ میں کیوں کر پھنسایا اور کس تحریر میں ان کو خواب ٹھہرا کر اجتہادی و ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ اوراس کا جواب کیا ہے جس سے ان کی احادیث کے خواب ہونے سے برات ہو۔

پس واضح ہو کہ مرزا قادیانی نے ایک تو مسلم کی حدیث دمشقی روایت نواس بن سمعان سے دجال کے

حق میں آنحضرت کا لفظ کا نی ا شبہ بعبد العزی جس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں گویا دجال کو عبدالعزی سے تشبیہ دے رہا ہوں، لے لیا اور اس لفظ کو اس امر کا مشعر ٹھہرایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دجال کو حقیقۃً نہیں دیکھا تھا بلکہ کشف یا خواب کی حالت میں دیکھا تھا، تب ہی لفظ گویا فرمایا۔

دوسری بخاری کی وہ حدیث لے لی ہے جو اس کے صفحہ ۴۸۹ وغیرہ میں مروی ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دجال کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا،

اس حدیث کے بیان خواب اور حدیث نواس بن سمعان کے لفظ گویا کے مشعر کشف یا خواب ہونے سے اس نے یہ نکال لیا ہے کہ نواس بن سمعان کی تمام حدیث اور حضرت مسیح اور دجال کی جملہ احادیث خواب و مکاشفات ہیں جو تعبیر و تاویل کے محتاج ہیں، نہ حقائق واقعیہ۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۰۳ میں حدیث نواس بن سمعان کے لفظ مذکور سے استدلال کر کے قادیانی نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جو حضرت عیسی اور دجال کی نسبت امور معلوم ہوئے تھے وہ حقیقت میں سب کے سب مکاشفات نبویہ تھے، جو اپنے اپنے محل پر مناسب تاویل و تعبیر رکھتے ہیں۔ ان ہی میں سے یہ دمشقی حدیث بھی ہے جو مسلم نے بیان کی ہے، جس کا اس وقت ہم ترجمہ کر رہے ہیں اور ہمارے اس بیان پر کہ تمام پیش گوئیاں مکاشفات نبویہ ہیں اور رویا صالحہ کی طرح بالتزام قرائن محتاج تعبیر ہیں خود آنحضرت ﷺ کے بیانات مقدسہ شاہد ہیں۔ پھر اس کی تمثیل و تائید میں صفحہ ۲۰۴ و ۲۰۵ میں بخاری کی حدیث مذکور متضمن خواب طواف دجال نقل کر کے صفحہ ۲۰۷ میں اس کی نسبت کہا ہے کہ

. ایسے کلمات کو ظاہر پر حمل کرنا بڑی غلطی ہے۔ یہ درحقیقت مکاشفات اور خوابوں کے پیرایہ میں بیانات ہیں، جن کی تعبیر و تاویل کرنی چاہیے جیسا کہ عام طور پر خوابوں کی تعبیر کی جاتی ہے، سو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دجال اپنے ظہور کے وقت میں فتنہ اندازی کے کام کے گرد پھرے گا.

اس کے بعد بڑے زور شور کے ساتھ جلی قلم سے کہا ہے کہ اب کہاں ہیں وہ حضرات مولوی صاحبان جو ان حدیثوں کے الفاظ کو حقیقت پر حمل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے معانی کو ظاہر عبارت سے پھیرنا کفر و الحاد سمجھتے ہیں، ذرہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ سلف صالح نے اس حدیث کے معنے کرنے کے وقت مسیح دجال کے طواف کرنے کو ایک خواب کا معاملہ سمجھ کر کیسی اس کی تاویل کر دی جو ظاہر الفاظ سے بہت بعید ہے۔ پھر جس حالت میں لاچار ہو کر ان مکاشفات کے ایک جزو کی تعبیر کی گئی تو پھر کیا وجہ کہ باوجود موجود ہونے قرائن قویہ کے دوسری جزو کی تعبیر نہ کی جائے۔ اس کے بعد ص ۲۱۰ میں لکھا ہے کہ جس طرح ہمارے علماء نے مسیح دجال کے طواف کو ایک کشفی امر سمجھ کر اس کی ایک روحانی تعبیر کر دی ایسا ہی جناب خاتم الانبیا ﷺ نے کئی مقامات میں ظاہر فرمایا ہے کہ جو کچھ میرے پر کشفی طور پر کھلتا ہے، جب تک من جانب اللہ قوی اور یقینی معنے اس کے معلوم نہ ہوں، میں ظاہر پر حمل نہیں

کرسکتا۔ پھراس کی تمثیل میں ایک حدیث صحیح بخاری کی صفحہ ۵۵۱ سے یہ نقل کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کوخواب میں بی بی عائشہ دکھائی گئیں اور یہ کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے۔تسپر آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ امر خدا کی طرف سے ہےتو خدااس کو نافذ کرے گا۔ دوسری حدیث خواب میں مقام ہجرت دیکھنے کی ہے جس کا بیان آگے ہوگا

یہ مرزا قادیانی کی تقریر پر تزویر ہے جس میں اس نے احادیث متعلقہ دجال اور حضرت مسیح کو اپنے اصول کے شکنجہ میں پھنسا کرخواب قرار دیا ہے۔اب اس کا جواب ناظرین سنیں۔

مرزا قادیانی نے جو کچھ اس تقریر میں کہا ہے اس کا حاصل مطلب و ماحصل وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی دوتین خوابوں کو ہتھ کنڈا بنا کر ان کے ذریعے سے جس آیت یا حدیث کو چاہتا ہے وحی مجمل اور خواب یا مکاشفہ محتاج تشریح وتاویل بنا دیتا ہے۔ اور اسکا جواب بھی گذر چکا ہے کہ یہ محض مغالطہ اور صاف دھوکہ ہے۔بعض احادیث میں جو آنحضرت ﷺ کی خاص خوابوں کا بیان ہے وہ جملہ احادیث نبویہ متعلقہ دجال وحضرت مسیح کو وحی مجمل اور خواب نہیں بنا سکتا۔اور دلیل خاص سے دعوی عام ثابت نہیں ہوتا۔ اور خاص خواب کا حکم اور ہے اور عام مجملات قرآن وحدیث کا حکم اور ہے۔مگر اس مقام میں مرزا قادیانی کے مغالطات مسلمانوں پر ظاہر کرنے کی غرض سے اس جواب کی تشریح کی جاتی ہے۔

مرزا قادیانی کا حدیث نواس بن سمعان کے لفظ کا نّی بمعنی گویا کو مشعر کشف یا خواب کہنا، پھر کشف اور خواب دونوں کو یکساں محتاج تعبیر وتاویل کہنا، پھر اس لفظ کی شہادت سے تمام حدیث نواس کو ایک کشف یا خواب قرار دینا مغالطہ درمغالطہ ہے۔

اس میں ایک مغالطہ مرزا قادیانی کا آنحضرت ﷺ کی رویت دجال کوخواب تجویز کرنا ہے جومحتاج تعبیر ومحل تاویل ہوتا ہے۔ دوسرا مغالطہ اس خواب کے ساتھ لفظ یا کشف ملا دینا تاکہ ناظرین کو یہ متوہم ہو کہ وہ کشف بھی خواب میں ہی ہوگا۔ یا یہ کشف بھی خواب کی طرح محتاج تعبیر وتاویل ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ آگے چل کر یہ بات اس نے بتصریح بھی کہدی ہے۔ یہ دونوں مغالطے اس ایک تجویز سے دفع ہو سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو خدا تعالی نے بحالت بیداری دجال کی اصل صورت دکھائی ہو جیسے آپ ﷺ کی سیر بیت المقدس کو اہل مکہ کے نہ ماننے کے وقت بیت المقدس کی اصل صورت آپ کو دکھائی تھی۔ آپ مکہ کے مقام حجر میں بیت المقدس کو بچشم خود دیکھ رہے تھے اور کفار قریش کو اس کے پتے بتاتے جاتے تھے۔ قال رسول الله لما كذبنى قريش قمت فی الحجر فجلى الله البيت المقدس فطفقت اخبر هم عن آياته و انا انظر اليه ۔ متفق عليه ۔ (مشکوۃ۔ص۲۴۲)

یا جیسے حضرت عمر فاروق کو خطبہ کی حالت میں کئی منزلوں کے فاصلہ پر ایک امیر لشکر (ساریہ نامی) کی

(جولڑائی میں بے موقع کھڑا ہونے کے سبب شکست پا چکا تھا) صورت و حالت خدا تعالی نے دکھا دی تو آپ نے اسی حالت خطبہ میں چلا کر یہ بات کہی کہ اے ساریہ پہاڑ کو پس پشت لے۔ اور ادھر ساریہ کو خدا تعالی نے یہ آواز سنادی تو اس نے پہاڑ کو پس پشت لے کر جنگ کی اور فتح پائی۔

عن ابن عمر ان عمر بعث جیشاً و امر علیہ رجلا یقال لہ ساریۃ فبینما عمر یخطب فجعل یصیح یا ساریۃ الجبل فقدم رسول من الجیش فقال یا امیر المومنین لقینا عدونا فھزمونا فاذا بصائح یصیح یا ساری الجبل فاسندنا ظھورنا الی الجبل فھزمھم اللہ تعالی۔ رواہ البیھقی فی دلائل النبوت۔ (مشکوۃ۔ص ۵۳۸)۔

یہ رؤیت عینی اور کشف بحالت بیداری ہوا تھا جو کسی تاویل کا محل اور تعبیر کا محتاج نہیں سمجھا گیا اور زمانہ صحابہ سے اس وقت تک اہل اسلام کے نزدیک اپنے ظاہری معانی پر محمول ہوا۔ پھر کیوں جائز نہیں کہ آنحضرت ﷺ کا دجال کو دیکھنا بھی ایسا ہوا ہو۔ اور جو آنحضرت ﷺ نے اس روایت کے بیان اور صورت دجال کی تشبیہ کے وقت بلفظ کانی یعنی گویا، تردد ظاہر فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ رویت اس تشبیہ و بیان کے وقت سے پہلے کسی وقت ہوئی ہو اور بوقت تشبیہ، دجال کی پوری صورت آپ کے یاد و خیال سے جاتی رہی ہو۔ اس لئے کانّی ،گویا کا لفظ فرمایا۔

اس میں تیسرا مغالطہ یہ ہے کہ قادیانی نے اس رویت صورت دجال کا وقوع خواب یا کشف میں تجویز کر کے جملہ مضامین حدیث دمشقی روایت نواس بن سمعان کو خواب یا کشف قرار دے دیا۔ حالانکہ اس حدیث کے واقعات واحکام و ہدایات صاف شہادت دے رہے ہیں کہ وہ خواب یا کشف نہیں بلکہ واقعات خارجیہ واحکام نفس الامر یہ ہیں۔

اس میں ایک ہدایت یہ ہے کہ جو شخص دجال کو پاوے وہ اس کے سامنے سورہ کہف پڑھے۔ وہ دجال کے فتنے سے اس کی محافظ ہوگی۔ ایک واقعہ آئندہ اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب دجال نکلے گا چالیس روز زمین پر ٹھہریگا جس میں ایک دن برس روز کا ہوگا۔

اس کو صحابہ نے ظاہری معنی پر محمول کر کے ایک واقعہ آئندہ خارجی سمجھا تو اس پر آنحضرت ﷺ سے یہ سوال کیا کہ کیا برس روز کے دن میں ہم کو ایک ہی دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔ تو اس کے جواب میں یہ حکم ہوا کہ کافی نہ ہوں گی، بلکہ اوقات پنجگانہ کا اندازہ کر کے نمازیں پڑھنی ہوں گی۔ یعنی نماز صباح سے چھ یا سات گھنٹہ کے بعد نماز ظہر پھر تین یا چار گھنٹہ کے بعد نماز عصر پھر دو یا تین گھنٹہ کے بعد نماز مغرب پھر ایک دو گھنٹہ کے بعد نماز عشا۔ پھر

آٹھ دس گھنٹہ کے بعد نماز فجر۔ وعلی ہذا القیاس۔ اسی قسم کے واقعات واحکام اس حدیث میں اور بیان ہوئے ہیں جن کو کوئی صاحب ہوش وحواس سلیمہ خواب نہیں کہہ سکتا۔ وہ بیان خواب ہوتا تو اس کے سامعین اصحاب اس پر اس قسم کے سوالات نہ کرتے اور نہ آنحضرت اس کے متعلق یہ احکام ہدایات فرماتے۔

اور مرزا قادیانی کا حدیث طواف دجال سے استدلال بھی مغالطات کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایک مغالطہ تو قادیانی نے یہ دیا ہے کہ اس ایک واقعہ خواب سے جملہ احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح کو خواب بنا دیا اور یہ کہہ دیا کہ آنحضرت ﷺ کو جو امور حضرت عیسی اور دجال کی نسبت معلوم ہوئے ہیں وہ سب کے سب مکاشفات نبویہ تھے۔ اس کا جواب گذر چکا ہے کہ حدیث طواف دجال میں ایک واقعہ خواب بیان ہوا ہے، اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ دجال اور مسیح کے باب میں فرمایا ہے، وہ سب کا سب اس واقعہ خواب کا بیان یا تعبیر ہے۔ یہ بات نہ اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے نہ کسی اور حدیث میں پائی جاتی ہے۔ اور نہ عقل اس کی مجوز ہے۔ کیا جو شخص ایک دفعہ زید کو (مثلاً) خواب میں دیکھے اور پھر وہ زید کے حالات واقعیہ وسوانح عمری (کہ وہ عمرو کا بیٹا ہے اور خالد کا باپ اور وہ تجارت پیشہ ہے، دہلی میں دس برس رہا۔ کلکتہ میں ۵۰ برس اور سال آئندہ وہ بمبئی جانے والہ ہے وغیرہ) بیان کرے تو ان واقعات وحالات کو سن کر کوئی عاقل سلیم الحواس یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی خواب کی تعبیر کا بیان ہے۔ ہرگز نہیں۔

اور اس میں دوسرا مغالطہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ مکاشفات رویاء صالحہ کی مانند محتاج تعبیر ہیں۔ اس کا جواب گذر چکا ہے کہ مکاشفات بحالت بیداری محتاج تعبیر نہیں ہوتے۔ اور وہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوتے ہیں جیسے مکاشفہ بیت المقدس ومکاشفہ جنگ ساریہ وغیرہ

تیسرا مغالطہ حدیث طواف دجال کو نقل کر کے قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ ایسے کلمات کو ظاہر پر حمل کرنا بڑی غلطی ہے۔ اس میں قادیانی نے پیش تو وہ حدیث خواب طواف دجال کی ہے جو کسی کے نزدیک ظاہر معنی پر محمول نہیں، مگر اس سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ جملہ احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح خواب ہیں اور ظاہری معنی پر محمول نہیں۔ اس کا جواب بھی سابق میں ادا ہو چکا ہے کہ بے شک حدیث طواف دجال ایک خواب ہے، جو ظاہری معنی پر محمول نہیں ہے، مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جملہ احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح (جن میں واقعات خارجیہ و مشاہدات عینیہ واحکام عملیہ کا بیان ہے اور ان کو کوئی مسلمان خواب یا تعبیر خواب نہیں کہہ سکتا) خواب یا تعبیر خواب ہوں اور ظاہری معانی پر محمول ہوں۔

چوتھا مغالطہ حدیث طواف دجال کی تعبیر کرنے کے بعد مرزا قادیانی کا قلم جلی سے یہ لکھنا ہے کہ

.کہاں ہیں وہ علماء جو ان حدیثوں کے الفاظ کو حقیقت پر حمل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے معانی کو ظاہر

عبارت سے پھیرنا کفر و الحاد سمجھتے ہیں .

اس میں آپ نے وہی (تیسرا) دھوکہ دیا ہے کہ پیش تو ایک حدیث خواب طواف دجال کی اور اس سے ان سب حدیثوں کا جو دجال اور حضرت مسیح کے باب میں وارد ہیں، ظاہر پر محمول نہ ہونا اور ان کی تاویل کا کفر نہ ہونا، نکال کر علماء پر اعتراضی سوال قائم کر دیا۔

اس کا جواب بھی وہی ہے کہ کوئی عالم ایسا نہیں کہ حدیث طواف دجال کو ظاہر پر حمل کرتا ہو اور اس کی تعبیر و تاویل کو کفر و الحاد سمجھتا ہو ۔ مرزا کو جو علماء وقت کافر و ملحد کہتے ہیں تو وہ حدیث خواب طواف دجال کی تاویل کے سبب نہیں کہتے، بلکہ اس لئے کافر و ملحد کہتے ہیں کہ وہ دیگر نصوص قطعیہ قرآن و احادیث میں (جن میں احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح بھی شامل ہیں) تاویل و تحریف کرتے ہیں اور بلا وجہ قوی و مانع قطعی ان کے ظاہری معانی کو چھوڑ جاتے ہیں جو ملحدین باطنیہ کا شیوہ ہے۔

پانچواں مغالطہ قادیانی کا تاویل طواف دجال کو ذکر کر کے یہ کہنا ہے کہ جس حالت میں لاچار ہو کر ان مکاشفات کے ایک جزء کی تعبیر کی گئی ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ دوسری اجزاء کی تعبیر نہ کی جاوے۔ اس میں مرزا قادیانی نے حدیث طواف دجال کو ایک جزء ٹھہرا دیا ہے اور دوسری احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح کو دوسرے اجزاء۔ اور ان سب روایات کو ایک حدیث قرار دیا ہے اور ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔

اس کا جواب بھی جوابات سابقہ میں ادا ہوا اور ثابت ہو چکا ہے کہ یہ محض کذب قادیانی ہے۔ حدیث طواف دجال خاص ایک وقت کا واقعہ ہے، جن کو دوسری احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح سے کوئی اتحاد نہیں ہے ۔ نہ وہ اس کے اجزا ہیں، نہ ایک دوسرے کا جز، نہ جانبین کسی تیسری حدیث کا جزء۔

اخیر تقریر میں جو مرزا قادیانی نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے کئی مقامات میں فرما دیا ہے کہ جو کچھ میرے پر کشفی طور پر کھلتا ہے، میں ان کو ظاہر معانی پر حمل نہیں کر سکتا جب تک من جانب اللہ اس کے قطعی اور یقینی معنے معلوم نہ ہوں۔

یہ بھی مرزا نے جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو بھی دھوکہ دینا چاہا ہے کہ جو تاویل و تحریف نصوص قرآن و حدیث کا ملحدانہ اصول اس نے بیان کیا ہے وہ خود آنحضرت کا فرمودہ ہے لہذا اس میں کسی مسلمان کو جائے کلام نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ ملحدانہ اصول اور قول ہرگز نہیں فرمایا اور نہ مکاشفات عینیہ حالت بیداری کو اپنے ظاہری معنے پر حمل کرنے سے کہیں انکار یا توقف و تردد ظاہر فرمایا ہے ۔ یہ مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ پر محض افتراء کیا ہے۔

اس کذب صریح و بہتان قبیح کے ثبوت میں جو حدیثیں مرزا صاحب نے پیش کی ہیں ان میں یہ ملحدانہ قول و اصول نہیں پایا جاتا۔ پہلی حدیث میں صرف یہ بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ کو عائشہ صدیقہ خواب میں دکھائی گئیں اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ امر خدا کی طرف سے ہے تو خدا اس کو نافذ کرے گا تو دیکھو اس میں آنحضرت ﷺ نے صرف ایک خواب کے ظاہری معنے مراد ہونے میں اپنا تردد ظاہر فرمایا ہے نہ اس کو تمام خوابوں کی نسبت عام اصول و قانون بنایا ہے اور نہ خواب کے سوا مکاشفات حالت بیداری کی نسبت اس میں کچھ ارشاد ہے۔ پھر قادیانی نے جو اس خاص خواب کی تعبیر میں آپ ﷺ کے متردد ہونے سے وہ عام ملحدانہ اصول نکال لیا اور اس کو آپ ﷺ کا قول قرار دیا ہے۔ یہ آپ ﷺ پر افتراء اور کذب محض نہیں تو کیا ہے؟

دوسری حدیث میں بھی آنحضرت ﷺ کا خواب میں اپنے ہجرت کی جگہ کو دیکھنا اور پھر تعبیر میں وہم کرنا بیان ہوا ہے۔ اس میں بھی نہ قادیانی کے اصول ملحدانہ کا نام ونشان ہے، نہ بجز خواب مکاشفات خارجیہ حالت بیداری کا حکم پایا جاتا ہے۔

بالجملہ مرزا صاحب نے جو کچھ اس تقریر پر تزویر میں کہا ہے وہ از سرتا پا کذب و مغالطہ ہے۔ اس سے احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح کا خواب اور محتاج تعبیر ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح، قادیانی کے ملحدانہ اصول کے اثر سے بری ہیں۔ وہ احادیث وحی مجمل اور اجتہادی اور خواب اور ظاہری معنے سے مصروف و محتاج تعبیر ہرگز نہیں ہوسکتیں بلکہ وہ اپنی معانی میں نصوص ہیں اور ظاہری معانی پر محمول ہیں۔ محمد حسین)

☆ **اور حدیث فذھب وھلی بھی اس کی شاہد ہے**

(یہ حدیث بخاری میں ہے جس کا پورا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کرتا ہوں جس میں درخت خرما ہیں۔ پس میرا وہم اس طرف گزرا کہ وہ زمین یمامہ ہے یا موضع ہجر ہے۔ ناگاہ وہ مدینہ نکلا۔

عن النبی ﷺ رئیت فی المنام انی اھا جر من مکه الی ار ض بھا نخل فذھب وھلی انھا یما مة او ھجر فا ذا ھی مد ینه ۔(بخاری۔ص ۵۵۱)۔

اس حدیث کو ناظرین بنظر غور و انصاف ملاحظہ کریں اس میں خاص ایک واقعہ خواب کی تعبیر میں آنحضرت ﷺ کو وہم ہو جانا بیان ہوا ہے۔ اس سے عام وحی مجمل قرآن و حدیث کا محل اجتہاد و غلطی ہونا ثابت نہیں ہوتا، جس کا مرزا قادیانی نے تحریر نمبر ۵ میں دعوی کیا ہے، اور نہ اس حدیث میں آپ ﷺ کا یہ قول پایا جاتا ہے کہ جو کچھ مجھ پر کشفی طور پر کھلتا ہے، میں اس کو ظاہر پر حمل نہیں کرسکتا جیسا کہ اس نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۰ میں دعوی کیا ہے۔ قادیانی نے ان دونوں دعاوی میں کذب سے کام لیا اور آنحضرت ﷺ پر افتراء کیا ہے۔ محمد حسین)

☆ اور آنحضرت ﷺ کا ایک جماعت کثیر کے ساتھ مدینے سے مکہ کی طرف بعزم طواف کعبہ سفر کرنا، یہ بھی ایک اجتہادی غلطی ہے ۔ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں ۔

(یہ اجتہاد یا اس میں غلطی آنحضرت ﷺ سے نہیں ہوئی بلکہ آنحضرت ﷺ کے ایک خواب کی تعبیر میں بعض صحابہ سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ مکہ میں داخل ہوئے اور کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اس خواب کو آنحضرت ﷺ نے اصحاب کے پاس بیان کیا تو انہوں نے اس کی تعبیر میں یہ سمجھ لیا کہ اسی سال آپ مکہ فتح کریں گے اور اس میں داخل ہوکر طواف کریں گے اور جب آنحضرت ﷺ اس سال بعزم عمرہ وزیارت کعبہ وبحکم حکمت الٰہی، جس کا ظہور بیعت الرضوان سے ہوا، نہ بنا بر تعبیر خواب خود، مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مقام حدیبیہ میں کفار مکہ کی طرف سے روکے گئے تو وہ صحابہ اپنی تعبیر کی غلط فہمی سے آپ پر معترض ہوئے کہ کیا آپ ہم کو نہ فرماتے تھے کہ ہم کعبہ میں داخل ہوں گے اور اس کا طواف کریں گے ۔ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال مکہ میں داخل ہوں گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو آپ نے نہیں فرمایا۔ اس پر آپ نے ارشاد کیا کہ پھر تم ضرور، ایک نہ ایک دن ، اس میں داخل ہو گے ۔ اور اس کا طواف کرو گے اور حضرت صدیق اکبر نے بھی آنحضرت ﷺ کی طرف سے یہی جواب دیا اور ان لوگوں کو مطمئن کیا جب ان کے سامنے یہ اعتراض پیش ہوا

و قد کا ن اصحا ب رسول الله خر جوا و هم لا یشکو ن فی الفتح لرؤیا راها رسول الله ۔ (معالم التنزیل)۔

قا ل عمر قلت له ﷺ او لیس کنت تحد ثنا انا سنا تی البیت فنطوف به و عند الواقدی انه ﷺ کا ن رای فی منا مه قبل ان یعتمر انه دخل هو و اصحا به البیت فلما راو ا تا خیر ذا لک شق علیهم قا ل علیه السلام بلی فا خبر تک انا ناتیه العا م هذا قا ل عمر قلت لا قا ل فا نک آ تیه و تطوف به قا ل عمر فا تیت ابا بکر فقلت او لیس کا ن یحدثنا انا سنا تی البیت و نطو ف به قا ل ابو بکر بلی افا خبر ك علیه السلام انک تا تیه العام هذا قا ل عمر قلت لا۔ قا ل فا نک آ تیه و مطوف به۔ (قسطلانی۔ ج ۴)

یہ صحیح بخاری اور اس کی شرح قسطلانی اور تفسیر معالم التنزیل کے بیان کا خلاصہ ہے اور اس سے صاف ثابت ہے کہ اس خواب کی تعبیر میں جو غلطی ہوئی ہے وہ آنحضرت ﷺ سے نہیں ہوئی ۔ وہ بعض صحابہ کے فہم کی غلطی

تھی آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبر نے ان کی غلطی ان پر ثابت کر دی اور اس غلطی سے آپ ﷺ کی برئت ظاہر کی۔ مرزا قادیانی نے جو اس غلطی کو آنحضرت ﷺ کے اجتہاد کی غلطی قرار دیا ہے تو اس میں آنحضرت ﷺ پر افتراء کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ محمد حسین)

☆ پھر آپ مجھ سے دریافت فرماتے ہیں کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کا صحابہ کا کہاں اجماع تھا؟ اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ یہ اجماع مسلم کی حدیث سے جو ابی سعید الخدری سے بیان کی ہے، ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس حدیث میں ابن صیاد کہتا ہے کہ لوگ کیوں مجھے دجال معہود کہتے ہیں؟ اب ظاہر ہے کہ اس وقت کہنے والے صرف صحابہ تھے اور کون لوگ تھے جو اس کو دجال کہتے تھے۔ یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ صحابہ کا اس بات پر اجماع تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ صحابہ کوئی ایسی بڑی جماعت نہیں تھے جن کے اجماع کا حال معلوم ہونا محالات میں سے ہوتا۔ بلکہ ان کا اجماع بباعث وحدت مجموعی ان کی کے بہت جلد معلوم ہو جاتا تھا۔ (یہ محض کذب ہے یا صریح مغالطہ۔ اس حدیث میں نہ اجماع صحابہ کا بیان ہے اور نہ وہ اجماع اس کے کسی لفظ سے مستنبط و مفہوم ہو سکتا ہے۔ ابن صیاد کے ان الفاظ سے کہ لوگ مجھے دجال سمجھتے ہیں، یہ اجماع مستنبط نہیں ہو سکتا۔ ہاں بجائے لوگ، سبھی لوگ بولتا، تو ابن صیاد کے بڑے بھائی اور اس کو سچا جاننے والے مرزا قادیانی کو اجماع استنباط کرنے کا موقع ملتا اور جس حالت میں اس نے یہ لفظ نہیں کہا۔ اور بہت سے صحابہ کا ابن صیاد کو دجال نہ کہنا کتب حدیث میں ثابت و موجود ہے۔ تو پھر قادیانی کا اس قول ابن صیاد کے تمسک سے دعوی اجماع کذب یا مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ محمد حسین)

پھر تین صحابیوں کا قسم کھانا کہ حقیقت میں ابن صیاد ہی دجال معہود ہے، صاف اجماع پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ان کی مخالفت منقول نہیں۔

(اس قول میں مرزا قادیانی نے ایک صریح جھوٹ بولا ہے اور ایک مغالطہ دیا ہے۔ اس کا صریح جھوٹ تین صحابہ، حضرت عمر، حضرت جابر و حضرت ابن عمر، جن کا نام وہ تحریر نمبر ۴ میں بتا چکا ہے، کو اس بات کا قائل بنانا ہے کہ ابن صیاد دجال معہود ہے۔ حالانکہ ان حضرات ثلاثہ سے صرف ایک ابن عمر ہیں جنہوں نے ابن صیاد کو مسیح دجال کہا ہے۔ باقی حضرت عمر و حضرت جابر نے تو اس کو صرف دجال کہا ہے، جس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ منجملہ ان تیس دجالوں کے ایک دجال ہے جن کے خروج کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی ہے، نہ دجال معہود۔ اور اس کا مغالطہ صرف تین صحابہ کے، بزعم خود، اتفاق کو اجماع قرار دینا ہے حالانکہ صحابہ میں صرف تین یا دس بیس صحابہ کا اتفاق، شرعی اجماع نہیں کہلاتا۔ مفصل بیان ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہوگا۔ محمد حسین)

☆ پھر بعد اس کے آپ دریافت فرماتے ہیں کہ اجماع کی حقیقت کیا ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سوال سے آپ کا مطلب کیا ہے۔ ایک جماعت کا ایک بات کو باتفاق مان لینا، یہی اجماع کی حقیقت ہے جو صحابہ میں بآسانی محقق ہو سکتی تھی اگرچہ دوسروں میں نہیں۔

(یہ بھی کذب یا مغالطہ ہے، ایک جماعت کا اتفاق اجماع نہیں کہلاتا، بلکہ اجماع اتفاق کل کا نام ہے۔ اور کل میں ایک شخص کا خلاف بھی مانع انعقاد اجماع ہے۔ اس کا ثبوت بھی ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہے۔ محمد حسین)

☆ اور یہ جو آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ کہاں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے پر ڈرتے تھے سو واضح ہو کہ وہ حدیث مشکوۃ میں بحوالہ شرح السنۃ موجود ہے اور اصل عبارت حدیث کی یہ ہے فلم یزل رسول اللہ ﷺ مشفقاً انہ ھو الدجال۔

(اس سوال و جواب کے بیان میں بھی قادیانی نے اپنا شیوہ کید و مغالطہ پورا ظاہر کیا ہے اور اس سے اپنا دجال ہونا ثابت کر دکھایا ہے۔ ناظرین اس کا بیان توجہ سے سنیں۔

نہ ہم نے اس سے دریافت کیا تھا کہ کہاں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے۔ اور نہ اس نے صرف ابن صیاد کے دجال ہونے سے آنحضرت ﷺ کے فعل ڈرنے کا دعوی کیا تھا، تا کہ اس کا ثبوت اس سے طلب کیا جاتا۔ اس نے تو تحریر نمبر ۴ میں آنحضرت کے قول کا دعوی کیا اور یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ نے خود بھی فرمایا ہے کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہوں۔ جس پر اپنی تحریر نمبر ۵ میں، میں نے سوال کیا کہ آپ (مرزا) نے دعوی کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد کی نسبت فرمایا ہے کہ میں اس کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں، کتب حدیث میں اس کا ذکر کہاں ہے۔ اس سوال کے جواب میں مرزا قادیانی نے اخیر مباحثہ تک نہیں بتایا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ قول فلاں فلاں کتب حدیث میں ہے۔ بلکہ اول تو ہمارے سوال کو بدلا دیا۔ اور ہم کو بہلانا چاہا۔ اور بجائے سوال ثبوت قول نبوی، سوال ثبوت فعل نبوی (خوف کرنے کا) ہماری طرف سے قائم کیا۔ اور اس کے جواب میں حدیث شرح السنہ کو ثبوت فعل میں پیش کر دیا اور اس چالا کی سے یہ ثابت کر دیا کہ مخاطب کو دھوکہ دینے اور اس کا سوال اس کو بھلا دینے میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اور اس وجہ سے آپ ہمیشہ تحریری مباحثہ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ایسی بات زبانی کہیں تو حاضرین مجلس سے کوئی تو اس کو سمجھ لے اور ایسی بات کو واپس لینے پر آپ کو مجبور کرے۔ طولانی تحریروں میں ایسی باتیں پڑی ہی جاتی ہیں تو غالباً ان کو کوئی سمجھ نہیں سکتا ہے اور آپ کا داؤ چل جاتا ہے۔ پھر جب کہ آپ کی اس بھول بھلیاں کو ہم نے سمجھ لیا اور آپ کے اس جواب کا اپنی تحریر نمبر ۶ میں یہ جواب دیا کہ شرح السنۃ سے جو حدیث آپ نے نقل کی ہے اس میں آنحضرت ﷺ کا کوئی قول منقول نہیں۔ بلکہ اس میں ایک صحابی اپنا خیال ظاہر کرتا ہے جو اس کے فہم میں آتا ہے، کہ آپ ﷺ ابن صیاد کے

دجال ہونے سے ڈرتے تھے، اس قول صحابی کو آنحضرت ﷺ کا قول قرار دینا آنحضرت ﷺ پر افتراء نہیں تو اور کیا ہے؟ تو مرزا صاحب نے تحریر نمبر ۶ سے یہ کہنا شروع کیا کہ صحابی نے آنحضرت ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ میں ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہوں، تب ہی اس نے آپ ﷺ سے یہ فعل نقل کیا کہ .آپ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے، جس کا جواب تحریر نمبر ۷ میں مفصل دیا گیا ہے۔

اس مقام کے بیان سے اور بیان ہائے تحریرات آئندہ سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہوگا کہ یہ قول کہ، میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہوں ، آنحضرت ﷺ سے کسی کتاب حدیث میں مروی و منقول نہیں ہے۔ اور نہ قادیانی نے اس قول کا ثبوت کسی کتاب کی نقل سے پیش کیا ہے۔ اس قول کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرنے میں اس نے صریح جھوٹ بولا ہے۔ اب اس جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے ان احتمالات سے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ قول فرمایا ہوگا، یا صحابی نے آپ کے اشارہ سے یہ قول سمجھ لیا ہوگا، ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ جن کے مقابلہ میں ایسے احتمال بھی موجود ہیں جن سے ممکن وقرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد سے ایسے معاملات کئے جن سے آنحضرت ﷺ کا ابن صیاد سے ڈرنا صحابی کے خیال میں آیا۔ جیسے آنحضرت ﷺ کا چھپ کر ابن صیاد کے حالات دیکھنا اور اس کا امتحان کرنا وغیرہ، جو ہماری تحریر نمبر ۷ و ۸ میں بیان ہوئے ہیں، تو اس صحابی نے کہہ دیا کہ آنحضرت ﷺ ابن صیاد سے ڈرتے تھے۔ لہذا اس کہنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ کلمہ کہ میں ابن صیاد کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں، آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا۔ اور صحابی نے اس کو آنحضرت ﷺ کے منہ سے سنا۔ محمد حسین)

☆ اور آپ نے جو دریافت فرمایا تھا کہ بعض اکابر کا قول اشاعۃ السنہ میں کہاں ہے جس میں یہ لکھا ہو کہ بعض موضوع حدیثیں کشف کے ذریعہ سے صحیح ٹھہر سکتی ہیں اور صحیح موضوع ٹھہر سکتی ہیں۔ سو وہ قول ریویو براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۴۰ میں موجود ہے، جس میں آپ نے بتائید اپنے خیالات کے شیخ ابن عربی صاحب کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ہم اس طریق سے آنحضرت ﷺ سے احادیث کی تصحیح کرا لیتے ہیں۔ بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو اس فن کے لوگوں کے نزدیک صحیح ہیں اور وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہتیری حدیثیں ان کے نزدیک موضوع ہیں اور آنحضرت ﷺ کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہیں۔ (اس سوال کے جواب میں بھی مرزا صاحب نے تدلیس وتلبیس سے کام لیا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ نہ ہمارا سوال پورا نقل کیا ہے اور نہ اس کا جواب پورا دیا ہے۔ ہمارا سوال تحریر نمبر ۵ میں ہے اور آپ کا دعوی تحریر نمبر ۴ میں، جس پر وہ سوال کیا گیا تھا

۔ناظرین انصاف سے کہیں کہ ہمارا صرف یہی سوال تھا؟ اوراس کا یہی جواب ہے؟ محمد حسین)

☆ اب اگرچہ میں اس بات پر زور نہیں دیتا کہ ایمانی طور پر آنمکرم کا یعنی آپ کا یہی عقیدہ ہے لیکن میں آپ کے فجوائے بیان سے سمجھتا ہوں، بلکہ ہر یک تدبر کرنے والہ سمجھ سکتا ہے، کہ امکانی طور پر ضرور آپ کا یہی عقیدہ ہے کیونکہ اگر یہ امر بکلی آپ کے عقیدہ سے باہر نہ تھا تو پھر اس کا ذکر لغو ٹھہرتا ہے جو آپ کی شان سے بعید ہے۔

(اب آپ کو سوجھا کہ ہمارا جواب ، پورا جواب نہیں تو آپ کو برطبق مثل مشہور چور کی داہڑی میں تنکا ، یہ کھٹکا ہوا کہ اس سوال میں یہ امر بھی تو درج تھا کہ کشف سے احادیث کو صحیح وموضوع قرار دینے کی نسبت مؤلف رسالہ اشاعۃ السنہ نے اپنا اعتقاد کیا ظاہر کیا ہے؟ جس کا ہم نے کوئی جواب نہیں دیا، تو آپ نے تنکا نکالنے کو یہ کہا ہے کہ اگرچہ اس امر کی نسبت آپ نے اپنا اعتقاد ظاہر نہیں کیا مگر آپ کے فجوائے کلام سے سمجھ میں آتا ہے کہ آپ کا عقیدہ اس کے موافق ہو گا، ورنہ وہ قول آپ کے مؤیدات میں مذکور نہ ہوتا۔اس کا جواب ہم نے اپنی تحریر نمبر ۶ و ۷ میں مفصل دیدیا اور یہ ثابت کردیا ہے کہ کشف کے ذریعہ سے احادیث کی تصحیح وتضعیف سے ہم نے اشاعۃ السنہ میں اتفاق نہیں، بلکہ اختلاف ظاہر کردیا تھا۔اوراس قول کی نقل سے ہمارا اور ہی مقصود تھا جس سے اس قول کو تسلیم کرنا لازم نہیں آتا۔

ہماری نقل اس صورت میں لغو ٹھہرتی ہے کہ اس کی نقل سے کوئی اور مقصود نہ ہو اور جس حالت میں اس قول کے نقل سے اور مقصود اسی پرچہ اشاعۃ السنہ میں، جہاں یہ قول منقول ہے، بیان ہو چکا ہے تو پھر اس کی نقل بلا اعتقاد کو لغو ٹھہرانا خود لغو کہنا ہے۔محمد حسین) انسان جس کسی کا قول یا مذہب اپنے ریویو میں بطور نقل کے ذکر کرتا ہے وہ اپنے مؤیدات دعوی اور رائے کے مدد میں لاتا ہے اور یا اس کے رد کی غرض سے ،لیکن صاف ظاہر ہے کہ آپ اس قول کو اپنے مؤیدات دعوی کے ضمن میں لائے ہیں چنانچہ آپ نے بغیر اس کے ایسے دعوی کی تائید کیلئے ایک بخاری کی حدیث بھی لکھی ہے کہ محدث کا الہام دخل شیطان سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ بلکہ وہاں تو آپ نے کھلے طور پر ظاہر کردیا ہے کہ آپ اسی قول کے حامی ہیں، گو ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر ضرور حامی ہیں

(اس حدیث کی نقل وتسلیم صحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ کشف کے ذریعہ سے احادیث صحیحہ کا موضوع ہونا ،ہمارے نزدیک مسلم ہے ۔ ہمارے نزدیک جو محدث ہونے کا دعوی کرے اور احادیث صحیحہ اتفاقیہ کو کشف کے ذریعہ سے موضوع کہے وہ محدث نہیں، شیطان ہے ، ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو،محمد حسین) اور میرے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کیونکہ میرا مطلب تو صرف اسی قدر ہے کہ حدیثیں اگرچہ صحیح ہی ہوں، لیکن ان کی صحت کا مرتبہ ظن یا ظن غالب سے زیادہ نہیں (اس قدر کیوں؟ یہ مقدار کس نے مقرر کردی ۔ اوراس امر

میں کہ احادیث صحیحہ کا مرتبہ ظن یا غالب ظن سے زیادہ نہیں، کس نے آپ سے نزاع کی تھی؟ اور یہ مسئلہ آپ سے کس نے پوچھا تھا جس پر آپ کو اس مقدار کے بیان وتقریر کی ضرورت ہوئی۔ آپ نے اس بیان اور تقریر میں ناحق و بلاضرورت خروج از بحث کیا جس کی ساتویں دفعہ ہے۔ محمد حسین)

سوان حدیثوں کی حقیقی صحت کا پرکھنے والہ قرآن مجید ہے (حقیقی صحت کے لفظ سے اگر مرزا صاحب کی مراد قطعی صحت ہے، تو اس کے پرکھنے کے لئے قرآن معیار نہیں ہوسکتا۔ جو حدیث ظنی ہے وہ موافقت قرآن کی حالت میں بھی ظنی رہے گی۔ موافقت مضمون قرآن اس کو قطعی نہ بنائے گی۔ اور اگر موافقت مضمون قرآن، موجب صحت یا قطعیت ہوسکتی ہے تو چاہیے کہ ایک موضوع حدیث جس کا مضمون قرآن کے موافق ہو، صحیح اور قطعی ہو۔ جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں۔ اور اگر اس قطعی صحت کا مطلب کچھ اور دربطن قائل ہے تو اس کے اظہار پر اس میں گفتگو کی جائے گی۔ محمد حسین) اور رقرآن مجید جس قدر اپنے محامد اور اپنے کمالات بیان کرتا ہے، ان پر نظر غور ڈالنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے تئیں اپنے ماسوا کی تصحیح کے لئے محک ٹھہرایا ہے، اور اپنی ہدایتوں کو کامل اور اعلیٰ درجہ کی ہدائتیں بیان فرمایا ہے، جیسا کہ وہ اپنی شان میں فرماتا ہے

فیھا کتب قیّمة ۔

فصلناہ علی علم ۔

یھدی به الله من اتّبع رضوانه سبل السلام و یخرجھم من الظلمات الی النور ۔

و یعلّمکم ما لم تکونوا تعلمون ۔

قل ان ہدی الله ھو الھدی فمن اتّبع ہدای فلا یضلّ و لا یشقی ۔

لا یأتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه ۔

فمن یکفر بالطّاغوت و یؤمن بالله فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا ۔

ان ہذا القرآن یھدی للّتی ھی اقوم

انّ فی ہذا لبلاغاً لقوم عابدین ۔

و انّه لحق مبین ۔

حکمة بالغه ۔

تبیاناً لکل شیء روحا من امرنا ۔

نور علی نور ۔

انزل الکتاب بالحق و المیزان ۔

ہدی للناس و بیّنات من الہدی و الفرقان ۔

انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون۔

فصّلناہ علی علم ۔

انہ لقول فصل لا ریب فیہ ۔

و ما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذین اختلفوا فیہ ہدی و رحمۃ لقوم مؤمنون

قل نزلہ روح القدس من ربک لیثبت الذین آمنوا و ہدی و بشری للمسلمین ۔

ہذا بیان للناس و موعظۃ للمتقین

بالحق انزلناہ و بالحق نزل ۔

قل ہو للذین آمنوا ہدی و شفاء۔

ما کان حدیثاً یفتری ۔

اب ظاہر ہے کہ خدا تعالی نے ان آیات میں کئی قسم کی خصوصیتیں اور صفتیں قرآن کریم کی بیان فرمائی ہیں ۔ازانجملہ ۔ا۔یہ کہ وہ تمام صداقتوں پر مشتمل ہے ۔ ۲ ۔وہ مفصل کتاب ہے ۔۳ ۔ وہ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے کہ جو خدا تعالی کی رضا مندی کے اور دار السلام کے طالب ہے ۔ ۴ ۔ وہ ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے اور نا معلوم باتیں سکھاتا ہے ۔۵ ۔ ہدایت اس کی ہدایت ہے ۔٦ ۔ باطل اس کی طرف کسی طور سے راہ نہیں پا سکتا ۔ ۷ ۔جس نے اس سے پنجہ مارا،عروۃ وثقی کو پنجہ مارا ۔۸ ۔ وہ سب سے زیادہ سیدھی راہ بتلاتا ہے ۔۹ ۔ وہ حق الیقین ہے ظن اور شک کی جگہ نہیں ۔ ۱۰ ۔وہ حکمت بالغہ ہے،اس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے ۔ ۱۱ ۔وہ حق ہے، یعنی آپ بھی سچا ہے اور سچ کی شناخت کے لئے محک بھی ہے ۔۱۲ ۔ وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایتوں کی اس میں تفصیل ہے اور حق و باطل میں فرق کرتا ہے ۔۱۳ ۔ وہ قرآن کریم ہے، کتاب مکنون ہے۔جس کے معنی یہ ہیں کہ صحیفہ فطرت میں اس کی تعلیمیں منقوش ہیں ۔یعنی اس کی تعلیم فطرتی ہے جیسا کہ فرمایا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ۔ ۱۴ ۔ وہ قول فصل ہے اس میں کچھ بھی شک نہیں ۔ ۱۵ ۔ وہ اختلاف کے دور کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے ۔۱٦ ۔وہ ایمانداروں کیلئے ہدایت وشفا ہے ۔

اب فرمائیں کہ یہ عظمتیں اور خوبیاں جو قرآن کریم کی نسبت بیان فرمائی گئیں

ہیں احادیث کی نسبت ایسی تعریفوں کا کہاں ذکر ہے (ان صفات وخصوصیات میں ایک خصوصیت بھی ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ قرآن، احادیث نبویہ کی صحت وقطعیت کے لئے معیار ومحک ہے۔ ناظرین غور و انصاف سے ان خصوصیات وصفات کو ملاحظہ کریں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ ان آیات کے نقل و بیان سے قادیانی نے خروج از مبحث کیا ہے۔جس کی یہ آٹھویں دفعہ ہے۔

خصوصیت نمبر ۱۱ میں آپ نے قرآن کا سچ کی شناخت کے لئے محک ہونا بیان کیا ہے سو وہ آیات میں سے کسی کا ترجمہ نہیں ہے۔ ہوتا، تو بھی احادیث صحیحہ نبویہ سے اس کا کچھ تعلق نہ ہوتا۔ حدیث صحیح نبوی بذات خود حق ہے۔ وہ صحت وثبوت کے بعد اپنے حق ہونے کے ثبوت میں کسی اور کسوٹی پر لگانے کی محتاج نہیں ہے۔

پھر مرزا قادیانی نے ایک جگہ متعدد آیات کے الفاظ یکجا لکھ کر تاثر دیا ہے کہ وہ ایک آیت ہیں اور ان کا ترجمہ بھی اسی انداز میں کیا ہے۔ جب کہ وہ ایک آیت نہیں ہیں۔ یہ مرزا قادیانی کا تصرف ہے۔جس شخص کا الفاظ قرآن کے حفظ وضبط میں یہ حال ہو وہ قرآن کے حقائق ومعارف خاک بیان کرے گا۔ لاہور کے مباحثہ میں جو مولوی عبدالحکیم کلانوری سے ہوا تھا، مرزا قادیانی نے آیات قرآن کو غلط پڑھا۔ایک کتاب حدیث کی عبارت پڑھی تو غلط پڑھی۔جس سے حاضرین کو یقین ہوا کہ آپ ایک رکوع قرآن شریف اور ایک حدیث صحیح نہیں پڑھ سکتے۔

اور قرآن پاک کی عظمتوں اور خوبیوں کا منکر کون مردود ہے۔ اور اس سے بحث ونزاع کس کو ہے۔مرزا قادیانی نے ناحق بلا ضرورت ان خوبیوں کو بیان کیا۔ اور تحصیل حاصل اور خروج از مبحث کا ارتکاب کیا۔ یہ نویں دفعہ ہے۔محمد حسین)

پس میرا مذہب فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرح پر نہیں ہے کہ میں عقل کو مقدم رکھ کر قال اللہ اور قال الرسول پر کچھ نکتہ چینی کروں ایسے نکتہ چینی کرنے والوں کو ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں (آپ کی اس قسم کی نکتہ چینیاں کہ تیس یا چالیس ہزار فٹ سے اوپر ہوا نہیں، لہذا آسمان پر کسی زندہ کا جانا ممکن نہیں۔ بناء علیہ آنحضرت ﷺ کا جسمانی معراج اور حضرت مسیح کا جسم سے آسمان پر عروج ممکن نہیں ہے۔مسیح آسمانوں پر ہیں تو وہاں کیا کھاتے ہوں گے، اور آپ کے بال بڑھ گئے ہوں گے اور اگر حضرت جبریل امین بذات خود زمین پر نازل ہوں تو سورج، جو ان کا ہیڈ کوارٹر ہے، فاسد اور معدوم ہو جائے، اور حضرت مسیح نے واقعہ میں کوئی جانور نہیں بنایا اور کوئی مردہ زندہ نہیں کیا اور کوئی کوہڑی اور اندھا اچھا نہیں کیا۔ وہ صرف مسمریزم کا عمل کیا کرتے یا اپنے باپ یوسف نجار سے سیکھے ہوئے کام نجاری سے کلیں اور کھلونے بناتے، اور ان چیزوں کے ظاہری معنی مراد لینا عقل وایمان وتوحید قرآن کے مخالف ہیں، وغیرہ وغیرہ، نیچریوں کی طرح نکتہ چینی نہیں تو آپ بیان کریں کہ پھر کس صحابی یا تابعی یا امام ومجتہد قرون ثلاثہ سے اس قسم کی نکتہ چینی قال اللہ وقال الرسول پر مروی ہے

اور مرزا صاحب نے رجل قضی علی نفسه اپنے نفس پر خود ہی فیصلہ کیا اور صحیح فتوی لگایا۔ اسی نظر سے کہ ایسے نکتہ چینی کرنے والے ان کے اعتراف سے ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان کو علماء اسلام ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ محمد حسین) **بلکہ میں جو کچھ آنحضرت ﷺ نے خدا تعالی کی طرف سے ہم کو پہنچایا ہے، اس سب پر ایمان لاتا ہوں** (محض کذب اور ابلہ فریبی ہے۔ مرزا صاحب گو ان الفاظ پر جو خدا و رسول نے فرمائے ہیں، ایمان رکھتے ہیں مگر ان معانی پر جو ان الفاظ سے خدا و رسول نے مراد رکھے ہیں، اور زمانہ رسالت سے اس وقت تک مسلمانوں میں وہ مراد خدا اور رسول تسلیم کی گئی ہے، وہ ہرگز ایمان نہیں رکھتے۔ اور لفظی ایمان، جو آپ رکھتے ہیں، نیچری بھی رکھتے ہیں۔ وہ ملک جبریل وحی نزول وغیرہ الفاظ زبان پر لاتے اور ان کو مانتے ہیں بایں ہمہ وہ ان کے اقرار لسانی کے بموجب ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، تو پھر مرزا صاحب کیوں خارج نہ ہوئے؟ محمد حسین)۔ **صرف عاجزی اور انکساری سے کہتا ہوں**

(یہ عاجزی دلی اور مخلصانہ نہیں بلکہ لفظی اور منافقانہ ہے۔ مصداق بیت صائب

سنگین دل ست ہر کہ بظاہر ملائم ست　　صائب درون پنبہ نگر میپسند دانہ را

اور ظاہری اور لفظی عاجزی بھی بعض تحریروں میں ہے۔ اپنی بعض تحریروں میں تو آپ نے درشتی اور سخت گوئی اس وسعت سے اختیار کی ہے کہ اس سے صحابہ تابعین و تبع تابعین اور آئمہ مجتہدین اور عامہ مسلمین قرون اولی سے لے اس وقت تک نہیں چھوٹے۔ آپ ان لوگوں کو اعتقاد حیات و معجزات مسیح کی سزا میں مشرک و احمق و بے حیا و بے ایمان لکھ چکے ہیں۔ کیا عاجزی و انکساری اسی کا نام ہے۔ یہ تو پرلے سرے کی رعونت و تکبری ہے۔ ہمارے اس بیان کے تصدیق مطلوب ہو تو نمبر ۴ جلد ہذا کا صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸ ملاحظہ کریں اور فیصلہ آسمانی اور اشتہار مطبوعہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء میں اس وقت کے علماء کے حق میں گالیاں دیکھیں۔ محمد حسین) **کہ قرآن کریم ہر یک وجہ سے احادیث پر مقدم ہے** (محض کذب ہے اور صریح مغالطہ۔ ہر چند قرآن کریم رتبہ ثبوت میں حدیث سے مقدم ہے۔ مگر حدیث صحیح اپنے منصب و خدمت تشریح و تفسیر میں قرآن سے مقدم ہے۔ حدیث نہ ہو تو قرآن مجید کے بہت سے احکام سمجھ میں نہ آویں اور نہ وہ دستور العمل ہوسکیں۔ محمد حسین) **اور احادیث کی صحت، عدم صحت پرکھنے کے لئے وہ محک ہے** (غلط محض و مغالطہ ہے چنانچہ بارہا بیان ہوا ہے۔ مرزا صاحب بار بار ایک ہی بات کا اعادہ کرتے ہیں ہم کہاں تک اس کے جواب کا اعادہ کریں۔ محمد حسین) **اور مجھ کو خدا تعالی نے قرآن کریم کی اشاعت کے لئے مامور کیا ہے** (اشاعت نہیں، آپ قرآن کا اخمال اور اماتت چاہتے ہیں۔ کیا قرآن کی یہی اشاعت ہے کہ اس کے معجزات کے حقائق مشہورہ متوارثہ کو مٹا دیں اور اس کے اخبار اور پیش گوئیوں کو نیست نابود کرنا چاہیں جو آپ کر رہے ہیں، مگر آپ خوب یاد رکھیں کہ خدا قرآن کا محافظ خود ہے انا نحن نزلنا الذكر و انا له

لحافظو ن اور وہ اپنے نور کو آپ پورا کرنے والا ہے اگر چہ منکر نا خوش ہوں و اللہ متمّ نورہ و لو کرہ الکافرون ۔محمد حسین) تا میں جو ٹھیک ٹھیک منشاء قرآن کریم کا ہے، لوگوں پر ظاہر کروں اگر اس خدمت گذاری میں علماء وقت کا میرے پر اعتراض ہو اور وہ مجھ کو فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرف منسوب کریں تو میں ان پر کچھ افسوس نہیں کرتا، بلکہ خدا تعالی سے چاہتا ہوں کہ خدا تعالی انہیں وہ بصیرت عطا فرما دے جو مجھے عطا فرمائی ہے، نیچریوں کا اول دشمن میں ہی ہوں

(آپ نیچریوں کے شاگرد اور اس گھرانے کے فیض یاب ہیں ۔اور پھر مدعی عداوت؟ نمک خوردن اور نمک دان شکستن اسی کا نام ہے ۔حضرت آپ نے جو عقائد باطلہ ظاہر کئے ہیں کہ حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں، اور وہ سولی چڑھائے گئے ہیں، اور ان کے معجزات مسمریزم کا اثر تھا، وغیرہ، اس میں سر بسر، سید احمد خان کی زلہ ربائی اور کاسہ لیسی کی ہے ۔چنانچہ حواشی تحریر نمبر ۸ میں تفصیل وتشریح سے ثابت کیا جائے گا۔ محمد حسین)

اور ضرور تھا کہ علماء میری مخالفت کرتے ، کیونکہ بعض احادیث کا یہ منشا پایا جاتا ہے کہ مسیح موعود جب آئے گا تو علماء وقت اس کی مخالفت کریں گے ۔ اسی کی طرف مولوی صدیق حسن صاحب مرحوم نے آثار القیامۃ میں اشارہ کیا ہے اور حضرت مجدد صاحب سرہندی نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰۷ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود جب آئے گا تو علماء وقت اس وقت کے اہل الرائے کہیں گے ،یعنی خیال کریں گے کہ یہ حدیثوں کو چھوڑتا ہے اور صرف قرآن کا پابند ہے اور اس کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے ۔

والسلام علی من اتبع الھدی ۔غلام احمد ۔۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء

(یہاں مرزا صاحب نے کذب ومغالطہ سے کام لیا ہے۔کسی حدیث میں یہ پایا نہیں جاتا کہ حضرت مسیح آئیں گے تو علماء وقت ان کی مخالفت کریں گے ۔اور نہ نواب صدیق حسن مرحوم ومغفور نے کتاب آثار قیامہ میں یہ بات کہی ہے ۔حضرت مجدد سرہندی نے بھی مکتوبات کے صفحہ ۱۰۷ میں یہ نہیں کہا کہ علما وقت حضرت مسیح کو اہل الرائے سے کہیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ یہ حدیثوں کو چھوڑتا ہے اور صرف قرآن کا پابند ہے جیسا کہ آپ نے ان سے نقل کیا اور اس کو مسیح موعود کا خاصہ سمجھ کر اپنے لئے تجویز کیا ہے۔ بلکہ مجدد صاحب نے اس مقام میں جو کہا ہے وہ یہ ہے

نزدیک است کہ علمائے ظواہر مجتہدات اورا علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام از کمال دقت وغموض ماخذ انکار نمایند ومخالف کتاب وسنت دانند ۔

اس قول میں مجدد صاحب کی صاف تصریح ہے کہ جو لوگ حضرت مسیح کے مجتہدات پر انکار کریں گے وہ

ان کو کتاب وسنت دونوں کے مخالف قرار دیں گے، نہ قرآن کے موافق اورصرف حدیث کے مخالف ۔ یہ مرزا کے کذب کا ثبوت ہے۔

اب ان کا مغالطہ سنئے کہ انہوں نے صرف الزام مخالفت حدیث کے مورد ہونے سے اپنا مسیح ہونا نکال لیا اوراس مغالطہ سے ناواقف مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک ڈالکران کو اس روشن بات کے دیکھنے سے اندھا کرنا چاہا ہے کہ حدیث بلکہ قرآن کے ہزاروں مخالف ہر زمانہ میں گذر چکے ہیں، اور علماء وقت ان کو منکر وملحد و بے دین کہتے چلے آئے ہیں۔ پھر وہ کیا صرف اس الزام مخالفت کا مورد ہونے سے مسیح بن گئے؟، ہرگز نہیں۔

ہم ان ناواقف مسلمانوں کو اس مغالطہ سے بچانے کی غرض سے آگاہ کرتے ہیں کہ مسیح کا خاصہ صرف یہی نہیں جو مرزا نے ان کا خاصہ قرار دیا ہے ، بلکہ ان کی خواص وعلامات وہ برکات ومعجزات ہیں جو قرآن اورحدیث میں بیان ہوئے ہیں۔اورزمانہ نزول قرآن سے اس وقت تک اہل اسلام میں مسلم چلے آئے ہیں۔اورمرزا کی ذات میں ان خواص وعلامات کا نام ونشان نہیں ۔ بلکہ مسیحی صفات وخواص برکات کے اضداد ان میں موجود ہیں جن کی نظر سے انہیں ضدالمسیح کہنا واجب ہے۔حضرت مسیح نے مردہ زندہ کئے ،کوہڑی اچھے کئے ۔مرزا صاحب خود ہمیشہ مختلف امراض میں مبتلا رہتے ہیں ۔ جن کی نظر سے ان کے حواری آپ کی شان میں بلسان حال یہ کہہ رہے ہیں

جوطبیب اپنا تھا وہ خود ہی مرض سے زار ہے مژدہ بادا ے مرگ، عیسی آپ ہی بیمار ہے

حضرت عیسی ایسے اخلاق مجسم تھے کہ خنزیر پاس سے نکلا تو اس کوسلام سے مخاطب کیا۔ مرزا صاحب ایسے بدخلق وبدگو ہیں کہ مسلمانوں کو کتے اورخنزیر کا خطاب دیتے ہیں۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۷ وغیرہ۔ حضرت مسیح برائی کے بدلے میں برائی نہ کرتے، امرزا صاحب ناحق ونا کردہ گناہ مسلمانوں کوگالیاں دیتے ہیں۔ اشتہار ۱۷۔اکتوبر ۱۸۹۱ء وفیصلہ آسمانی ملاحظہ ہو۔ لہذا ممکن نہیں کہ ان اضداد صفات مسیح کے ساتھ،صرف اس خیالی الزام کے سبب وہ مسیح بن بیٹھیں ۔ محمد حسین)

☆ شیخ محمد حسین بٹالوی کی تحریر ششم

آپ نے بایں ہمہ تطویل، میرے سوال کا جواب پھر بھی صاف نہ دیا اورآپ کی (اس) کلام میں وہی اضطراب واختلاف پایا جاتا ہے جو پہلی کلام میں موجود ہے

☆ ۱۔آپ شرط صحت کو، جو آپ کے خیال میں ہے، پیش نظر رکھ کرصاف صاف الفاظ میں دوحرفی جواب دیں کہ احادیث کتب حدیث خصوصاً صحیح بخاری وصحیح مسلم بلاتفصیل

صحیح و واجب العمل ہیں، یا بلا تفصیل غیر صحیح و نا قابل عمل، یا ان میں تفصیل ہے۔ یعنی بعض احادیث صحیح ہیں اور بعض غیر صحیح و موضوع۔ اس کے ساتھ آپ یہ بھی بتا دیں کہ آپ نے اپنی تصانیف میں کسی حدیث صحیح بخاری و مسلم کو غیر صحیح و موضوع کہا ہے یا نہیں؟

☆ ۲۔ آپ نے جو میرے سوال کا کہ سلف میں آپ کا کون امام ہے، جواب دیا ہے، وہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ میں نے ابن صیاد کی نسبت وہ سوال نہیں کیا تھا، بلکہ آپ کے اس اعتقاد کی نسبت سوال کیا تھا کہ صحت احادیث کا معیار قرآن ہے اور جو حدیث قرآن کے موافق نہ ہو وہ موضوع ہے۔ اب بھی آپ فرما دیں کہ صحت احادیث کا معیار، توافق قرآن کو ٹھہرانے میں سلف صالحین سے آپ کا امام کون ہے۔

☆ ۳۔ اجماع کی تعریف میں جو آپ نے کہا ہے، یہ کس کتاب اصول وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ تین چار صحابہ کے اجماع کو علمائے اسلام سے کون شخص اجماع قرار دیتا ہے۔

☆ ۴۔ شرح السنۃ سے جو حدیث آپ نے نقل کی ہے اس میں آنحضرت ﷺ کا کوئی قول منقول نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک صحابی اپنا خیال ظاہر کرتا ہے جو اس کی فہم میں آیا ہے۔ اس قول صحابی کو آنحضرت ﷺ کا قول قرار دینا آپ ﷺ پر افتراء نہیں تو کیا ہے؟

☆ ۵۔ اشاعۃ السنۃ میں جو میں نے محی الدین ابن عربی کا قول نقل کیا ہے اس کی نسبت کیا میں نے آخر ریویو میں بصفحہ ۳۴۵ ظاہر نہیں کیا کہ مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ اس صفحہ میں کیا یہ عبارت درج نہیں کہ

> یہی جتانا اس امر سوم کے بیان سے ہمارا مقصود تھا اس سے اس امر کا اظہار مقصود نہیں ہے کہ ہم خود بھی اس الہام کو حجت و دلیل جانتے ہیں اور غیر ملہم کو کسی ملہم غیر نبی کے الہام پر عمل کرنا واجب سمجھتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ہم صرف کتاب اللہ و سنت کے پیرو ہیں اور اسی کو حجت و دستور العمل اور عام راہ جانتے ہیں، نہ خود الہامی ہیں نہ کسی اور کشفی الہامی غیر نبی کے، متقدمین سے ہو خواہ متاخرین سے، متبع اور مقلد ہیں۔

پھر مجھ کو اس قول ابن عربی کا امکانی قائل بنانا مجھ پر افتراء نہیں تو کیا ہے۔

آیات قرآن، جو آپ نے نقل کی ہیں ان، کو امر متنازعہ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ میں اس امر کو اپنے تفصیلی جواب میں بیان کروں گا جب سوالات مذکورہ کا جواب پاؤں گا۔

۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء ابوسعید محمد حسین

☆ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر ششم

آپ نے پھر میرے پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے آپکے سوال کا جواب صاف نہیں دیا۔ میں حیران ہوں کہ میں کن الفاظ میں اپنے جواب کو بیان کروں، یا کس پیرایہ میں ان گذارشوں کو پیش کروں تا آپ اس کو واقعی طور پر جواب تصور فرمائیں (پیرایہ تو آپ کو معلوم ہے اور الفاظ بھی مخفی نہیں ۔ الفاظ صرف ہست یا نیست ہیں ۔ اور پیرایہ یہ کہ احادیث صحیحین سب کی سب صحیح ہیں یا نہیں ۔ یا بعض صحیح ہیں بعض غیر صحیح ۔ مگر ان الفاظ اور اس پیرایہ میں جواب دینا آپ کو مشکل ہے اس لئے آپ حیران اور یہ سوچ رہے ہیں کہ اگر کل یا بعض احادیث صحیحین کو غیر صحیح یا موضوع بناتے ہیں، تو آپ کے دام افتادہ آپ کے دام سے نکلتے ہیں ۔ اور اگر جملہ احادیث صحیحین کو صحیح مانتے ہیں تو آپ کے جملہ خیالات و مقالات مثلاً یہ کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں، اور آنے والے مسیح وہ نہیں، آپ ہیں وغیرہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے، کیونکہ ان کتب کی حدیثوں میں ان خیالات کا صریح خلاف موجود ہے ۔ اس حیرت و تردد میں آپ کا اس سانپ کا سا حال و خیال ہے جو چھپکلی کو منہ میں لے کر یہ سوچ رہا تھا کہ اس کو کھاتا ہوں تو کوہڑی بنتا ہوں، چھوڑتا ہوں تو کلنکی کہلاتا ہوں، جس کی پنجابی زبان کی اس مثل میں حکایت ہے کھائے تاں کوہڑی چھڈے تاں کلنکی ۔ محمد حسین)

آپ کا سوال جو اس تحریر اور پہلی تحریروں سے سمجھا جاتا ہے، یہ ہے کہ احادیث کتب حدیث خصوصاً صحیح بخاری و صحیح مسلم، صحیح، واجب العمل ہیں یا غیر صحیح و ناقابل عمل ۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے منہ سے یہ کہلانا چاہتے ہیں کہ میں اس بات کا اقرار کروں کہ یہ سب کتابیں صحیح اور واجب العمل ہیں ۔ اگر میں ایسا کروں تو غالباً آپ خوش ہو جائیں گے اور فرمائیں گے کہ اب میرے سوال کا جواب پورا پورا آ گیا (آپ یہ اقرار نہ کریں، اور کل یا بعض احادیث صحیحین کو غیر صحیح و موضوع قرار دیں، تو اس میں بھی ہم خوش ہیں ۔ آپ یہ بات صاف طور پر کہکر دیکھیں ہم اس پر کیسی مسرت ظاہر کرتے ہیں، اور اس سے کیا نتائج نکالتے ہیں ۔ محمد حسین) لیکن میں سوچ میں ہوں کہ کس شرعی قاعدہ کے رو سے ان تمام حدیثوں کو بغیر تحقیق و تفتیش کے واجب العمل یا صحیح قرار دے سکتا ہوں ۔ طریق تقوی یہ ہے کہ جب تک فراست کاملہ اور بصیرت صحیحہ حاصل نہ ہو، تب تک کسی چیز کے ثبوت یا عدم ثبوت کی نسبت حکم نافذ نہیں کیا جائے اللہ جل شانہ فرماتا ہے

لا تقف ما لیس لک به علم۔ ان السمع و البصر و الفواد کل اولئک کا ن عنه

مسئو لاً (اس صورت میں تقوی کا طریق یہ ہے کہ اپنی لاعلمی کا اظہار کیا جائے اور لا ادری یعنی میں نہیں جانتا، کہا جائے، جو نصف العلم کہلاتا ہے۔ اور نہ یہ کہ اقبال کریں نہ صاف انکار اور ادھر ادھر کی باتوں میں جواب کو ٹلا دیں، جیسا کہ آپ کر رہے ہیں اور اگر اس قول سے یہ مقصود ہے کہ جملہ احادیث صحیحین کو صحیح کہنا بے بصیرتی ہے، تو یہ محدثین سلف وخلف پر جو ان احادیث کو صحیح سمجھتے ہیں، تعریض وطعن ہے۔ محمد حسین) سو اگر میں دلیری کر کے اس معاملہ میں دخل دوں اور یہ کہوں کہ میرے نزدیک جو کچھ محدثین خصوصاً امامین بخاری اور مسلم نے تنقید حدیث میں تحقیق کی ہے اور جس قدر احادیث وہ اپنی صحیحوں میں لائے ہیں وہ بلا شبہ بغیر حاجت کسی آزمائش کے صحیح ہیں۔ تو میرا ایسا کہنا کن شرعی وجوہات و دلائل پر مبنی ہوگا؟ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ یہ تمام آئمہ حدیثوں کے جمع کرنے میں ایک قسم کا اجتہاد کام میں لائے ہیں اور مجتہد کبھی مصیب اور کبھی مخطی بھی ہوتا ہے۔ جب میں سوچتا ہوں کہ ہمارے بھائی مسلمان موحدین نے کس قانون قطعی اور یقینی کی رو سے ان تمام احادیث کو واجب العمل ٹھہرایا ہے؟ تو میرے اندر سے نور قلب یہی شہادت دیتا ہے کہ صرف یہی ایک وجہ ان کے واجب العمل ہونے کی پائی جاتی ہے کہ یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ علاوہ اس خاص تحقیق کے جو تنقید احادیث میں آئمہ حدیث نے کی ہے۔ وہ حدیثیں قرآن کریم کی کسی آیہ محکمہ اور بینہ سے منافی اور متغائر نہیں ہیں اور نیز اکثر احادیث جو احکام شرعی کے متعلق ہیں تعامل کے سلسلہ سے قطعیت اور یقین تام کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں۔ ورنہ اگر ان دونوں وجوہ سے قطع نظر کی جائے تو پھر کوئی وجہ ان کے قطعی الثبوت ہونے کی معلوم نہیں ہوتی۔ ہاں یہ ایک وجہ پیش کی جائے گی کہ اسی پر اجماع ہو گیا ہے، لیکن آپ ہی ریویو براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۳۰ میں اجماع کی نسبت لکھ چکے ہیں کہ اجماع اتفاقی دلیل نہیں ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں

اجماع میں اولاً یہ اختلاف ہے کہ یہ ممکن، یعنی ہو بھی سکتا ہے یا نہیں؟ بعضے اس کے امکان کو ہی نہیں مانتے۔ پھر ماننے والوں کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کا علم ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ایک جماعت امکان علم کی بھی منکر ہے۔ امام فخر الدین رازی نے کتاب محصول میں یہ اختلاف بیان کر کے فرمایا ہے کہ انصاف یہی ہے کہ بجز اجماع صحابہ، جبکہ مومنین اہل اجماع بہت تھوڑے تھے اور ان سب کی معرفت تفصیلی ممکن تھی، اور زمانہ کے اجماعوں کے حصول علم کی کوئی سبیل نہیں۔ اسی کے مطابق کتاب حصول المامول میں ہے جو کتاب ارشاد الفحول شوکانی سے ملخص ہے۔ اس میں کہا ہے۔

جو یہ دعویٰ کرے کہ ناقل اجماع ان سب علماء دنیا کی، جو اجماع میں معتبر ہیں، معرفت پر قادر ہے، وہ دعویٰ میں حد سے نکل گیا اور جو کچھ اس نے کہا، اٹکل سے کہا۔ خدا امام احمد بن حنبل پر رحم فرمائے کہ انہوں نے صاف فرما دیا ہے کہ جو وجود اجماع کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے۔

(ریویو کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے اس میں اجماع کے متعلق اختلاف علماء اس غرض سے بیان کیا گیا ہے کہ اجماع باوجود محل اختلاف ہونے کے شرعی حجت اور معتبر سمجھا گیا ہے تو پھر الہام غیر نبی محل اختلاف ہونے کے سبب کیوں نامعتبر ہو۔

یہ غرض عبارت منقولہ قادیانی کے ماقبل و مابعد میں بتصریح بیان کی گئی ہے۔ اس عبارت کے ماقبل صفحہ ۳۳۰ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ کے کہا ہے۔ اس الہام کے متفق علیہ نہ ہونے سے اس کا بے اعتبار ہونا اس لئے ثابت نہیں ہوتا کہ اعتبار کا مدار اتفاق پر نہیں ہے۔ یہ ہو تو کوئی امر اختلاف، لائق اعتبار نہ ہو، حالانکہ مسائل دین اسلام کا حصہ اختلافی، حصہ اتفاقی سے بڑھ کر ہے۔ اور ہر ایک فریق اس حصہ اختلافی کو معتبر اور قابل عمل سمجھتا ہے۔

در آنجا، ادلہ اربعہ میں انحصار دلائل شرعیہ کے مسئلہ ہی کو دیکھو۔

کیا یہ چاروں دلیلیں اتفاقی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ان میں دو دلیلیں، کتاب وسنت تو اتفاقی ہیں۔ اور دو باقی اجماع وقیاس اختلافی ہیں۔ اس کے بعد وہ عبارت مرقوم ہے جو مرزا قادیانی نے نقل کی ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۳۳۳ میں کہا ہے۔

پھر جب اختلاف کے سبب اکثر مسائل شرعیہ، خصوصاً ادلہ اربعہ میں حصر دلائل شرعیہ کا مسئلہ، بے اعتبار نہ ہوئے، تو اختلاف کے سبب الہام کیوں کر بے اعتبار ہو سکتا ہے۔

یہ عبارات ماقبل و مابعد عبارت منقولہ مرزا قادیانی صاف پکار رہی ہیں کہ مؤلف رسالہ اشاعۃ السنہ کے نزدیک اجماع کی نسبت وہ اختلافات جو عبارات منقولہ قادیانی میں بیان ہوئے ہیں، لائق لحاظ واعتبار نہیں ہیں۔ اور اجماع باوجود محل اختلاف ہونے کے حجت شرعی اور معتبر ہے۔

قادیانی نے اس عبارت کی نقل و بیان میں وہی کام کیا ہے کہ لا تقربوا الصلوۃ کو تو لے لیا اور انتم سکاری کو چھوڑ دیا۔ یعنی اس عبارت کا ماقبل و مابعد اڑا دیا اور صرف درمیانی عبارت متضمنہ اختلافات متعلقہ اجماع کو نقل کر کے مؤلف رسالہ اشاعۃ السنہ کو اس کا قائل ومصدق بنا دیا۔ اور ناظرین کو یہ جتایا کہ مؤلف رسالہ اشاعۃ السنہ وجود اجماع اور اس کے حصول علم سے اور حجت ہونے سے منکر ہے۔ پھر احادیث صحیحین کی صحت پر دعویٰ اجماع کیوں کرتا ہے۔ محمد حسین)

اب میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ بخاری ومسلم کی احادیث کی نسبت

جو اجماع کا دعوی کیا جاتا ہے یہ دعوی کیوں کر راستی کے رنگ سے رنگین سمجھ سکیں۔

(چونکہ جو کچھ مرزا صاحب نے اشاعۃ السنہ سے نقل کیا ہے اس میں دجالیت سے کام لیا ہے۔ تو اب ان سوالات کا موقع نہیں رہا۔ ہمارے نزدیک اور ہر ایک محقق قائل اجماع کے نزدیک وہ دعوی درست ہے اور راستی کے رنگ سے رنگین۔ عبارات فقہا و محدثین اس اجماع کی مثبت و مصدق تحریر نمبر ۸ میں منقول ہوں گی۔ محمد حسین)

حالانکہ آپ اس بات کے قائل ہیں کہ صحابہ کے عہد کے بعد کوئی اجماع حجت نہیں ہوسکتا

(یہ محض دروغ بے فروغ ہے۔ خاکسار ہرگز اس بات کا قائل نہیں ہے کہ عہد صحابہ کے بعد کوئی اجماع حجت نہیں ہوسکتا، بلکہ بہت صریح کہہ چکا ہے کہ اجماع باوصف محل اختلاف ہونے کے حجت و لائق اعتبار ہے۔ محمد حسین)۔

بلکہ آپ امام احمد صاحب کا قول پیش کرتے ہیں کہ جو وجود اجماع کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے

(امام احمد کے اس قول سے ہم نے اپنی رضا تسلیم ظاہر نہیں کی۔ اور اس کی نقل کرنے سے جو غرض ہے وہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ امام احمد کا یہ قول لائق تسلیم ہے تو اس کا محمل و متعلق اختلافی اور اڑتے پڑتے اجماع ہیں جن کی سند و ثبوت کا پتہ نہیں، نہ وہ اجماع جن کی سند و ثبوت پر اتفاق ہو، جیسا کہ احادیث صحیحین پر اجماع ہے۔ محمد حسین) اس سے صاف ظاہر ہے کہ بخاری و مسلم کی صحت پر بھی ہرگز اجماع نہیں ہوا۔ چنانچہ واقعی امر بھی ایسا ہی ہے کہ بہت سے فرقے مسلمانوں کے بخاری اور مسلم کی اکثر حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتے

(یہ محض کذب ہے۔ اتفاقی احادیث صحیحین کو کوئی مسلمان، جس کے قول کا اجماع و اختلاف میں لحاظ ہو، غیر صحیح نہیں جانتا۔ اور بعض احادیث سے ان کا عمل نہ کرنا دیگر وجوہات اجتہادیہ پر مبنی ہے۔ محمد حسین) پھر جب کہ ان حدیثوں کا یہ حال ہے تو کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ بغیر کسی شرط کے وہ تمام حدیثیں واجب العمل اور قطعی الصحت ہیں۔ ایسا خیال کرنے میں دلیل شرعی کون سی ہے۔ کیا قرآن کریم میں (پھر مرزا صاحب نے قطعی صحت کی طرف رجوع کیا اور گیارہویں بار مبحث سے خروج کیا۔ قرآن کریم یا آنحضرت ﷺ کے وصایا میں خاص بخاری و مسلم کا نام لے کر حکم بیان ہوتا، تو ان کی احادیث سے انکار پر آپ کو اور دیگر مبتدعین کو جو بخاری مسلم کو نہیں مانتے، قطعی کافر کہا جاتا۔

آپ کو اور دیگر منکرین بخاری و مسلم کو تو اس انکار کے سبب صرف فاسق و مبتدع کہا گیا ہے۔ پھر آپ آیت یا وصیت نبوی کیوں پوچھتے ہیں۔

آیات قرآن اور وصایا نبویہ میں عموماً احادیث صحیحہ کے قبول کرنے کا حکم وارد ہے اور ان احادیث میں بخاری و مسلم داخل ہیں۔ اس عموم کے ترک عمل و انکار قبول سے صرف فاسق و مبتدع ہونے کا فتوی لگایا جاسکتا ہے۔ محمد حسین) ایسی کوئی آیت پائی جاتی ہے کہ تم بخاری اور مسلم کو قطعی الثبوت سمجھنا اور اس کی

کسی حدیث کی نسبت اعتراض نہ کرنا، یا رسول اللہ ﷺ کی کوئی وصیت تحریری موجود ہے جس میں ان کتابوں کو بلا لحاظ کسی شرط اور بغیر توسط محک کلام الہٰی کے واجب العمل ٹھہرایا گیا ہو۔ جب ہم اس امر میں غور کریں کہ کیوں ان کتابوں کو واجب العمل خیال کیا جاتا ہے، تو ہمیں یہ وجوب ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے حنفیوں کے نزدیک اس بات کا وجوب ہے کہ امام اعظم صاحب کے، یعنی حنفی مذہب کے تمام مجتہدات واجب العمل ہیں (علماء محققین حنفی مذہب کا یہ قول نہیں اور نہ اس پر ان کا عمل ہے۔ وہ لوگ سبھی مجتہدات حضرت امام ابوحنیفہ پر عمل نہیں کرتے، بلکہ ان کے بعض مجتہدات چھوڑ کر نصوص شرعیہ پر عمل کرتے ہیں یا اقوال دیگر آئمہ مذہب حنفی پر۔ آپ نے ناحق یہ الزام اہل حدیث کی طرف سے حنفیہ پر قائم کیا اور ان کو اہل حدیث سے لڑانا چاہا۔ محمد حسین) لیکن ایک ادنی شخص سوچ سکتا ہے کہ یہ وجوب شرعی نہیں بلکہ کچھ زمانہ سے ایسے خیالات کے اثر سے اپنی طرف سے یہ وجوب گھڑا گیا ہے جس حالت میں حنفی مذہب پر آپ لوگ یہی اعتراض کرتے ہیں کہ وہ نصوص بینہ شرعیہ کو چھوڑ کر بے اصل اجتہادات کو محکم پکڑتے اور ناحق تقلید شخصی کی راہ اختیار کرتے ہیں، تو کیا یہی اعتراض آپ پر نہیں ہوسکتا (اہل حدیث اور مقلدین مذاہب اربعہ، صحیحین کی احادیث کو صحیح ماننے میں کسی نص بین، آیت یا حدیث کے مخالف نہیں ہیں۔ پھر ان پر یہ اعتراض تقلید مقابل نصوص بینہ، جو حنفیہ پر مرزا صاحب نے ناحق کیا ہے، کیونکر قائم ہوسکتا ہے۔ اس اعتراض کے دعوی میں مرزا نے دروغ گوئم برروئے تو پر عمل کیا اور ناظرین کو دھوکہ دیا۔ محمد حسین) کہ آپ بھی کیوں بے وجہ تقلید پر زور مار رہے ہیں (یہ تقلید نہیں ہے بلکہ اجماع امت کی پیروی ہے جو ایک دلیل شرعی ہے۔ محمد حسین) حقیقی بصیرت اور معرفت کے کیوں طالب نہیں ہوتے۔ ہمیشہ آپ لوگ بیان کرتے تھے کہ جو حدیث صحیح ثابت ہو اس پر عمل کرنا چاہیے اور جو غیر صحیح ہو اس کو چھوڑ دیا جاوے، اب کیوں آپ مقلدین کے رنگ پر تمام احادیث کو بلاشرط صحیح خیال کرتے ہیں اس پر آپ کے پاس شرعی ثبوت کیا ہے۔ (احادیث صحیحین کی صحت باجماع امت ثابت ہے تو تمام احادیث صحیحین کو صحیح ماننا ہمارے اس بیان کے کہ جو حدیث صحیح ہو اس پر عمل کرنا چاہیے اور جو غیر صحیح ہو اس کو چھوڑ دینا چاہیے، مخالف نہیں ہے۔ بلکہ عین مطابق وموافق ہے۔ محمد حسین) کہاں سے امام محمد (بن) اسماعیل، اور مسلم کی معصومیت ثابت ہوگئی ہے (اس قول میں بھی مرزا صاحب نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ مسلمانوں نے امام بخاری اور امام مسلم کو معصوم سمجھ کر ان کی احادیث کو صحیح نہیں مانا، بلکہ تمام امت محمدیہ کو، جن کا ان کی کتابوں کی صحت پر اجماع ہے، معصوم مان کر ان کے اجماع کی شہادت سے ان کتابوں کی احادیث کو صحیح مانا ہے۔ اور امت محمدیہ اپنے اتفاق میں معصوم ہے۔ محمد حسین)۔

کیا آپ اس بات کو سمجھ نہیں سکتے کہ جسکو خدا تعالی اپنے فضل و کرم سے فہم قرآن عطا کرے اور تفہیم الٰہی سے وہ مشرف ہو جائے اور اس پر ظاہر کر دیا جائے کہ قرآن کریم کی فلاں آیت سے فلاں حدیث مخالف ہے (کوئی حدیث صحیح، قرآن کے مخالف نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب کو جو یہ تفہیم ہوتی ہے کہ بعض احادیث قرآن کے مخالف ہیں، تو یہ تفہیم شیطان کی طرف سے ہے۔ نہ خدا کی طرف سے۔ محمد حسین) اور یہ علم اس کا کمال یقین تک پہونچ جائے تو اس کے لئے یہی لازم ہوگا کہ حتی الوسع اول ادب کی راہ سے اس حدیث کی تاویل کر کے قرآن شریف سے مطابق کرے۔ اور اگر مطابقت محالات میں سے ہو اور کسی صورت ہو نہ سکے تو بدرجہ لاچاری اس حدیث کو غیر صحیح ہونے کا قائل ہو (بخاری و مسلم کو غیر معصوم قرار دے کر ان کی احادیث کا مخالف قرآن ہونا تجویز کر کے ان احادیث کی نسبت یہ بات کہی گئی ہے جو بخاری و مسلم پر مرزا کا تیرہواں حملہ ہے۔ محمد حسین) کیونکہ ہمارے لئے یہ بہتر ہے کہ ہم بحالت مخالفت قرآن شریف، حدیث کی تاویل کی طرف رجوع کریں۔ لیکن یہ سراسر الحاد اور کفر ہوگا (یہ کفر و الحاد مرزا صاحب ہی کی طرف رجوع کرتا ہے، جو صحیحین کو اصح الکتب مان کر پھر اس کی بعض احادیث کو مخالف قرآن قرار دے کر ان کے چھوڑنے پر مستعدی ظاہر کرتے ہیں۔ بخاری و مسلم کو صحیح ماننے والے مسلمان کے نزدیک تو ان کی کوئی حدیث ایسی نہیں جو قرآن کے مخالف ہو۔ محمد حسین) کہ ہم ایسی حدیثوں کی خاطر سے کہ جو انسان کے ہاتھوں سے ہم کو ملی ہیں اور انسان کی باتوں کا ان میں ملنا، نہ صرف احتمالی امر ہے بلکہ یقینی طور پر پایا جاتا ہے، قرآن کو چھوڑ دیں (یہاں مرزا قادیانی نے اپنا ملحد و دجال و منکر قرآن ہونا ثابت کیا ہے۔ قرآن بھی تو حضرت زید بن ثابت وغیرہ انسانوں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ لکھا لکھایا عالم بالا سے نہیں اترا۔ بناء علیہ مرزا قادیانی کے نزدیک قرآن میں بھی انسانی باتوں کا ملنا نہ صرف احتمالی امر ہے بلکہ یقینی طور پر پایا جاتا ہے۔ محمد حسین)

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تفہیم الٰہی میرے شامل حال ہے اور وہ عز اسمہ جس وقت چاہتا ہے بعض معارف قرآنی میرے پر کھولتا ہے۔ اور اصل منشاء بعض آیات کا معہ ان کے ثبوت کے میرے پر ظاہر کرتا ہے اور میخ آہنی کی طرح میرے دل کے اندر داخل کر دیتا ہے۔ اب میں اس خداداد نعمت کو کیونکر چھوڑ دوں اور جو فیض بارش کی طرح میرے پر ہو رہا ہے کیونکر اس سے انکار کروں۔

(میں مرزا صاحب کو یقین دلاتا ہوں اور خود یقین رکھتا ہوں جس پر میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ خذلان ان کا شامل حال ہے، اور شیطان ان پر مسلط ہے۔ وہی اس قسم کے ملحدانہ خیالات ان کے دل میں ڈالتا

رہتا ہے۔ خدا تعالی کی تفہیم اوراس کا الہام والقاء اس جیسے شخص کے حق میں احاطہ امکان سے خارج ہے۔ خدا تعالی نے قرآن میں قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ جھوٹے بدکاروں کے پاس شیاطین آتے اور وہی ان کے دل میں ایسی باتیں القاء کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا وان الشیا طین لیو حو ن الی اولیائھم لیجا دلو کم۔ انعام۔ ع ۱۲، کہ شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں خیال ڈالتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے لڑیں اور جھگڑیں ہل انبئکم علی من تنز ل الشیا طین علی کل افا ك اثیم میں بتادوں کہ شیطان کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں؟ وہ ان لوگوں پر اترتے ہیں جو بڑے جھوٹے ہیں اور بدکار۔ محمد حسین)

☆ اور یہ بات جو آپ نے مجھ سے دریافت فرمائی ہے کہ اب تک کسی حدیث بخاری ومسلم کو میں نے موضوع قرار دیا ہے یا نہیں۔ سو میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے اپنی کتاب میں کسی حدیث بخاری یا مسلم کو ابھی تک موضوع قرار نہیں دیا بلکہ اگر کسی حدیث کو میں نے قرآن کریم سے مخالف پایا، تو خدا تعالی نے تاویل کا باب میرے دل پر کھول دیا ہے۔(بہت سی احادیث صحیحین کو مرزا صاحب موضوع کہہ چکے ہیں۔ جیسا کہ گذر چکا۔محمد حسین)

☆ اور آپ نے یہ سوال جو مجھ سے کیا ہے کہ صحت احادیث کا معیار ٹھہرانے میں سلف صالحین سے آپ کا کون امام ہے۔ میری اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ اس بات کا بار ثبوت میرے ذمہ نہیں، بلکہ میں تو ہر ایک ایسے شخص کو جو قرآن کریم پر ایمان لاتا ہے، خواہ وہ گذر چکا ہے یا موجود ہے، اسی اعتقاد کا پابند جانتا ہوں کہ وہ احادیث کے پرکھنے کیلئے قرآن کریم کو میزان اور معیار اور محک سمجھتا ہوگا۔ کیونکہ جس حالت میں قرآن کریم خود یہ منصب اپنے لئے تجویز فرماتا ہے اور کہتا ہے فبای حد یث بعدہ یو منو ن اور فرماتا ہے قل ان ہدی اللہ ھو الھدی اور فرماتا ہے فاعتصموا بحبل اللہ جمیعاً اور فرماتا ہے ہدی للناس و بینات من الھدی اور فرماتا ہے انز ل الکتا ب با لحق و المیزان اور فرماتا ہے انہ لقول فصل لا ریب فیہ تو پھر اس کے بعد کون ایسا مومن ہے جو قرآن شریف کو حدیثوں کیلئے حکم مقرر نہ کرے (ان آیات کا ترجمہ پہلے گذر چکا ہے۔ ان آیات کو مرزا قادیانی کے اس دعوی سے کہ حدیث صحیح کی صحت کا محک قرآن ہے، کیا تعلق ہے؟ محمد حسین) اور جبکہ وہ خود فرماتا ہے کہ یہ

کلام حکم ہے اور قول فصل ہے اور حق و باطل کی شناخت کے لئے فرقان ہے اور میزان ہے، تو کیا ایمان داری ہوگی کہ ہم خدا تعالی کے ایسے فرمودوں پر ایمان نہ لاویں۔ اور اگر ہم ایمان لاتے ہیں تو ہمارا ضرور یہ مذہب ہونا چاہیے کہ ہم ہر ایک حدیث اور ہر یک قول کو قرآن کریم پر عرض کریں (اس عرض کا قرآن یا حدیث میں کہیں حکم نہیں۔ اور اس بات میں جو حدیث مرزا صاحب نے نقل کی ہے وہ موضوع ہے اور اس عرض و موافقت مضمون قرآن سے صحت حدیث ثابت نہیں ہوسکتی ہے۔ بعض موضوعات کا مضمون بھی قرآن کے موافق ہوتا ہے۔ محمد حسین) تا کہ ہمیں معلوم ہو کہ وہ واقعی طور پر اسی مشکوٰۃ وحی سے نور حاصل کرنے والے ہیں جن سے قرآن نکلا ہے یا اس کے مخالف ہے۔ سو چونکہ مومن کے لئے یہ ایک ضروری امر ہے کہ قرآن کریم کو احادیث کا حکم مقرر کرے، اس لئے ثبوت اس بات کا کہ سلف صالحین نے قرآن کریم کو حکم مقرر نہیں کیا، آپ کے ذمہ ہے نہ میرے ذمہ ((مرزا صاحب نے یہ عجیب طریق اختیار کر رکھا ہے کہ جس دعوی کا ثبوت نہ ہو سکے اس دعوی کو بدیہی و اتفاقی و مسلم کل بنا دیا اور بار ثبوت اپنے اوپر سے ٹلا دیا۔ اس طریق کا ابطال یہ ہے کہ یہ ادعا ان کا محض دروغ ہے۔ ان کے خصم کو اس قسم کے دعوی میں یہ کلام ہے کہ کوئی مسلمان ان باتوں کا قائل نہیں پس مرزا کا فرض ہے کہ وہ کوئی قائل بتائیں ورنہ دروغ گو سمجھے جائیں گے۔

بے شک و بلا ریب مسلمانوں کے نزدیک قرآن کریم، ہدایت ہے، حبل اللہ ہے، قول فصل ہے اور جو کچھ اس کے شان میں خدا تعالی نے فرمایا ہے اس پر مسلمانوں کا ایمان ہے مگر کسی آیت قرآن میں یہ بیان نہیں ہوا کہ قرآن مجید، صحت احادیث صحیحہ کا معیار و محک ہے۔ اور جس حدیث کا مضمون قرآن کریم کے موافق نہ ہو وہ حدیث لائق تسلیم نہیں ہے۔ محمد حسین)

اس جگہ مجھے یہ افسوس ہے کہ آپ قرآن کریم کا مرتبہ بخاری اور مسلم کے مرتبہ کے برابر بھی نہیں سمجھتے کیونکہ اگر کوئی حدیث کسی کتاب کی بخاری و مسلم کی کسی حدیث سے مخالف اور مبائن پڑے اور کسی طور سے تطبیق نہ ہو سکے تو آپ صاحبان فی الفور کہہ دیتے ہیں کہ وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ مگر کمال افسوس کی جگہ ہے کہ یہ مذہب قرآن کریم کی نسبت آپ اختیار کرنا نہیں چاہتے (مرزا صاحب کی یہ بات کذب اور بہتان ہے۔ اہل حدیث، صحیح بخاری کا رتبہ صحت، رتبہ کتاب اللہ کے بعد مانتے ہیں، نہ اس کے برابر۔ اور کسی حدیث غیر صحیحین کو صحیحین کی مخالفت کے سبب غیر صحیح قرار نہیں دیتے۔ بلکہ اس حدیث کی صحت ثابت ہو تو اس کو حدیث صحیحین کے موافق کرتے اور ان میں باہم تطبیق دیتے ہیں مرزا صاحب نے جو کچھ اس بات میں کہا ہے اس میں افتراء کر کے اپنا دجال

ہونا ثابت کیا ہے ۔محمد حسین)

اور اجماع کی نسبت جو آپ نے دریافت فرمایا ہے تو میں پہلے ہی عرض کر چکا کہ ابن صیاد، جو مسلمان ہو گیا تھا، بیان کرتا ہے کہ لوگ مجھے ایسا کہتے ہیں ۔اس کی شہادت میں کوئی استثنا نہیں ،جس سے سمجھا جاتا ہے کہ عام طور پر صحابہ کا یہی خیال تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے ۔ ماسوا اس کے حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کا یہ مذہب ہو گیا تھا کہ حقیقت میں ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ اس صورت میں دوسرے صحابیوں کا خاموش رہنا صریح اس بات پر دلیل ہے کہ وہ اس مذہب کو مان چکے ہیں اور اگر ان کی طرف سے کوئی مخالفت اور انکار ہوتا تو وہ انکار ظاہر ہو جاتا۔ پس صحابہ کے اجماع کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ بالخصوص حضرت عمر کا آنحضرت ﷺ کے روبرو قسم کھا کر بیان کرنا کہ درحقیقت ابن صیاد ہی دجال معہود ہے، صریح دلیل اجماع پر ہے (نہ تمام صحابہ نے یہ کہا ہے کہ ابن صیاد دجال معہود ہے اور نہ دوسرے صحابہ نے اس پر سکوت کیا، اور نہ حضرت عمر نے ابن صیاد کو دجال معہود ہونے پر قسم کھائی ۔ نہ حضرت ﷺ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی ۔ محمد حسین) کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اکثر آنحضرت ﷺ جماعت صحابہ سے اکیلے نہیں ہوتے تھے، اور غالبا جس وقت حضرت عمر نے قسم کھائی ہوگی اس وقت بہت سی جماعت صحابہ کی موجود ہو گی۔ پس ان کی خاموشی اجماع پر دلیل ہے (جماعت صحابہ کی خاموشی کا جواب پہلے ہو چکا۔ایک جماعت کے سکوت یا اتفاق کا اجماع نہ ہونا بھی بیان ہو چکا۔محمد حسین)۔

پھر آپ نے بیان فرمایا ہے کہ شرح السنہ میں آنحضرت ﷺ کا کوئی قول منقول نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک صحابی اپنا خیال ظاہر کرتا ہے۔سو حضرت اس کے جواب میں اس قدر کافی ہے کہ آپ لوگوں کے نزدیک تو صحابی کا قول بھی ایک قسم کی حدیث ہوتی ہے ہے، گو منقطع ہے صاف ظاہر ہے کہ صحابی، آنحضرت ﷺ پر افتراء نہیں کرسکتا (دیکھو دجال کی چال ۔ ہم نے آنحضرت ﷺ کی اس قولی حدیث کا کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں ، جس کو مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ پر افتراء کیا تھا، پتہ پوچھا تھا۔ مرزا نے اس کے جواب میں جابر بن عبداللہ صحابی کے اس قول کو کہ آنحضرت ،ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے شرح السنہ سے نقل کر دیا ۔جس پر ہم نے یہ سوال کیا تھا کہ یہ آنحضرت ﷺ کا قول نہیں ہے۔اس کے جواب میں اب مرزا صاحب نے کہا ہے کہ صحابی کا قول بھی ایک قسم کی حدیث ہوتی ہے۔اور شرم وحیا کو کام میں لا کر یہ خیال نہ کیا کہ مطلق حدیث سے یا ہر قسم کی حدیث

سے سوال نہ تھا، بلکہ خاص آنحضرت ﷺ کی قولی حدیث سے سوال تھا۔ اور ہر ایک قسم کی حدیث تو موضوع بھی ہوتی ہے۔ پھر اس سوال کے جواب میں یہی کہا ہوتا کہ گو وہ حدیث جو ہم نے بیان کی ہے وضعی اور ہماری بناوٹی ہے، مگر آخر یہ بھی تو ایک قسم کی حدیث ہے۔ محمد حسین)۔ اور ڈرنے کی بات ایسی ہے کہ جب تک آنحضرت ﷺ اشارۃً یا صراحۃً بیان نہ فرماتے تو صحابی کی کیا مجال تھی کہ خود بخود آنجناب پر افتراء کر لیتا۔ بلا شبہ اس نے سنا ہوگا تب ہی تو اس نے ذکر کیا۔ سو جو کچھ اس نے سنا اگرچہ آنحضرت ﷺ کے الفاظ سے ظاہر نہیں۔ لیکن ایک بچہ کو بھی سمجھ آ سکتا ہے کہ اس نے ضرور سنا، تب ہی بیان کیا۔ پس ظاہر ہے کہ یہ افتراء نہیں بلکہ بیان واقعہ ہے۔ کیا آپ اس صحابی پر حسن ظن نہیں رکھتے اور یہ خیال رکھتے ہیں کہ بغیر سننے کے اس نے کہدیا۔

☆ آپ فرماتے ہیں کہ اس نے خیال ظاہر کیا، میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے مافی الضمیر پر اس کو کیا علم تھا جب تک آنحضرت ﷺ اشارۃً یا صراحتاً آپ ظاہر نہ فرماتے (یہ افتراء کون کہتا ہے؟ جابر نے آنحضرت ﷺ کی خوف کی حالت کو دیکھا تو اس سے سمجھ لیا کہ آپ اسکے دجال ہونے سے ڈرتے ہیں اور یہ کلمہ فرما دیا کہ آپ اسکے دجال ہونے سے ڈرتے تھے۔ آنحضرت کی طرف تو انہوں نے کوئی قول منسوب نہیں کیا۔ پھر افتراء کیونکر ہوا۔ اور ہم حسن ظن رکھتے ہیں، تب ہی تو یہ تجویز کرتے ہیں کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی حالت خوف کو سیکھا تو اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ اس سے ڈرتے تھے۔ محمد حسین)

☆ پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اشاعۃ السنۃ میں محی الدین ابن عربی کا قول نقل کیا ہے اور آخر میں، میں نے لکھ دیا ہے کہ ہم الہام کو حجت اور دلیل نہیں جانتے۔ اس کے جواب میں بادب ملتمس ہوں کہ آپ اگر اس قول کے مخالف ہوتے تو کیوں ناحق اس کا ذکر کرتے (ناحق کیوں؟ جس غرض سے ہم نے وہ قول نقل کیا ہے وہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لہذا اس کے نقل کرنے سے اس کے مضمون سے اتفاق ثابت نہیں ہوتا۔ محمد حسین)

غایت کار آپ کی کلام میں تناقض ہوگا، کیونکہ اول صاف تسلیم کر آئے ہیں کہ الہام ملہم کے لئے حجت شرعی کے قائم مقام ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے آپ تو صاف طور پر مان چکے ہیں بلکہ بحوالہ حدیث بخاری بتصریح بیان کر چکے ہیں کہ الہام محدث کا شیطانی دخل سے منزہ کیا جاتا ہے، ماسوا اس کے میں اس بات کے لئے آپ کو مجبور نہیں کرتا کہ آپ الہام کو حجت سمجھ لیں۔ مگر یہ تو آپ اسی ریویو میں خود تسلیم کرتے ہیں کہ ملہم کے لئے وہ الہام حجت ہو

جا تا ہے۔سو میرا دعوی اسی قدر سے ثابت ہے ۔ میں بھی آپ کو مجبور کرنا نہیں چاہتا ۔

(اس آخری کلام میں بھی مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ۔ یہاں بحث وسوال اس امر کا نہ تھا کہ الہام غیر نبی حجت ہے یا نہیں؟ جس کا یہ کلام جواب ہوسکتا۔ خاکسار کا سوال تو یہ تھا کہ میں نے شیخ اکبر کے اس قول کو کہ کشف کے ذریعہ سے بعض احادیث موضوع اور بعض غیر صحیح ٹھہر سکتی ہیں، مؤلف اشاعۃ السنہ نے کب صحیح تسلیم کیا۔ اور اس کی نسبت اپنا توافق رائے کہاں ظاہر کیا ہے؟ اس کا جواب تحریر نمبر ۵ میں مرزا نے یہ دیا تھا کہ آپ کے نزدیک وہ قول لائق تسلیم نہ ہوتا تو اس کو کس غرض سے نقل کیا جاتا۔ اس کا جواب تحریر نمبر ۶ میں خاکسار نے یہ دیا کہ اس قول ونقل سے جو غرض ہے وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۷ میں بیان ہو چکی ہے۔ اور وہاں اس قول کے مضمون سے ہم نے اپنا خلاف صاف طور پر ظاہر کر دیا اور کہہ دیا ہے کہ ہم الہام غیر نبی کو حجت ودلیل شرعی نہیں جانتے، جس کو مرزا قادیانی نے اس مقام میں نقل کیا ہے، لہذا اس کے جواب میں میں قادیانی کا اب ان امور کو پیش کرنا کہ

۱۔ اس قول کے آپ مخالف ہوتے تو اس کو کیوں نقل کرتے؟

۲۔ اور الہام آپ کے نزدیک ملہم کے حق میں تو حجت ہے۔

۳۔ اور محدث کا الہام دخل شیطانی سے منزہ ہے۔

۴۔ اور میرے لئے یہی کافی ہے۔

۵۔ آپ کو میں اس بات کے لئے مجبور نہیں کرتا۔

سوال وجواب متنازع فیہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اور ان امور سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مؤلف اشاعۃ السنہ نے الہام کے ذریعہ احادیث صحیحہ کے موضوع اور موضوعہ کے صحیح ہوسکنے کو رسالہ میں تسلیم کیا ہے۔ اور اسی کے ثبوت کا مرزا قادیانی سے مطالبہ ہوا) ۔ جولائی ۱۸۹۱ء غلام احمد بقلم خود

(مرزا قادیانی کی تحریر نمبر ۶ ختم ہوئی اس تحریر کو معہ اس کے نوٹوں اور حواشی کے ناظرین توجہ سے پڑھیں گے تو یقین کریں گے کہ اس تحریر میں بھی اس نے ان دو پرانی باتوں خارج از بحث کے کہ

جس حدیث کا مضمون قرآن کے مخالف ہوگا، وہ صحیح ولائق قبول نہیں،

اور حدیث صحیح بھی ہو تو وہ رتبہ صحت میں قرآن کے برابر نہیں،

اور کچھ نہیں کہا۔ اور ہمارے اس سوال کا کہ بخاری مسلم کی جملہ احادیث صحیح ہیں، یا غیر صحیح، یا مختلط، کوئی قطعی اور صاف جواب نہیں دیا۔ محمد حسین)

☆ شیخ محمد حسین بٹالوی کی تحریر ہفتم

میں افسوس کرتا ہوں کہ آپنے پھر بھی میرے سوال کا جواب صاف الفاظ میں نہیں دیا۔

آپ نے بیان کیا ہے کہ میں آپ سے ان کتب کی صحت تسلیم کرانا چاہتا ہوں اور آپ اس تسلیم کو صحیح نہیں سمجھتے، بلکہ اس کو ایک غلط اصول فرضی و خیالی اجماع پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ پھر صاف الفاظ میں کیوں نہیں کہتے کہ صحیحین کی جملہ احادیث بلا وقفہ ونظر واجب التسلیم اور صحیح نہیں ہیں، بلکہ اس میں موضوع یا غیر صحیح احادیث موجود ہیں، یا ان کے موجود ہونے کا احتمال ہے۔ جب تک آپ ایسے صریح الفاظ میں اس مطلب کو ادا نہ کریں گے اس سوال کے جواب سے سبک دوش نہ ہوں گے، خواہ برسوں گزر جائیں۔

آپ حدیث ان من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه و پیش نظر رکھ کر خارج ازسوال باتوں سے تعرض کرنا چھوڑ دیں اور دوحرفی جواب دیں کہ

☆ ۱۔ صحیحین کی حدیثیں سب کی سب صحیح ہیں، یا موضوع ہیں، یا مختلط ہیں۔

☆ ۲۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں کسی حدیث صحیح بخاری و مسلم کو موضوع نہیں کہا (لفظ موضوع آپ کے کلام میں غیر صحیح کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور غیر صحیح بمعنی موضوع، اس وجہ سے آپ کا بعض احادیث کو ضعیف کہنا، موضوع کہنے کی مانند ہے اور بعض احادیث کی نسبت تو آپ نے صاف اور صریح لفظ موضوع استعمال کیا ہے۔ چنانچہ متن میں اس کی تفصیل ہے اور بعض حواشی میں بعض تمثیلات گذر چکی ہیں۔ محمد حسین)

اور یہ امر کمال تعجب کا موجب ہے کہ آپ جیسے مدعیان الہام ایسی بات خلاف واقعہ کہیں۔ آپ نے رسالہ ازالہ اوہام میں دمشقی حدیث کی نسبت کہا ہے۔

> یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد (بن) اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے۔ اب انصاف سے فرماویں کہ اس حدیث صحیح مسلم کو آپ نے ضعیف قرار دے دیا ہے یا نہیں۔

اور اگر آپ یہ عذر کریں کہ میں صرف ناقل ہوں، اس کو ضعیف کہنے والے امام بخاری ہیں، تو آپ تصحیح نقل کریں اور صاف فرماویں کہ امام بخاری نے فلاں کتاب میں اس

کوضعیف قرار دیا ہے یا کسی اور امام، محدث سے نقل کریں کہ انہوں نے امام بخاری سے اس حدیث کی تضعیف نقل کی ہے، ورنہ آپ اس الزام سے بری نہیں ہوسکیں گے کہ آپ نے صحیح مسلم کی حدیث کوضعیف قرار دیا اور پھر اس اپنی تحریر میں اس سے انکار کیا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۶ میں آپ فرماتے ہیں۔

> اب بڑے مشکلات یہ درپیش آتے ہیں کہ اگر ہم بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں کو صحیح سمجھیں، جو دجال کو آخری زمانہ میں اتار رہے ہیں، تو یہ حدیثیں موضوع ٹھہرتی ہیں اور اگر ان حدیثوں کو صحیح قرار دیں تو پھر ان کا موضوع ہونا ماننا پڑتا ہے۔ اور اگر یہ متعارض ومتناقض حدیثیں صحیحین میں نہ ہوتیں، صرف دوسرے صحیفوں میں ہوتیں، تو شاید ہم ان دونوں کتابوں کی زیادہ تر پاس خاطر کر کے ان دوسری حدیثوں کو موضوع قرار دیتے، مگر اب مشکل تو یہ آپڑی کہ ان ہی دونوں کتابوں میں یہ دونوں قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔ اب جب ہم ان دونوں قسم کی حدیثوں پر نظر ڈال کر گرداب حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ کس حدیث کو صحیح سمجھیں اور کس کو غیر صحیح۔ تب ہم کو عقل خداداد یہ طریق فیصلہ کا بتاتی ہے کہ جن احادیث پر عقل اور شرع کا کچھ اعتراض نہیں، انہیں صحیح سمجھنا چاہیے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ میں آپ نے مسلم کی اس حدیث کو جس میں یہ بیان ہے کہ دجال معہود کی پیشانی پر ك ف ر لکھا ہوگا، یہ کہہ کر اڑا دیا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی اس حدیث کے برخلاف ہے جس میں یہ وارد ہے کہ یہ دجال مشرف باسلام ہو چکا تھا۔ ایسا ہی آپ نے صحیحین کی ان احادیث کو اڑایا ہے جن میں دجال کے ان خوارق کا بیان ہے کہ اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ ہوں اور اس کے کہنے سے زمین شور، سرسبز ہو جائے گی، وغیرہ۔ پھر آپ کا اس مقام میں یہ کہنا کہ میں نے صحیحین کی کسی حدیث کو موضوع یا غیر صحیح قرار نہیں دیا اور احادیث کے صحیح معنے بیان کرنے میں خدا میری مدد کرتا ہے، خلاف واقعہ نہیں تو کیا ہے

☆ آپ صحیحین کی حدیث کو موضوع جانتے ہیں اور ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں۔ پھر اس اعتقاد کو جو طولانی تقریروں اور ملمع سازیوں سے چھپاتے ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ جن باتوں کو آپ چھاپ چکے ہیں وہ کب چھپتی ہیں۔

☆ ۳۔ آپ لکھتے ہیں کہ قرآن کو حدیث کا معیار صحت ٹھہرانے میں امام کی نشان

دہی کا بارثبوت آپ کے ذمہ نہیں ہے۔اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان احادیث کی تصیح کا معیار قرآن کو سمجھتا ہے۔

میں آپ کے اس دعوی کا بھی منکر ہوں اور یہ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مسلمان، جن کے اقوال سے استناد کیا جاتا ہے، اس بات کا قائل نہیں ہے۔آپ کم سے کم ایک مسلمان کا علماءسلف سے نام لیں جو آپ کے خیال کا شریک ہو اور اگر باوجود ان دعاوی کے آپ پر بار ثبوت نہیں ہے تو آپ یہ امر کسی منصف سے (مسلمان ہو یا غیر مذہب) کہلا دیں۔

اس باب میں جو آیات آپ نے نقل کی ہیں ان کو آپ کے دعاوی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اس کی تفصیل، جواب تفصیلی میں ہوگی۔ انشاء اللہ تعالی۔

☆ ۴۔اجماع کے باب میں میرے کسی سوال کا آپ نے جواب نہیں دیا۔ براہ مہربانی میرے سوال پر نظر ثانی کریں اور ان باتوں کا جواب دیں کہ

☆ اجماع کی تعریف جو آپ نے لکھی ہے کس کتاب میں ہے۔اور

☆ بعض صحابہ کے اتفاق کو کون شخص اجماع سمجھتا ہے۔

☆ سکوت کل، کا جو آپ نے دعوی کیا ہے یہ بھی محتاج نقل وثبوت ہے۔

آپ بہ نقل صحیح ثابت کریں کہ حضرت عمرو غیرہ نے ابن صیاد کو دجال کہا تو اس وقت جملہ اصحاب یا فلاں فلاں موجود تھے اور انہوں نے اس پر سکوت کیا۔ یا وہ قول جس صحابی کو پہنچا اس نے انکار نہ کیا۔ یہ بات غالباً اور ہوں گی کے الفاظ سے ثابت نہیں ہوسکتی۔ ایسے دعاوی عظیمہ میں آئمہ نقل سے نقل بکار ہے، نہ صرف تجویز عقل۔

اجماع کے باب میں جو کچھ آئمہ سے منقول ہے وہ آپ کی تحریر میں موجود ہے۔ پھر تعجب ہے کہ اس پر آپ کی توجہ نہ ہوئی۔ اور صرف اٹکل سے آپ نے کار براری کی۔

☆ ۵۔مضمون حدیث شرح السنۃ کے متعلق آپ نے بڑے زور سے دعوی کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ابن صیاد کے دجال ہونے کا خوف کرتا ہوں اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ میں آپ نے لکھا ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر کو فرمایا کہ ہمیں . اس کے حال میں بھی اشتباہ ہے یعنی اس کے دجال ہونے کا ہم کو خوف ہے۔

ان اقوال کا آپ نے آنحضرت ﷺ کو یقیناً قائل قرار دیا ہے۔اب آپ کہتے ہیں کہ صحابی نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہوگا، تب ہی آنحضرت ﷺ کی طرف اس امر کو منسوب

کیا ہوگا کہ آپ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے۔ اب انصاف کو اور صدق و دیانت کو پیش نظر رکھ کر فرماویں کہ احتمال موجب یقین ہوسکتا ہے؟ کیا یہ امکان نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ان معاملات سے جو ابن صیاد کی نسبت بارہا وقوع میں آئے، جیسے اس کا امتحان کرنا، یا چھپ کر اس کے حالات معلوم کرنا وغیرہ، جن کا صحیحین میں ذکر ہے، اس صحابی کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ اس کو دجال سمجھتے تھے۔ اس امکان واحتمال کے ساتھ جو حسن ظنی بحق صحابی پر مبنی ہے، کیا یہ یقین ہوسکتا ہے؟ کہ اس صحابی نے آنحضرت ﷺ کو وہ باتیں کہتے ہوئے سنا جو آپ نے برخلاف واقعہ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیں۔ اور بلا حصول یقین آنحضرت ﷺ کو ان اقوال کا قائل قرار دینا اور بلا کھٹکا یہ کہہ دینا کہ آپ ایسا فرماتے تھے، جائز ہے؟ اور مسلمانان سلف سے یہ امر وقوع میں آیا ہے؟ آپ کم سے کم ایک مسلمان کا نام بتلاویں جس سے یہ جرئت ہوئی ہو۔

☆ ۶۔ آپ لکھتے ہیں کہ قول ابن عربی کے آپ مخالف ہوتے تو کیوں ناحق اس کا ذکر کرتے اور اس کے ذکر سے آپ کے کلام میں تناقض پیدا ہوتا ہے۔ آپ کا یہ مفہوم میری عبارت کے صریح منطوق کے، جو میں نے نقل کی ہیں، برخلاف ہے لہذا لائق لحاظ والتفات نہیں ہے اور وہ آپ کو الزام افتراء سے بری نہیں کرسکتا۔ اور نہ میری وہ تصریحات جو میں نے محدث کی نسبت کی ہیں آپ کو اس الزام سے بری کرسکتے ہیں۔ میری کسی تصریح یا کلام میں قول ابن عربی کی تصدیق وتائید پائی نہیں جاتی اور میرا صریح اظہار کہ، میں الہام غیر نبی کو حجت نہیں سمجھتا کتاب وسنت کا پیرو ہوں نہ کسی الہامی کشفی کا مقلد، صاف شاہد ہے کہ آپ نے مجھ پر افتراء کیا ہے۔ رہا الزام تعارض واظہار خلاف عقیدت سو اس کا جواب اسی صفحہ اشاعت السنۃ میں موجود ہے کہ میں نے ان اقوال ابن عربی وغیرہ کو اس غرض سے نقل کیا ہے کہ الہام کو حجت ماننے میں صاحب براہین منفرد نہیں ہے اور یہ مسئلہ ایسا نیا اور انوکھا نہیں جس کا کوئی قائل نہ ہو۔ جس سے ثابت ہے کہ میں نے ان اقوال کو نقل کرنے سے صاحب براہین کو تفرد سے بچانا چاہا تھا، نہ یہ جتانا کہ میں بھی ایسے الہاموں کو لائق سند سمجھتا ہوں۔

آپ کی تحریرات میں بہت سے مطالب زائد اور خارج از بحث ہوتے ہیں، جن سے میں عمداً تعرض نہیں کرتا۔ ان سے تعرض اس تفصیلی جواب میں کروں گا جو بعد طے ہونے امور مستفسرہ کے قلم میں لاؤں گا۔ بالفعل میں آپ کو پھر اپنے سوالات سابقہ کی

طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ براہ مہربانی بنظر تحفظ اوقات فریقین میرے سوالات کا صاف اور مختصر الفاظ میں جواب دیں اور زائد باتوں کی طرف توجہ نہ کریں۔ میں بنظر آپ کی رفع تکلیف کے پھر اپنے سوال کا خلاصہ بیان کرتا ہوں۔

☆ اول۔ آپ صراحت کے ساتھ کہیں کہ جملہ احادیث صحیحین، صحیح اور واجب العمل ہیں، یا جملہ غیر صحیح اور موضوع، یا مختلط۔ اور اب تک آپ نے کسی حدیث صحیحین کو موضوع یا ضعیف نہیں کہا۔

☆ دوم۔ قرآن کو صحت احادیث کا معیار ٹھہرانے میں جملہ مسلمان آپ کے ساتھ ہیں، یا کوئی امام آئمہ سلف۔

☆ سوم۔ اجماع کی تعریف اور یہ امر کہ چند اصحاب کا اتفاق شرعاً اجماع کہلاتا ہے اور حضرت عمر وغیرہ کے ابن صیاد کو دجال (دجال بھی وہ جو موعود ہے کیونکہ اسی سے ہم کو انکار ہے) کہنے کے وقت جملہ اصحاب موجود تھے یا فلاں فلاں۔ اور اس پر انہوں نے سکوت کیا اور یہ سکوت فلاں فلاں آئمہ حدیث نے نقل کیا۔

☆ چہارم، آنحضرت ﷺ کے اصحاب، آپ ﷺ کی طرف کوئی حکم یا خیال منسوب نہ کرتے جب تک کہ وہ آپ سے (کوئی بات) سن نہ لیتے۔ اور آنحضرت ﷺ کے وقائع اور قضایا سے کوئی امر استنباط کر کے آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ کرتے جیسے بعض صحابہ سے منقول ہے قضى با لشفعة الجا ر (یعنی آنحضرت ﷺ نے ہمسایہ کے لئے شفعہ کا حکم دیا۔ آنحضرت ﷺ نے کسی موقع پر کسی ہمسایہ کو شفعہ دلوایا تو اس واقعہ سے راوی حدیث نے یہ فیصلہ اور حکم نکال لیا اور اس کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا۔ اس نسبت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنا ہو کہ ہمسایہ کو شفعہ دلانا چاہیے، یا اس کی مانند کوئی اور لفظ۔ محمد حسین)

یا یہ کہ صرف خیال استنباط سے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ فرما دیتے کہ آپ نے ایسا ارشاد کیا ہے۔

☆ پنجم۔ میری اس منطوق کے ہوتے وہ مفہوم قابل اعتبار ہے جو آپ کے خیال میں ہے و بناء علیہ میں ابن عربی کا مصدق ہوں۔ اور آپ اس دعوی میں صادق ہیں۔ فقط۔

ابوسعید محمد حسین۔ ۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء

مرزا قادیانی کی تحریر ہفتم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی

حضرت مولوی صاحب آپ پھر سہ کرر شکوہ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں کہ میرے سوال کا اب بھی جواب صاف الفاظ میں نہیں دیا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ

. صاف الفاظ میں کہنا چاہیے کہ صحیحین کی جملہ احادیث بلا وقفہ ونظر واجب التسلیم اور صحیح نہیں، بلکہ ان میں موضوع یا غیر صحیح احادیث موجود ہیں۔ یا ان کے موجود ہونے کا احتمال ہے۔ آپ اس بات کا جواب مجھ سے مانگتے ہیں کہ صحیحین کی حدیثیں سب کی سب صحیح ہیں یا موضوع ہیں، یا مختلط ہیں۔ فقط.

(یہ تصریح و تکرار کے ساتھ مرزا قادیانی کا ہمارے سوال کو سمجھ لینے اور اس کا جواب صاف الفاظ میں مطلوب ہونے کا اعتراف ہے۔ محمد حسین)

اما الجواب۔ پس واضح ہو کہ

احادیث کے دو حصہ ہیں ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں کامل طور پر آ گیا ہے۔ یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور مرتبہ یقین تک پہنچا دیا ہے، جس میں ضروریات دین اور عبادات اور عقود اور معاملات اور احکام شرع متین داخل ہیں (لفظ ضرورت محاورہ اہل علم میں دو معنی میں مستعمل ہوا ہے، ایک بمعنی حاجت دوسرے بمعنے بداہت ضد نظریت۔ مگر یہاں اس لفظ کے دونوں معنی صحیح نہیں ہو سکتے۔ محمد حسین) سو ایسی حدیثیں تو بلا شبہ یقین اور کامل ثبوت کی حد تک پہنچ گئی ہیں اور جو کچھ ان حدیثوں کو قوت حاصل ہے وہ قوت فن حدیث کے ذریعہ سے نہیں ہوئی، اور نہ وہ احادیث منقولہ کی ذاتی قوت ہے، اور نہ وہ راویوں کے وثوق اور اعتبار کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، بلکہ وہ قوت ببرکت و طفیل سلسلہ تعامل اسلامی ہے۔ سو میں ایسی حدیثوں کو جہاں تک ان کو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے ایک مرتبہ یقین تک تسلیم کرتا ہوں (یقین یا ظن سے کس نے سوال کیا ہے؟ ہمارا سوال تو مطلق صحت یا عدم صحت سے ہے، مرزا صاحب نے قطعی وظنی کی بحث کو چھیڑ کر ناحق خروج از مبحث کیا، جس کی یہ بارہویں دفعہ ہے اور اصلی جواب کو ٹلایا اور اپنے ناظرین و معتقدین کو اصل بحث مطلوب بھلا کر دوسری طرف لے جانا چاہا۔ محمد حسین) لیکن دوسرا حصہ حدیثوں کا جس کو سلسلہ تعامل سے کوئی تعلق اور رشتہ نہیں ہے اور صرف راویوں

کے سہارے سے اوران کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہیں، ان کو میں مرتبہ ظن سے بڑھ کر خیال نہیں کرتا (ان فقرات کو ناظرین خیال میں رکھیں ۔مرزا قادیانی نے اپنی تحریر ہشتم میں ان کا خلاف کیا ہے اور تعامل کے تین مراتب یقین بنا کر سوم مرتبہ ظن غالب کو کہا ہے۔ محمد حسین) اور غایت کار مفید ظن ہو سکتی ہیں کیونکہ جس طریق سے وہ حاصل کی گئی ہیں وہ یقینی اور قطعی طریق نہیں، بلکہ بہت سی آویزش کی جگہ ہے (اصل میں ہے اوازش کا لفظ ہے جس کا مطلب دربطن قادیانی ہے شاید اس کی مراد لفظ آویزش ہے۔محمد حسین) وجہ یہ کہ ان حدیثوں کا فی الواقع صحیح اور راست ہونا تمام راویوں کی صداقت اور نیک چلنی اور سلامت فہم اور سلامت حافظہ اور تقوی طہارت وغیرہ شرائط پر موقوف ہے (ان شروط واوصاف راوی کے بیان سے مرزا نے یہ جتایا ہے کہ فن حدیث کے کوچہ میں بھولے سے بھی کبھی ان کا گذر نہیں ہوا۔ تقوی کی صفت، نیک چلنی وصداقت وغیرہ صفات کی جامع اوراس پر حاوی ہے۔ پھر اس صفت کے ساتھ نیک چلنی وصداقت کو کیوں ذکر کیا ہے۔سلامت فہم کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ فہم راوی میں غلطی نہ ہو اور اس معنی کو سلامت فہم شرط روایت نہیں ہے۔ یہ امر ہم نے اپنی تحریر ہشتم میں مرزا صاحب کو جتایا تو انہوں نے اپنی تحریر ہشتم میں اس کا ایسا جواب دیا کہ وہ عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ چنانچہ اس تحریر کے جواب میں ثابت کیا جائے گا، انشاء اللہ۔ طہارت سے ظاہری مراد وضو وغسل وتیمّم وغیرہ ہی ہوسکتا ہے، سوکسی کے نزدیک روایت حدیث میں شرط نہیں ۔ نہ بوقت تحمل حدیث یہ طہارت شرط ہے، نہ بوقت ادائے وروایت حدیث،شرط ہے۔ محمد حسین)، اوران تمام امور کا کماحقہ اطمینان کے موافق فیصلہ ہونا اور کامل درجہ کے ثبوت پر جو حکم رؤیت کا رکھتا ہے، پہونچنا ،حکم محال کا رکھتا ہے اور کسی کو طاقت نہیں کہ ایسی حدیثوں کی نسبت ایسا ثبوت کامل پیش کر سکے ۔کیا آپ ایسی کسی حدیث کی نسبت حلفاً بیان کر سکتے ہیں کہ اس کے مضمون کی نسبت کامل اطمینان اور سکینت مجھ کو حاصل ہے۔ اگر آپ حلف اٹھانے پر مستعد بھی ہوں تاہم میں یہ خیال کروں گا کہ آپ ایک پرانے خیال اور عادت سے متاثر ہوکر ایسی جرئت پر آمادہ ہو گئے ہیں، ورنہ آپ کو بصیرت کی راہ سے ہرگز قدرت نہیں ہوگی کہ کسی ایسی حدیث کے لفظ لفظ کی صحت قطعی اور یقینی کی نسبت دلائل شافیہ، جو غیر قوم کے لوگ بھی سمجھ سکیں، پیش کر سکیں (جس قدر اطمینان عمل کے لئے بکار ہے وہ تحقیق شروط رواۃ میں حاصل ہوچکی ہے، مرزا صاحب اس کوچہ سے نابلد ہیں اس لئے اس کو محال جانتے ہیں ۔ اور احادیث صحیحین کی صحت کی نسبت اطمینان لائق عمل حاصل ہے اوراس پر قسم جائز ہے۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔محمد حسین)

سو چونکہ واقعی صورت یہی ہے کہ جس قدر حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیض یاب

ہیں، وہ حسب استفاضا اور بقدر اپنے فیض یابی کے، یقین کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں، لیکن باقی حدیثیں ظن کے مرتبہ سے زیادہ نہیں، غایت کار بعض حدیثیں ظن غالب کے مرتبہ پر ہیں ۔ (پھر قطعی وظنی کی بحث کو ناحق مرزا صاحب نے چھیڑا اور خروج از مبحث اختیار کیا جس کی یہ تیرھویں دفعہ ہے۔ یہاں انہوں نے ظن غالب کو یقین کا مقابل ٹھہرایا ہے اور اپنی تحریر ہشتم میں اس کا خلاف کیا اور ظن غالب کو یقین کا ادنی مرتبہ ٹھہرایا۔ محمد حسین) اس لئے میرا مذہب بخاری ومسلم وغیرہ کتب حدیث کی نسبت یہی ہے، جو میں نے بیان کر دیا ہے، یعنی مراتب صحت میں یہ تمام حدیثیں یکساں نہیں ہیں، بعض بوجہ تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہونچ گئی ہیں اور بعض بباعث محروم رہنے کے اس تعلق سے، ظن کی حالت میں ہیں ۔ لیکن ہر حالت میں کسی حدیث کو جب تک قرآن کے صریح مخالف نہ ہو موضوع قرار نہیں دے سکتا (اس مقام میں مرزا صاحب نے احادیث بخاری ومسلم کی ظنی صحت تو مان لی ہے لیکن پھر ان احادیث کے مخالف قرآن ہونے کی صورت میں ان کو موضوع کہنے پر مستعدی کا اظہار کر کے آئندہ رد احادیث صحیحین کے لئے راستہ نکال لیا۔ جو احادیث صحیحین پر آپ کا چودھواں حملہ ہے، مگر ایک شبہ، مخالفت قرآن ، کی آڑ میں، جس کے وقوع کو آپ نے ازالہ اوہام میں صفحہ ۲۲۴ سے ۲۲۹ تک بیان کیا ہے چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ ج ۱۳ کے صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ و ۱۲۵ وغیرہ میں آپ کی عبارات منقول ہیں ۔ محمد حسین) اور میں سچے دل سے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ حدیثوں کے پرکھنے کے لئے قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی معیار ہمارے پاس نہیں ۔ ہر چند محدثین نے اپنے طریق پر روایت کی حالت کو صحت یا غیر صحت حدیث کیلئے معیار مقرر کیا ہے، لیکن کبھی انہوں نے دعوی نہیں کیا کہ یہ معیار کامل اور قرآن کریم سے مستغنی کرنیوالہ ہے (ان کا یہ دعوی طشت از بام کا مصداق ہے وہ کبھی کسی حدیث کو اصول روایت سے صحیح ہو جانے کے بعد امتحان صحت کیلئے قرآن پر عرض نہ کرتے، اور یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ حدیث بحکم اصول روایت، صحیح ہو تو پھر وہ دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہیں ہوتی ، چہ جائے کہ قرآن کے مخالف ہو۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین)

اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا یعنی اگر کوئی فاسق کوئی خبر لاوے تو اس کی اچھی طرح تفتیش کر لی جائے۔ اور ظاہر ہے کہ بوجہ اس کے کہ بجز نبی کے اور کوئی معصوم نہیں ٹھہر سکتا، اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب کا ہر یک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے (مرزا کا اس آیت کو صرف امکان صدور کذب وغیرہ کی نظر سے ثقہ وعادل محقق الثقہ والعدالۃ راویوں پر لگانا اور ان کو فاسق بنانا اور صدق کو معصوم میں منحصر کرنا، اپنے فسق

کا اقرار اور چھپے رفض کا اظہار کرنا ہے ،مسلمان اہل سنت تو ظاہر العدالت راوی کی روایت کو راست اور صحیح سمجھتے ہیں اور امکان صدر رکذب کے لحاظ سے صحیح روایت کی عدم صحت تجویز نہیں کرتے ۔ اپنی تحریر ہشتم میں مرزا قادیانی نے صحیح احادیث کے راویوں میں امکان کذب کی جو وجہ بتائی ہے اس کا جواب اس تحریر کے حواشی میں ہوگا ۔ محمد حسین) لہذا رواۃ کے حالات صدق وکذب ودیانت وخیانت کے پرکھنے کیلئے بڑی کامل تحقیقات درکار تھیں تا ان حدیثوں کو مرتبہ یقین کامل تک پہونچائیں، لیکن وہ تحقیقات میسر نہیں آسکی (جس قدر کامل تحقیقات صحت حدیث کے لئے بکار ہے وہ میسر وحاصل ہو چکی ہے، مرزا صاحب فن حدیث سے جاہل ہونے کے سبب بار بار یقین کامل کا لفظ زبان وقلم میں لاتے ہیں، صحت احادیث کے لئے ظن غالب، جس کے حصول کو مرزا صاحب مان چکے ہیں، کافی ہے ۔ محمد حسین) کیونکہ اگرچہ صحابہ کی حالات روشن تھے اور ان لوگوں کے حالات بھی جنہوں نے آئمہ حدیث تک حدیثوں کو پہنچایا، لیکن درمیانی لوگ جن کو نہ صحابہ نے دیکھا تھا اور نہ آئمہ انکی اصلی حالت سے پوری اور یقینی طور پر واقف تھے، ان کے صادق یا کاذب ہونے کے حالات یقینی اور قطعی طور پر کیونکر معلوم ہو سکتے ہیں (اس قول مرزا میں صحابہ کے حالات کو اور آئمہ حدیث تک احادیث کو پہنچانے والے راویوں کے حالات کو روشن اور یقینی کہا ہے، اوران دونوں گروہ کے درمیان کے راویوں کے حالات کو مرزا نے غیر یقینی ومشتبہ بتایا ہے۔اور یہ ایسا کذب اور خلاف واقعہ قول ہے جس کی نہ قرارداد محدثین سے موافقت ہوسکتی ہے، نہ مرزا کے اپنے قول واعتقاد سے ۔

قادیانی کے اپنے قول واعتقاد سے اس کی عدم موافقت کی یہ وجہ ہے کہ وہ اس قول سے دوسطر پہلے یہ کہہ چکا ہے کہ بجز نبی اور کوئی معصوم نہیں ہے اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب ہر ایک سے، بجز نبی، ممکن الوقوع ہے، اور یہ بھی وہ کہہ چکا ہے کہ امکان کذب قطعیت ویقین کا مخالف ہے ۔ پھر اس کا صحابہ اور آئمہ حدیث تک احادیث کو پہنچانے والے راویوں کے حالات کو یقینی قرار دینا، اپنی سابق قرارداد کے مخالف نہیں تو اور کیا ہے؟

اور اس قول کے وقت قادیانی نے اس قول واعتقاد سے رجوع کیا اور اس کو غلط سمجھا ہے تو پھر جیسے صحابہ وآئمہ حدیث تک رواۃ کے حالات باوجود امکان صدور کذب وغیرہ ذنوب، قطعی ویقینی ہیں، ویسے ہی درمیانی لوگوں کے حالات باوجود اس امکان کے یقینی ہونے چاہئیں ۔ کیونکہ ان کے حالات کی تفصیل وبیان، حالات صحابہ ورواۃ آئمہ حدیث سے کم نہیں ہے ۔جس قدر کوئی صحابہ کے حالات میں تفصیل کرے اسی قدر ہم سے درمیانی راویوں کے حالات کی تفصیل سن لے ۔

قرارداد محدثین سے اس قول قادیانی کی عدم موافقت کی یہ وجہ ہے کہ محدثین کے نزدیک جس قدر تفصیل حالات درمیانی راویوں کی ہو چکی ہے اس قدر ان لوگوں کے حالات کی تفصیل نہیں ہوئی جو آئمہ حدیث سے

نیچے کے لوگ ہیں اورانہوں نے آئمہ حدیث تک حدیثوں کو پہونچا دیا ہے۔ان میں بعض تو ایسے ہیں جن کے حالات قلم بند ہی نہیں ہوئے اور ان کو اکثر لوگ نہیں جانتے اور بعض ایسے ہیں جن کے حالات قلم بند ہوئے ہیں مگر وہ بہت تھوڑی تفصیل سے بیان ہوئے ہیں ۔ہم ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنی تصانیف کے ذریعہ سے آئمہ حدیث تک حدیثوں کو پہنچا دیا ہے، صرف ایک شخص مؤلف مشکوۃ کے حالات اوران لوگوں میں سے جو کتب حدیث کو آئمہ حدیث سے بطورسند روایت کرتے چلے آئے ہیں، چندراویوں کے حالات قادیانی اوراس کے حواریوں سے پوچھنا اورسننا چاہتے ہیں ۔اگر مرزا قادیانی اوراس کے تمام اعوان وانصار ان لوگوں کے حالات آئمہ حدیث اورصحابہ کے درمیانی راویوں کے حالات کا عشرعشیر بھی بیان کریں تو ہم سے ہماری حیثیت کے موافق جس قدر چاہیں انعام لیں ۔اوراگر وہ ان کے حالات اس قدر نہ بتا سکیں تو اس بات کو تسلیم کریں کہ قادیانی نے ان کے حالات کے علم وتفصیل کی نسبت جو دعوی کیا ہے، وہ محض کذب ہے اور بے خبری و جہالت پر مبنی ہے۔ اوران لوگوں کے بیان حالات کو درمیانی راویوں کے بیان حالات سے وہ نسبت بھی نہیں جو ایک کو سو سے دی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ محدثین کے نزدیک نقل وصحت روایت کا مدارآئمہ حدیث اوران کی مشہورتصانیف ہیں، جن کے اوپر کے راویوں کے حالات ایسی تفصیل و وضاحت سے معلوم ہو چکے ہیں کہ گویا وہ چشم دید حالات ہیں۔ اورآئمہ حدیث سے نیچے کے راویوں کے حالات کی نظر سے تصحیح احادیث ممکن نہیں ہے اوراس وقت سلسلہ اسناد صرف تبرک کے طور پر ہے، نہ تصحیح روایات کی غرض سے جو محدثین سے اوپر کے اسناد سے مقصود تھا۔

امام ابن الصلاح جو ساتویں صدی میں گزر چکے ہیں اپنی کتاب علوم الحدیث میں فرماتے ہیں

اذا وجدنا فیما یروی من اجزاء الحدیث وغیرہا حدیثاً صحیح الاسناد ولم نجدہ فی احد الصحیحین ولا منصوصاً علی صحتہ فی شیء من مصنفات آئمۃ الحدیث المعتمدہ المشہورہ فانا لا نتجاسر علی الجزم بصحتہ فقد تعذر فہ ہذا الاعصار الاستقلال بادراك الصحیح بمجرد اعتبار الاسانید لانہ من اسناد من ذالک الا وتجد فی رجالہ من اعتمد فی روایتہ علی ما فی کتابہ ... عما یشترط فی التصحیح و من الحفظ والضبط والاتقان قال الامر اذا فی معرفۃ الصحیح و الحسن الی الاعتماد علی ما نص علیہ آئمۃ الحدیث فی تصانیفہم المعتمدۃ التی بین فیہا الشہرتہا من التغیر والتحریف وصار معظم المقصود اول .. من الاسانید ... عن ذالک ابقاء سلسلہ الاسناد التی

خصت بھا ہذہا لا مہ زا د ھا اللہ شر فا ۔ اس عبارت کا خلاصہ وہی ہے جو عبارت آئندہ کا ترجمہ ہے۔

اور طیبی شارح مشکوۃ (جو آٹھویں صدی میں ہوئے ہیں) شرح مشکوۃ کے مقدمہ میں جو جامع ترمذی مطبوعہ مطبع احمدی کے ابتداء میں سید شریف جرجانی کے نام سے ملحق ہے، فرماتے ہیں

اعرض الناس فی ہذہ الاعصار عن مجموع الشروط المذکورۃ و اکتفوا من عدالۃ الراوی بان یکون مستورا ومن ضبطہ بوجود سماعہ مثبتاً ... موثوق بہ و روایۃ من اصل موافق لاصل شیخہ ذالک لان الحدیث الصحیح والحسن وغیرھما قد جمعت فی کتب الآئمۃ فلا یذہب شیء عن جمعہم و القصد بالسماع ابقاء السلسلۃ فی الاسناد المخصوص بھذہ الامہ ۔ کہ ان زمانوں میں محدثین نے جملہ شروط مذکورہ سے منہ پھیر لیا ہے اور راوی کے عدالت کی جگہ اس امر کو کافی سمجھا ہے کہ وہ مستور الحال ہو، یعنی اس کا کوئی عیب معلوم نہ ہو اور اس کے ضبط حدیث سے اس قدر پر اکتفا کیا ہے کہ اس کی روایت ایسے دستخطوں سے لکھی ہوئی ہو جس پر اس کا اعتماد ہو۔ اور وہ روایت شیخ کے مطابق ہو۔ یہ اس لئے ہوا کہ احادیث صحیح اور حسن وغیرہ کتب حدیث میں جمع ہو چکی ہیں اس سے کوئی حدیث فوت نہیں ہوتی اور اس وقت روایت سننے سے مقصود صرف سلسلہ اسناد کو باقی رکھنا ہے۔ جو اس امت کا خاصہ ہے یعنی اس وقت اسناد اور حالات راویوں کی نظر سے تصحیح احادیث ممکن نہیں۔

اور اگر آئمہ حدیث کے نیچے کے راویوں کے حالات اور ان کے اور صحابہ کے درمیانی راویوں کی نسبت زیادہ مفصل ومبین ہوتے تو محدثین پچھلے زمانوں میں اسناد کی نظر سے تصحیح حدیث کے دروازہ کو بند نہ کرتے، بلکہ پہلے زمانہ کی نسبت اس کو اور فراخ کرتے اور آسان قرار دیتے۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہوا۔

امام ابن الصلاح کے قول سے امام نووی وغیرہ نے خلاف کیا ہے تو صرف اس امر میں کیا ہے کہ پچھلے زمانوں میں بھی تصحیح احادث بنظر اسانید حسب بصیرت واہلیت کے لئے ممکن ہے، یہ کسی نے نہیں کہا کہ پہلے یا درمیانی زمانوں کی نسبت پچھلے زمانوں میں راویوں کے حالات زیادہ مفصل و مشروح ہو چکے ہیں اس لئے ان زمانوں میں تصحیح احادیث بنظر اسناد آسان ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی نے جو اس قول میں دعوی کیا ہے وہ محض کذب ہے۔ نہ قرار داد محدثین سے اس کی موافقت ہوسکتی ہے نہ مرزا قادیانی کے اپنے قرار داد واعتقاد سے۔ محمد حسین)

☆ سو ہر ایک منصف اور ایمان دار کو یہی مذہب اور عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ بغیر ان حدیثوں کے جو آفتاب سلسلہ تعامل سے منور ہوتی چلی آئی ہیں، باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے باہر نہیں (مباحثہ لدھیانہ مطبوعہ قادیانی کے الفاظ یوں ہیں۔ باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے پر ہیں۔ اور ہمارے پاس جو قادیانی کا قلمی پرچہ ہے اس میں یہ الفاظ ہیں. کسی قدر تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں۔ پھر ان الفاظ کو کاٹ کر قادیانی کی قلم سے یہ الفاظ لکھے گئے۔ کسی قدر تاریکی سے باہر نہیں۔ اور یہ مرزا صاحب ہی کا ایمان یہ گواہی دیتا ہوگا کہ صحیحین کی حدیثیں تاریکی میں ہیں۔ مسلمانان اہل سنت کا ایمان تو یہ فتوی دیتا ہے کہ صحیحین کی جملہ احادیث تاریکی، منافی صحت، سے باہر ہیں۔ اس بارہ میں عبارات فقہاء ومحدثین ہماری تحریر نمبر ۸ میں ملاحظہ ہوں۔ محمد حسین) اور ان کی اصلی حالت بیان کرنے کے وقت ایک متقی کی یہ شان نہیں ہونی چاہے کہ چشم دید یا قطعی الثبوت خبروں کی طرح ان کی نسبت صحت کا دعوی کرے بلکہ گمان صحت رکھ کر واللہ اعلم کہدیوے۔ اور جو شخص ان حدیثوں کی نسبت و اللہ اعلم بالصواب نہیں کہتا اور احاطہ تام کا دعوی کرتا ہے وہ بلا شبہ جھوٹا ہے۔ خداوند کریم ہرگز پسند نہیں کرتا کہ انسان علم تام سے پہلے علم تام کا دعوی کرے، اسی قدر دعوی کرنا چاہیے جس قدر علم حاصل ہو۔ پھر اس سے زیادہ اگر کوئی سوال کرے تو و اللہ اعلم بالصواب کہہ دینا چاہیے (ان الفاظ سے مرزا صاحب نے اپنے جھوٹ کو کسی قدر راستی کا لباس پہنانا اور اس دھوکہ کے ملمع سے ناواقف مسلمانوں کو دام میں لانا چاہا ہے۔ ان کو بظاہر یہ کہا ہے کہ جس قدر روشنی ویقینی، ثبوت وصحت تام کا دعوی قرآن کی نسبت ہوسکتا ہے اس قدر احادیث صحیحین کی نسبت نہیں ہوسکتا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ صحیحین کی صحت مشتبہ و شکی ہے۔ اور یہ سراسر دھوکہ و مغالطہ ہے۔ کیونکہ صحت وثبوت کا مرتبہ صرف ایک وہی نہیں ہے جو قرآن کو حاصل ہے، تاکہ احادیث صحیحین میں اس مرتبہ کے مفقود ہونے سے ان کی صحت میں شک واشتباہ لازم آوے۔ بلکہ قرآن سے اتر کر صحت و ثبوت کے مرتبہ سات اور ہیں جن میں اعلی وارفع مرتبہ صحیحین کی متفق علیہ احادیث کو حاصل ہے اور باقی مراتب اور احادیث کو حاصل ہیں۔ طیبی نے شرح مشکوۃ میں کہا ہے

و تتفاوت درجات الصحیح بحسب قوة شروطه و ضعفها ۔ و اول من صنف فی الصحیح .... الامام البخاری ثم مسلم و کتابا هما اصح الکتب بعد کتاب الله العزیز ۔،، و اعلی اقسام الصحیح ما اتفقا علیه ثم ما انفرد به البخاری ثم ما انفرد به مسلم ثم ما کان علی شرطهما و ان لم یخرجاه ثم علی شرط البخاری ثم علی شرط مسلم ثم ما صحه

غیرھما من الا ئمۃ فھذہ سبعۃ اقسا م ۔

ایسا ہی شرح نخبۃ الفکر وغیرہ میں ہے۔اس کا خلاصہ ترجمہ یہ کہ درجات صحیح قوت شروط کی نظر سے متفاوت ہیں، سب سے اعلی درجہ بخاری مسلم کی اتفاقی حدیث ہے ۔ پھر جس کو صرف بخاری لا یا ہے، پھر وہ جس کو صرف مسلم لا یا ہے ۔ پھر وہ جو ان دونوں کی شروط پر ہے مگر ان کی کتاب میں نہیں ۔ پھر وہ جو صرف بخاری کی شرط پر ہے پھر وہ جو صرف مسلم کی شرط پر ہے، پھر وہ جس کو کسی اور نے صحیح کہا ہے۔

مرزا قادیانی نے غضب کیا اور ناواقف مسلمانوں کو سخت دھوکہ دیا ہے کہ ان سب مراتب ہفتگانہ صحت سے آنکھ بند کر کے صحت وثبوت کا ایک ہی مرتبہ (جو قرآن کو حاصل ہے) مقرر کیا اور احادیث صحیحین کو اس مرتبہ سے خارج کر کے اس سے ان کی صحت کا شکی ومشتبہ ہونا نکال لیا۔اور صحیحین پر یہ پندرھواں حملہ کیا۔اور طرفہ یہ کہ اپنی تحریر نمبر ۸ میں اس نے اس کا خلاف کیا اور جملہ احادیث متعلقہ عمل، جن میں احادیث محل اختلاف مثل حدیث رفع یدین وغیرہ کو بھی اس نے داخل وشامل کر دیا ہے، علی اختلاف المراتب قطعی صحیح اور واجب العمل تسلیم کر لیا ہے، چنانچہ عنقریب ناظرین کو اس کی تحریر سے معلوم ہوگا، مگر اس وقت اس دجال کو بحکم دروغ گورا حافظہ نہ باشد یہ خیال نہ آیا اور یاد نہ رہا کہ میں نے تو قطعی صحت کا مرتبہ ایک ہی قرار دیا ہوا ہے، جو قرآن کو حاصل ہے ۔ پھر میں ان احادیث کی قطعی صحت علی اختلاف المراتب کیوں تسلیم کرتا ہوں ۔ یا یہ کہ وہ دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے، جس بات سے کوئی دام میں آوے اس سے اس کو دام میں لاتا ہے، اور اس میں اختلاف اپنے اقوال کا بھی کچھ بھی لحاظ نہیں کرتا۔اور یہ سمجھ رہا ہے کہ جو قول کسی نظر میں پڑے گا وہ اس کے دام میں آجائے گا۔ دوسرا دوسرے قول کے دام میں۔ سبھی لوگ سبھی اقوال کہاں دیکھتے ہیں کہ اختلاف وتعارض کا اعتراض کریں گے۔محمد حسین)

☆ سو میں آپ کی خدمت میں کھول کر گذارش کرتا ہوں کہ میں حصہ دوم حدیثوں کی نسبت خواہ وہ حدیثیں بخاری کی ہوں یا مسلم کی، ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرے نزدیک قطعی الثبوت ہیں (قطعی ہونے سے سوال نہ تھا، اور نہ جواب میں اس سے تعرض کی ضرورت تھی ۔ مرزا صاحب اس قطعیت کے ذکر وتعرض سے بار بار خروج از بحث کرتے ہیں جس کی یہ چودھویں دفعہ ہے۔محمد حسین)

اگر میں ایسا کہوں تو خدا تعالی کو کیا جواب دوں ۔ ہاں اگر کوئی ایسی حدیث قرآن کریم کے مخالف نہ ہو تو پھر میں اس کی صحت کاملہ کی نسبت قائل ہو جاؤں گا (مرزا صاحب کا یہ قول صاف مشعر ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیحین انہیں مخالف قرآن معلوم ہوگی، جیسے احادیث متعلقہ حضرت مسیح، ودجال ہیں، جن کو آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ وغیرہ میں اور تحریر نمبر ہشتم میں مخالف قرار دے چکے ہیں، تو اس کو موضوع کہنے کے لئے آپ مستعد وتیار ہیں۔ یہ احادیث صحیحین پر ان کا سولھواں حملہ ہے۔محمد حسین)

☆ اور آپ کا یہ فرمانا کہ قرآن کریم کو کیوں محک صحت احادیث ٹھہراتے ہو۔ اس کا جواب میں بار بار یہی دونگا کہ قرآن کریم مہیمن اور امام اور میزان اور قول فصل اور ہادی ہے اگر اس کو محک نہ ٹھہراؤں تو اور کس کو ٹھہراؤں (اس پرچہ میں ہم نے یہ سوال کہیں نہیں کیا، اور جو جواب مرزا صاحب نے دیا ہے وہ بھی کوئی نیا جواب نہیں۔ اس میں پچھلی ہی باتوں کا اعادہ ہے۔ چنانچہ اس جواب میں انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ میں بار بار یہی جواب دونگا۔ یہ ہمارے اس دعوی کی تصدیق ہے جو ایک حاشیہ سابق میں کر آئے ہیں۔ محمد حسین) کیا ہمیں قرآن کریم کے اس مرتبہ پر ایمان نہیں لانا چاہیے۔ جو مرتبہ وہ خود اپنے لئے قرار دیتا ہے اور صاف الفاظ میں فرماتا ہے و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا کیا اس حبل سے حدیثیں مراد ہیں؟ (احادیث صحیحہ مسلم الصحت قرآن سے جدا اور اس کے مخالف نہیں تو وہ بھی حبل اللہ میں داخل ہیں اور ان سے تمسک بعینہ قرآن سے تمسک ہے۔ محمد حسین) پھر جس حالت وہ اس حبل سے پنجہ مارنے کے لئے تاکید شدید فرماتا ہے تو کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم ہر ایک اختلاف کے وقت قرآن کریم کی طرف رجوع کریں۔ پھر فرماتا ہے و من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃً ضنکا و نحشرہ یوم القیامۃ اعمی یعنی جو شخص میرے فرمودہ سے اعراض کرے اور اسکے مخالف کی طرف مائل ہو تو اس کیلئے تنگ معیشت ہے یعنی وہ حقائق اور معارف سے بے نصیب ہے اور قیامت کو اندھا اٹھایا جائے گا۔

☆ اب ہم اگر ایک حدیث کو صریح قرآن کریم کے مخالف پائیں (حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہیں ہوتی تو پھر یہ رجوع بحدیث رجوع بقرآن ہے، نہ اعراض از قرآن۔ محمد حسین) اور پھر مخالفت کی حالت میں ہی اس کو مان لیں اور اس تخالف کی کچھ بھی پرواہ نہ کریں تو گویا اس بات پر راضی ہو گئے کہ معارف حقہ سے بے نصیب رہیں اور قیامت کو اندھے اٹھائے جائیں۔ پھر ایک جگہ فرماتا ہے فاستمسک بالذی اوحی الیک انہ لذکر لک و لقومک یعنی قرآن کو ہر ایک امر میں دست آویز پکڑ، تم سب کا اسی میں شرف ہے کہ تم قرآن کو دستآویز پکڑو اور اسی کو مقدم رکھو۔ اب ہم مخالفت قرآن اور حدیث (حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہیں بلکہ موافق اور اس کے اجمال کی مبین ہوتی ہے تو دست آویز حدیث عین دست آویز قرآن ہے اور عین شرف جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ محمد حسین) کے وقت میں قرآن کو دستاویز نہ پکڑیں تو گویا ہماری یہ مرضی ہو گی کہ جس شرف کا ہم کو وعدہ دیا گیا ہے، اس شرف سے محروم رہیں۔ اور یہ فرماتا ہے و من یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین یعنی جو شخص

قرآن کریم سے اعراض کرے اور جو چیز اس کے صریح مخالف ہے اس کی طرف مائل ہو، ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں کہ ہر وقت اس کے دل میں وساوس ڈالتا ہے، اور حق سے اس کو پھیرتا ہے اور نابینائی اسکی نظر میں آراستہ کرتا ہے اور ایک دم اس سے جدا نہیں ہوتا۔

اب اگر ہم کسی ایسی حدیث کو قبول کرلیں جو صریح قرآن کے مخالف ہو تو گویا ہم چاہتے ہیں کہ شیطان ہمارا دن رات کا رفیق ہو جائے اور اپنے وساوس میں ہمیں گرفتار کرے اور ہم پر نابینائی طاری ہو۔ اور ہم حق سے بے نصیب رہ جائیں۔ اور یہ فرماتا ہے

اللہ نزل احسن الحدیث کتاباً متشابھا. مثانی تقشعر من جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ ۔ یعنی ذالک الکتاب کتاب متشابہ یشبہ بعضہ بعضاً لیس فیہ تناقض و لا اختلاف مثنی فیہ کل ذکر لیکون بعض الذکر تفسیر البعضہ تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم یعنی سیتولی جلالہ و ہیبتہ علی قلوب العشاق لتقشعر جلودھم من کمال الخشیۃ و الخوف یجاھدون فی طاعۃ اللہ لیلاً و نھارا بتحریک تاثیرات الجلالیۃ و تنبیھات قھریۃ من القرآن ثم یبدل اللہ حالتھم الی التلذذ فیصیرا لطاعۃ جزو طبیعتھم و خاصۃ فطرتھم فتلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ ۔ یعنی یسیل الذکر فی قلوبھم کسیلان الماء و یصدر منھم کل امر فی طاعۃ اللہ بکمال السھولۃ و الصفا لیس فیہ ثقل و لا تکلف و لا ضیق فی صدورھم بل یتلذذون با متثال امرالھھم و یجدون لذۃ و حلاوۃ فی طاعۃ مولھم و ہذا ھو المنتہی الذی ینتہی الیہ امر العابدین و المطیعین و یبدل اللہ آلامھم باللذات ...

(اس آیت اور اس کی تفسیر سے، جو مرزا قادیانی نے کی ہے، گو یہ ثابت ہے کہ قرآن کی بعض آیات، بعض کی تفسیر ہیں، مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حدیث قرآن کی تفسیر نہیں ہے۔ اور مرزا نے خود بھی اس آیت سے یہ نتیجہ نہیں نکالا، بلکہ دبی زبان سے یہ اقرار کرلیا ہے کہ عوام الناس کو سمجھانے کے لئے احادیث سے بھی قرآن کی تفسیر ہوئی ہے۔ اور اس آیت یا پہلی چار آیتوں سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحت احادث کا معیار قرآن شریف ہے۔ پھر ان آیات کو اس مدعا کے ثبوت کے لئے پیش کرنے سے بجز تکرار بلا حاصل وتطویل بلا طائل کیا مقصود ہے۔ آخری آیت کی تفسیر میں جو آپ نے حالات باطنی کی جو تشریح کی ہے یہ محض اجنبی ہے، جس کو نہ ہمارے سوال سے کوئی تعلق ہے، نہ آپ کے جواب سے۔ لہذا اس کے بیان سے آپ نے پندرہویں دفعہ خروج از مبحث کا ارتکاب کیا ومعھذا

آپ نے اس میں ارتکاب سرقہ کیا۔ کیونکہ اس تشریح کا مضمون تو آپ نے تفسیر رحمانی وغیرہ سے لیا ہے مگر ان کا حوالہ نہیں دیا، بلکہ یہ جتایا ہے کہ یہ آپ کا ایجاد وطبع زاد ہے۔

ونیز اس تشریح میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور یہ جتایا ہے کہ اس مضمون کے مصداق خود بدولت ہیں اور اس میں کذب محض سے کام لیا۔ آپ کو خشیت و ہیبت الٰہی و معارف وحقائق قرآنی سے کیا تعلق؟ اطاعت وعبادت و ذکر سے کیا نسبت؟ اور جو یہ باتیں آپ قرآن سے نکالتے ہیں، ان کو دین سے کیا مناسبت۔ وہ تو ملحدانہ ومنافقانہ مفتریات ہیں نہ معارف قرآنیہ ونکات۔

آپ کی اطاعت وعبادت وذکر کا یہ حال ہے کہ مدت العمر جمعہ جماعت کا التزام نہیں رہا۔ آپ سے اور ذکر کیا ہوگا۔ نماز کے بعد تینتیس تینتیس دفعہ سبحان اللہ و الحمد للہ کہنا آپ کو نصیب نہیں ہوتا۔ آپ کو دس ہزار روپیہ مالیت کی ملکیت کا دعوی ہے، مگر کبھی زکوۃ نہیں دی۔ اب تک حج کعبہ کی توفیق نہ ملی۔ اخلاق کا یہ حال ہے کہ بازاری اور فحش اور عامیانہ گالیوں سے آپ کا قلم وزبان نہیں بچ سکتے۔ آپ کا رسالہ شحنہ حق وفیصلہ آسمانی وغیرہ تصانیف اور ہمارا جواب فیصلہ آسمانی وغیرہ پرچہ ہائے اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ و ۱۳ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے تو اس بیان کی پوری تصدیق وتائید کریں گے۔ ایسے اعتقادات واخلاق وعبادات وطاعات والے اشخاص انکشاف معارف قرآنی کے محل ہوں تو پھر وہ معارف یقیناً رحمانی نہیں، شیطانی ہوں گے۔ محمد حسین)

اب ان تمام محامد سے جو قرآن کریم اپنی نسبت فرماتا ہے صاف اور صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقاصد عظیمہ کی آپ تفسیر فرماتا ہے اور اس کی بعض آیات بعض کی تفسیر واقعہ ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ اپنی تفسیر میں بھی حدیثوں کا محتاج ہے۔ بلکہ صرف ایسے امور جو سلسلہ تعامل کے محتاج تھے وہ اس سلسلہ کے حوالہ کر دئے گئے ہیں اور ماسوا ان امور کے جس قدر امور ہیں ان کی تفسیر بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ ہاں باوجود اس تفسیر کے حدیثوں کی رو سے بھی عوام کے سمجھانے کے لئے جو لا یمسه کے گروہ میں داخل ہیں زیادہ تر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ لیکن جو اس امت میں الا المطہرون کا گروہ ہے وہ قرآن کریم کی تفسیروں سے کامل طور پر فائدہ حاصل کرتا ہے

(ان فقرات میں مرزا قادیانی نے پہلے تو قرآن کا اپنی تفسیر میں احادیث کا محتاج نہ ہونا بیان کیا ہے۔ دوسرے فقرہ میں اس کو تعامل کا جو احادیث متعاملہ وسنن متوارثہ میں پایا جاتا ہے، محتاج بنایا۔ یہ مرزا کے الفاظ ہیں جو اس کی تحریر نمبر ۸ میں ہیں، تیسرے فقرہ میں دبی زبان سے حدیث کا مفسر قرآن ہونا تسلیم کیا، چوتھے فقرہ میں پھر حقیقۃً ان کا مفسر قرآن نہ ہونا ظاہر کیا۔

اس سے مرزا صاحب کا مقصود یہ ہے کہ اگر جانب ثانی نے حدیث کا مفسر قرآن ہونا ثابت کر دیا تو میں کہونگا کہ میں نے حدیث کے مفسر قرآن ہونے سے کب انکار کیا ہے، اور ایسا ہی آپ سے وقوع میں آیا ہے، اپنی تحریر نمبر ۸ میں ہم نے حدیث کا مفسر قرآن ہونا بشہادت قرآن وحدیث وآثار ثابت کیا تو اس کے جواب میں اپنی تحریر نمبر ۸ میں مرزا صاحب نے صاف کہہ دیا کہ میں نے کہاں اور کس جگہ کہا ہے کہ حدیث قرآن کی مفسر نہیں۔ الخ

اور اگر جانب ثانی نے اس کا ثبوت پیش نہ کیا تو اس انکار کے ذریعہ سے ان احادیث کو اڑایا جائے گا جن کو تفصیل نزول حضرت مسیح وغیرہ میں پیش کیا جاتا ہے۔

ہم اس کے اس کلام سے اس کی غرض ومقصود کے مخالف نتیجہ نکال سکتے اور اس کو الزام دے سکتے ہیں۔ اس کے پہلے فقرہ کی رو سے اس کو حدیث کے مفسر قرآن ہونے سے منکر ہونے کا الزام دے سکتے ہیں، چنانچہ تحریر نمبر ۸ میں ہم سے وقوع میں آیا ہے، اور اس کے تیسرے فقرہ کی نظر سے اس کو حدیث کے مفسر قرآن ہونے کا قائل بنا کر اس پر ان احادیث سے الزام قائم کر سکتے ہیں جو نزول مسیح وغیرہ میں قرآن کی تفسیر کر رہے ہیں۔ فقرہ سوم کے برخلاف دوسرے اور چوتھے فقرہ میں جو قادیانی نے قرآن کا امور غیر متعاملہ میں اپنا مفسر آپ ہونا ان میں حدیثوں کی طرف محتاج نہ ہونا بیان کیا ہے، وہ محض غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ امور غیر متعاملہ کا بڑا حصہ وہ اعتقادیات ہیں جو حالات برزخ اور وقائع حشر ونشر وصفات بہشت ودوزخ میں وارد ہیں۔ ان کی تفصیل وتفسیر جو احادیث میں وارد ہے، اور اہل اسلام کے مختلف فرقوں میں وہ اتفاق کے ساتھ مسلم چلے آئے ہیں وہ قرآن میں کہیں نہیں ہیں۔ مرزا وہ تفاصیل وتفاسیر، قرآن سے نکال دے تو ہر ایک امر کی تفصیل پر ہم سے پانچ روپیہ انعام لے۔ ورنہ ندامت کے ساتھ ان فقرات ۲ و ۴ کو واپس لے۔

قادیانی اور اس کے اتباع نے صرف احادیث متعلقہ نزول مسیح کو ناقابل تفسیر قرآن بنانے کی غرض سے تفسیر قرآن ہونے کے لئے احادیث متعلقہ اعمال کو مخصوص کیا اور جملہ احادیث متعلقہ اعتقاد کو ناقابل تفسیر قرار دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ اس اصول پر جملہ احادیث متضمنہ تفاصیل برزخ وحشر ونشر واحوال جنت واہوال دوزخ مہمل بیکار ہو جائے گی۔ محمد حسین)

لیکن اس امر کا زیادہ لکھنا چنداں ضروری نہیں

(اس بات میں جو کچھ مرزا صاحب نے لکھا ہے وہ کونسا ضروری امر تھا۔ اس کے بیان میں بھی آپ نے خروج از اصل بحث ومطلب کہا۔ جس کی یہ سولہویں دفعہ ہے۔ اور ضروری امر تو صرف اسی قدر ہے کہ ہر یک حدیث مخالف ہونے کی حالت میں قرآن کریم پر پیش کرنی چاہیے کیونکہ مخالفت معلوم وثابت ہو جائے تو پھر عرض کی کیا حاجت ہے۔ عرض تو قائلین عرض کے نزدیک بھی قبل از علم مخالفت وموافقت ہونا چاہیے۔ مرزا صاحب کے

اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سخن فہمی میں ایسے طاق ہیں کہ اپنی کلام کا مطلب بھی نہیں سمجھتے ۔ اور پھر یہ دعوی کہ الہام و تفہیم الٰہی میرے شامل حال ہے اور روح القدس ان کا رہبر ہے ۔ لا حول و لا قوۃ محمد حسین)

چنانچہ یہ امر ایک مشکوۃ کی حدیث سے بھی حسب منشا بخوبی طے ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے عن الحارث الاعور فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علی فاخبرته فقال اوقد فعلوها قلت نعم قال اما انی سمعت رسول الله ﷺ یقول الا انها ستکون فتنة قلت ما المخرج عنها یا رسول قال کتاب الله فیه خبر ما قبلکم و خبر ما بعدکم و حکم بینکم هو الفصل لیس بالهزل من ترکه من جبار قصمه الله و من ابتغی الهدی فی غیره اضله الله و هو حبل الله المتین.... من قال به صدق و من عمل به اجرو من حکم به عدل و من دعا الیه ہدی الی صراط مستقیم یعنی روایت ہے حارث اعور سے کہ میں مسجد میں، جہاں لوگ بیٹھے تھے اور حدیثوں میں خوض کر رہے تھے، گذرا۔ سو میں یہ بات دیکھ کر کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر دوسری حدیثوں میں کیوں لگ گئے، حضرت علی کے پاس گیا اور ان کو یہ خبر دی ۔ حضرت علی نے مجھے کہا کہ کیا سچ مچ لوگ احادیث کی خوض میں مشغول ہیں (اس بات کا ہماری تحریر ہشتم میں کافی جواب دیا گیا ہے یہاں ناظرین دیکھیں کہ مرزا قادیانی نے لفظ احادیث سے مراد احادیث نبویہ لیا ہے، جو ایک تحریف ہے اور اس تحریف سے اس نے وہ نتیجہ نکالا ہے جو اگلے حاشیے میں ہے ۔ محمد حسین) اور قرآن کو چھوڑ بیٹھے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں ۔ تب حضرت علی نے مجھے کہا کہ یقیناً سمجھ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ عنقریب ایک فتنہ ہوگا، یعنی دینی امور میں لوگوں کو غلطیاں لگیں گی اور اختلاف میں پڑیں گے اور کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھیں گے تب میں نے عرض کیا کہ اس فتنہ سے رہائی کیوں کر ہوگی ۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ کتاب کے ذریعہ سے رہائی ہوگی ۔ اس میں تم سے پہلوں کی خبر موجود ہے اور آنے والے لوگوں کی بھی خبر ہے اور جو تم میں تنازعات پیدا ہوں گے ان کا ان میں فیصلہ موجود ہے ۔ وہ قول فصل ہے، ہزل نہیں ۔ جو شخص اس کو جباروں میں سے ترک کرے گا خدا تعالیٰ اس کو ہلاک کرے گا اور جو شخص اسکے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا اور اسکو حکم نہیں بنائے گا، خدا اس کو گمراہ کرے گا ۔ وہ حبل اللہ المتین ہے جس نے اسکے حوالہ سے کوئی بات کہی اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا وہ ماجور ہے اور جس نے اس کی رو سے حکم کیا، اس نے عدالت کی اور جس

نے اسکی طرف بلایا اس نے راہ راست کی طرف بلایا رواہ الترمذی و الدارمی ۔

اب ظاہر ہے کہ اس حدیث میں صاف اور صریح طور پر خبر دی گئی ہے کہ اس امت میں فتنہ ہو جائے گا اور لوگ طرح طرح کے مذہب نکال لیں گے اور انواع اقسام اختلافات اس امت میں باہم پڑ جائیں گے۔ تب اس فتنہ سے مخلصی پانے کیلئے قرآن کریم ہی وسیلہ ہوگا، جو شخص اس کو محک اور معیار اور میزان قرار دے گا وہ بچ جائے گا اور جو شخص اس کو محک قرار نہیں دے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

اب ناظرین انصاف فرماویں۔ کیا یہ حدیث بآواز بلند نہیں پکارتی کہ احادیث وغیرہ میں جس قدر اختلافات باہمی پائے جاتے ہیں ان کا تصفیہ قرآن کریم کی رو سے کرنا چاہیے (اس نتیجہ کا ماخذ و مولد وہی تحریف ہے جو لفظ احادیث کے ترجمہ میں مرزا صاحب نے کی ہے اور درحقیقت کسی مسلمان کے نزدیک اس حدیث میں لفظ احادیث سے احادیث نبویہ، جو وحی غیر متلو ہوتی ہے، مراد نہیں۔ بلکہ احادیث کے لغوی معنی لوگوں کی باتیں ہیں، جو وہ اس وقت کر رہے تھے۔ اس کی تفصیل ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہے اور لفظ حدیث کے لغوی کی معنی تفصیل وتشریح تحریر قادیانی نمبر سوم کے حواشی میں ہو چکی ہے۔ محمد حسین) ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ اسلام میں تہتر فرقہ ہو گئے ہیں۔ ہر ایک اپنی طرز کی حدیثیں پیش کرتا ہے اور دوسرے کی حدیثوں کو ضعیف اور موضوع قرار دیتا ہے (یہ محض غلط و مغالطہ ہے۔ جو اختلاف امت محمدیہ کے بہتر فرقوں نے فرقہ اہلسنت و جماعت سے کیا ہے وہ احادیث کی طرف رجوع کرنے پر مبنی نہیں ہے بلکہ وہ اختلاف احادیث کو چھوڑ کر قرآن سے تمسک کرنے پر مبنی ہے، جیسا کہ آج کل مرزا قادیانی کر رہا ہے

☆ معتزلہ جو معافی گناہوں کے لئے شفاعت انبیاء سے منکر ہیں وہ اس انکار پر ان آیات قرآن سے تمسک کرتے ہیں جن میں قیامت کے دن شفاعت نہ ہونے کا ذکر ہے لا بیع و لا خلة و لا شفاعة ۔ بقرہ۔ ع ۳۴۔ اگر وہ اس باب میں حدیث کی طرف رجوع کرتے اور اس میں یہ صاف تصریح پاتے کہ آنحضرت ﷺ خدا کے اذن سے شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت کا مستحق وہ شخص ہے جو مشرک نہ ہو اور آپ ﷺ کی شفاعت آپ کی امت یعنی مسلمان گنہ گاروں کیلئے ہے۔ تو وہ انکار شفاعت سے بچ جاتے۔ استاذن علی ربی فی داره فیوذن لی علیه فاذا رایته وقعت ساجداً فیدعنی ما شاء الله ان یدعنی فیقول ارفع محمد راسک و قل تسمع اشفع تشفع متفق علیه۔ مشکوۃ ص ۴۸۰۔

اور آیات نفی شفاعت کے یہ معنی کرتے کہ وہ کافروں سے مخصوص ہیں جن کے لئے خدا تعالیٰ اذن شفاعت نہ دے گا اور نہ انبیا ان کے لئے شفاعت کریں گے۔

☆ شیعہ وغیرہ جو قیامت کے دن دیدار خدا سے منکر ہیں وہ اس انکار پر اس آیت قرآن سے تمسک کرتے ہیں لا تدرکه الابصار و هو یدرك الابصار ۔ انعام ۔ ع ۱۳ ۔ کہ خدا تعالیٰ کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ پاتی ۔ اور اگر وہ اس باب میں اس حدیث کی طرف رجوع کرتے

قال جریر بن عبد الله کنا عند النبی ﷺ اذ نظر الی القمر لیلة البدر فقال اما انکم سترون ربکم کما ترون هذا لا تضامون فی رویته ۔ (بخاری ص ۸۱) ۔

کہ تم خدا کو ایسا دیکھو گے جیسا چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو...تو خدا کے دیدار کے قائل ہو جاتے اور اس آیت کے معنی یہ کرتے کہ دنیا کی آنکھیں خدا کو نہیں دیکھتی یا اس کے کنہ کو نہیں پاسکتیں ۔

☆ خوارج جو گناہ کے سبب مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں تو وہ اس تکفیر پر اس آیت قرآن سے تمسک کرتے ہیں جس میں ذکر ہے کہ جو شخص مومن کو عمداً قتل کرے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا

و من یقتل مومناً متعمداً فجزائه جهنم خالداً فیها ۔ نساء ع ۱۳،

اور اگر وہ اس باب میں حدیث کی طرف رجوع کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ

قال رسول الله و یخرج من النار من قال لا اله الا الله و فی قلبه وزن ذرة من خیر فقال ابو عبد الله قال ابان حدثنا قتادہ حدثنا انس عن النبی ﷺ من ایمان مکان خیر ۔ (بخاری ۔ ص ۱۱) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لا اله الا الله کہے گا اور اس کے دل میں ذرہ کے برابر ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکالا جائے گا اور بہشت یں داخل ہوگا ۔

تو خوارج مومن کو گناہ کے سبب خارج از ملت نہ کہتے اور اس آیت کے معنے وہ یہ کرتے کہ جو شخص مومن کو اس کے مومن ہونے کی نظر سے مارے اور ایمان کو برا سمجھے وہ ہمیشہ آگ میں رہے گا ،

☆ معتزلہ جو الہامات وغیرہ کرامات اولیاء سے منکر ہیں تو وہ اس انکار پر اس آیت قرآن سے تمسک کرتے ہیں و لا یظهر علی غیبه احداً الا من ارتضی من رسول کہ خدا تعالیٰ اپنے غیوب پر بجز رسول کسی کو مطلع نہیں کرتا ۔

اگر وہ حدیث کی طرف رجوع کرتے اور ان میں بہت سے مواقع پر غیر نبی کا بعض امور پر خدا کی طرف سے مطلع کیا جانا (جیسے حضرت عبداللہ، والد جابر کا جنگ احد میں سب سے پہلے اپنے شہید ہونے پر مطلع ہونا ۔ یا حضرت عمر کا کئی منزلوں کے فاصلہ سے حضرت ساریہ کے جنگ میں بے موقع کھڑا ہونے کو دیکھ لینا وغیرہ) اور دیگر برکات وکرامات کو دیکھتے تو الہامات وکرامات اولیاء اللہ کے قائل ہو جاتے اور اس نفی کو جو آیت سے مفہوم ہوتی ہے، اس حالت وکیفیت پر جس سے انبیاء مطلع کئے جاتے ہیں، یعنی وحی بحراست ملائکہ پر محمول کرتے ۔

عن جا بر قا ل لما حضر احد دعا نی ابی من ا للیل فقا ل لا ارا نی ا لا مقتولا فی اول من یقتل من اصحا ب النبی ﷺ و انی لا اتر ك بعد ك اعز علی منک غیر نفس رسو ل رسو ل الله ﷺ و ان علی دینا فا قض و استو ص با خوا تک خیرا فاصبحنا فکا ن .. اول قتیل ۔(رواہ البخاری)

و عن ابن عمر ان عمر بعث جیشا و امر علیهم ر جلا تد عی سا ر یة بینما عمر یخطب فجعل یصیح یا ساری الجبل فقدم رسو ل من الجیش فقا ل یا امیر المو منین لقینا عدو نا فهز مو نا فا ذا بصا ئح یصیح یا ساری الجبل فا سند نا ظهر نا الی الجبل فهز مهم الله تعالی ۔ رواہ البیهقی (۔مشکوۃ)

اس کے نظائر اور بہت ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ ہائے ضالہ سے جو فرقہ گمراہ ہوا ہے وہ اس سبب سے گمراہ ہوا ہے کہ اس فرقہ نے حدیث شارح قرآن کو چھوڑ کر صرف قرآن سے تمسک کیا گیا ہے ۔ اور ان کے مقابلے میں فرقہ ہائے اہل سنت اس ضلالت سے اسی سبب سے بچے رہے کہ وہ ان مسائل میں احادیث کی طرف رجوع کر کے قرآن کا وہ مطلب سمجھتے ہیں جو اس کے شارح ومفسر احادیث سے سے ثابت ومفہوم ہوتا ہے۔ اور وہی مطلب قرآن اس امت کے سلف صحابہ نے سمجھا ہے اور اس وجہ سے اس فرقہ کا نام اہل سنت و جماعت رکھا گیا۔

اس نام میں سنت سے مراد آنخضرت ﷺ کا قول وفعل وتقریر ہے جس کا دوسرا نام حدیث قولی وفعلی و تقریری ہے اور جماعت سے صحابہ کی جماعت مراد ہے جن کے اقوال افعال وتقریرات کتب حدیث میں مروی ہیں۔

ہمارے اس بیان سے صاف اور قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس وقت اور آئندہ بھی اس ضلالت سے وہی شخص بچے گا جو ذوالوجوہ آیات قرآن کا مطلب حدیث صحیح سے سمجھے گا اور جو شخص احادیث کو چھوڑ کر ایسی آیات کا مطلب اپنے فکر ناروا، وفہم نارسا سے کچھ قرار دے گا وہ یقیناً گمراہ ہوگا اور سیدھا جہنم کو جائے گا۔

اسی نظر سے حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔

انه سیأ تی ناس یجا دلو نکم بشبہا ت القر آ ن فخذو هم با لسنن فا ن اصحا ب السنن اعلم بکتا ب الله (سنن دارمی)۔

کہ جولوگ قرآن کی متشابہ آیتیں پیش کریں ان کو احادیث سے پکڑو کیونکہ حدیث والے قرآن خوب جانتے ہیں۔ اور سعید بن جبیر نے ایک دن ایک حدیث بیان کی تو ایک شخص نے کہا کہ قرآن میں اس حدیث کا خلاف ہے، تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں حضرت ﷺ کی حدیث پڑھتا ہوں اور تو اس کے مقابلے میں قرآن پیش کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ، جنہوں نے یہ حدیث فرمائی ہے، تجھ سے بڑھ کر قرآن جاننے والے تھے۔ یعنی یہ

حدیث مخالف قرآن ہوتی تو آپ ﷺ نہ فرماتے۔

وعن سعید بن جبیر انه حدث یوماً بحدیث عن النبی ﷺ فقال رجل فی کتاب الله ما یخالف ہذا۔ قال الا ارانی احدثک عن رسول الله و تعرض فیه بکتاب الله۔ کان رسول الله ﷺ اعلم بکتاب الله منک ۔(دارمی)

اور اسی نظر سے امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے، چنانچہ شعرانی نے منہج میں نقل کیا ہے

اجتمعت الامة علی ان السنة قاضیة علی کتاب الله ۔

کہ سنت، کتاب اللہ کی وجوہات مختلفہ کا فیصلہ کرنے والی ہے۔

اور حضرت امام ابوحنیفہ کے پاس حدیث پڑھی جارہی تھی، ایک شخص وہاں آیا اور کہنے لگا ان احادیث کو چھوڑو۔ اس پر حضرت امام نے اس کو سخت جھڑکا اور فرمایا کہ حدیث نہ ہوتی تو ہم قرآن نہ سمجھتے،

دخل علیه مرة رجل والحدیث یقرء عنده فقال الرجل دعونا عن ہذہ الاحادیث فزجره الامام اشد الزجر وقال لولا السنة ما فهم احدنا القرآن۔

مرزا قادیانی جو اس وقت قرآن، قرآن کہہ کر لوگوں کو حدیث سے مستغنی و بے اعتقاد کر رہا ہے اور حمقاء و جہلاء کو دام میں لا رہا ہے تو اس کا اصل مقصود یہی ہے کہ لوگ قرآن کی ذوالوجوہ آیات کے جو معنی چاہیں کریں اور اصلی دین قدیم و صراط مستقیم کو جس پر اہل سنت و جماعت کو چلنے کی توفیق ملی ہے چھوڑ کر ملحد و مرتد ہو جائیں اور کم سے کم اہل بدعت و ضلالت تو بنیں ۔ ورنہ درحقیقت اس کو قرآن سے بھی کوئی اعتقاد نہیں ہے۔ قرآن کو وہ لائق اتباع سمجھتا تو اس کی متعدد آیات متعلقہ معجزات مسیح وغیرہ کو صرف عقل کے مخالف سمجھ کر کیوں ترک کرتا؟ محمد حسین)

چنانچہ دیکھنا چاہیے کہ خود حنفیوں کے بخاری و مسلم کی تحقیق احادیث پر کس قدر اعتراض ہیں تو اس حالت میں کون فیصلہ کرے؟ آخر قرآن کریم ہی ہے کہ اس گرداب سے اپنے مخلص بندوں کو بچاتا ہے اور اسی عروہ وثقی کے پناہ سے سچے طالب ہلاک ہونے سے بچ جاتے ہیں (حنفیہ کی مخالفت احادیث بخاری سے وجوہ اجتہادیہ پر مبنی ہے چنانچہ ہماری تحریر ۸ میں مفصل بیان ہوا ہے۔ مرزا قادیانی میں کچھ شرم و حیا ہے تو بتاوے کہ علماء حنفیہ کو بخاری کی کس حدیث کی صحت پر اعتراض ہے اور وہ کیا ہے۔ محمد حسین)

☆ اور آپ نے جو یہ دریافت فرمایا ہے کہ اس مذہب میں تمہارا کوئی دوسرا ہم خیال

بھی ہے؟ تو اس میں یہ عرض ہے کہ تمام لوگ جو اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ قرآن کریم درحقیقت حکم اور رہنما اور امام اور مہیمن اور فرقان اور میزان ہے، وہ سب میرے ساتھ شریک ہیں ۔اگر آپ قرآن کریم کی ان عظمتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ بھی شریک ہیں۔

(قرآن مجید کو عام مسلمان حکم، رہنما، مہیمن، فرقان وغیرہ جانتے ہیں۔مگر خاص کر ان باتوں کے فیصلہ کے لئے جو لوگ اپنی رائے سے کریں اور ان میں ان کا باخود ہا اختلاف ہو، نہ حدیث صحیح نبوی مسلم الصحت کی صحت پر کھنے کے لئے جو وحی غیر متلو کہلاتی ہیں، اور وہ ہمیشہ موافق ومثل قرآن ہوتی ہے، نہ مخالف قرآن۔مرزا صاحب بار بار یہ دعوی تحریر میں لاتے ہیں تو ہم کو بھی بار بار اس کا یہی جواب دینا پڑتا ہے۔محمد حسین)

☆ اور جن لوگوں نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک فتنہ واقعہ ہونے والہ ہے، اس سے خروج بجز ذریعہ قرآن کریم ممکن نہیں، وہ لوگ بھی میرے ساتھ شریک ہیں (اس حدیث میں یہ بیان نہیں ہے کہ حدیث صحیح کے فتنہ سے بجز ذریعہ قرآن نجات ممکن نہیں ہے۔ یہ مطلب مرزا صاحب نے لفظ حدیث کے معنی میں تحریف والحاد اختیار کر کے نکالا ہے لہذا اس حدیث کے بیان کرنے والے، کو کیسے ہی قوی یا ضعیف ہوں، آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔ محمد حسین) اور عمر فاروق جس نے کہا تھا حسبنا کتاب اللہ وہ بھی میرے ساتھ شریک ہیں (حضرت عمر فاروق کے قول مذکور کے یہ معنی نہیں کہ حدیث چھوڑ کر قرآن کافی ہے، چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۸ میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔لہذا حضرت عمر بھی آپ کے ساتھ نہیں۔محمد حسین) اور دوسرے بہت سے اکابر ہیں جن کے ذکر کرنے کیلئے ایک دفتر چاہیے۔صرف نمونہ کے طور پر لکھتا ہوں۔

تفسیر حسینی میں زیر تفسیر و اقیموا الصلوٰۃ و لا تکونوا من المشرکین لکھا ہے کہ کتاب تیسیر میں شیخ محمد بن اسلم طوسی سے نقل کیا ہے کہ جو کچھ مجھ سے روایت کرو اس کو پہلے کتاب اللہ پر عرض کرلو اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو وہ حدیث میری طرف سے ہوگی، ورنہ نہیں، سو میں نے حدیث من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر کو قرآن سے مطابقت کرنا چاہا اور تیس سال سے اس بارے میں فکر کرتا رہا تو مجھے یہ آیت ملی و اقیموا الصلوة و لا تکونوا من المشرکین۔ اب چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ پہلوں میں سے کسی ایک کا نام لو جو قرآن کریم کو محک ٹھہراتا ہو، سو میں نے بحوالہ مذکورہ بالا ثابت کردیا، تو اب آپ کو ضد چھوڑ کر مان لینا چاہیے (صاحب تفسیر حسینی یا شیخ طوسی نے نہ حدیث من ترك الصلوة

کی صحت لفظی کو قرآن سے پرکھا ہے اور نہ اس کو عام اصول ٹھہرایا ہے چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۸ میں بہ تفصیل ثابت کیا گیا ہے۔لہذا یہ دونوں صاحب بھی مرزا قادیانی کے موافق نہیں ہیں اور ان کے قول وفعل سے مرزا کا مذہب ثابت نہیں ہوتا۔اب انہی کو مناسب کہ اپنی ضد چھوڑ دیں۔محمد حسین)،

اور صاف ظاہر ہے کہ چونکہ وہ تمام حدیثیں جو سلسلہ تعامل کی تقویت یاب نہیں، صرف ظن یا شک کے درجہ میں ہیں (شک کے لفظ کو ناظرین دیکھیں اور پھر جملہ احادیث پر، جس میں صحیحین داخل ہیں، بلکہ خاص مقصود بالحکم ہے، مرزا صاحب کے شکی (مشکوک) ہونے کا حکم لگانے کو ملاحظہ فرماویں، یہ صحت صحیحین پر ان کا سترھواں حملہ ہے۔محمد حسین) فن حدیث کی تحقیقاتیں ان کے ثبوت، کامل درجہ تک نہیں پہنچا سکیں (وہ تحقیقاتیں مثبت صحت کامل نہیں تو پھر موافقت قرآن، جو ایک موضوع حدیث کو بھی حاصل ہے، ان کو کامل صحت تک کیونکر پہنچا سکتی ہے۔محمد حسین) اس صورت میں اس محک مقدس سے ان کی تصحیح کیلئے مدد نہ لیں تو گویا ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ وہ حدیثیں صحت کاملہ کے درجہ تک پہونچ سکیں

میں متعجب ہوں کہ آپ اس بات کے ماننے سے کیوں اور کس وجہ سے رکتے ہیں کہ قرآن کریم ایسی احادیث کے لئے محک ومعیار ٹھہرایا جائے۔کیا آپ قرآن کریم کی ان خوبیوں کے بارے میں، کہ وہ محک اور معیار اور میزان ہے، کچھ شک میں ہیں؟ (یہاں مرزا صاحب لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں ورنہ وہ جانتے ہیں۔اور اپنے پرچہ نمبر ۵ میں مان چکے ہیں کہ ہمیں قرآن کی خوبیوں کی تسلیم میں کچھ شک نہیں بلکہ اس کا اقبال ہے۔آپ کی تحریر نمبر ۵ اور ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔محمد حسین)

☆ آپ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بخاری ومسلم کے صحیح ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔اب ان کو بہرحال آنکھیں بند کر کے صحیح مان لینا چاہیے۔لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ اجماع کن لوگوں نے کیا ہے اور کس وجہ سے واجب العمل ہو گیا ہے (حدیث صحیحین کے واجب العمل ہونے کو تو مرزا صاحب بارہا مان چکے ہیں۔اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء وغیرہ میں جلی قلم سے لکھ چکے ہیں کہ میں صحیحین کو مانتا ہوں بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ یقین کرتا ہوں اور واجب العمل مانتا ہوں۔انہیں شک ہے تو وجوب اعتقاد میں ہے نہ وجوب عمل میں جو ظنیات پر بھی جائز ہے۔

پھر یہ سوال معاندانہ ہے؟ یا وہ اقبال منافقانہ؟ بینوا توجرو۔اس کے جواب میں جو شق اختیار کریں گے اس سے مرزا صاحب کی قلعی کھل جائے گی۔محمد حسین)

دنیا میں حنفی لوگ پندرہ کروڑ کے قریب ہیں، وہ اس اجماع سے منکر ہیں۔ماسوا اس کے آپ صاحبان بھی فرمایا کرتے ہیں کہ حدیث کو بشرط صحت ماننا چاہیے۔اور قرآن

کریم پر بغیر کسی شرط کے ایمان لانا فرض ہے۔ اب اگر چہ اس بات پر تو ہمارا ایمان ہے کہ جو حدیث ثابت ہو جائے وہ واجب العمل ہے، لیکن اس بات پر ہم کیوں کر ایمان لے آویں کہ ہر ایک حدیث بخاری و مسلم کی بغیر کسی شک و شبہ کے واجب العمل ماننی چاہیے۔ یہ وجوب کس سند شرعی یا نص صریح سے پیدا ہوتا ہے کچھ بیان تو کیا ہوتا؟ (یہ مرزا صاحب کا بخاری و مسلم کو شکی و مشتبہ کہنا اور ان کے واجب العمل ہونے پر ایمان نہ لانے کا اقراری ہونا، صاف یقین دلاتا ہے کہ جو اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء وغیرہ میں انہوں نے وجوب عمل کا اقرار کیا ہے، وہ منافقانہ اقرار ہے اور درحقیقت وہ ان کتابوں کی جملہ حدیثوں کو واجب العمل نہیں سمجھتے اور وجوب عمل کے قائل ہونے کو ایک غلط و بے دلیل امر جانتے ہیں۔ یہ صحیحین پر ان کا اٹھارہواں حملہ ہے۔ محمد حسین)

تفسیر فتح العزیز میں فلا تجعلوا للہ اندادا و انتم تعلمون کے تحت لکھا ہے

چنانچہ عبادت غیر خدا مطلق شرک و کفر ست اطاعت غیر او تعالی نیز بالاستقلال کفر ست و معنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ ربقہ تقلید او در گردن اندازد و تقلید او لازم شارد باوجود ظہور مخالفت حکم او بحکم او تعالی

(یہ کھلم کھلا اشارہ ہے کہ محدثین کی تقلید بے دلیل سے احادیث صحیحین کو صحیح ماننے والے کافر ہیں کیونکہ وہ اس تسلیم و صحت میں غیر خدا کی اطاعت کرتے ہیں، جس میں حکم خدا یعنی قرآن کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ بخاری و مسلم کی بہت سی حدیثیں مخالف قرآن ہیں۔ یہ بخاری و مسلم پر مرزا قادیانی کا انیسواں حملہ ہے جس میں اس نے بخاری و مسلم کو صحیح ماننے والوں کو بھی شامل کر لیا ہے۔ محمد حسین)

☆ اور مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بھی اپنے ایک خط میں، جو آپ ہی کے نام ہے، جو لاہور کی گول سڑک کے باغ میں آپ نے مجھے دیا تھا، قرآن کریم کی نسبت چند سطریں اسی امر کی تائید میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہیں

فقیر را از ابتداء حال میلان بکلام رب عزیز بود و دعا کردم کہ یا الہ العالمین دروازہ ہائے کلام خود بریں عاجز باز کنید۔ سالہا شد و معصیت بسیار شد تا بحدے کہ ہر جا کہ میرفتم بلوامیشد و دل تنگ شد ناگاہ القا شد قد نری تقلب و جھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضاھا بعد ازاں رد بقرآن شد و آیاتیکہ در باب بوجھ بقرآن بود القاے شد مانند اتبعوا ما انزل الیکم و لا تتبعوا من دونہ اولیاء و امثال آن تا بحدے کہ یک روز دیدم کہ قرآن مجید پیش روئم نہادہ شد القاء شد ہذا کتابی

ہذا کتابی و ہذا عبادی فاقرئوا کتابی علی عبادی

پس یہ آیت کہ مولوی صاحب اپنے القاء کی رو سے ذکر فرماتے ہیں کہ اتبعوا ما انزل الیکم کیسی فیصلہ کرنے والہ آیت ہے۔ جس سے صریح اور صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اول توجہ مومن کی قرآن کریم کی طرف ہونی چاہیے پھر اگر اس توجہ کے بعد کسی حدیث یا قول کو من دونہ میں داخل دیکھے تو اس سے منہ پھیر لیوے (حضرت شیخنا ومولانا عبداللہ غزنوی مرحوم کے خط میں یہ تصریح کجا، اشارہ بھی نہیں پایا جاتا کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث صحیح من دونہ میں داخل ہے صحیحین کو اور دوسری کتب کی احادیث صحیحہ کو وہ نصب العین رکھتے۔ اور مدت العمر اپنا دستور العمل بنائے ہوئے تھے۔ کسی حدیث صحیحین کو انہوں نے مخالف قرآن دے کر من دونہ میں کبھی داخل نہیں کیا۔ یہ امر ان کے احباب و اصحاب واولاد میں سے کسی نے ان سے نقل نہیں کیا۔ مرزا قادیانی نے ان پر افتراء کیا ہے۔ محمد حسین)

☆ پھر آپ مجھ سے دریافت فرماتے ہیں، بلکہ مجھے الزام دیتے ہیں کہ میں نے مسلم کی حدیث کو اس وجہ سے ضعیف ٹھہرایا ہے کہ بخاری نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ اس کے جواب میں میری طرف سے یہ عرض ہے کہ موضوع ہونا کسی حدیث کا اور بات ہے، اور اس کا ضعیف ہونا اور بات۔ اور چونکہ دمشقی حدیث ایک ایسی حدیث ہے جو اس کے متعلق کی حدیثیں بخاری نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں مگر اس طولانی حدیث کو چھوڑ دیا ہے، اس لئے بوجہ تعلقات خاصہ اس حدیث کے جو دوسری حدیثوں سے ہیں یہ شک ہرگز نہیں ہوسکتا کہ بخاری صاحب اس حدیث کے مضمون سے بے خبر رہے ہیں، بلکہ ذہن اسی بات کی طرف انتقال کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی رائے میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے (ہماری تحریر نمبر ۸ میں بتفصیل ثابت ہے کہ ضعیف وموضوع ہونا مرزا کے نزدیک ایک ہے اور آپ مسلم کی اس حدیث کو موضوع جانتے ہیں۔ محمد حسین) سو یہ میری طرف سے ایک اجتہادی امر ہے، اور میں ایسا ہی سمجھتا ہوں اس کو موضوع ہونے سے کچھ تعلق نہیں اور یہ بحث اصلی مبحث سے خارج ہے، اسلئے میں اس میں طول دینا نہیں چاہتا۔ آپ کا اختیار ہے جو چاہیں رائے قائم کریں، پر کھنے والے خود میری اور آپ کی رائے میں فیصلہ کرلیں گے، میرے پر اس امر کا کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا۔

☆ اور پھر آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۶ کا حوالہ دے کر ناحق ایک طول اپنی کلام کو دیا ہے۔ میری اس تمام کلام کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ میں نے فیصلہ کے طور پر کسی حدیث مسلم یا بخاری کو موضوع قرار دے دیا ہے (یہی مطلب ہے اور مرزا صاحب نے اچھے طور

سے احادیث صحیحین متعلقہ دجال کو موضوع قرار دیا ہے ۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاظہ ہو۔ محمد حسین) بلکہ میرا مطلب صرف تناقض کو ظاہر کرنا ہے اور یہ دکھلانا ہے کہ اگر تناقض کو دور نہ کیا جائے تو پھر دونوں طور کی حدیثوں میں سے ایک کو موضوع ماننا پڑے گا ۔ سو میرے اس بیان میں فیصلہ کے طور پر کوئی حکم قطعی نہیں کہ درحقیقت بلا ریب فلاں حدیث موضوع ہے، بلکہ میرا تو ابتداء سے مذہب یہی ہے کہ اگر حدیث کی قرآن قریم سے کسی طور سے تطبیق نہ ہو سکے تو وہی حدیث موضوع ٹھہرے گی یا وہ حدیثیں جو سلسلہ تعامل کے متواترہ حدیثوں سے یا جو ایسی حدیثوں سے مخالف ہوں جو کمی اور کیفی طور پر اپنے ساتھ کثرت اور قوت رکھتی ہیں، وہ موضوع ماننی پڑے گی ۔ اگر میں کسی حدیث کو مخالف قرآن ٹھہرا لوں اور آپ اس کو موافق قرآن کر کے دکھلا دیں تو میں اگر فرض کے طور پر اس کو موضوع بھی قرار دوں، تب میں عندالتطابق اپنے مذہب سے رجوع کرلوں گا، میری غرض تو صرف اسی قدر ہے کہ حدیث کا قرآن کریم سے مطابق ہونا چاہیے، ہاں اگر سلسلہ تعامل کی رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر منافی معلوم ہو تو اس کو بھی تسلیم کر سکتا ہوں کیونکہ سلسلہ تعامل حجت قوی ہے (احادیث سلسلہ تعامل سے مرزا صاحب کی مراد وہ احادیث ہیں جو متعلق عمل ہیں، جن میں احادیث متعلقہ فروعات اختلافی بھی داخل وشامل ہیں، ایسی احادیث کو باوجود مخالف قرآن قطعی حجت ماننا اور احادیث متعلقہ اعتقاد کو، کہ ازانجملہ احادیث نزول مسیح وخروج دجال ہیں ، مخالف قرآن قرار دے کر غیر قطعی قرار دینا، مرزا صاحب ہی کا کام ہے، جو نہ قطعی ویقینی کے معنی جانتے ہیں ، نہ تفاوت مراتب احکام وعقائد سے واقف ہیں ۔ اس امر کی تشریح اس کی تحریر نمبر ۸ کے جواب میں ہم کریں گے ۔ انشاء اللہ تعالی ۔ محمد حسین) ۔

میرے نزدیک بہتر ہے کہ آپ ان باتوں کے ذکر کو جانے دیں اور اس ضروری بات پر توجہ کریں کہ کیا ایسی حالت میں جب کہ ایک حدیث، صریح قرآن کریم کے مخالف ہو اور سلسلہ تعامل سے باہر، تو اس وقت کیا کرنا چاہیے ۔ میں آپ پر اپنا اعتقاد بار بار ظاہر کرتا ہوں کہ صحیح بخاری اور مسلم کی حدیثوں کو یوں ہی بلا وجہ ضعیف اور موضوع قرار نہیں دے سکتا، بلکہ میرا ان کی نسبت حسن ظن ہے ۔ ہاں جو حدیث قرآن کریم کے مخالف معلوم ہو اور کسی طرح اس سے مطابقت نہ کھا سکے میں اس کو ہرگز من جانب رسول کریم یقین نہیں کروں گا جب تک کوئی مجھ کو مدلل طور پر سمجھا نہ دیوے کہ درحقیقت کوئی مخالفت نہیں ۔ ہاں سلسلہ تعامل کی حدیثیں اس سے مستثنی ہیں ۔

☆ پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کو حدیث کا معیار صحت ٹھہرانے میں کوئی علمائے سلف میں سے تمہارے ساتھ نہیں، سو حضرت میں تو حوالہ دے چکا، اب ماننا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے۔

☆ پھر آپ مجھ سے اجماع کی تعریف پوچھتے ہیں (میں نے مرزا صاحب سے یہ نہیں پوچھا کہ ان کے نزدیک اجماع کی تعریف کیا ہے۔ بلکہ یہ تین سوال تھے۔

۱۔ تعریف اجماع جو آپ نے کی، وہ کس کتاب میں ہے۔

۲۔ بعض صحابہ کے اتفاق کو اجماع کون کہتا ہے۔

۳۔ باقی صحابہ کے سکوت پر نقل کی شہادت کہاں ہے۔

مرزا صاحب نے ان سوالات کا جواب کچھ نہ دیا بلکہ سوالات کو بھلا دینے کی نیت سے جواب سوالات میں پہلی باتوں کا اعادہ کر دیا جس سے ثابت ہوا کہ سائل کو اس کا سوال بھلا دینا، اور اس کو دوسری طرف لے جانا، آپ ہی پر ختم ہے۔ مگر بہر رنگے کہ مے آئی شناسم کے مصداق ہم مرزا قادیانی کی بھول بھلیوں میں نہیں پھنسے، دیکھو تحریر نمبر ۸ میں اس کے اس جواب کی کیسی خبر لی گئی ہے۔ محمد حسین)

میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں کہ میرے نزدیک اجماع کا لفظ اس حالت پر صادق آ سکتا ہے کہ جب صحابہ میں سے مشاہیر صحابہ ایک اپنی رائے کو شائع کریں، اور دوسرے باوجود سننے اس رائے کے، مخالفت ظاہر نہ فرماویں، تو یہ بھی اجماع ہے۔ ہمیں کچھ شک نہیں کہ ایسے صحابہ نے جو امیر المؤمنین تھے، ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت قسم کھا کر آنحضرت ﷺ کے روبرو اپنی رائے ظاہر کی، اور آنحضرت ﷺ نے اس سے انکار نہیں کیا اور نہ کسی صحابی نے۔ اور پھر اسی امر کے بارے میں ابن عمر نے بھی قسم کھائی اور جابر نے بھی اور کئی اور صحابیوں نے بھی رائے ظاہر کی، تو ظاہر ہے کہ یہ امر باقی صحابہ سے پوشیدہ نہیں رہا ہوگا۔ سو میرے نزدیک یہ بھی اجماع ہے۔ اور کون سی اجماع کی تعریف مجھ سے آپ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک یہ اجماع نہیں، تو آپ جس قدر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر صحابہ نے قسمیں کھا کر اس کا دجال معہود ہونا بیان کیا ہے، یا بغیر قسم کے اس بارے میں شہادت دی ہے، دونوں قسم کی شہادتیں بالمقابل پیش کریں، اور اگر آپ نہ پیش کر سکیں تو آپ پر من کل الوجوہ ثابت ہے کہ ضرور اجماع ہو گیا تھا، کیونکہ اگر انکار پر قسمیں کھائی جاتیں تو ضرور وہ بھی نقل کی جاتیں۔ آنحضرت ﷺ کا قسم کو سن کر چپ رہنا، ہزار اجماع

سے افضل ہے اور تمام صحابہ کی شہادت سے کامل تر شہادت ہے۔ پھر اگر یہ چیڑ پھاڑ فضول نہیں تو اور کیا ہے۔

☆ پھر آپ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر کب آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان سے اپنا ڈرنا ظاہر فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام باتیں تصریح سے ثابت نہیں ہوتیں، اشارہ سے بھی ثابت ہو جاتی ہیں (یہ مسلّم ہے، مگر جو بات آنحضرت ﷺ کے اشارہ سے ثابت ہو، اس کو صریح قول نبوی قرار نہیں دیا جاتا۔ اور اس کی نسبت یہ نہیں کہا جاتا کہ آنحضرت ﷺ نے وہ بات خود فرمادی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء کیا۔ ان کی تحریرات نمبر۴ و ۵ اور ہماری تحریرات نمبر ۵ و ۶ و ۸ ملاحظہ ہوں۔ محمد حسین) جس حالت میں صحابی کا یہ قول ہے کہ جس وقت تک آنحضرت ﷺ بعد دیکھنے ابن صیاد کے زندہ رہے، اس بات سے ڈرتے رہے کہ وہی دجال معہود ہوگا، جیسا کہ لم یزل کے لفظ سے ظاہر ہے۔ اس صورت میں کوئی دانا خیال کرسکتا ہے کہ اس طول طویل مدت کا ڈر ایک احتمالی بات تھی اور اس لمبی مدت میں کبھی آنحضرت ﷺ نے اپنے منہ سے نہیں فرمایا تھا۔ جس حالت میں آنحضرت ﷺ آپ فرماتے ہیں کہ ہر ایک نبی دجال سے ڈراتا رہا ہے اور میں بھی ڈراتا ہوں، تو اس صورت میں کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے کہ جو ڈر آنحضرت ﷺ کے دل میں مخفی تھا، وہ کبھی اس مدت میں کسی صحابی پر ظاہر نہیں کیا

(آنحضرت ﷺ کے دل میں کس دجال کا خوف تھا، اور مرزا نے اس کو کس کا خوف بنا دیا۔ پھر اس کا ظہور لازمی ٹھہرا دیا، بے شک آپ ﷺ دجال موعود سے ڈرتے اور اس ڈر کا بارہا اظہار کرتے، اور لوگوں کو اس سے ڈراتے رہے، مگر وہ دجال آپ ﷺ کے نزدیک ابن صیاد ہرگز نہ تھا، وہ ہوتا تو آپ ﷺ صاف فرمادیتے کہ یہی ابن صیاد دجال موعود ہے، اس سے میں ڈرتا ہوں اور اس سے پہلے انبیا ڈرتے چلے آئے ہیں۔ اور اسکی علامات ایسی بیان فرمائیں جن کا ابن صیاد میں نام ونشان بھی پایا نہ جاتا تھا، جیسے اسکے ساتھ آگ وپانی کی نہریں ہونا، اور اس کا ایک آدمی کو قتل کر کے زندہ کر دینا وغیرہ، جو نہ صرف صحیح مسلم میں بلکہ صحیح بخاری میں بھی مروی ہے۔ بلکہ وہ دجال اور ہے جسکا تفصیلی حال آپ ﷺ نے صحیح حدیثوں میں فرمادیا ہے اور وہ قیامت کے قریب ظاہر ہوگا، محمد حسین)۔

ماسوا اس کے جب ایک آدمی قال سے ایک بات بیان کر کے اس کا قائل ٹھہرتا ہے، ایسا ہی اپنے اشارات و ایمائات اور حالات سے اس کو ادا کر کے اس کا قائل قرار پاتا ہے (ہاں قرار پاتا ہے، مگر اس معنے کو کہ وہ اس کا معتقد ہے اور اس بات کو جائز رکھتا ہے یا پسند کرتا ہے، نہ اس معنے کہ اس نے یہ بات بتصریح کہدی اور فرمادی ہے۔..اشارہ کو صریح قول قرار دینا تو محض کذب کہلاتا ہے جو

مرزا صاحب سے وقوع میں آیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تو بقول مرزا صاحب ابن صیاد کے دجال ہونے کی نسبت صرف اشارہ کیا تھا، مگر اس اشارہ کو صریح قول نبوی سے تعبیر کر کے مرزا صاحب خود ہی اپنی تحریر نمبر ۵ میں لکھ دیا کہ آنحضرت ﷺ نے آپ ہی فرمایا ہے کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہوں، اور مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام میں بھی لکھ دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کیوں فرماتے کہ ہمیں اس، یعنی ابن صیاد، کے حال میں ابھی شک واشتباہ ہے۔ ان فقرات میں مرزا کا اشارہ نبوی کو جو اس کے نزدیک، نہ نفس الامر اور واقع میں، ثابت تھا، قول نبوی سے تعبیر کرنا، اور اس تعبیر کے لئے اتنی لمبی عبارت از خود بنا لینا، آنحضرت ﷺ پر افتراء نہیں تو پھر معلوم نہیں افتراء کس جانور کا نام ہے۔ محمد حسین) سو یہ کون سی بڑی بات ہے جس کی وجہ سے آپ مجھ کو مفتری تجویز کرتے ہیں۔ آپ کو ڈرنا چاہیے، انسان جو بے وجہ اپنے بھائی کی نسبت تجویز کرتا ہے وہ خدا تعالی کی جناب میں اس لائق ہو جاتا ہے کہ کوئی دوسرا وہی تہمت اس پر کرے۔

خدا تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو پختہ طور پر اس بات پر یقین ہے کہ اگر لم یزل کا لفظ حدیث میں صحیح اور مطابق واقعہ ہے، تو اس کا مصداق مجرد نگرانی حالات ہرگز نہیں ٹھہر سکتا مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں زید کو دس بارہ برس سے برابر دیکھتا ہوں کہ وہ دہلی جانے کا ہمیشہ ارادہ رکھتا ہے تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ زید نے کبھی زبان سے مدت دس برس میں دہلی جانے کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ اور بفرض محال اگر یہ احتمالی امر ہے تو جیسا احتمال اس بات کا ہے کہ زبان سے کچھ نہ کہا ہو، یہ احتمال بھی تو ہے کہ زبان سے کہا ہو۔ لیکن لم یزل کا لفظ احتمال کے امر کو دور کرتا ہے۔ ایک مدت تک کسی امر کی نسبت وہ حالت بتائے رکھنا جس کا ادا کرنا زبان کا کام ہے، صریح اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ اتنی لمبی مدت میں کبھی تو زبان سے بھی کام لیا ہوگا۔

☆ پھر آپ فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ کہنا کہ اگر آپ ابن عربی کے مخالف تھے تو کیوں ناحق اس کا ذکر کیا، باطل ہے کیونکہ میری کلام کے صریح منطوق سے مخالف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کے کلام کا آپ کے ابتدائی بیان میں یہ صریح منطوق بھی پایا جاتا ہے کہ آپ ابن عربی کے مؤید ہیں۔ اگر آپ مؤید نہیں تو آپ نے صحیح بخاری کی حدیث کیوں نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ محدث بھی نبی مرسل کی طرح ہے (تائید صرف الہام ومحدثیت کے ثبوت و وجود کی ہے، نہ اس امر کی کہ ملہم ومحدث کا قول دوسرے پر حجت ہوتا ہے، اور نہ اس امر کی کہ اگر کسی کو احادیث صحیحہ اتفاقیہ کے برخلاف الہام یا تحدیث ہو تو وہ واقعی محدث اور من جانب اللہ ملہم ہے۔ ایسا شخص تو

یقیناً شیطان کا مخاطب ہے۔ دیکھو ہماری تحریر نمبر ۸۔ محمد حسین)

اور آپ نے کیوں محمد (بن) اسماعیل صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ محدث کی وحی نبی کی طرح دخل شیطان سے منزہ کی جاتی ہے۔ اگر آپ بخاری کی حدیث کو نہیں مانتے تو گذشتہ راصلوۃ، ابھی اقرار کردیں کہ میں محدث کی وحی کو دخل شیطان سے منزہ ہونے والی نہیں سمجھتا۔ تعجب ہے ایک طرف تو آپ بخاری بخاری کرتے ہیں اور ایک طرف اس کے برخلاف چلتے ہیں۔ پھر جب کہ آپ کا بخاری پر ایمان ہے کہ اس کی سب حدیثیں صحیح ہیں تو اس صورت میں تو آپ کو ابن عربی سے اتفاق کرنا پڑے گا کیونکہ اگر کسی محدث پر یہ کھل جائے کہ فلاں حدیث موضوع ہے اور وہ بار بار کی وحی سے اس پر قائم کیا جائے تو کیا آپ حسب منشاء بخاری یہ اعتقاد نہیں کریں گے کہ محدث کو وہ حدیث موضوع مان لینی چاہیے۔ پھر جب کہ آپ کا یہ اعتقاد ہے تو میں نے آپ پر کیا افتراء کیا۔

حضرت مولوی صاحب آپ ایسے الفاظ کو کیوں استعمال کرتے ہیں، اتقوا اللہ کے مضمون کو کیوں اپنے دل میں قائم نہیں کرتے۔ مفتری، ملعون، دین سے خارج ہوتے ہیں۔ اجتہادی طور پر کسی بات کو کسی نہج سے گو غلط ہی سہی، سمجھ لینا اور چیز ہے اور عمداً ایک واقعہ معلومۃ الحقیقت کے برخلاف لکھنا یہ امر اور ہے۔ (اجتہاد نہیں محض کذب ہے۔ محمد حسین)

آپ کے خلاصہ سوال کی نسبت میرا یہی بیان ہے کہ میں اس طرح سے کہ جیسے حنفی لوگ امام اعظم صاحب پر محض تقلید کے طور پر ایمان رکھتے ہیں، بخاری و مسلم پر ایمان نہیں رکھتا۔ ان کی صحت کو ظن کے طور پر مانتا ہوں اور الغیب عند اللہ کہتا ہوں (آپ کو ظن صحت کہاں ہے، آپ تو صحت صحیحین کو مشکوک و مشتبہ قرار دے چکے ہیں۔ جیسا کہ پہلے حواشی میں گذر چکا۔ محمد حسین) مجھے ان کے بارے میں رؤیت کی مانند علم نہیں ہے۔ اگر کسی حدیث کو مخالف کتاب اللہ پاؤنگا تو بغیر تطبیق اور فیصلہ کے ہرگز اس کو قول رسول کریم نہیں سمجھوں گا (حدیث صحیحین کی قرآن سے مخالفت تجویز کرنا اور اس شرط سے اس کے قول رسول ہونے سے انکار کرنا، یہ کہنے کے برابر ہے کہ حدیث صحیحین سب کی سب صحیح نہیں۔ اور یہ صحیحین پر مرزا صاحب کا بیسواں حملہ ہے۔ محمد حسین) گو حدیث صحیح میرا مذہب ہے اور قرآن کے معیار ٹھہرانے میں پہلے عرض کر آیا ہوں، اور سب کچھ بیان کر چکا ہوں، حاجت اعادہ نہیں ہے۔ فقط۔ خاکسار غلام احمد .. جولائی ۱۸۹۱ء

☆ شیخ محمد حسین بٹالوی کی تحریر ہشتم

افسوس آپ نے پھر بھی میرے اصل سوال کا صاف اور قطعی جواب نہ دیا اور نہ فرمایا کہ صحیح بخاری و مسلم کی احادیث جملہ صحیح ہیں، یا جملہ موضوع ہیں، یا مختلط، یعنی بعض صحیح ہیں بعض موضوع۔ باوجودیکہ میرا سوال آپ نے شروع تحریر میں نقل کردیا جس سے یہ گمان کہ آپ نے مطلب سوال نہ سمجھا ہو، رفع ہوگیا۔ ہر چند آپ نے یہ بات تصریح سے کہدی ہے کہ اگر میں کسی حدیث صحیح بخاری و مسلم کو کتاب اللہ کے موافق نہ پاؤں گا تو اس کو موضوع قرار دونگا، کلام رسول نہ سمجھونگا اور اپنے پرچہ نمبر۴ میں آپ صاف کہہ چکے ہیں کہ ان کتابوں کے وہ مقامات جن میں تعارض ہے، تحریف سے خالی نہیں۔ مگر اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ایسی کوئی حدیث ہے یا نہیں، جس کو آپ اس اصول کی شہادت سے موضوع قرار دیتے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ ان مقامات ازالہ اوہام میں جو میرے پرچہ نمبر ۷ میں منقول ہوئے ہیں، آپ صحیحین کی بعض احادیث کو موضوع قرار دے چکے ہیں مگر اب اپنے پرچہ نمبر ۷ میں آپ اس سے انکار کرتے اور یہ فرماتے ہیں کہ

. جو کچھ میں نے وہاں کہا ہے شرطیہ طور پر کہا ہے کہ بشرط تعارض و عدم موافقت و مطابقت وہ احادیث موضوع ہیں۔ میرا وہ قطعی فیصلہ نہیں ہے .

باوجودیکہ ان مقامات میں آپ نے یہ شرط نہیں لگائی، بلکہ ان احادیث کا باہم تعارض خوب زور سے ثابت کیا اور پھر ان کو موضوع قرار دیا ہے (مرزا صاحب کے جوابات ہمارے سوالات کے مقابلے میں بعض رؤساء لودہانہ نے سنے تو اس کی نظیر میں ایک رئیس نے چشم دید حکایت بیان کی۔ اس حکایت کو اس مقام میں نقل کرنا لطف سے خالی نہیں۔ رئیس مذکور نے بیان کیا کہ ایک رسالہ کے ایک کمان افسر یورپین صاحب تھے، جو رات کو دو گھنٹہ دربار کرتے اور اس میں اپنی فوج کی معروضات اور رسالے کے یومیہ واقعات سنتے۔ ایک دن ایک سردار کی اونٹنی کھوگئی۔ کمان افسر کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے رات کے دربار میں اونٹنی کے مالک سردار سے کہا کہ سردار صاحب اس واقعہ کے متعلق مجھے آپ صرف تین باتوں کا جواب دیں اور کچھ نہ فرمادیں۔ یہ اس لئے کہ کمان افسر کو اس بات کا علم تھا کہ سردار صاحب بڑے باتونی ہیں، وہ مطلب کی بات کا جواب جلد نہ دیں گے۔ وہ تین باتیں یہ تھیں۔ اونٹنی کس پڑاؤ پر کھوئی گئی اور کس تاریخ اور وقت۔ سردار صاحب نے تمہید شروع کی کہ حضور وہ اونٹنی

میں نے ۳۵۰ روپے کو خریدی تھی اور اس کے عوض ۵۰۰ مانگے جاتے تھے۔ کمان افسر نے کہا سردار صاحب میں نے یہ بات آپ سے نہیں پوچھی، جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دیں۔ سردار صاحب نے کہا کہ حضور وہ اونٹنی میں نے بیکانیر کی منڈی سے خریدی تھی اس پر کمان افسر نے فرمایا کہ سردار صاحب یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ آپ میرے سوالات کا جواب دیں۔ سردار صاحب نے فرمایا کہ ہاں حضور جواب دیتا ہوں، وہ اونٹنی سو کوس روز چلتی تھی، اس پر کمان افسر نے پھر وہی عذر کیا کہ سردار صاحب اور تکلیف نہ کریں صرف میرے سوالات کا جواب دیں۔ اس پر بھی سردار صاحب نے ان تینوں سوالوں کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنی اونٹنی کے وقائع عمری شمار کرنا شروع کیا یہاں تک کہ دربار کا وقت مقررہ گذر گیا اور ان سوالات ثلاثہ کا جواب نہ دیا۔ محمد حسین)

آپ کو میرے اصل سوال کا جواب نہ دینے اور ازالہ اوہام کی تصریحات مذکورہ پرچہ نمبرے سے انکار کر جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ اس سوال کے دونوں شق جواب میں پھنستے ہیں اور کوئی شق قطعی طور پر اختیار نہیں کر سکتے۔

اگر آپ یہ شق اختیار کریں کہ وہ احادیث سب کی سب صحیح ہیں تو اس سے آپ پر سخت مصیبت عائد ہوتی ہے کیونکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث آپ کے عقاید مستحدثہ جدیدہ کے صریح خلاف ہیں۔ ان احادیث کو صحیح مان کر آپ کا کوئی عقیدہ جدیدہ قائم و ثابت نہیں رہ سکتا۔ اس وجہ سے آپ نے یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ احادیث صحیحین کو بلاوقفہ و نظر صحیح تسلیم کرنا اندھا پن اور تقلید بلا دلیل ہے۔

اور اگر آپ یہ شق جواب اختیار کریں کہ احادیث صحیحین سب کی سب موضوع، یا ازاں جملہ بعض صحیح اور بعض موضوع ہیں، تو اس سے عام اہل اسلام اور خصوصاً اہلحدیث جن کے بعض عوام آپکے پنجہ یا دام میں پھنس گئے ہیں، آپ سے بے اعتقاد ہوتے ہیں، اور کفر یا فسق اور بدعت کا فتوی لگانے کو تیار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ میرے سوال کا صاف اور قطعی جواب نہیں دیتے، صرف شرطی طور پر کہتے ہیں کہ اگر کتاب بخاری و مسلم کی احادیث کو موافق قرآن نہ پاؤنگا تو میں ان کو موضوع قرار دونگا، ورنہ مجھے بخاری و مسلم سے حسن ظن ہے، میں خواہ مخواہ یعنی قبل از وقت و بلا ضرورت انکی احادیث کو موضوع قرار دینا ضروری نہیں سمجھتا، ضرورت ہوگی، یعنی قرآن سے انکی موافقت نہ ہوسکی، تو موضوع قرار دونگا۔

آپکے اس شرطی جواب پر مجھے حق و اختیار حاصل ہے کہ میں آپ سے اس سوال کے جواب کا مطالبہ کروں۔ ولیکن اب میری یہ امید کہ آپ میرے سوال کا جواب دیں گے،

قطع ہوگئی ہے اور میں یہ بھی جان چکا ہوں کہ میرے اس مطالبہ پر بھی آپ ۲۶ صفحہ یا اس سے دو چند ۵۲ صفحہ میں ایسی ہی لایعنی اور فضول باتوں کا اعادہ کریں گے جو اس وقت تک مکرر، سہ کرر تحریر کر چکے ہیں، جن سے آپ کا تو یہ فائدہ ہے کہ آپکے مرید حاضر مجلس یہ کہیں گے، اور کہہ رہے ہیں کہ سبحان اللہ ہمارے حضرت کس قدر طولانی تحریرات کرتے ہیں اور کتنے صفحہ کاغذات پر کرتے ہیں اور بیسیوں آیات قرآن تحریر فرمائے جاتے ہیں اور یہی فائدہ اس تحریر سے آپکو پیش نظر ہے، مگر میرے اوقات کا کمال حرج ہے، مجھے اس بحث کے علاوہ اور بھی بہت سے اہم کام دامن گیر ہیں۔ لہذا اب میں آپ سے اس سوال کے جواب کا مطالبہ نہیں کرتا اور ناظرین وسامعین کو آپ کی طولانی تحریرات کے وہ نتائج بتانا چاہتا ہوں، جن نتائج کے جتانے کی غرض سے میں اب تک آپ کے جواب پر نکتہ چینیاں کرتا رہا ہوں۔

میرا یہ مقصود نہ ہوتا تو جو بات میں آپ کے پرچہ نمبر۳ کے جواب میں لکھ چکا تھا کہ آپ نے قبولیت حدیث کی شرط بتائی ہے مگر یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ شرط احادیث صحیحین میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ و بناء علیہٖ وہ احادیث صحیح ہیں یا نہیں۔ اسی پر اکتفا کرتا اور اسی کے جواب دینے پر آپ کو مجبور کرتا۔ اور دوسری کوئی بات آپ کی نہ سنتا، کیونکہ ہر شخص جس کو فن مناظرہ سے ادنیٰ مس ہو، یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ جب کوئی اپنے مناظر ومخاطب سے اصول تسلیم کرانا چاہے، و بناء علیہ کوئی اصول پیش کر کے اس سے دریافت کرے کہ آپ اس اصول کو مانتے ہیں یا نہیں، تو اس کے مخاطب کا فرض صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو تسلیم کرے یا اس سے انکار کرے۔ اس سے زیادہ کسی اصول کی تسلیم یا عدم تسلیم کی وجہ بیان کرنا اس کا فرض نہیں ہوتا۔ یہ اس صورت میں اور اسی وقت ہوتا ہے جب کہ اس کا مقابل، صاحب تمہید، اس کی تسلیم یا عدم تسلیم کے خلاف کا مدعی ہو اور اپنے ممہد واصول پر دلائل قائم کرے۔

☆ آپ نے میرے اصول کی نسبت تسلیم یا عدم تسلیم تو قطعی طور پر ظاہر نہیں کی، مگر ان اصول کا خلاف ثابت کرنے پر مستعد ہو گئے۔ سو بھی ایسے طور پر کہ اصل سوال سے غیر متعلق اور فضول باتوں میں خامہ فرسائی شروع کر دی۔ اس صورت میں مجھ پر لازم نہ تھا کہ میں آپ کی کسی بات کا جواب دیتا، یا اس پر کوئی سوال کرتا، مگر اسی غرض سے اب تک آپ کے جوابات کے متعلق خدشے وسوالات کرتا رہا ہوں کہ آپ کی کلام سے وہ نتائج پیدا ہوں جن کو میں عام اہل اسلام پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ اس غرض سے میں اب آپ کی

تحریرات حال وسابقہ پر تفصیلی نکتہ چینی کرتا ہوں جس کا وعدہ اپنی تحریرات سابقہ میں دے چکا ہوں ۔اس نکتہ چینی میں بالاستقلال تو آپ کا پرچہ نمبرے نشانہ نہ ہوگا مگر اس کے ضمن میں آپ کی جملہ تحریرات سابقہ کا جواب آ جائے گا ۔بحول اللہ و قوتہ۔

☆ آپ لکھتے ہیں کہ احادیث کے دو حصے ہیں ۔اول وہ حصہ جو تعامل میں آ چکا ہے ۔اس میں تمام ضروریات دین اور عبادات اور معاملات اور احکام شرع داخل ہیں۔یہ حصہ بلاشبہ صحیح ہے مگر اس کی صحت روایت کی مدد سے نہیں ، بلکہ تعامل کے ذریعہ سے ہے ۔دوسرا وہ حصہ جس پر تعامل نہیں پایا گیا۔یہ حصہ یقیناً صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا مدار صرف اصول روایت پر ہے اور اصول روایت سے صحت کا ثبوت اور کامل اطمینان نہیں ہوسکتا ۔ہاں اس حصہ کی قرآن کریم سے موافقت ثابت ہو تو یہ بھی یقیناً صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اس قول سے ثابت ہے اور یہی جتانا اس وقت مدنظر ہے کہ آپ فن حدیث اور اصول روایت اور قوانین درایت سے محض ناواقف ہیں ، اور مسائل اسلامیہ سے ناآشنا ۔آپ یہ نہیں جانتے کہ ضروریات دین اصطلاح علماء اسلام میں کس کو کہتے ہیں؟ اور تعامل کی کیا حقیقت ہے؟ اور وہ جملہ احادیث معاملات واحکام سے متعلق کیونکر ہوسکتا ہے؟ اور اہل اسلام کے نزدیک اصول تصحیح روایت کیا ہیں؟ خاکسار ہر ایک امر سے آپ کو اور دیگر ناواقف ناظرین کو مطلع کر کے یہ جتانا چاہتا ہے کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے ۔وہ ناواقفی پر مبنی ہے اور وہ میرے سوال کا جواب نہیں ہوسکتا۔

پس واضح ہو کہ ضروریات دین وہ کہلاتے ہیں جو دین سے ضرورۃً یعنی بداہۃً اور بلانظر وفکر معلوم ہوں، نہ وہ امور جن کی طرف دین کی ضرورت یعنی حاجت متعلق ہو۔ضرورت سے مراد امور متعلقہ حاجت ہوں تو اس سے آنحضرت ﷺ کی کوئی حدیث خارج و مستثنی نہیں ہوتی ۔آنحضرت ﷺ نے جو کچھ دین میں فرمایا ہے وہ دینی حاجت وضرورت کے متعلق ہے ۔اس صورت میں دوسرا حصہ احادیث جس کو آپ یقیناً صحیح نہیں جانتے، ضروریات دین میں داخل ہو جاتا ہے ۔اگر آپ یہ کہیں کہ ضروریات سے میری مراد وہی ہے جو تم نے بیان کی ہے تو پھر جملہ احکام معاملات وعقود کو ضروریات میں شامل کرنا غلط قرار پاتا ہے ۔احکام متعلقہ معاملات بلکہ عبادات جملہ ایسے نہیں جو بداہۃً دین سے ثابت ہوں۔

کسی حکم یا امر پر تعامل کی صورت یہ ہے کہ وہ حکم عام لوگوں کے عمل میں آجائے،

اس کی مثال ہم احکام شرع سے صرف ان اتفاقی امور کو ٹھہرا سکتے ہیں جو جملہ اہل اسلام میں علی سبیل الاشتراک عمل میں آ گئے ہیں۔ یعنی نماز یا حج یا صوم کے اتفاقی ارکان بلالحاظ ان کے قیودات وخصوصیات کے کہ نماز رفع یدین والی ہو یا بلا رفع اور اس میں ہاتھ سینہ پر باندھے جاویں یا زیر ناف یا ارسال یدین ہو وعلی ہذا القیاس اور ان کے قیود اور خصوصیات کا لحاظ کیا جائے تو ان پر تعامل کا ادعا محض غلط ہے۔ اور کوئی فریق یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہمارا طریق تعامل عام اہل اسلام سے ثابت ہے۔ ان امور پر تعامل عام ہوتا تو اس میں اختلاف ہرگز واقع نہ ہوتا، جو آپ کے نزدیک وضع و عدم صحت کی دلیل ہے۔ لہذا آپ کا یہ کہنا کہ احادیث کا حصہ متعلقہ عبادات ومعاملات تعامل سے ثابت ہے، محض ناواقفی پر مبنی ہے۔

اور اگر تعامل سے آپ کی مراد (اس تحریر کے جواب میں آپ نے تحریر نمبر ۸ میں تعامل کی تشریح کی اس سے آپ کے یہی مراد ثابت ہوتی ہے۔ لہذا جو اعتراض اس مراد پر وارد ہوتا ہے وہ یقیناً آپ پر وارد ہے۔ محمد حسین) خاص خاص فرقوں یا شہروں یا اشخاص کا تعامل ہے۔ اور اس تعامل کو آپ قطعی صحت کی دلیل سمجھتے ہیں تو آپ پر سخت مصیبت پڑے گی، کیونکہ یہ تعامل خاص ہر ایک قوم وشہر ومذہب کا باہم مختلف ہے۔ یہ موجب یقین ہو، تو چاہیے کہ جملہ احادیث مختلفہ جن پر یہ تعامل ہائے خاص خاص پائے جاتے ہیں، یقینی اور صحیح ہوں، اور یہ امر نہ صرف آپ کے مذہب کے بالکل مخالف ہے، بلکہ حق اور نفس الامر کے بھی مخالف ہے۔

اصول تصحیح روایت محققین اہل اسلام کے نزدیک یہ نہیں جو آپ نے قرار دیا ہے کہ وہ توافق قرآن ہے یا تعامل امت، بلکہ وہ اصول شروط صحت ہیں جن کا مدار چار امور ہیں۔ عدل۔ ضبط۔ عدم شذوذ۔ وعدم علت۔ ان شروط میں جو آپ نے سلامت فہم راوی کو داخل کیا ہے، یہ بھی آپ کی فنون حدیث سے ناواقفی پر دلیل ہے۔ فہم معانی ہر ایک حدیث کی روائت کے لئے شرط نہیں ہے۔ بلکہ خاص کر اس حدیث کے لئے شرط ہے جس میں بالمعنی حکایت ہو اور جس حدیث کو راوی بعینہ الفاظ سے نقل کر دے اس میں راوی کے فہم معانی کو کوئی شرط نہیں ٹھہراتا۔ کتب اصول حدیث شرح نخبہ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔ اس کے جواب میں شائد آپ یہ کہیں گے کہ احادیث سبھی بالمعنے روایت ہوتی ہے جیسا کہ آپ کے مقتدا سید احمد خاں نے کہا ہے تو آپکو اس پر اہل اسلام جو فن حدیث سے واقف ہیں محض ناواقف کہیں گے

(سرسید کی تقلید سے آپ نے قرآن کو معیار صحت احادیث ٹھہرایا ہے۔ سرسید کی اقتداء کا ثبوت درج ذیل ہے

احادیث مسلم الصحت کو صحیح اور درحقیقت قول نبوی قرار دینے کے لئے موافقت قرآن کو شرط ٹھہرانے میں مرزا صاحب نے سرسید کی کاسہ لیسی کی ہے۔ اس مسئلہ ہی کی کیا خصوصیت ہے، جو بات بھی آپ نے تمام مسلمانوں کے برخلاف اسلام میں نکالی ہے اس میں سرسید کی متابعت وشاگردی اختیار فرمائی ہے۔ اس مسئلہ میں جو مرزا نے کہا ہے وہ ناظرین تحریرات فریقین پر مخفی نہیں ہے۔ اب ناظرین ان کے پیر و مرشد سرسید احمد کا کلام سنیں اور فرع کی اصل سے فقرہ بفقرہ مطابقت کرلیں۔

سرسید احمد نے تہذیب الاخلاق نمبر ۲۰ جلد ۲ مطبوعہ یکم ذی الحجۃ ۱۲۸۸ھ میں مضمون نمبر ۶۱ بعنوان اقسام حدیث شائع کیا ہے۔ اس کی تمہید میں آپ نے کہا ہے

. انسان کی روحانی ترقی اور دنیاوی بہبودی اور حسن معاشرت اور علم و تجربہ کا کمال بہت کچھ اس کے مسائل مذہبی کی تنقیح پر موقوف ہے۔ اوہام مذہبی کی تاریکی انسان کے دل کو سیاہ اور اس کے دماغ اور عقل کو کند اور خراب کر دیتی ہے۔ اسلئے جو لوگ مسلمانوں کی ترقی علوم اور ترقی تہذیب وشائستگی پر بحث کرتے ہیں ان کو ایسے مسائل سے بحث کرنا جو غلطی سے ان چیزوں کے مانع خیال کئے جاتے ہیں ناگزیر ہوتا ہے۔

۲۔ منجملہ ان ہی موانع کے بہت سے مسائل ہیں جن کی بنیاد غلط یا نامعتبر حدیثوں پر بھی ہوتی ہے۔

۳۔ مسلمانوں میں یہ ایک عام خیال ہو گیا ہے کہ جو بات کسی حدیث میں آئی ہے اس سے انکار کرنا کفر یا خوف معصیت ہے۔ مگر اس بات پر خیال نہیں جاتا کہ جب ہم یہ بات سنں کہ فلاں بات کسی حدیث میں ہے تو اول اس بات کی بھی تحقیق کرلیں کہ آیا وہ حدیث بھی معتبر ہے یا نہیں۔ اور درحقیقت وہ قول یا فعل یا تقریر رسول خدا ﷺ ہے یا نہیں۔

۴۔ غالباً لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ تحقیق حدیث کا زمانہ گذر گیا۔ اور جو کچھ کہ اگلے علماء تحقیق کر کے لکھ چکے ہیں وہی احادیث محققہ ہیں۔ اب ہمارے لئے صرف اتنی بات کا جاننا کافی ہے کہ وہ حدیث کتب حدیث میں مندرج ہے اور علماء نے اس کو صحیح لکھا ہے۔

۵۔ ہمارا بھی مطلب اس مقام پر کسی نئی تحقیق سے نہیں ہے۔ بلکہ ہم ان ہی حدیثوں کی نسبت جو کتب حدیث میں مندرج ہیں یہ بات دیکھنی چاہتے ہیں کہ ان میں کونسی حدیث درحقیقت قول یا فعل یا تقریر رسول خدا ﷺ کی ہے۔ اور کون سی ان کی نہیں، بلکہ دوسرے شخص کی ہے۔ تاکہ ہم اپنے رسول مقبول کی کلام کو دوسرے شخص کی کلام سے بالکل جدا کرلیں۔ پس اس مراد سے ہم اقسام حدیث کو جو علماء نے بیان کئے ہیں اس مقام پر لکھتے ہیں۔

اس کے بعد سرسید نے ایک قسم حدیث بالمعنی بیان کیا ہے ۔یعنی وہ حدیث جس کو راوی نے آنحضرت ﷺ کے الفاظ سے نقل نہ کیا ہو بلکہ اپنے الفاظ سے آپ ﷺ کی مراد کو بیان کیا ہو۔ دوسرا قسم حدیث درحکم مرفوع، یعنی وہ حدیث جس کو بتصریح آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ کیا گیا ہو بلکہ صحابی کے ایسے قول کو جو عقل سے نہ کہا جا سکتا ہو، آنحضرت ﷺ سے مسموع قرار دے کر حدیث نبوی قرار دیا گیا ہو، گیارھویں قسم حدیث معنعن، یعنی وہ جس کو راوی حدیث نے بلفظ عن آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہو، بارہویں قسم حدیث مؤنن ،یعنی وہ حدیث جسکو راوی نے بلفظ ان قل کیا ہو،.. اور دیگر اقسام حدیث موقوف، مقطوع، معلق، مرسل یا منقطع، بعض، مدلس، مضطر۔

۶ ۔ اس کے بعد کہا ہے یہ بارہ قسمیں حدیث صحیح کی (یہ غلط ہے ۔قسم سوم سے دہم تک کو محدثین صحیح و لائق دست آویز نہیں سمجھتے ۔ بلکہ ضعیف و نا قابل اعتماد قرار دے چکے ہیں ۔اور ان اقسام کی حدیثوں کو وہ کتب حدیث ملتزم الصحۃ کے مقاصد میں نہیں لائے ۔محمد حسین) جو ہم نے بیان کی ہیں ایسی ہیں کہ ہر عاقل شخص یہ بات کہے گا کہ ان میں سے حدیث نبوی ہونا بھی ممکن ہے اور ان میں سے کسی کا بھی بالیقین حدیث نبوی ہونا ثابت نہیں ۔

پھر آپ (سرسید) فرماتے ہیں

> ۷ ۔ علماء متقدمین نے جو کچھ رائے اس کی نسبت قائم کی ہے وہ صرف ان کی رائے ہے،کوئی حدیث یا حکم من جانب شارع اس پر نہیں ۔ پس ہمارا بھی یہی مقصود ہے کہ جہاں تک ممکن ہے ہم بھی ان راویوں اور بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھیں اور ہمیشہ دل سے حسن ظن ان کی طرف رکھیں ۔مگر ایسا کرنے میں بالکل اندھے نہ ہو جاویں ۔اور کچھ بھی خیال نہ کریں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان حدیثوں کے حدیث نبوی ٹھہرانے کے لئے کوئی عمدہ اصول قرار دیں پس وہ اصول یہ ہے ۔
>
> اول ۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ حدیث احکام قرآن مجید کے برخلاف ہے یا نہیں ۔اگر ہو تو ہم کو یقین کرنا چاہیے کہ وہ حدیث نبوی نہیں ۔

اس کے بعد سرسید نے چھ اصول اور بیان کئے ہیں جو نیچری اصول ہیں ۔اور پھر کہا ہے

> ۸ ۔اقسام مذکورہ بالا کی حدیثیں تمام کتب میں یہاں تک کہ بخاری و مسلم میں بھی موجود ہیں ۔ پس ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ اسی قدر کہتے ہیں کہ اس قسم کی حدیثوں میں سے کسی حدیث کو صرف اسی وجہ سے کہ فلاں حدیث کی کتاب میں،(مثلاً بخاری میں یا مسلم میں، کیونکہ بخاری و مسلم کا نام اوپر صاف لے چکے ہیں) مندرج ہے، حدیث نبوی کہنا نہیں چاہیے بلکہ ان اصول ہفت گانہ سے اس کا امتحان کرنا لازم ہے۔ اس میں بھی وہ ٹھیک اور پوری اترے اس وقت اس کی نسبت حدیث ہونے کا ظن غالب رکھنا چاہیے ۔کیونکہ اس امتحان کے بعد بھی اس سبب سے کہ اس حدیث کی روائت بھی اسی قسم کی

ہے جس سے حدیث نبوی ہونے کا ثبوت نہیں ہے اس حدیث کو بالجزم اور بالیقین حدیث نبوی نہیں کہہ سکتے۔ راقم سید احمد۔

اس کلام کا فقرہ اول تمہیدی ہے۔ باقی فقرات میں جو کہا گیا ہے۔ وہ قادیانی کی کلام میں موجود ہے۔

فقرہ دوم وسوم میں جو احادیث کو غلط و نامعتبر کہا گیا ہے اور ان کے درحقیقت قول وفعل وتقریر نبوی ہونے سے انکار کیا گیا ہے، یہ بات مرزا صاحب بخاری ومسلم کی نسبت بارہا کہہ چکے ہیں۔ اور ان احادیث کے درحقیقت احادیث نبوی ہونے سے انکار کر چکے ہیں۔

فقرہ چہارم پنجم وہفتم وہشتم میں راویان حدیث کی نسبت حسن ظن وادب کا بھی اظہار کیا ہے اور ان کے اصول روایت اور تحقیق کو مان کر ان کی احادیث کو بظن غالب صحیح قرار دیا ہے ومعہذا ان احادیث کے بلاتحقیق صحیح مان لینے کو اندھا پن قرار دے کر موافقت قرآن سے ان کی صحت کا امتحان ضروری ٹھہرایا ہے۔ یہ بات مرزا قادیانی کی اکثر تحریرات سابقہ وتحریر آئندہ نمبر ۸ میں پایا جاتا ہے۔

فقرہ ہشتم میں اور فقرہ ششم کے آخر میں جو ان احادیث کا بالجزم والیقین کلام نبوی نہ ہونا بیان کیا گیا ہے، یہ بھی مرزا صاحب کی ہر ایک تحریر میں موجود ہے۔

ناظرین تحریرات قادیانی کو بغور وتوجہ ملاحظہ فرمائیں گے تو یقین وایمان لائیں گے کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحت کو مخالف قرآن ہونے یا غیر قطعی ہونے کے بہانہ سے رد کرنا، قادیانی نے سرسید سے سیکھا ہے اور جو کچھ اس باب میں اس نے کہا ہے وہ سرسید ہی کا اولچہ ہے۔

رہا بیان اس امر کا کہ سرسید احمد کی ان باتوں کا جن میں قادیانی نے ان کی تقلید وشاگردی کی ہے، کیا جواب ہے۔ سو اس مکان میں اجنبی ہے۔

یہ بیان ہمارے مضمون حدیث نبوی اور نیچری وعیسائی میں جو اشاعۃ السنۃ جلد پنجم کے متعدد نمبروں میں (۲ تا ۵) میں درج ہے، شائع ومشتہر ہو چکا ہے۔ ناظرین ان نمبروں کو ملاحظہ فرماویں گے تو جان لیں گے کہ ان تمام باتوں میں سرسید احمد نے دھوکہ کھایا اور مرزا قادیانی وغیرہ اتباع وتلامذہ کو دھوکے کے گرداب میں ڈال دیا۔

یہ احادیث صحیحہ کو ظنیت ومخالفت قرآن کے بہانہ سے رد کرنے میں سرسید احمد کے شاگرد ہونے کا ثبوت ہے۔ اب چند اور مسائل مخالفہ اسلام میں مرزا صاحب کا شاگرد سرسید احمد ہونا ثابت کرنے کی غرض سے بطور تمثیل تصانیف سرسید احمد اور تصانیف مرزا قادیانی سے ذکر کئے جاتے ہیں۔ اور رسالہ اشاعۃ السنہ میں ان مسائل کے مواضع جواب کی بھی نشان دہی کی جاتی ہے۔

☆ ۱۔ اپنے خیالی نیچر کو خدا کی قدرت کا قانون قرار دینے اور اس کی دست آویز سے عقائد اسلام کو رد

کرنے کا مسئلہ قادیانی نے سرسید احمد سے لے کر توضیح المرام ص ۵ و ۶، ازالہ اوہام ص ۴۵ و ۱۴۶ میں ذکر کیا ہے۔ جن کی اصل عبارارت اشاعۃ السنہ نمبر ۱۳ میں بضمن فتوی تکفیر منقول ہیں۔ سرسید نے یہ مسئلہ تہذیب الاخلاق نمبر ۱۱ ج ۵، تہذیب نمر ۲ جلد ۶۔ تہذیب ماہ رجب ۸۶ ھ میں بیان کیا تھا۔ اور اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ج ۶، نمبر ۸ ج ۲، نمبر ۱۱ و ۱۲ ج ۳ و نمبر ۸ ج ۴ میں بیان ہوا۔ اس آخری نمبر یعنی نمبر ۸ ج ۴ میں یہ ثابت کیا گیا کہ نیچر کوئی مشخص و مقرر امر نہیں ہے۔ اس کا تقرر و تشخص انسانی قدرت سے باہر ہے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے خود اس امر کو سرمہ چشم آریہ میں ثابت کیا ہے اور اس کے صفحہ ۱۳ سے ۲۴ تک یہ بیان کیا ہے کہ اپنے مشاہدات وتجارب کو خدا کی قدرت کا قانون و معیار ٹھہرانا کمال درجہ کا کفر و بے ایمانی و بے ادبی ہے۔ اور اس کے صفحہ ۴۷ سے ۵۲ تک ایسے نظائر بیان کئے ہیں جس کو بظاہر قانون قدرت کے مخالف سمجھا جاتا ہے اور درحقیقت وہ قانون قدرت کے مخالف نہیں ہیں۔

☆ ۲۔ مرزا قادیانی نے سرسید احمد سے حضرت مسیح کے معجزات خلق طیور واحیائے موتی وغیرہ کے حقائق مشہورہ سے انکار کرنے اور ان کو مسمریزم یا عمل الترب قرار دینے کا مسئلہ لیا اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحات ۳۰۳ و ۳۰۵ و ۴۴۲ وغیرہ میں بیان کیا، اس کی اصل عبارات اشاعۃ السنہ نمبر ۴ ج ۱۳ میں منقول ہیں۔ اور جلد ۱۴ کے متعدد نمبروں میں جواب دیا گیا ہے۔

☆ ۳۔ مرزا قادیانی نے حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کا مسئلہ سرسید سے لے کر اپنے ازالہ اوہام صفحات ۳۷۱ سے ۳۸۲ تک بیان کیا۔ سرسید نے اسے تفسیر القرآن ج ۲ ص ۲۳ سے ۴۵ تک بیان کیا تھا۔ اور اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۳، اور ۱۴ میں اس کا جواب ہوا ہے (ان دونوں حوالوں کی عبارات مضمون نمبر ۴ کے حوالہ میں منقول ہیں۔ ناظرین اصل ازالہ اوہام قادیانی وتفسیر سید احمد خان میں ان عبارات کو تمام وکمال ملاحظہ فرمائیں گے تو یقین لائیں گے کہ قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے وہ تفسیر سید احمد خان سے سرقہ ہے۔ ہر چند انجیلوں میں بھی واقعہ صلیب کا قصہ مذکور ہے مگر اس قصہ میں جو اکاذیب کا نمک مرچ قادیانی نے ملایا ہے، وہ نہ انجیلوں میں ہے، نہ کسی اور آسمانی یا اسلامی کتاب میں ہے، وہ صرف سرسید ہی کی تفسیر میں ہے۔ اور اسی سے اس نے اخذ کیا ہے۔ مگر اس کو کسی قدر تقدیم تاخیر وکمی بیشی کا رنگ دے دیا ہے۔ آپ کے ایک حواری مبارک علی سیالکوٹی نے اشاعت عام رسالہ ازالہ اوہام سے پہلے اس کے بعض مضامین باطلہ کو بغرض امتحان رد وقبول اپنے رسالہ قول جمیل کے ذریعہ سے شائع کیا تو ازالہ اوہام کے اس مضمون واقعہ صلیب کو سید احمد خان کی تفسیر سے ماخوذ سمجھ کر اس کی تفصیل کو سرسید ہی کی بعینھا عبارت والفاظ سے نقل کر دیا اور یہ جتایا کہ آپ کے پیر ومرشد نے بھی اس مضمون کو اسی تفسیر سے اخذ کیا۔

☆ ۴۔ حضرت مسیح کے حق میں جو قرآن میں وما صلبوہ فرمایا گیا ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے، نہ یہ مراد کہ وہ صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے۔ یہ مضمون قادیانی نے سرسید احمد سے لے

کر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۸ پر بیان کیا جس کی عبارت یہ ہے

قرآن کریم کا منشاء و ما صلبوہ سے یہ ہرگز نہیں کہ وہ مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھانے کا اصل مدعا تھا، یعنی قتل کرنا، اس سے خدا نے مسیح کو محفوظ رکھا.

سرسید نے تفسیر القرآن ص ۴۵ ج ۲ میں یوں لکھا تھا .

و ما قتلوہ و ما صلبوہ پہلے ما نافیہ سے قتل کا سلب مراد ہے، اور دوسرے سے کمال کا، کیونکہ صلیب پر چڑھانے کی تکمیل اس وقت ہوتی جب صلیب کے سبب موت واقع ہوتی، حالانکہ صلیب پر موت واقع نہیں ہوئی .

یہ قادیانی اور سرسید کی اصل عبارات ہیں اور تفصیل واقعہ صلیب ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۸۱ میں ہے اور تفسیر سرسید کے ص ۴۳ ج ۲ میں ۔ ان عبارات میں جو حضرت مسیح کا صلیب پر فوت نہ ہونا بیان کیا ہے، یہ کسی کتاب آسمانی یا تصنیف اسلامی میں نہیں پایا جاتا ۔ قرآن نے تو سرے سے حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی کی اور یہ بات فرمادی ہے کہ و ما صلبوہ یعنی یہود نے مسیح کو صلیب پر نہیں چڑھایا ۔ چاروں انجیلوں میں ان کے صلیب پر چڑھائے جانے کا ذکر ہے، مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی ان چاروں میں تصریح ہے کہ مسیح نے صلیب پر جان دے دی اور اس کی تجہیز و تکفین دستور یہود کے مطابق ہوئی

انجیل متی کے باب ۲۷ میں ہے

۵۰ ۔ تب یشوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ دیا... جب شام ہوئی یوسف نامی ...ایک دولت مند جو یشوع کا بھی شاگرد تھا آیا ۔ ۵۸ ۔ اس نے پلاطس کے پاس جا کر لاش مانگی تب پلاطس نے حکم دیا کہ لاش اسے دیں ۔ ۵۹ ۔ یوسف نے لاش لے کر سوتی صاف چادر میں لپیٹی اور اپنی نئی قبر میں جو چٹان میں کھودی تھی رکھی ۔ اور ایک پہاڑی پتھر قبر کے منہ پر دبا کے چلا گیا ۔

اور انجیل مرقس کے باب ۱۵ میں ہے ۔ ۳۷ ۔ تب مسیح نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ دیا .... ۴۳ ۔ یوسف آرمتیا آیا اور دلیری کے ساتھ پلاطس کے پاس جا کر یشوع کی لاش مانگی ۔ ۴۴ ۔ تب پلاطس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا اور صوبیدار کو بلا کر پوچھا، کیا دیر ہوئی کہ وہ مر گیا ۔ جب صوبیدار سے ایسا معلوم کیا تو لاش یوسف کو دلا دی اور اس نے مہین سوتی کپڑا مول لیا اور اسے اتار کے اس کپڑے میں کفنایا ۔ (تا آخر مطابق بیان سابق) ۔

اور انجیل یوحنا باب ۲۳ میں ہے ۔ ۴۶ ۔ اور یشوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا ۔ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کے دم چھوڑ دیا ۔ ۵۷ ۔ جب شام ہوئی یوسف نامی

آرمینیا کا ایک دولت مند جو یشوع کا بھی شاگرد تھا آیا۔ ۵۸۔ اس نے پلاطس کے پاس جا کے لاش مانگی۔ تب پلاطس نے حکم دیا کہ لاش اسے دیں۔ ۵۹۔ یوسف نے لاش لے کر سوتی صاف چادر میں لپیٹی اور اپنی نئی قبر میں جو چٹان میں کھودی تھی رکھی۔

اور انجیل یوحنا باب ۱۹ میں ہے ۔ ۳۰ تب یشوع نے سر جھکا کے جان دی .... ۳۷۔ لیکن انہوں نے آ کے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اس کی پسلی چھید دی۔ ۴۰۔ پھر انہوں نے یشوع کی لاش لے کر سوتی کپڑے میں خوشبوؤں کے ساتھ، جس طرح دفن کرنے میں یہودیوں کا دستور ہے، کفنایا۔ ۴۱۔ اور جس جگہ کہ اس نے صلیب دی تھی ایک باغ تھا اور اس باغ میں ایک نئی قبر تھی جس میں کوئی نہ دھرا گیا تھا۔ سو انہوں نے یشوع کو یہودیوں کی تیاری کے دن کے باعث وہیں رکھا، کیونکہ یہ قبر نزدیک تھی۔

ان تصریحات و نصوص اناجیل اربعہ سے پہلے سرسید نے آنکھ بند کر کے اپنی تفسیر میں مسیح کے صلیب پر فوت ہونے سے انکار کا۔ اور دلیری و بہادری کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ کسی کتاب سے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی رسم تجہیز و تکفین کی حضرت عیسے کے ساتھ عمل میں آئی تھی۔ پھر ان کی تقلید و پیروی میں قادیانی نے اپنے آپ کو اندھا کر کے صلیب پر حضرت مسیح کے فوت ہونے سے انکار کیا اور جو سرسید نے کہا تھا سو کہا، اور اس کے ساتھ ایک اور دلیری کر کے یہ دعوی کیا کہ اس واقعہ کے متعلق جو کچھ آپ نے دروغ بے فروغ ملایا ہے وہ انجیلوں میں لکھا ہوا ہے۔ اور خوف خدا و ننگ دنیا کو پیش نظر رکھ کر اتنا نہ سوچا کہ چاروں انجیلوں میں تو حضرت مسیح کا صلیب پر فوت ہو جانا، پھر دستور یہودیوں کے مطابق کفنایا و دفنایا جانا بتصریح بیان کیا گیا ہے، پھر میرا جھوٹ کب تک چھپا رہے گا۔ کوئی انجیلوں کو نکال کر دیکھے گا تو مجھے کیا کہے گا؟

مرزا قادیانی میں کچھ شرم و حیا ہوتا تو اپنے اس بیان سراپا بہتان کا انجیلوں میں پایا جانا نہ بتاتا۔ صرف یہ کہتا کہ میں نے سید احمد خان کی تفسیر میں ایسا پایا ہے اور کسی کتاب آسمانی یا تصنیف اسلامی میں اس کا اثر نہیں دیکھا۔ مگر اس کو شرم کہاں؟ اور سرسید کی شاگردی کا اظہار کرنے کی جرئت کہاں؟ وہ تو سرسید احمد کے کام سے اپنا نام کرنا، اور خود استاد بننا چاہتا ہے۔ اور اس وجہ سے اس کی اتباع سے عار و انکار کرتا ہے، اور نمک خوردن و نمک دان شکستن پر پورا کاربند ہو رہا ہے۔ مگر خدا نے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا اور اشاعۃ السنہ کے ذریعہ سے ہر کس و ناکس کو بتا دیا کہ یہ سرسید کا چور ہے اور ان کا شاگرد ہے مگر ناشکرا۔

☆ ۵۔ صلیب سے اترنے کے بعد حضرت مسیح کو فوت شدہ قرار دینے کا عقیدہ قادیانی نے سرسید سے لے کر فتح الاسلام، توضیح المرام۔ ازالہ اوہام۔ اور اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۱ء میں بیان کیا اور اس کی اصل عبارات اشاعۃ السنہ

نمبر ۴ ج ۱۳ میں بضمن فتوی منقول ہیں ۔ سرسید نے یہ مضمون تفسیر القرآن ج ۲ صفحہ ۴۶ سے ۵۰ میں بیان کیا ۔ اور اشاعۃ السنہ نمبر ۲ ۔ ۳ ۔ ۴ جلد ۱۴ اشاعۃ السنہ میں اس کا جواب ہے ۔

☆ ۶ ۔ آیہ و ان من اہل الکتا ب الا لیؤ منن بہ میں ایمان سے حضرت مسیح کے صلیب پر مارے نہ جانے پر ایمان مراد ہونے کا عقیدہ ، مرزا قادیانی نے سرسید احمد خان سے لے کر اپنے ازالہ اوہام کے صفحات ۳۶۹ سے ۳۷۶ میں لکھا کہ کسی کو ان گروہوں سے مسیح کے مصلوب ہونے پر یقین نہیں ۔ (ص ۳۷۵ ازالہ اوہام) ۔ اور کوئی اہل کتاب ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان پر جو ہم نے اہل کتاب کے حالات کی نسبت ظاہر کئے ہے ایمان نہ رکھتا ہو ۔ (ازالہ اوہام ص ۳۷۴) ۔ اور سرسید احمد نے یہ مضمون تفسیر القرآن ج ۲ ص ۱۶۵ میں بیان کیا ۔ اصل عبارت یوں ہے

. یہ ہی نہیں کوئی اہل کتاب سے یقین کرے ساتھ اس کے یعنی حضرت عیسے کے صلیب پر مارے جانے کے قبل اپنے مرنے کے یعنی بعد مرنے کے وہ جان لے گا کہ صلیب پر حضرت مسیح کا مرنا غلط تھا ۔

ان کا جواب اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ کے شروع کے نمبروں میں ہے ۔

یہاں قادیانی اور سرسید احمد کی عبارتیں کیسی صاف بتا رہی ہیں کہ ان میں سے اول الذکر ، ثانی سے مسروق یا ماخوذ ہے ۔ اور اس آیت کی تاویل و تحریف میں مرزا صاحب نے سرسید احمد کی شاگردی کی ہے ۔ پھر مرزا کی اس جرئت کو ملاحظہ کرو کہ اس نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۶ میں یہ ادعا سراسر افتراء کیا ہے کہ ان معنی کا انکشاف مجھے بذریعہ الہام ہوا ہے ۔ ہم کہتے ہیں سچ ہے ، یہ الہام ہوا ہے مگر خدا تعالی کی طرف سے نہیں ، بلکہ سرسید اور ان کی تفسیر سے یا معلم الملکوت کی طرف سے ۔ کما قال اللہ تعالی

و انّ الشیا طین لیو حو ن الی او لیا ئھم

اور قال اللہ تعالی یو حی بعضھم الی بعض زخر ف القول غروراً

☆ ۷ ۔ یہ مضمون کہ روح القدس ، جبریل وغیرہ انسان کی صفت ہے جو خدا کی محبت اور انسان کامل کی محبت کے تلقی سے متولد ہوتی ہے ، مرزا صاحب نے سرسید احمد سے اخذ کیا اور توضیح المرام کے صفحہ ۲۱ میں کہا ہے

ان دو محبتوں کے ملنے سے جو در حقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتے ہیں ، ایک تیسری پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے ۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے . یہ کیفیت دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اس کو روح امین بولتے ہیں اس کا نام شدید القوی بھی ہے اس کا نام ذوالافق الاعلی بھی ہے ۔

سرسید نے یہ مضمون تفسیر القرآن جلد اول ص ۴۹ میں یوں بیان کیا تھا

. ان باریک باتوں پر غور کرنے اور اس بات کے سمجھنے سے کہ خدا تعالی جو اپنے جاہ وجلال اور اپنی قدرت اور اپنے افعال کو فرشتوں سے نسبت کرتا ہے تو جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے اس کا کوئی اصلی وجود نہیں بلکہ خدا تعالی کی بے انتہاء قدرتوں کے ظہور کو اور ان قوی کو جو خدا تعالی نے اپنی مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کئے ہیں، ملک یا ملائکہ کہا ہے۔ جن میں ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔ پہاڑوں کی قوت صلابت، پانی کی رقت، درختوں کی قوت نمو، برق کی قوت جذب ودفع۔ غرض تمام قوی جن سے مخلوقات موجود ہوئی ہیں۔ اور جو مخلوقات میں نہیں، وہی ملائک یا ملائکہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہوتا ہے۔

☆ ۸۔ یہ مضمون کہ آنحضرت ﷺ وغیرہ انبیاء وصلحاء جو ملائکہ کی صورتیں دیکھتے ہیں یا ان کی آوازیں سنتے ہیں، یہ ان کی خیالی صورتیں ہیں، مرزا قادیانی نے توضیح مرام کے صفحہ ۷۰ میں یوں بیان کیا

. جب انسان بوجہ اقتران محبتین روح القدس کی نالی کے قریب اپنے تئیں رکھ دیتا ہے، معاً اس نالی میں سے فیض وحی اس کے اندر گر جاتا ہے۔ یا یوں کہو کہ اس وقت جبریل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اس کے اندر رکھ دیتا ہے۔ تب جس نے اس فرشتہ کا جو آسمان پر مستقر ہے جبریل نام ہے اس عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے۔ یا مثلاً اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو اس عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے۔ سو یہ نہیں کہ فرشتہ انسان کے اندر گھس آتا ہے، بلکہ اس کا عکس انسان کے آئینہ قلب میں نمودار ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب آئینہ تم اپنے منہ کے سامنے رکھ دو گے تو تمہاری شکل کا عکس اس میں پڑے گا، یہ نہیں کہ تمہارا منہ اور سر، گردن سے ٹوٹ کر الگ ہو کر آئینہ میں رکھ دیا جائے گا۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۷۹ میں مرزا قادیانی نے لکھا

. پس جب جبریل جنبش میں آتا ہے تو معاً اس کی ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے بھی نام سے موسوم کرنا چاہیے، محبّ صادق کے دل میں منقش ہو جاتی ہے اور اس کی محبت صادقہ کا ایک عرض لازم ٹھہر جاتی ہے، تب یہ قوت خدا تعالی کی آواز سننے کے لئے کان کا فائدہ بخشتی ہے۔ اور اس کے الہامات زبان پر جاری ہونے کے لئے ایک ایسی محرک حرارت کا کام دیتی ہے جو زبان کے پہیہ کو زور کے ساتھ الہامی خط پر چلاتی ہے۔ یہ قوت جو روح القدس سے موسوم ہے ہر ایک دل میں یکساں نہیں ہوتی۔

اور سرسید احمد خان نے یہ مضمون تفسیر القرآن ج ۲ ص ۴۲ میں یوں بیان کیا

. تمام یہودی یقین رکھتے تھے کہ ان میں ایک مسیح پیدا ہونے والا ہے جو یہودیوں کی بادشاہت کو پھر قائم کرے گا۔ اس لئے یہودی عورتیں بیٹا ہونے کی نہایت آرزو رکھتیں تھیں اور دعا مانگتی تھیں اور عبادتیں کرتی تھیں کہ وہ شخص ہمارا ہی بیٹا ہو۔ ایسی حالتوں میں اس قسم کی خوابوں کا دیکھنا یا بن بولنے والی آوازوں کا سننا یا متخیلہ میں کسی مجسم شئے کا دکھلائی دینا، ایسا امر ہے جو بمقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے .

اس عبارت سرسید میں اور قادیانی کی عبارت میں گو اس خیالی صورت کے جو انبیاء وصلحاء دیکھتے تھے پیدا ہونے کا موجب جداگانہ بیان ہوا ہے۔ مگر اس صورت کو خیالی قرار دینے میں دونوں عبارتوں کا اتفاق ہے۔ ایسا ہی اس سے پہلے مضمون کی مصدق عبارات کا، گو کسی قدر اختلاف ہے مگر قوی پر ملائکہ کا اطلاق کرنے میں دونوں کا اتفاق ہے۔ اس سے ناظرین سمجھ لیں کہ قادیانی نے مضمون نمبر ۷ و ۸ سرسید سے لیا ہے مگر اسکی ادا کے طرز بیان کو بدل دیا ہے

☆ ۹۔ یہ مضمون کہ آنحضرت ﷺ کو جسم سے معراج نہیں ہوا، قادیانی سرسید سے اخذ کر کے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۷ وغیرہ میں بیان کیا۔ اور سرسید نے تہذیب الاخلاق نمبر ۱۱ ج ۵ بابت شعبان ۹۱ھ میں بیان کیا تھا۔ اس مسئلہ کے اخذ وشاگردی میں شاگرد، استاد سے بڑھ گئے۔ استاد نے تو دور اندیشی سے کام لیا اور جسمانی معراج کو بحکم عقل محال و ناممکن قرار نہیں دیا تھا۔ اور اس انکار پر بزعم خود صرف نقلی دلائل قرآن وحدیث واقوال بعض صحابہ سے، جو اس معراج کو ایک خواب قرار دیتے ہیں، استدلال کر کے اپنے اصل مذہب اور اس کی عقلی وجہ انکار پر پردہ ڈال دیا تھا، مگر شاگرد (قادیانی) کوتاہ اندیشی سے کھل کھیلے اور جسمانی معراج کو عقلاً ناممکن ومحال قرار دے کر عقلی وجوہات اور نیچرل استدلال سے اس کے مبطل ہوئے ہیں۔ استاد سرسید احمد کا اصل کلام جو پرچہ مذکور میں ہے، یہ ہے

نسبت معراج رسول خدا ﷺ کے تین مذہب ہیں۔ اول مذہب حضرت عائشہ صدیقہ اور بعض صحابہ کا جو اس بات کے قائل ہیں کہ معراج روحانی ہے، نہ جسمانی۔ دوسرا مذہب چند اکابر دین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ معراج بیت المقدس تک جسمانی تھی اور وہاں سے ملاء اعلیٰ تک روحانی۔ تیسرا مذہب عام جو سب میں مشہور ہے کہ بتمامہ معراج جسمانی تھی۔ میری یہ رائے ہے کہ جہاں تک اس مسئلہ پر اور قرآن مجید اور احادیث پر غور کیا جاتا ہے تو مذہب حضرت عائشہ کا ٹھیک اور درست معلوم ہوتا ہے وہی مذہب میں نے اختیار کیا ہے .

شاگرد صاحب کا اصل کلام، جو بظاہر حضرت مسیح کے عروج آسمانی پر ایک حملہ ہے مگر اس میں آپ نے آنحضرت ﷺ کے معراج کو بھی لپیٹ لیا ہے، یہ ہے جو ازالہ اوہام کے صفحہ مذکور میں ہے۔

. ماسوا اس کے اور کئی طریق سے ان پرانے خیالات پر سخت سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہیں

جن سے مخلصی حاصل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ....از انجملہ ایک یہ اعتراض کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالا تفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوئی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔اس جسم کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات سے ہے تو آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف (یہ لفظ آنحضرت ﷺ کے جسم شریف ولطیف کی نسبت اسی کے منہ سے نکل سکتا ہے جس کے دل میں آنحضرت ﷺ کی مطلق تعظیم نہ ہو۔محمد حسین) کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہیے۔ایسی کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے، آسمان کی سیر کرسکتا ہے ....اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔

اس کلام میں مرزا صاحب نے کیسی نیچرل وجوہات سے جسمانی معراج نبوی کا بزعم خود ابطال کیا ہے اور جس قسم کا روحانی اور کشفی معراج آنحضرت ﷺ کے لئے تجویز کیا ہے اس میں اپنا حصہ بھی رکھ لیا۔ اور صاف یہ دعوی کیا ہے کہ ایسا معراج کشفی مجھے خود ہو چکا ہے۔ نعوذ باللہ۔

كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا۔

اس کلام کو دیکھ کر بھی کوئی شخص آپ کے نیچری ہونے میں شک ظاہر کرے تو سمجھا جاوے گا کہ وہ خود نیچری ہے۔ جو ایسے ایمانی امور متشابہ الحقیقت مجہول الکنہ پر ایمان نہیں رکھتا۔

☆ ۱۰۔ یہ مضمون کہ بنی اسرائیل کا مقتول جس کا ذکر آیت و اذ قتلتم نفساً فادارئتم میں ہے، درحقیقت زندہ نہیں ہوا تھا، مرزا قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۴۹ میں یوں بیان کیا ہے۔

قرآن شریف کی کسی عبارت سے نہیں نکلتا کہ فی الحقیقت کوئی مردہ زندہ ہو گیا تھا۔اور واقعی طور سے قالب میں جان پڑ گئی تھی۔ بلکہ اس آیت پر غور کرنے سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے ایک خون کر کے چھپا دیا تھا اور بعض،بعض پر تہمت خون لگاتے تھے۔سو خدا تعالیٰ نے اصل مجرم کے پکڑنے کیلئے یہ تدبیر سمجھائی تھی کہ تم ایک گائے ذبح کر کے اس کی بوٹیوں کو اس لاش پر مارو اور وہ تمام اشخاص جن پر شبہ تھا ان بوٹیوں کو نوبت بنوبت اس لاش پر ماریں۔تب اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگے گی تو لاش سے ایسی حرکات صادر ہوں گی جس سے خونی

پکڑا جاوے۔ اب اس قصہ سے واقعی طور پر لاش کا زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف دھمکی تھی، تا چور بے دل ہو کر اپنے تئیں ظاہر کردے۔لیکن ایسی تاویل سے عالم الغیب کا عجز ظاہر ہوتا ہے اور ایسی تاویلیں وہی لوگ کرتے ہیں کہ جن کو عالم ملکوت کے اسرار سے حصہ نہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق علم عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جس کے بعض خواص یہ ہیں کہ جمادات یا مردہ حیوانات میں ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہو کر اس سے بعض مشتبہ و مجہول امور کا پتہ لگ جاتا ہے۔ہمیں چاہیے کہ کسی سچائی کو ضائع نہ کریں۔اور ہر یک حقیقت یا خاصیت جو عین صداقت ہے اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھیں۔علم عمل الترب ایک عظیم الشان ہے جو طبعی کا ایک روحانی حصہ ہے۔ (تا آخر صفحہ)۔

اس مضمون کو سرسید نے تفسیر القرآن ج ا صفحہ ۱۲۰ و ۱۲۱ وغیرہ میں بیان کیا تھا جس کے بعض فقرات یہ ہیں

. اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے دل میں یہ بات ڈالی تاکہ سب لوگ جو موجود ہیں اور ان ہی میں قاتل بھی ہے، مقتول کے اعضا سے مقتول کو ماریں۔ جو لوگ درحقیقت قاتل نہیں وہ بہ سبب یقین اپنی بیگناہی کے ایسا کرنے میں کچھ خوف نہ کریں گے، مگر اصل قاتل بہ سبب خوف اپنے جرم کے جو از روئے فطرت انسان کے دل میں اور بالتخصیص جہالت کے زمانہ میں اس قسم کی باتوں سے دل میں ہوتا ہے، ہرگز ایسا نہیں کرنے کا۔اور اس وقت معلوم ہو جائے گا۔اس قسم کے حیلوں سے اس زمانہ میں بہت سے چور معلوم ہو جاتے ہیں۔اور وہ بہ سبب خوف اپنے جرم کے ایسا کام جو دوسرے لوگ بلاخوف کرتے ہیں، نہیں کر سکتے۔پس یہ ایک تدبیر قاتل کے معلوم کرنے کی تھی۔اس سے زیادہ کچھ نہ تھا۔

اس مسئلہ کے اخذ میں بھی شاگرد (قادیانی) صاحب اپنے استاد سے بڑھ گئے۔استاد صاحب نے تو مقتول بنی اسرائیل کے زندہ ہونے سے انکار پر یہ پردہ ڈالا تھا کہ جو کام اس مقتول کی نسبت بحکم الٰہی کیا گیا تھا وہ صرف ایک دھمکی تھی، شاگرد صاحب نے اس پردہ کو ناکافی سمجھ کر اس انکار زندگی مقتول پر یہ پردہ ڈالا کہ وہ مسمریزم کا عمل تھا، جو نئی روشنی، نئی تہذیب والوں کی نظروں میں خوش نما معلوم ہوا۔مگر اس سبقت کے ساتھ جو انہوں نے اپنے استاد پر دھمکی کی تجویز کے سبب یہ طعن کیا ہے کہ وہ علم عالم ملکوت اور عمل الترب سے بے نصیب ہیں، اس میں استاد کی ناشکری اور کفران نعمت کا ارتکاب کیا ہے۔اور یہ خیال نہ فرمایا کہ عمل مسمریزم کا مسئلہ تو میں نے سرسید ہی سے سیکھا ہے۔ پھر ان کو اس عمل کے علم سے بے نصیب قرار دینا ناشکری نہیں تو کیا ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ اس آیت کی تاویل وتحریف کے وقت یہ تجویز عمل مسمریزم استاد کو یاد نہ آئی، مگر اس سے ان کی بے علمی و بے نصیبی ثابت نہیں ہوتی۔یہ تو صرف بھول ہے جو بڑے بڑے استادوں سے ہو جاتی ہے۔اس بھول

پر مرزا کا ان کو بے علم و بے نصیب کہنا اور اس بات پر جو ان ہی سیکھی ہوئی ہے فخر کرنا، ہرگز مناسب نہ تھا۔

اس عبارت کے آخر میں مرزا صاحب نے علم مسمریزم یا عمل الترب کو عظیم الشان کہا ہے اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں جس کی اصل عبارت فتوی تکفیر مرزا میں منقول ہے، مکروہ اور قابل نفرت کہا ہے۔ اس سے مرزا صاحب نے مثل مشہور دروغ گو را حافظہ نباشد کو سچ کر دکھایا اور یہ جتایا ہے کہ علم عمل الترب کی نسبت آپ کو کچھ واقفیت اور دلی یقین نہیں ہے۔ اور جو کچھ اس کے متعلق آپ نے کہا ہے، اس میں لاف زنی کی ہے، اور کذب سے کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے قلم سے اس کے متعلق کہیں کچھ نکل گیا کہیں کچھ۔

ان امثلہ کے نظائر قادیانی کے کلام میں اس کثرت سے ہیں کہ ان سب کو اس پرچہ میں شمار کرنا دریا کو کوزہ سے ناپنا ہے۔

☆ جیسے قادیانی کا حضرت مسیح کی نسبت یہ سوالات کرنا کہ اگر وہ جسم کے ساتھ آسمان پر ہیں تو کبھی سوتے، کبھی جاگتے ہوں گے۔ دنیوی طعام وشراب پیتے کھاتے ہوں گے۔ اوقات ضرورت میں پایخانہ پیشاب کرتے ہوں گے، اور ناخن اور بال کٹواتے ہوں گے۔ اس کے لئے کوئی چار پائی بستر ہوگا وغیرہ دیکھو ازالہ صفحہ ۱۴۷ وغیرہ

☆ اور تفسیر لیلۃ القدر میں یہ کہنا کہ اس سے کمال درجہ کی ظلمت مراد ہے، نہ درحقیقت کوئی رات۔

(فتح الاسلام صفحہ ۵۴)۔

☆ اور تفسیر سورہ والشمس میں اس کا یہ کہنا کہ ناقۃ اللہ سے نفس انسانی مراد ہے اور سقیا سے یاد الٰہی اور معارف کا چشمہ۔ (توضیح المرام۔ ص ۶۵)

☆ اور تفسیر علامات قیامت میں اس کا یہ کہنا کہ دابۃ الارض سے علماء ظاہر مراد ہیں

(ازالہ اوہام۔ ص ۵۰۳)۔

☆ اور دخان سے یہ قحط مراد ہے جو اس وقت ملک میں پڑا ہوا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۵۱۱)

☆ اور مغرب سے طلوع آفتاب سے یورپ میں اسلام کا پھیلنا مراد ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۵۱۵)۔

☆ اور خروج یاجوج ماجوج سے روس وانگریز کا باہم جنگ کرنا مراد ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۰۸)۔

☆ اور دجال سے پادری وغیرہ انگریز مراد ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۱۴۹ و ۴۹۵)۔

☆ اور خر دجال سے ریل گاڑی مراد ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۱۴۲ وغیرہ)۔

اور ان چیزوں کے حقائق مشہورہ کو ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑانا۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۰۵ میں لکھا ہے

. مولوی صاحبان کوشش کر کے کوئی یاجوج ماجوج کا آدمی یا دجال کے جساسہ یا ابن صیاد کو ہی کسی جنگل سے پکڑ کر لے آویں۔ پھر کیا بات ہے۔ سب مان جائیں گے کہ اسی طرح حضرت مسیح بھی

آسمان پر زندہ ہیں ۔ اور مفت میں فتح ہو جائے گی ۔حضرات اب ہمت کیجئے ۔کہیں سے دجال شریر کے جساسہ کو بھی پکڑ یئے ۔حوصلہ نہ ہاریں ۔آخر یہ سب زمین پر ہی ہیں ۔ ابن تمیم کی حدیث کو مسلم میں پڑھ کر اس پتہ سے جساسہ دجال کا سراغ لگائیے ۔یا خبیث دجال کو ہی جو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ بشم خود دیکھ کر پھر اوروں کو دکھلا یئے تو خوب ہے ۔انگریزوں نے ہمت اور کوشش کر کے نئی دنیا کا سراغ لگا ہی لیا۔آپ اس نا کارہ کام میں ہی کامیابی دکھلا یئے ۔شائدان لوگوں میں کسی کا پتہ چلے

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد　　اگر خارے بود گل دستہ گردد

اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر خیر اسی میں ہے کہ ان بے ہودہ خیالات سے باز آجاویں ...... یہ تحقیق اور تدقیق کا زمانہ ہے ۔اسلام کا ایسا خاکہ کھینچ کر نہ دکھلا یئے جس پر بچہ بچہ ہنسی کرے ۔غور کر کے سوچئے کہ یہ کروڑ ہا انسان جو صد ہا برسوں سے زندہ فرض کئے گئے ہیں، جو اب تک مرنے میں نہیں آتے ۔ کس ملک ،کس شہر میں رہتے ہیں ۔تعجب ہے کہ معمورہ دنیا کی حقیقت بخوبی کھل گئی، اور پہاڑوں اور جزیروں کا حال بخوبی معلوم ہو گیا اور تفتیش کرنے والوں نے یہاں تک اس تفتیش کو کمال تک پہنچا دیا جو ایسی آبادیاں جو ابتداء دنیا سے معلوم نہ تھیں وہ اب معلوم ہو گئیں ۔مگر اب تک اس جساسہ اور دجال اور ابن صیاد مفقود الخبر اور دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کے کروڑ ہا انسانوں کا پتہ نہیں ملتا ۔

اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۶۸ میں اس نے کہا ہے کہ

.اس فلسفی الطبع زمانہ میں جو عقلی شائستگی اور ذہنی تیزی اپنے ساتھ رکھتا ہے، ایسے عقیدوں کے ساتھ دینی کامیابی کی امید رکھنا ایک بڑی بھاری غلطی ہے ۔اگر افریقہ کے ریگستان ، یا عرب کے صحرانشین امیوں اور بدوؤں میں یا سمندر کے جزیروں کے اور وحشی لوگوں کی جماعتوں میں یہ بے سروپا باتیں پھیلائیں تو شائد آسانی سے پھیل سکیں، لیکن ہم ایسی تعلیمات کو جو عقل اور تجربہ اور طبعی فلسفہ سے بکلی مخالف ہیں، تعلیم یافتہ لوگوں میں ہرگز نہیں پھیلا سکتے اور نہ یورپ اور امریکہ کے محقق طبع لوگوں کی طرف جو اپنے دین کی لغویات سے دست بردار ہو رہے ہیں، بطور ہدیہ بھیج سکتے ہیں ۔جن لوگوں کے دماغ کو نئے علوم کی روشنی نے انسانی قوی میں ترقی دیدی ہے، وہ ایسی باتوں کو کیونکر تسلیم کریں گے جس میں سراسر خدا تعالی کی توہین اور اس کی توحید کی اہانت اور اس کے قانون قدرت کا ابطال اور اس کے کتابی اصول کی تنسیخ پائی جاتی ہے۔

کتابی اصول اور توحید کو مرزا صاحب نے صرف مسلمانوں کو دام میں لانے کے لئے شامل کر لیا ہے۔ آپ کا اصل استدلال اسی قانون قدرت یعنی نیچر سے ہے ۔ لہذا اسی کے ذکر پر اکتفاء آپ کو مناسب تھا۔ جو حالات

دجال یاجوج ماجوج وغیرہ کے آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائے ہیں وہ کتابی اصول وتوحید خداوندی کے ہرگز مخالف نہیں۔اس کی تفصیل ان امور کے متعلق عقلی بحث میں ہوگی انشاءاللہ تعالی۔ اور حدیث کے راوی صحابی کا نام ابن تمیم نہیں جیسا کہ قادیانی نے لکھا ہے بلکہ تمیم ان کا نام ہے۔مرزا قادیانی خودتو حدیث سے جاہل محض ہے،حکیم نورالدین وغیرہ سے سنی سنائی باتیں نقل کر دیتا ہے۔پس جو خیال میں آیا سو لکھ مارا۔ یہ حدیث تمیم داری کی مع ترجمہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ کے نمبر ۸ میں منقول ہے۔

اور ناظرین خیال فرماویں کہ اس مقام میں اس حدیث کے مضمون پر قادیانی نے کیسی ہنسی اڑائی ہے۔ اورطرفہ یہ ہے کہ اس ہنسی اڑانے کیلئے احادیث متعلقہ دجال وابن صیاد ویاجوج ماجوج میں اس نے بہت سی باتیں خارج از قیاس ازخود ملادی ہیں۔جیسے اس کا کہنا کہ یہ کروڑ ہاانسان یاجوج ماجوج صدہا برسوں سے زندہ ہیں،مرنے میں نہیں آتے۔اورابن صیاداور دابۃ الارض بھی زندہ موجود ہیں،جن کا کسی حدیث میں ذکرنہیں اور نہ کوئی مسلمان قائل ہے،اس طعن وتمسخر کے ساتھ اسکا یہ کہنا کہ میں نیچری نہیں ہوں،کیونکہ نیچریوں کے دل میں حدیث کی عظمت نہیں۔اور میں حدیث کو مانتا ہوں اور صحیح بخاری اور مسلم کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ جانتا ہوں،کذب ونفاق اورمسلمان کو دام میں لانے کے لئے ایک جال نہیں تو کیا ہے؟

ایسے ہی بے حدو بے شمار نظائر تصانیف قادیانی میں اوربھی پائے جاتے ہیں جو بعینھا یا ان کا اصول سرسید کے کلام میں موجود ہے۔ان نظائر کی نظر سے ہمارا یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ قادیانی نے جونئی بات نکالی ہے،وہ سرسید احمد سے لی ہے اوراس میں ان کی شاگردی اختیار کی ہے،گوبعض باتوں میں شاگرد نے استاد پر سبقت حاصل کر لی ہے

قادیانی نے جو سرسید احمد کی شاگردی وپیروی سے انکار کیا اوراپنی تحریرنمبر پنجم میں کہا ہے کہ نیچریوں کا اول دشمن میں ہوں۔تو اس کی ایک وجہ تو وہی آپ کی ناشکری ہے۔جواوپر بیان ہوئی ہے کہ آپ سرسید احمد کے کام سے اپنا نام چاہتے ہیں۔اورشاگرد ہوکراستاد کہلانے کے فکر میں ہیں۔دوسری وجہ یہ کہ آپ نے یہ خیال کیا کہ سرسید احمد اوران کے پیروان بہ نظر مذہب مسلمانوں میں بدنام ہیں۔لہذا ہم ان کے پیرو وشاگرد کہلا کر مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں نہیں لاسکتے۔یہ سوچ کر آپ نے ان کے اصول ومسائل کو سرگرمی کے ساتھ رواج دیا،مگران کے شاگرد وپیرو ہونے سے انکارمناسب سمجھا۔ بلکہ کہیں کہیں ان کی مخالفت وعداوت کا اظہاربھی ضروری خیال کیا۔چنانچہ تحریر نمبر ۵ میں آپ سے ظہور میں آیا ہے۔ایسا ہی ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۴۹ میں آپ کا سرسید کو اشارۃً علم عمل الترب سے بےنصیب کہنا ہے۔اورازالہ اوہام کے صفحہ ۵۵۵ میں تمام نیچریوں کو صراحۃً برا کہنا اور یہ دعوی کرنا ہے کہ ان کے دلوں میں قال اللہ وقال الرسول کی عظمت نہیں اور یہ لوگ حدیثوں کونہیں مانتے۔

ولیکن عقل وحیا سے کام لے کرمرزاصاحب نے یہ خیال نہ فرمایا کہ اصول نیچر کی پیروی وموافقت کے

ساتھ آپ کی یہ مخالفت ظاہری کس کام آتی ہے۔جس قدر طعن وتوہین واستہزاء بحق احادیث صحیحہ آپ کی کلام میں پایا جاتا ہے، سرسید اور ان کے اتباع کی کلام میں اس کا عشر عشیر بھی پایا نہیں جاتا، اور جن باتوں میں آپ نے سرسید کی شاگردی و پیروی اختیار کی ہے، ان کے اظہار و بیان میں آپ نے سرسید کو پیچھے چھوڑ دیا اور سبقت کا علم بلند کیا۔مثلاً

☆ ۱۔ سرسید نے تو حضرت مسیح کو صرف مردہ قرار دیا تھا۔آپ نے ان کو مار کر یا زندہ درگور کر کے ان کا عہدہ خود چھین لیا۔اور اپنے مسیح موعود ہونے کا اشتہار دے دیا۔

☆ ۲۔سرسید نے تو معجزات مشہورہ حضرت مسیح سے صرف انکار کیا اور ان کو مسمر یزم کا اثر قرار دیا تھا۔ مرزا صاحب نے حضرت مسیح کے معجزات کو عمل مسمر یزم قرار دے کر ایک مکروہ وقابل نفرت فعل ٹھہرایا اور خود حضرت مسیح سے بڑھ کر یا اس کے برابر یہ عمل مسمر یزم کر دکھانے کا دعوی کیا۔

☆ ۳۔ سرسید نے تو منصب نبوت کو وسیع کر کے اوروں (جیسے کالون۔لوتھر۔اور بابو کشب چندرسین وغیرہ) کا نبی ہونا تجویز کیا تھا۔مرزا صاحب نے ختم نبوت کو توڑ کر خود دعوی نبوت و رسالت کیا۔ اور اپنا احمد رسول مبشر بزبان عیسے علیہ السلام بنص قرآن و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد ہونا مشتہر کر دیا

پھر اس سبقت کے ساتھ آپ کا انکار شاگردی و پیروی سرسید سے کیا فائدہ بخش ہوسکتا ہے، اور اس سے آپ کا نیچری ہونا کب چھپا رہ سکتا تھا۔ان باتوں نے عام لوگوں کی نظروں میں آپ کو سرسید کا مرشد، جیسا کہ آپ چاہتے ہیں، بنا دیا۔ اور ان کو سرسید کا ذکر بھلا دیا۔مگر ہم انصاف کا خون کرنا جائز نہیں رکھتے اور الفضل للمتقدم کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اور اس لئے اب تک سرسید کو آپ کا استاد اور آپ کو ان کا شاگرد مان رہے ہیں عام لوگوں کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں۔

اس بحث و بیان سے کوئی نادان اتباع سرسید احمد خان سے شائد یہ نتیجہ نکال لے کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے کہا ہے، اگر یہ سرسید کی کلام میں بعینہ یا باصلہ موجود ہے تو قادیانی صاحب، سرسید کے شاگرد اور خلیفہ ٹھہرے، پھر ہم اپنے امام کے خلیفہ کی پیروی کیوں نہ کریں۔اور کھلے خزانہ عیسائی مرزائی کیوں نہ کہلاویں۔مگر ان کا یہ نتیجہ نکالنا محض دھوکہ کھانا ہے۔اس لئے کہ کوئی شخص کسی کا خلیفہ تب ہی ہوسکتا ہے جب کہ وہ دو شرطوں کا پابند ہو، ان میں سے ایک شرط کا بھی وہ خلاف کرے گا تو ہرگز خلیفہ نہیں کہلائے گا۔

اول یہ کہ وہ اس کی پیروی اور نیابت اور خلافت کا معترف ہو۔اس کی پیروی کا منکر اور اس کے مقابلہ کا مدعی نہ ہو۔کیونکہ اس صورت میں وہ اس کا باغی کہلاتا ہے، نہ کہ خلیفہ۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس کے اصول کا پابند رہے۔ان کی مخالفت نہ کرے۔کیونکہ درصورت مخالفت اصول وہ اس کا خلیفہ نہیں کہلاتا۔بلکہ ایک مستقل امام کہلانے کا مدعی سمجھا جاتا ہے۔

اور مرزا قادیانی میں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں اور ان کی اضداد موجود۔ وہ سرسید کی پیروی و نیابت کا منکر اور ان کے مقابلہ کا مدعی اور ان کے اصول جدیدہ کی پیروی کے ساتھ اس بات کا مدعی ہے کہ یہ اصول ایجاد بندہ ہیں۔ سرسید تو ان سے محض بے نصیب ہیں۔ اور ان کے اصول کے مقابلہ میں وہ بعض ایسے پرانے اصول کو بھی ہاتھ مارتا ہے جو اصول مذہب سرسید کے مخالف ہیں۔ اور اس سے وہ تناقض اور جمع بین الضدین کا مرتکب ہو رہا ہے۔ مثلاً

۱۔ وہ معجزات انبیاء کا منکر ہے، مگر اپنے لئے معجزات وخوارق کے انبار وطومار تجویز کر رہا ہے۔

۲۔ وہ حضرت مسیح کے صعود ونزول جسمانی اور اس کے متعلقات ولوازم کو خلاف قانون قدرت (نیچر)، وغیر معمولی سمجھ کر اس سے منکر ہے، مگر اپنے لئے غیر معمولی الہام ثابت کر رہا ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔

اسی وجہ سے ان کے پیر ومرشد سرسید نے اپنے پرچہ میں اس کے الہامات کے برخلاف ایک مضمون شائع کر دیا ہے جس میں اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس الہام کی تجویز میں وہ اصول سرسید کی پیروی سے خارج ہو گیا اور ایک ناخلف مرید اور عاق شاگرد بن گیا ہے۔ اس لئے وہ سرسید کا خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

اب اتباع سرسید کو، اگر وہ ان کے سچے اتباع ہیں، ہرگز مناسب نہیں ہے کہ اس مخالفت وبغاوت کے ساتھ صرف بعض اصول جدیدہ میں اس کے پیرو سید ہو جانے کے سبب اس کو سرسید کا خلیفہ سمجھیں اور اس کی اتباع و پیروی کو سرسید کی پیروی اتباع قرار دیں۔ قطع نظر اس سے ان کو یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ کون سا نیچرل عقدہ ہے جو سرسید سے حل نہیں ہوا، اور اس کو قادیانی نے حل کر دیا ہے۔ پھر پیر ومرشد کو چھوڑ کر شاگرد کی مریدی کا دم بھرنے سے فائدہ ہی کیا ہے۔ محمد حسین)

سلف نے احادیث نبویہ کو بعینہ الفاظ سے نقل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں شک راوی موجود ہے۔ اگر صحابہ وغیرہ رواۃ سلف میں حکایت بالمعنے کا رواج ہوتا تو دو ہم معنی لفظوں کو جیسے لفظ مومن اور مسلم ہے، شک سے بلفظ مومن او مسلم روایت نہ کیا جاتا اس مسئلہ کی تحقیق کتب اصول فقہ واصول حدیث میں ہے۔ اور ہماری تالیفات اشاعۃ السنۃ وغیرہ میں بھی ہے۔ آپ ان کو ملاحظہ فرماویں۔

آپ شروط صحت کی تحقیق وثبوت کو شکی فرماتے ہیں۔ و بناءً علیہ صرف اصول روایت کو مثبت صحت قرار نہیں دیتے۔ یہ امر بھی فن حدیث سے آپ کی ناواقفی کا مثبت ہے۔ مہربان من، شروط کے تحقیق وثبوت میں محدثین نے ایسی تحقیق کی ہے کہ اس سے علم طمانیت حاصل ہو جاتا ہے۔ محدثین نے ہر ایک راوی کے تحقیق حال میں کہ وہ کب پیدا ہوا، کہاں کہاں سے سفر کر کے اس نے حدیث حاصل کی، کس کس سے حدیث سنی، کس کس نے اس

سے حدیث سنی، کون سی حدیث میں وہ متفرد رہا۔ کس حدیث میں اسے وہم ہو گیا ہے۔ کس شخص نے اسکی حدیث کو بلحاظ تحقق شروط، صحیح کہا، کس نے ضعیف قرار دیا ہے وغیرہ، دفتروں کے دفتر لکھ دیئے ہیں۔ و بناءٌ علیہ ہر ایک حدیث کی نسبت جسکو آئمہ حدیث خصوصاً امامین ہمامین، بخاری و مسلم نے صحیح قرار دیا ہے، اور عام اہل اسلام نے اسکو صحیح تسلیم کر لیا ہے، ظن غالب صحت حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ ابن الصلاح وغیرہ آئمہ حدیث کے نزدیک شیخین کی اتفاقی حدیث جس پر کسی نے کچھ کلام نہیں کیا، مفید یقین ہے۔ آپ یقین کو مانیں، خواہ نہ مانیں، ظن غالب سے تو انکار نہیں کر سکتے، کیونکہ اپنی تحریرات میں اس کا اقرار کر چکے ہیں۔

اس پر جو آپ نے باستدلال آیت و ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً اعتراض کیا ہے، وہ بھی آپ کی اصول دین سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ مہربان من، ظن غالب عملیات میں لائق اعتبار ہے اور قرآن مجید کی آیت مذکورہ اور دیگر آیات میں جہاں ظن کے اتباع سے ممانعت وارد ہے اس سے اعتقاد کے متعلق ظن مراد ہے، کیا آپ کو یہ مسائل معلوم نہیں یا کسی عالم سے نہیں سنے کہ اگر نماز میں بھول ہو جاوے کہ رکعت ایک پڑھی یا دو؟ تو نمازی تحری کرے اور جو ظن غالب ہو اس پر عمل کرے۔ یا اگر وضو کے ٹوٹ جانے میں شک واقع ہو تو ظن غالب پر عمل کرے، اسی وجہ سے جملہ علمائے اسلام کا، حنفی ہیں یا شافعی، اہل حدیث ہیں خواہ اہل فقہ، اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح ہو تو واجب العمل ہے، حالانکہ خبر واحد ہر ایک کے نزدیک موجب ظن ہے، نہ مثبت یقین۔ اسی وجہ سے خاص کر صحیحین کی نسبت علماء اسلام نے، جن میں مقلد و مجتہد و فقیہ و محدث سب داخل ہیں، اتفاق کیا ہے کہ صحیحین کی احادیث واجب العمل ہیں۔ اور ابن الصلاح نے فرمایا ہے کہ انکی اتفاقی حدیثیں موجب یقین ہیں، لہذا ان کے مضمون پر اعتقاد بھی واجب ہے۔ اور اکابر آئمہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ قسم کھا لے کہ جو احادیث صحیحین میں ہیں، وہ صحیح نہ ہوں تو اس کی عورت پر طلاق ہے، تو اس کی عورت پر طلاق واقع نہیں ہوتی، اور اس قسم میں وہ جھوٹا نہیں ہوتا۔

امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا ہے

اتفق العلماء علی ان اصح الکتب بعد القرآن العزیز الصحیحان البخاری و مسلم و تلقتهما الامة بالقبول و کتاب البخاری اصحهما صحیحاً و اکثرهما فوائد و معارف ظاهرة و غامضة و قد صح ان

مسلماً کا ن ممن یستفید من البخاری و یعتر ف با نه لیس له نظیر فی علم الحد یث و ہذا الذی ذکر نا من تر جیح کتا ب البخاری ہو المذ ہب المختار الذی قا له الجما ہیر و اہل ا لاتقان و الحذ ق و الغو ض علی اسرار الحد یث ۔ (مقدمہ شرح مسلم۔ ص ۵)

کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کے بعد تمام کتابوں سے صحیح تر، صحیح بخاری و مسلم ہیں۔ ان کتابوں کو امت محمدیہ نے قبول کرلیا ہے۔ ان دونوں میں سے صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے اور فوائد و معارف ظاہرہ اور پوشیدہ میں بڑھ کر ہے اور یہ بات صحت کو پہونچ چکی ہے کہ امام مسلم، امام بخاری کا شاگرد ہے اور وہ معترف تھا کہ علم حدیث میں بخاری کا کوئی نظیر نہیں۔ یہ بات جو ہم نے کہی ہے کہ بخاری کو مسلم پر ترجیح ہے، یہی جمہور علماء کا، جو حدیث کے خوب ماہر ہیں اور اس کی باریکیوں میں غوطہ زن، پسند کیا ہوا مذہب ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں فرمایا ہے

اما جا مع البخاری الصحیح فا جل کتب ا لاسلام و افضلها بعد کتا ب اللہ و ہواعلی فی وقتنا (یعنی سنة ثا لث عشر بعد سبع ما ة و من ثلاثین سنة یفر حو ن العلماء بعلم سما عه فکیف الیو م فلو ر حل شخص لسما عه من الف فر سخ لما ضا عت ر حلته

کہ صحیح بخاری، قرآن کے بعد اسلام کی سب کتابوں سے اجل و افضل ہے۔ وہ ہمارے وقت (۷۱۳ھ) میں بڑے اعلیٰ مرتبہ میں ہے۔ اس سے تیس برس پہلے سے علماء اس کی بلندی رتبہ روایت پر فخر کر رہے ہیں۔ پھر وہ فخر آج کیونکر نہ ہو۔ کوئی شخص ہزار فرسنگ اس کتاب کے سننے کے لئے سفر اختیار کرے تو اس کا سفر ضائع نہ ہوگا۔

قسطلانی نے شرح بخاری میں فرمایا ہے

و اما تا لیفه یعنی البخاری فا نها سارت مسیر الشمس و دارت فی الد نیا فما جحد فضلها ا لا الذی یتخبطه الشیطا ن من المس و اجلها و اعظمها الجا مع الصحیح ۔ (قسطلانی ج ا ص ۴۱)

کہ امام بخاری کی تالیفات دنیا میں پھیل رہی اور وہاں پھرتی ہیں جہاں آفتاب پھرتا ہے۔ ان کی بزرگی کا منکر وہی شخص ہوگا جس کو شیطان نے چھوکر مخبوط الحواس کردیا ہوگا

ان تصانیف میں سے بزرگ اور بڑی صحیح بخاری ہے۔

حافظ ابن کثیر نے کتاب البدایۃ والنہایۃ میں فرمایا ہے کہ

و کتا به الصحیح یستسقی بقر ئته الغما م و اجمع علی قبو له و صحته ما فیه اہل ا لاسلام

کہ کتاب صحیح بخاری کی قرأت کے وسیلہ سے بارش کی دعا جاتی ہے، اور اس کی احادیث کی صحت وقبول پر اہل اسلام کا اجماع ہو چکا ہے۔

اور شاہ ولی اللہ (حجة الله البا لغه ص ۱۳۹ میں) فرماتے ہیں

اما الصحیحان فقد اتفق المحد ثو ن علی ان جمیع ما فیهما من المتصل المر فوع صحیح با لقطع و انهما متوا ترا ن الی مصنفیهما و انه کل من یهو ن امر هما فهو مبتد ع متبع غیر سبیل المئو منین۔

کہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیحین کی مرفوع متصل حدیثیں یقیناً صحیح ہیں، اور اس پر کہ یہ کتابیں اپنے مصنفوں تک تواتر کے ساتھ پہنچ چکی ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ جو شخص ان کی شان کو ہلکا جانے وہ بدعتی ہے، مومنوں کی راہ کے خلاف چلنے والا۔

اور صاحب دراسات نے (دراسات ص ۲۷۹) فرمایا ہے

و و کو ن هما اصح کتا ب فی الصحیح المجر د تحت ادیم السماء و انهما اصح الکتب بعد القر آ ن العزیز با جماع من علیه التعویل فی ہذا العلم الشریف قا طبة فی کل عصر و اجما ع کل فقیه رد یف و موا فق ۔

کہ ان دونوں کتابوں کا قرآن کے بعد تمام کتابوں سے جو آسمان کے نیچے ہیں صحیح تر ہونا اور خالص صحیح حدیثوں پر مشتمل ہونا، ہر زمانہ کے جملہ علماء کے (جن پر اس علم حدیث میں اعتماد ہے) اور ہر ایک فقیہ موافق ومخالف کے اجماع واتفاق سے ثابت ہے۔

امام ابن الصلاح نے مقدمہ ابن الصلاح میں فرمایا ہے

و ہذا القسم یعنی المتفق علیه مقطوع بصحة و العلم الیقینی النظری واقع به خلافاً لقو ل من نفی ذا لک متحجاً. با نه لا یفید ا لا الظن و انما تلقته ا لا مة با القبول لا نه یجب علیه العمل با لظن و الظن قد یخطی و قد کنت امیل الی ہذا و احسبه قو یاً ثم با ن لی ان المذ ہب الذی اختر نا

ه اولاً هو الصحیح لا ن ظن من هو معصو م من الخطاء لا یخطی و الا مة فی اجما عها معصو مة من الخطا و لهذا کا ن الا جماع المبنی علی الاجتهاد حجة مقطوعاً بها و اکثر اجماعات العلماء کذا لک ۔

کہ بخاری و مسلم کی اتفاقی حدیثیں یقینی صحیح ہیں ۔ اور علم یقینی جو دلائل سے پیدا ہوتا ہے اس قسم کی صحت کے متعلق حاصل ہے ۔ اس میں اس شخص کو خلاف ہے جو یقینی علم کی نفی کرتا ہے اس دلیل سے متمسک ہو کر کہ اس قسم کی حدیثیں مفید ظن ہیں اور امت نے اسی وجہ سے ان کو قبول کیا ہے، کہ ظن پر عمل کرنا اس کے نزدیک واجب ہوتا ہے اور ظن کبھی خطا بھی کرتا ہے ۔ میں بھی اس مذہب کی طرف مائل ہو گیا تھا اور اس کو قوی سمجھنے لگا تھا ۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ جو مذہب میں نے پہلے اختیار کیا تھا وہی صحیح ہے کہ اس قسم کی حدیثیں قطعی ہیں کیونکہ امت محمدیہ میں اس قسم کی حدیثوں کو صحیح سمجھنے پر اتفاق کرنے میں معصوم ہے اور معصوم کا ظن کبھی خطا نہیں کرتا ۔ یہی وجہ ہے کہ جو اجماع اجتہاد پر مبنی ہوتا وہ (عصمت امت اہل اجماع کی نظر سے) قطعی سمجھا جاتا ہے ۔ باوجودیکہ اجتہاد ایک ظنی امر ہے ۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا ہے

قد قا ل امام الحر مین لو حلف انسا ن بطلاق امر ئته ان ما فی کتا بی البخاری و مسلم مما حکما بصحته من قو ل النبی ﷺ لما لز مته الطلاق و لا حنثة لا جماع علماء المسلمین علی صحتهما (مقدمه شرح مسلم ص۲)

کہ امام الحرمین نے کہا ہے کوئی آدمی اگر یہ قسم کھا لے کہ بخاری و مسلم کی حدیثیں صحیح نہ ہوں تو اس کی عورت پر طلاق ہے، تو اس کی یہ طلاق واقع نہ ہو گی اور نہ اس قسم میں وہ جھوٹا ہو گا کیونکہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کتابوں کی حدیثیں صحیح ہیں ۔

اس مضمون کے اقوال بکثرت موجود ہیں جن کی نقل سے تطویل ہوتی ہے ۔ اس کے مقابلہ میں آپ (مرزا) کا یہ کہنا کہ پندرہ کروڑ حنفی صحیح بخاری کو نہیں مانتے (یہ تعداد بھی معلوم نہیں کس ملک کے حنفیوں کی ہے ۔ ہندوستان میں تو حنفیوں کی یہ تعداد نہیں ہے ۔ ۱۸۹۱ء کے ہندوستان کے کل مسلمان چھ کروڑ ہیں جن میں حنفی، اہل حدیث شیعہ وغیرہ سب شامل ہیں ۔ محمد حسین) یہ محض ایک عامیانہ بات ہے ۔ عامی لوگ جن کی تعداد مردم شماری کے کاغذات سے آپ نے بتائی ہے بخاری کو نہ مانتے ہوں تو ان کا اعتبار نہیں ہے ۔ عالم حنفی تو صحیح بخاری کی صحت سے انکار نہیں

کرتے۔ آپ اس دعوی میں سچے ہیں تو کم سے کم ایک عالم کا متقدمین یا متأخرین سے نام بتادیں، جس نے صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی احادیث کو غیر صحیح یا موضوع کہا ہو۔

اور آپ کا یہ کہنا کہ امام اعظم نے احادیث صحیح بخاری کو ان پر اطلاع پا کر چھوڑ دیا، یہ بھی ایک عامیانہ بات ہے۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ امام اعظم صاحب کب ہوئے اور صحیح بخاری کب لکھی گئی؟ مہربان من، امام اعظم صاحب ڈیڑھ سو سنہ ہجری میں انتقال کر کے داخل فردوس ہوئے۔ اور صحیح بخاری دوسو سنہ ہجری کے بعد تالیف ہوئی۔ صحیح بخاری، امام صاحب کے وقت میں تالیف ہوتی تو امام صاحب اس کو آنکھ پر رکھ لیتے۔

امام شعرانی میزان کبری ج ا کے صفحہ ۷۲ وغیرہ میں فرماتے ہیں

و اعتقا د ناو اعتقا د کل منصف فی ا لا مام ابی حنیفه بقر ینة ما رو ینا انفا منه من ذم الرا ئی و التبری منه و من تقدیمه النص علی القیاس انه لو عا ش حتی دو نت احا دیث الشریعة بعد ر حیل الحفا ظ فی جمعها من البلاد و الثغور و ظفر بها لا خذ بها و تر ك کل قیاس کا ن قا سه و کا ن القیاس قل فی مذ ہب کما قل فی مذ ہب غیره با لنسبة الیه لکن لما کانت ادلة الشریعة مفر قة فی عصره مع التا بعین و تابع التا بعین فی المدائن و القری و الثغور کثر القیاس فی مذ ہبه با لنسبة الی غیره من الآئمة ضروره لعدم و جود النص فی تلك المسا ئل التی قا س فیها بخلا ف غیره من ا لآ ئمة فا ن الحفا ظ قد ر حلوا فی طلب ا لا حا دیث و جمعها فی عصر هم من المدا ئن و القری و دو نو ها فجا د بت ا حا دیث الشریعة بعضها بعضاً ۔ فهذا کا ن سبب کثرة القیاس فی مذ ہبه و قلته فی مذا ہب غیره ۔ کہ ہمارا اور ہر ایک منصف کا امام ابوحنیفہ کی نسبت بشہادت ان اقوال کے جوان سے در باب مذمت رائے واظہار برائت از رائے ہم نقل کر چکے ہیں اور بشہادت اس امر کے کہ وہ نص کو قیاس سے مقدم سمجھتے، یہ اعتقاد ہے کہ اگر وہ احادیث کے جمع ہو جانے تک، جو حفاظ حدیث کے مختلف شہروں اور سرحدوں کے سفر کرنے کے بعد جمع ہوئیں، زندہ رہتے تو وہ ان احادیث کو لے لیتے۔ اور جو قیاس وہ (ان احادیث کے نہ ملنے سے) کر چکے تھے چھوڑ دیتے اور ان کے مذہب میں قیاس کم

ہوتا جیسا کہ اور آئمہ کے مذہب میں جن کو ان احادیث پر اطلاع ہوئی تھی، کم ہوا ہے۔ ولیکن چونکہ ان کے زمانہ میں شریعت کے دلائل (حدیثیں) تابعین اور تبع تابعین کے ساتھ شہروں اور گاؤں اور سرحدوں میں متفرق تھیں، لہٰذا ان کے مذہب میں قیاس کی کثرت ہوئی، اس ضرورت کی وجہ سے کہ ان مسائل میں جس میں انہوں نے قیاس کیا ہے ان کو حدیثیں نہ ملی تھیں اور دیگر آئمہ کا حال اس کے برخلاف رہا کیونکہ ان کے زمانہ میں حفاظ حدیث نے حدیثوں کی طلب اور جمع کرنے کیلئے شہروں اور گاؤں کے سفر کئے لہٰذا، ان کے زمانہ میں حدیثیں جمع ہوگئیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کے مذہب میں قیاس زیادہ ہوا اور دیگر اماموں کے مذہب میں کم ہوا۔

اس کا ماحصل یہ ہے کہ کتب احادیث امام ابوحنیفہ کے بعد تالیف ہوئیں۔ امام صاحب ان احادیث کو پاتے تو ضرور قبول فرماتے۔

اور اس سے پہلے ایک جگہ فرماتے ہیں

فلو ان الامام ابا حنیفه ظفر بحدیث من مس فرجه فلیتوضا، لاخذبها (میزان شعرانی ص ۱۲ ج ۱)۔ اگر امام ابوحنیفہ اس حدیث پر اطلاع پاتے تو اس کو قبول فرماتے کہ جو شخص اپنی شرم گاہ کو چھوئے وہ وضو کرے،

واضح رہے کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے۔ بلکہ اس سے کم مرتبہ کتب سنن میں ہے۔ اس تحقیق سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اہل حدیث کا صحیحین کو بلا وقفہ ونظر واجب العمل سمجھنا تقلید بے دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ان دلائل واصول کا اتباع ہے جو تصحیح حدیث میں مرعی رکھے گئے ہیں۔ اجماع مخالفین وموافقین جس کو مخالف وموافق نقل کرتے ہیں ان احادیث کی صحت پر بڑی روشن دلیل ہے۔ آپ اجماع کے لفظ سے گھبراتے ہیں تو اس کی جگہ تلقی وتداول امت کو، جو تعامل وتوارث کا ہم وزن ہے، قبول کریں اور یقین کے ساتھ مان لیں کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم پر جملہ فرقہائے اہل سنت کا عمل واستدلال چلا آیا ہے اس پر جو آپ کا یہ سوال ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم مسلمانوں میں اتفاق کے ساتھ چلی آئی ہیں تو بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے ان احادیث کا خلاف کیوں کیا اور سبھی نے ان کے مطابق کیوں مذہب اختیار نہ کرلیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خلاف فہم معانی میں اختلاف پر مبنی ہے۔ یا بعض وجوہات ترجیح پر۔ آپ کتب اصول وفروع میں نظر نہیں رکھتے۔ آپ فتح القدیر کو جو حنفی

مذہب کی مشہور کتاب ہے یا بر ہان شرح مواہب الرحمٰن کو جو عرب وعجم میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے، ایک دو روز مطالعہ کر کے دیکھیں کہ ان میں کس عزت وادب کے ساتھ صحیحین کی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے، اور جس حدیث سے اختلاف کیا ہے، اس کو ضعیف سمجھ کر اختلاف کیا ہے یا اس کے معانی میں اختلاف کر کے یا دیگر وجوہات خارجیہ سے دوسری احادیث کو ترجیح دیکر اختلاف کیا ہے ؟

☆ آپ فرماتے ہیں کہ حدیث پر کھنے کیلئے قرآن کریم سے بڑھ کر ہمارے پاس معیار نہیں، محدثین نے گو معیار صحت قوانین روایت کو ٹھہرایا ہے، مگر انہوں نے اس کو کامل معیار نہیں کہا، اور نہ قرآن کریم سے مستغنی کرنیوالہ بتایا ہے ۔ اور اس دعوی کی تائید میں متعدد تحریروں میں متعدد آیات کو ذکر کیا ہے ۔ جن میں قرآن مجید کے محامد علمیہ وفواضل سنیہ مسلمہ اہل اسلام کا ذکر ہے ۔

مہربان من محدثین کیا، کوئی محقق مسلمان حنفی یا شافعی مقلد یا غیر مقلد تصحیح روایات حدیثیہ کا معیار قرآن کریم کو نہیں ٹھہراتا اور یہ نہیں کہتا کہ جب کسی حدیث کی صحت پرکھنی ہو تو اس کو قرآن کریم کی موافقت یا مخالفت سے صحیح یا غیر صحیح قرار دیں، بلکہ معیار تصحیح وہ قوانین روایت ٹھہراتے ہیں کہ ازانجملہ کسی قدر بیان ہو چکے ہیں، اس کی وجہ معاذ اللہ ثم عیاذاً باللہ یہ نہیں کہ قرآن مجید مسلمانوں کا حکم و مہیمن نہیں، یا وہ امام حبل المتین نہیں، کوئی مسلمان جو قرآن پر اعتقاد رکھتا ہے یہ نہیں سمجھتا ۔ اور اگر کوئی ایسا سمجھے تو وہ سخت کافر ہے ۔ ابوجہل کا بڑا بھائی، نہ چھوٹا ۔ کیونکہ ابوجہل نے تو قرآن مجید کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا، یہ کافر قرآن پر ایمان لاکر اس کو اپنا نہیں بناتا، اور حکم نہیں سمجھتا ۔ ایسا شخص درحقیقت قرآن پر ایمان نہیں رکھتا اگرچہ بظاہر مدعی ایمان ہو ۔ آپ نے ناحق و بلاضرورت ان آیات قرآنیہ کو ہمارے سوال کے جواب میں پیش کیا، جن میں قرآن مجید کے محامد علیہ وارد ہیں، اور ان کی بے ضرورت نقل و بیان سے اپنے اور ہمارے اوقات کا خون کیا، بلکہ توافق قرآن کو معیار صحت نہ ٹھہرانے اور اس باب میں اصول روایات کی طرف رجوع کرنے کے دو وجہ ہیں ۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جو احادیث ان اصول روایت سے صحیح ہو چکی ہوں وہ خود بخود قرآن مجید کے موافق ہوتی ہیں اور ہرگز ہرگز وہ قرآن کے مخالف نہیں ہوتیں ۔ قرآن امام ہے اور وہ احادیث، خادم قرآن اور اس کی وجوہات کی مفسر و مبین، اور ان وجوہات معانی قرآن کے جو کم فہم و

قاصر الفکر لوگوں کے خیال میں متعارض معلوم ہوتی ہیں، فیصلہ کرنے والی ہیں۔ جس حالت میں ایک حدیث صحیح، دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہیں ہوتی اور ان کی باہمی تطبیق ممکن ہے۔ چنانچہ امام الآئمہ ابن خزیمہ سے منقول ہے

لا اعرف انه روی عن النبی ﷺ حد یثا ن باسنا د ین صحیحین متضادین فمن کا ن عنده فلیا تینی به لأ و لف بینهما

تو پھر کسی حدیث صحیح کا مخالف قرآن ہونا کیونکر ممکن ہے۔ جو شخص کسی حدیث صحیح کو قرآن کے مخالف سمجھتا ہے وہ نافہم ہے اور اپنی نافہمی سے حدیث کو مخالف قرآن قرار دیتا ہے۔ محققین اسلام و محدثین و فقہاء ایسے نہیں ہیں کہ صحیح حدیث کو مخالف قرآن سمجھیں۔ اس لئے ان کو تصحیح حدیث کے لئے اس امر کی ضرورت نہیں ہے کہ موافقت یا مخالفت قرآن سے اس کا امتحان کریں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام قاطبۃً حدیث کی صحت، قوانین روایت سے ثابت کرتے ہیں اور بعد تسلیم صحت و حصول فراغ از تصفیہ صحت، اس حدیث کی قرآن سے تطبیق کرتے ہیں، وہ بھی ایسے طور پر کہ امام قرآن ہی رہے اور احادیث اس کی خادم و مفسر و مترجم و فیصلہ کنندہ وجوہ اختلاف در نظر اشخاص قاصر الانظار رہیں۔

☆ دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف توافق مضمون کسی حدیث کا، اس کی صحت کا موجب ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ موضوع حدیثیں، اگر ان کے مضامین صادق اور قرآن کے مطابق ہوں، صحیح متصور ہوں جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں۔ اس کے مقابلہ میں جو آپ نے کہا ہے کہ قرآن خود اپنا مفسر ہے، حدیث اس کی مفسر نہیں ہوسکتی۔ اس سے بھی آپ کی ناواقفیت اصول و مسائل اسلام سے ثابت ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے خود حدیث کو اپنا خادم و مفسر قرار دیا ہے خدا تعالی نے قرآن مجید میں بعض احکام ایسے طور پر بیان کئے ہیں کہ وہ بلا تفصیل صاحب حدیث ﷺ کے کسی مسلمان مخاطب قرآن کی سمجھ میں نہ آتے اور نہ وہ دستور العمل ٹھہرائے جاسکتے۔ ایک حکم نماز ہی کو لو۔ قرآن میں اس کی نسبت صرف یہ ارشاد ہے اقیموا الصلوۃ اور کہیں اس کی تفسیر نہیں ہے کہ نماز کیونکر قائم کی جائے۔ صاب الحدیث آنحضرت ﷺ (فداہ ابی و امی) نے قولی و فعلی حدیثوں سے بتایا کہ نماز ایسے پڑھی جاتی ہے تو وہ حکم قرآن سمجھ اور عقل میں آیا۔ آپ کہیں گے کہ یہ کیفیت نماز تعامل سے ثابت ہے۔ اس پر سوال کیا جائے گا کہ تعامل کب سے شروع ہوا اور جس طریق پر تعامل ہوا وہ طریق کس

نے بتایا؟ اس کے جواب میں اخیر یہی کہو گے کہ حدیث یا صاحب حدیث نے۔

☆ دوسرا یہ سوال کہ وہ تعامل کن کن صورتوں پر ہوا ہے، اتفاقی پر یا اختلافی پر؟ صرف اتفاقی صورتوں میں اس کو منحصر کرو گے تو آپ کو نماز پڑھنا مشکل ہو جائے گا۔ اختلافی صورتوں پر تعامل کا دعوی کرو گے تو اختلاف موجب تساقط ہوگا۔ یا آخر اس اختلاف کا تصفیہ احادیث صحیحہ سے ہوگا۔ جو آپس میں متوافق ہوسکتی ہیں۔

اب ہم ایک دو ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جن میں آپ کو تعامل کا اشتباہ نہ ہو۔ قرآن کریم نے حرام جانوروں کو (جیسے خنزیر و منخنقه وغیرہ) حرام فرما کر ان کے سوا دیگر جانوروں کو حلال کر دیا اور فرمایا ہے

قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا ۔ تو کہہ دے میں اس وحی میں جو میری طرف ہوئی ہے کسی کھانے والے مردار یا خون جاری کے سوا کچھ حرام نہیں پاتا۔

نیز و ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ۔ خدا وہ ہے جس نے تمہارے واسطے جو کچھ کہ زمین میں ہے پیدا کیا ہے۔

اور بعض جانوروں کی حرمت کا بیان اپنے خادم، حدیث یا صاحب الحدیث ﷺ کے حوالے کر دیا۔ و بناءً علیہ اس نے ظاہر کر دیا ہے کہ علاوہ ان جانوروں کے جن کی حرمت کا بیان قرآن میں ہے، گدھا اور درندے حرام ہیں۔ اب فرمائیے اس حکم گدھے اور درندوں کی حرمت کی تفسیر قرآن کریم نے خود کہاں فرمائی ہے؟ اس پر وقوع تعامل کا بھی آپ دعوی نہیں کر سکتے۔ گدھے وغیرہ درندوں کی حرمت کا اعتقاد یا اس کے استعمال کا ترک کوئی عمل نہیں ہے۔ جس پر تعامل کا ادعا ہو سکے۔ حدیث کو یہ خدمت تفسیر و فیصلہ وجوہات، قرآن کریم نے خود عطا فرمائی ہے اور صاحب الحدیث ﷺ نے بھی اپنی کلام میں جس کو حدیث کہا جاتا ہے، اس خدمت کے عطا ہونے کا اظہار کیا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے

و ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنه فانتھوا کہ جو کچھ (حکم) تمہیں رسول دے، لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔

اس مضمون کی آیات قرآن میں اور بہت ہیں مگر ہم آپ کی طرح ان سب کو شمار

کر کے تطویل کلام نہیں کرنا چاہتے۔ (آیت زیر نظر میں فرمایا گیا ہے) اے مسلمانوں جو کچھ رسول ﷺ تم کو دے (قرآن ہو خواہ وحی غیر متلو حدیث) وہ لے لو اور جس سے رو کے یعنی جو حکم کسی چیز کے عدم استعمال کی نسبت دے گو وہ حکم قرآن میں نہ ہو، اس سے رک جاؤ۔ اس ارشاد قرآن کی ہدایت وشہادت سے حضرت ابن مسعود نے وشم (جسم کو گوندھنا) پر لعنت کی وعید کو جو صرف حدیث میں وارد ہے، قرآن میں داخل قرار دیا تو اس پر ایک عورت ام یعقوب نے اعتراض کیا کہ یہ لعنت قرآن میں کہاں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جس حالت میں لعنت حدیث میں وارد ہے تو بحکم آیت و ما آتاکم الرسول فخذوہ ... یہ قرآن کریم میں وارد ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے

عن عبد اللہ قال لعن اللہ الواشمات و المتوشمات و المتنمصات و المتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ قال فبلغ ذالک امرءۃ من بنی اسد یقال لھا ام یعقوب و کانت تقرء القرآن فاتتہ فقالت بلغنی عنک انک لعنت الواشمات و المتنمصات و المتفلجات للحسن المغیرات لخلق اللہ فقال عبد اللہ و ما لی لا العن من لعن رسول اللہ ﷺ و ھو فی کتاب اللہ عز و جل فقالت المرئۃ لقد قرئت ما بین لوحی المصحف فما وجدتہ فقال لئن کنت قرءتہ لقد وجدیتہ قال اللہ عز و جل ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۵)

کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ خدا تعالی نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو جسم گودتی (سوئی وغیرہ سے جسم کی کھال میں سوراخ کر کے اس میں سرمہ وغیرہ رنگ بھرنا) ہیں اور گدواتی ہیں اور ابرو وغیرہ کے بال چنتی اور چنواتی ہیں اور دانتوں کو باریک کرتی اور کرواتی ہیں، خو بصورتی کیلئے وہ خدا کی پیدائش میں تبدیلی چاہتی ہیں۔ یہ قول ابن مسعود کا بنی اسد کی عورت ام یعقوب کو جو قرآن پڑھی ہوئی تھی پہنچا، تو وہ ابن مسعود کے پاس آئی اور بولی یہ کیسی بات ہے جو تجھ سے پہونچی ہے کہ تو ایسی عورتوں کو لعنت کرتا ہے۔ وہ بولے میں ایسی عورتوں کو لعنت کیوں نہ کروں جن کو رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہو اور وہ لعنت قرآن میں بھی ہو۔ وہ بولی میں نے تو قرآن مجید سب کا سب پڑھا اس میں تو کہیں یہ لعنت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا تو قرآن کو پڑھتی تو اس میں یہ آیت پاتی و ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم

عنه فا نتهوا یعنی رسول جو حکم دے، لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔

جناب صاحب الحدیث ﷺ نے اسی ارشاد قرآنی کے موافق ارشاد کیا ہے

عن المقدا م بن معدی کر ب قا ل قا ل رسول اللہ ﷺ ا لا انی او تیت القرآن و مثلہ معہ ا لا یو شک ر جل شعبا ن علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القر آ ن فیما و جد تم من حلا ل فا حلوہ و ما و جد تم فیہ من حرا م فحر موہ و ان ما حر م رسو ل اللہ کما حرم اللہ ا لا لا یحل لکم الحمار الا ہلی و لا کل ذی نا ب من السباع و لا لقطۃ معاھد ا لا ان یستغنی عنھا صا حبھا و من نز ل بقوم فعلیھم ان یقروہ فا ن لم یقروہ فلہ ان یعقبھم بمثل قراہ ۔ (ابو دا ؤد ۔ص ۲۷۶) ۔

مقدام سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سن رکھو کہ مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس ساتھ ایک ایسی چیز جو اس کی مثل ہے (یعنی حدیث) سن رکھو عنقریب ایک شخص پیٹ بھرا اپنی چھپر کھٹ پر بیٹھا یہ کہے گا کہ لوگو تم قرآن کو لازم پکڑو، اس میں جو حلال ہے اسے حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔ (یعنی جو حکم قرآن میں نہ ہو، حدیث میں ہو، اس کو نہ مانو) حالانکہ جس چیز کو رسول ﷺ نے حرام کیا ہے وہ ایسی ہی حرام ہے جو خدا نے حرام کی ہے سن رکھو تمہارے لئے آبادی کے گدھے حلال نہیں اور نہ دانت کاٹنے والے درندہ اور نہ مسلمانوں کی امان و پناہ میں رہنے والے کافر کی کوئی گری ہوئی چیز، بجز اس حالت کے کہ وہ اس سے بے پرواہ ہو۔ اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو، ان پر لازم ہے کہ وہ اسے کھانے کو دیں ورنہ اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کی مقدار خود بخود ان کے مال سے لے لے۔

طیبی نے شرح مشکوۃ میں کہا ہے

فی ہذا الحد یث تو بیخ و تقریع ینشاء من غضب عظیم علی تر ك السنۃ و ما عمل با لحد یث استغناءً عنھا با لکتا ب ۔ (طیبی شر ح مشکوۃ) اس حدیث میں بڑی زجر و ملامت ہے، جو بڑے غصہ سے پیدا ہوئی، اس شخص کیلئے جو صرف کتاب اللہ کو کافی سمجھ کر حدیث کے عمل سے بے پرواہ ہو جائے۔

اس حدیث کو دارمی نے بھی نقل کیا ہے اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ حدیث، کتاب اللہ کے اجمال و ابہام کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ یعنی حدیث ان وجوہات و

اختلافات قرآن کا فیصلہ کرنے والی ہے جو کتاب اللہ کے معانی مختلفہ سے لوگوں کے خیال میں آتی ہیں۔ پھر امام یحی بن ابی کثیر سے نقل کیا ہے

قال السنة قاضية على القرآن وليس القرآن بقاض على السنة۔

(سنن دارمی۔ ص ۷۷)

کہ حدیث اجمال قرآن کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ قرآن، حدیث کا فیصلہ کرنے والا نہیں ہے۔ یعنی حدیث، قرآن کی وجوہات واختلافات کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ اور قرآن ایسا نہیں کرتا کہ وہ حدیث کی وجوہ اختلاف کا فیصلہ کرے۔ یعنی اس لئے کہ خدمت خادم کا کام ہے، نہ مخدوم کا۔

اور دارمی (دارمی۔ ص ۷۹) نے حسان سے نقل کیا ہے

قال كان جبريل ينزل على النبى بالسنة كما ينزل عليه بالقرآن

کہ جبریل آنحضرت ﷺ پر حدیث لے کر بھی ویسے ہی نازل ہوتے جیسا کہ قرآن لے کر آتے۔ یعنی جبریل جیسا کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن اتارتے، ویسے ہی حدیث

اور سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے

انه حدث يوماً بحديث عن النبى ﷺ فقال الرجل فى كتاب الله ما يخالف هذا قال الا ارانى احدثك عن رسول الله ﷺ وتعرض فيه بكتاب الله كان رسول الله اعلم بكتاب الله منك (سنن دارمی۔ص ۷۹)

کہ حضرت سعید بن جبیر تابعی نے ایک دن آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث نقل کی تو ایک آدمی بولا قرآن میں اس حدیث کا خلاف موجود ہے۔ حضرت سعید نے فرمایا میں تجھے آنحضرت ﷺ کی حدیث سناتا ہوں تو اس کے مقابلہ میں قرآن پیش کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ تجھ سے بڑھ کر قرآن مجید جاننے والے تھے (یعنی آنحضرت ﷺ یہ حدیث فرمائی ہے تو قرآن کا مطلب سمجھ کر فرمائی ہے۔ قرآن میں اس کا خلاف ہوتا تو آپ یہ حدیث کیوں فرماتے)۔

امام شعرانی نے منہج البین میں کہا ہے

اجتمعت الامة على ان السنة قاضية على كتاب الله۔ (منہج شعرانی)

کہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث، قرآن مجید کی وجوہ مختلف کا فیصلہ کرنیوالی ہے۔

☆ ان آیات قرآنی واقوال نبوی وآثار سلف کے مقابلے میں جو حدیث آپ نے

تفسیر حسینی سے نقل کی ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ وہ حدیث زندیقوں یعنی چھپے مرتدوں کی بنائی ہوئی ہے اور اگر اس حدیث کو بطور فرض محال صحیح فرض کر لیا جاوے تو وہ خود اپنے مضمون کی مبطل و مکذب ہے۔ ہم اس حدیث کی رو سے پہلے اسی کو قرآن پر پیش کرتے ہیں تو بحکم آیہ وما آتاکم الرسول وغیرہ اس کو موضوع پاتے ہیں۔ یہ بات میں صرف اپنی رائے سے نہیں کہتا بلکہ آئمہ محدثین اور فقہاء اصولیوں کی کتابوں میں پاتا ہوں۔

کتاب تلویح میں ہے

وقد طعن فیه المحدثون بان فی روایة یزید بن ربیعه وهو مجهول و ترك فی اسناده واسطة بین الاشعث وثوبان فیکون منقطعاً وذکر یحی بن معین انه حدیث وضعه الزنادقة۔ (تلویح ص ۲۲۹)

کہ محدثین نے اس حدیث کو اس وجہ سے مطعون کیا ہے کہ اس کے راویوں میں ایک یزید بن ربیعہ ہے جو مجہول الحال تھا اور اس کی سند میں اشعث اور ثوبان کے درمیان سے ایک راوی چھوٹ گیا ہے۔ لہذا یہ منقطع ہے (نہ متصل) اور یحی بن معین نے کہا ہے کہ یہ ایسی حدیث ہے جس کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ یعنی از خود گھڑ لیا ہے۔

مولانا بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت میں فرمایا ہے

قال صاحب سفر السعادة انه من اشد الموضوعات قال الشیخ ابن حجر العسقلانی قد جاء بطرق لا تخلوا عن المقال وقال بعضهم قد وضعه الزنادقة وایضاً هو مخالف لقوله تعالی ما آتاکم الرسول فخذوه فصحة هذا الحدیث یستلزم وضعه ورده فهو ضعیف مردود

کہ صاحب سفر السعادۃ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث سخت موضوعات سے ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو گفتگو سے خالی نہیں۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ یعنی از خود بنا لیا ہے۔ اور نیز یہ اس قول باری کے مخالف ہے جس میں فرمایا ہے کہ رسول جو کچھ تمہیں دے، لے لو۔ پس اگر اس حدیث کو صحیح مان لیں تو اس سے بھی اس کا موضوع و مردود ہونا لازم آتا ہے (یعنی اس حدیث کو صحیح مان کر اس کے مضمون کے مطابق اس کو قرآن پر عرض کیا تو قرآن نے اس کے برخلاف ہر ایک صحیح حدیث کو قبول کرنے کا حکم دیا اور اس کے مضمون کو رد کر دیا)

ابن طاہر حنفی، صاحب مجمع البحار کہتے ہیں

و ما اوردوہ الاصولیین من قولہ اذا روی عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوہ و ان خالفہ ردوہ، قال الخطابی وضعتہ الزنادقہ و یدفعہ حدیث انی اوتیت الکتاب و ما یعدلہ و یروی و مثلہ و کذا قال الصنعانی و ھو کما قال۔ انتہی۔ (تذکرہ ابن طاہر)۔

کہ ان اصولیوں نے جو آنحضرت ﷺ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب کوئی حدیث میری طرف سے مروی ہو تو اس کو قرآن پر عرض کرو، پس اگر وہ اس کے موافق نکلے تو اس کو قبول کرو، اور اگر مخالف نکلے تو رد کردو۔ اس کی نسبت خطابی نے کہا ہے کہ زندیقوں نے اس کو گھڑ لیا ہے۔ اور اس کو آنحضرت ﷺ کا وہ قول رد کرتا ہے جس میں ارشاد ہے کہ میں قرآن دیا گیا ہوں اور وہ چیز جو اس کے برابر یا اس کی مانند (یعنی حدیث)۔ ایسا ہی صنعانی نے کہا ہے۔ اور حقیقت میں بھی ایسا ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے۔

قاضی محمد بن علی شوکانی فوائد مجموعہ میں فرماتے ہیں۔

حدیث اذا روی عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوہ و ان خالفہ ردوہ قال الخطابی و ضعتہ الزنادقۃ و یدفعہ انی اوتیت القرآن و مثلہ معہ و کذا قال الصنعانی قلت و قد سبقھما الی نسبتہ الی الزنادقۃ ابن معین کما حکاہ الذہبی علی ان فی ہذا الحدیث الموضوع نفسہ ما یدل علی ردہ لانا اذا عرضناہ علی کتاب اللہ خالفہ ففی کتاب اللہ عزوجل ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نہاکم عنہ فانتہوا۔ و نحوہ من الآیات۔ (تذکرہ موضوعات۔ شوکانی۔ ص ۱۲۹)۔

اس قول کی نسبت جو اصولیوں نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے، خطابی نے کہا ہے کہ اس کو زندیقوں نے وضع کیا ہے اور اس کو وہ قول رسول، رد کررہا ہے (جو پہلے گزرا) ایسا ہی صنعانی نے کہا ہے اور ان دونوں سے پہلے یحیٰ بن معین نے اس کو زندیقوں کی طرف منسوب کیا ہے، چنانچہ ذہبی نے ان سے نقل کیا ہے۔ علاوہ بریں خود اس حدیث موضوع کا مضمون اس کو رد کررہا ہے، کیونکہ ہم نے اس کے مضمون کے مطابق اس کو قرآن پر پیش کیا تو وہ قرآن کے مخالف نکلا کیونکہ قرآن میں ہے کہ جو کچھ تمہیں رسول دے اس کو قبول کرو۔

☆ اور جو حدیث حارث اعور آپ نے پیش کی ہے وہ بھی اولاً صحیح نہیں، جس کتاب مشکوۃ سے آپ نے وہ حدیث نقل کی ہے اس میں اس کا جرح موجود ہے۔ جس کو آپ نے سرقہ وخیانت سے نقل نہیں کیا۔ اس میں منقول ہے

قال الترمذی ہذا حدیث اسنادہ مجہول فی الحارث مقال

ایسا ہی تقریب التہذیب میں حارث اعور کو مجہول کہا ہے۔ اور اس حارث کا حال ہم کتب اسماء الرجال سے بتفصیل نقل کریں تو ایک دفتر ہو جائے۔ یہ اعور بھی ایک دجال تھا اور اگر بطور فرض محال اس حدیث کو صحیح تسلیم کرلیں تو اس کے وہ معنی نہیں جو آپ نے بطور تحریف کئے ہیں۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگ دلائل شرعیہ یعنی قرآن و حدیث کو چھوڑ کر محض رائے والی باتوں میں خوض کریں تو اس فتنہ سے نجات قرآن سے متصور ہے اور احادیث وآثار سابقہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ حدیث بھی مثل قرآن ہے وبناءً علیہ اس حدیث کے یہ معنی ہوں گے کہ اس فتنہ سے نجات قرآن و حدیث دونوں کے اتباع سے متصور ہے، نہ یہ کہ حدیث نبوی فتنہ ہے اور اس سے نجات مطلوب ہے۔ آپ نے اس حدیث کے ترجمہ میں لفظ احادیث کا ترجمہ حدیثوں سے کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ روئے زمین پر ایسا کوئی مسلمان نہ ہوگا جو اس کلام میں احادیث سے نبوی حدیثیں مراد لیتا ہو۔

یہاں احادیث سے مراد، لوگوں کی باتیں ہیں، جو اس کے لغوی معنی ہیں۔ اور بہت سی احادیث نبویہ میں یہ لغوی معنے پائے جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں

ایاك و الظن فان الظن اکذب الحدیث یعنی ظن سے بچو، ظن جھوٹی بات ہے

ایک حدیث میں ذکر ہے کفی بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع کہ آدمی کو جھوٹا بننے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو بات سنے اس کو نقل کر دے۔ یعنی صحیح و غیر صحیح کی تمیز و تحقیق نہ کرے۔

یہاں بھی حدیث سے بات کرنا مراد ہے۔ جس حدیث میں بوقت قضا حاجت دو شخصوں کی آپس میں باتیں کرنے سے ممانعت وارد ہے، اس حدیث میں بھی لفظ یحدثان بولا گیا ہے۔ کیا ان سب احادیث میں حدیث سے حدیث نبوی کی تحدیث مراد ہے۔ ہرگز نہیں (قرآن کے محاورہ میں بھی لفظ حدیث بات چیت کے معنی بولا گیا ہے)۔

☆ آپ نے اس حدیث اعور کے معنے میں تحریف کرنے کے وقت یہ غور نہ کیا کہ

حدیث کے لغوی معنی کیا ہیں۔ یا دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ دیا۔ حضرت عمر کے قول حسبنا کتاب اللہ سے جو آپ نے تمسک کیا ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحۃ و الثبوت کو چھوڑ کر کتاب اللہ کو کافی سمجھنا چاہیے۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جہاں ہمارے پاس سنت صحیحہ نبویہ سے کوئی تفصیل نہ ہو، وہاں قرآن کریم کو کافی سمجھیں گے، کیونکہ اس صورت میں یہ امر ناممکن ہے کہ قرآن کریم میں اس کا بیان کافی نہ ہوا ہو۔ قرآن میں اس کا بیان نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی حدیث میں ضرور اس کی تفصیل پائی جاتی۔ اس پر روشن دلیل جس سے کوئی مسلمان انکار نہ کرے، یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق نے اپنی تمام عمر میں اپنے سے چھوٹے رتبہ کے لوگوں کی روایات کو قبول کیا ہے، اور ان روایات سے مستغنی ہو کر عمل کتاب اللہ کو کافی نہیں سمجھا۔ اس کی تفصیل ہمارے ضمیمہ جات ۱۸۷۸ء میں بخوبی ہو چکی ہے اس مقام میں اس کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

☆ اول۔ قرآن مجید میں بیٹی کی وراثت کا یہ حکم بیان ہوا ہے کہ کسی شخص کی ایک بیٹی ہو تو وہ نصف مال کی وارث ہے۔ اس حکم قرآنی کے مفسر یا یوں کہیں کہ مخصص آنحضرت ﷺ کی یہ احادیث ہیں۔

گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جس کی دست آویز سیدیق اکبر نے حضرت فاطمہ کو آنحضرت ﷺ کے خالص مال سے ورثہ نہ دیا، باوجودیکہ انہوں نے مطالبہ بھی کیا۔

آنحضرت ﷺ نے بیٹی بیٹے وغیرہ وارثوں کو اس حالت میں محروم الارث ٹھہرایا ہے جب کہ وہ مورث کو قتل کر دیں یا وارث و مورث کے مذہب میں اختلاف ہو جاوے۔ حضرت عمر فاروق نے ان احادیث کو قبول فرمایا اور ان پر عمل کیا اور ان احادیث سے مستغنی ہو کر آیت میراث کے عمل پر اکتفا نہ کیا۔

☆ ۲۔ قرآن مجید میں ان عورتوں کو جن کا نکاح مرد پر حرام ہے، شمار کر کے فرمایا ہے احل لکم ما وراء ذا لکم یعنی ان عورتوں کے سوا جن کا حکم حرمت نکاح قرآن میں بیان ہوا ہے سب عورتیں تم پر حلال ہیں۔ اس حکم قرآن کی تفسیر یا یوں کہیں کہ تخصیص میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جورو کی خالہ اور پھوپھی جورو کے نکاح میں ہونے کی حالت میں نکاح میں نہ لائی جائے چنانچہ فرمایا لا تنکح المرئۃ علی عمھا و لا علی خالتھا

آنحضرت ﷺ کے جملہ صحابہ نے جن میں حضرت عمر بھی داخل و شامل ہیں اس

حدیث نبوی کو قبول فرمایا ہے اور اس کو مخالف قرآن سمجھ کر اس کے عمل سے استغنا اور عمل قرآن پر اکتفا نہیں کیا۔

فاضل حبیب اللہ قندھاری نے کتاب مغتنم الحصول میں کہا ہے

ان الصحا بة خصصوا و احل لکم ما وراء ذا لکم بلا تنکیح المرأة علی عمتها و لا علی خا لتها و یو صیکم الله فی او لا دکم بلا یر ث القا تل و لا یتوا ر ثا ن اہل الملتین و نحن معشر ا لا نبیاء لا نر ث و لا نو ر ث ۔

کہ صحابہ نے اس آیہ کے حکم کو جس میں ارشاد ہے کہ محرمات مذکورہ قرآن کے سوا اور سب عورتیں تم پر حلال ہیں اس حدیث سے مخصوص البعض ٹھہرایا ہے جس میں ارشاد ہے کہ کسی عورت کو اس کی پھوپھی اور خالہ کے ساتھ نکاح میں جمع نہ کریں اور آیت میراث کے حکم کو اس حدیث سے مخصوص البعض قرار دیا ہے جس میں ارشاد ہے کہ دو مختلف دین والے آپس میں وارث نہ ہوں، اور نبی کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ انکا کوئی وارث ہوتا ہے۔

☆ ۳۔ حضرت عمر فاروق نے ایک بادیہ نشین راوی کی اس حدیث کو قبول فرمایا جس میں بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک عورت کو اسکے خاوند کی دیت کا وارث کیا، باوجودیکہ قرآن مجید اس عورت کو دیت کا وارث نہیں بناتا، کیونکہ وہ دیت بعد موت شوہر کا مال ہوتا ہے اور عورت بعد موت شوہر اس کی عورت نہیں رہتی ۔ و بناءً علیہ حضرت عمر فاروق کی رائے یہ تھی کہ وہ عورت اس مال سے وراثت کی مستحق نہیں مگر جب آپ کو حدیث مذکور معلوم ہوئی تو اپنی رائے کو چھوڑ دیا اور حدیث کو قبول فرمایا۔ ترمذی میں ہے

کا ن عمر ابن الخطا ب یقول الدیة علی العا قلة و لا تر ث المر ئة من دیة زو جها شیئاً حتی قا ل له الضحا ك بن سفیا ن کتب الی رسو ل الله ﷺ ان ور ث امر ئة اشیم الضبا بی من دیة زو جها فر جع عمر۔

(رواہ الترمذی و ابو دائود)

کہ حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے کہ خون بہا عصبات وغیرہ وارثوں پر ہے۔ اور عورت اپنے شوہر کے خون بہا سے وارث نہیں ہوتی، یہاں تک کہ ضحاک بن سفیان نے ان کو خبر دی کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے لکھا تھا کہ اشیم الضبابی کی عورت کو اس کے خون بہا سے وارث بنا، تو حضرت عمر نے اپنے قول سے رجوع کیا۔

☆ ۴۔ دیت جنین کی حدیث کو دو شخصوں کی روایت وشہادت سے آپ نے قبول کیا اور اس باب میں قرآن کریم کے حکم قصاص پر اکتفا نہ فرمایا

ہشام نے اپنے باپ عروہ سے روایت کی ہے

عن ہشام عن ابیه ان عمر بن الخطاب انشد الناس من سمع النبی ﷺ قضی فی السقط فقال المغیرة انا سمعته قضی فی السقط فقال المغیرة انا سمعته قضی فی السقط بغرة عبد او امة قال ائت من یشهد معک علی ہذا فقال محمد بن مسلمه انا اشهد علی النبی ﷺ بمثل ہذا۔ رواہ البخاری۔ و زاد ابو دائود فقال عمر بن الخطاب الله اکبر لو لم اسمع بهذا لقضینا بغیر ہذا۔ کہ حضرت عمر نے لوگوں سے قسم دے کر پوچھا کہ کیا کسی نے اس بچہ کا حکم رسول اللہ سے سنا ہے جو ماں کے پیٹ سے مردہ گرایا گیا ہو تو مغیرہ نے ہاں میں نے سنا ہے آپ نے اس کا خون بہا ایک غلام یا لونڈی مقرر کیا ہے اس پر آپ نے فرمایا تیرے ساتھ کوئی اور بھی اس بات کا گواہ ہے۔ محمد بن مسلمہ بولے ہاں میں گواہ ہوں۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ پھر حضرت عمر بولے اللہ اکبر، ہم یہ حکم نہ سنتے تو کچھ اور ہی فیصلہ کرتے۔

☆ ۵۔ سبھی انگلیوں کے خون بہا کے برابر ہونے کی حدیث آپ نے قبول فرمائی باوجودیکہ آپ کی رائے اس میں یہ تھی کہ چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی کی دیت نو (۹) اونٹ ہونی چاہیے، بیچ والی اور اس کے ساتھ والی سبابہ کے ۱۲، اونٹ انگوٹھے کے ۱۵۔ اونٹ جو بظاہر ان کے مختلف قوتوں اور مقداروں کی نظر سے انصاف اور عدل معلوم ہوتی ہے مگر آپ نے حدیث سنی تو قبول فرمائی، اور قرآن سے اسکے مطابق کرنے کی کچھ پرواہ نہ کی۔

صحیح بخاری میں حدیث ہے عن النبی ﷺ قال ہذہ ہذہ یعنی الخنصر والابہام سواء (یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چھوٹی انگلی اور انگوٹھا برابر ہیں)

اور مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت میں ہے۔

و ترک عمر رائیه فی دیت الاصابع و کان رائه فی الخنصر و البنصر تسعا و فی الوسط و فی المسبحة اثنا عشر و فی الابہام خمسة عشر

کل ذا لک فی التیسیر قا ل الشا رح و کذا ذکر غیرہ و الذ ی فی روا یت البیہقی انہ کا ن یر ی فی المسبحہ اثنا عشر و فی الوسطی ثلا ثہ عشر بخبر عمر و بن حز م فی کل اصبع عشر من الا بل

کہ حضرت عمر نے اپنی رائے کو انگلیوں کے خون بہا میں ترک کر دیا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی کا خون بہا نو اونٹ، بیچ والی اور کلمہ کی انگلی کے بارہ اونٹ، انگوٹھے کے پندرہ ۔ ایسا ہی کتاب تیسیر میں ہے ۔ شارح نے کہا ہے کہ ایسا ہی اوروں نے ذکر کیا ہے، مگر بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر کلمہ والی انگلی کا خونبہا بارہ اونٹ خیال کرتے اور بیچ والی کے تیرہ اونٹ ۔ اس رائے کو آپ نے عمرو بن حزم کی اس حدیث سے ترک کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ہر ایک انگلی کا خون بہا دس اونٹ مقرر کئے ہیں ۔

اس مضمون کی اور بہت مثالیں ہیں مگر ہم آپکی طرح تطویل پسند نہیں کرتے ۔ ان امثلہ کو دیکھ کر کس و ناکس بشرطیکہ ادنی فہم و انصاف رکھتا ہو ہرگز نہ کہے گا کہ حضرت عمر نے جو فرمایا ہے کہ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ حدیث نبوی کی ہم کو حاجت نہیں اور قرآن اس کی جگہ کافی ہے، اور نہ یہ مراد ہے کہ جب تک کسی حدیث کی شہادت قرآن میں نہ پائی جائے وہ لائق قبول نہیں ۔ بلکہ اس سے مراد صرف وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ جس مسئلہ میں سنت صحیحہ سے کوئی تفصیل نہ ہو وہاں قرآن کریم کافی ہے ۔ اس قول فاروقی کے مورد کو دیکھا جائے تو اس سے بھی یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں مگر اس کی بحث تفصیلی میں تطویل ہوتی ہے، کیونکہ اس میں شیعہ سنیوں کے باہمی اختلاف کو جو اس قول کی نسبت ہے، ذکر کرنا پڑتا ہے، جس سے بحث مقصود سے خروج لازم آتا ہے ۔

☆ امکان تضعیف و توہین حدیث صحیحین پر آپ نے ایک یہ دلیل پیش کی ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو تم اسکی تفتیش کرو ۔ یہ دلیل بھی آپ کی ناواقفی پر ایک دلیل ہے ۔ احادیث صحیحین کے راوی تہمت فسق سے بری ہیں اور ان کی عدالت ثابت و متحقق ہو چکی ہے اسی نظر سے ان کتابوں کی احادیث اتفاق اہل اسلام کے ساتھ صحیح تسلیم کی گئی ہیں ۔

امام ابن حجر مقدمہ فتح الباری (ص ۲۴۴) میں فرماتے ہیں ۔

ینبغی لکل منصف ان یعلم ان تخریج صا حب الصحیح لا ی را و ی

کان مقتضی بعدا لته عنده عنده و صحة ضبطه و عدم غفلته و لا سیما ما انصا ف الی ذا لک من اطلاق جمہور ا لآ ئمة علی تسمیة الکتا بین با لصحیحین و ہذا المعنی لم یحمل لغیر من خر ج عنه فی الصحیحین فھو نہا یت اطباق الجمہور علی تعدیل من ذکر فیھما ۔ ہذا اذا اخر ج له فی الا صو ل فا ما ان اخر ج له فی المتابعا ت و الشوا ہد و التعا لیق فھذا یتفاوت در جا ت من اخر ج له فی الضبط و غیره مع حصو ل اسم الصدق لھم و حینئذ اذا و جد نا لغیره فی احد منھم طعنا فذالک الطعن للتعدیل لہذا ا لا ما م فلا یقبل ا لا مبین السبب مضرا بقا د ح یقدح فی عدا لت ہذا الراوی و فی ضبطه مطلقاً او فی ضبطه الخبر بعینه لا ن ا لاسبا ب الحا ملة للآ ئمة علی الجر ح متفا وتة منھا ما یقد ح و منھا ما لا یقد ح و قد کا ن الشیخ ابو الحسن المقدسی یقول فی الر جل الذی یخر ج عنه فی الصحیح ہذا جاز القنطرة یعنی بذ لک انه لا یلتفت الی ما قیل فیه قا ل الشیخ ابو الفتح القشیری فی مختصره و ہکذا نعتقد و به اقول و لا یخرج عنه ا لا بحجة ظا ہرة و بیا ن شاف یزید فی غلبة الظن علی المعنی الذی قد منا ه ۔ من اتفاق الناس بعد الشیخین علی تسمیة کتا بیھما بالصحیحین و من لوا زم ذا لک تعدیل روا تھا ۔ قلت فلا یقبل الطعن فی احد منھم ا لا بقا د ح وا ضح ،

کہ ہر ایک منصف کو یہ جان لینا چاہیے کہ صحیح (بخاری یا مسلم) کے مصنف کا کسی راوی کی حدیث کو روایت کرنا اس کے نزدیک اس کے عادل ہونے اور اس کے ضبط کے صحیح ہونے اور اس کے غافل نہ ہونے کا مقتضی ہے، خصوصاً اس حالت میں کہ اس امر کے ساتھ جمہور علماء کا ان دو کتابوں کے صحیح کہنا ملایا جائے، یہ معنی ان راویوں میں پائے نہیں جاتے جن سے صحیحین میں روایت حدیث نہ ہوئی ہو۔ ان کتابوں کو صحیح کہنا ان کے راویوں کے عادل ہونے پر جمہور علماء کا پرلے سرے کا اتفاق ہے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ان راویوں سے اصل روایات میں روایت کی گئی ہو اور اگر انکی روایات اصل روایات کے شواہد و متابعات میں ہو تو پھر ان راویوں کے درجات ضبط وغیرہ مختلف ہیں یعنی بعض اعلیٰ بعض ادنیٰ،

ومعہذا راست گو ہونے کا نام ان سب راویوں پر صادق آتا ہے۔ جب یہ قرار پایا تو جب ہم کسی اور محدث کا کوئی طعن واعتراض ان کتابوں کے کسی راوی کے حق میں پائیں گے تو یہ طعن مصنف کتاب کے اس راوی کو عادل کہنے کے مقابل ہوگا۔ سو بلا بیان سبب طعن جو مفسر ہو اور اس راوی کے عادل ہونے کو توڑ سکے، یا اس کے ضابط ہونے میں خلل انداز ہو، مقبول نہ ہوگا کیونکہ اسباب طعن جو موجب جرح سمجھے جاتے ہیں مختلف ہوتے ہیں، بعض قدح ضبط وعدالت کرتے ہیں، بعض نہیں کرتے (لہذا اس کی تفصیل سے ضروری ہے) شیخ ابوالحسن مقدسی اس شخص کے حق میں، جس سے کتاب صحیح میں روایت ہو چکی ہو، فرمایا کرتے تھے کہ یہ پل کے اس پار اتر گیا ہے، یعنی اس کے حق میں کسی کا طعن سنا نہ جائے گا۔ شیخ ابوالفتح قشیری اپنی مختصر میں فرما گئے ہیں کہ ہم بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں، اس سے بجز دلیل روشن اور بیان شافی کے جو محدثین کے بالاتفاق صحیح کو صحیح کہنے پر جس سے رواۃ صحیحین کا عادل ہونا لازم آتا ہے فوقیت رکھے عدول نہ کیا جائے گا۔ میں (صاحب فتح الباری) کہتا ہوں پس ان راویوں میں کسی کا طعن وجرح بلا بیان سبب جو قادح عدل وضبط نہ ہو، مقبول نہ ہوگا۔

☆ اس کے مقابلہ میں جو آپ (مرزا) نے لکھا ہے کہ امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب ہر ایک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے۔ یہ آپ کی ناواقفی پر ایک اور دلیل ہے۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ روایت اور شہادت کا حکم ایک ہے۔ جس میں فعلی صدور کذب مانع قبول واعتبار ہے نہ امکانی۔ اور اگر امکانی کذب بھی مانع قبول واعتبار ہوتا، تو خدا تعالی کسی گواہ کی شہادت بجز نبی معصوم قبول نہ کرتا۔ اور نہ عدالت شہود کا نام لیتا اور مسلمانوں کو یہ اجازت نہ دیتا و اشہدوا ذوی عدل منکم یعنی دو گواہ عادل گواہ بناؤ، اور نہ فرماتا ممن ترضون من الشہداء یعنی ان لوگوں کو گواہ بناؤ جن کو پسند کرو۔ یعنی بلحاظ ان کے عدل و استقامت کے اچھا سمجھو۔ بلکہ صاف یہ فرماتا کہ ہر معاملہ میں نبی معصوم کو گواہ کرلیا کرو کیونکہ امکان کذب وغیرہ جو بقول آپ (مرزا) کے بجز نبی معصوم کے، ہر ایک گواہ میں موجود ہے۔ اور امید ہے کہ یہ بات آپ بھی نہ کہیں گے کہ امکان کذب کی نظر سے شہادت بجز نبی معصوم کسی کی مقبول نہیں، پھر اس امکان کذب کی نظر سے روایت حدیث کو کیوں ناقابل اعتبار ٹھہراتے ہیں۔ آپ کے ایسے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو فن حدیث کے کوچہ سے بالکل ناآشنائی ہے۔ آپکو کتب حدیث پر اتفاقی نظر بھی نہیں پڑی۔ صحیح مسلم کا صفحہ ٦ اگر آپکی

نظر سے گذرا ہوا ہوتا تو آپ ہرگز اس آیت سے اپنے دعوی پر استدلال نہ کرتے۔ یہ تو اس امر کی دلیل ہے کہ جب راویوں یا ناقلوں کے ظاہری صدق وعدالت کا حال معلوم نہ ہوتو ان کو بلاتحقیق قبول نہ کرو، نہ یہ کہ جن کا صدق وعدالت تم کو ثابت ہوان کو نقل وروایت میں اس خیال سے کہ ان سے صدور کذب ممکن ہے بلاتحقیق جدید نہ مانو۔

صحیح مسلم کے صفحہ ۶ میں ہے

و اعلم وفقک اللہ ان الواجب علی کل احد عرف التمیز بین صحیح الروایات و سقیمها و ثقات الناقلین لها من المتهمین ان لا یروی منها الا ما عرف صحت مخارجه و الستارة فی ناقلیه و ان یتقی منها عن اہل التهم و المعاندین من اہل البدع و الدلیل علی ان الذی قلنا من ہذا ہو اللازم دون ما خالفه قول اللہ تبارک و تعالی ذکرہ یا یها الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجہالة فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین۔ و قال جل ثنائه ممن ترضون من الشہداء۔ و قال و اشہدوا ذوی عدل منکم۔ فدل بما ذکرنا من ہذہ الآی ان خبر الفاسق ساقط غیر مقبول و ان شہادة غیر العدل مردودة و الخبر ان فارق معناہ معنی الشہادت فی بعض الوجوہ فقد یجتمعان فی اعظم معانیهما اذ کان خبر الفاسق غیر مقبول عند اہل العلم کما ان شہادته مردودة عند جمیعهم۔

تو جان لے کہ ہر شخص پر جو صحیح و غیر صحیح روایات میں ثقہ اور غیر ثقہ راویوں میں تمیز رکھتا ہو، یہ واجب ہے کہ وہی حدیث روایت کرے جس کے مخرج (جہاں سے وہ حدیث نکلی اور مروی ہوئی ہے) کی صحت پہچان لے اور اس کے راوی کا مستور ہونا جان لے۔ اور جو روایت متہم اور مخالفین حق اور اہل بدعت سے مروی ہو اس سے بچے اس پر دلیل وہ آیت ہے جس میں یہ ذکر ہے۔ اے ایمان والو کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو تم اس کی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم پر نادانی سے جا پڑو پھر اپنے کئے پر نادم ہو۔ اور وہ آیت جس میں ارشاد ہے کہ جن گواہوں کو تم پسند کرو اور وہ قول جس میں فرمایا ہے دو گواہ عادل کو گواہ بناؤ۔ ان آیتوں سے ثابت ہے کہ فاسق کی خبر ساقط ہے، مقبول نہیں ہے۔ اور غیر عادل کی شہادت

مردود ہے اور خبر اگر چہ بعض اوصاف میں شہادت سے متفارق ہے مگر بڑی بھاری اوصاف میں وہ دونوں متفق ہیں، کیونکہ فاسق کی خبر اہل علم کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کی شہادت نامقبول ہے۔

☆ میرے اس سوال کے جواب میں کہ قرآن مجید کو احادیث صحیحہ کا معیارِ صحت ٹھہرانے میں آپ کا کوئی شخص امام یا موافق ہے، جو آپ نے فرمایا ہے کہ تمام مسلمان جو قرآن کو امام جانتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اس مسئلہ میں میرے موافق ہیں اور خاص کر صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی میرا موافق ہے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے اس حکم سے کہ جو کچھ مجھ سے روایت کرو اس کو پہلے کتاب اللہ پر عرض کرو حدیث من ترك الصلوة متعمداً فقد كفر کو قرآن پر عرض کیا اور تیس سال کے بعد اس کو آیت اقیموا الصلوة و لا تكونوا من المشركين کے مطابق پایا تو اس حدیث کو قبول کیا۔

اس کے پہلے حصہ کا جواب تو سابقاً گذر چکا ہے کہ مسلمانوں کا قرآن کو امام ماننا اور اس پر ایمان لانا، یہ نہیں چاہتا کہ وہ کوئی حدیث صحیح جب تک کہ اس کو قرآن پر عرض نہ کریں قبول نہ کریں۔ بلکہ وہ ایمان ان کو یہ سکھلاتا ہے کہ وہ حدیث کو جب اس کی صحت کا بقوانین روایت ثابت ہو، فوراً قبول کریں اور اس کو قرآن مجید کی مانند واجب العمل سمجھیں، صرف قرآن مجید کو کافی سمجھ کر اس حدیث سے استغنا نہ کریں۔

رہا جواب دوسرے حصہ کا کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی نے آپ کے اعتقاد کے موافق عمل کیا ہے اور حدیث من ترك الصلوة متعمداً کو قبول نہ کیا جب تک کہ اس کو آیت اقیموا الصلوة کے مطابق وموافق نہ پایا، سو اس کا جواب یہ ہے کہ کلام صاحب حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی کا مطلب بیان کرنے میں آپ نے دو وجہ سے دھوکہ کھایا ہے، یا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔

وجہ اول یہ ہے کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی نے آپ کی مانند یہ عام اصول نہیں ٹھہرایا کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحت کے ثابت ہو جانے کے بعد اس کی صحت کا امتحان اس اصول سے کیا جائے، اور جب تک وہ حدیث مطابق قرآن نہ ہو، اس کو صحیح نہ سمجھا جائے۔ ان کی کلام میں اس عام اصول کا نام ونشان بھی نہیں ہے اور نہ آپ نے یہ عام اصول ان سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے صرف اس ایک حدیث من ترك الصلوة کو کتاب

اللہ پر عرض کیا۔ اور اگر اس حدیث کے سوا اور احادیث کو بھی انہوں نے اسی عرض کے ذریعہ سے صحیح قرار دیا ہے، تو آپ یہ امر ان سے بنقل صحیح ثابت کریں، ورنہ آپ پر یہ الزام قائم ہے کہ آپ جزء واقعہ کو عام اصول بناتے ہیں، اور خود دھوکا کھاتے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس پر اگر یہ سوال کرو کہ ان کے نزدیک یہ اصول تصحیح روایت عام مقرر نہ تھا، تو انہوں نے اس حدیث من ترك الصلوة کو قرآن پر کیوں عرض کیا؟ تو جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت معنی میں ان کو کچھ شک ہوگا، اس شک کو رفع کرنے کی غرض سے انہوں نے یہ عمل کیا، یا یہ کہ باوجود تسلیم صحت و عدم شک انہوں نے حصول مزید طمانیت کے لئے ایسا کیا، اور اس حدیث کے اعتقاد کو اور پختہ کر لیا۔ اس کے جواب میں اگر یہ کہو کہ اس مسئلہ کا عام اصول ہونا خود اس حدیث کے الفاظ سے ثابت ہے، اس صورت میں یہ اصول گویا آنحضرت ﷺ کا مجوزہ اصول ہوا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہ ہونا، بلکہ زندیقوں، چھپے کا فروں کی بناوٹ ہونا، سابقاً بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ لہذا اس مسئلہ کا بحکم نبوی عام اصول ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

دوسری وجہ یہ کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی کی کلام میں یہ تصریح نہیں ہے کہ جب تک شیخ طوسی نے اس حدیث کو آیت اقیموا الصلوة کے موافق نہ کر لیا تھا تب تک اس کو غیر صحیح یا وضعی سمجھا تھا۔ یا تیس سال کے عرصہ تک اس حدیث کی صحت یا عدم صحت کی نسبت کوئی فیصلہ نہ کیا تھا۔ کیوں جائز نہیں کہ وہ اس حدیث کو مان چکے تھے مگر مزید اطمینان کے لئے وہ تیس برس تک قرآن مجید سے اس کا متوافق ہونا تلاش کرتے رہے۔ آپ سچے ہیں تو اس احتمال کو دلیل سے اٹھاویں اور بنقل صریح ثابت کریں کہ شیخ طوسی تیس سال تک اس حدیث کو غیر صحیح یا موضوع سمجھتے رہے یا اس کی صحت میں متردد و متوقف رہے۔ اس احتمال کو بدلائل اٹھا کر اس امر کو بنقل صریح ثابت کرنے کے بغیر آپ کا اس قول طوسی سے استدلال کرنا اور اس پر یہ درخواست کرنا کہ میں نے ایک آدمی کا نام اپنے موافقین سے بتا دیا، اب آپ ضد چھوڑیں۔ کمال تعجب کا محل ہے اور شرم کا موجب ثبت العرش ثم انقش آپ شیخ اسلم طوسی سے اس عرض کا عام اصول صحت احادیث ہونا، یا تیس سال تک خاص کر حدیث من ترك الصلوة کی صحت میں متوقف رہنا، ثابت کریں۔ تو ہمارے انکار کو ضد کہیں۔ یہ نہ ہو سکے تو اس حدیث کی صحت ہی ثابت کریں۔ پھر ہم شیخ طوسی سے ان

امور کا ثبوت بہم پہونچانے کے طالب نہ رہیں گے۔ اور اس حدیث کو جس کا مضمون خود ایک اصول ہے، تسلیم کر کے اپنے انکار سے رجوع کریں گے۔ و اللہ ثم باللہ، ثم باللہ، و کفی باللہ شہیدا و کفی باللہ وکیلاً۔

اور اگر آپ صحت حدیث ثابت نہ کر سکیں یا شیخ طوسی سے امور مذکورہ بنقل صریح ثابت نہ کریں تو آپ اپنے مخترعہ مستحدثہ اصول پر اصرار و ضد چھوڑ دیں۔ زیادہ ہم کیا کہیں۔

☆ ۵۔ آپ لکھتے ہیں کیا آپ قرآن کریم کی ان خوبیوں کے بارے میں کہ وہ محک اور معیار اور میزان ہے، کچھ شک میں ہیں؟ یہ کمال دھوکہ دہی ہے اور اپنے پرچہ نمبر ۵ میں میرا یہ اقرار کہ میں قرآن کو امام جانتا ہوں اور احادیث صحیحین کو قرآن کے برابر نہیں سمجھتا، نقل کرنے کے بعد یہ استفسار ایک افتراء ہے، جس سے مقصود صرف اپنے بے علم مریدوں کو میری طرف سے بدظن کرنا ہے اور یہ جتانا ہے کہ یہ شخص قرآن کو نہیں مانتا۔ اس کا جواب میں پہلے بھی دے چکا ہوں کہ جو شخص قرآن کو حکم و امام نہ مانے، وہ کافر ہے۔ اب پھر کہتا ہوں کہ قرآن ہمارا حکم، امام، میزان، معیار، قول فیصل وغیرہ ہے، مگر اپنے غیر پر، یعنی لوگوں کے باہمی اختلافات و تنازعات پر جو رائے پر مبنی ہوں اور حدیث صحیح تو خادم و مفسر قرآن اور وجوب عمل میں مثل قرآن ہے، وہ اس سے مخالف و منازع نہیں، اور کسی مسلمان کا اسکی صحت قبول کرنے میں اختلاف نہیں تو پھر قرآن اس کی صحت کا حکم و معیار و محک کیونکر ہو سکتا ہے۔

اے خدا کی مخلوق، خدا سے ڈرو۔ مسلمانوں کو دھوکہ میں نہ ڈالو۔ قرآن و حدیث صحیح ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں تو پھر ایک دوسرے کے محک و معیار ہونا کیا معنے رکھتا ہے؟

☆ آپ کہتے ہیں کہ موضوع ہونا کسی حدیث کا اور بات ہے، ضعیف ہونا اور ہے۔ اور میں نے صحیح مسلم کی حدیث دمشقی کے ضعیف ہونے کا امام بخاری کو قائل قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کیا تو اس سے مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف سمجھا ہے، جس کو موضوع ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔

اس قول میں ایک تو آپ نے دھوکہ دیا ہے۔ دوسرا اپنی ناواقفی کا اظہار کیا ہے۔ دھوکہ یہ کہ یہاں آپ ضعیف اور موضوع میں فرق کو تسلیم کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے نزدیک جو حدیث موافق قرآن نہ ہو، وہ موضوع ہے اور کلام رسول ہونے سے خارج، نہ

اور قسم کی ضعیف ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی تحریرات نمبر۲ وغیرہ میں ایسی حدیثوں کو کبھی موضوع کہتے ہیں کبھی غیر صحیح وضعیف، جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کی اصطلاح میں موضوع وضعیف ایک ہے ۔ اور صحیح مسلم کی حدیث دمشقی کو بھی آپ قرآن کریم کے مخالف سمجھتے ہیں اور اپنے ازالہ اوہام میں اس کی وجوہ مخالفت بڑے زور سے بیان کر چکے ہیں ۔ لہذا وہ آپ کے نزدیک موضوع ہے، نہ اور قسم کی ضعیف ۔ یہاں اپنے اس اعتقاد کو چھپا کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں ۔

جس ناواقفی کا آپ نے اظہار کیا ہے وہ یہ ہے کہ روایت صحیح مسلم کو امام بخاری کے ترک کرنے سے آپ نے یہ اجتہاد کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، صحیح سمجھتے تو وہ اس کو ضرور اپنی کتاب میں لاتے ۔ یہ بات وہی شخص کہے گا، جس کا حدیث کے کوچہ میں بھولے سے بھی کبھی گزر نہ ہوا ہو ۔ امام بخاری نے بہت سی احادیث صحیحہ کو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا اور یہ فرمادیا ہے کہ میں نے ان کو بخوف طوالت ترک کر دیا ہے ۔

صحیح بخاری کے مقدمہ (صفحہ۶) میں ہے

و روی من جہات عن البخاری قال صنفت کتابی الصحیح بستة عشر سنة خرجته من ستمائة الف حدیث و جعلته حجة بینی و بین الله و روی عنه قال رئیت النبی ﷺ فی المنام و کانی واقف بین یدیه و بیدی مروحة اذب عنه فسالت بعض المعبرین فقال انت تذب عنه الکذب ۔ فهو الذی حملنی علی اخراج الصحیح۔ و روی عنه قال ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح و ترکت کثیراً من الصحاح لحال الطول ۔

امام بخاری سے کئی سندوں سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے اپنی کتاب صحیح کو سولہ سال میں جمع کیا ہے اور وہ کتاب چھ لاکھ حدیث کا انتخاب ہے اور وہ خدا تعالی کے سامنے میری دستاویز ہے ۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑا ہوں اور ان کو پنکھا کر رہا ہوں ۔ میں نے بعض تعبیر دانوں سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے یہ تعبیر بتائی کہ تو آنحضرت ﷺ سے جھوٹ دور کر رہا ہے ۔ یہی خواب مجھے اس کتاب کے جمع کرنے پر باعث ہوا ۔ امام بخاری سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کو داخل کیا ہے اور بہت سی صحیح حدیثوں کو طوالت کے

خوف سے ترک کر دیا ہے۔

امام بخاری سے یہ بھی منقول ہے کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں غیر صحیح اور ایک لاکھ صحیح یاد ہیں۔ باوجودیکہ صحیح بخاری میں چار ہزار احادیث منقول ہیں، جس سے ثابت ہے کہ مزید چھیانوے ہزار حدیث امام بخاری کے نزدیک صحیح ہے جن کو وہ اپنی کتاب میں نہیں لائے۔

و جملة ما فی الصحیح البخاری من الا حا دیث المسندة سبعة آلاف و ماء تا ن و خمسة و سبعو ن حد یثاً با لا حا دیث المکررة و بحذف المکررة نحو ار بعة آ لا ف .کذا ذکر النووی فی التہذیب و الحا فظ ابن حجر فی مقد مة فتح الباری ۔ کہ صحیح بخاری کی حدیثوں کی تعداد سات ہزار دو سو ۷۵ ہے اگر مکرر احادیث کو شمار کریں اور اگر مکرر کو چھوڑ دیں تو کل چار ہزار حدیثیں ہیں ایسا ہی امام نووی نے تہذیب میں اور ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔

شیخ عبدالحق نے مقدمہ شرح مشکوۃ میں کہا ہے کہ امام بخاری سے منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ حدیث صحیح یاد ہے اور دو لاکھ غیر صحیح

و نقل عن البخاری انه قا ل حفظت من الصحا ح مائة الف حد یث و من غیر الصحاح ماء تی الف ۔ (مقدمه شرح مشکوة ص ٦)

اس سے صاف ثابت ہے کہ امام بخاری کا کسی حدیث کی روایت کو ترک کرنا اس امر کا مثبت نہیں ہے کہ انہوں نے اس کو ضعیف قرار دیا۔ پھر امام بخاری کا ترک روایت حدیث مسلم کیونکر موجب ضعف ہو۔

امام مسلم نے خود اپنی کتاب میں بہت سی احادیث کو، جن کو وہ صحیح سمجھتے ہیں، ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ مقدمہ شرح مشکوۃ میں ہے

قا ل مسلم الذی او ردت فی ہذا الکتا ب من ا لا حا دیث صحیح ۔ و لا اقول ان ما تر کت ضعیف ۔ (مقدمه شرح مشکوة ص ٦) کہ مسلم نے کہا ہے جو حدیث میں اس کتاب میں لایا ہوں وہ صحیح ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ جس حدیث کو میں نے چھوڑ دیا (یعنی اس کتاب میں نہیں لایا) وہ صحیح نہیں۔

امام مسلم نے خود اپنی کتاب صحیح میں فرمایا ہے

و لیس کل شیء عندی صحیح و ضعته هنا (یعنی فی کتا به الصحیح)

و انا و ضعت هنا ما اجمعوا علیه ۔(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۲)۔ یہ نہیں کہ جو حدیث میرے نزدیک صحیح تھی وہ میں نے اس کتاب میں جمع کردی ہے۔ میں نے اس میں وہی حدیث جمع کی ہے جس کی صحت پر سب کا اتفاق تھا (یعنی جس حدیث کی صحت میں اختلاف تھا وہ میں نے کتاب میں نقل نہیں کی۔گو میرے نزدیک وہ صحیح تھی)

اب دل میں سوچ کر انصاف سے کہیں کہ امام بخاری یا خود امام مسلم کے کسی حدیث کی روایت کو ترک کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہ ہو۔آپ اٹکل پچو ایسی باتیں کہہ کر یہ ظاہر کررہے ہیں کہ فن حدیث سے آپ کو کوئی تعلق اور کچھ مس نہیں ۔اس الزام دھوکہ دہی و ناواقفی کو آپ مانیں خواہ نہ مانیں،آپ کی کلام سے یہ تو ثابت ہوتا ہے، جس کے ماننے سے آپ کو بھی انکار نہیں، کہ حدیث دمشقی صحیح مسلم کو آپ نے اپنے اجتہاد سے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور آپ کے اعتقاد مخفی ،توہین صحیحین، کے اظہار کے لئے اس مقام میں اسی قدر بس ہے۔اہل حدیث جو آپ کے پنجہ میں گرفتار ہیں آپ کے اس قول واقرار سے یقین کریں گے کہ آپ حدیث صحیح مسلم کو ضعیف قرار دیتے ہیں اوراس پر جوفتوے لگائیں گے وہ مخفی نہیں ہے۔

☆ ۶ ۔ آپ لکھتے ہیں کہ ازالۃ الاوہام میں احادیث صحیح بخاری وصحیح مسلم کی نسبت میں نے یہ قطعی فیصلہ نہیں دیا کہ وہ موضوع ہیں، بلکہ شرطیہ طور پر کہا ہے کہ اگر ان کے باہمی تناقض کو دور نہ کیا جائے گا تو ایک جانب کی حدیثوں کو موضوع ماننا پڑے گا ۔ یہ آپ کی محض حیلہ سازی ہے۔جس مقام میں آپ نے ان احادیث کو موضوع کہا وہاں شرط تناقض بیان نہیں کی، بلکہ بڑے زور سے پہلے ان کا تعارض ثابت کیا ہے پھران پر موضوع ہونے کا حکم لگا دیا ہے،جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک ان احادیث میں تناقض وتعارض متحقق ہے ۔ و بناءً علیہ وہ احادیث آپ کے نزدیک موضوع ہیں۔ہاں آپ نے ان احادیث میں کچھ کچھ تاویلیں بھی کی ہیں،جن سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ تاویل بفرض صحت احادیث مذکورہ آپ کرتے ہیں۔آپ کی کلام سے صاف یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ احادیث اول تو آپ کے نزدیک صحیح نہیں، موضوع ہیں۔ اور اگر بالفرض وہ صحیح مانی جائیں تو پھر وہ آپ کے نزدیک تاویلات سے مأول ہیں ۔ یہ مطلب آپ کی ان عبارات ازالہ اوہام سے ، جو ہم اشاعۃ السنۃ میں نقل کرچکے ہیں اورجن میں بلاشرط آپ نے ان احادیث کو موضوع کہا ہے،

صاف ثابت ہے ۔آپ اس کے خلاف کے مدعی اور اپنے دعوی حال میں سچے ہیں تو اس مضمون کی عبارت نقل کریں، جس میں پہلے آپ نے قطعی اور صاف طور پر ان احادیث کو صحیح مان لیا ہو۔ پھر اس بیان صحت کے بعد شرطیہ طور پر یہ کہا ہو کہ ان احادیث کی تاویل نہ کی جائے تو یہ موضوع ٹھہرتی ہیں ۔آپ اپنی کتاب سے یہ تصریح نکال دیں گے تو ہم آپکو اس الزام سے، کہ آپ نے صحیحین کی احادیث کو موضوع قرار دیا ہے، بری کر دیں گے ۔ورنہ کس و ناکس کو یقین ہوگا کہ درحقیقت آپ صحیح بخاری و مسلم کی حدیثوں کو موضوع ٹھہرا چکے ہیں، مگر اپنے اتباع عوام اہل حدیث کے خوف سے ان کو موضوع کہنے سے انکار کرتے ہیں تا کہ عوام آپکو منکر احادیث نہ کہیں اور اہل سنت سے خارج نہ کریں ۔

☆ ۷۔ آپ لکھتے ہیں، میرے نزدیک اجماع کا لفظ اس حالت پر صادق آ سکتا ہے کہ جب صحابہ میں سے مشاہیر صحابہ اپنی رائے کو شائع کریں، اور دوسرے باوجود سننے کے اس رائے کی مخالفت ظاہر نہ فرمائیں ،سو یہی اجماع ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ابن عمرو جابر نے ابن صیاد کو دجال کہا،تو یہ امر باقی صحابہ سے پوشیدہ نہ رہا ہوگا ۔سو میرے نزدیک یہی اجماع ہے ۔آپ کے نزدیک یہ اجماع نہیں تو بتا دیں کہ کس صحابی نے ابن صیاد کے دجال ہونے سے انکار کیا۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کے ابن صیاد کو دجال کہنے پر آپ ﷺ نے سکوت فرمایا جو ہزار اجماع سے افضل ہے۔

ان عبارات میں آپ نے میرے سوالات کا کہ

☆ ۱۔ یہ تعریف اجماع جو آپ نے لکھی ہے وہ کس کتاب میں ہے۔

☆ ۲۔بعض صحابہ کے اتفاق کو کون اجماع کہتا ہے ۔

☆ ۳ سکوت صحابہ پر نقل صحیح کی کہاں شہادت پائی جاتی ہے،اس کو نقل کریں، غالباً ،اور ہو گا ،(وغیرہ الفاظ) سے کام نہ لیں ۔

کچھ جواب نہ دیا اور پھر اپنے خیالات سابقہ کو دوبارہ نقل کر دیا جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ علمی سوالات کو سمجھ نہیں سکتے اور مسائل متعلقہ اجماع سے واقف نہیں ۔ یا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو دھوکہ دہی کی غرض سے ان کے جواب سے، جو آپ کے دعاوی کے مبطل ہیں، چشم پوشی کرتے ہیں۔

اب میں ان سوالات کا پھر اعادہ نہیں کرتا، کیونکہ میں آپ سے جواب ملنے کی

امید نہیں رکھتا، اور بجائے اس کے آپکی باتوں کا خود ایسا جواب دیتا ہوں جس سے ثابت ہو کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ آپکی ناواقفی پر مبنی ہے، اور وہ میرے سوالات کا جواب نہیں۔

آپ نے اپنے پرچہ نمبر ۵ وغیرہ میں تین شخصوں کی جماعت کے اتفاق کو اجماع قرار دیا تھا، جو محض غلط اور ناواقفی پر مبنی ہے۔ علماء اسلام جو اجماع کے قائل ہیں اجماع کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ وہ ایک وقت کے جملہ مجتہدین کے، جن میں ایک شخص بھی متفرد و مخالف نہ ہو، اتفاق کا نام ہے۔

توضیح میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت کے ایک وقت کے تمام مجتہدوں کا ایک حکم شرعی پر اتفاق کرنا اجماع کہلاتا ہے۔

هو اتفاق المجتهدين امة محمد ﷺ في عصر على حكم شرعي

کتب اصول میں یہ بھی مصرح ہے کہ

خلاف الواحد مانع ایک مجتہد بھی اہل اتفاق کا مخالف ہو تو اجماع متحقق نہ ہوگا۔

مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے

قيل اجماع الاكثر مع ندرة المخالف اجماع كثير كغير ابن عباس اجمعوا على القول بالعول و غير ابى موسى الاشعرى اجمعوا على نقض النوم الوضوء و غير ابى هريره و ابن عمر اجمعوا على جواز الصوم في السفر ... و المختار انه ليس باجماع لانتفاء الكل الذى هو مناط العصمة ۔

کہ بعض علماء قائل ہیں کہ اکثر مجتہدین کا اجماع مخالفین کی ندرت وقلت کی حالت میں اجماع سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ ابن عباس کے سوا اور سب کا اس امر کا قائل ہونا کہ اگر اہل میراث کے حصے اس عدد سے جس کے حصہ نکالے گئے ہوں بڑھ جاویں تو اس عدد کو بڑھایا جائے، اور ابوموسی اشعری کے سوا اور سب لوگوں کا قائل ہونا کہ سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور ابو ہریرہ و ابن عمر کے سوا اور سب لوگوں کا اس پر اتفاق کرنا کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے۔ مگر مذہب مختار یہ ہے کہ ایسا اجماع شرعاً اجماع نہیں کہلاتا کیونکہ یہ اتفاق کل نہیں جو عصمت کا مدار ہے۔

نیز اس میں ہے

لا ینعقد الاجماع باہل البیت وحدھم لانھم بعض الامة خلافاً للشیعة ۔ (مسلم الثبوت) کہ صرف اہل بیت نبوی کے اتفاق سے اجماع منعقد نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف بعض مجتہدین امت ہیں ۔ شیعہ کو اس میں خلاف ہے جو اس کو اجماع سمجھتے ہیں ۔

نیز اس میں ہے

ولا ینعقد بالخلفاء الاربعة خلافاً لاحمد الامام ۔ (مسلم الثبوت)

صرف خلفاء اربعہ کے اتفاق سے بھی اجماع منعقد نہیں ہوتا اس میں امام احمد کا خلاف ہے ۔

سکوت باقی اصحاب سے آپ نے اجماع استنباط کیا ہے مگر اس کا ثبوت نہیں دیا بلکہ الٹا ہم سے ثبوت مخالفت طلب کیا ہے ۔ یہ ثبوت پیش کرنا ہمارا فرض نہ تھا مگر ہم آپ پر احسان کرتے ہیں، آپکو سکوت کل کا ثبوت پیش کرنا معاف کر کے خود ثبوت خلاف پیش کرتے ہیں ۔

پس واضح ہو کہ ابن صیاد کو دجال موعود نہ سمجھنے والے ایک ابوسعید خدری صحابی تھے ان سے صحیح مسلم میں منقول ہے

عن ابی سعید قال صحبت ابن صیاد الی مکة فقال لی ما قد لقیت من الناس یزعمون انی دجال الست سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انه لا یولد له قال قلت بلی۔ قال فقد ولد لی ۔ اولیس سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا یدخل المدینه ولا مکة قلت بلی ۔ قال فقد ولدت بالمدینة وھا انا ارید مکه قال ثم قال لی فی آخر قوله اما واللہ انی لا علم مولده ومکانه واین ھو فلبسنی ۔ (صحیح مسلم۔ ص ۳۹۷)

ابوسعید کہتے ہیں میں مکہ تک ابن صیاد کے ساتھ ہو کر چلا تو اس نے کہا مجھے لوگوں سے کیا تکلیف پہونچی ہے ۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ میں دجال ہوں ۔ تو نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ فرماتے ہیں دجال لا ولد ہوگا ۔ میں نے کہا ہاں سنا ہے ۔ پھر وہ بولا کہ میں تو صاحب اولاد ہوں ۔ پھر بولا کیا تو نے آنحضرت ﷺ یہ نہیں سنا کہ دجال مکہ و مدینہ میں داخل نہ ہوگا ۔ میں نے کہا ہاں سنا ہے ۔ پھر وہ بولا میں مدینہ میں پیدا ہوا ہوں اور اب مکہ کو جا رہا ہوں ۔ ابوسعید نے فرمایا ہے کہ اس نے اپنی کلام کے آخر میں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ دجال

کہاں پیدا ہوا اور اب وہ کہاں ہے۔ یہ کہ کر اس نے مجھے شبہ میں ڈال دیا۔

ابوسعید خدری کا یہ لفظ لبسنی صاف مشعر ہے کہ وہ ابن صیاد کو یقیناً دجال موعود نہ سمجھتے تھے بلکہ اس میں ان کو لبس یعنی شبہ تھا۔

دوسرے تمیم داری ہیں، جو دجال کو اپنی آنکھ سے ایک جزیرہ میں مقید دیکھ کر آئے تھے، چنانچہ صحیح مسلم (صفحہ ۴۰۴) میں ہے

و فی ر وا یۃ فا طمۃ بنت قیس قا لت سمعت نداء المنادی رسول اللہ ﷺ ینادی الصلوۃ جا معۃ فخر جت الی المسجد فصلیت مع رسول اللہ ﷺ فی صف النساء الذی یلی ظھور القوم فلما قضی رسول اللہ ﷺ صلوتہ جلس علی المنبر و ھو یضحک فقا ل لیلز م کل انسان مصلاہ ثم قا ل اتدرو ن لم جمعتکم قا لوا اللہ و رسو لہ اعلم۔ قال انی و اللہ ما جمعتتکم لر غبۃ و لا لر ھبۃ و لکن جمعتکم لا ن تمیم الداری کا ن رجلاً نصرا نیا فجا ء فبا یع و اسلم و حد ثنی حدیثاً وافق الذی کنت احد ثکم عن مسیح الد جا ل حد ثنی انہ رکب فی سفینۃ بحر یۃ مع ثلثین ر جلاً من لخم و جذا م فلعب بھم الموج شھراً فی البحر ثم اوفوا الی جزیرۃ فی البحر حین تغرب حین مغر ب الشمس فجلسوا فی اقر ب السفینۃ فد خلوا الجزیرۃ فلقیتھم دا بۃ اھلب کثیر الشعر لا یدرو ن ما قبلہ من دبرہ من کثرۃ الشعر فقا لوا و یلک ما انت قا لت انا الجسا سۃ قا لوا و ما الجسا سۃ قا لت یا یھا القوم ان طلقوا ا لی ھذا الر جل فی الدیر فا نہ الی خبر کم با لا شواق قا ل لما سمت لنا رجلاً فر قنا منھا ان تکو ن شیطا نۃ قال فا نطلقنا سرا عاً حتی د خلنا الدیر فا ذا فیہ اعظم انسا ن رئیناہ قط خلقا و اشدہ و ثا قاً مجموعۃ یداہ الی عنقہ ما بین رکبتیہ الی کعبیہ با لحد ید قلنا و یلک ما انت قا ل قد قدرتم علی خبری فا خبرو نی ما انتم۔ قا لوا نحن اناس من العر ب ر کبنا فی سفینۃ بحریۃ فصا د فنا البحر حین اغتلم فلعب بنا الموج شھراً ثم او فینا الی جز یر تک ھذہ فجلسنا فی اقر بھا فد خلنا الجزیرۃ فلقینا دا بۃ اھلب

کثیر الشعر لا ندری ما قبله من دبره من کثرة الشعر فقلنا و یلک ما انت فقا لت اناالجسا سة قلنا و ما الجساسة قا لت اعمدوا الی ہذا الرجل فی الدیر فا نه الی خبر کم با لاشواق فا قبلنا الیک سرا عاً و فز عنا منها و لم نامن ان تکو ن شیطا نة فقا ل اخبرو نی عن نخل بیسا ن قلنا عن ای شا نها تستخبر قا ل اسئلکم عن نخلها هل یثمر قلنا له نعم قا ل اما انها یو شک ان لا تثمر قا ل اخبرو نی عن بحیرة طبریة قلنا عن ای شانها تستخبر قا ل هل فیها ماء قا لوا هی کثیرة الماء قا ل اما ان ما ئها یو شک ان یذ هب قا ل اخبرو نی عن عین زغر قا لوا عن ای شا نها تستخبر قا ل هل فی العین ماء و هل یز رع اهلها بماء العین قلنا له نعم هی کثیرة الماء و اہلها یز رعو ن من ما ئها ۔ قا ل اخبرو نی عن نبی الامیین ما فعل قا لوا قد خر ج من مکه و نز ل یثر ب قا ل اقا تله العر ب قلنا نعم قا ل کیف صنع بهم فاخبر نا ہ انه قد ظہر علی من یلیه من العرب و اطاعو ہ قال قا ل لہم قد کا ن ذا ك قلنا نعم قا ل اما ان ذا ك خیر لهم ان یطیعو ہ و انی مخبر کم عنی انی انا المسیغ الد جا ل و انی اوشک ان یوئذن لی فی الخرو ج فاخر ج فا سیر فی ا لا ر ض فلا ادع قریة ا لا هطبتها فی ار بعین لیلة غیر مکه و طیبة فهما محر متا ن علی کلتاهما کلما ار دت ان اد خل و و حدة او وا حداً منهما استقبلنی ملک بیده السیف صلتا یصد نی عنها و ان علی کل نقب منها ملا ئکة یحرسونها قا لت قا ل رسو ل الله ﷺ و طعن بمخصرته فی المنبر ہذه طیبة ہذه طیبة یعنی المد ینة ا لا هل کنت حد ثتکم ذا لک فقا ل الناس نعم فا نه اعجبنی حد یث تمیم انه وافق الذی کنت احد ثکم عنه و عن المد ینة و مکه ا لا انه فی بحر الشا م او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما ہو و اومی بیده الی المشرق قا لت فحفظت ہذا من رسول الله ۔

کہ فا طمہ بنت قیس سے روا ئت ہے کہ میں نے آ نحضرت ﷺ کے مو ذن کی

آواز اذان سنی تو میں مسجد کی طرف نکلی اور میں عورتوں کی صف میں جو مردوں کی پیٹھ پیچھے ہوئی جا ٹھہری ۔ جب آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ نے یہ فرمایا کہ سب اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہیں ۔ پھر فرمایا تم جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے ۔ وہ بولے اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں ترغیب (رغبت دلانے) ترہیب (ڈرسنانے) کے لئے نہیں بلایا، بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ تمیم داری نصرانی تھا وہ آیا ہے اور مسلمان ہو گیا ہے اور اس نے مجھے ایک ایسی بات کہی ہے جو میری اس حدیث کے مطابق وموافق ہے جو میں تمہیں دجال کی بابت سنایا کرتا تھا ۔ اس نے کہا ہے کہ وہ تیس آدمیوں کے ساتھ جو بنی لخم و بنی جذام سے تھے، ایک جہاز میں سوار ہوا ۔ موج بحر نے ایک مہینہ تک ان کے جہاز کو خراب کیا اور پھرایا ۔ پھر وہ غروب آفتاب کے وقت ایک جزیرہ کی طرف پناہ گزیں ہوئے اور ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کر ایک جزیرہ میں داخل ہوئے تو ان کو ایک جانور سا ملا جس کو اہلب کہتے ہیں ۔ اس کے بالوں کی کثرت کے سبب اس کا منہ اور پیچھا نظر نہ آتا تھا ۔ وہ بولے تجھے خرابی تو کون ہے ۔ وہ بولا میں جساسہ ہوں ۔ وہ بولے کیسا جساسہ ۔ اس نے کہا اس صومعہ (گرجا) میں چلو وہاں ایک آدمی تمہاری خبرو ں کا مشتاق ہے ۔ جب اس نے ایک آدمی کا ذکر کا تو ہم ڈر گئے کہ مبادا یہ کوئی بھوت یا چڑیل ہو ۔ مگر ہم جلدی سے اس صومعہ میں گئے تو ایک اتنا بڑا آدمی جس کے برابر ہم نے کبھی کوئی نہ دیکھا تھا، نظر آیا، جس کے ہاتھ گردن سے جکڑے ہوئے اور وہ گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے کے زنجیروں سے باندھا ہوا ہے ۔ ہم نے اس کو کہا تجھے خرابی تو کون ہے ۔ وہ بولا تم میری خبر پر تو قادر ہو چکے ۔ تم بتلاؤ تم کون ہو ۔ ہم بولے ہم عرب کے لوگ ہیں ۔ ہم ایک جہاز پر ایسے وقت میں سوار ہوئے جب کہ موجوں کا زور تھا ۔ موج بحر نے ہم کو ایک مہینہ تک خراب کیا ۔ پھر ہم اس جزیرہ پر آ لگے تو ہم کو یہ جانور ملا (پھر جو اس سے سوال جواب ہوئے ان کو بیان کیا) ، پھر کہا ہم تیری طرف جلدی سے آ گئے اور ہم ڈرے تھے کہ تو کوئی بھوت ہوگا ۔ وہ بولا (موضع) بیسان کے باغ خرما کا کیا حال ہے ۔ وہ پھل دیتا ہے؟ ہم بولے ہاں دیتا ہے ۔ وہ بولا ایک وقت عنقریب ایسا آئے گا کہ وہ پھل نہ دے گا ۔ پھر اس نے کہا بحیرہ طبریہ کا حال بتلاؤ ۔ ہم نے کہا اس کا کیا حال

پوچھتا ہے۔ وہ بولا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا اس میں بہت پانی ہے۔ وہ بولا عنقریب ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کا پانی جاتا رہے گا۔ پھر وہ بولا (موضع) زغر کے چشمہ کا حال بتاؤ۔ ہم نے کہا اس کا کیا حال پوچھتا ہے۔ وہ بولا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا اس میں بہت پانی ہے جس سے لوگ کھیتوں کو پانی دیتے ہیں۔ وہ بولا امیوں (عرب کے ان پڑھوں) کے نبی کی مجھے خبر دو۔ اس کا کیا حال ہوا؟ ہم نے کہا آپ ﷺ مکہ سے نکلے اور مدینہ میں رونق افروز ہوئے ہیں۔ وہ بولا ملک عرب نے ان سے لڑائی کی ہے؟ ہم نے کہا ہاں کی ہے۔ وہ بولا پھر ان کا کیا حال ہوا؟ ہم نے کہا کہ آپ اپنے پاس والے عربوں پر غالب آ گئے ہیں اور وہ ان کے تابع ہو گئے ہیں۔ وہ بولا کیا انہوں نے ایسا کیا ہے؟ ہم نے کہاں ہاں ایسا کیا ہے۔ وہ بولا سن رکھو ان کے حق میں یہی بہتر ہے کہ وہ آپ کے مطیع ہو جائیں اور میں تمہیں اپنا حال کہتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں۔ مجھے عنقریب نکلنے کی اجازت ہوگی تو میں نکلونگا اور تمام زمین پر پھر جاؤنگا۔ کوئی گاؤں نہ چھوڑونگا جس میں چالیس رات کے عرصہ میں نہ اترونگا، بجز مکہ اور طیبہ کے، کہ وہ دونوں مجھ پر حرام کئے گئے ہیں۔ جب میں ان دوشہروں میں داخل ہونا چاہوں گا، فرشتہ تلوار ہاتھ میں کھینچے ہوئے میرے سامنے آئے گا اور مجھے روک دے گا۔ ان کے ہرایک پھاٹک پر فرشتے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی چھڑی کو (جو آپ کے ہاتھ میں تھی) منبر پر مارا اور فرمایا کہ طیبہ (جس کا دجال نے ذکر کیا ہے) یہی ہے۔ طیبہ یہی ہے۔ طیبہ یہی ہے۔ یعنی مدینہ۔ سن رکھو، کیا میں تمہیں یہ حدیث دجال کی سنایا نہ کرتا تھا۔ لوگوں نے کہا ہاں بے شک آپ سنایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ تمیم کی بات پسند آئی ہے۔ یہ میری اس حدیث کے موافق ہے جو میں تم کو دجال کی بابت اور مکہ و مدینہ کی بابت سنایا کرتا تھا۔ سن رکھو کہ وہ دریائے شام یا یمن میں نہیں وہ تو مشرق کی طرف ہے، وہ وہی ہے جو مشرق کی طرف ہے، وہ وہی ہے جو مشرق کی طرف ہے۔ اور آپ ﷺ نے مشرق کی طرف ہاتھ سے بھی اشارہ کیا۔ فاطمہ اس حدیث کی راوی کہتی ہیں یہ حدیث میں نے آنحضرت ﷺ سے سنی اور یاد رکھی ہے۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ تمیم داری نے دجال کو آنکھ سے دیکھا، پھر

کیونکر ممکن تھا کہ وہ قول ابن عمر کے موافق ابن صیاد کو دجال سمجھتے۔

آپ نے اس حدیث کا ضعف ایک دوست کے حوالے سے نواب صدیق حسن خان مرحوم سے نقل کیا ہے۔اس کا جواب ہم اس وقت دیں گے جب آپ نواب صاحب کا اصل کلام نقل کریں گے۔

تیسرے وہ لوگ جو حضرت ابن عمر کے منہ پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے انکار کر چکے ہیں، چنانچہ صحیح مسلم کے صفحہ ۳۹۹ میں حضرت ابن عمر سے منقول ہے

فقلت لبعضهم هل تحد ثو ن انه هو قال لا و الله قا ل قلت كذ بتنى و الله لقد اخبر نى فى بعضكم انه لن يمو ت حتى يكو ن اكثر كم ما لاً و ولداً فكذا لک هو زعموا اليو م ۔

ابن عمر فرماتے ہیں میں ابن صیاد کو دو دفعہ ملا۔ (ایک دفعہ) میں اس سے ملا تو میں نے بعض لوگوں سے کہا کہ کیا تم یہ باتیں کرتے ہو کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ وہ بولے بخدا ہم یہ باتیں نہیں کرتے۔ میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، مجھے تم میں سے بعض لوگوں نے خبر دی تھی کہ دجال تب مرے گا جب کہ تم سے بڑھ کر مال اور اولاد والا ہو جائے گا اور وہ ان کے خیال میں آج ایسا ہی ہے۔

یعنی حضرت ابن عمر نے کہا کہ میں نے بعض لوگوں کو (جن سے ان کے معاصر اصحاب مراد ہیں) کہا، کیا تم کہتے ہو کہ ابن صیاد دجال ہے، تو وہ بولے بخدا ہم نہیں کہتے۔ میں نے کہا تم مجھے جھوٹا کرتے ہو۔ بخدا تمہیں سے بعض نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ دجال صاحب اولاد ہو کر مرے گا اور وہ (ابن صیاد) ایسا ہی صاحب اولاد ہے۔ یہ قول ابن عمر اس امر پر نص صریح ہے کہ ابن صیاد کو اور لوگ، حضرت ابن عمر کے معاصر، دجال نہیں جانتے تھے اور ان کے سامنے ان کی رائے سے خلاف ظاہر کرتے تھے۔

صرف ابن عمر ہی کا ایسا قول تھا جس میں ابن صیاد کو دجال موعود بلفظ مسیح دجال کہا گیا ہے، کیونکہ جابر و حضرت عمر کے قول میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دجال موعود ہے، بلکہ انہوں نے ابن صیاد کو صرف دجال کہا ہے جس سے منجملہ تیس دجالوں کے ایک دجال مراد ہوسکتا ہے۔ چنانچہ عنقریب اس کا ثبوت آتا ہے اور جب کہ ابن عمر کے صریح قول پر انکار پایا گیا ہے تو اس سے بڑھ کر خلاف کی تصریح آپ کیا چاہیں گے؟

آپ کے حواری حکیم نورالدین نے ہمارے سوال نمبری ۲۱ (مباحثہ لاہور میں) کے جواب میں اس اختلاف کو تسلیم کیا اور یہ کہا ہے کہ دجال کی نسبت مختلف خیال ہیں۔ آپ نے بڑا غضب ڈھایا کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر اجماع صحابہ کا دعوی کرلیا۔ اپنے حواری سے تو مشورہ کرلیا ہوتا۔

اخیر میں جو آپ نے قول فاروقی پر آنحضرت ﷺ کے سکوت کا دعوی کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر نے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے ابن صیاد کو دجال کہا اور اس پر قسم کھائی تھی، اس میں یہ تصریح نہ کی تھی کہ ابن صیاد ہی وہ دجال ہے جس کے آنے کی آنحضرت ﷺ نے علامات خاصہ بیان کر کے خبر دی تھی اور جملہ انبیاء سابقین نے اپنی امت کو ڈرایا تھا۔ لہذا ممکن ومحتمل ہے کہ حضرت عمر کے اس قول سے یہ مراد ہو کہ ابن صیاد منجملہ ان تیس دجالوں کے ہے جن کے خروج کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے۔

اس صورت میں آنحضرت ﷺ کا سکوت آپ کے لئے کچھ مفید نہیں ہے، کیونکہ یہ سکوت ابن صیاد کو آخری دجال کہنے پر نہ ہوا۔ بلکہ کوئی اور دجال منجملہ دجاجلہ۔

ملا علی قاری نے مشکوۃ کی شرح مرقاۃ میں کہا ہے

قیل لعل عمر اراد بذا لک ان ابن صیاد من الد جا لین الذین یخر جو ن فید عو ن النبوۃ و یضلو ن الناس و یلبسو ن الا مر علیھم ۔ (مرقاۃ)

بعض کا قول ہے کہ شاید حضرت عمر کے ابن صیاد کو دجال کہنے سے یہ مراد ہو کہ وہ منجملہ ان تیس دجالوں کے، جو قیامت سے پہلے نکلیں گے اور نبوت کا دعوی کریں گے اور لوگوں کو بہکائیں گے اور ان پر دین کو مشتبہ کریں، ایک دجال ہے۔

اس پر شائد آپ اعتراض کریں کہ جابر کے قول ابن صیاد الدجال میں جو حضرت عمر کی طرف بھی منسوب ہوا ہے، لفظ دجال پر الف ولام بتا رہا ہے کہ دجال سے ان کی مراد خاص دجال ہے نہ کہ کوئی دجال۔ اور علماء معانی وبیان نے کہا ہے کہ خبر معرف بالام ہو تو اس کا مبتداء میں قصر ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دجال سے آخری دجال مراد نہ لیں بلکہ منجملہ تیس دجال کے ایک دجال مراد ٹھہرائیں تو اس صورت میں بھی خاص دجال کی طرف الف ولام کا اشارہ ہوسکتا ہے۔

رہا جواب قصر سو یہ ہے کہ خبر معرف بلام مقدم ہو جیسے کہ ابن عمر کے قول المسیح

الدجال ابن صیاد میں ہے۔تو بے شک و بلا اختلاف خبر کا مبتداء پر قصر ہوتا ہے مگر درصورتیکہ خبر مؤخر ہو تو اس کا مفید قصر ہونا محل اختلاف ہے۔صاحب کشاف نے فائق میں اس سے انکار کیا ہے۔ چنانچہ مولوی عبدالحکیم فاضل سیالکوٹی نے مطول کے حاشیہ میں کہا ہے

ما ل صا حب الکشا ف الی التفر قة بینھما حیث ذکر فی الفا ئق ان قولک الله و ھو الد ھر معناہ انه ا لجا لب للحوا د ث لا غیر الجا لب و قولک الد ھر ھو الله معنا ہ ان الجا لب با لحوا د ث ہو الله لا غیرہ

صاحب کشاف ان دونوں صورتوں میں فرق کی طرف مائل ہوا ہے، چنانچہ فائق میں اس نے لکھا ہے کہ الله ھو الد ہر (جس میں خبر معرف باللام موخر ہے) کے معنے یہ ہیں کہ خدا تعالی حوادث زمانہ کا لانیوالہ ہے۔ایسا نہیں کہ وہ حوادث نہ لائے۔اور الد ھر ہو الله (جس میں خبر معرف باللام مقدم ہو) یہ معنی ہیں کہ خدا ہی حوادث لانے والا ہے بجز خدا کے اور کوئی حوادث لانے والہ نہیں ہے۔

بناءٔ علیہ لا م الد جا ل سے قصر ثابت نہیں ہوتا۔لام کو عہدی کہو، خواہ جنسی۔اور قول جابر یا حضرت عمر کے معنے یہ بنتے ہیں کہ ابن صیاد دجال ہے نہ کچھ اور، یہ معنے نہیں کہ دجال وہی ہے نہ کوئی اور۔مگر ان باتوں کے سمجھنے کے لئے علم ادب و معانی و بیان میں دخل بکار ہے۔آپ اس احتمال کو کہ حضرت عمر نے دجال سے تیس دجالوں میں سے ایک دجال مراد رکھا تھا، کسی دلیل سے اٹھاویں اور اس کے صریح الفاظ سے ثابت کریں کہ دجال سے ان کی مراد آخری دجال تھا، تو پھر اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر کو جب انہوں نے ابن صیاد کو قتل کرنا چاہا تھا یہ فرما دیا تھا کہ ابن صیاد وہ دجال ہے تو تجھے اس کے قتل پر قدرت نہ ہوگی، اس کے قاتل عیسے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے

فقا ل عمر بن الخطا ب ذر نی یا رسو ل الله اضر ب عنقه فقا ل له رسول الله ﷺ ان یکنه فلن تسلط علیه و ان لم یکنه فلا خیر لک فی قتله کہ

حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن ماردوں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ دجال موعود ہے تو، تو اس کے قتل پر ہرگز مسلط نہ ہوگا، اگر وہ نہیں تو اس کا قتل بہتر نہیں۔

شرح السنة کی روایت میں یوں آیا ہے

ان یکن ہو.فلست صا حبه انما صا حبه عیسی بن مر یم و ان لا یکن

ہو فلیس لک ان تقتل رجلاً من اہل الذمہ (ص ۴۷۱)
کہ اگر یہ دجال موعود ہے تو، تو اس کا قاتل نہیں، اس کا قاتل عیسے بن مریم ہے اور اگر یہ وہ نہیں تو تجھے نہیں پہنچتا کہ تو ایک ایسے شخص کو قتل کرے جو مسلمانوں کی امان و پناہ میں ہے۔

اس قول آنحضرت ﷺ سے صاف ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر کو اس خیال سے انہوں نے بالفرض ظاہر کیا ہو یا دل میں رکھا ہو (کہ ابن صیاد دجال موعود ہے) روک دیا اور بناءً علیہ اس کے قتل سے منع کر دیا۔ اس قول نبوی کے کتب حدیث میں موجود ہونے کے ساتھ یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر کے ابن صیاد کو دجال موعود کہنے یا سمجھنے پر سکوت کیا، اسی شخص کا کام ہے جس کو حدیث بلکہ کسی شخص کی کلام سمجھنے سے کوئی تعلق نہ ہو۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ آپ نے جو کچھ اس باب میں کہا ہے وہ فن حدیث، اصول فقہ، علم معانی و بیان و ادب وغیرہ سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

☆ ۸۔ آپ لکھتے ہیں کہ کسی کو کسی بات کا قائل ٹھہرانا تصریح پر موقوف نہیں۔

۱۔ اس امر کی نسبت اسکے اشارات پائے جانے سے بھی اسکو قائل بنایا جاتا ہے

۲۔ آنحضرت ﷺ کا ایک مدت طویل تک ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے رہنا، احتمالی امر نہیں۔ آپ ﷺ نے زبان سے ڈر سنایا ہوگا تب ہی صحابی نے لم یزل کا لفظ فرمایا

۳۔ آنحضرت ﷺ اور سبھی انبیاء دجال سے ڈراتے آئے ہیں۔

۴۔ ایک شخص کا دس برس سے دہلی کی تیاری کرنا کوئی بیان کرے تو اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس شخص نے دہلی جانے کا ارادہ کبھی زبان سے بتایا ہوگا۔

۵۔ اور اگر یہی احتمال مسلم ہو کہ آنحضرت ﷺ کے حالات سے آپ کا ڈرنا صحابی نے سمجھ لیا تھا، تو بھی احتمال ہے کہ زبان سے سنا ہو۔ اور لفظ لم یزل سے یہ احتمال قوی ہوتا ہے۔ اس صورت میں آپ کا مجھ کو مفتری کہنا بے جا ہے۔

اس سے آپ کا افتراء سابق اور پختہ و متیقن ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے جو کچھ پہلے کہا تھا وہ خطاءً نہیں کہا، عمداً افتراء کیا ہے اور اس پر آپ کو اب تک ایسا اصرار ہے کہ جتلانے سے بھی باز نہیں آتے اور اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرتے۔ محدثین نے بیان کیا ہے کہ جو شخص روایت حدیث میں غلطی پر متنبہ کیا جائے اور پھر اس سے باز نہ آئے وہ ساقط العدالت ہو جاتا ہے۔

☆ آپ کا یہ کہنا کہ اشارات سے بھی ایک شخص کو ایک امر کا قائل بنایا جاتا ہے، تب آپ کے حق میں مفید ہو جب صحابی آنحضرت ﷺ کو اس قول کا قائل بناتا، جس کا قائل آنحضرت ﷺ کو آپ نے بنا دیا ہے۔ صحابی نے آپ ﷺ کو قائل قول مذکور نہیں بنایا، بلکہ اپنا خیال بیان کیا ہے تو پھر اس کہنے سے آپ کو کیا فائدہ ہے کہ اشارات سے بھی قائل بنایا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی طرف کسی قول کو منسوب کرنا اسی صورت و پیرایہ میں حلال ہے جس صورت و پیرایہ میں آپ نے فرمایا ہو۔ اشارۃً ہو تو اشارۃً۔ صراحتاً کہا ہو تو صراحتاً۔ آپ ﷺ نے فرمایا اتقوا عنی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمداً فیتبوا مقعدہ من النار

☆ آپ کی کتب حدیث میں نظر ہو تو آپ کو معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب آپ سے کوئی ایسا لفظ نقل نہ کرتے جو آپ نے نہ فرمایا ہوتا اور اگر ان کو اصل لفظ حضرت رسالت میں شک واقع ہو جاتا تو شک و تردد کے ساتھ الفاظ فرماتے۔ آپ نے باوجودیکہ آپ کو یہ علم نہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے وہ الفاظ فرمائے ہیں، جو آپ نے نقل کئے ہیں اور اب تک اس کا علم و یقین نہیں صرف خیالی احتمال ہے، پھر آپ نے اس لفظ کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا تو یہ بجز افتراء عمدی اور کیا ہوسکتا ہے۔

☆ ۲۔ آنحضرت ﷺ کے ابن صیاد سے ڈرنے کو احتمال کون کہتا ہے، وہ ہمیشہ اس سے ڈرتے اور اصحاب اس امر کو ملاحظہ کرتے۔ تب ہی ایک صحابی نے کہہ دیا کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ ڈرتے تھے۔ لفظ ہمیشہ یا لم یزل کو یہ لازم نہیں ہے کہ آپ زبان سے بھی فرمایا کرتے کہ میں ڈرتا ہوں۔

۳۔ پہلے انبیاء اور آنحضرت ﷺ نے بے شک دجال موعود سے ڈرایا ہے، مگر اس سے یہ بات نکالنا کہ آپ ﷺ نے ابن صیاد کو دجال کہہ کر ڈرایا، آنحضرت ﷺ پر ایک اور افتراء ہے۔ دجال سے ڈرانا، ابن صیاد سے ڈرانا نہیں ہے۔ خدا سے ڈرو۔ آنحضرت ﷺ پر افتراء نہ کرتے جاؤ۔

☆ ۴۔ تیاری دہلی کی مثال میں آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ ایک شخص کو دس برس سے اگر کوئی دیکھے کہ وہ وقتاً فوقتاً دہلی کا ٹکٹ خرید کر واپس کر آتا ہے اور اسی حالت میں آخری برس تک وہ رہا ہے تو اس کی نسبت یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ دس برس سے تیار ہے گو تیاری کا حرف زبان پر کبھی نہ لاوے۔

ہم سے ایک اور مثال سنیئے۔ ایک شخص مدت العمر نمازوں اور دعاؤں میں زاری کرتا رہے، احکام شریعت کا پابند ہو، خدا کا اور بندوں کا حق تلف نہ کرے۔ اس کی نسبت کس و ناکس، بشرطیکہ فاتر الحواس نہ ہو، یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ خدا تعالی سے ڈرتا ہے گو وہ منہ سے کبھی نہ کہے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

☆ ۵۔ ایک احتمال کے مقابل دوسرا احتمال ہو تو مدعی کو اس سے استدلال درست نہیں ہے۔ اس کے خصم منکر کو پہنچتا ہے کہ وہ اس احتمال سے تمسک کر کے بحکم

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

مدعی کے استدلال کو توڑ دے۔ آپ اس امر سے ناواقف ہیں تب ہی مدعی ہو کر احتمال سے استدلال کرتے ہیں۔

☆ ۶۔ افتراء آپ کی قدیم سنت ہے۔ ان افتراؤں کے علاوہ جو ثابت کئے گئے ہیں آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۰۱ میں حدیث

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اما مکم منکم

کا ترجمہ کیا تو اس میں اس سوال و جواب کا رسول اللہ ﷺ پر افتراء کیا ہے، کہ تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے؟ وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا اور تم میں سے (اے امتی لوگو) پیدا ہوگا۔

آپ نے عمداً رسول اللہ ﷺ پر افتراء نہیں کیا تو بتائیں کہ اس حدیث کے کس طریق یا وجہ میں یہ سوال و جواب وارد ہیں؟

ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۸ میں آپ نے دجال موعود کے محل نزول میں اختلاف علماء بیان کیا تو اس میں علماء اسلام پر یہ افتراء کیا ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ بیت المقدس میں اترے گا، نہ دمشق میں، بلکہ مسلمانوں کے لشکر میں اترے گا۔

آپ اس قول کے بیان میں مفتری نہیں تو بتا دیں کہ کس عالم کا یہ قول ہے کہ وہ نہ بیت المقدس میں اتریں گے نہ دمشق میں۔ آپکے ان افتراؤں سے کامل یقین ہوتا ہے کہ آپ کسی الہام کے دعوی میں سچے نہیں اور جو تارو پود آپنے پھیلا رکھا ہے وہ سب افتراء ہے۔

☆ ۹۔ آپ لکھتے ہیں کہ آپ بخاری بخاری کرتے ہیں اور بخای کی یہ حدیث اپنے رسالہ میں نقل کر چکے ہیں کہ محدث کی بات میں بھی شیطان کا دخل نہیں ہوتا۔ بخاری پر آپ کا ایمان ہے تو اس حدیث کی تسلیم سے ابن عربی کا قول آپ کے نزدیک مسلم ہے پھر میں

نے کیا افتراء کیا۔

اس میں آپ نے مجھ (محمد حسین) پر ایک اور افتراء کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ مہربان من۔ میں صحیح بخاری کو تسلیم کرتا ہوں اور اس حدیث پر جو صحیح بخاری میں محدث کی شان میں مروی ہے، میں ایمان رکھتا ہوں اور معہذا یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ جو شخص محدث کہلائے اور صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی احادیث کو بشہادت الہام خود موضوع قرار دے، وہ محدث نہیں ہے، شیطان کی طرف سے مخاطب ہے۔ واقعی محدث وملہم وہی شخص ہے جس کی تحدیث والہام، الہام قدیم قرآن مجید واحادیث صحیحہ کے مخالف نہ ہو۔ اور جو شخص محدث یا ملہم ہونے کا دعوی کرے، اور اس کے ساتھ یہ کہے کہ مجھے فرشتوں نے کہا ہے، یا خدا نے الہام کیا ہے، یا رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے کہ صحیحین کی حدیثیں موضوع ہیں، میں اس کو شیطان کا مخاطب اور اس کی طرف سے محدث بلکہ شیطان مجسم سمجھتا ہوں۔ ایسا جعلی محدث بعینہ ویسا ہے جو محدث بن کر کہے کہ مجھے الہام ہوا کہ قرآن مجید خدا کا کلام نہیں ہے، جس کو امید ہے آپ بھی محدث تسلیم نہ کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے مسلمان جو بخاری کو مانتے ہیں، آپ کے دعوی محدثیت کو قبول نہیں کرتے۔ کیا وہ اس انکار سے اس حدیث بخاری کے منکر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں

خدا سے ڈرو اور مسلمانوں کو مغالطے نہ دو۔ یہ آپ کی کلام کا مختصر جواب ہے، جس سے آپ کے مغالطات اور ناواقفی اور دھوکہ دہی کا بخوبی اظہار ہوگیا۔ بعض مطالب پرچہ آخری اور پرچہ ہائے سابق کے جوابات ونتائج کو بخوف تطویل عمداً چھوڑ دیا گیا ہے کیونکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ ہمارے حصول مطلب کے لئے کافی ہے۔ ان باتوں کو ہمارے اصل مدعا سے ایسا تعلق نہیں ہے کہ بلا بیان ان باتوں کے وہ مدعا حاصل نہ ہوتا۔ ان باتوں کا اظہار صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ آپ نے اصل سوال کا جواب نہ دیا۔ اور ان باتوں کے بیان سے جن کا جواب ہم نے دیا ہے، جواب کوٹلایا۔ آئندہ آپ اپنی طرز تحریر اور تطویل اور دفع الوقتی کو بدل دیں، تا اس طرف سے بھی اسی قسم کی باتوں سے قلم کو روک لیا جائے گا۔ اور اس تحریر کے جواب میں آپ نے پھر وہی روش اختیار کی تو آپ دیکھ لیں گے اس طرف سے بھی ایسا سلوک ہوگا۔ آپ کے لئے بہتر ہے کہ اس روش کو بدل دیں، اور میرے اصل سوال کا جواب اتنی سطروں میں دیں، جتنی سطروں میں میرا سوال ہے۔ میں

سردست جواب با دلائل نہیں چاہتا، مجرد جواب کا طالب ہوں۔ جس وقت میں کسی مسئلہ میں آپ سے بحث و دلائل کا طالب ہوں گا، اس وقت آپ تفصیلی بحث کریں ۔ میری یہ نصیحت منظور ہو تو آپ مختصر بتا دیں کہ

☆ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث جملہ صحیح اور واجب العمل ہیں، یا جملہ موضوع نا قابل عمل، یا مختلط ہیں جن میں بعض صحیح ہوں اور بعض موضوع۔

اس سوال کا جواب دو حرفی آپ نے دیا تو پھر میں اور سوال کرونگا اور اسی طرح اختصار آپ نے مدنظر رکھا تو ایک دن میں مباحثہ ختم ہوگا انشاء اللہ ۔ آئندہ اختیار کما تدین تدان ۔

ابوسعید محمد حسین ۔ ۲۶ جولائی ۱۸۹۱ء

☆ مرزا قادیانی کی تحریر ہشتم

اور حضرت بٹالوی کا تبصرہ

(یہ وہ تحریر ہے جس کو مرزا قادیانی نے آخری جلسہ مباحثہ میں پڑھ کر سنایا اور اس پر مباحثہ کو نا تمام چھوڑ کر فرار اختیار کیا تھا ۔ اس تحریر کی نقل دینے کا اس نے اس جلسہ میں تو اقرار کیا تھا، مگر گھر پہنچ کر دوسرے دن بذریعہ خط نقل دینے سے انکار کر دیا۔ پھر اس تحریر کو چھاپ کر مشتہر کیا، تب بھی اس کو ہمارے پاس نہ بھجوایا۔ باوجودیکہ رسالہ اشاعۃ السنۃ سال ہا سال سے زمانہ اشاعت تحریر مذکور تک بلا قیمت اس کے پاس پہنچتا رہا۔ اس قطع تعلق سے اس نے گویا ہم سے بحث و خطاب کا سلسلہ توڑ دیا اور ہم سے اپنا پیچھا چھوڑانا چاہا، لہذا ہم بھی اب اس کو اس تحریر میں اپنا مخاطب بنانا نہیں چاہتے اور اس کی تحریر ہشتم کے متعلق جو لکھنا چاہتے ہیں وہ بغرض مباحثہ و مطالبہ جواب نہیں لکھتے، بلکہ صرف اپنے ناظرین کو اس کی دھوکہ بازیوں اور اکاذیب پر مطلع کرنے کی غرض سے اس تحریر پر چند نوٹ تحریر کرتے ہیں، جن سے ان کو معلوم ہو کہ قادیانی در پردہ زندیق ہے۔ اس وجہ سے اس کی اصل تمام عبارت یا اس کے پورے مضمون کی نقل سے تعرض نہیں کرتے اور نہ اس کے ترک بحث و خطاب کی حالت میں اس امر کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ بلکہ صرف اس کی تمہیدی تحریر کو، جس میں اس نے ہماری تحریر ہشتم کا مجمل جواب دیا ہے، بعینہ اور باقی تحریر کے فقرات لائق نوٹ کا خلاصہ مطلب نقل کر کے اس پر تبصرہ کرتے ہیں۔ و باللہ التوفیق ۔ محمد حسین)

حضرت مولوی صاحب میں نہایت افسوس سے تحریر کرتا ہوں کہ جس سوال کے

جواب کو میں کئی دفعہ آپ کی خدمت میں گذارش کر چکا ہوں وہی سوال آپ بار بار بہت سی غیر متعلق باتوں کے ساتھ پیش کر رہے ہیں ۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اچھی طرح میری تحریرات پر غور بھی نہیں کیا اور نہ میری کلام کو سمجھا ہے ۔ اسی وجہ سے آپ ان امور کا بھی الزام میرے پر لگاتے ہیں جن کا میں قائل نہیں ہوں (آپ کے کلام سے صاف نکلتا ہے کہ آپ ان باتوں کے قائل ہیں مگر چونکہ آپ اپنی کلام کا مطلب خود نہیں سمجھ سکتے، لہذا ممکن ہے کہ آپ دل سے قائل نہ ہوں ۔ مگر ہم ظاہر کلام پر حکم لگا سکتے ہیں آپ کے دل کو چیر نہیں سکتے ۔ محمد حسین) ۔ لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ برعایت اختصار پھر آپ کو اپنے عقیدہ اور مذہب سے، جو حدیثوں کے بارہ میں رکھتا ہوں، اطلاع دوں (آپ کے عام عقیدہ سے سوال نہ تھا، بلکہ خاص صحت احادیث صحیحین سے سوال تھا ۔ سو آپ نے اب تک صاف صاف جواب ظاہر نہیں کیا ۔ محمد حسین)

سو مہربان من آپ پر ظاہر ہو کہ میں اپنی تحریر چہارم و پنجم میں بہ تفصیل و تصریح بیان کر چکا ہوں (تحریر چہارم دراصل پنجم ہے اور پنجم دراصل ہفتم ۔ آپ نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے نمبروں کو الٹ پلٹ کر دیا ہے ۔ محمد حسین) کہ احادیث کے دو حصہ ہیں ۔ ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں آ گیا ہے، یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور دوسرا وہ حصہ ہے جسکو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہیں اور صرف راویوں کے سہارے اور ان کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کئے گئے ہیں ۔ سو اگرچہ میں صحیحین کی حدیثیں اس قوت اور مرتبہ پر نہیں سمجھتا کہ باوجود مخالفت آیات صریحہ و بینہ قرآن ان کو صحیح سمجھ سکوں لیکن سلسلہ تعامل کی حدیثیں میری اس شرط سے باہر ہیں، چنانچہ اپنی تحریر کے نمبر پنجم میں بتصریح لکھ چکا ہوں ۔ اگر سلسلہ تعامل کی حدیثوں کے رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر مغائر معلوم ہو تو میں اس کو تسلیم کر سکتا ہوں کیونکہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں حجت قوی ہیں اور قرآن کو معیار ٹھہرانے سے سلسلہ تعامل کی حدیثیں مستثنیٰ ہیں ۔ دیکھو تحریر نمبر پنجم بجواب آپ کی تحریر کے ۔ آپ میری تحریر نمبر پنجم کے پڑھنے کے بعد اگر فہم اور تدبر سے کام لیتے تو بے ہودہ اور غیر متعلق باتوں سے اپنی تحریر کو طول نہ دیتے ۔ میں نے کب اور کہاں یہ اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ سنت متوارثہ متعاملہ اور حدیث مجرد دونوں اس بات کی محتاج ہیں کہ قرآن کریم سے اپنی تحقیق کی صحت کے لئے پرکھی جائیں ۔ بلکہ میں نمبر مذکور میں صاف لکھ چکا ہوں کہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں بحث ما نحن فیہ سے خارج ہیں

اب مکرر آواز بلند کے ساتھ آپ پر کھولتا ہوں کہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں یعنی سنن متوارثہ متعاملہ جو عاملین اور امرین کی زیر نظر چلی آتی ہیں (ان فقرات والفاظ میں مرزا صاحب نے تعامل واحادیث محل ومتعلق تعامل کے ساتھ محکم وقوی ولاریب وحجت قوی کی قیدیں لگا کر اپنے کلام کا مطلب ہر ذی فہم وشعور پر یہ ظاہر کیا ہے (گو خود نہ سمجھا ہو) کہ احادیث تعامل سے آپکی مراد وہ احادیث ہیں جو قطعی ویقینی الثبوت ہیں اور ان کے عمل میں کسی کا اختلاف پایا نہیں گیا۔ اور خاص کر وہی احادیث قرآن پر عرض کرنے سے مستثنی ہیں۔ باقی سب احادیث جن پر اتفاقی تعامل پایا نہیں گیا، وہ محتاج عرض قرآن ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو ان احادیث سے الزام دیا گیا تھا جو ممانعت وشم اور حرمت خرد در ندگان کے باب میں وارد ہیں۔ اور وہ اعتقادیات میں سے ہونے کے سبب محل تعامل نہیں ہوسکتیں۔ آپ نے اپنی کلام کا مفہوم خود نہیں سمجھا اور الٹا غیر متعلق بات کہنے اور غیر لازم الزام دینے کا ہم پر اعتراض کیا ہے۔ محمد حسین) اور علی قدر مراتب تاکید مسلمانوں کے عملیات دین میں قرناً بعد قرن و عصراً بعد عصر داخل رہی ہیں، وہ ہرگز میری آویزش کا مورد نہیں اور نہ قرآن کریم کو ان کا معیار ٹھہرانے کی ضرورت ہے۔ اور اگر ان کے ذریعہ کچھ زیادت تعلیم قرآن پر ہو تو اس سے انکار نہیں، (عملیات سے اگر مسائل اتفاقی متعلق عمل مراد ہیں۔ چنانچہ لفظ قرناً بعد قرن و عصراً بعد عصر کا اشارہ ہے تو اس کلام کا وہی مطلب ہے جو آپ کی تحریرات نمبر پنجم وہفتم (یا بقول آپ کے نمبر چہارم وپنجم) کا مطلب ہے۔ لہذا اس صورت میں آپ پر وہی الزام قائم ہوتا ہے جو ان تحریرات کے مضمون پر قائم ہوا ہے کہ اس سے ان جملہ احادیث متعلق عمل کا (جن پر اتفاقی عمل اور تعامل عام اہل اسلام پایا نہیں گیا) بے اعتبار ہونا لازم آتا ہے۔ اور اگر اس سے عملیات اختلافیہ مراد ہیں تو یہ آپ نے اب نیا پہلو بدلا ہے۔ یہ بات آپ کی پچھلی تحریرات کے الفاظ سے کسی صاحب فہم وفراست صحیحہ کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ ومعہذا یہ بات کسی اسلامی مذہب میں صحیح نہیں سمجھی گئی کہ ہر ایک حدیث سے، جس کے عمل میں اختلاف پایا گیا ہو تعلیم قرآن پر زیادتی جائز ہے۔ یہ ملحدانہ بات آپ ہی کے قلم سے نکلی ہے۔ محمد حسین) ہر چند میرا مذہب یہی ہے کہ قرآن اپنی تعلیم میں کامل ہے اور کوئی صداقت اس سے باہر نہیں، کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء یعنی ہم نے تیرے پر کتاب اتاری ہے جس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے۔

اور نیز فرماتا ہے ما فرطنا فی الکتاب من شیء یعنی ہم نے اس کتاب سے کوئی چیز باہر نہیں کی۔

لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی میرا اعتقاد ہے کہ قرآن کریم سے تمام مسائل دینیہ

کا استخراج و استنباط کرنا اور اس کے مجملات کی تفاصیل صحیحہ پر حسب منشاء الٰہی قادر ہونا ہر ایک مجتہد اور مولوی کا کام نہیں، بلکہ یہ خاص طور پر ان کا کام ہے جو وحی الٰہی سے بطور نبوت یا بطور ولایت عظمیٰ مدد دیئے گئے ہوں ۔سو ایسے لوگوں کیلئے جو استخراج و استنباط معارف قرآن پر بعلت غیر ملہم ہونے کے قادر نہیں ہو سکتے ہیں، یہی سیدھی راہ ہے کہ وہ بغیر قصد استخراج و استنباط قرآن کے ان تمام تعلیمات کو جو سنن متوارثہ متعاملہ کے ذریعہ ملی ہیں بلا تامل وتوقف قبول کر لیں۔ اور جو لوگ وحی و لایت عظمیٰ کی روشنی سے منور ہیں اور الا المطہرون کے گروہ میں داخل ہیں ان سے بلا شبہ عادت اللہ یہی ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً دقائق مخفیہ قرآن کے ان پر کھولتا رہتا ہے اور یہ بات ان پر ثابت کر دیتا ہے کہ کوئی زائد تعلیم آنحضرت ﷺ نے ہرگز نہیں دی، بلکہ احادیث صحیحہ میں مجملات و اشارت قرآن کریم کی تفصیل ہے ۔ سو اس معرفت کے پانے سے اعجاز قرآن ان پر کھل جاتا ہے اور نیز ان آیات بینات کی سچائی ان پر روشن ہو جاتی ہے جو اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے . جو قرآن سے کوئی چیز باہر نہیں۔

علماء ظاہر بھی ایک قبض کی حالت کے ساتھ ان آیات پر ایمان لاتے ہیں، تا ان کی تکذیب لازم نہ آوے۔لیکن وہ کامل یقین اور سکینت اور اطمینان جو ملہم کامل کو بعد معائنہ مطابقت وموافقت احادیث صحیحہ اور قرآن کریم کے اور بعد معلوم کرنے اس احاطہ تام کے جو درحقیقت قرآن کو احادیث پر ہی ملتی ہے، وہ علماء ظاہر کو کسی طرح مل نہیں سکتی ۔ بلکہ بعض تو قرآن کو ناقص و ناتمام خیال کرتے ہیں، جن غیر محدود صداقتوں اور حقائق اور معارف پر قرآن کریم کے دائمی اور تمام اعجاز کی بنیاد ہے، اس سے وہ منکر ہیں اور نہ صرف منکر بلکہ اپنی انکاری کی وجہ سے ان تمام آیات بینات کو جھٹلاتے ہیں جس میں صاف صاف اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ قرآن جمیع تعلیمات دینیہ کا جامع ہے۔

(ان فقرات میں مرزا قادیانی نے عجیب روباہ بازی کی ہے۔اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مسائل دین کی تعلیم میں قرآن کریم کامل و کافی ہے، کوئی صداقت اس سے باہر نہیں ۔ پھر ان تفاصیل احکام کا جو احادیث میں پائے جاتے ہیں ، اور وہ تفاصیل یقیناً قرآن میں نہیں، بلکہ قرآن سے باہر ہیں وجود تسلیم کر لیا ہے ۔ پھر اس کے بر خلاف ان تفاصیل میں قرآن سے زوائد نہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ و نیز علماء ظاہر و مجتہدین اسلام کا ان تفاصیل احکام کو (جو احادیث میں وارد ہیں) قرآن سے نکالنے پر قادر نہ ہونا بیان کر کے ان کے مقابلہ میں گروہ انبیاء اور اولیاء و لایت

عظمی کے قادر ہونے کا دعوی کیا ہے۔مگر اس کے بعد ان انبیاء و اولیاء کا مبلغ علم ومنتہی قدرت وما بہ الفرق بتایا ،تو صرف یہ بتایا کہ ان کو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی تعلیم قرآن سے زائد نہیں دی، بلکہ احادیث صحیحہ میں مجملات واشارات قرآن کی تفصیل ہے۔ حالانکہ اس بات کے معلوم ہونے اور اس پر ایمان لانے میں اس نے بعد میں علماء ظاہر کو بھی ان کے ساتھ شریک کر لیا ہے۔ ان انبیاء و اولیاء کا خاصہ یہ نہیں بتایا کہ وہ ان تفاصیل کو قرآن سے نکال سکتے ہیں، جس کا پہلے دعوی کیا تھا، اور نیز علماء ظاہر کا اس بات پر جو انبیاء و اولیا مانتے ہیں، ایمان لانا تسلیم کیا ہے ۔مگر پھر اس کے برخلاف ان علماء کے اس بات سے منکر ہونے اور آیات قرآن کا مکذب ہونے کا دعوی کیا ہے۔

اس روباہ بازی اور اختلاف بیانی سے مرزا قادیانی کا مقصود لوگوں کو اشتباہ میں ڈالنا۔ اور اس اشتباہ کے ذریعہ سے ان کو اصل مطلب سے دور لے جانا ہے۔ جو دجالیت کا ایک خاصہ وخاص شیوہ ہے ، اور اپنے لئے گریز وفرار کی ایک راہ رکھ لینا۔تاکہ اگر کوئی ایک بات پر معترض ہو (مثلاً کوئی کہے کہ قرآن تفاصیل احکام پر مشتمل نہیں ۔ یا اولیاء وانبیاء زمانہ حال کے قرآن سے ان تفاصیل کو نکالنے پر قادر نہیں۔ یا علماء ظاہر قرآن میں مجملات واشارات احکام پائے جانے سے منکر نہیں ہیں) تو وہ اس کے مقابلہ میں دوسری بات کو پیش کر سکے۔مثلاً یہ کہے کہ میں نے قرآن کو تفاصیل احکام پر مشتمل نہیں کہا۔ بلکہ صرف اجمالات واشارات پر مشتمل بتایا ہے۔اور اولیاء وانبیاء زمانہ حال کو قرآن سے ان تفاصیل کے نکالنے پر قادر نہیں بتایا۔ وہ صرف اس بات کو جانتے ہیں کہ تفاصیل احادیث کا اجمال قرآن میں موجود ہے۔ اور علماء ظاہر کو بھی اس بات کے ماننے سے منکر نہیں بتایا بلکہ قائل ومومن ٹھہرایا ہے اور اگر کوئی ان باتوں کا عکس کہے تو اپنی کلام سے اس کا عکس نکال دے۔محمد حسین)

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے سنن متوارثہ متعاملہ کو نمبر پنجم و چہارم میں ایک علیحدہ حصہ بتصریح بیان کر دیا ہے اور میرے نمبر پنجم کے پڑھنے سے ظاہر ہوگا کہ میں نے ان سنن متوارثہ متعاملہ کو ایک ہی درجہ یقین پر قرار نہیں دیا، بلکہ ان میں مراتب متفاوتہ کا قائل ہوں جیسا کہ میرے نمبر پنجم میں یہ عبارت ہے

؛ کہ جس قدر حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیض یاب ہیں وہ حسب استفاضہ اور بقدر اپنی فیض یابی کے یقین کے درجہ تک پہنچتی ہیں .

یعنی کوئی ان میں سے درجہ اول کے یقین پر پہنچ جاتی ہے اور کوئی اوسط تک اور کوئی ادنی تک، جس کو ظن غالب کہتے ہیں (قادیانی نے اپنی تحریر نمبر ہفتم میں (جس کو پنجم کہتا ہے) صاف کہا ہے کہ

میں ایسی حدیثوں کو جہاں تک کہ انکو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے، ایک درجہ یقین تک تسلیم کرتا ہوں۔

اب اس کے برخلاف وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے اس تحریر میں سنن متوارثہ متعاملہ کو ایک ہی درجہ یقین پر قرار نہیں دیا یہ ایک سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں اس ایک درجہ یقین کے بیان کے ساتھ اس نے اس تحریر میں لفظ حسب استفاضہ اور بقدر فیض یابی بھی بول دیا تھا، جس سے از راہ روباہ بازی اس نے یہ ٹھہرا لیا تھا کہ اگر کوئی ایک درجہ یقین کے لفظ سے میرے مخالف نتیجہ نکال کر احادیث محل اختلاف کو جو یقینی نہیں ہیں، پیش کر کے مجھے الزام دے گا تو میں یہ عذر کر دونگا کہ لفظ حسب استفاضہ اور بقدر فیض یابی کہکر میں نے یہ جتا دیا تھا کہ یقین جو احادیث محل تعامل میں پایا جاتا ہے کئی مرتبہ و درجہ رکھتا ہے۔ از انجملہ ادنی درجہ ظن غالب کا ہے۔ جو احادیث محل اختلاف میں پایا جاتا ہے۔ لہذا ان احادیث سے الزام مجھ پر عائد نہیں ہو سکتا۔ مگر بد قسمتی سے لفظ حسب استفاضہ و بقدر فیض یابی کے ساتھ اس کی قلم سے لفظ درجہ یقین بھی نکل گیا تھا، جس سے ہر کس و ناکس کو بشرطیکہ فہم و حواس سلیمہ رکھتا ہو، یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جو تفاوت مراتب یقین لفظ، حسب استفاضہ، و، بقدر فیض یابی، سے سمجھ میں آتا ہے وہ تفاوت ایسا نہیں کہ یقین کو اپنے درجہ سے اتار کر درجہ ظن سے پہنچاوے۔ اور ظن غالب کو یقین کا ایک درجہ بنا دے۔ بلکہ وہ تفاوت مراتب یقین حدود یقین کے اندر ہے۔ اور سب مراتب متفاوتہ درجہ یقین میں شامل اور اس کے نیچے داخل ہیں۔ کوئی مرتبہ ایسا نہیں کہ وہ درجہ ظن میں اتر آیا ہو۔ لہذا اب قادیانی کا اپنے اس لفظ درجہ یقین کو بحکم دروغ گو را حافظہ نباشد بھول کر یا دیدہ دانستہ لوگوں کو وہ لفظ فراموش کرا کر لفظ حسب استفاضہ و بقدر فیض یابی کے تفصیل تین مراتب سے جن میں سے ادنی درجہ ظن ہو کرنا، اور عقل و حیا کو استعفا دے کر ان الفاظ کی تشریح میں یہ کہنا

یعنی کوئی ان میں سے درجہ اول کے یقین پر پہنچ جاتی ہے اور کوئی اوسط تک اور کوئی ادنی تک جس کو ظن غالب کہتے ہیں

ایک ایسی روباہ بازی ہے جس کو سابق روباہ بازی چلنے نہیں دیتی۔ اس کے الفاظ درجہ یقین سے اس کی تکذیب ہوتی ہے۔ دنیا میں ایسا کوئی عاقل نظر نہیں آتا جو ظن کو ایک درجہ یقین کا سمجھتا ہو، لہذا ممکن نہیں کہ قادیانی کا یہ قول، اس کے قول سابق کی تشریح ہو سکے۔ وہ اپنی تحریرات سابقہ میں ظن اور ظن غالب کو یقین کا مقابل ٹھہرا چکا ہے، پھر وہ اپنے قرارداد سابق کے برخلاف ظن غالب کو یقین کا ادنی درجہ کیونکر ٹھہرا سکتا ہے۔ محمد حسین) **لیکن وہ تمام حدیثیں بغیر اس کے کہ قرآن سے آزمائی جائیں بوجہ جمع ہونے دونوں قوتوں تعامل اور صحت روایت کے اطمینان کے لائق ہیں** (یہاں تو مرزا صاحب نے احادیث متعلقہ عمل کا دونوں جہت (تعامل اور صحت روایت) سے قوت پا کر یقینی ہونا بیان کیا ہے اور سابقاً تحریر چہارم میں صاف کہا ہے کہ ان احادیث کا یقینی ہونے کا موجب صرف تعامل ہے اور فن حدیث کو اس سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ محمد حسین **مگر ایسی احاد حدیثیں جو سنن متوارثہ متعاملہ سے نہیں ہیں اور سلسلہ تعامل سے کوئی معتد بہ تعلق نہیں**

رکھتیں وہ اس درجہ صحت سے گری ہوئی ہیں۔ اب ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ ایسی حدیثیں صرف اخبار گزشتہ وقصص ماضیہ یا آئندہ ہیں جن کو نسخ سے بھی کچھ تعلق نہیں۔ یہ میرا وہ بیان ہے جو میں اس تحریر سے پہلے لکھ چکا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے کسی پرچہ میں ان دوسرے حصہ کی احادیث کا نام سنن متوارثہ متعاملہ نہیں رکھا، بلکہ ابتدائے تحریر سے ہر جگہ حدیث کے نام سے یاد کیا ہے، جس سے میری مراد واقعات ماضیہ واخبار گزشتہ یا آئندہ تھیں اور ظاہر ہے کہ سنن متوارثہ متعاملہ اور احکام متداولہ کے نکالنے کے بعد جو احادیث بکلی فرضیت تعامل سے باہر رہ جاتی ہیں وہ یہی واقعات واخبار وقصص ہیں جو تعامل کے تاکیدی سلسلہ سے باہر ہیں (قصص آئندہ میں حضرت مسیح کے نزول اور دجال کے خروج کا قصہ بھی داخل ہے۔ بلکہ یہ خصوصیت کے ساتھ مرزا قادیانی کی چوٹ کے محل ہیں ایسے ہی وہ قصص ان میں داخل ہیں جو احوال حشر ونشر و برزخ کے متعلق ہیں، جن کو عمل سے تعلق نہیں بلکہ وہ صرف متعلق اعتقاد ہیں۔ مرزا قادیانی نے بڑا غضب ڈھایا کہ ان سب قصص کو صرف اس وجہ سے کہ وہ متعلق عمل نہیں، درجہ صحت واعتبار سے ساقط کر دیا اور احادیث متعلقہ عمل کو، گو ان کے عمل میں اختلاف ہو، صرف عمل (گو اختلافی ہو) سے قوت یاب سمجھ کر ان کو ایسا قطعی ویقینی و بلا ریب ثابت قرار دیا کہ ان کی دست آویز سے تعلیم قرآن پر زیادتی کو بھی جائز کر دیا ہے اور عقل وفہم سے کام لے کر یا دوسرے اہل عقل وفہم وفراست کی پیروی کر کے اتنا خیال نہ کیا کہ احادیث متعلقہ عمل کو قبول کرنے اور ان کو بنظر عمل مساوی قرآن ٹھہرانے میں اس نے کس چیز پر اعتماد کیا ہے۔ اور کس چیز نے اس کی نظر میں ان احادیث کو قطعی اور یقینی اور عمل میں قرآن کے مساوی بنا دیا ہے اور وہ چیز احادیث متعلقہ اعتقاد میں جن کو وہ قصص کہتا ہے پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر وہ اپنی یا پرائی عقل سے کام لیتا تو فوراً جان جاتا کہ وہ چیز قرارداد وقبولیت اہل اسلام ہے جو ان احادیث متعلقہ عمل پر ان کے عمل کرنے سے (گو اختلاف سے ہو) سمجھی جاتی ہے اور وہ چیز اس قرارداد وقبولیت میں ان لوگوں پر یہ حسن ظنی ہے کہ اگر وہ حدیثیں صحیح نہ ہوتیں تو ان لوگوں کے عمل میں نہ آتیں۔ اور یہ قراداد وقبولیت بعینھا بلکہ بدرجہ اعلی واقوی ہے، احادیث متعلقہ اعتقاد میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ان احادیث متعلقہ اعتقاد کو اہل اسلام خصوصاً اہل سنت نے اتفاق کے ساتھ قبول کیا اور اپنے اعتقادیات میں داخل کیا۔ اور متعلق اعتقاد ٹھہرایا ہے۔ جو ان کے نزدیک بجز قطعیات متعلق نہیں ہوتا۔ لہذا ان احادیث کی قبولیت میں ان پر یہ حسن ظنی بطریق اولی واجب ہے کہ اگر یہ احادیث یقینی صحیح اور قطعی ثابت نہ ہوتیں تو وہ ان کو اعتقادیات اسلامیہ سنیہ میں داخل نہ کرتے۔ اس وجہ سے یہ احادیث، احادیث متعلقہ عمل سے بڑھ کر لائق قبول واعتبار ہیں۔ اور نہ یہ خیال کیا کہ ان احادیث کو قرآن اور دیگر احادیث صحیحہ سے کوئی مخالفت وتعارض نہیں تو پھر ان کے نسخ کی تجویز کی کیا ضرورت ہے۔ محمد حسین) اور ایک نادان بھی سمجھ

سکتا ہے کہ یہ بحث احکام کے اختلافات کی وجہ سے شروع نہیں کی گئی اور میں تمام مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے کسی ایک حکم میں بھی دوسرے مسلمانوں سے علیحدگی نہیں، جس طرح سارے اہل اسلام احکام بینہ قرآن کریم و احادیث صحیحہ و قیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جانتے ہیں، اسی طرح میں بھی مانتا ہوں (لفظ احکام اور واجب العمل کہکر آپ نے یہ جتایا ہے کہ عقائد اسلامیہ کے جو قرآن و حدیث سے ثابت و مستنبط ہیں، ماننے میں آپ مسلمانوں کے ساتھ متفق نہیں ہیں۔ بلکہ ان عقائد سے منکر ہیں، ازانجملہ اعتقاد حیات نزول مسیح ہے جو قرآن سے مستنبط ہے اور حدیث میں مصرح ہے مگر از راہ روباہ بازی اس انکار کو آپ نے اس مقام میں صاف الفاظ میں ظاہر نہیں کیا، تاکہ تمام مسلمانوں میں آپ کے ملحدانہ اعتقاد کی پردہ دری نہ ہو۔ مگر خدا تعالی نے آپ کا پردہ پھاڑ دیا۔ اور ہماری قلم سے آپ کی کلام کا مطلب ظاہر کر دیا۔ اور اگر ان الفاظ سے عقائد اسلامیہ مستنبطہ قرآن و حدیث سے انکار آپ کا مقصود نہیں ہے تو پھر لفظ عمل و حکم کیوں بولا، اس کے ساتھ لفظ اعتقاد کہکر اعتقادیات میں اہل اسلام سے موافقت کا اقبال کیوں نہ کیا اور نیز اور جگہ اعتقاد نزول حضرت مسیح سے جو کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہے، آپ نے کیوں انکار کیا اور اس اعتقاد کی متضمنہ احادیث کو مجرد قصص ٹھہرا کر کیوں رد کر دیا۔ اور جو آپ نے قیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جاننے اور تسلیم کرنے کا اعتراف کیا ہے، یہ آپ کے دعوی نبوت، نیز آپ کے اس دعوی کے مخالف ہے جو قبل ازیں کر چکے ہیں کہ

جس مقام معرفت دقائق وحقائق دین کو آپ پہنچے ہوئے ہیں، اس مقام تک مجتہدین کی رسائی نہیں ہوئی

اور یہ بات اپنے موقع (علم اصول) میں ثابت ہے کہ ایک مجتہد کے قیاس کو دوسرا مجتہد نہیں مانتا اور اس میں اس کی تقلید نہیں کرتا۔ پھر آپ نبی اور درجہ ولایت عظمی کے ولی ہو کر اور اس مقام معرفت کو جہاں مجتہدین پہنچ نہ سکیں، پہنچ کر مجتہدین کے قیاسات کو ماننے والے کب ہو سکتے ہیں؟ اور آپ کا یہ اعتراف، فریب نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر یہ اقرار دلی اور راستی پر مبنی ہے تو پھر وہ دعوی نبوت و ولایت عظمی، فریب نہیں تو اور کیا ہے؟

الغرض ان دونوں دعاوی متناقض میں آپ سچے نہیں ہو سکتے۔ دعوی نبوت و ولایت عظمی میں سچے ہیں تو دعوی تسلیم وتقلید قیاسات مجتہدین میں جھوٹے ہیں۔ اس میں سچے ہیں تو اس میں جھوٹے ہیں۔ محمد حسین)

صرف بعض اخبار گزشتہ ومستقبلہ کی نسبت الہام الہی کی وجہ سے جس کو میں نے قرآن سے بکلی مطابق پایا ہے، بعض اخبار حدیثیہ کے میں اس طرح پر معنی نہیں کرتا جو حال کے علماء کرتے ہیں، کیونکہ ایسے معنے کرنے سے وہ احادیث نہ صرف قرآن کریم کے مخالف ٹھہرتی ہیں (یہ کہنا کہ یہ احادیث قرآن مجید اور دیگر احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں، محض مغالطہ و دھوکہ ہے۔ احادیث نزول مسیح کو نہ قرآن سے مخالفت ہے اور نہ احادیث صحیحہ سے۔ محمد حسین) بلکہ دوسری احادیث

کی بھی جو صحت میں ان کے برابر ہیں، مغائر و مبائن قرار پاتی ہیں ۔ سو در اصل یہ تمام بحث ان اخبار سے متعلق ہے جن کے نسخ کی نسبت کوئی سلف و خلف میں سے قائل نہیں، کوئی با سمجھ انسان ایسا نہیں جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن کریم کی وہ آیتیں جن میں حضرت عیسیٰ کی وفات کا ذکر ہے، حدیثوں سے منسوخ ہو چکی ہیں ۔ یا یہ عقیدہ ہو کہ حدیثیں اپنی صحت میں ان سے بڑھ کر ہیں ۔ بلکہ اس راہ میں بحالت انکار بجز اس طریق کے مجال کلام نہیں کہ یہ کہا جائے کہ وہ آیتیں پیش کرو ہم حدیثوں سے مطابق کر دیں گے ۔

سوائے حضرت مولوی صاحب آپ ناراض نہ ہوں کاش آپ نے دیانت و امانت کو مدنظر رکھ کر وہی طریق مقصود اختیار کیا ہوتا ۔ کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ جو احادیث تعامل کے سلسلہ میں داخل ہوں، ان کو میں بحث متنازعہ فیہ سے باہر کر چکا ہوں؟ اور اگر معلوم تھا تو پھر کیوں آپ نے گدھے کے حرام ہونے کی حدیث پیش کی؟ کیا کسی ایسی چیز کو حرام یا حلال کرنا احکام میں سے نہیں؟ اور کیا احکام اکل و شرب کے تعامل الناس سے باہر ہیں؟ اور پھر آپ نے لعنت علی الواشمات و المتوشمات کی بھی حدیث پیش کر دی اور آپ کو کچھ خیال نہ آیا کہ یہ تو سب احکام ہیں جن کیلئے تعامل کے سلسلہ کے نیچے داخل ہونا ضروری ہے ۔ آپ سچ کہیں کہ ان تمام غیر متعلق باتوں سے آپ نے اپنا اور سامعین کا وقت ضائع کیا یا کچھ اور کیا؟ لوگ منتظر تھے کہ اصل بحث کے سننے سے جس کا ایک دنیا میں شور پڑ گیا ہے، فائدہ اٹھاویں اور حق اور ناحق کا فیصلہ ہو ۔ لیکن آپ نے نکمی اور فضول اور بے تعلق باتیں شروع کر دیں ۔ شائد ان باتوں سے وہ لوگ بہت خوش ہوئے ہوں گے جن میں اصل مقصود کی شناخت کا مادہ نہیں، لیکن میں سنتا ہوں کہ حقیقت شناس لوگ آپ کی اس تقریر سے سخت ناراض ہوئے اور آپ کی مناظرانہ لیاقت کا مادہ انہوں نے معلوم کر لیا کہ کہاں تک ہے بہرحال چونکہ آپ اپنے اس دھوکہ دینے والے مضمون کو ایک جلسہ عام میں سنا چکے ہیں اس لئے میں مواضع مناسب سے آپ کے اقوال قولہ، اقول کے طرز پر بیان کرتا ہوں تا منصفین پر کھل جائے کہ کہاں تک آپ نے دیانت و راستی و تہذیب اور طریق مناظرہ کا التزام کیا ہے ۔ و باللہ التوفیق ۔

قولہ ۔ آپ نے میرے سوال کا جواب صاف اور قطعی نہیں دیا کہ احادیث جملہ صحیح ہیں یا جملہ موضوع یا مختلط ۔

اقول ۔ حضرت میں آپ کو کئی دفعہ جواب دے چکا ہوں کہ حصہ دوم احادیث کا جو تعامل کے سلسلہ سے یا یوں کہو کہ سنن متوارثہ متعاملہ سے باہر ہے صرف ظن کے درجہ پر ہے اور یہی میرا مذہب ہے اور چونکہ اس حصہ سے جو اخبار گذشتہ یا مستقبلہ کی قسم میں سے ہے، نسخ بھی متعلق نہیں اس لئے درحالت مخالفت نصوص بینہ قرآن قابل تسلیم نہیں ۔ اگر کوئی ایسی حدیث نص قطعی بین قرآن سے مخالف ہوگی تو قابل تاویل ہوگی یا موضوع قرار پائیگی

قولہ ۔ صحیح بخاری و مسلم میں کوئی حدیث ہے جو بوجہ تعارض موضوع ٹھہر سکتی ہے؟

اقول ۔ بیشک حصہ دوم کے متعلق کئی حدیثیں ایسی ہیں جن میں سخت تعارض پایا جاتا ہے جیسا کہ وہی حدیثیں جو نزول ابن مریم کے متعلق ہیں، کیونکہ قرآن قطعی طور پر فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے (یہ بھی محض قادیانی کا کذب ہے۔قرآن کی کسی آیت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں ۔ بلکہ قرآن حضرت مسیح کا نزول اشارۃً بیان کرتا ہے احادیث اس اشارہ کی تصریح کرتی ہیں ۔ پھر مخالفت کیسی ۔ اور تجویز نسخ کے کیا معنی ۔ اور مطابقت کی کیا ضرورت وحاجت باقی رہتی ہے ۔ محمد حسین) اور صحیحین کی بعض حدیثیں اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہیں اور ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بھی قرناً بعد قرن اسی بات کا مقر ہے ۔ اور نصاری کا یونی ٹیرین فرقہ بھی اسی بات کا قائل ہے، اور یہودیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے ۔ اب ان مخالف حدیثوں کی، جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے برخلاف ہیں، ہماری طرز پر تاویل نہ کی جائے تو پھر بلاشبہ موضوع ٹھہریں گی (یہ بھی قادیانی کی ایک روباہ بازی ہے ۔ وہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال کے الفاظ کو غیر صحیح و موضوع وضعیف قرار دے چکا ہے ۔ چنانچہ پہلے ثابت ہو چکا ہے اور یہی اس کی تقریر کا نتیجہ ہے مگر اس مقام میں وہ ان کے الفاظ کی عدم صحت کا دعوی چھوڑ کر صرف ان احادیث کے معانی ظاہری سے، جو علماء اسلام کرتے ہیں، انکار کا مدعی بن بیٹھا ہے، جس سے اس نے یہ جتایا ہے کہ میں صحت ان احادیث کی تو مانتا ہوں، اس میں تمام مسلمانوں کا مخالف نہیں ہوں ۔ ہاں صرف میں اس کے معنے وہ نہیں کرتا جو علماء کرتے ہیں ۔ اور اگر یہ امر جو اس نے یہاں جتایا ہے اس کے دلی اعتقاد کے مطابق ہے تو اس کا فرض ہے کہ جو اس کی کلام میں جابجا ان احادیث کے موضوع یا غیر صحیح یا ضعیف ہونے پر تصریح پائی گئی ہے اس کے غلط ہونے کا اشتہار دے اور آئندہ صاف اور کھلے الفاظ سے اعتراف کرے کہ یہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال وغیرہ صحیح ہیں، ان کی صحت میں مجھے کسی قسم کا شک واشتباہ اور عام مسلمانوں سے خلاف نہیں ۔ میں صرف ان احادیث کے معانی میں عام مسلمانوں سے مخالف ہوں، ظاہری معانی کو چھوڑ کر تاویلی معنے کرتا ہوں ۔ اور اگر یہ اشتہار واعتراف اس سے وقوع میں نہ آوے تو قادیانی کے دام افتادہ

اس کو صحت الفاظ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح سے منکر سمجھیں۔ محمد حسین) اور خود وہ حدیثیں پکار پکار کر بتلا رہی ہیں کہ ابن مریم کا لفظ ان میں حقیقت پر محمول نہیں، لیکن اس زمانہ کے اکثر مولوی صاحبان اور خاص کر آپ کی مرضی معلوم ہوتی ہے کہ قرآن سے ان کی تطبیق نہ دی جائے گو وہ بوجہ اس مخالفت کے موضوع ہی ٹھہر جائیں۔ آپ کا دعویٰ تطبیق کا ہے لیکن اس فضول دعویٰ کو کون سنتا ہے جب تک آپ اس بحث کو شروع کر کے تطبیق کر کے نہ دکھلائیں۔

ایسا ہی کئی اور حدیثیں بھی ہیں جن میں سخت تعارض باہمی پایا جاتا ہے۔ مثلاً بخاری کے صفحہ ۴۵۵ میں جو معراج کی حدیث بروائت مالک لکھی ہے وہ دوسری حدیثوں سے جو اسی بخاری میں درج ہیں، بالکل مختلف ہے۔ صرف نمونہ کے طور پر دکھاتا ہوں کہ اس حدیث میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان پر دیکھا لیکن بخاری کے صفحہ ۴۷۱ میں ابوذر کی روایت سے بجائے موسیٰ کے ابراہیم کا چھٹے آسمان پر دیکھنا لکھا ہے۔ اور پھر وہ حدیث بخاری کی جو باب صلوۃ میں ہے اور نیز امام احمد کی مسند میں بھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج بیداری میں تھا اور اسی پر اکثر صحابہ کا اتفاق بھی ہے، لیکن بخاری کی حدیث صفحہ ۴۵۵ میں جو مالک کی روایت سے ہے اور نیز بخاری کی وہ حدیث جو شریک بن عبداللہ سے ہے، صاف بیان کر رہی ہیں کہ وہ اسراء یعنی معراج نیند کی حالت میں تھا۔ اور تینوں حدیثوں میں محل نزول جبریل مختلف لکھا ہے کسی میں عند البیت اور کسی میں اپنا گھر ظاہر کیا ہے، اور شریک کی حدیث میں قبل ان یوحی کا لفظ بھی درج ہے، جس سے سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیغمبری سے پہلے معراج ہوا تھا، حالانکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ اسراء بعد بعثت ہوا ہے، تبھی تو نمازیں بھی فرض ہوئیں۔ اور خود حدیث بھی بعد البعثت پر دلالت کر رہی ہے جیسا کہ اسی حدیث میں جبریل کا قول بواب السماء کے اس سوال کے جواب میں کہ ابعث؟ نعم لکھا ہے۔ ان اختلافات کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ یہ اسراء متعدد اوقات میں ہوا ہے اسی وجہ سے کبھی موسیٰ کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور کبھی ابراہیم کو، تو یہ تاویل رکیک ہے کیونکہ انبیاء اور اولیاء بعد موت اپنے اپنے مقامات سے تجاوز نہیں کرتے جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

ماسوا اس کے معراج کے متعدد ماننے میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ بعض احکام ناقابل تبدیل اور مستمرہ کا فضول طور پر منسوخ ماننا پڑتا ہے اور حکیم مطلق کو ایک لغو اور بے

ضرورت تنسیخ کا مرتکب قرار دے کر پھر پشیمانی کے طور پر پہلے ہی حکم کی طرف عود کرنے والہ اعتقاد کرنا پڑتا ہے کیونکہ اگر قصہ معراج کئی مرتبہ واقع ہوا ہے جیسا کہ احادیث کا تعارض دور کرنے کیلئے جواب دیا جاتا ہے، تو پھر اس صورت میں یہ اعتقاد پیدا ہونا چاہیے کہ مثلاً پہلی دفعہ کی معراج کے وقت میں نمازیں پچاس فرض کی گئیں اور ان پچاس میں تخفیف کرانے کیلئے کئی مرتبہ آنحضرت ﷺ نے موسیٰ اور اپنے رب میں آمد و رفت کی۔ یہاں تک کہ پچاس نماز سے تخفیف کرا کر پانچ منظور کرائیں اور خدا تعالیٰ نے کہہ دیا کہ اب ہمیشہ کیلئے غیر مبدل یہ حکم ہے کہ نمازیں پانچ مقرر ہوئیں۔ اور قرآن پانچ کیلئے نازل ہو گیا۔ پھر دوسری دفعہ کی معراج میں یہی جھگڑا پھر از سر نو پیش آ گیا، تو خدا تعالیٰ نے پھر نمازیں پچاس مقرر کیں اور قرآن میں جو حکم وارد ہو چکا تھا اس کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھا اور منسوخ کر دیا۔ مگر پھر آنحضرت ﷺ نے پہلی دفعہ کے معراج کی طرح پچاس نمازوں میں کچھ تخفیف کرانے کی غرض سے کئی دفعہ حضرت موسیٰ اور اپنے رب میں آمد و رفت کر کے نمازیں پانچ مقرر کرائیں اور جناب الٰہی سے ہمیشہ کیلئے یہ منظوری ہو گئی کہ نمازیں پانچ پڑھا کریں اور قرآن میں یہ حکم غیر متبدل قرار پا گیا۔ لیکن تیسری دفعہ کے معراج میں وہی پہلی مصیبت پھر پیش آ گئی اور نمازیں پچاس مقرر کی گئیں اور قرآن کریم کی آیتیں جو غیر متبدل تھیں، منسوخ کی گئیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے بہت سی دقت اور بار بار کی آمد و رفت سے پانچ نمازیں منظور کرائیں مگر منسوخ شدہ آیتوں کے بعد پھر کوئی نئی آیت نازل نہ ہوئی۔

اب کیا یہ سمجھ آ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک دفعہ تخفیف کر کے پھر پانچ سے پچاس نمازیں بنا دے اور پھر تخفیف کرے اور پھر تخفیف کر کے پچاس کی پانچ ہو جائیں۔ اور بار بار قرآن کی آیتیں منسوخ کی جائیں اور حسب منشاء نأت بخير منها او مثلها اور کوئی آیت ناسخ نازل نہ ہو۔ درحقیقت ایسا خیال کرنا وحی الٰہی کے ساتھ ایک بازی ہے۔ جن لوگوں نے ایسا خیال کیا تھا ان کا مدعا یہ تھا کہ کسی طرح تعارض دور ہو، لیکن ایسی تاویلوں سے ہرگز تعارض دور نہیں ہو سکتا، بلکہ اور بھی اعتراضات کا ذخیرہ بڑھتا ہے۔ ایسا ہی اور کئی حدیثوں میں تعارض ہے۔

قولہ۔ آپ لکھتے ہیں کہ احادیث کے دو حصے ہیں۔ اول وہ حصہ جو تعامل میں آچکا ہے جس میں وہ تمام ضروریات دین اور عبادات اور معاملات اور احکام شرع داخل ہیں

دوسرا وہ حصہ جو تعامل سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ حصہ یقینی طور پر صحیح نہیں ہے اور اگر قرآن سے مخالف نہ ہو تو صحیح تسلیم ہو سکتا ہے۔ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ فن حدیث اور اصول روایات اور قوانین درایت سے محض ناواقف ہیں اور مسائل اسلامیہ سے ناآشنا۔

اقول ۔ آپ کا یہ ثابت کرنا اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ علاوہ حدیث دانی کے، سخن فہمی کا بھی آپ کو بہت سا ملکہ ہے۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے جو کچھ اپنی پہلی تحریروں کے نمبر چہارم وپنجم میں بیان کیا ہے وہ عام لوگوں کے سمجھانے کیلئے ایک عام فہم عبارت ہے ۔اسی لئے میں نے اہل حدیث کی اصطلاح سے کچھ سروکار نہیں رکھا کیونکہ جو مضمون جلسہ عام میں پڑھا جائے وہ حتی الوسع عوام کے فہم اور استعداد کے موافق ہونا چاہیے ، نہ کہ ملاؤں کی طرح لفظ لفظ میں اپنے علم کی نمائش ہو۔اور یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ فی الواقع احادیث کے دو ہی حصے ہیں ۔ایک وہ جو احکام اور ایسے امور سے متعلق ہیں جو اصل اسلام اور تعامل سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک وہ جو حکایات اور واقعات اور قصص اور اخبار ہیں جنکا سلسلہ تعامل سے کچھ ایسا ضروری تعلق قرار نہیں دیا گیا۔سو میں نے ضروریات دین کے لفظ سے انہی امور کو مراد لیا ہے جن کا سلسلہ تعامل سے ضروری تعلق ہے ۔اور آپ اپنی حدیث دانی دکھلانے کیلئے اس صاف اور سیدھی تقریر پر بے جا مواخذہ کرنا چاہتے ہیں اور ناحق ضروریات کے لفظ کو پکڑ لیا ہے ۔کیا آپ کو اس بات کا بھی علم نہیں کہ ہر ایک شخص اپنے لئے اصطلاح قرار دینے کا مجاز ہے؟

آپ فرماتے ہیں کہ اگر ضروریات سے مراد امور متعلقہ حاجت ہوں تو اس سے آنحضرت ﷺ کی کوئی حدیث خارج ومستثنی نہیں رہتی ۔آنحضرت ﷺ نے جو کچھ دین میں فرمایا ہے وہ دینی حاجت اور ضرورت کے متعلق ہے ۔لیکن افسوس کہ آپ دانستہ حق پوشی کر رہے ہیں۔آپ خوب جانتے ہیں کہ اخبار وقصص کو جو امر متنازعہ فیہ ہے، سلسلہ تعامل سے کوئی معتد بہ تعلق نہیں۔ جو کچھ ہمیں مسلمان بننے کے لئے ضرورتیں ہیں وہ احکام فرمودہ اللہ اور رسول سے حاصل ہیں اور وہی احکام تعامل کی صورت میں عصراً بعد عصر صادر ہوتے رہتے ہیں ۔مسلم اور بخاری میں کئی جگہ بنی اسرائیل کے قصے اور انبیاء اور اولیاء اور کفار کی بھی حکائتیں ہیں جن پر بجز خاص خاص لوگوں کے، جو فن حدیث کا شغل رکھتے ہیں، دوسروں کو اطلاع تک نہیں اور نہ حقیقت اسلامیہ کی تحقیق کے لئے ان کی اطلاع کچھ ضروری ہے ۔سو

وہی اور اسی قسم کے اور امور ہیں جن کا نام میں احادیث مجردہ رکھتا ہوں، سنن متوارثہ کے نام سے انہیں موسوم نہیں کرتا۔ اور وہی ہیں جو سلسلہ تعامل سے خارج ہیں اور مسلمانوں کو تعامل کی حدیثوں کی طرح ان کی کوئی بھی ضرورت نہیں۔ اگر اسی مجلس میں بعض قصص بخاری یا مسلم کے حاضر الوقت مسلمانوں سے دریافت کئے جائیں تو ایسے آدمی بہت ہی تھوڑے نکلیں گے جن کو وہ تمام حالات معلوم ہوں۔ بلکہ بجز کسی ایسے شخص کے جو اپنی معلومات کے بڑھانے کی غرض سے دن رات احادیث کا شغل رکھتا ہے اور کوئی نہیں ہے، جو بیان کر سکے۔ لیکن ہر یک مسلمان ان تمام احکام اور فرائض کو جو ہم پہلے حصہ میں داخل کرتے ہیں عملی طور پر یاد رکھتا ہے کیونکہ مسلمان بننے کی حالت میں دائمی طور پر اس کو کرنے پڑتے ہیں یا کبھی کبھی کرنے کیلئے وہ مجبور کیا جاتا ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ تعامل کے متعلق جو احکام ہیں وہ سب ثبوت کے لحاظ سے ایک درجہ پر نہیں۔ جن امور کی مواظبت و مداومت بلا فتور و اختلاف چلی آئی ہے وہ اول درجہ پر ہیں، اور جس قدر احکام اپنے ساتھ اختلاف لے کر تعامل کے دائرہ میں داخل ہوئے ہیں وہ بحسب اختلاف اس پہلے نمبر سے کم درجہ پر ہیں مثلاً رفع یدین وعدم رفع یدین جو دونوں طرح کا تعامل چلا آتا ہے۔ ان دونوں طوروں سے جو تعامل قرن اول سے آج تک کثرت سے پایا جاتا ہے، اس کا درجہ زیادہ ہوگا اور بایں ہمہ دوسرے کو بدعت نہیں ٹھہرائیں گے، بلکہ ان دونوں عملوں کی تطبیق کی غرض سے یہ خیال ہوگا کہ باوجود مسلسل تعامل کے پھر اس اختلاف کا پایا جانا اس امر پر دلیل ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے ہفت قریت کی طرح طرق ادائے صلوۃ میں رفع تکلیف امت کے لئے وسعت دے دی ہوگی۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جو نمبر اول سلسلہ تعامل احکام ہے وہ اختلاف سے بکلی محفوظ ہے کوئی مسلمان اس بات میں اختلاف نہیں رکھتا کہ فریضہ صبح دو رکعت ہیں اور مغرب کی تین۔ الخ۔

☆ حضرت بٹالوی کا تبصرہ

اس تمہید اور اس کی مؤید تفصیل میں مرزا قادیانی نے بیان کیا ہے کہ

. میں اپنے مخاطب کے سوال کا جواب اپنی تحریر چہارم و پنجم میں دے چکا ہوں کہ صحیحین

کی جملہ احادیث جو عمل کے متعلق ہیں اور ان میں فروعات اختلافیہ مثل رفع یدین وعدم رفع یدین داخل ہیں ، بے چون و چرا صحیح ومقبول ہیں کیونکہ عمل سے (گو اختلافی طور پر ہو) وہ قوت پا کر قطعی ہو چکے ہیں، ان احادیث کو قرآن سے پرکھنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ بظاہر مخالف قرآن ہوں تو بھی مقبول ہیں اور ان احادیث سے تعلیم واحکام قرآن پر زیادتی بھی جائز ہے اور جو صحیحین کی حدیثیں متعلق عمل نہیں ہیں، ان کے اگر یہی ظاہری معنی ہیں جو علما بیان کرتے ہیں تو وہ صحیح نہیں، بلکہ موضوع ہیں اور لائق قبول واعتبار نہیں ہیں، کیونکہ ان کو عمل سے قوت نہیں پہنچی، اس لئے وہ ظنی ہیں اور ان کی صحت پرکھنے کیلئے ان کو قرآن پر پیش کرنا، پھر ان کا موافق قرآن ہونا ضروری ہے۔ لہذا جس حدیث کا مضمون مخالف قرآن ہو وہ حدیث صحیح نہیں موضوع ہے، اور احادیث متعلقہ نزول مسیح کے بظاہر معنے جو علما بیان کرتے ہیں اسلئے مخالف قرآن ہیں کہ ان احادیث کے ان معنے سے حضرت مسیح کی حیات ثابت ہوتی ہے اور قرآن کریم قطعی فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح بن مریم فوت ہو گیا ہے (یہ الفاظ بعینہ مرزا کے ہیں)

ہم کہتے ہیں اس بیان میں مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو ضلالت والحاد میں پھنسانا چاہا ہے۔

اول تو اس کے اس بیان تمہید کا اس کی تحریر چہارم و پنجم یا کسی اور تحریر میں نام و نشان نہیں اور اگر

☆ ۲۔ بالفرض یہ بیان ان تحریرات میں ہے تو یہ ہمارے اصل سوال کا قطعی کامل جواب نہیں ہے۔

☆ ۳۔ اور یہ اس سوال کا جواب ہے تو یہ اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت جماعت کی رو سے صحیح جواب نہیں، بلکہ ایک ملحدانہ جواب ہے جو اصول مذہب اسلام وسنت سے بالکل مخالف ہے

ہماری اس تجویز کی پہلی شق کا ثبوت

مرزا قادیانی کی تمہید اور اس کی مؤید تفصیل کی فضول باتوں سے چشم پوشی کر کے اصل مطلب کی طرف دیکھا جاتا ہے تو وہ پانچ امور یا دعاوی معلوم ہوتے ہیں۔

☆ اول۔ یہ کہ احادیث تعامل سے اس کی مراد احادیث متعلق عمل ہیں جن میں اعمال

اتفاقیہ (جیسے نماز، روزہ، وغیرہ) واختلافیہ (مثل رفع یدین وآمین بالجہر) سب داخل ہیں۔

☆ دوم۔ یہ کہ اس قسم کی سب احادیث صحیحین کی قطعی اور بلا ریب ویقینی صحیح وثابت اور واجب العمل ہیں۔

☆ سوم۔ ایسی احادیث کو دو جہت سے قوت وقطعیت حاصل ہوئی ہے، ایک تعامل سے دوسرے صحت روایت سے۔

☆ چہارم۔ یہ سب احادیث ایسی صحیح وقوی وقطعی الثبوت ہیں کہ ان کی صحت پرکھنے کیلئے ان کو قرآن پر پیش کرنا اور قرآن سے ان کی موافقت ثابت کرنا ضروری نہیں، بلکہ وہ بظاہر مخالف قرآن بھی ہوں تو وہ واجب القبول والعمل ہیں، اور ان احادیث کی رو سے قرآن مجید کی تعلیم واحکام پر زیادتی بھی جائز ہے۔

☆ پنجم۔ ان احادیث کے قطعی ویقینی الثبوت ہونے کے تین مرتبہ یا درجہ ہیں۔

اعلیٰ، جیسے احادیث متعلقہ عدد رکعات نماز فرائض۔

اوسط، جس سے وہ احادیث مراد ہیں جن کے عمل میں اختلاف چلا آیا ہے، مگر جانب عمل میں بہ نسبت جانب ترک کثرت ہے۔

ادنیٰ، جس سے وہ احادیث محل اختلاف مراد ہیں جن کی جانب عمل میں بہ نسبت جانب ترک قلت ہے۔

اس تیسرے مرتبہ یقین کی نسبت مرزا قادیانی نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس کو ظن غالب کہتے ہیں اور عقل انصاف حیا کو پیش نظر رکھ کر یہ خیال نہ کیا کہ ظن تو (اگرچہ غالب ہو) یقین کا مقابل ہوتا ہے اور میں نے اپنی تحریر نمبر چہارم وپنجم وغیرہ میں اس کو یقین کے مقابلہ میں ذکر کیا اور اس کا مقابل بنایا ہے۔ پھر وہ یقین کی ایک قسم کیونکر ہوسکتا ہے؟

مگر شائد وہ اس وجہ سے بےفکر و بلاخوف ہوکر ایسی باتیں کہہ دیتا ہے کہ اہل عقل وانصاف سے مجھے کیا کام؟ جن لوگوں سے مجھے کام ہے اور وہ میرے دام میں آچکے ہیں، وہ عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے ہیں۔ لہذا میں جو کچھ ان کو کہوں گا، دن کو رات یا رات کو دن، وہ بے چون وچرا اس کو مان لیں گے اور اس کے شکریہ میں فلوس مقررہ بھیج دیں گے اہل عقل وانصاف جو چاہیں کہا کریں۔

ان پانچوں امور یا دعاوی میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس پر مرزا قادیانی

نے اپنی تحریر نمبر چہارم و پنجم یا کسی اور تحریر میں تصریح کی ہو، یا اس کی طرف اس کا اشارہ پایا گیا ہو۔ دیگر تحریرات میں تو وہ ان کے بیان کا خود مدعی نہیں ہوا، تحریر نمبر چہارم و پنجم میں ان کے بیان کا مدعی ہوا ہے لہذا ان دونوں تحریروں کی عبارات اس مقام میں نقل کر کے ناظرین پر قادیانی کا کذب ثابت کیا جاتا ہے۔

نقل تحریر چہارم قادیانی

و اثبات مخالفت مضمون آن، بمضمون تمہید آن بہتانی

واضح ہو کہ جس تحریر کو قادیانی نے تحریر نمبر چہارم کہا ہے اور مباحثہ مطبوعہ رسالہ الحق (قادیانی) میں اس کو نمبر چہارم قرار دیا ہے وہ دراصل تحریر نمبر پنجم ہے (چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸، ۹، ۱۰، جلد ۱۳ کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا) اس تحریر میں قادیانی نے جو کچھ تعامل کے متعلق کہا ہے وہ یہ ہے (جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ بصفحہ ۲۵۵ اور مباحثہ الحق میں بصفحہ ۲۱ مندرج ہے)

ان کا (محدثین) کسی حدیث کی نسبت یہ کہنا کہ یہ صحیح ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ حدیث من کل الوجوہ مرتبہ صحت کامل تک پہنچ گئی ہے، ممکن ہے کہ ایک حدیث باوجود صحیح ہونے کے پھر بھی واقعی اور حقیقی طور پر صحیح نہ ہو۔ غرض علم حدیث ایک ظنی علم ہے، جو مفید ظن ہے اور اگر کوئی اس جگہ یہ اعتراض کرے کہ اگر احادیث صرف مرتبہ ظن تک محدود ہیں تو پھر اس سے لازم آتا ہے کہ صوم وصلوۃ، حج و زکوۃ وغیرہ اعمال جو محض حدیثوں کے ذریعہ مفصل طور پر دریافت کئے گئے ہیں وہ سب ظنی ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بڑے دھوکہ کی بات ہے کہ ایسا سمجھا جائے کہ یہ تمام اعمال محض روایتی طور پر دریافت کئے گئے ہیں وبس بلکہ ان کے یقینی ہونے کا یہ موجب ہے کہ سلسلہ تعامل ساتھ ساتھ چلا آیا ہے۔ اگر فرض کرلیں کہ یہ فن دنیا میں پیدا نہ ہوتا تو پھر بھی سب اعمال و فرائض دین سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے یقینی طور پر معلوم ہوتے۔ خیال کرنا چاہیے کہ جس زمانہ تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں کیا اس وقت تک لوگ حج نہیں کرتے تھے، یا نماز نہیں پڑھتے تھے، یا زکوۃ نہیں دیتے تھے؟ ہاں اگر یہ صورت پیش آتی کہ لوگ ان تمام احکام و اعمال کو ایک دفعہ چھوڑ بیٹھتے اور صرف روایتوں کے ذریعہ سے وہ

باتیں جمع کی جاتیں، تو بے شک یہ درجہ یقینی الثبوت تام کا جو اب ان میں پایا جاتا ہے، ہرگز نہ ہوتا۔ سو یہ ایک دھوکہ ہے کہ ایسا خیال کرلیا جائے کہ احادیث کے ذریعہ سے صوم وصلوۃ و غیرہ کی تفاصیل معلوم ہوئی ہیں، بلکہ وہ سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے معلوم ہوتی چلی آئی ہیں اور درحقیقت اس سلسلہ کوفن حدیث سے کچھ تعلق نہیں۔ وہ تو طبعی طور پر ہر ایک مذہب کو لازم ہوتا ہے۔ میرا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ حدیثیں اگر وہ صحیح بھی ہوں لیکن ان کی صحت کا مرتبہ ظن یا ظن غالب سے زیادہ نہیں سوان حدیثوں کی حقیقی صحت پر کھنے والہ قرآن شریف ہے۔

اس تحریر نمبر پنجم (یا بقول قادیانی نمبر چہارم میں) مرزا نے تعامل اور احادیث محل تعامل کی نسبت اس عبارت کے سوا ایک فقرہ بلکہ ایک لفظ تک نہیں کہا اور اس عبارت میں امور یا دعاوی خمسہ مذکورہ کا نام ونشان کہیں پایا نہیں جاتا، بلکہ ان کا خلاف موجود ہے۔ امر اول و پنجم کے برخلاف اس عبارت میں مرزا نے تعامل قطعی اور یقینی وتام ثبوت کی تمثیل میں صرف اتفاقی احکام و اعمال نماز و حج، زکوۃ کو ذکر کر کے یہ جتایا ہے کہ احادیث تعامل سے وہ احادیث مراد ہیں جن پر اتفاق کے ساتھ عمل چلا آیا ہے اور ان کو یقینی وثبوت تام کا درجہ حاصل ہے۔ اور امر دوم وسوم کے برخلاف اس نے علم احادیث کو ظنی ومفید ظن کہا ہے اور اس فن کو سلسلہ تعامل سے بالکل بے تعلق قرار دیا ہے اور قطعیت حکم صوم وصلوۃ و حج و زکوۃ کو صرف تعامل کا اثر بتایا ہے اور روایت کو اس اثر میں محض بے دخل ٹھہرایا ہے۔ اور امر چہارم و پنجم کے برخلاف اس نے جملہ احادیث کو ظن یا غالب ظن کے مرتبہ میں ٹھہرا کر ان سب کو امتحان صحت کیلئے قرآن پر عرض کرنے کا محتاج ٹھہرایا ہے اور کسی حدیث کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا۔

ان تصریحات وعبارات کے ساتھ اس کا یہ کہنا کہ جو کچھ میں تمہید میں کہہ رہا ہوں وہ تحریر نمبر چہارم میں کہہ آیا ہوں، کذب محض اور دھوکہ دہی نہیں تو کیا ہے؟

نقل عبارت تحریر نمبر پنجم قادیانی

واثبات مخالفت مضمون آن، بمضمون تمہید آن کذاب لاثانی

واضح ہو کہ جس اپنی تحریر کو مرزا قادیانی نے تحریر نمبر پنجم قرار دیا ہے اور مباحثہ مندرجہ الحق (قادیانی) میں اس کو نمبر پنجم کہا ہے وہ درحقیقت نمبر ہفتم ہے (چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر

۸ وغیرہ جلد۱۳۔اور نمبر۵ جلد۱۴ کے ملاحظہ سے ناظرین کومعلوم ہوگا) اس تحریر میں قادیانی نے جو کچھ متعلق تعامل واحادیث کہا ہے، وہ یہ ہے (جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ ج ۱۴ میں بصفحہ ۱۱۸ وغیرہ اور مباحثہ مندرجہ الحق میں بصفحہ ۳۱ وغیرہ منقول ہے)

. احادیث کے دوحصہ ہیں ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں کامل طور پر آگیا ہے۔ یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اومرتبہ یقین تک پہنچا دیا ہے جس میں تمام ضروریات دین اور عبادات اور عقود اور معاملات اوراحکام شرع متین داخل ہیں۔سو ایسی حدیثیں تو بلا شبہ یقین اور کامل ثبوت کی حدتک پہنچ گئی ہیں۔اور جو کچھ ان حدیثوں کو قوت حاصل ہے وہ قوت فن حدیث کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوئی اور نہ وہ احادیث منقولہ کی ذاتی قوت ہے، اور نہ وہ راویوں کی وثاقت واعتبار کی وجہ سے ہوئی ہے، بلکہ وہ قوت ببرکت وطفیل سلسلہ تعامل پیدا ہوئی ہے۔سو میں ایسی حدیثوں کو جہاں تک ان کو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے، ایک مرتبہ یقین تک تسلیم کرتا ہوں لیکن دوسرا حصہ حدیثوں کا جس کو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہیں اور صرف راویوں کے سہارے سے ان کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہیں، ان کو میں مرتبہ ظن سے بڑھ کر خیال نہیں کرتا، اور غایت کار مفید ظن ہوسکتی ہیں کیونکہ جس طریق سے وہ حاصل کی گئیں ہیں وہ یقینی اور قطعی الثبوت طریق نہیں ہے، بلکہ بہت سی آویزش کی جگہ ہے۔ وجہ یہ کہ ان حدیثوں کا فی الواقع صحیح اور راست ہونا تمام راویوں کی صداقت اور نیک چلنی اور سلامت فہم اور سلامت حافظہ اور تقوی طہارت وغیرہ شرائط پر موقوف ہے ۔اوران تمام امور کا کماحقہ اطمینان کے موافق فیصلہ ہونا اور کامل درجہ ثبوت پر، جو حکم روایت کا رکھتا ہے، پہنچنا حکم محال کا رکھتا ہے ۔سو چونکہ واقعی صورت یہی ہے کہ جس قدر حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیض یاب ہیں وہ بحسب استفاضہ اور بقدر اپنی فیض یابی کے، یقین کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں ۔ لیکن باقی حدیثیں ظن کے مرتبہ سے زیادہ نہیں ۔غایت کار بعض حدیثیں ظن غالب کے مرتبہ تک ہیں۔اس لئے میرا مذہب بخاری ومسلم وغیرہ کتب کی نسبت یہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے یعنی مراتب صحت میں یہ تمام حدیثیں یکساں نہیں ہیں۔ بعض بوجہ تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حدتک پہنچ گئی ہیں، بعض بباعث محروم رہنے کے اس تعلق سے،ظن کی حالت میں ہیں۔لیکن اس حالت میں، میں حدیث کو، جب تک قرآن کے

صریح مخالف نہ ہو، موضوع قرار نہیں دے سکتا۔

ہر چند محدثین نے اپنے طریق پر روایت کی حالت کو صحت یا غیر صحت حدیث کیلئے مقرر کیا، لیکن کبھی انہوں نے دعویٰ نہیں کیا کہ یہ معیار کامل اور قرآن کریم سے مستغنی کرنے والہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بوجہ اس کے کہ بجز نبی کے اور کوئی معصوم نہیں ٹھہر سکتا، اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب کا ہر ایک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے، لہذا رواۃ کے حالات صدق وکذب ودیانت وخیانت کے پرکھنے کے لئے بڑی کامل تحقیقات درکار تھی، تا ان حدیثوں کو مرتبہ یقین کامل تک پہنچاتی، لیکن وہ تحقیقات میسر نہیں آسکی۔ سو ہر ایک منصف اور ایمان دار کو یہی مذہب اور عقیدہ رکھنا پڑتا ہے، کہ بجز ان حدیثوں کے جو آفتاب سلسلہ تعامل سے منور چلی آتی ہیں، باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے پر ہیں اور صاف ظاہر ہے کہ چونکہ وہ تمام حدیثیں سلسلہ تعامل کی تقویت یاب نہیں، صرف ظن یا شک کے درجہ پر ہیں۔ اور فن حدیث کی تحقیقاتیں ان کو ثبوت کامل کے درجہ تک نہیں پہنچا سکتیں ..... میری غرض تو صرف اس قدر ہے کہ حدیثوں کو قرآن کریم سے مطابق ہونا چاہیے، ہاں اگر سلسلہ تعامل کی رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر منافی معلوم ہو تو اس کو بھی تسلیم کر سکتا ہوں، کیونکہ سلسلہ تعامل حجت قوی ہے۔ میں صحیح بخاری اور مسلم کی حدیثوں کو یوں ہی بلا وجہ ضعیف اور موضوع قرار نہیں دے سکتا، بلکہ میرا ان کی نسبت حسن ظن ہے۔ ہاں جو حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی اس کو میں، من جانب رسول کریم ﷺ یقین نہیں کرونگا۔ ہاں سلسلہ تعامل کی حدیثیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اس عبارت میں بھی امور خمسہ مذکورہ بالا مندرجہ تمہید قادیانی کا نام ونشان پایا نہیں جاتا بلکہ تحریر نمبر چہارم سے بڑھ کر ان امور کا خلاف اس میں موجود ہے۔

☆ امر اول وپنجم کے برخلاف اس میں احادیث حصہ اول متعلقہ سلسلہ تعامل کا ایک مرتبہ یقین وکامل ثبوت مقرر کیا ہے اور باقی احادیث حصہ دوم کا (جن کو تعامل سے تعلق نہیں) مرتبہ ظن یا غالب ظن ٹھہرایا۔ اس کی عبارت میں حصہ اول کی نسبت الفاظ. ایک مرتبہ یقین، کامل ثبوت ؛ وغیرہ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں حصہ دوم کی نسبت یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں کہ وہ مرتبہ ظن سے بڑھ کر نہیں، غایت کار بعض حدیثیں ظن غالب کے مرتبہ پر ہیں۔ وہ یقینی اور قطعی الثبوت نہیں وغیرہ۔

ہر چند حصہ اول کی نسبت اس نے ایک لفظ بحسب استفاضہ و بقدر فیض یابی بھی بول دیا ہے ولیکن چونکہ وہ لفظ اس نے مقابلہ ظن و غالب ظن بو لا ہے لہذا اس لفظ سے جو درجہ مراد ہوگا وہ ضرور ایک یقین ہی کا درجہ ہوگا، اس سے ظن غالب کا درجہ مراد نہ ہو سکے گا، جیسا کہ اس نے اب تمہید میں ادنی درجہ یقین کو ظن غالب قرار دیا ہے۔ اور روز روشن میں اپنے اتباع کی آنکھوں میں خاک ڈالنا چاہا ہے۔

☆ اور امر دوم سوم کا خلاف بڑے زور وشور سے کیا، اور صاف کہہ دیا کہ جو قوت حصہ اول احادیث کو حاصل ہے وہ روایت سے اور راویوں کی وثوق واعتبار کی وجہ سے نہیں ہے، اور نہ وہ حدیث کی ذاتی قوت ہے اور نہ اس فن کی تحقیقاتیں قطعی اور یقینی ہیں، اور نہ وہ ثبوت کامل کی مثبت ہوسکتی ہیں، بلکہ وہ صرف تعامل کی وجہ سے وبس۔

☆ امر چہارم کے ان الفاظ کو کہ . احادیث تعامل قرآن پر عرض ہونے کی محتاج نہیں . گو الفاظ تحریر پنجم (یا ہفتم) قادیانی سے ظاہری اتفاق ہے، مگر ان الفاظ کے معانی کو مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم) سے کلی اختلاف ہے۔ الفاظ امر چہارم تمہید میں مرزا قادیانی نے احادیث تعامل کو ایسا عام اور وسیع کیا ہے کہ احادیث متعلقہ فروعات اختلافیہ رفع یدین وغیرہ کو جو باتفاق امت محمدیہ ظنیات سے ہیں، ان میں شامل کرلیا ہے۔ اور پھر ظن کو ایک ادنی مرتبہ یقینی قرار دے کر ان ظنیات فروعیہ اختلافیہ کو اس مرتبہ میں داخل کر کے یقین بنالیا ہے۔ مگر مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم) میں احادیث متعلق تعامل کو بلاشبہ یقین اور کامل ثبوت کی قیدیں لگا کر ان احادیث سے مخصوص کر دیا ہے جو محل اتفاق ہیں، اور ان کے عمل میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جیسے احادیث متعلقہ حکم فرضیت صلوۃ، صوم یا عدد رکعات ہیں۔ لہذا مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم) کا یہ فیصلہ ہے کہ جو احادیث بلا اختلاف متعلق تعامل ہیں اور وہ بلاشبہ اور بلاریب قطعی ویقینی ہیں اور ثبوت کامل کے درجہ تک پہنچ چکی ہیں، وہ محتاج عرض قرآن نہیں ہیں، باقی سب احادیث جن کے عمل وترک میں اختلاف ہے اور اس وجہ سے وہ رتبہ صحت و ثبوت کامل تک نہیں پہنچیں، اور وہ بلاشبہ قطعی ویقینی نہیں، وہ قرآن پر عرض ہونے کی محتاج ہیں۔ اور یہ فیصلہ امر چہارم تمہید کے صریح مخالف ہے۔

اس بیان سے ہماری تجویز کی شق اول ثابت ہوئی اور یہ بات ثبوت کو پہنچی کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے تمہید میں بیان کیا ہے اس کی تحریر چہارم وپنجم وغیرہ میں اس کا نام و

نشان نہیں، بلکہ صریح خلاف موجود ہے۔ اس بیان میں مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

☆ ہماری تجویز کی دوسری شق کا جواب

فرض کیا اور بطور تنزل مان لیا کہ قادیانی کا بیان تمہید اس کی تحریر نمبر چہارم و پنجم میں موجود ہے، تاہم اس بیان میں ہمارے سوال کا جواب کامل وقطعی نہیں ہے۔ اس بیان میں گو احادیث صحیحین متعلقہ عمل کو صحیح وقطعی الثبوت و واجب العمل مان لیا ہے، مگر ان احادیث کی نسبت جو متعلق عمل نہیں بلکہ متعلق قصص واخبار ہیں (جیسے احادیث نزول مسیح) کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا۔ بلکہ شرطی طور پر یہ کہا ہے کہ اگر ان کا مضمون موافق قرآن ہوگا تو ان کو صحیح تسلیم کیا جائے گا، مخالف ہوگا تو موضوع قرار دیا جائے گا۔ پھر اس امر کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کہ احادیث متعلقہ نزول مسیح کا واقعی اور اصلی مضمون موافق قرآن ہے۔ و بناءً علیہ صحیح و واجب التسلیم ہے۔ یا وہ مضمون مخالف قرآن ہے، لہذا وہ احادیث موضوع ہیں۔ بلکہ ان کی نسبت شتر مرغی اختیار کر کے دورخی بات کہی ہے کہ ان احادیث کے جو ظاہری معنے علماء کرتے ہیں، ان معنے کی نظر سے وہ احادیث موضوع ہیں، اور جو تاویلی معنی ہم خود بدولت کرتے ہیں ان معنی کی نظر سے وہ صحیح اور موافق قرآن ہیں۔ جس پر اس سوال کی جگہ ہے کہ ان احادیث کے معانی واقع اور نفس الامر میں مراد شارع ﷺ ایک ہی ہوں گے۔ ظاہری (جو علماء اسلام بحکم قواعد مقررہ ومسلمہ مراد شارع ٹھہراتے ہیں) یا تاویلی وتحریفی (جواز روئے الحاد و باطنیت خود بدولت مراد لیتے ہیں) پس اگر آپ کی رائے واعتقاد میں ان احادیث کے وہی تاویلی معنے صحیح ہیں جو آپ نے گھڑ لئے ہیں اور وہ آپ کے خیال میں قرآن مجید کے موافق ومطابق ہیں تو آپ کو جزم ویقین کے ساتھ ان احادیث کو صحیح اور قطعی الثبوت اور واجب القبول قرار دینا چاہیے، اور برملا اور صاف صاف کہنا چاہیے کہ ان احادیث کے یقیناً یہی معنے ہیں اور یہ قرآن مجید کے عین مطابق وموافق ہیں اور اس موافقت قرآن کے مقتضا سے یہ احادیث صحیح وقطعی واجب القبول ہیں۔ اور ان معنے کے یقین صحت اور اس یقین صحت معنی کی نظر سے یقین صحت احادیث مذکورہ کے ساتھ آپ کا ان احادیث کو ظاہری معنی کی نظر سے (جو آپ کے نزدیک صحیح نہیں) موضوع کہنا ہرگز جائز نہیں۔ یہ کہنا بعینہ ایسا ہے کہ کوئی شخص کسی آیت قرآن

کے ایک معنی کو یقیناً صحیح و مراد خداوندی سمجھے اور دوسرے معنی کو غلط قرار دے اور پھر کسی شخص کے دوسرے معنی کی تجویز پر یوں کہے کہ اگر اس آیت سے دوسرے معنے مراد ہیں تو یہ آیت قرآن کی آیت نہیں ہے، بلکہ یہ کسی انسان کا کلام ہے جو قرآن میں ملایا گیا ہے۔

اس شرطی نفی و انکار کو کوئی عاقل صحیح تسلیم نہیں کر سکتا۔ بلکہ ہر کس ذی ہوش و حواس اس شرطیہ طور پر منکر آیت قرآن کو یہ الزام دے سکتا ہے کہ اگر تیرے نزدیک آیت کے ایک وہی معنے صحیح و متعین ہیں جو تیرے خیال میں ہیں اور دوسرے معنے غلط ہیں تو تجھے جزم و یقین کے ساتھ ان معنی کی صحت کا دعوی کرنا اور بناءً علیہ آیت کو آیت قرآن اور اس کا جزء سمجھنا واجب ہے اور دوسرے معنے کو غلط قرار دینا لازم۔ نہ یہ کہ اس غلط معنے کی نظر سے آیت کو قرآن سے خارج کرنا۔

ایسا ہی مرزا قادیانی پر یہ الزام قائم ہو سکتا ہے کہ اگر تمہارے نزدیک احادیث نزول مسیح کے وہی تاویلی معنے متعین و متیقن جو تمہارے خیال میں ہیں تو ان احادیث کو نقارہ کی آواز سے صحیح ماننا تم پر واجب ہے، نہ ظاہری معنے کی نظر و شرط سے (جن کو تم صحیح نہیں سمجھتے) ان کو موضوع قرار دینا یا ان دونوں معنے کی نظر سے صحت احادیث میں شک و تردد ظاہر کرنا اور یوں کہنا کہ اگر ان احادیث کے ظاہری مراد ہیں تو یہ موضوع ہیں اور اگر تاویلی مراد لیں تو صحیح ہیں۔ مرزا قادیانی کے جواب کو قطعی اور کامل جاننے والو، بتاؤ اب بھی اس جواب کو قطعی اور صحیح و کامل کہو گے؟ قادیانی کی محبت میں جو اندھے اور کانے ہو رہے ہیں وہ اب بھی اس جواب کو قطعی اور کامل کہیں تو محل تعجب و افسوس نہیں مگر صحیح و سلیم الحواس ناظرین و سامعین سے تو امید کامل ہے کہ وہ ہماری اس تقریر کو پڑھ کر یا سن کر قادیانی کے اس جواب کو یقیناً غیر قطعی و ناکامل قرار دیں گے اور اس سے مرزا قادیانی کی دھوکہ بازی اور چالاکی کا یقین کریں گے اور اس کو اس جواب کی نظر سے شتر مرغ یا روباہ صفت سمجھیں گے اور اس قسم کی باتوں سے اس کی شعبدہ بازی کا یقین کریں گے۔

ہماری تجویز کی تیسری شق کا ثبوت

یہ بھی بطور فرض محال، فرض کیا اور بطور تنزل مان لیا کہ قادیانی نے جو جواب دیا ہے یہ بجائے خود قطعی جواب اور کامل ہے ولیکن یہ جواب اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت و

جماعت کی رو سے صحیح نہیں ہے، بلکہ ملحدانہ جواب ہے کیونکہ اس جواب میں احادیث متعلقہ عمل کو اگرچہ ان کے عمل وترک میں اختلاف ہو، قطعی صحیح اور بلا ریب قوی اور یقینی الثبوت کہا ہے اور تعلیمات اور احکام قرآن پر زیادتی کرنے والے اور اجمال واشارات قرآن کی تفسیر وتفصیل کرنیوالے قرار دیا ہے اور ان احادیث کو جو متعلق عمل نہ ہوں مشتبہ وشکی، اور بلا شہادت وموافقت قرآن ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ اور اس رتبہ سے گرایا ہے کہ وہ بیان قرآن پر کچھ زیادتی کریں۔ یا اس کے اجمال و اشارہ کی تفسیر وتفصیل کر سکیں۔ اور یہ محض ملحدانہ اصول ہے جس سے احادیث متعلقہ عقائد کا جو اہل سنت کے نزدیک قطعیات سے ہیں، رد وابطال اور احادیث متعلقہ فروعات اختلافیہ سے کتاب اللہ کا نسخ متصور ہے۔ اور یہی اس اصول کی تمہید وتقریر سے مرزا قادیانی کا مقصود ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ فروعات اختلافیہ کے متعلق جس حدیث کو کوئی چاہے دست آویز بنا کر کتاب اللہ پر زیادتی کر لے، جو نسخ کہلاتا ہے۔ اور عقائد متفق علیہ اہل سنت و جماعت کے متعلق احادیث سے جس حدیث کو مثلاً احادیث متعلقہ توحید وصفات یا احادیث متضمنہ تفاصیل حالات برزخ (قبض روح، عذاب قبر، سوال منکر نکیر) و حالات محشر (علامات قیامت، حشر، اخبار واحداث وعبور پل صراط، حساب، وزن اعمال) ونعیم جنت (دیدار خدا وحور وقصور، انہار واشجار) وآلام جہنم (طوق واغلال وغیرہ) چاہے خیر باد کہکر ملحد و زندیق ونیچری بن جائے، اور اس پر مرزا قادیانی کی یہ دلیل پیش کرے کہ یہ احادیث متعلق عمل نہیں صرف قصص واخبار کے متعلق ہیں۔ لہذا ان کی صحت شکی ومشتبہ ہے اور بلا شہادت و موافقت قرآن ان کو قبول کرنا جائز نہیں اور قرآن میں ان تفاصیل کا نام ونشان نہیں۔ اس میں مجملاً احوال برزخ وقیامت کا بیان ہے جس پر ان احادیث کے بیان سے زیادتی جائز نہیں۔ اور یہ حدیثیں اس لائق نہیں کہ اس اجمال قرآن کی تفسیر وتفصیل بن سکیں کیونکہ یہ احادیث تعامل یعنی عمل کے قوی اور بلا ریب سلسلہ میں نہیں آئیں۔ اور اس آفتاب کی روشنی سے فیضیاب نہیں ہوئیں۔

اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت اس ملحدانہ اصول کے دونوں جزء کا مخالف ہے۔ وہ احادیث صحیحہ متعلقہ فروعات اختلافیہ کو اگرچہ واجب العمل قرار دیتا ہے مگر ان کو قطعی ویقینی الثبوت نہیں کہتا۔ بلکہ باوجود واجب العمل قرار دینے کے ان کو مرتبہ ظن میں جگہ دیتا ہے۔ اور عملیات میں ظن کو لائق عمل قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۶ میں بیان ہوا اور آئندہ

بھی ہوگا، اسلام میں ایسا کوئی شخص آج تک نہیں ہوا جو اختلافی مسئلہ فرعی کو یقینی و قطعی و بلاریب،قوی کہے۔اور احادیث متعلقہ اعتقاد کو احادیث عمل سے بڑھ کر واجب القبول قرار دے۔ وہ احادیث جو اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت میں قطعی و یقینی الثبوت تسلیم کی گئی ہیں، دواوین اسلام، کتب حدیث و کتب عقائد میں ان احادیث اور ان سے مستخرجہ مسائل کو عقائد اسلامیہ سنیہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اور ان احادیث اور ان مسائل کی نسبت محدثین و آئمہ کلام کا دعوی شہرت و تواتر ہے۔وہ ان احادیث کو حد شہرت یا تواتر تک پہنچی ہوئی نہ سمجھتے تو ان احادیث اور ان مسائل کو عقائد اسلامیہ میں ہرگز شمار نہ کرتے۔ کیونکہ یہ مسئلہ ان میں مسلم و متفق چلا آتا ہے کہ باب عقائد میں ظنیات پر اعتماد جائز نہیں اور عقائد کی بنا قطعیات پر ہے اور اس مسئلہ پر ان کا نصوص کتاب اللہ سے استدلال و استشہاد ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے

سیقول الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما اشرکنا ولا آباءنا ولا حرمنا من شيء۔ کذالک کذب الذین من قبلھم حتی ذاقوا باسنا قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا۔ ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون۔ (انعام۔ ع ۱۸)۔ شتاب منکر کہیں گے خدا چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ، اور نہ ہم کسی چیز کو (اپنی طرف سے) حرام بناتے۔ ایسا ہی ان سے پہلوں نے جھٹلایا، یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھ لیا، تو ان سے کہدے تمہارے پاس (اس بیان پر) کوئی یقینی سند ہے جس کو نکال سکو۔ تم تو ظن ہی کے پیچھے لگتے اور اٹکل دوڑا رہے ہو۔

اور فرمایا و ما یتبع اکثرھم الا ظنا۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ ان اللہ علیم بما یفعلون۔ (یونس۔ ع ۴) ان میں بہت لوگ ظن ہی کے پیچھے لگتے ہیں اور ظن حق کا کام کچھ نہیں دیتا اور اللہ جانتا ہے جو یہ کرتے ہیں۔

☆ پہلی آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی نے کہا ہے اس آیت میں ظن کی پیروی سے ممانعت پائی جاتی ہے خصوصاً اعتقادی مسائل میں، شائد یہ ممانعت اس موقع پر ہو جہاں ظن کے مقابلہ میں کوئی یقینی امر ہو، کیونکہ آیت کا مورد نزول ایسا موقع ہے۔

☆ لفظ شائد قاضی بیضاوی نے اس خیال سے بولا ہے کہ الفاظ قرآن کے عموم کا اعتبار ہے نہ خاص مورد نزول کا، اور یہ امر بہت سی آیات و احادیث سے ثابت ہے۔اور

اسی کے موافق علمائے اسلام کا زمانہ صحابہ سے عمل چلا آیا ہے۔ لہذا اس آیت میں ہر ایک ظنی امر کے اتباع سے باب اعتقاد میں ممانعت ہے ۔اس کو اس ظنی امر سے (جس کے مقابلہ میں کوئی قطعی امر ہو) خاص کرنا صحیح نہیں ہے۔

☆ اور بیضاوی نے دوسری آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس آیت میں اس امر کی دلیل پائی جاتی ہے کہ باب اعتقاد میں یقین حاصل کرنا واجب ہے، اس میں ظن وتقلید پر اکتفا جائز نہیں ۔ خدا کا یہ فرمانا کہ خدا جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں ۔ اتباع ظن اور ترک دلیل پر عذاب سے ڈرانا ہے

☆ ایسا ہی دوسری آیت کی تفسیر میں نواب صدیق حسن نے فتح البیان میں لکھا ہے۔

کرخی نے کہا ہے اس آیت میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ باب اعتقاد میں علم (یعنی یقین) حاصل کرنا واجب ہے اور ظن وتقلید کو کافی سمجھنا جائز نہیں کیونکہ دین یقین ہی بتاتا ہے اور اسی یقین سے حق واضح ہوتا ہے اور ظن اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، اور اس سے حق معلوم نہیں ہوتا ۔ وہ ظن کسی امر حق میں کام نہیں دیتا۔ خدا کا یہ فرمانا ظن کے باطل ہونے کے بیان کے لئے ہے۔اس میں حق سے علم مراد ہے۔

☆ اور امام رازی نے فرمایا ہے

مسائل اعتقادیہ یقینیہ میں ظن پر اعتماد جائز نہیں،

☆ امام سیوطی نے امام رازی کا یہ کلام تفسیر اتقان میں نقل کر کے فرمایا ہے ،

تجھے یہ کلام اس امام کا اس باب میں بس ہے۔

☆ بحر العلوم لکھنوی نے شرح مسلم الثبوت میں فرمایا ہے۔

اعتقاد ظن سے حاصل نہیں ہوتا ۔ ہاں اعمال میں ظن پر بھی عمل جائز ہے۔

☆ تفتازانی نے تلویح میں فرمایا ہے،

اعتقادی مسائل اکے دکے راویوں کی حدیثوں سے ثابت نہیں ہوتے کیونکہ اعتقادیات کی بنا یقین پر ہوتی ہے۔

☆ علامہ ہارون نے ناظور الحق میں لکھا ہے ۔

تو جان چکا ہے کہ باب اعتقاد میں ظن و قیاس جاری نہیں ہوتا اور اعتقاد، اجتہاد اور لوگوں کی رائے سے ثابت نہیں ہوسکتا ۔ اس میں حق قطعی ہوتا ہے جس میں اختلاف

متصور نہیں ۔

☆ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں بجواب اس قول علاء الدین قونوی کے کہ جمعرات اور جمعہ کے دن اہل قبور سے عذاب اٹھایا جاتا ہے، پھر وہ قیامت تک عود نہیں کرتا، فرمایا ہے،

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ عقائد کے باب میں یقینی دلائل معتبر ہیں، نہ اکے دکے راویوں کی حدیثیں، جو ظنی ہوتی ہیں ۔ہاں جبکہ وہ کئی طریق (راویوں) سے مروی ہوں اور تواتر معنوی کو پہنچ جائیں تو اس وقت وہ بھی قطعی ہو جاتی ہیں ۔

اور ملا علی قاری نے سم القوارض فی ذم الروافض میں فرمایا ہے ۔

اہل علم و صاحب فہم یہ بات جانتے ہیں کہ عقائد کی بنا قطعی دلائل پر قائم ہوتی ہے ، نہ ظنی دلائل پر جو مسائل فرعیہ فقہیہ میں کام دیتے ہیں ۔ کیونکہ خدا تعالی نے کافروں کی مذمت میں فرمایا ہے کہ وہ ظن ہی کے پیچھے لگتے ہیں، اور ظن حق سے کام نہیں دیتا، تو اس سے منہ پھیر لے، جو ہماری نصیحت سے پھر جاتا ہے اور بجز زندگی دنیا کے کچھ نہیں چاہتا وہی ان کی سمجھ کی حد ہے، تیرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا ہوا ہے اور جو اس کی راہ پر ہے ۔اور اس باب میں آیات بکثرت موجود اور احادیث مشہور ہیں اور اس پر اجماع قائم ہے، ان لوگوں کے نزدیک جن کو علم ہے ۔

ایسا ہی شیخ عبدالحق نے تکمیل الایمان میں فرمایا ہے ۔اور کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب میں آپ نے فرمایا ہے ۔

؛ شیخ علاء الدین قونوی کہ از محققین علمائے شافعیہ است مے گوید کہ آنچہ برمن ظاہر میشود، اینست کہ اعتقاد حیات انبیاء علیہ السلام درقبور و وجود ایشاں در وے بوجہیکہ پیش از وفات ثابت بود استمرار و استقرار ایشان درقبور ہمبریں وجہ از مسائل فروع نیست ۔ کہ در وے بدلائل ظنیہ غیر قطعیہ اکتفا رود وبمشاہدہ عیانی ثابت شدہ کہ حیاتے کہ ایشانرا پیش از وفات ثابت بود زوال پذیرفتہ و فانی شدہ وعود آن حیات را دلیلی قطعی و حجت ساطع باید تا اعتقاد بدان صورت بندد .

یہ ان حضرات کی عبارات و تصریحات کا ترجمہ ہے اور اصل عبارات ہمارے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ جلد ۹ میں منقول ہیں ۔ان تصریحات و استدلالات کے ساتھ ان

حضرات محدثین و متکلمین ومفسرین نے عقائد مذکورہ کو اپنی کتب میں بیان کیا اور ان پر احادیث مذکورہ سے تمسک واستدلال کیا ہے تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ انہوں نے ان احادیث کو حد شہرت وتواتر تک پہنچی ہوئی جانا اور قطعیات میں شمار کیا ہے۔ اور اگر وہ ان احادیث کو اخبار احاد سمجھتے اور ان عقائد کو جو ان احادیث سے ثابت ہیں، ظنیات خیال کرتے ہیں، تو تصریحات بالا کے ساتھ وہ ان عقائد کو اسلامی وسنی عقائد نہ ٹھہراتے اور اپنی کتب حدیث وتفسیر وعقائد میں ان پر ایمان لانے کی رغبت نہ دلاتے۔

یہ جو ہم نے کہا ہے اس میں محض ظن واستنباط سے کام نہیں لیا۔ اور صرف ان حضرات کے عمل سے نتیجہ کا استخراج واثبات نہیں کیا۔ ان آئمہ نے تصریح وتوضیح کے ساتھ خود بھی ان احادیث کی نسبت شہرت وتواتر کا دعوی کیا اور صاف کہدیا ہے کہ یہ احادیث حد تواتر یا شہرت کو پہنچ گئی ہیں۔

فتوی علمائے پنجاب و ہندوستان بحق میرزا قادیان (مندرجہ نمبر ۵ وغیرہ جلد۱۳، اشاعۃ السنۃ) میں علماء متکلمین ومفسرین کے بعض اقوال کو ناظرین دیکھ چکے ہیں۔ متکلمین کے مزید اقوال دیکھنے ہوں تو شرح عقائد وشرح مقاصد میں ملاحظہ کریں۔ اس مقام میں بعض محدثین کے اقوال نقل کرتے ہیں جن میں احادیث متعلقہ نزول مسیح وخروج دجال وغیرہ کو حد تواتر تک پہنچنے والی اور یقینی قرار دیا گیا ہے۔

امام شوکانی رسالہ توضیح میں احادیث نزول مسیح کو ذکر کرکے فرماتے ہیں

فہذہ تسعة و عشرون حدیثاً تنضم الیها احادیث آخر ذکر فیها نزول عیسی منها ما هو مذکور فی احادیث الدجال و منها ما هو مذکور فی احادیث المنتظر و تنضم الی ذلک ایضاً الآثار الواردة عن الصحابة فلها حکم الرفع اذ لا مجال للاجتهاد فی ذالک فمنها عن ابی هریره عند ابن ابی شیبه، و منها عنه ایضاً، ذکرة فی کنز العمال، و منها عنه ایضاً ذکره فیه و منها عن ابن عباس ذکره فی الکنز، و منها عنه ایضاً ذکره فیه و منها عن عبد الله بن عمر ذکره ابن ابی شیبه، و منها عن ابن مسعود ذکره فی کنز العمال، و جمیع ما سقناه بالغ حد التواتر کما لا یخفی علی من له فضل اطلاع فتقرر بجمیع ما سقناه فی هذا ان

الاحادیث الواردۃ فی المہدی المنتظر متوا ترۃ و الا حا دیث الواردۃ فی الد جا ل متوا ترۃ و ا لا حا دیث الواردۃ فی نزول عیسے ممتوا ترۃ و فی ہذا المقدار کفا یۃ لمن لہ ہدا یۃ ۔(حجج عن التو ضیح) ۔

کہ یہ انتیس حدیثیں ہیں جن کے ساتھ اور احادیث بھی شامل ہوسکتی ہیں ۔جن میں حضرت مسیح کے نزول کا ذکر ہے ۔ازانجملہ بعض وہ ہیں جواحادیث متعلقہ دجال کے ضمن میں مذکور ہیں ۔ بعض ایسی ہیں جواحادیث مہدی موعود کے ضمن میں مذکور ہیں اوران کے ساتھ صحابہ کے آثار و اقوال بھی شامل ہو سکتے ہیں جو حدیث مرفوع کے حکم میں ہیں کیونکہ ایسی احادیث کے بیان میں اصحاب کے اجتہاد و رائے کا دخل نہیں ہوسکتا ۔ازانجملہ ابو ہریرہ کی حدیث ابن ابی شیبہ کی کتاب میں، ایک اوراس کی حدیث کنز العمال میں ہے ۔اس میں ان کی ایک اور حدیث ہے ۔ وازانجملہ ایک حدیث کنز العمال میں ابن عباس سے ہے، اس میں ایک حدیث ان کی اور ہے ۔ازانجملہ عبداللہ بن عمر کی حدیث ابن ابی شیبہ نے بیان کی ہے وازانجملہ ابن مسعود کی حدیث ہے جو کنز العمال میں ہے ۔ یہ سب حدیثیں جن کو ہم نے بیان کیا ہے، مل کر حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں ۔ ہماری اس نقل و بیان روایات سے ثابت ہوا کہ جواحادیث مہدی موعود کے باب میں وارد ہیں وہ متواتر ہیں اور جو دجال کے حق میں وارد ہیں وہ بھی متواتر ہیں اور جو حضرت عیسی کے نزول کے متعلق وارد ہیں وہ بھی متواتر ہیں ۔ اس قدر بیان میں اس شخص کے لئے کفایت ہے جس کو ہدایت حاصل ہے ۔

اور نیز امام شوکانی نے توضیح میں کہا ہے کہ

و اما الا حا دیث الواردۃ فی الد جا ل فا لذی اذ کرہ ھنا مائۃ حد یث ثم سر دھا بقو لہ ا لاول و الثا نی الی آ خر الما ئۃ ثم قا ل و اقتصر علی ہذا المقدار فلیس المراد ھنا الا بیا ن کو ن احا دیث خرو ج الد جال متوا ترۃ و المتوا تر یحصل با لبعض مما سقناہ و قد بقیت احا دیث و آ ثار عن جماعۃ من الصحا بۃ تر کنا ذکر ھا و وقفنا علی ہذہ الما ئۃ الحد یث التی اشر نا الیھا و الی من خر جھا ۔(حجج عن التو ضیح) کہ دجال کے باب میں جواحادیث وارد ہیں، ازانجملہ جواس مقام میں

ہم بیان کرنا چاہتے ہیں وہ سو احادیث ہیں ۔ پھر ان کو نام بنام ذکر وشمار کیا اور اس کے بعد فرمایا اب ہم کو چاہیے کہ اسی قدر پر بس کریں ۔ اس سے ہمارا مقصود صرف اس امر کا بیان ہے کہ احادیث دجال متواتر ہیں اور تواتر صرف بعض احادیث سے، جو ہم نے بیان کیں ہیں، حاصل وثابت ہوسکتا ہے اور ہنوز بہت سی احادیث وآثار صحابہ باقی ہیں، جن کے ذکر کو ہم نے ترک کردیا ہے اور ان ہی سو احادیث کے بیان پر وقفہ کیا ہے۔

اور نیز امام شوکانی نے توضیح میں کہا ہے

ورد السوال من بعض الاعلام عن الاحادیث الواردة فی ھولاء ھل ہی متواترة ام لا ؟ فاقول اما الاحادیث الواردة فی المہدی فالذی امکن الوقوف علیه منھا خمسون حدیثاً ثم صردھا لقوله الاول و الثانی الی آخر الخمسین ثم قال فھذہ خمسون حدیثاً فیھا الصحیح و الحسن و الضعیف المنجبر و ھی متواترة بلا شک و لا شبھة بل یصدق وصف التواتر علی ما ھو دونھا علی جمیع الاصطلاحات المجردة فی الاصول و.. ھنا انتہی الکلام علی الاحادیث الواردة فی المہدی و اما الآثار عن الصحابة المصرحه بالمہدی فھی کثیرة الی ان ذکر ثمانیة و عشرین ثم قال فھذة ثمانیة و عشرون اثراً لھا حکم الرفع اذ لا مجال للاجتہاد فی مثل ذالک ۔ (توضیح علی ما فی الحجج)

کہ بعض علماء اعلام نے سوال کیا ہے کہ ان لوگوں کے حق میں جو احادیث وارد ہیں، وہ متواتر ہیں یا نہیں ۔ اس کے جواب میں، میں کہتا ہوں کہ جو احادیث امام مہدی کے باب میں وارد ہیں، ازاجملہ جن احادیث سے لوگوں کا واقف ہونا ممکن ہو وہ پچاس ہیں ۔ پھر ان احادیث کو از اول و دوم تا آخر پچاس تک بیان کیا ۔ پھر کہا یہ پچاس حدیثیں ہیں جن میں سے کوئی صحیح ہے، کوئی حسن ہے، کوئی ضعیف جس کے ضعف کا جبر نقصان ہو چکا ہے، اور وہ بلاشک وشبہ متواتر ہیں، بلکہ یہ صفت تواتر تو ان سے کم درجہ احادیث پر صادق آتی ہے ۔ یہ احادیث مرفوعہ کے متعلق گفتگو ہے، رہے آثار صحابہ جو آمد امام مہدی کو بتصریح بیان کرتے ہیں، سو بہت ہیں پھر ان کو اٹھارہ تک شمار کیا، پھر کہا یہ اٹھارہ آثار ہیں جو احادیث مرفوعہ کے حکم میں

ہیں کیونکہ ایسے مضمون کا بیان رائے سے نہیں ہوسکتا۔

ان عبارات سے صاف ثابت ہے کہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال اوراس قسم کی اوراحادیث کی نسبت علماء محدثین و متکلمین کوتواتر کا دعوی ہے اور یقینی صحیح جانتے ہیں اور جو مسائل وعقائد ان احادیث سے ثابت ہیں ان کو وہ اسلامی وسنی عقائد ٹھہرا چکے ہیں اور ان کے مقابلہ میں مسائل فرعیہ اختلافیہ کوظن اور ان کے متعلق احادیث کوظنی الثبوت ومفید ظن قرار دے گئے ہیں۔

مرزا صاحب نے اپنے جواب و بیان میں ان سب کا خلاف کیا اور ان کے قرارداد کی رو سے اسلام وتسنن کا خلاف کیا اوراس میں الحاد سے کام لیا، لہذا اس کا یہ جواب اسلامی وسنی اصول کی رو سے صحیح جواب نہیں ہے۔

اس مخالفت اصول اسلام وتسنن کے علاوہ یہ جواب عقل سلیم کے بھی مخالف ہے اور خود اپنے آپ کا مخالف، اس کے آخر کو اول سے صریح تخالف ہے۔

☆ عقل سلیم سے اس جواب کا مخالف ہونا

یہ اصول مسلّم عقلاء ہے کہ یقین اعلی رتبہ ہے اورظن ادنی۔ اسی اصول کی نظر سے اہل اسلام کے نزدیک اعتقاد جو اعلی رتبہ ہے، ظنیات سے متعلق نہیں ہوتا، بلکہ وہ قطعیات سے مخصوص ہے۔ اورعمل جو بہ نسبت اعتقاد ادنی ہے اوراس کے توابع میں سے ہے، ظن سے بھی متعلق ہوسکتا ہے۔ چنانچہ عبارات علماء منقولہ بالا سے ثابت ہو چکا ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنے جواب سے اس اصول عقلی کا بھی خلاف کیا (جیسا کہ قرارداد اسلام وتسنن کا خلاف کیا ہے) کہ حصہ اول احادیث متعلقہ عمل کو قطعی الثبوت و یقینی صحیح قرار دینے کیلئے اہل اسلام کے عمل کو گو اختلافی ہو (جو مثبت ظن ہوتا ہے، نہ مفید ظن) لائق لحاظ و اعتبار ٹھہرایا ہے۔ اورحصہ دوم احادیث متعلقہ اعتقاد کوظنی قرار دینے کے لئے اہل اسلام کے اعتقاد کو (جو ان احادیث کے متعلق پایا گیا ہے اوروہ مفید یقین ہے) ساقط الاعتبار و نا قابل لحاظ ٹھہرایا ہے ۔اوراس میں اعلی کو ادنی اور ادنی کو اعلی ٹھہرایا ہے اورمرجوح کو راجح کیا اور راجح کو ساقط کر

دیا۔ جو عقلاء جہان کے برخلاف ہے۔

☆ قادیانی جواب کے آخر کا اول سے مخالف ہونا

اس جواب میں پہلے تو حصہ اول احادیث متعلقہ عمل کو قطعی ویقینی الثبوت بنانے کے لئے قرار داد علماء اسلام کو (جو اختلاف کے ساتھ ان احادیث کے عمل کے متعلق پائی گئی ہے) مسلم رکھا اور قبول کیا۔ اوران کی نسبت حسن ظن کو قائم رکھ کر یہ خیال وفرض کر لیا کہ اگر وہ احادیث صحیح نہ ہوتیں تو علماء اسلام کا عمل (گو اختلاف سے ہے) ان پر پایا نہ جاتا۔ مگر بعد میں حصہ دوم احادیث متعلقہ اعتقاد کو ظنی بنانے کیلئے اس قرار داد علماء کو (جو ان احادیث کے متعلق اعتقاد رکھنے اوران سے مستخرجہ مسائل کو بالاتفاق قبول کر کے عقائد اسلامی وسنی قرار دینے میں وقوع میں آئی ہے) رد کر دیا اور نا قابل قبول ٹھہرایا۔ اوران کی نسبت حسن ظنی کو قائم نہ رکھا اوران کے حق میں یہ نیک ظن نہ کیا کہ اگر یہ احادیث صحیح اور قطعی نہ ہوتیں تو علماء اسلام خصوصاً اہل سنت ان احادیث کو اتفاق کے ساتھ بسر وچشم کیوں قبول کرتے۔ اوران سے مستخرجہ مسائل کو عقائد اسلامی وسنی کیوں ٹھہراتے۔ بلکہ ان احادیث کو صحیح وقطعی سمجھنے اوران کے ظاہری معانی مراد ٹھہرا کر ان کو اسلامی وسنی عقائد ٹھہرانے میں ان سب علماء کو غلطی پر سمجھا، اوران کے علم وفہم و دین پر برا گمان کیا۔ اور یہ اپنی بات کا خود خلاف کرنا ہے۔ (اشاعۃ السنۃ جلد۱۴ کا ص ۲۷۶، اور ۲۷۷ ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ اس لئے ان صفحات کا مضمون ہم یہاں شامل نہیں کر سکے۔ آئندہ دستیاب ہوا تو ممکن ہے کہ شامل اشاعت ہو۔ بہاالدین) .....

رسالہ فتح الاسلام کے صفحہ ۵۴ میں مرزا صاحب نے لیلۃ القدر کے حقیقتاً رات ہونے کی نفی کی ہے اوراس کی نسبت صاف اور کھلے الفاظ سے یہ بات کہدی ہے

اس زمانہ کا نام بطور استعارہ لیلۃ القدر رکھا گیا ہے۔ مگر درحقیقت یہ رات نہیں ہے۔ یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے۔

پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۰ میں اور متعدد تحریروں میں اس نفی سے انکار کیا اور بضمن سوال وجواب یہ کہا ہے۔

سوال۔ لیلۃ القدر کے اور معنے کر کے نیچریت اور باطنیت کا دروازہ کھول دیا۔

اما الجواب ۔ معترض صاحب نے اعتراض سے لوگوں کو دہوکہ دیا ہے ۔ اس جگہ اصل حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالی نے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے کہ پہلے معنے لیلۃ القدر کے جو علماء کرتے ہیں وہ بھی مسلم و بجا ہیں اور ساتھ ان کے یہ بھی معنے ہیں ۔ اور دونوں معنوں میں کچھ منافاۃ نہیں ۔ قرآن شریف ظہر بھی رکھتا ہے اور بطن بھی اور صدہا معارف اس کے اندر پوشیدہ ہیں پس اگر اس عاجز نے تفہیم الہی سے لیلۃ القدر کے یہ معنے کئے تو کہاں سمجھا گیا کہ پہلے معنوں سے انکار کیا ہے ۔

ناظرین اس عبارت ازالہ اوہام اور اس عبارت فتح الاسلام کا مقابلہ کریں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ قادیانی کا لیلۃ القدر کے رات ہونے سے عبارت فتح اسلام میں انکار اور اس انکار سے عبارت ازالہ اوہام میں انکار، اور رات ہونے کا اقرار ہمارے دعوی کا مصدق اور اس کی ایک صریح و صحیح مثال ہے یا نہیں ۔ ایسی صریح مثالیں اور بہت ہیں ۔ ازانجملہ بعض کا بیان مرزا قادیانی کے تفصیلی اقوال تحریر نمبر ہشتم کے متعلق آئندہ نوٹوں میں ہوگا ۔ انشاء اللہ تعالی ۔

مضمون تمہید قادیانی پر ہمارے اس تبصرہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے تمہید میں جو دعوی کیا ہے کہ اس نے اپنی تحریر نمبر چہارم و پنجم میں ہمارے اصل سوال کا جواب دیدیا ہے وہ

☆ محض کذب وخلاف واقع ہے ۔

☆ اگر اس جواب کا ان تحریرات میں ادا ہونا فرض کرلیا جائے تو وہ ہمارے سوال کا قطعی وکامل جواب نہیں ہے ۔

☆ اور اگر اس جواب کو قطعی و کامل جواب فرض کرلیا جائے، تو وہ جواب اصول اہل اسلام و تسنن اور عقل سلیم کے مخالف ہے، بلکہ وہ اپنا آپ مخالف ہے ۔

مرزا صاحب نے ایک دفعہ بھی ہمارے سوال کا جواب نہیں دیا اور نہ ہم نے اپنی کسی تحریر میں ایک بات بھی غیر متعلق پیش کی ہے ۔ جس بات کو مرزا صاحب غیر متعلق سمجھتے ہیں یعنی احادیث ممانعت وشم، وحرمت خرد درندگان سے ان پر الزام، وہ غیر متعلق نہیں ۔ مرزا صاحب کی عبارات پر ہم حواشی کی صورت میں نوٹ لکھتے آئے ہیں اور یہاں بتاتے ہیں کہ تعامل کو جوانہوں نے قطعی و یقینی و بلا ریب اور احادیث محل تعامل کو قطعی و یقینی

الثبوت و بلا ریب کہا ہے تو اس سے مجھے ہی نہیں ، ہر کس و نا کس کو جو الفاظ قطعی و یقینی و بلاریب کے معنی جانتا اور سمجھتا ہے ، یہی سمجھ میں آیا کہ ان احادیث سے آپ کی مراد وہ احادیث ہیں جن پر امت محمدیہ کا اتفاق کے ساتھ عمل پایا گیا ہے ۔ اور ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے ۔ اور وہی احادیث آپ کے نزدیک اس لائق ہیں اور یہ رتبہ رکھتی ہیں کہ وہ قرآن پر عرض ہونے کی محتاج نہیں اور ان کی تسلیم صحت، موافقت قرآن پر موقوف نہیں ۔ بلکہ ان کا مضمون مخالف قرآن بھی ہو، تو وہ لائق تسلیم ہے اور وہی احادیث تعلیم قرآن پر زیادتی کرسکتی ہیں اور وہی احادیث قرآن کی مفسر ہوسکتی ہیں اور جو حدیث ایسی قطعی و یقینی و بلاریب صحیح نہ ہو وہ بلا شہادت موافقت قرآن، لائق تسلیم نہیں ہے، اور نہ وہ حدیث قرآن کی مفسر ہوسکتی ہے ۔ بلکہ ایسی حدیث کے مقابلہ میں قرآن اپنا مفسر آپ ہے، جس پر آپ کو درندوں کی حرمت اور گدھے کی ممانعت کی حدیث سے الزام دیا گیا ۔ اور یہ کہا گیا تھا کہ گدھے اور درندے کی ممانعت کی حدیث ایسی ہے کہ اس پر تعامل ہو ہی نہیں سکتا، چہ جائے کہ تعامل قطعی ہو ۔ کیونکہ یہ حدیث متعلق اعتقاد حرمت خرد درندگان ہے، نہ متعلق عمل و مع ہذا یہ حدیث معنے ان آیات قرآن کی شارح و مفسر ہے جن میں بیان ہے کہ بجز مردار و خون وخنزیر تم پر کوئی جانور حرام نہیں اور جو کچھ زمین میں خدا نے پیدا کیا ہے وہ تمہارے لئے مباح ہے ۔ اس حکم حرمت خر و درندگان میں قرآن اپنا مفسر نہیں ہوا ۔ پھر اس کی تائید و شہادت میں کہا گیا تھا کہ یہ خدمت تفسیر قرآن، حدیث کو قرآن نے خود عطا کی ہے ۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے کہ رسول جو کچھ تمیں دے، وہ تم لے لو ۔ پھر اس آیت کی تفسیر وتشریح میں قول ابن مسعود کو پیش کیا گیا تھا کہ انہوں نے اس آیت کی رو سے حکم ممانعت وشم وغیرہ (بدن گودنے) کو جو حدیث نبوی میں وارد ہے، داخل قرآن اور اس کا ایک حکم سمجھا ۔ باوجود کہ یہ حکم بھی متعلق اعتقاد حرمت وشم ہے، متعلق عمل نہیں تاکہ یہ محل تعامل ہوسکے ۔ اب ناظرین انصاف سے کہیں، یہ دونوں حدیثیں (حدیث حرمت خر و درندگان وحدیث حرمت وشم) قادیانی کے اس دعوی سے کہ وہ حدیث جس پر تعامل قطعی ویقینی پایا نہ گیا ہو، مفسر قرآن نہیں ہوسکتی اور اس کے مقابلہ میں قرآن اپنا مفسر آپ ہے، پورا تعلق رکھتی ہیں اور اس دعوی میں اس کو پورا الزام دیتی ہیں، یا یہ اجنبی وغیر متعلق احادیث ہیں؟ اور یہ بھی داد دیں کہ اس الزام کے جواب میں اب مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ یہ احادیث متعلق احکام ہیں اور احکام تعامل میں

داخل ہیں اور میں احادیث تعامل کو محل نزاع سے خارج کر چکا ہوں اور ان کو قرآن کی مفسر اور اس پر زیادتی کرنے والی مان چکا ہوں۔ایک طرفہ روباہ بازی نہیں تو اور کیا ہے؟

اس میں ناظرین اولاً یہ غور کریں کہ یہ احادیث متعلقہ اعتقاد ہیں، نہ متعلق عمل۔ پھر یہ محل تعامل کیوں کر ہوسکتی ہیں؟

ثانیاً یہ غور کریں کہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریرات سابقہ میں ہرایک حکم یا عمل کو محل نزاع سے خارج کیا اور اس کو مفسر قرآن ٹھہرایا ہے، یا تعامل قطعی ویقینی اور بلا ریب اور اس کے متعلق احادیث قطعیہ یقینیہ بلا ریب صحیحہ ثابت کو۔

ادنی غور وتوجہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ قادیانی نے احادیث قطعی الثبوت کو جو تعامل قطعی ویقینی اور بلا ریب کا محل ومتعلق ہیں، خارج از محل نزاع کہا۔اور مفسر قرآن ٹھہرایا ہے، نہ ہرایک عمل یا حکم کو اور نہ ہرایک حدیث متعلق عمل کو۔اور احادیث متضمنہ خر و درندگان وحرمت وشم تو مطلق عمل وتعامل کا محل نہیں۔وہ صرف اعتقاد حرمت اشیا مذکورہ کے متعلق ہیں۔لہٰذا ان احادیث سے قادیانی پر پورا اور باموقع الزام ہوتا ہے۔مرزا قادیانی اگر دیانت اور امانت سے کام لیتا تو اس الزام کو مان لیتا۔الٹا یہ الزام نہ دیتا کہ غیر متعلق حدیثوں کو پیش کیا۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ لوگوں کو اصل مباحثہ سننے کا انتظار تھا، مولانا بٹالوی جواباً کہتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کا رفع انتظار خوب کیا۔اخیر تک اصل جواب کی طرف رجوع نہ کیا۔ادھر ادھر کی باتوں، قطعی، ظنی، تعامل وغیرہ میں بحث مقدمات کو پھنسا رکھا۔نہ مقدمات کو ختم ہونے دیا نہ بحث مقصود حیات وممات کی طرف رجوع کرنے دیا۔آپ کے اس مناظرہ سے بہت سے حق شناس حقیقت رس لوگوں نے آپ کی دیانت اور مناظرانہ لیاقت و راستی وتہذیب کا خوب اندازہ کرلیا۔اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے آپ کو جھوٹا اور فریبی اور دھوکہ باز سمجھ کر آپ کا اتباع ترک کیا۔ازانجملہ اس مقام میں زیادہ لائق ذکر ایک حضرت میر عباس علی صاحب صوفی مرحوم لدھیانہ ہیں، جو پہلے آپ کے خلیفہ تھے، پھر اس مناظرہ میں آپ سے بے اعتقاد ہوکر آپ کی اتباع سے بے زار ہوئے۔ایک دوسرے سادہ لوح میر ناصر نواب ہیں جو آپ کے خسر ہیں اور وہ آپ کے دھوکہ میں آکر آپ کے مرید ہوگئے تھے۔اور آخراسی مباحثہ کو دیکھ کر ایک مجلس عام جامع مسجد پٹیالہ میں تائب ہوئے

اور مظہر ہوئے کہ مجھے باوجود خاص تعلق، مرزا قادیانی کی دھوکہ دہی کا یہ علم نہ تھا جو مباحثہ لودہانہ کے دیکھنے سے حاصل ہوا۔

اور آخر میں مولانا ، مرزا صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ پہلے تو آپ نے قطعی ویقینی و بلا ریب وغیرہ کی قیدیں لگا کر احادیث تعامل ان ہی احادیث کو بتایا تھا جن کو اب نمبر اول قرار دیتے ہیں ۔ اب رفع یدین وعدم والی حدیثوں تک کو ان احادیث تعامل میں شامل کر لیا ۔ مگر یہ اخیر ہتھیار بھی آپ کا کام نہ آیا، خطا گیا ۔ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اولاً یہ تفصیل اور اس قسم کے اور مضامین تمہید آپ کی سابق تحریرات کے مخالف ہیں ۔

ثانیاً اس تفصیل کے ساتھ بھی یہ جواب ہمارے سوال کا جواب قطعی نہیں ہوسکتا ۔

ثالثاً قطعی ہو بھی، تو یہ جواب اصول اسلام کے برخلاف ہے، اور خاص کر یہ تفصیل آپ کی خود مبطل و مکذب ہے کیونکہ جس حالت میں احادیث اختلافی ، صرف اختلافی عمل کے سبب سے قطعی اور قرآن پر عرض ہونے سے مستغنی اور قرآن کی مفسر اور اس پر زیادتی کی مثبت ہو سکتی ہیں، تو احادیث اعتقاد متعلق نزول حضرت مسیح وغیرہ اتفاقی تسلیم وقبولیت کے سبب ان سے بڑھ کر اور بدرجہ اولی قطعی و مستغنی و مفسر قرآن و مثبت زیادت ہوسکتی ہیں ۔

مرزا صاحب کی تمہید پر تبصرہ ختم ہوا اور اس کے ساتھ ان کے پرچہ ہشتم کے اصل اصول کی بیخ کنی ہوگئی ۔ اور حاجت باقی نہیں رہی کہ اب اس تحریر کے اقوال تفصیلیہ پر کچھ نوٹ کئے جاویں ۔ تاہم اسکے علم ، دیانت ، راست بازی اور سلامت روی کی مزید قلعی کھولنے کی غرض سے من جملہ ان اقوال چند اقوال پر نوٹ کئے جاتے ہیں و باللہ التوفیق

مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ ان نوٹوں میں پہلے ہم اپنی تحریر نمبر ہشتم کے اس فقرہ کا حوالہ دیں گے جس کا مرزا صاحب نے کچھ جواب دیا ہے، پھر ان کے جواب کو بعینہ یا اس کا خلاصہ نقل کریں گے ۔ پھر اس پر مناسب نوٹ دیا جائے گا انشاء اللہ تعالی ۔

☆ **ہمارا قول نمبر ایک ۔** آپنے میرے سوال کا جواب صاف اور قطعی نہیں دیا ۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۵۸)

☆ **مرزا قادیانی کا جواب ۔** حضرت میں آپ کو کئی دفعہ جواب دے چکا ہوں

کہ حصہ دوم احادیث سے جو اخبار گذشتہ یا مستقبلہ کی قسم سے ہیں اگر کوئی ایسی حدیث نص قطعی کے مخالف ہوگی تو قابل تاویل ہوگی، یا موضوع قرار پائیگی (مباحثہ مطبوعہ قادیانی۔ص ۸۱)

☆ **اس جواب پر ہمارا نوٹ۔** نوٹ متعلق تمہید میں ثابت ہو چکا ہے کہ یہ جواب ہمارے سوال کا قطعی جواب نہیں ہے۔اس جواب میں حرف اگر اور یا اس کے قطعی ہونے میں مانع ہیں۔مرزا قادیانی ان احادیث کو صحیح سمجھتا ہے تو صحت کا صاف اقراری ہو۔پھر تاویل کا مدعی ہو کر اصول شرط تاویل کی پابندی سے ان میں تاویل کرے اور اگر ان کو غیر صحیح سمجھتا ہے تو برملا ان کو رد کرے۔موضوعات میں تاویلات کی کیا ضرورت ہے۔ مگر اس کو یہ دونوں باتیں اختیار کرنی مشکل ہیں اگر وہ ان کو صحیح کہے تو پھر ان کے ظاہری معانی ماننے پڑتے ہیں کیونکہ ان کی تاویل کی (جو قادیانی کرتا ہے) شرط (ظاہری معنی کا محال ہونا) پائی نہیں جاتی ۔اور اگر ان کو برملا غیر صحیح کہتا ہے تو اس سے اس کے الحاد و نیچریت کی قلعی کھلتی ہے۔اس وجہ سے اگر اور یا کا لفظ کہہ کر اس نے قطعی ہونے سے اس جواب اور اپنی جان کو بچا لیا۔اور پھر اس طرفہ جھوٹ کو دیکھو کہ فرمایا۔ میں تو جواب دے چکا ہوں۔

☆ **ہمارا قول نمبر۲۔** صحیح بخاری و مسلم میں ایسی کوئی حدیث ہے جو بوجہ تعارض، موضوع ٹھہر سکے۔(اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۵۹)

☆ **مرزا قادیانی کا جواب۔** بے شک حصہ دوم کے متعلق کئی ایسی حدیثیں ہیں جن میں سخت تعارض پایا جاتا ہے جیسا کہ وہی حدیثیں جو نزول ابن مریم کے متعلق ہیں کیونکہ قرآن قطعی طور پر فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح بن مریم فوت ہو گیا ہے اور صحیحین کی بعض حدیثیں بھی اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہیں۔ اور ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بھی قرناً بعد قرن اس بات کا مقر ہے اور نصاری کا یونی ٹیرین فرقہ بھی اس بات کا قائل ہے اور یہودیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ اب اگر ان مخالف حدیثوں کی جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے برخلاف ہیں، ہماری طرز پر تاویل نہ کی جائے تو پھر بلاشبہ موضوع ٹھہریں گی۔ایسی کئی حدیثیں اور بھی ہیں جن میں سخت تعارض پایا جاتا ہے۔مثلاً بخاری کی حدیث معراج۔ پھر اس کے تعارض کی چار وجہ بیان کیں۔

☆ ایک وجہ یہ کہ ایک حدیث میں، جو بخاری کے صفحہ ۴۵۵ میں ہے، آنحضرت ﷺ کا حضرت موسے کو چھٹے آسمان پر دیکھنا بیان ہوا ہے۔ دوسری حدیث میں، جو صفحہ ۴۷۱ میں ہے، چھٹے آسمان پر بجائے موسے، حضرت ابراہیم کو دیکھنا بیان ہوا ہے۔

☆ دوسری وجہ یہ کہ ایک حدیث سے جو باب الصلوۃ میں ہے، معراج کا بحالت بیداری ہونا معلوم ہوتا ہے دوسری حدیث میں، جو صفحہ ۴۵۵ میں ہے، بیان ہے کہ معراج نیند میں ہوا تھا۔

☆ تیسری وجہ یہ کہ ایک حدیث میں محل معراج، جہاں فرشتہ آنحضرت ﷺ کو لینے آیا تھا، آپ کا گھر بیان ہوا ہے، دوسری حدیث میں بیت اللہ کے نزدیک۔

☆ چوتھی وجہ یہ کہ شریک کی حدیث میں وقت معراج، قبل وحی وپیغمبری بیان ہوا ہے، جو دوسری احادیث کے مخالف ہے، بلکہ خود اس حدیث کے الفاظ ما بعد کے مخالف ہے جن میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت مبعوث ہوئے اور نمازیں فرض ہوئیں۔

ان اختلافات کو بیان کر کے قادیانی نے کہا ہے کہ ان اختلافات کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ یہ اسراء متعدد اوقات میں واقع ہوا ہے، اسی وجہ سے کبھی حضرت موسے کو چھٹے آسمان پر دیکھا اور کبھی حضرت ابراہیم کو، تو یہ تاویل رکیک ہے، کیونکہ انبیاء اور اولیاء بعد موت کے اپنے اپنے مقامات سے تجاوز نہیں کرتے، جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔ اور نیز اس تعدد معراج کی تجویز سے لازم آتا ہے کہ دو تین بار نمازیں پہلے پچاس پچاس فرض ہوئیں پھر منسوخ ہوکر پانچ پانچ ہوئیں، جو ایک بازیچہ، کھیل اور لغو ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدائے تعالی نے پہلے حکم سے پشیمان ہوکر دو دفعہ دوسرا حکم دیا۔

☆ **اس جواب پر ہمارا نوٹ**۔ اس جواب میں مرزا قادیانی نے احادیث بخاری ومسلم پر بیسواں کھلم کھلا حملہ کیا۔ اور احادیث صحیحین کو برملا موضوع قرار دیا ہے۔ ہر چند احادیث متعلقہ نزول حضرت عیسی کو موضوع قرار دینے میں اس نے ذرا سی شرط عدم تاویل کی آڑ رکھ لی ہے مگر احادیث متعلقہ معراج نبوی کو تعارض کے سبب موضوع قرار دینے میں کسی شرط کی آڑ نہیں رکھی، اور بزعم خود بڑے زور شور سے ان کا باہم متعارض و متخالف ہونا ثابت کر کے ان کو موضوع قرار دیا ہے۔

پھر مرزا قادیانی کا اپنی تحریر پنجم میں یہ کہنا کہ

. بعض احادیث صحیحین میں جو تعارض پایا جاتا ہے اس کو دور کرنے کے لئے خدا نے میری مدد کی ہے .

اور تحریر نمبر ہفتم میں اس کا یہ کہنا . میں نے کسی حدیث صحیحین کو موضوع قرار نہیں دیا .

اور اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی کا یہ کہنا ،

میں ان کتابوں کو قرآن کے بعد اصح الکتب جانتا ہوں ۔

یہ سب منافقانہ چال نہیں تو اور کیا ہے؟ اس حملہ میں قادیانی نے ایک وار تو احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح پر کیا ہے۔ دوسرا وار احادیث متعلقہ معراج پر ۔ احادیث متعلقہ نزول مسیح کو موضوع بنانے کیلئے اس نے تین دعوے کئے ہیں۔

☆ ایک یہ کہ قرآن قطعی فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکا ہے۔

☆ دوسرا یہ کہ صحیحین کی بعض حدیثیں بھی اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہیں۔

☆ تیسرا یہ کہ ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بھی قرناً بعد قرن اس بات کا مقر ہے

یہ تینوں دعاوی جھوٹ ہیں ۔ قرآن کی کسی آیت میں یہ فیصلہ قطعی کجا، ظنی طور پر بھی نہیں ہوا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں ۔ اور نہ کسی حدیث صحیحین میں اس فیصلہ پر تصریح یا اشارہ پایا جاتا ہے، اور نہ کسی ایک صحابی یا کسی زمانہ کے ایک عالم اسلام سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں ۔ اور اب تک وہ مردہ ہیں ۔

قادیانی نے ان تینوں دعاوی کا جو ثبوت اپنی تحریرات (ازالہ اوہام وغیرہ) میں پیش کیا ہے، اس میں محض کذب سے کام لے کر کم علم لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل جواب فیصلہ آسمانی میں بضمن نمبر ۲ و ۳ و ۴ جلد ۱۴ ، اشاعۃ السنہ ہو چکی ہے۔ اور پوری تفصیل آئندہ اس جواب کے تتمہ میں ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ ۔

اس دعوی موضوعیت احادیث متعلقہ نزول مسیح کی تائید میں جو قول یہود اور ایک فرقہ نصاری کا اس نے پیش کیا ہے، وہ بے شک مرزا صاحب کے اصلی دلائل ہیں، جن پر اس کا واقعی اعتماد اور اعتقاد ہے، مگر یہ دلائل ان ہی لوگوں کیلئے موجب اطمینان ہو سکتے ہیں جو اس کی طرح معتقدات یہود و نصاری کے پیرو ہوں ۔ خود ابن اللہ کہلاویں یا کسی اور کو ابن اللہ سمجھیں ۔ اور تثلیث کو پاک بنا کر اس کے معتقد ہوں یا ملحد ہونے کے سبب اسلام و یہودیت ونصرانیت کو مساوی درجہ پر مانتے ہوں ۔

مسلمان تو ان مذاہب کی ایسی باتوں کو، جن کی قرآن وحدیث میں تصدیق نہیں ہوئی، لائق تسلیم نہیں سمجھتے۔ اور حدیث ولا تصدقوا اہل الکتاب ولا تکذبوھم (اہل کتاب کو نہ سچا کہو نہ جھوٹا۔ اس کی شرح اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۱ میں ہو چکی ہے۔ محمد حسین) کے پابند ہیں۔ ان کے اعتقاد و ایمان کی رو سے کوئی اعتقاد یہود و نصاری کا احادیث صحیحین کی موضوعیت کا مثبت نہیں ہوسکتا۔ تفصیل کے لئے اشاعۃ السنہ نمبر ۲ تا ۱۰ جلد ۱۱ میں مضمون احکام توریت وانجیل کی نسبت اسلامی اعتقاد ملاحظہ ہو۔

احادیث متعلقہ معراج کو موضوع بنانے کیلئے جو اختلافات وجوہ اربعہ قادیانی نے بیان کئے ہیں، ان کے بیان میں وہ اپنے خیال میں دور کی کوڑی لایا ہے اور یہ خیال کر بیٹھا ہے کہ یہ اختلافات اور کسی کو کب معلوم ہو سکتے ہیں، مگر یہ خیال اس کی بے علمی اور ناواقفی پر دلیل ہے۔ ان اختلافات کو اہل حدیث کا بچہ بچہ جو مشکوۃ تک نظر رکھتا ہو، جانتا ہے۔ ان اختلافات کے علاوہ چھ وجوہ اختلافات اس حدیث میں اور بیان کی گئی ہیں جو فتح الباری میں منقول ہیں، مگر ان سب وجوہات کو خدا کے فضل سے محدثین نے رفع کر دیا ہے اور اس حدیث کی صحت کو ثابت کر دکھایا ہے۔ قادیانی خود تو کوچہ حدیث سے محض ناآشنا اور اس فن سے محض جاہل ہے، حکیم نورالدین نے جو کچھ اس کو حواشی صحیح بخاری سے بتایا، اس نے نئی بات سمجھ کر طمطراق کے ساتھ اس کو نقل کر دیا۔ اس مقام میں ان چاروں وجوہات اختلاف کا، جو قادیانی نے بیان کی ہیں، جواب دیا جاتا ہے۔

☆ پہلی وجہ اختلاف کا جواب

حضرت ابراہیم اور حضرت موسی کو آنحضرت ﷺ کے چھٹے اور ساتویں آسمان پر، دونوں جگہ، دیکھنے میں درحقیقت کوئی مخالفت نہیں اور یہ ظاہری اختلاف ان احادیث کے موضوع ہونے کا مثبت وموجب نہیں ہوسکتا۔ جائز وممکن ہے کہ دونوں حضرات کو آپ نے دونوں جگہ، چھٹے آسمان اور ساتویں آسمان پر دیکھا ہو اور ان دونوں آسمانوں پر دونوں حضرات اپنے جسمانی وجود سے موجود ہو گئے ہوں۔ وہ حضرات عالم برزخ میں ہیں، جو ایک روحانی عالم ہے جس میں ایسے امور متشابہ الحقیقۃ مجہول الکیفیہ کا وقوع مستبعد نہیں۔ نیز محدثین کرام نے بتایا ہے کہ جائز ومحتمل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسی کو چھٹے آسمان پر پایا،

مگر ان کی اس فضیلت کی نظر سے کہ، وہ خدا سے ہم کلام ہوئے ہیں، آپ نے ان کو ساتویں آسمان تک ساتھ لے لیا اور وہ تواضعاً آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہو گئے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ جاتے وقت ان کو چھٹے آسمان پر پایا، آتے وقت ساتویں آسمان میں دیکھا۔ ایسا ہی حضرت ابراہیم کو پہلے چھٹے آسان پر، پھر ساتویں پر پانا ہوسکتا ہے۔

ابن حجر نے فتح الباری میں بخاری کی حدیث شریک کی شرح میں جس میں حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان میں دیکھنا بیان ہوا ہے۔ فرمایا ہے

و قد قد منا ان حد یث ابی ذر یوا فقه لکن المشهور فی الروا یة ان الذی فی السا بعة هو ابرا هیم و اکد ذا لک فی حد یث ما لک بن صعصعة با نه کا ن مسنداً ظهره الی البیت المعمور قمع التعدد لا اشکا ل و مع ا لاتحاد فقد جمع با ن موسی کا ن فی حا لة العرو ج فی السا دسة و ابرا هیم فی السا بعة علی ظا هر حد یث ما لک بن صعصعة و عند الهبو ط کا ن فی السا بعة لا نه لم یذ کر فی القصة ان ابرا هیم کلمه فی شیء مما یتعلق بما فر ض الله علی امته من الصلوة کما کلمه موسی و السماء السا بعة هی اول شیء انتهی الیه حا له الهبو ط فناسب ان یکو ن موسی بها لا نه هو الذی خا طب فی ذا لک کما ثبت فی جمیع الروا یا ت و یحتمل ان یکون لقی موسی فی السا دسه فا صعد معه الی السا بعة تفضیلاً له علی غیره من اجل کلام الله تعا لی و ظهرت فا ئده ذا لک فی کلا مه مع المصطفی فیما یتعلق با مر امته فی الصلوة و قد اشار النووی الی شیء من ذا لک و العلم عند الله تعا لی۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۰۱)

کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ابی ذر کی حدیث اس کے موافق ہے، ولیکن مشہور روایت یہ ہے کہ ساتوں آسمان میں حضرت ابراہیم ہیں۔ اس امر کو مالک بن صعصعہ کی حدیث میں یوں مؤکد کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم، بیت المعمور کی طرف پشت کی ٹیک لگائے ہوئے تھے (جو ساتویں آسمان میں ہے) پس اگر واقعہ معراج کو متعدد کہیں تو (اس اختلاف کی وجہ سے) کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ اور اگر اس کو ایک ہی واقعہ قرار دیں تو اس سے اختلاف کو اس طور پر رفع کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ حالت عروج میں چھٹے آسمان پر تھے اور حضرت ابراہیم ساتویں

میں ۔جیسا کہ حدیث مالک کا ظاہر ہے۔اور ساتویں آسمان سے اوپر جا کر واپس آنے کے وقت موسیٰ ساتویں آسمان میں تھے، کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ عدد نماز کی کمی میں جو گفتگو آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے وہ حضرت ابراہیم سے ہوئی تھی جیسا کہ حضرت موسیٰ سے اس گفتگو کا ہونا بیان ہوا ہے، اور اوپر سے نیچے کو اترنے کے وقت ساتواں آسمان ہی پہلے آتا ہے۔ لہذا حضرت موسیٰ کا وہاں ہونا مناسب ہے کیونکہ جملہ روایات میں ان ہی سے اس باب میں آنحضرت ﷺ کا گفتگو کرنا ثابت ہوتا ہے۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ کو اس نظر سے کہ وہ خدا تعالی سے ہم کلام ہوئے ہیں، خود ساتھ لے کر صعود فرمایا ہو جس کا فائدہ یہ ظاہر ہوا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نماز کے باب میں وہ گفتگو کی۔اس باب میں نووی نے بھی کچھ اشارہ کیا ہے اور حقیقی و اصلی علم خدا کو ہے .

عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں حدیث ابوذر کی شرح میں کہا ہے

و فی الصحیحین من حدیث مالک بن صعصعه و فی السابعة ابراہیم و هو مخالف لروایة انس عن ابی ذر انه وجد ابراہیم فی السادسه و کذا جاء فی صحیح مسلم و اجیب بان الاسراء ان کان مرتین فلا اشکال، و ان کان مرة فیکون اولاً راه فی السادسة ثم ارتقی معه الی السابعة۔ (عمدة القاری)۔

کہ مالک بن صعصہ کی روایت میں حضرت ابراہیم کو ساتویں آسمان میں دیکھنا بیان ہوا ہے اور یہ حدیث ابوذر کے، جس میں چھٹے آسمان میں ان کو دیکھنا بیان ہوا ہے، مخالف ہے۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ واقعہ معراج دو دفعہ ہوا ہو، تو پھر کوئی شبہ نہیں رہتا۔اور اگر ایک دفعہ ہوا ہے تو یہ ہوگا کہ پہلے حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان پر دیکھا پھر وہ آپ کے ساتھ ساتویں آسمان پر چڑھ گئے۔

ایسا ہی قسطلانی نے ارشاد الساری میں کہا ہے اور اس میں یہ بھی کہا ہے

و قد استشکل رویة الانبیاء فی السموات مع ان اجسادهم مستقرة فی القبور بالارض و اجیب بان ارواحهم تشکلت بصور اجسادهم او احضرت اجسادهم لملاقاته ﷺ تلک اللیلة تشریفاً له و تکریماً

(قسطلانی ج۶ ص ۳۲۰)

کہ انبیاء کے آسمانوں پر دیکھے جانے سے یہ شبہ کیا گیا ہے کہ ان کے اجسام تو قبروں میں زمین کے اندر مدفون ہیں، پھر وہاں آسمانوں پر کیونکر دیکھے گئے ۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انکے ارواح ان کے جسموں کی صورت سے متشکل ہو گئے، یا یہ کہ ان کے اجسام بعینها آنحضرت ﷺ کی ملاقات کیلئے آنحضرت ﷺ کی تعظیم وتکریم کو وہاں حاضر کئے گئے ایسا ہی شیخ عبدالحق نے لمعات شرح مشکوہ میں کہا ہے۔

ان عبارات میں جو تعدد واقعہ معراج کی تجویز بیان ہوئی ہے اس پر مرزا قادیانی کی تقریر سابق میں دو اعتراض ہوئے ہیں ۔ ایک یہ کہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ انبیاء بعد موت اپنی جگہ سے حرکت وانتقال نہیں کرتے جس کو وہ ہمارے جواب مذکور پر بھی وارد کر سکتا ہے ۔ دوسرا یہ کہ اس تجویز سے تعدد نسخ نماز لازم آتا ہے جو ایک بازیچہ (کھیل) ولغو و موجب پشیمانی خدا تعالی بنتا ہے۔

اس میں سے اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے قرآن میں، جو عرب میں نازل ہوا ہے، تو ایسی کوئی آیت نہیں جس سے انبیاء کا بعد موت جکڑے رہنا ثابت ہو۔ ہاں قادیانی قرآن مورد نزول انا انزلناه قریباً من القادیان میں کوئی ایسی آیت ہو تو مسلمانوں کے نزدیک وہ جائز التسلیم نہیں ۔مسلمانوں کے قرآن سے کوئی ایسی آیت پیش کرتا تو اس میں اس کی تحریف وتصرف کا جواب دیا جاتا۔

اور احادیث صحیحہ معراج میں صاف آچکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسی و حضرت ابراہیم وغیرہ انبیاء کو بیت المقدس میں بھی دیکھا اور ان انبیاء نے نماز میں آنحضرت ﷺ کا اقتداء کیا اور حضرت موسی کو قبر میں نماز پڑھتے اور وادی ازرق میں لبیک کرتے دیکھا۔ اور مع ہذا آسمانوں پر بھی ان کو دیکھا۔جس سے علماء اسلام نے یہی سمجھا ہے کہ زمین آسمان دونوں جگہ ان حضرات کا وجود پایا گیا ہے۔

صحیح مسلم میں آنحضرت ﷺ سے مروی ہے

عن ابی ہریرة قال قال رسول الله ﷺ فقد رایتنی فی جماعة الانبیاء فاذا موسی علیه السلام قائم یصلی فاذا رجل ضرب من رجال شنوئة و اذا عیسی بن مریم علیه السلام قائم یصلی اقرب الناس شبهاً به عروة بن مسعود الثقفی، و اذا ابراہیم علیه السلام قائم یصلی اشبه

الناس به صا حبکم یعنی نفسه فحا نت الصلوۃ فا ممتهم ۔ (الحدیث مسلم ج ا ص ۹۱) و عند احمد من حد یث ابن عباس فلما اتی النبی ﷺ المسجد ا لاقصی قا م یصلی فا ذا النبیو ن اجمعو ن یصلو ن معه ۔ (قسطلا نی ج ٦)

کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا۔ میں نے موسیٰ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں وہ میانہ قد ہیں جیسے شنوءۃ قوم کے لوگ ۔ اور میں نے عیسیٰ بن مریم کو دیکھا کہ وہ بھی نماز پڑھ رہے ہیں، ان سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود ہے، اور میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا کہ وہ بھی نماز پڑھ رہے ہیں، ان سے زیادہ مشابہ میں ہوں، پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے ان سب کو نماز پڑھائی، امام احمد کی روایت میں ہے کہ بیت المقدس میں آپ نے سب انبیاء کو نماز پڑھائی اور انہوں نے آپ ﷺ کا اقتداء کیا۔

امام نووی نے ((شرح مسلم۔ص ۹٦)) اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے

قا ل القا ضی فا ن قیل کیف رای موسی ﷺ یصلی فی قبره و صلی رسول الله با لا نبیاء ببیت المقدس و و جد هم علی مرا تبهم فی السماوات و سلموا و رحبوا به فا لجوا ب انه یحتمل ان یکو ن رو یة موسی فی قبره عند الکثیب ا لا حمر قبل صعود النبی ﷺ الی السما ء و فی طریقه الی بیت المقدس ثم و جد موسی قد سبقه الی السماء و یحتمل انه ﷺ را ی ا لا نبیاء صلوۃ ا لله و سلا مه علیهم و صلی بهم علی تلک الحا ل لا ول ما را هم ثم سا لوا و ر حبوا به او یکو ن اجتما عه معهم و صلوته و رو یة موسی بعد انصرافه و ر جو عه عن سدرۃ المنتهی ۔

کہ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے کیونکر دیکھا اور آنحضرت ﷺ نے انبیاء کو بیت المقدس میں نماز کیونکر پڑھائی، حالانکہ ان کو بحسب مراتب آسمانوں پر پایا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ محتمل ہے کہ حضرت موسیٰ کو قبر میں سرخ تودہ ریگ کے پاس، آسمانوں کی طرف جانے سے پہلے دیکھا ہو، اور بیت المقدس کے راستہ میں ۔ پھر حضرت موسیٰ آنحضرت ﷺ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انبیاء کو پہلے دیکھا تو نماز

پڑھائی پھر انہوں نے مرحبا وغیرہ کہا ہو۔ یا انبیاء کو آنحضرت کا نماز پڑھانا اور حضرت موسی کو دیکھنا سدرۃ المنتہی سے واپس آنے کے بعد ہوا ہو۔

اور شیخ عبدالحق نے لمعات شرح مشکوۃ میں کہا ہے

اما الذین صلوا معه فی بیت المقدس فتحتمل علی الارواح المتمثلة و یحتمل الاجساد و یحتمل انه احضرت اجسادهم فی بیت المقدس لملاقات ﷺ ثم رفعوا علی السماء ۔ (لمعات)،

کہ جن انبیاء نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھی، ان کے ارواح متشکل ہو گئے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ مجسم ہو گئے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے (اصلی) جسم بیت المقدس میں آنحضرت ﷺ کی ملاقات کے لئے حاضر کئے گئے ہوں پھر وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہوں۔

ان نصوص صریحہ اور اقوال صحیحہ کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کے اس ڈھکوسلہ کو کہ انبیاء بعد موت ایک جگہ سے نہیں ملتے، گویا وہاں جکڑے ہوئے ہیں (معاذ اللہ)، کون سنتا ہے۔ اور اس دعوی بلا دلیل سے احادیث نبویہ ثابتہ کو کیونکر موضوع سمجھا جا سکتا ہے۔

☆ **دوسرے اعتراض کا جواب۔** تعدد معراج کو اگر یوں مانا جاوے کہ پہلے خواب میں یہ معراج ہوا، پھر بیداری میں، چنانچہ وجہ دوم اختلاف کے جواب میں مفصل بیان ہو گا۔ تو پھر تعدد نسخ نماز اعتراض قادیانی کا مورد نہیں ہوسکتا۔ اس صورت میں پہلا حکم ایک تمہیدی اور مثالی حکم بنتا ہے، دوسرا اصلی اور واقعی اور اس خواب کی تعبیر۔ گویا پہلے خدا تعالی نے آنحضرت ﷺ کو معراج خواب میں دکھایا کہ ہم ایسا حکم کریں گے۔ پھر معراج بیداری میں ویسا کر دکھایا۔ علاوہ بریں تعدد نسخ بحکم عقل ممنوع اور ناجائز نہیں ہے۔ اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالی نے پہلے حکم پر پشیمان ہو کر دوسرا حکم دیا ہے۔ اگر تعدد نسخ موجب پشیمانی ہوسکتا ہے، تو چاہیے کہ ایک دفعہ کا نسخ بھی موجب پشیمانی ہو۔ اس صورت میں مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ مطلق نسخ کو موجب پریشانی ٹھہرا کر اس سے انکار کرے، اور اپنے چھپے مذہب نیچریت کو برملا ظاہر کرے جس میں نسخ کو خلاف تقدس سمجھا گیا ہے، اور اس وجہ سے قرآن میں وقوع نسخ سے انکار کیا گیا ہے۔ چنانچہ قادیانی کے در پردہ پیر و مرشد حکیم نور

الدین نے رسالہ فصل الخطاب لمقدمۃ قرائۃ فاتحۃ الکتاب کے خاتمہ میں اس انکار کا اظہار کیا ہے۔ اور اس سے پہلے ان کے پیر و مرشد آنریبل سر سید احمد خان نے اس کا اشتہار دیا ہے۔ تعدد نسخ پر اعتراض کی آڑ میں شکار کھیلنے کی کیا ضرورت ہے۔ اہل سنت تو تعدد نسخ کو ویسا ہی جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ مطلق نسخ کو، اور نسخ کو پہلے حکم سے پشیمانی اور اس کی غلطی پر مبنی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کو اس حکیمانہ تبدیلی کی نظیر خیال کرتے ہیں جو حکیم حاذق سے وقوع میں آتی ہے کہ پہلے وہ ایک مریض کے حق میں ایک نسخہ کو مناسب سمجھتا ہے اور پھر جب اس کی حالت بدل جاتی ہے، تو اس نسخہ کو منسوخ کر کے اس کے بدلے دوسرا نسخہ تجویز کرتا ہے۔ اور جب پھر وہی پہلی حالت مریض عود کرتی ہے، تو اس دوسرے نسخہ کو منسوخ کر کے پھر اس پہلے نسخہ کو تجویز کرتا ہے۔ اور یہ امر اس کے علم و کمال میں کچھ فرق نہیں لاتا اور پشیمانی کا موجب نہیں ہوتا۔ اور اس پر یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ وہ اس تبدیلی میں پشیمان و حیران ہوا ہے۔ بلکہ اس کے علم و کمال و تجربہ اور استقلال کا مثبت ہوتا ہے۔ اس تعدد نسخ کی مثال احکام اسلام میں قبلہ کا نسخ ہے کہ پہلے کعبہ شریف، مسلمانوں کا قبلہ تھا، پھر جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لے گئے تو وہاں یہودیوں کی اصلاح حالت کی نظر سے استقبال کعبہ منسوخ ہو کر بیت المقدس قبلہ مقرر ہوا۔ پھر جب یہودیوں کی حالت کا ناقابل اصلاح ہونا کس و ناکس پر ظاہر ہو گیا، تو پھر برعایت اصلاح حال عرب، استقبال بیت المقدس منسوخ ہوا اور کعبہ شریف کو قبلہ بنایا گیا۔ اس مسئلہ کی تفصیل کتب حدیث و تفسیر و اصول میں ہے۔ اس مقام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ یہ دونوں اعتراض مرزا قادیانی کے لچر و پوچ ہیں۔ اور واقعہ معراج کا متعدد ہونا کسی اعتراض کا محل نہیں اور راختلاف وجہ اول کو دور کرنے کے لئے تجویز تعدد معراج بھی ایک عمدہ تجویز ہے اور جو جواب وجہ اختلاف اول کا ہم نے دیا ہے، وہ واقعہ معراج کو ایک واقعہ ماننے سے پورا ہو سکتا ہے اور اس پر مرزا قادیانی کا اعتراض اول وارد نہیں ہوتا، اور یہ امر عقلاً جائز و ممکن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہم السلام ایک ہی واقعہ میں مختلف مواضع میں دیکھے گئے ہوں۔ لہذا مومن و متبع سنت کی یہ شان نہیں کہ اس امکان و احتمال کے ساتھ احادیث میں ظاہر اختلاف مواضع دیکھ کر احادیث میں تعارض کا مدعی ہو کر ان کو موضوع قرار دے۔ یہ

جرأت قادیانی سے ہوئی تھی جس کو حدیث سے دلی عناد وانکار ہے۔

☆ **دوسری وجہ اختلاف کا جواب۔** معراج نبوی کا بحالت بیداری ہونا بھی صحیح ہے اور بحالت خواب بھی درست، اور ان دونوں میں کوئی مخالفت وتعارض نہیں ہے۔ جائز وممکن ہے کہ پہلے یہ معراج خواب میں ہوا اور وہ معراج بیداری کیلئے ایک وعدہ اور بشارت ہو۔ اور پھر حالت بیداری میں معراج ہوا ہو۔ جو اس خواب کی تعبیر وتصدیق ہو اور یہ بھی جائز وممکن ہے کہ ایک ہی معراج کے اول اور آخر آپ پر خواب کی حالت طاری ہو اور وسط میں بیداری ہو۔ اور یہ بھی ممکن اور محتمل ہے کہ معراج صرف بیداری میں ہوا ہو اور بعض احادیث میں جو نیند اور اس سے بیداری کا لفظ وارد ہے اس سے امور عالم بالا میں استغراق اور اس حالت استغراق سے افاقہ اور عالم دنیوی کی طرف توجہ مراد ہو۔

قسطلانی نے شرح بخاری میں کہا ہے

و الجمهور علی ان وقوعها فی لیلة واحدة فی الیقظة بجسده المکرم ﷺ و قیل وقع ذالک مرتین مرة فی المنام توطیه و تمهیداً و مرة فی الیقظة (قسطلانی ج ۶ ص ۲۲۷)

کہ جمہور قائل ہیں کہ اسراء بیت المقدس تک اور معراج آسمانوں تک دونوں یک بارگی ایک رات میں بیداری کی حالت میں جسم شریف کے ساتھ واقع ہوئے ہیں۔ بعض قائل ہیں کہ یہ واقعہ دو دفعہ ہوا۔ ایک دفعہ خواب میں بطور تمہید دوسری دفعہ بیداری میں۔

الثابت فی الروایات انه کان فی الیقظة فان قلنا بالتعدد فلا اشکال و الا فیتحمل هذا مع قوله آخر الحدیث و استیقظ و هو فی مسجد الحرام علی انه کان فی طرف فی القصة نائماً و لیس فی ذالک ما یدل علی کونه نائماً فیها کلها۔ (قسطلانی۔ ج ۱۰ ص ۵۰۵)

یہ بھی قسطلانی نے کہا ہے کہ عام روایتوں میں ہے کہ معراج بیداری میں ہوا۔ سو اگر ہم تعدد معراج کے قائل ہوں تو پھر کوئی اعتراض واختلاف باقی نہیں رہتا، یعنی یوں کہا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ خواب میں معراج ہوا، ایک دفعہ بیداری میں۔ اور اگر ہم تعدد کے قائل نہ ہوں تو اس لفظ نیند سے اور جو آخر حدیث میں اس سے بیدار ہونے کا ذکر ہے، یہ مراد ہونا محتمل ہے کہ آپ ﷺ اول اور آخر اس واقعہ کے نیند میں تھے، اور یہ کہیں نہیں پایا گیا کہ آپ

تمام واقعہ میں سوتے تھے۔

اور ای استیقظ من نو مة نا مها بعد ا لاسراء او انه افاق مما کا ن فیه مما خا طر با طنه من مشا ہدة ا لملاء الاعلی فلم یر جع الی حا ل بشریه ا لا و ھو نا ئم ۔(قسطلا نی ۔۱۰ ص ۵۰۸) اور یہ بھی قسطلانی میں ہے کہ آخر حدیث میں جو بیدار ہونے کا ذکر ہے اس سے یہ مراد ہے کہ وہ اس نیند سے بیدار ہوئے جو بعد واپسی آپ پر طاری ہوگئی تھی یا یہ مراد ہے کہ جس مشاہدہ عالم بالا میں آپ مستغرق تھے اس سے افاقہ میں آ کر حالت بشریت کی طرف ایسے وقت رجوع فرمایا کہ آپ سوتے تھے۔

ای افاق مما کا ن فیه فا نه کا ن اذا او حی الیه یستغرق فیه فا ذا انتہی ر جع الی حا لته ا لا ولی فکنی عنه با لاستیقا ظه ۔(فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۰۱) اور فتح الباری میں کہا ہے کہ آپ ﷺ کو اس حالت استغراق سے افاقہ ہوا جس میں آپ مستغرق تھے اور آپ کی یہ عادت تھی کہ جب آپ کی طرف وحی ہوتی آپ اس میں مستغرق ہو جاتے ۔ وہ حالت ہو چکی تو آپ نے پہلی حالت کی طرف رجوع کیا اسی کو کنایۃً بیدار ہونا کہا گیا ہے۔

قا ل الکر ما نی ثبت فی الروا یا ت ا لآ خر ان الاسراء کا ن فی الیقظة و اجا ب بقو له ان قلنا بتعدده فظا ہر و ان قلنا با تحا ده فیمکن ان یقا ل کان فی اول الا مر و آ خره فی النو م و لیس فیه ما ید ل علی کونه نا ئماً فی القصة کلها ۔(عمدة القاری) ۔ اور عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں کہا ہے کہ کرمانی نے فرمایا ہے اکثر روایات میں ثابت ہو چکا ہے کہ معراج بیداری میں تھا، پھر خود اس حدیث کا جس میں نیند کا ذکر ہے یہ جواب دیا ہے کہ اگر تعدد واقعہ معراج کے قائل ہوں تو ظاہر ہے (کہ پھر کوئی اختلاف نہیں رہتا) اور اگر ایک واقعہ کے قائل ہوں تو یہ کہنا ممکن ہے کہ آپ اول اور آخر واقعہ میں سو گئے تھے اور یہ کہیں نہیں آیا کہ آپ تمام واقعہ میں سوتے تھے۔

اس امکان واحتمالات کے ساتھ کسی مومن وقائل حدیث سے ممکن ومتصور نہیں کہ خواب اور بیداری کے الفاظ دیکھ کر ان احادیث کے تعارض کا مدعی ہو کر ان احادیث کو موضوع کہدے ۔ یہ مرزا قادیانی ہی کا کام تھا۔ جو اس سے وقوع میں آیا، جس نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ درحقیقت صحیحین کا منکر اور حدیث کا دلی دشمن ہے۔

☆ **تیسری وجہ اختلاف کا جواب۔** محل معراج ونزول فرشتہ جو آنحضرت ﷺ کے گھر اور بیت الحرام دونوں کو کہا گیا ہے اس میں بھی کوئی مخالفت نہیں ۔ جائز وممکن ہے کہ فرشتہ پہلے آپ کے گھر میں آیا ہو پھر جب آپ حرم میں تشریف لائے تو وہاں حاضر ہو گیا ہو ۔ بلکہ اگر ایک دو مقام میں اور بھی آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوتے تو وہاں بھی فرشتہ کا جانا ممکن تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوۃ میں کہا ہے

اختلف الروایات فی تعیین مکان الاسراء ففی بعضھا وانا فی الحطیم و فی بعضھا بینا اذا عند البیت و فی بعضھا فرج سقف بیتی و انا بمکۃ و فی بعضھا استربہ فی شعب ابی طالب و فی بعضھا فی بیت ام ہانی و ھو اشہر۔ و الجمع بین ہذہ الاقوال علی ما ذکرہ فی فتح الباری انہ بات فی بیت ام ہانی و بیتھا فی شعب ابی طالب ففرج سقف بیتھا و اضاف البیت الی نفسہ الشریفۃ لبیتوتہ فیہ فنزل الملک فاخرجہ من البیت الی المسجد الحرام ثم اخذ الملک فاخرجہ من المسجد ۔ (لمعات) کہ معراج کے مکان کی تعیین میں روایات کا اختلاف ہے۔بعض روایات میں حطیم کا ذکر ہے، بعض میں حجر کا ، بعض میں بیت اللہ کا،بعض میں آپ کے گھر کی چھت سے فرشتہ کے آنے کا۔بعض میں ابو طالب کی شعب کا (یہاں تک) کہ بعض میں ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر کا۔ان سب کو فتح الباری میں یوں باہم متوافق کیا ہے کہ آپ اس رات امام ہانی کے گھر میں تھے جو ابو طالب کے شعب میں تھا اسی گھر کی چھت چیر کر فرشتہ آیا تھا، اسی کو آپ نے اپنا گھر کہا کیونکہ اس میں آپ رہتے تھے۔پھر فرشتہ آپ کو مسجد الحرام میں لے گیا

ہکذا فی المرقاۃ و زاد فیہ فاخرجہ من البیت الی المسجد و کان مضطجعاً و فیہ اثر النعاس ثم اخرجہ من الحطیم الی باب المسجد ۔

ملا علی قاری نے ایسا ہی مرقاۃ میں بیان کیا ہے، اس میں یہ زیادہ ہے کہ گھر سے فرشتہ آپ کو مسجد میں لایا، اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے اور آپ پر اونگھ کا اثر باقی تھا، پھر حطیم سے (جس کو حجر بھی کہتے ہیں) مسجد کے دروازہ پر لایا۔ وہاں سے براق پر سوار کرایا۔

اور جب کہ ان سب مواضع میں فرشتہ کا آنا یوں ممکن ومحتمل ہے،تو پھر اس ظاہری

اختلاف کی نظر سے ان کے موضوع ہونے کا مدعی ہونا، مومن قائل حدیث سے کب متصور ہے۔ اور یہ امر بجز مرزا قادیانی کے، جو منکر حدیث ہے، کس طرح ہوسکتا ہے۔

☆ چوتھی وجہ اختلاف کا جواب

درحقیقت واقعہ معراج بعد نبوت ہوا ہے، اور جو شریک کی حدیث میں قبل از وحی کا لفظ وارد ہے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ معراج وحی سے پہلے ہوا تھا، حاشا و کلاّ بلکہ اس حدیث میں صریح الفاظ کے ساتھ آچکا ہے کہ قبل از وحی کے فرشتہ آیا تو اس وقت وہ آپ کو پوچھ کر چلا گیا۔ پھر آپ نے اس کو نہ دیکھا، یہاں تک کہ پھر کسی اور شب کو آیا اور اس وقت آپ کو آسمان پر لے گیا۔ ان دونوں شب میں جو فاصلہ تھا اس کے تعین میں اختلاف ہے۔ سات سے لے کر تیرہ سال تک فاصلہ بیان کیا گیا ہے۔ اس فاصلہ کو ایک شب کا فاصلہ مانا جائے، تب ہی یہ مطلب اس حدیث کا بن سکتا ہے کہ جس شب قبل از وحی فرشتہ آیا اس شب میں وہ آپکو پوچھ کر چلا گیا۔ اس شب معراج نہیں ہوا، معراج کسی اور شب ہوا۔

جن لوگوں نے شریک کی اس روایت میں لفظ قبل از وحی کو غلط قرار دیا، اور شریک کو اس کے بیان میں متفرد اور دوسرے راویوں کا مخالف کہا ہے، انہوں نے اس حدیث کے اس جملہ کی طرف کہ فرشتہ اس رات آپ کو پوچھ کر چلا گیا اور پھر نظر نہ آیا، توجہ وغور سے نہیں دیکھا۔ اور لفظ قبل وحی کو دوسری شب کے معراج سے متعلق کر دیا اور دھوکہ کھایا اور جن لوگوں نے اس جملہ کو توجہ سے پڑھا انہوں نے صاف کہہ دیا کہ شریک نے اس لفظ کے بیان میں کوئی غلطی نہیں۔ یہ لفظ قبل از وحی معراج کا محل و متعلق نہیں ہے، بلکہ یہ معراج سے پہلے فرشتہ کے آنے کا محل و متعلق ہے۔ اور اس لفظ میں شریک متفرد بھی نہیں اور راویوں نے بھی یہ لفظ بولا ہے۔ اور اس لفظ کو ان روایات سے جن میں معراج کا بعد از وحی و نبوت ہونا بیان ہوا ہے، کوئی مخالفت نہیں، کیونکہ اس لفظ کو معراج سے تعلق نہیں ہے۔

اس مقام میں اصل حدیث شریک کے الفاظ معہ ترجمہ نقل کئے جاتے ہیں اور خطوط وحدانی (بریکٹس) میں اس کی شرح میں بعض اقوال منقول ہوتے ہیں جس سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ شریک کی اس میں کوئی غلطی نہیں، بلکہ معترضین کی غلطی فہم ہے۔

صحیح بخاری اور اس کی شرح قسطلانی میں ہے

جا ء ثلا ثه نفر لم اقف علی اسما ئهم صر یحاً لکنهم من الملا ئکة لا کن فی روا یة میمو ن بن سیاه عند الطبری فا تاہ جبر یل و میکا ئیل ۔ قبل ان یو حی الیه ۔ و هو نا ئم فی المسجد الحرا م فقا ل اولهم ایهم هو، محمد و قد روی انه کا ن نا ئماً معه حینئذ عمه حمزه بن عبد المطلب و ابن عمه جعفر بن ابی طا لب ۔ فقا ل اوسطهم هو خیر هم فقا ل آ خر هم و لا بی ذر عن الکشمینی فقا ل احد هم ای احد النفر الثلا ثه خذوا خیر هم للعر و ج به الی السما ء فکا نت تلک ا للیلة ای فکا نت تلک القصة الواقعة تلک ا للیلة ما ذکر ها فلم یر هم ﷺ حتی نوه لیلة اخری لم یعین المد ة بین ا للیلتین فیحتمل علی ان المجیء الثا نی کا ن بعد ان یو حی الیه و حینیئذ وقع ا لاسراء و المعرا ج و ان کا ن بین المجیئین مدة فلا فرق بین ان یکو ن تلک المدة لیلة وا حدة او لیا لی کثیرة او مدة سنین وبهذا یحصل الجوا ب عما استشکله الخطا بی و ابن حز م و عبدالحق و عیا ض و النو وی من قبل قو له قبل ان یو حی الیه و نسبتهم روا یة شر یک الی الغلط لا ن المجمع علیه ان فر ض الصلوة کا نت لیلة ا لاسراء فکیف یکو ن قبل الو حی و ان شر یکاً تفرد بذ لک فار تفع ا لا شکا ل کذا قرره ابن حجر ... اما دعو هم تفر د شر یک فقا ل الحا فظ ابن حجر انه قد وا فقه کثر بن خنیس عن انس کما اخر جه سعید بن یحی ا لا موی فیما یر ی قلبه و تنا م عینه و لا ینا م قلبه و کذا لک الانبیاء تنا م اعینهم و لا تنا م قلبهم فلم یکلموا حتی احتملوه فو ضعوه عند زمزم ۔ الحدیث ۔ (بخاری۔ ص ۱۱۲ ، قسطلا نی۔ ج ۱۰ ص ۵۰۵)

تین نفر (میں ان کے نام پر مطلع نہیں ہوا ہاں میمون بن سیاہ کی روایت میں جو طبری نے نقل کی ہے جبریل و میکا ئیل کا نام آیا ہے) آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے ایسے وقت میں آئے کہ آپ ﷺ مسجد الحرام میں سوتے تھے، ان میں سے اول بولا، ان (سونے والوں) میں محمد کو نسا ہے (ایک روایت میں ہے اس وقت آپ کے ساتھ دو آدمی اور سوتے تھے ایک آپ کے چچا حمزہ دوسرے آپ کے چچا زاد بھائی جعفر) ان ملائکہ سے بیچ والہ بولا، محمد وہ ہے جو ان میں سے بہتر

ہے ۔ پس اخیر والہ بولا (کشمینی کی روایت ہے ان میں سے ایک بولا) اس بہتر کو لے لو (یعنی آسمان پر لے جانے کو)۔ پس اس رات اتنا ہی قصہ واقعہ ہوا (یعنی جو مذکور ہوا ہے) پھر آنحضرت ﷺ نے اس کو نہ دیکھا یہاں تک کہ کسی اور رات وہ فرشتے آئے ۔ان دو دفعہ کے بیچ کی مدت کا تعین ہوا ۔ پس یہ قرار دیا جائے گا کہ دوسری دفعہ کا آنا بعد از وحی ہوا تھا اور اس وقت سیر معراج کا وقوع ہوا ۔ ان دو دفعہ کے آنے میں کچھ مدت تھی تو اس مطلب میں کہ دوسری دفعہ کا آنا بعد از وحی ہوا تھا کوئی فرق نہیں پڑتا، خواہ وہ مدت ایک رات کی ہو یا کئی راتوں کی یا چند برسوں کی ۔اس مطلب سے خطابی وغیرہ کے اس شبہ کا جواب ادا ہوا ۔ جو ان کو لفظ قبل از وحی سے پیدا ہوا تھا ۔اور اس لفظ کے بیان میں انہوں نے شریک کو غلطی پر کہا، وہ شبہ یہ کہ بالاتفاق نماز معراج میں فرض ہوئی تھی، پھر معراج قبل از وحی کیونکر ہوسکتا ہے ۔ اور نیز یہ شبہ کہ اس لفظ کو صرف شریک ہی لایا ہے اور کسی نے یہ لفظ نہیں بولا، یہ شبہ اس مطلب سے رفع ہوگیا ۔ایسا ہی حافظ ابن حجر نے تقریر کی ہے ۔ حافظ ابن حجر نے یہ بھی کہا ہے کہ اس لفظ قبل از وحی کو کثر بن خنیس بھی لایا ہے، چنانچہ یحی بن سعید اموی نے کتاب المغازی میں نقل کیا ہے، (یعنی شریک اس میں متفرد نہیں ہے) وہ فرشتے اس حالت میں آئے کہ آپ کا دل بے دار تھا اور آنکھ خواب میں تھی، دل خواب میں نہ تھا۔ ایسا ہی اور انبیاء کا حال ہوتا ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتے ۔تب وہ فرشتے کچھ نہ بولے ۔آپ کو اٹھا کر لے گئے ۔ اور زمزم کے پاس لے جا کر رکھا ۔ (تا آخر حدیث جس میں آنحضرت ﷺ کو اوپر لے جانے کا بیان ہے)۔

ایسا ہی حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۱۳ص ۳۹۹ میں کہا ہے

و اما ما ذکرہ بعض الشراح انہ کان بین اللیلتین اتاہ فیھا الملائکۃ سبع و قیل ثمان و قیل عشر و قیل ثلاثہ عشر فیحمل علی ارادۃ السنین لا کما فھمہ الشارح المذکور انھا لیالی ۔

کہ ان دونوں راتوں میں مدت فرق بعض نے سات بعض نے آٹھ بعض نے نو بعض نے دس بعض نے تیرہ بیان کئے ہیں ۔جس سے سال مراد ہیں نہ راتیں جیسا کہ بعض شراح نے سمجھا ہے کہ ان اعداد سے راتیں مراد ہیں ۔

بعض علماء نے لفظ قبل از وحی کی یہ تاویل کی ہے

قیل ان ہذا کان اسراء المنام قبل الوحی و اما اسراء الیقظۃ فبعد النبوۃ

و قیل بل الوحی ھھنا مقید و لیس با لوحی الذ ی ھو مبدء النبوۃ و المراد قبل ان یوحی الیه فی شا ن الاسراء فاسری فجائۃً من غیر تقدم اعلام ۔

(زاد المعاد۔ ج ۱ ص ۲۴)

و قیل المراد به قبل ان یوحی الیه بیا ن الصلوۃ (قسطلانی۔ ج ۱۰ص ۵۰۵)

کہ قبل از وحی خواب کا معراج تھا اور معراج بیداری بعد از وحی ہوا ہے ۔بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ اس وحی سے وہ وحی مراد نہیں جو مبدء نبوت ہے، بلکہ خاص کر وہ وحی جو بیان معراج کی بابت ہوئی ہے یا وہ وحی جو حکم نماز میں وارد ہوئی ہے۔ ان تاویلات کو حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اور قسطلانی نے شرح بخاری میں نقل کیا ہے، مگر ہمارے نزدیک لفظ قبل وحی کو معراج سے تعلق ہی نہیں (چنانچہ الفاظ حدیث سے ثابت ہے اور آئمہ حدیث نے اس کو تسلیم اور بیان کیا ہے) تو پھر ان تاویلات کی کیا حاجت ہے۔

با لجملہ یہ لفظ قبل از وحی کسی طرح اعتراض کا محل نہیں ہے۔ نہ یہ اور روایات کے مخالف ہے، نہ اس کا راوی اس کے بیان میں متفرد ہے ۔ لہذا اس لفظ کی نظر سے اس حدیث کو دوسری احادیث معراج کی معارض قرار دے کر موضوع ٹھہرانا مرزا قادیانی ہی کا کام ہے جو حدیث کا دلی دشمن ہے۔ مومن متبع سنت سے اس دعوی موضوعیت پر جرئت نہیں ہو سکتی

تکلم ابن حزم و القاضی عیاض و غیرھما علی حدیث ہذا و انتصر له جماعۃ منھم ابو الفضل بن طاہر فصنف فیه جزءً ... ما یتعلق به مستوقی عند الکلام علیه انشاء اللہ تعالی فی موضعه

(مقدمه فتح الباری)

ہر چند بعض محدثین سلف نے شریک کی حدیث کے بعض الفاظ پر کچھ اعتراض کئے ہیں جن کے ایک جماعت محدثین نے کہ از انجملہ ایک ابوالفضل بن طاہر ہیں، حدیث شریک کی نصرت و مدافعت میں کھڑے ہو کر کافی جواب دیئے ہیں۔ مگر یہ جرئت کسی محدث سے نہیں ہوئی کہ ان الفاظ کے سبب شریک کی حدیث کو دوسری احادیث کے معارض و مخالف ٹھہرا کر ان سب کو موضوع قرار دیا ہو۔ محدثین سلف میں سے جس نے اپنی غلطی فہم سے کسی لفظ پر کوئی اعتراض کیا ہے، اس نے صرف اسی لفظ کو شریک کے اغلاط سے خیال کر لیا۔ اصل حدیث اور اس کے تمام مضمون کو دائرہ صحت سے خارج نہیں کیا، جیسا کہ مرزا قادیانی سے عمل میں آیا۔

☆ **ہمارا قول نمبر۳۔** آپ (مرزا) لکھتے ہیں احادیث کے دوحصہ ہیں۔اول وہ حصہ جوتعامل میں آچکا ہے (اشاعۃ السنہ نمبر۶ ج۱۴ص۱۶۲)

☆ **مرزا قادیانی کا جواب۔** میں نے اصطلاح اہل حدیث سے سروکارنہیں رکھا۔ ہرشخص اپنی اصطلاح قرار دینے کا مجاز ہے۔میں نے ضروریات دین کے لفظ سے ان امورکومرادلیا ہے جن کا سلسلہ تعامل سے ضروری تعلق ہے۔وہ احکام فرمودہ اللہ اوررسول ہیں جومسلمان بننے کے لئے ضروری ہیں۔ ہرایک مسلمان ان تمام احکام کوعملی طور پر یادرکھتا ہے کیونکہ وہ مسلمان بننے کی حالت میں دائمی طور پراس کوکرنے پڑتے ہیں، یاکبھی کبھی کرنے کے لئے وہ مجبورکیا جاتا ہے،بخلاف قصص واخبار کے جوسلسلہ تعامل سے خارج ہیں، مسلمانوں کوان کےعلم واطلاع کی کوئی بھی ضرورت نہیں ہے۔مسلمانوں سے ایسے آدمی بہت تھوڑے ہیں جن کووہ قصے یاد و معلوم ہوں.

☆ **اس جواب پر ہمارا نوٹ۔** اس جواب میں مرزا قادیانی نے سراسر جھوٹ بول کرسخت دھوکہ دیا ہے۔ضروریات دین سے احکام متعلق عمل کومرادلیا اوران سب احکام کے جاننے اورعمل میں لانے کومسلمان ہونے کیلئے ضروری شرط ٹھہرایا، اور ہر ایک مسلمان کے ان احکام سے واقف ہونے کا دعوی کیا اوران احکام عملیہ کے مقابلہ میں احادیث متعلقہ عقایدایمانیہ اسلامیہ سنیہ کومحض قصص واخبارٹھہرا کرضروریات دین (متعلقہ ضرورت دین) سے خارج کیا اوران کے جاننے ماننے کوغیرضروری بتایا۔اوراکثرمسلمانوں کوان عقائد سے بےخبرقراردیا۔اوران چھ دعاوی میں ایسا کذب ومغالطہ سے کام لیا کہ سچ کوان کے پاس بھی پھٹکنےنہیں دیا۔ضروریات دین سے مرزا قادیانی کی مراد امور دین متعلقہ حاجت وضرورت دینی ہیں تو اعتقادیات اسلامیہ سنیہ عملیات فرعیہ (احکام متعلقہ عمل) سے بڑھ کراورپیشتر ان ضروریات میں داخل وشامل ہیں۔مرزا قادیانی نے ضروریات دینیہ میں صرف عملیات کوداخل کرنے اوراعتقادیات کوخارج کرنے میں دوجھوٹ کاارتکاب کیا ہے

☆ ان اعتقادیات کوجاننا اور ماننا ایسا ضروری اورمسلمان بننے کالازمہ ہے کہ ویسا احکام عملیہ کوجاننا ضروری نہیں ہے۔ عقائداسلامیہ سنیہ کا جاننا ہرایک مسلمان سنی کوضروری ہے، بخلاف احکام متعلقہ عمل کہ ان سب کوہرایک مسلمان کا جاننا ضروری وشرط اسلام نہیں۔

بلکہ خاص کر اسی مسلمان کو اس حکم کا جاننا ضروری ہے جو اس حکم کی تعمیل کے لائق ہو۔ مثلاً ایک شخص فقیر ہے اور وہ صرف ادائے نماز کے لائق ہے، تو اس پر اس حکم نماز کا جاننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور جب وہ زکوۃ کے لائق مال دار ہو جائے، تب اس پر احکام متعلقہ زکوۃ کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ اور جب وہ حج کے لائق مال پیدا کر لے، تو اس وقت اس پر حج کے احکام کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ اور جب وہ تجارت کرنے لگے تو اس وقت اس پر احکام تجارت کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ ایسے ہی اور ہزاروں بلکہ بے شمار احکام ہیں جن کا قبل از وقت تمام مسلمانوں کو جاننا ضروری نہیں ہے۔

☆ اور اعتقادیات کا یہ حال ہے کہ مسلمان کہلانے کے لئے ہر عاقل بالغ کو جو ایمان سے مامور ہے، لازم ہے کہ وہ خدا پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اور اس کی کتابوں اور فرشتوں کو مانے اور قیامت پر اور موت کے بعد جسموں کے ساتھ اٹھائے جانے اور محشر میں حاضر ہونے پر اور نیک و بد اعمال کا حساب دینے اور مومنوں کے بہشت میں جانے اور کافروں کے دوزخ میں داخل ہونے کا یقین رکھے۔ اور سنی بننے کے لئے ہر ایک سنی کو جاننا اور ماننا ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خلفاء اربعہ کی خلافت برحق ہے، اہل بیت نبوی کی محبت جزء ایمان ہے، قبر کا عذاب برحق ہے، اور اہل توحید گناہ گاروں کے لئے آنحضرت ﷺ کی شفاعت برحق ہے۔ و علی ہذا القیاس۔

☆ بہت سے اعتقاد ہیں جو احکام عملیہ نہیں کہلاتے اور اس لئے وہ سلسلہ تعامل میں داخل نہیں ہو سکتے۔ مرزا قادیانی نے اس قسم کے اعتقادیات ایمانیہ وسنیہ کو جاننا اور ماننا مسلمانوں کے لئے غیر ضروری بتایا اور اس کے مقابلہ میں بے شمار احکام متعلقہ حج وزکوۃ و بیع، شرا، و ہبہ، طلاق وغیرہ اعمال کو جاننا تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ٹھہرایا ہے۔ اس میں بھی اس نے دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔

☆ اعتقادیات مذکورہ ایسے ہیں جن سے ہزار مسلمان اور سنیوں میں سے دس نہ جانتے ہوں اور بے شمار احکام عملیہ ایسے ہیں جن کو ہزار مسلمانوں سے صرف دس بیس جانتے ہوں گے۔ مرزا قادیانی نے جملہ احکام عملیہ سے تمام مسلمانوں کو واقف اور اعتقادیات سے اکثر کو ناواقف قرار دینے میں بھی دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔

☆ اپنی نئی اصطلاح مقرر کرنے کا مرزا قادیانی اور ہر شخص کو اختیار ہے، مگر دو شرط

سے۔ ایک یہ کہ جو اصطلاح کوئی مقرر کرے اس کو استعمال میں لانے کے وقت یا اس سے پیشتر مخاطبین کو مطلع کرے، اور یہ بتا دے کہ فلاں اصطلاح سے میری مراد یہ معنے ہیں۔ دوسری یہ کہ اس اصطلاح میں اس فن یا مذہب یا جماعت کا خلاف نہ کرے جس فن یا مذہب یا جماعت میں دخل دہی کا مدعی ہو کر وہ اصطلاح مقرر کرتا ہے۔ اور وہ شخص جو ان شروط کا خلاف کرتا ہے، اس پر اس اصطلاح کے مخالف اصطلاح میں بکری کا نام خنزیر مقرر کر کے اس کو حلال کہدے اور یہ دعوی کرے کہ اسلام میں خنزیر حلال ہے تو اس پر دو الزام قائم ہوں گے

۱۔ تو نے پہلے سے یا اس کلام کے ساتھ یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ خنزیر سے میری مراد بکری ہے۔

۲۔ اس اصطلاح سے تو نے اصطلاح دین اسلام کا جس نے بکری کو حلال اور خنزیر کو حرام قرار دیا ہے، خلاف کیا۔ لہذا تیرا یہ کہنا اسلام کے مخالف ہے۔

مرزا قادیانی نے اعتقادیات اسلامیہ سنیہ کو ضروریات دین سے خارج کرنے میں بعینہ یہی کام کیا ہے۔ اس نے اپنی تحریر نمبر ہفتم میں ضروریات دین کا لفظ بولا، تو اس لفظ کا کوئی مطلب بیان نہ کیا۔ جس پر وہ پہلے اعتراض کا مورد ہوا۔ جو ہماری تحریر نمبر ہشتم میں اس پر وارد کیا گیا۔ اب اس نے اس لفظ کا مطلب اصطلاح اہل اسلام کے مخالف یہ بیان کیا ہے کہ اس سے صرف احکام عملیہ مراد ہیں۔ تو اب اس پر اعتراض دوم وارد کیا گیا ہے۔ کہ یہ اصطلاح اہل اسلام کی قرار داد کے مخالف ہے، کیونکہ وہ اعتقادیات کو عملیات سے بڑھ کر دینی ضرورت و حاجت کا متعلق سمجھتے ہیں۔ ایسا ہی مرزا قادیانی نے دیگر نئی اصطلاحات میں کام کیا ہے جس کا بیان قول مابعد اور اقوال آئندہ میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالی۔

☆ **ہمارا قول نمبر ۴** ۔ آپ (مرزا) نے سلامت فہم راوی کو شرط ٹھہرایا ہے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۶۴)

☆ **مرزا قادیانی کا جواب** ۔ میں محدثین کا متبع اور شاگرد ہو کر گفتگو نہیں کرتا، تا میرے لئے ان کی اصطلاحوں کا پابند ہونا ضروری ہو، میں الہی تفہیم سے گفتگو کرتا ہوں۔ سلامت فہم سے میری اصطلاح میں مراد یہ ہے کہ راوی کے دماغ میں کوئی آفت کا دخل نہ ہو وہ فاسد العقل، مخبوط الحواس، نیم مجنوں، مدہوش نہ ہو۔ تم نے جو یہ کہا ہے کہ راوی حدیث

صرف الفاظ سے غرض رکھتے تھے ان کے معانی سمجھنے سے بکلی بے نصیب تھے، یہ کم فہمی ہے۔ جو شخص اس قدر بھی فہم نہیں رکھتا کہ جو بات وہ دوسرے کو پہنچاتا ہے وہ کس زبان میں ہے، عربی میں یا ترکی میں یا انگریزی میں یا عبری میں، اس کی تبلیغ کیا خاک کرے گا۔ تم نے یہ دعوی کیا ہے کہ احادیث بعینھا الفاظ سے منقول ہیں، یہ محض فضول ہے۔ یہ ہوتا تو مثلاً احادیث معراج میں یہ اختلاف کیوں پڑتا، کہ کبھی موسیٰ کو چھٹے آسمان پر کہدیا، کبھی ابراہیم کو، تم نے امام ابوحنیفہ کی تحقیر کی اور ان کی نسبت یہ لکھ دیا کہ وہ حدیث نبوی کے پانے سے محروم رہے اور ان کا قیاسی اٹکلوں پر گذارہ رہا ہے۔ (دیکھو ص ۸۱۔۸۵ مباحثہ لدھیانہ طبع قادیانی)

☆ **اس جواب پر ہمارا نوٹ** ۔ اس جواب میں بھی مرزا قادیانی نے محض کذب و مغالطہ سے کام لیا ہے۔ اس نے اپنی تحریر پنجم میں راویوں کی شرائط میں ایک سلامت فہم کو (جو صحت کی مترادف ہے اور اس کی ضد مقابل غلط فہمی ہے) شمار کیا تھا۔ ہم نے اس کے جواب میں تحریر ہشتم میں کہا تھا کہ فہم معانی حدیث مطلق شرط روایت نہیں بلکہ خاص کر اس حالت میں شرط ہے کہ راوی، حدیث کو بالمعنی روایت کرے۔ تاکہ اس صورت میں مطلب حدیث میں وہ غلطی نہ کرے۔

مرزا قادیانی نے اس سیدھی بات کو بتنگڑ بنا دیا اور اس کو یہ کہنا قرار دیا کہ حدیث کے راوی الفاظ کا مطلب بالکل کچھ نہ سمجھتے تھے، وہ ان الفاظ کے معانی سے ایسے ناآشنا و بے نصیب تھے جیسے ایک عربی شخص ہندی انگریزی ترکی اور عبرانی الفاظ کے معانی سے بے نصیب ہوتا ہے۔ اور اس افتراء میں مرزا صاحب نے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ پھر اپنی شرط سلامت فہم (یعنی عدم غلط فہمی) کا مطلب از راہ جعل سازی یہ گھڑ لیا کہ اس سے سلامت ہوش وحواس و عدم خبط وجنون و مدہوشی مراد ہے، نہ فہم معانی۔ اور شرم دنیا وخوف آخرت کو پیش نظر رکھ کر یہ نہ سوچا کہ سلامت فہم کے معنی کس و ناکس، محدث ہو خواہ صرف لغت عرب کا واقف ہو، یہی سمجھتا ہے کہ فہم معانی میں غلطی نہ ہو۔ بلکہ صحت وسلامتی ہو۔ اور اس لفظ سے سلامت حواس و ہوش و عدم جنون کے معنے نہ کوئی محدث سمجھ سکتا ہے نہ عام لغت عرب سے واقف۔ اور یہ اصطلاح میں نے اگر خدا تعالیٰ کی شاگردی سے مقرر کی تھی تو پہلے سے اس لفظ کو بولنے کے وقت اس کا ظاہر کرنا، اور ایک الہامی ڈکشنری کا چھاپ دینا میرا فرض تھا۔ ورنہ مجھ پر وہ دونوں اعتراض وارد ہوتے ہیں جو نوٹ سابق میں بیان ہوئے ہیں۔

علاوہ براں اس لفظ سے میری (مرزا کی) یہی مراد تھی تو پھر اس لفظ کے بعد لفظ سلامت قوت حافظہ کہنا ضروری نہ تھا۔ جب دماغ کسی آفت کا محل نہ ہو پھر قوت حافظہ کا سلامت ہونا اس کیلئے لازم ہے۔ لہذا اس لفظ کے بعد اس لفظ کے کہنے کی حاجت نہیں رہ جاتی۔ اس لفظ سلامت فہم کے بعد میرا لفظ سلامت قوت حافظہ کہنا ناظرین کو صاف یقین دلا رہا ہے کہ اس وقت اس لفظ سے میری مراد دماغ کا آفات سے سلامت ہونا نہ تھا، بلکہ فہم معانی احادیث میں غلطی نہ کرنا مراد تھا جس پر مخاطب کا اعتراض مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اب ناظرین منصفین سے عموماً اور مرزا قادیانی کی اتباع سے خصوصاً داد انصاف کی درخواست ہے۔ وہ خدارا طرفداری کو یک سو کر کے داد انصاف دیں اور ایمان سے کہیں کہ مرزا قادیانی کے لفظ سلامت فہم کے وہ معنی صحیح ہیں جو اس نے اب گھڑ کر بیان کئے ہیں، یا وہ معنی جو ہم نے سمجھے اور بیان کئے ہیں۔ اور ہمارے اس قول کے کہ فہم معنے ہر ایک حدیث کیلئے روایت کی شرط نہیں ہے۔ کیا وہ معنی ہیں کہ جو قادیانی نے افتراء کئے ہیں کہ راوی حدیث معانی احادیث سے بالکل بے نصیب تھے اور وہ صرف الفاظ سے غرض رکھتے تھے، ان کی نسبت وہ اس قدر بھی فہم نہ رکھتے تھے کہ وہ الفاظ عربی ہیں یا ترکی یا انگریزی وغیرہ یا یہ معنے (جو ہم نے بیان کئے ہیں) کہ ہر ایک حدیث کے معانی کو راوی حدیث کا سمجھنا شرط اور لازمی اور ضروری امر نہیں ہے۔ بلکہ خاص اس حدیث کے الفاظ کے معانی کو سمجھنا، شرط روایت ہے جس کے الفاظ کے معانی کو وہ بیان کرے۔ اور یہ جائز و ممکن ہے کہ وہ بعض الفاظ حدیث کو ان کے غریب و نادر و قلیل الاستعمال ہونے کے سبب باوجودیکہ وہ صاحب زبان ہو، اور لغت عرب سے واقف، نہ سمجھے اور اس وجہ سے وہ ان الفاظ کو بعینھا نقل کر دے۔ ناظرین انصاف سے کام لیں تو امید ہے کہ ہم کو ڈگری دیں گے اور مرزا کو جعل ساز کہیں گے۔

ہم اپنے اس قول اور اس کے صحیح معنے کی تائید میں اقوال محدثین واصولین سے شہادت پیش کرتے ہیں تاکہ منصفین کو داد انصاف دیتے وقت وہ اقوال مدد دیں۔

والضبط ان یکون متنقیظاً حافظاً غیر مغفل ولا ساہ فی حالتی التحمل والاداء فان حدث عن حفظه ینبغی ان یکون حافظا وان حدث عن کتابه ینبغی ان یکون ضابطة له وان حدث بالمعنی ینبغی ان یکون عارفاً بما یختل به المعنی ولا یشرط الذکورة والا لحریة ولا العلم

بفقہہ و غریبہ و لا البصر و لا العدد ۰ (رسالہ اصول طیبی) ۔

طیبی نے رسالہ اصول حدیث میں بیان میں کہا ہے کہ ضبط راوی سے یہ مراد ہے کہ راوی بیدار مغز ہو، صاحب حافظہ ہو ، نہ غافل ہو اور نہ بھولنے والہ ۔ اگر حفظ روایت کرے تو چاہیے کہ اس کو یاد رکھتا ہو اور اگر کتاب سے دیکھ کر روایت کرے تو چاہیے کہ اس کتاب کو ضبط کر رکھا ہو (یعنی وہ غلطی وتغیر سے محفوظ ہو) اور اگر حدیث کو بالمعنی روایت کرے تو چاہیے کہ اس غلطی سے واقف ہو، جس سے معنے میں خلل واقع ہو، اور روایت حدیث کے لئے یہ شرط نہیں کہ راوی مرد ہو (یعنی عورت بھی ہوسکتی) اور نہ یہ کہ آزاد ہو (یعنی غلام بھی ہوسکتا ہے) اور نہ یہ کہ اس کو اس حدیث کی فقہ (یعنی مسائل خفیہ مستنبطہ) کا علم ہو اور نہ یہ کہ وہ اس کے غریب (نادر الاستعمال) الفاظ کے معنے جانتا ہو، اور نہ یہ کہ وہ بینا ہو (یعنی نابینا بھی ہوسکتا ہے) اور نہ کوئی معین عدد شرط ہے (کہ اتنے راوی ہوں) ۔

حنفیہ کے ایک امام، شیخ ابن الہمام کے استاد شیخ عبدالعزیز مصنف کشف وتحقیق نے غایۃ التحقیق میں کہا ہے لم تیقل عن احد من السلف اشرا ط الفقه فی الراوی ۔ کہ راویوں کا فقیہ ہونا، یعنی معانی خفیہ حدیث کو سمجھنا شرط روایت نہیں ۔

اور بعض الفاظ غریب و نادر الاستعمال حدیث کے معنے سے بے خبر ہونا بڑے بڑے آئمہ حدیث وغریب سے مروی ہے ۔ امام احمد بن حنبل سے کسی نے ایک حدیث کے ایک لفظ غریب کے معنی پوچھے تو آپ نے جواب دیا کہ اصحاب الغریب (یعنی ان لوگوں سے جو الفاظ غریب کی شرح کرتے ہیں) پوچھو، میں پسند نہیں کرتا کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث میں اٹکل سے کچھ کہوں اور خطا میں پڑوں

رو ینا عن المیمو نی قا ل سئل احمد بن حنبل عن حر ف من غر یب الحد یث قا ل سلوا اصحا ب الغریب فا نی اکره ان تکلم فی قول رسو ل الله با لظن فا خطی ۔ (علوم الحد یث ۔ ابن الصلا ح)

اور و بلغنا عن التا ر یخی محمد بن عبد الملک قا ل حد ثنی ابو قلا به عبد الملک بن محمد قا ل قلت لـلا صمعی یا ابا سعید ما معنی قول رسول الله ﷺ الجار احق بسقبه فقا ل انا لا افسر حد یث رسو ل الله ﷺ و لا کن العر ب تز عم ان السقب اللـز دق ثم ان غیر وا حد من العلماء

صنفوا فی ذا لک ..... النضر بن شمیل و ابو عبیدہ معمر بن المثنی و ابو عبید القا سم بن سلام و ابو سلیمان الخطا بی ۔

(علوم الحد یث ۔ ابن الصلاح ، مختصراً)

عربیت اور نحو کے امام اصمعی سے ایک شخص نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کے قول کہ ہمسایہ اپنے سقب کا حق دار ہے، کیا معنی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں آنحضرت ﷺ کی حدیث کی کوئی تفسیر نہیں کرتا ۔ ہاں اتنا کہتا ہوں کہ عرب سقب اس کو کہتے ہیں جو ملا ہوا ہو یہ اقوال ان آئمہ کے ابن الصلا ح نے علوم الحد یث میں بیان کئے ہیں ۔ پھر کہا ہے کہ غریب الفا ظ حدیث میں جن لوگوں نے کتابیں تصنیف کی ہیں وہ امام نضر بن شمیل ہیں اور امام ابوعبیدہ معمر بن مثنی و ابوعبید قاسم بن سلام اور امام ابوسلیمان خطابی ہیں ۔

اس بیان سے مرزا صاحب کے دو کذب و مغالطے ظاہر ہوئے جو ہماری کلام کو بگاڑنے اور اپنے قول کے جعلی معنی کرنے میں ان سے سرزد ہوئے ہیں ۔ اب آپ کے باقی دونوں کذب کی کیفیت ناظرین سنیں ۔

صحابہ کے حدیث نبوی کو بالفاظ روایت کرنے کا مدعی میں ہی نہیں ہوں، یہ دعوی بہت سے علماء نے کیا ہے جن میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کی کلام سے مرزا صاحب بھی اپنی تحریر نمبر ہشتم میں متمسک ہوئے ہیں ۔ اور اس دعوی پر دلیل صحابہ کی وہ روایات ہیں جن میں انہوں نے دو لفظوں کو باوجود ہم معنی یا قریب المعنی ہونے کے شک کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور ان کے معنے پر نظر کر کے ایک لفظ کے بیان پر اکتفا نہ کیا ۔ علامہ تفتازانی (جن کی کلام کے غلط معنی سمجھ کر اس کی دست آویز سے مرزا صاحب نے صحیح بخاری میں حدیث موضوع کے پائے جانے کا دعوی کیا ہے) اپنی کتاب تلویح کے صفحہ ۲۲۵ میں فرماتے ہیں

اما تا ئیا فلان الظا ہر من حا ل عدو ل الصحا بۃ نقل الحد یث بلفظہ و لہذا نجد فی کثیر من الا حا دیث شک الراوی و انما استفاض النقل با لمعنی عندالعلماء لتقر ر الحد یث با لروا یۃ و التد وین ۔

(تلو یح ۔ ص ۲۵۵) کہ عادل صحابہ کا ظاہر یہ حال تھا کہ وہ حدیث کو بلفظہ نقل کرتے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بہت سی احادیث میں (دو ہم معنی لفظوں کو) صحابہ کا شک کے ساتھ بیان کرنا پاتے ہیں ۔ اگر وہ روایت بالمعنی کرتے تو ان الفاظ کے بیان میں وہ معنے کا لحاظ کر کے صرف ایک لفظ پر اکتفا کرتے ۔

حدیث کو بالمعنی روایت کرنا تو علما میں تب مروج ہوا جب کہ احادیث کے الفاظ روایت اور تصنیف سے مقرر ہو چکے تھے۔

علامہ سندھی نے دراسات میں فرمایا ہے

و من شدة اعتنا ئهم فی حفظ ا لا لفا ظ شکهم و تر ددهم بین ا للفظین و عدم اقتصا د هم علی ا حد هما حتی ظن ذا لک من الد لیل علی عدم صحة النقل با لمعنی فی ا للفظین المتقا ر بین جداً فی المعنی کما فی حدیث عبد الله بن مسعود فی صلوة الو سطی ملاء الله اجوا فهم و قبورهم نا راً او حشی الله اجوا فهم و قبورهم نا راً .. (دراسات۔ ص ۱۸۲)

کہ حفظ الفاظ حدیث میں صحابہ کے کمال توجہ پر یہ دلیل ہے کہ صحابہ نے دوہم معنے لفظوں کے بیان میں شک وتر دد ظاہر کیا اور ان میں سے ایک لفظ کے بیان پر اکتفا نہ کیا یہاں تک کہ ان کے اس فعل کو اس مسئلہ پر دلیل سمجھا گیا کہ حدیث کو بالمعنی روایت کرنا جائز ہی نہیں، چنانچہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث صلوۃ الوسطے میں لفظ ملاء اللہ او حشی اللہ شک سے وارد ہے (جس کے معنے پر کرنے کے ہیں)

اس کے بعد علامہ سندھی نے امام ابن عبدالبر سے اس فعل ابن مسعود سے عدم جواز روایت بالمعنے نکالنے کا جواب نقل کیا ہے، اور ان الفاظ کی مثالیں حدیث میں بہت پائی جاتی ہیں۔ ازانجملہ بخاری کی بصفحہ ۱۴۴ حدیث کسوف میں لفظ مومن یا موقن اور لفظ منافق یا مرتاب شک کے ساتھ مروی ہیں۔

اس دعوی کے مقابلہ میں جو مرزا قادیانی نے حدیث معراج میں آنحضرت ﷺ کا کبھی موسی کو چھٹے آسمان پر دیکھنا اور کبھی حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان پر دیکھنا بیان کیا اور اس کو روایت کے بالفاظہا مروی نہ ہونے پر دلیل ٹھہرایا ہے، یہ اس کا محض مغالطہ ہے۔ نوٹ سابق میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان الفاظ میں کوئی مخالفت نہیں، یہ دونوں حضرات چھٹے آسمان پر دیکھے گئے تھے۔

حضرت امام الآئمہ ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی توہین وتحقیر کا الزام جو مرزا صاحب نے خاکسار پر لگایا ہے اور ان کے حق میں یہ کلمات کہنے کا کہ وہ حدیث نبوی سے محروم رہے اور قیاسی اٹکلوں پر ان کا گذارہ رہا، مجھ پر بہتان لگایا ہے اور سفید جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔

حضرت امام الآئمہ کی توہین کرنے والے پر خاکسار ہزار لعنت بھیجتا ہے اور ناحق

تہمت کرنے والے پر ہزار نہیں تو پانچ سو ہی سہی۔ قادیانی سچا ہے تو اس پر آمین کہے۔

خاکسار نے حضرت امام صاحب کی نسبت صرف اتنا کہا تھا کہ اگر صحیح بخاری، امام صاحب کے وقت میں ہوتی تو امام صاحب اس کو آنکھوں پر رکھ لیتے۔ پھر اس کی تائید و تصدیق میں امام شعرانی کی عبارات میزان سے نقل کر دی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحب کے وقت میں حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اس لئے آپ کو دوسرے اماموں کی نسبت احادیث کم پہنچیں۔ اسی وجہ سے آپ نے قیاس کیا۔ یہ بات نہیں کہ آپ نے حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کی طرف رجوع کیا، جیسا کہ امام کے معترضین اور مخالفین سمجھتے ہیں۔

اصل کلام خاکسار و عبارت شعرانی رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ ج ۱۴ کے صفحہ ۱۹۹ میں اور قادیانی کے مطبوعہ مباحثہ لدھیانہ کے صفحہ ۴۹ میں ناظرین ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیں کہ وہ کلام خاکسار و عبارت شعرانی، امام ابوحنیفہ کی مدح وتعریف کی مثبت ہے یا ان کی توہین کی موجب۔ خاکسار کا کلام تو امام صاحب کی مدح وتعریف کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا، امام شعرانی کی عبارت بھی آپ کی مدح وتعریف وحمایت ہی میں فرمائی گئی ہے۔ اس عبارت سے پہلے بصفحہ ۷۱ میزان کبری، امام شعرانی نے ایک فصل منعقد کر کے کہا ہے کہ اس فصل میں اس شخص کے قول کا ضعف بیان ہوتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہ قیاس کو حدیث سے مقدم سمجھتے تھے، پھر کہا کہ یہ کلام اس شخص سے صادر ہوا ہے جو امام صاحب کی نسبت تعصب رکھتا ہے، اور اپنے دین میں دلیر ہے، گفتگو میں پرہیز گار نہیں اور خدا تعالی کے اس قول سے غافل ہے جس میں ارشاد ہے کہ انسان جو بات منہ سے نکالتا ہے اس کے پاس فرشتہ لکھنے کو منتظر و تیار ہے۔ پھر امام شعرانی نے امام ابوحنیفہ کے بہت سے ایسے اقوال نقل کئے ہیں جن سے آپ کا رائے سے بے زار ہونا اور حدیث کو قبول کرنا ثابت ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۷۲ میں وہ عبارت فرمائی ہے جس کو قادیانی نے موجب توہین امام قرار دیا ہے۔

اب ناظرین انصاف کریں کہ اس مدعا و غرض کے ساتھ وہ عبارت امام صاحب کی مدح بنتی ہے یا نہیں۔

ہمارے زمانہ کے سرآمد حنفیہ مولوی عبدالحی مرحوم لکھنوی بھی اپنے رسالہ نافع کبیر میں اس عبارت میزان کو اپنے اس دعوی کی تائید میں لائے ہیں کہ

و ما اتباعه الا حاديث و الآ ثار خلاف ما يظنه الظا نو ن انه يقيس

علی خلاف الحد یث فید ل علیه ما اورده فی المیزا ن الی ان نقل عبارتها۔ ثم قا ل و مطا لعة المیزا ن لهم نا فع و لا و ها مهم دا فع ۔(النافع الکبیر۔ ص ۱۸) امام ابو حنیفہ احا دیث و آ ثار کے متبع تھے، حدیث کے مقابلہ پر قیاس نہ کرتے تھے۔ (پھر اس عبارت کو نقل کر کے اس کی نسبت فر ماتے ہیں کہ) یہ عبارت ان بدگمانوں کیلئے جو امام صاحب کو حدیث کے مقابلے میں قیاس کر نیوالہ سمجھتے ہیں، نافع ہے اور ان کے اوہام کے دافع ہے۔

اس عبارت میزان میں اگر ذرا بھی وہم توہین ہوتا تو ایسے مشاہیر حنفیہ کی کلام میں امام صاحب کی مدح اور برائت پر اس سے تمسک و استدلال نہ کیا جاتا۔

مرزا قادیانی نے اس الزام و اتہام توہین امام صاحب سے حنفیوں کو اپنا دوست اور ہمارا دشمن بنانا چاہا تھا جس سے الٹا نتیجہ نکلا۔ اس کا دجال ہونا ثابت ہوا، کسی نے اس کو اپنا دوست نہ سمجھا، بلکہ تمام حنفیہ ہندوستان و پنجاب نے اسے اپنا دشمن اور اپنے مذہب کا مخالف تصور کیا۔ خواص حنفیہ نے اس کے معتقدات پر کفر کا فتوی لگایا اور عوام حنفیہ نے اس فتوی پر کار بند ہو کر ہر شہر و دیار میں قادیانی پر نعرہ لعنت بلند کیا اور ہر جلسہ اور معرکہ میں اس کے مکفرین کا ساتھ دیا اور اس افتراء میں وہ خسر الدنیا و الآخرۃ کا مصداق بنا۔

☆ **ہمارا قول نمبر ۵**۔ شائد آپ کہیں کہ احادیث سبھی بالمعنے روایت ہوئی ہیں جیسا کہ آپکے مقتداء سید احمد خان نے کہا ہے، جس کی تقلید سے آپ نے قرآن کو معیار صحت احادیث ٹھہرایا ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۶۴)

☆ **مرزا قادیانی کا جواب**۔ سید احمد خان میرا مقتداء نہیں ہے۔ صحابہ حتی الوسع حفظ الفاظ نبی کرتے۔ مگر ان کی روایتوں پر اعتماد کرنے کیلئے سلامت فہم ضروری شرط ہے، کیونکہ اگر فہم میں بباعث پیرانہ سالی، یا اختلال دماغ کوئی آفت پیدا ہو جاوے تو مجرد حفظ الفاظ کافی نہیں۔ اس صورت میں تو الفاظ میں بھی شک پڑتا ہے کہ شائد اختلال دماغ کے سبب سے اس میں بھی کچھ تصرف ہو گیا ہو۔ قرآن کریم کی نسبت خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہر ایک امر کا بیان ہے۔ محجوب لوگ احادیث صحیحہ نبویہ کو اس نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ گویا وہ قرآن پر کچھ زوائد بیان کرتے ہیں یا بعض احکام میں ان کے ناسخ ہیں (یہاں مرزا صاحب یہ لکھنا بھول گئے ہیں یا آپ کا کاتب بھول گیا کہ درحقیقت نہ وہ احادیث قرآن کی

ناسخ ہیں اور نہ زوائد) اور زوائد بیان کرتے ہیں بلکہ قرآن شریف کے بعض مجمل اشارات کی شارح ہیں۔ اور حدیث معاذ بن جبل (جس میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو قاضی بنا کر یمن بھیجا تو فرمایا کہ تو کس چیز پر فیصلہ کیا کرے گا۔ اس نے کہا کتاب اللہ پر۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کتاب اللہ میں نہ پاوے گا تو پھر کس چیز پر۔ تب اس نے کہا کہ پھر حدیث پر۔ الخ) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں ہر ایک امر دین درج ہے، کوئی چیز اس سے باہر نہیں۔ لہذا حق الامر یہ ہے کہ جو چیز قرآن کے باہر یا اس کے مخالف ہو، وہ مردود ہے اور احادیث صحیحہ قرآن سے باہر نہیں کیونکہ وحی غیر متلو کی رو سے وہ مسائل قرآن سے مستخرج و مستنبط کئے گئے ہیں۔ لہذا جو حدیث از قسم حصہ دوم (قصص و اخبار) ہے، ان کو پرکھنے کے لئے قرآن محک و معیار ہے یعنی جو حدیث قرآن میں نہیں یا اس کی مخالف ہے وہ موضوع ہے۔

☆ **اس جواب پر ہمارا نوٹ**، اس جواب میں بھی مرزا قادیانی نے کذب و مغالطہ سے کام لیا ہے۔ اس میں آپ نے تین دعوی کئے ہیں۔

ایک یہ کہ سید احمد خان میرا مقتداء نہیں ہے۔ اس دعوی کا کذب ہونا ہم بیان کر چکے ہے۔ ہم نے ثابت کیا ہے کہ قادیانی، سید احمد خان کا شاگرد ہے، اس نے جو ملحدانہ ایجاد کیا ہے اس کو سر سید احمد سے بعینہ و باصلہ لیا ہے۔ ہاں اس شاگردی کے ساتھ وہ سر سید سے بڑھ گیا ہے اور اس کا مقابل بن بیٹھا ہے، جس کی تفصیل پہلے ہو چکی ہے۔

دوسرا یہ دعوی کہ صحابہ کی مرویات پر اعتماد کرنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ مختل الحواس تو نہیں ہو گئے تھے۔ اس دعوی میں اس نے بہت غضب ڈھایا اور دھوکہ دیا ہے، اور یہ بند و بست کرنا چاہا ہے کہ جس حدیث کو اپنے مذہب ملحدانہ کے مخالف دیکھا اس کو اس بہانہ سے کہ اس کا راوی صحابی مخبوط الحواس ہو گیا تھا، رد کر دیا جائے۔ اس دعوی کے کذب و مغالطہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ صحابہ کی عدالت بالاجماع مسلّم ہے۔ امام ابن صلاح نے علوم الحدیث میں فرمایا ہے

والثانية لصحابة بامرهم خصيصة وهى انه لا يسئل عن عدالته احد منهم بل ذالک امر مرفوع عنهم لكونهم على الاطلاق معدلين بنصوص الكتاب والسنة واجماع من يعتد به فى الاجماع۔ (علوم

الحدیث، ابن الصلاح) کہ جملہ صحابہ کا یہ خاصہ ہے کہ ان کی عدالت سے سوال نہ ہو۔ یہ سوال ان سے اٹھایا گیا ہے، کیونکہ وہ بلا تفصیل بحکم کتاب وسنت واجماع عادل ہیں، پھر اس پر کتاب وسنت سے استدلال کیا ہے۔

اور یہ بات مرزا قادیانی خود لکھ چکا ہے کہ عدالت تب ہی قائم رہ سکتی ہے جبکہ ہوش وحواس قائم ہوں ۔ اس کے مطبوعہ مباحثہ لدھیانہ کے صفحہ ۸۷ میں اس کی تحریر نمبر ہشتم میں یہ عبارت موجود ہے

.آپ (محمد حسین) اپنے بیان میں راوی کے لئے عدل کی شرط لگاتے ہیں اور صفت عدل، صفت سلامت کی تابع ہے ۔ اگر سلامت فہم میں آفت ہو، صفت درست فہمی میں اختلال راہ پاوے تو پھر کسی کے قول وفعل میں عدل قائم نہیں رہ سکتا .

اس کلام واعتراف کے ساتھ پھر اسی تحریر ہشتم میں مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ صحابہ کی مرویات پر تب ہی اعتماد کیا جاوے گا جب کہ ان کی فہم میں سلامت ہو، یعنی اختلال نے راہ نہ پائی ہو ، یہ کہنے کے برابر ہے کہ وہ سب عادل نہ تھے، ان میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو مختل الحواس ہوکر ساقط العدالت ہو چکے تھے۔ اور یہ بات قرارداد اہل اسلام کے مخالف ہے اور محض کذب اور مغالطہ ہے۔

تیسرے دعوے میں قادیانی نے قرآن شریف کو جملہ امور متعلقہ دین کا متضمن ٹھہرایا ہے اور احادیث متعلقہ اعتقاد نزول حضرت مسیح وخروج دجال کو قصص واخبار بنا کر اس وجہ سے ساقط الاعتبار ٹھہرایا کہ قرآن میں ان کا مضمون پایا نہیں جاتا۔ ومع ہذا برطبق مثل مشہور دروغ گورا حافظہ نہ باشد اور بحکم نص قرآن فطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون اور واللہ لا یھدی القوم الفاسقین یہ دو فقرے بھی اس کی قلم سے نکل گئے ۔

۱۔ احادیث، مجمل اشارات قرآن کی شارح ہیں۔

۲۔ احادیث صحیحہ، قرآن سے باہر نہیں، کیونکہ وحی غیر متلو کی مدد سے وہ تمام مسائل قرآن سے مستنبط کئے جاتے ہیں ۔

لہذا اس کے دعوی سوم کے ابطال کیلئے ہم کو زیادہ تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں صرف ان ہی دو فقروں کے دست آویز سے یہ کہنا کافی ہے کہ جملہ امور متعلقہ دین کی تفصیل کا قرآن میں پایا جانا یہ معنی رکھتا ہے کہ قرآن میں ان امور کا بیان موجود ہے، مجمل ہو خواہ

مفصل ۔جس آیت میں اس تفصیل کا ذکر ہے اس میں تفصیل سے مطلق بیان مراد ہے نہ وہ تفصیل جو اجمال کے مقابل ہوتی ہے ۔قرآن میں پانچ جگہ یہ لفظ تفصیل آیا ہے، جہاں مطلق بیان ہی کے معنے مراد ہیں (جو مرزا کی قلم سے بھی بعد لفظ تفصیل بطور تفسیر نکل گئے ہیں)، تفصیل مقابل اجمال مراد نہیں ۔اور جو قرآن کا بیان اجمال ہے اس کی تفصیل وشرح حدیث صحیح نے کردی ہے ۔ چنانچہ مرزا صاحب نے بھی اقرار کیا ہے اور اس کی مثال حکم ممانعت و شم ہے جو حدیث میں وارد ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کو اس وجہ ہے داخل قرآن قرار دیا ہے کہ وہ قرآن کے اس مجمل و عام حکم کے کہ

.جو کچھ تمہیں رسول دے، لے لو اور جس چیز سے روکے، اس سے رک جاؤ .

داخل وشامل ہے ۔ چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ ج ۱۴ کے صفحہ ۲۰۵ میں مفصل بیان ہوا، بناءً علیہ، احادیث صحیحہ متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال جن کو مرزا قادیانی نے قصص واخبار بنا کر خارج از قرآن ومخالف قرآن ٹھہرا کر ساقط الاعتبار کیا ہے، قرآن میں داخل ہیں اس سے باہر نہیں ۔قرآن مجید نے نزول حضرت مسیح کو پانچ آیتوں میں مجملاً ذی الوجوہ الفاظ سے بیان کیا ہے ۔احادیث نے ان وجوہات سے بعض وجوہ کی تفصیل وتعیین کردی ہے ۔لہذا ان احادیث کو ماننا عین قرآن کو تسلیم کرنا ہے ۔مرزا صاحب نے احادیث متعلقہ احکام فرعیہ عملیہ اختلا فیہ کو تو اس اصول سے قرآن میں داخل اور اس کے مجمل اشارات کی شارح تسلیم کرلیا اور ان احادیث کو پرکھنے کے لئے محتاج قرآن نہیں ٹھہرایا، مگر احادیث متعلقہ اعتقاد کو جو احادیث عملیہ فرعیہ اختلافیہ سے بڑھ کر صحیح اور قطعی ہیں، قرآن سے خارج کیا اور ساقط الاعتبار ٹھہرایا ۔اس میں اپنے اصول کا خود خلاف کیا اور اپنا دجال ہونا ثابت کیا ۔

☆ **ہمارا قول نمبر ٦** ۔آپ نے باستدلال آیت و ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً ۔احادیث پر اعتراض کیا ہے ۔(اشاعۃ السنہ نمبر ۷ ج ۱۴ صفحہ ۱۷۸)

☆ **مرزا قادیانی کا جواب** ۔ میرا عام طور پر احادیث پر اعتراض نہیں بلکہ ان احادیث پر اعتراض ہے جو ادلہ قطعیہ بینہ قرآن کے مخالف ہوں (الحق مباحثہ لدھیانہ، ص ۹۲)

☆ **اس جواب پر ہمارا نوٹ** ۔ یہ محض کذب ہے۔ جس مقام میں مرزا صاحب نے اس آیہ سے تمسک کرکے احادیث کو ظنی اور ناقابل وثوق ٹھہرایا ہے، اس مقام

میں عموماً الفاظ احادیث پر اعتراض کیا ہے اور ان میں تعارض تجویز کر کے ان میں وقوع تحریف کا دعوی کیا ہے۔ اس اعتراض اور دعوی سے احادیث مخالفہ قرآن کو مخصوص نہیں کیا۔ ناظرین اصل عبارت اشاعۃ السنہ نمبر ۸ ج ۱۳ ص ۲۲۸ میں ملاحظہ کریں۔

☆ **ہمارا قول نمبر ۷۔** علماء کا، حنفی ہوں یا شافعی، اہل حدیث ہوں یا اہل فقہ، اس پر اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح ہو تو واجب العمل ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۷ ج ۱۴ ص ۱۹۲)۔

☆ **مرزا قادیانی کا جواب۔** حنفیوں شافعیوں کا یہ مذہب نہیں کہ مخالفت قرآن کی حالت میں خبر واحد واجب العمل ہے۔ حنفیہ بجز خبر مشہور کسی حدیث سے قرآن پر زیادتی کو جائز نہیں رکھتے۔ شافعی بجز متواتر کسی حدیث سے زیادتی جائز نہیں رکھتے۔ آپ نے کس سے سن لیا کہ ان سب کے نزدیک خبر واحد بہر حال واجب العمل ہے۔

☆ **اس جواب پر ہمارا نوٹ۔** سنی سنائی باتیں کرنا آپ (مرزا) ہی کا کام ہے، جو نہ کتابوں میں نظر رکھتے ہیں نہ کسی اہل علم سے استفادہ۔ آپ کا علم لدنی (خیالی) ہے اور معلم و استاد حکیم نور الدین۔ انہوں نے جو کچھ کہا آپ نے مان لیا۔ ہم تو ایسی بات کوئی نہیں کہتے جو کسی کتاب میں نہ ہو، آپ جس کتاب اصول سے چاہیں ہم یہ مسئلہ آپ کو نکال دیتے ہیں۔ مثلاً کتاب توضیح میں ہے

الثالث یوجب غلبة الظن اذا اجتمع الشرائط التی اذکرها وهی کافیة لوجوب العمل۔ (توضیح۔ ص ۳۰۴)۔ تیسری (خبر واحد) مفید ظن ہے اور وہ وجوب عمل کے لئے کافی ہے۔

الجمهور ذهبوا الی انه یوجب العمل دون العلم۔ (تلویح۔ ص ۳۰۴)
جمہور کا یہی مذہب ہے کہ وہ (خبر واحد) عمل کو واجب کرتی ہے نہ یقین و اعتماد کو۔

اس مقام میں ہم نے صرف اتنا ہی دعوی کیا تھا۔ سو اس کا ثبوت دے دیا۔ رہا یہ مسئلہ کہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے یا نہیں، اور وہ کتاب اللہ کے معارضہ میں مقبول ہے یا نہیں؟ سو اس مقام میں اجنبی ہے۔ ہمارے نزدیک احادیث محل نزاع (متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال وغیرہ) کتاب اللہ کے مخالف نہیں، بلکہ عین موافق و مطابق ہیں۔ چنانچہ اشاعۃ السنۃ میں مذکور ہوا۔ لہذا اس مقام میں ہم کو اس مسئلہ کے بیان اور مذاہب کی

تفصیل کی ضرورت نہ تھی۔

قادیانی نے جو اس باب میں شافعیوں کا مذہب نقل کیا اس میں بھی کذب سے کام لیا ہے اور اپنی بے علمی کا اظہار کیا ہے۔ امام شافعی کتاب اللہ کے عام کی خبر واحد سے تخصیص، اور اس طور سے قرآن پر زیادتی کو جائز رکھتے ہیں، چنانچہ توضیح تلویح میں بتفصیل بیان ہوا ہے۔

و لکن عند الشا فعی هو دلیل فیه شبهة فیجوز تخصیصه بخبر الوا حد و القیاس ای تخصیص عا م الکتا ب بکل وا حد من خبر الوا حد و القیاس۔ (توضیح تلویح، ص ۷۱)

☆ **ہمارا قول نمبر ۸۔** اسی وجہ سے خاص کر صحیحین کی نسبت علمائے اسلام نے، جن میں مقلد حنفیہ ومحدث سب داخل ہیں، اتفاق کیا ہے کہ صحیحین کی احادیث واجب العمل ہیں۔ اس پر جو آپ کا یہ سوال ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم مسلمانوں میں اتفاق کے ساتھ مسلم چلی آئی ہیں تو بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے اس حدیث کا خلاف کیوں کیا اور سبھی نے ان کے موافق مذہب کیوں اختیار نہ کیا؟، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خلاف فہم معانی میں اختلاف پر مبنی ہے یا بعض وجوہات ترجیح پر۔ آپ فتح القدیر و برہان ملاحظہ کریں۔

(رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۳ سے ۲۰۱ تک)۔

☆ **مرزا قادیانی کا جواب۔** یہ سفید جھوٹ ہے۔ اگر علمائے متقدمین کے نزدیک بخاری مسلم کی حدیثیں بغیر کسی عذر، نسخ وغیرہ کے، بہرحال واجب العمل ہوتیں تو وہ بھی آپ کی طرح امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے، رفع یدین کرتے۔ آپ کا یہ کہنا کہ وہ دوسرے طور پر معنے کرتے ہیں، دوسرا جھوٹ ہے۔ وہ تو صریح منسوخ یا ضعیف قرار دیتے ہیں۔ آپ سچے ہیں تو لودہانہ کے علماء سے شہادت دلائیں۔

☆ **اس جواب پر ہمارا نوٹ۔** کسی پر صرف منہ سے جھوٹ بولنے کا دعوی کرنا آسان ہے مگر انسان اور مرد میدان وہ ہے جو اپنے دعوی کو ثابت کر دے۔ آپ انسان اور مرد میدان ہیں تو ان اپنے دونوں دعووں کو حنفیہ کی کتابوں سے حنفی علماء کے مجمع میں ثابت کریں۔ یہ نہ ہو سکے (اور ہرگز نہ ہوگا۔ آپ میدان میں نہ نکلیں گے۔ اور نہ کسی کتاب سے متقدمین

حنفیہ کے اس کا ثبوت پیش کریں گے) تو اس باب میں مباہلہ کریں ۔ میدان میں آویں اور قسموں کے ساتھ کہیں کہ بعض حنفیوں نے بعض احادیث صحیح بخاری کے برخلاف عمل کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ان احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے، اس کی یہ وجہ نہیں کہ ان کی تاویل و معانی میں اختلاف کیا ہو یا دیگر وجوہات سے ان کی معارض حدیثوں کو ترجیح دی ہو۔ یہ بات جھوٹ ہو تو قائل پر خدا کی لعنت ہے۔

خاکسار محمد حسین نے اپنے بیان میں دو دعوی کئے ہیں ۔ ازانجملہ اول دعوی کے ثبوت میں اقوال علماء محدثین وفقہاء صفحہ ۱۶۵ سے ۲۰۰ تک جلد ۱۴ اشاعۃ السنۃ میں نقل کر چکا ہے۔ اور دوسرے دعوی کے ثبوت کے لئے فتح القدیر اور برہان شرح مواہب الرحمٰن کا حوالہ دے چکا ہے ۔اس ثبوت خاکسار کو اہل اسلام کی پبلک کافی نہ سمجھے تو میں اور ثبوت دینے کو مستعد ہوں اور مرزا قادیانی مباہلہ چاہے تو میں اس کے لئے بھی حاضر ہوں۔

دعوی ضعف کے ساتھ لفظ منسوخ کو جو مرزا قادیانی نے ملا دیا، اس میں اس نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے ۔ بے شک بعض احادیث صحیحین کو بعض حنفیہ نے منسوخ قرار دیا ہے، مگر کسی حدیث کے منسوخ ہونے سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا ۔ نسخ تو آیات قرآن میں بھی پایا جاتا ہے جس سے کوئی مسلمان یہ نتیجہ نہیں نکالتا کہ وہ آیات ضعیف ہیں، یعنی ان کا قرآن سے ہونا ثابت نہیں ۔

مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ کسی حدیث بخاری کو حنفیوں کا ضعیف قرار دینا تو مجھ سے ثابت نہ ہو سکے گا، تو اس کے ساتھ بعض اور منسوخ کے لفظ لگا دیئے ۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ مسلمان اس دھوکہ میں نہ آئیں گے ۔ وہ جانتے ہیں کہ منسوخ ہونے سے ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے ۔

☆ **ہمارا قول نمبر ۹** ۔ امام ابن الصلاح نے فرمایا ہے کہ ان کی اتفاقی حدیثیں موجب یقین ہیں ۔ (رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۴ ص ۱۹۴)

☆ **مرزا قادیانی کا جواب** ۔ ابن الصلاح کا قول حجت نہیں ۔ اس کا قول حجت ہے تو چاہیے کہ ان لوگوں کا قول بھی حجت ہو جنہوں بخاری و مسلم کی حدیثوں میں قدح کیا ہے ۔ تلویح میں لکھا ہے (یہ پوری حدیث پہلے نقل ہو چکی ہے ۔ یہ وہ حدیث ہے جس کو قادیانی نے تحریر نمبر ۷

میں صحیح سمجھا ہے اور اس کی دست آویز سے حدیث کو قرآن پر عرض کرنا ضروری ٹھہرایا تھا۔ اب بخاری پر جرح وقدح کرنے کی حرص سے اس حدیث کا علامہ تفتازانی کی تقلید سے موضوع ہونا مان لیا۔ یہ شتر مرغی یا روباہ بازی نہیں تو اور کیا ہے؟ محمد حسین) کہ بخاری میں یہ حدیث یکثر لکم الا حا دیث من بعدی فا ذا روی لکم حد یث اعر ضوہ علی کتاب اللہ۔ الخ (یعنی جو صاحب تلویح کے نزدیک مجروح وموضوع ہے۔ محمد حسین) مسلم کی شرح نووی میں شریک کی حدیث میں (جو بخاری ومسلم میں ہے) قبل ان یوحی الیہ کا لفظ غلط لکھا ہے، نووی نے شرح مسلم میں حدیث اقض بینی و بین ہذا الکا ذب کا جھوٹا ہونا تجویز کیا ہے۔

☆ **اس جواب پر ہمارا نوٹ** ۔ ابن الصلاح یا کسی اور شخص کا قول بلا دلیل تسلیم نہیں کیا جاتا اور نہ تسلیم کرایا جاتا ہے۔ بلکہ جس قول پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی ہو اسی کو تسلیم کیا، کرایا جاتا ہے۔ قول ابن الصلاح کی دلیل، صحت صحیحین پر اجماع امت ہے۔ جس کو مخالفین و موافقین نے نقل کیا ہے۔ اس اجماع سے قطعیت صاف ثابت ہوتی ہے اور طرفہ یہ کہ مرزا صاحب اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں خود مان چکے ہیں کہ وہ بخاری کو اصح الکتب بعد کتا ب اللہ یقین کرتے ہیں۔ اس اظہار یقین کے بعد انہیں ابن الصلاح کا قول ماننے سے کب عذر ہوسکتا ہے۔

اب ان لوگوں کے اقوال کو دیکھا جاتا ہے جنہوں نے صحیحین کی حدیثوں پر جرح وقدح کیا ہے۔ وہ بے وجہ و بلا دلیل نکلے تو پھر وہ کیونکر لائق تسلیم ہوسکتی ہے۔ تلویح میں جو حدیث یکثر لکم الا حا دیث پر جرح کیا گیا ہے، صحیح بخاری اس جرح سے یقیناً پاک ہے۔ وہ حدیث موضوع صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ زندیقوں کی بنائی ہوئی ہے۔ چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ ج ۱۴ ص ۲۰۹ وغیرہ میں بیان ہوا ہے۔ صاحب تلویح نے جو اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور اس پر جرح کیا ہے، تو اس میں صحیح بخاری یا اس کے مصنف کو نشانہ نہیں بنایا اور نہ یہ دعوی کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ مرزا قادیانی نے جو کہا ہے کہ تلویح میں لکھا ہے کہ

. صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے .

یہ سفید جھوٹ ہے۔ تلویح میں یہ لفظ ہرگز نہیں لکھا ہوا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے۔ بلکہ تلویح میں اس حدیث کے رد کرنے اور موضوع قرار دینے کے بعد یہ فقرہ لکھا ہے

ایرا د البخاری ایاہ فی صحیحه لا ینا فی ا لا نقطاع او کو ن احد رواته غیر معرو ف ۔

جس کا تر جمہ لفظی یہ ہے کہ بخاری کا اس کو اپنی صحیح میں لانا اس کے منقطع اور اس کے راوی کے غیر معروف ہونے کے مخالف نہیں۔

یہ قول صاحب تلویح کا بقول ملا خسرو محشی تلویح کتاب کشف کے مصنف کے اس سوال کا کہ یہ حدیث بخاری میں ہے، رد و جواب ہے۔ صاحب تلویح اس کے جواب میں گویا یہ کہتے ہیں کہ اگر بقول تمہارے یہ حدیث بخاری میں ہے، تو بھی صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ منقطع و غیر متصل ہے اور اس کا راوی غیر معروف ہے۔

قو له ایرا د البخاری ایاہ فی صحیحه لا ینا فی ا لا نقطاع اقول فیه رد علی صا حب الکشف حیث قا ل ا ن ا لاما م ابا عبد الله محمد بن اسما عیل اورد ھذا الحد یث فی کتا به ۔ (ص ۸۶)۔

صاحب تلویح نے صاحب کشف کے قول کو بطور فرض محال تسلیم کر کے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ خود اپنے علم یا رؤیت سے اس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان نہیں کیا۔

مرزا قادیانی نے یہ لفظ کہ بخاری میں یه حدیث ہے از خود گھڑ لیا اور صاحب تلویح کی طرف منسوب کر کے اس پر افتراء کیا۔ مباحثہ لدھیانہ کے جلسہ آخیر میں اسے اس کذب پر متنبہ کیا گیا تو اس نے اور اس کے ایک کاسہ لیس نے اس کے جواب میں عذر بدتر از گناہ کیا۔ اور اس جھوٹ پر کئی اور جھوٹ کا ملمع چڑھا دیا۔ مرزا قادیانی نے کہا

. ظاہر کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئیں قرار دے کر بیان کیا ہے کہ وہ حدیث (یعنی عرض الحد یث علی القرآ ن) بخاری میں موجود ہے۔ اب اس کے مقابلہ پر یہ عذر کرنا کہ نسخہ جات موجودہ بخاری، جو ہند میں چھپ چکے ہیں ان، میں یہ حدیث موجود نہیں، سراسر نا سمجھی کا خیال ہے۔ کیونکہ علم محدود کے عدم سے بکلی عدم لازم نہیں آتا۔ جس حالت میں ایک سرگروہ مسلمانوں کا اپنی شہادت رویئت سے اس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان کرتا ہے، اور آپ کو یہ دعوی نہیں اور نہ کر سکتے ہیں کہ تمام دنیا کے نسخہ جات بخاری کے، قلمی و غیر قلمی، آپ دیکھ چکے ہیں ۔ اگر ثانی الحال کوئی نسخہ قلمی نکل آوے، جس میں یہ حدیث موجود ہو تو پھر آپ کا کیا حال ہو۔ مؤمن کی شہادت عند

الشرع قابل پذیرائی ہوتی ہے، اور فقط ایک مومن کی شہادت روئیت ماہ رمضان سے تمام دنیا کے مسلمانوں کو روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں علامہ تفتازانی، صاحب تلویح کی شہادت بالکل ضائع اور نکمی نہیں ہوسکتی (ازالہ اوہام)

اگر صاحب تلویح اپنی رویت میں کاذب ہوتا تو اسی زمانہ میں علماء کی زبان سے اس کی تشنیع کی جاتی اور اس سے جواب پوچھا جاتا۔ اور جب کہ کوئی جواب پوچھا نہیں گیا۔ تو یہ دوسری دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت اس کی روئیت صحیح تھی اور ان سب کا سکوت بطور شواہد مل کر اس امر کو اور بھی قوت دیتا ہے کہ درحقیقت وہ حدیث صاحب تلویح نے بخاری میں دیکھی تھی۔ (ازالہ اوہام)

(ایسا ہی مرزا قادیانی کے ایک مرید نے الحق مباحثہ لدھیانہ کے حاشیہ میں لکھا ہے)۔

اس کلام میں مرزا صاحب نے اول سے آخر تک جو کچھ کہا ہے وہ سراسر کذب و مغالطہ ہے۔ علامہ تفتازانی نے کتاب تلویح میں اس حدیث کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ہم نے نقل کر دیا ہے۔ اس میں علامہ تفتازانی نے نہ اس حدیث کا بخاری میں موجود ہونا بیان کیا ہے، نہ اس حدیث کے متعلق اپنی رؤیت ظاہر کی ہے اور نہ اس حدیث کے بخاری میں ہونے کی شہادت دی ہے۔ اس کا کلام مذکور صرف صاحب کشف کے قول کا جواب ہے۔ اب مرزا قادیانی کے اکاذیب و مغالطات دیکھیں کہ

☆ پہلے اس فقرہ کا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے علامہ پر افتراء کیا۔

☆ پھر علامہ تفتازانی کی رؤیت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔

☆ پھر علامہ تفتازانی کو اس بیان کا کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے، گواہ بنایا۔

☆ پھر اس کی تائید میں یہ مسئلہ گھڑ لیا کہ ایک شخص کی رؤیت ہلال رمضان سے تمام دنیا کے مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جاتا ہے، جو علی الاطلاق کسی مذہب کا مسئلہ نہیں ہے۔

☆ پھر دوسرے علماء کے اس دعویٰ رؤیت پر سکوت کو شہادت بنا دیا۔

جو شخص تلویح کے اس مقام کو دیکھے گا، وہ صاف یقین کرے گا کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے کہا ہے، صاف جھوٹ ہے۔ علامہ تفتازانی نے نہ یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے، نہ یہ کہا ہے کہ میں نے اس میں خود دیکھی ہے۔ اور نہ اس حدیث کے متعلق علامہ کا بیان اس حدیث کے صحیح بخاری میں پائے جانے کی نسبت شہادت ہے، نہ اور علماء کا اس پر

سکوت اس کی شہادت ہوسکتی ہے۔

مرزا قادیانی نے جو یہ کہا ہے کہ شائد کسی قلمی نسخہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث موضوع وافتراء کفار کا صحیح بخاری میں ہونا ایسا محال اور ناممکن ہے جیسا کسی نسخہ قرآن میں یا صحیح بخاری میں شراب یا خنزیر کی حلت کا ہونا ناممکن ہے اگر کوئی یہ کہدے کہ ایک نسخہ قلمی قرآن میں اس مضمون کی آیت ہے کہ خنزیر حلال ہے اور صحیح بخاری کے ایک قلمی نسخہ میں اس مضمون کی حدیث میں نے دیکھی ہے، تو اس کے جواب میں مسلمان یہی بات کہیں گے کہ ایسی آیت اور حدیث کا قرآن اور صحیح بخاری میں ہونا ناممکن ہے، اور کوئی شخص بجز قادیانی یہ تجویز نہ کرے گا کہ شائد کسی قلمی نسخہ میں یہ آیت وحدیث ہو۔

ایسا ہی محدثین کے نزدیک اس حدیث کا صحیح بخاری میں ہونا ناممکن ہے، کیونکہ اس حدیث کا موضوع وافتراء ہونا اور اس کے مضمون کا مخالف ومعارض قرآن ہونا محدثین کے نزدیک مسلم ہے اور صحیح بخاری موضوعات اور معارضات قرآن سے بالاتفاق پاک ہے

اس بیان سے یہ شبہ پیدا ہوگا کہ یہ حدیث ایسی موضوع وافتراء کفار ہے تو علامہ تفتازانی نے نہ سہی، صاحب کشف نے اسکو صحیح بخاری کی حدیث کیوں سمجھا اور علامہ نے اسکے جواب میں صاف کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور بخاری میں اس کے موجود ہونے کا دعوی غلط ہے۔ یا اور اصولیوں نے اس کو اس کتاب میں وارد کر کے اس سے کیوں استدلال کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے اس حدیث کو صحیح بخاری کی حدیث قرار دیا یا کسی اور کتاب کی حدیث صحیح سمجھا، اس نے دوسرے سے سنی سنائی بات پر اعتماد کیا۔ بچشم خود حدیث کی کتابوں کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اور یہ امر غیر واقع ومستبعد نہیں ہے۔ بہت سے ایسے اکابر گذرے ہیں جن کو خاص خاص فنون کا شغل وتعلق رہا ہے، جن میں ان کو امامت کا درجہ بھی حاصل ہوا، لیکن دوسرے فنون کی طرف توجہ کرنے کا انہیں موقع نہیں ملا۔ اور یہ امر ان کے رتبہ امامت میں جو خاص خاص فنون میں ان کو حاصل تھا، خلل انداز نہیں سمجھا گیا۔ اس کی تائید میں ہم ایک عام شہادت پیش کرتے ہیں جو بمنزلہ اصول ہے۔ پھر ایک خاص شہادت پیش کریں گے جو اس عام اصول کی تمثیل ہوگی۔

عام شہادت یہ ہے جو تذکرۃ الحفاظ ملخص طبقات ذہبی سے منقول ہے

نو ح۔ الجا مع لجلا لته فی العلم تر ك حد يثه۔ و كذا لک شيخه مع عبا دته۔ فكم من امام فی فن مقصر من غيره كسيبويه مثلاً امام فی النحو و لا يد ری ما الحد يث و و كيع امام فی الحد يث و لا يعر ف العربية و كا بی نوا س را س فی الشعر عر ی من غيره و عبد الر حمن بن مهدی امام فی الحديث لا يدری ماا لطب قط و محمد بن الحسن را س فی الفقه لا يدری ما القرئة و كحفص امام فی ا القر ئت تا لف فی الحد يث و للحرب ر جال يعر فو ن بها ۔ (ملخص طبقا ت ذہبی)۔

نو ح کی نسبت کہا ہے کہ وہ جا مع اور علم میں جلیل الشا ن تھا۔ متروک الحد یث تھا۔ اور بہت سے لوگ ایسے گذ رے ہیں جو ایک فن میں امام تھے، دوسرے میں قا صر ۔ جیسے سیبویہ نحو میں امام تھے اور یہ نہ جا نتے تھے کہ حد یث کیا چیز ہے اور وکیع حد یث میں امام تھے، علم ادب نہ جا نتے تھے۔ ابو نواس شعر میں رئیس تھے اور دیگر فنو ن سے عا ری۔ اور عبدالرحمٰن بن مہدی حد یث میں امام تھے اور نہ جا نتے کہ طب کیا ہے۔ اور امام محمد بن حسن فقہ کے امام تھے اور نہ جا نتے تھے علم قر أت کیا چیز ہے۔ اور امام حفص قر أت میں امام تھے، حد یث سے خالی۔ چنا نچہ کہا گیا ہے لڑائی کے لئے مخصوص لوگ ہو تے ہیں جو اس سے پہچا نے جا تے ہیں۔

خاص شہادت یہ ہے کہ مفسرین اور فقہاء اصولین اپنی کتا بوں میں بہت سے ایسی احا دیث لا ئے ہیں جو موضوع اور ضعیف ہیں اور اس امر کو محد ثین اور ان فقہاء نے جن کو علم حد یث میں دخل ہے، بڑی شد و مد کے ساتھ بیا ن کیا ہے۔ طیبی شا رح مشکوہ نے رسالہ اصول حد یث میں کہا ہے

ولوا ضعو ن الحد يث اصنا ف و اعظمهم ضرراً من انتسب الی الز ہد فوضع احتسا باً و و ضعت الز نا دقه ايضاً جملا ثم نهضت جها بذة الحديث بكشف عوا ر ها و محو عا ر ها و الحمد لله و قد ذهب الكرامتيه و الطا ئفة المبتد عه الی جوا ز و ضع الحد يث فی التر غيب و التر ہيب و منه ما ر و ی عن ابی عصمة نو ح بن ابی مر يم انه قيل له من اين لک عن عكر مة عن ابن عباس فی فضا ئل القر آ ن سورة سورة فقا ل انی

رئیت الناس قد اعرضوا عن القرآن و اشتغلوا بفقه ابی حنیفه و مغازی محمد بن اسحاق فوضعت ہذہ الا حادیث حسبةً ۔ و قد اخطا المفسرون فی ابداعها فی تفاسیرهم الا من عصمه الله و مما ادعوا فیها انه قال ﷺ حین قرء و مناة الثالثة الاخری ، تلک الغرانیق العلی و ان شفاعتهن لترجی۔ و لقد اشبعنا القول فی ابطاله فی باب سجدة التلاوة و کذا ما اورده الاصولیون من قوله اذا روی عنی حدیث فاعرضوا علی کتاب الله فان وافقه فاقبلوه و ان خالفه فردوه قال الخطابی وضعه الزنادقة و یدفعه قوله انی قد اوتیت الکتاب و ما یعدله و یروی اوتیت الکتاب و مثله معه

حدیثیں وضع کرنے والے کئی قسم کے لوگ ہیں ازانجملہ بہت ضرررساں وہ لوگ ہیں جو زاہد کہلاتے ہیں، انہوں نے بامید ثواب حدیثیں وضع کی ہیں۔ اور زندیقوں نے بھی حدیثیں وضع کی ہیں۔ پھر ماہرین حدیث کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ان کے عیب کھول دیئے اور اس ننگ کو جو ان احادیث کے سبب اسلام کو لاحق ہوا تھا، مٹا دیا۔ کرامتہ (معتزلہ کا ایک فرقہ ہے) اور بعض بدعتی بھی ثواب کی رغبت دلانے اور ڈرانے کے لئے حدیثوں کو وضع کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ اس کی ایک مثال وہ ہے جو ابوعصمہ نوح بن مریم سے منقول ہے کہ اس کو کسی نے پوچھا کہ تیرے پاس جو فضائل قرآن میں عکرمہ عن ابن عباس کی حدیثیں ہیں، یہ تو نے کہاں سے لی ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن کی طرف توجہ نہیں کرتے، اور امام ابوحنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کے جنگ ناموں میں مشغول ہیں، تو میں نے خدا کے لئے یہ حدیثیں ازخود بنائیں۔ بے شک تمام مفسرین نے، بجز ان لوگوں کے جن کو خدا نے بچا لیا، خطا کی کہ ان احادیث کو اپنی تفاسیر میں نقل کر دیا۔ اور منجملہ موضوعات، وہ حدیث ہے جن کو مفسرین، تفاسیر میں لائے ہیں۔ جس کا یہ مضمون ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سورہ نجم میں و مناة الثالثه الاخری پڑھا تو اس کے بعد تلک الغرانیق العلی و ان شفاعتهن لترجی بھی ان کی زبان سے نکل گیا۔ ہم نے اس روایت کے ابطال میں باب السجدہ تلاوۃ میں بتفصیل بحث کی ہے۔ و ازانجملہ وہ حدیث موضوع ہے جس کو اصولی اپنی کتابوں میں لائے ہیں کہ جب کوئی حدیث مجھ سے روائت ہو تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو،

موافق ہوتو قبول کرو، ورنہ رد کردو۔ خطابی نے کہا ہے کہ اس کو چھپے زندیقوں نے وضع کیا اور اس کو آنحضرت ﷺ کا یہ قول رد کرتا ہے کہ میں قرآن دیا گیا ہوں اوراس کی مثل،

اس مضمون کے اور بہت سے محدثین سے اقوال ہیں جن میں انہوں نے ان احادیث موضوعہ کونقل کرنے والے مفسرین کے حق میں کہا ہے، فلیسوا من اہل ہذا الشان کہ وہ لوگ فن حدیث کے اہل نہ تھے۔

شیخ عبدالحق محدث احادیث ہدایہ کی نسبت شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں

وکتاب ہدایہ کہ در دیار ما مشہور ومعتبر ترین کتابہا است نیز درین وہم انداختہ چہ مصنف وے رحمۃ اللہ علیہ دراکثر بنائے کار بر دلیل معقول نہادہ واگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی ازضعفے نہ۔ غالباً اشتغال وقت آن اوستاد درعلم حدیث کمتر بودہ است۔

مرزا قادیانی شائد ان اقوال کے ذریعہ بھی عوام حنفیہ کو مشتعل کرے اور یہ کہے کہ ان میں فقہاء واصولیین کی تنقیص وتوہین پائی جاتی ہے۔ مگر وہ یادرکھے کہ جیسے پہلے بہتان توہین امام ابوحنیفہ میں اس کو کامیابی ہوئی ہے، ویسی ہی اس اشتعال میں ہوگی۔ خواص علماء حنفیہ خوب جانتے ہیں کہ ان اقوال میں مفسرین واصولیین وفقہاء کی توہین نہیں ہوتی۔ ہوتی تو اکابر حنفی علماء مثل شیخ عبدالحق دہلوی کی زبان سے یہ اقوال نہ نکلتے،

شریک کی حدیث میں لفظ قبل ان یوحی کا غلط ہونا، جو امام نووی سے مرزا قادیانی نے نقل کیا ہے، اس کا جواب پہلے منقول ہو چکا ہے کہ یہ شریک کی غلطی نہیں بلکہ یہ معترضین کی غلطی فہم ہے

وکم من عائب قولاً صحیحاً وآفتہ من الفہم السقیم

حدیث اقض بینی و بین ہذا الکاذب کا جھوٹا ہونا، جو مرزا قادیانی نے امام نووی سے نقل کیا ہے، اس میں اس نے کذب وخداع سے کام لیا ہے۔ امام نووی ہرگز اس بات کا قائل نہیں کہ یہ حدیث یا یہ الفاظ راوی کا کذب ہے۔ امام نووی نے صرف مازری سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ان الفاظ کی کوئی تاویل نہ ہوسکے اور باب تاویل بند ہوجائے تو راوی کی طرف کذب منسوب کیا جائے گا۔ مگر آگے چل کر اسی مازری نے یہ بھی نقل کردیا ہے کہ جب کہ اس لفظ کا ثابت اور صحیح سمجھنا ضروری ہے تو اس لفظ کی تاویل ہوسکتی ہے اور اس کو بیان کیا۔

اس مقام میں امام نووی کا پورا کلام نقل کیا جاتا ہے تاکہ اس سے ناظرین کو قادیانی کے کذب کا یقین ہو۔امام نووی نے شرح مسلم جلد دوم کے صفحہ ۹۰ میں کہا ہے

قا ل الما زر ی ہذا الفظ وقع لا یلیق ظا ہرہ با لعباس و حا ش لعلی ان یکو ن فیہ بعض ہذہ الاو صا ف فضلاً عن کلھا و لسنا نقطع با لعصمة الا للنبی ﷺ ولمن شھد لہ بھا لکنا ما مورو ن بحسن الظن با لصحا بة و نفی کل ر ذیلہ عنھم ۔ و اذا انسدت طرق تا ویلھا ، نسبنا الکذ ب الی رواتھا قا ل و قد حمل ہذا المعنی بعض الناس علی ان ازال ہذہ للفظة من نسختہ تو ر عا عن اثبا ت مثل ہذا و لعلہ حمل الو ھم علی روا تہ قال الما زری و اذا کا ن ہذا للفظ لا بد من اثبا تہ و لم نصف الو ھم الی رواتہ فا جود ما حمل علیہ انہ صدر من العباس علی جھة ا لا دلا ل علی ا بن اخیہ لا نہ بمنز لة ابنہ و قا ل ما لا یعتقدہ و ما یعلم براۃ ذمة ابن اخیہ منہ و ما .. قصد بذ لک ردعہ عما یعتقد انہ مخطی فیہ و ان ہذا الاو صا ف یتصف بھا لو کا ن یفعل ما یفعلہ عن قصد و ان علیا کالایرا ھا ا لا مو جبة لذا لک فی اعتقا دہ و ہذا کما یقول الما لکی شارب النبیذ نا قص الدین و الحنفی یعتقد انہ لیس بنا قص فکل وا حد بحق فی اعتقا دہ و لا بد من ہذا التا ویل لا ن ہذہ القضیة جر ت فی مجلس فیہ عمر و ھو الخلیفہ و عثما ن و سعد و زبیر و عبد الر حمن و لم ینکر احد منھم ہذا الکلام مع تشدد ھم فی انکار المنکر و ما ذا لک ا لا لا نھم فھمو بقرینة الحا ل انہ تکلم بما لا یعتقد ظا ہرہ مبا لغة فی الز جر قا ل الما ز ری و کذا لک قو ل عمر انکما جئتما ابا بکر فر ایتماہ کا ذباً آ ثماً غا دراً خا نیاً و کذا لک ذکر عن نفسہ انھما را یاہ کذا لک و تا ویل ہذا علی نحو ما سبق و ھو ان المراد انکما تعتقدان ان الوا جب ان نفعل فی ہذہ القضیة خلاف ما فعلتہ انا و ابو بکر فنحن علی مقتضی رئیکما لو اتینا و نحن معتقدا ن ما تعتقد انہ لکنا بھذہ ا لا و صاف ۔

کہ ما زری نے کہا کہ یہ ایسا لفظ واقع ہوا ہے جو بظاہر معنے حضرت عباس کے

مناسب حال نہیں ہے کیونکہ حضرت علی کی شان اس سے پاک ہے کہ یہ اوصاف ان میں ہوں ۔ اور ہم کو بجز نبی ﷺ کے، یا اس شخص کے جس کے حق میں نبی ﷺ نے شہادت دی ہو، کسی کے معصوم ہونے کا یقین نہیں ۔ ولیکن ہم تمام صحابہ کے حق میں حسن ظن رکھنے اور ان کی نسبت برے خصائل کی نفی کرنے پر مامور ہیں، جب باب تاویل بالکل بند ہو جائے تو ہم راوی کی طرف کذب کو منسوب کریں گے۔ بعض لوگوں نے اس لفظ کے یہی معنی (ظاہری) سمجھے تو اپنے نسخہ سے ان الفاظ کو کاٹ دیا۔ شائد اس نے یہ سمجھا ہو کہ ان الفاظ کے بیان میں راوی کو وہم ہو گیا ہے ۔ مازری نے کہا ہے کہ جب کہ اس لفظ کا صحیح رکھنا ضروری ہے اور ہم راوی کو وہم سے موصوف نہیں کرتے، تو اس کی عمدہ تاویل یہ ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی کو اپنا بھتیجا بمنزلہ فرزند سمجھ کر یہ الفاظ زبان سے کہہ دیئے ہیں ۔ مگر ان کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ حضرت علی ایسے ہیں ۔ شائد ان کا مقصود (ان الفاظ سے) یہ تھا کہ حضرت علی اس خیال سے رک جائیں جس خیال میں وہ حضرت عباس کے نزدیک خطا پر تھے ۔ اور یہ مقصود تھا کہ اگر حضرت علی دیدہ دانستہ وہ خطا کرتے ہیں تو ویسے ہیں ۔ گو حضرت علی اپنے خیال میں ایسے نہ تھے ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی مالکی مذہب والا، شیرہ انگور یا کھجور پینے والے کو ناقص الدین کہے، جس کو حنفی اپنے خیال میں ناقص الدین نہیں سمجھتا ۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک شخص اپنے خیال میں حق پر ہے ۔ یہ تاویل ضروری ہے کیونکہ یہ مقدمہ حضرت عمر، جو خلیفہ وقت تھے، اور حضرت عثمان و زبیر و عبدالرحمٰن کے سامنے پیش ہوا، ان میں سے کسی نے ان الفاظ پر انکار ظاہر نہ فرمایا، باوجودیکہ بری بات پر انکار کرنے میں ان کو تشدد تھا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بقرینہ حال یہ سمجھا کہ وہ ایسے الفاظ بولتے ہیں جن کے ظاہری معنے مراد نہیں لیتے ۔ مازری نے کہا ایسا ہی (یعنی اسی معنے سے) حضرت عمر کا ان دونوں (حضرت علی وحضرت عباس) کو یہ کہنا ہے کہ تم ابوبکر کے پاس آئے تو تم نے ان کو کاذب، گنہگار، غادر اور خائن سمجھا، ایسا ہی اپنی نسبت ان کا خیال بیان کیا ۔ اس کے معنی بنا بر تاویل مذکورہ بالا یہی ہیں کہ تم جب کہ یہ سمجھ رہے ہو کہ معاملہ اراضی متنازعہ فیہا میں واجبی امر وہ تھا جو تمہارا خیال ہے تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ ہم تمہارے خیال میں کاذب و غادر و خائن ہیں .

اس کلام نووی کو دیکھ کر ناظرین داد انصاف دیں کہ امام نووی نے ان الفاظ کو راوی کا کذب قرار دیا ہے یا ان کی تاویل کر کے ان الفاظ کو صحیح و ثابت ٹھہرایا ہے۔

☆ مولانا بٹالوی اپنی گذارشات کا اختتام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ہم نے تحریر ہشتم قادیانی کے اقوال کا اول سے نہم تک بطور تمثیل کذب و دھوکہ ظاہر کیا ہے۔اس تفصیل سے مرزا قادیانی کا کذاب و دھوکہ باز ہونا بخوبی ثابت ہو گیا ہے اور اس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے کہ آئندہ اقوال میں بھی اس نے اسی کذب و دھوکہ بازی سے کام لیا ہوگا۔

اور ناظرین غور کریں کہ جس شخص کو اس کا مقابل و مبارز چتھاڑے یا پچھاڑے، وہ پھر اس کے مقابلہ کا مدعی ہو، تو اس کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر پھر اس نے چتھاڑا، یا پچھاڑا تو اس وقت اسے مزید لوگوں کے سامنے (جو پہلے حاضر نہ تھے) ذلت اٹھانی پڑے گی مگر یہ خیال اور دور اندیشی اسی شخص کو ہوتی ہے جو کچھ حیا رکھتا ہو۔ اور جن کو نہ خوف آخرت ہو اور نہ ننگ و حیاء دنیا۔ وہ سو دفعہ لتاڑ اور چتھاڑ کھاتے ہیں اور پھر مقابلے کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم نے بہت لوگ ایسے دیکھے ہیں جو مار کھائے جاتے ہیں اور مارنے والے کو کہتے جاتے ہیں کہ یک دفعہ پھر مار اور دیکھ تماشا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ان من ما ادرك الناس من كلام النبوة ا لاولى اذا لم تستحيي فا صنع ما شئت جس کا خلاصہ یہ مصرعہ ہے

بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

اب اگر کوئی پوچھے کہ اس کا مصداق کون ہے تو وہ مرزا صاحب کا اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء ملاحظہ کرنے کے علاوہ انہی کے ایماء پر جاری ہونے والہ ان کے مریدوں کا درج ذیل اشتہار دیکھے جو حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر اور منشی عبدالحق اکونٹنٹ وغیرہ کی طرف سے جاری ہوا اور ضمیمہ ریاض ہند ۲۲۔ اگست ۱۸۹۱ء کے صفحہ اول پر شائع ہوا۔

لاہور سے ایک خط

بنام مولوی محمد لکھو کے، مولوی عبد الرحمٰن لکھو کے، مولوی عبید اللہ بنتی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی غلام دستگیر قصوری، مولوی عبد الجبار غزنوی، مولوی سید نذیر حسین دہلوی، مولوی عبد العزیز لدھیانوی، مولوی احمد اللہ امرتسری، مولوی محمد سعید بنارسی وغیرہ

مرزا غلام احمد قادیانی نے جو دعاوی حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کی موت اور خود مسیح موعود ہونے کی نسبت کئے ہیں، آپ سے مخفی نہیں۔ ہم لوگوں نے جن کی طرف سے یہ درخواست ہے اپنی تسلی کے لئے خصوصاً اور عامہ اہل اسلام کے فائدہ کے لئے عموماً کمال نیک نیتی سے بڑی جدو جہد کے بعد ابوسعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مولوی حکیم نور دین صاحب کے ساتھ مرزا صاحب کے دعاوی پر گفتگو کے لئے مجبور کیا (طنبورہ من چی می سرائد؟ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ آپ کا اس میں دخل ہی نہ تھا، آپ تو محض تماشائی تھے۔ بلانے والے کہتے ہیں کہ حکیم صاحب کو ان ہی سے مباحثہ کے لئے بلایا گیا۔ اور محمد حسین کو مجبور کر کے بڑی کاوش کے بعد میدان میں لایا گیا۔ یعنی اصل شخص اس میں محمد حسین ہے۔ اور پھر یہ ہوا کہ جب بحث شروع ہوئی تو حکیم صاحب اسے ناتمام چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور اس واقعہ کے دو تین روز بعد پھر لاہور تشریف لائے لیکن مباحثہ کا نام تک نہ لیا۔ بہاء) مگر نہایت ہی حیرت ہے کہ ہماری بدقسمتی سے ہمارے منشاء اور مدعا کے خلاف مولوی ابوسعید صاحب نے مرزا صاحب کے دعووں سے جو اصل مضمون تھا، قطع نظر کر کے غیر مفید امور پر بحث شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ متر ددین کے شبہات کو اور تقویت ہوگئی اور حیرت میں مبتلا ہو گئے۔ اس کے بعد لدھیانہ میں مولوی ابوسعید صاحب کو خود مرزا صاحب سے بحث کرنے کا اتفاق ہوا۔ تیراں روز گفتگو ہوتی رہی۔ اس کا نتیجہ بھی ہمارے خیال میں وہی ہوا جو لاہور کی بحث سے ہوا تھا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ مضر۔ کیونکہ مولوی صاحب اس دفعہ بھی مرزا صاحب کے اصل دعاوی کی طرف نہ گئے ...لہٰذا ہم سب لوگ آپ کی خدمت میں نہایت مؤدبانہ اور محض بنظر خیر خواہی برادران اسلام درخواست کرتے ہیں کہ آپ اس فتنہ وفساد کے وقت میدان میں نکلیں..

اور خدا کے واسطے مرزا صاحب کے ساتھ ان کے دعاوی پر بحث کر کے مسلمانوں کو ورطہء تذبذب سے نکالنے کی سعی فرما کر عندالناس مشکور عنداللہ ماجور ہوں۔

(مجموعہ اشتہارات مرزا قادیانی۔ج اول ص ۲۷۹۔۲۸۱)

مرزائی رسالہ الحق کے جولائی، اگست، ستمبر ۱۸۹۱ء کے شمارہ میں مباحثہ لدھیانہ کے پرچے شائع ہوئے۔اس میں انٹروڈکشن کے عنوان سے مرزا صاحب کے دست راست عبدالکریم سیالکوٹی نے لکھا ہے۔

مرزا صاحب نے اپنے دعاوی کی طرف کافتہ الناس کو بلایا۔ اور اہل پنجاب سے بٹالہ کے شیخوں میں کے ایک بزرگ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اس دعوت کی تردید کے لئے کھڑے ہوئے .... (مرزا کے مخالفین نے) کسی حامی ومعاون کی تلاش مشتاقانہ میں نگاہیں چاروں طرف دوڑا رکھی تھیں۔مولوی محمد حسین کے وجود میں انہیں مغتنم حامی اور عزیز حریف مقابل نظر آیا (انہوں نے) مولوی محمد حسین کو امید وبیم کا مرجع قرار دیا۔ پنجاب کے اکثر مساجد نشین علماء نے بڑے فخر سے ہمارے بٹالوی مولوی صاحب کو اپنا وکیل مطلق قرار دیا۔سب سے پہلے لاہور کی ایک برگزیدہ جماعت نے جنہوں نے اب تک اپنی عملی زندگی سے ثبوت دیا ہے کہ وہ اسلام کے سچے خیر خواہ اور حق پسند اور حق بین لوگ ہیں، مولوی نورالدین صاحب کو... بڑے اصرار والحاح سے لاہور بلایا کہ وہ انہیں ان مسائل مشکلہ کی کیفیت پر آگاہ کریں۔مولوی نورالدین کی تشریف آوری پر تبعاً وہ اس طرف متوجہ ہوئے کہ مولوی ابوسعید صاحب کو جو ان دعاوی کے بطلان کے مدعی ہیں، ان کے مقابل کھڑا کر کے جانبین کے اسلامیانہ مباحثہ اور صحابیانہ طرز مناظرہ سے حق دائر کو پالیں ......مگر افسوس جناب مولوی ابوسعید صاحب نے صحابہ کے طرز مناظرہ کا ثبوت نہ دیا...اور معاملہ جوں کا توں رہ گیا.....اس کے بعد مرزا صاحب کے دعاوی کی تائید میں کتابیں اور رسالے یکے بعد دیگرے شائع ہونے شروع ہوئے اور فوج فوج لوگ اس سلسلہ میں داخل ہونے لگے ....(کچھ لوگوں) کے شرم دلانے سے مولوی صاحب نے پھر کروٹ لی۔اور آخر کار وہ زوردار دھکوں سے کرہاً لودیانہ پہنچائے گئے اور اس مباحثہ کی بنا پڑنے لگی۔ (الحق مباحثہ لدھیانہ، اشاعت دوم، ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۲ تا ۷ ملخصاً)

☆ اس تحریر میں اس بات کا اقرار ہے کہ حافظ یوسف وغیرہ نے خود حکیم نورالدین کا مباحثہ محمد حسین سے کرایا تھا۔ اور اس مجمع میں مولانا محمد حسین محض تماشائی نہ تھے، جیسا کہ مرزا صاحب کا کہنا ہے۔

☆ اس تحریر میں حافظ یوسف وغیرہ کو حق پسند کہا گیا ہے۔ اور وہ مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے مرزا صاحب کے خلاف ایک کتاب بھی لکھی۔

☆ دوست محمد قادیانی اوپر بتا چکا ہے کہ مولانا محمد حسین نے خود لدھیانہ جا کر مرزا قادیانی کو للکارا تھا، اور یہاں مولوی عبدالکریم فرماتے ہیں کہ مولوی محمد حسین کو ان کی مرضی کے خلاف اور بڑی مشکل کے ساتھ مرزا صاحب کے مقابلے میں کھڑا کیا گیا۔

لائے ہیں کوئے یار سے دوست خبر الگ الگ

☆ مباحثہ لاہور (اپریل ۱۸۹۱ء میں ہوا) اور مباحثہ لدھیانہ (جولائی ۱۸۹۱ء میں ہوا) کے درمیانی عرصہ میں مرزا صاحب کی کون کون سی کتاب شائع ہوئی ہے؟ جب کہ عبدالکریم نے اپنی تحریر میں کتابوں کے شائع ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور لفظ فوجیں تو شائد عبدالکریم نے ان لوگوں کی زبان مستعار لے کر استعمال کیا گیا ہے جو اکیلے کو سوا لاکھ بتایا کرتے ہیں، کیونکہ مرزائیوں کی تعداد تو اس واقعہ کے دو سال بعد بھی چار سو سے زائد نہ تھی۔

مباحثہ میں مرزا صاحب نے آخری پرچہ مخالفین کو نہیں دیا۔ اپنے پاس ہی رکھ لیا اور اس میں چیلنج دیا کہ ۴۰ دن میں روحانی نشان دکھاؤ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ علمی بحث سے میں عاجز آ گیا ہوں۔ اور مولوی محمد حسین کو روحانی نشانات اور الہام کا دعوی ہی نہیں تھا وہ کیوں نشان دکھائیں؟ اور جب مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نے مرزا صاحب کو ان کے چیلنج کے جواب میں روحانی نشان کے لئے دعوت مقابلہ دی تو ہماری کتاب کے حصہ اول کے ناظرین جانتے ہیں کہ مرزا صاحب بل میں گھس گئے تھے۔

مرزا صاحب نے اس آخری پرچے میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں محمد حسین کے ساتھ پھر بحث کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اس کے دو ماہ بعد جب دہلی میں مولانا بٹالوی نے انہیں دعوت مباحثہ دی تو مرزا صاحب نے فرمایا کہ میں نہ حضرت بٹالوی سے مباحثہ کروں گا اور نہ ایسی مجلس میں کسی اور کے ساتھ بھی مباحثہ نہیں کروں گا جس میں حضرت بٹالوی موجود ہوں

فتوی تکفیر قادیانی

۱۸۹۲ء

مباحثہ لدھیانہ کے بعد فتوی تکفیر مرزا تیار ہونا شروع ہوا، اور برصغیر کے معروف علماء کے دستخط کروانے میں اس پر ایک عرصہ صرف ہونے کے بعد ۱۸۹۲ء میں اسے جاری کیا گیا۔فتوی کی تیاری کے دوران مرزا صاحب سے دہلی میں مولوی محمد بشیر سہسوانی کا مباحثہ ہوا۔اور دیگر مقامات پر بھی انہیں سمجھانے کی کوشش کی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر وہ اپنے فاسد عقائد سے رجوع کر لیں تو اس فتوی کو جاری کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ ان تفصیلات سے صرف نظر کر کے ہم ذیل میں استفتا پیش کرتے ہیں جو حضرت بٹالوی نے تیار کیا تھا، اور اس کے بعد جواب استفتاء نقل کریں گے جو سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی نے دیا۔اجراء کے بعد یہ فتوی اشاعۃ السنۃ کی جلد ۱۳ میں شائع ہوا تھا۔

استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً و مسلماً

سوال۔ علمائے حفظہ دین و حماۃ شرع رسول امین، میرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے حواریوں اور ہم مشربوں کے حق میں کیا فرماتے ہیں جن کے عقائد و مقالات یہ ہیں جو ان کی تصنیفات و تحریرات سے نقل کئے جاتے ہیں اور مزید تحقیق و تصدیق کی غرض سے ان کی اصل تصنیفات و تحریرات بھی شامل سوال ہیں (جہاں سائل خود پہنچا، وہاں اصل تصنیفات قادیانی اور ان کے حواریوں کی ساتھ لے گیا۔اور ان مضامین کو اصل تصنیفات میں دکھا دیا۔بعض جگہ ان سوالات کو بذریعہ ڈاک بھیجا تو وہاں بھی اصل تصنیفات قادیانی کو بھیجا گیا۔محمد حسین)

☆ ا۔ ملائکہ ستاروں کی ارواح ہیں۔ وہ ستاروں کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں۔

لہذا وہ ان ستاروں سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔

☆ ۲۔ جبریل جس کا سورج سے تعلق ہے، وہ بذات خود اور حقیقۃً زمین پر نہیں اترتا۔ اس کا نزول جو شرع میں وارد ہے اس سے اس کی تاثیر کا نزول مراد ہے۔ اور جو صورت جبریل وغیرہ فرشتوں کی انبیاء دیکھتے تھے، وہ جبریل وغیرہ کی عکسی تصویر تھی جو انبیاء کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی، جیسے آئینہ میں دیکھنے والے کی صورت متمثل ہو جاتی ہے۔

☆ ۳۔ ملک الموت بھی بذات خود زمین پر اتر کر قبض ارواح نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی تاثیر سے قبض ارواح ہوتا ہے۔

☆ ۴۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، نجوم کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔

☆ ۵۔ روح القدس، روح الامین، شدید القوی، ذوا لافق الاعلی، جن کا شرع میں ذکر وارد ہے، وہ انسان ہی کی ایک صفت ہے، جو خدا کی محبت اور اس کے محبوب انسان کی محبت کے باہم ملنے سے متولد ہوتی ہے۔

☆ ۶۔ ان دونوں محبتوں اور انکے متولد نتیجہ (روح القدس) کا مجموعہ پاک تثلیث ہے۔

☆ ۷۔ آپ (مرزا) کو اور حضرت مسیح بن مریم کو استعارہ کے طور پر ابن اللہ کہہ سکتے ہیں

(یہ عقائد نمبر اول لغایت ہفتم مرزا قادیانی کے رسالہ توضیح مرام میں موجود ہیں جو بہ ترتیب رسالہ توضیح، نہ بہ ترتیب عقائد مندرجہ سوال، نقل کئے جاتے ہیں۔

اس (توضیح مرام) کے صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے کہ

> اگر یہ استفسار ہو کہ جس خاصیت اور قوت روحانی میں یہ عاجز اور مسیح بن مریم مشابہت رکھتے ہیں، وہ کیا شئے ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک مجموعی خاصیت ہے جو ہم دونوں کے روحانی قوائے میں ایک خاص طور پر رکھی گئی ہے، جس کے سلسلہ کی ایک طرف نیچے کو اور ایک طرف اوپر کو جاتی ہے۔ نیچے کی طرف سے مراد وہ اعلی درجہ کی دل سوزی اور غم خواری خلق اللہ ہے جو داعی الی اللہ اور اس کے مستعد شاگردوں میں ایک نہایت مضبوط تعلق اور جوڑ بخش کر نورانی قوت کو جو داعی الی اللہ کے نفس پاک میں موجود ہے، ان تمام سرسبز شاخوں میں پھیلاتی ہے۔ اوپر کی طرف سے مراد وہ اعلی درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے، جو اول بندہ کے دل میں بارادہ الٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہے ایک مستحکم رشتہ اور شدید مواصلت خالق اور مخلوق

میں پیدا ہوکر الٰہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے، ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔ سو اس درجہ کے انسان کی روحانی پیدائش اس وقت سمجھی جاتی ہے جب کہ خدا تعالی اپنے ارادہ خاص سے اس میں اس طور کی محبت پیدا کر دیتا ہے اور اس مرتبے کی محبت میں بطور استعارہ یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ خدا تعالی کی محبت سے بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو بارادہ الٰہی اب محبت سے بھر گئی ہے، ایک نیا تولد بخشتی ہے۔ اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالی کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کیلئے ضروری ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے۔

اور اس (توضیح المرام) کے صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے

۔ اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں، کیونکہ یہ ایک تاریکی سے امن بخشتی ہے۔ اور ہر یک غبار سے خالی ہے اور اس کا نام شدید القوی بھی ہے۔ کیونکہ یہ اعلی درجہ کی طاقت وحی ہے جس سے قوی تر وحی متصور نہیں۔ اور اس کا نام ذوا لافق الاعلی بھی ہے، کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے۔

اور اس کے صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے ۔ مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

اور اس کے صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے

۔ اس جگہ اس بات کا بیان کرنا بھی بے موقع نہ ہوگا کہ جو کچھ ہم نے روح القدس اور روح الامین وغیرہ کی تعبیر کی ہے، یہ درحقیقت ان عقائد سے جو اہل اسلام ملائک کی نسبت رکھتے ہیں منافی نہیں ہے۔ کیونکہ محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح زمین پر اترتے ہیں اور یہ خیال بہ بداہت عقل بھی باطل ہے۔ مثلاً فرشتہ ملک الموت جو ایک سیکنڈ میں ہزارہا لوگوں کی جانیں نکالتا ہے، جو مختلف بلاد وامصار میں ایک دوسرے سے ہزاروں کوسوں کے فاصلے پر رہتے ہیں، اگر ہر ایک کے لئے اس بات کا

محتاج ہو کہ اول پیروں (پاؤں) سے چل کر اس کے ملک اور شہر اور گھر میں جاوے اور پھر اتنی مشقت کے بعد جان نکالنے کا اس کو موقع ملے تو ایک سیکنڈ کیا، اتنی بڑی کارگذاری کے لئے تو کئی مہینوں کی مہلت بھی کافی نہیں ہوسکتی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص انسانوں کی طرح حرکت کر کے ایک طرفۃ العین میں یا اس کے کم عرصہ میں تمام جہان گھوم کر چلا آوے۔ ہرگز نہیں.

اور اس توضیح مرام کے صفحہ ۳۲۔۳۳ میں ہے

. پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اس کی گرمی اور روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے، اسی طرح روحانیات سماویہ، خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں، یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق، ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں، یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا ان کو لقب دیں، درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے .... جیسے ہمارے اجسام اور ہماری تمام ظاہری قوتوں پر آفتاب اور ماہتاب اور دیگر سیاروں کا اثر ہے۔ ایسا ہی ہمارے دل اور دماغ اور ہماری روحانی قوتوں پر یہ سب ملائک ہماری مختلف استعدادوں کے موافق اپنا اپنا اثر ڈال رہے ہیں.

اور اس (توضیح المرام) کے صفحہ ۳۸ میں ہے

. اگر ان نفوس طیبہ کا ان ستاروں سے الگ ہونا فرض کر لیا جائے تو پھر ان کے تمام قوای میں فرق پڑ جائے گا۔ انہی نفوس کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے باقی تمام ستارے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں اور جیسے خدا تعالیٰ تمام عالم کے لئے بطور جان کے ہے، ایسا ہی (مگر اس جگہ تشبیہ کامل مراد نہیں) وہ نفوس نورانیہ، کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں۔ اور ان کے جدا ہو جانے سے ان کی حالت وجودیہ میں بکلی فساد راہ پا جانا لازمی وضروری امر ہے۔ اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمانوں میں سیارات پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل وتربیت کے لئے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں ..... . تمام نباتات جمادات اور حیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے .

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۴۰ میں ہے

. قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبوں کے متعلق ایک روح رکھتے ہیں، جن کو نفوس کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں۔ اور جیسے کواکب اور سیاروں میں

باعتبار ان کے قالبوں کے، طرح طرح کے خواص پائے جاتے ہیں، جو زمین کی ہر ایک چیز پر حسب استعداد اثر ڈال رہے ہیں، ایسا ہی ان کے نفوس نورانیہ میں بھی انواع اقسام کے خواص ہیں جو باذن حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن پر اپنا اثر ڈالتے ہیں اور یہی نفوس نورانیہ کامل بندوں پر بشکل جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں اور بشری صورت سے متمثل ہو کر دکھائی دیتے ہیں .

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۶۷ میں ہے

جس قدر ارواح واجسام اپنے کمالات مطلوبہ تک پہنچتے ہیں ان سب پر تاثیرات سماویہ کام کر رہی ہیں ۔ اور کبھی ایک ہی فرشتہ مختلف طور پر اثر ڈالتا ہے ۔ مثلاً جبرائیل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہائت روشن نیر سے تعلق رکھتا ہے ، اس کو کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں، انہی خدمات کے موافق جو اس کے نیر سے لئے جاتے ہیں، سو وہ فرشتہ اگرچہ ہر ایک ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہیے) لیکن اس کے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظروف کے لحاظ سے چھوٹی چھوٹی اور بڑی بڑی شکلوں پر تقسیم ہو جاتا ہے ۔

اور اس (توضیح المرام) کے صفحہ ۷۰ میں ہے

. اس وقت میں کہ جب انسان بوجہ اقتران محبتین روح القدس کی نالی کے قریب اپنے تئیں رکھ دیتا ہے، معاً اس نالی میں سے فیض وحی اس کے اندر گر جاتا ہے، یا یوں کہو کہ اس وقت جبرائیل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل میں ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اس کے اندر لکھ دیتا ہے، تب جیسے اس فرشتے کا جو آسمان پر مستقر ہے جبریل نام ہے اس عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہو جاتا ہے ۔ یا مثلاً اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے ۔ سو یہ نہیں کہ فرشتہ انسان کے اندر گھس آتا ہے، بلکہ اس کا عکس انسان کے آئینہ قلب میں نمودار ہو جاتا ہے ۔ مثلاً جب تم نہائت مصفی آئینہ اپنے منہ کے سامنے رکھ دو گے تو موافق دائرہ اور مقدار اس آئینہ کے تمہاری شکل کا عکس بلا توقف اس میں پڑے گا ۔ یہ نہیں کہ تمہارا منہ اور تمہارا سر گردن سے ٹوٹ کر اور الگ ہو کر آئینہ میں رکھ دیا جائے گا ۔ بلکہ اس جگہ رہے گا جہاں رہنا چاہیے ۔ صرف اس کا عکس پڑے گا، بلکہ جیسی جیسی وسعت آئینہ قلب کی ہو گی

اسی مقدار کے موافق اثر پڑے گا۔ مثلاً اگر تم اپنا چہرہ آرسی کے شیشہ میں دیکھنا چاہو کہ جو ایک چھوٹا سا شیشہ ایک قسم کا انگشتری میں لگا ہوتا ہے تو اگر چہ اس میں بھی تمام چہرہ نظر آئے گا۔ مگر ہر ایک عضو اپنی اصلی مقدار سے نہائت چھوٹا ہو کر نظر آئے گا، لیکن اگر تم اپنے چہرہ کو ایک بڑے آئینہ میں دیکھنا چاہو جو تمہاری شکل کے پورے انعکاس کے لئے کافی ہے تو تمہارے تمام نقوش اور اعضا چہرے کے اپنے اصلی مقدار پر نظر آجائیں گے .

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۷۹ میں ہے

. جب جبرائیل نور خدا تعالی کی کشش اور تحریک اور نفخہء نورانیہ سے جنبش میں آجاتا ہے تو معاً اس کی ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا چاہیے، محبّ صادق کے دل میں منقش ہو جاتی ہے۔ اور اس کی محبت صادقہ کا ایک عرض لازم ٹھہر جاتی ہے۔ تب یہ قوت خداتعالی کی آواز سننے کے لئے کان کا فائدہ بخشتی ہے اور اس کے عجائبات کے دیکھنے کے لئے آنکھوں کے قائم مقام ہو جاتی ہے اور اس کے الہامات زبان پر جاری ہونے کے لئے ایک ایسی محرک حرارت کا کام دیتی ہے جو زبان کے پہیے کو زور کے ساتھ الہامی خط پر چلاتی ہے .

اور اس توضیح المرام صفحہ ۸۴ میں لکھا ہے

. اس جگہ میں ان لوگوں کا وہم بھی دور کرنا چاہتا ہوں جو ان شکوک وشبہات میں مبتلاء ہیں جو اولیاء اور انبیاء کے الہامات اور مکاشفات کو دوسرے لوگوں کی نسبت کیا خصوصیت ہو سکتی ہے کیونکہ اگر نبیوں اور ولیوں پر امور غیبیہ کھلتے ہیں تو دوسرے لوگوں پر بھی کبھی کبھی کھل جاتے ہیں بلکہ فاسقوں اور غایت درجہ کے بدکاروں کو بھی سچی خوابیں آجاتی ہیں، اور بعض پرلے درجے کے بدمعاش اور شریر آدمی اپنے ایسے مکاشفات بیان کیا کرتے ہیں کہ آخر وہ سچے نکلتے ہیں۔ پس جب کہ ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے تئیں نبی یا کسی اور خاص درجے کے آدمی تصور کرتے ہیں، ایسے ایسے بدچلن آدمی بھی شریک ہیں جو بدچلنیوں اور بدمعاشیوں میں چھٹے ہوئے اور شہرہ آفاق ہیں تو نبیوں اور ولیوں کی کیا فضیلت باقی رہی۔ سو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ درحقیقت یہ سوال جس قدر اپنی اصل کیفیت رکھتا ہے وہ سب درست اور صحیح ہے۔ اور جبریلی نور کا چھیالیسواں حصہ تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے جس سے کوئی فاسق اور فاجر اور پرلے درجہ کا بدکار بھی باہر نہیں، بلکہ میں یہاں تک مانتا ہوں کہ تجربہ میں آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہائت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریوں کے گروہ میں سے ہے۔ جس کی تمام جوانی بدکاری میں ہی

گذری ہے، کبھی سچی خواب دیکھ لیتی ہے اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی ایسی رات بھی کہ جب وہ بادہ بسر آشنا بہ بر کا مصداق ہوتی ہے کوئی خواب دیکھ لیتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ جبریلی نور جو آفتاب کی طرح، جو اس کا ہیڈکوارٹر ہے، تمام معمورہء عالم پر حسب استعداد ان کے اثر ڈال رہا ہے اور کوئی نفس بشر دنیا میں ایسا نہیں کہ بالکل تاریک ہو، کم سے کم ایک ذرہ سی محبت وطن اصلی اور محبوب اصلی کی ادنی سے ادنی سرشت میں بھی ہے اس صورت میں نہائت ضروری تھا کہ تمام بنی آدم پر یہاں تک کہ ان کے مجانین پر بھی کسی قدر جبرائیل کا اثر ہوتا اور فی الواقع ہے بھی .

ان عبارات سے جیسے عقائد میرزائی کی از نمبر ایک لغائت سات تصدیق ہوئی، ویسی ہی یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ آپ کے نزدیک نبوت اور وحی کی وہی حقیقت ہے جو نیچریوں اور برہم سماج والوں نے بیان کی ہے کہ نبوت ایک نیچرل امر ہے جس سے کوئی فرد خالی نہیں، یہاں تک کہ ناچنے والی کسبی (رنڈی) بھی اس سے محروم نہیں، اور وحی لانے والا فرشتہ باہر سے نہیں آتا بلکہ صاحب وحی کے دل و دماغ ہی سے وہ پیدا ہوتا ہے اور جبریل یا روح القدس اسی کی ایک صفت کا نام ہے۔ وعلی ہذا القیاس)

☆ ۸۔ آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) ایک معنی سے نبی ہیں کیونکہ آپ محدث ہیں جن سے خداتعالی باتیں کرتا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ ختم نبوت کا جو قرآن میں ذکر ہے تو اس سے ایسی نبوت مراد ہے جو حامل وحی شریعت اور جمیع اقسام وحی کی جامع ہو نہ مطلق نبوت۔

(توضیح مرام میں صفحہ ۱۷ سے ۲۰ تک کہا ہے

. اس جگہ اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہیے کیونکہ مسیح نبی تھا، تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولا نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی، بلکہ صاف طور یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا، اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں۔ ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خداتعالی کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے۔ اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہے، کیونکہ وہ خداتعالی سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی طرح اس کی وحی

کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے۔ اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں باآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔

اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے، بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے، مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا نبوت تامہ نہیں بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کی اقتداء سے ملتی ہے جو مستجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے یعنی ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ ﷺ فاعلم ارشد ک اللہ تعالیٰ ان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوۃ و قد قال رسول اللہ ﷺ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ای لم یبق من انواع النبوۃ الا نوع واحد و ھی المبشرات من اقسام الرئیا الصادقہ و المکاشفات الصحیحہ و الوحی الذی ینزل علی خواص الاولیاء و النور الذی یتجلی علی قلوب قوم مرجع فانظر ایھا الناقد البصیر الفھیم من ہذا سد باب النبوۃ علی وجھہ کلی بل الحدیث یدل علی ان النبوۃ التامۃ الحاملۃ لوحی الشریعۃ قد انقطعت و لکن النبوۃ التی لیس فیھا الا المبشرات فھی باقیۃ الی یوم القیامۃ و اما النبوۃ (ان مقامات میں آپ کی عربی دانی ثابت ہوتی ہے۔ پہلی جگہ ہذا معرفہ کی صفت جملہ نکرہ۔ سد باب النبوۃ لائے ہیں۔ اور اگر یہ جملہ صلہ ہے تو اس کا موصول الذی ندارد ہے۔ دوسری جگہ صلہ موصول کا ندارد ہے۔ حق عبارت یہ تھا و اما النبوۃ التی ھی تامۃ جس شخص کا عربیت میں یہ مبلغ علم ہوگا وہ قرآن وحدیث سے کیا استخراج دقائق ومعارف کرے گا۔ اگر کہو کہ الہام وعلم لدنی اس کا مددگار ہوگا تو کہا جائے گا کہ وہ الہام علم لدنی صحت الفاظ میں کیوں اس کا مددگار نہ ہوا۔ اور ایسی فاش غلطیوں سے اس کو کیوں نہ بچا سکا)

التی تا مۃ کا ملۃ جا معۃ لجمیع کما لا ت الو حی فقد آ منا با نقطاعھا من یو م نز ل فیہ و ما کا ن محمد ابااحد من ر جا لکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین ۔

اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۲ میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں

. ہاں یہ سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے ہی بیان کیا گیا ہے مگر اس کو امتی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے ...۔ اب ان تمام اشارات سے صاف ظا ہر ہے کہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کے صفت سے متصف نہیں ہو گا ۔ ہاں نبوت نا قصہ اس میں پائی جائے گی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے ۔ سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایہ جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے ۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے ۔ اس لئے خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی .

اس عبارت میں تو آپ نے اپنے آپ کو کھلا نبی کہہ دیا ہے ۔

اب اس سے بڑھ کر سنئے، رسالہ ازالہ اوہام آپ نے چھپوایا تو اسی کے سرورق پر صاف لکھوا دیا ہے

. ازتصانیف مرسل یزدانی مرزا غلام احمد قادیانی .

اس میں تو آپ نے رسالت کا بھی دعوی کیا ہے ۔ اور یہ بتا دیا کہ آپ خدا کے رسول بھی ہیں اس صورت میں آپ کا شعر من نیسم رسول و نیاوردہ ام کتاب (یعنی) دعوی رسالت سے انکار کرنا صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے، درحقیقت آپ کو رسالت کا دعوی بھی ہے، شائد چند مدت کے بعد کسی کتاب آسمانی کا بھی ادعا ہو ۔ اس سے بھی اور بڑھ کر سنئے ۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں اپنے رسول مبشر بزبان حضرت عیسی ہونے کا دعوی کیا ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ قرآن کی آیت و مبشراْ برسول یا تی من بعدی اسمہ احمد میں آپ ہی کی بشارت مراد ہے، نہ محمد رسول اللہ کی ۔ اصل عبارت ازالہ اوہام کی آگے چل کر منقول ہو گی)

☆ ۹ ۔ آنیوالے مسیح ابن مریم جن کی بشارت حدیثوں میں وارد ہے اور اہل اسلام کو ان کا انتظار تھا وہ آپ ہی ہیں، نہ عیسی بن مریم اسرائیلی ۔ کیونکہ وہ صلیب پر چڑھایا گیا اور

بعد اس کے وہ فوت ہو کر بہشت میں داخل ہو گیا ہے۔لہذا اب وہ دنیا میں نہیں آ سکتا۔

(فتح الاسلام کے صفحہ ۱۰ میں ہے

. شکر کرو اور شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے اور بے شمار روحیں اس کے شوق ہی میں سفر کر گئیں۔ وہ وقت تم نے پا لیا ...میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا، تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے .

اور اس (فتح الاسلام) کے صفحہ ۱۵ کے حاشیہ میں ہے

. مسیح جو آنے والہ تھا یہی ہے، چاہو تو قبول کرو۔

اور اس کے صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے

. بلکہ ایک دفعہ اس کو اپنے زعم میں صلیب پر چڑھا کر قتل کر دیا۔مگر چونکہ ہڈی نہیں توڑی گئی تھی اسلئے وہ ایک خوش اعتقاد اور نیک آدمی کی حمایت سے بچ گیا اور بقیہ ایام زندگی بسر کر کے آسمان کی طرف اٹھایا گیا .

اور آپ نے رسالہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷ میں مسیح کا سولی پر چڑھایا جانا اس تفصیل وتشریح کے ساتھ بیان کیا ہے جو سید احمد خان کی تفسیر جلد چہارم کے صفحہ ۴۱ میں موجود ہے)

☆ ۱۰۔ آنیوالے مسیح کے جو صفات احادیث میں وارد ہیں کہ وہ ابن مریم ہوگا، اور وہ دمشق کے منارہ شرقی کے پاس نزول کرے گا۔اور وہ دو زرد کپڑے پہنے ہوئے ہوگا۔اور وہ دجال یک چشم کو ہلاک کرے گا۔اور وہ صلیب کو توڑ دے گا۔ اور وہ خنازیر کو قتل کرے گا، اور اس کے وقت میں مال کثرت سے ہوگا اور وہ لوگوں کو مال کی طرف بلائے گا تو کوئی قبول نہ کرے گا۔کافر اس کی خوشبو سے مر جائے گا، اور اس کے وقت میں یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا وغیرہ۔ان میں بعض صفات صحیح نہیں اور جن احادیث میں ان کا ذکر ہے وہ موضوع ہیں

(بعض صفات مسیح کا دعوی آپ کی تصنیفات کتب میں بہت جگہ پایا جاتا ہے۔فتح الاسلام کے صفحہ ۱۰ میں آپ لکھتے ہیں

. خیال مذکور، یعنی حضرت مسیح کا زندہ آسمان پر موجود ہونا . جو کچھ عرصہ سے مسلمانوں میں پھیل گیا ہے صحیح طور پر ہماری کتابوں میں اس کا نام ونشان نہیں، بلکہ احادیث نبویہ کی غلط فہمی کا ایک غلط نتیجہ ہے۔ جس کے ساتھ بے جا حاشیے لگا دیئے ہیں۔اور بے اصل موضوعات سے ان کو رونق دی گئی ہے .

اورازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ میں لکھا ہے

. اور اس مقام میں زیادہ تر تعجب کی یہ جگہ ہے کہ امام مسلم صاحب تو یہ لکھتے ہیں کہ دجال معہود کی پیشانی پر ك ف ر لکھا ہوگا، مگر یہ دجال توانہیں کی حدیث کی رو سے مشرف باسلام ہوگیا. .. .۔ پھر مسلم صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دجال معہود بادل کی طرح، جس کے پیچھے ہوا ہوتی ہے، پھر جائے گا۔ مگر یہ دجال جب مکہ سے مدینہ کی طرف گیا تو ابوسعید سے کچھ زیادہ نہیں چل سکا، جیسا کہ مسلم کی حدیث سے ظاہر ہے۔ ایسا ہی کسی نے اس کی پیشانی پر ك ف ر لکھا ہوا نہیں دیکھا ...اگر یہ حدیث صحیح ہے کہ دجال کی پیشانی پر ك ف ر لکھا ہوا ہوگا تو پھر اوائل دنوں میں ابن صیاد کی نسبت خود آنحضرت ﷺ کیوں شک وتردد میں رہے اور کیوں یہ فرمایا کہ شاید یہی دجال معہود ہو یا شائد کوئی اور ہو (آپ ﷺ نے یہ کہیں نہیں فرمایا، یہ افتراء قادیانی ہے ۔محمد حسین) گمان کیا جاتا ہے کہ شائد اس وقت تک ك ف ر اس کی پیشانی پر نہیں ہوگا، میں سخت متعجب اور حیران ہوں کہ اگر سچ مچ دجال معہود آخری زمانہ میں پیدا ہونا تھا، یعنی اس زمانہ میں کہ جب مسیح بن مریم ہی آسمان سے اتریں تو پھر قبل از وقت یہ شکوک اور شبہات پیدا ہی کیوں ہوئے؟ اور زیادہ تر عجیب یہ کہ ابن صیاد نے کوئی ایسا کام بھی نہ دکھایا کہ جو دجال معہود کی نسبت نبوت میں سے سمجھا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ بہشت اور دوزخ کا ساتھ ہونا، اور خزانوں کا پیچھے پیچھے چلنا، اور مردوں کا زندہ کرنا، اور اپنے حکم سے مینہ برسانا اور کھیتوں کو اگانا اور ستر باع کے گدھے پر سوار ہونا۔ اب بڑی مشکلات یہ درپیش آتی ہیں کہ اگر ہم بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں کو صحیح سمجھیں جو دجال کو آخری زمانہ میں اتار رہی ہیں تو یہ حدیثیں ان کی موضوع ٹھہرتی ہیں ۔ اور اگر ان حدیثوں کو صحیح قرار دیں تو پھر ان کا موضوع ہونا ماننا پڑتا ہے، اگر یہ متعارض اور متناقض حدیثیں صحیحین میں نہ ہوتیں صرف دوسری صحیحوں میں ہوتیں تو شائد ہم ان دونوں کتابوں کی زیادہ پاس خاطر کر کے ان دوسری حدیثوں کو موضوع قرار دیتے ۔ مگر اب مشکل تو یہ آ پڑی ہے کہ انہیں دونوں کتابوں میں یہ دونوں قسموں کی حدیثیں موجود ہیں، اب ہم جب ان دونوں قسم کی حدیثوں پر نظر ڈال کر گرداب حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ کس کو صحیح سمجھیں اور کس کو غیر صحیح، تب عقل خداداد ہم کو یہ طریق فیصلہ کا بتاتی ہے کہ جن احادیث پر عقل اور شرع کا کچھ اعتراض نہیں، انہیں کو صحیح سمجھنا چاہیے)

اور بہ فرض صحت کل یہ صفات سب کی سب بحسب تاویل وتفصیل ذیل آپ میں

پائے جاتے ہیں ۔مثلاً اس کے ابن مریم ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ ابن مریم کی خاصیت پراوراس کا مثیل ہوگا

(فتح الاسلام کے صفحہ ۱۱ میں ہے

. اور وہ مثیل المسیح قوت اور طبع اور خاصیت مسیح ابن مریم کی پا کر اسی زمانہ کی مانند اور اسی مدت کے قریب قریب جو کلیم اول کے زمانہ سے مسیح بن مریم کے زمانہ تک تھی، یعنی چودھویں صدی میں آسمان سے اترا اور وہ اترنا روحانی طور پر تھا، جیسا کہ مکمل لوگوں کا صعود کے بعد خلق اللہ کی اصلاح کے لئے نزول ہوتا ہے .

آپ کا ایک حواری اپنے رسالہ قول فصیح کے صفحہ ۲ میں کہتا ہے

. وہ اسی زمین پر چلتا پھرتا ہے مگر ظاہر محدود نگاہوں کے نزدیک حقیقت میں وہ معمورہ عالم سے باہر آسمانوں پر مقیم ہے۔ وہ زمین کی آنکھ میں چارپائی پر بستر بچھائے سوتا ہے۔ مگر اس کی پاک روح پورے اٹھارہ سال کا دورہ آسمانوں کا کر آتی ہے، (جیسا کہ عام اہل اسلام کا آنحضرت ﷺ کی نسبت معراج کی رات اس دورہ کرنے کا اعتقاد ہے)

اس کے نزول سے روحانی نزول مراد ہے، اور دمشق کے شرقی منارہ سے قادیان کی مسجد کا منارہ مراد ہے

(ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۸۶ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے

. ایک مرتبہ میں نے اس مسجد کی تاریخ جس کے ساتھ میرا مکان ملحق ہے، الہامی طور پر معلوم کرنی چاہی تو مجھے الہام ہوا مبارک ومبارک و کل امر مبارك يجعل فيه یہ وہی مسجد ہے جس کی نسبت میں اپنے رسالہ میں لکھ چکا ہوں کہ میرا مکان اس قصبہ کی شرقی طرف آبادی کے آخری کنارے پر واقع ہے ۔ اس مسجد کے قریب اوراس شرقی منارہ کے نیچے جیسا کہ ہمارے سید ومولی کی پیشگوئی کا مفہوم ہے ۔ صلى الله عليه وسلم۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۸ میں ہے

از کلمہ منارہ شرقی عجب مدار چوں خودز مشرق است تجلی نیرم

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسے کجاست تا بنہد پا بہ منبرم

(اس کلمہ سے جو حضرت عیسی کی توہین مفہوم ہوتی ہے وہ علماء اہل افتاء کی توجہ کے لائق ہے کیونکہ منبر سے مراد مرتبہ ہے، نہ لکڑی یا پتھر کا میز۔ اس لئے کہ یہ میز آپ نہیں رکھتے اور نہ کبھی اس پر بیٹھنا ان کو آج تک نصیب ہوا ہے ۔ لہذا اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ

عیسی کہاں؟ یعنی کیا رتبہ رکھتا ہے کہ وہ میرے منبر یعنی رتبہ کو پہنچ سکے۔ محمد حسین)

جو دمشق کی جانب مشرق میں واقع ہے اور زرد کپڑوں سے مراد یہ ہے کہ اس کی حالت صحت اچھی نہ ہوگی (جو آپ میں موجود ہے کہ ہمیشہ بیمار رہتے ہیں)

(ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۹ میں ہے

. اور پھر فرمایا کہ جس وقت وہ اترے گا اس وقت اس کی زرد پوشاک ہوگی، یعنی زرد رنگ کے دو کپڑے اس نے پہنے ہوئے ہوں گے ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اس کی صحت کی حالت اچھی نہیں ہوگی .)

اور دجال سے دنیا پرست، یک چشم جو دین کی آنکھیں نہیں رکھتے ، مراد ہے

(فتح الاسلام کے صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے

. اور ہر یک حق پوش دجال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا، حجت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا .

اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۶ میں لکھتے ہیں

. مگر ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ دجال سے مراد با اقبال قومیں ہوں، اور گدھا ان کا یہ ریل ہو جو مشرق اور مغرب کے ملکوں میں ہزار ہا کوسوں تک چلتی دیکھتے ہو)

اور ان کے قتل سے ان کا حجت و دلیل سے مغلوب کرنا جو آپ کر رہے ہیں۔ یا دجال سے با اقبال قومیں (یعنی انگریز وغیرہ) مراد ہیں اور اسکے گدھے سے ریل گاڑی مراد ہے ۔ سو ان لوگوں کو آپ دلائل سے مغلوب کر رہے ہیں ۔ اور صلیب توڑنے سے اعتقاد صلیبی کو پاش پاش کرنا مراد ہے جو آپ کر رہے ہیں، نہ ہاتھ یا ہتھوڑہ سے صلیب کو توڑنا۔ اور خنازیر سے خنزیر صفت انسان مراد ہیں

(فتح الاسلام کے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے

. اور اسی فطرتی مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا، تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے ، سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کو قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں ۔

اور توضیح مرام کے صفحہ ۱۳ میں کہتا ہے کہ صلیب کے توڑنے سے مراد کوئی ظاہری جنگ نہیں، بلکہ روحانی طور پر صلیبی مذہب کا توڑ دینا اور اس کا بطلان ثابت کر کے دکھا دینا مراد ہے ..

.اور خنزیروں سے مراد وہ لوگ ہیں ہیں جن میں خنزیروں کی عادتیں ہیں وہ زور حجت اور دلیل

سے مغلوب کئے جائیں گے اور دلائل بینہ کی تلوار انہیں قتل کرے گی ، نہ یہ کہ ایک پاک نبی جنگلوں میں خنزیروں کا شکار کرتا پھرے گا .)۔

اور ان کے قتل سے ان کا مغلوب کرنا، جو آپ کر رہے ہیں۔ نہ ظاہری خنزیروں کا جنگلوں میں شکار کرتے پھرنا جو کسی نبی کی شان نہیں ہے ۔

اور مال کے بہت ہو جانے اور کسی کے اس مال کو قبول نہ کرنے سے یہ مراد ہے جو آپ سے ہو رہا ہے کہ آپ مخالفین اسلام کو مقابلہ اسلام پر اشتہار کے ذریعہ سے روپیہ دینے کا وعدہ کر رہے ہیں اور کوئی شخص وہ روپیہ نہیں لیتا اور نہ اس کا مقابلہ کرتا ہے ۔ یہ ہی مقابلہ سے عاجز آنا کفار کی موت ہے جو آنے والے مسیح کے خوشبو کے لئے لازمی صفت ٹھہرائی گئی ہے اور وہ آپ (مرزا) میں موجود ہے ۔

(مال قبول نہ کرنے اور مقابلہ سے عاجز آنے کی مرادیں محمد احسن امروہی ملازم ریاست بھوپال نے بیان کی ہیں ۔ چنانچہ اس کے رسالہ اعلام الناس کے صفحہ ۵۵ میں ہے ۔

چھٹی صفت اس کی یہ ہے کہ لوگوں کو مال کی طرف بلاوے گا اور کوئی قبول نہ کرے گا ۔

پڑھو اس حدیث کو لیدعون الی الما ل فلا یقبلہ احد ۔ تم سمجھے اس کے کیا معنی ہیں ۔ ایک معنی یہ بھی ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں ۔

اس مسیح وقت نے اول تو دس ہزار روپیہ کا اشتہار مندرجہ براہین احمد یہ تمام دنیا کی اطراف میں مشتہر کیا ہے اور ثانیاً پانچ سو روپیہ کا اشتہار مندرجہ کحل الجواہر شائع کیا ہے ۔ اور ثالثاً ہر ایک پادری کلاں کو دو سو روپیہ ماہوار دینے کا وعدہ فرماتے ہیں ۔

اور اس (اعلام الناس) کے صفحہ ۵۹ میں کہا ہے

. نواں نشان اس کا یہ ہے کہ کوئی مخالف اس کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتا ۔ ہر چند کہ اشتہار دیئے جاتے ہیں کہ اگر تم کو شک ہو مقابلے کے لئے آؤ، لیکن کوئی مخالف مقابلے پر نہیں آتا ۔ اس کے مقابلے سے ہر مخالف پر موت ہی آجاتی ہے ۔ صدق رسو لہ الکر یم فلایحل لکافر یجد من ریح نفسہ الا مات ونفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ ۔ رواہ مسلم)

اور یاجوج ماجوج سے انگریز اور روس مراد ہیں جو آپ کے وقت میں موجود ہیں

(یہ مراد پہلے تو آپ نے مسیح موعود بننے سے پیشتر ایک حواری حکیم نورالدین جمونی بھیروی کے

ذریعہ سے اس کے رسائل فصل الخطاب وتصدیق براہین احمدیہ میں مشتہر کرائی اوراس سے گویا آپ نے مسیح موعود بننے کی پٹڑی جمائی تھی۔ پھر جب دیکھا کہ یہ مراد ان کے حواریوں میں تسلیم کی گئی ہے اوراس سے ان کو وحشت نہیں ہوئی، تو خود اس مراد کا اظہار کر دیا اوراپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۰۸ میں لکھ دیا

. ان دونوں قوموں سے مراد انگریز وروس ہیں۔)۔

اور آنیوالے مسیح کی بعض صفات ایسی بیان ہوئی ہیں کہ وہ حضرت مسیح ابن مریم میں نہیں پائی جاتیں، وہ صرف آپ ہی میں متحقق ہیں، جس سے یقین ہوتا ہے کہ وہ آنیوالے مسیح آپ ہیں نہ عیسی بن مریم اسرائیلی نبی۔

مثلاً اس کا گندم رنگ ہونا، اور اس کے بالوں کا سیدھا ہونا، جو آپ ہی میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح بن مریم تو سرخ رنگ کے تھے اور ان کے گھونگھر والے بال تھے۔ آنے والے مسیح کو احادیث میں ایک مرد مسلمان، مسلمانوں کا امام، آنحضرت ﷺ کی امت بتایا گیا ہے، جو آپ ہی میں پایا جاتا ہے۔

(بالوں کے سیدھاے ہونے اور مرد مسلمان، اور مسلمانوں سے ہونے کی نسبت مرزا قادیانی نے توضیح مرام میں بصفحہ ۱۶ لکھا ہے

. ختم المرسلین نے مسیح اول اور مسیح ثانی میں مابہ الامتیاز قائم کرنے کے لئے صرف یہی نہیں فرمایا کہ مسیح ثانی ایک مرد مسلمان ہوگا اور شریعت قرآنی کے موافق عمل کرے گا اور مسلمانوں کی طرح صوم وصلوۃ وغیرہ احکام فرقانی کا پابند ہوگا، اور مسلمانوں میں پیدا ہوگا اور ان کا امام ہوگا، اور کوئی جداگانہ دین نہ لائے گا، اور کسی جداگانہ نبوت کا دعوی نہیں کرے گا، بلکہ یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ مسیح اول اور مسیح ثانی کے حلیہ کا فرق بھی بیّن ہوگا۔ چنانچہ مسیح اول کا حلیہ جو آنحضرت ﷺ کو معراج کی رات میں نظر آیا وہ یہ ہے کہ درمیانہ قد اور سرخ رنگ گھونگھر والے بال اور سینہ کشادہ ہے۔ دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۴۸۹، لیکن اسی کتاب میں مسیح ثانی کا حلیہ جناب ممدوح نے یہ فرمایا ہے کہ . وہ گندم گوں ہے اور اس کے بال گھونگھر والے نہیں اور کانوں تک لٹکتے ہیں۔ اب ہم سوچتے ہیں کہ کیا یہ دونوں ممیّز علامتیں جو مسیح اول اور ثانی میں آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہیں، کافی طور پر یقین نہیں دلاتیں کہ مسیح اول اور ہے اور مسیح ثانی اور۔ ان دونوں کو ابن مریم کے نام سے پکارنا ایک لطیف اشارہ ہے جو باعتبار مشابہت طبع اور روحانی خاصیت کے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اندرونی خاصیت کی مشابہت کی رو

سے دو نیک آدمی ایک ہی نام کے مستحق ہو سکتے ہیں ۔

اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۷ میں لکھا ہے

موعودم و بحلیہء ماثور آمدم حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم

رنگم چو گندم است وبمو فرق بین است زانساں کہ آمدست دراخبار سرورم

ایں مقدمم نہ جائے شکوکست والتباس سید جدا کند زمسیحائے احمرم

اور آپ توضیح مرام میں فرماتے ہیں

. اس بارہ میں نہائت صاف اور واضح حدیث نبوی وہ ہے جو امام محمد (بن) اسماعیل بخاری نے اپنی صحیح میں بروایت ابو ہریرہ کے لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم یعنی اس دن تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں اترے گا، وہ کون ہے وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا جو تم ہی میں سے پیدا ہوگا۔ پس اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے صاف فرمادیا کہ ابن مریم سے یہ مت خیال کرو کہ سچ مچ مسیح ابن مریم ہی اتر آئے گا، بلکہ یہ نام استعارہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے ورنہ درحقیقت وہ تم میں سے تمہاری ہی قوم میں سے تمہارا ایک امام ہوگا جو ابن مریم کی سیرت پر پیدا کیا جائے گا.

اور آپ نے ازالہ اوہام میں بصفحہ ۴۴ کہا ہے کہ

. آنحضرت ﷺ لفظ ابن مریم کی تصریح میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک تمہارا امام ہوگا جو تم میں سے ہی ہوگا اور تم سے ہی پیدا ہوگا۔ گویا آنحضرت ﷺ نے اس وہم کو رفع کرنے کیلئے جو ابن مریم کے لفظ سے دلوں میں گزر سکتا تھا، مابعد کے لفظوں میں بطور تشریح کے فرمایا کہ اس کو سچ مچ ابن مریم ہی نہ سمجھ لو بل ہو امامکم منکم

اور اسی ازالہ اوہام میں بصفحہ ۲۰۱ اس حدیث کا ترجمہ بایں الفاظ کیا ہے

. تمہارا اس دن کیا حال ہوگا جس دن ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ اور تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے۔ وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا اور تم میں سے ہی (اے امتی لوگو) پیدا ہوگا.

ان احادیث میں جو تصرّف آپ (مرزا) نے کیا ہے اور انکے معانی کے بیان میں جس افتراء سے کام لیا ہے اس کا بیان جواب کے ضمن مین آے گا۔ انشاء اللہ تعالی)

آنے والے مسیح کا نسب حدیث میں فارسی الاصل بیان ہوا ہے جو صرف آپ میں پایا جاتا ہے، نہ مسیح بن مریم میں

(آپ فتح الاسلام بصفحہ ۱۴ فرماتے ہیں

. تب فارس کی اصل میں سے ایک ایمان کی تعلیم دینے والہ پیدا ہوگا۔ اگر ایمان ثریا میں معلق ہوتا تو وہ اسے اس جگہ سے بھی پا لیتا.

آپ کا اپنے تیئں اس خیالی حدیث (خیالی اسلئے کہا گیا ہے کہ واقعی حدیث کے الفاظ اور ہیں) کا مصداق ٹھہرانا اور فارسی الاصل قرار دینا اور اسکے ساتھ مسیح موعود ہونے کا دعوی کرنا، صاف بتاتا ہے کہ آنے والے مسیح کا آپ کے نزدیک فارسی الاصل ہونا آنحضرت ﷺ کی زبان سے بیان ہوا ہے۔

ایسا ہی آپ کے بھوپالی حواری مولوی محمد احسن نے آپ کے کلام سے سمجھا . چنانچہ اپنے رسالہ اعلام الناس کے صفحہ ۵۴ میں کہا ہے

. نسب اس کا صحیح مسلم وغیرہ میں یہ لکھا ہے لو کا ن العلم معلقاً با لثر یا لنا له رجل من ابنا ء فارس ۔ایک مرد مسلمان ہو گا اور شریعت قرآنی کے موافق عمل کرے گا اور مسلمانوں کی طرح صوم وصلوۃ وغیرہ احکام فرقانی کا پابند ہوگا اور مسلمانوں میں پیدا ہوگا اور ان کا امام ہوگا اور کوئی جداگانہ دین نہ لاوے گا اور کسی جداگانہ نبوت کا دعوی نہیں کرے گا، یہ سب صفات اس مسیح الزمان میں موجود ہیں .

☆ ۱۱۔دجال موعود کے حق میں جو احادیث میں آیا ہے کہ وہ مردہ کو زندہ کرے گا اور اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ ہوگا وغیرہ ۔ یہ مشرکانہ اعتقاد ہے اور توحید قرآنی کے مخالف

(آپ (مرزا) نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۸ میں لکھا ہے

. جب ہم ان دوسری حدیثوں کو دیکھتے ہیں جو دجال معہود کے ظاہر ہونے کا وقت اس دنیا کا آخری زمانہ بتلاتی ہیں تو وہ سراسر ایسے مضامین سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہیں کہ جو نہ عندالعقل درست وصحیح ٹھہر سکتی ہیں اور نہ عندالشرع اسلامی توحید کے موافق ہیں ۔ چنانچہ ہم نے قسم ثانی کے ظہور دجال کی نسبت ایک لمبی حدیث مسلم کی لکھ کر معہ اس کے ترجمہ کے ناظرین کے سامنے رکھ دی ہے ۔ ناظرین خود پڑھ کر سوچ سکتے ہیں کہ کہاں تک یہ اوصاف جو دجال معہود کی نسبت لکھے ہیں عقل اور شرع کے مخالف پڑے ہیں ۔ یہ بات بہت صاف اور روشن ہے کہ اگر ہم اس دمشقی حدیث کو اس کے ظاہری معنوں پر حمل کر کے اس کو صحیح اور فرمودہ خدا و رسول مان لیں تو ہمیں اس بات پر ایمان لانا ہوگا کہ فی الحقیق دجال کو ایک قسم کی قوت خدائی دی جائے گی اور زمین وآسمان اس کا کہا مانیں گے اور خدا تعالی کی طرح فقط اس کے ارادہ

سے سب کچھ ہوتا جائے گا۔ بارش کو کہے گا۔ ہو۔ تو ہو جائے گی۔ بادلوں کو حکم دے گا کہ فلاں ملک کی طرف چلے جاؤ، تو فی الفور چلے جائیں گے۔ زمین کے بخارات اس کے حکم سے آسمان کی طرف اٹھیں گے اور زمین کو کیسی ہی کلر و شور ہو فقط اس کے اشارہ سے عمدہ اور اول درجہ کی زراعت پیدا کرے گی۔ غرض جیسا کہ خدا تعالی کی یہ شان ہے کہ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون اسی طرح وہ بھی کن فیکون سے سب کچھ کر دکھائے گا۔ مارنا، زندہ کرنا، اس کے اختیار میں ہوگا۔ بہشت اور دوزخ اس کے ساتھ ہوں گے۔ غرض زمین و آسمان دونوں اس کی مٹھی میں آجائیں گے۔ اور ایک عرصہ تک جو چالیس برس یا چالیس دن ہیں، بخوبی خدائی کام چلائے گا اور الوہیت کے تمام اختیار و اقتدار اس سے ظاہر ہوں گے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ مضمون جو اس حدیث کے ظاہر لفظوں سے نکلتا ہے اس موحدانہ تعلیم کے موافق و مطابق ہے جو قرآن شریف ہمیں دیتا ہے۔ کیا صدہا آیات قرآن ہمیشہ کے لئے یہ فیصلہ ناطق نہیں سناتیں کہ کسی زمانہ میں بھی خدائی کے اختیارات انسان ہالکۃ الذات باطلۃ الحقیقت کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ کیا یہ مضمون اگر ظاہر پر حمل کیا جائے تو قرآنی توحید پر ایک سیاہ دھبہ نہیں لگاتا۔ ۔

اور اس (ازالہ اوہام) کے صفحہ ۲۳۱ میں اس خیال کے شرک ہونے پر ایک نظیر نقل کر کے لکھتے ہیں

. سوچنا چاہیے کہ یہ کتنا بڑا شرک ہے کچھ انتہاء بھی ہے، افسوس کہ ان لوگوں کے دلوں پر کیسے پردے پڑ گئے کہ انہوں نے استعارات کو حقیقت پر حمل کر کے ایک طوفان شرک کا برپا کر دیا ہے۔ اور باوجود قرائن قویہ کے ان استعارات کو قبول کرنا نہ چاہا جن کی حمایت میں قرآن کریم شمشیر برہنہ توحید کی لے کر کھڑا ہے۔

☆ ۱۲۔ حضرت مسیح کی نسبت مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ وہ زندہ آسمانوں پر اٹھائے ہیں اور اب تک وہاں زندہ موجود ہیں اور اپنی دنیاوی زندگی میں مردوں کو زندہ کرتے اور مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھی کو اچھا کرتے اور مٹی سے جانور کی شکل بناتے تو وہ پرندہ بن جاتا، احمقانہ اور مشرکانہ اعتقاد ہے۔ اور در حقیقت حضرت مسیح کی روح آسمان پر اٹھائی گئی ہے جیسا کہ اور انبیاء کی۔ اور ان کے مردوں کو زندہ کرنے اور اندھے کوڑھی کو اچھا کرنے سے گمراہوں کو ہدائت کرنا مراد ہے۔

(اشتہار ۲۰ مئی ۱۸۹۱ء میں آپ نے حضرت مسیح کی زندگی کے اعتقاد کو شرک کا ستون قرار دیا

اور یہ لکھا ہے کہ ہمارے گزشتہ علماء نے اس طرف خیال نہیں کیا اور یہ اعتقاد مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں نے برخلاف کتاب اللہ کے ٹھہرالیا ہے۔اس میں فرماتے ہیں

. لیکن افسوس کہ ہمارے گزشتہ علماء نے عیسائیوں کے مقابل پھر بھی اس طرف توجہ نہ کی حالانکہ اس ایک ہی بحث میں تمام بحثوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے ۔عیسائی مذہب کا ستون جس کی پناہ میں انگلستان اور جرمن اور فرانس اور امریکہ اور روس وغیرہ کے عیسائی ربنا المسیح ربنا المسیح پکار رہے ہیں ۔صرف ایک یہی بات ہے اور وہ یہ ہے کہ بدقسمتی سے مسلمانوں اور عیسائیوں نے برخلاف کتاب الٰہی یہ خیال کرلیا ہے کہ مسیح آسمان پر مدت دراز سے زندہ ہے، چلا آتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ اگر یہ ستون ٹوٹ جائے تو اس خیال باطل کے دور ہوجانے سے صفحہ دنیا یک لخت مخلوق پرستی سے پاک ہو جائے اور تمام یورپ اور ایشیا اور امریکہ ایک ہی مذہب توحید میں داخل ہوکر بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں ۔لیکن میں نے حال کے مسلمانوں مولویوں کو خوب آزمالیا ہے، وہ اس ستون کے ٹوٹ جانے سے سخت ناراض ہیں اور در پردہ مخلوق پرستی کے مؤید ہیں.

(ازالہ اوہام میں بصفحہ ۲۴۱ مذکور ہے

. انجیل کو پڑھ کر دیکھ لو کہ یہی اعتراض ہمیشہ مسیح پر رہا کہ اس نے کوئی معجزہ تو دکھایا ہی نہیں، یہ کیسا مسیح ہے ۔کیونکہ ایسا مردہ تو کوئی زندہ نہ ہوا کہ وہ بولتا اور اس جہان کا سب حال سناتا اور اپنے وارثوں کو نصیحت کرتا کہ میں تو دوزخ سے آیا ہوں، تم جلد ایمان لے آوٴ۔اگر مسیح صاف طور پر یہودیوں کے باپ دادے زندہ کر کے دکھا دیتا، اور ان سے گواہی دلواتا، تو بھلا کس کو انکار کی مجال تھی ۔غرض پیغمبروں نے نشان تو دکھائے، مگر پھر بھی بے ایمانوں سے مخفی رہے۔ ایسا ہی یہ عاجز بھی خالی نہیں، بلکہ مردوں کے زندہ ہونے کیلئے بہت سا آب حیات خدا تعالی نے اس عاجز کو بھی دیا ہے۔ بے شک جو شخص اس میں سے پئے گا زندہ ہوجائے گا۔ بلاشبہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے کلام سے مردے زندہ نہ ہوں اور اندھے آنکھیں نہ کھولیں اور مجذوم صاف نہ ہو، تو میں خدا تعالی کی طرف سے نہیں آیا .

اور اس (ازالہ اوہام) کے صفحہ ۲۹۵ میں ہے

. بعض لوگ موحدین کے فرقہ میں سے بحوالہ آیت قرآنی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح بن مریم انواع واقسام کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر زندہ کر دیا کرتے تھے،

چنانچہ اس بنا پر اس عاجز پر اعتراض کیا ہے کہ جس حالت میں مثیل مسیح ہونے کا دعوی ہے تو پھر آپ بھی کوئی مٹی کا پرندہ بنا کر پھر اس کو زندہ کر کے دکھلا یئے۔ ان تمام اوہام کا جواب یہ ہے کہ وہ آیات جس میں ایسا لکھا ہے متشابہات میں سے ہیں اور ان کے یہ معنی کرنا کہ گویا خدا تعالی نے اپنے ارادہ اور اذن سے حضرت عیسی کو صفات خالقیت میں شریک کر رکھا تھا، صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے، کیونکہ اگر خدا تعالی اپنی صفات خاصہ الوہیت بھی دوسروں کو دے سکتا ہے تو اس سے اس کی خدائی باطل ہوتی ہے .

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۲ میں ہے

. اب جاننا چاہیے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے ان کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے ان سے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے، جیسا کہ قرآن کریم بھی اس بات کا شاہد ہے، سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو، کیونکہ حضرت مسیح بن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے .

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۵ میں ہے

. ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں، کیونکہ عمل الترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اس میں پوری پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کر ان چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں۔

انسان کی روح میں کچھ ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی گرمی ایک جماد پر، جو بالکل بیجان ہو، ڈال سکتی ہے ۔تب جماد سے وہ بعض حرکات صادر ہوتے ہیں جو زندوں سے صادر ہوا کرتے ہیں ـ .

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۶ میں ہے

. مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی وغیرہ سے بنایا جائے اور عمل الترب سے اپنے روح کی گرمی اس کو پہنچائی جاوے وہ در حقیقت زندہ نہیں ہوتا، بلکہ بدستور بے جان اور جماد ہوتا ہے ۔صرف عامل کی روح کی گرمی بارود کی طرح اس کو جنبش میں لاتی ہے ۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں ہے

. بہر حال مسیح کی یہ تربی کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں ۔مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں ۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل وکرم سے امید قوی رکھتا تھا کہ اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا ۔لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے جس پر ہمارے نبی ﷺ نے قدم مارا ہے ۔ اور حضرت مسیح نے بھی اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو ان کے فطرت میں مرکوز تھی باذن وحکم الٰہی اختیار کیا تھا ورنہ دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا ۔ واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک نہایت برا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولے میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع دفع کرنے کے لئے اپنی دلی ودماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے وہ اپنی ان روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں، بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے، اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ اچھا کرتے رہے، مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام رہے ۔حضرت مسیح کے عمل الترب سے وہ مردے زندہ ہوتے تھے یعنی وہ قریب الموت آدمی جو گویا نئے سرے زندہ ہو جاتے تھے، وہ بلا توقف چند منٹ میں مر جاتے تھے، کیونکہ بذریعہ عمل الترب روح کی گرمی اور زندگی صرف عارضی طور پر ان میں پیدا ہو جاتی تھی ۔

اوراس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۲ میں ہے

. غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ اعتقاد ہے کہ مسیح مٹی کے پرند بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔نہیں، بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا ... بہر حال یہ معجزہ صرف کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت مٹی ہی رہتی تھی ۔)

☆ ۱۳ ۔ حضرت عیسی یا آنحضرت ﷺ کا اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر جانا قانون قدرت (یعنی نیچر) کے برخلاف ہے اور خدا تعالی کا ایسے خوارق دنیا میں دکھانا اپنی حکمت اور ایمان بالغیب کو تلف کرنا ہے

(توضیح المرام کے صفحہ ۹ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں

. کفار مکہ نے ہمارے سید و مولی حضرت خاتم الانبیاء سے مانگا تھا کہ آسمان پر ہمارے رو برو چڑھیں اور رو برو ہی اتریں، اورانہیں جواب ملا تھا قل سبحان ربی یعنی خدا تعالی کی شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کھلے کھلے خوارق اس دارالا بتلاء میں دکھاوے، اور ایمان بالغیب کی حکمت تلف کرے ۔ اب میں کہتا ہوں کہ جو امر آنخضرت ﷺ کے لئے، جو افضل الانبیاء تھے، جائز نہیں اور سنت اللہ سے باہر سمجھا گیا ہو وہ حضرت مسیح کے لئے کیونکر جائز ہوسکتا ہے . ۔

اور توضیح المرام کے صفحہ ۶ میں لکھتے ہیں

. قانون قدرت بھی اسی کو چاہتا ہے اور اسی کو مانتا ہے .

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۵ میں لکھتے ہیں

. ماسوائے اس کے اور کئی طریق سے ان پرانے خیالات پر سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہیں جن سے مخلصی حاصل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ...ازانجملہ ایک یہ اعتراض کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک پہنچ سکے ، بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوتی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں ۔ پس اس جسم کا کرہء ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے .

اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے تو

پھر آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ وہ نہائت اعلی درجہ کا کشف تھا .

اوراس ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۶ میں ہے

. پھر مسیح کے بارے میں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ کیا طبعی اور فلسفی لوگ اس خیال پر نہیں ہنسیں گے کہ جب کہ تیس چالیس ہزار فٹ تک زمین سے اوپر کی طرف جانا موت کا موجب ہے تو حضرت مسیح اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان تک کیوں کر پہنچ گئے .)

☆ ۱۴۔ لیلۃ القدر سے، جس کا ذکر قرآن میں ہے، رات مراد نہیں، بلکہ وہ زمانہ مراد ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے۔ اور نبی یا اس کے قائم مقام مجدد کے گزر جانے سے ایک ہزار مہینہ کے بعد آتا ہے۔

(آپ فتح الاسلام میں بصفحہ ۵۴ لکھتے ہیں .

تم سمجھتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے ۔ لیلۃ القدر اس ظلماتی زمانہ کا نام ہے جس کی ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے اس لئے وہ زمانہ بالطبع تقاضا کرتا ہے کہ ایک نور نازل ہو جو اس ظلمت کو دور کرے ۔ اس زمانہ کا نام بطور استعارہ کے لیلۃ القدر کہا گیا ہے مگر درحقیقت یہ رات نہیں ہے، یہ زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے۔ نبی کی وفات یا اس کے روحانی قائم مقام کی وفات کے بعد جب ہزار مہینہ جو بشری عمر کے دور کو قریب الاختتام کرنے والہ اور انسانی حواس کے الوداع کی خبر دینے والہ ہے، گذر جاتا ہے تو یہ رات اپنا رنگ جمانے لگتی ہے)

☆ ۱۵۔ آیات ذکر سجدہ آدم میں باوا آدم کی طرف سجدہ کرنا مراد نہیں بلکہ ملائکہ کا خدمت انسان کامل بجالانا مراد ہے۔

(توضیح مرام میں بصفحہ ۴۹ کہا ہے

جاننا چاہیے کہ یہ سجدہ کا حکم اس وقت سے متعلق نہیں کہ جب حضرت آدم پیدا کئے گئے بلکہ یہ علیحدہ ملائک کو حکم کیا گیا کہ جب کوئی انسان اپنی حقیقی انسانیت کے مرتبہ تک پہنچے اور اعتدال انسانی اس کو حاصل ہو جائے اور خدا تعالی کی روح اس میں سکونت اختیار کرے تو تم اس کامل کے آگے سجدہ میں گرا کرو، یعنی آسمانی انوار کے ساتھ اس پر اترو اور اس پر صلوۃ بھیجو۔ سو یہ قدیم قانون کی طرف اشارہ ہے جو خدا اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہمیشہ جاری رکھتا ہے)

☆ ۱۶۔ صحیحین (صحیح بخاری ومسلم) کی احادیث سب کی سب صحیح نہیں بلکہ ان میں غیر

صحیح وموضوع بھی ہیں (اس کی تفصیل بعض سابق حواشی میں گذر چکی ہے)

☆ ۱۷۔آپ (مرزا غلام احمد) اپنے کشف والہام کے ذریعہ سے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث کو موضوع ٹھہرا سکتے ہیں

(مباحثہ لودھیانہ جولائی ۱۸۹۱ء کی تحریر نمبر۴ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں

.اب جب کہ یہ حال ہے کہ کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی بذریعہ کشف کے موضوع ٹھہر سکتی ہے تو پھر کیوں کر ہم ایسی حدیثوں کو ہم پایہء قرآن کریم جان لیں گے۔ ہاں ظنی طور پر بخاری و مسلم کی حدیثیں بڑے اہتمام سے لکھی گئی ہیں اور غالباً اکثر ان میں صحیح ہوں گی لیکن کیونکر ہم حلف اٹھا سکتے ہیں کہ بلا شبہ وہ ساری حدیثیں صحیح ہیں)

☆ ۱۸۔حدیث صحیح کی (بخاری ومسلم کی کیوں نہ ہو) یہ شان و وقعت نہیں کہ وہ قرآن کریم کی مفسر ومبین ہو سکے اور قصص واخبار و واقعات ماضیہ کے بیان میں بیان قرآن پر زیادتی کر سکے۔

(مباحثہ لودھیانہ جولائی ۱۸۹۱ء کی تحریر نمبر۷ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

وہ (یعنی قرآن) اپنے مقاصد کی آپ تفسیر فرماتا ہے اور اس کی بعض آیات بعض کی تفسیر واقع ہیں، یہ نہیں کہ وہ اپنی تفسیر میں حدیثوں کا محتاج ہے)

☆ ۱۹۔نصوص قرآن و حدیث کو ان کے ظاہری معانی سے پھیرنا اور اس سے استعارات مراد ٹھہرانا جائز ہے، بلکہ مغز شریعت ہے جو مجدد وقت کا کام ہے۔اور وہ ظاہری علوم سے نہیں ہوسکتا۔

(یہ عقیدہ آپ کے مذہب جدید کا اصل اصول ہے۔آپ اسی اصول سے ہر ایک آیت، ہر ایک حدیث میں تاویل وتحریف کرتے ہیں۔ بعض سابق حواشی کے علاوہ دیکھو فتح اسلام صفحہ ۱۵ جہاں آپ لکھتے ہیں

. خدا تعالی ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے.

اور توضیح مرام کے صفحہ ۱۴ میں حدیث قتل خنازیر اور قطع صلیب اور رفع جزیہ کی تاویل اور تحریف کر کے آپ لکھتے ہیں

. یہ سب استعارے ہیں جن کو خدا تعالی کی طرف سے فہم دیا گیا وہ نہ صرف آسانی سے بلکہ

ایک قسم کی ذوق سے ان کو سمجھ جائیں گے۔ ایسے عمدہ اور بلیغ مجازی کلمات کو حقیقت پر اتارنا گویا ایک خوب صورت معشوق کا ایک دیو کی شکل میں خاکہ کھینچنا ہے۔ بلاغت کا تمام مدار استعارات لطیفہ پر ہوتا ہے، اسی وجہ سے خدائے تعالی کے کلام نے بھی، جو ابلغ الکلام ہے، جس قدر استعاروں کو استعمال کیا ہے اور کسی کے کلام میں یہ طرز لطیف نہیں ہے.

اور فتح الاسلام کے صفحہ ۸ میں آپ لکھتے ہیں

. صرف رسمی اور ظاہری طور پر قرآن شریف کے تراجم پھیلانا یا فقط کتب دینیہ اور احادیث نبویہ کو اردو یا فارسی میں ترجمہ کر کے رواج دینا.... (وغیرہ وغیرہ) یہ ایسے امور نہیں ہیں جن کو کامل اور واقعی طور پر تجدید کہا جائے۔ ایسی ظاہری اور بے مغز خدمتیں ہر ایک باعلم آدمی کر سکتا ہے اور ہمیشہ جاری ہیں۔ ان کو مجددیت سے کچھ علاقہ نہیں.

اور فتح اسلام کے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے

.پس کمال افسوس کی جگہ ہے کہ جس قدر تم رسمی باتوں اور رسمی علوم کی اشاعت کے لئے جوش رکھتے ہو اس کا عشر عشیر بھی آسمانی سلسلہ کی طرف تمہارا خیال نہیں)

☆ ۲۰۔ جو شخص آپ (قادیانی صاحب) کو بایں کمالات مسیحائیت و مجددیت نہ مانے گا وہ ہلاک ہوگا اور آگ میں ڈالا جائے گا اور جس نے آپ کو مانا، وہ ناجی ہوا۔

(فتح اسلام کے صفحہ ۴۲ میں آپ لکھتے ہیں

. اس نے (یعنی خدا نے) اس سلسلہ کو قائم کرتے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر، جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پائے گا اور جو انکار میں رہے گا اس کے لئے موت درپیش ہے.

اور (فتح اسلام) میں بصفحہ ۵۸ فرماتے ہیں

. اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں، جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی.

اور فتح اسلام کے صفحہ ۶۷ میں لکھتے ہیں

. بلکہ بعض خشک ٹہنیوں کی طرح نظر آتے ہیں جن کو میرا خداوند جو میرا متولی ہے مجھ سے کاٹ کر جلنے والی لکڑیوں میں پھینک دے گا.)

یہ مرزا غلام احمد قادیانی اور آپ کے حواریوں اور ہم مشربوں کے عقائد و مقالات کی چند تمثیلات ہیں۔ بطور مشتے نمونہ از خروار واند کے از بسیار۔ کیونکہ مزید تفصیل کی اس مقام میں گنجائش نہیں۔

اب ان کے طریق عملی کو، جس میں وہ عقائد و مقالات مذکورہ بالا کی تائید کرتے ہیں اور اس سے اصول و مسائل اسلام کی بیخ کنی کر رہے ہیں، بیان کیا جاتا ہے۔

عقائد و مقالات مذکورہ کی تائید وترویج کی غرض سے وہ احادیث صحیحہ کو بلا تردد رد کرتے و غیر صحیح و موضوع قرار دیتے ہیں اور کئی احادیث و آثار واقوال از خود وضع کر کے آں حضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب اور علمائے اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور آیات و احادیث نبویہ (جس کو مجبوراً صحیح مانتے ہیں) کی ایسی تاویل اور تحریف کرتے ہیں کہ اس میں نیچریوں اور باطنیوں کو بھی انہوں نے مات کیا ہے۔

ان کے عمل کی تمثیلات وشواہد ان کی عبارات منقولہ سابق میں موجود ہیں۔ اور علاوہ براں چند تمثیلات وشواہد ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

☆ ا۔ آپ نے احادیث متضمنہ ذکر دجال موعود کو غیر صحیح و موضوع بنانے کی غرض سے آنخضرت ﷺ پر یہ افتراء کیا ہے کہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمیں اس کے (یعنی ابن صیاد کے) حال میں ابھی تک اشتباہ ہے۔ یہ فقرہ بقلم جلی آپ کے رسالہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۵ میں بعینہ موجود ہے۔ اور مباحثہ لدھیانہ (جولائی ۱۸۹۱ء) کی تحریر نمبر ۴ میں آپ نے لکھا ہے کہ آنخضرت ﷺ نے آپ بھی فرمایا ہے کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہوں (یہ بھی مرزا قادیانی ہی کے الفاظ ہیں) حالانکہ کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں یہ قول آنخضرت ﷺ سے منقول نہیں۔ اور آپ سے مباحثہ لدھیانہ میں آنخضرت سے اس قول کے مروی ہونے کا ثبوت طلب کیا گیا تو آپ نے جابر بن عبداللہ کا یہ قول کہ آنخضرت ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے رہے جو شرح السنہ میں مروی ہے، اور وہ آنخضرت ﷺ کا قول نہیں ہے، پیش کیا اور آخر مباحثہ تک آنخضرت ﷺ سے اس قول کا ثبوت نہ دیا۔

☆ ۲۔ اس حدیث کو موضوع ٹھہرانے کی غرض سے آپ نے ایک حدیث کو وضع کیا اور اس میں صحابہ پر افتراء کیا اور طرفہ یہ ہے کہ اس حدیث کو صحیح مسلم میں موجود بتایا۔ چنانچہ

مباحثہ لودھیانہ تحریر نمبر۴ میں آپ نے لکھا ہے کہ ایک اور حدیث مسلم میں ہے جس میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ دجال معہود ابن صیاد ہی ہے۔ حالانکہ صحیح مسلم میں اس حدیث کا نام ونشان نہیں جس میں اجماع صحابہ کا ذکر ہو یا اشارہ ہو۔ مباحثہ لودھیانہ میں آپ سے اس حدیث اور اجماع کی سند پوچھی گئی تو آپ نے حضرت ابوسعید خدری کے اس قول کی کہ ابن صیاد نے ان کے پاس شکائت کی کہ لوگ اس کو دجال معہود سمجھتے ہیں، نشاندہی کی، جس میں نہ اس اجماع کا صریح ذکر پایا جاتا ہے نہ اس کی طرف وہاں کوئی اشارہ ہے۔ صرف غیر معین لوگوں کا ابن صیاد کو دجال کہنا مفہوم ہوتا ہے، جس کے مقابلہ میں بہت سے صحابہ کا، جن میں خود ابوسعید خدری داخل ہیں، ابن صیاد کو دجال موعود نہ سمجھنا بلکہ اور شخص کو دجال موعود سمجھنا اسی مسلم کی احادیث سے ثابت ہے۔

☆ ۳۔ صحیح مسلم کی اس حدیث کو (جس میں حضرت مسیح کا دمشق کے قریب اترنا بیان ہوا ہے) موضوع قرار دینے کی غرض سے آپ نے ایک افتراء بعض علماء امت پر کیا اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۸ میں لکھا ہے کہ

. بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نہ بیت المقدس میں اترے گا، اور نہ دمشق میں، بلکہ وہ مسلمانوں کے لشکر گاہ میں اترے گا جہاں حضرت مہدی ہوں گے .

حالانکہ علماء اسلام سے ایسا کوئی معلوم نہیں ہوا جس نے یہ بات کہی ہو کہ حضرت مسیح نہ بیت المقدس میں اترے گا اور نہ دمشق میں۔ بلکہ علمائے اسلام نے ان سبھی مقامات کو ایک مقام قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ حضرت مسیح بیت المقدس میں اتریں گے۔

ابن ماجہ کے حاشیہ میں بصفحہ ۳۰۶ لکھا ہے

قال الحافظ ابن كثير وقد ورد في بعض الاحاديث ان عيسى عليه السلام ينزل ببيت المقدس وفي روا ية بالاردن وفي روا ية بمعسكر المسلمين فالله اعلم قلت حديث النزو ل ببيت المقدس عند المصنف و هو عند ى ارجح و لاينافي سائرالروايات لان بيت المقدس هوشرقي دمشق و هومعسكر المسلمين اذ ذا ك والاردن اسم الكو رة كذا في الصحاح و بيت المقدس داخل له فاتفقت الروايات فا ن لم يكن في بيت المقدس الان منارة بيضاء فلابد ان تحدث قبل نزو له .

کہ بیت المقدس دمشق سے مشرق میں ہے، وہیں مسلمانوں کا لشکر ہوگا اور وہ اردن ہی کے علاقہ میں ہوگا، اسی جگہ خدا تعالی منارہ سفید بنادے گا۔ ملخص۔

لودھیانہ کے مباحثہ میں آپ سے اس قول . بعض علماء . کا ثبوت طلب کیا گیا۔ تو آپ نے ایسا جواب دیا جس سے آپ کے اس افتراء کا اور یقین ہوا۔

☆ ۴۔ اس حدیث صحیح مسلم اور دیگر احادیث نزول حضرت مسیح میں تحریف وتاویل کرنے کی غرض سے ایک افتراء آپ نے آنحضرت ﷺ پر یہ کیا اور کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث کی نسبت جس میں دجال کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور اس میں (اس کو ابن قطن کے مشابہ کہا) صاف اور صریح طور پر فرمایا ہے کہ

یہ میرا ایک مکاشفہ یا ایک خواب ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۲۰۶)۔

اور کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ صاف اور صریح طور پر فرماتے ہیں کہ

میرا یہ ایک کشف یا خواب ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۲۰۷)۔

اور کہا ہے آنحضرت ﷺ خود اس بات کا اقرار فرماتے ہیں کہ

. یہ سب بیانات میرے مکاشفات میں سے ہیں..(ازالہ اوہام۔ص ۲۳۲)

حالانکہ کسی حدیث میں آنحضرت ﷺ سے یہ اقوال مروی نہیں۔ حدیث میں آنحضرت ﷺ کا دجال کو طواف کرتے دیکھنا، اور ابن قطن سے تشبیہ دینا مروی ہے، اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ وہ ایک خواب یا کشف کا واقعہ ہے تو کوئی شخص (جس کو دین سے تعلق ہو اور کذب سے احتراز) اس کو آنحضرت ﷺ کا قول اور صاف وصریح اقرار نہیں ٹھہرا سکتا۔

اس افتراء سے آپ کی غرض (جس کو آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۳۲ میں ظاہر کیا ہے) یہ ہے کہ اسی پر حدیث دمشقی وغیرہ کو قیاس کریں اور ان کو بھی ایک خواب یا مکاشفہ قرار دے کر تعبیر اور تاویل کا محتاج بنادیں اور ان کے ظاہری معنی سے ان کو پھیر سکیں (اس کی تفصیل مباحثہ لدھیانہ جولائی ۱۸۹۱ء کے حواشی میں ہے) جو کمال جرئت ومحض افتراء ہے۔

☆ ۵۔ ان احادیث نزول حضرت مسیح میں تحریف اور تاویل کی غرض سے آپ نے اس حدیث کے ترجمہ میں، جس میں یہ بیان ہے کہ عنقریب ابن مریم حاکم عادل ہوکر نزول کریں گے آنحضرت ﷺ پر ایک سوال وجواب کا افتراء کیا۔ اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۰۱ میں آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے

. تمہارا اس دن کیا حال ہوگا جس دن ابن مریم تم میں نازل ہوگا، اور تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے، وہ تمہارا ہی امام ہوگا۔ اور تم ہی میں سے (اے امتی لوگو) پیدا ہوگا۔

اور ازالہ اوہام میں لفظ بل ھو اپنے مجوزہ جواب میں ازخود ملا کر وضع لفظ حدیث کا بھی ارتکاب کیا اور لکھ دیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو سچ مچ ابن مریم ہی نہ سمجھ لو، بل ھو امامکم منکم۔ حالانکہ اس حدیث کے کسی طریق میں آنحضرت ﷺ سے یہ سوال جواب منقول نہیں ہے۔ اور نہ لفظ بل ھو اس حدیث میں آنحضرت ﷺ مروی ہے۔ اس سوال و جواب کے افتراء سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ جو ظاہر حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام آئیں گے تو اس وقت مسلمانوں کا امام موجود ہوگا (جس سے عام اہل اسلام کے اعتقاد میں امام مہدی مراد ہیں) اور وہ آپ کے خیال اور دعووں کی جڑ کاٹ رہا ہے کیونکہ اس وقت امام مہدی موجود نہیں تو آپ مسیح موعود کیوں کر بن سکتے ہیں؟ اس کا جواب ادا ہو۔

یہ سوچ کر آپ نے چاہا کہ چلو امام مہدی بھی ہم خود ہی بن جائیں اور حدیث کے یہ معنی گھڑ لیں کہ جو مسیح آئے گا وہی امام مہدی ہوگا۔ اور یہ سوال و جواب بنایا، اور جواب میں لفظ بل ھو بڑھایا اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء کیا، مگر یہ نہ سوچا کہ دوسری حدیث صحیح مسلم میں صاف آیا ہے

عن جابر بن عبداللہ یقول سمعت النبی ﷺ یقول لاتزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیامة قال فینزل عیسی ابن مریم ﷺ فیقول امیر هم تعال صلّ لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللہ ہذہ الامة ۔ صحیح مسلم ج ا ص ۸۷ کتاب ا لایمان ۔ باب نزول عیسی حاکماً بشریعة نبینا ۔

کہ عیسی بن مریم اتر آئیں گے تو ان کا (یعنی مسلمانوں کا) امیر (یعنی امام) ان کو کہے گا کہ آپ نماز پڑھائیں وہ (اس امام کو) یہ جواب دیں گے، نہیں۔ امیر (یعنی امام) تم ہی میں سے ہونا چاہیے۔ یہ کہنا اس امت محمدیہ کے اعزاز واکرام کیلئے ہوگا جو خدا کی طرف سے اس کو حاصل ہے۔

اس قسم کی تاویلات وتحریفات اور رد نصوص و وضع احادیث واقوال آپ کے طریق عملی میں اور بھی بکثرت پائی جاتی ہیں اور آپ کی تصانیف کے صدہا صفحات میں موجود ہیں۔

ان چند امثلہ وعقائد ومقالات وطریق عملی میرزا قادیانی کو پیش کر کے علمائے اسلام سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آیا وہ ان عقائد ومقالات وطریق عملی میں اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت کا پابند وپیرو ہے، یا اس سے خارج ؟

☆ بشق اول علمائے ربانی، نصوص کتاب وسنت واقوال سلف امت اہل قرون ثلاثہ اس کی تائید میں نقل کریں۔ قرون ثلاثہ کے مابعد کے علماء یا صوفیوں کے اقوال بلا دلیل کتاب اللہ وسنت معرض نقل میں نہ لاویں۔

☆ بشق ثانی وہ علمائے ربانیین یہ فرمائیں کہ ان عقائد ومقالات اور طریق عملی خصوصاً اس کے دعویٰ نبوت واشاعت اکاذیب ووضع احادیث کاذبہ ورد احادیث صحیحہ وتحریف معانی نصوص کی نظر سے اس کو من جملہ ان تیس دجالوں کے، جن کے خارج ہونے کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے، ایک دجال اور اس کے ان عقائد وخیالات وطریق عملی میں اس کے پیروان وہم مشربوں کو ذریات دجال کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

☆ اور ایسے عقائد ومقالات وطریق وعملی کے ساتھ کوئی شخص شرعاً وعقلاً ولی وملہم ومحدث ومجدد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

ابو سعید محمد حسین

جواب استفتاء

ان عقائد ومقالات اور اس طریق عملی میں مرزا قادیانی پابندیء اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت سے خارج ہے کیونکہ یہ عقائد ومقالات وطریق عملی اسلامی وسنی نہیں بلکہ ازاں جملہ بعض عقائد ومقالات یونانی فلاسفہ کے ہیں، بعض ہندوؤں پیروان وید کے، بعض نیچریوں کے، بعض نصاریٰ کے، بعض اہل بدعت وضلالت کے۔ اور اس کا طریق عملی ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضلال کا طریق ہے۔

(باطنیہ ایک ملحد فرقہ کا نام ہے جس کی تاویلات کی چند تمثیلات بیان کی جاتی ہیں۔ جن سے ناظرین کو یقین ہو کہ مرزا غلام احمد اور اس کے اتباع کی تاویلات اسی قسم کی تاویلات ہیں اور سب کا طریق

ایک ہے۔

ملاحدہ سبعیہ کا یہ مذہب ہے کہ وضو سے امام وقت کی دوستی مراد ہے اور زکوۃ سے تزکیہ نفس، اور کعبہ سے ذات نبی ﷺ۔ اور صفا مروہ سے جناب امامین حسن وحسین علیہما السلام۔ اور احتلام سے افشائے اسرار امام وقت۔ اور غسل سے امام وقت کے جناب میں دوبارہ عہد و بیعت کرنا۔ اور جنت سے جسم کو آسائش و آرام دینا۔ اور دوزخ سے تکلیفات اٹھانا وغیرہ۔

اسی طرح ملاحدہ باطنیہ کی یہ رائے ہے کہ روزہ، نماز، حج، زکوۃ، خلفائے ثلاثہ کے من گھڑت احکام ہیں اور روزہ رمضان خاص بدعت عمری ہے۔

ملاحدہ منصوریہ کہتے ہیں کہ جنت سے امام وقت اور دوزخ سے اس کے دشمن مراد ہیں۔ جیسے ابوبکر و عمر وغیرہ وغیرہ۔

جناب شاہ عبدالعزیز دہلوی اپنے تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ مطیع باللہ عباسی کے عہد میں ان فرقوں کو بایں عقل و شعور نہائت غلبہ اور کمال تسلط حاصل تھا۔ جس کے بعد انہوں نے ایک عالم کو گمراہ کیا، دانشمندوں کو ایک قسم کی عبرت حاصل ہونے کا مقام ہے)

☆ اور اس کے دعوی نبوت اور اشاعت اکاذیب اور اس ملحدانہ طریق کی نظر سے یقیناً اس کو ان تیس دجالوں میں سے، جن کی خبر حدیث میں وارد ہے، ایک دجال کہہ سکتے ہیں اور اس کے پیروان و ہم مشربوں کو ذریات دجال۔ یہ لوگ دجال نہ ہوں تو پھر احادیث نبویہ کا جن میں تیس دجالوں کذابوں کی خبر دی گئی ہے کوئی مصداق نہیں ہوسکتا۔

☆ اور اس اعتقاد و عمل کے ساتھ کوئی شخص شرعاً و عقلاً ولی و ملہم و محدث نہیں ہوسکتا۔ اس عمل و اعتقاد کا شخص خدا کا ملہم و مخاطب ہو تو انبیاء و ملہمین سابقین کا الہام بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بطور تمثیل ذیل میں معروض ہے۔

قادیانی کا کواکب و سیارات و افلاک کے لئے نفوس و ارواح تجویز کرنا یونانیوں کے فلاسفہ اشراقیین و ہندوان پیروان وید کا مذہب ہے (چنانچہ مرزا قادیانی اس امر کا صفحہ ۳۳ توضیح المرام میں خود معترف ہوا ہے)۔ اسلام نے یہ اعتقاد مسلمانوں کو نہیں سکھایا۔ اور قرآن و حدیث میں جو اسلام کے اصل اصول ہیں اس کا کہیں ذکر پایا نہیں گیا اور جو بعض متأخرین صوفیہ نے بہ تقلید فلاسفہ یا اپنے مشاہدہ و مکاشفہ سے ان ارواح کو تسلیم کیا ہے وہ مذہب اسلام نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ کتاب و سنت میں اس اعتقاد کا ثبوت پایا نہیں جاتا اور ان صوفیوں نے

خود بھی اس اعتقاد کو اعتقاد یا مذہب اسلام قرار نہیں دیا۔ صرف اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے۔ لہٰذا ان صوفیوں کا مکاشفہ سے وجود ان ارواحوں کو تسلیم کرنا اس اعتقاد کو داخل اسلام نہیں بنا سکتا اور اگر کوئی ناواقف اس مذہب و اعتقاد کو جزء اسلام قرار دے تو وہ بحکم حدیث من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فھو رد (جو شخص ہمارے دین میں وہ عمل یا اعتقاد از خود پیدا کرے جو بحکم قرآن و حدیث اس میں نہ ہو تو وہ لائق رد ہے) قادیانی کے اس خیال کا بطلان ان نصوص و اقوال سے بھی ہو گا جو اس کے اقوال آئندہ کے ابطال کے لئے پیش کئے جائیں گے۔

☆ اور قادیانی کا نفوس فلکیہ و ارواح کواکب کو ملائکہ کہنا بھی ان فلاسفہ کا احداث ہے جو فلسفہ کے ساتھ اسلام کے قائل ہیں، انہوں نے فلسفہ کو اسلام سے ملایا ہے اور ٹن زیب میں گاڑھے کا پیوند لگانا چاہا ہے۔ کتاب اللہ و سنت میں کہیں اس مذہب کا ثبوت پایا نہیں جاتا۔

امام رازی نے ملائکہ کے متعلق لوگوں کے مذاہب بیان کئے ہیں تو ان میں فلاسفہ کا یہ مذہب بیان کیا ہے کہ وہ ارواح کواکب ہیں، چنانچہ فرمایا ہے

ثانیھما قول الفلاسفة و ھی انھا جواہر قائمة بانفسھا لیست بمتحیزة البتة و انھا بالماہیة مخالفة لانواع النفوس الناطقة البشریة و انھا اکمل قوة منھا و اکثر علماً منھا و انھا للنفوس البشریة جاریته مجری الشمس بالنسبة الی الاضواء ثم ان ہذہ الجواہر علی قسمین منھا ماھی بالنسبة الی اجرام الافلاك و الکواکب کنفوسنا الناطقة بالنسبة الی ابداننا و منھا ما ھی لا علی شیء من تدبیر الافلاك بل ہی مستغرقة فی معرفة اللہ و محبته مشتغلة بطاعته و ہذا القسم من الملائکة ھم المقربون و نسبتھم الی الملائکة الذین یدبرون السماوات کنسبة اولئك المدبرین الی نفوسنا الناطقة فھذان القسمان قد اتفقت الفلاسفة علی اثباتھما و منھم من اثبت نوعاً آخر من الملائکة و ھی الملائکة الارضیة المدبرة لاحوال ہذا العالم السفلی ثم ان المدبرات لھذا العالم ان کانت خیرة فھم الملائکة و ان کانت شریرة فھو الشیاطین۔ (تفسیر کبیر۔ ج اول۔ ص ۳۳۷)۔

کہ دوسرا فلاسفہ کا قول ہے کہ ملائکہ جواہر یعنی بذات خود قائم ہیں مگر وہ کسی حیز (مکان)

میں جاگزیں نہیں ہوتے اور ان کی حقیقت انسانی نفوس کی حقیقت سے مخالف ہے وہ ان سے قوی تر اور علم میں بڑھ کر ہیں۔ان کو انسانی نفوس سے وہ نسبت ہے جو روشنی کو سورج سے نسبت ہے ۔ پھر یہ جوا ہر دو قسم کے ہیں ۔بعض ایسے ہیں جن کو افلاک و کواکب سے وہ نسبت ہے جو ہمارے نفوس ناطقہ کو ہمارے بدنوں سے ہے اور بعض ایسے ہیں جن کو اجرام فلکیہ کی تدبیر سے کچھ تعلق نہیں ہے (یعنی وہ اس کے مدبر نہیں) بلکہ وہ اللہ کی معرفت اور محبت میں مستغرق اور اسکے حکم کی بجا آوری میں مشغول ہیں ۔اس قسم کے ملائکہ مقربین کہلاتے ہیں ۔ان کے ملائکہ مدبرین افلاک کو ہمارے نفوس ناطقہ سے نسبت ہے ان دونوں قسموں کے ماننے پر فلاسفہ کا اتفاق ہے بعض فلاسفہ ایک اور قسم ملائکہ کو بھی مانتے ہیں۔ وہ زمین کے ملائکہ ہیں جن کو عالم سفلی کی تدبیر سے تعلق ہے۔ پھر یہ (عالم سفلی کے مدبر) اگر اچھے ہیں تو وہ ملائکہ کہلاتے ہیں اور اگر برے ہیں تو شیاطین ہیں ۔

☆ اور قادیانی کا جملہ حوادث و کائنات عالم کو ستاروں کی تاثیر سمجھنا بھی فلاسفہ اور نجومیوں اور ہندوؤں اور مجوسیوں اور ثنویہ اور بت پرستوں کا مذہب ہے۔ ہندوان قائلین وید کا قائل تاثیر ہونا تو قادیانی نے خود توضیح مرام کے صفحہ ۳۲ میں بیان کیا ہے۔ بت پرست اور مجوس وثنویہ کا قائل ہونا امام رازی کی تفسیر سے نقل کیا جاتا ہے۔امام رازی تفسیر کبیر کے صفحہ ۳۷۷ میں فرماتے ہیں

و ثانیهما قول طوائف من عبدة الاوثان و هو ان الملائكة هی الحقيقة فی ہذہ الكواكب الموصوفة بالاسعاد و الانحاس فانها بزعمهم احياء ناطقة و ان المسعدات منها ملائكة الرحمة و المنحسات ملائكة العذاب و ثالثها قول معظم المجوس و الثنوية و هو ان ہذا العالم مركب من اصلين ازليين و هما النور و الظلمة و هما فی الحقيقة جوہران شفافان مختاران قادران متضاد الجنس و الصورة مختلفا الفعل و التدبير فجواہر النور فاضل خير تقی طبيب الريح كريم النفس يسر و لا يضر و ينفع و لا يمنع و يحی و لا يبلی و جوہر الظلمة علی ضد ذالک ثم ان جوہر النور لم يزل يولد الاولياء و هم الملائكة لا علی سبيل

التناکح بل علی سبیل تو لد الحکمة من الحکیم و الضوء من المضیی و جو ہر الظلمة لم یز ل یو لد الاعداء و ھم الشیا طین علی سبیل تو لد السفه من السفیه لا علی سبیل التنا کح ۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۷۷۔)

کہ دوسرا قول کئی بت پرست جماعتوں کا ہے، وہ یہ کہ ملائکہ درحقیقت یہ ستارے ہیں جو سعد اور نحس کہلا تے ہیں ۔ان کے اعتقاد میں یہ ستارے زندہ ہیں اور گویا ہیں ۔ اوران میں جو سعد (نیک) ہیں وہ رحمت کے ملائکہ کہلا تے ہیں اور جو نحس ہیں وہ عذاب کے فرشتے ۔تیسرا قول اکثر مجوس اور ثنو یہ کا ہے (جو عالم کے دو خالق مانتے ہیں) وہ کہتے ہیں عالم درحقیقت دو اصول (مادہ) سے مرکب ہے جو ہمیشہ سے چلے آتے ہیں ۔ان میں ایک نور ہے دوسرا اندھیرا ۔اور وہ حقیقت میں جو ہر شفاف ہیں، خودمختار قادر جنس وصورت میں باہم مختلف فعل و تدبیر میں جدا گانہ ۔سو نور کا جو ہر بہتر اور سنہرا اور سخی ہے، خوش کرتا ہے، ضرر نہیں پہونچا تا، نفع دیتا ہے، فائدہ کو نہیں روکتا، زندہ کرتا ہے، مارتا اور بوسیدہ نہیں کرتا ۔اندھیرے کا جو ہر اس کے مخالف ہے ۔ پھر نور کے جو ہر سے ہمیشہ دوست پیدا ہو تے ہیں ۔ جیسے حکیم سے حکمت پیدا ہو تی ہے اور روشن چیز سے روشنی اور وہ ملائکہ کہلا تے ہیں اور اندھیرے کے جو ہر سے دشمن پیدا ہو تے ہیں جیسے احمق سے حماقت پیدا ہوتی ہے اور وہ شیاطین کہلا تے ہیں ۔

قادیانی نے بڑی جرئت کی ہے کہ ان باتوں کو قرآن سے ثابت بتا یا ہے ۔اس جرئت میں قادیانی نے خدا پر افتراء کیا ہے ۔کسی آیہ قرآن میں یہ ارشاد نہیں ہوا کہ کواکب و سیارات کے لئے ارواح ہیں اور کائنات الارض کے وجود میں مؤثر ہیں اور وہی ملائکہ ہیں جو انبیاء وغیرہ ملہمین کی روحانی تربیت کر رہے ہیں ۔اور نہ آنحضرت ﷺ نے کہیں یہ ارشاد فرمایا ہے ۔اور اعتقاد تاثیر کواکب کو تو قرآن شریف نے اشارۃً اور آنحضرت ﷺ نے صراحتاً ناشکری و کفر قرار دیا ہے ۔قرآن میں ارشاد ہے و تجعلو ن رز قکم انکم تکذ بو ن ۔ (واقعہ۔ ع ۲)۔ (کیا تمہاری یہی شکر گزاری ہے کہ تم خدا کو جھٹلاتے ہو) جو بارش ہوتی ہے تو یہ کہتے ہو کہ فلاں ستارہ کی تاثیر سے ہوئی ہے ۔

صحیحین میں آنحضرت ﷺ سے ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے

عن زید بن خا لد الجھنی انه صلی لنا رسول الله ﷺ صلوۃ الصبح

بالحديبية على اثر سماء كا نت من ا لليلة فلما انصرف النبى ﷺ اقبل على الناس فقا ل هل تدرو ن ما ذا قا ل ربكم قا لوا الله و رسو له اعلم۔ قال قال اصبح من عبادى مو من بى و كا فر۔ فا ما من قا ل مطر نا بفضل الله و ر حمته فذا لك مو من بى و كافر با لكوا كب و اما من قا ل بنوء كذا فذا لك كا فر بى و مو من با لكوا كب (بخارى۔ص ۴۱۔ مسلم۔ ۵۹)

کہ مقام حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ نے بارش کے بعد صبح کی نماز پڑھائی تو اصحاب کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ آیا تم جانتے ہو کہ خدا تعالی نے کیا فرمایا ہے۔ اصحاب بولے کہ اللہ اور اللہ کا رسول خوب جانتا ہے۔آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں کوئی مجھ پر ایمان لاتا ہے اور کوئی کافر ہوتا ہے۔سو جو یہ کہے کہ ہم پر خدا کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والہ ہے اور ستاروں سے منکر اور جو یہ کہے کہ فلاں ستارہ کے فلاں مقام پر پہنچنے کے سبب بارش ہوئی ہے تو وہ ستاروں پر ایمان لاتا ہے اور مجھ سے کافر ہے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے

عن ابن عباس قا ل مطر الناس على عهد رسو ل الله ﷺ فقا ل النبى ﷺ اصبح من الناس شا كر و منهم كا فر قا لوا هذه ر حمة الله و قا ل بعضهم لقد صدق نوع كذا و كذا قا ل قا ل فنز لت هذه ا لآ ية فلا اقسم بموا قع النجو م حتى بلغ و تجعلو ن رز قكم انكم تكذ بو ن (مسلم۔ص ۵۹)۔

آنحضرت ﷺ کے وقت میں بارش ہوئی تو آپ نے فرمایا خدا تعالی فرماتا ہے میرے بندوں سے کوئی شاکر ہے کوئی کافر۔شاکر کہتے ہیں یہ بارش خدا کی رحمت ہے۔بعض کافر کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارہ کا غروب سچا نکلا جو بارش ہوئی۔اس پر آیات اتریں فلا اقسم بمواقع..۔

امام نووی شرح مسلم کے صفحہ ۵۹ میں فرماتے ہیں

اما معنى الحديث فا ختلف العلماء فى كفر من قا ل مطر نا بنو ء كذا على قو لين احد هما هو كفر با لله تعا لى سا لب لا صل الا يمان مخر ج من ملة الاسلام قا لو و هذا فى من قال ذا لك معتقداً ان الكوا كب فاعل

منشیء للمطر کما کا ن بعض اہل الجا ہلیۃ یز عم و من اعتقد ہذا فلا شک فی کفرہ و ہذا القول الذی ذہب الیہ جما ہیر العلماء و الشا فعی منھم و ھو ظا ہر الحدیث قا لوا و علی ہذا لو قا ل مطر نا بنو ء کذا معتقداْ انہ من اللہ و بر حمتہ و ان النو ء میقا ت لہ و علا مۃ اعتبار بالعادۃ فکا نہ قا ل مطر نا فی وقت کذا فھذا لا یکفر و اختلفوا فی کراہتہ و الا ظہر کرا ھتہ لکنھا کرا ھۃ تنز یھۃ و سبب الکرا ہۃ انھا کلمۃ متر ددۃ بین الکفر و غیرہ فیساء الظن بصا حبھا ولا نھا شعار الجا ہلیۃ و من سلک مسلکم و القول الثا نی فی اصل تا ویل الحدیث ان المراد کفر نعمۃ اللہ تعا لی لا قتصادہ علی اضا فۃ الغیث الی الکوا کب و ہذا لا یعتقد تد بیر الکوا کب (شر ح مسلم۔ ص ۵۹)۔ کہ جو یہ کہے کہ فلاں ستارہ کے سبب بارش ہوئی، اس کے کفر کی تفسیر میں علماء کے دو قول ہیں۔ اول یہ کہ یہ خدا کے ساتھ کفر ہے ایمان کو دور کر نے وا لہ، اسلام کے دائرہ سے نکا لنے وا لہ۔ یہ قول اس شخص کے حق میں ہے جو اعتقاد رکھے کہ ستارہ بارش کا فاعل اور مد بر ہے، اس کی تا ثیر سے بارش ہوتی ہے، جیسا کہ جا ہلیت میں خیال کیا جا تا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے کفران نعمت (یعنی نا شکری) مراد ہے۔ یہ قول اس شخص کے حق میں ہے جو ستارہ کو مد بر و مؤ ثر نہ سمجھے یعنی صرف علامت ظہور تا ثیر خدا وندی خیال کرے۔ ملخص۔

فتح الباری (ج ۲ ص ۴۳۴) شرح صحیح بخاری میں ہے

و کا نوا فی الجا ہلیۃ یظنو ن ان نز ل الغیث بواسطۃ النوء اما لصنعہ علی زعمھم و اما بعلا متہ فا بطل الشرح قو لھم و جعلہ کفراْ فان اعتقد قا ئل ذا لک ان النوء صنعاْ فی ذا لک فکفرہ کفر یشریک و ان اعتقد ان ذا لک من قبیل التجر بۃ فلیس بشر ك لن یجوز ا طلاق الکفر علیہ و ارادۃ کفر النعمۃ لا نہ لم یقع فی شیء من طرق الحد یث بین کفر الکفر و الشکر واسطۃ فیعمل الکفر فیہ علی المعنیین لتناول ا لا مرین۔

کہ ایام جا ہلیت میں یہ اعتقاد تھا کہ بارش ستاروں کے فعل سے یا ان کی (مقررہ) علامت سے ہوتی ہے۔ سو شارع نے ان دونوں خیالوں کو باطل کیا اور کفر ٹھہرایا۔ سو

اگر یہ اعتقاد ہو کہ فعل ستارہ کا اس میں دخل ہے تو یہ مشر کانہ کفر ہے اور اگر صرف یہ اعتقاد ہو کہ تجربہ کی رو سے ہے تو یہ شرک نہیں مگر اس کو کفر بمعنی ناشکری کہہ سکتے ہیں۔

ان احادیث سے بہ شہادت اقوال علماء صاف ثابت ہے کہ ستاروں کو بارش میں مؤثر وسبب وجود سمجھنے کو آنحضرت ﷺ نے کفر قرار دیا ہے، اس کو کفر ملت سمجھیں یا کفر نعمت۔

☆ اب اور حوادث وکائنات میں تاثیر نجوم کے اعتقاد کا کفر ہونا ثابت کیا جاتا ہے

ایک حدیث میں ہے

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من اقتبس علماً من النجوم اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد۔ رواہ ابو دائود و احمد و ابن ماجه

(مشکوۃ۔ ص ۳۸۵) آپ ﷺ نے فرمایا جس نے علم نجوم سے کچھ حاصل کیا اس نے سحر کا ایک شعبہ حاصل کیا، جس قدر اس میں ترقی کرے گا سحر میں زیادتی کرے گا۔

ایک حدیث یوں ہے

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من اقتبس باباً من علم النجوم لغیر ما ذکر الله فقد اقتبس شعبة من السحر المنجم کاہن و الکاہن ساحر و الساحر کافر۔ رواہ رزین۔ (مشکوۃ۔ ص ۳۸۶)۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے علم نجوم کا کوئی باب (حصہ) حاصل کیا یعنی اس کی تاثیرات وفوائد کا علم سیکھا بجز ان فوائد کے جو خدا تعالیٰ نے بیان کئے ہیں (چنانچہ قتادہ کی روایت میں ان کی تفسیر عنقریب آتی ہے) اس نے سحر کا ایک شعبہ حاصل کیا اور نجومی (اس علم کو حاصل کرنے والہ اور اس کا معتقد) کاہن ہے اور کاہن ساحر ہے اور ساحر کافر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے

و اما الانواء و النجوم فلا یبعد ان یکون لهما حقیقة ما فان الشرع انما بالنهی عن الاشتغال به لا نفی الحقیقة البتته و انما توارث السلف الصالح ترك و الاشتغال به و ذم المستغلین و عدم القول بتلک التاثیرات لا القول بالعدم اصلا و لکن الناس جمیعاً توغلوا فی ہذا العلم توغلا شدیداً حتی صار مظنة لکفر الله و عدم الایمان به فعسی ان لا یقول صاحب توغل ہذا العلم مطرنا بفضل الله و رحمته من

صميم قلب بل يقول مطر نا بنوء كذا و كذا فيكو ن صادا عن تحققه بالايمان الذى هو ا لاصل فى النجا ة و اما النجو م فا نه لا يضر جهله اذالله مد بر للعا لم على حسب حكمته علمه احد و لم يعلم فلذا لک و جب فى الملة ان يخمل ذكره و ينهى من تعلمه و يجهر با ن من اقتبس علما من النجو م اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد و مثل ذا لک مثل التوراة و ا لا نجيل شدد النبى ﷺ على من اراد ان ينظر فيهما لكو نهما محر فة و مظنة لعدم ا لا نقياد للقر آ ن العظيم و لذا لک نهوا عنه ہذا ما ادى اليه رئنا و تفحصنا فا ن ثبت من السنة ما يدل على خلا ف ذا لک فا لا مر على ما فى السنة ۔ (حجة الله البا لغه۔ ص ۳۷۷)۔

کہ حقیقت نجوم کو ممکن تسلیم کرنے اور ان کی تا ثیرات کو غیر مستبعد ماننے کے ساتھ علم نجوم سے شغل ترک کرنا اور اس شغل والے کو برا سمجھنا اور نجوم کی تا ثیرات کا قائل و معتقد نہ ہونا سلف صالحین سے متوارث چلا آیا ہے اور اس علم میں توغل مظنہ کفر ہے اور پیغمبر، صاحب ملت کا یہ فرض تھا کہ اس کے ذکر کو مٹا وے اور اس کے سیکھنے سے لوگوں کو روک دے اور پکار کر یہ کہہ دے کہ جو شخص اس علم سے کچھ حاصل کرتا ہے وہ سحر کا ایک شعبہ حاصل کرتا ہے۔

شاہ صاحب کا کلام اس باب میں ایک نص قطعی ہے کہ شریعت اور اسلام میں نجوم کی تا ثیرات کے اعتقاد سے منع کیا گیا ہے۔ گو نفس الامر میں خدا تعالی نے ان میں تا ثیرات رکھے ہوں اور وہ واقعی و ممکن و غیر مستبعد ہوں

اور صحیح بخاری میں ہے

با ب فى النجو م و قا ل قتاده لقد زينا السماء الد نيا بمصابيح خلق ہذه النجو م لثلث جعلها زينة للسماء و ر جو ماً للشيا طين و علا ما ت يهتدى بها فمن تا ول فيها بغير ذا لک اخطا و اضا ع نصيبه و تكلف ما لا علم له به ۔ بخارى ص ۴۵۴ ۔

و فى روا ية رزين تكلف ما لا يعنيه و ما لا علم له به و ما عجز عن علمه الا نبياء و الملائكة و عن الر بيع مثله و ذاوا الله ما جعل الله فى نجم

حیوۃ احد و لا رزقه و لا موته و انما یفترون علی الله الکذب و یتعللون بالنجوم (مشکوۃ۔ص ۳۲۰)

و صله عبد بن حمید من طریق شیبان عنه به و زاد فی آخره و ان ناساً جهلة بامر الله قد احدثوا فی ہذه النجوم کہانة من غرس بنجم کذا کان کذا و من سافر بنجم کذا کان کذا و لعمری ما من النجوم نجم الا و یولد به الطویل و القصیر و الاحمر و الابییض و الحسن و الذمیم و ما علم ہذه النجوم و ہذه الدابة و ہذا الطائر شیء من ہذا الغیب۔ انتہی۔ و بهذه الزیادة و تظہر مناسبة ایراد المصنف ما اورده من تفسیر الاشیاء التی ذکرها من القرآن و ان کان ذکر بعضها وقع استطرادا و الله اعلم قال الداؤدی قول قتادہ فی النجوم حسن الا قوله اخطأ و اضاع نفسه فانه قصر فی ذالک بل قائل ذالک کافر۔ انتہی و لم یتعین الکفر فی حق من قال ذالک و انما یکفر من نسب الاختراع الیها و اما من جعلها علامة علی حدوث امر فی الارض فلا ۔ (فتح الباری۔ ج ۶ ص ۲۲۱)

کہ یہ ستارے تین (فوائد) کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

۱۔خدا تعالی نے ان کو آسمانوں کے لئے زینت بنایا ہے۔

۲۔ان سے شیاطین کو جو آسمانوں پر احکام سننے کو چڑھتے ہیں، مارا جاتا ہے۔

۳۔ وہ علامات ہیں (جن کے سمت سے جنگلوں اور دریاؤں میں راستہ پہچانا جاتا ہے)۔

پھر جو شخص ان ستاروں سے اور اغراض وفوائد کا ہونا بیان کرے تو وہ خطاکار ہے اور اپنا حصہ (فہم قرآن سے) ضائع کرتا ہے اور اس علم کے لئے تکلف کرتا ہے جس کا علم اس کے لئے ممکن نہیں۔ رزین کی روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ شخص اس امر کے جاننے کے لئے تکلف کرتا ہے جس کے جاننے سے انبیاء و ملائکہ بھی عاجز ہیں۔ ایسا ہی ربیع بن زیاد سے رزین نے نقل کیا ہے۔اس نے اس پر یہ بھی بڑھایا ہے کہ بخدا خدا تعالی نے کسی ستارہ کو نہ کسی کی زندگانی کا سبب بنایا ہے، نہ موت کا، نہ رزق کا۔ نجومی جھوٹ بولتے ہیں کہ وہ ستاروں کو علل (اسباب موثرہ) بتاتے ہیں۔ فتح الباری میں کہا ہے کہ اس قول قتادہ کی سند عبد بن حمید نے بیان کی ہے اور اس کے آخر میں یہ بڑھا دیا ہے

کہ خدا کے حکم یا شان سے جاہل لوگوں نے ستاروں میں یہ باتیں از خود نکالی ہیں کہ فلاں ستارہ کے وقت درخت لگاوے تو یہ ہوگا۔ فلاں ستارے کے وقت سفر کرے تو ایسا ہوگا اور ہر ایک ستارہ کی تاثیر سے کوئی دراز قامت پیدا ہوتا ہے کوئی پست قامت، کوئی سرخ کوئی سفید، کوئی خوب صورت کوئی بدصورت۔ اور ستاروں اور چوپایوں اور جانوروں کے یہ علوم غیب سے نہیں ہیں۔ داؤدی نے کہا ہے کہ قتادہ کا یہ قول اچھا ہے۔ مگر اس اعتقاد وقول جاہلیت کو صرف خطا کہنا اس کی کوتاہی ہے، ایسے اعتقاد والہ شخص کافر ہے (صاحب فتح الباری کہتے ہیں) صرف اسی کہنے پر کفر کا حکم نہیں ہوسکتا۔ کافر اسی کو کہا جاتا ہے جو ستاروں کو مخترع (یعنی موجد و موثر) کہے اور جو یہ سمجھے کہ یہ ستارے زمین میں خدا کی قدرت و تاثیرات کے ظاہر ہونے کی علامات ہیں تو وہ کافر نہیں ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ پرانے فلسفی اور قادیانی ان کواکب کو صرف علامات نہیں سمجھتے بلکہ ان کو مئوثر جانتے ہیں اور ان کی تاثیرات کے قائل ہیں لہذا ان کا اعتقاد وہی اعتقاد ہے جس کو عبارات مذکورہ میں حقیقی کفر کہا گیا ہے۔

اور اگر کوئی کہے کہ مرزا قادیانی تو مدعی اسلام ہے، وہ خدا تعالی کو عالم کا خالق و موجد جانتا ہے۔ ستاروں کا خالق و موجد بھی خدا تعالی ہی کو سمجھتا ہے۔ لہذا اس کا ستاروں کی تاثیر کا قائل ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ یہ تاثیر ستاروں کو خدا تعالی نے عطا فرمائی ہے۔ پھر ان کی تاثیر کا اعتقاد کفر کیوں کر ہوا۔ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ پرانے فلسفی اور نجومی بھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ستاروں کا خالق خدا ہے اور اسی نے ستاروں کی یہ تاثیرات پیدا کردی ہیں۔ ایسا کوئی فلسفی یا نجومی (بجز دہریہ کے) نہیں جو ستاروں کو خدا کی مخلوق نہ سمجھتا ہو، یا ان کی تاثیر کو خدا کی مخلوق نہ جانتا ہو۔ باایں ہمہ وہ اس تاثیر کے اعتقاد کے سبب کافر سمجھے گئے ہیں تو قادیانی کو کیوں کر نہ سمجھا جاوے۔

اس اعتقاد تاثیر کو باوجود اس اعتراف کے کہ وہ تاثیر خدا کی طرف سے ہے اور اس کی مخلوق ہے، کفر ٹھہرانے کی عقلی وجہ اور اس کا سرّ (بھید) یہ ہے کہ جو لوگ اس تاثیر کے قائل ہیں وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ تاثیر ستاروں کے لئے ایسی لازمی ہے کہ اس تاثیر کا ستاروں سے جدا ہونا محال ہے۔ خدا تعالی نے اس تاثیر کو پیدا تو کردیا مگر وہ اب اس تاثیر کو معدوم کرنے پر قادر نہیں رہا۔ اور اپنے مقررہ قانون کو وہ معزول بادشاہ کی مانند بدل نہیں سکتا

اس امر کا فلاسفہ نہ صرف تاثیرات نجوم کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ جملہ اسباب ومسببات عالم کی نسبت وہ یہی اعتقاد رکھتے ہیں اور اسباب ومسببات میں تلازم کو واجب اور عدم تلازم کو محال جانتے ہیں۔ اوراس کو قانون قدرت (لاءآف نیچر) کہتے ہیں اوراس کی تبدیل اورتغیر سے خدا کو عاجز وغیر قادر جانتے ہیں اوراسکے کفر ہونے میں اہل اسلام کو کیا شک ہے

اہل اسلام خدا تعالی کو فاعل، با اختیار، متصرف و مدبر عالم جانتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو آثار اسباب عالم سے ظاہر ہوتے ہیں وہ خدا ہی کی تاثیر سے ہیں اوراسی کی قدرت واختیار میں ہیں۔ وہ چاہتا ہے تو ان سے ان آثار کا ظہور ہوتا ہے۔ اوراگر وہ چاہتا ہے تو ان سے ان آثار کا عکس ظاہر کرتا ہے۔ وہ پانی سے آگ کا کام لیتا ہے اور آگ سے پانی کا۔ الغرض اہل اسلام کے نزدیک موثر خدا تعالی ہے، اسباب عالم اس کی تاثیر کے ظہور کے محل ہیں۔

☆ اس بیان سے ثابت ہوا کہ تاثیرات نجوم جس کے قرآن سے ثابت ہونے کا مرزا قادیانی مدعی ہے قرآن سے ثابت نہیں بلکہ قرآن اور حدیث اورعلماء اسلام نے اس کو کفر قرار دیا ہے۔ کفر حقیقی ملت سے خارج کرنے والہ ہوخواہ کفران نعمت۔ اوراعتقاد تاثیر صرف فلاسفہ اورنجومیوں اور ہندوؤں کا مذہب ہے اورقادیانی اس اعتقاد میں انہیں کا پیرو اور مقلد ہے، نہ پیرو اسلام۔

☆ اورقادیانی کا حضرت جرائیل و ملک الموت کے زمین پر آنے کو محال جاننا بھی اسی فلسفیوں اورنیچریوں کے اصول پر مبنی ہے جس کا کفر ہونا ابھی بیان ہوا ہے اور جرائیل وغیرہ ملائکہ کے صور محسوسہ کو جو انبیاء علیھم الصلوۃ و السلام دیکھتے ہیں ان کی خیالی صورت و عکسی تصویر قرار دینا بھی بعینہ نیچریوں کی تجویز ہے جو سید احمد خان کی تفسیر میں بیان ہوئی (دیکھو تفسیر ص ۴۷ و ۴۹ جلد ۱، ۲ کا مقام رؤیت مریم کا صورت جرائیل کو)۔ علماء اسلام کے نزدیک نزول ورؤیت جبریل میں یہ تاویل کرنا معانی نصوص میں تحریف کرنا ہے جو ملحدین کا شیوہ ہے

شرح عقائد نسفی کے صفحہ ۱۱۹ میں لکھا ہے

و النصوص من الکتاب و السنۃ تحمل علی ظواہرھا ما لم یصرف عنھا دلیل قطعی و العدول عنھا ای عن الظواہر الی معان ید عیھا اھل الباطن و ھم الملاحدۃ و سموا الباطنیۃ لا دعائھم ان النصوص لیست

علی ظوا ہر ھا بل لھا معا ن با طنیۃ لا یعر فھا ا لا المعلم و قصد ھم بذالک نفی الشر یعۃ با لکلیۃ الحاد ای میل وعدو ل عن ا لاسلام و اتصال و التصاق با لکفر لکو نہ تکذ یباً للنبی علیہ السلام فیما علم مجیئہ بہ با لضرورۃ و اما ما ذہب الیہ بعض المحققین من ان النصو ص مصروفۃ علی ظوا ہر ھا و مع ذا لک فیھا اشارات خفیفۃ الی دقا ئق تنکشف علی ار با ب السلو ك یمکن التطبیق بینھا و بین ظوا ہر ھا المرادۃ فھو من کما ل ا لا یمان و محض العر فا ن ۔

کہ قرآن و حدیث کے نصوص سے ان کے ظاہری معانی مراد لئے جائیں گے جب تک کہ کوئی قطعی دلیل ان معانی سے نہ پھیرے۔ اور ظاہری معانی سے ایسے معانی کی طرف عدول کرنا جس کے اہل باطن مدعی ہیں، اسلام سے عدول کرنا اور ملحد بننا ہے باطنیہ ملحد لوگ ہیں، ان کو باطنیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قرآن کی واضح عبارات کی نسبت یہ دعوی کرتے ہیں کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ باطنی معنی مراد ہیں جن کو ان کا معلم سکھلاتا ہے۔ ان کا مقصود اس اصول سے یہ ہے کہ احکام شریعت باطل و بے کار ہو جائیں۔ اس امر کو کفر و الحاد اس لئے کہا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے احکام و ارشادات کے جو بطور ہدایت آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں، تکذیب پائی جاتی ہے۔ ہاں جو بعض اہل تحقیق قائل ہیں کہ نصوص قرآن اور حدیث کے ظاہری معنی تو مراد ہیں ہی اور باوجود اس کے ان نصوص میں بعض مخفی اشارات بھی پائے جاتے ہیں، اور وہ اہل سلوک پر کھلتے ہیں اور وہ معانی ظاہری معانی سے مطابق ہو سکتے ہیں سو وہ کمال ایمان و عرفان کی بات ہے۔

ایسا ہی شرح فقہ اکبر وغیرہ کتب عقائد میں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی اور ان کے حواریوں کی تاویلات اس قسم سے نہیں ہیں کہ وہ معانی ظاہریہ کو بھی تسلیم کرتے ہوں اور مع ہذا اس کے اسرار و معانی لطیفہ بیان کرتے ہوں۔ وہ تو معانی ظاہری کی نفی کرتے ہیں اور صاف کہہ چکے کہ نزول جبریل سے حقیقۃً نزول مراد نہیں ہے اور جبرائیل کا اپنے ہیڈ کوارٹر آفتاب سے جدا ہونا نظام شمسی میں فساد پیدا کرتا ہے۔ اور ملک الموت کا بذات خود زمین پر آنا ناممکن ہے و علی ہذا القیاس ۔ انہیں اصول مسلمہ اہل اسلام کی شہادت سے مرزا قادیانی

اوران کے گروہ کی وہ تاویلات جودر باب نزول حضرت مسیح وخروج دجال ویاجوج وماجوج ولیلۃ القدر وسجود آدم وغیرہ میں وہ کرتے ہیں نصوص کی تحریف والحاد ہے اوران سب امور کو اہل اسلام انہیں معانی سے تسلیم کرتے ہیں جوان کے ظاہری معانی ہیں۔

امام نووی شرح مسلم جلد ثانی میں فرماتے ہیں

قال القا ضی رحمه الله تعا لی نزو ل عیسی علیه السلام و قتله الدجال حق و صحیح عند اہل السنة للا حا دیث الصحیحة فی ذا لک و لیس فی العقل ولا فی الشر ع ما یبطله فو جب اثبا ته و انکر ذا لک بعض المعتز لة و الجہمیة و من وا فقهم و زعموا ان ہذه الا حا دیث مردودة بقوله تعا لی و خاتم النبیین و بقو له ﷺ لا نبی بعدی و با جماع المسلمین انه لا نبی بعد نبینا ﷺ و ان شریعة مؤیدة الی یوم القیا مة لا تنسخ و ہذا ا لاستدلال فاسد لا نه لیس المراد بنزو ل عیسی علیه السلام انه ینز ل نبیاً بشر ع ینسخ شر عنا و لا فی ہذه ا لا حا دیث و لا فی غیر ها شیء من ہذا بل صحّت ہذه ا لا حا دیث هنا و ما سبق فی کتا ب الا یما ن و غیر ها انه ینز ل حکما مقسطا یحکم بشر عنا و یحی من امور شر عنا ما ہجره النا س ۔ انتہی ۔ (شر ح نووی۔ ج ۲ ص ۴۰۳۔)

کہ حضرت عیسی کا نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا اہل سنت کے نزدیک حق اور صحیح ہے کیونکہ احادیث صحیحہ اس باب میں موجود ہیں اور عقل وشرع میں ایسی کوئی دلیل وارد نہیں ہے جواس نزول کو باطل کرے۔لہذا اس کا ثابت رکھنا (یعنی تسلیم کرنا) واجب ہے۔معتزلہ اور بعض جہمیہ اوران کے ہم مشرب اس کے منکر ہیں۔ان کا یہ خیال ہے کہ وہ احادیث جن میں نزول مسیح کا ذکر ہے اس آیت کے مخالف ہیں جس میں آنحضرت ﷺ کو نبیوں کا خاتم کہا گیا ہے اوراس قول نبوی کے مخالف ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اور مسلمانوں کے اس اجماع کے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا،اور آپ کی شریعت قیامت تک منسوخ نہ ہوگی۔مگر ان کا ان دلائل سے استدلال ایک فاسد استدلال ہے،کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ حضرت عیسی ایسے نبی ہوکر آئیں گے جوآنحضرت ﷺ کی شریعت کو منسوخ کریں گے۔یہ بات نہ ان احادیث نزول میں

ہے نہ اور کسی حدیث میں، بلکہ کتاب الایمان میں گزر چکا ہے کہ وہ حاکم عادل ہوکر آئیں گے، ہماری ہی شریعت پر عمل کریں گے اور اس شریعت کے ان امور کو زندہ کریں گے جن کو لوگوں نے چھوڑ رکھا ہوگا۔

اور اس شرح مسلم جلد اول میں بصفحہ ۸۷، امام نووی نے لکھا ہے

والصواب ما قدمناه و هو انه لا يقبل الا الاسلام فعلى هذا قد يقال هذا خلاف ما هو حكم الشرع اليوم فان الكتابى اذا بذل الجزية وجب قبولها و لم يجز قتله و لا اكراهه على الاسلام و جوابه ان هذا الحكم ليس مستمرا الى يوم القيامة بل هو مقيد بما قبل نزول عيسى عليه السلام و اخبر النبى ﷺ فى هذه الاحاديث الصحيحة بنسخه و ليس عيسى عليه السلام هو الناسخ بل نبينا ﷺ هو المبين للنسخ فان عيسى عليه السلام يحكم بشرعنا فدل على ان الامتناع من قبول الجزية فى ذالك الوقت هو شرع نبينا محمد ﷺ۔

کہ ٹھیک بات وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجز اسلام کچھ (جزیہ وغیرہ) قبول نہ کریں گے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ہماری آج کے دن کی شریعت کے مخالف ہے کیونکہ اس وقت کتابی سے جزیہ قبول کرنا واجب ہے اور اس کو قتل کرنا یا اسلام پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم قیامت تک نہیں رہے گا۔ بلکہ وہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے زمانہ تک رہے گا۔ اس حکم کا بوقت نزول مسیح منسوخ ہو جانا آنحضرت ﷺ نے ان احادیث میں ظاہر کر دیا ہے تو اس حکم کے ناسخ حضرت عیسیٰ نہ ٹھہرے بلکہ آپ ﷺ ناسخ ہوئے۔ حضرت عیسیٰ اس وقت اس حکم کے نسخ کے مبیّن ہوں گے وہ آنحضرت ﷺ کے اس حکم سے جزیہ موقوف کریں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس وقت جزیہ نہ قبول کرنا آنحضرت ﷺ کے حکم سے ہوگا، نہ کہ حضرت عیسیٰ کے حکم سے۔

اور اس کے بعد نووی شرح مسلم جلد دوم کے صفحہ ۳۹۹ میں فرمایا ہے

قال القاضى هذه الاحاديث التى ذكرها مسلم و غيره فى قصة الدجال حجة لمذهب اهل الحق فى صحة وجوده و انه شخص بعينه ابتلى الله

به عباده و اقدره على اشياء من مقدورات الله تعا لى من احياء المو تى الذى يقتله و من ظهوره زهرة الدنيا و الخصب معه و جنته و ناره و تهويه و اتباع كنوز ا لا ر ض له و امره السما ء ان تمطر فتمطر و ا لا ر ض ان تنبت فتنبت فيقع كل ذا لك بقدرة الله تعا لى و مشيته ثم يعجزه الله تعا لى بعد ذا لك فلا يقدر على قتل ذا لك الر جل و لا غيره و يبطل امره و يقتله عيسى عليه السلام و يثبت الله الذين آ منوا هذا مذ هب اهل السنة و جميع المحد ثين و الفقهاء و النظار خلا فاً لمن انكره و ابطل امره من الخوار ج و الجهمية و بعض المعتز له و خلافاً للجبا ئى المعتز لى و موا فقه من الجهمية و غير هم فى انه صحيح الو جود لكن الذى يد عى مخا رف و خيا لا ت لا حقا ئق لها و ز عموا انه لو كا ن حقاً لم يو ثق بمعجزا ت ا لا نبياء صلوا ت الله و سلا مه عليهم و هذا غلط من جميعهم لا نه لم يد ع النبوة فيكو ن ما معه كا لتصديق له و انما يد عى ا لا لهية و هو فى نفس دعواه مكذب لها بصورة حا له و و جود دلا ئل الحدو ث فيه و نقص صور ته و عجز ه عن ازا لته العور الذى فى عينه و عن ازا لة الشاهد بكفره المكتو ب بين عينيه و لهذه ا لد لا ئل و غير ها لا يغتر به ا لا دعا ع من الناس لسد الحا جة و الفا قة ر غبة فى سد الر مق و تقية و خو فاً من اذاده لا ن فتنته عظيمة جدا تد هش العقو ل و تحير ا لا لبا ب مع سر عة مروره فى ا لا مر و لا يمكث بحيث يتا مل الضعفاء حا له و دلا ئل الحدوث فيه و النقص فيصدقه من يصدقه فى هذه الحا لة و لهذا احذرت الانبياء صلوات الله و سلا مه عليهم اجمعين من فتنة و نبهوا على نقصه و دلا ئل ابطا له و اما اهل التو فيق فلا يغترو ن به و يخد عو ن بما معه لما ذكرناه من الد لا ئل المكذبة له مع ما سبق لهم من العلم بحا له و لهذا يقول له الذى يقتله ثم يحييه ما ازددت فيك ا لا بصيرة ۔

کہ قاضی عیاض نے کہا ہے ان احادیث میں جن کو مسلم نے قصہ دجال میں ذکر کیا ہے اہل حق کے مذہب کی دلیل پائی جاتی ہے کہ دجال کا ہونا صحیح ہے ۔ اور وہ ایک

ایسا شخص ہے جس کے ذریعہ سے خدا تعالی مسلمانوں کا امتحان کرے گا اور اس کو ایسی چیزوں پر قدرت دے گا جو خدا کی قدرت میں داخل ہیں۔ جیسے مردہ کو (جس کو وہ مارے گا) زندہ کرنا اور دنیا کی زینت اور فراخی اور بہشت اور آگ اور نہروں کا اس کے ساتھ ہونا اور زمین کے خزانوں کا اس کے تابع ہونا، اور اس کے کہنے سے آسمان سے مینہ برسنا، اور زمین کا اگانا، یہ سب کچھ خدا کی قدرت اور ارادہ سے ہوگا۔ پھر خدا تعالی اس کو عاجز کردے گا تو وہ کسی کے مارنے پر قادر نہ ہوگا۔ اور اس کا حال بگڑ جائے گا اور حضرت عیسی اس کو قتل کریں گے اور خدا ایمان لانے والوں کو اس امتحان میں ثابت قدم رکھے گا۔ یہی اہل سنت اور تمام محدثین وفقہاء اور اہل اجتہاد کا مذہب ہے۔ خوارج، بعض معتزلہ اور جبائی اور اس کے ہم خیال جہمیہ اسکے مخالف ہیں۔ وہ اسکے ہونے کو تو مانتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ جو وہ کرے گا، یا دکھائے گا، وہ صرف خیالات ہوں گے، ان کی حقیقت کوئی نہ ہوگی۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ امور واقعی ہوں تو پھر معجزات انبیاء کا اعتبار نہیں رہتا۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ وہ یہ کرشمات دکھانے کے وقت نبوت کا دعوی نہ کرے گا تاکہ ان امور سے اس کے اس دعوی کی تصدیق ہو اور وہ معجزات انبیاء کے مشابہ ہو کر نبوت میں شبہ وشک ڈال سکیں۔ بلکہ وہ ان خوارق کے وقت الوہیت کا دعوی جھوٹا کرے گا جو خود بخود باطل ہوگا، اور دجال کا ظاہری اور اسکے مخلوق ہونے کے دلائل اور اس کی صورت کا عیب اور اس کا اس عیب کو دور کرنے سے اور اپنی پیشانی سے علامت کفر (لفظ کافر) کو مٹانے سے عاجز رہنا اس کو جھٹلائے گا۔

اس میں ان دلائل عجز وحدوث کے موجود ہونے کی وجہ سے اس کے خوارق سے کوئی دھوکا نہ کھائے گا۔ بجز عامی لوگوں کے، جو بھوک کے سبب یا اس کے ڈر کے مارے اس کو مان لیں گے کیونکہ اس کا فتنہ مدہوش و حیران کردے گا اور اس کا زمین پر جلدی سے پھر جانا ان کو اس کے حال کو سوچنے کا موقع نہ دے گا۔ اسی وجہ سے انبیاء نے اس کے فتنہ سے لوگوں کو ڈرایا ہے اور اس کے نقص وعجز پر آگاہ کردیا اور جن لوگوں کو خدا توفیق دے گا وہ اس سے دھوکہ نہ کھائیں گے۔ اور جو خوارق اس سے صادر ہوں گے وہ ان سے اسکے فریب میں نہ آئیں گے، کیونکہ وہ اسکے کذب اور عجز کے دلائل جانتے ہوں گے اور وہ اسکے حال سے واقف ہوں گے۔ اسی وجہ سے جس شخص کو وہ قتل

کر کے جلا دے گا وہ اس کو صاف کہے گا کہ تیرے اس فعل سے میرا یقین بڑھ گیا ہے)

اور ایسا ہی تمام کتب حدیث کے متون وشروح میں حضرت مسیح بن مریم کا نزول اور دجال ویاجوج وماجوج کا خروج ظاہری معنی سے تسلیم و بیان کیا گیا ہے اور ان امور کو ایسا یقینی سمجھا گیا ہے کہ ان کو اہل سنت کے اعتقادات میں داخل کیا گیا ہے۔

امام الآئمہ امام اعظم نے فقہ اکبر میں اور ملا علی قاری نے اسکی شرح میں فرمایا ہے

و خروج الدجال و یاجوج و ماجوج کما قال تعالی حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج و هم من کل حدب ینسلون ۔ و طلوع الشمس من مغربها کما قال تعالی یوم یأتی بعض آیات ربک لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیراً و نزول عیسی من السماء قال الله تعالی انه لعلم الساعة و قال و ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ای قبل موت عیسی علیه السلام بعد نزوله عند قیام الساعة فیصیر الملل واحدة و هی ملة الاسلام الحنیفیة و فی نسخة قدم طلوع الشمس علی البقیة و علی تقدیره قالوا او المطلق الجمعیة و الا فترتیب القضیة ان المهدی یظهر اولا فی الحرمین الشریفین ثم یاتی بیت المقدس فیاتی الدجال و یحصره فی ذالک الحال فینزل عیسی علیه السلام من المنارة الشرقیة فی دمشق الشام و یجیء الی قتال الدجال فیقتله بضربة فی الحال فانه یذوب کالملح فی الماء عند نزول عیسی علیه السلام من السماء فیجتمع علیه السلام بالمهدی و قد اقیمت الصلوة فیشیر المهدی لعیسی علیه السلام بالتقدم فیمتنع معللا بان هذه الصلوة اقیمت لک فانت اولی بان تکون الامام فی هذا المقام و یقتدی به لیظهر متابعته لنبینا علیه السلام کما اشار الی هذا المعنی صلی الله علیه و سلم بقوله لو کان موسی حیاًلما وسعه الا اتباعی و قد بینت وجه ذالک عند قوله تعالی و اذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاءکم رسول ۔ الآیه ۔ فی شرح الشفاء و غیره و قد ورد انه یبقی فی الارض

اربعین سنۃ ثم یموت و یصلی علیه المسلمون و یدفنون علی ما رواہ الطیالسی فی مسندہ و روی غیرہ انه یدفن بین النبی ﷺ و الصدیق و روی انه یدفن بعد الشیخین فھنیئاً للشیخین حیث اکتفنا بالنبیین۔ و فی روایۃ انه یمکث سبع سنین و قیل وھی الاصح و المراد باربعین فی الروایۃ الاولی مدۃ مکثه و بعدہ فانه رفع وله ثلاث و ثلاثون سنۃ۔ ... حتی کا یں ای ثابت و امر قوی ۔ (شرح فقه اکبر)

(کہ دجال اور یاجوج ماجوج کا نکلنا جس کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے کہ وہ ہر بلندی سے دوڑیں گے، اور آفتاب کا جانب مغرب سے طلوع کرنا جس کا اس آیت میں ذکر ہے کہ جس وقت خدا کی بعض نشانیاں آویں گی اس دن کسی کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہوگا اس کا ایمان نفع نہ دے گا، اور حضرت عیسیٰ کا آسمان سے نازل ہونا، چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے کہ وہ (یعنی حضرت عیسیٰ) قیامت کی ایک نشانی یا اس کے علم و شناخت کی ایک دلیل ہیں اور ارشاد ہے کہ اہل کتاب سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو حضرت عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے یعنی قیامت کے قریب ایمان نہ لائے گا۔ اور اس وقت سبھی دین وملت ایک دین (اسلام) ہو جائے گا۔ یہ سب امور حق اور ثابت ہیں۔ فقہ اکبر کے بعض نسخوں میں آفتاب کے مغرب سے نکلنے کا ذکر باقی امور سے پہلے ہوا ہے۔ اس صورت میں واؤ حرف عطف مطلق جمعیت کے لئے ہوا۔ اور ترتیب امور مذکورہ کی اس طرح پر ہوگی کہ اول امام مہدی حرمین میں ظاہر ہوں گے، پھر وہ بیت المقدس میں آئیں گے۔ اس وقت دجال آئے گا اور اس کا محاصرہ کرلے گا پھر حضرت عیسیٰ دمشق کے مشرقی کنارہ کے پاس آسمان سے اتریں گے اور دجال کے قتل کی طرف متوجہ ہوکر ایک ہی وار سے اس کو مار ڈالیں گے۔ وہ ان کے اترنے کے وقت نمک کی طرح پگھلنے لگے گا (مگر اس کی جان انہیں کے ہاتھ سے نکلے گی) پھر حضرت عیسیٰ اور مہدی ایک جگہ جمع ہوں گے اور نماز کیلئے تکبیر ہوگی تو حضرت مہدی حضرت عیسیٰ کی طرف نماز پڑھانے کے لئے اشارہ کریں گے۔ وہ اس سے انکار کریں گے یہ کہہ کر کہ آپ ہی کی امامت کیلئے یہ تکبیر ہوئی ہے لہذا آپ ہی اس کے مستحق ہیں اور خود ان کے مقتدی بن جائیں گے تاکہ معلوم ہو کہ وہ آنحضرت کے تابعین میں سے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمادیا کہ اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری پیروی سے چارہ نہ ہوتا۔اس کی وجہ اس قول خداوندی کی شرح میں بیان ہوئی ہے جس میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ تمہارے پاس میرا رسول (یعنی محمد ﷺ) آوے تو تم پر اس کا ماننا اور مدد کرنا ضروری ہوگا۔شفاء کی شرح وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت مسیح زمین میں چالیس برس رہیں گے اور پھر فوت ہوں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور ان کو دفن کریں گے۔ یہ ابوداؤد طیالسی کی مسند میں روایت ہے، اوروں کی روایت میں ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک اور حضرت صدیق اکبر کی قبر کے درمیان دفن کئے جائیں گے۔ایک روایت میں ہے کہ شیخین (صدیق اکبر اور فاروق) کی قبر کے بعد دفن کئے جائیں گے۔ اس صورت میں شیخین کے لئے مژدہ کہ شیخین دو نبیوں (آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح) کے درمیان مدفون ہوں گے،بعض کا قول ہے کہ وہ زمین میں سات سال رہیں گے اور یہی صحیح ترین اقوال سے ہے اور چالیس سال ٹھہرنے کی روایت سے بھی یہی مراد ہے کہ وہ بعد نزول سات برس رہیں گے کیونکہ ازانجملہ تینتیس برس انہوں نے آسمان پر جانے سے پہلے دنیا میں بسر کئے اور جب وہ اٹھائے گئے تھے تو ان کی عمر ۳۳ سال تھی)۔

اور شرح عقائد نسفی میں ہے

و ما اخبر به النبی علیه السلام من اشرا ط السا عة ای من علاماتها من خروج الد جا ل و دا بة ا لا ر ض و یا جوج و ما جوج و نزو ل عیسی من السما ء و طلوع الشمس من مغر بها فهو حق لا نها امور مملکة اخبر بها الصادق قا ل حذیفه بن اسید الغفاری طلع النبی ﷺ علینا و نحن نتذا کر فقا ل ما تذ کرو ن ۔ قلنا نذ کر السا عة قا ل انها لن تقو م حتی تروا قبلها عشر آ یا ت فذ کر الد خا ن و الد جا ل و الدا بة و طلوع الشمس من مغر بها و نزو ل عیسی بن مر یم و خرو ج یا جو ج ماجوج و ثلا ثة خسوف ۔ الخ ۔ (شرح عقا ئد)۔

(کہ آنحضرت ﷺ نے جو علامات قیامت (یعنی قیامت سے پہلے آنیوالی چیزوں) کی خبر دی ہے یعنی دجال اور یاجوج ماجوج کا نکلنا،اور حضرت عیسیٰ کا آسمان

سے نازل ہونا اور آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا (وغیرہ) وہ حق (واقع ہونے والے) ہیں کیونکہ یہ ایسے امور ہیں جو ممکن الوقوع ہیں اور مخبر صادق (آنحضرت ﷺ) نے ان کے وقوع کی خبر دی ہے۔ حذیفہ بن اسید غفاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک دن تشریف لائے۔ ہم کچھ مذاکرہ کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم کیا ذکر کر رہے ہو۔ ہم نے عرض کیا ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا قیامت نہ ہو گی جب تک تم دس نشان اس سے پہلے نہ دیکھ لوگے۔ پھر آپ نے دخان، دجال، دابۃ الارض، طلوع آفتاب از جانب مغرب، نزول حضرت عیسی۔ خروج یاجوج ماجوج اور زمین کا خسوف، اور یمن سے نکلنے والی آگ کا ذکر فرمایا۔)

یہ حدیث حذیفہ بن اسید کی جس کا شرح عقائد میں حوالہ دیا گیا ہے صحیح مسلم میں بصفحہ ۳۹۳ مروی ہے اور صحاح میں ایسی بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کی تاویلات مذکورہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں نزول عیسی علیہ السلام کے عنوان سے ایک باب منعقد کر کے اس میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کا یہ مضمون ہے

قال رسول اللہ ﷺ و الذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد۔ حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا و ما فیھا ثم یقول ابو ہریرۃ و اقرئوا ان شئتم و ان من اھل الکتاب الا لیئومنن بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً۔

(بخاری۔ ص ۴۹۰۔ مسلم۔ ص ۸۷)۔

کہ عنقریب حضرت عیسی ابن مریم حاکم عادل اتریں گے، صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کریں گے وغیرہ۔ اس حدیث کے آخر میں راوی حدیث ابو ہریرہ کا یہ قول منقول ہے کہ چاہو تو (اس حدیث کی تصدیق کے لئے) یہ آیت پڑھ لو جس میں ارشاد ہے کہ اہل کتاب سے ایسا کوئی نہ ہوگا جو حضرت عیسی کی وفات سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے گا۔

اور اس میں بالاتفاق اہل اسلام و گروہ مسیحائی میرزائی بہ کی ضمیر سے حضرت عیسی

مراد ہیں۔ اگر چہ موتہ کی ضمیر سے مراد میں اختلاف ہے۔ اس سے بلانزاع و بے اختلاف ثابت ہے کہ اس حدیث میں راوی ابو ہریرہ اور اس کے مخرجین امام بخاری و مسلم کے نزدیک عیسی ابن مریم ہی کا نزول مراد ہے، نہ کسی اور نام کے عیسی یا مثالی مسیح کا۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

قو له ثم یقو ل ابو ہریرۃ اقرئوا ان شئتم و ان من اہل الکتا ب ا لا لیؤمنن به قبل مو ته ففیه د لا لة ظا ہرۃ علی ان مذ ہب ابی ہریرۃ فی الآ یة ان الضمیر فی مو ته یعود علی عیسی ۔ (شرح مسلم)۔

کہ ابو ہریرہ کے اس قول سے کہ چاہو تو اللہ کا یہ فرمان پڑھ لو و ان من اہل الکتا ب الا لیؤ منن به قبل مو ته صاف سمجھا جاتا ہے کہ ابو ہریرہ کا اس آیت مے یہی قول تھا کہ اس میں لفظ مو ته کی ضمیر حضرت عیسی کی طرف پھرتی ہے۔

اور صحیح مسلم کی مشہور حدیث دمشقی میں جس آنے والے مسیح کا ذکر ہے اس کے نام کے ساتھ جا بجا نبی اللہ کا لفظ وارد ہے ایک جگہ پر فیحصر نبی اللہ ایک جگہ یهبط نبی اللہ دوجگہ فیر غب نبی اللہ ۔ چنانچہ ارشاد ہے

و یحصر نبی اللہ عیسی علیه السلام اصحا به حتی یکو ن رأس الثور لا حد هم خیراً من مأۃ دینار لا حد کم الیو م فیر غب نبی اللہ عیسی و اصحا به فیر سل اللہ علیهم الالنغف فی رقا بهم ۔ فیصبحو ن فر سی کمو ت نفس وا حدۃ ثم یهبط نبی اللہ عیسی علیه السلام ید عوا اصحابه الی الار ض فلا یجدو ن فی ا لا ر ض مو ضع شبرا الاملاہ زهمهم و نتنهم فیر غب نبی اللہ عیسی علیه السلام و اصحا به

کہ خدا کے نبی عیسی اور ان کے ساتھ والے (یاجوج ماجوج کے) محاصرہ میں آجائیں گے۔ اس وقت گائے کی سری (کھانے کے لئے) سو دینار سے ان کو بہتر معلوم ہوگی۔ پھر خدا کے نبی عیسی اور آپ کے ساتھ والے خدا کی جناب میں رغبت (دعا) کریں گے تو خدا تعالی یاجوج ماجوج کی گردنوں میں پھوڑا پیدا کردے گا پھر وہ سب کے سب ایسے مر جائیں گے جیسے ایک جان مرتی ہے۔ پھر خدا کے نبی عیسی پہاڑ سے اتر آئیں گے اور اپنے ساتھ والوں کو بلائیں گے تو زمین پر بالشت بھر ایسی جگہ نہ پائیں

گے جو ان کی نعشوں اور بدبوؤں سے بھری نہ ہو گی۔ پھر خدا کے نبی عیسی اور انکے ساتھ والے خدا سے دعا مانگیں گے، (مسلم)

یہ الفاظ بھی صاف شاہد و ناطق ہیں کہ جس مسیح کے نزول کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ اللہ کا نبی ہو گا، نہ کوئی اور نام کا عیسی یا مثالی مسیح۔

اور سنن ابو داؤد میں آنے والے مسیح کا ذکر ہوا ہے تو اس میں بھی آنے والے مسیح کو پہلے نبی کہا ہے پھر اس کے نزول کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ سے روایت ہے

عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ انہ قا ل لیس بینی و بینہ (یعنی عیسی) نبی و انہ نازل ۔ (ابو دائود ۔ ص ۲۳۸) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہ ہو گا اور وہ اترنے والے ہیں۔

اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنے والہ مسیح نبی ہے نہ کوئی نام کا یا مثالی مسیح اس قسم کی روایات کتب حدیث میں اور بہت ہیں (مثلاً ابن ماجہ کے صفحہ ۳۰۹ میں ایک حدیث ہے کہ حضرت عیسی نے فرمایا کہ خدا تعالی نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ قیامت سے پہلے تجھے دنیا میں بھیجوں گا۔ پھر میں اتروں گا اور دجال کو قتل کروں گا) جن میں گروہ قادیانی کی سابق تاویلات کا دخل نہیں ہے، ہاں ان احادیث کو آپ برملا موضوع قرار دے دیں یا اس میں یہ نئ تاویل کریں کہ آنیوالے مسیح کو جو نبی کہا گیا ہے تو اس سے قادیانی نبی مراد ہے کیونکہ وہ محدث ہے اور محدث بھی ایک قسم کا نبی ہوتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس نبی سے محدث مراد ہوتا تو آنحضرت ﷺ اس کی نفی نہ کرتے اور نہ فرماتے کہ میرے اور اس کے مابین کوئی نبی نہیں، کیونکہ محدث تو آنحضرت ﷺ اور آنیوالے مسیح کے درمیان بہت ہو چکے ہیں۔

☆ لیلۃ القدر اور سجود آدم کے ظاہری معانی پر محمول ہونے میں جو اقوال علمائے اسلام ہیں ان کی نقل کی اس مقام پر ضرورت نہیں ہے۔ وہ تمام لوگوں میں معروف و مشہور ہیں۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ ان احادیث نزول حضرت مسیح و خروج دجال و یاجوج ماجوج میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے اتباع کی تاویل ملحدانہ ہے۔ اور تمام اہل اسلام میں جو ان احادیث کو صحیح مانتے ہیں ان کے وہی معنی مراد ہونا مسلم ہے جو ظاہر الفاظ سے مفہوم ہوتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے جو اس تاویل و تحریف کو تجدید دین و مغز شریعت قرار دیا ہے یہ اس کے الحاد پر ایک اور دلیل ہے۔ تجدید دین یہ نہیں ہے کہ عقائد و مسائل اسلام کے ایسے

معانی کئے جائیں جو نہ صحابہ کے خیال میں آئے ہوں، نہ تابعین کے، اور نہ ظاہر الفاظ نصوص سے سمجھ میں آتے ہوں، اور نہ قرون ثلاثہ میں تسلیم کئے گئے ہوں۔ ایسے معانی کا بیان تو احداث کہلاتا ہے، بلکہ تجدید کے معنی یہ ہیں کہ جو اصول ومسائل (عقائد واعمال) ادلہ شرعیہ سے ثابت ہوں اور قرون ثلاثہ میں تسلیم کئے گئے ہوں، مگر لوگوں کی غفلت یا ناواقفی سے متروک ومہجور ہوگئے ہوں، ان کو از سر نو زندہ کر کے رواج دیا جائے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ تجدید دین کا حکم وارد ہے اور احداث سے ممانعت آچکی ہے۔ ان دونوں کو باہم متوافق کرنے سے صاف ثابت ہے کہ تجدید دین اسی صورت میں مطلوب شارع ہے جس میں احداث نہ پایا جائے۔

☆ اور مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ تجدید دین ظاہری علوم سے نہیں ہوسکتی یہ اس کے الحاد پر ایک اور دلیل ہے۔ تجدید احیاء و ترویج اصول ومسائل اسلام کا نام ہے تو ظاہری علوم اسلام اور علوم مسائل اسلامیہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ الحادات اور باطنیہ خیالات کی اشاعت تجدید ہوتی تو وہ ظاہری علوم کے بغیر بھی ممکن تھی۔

☆ مرزا قادیانی اور اس کے اتباع نے جو آنے والے مسیح کی بعض ایسی صفات بیان کی ہیں جو ان کے زعم میں حضرت مسیح علیہ السلام میں نہیں پائی جاتیں صرف قادیانی میں پائی جاتی ہیں، ان کے بیان میں انہوں نے کذب وتدلیس سے خوب کام لیا ہے اور اس سے اپنا دجال ہونا ثابت کر دکھایا ہے۔ آنیوالے مسیح کی نسبت یہ کہیں بیان نہ ہوا تھا کہ وہ فارسی الاصل ہوگا، اور نہ یہ ثابت ہے کہ مغل لوگ (جن میں قادیانی صاحب ہیں) فارسی الاصل ہیں۔ ایسا ہی کسی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آنے والہ مسیح صرف ایک مسلمان امتی ہوگا اور نبی نہ ہوگا۔ یہ بات صرف قادیانی اور اسکے حواریوں کی من گھڑت ہے جسکو انہوں نے آنحضرت ﷺ پر ایک سوال جواب وضع کر کے اس سے نکالا ہے، جس کا بیان بضمن سوال کافی ہو چکا ہے۔

☆ آنحضرت ﷺ نے تو متعدد حدیثوں میں آنیوالے مسیح کو نبی قرار دیا ہے۔ چنانچہ پہلے منقول ہو چکا ہے۔

☆ آنے والے مسیح کے بالوں کا سیدھا ہونا اور رنگ کا گندم گوں ہونا، جو انہوں نے بیان کیا ہے یہ حضرت مسیح بن مریم میں پایا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مسیح بن مریم کا بھی حلیہ بیان کیا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

وارا نی الیل عند الکعبة فی المنا م فاذا رجل آدم کاحسن ماتری من آدم الرجال تضرب لمتہ بین منکبیہ رجل الشعر یقطر راسہ ماء وا ضعاً یدیہ علی منکبی رجلین و ھو یطوف با لبیت فقلت من ہذا فقالوا ہذا المسیح بن مریم۔

کہ میں نے (خواب میں) ایک خوبصورت شخص گندم گوں سیدھے بال والے کودیکھا تو پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ مسیح بن مریم ہے۔

ہاں مجاہد کی حدیث میں حضرت ابن عمر سے یہ بھی بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسی کوسرخ رنگ و جعد دیکھا۔ اس حدیث کی دست آویز سے مرزا قادیانی اوراس کے حواریوں نے یہ افتراء کیا ہے کہ عیسی یا مسیح بن مریم دو ہیں۔

ایک حضرت عیسی بنی اسرائیل جن کوسرخ اور جعد کہا گیا ہے۔

دوسرا آنے والہ عیسی یا مسیح بن مریم جس کو گندم رنگ اورسیدھے بالوں والہ کہا گیاہےاور وہ آپ (قادیانی) ہیں۔

مگر یہ نہ سوچا کہ یہ لفظی اختلاف یوں رفع ہوسکتاہے، اورعلمائے اسلام نے رفع کردیاہے، کہ درحقیقت حضرت عیسی گندم رنگ وسیدھے بال والے تھے۔ ایک روایت میں جو انکوسرخ رنگ اور جعد کہا گیاہےتواس سے مراد ہے کہ ان کا گندمی رنگ مائل بہ سرخی تھا اورجعودت آپ کے جسم میں تھی نہ بالوں میں۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرمایا ہے

ووقع فی روا یۃ سا لم الآتیہ فی نعت عیسی انہ ادم سبط الشعر و فی الحدیث الذی قبلہ فی نعت عیسی انہ جعد و الجعد ضدالبسط فیمکن ان یجمع بینھما با نہ سبط الشعر و وصفہ با لجعودة فی جسمہ لا فی شعرہ و المراد بذا لک اجتماعہ و اکتنازہ و ہذا الا ختلاف نظیر الاختلاف فی کو نہ آدم اواحمر و الاحمر عند العرب الشدید البیاض مع الحمرة و الآدم الا سمر و یمکن الجمع بین الوصفین با نہ احمر لو نہ بسبب کا لتعب و ھو فی الاصل السمر وقد وافق ابوہریرہ علی ان عیسی احمر۔ الخ۔ کہ سالم کی روایت میں آنحضرت ﷺ نے حضرت مسیح کوسیدھے بال

والہ کہا ہے اور اس سے پہلی حدیث میں آیا ہے کہ وہ جعد تھے جو اس کی ضد ہے مگر ان دونوں روایتوں میں یوں موافقت ہوسکتی ہے کہ آپ کے بال تو سیدھے تھے مگر جعد ہونے کا جو ذکر ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ آپ کا بدن جعد یعنی کسا ہوا اور مضبوط تھا یہ اختلاف ایسا ہے جیسا کہ آپ کی رنگت کی نسبت اختلاف ہوا ہے وہ گندم رنگ تھے یا سرخ رنگ جس سے یہ مراد ہوسکتی ہے وہ تھے تو گندم رنگ مگر کسی سبب سے وہ رنگ سرخ ہوگیا تھا۔

اور وفی روایۃ عبد الرحمن بن آدم عن ابی ہریرہ فی نعت عیسی انہ مربوع الی الحمرۃ والبیاض۔ (فتح الباری۔ ج ۶ ص ۳۵۰)۔

کہ ان کے رنگ میں سرخی وسپیدی دونوں موجود تھیں۔

کرمانی نے شرح بخاری میں کہا ہے

و یجوز ان یأول و یجمع بینھما بانہ لیس احمر صرا فابل ھوما ئل الی الادمۃ۔ (حاشیہ بخاری۔ ص ۴۸۹) کہ حضرت عیسی کو سرخ وگندم رنگ کہنا یوں جمع ہو سکتا ہے کہ وہ صرف سرخ نہ تھے بلکہ سرخ رنگ مائل بگندم گونی تھے۔

اس اختلاف کی نظیر حضرت موسی کی نعت میں دو متضاد صفتوں جسیم اور خفیف کا ورود ہے جس کو باہم یوں متوافق کیا گیا ہے

لامانع ان یکون مع کونہ خفیف اللحم جسیماً بالنسبۃ لطولہ ولوکان غیرطویل لا جتمع لحمہ وکان جسیماً۔ (فتح الباری۔ ج ۶ ص ۳۵۰)

کہ وہ بلحاظ طول قامت جسیم تھے وہ چھوٹے قد کے ہوتے تو بھاری معلوم ہوتے اس اختلاف سے کوئی یہ نہیں نکالتا کہ حضرت موسی دو تھے، ایک جسیم اور دوسرے خفیف۔

اس کی دوسری نظیر خود آنحضرت ﷺ کی نعت وحلیہ میں یہ اختلاف لفظی ہے کہ ایک حدیث میں آپ کو ابیض (گورے رنگ والہ) کہا گیا ہے چنانچہ صحیح بخاری (ص ۱۳۷) میں آنحضرت ﷺ کی نعت میں ابوطالب کا شعر منقول ہے جس میں آپ ﷺ کو ابیض کہا گیا ہے

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للاوامل

اور شمائل ترمذی میں ہے

کان رسول اللہ ﷺ ابیض کانما صیغ من فضۃ کان رسول اللہ ربقہ

اسمر اللون

اور کان رسول اللہ ﷺ رجلاً مربوعا (شمائل ترمذی۔ ص ۴)

اور لم یکن بالجعد القطط و لا با لسبط کان رجلا جعداً (شمائل ترمذی۔ ص ۷)

کہ آپ ایسے گورے تھے کہ گویا چاندی سے بنائے گئے اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ گندم گوں رنگ تھے۔

اس اختلاف کو یوں ہی متوافق کیا گیا ہے کہ آپ سفید رنگ تھے مگر مائل بسرخی جس سے گندم گونی پیدا ہوگئی تھی۔ چنانچہ دیگر روایت میں صریح آچکا ہے۔

ایسا ہی آپ کے بالوں کو سیدھا بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ شمائل ترمذی ہے۔

اور یہ بھی آیا ہے کہ آپ سیدھے بال والے نہ تھے۔

جس کو یوں باہم متوافق کیا گیا ہے کہ آپ کے بال نہ بہت سیدھے تھے اور نہ بہت گھونگھر والے بلکہ ایسے سیدھے تھے کہ ان میں کسی قدر شکن پڑتی تھی۔ مگر اس اختلاف رنگ اور موئے نبوی سے بھی کسی نے یہ نہیں نکالا کہ جناب رسول اللہ ﷺ دو تھے۔ ایک گورے رنگ کے، دوسرے گندمی رنگ کے، یا ایک سیدھے بال والے دوسرے کسی قدر شکن دار بال والے۔ پس اس قسم کے لفظی اختلاف سے حضرت مسیح کیوں کر دو مسیح ہو سکتے ہیں۔

قادیانی نے بڑا غضب ڈھایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حلیہ کے لفظی اختلاف کے سبب ایک مسیح کو دو مسیح (ایک سرخ رنگ، گھونگھر والے بال کا، دوسرا گندم گوں، سیدھے بال والا) بنادیا اور یہ بھی نہ سوچا کہ صرف گندم گوں ہونے سے کوئی شخص مسیح نہیں ہو جاتا جہاں تک کہ بقیہ صفات مسیح اس میں نہ ہوں۔ گندم گوں ہزاروں مسلمان بلکہ مذاہب غیر کے اشخاص موجود ہیں پھر کیا وہ صرف رنگت سے مسیح ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اتباع قادیانی سے کوئی شخص منصف وطالب حق ہو تو صرف اس ایک مغالطہ کی نظر سے اس کو دجال سمجھے اور اس کے اتباع سے دست بردار ہو جائے۔

☆ اور قادیانی کی تجویز، پاک تثلیث .نصف عیسائیت ہے۔ عیسائی لوگ باپ بیٹے اور روح القدس کے مجموعہ کو تثلیث قرار دیتے ہیں۔ قادیانی صاحب خدا کی محبت (باپ) اور بندہ محبوب کی محبت (ماں) اور ان دونوں سے متولد روح القدس کے مجموعہ کو تثلیث قرار دیتے ہیں۔ اب لوگوں کو عیسائی بنانے میں صرف ایک آنچ کی کسر رہ گئی ہے کہ اس تثلیث کے ساتھ توحید

کو بھی ملا دیں اور ان تینوں کو ایک خدا کہہ دیں جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں۔ یہ بات آپ اس وقت نہیں کہتے تو آئندہ سال کہیں گے اور لوگوں کو پورا عیسائی بنائیں گے۔ آپ کا یہ ارادہ نہ ہوتا تو حرف تثلیث آپ کی تحریر میں نہ آتا اور نہ اس کو پاک کہا جاتا۔

☆ مرزا قادیانی کا بطور استعارہ ابن اللہ کہلانے کو تجویز کرنا پوری عیسائیت ہے۔ نحن ابناء الله واحبائه (المائدہ)۔ بائیبل سے ثابت ہے کہ عیسائیوں نے بھی استعارہ کے طور پر خدا کے پیارے و مطیع بندوں کو ابن اللہ کہا ہے۔ اور قرآن میں ان کے اس قول کی حکایت کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، اسی کی طرف مشعر ہے۔ مگر یہی استعارہ ان لوگوں کے مشرک ہوجانے اور مخلوق کو حقیقۃً خدا کا بیٹا قرار دینے کا موجب ہوا تو قرآن و اسلام آیا اور اس محاورہ کو اٹھایا۔ اور بیٹے بیٹی کی نسبت سے (استعارہ کے طور پر کیوں نہ ہو) خدا کی پاکی کا اظہار فرمایا۔ اب قادیانی صاحب پھر اس محاورہ کو مسلمانوں میں قائم کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی فکر میں ہیں۔ انالله وانااليه راجعون۔

☆ اور مرزا قادیانی کا محدث ہونے کا دعوی کرنا اور اس ذریعہ سے ایک قسم کا نبی کہلانا اور ختم نبوت و نبوت کلی وتشریعی سے مخصوص کرنا اور نبوت جزئی کے دروازہ کو مفتوح کہنا، ان نصوص قرآن وحدیث سے انکار ہے جو مطلق نبوت کو ختم کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت وخاتم النبيّن اپنے اطلاق و عموم کے ساتھ آنحضرت ﷺ پر مطلق نبوت کو ختم کرتی اور صاف بتاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسا کوئی شخص نہ ہوگا جس پر لفظ نبی کا اطلاق ہو سکے اور آنحضرت ﷺ نے اپنے اس کلام کے اطلاق و عموم کے ساتھ بھی مطلق نبوت کو ختم کیا ہے اور خصوصیت کے ساتھ محدثین سابقین اور محدث امت محمدیہ حضرت عمر فاروق کا نبی نہ ہونا ظاہر فرمادیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں آیا ہے

عن النبی ﷺ قال كانت بنواسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبی خلفه نبی وانه لانبی بعدی وسيكون خلفاء (بخاری۔ ص ۴۹۱)

کہ بنی اسرائیل کی سرداری انبیاء کرتے۔ جب کوئی نبی ان میں فوت ہوجاتا تو اس کا جانشین بھی دوسرا نبی ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، صرف خلفاء ہوں گے۔

ابوداؤد کی حدیث میں آپ ﷺ سے منقول ہے کہ میری امت میں تیس ایسے جھوٹے ہوں گے جو نبوت کا دعوی کریں گے حالانکہ میں نبیوں کا خاتم ہوں۔ میرے بعد کوئی

نبی نہیں ہوگا۔ ہاں میری امت میں ایک جماعت حق پر قائم رہے گی جن کو ان کا مخالف ضرر نہ پہنچائے گا۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں

سیکون فی امتی کذا بون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیّن لا نبی بعدی۔

ان ارشادات نبویہ کے جملہ لا نبی بعدی میں لفظ نبی نکرہ ہے، جو نفی لا کے نیچے داخل ہے اور وہ مفید عموم و استغراق ہے اور یہ بتاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسا کوئی نہ ہوگا جس پر لفظ نبی بولا جاسکے۔

اب خصوصیت کے ساتھ محدث کا نبی نہ ہونا آپ ﷺ کے کلام سے ثابت کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں آیا ہے

قال النبی ﷺ لقد کا ن فیماکان قبلکم من ا لامم ناس محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر .قال النبی ﷺ قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمو ن من غیر ان یکونوا انبیاء فا ن یک فی امتی منھم احد فعمر۔ قال ابن عباس من نبی و لا محدث۔ (بخاری۔ ص ۵۲۱) تم سے پہلے امتوں میں محدث ہوتے تھے۔ اس امت میں محدث ہے تو وہ عمر ہے۔

یہ بھی آپ ﷺ سے ان کتابوں میں منقول ہے کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو نبی نہ ہوتے اور وہ خدا سے یا ملائکہ سے ہم کلام (مخاطب) ہوتے۔ میری امت میں ایسا کوئی ہے تو عمر ہے۔

ابن عباس کی روایت میں آیت و مارسلنا من قبلک من رسول و لا نبی میں لفظ نبی کے بعد یہ لفظ و لا محدث بھی پڑھا گیا ہے۔ اور صحیح مسلم میں لفظ محدث کی تفسیر ملھم سے ہوئی ہے۔

یہ اقوال نبوی صاف اور صریح ناطق ہیں کہ پہلی امتوں کے محدث باوجودیکہ وہ خداتعالی یا ملائکہ کے ہم کلام و مخاطب ہوتے تھے، نبی نہ کہلاتے تھے۔ اب خاص محدث امت محمدیہ حضرت عمر فاروق کا نبی نہ ہونا آپ ﷺ کے کلام سے ثابت کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

لو کا ن بعد ی نبی لکا ن عمر ابن الخطا ب۔ (تر مذی۔ ۲۳۰)۔ میرے

بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت فاروق ہوتے۔

اس سے ثابت ہے کہ حضرت عمر نبی نہیں تھے اور اس لفظ کا اطلاق ان پر نہیں ہوسکتا، باوجودیکہ حدیث مذکورہ بالا میں ان کا محدث ہونا بیان ہو چکا ہے اور جب کہ آیہ قرآن کی عموم واطلاق سے اور ارشادات نبویہ کی عموم وخصوص دونوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں جس پر لفظ نبی کا اطلاق ہوسکے اور محدثین سابقین اور اس امت کے تسلیم شدہ محدث نبی نہ کہلا سکے اور قرآن وحدیث نے اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے تو پھر قادیانی کا یہ دعوی کرنا کہ محدث ایک طرح کا نبی ہوتا ہے وبناءً علیہ وہ خود ایک قسم کا نبی ہے، ان نصوص صریحہ کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟

☆ قادیانی کا ختم نبوت کو نبوت تشریعی اور کلی سے مخصوص کرنا اور اپنے آپ کو محدث قرار دے کر اپنے لئے جزئی نبوت اور ایک نوع نبوت کو تجویز کرنا اور ایک قسم کا نبی کہلانا صاف مشعر ہے کہ وہ اپنے آپ کو انبیائے بنی اسرائیل کی مانند (جو نئی شریعت نہ لاتے بلکہ پیروی شریعت سابق کی کرتے اور نبی کہلاتے) نبی سمجھتا ہے۔ یہی امر اس کے قصیدہ الہامیہ کے اشعار ذیل سے جو ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۶۲ وغیرہ میں منقول ہے، سمجھ میں آتا ہے

حکم است ز آسمان بزمیں مے رسانمش گر بشنوم نگویمش آں را کجا برم

من می زیم بوحی خدائے کہ بامن ست پیغام اوست چوں نفس روح پرورم

من نیستم رسول و نہ آوردہ ام کتاب ہاں ملہم ہستم وزخداوند منذرم

(ہرچندان ابیات میں آپ نے رسول ہونیکی نفی کی ہے، مگر سرورق ازالہ پر اپنے حق میں لفظ مرسل یزدانی لکھوا کر چھپوا دیا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ درحقیقت آپ کو رسالت کا بھی دعوی ہے۔ اوران ابیات میں نفی صرف دھوکہ ہے۔ اس پر ایک روشن اور قطعی دلیل یہ ہے کہ آپ نے ازالہ کے صفحہ ۶۷۳ میں اپنا رسول مبشر بزبان حضرت مسیح ہونا آپ نے بزعم خود قرآن سے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے

> اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسی بن مریم ہے جواس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہوگیا ہے اور فرمان جعلنا ك المسيح ابن مريم نے اس کو درحقیقت وہی بنادیاہے و كان الله على كل شيء قديراً۔ اوراس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جلالی۔ اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ

اشارہ ہے و مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں ۔لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد (خود بدولت) جو اپنے اندر حقیقت عیسوی رکھتا ہے، بھیجا گیا ہے ۔ . .

اور جس فرمان کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں آپ نے بیان کیا اور فرمایا ہے . اس عاجز کا نام مسیح ابن مریم رکھ دیا اور اپنے الہام میں فرمادیا

جعلناك المسيح ابن مريم ۔

یہ عبارت صاف ناطق ہے کہ آپ اپنے آپ کو بہ شہادت قرآن، رسول سمجھتے ہیں ۔ پھر اس بیت میں اپنی رسالت سے انکار مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور الزام دعوی رسالت سے بچنے کے سوا کیا معنی رکھتا ہے؟)

یہ (فارسی) ابیات صاف پکار رہے ہیں کہ آپ نبی ہیں، صاحب وحی ہیں، منذر ہیں، پیغمبر ہیں ۔ سب کچھ ہیں ،صرف کسر ہے تو اتنی ہے کہ آپ کوئی نئی کتاب نہیں لائے، بلکہ انبیاء بنی اسرائیل کی طرح پہلی کتاب کے تابع ہیں اور اس میں عموم و خصوص نصوص قرآنیہ ونبویہ مذکورہ بالا سے صاف انکار ہے ۔ اور یہ دعوی نبوت وتکذیب نصوص قادیانی کے دجال وکذاب ہونے پر بڑی روشن وقوی دلیل ہے ۔

☆ ایسے ہی کاذب مدعی نبوت کو آنخضرت ﷺ نے دجال فرمایا ہے ۔ چنانچہ حدیث مذکور ابی داؤد میں صاف تصریح ہے اور صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے منقول ہے

لاتقوم الساعة حتى يبعث دجالو ن كذابو ن قريباً من ثلاثين كلهم يزعمون انه رسول الله (بخاری ۔ ص ۵۰۹ ، مسلم۔ ص ۳۹۷ جلد ۲)۔

کہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہ ہوگی جب تک کہ تقریباً تیس دجال کذاب پیدا نہ ہوں جو دعوی کریں گے کہ ہم اللہ کے رسول ہیں ۔

صحیح مسلم (ج ۱ ص ۱۰) میں یہ بھی حدیث ہے

قال رسول الله ﷺ يكون فى آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الاحاديث بمالم تسمعوا انتم ولا آباء كم فاياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں ایسے دجال کذاب پیدا ہوں گے جو تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جن کو تم نے نہ سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپوں نے ۔ان

سے بچتے رہنا وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور کسی بلا میں نہ ڈال دیں۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا ہے

قال ثعلب کل کذاب فهودجال وقيل الدجا ل المموه يقال د جال فلان اذا موه ودجل الحق بباطله اى اعطاه ۔ (شرح مسلم۔ ص ۱۰ ج ۱)۔کہ ثعلب نے کہا جو جھوٹا ہو وہ دجال ہے۔بعض نے کہا دجال وہ ہے جو باطل پر حق کا ملمع چڑھا وے، یا حق کو باطل سے ڈھانپ دے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے

قد ظهر مصداق ذا لک فی آخر زمن النبی ﷺ فخر ج مسيلمة باليمامة واسود العنسى با ليمن ثم خر ج فی خلافة ابی بکر طليحه بن خو يلد فی بنی اسد بن خزيمه وسجاح التميميه فی بنی تميم ۔ وقتل الاسود قبل ان يموت النبی ﷺ وقتل المسيلمه فی خلافة ابی بکر و تاب طليحه و ما ت علی ا لاسلام علی الصخيح فی خلا فة عمر و نقل ان السجاح ايضاً ثابت واخبار هئولاء مشهورة عندالاخبار يين ثم کا ن اول من خر ج منهم المختار بن ابی عبيد الثقفی غلب علی الکوفه فی اول خلافة بن زبير ۔ فاظهر محبت اهل البيت و عدا الناس الی طلب قتلة الحسين فتبعهم فقتل کثير ممن باشر ذا لک او اعان عليه فاحبه الناس ثم انه زين له الشيطا ن ان ادعی النبو ة وزعم ان جبرا ئيل يأ تيه ۔ فروی ابودائود الطيالسی باسنادصحيح عن رفاعة بن شداد قال کنت ابطن شیء بالمختار فدخلت عليه يوماً فقال دخلت وقد قام جبر ئيل قبل من هذاالکرسی ۔ و روی يعقوب بن سفيان باسناد حسن عن الشعبی ان الاحنف بن قيس اراه کتاب المختار اليه يذکر انه نبی و روی ابودائود فی السنن من طر يق ابرا هيم النخعی قال قلت العبيدة بن عمرو اتری المختار منهم قال اما انه من الرئوس وقتل المختار سنة بضع وستين و منهم الحراث الکذاب خر ج فی خلافة عبدالملک بن مروان فقتل وخر ج فی خلافة بنی العباس جماعة ۔ (فتح الباری ۔ ص ۴۵۴ ج ۲)۔

کہ اس حدیث کا صدق آنحضرت ﷺ ہی کے آخر زمانہ میں ظاہر ہو چکا ہے۔ یمامہ میں مسیلمہ کذاب ایسا نکلا، یمن میں اسود عنسی۔ پھر حضرت ابوبکر کے دور میں طلیحہ اور سجاح نکلے۔ اسود تو آنحضرت ﷺ کی رحلت سے پہلے مارا گیا۔ اور مسیلمہ خلافت ابوبکر میں، اور طلیحہ تائب ہوا اور اسلام کی حالت میں مرا اور سجاح بھی تائب ہوئی۔ ان کے حالات اہل تاریخ جانتے ہیں۔ ان سب کے بعد پہلے مختار بن عبید نکلا۔ اس نے ابن زبیر کی شروع خلافت میں کوفہ پر غلبہ پایا۔ سو پہلے تو اس نے محبت اہل بیت کا اظہار کیا اور اس کی طرف لوگوں کو بلایا پھر یہ دعویٰ کیا کہ میرے پاس جبرائیل آتے ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد الطیالسی نے رفاعہ سے نقل کیا ہے کہ میں ایک دن مختار کے پاس گیا تو وہ بولا کہ ابھی اس کرسی سے جبرائیل اٹھ کر گئے ہیں۔ یعقوب بن سفیان نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ احنف ابن قیس نے ان کو مختار کا ایک خط دکھایا جس میں اس نے اپنی نبوت کا ذکر کیا تھا۔ ابوداؤد نے سنن میں عبیدہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ مختار ان مدعیان نبوت کا سردار تھا۔ یہ مختار ۶۰ھ میں مارا گیا اور من جملہ ان کے حارث کذاب ہے جو خلافت عبدالملک بن مروان میں نکلا اور مارا گیا۔

☆ غلام احمد قادیانی کا یہ بھی حال سنا گیا ہے کہ وہ اپنے مریدوں میں بیٹھ کر دعویٰ کیا کرتا ہے کہ جبرائیل میرے سامنے کھڑے ہیں، جو کچھ مجھ سے کہتے ہیں میں وہی لوگوں کو سناتا ہوں (جبرائیل کے سامنے کھڑے ہونے سے آپکی مراد یہ ہے کہ جبرائیل کی عکسی تصویر کھڑی ہے، نہ ذات جبرائیل۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ پر نزول جبریل سے وہ عکسی تصویر مراد لیتے ہیں۔ یا شائد اپنے پاس جبرائیل کا بذات خود آنا جائز رکھتے ہوں۔ مگر یہ آپ کے اس اصول کے برخلاف ہے کہ جبرائیل اپنے ہیڈکوارٹر سے جدا نہیں ہوتا)

اس الزام کے جواب میں شائد مرزا قادیانی یا اس کے حواری یہ دو عذر پیش کریں۔

اول یہ کہ ہر چند مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس نبوت کا دوسرا نام محدثیت ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نبوت کے دعوے سے محدثیت کا دعویٰ مراد ہے، نہ حقیقۃً اور معناً نبی ہونے کا دعویٰ۔ اس میں اس پر زیادہ سے زیادہ الزام قائم ہوتا ہے تو یہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنے حق میں لفظ نبی کا اطلاق کیا اور اس میں الفاظ نصوص مذکورہ کا خلاف کیا، نہ یہ الزام کہ وہ حقیقۃً نبوت کا مدعی ہے۔

عذر دوم یہ کہ ان احادیث میں ان لوگوں کو دجال و کذاب کہا گیا ہے جو نبوت خاتم

النبیین کے مقابلہ میں نبوت کا دعوی کریں اور مستقل نبی کہلاویں جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود وغیرہ سے وقوع میں آیا ہے، اور قادیانی تو نبوت مستقلہ کا دعوی نہیں کرتے بلکہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کے ساتھ دعوی نبوت کرتے ہیں۔ لہذا وہ ان احادیث کے مصداق نہیں ہوسکتے اور نہ دجال کذاب کہلانے کے مستحق ہیں۔

ان دونوں عذر میں سے پہلے عذر کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ قادیانی نے یہ بات کہہ دی ہے کہ جس نبوت کا اس کو دعوی ہے اور اس کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا۔ اس کا دوسرا نام محدثیت ہے اور اسی محدثیت کے معنی سے نبوت کا وہ مدعی ہے، مگر ساتھ اس کے اس نے محدثیت کے معنی ایسے بیان کئے ہیں اور اس کی حقیقت کی ایسی تشریح کر دی ہے کہ اس سے بجز نبوت اور کچھ مراد نہیں ہوسکتا۔

اس کی عبارت توضیح مرام میں (جو پہلے منقول ہو چکی) صاف تصریح ہے کہ محدث جزئی طور پر ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالی سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر کھولے جاتے ہیں اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں، الی قال۔ان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوۃ جس سے صاف اور قطعی طور پر ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک محدث کے وہی معنی اور اس کی وہی حقیقت ہے جو نبی کے معنی اور حقیقت ہے۔ اور محدث اور نبی آپ کے نزدیک صدق وتحقق میں مساوی ہیں۔ یا نبی عام ہے اور محدث ایک نوع خاص۔ اور اس سے یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ نے صرف لفظی نبوت کا دعوی نہیں کیا اور اس میں صرف لفظی غلطی کا ارتکاب نہیں فرمایا بلکہ آپ معنی نبوت کو اپنی ذات شریف میں متحقق سمجھتے ہیں اور حقیقۃً اور معناً نبی ہونے کے مدعی ہیں۔ اور عبارت منقولہ (بمقام دیگر) میں آپ کا مرسل رسول کہلوانا بھی اس کا مؤید ہے۔

دوسرے عذر کا جواب یہ ہے کہ نبوت جس کے مدعی کو آنحضرت ﷺ نے دجال کہا ہے، نبوت مستقلہ سے مخصوص نہیں۔ یہ تخصیص نہ احادیث مذکورہ میں وارد ہے اور نہ اور کہیں اس کا وجود ہے۔ اور اطلاق نصوص مذکورہ سے صاف ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت

غیر مستقلہ کا مدعی بھی ویسا ہی دجال و کذاب ہے جیسا کہ مدعی نبوت مستقلہ ۔ اور ابو داؤد کی حدیث مذکورہ اپنے سیاق وصراحت سے بتا رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسے نبی بھی نہ ہوں گے جیسے بنی اسرائیل میں ہوتے تھے (جو نئی شریعت نہ لاتے بلکہ پچھلی شریعت کی پیروی کرتے تھے) کیونکہ آپ ﷺ نے ایسے ہی نبیوں کو ذکر فرما کر اپنے بعد نبی آنے کی نفی کی ہے

اس حدیث کا سیاق اور احادیث سابقہ کا اطلاق صاف بتا رہا ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کرے اور نبی کہلائے، گو دعوی استقلال نبوت نہ کرے بلکہ پیروی خاتم النبین کا مدعی ہو، وہ دجال و کذاب ہے اور احادیث مذکورہ کا مصداق ۔ مرزا صاحب قادیانی ان احادیث کے اطلاق وسیاق میں بلا دلیل تخصیص کرینگے اور نبی غیر مستقل کہلا کر ان احادیث کے مضمون سے اپنے آپ کو مستثنی قرار دیں گے تو یہ ان کے دجال ہونے پر ایک اور دلیل ہو گی ۔

علاوہ بریں قادیانی کا یہ دعوی اتباع آنحضرت ﷺ اور عدم استقلال دعوی رسالت بھی چند روز تک ہی معلوم ہوتا ہے ۔ جب آپ کا یہ دعوی نبوت تبعی غیر استقلالی آپ کے مریدوں میں بلا خوف مانا گیا تو دعوی نبوت مستقلہ بھی آپ سے بعید نہیں ہے ۔ جیسا کہ مختار سے وقوع میں آیا تھا ۔ چنانچہ فتح الباری کی عبارت میں گذرا اور ایسا ہی دجال موعود سے وقوع میں آئے گا ۔ چنانچہ طبرانی کی روایت میں ہے

واماالذی یدعیه فا نه یخر ج اولا فیدعی الایمان والصلاح ثم یدعی النبو ة ثم یدعی الالهیة کما اخر ج الطبرا نی من طریق سلیمان ابن شهاب قال نزل علی عبدالله ابن المعتمر وکا ن صحا بیاً فحدثنی عن النبی ﷺ انه قال الدجال لیس فیه خفاء یجیء من قبل المشرق فیدعوا الی الدین فیتبع و یظهر فلایزال حتی یقد م الکوفة فیظهر الدین والعمل به فیتبع وبعث علی ذالک ثم یدعی انه نبی فیفرغ من ذالک کل ذی لب و یفارقه فیمکث بعدذالک فیقول اناالله فتغشی عینه وتقطع اذ نه و یکتب بین عینیه کافر ۔ (فتح الباری) ۔ کہ دجال لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلائے گا جب لوگ اس کے اس دعوی کے سبب پیرو ہو جائیں گے اور کوفہ وغیرہ میں اس کا تسلط اور تغلب ہو جائے گا تو پھر دعوی نبوت کرے گا جس سے عقل مند لوگ

گھبرائیں گے اوراس سے جدا ہوں گے۔ پھر وہ دعوی خدائی کرے گا اس وقت اس کی آنکھ پر جھلی پیدا ہوگی یعنی وہ کانا ہوگا اوراس کی پیشانی پر لفظ کافر لکھا جائے۔

ایسا ہی قادیانی سے ڈر لگتا ہے کہ اب تو اس کو دعوی نبوت تبعی ہے، پھر دعوی نبوت مستقلہ ہوگا۔ پھر دعوی الوہیت۔ یہ گمان آپ کے حق میں بلا برہان نہیں ہے۔ آپ کے سابق حالات اس گمان پر روشن دلائل ہیں۔

زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں آپ نے یہ دعوی کیا تھا کہ جو پیشین گوئی غلبہ دین اسلام حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں وارد ہے۔ حضرت مسیح اس کے ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہیں اور ہم (خود بدولت) روحانی اور معقولی طور پر اس کے مصداق ہیں اور فرمایا تھا کہ جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا اس پیش گوئی میں وعدہ کیا گیا ہے وہ غلبہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب آپ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تب آپ کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع اقطار عالم میں پھیل جائے گا۔ (براہین احمدیہ۔ص ۴۹۸ جلد۴)۔

یہ بات آپ کی مسلمانوں میں مانی گئی تو آپ اب فرما رہے ہیں کہ مسیح گئے گذرے اور مر گئے۔ اب وہ دنیا میں نہیں آسکتے اور جو پیشین گوئیاں مسیح کے حق میں وارد ہیں وہ سربسر آپکے حق میں ہیں، اور آپ ہی ان کے مصداق ہیں۔ پس اگر ایسا ہی چندروز کے بعد دعوی بنوت مستقلہ بلکہ الوہیت کاملہ آپ سے ظہور پاوے تو کون سے تعجب کا محل ہے۔

اس دعوی نبوت مستقلہ کرنے کا زمانہ آئندہ میں آپ کی نسبت کوئی گمان نہ کرے تو وہی نبوت تبعی اور جزئی (جس کے آپ برملا مدعی ہیں) آپ کے دجال ہونے کیلئے کافی دلیل ہے۔ نصوص مذکورہ صاف فیصلہ کرتے ہیں کہ جو شخص آنخضرت ﷺ کے بعد دعوی نبوت کرے (محدث ہی کیوں نہ کہلاتا ہو) وہ دجال وکذاب ہے۔

اس میں بھی کسی کو اشتباہ رہے تو اس کی فہمائش کے لئے صحیح مسلم کی دوسری حدیث اس کے دجال ہونے پر کافی دلیل ہے۔ اس حدیث میں آنخضرت ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ جو شخص ان کو ایسی باتیں (دین کے متعلق) سناوے جوان کے بزرگوں سے نہ پہنچی ہوں تو وہ دجال ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی اصول دین اور مسائل اعتقادیہ میں ایسی باتیں کہتا اور قرآن وحدیث کے ایسے معنی بیان کرتا ہے جو آنخضرت ﷺ کے اصحاب کبار کے خواب میں بھی نہ آئے تھے اور نبوت ختم شدہ کو نبوت کلی اور تشریعی سے مخصوص کرنا اور نبوت

جزئی وغیر تشریعی کو اپنے لئے تجویز کرنا اسی قسم سے ہے۔ پھر اس کے دجال و کذاب ہونے میں کیا شک ہے۔

☆ قادیانی نے جو اپنے عقیدہ کفریہ بدعیہ پر حدیث مبشرات سے استدلال کیا ہے وہ اس کے عقیدہ کا مثبت نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کی بے علمی و نافہمی پر ایک روشن دلیل ہے۔ اس حدیث میں مبشرات یعنی مومنوں کے سچے خوابوں کو نبوت کا ایک جزء قرار دیا ہے نہ ایک نوع نبوت یا جزئی نبوت۔ (چنانچہ بخاری کی حدیث مرفوع میں آیا ہے کہ مومن کا خواب نبوت کا چھیا لیسواں حصہ ہے اور ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ نبیوں کے خواب وحی ہیں یعنی وحی نبوت کا ایک نوع۔ آنحضرت ﷺ کا یہ فرق کرنا اور مومنوں کے خواب کو جزء نبوت اور نبیوں کے خواب کو وحی، یعنی نوع وحی نبوت، قرار دینا صاف مشعر ہے کہ مومنوں کے خواب نبوت نہیں ہیں، بلکہ وہ جزء نبوت ہیں) اور یہ ظاہر ہے اور ادنی اہل علم کو معلوم ہے کہ جزء اور ہے، جزئی اور۔ کسی چیز کی جزء پر اس کے کل کا حقیقۃً اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اور جزئی پر کلی کا اطلاق حقیقۃً ہوتا ہے۔ جزئی میں کلی کا پورا تحقق ہوتا ہے۔ ایسا ہی نوع میں جنس مع فصل پوری پائی جاتی ہے بلکہ خارج اور نفس الامر میں جزئی ہی موجود اور اپنی کلیات کا کل ہوتی ہے اور کلیات اس کے اجزاء ہوتے ہیں۔ اور یہ امور جزء میں پائے نہیں جاتے، نہ ان میں کل کا پورا تحقق ہوتا، نہ وہ کل کا کل ہوتی ہے۔ لہذا کوئی عقل مند جزء کو جزئی یا کلی کا ایک نوع نہیں کہہ سکتا۔ مثلاً حقیقت انسان کی جزء حیوان کو کوئی شخص انسان نہیں کہہ سکتا اور نہ اس کو جزئی انسان یا ایک نوع انسان قرار دے سکتا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص صرف شکر یا سرکہ کو سکنج بین نہیں کہہ سکتا، اور نہ ان اجزاء کو سکنج بین کا ایک قسم قرار دے سکتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی بے علمی اور نافہمی سے اس بات کو نہیں سمجھا اور جزء نبوت کو نوع نبوت اور نبوت جزئی قرار دیا ہے اور انکار نصوص ختم نبوت کا ارتکاب کیا ہے۔ ریاست بھوپال کا ملازم محمد احسن امروہی جو قادیانی کو علوم و حقائق کا دریائے ناپیدا کنار سمجھتا اور اپنے رسالہ اعلام میں اس کے حق میں لکھ چکا ہے و لا ینتھی بحرہ الذی لاساحل لہ وہ اس بات کو غور سے سمجھے۔ اور اب بھی اس کو بے علم سمجھ کر اس کے اتباع سے ہاتھ اٹھائے ورنہ تھوڑے دنوں بعد وہ سخت پچھتائے گا اور آخر اس کی اتباع سے دست بردار ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالی۔

☆ اور قادیانی کا حضرت عیسیٰ مسیح کا سولی پر چڑھایا جانا تجویز کرنا نص قرآن وماقتلوہ

وما صلبوہ سے انکار ہے اوراس میں آپ نے نیچریوں کی تقلید کی ہے جو عیسائیوں کے مقلد ہیں ۔تفسیر نیچری (سرسید احمد) نکالو اوراس امر کی تصدیق کرلو۔

☆ ایسا ہی مرزا قادیانی کا حضرت مسیح کے معجزات سے بتاویل انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے ۔اوران کی تاویلات میں نیچریوں کا اتباع ہے ۔اس بات میں قادیانی کا قانون قدرت سے استشہاد کرنا بھی اسی اعتقاد نیچریت کو ظاہر کرنا ہے ۔انسان کا تجربہ اورمشاہدہ خداتعالی کی قدرت کا قانون نہیں ہوسکتا، اوراس کی قدرت انسان کے تجربہ ومشاہدہ میں محدود نہیں ہوسکتی ۔اس بات کا مرزا قادیانی خود پہلے مقر ہو چکا ہے اوراپنی کتاب سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۱۷ وغیرہ میں اپنے تجربہ کو قانون خداوندی قرار دینے والے کوکفر وبے ادبی وبے ایمانی کہہ چکا ہے۔

☆ اورقادیانی کا بعض احادیث صحیحین کوموضوع کہنابدعت وضلالت ہے اوران تمام اہل اسلام کے مخالف جواحادیث صحیحین کو مانتے ہیں ۔ حجۃ اللہ البالغہ میں ہے

اماالصحیحان فقد اتفق المحدثو ن علی ان جمیع ما فیھما من المتصل المر فوع صحیح بالقطع وانھما متواتران الی مصنفیھما وانہ کل من یھو ن امر ھما فھومبتدع یتبع غیرسبیل المو منین ۔کہ صحیحین کی مرفوع و متصل حدیثوں کے صحیح ہونے اوران کتب کے مؤلفوں تک بتواتر پہنچ جانے پرمحدثوں کا اتفاق ہو چکا ہے۔اوراس امر پران کا اتفاق ہے کہ جوشخص ان کی شان کی توہین کرے وہ بدعتی ہے۔مومنوں کی راہ کے مخالف راہ کا پیرو۔

☆ اورقادیانی کا کشف کے ذریعہ سے حدیث صحیح بخاری کوموضوع قرار دینا اوربھی گمراہی ہے ۔غیر نبی کا کشف والہام، حجت شرعی نہیں ۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے

والالہام المفسربالقاء معنی القلب بطریق الفیض لیس من اسباب المعرفۃ بصحۃ الشیء عند اہل الحق (شرح عقائد نسفی ص ۴۵) کہ الہام جس کی تفسیر یہ ہے کسی کے دل میں بطور فیض کچھ القاء ہو۔اہل حق کے نزدیک حقیقت اشیاء کے علم ومعرفت کا وسیلہ نہیں ہے،

ایسا ہی تلویح وغیرہ کتب اصول میں ہے۔

تو پھر وہ ایک حجت شرعی (یعنی حدیث صحیح) کا مبطل کیوں کر ہوسکتا ہے۔وہ خود اپنی

صحت وقبولیت میں توافق قرآن وحدیث کا محتاج ہے۔

☆ اور قادیانی کا حدیث کو مفسر قرآن نہ ماننا ضلالت اور اہل بدعت کی علامت ہے۔ اہل سنت میں مسلّم ہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے اور اس کے اجمال کی مبین۔

سنن دارمی کے صفحہ ۷۶ میں باب السنة قا ضية على كتاب الله عقد کیا ہے اور اس میں ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے۔ پھر بعینہ یہ قول امام یحی ابن کثیر سے نقل کیا ہے اور اس کے صفحہ ۲۸ میں حضرت عمر سے نقل کیا ہے

عن عمر ابن الخطاب قا ل انه سيأ تى ناس يجاد لو نكم بشبهات القر آن فخذو هم با لسنن فان اصحاب السنن اعلم بكتاب الله ۔ کہ لوگ قرآن کی متشابہ آیات تمہارے سامنے پیش کریں گے، تم ان کو احادیث نبویہ سے پکڑنا کیونکہ قرآن کو بہتر جاننے والے اصحاب سنن ہیں۔

اور امام شعرانی نے منہج میں کہا ہے

اجتمعت الامة على ان السنة قا ضية على كتاب الله ۔ کہ امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سنت، کتاب اللہ کی وجوہات مختلف کا فیصلہ کرنے والی ہے۔

☆ اور قادیانی کا اپنی اتباع کو مدار نجات ٹھہرانا اور اس سے انکار کو موجب ہلاکت کہنا بھی سخت گمراہی ہے۔ اور اس میں بھی اس کا اپنے حق میں در پردہ نبوت کا دعوی ہے کیونکہ یہ دعوی صرف انبیاء علیہم السلام کو پہنچتا ہے جو سوء خاتمہ سے مامون ہیں۔ دوسروں کو، ولی ہی کیوں نہ ہوں، اپنی ہی نجات وحسن خاتمہ کا یقین نہیں ہے تو وہ دوسروں کو نجات کا یقین کیوں کر دلا سکتے ہیں۔

صحیح بخاری میں اکابر صحابہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اپنے اوپر نفاق کا ڈر رکھتے تھے۔

قال ابن ابى مليكه ادر كت ثلاثين من اصحاب النبى ﷺ كلهم يخاف النفاق على نفسه (صحیح بخاری) کہ اسود نے کہا کہ میں نے تیس اصحاب نبوی کو پایا، یعنی دیکھا، وہ سب کے سب اپنے حق میں نفاق کا ڈر رکھتے تھے۔

اور مشکوۃ میں حضرت عثمان سے مروی ہے کہ آپ مقبرہ (قبرستان) میں جاتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہوجاتی۔ اسی نظر سے علمائے اسلام نے کہا ہے کہ ایمان بین

الرجاء والخوف چاہیے۔ اور شرح عقائد کے صفحہ ۲۳۷ میں ہے۔

و الامن من الله تعالی کفر لانه لایأ من مکرالله الاالقوم الخاسرون ۔
خدا کے مواخذہ سے بے خوف ہوجانا کفر ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے خداتعالی سے وہی لوگ بے ڈر ہوتے ہیں جو خسارہ میں ہیں۔

اوراس کے صفحہ ۲۳۱ میں ہے

لایبلغ الولی درجة الانبیاء لان الانبیاء معصومون ما مونون من سوء الخاتمة (۔ شرح عقائد۔) کہ ولی انبیاء کے درجہ کو نہیں پہنچتے کیونکہ انبیاء خاتمہ برا ہونے سے باامن ہوتے ہیں۔

اورشرح فقہ اکبر میں ہے

ورسول الله مات علی الایمان و لیس ہذا فی اصل شارح تصدر لھذا المیدان لکونه ظاہرا فی معرض البیان ولایحتاج ذکره لعلوه فی ہذا الشان و لعل مرام الامام علی تقدیر صحة و رود ہذاالکلام انه ﷺ من حیث کونه نبیاً من الانبیاء و ہم کلھم معصومون عن الکفر فی الابتداء و الا نتہاء نعتقد انه مات علی الا یمان واماغیره من الاولیاء والعلماء والاصفیاء بالاعیان و لانجزم بموتھم علی الایمان وان ظہر منھم خوارق العادات و کمال الحالات و جمال انواع الطاعات فان مبنی امره علی الایمان و ہو مستور علی افراد الانسان و لہذا کانت العشرة المشرة وامثا لھم خائفین من انقلاب احوالھم و سوء اعمالھم فی مآلھم۔

کہ آنحضرت ﷺ کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔اس مسئلہ کا بیان اہم مقام میں اس امر کے اظہار کی غرض سے ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ چونکہ نبی ہیں اور نبی سب کے سب ابتداء عمر سے انتہاء تک کفر سے محفوظ ہوتے ہیں۔لہذا ہم یقین رکھتے ہیں کہ آپ کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ان کے سوا اور ولیوں کے ایمان پر خاتمہ ہونے کا ہم یقین نہیں کرسکتے اگرچہ ان سے کرامات وکمال حالات اورانواع طاعات ظاہر ہوں، کیونکہ یہ یقین تب ہو جب کہ ان کا ایمان یقیناً ثابت ہو۔اور یہ ایمان لوگوں پر مخفی رہتا ہے۔اسی وجہ سے عشرہ مبشرہ اوران کے امثال اصحاب سوء خاتمہ سے ڈرتے رہے۔

اور جب اکابر اولیاء کو یہ دعوی نہیں پہو نچتا تو مرزا قادیانی (جو عقائد اور اقوال مذکورہ کی نظر سے دائرہ اسلام اور تسنن سے خارج ہے اور اس اعتقاد و اقوال کے ساتھ اس کا ولی ہونا ممکن نہیں ہے) کو یہ دعوی کب زیبا ہے۔

☆ اور مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ اعتقاد حیات مسیح علیہ السلام شرک کا ستون ہے، ان تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین، آئمہ مجتہدین اور آنحضرت ﷺ کے وقت سے اسوقت تک کے عام مسلمین کو جو حضرت مسیح کو زندہ سمجھتے اور قیامت سے پہلے ان کے نزول کے معتقد ہیں، مشرک بنانا ہے۔ اور یہ امر جیسا کفر ہے، محتاج بیان نہیں ہے۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ جو کچھ ہم نے سوال سائل کے جواب میں کہا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں فتوی دیا، وہ صحیح ہے۔ کتاب وسنت واقوال علماء امت اس کی صحت پر شاہد ہیں۔ اب مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے دجال کذاب سے احتراز اختیار کریں اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو اہل اسلام میں باہم ہونے چاہیں۔ نہ اس کی صحبت اختیار کریں اور نہ اس کو ابتداء سلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنون میں بلاویں۔ اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اس کی اقتداء کریں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں، اگر انہیں اعتقادات واقوال پر یہ رحلت کرے۔ واللہ الموفق للعمل والقبول۔

الراقم العاجز **سید محمد نذیر حسین**

(اس فتوی پر جن علماء نے تصدیقی وتائیدی دستخط فرمائے تھے ان کے اسماء گرامی ہماری کتاب کے حصہ سوم میں درج کئے جاچکے ہیں۔ بہاءالدین)

☆☆☆

جلسہ قادیان

۱۸۹۲ء

اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ نمبر یکم لغایت ہشتم بابت ۱۳۰۹ ـ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء (جو اپریل ـ مئی ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی) میں (بصفحہ ۲ تا ۴) مولانا بٹالوی نے لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مناظرات لودہانہ اور دہلی میں شکست کھائی، تو اس کو اپنے بچاؤ کی تدبیر اس کے سوا کچھ نہ سوجھی کہ قادیان میں پناہ گزین ہوکر گوشہ خلوت اختیار کرے اور اس مصرعہ پر کاربند ہو

ہیچ آفت نرسد گوشہ تنہائی ما

گو حریف اس کو گریز سمجھیں ـ اور اس بیت کا مصداق خیال کریں

زاہد نہ داشت تاب وصال پری رخاں کنجے گرفت وترس خدا را بہانہ ساخت

مگر پھر مرزا صاحب کو یہ فکر وحیرت ہوئی کہ خلوت اختیار کریں، تو کھائیں کہاں سے؟ کیونکہ اس کی زمین (جس کی نظر سے اپنے آپ کو رئیس قادیان سمجھتا ہے) کی سالانہ آمدنی اس کے ایک مہینے کے خرچ کی بھی مکتفی نہیں ہے اور ایسے لوگوں کو چپ چاپ بیٹھنے سے باہر سے بھی کوڑی آنے کی امید نہیں ہوتی ـ یہ سوچ کر اس نے دو تدبیریں (جن سے خلوت بھی قائم رہے اور روٹی بھی مل جائے) زرکشی اور اوقات بسری کی نکالیں ـ

☆ ایک تدبیر یہ کہ قادیان میں ایک سالانہ میلہ یا بھنڈارہ مقرر کریں، اس کی ترغیب وتحریص کے لئے اس مضمون کے اشتہار جاری کریں کہ اس جلسہ میں ایسے انوار وبرکات وآثار وآیات ظاہر ہوں گی، جن کو حاضرین خود مشاہدہ کرلیں گے ـ اس مضمون کو سن کر اس میلہ میں اکثر عوام کالانعام جو دنیا میں حیوانات کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں، اور ان

بھیڑوں کی مانند جن میں اگر ایک کسی چیز کی طرف منہ مارنے کو دوڑتی ہے، تو اس کو دیکھ کر بیسیوں اسی طرف دوڑتی ہیں، آئیں گی۔ اور بعض خواص بھی آئیں گے تو وہ نئی روشنی نئے فیشن کے ہوں گے جو اس کے نیچریا نہ خیالات کو پسند کرتے ہوں گے۔ پس عوام کو ان کے مذاق کے موافق اپنی کرامات اور جھوٹے الہامات سنائیں گے اور خواص کو عقلی اور نیچری تقریریں اور دلائل سنا کر دام میں لائیں گے اور اس میلہ میں سو پچاس چندہ کا روپیہ خرچ کر کے سال بھر کی روٹیاں کما لیں گے۔

☆ دوسری تدبیر یہ کہ علماء وقت سے بحث مباحثہ یک لخت چھوڑ دیں، اور اپنے پرانے خیالات ملحدانہ کو نئے نئے رنگ دے کر اور ان کے روپ بدل کر شائع و مشتہر کرتے رہیں۔ ان میں اگر کسی مولوی سے مخاطب ہوں تو وہ بھی ایسے طور پر کہ ان کے سوال یا اعتراض کا پورا جواب نہ دیں، بلکہ ان کے مقابلہ میں کوئی اور ہی عوام فریب اور دل چسپ بات کہکر شائع کر دیں۔ اور بحث بھی کریں تو اس طرز کی جیسے مشہور ہے کہ کسی نے ایک شخص کو کہا کہ بھائی تمہاری ازار ٹخنے سے نیچے لٹک رہی ہے اور یہ امر خلاف شریعت ہے۔ تو اس نے یہ جواب دیا کہ تمہارے باوا جی کے نکاح میں جو پلاؤ پکا تھا، اس میں نمک کہاں برابر تھا؟ اس تدبیر سے معتقد و مرید بھی جمے رہیں گے اور نئی تصانیف کی قیمت میں نقدی بھی خوب وصول ہو گی۔

☆ مرزا صاحب کی پہلی تدبیر کا اثر ۱۸۹۱ء میں تو صرف اتنا ہوا تھا کہ اس میلہ کی پڑی جم گئی۔ اس میں قادیانی صاحب کے اخصّ مرید آئے اور چند اجنبیوں کو بھی پھنسا لائے۔ ان کے سامنے آپ نے اسلام کی موجودہ حالت کا خوفناک ہونا، اور اپنا نصرت اسلام کے لئے مستعد ہونا ظاہر کر کے ان کے دل میں یہ بات جمادی کہ اس میلہ سے یہی غرض و مقصود ہے اور ہر سال خیر خواہان اسلام کا اس میلہ میں آنا ضروری ہے۔ ۱۸۹۲ء میں اس پڑی پر ایک عمارت بنائی گئی۔ اشتہار اور پرائیویٹ خطوں کے ذریعہ انوار و آیات و آثار و برکات کی خوب طمع دلائی گئی، اور اخصّ مریدوں نے وہ طمع امید کے درجہ تک پہنچا دی۔ سال گذشتہ کے مخلص مرید آئے اور وہ بہت سے نئے جانوروں کو جو محض امّی (ان پڑھ) تھے، جھوٹی طمع دے کر پھنسا لائے۔ بعض شرکاء میلہ سمجھدار اور خواندہ بھی تھے مگر ازانجملہ بعض ذاتی اغراض

سے شامل ہوئے، بعض صرف وزیٹر یعنی تماشائی تھے، بعض اگزیمینر (ممتحن)۔

اس جلسہ میں مرزا قادیانی نے جو عوام اور بعض خواص کو بعض ناٹک اور کرتب دکھائے۔ازانجملہ تین امر زیادہ توجہ ناظرین کے لائق ہیں جن سے قادیانی نے اپنے مطبوعہ کیفیت کے جلسہ میں صرف امر سوم کا ذکر کیا ہے، باقی دو کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔

☆ امر اول یہ کہ ایک شخص مسلوب الحواس میاں کریم بخش کمال پوری کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اس کے منہ سے یہ کہلوا دیا کہ گلاب شاہ مجذوب نے یہ کہہ دیا تھا کہ آنے والہ مسیح، غلام احمد قادیانی ہے۔ اس بات کو مرزا قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۰۵ میں اور رسالہ نشان آسمانی میں بھی ذکر کیا ہے۔اس کاروائی پر حاضرین عوام کالانعام کو مرزا صاحب قادیانی کے مسیح موعود ہونے کا یقین ہو گیا اور کسی بے چارہ کو یہ خیال نہ آیا کہ

اول تو اس مسلوب الحواس شخص کی بات کا کیا اعتبار ہے؟

اور اگر وہ اس بیان میں سچا ہے تو پھر اس مجذوب کا کیا اعتبار ہے؟

اور جس مسیح کی اطاعت اور اس کے دعوی کی اجابت اس وقت کی تمام دنیا کے اہل اسلام پر واجب ہے، اس کی تائید میں خدا تعالی کی طرف سے ایسے ہی مسلوب الحواس اور مجذوبوں کی شہادت کافی ہوسکتی ہے؟

ہرگز نہیں، خصوصاً اس حالت میں کہ اس مسلوب الحواس کی تلقین کیلئے قادیانی کا ایک خلیفہ عبدالقادر جمال پوری مقرر و مسلّط ہے۔

☆ امر دوم یہ کہ مرزا قادیانی نے وجوہات فتوی تکفیر علماء پنجاب و ہندوستان اپنے اوپر سے ٹلانے کے لئے اپنا قائل معجزات و کرامات ہونا بیان کیا اور اس کے ضمن میں یہ بھی کہہ دیا کہ کسی بزرگ کی دعا یا کرامت سے یہ کوٹھا (ایک کوٹھے کی طرف اشارہ کر کے) پرواز کر سکتا ہے۔اس پر اگرچہ قادیانی کے نیچری معتقد گھبرائے اور سنا ہے کہ بعض یہ کلمہ سن کر بلاملاقات قادیان سے چلے آئے، اور باقی ماندہ نیچریوں کے مرزا قادیانی نے بلطائف الحیل آنسو پونچھے، اور ان کی طفل تسلی کی، مگر عوام کالانعام پر اس بیان کا اثر بحق قادیانی مفید پڑا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ قادیانی معجزات کا منکر نہیں ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی مطبوعہ کیفیت جلسہ قادیان سے اس بیان کو، جس سے اس کو نفع ہوا تھا، صرف اس خیال سے نکال دیا کہ اس کے نیچری دوست، جو اس وقت حاضر نہ تھے، اس بیان کو سن کر منحرف نہ ہو جائیں۔

☆ امر سوم۔ قادیانی نے بڑے زور شور سے بیان کیا کہ اس وقت یورپ اور امریکہ میں اسلام پھیلتا جاتا ہے۔ اور اس کا باعث اس کی ذات اور تبلیغی کوششیں ہیں جن کو تیز کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے مالی امداد فراہم کی جائے

(قادیانی اور اس کے خواص حواری یورپ اور امریکہ کے اسلام کو قادیانی کے برکات اور کرامات سے سمجھتے ہیں امریکہ میں اسلام کی نسبت تو ان کا صاف یہ دعوی ہے کہ مسٹر الیگزینڈر رسل دب صاحب، جنہوں نے امریکہ میں اسلام کا علم بلند کیا ہے، کو قادیانی سے ہدایت ہوئی ہے۔ صاحب موصوف نے قادیانی سے خط و کتابت کی، جو شحنہ حق میں چھپی ہے، تو قادیانی نے ان کی تسلی کر دی جس کے سبب وہ مسلمان ہو گئے اور یورپ میں قادیانی کے ذریعہ سے اسلام پھیلنے کی بابت رسالہ فتح اسلام میں متعدد اشارات کئے ہیں۔ لکھا ہے

. ناسمجھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کے خیالات نے خود بخود راستی کی طرف پلٹا کھایا ہے، لیکن درحقیقت یہ کام ان فرشتوں کا ہوتا ہے جو خلیفۃ اللہ کے ساتھ آسمان سے اترتے ہیں، درحقیقت یہ فرشتے اس خلیفۃ اللہ سے الگ نہیں ہوتے، اسی کے چہرہ کا نور ہوتے ہیں، خواہ وہ جسمانی طور پر نزدیک یا دور ہو۔ وہ جوش ایشیائی لوگوں میں پیدا ہوں یا یورپ کے باشندوں میں۔ ایسے وقت میں نہایت ضروری اور اہم امر یہ ہے کہ نئے رسائل تالیف کر کے اور انگریزی زبان میں ان کو چھپوا کر ان کے پاس بھیجے جائیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس امر اہم میں روپئہ سے مدد دیں.

درحقیقت یہ دونوں باتیں خیال اور سودائے محال ہیں۔ الیگزینڈر صاحب موصوف نے قادیانی سے کچھ ہدایت و تسلی نہیں پائی۔ ان کا خط بے شک قادیانی کے پاس آیا مگر جو اس کا جواب قادیانی نے دیا، وہ تسلی بخش نہ تھا۔ صاحب مذکور دسمبر ۱۸۹۲ء میں لاہور میں رونق افروز ہوئے تو قادیانی کے حواری منشی عبدالحق پنشنر اکونٹنٹ، منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ، منشی امیر الدین وغیرہ ان کے گرد ہو گئے کہ آپ قادیان تشریف لے چلیں اور قادیانی سے ملاقات کریں۔ انہوں نے انکار کر دیا اور صاف کہا کہ مجھے قادیانی سے کوئی تسلی نہیں ہوئی اور قادیان کی طرف منہ کر کے تھوکا بھی نہیں۔

اور فتح اسلام میں جو کچھ قادیانی نے کہا ہے وہ محض ڈھکوسلہ ہے اور حمقاء کے پھنسانے کے لئے دھوکہ۔ قادیانی درحقیقت وجود ملائکہ کا قائل نہیں اس کلام میں وہ ملائکہ کو خلیفۃ اللہ کے انوار بتا چکا ہے اور آسمان سے ان کے نزول کو محال جانتا ہے۔ افسوس قادیانی کے اکثر معتقدین بے علم ہونے کی وجہ سے ایسی باتوں کو نہیں سمجھتے اور جو پڑھے لکھے ہیں وہ اس کی کورانہ تقلید کے سبب اسکے کلام کو نہیں دیکھتے۔ محمد حسین) حاضرین مجلس یہ سن کر لٹو ہو گئے اور قادیانی کی مدد کو دین سمجھ کر اپنے جیبوں سے روپیہ نکالنے یا فہرست میں، جس کو قادیانی نے کتاب دافع الوساوس کے آخر میں شائع کیا ہے، نام درج کرانے لگ گئے اور کسی کو یہ خیال نہ آیا کہ یہ شخص مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ خورد برد کر چکا ہے اور اب تک اسلام اور مسلمانوں کو اس سے کوئی نفع نہیں پہنچا۔ نہ ان روپئوں سے کتاب براہین احمدیہ کو، جس میں تین سو دلائل حقیّت قرآن اور اسلام کے بیان کا وعدہ دیا تھا، چھاپا اور نہ رسالہ قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ، جس کا شحنہ حق میں اشتہار دیا تھا، نکالا۔ نہ رسالہ سراج منیر، جس کا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں چند ہفتوں کے بعد شائع کرنے کا وہ وعدہ دے چکا تھا، شائع کیا۔ نہ رسالہ تجدید دین یا اشعۃ القرآن اس نے چھاپ کر مشتہر کیا۔ پھر اپنے اموال کو اس کے ذاتی مصارف کے لئے کیوں برباد کر رہے ہیں؟

☆ اور مرزا صاحب کی دوسری تدبیر کا اثر و نتیجہ ۱۸۹۱ء میں یہ ظاہر ہوا کہ اس نے فیصلہ آسمانی شائع کر کے اپنے اتباع کا گھر پورا کیا، اور اس کے ذریعہ سے خوب روپیہ کمایا۔ (اس فیصلہ آسمانی کا جواب مولانا بٹالوی نے اشاعۃ السنہ نمبر ایک لغایت ۴ جلد ۱۴ میں دیا ہے)۔

☆ ۱۸۹۲ء میں اس تدبیر ثانی کا ایک اثر مرزا قادیانی کا رسالہ نشان آسمانی ہے جس میں اس نے ایک تو اسی کریم بخش مسلوب الحواس کی شہادت کو بیان کیا ہے، دوسرا نعمت اللہ ولی کے قصیدہ مشہورہ کو، جس میں انہوں نے مسیح و مہدی کی خبر دی ہے، اپنے اوپر لگا لیا ہے اس کے جواب میں اہل اسلام نے کئی رسائل تالیف کئے ہیں ازانجملہ

ایک رسالہ تائید آسمانی از منشی محمد جعفر تھانیسری ہے۔

دوسرا اظہار فریب قادیانی مؤلفہ منشی سعد اللہ صاحب مدرس لودہانہ ہے۔

☆ تدبیر ثانی کا دوسرا اثر مرزا قادیانی کی کتاب دافع الوساوس ہے جس کی حقیقت

ہم نے اشاعۃ السنۃ میں بخوبی واضح کر کے اس کے اکثر کفریات کا جواب دیا ہے ۔

☆ تیسرا اثر یہ ہے کہ اسی موقعہ (میلہ سالانہ ۱۸۹۲ء) پر مرزا قادیانی نے خاکسار محمد حسین کے نام ایک مراسلت جاری کی ، جس میں خاکسار کو ایک منذر الہام سے ڈرایا ۔ اس کا جواب کافی وشافی دیا گیا، تو پھر اس نے اپنے خسر فرضی کی موت کے متعلق ایک پیش گوئی کو پیش کیا، اس کا جواب اس کو دیا گیا اور ۸۵ سوالات جرح سے اس پیش گوئی کے الہام ربانی نہ ہونے کی طرف اشارہ کیا، تو قادیانی نے اس پیش گوئی کے دعوی سے سکوت اختیار کر کے ایک اور پرانی بات ، مگر نئے رنگ اور دوسرے پیرائے میں پیش کر دی ۔ اس کا جواب بھی اس کو ایسا دیا گیا ہے کہ اس میں اس کو معقول کلام کرنے کی جگہ نہیں رہی ۔

ذیل میں اس مراسلت اور اس کے جواب اور جواب الجواب کو (اشاعۃ السنۃ ج ۱۵ صفحات ۵ تا ۴۰ سے) نقل کیا جاتا ہے ۔

اس کا جواب جو مرزا قادیانی نے دیا ہے،

اور اس کا جواب جو مولانا بٹالوی کی طرف سے ہے،

وہ دونوں اس سلسلہ مراسلت سے الگ اشاعۃ السنۃ ج ۱۵ صفحات ۱۹۳ تا ۱۹۹ سے نقل کئے جائیں گے ۔

☆☆☆

مراسلت

۱۸۹۲ء۔۱۸۹۳ء

☆ مرزا قادیانی کا خط بنام حضرت بٹالوی

نحمدہ و نصلی بخدمت شیخ محمد حسین صاحب ابوسعید بٹالوی

میں افسوس سے کہتا ہوں کہ میں آپکے فتوی تکفیر کی وجہ سے جس کا یقینی نتیجہ احد الفریقین کا کافر ہونا ہے۔اس خط میں سلام مسنون یعنی السلام علیکم سے ابتدا نہیں کر سکا لیکن چونکہ آپ کی نسبت ایک منذر الہام مجھ کو ہوا اور چند مسلمان بھائیوں نے بھی مجھ کو آپ کی نسبت ایسی خوابیں سنائیں، جن کی وجہ سے میں آپ کے خطرناک انجام سے بہت ڈر گیا۔تب بوجہ آپ کے ان حقوق کے جو بنی نوع کو اپنے بنی نوع انسانوں سے ہوتے ہیں اور نیز بوجہ آپ کی ہم وطنی اور قرب و جوار کے بھی میرا رحم آپ کی اس حالت پر بہت جنبش میں آیا۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے آپ کی حالت پر نہایت رحم ہے اور ڈرتا ہوں کہ آپکو وہ امور پیش نہ آجائیں جو ہمیشہ صادقوں کے مکذبوں کو پیش آتے رہے ہیں ۔اسی وجہ سے میں آج رات کو سوچتا سوچتا ایک گرداب تفکر میں پڑ گیا کہ آپ کی ہم دردی کے لئے کیا کروں ۔آخر مجھے دل کے فتوی نے یہی صلاح دی کہ پھر دعوت الی الحق کے لئے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھوں ۔ کیا تعجب ہے کہ اسی تقریب سے خدا تعالی آپ پر فضل کر دیوے اور اس خطرناک حالت سے نجات بخشے۔

سو عزیز من۔آپ خدا تعالی کی رحمت سے ناامید نہ ہوں ۔ وہ بڑا قادر ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے۔اگر آپ طالب حق بن کر میری سوانح زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ پر

قطعی ثبوتوں سے یہ بات کھل سکتی ہے کہ خدا تعالی ہمیشہ کذب کی ناپاکی سے مجھ کو محفوظ رکھتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ بعض وقت انگریزی عدالتوں میں میری جان اور عزت ایسے خطر میں پڑ گئی کہ بجز استعمال کذب اور کوئی صلاح کسی وکیل نے مجھ کو نہ دی۔ لیکن اللہ جلّ شانہ کی توفیق سے میں سچ کے لئے اپنی جان اور عزت سے دست بردار ہو گیا اور بسا اوقات مالی مقدمات میں محض سچ کے لئے میں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے اور بسا اوقات محض خدا تعالی کے خوف سے اپنے والد اور بھائی کے برخلاف گواہی دی۔ اور سچ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس گاؤں اور نیز بٹالہ میں بھی میری ایک عمر گذر گئی ہے، مگر کون ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے۔ پھر جب میں نے محض للہ انسانوں پر جھوٹ بولنا ابتداء سے متروک رکھا اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قربان کیا، تو پھر میں خدا تعالی پر کیوں جھوٹ بولتا۔ اور اگر آپ کو یہ خیال گذرے کہ یہ دعوی کتاب اللہ اور سنت کے برخلاف ہے، تو اس کے جواب میں بادب عرض کرتا ہوں کہ یہ خیال محض کم فہمی کی وجہ سے آپ کے دل میں ہے۔ اگر آپ مولویانہ جنگ و جدل کو ترک کر کے چند روز طالب حق بن کر میرے پاس رہیں تو میں امید کرتا ہوں کہ خدا تعالی آپ کی تمام غلطیاں نکال دے گا اور مطمئن کر دے گا، اور اگر آپ کو اس بات کی بھی برداشت نہیں تو آپ جانتے ہیں کہ پھر آخر علاج فیصلہ آسمانی ہے۔ مجھے اجمالی طور پر آپ کی نسبت کچھ معلوم ہوا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں چند روز توجہ کر کے اور تفصیل پر بفضلہٖ تعالی اطلاع پا کر چند اخباروں میں شائع کر دوں۔ اس شائع کرنے کے لئے آپ کی خاص تحریر سے مجھ کو اجازت ہونی چاہیے۔ میں اس خط کو محض آپ پر رحم کر کے لکھتا ہوں اور بہ ثبت شہادت چند کس آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں اور آخر دعا پر ختم کرتا ہوں۔

ربنا افتح بیننا و بین قو منا با لحق و انت خیر الفا تحین۔

الراقم مرزا غلام احمد بقلم خود ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء

☆ جواب منجانب شیخ محمد حسین بٹالوی

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خدا آپ کو ہدایت کرے اور راہ راست پر لائے

سلام علی من اتبع الھدی ۔ آپ کا خط ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء میں نے تعجب سے پڑھا۔ میں آپ کی گیدڑ بھبکیوں سے نہیں ڈرتا، بلکہ اس ڈرنے کو شرک سمجھتا ہوں اور ان کے مقابلہ میں یہ آیات قرآن پیش کرتا ہوں

اتحاجونی فی اللہ وقد ہدان ۔ ولا اخاف ما تشرکون بہ الا ان یشاء ربی شیئا وسع ربی کل شیء علما ۔ افلا تتذکرون ۔ وکیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ ما لم ینزل بہ سلطانا ۔ فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون۔ والذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مہتدون (حضرت ابراہیم نے اپنی قوم سے کہا، کیا تم مجھ سے خدا کی بابت جھگڑا کرتے ہو ۔ بے شک اس نے مجھے ہدایت کی ہے۔ میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم نے خدا کا شریک بنا رکھا ہے لیکن میں خدا سے ڈرتا ہوں وہ مجھے کچھ ضرر پہنچانا چاہے تو پہنچا سکتا ہے وہ اپنے علم سے ہر چیز پر وسعت رکھتا ہے کیا تم نہیں سمجھتے ۔ میں ان سے کیوں ڈروں جن کو تم نے شریک خدا بنا رکھا ہے جس کی خدا نے کوئی سند نہیں اتاری بتاؤ ہم دونوں فریق میں سے کون امن کا مستحق ہے اگر کچھ جانتے ہو۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا وہی امن میں ہیں اور وہی راہ پانے والے)

قادیانی صاحب میں قرآن اور پہلی کتابوں کو، اور دین اسلام اور پہلے دینوں کو، اور نبی آخرالزمان اور پہلے نبیوں کو، سچا جانتا اور مانتا ہوں ۔ اور اس کا یہ لازمہ اور شرط ہے کہ آپ کو جھوٹا جانوں اور آپ کا منکر ہوں کیونکہ آپ کے عقائد، آپ کی تعلیمات، آپ کے اخلاق و عادات، پہلی کتابوں اور پہلے دینوں اور پہلے نبیوں کے مخالف اور متناقض ہیں ۔ لہذا ان کتابوں دینوں اور نبیوں کو ماننا تب ہی صحیح اور سچا ہوسکتا ہے جب کہ آپ کے عقائد اور تعلیمات کو جھوٹ اور آپ کو گمراہ سمجھوں، جس پر آیات ذیل دلائل ہیں ومن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی (جس نے طاغوت سے انکار کیا اور خدا پر ایمان قائم رکھا، اس نے مضبوط رسی کو ہاتھ میں لیا) وقد امروا ان یکفروا بہ (ان کو حکم ہوا ہے کہ وہ طاغوت سے کفر کریں)۔

قد کا نت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابرا ہیم و الذ ین معہ اذ قا لوا لقو مھم انا براء منکم و مما تعبدو ن من دو ن اللہ کفر نا بکم و بداء بینا و بینکم العدا وۃ و البغضاء ابداً حتی تو منوا با للہ و حدہ (تم کو ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں کی پیروی اچھی ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو کہا کہ ہم تم سے بیزار ہیں اور تمہارے معبودوں سے جو خدا کے سوا ہیں ...)

عقائد باطلہ مخالفہ دین اسلام وادیان سابقہ کے علاوہ جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا ایک جزء ہے۔ زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا میں تفصیلی علم نہیں رکھتا، مگر زمانہ تصنیف براہین سے جو جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، آپ نے اختیار کیا ہے خصوصاً ۱۸۸۶ء سے جب سے آپنے الہامی بیٹا تولد ہونے کی پیش گوئی کی، اور اس قسم کی اور پیشگوئیاں مشتہر کی ہیں۔علی الخصوص ۱۸۹۰ء سے، جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی مشتہر کیا ہے، اس سے آپ کی کوئی تحریر، کوئی تقریر، کوئی خط، کوئی تصنیف خالی نہیں ہے۔ اس پر قیاس ہوسکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختاری میں فیل ہونے اور پھر عدالت میں سال ہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہوگا۔ اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص بندوں پر جھوٹ بولنے اور ان کو دھوکہ دینے میں ایسا دلیر ہو، وہ خدا پر یہ افتراء کرنے سے، کہ میں ملہم ہوں اور مجھے الہام ہوا ہے کہ فلاں شخص مجھے بیٹی نہ دے گا تو ہلاک ہو جائیگا اور فلاں شخص مجھے مسیح نہ مانے گا تو وہ عذاب میں مبتلا ہوگا، کس طرح رک سکتا ہے اور اس دعوی الہام میں کیونکر سچا سمجھا جا سکتا ہے۔

آپ اس قسم کے تین ہزار الہامات کے صادق ہونے کے مدعی ہیں (یہ دعوی آپ نے سالانہ میلہ کے جلسہ میں برملا کیا تھا۔ اور ان الہامات کے واقعی الہام ہونے کا۔ محمد حسین) میں ان تین ہزار میں سے صرف تین الہاموں کے صادق ٹھہرنے پر آپ کو ملہم مان لوں گا، اور یہ سمجھوں گا کہ میں نے آپ کے عقائد وتعلیمات کو مخالف حق اور آپ کو بداخلاق اور گمراہ سمجھنے میں غلطی کی۔ ان تین ہزار میں سے جن تین الہاموں کو آپ بیّن الصدق سمجھتے ہیں مثلاً دیا نند سرستی کی موت کے متعلق الہام، یا شیخ مہر علی کی رہائی کی نسبت الہام، یا دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپس ہونے کی نسبت الہام، یا آپ کے آئندہ اور

فرضی خسر کے فوت ہو جانے کی نسبت الہام، وامثال ذالک۔ ان کو آپ کسی ایسی مجلس میں جس میں جانبین کے اشخاص مساوی ہوں اور تین منصف مختلف مذاہب کے یا آزاد مشرب ہوں، ثابت کر دیں اور آسانی سے کامیاب ہوں۔

تین نہ سہی، چلو ایک ہی، اپنے خیالی الہام اخیر کا جس کو آپ نے اپنے جلسہ میلہ سالانہ میں اپنے معتقدوں اور دام افتادگان میں، جو اکثر عوام بے علم تھے، اور خواص خود غرض نیچری اور بعض تماشائی، جن کو تحقیق اصل حال سے کوئی غرض نہ تھی، بڑی شد و مد سے بیان کیا تھا، واقعی الہام ہونا ثابت کر دیں۔ آپ مرد میدان ہیں تو میدان میں نکلیں ورنہ ان لن ترانیوں سے شرم کریں۔

اپنے دریائے رحمت کے جوش و جنبش میں آنے کا جو آپ نے ذکر کیا ہے، اس میں آپ نے اپنی سنت قدیم کذب و دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ آپ کو رحمت سے کیا نسبت؟ رحمت اور ہمدردی کا تو آپ میں مادہ ہی نہیں۔ آپ کے افعال و حرکات و کلمات صاف شہادت دے رہے ہیں کہ آپ پرلے سرے کے بے رحم، خودغرض، جانی ونفسانی آدمی ہیں۔ آپ کی زبان، اور حجاج بن یوسف کی تلوار، دونوں توام ہیں آپ نے اپنے مسلمان مخالفین اور معترضین کو اس حالت اور اس وقت میں جب کہ آپ ان کو مخدومی، اخوی کے خطاب سے یاد کرتے اور ان کی نیک نیتی کے معترف تھے، بے حیا، بے ایمان، درندہ، منہ سے جھاگ نکالنے والہ، کتا، کلب یموت علی کلب، سفلہ، کمینہ، وحشی وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔ کیا رحمت اور انسانی نوع کی ہمدردی یہی معنی رکھتی ہے؟

آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت میں اور قبولیت دعاؤں کی طمع دے کر خورد برد کر چکے ہیں اور کتاب براہین احمدیہ ہنوز دربطن شاعر کا مصداق ہے اور قبولیت دعاؤں کے امیدوار آپ کے منہ کو دیکھ رہے ہیں۔ کیا ہمدردی ورحم اسی کا نام ہے؟

جب مجھے آپ سے آپ کے امکانی ولی ہونے کی نظر سے حسن ظنی تھی، تو میں نے آپ سے بارہا التجا کی کہ مجھے آپ اپنے پاس ٹھہرا کر رحمت و برکت کے آثار دکھائیں آپ نے کبھی ہاں نہ کی۔ ایک دفعہ میں نے آپ کو یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے مخالف ومنکر

اچھے رہے کہ آپ ان کو نشان آسمانی دکھانے کے لئے انعام کے وعدہ پر بلاتے ہیں، ہم موافقین کو بلا وعدہ انعام بھی نہیں بلاتے ۔تو آپ ہنس کر چپ ہو گئے ۔ پھر جب آپ نے مسیح ہونے کا دعوی کیا، تو میں نے اپنا خلاف ظاہر کر کے آپکے پاس آنا اور دوستانہ پرائیویٹ گفتگو کرنا چاہا، تو آپ بلانے کا وعدہ دیتے دیتے لودہانہ میں جا براجے اور وہاں جا کر مخاصمانہ بحث کا اکھاڑہ جما کرنا جائز اور بحث کو ٹلانے کی شروط سے پناہ گزین ہوئے ۔ پھر جب بمقام لودہانہ آپ کے گھر پر پہنچ کر آپ کو گفتگو پر مجبور کیا تو آپ نے اس باامن گفتگو کو ناتمام چھوڑ کر مخاصمانہ اکھاڑہ جمانے کا اہتمام کیا اور دہلی پٹیالہ، لاہور، سیالکوٹ وغیرہ میں مخاصمانہ بحث کا علم بلند کیا اور پھر بحث سے گریز کر کے انواع اتہام واکاذیب کا اشتہار کیا اور اسی اثنا میں فیصلہ آسمانی لکھ مارا جس میں کوئی دقیقہ بے رحمی و بدگوئی کا فروگذاشت نہ کیا، اس بے رحمی ونفسانی کاروائیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا۔ بھائی بھائی سے اور دوست دوست سے الگ ہو گیا۔ کیا رحمت وہم دردی کا یہی اثر ہے۔

آپ میں رحمت وہم دردی کا شمہ اثر بھی ہوتا تو جس وقت میں نے اپنا خلاف آپ کے دعوی مسیحائی سے ظاہر کیا تھا، آپ فوراً مجھے اپنی جگہ بلاتے یا غریب خانہ پر قدم رنجہ فرماتے (جیسا کہ پہلے بھی آپ سے وقوع میں آتا رہا اور کم سے کم تین دفعہ آپ نے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرما کر رابطہ اتحاد ظاہر کیا تھا) اور اس صورت سے اپنے دعوے جدیدہ کو ثابت کر دکھاتے ۔ اب جو آپ نے یہ خط ارسال فرمایا ہے، یہ بھی آپ کی خودغرضی اور نیت فساد سے خالی نہیں ۔ اس میں خودغرضی یہ ہے کہ آپ کے مرید آپ کو نیک نیت اور اپنے دعوی میں ثابت قدم اور مقابلہ مخالفین کیلئے مستعد سمجھیں ۔ نیت فساد کی یہ ہے کہ جانب ثانی سے جواب ترکی بہ ترکی ملے تو اس سے بٹالہ کے مسلمانوں میں پھوٹ پڑے۔

یہ آپ کے دعوی الہام وراست بازی وخیرخواہی ورحمت کا جواب ہے ۔ اب میں آپ کی اس درخواست کا کہ خاکسار آپ کے اور آپ کے تابعین کے الہامات و منامات سے ڈر کر آپ کے پاس پہنچے اور آپ کا مطیع ہو جاوے یا آپ کو ان ڈرانے والے الہامات ومنامات کی اشاعت کی اجازت دے، جواب دیتا ہوں۔

آپ کا خاکسار کو اپنے پاس بلانا، اگر اس غرض سے ہے کہ میں آپ کے عقائد

باطلہ کی نسبت آپ سے کچھ دریافت کروں، تو اس نظر سے آنا فضول ہے۔ ہم مسلمانوں کو آپ کے عقائد باطلہ کے بطلان میں اب کوئی شک نہیں ہے۔لہذا اس میں کچھ دریافت کرنے کی کوئی ضرورت و حاجت باقی نہیں۔ ہاں آپ کو کچھ شک و اشتباہ ہو تو آپ جس وقت چاہیں، حسب عادت قدیم غریب خانہ پر تشریف لاویں۔ دستور قدیم کے موافق آپ کی مدارات ہوگی اور آپ کی تسلی کی جاوے گی۔انشاء اللہ

اور اگر خاکسار کو اپنے پاس بلانا اس غرض سے ہے کہ آپ مجھے نشان آسمانی دکھائیں گے تو اس نظر سے آنا نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ گناہ اور موجب نقصان ہے جس شخص کے عقائد اسلام اور سابق ادیان کے مخالف ہوں اس سے نشان آسمانی کا متوقع ہونا، مومن کا کام نہیں۔ اور اگر وہ کچھ چالاکی اور شعبدہ بازی سے بذریعہ مسمریزم وغیرہ دکھا بھی دے تو اس پر اعتماد کرنا مخالف اسلام ہے۔ اس بات کو آپ بھی اپنے اشتہار میں تسلیم کر چکے ہیں۔ ہاں اس غرض سے میرا وہاں پہنچنا جائز بلکہ موجب ثواب ہے کہ میں وہاں پہنچ کر آپ کا عجز اظہار نشان آسمانی سے لوگوں پر ظاہر کروں اور مسلمانوں پر آپ کا جھوٹ اور فریب کھولوں، کیونکہ میرے خیال میں آپ کو مسمریزم وغیرہ میں بھی دخل نہیں۔ اور آپ کے پاس جو ہتھیار اور دام تزویر ہے وہ صرف زبان کی چالاکی اور فقرہ بندی ہے۔لیکن مجھے اس صورت میں قادیان پہنچنے میں یہ اندیشہ ہے کہ آپ میری جان کو نقصان پہنچانے میں کوشش کریں گے اور اس سے اپنے الہام کو، کہ یہ شخص باون برس کا ہو کر فوت ہو جاوے گا (جس کو آپ کے حواری اور دوست میاں چٹو ریشم فروش اور میاں رجب الدین لاہور وغیرہ آپس میں پھیلا رہے ہیں) سچا کر دکھائیں گے (گو واقع میں کبھی سچا نہیں ہوسکتا کیونکہ میں باون برس کی عمر پوری کر چکا ہوں۔ ١٧ محرم ١٢٥٦ھ میری پیدائش ہے اور اب ١٣١٠ھ گذر رہا ہے) اور کم سے کم میری آبروریزی کی تدبیر کریں گے۔ پس اگر آپ میری اس غرض کو پیش نظر رکھ کر مجھے اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں تو میرے اس اندیشہ کو ایک باضابطہ تحریر سے جو عدالت میں رجسٹرڈ ہو اٹھا دیں۔

آپ نے اس تحریر ذمہ داری کو منظور کیا تو اس کا مسودہ آپ کے پاس بھیجا جاوے گا۔ اس صورت میں یہ خاکسار قادیان میں حاضر ہوگا اور جو کام آپ کی خدمت گزاری کا یہاں کرتا ہے، وہاں بیٹھ کر کرے گا۔ درصورت عدم منظوری شرط مذکور، میں قادیان

نہیں آ سکتا۔ اس صورت میں جو آپ نے اپنے اور اپنے تابعین کے الہامات و منامات کے جو میری نسبت ہوئے ہیں، اجازت چاہی ہے اس سے مجھے تعجب آیا اور یقین ہوا کہ آپ دعوی الہام میں کذّاب ہیں۔ خدا کے الہام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے اوروں کی اجازت کے کیا معنی؟ اول تو جو الہام کسی نبی یا ولی کو کسی شخص کے ڈرانے کے لئے ہوتا ہے اس کی اشاعت و تبلیغ اس الہام کا عین مدعا ہوتا ہے۔ اور اگر آپ کا ملہم آپ کو ایسے الہام کرتا ہے جس کی اشاعت تا نظر ثانی و حکم ثانی جائز نہیں ہوتی تو آپ اپنے ہی ملہم سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ میں اس الہام کو شائع کروں یا نہ کروں؟ اور اگر کرونگا تو کسی قانون کے شکنجہ میں تو نہ پھنسایا جاؤں گا؟ آپ کے اس اجازت چاہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ الہام کی آڑ میں مجھے گالیاں دینا چاہتے ہیں اور ایسے الفاظ لکھنے اور مشتہر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس سے میری حیثیت عرفی کا ازالہ ہو۔ اور میرے اور میرے عزیزوں اور اقارب کی دل شکنی ہو اور ان کو رنج پہنچے۔ چنانچہ پہلے بھی آپ نے اس قسم کے الہام میری نسبت شائع کئے ہیں۔ ومعہذا آپ قانونی گرفت کا بھی اندیشہ رکھتے ہیں اور حکام وقت کو اپنے ملہم کی نسبت زبردست سمجھتے ہیں۔ لہذا میں ایسے الہام کی اشاعت کی اجازت نہیں دے سکتا۔ ہاں اس قسم کی اجازت سے میں روک بھی نہیں سکتا کہ آپ اپنے اور اپنے تابعین کے الہامات کو جہاں تک کہ قانون ان کی اشاعت کی اجازت دیتا ہے شائع کریں۔ اور اپنے ملہم کو کمزور اور ڈرپوک (جو حقیقتاً خدا تعالیٰ نہیں بلکہ معلم الملکوت ہے) اور حکام وقت سے مغلوب سمجھ کر اسکے حکم کی تعمیل کو حکام وقت کے قانون کے تابع رکھیں۔ اس کا آپ نے خلاف کیا تو آپ کو کورٹ میں پھر کسی اور آرام گاہ میں آنا پڑے گا۔ آپ کے پچھلے الہامات و الفاظ بھی میری نگاہ میں ہیں اور ان کی نسبت تدارک کا ارادہ بھی ہنوز ملتوی نہیں ہوا۔ میں یہ کہنا بھی نامناسب نہیں سمجھتا کہ اگر آپ خدا سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے مجملات کی تفصیل پوچھ سکتے ہیں اور معہذا ابنی نوع سے ہم دردی رکھتے ہیں (جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں دعوی کیا ہے) تو بجائے مجھے دھمکانے اور ڈرانے کے آپ میری نسبت خدا تعالیٰ سے پہلے یہ دریافت کریں کہ جو منذر الہام آپ کو اس شخص کی نسبت ہوا ہے وہ مبرم و قطعی الوقوع ہے یا اس کا وقوع معلق ہے جو ڈر یا عذاب اس میں بیان کیا گیا ہے وہ

درصورت اس کے تابع ہو جانے کے اس شخص سے اٹھ سکتا ہے۔

پس اگر خدا تعالی آپ کو یہ بتا دے کہ وہ مبرم نہیں، معلق ہے تو آپ خدا کی جناب میں دعا کریں کہ وہ مجھے آپکی شناخت کی توفیق دے اور آپکا تابع کر دے۔ اور مجھ سے وہ عذاب اٹھالے اور اس امر میں اپنے دریائے رحمت کو جوش میں لاویں اور اس نبی رحیم کی سنت پر عمل کریں جس کو اس کی قوم نے مار کر خون آلودہ کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتا تھا اور یہ کہتا تھا اللھم اغفر لقو می فا نھم لا یعلمو ن اور نیز آنحضرت ﷺ کی اس سنت پر عمل کریں کہ جب آپکے پاس ملک الجبال نے حاضر ہو کر کہا کہ خدا تعالی نے مجھے اسلئے آپکے پاس بھیجا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپکے منکروں اور مخالفوں کو پہاڑ کے نیچے کچل دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں یہ نہیں چاہتا اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو خدا کی توحید پکاریں گے۔ اور اگر خدا تعالی آپکو یہ خبر دے کہ یہ الہام مبرم وقطعی الوقوع ہے تو پھر آپ میری دعوت سے دست بردار ہوں اور اپنے تابعین کو وہ الہام سنا کر ان پر اپنی نبوت و ولایت ثابت کریں اس صورت میں مجھے دعوت کرنا فضول ہے کیونکہ قطعی وعدہ عذاب کے بعد کسی نبی نے دعوت نہیں کی، اور اگر آپ اپنی اس دھمکی پر مصر رہے تو طالب حق اور منصف جان لیں گے کہ آپ اس دعوت وانذار میں فریب کرتے ہیں اور جھوٹے ہیں۔

میں اخیر میں یہ بھی کہتا ہوں اور آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر میں آپ کی مخالفت میں نیک نیت اور حق پر ہوں اور دین اسلام کی حمایت کر رہا ہوں اور نفسانیت کو اس میں دخل نہیں دیتا تو خدا تعالی میری مدد کرے گا اور آپ کو ہدایت کر کے تابع حق و دین اسلام کرے گا ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کرے گا۔ اور اگر میری نیت میں فساد ہے تو خدا مجھے اس کا بدلہ خود دے گا، آپ کا ڈرانا دھمکانا عبث وفضول ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ میں آپ کو کذّاب جانتا ہوں اور اس اعتقاد کو اپنے اسلام کا جزء سمجھتا ہوں۔ لہذا بہتر ہے کہ آپ ان گیدڑ بھبکیوں سے باز آئیں اور حق کے تابع ہو جائیں۔ آئندہ اختیار ہے۔ و ما علینا الا البلاغ المبین

الراقم ابوسعید محمد حسین۔ یکم جنوری ۱۸۹۳ء

☆ مرزا غلام احمد کی طرف سے جواب

آپ کا رجسٹری شدہ خط ۴ جنوری ۱۸۹۳ء کو مجھ کو ملا اگر چہ آپ کا یہ خط جو کذب اور تہمت اور بے جا افتراؤں کا ایک مجموعہ ہے اس لائق نہیں تھا کہ میں اس کا کچھ جواب لکھتا، فقط اعراض کافی تھا۔لیکن چونکہ آپ نے اپنے خط کے صفحہ ۲ و ۳ میں اس عاجز کی تین پیش گوئیوں کا ذکر کر کے بالآخر اس تیسری پیش گوئی پر حصر کر دیا ہے جو نورافشاں دہم مئی ۱۸۸۶ء اور نیز میرے اشتہار مشتہرہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اور آپ نے اقرار کیا ہے کہ اگر اس الہام کا سچا ہونا ثابت ہو جائے تو میں آپ کو ملہم مان لوں گا اور یہ سمجھوں گا کہ میں نے آپ کے عقائد و تعلیمات کو مخالف حق اور آپ کو بداخلاق اور گمراہ سمجھنے میں غلطی کی، اس لئے اس عاجز نے پھر آپ کی حالت پر رحم کر کے آپ کو اس الہامی پیش گوئی کے ثبوت کی طرف توجہ دلانا مناسب سمجھا۔ وہ پیش گوئی، جیسا کہ آپ خود اپنے خط میں بیان کر چکے ہیں، یہی تھی کہ اگر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اپنی بیٹی اس عاجز کو نہ دیوے اور کسی اور سے نکاح کر دیوے، تو روز نکاح سے تین برس کے عرصہ کے اندر فوت ہو جائے گا۔ اس پیش گوئی کی یہ بنیاد نہیں تھی کہ خواہ مخواہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی، بلکہ یہ بنیاد تھی کہ یہ فریق مخالف جن میں سے مرزا احمد بیگ بھی ایک تھا، اس عاجز کے قریبی رشتہ دار مگر دین کے سخت مخالف تھے۔ اور ایک ان میں سے عداوت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اللہ جل شانہ اور رسول اللہ ﷺ کو علانیہ گالیاں دیتا تھا۔ اور اپنا مذہب دہریہ رکھتا تھا۔ اور نشانوں کے طلب کے لئے ایک اشتہار بھی جاری کر چکا تھا اور یہ سب مجھ کو مکار خیال کرتے تھے اور نشان مانگتے تھے اور صوم وصلوۃ اور عقائد اسلام پر ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے۔ سو اس نے نشان دکھلانے میں وہ پہلو اختیار کیا جس کا ان تمام بے دین قرابتیوں پر اثر پڑتا تھا۔ خدا ترس آدمی سمجھ سکتا ہے کہ موت اور حیات انسان کے اختیار میں نہیں، اور ایسی پیش گوئی جس میں ایک شخص کی موت کو اس کی بیٹی کے نکاح کے ساتھ، جو غیر سے ہو، وابستہ کر دیا گیا، اور موت کی حد مقرر کر دی گئی۔ انسان کا کام نہیں ہے۔ چونکہ یہ الہامی پیش گوئی صاف بیان کر رہی تھی کہ مرزا

احمد بیگ کی موت اور حیات اس کی لڑکی کے نکاح سے وابستہ ہے، اس لئے پانچ برس تک، یعنی جب تک اس لڑکی کا کسی دوسری جگہ نکاح نہ کیا گیا، مرزا احمد بیگ زندہ رہا اور پھر ۷۔اپریل ۱۸۹۲ء کو احمد بیگ نے اس لڑکی کا ایک جگہ نکاح کر دیا اور بموجب پیش گوئی کے تین برس کے اندر یعنی نکاح سے چوتھے مہینے میں جو ۳۰ ستمبر تھی، فوت ہو گیا۔ اور اسی اشتہار میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگرچہ روز نکاح سے موت کی تاریخ تین برس تک بتلائی گئی ہے مگر دوسرے کشف سے معلوم ہوا کہ بہت کچھ عرصہ نہیں گزرے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نکاح اور موت میں صرف چار مہینے بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہا۔ جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ ۷۔اپریل ۱۸۹۲ء کو نکاح ہوا اور ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو میرزا احمد بیگ اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔ اب ذرا خدا تعالی سے ڈر کر کہیں کہ یہ پیش گوئی پوری ہو گئی یا نہیں؟ اور اگر آپ کے دل کو یہ دھڑکا ہو کہ کیونکر یقین ہو کہ یہ الہامی پیش گوئی ہے، کیوں جائز نہیں کہ دوسرے وسائل نجوم و رمل و جفر وغیرہ سے ہے، تو اس کا یہ جواب ہے کہ منجموں کی اس طور کی پیش گوئی نہیں ہوا کرتی، جس میں اپنے ذاتی فائدہ کے لحاظ سے اس طور کی شرطیں ہوں، کہ اگر فلاں شخص ہمیں بیٹی دے تو زندہ رہے گا ورنہ نکاح کے بعد تین برس تک بلکہ بہت جلد مر جائے گا۔ اگر دنیا میں کسی منجم یا رمال کی اس قسم کی پیش گوئی ظہور میں آئی ہے تو اس کے ثبوت کے ساتھ پیش کریں۔ علاوہ اس کے اس پیش گوئی کے ساتھ اشتہار میں ایک دعوی پیش کیا گیا، یعنی یہ کہ میں خدا تعالی کی طرف سے آیا ہوں اور مکالمہ الہیہ سے مشرف ہوں اور مامور من اللہ ہوں اور میری صداقت کی نشانی یہ پیش گوئی ہے۔ اب آپ اگر کچھ بھی اللہ جل شانہ کا خوف رکھتے ہیں تو سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی پیش گوئی جو من جانب اللہ ہونے کے لئے بطور ثبوت کے پیش کی گئی ہے، اسی حالت میں سچی ہوسکتی تھی کہ جب درحقیقت یہ عاجز من جانب اللہ ہو کیونکہ خدا تعالی ایک مفتری کی پیش گوئی کو جو ایک جھوٹے دعوے کے لئے بطور شاہد صادق بیان کی گئی، ہرگز سچی نہیں کرسکتا۔ وجہ یہ کہ اس میں خلق اللہ کو دھوکہ لگتا ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ خود مدعی صادق کے لئے یہ علامت قرار دے کر فرماتا ہے وان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم (اگر وہ سچا ہے تو تم کو وہ عذاب پہنچے گا جس کا وہ ڈرسناتا ہے)۔ اور فرماتا ہے ولا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی

من رسو ل (خدا اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا بجز رسول کے جس کو وہ پسند کرتا ہے) رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں، پس اس پیش گوئی کے الہامی ہونے کے لئے ایک مسلمان کے لئے یہ دلیل کافی ہے جو من جانب اللہ ہونے کے دعوی کے ساتھ یہ پیش گوئی بیان کی گئی ہے، اور خدا تعالی نے اس کو سچا کر کے دکھلا دیا۔ اور اگر آپ کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص دراصل مفتری ہو اور سراسر دروغ گوئی سے کہے کہ میں خلیفۃ اللہ اور مامور من اللہ اور مجدد وقت اور مسیح موعود ہوں اور میرے صدق کا نشان یہ ہے کہ اگر فلاں شخص مجھے اپنی بیٹی نہیں دے گا اور کسی دوسرے سے نکاح کر دے گا، تو نکاح کے بعد تین برس تک بلکہ اس سے بھی بہت قریب فوت ہو جائے گا۔ اور پھر ایسا ہی واقعہ ہو جائے تو برائے خدا اس کی نظیر پیش کرو ورنہ یاد رکھو کہ مرنے کے بعد اس انکار اور تکذیب اور تکفیر سے پوچھے جاؤ گے۔ خدا تعالی صاف فرماتا ہے ان اللہ لا یھدی من ہو مسرف کذا ب (خدا حد سے بڑھنے والے، جھوٹے کو راہ نہیں دکھاتا) سوچ کر دیکھو کہ اس کے یہی معنی ہیں کہ جو اپنے دعوی میں کاذب ہو، اس کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ شیخ صاحب اب وقت ہے۔ سمجھ جاؤ اور اس دن سے ڈرو جس دن شیخی پیش نہیں جائے گی، اور اگر کوئی نجومی یا رمال یا جفری اس عاجز کی طرح دعوی کرکے کوئی پیش گوئی دکھلا سکتا ہے تو اس کی نظیر پیش کرو اور چند اخباروں میں چھپوا دو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہیں کر سکو گے اور ایسا نجومی ہلاک ہوگا۔ خدا تعالی تو اپنے نبی کو فرماتا ہے کہ اگر وہ ایک قول بھی اپنی طرف سے بناتا تو اس کی رگ جان قطع کی جاتی۔ پھر یہ کیونکر ہو کہ بجائے رگ جان قطع کرنے کے اللہ جل شانہ اس عاجز کو جو آپ کی نظر میں کافر، مفتری، دجال، کذاب ہے دشمنوں کے مقابل پر یہ عزت دے کہ تا دعوی میں پیش گوئی پوری کرے۔ کبھی دنیا میں یہ ہوا ہے کہ کاذب کی خدا تعالی نے ایسی مدد کی ہو کہ وہ گیارہ برس سے خدا تعالی پر یہ افتراء کر رہا ہو کہ اس کی وحی ولایت اور وحی محدثیت میرے پر نازل ہوتی ہے، اور خدا تعالی اس کی رگ جان نہ کاٹے، بلکہ اس کی پیش گوئیوں کو پورا کر کے آپ جیسے دشمنوں کو منفعل اور نادم اور لاجواب کرے۔ اور آپکی تکفیر کا نتیجہ یہ ہو کہ آپ کی تکفیر سے پہلے تو کل ۷۵ آدمی سالانہ جلسہ میں شریک ہوں۔ اور بعد آپ کی تکفیر اور جانکاہی اور لوگوں کے روکنے کے ۳۲۷۔ احباب اور

مخلص جلسہ اشاعت حق میں دوڑے آویں۔ اب اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ میں اس خط کو انشاء اللہ چھاپ کر شائع کردوں گا اور مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ اس الہامی پیش گوئی کی آزمائش کے لئے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں۔ مناسب ہے کہ آپ بھی اشاعۃ السنہ میں میرے اس خط کو شائع کر دیں اور یہ بات بھی ساتھ لکھ دیں کہ آپ کو قبول کرنے میں کیا عذر ہے۔ خود منصف لوگ دیکھ لیں گے کہ وہ عذر صحیح یا غلط ہے۔

الراقم غلام احمد۔

مکرر یہ کہ اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعوی میں صادق ہوں، نہ مفتری ہوں نہ دجال نہ کذاب۔ اس زمانہ میں کذاب اور دجال اور مفتری پہلے اس سے کچھ تھوڑے نہیں تھے تا خدا تعالی صدی کے سرے پر بھی بجائے ایک مجدد کے، جو اسی کی طرف سے مبعوث ہو، ایک دجال کو قائم کر کے اور بھی فتنہ اور فساد ڈال دیتا۔ مگر جو لوگ سچائی کو نہ سمجھیں اور حقیقت کو دریافت نہ کریں اور تکفیر کی طرف دوڑیں، میں ان کا کیا علاج کروں۔ میں اس بیمار دار کی طرح جو اپنے عزیز بیمار کے غم میں مبتلا ہوتا ہے، اس ناشناس قوم کے لئے سخت اندوہ گین ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا، ای ہادی و رہنما۔ ان لوگوں کی آنکھیں کھول اور آپ ان کو بصیرت بخش اور آپ ان کے دلوں کو سچائی اور راستی کا الہام بخش۔ اور یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں خطا نہیں جائیں گی کیونکہ میں اسی کی طرف سے ہوں اور اسی کی طرف بلاتا ہوں یہ سچ ہے کہ اگر میں اسی کی طرف سے نہیں ہوں اور ایک مفتری ہوں تو وہ برے عذاب سے مجھ کو ہلاک کرے گا کیونکہ وہ مفتری کو کبھی وہ عزت نہیں دیتا کہ جو صادق کو دی جاتی ہے۔ میں نے جو ایک پیش گوئی جس پر آپ نے میرے صادق اور کاذب ہونے کا حصر کر دیا آپ کی خدمت میں پیش کی ہے۔ یہی میرا صدق اور کذب کی شناخت کے لئے ایک کافی شہادت ہے، کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا تعالی کذاب اور مفتری کی مدد کرے، لیکن ساتھ اس کے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس پیش گوئی کے متعلق دو پیش گوئی اور بھی ہیں، جن کو میں اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں شائع کر چکا ہوں، جن کا مضمون یہی ہے کہ خدا تعالی اس عورت کو بیوہ کر کے میری طرف رد کرے گا۔ اب انصاف سے دیکھیں کہ نہ کوئی انسان اپنے حیات پر اعتماد کرسکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کی نسبت دعوی

کر سکتا ہے کہ وہ فلاں وقت تک زندہ رہے گا اور یا فلاں وقت تک مر جائے گا، میری اس پیش گوئی میں نہ ایک، بلکہ چھ دعوے ہیں۔

۱۔ اول نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا

۲۔ پھر نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا

۳۔ پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا

۴۔ پھر اس لڑکی کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا

۵۔ پھر اس وقت تک کہ میں اس لڑکی سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا

۶۔ پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر، باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آجانا۔

اب آپ ایماناً کہیں کہ کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں اور ذرہ اپنے دل کو تھام کر سوچ لیں کہ کیا ایسی پیش گوئی اس کی سچی ہو جانے کی حالت میں انسان کا فعل ہو سکتا ہے۔ پھر اگر اس پیش گوئی پر جو لڑکی کے باپ کے متعلق ہے جو ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو پوری ہوگئی، آپ کا دل نہیں ٹھہرتا تو آپ اشاعۃ السنہ میں ایک اشتہار حسب اپنے اقرار کے دیدیں کہ اگر یہ دوسری پیش گوئیاں بھی پوری ہوگئیں، تو میں اپنے ظنون باطلہ سے توبہ کروں گا اور دعوی میں سچا سمجھ لوں گا۔ اور ساتھ اس کے خدا تعالی سے ڈر کر یہ بھی اقرار کر دیں کہ ایک تو ان میں سے پوری ہوگئی۔ اور اگر اس پیش گوئی کے پورا ہو جانے کا آپکے دل پر زیادہ اثر نہ ہو، تو اس قدر تو ضرور چاہیے کہ جب تک اخیر ظاہر نہ ہو، کفّ لسان اختیار کریں۔ جب ایک پیش گوئی پوری ہوگئی تو اس کی کچھ تو ہیبت آپ کے دل پر چاہیے۔ آپ تو میری ہلاکت کے منتظر اور میری رسوائی کے دنوں کے انتظار میں ہیں، اور خدا تعالی میرے دعوی کی سچائی پر نشان ظاہر کرتا ہے۔ اگر آپ اب بھی نہ مانیں تو میرا آپ پر کیا زور ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ انسان اپنے اوائل ایام انکار میں بباعث کسی اشتباہ کے معذور ٹھہر سکتا ہے، نشان دیکھنے پر ہرگز معذور نہیں ٹھہر سکتا۔ کیا یہ پیش گوئی جو پوری ہوگئی کوئی ایسا اتفاقی امر ہے جس کی خدا تعالی کو کچھ بھی خبر نہیں۔ کیا بغیر اس کے علم اور ارادہ کے ایک دجال کی تائید میں خود بخود یہ پیش گوئی وقوع میں آگئی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ مدعی کاذب کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ یہی قرآن کی تعلیم ہے اور یہی

توریت کی۔ اگر آپ میں انصاف کا کچھ حصہ ہے اور تقوی کا کچھ ذرہ ہے تو اب زبان بند کر لیں ۔ خدا تعالی کا غضب آپ کے غضب سے بہت بڑا ہے۔ ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و آمنتم ۔ و السلام علی من اتبع الھدی۔ الراقم عاجز غلام احمد

☆ جناب بٹالوی کی طرف سے اسکا جواب

لاہور ۹ جنوری ۱۸۹۳ء مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

خدا آپ کو ہدایت کرے اور راہ راست پر لاوے۔ سلام علی من اتبع الھدی

آپ کا دوسرا خط بلا تاریخ میں نے ۷ جنوری ۱۸۹۳ء کو بٹالہ میں لاہور روانگی کے وقت وصول پایا۔ اس لئے میں اس کا جواب بٹالہ میں نہیں دے سکا، اب دیتا ہوں

اس خط کے مطالعہ سے مجھے مسرت حاصل ہوئی اور امید ہوگئی کہ اب آپ کے الہامات کی حقیقت کھلے گی اور آپ کے ملہم ہونے کی کیفیت جو مدت سے عوام پر مخفی و مشتبہ تھی، کس و ناکس پر جو فہم و توفیق دیا گیا ہو، ظاہر ہو جاوے گی ۔

اس خط میں پھر آپ رحم و غم خواری کے مدعی ہوئے اور اس کے مقابلے میں خاکسار پر افتراء پردازی کا دعوی قلم میں لائے ہیں آپ واقعی ملہم اور غمخوار ہوتے تو میرے خط کے جواب میں صرف اپنی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی کا الہامی ہونا ثابت کرتے ۔ ان فضول دعاوی رحم، وغم خواری اور بے جا و ناحق تہمت افترا پردازی سے مشغول نہ ہوتے ۔ یہ چھیڑ چھاڑ بلا سود آپ کے دعوی رحم و الہام و ہم دردی کی تکذیب کرتی ہے ۔آپ کے دعوی رحم و ہم دردی کا مفصل جواب میں اپنے پہلے خط میں دے چکا ہوں اب آپ کی طرح اس کا اعادہ نہیں کرتا۔

بہتان افتراء پردازی کا جواب یہ ہے کہ آپ میرے خط کی ایک بات کا خلاف واقعہ اور افتراء ہونا ثابت کریں ۔کسی مجلس میں، جس میں جانبین کے مساوی اشخاص ہوں، اور تین منصف غیر جانبدار، اس کا ثبوت پیش کریں ۔ یہ جرئت نہ ہو سکے (اور ہرگز نہ ہو سکے گی ۔ یہ پیش گوئی بھی اپنی پیش گوئیوں کے حاشیہ پر لکھ رکھیں) تو بذریعہ تحریر اس کا ثبوت دیں جس کو تین منصف مسلم الفریقین غلبہ رائے سے مان لیں ۔تو میں صرف اسی ایک

امر سے آپ کا حق پر ہونا، اور آپ کے مقابلہ میں اپنا غلطی کرنا مان لونگا اور آئندہ آپ کا مقابلہ چھوڑ دونگا۔

لو ایک ہی بات میں مدت کا جھگڑا طے ہوتا ہے، اور میدان آپ کے ہاتھ آتا ہے یہ نہ ہو سکے تو آئندہ بے جا و ناحق تہمتوں اور دروغ گوئی سے اپنے آپ کو روکیں، جن سے آپ پر سوءظنی زیادہ بڑھتی ہے اور آپ کے دعوی الہام کی تکذیب ہوتی ہے۔

قادیانی صاحب۔ میں سچ کہتا ہوں اور اس پر خدا تعالی کی قسم، جس مضمون و عنوان کے ساتھ آپ چاہیں، کھانے کو حاضر و مستعد ہوں، کہ مجھے جس قدر آپ سے بدگمانی ہوئی ہے اس کا قوی سبب آپ کی دروغ گوئی و افتراء پردازی و دھوکہ دہی ہے جس سے آپ کی کوئی تحریر خالی نہیں۔ آپ اس بدگمانی کو دور کرانا چاہتے ہیں تو آئندہ اس کذب سے کفّ لسان اختیار کریں، مطلب کی بات کا جواب راستی سے دیا کریں۔

آپ کی پیش گوئی متعلقہ موت خسر فرضی کے الہامی ہونے کی نسبت جو مجھے عذر ہے اس کا اظہار و بیان بحکم اصول مناظرہ و قانون عدالت و دیانت تب ہی مجھ پر واجب ہوتا، جب آپ کی طرف سے اس پیش گوئی کے الہامی ہونے کا بپابندی اصول مناظرہ و قانون عدالت و دیانت، ثبوت گزرتا۔ مگر ہنوز آپ سے یہ امر وقوع میں نہیں آیا تو پھر اس عذر کے پوچھنے کا آپ کو کیا استحقاق ہے۔

آپ نے اس خط میں یہ دعوی کیا ہے کہ میں نے نہ اپنی نفسانی طمع اور نکاح کی ذاتی غرض سے، بلکہ دین اسلام کی حقانیت اس کے منکروں اور مخالفوں پر (جو برادری اور قرابتیوں میں سے تھے اور وہ آسمانی نشان طلب کرتے تھے) ظاہر کرنے کی غرض سے، یہ پیشگوئی کی تھی کہ اگر مرزا (احمد بیگ) ہوشیار پوری اپنی بیٹی اس عاجز کو نہ دے گا، کسی اور سے اس کا نکاح کرے گا تو روز نکاح سے تین برس کے عرصہ میں وہ فوت ہو جائے گا۔ ان تین برس میں گو تاریخ موت نہیں بتائی گئی مگر دوسرے کشف سے معلوم ہوا کہ کچھ بہت عرصہ نہیں گزرے گا۔ اور اڑھائی برس کے عرصہ تک اس کا شوہر فوت ہو جائے گا۔ اور وہ لڑکی بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آئے گی۔ اور یہ سب باتیں اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں درج ہو کر مشتہر ہو چکی ہیں، اور اس پیش گوئی کے الہامی ہونے کا یہ ثبوت دیا ہے کہ اس پیش گوئی کا ایک جزء تو پورا ہو گیا ہے کہ مرزا مذکور نے ۷۔ اپریل

۱۸۹۲ء کو اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا، تو ۴ مہینے سے کم عرصہ میں ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو وہ فوت ہو گیا ہے ۔ ایسے ہی باقی دو جزوں (اس لڑکی کے شوہر کے فوت ہونے اور اس لڑکی کے میرے نکاح میں آنے) کی امید ہے ۔ پھر کہا ہے کہ یہ پیش گوئی دوسرے وسائل نجوم رمل وجفر سے نہیں ہوسکتی کیونکہ منجموں کی پیش گوئی ایسی نہیں ہوا کرتی جس میں ذاتی فائدہ کے لحاظ سے شرطیں ہوں (جیسا کہ میں نے شرط نکاح لگا دی ہے) اور نہ وہ اس دعوی کے ساتھ ہوتی ہیں کہ میں ملہم اور خدا کی طرف سے مامور اور بھیجا گیا ہوں، اس دعوی کے ساتھ کوئی منجم یا رمال پیش گوئی کرے تو اس کا سچا ہونا ممکن نہیں ہے ۔ جس کی عقلی وجہ یہ ہے کہ اگر منجم جھوٹے مدعی الہام کی پیش گوئی سچی نکلے تو اس میں اور سچے نبی میں فرق نہیں رہتا اور لوگوں کو صدق نبوت میں اشتباہ ہو جاتا ہے ۔

اور نقلی دلائل میں وہ آیت ہے جن میں مومن آل فرعون کے اس قول کی حکایت ہے وان یک صا دقاً یصبکم بعض الذی یعد کم ان اللہ لا یهدی من ھو مسرف کذا ب کہ اگر موسی سچا ہے تو تم کو (اے فرعونیو) ضرور وہ عذاب پہنچے گا جس کی وہ پیش گوئی کر چکا ہے ۔ خدا جھوٹے ،زیادتی کرنے والے کو راہ نہیں دکھاتا ۔ یعنی اس کی پیش گوئی کو پورا نہیں کرتا ۔

اور وہ آیت جس میں آنحضرت ﷺ کی نسبت فرمایا ہے ولو تقوّل علینا بعض الاقا ویل لا خذ نا منه بالیمین ثم لقطعنامنه الو تین کہ اگر وہ ایک قول بھی ازخود بنا کر ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے ۔

اور وہ آیت جس میں ارشاد ہے فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسو ل کہ خدا تعالی اپنے غیب پر بجز رسول کسی مطلع نہیں کرتا ۔ رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹے مدعی الہام کی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی ، اور اس کو غیب پر اطلاع نہیں ہوتی ، اور اس کی رگ جان کاٹی جاتی ہے ۔ اور چونکہ میں گیارہ برس سے دعوی وحی والہام کرتا ہوں اور اب تک مارا نہیں گیا، بلکہ دن بدن میری عزت وقبولیت لوگوں میں بڑھتی جاتی ہے، میرے پچھلے جلسہ سالانہ میں صرف ۷۵ آدمی شامل ہوئے تھے اور اس سال ۳۲۷ مخلص واحباب آئے ہیں ، اور میری پیشگوئیاں

سچی نکلتی ہیں ۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میں صاحب وحی والہام ہوں اور میری پیشگوئی مذکور الہامی ہے، رمل ونجوم جفر سے وہ نہیں ہوئی ۔اب آپ اس پیش گوئی کو الہامی مان لیں اور اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں یہ اعتراف چھاپ دیں کہ جزءپیش گوئی متعلق موت خسر فرضی قادیانی پوری ہوگئی ہے، باقی دو جزء (موت شوہر دختر خسر مذکور و نکاح ثانی آن دختر بہ قادیانی) پوری ہوگئیں تو میں توبہ کروں گا ۔اس اعتراف کو آپ نے اپنے رسالہ میں نہ چھاپا تو پھر آپ کیلئے غضب الٰہی جو آپ کے غضب سے بڑھ کر ہے تیار ہے کیونکہ نشان دیکھنے کے بعد انسان معذور نہیں ٹھہر سکتا ۔

یہ آپ کے دعویٰ اور اس کے ثبوت کا جس کو آپ نے پراگندہ طور پر مکرر سہ کرر عبارات میں ادا کیا ہے ضبط وشائستگی کے ساتھ خلاصہ ہے ۔اس باضبط وشائستہ پیرایہ میں اس کو اس لئے ادا کیا گیا ہے کہ اس پر ضبط اور آسانی سے یکجا گفتگو ہو سکے ۔

میرے نزدیک اور ہر ایک منصف مزاج، حقیقت شناس، سخن رس، ناظر ومناظر کے نزدیک آپ کا یہ ثبوت غیر مکمل وناکافی ہے ۔کراس ایگزیمینیشن (امتحان جرح) کا محتاج ہے ۔لہذا آپ کے دعویٰ اور اس کے ثبوت مذکور پر چند سوالات جرح کئے جاتے ہیں ۔ان کا جواب آپ نے کافی وشافی اور صافی دیا تو آپ کا ثبوت مکمل سمجھا جائے گا ۔اور اس وقت آپ کو اپنے دعویٰ اور اس کے دلائل کی صحت وتسلیم میں عذر پوچھنے کا استحقاق پیدا ہوگا ۔وہ سوالات یہ ہیں ۔

جرح

☆ سوال اول ۔ اس پیش گوئی سے جو غرض آپ نے بیان کی ہے اس غرض کا اظہار آپ نے کب کیا تھا ۔درخواست نکاح کے وقت، یا جب درخواست نامنظور ہوئی، تب یہ غرض بنائی گئی ۔اشتہار متضمن پیش گوئی مذکور اور اشتہار متضمن اظہار غرض مذکور ایک تاریخ کے ہیں یا اشتہار پیش گوئی کی تاریخ آگے اور اشتہار متضمن اظہار غرض کی تاریخ پیچھے ۔ایسا ہے تو غرض وعلت غائی کا جس کا وجود ذہن میں پہلے ہوتا ہے، اظہار پیچھے کیوں ہوا؟

☆ سوال دوم ۔ اگر آپ کی کسی تحریر سابق یا لاحق سے یہ ثابت ہو کہ

درخواست نکاح کے وقت آپ نے معجزانہ اور مردانہ مقابلہ نہیں کیا، بلکہ عاجزانہ و بزدلانہ خوش آمد چاپلوسی اور مال کی طمع دہی سے کام لیا ہے۔ اور ۱۸۹۱ء تک (جس میں دوسرے شخص سے اس لڑکی کے نکاح کی تجویز ہوئی تھی) اس طمع دہی کو نہیں چھوڑا، تو پھر آپ اس دعوی کو ودڑا کریں گے، یعنی واپس لیں گے یا اس میں کوئی عذر پیش کریں گے۔ پیش کرنا ہو تو اس کو پہلے سے بیان کر دیں۔

☆ سوال سوم۔ اس اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کو، جس میں آپ نے یہ تینوں پیش گوئیاں درج کی ہیں، آپ نے پبلک (عام لوگوں) میں شائع کیا تھا؟ اور اس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں۔ یا اس کو چھاپ کر اپنے پاس رکھ چھوڑا۔ اور پرائیویٹ طور پر خاص خاص لوگوں میں شائع کیا تھا، جیسا کہ آپ کے بعض اشتہارات کی نسبت یہ امر معلوم ہو چکا ہے۔

☆ سوال چہارم۔ جو پیش گوئی کسی شخص کی سچی نکلے وہ بذاتہ و بانفرادہ اس شخص کے ملہم ہونے اور پیش گوئی کے الہام ہونے پر دلیل ہوسکتی ہے۔ یا اس کی صداقت کے علاوہ اس شخص میں اور بھی شرائط ہونی ضرور ہیں، جن سے اس کا ملہم اور اس کی پیش گوئی کا الہام ہونا ثابت ہو؟

☆ سوال پنجم۔ خواص حقیقت شناس لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو جو انبیاء مانا ہے، تو صرف ان کی کسی پیش گوئی کے سچا ہونے سے مانا ہے، یا ان کو نبی ماننے میں ان کے اخلاق دائمی اور مدت العمری راست بازی، رحم دلی، بے غرضی، عفت، عدالت وغیرہ اور ان کی اعتقادات وتعلیمات کا بھی لحاظ کیا ہے۔

☆ سوال ششم۔ نبیوں کی سبھی پیش گوئی کا سچا ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ بلکہ بعض کا جھوٹا ہونا بھی ممکن یا واقعہ ہو چکا ہے؟ ظنی اور خیالی تعبیر سے سوال نہیں، اس واقعہ کی نسبت سوال ہے جس کی نبی نے قطعی طور پر خبر دی ہو۔

☆ جواب میں شق نفی اختیار کریں تو ایسی پیش گوئی غیر صادق کی مثال نبی آخر الزمان کی پیش گوئی سے بحوالہ کتب اسلامی دیں، کیونکہ اہل کتاب کی نقل و بیان پر اہل اسلام کو اعتماد نہیں ہے۔

☆ ہفتم۔ جس شخص کی کوئی پیش گوئی سچی نکلے اور کوئی جھوٹی، وہ سچی پیش گوئی

میں ملہم ہوسکتا ہے؟

☆ ہشتم۔ ایسا شخص اگر اکثر جھوٹ بھی بولتا ہو، لوگوں کے مال ناجائز ذریعہ سے مارتا ہو، ناجائز مال اجرت زنا وغیرہ کام میں لاتا ہو، ظلم، ایذا رسانی، بے رحمی، بدخلقی و بدگوئی پر مصر ہو، تو پھر بھی اگر اس کوئی پیش گوئی سچی نکل آوے، اس سچی پیش گوئی میں ملہم، ولی، محدث و مجدد اور خدا کا مخاطب ہوسکتا ہے؟

☆ سوال نہم۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اور اس سے پیشتر ایسے لوگ عرب میں موجود تھے جو کاہن کہلاتے تھے اور غیب دانی کے مدعی تھے۔ اور وہ بعض پیش گوئیوں میں سچے نکلتے تھے یا نہیں؟

☆ جواب بشق نفی ہو، تو جن احادیث سے ایسے کاہنوں کا وجود ثابت ہوتا ہے، وہ موضوع ہیں یا کچھ اور معنے رکھتے ہیں؟

☆ اور اگر جواب بشق اثبات ہو تو وہ لوگ ان سچی پیش گوئیوں میں ملہم اور خدا کے مخاطب کہلا سکتے ہیں؟

☆ سوال دہم۔ ابن صیاد کاہن نے (جس کو آپ دجال سمجھتے ہیں) آنحضرت ﷺ کے دل میں چھپائی ہوئی بات کسی قدر معلوم کر لی تھی یا نہیں؟

☆ جواب بشق اثبات ہو، تو اس صورت میں وہ ملہم و صاحب وحی متصور ہوگا یا کچھ اور

☆ اور اگر بشق نفی ہو تو ان احادیث کی نسبت جن میں ابن صیاد کا بتایا ہوا لفظ دخ منقول ہے، آپ کا کیا خیال ہے۔ وہ موضوع ہیں یا اور کچھ معنے رکھتی ہیں؟

☆ سوال یازدہم۔ اکثر زمانوں اور ملکوں میں نجومی، رمال، جفری، پنڈت، جوتشی واقعات آئندہ موت و حیات بعض اشخاص کی نسبت پیش گوئیاں کرتے ہیں۔ پنڈت لوگوں کی جنم پتریاں لکھتے ہیں، نجومی زائچے لکھتے ہیں جن میں سال بھر کے واقعات درج کرتے ہیں۔ اور وہ اخباروں میں چھپتے ہیں۔ جن میں سے بعض واقع کے مطابق اور سچے نکلتے ہیں۔ ان میں وہ ملہم اور ان کی سچی پیش گوئیاں الہامی ہوتی ہیں یا کچھ اور؟

☆ سوال دوازدہم۔ اگر وہ اس کے ساتھ جھوٹا دعوی الہام کر لیں یا کوئی اور جھوٹ بولیں یا کسی ذاتی فائدہ کو ملحوظ رکھیں اور اس کی نسبت پیش گوئی کرنی چاہیں، تو پھر ان کی اس قسم کی پیش گوئیاں بند ہو جاویں۔ اور پھر وہ کسی پیش گوئی میں سچے نہ

نکلیں۔ اوراس کی وجہ کیا ہے۔ کیا وہ اپنے علم نجوم، جفر وغیرہ کو بھول جائیں۔ یا اور سبیل سے روکے جاویں۔

☆ سوال سیزدہم۔ طبعی، فلاسفر، سائنس دان، جو پیش گوئیاں کرتے ہیں ان میں سے بعض سچی نکلتی ہیں یا نہیں؟ اور اگر نکلتی ہیں تو کیا وہ لوگ بھی ملہم اور وہ پیش گوئیاں الہامی ہیں؟

☆ سوال چہاردہم۔ روحانیات کی تسخیر و حاضرات سے جو پیش گوئیاں لوگ کرتے ہیں، چنانچہ آج کل کلکتہ کی ایک جماعت تعلیم یافتہ نے آنریبل بابو کرسٹو داس پال کی روح کو بلا کر یہ پیش گوئی کی ہے کہ جیوری سسٹم میں لفٹننٹ گورنر کو ناکامی ہوگی اور حضرت مسیح کی روح سے یہ پیشین گوئی کرائی ہے کہ ملکہ معظّمہ قیصر ہند کی عمر چار برس اور ہوگی اور پرنس آف ویلز ان کے جانشین ہوں گے وغیرہ۔ جو اکثر اخباروں میں شائع اور مشتہر ہوئی ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی پیش گوئی سچی ہوگئی تو کیا وہ جماعت بھی ملہم متصور ہوگی اور پیش گوئیاں الہامی ہوں گی؟

☆ سوال پانزدہم۔ مسمریزم یا عمل الترب کے ذریعہ سے جس تہ پائے میز یا چوکی کو ہلایا جاتا ہے، جس کا آپ نے بھی اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۵ میں اعتراف کیا ہے، وہ بھی لوگوں کی حیات و ممات وغیرہ واقعات آئندہ کی نسبت پیش گوئیاں کرتے ہیں، چنانچہ لاہور میں اس کا مدت تک گھر گھر مشغلہ رہا، ہر گلی کوچہ میں چرچا ہوا لاہور کے ایک معزز رئیس اور میرے دوست سید رجب علی شاہ صاحب میونسپل کمشنر اور پروپرائیٹر امپیریل پریس کے مکان پر اور کئی اور لوگوں کے مکانات پر ایسی میزیں تھیں جن سے میرے دوستوں اور احباب نے اپنی آنکھ سے اس کاروائی کو مدت تک دیکھا۔ یہ پیش گوئیاں اگر سچی نکلیں تو کیا وہ تہ پائے بھی ملہم و محدث و مجدد و صاحب وحی کہلائیں گے۔ اور اس تہ پائے سے مسمریزم کے ذریعہ سے یہ کام لینے والے ہندو، مسلمان، عیسائی، ملہم و محدث کہلائیں گے؟

☆ سوال شانزدہم۔ بعض مسلمان فاسق فاجر زناکار شراب خور اس حالت اور اس وقت میں جب کہ وہ بادہ بسرو آشنا ببر کا مصداق ہوتے ہیں اور بعض کافر بعض اوقات ایسے خواب دیکھتے ہیں جن میں واقعات آئندہ کے حالات ان پر کھل جاتے

ہیں کہ فلاں شخص فوت ہوگا، یا فلاں شخص کے گھر میں لڑکا یا لڑکی پیدا ہوگی، اور فلاں شخص بیمار ہوگا، فلاں چیز ہاتھ آئے گی۔ اور ان پیش گوئیوں میں وہ سچے نکلتے ہیں۔ کیا ان پیش گوئیوں میں وہ لوگ ملہم محدث وغیرہ کہلا سکتے ہیں۔

☆ سوال ہفدہم۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ الہامی کہلاتے ہیں، نہ کاہن نہ نجومی نہ جوتشی نہ طبعی نہ سائنس دان نہ مسمریزر، نہ خواب میں کی رویت بیان کرتے ہیں، بلکہ صرف قرینہ وقیاس وتجربہ اور ظن سے ایک شخص کی نسبت پیدائش یا موت یا صحت یا بیماری کی خبر دیدیتے ہیں اور وہ سچی نکل آتی ہے۔ کیا وہ بھی آپ کے نزدیک الہامی ہیں اور ان کی پیش گوئی الہام ہے؟

☆ سوال ہژدہم۔ بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو قیافہ وتجربہ بھی نہیں رکھتے، صرف سادگی سے بے ساختہ ان کے منہ سے ایک آئندہ کی بات نکل جاتی ہے، اور وہ اتفاقاً سچی ہو جاتی ہے، ان میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو لوگ عاجز و ناچیز سمجھتے ہیں اور درحقیقت وہ راست باز ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی عاجزی وسچائی کی برکت سے ان کی بات کو پورا، اور ان کو سچا کر دیتا ہے، جن کے حق میں آ چکا ہے لو اقسم علی اللہ لا برہ کیا وہ لوگ بھی ایسی باتوں میں خدا کے ملہم ومخاطب ہیں؟

☆ سوال نوزدہم۔ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو صفات مذکورہ بالا سے ایک صفت بھی نہیں رکھتے ہیں، بلکہ وہ پرلے درجہ کے جھوٹے، بے حیا اور دلیر ہوتے ہیں، نہ ننگ دنیا رکھتے ہیں اور نہ خوف آخرت۔ اور وہ یوں ہی بغیر کسی یقین وظن کے ایک لاف ماردیتے ہیں کہ تیرے گھر بیٹا ہوگا۔ یا اگر تو ہم کو کچھ نہ دے گا تو تیرا یہ نقصان ہو جائے گا، جیسا کہ بعض ڈاڑھی منڈے بھیک ماننے والے جوگی فقیر کرتے ہیں، اور خدا کے علم وتقدیر میں اس کا وقوع مقدر ہوتا ہے، تو اتفاق سے ان کے کہنے کے موافق ہو جاتا ہے۔ ان کو بھی آپ الہامی اور ان کی ایسی پیش گوئی کو الہام کہیں گے؟

☆ سوال بستم۔ سیالکوٹ کے ملک شاہ علم نجوم یا رمل میں کچھ دخل رکھتے ہیں اور آپ کو ان سے صحبت وملاقات واستفادہ (شاگردی) کا کوئی تعلق رہا ہے یا نہیں؟

☆ سوال بست ویکم۔ بٹالہ کے مولوی گل علی شاہ اور انکے بعض متعلقین علم جفر میں دخل رکھتے تھے اور آپ کو ان سے صحبت واستفادہ کا تعلق تھا یا نہیں؟

☆ سوال بست و دوم ۔ فیصلہ آسمانی کے صفحہ اخیر میں جو آپ نے ہندسہ اور بعض نقوش لکھے ہیں ان سے کیا مراد ہے اور وہ کس علم کی اصطلاح ہے؟

☆ بست و سوم ۔ آپ کو مسمریزم یا عمل الترب میں دخل ہے یا نہیں ۔

☆ اور اگر نہیں ہے تو پھر آپ نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں یہ کیوں دعوی کیا اور کہا ہے کہ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

☆ بست و چہارم ۔ اس عاجز کی باون سال کی عمر کو پہنچ کر فوت ہونے کی نسبت آپ نے وہ پیش گوئی جو آپ کے مرید اور آپ کے دوست بیان کرتے ہیں، کی ہے یا نہیں؟ کی ہے تو کس عنوان و بیان سے؟

☆ بست و پنجم ۔ جو لڑکا بشیر نام آپ کا فوت ہو گیا ہے، اس کی نسبت آپ نے کسی تحریر یا اشتہار میں لکھا تھا یا نہیں، کہ اس میں پسر موعود اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی علامات پائی جاتی ہیں اور یہ وہی لڑکا معلوم ہوتا ہے۔

☆ بست و ششم ۔ کسی تحریر میں اس بیان علامات سے آپ نے انکار کیا ہے یا نہیں؟

☆ بست و ہفتم ۔ اس لڑکے کی نسبت آپ کے کسی حامی نے یہ بھی مشتہر کیا تھا کہ وہ لڑکا عمر پانے والا ہے یا نہیں؟

☆ کیا تھا تو آپ نے اس پر سکوت کیا، یا اس کو رد کیا تھا؟

☆ بست و ہشتم ۔ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کی رہائی کی نسبت آپ نے قطعی پیش گوئی کی تھی؟

☆ اور وہ کس عنوان سے تھی؟

☆ اور اس کی تشہیر کی تھی؟ اور وہ کس ذریعہ سے ہوئی تھی؟

☆ بست و نہم ۔ دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپسی اور دیانند سرستی کی موت کی نسبت جو آپ نے پیش گوئی کی تھی، وہ کس عنوان سے تھی، اور اس کی اشاعت کیونکر ہوئی؟

(ان چار آخری سوالات میں جن پیش گوئیوں کا ذکر ہے، ان میں کوئی مستقل بحث مقصود نہیں، بلکہ اسی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی جناب میں بحث کرنے کے وقت ان سے ضرورت متعلق ہو گی)

☆ سوال سی ام۔ جس شخص کو کسی امر کے چند ساعات کے بعد واقع ہو جانے کا علم و یقین ہو، وہ اس کے ظاہر و ثابت کرنے اور دوسرے کو اس مقابلہ سے عاجز کرنے کے لئے اس امر کے چند دنوں کے بعد واقع ہونے، اور اگر چند دنوں کے بعد اس کے وقوع کا علم ہو تو چند مہینوں کے بعد اس کے واقع ہونے، اور اگر چند مہینوں کے بعد اس کے وقوع کا علم ہو تو چند برسوں کے بعد اس کے واقع ہونے کی خبر دے۔ تو اس سے اس کا علم و یقین ثابت ہوتا ہے یا یہ شک یا گمان پیدا ہوتا ہے کہ اس کو اس کا علم نہ تھا، بلکہ اس نے صرف ظن سے کام لیا اور احتیاط و پیش بندی کر کے ساعات کی جگہ دنوں کو، اور دنوں کی جگہ مہینوں کو، اور مہینوں کی جگہ برسوں کو اختیار کیا۔ اس کو یقین ہوتا تو جس کمتر وقت پر اس امر کا وقوع ہوا ہے، اسی کو بیان کرتا۔

☆ جواب میں اگر شق اول اختیار کی جائے تو اس کی نظیر میں کوئی الہامی پیش گوئی پیش کی جائے جس میں خدا تعالی نے ایک واقعہ قریب الوقوع کی ابعد مدت کے بعد واقع ہونے کی خبر دیکر اس سے مخالفین اور منکرین پر حجت قائم کی ہو۔ قرآن میں ایسے نظائر تو موجود و معلوم ہیں کہ بعید الوقوع واقعہ کے وقوع کی ایسے الفاظ سے خبر دی ہو جن سے اس کا قریب الوقوع ہونا خیال میں آ سکے اور اس سے مومنوں کے دل میں تسکین و امید اور مخالفوں کے دل میں دائمی خوف اور غم پیدا ہو، چنانچہ فتح روم کی جو سات یا نو برس کے بعد ہونے والی تھی، لفظ بضع سے، جس سے ادنی تین برس بھی مفہوم ہوتے ہیں، خبر دینا ہے۔ لہذا اس قسم کی نظیر پیش نہ کریں بلکہ ایسی نظیر پیش کریں جس میں قریب الوقوع واقعہ کی ابعد مدت میں واقع ہونے کی پیش گوئی مقام تعجیز خصم میں کی گئی ہو۔

☆ اور اگر جواب میں شق ثانی اختیار کریں تو یہ بتا دیں کہ آپ کی اس پیش گوئی میں آپ کے ملہم نے یہ احتیاط و پیش بندی کیوں کی کہ جو واقعہ چار مہینے سے کم عرصے میں واقع ہونے والہ تھا، اس کا وقوع تین برس کے عرصہ میں بتایا، باوجودیکہ قریب مدت بتانے میں آپ کا غلبہ اور بزعم آپ کے معجزہ ثابت ہوتا تھا۔ اس احتیاط سے آپ کے ملہم پر یہ گمان و اعتراض نہیں ہوتا کہ اس کو چار مہینے کے بعد وقوع اس واقعہ کا علم نہ تھا۔ علم ہوتا تو عین مقابلے اور تحدی اور اعجاز کے مقام میں اسی قریب مدت کے بعد اسکے وقوع کی خبر دیتا، احتیاط اور پیش بندی سے کام لے کر مہینوں کی جگہ تین سال نہ بولتا۔

☆ سوال سی و یکم۔ دوسرے کشف میں جو آپ کو بتایا گیا تھا کہ بہت عرصہ نہیں گذرے گا کہ آپ کا خسر فرضی مر جائے گا، اس امر کو آپ نے کسی تحریر مطبوع یا قلمی کے ذریعہ سے مشتہر کیا تھا یا نہیں؟

☆ مشتہر کیا تو اس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں؟

☆ وہ تھوڑا عرصہ جو اس کشف میں بتایا گیا تھا، مہینوں کا تھا یا برسوں کا؟

اگر برسوں کا بتایا گیا تو کیا پھر وہ اس اعتراض کا محل نہیں ہوسکتا جو شق ثانی جواب سوال نمبر ۳۰ پر وارد ہوا ہے۔ اور اگر وہ مہینوں کا بتایا تھا تو آپ نے اس کو مقام مقابلہ و تعجیز منکرین میں ظاہر کیوں نہ کیا۔ اور اگر کچھ بھی نہیں بتایا تو اس کشف سے کون سا فائدہ جدید حاصل ہوا، جو پہلے الہام سے نہ ہوا تھا۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا تو پھر کیا یہ کشف لغو نہیں ٹھہرتا؟ کیا اس کشف پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ آپ نے اس میں ان جوگیوں کا اقتداء کیا جو ایک گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور ہمسایہ کو یہ کہہ جاتے ہیں کہ اس گھر میں لڑکی پیدا ہوگی۔ پھر اگر لڑکا پیدا ہوا تو گھر والوں کو بتائی ہوئی خبر کو پیش کرکے اپنا سچ ثابت کیا اور نذرانہ لیا، اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو کہہ دیا کہ ہم نے ہمسایہ کو کہہ دیا تھا کہ لڑکی ہوگی۔

آپ نے بھی بعینہ یہ کام کیا ہے کہ ایک الہام میں تین برس کی میعاد ٹھہرا دی، دوسرے کشف میں عنقریب کی خبر دی، پھر جلدی کام ہوگیا تو یہ کہہ دیا کہ ہم نے عنقریب وقوع کی خبر دی تھی، دیر ہوگئی تو تین برس کی مدت کو پیش کیا، جس میں کسی نہ کسی اختیاری تدبیر سے یا اتفاقی تقدیر سے ایک شخص کا کام تمام کرنا ممکن ہے۔

☆ سوال سی و دوم۔ آپ کی متمسکہ آیات میں سے پہلی آیت میں جو حضرت موسیٰ کی پیش گوئی کا سچا ہونا بیان ہوا ہے، اس سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص کی کوئی پیش گوئی اتفاقی سچ نکلے وہ ملہم ہوتا ہے؟ کیا بعض اوقات جھوٹے کی بات سچ نہیں نکلتی (چنانچہ سوالات سابق میں پوچھا گیا ہے) پھر یہ آیت اس جھوٹے کو کیونکر ملہم بناتی ہے۔ اور جو اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ مسرف کذاب کو راہ نہیں دیتا، اس کے یہ معنی کس دلیل سے متعین ہیں کہ خدا تعالیٰ جھوٹے مدعی الہام کی پیش گوئی کو پورا نہیں کرتا؟ کیونکر جائز نہیں کہ اس کے یہ معنی ہوں کہ جو شخص اپنی دیگر باتوں میں

جھوٹ بولے، گو مدعی الہام نہ ہو، اس کو خدا تعالی وحی والہام سے مشرف نہیں کرتا، اور اس کی بعض پیش گوئیاں الہامی نہیں ہوتیں، گو بوجوہ مذکورہ بالا سچی نکلیں۔ یا یہ معنی ہوں کہ خدا تعالی فرعون کو جو مسرف و کذاب ہے، راستی اور نجات کی راہ نہیں دکھائے گا۔ چنانچہ بیضاوی نے اس کے ایک یہ معنے بھی کئے ہیں۔

عرض به فرعون بانه مسرف كذاب لا يهديه الله سبيل للصواب و طريق النجاة (بیضاوی۔ ج ۲)۔

☆ سوال سی وسوم۔ دوسری آیت میں جو افتراء پر ہلاک کرنے کا ڈر سنایا گیا ہے اس کی کوئی حد مقرر ہے کہ جس دن خدا تعالی پر افتراء ہو، اسی دن ہلاکت ہو، یا اس کی ہلاکت کا وقت وسیع ہے؟ قوم نوح نے جو خدا پر شریک کا افتراء کیا تو وہ کتنی مدت کے بعد ہلاک ہوئے۔ فرعون جو خود معبود بن بیٹھا تھا، وہ اس افتراء کے بعد کتنے دنوں میں ہلاک ہوا؟ آپ (مرزا) سے پہلے جن لوگوں نے جھوٹا دعوی نبوت والہام کیا تھا، جیسے مسیلمہ وغیرہ، وہ کتنے عرصہ کے بعد ہلاک ہوئے؟ جس دن سے آپ نے نبوت اور مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے آپ کی صحت اکثر اوقات کیسی رہتی ہے۔ کیا آپ اکثر بیمار نہیں رہتے اور آپ کی ایسی حالت نہیں ہو جاتی جس سے موت نظر آنے لگے۔ کیا ایسے امراض موت اور ہلاکت کے مقدمات نہیں ہیں۔

☆ اگر مفتری کا جلد ہلاک ہونا ضروری ہے اور آپ مفتری نہیں بلکہ سچے ملہم اور ولی ہیں، تو جو لوگ آپ کو مفتری و کذاب کہتے ہیں اور آپ کو کافر سمجھتے ہیں، اور رات دن آپ پر لعنتوں کا مینہ برسا رہے ہیں، جو آپ کے خیال میں یقیناً خدا پر افتراء کرتے ہیں، وہ کیوں جلد ہلاک نہیں ہوتے؟ باوجودیکہ حدیث قدسی میں خدا تعالی سے منقول ہے من عادى لى ولياً فقد بارز الله بالمحاربة و فى رواية فقد آذنته بالحرب یعنی خدا تعالی فرماتا ہے کہ جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے وہ خدا سے لڑنے کو میدان میں نکلا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ خدا تعالی اس کو جنگ کی اطلاع دیتا ہے۔ اور وہ لوگ کیوں دن بدن برکات وانعامات الہیہ کے مورد ہوتے ہیں۔ صحت و عافیت اور قوت میں آپ سے بڑھ کر ہیں۔ اولاد میں بہ نسبت سابق زمانہ عدم مخالفت، محل برکت و کثرت ہیں۔ جائز طور پر آمدنی زر میں آپ سے بڑھ کر ہیں؟

ہلاکت کے مقابلے میں دن بدن عزت بڑھنے کا جو آپ نے دعوی کیا ہے اس کا موازنہ و مقابلہ اپنی روز افزوں ذلت اور اپنے مخالفین ومکفّرین کی روز افزوں عزت سے نہیں کیا۔ لہذا اس پر یہ سوالات وارد ہوتے ہیں۔

☆ ہندوستان و پنجاب کے مسلمانوں میں آپ کو حق پر جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہے یا آپ کے مخالفین ومکفّرین کو حق پر جاننے والوں کی؟

☆ ۱۸۹۱ء کی نسبت ۱۸۹۲ میں آپ کے مکفّرین کی تعداد زیادہ ہوئی ہے یا تابعین کی؟ جس قدر لوگ آپ کے میلہ حال میں آئے ہیں، کیا وہ مخالفین ومکفرین سے تعداد میں بڑھ کر تھے؟

☆ گذشتہ میلہ سالانہ میں جو لوگ آئے تھے ان میں سے بہت سے لوگ اس سال کیوں نہیں آئے؟

☆ نئے لوگ جو آئے ہیں ان کے مخلص واحباب ہونے پر آپ کی کیا دلیل ہے؟ کیا ان میں ایسے لوگ نہ تھے جو صرف تماشا دیکھنے یا نکتہ چینی کرنے کو آئے تھے؟ کیا ان میں بعض لوگ ایسے نہ تھے جو آپ کے اشتہار اور پرائیویٹ خطوں سے دھوکہ کھا کر آئے اور بعض صرف روٹی کھانے کو آئے؟ آپ ان سب کے مخلص واحباب ہونے کے مدعی ہیں تو ان کی فہرست پیش کر کے ان کے مخلص ہونے کا ثبوت دیں۔ اور پھر دیکھیں کہ ان میں سے کس قدر آپکے مخالف اور غیر معتقد ثابت ہوتے ہیں۔

☆ جن فقیروں، پیرزادوں کو آپ اپنے رسائل میں بدعتی لکھ چکے ہیں، ان کے سالانہ میلوں اور عرسوں میں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ کیا وہ لوگ بھی آپ کے اعتقاد میں خدا کے نزدیک عزت رکھتے ہیں؟

☆ دھونگل اور نگاہے کے میلوں میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے یا آپکے میلہ میں؟

☆ سوال سی و چہارم۔ تیسری آیت سے جو آپ نے یہ مطلب نکالا ہے کہ نبی، رسول اور محدث کے سوا کوئی شخص آئندہ کی بات نہیں بتا سکتا، اور جو بتادے وہ ملہم ہوتا ہے۔ اس پر یہ سوالات ہیں۔

☆ غیب کس کو کہتے ہیں۔ کیا جو بات عادی اسباب علم، حساب، نجوم وغیرہ سے معلوم ہو، اس کو غیب کہا جاتا ہے؟

☆ نجومی اپنے علم نجوم سے جو کچھ بتاتے ہیں اس کی نسبت وہ علم و یقین کا دعوی کرتے ہیں یا صرف ظن کا؟

☆ نبی کے سوا جو کسی کو الہام ہوتا ہے، اس کے دخل شیطان سے اسی پہرہ و چوکی سے حفاظت ہوتی ہے جس سے نبیوں رسولوں کی وحی کی حفاظت ہوتی ہے، چنانچہ اس آیت کریمہ کے آخر میں ارشاد ہے فانه یسلک من بین یدیه و من خلفه رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسا لا ت ربھم (بے شک خدا، رسول کے آگے اور پیچھے پہرہ رکھتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ خدا کے فرشتوں نے ٹھیک خدا کے پیغام ان کو پہنچا دیئے ہیں، ان میں شیطان نے کچھ دخل نہیں دیا)

مسلمانوں سے آج تک اس بات کا کون قائل ہوا ہے کہ اس آیت کا یہ لفظ رسول، محدث کو بھی شامل ہے اور محدث بھی ایک رسول ہوتا ہے؟

اس صورت میں نبی اور غیر نبی کے الہام میں کیا فرق ہے؟

☆ سوال سہ و پنجم۔ ولی وملہم ہونے کیلئے پابند شریعت ہونا ضروری ہے، یا تارک احکام شرعیہ کا بھی ولی وملہم ہونا جائز ہے؟

☆ سوال سی وششم۔ آپ اپنی تمام عمر میں دعوی ولایت والہام سے پہلے اور اس کے بعد خصوصاً دعوی مسیحائی کے وقت سے پانچ وقت مسجد الجماعت میں نماز پڑھنے کے ملتزم ہیں، یا اکثر اوقات مسجد چھوڑ کر مکان پر ہی نماز پڑھ لیا کرتے ہیں؟

☆ سوال سی وہفتم۔ کیا ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ فجر کی نماز آپ نے ٹھیک وقت نہ پڑھی ہو اور اپنے اتباع و ملازمین پر یہ کہکر خفگی ظاہر کی ہو کہ جو لوگ اہل اللہ کے پاس رہتے ہیں وہ ان کو نماز کے لئے جگا دیا کرتے ہیں، تم لوگ کیسے نالائق ہو کہ مجھ کو صبح کے وقت نہیں جگاتے

☆ سوال سی وہشتم۔ آپ نے فریضہ حج ادا کیا ہے یا نہیں؟ نہیں کیا تو اس کی کیا وجہ ہے؟

☆ کیا آپ کے دس ہزار روپئہ جائداد کی آمدنی سے آپ پر حج فرض نہیں ہوا؟

☆ یا دعاؤں کی پیدا والی اور مریدوں کی آمدنی سے ایک وقت میں آپ کے پاس پانچ پانچ سو یا اس سے زیادہ روپئہ نہیں آیا جس سے حج فرض ہو جاتا؟

☆ سوال سی ونہم۔ آپ ہمیشہ سے، خصوصاً دو تین سال سے، ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں؟

☆ کسی رمضان میں آپ ایسے بیمار ہوئے ہیں جس میں دو چار میل پیادہ پا سیر نہ کرتے ہوں؟

☆ سوال چہلم۔ آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہے یا نہیں؟

☆ اور اگر کوئی جھوٹ آپ کی کلام میں ثابت ہو، تو پھر آپ کسی پیش گوئی میں، اگر وہ سچی نکلے، ولی وملہم ہو سکتے ہیں؟

☆ سوال چہل ویکم۔ دس ہزار روپیہ کے قریب آمدنی چندہ وغیرہ کے مصارف میں جو آپ نے ساٹھ ہزار مہمانوں اور بارہ ہزار رجسٹری شدہ خطوں کا ذکر صفحہ ۴۷ و ۴۸ رسالہ فتح اسلام میں کیا ہے، اس کا آپ کیا ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟

☆ کیا مہمانوں کا کوئی رجسٹر ہے جس میں ان کے نام بقید ولدیت و جائے سکونت و غیرہ درج ہوں۔ اور رجسٹریوں کی رسیدات موجود ہیں؟

☆ ماہواری خطوں کی تعداد تین سو سے سات سو تک اور کل کی تعداد نوے ہزار سے زیادہ جو آپ نے رسالہ فتح اسلام کے صفحہ ۴۰ و ۴۱ میں بتائی ہے، اس کا ثبوت آپ کیا دے سکتے ہیں؟ کوئی رجسٹر ہے یا کچھ اور۔

☆ سوال چہل ودوم۔ آپ نے گورنمنٹ برطانیہ کی نسبت کوئی پیش گوئی ہشت سالہ میعاد کی، کی ہے یا نہیں؟

☆ اقبال ہو تو فرمایئے کہ اس کا کیا مضمون وعنوان ہے؟

اور اگر انکار ہو تو اس انکار پر آپ، جس عنوان سے کہا جاوے، قسم کھائیں گے؟

☆ سوال چہل وسوم۔ جن شرائط مندرجہ اشتہار جنوری ۱۸۸۹ء (جو تکمیل تبلیغ کے عنوان سے چھپا ہے) پر آپ لوگوں سے بیعت لیتے ہیں، ان شرائط کے خود پابند ہیں؟ خصوصاً شرط دوم وسوم و چہارم و ہفتم و نہم کے

☆ اور اگر آپ کا عمل ان کے برخلاف ثابت ہو تو پھر آپ کسی پیش گوئی میں (اگر وہ سچی نکلے)، ولی وملہم ومحدث ہو سکتے ہیں؟

☆ کیا آپ کے خاص مریدان شرائط کے پابند ہیں؟ کیا ان میں ایسے لوگ نہیں جو

علانیہ ان شرائط کا خلاف کرتے ہوں، نماز نہ پڑھتے ہوں، داڑھیاں صفاچٹ یا خشخشی کراتے ہوں، شراب پیتے ہوں، لوگوں کے مال ناجائز طور پر مارتے ہوں، اوران کو ہاتھ اور زبان سے تکلیف دیتے ہوں، اور آپ کو ان کی ان باتوں کا علم ہو۔

☆ کیا آپ کے بڑے خاص اور بڑے معاون نے خاص آپ کے مکان پر شراب نہیں پی؟ اور آپ نے اس پر مطلع ہوکر اس عذر سے کہ وہ مہمان ہے اس کی دل آزاری نہیں کی جاسکتی، ترک خفگی و نہی عن المنکر نہیں کی؟

☆ ان حالات کے ثابت ہونے پر آپ کسی سچی پیش گوئی میں ولی وملہم ومحدث ہوسکتے ہیں؟

☆ سوال چہل و چہارم۔ میاں اللہ دیا ساکن انبالہ سے آپ نے اپنے سابق ملازم فتح خان کی معرفت دوسو روپیہ یا کم وبیش منگایا۔ وہ کیسا روپیہ تھا؟

☆ اور وہ کس کام میں آپ نے صرف کیا؟

☆ سوال چہل و پنجم۔ براہین احمدیہ کا چندہ آپ کے ذاتی مصارف میں کچھ صرف ہوا ہے یا نہیں؟

☆ سوال چہل و ششم۔ واپسی قیمت براہین احمدیہ کی بابت جو اشتہار آپ نے رسالہ سرمہ چشم آریہ میں چھاپا تھا، وہ ان سب خریداروں اور معاونوں کے پاس، جن سے چندہ وصول کیا تھا، روانہ کیا تھا؟

☆ اور اس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں؟

☆ سوال چہل و ہفتم۔ جس شخص نے آپ سے براہین احمدیہ کا چندہ واپس طلب کیا، اس کو آپ نے بلا عذر واپس کیا، یا اس میں کچھ حیلہ وحوالہ سے کام لیا؟

☆ سوال چہل و ہشتم۔ آپ کے ذاتی مصارف کا گذارہ اس چندہ سے چلتا ہے جو آپ مریدوں اور خریداران رسائل سے لیتے ہیں یا آپ کی آمدنی زمین سے؟

☆ اور اگر وہ گذارہ آمدنی زمین سے ہے تو اس کی تعداد سالانہ کس قدر ہے؟

☆ سوال چہل و نہم۔ پیش گوئی زیر بحث کے متعلق جو آپ کو بتایا گیا تھا کہ خدا تعالی اس عورت کو بیوہ کر کے تمہاری طرف رد کرے گا (لوٹائے گا) جس کو آپ نے خط میں یقین سے بیان کیا اور اس میں چھ دعاوی کا پایا جانا بتایا، اگر یہ الہام الٰہی تھا

(جو ۱۸۸۸ء میں ہوا تھا) تو پھر آپ نے اس الہام کے برخلاف اس لڑکی کو باکرہ ہونے کی حالت میں اپنے نکاح میں لانے اور دوسرے شخص سے اس کا نکاح نہ ہونے کیلئے مئی ۱۸۹۱ء تک کیوں کوشش کی؟

☆ سوال پنجاہم۔ کیا اس کوشش کو آپ نے اس حد تک نہیں پہنچایا کہ درصورت موقوف اور رد نہ کرنے نکاح شخص مذکور کے، اپنی دوسری بیوی کو طلاق دیدی، اور ایک فرزند کو عاق کر دیا؟

☆ کیا کسی سچے ملہم نے اپنے الہام کو جھوٹا کرنے اور واقع نہ ہونے کے لئے ایسی کوشش کی ہے؟ کی ہو تو اس کی نظیر بتائی جاوے۔

ان جملہ سوالات کے جواب میں آپ اگر اپنی کسی تحریر یا اشتہار مطبوع یا قلمی کا حوالہ دیں تو مطبوع تحریر کو باصلہ اور قلمی تحریر کی اپنی دستخطی نقل اس جواب کے ساتھ پیش کریں۔ اور کوئی اپنی تحریر مطبوع یا قلمی جس کو آپ دست آویز بنانا چاہتے ہیں، باقی نہ چھوڑیں۔ اور یہ تحریر کر دیں کہ میں نے کوئی اپنی دست آویز تحریری باقی نہیں رکھی۔ اگر موقعہ جواب کے بعد کوئی تحریر ہم پیش کریں گے تو وہ لائق توجہ نہ سمجھی جائے گی۔

ان جوابات اور آپ کی دست آویزات کے بعد میں آپ کے ثبوت کو کافی اور صحیح سمجھونگا تو بسر وچشم اس کو قبول کرونگا، اور آپ کی پیش گوئی کو الہام اور آپ کو ملہم مان لوں گا، ورنہ اس میں جو عذر ہوگا اس کو پیش کرونگا۔ انشاء اللہ تعالی

آپ نے میرے سوالات کا تاریخ وصول سے ایک مہینے تک کچھ جواب نہ دیا، یا ان کے جواب کو دوسری طرف بحث لے جا کر ٹلانا چاہا، جیسے کہ آپ کی قدیم عادت ہے اور یہی امر (کچھ جواب نہ دینا یا بحث کو دوسری طرف لے جانا) آپ سے وقوع میں آئے گا (یہ پیش گوئی بھی ہماری آپ اپنی پیش گوئیوں کے حاشیہ میں لکھ لیں) تو ناظرین منصفین و مبصرین میرے سوالات ہی سے سمجھ جائیں گے کہ آپ کی یہ پیش گوئی الہامی نہیں۔ و معہذا خاکسار خود ان سوالات کے صحیح اور واقعی جواب تحریر کر کے ان سے ثابت کرے گا کہ یہ پیش گوئی الہامی نہیں۔

آخر خط میں جو آپ نے لکھا ہے کہ اس پیش گوئی کے ایک جزء کی اپنے رسالہ میں

تصدیق کرو۔اور باقی دو جزوں کے پورے ہونے پر آپ کوملہم ماننے اورتوبہ کرنے کا وعدہ چھاپ دو، ورنہ غضب الٰہی تیار ہے۔ یہ بڑی شرمناک گیدڑ بھبھکی ہے۔ میں آپ کولکھ چکا ہوں کہ میں ایسی گیدڑ بھبکیوں سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ اس ڈرنے کوشرک جانتا ہوں اور آپ کو کذاب اورگمراہ سمجھتا ہوں، اوراس اعتقاد کولوازم اسلام وایمان سے سمجھتا ہوں، بایں ہمہ آپ نے پھرایک گیدڑ بھبکی سنادی اور کچھ شرم نہ کی۔ شرم وحیا کی بات یہ ہے کہ آپ اس پیش گوئی کا الہامی ہونا ثابت کرتے۔ پھراس کے مقابلہ میں میری تسلیم یا رد کے منتظر رہتے اور جب یہ بحث ختم ہوتی تب وہ ڈرسنانے....

اب میں آپ کی اس گیدڑ بھبکی کے مقابلہ میں کہتا ہوں کہ اولاً تو مجھے اس خبر کی تصدیق نہیں ہوئی، کہ آپ کا خسر فرضی فوت ہوگیا ہے۔اوراگر بالفرض وہ فوت ہوگیا ہےاورآئندہ اس کی بے چاری لڑکی کا شوہر بھی فوت ہوجائے، اپنی موت سے مرے یا آپ اس کوزہر دلوا دیں (اللہ اس کوآپ کے شر سے بچاوےاور دیرتک عافیت سے زندہ رکھے)، اور پھروہ بے چاری خودبخود ڈرکر یا آپ کے کسی اور دھوکہ میں آکرآپ کے نکاح میں آجاوے۔تو پھربھی میں آپ کی اس پیش گوئی کوالہام نہ مانونگا۔انشاءاللہ تعالی ۔ بلکہ اس کوالہام ماننے والےکو (اگروہ آپ کے اخلاق، عادات،اعتقادات و حالات جن کی طرف سوالات مذکورہ میں اشارہ ہواہے، واقف ہوکرمانے گا) کافرومشرک وکم سے کم احمق اوردین سے بالکل بے خبرکہوں گا۔

آپ کا اس پیش گوئی کوایک نشان ظاہرکہنا بھی ایک شرمناک دعوی ہے۔جس پیش گوئی پراس قدرسوالات جرح وارد ہوں وہ ظاہرنشان کہلاسکتی ہے؟ ہرگزنہیں۔

اب میں اس خط کوایک نصیحت پرختم کرتا ہوں جس کے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔آپ اس لاف زنی اورگیدڑ بھبکی کوچھوڑ دیں۔کسی پیش گوئی یا الہام یانشان کا نام نہ لیں۔ اپنی دین دنیا کی خیر چاہتے ہیں،اورنیکی بدی کے قائل ہیں اورمسلمانوں کی نظروں میں عزیز بننے کے طالب ہیں،تو بٹالہ میں خاکسار کے پاس آویں ۔اورمیرے غریب خانہ پر حسب عادت قدیم چندروز قیام کریں،آپ کےمصارف سفروقیام بٹالہ میرے ذمہ ہیں۔اور پہلے ان اکاذیب سے جوزمانہ تصنیف براہین احمدیہ سے اب تک آپ سے سرزدہوچکے ہیں،تائب ہوں یاان کا صدق ہوناثابت کریں۔

پھر اپنے اعتقادات کفر وضلالت و بدعت کا جوفتوی علماء پنجاب و ہندوستان میں آپ کی طرف منسوب ہوئے ہیں اور آپ کی تصانیف سے ثابت کئے گئے ہیں، تائب ہوں یا ان کا موافق اسلام وسنت ہونا ثابت کریں، اسکے بعد الہام یا کشف یا کرامت کا دعوی کریں اوراس کا ثبوت دیں۔

جس شخص کے اخلاق و عادات اور اعتقادات کا یہ حال ہو جو آپ کا ہے، اس کا ولی، ملہم، صاحب کرامت ہونا ممکن ہی نہیں ہے، اگر چہ وہ بظاہر ایسا نظر آوے کہ وہ ہوامیں اڑ جاتا ہے، آگ کھا جاتا ہے، دریا پر سوکھے پاؤں چلتا ہے۔آپ کو زیادہ خبر نہ ہوتو ایک چھوٹا رسالہ ما لا بد منه ملاحظہ کریں۔آئندہ اختیار۔ و ما علینا الا البلاغ المبین۔ آپ کا ناصح مشفق ابو سعید محمد حسین عفی عنه

مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ یہ جواب ۹ جنوری ۱۸۹۳ء کو لکھا گیا۔ پھر ۱۳ جنوری ۱۸۹۳ء کی مجلس وعظ میں، جس میں ایک حواری قادیانی میاں کرم الٰہی معلم اطفال لاہور بھی موجود تھا، پڑھا گیا۔اس کے بعد امرتسر میں منشی محمد عمر داروغہ نہر کی مسجد میں ایک جماعت علماء کے سامنے پڑھا گیا اور پسند ہوا۔پھر یہ سنا گیا کہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریر کو چھپوا دیا ہے، لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اس تحریر کو بھی چھاپ کر اس کے پاس بھیجا جائے۔مگر اس اثنا میں خاکسار کو محمد احسن امروہی کے تعاقب کے لئے بٹالہ جانا پڑا۔اور وہاں اس کی لیت و لعل وگریز از مباحثہ کے سبب دس دن ٹھہرنا پڑا۔آخر جب محمد احسن امروہی نے بٹالہ میں مجھ سے گفتگو کرنے سے گریز ظاہر کیا، تب لاہور آنا ہوا۔اس وجہ سے اس خط کے طبع ہونے میں توقف ہوا۔(اور عشرہ اول فروری ۱۸۹۳ء میں اس کو طبع کر کے شائع کیا گیا۔بہاء)۔

مرزا صاحب نے اس کے جواب میں اپنی کتاب دافع الوساوس میں چند باتیں رقم فرمائیں جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا انشاء اللہ۔اس سے پہلے حضرت بٹالوی کے مرزا صاحب کے فرشتوں (مولوی محمد احسن امروہی اور حکیم نورالدین بھیروی) سے ۱۸۹۳ء میں ہونے والی مراسلت اور مباحثوں کا حال سن لیجئے۔

مباحثہ بٹالہ ۱۸۹۳ء

محمد احسن امروہی کا گریز

حضرت بٹالوی لکھتے ہیں (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ کے صفحات ۳۵۳۔۳۸۰ میں) کہ میاں غلام احمد قادیانی کو لودہانہ، دہلی، پٹیالہ اور سیالکوٹ وغیرہ میں مباحثہ سے گریز وشکست کی ذلت پہنچی تو وہ ناچار ہو کر اپنے مسکن قادیان میں خلوت گزین ہوئے۔ اور آئندہ بحث و مباحثہ سے بالہام وحکم الٰہی ممنوع (روکے گئے) ہو کر اس شعر کا مصداق بن بیٹھے

زاہد نہ داشت تاب وصال پری رخان کنجے گرفت وترس خدا را بہانہ ساخت

مگر اس کے نادان حامی اور کوتاہ اندیش حواری اس کی پالیسی کو نہ سمجھے اور عافیت و جانبری کو غنیمت نہ سمجھ کر اس ذلت کو تازہ اور دوبارہ ظاہر کرنے سے خواستگار ہو گئے۔ اور اس مقولہ مشہورہ کی کہ ۔نادان دوست، دانا دشمن سے بدتر ہوتا ہے ۔ مصداق بن گئے۔ ازانجملہ ایک منشی یا مولوی محمد احسن صاحب امروہی ملازم معزول ریاست بھوپال ہیں (آپ ایک مدت تک رسالہ باڈی گارڈ وائسرائے کے منشی تھے اور کام یہ تھا کہ سواروں کو اردو وغیرہ پڑھاتے۔ اس کے بعد آپ بھوپال میں ملازم رہے تو وہاں بھی ایسا ہی منشیانہ شغل رہا۔ زکوۃ کے مستحقین کی حساب و پڑتال میں رہے بھوپال کی ملازمت ختم ہوئی تو مرزا صاحب نے ملازم رکھ لیا۔ ساٹھ روپے ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی جو ۱۹۰۴ء میں ایک سو روپیہ ہوگئی۔ یہ مرزا صاحب کے تنخواہ دار مبلغ، مصنف، مناظر تھے اور حکیم نورالدین کے بعد ان کے نائب دوم تھے)، جو اوائل جنوری ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب کے بعض مریدوں اور حواریوں مہر نبی بخش نمبردار بٹالہ ضلع گورداسپور وغیرہ کی حمایت کی امید اور بھروسہ پر بٹالہ پہنچے اور میر امتیاز علی صاحب منصف کے مکان پر ان کے ہم وطن ہونے کی وجہ سے خیمہ زن ہوئے۔ اور جاہلوں میں بیٹھ کر مرزا صاحب کے کفریات کو دین ثابت کرنے اور اس پر ھل من مبارز (کوئی ہے میدان میں نکلنے والا؟) کا نعرہ بلند کرنے لگے۔ خاکساران دنوں اہتمام

طبع رسالہ کے لئے لاہور میں تھا۔ ۱۴ جنوری (۱۸۹۳ء) کو ایک قومی ضرورت کے لئے امرتسر پہنچا، تو وہاں سے ایک شب کے لئے بٹالہ گیا اور منشی صاحب کا یہ حال سن کر ان کے نام اس مضمون کا رقعہ لکھا کہ آپ بحث کرنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کریں ورنہ یہاں زبان بند رکھیں۔ یہ رقعہ انہوں نے ۱۶ جنوری ۱۸۹۳ء کو وصول کیا، مگر اس کا جواب شام تک نہ دیا، تو پھر ایک ریمائنڈر (رقعہ یادداشت) بنام مولوی احمد علی صاحب، جو منصف صاحب کے مکان پر تھے، روانہ کیا۔ اس کے جواب میں مولوی احمد علی صاحب نے لکھا کہ آپ کا رقعہ منصف صاحب کے سامنے مولوی محمد احسن کو سنایا گیا، انہوں نے کہا کہ مولوی محمد حسین کو لکھ دو، وہ اپنے کام کا کیوں حرج کرتے ہیں؟ وہ لاہور کو جاویں، جواب بذریعہ ڈاک پہنچ جاوے گا۔

دوسرے دن خاکسار محمد حسین مباحثہ سے مایوس ہو کر عازم لاہور ہوا۔ مگر مزید احتیاط کی نظر سے اس دن بھی تین بجے کی ٹرین کے وقت تک ٹھہرا رہا۔ اور دس بجے صبح کے مولوی امام الدین صاحب حکیم کی زبانی بٹالہ کے سجادہ نشین سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ شاہ ظہور الحسین کی طرف اس مضمون کا پیام بھیج دیا کہ آپ منشی محمد احسن سے دریافت کریں کہ وہ مجھ سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں؟ چاہتے ہیں تو میں عزم لاہور کو فسخ کروں ورنہ آج تین بجے کی ٹرین میں چلا جاؤں گا۔ روقت روانگی ٹرین تک کوئی پیام نہ آیا تو میں لاہور کو روانہ ہوا۔ میری روانگی کے بعد ۱۸۔ ۱۹ تاریخ جنوری کو منشی صاحب نے شاہ صاحب موصوف کو میرے خط کا جواب دیا، جس میں ناجائز اور مباحثہ کو ٹلانے والی شرائط لگا کر در پردہ مباحثہ سے انکار اور بظاہر مستعدی کا اظہار تھا۔ اور زبانی یہ کہا کہ آپ مولوی محمد حسین کو لاہور سے بلاویں میں ان سے مباحثہ کروں گا۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ وہ خط مجھے ۲۰ جنوری کو لاہور میں ملا جس کا جواب میں نے ۲۰ جنوری کو روانہ بٹالہ کر دیا اور اس میں منشی صاحب کی ناجائز شرائط میں ترمیم، اور جائز شرائط کو تسلیم کر کے بٹالہ میں مباحثہ کے لئے حاضر ہونا منظور کر لیا۔ وہ خط ۲۱ جنوری (۱۸۹۳ء) کو بذریعہ شاہ صاحب موصوف، منشی محمد احسن امروہی کو مل گیا۔ پھر ۲۲ جنوری ۱۸۹۳ء کو خاکسار اسی ضرورت قومی کیلئے امرتسر پہنچا تو وہاں شاہ صاحب کے فرستادہ، اپنے بھائی شیخ محمد عمر، کو جو صرف میری طلبی کیلئے بٹالہ سے آئے تھے، موجود پایا۔ تو اسی دن امرتسر سے فارغ ہو کر بٹالہ پہنچ گیا۔ خاکسار کے پہنچنے پر محمد احسن امروہی کو دعوی مباحثہ یوں بھول

گیا جیسے کابلی افغان کو دیکھ کر ہندوستانی کو فارسی بھول جاتی ہے، اور انہوں نے دو دن تک میرے خط کا جواب نہ دیا۔ ۲۴ جنوری کو جواب بھیجا تو اس میں اپنی ناجائز شرائط پر اصرار اور ہماری جائز شرائط کی تسلیم سے انکار تھا۔ اور اس آڑ میں مباحثہ سے انکار پایا جاتا تھا۔

اس خط کو دیکھ کر خاکسار پھر مباحثہ سے مایوس ہوا۔ اور لاہور کو تیار ہو گیا۔ مگر ۲۵ جنوری ۱۸۹۳ء کو شاہ صاحب موصوف کی طرف سے چند علماء (مولوی فخر الدین صاحب مدرس سکول۔ مولوی احمد علی صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ۔ مولوی امام الدین صاحب حکیم۔ مولوی احمد اللہ صاحب صوفی وغیرہ) کا ڈیپوٹیشن یہ پیغام لایا کہ آپ آج لاہور کا قصد نہ کریں، بلکہ جمعہ تک یہاں قیام کریں۔ جمعہ تک مولوی محمد احسن امروہی مباحثہ کے لئے مستعد نہ ہوئے تو میں جمعہ کے مجمع عام میں اعلان کر دوں گا وہ مباحثہ سے انکار کرتے ہیں، اور پھر آپ لاہور چلے جائیں۔ نیز شاہ صاحب نے منشی محمد احسن کو بھی مباحثہ کیلئے آمادہ کرنے کی کوشش کی اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ کو مجلس میں کسی قسم کا خوف ہو تو میں چار ہزار روپئہ کی ضمانت تحریر کر دیتا ہوں۔ مگر منشی محمد احسن نے مجلس میں آنا منظور نہ کیا۔ اور ایک طولانی خط اس مضمون کا کہ

. مرزا صاحب کو دعوی نبوت نہیں .

ان کے پاس بھیج دیا اور اس کا تحریری جواب خاکسار محمد حسین سے طلب کیا۔

شاہ صاحب بھی جب امروہی صاحب سے مایوس ہوئے تو انہوں نے جامع مسجد میں تمام مسلمانوں، جمعہ پڑھنے والوں کو جمع کیا (مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے ایک جگہ جمعہ پڑھنے کا اتفاق اس دن سے پہلے بٹالہ میں نہ ہوا تھا)، اور مجمع عام میں یہ کہہ دیا کہ مولوی محمد حسین کا میں ممنون ہوں کہ وہ میری درخواست پر لاہور سے آئے، اور انہوں نے اپنے کاروبار کا حرج کر کے اتنے دن بٹالہ میں قیام کیا، مگر مولوی محمد احسن امروہی مباحثہ کیلئے مجلس میں نہ آئے، باوجودیکہ میں چار ہزار روپئہ کی ضمانت بھی دینے کو حاضر تھا۔ اب میری طرف سے مولوی محمد حسین صاحب کو لاہور جانے کی اجازت ہے۔

اس کے بعد شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ ظہور الحسن کھڑے ہو گئے اور مظہر ہوئے کہ میں آج صبح کے وقت منصف صاحب کے مکان پر مولوی محمد احسن سے ملا تھا اور ان سے کہا کہ آپ مباحثہ کرنا نہیں چاہتے تو بالمقابلہ ایک مجلس میں وعظ ہی کریں۔ پہلے ایک صاحب (آپ، خواہ مولوی محمد حسین) وعظ کریں، پھر دوسرے صاحب۔ اس سے حاضرین

کو خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ حق پر کون ہے۔ اور اس امر کو مولوی محمد احسن نے منظور کر لیا ہے، لہذا آپ (محمد حسین) سے درخواست کی جاتی ہے کہ آپ دو روز (شنبہ اور یک شنبہ کا دن) بٹالہ میں مزید رکیں اور ہماری مسجد میں بالمقابلہ وعظ کریں.

اس درخواست کی دیگر معزز لوگوں نے جو حاضر مجلس تھے (جیسے شیخ مہر علی صاحب و شیخ امیر بخش صاحب وغیرہ) نے بھی تائید کی، جن کے ساتھ آخر بڑے شاہ صاحب سجادہ نشین بھی متفق ہو گئے۔ خاکسار نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور بالاتفاق یہ قرار پایا کہ

تقریریں تین ہوں۔

جس شخص کی پہلی تقریر ہو اسی کی آخری ہو۔

اور دو دن میں دو مسئلوں پر بحث ہو۔

اول یہ کہ قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا ہے یا نہیں؟

دوم یہ کہ وہ مسیح موعود ہیں یا نہیں؟ جسکے ضمن میں حیاۃ وممات مسیح سے بھی بحث ہو۔

دوسرے دن بہت سے مسلمان، حسب قرار داد روز جمعہ، شاہ صاحب کے مکان پر جمع ہوئے۔ پولیس کے ملازم بھی حفاظت کے لئے آ گئے۔ خاکسار کی طرف سے بھائی شیخ محمد عمر حصول اجازت حاضری خاکسار کیلئے پہنچے تو معلوم ہوا کہ محمد احسن امروہی نہیں آتے۔ ان کے تابعین جو اس مجلس میں موجود تھے یہ بولے کہ اگر شاہ صاحب یہ وعدہ کریں کہ ہم اپنے مکان کو مقفل کر کے رکھیں گے تو مولوی محمد احسن آتے ہیں۔ شاہ صاحب نے اس امر کو بھی منظور کر لیا اور ان کو یہ وعدہ دیکر مولوی محمد احسن کی طرف روانہ کیا مگر وہ نہ آئے۔ یہاں تک کہ اتوار کا دن بھی گذر گیا تو خاکسار شاہ صاحب سے اجازت سفر لاہور کا خواستگار ہوا۔ شاہ صاحب نے ایک خط اور محمد احسن امروہی کے نام روانہ کیا جسکے جواب میں انہوں نے شاہ صاحب کے نام اس مضمون کا خط لکھ دیا کہ آپ اس معاملے سے علیحدہ ہو جاویں، میں مولوی محمد حسین سے لاہور میں مباحثہ کروں گا۔

یوں ترکی تمام ہوئی اور بحث ختم ہوئی، جس پر شاہ صاحب سجادہ نشین نے خاکسار محمد حسین کو دوبارہ رخصت کیا تو میں ۳۱ جنوری کو لاہور پہنچا اور بٹالہ کے کس و ناکس کو معلوم ہو گیا کہ مولوی محمد احسن امروہی نے مباحثہ سے گریز کیا۔

ذیل میں وہ مراسلت نقل کی جاتی ہے جو خاکسار اور محمد احسن کے مابین ہوئی۔

☆ حضرت بٹالوی کا خط بنام امروہی

بٹالہ ۱۳ جنوری ۱۸۹۳ء مولوی (یا منشی) محمد احسن صاحب امروہی ۔ سلام علی من اتبع الھدی ۔ میں نے سنا ہے کہ آپ بٹالہ میں بیٹھ کر قادیانی کے مسیح موعود ہونے کا دعوی کر رہے ہیں اور ھل من مبارز کا نعرہ بلند کر رہے ہیں ۔ آپ کو اس دعوی کے اثبات یا دعوی وفات مسیح کے اثبات کا حوصلہ، یا کسی عقیدہ کفریہ قادیانی کے اثبات کا دعوی ہے، تو ابھی خاکسار کے مکان پر تشریف لاویں یا مجھے جس کے مکان پر آپ چاہیں بلالیں ، اور اپنے دعاوی کو ثابت کریں ۔ ورنہ بٹالہ میں ان دعاوی سے اپنے منہ کو بند رکھیں ۔ ابو سعید محمد حسین

امروہی صاحب نے اس کا طویل جواب لکھا جو مولانا بٹالوی کو بذریعہ ڈاک ۲۰ جنوری کو لاہور میں ملا۔ یہ جواب مطاعن کا مجموعہ، لغویات کا ذخیرہ، تمسخر کا گلدستہ، بدتہذیبی کا خاکہ تھا لہذا اس سے صرف نظر کر کے اس کا وہ حصہ جو مضمون مباحثہ کے متعلق ہے بلاکم وکاست انہی کے الفاظ میں مولانا بٹالوی نے درج رسالہ کیا ہے، جو یوں ہے

☆ امروہی بنام بٹالوی

اب اگر آپ چاہیں کہ اولاً میں حضرت مرزا صاحب کی مسیحائی ثابت کروں تو آپ پر ضرور ہے کہ جن اصول وقواعد سے آپ نے اس امت مرحومہ میں کسی ولی کو اولیاء گذشتہ سے مجدد تسلیم کرلیا ہو، اور وہ آپ کے نزدیک صحیح الولایت ومسلم التجدید ہوگیا ہو ، پس ان اصول کو مفصل بیان فرمادیا جاوے، تاکہ انہیں اصول کی رو سے مع شئے زاید بلکہ مع شئے ازید اس مجدد مختلف فیہ کی تجدید (جس کو میں مسیحا ابن مریم سمجھتا ہوں اور بعض احادیث صحیحین کا پورا مصداق جانتا ہوں) ثابت کروں ۔ شرائط مباحثہ حسب ذیل ہیں

☆ شرط اول ۔ فریقین میں سے کوئی شخص مجاز نہ ہوگا کہ کوئی کلمہ خلاف تہذیب بول سکے ۔ ورنہ حسب تجویز منصف صاحب کے حضرت سجادہ نشین صاحب بحثیت صدر انجمن اس کے حکم ہوکر سزائے مناسب تجویز فرماویں گے۔

☆ شرط دوم ۔ جو مناظر کوئی تقریر شروع کرنا چاہے، بغیر اجازت صدر انجمن صاحب کے مجاز بولنے کا نہ ہوگا ۔ اور جب تک وہ اپنی تقریر پڑھ رہا ہو تو دوسرے مناظر کو خاموش

رہنا واجب ہوگا۔ بعد ختم ہونے ایک مسلسل تقریر کے جو تحریر میں ضبط کر کر ہی پڑھی جاویگی دوسرا مناظر حسب اجازت صدر انجمن صاحب کے اپنی تقریر شروع کرے گا سواء ہر دو مباحث کے تیسرے کسی شخص کو کسی جانب سے استحقاق بالمواجہ بولنے کا نہ ہوگا۔

☆ شرط سوم۔ برخواستگی جلسہ بحث برضا مندی ہر دو مباحث فریقین عمل میں آوے گی۔ بلا رضا مندی ہر دو مناظرین، جلسہ بحث برخاست نہ ہوگا۔

☆ شرط چہارم۔ حاضرین فریقین میں سے کوئی صاحب کسی بات میں اشارۃً یا کنایۃً یا استہزاء کوئی دخل نہ دے سکے گا۔ اس کے ذمہ دار بھی صدر انجمن ہوں گے۔

☆ شرط پنجم ۔ مراتب ادلہ وہی رہیں گے جو اصول فقہ اور نیز اصول حدیث میں مسلم اور مستحکم طور پر منضبط ہیں، اور تعاریف مصطلحات علوم میں مثل طلبہ علم کے گفتگو نہ ہوگی۔ ایسے مباحث سے مقاصد ختم نہیں ہوتے۔ مثلاً میں سوال کر بیٹھوں کہ نص کی کیا تعریف ہے۔ دوسرا سوال کرے کہ اقتضاء النص کی کیا تعریف ہے۔ یہ بحث جو موجب تسلسل ہے، نہ ہوگی۔ ہاں البتہ اگر کسی بحث کا دار و مدار کسی اصطلاح پر قرار پا جاوے اور مناظرین اس میں مختلف ہوں، تو حسب اقتضاء صراط مستقیم اس کی تحقیق ہوسکتی ہے۔ کتب معتبرہ اصول کی طرف رجوع کر کے اس اختلاف کو دفع کیا جائے گا۔

☆ شرط ششم ۔ ہر ایک تقریر، تحریر میں ضبط کی جاوے گی۔ اور ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ کوئی مناظر اپنی تقریر کو اول سے تحریر کر لیوے۔

☆ شرط ہفتم ۔ جن اقوال مرزا صاحب کو موجب تکفیر قرار دیا ہے، ان میں بھی بحث نہ ہوگی، کیونکہ میرے نزدیک وہ اقوال عین معارف واسرار ہیں، نہ موجب تکفیر۔ اس کا ثبوت اس عاجز نے رسالہ تحذیر المومنین عن اکفار المسلمین میں بخوبی کر دیا ہے۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ وہ اقوال خطا ہیں تو بھی معفو عنہ ہیں۔ ربنا لا تواخذ نا ان نسینا او اخطا نا میں داخل ہیں۔ جن کو اللہ تعالی نے بحکم حدیث قدسی صحیح کے معاف فرما دیا ہے۔ حضرت منصور نے انا الحق کہا تھا۔ علماء معاصرین نے تکفیر کی۔ دوسرے قرن میں خود مکفرین غدار قرار دیئے گئے

چوں قلم در دست غدارے فتاد لا جرم منصور بر دارے فتاد

اور ظاہر ہے کہ مجدد کے واسطے یہ امر ضروری ہے کہ کوئی فہم جدید لاوے ورنہ اس کو مجدد

کیوں کہا جاتا؟ محررہ۔ ۱۷ جنوری ۱۸۹۳ء وقت شب۔ محمد احسن امروہی نزیل بٹالہ

☆ حضرت بٹالوی بنام امروہی

۲۰ جنوری ۱۸۹۳ء مولوی (یا منشی) محمد احسن صاحب سلام علی من اتبع الہدی۔ آپ کا خط مورخہ ۱۷ جنوری ۱۸۹۳ء آج مجھے لاہور میں ملا.... مجھے آپ کے دعوی مسیحائیت قادیانی پر بحث کرنا بخوشی منظور ہے لہذا برطبق آپکی درخواست کے کہ

. آپ پر ضروری ہے کہ جن اصول اور قواعد سے آپ نے اس امت مرحومہ میں سے کسی ولی کو اولیاء گذشتہ سے مجدد تسلیم کر لیا ہو اور وہ آپ کے نزدیک صحیح الولایت اور مسلم التجدید ہو گیا ہو۔ پس ان اصول کو مفصل بیان فرمایا جاوے کہ انہیں اصولوں کی رو سے مع شئے زائد بلکہ مع شئے ازید اس مجدد مختلف فیہ (جس کو حسب مسلک بالا میں مسیح ابن مریم سمجھتا ہوں اور بعض احادیث صحیحین کا پورا مصداق جانتا ہوں) ثابت کروں .

میں اصول و علامات کو بیان کرتا ہوں جن کی رو سے میں نے پہلے ولیوں کو ولی سمجھا ہے۔ آپ ان اصول و علامات سے قادیانی کا ولی ہونا ثابت کریں اور اگر ثابت نہ کر سکیں تو مجھ سے ان ہی اصول و علامات کی شہادت سے اس کے ولی و مجدد نہ ہونے کا ثبوت لیں۔

وہ اصول و علامات درحقیقت ایک ہی وصف، کمال ایمان و اسلام، ہے۔ مگر تفہیم عام کی نظر سے تین اصول و علامات سے اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

☆ پس واضح ہو کہ سب سے پہلی علامت ولایت اور اس کا اصل اصول یہ ہے کہ مدعی ولایت کا اعتقاد کفر و بدعت سے پاک ہو۔ وہ ایسے امور کا معتقد نہ ہو جن کو اسلام نے کفر و بدعت قرار دیا ہے۔

☆ دوسری علامت یا اصل یہ ہے کہ مدعی ولایت کا عمل مخالفت شریعت سے مبرا ہو۔ وہ اخلاق جمیلہ سے متحلّی اور اخلاق رزیلہ سے متخلی ہو۔ اس کے ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ حکم شریعت کے ایسے تابع ہوں کہ فرائض مقررہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ کے علاوہ نفلی عبادات میں سرگرم ہو کر حدیث لا یزال عبدی یتقرب بی بالنوافل کا مصداق

ہو۔ اور محرمات قطعیہ (کذب، دھوکہ دہی، بدگوئی، مردم آزاری، مال مردم خوری) کے علاوہ مکروہات ومشبہات سے مجتنب ہوکر حدیث من اتقی الشبہات (جو شخص محرمات کے علاوہ شبہات سے بھی بچتا ہے وہ اپنے دین وآبرو کو بچا لیتا ہے) کا امتثال کرتا ہو۔

☆ تیسری علامت یا اصل (جو پہلی دو اصلوں کی فرع ونتیجہ لازمہ ہے) یہ ہے کہ مدعی ولایت کی ذات وصفات برکات الٰہیہ کے مظہر ومصدر ہوں۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں کان آنکھ حدیث حتی اکون سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها کا مصداق ہوجائے (یہ ایک حدیث کے ٹکڑے ہیں جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرا بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا یہاں تک کہ وہ میرا محبوب ہوجاتا ہے پھر میں اس کے کان آنکھ ہاتھ ہوجاتا ہوں جس کا لازمہ یہ ہے کہ اس کی کان آنکھ ہاتھ وغیرہ حکم خدا کے تابع ہوجاتے ہیں اور وہ وہ کام دیتے ہیں جو خدا کے کام ہیں جب اللہ ان سے کام لینا چاہتا ہے۔ محمد حسین)

یہ علامات واصول ولایت ہیں اور اگر کوئی ولی ہونے کے ساتھ مجدد ہونے کا بھی مدعی ہوتو اس کے لئے یہ شرط یا علامت ہے کہ اس کے ہاتھ سے دین اسلام کے ان امور کا احیا وترویج ہو جن میں سستی واقع ہوچکی ہو، نہ یہ کہ وہ احداث کرے اور دین میں ایسی باتیں نکالے جو بعینہ یا ان کا اصل اصول قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو۔

☆ ۲۔ آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں۔ مگر شرط دوم اور ششم میں اس قدر ترمیم مناسب ہے کہ پہلے تقریر ہو، پیچھے تحریر۔ اور اگر تحریر پہلے ہوتو اندیشہ ہے کہ آپ قادیانی کی طرح جو چاہیں گے خارج از مبحث لکھتے چلے جاویں گے اور کوئی آپ کو روک نہ سکے گا، اور اس سے اصل مبحث چھوٹ جائے گا۔

☆ اور شرط سوم میں یہ ترمیم ہو کہ برخاستگی جلسہ، منصف یا میر مجلس کی اجازت سے ہو، نہ فریقین کی اجازت سے۔ آپ کی اجازت کی شرط ہو تو آپ جتنی دیر چاہیں سوال سن کر جواب کے لئے بٹھا رکھیں گے اور بحث کو کبھی ختم نہ ہونے دیں گے، کیونکہ آپ جب سے نوکری بھوپال سے معزول ہوئے ہیں، بے کار و بے شغل ہیں۔ اس صورت میں مباحثہ کے بہانہ سے بٹالہ میں آپ کا سال ہا سال بیٹھے رہنا اور منصف صاحب کے ماحضر کو غنیمت سمجھ کر اس پر گذارہ کرنا بعید نہیں ہے۔

☆ شرط ہفتم شائد بھول یا ذہول سے آپ کے قلم سے نکل گئی ہے۔ لہذا وہ بالکل فسخ کے لائق ہے۔ (اس شرط کو آپ کی درخواست تقریری اصول شناخت ولی ومجدد کے ساتھ ملانے سے ناظرین کو ہمارے دعوی کا صدق ثابت اور یقین ہوگا کہ منشی صاحب اپنی کلام کا مطلب خود نہیں سمجھتے۔ خود ہی تو ولی ومجدد کی شناخت کے لئے اصول مقرر کرنے کی درخواست کرتے ہیں جس میں ولی ومجدد کے اعتقاد اور عمل سے بحث و بیان ضروری ہے اور خود ہی شرط ہشتم میں یہ کہتے ہیں کہ مرزا کے عقائد سے بحث نہ ہو، اور یہ نہیں سمجھ سکتے کہ پھر ان کی ولایت و مجددیت سے کیوں کر بحث ہو۔ افسوس یہ فہم اور یہ دعوی کہ میں مولوی ہوں اور بحث کرنے کو آیا ہوں۔ لا حول و لا قوۃ .. محمد حسین)

جب آپ نے درخواست مذکورہ بالا میں اصول وقواعد شناخت ولی ومجدد کو مقرر کرانا چاہا ہے اور ان اصول میں مدعی ولایت کا مومن کامل ہونا، کافر ومبتدع نہ ہونا، داخل اور ایک امر لازمی ہے، تو پھر قادیانی کے عقائد کفریہ پر کیوں کر بحث نہ ہو؟

آپ کا یہ کہنا کہ میرے نزدیک وہ اقوال، معارف و اسرار ہیں نہ موجب کفر، بحث کی ضرورت کو نہیں اٹھاتا، بلکہ بحث کو واجب ٹھہراتا ہے۔ آپ قادیانی کے ان اقوال کو معارف جانتے ہیں اور مسلمان ان کو کفر کہتے ہیں۔ لہذا ان میں بحث ہونا ازبس ضروری ہے۔ ابوسعید محمد حسین

اس خط کا جواب بھی محمد احسن صاحب نے طعن وتمسخر ولغویات سے پر، پورے آٹھ صفحے میں دیا جو ۲۲ جنوری ۱۸۹۳ء کو مولانا بٹالوی ملا۔ اس کی لغو اور بے ہودہ اور زائد باتوں کو چھوڑ کر اصل مطلب متعلق بحث کو نقل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے

☆ امروہی بنام بٹالوی

آپ نے کسی مجدد خاص کا نام، جو ان علامات اور اوصاف کے ساتھ ممتاز و متصف ہو، ذکر نہیں کیا جو مجھ کو اس نظر کرنے کی گنجائش ملتی کہ علماء معاصرین نے اس کی تکفیر، تضلیل کی ہے یا نہیں۔ لہذا یہ آپ پر ضرور ہے کہ آپ اس مجدد کی تعیین فرماویں اور اس کی مجددیت کے مدعی بنیں (ناظرین انصاف سے کہو کہ مجھ سے کسی ولی یا مجدد کا نام آپ

نے کب پوچھا ہے؟ یہ سوال نہ اس حصہ تحریر میں ہے جو ہم نے نقل کیا ہے نہ باقی تمام تحریر میں۔ محمد احسن صاحب سچے ہیں تو اس سوال کی عبارت نقل کریں۔ پھر کسی مجلس میں اپنے خط میں اس کی نشان دہی کریں۔ منشی صاحب آپ نے صرف اصول شناخت ولی ومجدد مقرر کرانا چاہا تھا، جو مقرر کر دیا گیا۔ اس اصول سے قادیانی کا ولی مجدد ہونا، یا نہ ہونا، ثابت ہو سکتا ہے۔ اس امر کے لئے پچھلے ولیوں مجددوں کے نام بتانے اور قادیانی کا ان سے موازنہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم یہ نہیں چاہتے کہ قادیانی کا ولی مجدد ہونا ان کے برابر یا ان سے بڑھ کر ثابت ہو۔ صرف یہ چاہتے ہیں کہ قادیانی کا کسی قسم کا، ادنی کیوں نہ ہو، ولی مجدد ہونا ثابت کر دیں۔ اس امر کے لئے کچھ ضرورت نہیں کہ پہلے ولیوں مجددوں کی ہم فہرست دیں اور ان کے کمال ایمان واسلام سے بحث کریں اور ان کے منکرین ومخالفین کے اقوال میں نظر ڈالیں۔ آپ اس بحث ونظر سے بات کو دوسری طرف لے جانا چاہتے ہیں، کیونکہ آپ اس امر کا یقین رکھتے ہیں کہ آپ قادیانی کا مسلمان ہونا ثابت نہیں کر سکتے، چہ جائے ولی ہونا۔

اس سوال جدید کا یہی منشاء ہے تو آپ نے وہ سوال تقرری اصول شاخت ولی کیوں کیا تھا؟ اب تو اس سوال کے شکنجہ میں آپ پھنس گئے ہیں۔ حکیم نور الدین صاحب تو مباحثہ لاہور میں ہمارے ۲۳ سوالات کے بعد ہمارے قابو میں آئے اور بے دست و پا ہو کر جان چکے تھے کہ اب ہم الزام سے بچ نہیں سکتے، اسی وجہ سے کچھ رات رہے لودہانہ کو بھاگے۔ اور خرجت مع البازی علی سواد کے کاربند ہوئے۔ آپ اپنے ہی اور پہلے ہی قول سے خود پکڑے گئے اور مرا خواندی وخود بدام آمدی کے مصداق ہو گئے۔ اب آپ نکلنا چاہتے ہیں۔ تو ہم آپ کو کب نکلنے دیتے ہیں۔ آں قطرہ باراں رسید۔ محمد حسین) تاکہ اس کی تجدید میں بھی نظر کی جاوے۔ اور پھر اس کے معاصرین علماء کی تضلیل وتکفیر وغیرہ پر بھی نظر ڈالی جاوے، اور اس کا مقابلہ مجدد حال مختلف فیہ سے کیا جاوے۔ اور یہ بھی ضرور تحریر فرمائیے کہ اس مجدد کا کمال ایمان وکمال اسلام آپ کو کیوں کر متیقن ہوا؟ آیا آپ کو اس کی تجدید اور ولایت کی نسبت وحی یا الہام ہوا ہے، یا کسی اور دلیل ظنی یا یقینی سے اس کے کمال ایمان اور اسلام کا تا وفات اس کے تیقن حاصل ہوا ہے؟ یا صرف حسن ظنی کے طور پر اس کی ولایت اور مجددیت کو مان لیا؟ وغیرہ وغیرہ۔

میری غرض اصول اور قواعد سے یہی تھی۔ آپ تو اس غرض سے بہت ہی دور جا پڑے (ہم دور جا پڑے یا آپ چوکڑی بھول گئے۔ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ اب پچھتائے

کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت ۔ ایک کلام آپ کے منہ سے نکل گیا۔ پہلے سے سوچا ہوتا

مزن بے تامل بگفتار دم نکو گوئی گر دیر گوئی چہ غم

بنطق آدمی بہتر ست از دواب

محمد حسین) کیونکہ ولی مجدد کی جو علامات خاصہ تحریر فرمائیں ان میں سے علامت اول تو بمنزلہ امور عامہ کے ہے ۔ ادنی ادنی مومن میں پائی جاتی ہے ۔ اندریں صورت مجددوں کی کوئی انتہا ہی نہ رہے گی۔ اور پھر آپ کو جملہ مؤمنین کو مجدد ماننا پڑے گا ۔ اس دائرہ کو آپ نے بہت ہی وسعت دے دی۔ اور اگر اس کو بمنزلہ عرض عام کے کہا جاوے، اور شرط آخیر کو بمنزلہ خاصہ کے، تو پھر یہ گذارش ہے کہ میرا سوال عرض عام سے نہیں ہے، صرف اس علامت خاصہ سے سوال ہے جس سے مجدد، غیر مجدد سے ممتاز ہو جاوے ۔ پھر طوالت کرنے کی کیا ضرورت تھی اب آپ پر واجب ہے کہ جو آخر شرط مجددیت کی آپ نے تحریر فرمائی ہے اسکی تحقیق سے کسی خاص مجدد میں نوٹس دی جاوے

شرط دوم وششم میں آپ کی ترمیم منظور نہیں (یہ ترمیم آپ کو منظور نہیں تو پھر آپ کو مباحثہ بالمشافہ بھی منظور نہیں، کیونکہ بالمشافہ مباحثہ کی صورت ہی یہی ہے کہ فریقین زبانی سوال و جواب کریں، تحریرات گھر سے لکھ کر لانی ہوں تو پھر حاضری مجلس کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کیوں امروہہ تشریف نہیں لے جاتے ۔ محمد حسین) کیونکہ ان شروط میں جو طرفین کو مفید ہیں، آپ کا کیا ضرر ہے ۔ بالفرض والتسلیم اگر میں خارج از مبحث کچھ کہتا چلا جاؤں گا تو پبلک اور عامہ خود سمجھ لیں گے (بے شک سمجھ لیں گے مگر ہمارے اوقات اور زر کا خون ہو جانے اور مدت کے بعد۔ لودہانہ کے مباحثہ سے یہ نتیجہ نکلا مگر بہت سا وقت لے کر اور طبع مباحثہ میں بہت سا روپیہ خرچ کرکے .. لہذا اب قادیانی یا آپ کے اس دام میں ہم نہیں آتے ۔ لا یلدغ المومن من جحر واحد مرتین مومن ایک ہی بل سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔ محمد حسین) کہ اسکی تحریر خارج از مبحث اور لغو ہے جیسا کہ مباحثہ لودھیانہ وغیرہ میں سمجھا گیا۔ یہ امر تو آپ کو اور مفید ہو جاوے گا نہ مضر۔ آپ کو اس کا اندیشہ کیوں ہوا؟ آپ کچھ اندیشہ نہ کیجئے اور اس شرط کو پورے طور پر تسلیم کر لیجئے ۔

اور شرط سوم میں جو آپ نے ترمیم کی ہے وہ بھی ہرگز منظور نہیں ۔ کیونکہ اختتام یا اجراء بحث کا اختیار جیسا کہ مجھ کو اس شرط سے حاصل ہے، آپ کو بھی حاصل ہے (آپ

یہ بات کہنے میں بھولتے ہیں۔ یا اپنی کلام کا مطلب خود نہیں سمجھتے۔ آپ نے شرط سوم میں ہر ایک فریق کو اختتام بحث کا اختیار نہیں دیا، بلکہ ہر دو فریق کو جس کے معنی ایک اردو خواں بھی، جو لفظ ہر یک اور لفظ ہر دو کے معنی میں فرق سمجھ سکتا ہے، یہی سمجھتا ہے کہ جب تک دونوں فریق کا اختتام بحث پر اتفاق نہ ہو، بحث ختم نہ ہو۔ اور آپ سے امید نہیں کہ کبھی اختتام بحث پر راضی ہوں۔ کیونکہ اس بحث میں الاؤنس ملنے کی امید ہے۔ چنانچہ پہلے ہی ایک حاشیہ میں معروض ہوا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اختتام بحث، منصف یا میر مجلس کے اختیار میں ہو۔ آپ اس امر کو منظور نہیں کرتے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بحث ہی منظور نہیں۔ پھر اپنی ہی اردو عبارت کی نافہمی کے ساتھ دعوی مولویت ومباحثہ۔ لا حول ولا قوۃ۔ محمد حسین) پھر آپ کو طوالت بحث کا خوف کیوں پیدا ہوا ہے۔ آپ کو اختیار ہے کہ جب آپ چاہیں بحث کو ختم کر دیں طوالت میں نہ پڑیں

شرط ہفتم کے رد و انکار میں جو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تکفیر اور عقائد کفریہ میں بحث کرنا واجب ہوگا اور اس بحث میں اس کا ذکر و تذکار بنا بر تکفیر وغیرہ ضروری ہے۔

اقول۔ مولوی صاحب۔ اولاً اپنے شیخ العرب والعجم کو ہی اس نسبت الحاد سے بچائیے کیونکہ تھوڑی مدت منقضی ہوئی ہے

مرا یاد و ترا فراموش

کہ اکثر علماء عرب وعجم حضرت ممدوح الشان کے الحاد و زندقہ وکفریات ولا مذہبی پر فتوی لگا چکے ہیں۔

(اس وقت حضرت شیخ العرب والعجم کی نسبت اقوال مخالفین سے کیا بحث ہے؟ کیا حضرت شیخ الکل کو آپ نے غلام احمد قادیانی سمجھ لیا؟ یا ہم نے ان کی ولایت یا مجددیت کا دعوی پیش کیا ہے؟ یا آپ کے سامنے قادیانی کے کفر کے ثبوت میں حضرت شیخ الکل کا کوئی قول پیش کیا ہے؟ ابھی تو ہم نے اصول شناخت ولی ومجدد کو بیان کیا ہے۔ جب ہم اس اصول سے فروع نکالیں گے اور اس اصول کی شہادت سے حضرت شیخ الکل کا ولی ومجدد ہونا ثابت کریں گے یا حضرت شیخ الکل کا قول قادیانی کے کافر ہونے کے ثبوت میں پیش کرنا چاہیں گے، تب آپ اس بات کے پیش کرنے اور اس کی تائید میں تقریظات و شہادات جامع الشواہد ومدار الحق وغیرہ سے استدلال کرنے کے مستحق ہوں گے۔ اور اسی وقت ہم ان کا جواب دیں گے اور ثابت کر دکھائیں گے کہ جس شخص نے حضرت شیخ الکل کی جناب میں کوئی گستاخی کی

ہے اس نے خطا کی ۔ ابھی تو آپ کے اس سوال کا کوئی موقع و محل نہیں ۔ منشی صاحب آپ ہوش میں آویں ۔ آپ کہاں سے کھانے کو بھاگے پھرتے ہیں، آپ کا یہ سوال صاف بتا رہا ہے کہ یا تو آپ ہوش میں نہیں اور اپنے کلام کا مطلب خود نہیں سمجھتے، یا دیدہ دانستہ بحث کو دوسری طرف لے جانا اور اصل بحث سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ اور اس برتے پر یہ دعویٰ کہ میں مولوی ہوں اور بٹالہ میں بحث کے لئے آیا ہوں ۔ شرم شرم شرم ۔ محمد حسین)

(مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ) اس کے بعد آپ (محمد احسن) نے جامع الشواہد کی عبارات اور مدار الحق کی تقریظات کی نقل سے اپنے خط کے تین صفحے اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کئے ہیں ۔ ہم نے اس جواب کا ان کو کچھ جواب نہ دیا اور نہ آئندہ دینے کا ارادہ ہے ۔ اس خط سے جو منشی صاحب کی بے علمی اور نافہمی اور گریز از مباحثہ ثابت ہے، وہ عیاں ہے اور جو نہ سمجھے وہ ہمارے حواشی متعلقہ جواب مذکور سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ جواب خود اپنا جواب ہے ۔ یہ کسی اور جواب کا استحقاق و ضرورت نہیں رکھتا ۔

شاہ صاحب سجادہ نشین بٹالہ نے منشی صاحب کا یہ جواب پڑھا تو اس کو گریز از مباحثہ سمجھا ۔ و بناء علیہ متعدد خطوط اور وسائل سے منشی محمد احسن صاحب کو سمجھایا اور الزام دیا کہ آپ ناجائز شروط پر اصرار کرتے ہیں ۔ اور اپنے مقابل کی صحیح ترمیم کو نہیں مانتے اور مباحثہ سے گریز کرتے ہیں ۔ مگر منشی صاحب نے منظور نہ کیا ۔ اور دو تین خطوں میں اپنی ان ہی ناجائز شرطوں اور خارج از مبحث باتوں پر اصرار کیا ۔ ایک اپنے خط اسمی شاہ صاحب مورخہ ۲۵ جنوری ۱۸۹۳ء میں وہ لکھتے ہیں ۔

۱۔ میری مراد اختتام بحث سے یہ تھی کہ انجام کار تمامی بحث فریقین کے اختیار میں رہے گی ۔

۲ ۔ جلسہ میں تحریر نہ ہو، تو پہلے سے غیر وقت میں سوائے وقت جلسہ بحث کے تحریر کر لیا جاوے گا اور اس محرر (لکھے ہوئے) کو جلسہ بحث میں سنا دیا جاوے گا ۔

۳ ۔ نمبر وار ایک ایک قول جو موجب کفر قرار دیا گیا ہے معرض بحث میں لانا چاہیے، لہٰذا میں امتحاناً ایک ایسے قول کا جواب بطور نمونہ کے عرض کرتا ہوں ۔ جناب والا مولوی صاحب سے اس کا تصفیہ فرما لیویں (یعنی اس کا جواب ان سے لیں) ۔

اس کے بعد تین صفحہ میں یہ مضمون لکھا ہے کہ قادیانی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا ۔

اوراس خط میں بھی ان ہی شرائط پر اصرار کر کے بحث تحریری کی پٹڑی جمائی گئی ہے کہ ہمارے مضمون در بارہ قادیانی کا تحریری جواب دو،

ایک اور خط مورخہ ۲۷۔ جنوری میں آپ لکھتے ہیں

کہ صاحبزادہ صاحب اس بارہ میں گفتگو کر گئے ہیں آپ ان سے دریافت کر لیں۔

ایسا ہی ایک خط آپ نے ۲۹ جنوری ۱۸۹۳ء کو شاہ صاحب کے نام روانہ کیا۔

ان کے جواب میں شاہ صاحب نے ان کے نام دو خط لکھے جو ذیل میں منقول ہیں۔

☆ پہلا خط یوں ہے

مولوی محمد احسن صاحب السلام علیکم و علی من لدیکم

آپ کا نامہ والہ پہنچا۔ مضمون معلوم ہوا۔ یہ فقیر اولاً ایسی تحریری بحث کو تو فضول سمجھتا ہے کیونکہ یہ تو آگے ہی فریقین کے رسائل میں ہو رہی ہے۔ جس کا اختتام الی ما شاء اللہ ہوگا۔ مگر آپ کے دو دفعہ لکھنے پر مختصراً جواب رقعہ ۲۵ جنوری ۱۸۹۳ء اور رقعہ ۲۷ جنوری ۱۸۹۳ء لکھا جاتا ہے۔

جواب رقعہ اول۔ آپ نے امر اول و دوم میں نہ میری منشاء کو منظور کیا، نہ اپنے فریق مقابل کی ترمیم کو۔ اختتام بحث فریقین کے اختیار میں رکھا جاوے تو بقول آپ کے مقابل کے، جو فریق جب تک چاہے گا بحث کو لٹکائے رکھے گا، لہذا اس کا اختتام صدر انجمن کی رائے سے ہونا ضروری ہے، وہ وقت کافی مقرر کر دے گا۔ جس فریق نے وقت مقررہ تک جواب نہ دیا، اس کو وہ شکست یافتہ سمجھ کر مجلس کو برخاست کرے گا، یا جب کوئی فریق خارج از مبحث باتیں کرنے لگے گا، صدر انجمن اس کو شکست یافتہ سمجھ کر جلسہ برخواست کرے گا۔

۲۔ گھر سے اگر کچھ لکھ کر لانا ہو اور اس تحریر کو پڑھنا ہو تو گفتگو بالمشافہ کیا ہوئی؟ تحریرات فریقین گھر بیٹھے لکھ سکتے ہیں۔

۳۔ گفتگو اقوال مرزا صاحب میں نمبر وار ہو گی اور پہلے اس کو پیش کر لیا جاوے گا جس کو آپ نے مدلل لکھا ہے۔ چنانچہ ہم نے آپ کی تحریر (وہ خط جس میں آپ نے قادیانی کے مدعی نبوت نہ ہونے اور اس وجہ سے کافر نہ ہونے کا ثبوت تحریر کر کے اس کا جواب

تحریری طلب کیا) فریق ثانی کو دکھائی، وہ قبول کرتے ہیں کہ پہلے اسی میں بحث کرلی جاوے گی۔ اگرچہ عیسی موعود ہونے کی بحث مقصود بالذات ہے۔

☆ جواب رقعہ دوم۔ مراتب بحث کی بابت تو حسب فہمید مرقوم ہو چکا ہے، جناب صاحبزادہ صاحب کا کہنا فریق ثانی نے بھی بخوشی قبول کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ تین تقریر سے زیادہ کا معمول نہیں۔ جو صاحب پہلے تقریر کرے پیچھے بھی وہی کرے۔ صاحبزادہ صاحب نے ان کی اس بات کو قبول کر کے آپ کی طرف سے آج دس بجے کا وقت اجتماع کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب اس وقت مقررہ پر حاضر ہونے کو تیار ہیں۔ لہذا مکلّف اوقات گرامی ہوں کہ آپ اب جیسا چاہیں تعین مکان بحث اور تعین شخص ذمہ وار بحث اور وقت بحث مولوی محمد حسین صاحب کی طرف براہ راست یا بواسطہ شخص مناسب لکھ بھیجیں۔ والسلام وعلیہ الاختتام۔

راقم ظہور الحسین مورخہ ۲۹ جنوری ۱۸۹۳ء۔

☆ دوسرا خط یوں ہے

مولوی محمد احسن صاحب السلام علیکم و علی من لدیکم۔ آپ کا خط مورخہ ۲۹ جنوری ۱۸۹۳ء پہنچا۔ مظہر مافیھا ہوا۔ مختصراً جواب ارقام ہے کہ آپ جیسی بحث چاہیں ویسی ہوسکتی ہے، مگر اگر آپ کسی جلسہ میں بالمشافہ تشریف نہ لاویں، محض گھر بیٹھے تحریری بحث ہوتی رہے تو ایسی بحث میں ہم لوگوں کو آنا منظور نہیں، کیونکہ یہ رسائل میں پیشتر سے شروع ہے، اور آگے بھی رہے گی۔ اسی لئے مولوی محمد حسین صاحب سے مسئلہ مندرجہ سابقہ (کہ قادیانی مدعی نبوت نہیں ہے) کا جواب طلب نہیں کیا۔ اور فقیر نے تو یہ لکھ دیا تھا کہ پہلے بحث اسی سے شروع ہوگی مگر اگر آپ پہلے اس کا جواب گھر سے لکھ کر لانا چاہتے ہیں تو مولوی محمد حسین سے لکھوا کر بھیج دیا جاوے گا، لاکن آپ پہلے تعین مکان بحث اور وقت اور ذمہ دار و نیز حکم جو فیصلہ کنندہ تحریرات و تقریرات فریقین ہو، کریں۔ کیونکہ آپ نے صدر انجمن کو اس اختیار سے محروم کر رکھا ہے اور یہ بھی سنا جاتا ہے کہ آپ بٹالہ کے لوگوں میں تشریف لانے سے خائف ہیں، تو اس خوف کا ازالہ جس طرح خیال والا میں متصور ہو سکے، آپ ظاہر فرماویں۔ انشاء اللہ ویسا ہی

ہو جاوے گا (شاہ صاحب نے زبانی یہ فرمایا تھا چنانچہ جلسہ مقام جامع مسجد میں اس کا اظہار کیا کہ میں چار ہزار روپیہ تک ضمانت دینے کو بھی حاضر ہوں) تو اگر عام جلسہ میں آنے کا خوف کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا تو جلسہ خاص مقرر کر دیا جاوے۔ اس میں وہ لوگ ہوں جن کی تعداد طرفین سے پوری کی جاوے۔ اگر پھر بھی آپکا خوف زائل نہ ہوا اور ہم لوگوں کی تسلی پر آپ مطمئن نہ ہوں تو مجبوراً آپ کا گریز از مناظرہ عموماً متیقن ہوگا۔ خلاصہ تکلیف دہی یہ ہے کہ مختصر جواب در باب قبول یا عدم قبول مرقومات بالا، بدست حامل ارسال فرماویں۔ تاکہ فردا جلسہ کا ہونا یا نہ ہونا تعین پا جاوے۔

مکرر حکم مذکور موجودین بلدہ ہذا میں سے ہو۔ اور علوم حدیث وفقہ وقواعد عربیہ و اصطلاحات منطقیہ سے مناسب واقفیت رکھتا ہو۔ فقط۔

والسلام تم الکلام۔ راقم ظہور الحسین

اس کے بعد سجادہ نشین صاحب نے ایک اور خط میں آپ کو دعوت مناظرہ کی، اور اس میں یہ بات کہی کہ مجھے ایسی تحریرات کیلئے ڈاک منشی ہونے کی ضرورت نہیں (جس کا مدعا یہ تھا کہ کاغذی گھوڑے آپ بذریعہ ڈاک بھی دوڑا سکتے ہیں بالمشافہ گفتگو کرنی ہو تو مجھے وسیلہ بناویں)

اس کے جواب میں منشی صاحب نے جو آخری خط مورخہ ۳۰ جنوری ۱۸۹۳ء کو شاہ صاحب کے نام لکھا اور اس میں مقام بٹالہ میں بحث کرنے سے گریز کو بخوبی ظاہر کیا ہے۔ اس خط کا اول اور آخر بحذف زوائد نقل کیا جاتا ہے۔

☆ بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مخدوم ومکرم حضرت مولوی سید ظہور حسین صاحب سجادہ نشین بٹالہ شریف دام مجدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

عنائت نامہ بلا تاریخ وبغیر زینت دستخط مبارک ومہر شریف، وقت شب کے صادر ہوا تھا۔ بسبب نہ ہونے دستخط وغیرہ کے جواب لکھنے میں تردد رہا۔ مگر اب زبانی منشی محمد امین وغیرہ کے معلوم ہوا کہ وہ عنایت نامہ حسب منشاء عالی ہی لکھا گیا ہے.... احقر نے تو جناب والہ کو اپنا وسیلہ کیا تھا، تاکہ کوئی مخالفین میں سے کوئی امر غیر تہذیب اس عاجز کے

ساتھ ارتکاب نہ کر سکے، کیونکہ جناب اس شہر کے رئیس ہیں اور یہ عاجز مسافرانہ وارد ہے۔مگر جناب والا نے عنایت نامہ سابق میں ارشادفرمایا کہ ایسی تحریرات کے ڈاک منشی ہونے کی ضرورت نہیں۔لہذا عرض ہے کہ اب بلاتوسل جناب والا کے براہ راست ہی مولوی صاحب سے سلجھ لیا جاوے گا۔ اب الجھاؤ تو پڑ ہی گیا ہے، دیکھئے یہاں سلجھے یا لاہور میں ...مطالبات علیحدہ کاغذ پر ثبت ہیں یہ مولوی صاحب کی خدمت میں ارسال فرمائے جاویں۔و السلام خیر الختام احقرالزمن محمداحسن ۳۰ جنوری ۱۸۹۳ء

(وہ مطالبات یہ ہیں

مطالبات نیاز نامہ ۱۷ جنوری ۱۸۹۳ء بخدمت مولوی محمدحسین صاحب بٹالوی

☆ ۱۔میری تحریرات کا جو بجواب اشاعۃ السنہ لکھی گئی ہیں، جواب کب ملے گا۔

☆ ۲۔ اس امت کے کسی مجدد کی تعیین کی جاوے، یعنی اس کا نام بتایا جاوے۔

☆ ۳۔ خط ۲۰ جنوری ۱۸۹۳ء میں جو لفظ کشُح عنان لکھا گیا ہے اس کی تصحیح کی جائے۔

☆ ۴۔ وجوہ تکفیر قادیانی کا جو جواب میں نے خط ۲۵ جنوری اسمی شاہ صاحب میں تحریر کیا ہے اس کا جواب دیا جاوے۔

☆ ۵۔ جس شخص کی نسبت کفر کا فتوی بہت سے لوگوں نے دیا ہو، اس کا فتوی کسی دوسرے کے کفر کے واسطے مسلم ہوسکتا ہے؟)

شاہ صاحب نے اس پرچہ مطالبات کو اس پر عبارت ذیل لکھ کر واپس کیا۔

چونکہ ابلاغ کاغذ ہذا مخالف تحریر والا ہے، یعنی آپ نے آج کے خط میں لکھ دیا ہے کہ آپ کو تکلیف دینے ابلاغ تحریرات وغیرہ سے بری رکھا جائے گا، بلکہ بلاتوسل آپ کے مولوی صاحب سے سلجھ لیا جاوے گا، تو پھر یہ ابلاغ فقیر کے کیوں کر تفویض ہوا؟

لہذا واپس کیا جاتا ہے۔فقط۔مورخہ ۳۰ جنوری ۱۸۹۳ء سید ظہور حسین سجادہ نشین

مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ اس کے بعد جب مولوی محمداحسن امروہی، بٹالہ سے ناکامی کے ساتھ لاہور پہنچے اور لوگوں کی طرف سے پھر خاکسار محمد حسین کے ساتھ مباحثہ کرنے کیلئے مجبور کیے گئے تو آپ نے بقول شخصے عصائے پیر بجائے پیر پھر وہی پرچہ مطالبات شاہ صاحب کا واپس کیا ہوا میاں محمد ابراہیم صاحب سوداگر پشمینہ کے ہاتھ بدرخواست جواب بھیج دیا۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ رقعہ میرے نام کا نہیں،

امروہی صاحب میرے نام کا رقعہ تحریر کریں اور اس میں یہ مطالبات درج کریں تو میں ان کا جواب دونگا۔ انشاء اللہ تعالی

پھر امروہی صاحب اس درخواست کو بھول گئے اور حوصلہ نہ پا سکے کہ میرے نام کا رقعہ لکھتے۔ مگر چونکہ وہ اس شہر (لاہور) میں مہمان ہیں لہذا ہم بنظر مہمان نوازی ان مطالبات کا جواب خود بخود لکھتے ہیں۔

☆ جواب مطالبہ اول۔ آپ کے رسائل کے کئی جواب شائع ہو چکے ہیں جو مطبع انصاری دہلی سے بقیمت مل سکتے ہیں۔ اعلاء الحق الصریح بتکذب مثیل المسیح مؤلفہ مولوی محمد اسماعیل صاحب علی گڈھی۔ بیان للناس مؤلفہ مولوی عبدالمجید دہلوی۔ شفاء للناس مئولفہ مولوی عبداللہ صاحب شاہ جہان پوری۔ نمونہ لیاقت علمی مولوی محمد احسن صاحب۔ اشاعۃ السنۃ میں بھی ضمناً جا بجا ان کا ردموجود ہے مستقل طور پر آپ کی خدمت گذاری ہوگی، مگر آپ کے مرشد قادیانی کی خدمت سے فارغ ہو کر۔ آپ ہی فرمائیے کہ آپ کا حق مقدم ہے یا آپ کے مرشد کا؟ ہر چند میں آپ کو مخاطب صحیح نہیں سمجھتا اور نہ ہر کس و ناکس للووکلو کا جواب مجھ پر واجب ہے، مگر ان لوگوں کی فہمائش کے لئے جو آپ کو مولوی سمجھتے ہیں، ضرور آپ کو مخاطب کر کے آپ کی مولویت ظاہر کروں گا انشاء اللہ تعالی اسی غرض سے باوجود ایسا سمجھنے کے آپ سے تقریری مباحثہ کے لئے حاضر ہوں۔

☆ جواب مطالبہ ۲۔ آپ کے خط ۱۷ جنوری میں یہ مطالبہ نہیں۔ مشتے بعد از جنگ یاد آید ...اور نہ قادیانی کو مجدد یا کافر بنانے کے لئے کسی سابق مجدد کی تعیین ضروری ہے۔

☆ جواب مطالبہ ۳۔ آپ کو معلوم ہے کہ میرا خط جو آپ کے پاس پہنچا ہے میری قلم کا لکھا ہوا نہیں ہے مگر آپ کے دونوں خط آپ کے دستخطی میرے پاس موجود ہیں۔ خط اول میں بقلم خود لفظ اصول کو اوصول لکھتے ہیں خط دوم میں لفظ حرج کو جو حاحطی سے چاہیے آپ بقلم خود ہائے ہوز سے لکھتے ہیں۔ پس جو وجہ صحت املاء میں دونوں لفظوں کی بتائیں وہی وجہ لفظ کشخ عنان کی سمجھ لیں۔ اس لفظ کا الزام تو کاتب کی قلم پر عائد ہو سکتا ہے کہ اس نے کف کو کشخ کہد یا اور میرے دستخطی حروف کا مشتبہ ہونا آپ کو اور تمام لوگوں کو معلوم ہے جو میرے خطوط دیکھ چکے ہیں۔ آپ کے واضح اور خوش خط حروف و

الفاظ کا الزام کس پر عائد ہوگا۔ آپ کو تو کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

☆ جواب مطالبہ ۴۔ میدان میں نکلیں اور اس کا جواب لیں کیا۔ آپ مقاصد کو مبادی میں طے کرنا چاہتے ہیں یا مباحثہ تقریری کو تحریری بنانا۔

بہر رنگے کہ می آئی شناسم۔

☆ جواب مطالبہ۔۵، میں نے اس وقت تک آپ کے مقابلے اور مباحثے میں کسی عالم کا قول کفر قادیانی پر دلیل ٹھہرا کر پیش نہیں کیا اور نہ ان کو مباحثہ میں پیش کرنا کافی سمجھا۔ اگر ہم ان اقوال کو کافی اور مباحثہ سے مغنی خیال کرتے تو کیوں صاف یہ نہ کہتے کہ قادیانی باتفاق علماء پنجاب و ہندوستان کا فر قرار پا چکا ہے۔ اب ایسے اتفاقی کافر کے کفر میں بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

منشی صاحب انصاف سے اور، اگر اسلام پر کچھ رہا سہا ایمان ہے تو، ایمان سے کہیں کہ اس وقت تک اس مطالبہ کا آپ کو کچھ حق پیدا ہوا ہے؟

اور پہلے چار مطالبوں کو خصوصاً مطالبہ سوم کو اصل بحث سے کوئی تعلق ہے؟ کیا ان مطالبات سے ناظرین اہل علم کو معلوم نہ ہوگا کہ آپ مولوی نہیں ہیں اور اپنے کلام کا مطلب خود نہیں سمجھتے۔

حضرت بٹالوی فرماتے ہیں کہ چونکہ ہمارے بیان صدر میں اور محمد احسن امروہی صاحب اور شاہ صاحب کے خط میں صاحبزادہ ظہور حسن کی مداخلت و تعلق کا بیان ہوا ہے لہذا بعض واقعات کے متعلق صاحبزادہ صاحب کی شہادت پیش کرنی بھی مناسب معلوم ہوتی ہے آپ منصف صاحب کے نام رقعہ ذیل تحریر کرتے ہیں جو بڑے شاہ سے ان کو وصول ہوا ہے

☆ محبّ الفقرا جناب منصف صاحب دام عنایتکم

از خاکسار سید محمد ظہور الحسن قادری فاضلی سجادہ نشین

بعد سلام سنت اسلام مبرہن رائے عالی ہو

جناب مولوی محمد حسین صاحب صاحب ہر جگہ، ہر وقت، واسطے بیان کرنے مسائل کے مستعد ہیں (بیان مسائل یعنی وعظ کا لفظ انہوں نے اس لئے لکھا کہ منشی محمد احسن صاحب مباحثہ سے گریز کرتے ہیں۔ صاحب زادہ صاحب نے چاہا کہ اس بہانہ وعظ سے وہ

میدان میں نکلیں۔محمد حسین) ابھی تک جناب مولوی محمد احسن صاحب کی طرف سے تہیہ نہیں ۔ مجھے زبانی عبدالرحمٰن کے روبرو جناب اخی اعزی سید ظہور الحسین معلوم ہوا کہ وہ بھی مستعد ہیں مگر چونکہ ان کا رقعہ اس مضمون کا نہیں آیا تھا، جناب اخی اعزی نے ارشاد فرمایا کہ مولوی محمد حسین صاحب بہر حال تیار ہیں۔آپ وقت اور ثالث (جو تقاریر مکتوبہ کا تصفیہ کرے) اور مکان (جس جگہ آپ تشریف لانا چاہتے ہیں) تحریر فرماویں کیونکہ جس کے مکان پر ہر دو صاحب تشریف ارزانی فرماویں وہ حفظ عزت وآبرو کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ حضرت قبلہ اخی اعزی نے فرمایا کہ اگر اس فقیر خانہ میں تشریف لاویں تو میں ذمہ دار ہوں۔ چونکہ فقیر واسطے طلب ایک رفیق کے جو ایک ضروری امر کے واسطے مجھے پٹیالہ میں طلب کرتا ہے، جاتا ہے۔اور جناب اخی اعزی مجھ سے ہر امر میں سابق و لائق و فائق ہیں اور ہم سب برادران کے امور دینیہ میں کنفس واحدۃ ہیں ،نظر براں امیدوار ہوں کہ حضرت اخی اعزی کو اس امر میں مثل بلکہ بہتر مجھ سے سمجھ کر مولانا صاحب مولوی محمد حسین جس طرح سے اپنا خط و کتابت براہ راست فرماتے ہیں،مولوی محمد احسن صاحب بھی حضرت اقدس سے خط و کتابت کریں۔حضور کو معلوم ہے کہ فقیر کسی امر دین یا دنیا میں اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا، بنا براں یہ دعا تامہ بخدمت جناب تحریر کیا ہے۔اس وقت تک جو کاروائی مولوی محمد احسن صاحب سے ہوئی ہے وہ بھی آپ کو معلوم ۔ ضرور حضور مولوی محمد احسن صاحب کو فہمائش فرما دیجیے کہ واسطے رفع نزاع اہل اسلام ایک تقریر مولوی محمد حسین اور دوسری مولوی محمد احسن کریں اور تیسری پھر مولوی محمد حسین کریں اور اس پر ختم ہو۔ یا چار تقریر ہو جاویں۔ضرور بہر حال جس طرح مولوی محمد احسن صاحب راضی ہوں ۔مولوی محمد حسین تیار ہیں مگر ثالث و وقت مکان مقرر کر کے جناب اخی اعزی کو اعلام کر دیں۔فقط ، ظہور الحسن

روداد اور شہادت مباحثہ بٹالہ ختم ہوئی۔اب ناظرین مباحثہ لاہور سے قادیانیوں کے گریز وفرار کی کیفیت سنیں (جو اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ صفحات ۳۸۱ تا ۴۱۲ سے نقل کی جارہی ہے۔بہاء)

مباحثہ لاہور ۱۸۹۳ء

محمد احسن امروہی کا گریز

مولانا بٹالوی (اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ میں) لکھتے ہیں کہ اثناء زمانہ مباحثہ بٹالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک چھپے حواری، حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر باری دواب، جو کہ رکھا نوالہ علاقہ قصور میں متعین ہیں، لاہور پہنچے اور ایک جماعت کو ساتھ لے کر خاکسار کے پاس تشریف لائے اور خواستگار ہوئے کہ آپ مرزا غلام احمد اور حکیم نور الدین سے ایک دفعہ پھر مباحثہ کریں ۔ میں نے جواب میں کہا کہ آپ لوگوں کی زبانی بات کا مجھے اعتبار نہیں، کیونکہ پہلے آپ نے حکیم نور الدین سے میرا مباحثہ کرایا، پھر اس کو ناتمام چھوڑ کر ان کو غائب کر دیا۔ پھر جب مرزا غلام احمد کو بذریعہ تار اور خطوط حکیم نور الدین کے بھاگ جانے کا الزام دیا گیا تو قادیانی اور اس کے حواریوں نے اپنے خطوں اور اخباروں میں یہ ظاہر ومشتہر کیا کہ حکیم صاحب سے تمہارا مباحثہ کب ہوا ہے، کہ ان کے چلے آنے سے بھاگ جانے کا الزام صحیح ہو سکے ۔تمہارا تو اس گفتگو میں قدم ہی نہ تھا، گفتگو حافظ محمد یوسف اور حکیم صاحب کی تھی، حافظ صاحب سائل تھے حکیم صاحب مجیب ۔تم تو صرف وزیٹرز (یعنی تماشائیوں) میں تھے ۔تم یوں ہی لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوتے ہو (ان کے یہ اقوال اشاعۃ السنہ نمبر ایک جلد ۱۳ بصفحہ ۳۴ و ۴۰ شائع ہو چکے ہیں) اس پر میں نے آپ (محمد یوسف) سے بیان واقع کی شہادت چاہی تو آپ نے اپنی شہادت کو چھپایا اور ایک جھوٹی بات جواب میں کہہ کر مجھے ٹلایا ۔اب پھر آپ مباحثہ کی درخواست کرتے ہیں تو فرمایئے کہ میں آپ کی بات کا کیونکر یقین واعتبار کروں ۔آپ پھر گفتگو کرانا چاہتے ہیں تو مجھے اس مضمون کی ایک تحریر دیں کہ پہلے ہم نے حکیم نور الدین سے تمہارا مباحثہ کرایا تھا، جو ناتمام رہا، اب ہم پھر اسی مقام سے جہاں سے وہ ناتمام رہا، مباحثہ کرانا چاہتے ہیں جس پر حافظ محمد یوسف نے اسی وقت رقعہ ذیل تحریر کیا ۔

☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ از فقیر محمد یوسف ۔ بخدمت با برکت مخدومی مکرمی مولانا مولوی محمد حسین صاحب السلام علیکم ۔ پیشتر جو میں نے اپنے شکوک رفع کرنے کے واسطے آپ کی اور مولوی نور الدین صاحب کی گفتگو کرائی تھی وہ نا تمام رہ گئی تھی، اب چاہتا ہوں کہ وہ گفتگو پھر ہووے ۔ اور میں شکوک رفع کروں ۔ اگر آپ کو یہ منظور ہے تو مطلع فرماویں تا کہ مولوی نور الدین صاحب کو طلب کروں اور یہ جلسہ لاہور میں ہووے ۔ اور گفتگو اسی جگہ سے ہووے جہاں سے نا تمام رہ گئی تھی ۔ فقط ۔

محمد یوسف بقلم خود ۱۷ جنوری ۱۸۹۳ء

مولانا فرماتے ہیں کہ تحریر رقعہ کے روز تاریخ ۱۷ جنوری نہ تھی بلکہ اور تھی، تاہم اس کے جواب میں خاکسار نے حافظ صاحب کو ایک مختصر رقعہ لکھ دیا جس میں یہ وعدہ دیا کہ آپ جس شخص (قادیانی صاحب ہوں یا حکیم نور الدین یا محمد احسن امروہی) سے چاہیں میں ان سے مباحثہ کیلئے حاضر ہوں ۔ اس کے بعد خاکسار بٹالہ کو چلا گیا اور وہاں محمد احسن امروہی صاحب کی خدمت گذاری میں مصروف رہا ۔ ان کی تسلی کر کے پھر لاہور میں آیا ۔ تو حافظ صاحب کے نام ایک اور خط تحریر کیا جس کی نقل یہ ہے

☆ لاہور ۱۳ رجب ۱۳۱۰ھ مطابق یکم فروری ۱۸۹۳ء ۔ مجی حافظ محمد یوسف صاحب بعد سلام مسنون مکلّف ہوں کہ آپ نے حکیم نور دین بھیروی و مرزا غلام احمد قادیانی و منشی (یا مولوی) محمد احسن امروہی سے مباحثہ کی بابت خط و کتابت کی ہے یا نہیں؟ اگر کی ہے تو انہوں نے کیا جواب دیا ہے؟ مجھ سے مباحثہ کرنا منظور کیا ہے یا نہیں؟ کیا ہے تو کس وقت اور کن شرائط سے ۔ آپ مجھے جلد اطلاع دیں اور اگر کسی صاحب نے ان میں سے مباحثہ منظور کیا ہے تو ان کو لاہور میں جلد بلا لیں ۔ اور اس مباحثہ کو شروع کرا دیں ۔ کیونکہ میں صرف باقی نصف ماہ رجب کے ایام لاہور میں رہونگا ۔ اوائل ماہ شعبان میں حضرت شیخنا و شیخ الکل کے ساتھ پورب جاؤ نگا ان شاء اللہ ۔ وہاں سے آخر شعبان کو واپس آنا ہوگا ۔ پھر ماہ صیام درپیش ہوگا اور گفتگو کا موقع نہ ملے گا ۔

(اس سفر پورب پر تین ضرورتیں باعث ہیں ۔ اول حضرت شیخنا و شیخ الکل کی ملازمت و رفاقت سفر ۔ شیخ احمد اللہ صاحب رئیس اعظم رحیم آباد ضلع دربھنگہ عرصہ ایک سال سے حضرت شیخ الکل کی زیارت کے مشتاق ہیں اور خاکسار کے ذریعہ اس اشتیاق کا ایک سال سے اظہار کر رہے ہیں ۔ ان دنوں حضرت شیخ

الکل بصد مشکل رحیم آباد تشریف لے جانے کیلئے مستعد ہوئے ہیں اور دونوں حضرت خاکسار کی رفاقت کے بھی خواہاں ہیں ۔ دوم مسلمانوں کی عزت اور فخر مدرسہ احمد یہ آرہ کا ۲۲ شعبان کو سالانہ جلسہ ہے اس میں خاکسار بھی مدعو ہے ۔سوم میرا ایک لڑکا عبدالرشید طال اللہ عمرہ و زاد علمہ وطن کی تعلیم مروجہ عام انگریزی وغیرہ کو چھوڑ کر اور اس قدر دور دراز سفر کر کے اس مدرسہ میں عربی علوم پڑھتا ہے ۔اس سفر میں اس کی تعلیم کی نگرانی بھی مدنظر ہے ۔محمد حسین)

۲۔آپ نے یہ امر تو اپنے سابق خط میں تسلیم کیا ہوا ہے کہ جس طور پر پہلے حکیم نور الدین صاحب سے گفتگو ہوئی ہے، اسی طور پر اب بھی ان سے گفتگو ہوگی ۔اس پر میری طرف سے یہ مستزاد ہے کہ اسی طور پر دوسرے صاحبوں سے گفتگو ہوگی، یعنی کوئی صاحب اپنا بیان پہلے تحریر میں لا کر پھر اس کو تقریراً پیش نہ کرے گا ۔ بلکہ فریقین کے سوالات و جوابات زبانی ہوں گے اور دو کاتب اس کو لکھتے جائیں گے ۔لکھنے کے بعد وہ دوبارہ پڑھے جائیں گے اور ان پر فریقین دستخط کریں گے ۔ یہ ہرگز نہ ہوگا (جیسا کہ پہلے بھی حکیم نورالدین صاحب کے مباحثہ میں نہیں ہوا) کہ کوئی فریق پہلے تحریری سوال یا جواب لکھ کر لاوے پھر اس کو مجلس میں پڑھا جاوے، کیونکہ اس صورت میں مباحثہ تحریری بنتا ہے جس کے لئے حاضری فریقین کی کچھ ضرورت نہیں ۔ یہ مباحثہ تحریری بھی ہوسکتا ہے بلکہ ہورہا ہے فریقین کی تحریریں اور ان کے جوابات شائع ہورہے ہیں ۔

۳۔آپ نے زبانی تقریری منصف کے لئے کہا تھا، میں نے بھی اس کو تسلیم کیا تھا بے شک مجلس میں منصف نہ ہوگا تو جو کچھ اور جب تک کوئی فریق چاہے گا کہتا چلا جاوے گا۔منصف مجلس میں ہوگا تو وہ فریقین کو خارج از بحث بات کرنے سے روک دے گا اور جو ایسی بات کوئی کہے گا اس کو لکھنے نہ دے گا ۔اور جب وہ کسی فریق کا غالب ہونا مشاہدہ کرے گا، فوراً مباحثہ کو بند کر دے گا اور اس فریق کا غالب ہونا ظاہر کر دے گا اور اگر کسی خاص شخص کی منصفی کو فریق ثانی منظور نہ کرے تو بجائے اس کے یہ تجویز ہو کہ ہر ایک مسئلہ متنازعہ فیھا میں تین یا پانچ یا نہایت سات تقریریں فریقین کی ہوں ۔ وازاں جملہ جس کی تقریر پہلے ہو اسی کی آخری ہو۔اس کے بعد اس مسئلہ میں مباحثہ کو بند کر کے غالب ومغلوب کا فیصلہ حاضرین کے غلبہ رائے سے ہو۔

غلبہ رائے حاضرین کو بھی فریق ثانی منظور نہ کرے تو جانبین کی تقریروں کو چھپوا کر شائع

کیا جاوے اور وہ فیصلہ پبلک سے کرایا جاوے۔

۴۔ گفتگو ہر ایک صاحب سے اسی مقام سے شروع ہو گی جس مقام میں انہوں نے سابق گفتگو کو نا تمام چھوڑا ہے۔ حکیم صاحب سے گفتگو کے متعلق تو آپ نے اس امر کو اپنے خط سابق میں مانا ہی ہوا ہے۔ باقی دو صاحبوں سے بھی اس امر کو تسلیم کرالیں۔ قادیانی صاحب سے اس مقام سے گفتگو ہو گی جس مقام میں انہوں نے لدھیانہ میں گفتگو شروع کر کے نا تمام چھوڑی تھی۔ امروہی صاحب سے اس مقام میں گفتگو ہو گی جس مقام میں انہوں نے بٹالہ میں گفتگو شروع کر کے ادھوری چھوڑی ہے پہلی گفتگو کو نا تمام چھوڑ کر دوسری گفتگو شروع نہ ہو گی۔

ان چاروں باتوں کو آپ فریق ثانی سے تسلیم کرالیں۔ ان کو کچھ عذر ہو تو اس کو پیش کر کے اس کا تصفیہ پہلے کریں تاکہ عین موقعہ پر کوئی نزاع پیدا نہ ہو۔

اس خط کا جواب آپ مجھے جلد دیں۔ آپ نے جواب میں دیر کی تو ...آپ کے پہلے خط کو رسالہ میں شائع کر دیا جائے گا، تاکہ پبلک اہل اسلام کو معلوم ہو کہ کون سا فریق مباحثہ کیلئے مستعد و تیار ہے اور کس کو اس سے صاف انکار ہے۔ یا جائز شروط کی تسلیم سے انکار اور ناجائز شروط کی تسلیم کرانے پر اصرار کی آڑ میں اس مباحثہ سے انکار ہے

ابو سعید محمد حسین

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ میرے اس خط کی روانگی سے پہلے حافظ یوسف صاحب، حکیم نور الدین سے خط و کتابت کر چکے تھے اور حکیم صاحب لاہور کا ایک دورہ کر کے وطن کو چلے گئے تھے جس سے عموماً یہ سمجھا گیا تھا کہ حکیم صاحب کو اب مباحثہ منظور نہیں۔ مرزا قادیانی کا ایک چھپا حواری یا یوں کہو کہ حامی، میاں چٹو لاہوری برملا کہتا پھرتا تھا کہ ہم حکیم صاحب کی گفتگو مولوی محمد حسین سے نہیں کرائیں گے۔

بعد وصولی خط مذکور حافظ محمد یوسف صاحب بٹالہ میں محمد احسن امروہی کے پاس اور قادیان میں مرزا قادیانی کے پاس پہنچے۔ وہاں سے ۹ فروری کو میرے خط کا جواب ذیل لکھوا کر لائے اور اپنے ساتھ منشی محمد احسن امروہی کو بھی لاہور لیتے آئے۔

☆ بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد از فقیر محمد یوسف بخدمت بابرکت مخدومی مکرمی معظمی مولوی محمد حسین صاحب

السلام علیکم ۔ورحمۃ اللہ و برکاتہ ۔بجواب خط جناب نمبری ۶۳ مورخہ ۱۳ رجب ۱۳۰۴ھ (۱۳۱۰ھ ہے شائد جلدی اور غلطی سے ۱۳۰۴ھ لکھ دیا ہے) جو پنجم جنوری (فروری) شام کو مجھ کو ملا ۔عرض ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور حکیم نورالدین اور مولوی سید محمد احسن صاحب جناب سے بطریق شرعی مسائل مختلفہ کا بطور محققین تصفیہ کرنے کو تیار و مستعد ہیں ۔ان کی طرف سے کوئی عذر اور توقف نہیں (یہ دروغ گوئم برروئے تو کا مصداق ہے ان کے عذرات بارده خود اسی خط میں موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ ان کو گفتگو سے انکار ہے ۔محمد حسین) ، خطوط منظوری میرے پاس موجود ہیں (موجود ہیں تو پھر آپ نے وہ رقعات پیش کیوں نہ کئے؟ اب بھی بذریعہ ڈاک ارسال کریں تاکہ آپ کا یوسف صدیق ہونا معلوم ہو ۔محمد حسین) اور ہرسہ صاحبان نے یہ منظور کیا ہے کہ جو تاریخ واسطے جلسہ کے مقرر ہو اس سے ہفتہ عشرہ پیشتر ہم کو اطلاع ہووے ۔لہذا میں جناب سے مستدعی ہوں کہ جو تاریخ جناب چاہیں فوراً مقرر فرما کر ہم کو مطلع فرماویں تاکہ میں ہرسہ صاحبان کو بذریعہ خطوط اطلاع دوں ۔اور مولوی محمد احسن صاحب نے جو شروط مفید طرفین مقرر کی ہیں (انہی کے لئے مفید ہیں کہ ان کو مباحثہ سے بچاتی ہیں ۔محمد حسین) اور میری دانست میں بھی نہائت ضروری ہیں وہ اپنے خط میں حسب ذیل لکھتے ہیں

☆ شرط اول ۔مولوی (محمد حسین) صاحب سے یہ اقرار پختہ لے لیویں کہ تا اختتام بحث مولوی صاحب بہار یا آرہ وغیرہ نہ جاویں ۔

☆ شرط دوم ۔ ہر ایک بلدہ سے سرآمد علمائے مکفرین کو اس جلسہ میں مولوی محمد حسین صاحب طلب کریں (یعنی کل علما مکفرین ۔ چنانچہ لفظ کل آئندہ کے فقرات میں موجود ہے ۔ ناظرین انصاف سے کہیں یہ شرط کہ کل پنجاب و ہندوستان کے علماء مکفرین جمع ہوں، یا ہر ایک شہر کا ایک ایک عالم اس مباحثہ کے لئے آوے ۔عادۃً ممکن الوقوع ہے؟ ہرگز نہیں اور ممکن نہیں کہ وہ ایک مطرود اور مردود خلائق اور اتفاقی کافر ومکفر سے بحث کرنے کے لئے لاہور میں جمع ہوں اور ایک چوہے کے شکار کی تمام دنیا کے شیر حرص کریں، یا سارے ملک کے توپ خانے جمع کر کے ایک پہاڑ کو اوڑا دیں اور اس کے نیچے سے ایک تنکا نکالیں، اور

کوہ کندن وگیا ہے برآوردن

پرعمل کریں ۔

حافظ صاحب اور جملہ قادیانیو۔علما مکفرین پنجاب و ہندوستان تو اب قادیانی کو اس لائق نہیں سمجھتے کہ وہ اس کو منہ لگاویں اور غائبانہ بھی اس کو مخاطب کریں۔ جب وہ اس کو کافرٹھہرا چکے ہیں تو اب ان کو کون سا شک باقی ہے کہ وہ اس کو دور کرنے کیلئے اس سے بحث کریں اور اس بحث کے لئے جمع ہوں۔خاکسار بھی صرف اس وجہ سے بحث کے لئے حاضر و مستعد ہو جاتا ہے کہ قادیان کے قریب رہتا ہے اور اس بحث سے صرف قادیانی کے عجز کا اظہار اور کفر کا اشتہار چاہتا ہے،........قادیان سے دور ہوتا تو وہ بھی صفح واعراض عمل میں لاتا، ناظرین بتاؤ اس ناممکن الوقوع شرط سے قادیانیوں کا، مباحثے سے، گریز آفتاب کی مانند عیاں و روشن ہے یا نہیں؟ ۔محمد حسین) اگر یہ نہ ہو سکے تو اتنا ضرور ہے کہ ہر ایک بلدہ کا ایک ایک عالم مکفر جو سرآمد شمار کیا جاتا ہے، وہ مولوی صاحب کی طرف سے ضرور ہی تشریف لاویں۔

☆ شرط سوم ۔ مقلدانہ بحث نہ ہوگی۔ ہاں بعد پیش کرنے ادلہ مستقلہ کے ادلہ غیر مستقلہ پیش ہو سکتے ہیں۔ترتیب ادلہ وہی رہے گی۔

☆ شرط چہارم ۔فریقین کو اختیار ہے کہ اپنی تقریر کو خواہ بر وقت بیان کے تحریر میں ضبط کر لیں یا قبل بیان کے محرر کر لیویں (دیکھو یہ وہی شرط ہے جس پر منشی صاحب کو پہلے دن سے اصرار ہے اور ہم کو اس ناجائز شرط کی تسلیم سے انکار ہے۔ اور اس شرط کے ساتھ بالمواجہ بحث بیکار ہے ۔ پہلے سے گھر سے تحریر کر کے لانی ہو تو پھر مجلس میں اس کو پڑھنا کیا ضرور ہے؟ چھپوا کر شائع کرنے سے مجلس سے بڑھ کر اس کی اشاعت ہو جاتی ہے۔اس شرط فاسد کے ساتھ حافظ یوسف اس رقعہ میں فرماتے ہیں کہ یہ شرطیں مفید طرفین ہیں اور نہایت ضروری ہیں ۔اور آپ کی شروط سے موافق ہیں ۔ یہ سفید جھوٹ نہیں تو کیا ہے؟ محمد حسین)

☆ شرط پنجم۔ چار منصف ادھر کے اور چار منصف ادھر کے مقرر ہوں، جن کو قوت فیصلہ از روئے قوت ادلہ کے حاصل ہوگی ۔اور ایک سرپنچ بھی مقرر ہوگا ۔یا پانچ منصف ہماری طرف سے اور پانچ ان کی طرف سے ۔اور ان کو بھی ایسا ہی اختیار ہے ۔

یہ شرطیں مولوی محمد احسن صاحب کی طرف سے ہیں۔فقط۔

میرے خیال میں مولوی محمد احسن صاحب کی شرائط اور آپ کی شرائط متفق ہیں ۔ شرائط میں کسی کو اختلاف نہیں ہے ۔اور یہ جو مولوی محمد احسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ کل مکفرین کو آپ طلب کریں یا ایک ایک مکفر ہر ایک شہر کے سرآمد علماء میں مولوی محمد حسین

صاحب طلب کریں، شائد یہ امر آپ کے اوپر محال ہوگا (یہ اقرار آپ کی مہربانی میں داخل ہے تھینک یو۔ اب اس اقرار کے ساتھ یہ اقرار بھی لازم ہے کہ ان صاحبوں نے اس مباحثہ کو ایک محال شرط سے معلق کر کے مباحثہ سے گریز و انکار کیا ہے۔ اور اس اقرار کے ساتھ آپ کا اپنے خط میں یہ اظہار کہ وہ مباحثہ کے لئے مستعد ہیں اور ان کو کوئی عذر نہیں، جھوٹ نہیں تو اس کا کیا نام رکھا جاوے؟ محمد حسین) اس واسطے جس قدر آپ طاقت رکھتے ہیں طلب فرماویں ورنہ مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب شیخ الکل اور مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی اور علماء نامی سہارن پوری اور دیو بندی کو تو ضرور طلب فرماویں اور مولوی عبدالحق صاحب دہلوی صاحب تفسیر حقانی کو بھی ضرور بلوالیں یہ آپ کے ذمہ ہے (حافظ صاحب کیا ان پانچ شہروں کے حضرات مذکور کو طلب کرنا تو مجھ پر محال نہیں؟ میری آمدنی کا لحاظ کر کے ایمان سے فرمایئے گا۔ اگر آپ کا ایمان اس کو بھی محال قرار دے تو پھر ایمان سے یہ بھی اقرار کریں کہ اس شرط میں انہوں نے تعلیق بالمحال کر کے مباحثہ سے انکار کیا ہے۔ محمد حسین) اور بعض بعض علماء جو باقی ہیں، ان کو میں خود طلب کرلوں گا۔ ان کل علماء کا طلب کرنا اس واسطے ضروری ہے کہ یہ جلسہ اور فیصلہ آخری ہے، پھر بعد اس کے کوئی جلسہ اور مباحثہ کسی شہر ہند میں نہ ہوگا اور ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ انہیں علماء میں سے جس کو مناسب سمجھا جاوے گا، منصف اور سرپنچ بھی مقرر کیا جائے گا تاکہ بعد اس فیصلہ کے کوئی فریق مباحثہ کی درخواست نہ کرے اور یہ فیصلہ قطعی سمجھا جاوے گا، اور آپ نے جو اپنے خط میں تحریر فرمایا ہے کہ میں پورب کی طرف جانے والا ہوں، اخیر شعبان میں واپس آؤنگا، براہ مہربانی یہ ارادہ اپنا پورب وغیرہ کی طرف جانے کا بالکل ملتوی فرمادیں (حضرت بہت اچھا ملتوی کردوں گا اور حکم کی تعمیل کرونگا، مگر وہ شرط تقدم تحریر کو چھوڑ کر مباحثہ کے لئے مستعد بھی ہوں۔ یا یوں ہی ایک ضروری سفر موقوف کر کے اس مصرع کا مصداق بنوں۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے)

کیونکہ تصفیہ اس تفرقہ کا جو آپ نے مسلمانان ہند میں ڈالا ہے، مقدم ہے اور اصلاح بین المسلمین اہم ضروریات سے ہے۔ لہذا اور تمام کاروبار دینی اور دنیاوی جو اس سے کم درجہ پر ہیں، چھوڑ کر سب سے پہلے اس کا فیصلہ کرنا چاہیے۔ لاہور سے باہر ہرگز نہیں جانا چاہیے اور مکرر یہ کہ حسب الایماء جناب مرزا صاحب قبل از رمضان مبارک

موسم سرما میں تاریخ بحث مقرر کرنی چاہیے کیونکہ گرمی کو ان کی طبیعت برداشت نہیں کر سکتی (اس کے سچے ہونے میں کیا شک ہے؟ ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ قادیانی صاحب میں حضرت مسیح کی روح نے اوتار لیا ہے اور حضرت مسیح کے پیرو سرد ملک کے رہنے والے تھے، لہذا ضرور ہے کہ اوتار میں بھی سردی کا تقاضا ہو، مگر مشکل یہ ہے کہ اس پر دو سوال وارد ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ قادیان بھی ایک گرم ملک کا گاؤں ہے اور مرزا قادیانی صاحب کے مکانات بھی تنگ و گرم ہیں، اور اس گرمی کے مکافات کو وہاں برف بھی نہیں ملتی۔ برف کجا، پان وغیرہ ضروریات خانگی بھی بٹالہ و امرتسر سے جاتی ہیں۔ گرمیوں کے دنوں میں تو لاہور بلکہ بٹالہ، قادیان سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ پچھلے سال بھی تو مرزا صاحب، مسیح کے اوتار تھے، پھر آپ نے تمام سال لودھیانہ، دہلی، پٹیالہ اور سیالکوٹ کے سفر میں کیوں کر تمام کیا، اس وقت آپ کو گرمی کی تکلیف نہ ہوئی؟ حافظ صاحب آپ میں ذرہ انصاف، حق طلبی اور راستی ہوتی تو آپ اس عذر پر ان کو صاف کہتے کہ یہ آپ کا گریز ہے کہ آپ قادیان میں رہنے والے، تمام عمر گرمیوں میں کاٹنے والے، یہ عذر کرتے ہیں۔ اگر ابوسعید محمد حسین، جو ہمیشہ گرمیوں میں شملہ جانے کا عادی ہے،، یہ عذر کرتا تو وہ اس عذر میں سچا سمجھا جاتا۔ آپ کے منہ سے یہ عذر کسی وجہ سے زیبا نہیں۔ حافظ صاحب بجائے اس کہنے کے آپ نے اپنے خط میں یہ لکھ دیا کہ ان کو مباحثہ میں کوئی عذر نہیں۔ پھر آپ کو یوسف صدیق کیونکر تسلیم کیا جائے۔ محمد حسین) اور تا کہ اخیر شعبان تک فیصلہ ہو جاوے۔

خادم العلماء خصوص آپ کا تابعدار، محمد یوسف ضلعدار۔ ۸ فروری ۱۸۹۳ء

حضرت بٹالوی بتاتے ہیں کہ حافظ یوسف، بٹالہ اور قادیان گئے تو خاکسار سے مل کر گئے تھے، اور میرے خط کی شروط کو واجبی اور انصاف پر مبنی مان کر گئے تھے۔ مگر جب وہاں سے آئے تو یہ خط لکھوا کر لائے جس میں ان شروط سے صاف انکار پایا جاتا ہے، جس سے خاکسار کو یقین ہو گیا کہ مرزا قادیانی، حکیم نور الدین اور محمد احسن امروہی نے ان کی درخواست مباحثہ کو قبول نہیں کیا اور صاف صاف جواب دے دیا ہے۔ مگر حافظ صاحب نے صاف طور پر اظہار مناسب نہ سمجھا، بلکہ ناجائز اور ناممکن الوقوع شروط کی آڑ میں اس کا اظہار مناسب خیال کیا۔ خاکسار نے اس خط کا جواب اسی مجلس میں حافظ صاحب کو دے دیا۔ وہ خط اور اس کا جواب اور اس کا جواب الجواب وغیرہ ذیل میں منقول ہیں۔

نقل خطوط (جو بالمشافہ لکھے گئے)

☆ خط من جانب شیخ محمد حسین بٹالوی

مجی حافظ محمد یوسف صاحب ۔ بعد سلام مسنون ۔ آپ کے خط ۸ فروری ۱۸۹۳ء کا جواب یہ ہے کہ آپ نے میرے خط نمبری ۶۳ کی شرائط کو منظور نہیں کیا، بلکہ ان کے برخلاف نئی شرائط کو تجویز کیا ہے، لہذا میں مکرر یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ کو بحث کرانا منظور ہے، تو خط مذکور کی شرائط کو منظور کریں خصوصاً شرط دوم وشرط چہارم ۔ اور شرط سوم کی اس بات کو کہ تقریریں محدود ہوں ۔ تین یا پانچ یا سات ۔ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ فریقین کو تقریر کے لئے مساوی وقت دیا جائے گا اور گفتگو صرف چند مسائل میں ہوگی، ان میں اگر احد الفریقین کو شکست ہوئی تو باقی مسائل میں بھی اس کو شکست یافتہ سمجھا جائے گا

ابوسعید محمد حسین

☆ من جانب حافظ محمد یوسف

جناب من السلام علیکم ۔ مولوی محمد احسن صاحب آج لاہور میں صرف آپ کے ساتھ مباحثہ کے لئے تشریف لے آئے ہیں ۔ آپ ان سے خط وکتابت کریں ۔ مجھ کو درمیان سے علیحدہ کر دیں ۔ آپ مباحثہ کے واسطے محمد احسن صاحب کو خط تحریر کریں اور انہیں سے شرائط بحث مقرر کر لیں ۔

محمد یوسف

حضرت بٹالوی بتاتے ہیں کہ علیحدگی کی درخواست بتا رہی ہے کہ حافظ صاحب قادیان سے مایوس از مباحثہ ہو کر آئے ۔ مگر آپ نے اس انکار کو چھپایا اور رقعہ آئندہ میں انکار کا الزام اٹھا کر مجھ پر لگایا ۔ تاہم میں نے جواب لکھا ۔

☆ حافظ صاحب السلام علیکم ۔ منشی (یا مولوی) محمد احسن صاحب مجھ سے مباحثہ کرنے سے بٹالہ میں انکار کر چکے ہیں، لہذا میں ان کو خود بخود مخاطب نہیں کرتا ۔ وہ اب نئے سرے سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں تو میرے اس رقعہ کا جواب دیں جو میں نے ان کے نام لاہور سے لکھا تھا ۔ جو جواب انہوں نے بٹالہ میں دیا تھا وہ اس کا جواب نہیں ہے ۔

ابوسعید محمد حسین

☆ حافظ محمد یوسف کا جواب

مولوی صاحب السلام علیکم۔ آپ نے میرے خطوط میں اقرار کرلیا ہے کہ میں مولوی نورالدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب اور مرزا صاحب سے گفتگو کرنے کو مستعد ہوں، اب آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی محمد احسن صاحب سے گفتگو نہیں کرتا یہ آپ کا فرار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ محمد یوسف

(حافظ صاحب میں نے تو یہ لفظ نہ کہا تھا اور نہ اس معنی کا کوئی اور لفظ۔ پھر آپ کا یہ کہنا دروغ گوئم برروئے تو کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے۔ محمد حسین)

☆ شیخ محمد حسین بٹالوی کا جواب

حافظ صاحب سلام۔ میں تو اب بھی حاضر ہوں اگر وہ درخواست کریں یا آپ ان کو کھینچ کر سامنے کر دیں۔ بھاگے ہوئے کے پیچھے بھاگنا میرا کام نہیں۔ برطبق تو مان نہ مان میں تیرا مہمان ۔ خودبخود مہمان بننا اچھا نہیں۔ابوسعید محمد حسین

☆ حافظ محمد یوسف کا خط

جناب من السلام علیکم۔مولوی محمد احسن صاحب لاہور میں موجود ہیں اور اس وقت کھانا کھانے کا وقت ہے، اگر آپ پلاؤ کھلا دیں تو اسی وقت مولوی محمد احسن صاحب کو آپ کے روبرو حاضر کرتا ہوں۔ محمد یوسف

☆ شیخ محمد حسین بٹالوی نے لکھا

حافظ صاحب سلام۔ میں اس وقت تک ان کی دعوت نہیں کرسکتا جب تک وہ مرزا کے عقائد سے تائب ہوکر اسلامی عقائد قدیم پر نہ ہو جائیں۔آپ جو اس مباحثہ کے بانی مبانی ہیں اپنی گرہ سے پلاؤ پکاویں اور ان کو کھلا دیں۔ میں اجازت دیتا ہوں کہ میرے مکان پر آپ پکوالیں اور ان کو اپنی طرف سے کھلا دیں۔ ابوسعید محمد حسین

☆ حافظ محمد یوسف صاحب نے لکھا

مولوی صاحب السلام علیکم۔ اگر آپ پلاؤ نہیں کھلاتے تو آپ کو مولوی احسن صاحب پلاؤ کھلاویں گے، آپ وہاں تشریف لے چلیں ۔ محمد یوسف

☆ شیخ محمد حسین نے لکھا

حافظ صاحب۔ سلام ۔ جس حالت میں، میں منشی محمد احسن صاحب کو اسلامی عقائد پر نہیں سمجھتا، تو میں ان کی دعوت کیونکر قبول کر سکتا ہوں۔ دعوت قبول کرنا ویسا ہی ہے جیسا کھلانا۔ حدیث شریف میں آیا ہے نھی رسول الله ﷺ عن اجابة الفاسقین (آنحضرت ﷺ نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا ہے) پس چہ جائیکہ ایک شخص کفریہ عقائد رکھے ۔ ابوسعید محمد حسین

حضرت بٹالوی بتاتے ہیں کہ میرے آخری خط پر حافظ محمد یوسف صاحب لاجواب ہو کر اٹھنے لگے تو خاکسار نے یہ کہہ دیا کہ لیجئے حافظ صاحب میں اپنی اس بات سے (کہ میں منشی محمد احسن صاحب کے مکان پر نہیں جاتا اور نہ ان کو دعوت کر کے بلاتا ہوں) ہارا۔ چلئے میں ابھی آپ کے ساتھ منشی صاحب کے فرودگاہ پر چلتا ہوں اور ان سے گفتگو کرتا ہوں۔ اس پر حافظ صاحب حیران ہوئے، اور اٹھ کر چلے گئے ، پھر چینیانوالی مسجد میں پہنچے اور اس واقعہ کے برخلاف مظہر ہوئے کہ مولوی محمد حسین نے مباحثہ سے انکار کیا اور یہ کہہ دیا ہے کہ میں ہارا، اس کے بعد آپ رائے ونڈ پہنچے تو وہاں بابو محمد الدین صاحب گوڈس کلرک وغیرہ کے سامنے آپ نے بیان کیا کہ مولوی محمد احسن نے مجھے گالیاں دی ہوئی ہیں، اس لئے میں ان سے مباحثہ نہیں کرتا۔ جس پر حافظ صاحب کے نام خط ذیل لکھا گیا۔

☆ لاہور ۱۳ فروری ۱۸۹۳ء حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر باری دواب متعلق رکھانوالہ سلام علی من اتبع الھدی ۔

جب آپ نے میرا اور حکیم نورالدین کا لاہور میں مباحثہ کرایا تھا اور قادیانی وغیرہ نے اپنے خطوں اور ضمیمہ اخبار سیالکوٹ گزٹ میں اس مباحثہ کی نسبت یہ ظاہر و مشتہر کیا تھا کہ وہ مباحثہ تمہارے (محمد حسین) اور حکیم نورالدین صاحب کے مابین نہیں ہوا تھا، بلکہ حافظ محمد یوسف سائل تھے اور حکیم صاحب مجیب اور تم وزیٹر یعنی ناظرین میں بیٹھے تھے. تو میں نے آپ سے اس امر میں شہادت چاہی، تب آپ نے اس شہادت کو

چھپایا، اور ایک جھوٹی بات جواب میں لکھ کر مجھے ٹلایا۔اس وقت سے میں آپ کی طرف سے بدظن ہو گیا اور آپ کو جھوٹا سمجھنے لگا تھا۔مگر اس وقت سے پہلے میں آپ کو متبرک اور با اخلاص اور حضرت عبد اللہ صاحب (غزنوی) کا صحبتی اور فیض یافتہ سمجھتا تھا۔اس کتمان شہادت اور خلاف ورزی کے وقت سے بھی میں آپ کو پورا عیسائی مرزائی نہیں سمجھتا تھا، صرف یہ خیال کرتا تھا کہ آپ غلطی سے قادیانی کو الہامی جانتے ہیں، مگر اس کے بے مرشد ہونے کی وجہ سے اس کو الہام کے معنے سمجھنے میں غلطی کرنے والہ خیال کرتے ہیں (یہ امر آپ نے خود مجھے زبانی کہا تھا) اور اسی خیال سے آپ قادیانی کی حمایت کرتے ہیں۔اس کے عقائد و خیالات کے مصدق نہیں ہیں۔

ان دنوں جو آپ نے ایک شرمناک کاروائی کی ہے اس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ پورے عیسائی مرزائی ہیں اور قادیانی کے خیالات کے مصدق و مئوید اور ان کی اشاعت و ترویج کے دل سے خواہاں۔اسی واسطے میں نے اس خط میں اس سلام سے جو اہل اسلام کو لکھا جاتا ہے، آپ سے خطاب نہیں کیا۔

میں نے متعدد وسائل سے سنا ہے کہ آپ نے ۹ فروری (۱۸۹۳ء) کو میری مجلس سے اٹھ کر اور چینیا نوالی مسجد میں پہنچ کر بڑے زور شور کے ساتھ بیان کیا ہے کہ مولوی محمد حسین، مولوی محمد احسن کے ساتھ مباحثہ سے انکاری ہوئے اور یہ کہہ چکے ہیں کہ میں ہارا۔اس کے بعد آپ گیارہ فروری کو رائے ونڈ سٹیشن پہنچے تو بابو محمد الدین صاحب گوڈس کلرک و غیرہ صاحبوں کے پاس آپ نے یہ بیان کیا کہ میں رخصت لے کر لاہور و قادیان پہنچا اور مرزا غلام احمد اور حکیم نور الدین و مولوی محمد احسن کو مولوی محمد حسین کے ساتھ مباحثہ کرنے کیلئے مستعد کیا، بلکہ مولوی محمد احسن کو اپنے ساتھ لاہور بھی لے گیا اور مولوی محمد حسین کو ان سے مباحثہ کے لئے کہا، تو انہوں نے مباحثہ سے انکار کر دیا اور یہ عذر کیا کہ مولوی محمد احسن نے مجھے گالیاں دی ہوئی ہیں، اس واسطے میں ان سے گفتگو نہیں کرتا۔لہذا میں مایوس ہو کر لاہور سے چلا آیا ہوں اور پندرہ روز کے لئے مولوی محمد احسن کو لاہور چھوڑ آیا ہوں۔اگر آئندہ مولوی محمد حسین مباحثہ چاہیں گے تو مولوی محمد احسن ان سے مباحثہ کریں گے۔

حافظ صاحب یہ دعوی تقدس اور ایسی متبرک و معتبر صحت اور با برکت تو ند اور سفید

ریش اور اتنا بڑا سفید جھوٹ؟ میں نے تو آپ کو بعد تکرار ورد و بدل شرط دعوت و پلاؤ خوری یا پلاؤ خورانی کے، جو آپ کی طرف سے پیش ہوئی تھی، صاف کہہ دیا تھا کہ میں بغیر شرط پلاؤ کھانے یا کھلانے کے ابھی آپ کے ساتھ مولوی محمد احسن کے پاس چلتا ہوں ۔آپ میری ان سے گفتگو کرا دیں ۔جس کے حاضرین مجلس مولوی رحیم بخش صاحب و میاں عمر الدین صاحب حکیم و میاں مولا بخش صاحب طالب العلم انجمن حمایت اسلام و میاں عبداللہ حجام وغیرہ شاہد ہیں اور وہ گواہی دینے کو، جس مجلس میں آپ چاہیں، حاضر ہیں ۔ پھر آپ نے روز روشن میں ایسا جھوٹ باندھنے کی جرئت کیوں کر کی؟ اور وعید شدید لعنة الله على الكاذبين کی کچھ پرواہ نہ کی ۔

حافظ صاحب یہ افتراء پردازی اور دروغ گوئی، کذاب قادیانی کی صحبت و اعتقاد کا نتیجہ ہے ۔آپ کیا تھے اور اب کیا ہو گئے؟ یوسف صدیق کہلاتے تھے اب یوسف کذاب بن گئے اور بئس للظالمين بدلاً کا مصداق ہو گئے ۔

حافظ صاحب آپ اپنی خیر و آبرو اور نیک نامی چاہتے ہیں تو اس سفید جھوٹ سے توبہ کر کے توبہ نامہ، جس میں یہ صاف اقرار ہو کہ یہ بیان جو میری زبان سے نکل گیا ہے یہ محض خلاف واقعہ ہے، آئندہ میں ایسی جرئت نہ کرونگا ۔ میرے پاس فوراً بھیج دیں اور اس کے بعد جب عنقریب رخصت ملے، لاہور کی مسجد چینیاں والی میں آ کر اس توبہ کا اظہار کریں ورنہ میں اس خط کو اپنے رسالہ میں چھاپ دوں گا انشاءاللہ تعالی .....

(اس پیرا گراف میں چند فقرات ایسے تھے جن سے حافظ صاحب کو دنیاوی نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ ہم نے بمراعاۃ دوستی قدیم وہ الفاظ کاٹ کر اس خط کو چھاپا ہے ۔محمد حسین)

۲ ۔ جو چٹھیات میری اور اپنی آپ مجھ سے اس وعدہ پر لے گئے ہیں کہ بعد نقل واپس کروں گا، وہ فوراً واپس کریں ۔ ورنہ میں دوسری کاروائی کرونگا ۔اس کو آپ نوٹس سمجھ لیں ۔ ان چٹھیات کو آپ مرزائی عیسائیوں کو دکھاتے پھرتے ہیں ۔ان سے آپ کوئی عمدہ نتیجہ نہیں نکال سکتے ۔ میں ان چٹھیوں کو خود چھاپونگا ۔اور ان کے اصلی نتائج سے بھی جملہ لوگوں کو آگاہ کروں گا ۔اس خط کے جواب کا تین روز تک انتظار کر کے اس کو چھاپ دیا جائے گا ۔انشاءاللہ تعالی ۔ ابوسعید محمد حسین

حضرت بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس خط کے وصول ہونے پر حافظ یوسف صاحب

گھبرائے اور فوراً لاہور پہنچ گئے اور مسجد چینیا نوالی میں رونق افروز ہو کر مولوی رحیم بخش سے خواستگار شہادت واقع ہوئے۔ مولوی رحیم بخش نے واقع کے مطابق شہادت دی اور یہ بات بخوبی کہہ دی، بلکہ لکھ دی کہ مولوی محمد حسین نے مباحثہ سے انکار نہیں کیا۔ جس پر حافظ صاحب نے دوبارہ گفتگو کی درخواست کی اور یہ بات مولوی رحیم بخش کے ذمہ ڈال دی کہ آپ گفتگو کرا دیں اور اس باب میں ان دونوں کی آپس میں کچھ تحریر بھی ہوئی جو ڈپٹی فتح علی شاہ کے پاس رکھوائی گئی۔

اس قرارداد کے دوسرے دن ۱۵ فروری ۱۸۹۳ء کو مولوی رحیم بخش، خاکسار محمد حسین کے پاس آئے اور رقعہ ذیل مجھے تحریر کر کے دیا۔

☆ مکرمی مولانا مولوی محمد حسین صاحب السلام علیکم۔ آج کی رات میرے اور حافظ محمد یوسف کے درمیان یہ معاہدہ ہوا ہے کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب، مولوی محمد احسن صاحب امروہی سے تقریری بحث نہ کریں تو میں مولوی صاحب کی طرف چھوڑ دونگا۔ اور بحث تقریری میں یہ شرط قرار پائی کہ فریقین مباحث پہلے تقریر کو لکھ کر نہ لاویں۔ بلکہ عین مجلس بحث میں اپنی تقریر بحث کو ساتھ ساتھ لکھاتے جائیں۔ اور حافظ محمد یوسف صاحب نے بھی اقرار کیا کہ اگر شرط مذکور پر مولوی محمد احسن صاحب مولوی محمد حسین صاحب سے تقریری بحث نہ کریں تو میں ان کی طرف چھوڑ دونگا۔ اور ہماری باہمی رائے سے تین علما منصف قرار پائے۔ مولوی خلیفہ حمید الدین صاحب لاہوری۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری۔ اور مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی۔ اور میرے اور حافظ یوسف صاحب کے اس عہد نامہ پر دستخط ہو گئے ہیں اور مجھ کو انہوں نے اجازت دی ہے کہ آپ سے بحث کی تاریخ دریافت کروں کہ آپ کس تاریخ میں بحث شروع کریں گے۔ تاکہ بحث میں کسی ضروری کاروبار کی وجہ سے انقطاع واقعہ نہ ہو۔ لہذا ملتمس ہوں کہ آپ از راہ مہربانی تعین وقت بحث سے مطلع فرمائیں۔ اور دیگر امر یہ ہے کہ حافظ محمد یوسف صاحب نے میرے سے واقعہ ۹ فروری کی شہادت طلب کی۔ میں نے شہادت بیان کی کہ مولوی محمد حسین صاحب نے تقریری بحث سے انکار نہیں کیا، بلکہ وہ شرط مذکورہ پر بحث کرنے کو تیار تھے۔ حافظ محمد یوسف صاحب نے

میری اس شہادت کو قبول کیا۔ فقط والسلام ۔

خاکسار رحیم بخش امام و مدرس مسجد چینیا نوالی۔ ۱۵ فروری ۱۸۹۳ء

حضرت بٹالوی نے اسی وقت اس کا یہ جواب لکھ کر مولوی رحیم بخش کو دے دیا

☆ لاہور ۱۵ فروری ۱۸۹۳ء ۔ مجی مولوی رحیم بخش صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آپ کا خط میں نے مسرت سے پڑھا اور یہ شعر میری زبان سے نکلا

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر می خاست آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

میں پہلے دن سے یہی چاہتا تھا کہ گفتگو بالمشافہ ہو تو تقریری ہو، نہ تحریری (یعنی وہ جس میں تحریر پہلے لکھ کر پیچھے پڑھی جاوے)۔ آپ نے کرامت دکھائی کہ ان سے یہ بات تسلیم کرا دی کہ تقریر کرنے والہ تقریر کرے اور کوئی شخص اس کو ساتھ ساتھ لکھتا جائے ۔ مجھے اس شرط سے بحث بدل منظور ہے ۔ اور یہ بات حافظ صاحب خود پہلے سے مان چکے ہیں اور لکھ کر دے چکے ہیں کہ بحث اس مقام سے شروع ہو گی جس مقام میں ناتمام رہی ہو۔ اب کوئی شرط باقی نہیں رہی ۔ تقرری منصفوں میں اگر میرا کچھ حق ہے تو میں اتنی ترمیم کرنا چاہتا ہوں کہ مولوی احمد اللہ صاحب اور خلیفہ حمید الدین صاحب میں سے ایک شخص کو موقوف کر کے اس کی جگہ مولوی عبداللہ صاحب مدرس یونیورسٹی کالج کو مقرر کیا جاوے ۔ اور اگر میرا کوئی حق نہیں ہے تو میں اس تقرری سابق کو منظور کرتا ہوں تقرری تاریخ کا حافظ صاحب کو اور آپ کو اختیار ہے، جو تاریخ مقرر کریں مجھے منظور ہے۔ اس میں صرف اتنی عرض ہے کہ پانچ شعبان سے پہلے اور ۲۵ شعبان سے پیچھے کی کوئی تاریخ ہو، کیونکہ ۷ شعبان کو میں پورب جانے والہ ہوں، چنانچہ اس امر کو خط مورخہ ۱۳ رجب ۱۳۱۰ھ میں لکھ چکا ہوں، یہ عذر کوئی نیا عذر نہیں ہے ۔ ابوسعید محمد حسین

اس تحریر کو مولوی رحیم بخش خود لے کر منشی محمد احسن امروہی کے پاس گئے، جہاں جملہ حوارین قادیانی جمع تھے۔ اسے پڑھ کر منشی محمد احسن حیران و پریشان ہو گئے ۔ اور قرارداد حافظ صاحب و مولوی رحیم بخش صاحب سے پھر گئے اور تقریری مباحثہ سے انکاری ہوئے ۔ جس کی تصدیق مولوی رحیم بخش کے خط سے ہو سکتی ہے۔ چونکہ اس خط کا ماحصل منشی محمد

احسن امروہی کے خط آئندہ میں موجود ہے، لہذا ہم اس خط کو پورا نقل نہیں کرتے ۔صرف اسکے آخری فقرات نقل کرتے ہیں جنکا محمد احسن نے اپنے خط میں خلاف کیا اور جھوٹ لکھا۔

مولوی رحیم بخش صاحب، منشی محمد احسن صاحب کے گریز وانکار از منظوری قرارداد حافظ صاحب کا حال بیان کر کے لکھتے ہیں

. جب میں رخصت ہونے لگا تو منشی عبدالحق صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب نے شائد آپ سے کوئی بات کرنی ہو۔حافظ (یوسف) صاحب نے فرمایا۔ میں اب کیا بات کروں؟ آپ لوگ میری بات نہیں مانتے ۔ اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا اور جو کچھ میرے سامنے ہوا تحریراً اطلاع دی گئی ہے ۔

رحیم بخش امام و مدرس مسجد چینیا نوالی لاہور

اس انکار وگریز محمد احسن امروہی کے بعد حافظ یوسف صاحب دوبارہ مباحثہ سے مایوس ہوکر اپنے سٹیشن کو سدھارے، مگر جاتے ہوئے ایک شخص کو میرے خط کا ایک ایسا جواب دے گئے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جو انکار از مباحثہ میں نے آپ (محمد حسین) کی نسبت مسجد چینیا نوالی میں اور رائے ونڈ سٹیشن پر بیان کیا ہے، وہ آپ کے ان رقعات میں، جو بالمشافہ آپ نے لکھے تھے اور اس کی نقل مجھے نہیں دی گئی تھی، موجود ہے۔آپ ان رقعات کو بھیج دیں ۔ان رقعات میں انکار نہ نکلا تو میں توبہ کروں گا۔اس جواب کے اخیر میں مرزا قادیانی کی طرح ایک گیڈر بھبکی بھی لکھ گئے، جس کے الفاظ یہ ہیں .مجھ کو آپ سے بھی بہت خوف ہے اللہ آپ کے اوپر رحم کرے۔ میں آپکے معاملہ میں بہت دوستوں کو اطلاع کر چکا ہوں ۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا جواب فوراً تحریر کر کے حافظ یوسف کی طرف روانہ کیا۔مگر چونکہ حافظ صاحب اپنا خط قاصد کو دے کر روانہ ہو چکے تھے لہذا وہ خط مع نقول خطوط مطلوبہ ان کے پاس بذریعہ ڈاک معرف منشی محمد الدین گوڈس کلرک رائیونڈ بھیجا گیا جس کی نقل یہ ہے۔

☆ لاہور۔۱۵ فروری ۱۸۹۳ء حافظ محمد یوسف صاحب

سلام علی من اتبع الھدی ۔ آپ جس وقت اور جس مکان میں کسی مسلمان کے (جو مرزائی نہ ہو) چاہیں وہ خطوط لے کر میں خود حاضر ہوتا ہوں ۔ بہتر یہ ہے کہ

مسجد چینیا نوالی میں آپ آ جائیں اور مجھے بلا لیں ۔ وہی خطوط منصف رہے ۔ اور اگر میرے سامنے ہونے سے آپ کو انکار ہو تو مولوی رحیم بخش صاحب کو میرے پاس بھیج دیں ۔ میں ان کو خط دیدونگا ۔ انشاء اللہ تعالی ۔

۲ ۔ آخر خط میں جو آپ نے ایک گیڈر بھبکی سنائی ہے، یہ قادیانی کی شاگردی کا اثر ہے آپ اگر اس گیڈر بھبکی میں سچے ہیں تو اس کی تفصیل بیان کریں تاکہ اس سے آپ کا کذاب ہونا ہر کس و ناکس پر روشن ہو جائے (قادیانی کی گیڈر بھبکی کا جو انجام ہوا اس کو آپ رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ا و ۲ جلد ۱۵ میں ملاحظہ کریں) ۔

۳ ۔ مولوی رحیم بخش صاحب آج مجھے تحریر کر کے دے گئے ہیں کہ انہوں نے آپ کے سامنے میرے بیان کی تصدیق کی اور یہ کہا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب نے مباحثہ سے انکار نہیں کیا اور آپ نے اس کو اس وقت تسلیم کیا ۔ اب آپ مولوی رحیم بخش صاحب کو اپنے بیان کا مصدق بتاتے ہیں ۔ یہ دوسرے جھوٹ کا آپ نے ارتکاب کیا اور اپنے دعوی صدیق ہونے کو آپ نے جھٹلایا ۔

یہ خط فوراً ہم دست میاں عمر الدین صاحب حکیم آپ کے فرودگاہوں پر بھیجا گیا، تو معلوم ہوا کہ آپ کوچ کر گئے ہیں ۔ اب فرمائیے وہ خطوط کس کو دکھلائے جائیں ،اور توبہ کون کرے؟ توبہ نہ ہوئی تو وہ خط جو آپ کے پاس منشی محمد الدین صاحب کی معرفت بھیجا گیا تھا، ضرور چھاپا جائے گا انشاء اللہ تعالی

خطوط مطلوبہ کی نقلیں مرسل ہیں ۔ اگر نقول میں کچھ شک ہو تو جب چاہیں تصدیق کر سکتے ۔ فرق نکلا تو آپ کو توبہ سے بری کیا جاوے گا ۔ اب آپ کو مناسب ہے کہ نقول دیکھ کر جلد توبہ نامہ ارسال کریں ۔ ورنہ خط سابقہ کے چھاپنے پر آشفتہ نہ ہوں اور افسوس نہ کریں ۔ ابوسعید محمد حسین

(دم تحریر روئداد ہذا ،توبہ نامہ نہیں آیا تھا لہذا خط چھاپا گیا ۔ محمد حسین)

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ حافظ محمد یوسف صاحب کے ناراض و مایوس ہو کر چلے جانے سے منشی محمد احسن صاحب پشیمان ہوئے اور اپنے گروہ میں فراری تصور کئے گئے ۔ تب اپنی پشیمانی کو دور کرنے اور اپنے گروہ کے آنسو پونچھنے کی غرض سے ایک طولانی خط ٦

صفحہ کا خاکسار کے نام لکھا اور حکیم فضل الٰہی صاحب کے ہاتھ ۱۶ فروری کو میرے پاس بھیج دیا۔اس خط کا جواب دیا گیا جو ذیل میں منقول ہے اور اسی میں اس خط کا ماحصل موجود ہے۔

☆ لاہور ۱۷ فروری ۱۸۹۳ء منشی (یا مولوی) محمد احسن صاحب ۔ سلام علی من اتبع الھدیٰ ۔آپ کا خط معرفت حکیم فضل الٰہی صاحب وصول ہوا ۔ اس خط کا اکثر حصہ وہی طعن وتمسخر و ہزلیات اور خارج از مبحث خیالات ہیں۔ ازانجملہ مطلب کی باتیں جو لائق جواب ونوٹس لینے کے ہیں صرف آٹھ ہیں، جو ذیل میں منقول ہیں۔

۱۔ میری جانب سے وہ شرط ہے جو کئی مرتبہ لکھ چکا ہوں (یعنی پہلے تحریر ہو پیچھے تقریر)

۲۔ آپ تحریری مباحثہ سے کیوں گریز فرماتے ہیں۔

۳۔ جو تحریرات بالمشافہ مابین حافظ محمد یوسف صاحب اور جناب کے واقع ہوئی ہیں، ان سے آپ کا انکار از مباحثہ ثابت ہے، اسی واسطے آپ ان کی نقل نہیں دیتے۔

۴، مولوی رحیم بخش نے تجویز مباحثہ میں آپ کی رعایت کی ہے اور حافظ محمد یوسف کو دھوکہ دیا ہے۔تینوں منصف آپ کے ہم خیال ہیں، ہمارا کوئی نہیں۔

۵۔آپ پورب کا سفر موقوف کریں۔

۶۔ایک ماہ کے قریب آپ نے مجھے بٹالہ میں روکا۔

۷۔ میں پنجاب میں مہمان ہوا ہوں، مجھے ناشتہ تو دلوایئے ۔اور مطالبات خمسہ کا جواب بھی دیجئے جو ہم لف ہیں۔

۸۔آپ نے بٹالہ میں درخواست مباحثہ داخل کی۔جب ادھر سے جواباً تحریک ہوئی تو آپ لاہور چلے گئے۔جس پر بٹالہ کے منصف میر امتیاز علی صاحب نے یہ بات کہی کہ ہم کو تو اب منہ دکھلانے کی بھی جگہ نہ رہی کیونکہ مولوی صاحب مباحثہ شروع کر کے بلا اجازت لاہور چلے گئے۔

(مولانا بٹالوی جواباً کہتے ہیں) آپکے خط کے حصہ طعن وتمسخر کے متعلق صرف اس قدر گذارش نوٹس ایبل ہے کہ اگر یہ طعن وتمسخر آپ کی جبلی صفت اور اضطراری حرکت ہے، تو مصداق مقتضائے طبیعتش این ست ، میں اسکا نوٹس نہیں لیتا، اور نہ اس سے آپکو منع کرسکتا ہوں کیونکہ

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست نرود جز بوقت مرگ از دست

ایک جچی تلی بات ہے۔

اور اگر یہ اختیاری حرکت ہے، اور اس غرض سے ہے کہ آپ کا متعاقب گالیوں سے ڈر کر آپ کا تعاقب چھوڑ دے گا تو اس خیال کو آپ دماغ سے نکال کر اس طعن و تمسخر سے باز آویں۔ اس سے وہ غرض ہرگز حاصل نہ ہوگی کیونکہ خاکسار اپنے فرض منصبی اور شعار مذہبی، نصرت حق اور دمغ باطل و ردکفریات قادیانی و کشف مکاید آن بہتانی ہرگز نہ چھوڑے گا۔ چنانچہ پہلے بھی نمبر ۴ جلد ۱۳، اشاعۃ السنۃ میں عرض کر چکا ہوں آپ کی تعریضات یک طرف رہی، تصریحات پر بھی اپنی آنکھ اور کان کو بند کرے گا، اور جواب دے گا تو صرف اسی بات کا جس کو ردکفر قادیانی سے تعلق ہوگا۔ اور اس میں اس شاعر کی موافقت کرے گا جو اپنی معشوقہ کی دھن میں کہہ گیا ہے

اصم اذا نودیت باسمی واننی　　اذا قیل لی یا عبدھا لسمیع

(جب مجھے میرے نام سے پکاریں گے، میں بہرا ہو جاؤں گا۔ اور جب کہیں گے اے فلاں معشوقہ کے غلام، تو سن لوں گا)

اور اپنی خدادا د راحت اور ناچیز عزت و آبرو کو آنحضرت ﷺ اور آپ کے دین پر قربان کر دے گا اور اس میں حضرت حسان کا پیرو ہوگا جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی توہین کرنے والے کے جواب میں یہ اشعار جواہر آبدار نظم فرمائے ہیں

ہجوت محمداً فاجبت عنہ　　وعند اللہ فی ذاک الجزاء

ہجوت محمداً براًتقیاً　　رسول اللہ شیمتہ الوفاء

فان ابی ووالدتی وعرضی　　لعرض محمد منکم وقاء

(تو نے محمد کی ہجو کی ہے۔ میں اس کا جواب دیتا ہوں، جس کی جزا خدا کے پاس ہے۔ تو نے محمد کی، جو نیکوکار پرہیز گار ہے، ہجو کی ہے، جو خدا کا رسول ہے جس کی صفت وفاداری ہے۔ سو میرے ماں باپ اور آبرو آنحضرت ﷺ کی آبرو کے لئے تمہاری بدگوئی سے سپر ہیں)

آپ کے مرشد قادیانی کھلے الفاظ سے آنحضرت ﷺ اور ان کے دین کی توہین کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی بشارت عیسوی مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کو آنحضرت سے مٹاتے اور اپنے اوپر لگاتے ہیں (ازالہ اوہام قادیانی صفحہ ۶۷۳۔ اور اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۴ ملاحظہ ہو)، آنحضرت ﷺ کی مہر نبوت کو توڑ کر اپنے آپ کو

خاتم بناتے ہیں (ازالہ اوہام۔ ص ۶۷۳، توضیح المرام۔ ص ۱۹۔ اشاعۃ السنہ ص ۱۶ نمبر ۴ جلد ۱۳)، آنحضرت ﷺ کی فتح سیفی کو ناچیز کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اوران کے خلفاء وغیرہ کو فتح وغلبہ دین وغیرہ معارف قرآن کے معنے سے بے خبر بتاتے ہیں (ازالہ اوہام۔ص ۶۷۸۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۴ ص ۴۵)۔ آنحضرت ﷺ کو ابن مریم اور دجال وغیرہ کی پوری حقیقت منکشف ہونے سے محروم بتاتے ہیں (ازالہ اوہام۔ص ۶۹۱ میں آنحضرت ﷺ کے حق میں یہ گستاخانہ الفاظ مرقوم ہیں . ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے ...منکشف نہ ہوئی ہو۔اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصلی کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی ہوئی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ہی ظاہر فرمائی گئی ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں) وعلی ہذا القیاس۔ اور آپ ان سب کفریات وتوہین کو معارف وحقائق قرار دیتے ہیں۔اس پر اگر یہ خاکسار نصرت دین اور ذب (مدافعت توہین) سید المرسلین ﷺ کیلئے کھڑا ہوا اور اس کے مقابلہ میں آپ مجھ پر تعریض سے طعن کریں، یا تصریح کے ساتھ ماں بہن جورو بیٹی کی گالیاں دیں، تو اس سے بڑھ کر میرے لئے خدا کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک کوئی عزت کا مقام نہیں۔ پہلے تو آپ کے مرشد نے یہ ڈیوٹی اختیار کی تھی اور فیصلہ آسمانی وغیرہ تحریرات میں خوب دل کھول کر گالیاں سنائیں۔اب اس کی خلافت آپ کو دی ہے، آپ شوق سے جو چاہیں سو کہیں، اوراس ناچیز کو (جو اپنی حیثیت وعزت قطرہ آب ومشت خاک سے زیادہ نہیں سمجھتا) اعزاز بخشیں اور عزت بڑھائیں۔

(آپ کی) اصل مطلب کی باتوں کا جواب۔

☆ ۱۔ مرحبا جزاك الله ۔اس شرط پر اصرار کا اظہار فرما کر آپ نے ہمارے بیان کو پورا تصدیق کیا اور کس وناکس کو یقین دلایا کہ آپ کو بالمشافہ تقریری مباحثہ سے صاف اور کھلم کھلا انکار ہے۔

☆ ۲۔ تحریری مباحثہ سے گریز کرنے والے پر ہزار لعنت اور جھوٹے پر آپ جس قدر تجویز کریں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

منشی صاحب میں نے اپنے خط میں ضبط تحریر کو صاف الفاظ میں منظور کیا ہے، صرف اس قدر بڑھا دیا ہے کہ تقریر پہلے ہو اور تحریر پیچھے۔اور پھر دوسرے خط میں مولوی رحیم بخش

صاحب اور حافظ صاحب کی تجویز کے مطابق یہ بھی مان لیا ہے کہ تحریر، تقریر کے ساتھ ساتھ ہوتی جائے۔ پھر تحریر سے گریز و انکار کے کیا معنی؟ ہاں اگر آپ صرف تحریری مباحثہ بلا مشافہ و مواجہ چاہتے ہیں اور سامنے ہونے سے ڈرتے اور گھبراتے ہیں، چنانچہ آپ کا بٹالہ اور لاہور میں اپنے مطالبات کا جواب غائبانہ تحریری طلب کرنا، مشعر ہے، تو اس امر کیلئے بھی بندہ حاضر و مستعد ہے۔ مگر اس صورت میں فریقین کو کسی خاص جگہ کی پابندی ضروری نہیں۔ یہ کام ہر جگہ بیٹھ کر ہوسکتا ہے۔ آپ امروہہ یا بھوپال تشریف لے جاویں، بندہ کو پورب جانے کی اجازت دیں، پھر طرفین سے کاغذی گھوڑے دوڑتے رہیں گے۔

اس میں پہلے بھی اتنی عرض کی گئی ہے، اور پھر کی جاتی ہے کہ اس تحریری مباحثہ میں الاقرب فالاقرب (یعنی جو قریب ہے وہ استحقاق جواب وخطاب میں قریب ہے) اور کبر الکبرا (بڑے کا لحاظ کرو۔ یعنی بات میں اس کو مقدم کرو۔ یہ حدیث صحیح مسلم ص ۵۵ ج ۲ کے الفاظ ہیں اس پر منشی صاحب معترض ہوئے ہیں کہ یہ کس زبان کا محاورہ ہے اور اس کے معنے کیا ہیں۔ جیسا کہ آگے آئے گا) کا لحاظ رہے گا۔ پہلے آپ کے مرشد کا حق ادا ہوگا پھر آپ کا۔

☆ ۳۔ ان تحریرات کی نقل کل آپ کے وکیل اور اپنے دوست حکیم فضل الٰہی صاحب سے مطابق باصل کرا کر حافظ محمد یوسف صاحب کے پاس روانہ کی گئی ہے۔ ان تحریرات سے انکار از مباحثہ ثابت ہوا تو میں اپنی شکست مان لونگا۔ ورنہ آپ کو اپنی شکست ماننی پڑے گی۔ اور اس پر بحث ختم ہوگی۔

☆ ۴۔ مولوی رحیم بخش صاحب میرے عزیز دوست ہیں مگر وہ آپ کے معاملے میں نہ میرے مشیر ہوئے نہ وکیل۔ اور انتخاب دو منصفوں (خلیفہ حمید الدین صاحب اور مولوی احمد اللہ صاحب) کا تو حافظ (یوسف) صاحب کی تجویز سے ہوا ہے۔ تیسرے منصف کا انتخاب مولوی (رحیم بخش) صاحب کی تجویز سے۔ پس اس میں غلبہ حافظ صاحب کو ہوا۔ لہذا اگر رعایت کا الزام دیتے ہیں تو حافظ صاحب کو دیں۔ چنانچہ آپ نے خود اس مجلس میں، جس میں آپ کو میرا خط ملا تھا، حافظ صاحب کو دو دفعہ رعایت کا الزام دیا تھا (ملاحظہ ہو تحریر مولوی رحیم بخش سابق میں) اب وہ الزام مولوی رحیم بخش پر (جو کم گو اور

سیدھے آدمی ہیں) لگایا جاتا ہے۔ یہ قادیانی کی سنت کذب کی پیروی ہے۔ اس میں آپ سچے ہیں تو حاضرین مجلس مذکور سے اس پر حلفی شہادت دلوا دیں کہ اس مجلس میں کس شخص پر یہ الزام قائم ہوا تھا۔

گذشتہ راصلوۃ آئندہ آپ اپنا منصف خود منتخب کر لیں مگر آپ پہلے مباحثہ تقریری کو تو منظور کر لیں۔ مباحثہ منظور نہیں، تو منصف کیا کریں گے؟

☆ ۵۔ بہت اچھا میں سفر موقوف کر دونگا۔ اگر آپ مباحثہ تقریری منظور کریں۔ اور جلد میدان میں نکلیں۔ وہ نہ ہو کہ میں تیاری سامان سفر کروں اور ریل کا ٹکٹ لے لوں، تب آپ پیام مباحثہ بھیجیں۔ میں ایک ہفتہ کی آپ کو اور مہلت دیتا ہوں۔ جس دن آپ میدان میں آئیں گے، اسی دن ایک گھنٹہ میں آپ کا کام تمام کروں گا۔ انشاء اللہ

☆ ۶۔ جھوٹ بولنا اور نجاست کھانا یکساں ہے۔ ۱۶ جنوری ۱۸۹۳ء کو میں نے مباحثہ کی درخواست کی۔ اور ۳۰ جنوری کو آپ نے مباحثہ لاہور کے وعدہ پر ٹلا کر مجھے رخصت کیا اور ۳۱ جنوری کو میں لاہور آ پہنچا۔ پھر ایک ماہ کے قریب میں نے آپ کو کیوں کر بٹالہ میں روکا؟ یہ کہیے کہ بٹالہ کی روٹیوں اور دعوتوں نے (آپ کو) روکا۔

☆ ۷۔ میں قبل از سوال آپ کے، آپ کو مہمان سمجھ کر، آپ کی مہمان نوازی کر چکا ہوں اور آپ کے مطالبات کا جواب لکھ چکا ہوں۔ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۲ جلد ۱۴ ص ۳۷۷ لغائت ۳۷۹ ملاحظہ ہو۔ اب اس مہمان نوازی کا اعتراف چاہیے، من لا یشکر الناس لا یشکر الله ۔

☆ ۸۔ یہ تو آپ نے سفید اور ڈبل بلکہ ٹرپل جھوٹ بولا ہے۔ ایک جھوٹا افتراء کیا کہ بلا اجازت لاہور چلے گئے۔

کیا آپ نے مولوی احمد علی صاحب سے منصف صاحب کے روبرو (اپنے آخری خط میں منشی صاحب نے اس قدر اعتراف کر لیا ہے کہ میرے سامنے وہ رقعہ لکھا گیا۔ اس وقت منصف صاحب کے موجود ہونے سے بھی انکار نہیں کیا۔ محمد حسین) اس مضمون کا رقعہ میرے نام نہیں لکھوایا کہ وہ (محمد حسین) اپنا کیوں حرج کرتے ہیں؟ لاہور کو چلے جاویں۔ جواب بذریعہ ڈاک پہنچ جاوے گا۔ آپ کو اس سے انکار ہے تو اس رقعہ کی تصدیق کے لئے بٹالہ چلیں۔ سفر خرچ مجھ سے لیں۔ چلو اسی ایک بات میں سچ جھوٹ کا فیصلہ ہوتا

ہے اور کسی مباحثہ کی ضرورت نہیں رہتی۔

دوسرا جھوٹ منصف صاحب پر کہ انہوں نے وہ کلمہ فرمایا، جو ان کی شان اور منصب منصفی سے بعید ہے۔ منصف کے سامنے جب آپ نے رقعہ اجازت سفر لکھوایا، تو منصف صاحب کا وہ کہنا کب ممکن تھا۔ آپ سچے ہیں تو بٹالہ چلیں اور ایک مجلس رؤساء میں منصف صاحب سے وہ کلمہ کہلا دیں۔

تیسرا جھوٹ مجھ پر کہ اس طرف سے جواباً تحریک مباحثہ ہونے اور مباحثہ شروع کرنے کے بعد آپ لاہور چلے گئے۔ آپ نے جواب کب دیا اور مباحثہ کب شروع ہوا؟ میں نے ۱۶ جنوری ۱۸۹۳ء کو سوال مباحثہ کیا تو آپ نے میرے ریمائنڈر بھیجنے کے باوجود میرے سوال کا جواب نہ دیا۔ اور اس مضمون کا رقعہ لکھوا دیا کہ لاہور جاویں جواب بذریعہ ڈاک پہنچے گا۔

پھر ۱۷ تاریخ کی شب کو میرے روانہ ہونے کے بعد جواب لکھا اور ۱۸ یا ۱۹ جنوری کو شاہ صاحب کو دیا۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ بعد جواب و شروع مباحثہ چلے گئے، سفید جھوٹ نہیں تو جھوٹ کی کیا تعریف ہے؟ اور عقد مباحثہ صرف میرے سوال سے کیونکر ہو گیا تھا؟ عقد ایجاب و قبول دونوں سے ہوتا ہے، یا صرف ایجاب سے استحقاق استمتاع حاصل ہو سکتا ہے؟

یہ میری آخری تحریر ہے۔ اس کا جواب ہو، تو یہ ہو کہ آپ میدان میں نکلیں۔ اس کے سوا کوئی اور جواب دیں گے تو میں اس کا جواب نہ دونگا۔ پبلک خود انصاف کرے گی کہ کون ہارا اور کون مرد میدان نکلا۔

اب میں ایک جنرل رول بتاتا ہوں جس سے آپ صاحبوں کے مدت کے خیالی اور لفظی اور کاغذی مباحثوں کا اختتام ہو۔ ہینگ لگے نہ پھٹکری۔ اور نتیجہ آسانی سے نکل آوے۔ وہ یہ ہے

کہ آپ اور آپ کے بڑے بھائی حکیم نور الدین صاحب اور دونوں کے روحانی باپ قادیانی صاحب اگر تقریری مباحثہ نہیں چاہتے اور صرف تحریری مباحثہ پر جرئت کر سکتے ہیں تو اس امر کے لئے آئندہ تحریر کی تکلیف نہ اٹھاویں۔ بلکہ جو تحریریں پہلے خوب سوچ ساچ، گھوٹ گھاٹ کر ضبط کی ہوئی ہیں۔ اور بعض چھپی ہوئی ہیں، ان کو اور

اس کے مقابلے میں خاکسار کی مطبوعہ تحریرات کو ایک مجلس میں، جس میں تین منصف حسب انتخاب فریقین موجود ہوں، پیش کر دیں۔

اس امر کیلئے بھی مجلس میں نہ آسکیں تو وہ تحریرات غائبانہ منصفوں کے پاس بھیجی جائیں، پھر جو فریق ان تحریرات کی رو سے منصفوں کے اتفاق سے غالب اور حق پر ثابت ہو اسی کو باقی مسائل اور عقائد میں غالب اور حق پر سمجھا جاوے۔

دیکھو کس آسانی سے مباحثہ ختم ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور تجویز تصفیہ کوئی کیا نکال سکتا ہے۔ اس کو بھی آپ تسلیم نہ کریں تو آپ کے حق میں بجز دعاء کیا ہوسکتا ہے۔

ابوسعید محمد حسین

حضرت بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس خط کا جو جواب امروہی صاحب نے دیا ہے اس میں تقریری مباحثہ (جس میں تقریر پہلے ہو اور تحریر پیچھے یا تقریر کے ساتھ ساتھ تحریر ہو) سے صاف انکار کیا ہے اور یہ لکھ دیا ہے کہ تحریر پہلے ہو اور تقریر پیچھے، اور آخری جنرل رول کو قبول کر کے اس مباحثہ کی تحریرات یا قادیانی و حکیم نورالدین کے سابق مباحثہ کی تحریرات کو مجلس میں پیش کرنا بھی منظور نہیں کیا، اور اس کی جگہ یہ چاہا ہے کہ ان کے اعلام حصہ دوم کو مجلس میں پیش کر کے اسی وقت اس کا جواب لیا جائے گا، لہذا خاکسار نے حسب قرارداد اپنے خط کے انکے اس خط کا کوئی جواب نہیں دیا، اور نہ آئندہ ان کے کسی خط یا پیام کا جواب دونگا۔ ہاں تقریری مباحثہ کیلئے وہ جب چاہیں، حاضر ہوں جس سے اپنا مقصود ظاہر کر چکا ہوں۔

حضرت بٹالوی آخر میں فرماتے ہیں کہ اس خط کے متعلق اپنے ناظرین اور حافظ محمد یوسف صاحب اور ان کی پارٹی منشی عبدالحق اکوئنٹنٹ پنشنر (جن کے مکان پر منشی محمد احسن صاحب فروکش تھے) اور منشی الٰہی بخش صاحب اکوئنٹنٹ وغیرہ کو جو اس مباحثہ کے بانی یا اس کے معاون و شریک تھے، چند امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں

☆ امر اول۔ محمد احسن امروہی نے اس خط میں ایسی فحش گوئی کی ہے کہ اس میں عام فاسقوں کو، جو بازاروں میں پھکڑ بازی کرتے ہیں، پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ایک ایسا تلازم باندھا ہے جس میں اپنے زانی یا لوطی ہونے کی خواہش ظاہر کی ہے،.... جو لوگ درحقیقت زنا یا لواطت کے مرتکب ہوتے ہیں، وہ بھی (اگر کچھ پڑھے لکھے ہوں) اس امر کی تمنا و اظہار تحریروں میں نہیں کرتے۔ آپ اس مراد کو نہیں پہنچے، مگر فرط حیا اور دلیری سے اس ارتکاب کی

تمنا تحریروں میں ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس میں خوف آخرت ننگ دنیا مواخذہ قانون عدالت کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ مرزا قادیانی نے اعلام حصہ دوم میں منشی صاحب کی اس قسم کی فحش گوئی دیکھ کر ان کو اس کام کیلئے نوکر رکھا ہے کہ وہ اشاعۃ السنۃ کو گالیاں دے کر مقابلہ قادیانی سے روکیں۔ آپ صاحبان تو الہامی صوفی مشہور ہیں۔ آپ بھی قادیانی کے اس مدعا ومراد کے معاون ہوں گے؟ اور اس فحش گوئی پر بھی ان لوگوں سے علیحدہ نہ ہوں گے؟

☆ امر دوم۔ اس خط میں محمد احسن امروہی نے اقرار کیا ہے کہ مولوی احمد علی صاحب نے وہ خط (جس کا ذکر پہلے ہوا) میرے سامنے لکھا ہے۔ اس سے حافظ صاحب اور ان کی پارٹی منشی محمد احسن کے ایک اس بیان میں جھوٹے ہونے کا یقین کریں کہ تم (محمد حسین) پہلی دفعہ بلا اجازت لاہور گئے ہو۔ کیونکہ وہ رقعہ جس میں اجازت صاف مرقوم ہے آپ کے سامنے لکھا گیا۔ اور آپ نے کم سے کم اس کو مسلم رکھا اور اس سے منع نہ کیا۔ تو پھر اجازت میں کیا کسر رہ گئی اور بلا اجازت جانا کیونکر صحیح ہوا۔ دوسرا اس قول میں محمد احسن صاحب کے جھوٹے ہونے کا یقین کریں جو منصف صاحب کا انہوں نے نقل کیا۔ اس خط کے آپ کے سامنے لکھے جانے کے وقت منصف صاحب موجود تھے تو پھر وہ بات کیونکر کہہ سکتے تھے۔

☆ امر سوم۔ منشی محمد احسن صاحب نے اپنی عادت لفظی نکتہ چینی کے مطابق ہمارے لفظ کبر الکبرا پر یہ سوال کیا ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں اور یہ کس زبان کا محاورہ ہے؟ ذرہ بیان تو فرمایا جاوے تاکہ اس ہیچ مدان کی سمجھ میں آجائے۔

اس سے حافظ صاحب اور ان کی پارٹی یہ نتیجہ نکالیں کہ محمد احسن امروہی عالم نہیں، محض جاہل ہیں اور بلحاظ علم بھی وہ خطاب علماء کے لائق نہیں۔ یہ لفظ سید العرب آنحضرت ﷺ کی حدیث کے الفاظ ہیں جو صحیح مسلم کے (جو ادنی اہل علم کے مطالعہ میں رہتی ہے) صفحہ ۵۵ جلد ۲ میں موجود ہیں۔ امروہی صاحب ایسی مشہور کتاب حدیث کے الفاظ کو خلاف محاورہ سمجھ کر ان پر معترض ہوئے ہیں، پھر دعوی علم و مباحثہ علماء سے شرم نہیں کرتے۔

مباحثہ ۱۸۹۳ء

مابین

حضرت بٹالوی وحکیم نورالدین

مولانا محمد حسین بٹالوی اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ میں (بصفحات ۴۱۳ تا ۴۱۶) لکھتے ہیں کہ میں یکم مارچ ۱۸۹۳ء کو بارادہ سفر پورب، ریلوے سٹیشن لاہور پہنچا اور (ٹرین کے) ایک کمرہ میں اپنا سامان سفر رکھ کر پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ ناگاہ حکیم نور الدین جمونی بھیروی تشریف لائے اور بحکم قضا و قدر اسی کمرہ میں بیٹھ گئے۔ میں اس خوف سے کہ مبادا حکیم صاحب مجھے دیکھ کر اس کمرہ سے منتقل ہو جائیں، پلیٹ فارم ہی پر ٹہلتا رہا۔ جب روانگی کا وقت قریب پہنچا تو میں ٹرین کے کمرہ میں داخل ہوا اور جاتے ہی حکیم صاحب کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ حکیم صاحب آپ کا مزاج اچھا ہے؟ (ایسا ہی غیر مسلم آشناؤں سے ملنے کا میرا دستور ہے) اس کے بعد میں نے اپنا ایک خواب یا بیداری کا ایک خیال بیان کیا جو اسی شب یا اس سے پہلے روز وقوع میں آیا تھا کہ میں نے چاہا تھا کہ حکیم صاحب کے مسکن بھیرہ جاؤں اور ان کو تبلیغ احکام اسلام و دعوت عقائد اسلامیہ کروں۔ مگر مجھے اس سے یہ خوف مانع ہو گیا کہ مبادا ان کے مکان پر میرے لئے کوئی فتنہ پیش آجائے۔ اس وقت جو آپ کو اس کمرہ میں رونق افروز ہو کر میرے پاس بیٹھے ہیں، تو یہ واقعہ میرے اس خواب یا خیال کی تعبیر ہے۔

اس کے بعد میں نے کہا کہ کمال افسوس کا مقام ہے کہ آپ سے ہمارا کئی وجہ سے اتحاد و تعلق تھا۔ اسلام، وحدت مذہب محدثانہ، دوستی، ہم وطنی وغیرہ، مگر مرزائی عقائد کے اختلاف سے وہ اتحاد و تعلق قطع ہو گیا اور تقطعت بھم الاسباب کا مضمون صادق آیا۔ اس کو حکیم صاحب نے بھی تسلیم کیا اور اس پر افسوس ظاہر فرمایا۔

اس کے بعد میں نے کہا کہ حکیم صاحب مدت سے میں اس امر کا خواہاں تھا کہ ہماری آپ کی بالمشافہ گفتگو ہو، اور مباحثہ جو ۱۴ اپریل ۱۸۹۱ء کو بمقام لاہور شروع ہو کر ناتمام رہ گیا ہے، پورا ہو۔ مگر ناجائز شروط نے، جو آپ کی طرف سے ہوتی رہی ہیں، یہ موقع نہ آنے دیا۔ اب جو حسب اتفاق ہمارا اور آپ کا ایک جگہ جمع ہونا میسر ہے، آپ اجازت دیں تو میں اس گفتگو کو پورا کرلوں۔

☆ حکیم صاحب نے فرمایا کہ ہاں شروع کیجئے۔

☆ اس پر خاکسار محمد حسین نے کہا کہ اس مباحثہ (لاہور۔ ۱۸۹۱ء) میں میرے سوال نمبر ۲۳ کے جواب میں آپ نے اس امر کو تسلیم کیا ہوا ہے کہ

احادیث میں جہاں لفظ ابن مریم آیا ہے اس کی نسبت مجھے یہ علم نہیں کہ صحابہ اس لفظ سے عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھتے تھے یا کسی مثیل ابن مریم کو،

اور میرے آٹھویں سوال کے جواب میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ الفاظ قرآن و حدیث کے ظاہری معنی مراد لینا واجب ہے، جب تک ان ظاہری معنے سے کوئی مانع قطعی نہ ہو

اور یہ بات بھی مسلّم کل ہے کہ لفظ ابن مریم کے ظاہری معنی عیسی ابن مریم کے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن میں اس لفظ سے صحابہ کا اسی معنی کو سمجھنا آپ نے سوال نمبر ۲۳ کے جواب میں تسلیم کرلیا ہے۔

اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حدیث کے لفظ ابن مریم کے بھی عیسی نبی اللہ کے معنے مراد ٹھہرانا واجب ہے، اور یہی معنے صحابہ نے سمجھے ہیں۔ پھر آپ اس لفظ حدیث سے مثیل ابن مریم کیوں مراد سمجھتے ہیں؟ اس کے حقیقی وظاہری معنے سے آپ کی نظر میں کون سا مانع قطعی ہے؟

مولانا فرماتے ہیں کہ میری باتیں سن کر حکیم صاحب پر یوں سکوت طاری تھا کہ کانّ علی رأسه الطیر کا معاملہ نظر آرہا تھا۔ وہ کچھ نہ بولے تو میں نے کہا شائد آپ حدیث کے اس لفظ کے ظاہری و حقیقی معنے مراد لینے سے اس امر کو مانع قطعی سمجھتے ہوں گے کہ آپ کے نزدیک قرآن سے حضرت مسیح کی قطعی وفات ثابت ہے اور یہ خیال کرتے ہوں گے کہ جب وہ مرچکے ہیں تو پھر اس حدیث سے (جس میں مسیح بن مریم کے آنے کی خبر ہے) بجز مثیل مسیح کے کیا مراد ہوسکتا ہے۔

اس پر حکیم صاحب نے فرمایا کہ ہاں میری یہی ایک دلیل ہے جو اس لفظ سے حقیقی اور ظاہری معنے مراد ہونے سے قطعی مانع ہے۔

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس پر میں نے پوچھا کہ آپ کے پاس حضرت مسیح کے فوت ہو جانے پر کون سی قطعی دلیل ہے۔

حکیم صاحب نے جواب میں آیت

یا عیسی انّی متوفیک و رافعک الیّ (یعنی اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ پھر اپنی طرف اٹھانے والہ ہوں)۔

پڑھی اور کہا کہ حضرت عیسی کے رفع کو تو آپ بھی مانتے ہیں، پس چاہیے کہ ان کی وفات کو بھی مان لیں۔ کیونکہ آیت میں توفّی کا ذکر پہلے ہوا ہے اور رفع کا ذکر پیچھے ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی توفّی پہلے ہوئی اور رفع پیچھے۔ اس کی نظیر وہ آیت قرآن ہے جس میں افعال حج کے بیان میں خدا تعالی نے صفا پہاڑ کے طواف کا ذکر پہلے کیا اور مروہ کے طواف کا پیچھے۔ تو اس سے آنحضرت ﷺ نے سمجھ لیا کہ شروع طواف صفا سے چاہیے۔ اور آپ ﷺ نے صاف فرما دیا ابدوا بما بدء الله یعنی تم اسی پہاڑ سے طواف شروع کرو جس کا ذکر خدا نے پہلے کیا۔

حضرت بٹالوی بتاتے ہیں کہ اس خاکسار نے اپنا بیگ کھول کر اس میں سے اشاعۃ السنہ نمبر ایک لغایت ۴ جلد ۱۴ نکال کر حکیم صاحب کو بتایا کہ

اولاً تو اس آیت میں کسی دلیل سے توفّی کے معنی وفات کے متعین و متیقن نہیں ہیں اور نہ لغت عربی میں توفّی معنے وفات کے لئے مخصوص ہے۔ لہذا جائز و ممکن ہے کہ اس آیت میں توفّی سے حضرت مسیح کا زندہ اٹھایا جانا مراد ہو اور وہی مراد لفظ رفع سے ہو۔ چنانچہ امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں

ان التوفی هو القبض یقال وفانی فلان دراهمی ... فتوفیتها منه کما قال سلم فلان دراهمی الی وتسلمتها منه و قد یکون ایضاً توفی منه استوفی و علی کلا الاحتمالین لان اخراجه من الارض و اصعاده الی السماء توفیا له فان قیل فعلی هذا الوجه کان التوفی عین الرفع الیه فیصر قوله رافعک الی تکرارا ... قلنا قوله انی متوفیک یدل علی

حصول المتوفی و ہو جنس تحته انوا ع بعضها با لا صعاد الی السماء فلما قا ل بعد و را فعک الی کا ن ہذا تعیینا للنوع و لم یکن تکرا راْ ۔

(تفسیر کبیر ج ۲)

کہ تو فی کے معنی قبض کرنا ہے۔عرب کے یہ محاورات ہیں

و فا نی فلا ن دراہمی ۔ و او فا نی و تو فیتها منه یعنی فلاں شخص نے میرے دراہم میرے قبضے میں دیدیئے اور میں نے اس سے قبض کر لئے ۔

جیسے یہ محاورات ہیں سلم فلا ن درا ہمی الی و سلمتها منه یعنی فلاں شخص نے میرے دراہم میرے سپرد کئے اور میں نے اس سے لے لئے ۔

اورکبھی تو فّی بمعنی استو فی آ تا ہے یعنی پورا لینے کے معنی میں ۔

ان دونوں معنے (قبض کرنے اور پورا لینے) سے حضرت مسیح کو زمین سے نکال کر آسمان پر چڑھالے جانا ان کی تو فّی ہے۔اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان معنی کی نظر سے تو فی بعینہ رفع جسم ہوا۔خدا کا متو فّیک فر مانے کے بعد را فعک کہنا تکرار بلافائدہ بنتا ہے (جس سے خدا کی شا ن پا ک ہے) اس کا جوا ب یہ ہے کہ متوفّیک فرمانے سے صرف قبض کرنا معلوم ہوا۔جو ایک جنس اور عام مفہوم ہے اور اس کے نیچے کئی انواع واقسام پائے جاتے ہیں۔پھر جب متو فّیک فر مانے کے بعد رافعک فر ما دیا تو اس سے اس جنس کے ایک نو ع کا تقرر ہو گیا اور تکرار لازم نہ آیا

ایسے ہی قا موس ،صحاح ،صراح ، مجمع البحار کتب لغات اور بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لفظ تو فّی کے معنی بیان کئے ہیں۔اور

ثانیاْ ، فرض کیا اور بطور تنزّل مان لیا کہ یہاں تو فّی سے موت کے معنی مراد ہیں تو بھی حرف واؤ کے ساتھ تو فّی کا رفع سے پہلے مذکور ہونا اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ اس کا وقوع پہلے ہوا ہے۔کیونکہ حرف واؤ قر آ ن اور عا م عرب کے محاورہ میں مطلق و معیت کیلئے ہے جس سے سا بق (پہلے) لاحق (پچھلے) اور مقا رن (ساتھ والے) کا عطف ہوتا ہے۔یہ ضرور نہیں کہ اس میں تر تیب کا لحاظ ہو ۔ چنانچہ قا موس میں ہے

قا لوا و المفردة اقسا م۔ الاولی العا طفه فتعطف الشی علی مصا حبه فانجیناه و اصحا ب السفینة و ہی سا بقه ۔ و لقد ارسلنا نو حا و ابرا ہیم

و علی لا حقة و کذا لک یو حی الیک و الی الذ ین من قبلک

کہ واؤ مفرد کئی قسم کا ہے، ایک عاطفہ جس کے ذریعہ سے کبھی ایک چیز کا دوسرے کے ساتھ ہونا بیان کیا جاتا ہے، جیسے قرآن میں نوح کے ساتھ کشتی والوں کا نجات پانا بیان ہوا ہے۔ کبھی پہلی چیز کا پہلے ہونا اور پچھلی کا پیچھے ہونا۔ جیسے نوح اور ابراہیم کے رسول ہونے کا بیان۔ کبھی پچھلی چیز کے پہلے اور پہلی چیز کے پیچھے ہونے کا بیان، جیسے خدا تعالی کا فرمانا کہ ہم نے تیری طرف وحی کی اور تجھ سے پہلوں کی طرف بھی۔ یہاں پہلوں کا ذکر پیچھے ہوا اور آنحضرت ﷺ کا، جو پیچھے ہوئے، پہلے ذکر ہوا۔

ایسے ہی شرح ملا اور مختصر معانی میں واؤ کے معنی بیان کئے ہیں۔ لہذا اس واؤ سے ہرگز یقیناً سمجھ میں نہیں آتا کہ توفی پہلے ہوئی ہے اور رفع پیچھے۔

آنحضرت ﷺ نے جو صفا سے طواف شروع کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ نے قرآن میں صفا کے پہلے اور مروہ کے پیچھے مذکور ہونے سے حکم طواف میں صفا کا مقدم ہونا نکال لیا ہے۔ اس وجہ پر کوئی شہادت آپ کے کلام میں نہیں پائی جاتی، بلکہ آپ ﷺ نے حکم الہی اور وحی خفی سے یہ حکم دیا ہے کہ جس پہاڑ کا خدا نے پہلے ذکر کیا ہے اسی سے طواف شروع کرنا چاہیے۔

اور یہ حکم بھی خاص اسی موقع کے لئے دیا ہے۔ یہ عام حکم نہیں دیا کہ جو پہلے مذکور ہو اس کو حکم میں مقدم سمجھا کرو۔ بلکہ اس کے برخلاف جو چیز قرآن میں پیچھے مذکور ہے اس کو مقدم کیا ہے۔ دیکھو آیت میراث میں قرض کا ذکر وصیت سے پیچھے ہوا ہے، مگر وہ حکم ادائی میں وصیت سے مقدم ہے اور بہت سے واقعات قرآن کا ذکر پیچھے ہوا ہے مگر وجود میں وہ مقدم ہیں (صفحہ ۹۱ لغایت ۹۴۔ اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۱۴ ملاحظہ ہو)

مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر حکیم صاحب نے فرمایا۔ اگر توفی کا وقوع رفع سے پیچھے ہوا تھا تو خدا تعالی نے اس آیت میں توفی کو پہلے ذکر کیوں کیا۔ خدا تعالی کا کلام عبث اور خالی از حکمت تو نہیں ہے۔

اس کے جواب میں خاکسار محمد حسین نے کہا کہ ممکن ومحتمل ہے کہ حضرت عیسی کو مخالفین کی پکڑ اور قتل اور ایذاء کا خوف واندیشہ ہو۔ اس لئے اللہ تعالی نے ان کی تسلی کے لئے یہ لفظ پہلے فرمادیا، جس سے (اس فرضی صورت میں توفی سے وفات مراد ہو) یہ جتایا کہ اے عیسے

تجھے لوگ نہیں ماریں گے، ہم تجھے تیری اپنی موت سے ماریں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے بھی ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۲ میں متوفیک کے یہ معنی کئے۔ پھر اس قتل اور ایذاء کی فکر سے مطمئن کر کے فرمایا کہ ہم تجھے آسمان پر اٹھالیں گے۔

اس پر حکیم صاحب نے پوچھا کہ پکڑ اور قتل وایذاء کے خوف کا کہاں ذکر ہے؟

خاکسار محمد حسین نے بتایا کہ یہ ذکر انجیل میں صاف وارد ہے جس کی تصدیق قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ ابن جریر نے کعب احبار سے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے اپنے پیروان کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت کی خدا کے پاس شکایت کی، تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں تجھ کو وفات دونگا اپنی طرف اٹھا لونگا، میں تجھے عنقریب قتل دجال کیلئے بھیجوں گا۔ پھر تو اس کے بعد چوبیس برس زندہ رہے گا۔ پھر تجھے اور دیگر زندوں کو ماروں گا۔ کعب نے کہا اس کی تصدیق رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں ہے کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہو جس کے اول میں ہوں اور آخر میں حضرت عیسیٰ۔

واخرج ابن جریر بسند صحیح عن کعب قال لما رای عیسی قلة من اتبعه و کثرة من کذب، شکی ذالک الی اللہ فاوحی اللہ الیه انی متوفیک و رافعک الی و انی سا بعثک علی الاعور الدجال فتقتله ثم تعیش بعد ذالک اربعاً و عشرین سنة ثم امیتک میة الحی؟. قال کعب ذالک تصدیق حدیث رسول اللہ ﷺ حیث قال کیف تهلک امة انا فی اولها و عیسی فی آخرها ۔ (در منثور)

اور قرآن کی آیات بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں جن میں ذکر ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کی تدبیر کی، خدا نے بچانے کی تدبیر کی، مثلاً

و مکروا و مکر اللہ ۔ و اللہ خیر الماکرین ۔ (آل عمران۔ ع ۵)

و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لاکن شبّه لهم ۔ (النساء۔ ع ۲۲)

کہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ ان کو شبہ پڑ گیا،

یہ سن کر حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث سے استدلال کرنا آپ کی شان نہیں ہے۔ کیا یہ آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے؟ یہ تو کعب احبار کا قول ہے۔

جواباً خاکسار محمد حسین نے عرض کیا کہ میں مستدل نہیں ہوں، کہ اس خوف کے

ثبوت میں آنحضرت ﷺ کی مرفوع اور اتفاقی صحیح حدیث کا پیش کرنا میرا فرض ہو۔ میں تو آپ کے دعوی کا مانع ہوں اور منع کی سند میں خوف قتل کو اور اس کی تقویت کے لئے حدیث کعب احبار کو لایا ہوں۔

آپ اس کو نہیں مانتے تو آپ کا فرض ہے کہ اس احتمال کو بدلیل اٹھاویں۔ میرا یہ فرض نہیں کہ میں اس احتمال کو بدلیل ثابت کروں۔ بلکہ میرے لئے یہ احتمال پیدا کرنا کافی ہے کہ حضرت عیسے کو قتل کا خوف ہوگا جیسا کہ ظاہر قرآن اور اس قول کعب سے مفہوم ہوتا ہے ،تب ہی خدا نے ان کو تسلی دینے کے لئے متوفیک کا لفظ پہلے فرمادیا۔آپ مستدل ہیں اور اس آیت سے عیسے کا فوت ہونا نکالتے ہیں اور لفظ متوفیک کے پہلے ذکر ہونے سے رفع سے پہلے توفی ہونے کے مدعی ہیں،اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر توفی، رفع سے پہلے نہ ہوتی تو اس آیت میں توفی کا ذکر پہلے اور رفع کا ذکر پیچھے ہونا عبث اور خالی از فائدہ ہے۔

اور یہ احتمال کہ آپ کو خوف قتل اعداء تھا۔ اس لئے آپ کو تسلی دینے کے لئے لفظ توفی کو پہلے ذکر کیا فلاں دلیل سے مدفوع ہے اور لائق قبول نہیں ہے،لہذا آپ ہی کا فرض ہے کہ آپ پہلے لفظ توفی کا معنی موت کے لئے مخصوص ہونا کسی قطعی دلیل سے ثابت کریں، پھر رفع سے پہلے توفی کا وقوع کسی قطعی دلیل سے ثابت کریں۔اس کی دلیل جو آپ نے یہ پیش کی ہے کہ اگر توفی کا وقوع رفع کے بعد ہو تو آیت میں توفی کا ذکر رفع سے پہلے عبث اور خالی از فائدہ ہے،اس کے مقابلہ میں ہمارے اس احتمال کو کہ جائز ہے کہ خوف قتل سے مسیح کو تسلی دینے کے لئے توفی کو مقدم کیا ہو، دلیل سے اٹھاویں، نہ یہ کہ ہم سے اس احتمال کی مؤید قطعی دلیل اور آنحضرت ﷺ کی حدیث پوچھیں۔

☆ حکیم صاحب یہ سن کر فرمایا مجھے اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔آپ اس بحث کو جانے دیں۔

☆ حضرت بٹالوی فرماتے ہیں کہ دیکھو حکیم نورالدین صاحب کس عذر پر اڑے اور پھر اتمام حجت کے بعد کیونکر بحث سے ساکت و عاجز ہوئے۔کیا حضرت مسیح کا یہودیوں سے قتل وایذاء کا خائف ہونا ناظرین انجیل وقرآن وحدیث وتفسیر پر مخفی ہے؟

اور کیا اس امر میں حکیم صاحب کو کچھ شک ہے؟ ہرگز نہیں۔ان کو یہ شک کیونکر ہو سکتا ہے جس حالت میں مرزا قادیانی کا ازالہ اوہام اس خوف کو بیان کر رہا ہے۔اس نے تو

اس خوف کو اس حد تک پہنچا دیا کہ مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا مان لیا، اور آیہ انی متوفیک کا اشارہ اس طرف بتایا کہ حضرت مسیح نے سمجھ لیا کہ اب میں صلیب پر مرا۔ اور یہ کہہ دیا کہ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ تب خدا نے ان کو وعدہ دیا کہ تو ان کے ہاتھ سے نہیں مرے گا اور یہ قول فرمایا (ان کے ازالہ اوہام کا صفحہ ۳۴۲ و ۳۹۴ ملاحظہ ہو)۔ مگر حکیم صاحب نے اس وقت ہٹ دھرمی سے کام لیا اور اپنے اعتقاد و کانشنس کا خلاف کر کے ایسی بات کہی جو ان کے اعتقاد کے مخالف تھی اور یہ بات جو بے سوچ ان کے منہ سے نکل گئی تو اس کی پچ کرتے چلے گئے اور آخر دندان شکن جواب پا کر مباحثہ سے عاجز ہوئے۔

☆ مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اسی گفتگو کے اثنا میں نماز کا وقت آ گیا تو حکیم صاحب نے فرمایا نماز مل کر پڑھیں۔ آپ تو میری اقتداء نہیں کریں گے، میں آپ کا مقتدی بنتا ہوں آپ نماز پڑھاویں۔ خاکسار نے نماز پڑھی اور گفتگو سابق کے قطع ہو جانے کے بعد خاکسار نے حکیم صاحب سے کہا کہ مسائل کی بحث آپ نہیں کرتے تو اتنا تو بتا دیں کہ مرزا قادیانی صاف اور صریح جھوٹ کیوں بولتا ہے؟

☆ ایک بات اپنی کتاب میں لکھتا ہے اور پھر اس سے صاف منکر ہو جاتا ہے۔

☆ ایک جگہ ایک بات لکھتا ہے دوسری جگہ اس کا خلاف بیان کرتا ہے، اور یہ اقرار نہیں کرتا کہ پہلے جو میں نے اس کے خلاف کیا ہے اس سے اب میں نے رجوع کیا ہے۔ اور اس میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔

☆ اس کی مثال ایک یہ ہے کہ فتح اسلام میں اس نے لیلۃ القدر سے رات مراد ہونے سے صاف انکار کیا ہے اور پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۳۰ میں اس انکار سے انکار کر دیا ہے

☆ دوسری مثال توضیح المرام کے صفحہ ۱۹ میں اس نے آنے والے مسیح کے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۲۳ میں اپنے آپ کو مسیح قرار دے کر نبی بھی کہا ہے۔

☆ تیسری مثال توضیح مرام میں اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا ہے اور بعض اشتہارات و تقریرات میں دعوی نبوت سے انکار کیا ہے۔

☆ چوتھی مثال ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۴ میں آیۃ و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کو اپنے حق میں بشارت قرار دیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے حق میں اس کی بشارت ہونے سے انکار کیا ہے۔ اپنے دافع الوساوس میں اس آیت کو آنحضرت ﷺ کے حق میں

بشارت قرار دیا ہے (اوراس ہر ایک متعارض بات کو اصل کتابوں سے نکال کر اسی وقت دکھا دیا)۔

اس پر حکیم صاحب نے فرمایا کہ میں نے ان باتوں کو مرزا صاحب کی تصانیف میں نہیں دیکھا، اب ان باتوں کو ان سے پوچھونگا اوراس تعارض کی وجہ دریافت کرونگا۔اور فرمایا کہ میں مرزا صاحب کی تصانیف نہیں دیکھا کرتا، میں تو صرف ان کا چہرہ دیکھا کرتا ہوں اوراسی سے سبق حاصل کرتا ہوں۔

خاکسار محمد حسین نے کہا کہ آپ کی یہ بات درست نہیں، مرزا صاحب کی تصانیف کو آپ کا نہ دیکھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ وہ تو جو کچھ لکھتا ہے آپ کا بتایا ہوا ہے۔مضمون آپ کا ہے، عبارت اس کی۔آپ جو قادیانی کے چہرہ سے سبق حاصل کرنے کے مظہر ہیں، یہ بھی درست نہیں ہے، کیونکہ آپ مرزا قادیانی کے مرید نہیں، پیر ہیں۔اور آپ نے یہ مکر کیا ہوا ہے کہ ان کو پیر اوراپنے آپ کو مرید مشہور کر رکھا ہے۔دراصل پیر ومرشد آپ ہیں اور وہ آپ کے مرید وشاگرد ہیں۔آپ قدیم سے نیچری خیالات رکھتے اوراس قسم کے خیالات پسند کرتے ہیں اور سرسید کی تصانیف کے شائق وعاشق وناظر تھے۔آپ نے قادیانی کی تصانیف براہین احمدیہ وسرمہ چشم آریہ میں اس قسم کی تاویلات کو دیکھا اور ساتھ ہی اس کا دعوی الہامات وکرامات دیکھا، تو آپ نے یہ سمجھا کہ اس کے ذریعہ سے مذہب نیچری خوب پھیلے گا پس آپ قادیان پہنچے اوراس سے یہ طے کرلیا کہ تم پیر بنو، میں مرید بنتا ہوں، مسائل اور کتابوں کی عبارات وحوالہ جات میں بتایا کرونگا، ان کی عبارت آرائی آپ کریں اور مذہب نیچری کو پھیلاویں۔مرزا قادیانی پہلے سے لامذہب اور نیچری تھا۔اس نے اس امر کو غنیمت سمجھا اور یہ طریق اختیار کیا۔آپ اس کو القاء والہام کرتے ہیں وہ آپ کو کچھ الہام نہیں کرتا۔آج بھی اس کو کوئی نہ کوئی الہام کرنے کے لئے آپ قادیان جارہے ہیں۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ میں اس کے چہرہ سے سبق لیتا ہوں کذب نہیں تو کیا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ میری بات سن کر حکیم صاحب نے کہا یہ بات غلط ہے۔ اس پر خاکسار نے کہا کہ آپ غلط کہیں، مجھ کو تو یہی خیال ہے جس پر دلیل، ظاہر حال ہے ۔اس پر حکیم صاحب ساکت ہوگئے ۔اتنے میں امرتسر کا سٹیشن آگیا تو حکیم صاحب گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑی میں سوار ہوکر قادیان کو گئے اور خاکسار اسی گاڑی میں پورب گیا۔

مراسلت

اپریل۱۸۹۳ء

۱۸۹۳ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے بذریعہ رجسٹرڈ خطوط واشتہارات حضرت بٹالوی سے درج ذیل درخواستیں کیں ۔

☆ اول ۔ درخواست مباہلہ

☆ دوم ۔ درخواست اجازت اشاعت الہام منذر

☆ سوم ۔ بالمقابل عربی عبارت میں کسی سورت قرآن کی تفسیر

مولانا بٹالوی نے پہلے تو ایک خط میں ان تینوں درخواستوں کا ایک مجمل جواب مرزا قادیانی کو دیا (یہ تفصیلات اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ کے صفحات ۱۶۱ تا ۱۹۹ سے نقل کی جارہی ہیں بہاء) جس کی نقل حسب ذیل ہے۔

☆ لاہورر ۱۸، اپریل۱۸۹۳ء ۔ غلام احمد قادیانی

۱۔ تمہارے چند اوراق (یعنی اشتہار ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء) کتاب وساوس کے ہمدست عزیزم مرزا خدا بخش اور دو رجسٹرڈ خط وصول ہوئے۔ میں تمہاری اس کتاب کا جواب لکھنے میں مصروف تھا اس لئے تمہارے خطوط کے جواب میں توقف ہوا۔ اب اس سے فارغ ہوا ہوں تو جواب لکھتا ہوں ۔

۲۔ میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں

☆ ۔ مباہلہ کے لئے تیار ہوں

☆ ۔ بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو بھی حاضر ہوں

☆ میری نسبت جو تم کو منذر الہام ہوا ہے، اس کی اشاعت کی اجازت دینے کو بھی مستعد ہوں۔

مگر ہر بات کا جواب واجابت رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں جو انہیں باقی ماندہ ایام اپریل (۱۸۹۳ء) میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۳۔تمہارا سابق تحریرات میں یہ قید لگانا کہ دو ہفتہ میں جواب آوے۔اور آخری خط میں یہ لکھنا کہ ۲۰۔ اپریل تک جواب نہ دیا تو گریز مشتہر کیا جائے گا۔کمال درجہ کی خفت و وقاحت ہے۔ اگر بعد اشتہار انکار، ادھر سے اجابت کا اشتہار ہوا تو پھر کون شرمندہ ہوگا۔

۴۔ ہماری طرف سے جو جواب مورخہ ۹ جنوری ۱۸۹۳ء کیلئے ایک ماہ کی میعاد مقرر ہوئی تھی، اس کا لحاظ تم نے یہ کیا کہ تیسرے مہینے کے اخیر میں جواب دیا۔ پھر اپنی طرف سے یہ حکومت کہ جواب دو ہفتہ (اشتہار ۳۰ مارچ میں یکم اپریل سے دو ہفتہ کے اندر جواب کا مرزا صاحب نے مطالبہ کیا تھا۔پھر کسی خط میں ۲۰۔ اپریل کی تاریخ لکھی ۔ ۱۸۹۳ء) میں آوے، کیوں موجب شرم نہ ہوئی،تم نے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہے اور اس حکومت کی کیا وجہ ہے؟ جن پر تم حکومت کرتے ہو وہ تم کو دجال، کذاب، کافر وزندیق سمجھتے ہیں۔پھر وہ ایسی حکومتوں کو کیونکر تسلیم کریں۔کیا تم نے سب کو اپنا مرید ہی سمجھ رکھا ہے۔ ذرا عقل سے کام لو، کچھ تو شرم کرو۔دین سے تعلق نہیں رہا تو کیا دنیا سے بھی بے تعلق ہو۔اس خط کی رسید ڈاکخانہ سے لی گئی ہے وصولی سے انکار کرو گے تو وہ رسید تمہاری مکذب ہوگی۔ ابوسعید محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ ہمارے اس خط کے متعلق مرزا قادیانی نے جو مکر و فریب کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا وہ ملاحظہ کے لائق ہے۔اس نے ۱۹۔اپریل ۱۸۹۳ء کو ایک تحریر کے ذریعہ سے یہ مشتہر کر دیا کہ اس خط کی دفعہ ۲ میں میری ہر ایک بات اور ہر ایک شرط اشتہار ۳۰ مارچ کو، جن کی تعداد دس سے کم نہیں، منظور کیا گیا ہے۔ حالانکہ جن تین باتوں کو ہم نے منظور کیا، اوران کی اجازت کیلئے مستعد ہونے کا اظہار کیا تھا ان کی تفصیل خود

اس خط کی دفعہ نمبر۲ میں ان پر نمبر لگا (۱و۲و۳) لگا کر کر دی تھی۔ اس تفصیل نمبر وار کو دیکھ کر کسی صاحب فہم وحیا کو اس امر سے گنجائش نہیں ہے کہ وہ ہر ایک بات کے لفظ سے بجز ان تین باتوں کے جن پر نمبر لگائے ہیں، اور وہ نمبر خود قادیانی کے چھاپے ہوئے خط خاکسار میں بھی موجود ہیں، اشتہار ۳۰ مارچ، قادیانی کی دس باتیں یا کوئی اور بات مراد ٹھہرا لے۔

مرزا قادیانی نے اس غرض سے یہ مکر کیا اور جھوٹ بولا ہے کہ اس کی شرائط اشتہار ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء میں اگر کسی شرط پر جانب ثانی سے اعتراض ہو تو اس پر یہ الزام دیا جاوے گا کہ پہلے تو تم نے ان سب شرائط کو مان لیا تھا۔ اب اس تسلیم کے برخلاف اعتراض کیوں کرتے ہو؟

مولانا فرماتے ہیں ناظرین اس خط کے فقرہ نمبر۲ کے لفظ ہر ایک بات اور اس کی تفصیل نمبر ۱و۲و۳ کو ملاحظہ فرمائیں گے اور پھر مرزا قادیانی کے اس مکروفریب کو توجہ سے دیکھیں گے تو ہمارے اس دعوی کی،

کہ قادیانی کی کوئی تحریر کوئی تقریر جھوٹ اور فریب سے خالی نہیں ہوتی،

تصدیق کریں گے اور مرزا قادیانی کے دجال کذاب ہونے پر یقین وایمان لاویں گے۔ انشاء اللہ تعالی

یہ ہمارے مجمل جواب کے جواب کا، جو قادیانی نے دیا ہے، جواب ہے۔ اب اس کی درخواستوں کا مفصل جواب سنو۔ جس میں پہلے اس کی درخواست کی تفصیل ہوگی پھر اس کا جواب دیا جائے گا۔

درخواست مباہلہ

اور اس کا جواب

مولانا بٹالوی (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ میں) فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ ان تمام مولویوں اور مفتیوں کی خدمت میں جو اس عاجز کو جزئی اختلاف کی وجہ سے کافر ٹھہراتے ہیں (قادیانی کا اپنے اختلافات کو جزئی کہنا، ناواقفوں کو دھوکہ دینا ہے۔ وہ کل اصول اسلام میں مسلمانوں کا مخالف ہے۔ فتوی تکفیر مرزا اور، جواب فیصلہ آسمانی ص ۳۱ وغیرہ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین)، عرض کیا جاتا ہے کہ اب میں خدا سے مامور ہو گیا ہوں کہ تا میں اب لوگوں سے مباہلہ کرنے کی درخواست کروں۔

اس طرح پر کہ اول آپ کو مجلس مباہلہ میں اپنے عقائد کے دلائل از روئے قرآن وحدیث کے سناؤں۔ اگر پھر بھی آپ لوگ تکفیر سے باز نہ آویں تو اسی مجلس میں مباہلہ کروں۔ سو میرے پہلے مخاطب میاں نذیر حسین دہلوی ہیں اور اگر وہ انکار کریں تو پھر شیخ محمد حسین بٹالوی ہیں۔ اور اگر وہ انکار کریں تو پھر اس کے بعد وہ تمام مولوی جو مجھے کافر ٹھہراتے ہیں اور میں ان تمام مولویوں کو آج کی تاریخ سے جو دہم دسمبر ۱۸۹۲ء ہے چار ماہ تک مہلت دیتا ہوں۔ (دافع الوساوس۔ صفحہ ۱۶۱)

اور دافع الوساوس کے صفحہ ۲۶۳ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ

مباہلہ کی اجازت کے بارہ میں جو کلام الٰہی میرے پر نازل ہوا ہے وہ یہ ہے نظر اللہ الیک معطرا و قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا قال انی اعلم ما لا تعلمون قالوا کتاب ممتلئی من الکفر والکذب قل تعالوا ندع ابنائنا وابناء کم۔ الی آخر الآیہ

پھر دافع الوساوس کے صفحہ ۲۶۵ میں مرزا صاحب نے اس کا ترجمہ کیا اور کہا ہے

یعنی خدا تعالی نے ایک معطر نظر سے تجھ کو دیکھا اور بعض لوگوں نے اپنے دلوں میں کہا کہ اے خدا تو زمین پر ایک ایسے شخص کو قائم کریگا کہ جو دنیا میں فساد پھیلا وے۔ تو

خدا تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اور ان لوگوں نے کہا کہ اس کی کتاب ایک ایسی کتاب ہے جو کذب اور کفر سے بھری ہوئی ہے، سو ان کو کہہ دے کہ آؤ ہم اور تم معہ اپنی عورتوں اور بیٹوں اور عزیزوں کے مباہلہ کریں۔ پھر ان پر لعنت کریں جو کاذب ہیں۔۔

مولانا محمد حسین بٹالوی اس کے جواب میں کہتے ہیں

منظور منظور منظور ۔آپ جس وقت چاہیں اور جس مکان میں چاہیں (بجز قادیان کے جو آپ کا مسکن اور محل اندیشہ ہے)، لاہور میں، خواہ بٹالہ میں مجلس مباہلہ منعقد کریں اور مجھے بلا لیں ۔آپ ہی مجھ سے مباہلہ کرنے کے مدعی بنے ہیں لہذا آپ ہی کے ذمہ اہتمام انعقاد مجلس ہے ۔اس مجلس میں آپ اپنے عقائد کے دلائل سنائیں ۔ان دلائل کو میں آپ کے حیل اور مغالطات سمجھونگا، جیسا کہ اس وقت تک آپ کے دلائل ہیں، تو اسی مجلس میں آپ کی کتابوں کی نسبت یہ دعویٰ کرونگا کتاب ممتلئی من الکفر و الکذب یعنی آپ کی تصانیف جن پر پہلے نکتہ چینی کی ہے، کفر اور کذب سے پر ہیں۔ پھر جھوٹے پر ایک نہیں ہزار لعنت کہوں گا ۔مگر یہ لعنت ان ہی لفظوں پر ہوگی جو ہم نے بیان کئے ہیں اور وہ آپ ہی کے الہام کے الفاظ ہیں ۔ان الفاظ کو بدل کر آپ اور الفاظ پر لعنت کہلانا چاہیں گے تو ہرگز منظور نہ ہوگا اور اس تبدل وتغیر سے آپکا دعوی الہام بے اعتبار ہوگا ۔ یا آپ کا ملہم (جو واقع میں معلم الملکوت ہے) ناعاقبت اندیش ٹھہرے گا کہ اس نے پہلے کمی بیشی کو نہ سوچا۔ اب اس الہام میں کمی بیشی کرنا چاہتا ہے اور اس کمی وزیادتی سے آپ کا اور آپ کے ملہم کا گریز ثابت ہوگا ۔لہذا انعقاد مجلس مباہلہ سے پہلے آپ اس بات کا اقرار شائع ومشتہر کر دیں کہ ان ہی الفاظ پر ہم جانب ثانی سے مباہلہ کرائیں گے اور جھوٹے پر لعنت کہلائیں گے، ان میں اگر ایک لفظ کمی یا زیادتی کریں گے تو دعوی الہام مذکور میں جھوٹے اور مباہلہ میں شکست یافتہ سمجھے جائیں گے۔

یہ تو اس مضمون کی نسبت آپ کے الہام کے مطابق فیصلہ ہوا جس پر ہم مسلمان قسم کھانا اور جھوٹے کو لعنت بھیجنا منظور کرتے ہیں ۔مگر اس الہام اور دعوی مباہلہ میں آپ نے ان الفاظ کو درج نہ کیا جن پر آپ قسم کھائیں گے اور جھوٹے کو لعنت سنائیں گے۔ یہ آپ کا دھوکہ اور لعنت سے بچنے کا ایک حیلہ ہے۔آپ غالباً ایسے الفاظ پر قسم

کھائیں گے جن کے سبب باوجود جھوٹے ہونے کے آپ لعنت کا مورد ہونے سے بچ سکیں گے۔ لہذا ضروری ہے کہ آپ بھی ان الفاظ کو پہلے مقرر کر دیں تا کہ ہم مسلمان ان الفاظ میں نظر کریں، کہ وہ آپکے جھوٹے ہونے کی حالت میں آپ پر لعنت کے موجب ہو سکتے ہیں یا حیلہ وحوالہ سے وہ لعنت کو ٹلانے والے ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ الفاظ جن پر آپ قسم کھائیں اور جھوٹے کو لعنت سنائیں یہ ہونے چاہیں۔

☆ میں غلام احمد قادیانی خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ جو عقائد میں نے آج ظاہر کئے ہیں کہ قرآن اور حدیث کی شہادت قطعی سے حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں اور

آنے والے مسیح سے خدا اور اس کے رسول کی مراد میں ہی ہوں

اور جبریل امین بذات خود انبیاء کے پاس کبھی نہیں آیا بلکہ وہ آسمان سے اور سورج سے کبھی جدا نہیں ہوسکتا۔

ایسے ہی ملک الموت وغیرہ فرشتے بھی بذات خود آسمان سے جدا نہیں ہوتے۔

اور مطلق نبوت کا خاتمہ نہیں ہوا، وغیرہ وغیرہ۔

آپ کے عقائد جو رسالہ اشاعۃ السنہ میں آپ کی تصانیف سے نکال کر بیان ہوئے ہیں، خدا اور رسول کے نزدیک اسلامی عقائد ہیں،

خدا ورسول کی کلام میں ان عقائد کے متعلق جو الفاظ وارد ہوئے ہیں ان کے یہی معانی خدا و رسول کی مراد ہیں جو قادیانی نے مراد ٹھہرائے ہیں۔

اور یہی معنی ان الفاظ ونصوص کے آنحضرت ﷺ کے اصحاب وتابعین وغیرہ آئمہ دین نے جو قرون ثلاثہ کے اندر گذر چکے ہیں، خدا ورسول کی مراد سمجھے ہیں۔

اس بیان میں اگر میں (قادیانی) جھوٹا ہوں، تو مجھ (قادیانی) پر خدا کی وہ لعنت نازل ہو جو آج تک کسی ملعون پر نازل نہیں ہوئی۔

ان الفاظ پر قسم کھانے میں آپکو تامل ہو تو آپ اس تامل کی وجہ بیان کر کے اور الفاظ تجویز کریں۔ ان الفاظ کے قیود میں جو کید وحیل آپ مخفی رکھیں گے، ہم ان کو ظاہر کر کے آپ کے منہ سے ایسے الفاظ کہلا لیں گے جو آپ کے جھوٹا ہونے کی حالت میں آپ پر لعنت کے موجب و جالب ہوں۔ الحاصل جب تک آپ وہ الفاظ انعقاد مجلس سے پہلے بیان نہ کریں اور مسلمانوں سے ان الفاظ کو تسلیم نہ کرا لیں، تب تک آپ کا یہ

دعویٰ مباہلہ آپ کی ایک چال ہے اور صرف اپنے دام افتادہ حمقاء کے لئے جال ہے۔

مولانا فرماتے ہیں یہ نفس درخواست مباہلہ کا جواب ہے۔ اب اس کی میعاد کے متعلق ایک اور کید قادیانی کا اظہار و بیان ہوتا ہے۔

مرزا صاحب نے اس مباہلہ کی میعاد دہم دسمبر ۱۸۹۲ء سے چار مہینے مقرر کی۔ مگر یہ کتاب جس میں یہ مباہلہ درج ہے، پانچویں مہینے (وسط اپریل ۱۸۹۳ء) میں شائع کی۔ اور طرفہ یہ کہ وہ کتاب اب تک اپنے اخص مخاطبین مباہلہ حضرت شیخ الکل اور خاکسار کے پاس نہیں بھجوائی۔ پوری کتاب بھیجنے سے قادیانی کو بخل مانع تھا تو اشتہار مباہلہ کے اوراق کتاب یا پروف متعلق مباہلہ کو ہی بھیج دیتا۔ مرزا ہمیشہ لاف زنی کرتا ہے کہ میں اپنے مخالفوں کو کئی ہزار رجسٹری شدہ اشتہارات بھیج چکا ہوں۔ کیا اب وہ یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ میں نے اس مباہلہ کا اشتہار شیخ الکل یا خاکسار کے نام رجسٹری کرا کر بھیجا ہے؟ نہیں تو پھر اس میعاد مقرر کرنے سے اسکی غرض بجز اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ میعاد مقررہ مباہلہ تک فریق ثانی کو اس دعویٰ پر اطلاع نہ ہو، اور اس عرصہ میں اس طرف سے مباہلہ کی اجابت وقوع میں نہ آوے، تو مشتہر کیا جاوے کہ فریق ثانی نے مباہلہ سے گریز کیا ہے۔

یہ عادت مرزا قادیانی کی ۱۸۹۱ء سے مستمر چلی آتی ہے کہ جو رسالہ، جو پرچہ، جو اشتہار ہمارے مقابلہ میں چھپاتا (طبع کراتا) ہے اس کو ہمارے پاس نہیں بھیجتا۔ ان دنوں صرف چند اوراق وساوس جس میں ۳۰ مارچ کا اشتہار ہے ہمدست مرزا خدا بخش اور ایک تحریر مورخہ ۱۹۔ اپریل بذریعہ ڈاک اس نے ہمارے پاس ارسال کی ہے، باقی تحریرات و اشتہارات اس کے ہم نے دیگر وسائل سے مشکل کے ساتھ حاصل کئے ہیں۔ اپنے ازالہ اوہام کی بابت اس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب وہ چھپ کر نکلے گا، سب سے پہلے آپ کے پاس بھیجا جائے گا۔ پھر جب چھپ کر شائع ہوا اور ہمارے پاس نہ پہنچا تو ہم نے خود قیمتاً طلب کیا۔ پھر بھی ہمارے پاس اس نے وہ رسالہ نہ بھیجا۔ تب سے ہم نے بھی اشاعۃ السنہ کا اس کے پاس بھیجنا موقوف اور بند کردیا۔ باوجودیکہ اس سے پہلے سالہا سال سے اسکے پاس بلاقیمت یہ رسالہ جاتا رہا۔ اس بندش پر بھی جو مضمون جواب طلب اس کے رد میں چھاپا جاتا ہے، اسکے پاس بھیجا جاتا ہے۔

اجازت اشاعت

الہام منذر

مولانا بٹالوی (اشاعۃ السنۃ جلد۱۵صفحہ ۱۶۱ ۔۱۸۴ میں) فرماتے ہیں کہ یہ درخواست مرزا قادیانی کی اس خط میں منقول ہے جو ہم قبل ازیں نقل کر چکے ہیں اور اس کا دندان شکن جواب ہم اپنے خط میں دے چکے ہیں جو پہلے نقل ہو چکا ہے ۔ قادیانی ہمارا جواب سن کر ساکت ہوا، مگر اپنے حمقاء اتباع کو یہ کہتا اور سمجھاتا رہا کہ ہمارا مخاطب (محمد حسین) ہمارے الہام منذر سے ڈر گیا ہے ۔تب ہی وہ عام اجازت اشاعت نہیں دیتا، بلکہ قانون عدالت کے لحاظ و پابندی سے اشاعت کی اجازت دیتا ہے ۔اس خوف کا خیال ان حمقاء کے دماغ میں جاگزیں و مستحکم ہوگیا تو اپریل ۱۸۹۳ء (مطابق رمضان) میں وہ ایک رجسٹری شدہ خط کے ذریعہ سے پھر اشاعت الہام مذکور کی اجازت کا خواستگار ہوا ۔اور ہمارے سابق جواب کی اس بات کا کہ

> جو الہام کسی کے ڈرانے کے لئے ہوتا ہے، اس الہام کی اشاعت اس الہام کا عین مدعا ہوتا ہے اور اگر آپکے الہامات نظر ثانی و حکم ثانی کے سوا لائق اشاعت نہیں ہوتے تو آپ اپنے ملہم سے اجازت کیوں نہیں لیتے، یہ اجازت مجھ سے کیوں چاہتے ہیں؟

اس نے خط میں یہ جواب دیا ہے کہ مشورہ لینے کا حکم آیت وشاورھم فی الامر میں آچکا ہے۔

اور کتاب دافع الوساوس کے حاشیہ صفحہ ۱۱۶ میں ہماری بات کا یہ جواب دیا ہے کہ الہام تین قسم کے ہوتے ہیں۔ازانجملہ ایک وہ قسم ہے کہ جس کے اظہار و عدم اظہار کا ملہم

کو اختیار دیا جاتا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے اس دوبارہ درخواست کرنے سے اور اس کے اتباع کے اس درخواست کو پسند کرنے اور اس سے اس کو سچا اور ولی وملہم سمجھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی تو شرم وحیا وخداترسی وعاقبت اندیشی (جو انسانیت کے لوازم سے ہے) معرا تھا، اب اس کے اتباع نے بھی اس کا شیوہ اختیار کیا ہے، اور انہوں نے علاوہ براں بحکم آیت ذالک بانھم آمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون فہم وفقاہت کو بھی استعفا دیدیا ہے۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ

جو شخص کسی کے الہام سے ڈرتا ہے وہ اس کو ملہم ماننے اور اس کی پیروی کرنے میں کب توقف کرتا ہے؟ اور جو اس کو کافر و زندیق ومرتد وملحد سمجھتا ہے وہ اس کے الہام کو بجز القاء شیطانی اور کیا خیال کرتا ہے؟

اور وہ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ خدا کے منذر الہام کی تبلیغ کی اشاعت کی اجازت دوسرے سے چاہنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور مشورہ کا حکم بشہادت آیت مذکورہ ان امور میں ہے جن میں خدا کی طرف سے کوئی حکم والہام نہ ہو۔ اور ایسے ہی امور میں آپ ﷺ نے اپنے مخلص احباب سے مشورہ چاہا تھا، کبھی کسی منصوص حکم کی تعمیل وتبلیغ میں کسی سے مشورہ نہیں لیا۔ اور نہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ اگر قادیانی کے ملہم (معلم الملکوت) کے الہامات ایسے ہی ہوتے ہیں جو دوسرے کے مشورہ اور صلاح کے بغیر تبلیغ واشاعت کے لائق نہیں ہوتے، تو پھر انکی اشاعت وعدم اشاعت کے متعلق اپنے مخلص احباب سے مشورہ کرنا تھا، نہ کہ اپنے خصم اور دشمن سے، جسکی نسبت اسکو الہام ہوا ہے، اور وہ اس الہام کو شیطانی سمجھتا ہے۔

اس مشورہ کی نظیر کسی سابق ملہم کے الہامات ومشاورات میں پائی نہیں گئی۔ پھر ہم اجازت چاہنے کو مشورہ کیوں مان رہے ہیں اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر یہ الہام اس قسم کا ہے جس میں مرزا قادیانی کو اظہار وعدم اظہار کا اختیار دیا گیا ہے تو پھر وہ اپنے اختیار سے کیوں کام نہیں لیتا اور اس اختیار کو اپنے دشمن کے اختیار میں کیوں سپرد کرتا ہے؟ اس کے ان حیلوں اور عذروں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس الہام کے دعوی میں جھوٹا اور فریبی ہے۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ ان گذارشات کے بعد اب اس درخواست قادیانی کا تفصیلی جواب دیا جاتا ہے۔

درخواست کا تفصیلی جواب

مرزا قادیانی صاحب۔ اشاعت الہام مذکور کی آپ کو اجازت ہے، اجازت ہے، اجازت ہے۔ اور اس پر یہ تحریری شہادت ہے۔ مگر اس اشاعت کی صرف یہی ایک صورت مناسب نظر آئی ہے کہ وہ منذر الہام پہلے اشاعۃ السنہ میں آپ چھپوائیں اور اس کے ذریعہ سے اس کی اشاعت کریں۔ پھر جس اخبار میں چاہیں اس کو درج کرائیں۔ لہذا مناسب ہے کہ آپ اس الہام کی ایک قلمی نقل مصفے میرے پاس بھیج دیں اور اس کی اشاعت کی درخواست کریں اور اس کے ساتھ یہ بھی تحریر کریں کہ اس الہام کے الفاظ میں من بعد نہ ایک لفظ کی کمی ہوگی نہ ایک حرف کی زیادتی۔ ومعہذا اس الہام کے معنی بھی اپنے ملہم سے پوچھ کر تحریر کر دیں۔ اگر اس کے ظاہری اور لفظی معنے مراد ہوں جن کو ہر شخص عارف لغت واہل زبان سمجھ سکتا ہے تو یہ لکھ دیں کہ ملہم نے بتا دیا ہے کہ اس کے ظاہری اور لفظی معنی مراد ہیں۔ اور اگر کوئی تاویلی معنی مراد ہوں تو ان معنی کی تاویل و تشریح کر دیں۔ پھر اگر میں اس الہام کے الفاظ اور معنے کو واضح و بلا اشتباہ پاؤنگا تو فوراً اس کو رسالہ میں چھاپ کر اس کی ایک کاپی آپ کے پاس بھیج دونگا۔ انشاء اللہ اور اگر اس کے الفاظ و قیود میں کیود (مکر) وحیلہ سازیاں اور دھوکہ بازیاں پاؤنگا یا اس کے معانی کو ذوی الوجوہ دیکھونگا تو پہلے چند سوالات کے ذریعہ آپ کے قلم وزبان سے اس کی تشریح وتوضیح کراؤنگا۔ پھر اس کو چھاپ دونگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

فرمایئے اب تو اجازت ہوئی۔ بلکہ خود اشاعت کی ذمہ داری بھی لی گئی ہے۔ یا اب بھی کوئی کسر رہ گئی ہے۔ رہ گئی ہے تو فرمایئے وہ کسر نکال دی جائے۔

اس کے بعد حضرت بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس باب میں آپ (مرزا قادیانی) سے تو اتنا ہی خطاب ہے۔ ذیل میں اپنے ناظرین اور آپکے اتباع میں سے حق کے طالبین کی خدمت میں کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

حضرات۔ آپ لوگ جو کہ مرزا قادیانی کے کید اور مکر وفریب سے واقف نہیں، شائد یہ خیال کریں کہ یہ اجازت اشاعت تو ہے، مگر محدود ہے۔ اور کیوں اجازت غیر محدود نہیں دی گئی کہ وہ جس اخبار میں چاہے اس الہام کو چھپوا دے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس

کے الہام کو بلا معائنہ و ملاحظہ اسی کے ذریعہ واختیار و اہتمام سے اگر اس کو چھاپنے کی غیر محدود اجازت دی جائے گی تو وہ اس الہام میں ایسی قیدیں لگا دے گا اور ایسے الفاظ ذوالوجوہ اور محتمل المعانی اس میں بھر دے گا، جن سے وہ باوجود سو بار جھوٹا ہو جانے کے، جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا۔ کیا آپ صاحبوں نے اس کے سابق اشتہارات متضمن الہامات و بشارات نہیں دیکھے، جن میں وہ بارہا جھوٹا ہو چکا ہے لیکن جھوٹا ہونے میں نہیں آتا۔ اور پھر بھی ان الہامات کے صدق کا مدعی ہے اور انہی کی دستاویز سے خم ٹھونک کر الہامی بنا ہوا ہے۔

اس کے گذشتہ الہامات و بشارات میں سے ایک الہام تولد فرزند عنموائیل و بشیر کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے، جس میں وہ بارہا جھوٹا ہو چکا ہے پھر بھی سچے کا سچا بنا ہوا ہے۔

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو آپ (مرزا) نے ایک اشتہار دیا جس میں یہ درج ہے

کہ میرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو خوبصورت، صاحب شوکت و دولت ہوگا، علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا، تین کو چار کرنے والہ ہوگا، فرزند دل بند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء

(یعنی خدا کا جو اول وآخر ہے، مظہر ہوگا، حق اور بلندی کا محل ظہور، گویا کہ خود خدا تعالی آسمان سے نازل ہوگا۔ ناظرین مرزا کا بیٹا خدا ہوا تو قادیانی خدا کا باپ ٹھہرا، آج تک ابن اللہ تو بہت لوگوں کو کہا گیا ہے مگر خدا کا باپ مرزا قادیانی سے پہلے کوئی نہیں سنا تھا۔ اس کے ایسے دعاوی سن کر جو لوگ اس کو مسلمان اور ولی مان رہے ہیں وہ اگر دیوانے نہیں، نافہم نہیں، تو پھر کون ہیں؟ محمد حسین)۔

وہ جلد جلد بڑھے گا، اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا، اور زمین کے کناروں تک شہرت پاوے گا۔

اس اشتہار میں چونکہ مرزا قادیانی کا ملہم (جو یقیناً معلم الملکوت ہے) تاریخ و ماہ و سال تولد فرزند بھول گیا تھا، لہذا آپ کو اس کا فکر پیدا ہوا تو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار اس کی میعاد کی بابت جاری کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسا لڑکا حسب وعدہ الہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔

اس پر اسلام کے مخالفوں، ہندوؤں وغیرہ نے قادیانی کو اسلام کا وکیل و حامی سمجھ کر اس میعاد پر خوب ہنسی اڑائی، اور یہ بات چھاپ کر مشتہر کی کہ نو برس کی میعاد لمبی ہے، اس میں کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ جس پر مرزا قادیانی نے اپنے ملہم (معلم الملکوت)

کے حضور میں حاضر ہو کر اس امر (تعیین میعاد) کیلئے عرض کی تو ادھر سے یہ الہام ہوا جس کو آپ نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں درج کر کے مشتہر کیا کہ

ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے، جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

پھر مرزا قادیانی کو اس الہام کی تفسیر میں ایک مخفی الہام ہوا۔ جس کو وہ اشتہار ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں مخفی الہام اور الہامی تفسیر اور فیض روح القدس کا نتیجہ قرار دے چکا ہے۔ وہ الہام یہ ہے (جو الہام منقولہ بالا کے متصل ہی اس اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں بیان کیا گیا ہے)

اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔

پھر اس کے بعد یہ بھی الہام ہوا کہ

انہوں نے کہا آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں؟ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولیٰ جل شانہ کا ہے، اس لئے اس قدر ظاہر کرتا ہے جو من جانب اللہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

یہ بعینہ مرزا صاحب کے الفاظ ہیں۔ اس کے آخری الفاظ کے مقابلہ میں خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ خدا کے بندہ نہیں، بلکہ معلم الملکوت کے بندہ ہیں اور اسی نے آخری فقرہ انجیل متی باب ۱۱ آیت ۳ سے چرا کر آپ کو الہام کیا ہے۔ جس سے اس کا اور آپ کا مقصود یہ ہے کہ جو لڑکا موجودہ حمل سے پیدا ہوگا اگر وہ کھینچ تان کر الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق اور اس کا نتیجہ بن سکا تو اس الہام کے پہلے حصہ، کہ آنے والا یہی ہے، کے اشارہ سے اس کو الہامی بنایا جائے گا۔ اور اگر وہ کسی طرح اس کا مصداق نہ بن سکا تو اس الہام کے دوسرے حصہ کو، یا ہم دوسرے کی راہ تکیں، کی دستاویز سے یہ کہا جائے گا کہ اس حصہ میں صاف اشارہ تھا کہ یہ کوئی اور ہے۔

مرزا صاحب کے اس الہام کی نظیر اس وقت کے بدمعاش جوگیوں کی وہ پیش گوئی ہے جس میں وہ ایک شخص کے گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہمسایہ کو یہ کہہ دیتے ہیں کہ لڑکی پیدا ہوگی۔ پھر اگر لڑکا ہوتا ہے تو وہ گھر والوں کو بتائی ہوئی خبر کی دستاویز سے اپنی صداقت ظاہر کر کے نقدی وصول کرتے ہیں، اور اگر لڑکی پیدا ہوتی

ہے تو وہ ہمسایہ والی خبر پیش کر کے کچھ نہ کچھ جھاڑ لیتے ہیں۔

مرزا صاحب کا ملہم عیار (معلم الملکوت) ان بدمعاشوں سے بھی بڑھ کر نکلا۔ اس نے ایک ہی الہام و پیش گوئی سے دونوں کام لے لئے۔ پہلے حصہ سے لڑکے کے الہامی ہونے کا ثبوت، دوسرے حصہ سے اس لڑکے کے الہامی موعود نہ ہونے کی شہادت۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ ان دنوں مرزا صاحب کی بیوی کو حمل تھا، جس کے وضع ہونے کی مدت قریب تھی۔ اسی حمل کی نظر سے آپ یہ الہام بازی کر رہے تھے، اور اس حمل سے آپ کو لڑکا پیدا ہونے کا کامل یقین تھا۔ شک تھا تو صرف اس بات میں تھا کہ اس حمل سے پیدا ہونے والہ لڑکا وہی موعود لڑکا ہے یا موعود کوئی اور ہے، اور یہ لڑکا اور ہے۔ اس حمل سے لڑکا ہونے کا یقین اور اس کے موعود ہونے میں شک دونوں آپ کی الہامی تفسیر کے اس فقرہ سے کہ

جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے، یا وہ کسی اور وقت میں ہوگا۔

اور دوسرے الہام کے اس جملہ سے کہ

، آنے والہ یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں۔

صاف ظاہر ہو رہے ہیں اور ہر کس و نا کس کو جو مذکر الفاظ، ہوگا، اور لڑکا، اور آنے والہ۔ اور مونث الفاظ، ہوگی، لڑکی، اور آنے والی، میں تمیز کر سکتا ہے، یہ الفاظ یقین دلاتے ہیں کہ مرزا قادیانی اس حمل سے لڑکا پیدا ہونے کا یقین رکھتا تھا۔ مگر خدا تعالی نے جو اخیر میں جھوٹے کا منہ کالا کرتا ہے (گو تھوڑے دن اس کو مہلت بھی دیتا ہے)، اس دعوی اور یقین میں مرزا قادیانی کو جھوٹا کیا۔ اس حمل سے لڑکے کی جگہ لڑکی پیدا ہوئی (جو بچپن میں مر گئی)۔ جس سے تمام ہندوستان میں قادیانی کی رسوائی ہوئی، اور اس وجہ سے تمام مسلمانوں کو آریوں وغیرہ مخالفین کے سامنے ندامت اٹھانا پڑی۔ مگر قادیانی ایسا شیر بہادر ہے اور عقل و حیا دونوں سے اکیلا جنگ آور اور مبارز ہے کہ اس نے اس رسوائی اور ندامت کی کچھ بھی پرواہ نہ کی، بلکہ الٹا آریوں کی خبر لی۔ ان کے جواب میں دو ورقہ اشتہار چھاپ کر مشتہر کر دیا اور اس میں یہ عذر بدتر از گناہ کیا کہ میں نے یہ کب اور کہاں لکھا تھا کہ اس حمل سے لڑکا ہوگا؟ میرے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں اس حمل کا لفظ کہاں ہے۔ اور اسکے ساتھ آریوں کو لعنتیں اور گالیاں سنا کر اپنے مریدوں کی نظر میں اپنا سچا ہونا ثابت کر دیا۔

مرزا صاحب یا اس کے اتباع میں سے کسی نے یہ خیال نہ کیا کہ اس اشتہار میں اس حمل کا لفظ نہیں تو کیا ہوا؟ اس میں یہ الفاظ جو لڑکا اب پیدا ہو گا ، آنے والہ یہی ہے ، تو صریح اور صاف موجود ہیں۔ اور ہیں بھی یہ الفاظ الہامی، نہ فہم اور رائے پر مبنی ، پھر ہمارا وہ الہام ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء جس کے الفاظ مذکور سے لڑکا پیدا ہونے کا یقین تھا، جھوٹا نہیں تو اور کیا ہے؟ لہذا مناسب ہے کہ ہم اس الہام کو شیطانی جان لیں اور آئندہ اس دعوی سے دست بردار ہو جائیں ، اور جو ذلت ہو چکی ہے اسی پر اکتفا کریں۔ آئندہ مخالفین سے اسلام اور مسلمانوں کی مزید ہنسی نہ کرائیں۔ مگر وہ حضرات حیا اور سچ سے کچھ تعلق رکھتے تو اپنا جھوٹا ہونا مانتے۔

پھر ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو ایک منحوس و نامبارک لڑکا (بشیر) مرزا قادیانی کے گھر پیدا ہوا تو وہ آسمان کو چڑھ گیا اور اس نے بڑا شور و غل مچایا۔ پنجاب و ہندوستان کے دوستوں کو اس لڑکے کے عقیقہ پر بلا کر یہ جتایا کہ وہ الہامی موعود لڑکا ہے اور اس کا دھوم دھام سے عقیقہ کیا، جس میں دف اور ڈھول بجائے گئے۔ کسی نے اعتراض کیا تو جواباً فرمایا

فرشتے آسمان پر باجے بجا رہے ہیں، پھر ہم کیوں ان کی پیروی نہ کریں۔

اور اس لڑکے کی پیدائش کے متعلق یہ اشتہار جاری کیا جو مطبع چشمہ فیض بٹالہ اور وکٹوریہ پریس لاہور وغیرہ مطابع میں طبع ہوا۔

> اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالی سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا، تو دوسرے حمل میں، جو اس کے قریب ہے، ضرور پیدا ہو جائے گا، آج ۱۰ ذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔ فالحمد للہ علی ذالک
>
> اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کس قدر بزرگ پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ یہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیش گوئی منظور کریں گے، جس کا وقت بتایا جائے۔ سو اب یہ پیش گوئی انہیں منظور کرنی پڑی کیونکہ اس پیش گوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائے گا۔ ضرور لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حمل بھی کچھ دور نہیں بلکہ

قریب ہے۔ یہ مطلب اگر چہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں نے اسی اشتہار میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینے پہلے روح القدس سے قوت پاکر مفصل طور پر مضمون مذکورہ بالا لکھ دیا یعنی یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہوگا۔ آریوں نے حجت کی تھی کہ یہ فقرہ الہامی کہ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا، حمل موجودہ سے خاص تھا جس سے لڑکی ہوئی۔ میں نے ہر ایک مجلس اور ہر ایک تحریر و تقریر میں انہیں جواب دیا کہ یہ حجت تمہاری فضول ہے، کیونکہ کسی الہام کے معنے وہ ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے، اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہر گز فوقیت نہیں رکھتی، کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خدا تعالی سے خاص طاقت پاکر اس کے معنے کرتا ہے۔ جس حالت میں لڑکی پیدا ہونے سے کئی دن پہلے عام طور پر کئی سو اشتہار چھپوا کر میں نے شائع کر دیئے اور بڑے بڑے آریوں کی خدمت میں بھیج دیئے، تو الہامی عبارت کے وہ معنی قبول نہ کرنا جو خود ایک مخفی الہام نے میرے پر ظاہر کئے اور پیش از ظہور جملہ مخالفین تک پہونچا دیئے گئے، کیا ہٹ دھرمی ہے یا نہیں۔ کیا ملہم کا اپنے الہام کے معانی بیان کرنا یا مصنف کا اپنی تصنیف کے کسی عقدہ کو ظاہر کرنا تمام دوسرے لوگوں کے بیانات سے عندالعقل زیادہ معتبر نہیں ہے۔ بلکہ خود سوچ لینا چاہیے کہ ملہم جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعوی کر لیتا ہے، تو وہ اپنے اس الہام اور تشریح کا آپ ذمہ دار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بیجا دینا ایسا ہے جیسے کوئی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنی نہیں، بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں۔ اب ہم اصل اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں (یہ اشتہار ہم پہلے نقل کر چکے ہیں، اس لئے اس مقام میں نقل نہیں ہوا۔ محمد حسین) تا ان کو اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیش گوئی کی نسبت کیا دعوی کیا تھا اور وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔

المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے گو صرف یہی لکھا ہے کہ یہ ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کے الہام والہ لڑکا ہے مگر زبانی کس و ناکس کو یہی کہا کہ یہ وہی لڑکا موعود مسعود ہے جس کا

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں وعدہ ہوا تھا اور خود اس باب میں ایک مضمون لکھا اور پونہ کے رہنے والے ایک اردو خوان سپاہی کے نام سے شحنہ ہند میرٹھ ۱۶ ستمبر ۱۸۸۷ء میں چھپوایا ہے، جس کی نقل یہ ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشگوئی

مندرجہ اشتہار ۲۰ فروری، ۲۲ مارچ، ۸ اپریل ۱۸۸۶ء

پر ایک منصفانہ نظر

ہمارے ایک عنایت فرما نے تین اشتہار ۲۰ فروری، ۲۲ مارچ و ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء از جانب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور پنجاب ہمارے پاس بھیجے ہیں جن میں ایک پیش گوئی اور نیز اس کے وقوع کا ثبوت بہت مدلل اور معقول طور پر درج ہے۔ ہم (اڈیٹر شحنہ ہند) حسب درخواست صاحب مرسل ان اشتہاروں کو اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرتے ہیں لیکن قبل تحریر ترجمہ اشتہارات ایک ریویو ان اشتہاروں کا اردو انگریزی دونوں میں لکھنا صفائی بیان اور ناظرین کی توسیع واقفیت کی غرض سے مناسب سمجھتے ہیں۔

واضح ہو کہ وہ پیش گوئی جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ عنوان میں درج ہے، ایک عظیم الشان پیش گوئی ہے جو ایک بابرکت اور مؤید الٰہی فرزند کے بارہ میں ظاہر کی گئی ہے جس کی نسبت مرزا صاحب کا یہ دعوی ہے کہ وہ فرزند نہایت مقدس اور موجب فیض و ہدایت عامہ خلائق ہوگا اور زمین کے کناروں پر شہرت پائے گا چنانچہ اسی مطلب کے بارہ میں مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اشتہار عام طور پر شائع کیا تھا اور صدہا کاپیاں رجسٹری کرا کر اور نیز بغیر رجسٹری بخدمت معزز عیسائی و ہندو صاحبان اور ان کے نامی گرامی پنڈتوں اور پادریوں کی خدمت میں ارسال فرمائی تھیں۔ مگر چونکہ اس اشتہار میں در بارہ تولد اس مبارک فرزند کے کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تھی، اس لئے

بعض نکتہ چینوں کے اصرار سے دوبارہ مرزا صاحب نے اپنے الہام سے ظاہر فرمایا کہ وہ بابرکت فرزند ۹ برس کے عرصہ تک کسی وقت میں پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس بارہ میں دوسرا اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کا مرزا صاحب کی طرف سے شائع ہوا تھا اور عام طور پر نامی مخالفوں کے نام بھیجا گیا تھا، بلکہ ان کے بعض اخبارات میں چھپ بھی گیا تھا پھر جبکہ مخالفوں نے اس مدت بیان کردہ کو بھی بہت دور دراز سمجھا تو جیسا کہ اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں درج ہے، مرزا صاحب ممدوح نے اتمام حجت کی غرض سے ایک نہایت قریب وقت دریافت کرنے کے لئے بحضرت باری عزّ اسمہ توجہ کی۔ اس آخری دفعہ کی توجہ میں مرزا صاحب پر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی نزدیک پیدا ہونے والہ ہے، جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا، جس کے معنے ان پر یہ منکشف ہوئے کہ غالباً موجودہ حمل میں وہ لڑکا پیدا ہو، اور اگر اس میں پیدا نہ ہوا تو بالضرور دوسرے حمل میں جو اس کے بعد اور بہت قریب ہے، پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس مدت مقررہ کے شائع اور ظاہر کرنے کیلئے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء مرزا صاحب کی طرف سے شائع ہوا جس کے مضمون کے موافق ۱۶ ذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء مرزا صاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس وقت یہ اشتہار صداقت آثار ہمارے سامنے رکھا ہے، جس کے دیکھنے سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی کسقدر عالی شان، واضح اور کھلی کھلی ہے، اشتہار موصوف کے دو فقرے یہ ہیں

پہلا فقرہ۔ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والہ ہے یا بالضرور اس کے قریب کے حمل میں۔

دوسرا فقرہ الہامیہ۔ نازل من السماء و نزل من السماء جو نزول یا قریب نزول پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی یہ ظاہر کرتا ہے کہ لڑکا اس حمل میں یا دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے، پیدا ہو گا۔

یہ دونوں فقرے بآواز بلند شہادت دے رہے ہیں کہ لڑکا جس کی نسبت اشتہار مذکور میں پیش گوئی کی گئی ہے بالضرور دوسرے حمل تک جو قریب ہے، پیدا ہو رہے گا۔ اب اس پیش گوئی میں جس قدر صفائی پائی جاتی ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ یہ بات ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ کسی امر فوق الاختیار کے ظہور کیلئے پیش از وقوع کوئی وقت خاص اور مدت معین قرار دینا اور بتمام ترقطع و یقین اس حد میں اور وقت مقررہ

پر حصر کر دینا، اور پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اسی وقت اور حد معین میں ظہور پذیر ہو جانا، کاروبار انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ خاص کر تولد پسر کے بارہ میں کوئی انسان دعوی کر کے اس قدر دم بھی نہیں مار سکتا کہ میری عمر کے کسی حصہ میں کوئی لڑکا میرا ضرور پیدا ہوگا، کیونکہ نہ تو عمر کا اعتبار اور نہ لڑکا پیدا کرنے پر کوئی اپنا اختیار، اور نہ پھر اس لڑکے کے جیتے رہنے کے یقینی آثار۔ چہ جائیکہ بغیر کسی ظاہری قرینے اور علامت کے لڑکا پیدا ہونے کے لئے بہت ہی قریب حد بتائی جائے اور پھر کروڑہا مخلوق کے مقابلہ پر میدان میں کھڑے ہو کر دعوی کیا جائے کہ تولد پسر اس حد معین سے تجاوز نہیں کرے گا، اور لڑکا صاحب عمر ہوگا (یہ لفظ ناظرین توجہ سے پڑھیں اور اس لفظ کی نسبت یہ بھی دعوی کیا گیا ہے کہ یہ انسانی دعوی نہیں، الہامی ہے۔ پھر مرزا قادیانی کے اس قول کو کہ اس لڑکے کو عمر پانے والہ نہیں کہا گیا، جس کو وہ سبز اشتہار مطبوعہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں کہہ چکا ہے، ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیں کہ یہ شخص کذاب و دروغ نہیں ہے تو کیا ہے؟ محمد حسین)، بیدا ہیت ظاہر ہے کہ ایسا دعوی کوئی انسان نہیں کر سکتا اور نہ کسی ابن آدم کو ایسی جرئت ہے کہ اس قسم کا دعوی زبان پر لاوے۔ بالخصوص جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص نے بدعوی ماموروملہم من اللہ ہونے کے اس پیش گوئی کو ایک جہان کے سامنے اپنی عزت یا ذلت کا معیار بنایا، اور لاکھوں مخالفوں کے سامنے یقینی طور پر دعوی کیا ہے کہ دوسرے حمل تک جو بہت ہی قریب ہے، بالضرور لڑکا پیدا ہوگا۔ پھر خدا تعالی نے اس دعوی کو سچا کر کے دکھلا دیا اور منکروں کو نادم اور رسوا کیا تو اور بھی زیادہ تر بزرگی اس پیشگوئی کی اور سچائی اس شخص کی ہم پر کھلتی ہے، کیونکہ خدائے عادل وانصاف پسند کی طرف سے ایک دروغگو کو ایسی کھلی کھلی تائید ہونا غیر ممکن وخلاف صفات کاملہ مقدسہ حضرت باری ہے...

. اور ایک اور نشانی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مولود موعود کے لئے ایک یہ علامت لکھی تھی کہ وہ تین کو چار کرنے والہ ہوگا سو یہ علامت بھی پوری ہوئی، کیونکہ اس فرزند مبارک سے پہلے مرزا صاحب کی اولاد صرف تین ہیں۔ دو پسر اور ایک دختر۔ بجز ان کے اور کوئی ایسی اولاد بھی نہیں کہ کسی وقت پیدا ہو کر فوت ہوگئی ہو۔ سو یہ لڑکا برتبہ چہارم ہونے کی وجہ سے تین کو چار کرنے والہ ہے۔ راقم ایک محقق متکلم از پونہ

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس مضمون کی عبارت کو ناظرین غور سے پڑھیں گے تو اس کے الفاظ اور طرز تحریر سے پہچان لیں گے کہ یہ مرزا قادیانی کا اپنا لکھا ہوا مضمون ہے، جس کو اس نے برخلاف واقعہ دوسرے کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ مضمون اول سے آخر تک بتا رہا ہے کہ راقم مضمون نے اس لڑکے کو وہی لڑکا سمجھا ہے، جس کا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸٦ء میں ذکر ہے۔ اس مضمون کے پہلے اور دوسرے فقرات کے مصدق مرزا قادیانی کے دستخطی خطوط (جو اصل منشی احسن امروہی کے پاس ہیں اور نقل ان کی دستخطی اور مولوی محمد بشیر صاحب کے مصدقہ) میرے پاس موجود ہیں۔ ان میں بھی قادیانی نے ظاہر کیا ہے کہ تین کو چار کرنے والا یہی لڑکا ہے. اور وہی مصداق عربی فقرات الہام ہے۔

وہ لڑکا (بشیر) جب تک زندہ رہا، نتیجہ الہام ۲۰ فروری ۱۸۸٦ء سمجھا گیا، مگر خدا نے اس ظالم ومفتری وکذاب کو دوبارہ ذلیل کرنا چاہا تو ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اس منحوس ونامبارک و باعث ضلالت لڑکے کو دنیا سے اٹھا لیا۔ جس پر دنیا میں شور وغل مچ گیا اور اس پر بھی مرزا جھوٹا ہونے میں نہ آیا اور یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو چوبیس صفحہ کا سبز اوراق کا رسالہ اس مضمون کا چھاپ دیا کہ میں نے کب کہا تھا کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کا ۲۰ فروری ۱۸۸٦ء کے اشتہار میں ذکر تھا اور یہ عمر پانے والا ہے۔ اور کہا کہ میں نے تو اشتہارے۔ اگست ۱۸۸٦ء میں صرف یہ لکھا تھا کہ یہ وہ لڑکا ہے جس کا ۸۔ اپریل کے اشتہار میں ذکر ہے۔ اور عقل وحیا کو پیش نظر رکھ کر اتنا نہ سوچا کہ

☆ جس لڑکے کا ذکر ۸۔ اپریل کے اشتہار میں تھا وہ کونسا لڑکا تھا؟

☆ ۸۔ اپریل کو کس لڑکے کی میعاد کی بابت ملہم سے آپ نے دوبارہ انکشاف کا سوال کیا تھا؟

☆ اور کس کی بابت جواب ملا؟

ان سوالوں کا جواب یہی ہوگا کہ وہی ۲۰ فروری کے اشتہار والا لڑکا تھا، اسی کی مدت تولیت سے سوال تھا، اور اسی سوال کے جواب میں اس لڑکے کا مژدہ سنایا گیا تھا۔

اور یہ تو نہیں ہوسکتا کہ برطبق سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ سوال تو ۲۰ فروری کے الہامی لڑکی کی مدت سے ہو، اور جواب میں کسی اور کی مدت بتائی گئی ہو۔

اور مرزا صاحب نے نہ یہ سوچا کہ اس جواب کو گول مال بنانے کے لئے جو میں

نے دوسرا الہام گھڑ لیا تھا کہ آنے والہ یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔
اس کا دوسرا حصہ گو اس جواب کو گول مال بتاتا ہے، مگر اس کا پہلا حصہ صاف اشارہ کرتا ہے کہ یہ لڑکا وہی موعود لڑکا ہے۔ لہذا یہ الہام بھی ہمارے حق میں مفید اور اس امر کا متعین کرنے والہ نہیں ہے کہ یہ لڑکا وہ نہیں اور ہے۔

قطع نظر اس سے ہم (یعنی مرزا) خود محقق متکلم پونہ بن کر اخبار شحنہ ہند میں اور پرائیویٹ خطوں میں اور مجلسوں میں بیان کر چکے ہیں کہ تین کو چار کرنے والہ یہی ہے اور یہی لڑکا موعود معلوم ہوتا ہے، اس لئے اب ہم کچھ عقل اور حیا سے کام لیں، اور کم از کم اتنا ہی کہدیں کہ ہم نے جو اس لڑکے کو موعود سمجھا تھا، یہ ہمارا فہم و اجتہاد تھا۔ اس میں ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ مگر یہ امر مرزا قادیانی اور اس کے اتباع سے کیونکر ہوسکتا تھا۔ اپنے جھوٹ اور گناہ کا اقبال کرنا اور حق کو قبول کرنا تو موت سے زیادہ ان پر سخت و ناگوار ہے، لہذا انہوں نے الٹا اپنے معترضین کو الزام دیا اور چوبیس صفحہ کے رسالہ (اشتہار) مذکور کو اسی بیان کی تائید میں اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیا کہ ہم نے کب اور کہاں کہا تھا کہ یہ لڑکا ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا اشتہاری لڑکا ہے، اور یہ عمر پانے والہ ہے۔

الغرض اس لڑکے کے مرجانے سے خدا تعالی نے مرزا صاحب کو جھوٹا کیا۔ تمام دنیا نے انہیں مفتری کہا مگر وہ جھوٹا ہونے میں نہیں آئے۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس لڑکے کے بعد دوسرا لڑکا مرزا صاحب کے گھر میں پیدا ہوا، تو اس کو بھی الہامی موعود سمجھا گیا تھا۔ روئیداد اشتہار مطبوعہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء جس کا عنوان ہے تکمیل تبلیغ، ملاحظہ ہو۔ اس اشتہار میں یوں لکھا ہے

. ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو اس عاجز کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگیا ہے،،،، ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی مصلح موعود اور عمر پانے والہ ہے یا وہ کوئی اور ہے،،، لیکن میں جانتا ہوں کہ.... اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدا تعالی اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک وہ اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے،،، تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود ہوگا۔ ورنہ وہ دوسرے وقت آئے گا۔

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد اول۔ ص ۱۶۱۔۱۶۲)

اور ۲۰، اپریل ۱۸۹۳ء کو تیسرا لڑکا پیدا ہوا۔ اس کو بھی مولود موعود سمجھا جاتا ہے۔

ان دونوں لڑکوں کی نسبت بھی مرزا قادیانی اور اس کے غالی پیرو اور اندھے مقلد پرائیویٹ طور پر دورخی باتیں کرتے رہے ہیں، جس سے اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی لڑکا جیتا رہا، تو اسی کو موعود بنایا جائے گا (گو واقع میں ان میں سے ایک بھی موعود نہیں ہوسکتا۔ نہ یہ دونوں حمل اول سے قریب حمل سے پیدا ہوئے اور نہ یہ تین کو چار کرنے والے ہوسکتے ہیں۔ تین کو چار کرنے والہ تو وہی تھا جس کے پہلے دو بڑے لڑکے اور ایک لڑکی عصمت ہو چکے تھی۔ یہ تو چار کو پانچ یا چھ کو سات کرنے والے ہیں، کیونکہ بیچ میں ایک اور لڑکی پیدا ہو مرگئی ہے۔ اور بقیہ اوصاف اشتہار ۲۰ فروری سے بھی ان میں کوئی صفت پائی نہیں جاتی۔ محمد حسین) اور اگر یہ دونوں مر گئے تو یہ کہا جائے گا کہ ہم نے صاف طور پر ان کو موعود اشتہار ۲۰ فروری نہیں کہا تھا۔

اس تیسرے لڑکے کی نسبت ایک بات بھی قابل اظہار ہے، جو قادیانی کی دھوکہ بازیوں کی تازہ مثال ہے، کہ تحریر (بنام خاکسار محمد حسین) ۱۹، اپریل ۱۸۹۳ء کی پشت پر اس لڑکے کی نسبت قادیانی نے یہ عبارت درج کی ہے

۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء سے چار مہینے پہلے صفحہ ۲۶۶ آئینہ کمالات اسلام میں بقید تاریخ شائع ہو چکا ہے کہ خدا تعالی نے ایک اور بیٹے کا اس عاجز سے وعدہ کیا ہے جو عنقریب پیدا ہوگا۔ اس پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں

سیو لد لک الولد زید نی منک الفضل ان نوری قریب۔ یعنی عنقریب تیرے لڑکا پیدا ہوگا اور فضل تیرے نزدیک کیا جائے بے شک میرا نور قریب ہے۔

سو آج ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو وہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں، چہ جائے کہ یقینی اور قطعی طور پر اشتہار دیوے کہ ضرور عنقریب اس کے گھر میں بیٹا ہوگا۔ خاص کر ایسا شخص جو اس پیش گوئی کو اپنے صدق کی علامت ٹھہراتا ہے اور تحدی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اب چاہیے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب دیں کہ یہ پیشگوئی کیوں پوری ہوئی۔ کیا یہ استدراج ہے، یا نجوم ہے، یا اٹکل ہے؟ اور کیا سبب ہے کہ خدا تعالی بقول آپ کے ایک دجال کی ایسی پیش گوئیاں پوری کرتا ہے جن سے اس کی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔

الراقم غلام احمد از قادیان

مولانا فرماتے ہیں کہ یہاں بھی مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا اور

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

کا مصداق بن کر دکھایا ہے۔ اس عبارت میں اس نے دو دعوی کئے ہیں۔

☆ ایک یہ کہ کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۲۶۶ میں وہ شائع کر چکا تھا کہ خدا تعالی نے اس کو ایک اور بیٹے کا وعدہ دیا ہے۔

☆ دوسرا یہ کہ اسی صفحہ میں اس کی مدت بقید تاریخ بتائی گئی تھی۔

اور یہ دونوں باتیں جھوٹ ہیں۔ نہ مرزا صاحب نے دافع الوساوس کے صفحہ مذکور میں بیٹا پیدا ہونے کا وعدہ درج کیا ہے، نہ اس کی کوئی مدت بتائی۔ وہاں آپ نے یہ الہام نقل کیا ہے۔ سیو لد لک الولد جس کا ٹھیک ترجمہ صرف یہ ہے کہ تیرے یہاں بچہ ہوگا۔ جو عرب اور ہند کے محاورہ میں عام لفظ ہے اور بیٹا اور بیٹی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس ظالم ومفتری نے اس الہام کا ترجمہ بھی دافع الوساوس میں نہیں کیا، جو اس اشتہار میں کیا ہے۔ کرتا تو اس کا کچھ داؤ چل جاتا۔ اور میعاد یا تاریخ کا تو اس صفحہ یا کسی اور صفحہ میں نام و نشان نہیں، صفحہ ۲۶۳ دافع الوساوس میں جس تاریخ اور میعاد کا ذکر ہے اس کو تولد فرزند سے کوئی تعلق نہیں، وہ تو مباہلہ قبول کرنے یا نہ کرنے کو مولویوں کے لئے میعاد بتائی گئی ہے

یہ دونوں جھوٹ برطبق دروغ گوئم برروئے تو بول کر مرزا قادیانی اس بچہ کو اپنے الہام کا نتیجہ اور اپنی صداقت کی دلیل بنا بیٹھا ہے۔ اور خاکسار محمد حسین سے یہ سوال کرتا ہے کہ اگر میں ولی اور سچا پیش گو نہیں، تو میری یہ پیش گوئی کیوں پوری ہوئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نہ تم نے بیٹا پیدا ہونے کی پیش گوئی کی اور نہ خدا نے اس کی تصدیق کی۔ تم نے اپنی بیوی کا پانچ ماہ کا حمل دیکھا تو اس سے سمجھ لیا کہ تمہارے گھر میں کچھ (لڑکی یا لڑکا) پیدا ہوگا، پھر یہ الہام گھڑ لیا۔ تمام دنیا کے لوگ مسلمان، ہندو، اپنے گھروں میں حمل دیکھ کر ایسا ہی کہہ دیا کرتے ہیں اور امید رکھ لیتے ہیں کہ ہمارے گھر میں بچہ پیدا ہوگا۔ فرق یہ ہے کہ اور لوگ تو صرف اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں، تم نے اس خیال کو عربی میں ادا کرکے خدا پر افتراء کیا۔ پھر یہ پیش گوئی ہوئی یا دروغ گوئی؟

اس لڑکے کی نسبت ہر شخص یہی کہے گا کہ وہ لڑکا معمولی طور پر پیدا ہوا، مگر تم نے اس کو جھوٹ بول کر الہامی بنا لیا۔ اور اس میں دو سفید جھوٹ کا ارتکاب کیا، مگر پھر بھی ممکن

نہیں کہ تم اپنے اس جھوٹ کو مانو۔ یا تمہارے غالی اتباع تمہارا جھوٹا ہونا تسلیم کریں۔

اب ہم اس مثال کو چھوڑ کر اصل الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان الہاموں کے دعوی میں دو دفعہ تو مرزا قادیانی علی رؤس الاشہاد جھوٹا ہو چکا ہے۔

☆ ایک مرتبہ، لڑکی (عصمت) پیدا ہونے سے،

☆ دوسری دفعہ، بشیر کے مر جانے سے۔

☆ اور دو دفعہ پرائیوٹلی جھوٹا ہو چکا ہے، یعنی دوسری اور تیسری لڑکی کے شرائط اشتہار کے مطابق پیدا نہ ہونے سے۔

ومعہذا وہ اپنے حمقاء اتباع میں سچے کا سچا بنا بیٹھا ہے۔ اور اب نو برس کی میعاد بھی گذرنے والی ہے جس میں اس وقت صرف ایک سال اور نو مہینے باقی ہیں اور خدا برحق سے، جو ہمیشہ حق کا مؤید ہوتا ہے اور آخر باطل کو مضمحل اور باطل والوں کو ذلیل کرنے والہ ہے، ہر مسلمان کو کامل امید ہے کہ اس عرصہ ایک سال نو ماہ میں وہ اس کذاب کو سچا نہ کرے گا اور اس کا جھوٹ ایسا ظاہر اور مبرہن کرے گا کہ اس سے اس کے اکثر دام افتادہ حمقاء بھی اس کے دام سے رہا ہو جائیں گے۔ اس بات پر ہر مسلمان کو ایسا یقین ہے جیسا کہ اسلام کے برحق ہونے پر یقین ہے (اور مولانا بٹالوی کی یہ پیش گوئی یوں پوری ہوئی کہ اس پونے دوسال کے دوران مرزا صاحب کے ہاں کوئی موعود یا غیر موعود لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ اور مرزا صاحب کی ۱۸۸۶ء والی وہ پیش گوئی کہ نو سال کی مدت میں ان کے ہاں موعود لڑکا پیدا ہوگا کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی گئی۔ بہا)

بایں ہمہ یہ ایسا شیر بہادر ہے کہ پھر بھی جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا اور اپنے الہامات مذکورہ کے ایسے معانی اور تاویلات کرے گا جس سے وہ اپنے آپ کو بعض جاہلوں کی نظروں میں سچا بنائے رکھے۔ مثلاً

☆ میعاد نو سال کی نسبت یہ کہہ دے گا کہ اس سے قمری سال مراد ہیں نہ شمسی۔ بلکہ آسمانی اور روحانی سال مراد ہیں۔ جس کے معنے ہنوز ملہم نے مجھے نہیں بتائے، بلکہ ان الفاظ میں اس نے ابھی معنے نہیں ڈالے، وہ ان کے معنے سوچ رہا ہے۔ لہذا ممکن ہے کہ اس سے ایسی مدت مراد ہو جس کی میعاد ہنوز باقی ہو۔ اور اس میں کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو،

☆ یا انہیں لڑکوں میں سے اگر وہ سب مر گئے، کسی کی نسبت یہ کہدے گا کہ صفات

اشتہار ۲۰ فروری اس معنی سے اس میں پائی جاتی تھیں کہ اس میں ان صفات کی استعداد اد و قابلیت تھی۔ چنانچہ منحوس متوفی لڑکے کی نسبت اس نے سبز اوراق رسالہ مطبوعہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۷ میں کہدیا ہے کہ ہاں خدا تعالی نے بعض الہامات میں یہ ہم پر ظاہر کیا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہو گیا ہے، ذاتی استعدادوں میں اعلی درجہ کا ہے اور دنیوی جذبات بکلی اس کی فطرت سے مسلوب اور دین کی چمک اس میں بھری ہوئی ہے اور روشن فطرت اور عالی گوہر اور صدیقی روح اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا نام باران رحمت اور مبشر اور بشیر اور ید اللہ بجلال و جمال وغیرہ اسماء بھی ہیں۔ سو جو کچھ خدا تعالی نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس کی صفات ظاہر کی یہ سب اس کی صفائی استعداد کے متعلق ہیں، جن کے لئے ظہور فی الخارج کوئی ضروری امر نہیں.

(اس تاویل کے علاوہ اس سبز رسالہ کے صفحہ ۱۷ و ۲۱ وغیرہ میں اس منحوس لڑکے کو الہامی بنانے کے لئے قادیانی نے ایسی تاویلیں کی ہیں کہ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ قادیانی روز روشن کی طرح جھوٹا ہو کر بھی کبھی جھوٹا نہ بنے گا۔ اس میں وہ کہتا ہے کہ پیش گوئی ۲۰ فروی ۱۸۸۶ء میں اس لڑکے کی نسبت لفظ مہمان اور پاک کہکر یہ جتایا گیا ہے کہ وہ لڑکا لڑکپن میں فوت ہو جائے گا،

☆ لہذا اس کے فوت ہونے سے وہ پیش گوئی پوری ہوئی نہ کہ جھوٹ۔

☆ اور وہ لڑکا روحانی طور پر موجب نزول رحمت ہوا۔

اس تاویل پر جو بنظر ظاہری الفاظ پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ اس لڑکے کو پیش گوئی مذکور میں صاحب شوکت و دولت و برکت وغیرہ کہا گیا ہے، پھر اس لفظ مہمان اور پاک کہکر فوت ہو جانا جتانا کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا ہے کہ

اس پیش گوئی کے دو حصوں میں دو لڑکوں کی خبر دی گئی ہے۔ پہلے حصہ میں جس میں الفاظ مہمان اور پاک وغیرہ ہیں، فوت ہونے والے لڑکے کی خبر ہے۔

دوسرے حصہ میں جو لفظ مبارک سے شروع ہوتا ہے دوسرے لڑکے کی بشارت ہے جو صفات مذکورہ سے موصوف ہوگا

اور کہا کہ یہ امر (تفصیل اور تقسیم مذکور) الہام کے ذریعہ سے کھل گیا ہے۔ ناظرین غور کرو اور انصاف کو کام میں لاؤ کہ الہام ۱۸۸۶ء کی تفصیل کی بابت الہام مرزا قادیانی کو تب ہوا جب ۱۸۸۸ء میں وہ لڑکا فوت ہو گیا، اور اس الہام کا کذب ظاہر ہو کر مرزا قادیانی کی ذلت وخواری اور رسوائی کا موجب ظاہر ہوا، جس سے

یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ وہ الہام خدا تعالی کی طرف سے نہیں ۔ اس کا ملہم شیطان ہے جو خبیث اور ناپاک فہم مرزا قادیانی کو ذلیل کر رہا ہے۔

☆ ۱۸۸۶ء میں ایک بات کہکر اور اسکے ظاہری مضمون کا یقین دلا کر اور مدعی بنا کر اسکو ذلیل کیا۔

☆ پھر ۱۸۸۸ء میں اس کے دوسرے معنی بتا کر دوبارہ دشمنوں سے اس کو ذلیل کرایا۔

چونکہ مرزا قادیانی کی حس ماری گئی ہے، حیا اور شرم اس سے بالکل مسلوب ہوگئی ہے، لہذا وہ اس بات کو نہیں سمجھتا۔ جو کچھ شیطان اس کو سکھاتا ہے وہ فوراً اس کا اشتہار کر دیتا ہے۔

اس سبز رسالہ اور دیگر اشتہارات متعلقہ پیشگوئی مذکور میں اور بھی عجائبات ہیں مگر ان کے بیان واظہار کے لئے نہ وقت ہے نہ یہاں اس کی گنجائش ۔محمد حسین)

☆ یا یہ کہدیگا کہ ان صفات میں سے بعض صفات ، جیسے صاحب شوکت و دولت ہونا، کا ظہور قیامت کو ہوگا اور اسیروں کی رہائی پانے سے یہ مراد ہے کہ وہ مر گئے اور ان کی خادم عورتوں کی خدمت سے چھٹی ہوئی ۔ اسی قسم کی وہ اور تاویلیں سنائے گا اور کبھی جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا۔

اس الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی ایک اور تازہ نظیر اور آپ کی دھوکہ بازی اور افترا پردازی کی تیسری مثال مرزا کا وہ الہام ہے جو اس عاجز (محمد حسین) کے عذاب میعادی چالیس روز کی نسبت قادیانی کو ۲۹ شعبان کو ہوا تھا جس کو وساوس کے صفحہ ۶۰۴ میں بالفاظ و عبارت ذیل قادیانی نے بیان کیا ہے

. چند ماہ کا عرصہ ہوا جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور بایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے ،تب میں جناب الہی میں رویا کہ میری مدد کر۔ تو اس دعا کے بعد الہام ہوا کہ ادعونی استجب لکم یعنی دعا کر میں قبول کروں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے عذاب کیلئے دعا کروں ۔ آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے۔ اس مضمون لکھنے کے وقت خدا تعالی نے دعا کے لئے دل کھول دیا سو میں نے اس وقت اسی طرح رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کے لئے دعا کی اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہوگئی ۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مھین من اراد اہانتک وہ اسی

موقع کیلئے ہوا تھا یعنی اس مقابلہ کے لئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی ہے اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں

ناظرین آج ۱۳ شوال مطابق ۳۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء ہے جس میں میعاد مقررہ قادیانی سے تین دن بڑھ گئے ہیں۔ مگر میں اس وقت تحریر تک خدا کے فضل و انعام کا مورد ہوں۔ میری صحت اچھی ہے، قوی سالم ہیں، اولاد میں مرزا قادیانی سے بڑھ کر ہوں، جائز آمدنی مرزا قادیانی کی نسبت زیادہ رکھتا ہوں، گو ناجائز آمدنی اس کی زیادہ ہے۔ مسلمانوں کی نظروں اور ان غیر اقوام کے اعیان کی نظروں میں، جن کو مرزا قادیانی سے تعلق نہیں میری خداداد عزت کو ترقی ہے۔ باقیات صالحات کے لئے توفیق رفیق ہے، اگر خدا ان کو قبول کرے تو میری نجات کے لئے کافی ہیں۔ آج کل میں اکثر چھ بجے صبح سے پانچ یا چھ بجے شام تک نصرت دین سید المرسلین اور رد کفریات کے لئے ایسی توفیق دیا جاتا ہوں کہ اس سے پہلے کبھی ایسی توفیق عطا ہونی یاد نہیں۔ الغرض ان چالیس دنوں میں مجھے کسی قسم کی مصیبت نہیں پہنچی۔ ہر طرح کی فرحت، صحت، عافیت و توفیق شامل رہی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک

مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا قادیانی کا وہ الہام سراسر کذب و بہتان و فریب ہے، مگر پھر بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ اس کو جھوٹ مانے اور اپنا جھوٹا ہونا تسلیم کرے۔ وہ اپنے مریدوں کو یہ کہے گا اور غالباً کہتا ہوگا کہ اس عذاب و اہانت سے یہ مراد ہے کہ محمد حسین نے اب تک میرے سوال کا جواب چھاپ کر نہیں بھیجا، یا یہ کہہ دے گا کہ اس عذاب سے روحانی عذاب مراد ہے جس کا ظہور قیامت کو ہوگا، یا کسی سے یہ سن کر کہ اس کی اولاد میں سے کسی کو بخار ہوگیا تھا، کسی کو زکام، یا یہ سن کر کہ ماہ رمضان میں اس کو بھوک اور پیاس بہت لگتی تھی، یہ کہہ دے گا کہ یہی عذاب ہے جس کا اس الہام میں وعدہ دیا گیا تھا۔

الغرض اس الہام میں مرزا قادیانی جھوٹا ہو چکا ہے۔ ایک گروہ دنیا کا جو خاکسار کے حالات سے واقف ہے، اس کو جھوٹا کہے گا۔ مگر وہ اپنا جھوٹا ہونا قبول نہ کرے گا۔ اور نہ اس کے حمقاء اتباع اس الہام میں اس کو جھوٹا سمجھیں گے۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس قسم کے جھوٹ اور فریب کے بھرے ہوئے اور معہذا اسے سچا بنانے والے الہامات قادیانی اور بہت ہیں جن سب کا بالاستیعاب ذکر کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیے، اور بہت سا وقت۔ انہیں الہامات کو دیکھ کر اے حضرات ناظرین اور حق کے طالبین، خاکسار نے اشاعت الہام منذر مذکور کو اشاعۃ السنہ میں محدود کیا اور قبل از اشاعت اس کے الفاظ و قیود کو دیکھ لینا اور اس کے معنے کی شرح اسی سے کرا لینا ضروری سمجھا ہے۔ اور اگر قبل از ملاحظہ وتحقیق الفاظ وتعین مراد اس کو اس الہام کے چھاپنے کی غیر محدود اجازت دی جائے تو اس سے عام مسلمانوں میں وہی فتنہ پھیلے گا جو پہلے الہامات سے پھیل رہا ہے۔ انہی عوام اہل اسلام کے بہک جانے کا مجھے اس الہام کی عام اجازت اشاعت دینے سے خوف واندیشہ ہے۔ اپنی ذات کیلئے تو مجھے اس کا اتنا بھی خوف واندیشہ نہیں ہے جتنا شیر کو مچھر کے کاٹنے کا خوف ہوسکتا ہو۔ مرزا غلام احمد قادیانی جو عدم اجازت عام سے میرا اپنی ذات کیلئے خوف نکالتا اور اپنے دام افتادہ حمقاء کو اس کا یقین دلاتا ہے تو اس کی وقاحت اور اس کے اتباع کی حماقت ہے۔ میں اپنی ذات کے لئے اس سے کچھ خوف رکھتا تو پھر اس کا پیرو کیوں نہ ہو جاتا؟ اور اس کو کافر و زندیق سمجھ کر رات دن اس کے تعاقب میں کیوں مصروف رہتا؟

☆☆☆

عربی تفسیر

مولانا بٹالوی (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ صفحات ۱۸۹ تا ۱۹۲ میں) بتاتے ہیں کہ بالمقابل تفسیر لکھنے کی درخواست دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۲ میں مرزا قادیانی نے کی ہے۔ اس کو ہم اسی کے الفاظ وعبارت سے نقل کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے صرف اس کی شروط وقیود پر نمبر لگاتے ہیں۔ قادیانی صاحب کہتے ہیں

اس فیصلہ کے لئے احسن انتظام یوں ہوسکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہوکر

۱۔ منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے لئے چند سورتیں قرآن کریم کی

۲۔ جن کی عبات ۸۰ آیت سے کم نہ ہو، تفسیر کے لئے منتخب کر کے پیش کریں۔ اور

۳۔ پھر بذریعہ قرعہ اندازی ایک سورت ان میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جاوے۔ اور

۴۔ اس تفسیر کے لئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جائے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفی عبارت میں قلم بند ہو۔ اور

۵۔ وہ دس جزء سے کم نہ ہو۔ اور

۶۔ جس قدر اس میں حقائق ومعارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہوں بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں جو کسی دوسری کتاب میں پائے نہ جائیں۔ اور

۷۔ وہ بایں ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں۔ بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں۔ اور

۸۔ کتاب کے اخیر میں سو شعر لطیف بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرت ﷺ میں بطور قصیدہ درج ہوں۔ اور

۹۔ جس بحر میں وہ شعر ہوں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا

جائے۔اور

۱۰۔ فریقین کواس کام کے لئے چالیس دن کی مہلت دی جائے°

(یہ دس شرطیں ہیں نہ کہ تین، جیسا کہ قادیانی نے ۱۹۔اپریل ۱۸۹۳ء کے اشتہار میں کہا ہے)۔

اوراس مقابلے کا طریق مرزا صاحب نے بایں الفاظ بیان کیا۔

اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جوعربی میں ہوں گے، سناویں۔ پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق اور معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا تو اسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا اور اپنی کتابیں جلا دے گا۔اور شیخ محمد حسین کا حق ہوگا کہ اس وقت اس عاجز کے گلے میں رسہ ڈال کر یہ کہے کہ اے کذاب، اے دجال، اے مفتری آج تیری رسوائی ظاہر ہوئی۔اب کہاں ہے جس کو تو کہتا تھا کہ میرا مددگار ہے۔اب تیرا الہام کہاں ہے اور تیرے خوارق کہاں چھپ گئے۔لیکن اگر یہ عاجز غالب ہوا تو پھر چاہیے کہ میاں محمد حسین اسی مجلس میں کھڑے ہوکر ان الفاظ سے توبہ کرے کہ اے حاضرین آج میری روسیاہی ایسی کھل گئی کہ جیسا آفتاب کے نکلنے سے دن کھل جاتا ہے اور اب ثابت ہوا کہ یہ شخص حق پر ہے اور میں ہی دجال تھا، اور میں ہی کذاب تھا، اور میں ہی کافر تھا، اور میں ہی بے دین تھا اور اب میں توبہ کرتا ہوں سب گواہ رہیں۔ بعد اس کے اسی مجلس میں اپنی کتابیں جلا دے اور ادنی خادموں کی طرح پیچھے ہولے۔ شیخ بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ میاں شیخ الکل اور دوسرے تمام متکبر ملاؤں کو ساتھ ملالے۔

المشتہر۔مرزا غلام احمد قادیانی ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء (مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۳۸۱۔۳۸۲)

جواب درخواست

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہ درخواست کوئی نئی بات نہیں ہے۔ مرزا صاحب پہلے بھی اپنے آسمانی فیصلہ کے صفحہ ۱۲ میں یہ درخواست کرچکے ہیں اور اس کا دندان شکن جواب ہم نے فیصلہ آسمانی میں بصفحہ ۲۷ وغیرہ نمبرا جلد ۱۴ اشاعۃ السنۃ میں دے دیا تھا۔اور

چونکہ مرزا قادیانی کو ایسے معتقد اور اس کی تصانیف کے ایسے ناظر مل گئے ہیں جو علم و فہم سے محض کورے ہیں، وہ اس کے نئے رنگوں (جو گرگٹ کی طرح وہ بدلتا ہے) کو پہچان نہیں سکتے اور یہ نہیں جانتے کہ یہ تو وہی پرانا ڈھکوسلہ ہے جو وہ آسمانی فیصلہ کے صفحہ ۱۲ میں دکھا چکا ہے اور اس کا جواب بھی اس کو کافی وشافی مل چکا ہے، لہذا اس نئے پیرایہ اور نئے رنگ کا جواب اسی کے رنگ اور پیرایہ میں دیا جاتا ہے ۔ اور وہ یہ ہے۔

قادیانی صاحب میں آپ کے مقابلہ میں عربی میں تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں ، حاضر ہوں، حاضر ہوں ۔ جب چاہیں اور جس مقام میں (بجز قادیان، جس کی وجہ بیان ہو چکی ہے) لاہور میں خواہ بٹالہ میں چاہیں مجھے بلالیں ۔ میں فوراً حاضر ہو جاؤں گا اور چونکہ آپ ہی اس مقابلہ کے مدعی بنے ہیں، لہذا آپ ہی پر اس مجلس کا اہتمام و انتظام واجب ہے، آپ شوق سے انعقاد مجلس کا اہتمام کریں اور مجھے جلد بلا دیں اور اگر آپ نے پسند کیا یا اکثر ارکان مجلس نے پسند کرلیا تو اسی مجلس میں پہلے آپ کی سابق تحریرات عربی، خصوصاً خطبہ دافع الوساوس کو جس پر آپ کو اور آپ کے تمام احباب کو بڑا ناز ہے، پیش کیا جائے گا ۔ اور ایسا ہی آپ کے سابق بیان کردہ اسرار و معارف وحقائق قرآن کو جو آپ نے رسالہ فتح اسلام، توضیح مرام اور دافع الوساوس میں بیان کئے ہیں، اسی مجلس علماء میں پیش کیا جاوے گا ۔ ان عبارات کی کریہہ عربی کو سن کر اگر حاضرین با مذاق کو متلی شروع ہوگئی اور میرے بیان سے اور بھی ان عبارات میں آپ کی غلطیاں صرفی ونحوی وادبی ثابت ہوگئیں اور آپ کے سابق اسرار وحقائق کا کفر والحاد ہونا ثابت ہوگیا، تو پھر آپ کو دوبارہ امتحان دینے کے لئے عبارت آرائی اور حقائق فرمائی کی تکلیف اٹھانے اور چالیس روز تک اس تکلیف کے لئے کسی جگہ مقید رہنے کی حاجت نہ رہے گی، اور آپ کی حقیقت کس و ناکس کو معلوم ہو جاوے گی ۔ اور اگر اس مجلس میں آپ کی سابق عربی واقعی اور صحیح بن گئی اور آپ کے اسرار وحقائق کی حقانیت ثابت ہوگئی تو پھر میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر لکھونگا یا (اگر آپ کی سابق عربی دانی اور اسرار بیانی کی ہیبت دل پر پڑ گئی تو) میں آپ کے مقابلہ سے عاجز ہو کر آپ کو اسی مجلس میں بڑا عالم عربیت، ادیب اور نکتہ رس، حقیقت شناس مان لوں گا اور آپ کو جاہل سمجھنے میں غلطی کا اقرار کرونگا۔

اب آپ اس مجلس کے انتظام واہتمام میں توقف نہ کریں اور نہ اب کوئی عذر و چوں چرا انعقاد مجلس میں عمل میں لاویں ۔ اور اگر میری گذارش مذکور میں آپ کو کچھ عذر ہو تو اس عذر کو اسی مجلس میں پیش کریں، اور اسی مجلس کے تصفیہ پر راضی ہو جائیں ۔ جیسا کہ خاکسار اس گذارش کی منظوری و عدم منظوری کی بابت اسی مجلس کے غلبہ رائے پر راضی ہو گیا ہے ۔ مجلس سے پہلے اس عذر کو بذریعہ تحریر پیش کر کے ایک اور نئی تحریری بحث شروع نہ کر دیں ۔ جس سے مطلب اور مقصود دور پڑ جانے کا اندیشہ ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ کی کسی شرط میں بالفعل گفتگو نہیں کی، حالانکہ بہت سی شروط ان میں محل کلام ہیں ۔ اس کلام نہ کرنے سے مجھے یہی خوف مانع ہوا ہے کہ مبادا شروط میں بحث شروع ہو کر دور جا پڑے اور اصل مطلب ہاتھ سے جاتا رہے ۔ اسی مجلس میں جو شرط محل کلام ہو گی اس کو پیش کر کے اس کا حاضرین سے فیصلہ کرایا جاوے گا ۔

ایک یہ گذارش بھی نا مناسب نہیں ہے اور امید ہے کہ ہر ایک صاحب انصاف و بصیرت اس کو پسند کرے گا کہ اس مجلس کے ارکان خصوصاً حضرات منصفین عربی علوم سے ماہر ہوں اور دین کے پابند اور علوم دین سے باخبر ۔ صرف نیچری یا صرف مغربی علوم انگریزی وغیرہ کے مولوی ارکان مجلس اور منصف نہ ہوں ۔ ایسے لوگ ارکان و منصف ہوں گے تو وہ انصاف وموازنہ نہ کیا کریں گے ۔ ایسے لوگ تو حق کو ناحق کریں گے اور راست رو کو جھوٹا کریں گے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے

اذا کان الغراب دلیل قوم   سیہدیھم طریق الھالکینا

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے خطاب میں اس درخواست کے متعلق صرف اسی قدر گذارش کرنا تھا ۔ ذیل میں اپنے ناظرین اور مرزا صاحب کے اتباع میں بعض حق کے طالبین کی خدمت میں کچھ گذارش کیا جاتا ہے ۔

حضرات آپ جانتے ہیں یہ درخواست مرزا قادیانی کی کیسی ہے؟ اور کیوں مجھ سے یہ درخواست کی گئی ہے؟ آپ پر روشن ہے کہ یہ درخواست ہمارے ان سوالات کے جواب میں پیش ہوئی ہے جو ہم نے پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی کے متعلق اپنی مراسلت مورخہ ۹ جنوری ۱۸۹۳ء میں مرزا قادیانی پر کئے تھے ۔ ان سوالات کا جواب بن نہ پڑا تو ان کے مقابلہ میں یہ دعوی کیا کہ آؤ ہم سے عربی میں اور شاعری میں مقابلہ کرلو ۔

اس کے جواب میں ادب سے عرض ہے کہ اس مقابلہ کے لئے بھی حاضر ہیں۔مگر آپ پہلے میرے ان سوالات کا جواب تو دیں۔مثلاً

☆ اگر آپ نجوم رمل جفر مسمر یزم نہیں جانتے اور ان لوگوں سے، جن کا ان سوالات میں ذکر ہوا ہے، آپ کچھ نہیں سیکھے، تو صاف انکار کریں۔اور پھر ان اعتراضات کا جواب دیں جو اس کار پر وارد ہوتے ہیں اور ہوں گے۔اور اگر جانتے ہیں تو صاف اقبال کر کے یہ مان لیں کہ اس حالت میں آپ کی اس پیش گوئی کا الہامی ہونا متعین و متیقن نہیں رہتا۔

اسی طرح جملہ سوالات کے جواب دے کر ان نتائج و اعتراضات کو جو ان جوابات سے پیدا ہوتے ہیں، قبول کریں، یا ان کا جواب دیں۔اور اگر آپ ان سوالات کے جواب سے عاجز ہیں اور اس پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی کا الہامی ہونا ثابت نہیں کر سکتے تو اس امر کا صاف اقرار کریں اور اس پیش گوئی کو واپس لیں۔اس کے بعد بالمقابلہ عربی میں تفسیر لکھنے کو اپنے ملہم ومئوید ہونے کی دلیل بنا دیں۔یا کوئی اور دلیل اپنے الہامی اور مئوید من اللہ ہونے کی پیش کریں۔

اس کے کیا معنی اور کیا وجہ کہ جس پیشگوئی کے الہامی ہونے میں پہلے بحث درپیش ہے اور اس پر ہم نے جو سوالات کئے ہیں، ان کو بلا جواب چھوڑ کر آپ بحث کو دوسری طرف لے جاتے ہیں؟

مولانا فرماتے ہیں کہ مرزا صاح کی اس درخواست کی وجہ اور حقیقت ناظرین کو معلوم ہوئی تو اب ان کو معلوم ہو کہ منجملہ ہمارے ۸۵ سوالات جرح درباره پیش گوئی محمدی بیگم وموت مرزا احمد بیگ ، صرف ایک سوال کا قطعی جواب مرزا صاحب نے دیا ہے اور چار سوالات کے جواب میں صرف روباہ بازی سے کام لیا ہے۔مرزا صاحب کے جوابات مع ہمارے تبصرہ کے، ذیل میں نذر قارئین کئے جاتے ہیں۔

☆☆☆

جواب جرح

مولانا بٹالوی (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ صفحات ۱۹۳ تا ۱۹۹ میں) بتاتے ہیں کہ محمدی بیگم والی پیش گوئی پر ہمارے سوالات جرح میں سے مرزا صاحب نے صرف ایک سوال (نمبر۲۴) کا قطعی جواب دیا ہے جو دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۱ میں درج ہے کہ

. میں (مرزا) نے آپ کی نسبت باون سال کی عمر کو پہونچ کر فوت ہونے کی پیش گوئی ہرگز نہیں کی .

اس جواب کے ساتھ مرزا صاحب نے ہمیں دو گالیاں بھی سنا دی ہیں۔ گالیوں سے قطع نظر کر کے ہم مرزا صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ لاہور میں ایک مجلس میں آنا منظور کریں۔ اس میں آپ کے ان چھپے حواریوں کے، جو یہ پیش گوئی آپ کی طرف سے ظاہر کر چکے ہیں، اظہار و بیان پر ثقات کی شہادت کو پیش کیا جائے گا۔ وہ شہادت سچی اور شرعاً معتبر ثابت ہوئی تو آپ پر جھوٹ کا الزام قائم ہو جائے گا یا آپکے ان حواریوں پر۔ بہر حال ہمارا جھوٹا کہیں نہ جائے گا۔ آپ بنیں یا آپ کا کوئی حواری۔

بشق دوم آپ کا ان حواریوں سے بے زار ہونا آپ کے دعوی ولایت ومسیحائیت ومجددیت کو بٹہ لگائے گا۔

اس کے بعد مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جن چار سوالات کا غیر صریح جواب دیا ہے ان میں سوال نمبر ۶ اور ۷ شامل ہیں۔

☆ نمبر ۶ کے جواب میں دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۰ میں مرزا صاحب نے کہا ہے کہ اس سوال سے معترض نادان کی یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ گویا اس عاجز کی کوئی پیشگوئی

خلاف واقعہ نکلی ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ فیصلہ تو آسان ہے، معترض پر واجب ہے کہ ایک جلسہ مقرر کر کے وہ الہام اس عاجز کا پیش کرے جو بقول اسکے نفس الہام میں غلطی ہو۔

☆ سوال نمبر۷ کے جواب میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ

اے محجوب نادان (محمد حسین) اس عاجز کی کوئی پیشگوئی آج تک جھوٹی نہیں نکلی بلکہ تین ہزار کے قریب اب تک سچی نکلی ہیں۔

مولا بٹالوی مرزا صاحب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں

ازیں چہ بہتر؟ آپ جلسہ میں تشریف لانا منظور کریں تو روز کا جھگڑا طے نہ ہو جائے۔ مرزا صاحب، جلسہ میں آنا تو آپ کے لئے موت سے بدتر ہے، کیونکہ اس میں آپ کی قلعی کھلتی ہے۔ جب ادھر سے جلسہ کے لئے بلایا جائے گا تو آپ ایسی شروط پیش کریں گے جن سے انعقاد جلسہ دشوار بلکہ محال ہو جائے۔ یہ بات سچ نہیں تو آپ منظوری حاضری جلسہ سے اطلاع دیں۔ پھر مقام و تاریخ مقرر کر کے آپ کو بلایا جائے گا اور اس جلسہ میں ثابت کیا جائے گا کہ تین ہزار کجا، تین بلکہ ایک بھی پیش گوئی آپ کی الہامی اور سچی نہیں۔ جو پیش گوئی آپ نے اس وقت تک کی ہے اس میں کذب اور فریب اور دھوکہ بازی سے کام لیا ہے۔ اس امر کی تصدیق ہمارے ناظرین کو ہمارے اس کلام سے ہو جاوے گی جو آپ کی چند پیش گوئیوں کی نسبت ہم کر چکے ہیں۔

اس چیلنج کے بعد مولانا بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ہماری جرح کے سوال نمبر۸ کا جواب بھی دیا ہے جس کا تعلق سوال نمبر۴۴ سے ہے، اور صفحہ ۶۰۰ دافع الوساوس میں کہا ہے

آپ جیسے نابکار مفتریوں نے انبیاء پر بھی الزام لگائے تھے۔ حضرت ابراہیم پر جھوٹ کی تہمت اور حضرت موسے و حضرت عیسے پر مال حرام کی۔

اور اس سے پہلے صفحہ ۵۹۷ دافع الوساوس میں اس کی تشریح یوں کی ہے۔

یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال یا افعال انبیاء ظہور میں آتے رہے ہیں کہ جو نادانوں کی نظر میں سخت بے ہودہ اور شرم ناک کام تھے۔ جیسا کہ حضرت موسی کا مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کر لے جانا اور پھر اپنے مصرف میں لانا۔اور

حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ، جو حلال وجہ سے نہیں تھا، استعمال کرنا اور اس کے لگانے سے روک نہ دینا۔ اور حضرت ابراہیم کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرنا جو بظاہر دروغ گوئی میں داخل تھا۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اس تشریح سے مرزا قادیانی نے یہ جتایا ہے کہ اللہ دیا نامی تائب طوائف کا مال اس نے لیا تھا تو وہ بھی اسی قسم سے تھا جو بظاہر نادانوں کی نظر میں ناجائز اور برا تھا مگر درحقیقت اس میں دقیق سرّ (بھید) تھا جیسے حضرت عیسے کے عطر مذکور کو استعمال کرنے میں سرّ (بھید) تھا۔ پھر اس سرّ (بھید) کی تشریح میں اپنے دافع الوساوس کے صفحہ ۱۰۶ میں آپ نے ایک اصول بیان کیا اور کہا

. دراصل حقیقت یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالی کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اسی کی ملک ہے۔ پھر جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے۔ پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا توسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے۔ اور یا کسی رسول کے واسطہ سے یہ قہری تجلی نازل فرماوے، بات ایک ہی ہے اسی طرح خضر کے کاموں کے مانند (خضر کا ایک نابالغ لڑکے کو مار دینا، یا ایک کشتی کی تختی اکھاڑ دینا۔ محمد حسین) ہزاروں امور ہوتے ہیں جو انبیاء اور محدثین پر ان کی خوبی ظاہر کی جاتی ہے اور وہ ان کاموں کے لئے مامور کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے کاموں میں جو لوگ عجلت سے مخالفانہ دخل دیتے ہیں، وہی ہیں جو ہلاک ہوتے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم و حضرت موسی علیہما السلام کے قول و فعل سے تو مرزا قادیانی کے فعل استعمال مال حرام کو کوئی مناسبت اور مشابہت نہیں۔ قادیانی کے استعمال مال حرام کے جواز کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ اور حضرت ابراہیم و حضرت موسی کے قول و فعل کے راست و درست ہونے کے وجوہات ظاہر ہیں۔

حضرت ابراہیم نے جو تین باتیں کہی تھیں ان کے حقائق و محامل صحیحہ موجود ہیں لہذا وہ حق اور درست ہیں، گو ناواقف کی نظر میں بحسب ظاہر جھوٹ معلوم ہوتے ہیں۔

(حضرت ابراہیم نے فرمایا تھا کہ

ا۔ ان بتوں کو ان کے بڑے نے توڑا ہے۔ یعنی وہی اس کا سبب ہوا۔ اس نے مجھے غصہ میں ڈالا تو میں نے

اس سبب سے اس کو توڑا ۔ یا یہ کہ تمہارے خیال میں یہ کچھ کر سکتا ہے تو اس نے توڑا ہے ۔ یا یہ کہ اگر یہ بولتے ہیں تو اس نے توڑا ہے ۔ وعلیٰ ہذا القیاس ،

۲ ۔ ، میں بیمار ہو جاؤں گا ، یعنی تمارے میلے میں جانے سے گناہ کی بیماری میں مبتلا ہو جاؤں گا ۔

۳ ۔ سارہ میری بہن ہے ۔ یعنی دین اور ایمان میں بہن ہے ۔ محمد حسین)

اور حضرت موسیٰ کا مصریوں کے برتن مستعار لے کر کام میں لانا ، اس وجہ سے تھا کہ مصری ، حضرت موسیٰ کے حربی تھے اور حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو سخت تکلیف پہنچاتے تھے ۔ بناءً علیہ ایسے حربیوں اور موذیوں کا مال حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کیلئے مباح تھا ، جس جائز ذریعہ سے وہ چاہتے ، لے سکتے تھے ۔

لہذا ان دونوں حضرات کے ان اقوال و افعال کی دست آویز سے آپ (مرزا) کا اپنے فعل کو جائز کرنا اور اس کو اپنی نظیر قرار دینا مسلمانوں کو ایک صاف دھوکہ دینا ہے ۔ ہاں حضرت مسیح کے فعل کی وہ صورت جو آپ نے بیان کی ہے وہ صورت آپ کے فعل سے ملتی اور مشابہت رکھتی ہے مگر اس صورت کے بیان میں بھی آپ نے کذب سے کام لیا ہے ۔ پھر اس سے استدلال کر کے اپنے فعل کو صحیح کرنے سے ان کو سخت دھوکہ دیا ہے اور در حقیقت نہ وہ صورت ، واقعی صورت ہے اور نہ وہ آپ کے فعل کے جواز پر شرعی دلیل ہو سکتی ہے جس کی تفصیل و وجوہات ذیل سے کی جاتی ہے ۔

اول ۔ اناجیل اربعہ میں جو قصہ عطر بیان ہوا ہے اس میں یہ تصریح یا اشارہ کہیں پایا نہیں جاتا کہ جس عورت نے وہ عطر حضرت مسیح کو لگایا تھا ، وہ فاحشہ یعنی رنڈی یا کنچنی تھی ، اور اس کی ساری کمائی حرام کی تھی ۔ یا خاص کر وہ عطر مال حرام سے تھا ، جیسا کہ مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا اور اس میں افتراء سے کام لیا ہے ۔

انجیل متی باب ۲۶ میں ہے کہ جس وقت یسوع ، شمعون کوڑہی کے گھر میں تھا ایک عورت سنگ مرمر کے عطر دان میں قیمتی عطر اسکے پاس لائی جب وہ کھانے بیٹھا اس پر ڈالا

ایسا ہی انجیل مرقس کے باب ۱۴ میں ہے ۔ اس کو صرف ایک عورت کہا گیا ہے اس کو فاحشہ اور اس کے مال کو حرام نہیں کہا گیا ۔

انجیل لوقا کے باب ۷ آیت ۳۶ میں اس کو گناہ گار کہا گیا ہے ۔ جس کے اطلاق

سے انجیل کی رو سے کوئی بشر خالی نہیں، زنا کار یا حرام کی کمائی والی اس میں بھی نہیں کہا گیا۔
انجیل یوحنا میں اس عورت کا نام مریم بتایا گیا ہے جو حضرت مسیح کی ایک شاگرد کا نام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فاحشہ نہ تھی (کیونکہ حضرت مسیح کی شاگرد عورت کا فاحشہ ہونا عادۃً ناممکن ہے۔ محمد حسین) جس کا پیشہ حرام کاری اور اسکا مال زنا کی کمائی ہو۔
مرزا قادیانی نے اس عورت کو فاحشہ اور اس کے عطر کو حرام کی کمائی لکھنے میں افتراء سے کام نہیں لیا تو پہلے اس بیان کی سند بتاوے پھر اس صورت کو اپنے فعل کی نظیر بنائے

وجہ دوم۔ یہ کہ فرض کیا اور مان لیا کہ کسی انجیل میں (جو شائد قادیان میں نازل ہوئی ہو جیسا کہ قادیان میں قرآن نازل ہوا جس کے حق میں انا انز لناہ قریباً من القادیان وارد ہے) اس عورت کو فاحشہ اور اس کی تمام کمائی یا خاص کر اس عطر کو مال حرام کہا ہو، تو پھر بھی اس انجیل کا ایسا بیان جس کی تصدیق قرآن اور حدیث میں نہ ہوئی ہو، کیونکر لائق اعتماد اور صحیح متصور ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ قصہ تحریف کا نتیجہ ہو، جس پر اس قصہ کے بیان میں اناجیل اربعہ کا اختلاف شاہد ہے۔ اور مرزا قادیانی خود اناجیل کو محرف اور کایا پلٹ قرار دے چکا ہے
اس باب میں جو اہل اسلام کا خیال و مقال ہے اس کی تفصیل تو اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۱ میں بخوبی ہوچکی ہے۔ اس مقام میں مرزا قادیانی کا اعتقاد و قول براہین احمدیہ جلد ۴ صفحہ ۳۳۲-۳۳۰ (حاشیہ) سے نقل کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں

> . اس بات پر عیسائیوں کو بھی نہایت توجہ سے غور کرنی چاہیے کہ خدائے بے مثل و مانند اور کامل کی کلام میں کن کن نشانیوں کا ہونا ضروری ہے کیونکہ ان کی انجیل بوجہ محرف اور مبدل ہوجانے کے ان نشانیوں سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہے، بلکہ الٰہی نشان تو یک طرف رہے معمولی راستی اور صداقت بھی کہ جو ایک منصف اور دانش مند متکلم کے کلام میں ہونے چاہیں، انجیل کو نصیب نہیں۔ کم بخت مخلوق پرستوں نے خدا کے کلام کو، خدا کی ہدایت کو، خدا کے نور کو، اپنے ظلماتی خیالات سے ایسا ملا دیا کہ اب وہ کتاب بجائے رہبری کے رہزنی کا ایک پکا ذریعہ ہے۔ ایک عالم کو کس نے توحید سے برگشتہ کیا؟ اسی مصنوعی انجیل نے۔ ایک دنیا کا کس نے خون کیا؟ انہیں تالیفات اربعہ نے۔ جن اعتقادوں کی طرف مخلوق پرست کا نفس امارہ جھکتا گیا اسی

طرف ترجمہ کرنے کے وقت ان کے الفاظ بھی جھکتے گئے، کیونکہ انسان کے الفاظ ہمیشہ اس کے خیالات کے تابع ہوتے ہیں ۔غرض انجیل کی ہمیشہ کا یا پلٹ کرتے رہنے سے اب وہ کچھ اور ہی چیز ہے، اور خدا بھی اس کی تعلیم موجودہ کی رو سے وہ اصلی خدا نہیں کہ جو ہمیشہ حدوث اور تولد اور تجسم اور موت سے پاک تھا، بلکہ انجیل کی تعلیم کی رو سے عیسائیوں کا خدا ایک نیا خدا ہے، یا وہی خدا ہے کہ جس پر بدقسمتی سے بہت سی مصیبتیں آئیں، اور آخری حال اس کا پہلے حال سے کہ جوازلی اور قدیم تھا، بالکل بدل گیا اور ہمیشہ قیوم اور غیر متبدل رہ کر آخرکار تمام قیومی اس کی خاک میں مل گئی، ماسوائے اس کے عیسائیوں کے محققین کو خود اقرار ہے کہ ساری انجیل الہامی طور پر نہیں لکھی گئی، بلکہ متی وغیرہ نے بہت سی باتیں اس کی لوگوں سے سن سنا کر لکھی ہیں اور لوکا کی انجیل میں تو خود لوکا اقرار کرتا ہے کہ جن لوگوں نے مسیح کو دیکھا تھا، ان سے دریافت کر کے میں نے لکھا ہے ۔پس اس تقریر میں لوکا اقراری ہے کہ اس کی انجیل الہامی نہیں، کیونکہ الہام کے بعد لوگوں سے پوچھنے کی کیا حاجت تھی؟ اسی طرح مرقس کا مسیح کے شاگردوں میں سے ہونا ثابت نہیں، پھر وہ نبی کیونکر ہوا؟ بہرحال چاروں انجیلیں نہ اپنی صحت پر قائم ہیں اور نہ اپنے سب بیان کی رو سے الہامی ہیں اور اسی وجہ سے انجیلوں کے واقعات میں طرح طرح کی غلطیاں پڑ گئیں اور کچھ کا کچھ لکھا گیا ۔ غرض اس بات پر عیسائیوں کے کامل محققین کا اتفاق ہو چکا ہے کہ انجیل خالص خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ پتے داری گاؤں کی طرح کچھ خدا کا، کچھ انسان کا ہے .

اس قول واعتقاد کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی اس صورت قصہ کو اگر وہ انجیل میں پائی بھی جائے، کیونکر دست آویز بنا سکتا ہے اور اپنے فعل کو اسکی نظیر بنا کر اس کو کیونکر جائز کر سکتا ہے؟

وجہ سوم ۔ یہ بھی فرض کیا اور بطور محال مان لیا کہ اس صورت واقعہ عطر کے بیان میں اناجیل اربعہ متفق ہیں اور ان کا یہ بیان تحریف وتصرف سے خالی ہے، تو پھر بھی یہ صورت احکام اسلام کے مقابلہ میں لائق دست آویز وتمسک نہیں ہے ۔ اسلام میں صاف آ چکا ہے کہ حرام سے بچو اور حلال کھاؤ اور قرآن میں ارشاد ہے ایمان والو طیبات وحلال کھاؤ

یا ایھا الذین آ منوا کلوا من طیبا ت ما رز قنا کم ۔

کلوا مما فی الا رض حلا لاً طیباً

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا

الحلال بین و الحرا م بین و بینھما مشتبھا ت لا یعلمھن کثیر من الناس فمن اتقی الشبھا ت استبرء لد ینہ (۔ متفق علیہ) کہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر اور ان کے بیچ میں ایسی مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے ، جو ان سے بچ گیا اس نے اپنے دین کو بچا لیا۔

قا ل رسو ل اللہ ثمن الکلب خبیث مھر البغی خبیث ۔ رواہ مسلم۔ (مشکوۃ) آپ ﷺ نے فرمایا کتے کا دام پلید ہے ۔زانیہ کی اجرت خبیث ہے ۔

نھی رسو ل اللہ عن کسب الا مۃ حتی یعلم من این ھو (۔ابو دائود) کہ آپ ﷺ نے کسبی کی کمائی (کام میں لا نے) سے منع کیا ہے جب تک کہ معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں سے آئی ، یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ وہ اسکو جائز ذریعہ سے ملی ہے۔

اس حکم اسلام کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کا اپنے فعل کو جائز بنانے کیلئے اس صورت سے (اگر وہ انجیل میں آ چکی ہو اور صحیح و ثابت بھی ہو) دست آ ویز کرنا اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک کب جائز ہے؟

مرزا قادیانی کو قرآن اور حدیث اور دین اسلام سے اپنے فعل کے جواز کی دلیل نہ ملی تو اس نے حکم اسلام کے مقابلہ میں ایسی کتابوں (جن کو وہ محرف و غیر محفوظ سمجھتا ہے) کی ایک بات اس میں جھوٹ ملا کر اپنی دلیل بنا لی ۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کسی مذہب کا پابند نہیں ہے ۔ نہ اسلام کا، نہ عیسائی مذہب کا اور نہ وہ کسی کتاب آسمانی کی قید میں ہے، نہ قرآن و حدیث کی قید میں اور نہ انجیل کی ۔ اور جس سے کام نکلے، نکال لیتا ہے اور جو داؤ چلے چلا لیتا ہے۔ اپنے اس فعل شنیع کی تصحیح اور اس کے سرّ (بھید) عقلی کی تشریح کے لئے جو اس نے اصول بیان کیا ہے کہ

نافرمان انسان کا مال اور اس کی جان اس کے ملکیت سے خارج ہو کر خدا کے ملک میں ہو جاتے ہیں ۔ پھر خدا جس کو (رسولوں کو خواہ کسی اور کو) چاہتا ہے ان کی جان و مال کا مالک بنا دیتا ہے اور اس کے ہاتھ سے اس کو تلف کرا دیتا ہے

۰

یہ اصول ریلیجئس (مذہبی) نظر کے علاوہ پولیٹکل نگاہ سے بھی غور و توجہ ناظرین کے لائق ہے۔ اس اصول کا ماحصل یہ ہے کہ نافرمان بردار انسان کا مال اور اس کی جان صرف نافرمانی کے سبب غیر معصوم و غیر محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور ہر شخص کے لئے اس کی جان کو مار دینا اور اس کے مال کو تلف کر دینا جائز و مباح ہو جاتا ہے۔ یہ اصول اسلام کے دیگر اصولوں اور دلائل قرآن حدیث سے بالکل مخالف ہے۔ اسلام نے صرف کفر یا فسق کو کفار یا فساق کے جان و مال کے غیر معصوم اور مباح ہونے کا موجب نہیں ٹھہرایا۔ یہ ہوتا تو عہدی اور ذمی کافروں کا مال اور خون مباح ہو جاتا۔ حالانکہ نصوص قرآن و حدیث کے حکم سے ان کے جان اور مال ویسے ہی مسلمانوں پر حرام ہیں جیسے مسلمانوں کے مال و جان۔ اس مسئلہ کے تفصیلی دلائل ہمارے رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد میں ہو چکے ہیں۔

اور کفر سے اتر کر نافرمانی، جو فسق کہلاتی ہے اور وہ اکثر مسلمانوں میں پائی جاتی ہے، تو کسی وجہ سے بھی فاسقوں کے مال اور جان کو مباح نہیں کرتی۔ یہ اباحت کفر سے (جو نافرمان برداری کا اعلیٰ درجہ ہے) نہ ہوئی تو فسق (جو کفر سے کم تر ہے) سے کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور فاسقوں کے مال اور جان صرف اس وجہ سے کہ وہ نافرمان ہیں کیونکر مسلمانوں پر مباح ہو سکتے ہیں؟ معلوم نہیں مرزا قادیانی نے یہ طرفہ اصول کس مذہب سے اخذ کیا ہے۔ اسلام میں تو اس کا کہیں اثر و نشان نہیں پایا جاتا۔

☆☆☆

بٹالوی مکتوب

۱۹۰۳ء

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ انہیں ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء کو الہام ہوا کہ

میں ظالم کو ذلیل و رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ (ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام کیا وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے)۔ (تذکرہ۔ ص ۲۷۰۔۲۷۱)

مرزائی کہتے ہیں کہ یہ الہام حضرت بٹالوی کے بارے میں تھا۔ اور اس الہام کے بعد انہوں نے مرزا صاحب کی مخالفت ترک کردی تھی، ذلیل و رسوا ہو کر خاموشی اختیار کر لی تھی اور تحریک ختم نبوت سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ بعض لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ آپ مرزا صاحب کے عقیدت مند، بلکہ مرزائی ہو گئے تھے۔ یہ پروپیگنڈہ ان کی زندگی میں بھی ہوتا تھا اور اب بھی ہوتا ہے۔ اس لئے سطور ذیل میں مولانا بٹالوی کی دو تحریریں نقل کی جاتی ہیں جو ۱۸۹۸ء کے بعد کی ہیں، جن سے ہمارے قارئین پر واضح ہو گا کہ مرزائیوں کا یہ پروپیگنڈہ بے بنیاد تھا، اور مولانا بٹالوی نے تحریک ختم نبوت سے نہ کبھی علیحدگی اختیار کی اور نہ ہی مرزا کے خلاف قلمی جہاد کا سلسلہ بند کیا تھا۔

پہلی تحریر حضرت بٹالوی کا ایک مکتوب گرامی ہے جو انہوں نے ایک ایسے شخص کو لکھا جو شاہجہان پور میں مرزائیوں کے اس قسم کے پروپیگنڈے سے پریشان تھا۔ یہ خط شحنہ ہند میرٹھ کے ۱۹۰۳ء کے ایک شمارے شائع ہوا، جہاں سے ہم نقل کر رہے ہیں۔

مجبی سید صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۱۱ مئی (۱۹۰۳ء) کا محبت نامہ وصول ہوا۔ ۱۹۰۲ء سے میں مرزا کی ایسی ہی خبر لے رہا ہوں جیسی آگے خبر لیتا تھا۔ اور اس کو ایسا ہی گمراہ خارج از اسلام سمجھتا ہوں جیسا آگے سمجھتا تھا۔ جلد ۱۹ رسالہ اشاعۃ السنۃ کے کئی نمبروں میں اس کے رد میں کئی مضامین شائع کر چکا ہوں جو ۱۹۰۲۔۱۹۰۳ء میں شائع ہوئے ہیں۔ اس جلد کی قیمت تین روپئہ ہے، منگا کر ملاحظہ کریں۔ اگر قیمت نہ دے سکیں تو محصول ڈاک ۲۔ آنے، خرچ رجسٹری ۲۔ آنے، کل چار آنے کے ٹکٹ ارسال کریں۔ بعد مطالعہ و کاربراری جلد مذکور اسی طور پر واپس کر دیں۔ میرا یہ خط جس کو چاہیں دکھائیں۔ مجھے کوئی لحاظ کسی مرزائی کا نہیں ہے۔ ابوسعید محمد حسین بٹالوی مہتمم اشاعۃ السنۃ

(شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ ۲۴ جولائی۔ یکم اگست ۱۹۰۳ء۔ ص ۶۔۷)

☆☆☆

مکتوب مفتوح

بنام مرزا قادیانی

۱۹۰۷ء

دوسری تحریر حضرت بٹالوی کا ایک مکتوب مفتوح ہے جو آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو مخاطب کر کے مئی ۱۹۰۷ء میں رقم فرمایا تھا۔ اس میں آپ نے مرزا صاحب کی پیش گوئی متعلقہ طاعون پر بحث کی ہے ، اوراس کی کتاب حقیقۃ الوحی اوراس کے آخری فیصلہ بحق مولانا ثناءاللہ و ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی پر ریویو کیا ہے۔ نیز استفسار مشتہرہ الحکم مورخہ ۳۰۔اپریل ۱۹۰۷ء و اعلان مندرجہ الحکم قادیان ۱۰ جون ۱۹۰۷ء متعلقہ طاعون کا جواب دیا ہے۔(یہ مکتوب اشاعۃ السنہ جلد ۲۱ صفحات ۳۵۷ تا ۳۸۴ سے نقل کیا جارہا ہے)

اس مکتوب کا پس منظر یہ ہے کہ مرزا صاحب کا ایک استفسار الحکم ۳۰۔اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تو اس کے جواب میں حضرت بٹالوی نے ایک خط ۱۷مئی ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب کو بذریعہ ڈاک ارسال کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپ نے جو ۳۰۔اپریل کے الحکم میں ایک یہ اصول بیان کیا ہے کہ

> . جیسے بادشاہوں کی رسم ہے کہ جب ان کا غصہ کسی شہر پر نازل ہوتا اور اس میں قتل عام کا حکم دیا جاتا ہے تو جس شخص کو سلطنت سے کوئی خاص تعلق ہوتا ہے اس کی جان وعیال واطفال کی نسبت شاہی فرمان جاری ہوتا ہے کہ ان پر کوئی سپاہی حملہ نہ کرے۔ ویسے ہی خدا تعالی کی عادت ہے کہ جب زمین پر غضب الٰہی نازل ہوتا ہے تو

جس شخص کو خدا تعالی سے خاص تعلق ہوتا ہے اس کی نسبت ملائکہ کو حکم ہوتا ہے کہ اس گھر کے محافظ رہیں (یہ غلط ہے۔ جب کسی قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے تو خدا کے مقبولوں اور صالحین کو بھی وہ عذاب دنیاوی شامل ہوتا ہے۔ پھر آخرت میں صالحین کا حشر ان کی نیت کے مطابق صالحین کے ساتھ ہوتا ہے۔ دیکھو مشکوۃ میں متفق علیہ حدیث، اور جن کو اس عذاب دنیاوی سے خدا تعالی کو بچانا منظور ہوتا ہے ان کو خدا تعالی اس قوم اور ان کی بستیوں سے نکل جانے کا حکم دیتا ہے جیسے حضرت لوط کو حکم ہوا تھا۔ دیکھو سورہ حجر۔ ع ۵۔ محمد حسین)۔

پھر اس کے بعد یہ کہا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ جب طاعون دنیا پر نازل ہوئی تو اس کے ابتدائی زمانہ میں مجھے (قادیانی کو) الہام ہوا کہ انی احافظ کل من فی الدار یعنی میں ہر ایک شخص کو، جو اس گھر کی چار دیواری میں ہے، طاعون سے بچاؤں گا۔ چنانچہ قریباً گیارہ برس کا عرصہ ہوا ہے جب یہ الہام ہوا تھا اور اس مدت تک لاکھوں انسان اس دنیا سے شکار طاعون ہو کر مر گئے۔ لیکن ہمارے اس گھر میں اگر ایک کتا بھی داخل ہوا تو طاعون سے محفوظ رہا۔

پھر اس کے بعد (مرزا نے) استفسار کیا ہے کہ

یہ کس قدر عظیم الشان معجزہ ہے۔ چاہیے کہ ہمارے مخالف مسلمان اور آریہ اور عیسائی اس بات کا جواب دیں۔

(مولانا لکھتے ہیں کہ) اس کے جواب میں چونکہ آپ (مرزا) نے اپنے مخالف مسلمانوں کو بھی مخاطب کیا ہے اور اس خاکسار (محمد حسین) کو اپنے مخالفین کا سرگروہ کہا ہوا ہے، لہذا میں اس استفسار کا یہ جواب دیتا ہوں کہ اس میں جو کچھ آپ نے کہا ہے محض خلاف واقعہ اور بالکل غلط ہے۔ اس میں آپ نے یہ جتایا ہے کہ آپکا کوئی پیرو جو آپ کی چار دیواری میں تھا، طاعون سے ہلاک نہیں ہوا۔ اور چار دیواری کی تشریح اپنی کشتی نوح صفحہ ۱۰ سطر ۶ وغیرہ میں روحانی چار دیواری سے کی اور یہ بات کہی ہوئی ہے

. اس جگہ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر اندر ہیں جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ بھی لوگ بھی ہیں جو میری پوری پیروی کرتے ہیں اور میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔

اس تشریح کے مطابق اور نیز اس تعمیم اور فضل و رحم عمیم کے رو سے (جو ایک رہگذر کتے، آپ کے گھر میں داخل ہونے والے کو، بھی شامل ہے) اس پیش گوئی کا راست ہونا اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آپ کے پیروان (مریدوں) سے ادنی سے ادنی کتے کا درجہ رکھنے والا بھی شکار طاعون نہ ہوتا۔ حالانکہ آپ کے بڑے بڑے مشنری (آپ کی رسالت کی تبلیغ کرنے والے اور آپ کے مذہب کو دنیا میں پھیلانے والے) اور دارالامان قادیان کے مہاجر (اپنے وطن کو چھوڑ کر وہاں ڈیرے جمانے والے) شکار طاعون ہو چکے ہیں۔ جن کی تعداد بہت ہے۔ مگر ہم سردست تین شخصوں کے، جو سینکڑوں مرزائی اشخاص کے لیڈر تھے، نام پیش کرتے ہیں۔ اول مولوی برہان الدین جہلمی جو مرزائیان علاقہ جہلم اور اس کے اطراف کا پیشوا تھا۔ دوم مولوی جمال الدین باقندہ ساکن سید والہ ضلع منٹگمری (حال ساہیوال، پنجاب، پاکستان) جو اس علاقہ کے مرزائیوں کا پیشوا تھا۔ سوم محمد افضل سابق اڈیٹر البدر جو آپ کے مذہب کی خدمت اور اخبار کے ذریعہ دنیا میں اس کی اشاعت کرنے میں آپ کے ان اصحاب کبار اور نائبان ذوی الاقتدار سے تھا جن کے ذریعہ آپ کے مذہب کو دنیا میں رواج ہوا ہے اور وہ خاص دارالامان قادیان کی چاردیواری ظاہری وخاکی میں ڈیرہ جمانے کا شرف بھی حاصل کر چکا تھا (ان کے علاوہ لاہور میں حکیم فضل الٰہی، مرزا غلام احمد کا گویا ایجنٹ تھا اور اس کا گھر مرزائیوں کا ہیڈکوارٹر یا ہوٹل تھا۔ وہ بھی طاعون سے ہلاک ہوا۔ اور بڑی سختی وعذاب سے مرا۔ خاکسار لاہور سے تحقیق کر چکا ہے۔ محمد حسین)۔ ان کی نسبت میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ لوگ آپ کی پیروی میں اس رہگذر کتے (جو اتفاقاً آپ کے گھر داخل ہو جائے) کے برابر بھی نہ تھے کہ وہ طاعون کا شکار ہو گئے اور خدا تعالی کے فرشتے ان کو طاعون سے بچا کر اس حکم الٰہی کے کہ . اس گھر کے محافظ رہو . کاربند نہ ہوئے۔

اس سوال کے جواب میں اگر آپ یہ کہیں گے کہ وہ لوگ طاعون سے ہلاک نہیں ہوئے تو اگرچہ اس جواب کو وہ لوگ جو آپ کی کورانہ تقلید اور اندھا دھند مریدی میں پھنسے ہوئے ہیں اور اپنا دین وایمان وعقل سب کچھ فروخت کر کے

اگر یابم خریدارے فروشم دین وایماں را

کا مصداق ہو گئے۔ یا وہ لوگ جو دل سے تو آپ کے معتقد نہیں مگر روٹیوں کی خاطر

آپ کی ہاں میں ہاں ملا کر مصداق ایں شکل برائے اکل ہو رہے ہیں اور وہ غریب آدمی ہونے کے بعد صدہا روپیہ کے مالک بن گئے ہیں، مان جائیں گے۔ و لیکن جن لوگوں کو آپ سے اس قسم کے تعلقات نہیں وہ اصل واقعات وفات ان تینوں حواریوں سے بخوبی واقف ہیں، یا نیوٹرل (غیر طرفدار) مقامی اشخاص کی شہادت سے واقف ہو سکتے ہیں، وہ اس جواب کو ہرگز تسلیم نہ کریں گے۔ بلکہ دام افتادہ مریدوں میں سے بھی جو صرف دھوکہ میں آ کر آپ کی مریدی میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ خاص دارالامان قادیان میں رہتے ہیں اور محمد افضل کی طاعونی موت سے واقف ہیں اور برہان جہلمی اور جمال سید والوی کی کیفیت موت طاعون، جہلم وسید والہ پہنچ کر معلوم کر سکتے ہیں، بھی اس جواب کو تسلیم نہ کریں گے اور اگر کچھ فہم و حس رکھتے ہوں گے تو آپ کی تقلید و مریدی کے پھندے سے نکل جائیں گے۔

اور اگر آپ اس سوال کا یہ جواب دیں گے کہ جو لوگ میرے مریدوں میں سے مبتلاء طاعون ہوئے ہیں وہ میرے پورے پیرو نہ تھے اور انہیں میں سے یہ تینوں یا ایک محمد افضل حواری بھی تھا، خدا تعالیٰ نے مجھے ان کے پورے پیرو ہونے اور کامل الایمان ہونے سے مطلع نہیں کیا (چنانچہ یہ بات ایک آرگن میں آپ نے اپنی طرف سے چھپوا دی ہے) اور ان کی نسبت آپ یہ کہدیں گے کہ وہ لوگ اگرچہ میری خاکی چاردیواری میں کتے کی طرح کبھی کبھی داخل ہوتے تھے مگر وہ میری روحانی چاردیواری میں داخل نہ ہوئے تھے، تو اس جواب کو کوئی اہل بصیرت، صاحب فہم وانصاف تسلیم نہ کرے گا اور اس پر تعجب سے ایک یہ سوال کرے گا کہ ایک رہ گذر کتا (جو اتفاق سے آپ کے گھر میں داخل ہو جائے) صرف اس وجہ سے کہ وہ آپ کے دارالامان کی خاکی چاردیواری میں داخل ہو گیا تھا اس طاعون سے بچ جاوے اور ایک مہاجر دارالامان اڈیٹر البدر اور دو آپ کے مشنری و واعظ (برہان و جمال) باوجودیکہ وہ اپنی عمر کا ایک حصہ آپ کے مشن میں صرف کر چکے تھے صرف اس وجہ سے کہ وہ ہنوز پورے پیرو نہ تھے، کچھ کچے رہے تھے، طاعون کا شکار ہو گئے۔ یہ بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسرا یہ سوال کہ جب تک آپ پورے پیرو ہونے کا کوئی معیار مقرر نہ کریں گے جس سے سچے اور جھوٹے اور مخلص و منافق کی تمیز ہو سکے اس پیش گوئی کو اپنی صداقت کا نشان اور اپنے دعوی کی برہان کیوں کر بنا سکتے ہیں؟

ایسا کوئی معیار مقرر نہ ہوگا تو آپ ہر شخص کی نسبت، گو وہ آپ کے گرم جوش مریدوں اور جانثاروں سے ہوگا، جب وہ طاعون سے مرے گا، یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ میرا پورا پیرو نہ تھا اور خدا تعالی نے مجھے اس کے اخلاص و ایمان سے مطلع نہ کیا تھا۔ مثلاً اگر حکیم امت مرزائیہ نورردین خلیفہ اول، یا آپ کے مدینہ علم لدنی کے دروازہ اور آپ کے وکیل بالخصومۃ مولوی محمد احسن خلیفہ دوم یا آپ کے حامی جانثار اور اپنی خاندانی ریاست کو آپ پر قربان کرنے والے محمد علی خان خلیفہ سوم، یا آپ کے خلیفہ چہارم عبدالکریم متوفی (جو طاعون سے بڑھ کر کاربنکل کے زخموں سے ہلاک ہوئے) کے دو قائم مقام اڈیٹران الحکم والبدر طاعون سے ہلاک ہو جائیں گے تو آپ ان کی نسبت بھی بڑی دلیری سے یہ کہہ دیں گے کہ یہ سب کے سب منافق تھے، دل سے میرے پورے پیرو نہ تھے۔ اور اس عذر وحیلہ سے آپ کسی مخلص وصادق مرید کے طاعون سے فوت ہو جانے سے بھی اس پیش گوئی کو جھوٹی نہ ہونے دیں گے۔ خاکسار نے ان باتوں کے آپ کی طرف سے پیش ہونے کی پیش گوئی اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۸ وصفحہ ۳۸ میں کر دی ہوئی ہے۔ لہذا اب مناسب نہیں کہ آپ میرے دوسرے سوال کے جواب میں یہ بات کہیں۔ بلکہ مناسب ہے کہ پوری پیروی کا معیار ایسا مقرر کر دیں جس پر یہ سوال وارد نہ ہو۔ اس خط کا جواب ایک ہفتہ تک نہ آیا تو اس خط کو شائع کیا جائے گا۔

اس خط کا جواب ۲۲ مئی ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن کے ذریعہ (حضرت بٹالوی کو) موصول ہوا جس کا خلاصہ اسی کے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں

☆ مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی

بعد دعوات مخلصانہ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا، آپ جیسے اہل علم وفراست سے اگرچہ ایسا اعتراض بعید ہے، مگر پھر بھی سوچتا ہوں کہ یہ مقتضائے بشریت ہے اور میں اپنی نسبت بھی تجربہ رکھتا ہوں کہ جب تک ایک امر پر میرا علم محیط نہ ہو جائے اور جیسا کہ شرط ہے

وسعت معلومات نہ ہو جائے تب تک ممکن ہے کہ ایک رائے ظاہر کرنے میں غلطی کروں بجز اس حالت کے کہ خدا تعالیٰ اپنے الہام خاص سے مجھے غلطی سے بچالے۔

عزیز من۔ خدا تعالیٰ نے جو مجھے میرے خاص رفیقوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہنے کی خبر دی ہے وہ یہ الفاظ ہیں

ان الذین آمنوا و لم یلبسوا ایما نھم بظلم اولئک لھم الامن و ھم مھتدون (آپ کے الہام میں ان کا لفظ ہوگا۔ قرآن مجید میں یہ الہام نازل ہوا ہے تو اس میں الذین ہے۔ مرزا صاحب نے یہ الہام قرآن سے چرایا تو سہی مگر لفظ قرآن کو بدل دیا۔ سچ ہے عیب کرنے کو بھی ہنر چاہیے۔ محمد حسین)۔

پس جو لوگ خدا کے علم میں ایسے ہیں بے شک وہ ان کو بچائے گا، غرض یہ پیش گوئی مشروط بشرط ہے اور اس بحث میں پڑنا گویا متشابہات میں دخل دینا ہے۔ رہی یہ پیشگوئی کہ انی احافظ کل من فی الدار اس میں کوئی شرط نہیں اور گیارہ سال سے اس کی صداقت ثابت ہو رہی ہے۔ اگر کوئی شخص اس کی تکذیب کرے کہ یہ خدا کا کلام نہیں، انسان کا افتراء ہے اور یہ کہے کہ میں بھی دعوی کرتا ہوں کہ میں آئندہ سال معہ جمیع من فی الدار کے طاعون سے محفوظ رہوں گا تو وہ ہرگز محفوظ نہ رہے گا۔ اب معاف فرماویں آپ کے خط کا جواب اتنا لکھنا پڑا۔ خاکسار غلام احمد

اور اس خط کے ساتھ ایک کتاب حقیقۃ الوحی بھی (مرزا صاحب نے) بھیجی جس کا قادیانی اخباروں میں بڑا ذکر و چرچا ہو رہا ہے۔ اس خط کے جواب میں خاکسار محمد حسین نے یہ کھلی چٹھی لکھی ہے جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

☆ بٹالہ ۲۸ مئی ۱۹۰۷ء مائی اولڈ فرینڈ کرشن آف قادیان

دعائے صحت ظاہری و باطنی و اعتقادی کے بعد نہایت اخلاص و کمال نصح سے چند فقرات لکھے جاتے ہیں۔ توجہ و حسن ظنی سے مطالعہ فرماویں۔

ا۔ آپ کا خط ۲۲ مئی کو ایک ڈیپوٹیشن (وفد) کے ذریعہ جس کے پریسیڈنٹ مولوی محمد احسن امروہی تھے، اور وہی کتاب حقیقۃ الوحی لے کر آئے تھے، پہنچا جس کا

خلاصہ اوپر منقول ہو چکا ہے ۔اس خط کو میں نے دیکھا اور کتاب حقیقۃ الوحی کو بھی میں نے دو دن لگا کر اپنے رسالہ کا کام چھوڑ کر غور سے پڑھا۔اس سے پہلے آپ کا آخری فیصلہ بحق مولوی ثناء اللہ، الحکم ۱۷۔اپریل ۱۹۰۷ء بھی پڑھا۔اوراس کے بعد وہ فیصلہ، اور فیصلہ بحق ڈاکٹر عبدالحکیم خان، ایک مستقل تحریر میں جو آپ کی بنگلوری پارٹی کی طرف سے شائع ہوئی ہے دیکھا، اوراس سے پہلے فیصلہ بحق ڈاکٹر ریویو ماہ اگست ۱۹۰۶ء میں دیکھا تھا۔مگر افسوس سے کہا جاتا ہے کہ میرے خط ۱۷ مئی کا جواب نہ آپ کے اس خط (۲۲ مئی) میں ہے، نہ کتاب حقیقۃ الوحی میں، نہ ان فیصلہ جات میں بلکہ آپ کے اس خط نے میرے اعتراض کو اور پختہ کر دیا ہے ۔

پہلی پیش گوئی کے الفاظ اوراس کی شرح سے آپ نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ وہ لوگ جو میرے خاص رفیقوں سے طاعون سے فوت ہو گئے ہیں یا آئندہ فوت ہو جائیں گے، وہ طاعون سے کیوں فوت ہوئے ہیں؟ اور مجھے علم نہیں کہ کون شخص میرے مریدوں سے اس پیش گوئی کی شرط . عدم ظلم . کے مطابق اس طاعون سے بچے گا؟ کیونکہ اس پیش گوئی کی اس شرط کو کہ

. جولوگ اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہ ملاویں گے وہی اس طاعون سے بچیں گے .

خدا تعالی ہی جانتا ہے کہ یہ شرط کس شخص میں میرے خاص رفیقوں میں سے پائی جاتی ہے، جو ایسا ہوگا وہی بچے گا۔میں نہیں جانتا کہ کون ایسا ہو اور کون بچے گا؟ اور وہ لوگ جو مبتلاء طاعون ہو گئے کیوں نہ بچے ؟.

اور یہی جواب بعینہ میرے اعتراض کا محل تھا کہ پوری پیروی کا کوئی معیار مقرر نہ ہوگا تو آپ اپنے خلفاء اربعہ کے طاعون سے فوت ہو جانے پر بھی عذر کر کے اس پیش گوئی کو جھوٹی نہ ہونے دیں ، عبارت خط اول خاکسار اوراشاعۃ السنہ جلد ۲۰ کا صفحہ ۱۸ و ۳۸ وغیرہ ملاحظہ ہو۔

اس اعتراض کے علاوہ اس سے بھی بڑھ کر اس تشریح وعذر پر دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ باوجود اظہار اعتراف اس امر کے کہ پہلی پیش گوئی متشابہات سے ہے، اس کو اپنے منکروں ومخالفوں کے مقابلہ میں اپنی تائید وتصدیق کے لئے کیوں پیش کیا؟ کیا کبھی کسی سچے ملہم یا نبی نے آیات متشابہات کو اپنے منکروں اور مخالفوں کے سامنے

اپنی تائید وتصدیق کے لئے پیش کیا ہے؟ اور آپ کم سے کم کوئی ایک ہی مثال اس کی پیش کر سکتے ہیں؟

اس باب میں قرآن مجید کا تو یہ فیصلہ ہے کہ آیات متشابہات تو صرف مومنوں کے ایمان وتسلیم کی نظر سے نازل کی گئی ہیں جو متشابہات کو سن کر کہتے ہیں آمنا به کل من عند ربنا (شروع سورہ آل عمران ملاحظہ ہو)۔ لہذا آپ کا اس پیش گوئی کو متشابہات سے قرار دینا اور پھر اس کو اپنے منکروں ومخالفوں کے مقابلہ میں اپنے دعوی الہام کے ثبوت کے لئے پیش کرنا کیونکر جائز ومناسب ہوسکتا ہے۔ اور یہ کیوں افسوس کا محل نہ ہو۔ آپ تو بزعم خود وبحسب اعتراف خویش درسی علم نہیں رکھتے، صرف لدنی علم کے مدعی ہیں۔ زیادہ تر افسوس مولوی محمد احسن وحکیم نورالدین پر ہے کہ وہ کسی قدر ظاہری و درسی علم بھی رکھتے ہیں اور پھر آپ کی بے سروپا باتوں کو مان کر یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ پچھلا لکھا پڑھا سب بھول گئے اور

جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے سو وہ ایک دم میں بھلا دیا

کے مصداق بن گئے ہیں۔ یہ خط میرے پاس مولوی محمد احسن صاحب خود لائے اور پھر وہ آپ کو نہ کہہ سکے کہ یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ پہلے آپ کے اشتہار متعلق طاعون فروری ۱۸۹۸ء (جو اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۹ میں منقول ہے) میں اس پیش گوئی میں یہ شرط عدم ظلم مذکور نہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف آوی القریۃ کہہ کر تمام گاؤں کو جو چوہڑے، چمار، ہندو، آریہ وغیرہ ظالمین ساکنین گاؤں کو بھی شامل ہے، بچانے کا وعدہ دیا گیا ہے۔

اور دوسرے اشتہار ۲۲۔ اپریل ۱۸۹۸ء (جو اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۲۳ میں منقول ہے) اور تیسرے اشتہار ۱۷ مارچ ۱۹۰۶ء میں بھی اس شرط کا نام ونشان نہیں۔ بلکہ تیسرے اشتہار میں دس لاکھ کی آبادی والے شہر کو بچانے کا وعدہ کیا ہے جو یقیناً ہندوؤں وغیرہ ظالموں کو شامل ہے، مرزائی پارٹی کے مخلصوں سے مخصوص نہیں کیونکہ ان کی تعداد ہنوز دس لاکھ کو نہیں پہنچی۔

اور چوتھے اشتہار میں جو صفحہ ۴۳ جلد ۲۰ اشاعۃ السنہ میں شائع ہوا ہے، نیز اس شرط کا ذکر نہیں ہے

اور پانچویں اشتہار (رسالہ دافع البلاء) میں (جو صفحہ ۴۸ جلد ۲۰ اشاعۃ السنہ میں منقول ہے) تو آپ نے اس کے برخلاف ایسی توسیع کر دی کہ تمام موضع قادیان کو صرف اپنے وجود کا تخت گاہ ہونے کے سبب طاعون سے ایسا پاک ومحفوظ قرار دیا ہے کہ باہر سے طاعون زدہ آنے والے اشخاص کو بھی اس قادیان نے طاعون سے بچا لیا ہے۔ کیونکہ وہ قادیان خدا کے رسول (مرزا) کا تخت گاہ تھا۔

الغرض چار برس تک یہ پیش گوئی بغیر قید شرط مذکور شائع ہوتی رہی۔ پھر جب خاص قادیان میں طاعون واقع ہونے سے یہ پیش گوئی جھوٹی ہونے لگی۔ تب پانچویں سال ۱۹۰۲ء پہلے تو آپ نے رسالہ دافع البلاء میں اس جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے یہ بات بنائی اور اس پیش گوئی میں یہ قید لگائی کہ قادیان میں طاعون آئے گا تو وہ جارف یعنی جھاڑو دینے والہ اور کتوں کی طرح مارنے اور بربادی و بالکل تباہی والہ نہ ہوگا۔
پھر اس بات کی نسبت آپ کو یہ سوجھی کہ چار برس سے اصل پیش گوئی کے بعد پانچویں سال ایسی قید لگانا صریح بناوٹ اور ہنسی کا محل ہوگا تو پھر اس سے چھٹے مہینے آپ کی چھٹی تحریر (کشتی نوح) شائع ہوئی۔ تو اس میں آپ نے اس پیش گوئی میں کامل پیروی اور تقوی... کی قید لگا دی۔ اور اس پیش گوئی کی یہ تفسیر کی کہ

تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا وہ مکمل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوی سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔

اس وقت آپ کو یہ عربی الہام نہ سوجھا اور نہ کشتی نوح میں درج ہوا۔ پھر ۱۹۰۳ء میں آپ کی ساتویں تحریر رسالہ مواہب الرحمٰن شائع ہوا تو اس وقت بھی آپ کے ملہم کو یہ الہام عربی یاد نہ آیا اور نہ وہ اس رسالہ میں درج ہوا۔ اور جب دس برس تک اس الہام کا آپ کی تحریرات متعلقہ پیش گوئی طاعون میں نام ونشان نہ پایا گیا، بلکہ برخلاف اس کے، اس پیش گوئی میں چار برس تک اطلاق عموم چلا آیا۔ پانچویں برس قیدیں لگانا شروع ہوا۔

دوسری پیش گوئی کو تو آپ کھلے الفاظ میں غیر مشروط بشرط بتا چکے ہیں جس کی وجہ

سے ایک کتا آپ کے گھر میں داخل ہونے والا طاعون سے بچ سکتا ہے۔اس تعمیم نے بھی میرے اعتراض کو اور پختہ کر دیا ہے کہ کتا تو صرف آپ کے گھر میں اتفاقاً داخل ہونے سے بچ گیا، برہان جہلمی اور جمال سیدوالی جو اس مقدس گھر میں بارہا داخل ہوکر اس بیت کے مصداق بن چکے تھے

سگ درگاہ مرزا شو چو خواہی قرب یزدانی

کہ بر شیراں شرف دارد سگ ایں درگاہ خاقانی

اور خاص اڈیٹر البدر جو اس گھر کا حضوری کتا تھا اور بحکم مثل مشہور

سگ حضوری بہ از برادر دوری ، ہزاروں بلکہ لاکھوں آفاقی (بیرون جات کے) مرزائیوں سے افضل، گویا اسم بامسمی تھا۔ وبہ تسلیم واعتراف خلیفہ ثانی مولوی محمد احسن پریذیڈنٹ ڈیپوٹیشن حامل کتاب آسمانی (حقیقۃ الوحی) اسی طاعون سے وہ ہلاک ہوا ہے ،اس طاعون سے نہ بچ سکا۔ یہ بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا آپ کے بلاغرض وطمع دنیاوی معتقد اس پر یہ شعر نہ پڑھیں گے

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

میرے اعتراض خط اول کو تو آپ نے اپنے جواب سے ان وجوہات کی شہادتوں سے پختہ کیا۔اس خط کے اخیر میں جو آپ نے کہا ہے (گویا میرے اعتراض کا دوسرا جواب دیا ہے) کہ جو شخص ان پیش گوئیوں کو جھوٹا کہے اور انسانی افتراء قرار دے، وہ بھی ایسی پیشگوئی کرے کہ میں آئندہ سال مع جمیع من فی الدار طاعون سے محفوظ رہونگا۔ اس چیلنج میں آپ نے مجھے شامل کرلیا ہے، گواخیر میں اس پر معافی چاہی اور اس پر عذر بھی کر دیا۔ یہ آپ کا پرانا ہتھیار اور وہ ہتھ کنڈا ہے جس سے آپ نے ہزاروں سادہ لوح اور حمقاء مخلوق خدا کو دام میں پھنسا رکھا ہے ۔اس ہتھکنڈے کا جواب آپ کو اشاعۃ السنہ میں بارہا دیا گیا ہے مگر آپ بڑے صاحب حوصلہ ہیں، ایک بات کا جواب بارہا سن کر اس کا اعادہ کر دیتے ہیں۔ لیجئے آپ کی خاطر اور آپ کے دام سے لوگوں کو چھڑانے کی غرض سے پھر کہا جاتا ہے۔

یہ بات آپ ان لوگوں کو کہہ سکتے ہیں جو آپ کے مقابلہ میں الہام کے مدعی ہوں اور وہ بالمقابلہ آپ کے حق میں پیش گوئیاں کر چکے ہوں ۔ جو لوگ بجز انبیاء

علیھم السلام کسی کے الہام کو نہیں مانتے اور اس کو حجت شرعی نہیں جانتے اور خود الہام کے مدعی نہیں ہیں ان کے مقابلہ میں یہ بات کہنا دھوکہ دہی اور ابلہ فریبی ہے۔ اور یہ کام راست باز اور صادق ملہموں کا نہیں ہے۔ ملہم کجا، کسی ادنی عقل مند صاحب حیا و شرم کا یہ کام نہیں کہ جس امر کا کوئی منکر ہو اسی امر میں اس سے معارضہ بالمثل کا مطالبہ کرے۔ مثلاً ایک شخص کیمیا گری کا منکر ہے اس کو کوئی عقل مند صاحب حیا کیمیا گر اپنی کیمیا گری کے ثبوت کے لئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر تم میرے کیمیا گر ہونے کو نہیں مانتے تو تم کیمیا بنا کر دکھا دو۔

ایسا ہی وہ شخص جو خود الہام کا مدعی نہ ہو، اور دوسرے کے دعوی الہام یا پیش گوئی کو دروغ جانتا ہو، اس کو مدعی الہام یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے الہام کو تم نہیں مانتے تو تم بھی اپنا الہام سناؤ، اور الہامی پیش گوئی کر کے دکھاؤ۔ اس کے جواب میں اس کے الہام کا منکر یہی کہے گا کہ میں الہام و پیش گوئی کا مدعی ہی نہیں تو میں بالمقابلہ پیش گوئی کیوں کروں؟ کیا میں بھی تمہاری طرح جھوٹا اور مفتری علی اللہ بنوں؟ یا اپنی دلی اور خیالی باتوں اور حدیث النفس کو الہام الٰہی قرار دوں؟ اگر کسی ناعاقبت اندیش نے آپ کے مقابلہ میں ایسا کیا ہے اور کسی مسخرے زٹلی نے بطور تمسخر آپ کے مقابلہ میں کوئی الہام گھڑ کر شائع کیا ہے، یا کسی علوم دین قرآن و حدیث و اصول و کلام سے محض ناواقف نے اپنی حدیث النفس (خیالی بات) کو الہام سمجھ کر آپ کے مقابلہ میں پیش کیا ہے اور وہ اپنے خیالی الہام یا تمسخر میں صادق نہیں نکلا اور ناکام رہا، تو اس پر آپ دوسرے اشخاص کو جو علوم دین سے واقف ہیں اور خداداد عقل و فراست رکھتے ہیں، قیاس نہ کریں اور یہ طمع نہ رکھیں کہ وہ بھی اپنی حدیث النفس (خیالی بات) کو الہام سمجھ کر یا دیدہ دانستہ خدا تعالی پر افتراء کر کے آپ جیسی پیش گوئی کر کے آپ کے پھندے میں پھنس جائیں گے۔ اور اس ہتھکنڈے کی زد میں آجائیں گے۔

اس ابلہ فریب جواب میں جو آپ نے خاکسار کو بھی شامل کیا ہے، یہ محل شکایت و افسوس کا ہے، مگر چونکہ آپ نے عذر کر کے معافی بھی مانگ لی ہے لہذا میں آپکو معاف کرتا ہوں بشرطیکہ آئندہ مجھ سے یہ چال اختیار نہ کریں بلکہ یہ چال ابلہ فریب بالکل چھوڑ دیں اور کسی سے بھی جو آپکی مانند مدعی الہام نہ ہو معارضہ بالمثل کا مطالبہ نہ کریں

مدعی الہام سے آپ کی اس چال کو اس لئے جائز تسلیم کیا گیا ہے کہ مکے والے مشرک لوگ قرآن کو افتراء کہتے اور خود اس کی مثل بنانے کے مدعی بنتے اور یہ کہتے لو نشاء لقلنا مثل ہذا ۔ تو ان کے جواب میں ان کے مدعی ہونے کی وجہ سے کہا گیا قل فأتوا بعشر سور مثله مفتریات یعنی تم مدعی ہو اور ہمارے رسول کو مفتری کہتے ہو تم بھی دس ہی سورتیں ایسی ہی بناوٹی لاکر دکھاؤ۔ اس سے وہ عاجز آ گئے تو کہا فأتوا بسورة من مثله ایسی ایک ہی سورت بنا لاؤ،

یہ معارضہ بالمثل کے مطالبہ کا جواب ہے ۔ اب اس دھمکی کا جواب دیا جاتا ہے جو بالمقابلہ پیش گوئی کرنے والے کو آپ نے دی ہے اور یہ کہا ہے کہ جو ایسی پیش گوئی کرے گا وہ ایک سال میں مبتلاء طاعون ہو جائے گا ۔

وہ جواب یہ ہے کہ اس دہمکی سے کوئی احمق ڈر جائے تو ڈرے اور جہنم میں پڑے ۔ خس کم جہاں پاک ۔ عقل مند تو ایسی دھمکیوں سے نہیں ڈرتے اور وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ دھمکی صرف گیڈر بھبکی ہے ۔ آپ کی ایسی پیش گوئی و دھمکی آگے کون سی سچی ہو گئی ہے؟ کیا عبداللہ آتھم ، لیکھرام، مرزا احمد بیگ ، داماد احمد بیگ ،صوفی عبدالحق غزنوی وغیرہ آپ کی دھمکی اور پیش گوئی کے مطابق مرے ہیں؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں ۔ پہلے تین گو مر چکے ہیں مگر وہ مضمون پیش گوئی کو جھوٹا کر کے مرے ہیں ۔ اور آخری دو اب تک زندہ ہیں ۔ میرے اس جواب سے آپ کو اور آپ کے مریدوں مقلدوں کو جوش تو آئے گا ، مگر وہ جوش تب لائق لحاظ ہو گا جب کہ آپ لوگ ہمارے ان مضامین اشاعۃ السنہ کا جن میں ان اشخاص کا آپ کی پیش گوئی کو جھوٹا کرنیکا بیان ہے، جواب دیں گے ۔

یہ آپ کے اس خط کا جواب ہے اور میرے خط کے جواب میں اس کے ناکافی ہونے کا ثبوت ہے ۔ اسی میں فیصلہ آخری مولوی ثناء اللہ صاحب اور فیصلہ بحق ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پر ریویو بھی ہو گیا کہ وہ فیصلے محض مغالطے ہیں اور انہی فیصلوں کے ہم رنگ و ہم سنگ ہیں جو پہلے مخاطبوں عبداللہ آتھم وغیرہ کے حق میں آپ کر چکے ہیں اور ان فیصلوں میں وہی اہمال و اجمال ہے جو پہلے فیصلوں میں تھا۔ مولوی ثناء اللہ

صاحب کے حق میں یہ الفاظ کہ اے خدا میری زندگی میں اس کو طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے نابود کر، نہایت مہمل ہے۔ نہ اس میں کوئی متعین میعاد ہے نہ سبب خاص مرض الموت بیان ہوا، اور ایک کی زندگی میں دوسرے کا فوت ہوجانا قطعاً اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ وہ کاذب تھا اور زندہ صادق ہے۔ بہت سے صادقین گذر چکے ہیں (جیسے آنحضرت ﷺ اور بہت سے انبیاء بنی اسرائیل) جو کاذبوں کی زندگی میں بلکہ بعض صادق، کاذبوں کے ہاتھ سے فوت ہوئے۔ پھر کیا کوئی مسلمان، ان انبیاء کو صادق جاننے والہ، یہ سمجھ سکتا ہے کہ فوت ہوجانے والے کاذب تھے اور زندہ رہنے والے صادق تھے۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ آپ بھی اس بات کو جانتے تھے اور اشاعۃ السنہ کے صفحہ ۱۱۳ تا ۱۲۲ تک ان نظائر کو دیکھ چکے تھے پھر آپ نے موت مخالف کو نشان صداقت خود ٹھہرایا ہے، تو صرف اس خیال سے کہ اشاعۃ السنۃ کو میرے مرید کب دیکھتے ہیں کہ میرے اس دعوی نشان نمائی پر مجھے جھوٹا کریں گے اور اس دعوی کے بعد اگر میں ان مخالفوں کی زندگی میں مرگیا تو میری ٹانگ کو کس نے پکڑنا ہے اور میری لاش کو کس نے ہلا کر کہنا ہے کہ تو کیوں مرگیا؟ اور اگر بحسب اتفاق وبحکم قضا وقدر میرا مخالف ہی کسی مہلک بیماری سے، جو ایک عام ومعمولی امر ہے، نہ غیر معمولی وخارق عادت ومعجزہ ،تو میری پانچوں گھی میں ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کے متعلق تو آپ کی پیش گوئی نہایت ہی مہمل و مجمل ہے اور اس میں ان کی موت کا کچھ بھی ذکر نہیں۔ اس کے الفاظ صرف یہ ہیں

. خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں اور ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ تو نے وقت نہ پہچانا، نہ دیکھا نہ جانا .

جس کا مطلب دربطن قائل ہے۔ اس واسطے اس پر آپ نے حاشیے چڑھا کر مطلب بتایا ہے جو ریویو آف ریلی جنز ماہ اگست ۱۹۰۶ء اور اشتہار بنگلور میں بیان ہوا ہے۔ مگر پھر بھی مطلب صاف ظاہر نہ ہوا۔ ان میں ان کی موت اور اس کے سبب کی نسبت اتنا بھی ایماء نہیں ہے جیسا کہ موت مولوی ثناء اللہ صاحب کی بابت ہے۔ ان کے فیصلہ کے متعلق جو اشتہار مطبوعہ بنگلور میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ

ان کے اعتقاد میں اعتقاد اسلام اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا شرط نجات نہیں، اسلام کا منکر اور آنحضرت ﷺ کا دشمن بھی اگر توحید پر قائم ہے، نجات پا سکتا ہے۔

اس کو ڈاکٹر صاحب نے محض دروغ قرار دیا ہے۔ اور اخبار وطن میں مشتہر کر دیا ہے کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔ اصل عبارت ڈاکٹر صاحب کی اخبار وطن ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء میں یہ ہے

. میرا یہ خیال ہرگز نہیں۔ میرے وہ الفاظ بتا دیں جن میں ایسا ظاہر کیا ہے۔ بلکہ میں نے تو یہ لکھا تھا کہ جو لوگ عمداً آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ بے شک شقی وجہنمی ہیں۔ مگر جن پر آپ کی تبلیغ نہیں ہوئی ان میں جو خدا پرست اور باعمل ہوں، نجات پا سکتے ہیں۔ جس پر مجھے مرتد کہا گیا۔ اب آپ ہی مرزا صاحب اور مرزائیوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بے خبر کو خدا عذاب نہیں کرتا خواہ وہ مشرک وظالم ہی کیوں نہ ہو۔ گویا کہ خدا کا ماننا اور عمل صالحہ تو ارتداد میں شامل ہوئے اور ظلم وشرک نجات میں

(وطن نمبر ۹ جلد ۷ مطبوعہ ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء)۔

اور جو ان (ڈاکٹر صاحب) کی نسبت اسی فیصلہ میں یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے یہ پیش گوئی کر دی ہے کہ مرزا تین سال کے عرصہ میں فنا ہو جائے گا۔ اگر واقعی انہوں نے یہ بات کہی ہے جو ان سے نقل کی گئی ہے تو اس کی نسبت ہمارا ریویو ہو چکا ہے کہ یہ ان کی اصول اسلام اور حکم الہام سے ناواقفی ہے۔ وہ اپنی خیالی بات اور حدیث النفس کو وحی الٰہی سمجھنے سے غلطی کھا گئے ہیں۔ ایسا ہی اس کہنے میں کہ

. کاذب صادق کے سامنے ہلاک ہوگا.

ان کو دھوکہ لگا ہے۔ مناسب کہ وہ اس دعوی سے رجوع کا اشتہار دیں۔ اور اس قسم کی پیش گوئی کسی کے حق میں نہ کریں۔

ہمارے اس بیان میں جواب خط بھی ادا ہوا اور آپ کے فیصلوں کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اب آپ کی کتاب حقیقۃ الوحی کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔ اور اس پر رائے زنی عمل میں آتی ہے۔

حقیقۃ الوحی پر ریویو

(مولانا بٹالوی اپنے مکتوب مفتوح کو جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں) یہ کتاب (حقیقت الوحی) جس وقت میرے سامنے پیش ہوئی، میں نے اسی وقت قبل از مطالعہ اس کی نسبت خداداد فراست سے (جس کے آپ بھی اپنے خط میں معترف ہوئے ہیں) اور آپ کی مدت العمری حالت پر قیاس کرنے سے یہ رائے ظاہر کر دی تھی (جس کے اظہار سے آپ کے ڈیپوٹیشن کے ایک ممبر اور آپ کے خیالات والہامات کے آرگن الحکم کے اڈیٹر مجھے رو کتے بھی رہے) کہ اس کتاب میں وہی پرانی باتیں ہوں گی جو براہین احمدیہ، ازالہ اوہام. دافع الوساوس، انجام آتھم وغیرہ تصانیف میں پائی جاتی ہیں۔ اس بات کو دبی زبان سے پریسیڈنٹ ڈیپوٹیشن مولوی محمد احسن نے مان لیا اور یہ کہا تھا کہ . ہاں وہی باتیں . ۔ پھر جب میں نے اس کو پڑھا تو میرا وہ ریویو جو فراست وقیاس سے کیا تھا، صحیح نکلا اور معلوم ہوا کہ اس کتاب کو نئی صورت میں نئے نام سے شائع کرنا صرف ناواقف لوگوں کو دھوکہ دینا ہے اور اس کتاب میں

☆ اکثر وہی اکاذیب، وہی مغالطات، وہی دعاوی فارغہ، وہی دلائل واہیہ ہیں، اور وہی نشانات بعینھا و بالفاظھا مذکور ہیں جو پہلے کتب ورسائل مرزا میں پائے جاتے ہیں

☆ اور کمتر (وہ ہیں) جو دوسری صورت اور دوسرے الفاظ و پیرائے میں وارد کئے ہیں وہ بھی باصلہ و بنظیرہ ان کتابوں میں موجود ہیں اور ان کا جواب بھی اشاعۃ السنہ میں جلد ۱۳ سے ۲۰ تک ادا ہو چکا ہے۔

اس کی مثالیں آپ کے یہ دعوے و بیانات و نشانات ہیں کہ میری دعا یا مباہلہ یا

پیش گوئی یا مخالفت کے اثر سے الٰہی بخش مصنف عصائے موسیٰ ، منشی سعد اللہ لدھیانوی، مولوی عبد المجید دہلوی، مولوی رسل بابا امرتسری، مولوی غلام دستگیر قصوری ،مولوی ابو الحسن سیالکوٹی، مولوی زین العابدین مدرس عربی مدرسہ حمایت اسلام۔ امریکن الیگزینڈر ڈوئی وغیرہ وغیرہ فوت ہو گئے ہیں، اور میں (مرزا) اب تک اپنے دعویٰ الہام کے ساتھ زندہ ہوں، اور میرے مال دولت اور جماعت میں ترقی ہے۔ میں اس دعویٰ میں جھوٹا اور مخالف انکار میں سچے ہوتے تو میں ان کے سامنے مرجاتا، وہ میرے سامنے نہ مرتے۔ ان کا جواب اشاعۃ السنہ سنین گذشتہ میں ادا ہو چکا ہے کہ موت وحیات محق و مبطل ہونے کی دلیل نہیں، اور نہ مال و دولت وقلت وکثرت و دنیاوی ترقی وتنزل، بیماری وصحت، دلیل حقانیت و بطلان ہے۔ اور آپ کی دعا بد یا مخالفت میں کچھ اثر ہے تو بہت سے آپ کے مخالف جو پانی پی پی کر آپ کو کوستے ہیں، اب تک کیوں زندہ اور ہٹے کٹے دندناتے ہیں؟ اور آپ کی دعا خیر میں کچھ اثر ہے تو جن لوگوں سے آپ پانچ سو روپئہ فیس لے کر دعا کر چکے ہیں وہ اس اثر سے اب تک کیوں محروم ہیں؟ اور آپ کے مباہلہ میں کچھ اثر ہے تو صوفی عبدالحق کیوں اب تک زندہ ہیں اور اپنے حال میں خوش و خرم ہیں؟ جن نئے لوگوں کے اس کتاب میں آپ نے نام گن سنائے ہیں ان میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں ہوا جس نے آپ سے مباہلہ کیا ہو۔ آپ اور آپکے آرگن ریویو آف ریلیجنز ، الحکم اور البدر، خدا تعالیٰ کا اور مواخذہ واعتراض دنیا کا خوف اٹھا کر، برخلاف واقعہ ان لوگوں کی موت کو آپکے مباہلہ کا اثر ٹھہراتے ہیں۔

اس جواب کی تفصیل اشاعۃ السنہ کی مذکورہ جلدوں میں موجود ہے۔ جس کو سبھی جلدیں میسر نہ ہوں وہ صرف جلد ۱۹ کو صفحہ ۱۱۶ سے ۱۳۲ تک اور جلد ۲۰ کو ص ۱۱۲ سے ۱۴۰ تک ملاحظہ کرے۔ جلد ۱۹ کے صفحہ ۱۱۷ میں مرزا صاحب کی اس نیرنگی کو فروخ تیلی سے (جو ایک ہی تیل کو ایک مشکیزہ سے، اس کو مختلف ٹوٹیاں، لگا کر، نکال دیا کرتا تھا) تشبیہ دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ جو باتیں اس نے ۱۹۰۰ء میں کہی تھیں، وہی باتیں ۱۸۹۱ء میں کہی تھیں، جن کا جواب اس کو مل چکا ہے۔ اب وہی باتیں ۱۹۰۷ء میں کہی ہیں۔

اس مقام میں ایک تازہ اور گرماگرم نیا جواب بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اگر اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ ان لوگوں کی موت آپ کی دعاء یا مباہلہ کا اثر ہے، تو اس

سے آپ کے دعوی کے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ مثیل مسیح ہونے کے دعوی میں صادق نہیں، بلکہ آپ جیسا خونی وسفاک تو کسی نبی مصلح (ریفارمر) کا نظیر ومثیل نہیں ہوسکتا۔ نبی تو خیر خواہ دشمناں ہوتے ہیں، دشمن ان کو مارتے تو وہ ان کے لئے دعا کرتے۔ ایک نبی کو قوم نے ایسا مارا کہ وہ خون آلودہ ہو گئے۔ آپ چہرہ سے خون پونچھتے اور یہ دعا مانگتے اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون۔

ہمارے مولی وسید خاتم الرسل مکہ والوں سے مایوس ہوکر طائف پہنچے۔ جب طائف گئے کفار فجار اور وہاں کے سفہاء بدکردار نے آپ کو ہنسی میں اوڑا کر دیوار میں دھکیل کر طائف سے نکال دیا تو آپ کو اس غم والم سے مقام قرن الثعالب میں پہنچ کر غم سے ہوش وافاقہ ہوا تو آپ کی تسلی ودل جوئی کیلئے خدا نے حضرت اسرافیل کے ساتھ ایک فرشتہ ملک الجبال کو بھیجا، انہوں نے خدا تعالی کا سلام فرخندہ انجام، فرحت وعزت التیام پہنچا کر عرض کیا کہ آپ کی تنگی دل، وغم والم کو دیکھ کر خدا تعالی نے ملک الجبال کو بھیجا ہے، آپ حکم دیں تو یہ جبل بوقبیس اور اس کے ساتھ والہ پہاڑ زمین سے اکھاڑ کر ان کے سروں پر رکھ کر ان کو کچل ڈالے۔ اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا لا یا رب۔ اے خدا میں ایسا نہیں چاہتا۔ ان لوگوں میں کوئی تو ایسا بھی نکلے گا جو لا الہ الا اللہ کہے گا اور تیری عبادت کرے گا۔

اور حضرت مسیح تو ایسے رحم مجسم تھے کہ وہ فوت ہو جانے کے بعد روز قیامت بھی اپنے مخالفوں کے لئے، جنہوں نے ان کی دعوت ونصیحت کے مخالف ہوکر ان کی پرستش کی ہے، دعا مغفرت ہی کریں گے۔ اور یہ کہیں گے

ان تعذبھم فانھم عبادك و ان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم

یعنی اے خدا تعالی اگر تو میری نصیحت کی مخالفت کرنے والوں کو عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر معاف ہی کردے تو تو غالب حکمت والا ہے۔

ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کافروں، نافرمانبرداروں کے لئے دعاء مغفرت کی تھی۔ رب انھم اضللن کثیراً من ... فمن تبعنی فانہ منی و من عصانی فانک غفور رحیم۔

حضرت موسی اور حضرت نوح نے اپنے سرکش مخالفین کے لئے بد دعا کی تھی تو وہ

ایک مدت دراز کے بعد، جب ان کو ان کی ہدایت سے نا امیدی ہوگئی تھی اور خدا تعالی کی طرف سے وحی ہو چکی تھی کہ اب وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے ۔

و اوحی الی نوح انه لن یؤ من من قو مک الا من قد آ من ۔ (ہود ۔ع ۴)

پہلے تو وہ حضرات بھی قوم کو مدتوں وعظ کرتے رہے اور ان کی سختیاں سہارتے رہے اور گالیاں بد گوئیاں سنتے رہے ۔آپ (مرزا) نے تو نبوت کا چارج (عہدہ) لیتے ہی، پہلے ہی صحیفہ آسمانی کے نازل ہوتے ہی، اپنی قوم، جن کی ہدایت کے واسطے آپ مبعوث ہوئے تھے، کو کوسنا اور مارنا شروع کر دیا تھا۔ پھر آپ مثیل مسیح کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ یا کسی نبی اور مصلح کے مماثل کیونکر بن سکتے ہیں؟ اگر صرف نام کے مسیح ہونے کا دعوی ہے تو اس نام کے مسیح کے ساتھ لفظ خونی بڑھا دینا اور خونی مسیح کہلانا مناسب ہے کیونکہ جو کوئی آپ کا مخالف ہو اس کے مارنے کو اپنی تبلیغ رسالت اور اس کے اظہار مخالفت سے پہلے ہی اس کو مارنے کے ہتھیار، بد دعائیں اور منذر الہام خدا کی طرف سے، آپ ساتھ لائے ہیں۔ پھر جو شخص سینکڑوں مخالفوں سے مر جاتا ہے، اس کو اپنے ہی الہام ،دعا کا اثر اور اپنی کرامت ،آسمانی نشان قرار دیتے ہیں اور جو مخالفوں سے ہنوز زندہ ہیں ان کو منذر الہامات اور انذاری پیش گوئیوں کی دھمکیاں دیتے ہیں ۔لہذا لقب مسیح بلا اضافہ لفظ خونی آپ کی قہاری شان کے شایان نہیں ۔

او مائی اولڈ فرینڈ ۔آپ کے اس قسم کے الہامات اہل عقل کی نظروں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے ۔ آپ ان سے کس کو ڈراتے ہیں ۔آپ کی ان خونریزیوں اور خون ریزی کی دھمکیوں کے متعلق ایک اور یہ بات بھی آپ کی توجہ و انصاف کے (آپ نہ کریں تو دیگر اہل عقل و اہل انصاف کی توجہ کے) لائق ہے کہ آپ کے دعوی الہام و مسیحائیت وغیرہ کے منکر و مخالف سارے جہان میں سبھی لوگ تو ایسے نہیں جو دیدہ دانستہ، جحوداً و عناداً انکار کرتے ہوں ۔ بلکہ ان میں بہت ایسے بھی ہوں گے جو آپ کے دعاوی و الہامات کو صحیح نہ سمجھنے اور ان پر احاطہ علمی نہ کرنے کی وجہ سے ان سے منکر ہوں گے ۔ انہیں لوگوں سے آپ نے اس خاکسار کو شمار کیا، چنانچہ اس خط ۲۲ مئی ۱۹۰۷ء میں مجھ پر اسی نیک گمانی کا اظہار فرمایا ہے ۔اور میں حلفاً کہتا ہوں اور جس قسم کی حلف اور جس وقت جس دن جس مقام میں آپ چاہیں، میں اٹھانے کو تیار ہوں ،کہ میں نے ابتداء

سے آج تک آپ کا مقابلہ ومعارضہ جحوداً و عناداً نہیں کیا، بلکہ آپ کے دعاوی جدیدہ اور ان کے دلائل مزخرفہ کو، جس کا شروع رسالہ فتح اسلام سے ہوا ہے، اصول و عقائد اسلام کے مخالف سمجھ کر ان سے انکار کیا ہے۔

پھر ایسے لوگوں کے جواب میں، جب وہ آپ سے آپ کے دعاوی کی دلیل اور آپ کے الہامات کا ثبوت طلب کریں، آپ کا یہ کہنا کہ تم میرے الہامات کو نہیں مانتے، افتراء سمجھتے ہو تو تم قسم کھاؤ اور مباہلہ کرو، پھر تم ایک سال تک ہلاک کئے جاؤ گے، مدعی مماثلت حضرت مسیح یا کسی سچے ملہم اور ہادی کے لئے کب جائز و مناسب ہے؟ وہ ہلاک ہو گئے تو آپ سے ہدایت کون پائیں گے اور آپ کی بعثت اور نبوت کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ ایسے لوگوں غیر معاندوں اور طالبان حق کو تو بحث و دلائل سے اپنے دعاوی سمجھانے مناسب ہیں اور اگر آپ میں روحانی اور برقی طاقت ہے تو ان کی ہدایت روحانی برقی طاقت کی دعائے سحری سے مناسب ہے، نہ خون ریزی اور خون ریزی کی دھمکیوں سے۔

آپ کو مناسب تھا کہ ہماری باتوں اور سوالات کا جواب دیتے، نہ یہ کہ بلاجواب پرانی باتوں پر اکتفا کرتے۔ گزشتہ را صلوۃ، آپ آئندہ ہی مرد میدان بنیں اور جن پیش گوئیوں ونشانات کی تعداد آپ کبھی تین ہزار، کبھی تین لاکھ بتاتے ہیں، ان میں سے صرف تین جو بہت مشہور ہیں

۱۔تولید الہامی فرزند۔

۲۔نکاح زوجہ آسمانی۔

۳۔موت آتھم یالیکھرام یا شوہر ثانی زوجہ آسمانی۔

یا ان میں سے صرف ایک جس پر زیادہ یقین واعتماد ہو، پر تحریری یا تقریری بحث کر کے ان کا صادق ہونا ثابت کر دیں۔

اگر آپ نے اس ایک یا تین کا من جانب اللہ ہونا اور کلام الٰہی سے اپنا مخاطب اور خدا تعالیٰ کا متکلم ہونا ثابت نہ کیا تو اس پر باقی تین ہزار یا تین لاکھ کا قیاس کر کے ان کا کان لم یکن ہونا آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور اگر ان تینوں کا من جانب اللہ ہونا آپ نے ثابت کر دیا تو پھر باقی تین ہزار یا تین لاکھ میں ایک ایک کر

کے بحث و مباحثہ کرنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ جملہ پیش گوئیوں اور نشانات کا من جانب اللہ ہونا آپ ثابت کردیں۔ کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک مسلّم و مقرر ہے کہ کسی سچے نبی یا ملہم کی، جو ہزاروں لاکھوں پیش گوئیوں کے من جانب اللہ ہونے کا دعوی کرے، کوئی ایک پیش گوئی جھوٹی نکلے تو وہ دعوی نبوت میں جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کی نبوت کا بالکل اعتبار نہ رہے گا۔

مگر مشکل اور سخت مصیبت تو یہ ہے کہ زمانہ تالیف کتاب دافع الوساوس سے یہ الہام اس میں درج کر کے یا علی دعھم و زرا عتھم و انصا رھم یعنی اے علی (اپنی ذات اقدس کو مراد بتاتے ہیں) ان کی کھیتی اور مددگاروں کو (یعنی مولویوں اور ان کے مباحث کو) چھوڑ دے، مباحثہ کا دروازہ بند کردیا ہے (گو یہ بند کرنا صرف زبانی اور تقریری بحث میں ہے۔تحریری بحث تو آپ کو بند نہیں ہوئی۔ اپنی اس کتاب حقیقۃ الوحی کو دیکھیں، تحریری بحث ہی پر مشتمل ہے) اور زمانہ قدیم سے اپنے دعاوی کے ثبوت کے لئے آپ نے اسی ایک دلیل کو پناہ یا ہتھیار بنا رکھا ہے کہ

. میرے نشانات کی نسبت قسم یا مباہلہ سے کہو کہ خدا کا کلام نہیں، محض افتراء ہے تو پھر ایک سال کے اندر ہلاک ہو .

اس صورت میں فرمایئے آپ کے دعاوی کی صداقت آپ کے ان مخالفوں و منکروں پر جو معاند نہیں، کیوں کر ثابت و متحقق ہو۔

حسبۃً للہ و نصحاً لخلق اللہ آپ اس سوال کا جواب ضرور دیں۔ آپ نہ دے سکیں تو اپنی امت کے حکیم مولوی نور الدین صاحب، یا اپنے وکیل بالخصومۃ و مناظر مولوی محمد احسن صاحب سے جواب دلوائیں۔

ایک واجب العرض گذارش یہ ہے کہ آپ کے غیر معاند خصوم سے آپ کے اس سوال کا کہ

میرے الہامات کو خدا کی طرف سے نہیں مانتے تو اس کے افتراء علی اللہ ہونے پر قسم کھاؤ اور موت کی سزا پاؤ .

بے محل و نا مناسب ہونا تو بیان ہو ہی چکا ہے۔ رہے وہ منکر و مخالف جو جحوداً و عناداً آپ کے دعاوی کو حق جان کر اور آپ کے الہامات کو من جانب اللہ مان کر

ان سے انکار کرتے ہیں اور وہ ان فرعونی لوگوں کی مانند ہیں جن کے حق میں قرآن میں فرمایا ہے کہ

و جحدوا بھا و استیقنتھا انفسھم ظلماً و علواً۔ انہوں نے روشن نشانی لاٹھی کا سانپ بن جانے کے من جانب اللہ ہونے کا یقین کر کے عناداً و جحوداً اس سے انکار کیا تھا۔ ان کی نسبت بھی اگر آپ مسیح علیہ السلام کی مثیل ہیں، قسم کھا کر ہلاک ہو جانے کو نشان نہ بنائیں بلکہ ان کے لئے بھی وہی دعا کریں کہ خدا ان کا عناد و جحود دور کرے اور ان کو آپ کا مطیع کر دے۔

ان دونوں فریق کی نسبت یہ گذارش بھی بطور سفارش واجب العرض ہے کہ جو شخص آپ کے الہامات کو من جانب اللہ نہ مانے، محقق ہو معاند، اس کو یہ لازم نہیں کہ وہ آپ کو مفتری علی اللہ ہی قرار دے۔ کیا یہ جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کے مقالات والہامات کی نسبت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ آپ کے دل و دماغ کے خیالات ہیں اور از قسم حدیث النفس۔ مگر چونکہ آپ ظاہراً درسی علوم سے امی ہیں اور فقراء اہل اللہ کی صحبت و ارشاد سے بھی محروم رہے ہیں۔ اور ان کے حالات متعلقات کشف والہام سن سنا کر یا کتب میں دیکھ کر اس قسم کے بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کے دل میں اور آپ کے دماغ میں پیدا ہوئے ہیں، ان کو آپ الہامات سمجھ لیتے ہیں۔ پس جس شخص کا آپ کی نسبت یہ خیال ہو، وہ آپ کے مقالات والہامات کو خدا کی طرف سے نہ مانے تو پھر اس کو عمداً افتراء علی اللہ بھی کیوں کر کہہ سکتے ہیں۔ لہذا اس سوال کو آپ حل کریں۔

یہ آپ کی کتاب حقیقۃ الوحی پر خاکسار کا مختصر ریویو ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ آپ کے قدیمہ مغالطات کا مجموعہ ہے گو **فروخ تیلی** کی طرح آپ نے اس کو بصورت دیگر پیش کیا ہے۔

الراقم۔ **محمد حسین**

کھوٹہ سکہ

تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن شاہ محمد ہادی عطا سلونی رائے بریلوی لکھتے ہیں مارچ ۱۹۳۹ء میں ہندوستان کی سب سے بڑی تحریک جہاد کے ہیرو سید احمد شہید کی سیرت شائع ہوئی تو جون ۱۹۴۰ء کے ریویو آف ریلیجز قادیان کے اڈیٹر نے لکھا

آپ (سید احمد بریلوی) آنحضرت ﷺ کے اس ظل کامل کے ارہاص تھے جس کو مسیح اور مہدی کا نام پا کر چودھویں صدی میں اسلام کو از سرنو زندہ کرنا تھا۔جس طرح حضرت یحی، حضرت مسیح کا راستہ صاف کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے، سید احمد رائے بریلی نے احمد قادیانی کا راستہ صاف کیا ......(سید احمد نے) اس حیات مستعار کے ۴۵ سالوں میں صدیوں کا کام کیا۔شائد اس لئے کہ اللہ تعالی مستقبل قریب ہی میں ایک عظیم الشان کے ذریعہ ایک نئے نظام عالم کے قیام کا ارادہ فرما چکا تھا۔آپ کی تحریک کامیاب نہ ہوئی۔لیکن اس مصلح اعظم کے راستہ کو صاف کرنے کا کام باحسن وجوہ آپ سرانجام دے گئے۔

ان الفاظ کے پڑھنے کے بعد مجھے یہ راز معلوم ہوا کہ کیوں اس رسالہ (ریویو قادیان) میں اس کتاب پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ساون کے اندھے کو ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے۔ ہمارے مخاطب کو ہر جگہ مرزا صاحب کی میسیحیت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے اور ان کا جلوہ نظر آتا ہے۔....(لیکن) جن لوگوں نے سید صاحب کی سیرت پڑھی ہے اور جو ان کے حالات سے ذرا بھی واقف ہیں، وہی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کس قدر صریح کذب اور بہتان ہے اللہ اکبر، سید صاحب کی ذات گرامی اور وہ مرزا صاحب کی مقدمۃ الجیش ؟

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

ایک شخص کو دوسرے شخص کا مقدمۃ الجیش کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلا شخص دوسرے کے مطالب ومقاصد کا خاکہ پیش کرتا ہے اور اس کی آمد کی اطلاع دے کر اس کا

راستہ ہموار کرتا ہے۔

حضرت ذکریا کو خطاب کر کے حضرت یحی کے متعلق قرآن نے کہا ہے کہ

ان اللہ یبشرك بیحی مصدقاً بکلمۃ من اللہ ۔(آل عمران) ۔ بے شک اللہ تجھے یحی کی بشارت دیتا ہے جو تصدیق کرنے والہ ہے اللہ کے کلمہ (مسیح) کی۔

اسی طرح حضرت عیسی نے فرمایا

انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ و مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد۔(صف۔ع۱) بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ میں تصدیق کرتا ہوں تورات کی اور خوش خبری دیتا ہوں اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی جس کا نام احمد ہوگا۔

ان آیتوں کے نقل کرنے سے میرا مقصود یہ ثابت کرنا تھا کہ وہ بزرگ ہستی جسکے پہلے کوئی ہستی اس کے مقدمۃ الجیش کی صورت میں ہوتی ہے تو وہ ضرور اس کے متعلق پیشگوئی کرتی ہے اور اس عظیم الشان ہستی کے آنیکی خبر مخلوق کو دیتی ہے جو اس کے بعد آنیوالی ہے۔ لیکن پوری سیرت سید احمد پڑھ ڈالئے کہیں پر آپکو یہ نہ ملے گا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کچھ بھی جناب مرزا قادیانی کے متعلق فرمایا ہو۔سید صاحب کے ایک دو نہیں، لاکھوں مرید تھے، کیا کسی نے ان سے کبھی مرزا صاحب کے بارے میں کوئی بات نقل کی؟

.....سید صاحب کی تحریک نے مذہبی علمی اخلاقی سیاسی اور معاشرتی، غرض ہر قسم کا فائدہ پہنچایا ہے مگر مرزا صاحب کی تحریک پر نظر ڈالئے تو دونوں میں زمین آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ اس عقیدہ کے جو مرزا صاحب سے مخصوص ہے (یعنی ختم نبوت کا مسئلہ) دوسرے تمام عقائد میں بڑا فرق ہے۔ختم نبوت کا مسئلہ ایک مستقل بحث ہے اس کو چھوڑ کر ضمنی اور سرسری طور پر دیکھئے کہ سید صاحب اور مرزا صاحب میں کیا نسبت ہے؟ سید صاحب کی زندگی کا مقصد، ان کی ہستی کا خلاصہ اور ان کے وجود کی غرض و غائت جہاد تھی۔ یہاں (مرزا کے ہاں) جہاد سرے سے مفقود بلکہ منسوخ ہے۔سید صاحب نے جہاد کرتے کرتے اپنی جان تک قربان کی، یہاں عمر بھر عیش میں گذری اور جہاد ایک بغاوت متصور ہوتا رہا۔ جو جدو جہد سید صاحب نے مسلمانوں کی اصلاح کے لئے کی اس کا عشر عشیر بھی اس . ظل کامل . نے انجام دیا؟ جس کا ارہاص سید احمد صاحب کو کہا گیا ہے

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

سید صاحب نے مسلمانوں کو . احساس زیاں . دلا کر ان کا لہو گرما دیا اور فقر کی سان چڑھا کر انہیں تلوار کر دیا۔ بھلا ان کو اس ذات سے کیا نسبت ہو سکتی ہے جسکی امامت ملت بیضا کے لئے فتنہ ہو اور مسلمانوں کو سلاطین کا پرستار کرنے کی کوشش کرے۔

اس بعد المشرقین کے ہوتے ہوئے اڈیٹر ریویو کو کچھ زیب نہیں دیتا کہ وہ یہ الفاظ لکھیں کہ سید احمد بریلوی نے احمد قادیانی کا راستہ صاف کیا۔

سید صاحب سے مرزا صاحب کو کوئی نسبت ہی نہیں، اگر ہے تو نسبت تبائن ہے، ان کا ہر خادم اسلام کا سپاہی اور مذہب کی عزت کا حامل تھا۔ ان کے ہر مرید نے مسلمانوں کی اصلاح میں بہت بڑا کام کیا ہے، جہاں جہاں بھی ان کے مریدوں کے قدم پہنچے وہاں دین داری تقوی اور پرہیز گاری پھیل گئی۔ انہیں بزرگوں کا فیض ہے کہ آج سو برس کے بعد بھی خدا کی عنائت سے مسلمانوں میں اتنا احساس اور اتنی دین داری موجود ہے کہ قادیانیت اپنی پوری طاقت صرف کر دینے کے باوجود بھی زیادہ کامیاب نہیں ہو سکی اور غالباً جب تک جہاں جہاں بھی سید صاحب اور دوسرے بزرگان دین کے فیض کا چشمہ جاری رہے گا، مرزائیت اور بے دینی کی وبا آسانی سے نہ پھیل سکے گی۔

(مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس پر نوٹ لکھا ہے کہ مدیر اہل حدیث مع عملہ دفتر سید احمد صاحب مرحوم کے خادموں میں سے ایک خادم ہے۔ اس کے مقابلہ میں مرزا صاحب کو شکست فاش ہوئی تھی جس کا سارا ملک گواہ ہے)۔ (اہل حدیث ۲۔ اگست ۱۹۴۰ص ۶ تا ۸ ملخصاً)

یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس شخص کو مرزا صاحب کا ارہاص قرار دیا گیا، اس کی تحریک کو ناکام بنانے والوں میں مرزا صاحب کے آباء بھی شامل تھے۔ سید احمد ہزارہ میں سکھوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور مرزا کے آباء سکھوں کی فوج میں شامل ہو کر مجاہدین سے لڑتے رہے۔ جیسا کہ عبدالقادر قادیانی نے لکھا ہے۔

. مرزا عطا محمد آخر کار اپنی تمام جاگیر کھو کر سردار فتح سنگھ اہلو والیہ کی پناہ میں چلا گیا اور بارہ سال تک امن و امان کی زندگی بسر کی۔ اس کی وفات پر رنجیت سنگھ نے.... غلام مرتضی کو قادیان واپس بلا لیا اور اس کی جدی جاگیر کا بڑا حصہ اسے واپس دے دیا۔ اس پر غلام مرتضی اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ کی فوج میں شامل ہوا اور کشمیر کی سرحد اور

دوسرے مقامات پر قابل قدر خدمات انجام دیں۔ نونہال سنگھ، شیر سنگھ اور دربار لاہور کے دور دورے میں غلام مرتضی ہمیشہ فوجی خدمت پر مامور رہا۔ ۱۸۴۱ء میں یہ جرنیل ونچورا کے ساتھ منڈی اور کلو کی طرف بھیجا گیا اور ۱۸۴۳ء میں ایک پیادہ فوج کا کمیدان بنا کر پشاور روانہ کیا گیا۔ ہزارہ کے مفسدہ میں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اور جب ۱۸۴۸ء کی بغاوت ہوئی تو یہ اپنی سرکار کا نمک حلال رہا اور اس کی طرف سے لڑا۔ اس موقع پر اس کے بھائی غلام محی الدین نے بھی اچھی خدمات کیں..... الحاق کے موقع پر اس خاندان کی جاگیر ضبط ہوگئی۔ مگر سات سو روپئہ کی ایک پنشن غلام مرتضی اور اس کے بھائیوں کو عطا کی گئی اور قادیان اور اس کے گردونواح کے مواضعات پر ان کے حقوق مالکانہ رہے۔ اس خاندان نے ۱۸۵۷ء کے دوران بہت اچھی خدمات کیں غلام مرتضی نے بہت سے آدمی بھرتی کیئے اور اس کا بیٹا غلام قادر جنرل نکلسن کی فوج میں اس وقت تھا جبکہ افسر موصوف نے تریموگھاٹ پر نمبر ۴۶ نیٹو انفنٹری کے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے، تہہ تیغ کیا۔ جنرل نکلسن نے غلام قادر کو ایک سند دی جس میں یہ لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں خاندان قادیان، ضلع گورداسپور کے تمام دوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا۔ (حیاۃ طیبہ۔ جلد اول۔ صفحہ ۷)

واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سید احمد بریلوی، مرزا غلام احمد کے ارہاص نہیں تھے بلکہ مرزا صاحب کے ارہاص خود انہی کے اجداد تھے جنہوں نے سکھوں کے زیر کمان فوج میں شامل ہوکر ۱۸۳۱ء میں سید احمد بریلوی کو شہید کر کے داخل جنت کر دیا کہ جب تک یہ کھرا سید موجود ہے ہمارے کھوٹے سکے کو کون ہاتھ لگائے گا

(مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت والد صاحب (یعنی مرزا غلام مرتضی) نے یہ خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ایک بڑی شان کے ساتھ میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں جیسا کہ ایک عظیم الشان بادشاہ آتا ہے۔ اور میں اس وقت آپ ﷺ کی پیشوائی کے لئے دوڑا۔ جب قریب پہنچا تو میں نے سوچا کہ کچھ نذر پیش کرنی چاہیے۔ یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ ڈالا جس میں صرف ایک روپئہ تھا۔ اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی کھوٹا ہے۔ یہ دیکھ کر میں چشم پر آب ہوگیا اور پھر آنکھ کھل گئی۔

(کتاب البریہ۔ ص ۱۹۱ حاشیہ)

ذوالقرنین

مرزا صاحب اپنے آپ کو ذوالقرنین بھی سمجھتے تھے ۔ فرماتے ہیں

. مجھ سے ایک صاحب حکیم مرزا محمود ایرانی (بہائی مذہب کے مشنری) نے آج ۲ ستمبر ۱۹۰۲ء کو بذریعہ ایک خط کے دریافت کیا ہے کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں

فوجدها تغرب فی عین حمئة

پس واضح ہو کہ یہ آیت قرآنی بہت سے اسرار اپنے اندر رکھتی ہے جس کا احاطہ نہیں ہوسکتا اور جس کے ظاہر کے نیچے ایک باطن بھی ہے ۔لیکن وہ معنی جو خدا نے مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ آیت مع اپنے سابق اور لاحق کے مسیح موعود کے لئے ایک پیش گوئی ہے اور اس کے وقت ظہور کو مشخص کرتی ہے ۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسیح موعود بھی ذوالقرنین ہے کیونکہ عربی زبان میں صدی کو قرن کہتے ہیں ۔ اور آیت قرآنی میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ وعدہ کا مسیح جو کسی وقت ظاہر ہوگا اس کی پیدائش اور اس کا ظاہر ہونا دو صدیوں پر مشتمل ہوگا چنانچہ میرا وجود اسی طرح پر ہے ۔ میرے وجود نے مشہور و معروف صدیوں میں خواہ ہجری ہو خواہ مسیحی خواہ بکرماجیتی اس طور پر اپنا ظہور کیا ہے کہ ہر جگہ دو صدیوں پر مشتمل ہے صرف کسی ایک صدی تک میری پیدائش اور ظہور ختم نہیں ہوئے ۔غرض جہاں تک مجھے علم ہے میری پیدائش اور میرا ظہور ہر ایک مذہب کی صدی میں صرف ایک صدی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ دو صدیوں میں اپنا قدم رکھتا ہے ۔ پس ان معنوں سے میں ذوالقرنین ہوں ۔ چنانچہ بعض احادیث میں بھی مسیح موعود کا نام ذوالقرنین آیا ہے ۔ ان حدیثوں میں بھی ذوالقرنین کے یہی معنی ہیں جو میں نے بیان کئے ۔ اب باقی آیت کے معنی پیش گوئی کے لحاظ سے یہ ہیں کہ دنیا کی دو قومیں بڑی ہیں جن کو مسیح موعود کی بشارت دی گئی ہے ۔ اور مسیحی دعوت کے لئے پہلے انہیں حق ٹھہرایا گیا ہے ۔ سو خدا تعالی ایک استعارے کے رنگ میں اس جگہ

فرماتا ہے کہ مسیح موعود، جو ذوالقرنین ہے، اپنی سیر میں دو قوموں کو پائے گا۔ ایک قوم کو دیکھے گا کہ وہ تاریکی میں ایک ایسے بدبودار چشمے پر بیٹھی ہے کہ جس کا پانی پینے کے لائق نہیں اور اس میں سخت بدبودار کیچڑ ہے اور اس قدر ہے کہ اب اس کو پانی نہیں کہہ سکتے۔ یہ عیسائی قوم ہے جو تاریکی میں ہے جنہوں نے مسیحی چشمہ کو اپنی غلطیوں سے بدبودار کیچڑ میں ملا دیا ہے۔ دوسری سیر میں مسیح موعود نے، جو ذوالقرنین ہے، ان لوگوں کو دیکھا جو آفتاب کی جلتی دھوپ میں بیٹھے ہیں اور آفتاب کی دھوپ اور ان میں کوئی اوٹ نہیں۔ اور آفتاب سے انہوں نے کوئی روشنی تو حاصل نہیں کی اور صرف یہ حصہ ملا ہے کہ ان سے بدن ان کے جل رہے ہیں اور اوپر کی جلد سیاہ ہوگئی ہے۔ اس قوم سے مراد مسلمان ہیں جو آفتاب کے سامنے تو ہیں گو بجز جلنے کے اور کچھ ان کو فائدہ نہیں ہوا۔ یعنی ان کو توحید کا آفتاب دیا گیا مگر بجز جلنے کے انہوں نے کوئی حقیقی روشنی حاصل نہیں کی۔ یعنی دین داری کی سچی خوبصورتی اور سچے اخلاق وہ کھو بیٹھے اور تعصب اور کینہ اور اشتعال طبع اور درندگی کے چلن ان کے حصہ میں آ گئے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی اس پیرایہ میں فرماتا ہے کہ ایسے وقت میں مسیح موعود، جو ذوالقرنین ہے، آئے گا جب کہ عیسائی تاریکی میں ہوں گے اور ان کے حصہ میں صرف ایک بدبودار کیچڑ ہوگا جس کو عربی میں حمأ کہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ صرف خشک توحید ہوگی جو تعصب اور درندگی کی دھوپ سے جلے ہوں گے۔ اور کوئی روحانیت صاف نہیں ہوگی اور پھر مسیح، جو ذوالقرنین ہے، ایک تیسری قوم کو پائیں گے جو یاجوج ماجوج کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوگی اور وہ لوگ بہت دین دار ہوں گے اور ان کی طبیعتیں سعادت مند ہوں گی (یہ کہاں سے ثابت ہے کہ مرزائی انگریزوں یعنی یاجوج ماجوج کی سلطنت سے تنگ تھے؟ یا ان لوگوں کو انگریز تنگ کر رہے تھے؟ کہ انہیں مرزا نے آکر بچا لیا۔ مولوی محمد احسن وغیرہ تو انگریزوں کے ملازم تھے اور مزے میں تھے۔ بہاء) اور وہ ذوالقرنین سے، جو مسیح موعود ہے، مدد طلب کریں گے تا یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچ جائیں۔ اور وہ ان کے لئے سد روشن بنا دے گا۔ یعنی ایسے پختہ دلائل اسلام کی تائید میں ان کو تعلیم دے گا۔ یاجوج ماجوج کے حملوں کو قطعی طور پر روک دے گا (عیسائیوں کا کام تو اب بھی جاری ہے۔ قطعی کا کیا مطلب؟ بہاء) اور ان کے آنسو پونچھے گا۔ اور ہر ایک طور سے ان کی مدد کرے گا اور ان کے ساتھ

ہوگا (یعنی جماعت پہلے سے موجود تھی، مرزا صاحب بعد میں آئے۔ یہ گھوڑے کے آگے گاڑی کو باندھا گیا ہے۔ بہا) یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو مجھے قبول کرتے ہیں۔ یہ عظیم الشان پیش گوئی ہے اور اس میں صریح طور پر میرے ظہور اور میرے وقت اور میری جماعت کی خبر دی گئی ہے۔ پس مبارک وہ جوان پیش گوئیوں کو غور سے پڑھے... راقم میرزا غلام قادیانی. (لیکچر لاہور۔خزائن ج ۲۰ ص ۱۹۹۔۲۰۰ حاشیہ۔لیکچر کا صفحہ ۵۳۔۵۴)

مرزا صاحب کے ذوالقرنین ہونے کا ذکر حکیم نوردین قادیانی نے اپنے رسالہ نورالدین میں بھی کیا ہے اور لکھا ہے

.ذوالقرنین کے معنی ہیں دوصدیوں والہ۔ اور مرزا صاحب نے اس مروجہ سن کی دوصدیاں پائیں۔ مثلاً آپ انیسویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئے اور بیسویں صدی عیسوی میں فوت ہوگئے۔ اسی طرح تیرھویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے اور چودھویں صدی ہجری میں فوت ہوگئے۔ اسی طرح ہندی سن کی دوصدیاں پائیں

مولانا ثناءاللہ امرت سری اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

باقی رہا ذولقرنین کی حکومت اور یاجوج ماجوج کی روک تھام، سو اس کا کیا ذکر؟ سب کچھ نصیب اعداء ہے۔ یاجوج ماجوج بقول مرزا صاحب، انگریز وغیرہ یورپی اقوام ہیں (حمامۃ البشری) ان کی تو حکومت ہی میں مرزا صاحب نے پرورش پائی، بلکہ بقول خود اسی یاجوجی حکومت کے لئے تعویذ تھے۔ (نور الحق حصہ دوم ص ۳۲۔۳۳)۔ حیرت ہے کہ یہ (مرزائی) لوگ دنیا کو اتنا بے سمجھ سمجھتے ہیں یا خود بے سمجھ ہیں۔ کہاں ذوالقرنین کی شاندار حکومت اور یاجوج ماجوج کی روک تھام کے لئے سدسکندری جیسی عالیشان دیوار۔ اور کہاں یاجوج ماجوج کی غلامی؟

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا کجا (اہل حدیث امرتسر ۱۶۔اگست ۱۹۴۰ء ص ۷)

مرزا صاحب اور حکیم نوردین کی منطق کے مطابق وہ ہزاروں لوگ جو ۱۸۴۰ء کے گردوپیش پیدا ہوئے اور ۱۹۱۰ء کے گردوپیش فوت ہوئے، ذولقرنین ہیں کہ انہوں نے سن عیسوی، سن ہجری اور سن بکرمی کی دوصدیاں پائی ہیں، مرزا صاحب کی اس باب میں کیا تخصیص ہوئی؟

بے ادب

حکومت وقت کے ساتھ مرزا صاحب کا طرز عمل ہمیشہ سے موضوع بحث رہا ہے اگر چہ اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ وہ حکومت وقت کے تابعدار تھے لیکن ان کے متبعین کا کہنا ہے کہ وہ تابعدار، وفادار تھے تو کیا ہوا؟ دوسرے بھی تو ایسے ہی تھے۔ یعنی وہ اعور تھے تو کیا ہوا؟ ان کے ہم عصروں میں بھی یک چشم موجود تھے۔ وہ ناقص العقل تھے تو ان کے ہم عصروں میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی۔ جلال الدین شمس نے قادیانی خزائن کے مقدمے میں مرزائی علم الکلام کے ایسے ہی موتی بکھیرتے ہوئے مسلمانوں کے اکابرین کا تذکرہ کیا ہے کہ دیکھو وہ بھی حکومت کے حامی، اور وفادار تھے۔ اس لئے مرزا صاحب ایسے تھے تو کون سا جرم ہے۔ وہ کہتے ہیں سرسید احمد خان وغیرہ حکومت وقت کے وفادار تھے، اس لئے اگر مرزا صاحب وفادار تھے تو کیا غلط تھا؟

بھلے آدمی، سرسید احمد وغیرہ کو مسیح اور نبی ہونے کا دعوی نہ تھا۔ وہ لوگ ایک غلام ملک کے محکوم باشندے، اور خدا کے عاجز بندے تھے۔ انہیں کشف وکرامات، اور روحانی نشانات کے دعاوی بھی نہ تھے۔ وہ نہ نبی تھے، نہ رسول، نہ مہدی اور مسیح۔ جب کہ مرزا صاحب کے دعاوی کی نظیر عالم اسلام تو کیا پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ وہ اپنی ذات میں انجمن تھے اور اکیلے، سوالاکھ سے بھی زیادہ تھے۔ وہ ظلی اور بروزی محمد تھے اور عین محمد بھی۔ وہ مہدی بھی تھے۔ وہ نبی اور رسول بھی تھے۔ وہ ہندوؤں کے کرشن بھی تھے۔ (جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے۔ آریوں کا بادشاہ۔ تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۵۔ خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۱۔۵۲۲۔ تذکرہ ص ۳۱۲) اور سکھوں کے مہاراج بھی۔ وہ ذوالقرنین بھی تھے اور ابراہیم بھی وہ موسیٰ بھی تھے، اور ہواؤں پر حکومت کرنے والے سلیمان بھی اور لوہے کو موم کرنیوالے داؤد بھی۔ وہ آدم بھی تھے اور نوح بھی۔ وہ خدا کے بیٹے بھی تھے اور باپ بھی۔ اور خود

خدا اور خدا کی بیوی بھی ۔ مرزائیوں کا ایسے شخص کے ساتھ اس کے ہم عصروں کا مقابلہ کرنا اس کی توہین اور اس کے مقام سے ناواقفیت کی دلیل ہے ۔ مرزا صاحب تو کن فیکون کے مالک تھے ۔ ان کے اشارہ ابرو سے مبرم تقدیریں بدلتی تھیں (جیسا کہ ۲۰ فروری ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب کو الہام ہوا ۔ انما امرك اذا اراد شیئاً ان تقول له کن فیکون ۔ بدر ۵ مارچ ۱۹۰۵ء ص ۲ ۔ الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء ص ۱۲ ۔ تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتا ہے ۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵ ۔ خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۸، تذکرہ ص ۴۴۳ ۔ اور ایک الہام ہے یحمدك الله و یمشی الیک خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے ۔ تذکرہ ص ۶۳ اور ایک الہام ہے حجۃ اللہ القادر و سلطان احمد مختار ۔ براہین ج ۴ ص ۵۱۵ ۔ ۵۱۶ ۔ خزائن ج اول ۔ ص ۶۱۵ ۔ تذکرہ ص ۸۸) ایسے شخص کو تو صاحب حکومت ہونا چاہیے تھا، نہ کہ تحصیلداروں اور مجسٹریٹوں کے حکم کا پابند۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح ان کے اجداد اپنے دور کی حکومتوں کے کاسہ لیس اور چاپلوس اور نمک خوار رہے، اسی طرح مرزا صاحب اپنے دور حکومت کے افسروں کی چاپلوسی کرتے رہے ۔ ایک ہندو مجسٹریٹ کے سامنے گھنٹوں مئودبانہ کھڑے رہے، ایک انگریز مجسٹریٹ نے آنکھیں دکھائیں تو بولتی بند ہوگئی ۔ ایک مسلمان تحصیل دار نے قادیان میں تحقیقات کی غرض سے ڈیرہ لگایا تو اپنی آمدنی و اخراجات کے رجسٹر کھول کر اس کے سامنے رکھ دیئے ۔ اور آپ نے یہ کام حکومت کے ایسے معمولی کارندوں کے سامنے کئے جنہیں ساری عمر وائسرائے کے حضور مئودبانہ حاضری کا موقع بھی نہ ملا ہوگا ۔

مرزا صاحب منافق تھے ۔ جس تھالی میں کھاتے اسی میں سوراخ نکالتے اور جس سے فیض یاب ہوتے اسی کی جڑیں کاٹتے تھے ۔ وہ علمی طور پر سرسید احمد کے شاگرد تھے لیکن سرسید ہی کو بے نصیب کہتے تھے ۔ وہ سید عبداللہ غزنوی (ف ۔ ۱۵ فروری ۱۸۸۱ء) کے مرید تھے ۔ لیکن بے ادب ہونے کی وجہ سے انہی کو ان کی مسند سے اتارنے کے خواہش مند تھے (جیسا کہ وہ خود اپنا خواب بیان کرتے ہیں کہ مجھے (اندازاً ۱۸۷۸ء میں) گورداسپور میں ایک رئیا ہوا کہ میں ایک چارپائی پر بیٹھا ہوں اور اسی چارپائی پر بائیں طرف مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بیٹھے ہیں ۔ اتنے میں میرے دل میں تحریک ہوئی کہ میں مولوی صاحب موصوف کو چارپائی سے نیچے اتار دوں ۔ چنانچہ میں نے ان کی طرف کھسکنا شروع کیا ۔ یہاں تک کہ وہ چارپائی سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے ....اور میں چارپائی پر بیٹھا رہا ۔ ص ۲۳ تذکرہ ۔ ....اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب نے

میرے خواب میں میرے دعوی کی تصدیق کی ۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ اگر یہ قسم جھوٹی ہے تو اے قادر خدا مجھے ان لوگوں کی ہی زندگی میں جو مولوی عبداللہ صاحب کی اولاد یا ان کے مرید یا شاگرد ہیں، سخت عذاب سے مار۔ ورنہ مجھے غالب کر۔ اور ان کو شرمندہ اور ہلاکت یافتہ ۔ نزول المسیح طبع اول ص ۲۳۶۔۲۳۸۔خزائن ج ۱۸ ۔ ص ۶۱۴ ۔ ۶۱۶ ۔تذکرہ ص ۲۴ ۔

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ۱۸۷۸ء میں مرزا صاحب کا دعوی کیا تھا؟ کچھ بھی نہیں۔ اس وقت تک ان کا دعوی مجدد ہونے کا بھی نہ تھا۔ نہ مہدی اور نہ مسیح ہونے کا دعوی تھا ۔ اور نہ نبی اور رسول ہونے کا۔ آخر سید عبداللہ غزنوی نے کس دعوی کی تصدیق کی؟

دوسری بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اگر وہ جھوٹے ہیں تو مولوی عبداللہ کی اولاد، مریدوں اور شاگردوں کی زندگی میں ذلت سے مریں ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سید عبداللہ صاحب کی اولاد میں مولوی عبدالجبار، اور مولوی عبدالواحد تھے، شاگردوں میں مولوی عبدالحق غزنوی تھے، مریدوں میں مولوی محمد حسین بٹالوی تھے۔اور ان سب کی زندگی میں مرزا صاحب ذلت کی موت لاہور میں مرے۔اور اپنی قسم کے مطابق لعنتی بنے ۔

مرزائیوں نے گاڑی کو گھوڑے کے آگے باندھ دیا ہے کہ دوست محمد قادیانی نے لکھ دیا.

آپ (مرزا) کے نیازمندوں میں حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی بھی تھے۔ تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۱۶۔

لا حول و لا قوۃ ۔ مرزا صاحب نے تو سید عبداللہ کے دوست اور مرید مولوی غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ والوں کے ہاں بھی نیازمندانہ حاضری دی ہے جیسا کہ مرزا کے ایک مرید . مولوی برہان الدین جہلمی نے بتایا کہ

ایک دفعہ مرزا صاحب ،مولوی غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ کے پاس گئے ۔اس وقت آپ (مرزا) بچے تھے۔اس مجلس میں کچھ باتیں ہورہی تھیں ....مولوی برہان الدین کہتے ہیں کہ میں خود اس مجلس میں موجود تھا۔ (حیاۃ طیبہ۔ص ۱۱)

☆☆☆

تحصیلدار

اگر چہ مرزا صاحب عام انگریز افسروں کا لگایا ہوا پودہ تھے، لیکن ان کے طرز عمل سے محسوس ہوتا ہے کہ شائد وہ انہی (افسروں) کے افسر، یعنی وائسرائے ہند اور گورنر جنرل، بننا چاہتے تھے۔ ان کی نظر اونچی اور پرواز بلند تھی۔ انہیں گورنر جنرل کے الہام بھی ہوئے اور انہوں نے حصول مقصد کی خاطر حکومت وقت کی چاپلوسی کی انتہا کر دی۔ اپنا وجود اور اپنی خدمات کا احساس دلانے کے لئے انہوں نے وائسرائے اور گورنروں کو خط بھی لکھے اور ملکہ برطانیہ کی خدمت میں درخواستیں بھی پیش کیں۔ افسران شائد جانتے تھے کہ مرزا صاحب بحکم ہماری بلی ہمیں کو میاؤں ، ہمارے مناصب پر نظر رکھے ہوئے ہیں اسلیئے وہ لوگ شائد ان کی درخواستیں اور خطوط اوپر نہیں پہنچاتے تھے۔ آخر مرزا صاحب نے بنفس نفیس ملکہ کی پابوسی کا شرف حاصل کیا، لیکن اپنی مغلئی آن برقرار رکھنے کیلیئے، ملکہ کے محل میں حاضری دینے کی بجائے، اس کا دربار اپنے ہاں قادیان میں لگوایا اور عرض مدعا کیلیئے اپنے طنبورے، عبدالکریم سیالکوٹی، کو ساتھ لے کر ملکہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مرزا صاحب اپنے طنبورے سے کہلوانا چاہتے تھے کہ ملکہ عالیہ ، ہمارے مرزا صاحب پشتینی رئیس اور آپکے پشتینی خادم ہیں، انہیں گورنری کی خیرات عطا فرما دیجئے۔ یہ بات ممکن نہ ہو تو سر کا خطاب ہی عنائت فرما دیجئے۔

عبدالکریم نے چونکہ مرزا صاحب کو عام مجسٹریٹوں کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے دیکھا تھا، اس لئے وہ آپ کی حیثیت ایک ایکسٹرا اسسٹنٹ جتنی بھی نہیں سمجھتا تھا، اس نے مرزا صاحب کو مشورہ دیا کہ (گورنری بھول جائیں اور) تحصیلداری پر اکتفا کریں۔ مرزا صاحب نے حیران ہو کر پوچھا کون سی تحصیلداری؟

عبدالکریم سیالکوٹی نے کہا کہ وہی تحصیل داری جو تمہاری اور تمہارے بھائی اور

باپ کی خدمات کے صلے میں حکومت وقت نے تمہارے بیٹے کو ۲۱ سال سے دے رکھی ہے

(مرزا صاحب کا لڑکا ، سلطان احمد ۱۸۸۴ء میں تحصیل داری کے امتحان میں پاس ہوا۔ الحکم ۲۳ ستمبر ۱۸۹۹ء۔ تذکرہ ص ۹۵۔ اور اس کی تقرری فنانشل کمشنر پنجاب کی اس سفارش کی بنا پر ہوئی جس کا وعدہ اس کمشنر نے مرزا غلام قادر کے نام اپنے اس خط میں کیا تھا جو ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ اور تحصیلدار روالہ الہام آپ کو ۱۹۰۵ء میں ہوا۔ ۱۸۸۴ء سے ۱۹۰۵ء تک ۲۱ سال ہوتے ہیں)۔ مرزا صاحب نے خیال کیا کہ شائد طنبورے کی کوئی کل ڈھیلی پڑ گئی ہے جو غیر مناسب آواز نکال رہا ہے، اس لئے آپ نے طنبورے کے پیچ کسنے کی کوشش کی، لیکن طنبورے سے اکیس ہی کی آواز نکلتی رہی یہاں تک کہ مرزا صاحب کی آنکھ کھل گئی۔

☆☆

ہماری گذارشات کی بنیاد درج ذیل اقتباسات پر ہے

☆ جولائی ۱۸۹۹ء۔ (عبدالکریم سیالکوٹی کہتے ہیں) صبح حضرت اقدس کو یہ رئیا ہوئی کہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند سلمہا اللہ تعالی گویا حضرت اقدس کے گھر میں رونق افروز ہوئی ہیں۔ حضرت اقدس رئیا میں عاجز راقم عبدالکریم کو جو اس وقت حضور اقدس کے پاس بیٹھا ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت ملکہ معظّمہ کمال شفقت سے ہمارے ہاں قدم رنجہ فرما ہوئی ہیں اور دو روز قیام فرمایا ہے ان کا کوئی شکریہ بھی ادا کرنا چاہیے۔

منقول از خط عبدالکریم از الحکم ۱۰ جولائی ۱۸۹۹ء ص ۳۔

(تذکرہ ۔ص ۲۸۱۔۲۸۰)

☆ ۱۳ ستمبر ۱۸۹۹ء کو مرزا صاحب کو یہ الہام ہوا

ایک عزت کا خطاب، ایک عزت کا خطاب، لک العزۃ۔ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔ مکتوب مرزا ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء

(ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۴۔ خزائن ج ۱۵۔ص ۵۰۱۔۵۰۴) (تذکرہ۔ ص ۲۸۳)

☆ ۴۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو مرزا صاحب کو الہام ہوا۔

قیصر ہند کی طرف سے شکریہ

ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۴ ص ۲ حاشیہ۔ خزائن ج ۱۵ ص ۵۰۴ حاشیہ۔ اشتہار ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء

مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۷۱)۔ (تذکرہ۔ص ۲۸۴)

☆ ۱۸۹۹ء میں مرزا صاحب کو الہام ہوا۔

مبشروں کا زوال نہیں ہوتا۔ گورنر جنرل کی پیش گوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا۔

الحکم۔۱۰ نومبر ۱۸۹۹ء ص ۶ (تذکرہ۔ص ۲۸۵)

☆ ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب کو الہام ہوا

ایک عزت کا خطاب۔ ایک عزت کا خطاب۔ لک خطاب العزۃ۔ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔ (اربعین ۳۔ص ۳۷۔خزائن ج ۱۷ ص ۴۲۸) (تذکرہ۔ص ۳۲۳)

☆ نومبر ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب نے فرمایا

چند روز ہوئے مولوی عبدالکریم کو رؤیا میں دیکھا۔ پہلے کچھ باتیں ہوئیں۔ پھر خیال آیا کہ یہ تو فوت شدہ ہیں، آؤ ان سے دعا کرائیں۔ تب میں نے ان کو کہا کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ میری اتنی عمر ہو کہ سلسلہ کی تکمیل کے واسطے کافی وقت ملجائے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا تحصیل دار۔ میں نے کہا یہ آپ غیر متعلق بات کرتے ہیں۔ جس امر کے واسطے میں نے آپ کو دعا کے لئے کہا ہے، آپ وہ دعا کریں۔ تب انہوں نے دعا کے واسطے سینے تک ہاتھ اٹھائے مگر او نچے نہ کئے اور کہا اکیس۔ میں نے کہا کھول کر بیان کرو۔ مگر انہوں نے کچھ کھول کر نہ بیان کیا اور بار بار اکیس کہتے رہے اور پھر چلے گئے۔

(بدر ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۲۔الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۱) (تذکرہ ۴۹۰۔۴۹۱)

☆ ۲۹ جون ۱۸۷۶ء کو سر رابرٹ ایجرٹن فنانشل کمشنر پنجاب کی طرف سے مرزا غلام قادر کو لکھا جانے والا انگریزی خط اشاعۃ السنہ میں موجود ہے اور مرزا صاحب کے مجموعہ اشتہارات ج ۲ صفحہ ۴۶۲ پر بھی موجود ہے۔ اس میں کمشنر نے غلام قادر کو کہا ہے کہ تمہارے ۲ جون ۱۸۷۶ء کے خط سے تمہارے باپ (غلام مرتضی) کی وفات کی خبر معلوم کر کے افسوس ہوا۔ وہ گورنمنٹ کا خیر خواہ تھا۔ اس کی اور تمہاری خاندانی خدمات کے مدنظر ہم تمہارا بھی خیال رکھیں گے اور جب کوئی مناسب موقع آئے ہم تمہارے خاندان کی بحالی اور بہتری کا خیال رکھیں گے۔

چاپلوس

سطور ذیل میں مرزا صاحب کی چاپلوسی کی داستان بتائی جاتی ہے جو آپ کے زمانہ براہین احمدیہ سے شروع ہوتی ہے ۔آپ فرماتے ہیں

☆ مسلمانوں کی نازک حالت اور انگریزی حکومت

تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ بعض صاحبوں نے مسلمانوں میں سے اس مضمون کی بابت کہ جو حصہ سوم (براہین) کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی کے شکر کے بارے میں شامل ہے اعتراض کیا ہے ..... کہ انگریزی عمل داری کو دوسری عمل داریوں پر کیوں ترجیح دی۔ لیکن ظاہر ہے کہ جس سلطنت کو اپنی شائستگی اور حسن انتظام کی رو سے ترجیح ہو، اس کو کیونکر چھپا سکتے ہیں ۔خوبی باعتبار اپنی ذاتی کیفیت کی خوبی ہی ہے گو وہ کسی گورنمنٹ میں پائی جاوے الحکمۃ ضالۃ المؤمن اور یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ اسلام کا ہرگز یہ اصول نہیں کہ مسلمانوں کی قوم جس سلطنت کے ماتحت رہ کر اس کا احسان اٹھاوے، اس کے ظل حمایت میں بامن وآسائش رہ کر اپنا رزق مقسوم کھاوے ،اس کے انعامات متواترہ سے پرورش پاوے، پھر اسی پر عقرب کی طرح نیش چلاوے اور اس کے سلوک اور مروت کا ایک ذرہ شکر بجا نہ لاوے ۔ بلکہ ہم کو ہمارے خداوند کریم نے اپنے رسول مقبول کے ذریعے یہی تعلیم دی ہے کہ ہم نیکی کا معاوضہ بہت زیادہ نیکی کے ساتھ کریں اور منعم کا شکر بجا لاویں اور جب کبھی ہم کو موقعہ ملے تو ایسی گورنمنٹ سے بدلی صدق کمال ہمدردی سے پیش آویں ۔اور واجب طور پر اطاعت اٹھاویں ۔سو اس عاجز نے جس قدر حصہ سوم کے پرچہ مشمولہ میں انگریزی گورنمنٹ کا شکریہ ادا کیا ہے وہ صرف اپنے ذاتی خیال سے ادا نہیں کیا بلکہ قرآن شریف اور احادیث نبوی کی ان بزرگ تاکیدوں نے، جو اس عاجز کے پیش نظر ہیں، مجھ کو اس شکر ادا کرنے پر مجبور کیا ہے .... انگریز جو ان کو نیم وحشی کہتے ہیں یہ بھی ان کا احسان ہی سمجھئے ورنہ اکثر مسلمان وحشیوں سے بھی بدتر ہیں ۔ (مجموعہ اشتہارات ج اول ص ۴۸۔۴۹ ۔ اشتہار نمبر ۱۷)

☆ اسلامی انجمنوں کی خدمت میں التماس ضروری

کے عنوان سے مرزا صاحب لکھتے ہیں

. ایک خط انجمن اسلامیہ لاہور کے سکرٹری کی طرف سے اور ایسا ہی ایک تحریر مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کی طرف سے کہ جو انجمن ہم دردی اسلامی لاہور کے سکرٹری ہیں موصول ہو کر اس عاجز کے ملاحظہ سے گذری۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ ان عرض داشتوں پر معزز برادران اہل اسلام و منصفین اہل ہنود کے دستخط کرائے جائیں کہ جو مسلمانوں کی ترقی و ملازمت و نیز مدارس کی تعلیم میں اردو زبان قائم رکھنے کے لئے گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے طیار کی گئی ہیں۔ مگر افسوس کہ میں اول بوجہ علالت اپنی طبیعت کے اور پھر بوجہ قیام ضروری امرتسر کے اس خدمت کو ادا نہیں کر سکا۔ لیکن بحکم الدین النصیحۃ اس قدر عرض کرنا اپنے بھائیوں کے دین اور دنیا کی بہبودی کا کام سمجھتا ہوں کہ اگرچہ گورنمنٹ کی رحیمانہ نظر میں مسلمانوں کی شکستہ حالت بہرحال قابل رحم ٹھہرے گی جس گورنمنٹ نے اپنے قوانین میں مویشی اور چارپایوں سے ہم دردی ظاہر کی ہے وہ کیونکر ایک گروہ کثیر انسانوں کی ہم دردی سے کہ جو اس کی رعیت اور اس کے زیردست ہیں، اور ایک غربت اور مصیبت کی حالت میں پڑے ہیں، غافل رہ سکتی ہے۔..... یہ امر قابل تذکرہ ہے کہ جس پر گورنمنٹ انگلشیہ کی عنایات اور توجہات موقوف ہیں کہ گورنمنٹ ممدوحہ کے دل پر اچھی طرح یہ امر مرکوز کرنا چاہیے کہ مسلمانان ہند ایک وفادار رعیت ہے، کیونکہ بعض ناواقف انگریزوں نے خصوصاً ڈاکٹر ہنٹر صاحب کہ جو کمیشن تعلیم کے اب پریسیڈنٹ ہیں، اپنی ایک مشہور تصنیف میں اس دعوی پر بہت اصرار کیا ہے کہ مسلمان لوگ سرکار انگریزی کے دلی خیر خواہ نہیں ہیں، اور انگریزوں سے جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ گو یہ خیال ڈاکٹر صاحب کا شریعت اسلام پر نظر کرنے کے بعد ہر ایک شخص پر محض بے اصل اور خلاف واقعہ ثابت ہوگا ..... چنانچہ ہمارے والد صاحب نے بھی باوصف کم استطاعتی کے اپنے اخلاص اور جوش خیر خواہی سے پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس مضبوط اور لائق سپاہی بہم پہنچا کر سرکار میں بطور مدد کے نذر کیے ....

جس حالت میں شریعت اسلامیہ کا یہ واضح مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے
کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا،
جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں
اور جس کے عطیات سے ممنون منت اور مرہون احسان ہوں
اور جس کی مبارک سلطنت حقیقت میں نیکی اور ہدایت پھیلانے کیلئے کامل مددگار ہو،
قطعی حرام ہے تو پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ علمائے اسلام اپنے جمہوری اتفاق سے اس مسئلہ کو اچھی طرح شائع نہ کر کے ناواقف لوگوں کی زبان اور قلم سے موردِ اعتراض ہوتے رہیں۔ جن اعتراضوں سے ان کے دین کی سستی پائی جائے اور ان کی دنیا کو ناحق ضرر پہنچے۔ سو اس عاجز کی دانست میں قرین مصلحت یہ ہے کہ انجمن اسلامیہ لاہور وکلکتہ وبمبئی وغیرہ یہ بندوبست کریں کہ چند نامی مولوی صاحبان جن کی فضیلت اور علم اور زہد اور تقوی اکثر لوگوں کی نظر میں مسلم الثبوت ہو اس امر کے لئے چن لئے جائیں کہ اطراف اکناف کے اہل علم کہ جو اپنے مسکن کے گردونواح میں کسی قدر شہرت رکھتے ہوں، اپنی عالمانہ تحریریں جن میں برطبق شریعت حقہ سلطنت انگلشیہ سے جو مسلمانان ہند کی مربی ومحسن ہے جہاد کرنیکی صاف ممانعت ہو، ان علماء کی خدمت میں بہ ثبت مواہیر بھیج دیں کہ جو بموجب قرارداد بالا اس خدمت کے لئے منتخب کئے گئے ہیں اور جب سب خطوط جمع ہو جائیں تو یہ مجموعہ خطوط کہ جو مکتوبات علماء ہند سے موسوم ہوسکتا ہے کسی خوش خط مطبع میں بہ صحت تمام چھاپا جائے اور پھر دس بیس نسخہ اس کے گورنمنٹ میں اور باقی نسخہ جات متفرق مواضع پنجاب و ہندوستان خاص کر سرحدی ملکوں میں تقسیم کئے جائیں۔ یہ سچ ہے کہ بعض غم خوار مسلمانوں نے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے خیالات کا رد لکھا ہے۔ مگر یہ دو چار مسلمانوں کا رد جمہوری رد کا ہرگز قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ بلا شبہ جمہوری رد کا اثر ایسا قوی اور پرزور ہوگا جس سے ڈاکٹر (ہنٹر) صاحب کی تمام غلط تحریریں خاک میں مل جائیں گی۔ اور بعض ناواقف مسلمان بھی اپنے سچے اور پاک اصول سے بخوبی مطلع ہو جائیں گے اور گورنمنٹ انگلشیہ پر بھی صاف باطنی مسلمانوں کی اور خیر خواہی اس رعیت کی کما حقہ کھل جائے گی اور بعض کوہستانی جہلاء کے خیالات کی اصلاح بھی بذریعہ اسی کتاب کی وعظ اور نصیحت کے ہوتی رہے گی۔ بالآخر یہ بات

بھی ظاہر کرنا ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں کہ اگر چہ تمام ہندوستان پر یہ حق واجب ہے کہ بنظر ان احسانات کے کہ جو سلطنت انگلشیہ سے اس کی حکومت اور آرام بخش حکمت کے ذریعہ سے عامہ خلائق پر وارد ہیں، سلطنت ممدوحہ کو خدا تعالی کی ایک نعمت سمجھیں اور مثل اور نعماء الہی کے اس کا شکر بھی ادا کریں ......"

(مجموعہ اشتہارات ج اول ص ۱۰۴ تا ۱۰۷، اشتہار نمبر ۲۹)

☆ مولانا محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کر کے ایک اشتہار میں مرزا صاحب لکھتے ہیں

. یہ گورنمنٹ دوراندیش اور مردم شناس گورنمنٹ ہے۔ سکھوں کے قدم پر نہیں چلتی کہ دشمن اور خودغرض کے منہ سے ایک بات سن کر افروختہ ہو جائے بلکہ اپنی خداداد عقل سے کام لیتی ہے۔ سو گورنمنٹ دانش مند نے اس شخص کی تحریروں پر کچھ توجہ نہ کی۔ ....گورنمنٹ کو اس عاجز کے خاندان کے خیرخواہ ہونے پر بصیرت کامل تھی اور گورنمنٹ خوب جانتی تھی کہ یہ عاجز عرصہ چودہ سال سے برخلاف ان تمام مولویوں کے بار بار یہ مضمون شائع کر رہا ہے کہ ہم لوگ جو گورنمنٹ برطانیہ کے رعیت ہیں، ہمارے لئے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے گورنمنٹ ہذا کے زیر اطاعت رہنا فرض ہے اور بغاوت کرنا حرام، اور جو شخص بغاوت کا طریق اختیار کرے یا اس کیلئے کوئی مفسدانہ بنا ڈالے یا ایسے مجمع میں شریک ہو یا راز دار ہو تو وہ اللہ اور رسول کے حکم کی نافرمانی کر رہا ہے۔ اور جو کچھ اس عاجز نے گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیرخواہ بننے کیلئے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے وہ سب سچ ہے۔ نادان مولوی نہیں جانتے کہ جہاد کیواسطے شرائط ہیں، سکھا شاہی لوٹ مار کا نام جہاد نہیں اور رعیت کو اپنی محافظ گورنمنٹ کے ساتھ کسی طور سے جہاد درست نہیں۔ اللہ تعالی ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک گورنمنٹ اپنی ایک رعیت کے جان اور مال اور عزت کی محافظ ہو اور ان کے دین کے لئے بھی پوری پوری آزادی عبادات کے لئے دے رکھی ہو، لیکن وہ رعیت موقع پا کر اس گورنمنٹ کو قتل کرنے کو تیار ہو۔ یہ دین نہیں بلکہ بے دینی ہے اور نیک کام نہیں بلکہ ایک بدمعاشی ہے۔ خدا تعالی ان مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے کہ جو اس مسئلہ کو نہیں سمجھتے اور اس گورنمنٹ کے تحت میں ایک منافقانہ زندگی بسر کر رہے ہیں جو ایمان داری سے بہت بعید ہے۔ ہم نے

سارا قرآن شریف تدبر سے دیکھا مگر نیکی کی جگہ بدی کرنے کی تعلیم کہیں نہیں پائی۔

(مجموعہ اشتہارات ج دوم۔ ص ۲۰۔ اشتہار نمبر ۱۱۸)

☆ اپنے ازالہ اوہام میں مرزا صاحب رقم طراز ہیں

ہم پر اور ہماری ذریت پر فرض ہو گیا ہے کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے شکر گذار رہیں۔ (ازالہ اوہام طبع دوم۔ حاشیہ ص ۵۶)

☆ سخت نالائق ہے وہ مسلمان جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے۔ اگر ہم ان کا شکر ادا نہ کریں تو پھر ہم خدا تعالی کے بھی شکر گذار نہیں کیونکہ جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پا رہے ہیں وہ کسی اسلامی گورنمنٹ میں بھی نہیں پا سکتے، ہرگز نہیں پا سکتے۔

(ازالہ اوہام۔ ص ۳۷۳، ۵۰۹)

اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ

جو جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند اور جناب گورنر جنرل ہند اور لیفٹینینٹ گورنر پنجاب اور دیگر معزز حکام کے ملاحظہ کے لئے شائع کیا گیا۔ (اس میں مرزا صاحب فرماتے ہیں)

سول ملٹری گزٹ کے پرچہ ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۴ء میں میری نسبت ایک غلط اور خلاف واقعہ رائے شائع کی گئی ہے جس کی غلطی گورنمنٹ پر کھولنا ضروری ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب راقم نے اپنی غلط فہمی یا کسی اہل غرض کے دھوکہ دینے سے ایسا اپنے دل میں میری نسبت سمجھ لیا ہے کہ گویا میں گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور مخالفانہ ارادے اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ لیکن یہ خیال ان کا سراسر باطل اور دور از انصاف ہے اگر ان کو سچے واقعات سے کچھ بھی خبر ہوتی تو اس قدر قابل شرم جھوٹ پر ان کا ہاتھ اور قلم ہرگز دلیری نہ کرتا۔ یہ بات گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں کہ یہ راقم ایک نیک نام خاندان میں سے ہے اور میرے والد مرزا غلام مرتضی ایک نیک نام اور معزز رئیس تھے جنہوں نے ہر یک موقعہ پر عمدہ عمدہ خدمات بجا لا کر اپنے تئیں مورد مراحم گورنمنٹ ثابت

کیا تھا، اور گورنری دربار میں ان کو کرسی ملتی تھی.....انہوں نے ... اپنے افعال سے صاف طور پر بار بار حکام پر ظاہر کر دیا کہ ہم تمام مال و جان سے اپنی طاقت اور حیثیت کے موافق گورنمنٹ برطانیہ کی امداد کے لئے حاضر ہیں۔اور صرف یہی نہیں، بلکہ ۵۰ گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور ۵۰ سوار بھی بہم پہنچا کر ۱۸۵۷ء کے شور وشر کے وقت میں گورنمنٹ کی نذر کئے اور پھر دوسری مرتبہ ۱۴ گھوڑے نذر کئے....اور چالیس برس اپنی عمر عزیز کے انہی خدمات میں انہوں نے بسر کئے۔ پھر بعد ان کے انتقال کے میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات گورنمنٹ میں مشغول رہا۔... میں نے برابر ۱۶ برس سے یہ اپنے پر حق واجب ٹھہرا لیا کہ اپنی قوم کو اس گورنمنٹ کی خیر خواہی کی طرف بلاؤں اور ان کو سچی اطاعت کی طرف ترغیب دوں۔ چنانچہ میں نے اس مقصد کی انجام دہی کے لئے اپنی ہر یک تالیف میں یہ لکھنا شروع کیا کہ اس گورنمنٹ کے ساتھ کسی طرح مسلمانوں کو جہاد درست نہیں۔اور نہ صرف اس قدر بلکہ بار بار اس بات پر زور دیا کہ چونکہ گورنمنٹ برطانیہ برٹش انڈیا کی رعایا کی محسن ہے اس لئے مسلمانان ہند پر لازم ہے کہ نہ صرف اتنا ہی کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ کے مقابل پر بد ارادوں سے رکیں بلکہ اپنی سچی شکر گذاری اور ہمدردی کے نمونے بھی گورنمنٹ کو دکھلاویں کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنی احسان کا بدلہ بجز احسان کے اور کچھ نہیں۔اور

☆ یہ بات قطعی اور فیصلہ شدہ ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ مسلمانان ہند کی محسن ہے ......

☆ پس اس گورنمنٹ کا شکر نہ کرنا بدذاتی ہے

☆اور جو شخص ایسے احسانات دیکھ کر پھر نفاق سے زندگی بسر کرے اور سچے دل سے شکر گذار نہ ہو تو بلا شبہ کافر نعمت ہے۔

☆ ہماری ایمان داری کا یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ ہم تہ دل سے اقرار کریں کہ درحقیقت یہ گورنمنٹ ہماری محسن ہے....

☆اگر اب بھی ہم اس گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ نہ ہوں تو خدا تعالی کے سامنے ناشکرے ٹھہریں گے۔

یہ وہ تمام باتیں ہیں جن کو میں نے مختلف کتابوں میں شائع کیا اور سولہ برس تک

برابر اس خدمت کو بجا لاتا رہا۔ مگر نہ اس خیال سے کہ ریاکاروں کی طرح گورنمنٹ کو خوش کروں، بلکہ میں نے ایمان داری کی راہ سے فی الحقیقت گورنمنٹ برطانیہ کے احسانات کو ایسا ہی پایا کہ جن کے شکر میں مجھ سے اب تک یہی ہو سکا کہ میں بذریعہ ان تالیفات کے مسلمانوں کے خیالات درست کروں اور ان کے دل گورنمنٹ کی طرف پھیروں۔ اور میں جانتا ہوں کہ بعض جاہل مولوی میری ان تحریرات سے ناراض ہیں اور مجھے علاوہ اور وجوہ کے اس وجہ سے بھی کافر قرار دیتے ہیں لیکن مجھے ان کی ناراضگی کی کچھ پرواہ نہیں۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو شخص بندوں کے احسانات کا شکرگذار نہیں وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکرگذار نہیں۔ کیونکہ نیک اندیش اور عادل بادشاہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ پس جو شخص اس بادشاہ کا شکرگذار نہیں اس نے خدا تعالیٰ کی نعمت کو رد کیا۔ اور چونکہ میں نے دیکھا کہ بلاد اسلامی روم و مصر وغیرہ کے لوگ ہمارے واقعات سے مفصل طور پر آگاہ نہیں ہیں اور جس قدر ہم نے اس گورنمنٹ سے آرام پایا اور اس کے عدل اور رحم سے فائدہ اٹھایا وہ اس سے بے خبر ہیں، اس لئے میں نے عربی اور فارسی میں بعض رسائل تالیف کر کے بلاد شام اور روم اور مصر اور بخارا وغیرہ کی طرف روانہ کئے اور ان میں اس گورنمنٹ کے تمام اوصاف حمیدہ درج کئے اور بخوبی ظاہر کر دیا کہ اس محسن گورنمنٹ کے ساتھ جہاد قطعاً حرام ہے، اور ہزارہا روپیہ خرچ کر کے وہ کتابیں مفت تقسیم کیں، اور شریف عربوں کو وہ کتابیں دے کر بلاد شام اور روم کی طرف روانہ کیا اور بعض عربوں کو مکہ اور مدینہ کی طرف بھیجا اور بعض بلاد فارس کی طرف بھیجے گئے اور اسی طرح مصر میں بھی کتابیں بھیجیں۔ اور یہ ہزارہا روپیہ کا خرچ تھا جو محض نیک نیتی سے کیا گیا۔

شائد اس جگہ ایک نادان سوال کرے گا کہ اس قدر خیرخواہی غیر ممکن ہے کہ ہزارہا روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر کے اس گورنمنٹ کی خوبیوں کو تمام دیہات میں پھیلایا جاوے۔ لیکن ایک عقلمند جانتا ہے کہ احسان ایک ایسی چیز ہے کہ جب ایک شریف اور ایماندار آدمی اس سے تمتع اٹھاتا ہے تو بالطبع اس میں عشق اور محبت کے رنگ میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ تا اس احسان کا معاوضہ دے۔ ہاں کمینہ آدمی اس طرف التفات نہیں کرتا۔ پس مجھے طبعی جوش نے ان کارروائیوں کے لئے مجبور کیا۔ مجھے افسوس

ہے کہ اگر سول ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر کو ان واقعات کی کچھ بھی اطلاع ہوتی تو وہ ایسی تحریر جو انصاف اور سچائی کے برخلاف ہے ہرگز شائع نہ کرتا۔

میرے اس دعوی پر کہ میں گورنمنٹ برطانیہ کا سچا خیر خواہ ہوں، دو شاہد ایسے ہیں کہ اگر سول ملٹری جیسا لاکھ پرچہ بھی ان کے مقابلہ پر کھڑا ہو، تب بھی وہ دروغ گو ثابت ہوگا۔ اول یہ کہ علاوہ اپنے والد کی خدمت کے میں سولہ برس سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانان ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے۔...

(مجموعہ اشتہارات ج دوم ص ۱۲۳ تا ۱۲۸۔ اشتہار نمبر ۱۲۶ جو ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء کا ہے)

☆ اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ

اور نیز عام اطلاع کیلئے

چونکہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے خودغرض مخالف واقعات صحیحہ کو چھپا کر عام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ایسے دھوکوں سے متاثر ہو کر بعض انگریزی اخبارات جن کو واقعات صحیحہ نہیں مل سکے، ہماری نسبت اور ہماری جماعت کی نسبت بے بنیاد باتیں شائع کرتے ہیں، سو ہم اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی محسن گورنمنٹ اور پبلک پر یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ ہم ہنگامہ اور فتنہ کے طریقوں سے بالکل متنفر ہیں اور ہم اور ہماری جماعت اول درجہ پر امن اور صلح دوست اور خیر خواہ انگریزی ہیں ......سولہ برس سے میں اپنی جماعت کو یہی سمجھا رہا ہوں کہ گورنمنٹ انگریزی کے سچے خیر خواہ بنے رہو اور دل سے اس کا شکر کرو کیونکہ اس گورنمنٹ کی برکت اور توجہ سے ہماری تمام تکلیفیں دور ہوئیں۔ ہم مظلوم تھے ہمارے لئے عدالت کے دروازے کھلے۔ ہم قید میں تھے ہمارے لئے آزادی حاصل ہوئی اور ہمارے حقوق زائل کئے گئے تھے اور پھر وہ قائم کئے گئے۔ کیا کوئی شریف انسان ایسی بدذاتی کرے گا کہ اپنے محسن سے دل میں کینہ رکھے اور نیکی کی جگہ بدی کرنے کیلئے تاکتا رہے؟ ہرگز نہیں۔

پس جو شخص ہم میں سے اور ہماری جماعت میں سے ہے، چاہیے کہ وہ اس نصیحت

کو ہماری آخری نصیحت سمجھے اور ہمیشہ مرتے دم تک اسی کا پابند رہے اور جو شخص اس اصول کو اپنا دستور العمل نہ بناوے وہ ایک ناپاک طبع اور ہم سے خارج ہے اور ہم میں سے وہی ہے اور وہی ہوگا جو اس نصیحت کا پابند رہے۔ یہ وہ نصائح ہیں جو بار بار ہم اپنی جماعت کو دیتے ہیں جن سے ہماری ۱۶ برس کی تالیفات بھری ہوئی ہیں۔ اور نہ صرف چھپ (خفیہ) کر بلکہ بہادر بن کر غیر ملکوں اور عربستان اور بلاد روم میں ہم نے اس رائے کو شائع کیا ہے۔ اب نتیجہ نکالنے والے نکال لیں کہ اس شد و مد سے دولت برطانیہ کے فرمان بردار ہونے کے لئے برابر ۱۶ برس سے نصیحت کرتے رہنا اور غیر ملکوں تک کتابوں کو پہنچانا، یہ کس کا کام ہے؟ آیا مخالف منافق کا یا سچے مخلص کا؟ اور مذہبی امور میں ہمارا طریقہ کسی اوباشانہ جوش پر ہرگز مبنی نہیں..

مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء

(مجموعہ اشتہارات ج دوم ص ۱۳۲۔۱۳۳۔ اشتہار نمبر ۱۲۷)

☆ مولانا محمد حسین کو مخاطب کر کے مرزا صاحب کہتے ہیں

. میں گورنمنٹ عالیہ انگریزی کا دل سے خیر خواہ ہوں اور وہ خیر خواہی جو مال اور جان اور قلم سے مجھ سے اور میرے بزرگوں سے گورنمنٹ ممدوحہ کی نسبت ظہور میں آئی، اگر آپ کے وجود اور آپ کے بزرگوں کے وجود میں کوئی شخص اس کا نمونہ تلاش کرنا چاہے، تو تضیع اوقات ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا خیر خواہی ہوگی کہ میں سچے دل سے، نہ منافقانہ طور پر، اس گورنمنٹ کی نسبت بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا گناہ سمجھتا ہوں اور اس بات کو فرض جانتا ہوں کہ اس کی شکر گذاری کی جائے اور اس کی خدمت گذاری میں قصور نہ کریں۔ اور اس کی اطاعت سے دریغ نہ کریں۔ اور میں آپ کی طرح کسی خونی مہدی کا منتظر بھی نہیں تا گورنمنٹ کی نظر میں میرے اصول خطرناک ہوں۔ آپ لوگ جو دلوں میں خیالات رکھتے ہیں اس دانا گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ لوگوں کے عقیدے کچھ چھپے ہوئے نہیں۔ مگر میں ایسے عقیدہ پر لعنت بھیجتا ہوں کہ کسی وقت بھی اس محسن گورنمنٹ کی نسبت کوئی بغاوت کا ارادہ مخفی طور پر بھی دل میں رکھا جائے۔

(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۱۸۰۔۱۷۹، اشتہار نمبر ۱۳۴ جو ۱۲، اکتوبر ۱۸۹۵ء کا اشتہار ہے)

عریضہ

بعالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی

اس عریضہ میں پہلے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ سو مختصر عرض یہ ہے کہ میں اس نواح کے ایک رئیس اور سرکار انگریزی کے سچے خیر خواہ کا بیٹا ہوں جن کا نام مرزا غلام مرتضیٰ تھا جن کا ذکر رئیسان پنجاب مسٹر گریفن میں موجود ہے۔ وہ گورنمنٹ کے وفادار خیر خواہ تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑوں سے معہ سواروں کے سرکار انگریزی کو مدد دی۔ اور وہ اس ضلع میں ہر یک موقعہ مدد کے وقت سرکار انگریزی کو کام آتے رہے ہیں اور ہر یک مدد کے کام میں اپنی حیثیت کے موافق اس ضلع میں ان کا قدم سبقت رکھتا تھا۔ اور حکام وقت ان کو بڑے لطف اور مہربانی کی نظر سے دیکھتے تھے اور گورنر جنرل کے دربار میں ان کو کرسی ملتی تھی۔ اور ۱۸۵۷ء کی خیر خواہی کے عوض سرکار انگریزی نے ان کو انعام بھی دیا تھا......اور میں بذات خود سترہ برس سے سرکار انگریزی کی ایک ایسی خدمت میں مشغول ہوں کہ درحقیقت وہ ایک ایسی خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ کی مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ میرے بزرگوں سے زیادہ ہے اور وہ یہ کہ میں نے بیسیوں کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ چنانچہ میں نے یہ کتابیں بصرف کثیر چھاپ کر بلاد اسلامیہ میں پہنچائی ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک پر بھی پڑا ہے۔ اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت طیار ہوتی جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے لبالب ہیں ...اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام اس ملک کے لئے برکت ہیں اور گورنمنٹ کے دلی جان نثار۔

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد دوم ص ۳۶۷۔ ۳۶۶۔ اشتہار نمبر ۱۶۴)

☆ اور مرزا صاحب فرماتے ہیں

براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں ایک پیش گوئی گورنمنٹ برطانیہ کے متعلق ہے اور وہ یہ کہ و ما کان اللہ لیعذ بھم و انت فیھم این ما تولوا فثم وجہ اللہ ۔ یعنی خدا ایسا نہیں کہ اس گورنمنٹ کو کچھ تکلیف پہنچائے حالانکہ تو ان کی عمل داری میں رہتا ہو۔ جدھر تیرا منہ خدا کا اسی طرف منہ ہے۔ چونکہ خدا تعالی جانتا تھا کہ مجھے اس گورنمنٹ کی پرامن سلطنت اور ظل حمائت میں دل خوش ہے اور اس کے لئے میں دعا میں مشغول ہوں کیونکہ میں اس کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا (سکتا ہوں) نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں۔ مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔ لہذا وہ اس الہام میں یہ اشارہ فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری دعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات تیرے سبب ہیں، کیونکہ جدھر تیرا منہ، ادھر خدا کا منہ ہے۔

(مجموعہ اشتہارات ج دوم ص ۳۷۰۔۳۷۱ حاشیہ۔ اشتہار نمبر ۱۶۴۔ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء کا اشتہار)

☆ مرزا صاحب دافع الوساوس میں فرماتے ہیں.

ثم وجب علینا شکر احسانات القیصرۃ العادلۃ ۔ التی یخاف اخذ ھا قلب الحادل و الحادلۃ و کیف لا نشکر ھا و ان اللہ قد عصمنا بھذی السلطنۃ من حلول الاہوال و طمس بھا آثار الظلم و انزل علینا من الآلاء و الاموال ۔ اللھم فاجز تلک المملکۃ منا خیر جزائک و انصرھا علی اعدائھا و اعدائک و ادخلھا من کل شر فی ذرا ك و ارزقھا من نعمائک و اہد قلبھا و قلب ذراریھا الی دینک دین الاسلام و نجھم من انف الشرك و اتخاذ العبد الھا و نجھم من جمیع الآلام ۔ رب احسن الیھم کما احسنوا الینا و اجعل افئدۃ منھم یقبلون دینک فی زمان حیاتی ۔ رب انزل علیھم مائدۃ من برکاتک و استجب دعواتی ۔ آمین آمین

ترجمہ فارسی از مرزا صاحب ۔ وچرا شکر نہ کنیم حالانکہ خدا تعالی در زیر سایہ ایں سلطنت از ہر خوف وخطر ما را رہانید و آثار ظلم وتعدی را ناپدید کرد و بر ما نعمت ہائے خود

بریخت اے خدا جل وعلا ایں ملکہ را از ما جزائے خیر بہ بخش و بر دشمنان او بر دشمنان تو اورا فتح نصیب کن و برقوے مدد دہ کہ دشمنان او نیز دشمنان تو ہستند وقیصرہ را از ہر شر بہ پناہ خود درآر و از نعمت ہائے خود او را روزی رساں و دل او را بسوئے دین خود کہ اسلام است رغبتے بخش و ایشاں را از ہمہ آفت ہا و رنج ہا و شرک و از ننگ بندہ را خدا قرار دادن توفیق نجات ارزانی دار۔ اے خدائے من بر ایشاں احسان کن ز انسان کہ بما احسان کردند و از ایشاں در زمان حیات من کسانے را بر آر کہ دین ترا پذیرانداے خدا بر ایشاں مادہ برکات خود فرود آر و این دعا ہائے مرا قبول فرما۔ آمین ثم آمین۔

(خطبہ۔ دافع الوساوس۔ آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۱۹۔۲۰۔ خزائن، ج ۵)

☆ . بباعث اس کے جو گورنمنٹ انگریزی کے احسانات میرے والد بزرگوار مرزا غلام مرتضی کے وقت سے آج تک اس خاندان کے شامل حال ہیں اس لئے نہ کسی تکلف سے بلکہ میرے رگ وریشہ میں شکر گذاری اس معزز گورنمنٹ کی سمائی ہوئی ہے

(شہادۃ القرآن ص ۸۲۔ خزائن۔ ج ٦ ص ۳۷۸)

☆ . ہم نے اس گورنمنٹ کے وہ احسانات دیکھے جن کا شکر کرنا کوئی سہل بات نہیں۔ اس لئے ہم اپنی معزز گورنمنٹ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس گورنمنٹ کے اسی طرح مخلص اور خیر خواہ ہیں جس طرح کے ہمارے بزرگ تھے۔ ہمارے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا ہے؟ سو ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالی اس گورنمنٹ کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھے اور اس کے دشمن کو ذلت کے ساتھ پسپا کرے۔ خدا تعالی نے ہم پر محسن گورنمنٹ گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا، سو اگر ہم اس محسن گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں تو ہم نے خدا تعالی کا بھی شکر ادا نہیں کیا، کیونکہ خدا تعالی کا شکر اور کسی محسن گورنمنٹ کا شکر جس کو خدا تعالی اپنے بندوں کو بطور نعمت عطا کرے، درحقیقت یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اور ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اور ایک کو چھوڑنے سے دوسری کا چھوڑنا لازم آجاتا ہے۔ بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو یاد رہے

کہ یہ سوال ان کا نہائت حماقت ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے اس سے جہاد کیسا؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب، جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں، یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ایک یہ کہ خدا تعالی کی اطاعت کریں۔دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو ،سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے ...... اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔

(شہادۃ القرآن۔ خزائن، ج ٦ ص ٣٨٠۔٣٨١)

☆ اور اتمام الحجۃ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں

. ہم گورنمنٹ کو بلند آواز سے اطلاع دیتے ہیں کہ اس زمانہ میں جنگ اور جہاد سے دین اسلام کو پھیلانا ہمارا عقیدہ نہیں ہے اور نہ یہ عقیدہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ رہیں اور اس کے ظل حمایت میں امن اور عافیت کا فائدہ اٹھاویں اور اس کی پناہ میں رہ کر اپنے دین کی بخوشیء خاطر اشاعت کرسکیں، اسی سے باغیوں کی طرح لڑنا شروع کردیں۔.....سچ اور بالکل سچ یہ بات ہے کہ ہم جس کوشش اور سعی اور امن اور آزادی سے اسلامی وعظ اور نصائح بازاروں میں، کوچوں میں، گلیوں میں اس ملک میں کرسکتے ہیں اور ہر ایک قوم کو حق پہنچا سکتے ہیں یہ تمام خدمات خاص مکہ معظّمہ میں بھی بجا نہیں لا سکتے چہ جائیکہ کسی اور جگہ۔تو پھر کیا اس نعمت کا شکر کرنا ہم پر واجب ہے یا یہ کہ مفسدہ بغاوت شروع کردیں . (اتمام الحجہ۔ص ٣٥۔خزائن، ج ٨)

☆ اور نورالحق میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں

و لو لا خوف سیف الدولۃ البریطانیہ لمزقونا کل ممزق و لکن ہذہ الدولۃ القاہرۃ السائسۃ المبارکۃ لنا جزاھا اللہ منا خیر الجزاء تودی الضعفاء تحت جناح التحنن و الترحم فما کان لقوی ان یظلم الضعیف فنعیش تحت ظلھا بالامن و العافیۃ شاکرین۔وان ہذا فضل اللہ علینا

واحسانه انه ما فوض امرنا الی ملک ظالم یدوسنا تحت الاقدام ولا یرحم بل عطانا ملکة راحمة التی تربینا بوابل الاحسان والاکرام و تنهضنا من حضیض الضعف والهوان فجزاها الله خیراً ما جازی ملکا عادلا عن رعیته واجزل لها الاجر وبارك فیها ولها و تفضل علیها بنعماء التوحید والاسلام۔

ترجمہ مرزا۔ اور اگر انگریزی سلطنت کی تلوار کا خوف نہ ہوتا تو ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے لیکن یہ دولت برطانیہ غالب اور باسیاست جو ہمارے لئے مبارک ہے خدا اس کو ہماری طرف سے جزا خیر دے۔ کمزوروں کو اپنی مہربانی اور شفقت کے بازو کے نیچے پناہ دیتی ہے پس ایک کمزور پر زبردست کچھ تعدی نہیں کرسکتا۔ سو ہم اس سلطنت کے سایہ کے نیچے بڑے آرام اور امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور شکر گذار ہیں اور یہ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں کسی ایسے ظالم بادشاہ کے حوالہ نہیں کیا جو ہمیں پیروں کے نیچے کچل ڈالتا اور کچھ رحم نہ کرتا بلکہ اس نے ہمیں ایک ایسی ملکہ عطا کی ہم پر رحم کرتی ہے اور احسان سے اور مہربانی کے مینہ سے ہماری پرورش فرماتی ہے اور ہمیں ذلت اور کمزوری کی پستی سے اوپر کی طرف اٹھاتی ہے سو خدا اس کو وہ جزائے خیر دے جو ایک عادل بادشاہ کو اس کی رعیت پروری کی وجہ سے ملتا ہے اور اس کو بہت ہی بدلہ دے اور اس میں اور اس کے لئے برکت نازل کرے اور اس پر یہ احسان بھی کرے کہ وہ مسلمان ہو جائے اور توحید و اسلام کی نعمت اس کو ملے

(نور الحق۔ خزائن۔ ج ۸ ص ۶)

☆ اسی نور الحق میں آگے چل کر مرزا صاحب اپنی خدمات متعلقہ حکومت برطانیہ شمار کر کے لکھتے ہیں

فقصدت ان اعین الدولة البرطانیه ... فقمت لامدها بقلمی و یدی وکان الله فی مددی و عاهدت الله تعالی منذ ذالک العهد ان لا ائولف کتاباً مبسوطا من بعد الا واذکر فیه ذکر احسانات قیصره الهند و ذکر مننها التی وجب شکرها علی المسلمین و مع ذالک کان فی خاطری ان

ادعوا القیصرة المکر ة الی ا لاسلام و اہد یھا الی الر ب الذی ھو خا لق الا نام فا نھا احسنت الینا و الی آ با ئنا و کا ن کا جزاء ا لا حسا ن ا لا ان ندعو لھا فی الد نیا دعاء الخیر و ا لاقبال و فو ز المرا م و نسئل اللہ لعقباھا ان تر ز ق تو حید ا لاسلام و تنتھج سبل احق و تو من بعظمة الملیک العلام و تعرف الر ب الذی ا حد صمد ما و لد و ما ولد و تعطی نعماء ابدا لآ بدین ۔

فا لفت کتباً و حر ر ت فی کل کتا ب ان الدو لة البر یطا نیة محسنة الی مسلمی الھند و تنتجعھا ذراری المسلمین ۔ فلا یجوز لا حد منھم ان یخر ج علیھا و یسطو کا لبا غین العا صین ۔ بل و جب علیھم شکر ہذہ الدو لة و اطا عتھا فی المعروف فا نھا تحمی دما ئھم و اموا لھم و تحفظھم من سطوة کل ظا لم و قد نجتنا ؁م انوا ع الکرو ب و ار تجا ف القلو ب فا ن لم نشکر فکنا ظا لمین ۔ فا لشکر وا جب علینا و دیا نة و من لا یشکر الناس ما شکر اللہ و اللہ یحب المقسطین ۔ و انا لن ننسی ایا ماً و از منة مضت علینا قبلھا و و اللہ ما کا ن لنا امن فیھا الی دقیقتین فضلاً عن یو م او یو مین و کنا نمسی و نصبح متو فین فا شعت تلک الکتب الحتو یة علی تلک المضا مین فی کل دیار و فی اناس اجمعین ۔ و ارسلتھا الی دیار بعیدة من العرب و الرجم و غیر ھا لعل الطبا ئع الزائغة تکو ن مستقیمة بمواعظھا و لعلھا تکو ن صا لحة لشکر الدو الة و امتثا لھا و تقل غوا ئل المفسدین ۔ و لعلم یعلمو ن ان ہذہ الدو لة محسنة الیھم فیحبو نھا طا ئعین ۔ ہذا عملی و ہذہ خد متی و اللہ یعلم نیتی و ھو خیر الحا سبین ۔ و ما فعلت ذا لک خو فاً من ہذہ الدو لة او طمعاً فی انعامھا و اکرا مہا ان فعلت ا لا للہ و امتثا لا لا مر خا تم النبیین ۔ فا ن نبیینا و سید نا و مو لا نا حبیب اللہ و خلیلہ محمد ن المصطفی ﷺ قد امر نا ان نثنی علی المنعمین و نشکر المحسنین ۔ فلا جل ذا لک شکرتھا و نصر تھا ما استطعت و بثثت مننھا و اشعتھا فی کل بلدة من

ملكنا المعلوم الى بلاد العرب و الروم و حثثت الناس على اطاعتها و من كا ن فى شك فليرجع الى كتابى البراهين ۔ و ان لم يكن لشكه فلينظر كتابى التبليغ و ان لم يطمئن فليقرء كتابى الحمامة و ان بقى معذا لك شك فليفكر فى كتابى الشهادة و ليس حرام عليه ان ينظر فى هذه الرسالة ايضاً ليفتح عليه كيف اعلنت بصوت عال فى منع الجهاد و الخروج على هذه الدولة و تخطية المجاهدين ۔ فلو كنت عدواً لهذة الدولة لفعلت افعا لاً خلاف ذا لك و ما ارسلت هذه الكتب و هذه الا شتهارات الى ديار العرب و بلاد اسلامية و ما قدمت قدمى لهذه النصائح فانظروا يا اولى الابصار لم فعلت هذه الافعال و لم ارسلت هذه الكتب التى فيها منع شديد من الجهاد لهذه الهذه الدولة فى ديار العرب و فى غيرها من البلاد ء كنت ارجو انعاماً من سكان تلك البلاد او كنت اعلم انهم يرضون عنى بسماع تلك الكلمات و يزيدون فى الاخوة و الاتحاد فان لم يكن لى غرض من هذه الاغراض بل كانت النتيجة البديهة سخط القوم و غضبهم على و طعنهم بالالسنة الحداد فبعده اى شىء حملنى على ذا لك ء كانت لنفسى فائدة اخرى فى ارسال تلك الكتب الى ديار ليست داخلة تحت الحكومة البريطانية بل هى ممالك الاسلام و لهم خيالات دون ذا لك كما لا يخفى على الخواص و العوام فان كانت فائدة مخفية فليبين لى من كان من المرتابين و المعترضين على ان كان من الصادقين حاشا ما كانت فائدة من غر اظهار الحق بل انى سمعت ان اقوا لى هذه قد احفظت بعض العلماء و كفرونى كالجهلاء فما باليتهم بعد تفهم الحق و انكشاف طريق الاهتداء و رئيت ان هذا هو الحق فبينتها و لوكان قومى كارهين ۔ فاذا ثبت خلوصى الى هذا المقدار و برهنت عليه بقدر كاف لاولى الا بصار فمن يظن ظن السوء فى امرى بعد الا الذى خبث عرقه كالفجار و تدرب بالشر و اللدغ و الابر و سير الاشرار و ترك سير الصالحين

و ما کا ن تا لیفی فی العر بیة ا لا لمثل ہذہ ا لا غرا ض العظیمة و لم یخل تنتا ب العر بین کتبی حتی رئیت فیھمآ ثار التا ثیر و جاء نی بعض منھم و راسلنی بعض و بعضھم ہجنوا و بعضھم صلحوا و وافقوا کالمسترشدین ۔ و انی صر فت زما ناْ طو یلاْ فی ہذة ا لامدادات حتی مضت علی احدی عشر سنة فی شغل ا لاشا عا ت و ما کنت من القاصرین ۔ فلی ان اد عی التفرد فی ہذہ الخد ما ت و لی ان اقو ل اننی وحید فی ہذہ التا ئیدا ت ۔ و لی ان اقو ل اننی حزر لھا و حصن حا فظ من الآ فات و بشر نی ر بی و قا ل ما کا ن اللہ لیعذ بھم و انت فیھم فلیس للدولة نظیری و مثیلی فی نصر ی و عو نی و ستعلم الدو لة ان کا نت من المتوسمین ۔ (نو ر الحق ص ۳۹۔ ۴۵ ۔ خزا ئن جلد ۸)۔

تر جمہ از مرزا صا حب ۔ سو میں نے چا ہا کہ اس مال (اپنے علم وفضل) کے ساتھ گورنمنٹ بر طا نیہ کی مدد کروں ۔ سو میں اس کی مدد کے لئے اپنے قلم اور ہا تھ سے اٹھا اور خدا میری مدد پر تھا ۔ اور میں نے اسی زما نہ میں خدا سے عہد کیا کہ کو ئی مبسو ط کتاب بغیر اس کے تا لیف نہیں کروں گا جو اس میں احسا نات قیصرہ ہند کا ذکر نہ ہو اور نیز اس کے تمام احسانوں کا ذکر ہو جن کا شکر مسلما نوں پر وا جب ہے ۔ اور با و جود اس کے میرے دل میں یہ بھی تھا کہ میں قیصرہ مکرمہ کو دعوت اسلام کروں ۔ اور اس رب کی طرف اس کو رہ نما ئی کروں جو درحقیقت مخلوقات کا رب ہے کیونکہ اس کا احسان ہم پر اور ہمارے باپ دادوں پر ہے اور احسان کا عوض بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ہم اس کی دنیا کی خیر اور اقبال کے لئے دعا کریں اور اس کے عقبی کے لئے خدا تعا لی سے یہ ما نگیں کہ اسلامی تو حید کی راہ اس کے نصیب کرے اور حق کی را ہوں پر چلے اور اس با دشاہ کی بز رگی کی قائل ہو جو غیب کی با تیں جا نتا ہے اور اس رب کو پہچا نے جو اکیلا اور تمام مخلوق کا مرجع اور نہ مولود اور نہ والد ہے ۔ اور اس کو ابدی نعمتیں ملیں ۔

سو میں نے کئی کتا بیں تا لیف کیں اور ہر یک کتا ب میں، میں نے لکھا کی دولت بر طا نیہ مسلما نوں کی محسن ہے اور مسلما نوں کی اولا د کی ذریعہ معاش ہے ۔ پس کسی کو ان میں سے جا ئز نہیں جو اس پر خروج کرے اور با غیوں کی طرح اس پر حملہ آور ہو ۔ بلکہ

ان پر اس گورنمنٹ کا شکر واجب ہے اور اس کی اطاعت ضروری ہے کیونکہ یہ گورنمنٹ مسلمانوں کے خونوں اور مالوں کی حمایت کرتی ہے اور ایک ظالم کے حملہ سے ان کو بچاتی ہے اور درحقیقت ہمیں اسی نے بےقراریوں اور دل کے لرزوں سے بچایا۔ سو اگر شکر نہ کریں تو ظالم ٹھہریں گے۔ پس شکر ہم پر از روئے دین و دیانت کے واجب ہے اور جو شخص آدمیوں کا شکر نہیں کرتا اس نے خدا کا بھی شکر نہیں کیا اور خدا انہیں کو دوست رکھتا ہے جو طریق انصاف پر چلتے ہیں اور ہم ان دنوں اور ان زمانوں کو بھول نہیں گئے جو اس گورنمنٹ سے پہلے ہم پر گذرے اور بخدا ہمیں ان وقتوں میں دومنٹ بھی امن نہ تھا، چہ جائے کہ دن یا دو دن ہو اور ہم ڈرتے ڈرتے شام کرتے اور صبح کرتے تھے۔

سو میں نے اس مضمون کی کتابوں کو شائع کیا ہے اور تمام ملکوں اور تمام لوگوں میں ان کو شہرت دی ہے اور ان کتابوں کو یعنی دور دور کی ولایتوں میں بھیجا ہے جن میں سے عرب اور عجم اور دوسرے ملک ہیں تاکہ کج طبیعتیں ان نصیحتوں سے براہ راست آجائیں اور تاکہ وہ طبیعتیں اس گورنمنٹ کا شکر کرنے اور اس کی فرمانبرداری کے لئے صلاحیت پیدا کریں اور مفسدوں کی بلائیں کم ہو جائیں۔ اور تاکہ وہ لوگ جانیں کہ یہ گورنمنٹ ان کی محسن ہے اور محبت سے اس کی اطاعت کریں۔ یہ میرا کام اور یہ میری خدمت ہے اور خدا میری نیت کو جانتا ہے اور وہ سب سے بہتر محاسبہ کرنے والا ہے۔ اور میں نے یہ کام گورنمنٹ سے ڈر کر نہیں کیا اور نہ اس کے کسی انعام کا امیدوار ہو کر کیا ہے، بلکہ یہ کام محض للہ اور نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق کیا ہے۔ کیونکہ ہمارے نبی اور ہمارے سردار اور ہمارے مولا نے جو خدا کا پیارا اور اس کا دوست محمد ﷺ ہے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم ان کی تعریف کریں جن کے ہم نعمت پروردہ ہیں اور ان کا ہم شکر کریں جن سے ہمیں نیکی پہنچی ہو۔ پس اس وجہ سے میں نے اس گورنمنٹ کا شکر کیا اور جہاں تک بن پڑا اس کی مدد کی اور اس کے احسانوں کو ملک ہند سے بلاد عرب اور روم تک شائع کیا۔ اور لوگوں کو اٹھایا کہ تا اس کی فرمان برداری کریں اور جس کو شک ہو وہ میری کتاب براہین احمدیہ کی طرف رجوع کرے۔ اور اگر وہ اس کے شک کے دور کرنے کے لئے کافی نہ ہو تو پھر میری کتاب تبلیغ کا مطالعہ کرے اور اگر اس سے بھی مطمئن نہ ہو تو پھر میری کتاب حمامۃ البشریٰ کو پڑھے اور اور پھر بھی کچھ شک رہ جائے تو پھر میری

کتاب شہادۃ القرآن میں غور کرے اور اس پر حرام نہیں ہے جو اس رسالہ کو بھی دیکھے تاکہ اس پر کھل جائے کہ میں نے کیوں کر بلند آواز سے کہد یا ہے کہ اس گورنمنٹ سے جہاد حرام ہے اور جو لوگ ایسا خیال رکھتے ہیں وہ خطا پر ہیں۔

پس اگر میں اس گورنمنٹ کا دشمن ہوتا تو میں ایسے کام کرتا جو میری اس کاروائی کے مخالف ہوتے اور یہ کتابیں اور یہ اشتہار بلاد عرب اور تمام بلاد اسلامیہ کی طرف روانہ نہ کرتا اور ان نصیحتوں کے لئے آگے قدم نہ اٹھاتا۔ پس اے آنکھوں والوں۔تم سوچو کہ میں نے یہ کام کیوں کئے اور کیوں یہ کتابیں جن میں جہاد کی سخت ممانعت لکھی ہے، ملک عرب اور دوسرے اسلامی ملکوں میں بھیجیں۔کیا میں ان تحریروں سے ان لوگو ں کے انعام کی امید رکھتا تھا یا میں یہ جانتا تھا کہ وہ ان باتوں سے خوش ہو جائیں گے اور دوستی اور برادری میں ترقی کریں گے سو اگر ان غرضوں میں سے کوئی غرض نہیں تھی بلکہ کھلا کھلا نتیجہ قوم کی ناراضگی تھی اور ان کی تیز زبانی کے ساتھ طعن تھے سو اس کے بعد کس غرض نے مجھ کو اس کام پر آمادہ کیا۔کیا میرے لئے ان کتابوں کی ایسے ملکوں میں بھیجنے میں جو حکومت انگریزی میں داخل نہیں تھے بلکہ وہ اسلامی ملک تھے اور ان کے خیا ل بھی اور تھے، کچھ اور فائدہ تھا۔اور اگر کوئی فائدہ پوشیدہ تھا تو ایسا شخص جو میرے پر بدظن رکھتا اور اعتراض کرنے والا ہے اس فائدہ کو بیان کرے اور وہ سچا ہے تو سمجھو کہ بجز اظہار حق کے کوئی فائدہ نہ تھا بلکہ میں نے سنا ہے کہ یہ میری باتیں اور یہ تحریریں بعض علماء کے غضب ناک ہونے کا موجب ہوئیں اور جہالت سے مجھے کافر ٹھہرایا۔سو میں نے حق کے سمجھنے کے بعد اور جرئت کا رستہ کھلنے کے پیچھے انکی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور میں نے دیکھا کہ یہی حق ہے سو میں نے بیان کردیا اگر چہ میری قوم کراہت کرتی رہی۔

پس جب کہ میرا خلوص اس گورنمنٹ سے اس قدر ثابت ہوا اور میں نے اس قدر دلائل سے اس کو ثابت کر دیا جو دانش مندوں کے لئے کافی ہیں۔ پس جو شخص اس کے بعد میرے پر بدگمانی کرے ایسا آدمی بجز ناپاک فطرت اور بجز ایسے شخص کے جس کی عادت میں نیش زنی اور شرارت داخل ہے اور کون ہو۔ درحقیقت یہ اسی کا کام ہے جو شرارت پسند ہے اور نیک نیتی کی راہ کو چھوڑتا ہے۔

اور میرا عربی کتابوں کو تالیف کرنا تو انہی عظیم الشان غرضوں کے لئے تھا اور میری

کتابیں عرب کے لوگوں کو برابر پے در پے پہنچتی رہیں ۔ یہاں تک کہ میں نے ان میں تاثیر کے نشان پائے اور بعض عرب میرے پاس آئے اور بعضوں نے خط و کتابت کی اور بعضوں نے بدگوئی کی اور بعض صلاحیت پر آئے اور موافق ہو گئے جیسا کہ حق کے طالبوں کا کام ہے ۔

اور میں نے ان امدادوں میں ایک طویل زمانہ صرف کیا ہے ۔ یہاں تک کہ گیارہ برس انہی اشاعتوں میں گذر گئے اور میں نے کچھ کوتاہی نہیں کی ۔ پس میں یہ دعوی کر سکتا ہوں کہ میں ان خدمات میں یکتا ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں ان تائیدات میں یگانہ ہوں ۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لئے بطور ایک تعویذ کے ہوں اور بطور ایک پناہ کے ہوں جو آفتوں سے بچاوے ۔ (اور خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ خدا ایسا نہیں کہ ان کو دکھ پہنچاوے اور تو ان میں ہو) پس اس گورنمنٹ کی خیر خواہی اور مدد میں کوئی دوسرا شخص میری نظیر اور مثیل نہیں اور عنقریب یہ گورنمنٹ جان لے گی، اگر مردم شناسی کا اس میں مادہ ہے

(نورالحق ص ۳۹۔۴۵۔خزائن ج ۸)

☆ . یہ بات بالکل سچ ہے کہ ہم گورنمنٹ انگریزی کے شکر گذار ہیں اور اس کے خیر خواہ ہیں اور جب تک زندہ ہیں، رہیں گے . (خزائن، ج ۹۔ص ۳۷۸۔ نورالاسلام)

☆ . پہلا فضل خدا تعالی کا گورنمنٹ برطانیہ کا ہمارے اس ملک پر تسلط ہے ۔ ہم نہائت ہی ناسپاس اور منکر نعمت ٹھہریں گے اگر ہم سچے دل سے اس محسن گورنمنٹ کا شکر نہ کریں جس کے بابرکت وجود سے ہمیں دعوت اور تبلیغ اسلام کا وہ موقع ملا جو ہم سے پہلے کسی بادشاہ کو بھی نہ مل سکا . (معیارالمذاہب ۔ خزائن ۔جلد ۹۔ص ۴۶۰)

☆ . مسلمانوں کو چاہیے کہ اس گورنمنٹ کے وجود کو خدا تعالی کا فضل سمجھیں اور اس کی سچی اطاعت کیلئے ایسی کوشش کریں کہ دوسروں کے لئے نمونہ ہو جائیں .

(معیارالمذاہب ص۴۔مندرج خزائن ج ۹ص ۴۶۳)

☆ . بلاشبہ ہمارا جان و مال گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی میں فدا ہے

اور ہوگا اور ہم غائبانہ اس کے اقبال کے لئے دعا گو ہیں ۔

(آریہ دھرم ص ۸۱ ۔نوٹس بنام آریہ صاحبان ص ۳ ۔ خزائن ۔ ج ۱۰)

☆ اور ایک جگہ مرزا صاحب فرماتے ہیں

اے مسلمانوں کی ذریت میں نے آپ لوگوں کا کیا گناہ کیا ہے کہ آپ لوگ انواع اقسام کے منصوبوں سے میری ایذاء کے در پے ہو گئے ۔تم میں سے جو مولوی ہیں وہ ہر وقت یہی وعظ کرتے ہیں کہ یہ شخص کافر بے دین دجال ہے اور انگریزوں کی سلطنت کی حد سے زیادہ تعریف کرتا ہے اور رومی سلطنت کا مخالف ہے ۔اور تم میں سے جو ملازمت پیشہ ہیں وہ اس کوشش میں ہیں کہ مجھے اس محسن گورنمنٹ کا باغی ٹھہراویں ۔ میں سنتا ہوں کہ ہمیشہ خلاف واقع خبریں میری نسبت پہنچانے کے لئے ہر طرف سے کوشش کی جاتی ہے حالانکہ آپ لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ میں باغیانہ طریق کا آدمی نہیں ہوں ۔میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائیداور حمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں ۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے ۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں ۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ میں اس سلطنت کا بدخواہ ہوتا یا کوئی ناجائز باغیانہ منصوبے اپنی جماعت میں پھیلاتا جب کہ میں بیس برس تک یہی تعلیم اطاعت گورنمنٹ انگریزی کی دیتا رہا ۔اور اپنے مریدوں کو یہی ہدائتیں جاری کرتا رہا تو کیونکر ممکن تھا کہ ان تمام ہدائتوں کے برخلاف کسی بغاوت کے منصوبے کی میں تعلیم کروں ۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالی نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے ۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ معظّمہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں، اور نہ سلطان روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ (استنبول)

میں ۔ پھر میں خود اپنے آرام کا دشمن بنوں اگر اس سلطنت کے بارے میں کوئی باغیانہ منصوبہ دل میں مخفی رکھوں ۔ اور جو لوگ مسلمانوں میں سے ایسے بد خیال جہاد اور بغاوت کے دلوں میں مخفی رکھتے ہیں میں ان کو سخت نادان اور بدقسمت ظالم سمجھتا ہوں ۔ کیونکہ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ اسلام کی دوبارہ زندگی انگریزی سلطنت کے امن بخش سایہ سے پیدا ہوئی ہے ۔

(تریاق القلوب ۔ مندرجہ خزائن ۔ ۱۵۵۔۱۵۶)

☆ اور کتاب البریہ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں

میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے ۔ میرا والد میرزا غلام مرتضی گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے ۔ اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی ۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے .... پھر میرے والد صاحب کی وفات کے کے بعد میرا بڑا بھائی میرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا..... پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا ۔ تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد و تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں ۔ اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہائت مؤثر تقریریں لکھیں ۔ پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزارہا روپیہ خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں ۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت انکا اثر ہوگا ۔ کیا اس قدر بڑی کاروائی اور اس قدر دور دراز مدت تک ایسے انسان سے ممکن ہے جو دل میں بغاوت کا ارادہ رکھتا ہو؟ پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات

کے روکنے کے لئے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام لیا، کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں، کوئی نظیر ہے؟ اگر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیرخواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلاد اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی؟ یہ سلسلہ ایک دو دن کا نہیں بلکہ برابر سترہ سال کا ہے اور اپنی کتابوں اور رسالوں کے جن مقامات میں، میں نے یہ تحریریں لکھی ہیں ان کتابوں کے نام معہ ان کے نمبر صفحوں کے یہ ہیں جن میں سرکاری انگریزی کی خیرخواہی اور اطاعت کا ذکر ہے

۱۔ براہین احمدیہ۔ حصہ سوم طبع ۱۸۸۲ء۔ الف سے ب تک (شروع کتاب)

۲۔ براہین احمدیہ حصہ چہارم۔ طبع ۱۸۸۴ء۔ الف سے د تک۔ (شروع کتاب)

آریہ دھرم (نوٹس) در بارہ توسیع دفعہ ۲۹۸۔ طبع ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء۔ ۵۷ سے ۶۴ تک

۴۔ التماس، شامل آریہ دھرم۔ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء۔ صفحہ ۱ سے ۴ تک۔ (آخر کتاب)

۵۔ درخواست شامل آریہ دھرم۔ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء۔ ص ۶۹ سے ۷۲ تک (آخر کتاب)

۶۔ خط دربارہ توسیع دفعہ ۲۹۸۔ طبع ۲۱۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء۔ صفحہ ۱ سے ۸ تک

۷۔ آئینہ کمالات اسلام طبع فروری ۱۸۹۳ء۔ ص ۱۷ سے ۲۰، اور ۵۱۱ سے ۵۲۸ تک

۸۔ نور الحق اول۔ (اعلان)۔ طبع ۱۳۱۱ھ۔ صفحہ ۲۳ سے ۵۴ تک

۹۔ شہادۃ القرآن۔ طبع ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء۔ صفحہ الف سے ع تک۔ آخر کتاب

۱۰۔ نور الحق۔ حصہ دوم۔ طبع ۱۳۱۱ھ۔ صفحہ ۴۹ سے ۵۰ تک

۱۱۔ سر الخلافہ۔ طبع ۱۳۱۲ھ۔ صفحہ ۷۱ سے ۷۳ تک

۱۲۔ اتمام الحجہ۔ طبع ۱۳۱۱ھ۔ صفحہ ۲۵ سے ۲۷ تک

۱۳۔ حمامۃ البشریٰ۔ طبع ۱۳۱۱ھ صفحہ ۳۹ سے ۴۲ تک

۱۴۔ تحفہ قیصریہ۔ طبع ۲۵ مئی ۱۸۹۷ء۔ تمام کتاب۔

۱۵۔ ست بچن۔ طبع نومبر ۱۸۹۵ء۔ ۱۵۳ سے ۱۵۴ تک اور ٹائٹل پیج۔

۱۶۔ انجام آتھم، طبع جنوری ۱۸۹۷ء۔ صفحہ ۲۸۳ سے ۲۸۴ تک آخر کتاب

۱۷۔ سراج منیر۔ طبع مئی ۱۸۹۷ء۔ صفحہ ۷۴

۱۸۔ تکمیل تبلیغ معہ شرائط بیعت ۔۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء صفحہ ۴ حاشیہ اور صفحہ ۶ شرط چہارم

۱۹۔ اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور عام اطلاع کیلئے ۔ طبع ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء ۔

۲۰۔ اشتہار دربارہ سفیر سلطان روم ۔ ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء ۔ صفحہ ایک سے تین تک

۲۱۔ اشتہار جلسہ احباب برجشن جوبلی ۔۲۳ جون ۱۸۹۷ء ۔صفحہ ایک سے چار تک ۔

۲۲۔ اشتہار جلسہ شکریہ جشن جوبلی حضرت قیصرہ ۔ ۷ جون ۱۸۹۷ء ۔

۲۳۔ متعلق بزرگ ۔ طبع ۲۵ جون ۱۸۹۷ء ۔صفحہ ۱۰

۲۴۔ اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ ،طبع ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء تمام اشتہار،صفحہ ۱ سے ۷ تک ۔

اور حال میں جب حسین کامی سفیر روم ،قادیان میں میری ملاقات کے لئے آیا اوراس نے مجھے اپنی گورنمنٹ کے اغراض سے مخالف پاکر ایک سخت مخالفت ظاہر کی، وہ تمام حال بھی میں نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کردیا ہے ۔ وہی اشتہار تھا جس کی وجہ سے بعض مسلمان اڈیٹروں نے بڑی مخالفت ظاہر کی اور بڑے جوش میں آکر مجھ کو گالیاں دیں کہ یہ شخص سلطنت انگریزی کو سلطان روم پر ترجیح دیتا ہے اور رومی سلطنت کو قصور وار ٹھہراتا ہے ۔اب ظاہر ہے کہ جس شخص پر خود قوم اس کی ایسے ایسے خیالات رکھتی ہے اور نہ صرف اختلاف عقائد کی وجہ سے بلکہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے سبب سے بھی ملامتوں کا نشانہ بن رہا ہے، کیا اس کی نسبت یہ ظن ہوسکتا ہے کہ وہ سرکار انگریزی کا بدخواہ ہے؟ یہ بات ایسی واضح تھی کہ ایک بڑے سے بڑے دشمن کو بھی جو محمد حسین بٹالوی ہے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور میں اسی مقدمہ ڈاکٹر ہنری کلارک میں اپنی شہادت کے وقت میری نسبت بیان کرنا پڑا کہ یہ سرکار انگریزی کا خیر خواہ اور سلطنت روم کے مخالف ہے ۔

(کتاب البریہ ص ۳ تا ۹ ۔ اشتہار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء مندرجہ خزائن ج ۱۳ صفحہ ۴ تا ۱۰)

نیز فرماتے ہیں

☆ . ہم دنیا میں فروتنی کے ساتھ زندگی بسر کرنے آئے ہیں اور بنی نوع کی ہمدردی اوراس گورنمنٹ کی خیر خواہی جس کے ہم ماتحت ہیں ،یعنی گورنمنٹ برطانیہ، ہمارا اصول ہے ۔ ہم ہرگز کسی مفسدہ اور نقص امن کو پسند نہیں کرتے اور اپنی گورنمنٹ

انگریزی کی ہر ایک وقت میں مدد کرنے کے لئے تیار ہیں اور خدا تعالی کا شکر کرتے ہیں جس نے ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا۔ المرقوم ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء۔ مرزا غلام احمد،

(کتاب البریہ۔ص ۱۷۔ اشتہار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء مندرجہ خزائن ج ۱۳ ۔ص ۱۸)

☆ . خدا کا یہ فضل اور احسان ہے کہ ایسی محسن گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا۔ اگر ہم کسی اور سلطنت کے زیر سایہ ہوتے تو یہ ظالم ملا (محمد حسین و دیگر) کب ہماری جان اور آبرو کو چھوڑنا چاہتے۔ (کتاب البریہ۔ص ۴۰)

☆ . میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گذاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ کاروائی (تبلیغ قادیانیت) کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے۔ اور ہر گز ممکن نہیں کہ اس کے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔

(کتاب البریہ۔ ص ۳۲۰)

☆ . ہم اس گورنمنٹ (انگریزی) سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی شکر گذار ہیں۔ کیونکہ اس کے زیر سایہ اس قدر امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہر گز امید نہیں کہ وہ امن حاصل ہو سکے۔ (کتاب البریۃ۔ص ۳۲۱)

☆ . اے نادانو۔ گورنمنٹ انگریزی کی تعریف تمہاری طرح میری قلم سے منافقانہ نہیں نکلتی۔ بلکہ میں اپنے اعتقاد اور یقین سے جانتا ہوں کہ درحقیقت خدا تعالی کے فضل سے اس گورنمنٹ کی پناہ ہمارے لئے بالواسطہ خدا کی پناہ ہے۔ اس سے زیادہ اس گورنمنٹ کی پرامن سلطنت ہونے کا اور کیا میرے نزدیک ثبوت ہوسکتا ہے کہ خدا تعالی نے یہ پاک سلسلہ (قادیانیت) اسی گورنمنٹ کے ماتحت برپا کیا ہے۔ وہ لوگ میرے نزدیک سخت نمک حرام ہیں جو حکام انگریزی کے روبرو ان کی خوش آمدیں کرتے ہیں۔ ان کے آگے گرتے ہیں۔ اور پھر گھر آکر کہتے ہیں کہ جو اس گورنمنٹ کا شکر کرتا ہے، وہ کافر ہے۔ (کتاب البریہ۔ص ۳۳۴)

☆ میرا باپ اور میرا بھائی اور خود میں بھی روح کے جوش سے اس بات میں مصروف رہے کہ اس گورنمنٹ کے فوائد اور احسانات کو عام لوگوں پر ظاہر کریں اور اس کی اطاعت کی فرضیت کو دلوں میں جما دیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں ۱۸ برس سے ایسی کتابوں کی تالیف میں مشغول ہوں کہ جو مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی محبت اور اطاعت کی طرف مائل کر رہے ہیں۔ (کتاب البریۃ۔ص ۳۴۱)

☆ نیز لکھا ہے

. گورنمنٹ متوجہ ہو کر سوچے کہ یہ مسلسل کاروائی جو مسلمانوں کو اطاعت گورنمنٹ برطانیہ پر آمادہ کرنے کے لئے برابر اٹھارہ برس سے ہو رہی ہے، کس غرض سے ہے۔

(کتاب البریۃ۔ ص ۳۴۳)

اور فریاد درد میں مرزا صاحب فرماتے ہیں

☆ . بے شک ہمارا فرض ہے کہ اس گورنمنٹ محسنہ کے سچے دل سے خیر خواہ ہوں اور ضرورت کے وقت جان فدا کرنے کو بھی تیار ہوں۔ لیکن ہم اس طرح پر بھی غیر قوموں اور غیر ملکوں میں اپنی محسن گورنمنٹ کی نیک نامی پھیلانی چاہتے ہیں کہ کس طرح اس عادل گورنمنٹ نے دینی امور میں بھی پوری آزادی دی ہے۔ عملی نمونے ہزاروں کوس تک چلے جاتے ہیں اور دلوں پر ایک عجیب اثر ڈالتے ہیں اور صدہا دل سے وسوسے دور ہو جاتے ہیں۔ یہ مذہبی آزادی ایسی پیاری چیز ہے کہ اس کی خبر پا کر بہت سے ملک یہی چاہتے ہیں کہ اس مبارک گورنمنٹ کا ہم تک قدم پہنچے کیونکہ جس طرح اچھے دکاندار کا سن کر اسی طرف خریدار دوڑتے ہیں، اسی طرح جس گورنمنٹ کے ایسے بے تعصب اور آزاد اصول ہوں، وہ گورنمنٹ خواہ مخواہ پیاری اور ہر دل عزیز معلوم ہوتی ہے اور بہت سے غیر ملکوں کے لوگ حسرت کرتے ہیں کہ کاش ہم بھی اس کے ماتحت ہوتے۔ پس کیا آپ چاہتے نہیں کہ اس محسن گورنمنٹ کا ان تمام تعریفوں کے ساتھ دنیا میں نام پھیلے اور اس کی محبت دور دور تک دلوں میں جاگزین ہو۔

(رسالہ البلاغ یا فریاد درد ص ۳۳۔ خزائن۔ ج ۱۳ ص ۴۰۱۔۴۰۰)

☆ . چونکہ ہم اس گورنمنٹ کی رعایا ہیں اور دن رات بے شمار احسانات دیکھ رہے ہیں اس لئے ہمارا یہ فرض ہونا چاہیے کہ سچے دل سے اس گورنمنٹ کی اطاعت کریں اور اس کے مقاصد کے مددگار ہوں اور اس کے مقابل پر ادب اور غربت اور فرمان برداری کے ساتھ زندگی بسر کریں. (البلاغ۔ص ۵۵۔خزائن۔ج ۱۳ص ۴۲۶)

☆ . میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے دینی مقاصد کے حارج نہیں ہیں ۔ بلکہ ہم کو ان کے وجود سے بہت آرام ملا ہے ۔ اور ہم خیانت کریں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ انگریزوں نے ہمارے دین کو ایک قسم کی وہ مدد دی ہے کہ جو ہندوستان کے اسلامی بادشاہوں کو بھی میسر نہ آسکی ۔ کیونکہ ہندوستان کے بعض اسلامی بادشاہوں نے اپنی کوتاہ ہمتی سے صوبہ پنجاب کو چھوڑ دیا تھا۔ اور ان کی غفلت سے سکھوں کی متفرق حکومتوں کے وقت میں ہم پر اور ہمارے دین پر وہ مصیبتیں آئیں کہ مساجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اور بلند آواز سے اذان دینا بھی مشکل ہو گیا تھا اور پنجاب میں دین اسلام مر چکا تھا۔ پھر انگریز آئے اور انگریز کیا ہمارے نیک طالع پھر ہماری طرف واپس ہوئے انہوں نے دین اسلام کی حمایت کی اور ہمارے مذہبی فرائض میں ہمیں پوری آزادی بخشی اور ہماری مسجدیں واگذار کی گئیں ۔ اور پھر مدت دراز کے بعد پنجاب میں شعار اسلام دکھائی دینے لگا۔ پس کیا یہ احسان یاد رکھنے کے لائق نہیں ؟ ... پس انگریزوں کے خلاف بغاوت کی کھچڑی پکاتے رہنا خدا تعالی کی نعمتوں کو فراموش کرنا ہے

(ضرورۃ الامام ص ۲۳۔خزائن ج ۱۳ص ۴۹۳۔۴۹۴)

☆ ہم ابتداء سے انگریزی حکومت اور انگریزی حکام کے شکر گذار اور مداح اور ثناخواں ہیں کہ وہ انصاف کو بہر حال مقدم رکھتے ہیں .

(ضرورۃ الامام۔ص ۴۱، خزائن۔جلد ۱۳۔ص ۵۱۳)

درخواست

جسکا ترجمہ بحضور نواب لفٹننٹ گورنر روانہ کیا گیا ہے

(امید رکھتا ہوں کہ اس درخواست کو جو میرے اور میری جماعت کے حالات پر مشتمل ہے، غور اور توجہ سے پڑھا جائے۔ مرزا غلام احمد)

☆ بحضور نواب لفٹننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ

چونکہ مسلمانوں کا ایک نیا فرقہ جس کا پیشوا اور امام یہ راقم ہے، پنجاب اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں زور سے پھیلتا جاتا ہے اور بڑے بڑے تعلیم یافتہ مہذب اور معزز عہدہ دار اور نیک نام رئیس اور تاجر پنجاب اور ہندوستان کے اس فرقہ میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ اور عموماً پنجاب کے شریف مسلمانوں کے نوتعلیم یاب جیسے بی اے اور ایم اے اس فرقہ میں داخل ہیں اور داخل ہو رہے ہیں۔ اور ایک گروہ کثیر ہو گیا ہے جو اس ملک میں روز بروز ترقی کر رہا ہے اس لئے میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ اس فرقہ جدیدہ اور نیز اپنے تمام حالات سے جو اس فرقہ کا پیشوا ہوں، حضور لیفٹننٹ گورنر بہادر کو آگاہ کروں۔ اور یہ ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ ہر ایک فرقہ جو ایک نئی صورت سے پیدا ہوتا ہے گورنمنٹ کو حاجت پڑتی ہے کہ اس کے اندرونی حالات دریافت کرے اور بسا اوقات ایسے نئے فرقہ کے دشمن اور خود غرض جن کی عداوت اور مخالفت ہر ایک نئے فرقہ کے لئے ضروری ہے گورنمنٹ میں خلاف واقعہ خبریں پہنچاتے ہیں اور مفتریانہ مخبریوں سے گورنمنٹ کو پریشانی میں ڈالتے ہیں۔ پس چونکہ گورنمنٹ عالم الغیب نہیں ہے اس لئے ممکن ہے کہ گورنمنٹ عالیہ ایسی مخبریوں کی کثرت کی وجہ سے کسی قدر بدظنی پیدا کرے یا بدظنی کی طرف مائل ہو جائے۔ لہذا گورنمنٹ عالیہ کی اطلاع کے لئے چند ضروری امور ذیل میں لکھتا ہوں۔ (اس کے بعد مرزا صاحب نے اپنی وفاداری کے ثبوت میں سرکاری چٹھیاں نقل کی ہیں۔ پھر لکھا ہے) دوسرا امر قابل گذارش یہ ہے کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں، اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ تا مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے

بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔ اور اس ارادہ اور قصد کی اول وجہ یہی ہے کہ خدا تعالی نے مجھے بصیرت بخشی اور اپنے پاس سے مجھے ہدائت فرمائی کہ تا میں ان وحشیانہ خیالات کو سخت نفرت اور بے زاری سے دیکھوں جو بعض نادان مسلمانوں کے دلوں میں مخفی تھے جن کی وجہ سے وہ نہائت بے وقوفی سے اپنی گورنمنٹ محسنہ کے ساتھ ایسے طور سے صاف دل اور سچے خیر خواہ نہیں ہو سکتے تھے جو صاف دلی اور خیر خواہی کی شرط ہے، بلکہ بعض جاہل ملاؤں کے ورغلانے کی وجہ سے شرائط اطاعت اور وفاداری کا پورا جوش نہیں رکھتے تھے۔ سو میں نے نہ کسی بناوٹ اور ریاکاری سے، بلکہ محض اس اعتقاد کی تحریک سے جو خدا تعالی کی طرف سے میرے دل میں ہے بڑے زور سے بار بار اس بات کو مسلمانوں میں پھیلایا ہے کہ ان کو گورنمنٹ برطانیہ کی جو درحقیقت ان کی محسن ہے سچی اطاعت اختیار کرنی چاہیے۔ اور وفاداری کے ساتھ اس کی شکر گذاری کرنی چاہیے ورنہ خدا تعالی کے گنہ گار ہوں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں پر میری تحریروں کا بہت ہی اثر ہوا ہے اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہوگئی ہے اور میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیوں کر امن وامان اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ایسی کتابوں کے چھاپنے اور شائع کرنے میں ہزارہا روپیہ خرچ کیا گیا مگر باایں ہمہ میری طبیعت نے کبھی نہ چاہا کہ ان متواتر خدمات کا اپنے حکام کے پاس ذکر بھی کروں کیونکہ میں نے کسی صلہ اور انعام کی خواہش سے نہیں بلکہ ایک حق بات کو ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھا. اور درحقیقت وجود سلطنت انگلشیہ خدا تعالی طرف سے ہمارے لئے نعمت تھی ...اس لئے ہمارا فرض تھا کہ اس نعمت کا بار بار اظہار کریں ...اس نعمت کی عظمت تو ہمارے دل و جان اور رگ و ریشہ میں منقوش ہے... (پھر مرزا صاحب نے ان کتابوں وغیرہ کے نام لکھے ہیں جو حکومت کی وفاداری اور جہاد کی ممانعت میں لکھی گئیں اور پھر طویل گذارشات کے بعد کہتے ہیں) .... میں ایسے کسی مہدی ہاشمی قرشی خونی کا قائل نہیں ہوں جو دوسرے مسلمانوں کے اعتقاد میں بنی فاطمہ سے ہو گا

،اور زمین کو کفار کے خون سے بھر دے گا ۔ میں ایسی حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتا اور محض ذخیرہ موضوعات جانتا ہوں ۔ ہاں میں اپنے نفس کے لئے اس مسیح موعود کا ادعا کرتا ہوں جو حضرت مسیح کی طرح غربت کے ساتھ زندگی بسر کرے گا اور لڑائیوں اور جنگوں سے بیزار رہو گا ۔ ...... میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مہدی اور مسیح مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے ۔ میں بار بار اعلان دے چکا ہوں کہ میرے بڑے پانچ اصول ہیں ۔.... تیسرا یہ کہ دین اسلام کی دعوت محض دلائل عقلیہ اور آسمانی نشانوں سے کرنا اور خیالات غازیانہ اور جہاد اور جنگ جوئی کو اس زمانہ کے لئے قطعی حرام اور ممتنع سمجھنا اور ایسے خیالات کے پابند کو صریح غلطی پر قرار دینا ۔ چوتھے یہ کہ اس گورنمنٹ محسنہ کی نسبت، جس کے ہم زیر سایہ ہیں یعنی گورنمنٹ انگلشیہ، کوئی مفسدانہ خیالات دل میں نہ لانا...... مجھے متواتر اس بات کی خبر ملی ہے کہ بعض حاسد بداندیش جو بوجہ اختلاف عقیدہ یا کسی اور وجہ سے مجھ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں یا جو میرے دوستوں کے دشمن ہیں میری نسبت اور میرے دوستوں کی نسبت خلاف واقعہ امور گورنمنٹ کے معزز حکام تک پہنچاتے ہیں ۔اس لئے اندیشہ ہے کہ ان کی ہر روز کی مفتریانہ کاروائیوں سے گورنمنٹ عالیہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو کر وہ تمام جانفشانیاں پچاس سالہ میرے والد مرزا غلام مرتضی اور میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر کی جن کا تذکرہ سرکاری چٹھیات اور سرلیبل گرفن کی کتاب رئیسان پنجاب میں ہے اور نیز میری قلم کی وہ خدمات جو میرے اٹھارہ سال کی تالیفات سے ظاہر ہیں، سب کی سب ضائع اور برباد نہ جائیں ۔ اور خدانخواستہ سرکار انگریزی اپنے ایک قدیم وفادار اور خیر خواہ خاندان کی نسبت کوئی تکدر اپنے دل میں پیدا کرے ۔ اس بات کا علاج تو غیر ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کیا جائے کہ جو اختلاف مذہبی کی وجہ سے یا نفسانی حسد اور بغض اور کسی ذاتی غرض کے سبب سے جھوٹی مخبری پر کمربستہ ہو جاتے ہیں، صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار

انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گذار ہیں اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہائت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنائت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا۔

مرقومہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء۔

(مجموعہ اشتہارات۔سوم۔ص ۱۰۔۲۱۔ اشتہار نمبر ۱۸۳۔مکمل درخواست ص ۳۱ پر ختم ہوتی ہے)

☆ کشف الغطا کا ٹائٹل صفحہ مرزا صاحب نے یوں مرتب کیا ہے

اے قادر خدا اس گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کو ہماری طرف سے نیک جزا دے اور اس سے نیکی کر جیسا کہ اس نے ہم سے نیکی ہے۔آمین

کشف الغطا

یعنی ایک اسلامی فرقہ کے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے بحضور گورنمنٹ عالیہ اس فرقہ کے حالات اور خیالات کے بارے میں اطلاع اور نیز اپنے خاندان کا کچھ ذکر اور اپنے مشن کے اصولوں اور ہدائتوں اور تعلیموں کا بیان اور نیز ان لوگوں کی خلاف واقعہ باتوں کا رد جو اس فرقہ کی نسبت غلط خیالات پھیلانا چاہتے ہیں۔اور یہ مئولف تاج عزت جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کا واسطہ دے کر بخدمت گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کے اعلیٰ افسروں اور معزز حکام سے باادب گذارش کرتا ہے کہ براہ غریب پروری و کرم گستری اس رسالہ کو اول سے آخر تک پڑھا جائے یا سن لیا جائے

(خزائن۔ج ۱۴ ص ۱۷۷۔ کشف الغطا ٹائٹل پیج۔طبع ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء قادیان)

☆ ہر شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے، اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں جہاد قطعاً حرام ہے، کیونکہ مسیح آ چکا۔خاص کر میری تعلیم کے لحاظ سے اس گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ اس کو بننا پڑتا ہے۔

(درخواست بنام وائسرائے لارڈ کرزن ۷ جولائی ۱۹۰۰ء۔

مندرجہ۔گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ص ۳۱)

☆ مرزا صاحب کے اشتہار نمبر ۲۷۶ کا عنوان یہ ہے

اپنی تمام جماعت کیلئے ضروری نصیحت

(یہ اشتہار، مجموعہ اشتہارات جلد سوم کے صفحہ ۵۸۲ سے شروع کر ۵۸۵ پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں مرزا صاحب اپنے مریدوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں)۔

. کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ تم سلطان روم کی عمل داری میں رہ کر یا مکہ اور مدینہ ہی میں اپنا گھر بنا کر شریر لوگوں کے حملوں سے بچ سکتے ہو۔نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ ایک ہفتہ میں ہی تم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ گے ...تم تمام اسلامی مخالف علماء کے فتووں کی رو سے واجب القتل ٹھہر چکے ہو۔سو خدا تعالی کا یہ فضل اور احسان ہے کہ اس گورنمنٹ نے ایسا ہی تمہیں اپنے سایہ پناہ کے نیچے لے لیا جیسا کہ نجاشی بادشاہ نے، جو عیسائی تھا، آنحضرت ﷺ کے صحابہ کو پناہ دی تھی ۔ میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوش آمد نہیں کرتا جیسا کہ نادان لوگ خیال کرتے ہیں نہ اس سے کوئی صلہ چاہتا ہوں، بلکہ میں انصاف اور ایمان کی رو سے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کی شکر گذاری کروں اور اپنی جماعت کو اطاعت کے لئے نصیحت کرتا رہوں ۔سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا جو اس گورنمنٹ کے مقابلہ پر کوئی باغیانہ خیال دل میں رکھے ۔اور میرے نزدیک یہ سخت بدذاتی ہے کہ جس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم ظالموں کے پنجے سے بچائے جاتے ہیں اور اس کے زیر سایہ ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے اس کے احسان کے ہم شکر گذار نہ ہوں۔اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے هل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنی احسان کا بدلہ احسان ہے اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ جو انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر نہیں کرتا۔ یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ تو پھر کہاں تمہارا ٹھکانہ ہے؟ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی ۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کے لئے دانت پیس رہی ہے کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔سو تم اس نعمت خداداد کی قدر کرو . اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالی نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لئے ہی اس ملک میں قائم کی ہے۔اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت تمہیں بھی نابود کر دے گی ۔ یہ مسلمان لوگ جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں تم

ان کے علماء کے فتوے سن چکے ہو یعنی یہ کہ تم ان کے نزدیک واجب القتل ہو اوران کی آنکھ میں ایک کتا بھی رحم کے لائق ہے مگر تم نہیں ہو ۔ تمام پنجاب اور ہندوستان کے کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو ...سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خون خوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے ۔ سو انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے، تمہارے لئے ایک برکت ہے، اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے ۔ پس تم دل و جان سے سپر کی قدر کرو ۔ اور تمہارے مخالف جو مسلمان ہیں ہزار ہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں کیونکہ وہ تمہیں واجب القتل نہیں سمجھتے ۔ وہ تمہیں بے عزت کرنا نہیں چاہتے ۔

(مجموعہ اشتہارات ۔ جلد سوم ۔ ص ۵۸۳ ۔ ۵۸۴)

☆ مرزا صاحب براہ راست ملکہ برطانیہ کی خدمت میں یوں عرض کرتے ہیں

وہ جماعت جو میرے ساتھ بیعت و مریدی رکھتی ہے وہ ایک سچی مخلص اور خیر خواہ اس گورنمنٹ (برطانیہ) کی بن گئی ہے کہ میں دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی ۔ وہ گورنمنٹ کے لئے ایک وفادار فوج ہے جن کا ظاہر و باطن گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے ۔ (تحفہ قیصریہ ۔ ص ۱۲) ۔

۳۲ صفحات کے تحفہ قیصریہ میں اسکے بعد جلسہ احباب کی کاروائی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس تحفہ کی خوبصورت مجلد کاپی ملکہ کو بذریعہ ڈی سی ارسال کی گئی اور ایک گورنر جنرل کو اور ایک لفٹیننٹ گورنر کو۔ اور اسکے ساتھ ملکہ کیلئے چھ زبانوں میں دعا کی گئی ہے ۔

☆ مرزا صاحب اپنی کشتی نوح میں لکھتے ہیں

بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہیں جیسا کہ صاحب المنار نے بھی کیا کہ یہ شخص انگریزوں کے ملک میں رہتا ہے اس لئے جہاد کی ممانعت کرتا ہے ۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر میں جھوٹ سے اس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا، تو میں بار بار کیوں کہتا کہ عیسی ابن مریم صلیب سے نجات پا کر اپنی طبعی موت سے بمقام سری نگر کشمیر مر گیا ۔ اور نہ وہ خدا تھا اور نہ خدا کا بیٹا ۔ کیا انگریز مذہبی جوش والے میرے اس فقرہ

سے مجھ سے بے زار نہیں ہوں گے۔ پس سنو اے نادانوں۔ میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوش آمد نہیں کرتا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی، اور نہ وہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے، قرآن شریف کی رو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے۔ کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی۔ اوران کا شکر کرنا ہمیں اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنا کام مکہ اور مدینہ میں بھی نہیں کر سکتے، مگران کے ملک میں۔ یہ خدا کی طرف سے حکمت تھی کہ مجھے اس ملک میں پیدا کیا۔ پس کیا میں خدا کی حکمت کی کسر شان کروں۔ اور جیسا کہ قرآن شریف کی آیت و اوینا هما الى ربوة ذا ت قرار و معين (مومنون۔۵۱) میں اللہ تعالی یہ بات ہمیں سمجھاتا ہے کہ صلیب کے واقعہ کے بعد ہم نے عیسی مسیح کو صلیبی بلا سے رہائی دے کر اس کو اور اس کی ماں کو ایک ایسے اونچے ٹیلے پر جگہ دی تھی کہ وہ آرام کی جگہ تھی اور اس میں چشمے جاری تھے یعنی، سری نگر۔ اسی طرح خدا نے مجھے اس گورنمنٹ کے اونچے ٹیلے پر جہاں مفسدین کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا جگہ دی جو آرام کی جگہ ہے اور اس ملک میں سچے علوم کے چشمے جاری ہیں اور مفسدوں کے حملوں سے امن اور قرار ہے۔ پھر کیا واجب نہ تھا کہ ہم اس گورنمٹ کے احسانات کا شکر کرتے.

(کشتی نوح۔ص ۷۵۔خزائن۔ج ۱۹ حاشیہ از مرزا) .

☆ اپنے لیکچر سیالکوٹ میں جناب مرزا صاحب کہتے ہیں

. اخیر پر ہم گورنمنٹ انگریزی کا سچے دل سے شکر کرتے ہیں جس نے اپنی کشادہ دلی سے ہمیں مذہبی آزادی عطا فرمائی۔ یہ آزادی جس کی وجہ سے ہم نہائت ضروری دینی علوم لوگوں تک پہنچاتے ہیں یہ ایسی نعمت نہیں ہے جس کی وجہ سے معمولی طور پر ہم اس گورنمنٹ کا شکر کریں بلکہ تہ دل سے شکر کرنا چاہیے۔ اگر یہ گورنمنٹ عالیہ ہمیں کئی لاکھ کی جاگیر دیتی مگر یہ آزادی نہ دیتی تو ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ وہ جاگیر اس کے برابر نہ تھی، کیونکہ دنیا کا مال فانی ہے، مگر یہ وہ مال ہے جس کو فنا نہیں۔ ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ اس محسن گورنمنٹ کے سچے دل سے شکر گذار رہیں۔ کیونکہ جو انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا بھی نہیں کرتا۔ نیک انسان وہی ہے کہ جیسے خدا تعالی کا شکر ادا کرتا ہے اس انسان کا بھی شکر کرے جس کے ذریعہ سے اس منعم حقیقی کی کوئی

نعمت اس کو پہنچی ہے۔ مرزا غلام احمد یکم نومبر ۱۹۰۴ء سیالکوٹ۔

(لیکچر سیالکوٹ ص ۴۵ مندرجہ خزائن ج ۲۰ ص ۲۴۷)

☆ اور لاہور میں مرزا صاحب نے فرمایا

میں اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے ایسی پر امن گورنمنٹ کے سایہ میں ہمیں جگہ دی ہے جو ہمیں اپنے مذہبی اشاعت سے نہیں روکتی اور اپنے عدل اور دادگستری سے ہر ایک کانٹا ہماری راہ سے دور کرتی ہے۔ سو ہم خدا کے شکر کے ساتھ اس گورنمنٹ کا بھی شکر کرتے ہیں۔ (لیکچر لاہور۔ ص ۳۔ خزائن۔ جلد ۲۰ ص ۱۴۲)

☆ اور لدھیانہ میں انہوں نے فرمایا۔

. میں سچ سچ کہتا ہوں اور تجربہ سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالی نے اس قوم کو حق کیلئے جرئت دی ہے۔ پس میں اس جگہ پر مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان پر فرض ہے کہ وہ سچے دل سے گورنمنٹ کی اطاعت کریں۔ (لیکچر لدیانہ ص ۲۴۔ خزائن ج ۲۰ ص ۲۷۲)

حرز سلطنت

☆ مرزا صاحب کی درج بالا تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی سیاست، ان کی ذات اور ان کے خودساختہ مذہب کی حفاظت وترویج کے گرد گھومتی تھی اور چونکہ برصغیر کے عیسائیوں، مسلمانوں، سکھوں اور ہندؤں کو ان کے عقائد ونظریات سے کوئی ہمدردی نہ تھی اس لئے وہ اپنی جان کی حفاظت اور عقائد کی ترویج کیلئے حکومت وقت کی خوشنودی کے محتاج تھے جس کے حصول کی خاطر وہ منافقت، خوش آمد اور چاپلوسی کے ہتھیاروں کا بلا دریغ استعمال کرتے تھے۔ وہ تضادات کا مجموعہ تھے، کان و ما یکون کے مالک ہونے کا دعوی کرتے لیکن ہر وقت کاسہ گدائی ہاتھ میں لئے چندوں کی بھیک مانگتے رہتے۔

دعوی کرتے کہ وہ سلطنت برطانیہ کے محافظ ہیں، لیکن اپنی جان کی حفاظت کیلئے کرائے کے سپاہیوں اور چوکیداروں کے محتاج رہتے۔

دعوی کرتے کہ بڑے سے بڑے مخالف کو وہ مرے ہوئے کیڑے سے زیادہ

وقعت نہیں دیتے، لیکن خود اپنی جاگیر قادیان دارالامان میں معمولی حیثیت کے دیہاتی ہندوؤں سے ڈر کے مارے کانپتے رہتے۔

ایں شوراشوری وایں بےنمکی کی اس چلتی پھرتی تصویر کو مولانا بٹالوی نے آئینہ دکھاتے ہوئے ایک جگہ فرمایا ہے

مرزا صاحب اپنے عریضہ اسمی گورنمنٹ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء (جو مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۶۶ تا ۳۷۷ پر موجود ہے) میں گورنمنٹ سے التجا کرتے ہیں.

میں گورنمنٹ کی پولیٹکل خدمت وحمایت کے لئے ایسی جماعت تیار کر رہا ہوں جو آڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلے کیلئے نکلے گی۔ اور گورنمنٹ کے متعلق مجھے الہام ہوا ہے وما کان الله لیعذبھم و انت فیھم و اینما تولوا فثم وجه الله یعنی جب تک تو گورنمنٹ کی عملداری میں ہے، خدا گورنمنٹ کو کچھ تکلیف نہیں پہنچائے گا اور جدھر تیرا منہ ہوگا اسی طرف خدا کا منہ ہوگا۔ اور چونکہ میرا منہ گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف ہے اور اس کے اقبال وشوکت کیلئے دعا میں مصروف ہے، کیونکہ مجھ کو جیسا گورنمنٹ کی سلطنت وظل حمایت میں امن ہے نہ مکہ میں ہے، نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ کابل میں، نہ ایران میں۔ لہذا خدا کا منہ بھی اسی گورنمنٹ کی طرف ہے۔ اور اس امر کی شہادت گورنمنٹ خود ہی دے سکتی ہے کہ اسکو میرے زمانے میں کسقدر رفتوحات نصیب ہوئے۔

ان وجوہات سے گورنمنٹ میری جان کی حفاظت کرے اور میری حفاظت کے لئے قادیان میں جہاں اس وقت بجز چوکیداروں کے نہ کوئی تھانہ ہے نہ چوکی پولیس، پولیس متعین کرے جو میری جان کو ہندوؤں سے بچاوے۔ اور جن ہندوؤں نے مجھے ڈرایا اور دھمکایا ہے گورنمنٹ ان کی ضمانتیں اور مچلکے لے۔

مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ اس التجا اور عجز والحاح کے وقت مرزا صاحب اپنے وہ سب الہامات بھول گئے جن کو وہ اس التجا سے سات روز پہلے اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں اور کئی سال پہلے دیگر تحریرات میں شائع کر چکے تھے کہ

☆ جب مشکلات کے پہاڑ پر خدا تجلی کرے گا تو انہیں پاش پاش کر دے گا (یعنی تجھے ان سے بچالے گا) اے عیسی (مرزا) تجھے میں تیری اپنی موت ماروں گا اور جو ہندو تیری ذلیل اور لعنتی موت کیلئے کوشش کر رہے ہیں میں ان سے تجھے بچالونگا (اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء)

☆ اور یہ کہ تجھے خدا تعالیٰ اسی (۸۰) برس کی عمر تک یا اس کے قریب تک زندہ رکھے گا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۳۵)

☆ اور یعصمک اللہ من عندہ و ان لم یعصمک الناس۔(براہین احمدیہ۔ص ۵۱۰)۔اگر چہ تمام لوگ تیرے بچانے سے دریغ کریں مگر خدا تجھے بچائے گا۔

☆ اور انا کفیناك المستہزئین۔ (انجام آتھم ص ۵۱)۔ ہم تیرے لئے ٹھٹھا کرنے والوں کو سنبھالنے کے لئے کافی ہیں۔

☆ اور سیھزم الجمع و یولون الدبر یا عبدی لا تخف انی اسمع و اری (انجام آتھم۔ص ۵۴) سب بھاگ جائیں گے اور پیٹھ دکھلائیں گے اے میرے بندے مت خوف کر۔ میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں

☆ اور یخوفون من دونہ آئمة الکفر لا تخف انک انت الا علی۔یعنی تجھے خدا کے سوا اوروں سے ڈراتے ہیں۔ یہ کفر کے پیشوا ہیں۔مت ڈر غلبہ تجھی کو ہے۔(انجام آتھم۔ص ۵۹)

مرزا صاحب اس خوف و دہشت کے وقت یہ خیال نہ کر سکے کہ جب مجھے خدا تعالیٰ خاص طور پر ہندوؤں سے بچانے اور سلامت رکھنے کا وعدہ دے چکا ہے تو میں جھوٹی خوش آمد کر کے گورنمنٹ سے کیوں التجا کرتا ہوں کہ جس طرح ہو سکے میری جان کو بچالے جب آسمانی عدالت سے حفاظت کا یقین دلا یا گیا ہے تو پھر کونسی ضرورت پیش آئی ہے کہ انگریزوں کے دروازہ پر سرگردانی اور سرافگندگی کر رہا ہوں جس سے انجام آتھم کے صفحہ ۲۱ میں بایں الفاظ انکار کر چکا ہوں

. جس حالت میں آسمانی عدالت سے ہمیں یقین دلا یا گیا تھا کہ عبداللہ آتھم عنقریب آسمانی وارنٹ سے گرفتار کیا جائے گا تو پھر ہمیں کون سی ضرورت پیش آئی تھی کہ انگریزوں کی عدالت کے دروازہ پر اپنے تئیں سرگرداں کرتے (اشاعۃ السنہ ج ۱۸۔ص ۴ تا ۶)

مولانا بٹالوی مزید لکھتے ہیں کہ

. مرزا صاحب نے عریضہ اسمی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں جو لکھا ہے کہ میں ۱۷ برس سے گورنمنٹ کی اس پولیٹکل خدمت میں مصروف ہوں کہ میں نے گورنمنٹ سے جہاد جائز نہ ہونے کی بابت بیسیوں کتابیں عربی فارسی اردو میں لکھی ہیں۔اور میں نے گورنمنٹ کی رعایت وحمایت کیلئے ایک جماعت تیار کی ہے جو گورنمنٹ کے مخالفوں کے

مقابلہ میں کام آنیوالی ہے، اور مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ جب تک تو اس گورنمنٹ کی عملداری میں ہے تب تک گورنمنٹ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے گا۔ اور اس سے پہلے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء (جو مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۴۲ تا ۳۶۳ پر موجود ہے) میں لکھا ہے

> کہ گورنمنٹ کو یہ فخر ہونا چاہیے کہ اس کے ملک میں اور اس کی بادشاہت میں خدا اپنے بندوں سے وہ تعلق پیدا کر رہا ہے جو قصوں اور کہانیوں کے طور پر کتابوں میں لکھا ہوا ہے، اور اس ملک پر یہ رحمت ہے کہ آسمان زمین کے نزدیک ہو گیا ہے۔ ورنہ دوسرے ملکوں میں اس کی نظیر نہیں۔

یہ سب زور و فریب و افتراء ہے۔ آپکو خدا تعالی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور آپ خدا تعالی کے مخاطب و ملہم نہیں ہو سکتے۔ آپکا پولیٹکل خدمت کرنے اور ممانعت جہاد کے رسالے شائع کرنے کا دعوی اس لئے زور و فریب اور دھوکہ ہے کہ آپکی کتاب آئینہ کمالات اسلام جس کا دوسرا نام دافع الوساوس ہے، کے صفحہ ۶۰۱ کا وہ فقرہ کہ

> نافرمان انسان کا مال اور جان اس کے ملک (ملکیت) سے خارج ہو کر خدا کے ملک ہو جاتے ہیں۔ اور خدا تعالی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا واسطہ رسولوں کے ان نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے، یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری نازل کرے۔ ایک ہی بات ہے۔

ان تمام رسائل کو ملیا میٹ کرتا ہے اور بتا رہا ہے کہ جس وقت آپ کی جماعت کامل قوت پکڑ لے گی اس وقت آپ گورنمنٹ کے مال و جان پر ہاتھ صاف کریں گے۔ آپ تو بلا واسطہ رسولوں کے ان کی ہلاکت کو تجویز کر رہے ہیں۔ اور جس حالت میں آپ خود مدعی رسالت بھی ہیں تو پھر انکے ہلاک کرنے میں بجز تکمیل جمعیت کیا کسر و توقف ہے۔

پیش گوئی میعادی ہشت سال (سلطنت برطانیہ تا ہشت سال) کی طرف ہم گورنمنٹ کو توجہ دلا چکے ہیں۔ ہم نے اس فقرہ آئینہ کمالات اسلام کو اپنے رسالہ میں کئی دفعہ کوٹ (نقل) کیا ہے۔ مرزا صاحب نے اس کا جواب تو کچھ نہیں دیا لیکن ہمارے ریویو براہین احمدیہ کی عبارت نقل کر کے آپ نے گورنمنٹ کو جتایا ہے کہ یہ شخص اپنے ریویو مذکور میں ہماری طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن کر چکا ہے۔ اب اس کے برخلاف اس کے قول و خیال کا کیا اعتبار؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خاکسار نے اس وقت (۱۸۸۵ء) گورنمنٹ کو آپ کی

طرف سے مطمئن کیا تھا جب کہ آپ نے موعود مسیح اور مہدی ہونے کا دعوی نہیں کیا تھا۔ اور اس اطمینان کی ایک یہ دلیل بیان کی تھی کہ آپ مغل ہیں اور امام مہدی کا سید ہونا مسلم ہے، لہذا ممکن نہیں کہ آپ مہدی ہونے کا دعوی کریں۔ آپ نے میری اس دلیل اور خیال کو توڑ کر مہدی ہونیکا بھی دعوی کرلیا تو آپ میرے خیال کے محل کیونکر ہو سکتے ہیں؟

آپ کا یہ دعوی کہ گورنمنٹ کی حفاظت کا باعث آپ کا وجود، دعا و برکت ہے، محض دروغ ہے۔ آپ ایسے ہوتے اور یہ الہام خدا کی طرف سے ہوتا، تو آپ یہ کہتے کہ موجودہ فوج جو سرحد کی اور ملک کی حفاظت کیلئے گورنمنٹ نے رکھی ہوئی ہے، اسے موقوف کردے۔ میرے ہوتے کسی فوج کی حاجت نہیں۔ آپ نے اسکے برعکس حکومت کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ مجھے قاتلوں سے بچاؤ اور میری حفاظت کیلئے قادیان میں پولیس بھیجو۔

اور اگر مذکورہ بالا الہام خدا کی طرف سے ہوتے، تو آپ گورنمنٹ کے آگے ہاتھ نہ جوڑتے جیسا کہ عبداللہ آتھم پر الزام خلاف واقعہ کی علت سے نالش نہ کرنے کی وجہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۰۔۲۱ میں یہ بیان کی ہے

> . جس حالت میں آسمانی عدالت سے ہمیں یقین دلایا گیا تھا کہ عبداللہ آتھم عنقریب آسمانی وارنٹ سے گرفتار کیا جائے گا۔ تو پھر ہمیں کون سی ضرورت پیش آئی تھی کہ انگریزوں کی عدالت کے دروازہ پر اپنے تئیں سرگرداں کرتے۔

آپ کے اس قول کی رو سے آپ کی درخواست حفاظت اور گورنمنٹ کی جھوٹی خوش آمد پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ جس حالت میں خدا نے الہامات مذکورہ بالا میں آپکو حفاظت کا وعدہ دیدیا تھا، بلکہ آپکے وجود کے ذریعہ اور طفیل سے گورنمنٹ کو حفاظت کا وعدہ دیدیا تھا، تو پھر آپ گورنمنٹ کے دروازہ پر کیوں سرگردان ہوئے اور کیوں ہاتھ جوڑے؟

آیت حفاظت واللہ یعصمک من الناس جسکے اپنے حق میں نزول کا مرزا صاحب کو دعوی ہے، جب آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اس باڈی گارڈ کو جو آپ ﷺ پیشتر رکھوایا کرتے تھے، اٹھوا دیا۔ اور صاف فرما دیا کہ تم سب اٹھ جاؤ، خدا نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔ مگر مرزا صاحب نے اسکے برعکس اس آیت کے نزول اور دیگر بشارات و الہامات حفاظت کے نزول کے بعد گورنمنٹ سے اپنی حفاظت کیلئے پہرہ کا سوال کیا۔ اور جب گورنمنٹ نے اس سوال کو لغو اور فضول سمجھ کر قبول نہ کیا تو آپ نے

اپنے وظیفہ خواروں سے پہرہ مقرر کر دیا جو رات دن آپ کی حفاظت کرتے ہیں ۔ یہ امر صاف اور قطعی دلیل اس امر پر ہے کہ وہ الہامات نہیں محض ڈھکوسلہ اور من گھڑت ہیں ۔

الہام عریضہ میں یہ بھی آپ نے گورنمنٹ کو جتایا ہے کہ جس قدر گورنمنٹ کو فتوحات ہوئے ہیں ، میرے ہی طفیل سے نصیب ہوئے اور میں اس سلطنت کیلئے بمنزلہ حرز ہوں اور جب تک اس سلطنت میں ہوں ، اسے تکالیف سے امن رہے گا ۔ اس پر ہم حکومت کو صلاح دیتے ہیں کہ وہ مرزا صاحب کی ایسی حفاظت کرے جیسی اپنی جان کی کر رہی ہے ۔ کسی مفسدہ کے خوف سے ان کو اپنی حدود سے خارج کرنے کا کبھی اور ہرگز قصد نہ کرے ۔ جب یہ برٹش سلطنت سے نکالے جائیں گے تو پھر گورنمنٹ کی بھی خیر نہ ہو گی ۔

گورنمنٹ خیر چاہتی ہے تو اس ناقة الله کو حفاظت سے رکھے ...بہتر تو یہ ہے کہ ان کو لاہور یا شملہ یا کلکتہ کے گورنمنٹ ہاؤس کے ایک کمرہ میں مقفل رکھے ۔ یہ نہ ہو سکے تو قادیان میں آپ کی حفاظت و نگرانی کے لئے پولیس مقرر کر دے ۔ اور جب کسی ملک کے الحاق یا اس پر چڑھائی کرنے کا قصد کرے تو بجائے لشکر کے صرف آپ سے دعا کرا لیا کرے ۔ مگر آپ کے اس الہام پر ایک شبہ گذرتا ہے کہ آپ کا سلسلہ الہامات و برکات پچیس برس سے جاری ہے پھر اس عرصہ میں ایک دفعہ سلطنت کابل ، گورنمنٹ انگریزی کے ہاتھ سے کیوں نکل گئی ؟ اور حال ہی میں سرکو گناری کے نائب اور اعلیٰ افسر کابل میں کیوں قتل ہوئے ؟ آپ نے اس کے بچ جانے اور گورنمنٹ کے ہاتھ سے اس سلطنت کے نکل نہ جانے کیلئے کیوں دعا نہ کی ؟ سابق امیر کابل یعقوب خان نے کچھ چٹا دیا تھا یا اس وقت الہام کا قبض تھا ؟ اس کا جواب شافی نہ دیں تو پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ گورنمنٹ آپ سے کیا سلوک کرے ۔ کیونکہ یہ ایک پولیٹکل سوال ہے اور ہم پالیٹکس میں کم دخل رکھتے ہیں ۔ مگر گورنمنٹ کو یہ مشورہ دیتے کہ مرزا صاحب کو ایسے الہامات کے ارزاں کرنے اور عام لوگوں کی نسبت الہام بازی کرنے سے روک دے ۔ اور اس نعمت کبریٰ کو اپنے ہی لئے ریزروڈ (محفوظ) کر دے ۔ (اشاعة السنة جلد ۱۸ نمبر ۳ ۔ ص ۷۹ تا ۸۴)

و صلى الله على نبينا محمد و على آله و اصحابه اجمعين ۔

کتابیات

قرآن مجید، کتب احادیث و تفاسیر اور اناجیل اربعہ کے علاوہ درج ذیل کتب و رسائل سے مدد لی گئی ہے

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔۲۔اگست ۱۹۴۰ء

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔۱۶۔اگست ۱۹۴۰ء

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۲

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۱۳

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۱۴

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۱۵

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۱۸

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۱

شحنہ ہند میرٹھ۔ہفتہ وار ضمیمہ۔ ۱۹۰۳ء

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ از الیاس برنی

ثبوت حاضر ہیں۔از متین خالد۔ حیاۃ طیبہ۔از عبدالقادر قادیانی

سیرۃ المہدی۔از مرزا بشیر احمد

اور مرزا غلام احمد کی درج ذیل کتابیں

براہین احمدیہ، فتح اسلام ,توضیح المرام، ازالہ اوہام ، مباحثۃ الحق لدھیانہ، اربعین نمبر۳ ، اتمام الحجہ، دافع البلاء شہادۃ القرآن ، انجام آتھم ، نور الحق ، کتاب البریہ، تریاق القلوب ، نزول المسیح ۔ضرورۃ لاامام،معیار المذاہب ، مواہب الرحمان ، فریاد درد ،لیکچر سیالکوٹ ،لیکچر لاہور، لیکچر لدھیانہ، تحفہ قیصریہ، دافع الوساوس، کشتی نوح، حقیقۃ الوحی۔

مکتوبات احمد یہ جلد چہارم، مجموعہ اشتہارات (مرزا)، تذکرہ (مجموعہ الہامات مرزا)

تبصرے اور تقریضات

☆ تحریک ختم نبوت حصہ اول میں اظہار تشکر کے عنوان سے حضرت مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی لکھتے ہیں

جمعیت اہل حدیث برطانیہ تاریخ تحریک ختم نبوت پر یہ کتاب شائع کر کے اپنے اکابرین کے ان کارناموں کو اجاگر کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے جسے اپنی جماعت کی بے حسی اور دیگر جماعتوں کے پروپیگنڈے نے لوگوں کی نظروں سے اوجھل کر دیا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ کام بہت پہلے ہو جاتا لیکن ہندو پاک کی اہل حدیث تنظیموں نے اس طرف کما حقہ توجہ نہیں دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تحریک ختم نبوت کے آغاز اور اس کے ارتقائی مراحل میں کام کرنے کا سہرا دیگر مکاتیب فکر نے اپنے اکابرین کے سر باندھ دیا..حالانکہ ان مراحل میں اہل حدیث علماء ہی کا حصہ سب سے زیادہ ہے.. ہم اہل حدیث علماء کی خدمات کو منظر عام پر لانے والی اس کتاب کی اشاعت پر اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے اس خدمت کا اعزاز برطانیہ کی جمعیت اہل حدیث کو بخشا۔

ہم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ہندوستان پاکستان اور برطانیہ کے کتب خانوں سے علمی موتی چن کر انہیں ایک تسبیح میں پرو دیا ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں بڑی محنت سے وہ تمام کتب حاصل کی ہیں جن کی اس موضوع پر لکھنے والے کو ضرورت محسوس ہو سکتی ہے.. حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع پر جنون کی حد تک کام کر کے وہ قرضہ ادا کر دیا ہے جو اکابرین کا جماعت اہل حدیث کے ذمہ تھا۔ انہوں نے اس علمی تشنگی کو بھی دور کر دیا ہے جسے جماعت کا ہر فرد محسوس کرتا تھا اور جماعت کا ہر فرد اس بات پر ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں قدامت اہل حدیث، برصغیر میں اہل حدیث کی خدمات اور تحریک اہل حدیث کے اثرات جیسے موضوعات پر کام کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

ثناء اللہ سیالکوٹی۔ نائب امیر جمعیت اہل حدیث برطانیہ

☆ مورخ شہیر جناب مخدوم محمد اسحاق بھٹی صاحب تحریک ختم نبوت حصہ اول میں حرفے چند کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں

مرزائیت سے متعلق اہل حدیث کی بہت سی اولیات ہیں جو ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہیں۔ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی زیرنظر کتاب بھی ان اولیات میں شامل ہے۔ اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات بھی معرض تحریر میں آ گئے ہیں اور تحریک ختم نبوت کا پورا پس منظر بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ پھر فتوائے تکفیر کے بعد جن حضرات نے اس تحریک میں حصہ لیا اور اس موضوع پر کتابیں لکھیں، ایک خاص تاریخی ترتیب سے ان کی سرگرمیوں کی وضاحت کردی گئی ہے۔ کتاب کی زبان نہائت عمدہ اور اسلوب بیان انتہائی دل کش۔ ہر بات باحوالہ لکھی گئی ہے۔ کتاب کی یہ پہلی جلد ہے۔ اس دور میں جن حضرات نے، جس انداز میں اس تحریک میں حصہ لیا، ان سب کا تذکرہ اس میں آ گیا ہے۔ علمائے احناف میں مولانا رشید احمد گنگوہی، علمائے لدھیانہ اور دیگر حضرات شامل کتاب ہیں۔

کتاب کے فاضل مصنف جماعت اہل حدیث کے ایک مشہور مقرر وخطیب کے صاحب زادے ہیں۔ بہاء الدین ان کا قلمی نام ہے۔ انہوں نے جس خوب صورتی سے اس خشک موضوع کو دلچسپ اسلوب میں بیان کیا ہے، اور حوالوں کی تلاش میں جو محنت کی ہے، اس پر قارئین کی طرف سے وہ بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اب کتاب کی دوسری جلد کا شدت سے انتظار ہے، ہمیں یقین ہے، دوسری جلد میں بھی یہ انداز برقرار رہے گا اور فاضل مصنف اسی اسلوب میں باحوالہ اپنا سفر تحریر طے کریں گے۔ دعا ہے اللہ تعالی مصنف کو صحت و عافیت سے رکھے اور انہوں نے جو بہترین سلسلہ شروع کیا ہے وہ بحسن وخوبی پایہ تکمیل کو پہنچے۔ آمین

محمد اسحاق بھٹی۔ اسلامیہ کالونی ساندہ لاہور۔ ۳۔ مئی ۲۰۰۱ء

☆ تحریک ختم نبوت حصہ اول، طبع دوم کے عرض ناشر میں حافظ شکیل احمد میرٹھی لکھتے ہیں

گذشتہ کافی دنوں سے ہند و پاک کے کچھ متعصب دیو بندی مقلدین علماء کی طرف سے اہل حدیث جماعت کے خلاف جو تحریریں آرہی ہیں ان میں یہ پرو پیگنڈہ بھی کیا جا رہا ہے کہ یہ (غیر مقلدین) قادیانیوں کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں، ان کو کافر نہیں مانتے اور قادیانی فرقہ غیر مقلدین سے نکلا ہے وغیرہ۔ حالانکہ مرزا غلام احمد قادیانی نبوت کا دعوی کرنے سے پہلے حنفی تھا اور نبوت کے دعوی کے بعد بھی عملاً حنفی رہا اور حنفی مسلک پر چلنے کی تعلیم و تاکید بھی اپنے ماننے والوں کو کرتا رہا۔

زیر اشاعت کتاب تحریک ختم نبوت ہمارے محترم جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کی ترتیب ہے جسے موصوف نے مختلف رسائل و مجلّات اور کتب سے اخذ کر کے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک دھاگے میں پرو دیا ہے۔ یہ کتاب ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے جس میں فاضل مرتب نے ۱۸۹۱ء تا ۱۸۹۶ء کے درمیان قادیانی فتنہ کے خلاف اہل حدیث علماء کی مساعی کا ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب محترم تمام اہل حق کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالی موصوف کو اجر عظیم سے نوازے اور دین متین کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عنائت فرمائے۔ خوشی و مسرت کی بات یہ بھی ہے کہ ہندوستان میں پہلی بار اس کتاب کی اشاعت کا شرف ادارہ اشاعۃ السنۃ دہلی کو حاصل ہو رہا ہے۔ اشاعۃ السنہ دہلی ڈاکٹر صاحب کا شکر گزار ہے کہ موصوف نے ادارہ کو اس کتاب کی طباعت کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی۔ ہماری دعا ہے کہ رب العالمین اس کتاب کے ذریعہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور مرتب و ناشر کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ و صلی اللہ علی النبی

شکیل احمد میرٹھی۔ مدیر ادارہ اشاعۃ السنۃ دہلی۔ ۳۱ جنوری ۲۰۰۴ء

☆ حضرت مولانا ثناءاللہ سیالکوٹی امیر جمعیت اہل حدیث برطانیہ، تحریک ختم نبوت جلد دوم، مطبوعہ ادارہ اشاعۃ السنۃ دہلی، پر یوں تبصرہ کناں ہیں

ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم میں تقریباً دس سال قبل تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی نگارشات کا سلسلہ شروع ہوا جو کئی سال تک جاری رہا۔ جب اسے کتابی شکل میں ڈھالنے کا عمل شروع ہوا تو چار سال قبل تحریک ختم نبوت حصہ اول (۱۸۹۱ء سے ۱۸۹۶ءتک) منظر عام پر آئی جسے جمعیت اہل حدیث برطانیہ نے مکتبہ قدوسیہ لاہور سے شائع کرایا۔ اس کتاب کو بعد میں ادارہ اشاعۃ السنہ دہلی نے بھی شائع کیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے کتاب کا دوسرا حصہ مرتب کیا جو اپریل ۲۰۰۵ء میں دہلی سے شائع ہوا۔

ڈاکٹر صاحب نے بڑی عرق ریزی سے مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی اور ان کے معاصرین کی تحریروں اور گزشتہ صدی کے اوائل کے اخبارات و رسائل سے جمع کر کے ۱۸۹۷ء سے ۱۹۰۵ءتک تحریک کی تاریخ بیان کی ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا ہے کہ مرزا غلام احمد نے اس دور میں کون کون سے دعوے اور کیا کیا پیش گوئیاں کیں۔ اور اپنے مشن کی خاطر اپنے مریدوں کی مدد سے کیا کچھ کیا۔ نیز انہوں نے بتایا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کی مساعی کا توڑ کن کن بزرگوں نے کس کس انداز میں کیا...۔

ڈاکٹر صاحب نے شخصیات کے تذکرہ میں چند ایسی باتوں کا انکشاف بھی کیا جن سے ان شخصیات کے نظریات کا پتہ بھی چلتا ہے جیسا کہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا کہ ان کی شخصیت دیو بندی اور بریلوی حد بندیوں سے آزاد تھی۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے سوانح نگار مولوی فیض احمد ((مہر منیر۔ص ۱۴۲) لکھتے ہیں

دیو بندی، بریلوی اور دیگر اسلامی مکاتب فکر کے اختلافی مسائل پر آپ اپنا مسلک تحریر و تقریر اور تالیفات کے ذریعہ برابر واضح فرماتے رہے۔ اگرچہ فروعی مسائل میں اختلاف کی بنا پر ان کی باہمی کشمکش آپ کو ناپسند رہی۔ تاہم فریقین کی حق بات کو ہمیشہ سراہا۔

ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کے متعلق فرماتے تھے، ان کے متبحر عالم اور خادم دین ہونے میں کلام نہیں مگر بعض اجتماعی مسائل میں رعایت توحید کے زعم میں تشدد اختیار کر گئے ہیں۔

آ گے چل کر ڈاکٹر صاحب نے پیر صاحب کے بارے میں لکھا کہ

وہ نہ بریلوی تھے، نہ بریلوی مدرسہ سے فارغ، نہ مولانا احمد رضا خان کے شاگرد تھے، نہ ہی ان سے متاثر تھے، نہ ان دونوں کی کبھی ملاقات ہوئی، نہ پیر صاحب کبھی بریلی گئے، نہ مولانا احمد رضا خاں گولڑہ تشریف لائے۔ پیر صاحب خود صاحب مشرب تھے۔

ڈاکٹر صاحب کا انداز بعض مقامات پر بڑا دل چسپ ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کے علم کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے کتاب ہذا کے صفحہ ۵۰ پر لکھتے ہیں کہ

مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ کی پانچ جلدوں کو پچاس کے برابر قرار دے دیا تھا کہ ۵، اور ۵۰ میں ایک صفر ہی کا تو فرق ہے۔ یہ دراصل ان کی سادگی تھی، کیونکہ وہ اس دس ہزار روپئہ کو جو انھوں نے مسلمانوں سے براہین احمدیہ کے لئے پیشگی وصول کیا تھا، یہ کہہ کر بڑی آسانی سے ہضم کر سکتے تھے، کہ مسلمانوں کو اتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے، میں نے تو ایک ہی روپئہ کھایا ہے۔ ۱ (ایک) روپئہ اور ۱۰۰۰۰ (دس ہزار) روپئہ میں چار صفروں ہی کا تو فرق ہے۔ اور صفریں جتنی بھی ہوں ان کا حاصل جمع صفر ہی ہوتا ہے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ جنوری ۲۰۰۶ء)

☆ حضرت مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی اڈیٹر جریدہ ترجمان، تحریک ختم نبوت پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فتنہ قادیانیت دور استعمار کا ایک عظیم فتنہ تھا۔ اس فتنہ نے جہاں بہت سے اہل ایمان کو شک وشبہ میں مبتلاء کیا، وہیں بے انتہاء قوت وصلاحیت ضائع کی۔ ایسے وقت میں جو اسلام کے لئے انتہائی نازک وقت تھا، علماء اسلام کے ایک گروہ کو اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے بڑے بڑے مصائب کو جھیلنا پڑا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اللہ نے جس پر اپنی رحمتیں نچھاور کیں اس کو اس فتنہ کی بیخ کنی کے لئے آخر دم تک پر ہمت رکھا۔ ہندوستان سے استعمار کے خاتمہ کے ساتھ ہی اس فتنہ کا زور بھی ٹوٹا اور علمائے وقت کی محنتیں بھی کارگر ثابت ہوئیں۔ اگر اس وقت عمل استعمار کے مکروفریب سے ڈرکر علماء حق مداہنت سے کام لیتے تو اس میں شک نہیں ہندوستانی مسلمانوں کے لئے یہ ایک عظیم اور کربناک سانحہ ہوتا۔

یہ فتنہ اگرچہ اہل علم کے یہاں اب زیادہ قابل اعتنا نہیں سمجھا جاتا، اسی لئے اس طرف توجہ کم ہورہی ہے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس نے آج بہت ساری شکلیں اختیار کر رکھی ہیں اور گمراہ کرنے کے لئے وہ سارے ہتھکنڈے اپنا رکھے ہیں جو عیسائی مشنریاں اپناتی ہیں۔ ہندو پاک کے ان علاقوں میں جن میں غربت وجہالت ہے، قادیانی مبلغوں نے ان کو اپنا نشانہ بنا رکھا ہے اور ہر طرح کی ترغیبات سے مسلمانوں کو مرتد بنا رہے ہیں۔ آج اس کا فتنہ بہار، آسام، اڑیسہ، جھارکھنڈ، پنجاب، ہریانہ اور شمالی ریاستوں میں پورے مکروفریب کے ساتھ جاری ہے۔ والعیاذ باللہ

ماضی میں جب اس فتنہ نے سر ابھارا تو علماء حق بلا امتیاز مسلک ومشرب اس کی سرکوبی میں لگ گئے تھے۔ اگرچہ ہر میدان میں جس نے اس کے بانی کو ناکوں چنے چبوائے وہ علمائے اہل حدیث ہی تھے۔ مگر آج جب تاریخ لکھنے کا وقت آیا تو تاریخ لکھی نہیں بنائی جا رہی ہے۔ اور ایک طبقہ پوری ڈھٹائی اور بے شرمی سے انہی علماء کو جو ہر وقت بانی فتنہ کو ہر میدان میں شکست پر شکست دیتے رہے، قادیانیت کے ساتھ ساز باز کا مجرم گردانتا ہے۔ یہ باتیں جس تسلسل کے ساتھ کہی گئیں ان سے بہت سے اہل علم اور واقف کاران احوال کو دکھ پہنچا اور اس کا درد انہوں نے وقتاً فوقتاً ظاہر بھی کیا۔ لیکن ظاہر ہے شکوہ وشکایت سے نہ کبھی مسائل حل ہوئے ہیں اور نہ اب ہو سکتے ہیں، اس کا معقول جواب یہی تھا کہ تاریخی

دستاویزات کے حوالے سے اس جھوٹے پروپیگنڈے کو باطل کیا جائے۔ اللہ جزائے خیر عطا فرمائے ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ وتولاہ کو کہ انہوں نے یہ عظیم ذمہ داری نبھانے کا ارادہ فرمایا اور اس کے لئے ہزاروں لاکھوں صفحات کھنگال کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔ اس سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ انہوں نے تحریک ختم نبوت کے شہسواروں کے ساتھ کوئی حق تلفی نہیں کی اور اس بارے میں کسی تعصب کا شکار نہیں ہوئے۔ زبان و بیان اسلوب ولہجہ ہر اعتبار سے کتاب کو معتبر بنا دیا ہے، ہمیں یقین ہے کہ کوئی بھی حق پسند ڈاکٹر صاحب کی محنت اور لیاقت، شرافت و دیانت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ پائے گا۔

ہمارے بعض بھائی اہل حدیث سے بلا وجہ کی دشمنی کے نتیجہ میں جو کچھ افتراءات اور بہتانات تراشتے ہیں، ان افتراءات کو جس خوبصورت معقول اور تاریخی شواہد سے باطل کیا ہے وہ ڈاکٹر صاحب ہی کا حصہ ہے۔ ورنہ ایسے مواقع پر بڑے بڑوں کے قلم شدت ریز ہو جاتے ہیں۔ یہ کتاب تحریک ختم نبوت مکمل تین حصوں پر مشتمل ہے اور بلا مبالغہ لاکھوں صفحات سے بے نیاز اور بیسیوں کتابوں سے مستغنی کرنے والی ہے۔ کتاب ہر اعتبار سے مفید کارآمد اور لائق مطالعہ ہے۔ جو لوگ قادیانیت کے تعلق سے خالی الذہن ہیں یا اس بارے میں تفصیلی معلومات کے خواہاں ہیں تحریک ختم نبوت کے مالہ وما علیہ سے معتبر حوالوں کے ذریعہ واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ حضرات اس کتاب کو آج ہی خریدیں۔

علماء طلباء دعاۃ ومبلغین کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ ہمیں امید ہے کہ علمی حلقوں کی طرف سے کتاب کی کما حقہ پذیرائی کی جائے گی اور اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ ادارہ اشاعت السنہ، ومکتبہ ترجمان اس عمدہ اور بے حد ضروری پیش کش پر اہل علم سے مبارک باد کے مستحق ہے۔ کتاب کے مؤلف کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے دوسرے اڈیشن میں متعدد فہرستوں کے اضافے کے ساتھ ساتھ مرزا کے حالات زندگی کی تفصیلات اور تاج برطانیہ سے اس کی وفاداری اور مسلم مسائل سے بے زاری پر سیر حاصل تبصرہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ مولوی عبداللہ معمارؒ کی کتاب محمدیہ پاکٹ بک اور تحریک ختم نبوت از ڈاکٹر بہاء الدین اگر کسی کے پاس ہوں تو اس کو کسی اور کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔ (جریدہ ترجمان۔ دہلی ۱۶۔۳۱ مارچ ۲۰۰۶ء)

☆ تحریک ختم نبوت جلد سوم کی دسمبر ۲۰۰۵ء میں دہلی سے اشاعت کے موقع پر کلمۃ الناشر کے عنوان سے مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند کے ناظم اعلی حضرت مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے لکھا تھا۔

جماعت وعلماء اہل حدیث ہند کی متنوع اور گوناگوں خدمات جس قدر وسیع وعظیم ہیں، اسی قدر اس کی تدوین وتحریر کا کام بھی ہونا چاہیے تھا، مگر افسوس کہ غیروں نے تاریخ سازی کر لی مگر ہم چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی اپنی مہتم بالشان اور بے مثال داستانوں کو جو تاریخ کی عظیم امانت اور لازوال کارنامہ ہے، یکجا طور پر مدون نہ کر سکے۔ مرورایام کے ساتھ منظّم طور پر سینوں سے سفینوں کی طرف منتقل نہ ہونے اور قرطاس وقلم کے حوالہ نہ ہونے کی وجہ سے بعض حقائق دست برد زمانہ کا شکار ہو گئے اور بعضے زمانہ کی چیرہ دستیوں اور اغیار کی عیاریوں اور چالاکیوں نیز تاریخ سازیوں کے ساتھ قلب حقائق کے ماہرین کی ہوس یریدو ن ان یحمدوا بما لم یفعلوا کا شکار ہو گئے۔ اب ہمیں یہ کہنا مشکل ہے کہ ہم سے جو کوتاہی اور غفلت ہوئی ہے ان زریں کارناموں اور اسلاف کی بے مثال خدمات کے تئیں وہ بڑا گناہ ہے یا غیروں کے غلط پروپیگنڈہ اور تاریخ سازیوں کا شاخسانہ کھڑا کرنا بڑا جرم ہے

الغرض ان ہر دو نقائص کے دور کرنے اور تلافی مافات کے لئے جو کچھ بھی کیا جائے وہ عظیم خسارے کا بدل بھلے ہی پورے طور پر نہ ہو، لیکن ان ہر دو محاذوں پر جس قدر کوشش صرف کی جائے بسا غنیمت ہی نہیں ہمارے فرائض میں داخل ہے۔ اور اس مد میں جو کچھ جہاں کہیں سے بھی ہو جائے اسے بڑا اور اہم کارنامہ مانتے ہوئے اس کی قدردانی ہونی چاہیے۔ اس کی تشجیع اور ہر ممکنہ وسائل سے اس کی تائید وتوثیق ہو اور اس کی ترویج واشاعت اور تعمیم کا بیڑا حتی المقدور اٹھانا چاہیے۔

ہمیں خوشی ومسرت ہے کہ جماعت کے علماء وفضلاء میں آج بھی ایسے غیور اہل قلم وزبان موجود ہیں جو تاریخ کے بکھرے اوراق اور نایاب ہوتے صفحات کو منصۂ شہود پر لانے کی ٹھانے ہوئے ہیں، اور ہزاروں صفحات کی ورق گردانی کر کے تاریخ کی کڑیوں کو جہاں جوڑتے نظر آ رہے ہیں، وہیں اس قصہ پارینہ کی بازخوانی کی دعوت عمل دے رہے

ہیں۔انہوں نے سمندر کی گہرائیوں کو ناپا ہے۔اور اس سے لعل و گہر ڈھونڈ نکالنے میں کامیابی حاصل کی ہے کیونکہ جویندہ یابندہ۔

انہی اصحاب دانش و بینش اور غیور و با بصیرت اور رمز شناس تاریخ میں سے ایک ذات عمدہ صفات ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کی بھی ہے جنہوں نے اس پوری تاریخ کو یہی نہیں کہ کھنگھال ڈالا ہے اور دور غلامی کے غلامان زرخرید کی جہاں حقیقت آشکارا کیا ہے، وہیں ان غلاموں کے حواریوں، ان کے پشت پناہوں اور دیگر طالع آزماؤں کی قلعی کھول کر ان کی ابن الوقتیوں اور تاریخ سازیوں کی پول بھی کھول کے رکھ دی ہے۔اور خود مرزا غلام غلام احمد قادیانی اور ان کی امت کی تحریروں سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس فتنہ وقت کے سد باب کے لئے اس میدان میں تن تنہا علماء اہل حدیث ہی تھے۔

والفضل ما شهدت به الاعداء

مرزا غلام احمد قادیانی استعمار کی پیداوار ہیں اور استعمار کے پیدا کئے ہوئے فتنوں اور سازشوں میں سے ایک دیرپا اور مؤثر دسیسہ کاری کے طور پر اب تک مغرب اس کے چیلوں سے کام لے رہا ہے۔اس ضمن میں اس فتنہ کے سد باب کے لئے جس طرح ماضی میں علماء اہل حدیث نے استعمار کا بھرپور مقابلہ کیا اور جدوجہد اور جہاد کا علم بلند کئے رکھا، اسی طرح اس ولید الاستعمار قادیانیت کا بھی قلع قمع کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ اس میدان کے تن تنہا شہسوار تھے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

قادیان کے جھوٹے نبی، دروغ گو مہدی اور انگریز کا کاشت کیا ہوا، جو لوگوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرنے کے لئے نہیں اپنی نحوست سے صرف مارنے کے لئے آیا تھا، کا فتنہ اتنا منہ زور تھا کہ اس کو لگام لگانے والا کوئی نظر نہیں آتا تھا۔مگر بھلا کرے اللہ تعالی ان مردان عالی مقام اور اولوالعزمان وقت کا جنہوں نے جھوٹے نبی مرزا غلام احمد کو اس کے گھر پہنچا کر دم لیا اور اس وقت تک چین نہ لیا جب تک اس کو کیفر کردار تک نہ پہنچا دیا اور صادق کی زندگی میں کاذب کی ہلاکت نہ ہوگئی۔مرزا غلام احمد قادیانی بڑے جلد باز واقع ہوئے تھے ادنی ادنی سی ذاتی خودغرضیوں سے مجبور ہوکر بڑے بڑے دعوی کر بیٹھتے جو ان کے دام تزویر میں نہ پھنستا، بلکہ ٹکا سا جواب دے دیتا، اسے دھمکاتے اور مرجانے کی پیشین گوئی کرتے اور

مار دینے کی دھمکی دیتے۔ گویا مسیح زمان برعکس نام نہاد زنگی کافور کے مصداق

زندوں کو مارنے کو مسیح زماں ہوئے

اس کی اس حقیقت کو علمائے اہل حدیث نے خوب آشکارا کیا۔ علماء اہل حدیث کی خدمات اس سلسلے میں اتنی عظیم الشان ہیں کہ اس کا انکار کوئی بھی انصاف پسند نہیں کرسکتا۔ ..انہوں نے کذاب و دجال نبی کی دروغ گوئی اور دعوائے نبوت کا پول کھول کر تحریک ختم نبوت کی ایک سنہری تاریخ رقم کردی اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

ادھر کچھ دنوں سے کچھ حضرات قلب ماہیت اور مسخ حقائق پر اترے ہوئے ہیں۔ یہی نہیں کہ وہ تاریخ سازی کے ذریعہ اپنے حلقہ کو اس تحریک کا رواح رواں ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں بلکہ اہل حدیث پر یہ الزام بھی دھرنے لگے ہیں کہ انہوں نے قادیانیت کے خلاف کچھ نہ کیا، بلکہ مرزا غلام احمد انہی میں سے پیدا ہوا تھا۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ ایسے میں ضرورت تھی کہ کوئی صاحب قلم مورخ اٹھتا اور تحریک ختم نبوت اور اس کے سپوتوں کی حقیقی تاریخ مرتب کردیتا۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ کام دیر آید درست آید کے طور پر ہورہا ہے

زیر نظر کتاب تحریک ختم نبوت، جس کا تیسرا جزء بھی اسی سلسلہ تحریک ختم نبوت اور اس میں علماء اہل حدیث کی خدمات لازوال اور عظیم کارناموں کا ذکر خیر ہے جو ایک بے لاگ و بابصیرت صاحب قلم محترم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کی انتھک کوششوں، ذوق مطالعہ، وسعت معلومات، مخلصانہ جد و جہد اور کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہی ہے۔ اللہ تعالی اس کے ذریعہ اس فتنہ کا سد باب فرمائے اور مؤلف، ناشر، اور تمام معاونین و قاری حضرات کے لئے نفع بخش بنائے۔ آمین۔ اور متحدہ طور پر ارتدادی مہم کو روکنے کی توفیق ارزانی کرے۔

اصغر علی امام مہدی سلفی

ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔ دہلی

۱۲۔ ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ۔ ۱۵ دسمبر ۲۰۰۵ء

مکتبہ قدوسیہ

تحریکِ ختمِ نبوّت

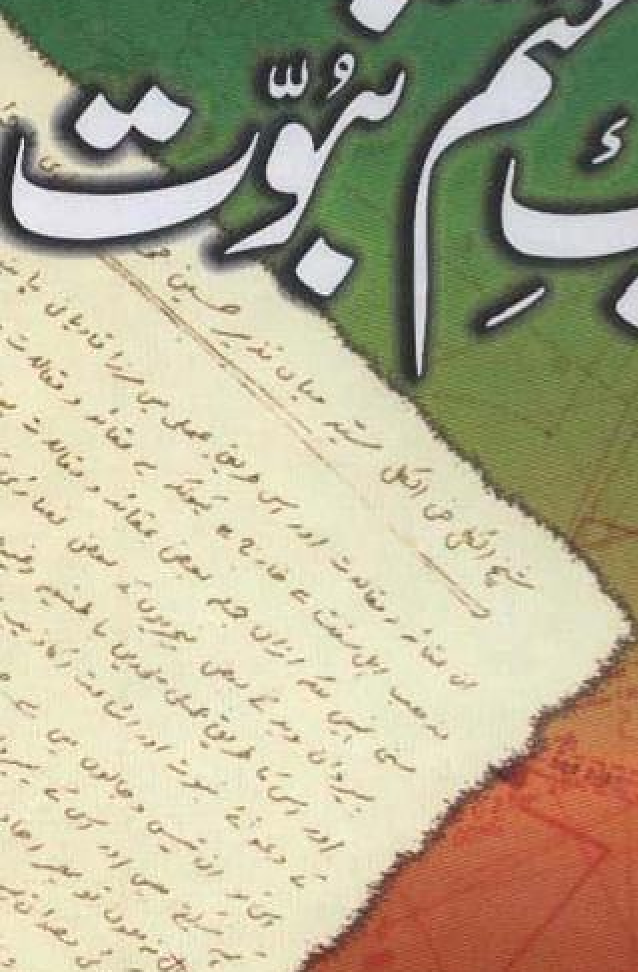

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انّه من سلیمان و انّه بسم اللّٰه الرّحمن الرّحیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء

حصہ پنجم

محمد بہاء الدین

مکتبہ قدوسیہ لاہور

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ پنجم
مؤلف	محمد بہاء الدین
صفحات	۵۱۰
سنہ طباعت	۲۰۰۷ء
زیر اہتمام	مکتبہ قدوسیہ۔ لاہور

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر

حرف آغاز

الحمد للہ و الصلوۃ و السلام علی خاتم النبیین محمد آخر رسول ربّ العالمین و علی آلہ و صحبہ اجمعین و بعد:

۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۲ء کے عرصہ کی تحریک تحفظ ختم نبوت کی تاریخ کے سلسلے کی پانچویں جلد ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے۔ اس میں شامل بہت سا مواد مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی مختلف جلدوں سے بہ تفصیل ذیل نقل کیا گیا ہے۔

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ نمبر یکم تا ہشتم بابت ۱۳۰۹ھ ۔ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء (جو غالباً اپریل۔ مئی ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئے تھے) کے صفحات ۴۱ تا ۱۶۱ پر اعاذہ رحمانی ردّ وساوس قادیانی (نمبراول) کے عنوان سے مولانا بٹالوی کا ایک طویل مقالہ شائع ہوا جو مرزا غلام احمد قادیانی کی مشہور کتاب دافع الوساوس کے ردّ میں ہے۔ اس مقالے کو ایڈٹ کر کے مختلف عنوانات کے تحت نقل کیا گیا ہے۔

اشاعۃ السنۃ جلد ۱۶ کے یکم تا ششم شماروں میں ردقادیانیت پر مولانا بٹالوی کے درج ذیل مقالات شائع ہوئے:

۱۔ اشاعۃ السنہ کی کیفیت سالانہ اور ایک غنیم دشمن اسلام (قادیانی) پر اس کی فتح یابی کا شکرانہ ۲۔ لعنت اللہ علی الکاذبین ۔ ۳۔ تکملہ مضمون لعنت اللہ علی الکاذبین ۔ ۴۔ حرام زادہ سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب ۔ ۵۔ فرضی زوجہ قادیانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر قادیانی کی راست بیانی۔

مضمون نمبر ایک تا تین کو بالترتیب پیشگوئی متعلقہ آتھم کی تکذیب، اشتہارات بابت انجام آتھم، اخبارات بر انجام آتھم، اور تجزیہ عذرات بابت انجام آتھم کے عنوانات

سے ، اور مضمون نمبر ۴ کو حلال زادہ کے عنوان سے اور مضمون نمبر ۵ کو سلطان محمد کی حیات و موت کے عنوان سے تلخیص واختصار کے ساتھ ہدیہ قارئین کیا ہے۔

☆ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ کے نمبر یکم تا سوم میں مولانا بٹالوی کا مقالہ، الہامی قاتل مرزا غلام احمد، شائع ہوا۔ اس گراں قدر مقالے کو تلخیص واختصار کے ساتھ لیکھ رام کی موت، قادیانی بٹالوی مراسلت، جواب قسم ومباہلہ، رسالہ مباہلہ کا جواب، رسالہ عربی مکتوب کا جواب، اور ضمیمہ انجام آتھم کا جواب، کے عنوانات سے شامل کتاب کیا ہے۔

☆ ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۲۰ سے مولانا بٹالویؒ کے مقالات طاعون اور اس کے اسباب ، اور زلزلہ اور اس کے اسباب ، ملخصاً نقل کیئے گئے ہیں ۔ یہ جلد غالباً ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی تھی ۔

ان کے علاوہ مولانا احمد حسن شوکت کے شحنہ ہند میرٹھ (۱۹۰۳۔۱۹۰۴ء) اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر سے چند مضامین نقل ہوئے ہیں ۔

اور بحیثیت مجموعی زیر نظر حصہ کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات موسومہ

براہین احمدیہ، ازالہ اوہام، دافع الوساوس (آئینہ کمالات اسلام)، انوار الاسلام، فتح اسلام، انجام آتھم، ضمیمہ انجام آتھم، مکتوب عربی، رسالہ قسم ومباہلہ، برکات الدعاء، کشتی نوح ، دافع البلاء، مواہب الرحمٰن، وغیرہ ۔ اور انکے اشتہارات موسومہ

سبز اشتہار، اشتہار طاعون ۶ فروری ۱۸۹۸، اشتہار جلسہ طاعون اپریل ۱۸۹۸ء، اشتہار الوصیت ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء، اشتہار الدعوت ۔ ۵ ۔ اپریل ۱۹۰۵ء، اشتہار الانذار ۔ ۸۔۹ اپریل ۱۹۰۵ء ۔ النداء من وحی السماء ۲۱ ۔ اپریل ۱۹۰۵ء، زلزلے کی خبر بار سوم ۔ ۲۹ ۔ اپریل ۱۹۰۵ء، اشتہار ضروری گذارش گورنمنٹ ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء، وغیرہ ۔

اور مرزا صاحب کی پیش گوئی در بارہ محمدی بیگم، سلطان احمد، عبداللہ آتھم، بشیر عمانوایل، بٹالوی، لیکھ رام، طاعون، اور زلزلہ کا رد وابطال ہے ۔

جناب بٹالوی کی تحریروں کے علاوہ تحریک ختم نبوت کے بعض دیگر کارکنوں مثل منشی سعد اللہ لدھیانوی ، مولانا احمد حسن میرٹھی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالحق سرہندی، میاں امام الدین لاہوری، جناب اخگر امرتسری، جناب رعنا لاہوری، جناب احمد دین کلرک انکم ٹیکس سیالکوٹ، جناب ملا محمد بخش مالک اخبار جعفر زٹلی وغیرہ کی تحریریں پیش

ہوئی ہیں ۔ اورا خبار کپورتھلہ، اخبار وفادار لا ہور، جریدہ روز گار مدراس ، اخبار وزیر ہند سیالکوٹ وغیرہ میں ردقادیانیت پر شائع ہونے والے بعض مضامین نقل ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زیرنظر دور میں تحریک ختم نبوت کا دائرہ کہاں تک وسیع تھا اور کون کون سے بزرگ ختم نبوت کے کاروان میں شامل تھے۔

ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی مذکورہ بالا (نامکمل) جلدوں کا حصول فوٹو کاپی کی صورت میں ہوا ہے اوراس کیلئے میں جناب محمد اشرف جاوید دارارقم فیصل آباد، جناب علی ارشد فیصل آباد، جناب قاری محمد ایوب چنیوٹ، اورعزیزم محمد سہیل بورے والہ کا ممنون ہوں ۔

قارئین سے درخواست ہے کہ تحریک ختم نبوت کے زیرنظر دور (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) سے متعلق مزید مواد کہیں موجود ہوتو اس کی جانب رہنمائی فرمائیں اور اس عاجز کیلئے دعائے خیر فرمائیں۔

محمد بہاء الدین ۔ ۲۲۔ستمبر۲۰۰۷ء

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دافع الوساوس کی اشاعت

۱۸۹۱ء میں شائع ہونے والے قادیانی رسائل، فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام کے اثر بد سے مرزا غلام احمد قادیانی مہجور ومطرود خواص وعوام اہل اسلام ہو گیا تو اس نے اس اثر کو مٹانے کیلئے مزید تین کتابیں لکھیں جن میں سے ایک دافع الوساوس ہے (جس کا نام آئینہ کمالات اسلام بھی ہے) جو فروری ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی۔

اس کتاب میں مرزا غلام احمد کہتے ہیں:۔

انّ العلماء ما وجدوا من سھم الّا رموا الیّ ۔ و ما من بلاء الّا انزلوا علیّ ۔ و امطروا الیّ بھتانات لا اصل لھا ولا اثر .. و لم یغادروا فی ذمّی نظم و لا نثر (اشارہ است بنظم منشی سعد اللہ صاحب در بدگوئی و دشنام دہی و غیرہ صاحبان و نثر بٹالوی و غیرہ مولویان) ۔ فلمّا رأیت تباعدھم عن الصّواب و تصاعدھم فی الارتیاب لم اجد بدّاً من تالیف ھذا الکتاب ۔ فکتبتھا بدموع سائلة و خسرات شائلة ۔ (دافع الوساوس۔ ص ۱۱)

کہ اس کتاب دافع الوساوس کی وجہ تصنیف بنیادی طور پر منشی سعد اللہ لدھیانوی کی نظمیں اور محمد حسین بٹالوی کی نثری تحریریں ہیں جو اسکے ردو ابطال میں منظر عام پر آئی ہیں۔

مرزا قادیانی نے اپنی اس ضخیم تصنیف میں قادیانیت پر ہونے والے مسلمانوں کے اعتراضات کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے جیسا حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ دافع الوساوس میں مرزا قادیانی سے وہی کچھ ظہور پذیر ہوا جو پہلے تین رسائل کو یکے بعد دیگرے شائع کرنے سے ظاہر ہوا تھا کہ فتح اسلام میں تھوڑا سا کفر ظاہر کیا، پھر اس کے عذر میں توضیح المرام لکھا، تو اس میں کفر کا ڈربہ کھول دیا۔ پھر اس کی معذرت میں ازالہ اوہام لکھا تو اس میں کفر کا ایک دریا بہا دیا۔ اب اس کی معذرت میں دافع الوساوس لکھی ہے، تو اس میں کفر کا طوفان برپا کر دیا ہے اور اس قدر کفر کا زہر اگلا، اور اپنے عقائد کو اسلامی ثابت کرنے کیلئے مکائد و وساوس سے اس دلیری سے کام لیا ہے کہ اپنے کذّاب ہونے کا مکمل ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ ہر ایک رسالہ سابق کی اشاعت میں مرزا قادیانی نے اس بات کا التزام کر رکھا تھا کہ وہ پہلے خاص کر اسی کے بعض دام افتادگان کی نظر سے گذرے اور ان کے خیالوں اور دماغوں میں جگہ پکڑ لے، پھر کسی منصف ناظر و مناظر و ایگزامینر (ممتحن) کی نظر سے گذرے۔ مگر خدا کے وعدہ اور خبر

انّ اللہ لا یھدی کید الخائنین (یوسف)

(اللہ خیانت کرنے والوں کے مکروں کو راست نہیں لاتا)

اور و ما کید الکافرین الّا فی ضلال (کافروں کے مکر اکارت جاتے ہیں)

کے مطابق وہ رسائل بعض احباب کے ذریعہ قبل از اشاعت عام ہماری نظر سے گذر گئے اور ان کے جوابات قلم بند ہو گئے۔

دافع الوساوس میں اس نے اس التزام کیلئے اس قدر اہتمام کیا کہ مطبع ریاض ہند (جس میں وہ رسالہ چھپتا ہے) امرتسر سے قادیان منگوا لیا اور کمال احتیاط سے اسے خاص خاص لوگوں میں شائع کیا، مگر پھر بھی یہ کتاب خدا کی مدد سے ہماری نظر سے گذر گئی۔ ہم خدا تعالی کا شکر کرتے ہوئے اس کتاب میں درج چند مکائد و مغالطات بطور نمونہ بیان کر کے اہل اسلام کو مرزا قادیانی کے دام سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆ کید اوّل : قادیانی عربی

اس رسالہ کا خطبہ (دیباچہ) مرزا قادیانی نے ۲۹ صفحہ میں لکھا ہے اور منجملہ اس کے ۲۳ صفحہ کی عربی عبارت لکھی ہے جس سے اس نے اپنے اتباع کو یہ دھوکہ دیا، اور مکر کیا ہے کہ وہ اس کو بڑا عربی دان سمجھیں، یا یہ خیال کریں کہ وہ باوجودیکہ ظاہری علوم میں دخل نہیں رکھتا، بلکہ ہیچمدان امّی ہے (وساوس کے صفحہ ۳۵ میں مرزا قادیانی نے بعینہ یہ الفاظ لکھے ہیں اور یہ جتایا ہے کہ امّی ہو کر میں نے ایسا خطبہ لکھا ہے، تو یہ بجز الہام کیا ہوسکتا ہے؟ قادیانی نے لکھا ہے

. میں اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میری روح میں کچھ زیادہ سرمایہ علوم کسبیہ ہے۔ بلکہ میں اپنی ہیچ مدانی اور کم لیاقتی کا سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اقرار کرتا ہوں، لیکن ساتھ اس کے میں اس اقرار کو بھی مخفی نہیں رکھ سکتا کہ میرے جیسے ہیچ اور ذلیل اور امّی کو خود خدا نے اپنے کنار تربیت میں لے لیا اور ان سچی حقیقتوں اور کامل معارف سے مجھے آگاہ کر یا کہ اگر میں تمام غور وفکر کرنے والوں سے ہمیشہ زیادہ غور وفکر کرتا رہتا اور بایں ہمہ ایک لمبی عمر پاتا، تب بھی ان حقائق اور معارف تک ہرگز نہ پہنچ سکتا) پھر بھی اس نے اتنی لمبی عبارت عربی میں لکھ ڈالی جو بجز تائید غیبی والہام الٰہی ناممکن ہے۔

اس کے اس مکر ومنتر کا بعض لوگوں پر اثر بھی پڑ گیا ہے۔ کوئی اس کو بڑا عالم سمجھنے لگا ہے، کوئی الہامی خیال کر بیٹھا ہے، بعض لوگ یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ اگر فلاں صاحب اس خطبہ کا ترجمہ اردو میں کر دیں تو ہم قادیانی کا اتباع چھوڑ کر ان کے پیرو ہو جائیں گے۔

(مولانا بٹالوی فرماتے ہیں) صرف ان لوگوں کی اس شرط پر تو ہم اس عبارت پر کچھ لکھنا فضول سمجھتے ہیں، ہاں اگر مرزا قادیانی اور اس کے دستور یمین حکیم نورالدین اور دستور یسار منشی محمد احسن یہ لکھ دیں کہ اگر کسی مجلس علماء میں یا غائبانہ بضمن رسالہ ہم نے اس عبارت کا ترجمہ کر کے بشہادت قواعد عربیت، صرف ونحو، وادب وغیرہ اس کا غلط اور مکروہ ہونا ثابت کر دیا، تو مرزا قادیانی اپنے دعویٰ الہام سے دست بردار ہو جائیں گے اور وہ دونوں صاحب اس کو ظاہری وباطنی علوم سے معرّی سمجھ کر اس سے کنارہ کش ہو جائیں گے تو ہم انشاء اللہ یہ ثابت کر دیں گے کہ یہ عبارت عرب کی عربی نہیں، قادیانی عربی ہے، جس کے غلط، کریہہ اور غیر مانوس الفاظ سے جی متلاتا ہے۔

☆ کید دوم : دعوی تائید غیبی

قادیانی نے اس عبارت عربی خطبہ میں اور مقدمہ کتاب میں یہ دعوی کیا ہے کہ اس نے خدا کی جناب میں یہ دعا کی کہ

اے خدا تو میرے وجود کے ہر ایک ذرہ میں گھس آ، اور مجھے اپنی طرف اٹھا،

تو اللہ نے مجھے آسمانوں پر اٹھا لیا اور عرش کے اوپر سے میرا حمد بجالایا اور میری دعا کو قبول کیا اور فتوحات و تائیدات غیبی کا وعدہ دے کر بے غم کر دیا اور یہ کہا کہ میں تیرے مددگاروں کا مددگار ہوں، تیری اہانت کرنے والوں کا اہانت کنندہ، تو میری بارگاہ میں معزز ہے، اور تو میری مراد ہے، وغیرہ۔

مرزا قادیانی کے اس افسوں کا ان سادہ لوح و نافہم مسلمانوں پر اثر پڑ گیا جن کا یہ مقولہ ہے کہ ہر یک کلمہ گو، نماز پڑھنے والے، قبلہ کا استقبال کرنے والے، کے حق میں حسن ظنی بکار ہے (گو وہ اس اقرار و افعال میں منافق ہو اور ان آیات کا مصداق ہو و اذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنّا ۔ جب منافق، مومنوں سے ملتے ہیں، کہتے ہیں ہم مومن ہیں ۔ و اذا جاء ک المنافقون قالوا نشهد انک رسول اللہ۔ جب تیرے پاس منافق آتے ہیں، تو کہتے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں)، اور وہ اسکے اس قسم کے دعاوی سن کر اسکو ولی جاننے اور ماننے لگ گئے ہیں۔

☆ اس کذب و مغالطہ کا ازالہ

میرے مسلمان بھائیو! اولاً قادیانی کے عقائد اس کے رسائل میں اور فتوی علماء پنجاب و ہندوستان مندرجہ نمبر۴ جلد۱۳ میں اور جواب فیصلہ آسمانی نمبر۱ جلد۱۴ (اشاعۃ السنہ) میں پڑھو۔ پھر اس پر حکم خدا و رسول کو، جو فتوی مذکور میں منقول ہے، ملاحظہ کرو۔ پھر قادیانی کے اخلاق و عادات کو جو جواب فیصلہ آسمانی میں صراحۃً اور مضمون قادیانی کی گیدڑ بھبکی میں اشارۃً مذکور ہیں، خیال میں لاؤ۔ پھر غور کرو کہ اس اعتقاد و اعمال کا حامل، خدا کا ہم کلام و مخاطب ہوسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ جو شخص اس مقابلہ و موازنہ کی فرصت نہ رکھے، اس کو اس دعوی قادیانی کا کذب ثابت کرنے کیلئے درج ذیل تین دلائل کی طرف ہم توجہ دلاتے ہیں۔

☆ **پہلی دلیل۔** یہ ایسی دلیل ہے جس کو کسی کتاب یا رسالہ میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہر ایک صاحب بصیرت وفراست کو اپنے دل و دماغ کی طرف رجوع کرنے سے خیال میں آسکتی ہے۔ وہ یہ کہ دو باتیں مسلّم کل ہیں۔ایک یہ کہ قادیانی عرصہ دس سال سے یہ دعوی کر رہا ہے کہ میں خدا کا ملہم وہم کلام ہوں، ومستجاب الدعوات ہوں۔ اور خدا نے مجھے الہام کیا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تجھے لوگوں سے بچاؤ نگا، اور تیری مدد کرونگا اور تیرا نام پورا ہوگا، اور تو میری بارگاہ میں عزت رکھتا ہے، اور زمین آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔ اور تو میرے ساتھ ہے اور تو میری مراد ہے، میں تیرے پیرؤوں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔منکروں کے دلوں میں رعب ڈال دونگا، تو مت ڈر، تو غالب ہے ،وغیرہ جن کو وہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۸ و ۲۳۹ ، ۲۴۰ ، ۴۲۷ و ۴۹۸ و ۵۰۵ و ۵۱۰ و ۵۵۶ و ۵۸۱ وغیرہ میں بیان کر چکا ہے۔

دوسری یہ بات ظاہر و مسلّم ہے کہ درخت ہمیشہ پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ پس جو شخص اس کے دعوی کے دھوکہ میں پھنس گیا اور اب اس سے نکلنا چاہتا ہو، وہ ان دو باتوں کو مدنظر رکھ کر یہ خیال کرے کہ اگر مرزا قادیانی ان دعاوی میں سچا ہوتا تو ان کا کچھ نہ کچھ اثر ان دس برسوں میں ظاہر ہوتا اور اس کو دیکھ کر کوئی نہ کوئی منکر ومخالف اس کے تابع ہو جاتا۔

جیسے حضرت انبیاء خصوصاً آنحضرت ﷺ نے اس قسم کے دعوی کئے تو دم نقد ان کے آثار دکھا دیئے ،جس پر ہزاروں بلکہ لاکھوں منکر قائل ومسلمان ہوئے۔

قادیانی کے ان دعاوی کا کون سا اثر ظاہر ہوا ہے؟ اس کی کون سی دعا قبول ہوئی ہے؟ کونسا منکر ومخالف اس کے تابع ہوا؟ کس منکر ومخالف پر اس کا رعب پڑا؟ کس پر اس نے فتح پائی؟ اس کے اتباع کو اس کے مخالفین پر کب غلبہ وفوقیت حاصل ہوئی؟ زمین وآسمان نے عام لوگوں سے بڑھ کر کس قسم کی اس کی خدمت کی ہے؟ خدا تعالی نے اس کے ساتھ ہو کر، اس کو کیا عزت بخشی؟ کافروں کے دلوں میں نہ سہی، عام مسلمانوں کی نظروں میں اس کی قبولیت وعزت کب قائم کر دی، جس کا محبوب بندوں کو وعدہ دیا گیا ہے یوضع له القبول فی الارض (یہ فقرہ اور فقرہ آئندہ ایک حدیث کے فقرات ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب خدا کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو تمام آسمانوں کے فرشتوں میں منادی کر دیتا ہے کہ وہ بندہ میرا دوست ہے،

تم اس کو دوست رکھو، پھر یہ حکم زمین پر بھیجتا ہے تو زمین والوں میں اس کی قبولیت تسلیم کی جاتی ہے اور اگر کسی بندہ سے خدا ناخوش ہوتا ہے تو اسی طرح پہلے آسمانوں میں، پھر زمین میں اس کی منادی ہو جاتی ہے، تو زمین والوں میں اس کی دشمنی پھیل جاتی ہے) کیا وہ اثر یہی ہے کہ جن لوگوں کے حق میں قادیانی نے پانچ پانچ سو روپیہ عوضانہ لے کر صحت و اولاد کیلئے دعا کی، وہ ہنوز بے اولاد اور بیمار ہیں اور قادیانی صاحب زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں تو عام مسلمانوں کی نظر میں عزیز تھے، اس کے بعد اس وقت تک وہ تمام دنیا کے مسلمانوں (علماء وعوام) میں ذلیل ہوتے جاتے اور گمراہ سمجھے جاتے ہیں اور وہ حدیث یوضع لہ البغضاء کا مصداق ہو گئے ہیں اور ہر میدان ومعرکہ میں اپنے مخالفوں کے مقابلہ میں مغلوب ہوتے ہیں۔ اور اب تو وہ گھر سے باہر قدم نہیں رکھتے، اور مقابلہ ومباحثہ سے شرطوں کی آڑ میں جان بچاتے ہیں، جو لوگ خدا کی مدد و حفاظت سے موعود ہوتے ہیں اور اس مضمون کے الہامات سے مخاطب ومبشر ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تم کو لوگوں سے بچا لے گا، اور مخالفوں پر غالب کرے گا، وہ چمکتی تلواروں میں دشمنوں کے مقابلہ میں نکلتے ہیں، دشمن سے چھپ کر گھر میں پناہ گزین نہیں ہوتے۔

آنحضرت ﷺ ابتداء میں اپنے پاس پہرا رکھواتے تھے۔ جب حفاظت کی بشارت ان کو دی گئی اور آیت و اللّٰہ یعصمک من النّاس (خدا تجھے لوگوں سے بچائے گا) (جس کو اب قادیانی نے اپنے حق میں اتار لیا ہے)، نازل ہوئی تو پھر آپ ﷺ نے پہرا اٹھا دیا اور فرمایا کہ اب خدا نے میری حفاظت اپنے ذمہ لے لی ہے۔

ایک دفعہ مدینہ پر کسی دشمن کے چڑھ آنے کی خبر آئی تو آپ ﷺ تنہا ابوطلحہ کے گھوڑے پر بغیر زین کے سوار ہو کر اس کی طرف چل نکلے۔ بدر کی لڑائی میں اپنے تین سو آدمی کے ساتھ ایک ہزار مسلح دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ اب اس کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کی حالت دیکھیں کہ دہلی کے قومی جلسہ مباحثہ چاندنی چوک میں (جس میں مجسٹریٹ اور پولیس انسپکٹر آپ کی حفاظت کیلئے موجود تھے) آپ باوجود مکرر طلبی اور تسلی دہی کے گھر سے باہر نہ نکلے اور جب تک دہلی میں رہے، فیس دے کر پولیس کے سپاہی دروازہ پر رکھوائے۔ اس سے کس و ناکس کو، بشرطیکہ کچھ فہم وفراست رکھتا ہو، معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ ان الہاموں کے دعویٰ میں جھوٹے ہیں، آپ کو خدا نے کوئی وعدہ نصرت وحمایت کا نہیں دیا۔

☆ دوسری دلیل

مرزا قادیانی ان بشارات والہامات کے دعوی میں سچا ہے اور واقعی خدا تعالی نے اس کو غلبہ نصرت وعزت وحمایت کا وعدہ دے کر غم نہ کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنے کلام و خطاب سے مشرف فرمایا ہے، تو پھر اس نے اس عربی خطبہ اور تمام کتاب میں اپنے مخالفوں اور مکفروں کا یہ گلہ کہ انہوں نے مجھے یہ کہا اور وہ کیا، لوگوں کے سامنے کیوں پیش کیا؟ اور ان کو برا کہکر، کہ وہ ایسے ہیں اور ویسے ہیں، لوگوں کو ان پر اشتعال کیوں دلایا؟ جس شخص کو اپنے محبوب کا جمال و وصال و خطاب میسر ہوتا ہے وہ اس کے مقابلہ میں غیروں اور مخالفوں کی بدگوئی و برائی و تکلیف کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اور اس کو واویلا اور نوحہ کے ساتھ اشتہاروں اور اخباروں میں مشتہر نہیں کرتا۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ جتنی دیر میں اغیار کی بدگوئی کی طرف متوجہ ہوں، اتنی دیر ذکر یار میں کیوں مصروف نہ رہوں گا۔ دوست کا ایک کلمہ لطف دشمنوں کے ہزار کلمہ طعن کے غم کو غلط کر دیتا ہے، اور اس کا ایک نظارہ جمال باکمال غیر کو نسیاً منسیاً بنا دیتا ہے۔ سرمد کہتا ہے

سرمد گلہ اختصار مے باید کرد یک کار ازدو کار مے باید کرد
یا تن برضاء دوست مے باید داد یا قطع ز یار اختیار مے باید کرد

مرزا صاحب نے خود بھی جھوٹے دل اور کاذب زبان سے ان بشارات کو بیان کرنے کے بعد دافع الوساوس کے صفحہ ۱۱ میں کہا ہے کہ

> مجھے ان بشارات سے ایسی خوشی ہوئی ہے کہ اگر تمام دنیا کے جملہ بادشاہ اور کل عالم کے خزانے مجھ پر فتح کئے جاتے تو مجھے اس قدر خوشی نہ ہوتی هذا ما بشّرنی ربّی و ملجائی عند ربی و اللہ لو اطاعنی ملوک الارض کلّھم و فتحت علیّ خزائن العالم کلھا ما اسرّنی کسروری من ذالک (اس عبارت میں قادیانی نے چار غلطیاں کی ہیں۔ دو صرفی، دو ادبی۔ ملجائی عند ربی، اور فتحت علیّ کے صلات میں صرفی۔ اگر کلھا کی ضمیر عالم کی طرف ہے تو یہ غلطی ہے کیونکہ عالم مذکر ہے، نہ مؤنث۔ محمد حسین)

اور اگر وہ بشارات والہامات خدا کی طرف سے ہوتے اور یہ کلمات فرحت آپ

کے سچے دل سے نکلتے تو اس خوشی کے بعد آپ اپنے مخالف علماء کی شکایت بالکل بھول جاتے، بلکہ یہ رسالہ وساوس ہی نہ لکھتے اور خدا کی طرف سے اپنی برائت وحمایت کے امیدوار ہوکر ایسے ساکت وخاموش ہو جاتے جیسے مریمؑ یہودیوں کی تہمت سے برائت کی امید خدا سے رکھ کر ان کی تہمت کے جواب سے خاموش ہوگئی تھیں۔ آپ کا اس جوش وخروش کے ساتھ ان علماء کو برا کہنا، اور ان کے جواب میں ایسا رسالہ کذب ومکاید کا مقالہ لکھنا، صاف بتا رہا ہے کہ ان الہامات وبشارات کے دعوی میں آپ سچے نہیں۔

برسنے والے بادل اتنا نہیں گرجا کرتے۔ جن کے پاس کچھ ہو وہ اس تکلّف سے اس کا اظہار نہیں کرتے۔ جن کو خدا کی غیبی تائید کا یقین ہو وہ ظاہری اسباب پر (جائز بھی ہوں تو) اس بے اعتدالی سے اعتماد واعتکاف نہیں کرتے۔

☆ **تیسری دلیل**۔ آپ کو خدا کی طرف سے ایسی بشارتیں، نصرت حمایت حفاظت کی دی گئی تھیں جن کی خوشی تمام دنیا کے بادشاہوں کے مطیع ہونے سے بڑھ کر آپ کو ہوئی تھی، تو آپ نے دنیا کے ایک حکمران ملکہ برطانیہ کی خوش آمد اور تعریف کر کے کیوں حفظ وامان وپناہ چاہی۔ اور یہ بات کیوں اس عربی خطبے میں بقلم جلی لکھی کہ

مجھے قیصرہ عادلہ اور سلطنت برطانیہ نے بچالیا ورنہ مولوی تو مجھے مار ڈالتے۔

(ولو لا هيبة سيف سله عدل سلطنة البر طا نيه لحث النا س على سفک دمی .. و لکن منعه من هذا رعب هذه الدو لة ... فنشكر الله كل الشكر على ما آ مننا من كل خوف تحت ظلّ هذه الدو لة البر طانية المباركة للضعفاء وكهف الله للفقراء و الغرباء و سوط الله على كل عتيد ذی خيلاء . .. ثم وجب علينا شكر احسا نات القيصرة العادلة ... و كيف لا نشكر و انّ الله عصمنا بهذه السلطنة من حلول الاهوال و طمس بها آثار ا لظلم ... و اهد قلبها و قلب زرا ريها الی دينک دين الاسلام و نجهم من جميع الآلام .. ربّ ا حسن اليهم كما احسنوا الينا و اجعل افئدة منهم يقبلو ن دينک فی زمان حيا تی (واز ایشاں درزمان حیات من کسانے را برار کہ دین ترا پذیرانند۔ دافع الوساوس۔ ص ۱۸۔۲۰)

جس شخص کو تمام بادشاہوں کا بادشاہ، اپنی پناہ وحفاظت میں لے لے، وہ پھر کسی دنیوی حکمران کی پناہ چاہتا ہے؟ اوراس کی پناہ میں ہونے کا فخر واعتماد کرتا ہے؟

قادیانی صاحب خدا کے ملہم ومخاطب ہوکر، اورخصوصیت کے ساتھ نصرت و حمایت کی بشارتیں پاکر، اپنی مذہبی کتاب کے خطبہ میں غیر مذہب بادشاہ کی تعریف جلی قلم سے لکھتے ہیں، پھر وہ الہام وبشارت میں کیونکر سچے ہوسکتے ہیں؟

☆ کید سوم: دفاع اسلام

دافع الوساوس کے صفحہ ۳۷ و ۵۱ میں مرزا قادیانی نے یہ بیان کیا ہے کہ

.جہاں تک میں نے دریافت کیا ہے تین ہزار کے قریب اعتراض اسلام اورقرآن کریم کی تعلیم اور ہمارے سید ومولی پر کوتاہ بینوں نے کئے ہیں .... یہ اعتراضات غفلت کی حالت میں سخت خوف کی جگہ ہیں اورایک ضلالت کا طوفان برپا کرنے والے معلوم ہوتے ہیں ۔ اور مجرد اسلامی عقائد کا یادرکھنا یا پرانی کتابوں کو دیکھنا، ان سے محفوظ رہنے کے لئے کافی نہیں .. جب غور سے دیکھا جائے تو یہ اعتراضات اسلام کے لئے مضرنہیں ۔ (ص ۳۷)

..تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور چھ کروڑ اورکسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں۔ (ص ۵۱)

اس کید میں قادیانی نے سادہ لوح مسلمانوں کو دومغالطے دیئے ہیں۔ پہلے موجودہ مذہب اسلام وقرآن کو اعتراض کا محل اوراس تبدیلی کا (جو قادیانی اس میں کررہاہے) محتاج بناکر دکھایا۔ پھر ان کی اس نازک وخوفناک حالت کی اصلاح کے لئے ان سے چندہ کھینچنا چاہا۔ اس کے اس منتر کا اثر بعض لوگوں پر پڑ بھی گیا۔ انہوں نے اس خوف وغرض سے میلہ سالانہ میں اس کو چندہ دینا قبول کیا ہے۔

☆ ازالہ کید

قرآن، اسلام اورآنحضرت ﷺ کی تعلیم جو آغاز اسلام سے اس وقت تک متوارث چلی آئی ہے، تین ہزار کجا، تین بلکہ ایک اعتراض کا بھی محل نہیں ۔اور جو اعتراضات

آج کل بعض لوگ قرآن و اسلام اور تعلیم نبوی پر کر رہے ہیں وہ اعتراض ان ہی کی نافہمی پر وارد ہوتے ہیں، نہ قرآن اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم پر۔ لہذا اس وقت یا آئندہ قیامت تک مسلمانوں کو حاجت نہیں کہ وہ قرآن یا اسلام میں کوئی تبدیلی کریں اور اس کی پرانی یا اصلی صورت کو بدل کر دوسری صورت بنا دیں۔ صرف یہی کافی ہے کہ اس کی اصلی صورت کو جو کوتاہ بینوں کی نظروں سے (ان کی لاعلمی اور ناواقفی کے سبب) چھپی ہوئی ہو، ظاہر کر دیں۔ (اور قادیانی نے خود بھی لکھا ہے کہ غور سے دیکھا جائے تو یہ اعتراضات اسلام کیلئے مضر نہیں۔ بہاء)

اگر قادیانی کے نزدیک قرآن اور اسلام اور آنحضرت ﷺ کی اصلی تعلیم واقعی محل اعتراض ہے، اور ان کی اصلاح اسی تبدیلی سے ہو سکتی ہے جو وہ ان میں کر رہا ہے مثلاً یہ کہ

حضرت مسیح آسمانوں پر جسم سے نہیں گئے اور نہ وہاں موجود ہیں۔ اور

حضرت مسیح نے کوڑھی، اندھے اپنے معجزہ خارق عادت سے اچھے نہیں کئے۔

تو پھر اس صورت کی خیالی اصلاح سر سید احمد خان کر چکے ہیں۔ قادیانی نے جو کچھ اس وقت تک کیا ہے، وہ سر سید احمد خان کی شاگردی سے کیا ہے۔

اس کید میں قادیانی نے جو اعتراضوں اور عیسائی شدہ مسلمانوں اور کتابوں کی تعداد بیان کی ہے، یہ بھی اس کی گپ ہے۔ جس سے وہ اپنے نادان اتباع کو ورغلا کر روپیہ وصول کرنا چاہتا ہے۔ جیسے کوئی بچے کو ہوّے سے ڈرا کر اس کی ٹوپی اتار لے۔

بعض پادری تو رو رہے ہیں اور واویلا کر رہے ہیں کہ ہندوستان میں ہمارے مذہب کی کچھ اشاعت نہیں ہوئی، باوجودیکہ بہت سا روپیہ خرچ ہو گیا ہے۔ پادری کینن آیزک ٹیلر کا مضمون اشاعۃ السنہ جلد ۱۱ نمبر ۱۲ میں بصفحہ ۳۴۸ ملاحظہ فرمائیں۔

☆ کید چہارم: حیات مسیح

مرزا قادیانی نے منجملہ اسلامی مسائل (جن کو وہ محل اعتراض سمجھتا ہے) ایک مسئلہ حیات مسیح کو قرار دیا اور اس کی نسبت دافع الوساوس کے صفحہ ۴۲ میں کہا ہے

. پس حال کے علماء اگرچہ بظاہر صورت شرک سے بےزاری ظاہر کرتے ہیں، مگر مشرکوں کو مدد دینے میں کوئی دقیقہ انہوں نے اٹھا نہیں رکھا۔ غضب کی بات ہے کہ اللہ

جل شانہ تو اپنی کلام میں حضرت مسیح کی وفات ظاہر کرے اور یہ لوگ اب تک اس کو زندہ سمجھ کر ہزار ہا اور بے شمار فتنے اسلام کیلئے بر پا کر دیں، اور مسیح کو آسمان کا حیّ و قیوم و سید الانبیا ﷺ کو زمین کا مردہ ٹھہراویں۔ حالانکہ مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح لکھی ہے کہ مبشّرا برسول یّأتی من بعدی اسمہ احمد (سورۃ صف) یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمد ہوگا۔ پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے.

اس کے بعد قادیانی نے آیت فلمّا توفّیتنی اور انّی متوفّیک کو ذکر کیا۔

اس کید میں قادیانی نے مسلمانوں کو کئی دھوکے دیئے ہیں۔

ایک یہ کہ عقیدہ حیات مسیح، حال کے علماء کی ایجاد ہے۔

دوسرا یہ کہ اس میں حضرت مسیح کا حیّ وقیّوم ہونا پایا جاتا ہے، جو ایک شرک ہے۔

تیسرا یہ کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی توہین پائی جاتی ہے کہ وہ فوت ہوں اور عیسیٰ زندہ ہوں۔

چوتھا یہ کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے نبی ہونے کو حضرت عیسی کی موت سے معلق ومشروط کیا گیا ہے۔ پس اگر حضرت عیسی فوت نہیں ہوئے تو آنحضرت ﷺ بھی نبی نہ ہونگے۔

☆ اس کید کا ازالہ

عیسیٰ کی حیات کا اعتقاد، حال کے مسلمانوں کی ایجاد نہیں بلکہ یہ آنحضرت ﷺ کے وقت سے متوارث چلا آیا ہے۔ اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد۱۴، اورفتوی رسالہ نمبر۴ جلد۱۳ میں ملاحظہ ہو۔

۱۔ قادیانی باوجود اس دعوی دروغ کے اپنے رسائل میں کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام، کسی محدث سے یہ قول نقل اور ثابت نہیں کر سکا کہ حضرت مسیح اس وقت مردہ ہیں۔

۲۔ کوئی مسلمان عیسےٰ کو آئندہ اور ہمیشہ کیلئے زندہ نہیں جانتا، اور قیوم آسمانوں کا نہیں سمجھتا۔ بلکہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد فوت ہوں گے اور آنحضرت ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے۔

اس اعتقاد اہل اسلام کو قادیانی نے خود ازالہ اوہام میں نقل کیا اور اس پر یہ

اعتراض کیا ہے کہ کیا آنحضرت کی ہڈیاں قبر سے نکال کر مسیح کو اس میں دفن کریں گے؟ پھر اس مقام میں اس کا یہ کہنا کہ مسلمان، مسیح کو حیّ و قیوم سمجھتے ہیں، ان پر افتراء نہیں تو کیا ہے؟

اور اگر حضرت مسیح کی درازی حیات کے اعتقاد سے ان کو حیّ و قیوم جاننا لازم آتا ہے تو اس اعتقاد سے مرزا قادیانی بھی بچ نہیں سکتا۔ وہ اگر حضرت خضر کی درازی عمر کا قائل نہیں ہے تو کیا شیطان کی عمر دراز ہونے کا بھی قائل نہیں، جو نص قرآن سے ثابت ہے کہ وہ قیامت تک ہوگی۔ اور اگر وہ وجود خارجی شیطان کا بھی اپنے پیر سر سید احمد کی تقلید سے قائل نہیں تو درازی عمر ملائکہ (ان کو خواہ ارواح ستارگان سمجھے یا ان کا جداگانہ وجود مانے) تسلیم کرنے سے ان کو حی و قیوم ماننے والا بنتا ہے۔ یہ درازی عمر، حضرت مسیح کو حیّ و قیوم بنا سکتی ہے تو ملائکہ اور شیطان کو کیوں نہ بنائے گی؟

۳۔ آنحضرت ﷺ کے حضرت مسیح سے پہلے فوت ہو جانے سے آپ کی توہین لازم آتی ہے، تو چاہیے تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شخص زندہ نہ رہتا۔ اس توہین کی تجویز کے وقت مرزا قادیانی کو یہ خیال نہ آیا کہ آنحضرت ﷺ فوت ہو کر زیر زمین مدفون ہیں اور میں زمین پر زندہ پھرتا اور توہین کرتا ہوں، اور کیوں ڈوب کر نہیں مر جاتا؟ اور اگر یہ توہین عمر کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہے تو بھی چاہیے تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی عمر سے زیادہ عمر نہ پاتا۔

۴۔ سورۃ صف کی اس آیت سے استدلال کرنے میں قادیانی دو کید عمل میں لایا ہے۔ ایک یہ کہ پہلے اس آیت کی بشارت کو اپنے لئے مخصوص کر چکا اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں دعوی کر چکا ہے کہ مسیح کی یہ پیش گوئی اس کے حق میں ہے جو مجرد احمد ہے اور اپنے اندر حضرت مسیح کی صفت جمالی رکھتا ہے اور اسی وجہ سے خدا نے اس کا دوسرا نام مسیح ابن مریم رکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے حق میں یہ پیش گوئی نہیں ہوسکتی کیونکہ آپ احمد ہونے کے ساتھ محمد بھی ہیں، یعنی جامع جمال و جلال ہیں۔ (اصل عبارت قادیانی نمبر ۶ جلد ۱۳، اشاعۃ السنہ میں دیکھیں)۔ اور اب وہ اس پیشگوئی کو آنحضرت ﷺ کے حق میں بیان کرتا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے۔ اور اگر وہ پہلے قول سے رجوع اور توبہ کر چکا ہے تو وہ تب معتبر ہوسکتی ہے کہ وہ اس رجوع کا اقرار کرے اور توبہ کا اشتہار دے۔

دوسرا کید یہ کہ اس نے لفظ من بعدی سے موت مراد لے کر آیت کا ترجمہ کیا

ہے کہ، وہ میرے مرنے کے بعد آئے گا، یہ محض افتراء ہے۔ من بعدی کا لفظ عرب اور قرآن کے محاورہ میں معنی موت کے لئے متعین نہیں ہے اور اس مقام میں تو موت کے معنے لینا صاف تحریف اور صریح الحاد ہے، جس پر حضرت مسیح کا بشہادت قرآن وحدیث واجماع امت زندہ ہونا قطعی و روشن دلیل ہے۔ اس آیت میں حضرت مسیح کا من بعدی کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ میرے جانے کے بعد، اور میرے زمانہ نبوت کو پورا ہو جانے کے بعد احمد رسول آئیں گے (جب مسیح نازل ہوں گے تب باوجود نبی ہونے کے آنحضرت ﷺ کی نبوت کے تابع ہوں گے جیسے ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے وقت نبی تھے اور تابع)، اس لفظ مسیح، من بعدی کی نظیر حضرت موسیٰ کا اپنی گوسالہ پرست قوم کو یہ کہنا ہے بئس ما خلفتمونی من بعدی، جس کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں بن سکتے کہ تم نے میرے کوہ طور پر جانے کے بعد جو کام کیا، برا کیا۔

اس کی دوسری نظیر حضرت سلیمانؑ کی یہ دعا ہے رب هب لی ملکاً لا ینبغی لاحدٍ من بعدی (اے میرے رب مجھے ایسی بادشاہت دے جو میرے سوا کسی کے لئے نہ ہو)۔ جس کے معنی کوئی شخص یہ نہیں تجویز کرسکتا کہ میرے مرنے کے بعد نہ ہو، اور زندگی میں ہوتو ہو۔

اس کے نظائر قرآن میں اور بہت ہیں، جن کو ہم بحث وفات وحیات مسیح میں ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالی۔ باقی آیات جو قادیانی نے وفات مسیح پر دلیل ٹھہرائی ہیں ان کا دلیل وفات نہ ہونا ہم اشاعۃ السنہ جلد۱۴ نمبر۴ میں بیان کر چکے ہیں۔

☆ نمبر پنجم کید ومغالطہ: فنا، بقاء لقاء

مرزا قادیانی نے دافع الوساوس کے صفحہ ۵۸ میں بدست آویز

بلی من اسلم وجهه للّٰه و هو محسن فله اجره عند ربّه فلا خوف علیهم و لا هم یحزنون (کیوں نہیں، جس نے اپنا منہ خدا کے سپرد کیا اور وہ نیکوکار بنا اس کا ثواب خدا کے پاس ہے۔ ان کو نہ کوئی ڈر ہے نہ وہ غم کریں گے)،

اسلام کی یہ حقیقت بیان کی ہے کہ

. مدعی اسلام اعتقادی وعملی طور پر خدا کا ہو جائے . ۔

پھر صفحہ ۵۹ میں مرزا قادیانی نے اس کی تشریح یوں کی ہے:۔

. مدعی اسلام ثابت کردے کہ اس کے تمام جسمانی وروحانی قوی واعضا، ہاتھ دل دماغ،

عقل، فہم، علم، حلم، نیّات، خطرات، جذبات آرام سرور، خدا کے تابع ہو جائیں.

پھر صفحہ ۶۳ میں کہا ہے کہ

. یہ آیت سعادت کے تینوں درجوں فنا و بقا ولقاء کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس کا پہلا فقرہ اسلم وجهه لله درجہ فنا کی طرف اشارہ کرتا ہے کیوں کہ جب انسان اپنے تمام اعضا وقوی کو خدا کیلئے کر دیتا ہے تو گویا ایک قسم کی موت اس پر طاری ہو جاتی ہیں جس کو صوفی فنا فی اللّٰه کہتے ہیں ۔اور دوسرا فقرہ وهو محسن درجہ بقا کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ انسان بعد فنا اور سلب جذبات نفسانی کے دوسری زندگی پاتا ہے، جس کو بقاء با للّٰہ کہنا چاہیے۔اور تیسرا فقرہ فله اجره درجہ لقاء کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ جب انسان بقا میں درجہ یقین وعرفان وتوکل ومحبت میں پہنچ جاتا ہے تو اسکو خدا کے وجود کا ایسا یقین ہوتا ہے کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔

پھر صفحہ ۶۴ ۔۶۵ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے :۔

اس درجہ میں بشریت کا رنگ، ربانی رنگ کے نیچے چھپ جاتا ہے، جس طرح آگ لوہے کے رنگ کو اپنے نیچے چھپا لیتی ہے ۔اس مقام میں جو اولیاء پہنچتے ہیں...بعض اہل تصوف نے ان کا نام اطفال اللہ رکھ دیا ہے۔..ایسے نام اگر چہ کھلے کھلے طور پر بزبان شرع مستعمل نہیں مگر درحقیقت عارفوں نے قرآن کریم ہی سے اس کو استنباط کیا ہے .

پھر صفحہ ۶۵ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ

. اس درجہ بقا میں بعض امور ایسے صادر ہوتے ہیں جو بشری طاقتوں سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں ۔اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جیسے آنحضرت ﷺ نے ایک سنگریزوں کی مٹھی (جنگ بدر میں) کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ ہوا ہو، اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے ۔(ص ۶۵)

(آپ کا) معجزہ شقّ القمر اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا۔کوئی دعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارے سے جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آ گیا تھا...کئی دفعہ تھوڑے پانی سے جو صرف ایک پیالہ میں تھا، اپنی انگلیوں کو

اس پانی کے اندر کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا...کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزار ہا بھوکوں پیاسوں کو شکم سیر کر دیا ...بعض اوقات شور آب کنویں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کر دیا ...بعض آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھوں کی برکت سے پھر درست کر دیا (ان کاموں کے ساتھ دعائیں نہ تھیں)(ص ٦٦)

پھر مرزا قادیانی نے صفحہ ٦٨ و ٦٩ میں کہا ہے

. یہ درجہ لقا جب کسی انسان کو میسر آتا ہے تو اس مرتبہ کے تموج کے اوقات میں الٰہی کام ضرور اس سے صادر ہوتے ہیں۔اور جیسا خدا کا کن دائمی طور پر نتیجہ مقصودہ کو بلاتخلف پیدا کرتا ہے۔ایسا ہی اس کا کن بھی تموّج و مدّ کی حالت میں خطا نہیں جاتا ... اس تموج کی حالت میں کچھ الٰہی صفات کا رنگ ظلی طور پر انسان میں آجاتا ہے ...اور درجہ فنا کے بعد درجہ بقا اور لقا کا بلا توقف پیچھے آنے والہ ہے۔ .

یہ قادیانی کے بیان بارہ صفحات کا خلاصہ ہے جس کو اس نے مکرر سہ کرر عبارات، رنگین الفاظ میں اس غرض سے بیان کیا ہے کہ لوگ ان عبارات میں چکر کھا کر اور متحیر ہو کر اس کے کمال علم و معرفت کے قائل ہو جائیں اور اس کو ما عرفنا ک حق معرفتک کہکر ولی و صوفی و متبحر عالم سمجھنے لگیں۔

☆ ازالہ کید

ان عبارات و دعاوی میں قادیانی نے دو باتیں جتائی ہیں۔

اول۔ یہ کہ جو باتیں اس نے ان عبارات میں کہی ہیں وہ اس کا ایجاد و اجتہاد ہے نہ کہ وہ باتیں اس نے قرآن سے نکالی ہیں۔

دوم۔ یہ کہ جو حالات و مقامات ان عبارات میں بیان ہوئے ہیں، وہ حالات اس پر وارد ہیں، وہ خود اس مقال کا صاحب حال ہے۔ وہ اپنے حالات کی عام پیرایہ میں حکایت کرتا ہے۔

ان دونوں کید و مغالطہ کا ازالہ یہ ہے کہ جو حالات و مقامات اس نے بیان کئے ہیں وہ صوفیوں اور اہل اسرار کے مقالات و اصطلاحات ہیں، قادیانی انکا چور ہے۔ ان کی باتوں کو اس نے سرقہ کیا اور ان کا حوالہ نہیں دیا۔اور جو اپنا صاحب حالات و مقامات ہونا

جتایا ہے، اس میں ان کے منصب ولایت کا سرقہ کیا۔ ایسے ہی چوروں کے حق میں مولوی رومیؒ پہلے سے کہہ گئے ہیں

حرف درویشاں بدرزد مرد دون　　تا بخواند برسلیم زان فسون
زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر　　تا فریبد مرغ را آن مرغ گیر
ہم سری با نبیا بر داشتند　　اولیا را ہم چو خود پنداشتند

(کمینہ صفت آدمی درویشوں کی باتیں اس لئے چرا لیتا ہے کہ ان باتوں سے احمقوں پر منتر پھونکے، جیسے شکاری اسلیئے جانوروں کی بولی بولتا ہے کہ وہ اس بولی سے جانوروں کو فریب دے کر دام میں لاوے۔ یہ لوگ ایسے باتیں کہکر انبیاء کا ہمسر بننا چاہتے ہیں اور اولیاء کو اپنی مانند سمجھتے ہیں)

یہ امر کہ یہ باتیں پہلے صوفیوں اور اہل اسرار کی بیان کی ہوئی ہیں، محتاج ثبوت نہیں۔صوفیوں کی جس کتاب میں چاہو، ان اصطلاحات ومقامات فنا وبقا وغیرہ کا حال دیکھ لو۔مرزا قادیانی کے منہ سے بھی ایک جگہ مقام فنا کے بیان میں صوفیوں کا نام نکل گیا ہے (جیسا کہ اطفال اللہ والے حوالے میں اوپر مذکور ہوا۔ بہاء)۔

رہا ثبوت اس امر کا کہ مرزا قادیانی خود صاحب حالات ومقامات مذکورہ نہیں ہے، سو ثبوت امر اول سے بڑھ کر ہے۔

قادیانی کے خیالات ومقالات وحالات صاف بتارہے ہیں کہ وہ ولی تو کجا ایک ادنی درجہ کا مسلمان بھی نہیں۔اس کے اعتقادات کا حال فتوی علمائے پنجاب و ہندوستان میں ملاحظہ ہو، اس کی نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اعمال ہمارے سوالات مندرجہ نمبر ا و ۲ جلد ۱۵، اشاعۃ السنہ سے ناظرین معلوم کرسکتے ہیں۔

اس کی شیریں زبانی اور خوش خلقی کا حال جواب فیصلہ آسمانی نمبر ا جلد ۱۴، اشاعۃ السنہ اور ہمارے سوالات اور مراسلت مندرجہ نمبر ا ج ۱۵، اشاعۃ السنہ میں ملاحظہ فرمائیں اس کی تازہ شیریں بیانی، خوش خلقی یہ ہے کہ اس نے محمد احسن بھوپالی امروہی کو فحش گالیوں کیلیئے ملازم رکھ کر اس کام پر مامور کیا ہے (شحنہ ہند میرٹھ کے ضمیمہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۵ کے مطابق مولوی محمد احسن کی تنخواہ مرزا کی طرف سے ۶۰ روپئہ ماہوار تھی جو ۱۹۰۳ء میں ۱۰۰ روپئہ ماہور کردی گئی تھی) جیسے کعب بن اشرف نے آنحضرت ﷺ کی ہجو کیلیئے لونڈیاں مقرر کر رکھی تھیں۔کیا صاحبان مقام وفنا وبقا یہی کام کرتے ہیں؟ پہلے ولی تو ایسے کام کرنے والوں کو ولی نہیں سمجھتے بلکہ ایسے

لوگوں کولعنت سے یاد کرتے ہیں ۔اور ولیوں کے یہ حالات بیان کرتے ہیں کہ وہ دشمنوں کی (چہ جائے دوستوں کی) بدگوئی اور دل آزاری نہیں کرتے ۔ایک مشہور ولی، بدعمل مدعی ولایت کے حق میں فرماتے ہیں

کار شیطان مے کند نامش ولی   گر ولی ایں ست لعنت بر ولی

ایک اور ولی فرماتے ہیں

شنیدم کہ مردان راہ خدا   دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ

ترا کے میسر شود ایں مقام   کہ با دوستانت خلاف ست و جنگ

یہ آپ کے مقام فنا و بقا کا حال ہے ۔اب مقام لقاء کا حال سنو ۔مولوی رومی نے اس باب میں ایک قانون مقرر کر دیا ہے جس کی شعر ذیل میں حکایت ہے

کار مرداں روشنی و گرمی ست   کار دوناں حیلہ و بےشرمی ست

اب طالب حق ویقین غور کریں اور دیکھیں کہ قادیانی صاحب اس مقام لقاء کے مرد ہوتے، تو سرگرمی کے ساتھ اپنی روشنی و برکات وخوارق دکھاتے۔عین موقعہ تحدی و معارضہ میں بات کو حیلہ حوالہ سے نہ ٹلاتے۔آسمانی نشان برکات خوارق عادات دکھانے کے لئے ہمیشہ آپ ناجائز شروط لگاتے اور لمبی لمبی میعادیں مقرر کرتے ہیں، جن کا انتظار کسی سے نہ ہو سکے ۔پچھلے واقعات کو جانے دو، آپ کے آخری دعوی نشان نمائی پر آپ کو جواب فیصلہ آسمانی مندرجہ اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد۱۴ص ۵۱ میں ایک صوفی صاحب کے مقابلہ کے لئے دس ہفتہ میں نشان دکھانے یا پانچ ہفتہ میں صوفی صاحب کا نشان دیکھنے کے لئے بلایا، تو اس سے بھی آپ نے رسالہ نشان آسمانی میں انکار کر دیا اور صاف کہا کہ میں مامور ہوں، ایک سال کی مدت کم نہیں کرسکتا ۔ (جیسا کہ مولانا محمد علی لکھویؒ نے اپنے والد جناب محی الدین عبد الرحمٰن لکھویؒ کے حالات میں لکھا ہے ایک دفعہ مرزا نے کہا کہ میرا کوئی مخالف نشان آسمانی دکھلا وے ۔آپ نے فرمایا کہ رجسٹری کر کے لکھ دو جوامر خارج از طاقت انسانی ہو جس کو وہ مقرر کرے کہ مرزا اس کو دس ہفتہ میں دکھلا وے یا میں اس کو پانچ ہفتہ میں دکھلاتا ہوں ۔چنانچہ اس کو بذریعہ رجسٹری لکھا گیا جس کا جواب نہیں آیا (اشاعۃ السنۃ ج ۱۴ نمبر۲ ص ۵۲ میں اس کا ندراج ہے ۔منقول از اہل حدیث امرتسر ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۳۹ء ۔اپریل ۱۹۲۱ء ۔ ص ۹ ۔ ۱۰)

جو لوگ آپ سے دعاؤں کے خواستگار ہوئے ہیں، ان کو بھی آپ حیلہ حوالوں سے ٹلاتے رہے ہیں ۔

بے چارہ آپ کا ظلم رسیدہ مولوی جلال الدین ساکن پیرکوٹ ضلع گوجرانوالہ مرض نزول الماء میں مبتلاء ہے اور ڈاکٹروں کا معمول کا علاج چھوڑ کر بارہا سفر کرکے آپ کے پاس پہنچا، تو اس کو آپ نے اس حیلہ سے لٹکا رکھا کہ میں نے تین شخصوں کے حق میں (جن میں ایک تم اور دو اور ہیں) دعا کی۔ ازانجملہ دو کے حق میں دعا قبول ہوگئی ہے، ایک کے حق میں نامنظور ہوئی، شائد ان دو میں تم ہو۔ یوں وہ بے چارہ نہ بالکل مایوس ہو کر ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتا ہے اور نہ اپنی مراد کو پہنچتا ہے۔ جن لوگوں سے آپ نے روپیہ لے کر دعا صحت اور اولاد کا وعدہ کیا ہوا ہے (اور ان کا ذکر رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۳ کے ص ۱۱ میں ہے) وہ بھی اب تک آپ کے حیلے حوالوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔

قادیانی صاحب! آپ کو درجہ لقاء حاصل ہے تو کیوں کبھی آپ کی زبان میں الٰہی طاقت کا تموّج نہیں ہوتا؟ اور کیوں کبھی آپ کے کن میں خدا کے کن کا اثر نہیں آتا؟ اگر کبھی آیا ہے تو پھر آپ نے ان بے چارے اہل حاجات کا، جن سے پیشگی فیس لے چکے ہیں، اس وقت کام کیوں پورا نہ کر دیا، اور اپنی گردن کو انکے حق سے کیوں سبکدوش نہ کیا۔ یہ لوگ نہ سہی اور لوگوں کا ہی نام لیں جو آپ کے مدّ و تموّج کے اثر سے فیض یاب ہوئے ہیں، ورنہ ان لن ترانیوں سے شرم کریں۔ شرم، انسانیت کے لوازم سے ہے۔

اس بیان میں قادیانی نے مسلمانوں کو ایک اور مغالطہ دیا ہے۔ وہ یہ کہ دعوی تو بیان حقیقت اسلام کا کیا اور اپنے بیان میں حقیقت ولایت کو، جو ایمان کا اعلی رتبہ ہے، اور وہ صرف نبیوں اور ولیوں میں پایا جاتا ہے، بیان کیا۔ اس میں یا تو تمام مسلمانوں کو اس نے ولی قرار دیا، یا ولیوں کے سوائے باقی تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔

اس کا ازالہ یہ ہے کہ اس بیان میں مرزا قادیانی نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ یہ حقیقت اسلام، جو آپ نے بیان کی ہے، اعلی درجہ کے ایمان کی حقیقت ہے، عام مسلمانوں اور مومنوں کے ایمان و اسلام کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تینوں مقام، فنا بقا اور لقاء اور اس کے لوازم کے محل و موصوف ہوں۔

ایک مغالطہ، اس کا یہ کہنا ہے کہ اولیاء اللہ مقام لقاء میں پہنچ کر اطفال اللہ کہلاتے ہیں، گو شرع میں یہ لفظ وارد نہیں۔ اس میں اس نے اپنے اس پہلے کفر کو، کہ مجھے بطور استعارہ خدا کا بیٹا کہنا جائز ہے، صحیح اور مؤید کرنا چاہا، اور یہ بھی جتایا ہے کہ اس کی ایسی باتوں پر

شریعت گواہ نہیں تو کیا ہوا؟ وہ خود ایک نئی شریعت لے کر آیا ہے۔

اس مغالطہ کا ازالہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث نے ایسی باتوں کو دین سے خارج کیا ہے جن پر شریعت گواہ نہیں۔ اور پرانے صوفیا نے بھی کہہ رکھا ہے (یعنی جو حقیقت شریعت کے برخلاف ہو، وہ چھپا ارتداد و الحاد ہے۔ دیکھو مقالہ عاشر۔فتوح الغیب۔از شیخ عبدالقادر جیلانی) کل حقیقة لا تشهد لها الشريعة فهي زندقة و الحاد۔

☆ کید ششم: معجزات مسیح

دافع الوساوس کے صفحہ ٦٧ میں قادیانی نے کہا ہے

. زیادہ تر افسوس ان عیسائیوں پر ہے جو بعض خوارق اسی کے (یعنی معجزات مذکورہ آنحضرت ﷺ کے) مشابہ مگر ان سے ادنی حضرت مسیح میں سن سنا کر، ان کی الوہیت کی دلیل ٹھہرا بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کا مردوں کو زندہ کرنا، اور مفلوجوں اور مجذوموں کو اچھا کرنا، اپنے اقتدار سے تھا، کسی دعا سے نہیں تھا۔ یہ دلیل اس بات پر ہے کہ وہ حقیقی طور پر ابن اللہ بلکہ خدا تھا۔ لیکن ان بے چاروں کو خبر نہیں کہ اگر انہیں باتوں سے انسان خدا بن جاتا ہے تو اس خدائی کا زیادہ تر استحقاق ہمارے سید و مولی نبی ﷺ کو ہے.... یہ بات اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس قسم کے اقتداری خوارق گو خدا کی طرف سے ہی ہوتے ہیں، مگر پھر بھی خدا کے ان خاص افعال سے جو بلا توسط ارادہ غیری ظہور میں آتے ہیں، کسی طور سے برابری نہیں کر سکتے۔ تا سرسری نگاہ والوں کی نظر میں تشابه فى الخلق واقع نہ ہو۔ اسی وجہ سے حضرت موسی کا عصا، باوجود اسکے کہ کئی دفعہ سانپ بنا لیکن، آخر عصا کا عصا ہی رہا اور حضرت مسیح کی چڑیاں، باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن سے ثابت ہے مگر، پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھی

اس کید میں قادیانی نے عجیب چال دکھائی ہے۔ اپنے مخالفین و معترضین کو تو یہ بات جتائی ہے کہ وہ معجزات مسیح سے انکاری نہیں ہے بلکہ صرف اس نتیجہ سے جو نصاری نے ان معجزات سے نکالا ہے، کہ حضرت عیسی مسیح خدا یا خدا کے بیٹے ہیں، انکاری ہوا ہے۔ اور علمائے وقت نے جو اس کو معجزات مسیح کا انکاری ٹھہرا کر کافر بتایا ہے، اس میں انہوں نے

افتراء کیا اور ظلم سے کام لیا۔

اپنے موافقین اہل نیچر کو (جو صرف اس انکار معجزات کے سبب سے اس کے پیرو ہوئے ہیں) اس نے پہلے شروع قول میں یہ کہکر کہ، معجزات مسیح آنحضرت ﷺ کے اقتداری خوارق سے کم رتبہ تھے، پھر آخر قول میں یہ کہکر کہ

> اس قسم کے خوارق خدا تعالی کے ان افعال سے جو بلا ارادہ غیر ظہور میں آتے ہیں، برابری نہیں کر سکتے، تاکہ تشابہ فی الخلق لازم نہ آوے۔ اسی واسطے حضرت موسیٰ کا عصا، باوجود یکہ کئی دفعہ سانپ بنا آخر، عصا کا عصا رہا۔ اور مسیح کی چڑیاں، باوجود پرواز کرنے کے، مٹی کی مٹی تھی

یہ جتا دیا کہ اب بھی اس نے ان معجزات کی حقیقت مشہورہ کو نہیں مانا۔ نہ ان جانوروں کا جو حضرت مسیح نے بنائے تھے، حقیقۃً زندہ ہونا مانا ہے، نہ ان کے حقیقی پرواز کو جو زندہ جانوروں میں پایا جاتا ہے، اور اس سے تشابہ فی الخلق لازم آتا ہے جو ایک شرک ہے، اس نے تسلیم کیا ہے۔ اسی وجہ سے مسیح کی چڑیوں کی نسبت کہہ دیا ہے کہ وہ بظاہر اڑتی تھیں مگر درحقیقت وہ مٹی کی مٹی تھی۔ اور اسی نظر سے ان معجزات کی نسبت کہہ دیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے خوارق سے کم رتبہ تھے۔ جس سے اس کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خوارق مذکور پانی اور روٹی کا زیادہ ہونا، تو حقیقۃً وقوع میں آئے تھے کیونکہ وہ طبعی اور نیچرل اصول کے مخالف نہیں ہے۔ ہوا اور پانی وغیرہ عناصر کا ہیولی واحد ہے، لہذا پانی ہمیشہ ہوا بن جاتا ہے، ہوا پانی بن جاتی ہے۔ اسی نیچرل اصول کے مطابق آنحضرت ﷺ کی برکت سے ہوا پانی ہو گئی ہو تو محل تعجب و انکار نہیں ہے۔ بخلاف معجزات مسیح (مٹی کا چڑیا بن جانا، یا مردہ کا زندہ ہونا) کہ وہ اصول نیچر کے مخالف ہے، لہذا ممکن نہ تھا کہ مردہ حقیقۃً زندہ ہو جاتا اور مٹی کا جانور پرند بن جاتا۔ وہاں جو کچھ ہوا تھا وہ صرف مسمریزم کی تاثیر سے ظاہر ہوا تھا اور درحقیقت کچھ نہ تھا۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں بیان ہوا ہے۔ لہذا اس مقام کی تسلیم اور ازالہ کے انکار میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔

☆ ازالہ کید (اعاذہ فریق مخالف قادیانی)

مسلمان بھائیو! قادیانی نے جو بظاہر معجزات مسیح کو تسلیم کیا ہے اس میں اس نے

آپ لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنے زمرہ میں داخل کرنا چاہا ہے، وہ ہرگز ان معجزات کا قائل نہیں ہے۔ اس کے اس ظاہری اقرار کے ساتھ اس کا در پردہ انکار بھی اس قول کے شروع اور آخر میں موجود ہے۔ ہم نے اس کید کی تفصیل میں اس انکار کا بخوبی اظہار کر دیا ہے۔ آپ لوگ توجہ سے اس کو پڑھیں گے تو اس انکار کے موجود ہونے کا اقبال کریں گے۔ اس سے بھی آپ کو وہ انکار سمجھ میں نہ آوے تو آپ اس کی یہ تفصیل با دلیل سنیں کہ قادیانی نے جو کچھ اس مقام تسلیم معجزات میں کہا ہے، اپنے ازالہ اوہام میں اس کا خلاف کیا ہے اور اس تسلیم سے بڑھ کر انکار کا اظہار فرمایا ہے۔

ازالہ اوہام میں بصفحہ ۲۹۶ قادیانی نے اس خیال کو کہ حضرت مسیح پرند بنا کر اس میں پھونک مار کر زندہ کر دیا کرتے تھے، نقل کر کے اس کو سخت بے ایمانی وصریح الحاد کہا ہے۔

پھر اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۲ میں کہا ہے کہ ان دنوں (یعنی مسیح کے وقت میں) یہودیوں کے خیالات اس طرف جھکے ہوئے تھے، جو کہ شعبدہ بازی کے قسم میں سے تھے۔

پھر ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۳ میں کہا ہے:۔

. تو کچھ تعجب کی بات نہیں کہ حضرت مسیح کو اس طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا بنا کر کسی کل کے دبانے سے، یا پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسا پرندہ پرواز کرتا ہے، کیونکہ حضرت مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری (بڑھئی) کا کام کرتے رہے ہیں۔

پھر ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۵ میں کہا ہے:۔

ما سوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز، طریق عمل الترب (یعنی مسمریزی طریق) سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں، کیونکہ عمل الترب میں، جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں، ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اس میں پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کر ان چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں۔

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۶ میں کہا ہے:۔

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی وغیرہ سے بنایا جاوے اور عمل الترب سے اپنی روح کی گرمی اس کو پہنچائی جائے، وہ درحقیقت زندہ نہیں ہوتا بلکہ بدستور بے جان

اور جماد ہوتا ہے ۔صرف عامل کے روح کی گرمی بارود کی طرح اس کو جنبش میں لے آتی ہے ۔اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی بپایہ ثبوت نہیں پہنچتا، اور نہ درحقیقت زندہ ہوجانا ثابت ہوتا ہے۔

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۱ میں کہا ہے:۔

مسیح کے عمل الترب سے وہ مردہ جو زندہ ہوتے تھے، یعنی وہ قریب الموت آدمی جو گویا نئے سرے سے زندہ ہو جاتے تھے، وہ بلاتوقف چند منٹ میں مر جاتے تھے ۔کیونکہ بذریعہ عمل الترب روح کی گرمی اور زندگی صرف عارضی طور پر ان میں پیدا ہو جاتی تھی

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۵ میں کہا ہے:۔

. اور اگر یہ کہا جائے کہ کیوں بطور معجزہ جائز نہیں کہ حضرت مسیح اذن اور ارادہ الٰہی سے حقیقت میں پرندے بنا لیتے ہوں ۔اور وہ پرندے ان کی اعجازی پھونک سے پرواز کر جاتے ہوں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالی اپنے اذن اور ارادہ سے کسی شخص کو موت اور حیات اور ضرر اور نفع کا مالک نہیں بناتا ۔ نبی لوگ دعا اور تضرع سے معجزہ مانگتے ہیں ۔معجزہ نمائی کی ایسی قدرت نہیں رکھتے جیسا کہ انسان کو ہاتھ پیر ہلانے کی قدرت ہوتی ہے (ایک اور مقام پر مرزا قادیانی نے خوارق کو اقتداری ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ اقتداری خوارق اسی وجہ سے ان لوگوں سے صادر ہوتے ہیں کہ روح القدس کی روشنی ہر وقت ان کے شامل حال ہوتی ہے اور کسی حال میں جدا نہیں ہوتی ۔اور یہاں ازالہ اوہام میں معجزات کے اقتداری ہونے کی نفی کی ہے ۔محمد حسین) غرض معجزہ کی حقیقت اور مرتبہ سے یہ امر بالاتر اور ان صفات خاصہ خدا تعالی سے ہے جو کسی بشر کو مل نہیں سکتی۔

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۷ میں مرزا صاحب نے کہا ہے:۔

بعض دانش مند شرک سے بچنے کے لئے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح جو پرندے بناتے تھے وہ بہت دیر تک جیتے نہیں تھے، ان کی عمر چھوٹی ہوتی تھی، تھوڑی مسافت تک پرواز کر کے پھر گر کر مر جاتے تھے ۔لیکن یہ عذر بالکل فضول ہے اور صرف اسی حالت میں ماننے کے لائق ہے کہ جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں واقعی اور حقیقی حیات پیدا ہوتی تھی.

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۹ میں کہا ہے :۔

بہت لوگ اس وسوسہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اگر کسی نبی کے دعا کرنے سے کوئی مردہ زندہ ہو جائے، یا کوئی جماد جاندار بن جائے، تو اس میں کون شرک ہے ۔ ایسے لوگوں کو جاننا چاہیے کہ اس جگہ دعا کا کچھ ذکر نہیں۔ اور قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہوتا ہے اور دعا پر جو فعل مترتب ہوتا ہے، وہ فعل الٰہی ہوتا ہے ۔ نبی کا اس میں دخل نہیں ہوتا۔ لیکن اس جگہ وہ صورت نہیں ۔ اناجیل اربعہ کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہیں تھے ۔ اور قرآن شریف میں بھی کسی جگہ یہ ذکر نہیں کہ مسیح بیماریوں کے چنگا کرنے یا پرندوں کے بنانے کے وقت دعا کرتا تھا، بلکہ وہ اپنی روح کے ذریعہ سے جن کو روح القدس کے فیضان سے برکت بخشی گئی تھی، ایسے ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔

اور صفحہ ۳۲۲، ازالہ اوہام میں کہا ہے :۔

. غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ علم الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم سے تھا۔ اور وہ مٹی درحقیقت مٹی رہتی تھی .

ان تصریحات وعبارات میں قادیانی نے مسیح کے معجزات، حقیقۃً مردوں کو زندہ کرنے، اور مٹی سے سچ مچ کے جانور بنانے اور حقیقۃً ان کے پرواز کرنے، سے صاف انکار کیا ہے ۔ پھر ان انکار کے ساتھ اب اس کا اقرار جو اس کے کید ششم میں پایا جاتا ہے، کب سچا ہوسکتا ہے اور اس اقرار سے بجز دھوکہ دہی اہل اسلام اور کیا مقصود ومراد ہوسکتا ہے؟

اگر قادیانی یا اس کا کوئی حامی یا حواری یہ عذر کرے کہ وہ انکار پہلے زمانہ تالیف ازالہ اوہام کا ہے اور یہ اقرار تازہ زمانہ تالیف دافع الوساوس کا ہے، لہذا مناسب بلکہ لازم ہے کہ اس انکار کو منسوخ اور مرجوع عنہ سمجھا جائے اور اس اقرار کو ناسخ وموجب رجوع وتوبہ تصور کیا جائے ، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قادیانی نے اس انکار سے رجوع کیا اور اس کفر سے تائب ہوا ہے تو چشم ما روشن دل ماشاد ۔ ہم اس رجوع وتوبہ پر (اگر اس کے ساتھ اور کفریات سے بھی وہ توبہ کرے) اس کو اپنا بھائی سمجھنے اور کل ہندوستان کے علماء کی طرف سے اس کو مسلمانی کا

سرٹیفکیٹ دینے کو بخوشی حاضر و مستعد ہیں مگر بحکم تو بۃ السّرّ با السّرّ و تو بۃ العلا نیّۃ با لعلا نیّہ یہ رجوع وتوبہ اس صورت اور شرط سے اور اسی حالت میں مقبول و صحیح ہو سکتی ہے کہ وہ ازالہ اوہام وغیرہ تالیفات سابقہ کو، جن میں اس قسم کے کفریات درج ہیں، آگ میں جلا دے یا دریا برد کر دے۔ یا کم از کم اس مضمون کا اشتہار دے کہ ان کفریات سے میں نے رجوع کر لیا اور میں تائب ہوا ہوں، اب ان کتابوں کی ایسی باتوں کا کوئی اعتبار نہ کرے اور اگر وہ ان کتابوں کو نہ جلاوے یا اس مضمون کا اشتہار نہ دے تو پھر رجوع وتوبہ کا یقین نہیں ہوسکتا اور اس اقرار معجزات مسیح کا سبب و محمل یہی متعین رہتا ہے کہ دلی اعتقاد تو اس کا وہی کفر و انکار ہے اور اس اقرار میں وہ مسلمانوں کو دام میں لاتا اور اپنے آپ کو فتوی کفر سے بچاتا ہے۔ اور اس اقرار اور سابق انکار میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اور ایک دوسرے کا مکذب ہے، اس کی قادیانی کچھ پرواہ نہیں رکھتا، بلکہ اس میں یہ فائدہ مدنظر رکھتا ہے کہ جس مقام میں جو بات وہ کہے گا اس میں کوئی نہ کوئی پھنس جائے گا۔ مختلف باتوں کا موازنہ کون کرتا ہے کہ اس سے بدگمانی اور انحراف کا خوف پیدا ہو۔

☆ اعاذہ فریق موافق قادیانی

ہمارے نیچری دوستو! قادیانی کے اس انکار معجزات پر آپ لوگ خوش نہ ہوں اور اس انکار کی وجہ سے اس کو اپنے امام (سید احمد خان) کا خلیفہ برحق سمجھ کر اس کے پیچھے نہ لگیں۔ اسکے اس اقرار کے ساتھ جس سے اس نے مسلمانوں کو دام میں لانا چاہا ہے، یہ انکار بے سود ہے۔ معجزات مسیح کے متعلق گو اس کے اقرار کے ساتھ انکار بھی پایا گیا ہے مگر معجزات آنحضرت ﷺ اور خوارق اقتداری دیگر اولیاء اللہ کا اس نے ایسے طور پر اقرار کر لیا ہے کہ ان سے انکار کرنے کی اب اس کو گنجائش نہیں رہی۔

آنحضرت ﷺ کا معجزہ پانی زیادہ کرنے کا، گو آپ لوگوں کے نیچرل اصول کے مخالف نہیں مگر معجزہ شق القمر (جس کو قادیانی اس کید سے پہلے کید پنجم میں مانا ہے) تو آپ کے اس خیالی اصول کے بالکل مخالف ہے۔ پھر وہ آپ لوگوں کا خاص اور پورا ہم مشرب اور آپ کے امام پیر نیچر کا پکا خلیفہ کیونکر ہوسکتا ہے۔

اور سنیئے! میلہ سالانہ (۱۸۹۲ء) کے جلسہ میں قادیانی نے یہ بھی کہا تھا کہ نبی یا ولی

کی دعا سے، یا یہ کہ خدا چاہے، تو کوٹھے کا ہاتھی بن جائے اور اپنے سولہ گز کے نئے کوٹھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ خدا چاہے تو یہ کوٹھہ اڑ کر چلا جائے۔ اس کا یہ بیان کس و ناکس نے جو اس وقت حاضر و شریک جلسہ تھے، سنا اور مختلف شہروں میں جا کر نقل کیا اور خاکسار نے بٹالہ میں مولوی قدرت اللہ اور منشی دین محمد سے اور امرتسر کے قریب ریل گاڑی میں حکیم مولوی نور الدین سے (جو لاہور سے امرتسر تک ایک گاڑی میں میرے ساتھ آئے تھے) سنا۔

پس اگر یہ بیان قادیانی کا دل سے ہے، تو وہ آپ لوگوں کا پورا ہم خیال اور آپ لوگوں کے امام کا خلیفہ برحق کیونکر ہوسکتا ہے۔ آپ لوگوں کو مناسب ہے کہ اس داؤ میں نہ آویں، اور یقین کریں کہ یہ شخص منافق ہے۔

☆ قادیانی کا افحام اور اس کے معتقدین کا افہام

یہ تو ناظرین کو معلوم و ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی نے جو کچھ اس قول (یا کید) ششم میں کہا ہے اس میں اپنے مخالف و موافق دونوں فریق کو دھوکہ دیا، اب ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بعد قول نمبر ۵ جو کچھ اس نے کہا ہے اس میں اس کے سابق انکار معجزات اور اس کی وجوہات کا پورا جواب موجود ہے۔ اور یہ قول قادیانی کے انکار سابق پر افحام (الزام) اور اس کے اتباع کے افہام کا موجب ہوسکتا ہے اگر ان میں کچھ فہم و شرم ہو۔

اس قول میں مرزا قادیانی نے بڑے زور شور سے بیان کیا ہے کہ نبی اور ولی (جبکہ وہ مرتبہ لقاء کو پہنچ جاتا ہے) کا رنگ بشریت، رنگ ربانی کے نیچے چھپ جاتا ہے اور ان میں الٰہی طاقت آجاتی ہے اور تموّج کے وقت ان کا کن خدا کے کن کا کام دیتا ہے اور خدائی کاموں کیلئے ان میں ذاتی اقتدار پیدا ہو جاتا ہے۔ اس الٰہی طاقت کا یہ اثر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بغیر کسی دعا کے انگلی کے اشارہ سے چاند کو پھاڑ ڈالا، اور جس کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا تھا اس کی آنکھ کو بحال کر دیا۔ و علی ھذا القیاس

اس کا یہ اعتراف و اقرار جملہ وجوہات انکار کو نیست و نابود کرتا اور یقین دلاتا ہے کہ حضرت مسیح کا الٰہی طاقت کے تموّج کے وقت مردہ اور کوڑھی اور اندھے کو بغیر کسی دعا کے صرف ہاتھ لگانا اور مٹی کے جانور بنا کر اس کو کن طیراً باذن اللّٰہ کہہ دینا، یا صرف الٰہی طاقت کی بھری ہوئی پھونک مار دینا کافی، اور ان کی حیات و صحت کا سبب ہوسکتا ہے، اور

اس پر نہ شرک کا اعتراض وارد ہوتا ہے نہ مخالفت قانون قدرت کا۔ اور کچھ ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مسیح کے افعال مذکورہ کو قادیانی کے سابق قول کے مطابق خلاف توحید ومخالف قانون قدرت سمجھ کر یہودیوں کی سی شعبدہ بازی یا یورپ والے صناعوں جیسی دستکاری قرار دیں، یا عمل مسمریزم کا اثر (جھوٹی حیات وعارضی صحت وخیالی حرکت وغیرہ) بتاویں وعلی هذا القیاس

قادیانی نے انکار سابق کی وجوہات میں جو یہ کہا ہے کہ فعل مخلوق کا فعل خالق سے کمتر ہونا ضروری ہے تاکہ تشابه فی الخلق لازم نہ آوے اور اسی کے مطابق اس قول واقرار جدید کے آخر میں بھی ایک فقرہ بڑھا کر انکار کی جگہ رکھ لی ہے، یہ حضرت مسیح کے معجزہ خلق طیور کو باطل نہیں کرسکتا۔ مسیح کے بنائے ہوئے پرندوں اور خدا کے مخلوق پرندوں میں یہ فرق بین موجود ہے اور وہ تشابه فی الخلق کو دور کرنے کیلئے کافی ووافی ہے کہ خدا نے تو عالم کو ذاتی طاقت سے بغیر کسی سابق مثال یا مادہ کے بنایا اور حضرت مسیح نے خدا کی بنائی ہوئی مٹی سے خدا کے بنائے ہوئے پرندوں کا نمونہ ومثال دیکھ کر خداداد طاقت اور خدا کے اذن سے کوئی جانور بنایا۔ اس فرق بین کو دیکھ کر کوئی احمق سے احمق اور غبی سے غبی بھی حضرت مسیح کو حقیقی خالق نہیں سمجھ سکتا اور آپ کے خلق کو خدا کی خلق سے مشابہ نہیں خیال کرسکتا

قادیانی نے اپنے سابق مجوزہ فرق کہ مسیح کے پرند درحقیقت پرند جانور نہ ہوتے، (صرف کل کے دبانے سے یا مسمریزم کے ذریعہ سے روح کی گرمی پہنچنے سے کچھ حرکت کرتے تھے)، کی تائید میں جو ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۶ میں بیان کیا ہے کہ قرآن شریف سے ان پرندوں کا پرواز کرنا، بلکہ ہلنا اور جنبش کرنا بھی ثابت نہیں ہوتا، اس کا ابطال مرزا قادیانی نے اپنے قول جدید سے خود کردیا، اور خدا تعالی نے اس کے قلم سے اس مقام (دافع الوساوس کے صفحہ ۶۸) میں یہ نکلوادیا کہ ان جانوروں کا پرواز کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

قادیانیوں سے جو لوگ مرزا قادیانی کا بیان ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۶ کو سچ سمجھ کر اس پر ایمان لے آئے ہیں، وہ اب اس کے بیان وساوس صفحہ ۶۸ کو حیا وانصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں۔ اس سابق بیان کو جھوٹا سمجھیں اور اب ان معجزات کے حقائق مشہورہ پر ایمان لاویں۔ اور قادیانی کے اس جھوٹ وفریب کو کہ

ازالہ اوہام میں پرواز وحرکت وجنبش ان جانوروں کے قرآن سے ثابت ہونے سے صاف انکار کیا ہے اور وساوس میں بلا اعتراف غلطی سابق وبلا اظہار رجوع، قرآن سے اس پرواز

کے ثابت ہونے کا اقرار کرلیا ہے۔

غور و تامل سے ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیں کہ ایسا جھوٹا اور فریبی اتباع کے لائق ہے؟ ہرگز نہیں۔ جو لوگ قادیانی کے مقلد ہیں، ہم کو اس تعارض اور اختلاف بیانی کی وجہ بتلائیں اور ثابت کریں کہ قادیانی ان دونوں بیان (انکار صفحہ ۳۰۶، ازالہ اوہام و اقرار صفحہ ۶۸ وساوس) میں کیونکر سچا ہوسکتا ہے؟

قادیانی نے سابق انکار کی تائید میں اور خلق طیور مسیح کی خدا کی خلق سے مشابہت پیدا کرنے اور اس وجہ سے اس کو شرک قرار دینے کی غرض سے ایک اور کید عظیم کیا کہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۵ میں کہا کہ

بعض لوگ موحدین کے فرقہ سے بحوالہ آیت قرآنی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح بن مریم انواع اقسام کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر زندہ کر دیا کرتے تھے۔ جس حالت میں مسیح کے کروڑہا پرندے بنائے ہوئے اب تک موجود ہیں جو ہر طرف پرواز کرتے نظر آتے ہیں تو پھر مثیل مسیح کا کسی پرندہ کا خالق ہونا چاہیے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۷ میں کہا ہے۔

اس موحد کو یہ بھی کہا گیا کہ کیا تم اب شناخت کرسکتے ہو کہ ان پرندوں میں سے کون سے ایسے پرند ہیں، جو خدا تعالی کے بنائے ہوئے ہیں، اور کون سے ایسے پرندے ہیں جو ان پرندوں کی نسل سے ہیں جن کے خالق حضرت مسیح تھے، تو اس نے جواب دیا کہ میں شناخت نہیں کرسکتا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۸ میں کہا ہے

بعض موحدین کا یہ اعتقاد ہے کہ پرندوں میں کچھ خدا کے مخلوق ہیں اور کچھ حضرت عیسی کے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۶ میں کہا ہے

اب ہر ایک دانش مند سوچ سکتا ہے کہ یہ صورت ہرگز معجزہ کی صورت نہیں کہ خدا تعالی دائمی طور پر ایک شخص کو اجازت اور اذن دیدے کہ تو مٹی کے پرندے بنا کر پھونک مارا کر، وہ حقیقت میں جانور بن جایا کریں گے اور ان میں گوشت اور ہڈی اور خون اور تمام اعضا جانوروں کے بن جائیں گے۔ اس صورت میں خدا کی صفات میں شریک ہونا جائز ہوگا، گو اس کے حکم اور اذن ہی سے سہی۔ اور نیز ایسے خالقوں کے سامنے اور

فتشا به الخلق علیهم کی مجبوری سے خالق حقیقی کی معرفت مشتبہ ہو جاوے گی۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۹ میں کہا ہے۔

اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں واقعی اور حقیقی حیات پیدا ہو جاتی تھی اور سچ مچ ان میں ہڈیاں، گوشت پوست، خون وغیرہ اعضاء بن کر جان پڑ جاتی تھی، تو اس صورت میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان میں جاندار ہونے کے تمام لوازم پیدا ہو جاتے ہوں گے اور وہ کھانے کے بھی لائق ہوں گے اور ان کی نسل آج تک کروڑ ہا پرندے زمین پر موجود ہوں گے اور کسی شکاری کے ہاتھ سے مرتے ہوں گے۔

اس کید کا ازلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے کسی فرقہ، موحدین ہو (جس سے قادیانی کی مراد فرقہ اہل حدیث ہے) یا کوئی اور، کے ایک بھی شخص کا یہ اعتقاد نہیں سنا گیا اور نہ کسی کتاب چھوٹی یا بڑی میں دیکھا گیا ہے کہ حضرت مسیح کو مٹی کے جانور بنانے کا دائمی اختیار و اقتدار حاصل تھا۔ اور کروڑ ہا جانوروں کو انہوں نے پیدا کیا اور ان کا سلسلہ نسل اب تک چلا آیا ہے اور موجودہ پرندوں میں کچھ خدا کی مخلوق ہیں اور کچھ حضرت عیسی کی مخلوق ہیں، یا ان کی نسل سے ہیں جو حضرت عیسی نے بنائے تھے، مگر ہم ان کو پہچان نہیں سکتے۔ یہ سب باتیں کذاب قادیانی اور اس دجال لا ثانی کی اپنی من گھڑت ہیں جس سے اس کا مقصود وہ ہے جو ہم نے بیان کیا کہ اس اعتقاد معجزہ خلق طیور کا شرک ہونا لوگوں کے خیال میں جم جائے، پھر اس ذریعہ سے وہ اس معجزہ کی نفی کرے۔

مرزا قادیانی اس امر میں اور اس بیان اعتقاد مذکور میں سچا ہے تو بتاوے کہ کس موحد (اہل حدیث) سے اس نے یہ اعتقاد سنا ہے؟ اور وہ جاہل ہے یا عالم؟ جاہل ہے تو اس کی بات کا کیا اعتبار ہے، اور اگر عالم ہے تو اس کا فل اڈریس (پورا نام نشان) کیا ہے؟ اگر قادیانی ایسے شخص کا نام لے گا جو فرقہ اہل حدیث سے مرتد ہو کر عیسائی یا مرزائی ہو گیا ہو، تو اس کا ہرگز اعتبار نہ ہو گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ وہ برطبق، یکے دزد باشد و یکے پردہ دار

قادیانی کے بہکانے سے اس اعتقاد کا مظہر و فرضی معتقد بن بیٹھا ہے۔ اپنے اتباع کے سوا اور کسی فرد فرقہ اہل حدیث کا نام نہیں بتلا سکے گا۔ انشاء اللہ تعالی

جملہ اہل اسلام کا (جن میں اہل حدیث بھی داخل ہیں) حضرت مسیح کے معجزہ خلق طیور کی نسبت صرف یہی اعتقاد ہے کہ مسیح نے محض توفیق و اذن الٰہی سے (جب خدا کی طرف سے ہوتا)

نہ اپنی ذاتی طاقت سے، بعض اوقات چند پرندے بنائے اور پھر معلوم نہیں کہ وہ کیا ہوئے۔ کیا اسی وقت عصا موسی کی مانند (جسکی نسبت قال خذ ھا ولا تخف، سنعید ھا سیر تھا الاولی، خدانے کہا تو اس سانپ کو پکڑ لے ہم اس کو پہلی صورت یا سیرت پر کر دیں گے، وارد ہے) اپنی اصلی حالت پر ہوگئے یا طبعی موت سے مارے گئے اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ تعداد میں لاکھوں کروڑوں تھے اور موجودہ پرندوں میں وہ یا ان کی نسل موجود ہے۔ اور صرف اس قدر صحیح و اصلی اعتقاد اہل اسلام، قادیانی کے کسی اعتراض کا محل نہیں ہوسکتا اور نہ وہ شرک ٹھہر سکتا ہے۔ اور اگر بعض اوقات خدا کے اذن و اختیار سے، نہ دائمی اقتدار سے، مٹی سے جانور بنا دینے اور ان میں گوشت ہڈی خون اعضا پیدا کر دینے کا اعتقاد شرک ہے، تو پھر یہ اعتقاد قادیانی کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کی آنکھوں کے ڈھیلے جو لڑائی کے وقت نکل گئے تھے، درست کر دیئے تھے اور ان میں گوشت و عصبات وطبقات و رطوبات پیدا کر دی تھیں، کیوں شرک نہیں؟ کیا پرندوں کا گوشت پٹھے و خون بنانا خدا کا خاصہ ہے۔ اور آنکھ کا گوشت، پٹھے، خون، رطوبتیں و عصبات پیدا کرنا خدا کا خاصہ نہیں اور یہ کام بندہ بھی کر سکتا ہے؟ اور کیا اسی وجہ سے حضرت مسیح کے پرند بنانے کا اعتقاد شرک ہے اور آنحضرت ﷺ کا ڈھیلے بنانے کا اعتقاد شرک نہیں؟۔ لا حول و لا قوۃ۔

اس ڈھکوسلے کے آخر میں قادیانی کا یہ کہنا کہ اگر ان پرندوں کی حقیقی حیات مانی جائے تو اس کے لوازم کو (کہ وہ کھانے کے لائق بھی ہوں گے، شکاریوں کے ہاتھ آتے ہوں گے) ماننا پڑے گا، اپنی چھپی نیچریت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور مثل ا لا ناء یترشّح بما فیه کو سچا کر دکھانا ہے۔ قادیانیو! الشّیء اذا ثبت ثبت لوازمه ایک مسلمہ قاعدہ ہے، مگر معمولی اسباب و مسببات اور انسانی مقدورات میں۔ سو پرنیچرل امور اور الٰہی قدرت مقدور اس سے مستثنٰی ہیں۔ اور معجزات و خوارق عادات کا ماننا اسی استثنا کی تسلیم پر موقوف ہے۔ آپ ان معجزات کو اپنے قول (کید) نمبر ۵ میں دل سے نہ سہی، زبان سے مان چکے ہیں۔ لہذا اب آپ کو ان لوازم کے الزام کی گنجائش نہیں رہی۔ ہے تو آپ ہی فرماویں کہ چاند کے پھٹ جانے کے جو لوازم ہیں اور ان کی دست آویز سے نئی روشنی والے اور نئے نظام کے معتقد جو الزام قائم کرتے ہیں وہ کیوں لازم نہیں ہیں؟ اور سرمہ چشم آریہ میں ان الزامات کے جواب میں جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ کیونکر صحیح ہے؟

ایک تعجب کے لائق یہ بات ہے کہ آپ نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۶ میں ان آیات کو جن میں مسیح کے خلق طیور وغیرہ معجزات کا ذکر ہے، متشابہات قرار دیا ہے۔ پھر ایسے امور متشابہۃ الحقیقۃ غیر معلوم الکنہ و الکیفیہ کیلئے لوازم تجویز کرنا کیونکر جائز و مناسب ہے؟ یہ امر الحاد و نیچریت نہیں تو کیا ہے؟ یہ امر آپ کے نزدیک جائز ہے تو یہ کیوں برملا نہیں کہتے کہ مثلاً خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے تو اس میں انگلیاں، گوشت، ناخن بھی ہونے لازم ہیں۔ آنکھ ہے تو اس میں ڈھیلا، پتلی، طبقات، رطوبات بھی ہوں گی۔ قبر میں بچھو و سانپ ہیں تو ضرور اور لازم ہے کہ وہ قبر اکھاڑنے سے دکھائی دیں۔ بہشت کا باغ ہے اور اس میں پودے پھل ہیں، تو ضرور ہے کہ بہشت میں کھاد (میلا) بھی ہو۔ اور اگر بہشت میں عورتیں جوان ہیں تو ضرور ہے کہ ان سے نسل بڑھے اور بہشت میں کوئی جگہ خالی نہ رہے۔ دوزخ میں آگ موجود ہے تو ضرور ہے کہ اس کی راکھ بھی کہیں جمع ہوگی۔ وعلی ہذا القیاس۔ اور ان باتوں سے اپنی نیچریت کو کیوں اچھی طرح ظاہر نہیں کرتے۔ اور اگر ان متشابہات (صفات خالق اور حالات دوزخ و بہشت) میں یہ لوازم نہیں نکالتے، تو مسیح کے پرندوں کی نسل کا جاری رہنا، اور شکاری کے دام میں آنا کیوں ضرور اور لازمی قرار دیتے ہیں؟

اس بیان سے بخوبی ثابت ہوا کہ نفی و انکار معجزات مسیح کے متعلق قادیانی کا آخری کید عظیم درحقیقت ضعیف اور اوھن من بیت العنکبوت ہے اور حضرت مسیح کے معجزات خلق طیور کو مٹانے کے لئے جو کچھ اس نے سابق انکار مندرجہ ازالہ اوہام میں کہا ہے اس کو وساوس کے قول (یا کید) نمبر پنجم کا اقرار معجزات نیست و نابود کرتا ہے۔ اور یہ اقرار قادیانی کے افحام (الزام) کا اور قادیانیوں کے افہام کا موجب ہوسکتا ہے اگر ان میں کچھ فہم اور شرم ہو۔ ومعہذا اس اقرار حال سے وہ معجزات کو ماننے والا بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ وہ سابق انکار سے توبہ نہ کرے اور اس سے رجوع کرنے کا اشتہار نہ دے۔

☆ کید ہفتم: حقیقی اور مجازی روح القدس

مرزا قادیانی نے دافع الوساوس کے صفحہ ۷۱ و ۷۲ میں کہا ہے۔

. اس سفر کی تمام صعوبتیں اور مشقتیں فنا کی حد تک ہی ہیں۔ اور پھر اس سے

آ گے گذر کر انسان کی سعی اور محنت کو دخل نہیں اور محبت صافیہ جو فنا کی حالت میں خداوند کریم سے پیدا ہوتی ہے، الٰہی محبت کا خود بخود اس پر ایک نمایاں شعلہ پڑتا ہے، جس کو مرتبہ بقا ولقا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور جب محبت الٰہی بندہ کی محبت پر نازل ہوتی ہے تب دونوں محبتوں کے ملنے سے روح القدس کا ایک روشن اور کامل سایہ انسان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے (توضیح مرام کے صفحہ ۲۱ و ۲۲ میں بطور نر مادہ ملنا، یعنی جفت ہونا، اور اس سے روح القدس کا تولّد ہونا بیان کیا ہے) اور لقاء کے مرتبہ پر اس روح القدس کی روشنی نہائت ہی نمایاں ہوتی ہے اور اقتداری خوارق، جن کا ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں، اسی وجہ سے ایسے لوگوں سے صادر ہوتے ہیں کہ یہ روح القدس کی روشنی ہر وقت اور ہر حال میں ان کے شامل حال ہوتی ہے اور ان کے اندر سکونت رکھتی ہے اور وہ اس روشنی سے کبھی اور کسی حال میں جدا نہیں ہوتے اور نہ وہ روشنی ان سے جدا ہوتی ہے....اسی روشنی کا نام روح القدس ہے۔مگر یہ حقیقی روح القدس نہیں۔ حقیقی روح القدس وہ ہے جو آسمان پر ہے ۔ یہ روح القدس اس کا ظل ہے، جو پاک سینوں اور دماغوں میں ہمیشہ کیلئے آباد ہو جاتا ہے اور ایک طرفۃ العین کے لئے بھی ان سے جدا نہیں ہوتا۔اور جو شخص یہ تجویز کرتا ہے کہ یہ روح القدس کسی وقت اپنی تمام تاثیرات کے ساتھ ان سے جدا ہو جاتا ہے، وہ شخص سراسر باطل پر ہے.... ہاں یہ سچ ہے کہ حقیقی روح القدس تو اپنے مقام پر ہی رہتا ہے لیکن روح القدس کا سایہ جس کا نام مجازاً روح القدس ہی رکھا جاتا ہے، ان سینوں اور دلوں اور دماغوں اور تمام اعضا میں داخل ہوتا ہے۔

اور دافع الوساوس کے صفحہ ۷۳ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے۔

. وہ کاملوں کو ایسا نعم القرین عطا کیا گیا ہے کہ ایک دم کے لئے بھی ان سے جدا نہیں ہوتا۔اور یہ گمان کرنا کہ ان سے علیحدہ بھی ہو جاتا ہے، دوسرے لفظوں میں اس بات کا اقرار ہے کہ وہ بعد روشنی تاریکی میں جا پڑتے ہیں۔

اور دافع الوساوس کے صفحہ ۷۴ میں کہا ہے ۔

. جیسے اشرار و کفار کے لئے دائمی طور پر شیطان کو بئس القرین قرار دیا گیا ہے تا ہر وقت وہ ان پر ظلمت پھیلاتا رہے .... ہمارے اندرونی مخالف قومی بھائی گمان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روح القدس جبریل کا نام ہے، کبھی تو وہ آسمان سے نازل

ہوتا ہے اور مقربوں سے نہایت درجہ اتصال کر لیتا ہے یہاں تک کہ ان کے دل میں دہنس جاتا ہے، اور کبھی ان کو اکیلا چھوڑ کر ان سے جدائی اختیار کر لیتا ہے اور کروڑ ہا بلکہ بے شمار کوسوں کی دوری اختیار کر کے آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ اور ان مقربوں سے بالکل قطع تعلقات کر کے اپنے قرار گاہ میں جا چھپتا ہے، تب وہ اس روشنی اور برکت سے بالکل محروم رہ جاتے ہیں جو اس کے نزول کے وقت ان کے دل اور دماغ اور بال بال میں پیدا ہوتی ہے۔ کیا اس عقیدہ سے لازم نہیں آتا کہ روح القدس کے جدا ہونے پر ان برگزیدوں کو ظلمت گھیر لیتی ہے اور نعوذ باللہ نعم القرین کی جدائی کی وجہ سے بئس القرین کا اثر ان پر شروع ہو جاتا ہے۔

اور اس دافع الوساوس کے صفحہ ۷۵ میں کہا ہے:۔

کیا یہی ادب اور یہی ایمان اور عرفان ہے، اور یہی محبت رسول اللہ ﷺ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نسبت اس تنزل اور نقص کی حالت کو روا رکھا جائے ....عیسائی لوگ تو حضرت مسیح کی نسبت یقینی اور قطعی طور پر یہ اعتقاد رکھیں کہ روح القدس جب سے حضرت مسیح پر نازل ہوا کبھی ان سے جدا نہیں ہوا، اور مسلمان بھی اس امر کو تسلیم کریں، چنانچہ مفسرین ابن جریر وابن کثیر وصاحب معالم و فتح البیان وکشاف وتفسیر کبیر وحسینی بیان کر چکے ہیں۔ لیکن مسلمان آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ اعتقاد کریں کہ روح القدس آنحضرت سے جدا بھی ہو جاتا تھا..اس سے زیادہ تر اور کیا بے ادبی اور گستاخی ہوگی کہ آنحضرت ﷺ کی صریح توہین کی جاتی ہے۔

اور اس دافع الوساوس کے صفحہ ۷۶ میں کہا ہے:۔

یہ لوگ مسلمان کہلا کر مولوی اور محدث اور شیخ الکل کہلا کر ختم المرسلین کی نسبت بدگمانی کرتے ہیں۔

پھر دافع الوساوس کے صفحہ ۷۶ و ۷۷ میں کہا ہے:۔

. قرآن ان تصریحات واشارات سے بھرا پڑا ہے کہ روح القدس مقربوں میں رہتا ہے۔ منجملہ ان آیات کے جو اس بارہ میں کھلے کھلے بیان سے ناطق ہیں، آیت ان كلّ نفس لمّا عليها حافظ اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ ہر ایک نفس پر ایک فرشتہ نگہبان ہے جو اس کے باطن کی حفاظت کرتا ہے۔ اور وہ روح القدس ہے۔

پھر دافع الوساوس کے صفحہ ۷۷ لغایت ۸۰ میں کہا ہے :۔

منجملہ ان کے یہ آیات ہیں .

۲۔ و انّ علیکم لحافظین۔ ۳۔ یرسل علیکم حفظہ۔

۴۔ لہ معقّبات مّن بین ید یہ و من خلفہ یحفظو نہ من امر اللہ۔

پھر بحوالہ معالم التنزیل ایک یہ حدیث نقل کی ہے کہ ہر ایک بندہ کے ساتھ ایک فرشتہ مؤکل ہے جو اس کے ساتھ ہی رہتا ہے اور اس کی نیند اور بیداری میں شیاطین اور دوسری بلاؤں سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ ایک یہ حدیث نقل کی ہے کہ تمہارے ساتھ فرشتے ہیں جو بجز حالت جماع و بیت الخلاء تم سے جدا نہیں ہوتے۔ اور عکرمہ تابعی کا یہ قول کہ ملائکہ شر سے بچانے کیلئے انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور جب تقدیر مبرم نازل ہوتو وہ الگ ہو جاتے ہیں۔ اور مجاہد تابعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کوئی انسان ایسا نہیں جسکی حفاظت کیلئے دائمی طور پر فرشتہ نہ ہو اور حضرت عثمان کا یہ قول کہ بیس فرشتے مختلف خدمات بجالانے کیلئے انسان کے ساتھ رہتے ہیں، پھر امام احمد کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس کے ساتھ دو قرین (ہم نشین یا ساتھی) مؤکل نہ ہوں، ایک جنوں میں سے ایک فرشتوں میں سے۔ میرے ساتھ بھی دو ہیں مگر میرا جن تابع ہو گیا ہے وہ مجھ سے بجز خیر کچھ نہیں کہتا۔

پھر دافع الوساوس کے صفحہ ۸۱ سے صفحہ ۸۶ تک ان دونوں قرینوں کے وجود کی عقلی وجہ وضرورت بیان کی ہے اور یہ بات جتائی ہے کہ ظاہری جسم کی حفاظت کیلئے فرشتہ کا ہونا ضروری ہے تو باطن کی حفاظت کیلئے بھی ضروری ہے۔

پھر دافع الوساوس کے صفحہ ۸۷ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے:۔

جب ہم ان دونوں میں سے کسی کا نام داعی الی الخیر رکھیں گے تو اسی کو ہم روح القدس یا جبریل کہیں گے ۔ اور جب ہم ان دونوں میں سے داعی الی الشر کہیں گے تو اسی کو ہم ابلیس اور شیطان کہیں گے ۔

پھر صفحہ ۸۹ دافع الوساوس میں منکرین وجود ملائکہ اور شیاطین کی بظاہر مذمت کر کے مرزا قادیانی نے بڑے فخر سے کہا ہے کہ

یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کے اثبات کیلئے خدا تعالی نے قرآن

کریم کے استنباط حقائق میں اس عاجز کو متفرد کیا ہے۔

یہ کفریات و مغالطات متن وساوس قادیانی کے صفحات مذکورہ کا خلاصہ ہے اور ان صفحات کے حاشیہ میں صفحہ ۷۷ سے ۸۹ تک کا خلاصہ یہ چند امور ہیں:۔

۱۔ آیت ان کلّ نفس لما علیھا حافظ ، سے ثابت ہے کہ کل سیاروں سورج، چاند، زحل، مشتری کی حفاظت کے لئے بھی ایک ایک فرشتہ مقرر ہے۔

۲۔ روح القدس جیسا کہ مقربوں کے ساتھ ہے اور ان کا نگہبان ہے، ایسا ہی اورلوگوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے (جن میں فاسق و فاجر بھی داخل ہیں)۔ اس کا فرق یہ ہے کہ مقربوں پر اس کی تجلی اعلی اور اکمل ہوتی ہے فاسقوں پر ناقص۔

۳۔ روح القدس فاسقوں کے ساتھ بھی ہے تو پھر ان سے گناہ کیوں ہوتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ روح القدس کا کام صرف نیکی کا القاء و الہام کرنا ہے، نہ گناہوں سے روک دینا۔

۴۔ بعض حدیثوں میں جو آیا ہے کہ جبریل کئی کئی دن آنخضرت ﷺ کے پاس نہ آتے، اس سے مراد صرف ایک قسم کی تجلی ہے کہ بعض اوقات بوجہ مصالح الٰہی اس قسم کی تجلی میں توقف ہو جاتی تھی (یہ قادیانی کے الفاظ ہیں)۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ جبریل بذات خود آسمان سے اپنا مقام چھوڑ کر وحی لے کر آتے تھے اور وحی پہنچا کر آنخضرت کو چھوڑ کر چلے جاتے۔

ذاتی نزول جبریل کے مراد نہ ہونے پر نقلی دلیل وہ آیت قرآن ہے جس میں فرشتوں کا یہ قول بیان ہوا ہے کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کو اس کا مقام معلوم نہ ہو، اور وہ حدیث جس میں بیان ہوا ہے کہ آسمان پر ایک قدم رکھنے کی جگہ نہیں جس میں فرشتے سجدہ و قیام نہ کرتے ہوں۔ اس آیت اور حدیث سے ثابت ہوا کہ فرشتے اپنے مقام سے ایک قدم نیچے یا اوپر نہیں آتے یا جاتے۔ اور عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر چھ سو موتیوں کے پروں والہ جبریل جس کا طول مشرق سے مغرب تک ہے، اپنا سارا وجود لے کر آسمان سے اترے اور ایسا ہی اور فرشتے بھی اتر آئیں تو آسمان خالی ویران اور سنسان پڑا رہ جائے گا۔ خصوصاً لیلۃ القدر میں تو وہ بالکل اجڑا ہوا گھر نظر آئے گا۔ افسوس شیخ الکل کہلا کر ایسے وقت میں کہ علوم طبعیہ اور حسیہ کا فروغ ہو، یہ اعتقاد رکھنا،

اور نیز ملائکہ کے یہ معنی سمجھنا۔ وحی پہنچانے کے بعد جبریل کے آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر چلے جانے سے احادیث افعال واقوال کا اعتبار نہیں رہتا کیونکہ اس وقت آپ وحی کی روشنی سے خالی رہتے ہیں۔ اور نیز ملہم روح القدس کے بغیر ایک دم بھی اپنے تئیں ناپا کی سے بچا نہیں سکتا۔ پھر سید المقربین کی نسبت یہ کیونکر خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ روح القدس کی جدائی سے ان تمام برکتوں اور پاکیزگیوں سے خالی رہتے تھے، جو کمال درجہ کی بے ادبی ہے۔ یہ لوگ (محمد حسین بٹالوی اور حضرت شیخ الکل نذیر حسین دہلوی مراد ہیں) حضرت عیسے کی نسبت تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تینتیس برس کی عمر میں روح القدس ان سے ایک دم جدا نہیں ہوتا تھا اور آنحضرت ﷺ کی جناب میں یہ بے ادبی کرتے اور کہتے ہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کو ظلمت اور ناپاکی میں چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔

ان مضامین متن اور حاشیہ دافع الوساوس کے ملاحظہ سے ناظرین رسالہ توضیح المرام قادیانی کو یقین ہوگا کہ یہ رسالہ توضیح کے پرانے مضامین ہیں۔ ان مضامین میں قادیانی نے سوائے اس عقیدہ شرکیہ کے کہ

. خوارق اولیا کے اقتدار اور اختیار میں ہوتے ہیں .

اور کچھ زیادہ نہیں کیا۔ صرف ان مضامین کو رنگ دوسرا دے دیا اور ان کا پیرایہ بدل دیا ہے، اور اپنے جال کو خوش رنگ عبارتوں سے زرین بنا دیا ہے۔ ہم خدا کے فضل اور توفیق سے واضح کرتے ہیں کہ جن باتوں کو مرزا قادیانی نے خوبصورت عبارات اور فصیح الفاظ سے اسلام اور دین اور تعظیم سید المرسلین بنا کر دکھایا ہے وہ باتیں درحقیقت کفر شرک اور آنحضرت ﷺ کی سخت درجہ کی توہین ہیں۔

☆ کید کا ازالہ

اس کید میں جو قادیانی نے کہا ہے کہ روح القدس (جو مقربوں کے ساتھ ہر دم رہتی ہے) اس سے مراد ایک طبعی نو متولّد چیز ہے جو خدا کی محبت اور مقرب بندوں کی محبت کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے، نہ وہ روح القدس جس کو جبریل کہا جاتا ہے۔ اور وہ جبریل اپنے مقام آسمان پر ہی رہتا ہے۔ اور پھر جو اس کا عقلی ثبوت دیا ہے یہ قادیانی کا وہی پرانا کفر ہے جس کو وہ اپنے رسالہ توضیح المرام کے صفحہ ۲۱ و ۲۲ و ۷۰ وغیرہ میں اگل چکا ہے۔ اس

مقام وساوس میں اس نے صرف اس کا طرز بیان بدل دیا ہے اور رنگین عبارتوں سے اس کا رنگ دوسرا کر دکھایا ہے، اور اس پر یہ ملمع چڑھایا ہے کہ اگر ہر وقت ساتھ رہنے والی روح القدس نتیجہ محبت کو ذریعہ وحی والہام نہ مانا جاوے، بلکہ آسمان پر رہنے والی روح القدس کا بذات خود وحی لے کر آنا اور بعد ابلاغ آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر آسمان پر چلا جانا، تسلیم کیا جاوے تو اس سے آنحضرت ﷺ کی توہین اور بے ادبی لازم آتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ تو تمام عمر وہ روح القدس رہے اور آنحضرت ﷺ کے پاس صرف چند منٹ رہ کر چلی جائے، اس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی توہین اور کیا ہوگی۔ اور نیز اس سے آنحضرت ﷺ کا ناپاکی سے نہ بچنا اور ان کے دائمی و مدت العمری اقوال وافعال کا وحی سے خالی ہونے کی وجہ سے بے اعتبار ہونا لازم آتا ہے۔

اس کفر وکید کا ردّ وازالہ فتوی تکفیر مرزا میں بخوبی ہو چکا ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ روح القدس اور اس کے حقیقی نزول میں اس قسم کی تاویل وتحریف باطنیت ونیچریت و زندقہ والحاد ہے۔ اس بیان کی تائید آئندہ بھی اپنے محل اور موقع مناسب پر ہوگی۔

اس مقام میں تعظیم وتوہین کا ملمع کھول کر اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ اہل اسلام کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا نفس نفیس ذکیہ طیبہ بعد تکمیل نبوت اور استفادہ صحبت جبریل، ملکیت میں اعلی درجہ کمال کو پہنچ گیا تھا۔ اور آپ نے جبریل کے شاگرد ہو کر استاذی کا رتبہ پاس کر لیا تھا۔ لہذا اس ملکیت میں آپ ملائکہ سے کم رتبہ نہ تھے بلکہ ان کے ہم رنگ وہم سر اور گویا ثانی جبریل تھے اور بعض کمالات میں آپ جبریلؑ سے بھی بڑھ گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ وہاں (سدرۃ المنتہی سے اوپر) پہنچ گئے جہاں جبریل کے پر جلتے تھے اور وہ کہہ اٹھے

اگر یک سر مو برتر پرم
فروغ تجلی بسوزم پرم

اسی وجہ سے آپ ﷺ بہ نفس نفیس اپنی پاکی کو خداداد حفظ وعصمت سے خود محفوظ رکھ سکتے تھے اور اپنی ذات کو اور اپنے اقوال افعال کو خطاء نفسانی اور وسوسہ شیطانی سے خود بچا سکتے تھے۔ اور اس حفظ امن کیلئے اپنے استاد جبریل کی مصاحبت کے محتاج نہ رہے تھے۔ اس وجہ سے بعد تکمیل نبوت وکمال ملکیت حضرت جبریل کا آپ کے ساتھ رہنا ضروری نہیں ہوا۔ گو ابتدائی حالت میں حضرت مسیح کی مانند جبریل آپ کے ساتھ رہے۔ اور یہ ایک عام عقلی اور نیچرل (قدرتی) قاعدہ ہے (قادیانی نیچری ہے لہذا اس کے افہام وافحام کیلئے نیچرل قاعدہ پیش کیا

گیا ہے) کہ جب متعلم و تربیت یافتہ، تعلیم و تربیت میں حد کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا معلم ومربی اس سے جدا ہو جاتا ہے اور وہ خود اپنی ذات کا معلم ومربی بن جاتا ہے، اور جس متعلم یا تربیت یاب سے اس کا معلم ومربی جدا نہیں ہوتا اس کو اس وقت مصاحبت تک تعلیم و تربیت کا محتاج اور ناقص سمجھا جاتا ہے۔

انسان بلکہ جانور چڑیا وغیرہ اسی وقت تک اپنے بچے کو پالتے ہیں جب تک وہ نادان ہوتا ہے اور جب وہ اپنی روزی کمانے لگتا ہے تو اس کے مربی اپنی تربیت کو قطع کر دیتے ہیں۔ بچوں کے اتالیق و معلم تب ہی تک بچوں کے ساتھ ساتھ پھرتے ہیں جب تک وہ نیک و بد کے ممیّز اور اپنے علم واخلاق کے خود محافظ نہیں ہوتے اور جب وہ خود استاد بن جاتے ہیں اور اتالیق کا رتبہ حاصل کر لیتے ہیں تو پھر وہ اتالیق کے زیر حراست نہیں رہتے۔

اس اصول پر جبریل کے بعد مصاحبت و اتالیقی ابتدائی کے آنحضرت ﷺ سے جدا ہو جانے اور مسیح کے ساتھ تمام عمر تک رہنے سے آنحضرت ﷺ کی حضرت مسیح پر فضیلت اور تعظیم ثابت ہوتی ہے، نہ آپ کی توہین و تنقیص۔ اور نیز اس سے آنحضرت ﷺ کے دائمی و مدت العمری افعال واقوال کا بلا واسطہ وحی الٰہی سے مشرف ہونا اور دخل شیطانی سے محفوظ ہونا ثابت ہوتا ہے، نہ ان افعال واقوال کا وحی سے محروم اور دخل شیطانی کا محل ہونا۔

اسی فضیلت شرف وحفظ وعصمت کی طرف وہ آیت قرآن مجید مشعر ہے

ما ینطق عن الھوی۔ ان ھو الا وحی یوحی ۔(نجم۔ ع ۱)

جس کے معنے حسب قرار داد و اعتقاد اہل اسلام یہ ہیں کہ اب آپ کے نفس میں ہوائے نفسانی اور وسوسہ شیطانی کا اثر و دخل نہیں رہا جس کے امتیاز و علیحدگی کیلئے کسی معلم کے واسطہ کی ضرورت ہو۔ لہذا اب آپ کا قلب بلا واسطہ غیر، وحی خفی وغیر متلو کا محل بن گیا ہے۔

اس فضیلت و تعظیم وحفظ وعصمت کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ ہر آن اور ہر وقت روح القدس کی اتالیقی وحفظ و تعلیم کے محتاج تھے اور بلا مدد روح القدس، آپ ناپاکی سے (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) بچ نہ سکتے تھے، اور نہ اپنے فعل و قول کو بلا حفظ و ہدایت روح القدس، دخل شیطان سے بچا سکتے تھے، آنحضرت ﷺ کی سخت توہین اور آپ کی جناب میں صریح دشنام دہی نہیں تو اور کیا ہے؟

قادیانیو! کچھ تو فہم اور شرم سے کام لو اور بتاؤ آنحضرت ﷺ کی تعظیم اور ان کے

اقوال و افعال کی تکریم انہیں ہر وقت روح القدس کی اتالیقی کا محتاج بنانے میں اور اس اتالیق کی ہر وقت کی حاضری ٹھہرانے میں ہے یا آپ کو بنفس نفیس خود استاد و معلم اور روح القدس کا ہم سر و ہم رنگ و ہم فعل بنانے میں ہے۔

قادیانی اور کے اس مرید اگر اس سیدھی بات کو نہ سمجھیں یا دیدہ دانستہ اس کو تسلیم نہ کریں اور آنحضرت ﷺ کو بذات شریف و نفس نفیس ناپاکی اور خطا سے بچنے والا نہ مانیں، بلکہ ہر وقت و ہر آن تربیت و تعلیم اتالیق و معلم کا محتاج قرار دیں، تو پھر بھی وہ جبریل کو اس دائمی تعلیم و تلقین کیلئے کیوں تکلیف دیتے ہیں۔ اس تعلیم و تلقین کیلئے آپ کے قرین (ہم نشین) فرشتہ کو جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا ہے، بلکہ آپ کے جن کو (جو مسلمان ہو گیا تھا اور آپ کو بجز خیر کچھ نہیں کہتا) کیوں کافی نہیں سمجھتے؟ اور ان ہم نشینوں کی مدد اور محافظت سے آنحضرت ﷺ کا ناپاکی سے بچنا اور اپنے افعال و اقوال کو دخل شیطان سے محفوظ رکھنا، وہ کیوں قبول نہیں کرتے؟ اور آپکو کیوں بڑے زبردست معلم جبریل ہی کا محتاج ٹھہراتے ہیں؟

اس فرشتہ (قرین نیک) کو معلم اور اتالیق تسلیم کرنے پر، اگر قادیانی یہ کہے کہ یہی تو روح القدس ہے اور اسی کا نام تو میں نے جبریل رکھا ہے جو اصلی اور واقعی روح القدس اور جبریل کا ظلّ ہے، پس تمہاری اس تسلیم سے میرے اعتقاد کی تسلیم لازم آتی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرین نیک کو جبریل اور روح القدس قرار دینا تمہاری ایک ملحدانہ اصطلاح ہے جس پر شریعت کی کوئی شہادت پائی نہیں جاتی (چنانچہ عنقریب بیان ہوگا) لہذا قرین نیک کو اتالیق و معلم تسلیم کرنے سے تمہارے اس ملحدانہ اعتقاد کو تسلیم کرنا لازم نہیں آتا۔ اور اگر کوئی تھوڑی دیر کیلئے ملحد بن کر تمہاری اس ملحدانہ اصطلاح کو مان کر یہ تسلیم بھی کر لے کہ یہ قرین نیک آسمانی جبریل کا ظلّ ہے، تو پھر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جبریل بذات خود و حقیقۃً کبھی وحی لے کر آپ کے پاس نہ آیا تھا۔ اور وحی متلو (قرآن) لانے کا کام بھی اس کا ظل (قرین نیک) ہی کرتا تھا۔ کیوں جائز نہیں کہ وحی متلو (قرآن) جبریل امین خود لے کر آتا ہو اور باقی اوقات کی مصاحبت اور افعال اور اقوال کی محافظت اس کا ظلّ (قرین نیک) کرتا ہو؟ اس صورت سے جبریل امین کا وحی متلو قرآن آنحضرت ﷺ کے پاس لانا اور بعد ابلاغ آسمان پر چلا جانا ماننے سے بھی آنحضرت ﷺ کا ناپاکی، خطا سے بچنا اور شیطان سے محفوظ رہنا ممکن ہے۔

اس پر اگر قادیانی یہ سوال کرے کہ دائمی مصاحبت اور ہر ایک قول وفعل نبوی کی حفاظت فرشتہ قرین نیک کر سکتا ہے تو پھر اصلی جبریل کو وحی متلو لانے کا وسیلہ بنانے کی کیا ضرورت ہے اور اس سے کیا فائدہ ہے؟ کیا یہ کام اس قرین فرشتے سے نہیں ہوسکتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر فرشتوں کو ان کی خدمات سپرد کرنے کے اختیارات قادیانی کو ہوتے، تو وہ وحی لانے کا کام بھی اسی فرشتے قرین نیک کو سپرد کر کے جبریل کو اس خدمات سے معزول و مستعفی بنا سکتا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ اختیار صرف خدا کو حاصل ہے اور اس نے وحی متلو لانے کی خدمت جبریل امین کے سپرد کی ہوئی ہے، کسی اور کو یہ اختیار نہیں کہ یہ خدمت اس سے چھین کر اسے فرشتے قرین نیک کو دیدے۔ یہی حکم وقرار داد خداوندی، جبریل کو وحی متلو لانے کیلئے مخصوص ماننے کی ضرورت ثابت کرتا ہے۔ اور اس سے فائدہ یہ ہے کہ اصلی جبریل کے نزول کو حقیقۃً بلا تاویل ماننے سے ایک جز زندقہ والحاد (یعنی تاویل بلا دلیل) کی کمی ہوتی ہے۔ پھر باوجود امکان کمی الحاد، ڈبل الحاد (تاویل بلا دلیل) کا مرتکب ہونا کیا ضرور ہے؟

بالجملہ مسلمانوں کے اعتقاد میں تو آنحضرت ﷺ کا نفس زکیہ وطیبہ مصاحبت و احتیاج اتالیق سے پاک ہے۔ قادیانی اس کو نہ مانے اور آنحضرت کے نفس کو پاک نہ سمجھے اور ہر وقت تعلیم واتالیقی کا محتاج قرار دے تو اس کے اصول واعتقاد پر بھی اس اتالیقی کیلئے آپ کا قرین کافی ہے۔ اور اس قرین کو جو قادیانی جبریل کہتا ہے تو یہ اس کا الحاد ہے۔ اس الحاد کو کوئی مان لے تو اسی حد تک مان سکتا ہے کہ اس کا نام نقلی جبریل رکھے اور دائمی مصاحبت اور آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال کی حفاظت کے کام میں اس کو جبریل کے قائم مقام سمجھے۔ اس الحاد کے ساتھ یہ دوسرا الحاد کہ وحی متلو لانے کا کام بھی نقلی جبریل کرتا ہے اور اصلی جبریل اس عہدہ سے معزول ہے، ضروری نہیں۔ اور نہ قادیانی کے کلام میں اس کے ضروری ہونے کی کوئی دلیل قائم ہے۔ اور اس سے بچنے میں یہ فائدہ ہے کہ ڈبل الحاد سنگل رہ جاتا ہے کیونکہ اس میں وحی لانے والا، اصلی جبریل ہی کو بلا تاویل مانا جاتا ہے، اور دائمی حفاظت کرنے والا نقلی جبریل کو بتاویل۔

ناظرین! انصاف کرو کہ ہم نے خدا کے فضل وتوفیق سے قادیانی کے ملمع تعظیم و توہین کو کیسا کھولا ہے۔ کیا اب بھی ممکن ہے کہ وہ جبریل کے حقیقی نزول وصعود ماننے کو آنحضرت ﷺ کی توہین کا موجب کہے؟ ہر گز نہیں ہے۔

اور آنحضرت ﷺ اور ان کے دین کی توہین اسی کے اس ناپاک اعتقاد میں پائی جاتی ہے کہ آنحضرت بذات خود ناپاکی سے بچ نہ سکتے تھے اور وہ مدت العمر تربیت وحفاظت وحراست اتالیق کے محتاج رہے عیاذاًبا للّٰہ من ذلک

اور جو اس کید میں قادیانی نے روح القدس کو سبب وموجب خوارق قرار دیا ہے، پھر اس روح القدس کو ہر وقت صاحب خوارق کا شامل حال اور غیر مفارق بتایا ہے (اور یہی قادیانی کی اس تجویز کا کہ روح القدس ایک انسانی صفت اور اس کی محبت سے پیدا ہوئی ہے، لازمہ ومقتضا ہے) اور جا بجا اس کید میں اور پہلی کیدوں میں اس نے ان خوارق کو مقربین کا اقتداری امر قرار دیا ہے۔ ان تینوں مقدمات کا لازمی نتیجہ اور قطعی مفہوم یہ ہے کہ قادیانی کے اعتقاد میں مقربین کو یہ ہر وقت اقتدار اور کلی اختیار حاصل ہے کہ وہ جب چاہیں اپنے اندرونی اور طبعی روح القدس کی مدد سے خوارق دکھا دیں۔

کید نمبر ۵ میں تو اس نے اس اقتدار واختیار کو اوقات تموّج سے مخصوص کیا تھا، اس کید میں اس نے اس قید کو اٹھا کر اس اقتدار واختیار کو وسیع کر دیا اور یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ خوارق کا سبب وموجب طبعی واندرونی روح القدس ہے، جو ہر وقت اور ہر آن مقربوں کے ساتھ ہے، تو پھر ہر وقت اور ہر آن ان کو خوارق دکھانے کا اختیار واقتدار کیوں حاصل نہ ہو؟

اس کا یہ عقیدہ شرکیہ ہے جس پر اس نے تعظیم مقربین انبیا واولیاء کا ملمع چڑھا کر اس سے اپنے سابق انکار معجزات مسیح کو چھپایا ہے اور ناواقفوں کو یہ جتایا ہے کہ معجزات مسیح سے انکار مجھ سے کیونکر ہو سکتا ہے، میں تو معجزات وکرامات کو انبیا واولیاء کے لئے اقتداری و اختیاری مانتا ہوں۔ بلکہ میں جو ایک اعلیٰ درجہ کا ولی ہوں خود خوارق دکھانے کا اقتدار واختیار رکھتا ہوں۔ جب چاہوں، خصوصاً جب اوقات تموج میں ہوں، امر کن سے یکون کر دکھاؤں اور آسمان وزمین کے قلابے ملا دوں۔

اس شرک وکید کا ردّ وازالہ یہ ہے کہ قادیانی کی تصنیفی طبعی روح القدس (نتیجہ متولدہ انسانی صفت محبت) کی مدد وسبب سے خوارق کا کام مقربین کے اقتدار واختیار میں ہونا کجا، یہ اقتدار خوارق تو اصلی اور حقیقی روح القدس، آسمانی جبریل کو بھی حاصل نہ تھا۔ اور نہ ان کے ذریعہ آنحضرت ﷺ اور پہلے انبیاء کو (جن کے پاس آپ بذات خود آتے تھے) حاصل تھا۔ یہ اقتدار واختیار تو اسی مالک الملک والملکوت کو حاصل ہے اور اسی کی صفات مختصہ سے ہے جو

جبریل اور جملہ مقربین اور خاص کر سید المقربین آنحضرت ﷺ کا خالق و متصرف ہے۔ اس نے جب کسی قوم کی ہدایت یا ان پر اتمام حجت کے ارادہ سے چاہا، اپنے مقربین ولیوں اور نبیوں کے ہاتھ پر معجزات و خوارق کو ظاہر کیا اور جب کسی قوم کے عناد یا تکذیب کی وجہ سے یا اور وجوہات سے خارق دکھانا نامناسب جانا، تب عین موقع طلب و سوال پر خوارق دکھانے سے انکار ظاہر کیا۔ اور اپنی جلالت اور استقلال اور ذاتی اقتدار و اختیار ظاہر کرنے اور مومنوں کے دلوں میں اپنی توحید جمانے اور شرک کو مٹانے کیلئے یہ جتایا کہ خوارق و معجزات کا ذاتی اختیار و اقتدار کسی فرشتہ یا ولی یا نبی کو حاصل نہیں ہے۔

بعض موقع میں آنحضرت ﷺ نے مخالفین اسلام کو مومن بنانے کیلئے خوارق دکھانے کی حرص اور خواہش کی، تو وہ بھی منظور نہ ہوئے، بلکہ اس کے جواب میں نشان نمائی سے انکار کی ہدایت ہوئی۔ ایک آیت میں ارشاد ہے

و ان کان کبر علیک اعرا ضھم فان استطعت ان تبتغی نفقاً فی الارض او سلّماً فی السماء فتأ تیھم بآ یۃ ۔ و لو شاء اللہ لجمعھم علی الھدی فلا تکو ننّ من الجاھلین ۔(انعام ، ع ۴) اگر تجھے اے رسول ان لوگوں کا ایمان سے منہ پھیرنا ناگوار ہو، تو تو اگر زمین میں سرنگ نکال کر یا آسمان پر سیڑھی لگا کر کوئی نشانی، جو یہ چاہتے ہیں، لا سکے تو ان کو لا کر دکھا دے۔ خدا چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر متفق کر دیتا۔ تو نادان نہ بن جائیو۔

المقصود بیان حرصہ البالغ علی اسلام قومہ وانہ لو قدر ان یاتیھم بآ یۃ من تحت ا لارض او من فوق السماء لا تی بھا رجاء ایمانھم ۔ فلا تکو نن من الجاھلین، با لحرص علی ما لا یکو ن ۔ (بیضاوی۔ ص ۲۵۳) کہ اس سے مقصود آنحضرت کے کمال حرص کا بیان ہے۔ اور یہ اگر آپ زمین یا آسمان سے نشان لا کر دکھانے کی طاقت رکھتے تو لوگوں کے ایمان کی حرص سے لا کر دکھاتے۔ نادان بننے سے مراد یہ ہے کہ آپ ان کے ایمان کی حرص نہ کریں۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے

و اقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم لئن جاء تھم آیۃ لیؤمننّ بھا ۔ قل انّماالآ یا ت عند اللّٰہ وما یشعرکم انھا اذا جاء ت لا یؤ منو ن(انعام۔

ع ۱۳) کہ وہ لوگ بڑے زور سے قسم کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس نشان (جو وہ چاہتے ہیں) آوے تو وہ ایمان لاویں ۔تو کہدے نشان اللہ ہی کے پاس ہے ۔تمہیں اے مومنو کیا خبر ہے نشان آنے پر بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔

بیضاوی نے کہا ہے قل انّما الآ یا ت عند الله، هو قادر عليها يظهر منها ما يشاء و ليس شيء منها بقدرتي و ارا دتي. کہ نشان خدا کے پاس ہیں، وہی قادر ہے جونشان چاہے ظاہر کرے میری (یعنی آنحضرت ﷺ) قدرت و اختیار میں کوئی نشان نہیں ہے۔ (بیضاوی ۔ ص ۲۶۱)

ایک اور آیت میں ارشاد ہے

و قالوا لن نّؤ من لک حتی تفجر لنا من ا لارض ينبوعا ۔ او تكو ن لک جنّة من نخيل و عنب فتفجر الانهار خلا لها تفجيراً ۔ او تسقط السماء كما زعمت علينا كسفاً او تأ تی بالله و الملائكة قبيلاً ۔ او يكون لک بيت من زخرف او ترقی فی السّماء. و لن نؤمن لرقيّک حتی تنزّل علينا كتا باً نقرئوه ۔ قل سبحان ر بّی هل كنت الا بشراً رسو لاً (بنی اسرائیل) وہ لوگ کہتے ہیں ہم تیری تصدیق تب کریں گے جب تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ نکال دے یا تیرے لئے کھجوروں وانگوروں کا باغ ہو جن میں تو نہریں بہادے یا آسمان کا ایک ٹکڑا گرادے۔ یا خدا کو اور فرشتوں کو سامنے لے آوے یا تیرے لئے ملمع کا گھر ہو، یا تو آسمان پر چڑھ جائے ۔ہم تیرے چڑھنے کو تب ہی مانیں گے جب تو ہمارے لئے کتاب اتار لائے ،تو کہدے اللہ پاک ہے میں تو صرف بشر رسول ہوں۔

بیضاوی نے کہا قل سبحان ربی تعجباً من افترا حاتهم وتنزيها لله من ان يا تی ... عليه او يشاركهما حد فی القدر ة ۔ هل كنت الا بشر ۔ كسائر الناس ۔ رسولا كسائر الرسل فكا نوا لا ياتون قومهم ا لاّ بما يظهره الله عليهم علی ما .... حال قو مهم و لم يكن امر الآيات اليهم و لا لهم ان يتحكموا علی الله (بیضاوی۔) کہ تو کہہ اللہ پاک ہے۔اس سوالات پر تعجب کی راہ سے ۔اور خدا کی پاکی بیان کرنے کے لئے اس عیب سے کہ وہ خود آوے یا اس پر جو کوئی چاہے حکومت کرے یا اس سے کوئی شخص اس کی

قدرت میں اس کا شریک ہو ۔تو کہدے میں بشر ہوں جیسے اور بشر ۔اور رسول ہوں جیسے اور رسول وہ بھی اپنی قوم کے پاس وہی نشان لائے جو خدا ظاہر کرتا، ان کو نشان دکھانے کا خود اختیار نہ تھا اور نہ یہ اختیار تھا کہ خدا پر حکومت کرتے۔

اور ایک آیت میں ارشاد ہے

و قالوا لولا انزل علیه آیات من ربه۔ قل انما الآیات عند الله۔ و انما انا نذیر مبین ۔(عنکبوت۔ ع ۵)۔ وہ بولے کیوں نہیں ہم پر نشان اتارے گئے (یعنی جو ہم چاہتے ہیں) تو کہدے یہ نشان خدا ہی کے پاس ہیں ۔ میں تو صرف ظاہر ڈرانے والا ہوں۔

بیضاوی نے کہا مثل ناقة صالح و عصا موسی و مائدة عیسے و قرء نافع و ابن عامر و البصریان و حفص آیات قل انّما الآیات عند الله ینزلها کما یشاء و لست املکها فاتیکم بما تقرحونه ۔ انّما انا نذیر مبین، لیس من شانی الا الانذار۔(بیضاوی ج ۲)

نشان جیسے صالح کی اونٹنی موسیٰ کا عصا، عیسے کا مائدہ ۔تو کہدے نشان خدا کے پاس ہیں وہ جیسا چاہتا ہے ویسا ہی اتارتا ہے ۔ میں اس کا مالک نہیں ہوں کہ جو تم چاہو لا دکھاؤں ۔ میرا کام تو صرف ڈرانا ہے کھلا کھلا۔

اس مضمون کی آیات سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے اور جب کہ ان آیات سے خاتم المرسلین کا نشان دکھانے میں خود مختار و صاحب اقتدار نہ ہونا، اور نشان نمائی خدا تعالیٰ کا خاصہ ہونا، ثابت ہے تو پھر اور کسی فرشتے یا نبی یا ولی خصوصاً جھوٹے مدعی نبوت و ولایت قادیانی کا نشان و خوارق دکھانے میں صاحب اقتدار ہونا کیونکر جائز ہے؟ پھر قادیانی کا اعتقاد مذکور شرک نہیں تو کیا ہے؟ قادیانی کے فرضی تموّج کے وقت میں بھی یہ اقتدار و اختیار کسی نبی یا ولی کو حاصل نہیں ہوتا، کہ جو نشان وہ چاہیں یا ان کا کوئی مخالف چاہے، وہ دکھا سکیں ۔ یہ ہوتا تو اس کا استحقاق سید الاولین و الآخرین آنحضرت ﷺ کو سب سے پہلے ہوتا اور آپ اپنے تموّج میں نشان مذکور ان لوگوں کو دکھا دیتے جن کے ایمان کی آپ شدت سے حرص رکھتے تھے ۔ اور اس انکار کی (جو ان آیات میں پایا جاتا ہے) نوبت نہ آنے دیتے۔

قادیانی کے دام افتادہ سادہ لوحوں کی فہم و ایمان پر افسوس ہے کہ ایسے عقیدہ شرکیہ

کو اس کتاب میں دیکھ کر پھر بھی قادیانی کو مسلمان اور امام اور مجدد مان رہے ہیں، اور اتنا نہیں سوچتے کہ اگر واقعی مقربین کو نشان وخوارق دکھانے کا ہر وقت اور ہر آن میں اور خاص کر تموّج کے وقت میں کلی اختیار واقتدار حاصل ہے تو قادیانی جو اکثر اولیاء سابقین پر فوقیت کا مدعی ہے، کیوں وہ نشان، جو لوگ اس سے چاہتے ہیں، نہیں دکھاتا۔ اور ابتدا سے اس وقت تک ناجائز شروط کے حیلہ و بہانہ سے کیوں ان کو ٹلاتا اور اپنی جان چھڑاتا ہے؟ اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ اپنے ازالہ اوہام میں تو قادیانی نے حضرت مسیح کے مٹی سے پرند بنانے کو شرک کہا تھا، اب جملہ مقربین کو کن فیکون کا مالک بنا دیا اور اس قسم کے خوارق دکھانے میں صاحب اقتدار قرار دیا۔ وہی شرک اب اسلام کیونکر بن گیا۔ اور اگر وہ اس اعتقاد سے انکار کرے اور یہ کہے کہ میں دل سے مقربین کو نشان وخوارق نمائی میں خود مختار نہیں سمجھتا، گو میرے کلام سے یہ اعتقاد مفہوم ہوتا ہے، تو یہ انکار تب صحیح ومعتبر ہوسکتا ہے جب کہ وہ اس کلام سے رجوع کا اشتہار دے اور ان خوارق کو اقتداری کہنے اور روح القدس کو ان کا موجب وسبب قرار دینے سے اور اعتقاد تموّج میں مقربین کے کن کو خدا کے کن کی مثل و مانند کہنے سے توبہ کرے، ورنہ اس کے مفہوم کلام سے اس پر یہ الزام شرک قائم ہوگا اور اس کا یہ انکار منافقانہ انکار متصور ہوگا۔

یہ قادیانی کے شرک کا رد وازالہ ہے، اب اس کے ملمع تعظیم کا ازالہ ہوتا ہے۔ جو تعظیم مقربین کی خدا کی توحید کے مزاحم ہو اور ان کو خدا کی صفات مختصہ میں شریک بناوے وہ حقیقۃً تعظیم نہیں، توہین ہے۔ مقربین بارگاہ الٰہی اس تعظیم کو توہین جناب باری سمجھتے ہیں اور اس سے برأت ظاہر کر چکے ہیں دیکھو آیت ءأنت قلت للناس اتخذونی وامّی الٰھین (کیا تو نے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنالو) میں حضرت مسیح کا قول جو قیامت کے دن فرمایا جاوے گا۔ اور اگر یہ تعظیم واقعی تعظیم ہوتی تو پھر ان لوگوں کو جو حضرت مسیح کی تعظیم میں اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ ان کو خدا تعالیٰ کا بیٹا اور ثالث ثلاثہ کہتے ہیں، شرک کا الزام نہ دیا جاتا اور حضرت مسیح کا وہ قول قرآن میں منقول نہ ہوتا۔

اور جو اس کید میں مرزا قادیانی نے اپنی تصنیفی طبعی روح القدس (نتیجہ محبت) کے مقربین کے ساتھ رہنے اور حقیقی اور اصلی روح القدس جبریل کا ظلّ بن کر، اس کی جملہ خدمات تبلیغ وحی وغیرہ کو چھین لینے کے ثبوت میں دس دلائل چار آیتوں اور چھ حدیثوں کو (جن

میں ملائکہ ہم نشین، وکراماً کاتبین اور محافظین کا ذکر ہے) پیش کر کے ناواقف مسلمانوں کو یہ جتایا ہے کہ ان آیات واحادیث میں جن ملائکہ کا ذکر ہے وہی محاورہ شرع میں جبریل امین روح القدس کہلاتے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں اپنے مخالفین خاکسار (محمد حسین) اور شیخ الکل (سید نذیر حسین) وغیرہ مسلمانوں کو، ان ملائکہ کے وجود سے منکر قرار دے کر ہم سب مسلمانوں پر یہ الزام قائم کیا ہے کہ تم صرف قرین بد (شیطان) کو خدا کے بندوں پر مسلط جانتے ہو، قرین نیک اور کراماً کاتبین و محافظین کو نہیں مانتے۔

اس میں اس نے سراسر دھوکہ بازی، دروغ گوئی اور افترا پردازی سے کام لیا ہے اور بڑے ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔ ہم مسلمانوں کو ان کے عقائد قدیمہ مشہورہ یاد دلا کر یقین دلاتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے کوئی پڑھا لکھا آدمی ایسا نہیں ہے کہ جو ہر مومن کے ساتھ (چہ جائے مقربین) ہم نشین فرشتہ رہنے اور ہر ایک انسان کے ساتھ کراماً کاتبین (جوانکے اعمال نیک و بد لکھتے ہیں) اور ہر ایک انسان کے ساتھ ملائکہ محافظین رہنے کا قائل نہ ہو۔

قادیانی نے بڑا ظلم کیا کہ مسلمانوں پر ان ملائکہ کے وجود سے منکر ہونے کا افتراء کیا۔ ہاں مسلمانوں کا سلف سے خلف تک یہ اعتقاد نہیں کہ یہی تینوں قسم کے فرشتہ شرع میں جبریل روح القدس کہلاتے ہیں اور یہی فرشتے جبریل امین کے جملہ خدمات (وحی لانا، کافروں پر عذاب نازل کرنا، نبیوں کو لڑائی میں مدد دینا وغیرہ) بجا لاتے ہیں۔ ان کے سوا ایسا کوئی جبریل یا روح القدس نہیں ہے جو انبیاء کے پاس بذات خود آیا ہو۔ اس عقیدہ سے ہر ایک مسلمان کو انکار ہے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ مسلمانوں کے نزدیک خارج از شمار ہے۔

قادیانی نے بھی اس عقیدہ کفریہ پر کوئی دلیل نقلی یا عقلی قائم نہیں کی اور جو چار آیتیں اور چھ آثار و حدیثیں اس نے نقل کی ہیں ان سے (نہ صراحتاً اور نہ اشارۃً) یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جن ملائکہ کا ان آیات واحادیث میں ذکر ہے ان سے جبریل و روح القدس مراد ہے

دوسری آیت میں حافظین سے کراماً کاتبین (اعمال لکھنے والے فرشتے) مراد ہونا خود اسی آیت سے ثابت ہے اور یہ الفاظ کراماً کاتبین اس آیت میں صریح موجود ہیں (جن کا قادیانی نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے سرقہ کر لیا ہے) ایسا ہی پہلی اور تیسری آیت میں لفظ حافظ اور حفظہ سے وہی کراماً کاتبین مراد ہیں کیونکہ ایک آیت دوسری کی مفسر ہوتی ہے۔ اور ایسا ہی عامہ تفاسیر بیضاوی، معالم وغیرہ میں بیان کیا ہے۔

چوتھی آیت میں معقبات سے بعض مفسرین نے ان ہی کراماً کا تبین کو مراد سمجھا ہے، چنانچہ بیضاوی، معالم وغیرہ میں ہے۔ اور بعض نے ان محافظ فرشتوں کو مراد سمجھا ہے جو انسان کو جنوں اور بلاؤں سے بچاتے ہیں، چنانچہ معالم وتفسیر ابن جریر میں مجاہد وعکرمہ وکعب احبار وحضرت عثمان وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ اور یہی وہ چھ آثار و احادیث ہیں جن کو قادیانی معرض استدلال میں لایا ہے۔ ان آیات و احادیث وآثار میں کسی حدیث واثر میں یہ نہیں پایا جاتا کہ شرع کے محاورہ میں بھی فرشتے روح القدس یا جبریل کہلاتے ہیں، بلکہ حضرت عثمانؓ بن عفان کی حدیث جو قادیانی نے تفسیر ابن جریر سے نقل کی ہے، صاف بتارہی ہے کہ یہ فرشتے اور ہیں، جو عدد میں بیس ہیں۔ کیونکہ جبریل تو ایک شخص ہے نہ بیس اشخاص۔

ایک روشن دلیل ان ملائکہ کے جبریل نہ ہونے پر یہ ہے کہ یہ فرشتے ہر ایک شخص کے ساتھ، مومن ہو خواہ کافر، ہوتے اور رہتے ہیں اور حضرت جبریل تو خاص کر انبیاء اور مقربین ہی کے پاس آئے اور ان ہی کے ساتھ ایک مدت تک رہے۔ قادیانی اس دلیل کو نہ مانے گا کیونکہ وہ تو جبریل اور روح القدس کو کافروں اور فاسقوں کا بھی (جبکہ وہ بادہ بسر آشنا ببر کا مصداق ہوں) مصاحب اور ہم نشین بتاتا ہے (دیکھو توضیح مرام، ص ۸۵ اور فتوی مندرجہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۳ ص ۱۱۲)۔ یہ دلیل ہم نے اسکے سامنے پیش نہیں کی بلکہ مسلمانوں کو، جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جبریل رنڈیوں اور شرابیوں کا آشنا اور ساتھی نہیں بلکہ خاص کر انبیاء ومقربین کا ہم نشین ہے اور خدا کی طرف سے ان کی جانب معزز رسول ہوکر آتا رہا ہے، سنائی گئی ہے۔

اس کید کے اخیر میں جو قادیانی نے فخر کیا ہے اس میں حق بجانب قادیانی ہے اور وہ اس پر جس قدر فخر کرے کم ہے۔ کیونکہ ان کفریات کو آیات قرآنی سے ثابت کرنا اسی کا کام ہے، مسلمانوں سے ایسی جرأت کب ہوسکتی ہے؟ مسلمان تو ظاہر ان آیات قرآن سے اتنا ہی سمجھتے اور ثابت کرتے ہیں کہ انسان کے ضبط اقوال وافعال کیلئے اور بلاؤں سے اس کی حفاظت کیلئے فرشتے مقرر ہیں جو کراماً کاتبین، حفظہ، معقّبات کہلاتے ہیں۔ رہے یہ ناپاک اسرار کہ یہی فرشتے جبریل ہیں، یہی روح القدس ہیں، یہی حاملین وحی متلو اور یہی خدا کے اور اس کے مقرب نبیوں میں سفیر ہیں اور یہی اس منصب وعہدہ کے ساتھ رنڈیوں اور شرابیوں کے بھی آشنا اور ہم مجلس ہیں، بجز قادیانی کسی مسلمان پر کب کھل سکتے ہیں۔

☆ یہ مفتریات متن صفحات مذکورہ کا رد ہے۔ اب اس کے حواشی کی کفریات کا رد ہوتا ہے۔

☆ ازالہ امر اول مندرجہ حاشیہ

اگر فرض محال مان لیا جاوے اور بے دلیل تسلیم کر لیا جائے کہ کواکب کے لئے بھی نفوس ہیں اور پہلی آیت میں جو ہر نفس کیلئے محافظ کا ہونا بیان ہوا ہے وہ ستاروں کو بھی شامل ہے وبناءً علیہ ہر ایک ستارہ کیلئے ایک ایک فرشتہ محافظ ہے جیسا کہ ہر ایک انسان کیلئے ہے، تو بھی اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ملائکہ ستاروں کی ارواح ہیں، یا بمنزلہ ارواح، اور خاص کر جبریل امین سورج کی روح ہے یا بمنزلہ روح جیسا کہ مرزا قادیانی کا اعتقاد ہے جس کو وہ رسالہ توضیح المرام کے صفحہ ۳۸ و۴۰ و ۴۸ و ۸۵ وغیرہ میں ظاہر کر چکا ہے۔ اور اس اعتقاد کے سبب علماء پنجاب و ہندوستان نے اسے عقائد فلاسفہ کے معتقد ہونے کا الزام دیا ہے ۔ اسی اعتقاد کا ثبوت اس کے ذمہ اور اس سے مطلوب تھا۔ ستاروں کیلئے ایک ایک فرشتہ محافظ ہونے یا نہ ہونے میں کیا بحث تھی؟ اور اس کا ثبوت کس نے طلب کیا؟

☆ **ازالہ امر دوم وسوم ۔** قرآن نے جبریل کو خاص کر مقربین کا مصاحب اور خدا کی طرف سے خدا کے مقربین کی جانب معزز رسول ٹھہرایا ہے۔ کسی آیت یا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جبریل رنڈیوں اور شرابیوں کا بھی آشنا اور دائمی صحبتی ہے ۔ لہذا آپ کے یہ دونوں دعوے اہل اسلام کے اعتقاد میں زندقہ اور الحاد ہیں اور جب تک آپ کسی آیت یا حدیث سے ان کا ثبوت پیش نہ کریں ان کا تسلیم کرنا اسلام کے مخالف ہے۔

☆ **ازالہ امر چہارم۔** قرآن اور حدیث کی صریح نصوص سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ جبریل آنحضرت ﷺ کے پاس کبھی کبھی آتے ۔ نہ یہ کہ ہر وقت آخر عمر تک وہ آپ کے ساتھ رہے۔ آپ کا آنا اکثر انسانی اور خاص کر دحیہ کلبی کی صورت میں ہوتا تھا۔ دو دفعہ آپ کا آنا اصلی صورت میں ہوا ہے۔

قرآن میں حضرت جبریل کا یہ قول نقل ہے

وما نتنزّل الا بامرربّک۔ لہ ما بین ایدینا وما خلفنا ومابین ذالک۔

وما کان ربّک نسیّاً (مریم ۔ ع ۴) ۔ہم خدا ہی کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔ جو

کچھ ہمارے آگے اور پیچھے اور اس کے ما بین ہے وہ خدا ہی کے ملک وتصرف میں ہے۔ تیرا رب (اے رسول) بھولنے والا نہیں۔

ایک اور جگہ بیان ہے

ثم دنا فتدلّی۔ فکان قا ب قو سین او ادنی۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی ۔ ما کذ ب الفؤاد ما رأی ۔ افتمارو نہ علی ما یری ۔ و لقد رآہ نزلۃً اخری۔ عند سدرۃ المنتہی ۔ (نجم۔ ع ۱) کہ جبریل آنحضرت ﷺ کے قریب ہوئے، پھر اور قریب ہوئے یہاں تک کہ دو کمان کے مقدار فاصلہ رہ گیا۔ پس خدا نے جو اپنے بندہ جبریل کی طرف وحی کی وہی اس نے آنحضرت ﷺ کو پہنچا دی، ایک دفعہ اور بھی آپ نے جبریل کو سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا۔

پہلی آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری میں یہ حدیث مروی ہے۔

عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال لجبریل ما منعک ان تزورنا اکثر مما تزورنا فنزلت و ما نتنزّل الّا بامر ربک (آنحضرت ﷺ نے جبریل سے کہا کہ آپ مجھے اس سے زیادہ کیوں نہیں ملتے جو اب ملتے ہیں، جس پر وہ آیت نازل ہوئی)

تفسیر معالم میں ضحاک وغیرہ سے نقل کیا ہے

قال عکرمۃ و الضحاک احتبس جبریل عن النبی ﷺ حین سألہ قومہ عن اصحاب الکھف و ذی القرنین و الروح فقال اخبرکم غداً و لم یقل ان شاء اللہ تعالی حتی شق ذلک علی النبی ﷺ ثم نزل بعد ایام فقال رسول اللہ ﷺ ابطئت حتی ساء ظنی و اشتقت الیک فقال لہ جبریل انی کنت اشوق ولا کنی عبد ما مور اذا بعثت نزلت و اذا حبست احتبست فانزل اللّٰہ و ما نتنزّل الا بامر ربک و انزل اللہ و الضّحی و اللیل اذا سجی ما ودّعک ربک وما قلی (معالم التنزیل ۔ ص ۵۵۱)

کہ جب آنحضرت سے لوگوں نے اصحاب کہف، ذی القرنین اور روح کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا میں کل بتاؤں گا اور اس کے ساتھ انشاء اللہ نہ کہا۔ جبریل کئی دن نہ آئے اور یہ امر آنحضرت ﷺ پر بہت ناگوار گذرا۔ پھر وہ جب کئی دن کے بعد آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا،

آپ نے آنے میں توقف کیا، اس سے مجھے برا خیال (ناخوش ہونے اور چھوڑ دینے کا) پیدا ہوا اور میں آپ کی ملاقات کا شائق رہا۔ جبریل نے کہا میں بھی آپ کی ملاقات کا شائق رہا ہوں۔ لیکن میں خدا کے حکم میں ہوں۔ جب بھیجا جاتا ہوں تو آتا ہوں اور جب روکا جاتا ہوں تو رک جاتا ہوں۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور وہ آیت جس میں بیان ہے کہ خدا نے تجھے نہیں چھوڑا اور نہ وہ تجھ سے ناخوش ہوا ہے۔

دوسری آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری میں یہ حدیث منقول ہے

قالت عا ئشه ذلک جبریل کا ن یأ تیه فی صورة الرجل و انه اتاه فی هذه المرّة فی صورته التی هی صورته فسدّ الافق ۔(بخاری ص ۴۵۹ ۔ معالم ص ۸۵۵) جبریل آپ ﷺ کے پاس آدمی کی صورت میں آیا کرتے تھے اس دفعہ آپ اصلی صورت میں آئے جس سے انہوں نے تمام افق روک لیا۔ ایسا ہی معالم التنزیل میں ہے۔

حضرت جبریل کے آنے کے واقعات جو احادیث میں وارد ہیں ان کی تفصیل سے بہت تطویل متصور ہے۔ ان کا اجمال بطور مثال بیان کیا جاتا ہے۔

ایک دفعہ آپ جماعت اصحاب نبوی کے سامنے ایک سفید پوش سیاہ بالوں والے اجنبی کی صورت میں آئے اور آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھ کر آنحضرت ﷺ کے مبارک رانوں پر ہاتھ رکھ کر چند مسائل مستفسر ہوئے۔ وہ چلے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبریل تھا جو تمہیں دین کی تعلیم کے لئے آیا تھا (مشکوۃ کی کتاب الایمان کی پہلی حدیث اور بخاری۔ص۱۲)

ایک دفعہ آپ دحیہ کلبی کی صورت میں آئے تو ازواج نبوی ﷺ حضرت ام سلمہؓ نے ان کو دحیہ کلبی سمجھا۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبریل تھا (بخاری۔ص۵۱۳)

ایک دفعہ قرن الثعالب (ایک مقام) کے پاس آپ ایک بدلی میں نمودار ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ خدا نے آپ کی بات اور منکروں کے جواب کو سنا ہے، اور اس نے ملک الجبال کو آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ آپ کہیں تو آپ کے مخالفوں کو پہاڑ کے نیچے دبا کر کچل دے۔ (بخاری۔ص ۴۵۸)

جنگ خندق کے بعد آپ ہتھیار پہنے ہوئے آئے اور آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے، ہم نے ابھی نہیں اتارے۔ نکلو بنی قریظہ پر چڑھائی کریں (بخاری۔ص۵۹۱)

ایک دفعہ بدر کی لڑائی میں آپ آئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ جبریل ہے۔

گھوڑی کی چوٹی تھامے ہوئے، ہتھیار پہنے ہوئے۔ (بخاری۔ص ۵۷۰)

اس قسم کے بے شمار واقعات کتب حدیث میں درج ہیں جن سے جبریل کے کبھی کبھی آنے کی کیفیت بہ تفصیل معلوم ہوتی ہیں وازاں جملہ بعض واقعات کی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۹، ۱۰، ۱۲ جلد ۳ ونمبر ا جلد ۴ میں بھی ہو چکی ہے۔

ان تصریحات اور تفصیلات کے مقابلہ میں قادیانی کا عقیدہ کہ جبریل وحی لانے والا آنحضرت ﷺ ہی کی ایک اندرونی صفت محبت کا نتیجہ ہے اور اس کے آنے سے مراد اس صفت کی خاص تجلی ہے (جیسے اور قوائے وصفات نفسانی انسانی غضب، رحمت، حرص، شہوت وغیرہ انسان کے اندر ہی ہوتی ہیں مگر وہ بعض اوقات زیادہ جوش کرتی ہیں اور طوفان میں آجاتی ہیں) ان نصوص صریحہ بینہ سے قطعی انکار زندقہ والحاد نہیں تو اور کیا ہے؟ اس الحاد کو تو وہی شخص مانے گا جو مرزا قادیانی کی مانند قرآن وحدیث کو شاعرانہ تخیلات اور خلاف واقعہ استعارات وفرضی حکایات کا مجموعہ کہے۔ قرآن وحدیث کو ماننے والے اور ان میں مندرجہ واقعات کو سچے جاننے والے مسلمانوں سے تو یہ جرأت نہیں ہو سکتی۔

اپنے کفر چہارم کے ثبوت میں جو قادیانی نے عقلی دلائل (ایک آیت اور ایک حدیث) پیش کئے ہیں، ان میں نہ تو صراحتاً یہ بات پائی جاتی نہ اشارۃً کہ جبریل اور دوسرے فرشتے آسمانوں میں رہنے کے مقامات میں جکڑ کر قید کئے ہوئے ہیں، یا وہ سب کے سب ایک ہی حالت و ہیئت نماز سجود یا قیام یا رکوع میں لگائے ہوئے ہیں، نہ اس ہیئت یا حالت سے دوسری حالت و ہیئت کی طرف انتقال کرتے ہیں اور نہ عبادت کے سوا وہ کوئی دوسری خدمت (وحی لانا، مینہ برسانا، نبیوں کی حمایت میں کافروں پر عذاب نازل کرنا وغیرہ وغیرہ) بجالاتے ہیں۔ یہ تصریح یا اشارہ نہ اس آیت میں ہے نہ اس حدیث میں۔ بلکہ آیت میں ملائکہ کے درجات عبادت ومقامات قرب ورضا وخوف ورجا، محبت وغیرہ و مراتب خدمات متعلقہ تدبیر عالم کا بیان ہے۔ اور حدیث میں عبادت کے وقت ان کی مختلف ہیئات اور حالات کا (جن میں تبدّل وانتقال ایک جزء لازم ہے جیسا کہ انسانی عبادت میں لازم ہے) بیان ہے اور دوسری آیات و احادیث میں وضاحت کیساتھ ان کا زمین پر آنا اور صراحت کے ساتھ ان کا دوسری خدمات کو بجالانا صاف وارد ہے، جس سے صاف یقین ہوتا ہے کہ اس آیت اور حدیث میں جبریل یا اور باقی تمام ملائکہ کا کسی خاص مقام میں مقید ہونا اور زمین پر نازل نہ ہونا، یا کسی

ہیئت عبادت میں جکڑے رہنا ہرگز مرادنہیں ۔ یہ مراد صرف قادیانی کا کفر والحاد ہے۔

اب ہم اس آیت وحدیث سے معنے مذکور مراد نہ ہونے پر اقوال علماء اسلام سے شہادت پیش کرتے ہیں۔تفسیر معالم میں اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے

ای ما لنا ملک الا له مقام معلوم فی السّماوات یعبد الله فیه قال ابن عباس ما فی السماوات موضع شبراً الّا و علیه ملک یصلی او یسبّح ۔

و روینا عن ابی ذر عن النبی ﷺ قال اطت السماء و حق لها ان یط و الذی نفسی بیده ما فیها موضع اربعة اصابع الا و فیه ملک راضع جبهته ساجداً و قال السدی الا له مقام معلوم فی القربة و المشاهدة و قال ابوبکر الوراق الا له مقام معلوم یعبد الله علیه ... و الرجاء ... الرضا .... الخ۔ معالم

اس قول ملائکہ سے یہ مراد ہے کہ ہم میں سے کوئی فرشتہ ایسا نہیں جس کی عبادت کی جگہ آسمانوں پر مقرر نہ ہو۔ابن عباس نے فرمایا ہے آسمانوں میں بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جس میں فرشتے نماز نہ پڑھتے یا تسبیح نہ کہتے ہوں۔آنحضرت ﷺ سے حدیث ہے کہ آسمان چڑ چڑ کرتا ہے (جیسے زین یا پالان شتر سوار کے بیٹھنے سے چڑ چڑ کرتا ہے) اور اس کو لائق بھی ہے۔ بخدا آسمان میں چار انگل کی جگہ ایسی نہیں جس میں فرشتہ پیشانی رکھ کر سجدہ نہ کر رہا ہو۔ سدی نے مقام معلوم کے یہ معنے کئے ہیں کہ خدا کے قرب و مشاہدہ کا مقام ۔ابو بکر وراق نے کہا ہے کہ عبادت کا مقام خوف ورجا و محبت ورضا وغیرہ مراد ہے۔ جو کہا ہے ہم صفیں باندھنے والے ہیں ،قتادہ کہتا ہے یہ بھی ملائکہ کا قول ہے وہ صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔کلبی نے کہا ہے کہ فرشتے آسمانوں میں عبادت کے وقت ایسی صفیں باندھتے ہیں جیسے انسان زمین پر باندھتے ہیں ۔ملائکہ کا یہ کہنا کہ ہم تسبیح کہنے والے ہیں، اس سے یہ مراد ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور برائی سے خدا کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ان اقوال سے جبریل نے آنحضرت ﷺ کو یہ خبر دی ہے کہ وہ خدا تعالی کی عبادت کرنے والے ہیں اور وہ اس لائق نہیں کہ کوئی ان کی عبادت کرے جیسا کہ کفار ملائکہ پرست خیال کرتے ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں ہے ۔

لانّه مقام معلوم حكاية اعتراف الملائكة بالعبوديّة الرد على عبدتهم والمعنى .... مقام معلوم فى المعرفة و العبادة و الانتها الى امرالله تعالى فى تدبير العالم ... ثم انهم اعترفوا بالعبودية و تفاوت مرا تبهم فيها لا يتجاوزونها ۔ و انا لنحن الصافو ن فى اداء الطاعة .... (بيضاوى ۔ج ۲)

اس قول میں ملائکہ کے اقرار عبودیت کی حکایت ہے، ان مشرکوں کو رد کرنے کیلئے جو ملائکہ کو پوجتے ہیں۔ اس قول کے معنی یہ ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کیلئے خدا کی معرفت اور عبادت اور عالم کی تدبیر کے متعلق خدمت بجانے کا ایک مقام ہے۔ پھر ملائکہ نے اقرار کیا کہ وہ خدا کی عبادت کرنیوالے ہیں اس عبادت میں ان کے درجات متفاوت ہیں جن سے آگے نہیں بڑھتے ۔ اور کہا ہم صفیں باندھتے ہیں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ طاعت ادا کرنے اور خدمات متعلقہ تدبیر عالم بجالانے میں ہم صف بستہ نظر آتے ہیں۔

ایسی ہی تفسیر ابن کثیر فتح البیان وغیرہ میں اس آیت کی تفسیر ہوئی ہے (اور ایسی ہی محمد احسن امروہی نے رسالہ تائید قادیانی کے صفحہ ۵۰ میں مقام معلوم کی تفسیر نقل کی ہے۔ محمد حسین)۔

اور فتح البیان میں اور تفسیر مذکور و قرطبی سے یہ بھی نقل کیا ہے

قال القر طبى قال مقاتل هذه الآ يات الثلا ث نز لت و رسول الله عند سدرة المنتهى فتاخر جبريل فقال النبى ﷺ اههنا تفارقنى فقال ما استطيع ان اتقد م من مكا نى هذا۔ فا نز ل الله حكا ية عن قول الملا ئكة ...(فتح البيا ن) مقاتل کا قول ہے کہ یہ تینوں آیتیں اس وقت نازل ہوئی تھیں جب آنحضرت ﷺ سدرۃ المنتہی کے پاس پہنچے تھے اور جبریل وہاں سے ہٹنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اسی جگہ آپ مجھ سے جدا ہوتے ہیں، انہوں نے جواباً کہا کہ میری طاقت نہیں کہ میں یہاں سے آگے بڑھوں۔ جس پر خدا تعالی نے یہ قول جبریل نازل فرمایا۔

ان اقوال مفسرین اور ان کے متمسک احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ مقام معلوم سے فرشتوں کے مقامات عبادت و درجات قرب و محبت وغیرہ و مراتب خدمات متعلقہ تدبیر عالم مراد ہیں اور ان کے قیام و سجود سے ان کے اوقات عبادت میں ان مختلف ہیئات کی حکایت ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبریل وغیرہ ملائکہ آسمان سے زمین پر

آتے اور عبادت وغیرہ بجالاتے ہیں۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک جانب سے دوسری جانب کی طرف نقل وحرکت کرتے ہیں، نہ یہ کہ وہ رہنے کی جگہ قید کئے ہوئے ہیں اور عبادت کی ایک ہیئت میں جکڑے ہوئے ہیں۔

اور فتح البیان کی عبارت میں مقاتل کے قول سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ اگر ان کے مقام سے ظاہری حسی آنے جانے کا مقام مراد لیا جائے تو بھی اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ وہ اس مقام سے نیچے نہیں اترتے یا دوسری جگہ نہیں جاتے (جیسا کہ قادیانی نے ملحدانہ معنے کئے ہیں) بلکہ اس صورت میں اس آیت سے یہ مراد ہے کہ وہ اس مقام سے بڑھ نہیں سکتے اور اس سے اوپر نہیں جاسکتے۔ اس قول مقاتل نے قادیانی کے الحاد کی جڑ کاٹ دی ہے فالحمد للہ علی ذالک

☆ یہاں تک اس کے نقلی دلائل کا جواب ہے۔ اب اس کی عقلی دلیل کا جواب سنو
قادیانی نے جبریل کے ذاتی وحقیقی نزول مراد نہ ہونے پر جو عقلی دلیل پیش کی ہے اس دلیل کے مضمون کا اعادہ حسب عادت تطویل وتکرار اس نے کید نمبر ۱۰ میں بھی کیا ہے اور کید نمبر ۱۲ میں اس پر کچھ بڑھا دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ جبریل کا حقیقی وجود تو مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے اور اس کے بازو آسمانوں کے کناروں تک پہنچے ہوئے ہیں، پھر وہ مکہ ومدینہ میں آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں کیونکر سما گیا۔

اس دلیل کی تقریر سے قادیانی نے اپنا چھپا نیچری ہونا ظاہر کیا اور اچھی طرح یقین دلا دیا ہے کہ وہ اسلام کی ایسی باتوں کو جن کی کنہ وحقیقت وکیفیت سمجھ میں نہیں آتی (جیسے خدا کی ذات وصفات کا وجود اور ملائکہ کا وجود، آسمانوں کا جسمانی وجود، دوزخ وبہشت کے جسمانی آلام ونعم، شق القمر وغیرہ معجزات، قبر کا عذاب جسمانی حشر وحساب وغیرہ) ہرگز نہیں مانتا۔ اور اس قسم کی باتوں کو ماننے کا اس کا ظاہری اقرار محض منافقانہ ہے جس سے مسلمانوں کو دام میں لانا اس کا مقصود ہے۔ اور اگر ان امور کو وہ درحقیقت مانتا ہے اور معہذا وہ ایسے امور کی کنہ وکیفیت کا جاننا بھی ضروری سمجھتا ہے (چنانچہ اس کی اس دلیل سے مستفاد ومفہوم ہوتا ہے)، تو وہ پہلے امور مذکور کی کنہ وکیفیت بتاوے اور نہیں تو صرف چاند کے پھٹ جانے کی (جس کو وہ سرمہ چشم آریہ میں ثابت کر چکا ہے) کیفیت ظاہر کرے۔ اس کو بھی رہنے دے، وہ جبریل ہی کے وجود اور اس کے آسمان پر ہونے کے اور اس کے سورج (جس کو وہ توضیح مرام کے صفحہ ۸۵ میں

جبریل کا ہیڈ کوارٹر یا صدر مقام بتا چکا ہے) کے اندر یا اوپر رہنے کی کیفیت بتا دے ۔ تب ہم سے اس کے زمین پر آنے کی کیفیت پوچھے ۔ اور اگر وہ کچھ نہ بتا سکے تو اس نیچر یا نہ اور ملحدانہ دلیل اور اس کے مندرجہ سوالات کو واپس لے، اور یہ جان لے کہ وجود جبریل اور ایسے ہی اور امور عالم ملکوت جو ہر ایک کے مشاہدہ میں نہیں آتے، بلکہ ان کو خاص کر انبیاء و اصفیا ہی دیکھتے ہیں، متشابہات سے ہیں ۔ ایسا ہی جبریل کا نزول وصعود ہے ۔ ایسے امور کی نسبت کیوں اور کیونکر کا سوال مومنوں (یعنی ان کو ماننے والوں) کا کام نہیں، ایسے سوالات وہی لوگ کرتے ہیں جو ان کے وجود سے منکر ہوتے ہیں ۔

اس کی تائید میں ہم اس کا سابق کلام سرمہ چشم آریہ پیش کرتے ہیں ۔ قادیانی اس کو دیکھ کر تھوڑی دیر کیلئے شرم وانصاف کو پیش نظر رکھ کر کہے کہ اس کلام کی شہادت سے نزول جبریل کی نسبت وہ سوالات مذکورہ کرنے سے ان امور کا قطعی منکر بنتا ہے یا نہیں؟

مرزا قادیانی، سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۱۲۷ تا ۱۳۰ میں فرماتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و الذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا یعنی جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کریں گے ہم ان کو وہ اپنی خاص راہیں آپ دکھاویں گے جو مجرد عقل اور قیاس سے سمجھ میں نہیں آ سکتیں ۔ اور درحقیقت خدا تعالیٰ نے اپنے عجیب عالم کو تین حصہ پر منقسم کر دیا ہے ۔

ا ۔ عالم ظاہر، جو آنکھوں اور کانوں اور دیگر حواس ظاہری کے ذریعہ اور آلات خارجی کے توسل سے محسوس ہوسکتا ہے ۔

۲، عالم باطن جو عقل اور قیاس کے ذریعہ سے سمجھ میں آ سکتا ہے ۔

۳، عالم باطن در باطن، جو نازک اور لا یدرک و فوق الخیالات عالم ہے ۔ جو تھوڑے ہیں جو اس سے خبر رکھتے ہیں ۔ وہ عالم غیب محض ہے جس تک پہنچنے کیلئے عقلوں کو طاقت نہیں دی گئی، مگر ظن محض ۔ اور اس عالم پر کشف اور وحی و الہام کے ذریعہ اطلاع ملتی ہے، نہ اور کسی ذریعہ سے ۔

عجائبات اس عالم ثالث کے بے انتہا ہیں اور اس کے مقابل پر دوسرے عالم ایسے ہیں جیسے آفتاب کے مقابلہ میں ایک دانہ خشخاش ۔ اس بات پر زور لگانا کہ عالم کے اسرار عقلی طاقت سے بالکل منکشف ہو جائیں، یہ ایسا ہے جیسے ایک انسان آنکھوں کو بند

کر کے زور لگائے کہ وہ قابل رؤیت چیزوں کو قوت شامہ سے دیکھ لے۔ بلکہ عجائبات عالم باطن در باطن سے عقل ایسی حیران ہے کہ کچھ دم نہیں مار سکتی کہ یہ کیا بھید ہے۔ روحوں کی پیدائش پر انسان کیوں تعجب کرے۔ اس دنیا میں صاحب کشف پر ایسے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہیں کہ ان کی کنہ کو سمجھنے میں عقل بکلی عاجز رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات صاحب کشف صدہا کوسوں کے فاصلہ سے باوجود حائل ہونے بے شمار حجابوں کے ایک چیز کو صاف دیکھ لیتا ہے ... اور سب سے زیادہ تعجب کا یہ مقام ہے کہ بعض اوقات صاحب کشف اپنی توجہ اور قوت کی تاثیر سے ایک دوسرے شخص پر، باوجود صدہا کوسوں کے فاصلہ کے، باذنہ تعالی عالم بیداری میں ظاہر ہو جاتا ہے، حالانکہ اس کا عنصری جسم اپنے مقام سے جنبش نہیں کرتا۔ اور عقل کی رو سے ایک چیز کا دو جگہ ہونا محال ہے۔ سو وہ محال اس عالم ثالث میں ممکن الوقوع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صدہا عجائبات کو عارف بچشم خود دیکھتا ہے اور ان کور باطنوں کے انکار سے تعجب پر تعجب کرتا ہے جو اس عالم ثالث کے عجائبات سے قطعاً منکر ہیں۔

مرزا قادیانی اپنے اس کلام کو (جو اصول اسلام کے مطابق ہے) دیکھ کر انصاف سے کہے کہ وہ اپنے ان سوالات سے وجود ملائکہ و جبریل اور ان کے حقیقی نزول وصعود سے منکر بنتا ہے یا نہیں؟ نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا جبریل اور اس کا نزول وصعود اور ایسے دیگر امور ملکوت تیسرے عالم باطن در باطن سے نہیں ہیں، بلکہ عالم اول و دوم سے ہیں جو حواس اور عقل میں آ سکتے ہیں؟ ایسے ہیں تو وہ انکی کیفیت بیان کرے اور اگر بیان نہ کر سکے تو ان کا تیسرے عالم سے ہونا مان لے اور اس پر اس قسم کے سوالات کرنیوالے کو منکر قرار دے۔

قادیانی یہ بھی خیال کرے کہ خدا تعالی عالم اوّل کے قبض و بسط پر قادر ہے۔ لکڑی لوہے پیتل وغیرہ سبھی اس قسم کی چیزوں کو گرمی و سردی سے بڑھا و گھٹا دیتا ہے۔ اسی اصول پر چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور پھر اس کے ایک ٹکڑے کا مکہ کے پہاڑ کے آگے اور ایک کا پیچھے ہو جانا اہل اسلام میں مانا جانا جاتا ہے (چنانچہ صحیح مسلم کے صفحہ ۳۷۳ میں موجود ہے) باوجود اس کے کہ چاند کا حجم مکہ اور اس کے گرد ونواح سے بڑا ہے۔ پھر وہ خدا تعالی کو اس بات پر کیوں قادر نہیں مانتا کہ وہ تیسرے عالم کی ایک چیز (وجود جبریل) میں یہ قبض و بسط عمل میں لا کر اس کو اس لائق کر دے کہ وہ مکہ کے افق شرقی میں سما سکے۔ دو یا ایک دفعہ اصلی وجود سے

جبریل کا زمین پر آنا تو اس نے بھی مانا ہے (چنانچہ اس کے کید نمبر۱۲ میں اس کا ذکر آئے گا) (اس احتمال وامکان کا مؤید شیخ الاسلام بلقینی کا وہ قول ہے جو فتح الباری میں شیخ ابن حجر نے نقل کیا ہے۔ فتح الباری میں پہلے امام الحرمین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تمثل جبریل بصورت انسان کے یہ معنے ہیں کہ خدا جبریل کی اصلی صورت سے اس مقدار کو جو صورت انسان سے زائد ہے، فنا کر دیتا یا ٹلا دیتا تھا۔ پھر ابن عبدالسلام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مقدار زائد کو فنا کرتا تھا کیونکہ روح کی علیحدگی سے جسم کا مردہ ہونا عقلاً لازم نہیں ہے۔ دیکھو شہیدوں کی ارواح ان کے جسموں سے جدا ہو کر بہتر جانوروں کے جوف میں جاتی ہیں پھر وہ اجسام مردہ نہیں ہوتے۔ پھر شیخ الاسلام بلقینی سے نقل کیا ہے کہ تمثل ان ہی دو صورتوں میں منحصر نہیں جو امام الحرمین نے بیان کی ہیں، ممکن ہے کہ جبریل اصلی صورت میں آتے ہوں مگر سکڑ کر انسان کی صورت میں ہو جاتے ہوں۔ پھر جب اس صورت کو ترک کرتے ہوں تو اصلی مقدار پر ہو جاتے ہوں۔ اس کی مثال روئی ہے جب وہ دھنی جاتی ہے تو بڑی صورت معلوم ہوتی ہے اور جب اکٹھی کی جاتی ہے تو چھوٹی ہو جاتی ہے۔ پھر شیخ ابن حجر نے اپنا خیال بیان کیا اور کہا حق یہ ہے کہ تمثل کی یہ تفسیر نہیں کہ ان کی ذات انسان ہو جاتی تھی بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ ان کی صورت سے انسان کی صورت کا حصہ نظر آتا، باقی حصہ دیکھنے والے کی نظر سے مخفی رہتا۔ نہ وہ مٹایا جاتا نہ فنا ہوتا۔ و قال شیخنا شیخ الاسلام ما ذکرہ امام الحرمین لا ینحصر الحال فیہ بل یجوز ان یکون الآتی ھو جبریل بشکلہ الاصلی الا انہ انقسم فصار علی قدر ھیئۃ الرجل و اذا ترک ذلک عاد الی ھیئتہ و مثال ذلک القطن ... یحصل لہ صورۃ کبیرۃ .. لم یتغیر (فتح الباری ج ۱ ص ۱۱) پھر اس امر کا وقوع کئی دفعہ کیوں ناممکن ہے اور جبکہ حضرت جبریل کا بشکل انسان اور خاص کر دحیہ کلبی کی شکل میں متشکل ہو کر آنا ہوتا تھا تو اس صورت میں قادیانی کے اس سوال کی سرے سے گنجائش نہیں۔ اس صورت سے جو اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ، وہ وجود حقیقی نہ تھا ظلی تھا، اس کا جواب کید وکذب نمبر۱۲ میں ہوگا۔

وحی پہنچانے کے بعد آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر جبریل کے چلے جانے پر قادیانی نے جو دلیل اس مقام میں پیش کی ہے وہ عقلی ہے۔ اس کی تائید میں اس نے کید نمبر۴ بزعم خود نقلی دلائل بھی پیش کئے ہیں چنانچہ صفحہ ۱۲۴ دافع الوساوس میں کہا ہے:۔

شیخ عبدالحق مدارج النبوت صفحہ ۸۳ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے تمام کلمات و حدیث وحی خفی ہیں اور پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ اوزاعی، حسان بن عطیہ سے روایت کرتا ہے کہ نزول جبریل قرآن سے مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک سنت کا نزول جبریل سے ہے بلکہ آنحضرت ﷺ کا اجتہاد بھی وحی تھا، پھر صفحہ ۸۷ میں لکھتے ہیں کہ صحابہ آنحضرت

ﷺ کے ہر ایک قول وفعل، قلیل وکثیر صغیر وکبیر کو وحی سمجھتے اور اسپر عمل کرتے۔

مرزا قادیانی نے وساوس کے صفحہ ۱۱۱ میں آیت و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی سے بھی اس دلیل نقلی کی تائید میں استدلال کیا ہے۔

☆ اس دلیل کے عقلی حصہ کا رد بضمن ازالہ کید نمبر ے گذر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات بلا واسطہ جبریل مہبط وحی خفی تھی، لہذا جبریل کے چلے جانے کے بعد وہ فیض وحی سے محروم نہ رہتے تھے بلکہ شب و روز خواب و بیداری میں وہ مورد فیض وحی رہتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کے کلمات طیبات وافعال کو وحی سمجھا گیا ہے، جبریل کے چلے جانے سے آپ کو وحی الٰہی سے خالی قرار دینا آنحضرت ﷺ کو دشنام دینا ہے جو بجز قادیانی (جو آنحضرت ﷺ کا پنہانی دشمن ہے) دوسرے کا کام نہیں ہے۔

☆ اب اس دلیل کے نقلی حصہ کا ردّ سنو۔

بے شک شیخ عبدالحق نے آنحضرت ﷺ کے جملہ کلمات کو وحی قرار دیا ہے اور اس پر آیت قرآن ان ھو الا وحی یّوحی سے استدلال کیا ہے اور اس اثر حسّان سے کہ آنحضرت ﷺ پر جبریل سنت کی وحی بھی لایا کرتے تھے، تمسّک کیا ہے اور ہمارا بھی اس پر یقین وایمان ہے چنانچہ یہ بات باستدلال آیت مذکور ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں۔ اور اثر حسّان کو ہم اپنے رسالہ نمبر ے جلد ۱۴ کے صفحہ ۲۰۸ میں اس مدعا کی تائید میں معرض استدلال میں لا چکے ہیں، مگر وحی کو جبریل سے مخصوص کرنا اور یہ کہنا کہ ہر ایک سنت کی وحی بھی جبریل ہی کے ذریعہ سے ہوتی تھی ایک ایسا سفید جھوٹ اور ملحدانہ افتراء ہے جس کا اثر ونشان نہ اس آیت میں پایا جاتا ہے نہ حسان کے اثر میں، نہ شیخ عبدالحق کے کلام میں۔ بلکہ آیت مذکور اس قید سے بے قید ہے اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ وحی بلا واسطہ جبریل بھی ہوتی تھی اور شیخ عبدالحق دہلوی نے بھی اس وحی کو مدارج النبوۃ کے اس مقام میں اور دیگر مقامات وتصنیفات میں وسیع کیا ہے۔ قادیانی نے شیخ عبدالحق کی کلام نقل کرنے میں سرقہ کیا ہے اور حسّان کے اثر میں ہر ایک سنت کا لفظ وارد نہیں۔ قادیانی نے ہر ایک سنت کا لفظ از خود ملا کر حسّان پر اور شیخ عبدالحق پر اس نقل میں افتراء کیا ہے۔ اثر حسّان میں صرف اتنا پایا جاتا ہے کہ حضرت جبریل سنت کی وحی بھی لاتے جیسا کہ قرآن کی لاتے تھے اور کئی جگہ آنحضرت ﷺ نے اپنے احکام حدیث کی نسبت فرما دیا ہے کہ یہ حکم مجھے جبریل نے بتایا ہے۔ اس اثر

میں یہ نہیں پایا جاتا کہ جو حکم حدیث ہے وہ جبریل ہی کے ذریعہ سے وحی کیا گیا ہے۔

اب ہم شیخ عبدالحق کا اصل کلام جو آیات، احادیث سے استدلال پر مشتمل ہے نقل کرتے ہیں تا سیاہ روئے شود کہ دروغش باشد

شیخ عبدالحق صاحب جلد دوم مدارج النبوۃ کے صفحہ ۸۲ میں فرماتے ہیں

ومراد بقول وے و ما ینطق عن الھوی ان ھوا لّا وحی یّو حی قرآن ست و اگر ہمہ کلام و حدیث آنحضرت ﷺ را مراد دارند کہ وحی خفی ست جز دوسہ موضع کہ آنرا مستثنے دارند کہ قصہ اساری بدر وقصہ ماریہ وعسل و تابیر نخل ازاں جملہ ست و براں تبیہ واقعہ شدہ است نیز درست ست ۔ و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ہے گوید نیست نطق او صادر از ہوا نیست نطق اومگر وحی کہ فرستادہ می شود بروے درمواہب لدنیہ می گوید کہ ایں بہتر ست از اعادہ ضمیر بقرآن زیرا کہ نطق بقرآن و سنت ہر دو وحی ست قال اللہ و انزل علیک الکتاب و الحکمۃ ۔ کتاب قرآن و حکمت سنت ۔ اوزاعی از حسان بن عطیہ آوردہ کہ گفت نزول میکرد جبریلؑ بر رسول خدا ﷺ برسنت چنانکہ نزول مے کرد بروئے بقرآن کہ تعلیم مے کرد او را ازیں جا معلوم شد کہ نطق مخصوص بقرآن نیست بلکہ اجتہاد آنحضرت را نیز وحی حق گفتہ اند۔

اور نیز جناب شیخ عبدالحق، مدارج النبوت کے صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں

وصل بدانکہ علماء وحی را مراتب عدیدہ ذکر کردہ اول رویاء صالحہ چنانکہ در حدیث عائشہ آمدہ کہ اول ما بدیء بہ رسول اللہ ﷺ الرؤیا الصالحہ و فی روایۃ ایضاً وکان لا یری رؤیا الا جائت مثل فلق الصبح و در کتب واقعہ شدہ کہ آن درشش ماہ بود دور نبوت ایں مدت سخن ست واللہ اعلم ثانی آنچناں بود کہ القاء میکرد جبریل در قلب شریف نبوی ﷺ بے آنکہ بیند او را چنانکہ فرمود کہ روح القدس رمید در دل من کہ ہرگز نمیرد ہیچ نفس تا بجوال وتمام نگیرد رزق خود را واستیفا نکند آنرا الحدیث روایت کردہ است ایں حدیث را حاکم وتصحیح کردہ آنرا ۔ ثالث آنکہ تمثل مے کرد جبریل آنحضرت ﷺ را بصورت مردے وخطاب مے کرد او را تا یاد میگرفت بآنچہ مے فرمود ۔ واکثر درصورت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ مے آمد کہ صحابی بود از قبیلہ بنی کلب خوش روی در غایت حسن و جمال ۔ گویند کہ چوں دحیہ

بتجارت مے برآمد زنان محمل نشین نظارہ وے کردند ..و در تحقیق تمثل جبریل بصورت دحیہ کلام است۔ اہل نظر اشکال مے آرند کہ چوں تمثل مے کرد جبریل درصورت دحیہ روح جبریل کجا مے بود۔ اگر در جسد شریف مے بود کہ مرا زشش صد جناح ست کہ اصل صورت ست پس آنچہ مے آمد نزد آنحضرت ﷺ روح جبریل نبود در جسد او واگر دریں جسد۔ بود کہ صورت دحیہ است واز جسد اصلی مفارقت کرد ودریں جسدے مے آید پس ..... و در مواہب لدنیہ از عینی کہ شارح بخاری ست حنفی المذہب گفت دور نیست کہ نباشد انتقال روح موجب موت پس باقی ماند جسد ونقصان نہ پذیرد از مفارقت وے چیزے۔ وانتقال روح بحد ثانی ہم چو انتقال روح شہداء باشد باجواف طیور وموت اجساد بمفارقت ارواح امرے واجب نیست عقلاً بلکہ بعادتے است کہ جاری گردانید است حق تعالی در بنی آدم ولازم نیست کہ در غیر بنی آدم ہم چنیں باشد۔ بلکہ در بنی آدم نیز جائز است عقلاً وداخل است وقدرت حق سبحانہ تعالی ایں کلام ظاہری است کہ بعض علماء گفتہ اند۔ ونزد اہل تحقیق کیفیت تمثل بصورت دحیہ آنست کہ علمیہ ،،، ذہن جبریل بسبب قدرت کاملہ وارادت شاملہ کردار دافاضہ وجود خود براں صورت علمیہ بصفاتے کہ مراد است نمودہ خود را بصورت دحیہ نمود دون صورت علمیہ متلبس بآں صفات موجود گردانید وجبریل در مقام خود ثابت وکائن ست بذات وصفات ملکی کہ دارد ودحیہ در جائے خود ست بصورت کہ داشت۔ ایں صورت متمثل نہ عین جبریل ست زیرا کہ جبریل حقیقی دیگر دارد۔ نہ صورتے دیگر ونہ غیر اوست زیرا کہ ہماں ذات وصفات جبریل ست کہ باین صورت برآمدہ ومتمثل گشت۔ چنانکہ اہل توحید درظہور حق سبحانہ وتمثل وے بصورت عالم مے گوئند وبہمین طریق تمثل روحانیات بصورت جسمانیات وتمثل حق بصورت بشر وتمثل بعض کمل اولیاء بصورت متعددہ۔ فاعلم وگاہے درغیر صورت دحیہ مے آمد چنانکہ در حدیث جبریل در بیان اسلام وایمان واحسان آمدہ۔ رابع آنکہ مے آور مثل سلسلۃ الجرس یعنی آواز لہ مفہوم نمی شود ازاں کلمات ومعانی مرغیر آنحضرت ﷺ را ... وایں قسم سخت ترین انواع وحی ... خامس آنچناں بود کہ مے دید گاہے فرشتہ بصورت اصلی کہ مرا دراششصد بازو بود ووحی میرسانید آنچہ خدا مے خواست۔ چنانچہ در سورۃ النجم مذکور است وگفتہ اند کہ ان دوبار بود واللہ اعلم۔ سادس آنکہ وحی کرد اللہ

تعالی بروے درحالیکہ فوق سماوات بود و وحی کردہ شد بروے صلوات خمس ۔ سابع کلام کردن حضرت رب العزت جل شانہ بے وساطت ملک ۔ چنانکہ تکلم کرد موسےؑ ۔ ثامن کلام کردن حق سبحانہ ... ظاہر آنست کہ وحی فوق سماوات وازیں قبیل ست وصاحب مواہب گفتہ کہ ایں ... کہ گویدید .آنحضرت ﷺ پروردگار خود درشب معراج وایں مسئلہ اختلافیہ است .

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اس کلام کو دیکھ کر ناظرین منصفین عموماً اور قادیانی کے دام میں دہوکہ میں پھنسنے والے خصوصاً دادانصاف دیں اور کہیں کہ قادیانی وحی کو جبریل امین سے مخصوص کرنے میں اور شیخ عبدالحق اور حسان بن عطیہ سے اس بات کو نقل کرنے میں کہ، ہرایک سنت کا نزول بھی جبریل ہی سے ہے، الحادوسفید جھوٹ کا مرتکب ہوا ہے یا نہیں؟ اوراس جھوٹ سے کس کا منہ کالا ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی نے شیخ کی کلام صفحہ ۴۴ کا ماحصل نقل کرنے میں شیخ پر ایک اورافتراء کیا اورسفید جھوٹ بولا ہے جس کا بیان اس کے کید نمبر ۱۱ کے جواب میں آئے گا۔

اب شیخ عبدالحق صاحب کی تائید میں دیگر محدثین کرام وعلماء عظام کا کلام نقل کرتے ہیں کیونکہ شائد شیخ کا پورا کلام مذکور شائع ہونے پر قادیانی، شیخ صاحب سے بھی منکر ہوجاوے اوراس مضمون میں ان کو متفرد کہے۔

صحیح بخاری کے صفحہ ۲ میں حدیث ہے

ان الحارث بن ہشام سأل رسول الله ﷺ فقال یا رسول الله کیف یأتیک الوحی فقال رسول الله ﷺ احیاناً یاتینی مثل صلصلة الجرس و هو اشده الی ... عنی و قد وعیت عنه ما قال و احیاناً یتمثل لی الملک رجلاً فیکلّمنی

حارث بن ہشام نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کے پاس وحی کیونکر آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی آواز سے۔ یہ وحی مجھ پر بہت سخت گراں ہوتی ہے۔ جب یہ وحی ہوچکتی ہے تو مجھے یاد ہوجاتا ہے جو کہا تھا ،کبھی فرشتہ آدمی بن کر میرے سامنے متشکل ہوجاتا ہے وہ مجھ سے کلام کرتا ہے تو مجھے یاد ہوجاتا ہے۔

فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں ہے

و اورد علی ما اقتضاہ ظاہر الحدیث و ہو ان الوحی فی الحالتین حالاً و اخری اما من صفتہ الوحی کھیئۃ کدوی النحل.. و النفث فی الروع۔ والالہام والرئویا الصالحہ۔ و التکلیم لیلۃ الاسراء بلا واسطہ۔ واما من صفتہ حامل الوحی کجیئہ فی صورتہ التی خلق علیہا لہ ستّ مأۃ جناح و رویتہ علی کرسی بین السماء والارض وقد سدّ الافق۔والجوا ب منع الحصر فی الحالتین للمتقدم ذکرہما وحملہما علی الغالب۔ (فتح الباری ج ۱ ص۱۰)

و اقسام الو حی، الرو ئیا الصا لحہ۔ و نزول اسرافیل اول البعثہ کما فی الطرق الصحاح... واجتہادہ علیہ السلام فانہ صواب قطعاًو مجیء ملک الجبال مبلغا من اللہ ...(قسطلانی مختصراً۔ص ۵ ج ۱)

کہ ظاہر حدیث کے مفہوم حصر پر اعتراض کیا گیا ہے کہ وحی ان دو صورتوں میں منحصر نہیں۔ اورصورتوں سے بھی ہوتی ہے،کبھی مکھی کی بھنبھناہٹ کی آواز سے،کبھی قلب نبوی میں ایک بات کو پھونک دینے سے،کبھی الہام سے،کبھی سچے خواب سے،کبھی بلا واسطہ غیر خدا تعالی کے خود کلام کرنے سے جیسا کہ معراج میں ہوا وغیرہ۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حصر کا مراد ہونا غیرمسلّم ہے۔اس میں صرف غالب صورتوں کا بیان ہوا ہے ایسا ہی قسطلانی نے شرح بخاری میں کہا ہے اور اس میں ان تین اقسام کو بھی بڑھایا ہے

۱، اسرافیل کا نزول جو بعثت سے پہلے ہوا تھا۔۲، آپ کا اجتہاد جو قطعاً درست ہوتا تھا۔۳ ملک الجبال کا یہ پیغام لانا کہ آپ فرمائیں تو میں آپکے منکروں کو پہاڑ کے نیچے کچل دوں۔

اس وحی والہام کے وسیع ہونے اور جبریل سے مخصوص نہ ہونے پر ایک طرفہ شہادت مرزا قادیانی پر الزام قائم کرنے والی حجت یہ ہے کہ قادیانی نے خود اس وحی کو وسیع کیا ہے اور بلا واسطہ فرشتے،خدا کی طرف سے اپنا صاحب وحی ہونا اور خاص خدا کی کلام کا مخاطب ہونا تجویز کیا ہےاوراس کے مقابلہ میں فرشتے کے وسیلہ سے وحی والہام کو جداگانہ قسم بنایا ہے۔ چنانچہ حصہ چہارم براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۲۱ سے۲۲۲ تک وحی والہام کا ہم معنے ہونا ثابت کر کے صفحہ۲۲۳ میں لکھا ہے

صورت اول الہام۔ الہام کے منجملہ ان کی صورتوں کی جن پر خدا نے مجھ کو اطلاع دی

ہے، یہ ہے کہ جب خدا تعالی امر غیبی کو بندہ پر ظاہر کرنا چاہتا ہے، تو کبھی نرمی سے کبھی سختی سے بعض کلمات زبان پر کچھ تھوڑی غنودگی کی حالت میں ظاہر کر دیتا ہے۔ اور وہ اس پر شدت اور عنیف صورت میں زبان پر وارد ہوتے ہیں جیسے گڑے یعنی اولے۔

اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۲۴ میں کہا ہے۔

اس قسم کے الہام بھی یعنی جو سخت وگراں صورت کے الفاظ خدا کی طرف سے زبان پر جاری ہوتے ہیں، بعض اوقات مجھ کو ہوتے رہے ہیں۔ (پھر اس کی ایک مثال یہ کلمہ بیان کیا کہ . بالفعل نہیں۔ . (یعنی ابھی لوگ چندہ سے تیری مدد کی طرف متوجہ نہ ہوں گے .) دوسرے قسم کے الہام سے یعنی وہ جس میں کچھ ملائمت سے کلمات زبان پر جاری ہوتے ہیں یہ الہام خداوند کرتم نے مجھ کیا (جس میں چندہ آنے کی بشارت تھی)

اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۲۶ میں لکھا۔

صورت دوم الہام یہ کہ اللہ تعالی بندہ کو کسی امر غیبی پر بعد دعا اس بندہ کے یا خود بخود مطلع کرنا چاہتا ہے تو ایک دفعہ بے ہوشی اور غنودگی اس پر طاری کر دیتا ہے جس سے وہ بالکل اپنے تیئں بھول جاتا ہے۔ اس حالت سے وہ باہر آتا ہے تو اپنے اندر ہی کچھ ایسا مشاہدہ کرتا ہے جیسے ایک گونج پڑے۔ جب وہ گونج فرو ہو جاتی ہے، تو اس کو اپنے اندر ایک کلام موزوں اور لطیف محسوس ہو جاتی ہے۔ اس حالت کو خدا تعالی اپنے بندہ پر وارد کر کے اس کی ہر ایک دعا کا اس کو جواب دیتا ہے۔ اس کی مثالیں ہمارے پاس بہت ہیں۔

صورت سوم الہام کی یہ ہے کہ نرم اور آہستہ طور پر انسان کے قلب پر القاء ہوتا ہے ...اور اس میں محسوس ہوتا ہے کہ گویا غیب سے کسی نے وہ کلمہ دل میں پھونک دیا اور انسان متنبہ ہو جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے یہ القاء ہے۔ اس صورت کا الہام بھی اس عاجز کو بارہا ہوا ہے۔

صورت چہارم الہام کی یہ ہے کہ رؤیا صادقہ میں کوئی امر خدا کی طرف سے منکشف ہو جاتا ہے یا کبھی کوئی فرشتہ انسان کی شکل میں متشکل ہو کر کوئی غیبی بات بتلاتا ہے۔

صورت پنجم الہام کی وہ ہے جس کا انسان کے قلب سے کچھ تعلق نہیں، بلکہ خارج سے ایک آواز آتی ہے۔ انسان یہ آواز سن کر سمجھ جاتا ہے کہ کسی فرشتے نے آواز دی ہے، مگر صورت دوم کی طرح اس میں مکرر دعاؤں پر آواز کا سنا جانا مشہود نہیں ہوا (یعنی

قادیانی نے نہیں دیکھا) بلکہ ایک ہی دفعہ کوئی فرشتہ ناگہاں آواز کرتا ہے، برخلاف صورت دوم کہ اس میں اکثر کامل دعاؤں پر حضرت احدیت کی طرف سے جواب صادر ہونا مشہود ہوا ہے (یعنی قادیانی نے دیکھا اور سنا ہے) اور خواہ سو مرتبہ دعا اور سوال کرنے کا اتفاق ہو، اس کا جواب سو مرتبہ ہی حضرت فیاض مطلق کی طرف سے صادر ہوسکتا ہے جیسا کہ متواتر تجربہ اس خاکسار کا اس بات پر شاہد ہے .

ان صورتوں میں سے قادیانی نے صرف صورت پنجم کے الہام کو فرشتہ سے مخصوص کیا ہے اور صورت چہارم کو خدا اور فرشتے دونوں میں مشترک ٹھہرایا ہے اور پہلی تینوں صورتوں کے الہام کو خاص خدا کی طرف سے قرار دیا ہے ۔ اور صورت دوم میں تو فرشتہ کو خدا کے مقابلہ میں ذکر کر کے اس کو بے دخل کیا ہے جس سے ہر کس و ناکس کو (بشرطیکہ اس کی آنکھ پر قادیانی کی محبت اور کورانہ تقلید کا پردہ نہ پڑ گیا ہو) یقین ہوسکتا ہے کہ قادیانی نے اپنے وحی الہام کو جبریل یا کسی اور فرشتے کی وساطت سے مقید و مخصوص نہیں کیا ۔ اور اپنے آپ کو وحی و الہام میں فرشتے کا محتاج نہیں ٹھہرایا، بلکہ اپنی وحی کو وسیع کیا ہے ۔ جبریل کو ایک طرف رکھ کر خود خدا سے مخاطب ہونے کا دعوی کیا ہے ۔ پھر جو اس نے جناب عالی ختمی مآب آنحضرت ﷺ کے بلا واسطہ جبریل وحی الٰہی سے مشرف نہ ہونے اور فیض وحی سے بکلی محروم رہنے کا دعوی کیا ہے، یہ آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں قادیانی کی اپنی تعظیم و فوقیت اور آنحضرت ﷺ کی بے ادبی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور کون ایسا مسلمان ہے جس کے بدن کے یہ بات سن کر رونگھٹے کھڑے نہ ہوں گے اور اس سے ان مسلمانوں کے ایمان جوش میں نہ آئیں گے؟

وقت تصنیف براہین احمدیہ مجھے قادیانی کے خبث باطن کا علم نہ ہوا تھا (اور کیونکر ہوتا جب تک وہ اپنے منہ سے اس نجاست کو، جو اب نکال رہا ہے، نہ نکالتا) اب وہ بے دھڑک یہ دعوی کر رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وہ رتبہ و مقام نہیں تھا جو میرا رتبہ و مقام ہے، اور یہ صاف کہہ رہا ہے کہ وہ تو جب چاہے بلا واسطہ جبریل خدا کے پاس چلا جائے یا اس کو اپنے پاس بلا لے (خطبہ دافع الوساوس میں اس نے خدا کو بلایا ہے) وہ سو بار خدا سے بلا واسطہ کلام کرتا ہے تو خدا اس کو بلا واسطہ جواب دیتا ہے ۔ آنحضرت ﷺ کا یہ رتبہ و حوصلہ نہیں ہے کہ وہ ایک آن بھی بلا واسطہ جبریل، خدا سے ہم کلام ہوں اور کسی ایک بات کا جواب اس سے لے سکیں ۔

اس اعتقاد و خیال سے وہ آنحضرت ﷺ کی معلومات کی نسبت اپنے معلومات کو

بڑھ کر جانتا ہے اور برملا کہتا ہے کہ پیش گوئیوں کے اسرار جو آنحضرت ﷺ کو معلوم نہ تھے، مجھے معلوم ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۱۰۴ نمبر ۱۲ جلد ۱۴ اشاعۃ السنہ)۔

قادیانی کے اس دعوی فضیلت ذات خود اور توہین حضرت رسالت ﷺ پر اس کو کافر و مرتد کہنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ اور اس کی اس قسم کی باتیں سن کر اور جان کر جو اس کو کافر نہ سمجھے وہ خود مسلمان نہیں رہتا۔ آئندہ ہر ایک کو اختیار ہے مسلمان بنا رہے یا قادیانی ہو جائے۔ مگر فمن شاء فلیؤ من ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا (جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر کرے ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے) کو پیش نظر رکھے۔

☆ کید ہشتم: بہتان بر شیخ الکل

دافع الوساوس کے صفحہ ۹۰ سے ۹۴ تک مرزا قادیانی نے خاکسار محمد حسین اور ہمارے شیخ الکل سید نذیر حسین محدث پر یہ افتراء کیا اور بہتان باندھا ہے کہ یہ دونوں اس بات کے قائل نہیں کہ ہر ایک انسان کو دو قرین نیک و بد (فرشتہ اور شیطان) دیئے گئے ہیں بلکہ انکا قول یہ ہے کہ صرف ایک ہی قرین بد (شیطان) دیا گیا ہے جو ہر وقت ایمان کی بیخ کنی کرتا ہے، یہ اعتقاد ان کا کھلے طور پر نہیں بلکہ ان کے اس اعتقاد سے پیدا ہوتا ہے کہ جبریل اور ملک الموت اور دوسرے فرشتے آسمان سے اصلی وجود کے ساتھ نازل ہوتے ہیں، پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ ایک طرف تو یہ لوگ بموجب آیت و ما منّا الا له مقام معلوم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت جبریل اور ملک الموت کا مقام آسمان پر مقرر ہے، جس مقام سے وہ نہ ایک بالشت نیچے اتر سکتے ہیں نہ ایک بالشت اوپر چڑھ سکتے ہیں اور پھر باوجود اس کے ان کا زمین پر آنا بھی اپنے اصلی وجود کے ساتھ ضروری خیال کرتے ہیں۔ اس عقیدہ کو یہ بلاء لازم پڑی ہوئی ہے کہ صرف شیطان ہی دائمی مصاحب انسان کا ہے۔

☆ ازالہ کید

مولانا بٹالوی پوچھتے ہیں کہ کس کافر کا یہ اعتقاد ہے کہ آنحضرت ﷺ اور ہر ایک انسان کا ایک ہی قرین بد (شیطان) مصاحب رہتا ہے؟ اور کس کافر نے اس آیت قرآن کا یہ

مطلب سمجھا ہے کہ فرشتے آسمان میں اپنے رہنے کی جگہ جکڑ کر قید کئے ہوئے ہیں جس سے فرشتوں کی انسان سے دائمی مفارقت لازم آتی ہے، جس شخص کا یہ اعتقاد ہو اس پر ہزار لعنت ، قادیانی اس اعتقاد کو ہماری طرف منسوب کرنے میں سچا ہے تو وہ جھوٹے پر ہزار لعنت کہے۔

مسلمان تو اعتقادات ذیل

کہ خدا کے مخلص بندوں انبیاء واصفیا پر شیطان کا تسلط رہتا ہے، اور خدا کے فرشتے نبیوں اور نیک بندوں کے پاس نہیں آتے ، اور نہیں رہتے ،

کو کفر سمجھتے ہیں۔ اور وہ سب کے سب ، جن میں یہ خاکسار اور حضرت شیخ الکل بھی داخل ہیں، یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ملائکہ قرین اور کراماً کاتبین، اور حفظہ تو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں اور عاملان وحی وغیرہ خدمات کے فرشتے اپنی خدمات کے وقت آتے اور پھر چلے جاتے ہیں۔

☆ نمبر نہم: متفرق مغالطے

دافع الوساوس کے صفحہ ۹۷ تا ۱۰۲ متعدد اکاذیب ومغالطات درج کئے ہیں۔ جیسا کہ صفحہ ۹۷ میں کہا ہے۔

منجملہ ان آیات کے (یعنی جن سے ثابت ہے کہ روح القدس ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے) ایک یہ آیت ہے یا ایها الذ ین آمنوا ان تتقوا الله يجعل لكم فر قا ناً و يجعل لكم نوراً ۔ اور کہا ہے کہ قرآن کریم میں روح القدس کا نام نور ہے

پھر دافع الوساوس کے صفحہ ۹۸ میں کہا ہے:۔

. ایک دوسرے مقام میں فرمایا انّ الذ ین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزّل عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنو و ابشروا بالجنة التی کنتم تو عدون ۔

پھر صفحہ ۹۹ میں کہا ہے:۔

ایک دوسرے مقام میں فرمایا ہے او من كان ميتا فاحييناه و جعلنا له نوراً يمشی به فی النّاس ۔ پھر کہا یہاں بھی نور اور حیات سے روح القدس مراد ہے

پھر صفحہ ۱۰۰ میں کہا:۔ اور منجملہ ان آیات کے یہ آیت ہے

اولئك كتب فی قلو بهم الا يمان و ايدهم بروح منه ۔

پھر صفحہ ۱۰۲ میں کہا ہے:۔ اس آیت کی تائید احادیث میں بہت کچھ ذکر ہے ۔ بخاری میں ایک روایت ہے کہ حسان آنحضرت ﷺ کی حمایت میں مشرکین مکہ کی ہجو کرتا تھا تو آپ ﷺ نے اس کے حق میں فرمایا اللّٰھم ایّدہ بروح القدس (اے میرے خدا تو اس کو روح القدس سے مدد دے) اور اس کو فرمایا ھاجھم و جبریل معک (اے حسان تو ان کی ہجو کر جبریل تیرے ساتھ ہے)۔

☆ ازالہ کید

آیات متمسکہ قادیانی سے پہلی آیت تو بایں الفاظ وترتیب محمدی وعربی قرآن میں (جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا تھا) موجود نہیں ۔ ہاں قادیانی قرآن میں (جو برطبق انّا انز لناہ قریباًمّن القا دیا ن قادیانی پر نازل ہوا ہے) ہو تو تعجب نہیں ۔

تیسری آیت میں جو لفظ نور، وارد ہے یہ لفظ اور بہت سی آیات قرآن میں وارد ہے۔ اس لفظ نور کی نسبت قادیانی کا جو یہ دعوی ہے کہ قرآن کریم میں روح القدس کا نام نور ہے، ایک سفید جھوٹ ہے ۔ قرآن میں بہت سے مواضع ایسے ہیں جن میں اس لفظ سے حضرت جبریل یا روح القدس مراد نہیں ہے بلکہ اور معانی مراد ہیں ۔

کئی جگہ خود قرآن مجید کو نور کہا گیا ہے ۔ و انزلنا الیکم نوراًمبیناً (نساء ۔ع ۲۴) بعض جگہ تورات کو نور کہا گیا ہے قل من انزل الکتا ب الذی جاء بہ موسی نوراً (انعا م۔ ع ۱۱) ۔ بعض جگہ ہدایت اور نور ایمان کو نور کہا گیا ہے اومن کان میتاً فاحییناہ ۔ و جعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس ۔(انعا م۔ ع ۵)

ما کنت تدری ما الکتا ب ولا الایما ن ولکن جعلناہ نورا نّھدی بہ من نشاء (شوری۔ ع ۵) ۔ و جعل القمر فیھنّ نوراً (نوح ۔ع ۱) ۔ و ھو الذی جعل الشّمس ضیاءً و القمر نوراً ۔(یونس۔ ع ۱) ۔ اللہ نور السماوا ت و الا رض ۔

یسعی نور ھم بین اید یھم و با یما نھم ۔ (الحدید ع ۲)۔

ازانجملہ ایک مقام مرزا قادیانی کی متمسکہ آیات سے تیسری آیت میں ہے۔

بعض جگہ چاند کو نور کہا گیا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالی نے اپنے آپ کو نور کہا۔

بعض جگہ قیامت کے دن مومنوں کے آگے اور داہنی طرف کی روشنی کو نو رکہا گیا

ہے ۔ وعلی ہذا القیاس۔ بعض معانی اور ہیں ۔ ان مواضع میں لفظ نور سے اور معانی کا مراد ہونا بشہادت نص قرآنی ثابت ہے پھر مرزا قادیانی کا یہ دعوی کہ قرآن میں نور سے روح القدس یا جبریل مراد ہے، جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

تیسری آیت کی تفسیر میں بیضاوی نے کہا ہے

مثل به من هذاه و انقذه من الضلال و جعل له نوراً الحجج و الآيات ليتامل بها في الاشياء . فيميز الحق و الباطل و المحق و المبطل ۔ (بیضاوی ۔ ص ۲۶۸) کہ خدا نے اس آیت میں حیات اور موت اور نور سے اس شخص کو تشبیہہ دی جس کو گمراہی سے چھوڑایا اور اس کو دلائل اور آیات کا نور عطا کیا جس ے سے وہ حق اور باطل اور حقانی اور بطلانی اشخاص میں تمیز کر سکتا ہے۔

دوسری آیت متمسکہ قادیانی میں جن ملائکہ کا ذکر ہے ان سے جبریل کو مراد سمجھنا قادیانی کے اس الحاد پر مبنی ہے کہ ملائکہ ہم نشین اور حفظہ سے ایک ہی شخص جبریل مراد ہے، جس کا الحاد ہونا پہلے ثابت کیا گیا۔

اہل اسلام کے نزدیک تو ان ملائکہ سے وہی قرین مراد ہیں جو ہر ایک انسان کے ساتھ شیطان کے مقابلہ میں رہتے ہیں اور وہ انسان کے دل میں القاء حق کرتے ہیں ۔

بیضاوی نے (ص ۲۶۷) اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے

نلهمكم الحق و نحملكم على الخير بدل ما كانت الشياطين تفعل بالكفرة ۔ ۔ کہ وہ فرشتے کہیں گے ہم تم کو الہام حق کرتے رہے اور اس کی رغبت دلاتے رہے جیسے شیاطین کافروں کو برائی کا الہام کرتے رہے۔

ان ملائکہ سے جبریل مراد نہ ہونے پر ایک روشن دلیل ہے کہ اس آیت میں لفظ ملائکہ جمع کے صیغہ سے وارد ہے، جو جماعت اہل ایمان و اہل استقامت کے مقابلہ پر بولا گیا ہے، جس سے واحد کا واحد سے مقابلہ مراد ہے یعنی ایک ایک مومن اہل استقامت کے خطاب میں موت یا قبر سے نکلنے کے وقت ایک ایک فرشتہ وہ بات کرے گا۔

اور اگر اس سے ایک ہی فرشتہ جبریل مراد ہوتا تو وہ لفظ بصیغہ جمع نہ لایا جاتا کیونکہ جبریل ایک شخص ہے، نہ کئی اشخاص۔

چوتھی آیت متمسکہ قادیانی میں جو لفظ روح القدس وارد ہے اس سے خاص کر

حضرت جبریل کا مراد لینا قادیانی کے اس الحاد پر مبنی ہے کہ جبریل ہر ایک مسلمان بلکہ کافر و فاسق کے ساتھ ہر دم رہتا ہے، جس کا الحاد ہونا پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔

قرآن میں لفظ روح ایسے معنی میں بھی بولا گیا ہے جس سے حضرت جبریل مراد ہو ہی نہیں سکتے بلکہ روح کے اور معنی مبدء حیات و قرآن، نور قلب وغیرہ مراد ہیں اور بعض جگہ گو جبریل فرشتے کے معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں مگر وہ معنیٔ متعین نہیں، تاکہ وہ قادیانی کی دعویٰ عام پر دلیل ہو سکے۔ کئی آیات میں حضرت آدم کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس میں روح پھونک دی یعنی اس کو زندہ کیا۔

و نفخت فیه من روحی ۔ (الحجر۔ ع ۳)

ایسا ہی حضرت عیسیٰ کی نسبت آیا ہے۔ فنفخنا فیه من روحنا ۔ (انبیاء)

ایک آیت میں ارشاد ہے ینزّل الملائکة با لرّوح من امره علی من یّشاء من عباده ۔ (النحل۔ ع ۱) خدا تعالیٰ فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے

ایک آیت میں ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ روح یعنی وحی کا القاء و الہام جس پر اپنے بندوں سے چاہتا ہے، کرتا ہے۔ یلقی الروح من امره علی من یشاء من عباده (مومن)

ایک آیت میں ہے کہ ایسا ہی ہم نے تیری طرف روح یعنی قرآن کو وحی کیا، تجھے خبر نہ تھی کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔ ہم نے اس کو نور بنا دیا۔

و کذلک اوحینا الیک روحاً من امرنا ۔ ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان ولکن جعلناه نوراً نّهدی به من نّشاء من عبادنا (شوری۔ ع ۵)

قادیانی کی متمسکہ آیات سے چوتھی آیت کی تفسیر میں بیضاوی (ج ۲ ص ۳۵٦) نے لکھا

روح مّنه ای من عند الله وهو نور القلب او القرآن او النصر علی العدو و قیل الضمیر للایمان فانه سبب الحیاة القلب

اس روح سے مراد وہ روح ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یعنی نور قلب یا قرآن یا دشمنوں پر خدا کی مدد۔ اور بعض نے کہا ہے منه کی ضمیر ایمان کی طرف ہے کیونکہ وہی ایمان، دل کی زندگی کا سبب و موجب ہے۔

آیات منقولہ بالا سے تیسری آیت کی تفسیر میں بیضاوی نے کہا ہے کہ اس لفظ روح سے وحی یا قرآن مراد ہے کیونکہ اس سے دل زندہ ہوتے ہیں جو جہالت سے مردہ ہیں

۔ الوحی او القرآ ن فانه یحیی به القلو ب المیته بالجهل ۔ (بیضاوی جلد ۱)

چوتھی آیت کی تفسیر میں بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہاں روح سے مراد وحی ہے الروح الوحی ،(بیضاوی ۔ ج ۲ ص ۲۵۴)

پانچویں آیت کی تفسیر میں بیضاوی (ج ۲ ص ۲۷۸) نے کہا ہے

روحاً من امرنا یعنی ما اوحی الیه سماه روحاً لانّ القلوب تحیی به وقیل جبریل والمعنی ارسلنا الیک بالوحی۔ ولا کن جعلناه ، ای الروح او الکتاب او الایمان نوراً ۔

روح سے مراد وہ قرآن یا کتاب ہے جو آنحضرت ﷺ کی طرف وحی کی گئی ہے، اس کا نام روح اس لئے رکھا گیا کہ اس سے دل زندہ ہوتے ہیں ۔ بعض لوگوں نے کہا ہے اس مقام میں روح سے مراد جبریل ہے اور او حینا کے معنی ار سلنا کے ہیں (یعنی ہم نے بھیجا)

یعنی اس صورت میں اوحینا کے لفظی معنے مراد نہ ہوسکیں گے جو الہام اور القاء کے معنے ہیں بلکہ اس سے مجازی معنے بھیجنے کے مراد لینے پڑیں گے ۔ اس قول کو لفظ قیل سے بیضاوی نے اسلئے نقل کیا ہے کہ اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہو کیونکہ اس صورت میں اس آیت میں او حینا کے حقیقی معنے چھوڑ کر مجازی معنے لینے پڑتے ہیں ۔ اور اگر اس آیت میں یا کسی اور آیت میں ان معنے جبریل کو بھی صحیح وقوی تسلیم کرلیں تو بھی یہ تسلیم قادیانی کیلئے مفید نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں بھی معنے متعین نہیں رہتے بلکہ یہ معنے اور پہلے معنے وحی اور قرآن کے دونوں صحیح ہو سکتے ہیں ۔ اس عدم تعیین کے ساتھ یہ آیت مرزا قادیانی کے اس عام دعوی کی، کہ ہر ایک مسلمان بلکہ فاسق و کافر کے ساتھ جبریل رہتا ہے، مثبت نہیں ہوسکتی کیونکہ اس صورت میں اس آیت سے خاص کر آنحضرت ﷺ کی طرف جبریل کا بھیجا جانا ثابت ہوتا ہے، جس سے انکار ہے تو مرزا قادیانی کو ہے، نہ کسی مسلمان کو۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر ایک طرف خدا جبریل کو بھیجتا ہے ۔

حدیث متمسکہ قادیانی میں بے شک جبریل و روح القدس کا ہجو مشرکین کے وقت حضرت حسّان کے ساتھ رہنا پایا جاتا ہے، مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جبریل ہر وقت اور ہر آن حسّان کے ساتھ رہا کرتے تھے، چہ جائے کہ یہ ثابت ہو کہ وہ ہر ایک مسلمان کے ساتھ رہتے ہیں جیسا کہ قادیانی کا دعوی ہے ۔ مرزا قادیانی اسلامی علوم اور منطق سے بالکل

بے خبر اور جاہل ہے اس کو اتنی خبر نہیں کہ خاص دلیل سے عام دعویٰ ثابت نہیں ہوسکتا۔ دعویٰ تو یہ عام اور وسیع ہے کہ ہر ایک مسلمان کے ساتھ بلکہ کافر کے ساتھ جبریل ہر وقت اور ہر آن رہتا ہے اور دلیل یہ خاص اور محدود کہ ہجو مشرکین کے وقت وہ حسان کے ساتھ تھا، جو اس دعویٰ عام اور وسیع کی مثبت نہیں ہوسکتی۔

☆ کید دہم: نزول جبریل

دافع الوساوس کے صفحہ ۱۰۵ تا ۱۱۶ پر متعدد اکاذیب ومغالطات درج ہیں۔

اول (جو صفحہ ۱۰۵ و ۱۰۶ میں ہے) ان مولویوں کا اعتقاد تو یہ تھا کہ جبریل آسمان سے وحی لے کر نبیوں پر نازل ہوتا اور تبلیغ وحی کے بعد بلا توقف چلا جاتا۔ اس اعتقاد کے مخالف حضرت عیسےٰ کی نسبت اب یہ عقیدہ تراشا گیا ہے کہ حضرت کی وحی کیلئے جبریل آسمان پر نہیں جاتا تھا بلکہ وحی خود بخود آسمان سے گر پڑتی تھی۔ جبریل، حضرت عیسےٰ سے ان کی ۳۳ برس کی عمر تک ایک دم کیلئے بھی جدا نہیں ہوا۔ اس عرصہ تک ان کا آسمانی مکان جو ہزاروں کوس کا ہے، سنسان پڑا رہا۔ آسمان کا منہ جبریل نے تب ہی دیکھا جب عیسےٰ آسمان پر چلے گئے۔

دوم۔ یہ کہ بخاری مسلم، ابوداؤد وابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ نزول جبریل کا، وحی کے ساتھ انبیاء پر، آسمان سے ہوتا ہے (یعنی وہ تجلی جس کی ہم تصریح کر آئے ہیں) اور اس کی تائید میں ابن جریر نے یہ حدیث لکھی ہے کہ

> خدا تعالی وحی سے تکلم فرماتا ہے تو اس کو سن کر آسمانوں کے فرشتے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے جبریل ہوش میں آتے ہیں، ان سے اللہ کلام کرتا ہے تو وہ جہاں حکم ہوتا ہے، پہنچا دیتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول وحی کے وقت جبریل آسمان پر ہی ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنی آواز کی قوت سے وحی اپنے محل میں پہنچا دیتا ہے۔ اس سے وہ اعتقاد کہ حضرت جبریل، حضرت عیسےٰ کے ساتھ اپنے اصلی وجود سے رہتے تھے، جس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کی وحی خود بخود آسمان سے گر پڑتی تھی، باطل ہوتا ہے۔

سوم۔ ان مولویوں نے حضرت عیسےٰ کو یہاں تک بڑھایا اور آنحضرت ﷺ کی توہین کی کہ ان کا یہ اعتقاد ہے کہ روح القدس ہمیشہ حضرت مسیح کے ساتھ رہتا اور حضرت عیسےٰ مسّ شیطان سے بری رہے۔ اور یہ دونوں باتیں آنحضرت ﷺ میں پائی نہ جاتیں، نہ روح القدس ہمیشہ ان کے پاس رہتا اور نہ آپ مس شیطان سے بری تھے۔ اور سلف صحابہ کا یہ اعتقاد نہ تھا۔ وہ روح القدس کو آپ سے جدا نہ سمجھتے تھے اور آپ کو مس شیطان سے بری جانتے اور آنحضرت کو و ما ینطق عن الھوی۔ ان ھو الا وحی یوحی کا مصداق سمجھتے۔ تب ہی وہ آنحضرت ﷺ کی حدیث اخذ کرتے اور آپ کو سید المعصومین کہتے تھے۔

☆ ازالہ کید

یہاں جو تین باتیں قادیانی نے کہی ہیں وہ سراپا کذب ومغالطات ہیں۔ پہلی بات میں ایک کذب ومغالطہ قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ حضرت عیسےٰ کے ساتھ جبریل کے رہنے کا عقیدہ اب تراشا گیا ہے، یعنی زمانہ حال کے علماء نے یہ عقیدہ گھڑ لیا ہے۔ اس کا رد اور ازالہ یہ ہے کہ وساوس کے صفحہ ۷۵ میں یہ عقیدہ قادیانی نے پرانے مفسرین اہل اسلام سے نقل کر کے اس پر تین دفعہ افسوس ظاہر کیا ہے۔ پھر اب قادیانی کا اس عقیدہ کو زمانہ حال کا تراشا ہوا عقیدہ قرار دینا کذب نہیں تو اور کیا ہے؟

اس میں دوسرا کذب ومغالطہ قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ اس عقیدہ سے لازم آتا ہے کہ اس عرصہ مصاحبت مسیح (۳۳ برس) تک جبریل کا آسمانی مکان ویران وسنسان پڑا رہا۔ اور حضرت جبریل آسمان پر نہ جاتے، وحی آسمان سے خودبخود گر پڑتی تھی۔

اس کا رد یہ ہے کہ کسی مسلمان کا یہ اعتقاد نہیں کہ اس عرصہ ۳۳ سال میں جبریل آسمان پر نہیں گئے۔ وہ جبریل وغیرہ ملائکہ کو انسان کی مانند نہیں سمجھتے جس کے ایک جگہ ہونے سے دوسری جگہ نہ ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ وہ ملائکہ کو اس لائق سمجھتے ہیں کہ وہ آن واحد میں آسمان وزمین دونوں جگہ ہوں۔ اور وحی کا گر پڑنا جو حضرت جبریل کے زمین پر رہنے سے لازم آتا ہے، تو یہ گر پڑنا جبریل کے آسمان میں مقید رہنے (جیسا کہ قادیانی کا اعتقاد ہے) سے بھی لازم آتا ہے۔ اس گر پڑنے سے تو وحی تب ہی بچ سکتی ہے کہ جبریل کا وحی لانے کیلئے آسمان پر جانا اور وحی پہنچانے کیلئے زمین پر آنا دونوں امر واقع ہوں۔ جبریل کے

ایک جگہ مقید رہنے (زمین پر خواہ آسمان پر) تو ضرور وحی کا گر پڑنا اور چوٹ کھانا لازم آئے گا۔

اس گرنے اور چوٹ کھانے کیلئے قادیانی نے جو آئندہ بات میں یہ تجویز نکالی ہے کہ جبریل آسمان پر بیٹھا زور سے چلا کر زمین پر وحی پہنچا دیتا تھا، اس کے مقابل اس کا خصم یہ تجویز نکال سکتا ہے کہ وہ زمین پر بیٹھے بیٹھے اپنی قوت سمع سے وحی کی آواز سن لیتے تھے۔ یا یہ کہ وہ زمین پر بیٹھے بیٹھے اپنے کانوں اور سر کو آسمان پر پہنچا دیتے تھے، اور کوئی وجہ نہیں کہ ان کی آواز میں تو ایسی طاقت ہو کہ وہ آسمان پر بیٹھے زمین پر وحی پہنچا دیتے ہوں اور قوت سمع میں ایسی طاقت نہ ہو کہ وہ زمین پر بیٹھے آسمان کی آواز سن لیں۔

حضرت جبریل کے شاگرد آنحضرت ﷺ کی سمع میں تو ایسی طاقت خارق عادت تھی کہ زمین پر بیٹھے آسمانوں کی آواز سن لیتے، چنانچہ آسمان کی چرچراہٹ کی حدیث (جو پہلے منقول ہوئی) اس پر شاہد ہے۔ پھر ایسی طاقت استاذ میں کیوں نہ ہو۔

یہ قادیانی کی حجت کے مقابلہ میں حجت ہے۔ اور انصاف یہ ہے کہ ملائکہ کا وجود متشابہات سے اور غیر معلوم الکنہ والکیفیۃ ہے تو پھر ان کے افعال و صفات کی کیفیت سے سوال کہ وہ وحی کیوں کر لاتے اور کیوں کر آسمان پر جاتے اور کیونکر انبیاء کے ساتھ رہتے تھے؟ جائز ہی نہیں اور نہ وہ جواب کا مستحق ہے۔

اس کید کی دوسری بات میں ایک کذب و مغالطہ یہ جتانا ہے کہ جو بخاری، مسلم و ابو داؤد، و ابن ماجہ، و ابن جریر کی حدیثوں میں جبریل کا وحی لے کر آسمانوں سے نازل ہونا وارد ہے، اس کو مرزا قادیانی مانتا ہے۔ اور مسلمان جو جبریل کا حضرت عیسے کے ساتھ رہنا مانتے ہیں، اس نزول کو نہیں مانتے ہیں۔

دوسرا کذب و مغالطہ اس کا یہ کہنا ہے کہ اس حدیث کی کیفیت نزول وحی سے مسلمانوں کا وہ اعتقاد کہ جبریل حضرت مسیح کے ساتھ رہتے ہیں باطل ہوتا ہے۔

ان دونوں کذب و مغالطہ کا ازالہ یہ ہے کہ آسمان سے نزول جبریل کے منکر تم ہی ہو (چنانچہ اس انکار کو بریکٹس میں بایں الفاظ ظاہر کر چکے ہو ۔یعنی وہ تجلی جس کی ہم تصریح کر آئے ہیں .) مسلمان تو نزول کو بھی مانتے ہیں اور حضرت عیسے کے ساتھ جبریل کا رہنا بھی مانتے ہیں اور ان دونوں امروں میں کوئی مخالفت نہیں سمجھتے ۔ یہ دونوں امر عام انسانوں کیلئے گو ناممکن ہیں، بلکہ کامل انسانوں کے ممکن الوقوع ہیں چنانچہ سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۱۳۰ میں

موجود ہے، تم خود بھی تصریح کر چکے ہو۔ پھر یہ امر حضرت جبریل کے لئے کیوں جائز نہیں؟

اس کید کی تیسری بات میں ایک کذب و مغالطہ وہی افک قدیم ہے جو بار بار اس کے منہ سے نکل چکا ہے کہ یہ لوگ حضرت جبریل کو حضرت عیسے کا دائمی مصاحب بتاتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کو اس سے محروم رکھ کر آپ کی بے ادبی کرتے ہیں۔

دوسرا کذب و مغالطہ اس کا یہ تازہ افتراء ہے کہ یہ لوگ حضرت ﷺ کو مس شیطان سے محفوظ و بری نہیں سمجھتے جیسا کہ حضرت عیسے کو سمجھتے ہیں۔ پہلے کذب کا ردّ تو بار ہا ہو چکا ہے (صفحہ ۸۸ وصفحہ ۱۱۱ وغیر جلد ہذا ملاحظہ ہو۔ دوسرے کذب کی تردید درج ذیل ہے۔

☆ مسّ شیطان

کسی مسلمان نے (سلف سے خلف تک) یہ نہیں کہا کہ آنخضرت ﷺ مسّ شیطان سے محفوظ نہ تھے۔ یہ قادیانی کا دروغ بے فروغ ہے اور افتراء بعید از حیا ہے۔ قادیانی اس افتراء میں سچا ہے تو بتا وے کہ کس مسلمان کے منہ سے یہ کلمہ اس نے سنا؟ یا کس کی تالیف میں اس کا مضمون پایا؟ اور اگر قادیانی یہ کہے کہ حدیث بخاری و مسلم میں یہ مضمون وارد ہے

عن ابی هریره ان النبی ﷺ قال ما من مولود الا والشیطان یمسّه حین یستهل صارخاً من مسّ الشیطا ن ایاه ، الا مریم و ابنها ۔ ثم یقول ابوهریره اقرئوا ان شئتم انی اعیذها بک و ذریّتها من الشیطان الر جیم ۔ (بخاری ص ۶۵۲ مسلم ص ۲۶۵)۔ کہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا ہے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو مسّ کرتا ہے جب وہ چلّا تا ہے بجز مریم اور اسکے بیٹے کے۔ ابو ہریرہ نے کہا، چاہو تو اس کی تصدیق کیلئے والدہ مریم کا یہ قول قرآن میں پڑھو کہ میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان سے خدا کی پناہ میں سپرد کرتی ہوں۔

اور مسلمان اس حدیث کو پڑھتے اور صحیح مان رہے ہیں اس سے لازم آتا ہے کہ ان کا بھی یہی اعتقاد ہوگا جو ظاہر حدیث سے سمجھا جاتا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قادیانی کے نزدیک اس حدیث سے ظاہری معنی مراد نبوی ہیں تو اس کا یہ اعتراض آنخضرت ﷺ پر ہے جنہوں نے یہ حدیث قادیانی کے خیالی معنے سے بقول قادیانی فرمائی ہے۔ پھر وہ اس اعتراض میں مسلمانوں کو کیوں مخاطب کرتا

ہے اور کیوں صاف یہ نہیں کہتا کہ میں ایسے رسول کو رسول نہیں جانتا جو صرف ابن مریم کو مسّ شیطان سے محفوظ بتاتا ہے اور اپنے تئیں اس سے محفوظ نہیں ٹھہراتا۔

مسلمان تو اس حدیث سے اس کے ظاہری معنی کو مراد نبوی نہیں سمجھتے اور صاف کہہ چکے ہیں کہ آنحضرت بلکہ جملہ انبیاء مسّ شیطان سے محفوظ ہونے میں حضرت مسیح کے ساتھ شریک ہیں۔

عینی شارح بخاری اور نووی شارح مسلم نے قاضی عیاضؒ سے نقل کیا ہے

قال العینی ان القاضی عیاض اشار الی ان جمیع الانبیا یشارکون عیسی فی ذلک۔ قال القرطبی و ہو قول مجاہد قالہ القسطلانی و فی شرح مسلم للنّووی صفحہ ۳۵۲ ج ۲ مثلہ ۔ قال صاحب التفسیر المظہری قد صحّ ان رسول اللہ ﷺ قال لفاطمہ حین زوّجھا اللّٰھم انی اعیذ ھا بک و ذرّ یتھا من الشیطان الرجیم۔ و کذا قال لعلی ودعاالنبی ﷺ اولی بالقبول و علی ھذا حصرعدم المسّ فی مریم و ابنھا یکون حصراً اضافیاً فا لنسبۃ الی الاعم الا غلب و ھکذا نقلہ عنہ فی ھامش البخاری ۔(صفحہ ۶۸۲) ۔

کہ انبیاء اس وصف حفاظت میں حضرت عیسے کے شریک ہیں۔ صاحب تفسیر مظہری نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا تو یہ دعا کی کہ اے خدا میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان سے تیری پناہ میں سپرد کرتا ہوں ۔ ایسا ہی حضرت علیؓ کے لئے دعا کی ۔ اور آنحضرت کی دعا زیادہ قبولیت کے لائق ہے۔ بناء علیہ یہ حصر حفاظت جو ظاہر حدیث سے سمجھا جاتا ہے اضافی حصر ہے یعنی عام اور اکثر لوگوں کی نسبت ، نہ حقیقی ، جس میں انبیاء اور اصفیا داخل ہوں۔

اس تخصیص کے اضافی اور حفظ کے عام ہونے پر یہ اقوال خداوندی بھی دلیل ہیں

الّا عبادک منھم المخلصین ۔ (ص رکوع ۵) ۔ اور انّ عبادی لیس لک علیھم سلطان (الحجر ع ۳) ۔ کہ خدا کے مخلص بندوں پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا۔

اور وہ حدیث بھی جو صحیح بخاری میں بصفحہ ۶۷۷ مروی ہے جس میں بیان ہے

قال النّبی ﷺ لو ان احدھم یقول حین اتی اھلہ بسم اللہ اللّٰھم

جنّبنی الشیطا ن و جنّب الشیطا ن ما رز قتنا ثم قدر بینھما فی ذلک او قضی ولد لم یضرہ شیطا ن ابداً کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی مسلمان اپنی بیوی سے صحبت کے وقت بسم اللہ کہے اور یہ دعا کرے کہ اے خدا ہم کو اور جو ہم کو اولاد عطا کرے اس کو شیطان سے کنارہ رکھ اور اس وقت بچہ ٹھہر جاوے تو وہ ضرر شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔

ایک محدث شارح مشکوۃ نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا مس شیطان سے محفوظ ہونا خود اس حدیث سے ثابت ہے کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے جو شخص کسی شخص کی نسبت کوئی عیب بیان کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اس عیب سے محفوظ سمجھتا ہے۔ جیسے مثلاً کوئی متقی واعظ کہے کہ لوگوں کا کیا حال کہ وہ نماز نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ خود نماز پڑھتا ہے یا، اور، روزہ رکھتا ہے۔

ایسا ہی آنحضرت ﷺ کا عام لوگوں کو بجز مریم اور اس کے بیٹے کے مسّ شیطان سے غیر محفوظ کہنا مشعر ہے کہ آپ خود اس مسّ سے محفوظ ہیں۔ اور خاص کر مریم اور ابن مریم کا اس حکم عام سے استثنا کسی خاص ضرورت کیلئے ان کی فضیلت ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ لہذا اس سے دیگر نبیوں کا مستثنیٰ نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ بالجملہ مسلمانوں کا تو اس حدیث اور اس کے معنے کی نسبت یہ خیال ومقال ہے کہ وہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم حفظ کو حضرت مسیح سے خاص نہیں کرتے بلکہ اس میں آنحضرت ﷺ بلکہ جملہ انبیاء بلکہ عام مومنین صلحا کو داخل کرتے ہیں۔ اس توسیع وعدم تخصیص میں وہ حق پر ہیں خواہ قادیانی کے خیال سے غلطی پر ہیں۔ پھر ان مسلمانوں کی نسبت قادیانی کا یہ کہنا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو مس شیطان سے محفوظ نہیں سمجھتے، افتراء خالی از حیا نہیں تو اور کیا ہے؟ وہ خود اس حدیث کے ظاہری معنے صحیح سمجھتا ہے تو پھر اس کا یہ اعتراض در پردہ آنحضرت ﷺ پر اعتراض ہے اور اس ذریعہ سے وہ لوگوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نسبت شبہ ڈالنا اور اپنی نبوت کا اعتقاد جمانا چاہتا ہے۔ خدا اس کو اس خیال میں ناکامیاب اور رسوا کرے۔

تیسری بات کے اخیر میں جو آیت قادیانی نے نقل کی ہے اس سے آنحضرت ﷺ کا بذات خود دخل شیطان سے پاک اور معصوم ہونا اور جبریل کا محتاج نہ ہونا، ثابت ہے

☆ کید یازدہم: عبدالحق محدث پر افتراء

دافع الوساوس کے صفحہ ۱۱۷ سے ۱۲۲ تک مرزا قادیانی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر ایک بہتان باندھ کر ان کو اپنا ہم اعتقاد قرار دیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

بالآخر ہم چند اقوال پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالح کا ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ روح القدس آنحضرت ﷺ پر خاص خاص وقتوں پر نازل ہوتا تھا، اور دوسرے اوقات میں آنحضرت اس سے بالکل محروم ہوتے تھے۔ ازانجملہ وہ قول ہے جو شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ کے صفحہ ۴۲ میں لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ملائکہ وحی آنحضرت ﷺ کیلئے دائمی رفیق اور قرین تھے۔ چنانچہ وہ جامع الاصول اور کتاب الوفا سے نقل کرتے ہیں کہ ابتداء نبوت سے تین برس برابر حضرت اسرافیل ملازم صحبت آنحضرت ﷺ رہے اور پھر حضرت جبریل دائمی رفاقت کیلئے آئے۔ اور بعد اس کے صاحب سفر السعادت سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سات سال کے تھے جب حضرت اسرافیل کو اللہ جل شانہ کی طرف سے حکم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے ملازم رہیں۔ پس حضرت اسرافیل ہمیشہ اور ہر وقت آنحضرت ﷺ کے پاس رہتے تھے اور آنحضرت کی عمر کا گیارہواں سال پورا ہونے تک یہی حال تھا۔ مگر اسرافیل بجز کلمہ دو کلمہ اور کوئی بات وحی کے طور پر آنحضرت ﷺ کے دل میں نہیں ڈالتا تھا۔ ایسا ہی میکائیل بھی آنحضرت ﷺ کا قرین رہا۔ پھر بعد اس کے حضرت جبریل کو حکم ہوا اور وہ پورے انتیس سال قبل از وحی ہر وقت قرین اور مصاحب آنحضرت ﷺ تھے۔ پھر اس کے بعد وحی نبوت شروع ہوئی۔

اس بیان سے ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جن بزرگوں نے مثلاً حضرت جبریل کی نسبت لکھا ہے کہ وہ نبوت سے پہلے انتیس سال تک ہمیشہ اور ہر وقت آنحضرت ﷺ کا دائمی رفیق تھا، ان کا ہرگز یہ اعتقاد نہ تھا کہ جبریل اس وقت آسمان پر بھی چلا جاتا تھا۔ کیونکہ کسی وقت چھوڑ کر چلے جانا، دوام قرب اور معیت غیر منقطع کے منافی ہے (یہ دائمی اور غیر منقطع معیت قادیانی کے اضافہ کئے ہوئے الفاظ ہیں۔ شیخ کی کلام میں یہ الفاظ ہیں، نہ ان کے

معانی ۔محمد حسین) ۔لیکن جب ان بزرگوں کا دوسرا عقیدہ بھی دیکھا جائے کہ جبریل کا قرارگاہ آسمان ہی ہے اور وہ ہر ایک وحی آسمان سے لاتا ہے، تو ان دونوں عقیدوں کے ملانے سے جو تناقض پیدا ہوتا ہے، اس سے رہائی پانے کیلئے بجز اس کے اور کوئی راہ نہیں مل سکتی کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ جبریل کا آسمان سے اترنا حقیقی طور پر نہیں بلکہ تمثلی تھا۔ اور جب تمثلی طور پر اترنا ہوا، تو اس میں کچھ حرج نہیں کہ جبریل اپنے وجود سے ہمیشہ اور ہر وقت اور ہر دم اور ہر طرفۃ العین انبیاء کے ساتھ رہے، کیونکہ وہ اپنے اصلی وجود کے ساتھ تو آسمان پر ہی ہے ۔ اور اس مذہب کی تصدیق اور تصویب شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوت کے صفحہ ۴۵ میں کی ہے ۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ نزول جبریل جو بعض اوقات دحیہ کلبی کی صورت میں یا کسی اور انسان کی صورت میں ہوتا تھا، اس میں اہل نظر کو اشکال ہے، اور یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر درحقیقت جبریلؑ ایک نیا جسم اپنے لئے مشابہ دحیہ کلبی حاصل کر کے اس میں اپنا روح داخل کر دیتے تھے تو پھر وہ اصلی جسم ان کا.....کس حالت میں ہوتا تھا۔ کیا وہ جسم بلا روح پڑا رہتا تھا۔ اور حضرت جبریل فوت ہو کر پھر بطریق تناسخ دوسرے جسم آجاتے تھے (تناسخ کا لفظ شیخ عبدالحق کی کلام میں نہیں ہے ۔ اصل عبارت شیخ صاحب ملاحظہ ہو جو منقول ہو چکی ۔ اور نہ شیخ عبدالحق یا اور مسلمان جبریل کے ایک جسم سے دوسرے جسم میں انتقال کرنے کو تناسخ سمجھتے ہیں ۔ اور نہ یہ وہ تناسخ ہوسکتا ہے جس کے ہنود وغیرہ قائل ہیں ۔ یہ لفظ قادیانی نے از خود گھڑ کر شیخ پر افتراء کیا ۔محمد حسین) ۔اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ تمثلی نزول ہے (نہ حقیقی تا حقیقۃً ایک جسم کو چھوڑنا اور دوسرے جسم میں داخل ہونا لازم آوے) (یہ خطوط وحدانی والی عبارت یا ان کا مضمون شیخ عبدالحق کا نہیں ہے ۔ قادیانی کا مقصود یہ ہے کہ شیخ صاحب کو حقیقی نزول جبریل کا منکر بناوے جو شیخ پر افتراء ہے، محمد حسین) ۔ پھر لکھتے ہیں ۔ بات یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام کے ذہن میں جو دحیہ کلبی کی صورت علمیہ تھی تو حضرت جبریلؑ بوجہ قدرت کاملہ وارادت شاملہ اپنی کے اس صورت پر اپنے وجود کا افاضہ مع جمیع صفات کاملہ اپنی کے کر کے تمثل کے طور پر اس میں اپنے تئیں ظاہر کر دیتے تھے ۔یعنی دحیہ کلبی کی صورت میں بطور تمثل اپنے تئیں دکھلا دیتے تھے ۔ اور اس صورت علمیہ کو اپنی صفات سے متلبس کر کے نبی ﷺ پر ظاہر کر دیتے تھے ۔ (یہ نہیں کہ

جبریل اپنے وجود کے ساتھ آسمان سے اترتا تھا) بلکہ جبریلؑ اپنے مقام پر آسمان میں ثابت وقائم رہتا تھا۔ اور یہ جبریل اس حقیقی جبریل کی ایک مثال تھی۔ (یعنی اس کا ایک ظل تھا، اس کا عین نہیں تھا۔ کیونکہ عین جبریل تو وہ ہے جو اپنی صفات خاصہ کے ساتھ آسمان پر موجود۔ اور اس کی حقیقت اور نشان الگ ہے)۔ پھر اس قدر تحریر کے بعد شیخ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ جس طرح جبریل علیہ السلام تمثلی صورت میں (نہ حقیقی صورت میں) نازل ہوتا رہا ہے (یہ الفاظ وفقرات خطوط واحدانی والے قادیانی نے از خود بنائے اور شیخ عبدالحق صاحب کے ذمہ لگائے ہیں۔ ان کی کلام میں نہ یہ الفاظ موجود ہیں نہ ان کا اصل مضمون۔ ان الفاظ سے بھی اس کا وہی مقصود ہے جو پہلے حاشیے میں بیان کیا گیا ہے۔ محمد حسین) یہی مثال روحانیات کی ہے جو بصورت جسمانیات متمثل ہوتے ہیں۔ اور یہی مثال خدا تعالی کے تمثل کی بھی ہے جو اہل کشف کو صورت بشر پر نظر آتی ہے اور یہی مثال اکمل اولیا کی ہے جو مواضع متفرقہ میں بصورت متعددہ نظر آتے ہیں۔

خدا تعالی شیخ بزرگ عبدالحق محدث کو جزا خیر دیوے کہ انہوں نے بصدق دل قبول کرلیا کہ جبریل بذات خود نازل نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک تمثلی وجود انبیا علیہم السلام کو دکھائی دیتا ہے اور جبریل اپنے مقام آسمان میں ثابت اور برقرار ہوتا ہے۔ یہ وہی عقیدہ اس عاجز کا ہے، جس پر حال کے کور باطن علماء کفر کا فتوی دے رہے ہیں۔..

☆ ازالہ کید

یہاں مرزا قادیانی نے دلیرانہ جھوٹ بولا ہے۔

اول یہ افتراء کیا کہ شیخ عبدالحق اور صاحب جامع الاصول وکتاب الوفا و سفر السعادت کا یہ اعتقاد تھا کہ جبریل ہر وقت آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، کسی وقت ان سے جدا نہ ہوتے۔

دوم یہ افتراء کہ ان بزرگوں کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ جبریل کا قرارگاہ آسمان ہے۔ وہ اس قرارگاہ سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔

سوم یہ افتراء کہ ان دونوں اعتقادوں میں ان بزرگوں کے تناقض وتعارض ہے۔

چہارم یہ افتراء کہ اس تعارض اور تناقض کو رفع کرنا اور ان دونوں اعتقادوں کو

باہم متوافق کرنا، ان بزرگوں کے اعتقاد وقرار داد کے مطابق صرف اسی ایک صورت سے ہوسکتا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک جبریل کا دائمی قیام وقرار تو آسمان پر ہی ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے پاس ان کا آنا اور رہنا صرف مثالی وجود سے تھا۔ اور اس پر شیخ عبدالحق صاحب کا وہ کلام گواہ ہے جس کا ماحصل ہم (قادیانی) نے نقل کیا ہے۔

☆ اول جعل وافتراء کا ردّ و ازالہ یوں ہے کہ ان بزرگوں نے ہرگز نہیں کہا کہ جبریل امین آنحضرت ﷺ کے پاس ہر وقت اور ہر آن رہتے، اور ان سے ایک آن جدا نہ ہوتے تھے۔ شیخ عبدالحق کی اصل عبارت مدارج النبوت (ج ۲ ص ۴۲) یہ ہے:۔

ودر جامع الاصول وکتاب الوفا آوردہ کہ از ابتداء نبوت سہ سال اسرافیل ملازم بود۔ و بعد ازاں جبریل فرود آمد۔ ...حسب سفر السعادت گفتہ کہ ازہفت سالگی باز حضرت اسرافیل تا فرمان درکہ بملازمت وے قیام نماید۔ پس اسرافیل ہمیشہ قرین وے مے بود۔ تا سال یازدیم تمام کرد و ہیچ سخن نمے کرد۔ مگر یک کلمہ دوکلمہ ہم چنیں درمیکائیل گفتہ انگاہ جبریل را فران شدتا ملازمت نماید۔ و نہ سال بطریق موافقت ومتابعت ملازم وے بود ولیکن بروے ظاہر نمے شد ووحی نمے گذارد وگذاردن وحی کار اوست

اس عبارت میں کہاں ذکر ہے کہ جبریل کی ملازمت دائمی اور غیر منقطع اور ہر وقت تھی۔ اس عبارت کا مطلب بیان کرنے میں مرزا قادیانی کا ان الفاظ کو بڑھانا افتراء نہیں تو اور کیا ہے؟

عبارت آئندہ شیخ عبدالحق میں صاف بیان ہوا ہے کہ حضرت جبریل چوبیس ہزار مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تھے۔ وہ بیان بھی یہی بتارہا ہے کہ وہ ہر وقت آپ کے پاس نہ رہتے تھے کیونکہ یہ تعداد تب ہی پوری ہوتی ہے جب کہ آنا جانا دونوں ہوں۔ جو شخص کبھی جدا نہ ہو اس کا چوبیس ہزار مرتبہ آنا کیونکر متصور ہے؟

قادیانی اس کے جواب میں کہے گا کہ یہ تجلی خاص کی تعداد تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمہارا الحاد ہے، نہ شیخ عبدالحق صاحب کا اعتقاد۔ شیخ عبدالحق تو جبریل کا اصلی وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس آنا مانتے تھے چنانچہ ان کی عبارت سابق اور آئندہ میں یہ تصریح موجود ہے۔ پھر ان کے کلام میں تمہاری ملحدانہ تاویل جس کی بنا جبریل کے اصلی وجود سے نہ

آنے پر ہے، کیونکر چل سکتی ہے۔ تم کو اختیار ہے حدیث وقرآن میں جو تحریف وتاویل چاہو کرو مگر شیخ صاحب کی مفسر ومبین کلام میں تو یہ تحریف وتاویل چل نہیں سکتی کیونکہ وہ جبریل کا اصلی وجود سے آنا صاف طور پر بیان کر چکے ہیں۔

☆ دوم جعل وافتراء کا ردوازالہ یوں ہے کہ یہ اعتقاد کسی مسلمان نے کبھی ظاہر نہیں کیا اور کسی اسلامی کتاب (چھوٹی یا بڑی، نئی یا پرانی) میں پایا نہیں جاتا کہ جبریل آسمان میں قید رہتا ہے، بذات خود کبھی زمین پر نہیں آتا (شیخ کے کلام کا وہ مطلب قادیانی نے از خود چند الفاظ ملا کر نکالا ہے۔ اصل کلام شیخ کا وہ مطلب ہرگز نہیں ہے) بلکہ عبارت منقولہ بالا شیخ میں صاف تصریح ہے کہ جبریل فرود آمد یعنی جبریل آسمان سے نیچے اترے اور اس سے پہلے بصفحہ ۱۱۵ مدارج النبوت کی اصل عبارت میں یہ تصریح موجود ہے کہ جبریل اپنی اصل صورت سے جس میں چھ سو بازو ہیں، آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور اس کا اتفاق دو دفعہ ہوا ہے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے بھی اس بات کو تمام مفسرین اور صحابہ سے کید آئندہ نمبر۱۲ میں نقل کیا ہے۔ اور اس سے اس مدعا پر استدلال کیا ہے کہ پھر تم اے مسلمانوں دو دفعہ سے زیادہ جبریل کا اصلی وجود سے آنا کیوں مانتے ہو۔

نیز حضرت شیخ اسی مدارج کے صفحہ ۴۶ میں لکھتے ہیں (جس کو قادیانی سرقہ کر گیا ہے)

وبعض علماء گفتہ اند کہ فرود آمد جبریلؑ بر محمد ﷺ بست چہار ہزار بار۔ و بر آدمؑ دواز دہ بار۔ و بر ادریسؑ چہار بار و بر نوحؑ پنجاہ بار و بر ابراہیمؑ چہل و دو بار۔ و بر موسیؑ چار صد بار و بر عیسےؑ دہ بار۔ صلوۃ اللہ و سلامہ علی نبیّنا و علیھم اجمعین۔

ایسا ہی قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے۔

یہ عبارت شیخ صاف ناطق ہے کہ ان کے نزدیک جبریلؑ آسمان سے اتر کر آنحضرت ﷺ کے پاس چوبیس ہزار مرتبہ آئے ہیں۔ اس بیان واعتقاد شیخ کو قادیانی مانے خواہ نہ مانے، اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ جبریل کو آسمان کے کسی برج میں دائم الحبس نہیں سمجھتے۔ اور ان کے زمین پر انبیاء کے پاس آنے سے منکر نہیں ہیں اور قادیانی اپنے دوسرے دعوی میں بھی مفتری وکذاب ہے۔

☆ سوم و چہارم جعل وافتراء کا ردّ و ازالہ یوں ہے کہ

جب بیان سابق سے ثابت ہوا کہ شیخ اور دیگر علماء جبریلؑ کو نہ دائمی اور ہر آن کے مصاحب نبوی سمجھتے تھے اور نہ آسمان میں مقید و دائم الحبس خیال کرتے ، بلکہ ان کو بذات خود آنے اور جانیوالا اور آسمان و زمین دونوں جگہ پھرنے والہ یقین کرتے تھے، تو اس سے ثابت ہوا کہ قادیانی کا دعوی تعارض وتناقض اعتقادات ان حضرات کی نسبت محض افتراء ہے ۔اور جب ان بزرگوں کے اعتقادات میں تعارض کا دعوی کذب ٹھہرا، تو پھر ان کے خیال کی ردی تطبیق مذکور کا دعوی بھی کذب ہوا۔ تعارض نہیں تو تطبیق کے کیا معنی؟ اور اس کی ضرورت ہی کیا رہی۔

اس صورت تطبیق کی نسبت جو کادیانی نے یہ دعوی کیا ہے کہ یہ حضرت شیخ کو پسند ہے بلکہ انہیں کے کلام سے اس نے نکالی ہے اور شیخ عبدالحق نے بصدق دل قبول کر لیا ہے کہ جبریل بذات خود نازل نہیں ہوتا بلکہ ایک تمثلی وجود انبیاء کو دکھائی دیتا ہے۔ اور جبریل اپنے مقام آسمان میں ثابت و برقرار ہوتا ہے . یہ ایک اور افتراء ہے جس کو جداگانہ اور عدد میں پانچواں جعل وافتراء کہنا چاہیے۔

ناظرین ! حضرت شیخ نے اس کلام میں، جس کا ماحصل قادیانی نے جعل سازی سے نقل کیا ہے، یا کسی اور مقام میں ہرگز نہیں کہا کہ جبریل بذات خود نازل نہیں ہوتا اور وہ مقام آسمان میں ثابت و برقرار ہوتا ہے۔ اور جو وجود جبریل حضرات انبیاء کو دکھائی دیتا تھا وہ صرف اس کا تمثلی وجود تھا۔وہ تو اس کلام میں (جس کا ماحصل قادیانی نے جعل سازی کر کے نقل کیا ہے) اور اپنی دوسری عبارت میں جو صفحہ ۱۱۴ وصفحہ ۱۴۱ میں مقول ہوئی ہیں صاف اور تصریح کے ساتھ کہہ چکے ہیں کہ جبریل آنخضرت ﷺ کے پاس اصلی وجود سے آئے ہیں۔ یہ بات جو قادیانی نے ان سے نقل کی ہے یہ انہوں نے خاص کر اسی حالت وصورت میں فرمائی جب کہ وہ دحیہ کی صورت میں آتے تھے۔اسی صورت میں آنے پر اہل نظر کا اعتراض و اشکال وارد ہوتا تھا کہ اس صورت میں آپ کا اصلی جسم موجود زندہ ہوتا تھا یا مردہ ہو جاتا تھا اور اسی صورت میں انہوں نے اس اعتراض کا پہلے ایک ظاہری جواب اہل علم سے نقل کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ امر جائز اور قریب الوقوع ہے کہ جبریل امین اصلی جسم سے مفارقت کر کے دوسرے جسم میں جو جسم دحیہ کلبی سے مشابہ اور اس کا مماثل تھا، انتقال کرتے

ہوں۔ ومعہذا ان کا اصلی جسم مردہ نہ ہوتا ہو، جیسے شہیدوں کا جسم ان کے ارواح کے جدا ہونے اور بہتر جانوروں کے جسم میں انتقال کرنے سے مردہ نہیں ہوتا۔

پھر دوسرا جواب اہل تحقیق سے نقل کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دحیہ کی صورت علمی جوکہ جبریل کے ذہن میں تھی اس کو جبریل نے اپنی صفات سے موصوف کر کے متمثل کیا اور اس میں اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ اس صورت میں جبریل خود اپنی جگہ رہتا ہے اور جو صورت آنحضرت ﷺ کو نظر آتی تھی وہ جبریل کی صورت مثالی بنتی ہے جو نہ تو جبریل کی عین ہے کیونکہ جبریل کی حقیقت و صورت اور ہے، اور نہ اس سے مغائر ہے کیونکہ یہ وہی جبریل کی ذات مع صفات ہے جو اس صورت میں برآمد ہوئی اور متمثل ہوئی ہے۔

ناظرین! شیخ عبدالحق کی (منقولہ بالا) اصل عبارت ملاحظہ کرو اور پھر انصاف سے کہو کہ اس عبارت میں جبریل کا آسمان پر ثابت برقرار ہونا صرف مثالی صورت میں اور دحیہ کلبی کی شکل میں آنے کی حالت میں تجویز کیا گیا ہے اور معہذا اس مثالی صورت کا ذات وصفات جبریل سے علیحدہ اور اس سے غیر نہ ہونا بیان کیا ہے یا ہمیشہ کیلئے جبریل کا آسمان میں ثابت و برقرار رہنا اور اصلی وجود سے زمین پر نہ آنا بیان کیا ہے، اور اس صورت مثالی کا ذات وصفات جبریل سے مغائر ہونا (جس سے اصلی وجود و حقیقی ذات وصفات جبریل کے نزول کی نفی لازم آوے) بیان کیا ہے۔

پھر قادیانی کی اس جرأت وجعل سازی وسرقہ ودھوکہ بازی کو چشم عبرت سے دیکھو کہ اس نے اس عبارت کا مطلب ادا کرنے میں کیسا جعل کیا ہے۔ اس عبارت کا اول و آخر، اور وحی کی سات صورتوں کو جس میں دوسری صورت جبریل کے اصلی وجود سے آنے کی بات تھی، خورد برد کرلیا۔ اور جو بات حضرت شیخ نے اس عبارت میں ایک خاص حالت تمثل جبریل بصورت دحیہ کلبی میں کہی تھی، اس کو عام حالت جبریل قرار دیا۔ اور کئی الفاظ وفقرات از خود گھڑ کر اس سے حقیقی و ذاتی نزول کی نفی نکال کر اس کو شیخ کی طرف منسوب کیا اور ناظرین کو یہ جتایا کہ شیخ صاحب کے نزدیک جبریل ہمیشہ آسمان میں ثابت و برقرار رہتے ہیں اور وہ بذات خود اصلی وجود سے نزول نہیں فرماتے۔

اس جعل سازی اور چوری پر اس کی سینہ زوری کو دیکھو کہ وہ اس کید کے اخیر میں شیخ عبدالحق کو اپنا پورا موافق بتاتا، اور اپنا عقیدہ خبیثہ نقل کر کے شیخ کے ذمہ لگاتا ہے، اور پھر

بڑے فخر کے ساتھ کہتا ہے ، یہ وہی عقیدہ اس عاجز کا ہے جس پر حال کے کور باطن ، نام کے علماء کفر کا فتوی دے رہے ہیں، ۔

قادیانیو ! اپنی میدان محشر کی حاضری کو پیش نظر رکھ کر کہو کہ کور باطن کون ہے؟ قادیانی ، جس نے شیخ عبدالحق کی عبارت آگے پیچھے چرا کر، اوراس میں ازخود الفاظ وفقرات ملا کر، ان کی کلام کو بگاڑ کر، اس کو اپنے اعتقاد کے موافق کیا ہے؟ یا وہ علماء جن کے فتوی کی مصدق شیخ عبدالحق کی اصل عبارت موجود ہے؟ اور یہ بھی بتاؤ کہ شیخ عبدالحق ، جبریل کے بذات خود اصلی وجود سے نزول کو مانتے ہیں یا قادیانی کی طرح وہ اس نزول سے منکر ہیں؟

میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ لوگوں میں ادنی فراست اور ایک ذرہ نور قلب یا نور ایمان یا کانشینس ہےتو آپ اسی ایک جعل وافتراء پر قادیانی کے اتباع سے دست بردار ہو جائیں گے اوراس کو واقعی دجال وکذاب خیال کریں گے ۔ میرے اس سوال کے مخاطب خصوصیت کے ساتھ میر ناصر نواب نقشہ نویس دہلوی ، منشی عبدالحق پنشنر اکاؤنٹنٹ لاہوری، حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر، مرزا خدابخش اتالیق محمد علی رئیس مالیر کوٹلہ اور محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ ہیں (جو دھوکہ میں آکر قادیانی کے دام میں مبتلا ہیں)۔

اگر آپ لوگوں نے یہ ثابت کر دیا کہ شیخ عبدالحق کی کلام مذکور کا مطلب ادا کرنے میں قادیانی نے جعل وافتراء سے کام نہیں لیا اور شیخ کا وہی اعتقاد ہے جو قادیانی کا اعتقاد ہے کہ، جبریل امین بذات خود زمین پر کبھی نہیں آتے ، تو میں آپ لوگوں کو وعدہ دیتا ہوں میں صرف اسی ایک بات پر آئندہ قادیانی کا تعاقب چھوڑ دونگا۔اور اگر آپ لوگوں کو ہماری تحریر اور اپنی فہم وتدبر سے یہ ثابت ہو گیا کہ قادیانی نے اس میں جعل وافتراء سے کام لیا ہے تو پھر آپ لوگ اس کے ساتھ نہ رہیں اور یقین کریں کہ جھوٹ بولنے والہ خدا کا مقرب محدث ومجدد نہیں ہوسکتا اور ایسا شخص اتباع ومحبت کے لائق نہیں ہوتا ۔

☆ کید دوازدہم : جبریل کا حقیقی یا تمثلی نزول

دافع الوساوس کے صفحہ ۱۲۲ سے ۱۲۶ تک قادیانی نے کہا ہے کہ

تمام مفسرین نے اور نیز صحابہ نے بھی اس پر اتفاق کیا ہے کہ جبریلؑ اپنے حقیقی وجود

کے ساتھ صرف دو مرتبہ آنحضرت کو دکھائی دیئے ہیں۔ اور ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ اپنے اصلی اور حقیقی وجود کے ساتھ آتے تو خود یہ غیر ممکن تھا کیونکہ ان کا حقیقی وجود تو مشرق مغرب میں پھیلا ہوا ہے اور ان کے بازو آسمانوں کے کنارہ تک پہنچے ہوئے ہیں پھر وہ مکہ یا مدینہ میں کیونکر سما سکتے ہیں، اور وہ کیونکر آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں سما گیا۔ اگر کہو اصلی وجود نہ تھا، تو پھر ترک اصل کے بعد تمثل ہوا یا کچھ اور۔ اور اس عقیدہ سے کہ جبریل اصل اور حقیقی وجود سے آتا اور بعد تبلیغ وحی چلا جاتا تھا، لازم آتا ہے کہ انبیاء اکثر اوقات فیض وحی سے محروم اور معطل رہتے تھے جو نہایت بے شرمی کی بات ہے۔ شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ کے صفحہ ۸۳ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے تمام کلمات وحدیث وحی خفی ہیں اور پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ اوزاعی، حسان بن عطیہ سے روایت کرتا ہے کہ نزول جبریل قرآن سے مخصوص نہیں۔ بلکہ ہر ایک سنت کا نزول جبریل سے ہے۔ بلکہ آنحضرت کا اجتہاد بھی وحی سے تھا۔ پھر صفحہ ۸۷ میں لکھتے ہے کہ صحابہ آنحضرت ﷺ کے ہر ایک قول وفعل قلیل وکثیر وکبیر کو وحی سمجھتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ جو شخص احوال صحابہ میں تامل کرے گا وہ اس اعتقاد سے کہ کبھی جبریل آنحضرت کو چھوڑ کر آسمان پر چلا جاتا تھا، خدا تعالیٰ سے شرم کرے گا اور ڈرے گا کہ ایسا وہم بھی اس کے دل میں گذرے۔

افسوس ہمارے یہ علماء جو محدث بھی کہلاتے ہیں کچھ نہیں ڈرتے اگر ان کے ایسے عقیدہ کو ترک کرنا کفر ہے تو ایسا کفر اگر ملے تو زہے سعادت۔ ہم ان کے ایسے ایمان سے سخت بے زار ہیں ان لوگوں نے ہمارے نبی ﷺ کے مرتبہ کو حضرت عیسے کی نسبت ایسا گھٹایا جس کے تصور سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔

☆ ازالہ کید

اس کید کے اکثر حصہ کا رد و ازالہ تو بضمن رد کید نمبر ۷ و ۱۰ وغیرہ میں ہو چکا ہے اور روز روشن کی طرح ثابت کیا گیا ہے کہ قادیانی کے اس خبیث اعتقاد سے کہ آنحضرت ﷺ ہر آن اور ہر وقت جبریل کی اتالیقی وحفاظت وحراست کے محتاج تھے اور وہ بذات خود ناپاکی سے بچ نہ سکتے تھے اور نہ بلا واسطہ جبریل وحی الٰہی سے مشرف ہو سکتے تھے۔ اور وہ

(قادیانی) خود بدولت بلا واسطہ جبریل خدا سے ہم کلام ہوتا ہے اور سو بار جو چاہے خدا سے پوچھ سکتا ہے عیاذاً باللہ من ذالک ۔ آنحضرت ﷺ کی اس قدر توہین اور آپ کی اقدس جناب میں اس قدر بے ادبی و دشنام دہی پائی جاتی ہے کہ اس سے ہر مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے ایمانی خون جوش میں آتے ہیں۔ اور اس باب میں جو اہل اسلام کا اعتقاد ہے اس سے آنحضرت ﷺ کی مسیح پر فضیلت ثابت ہوتی ہے، نہ مسیح کی فوقیت ۔ اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ہر ایک قول وفعل تشریعی وحی الٰہی سے سرزد ہوتا تھا، جبریل کے واسطہ سے ہو خواہ بلا واسطہ غیروحی خفی الٰہی سے ہو۔ اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ کیفیت نزول جبریلؑ کی نسبت قادیانی کا یہ سوال کہ، وہ مکہ و مدینہ میں اور آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں کیونکر سما سکتے تھے؟ نیچریانہ اور ملحدانہ سوال ہے۔ اور امور عالم بالا جو قادیانی کی سابق اصطلاح کے مطابق عالم سوم، باطن در باطن سے ہیں، ایسے سوالات کا محل نہیں ہو سکتے ۔ قادیانی ان کو ایسے سوالات کا محل سمجھتا ہے تو ان کے نظائر کی نسبت اس قسم کے سوالات کا جواب دے۔

اور مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے

کہ جبریل امین صرف دو دفعہ اصلی وجود سے آنحضرت ﷺ کو دکھائی دیئے ، باقی دفعات تمثلی و جود سے آتے رہے ہیں

اور اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ

جبریل اکثر دفعہ بذات خود اور اصلی وجود سے نہ آتے تھے، بلکہ ان کی مثال آتی تھی۔

قادیانی کی اس بات کا جواب یہ ہے کہ اتنا تو اس نے خود مان لیا ہے کہ دو دفعہ جبریل اپنی اصلی شکل اور حقیقی وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس زمین پر آئے ، کیونکہ یہ امر اس نے تمام مفسرین اور صحابہ سے نقل کیا ہے اور اس کے رد و خلاف میں ایک کلمہ تک وہ زبان قلم پر نہیں لایا۔ اور اگر اس کو اس میں کچھ اختلاف ہوتا تو وہ ضرور منہ کھولتا۔

ہر چند بعض مفسرین ومحدثین نے حضرت جبریل کا آنحضرت ﷺ کے پاس ایک دفعہ زمین میں آنا تجویز کیا ہے دوسری دفعہ معراج کی شب سدرۃ المنتہٰی کے پاس آسمان میں مگر چونکہ قادیانی آنحضرت ﷺ کے معراج سے اور جسمانی وجود باوجود کے ساتھ آپ کے آسمان پر جانے سے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۵ میں صاف انکار کر چکا ہے، لہٰذا اس کے

نزدیک جبریل کا آنحضرت ﷺ کے پاس آنا دونوں دفعہ زمین ہی پر مسلّم ہوسکتا ہے۔خواہ ان دونوں دفعات میں سے ایک دفعہ غار حرا میں وہ آنحضرت ﷺ کے پاس جبریل کا آنا تسلیم کرے اور دوسری دفعہ میدان مکہ کے افق اعلی یا شرقی میں۔ چنانچہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں بیان ہوا ہے

عن عائشه فی صفة نزول الوحی۔ حتی جاء ه الحق و هو فی غار حراء ۔ فجاء ه الملک ۔ فقال اقرأ۔ قال ما انا بقاری (بخاری)

قا ل و هو یحدث عن فترة الو حی فقال فی حدیثه، فبینا انا امشی اذ سمعت صوتاً من السماء فرفعت بصری فاذا الملک الذی جاء نی بحراء جالس علی کرسی بین السماء والارض فرهبت منه فرجعت ، فقلت زملونی زملونی ، (بخاری ۔ ص ۳)

خواہ ایک دفعہ اسی افق اعلی یا شرقی میں جس کا ذکر حدیث مذکور کے علاوہ قرآن مجید کی ان آیات میں بھی ہے

و هو بالافق الاعلی۔ (النجم ۔ع ۱) ۔ و لقد راه بالافق المبین ۔(تکویر ۔ع ۱)
یا دوسری دفعہ موضع قادیان کے کھیت یا میدان میں جس کو قادیانی مکہ و مدینہ کے برابر مہبط وحی سمجھتا ہے اور اس باب میں وہ ایک آیت قادیانی قرآن میں

انّا انز لناه قریباً من القادیا ن وبالحقّ انزلناه و بالحقّ نزل وکان وعد الله مفعو لاً (ازالہ اوھام ۔ ص ۷۳ و ۷۷)

اور اس کے شان نزول میں ایک الہام ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۳ وغیرہ میں بیان کر چکا ہے ۔ جو رسالہ اشاعۃ السنہ کے نمبر ۲ جلد ۱۴ صفحہ ۴۶ میں منقول ہے۔

بہر حال اس کی اس تسلیم، حقیقی نزول جبریل سے (دو دفعہ یا ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو) اس کا مدعا (جبریل کا اصلی وجود سے نازل نہ ہونا) ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس کا ابطال ہوتا ہے اور اس کے مذہب کے اس اصل اصول کا کہ جبریل سورج کی روح یا بمنزلہ روح ہے لہذا وہ اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ جدا ہوتو سورج کی حالت وجودیہ میں فرق آ جاوے۔یعنی وہ ٹوٹ پڑے اور نظام شمسی درہم برہم ہو جائے (جس کو وہ توضیح مرام کے صفحہ ۳۸ و ۶۸ و ۸۵ وغیرہ میں بیان کر چکا ہے اور ہمارے اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۳ میں منقول ہے) بالکل ستیاناس ہوتا ہے۔ اور

جبریل کے ذاتی وحقیقی نزول پر جس قدر اعتراضات اس نے اس کید نمبر ۷ وکید نمبر ۱۰ میں کیئے ہیں وہ سب کے سب کافور اور ہباءً منثور ہو جاتے ہیں کیونکہ جب بحسب اعتراف قادیانی دو دفعہ یا کم سے کم ایک دفعہ جبریل کا اصلی وجود سے زمین پر آنا، اور اپنے لمبے وجود کے ساتھ صرف ایک چھوٹی سی جگہ (غار حرا میں یا ایک میدان افق شرقی مکہ) میں سما جانا جائز ہو گیا تو اسی طرح چوبیس ہزار بار بھی انکا زمین پر آنا اور آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں سما جانا جائز ہوگا۔

دیکھو کہ جس بات کو قادیانی نے اپنے مذہب باطل کی دلیل سمجھ کر پیش کیا تھا اسی سے اس کے مذہب کا ابطال ہوا اور رجل قضی علی نفسه کا مضمون اس پر صادق آیا۔

اب رہا قادیانی کی اس حجت اور وسوسہ کا رد وجواب کہ تمثلی وجود کے ساتھ جبریل کے نزول سے (جو اکثر اوقات ہوتا تھا) ذاتی اور اصلی وجود سے نزول کی نفی ہوتی ہے۔سو یہ ہے کہ یہ تب ہو جبکہ مثال اصل سے مغائر ہو اور ایک وجود دوسرے کی نفی کرے، اور ایسا ہر گز نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق کی منقولہ بالا کلام میں (جس سے قادیانی نے تمثلی وجود نکالا ہے) صریح طور پر گذر چکا ہے کہ جبریل کی مثال، جو آنحضرت ﷺ دیکھتے تھے، جبریل کی غیر نہ تھی بلکہ وہ جبریل کی ذات معہ صفات تھی جو اس صورت مثالی میں نظر آتی تھی۔

علاوہ بریں جبریل کے بشکل انسانی متمثل ومتشکل ہونے کی ایک وہی صورت نہیں جو شیخ عبدالحق نے بعض اہل تحقیق سے نقل کی ہے اور اس سے قادیانی نے اپنی نافہمی سے اصل وجود کے نزول کی نفی نکالی ہے، بلکہ تمثل جبریل کی پانچ صورتیں اور جائز وممکن الوقوع ہیں اور آئمہ علماء اسلام نے وہ صورتیں بیان کی ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ جس صورت میں جبریل متمثل ہوتا تھا وہ عین ذات اور صورت جبریل تھی۔

ازانجملہ ایک صورت وہ ہے جو ان ہی شیخ عبدالحق نے (جس پر قادیانی کا اسباب اعتماد ہے) بعض علماء سے نقل کی ہے کہ جبریل کی روح اپنی اصلی صورت وجسم کو چھوڑ کر اس صورت وجسم میں جو آنحضرت ﷺ کو نظر آتا تھا، منتقل ہوتی تھی۔ ومعہذا جبریل کا اصلی جسم مفارقت روح سے مردہ نہ ہوتا تھا، جیسے شہیدوں کا جسم مفارقت روح سے مردہ نہیں ہوتا۔

اس صورت میں آنحضرت ﷺ کے پاس آنیوالہ متمثل شخص اور نظر آنے والی صورت بعینہ ذات جبریلؑ بنتی ہے جو دوسرے جسم میں ظاہر ہوتی تھی، نہ کوئی اور چیز۔

اس صورت کے مصدّق ومؤید قرآن وحدیث کے ظاہر الفاظ ہیں جن میں

جبریل کی تمثلی صورت کو جبریل کہا گیا ہے اور اس کے اقوال کو جبریل کی طرف منسوب کیا ہے۔قرآن میں مریمؑ کے پاس جبریلؑ کے آنے کی نسبت فرمایا ہے

فارسلنا الیها روحنا فتمثّل لها بشراً سویاً (مریم۔ع ۲)۔ہم نے اس کی طرف اپنی روح یعنی جبریل کو بھیجا وہ جبریل اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں متشکل بن گیا

تفسیر کبیر اور بیضاوی میں کہا ہے

اتاها جبریل متمثلا بصورة شاب امرد سوی الخلق تستأنس بکلامه (بیضاوی)۔ ولو ظهر لها فی صورت الملائکة لنفرت عنه ، (کبیر۔ج ۵ص ۷۷۹) مریم کے پاس جبریل ایک جوان مرد بے ریش کی صورت میں متشکل ہوکر آئے تاکہ وہ ان کے کلام سے مانوس ہوں، اور وہ فرشتوں کی شکل میں آتے تو وہ ان سے متنفر ہو جاتیں۔

اس آیت کے الفاظ اور اقوال مفسرین کے الفاظ کے ظاہری اور حقیقی معنے یہی ہیں کہ جو شخص مریمؑ کے پاس آیا تھا اور ان کو دکھائی دیا تھا وہ جبریلؑ تھا۔اسی جبریل کو خدا نے بھیجا، وہی جبریل انسانی شکل میں متشکل ہوا، وہی جبریل حضرت مریم کو نظر آیا۔ اور ان الفاظ کے یہ معنی کہ جس کو خدا تعالی نے بھیجا اور وہ آیا اور مریم کو دکھائی دیا، وہ صرف جبریل کی خیالی مثال یا عکسی تصویر یا فوٹو تھا، مجازی اور تاویلی معنی ہیں، جن کی طرف حقیقی معنی کو چھوڑ کر رجوع کرنا الحاد نیچریت و باطنیت ہے۔

حدیث صحیح بخاری منقولہ بالا میں جو یہ الفاظ وارد ہیں کہ کبھی فرشتہ مرد کی شکل میں متمثل ہوکر آتا (احیاناً یتمثّل لی الملک رجلاً فیکلّمنی) اس کے بھی ظاہری اور حقیقی معنے یہی ہیں کہ آنیوالہ اور انسان کی صورت بن جانے والہ جبریل ہے، کیونکہ یہی اس کے حقیقی اور ظاہری معنی ہیں، نہ اس کا فوٹو یا عکس یا خیالی صورت کیونکہ یہ معنی مجازی تاویلی ہیں۔

علماء متکلمین نے (قسطلانی۔ج ا ص ۵۰۰) فرشتوں کی یہ تعریف کی ہے

الملائکة اجسام علویّة لطیفة متشکل فی ای شیء ارادوا

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے ایسے علوی لطیف اجسام ہیں کہ وہ جس شکل سے چاہتے ہیں متشکل ہو جاتے ہیں ان میں تبدل وتغیر کی طاقت بھی موجود ہے اور قادیانی کے مرید محمد احسن امروہی نے بایں الفاظ درج کیا ہے

ان الملائکة عند اھل الحق اجسام لطیفة ولھم قوة التشکل و التبدل ۔ (رسالہ تائید کفریات قادیانی از محمد احسن ص ۵۳)۔ یہ تعریف بھی اسی کی مصدق ہے کہ نظر آنے والے درحقیقت فرشتے ہوتے ہیں جو صورت وشکل بدل کر ظاہر ہوتے ہیں

اس تبدل وتغیر اور انتقال روح از جسم بجسم دیگر کو جو مرزا قادیانی نے تناسخ کہا ہے تو یہ اس کا مغالطہ ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ صرف اس قسم کا تبدل وانتقال تناسخ نہیں، اور تناسخ کی جو حقیقت وہ سرمہ چشم آریہ میں بیان کر چکا ہے اس میں یہ تبدل وانتقال داخل نہیں ہوسکتا۔ اب وہ بیان سرمہ چشم آریہ کے برخلاف اس تبدل وانتقال کو تناسخ کہے یا کوئی اور نام رکھے، اہل اسلام تو اس تبدل وانتقال کو کمال قدرت خداوندی کا ایک نمونہ ومثال سمجھتے ہیں اور قرآن وحدیث کو اس پر شاہد ناطق جانتے ہیں۔

قرآن میں خداتعالی اس قسم کے تبدّلات جو انسان میں واقعہ ہوئے ہیں کہ

وہ پہلے مٹی تھا، پھر نطفہ ہوا، پھر چیتھڑا ہوا، پھر مضغہ بنا، پھر ہڈی کی صورت میں آیا، پھر اس پر گوشت پہنایا گیا، پھر بچہ ہوکر نکلا، پھر جوان ہوا، پھر بوڑھا ہوا، پھر خاک میں مل کر خاک ہوگیا، پھر اس خاک سے ویسا ہی انسان ہوکر نکلے گا،

کو اپنے آیات قدرت سے شمار کیا ہے اور ان سے اپنا خالق ہونا ثابت کیا ہے۔

و لقد خلقنا الانسا ن من سلالة من طین۔ ثم جعلناہ نطفة فی قرار مکین ۔ ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاماً فکسو نا العظا م لحماً۔ ثم ا نشاناہ خلقاً آ خر۔ فتبار ک اللہ احسن الخا لقین ۔(مو منو ن ۔ع ۱)

ھو الذی خلقلکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم یخرجکم طفلاً ثم لتبلغوا اشد کم ثم لتکو نوا شیو خاً ۔(مو من ۔ ع ۷)

اور قرآن میں شہیدوں کے مارے جانے کے بعد دوسری زندگی اور دوسرے جسم میں زندہ رہنے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ کے رکوع ۱۹ میں ہے

و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ بل احیاء عند ربھم

حدیث شریف میں اس اشارہ کی یہ تصریح ہوئی ہے کہ شہیدوں کی ارواح سبز جانوروں کی پوٹ میں رہتی ہیں اور بہشت کے پھل کھاتے ہیں

عن ابن مسعود قال انا قد سئلنا عن ذلک رسول اللہ فقال ارواحھم کطیر... فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش ۔ شرح من الجنہ..... الی تلک القنا دیل؟؟ (معالم التنزیل۔ ص ۱۹۶)

ایک حدیث میں جعفر طیارؓ کی نسبت (جو جنگ موتہ میں شہید ہوئے اوران کے دو بازو کٹ گئے تھے) فرمایا کہ خدا تعالی نے ان بازوں کے بدلے ان کو دو پر لگا دیئے ہیں جن سے وہ فرشتوں کے ساتھ آسمان میں اڑتے ہیں

قال رسول اللہ رأیت جعفراً یطیر فی الجنۃ مع الملائکتہ۔(ترمذی)

و قال ایضاً حین قطعت یداہ فی غزوۃ موتہ جعل اللہ لہ جنا حین حین یطیر بھما...

اس بیان قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ اس قسم کے تبدلات و انتقالات خدا کی قدرت کی آیات ہیں، اللہ اور رسول نے خود ان کو بیان کیا ہے اوران سے توحید کا اثبات ہوتا ہے

☆ اب ہم بتاتے ہیں کہ قادیانی کے نزدیک بھی مطلق تبدل وانتقال کا نام تناسخ نہیں ہے بلکہ خاص اس تبدل انتقال کا نام ہے جس میں یہ تین امور کفریہ پائے جاتے ہیں:۔

اول یہ کہ ارواح قدیم ہیں۔

دوم۔ یہ کہ اجسام (مادہ عالم) قدیم ہیں۔

سوم۔ یہ کہ خدا تعالی نہ ارواح کا خالق ہے نہ اجسام کا، بلکہ وہ صرف ارواح کو اجسام سے جوڑ دیتا ہے اس طور پر کہ جو شخص اچھے عمل کرتا ہے اس کو اچھے اجسام سے جوڑ دیتا ہے ۔ مثلاً انسان بنا دیتا ہے یا ستارہ وغیرہ اور جو برے عمل کرتا ہے اس کو برے اجسام، گدھے کتے وغیرہ سے جوڑ دیتا ہے۔

اسی طور پر ہر ایک شخص مختلف جونوں میں جاتا ہے اور اپنے اعمال کا پھل پاتا ہے ۔ بناءً علیہ دنیا کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا، نہ فنا اور نہ اس فنا کے بعد کوئی حشر یا نشر یا حساب و کتاب ۔ جو ہے اسی دنیا میں ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا ۔ یہ مضمون اور حقیقت تناسخ مرزا قادیانی کے سرمہ چشم آریہ میں صفحہ ۹۴ سے ۹۸ تک بیان ہوئی ہے اوراس کی مختلف عبارات سے مفہوم ہوتی ہے۔

اب ناظرین منصفین غور کریں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ یہ کفریات ثلاثہ جو اعتقاد تناسخ میں پائے جاتے ہیں اور وہ قادیانی نے خود بیان کئے ہیں، اس تمثل جبریل کی صورت اول میں جو علماء نے بیان کی ہے، کہاں پائے جاتے ہیں؟ نہیں تو پھر قادیانی کا اس تمثل وانتقال کو تناسخ کہنا عمداً دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسری صورت تمثل وہ ہے جو امام الحرمین سے فتح الباری شرح بخاری میں منقول ہے اس کا خلاصہ پہلے گذر چکا ہے یہاں اس کی اصل عبارت معہ ترجمہ وتفسیر جو بلفظ یعنی ہو گی نقل کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں

قال امام الحرمین تمثل جبریل معناه ان الله افنی الزائد من خلقه ... ثم یعیده ... و یزعم ابن عبد السلام بالا زالة ..... و الحق ان تمثل الملک رجلا لیس معناه ان فاته ... رجلاً بل معناه انه ظهر بتلک الصورة ... لمن خاطبه و الظاهر ایضا۔ ان ولا یغنی بل یخفی علی الرائق فقط (فتح الباری۔ ج ۱ ص ۱۱)

تمثل جبریل کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ جبریل کی اصلی خلقت (یعنی صورت) سے قدر زائد کو (یعنی جو نظر آنے والی انسانی صورت سے علاوہ تھا) فنا کر دیتا یا ٹلا دیتا تھا (یعنی اس سے جدا کر دیتا تھا) پھر اس قدر زائد کو لوٹا دیتا تھا (یعنی جب جبریل اپنی اصل صورت میں آنا چاہتا تھا)۔

تیسری صورت تمثل وہ ہے جو امام ابن عبدالسلام نے پسند کی ہے۔ اس کا خلاصہ بھی منقول ہو چکا ہے۔ یہاں اصل عبارت کا ترجمہ وتفسیر نقل کی جاتی ہے۔

اس نے وہی بات پسند کی ہے جو امام الحرمین نے کہی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ قدر زائد کے فنا ہونے کا قائل نہیں مگر اس کو ٹلا دینے کا قائل ہے۔ اس کی تقریر اس نے یوں کی ہے کہ اس حصہ (جدا کئے گئے) جبریل کی روح کے انتقال سے اس حصہ کا مردہ ہونا لازم نہیں آتا بلکہ جائز ہے کہ وہ مفارقت روح کے بعد زندہ رہے، جیسے شہیدوں کے جسم روح جدا ہونے اور سبز جانوروں کی پوٹ میں انتقال کرنے سے مردہ نہیں ہوتے۔

چوتھی صورت وہ ہے جو حافظ ابن حجر نے بیان کی ہے کہ

فرشتہ کے شکل انسانی سے متشکل ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس کی ذات بدل کر آدمی کی ذات بن جاتی ہے۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جبریل انسانی صورت میں ظاہر ہوتے تھے تاکہ

مخاطب کو ان سے انس ہو (وحشت نہ ہو)۔ اور ظاہر یہ ہے کہ قدر زائد (یعنی نظر آنے والی انسانی صورت سے علاوہ حصہ اس کی صورت و پیدائش کا) آنحضرت ﷺ کی نظر سے مخفی رہتا تھا۔ نہ وہ حصہ فنا ہوتا تھا اور نہ الگ کیا جاتا۔

پانچویں صورت تمثل وہ ہے جو شیخ الاسلام بلقینی استاد ابن حجر سے اصل عبارت کے ساتھ منقول ہو چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے،

حضرت جبریل سکڑ کر انسانی صورت و قامت میں ہو جاتے تھے جیسے دھنی ہوئی روئی اکٹھی کرنے سے چھوٹی سی ہو جاتی ہے۔

اکابر کی بیان کردہ ان چاروں صورتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسانی صورت بھی جس میں جبریل آنحضرت ﷺ کو نظر آتے تھے، جبریل کی ایک اصلی صورت ہے اور جو صورت ان کی دو دفعہ آپ ﷺ کو نظر آئی تھی وہ انسانی صورت سے علاوہ اور اس پر زائد تھی۔ اس امر کی مؤید ابن عباس کی وہ حدیث مرفوع ہے (جس کو حاکم نے روایت کیا اور اس کو صحیح کہا ہے اور اس کو منشی محمد احسن امروہی نے اپنے رسالہ تائید قادیانی کے صفحہ ۵۲ میں نقل کیا ہے)۔

و روی ان لکل ملک منھم وجه رجل و وجه اسد و وجه ثور و وجه نسر ۔ اخرجه الحاکم و صححه (تائید قادیانی از احسن امروہی) (اس میں بیان ہوا ہے کہ حاملان عرش کے چار منہ ہیں ایک انسان کا، دوسرا شیر کا، تیسرا بیل کا، چوتھا کرگس کا)

ایسے ہی اگر جبریل کی اصلی صورتوں میں سے ایک صورت انسان بھی ہو، اور ان چاروں صورتوں سے جو ان اکابر نے بیان کیا ہے تشکل و تمثل جبریل کے وقت آپ کی صرف ایک وہی انسانی صورت ظاہر ہوتی ہو اور باقی صورتیں بقول امام الحرمین فنا ہو جاتی ہوں یا بقول امام ابن عبدالسلام جدا کی جاتی ہوں، یا بقول حافظ ابن حجر وہ صورتیں آنحضرت ﷺ سے چھپائی جاتی ہوں، تو کوئی تعجب و انکار کا محل نہیں۔ یہ پانچوں صورتیں تمثل کی ایسی ہیں جن سے جبریل کا اصلی وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس آنا ثابت ہوتا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ تمثلی وجود کے ساتھ جبریل کے نزول سے اصلی وجود کے نزول کی نفی لازم نہیں آتی۔ نہ اس صورت تمثلی سے جو شیخ عبدالحق نے بعض اہل تحقیق سے نقل کی ہے، کیونکہ اس صورت میں جو مثال جبریل آنحضرت ﷺ کو نظر آتی تھی وہ

ذات جبریل سے غیر نہ ہوتی تھی، اور نہ ان پانچوں تمثل سے جو ان علماء نے بیان کی ہیں (اور ازانجملہ ایک صورت خود شیخ نے بھی بعض علماء سے نقل کی ہے) یہ نفی لازم آتی ہے کیونکہ ان تمثل کی ان صورتوں میں متمثل ومتشکل ہونے والی انسانی صورت جبریل امین کی اصلی صورت کا ایک جزوحصہ بنتا ہے اور عین ذات جبریل نہ کچھ اور۔

بالجملہ دو دفعہ جبریل امین کی اصلی یعنی پوری صورت وخلقت سے آنحضرت ﷺ کے پاس آنے اور اکثر اوقات تمثلی صورت سے نزول فرمانے سے قادیانی کا یہ عقیدہ کفریہ کہ، جبریل اپنی ذات سے اور اصلی وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس نہ آتے تھے، بلکہ آسمان سے کبھی جدا نہیں ہوئے، اور آنحضرت ﷺ کو نظر آنے والی صورت جبریل کی عکسی تصویر اور آنحضرت کی خیالی صورت تھی، باطل ہوجاتا ہے۔

☆ قادیانیوں کو انعامی چیلنج

بیان بالا کے بعد مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ اب ہم اس نمبر اول اعاذہ کو ان ہی دوازدہ گانہ اکاذیب ومغالطات وکفریات قادیانی کے بیان پر ختم کرتے ہیں اور جو صاحب اب بھی مرزا قادیانی کو مسلمان اور سچا سمجھیں اور اس کے ان کفریات واکاذیب کا اسلام و صدق وحق ہونا ثابت کریں، اس پر ہم ان کو حسب تفصیل ذیل انعام دیں گے

مکائد ومغالطات نمبر اول تا چہارم کو اسلام اور حق ثابت کرنے پر فی نمبر ۲۵ روپئہ اور نمبر ۵ سے ۱۲ تک فی نمبر ۵۰ روپئے۔

اور اس بات کے ثبوت پر کہ
شیخ عبدالحق، جبریل کے اصلی و ذاتی وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس آنے کے قائل نہ تھے،

یا اس بات کے ثبوت پر کہ
تمثل وجود کے ساتھ نزول سے حقیقی وجود کے نزول کی نفی لازم آتی ہے،
ایک سو روپئہ انعام۔

دافع الوساوس کا خلاصہ

☆ مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہ کتاب دافع الوساوس ۶۰۴ صفحہ میں ہے۔ ازانجملہ ۲۸۸ صفحہ میں کتاب کا مقدمہ ہے، جس میں مرزا قادیانی نے بزعم خود اسلام کی حقیقت بیان کی ہے ۔اس بیان حقیقت اسلام کے ضمن میں صفحہ ۱۹۹ سے ۲۶۰ تک اس نے اخبار نور افشان کو مخاطب کیا اور اس کے اس دعوی کا جواب دیا ہے کہ مسیح قیامت کی زندگی ہے۔ اور اسی بیان کے ضمن میں بہ ذیل حاشیہ صفحہ ۲۲۶ سے ۲۷۳ تک اس نے سرسید احمد خان کو مخاطب کیا اور ان باتوں کے سبب وہ ان پر معترض ہوا ہے جو خود اس کے مذہب و اعتقاد کا جز ہیں (صرف عنوان اور پیرایہ کا فرق ہے)۔ اس سے اس نے اپنے مریدوں کو یہ جتایا ہے کہ وہ سرسید کا شاگرد اور نیچری المذہب نہیں ہے۔

اسی بیان کے ضمن میں صفحہ ۲۶۱ سے ۲۷۱ تک اس نے اہل اسلام کے مقابلہ میں مباہلہ کا اشتہار دیا ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ اس خاکسار (محمد حسین) اور ہمارے شیخ اور شیخ الکل (سید نذیر حسین محدث) کو مخاطب کیا ہے ۔ اسی کے ضمن میں صفحہ ۲۷۲ سے ۲۷۸ تک اس نے برہمو آریہ اور پادریوں وغیرہ مخالفین اسلام کو اشتہار دیا ہے جس میں نشان نمائی کا فضول اور جھوٹا دعوی کیا ہے۔ اسی کے ضمن میں صفحہ ۲۷۹ سے ۲۸۸ تک اپنی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی (احمد بیگ) کا ذکر کیا ہے ۔

یہ مضامین مقدمہ متضمن بیان حقیقت اسلام ہیں جن کو ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کہاں تک حقیقت اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان مضامین کے اکثر حصہ کا جواب جو اہل اسلام خصوصاً اشاعۃ السنہ کے ذمہ تھا، صفحات بالا میں میں ادا ہوا ہے اور اقل قلیل باقی ہے ۔

اس کے بعد صفحہ ۲۷۹ سے صفحہ ۳۲۶ تک قادیانی نے اس مراسلت کو نقل کیا ہے جو خاکسار اور قادیانی میں بابت ایک منذر الہام و پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی قادیانی ہوئی ۔اس کے ضمن میں صفحہ ۲۹۱ سے ۳۱۰ تک قادیانی نے اس عاجز (محمد حسین) کو جی بھر کے گالیاں دی ہیں ۔آنجملہ دس دفعہ لعنت ہے جو جلی قلم سے لکھا گیا۔

اس کے بعد صفحہ ۳۴۶ سے ۳۵۰ تک وہ مراسلت نقل کی ہے جو مرزا قادیانی اور محمد

علی خان رئیس مالیر کوٹلہ میں ہوئی ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۳۹۹ سے ۴۹۷ تک ایک تبلیغ کا مضمون ہے جس میں قادیانی نے جملہ علماء ہندوستان و پنجاب و عرب وغیرہ کو مخاطب کیا اور اس میں پرانے دعاوی کفریہ اور ان کے دلائل اور تاویلات وغیرہ کا اعادہ کیا ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۴۹۸ سے ۵۱٦ تک اپنے فضائل و کمالات کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۵۱۷ سے ۵۴۰ تک ملکہ برطانیہ و قیصر ہند کی خوش آمد کی ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۵۴۰ سے ۵۸۱ تک پھر اپنے اور اپنے دعووں کے فضائل اور اپنے عقائد کفریہ اور ان کے دلائل بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد صفحہ ۵۸۱ سے ۵۹۰ تک اپنے تابعین کے محامد و فضائل بیان کئے ہیں اس کے بعد صفحہ ۵۹۰ سے ٦۰۴ تک ہمارے خط مورخہ ۹ جنوری (۱۸۹۳ء) کا جواب دیا ہے، مگر اصل خط کو نقل نہیں کیا۔ اور اس جواب میں ہمارے ۸۵ سوالات متعلق پیشگوئی متعلقہ موت خسر فرضی کے جواب سے عاجز ہو کر عربی زبان میں تفسیر لکھنے میں خاکسار سے مقابلہ کا دعوی کیا ہے۔

☆ کتاب کے اخیر میں چند مضامین اور ملحق ہیں۔ پہلے ایک فتوی متعلق جواز شرکت میلہ سالانہ قادیانی ہے۔ پھر جلسہ سالانہ میلہ کی کیفیت بیان کی ہے۔ پھر میر ناصر نواب کی تحریر نقل کی ہے۔ پھر لیکھرام کی نسبت ایک پیش گوئی درج کی ہے۔ پھر شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کو ایک دھمکی دی ہے۔

درحقیقت یہ مضامین نئے مضامین نہیں ہیں، بلکہ وہی پرانے کفریات والحادات و تاویلات و تحریفات ہیں جن کو وہ سابقہ رسائل و اشتہارات میں سال ہا سال سے ظاہر کر رہا ہے۔ اب صرف ان کا پیرایہ و طرز بیان بدل دیا ہے۔ ہاں اس میں ایک نیا کمال یہ دکھایا ہے کہ ان میں فحش گالیوں کو حد کمال تک پہنچا دیا ہے۔

اس مضمون تبرا بازی کے سوا اس کے جملہ مضامین کا جواب گذشتہ پرچہ ہائے اشاعۃ السنہ میں ادا ہو چکا ہے اور ان کے نئے پیرایہ اور نئے رنگ کو صفحات بالا میں کھولا گیا ہے۔ اور جو باتیں اس میں اقوام یا اشخاص غیر کے متعلق ہیں ان کا جواب دینا ہمارا فرض ہی نہیں ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ ملخصاً)

پیشگوئی متعلقہ آتھم

امرتسر میں ۱۸۹۳ء میں ایک مباحثہ مرزا غلام احمد کا عیسائیوں سے ہوا جس کے اختتام پر انہوں نے پیش گوئی کی کہ ان کا مخالف مناظر ڈپٹی عبداللہ آتھم ۱۵ ماہ کے عرصہ میں مر جائے گا اور یوں میری صداقت کی دلیل بن جائے گا (تاہم پندرہ ماہ گذر جانے پر وہ شخص زندہ پایا گیا تو مرزا صاحب نے عذرات کا پٹارہ کھول لیا تھا)۔ مولانا بٹالوی نے قادیانی پر فتح یابی کے شکرانے والے مقالے میں اس پیشگوئی پر مفصل بحث کی اور بتایا کہ انہوں نے جلد ۱۵ اشاعۃ السنہ میں یہ ثابت و مدلل کر دیا تھا کہ یہ پیشگوئی نہیں، بلکہ محض لاف زنی اور دروغگوئی ہے اور اس پر درج ذیل پانچ دلیلیں (اندرونی شہادتیں) اس کے الفاظ سے اخذ کر کے بیان کیں۔

۱۔ اس کا مضمون اس کا کذب ظاہر کر رہا ہے کیونکہ طالب نشان بوعدہ ایمان کیلئے اس کی موت کو نشان ٹھہرانا (جو اس پیش گوئی کا مضمون ہے) آسمانی نشان نہیں، بلکہ حماقت و سفاہت شیطان ہے۔ وہ مر ہی گیا تو پھر نشان دیکھ کر ایمان کیوں کر لاوے گا؟

۲۔ اس میں ہلاک ہونے والے کی تعیین نہیں کی گئی۔ صرف فریق مخالف کیلئے ہاویہ کی خبر دی گئی ہے جس سے قادیانی کی غرض یہ ہے کہ اگر عبداللہ آتھم مرا، تو اس کو اس کا مصداق ٹھہرایا جاوے گا۔ ورنہ کسی اور کو اس کا مصداق بنالیں گے جو اس کے فریق میں سے مر جائے گا۔

۳۔ کسی کے مرنے کی بھی اس میں صاف تصریح نہیں۔ صرف ھاویہ کی خبر دی گئی ہے۔ پس اگر کوئی نہ مرا، تو قادیانی کہہ دے گا کہ اصل الہام میں ہاویہ کہا گیا تھا، مرنا میری طرف سے بطور تفسیر بیان ہوا تھا۔

۴۔ اس پیش گوئی میں عمداً جھوٹ اختیار کرنے کی قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر کوئی نہ مرا تو پھر کہا جائے گا کہ وہ لوگ عمداً جھوٹ نہیں بولتے۔

۵۔ پندرہ دن مباحثہ کی میعاد کا لحاظ مشعر ہے کہ اگر زیادہ دن مباحثہ میں لگ جاتے تو اتنے دن اور سزائے موت ٹل جاتی اور یہ امر مضمون سزا کے برخلاف ہے۔

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ ہم نے ایک اور دلیل

اس پیش گوئی کے دروغ ہونے پر (بیرونی شہادت) بیان کی، جس کا ماحصل یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اخلاق، عادات، اعتقادات ایسے خلاف اسلام ہیں کہ ان اعمال وعقائد کے ساتھ وہ ہرگز ملہم اور خدا کا مخاطب نہیں ہوسکتا خواہ ہزار پیشگوئیاں کرے، اور وہ سچی بھی نکلیں ۔ایسی پیشگوئیاں پنڈت، جوتشی، نجومی وغیرہ بھی کیا کرتے ہیں ۔ پھر اس کی تفصیل میں دہلی کے ایک پنڈت اور دکن کے ایک جوتشی کی چند پیش گوئیاں نقل کیں جو مطابق واقعہ نکلی ہیں۔

اور اس کی اس پیش گوئی کے سرزد ہونے سے پہلے صرف اس کے اس دعوی پر کہ میں عیسائیوں کے مقابلہ میں آسمانی نشان دکھاؤں گا، ہم نے ایک دو ورقہ مضمون بعنوان

عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے

شائع کیا۔ جو اشاعۃ السنہ کی جلد شانزدہم میں دوبارہ شائع ہوا ہے ۔اس میں واضح کیا کہ مرزا قادیانی کا آسمانی نشان دکھانا ایسا ناممکن ہے جیسا سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا عادۃً ناممکن ہے ۔لہذا کوئی مسلمان اس امید نشان پر شریک مباحثہ نہ ہو۔

مولانا فرماتے ہیں کہ ہمارے اس بیان با برہان نے قادیانی کے اس حربہ یا آلہ کو پاش پاش کر دیا، جس کسی منصف وصاحب فہم نے اس بیان کو پڑھا، یا سنا، اس کو یقین ہوگیا کہ قادیانی کسی پیشین گوئی میں صادق بھی نکلے تو وہ ملہم اور خدا کا مخاطب نہیں ہوسکتا۔ اور اس کا رتبہ ایک ارڑپوپو اور اس کے اخوان مذکورین سے بڑھ نہیں سکتا۔

اس بیان سے بہت سے مسلمانوں کو اس کے دام تزویر سے بچ جانا نصیب ہوا۔ لیکن بعض کچے مسلمان، ضعیف الایمان، بے علم وعرفان یا کم علم، اس بات پر اڑے ہوئے تھے کہ اگرچہ آج تک کوئی پیش گوئی قادیانی کی ارڑپوپوؤں کی بعض پیش گوئیوں کی مانند بھی سچی نہیں نکلی، مگر حال میں جو اس نے مسٹر عبداللہ آتھم کے پندرہ مہینے میں مرجانے کی پیش گوئی کی ہوئی، اور اس کے عدم وقوع پر اپنے لئے سخت سزا مانی ہوئی ہے، اس کا انتظار ضروری ہے ۔اس میں وہ جھوٹا نکلا، تب اس کو ضرور دجال وکذاب سمجھا جائے گا۔

ایسے لوگوں کی ہدائت کیلئے اشاعۃ السنہ کے اس بیان کا ان کو یقین دلانے کیلئے خدا تعالی نے اس پیش گوئی میں بھی اس کو جھوٹا کیا ۔اس کی میعاد پندرہ ماہ ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء کو گذر گئی اور آتھم کو زندہ رکھا۔جس سے اشاعۃ السنہ کا صدق کس ونا کس پر ظاہر ہوا، اور یہ معلوم ہوگیا کہ قادیانی جھوٹا ہے اور دین اسلام اور جملہ سماوی ادیان کا دشمن اور مخالف ہے..اور اس سے

بچنا ہر ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک

اب گھر گھر قادیانی کے دروغ ظاہر ہونے پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ دور و نزدیک سے مبارک باد کی آوازیں و پیغام آتے ہیں۔ اکثر نامی شہروں کے گلی کوچوں میں اس مضمون کے اشتہار و اخبار شائع ہو رہے ہیں، اور مسلمان خدا تعالی کا شکریہ ادا کر رہے ہیں کہ اس نے اسلام و مسلمانوں پر کمال فضل کیا اور بڑا احسان و انعام فرمایا کہ اس پیش گوئی میں اس کو جھوٹا کیا۔ خدا تعالی یہ احسان مسلمانوں پر نہ کرتا، تو کئی جاہل اس پیش گوئی کے سچے ہونے سے قادیانی کو خدا کا ولی اور ملہم سمجھ کر اس کے تابع ہو جاتے اور اسلام کے اصول و مسائل قدیمہ سے مستغنی ہو کر اسلام کو خیر باد کہہ دیتے۔ خدا نے بڑا کرم کیا کہ اس فتنہ سے لاکھوں کو بچایا۔ اور طرفہ یہ کہ اہل اسلام کی اس خوشی میں ہندو آریہ سکھ وغیرہ بھی شریک ہیں اور قادیانی کو لعنتیں سناتے ہیں۔ گو ان سب کے خوش ہونے کی وجوہات مختلف ہیں۔

عیسائی اس لئے خوش ہیں کہ اس پیشگوئی میں خاص کر وہی مخاطب تھے۔ ہر چند اس پیشگوئی کے وقوع و صدق کی صورت میں وہ کسی الزام قادیانی کے مورد نہ ہو سکتے (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۱۵ میں بصفحہ ۲۳۸ بیان ہو چکا ہے) مگر اس کے جھوٹے نکلنے کی حالت میں وہ قادیانی کو شرمندہ کرنے کے حقدار ہو گئے ہیں۔ اب وہ کہہ رہے ہیں:۔

> آیئے جناب! وعدہ وفائی کیجئے اور ہمیں قدرت و اختیار دیجئے کہ ہم آپ کے چہرہ مبارک کو کالا کریں۔ مگر داڑھی سرخ ہی رہے گی۔ اور گلوئے اقدس میں رسی ڈالیں اور پھر جوتیوں کی مالا سے آراستہ کر کے بٹالہ، لاہور، سیالکوٹ، امرتسر خصوصاً جنڈیالہ و نیز ہندوستان کے دیگر مشہور و معروف شہروں کی سیر کرائیں۔ جب آپ پیدل چلنے سے تھک جاویں گے تو آپ کو اسی گدھے پر جو آپ کی دمشقی مسجد کے زیر سایہ ہر وقت موجود رہتا ہے سوار کرائیں گے۔ نیز آپ کو اجازت دی جاتی ہے کہ آپ اپنے مقرب فرشتوں کو بھی اپنے ہمراہ رکھیں، لیکن ان کو اپنے اصلی رنگ و روپ میں رہنا ہوگا تا کہ آپ کا نور دین بوجہ احسن ظاہر و آشکارا ہو۔ اگر وہ آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کو اختیار ہے کہ ان پر کسی کو پریزیڈنٹ مقرر کر دیں تا کہ انتظام میں فتور نہ پڑے۔۔

مگر عیسائیوں پر افسوس ہے کہ وہ اس خوشی میں خدا کو بھول گئے اور اس کی ناشکری کے مرتکب ہوئے اور وتجعلون رزقکم انکم تکذبون کے مصداق بن گئے۔ انہوں

نے قادیان پر فتح یابی کو اہل اسلام پر فتح یابی بتایا۔ اور اس (قادیانی) کے جھوٹے ہونے سے مسلمانوں کو جھوٹا کرنا چاہا۔ حالانکہ وہ اشتہار ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک (مطبوعہ اختر پریس امرتسر و ضمیمہ نورافشان ۱۲ مئی ۱۸۹۳ء) میں قادیانی کو مسلمانوں سے خارج اور ان کے اتفاق سے کافر تسلیم کر چکے ہیں اور اس وجہ سے اس کے ساتھ مباحثہ کرنے سے انکاری ہو چکے ہیں۔ انہوں نے آخر اس سے مباحثہ کیا تو یہ کہہ کر کہ ہم تجھے مسلمان فرض کر کے تجھ سے مباحثہ کرتے ہیں، یعنی واقعہ میں تجھے مسلمان نہیں جانتے۔ چنانچہ ان کے یہ اعتراضات اشاعۃ السنہ کے مضمون عیسائیوں کی جنگ مقدس پر اسلامی رائے. میں منقول ہیں۔ ان ناشکر عیسائیوں نے اس ناشکری پر یہ زیادتی بھی کی ہے کہ اسلام کے ہادی و رہنما کی عالی جناب میں کسی قدر گستاخی کی ہے۔ مگر ان کو اس کی سزا ہمارے اخوان اہل اسلام ڈاکٹر حکیم مولوی غلام رسول امرتسری، منشی مولوی سعد اللہ سعدی لودیانوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، میاں امام الدین لاہوری وغیرہ نے کافی دیدی ہے۔ لہٰذا اشاعۃ السنہ کے اجلاس سے اس سزا پر زیادتی کی ضرورت نہیں، ہاں اس قدر زیادتی ضروری ہے جن کی ان اخوان کی تجویزات میں کسر رہ گئی تھی کہ عیسائیوں نے اپنے اشتہار مطبوعہ نیشنل پریس ۵ ستمبر ۱۸۹۳ء میں قادیانی کو بے غیرت کہا ہے۔

اس پر تو ہمارا بھی صاد ہے، بیشک مرزا غلام احمد قادیانی کے برابر دنیا بھر میں کوئی بے غیرت و بے حیا نہیں۔ مگر اے پادری حضرات اور اس اشتہار کے محررین و پبلشرز! آپ بھی اس بے غیرتی میں قادیانی کے پیرو ہو چلے ہیں کیوں اس پر عدالت میں استغاثہ دائر نہیں کرتے، اور اس کو جیل خانہ کی سیر نہیں کراتے۔ اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنی ذاتی تکالیف و نقصان کا عوض و انتقام لینا نہیں چاہتے، اور اس پر صبر کرنے میں اجر کے امیدوار ہیں، تو کیا حضرت مسیحؑ کی توہین سننے پر صبر کرنے میں بھی امید اجر رکھتے ہیں؟ اور اس پر غیرت کرنے کا حکم بھی اپنے مذہب میں نہیں پاتے؟ قادیانی حضرت مسیح کے معجزات کو از قسم شعبدہ بازی اور مسمریزم اور ایک امر بے ہودہ اور قابل نفرت کہہ چکا ہے اور ان کو توحید کی ہدایت میں نکما اور تنویر باطن میں فیل شدہ اور اخلاق میں غیر مہذب اور گالیاں دینے والا کہہ چکا ہے (اس کا ازالہ اوہام صفحہ ۳۱۱ وغیرہ ملاحظہ ہو)۔ کیا ان باتوں میں سے بھی کسی بات پر غیرت کا آپ کو حکم نہیں ہے؟ اور حمیت مذہبی و غیرت ایمانی آپ کے ہاں کوئی چیز نہیں؟ اور اگر آپ لوگ یہ عذر کریں کہ انجیل ہم کو انتقام سے مانع ہے، تو اس کے جواب میں

اولاً یہ کہا جائے گا کہ کیا یہ حکم پرسنل (ذاتی) امور و تکالیف کی نسبت ہے یا مذہبی اور ایمانی تکالیف بھی اس میں شامل ہیں؟ کیا جو شخص تمہارے معبود کو گالیاں دے، یا انجیل کی صریح بے ادبی کرے، اس کو بھی آپ چھوڑ دیں گے؟

ثانیاً کہا جائے گا کہ اس صورت میں آپ عدالتوں کے ذریعہ سے اپنے مخالفوں کا تدارک کیوں کراتے ہو، اور اس قسم کے مقدمات عدالتوں میں کیوں لے جاتے ہو؟ آپ صاحبان انکار کریں گے تو ہم اپنے ہی ضلع گورداسپور میں چند ایسے کیس بتائیں گے جن میں عیسائیوں نے مخالفین مذہب کو سزائیں دلوائی ہیں۔ ان مقدمات کو دائر کرنے اور قادیانی کو سوکھا چھوڑ دینے سے آپ لوگوں کے حق میں وہی الفاظ کہنے جائز ہوں گے جو نوٹ منقولہ بالا میں قادیانی کے حق میں آپ نے کہے ہیں۔

علاوہ برآں یہ کہنا بھی جائز ہوگا کہ آپ لوگوں کا مشنری بننا صرف معقول تنخواہیں پانے اور اس ذریعہ سے پیٹ بھرنے اور عیش کرنے کیلئے ہے، نہ مذہب کی محبت اور ایمانی غیرت کیلئے۔ اور اس صورت ترک استغاثہ میں یہ کہنا بھی جائز ہو جائے گا کہ قادیانی در پردہ آپ لوگوں کا بھائی عیسائی ہے اور یہ جنگ مقدس یا یوں کہیں کہ مکدّر (جو آپ لوگوں میں اور اس میں ہوئی ہے) محض جنگ زرگری ہے۔ وہ بظاہر مسلمان بن کر تم سے صف آرا ہوا، اور عمداً ایک جھوٹی پیش گوئی کر کے خود بخود جھوٹا اور مغلوب ہو گیا ہے تاکہ ضعیف الایمان اور بے سمجھ مسلمان اس سے مذہب عیسائی کا غالب ہونا ثابت کر کے عیسائی ہو جاویں۔ اور دین اسلام کو چھوڑ دیں۔ شائد یہی وجہ ہے کہ اس کا ایک قریبی رشتہ دار (زوجہ کا بھائی) محمد سعید اور ایک خلیفہ (یوسف خان) عیسائی ہو گئے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ لوگ اس پر استغاثہ دائر نہیں کرتے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ وہ تمہارا کام کر رہا ہے۔

اشتہارات بر انجام آتھم

آتھم کی موت سے متعلق پیشگوئی کی میعاد ختم ہوگئی اور آتھم زندہ رہا تو ملک بھر میں مرزا قادیانی کے خلاف اشتہارات شائع ہوئے۔ مرزا صاحب کہتے تھے کہ مسلمان، آتھم کے مقابلے میں ان کی شکست کا ذکر کر کے دراصل عیسائیوں کی فتح پر خوشی اور عیسائیوں کی

حمایت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس لئے جناب بٹالویؒ نے اپنے مقالے میں چند اشتہار نقل کئے ہیں جن میں اسلام کی فتح کے ذکر اور عیسائیوں کے اس پروپیگنڈے کا ردّ ہے کہ عیسائیت کی قادیانی پر فتح، اسلام پر فتح ہوئی ہے۔ مولانا بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسلمان نہیں بلکہ عیسائیوں کا بھائی ہے اس کی پیشگوئی جھوٹی ہونے کے سبب سے پادری صاحبان کا اہل اسلام پر طنز کرنا بالکل غلط ہے اور خود انہیں کی تحریرات اور مسلمات کے برخلاف۔ اس سلسلے کا پہلا اشتہار اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ کے صفحات ۱۰-۱۱ پر ہے (جو میرے پاس موجود نہیں۔ بہاء)۔ اس سلسلے کا دوسرا اشتہار صفحہ ۱۲ سے شروع ہوتا ہے جس کا عنوان ہے

ضیاء الاسلام
مثیل الدجال اور پولوسی فرقہ کے مباحثہ کا اثر
مثیل الدجال کی روسیاہی

یہ اشتہار مولوی حکیم ڈاکٹر غلام رسول نے شائع کیا۔ اس کی ابتدائی چار سطروں میں تو مرزا قادیانی کی روسیاہی کا بیان ہے۔ باقی تمام اشتہار میں عیسائیوں کا رد ہے، یہاں اس کی چند سطریں نقل کی جاتی ہیں۔ لکھا ہے

> ہم عیسائیوں کے اشتہار کے بارہ میں نہائت افسوس ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے بے وجہ خوشی سے (اپنے) اشتہار کا نام محمدیوں اور عیسائیوں کا جنگ مقدس رکھا، حالانکہ خود اپنے اشتہاروں میں مان چکے ہیں کہ مرزا خارج از دائرہ اسلام ہے، پھر ایسا لکھنے کی وجہ معلوم نہیں۔ مگر عیسائی صاحبوں کی کسی ضرورت داعیہ نے مجبور کیا ہو گا۔ چنانچہ پہلی خط فلپیون کے باب نمبر ایک کی آیت ۱۸ ویں ہے۔
>
> پس کیا ہے، ہر طرح سے مسیح کی خبر دی جاتی ہے، خواہ مکاری سے خواہ سچائی سے۔ الخ
>
> اور حق بھی یہی ہے کہ یہ لوگ اپنے بزرگ کی کلام کی پیروی ضرور کریں۔ ورنہ دین داری میں ضرور دھبہ لگے گا۔ کیا کوئی صاحب پولسی مذہب والوں کو قرنطیون کے پہلے خط کے باب ۹ آئت ۱۸ سے ۲۳ تک عمل کرنے والوں کو الزام دے سکتا ہے؟ ہر گز، ہر گز نہیں۔ بلکہ ایسی چال چلنا تو ان پر فرض ہوگا کیونکہ پولوس مقدس تو ہمیشہ اپنی رائے فخر کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

مولانا بٹالوی قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ اس عبارت میں اسلام کی حمایت میں عیسائیوں کی خبر لی گئی ہے یا ان کی فتح بمقابلہ اسلام تسلیم کی گئی ہے؟

☆ تیسرا اشتہار اس عنوان کا ہے

اثر مباہلہ عبدالحق غزنوی
بر غلام احمد قادیانی

جس کو صوفی عبدالحق غزنوی نے شائع کیا۔ اور اس کے شروع میں آیت فبھت الذی کفر (جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ کافر مبہوت ہوگیا) نقل کر کے یہ بیت لکھا ہے

کذبت واللہ فی دعوی نبوتک
تبّت یداک ستصلی فی غد سقرا

یعنی بخدا تو نے (اے قادیانی) دعوی نبوت میں جھوٹ بولا ہے۔ تیرے ہاتھ ٹوٹ پڑیں اور شتاب دوزخ میں داخل ہوگا (یعنی اگر اس دعوی پر مرا)۔

اس کے بعد لکھا ہے

کیوں مرزا جی! (میرے بالمقابل ۱۸۹۳ء میں) مباہلہ کی لعنت اچھی طرح پڑ گئی یا کچھ کسر ہے؟ منہ اچھا کالا ہوا یا کچھ فرق ہے؟ پھر بھی الہام اور مسیحائی کا لاف گزاف مارو گے یا خاتمہ ہے بے شرمی کا۔ آپ تو مسیح موعود، مجدد وقت، مہدی منتظر تھے، آپ کا دعوی و الہام و پیش گوئیاں ایسی جھوٹی و بہتان و بکواس نکلیں تو تیری امت کا کیا ٹھکانہ ہے؟ آپ کا الہام کیوں فیل ہوگیا؟ آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل پر ہوگا وہ ذلیل اور سیاہ ہوگا، وہ سچ نکلا یا جھوٹ؟ آپ نے جو مولوی عبدالجبار (غزنوی) صاحب کی طرف خط بھیجا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ایمان رکھتا ہوں جیسے کتاب اللہ پر، اب بھی وہی ایمان ہے یا کچھ فرق آ گیا؟ کیوں مرزا! جی پنڈتوں اور جوتشیوں اور برہمنوں کی بھی تو کبھی پیشین گوئیاں سچی نکلتی ہیں، آپ کے الہامات کیوں سب کے سب جھوٹ اور غلط نکلتے ہیں؟ چنانچہ تمہاری چند پیشین گوئیاں نمبر وار ذکر کی جاتی ہیں۔

(اس کے بعد موت عبداللہ آتھم کی قادیانی پیش گوئی، پرچہ جنگ مقدس سے بالفاظ قادیانی نقل کر کے کہا ہے)

اب وہ تاریخ گذری، آتھم آگے سے زیادہ قوی، تندرست، صحیح المزاج ہے، یہ مباہلہ کی تاثیر نہیں تو اور کیا ہے کہ مرزا اپنی زبان سے شیطان، بدکار، لعنتی بن گیا اور اسی زبان سے عیسی مجدد مہدی بنتا ہے۔ اب کس بے شرمی و بے حیائی سے زندگی بسر کرے گا

گر نماندے از وجود تو نشان

نیک بودے زیں حیات چوں سگان

زاغ گر زادے بجائے مادرت

نیک بود از فطرت بد گوہرت

دوسری ڈبل پیش گوئی مرزا قادیانی کی شہادت القرآن مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ ۱۸۹۳ء صفحہ ۸۸ میں یہ لکھی ہے

پھر ماسوائے اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیشین گوئی جس کی میعاد ۵ جون سے ۱۵ مہینے تک اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے، جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے، تقریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔

اب مرزا احمد بیگ کے داماد کی موت کی میعاد ۲۱ اگست ۱۸۹۴ء میں پوری ہو چکی۔ اور وہ راولپنڈی میں اپنے ماموں رسالدار کے پاس نوکر ہے، بالکل صحیح وسالم خوش وخرم ہے۔ یہ مباہلہ کی تاثیر نہیں تو اور کیا ہے۔ و لکن اعمی القلب لیس بمهتد

جب مسیحا دشمن جان ہو تو کیوں کر ہو علاج

کون رہبر ہو سکے جب خضر بہکانے لگے

پھر قادیانی کی تیسری اور چوتھی پیش گوئی نقل کر کے اس کا کذب ثابت کر کے اخیر میں پادریوں پر لے دے کی اور یہ بات کہی ہے کہ عیسائیوں کے حال پر سخت افسوس ہے کہ وہ انصاف کا خون کرتے ہیں کہ قادیانی کے جھوٹے ہونے سے اہل اسلام پر فخر کر رہے ہیں۔ باوجودیکہ علماء اسلام قادیانی کو اسلام سے خارج کر چکے ہیں۔

مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ ناظرین اس عبارت کو بھی انصاف سے دیکھنا اور ایمان

سے کہنا کہ اس اشتہار میں قادیانی کو کافر ٹھہرا کر اس پر اپنی فتح کا دعوی کیا ہے یا عیسائیوں کی فتح کا بمقابلہ اسلام۔

☆ چوتھے اشتہار کا عنوان کا ہے

مسیح کاذب خاکدانی
مرزا غلام احمد قادیانی

اس کو منشی و مولوی محمد سعداللہ صاحب سعدی لودیانوی یادگار سعدی شیرازی اور دیگر مسلمانان لودیانہ نے شائع کیا ہے۔ اس کے شروع میں یہ لکھا گیا ہے

.عوام وخواص پر واضح ہے کہ موضع قادیان ضلع گورداسپور میں ایک شخص مسمی بہ مرزا غلام احمد نے کئی سال سے ایسے ایسے دعاوی وعقائد پھیلائے تھے، جن کے سبب سے علمائے اسلام نے از روئے شریعت اس پر کفر کا فتوی دے کر عام مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ یہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ چند لوگ جو بوجوہ اس کے دام تزویر میں آچکے تھے، اسی طرح پھنسے رہے۔ ذی قعد ۱۳۱۲ھ میں بن بلائے پادریوں کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا کہ میں مسلمانوں کی طرف سے تمہارے ساتھ بحث کروں گا۔ اور بعض عقل کے اندھے اس کے ساتھ ہوئے، حالانکہ پادری کلارک صاحب، اس جلسہ مناظرہ کے پریذیڈنٹ، نے قبل از مناظرہ اہل جنڈیالہ بانیان مناظرہ کو لکھا بھی کہ

تم ایسے بزرگ کو بحث کیلئے پیش کرتے ہو جس کو ایک محمدی شخص بھی تصور کرنا مشکل ہے۔ علماء اسلام پنجاب و ہندوستان نے اس مرزا قادیانی کو دجال، کذاب، ملعون، ملحد، دائرہ اسلام سے خارج وغیرہ وغیرہ لکھا ہے۔

لیکن یہ بن بلایا مہمان ان احمق مسلمانوں کے سر ہی چڑھ گیا اور جلسہ مباحثہ میں، مان نہ مان میں تیرا مہمان، جا کودا۔ اپنی خود کلامی وخود غرضی جو اس کے خمیر میں ہے، یہاں بھی وہی اس کے مدنظر تھی یعنی کوئی ایسی تدبیر کروں جس سے میری مسیحیت سرسبز ہو۔ اور پیشتر اہل اسلام نے جو مناظرہ اہل کتاب سے کئے ہیں، ان سے میرا مناظرہ عوام کی نظر میں ممتاز ہو جائے۔ عیسائیوں کے عقائد باطلہ مثلاً تین خدا، خدا کا بیٹا،

کفارہ وغیرہ کا رد کون سی عجیب بات تھی، جو اب مرزا نئی کر کے دکھاتا۔ مولوی رحمت اللہ اور پادری فنڈر کے مباحثہ میں (یہ مسئلے) خوب طے ہو چکے ہیں۔ نئی بات یہ تھی کہ کسی طرح میری مسیحیت کا سکہ جمے۔ چنانچہ فریق ثانی کا مناظر عبداللہ آتھم جو ایک سن رسیدہ پنشن یاب آدمی تھا، ایام مناظرہ میں اس کو بیمار دیکھ کر کذاب قادیانی نے یہ زٹل ہانک دی کہ پندرہ مہینہ تک یہ شخص مر جائے گا۔ اور اسکے بعد کئی کتابوں میں اس کی تشہیر خوب واضح طور پر کر دی اور اسکے نہ مرنے کی صورت میں اپنے لئے سخت سزائیں (جو مخالف چاہے) منظور کیں۔ میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، میرا منہ کالا کیا جائے، مجھے سولی دیا جائے، پھانسی پر لٹکایا جاوے، تمام شیطانوں بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ لعنتی قرار دیا جائے، (غرض) میں ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ ایک ضعیف العمر آدمی کو ایسی دھمکیاں سخت برا اثر پہنچاتی ہیں۔ ادھر مسلمانوں سے مباہلے کی ٹھہرائی کہ مجھے عیسی ومہدی ونبی ورسول مبشر عیسی کیوں نہیں مانتے۔ اہل اسلام میں سے ایک مرد صالح عبدالحق غزنوی مقیم امرتسر وہیں اٹھا اور جناب باری میں قادیانی کے مقابل آکر اس عجز و نیاز سے جھوٹے پر لعنت کہی کہ اہل بصیرت کی نظر میں جھوٹے پر اس کا اثر اسی وقت نمایاں تھا، اور اس کی قبولیت کے آثار ایک جہان دیکھ رہا تھا۔ قادیانی کو یہ روز بد ایسی سخت ذلت ساتھ لے کر پیش آگیا جو اس نے اپنی لعنت میں جھوٹے کیلئے اپنے منہ سے کہی تھی۔ ۵، جون ۱۸۹۳ء مطابق ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ کو یہ گپ قادیانی نے لگائی تھی جس کی مدت اسلامی تاریخ کے مطابق ۱۸ صفر ۱۳۱۲ھ کو پوری ہو چکی۔ اس وقت مرزا کی طرف سے یہ عذر ہوا کہ گو ہم اسلام کے مدعی ہیں لیکن یہاں ہماری مراد انگریزی مہینے ہیں۔ خیر ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو وہ بھی ہو چکی۔ آدھی رات گذر کر آج ۶ تاریخ کا دن ہے اور آتھم مذکور چنگا بھلا زندہ موجود ہے۔ کوئی شخص بن آئی نہیں مرسکتا، خواہ اپنے ہاتھ سے اپنے مرنے کی کوشش کرے۔ پھر کسی کی تدابیر علمی، عملی، سحر، مسمریزم وعمل الترب وغیرہ سے کیا ہوسکتا ہے۔ لودھانہ کے پرانے مسیحی پادریوں نے یہاں کے مرزائیوں (نئے مسیحیوں) کو خوب شرمندہ کیا اور ان کی روز مرہ کی لن ترانیوں پر خوب فضیحت کی کہ وہ منہ چھپا کر اپنے اندر جا گھسے۔ یہ تو ان کو حق تھا جو چاہتے کرتے کیونکہ قادیانی اپنے لئے سب سزائیں منظور کر چکا ہے، اس کے چیلے بھی اس کے مستحق ہیں۔

پرانے مسیحیوں نے کچھ بے جا الفاظ بحق اسلام بھی اس خوشی میں آ کر لکھ مارے جوان کے بے جا تعصب پر دلالت کرتے ہیں۔ اس مباحثہ میں کوئی مسلمان، عیسائیوں کے مقابل نہ تھا۔ تماشائی ہونا اور بات ہے، یوں تو ہندو بھی شریک ہوں گے۔ نہائت افسوس ہے کہ قادیانی کا خالہ زاد سالہ جو تھوڑی مدت سے پرانے مسیحیوں میں ملا ہے ،اس جھگڑے کا نام مسیحیوں اور محمدیوں کا جنگ مقدس رکھے۔ یہ خود نیا مسیحی اور مسلمانوں کا فتوی اپنے نئے مسیح کے حق میں دیکھ چکا تھا۔ اور کچھ نہیں تو پادری کلارک کا اشتہار تو دیکھا ہوگا۔ جو اہل جنڈیالہ کیلئے مشتہر ہو چکا ہے۔

(اور اس اشتہار کے اخیر میں سعدی لودیانوی کی نظمیں اور غزلیں ہیں جن کو اہل اسلام کمال شوق سے پڑھتے ہیں۔ ازاں جملہ چند ابیات یہاں نقل کئے جاتے ہیں)

درجوّ سماء چند بتابد شررے چند — در باغ بماند شجرے بے ثمرے چند
مرزا توئی الحق فرط اعور دجال — گشتند دوان در پس تو کورو کرے چند
تصدیق نصاری و یہود از عجب نیست — دجالی و دجال دہد شان پرے چند
گرفت یکے دریتیم آ ملے از وے — درسلک غزل سفت جو صائب گہرے چند
بنما بصاحب نظرے گوہر خود را — عیسی نتوان گشت بتصدیق خرے چند

مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ اس اشتہار کی نثر و نظم بلکہ عنوان ہی بتا رہا ہے کہ یہ عیسائیوں کے دعوی فتح بمقابلہ اسلام کا ردّ ہے، نہ کہ اسلام پر ان کے فتح پانے کا اثبات۔

☆ پانچواں اشتہار اس عنوان کا ہے

فتح اسلام بہ شکست قادیانی ناکام

اس کو بھی سعدی لودہانوی و دیگر مسلمانان لودیانہ نے شائع کیا ہے اس کا عنوان صاف بتا رہا ہے کہ اس اشتہار کے مشتہرین نے قادیانی کے جھوٹا ہونے کو اسلام کی فتح قرار دیا ہے، نہ عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اسلام۔ اس اشتہار میں قادیانی کے اس عذر مصداق عذر بدتر از گناہ کا جو دو ورقہ اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ذریعہ سے اس نے شائع کیا ہے، کمال خوش اسلوبی سے جواب دیا ہے۔ یہاں اس اشتہار سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

ارے او بے وفا غدار مرزا ارے پرفتنہ و مکار مرزا
مسیح کاذب و مہدی کذاب سراپا جھوٹ کے انبار مرزا
تیرا چھوٹا سا منہ اتنی بڑی بات نہ ہو کیونکر ذلیل و خوار مرزا
پڑ یگی ہر طرف سے تجھ پہ لعنت بس اب ہر وقت رہ طیار مرزا
ذرا خوش ہو کے گھر جا کر دکھانا گلے میں لعنتوں کا ہار مرزا
خفا مت ہو کہ عبدالحق سے تو نے طلب کی تھی یہی پھٹکار مرزا
نشانہ کیسا اس تیر دعا کا ہوا تیرے جگر سے پار مرزا
تجھے روتے ہی گذرے پندرہ ماہ ہوئی حالت یہ تیری زار مرزا
ولے پھر بھی نہ مرنے پایا آتھم وہ ہے پہلے سے بھی طیار مرزا
رگ جان کاٹنے آیا تھا تیری ستمبر کی چھٹی کا تار مرزا
کہاں ہیں سیالکوٹی واحدالعین ترا مداح کج رفتار مرزا
کہاں ہے تیرا نوردین واحسن فصیح درامد طرار مرزا
مصیبت ہر طرف سے تجھ پہ آئی انہیں سے کر تو استغفار مرزا

ولہ ایضاً

غضب تھی تجھ پر ستمگر چھٹی ستمبر کی نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی
تیرے حریف کو فیروز پور سے لائی یہ ریل ہے جو تیرا خر چھٹی ستمبر کی
ذلیل و خوار ندامت چھپا رہے تھے کہ تھا تیرے مریدوں پر محشر چھٹی ستمبر کی
یہ لودیانہ میں مرزائیوں کی حالت تھی کہ جینا ہو گیا دوبھر چھٹی ستمبر کی
سوا برس کے تھے امیدوار سب مایوس مرید اعرج و اعور چھٹی ستمبر کی
مسیح و مہدی کذاب نے منہ کی کھائی یہ کہتے پھرتے تھے گھر گھر چھٹی ستمبر کی
ہے روسیاہ مثل مسیلم و اسود ملاحدہ کا وہ رہبر چھٹی ستمبر کی
یہ قادیانی کی تذلیل کس لئے تھی؟ جو نہ تھا مباہلہ کا اثر چھٹی ستمبر کی

☆ چھٹا اشتہار اس عنوان کا ہے۔

نئے اور پرانے عیسائیوں کی
جنگ مکدّر کے نتیجے پر محمدیوں کا ریویو

اس کو میاں امام الدین صاحب ساکن لاہور محلّہ گیلانیاں نے شائع کیا ہے اور اس میں اول سے آخر تک عیسائیت ہی پر لے دے ہوئی ہے، مرزا قادیانی کی بھی حسب ضرورت خدمت کی گئی ہے ۔اس کے ابتدائی فقرات کا خلاصہ یہ ہے

محمد سعید مسیحی صاحب کو واضح ہو کہ تمہارا اشتہار بنام مسیحیوں اور محمدیوں کی جنگ مقدس کا نتیجہ، ہماری نظر سے گذرا۔ جو کچھ تم نے قادیانی صاحب کی نسبت لکھا ہے، اس سے ہم کو کچھ سروکار نہیں، کیونکہ ہم خود اس تمہارے جنگ وجدال سے پہلے ہی قادیانی کو دجال، مردود، کاذب، بے ایمان وغیرہ سمجھتے ہیں۔اور وہ بالکل محمدی نہیں ۔اور تمہارا کروڑ ہا اہل اسلام (جو اس کو ایسا ہی جانتے اور سمجھتے ہیں) طرف سے (اس قادیانی کو) مناظر قرار دینا سراسر نادانی اور کم فہمی پر مبنی ہے ۔اور اس کی ہار جیت کو کل اہل اسلام کی ہار جیت تصور کرنا، اس سے بڑھ کر حماقت کی نشانی ہے .

ناظرین بتاؤ (اس اشتہار میں) عیسائیوں کی تائید ہے یا ان کا سراسر رد ہے۔

☆ ساتواں اشتہار اس عنوان کا ہے

مرزائی الہام اور مسیحی تعلیم پر مختصر ریمارک

جس کو غلام احمد صاحب اخگر ساکن کٹڑہ بھنگیاں امرتسر نے شائع کیا ہے ۔اس کے نصف حصہ میں قادیانی کے عذر بدتر از گناہ کا، جو دوورقہ ۹ ستمبر۱۸۹۴ء کے ذریعہ سے اس نے شائع کیا ہے، جواب ہے اور نصف حصہ میں پرانے عیسائیوں پر لے دی کی ہے۔

☆ آٹھواں اشتہار اس عنوان کا ہے

غلام قادیانی اور اس کے الہام شیطانی

یہ اشتہار ضمیمہ اخبار درّۃ الاسلام لاہور میں شائع ہوا ہے۔اس میں پہلے مرزا قادیانی کی خبر لی ہے، پھر پرانے عیسائیوں پر لے دے کی ہے۔

مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ اس قسم کے اور بھی اشتہار اہل اسلام کی طرف سے شائع ہوئے۔اور ان میں سے کسی اشتہار میں عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اسلام تسلیم نہیں کی اور نہ اس پر کسی مشتہر نے مسرت ظاہر کی۔اس دعوی میں قادیانی نے مسلمانوں پر افتراء کیا ہے۔

اخبارات بر انجام آتھم

مولانا بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ ہندوستان کے اکثر اخبارات (اسلامی اور غیر اسلامی) نے آتھم والی پیش گوئی کے دروغ ہونے پر مرزا غلام احمد قادیانی کو دروغگو قرار دیا اور اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی فتح یابی کا اعتراف اور اس پر مسرت کا اظہار کیا۔کسی نے اس مقابلہ میں عیسائیوں کو مسلمانوں پر فتح یاب نہیں کیا۔اس مقام میں صرف چند اسلامی اخباروں کے مضامین کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

جریدہ روزگار، مدراس

اس نامور اور مشہور اخبار دکن و مدراس نے پرچہ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۴ء اس پیش گوئی کے متعلق لاہور کے ایک اخبار سے جو مضمون نقل کیا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے

مرزا صاحب کی پیش گوئی کے غلط ثابت ہونے پر سنا ہے کہ ان کے معتقدین کو بہت رنج اور پریشانی ہوئی ہے اور وہ بہت شکستہ دل ہو گئے ہیں اور واقعی انہیں ہونا بھی چاہیے کیونکہ ان کے مریدوں میں سے ہر ایک کے دل میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ گئی تھی کہ پیش گوئی ضرور صحیح ہوگی اور عبداللہ آتھم مریں گے اور ضرور مریں گے۔زمین و آسمان ٹل جائیں گے اور یہ پیشین گوئی نہ ٹلے گی۔مگر افسوس ہے کہ پیشین گوئی صحیح نہ نکلی اور اس پر مخالفین مرزا صاحب کو بہت کچھ مضحکہ اڑانے کا موقع ملا۔۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو اس پیشین گوئی کی میعاد پوری ہوئی اور ۶ ستمبر کو صبح ساڑھے سات بجے عبداللہ آتھم صحیح و سلامت فیروز پور سے لاہور پہنچے اور ۸ بجے کی گاڑی میں امرتسر کو روانہ ہو گئے

جہاں عیسائیوں نے بڑا بھاری جلسہ کیا اور حد سے زیادہ خوشی منائی۔

اب عوام کی نظریں اس بات کی طرف لگی ہوئیں تھیں کہ مرزا صاحب اپنی اس صداقت پر کیا ارشاد فرمائیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے لوگوں کے انتظار کو رفع کر دیا ہے اورانہوں نے اس معاملہ پر ایک تقریر شائع کر دی ہے۔اس کو طول ہونے کے باعث تو ہم بلفظ شائع نہیں کر سکتے مگر خلاصہ اس کا یہ ہے (اس کے بعد قادیانی کے عذر بدتر از گناہ کا خلاصہ، جو مضمون آئندہ میں منقول ہوگا، نقل کر کے کہا ہے) مرزا صاحب اس معاملہ میں خواہ کچھ ہی کہیں اور عیسائی صاحبان اس کا خواہ کچھ ہی جواب دیں، مگر اسلام قدیم کے ماننے والے کبھی اس کو اسلام کے متعلق نہیں سمجھیں گے۔ کیونکہ ان کو مرزا صاحب کی نہ اس پیش گوئی پر اعتقاد تھا اور نہ اس تقریر پر یقین اور اعتقاد ہے۔اسلئے عیسائیوں کو اس گھمنڈ میں نہ آجانا چاہیے کہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی صحیح نہ نکلنے پر وہ اسلام پر فتح یاب ہو گئے۔ یہ پیشینگوئی کا معاملہ خاص مرزا صاحب کی ذات سے متعلق تھا جن کو مثیل مسیح ہونے کا دعوی تھا اور جس کو تنے چندان کے مریدوں کے راسخ الاعتقاد مسلمانوں نے اس وقت تک ہرگز نہ مانا اور نہ آئندہ مانیں گے۔

سراج الاخبار، جہلم

اس اخبار کے پرچہ ۲۴ ستمبر ۱۸۹۴ء میں مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے پر اور پھر اس جھوٹا ہونے کے بعد عذر بدتر از گناہ کرنے پر جو مضمون شائع ہوا ہے اس کی عبارت یہ ہے

مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت جس صراحت و وضاحت سے بالکل خلاف واقع اور سراسر غلط نکلی ہے، اگر مرزا صاحب کو کچھ بھی شرم و حیا ہوتا، تو یقین تھا کہ وہ صاف الفاظ میں اپنی غلطی اور سہو وخطا کا اقرار کر لیتے، اور بے چارے الہام کو بدنام اور مضحکہ طفلان نہ بناتے۔مگر اب جو انہوں نے اپنی پیشگوئی کے غلط ثابت ہونے پر ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ایک تقریر فتح اسلام کے بارے میں مختصر تقریر کے عنوان سے شائع کی ہے، اور جس کی دو کاپیاں قادیان سے ہمارے پاس بھی پہنچی ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب صرف چالبازی، دھوکہ دہی اور بے جا تاویلیں کرنے میں ہی یگانہ آفاق نہیں ہیں، بلکہ پرلے درجے کے ڈھیٹھ اور بے شرم اور سچ

مچ   شرم چہ کنی ست کہ پیش مردان بیاید   کے مصداق بھی ہیں۔

(پھراس عذر بدتر از گناہ کا خلاصہ، جو آئندہ مضمون میں بیان ہوگا، نقل کر کے اس کا دنداں شکن جواب دیا ہے اور اخیر مضمون پر کہا ہے)

. ہماری دانست میں مرزا صاحب کو چاہیے کہ مرزا احمد بیگ صاحب کے داماد کی پیش گوئی کی نسبت ابھی سے کوئی تاویل گھڑ کر شائع کر دیں کیونکہ اس کی میعاد کے ختم ہونے میں بھی صرف چند روز باقی رہتے ہیں۔اور وہ نو جوان اس وقت مزے سے راولپنڈی میں دندنا رہا ہے۔

وفادار ، لاہور

اس اخبار کے پرچہ ۱۵ ستمبر میں بڑا بسیط مضمون ہے جس میں قادیانی اور پرانے عیسائیوں، دونوں کی اچھی خبر لی گئی ہے۔اس کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی کی پیشین گوئی
اور مسٹر عبداللہ آتھم کی مذہبی صداقت

سچ کہنے میں بدترین خطرات، جھوٹ کہنے میں ضمیر پر بدنما دھبہ۔گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کا سامعاملہ۔پس جھوٹ سے گریز اور توبہ ہزار توبہ، ہاں راستی موجب رضائے خداست۔مرزا قادیانی کی مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت پہلی پیش گوئی غلط، اغلط، جھوٹ اور سراسر جھوٹ ثابت ہونے پر بعض عام اور بازاری لوگ ناواقفیت سے اسلام پر برسے، نامعقول فقرات اور اعتراض ہوتے ہیں۔اور خاص لوگ، مگر غیر مذہب والے، متانت سے اپنے دلی مذہبی تعصب کے خیالات کے ظاہر کرنے میں اپنا زورقلم دکھا رہے ہیں جو بے شک زبردستی اور غلطی کر رہے ہیں۔پہلے خیال کے لوگ مذہبی امور سے ناواقف ہیں، مگر دوسرے واقف ہو کر اسلام کی تحقیر پر وضعداری سے کمربستہ ہیں۔ہم دونوں خیالات والوں کی علت مرزا قادیانی کی جھوٹی پیش گوئی سمجھتے ہیں۔نہ کچھ اور، جس کی وجہ سے ہم بلا تامل اصول مذہب اور مذہبی اشتغال کی وجہ سے ایسا کہنے میں دریغ نہیں کرتے کہ اسلام ایسے صادق مذہب اور اسلام کے نبی مخبر صادق پیغمبر ﷺ کے اصول مذہب کو بدنام اور ان کی تحقیر کرنے والہ مرزا قادیانی

ہے، نہ کوئی اور۔ جس کے بعد ہم ایسا کہنے میں بے اختیار ہیں کہ او مرزا، او قادیانی! او جھوٹے مسیح! او غلام! احمد کے پاک اور صادق اصول کو اپنی دروغ گوئی سے بدنام کرنے والے! او یا عبدالدرا ہم والدنانیر مرزا! خداوند تجھے تیری بدنیتی اور تیری جھوٹی پیش گوئی کے صلہ میں اور تو خیر مگر کم از کم تیری جھوٹی پیش گوئی کے نتیجہ کے تمام فقرات کا تجھ پر ہی خاتمہ کر کے تمام دنیا میں تجھے عبرت مجسم بنا کر اسلام کی صداقت کی زیادہ تر صریح نظیر قائم کرے اور عام طور پر جتلا دے کہ تیری ایسی بدنیتی اور شہرت پسندی کے خیال سے ایسی جھوٹی پیش گوئی کرنے والے دنیا میں ایسے ذلیل ہوا کرتے ہیں۔

وزیر ہند، سیالکوٹ

اس اخبار کے پرچہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء میں ایک کھلی چٹھی بنام مرزا قادیانی چھپی ہے، جو بلفظہ درج کی جاتی ہے

مرزا صاحب! اگرچہ آپ پر لعنت کی بوچھاڑ تحریراً وتقریراً ہر لحظہ، بلکہ ہر دم پڑ رہی ہے، اگرچہ علماء آپ کی تکفیر کر چکے، عوام تکذیب اور غیر اقوام تذلیل وتضحیک، اگر اس نازک وقت میں آپ کا کوئی ساتھ نہیں دے سکتا مگر میں از راہ ہمدردی وغم خواری آپ کے دل کو بڑھانے کیلئے آپ کو اس مشہور انگریزی فقرہ کی طرف متوجہ کرتا ہوں، جس کے الفاظ یہ ہیں ٹرائی ٹرائی ٹرائی اگین Try, try again ، یعنی اگر اس دفعہ کوئی کامیابی نہیں ہوئی، تو نہ سہی، دوسری دفعہ سہی۔ اگر دوسری دفعہ بھی ناکامی رہی، تو چلو بلا سے، تیسری دفعہ ہی سہی۔ آپ نے سنا نہیں کہ گر گر کر ہی سوار ہوا کرتے ہیں۔ چلو اگر بجائے بیٹا کے، بیٹی ہو پڑی، تو کیا؟ اگر ۲۱، اگست ۱۸۹۴ء کو احمد بیگ کی بیٹی والہ الہام نہیں پورا ہو سکا تو نہ سہی۔ اب اگر آتھم صاحب کی موت کا الہام باطل ہو گیا تو کیا؟ آپ تو ماشاء اللہ مرد ہیں، شرم وحیا کو بالائے باق رکھیں۔ یہ زنانہ وصف آپ جیسے مردوں کے شایان حال ہی نہیں ہے۔ نشنیدہ کہ گفتہ اند

شرم چہ کنی ست کہ پیش مردان بیاید

آپ اپنے الہامات یکے بعد دیگرے ضرور شائع کرتے جاویں اور کسی کی چنین اور چناں کی طرف خیال تک نہ کریں، خواہ وہ سب کے سب اسی طرح یکے بعد

دیگرے جھوٹے نکلتے جاویں ۔غرض آپ ہمت نہ ہاریں اورجھٹ پٹ کوئی اورتازہ الہام شائع کر دیویں ۔ دیکھتے نہیں آپ کیا تھے اور کیا بن گئے؟ یہ سب ہمت اور استقلال کا نتیجہ ہے ۔آپ ماشاء اللہ پہلے محض امی تھے ۔آپ عالم بنے ۔ پھر درجہ بدرجہ مئولف، مصنف، مجدد، ملہم ، حارث، مہدی دوراں، مسیح الزمان، مثیل مسیح، مہدی منتظر، مسیح موعود، احمد، مثیل محمد ۔حتی کہ آئینہ کمالات میں آپ خود خدا بن بیٹھے ۔زمین و آسمان ومافیھا کے خالق ومدبر وغیرہ ۔مرزا صاحب بڑے بڑے کام تو آپ نے بھگتا لئے ہیں، اب مسٹرآتھم کے الہام کے جھوٹا نکلنے پر آپ نے ہمت ہاردی تو بس تر کی تمام شد۔ آپ کا پرانا اور سیالکوٹ میں سب سے پہلا یارغم خوار

ابو المسیح احمد انکم ٹیکس کلارک ضلع سیالکوٹ ۔

وزیر ہند کے پرچہ یکم اکتوبر ۱۸۹۴ء میں ایک مضمون شائع ہوا جسکا عنوان تھا

مرزائیوں اور عیسائیوں کی لڑائی
فریقین کی گمراہی، اسلام کی سچائی
مرزائیوں کی روسیاہی ، بعدش، کمال درجہ کی بے حیائی

اس مضمون میں پرانے عیسائیوں اور قادیانی دونوں کی اچھی طرح خبر لی گئی ہے اور جو بات عنوان میں کہی ہے وہ خوب ثابت کردکھائی ہے ۔

نورعلی نور، لودھیانہ

اس اخبار کے دو ایڈیٹر ہیں ۔ایک مسلمان سنی (مولوی نورمحمد حقانی) دوسرا مرزائی (میاں الہ دین جلدساز)۔سنی اڈیٹر نے پرچہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں

مرزا کی پیش گوئی غلط ہونے کا باعث

عنوان قائم کرکے پہلے یہ عذر کیا اور کہا کہ اگرچہ ہم قبل از وقت اپنے اکثر احباب سے مرزا

کی پیش گوئی غلط ہونے کی نسبت رائے قائم کر چکے تھے، مگر بپاس خاطر میاں الہ دین درج اخبار کرنے کو ایک وقت معین پر ملتوی رکھا تھا، جس کو اب بارہ تیرہ روز ہوئے اور اس عرصہ میں مرزا اور اس کے چیلوں سے کوئی معقول جواب نہ بن پڑا (یہ الفاظ سنی ایڈیٹر صاحب کے مشعر ہیں کہ میاں الہ دین مرزائی ہونے کی وجہ سے سنی اڈیٹر کو اس پیش گوئی کے برخلاف رائے ظاہر کرنے سے مانع رہے۔ ورنہ وہ پہلے ہی یہ رائے شائع کر دیتے)۔

اس کے بعد سنی ایڈیٹر نے اس پیش گوئی کا غلط و دروغ ہونا اور قادیانی کا عامل عمل مسمریزم (مگر ناقص و ناتجربہ کار) ہونا ثابت کیا۔ اور اس کے عذر کا (جو اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۳ء میں اس نے شائع کیا ہے) عذر بدتر از گناہ ہونا ثابت کیا ہے۔ عیسائی مرزائی اڈیٹر (میاں الہ دین کو اس پیش گوئی کے برخلاف رائے ظاہر کرنے کے بعد عیسائی مرزائی کہنا شائد اس سوال ناظرین کا محل ہوگا کہ وہ تو قادیانی کے عقائد جدیدہ سے تبری ظاہر کر رہے ہیں۔ پھر ان کو عیسائی مرزائی کیوں کہا گیا؟ اے حضرات ناظرین باتمکین، اس کی دو وجہ ہیں۔ اول ان کا وہی قول ہے جو بیان قادیانی کے جواب میں انہوں نے کہا ہے اور متن میں منقول ہے اور وہ ہم کو ایک معزز اور معتبر سنی مسلمان کے ذریعہ سے پہنچا ہے۔ دوسری وجہ یہ قول خداوندی ہے انّ الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفراً لّم یکن اللہ لیغفر لھم و لا لیھد یھم سبیلاً ۔ نساء۔ ع ۲۰، اور الا الذین تابوا و اصلحوا و اعتصموا باللہ و اخلصوا دینھم للّٰہ فاولئک مع المؤمنین ۔ نساء۔ ع ۲۱، کہ جو لوگ ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر اس کفر میں بڑھ گئے، خدا ان کو نہ بخشے گا اور نہ ہدایت کرے گا۔ مگر ان کو جو تائب ہوئے اور انہوں نے اس فساد کی اصلاح کی اور اپنے دین کو خالص کر لیا وہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں۔

اور میاں الہ دین کا یہ حال ہے کہ لودہانہ کے رہنے والوں پر مخفی نہیں ہے کہ وہ پہلے مسلمان تھے، پھر عیسائی مرزائی ہوئے۔ پھر جب سید عباس علی صاحب مرحوم ومغفور، مرزا قادیانی کے پنجہ سے نکل کر تائب ہوئے، تو ان کے ساتھ میاں الہ دین بھی تائب ہوئے اور اسلام میں آ گئے۔ جب وہ امرتسر کے مباحثہ عیسائیوں میں شامل ہوئے تو مرزا قادیانی کے ملحدانہ اصول اور تقاریر سن کر بے علمی و ناواقفی کے سبب ان کی رال ٹپک پڑی اور پھر عیسائی مرزائی ہوئے۔ اور اس میں ایسے بڑھے کہ اخبار بھی قادیانی کے کمالات کا فوٹو بنا دیا جس کے سبب سے مسلمانان قصبہ روپڑ وغیرہ نے خریداری اخبار سے انکار کر دیا۔ اب اس پیش گوئی سے قادیانی کی روسیاہی دیکھ کر اور چاروں طرف کی لعنت ملامت سے .. پھر مسلمان ہونے کا دعوی کر رہے ہیں لہذا بحکم آیہ منقولہ بالا ان کے اس اسلام کا اعتبار نہیں جب تک کہ وہ ایک مدت تک قادیانی کے عقائد وغیرہ کا علانیہ مجلسوں میں اور اخبار میں اسی طور پر رد نہ

کریں جس طور پر اس کے محامد وفضائل بیان کر چکے ہیں اورا لا الذین تا بوا و اصلحوا کا پورا مصداق نہ بن جائیں) نے اس پیش گوئی کے جھوٹ ہونے پر اسکے برخلاف اشتہار دینا چاہا تو لودیانہ کے حواریان قادیانی اس کے گرد ہو گئے اور بولے کہ ہم نے سنا ہے کہ تم حضرت اقدس (اکذب) کے برخلاف اشتہار دینے والے ہو۔اس کے جواب میں اڈیٹر صاحب مرزائی نے کہا کہ میرا عقیدہ تو وہی ہے جو آپ کو معلوم ہے، مگر کیا کریں شہر کے لوگ بہت دق (تنگ) کرتے ہیں۔ان دق کرنے والے مسلمانوں خصوصاً نور علی نور کے خریداروں کے پاس خاطر اور خوف سے اپنے اسی پرچہ ربیع الاول میں یہ مضمون شائع کیا جو بعینہ آپ کے الفاظ سے (مگر بحذف واختصار) نقل کیا جاتا ہے۔آپ لکھتے ہیں:۔

جنگ مقدس کی پیش گوئی کا خاتمہ

مرزا صاحب نے مباحثہ امرتسر میں مسٹر عبداللہ آتھم کے پندرہ مہینے کے اندر اندر مرنے کی جو پیش گوئی کی تھی اس کے اخیر مرزا صاحب نے خود ہی بطور فیصلہ یہ اقرار کیا ہے۔(اس کے بعد اڈیٹر مرزائی نے وہ عبارت قادیانی پرچہ جنگ مقدس سے نقل کی ہے جو اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد۱۶ کے صفحہ ۳۵ میں منقول ہے)

(اس کے بعد کہا ہے). اب چونکہ اس پیش گوئی کی میعاد گذر کر بارہ تیرہ روز ہوئے اور عبداللہ آتھم عیسائی اب تک زندہ اور بالکل تندرست ہے اور مرزا صاحب نے اپنے اشتہار فتح الاسلام میں جو تاویل کی ہے وہ بالکل قابل اطمینان نہیں ہے۔پس اب ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ المرء یؤ خذ باقرارہ آدمی اپنے اقرار کے سبب آپ گرفتار ہوتا اور پکڑا جاتا ہے۔اور ہم مرزا صاحب کے عقائد جدیدہ (یعنی اپنے آپ کو مسیح موعود قرار دینا) کو نہیں مانتے۔ ہمارے وہی عقائد ہیں جو پیغمبر ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اور سلف صالحین فرقہ اہل سنت والجماعت سے برابر اب تک منقول اور متواتر ہیں۔والسلام۔العبد۔کمترین الہ دین جلد ساز لودیانوی واڈیٹر نور علی نور

کپورتھلہ اخبار

اس اخبار کے پرچہ ۲۴ ستمبر ۱۸۹۴ء میں بیان کیا ہے کہ

مرزا قادیانی نے عیسی ہونے کا دعوی کیا تو اس پر اعتراض ہوا کہ دجال ابھی نکلا ہی نہیں

عیسیٰ مسیح کیوں نازل ہوا؟ تو اس نے پادریوں کو دجال قرار دیا۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ اسی دجال کے قلع قمع کو خدا نے مجھے نازل کیا ہے تا کہ سحر فرنگ کا موم کا بت آسمانی اعجاز کے پتھر سے توڑ دیا جائے اور چند سادہ لوحوں کو اپنا گرویدہ بنا کر تھوڑے عرصہ میں ایک جمیعت بہم پہنچا کر اپنے قرار دادہ دجال کے مقابلہ کیلئے دمشق (قادیان) سے نکلا اور امرت سر میں اس کے مقابلہ میں صف آراء ہوا۔ آخر پندرہ دن میں یہ فیصلہ ہوا کہ عین غروب آفتاب کے وقت مسیح کے لشکر پر ہزیمت پڑی اور اس کے جان نثار سر پر پاؤں رکھ کر میدان سے بھاگے اور بجائے اس بات کے دجال مسیح کے ہاتھ سے باب لدّ پر قتل ہو، مسیح آپ ہی دجال کے ہاتھ سے سخت مجروح ہو کر بھاگ کر دمشق (قادیان) میں جا چھپا۔ اگرچہ مرزا قادیانی ایسے زبردست حریف کا مقابلہ کرنے سے تمغات لعنت کا مستحق تو ہو گیا، لیکن افسوس ہے کہ وہ اس زخم کاری سے جانبر نہ ہو گا۔...

اب اے مقدس حواریین فرمائیے! کیا اسلام صدہا سال سے مسیح کے زیر سایہ اسی فتح و کامیابی کا انتظار کر رہا تھا جو آج کل آپ کے مسیح کو نصیب ہوئی ہے؟ کیا سحر فرنگ کا موم کا بت اسی طرح توڑا جاتا ہے۔ کیا بت پرستی کی بنیاد یوں ہی اکھاڑی جایا کرتی ہے۔ اتّقو اللہ اتّقو اللہ اتّقو اللہ۔ اور یہ بھی فرمائیے کہ یہ شکست و ندامت جو آپ کے مسیح کو دجال کے مقابلے میں حاصل ہوئی ہے، اس کا کسی حدیث میں ذکر ہے کہ مسیح موعود صرف قتل دجال اور ترقی اسلام کے واسطے نازل ہو گا اور دجال کے مقابلہ میں ذلیل ہو گا، اور اس کے متبعین جو مقبولان بارگاہ ایزدی ہوں گے، اسے دمشق میں دشمنوں کے پنجہ میں چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو بھاگ جائیں گے اور اپنے امام کو دشمن کے رحم پر چھوڑ دیں گے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ ایسا کسی پیشگوئی میں نہیں بلکہ اس کے خلاف معاونین مسیح کی جان نثاری، اسلام کی شرطیہ فتوحات اور دجال کی شکست و قتل کی بشارتیں جابجا پائی جاتی ہیں، جو بے شک اپنے وقت پر ظہور میں آئیں گی۔ پس ثابت ہوا کہ نہ تو قادیانی مسیح ہے، نہ ملہم، نہ مجدد۔ بلکہ یہ سارے جھگڑے دنیا طلبی کے واسطے ظہور میں آئے۔ الحمد للہ کہ اس شکست سے اسلام کو کچھ بھی تعلق نہیں، کیونکہ مرزا کو اسلام کی طرف سے وکالت یا نیابت کی کوئی سند نہیں ملی ہوئی تھی جس سے اس کی شکست اسلام سے منسوب ہو سکے، بلکہ اسلام نے تو اس کو پہلے ہی مطرود اور مردود کر دیا

تھا۔ اب اگر کوئی متعصب و ناحق شناس، مرزا کی شکست و ذلت کو اسلام سے منسوب کرے تو وہ خود ذلیل در ذلیل سمجھا جائے گا۔

☆ مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس قسم کے مضامین دیگر اسلامی اخبارات (پیسہ اخبار۔ ملا دو پیادہ، وغیرہ) میں بھی درج ہیں۔ غیر اسلامی اخبارات کا انتخاب ہمارا مقصود و مطلوب نہ تھا مگر دو باتیں (ایک بے انصاف عیسائیوں کو، دوسرے گورنمنٹ کو) جتانے کی غرض سے ہم دو تین غیر اسلامی اخبارات کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

ایک بات (جو عیسائیوں کو جتانے کے لائق ہے) یہ ہے کہ غیر اسلامی اخبارات خصوصاً عیسائی اخبار نور افشاں نے مرزا قادیانی کی اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے سے اسلام کو جھوٹا نہیں کہا۔ یہ ان بے انصاف عیسائیوں کو عبرت و ہدایت کا موجب ہوسکتا ہے جو مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کو اسلام کا جھوٹا ہونا کہہ رہے ہیں۔

دوسری بات (جو گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ہے) یہ ہے کہ غیر اسلامی اخبارات نے اس حرکت بے جا قادیانی کو مؤاخذہ عدالت کے لائق قرار دیا ہے۔

☆ لاہور کا پرانا اخبار **کوہ نور** ۱۱ ستمبر ۱۸۹۴ء کے پرچہ میں اس پیشگوئی کا جھوٹ ہونا ثابت کر کے لکھتا ہے

ہم یہاں یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر عیسائی اس پیش گوئی کو تمام مسلمانوں کی طرف سے خیال کریں تو ان کی سخت غلطی ہوگی کیونکہ مرزا قادیانی اپنے اعمال و افعال کا خود جوابدہ ہے، نہ کہ اسلام۔ معدودے چند آدمیوں کے سوا ہندوستان کے تمام اہل اسلام مرزا قادیانی کو سخت نفرت اور حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اس کی پیش گوئیاں خود مسلمانون کے نزدیک مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں

۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کی صبح کو عبداللہ آتھم فیروز پور جاتے ہوئے تھوڑی دیر کیلئے لاہور ریلوے سٹیشن پر ٹھہرے تھے۔ بہت سے لوگ کمال اشتیاق سے ان کو دیکھنے گئے تھے جنہوں نے ان کو صحیح و سلامت دیکھ کر خوشی ظاہر کی۔ فوراً یہ خبر لاہور میں پھیل گئی۔ عام جوش مسرت اور خوشی کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ۶ ستمبر کا دن مسلمانان لاہور کیلئے عید سے کسی طرح کم نہ تھا۔ بالفرض مرزا قادیانی کی پیش گوئی صحیح بھی نکلتی تو پھر بھی ان

کوایک نجومی یا رمال سے زیادہ وقعت نہیں دی جاسکتی تھی کیونکہ بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ نجومیوں کی پیش گوئیاں صحیح ثابت ہوئی ہیں۔ مرزا صاحب نے اعلان دیا تھا کہ اگر یہ پیشینگوئی غلط نکلے تو میرے گلے میں رسہ ڈال کر تشہیر کیا جائے اور پھانسی پر چڑھایا جاوے وغیرہ۔ لیکن مرزا صاحب کو اس بات کا یقین ہے کہ برٹش عہد سلطنت میں کوئی ان کے گلے میں رسہ ڈالنے نہیں آئیگا، پھانسی کا تو کیا ذکر ہے۔ لیکن اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو وہ کم سے کم تخویف مجرمانہ کے ضرور مرتکب ہوئے ہیں اور عبداللہ آتھم، ملک پر احسان کریں گے اگر وہ اس ملہم کاذب کو عدالت کے کٹہرے میں لاکر کھڑا کریں گے واقعی یہ امر نہایت غیر مستحسن ہے کہ ایک شخص کو پوری آزادی دی جاوے کہ وہ خوفناک پیشگوئیوں سے لوگوں کو ڈراتا پھرے۔ یہ برٹش گورنمنٹ کے عہد سلطنت کی برکت ہے کہ مسیح ومہدی تو کیا، اگر کوئی خدائی کا دعوی بھی کرنے لگے، تو کسی کو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ ایران اور روم تو اسلامی سلطنتیں ہیں، روسی عملداری میں بھی ایسے مدعیان خرد کیلئے سائبیریا موجود ہے۔

☆ اس اخبار میں جو اس آزادی کو غیر مستحسن قرار دے کر پھر اس کو برٹش گورنمنٹ کی برکت کہا گیا ہے اس سے صاحب اخبار کو نور کی مراد بے برکتی ہے۔ اور واقع میں بھی کسی کو اس حد تک آزادی دینا جو رعایا اور گورنمنٹ کے جان و مال کو نقصان پہنچاوے، برکت نہیں ہوسکتی۔ بلکہ یہ ناجائز آزادی ہے جس سے گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور عام لوگوں کا گورنمنٹ پر یہ گمان ہوتا جاتا ہے کہ گورنمنٹ ایسے لوگوں کی طرف دار ہے اسلئے وہ اس (مرزا) کو اس آزادی سے نہیں روکتی اور وہ یہ چاہتی ہے کہ ایسے لوگ تفرقہ انداز پیدا ہوں اور لوگوں میں پھوٹ ڈالتے رہیں۔ اور وہ اتفاق جو گورنمنٹ کے خیال میں سلطنت کیلئے مضر ہے، پیدا نہ ہونے دیں۔ یہ خیال صرف عوام کا ہی نہیں بلکہ خاص پرنسپل اشخاص اور لیڈروں کا ہے جس کو وہ بذریعہ اخبارات مدت ہوئی ظاہر کرچکے ہیں۔ اور عوام تو اس سے زیادہ کہتے ہیں جس کا اظہار پبلکلی مناسب نہیں کیونکہ وہ مستان را سرود یاد دہانیدن کا مصداق بنتا ہے۔ ہاں گورنمنٹ پرائیویٹلی دریافت کرے گی تو ہم ظاہر کردیں گے۔ لہذا گورنمنٹ کا خسروانہ اور منصفانہ فرض ہے کہ اگر عبداللہ آتھم یا کوئی اور صاحب قادیانی کی

اس حرکت بے جا پر چارہ جوئی نہ کریں، تو گورنمنٹ خود مداخلت کرے اور اس کو نقصان و ایذا رسانی اور تخویف مجرمانہ کی سزا دے اور اس سے جو عامہ خلائق میں نقصان پیدا ہونا نہ صرف احتمالی بلکہ یقینی اور واقعی امر ہے، اس کو روک دے۔ جیسے کہ وہ دیگر دھوکہ دینے والوں کو بلا استغاثہ روک دیتی ہے۔ اور اس کی کوئی وجہ نہیں کہ اگر کوئی شخص کوئی چیز کسی کے پاس فروخت کرے یا جھوٹی دوا دے کر لوگوں کو ضرر پہنچاوے، یا فن طبابت یا جراحی کی آڑ میں کسی کو اس کی موت کی جھوٹی خبر دے کر اس کا مال مارے تو حکومت اس کو مؤاخذہ کرے، اور کوئی جھوٹا الہام بنا کر اس سے لوگوں کو موت سے ڈرا وے اور اس ذریعہ سے ان کا مال مارے تو اس کو گورنمنٹ چھوڑ دے اور ایسی آزادی دے رکھے کہ جس کو وہ چاہے اس الہام سے ڈراوے اور دھمکاوے اور اس کا مال خورد برد کرے۔

اور اگر حکومت یہ عذر کرے کہ لوگ اپنے مالوں کے تصرف میں آزاد و خود مختار ہیں اور اپنے اختیار سے (خوشی سے، خواہ ڈر سے) مال دیتے ہیں، تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے تو پھر وہ ان لوگوں کو کیوں روکتی ہے جن کو لوگ اپنی خوشی سے دھوکہ میں آکر مال دیدیتے ہیں یا انکے ہاتھ سے جانی نقصان پاتے ہیں، اور آخر وہ لوگ دھوکہ باز ثابت ہوتے ہیں۔

اور اگر حکومت یہ عذر کرے کہ الہام کا دعوی کرنا اور اس الہام کے ذریعہ سے اس قسم کی پیشینگوئیاں کرنا ایک مذہبی امر ہے جس میں حکومت مداخلت نہیں کرتی، نیوٹرل رہنا چاہتی ہے، تو اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ پھر حکومت نے ان لوگوں پر کیوں مؤاخذہ کیا اور کیوں ان کو پھانسی دیا، یا توپ کے آگے اڑایا، یا کالے پانی بھجوایا، جنہوں نے اپنے مذہب کے حکم یا بہانہ سے حکومت کا مقابلہ کرنے والوں کا ساتھ دیا؟

یہ قادیانی بھی اس خیال کا آدمی ہے۔ یہ اپنی کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۲۰۱ میں صاف کہہ چکا ہے کہ نافرمان انسان کا مال اور جان اس کے ملک سے خارج ہو کر خدا کے ملک میں ہو جاتے ہیں۔ پھر خدا جس کو چاہتا ہے ان کے مال و جان کا مالک بنا دیتا ہے اور اس کے ہاتھ سے تلف کراتا ہے۔ اور حکومت کی نسبت اپنے خاص مریدوں کو ہشت سال میعاد کی پیش گوئی سنا چکا ہے، جس کا ہم نے بارہا اس رسالہ میں ذکر کیا ہے۔ اب یہ گورنمنٹ کے مقابلہ کے لئے صرف کافی جمعیت کا منتظر ہے۔ کیا اس وقت بھی حکومت اس مقابلہ کو ایک مذہبی امر سمجھ کر مداخلت سے متوقف رہے گی اور اس مداخلت کو خلاف نیوٹریلٹی

سمجھے گی؟ نہیں، ہرگز نہیں ۔ اور یہ امر انصاف کے مخالف ہے کہ جب وہ اپنے الہام اور مذہب کی اجازت سے حکومت پر دست دازی کرے تو اس کو روکا جائے اور جب وہ اسی الہام اور مذہب کے بہانہ سے رعایا کے جان و مال پر دست درازی کرے، تو اس کو مذہبی امر سمجھ کر اس میں دست اندازی نہ کی جائے۔ آئندہ اس امر کو گورنمنٹ خود سوچ لے وہ ہم سے بڑھ کر ایسے امور کو سوچ سکتی ہے۔

☆ نور افشان ۔ لودیانہ

اخبار نور افشان (جو عیسائیوں کا مشہور اخبار ہے) نے اپنے پرچہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء میں کوہ نور کا مضمون مذکور بطور استشہاد نقل کیا ہے تو گویا امر کو مان لیا کہ جو عیسائی اس پیش گوئی کو تمام مسلمانوں کی طرف سے سمجھتے ہیں، اور قادیانی کے جھوٹا ہونے کو تمام مسلمانوں کا جھوٹا ہونا بنا رہے ہیں، وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ نیز اسی پرچہ میں اس پر خود یہ ریمارک کہا کہ

ہم لکھ چکے ہیں (یعنی پرچہ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۴ء میں ہے) کہ مرزائی پیشگوئی کا پورا ہو جانا میسیحیت کی بطالت کی دلیل کسی صورت نہیں ہو سکتی تھی، اور نہ اس کا پورا نہ ہونا محمدیت کے ابطال کیلئے کوئی دلیل ہو سکتی ہے ۔

اور اپنے پرچہ ۵۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں اپنے عیسائی نامہ نگار سے نقل کیا ہے

. مرزا صاحب ہمارے نزدیک آپ کا الہام بہرصورت جھوٹا اور اس کی تاویل باطل ٹھہرتی ہے اور بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ آپ توبہ کریں۔ آپ شوق سے ایسے اشتہار دیویں اور جھوٹوں جتاویں کہ آپ جھوٹے نہیں ٹھہرے۔ اور فتح اسلام، فتح اسلام پکارا کریں، لیکن ان سے نہ تو آپ کی روسیاہی دھوئی جاتی ہے اور نہ فتح اسلام ثابت ہوئی ہے۔ آپ جیسے اولیاؤں کی باتیں فتح اسلام کی دلیل نہیں ٹھہر سکتیں۔ آپ اسلام کو بھی خواہ مخواہ بدنام کر رہے ہو، حالانکہ ہم عیسائی نہیں چاہتے کہ آپ کے سبب اسلام کو بدنام کریں ۔

اور اپنے پرچہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں لکھتا ہے

. نامہ نگاروں کی خدمت میں گذارش ہے کہ آئندہ کوئی مضمون مرزا غلام احمد قادیانی کے بارہ میں بمراد اندراج نور افشان نہ بھیجیں۔ غیرت مند و باحیا شخص کیلئے جس قدر اب تک لکھا جا چکا ہے، کافی سے زیادہ ہے، مگر غالباً نامبردہ کو ان تحریروں سے کچھ بھی غیرت نہ آئی ہوگی۔ پس ایسے شخص کی نسبت کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ درحالیکہ اہل اسلام مرزا قادیانی کو دائرہ اسلام سے خارج، اور مسیحی اس کو ایک کاذب مفتری سمجھتے ہیں، تو اب اس کو اس مہلک طریق میں جو اس نے اپنے لئے اختیار کیا ہے چھوڑ دینا چاہیے اور آئندہ اس کا کچھ ذکر نہ کرنا بہتر ہوگا۔ ایڈیٹر۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ ان عبارات نور افشاں کو وہ بے انصاف عیسائی جو قادیانی پر فتح یابی کو اسلام پر فتح یابی سمجھ کر اس پر بغلین بجاتے تھے، عبرت و انصاف وحیا کی نگاہوں سے پڑھیں اور اس فتح کے دعویدار اب شرم کریں اور آئندہ اس فتح کو بمقابلہ اہل اسلام فتح نہ کہیں، بلکہ ایک کافر و مرتد خارج از ملت اسلام پر فتح کہیں جیسا کہ ان کے لیڈروں (ایڈیٹر نور افشان اور اس کے عیسائی کارسپانڈنٹوں) نے کہا ہے۔

☆ مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس نقل و تلخیص مضامین اخبارات واشتہارات سے ہماری دونوں غرضیں ثابت ہوئیں، یعنی ثابت ہوا کہ

۱۔ قادیانی کی شکست و دروغ گوئی ثابت ہونے کی خوشی جمہوری خوشی ہے۔

۲۔ خوشی کرنے والے مسلمانوں نے (بلکہ ہندوؤں اور عیسائیوں نے بھی) اس شکست کو اسلام کی شکست نہیں قرار دیا اور نہ اس پر اظہار مسرت کیا ہے۔ قادیانی نے جو مسلمانوں کو اسلام کے مقابلہ میں عیسائیوں کی فتح پر خوشی کرنے کا الزام دیا ہے، اس میں کذب سے کام لیا ہے۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اب ناظرین کو یہ شوق ہوگا کہ دیکھیں قادیانی اس روسیاہی کو کس طرح اٹھاتا ہے اور اپنے جھوٹ کو کیونکر سچ بناتا ہے۔ اور اس گناہ پر وہ کون سا عذر کرتا ہے جس کو ہم نے کئی جگہ عذر گناہ بدتر از گناہ کہا ہے۔ سو اس کا بیان ہماری تحریر ذیل میں ہے جو مرزا کے اشتہارات، یک ہزار، و دو ہزار، وتین ہزار، و چار ہزار، کے جواب میں لکھی گئی ہے (یہ تحریر جو ہم آئندہ صفحات میں درج کر رہے ۱۸۹۴ء۔ ۱۸۹۵ء میں لکھی گئی تھی جب ڈپٹی عبداللہ آتھم مرزا صاحب کی پیشگوئی کی میعاد ۱۵ ماہ گذر جانے کے بعد زندہ تھا۔ بہاء)

تجزیہ عذرات بابت انجام آتھم

مولانا بٹالویؒ کہتے ہیں کہ مباحثہ امرتسر میں مرزا قادیانی نے مسٹر عبداللہ آتھم کے پندرہ ماہ میں فوت ہو جانے کی پیش گوئی کر کے لکھا ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی، یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزا موت (ایھا الناظرون ان الفاظ کو نہ بھولنا۔ محمد حسین) ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اوٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، رو سیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، مجھ کو پھانسی دیا جائے، ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جلّ شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا، آسمان زمین ٹل جائیں، پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب اس سے زیادہ میں کیا لکھ سکتا ہوں جب کہ اللہ تعالی نے آپ ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ناحق ہنسی کی جگہ نہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔

یہ عبارت والفاظ قادیانی کے صاف پکار رہے ہیں کہ اگر اس کا مخالف عبداللہ آتھم یا فریق مخالف کے تمام ممبر بسزائے موت جہنم میں نہ جائیں، تو اس (قادیانی) پر خدا کی اس قدر لعنت ہے جو تمام دنیا کے کسی شیطان بدکار لعنتی پر نہیں ہوئی۔

اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ عبداللہ آتھم یا اس کا تمام فریق مر گیا یا وہ زندہ ہے؟ اور اس کے فریق کے لوگوں سے کوئی ایک شخص بھی زندہ ہے؟

میعاد ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء کو گذر گئی اور عبداللہ آتھم معہ اکثر ممبران فریق خود زندہ ہے۔ اس امر کا اعتراف قادیانی نے خود اپنے اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء اور اپنے رسالہ انوار الاسلام میں کیا ہے۔ وہ آتھم کو زندہ بتاتا ہے اور ڈاکٹر کلارک اور پادری عماد الدین وغیرہ کو مخاطب کر کے ان دونوں کی حیات کا اظہار و اقرار کر رہا ہے۔ پھر بحسب شہادت عبارت و الفاظ منقولہ

بالا اس کی طرف سے اس پر لعنت کی بوچھاڑ ہونے میں کیا کسر ہے؟... ہر آن ہر لحظہ اس پر لعنت کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

☆ ایک سوال یہ ہے کہ اگر قادیانی عبارت مذکورہ بالا مشتہر کر چکا ہے تو پھر وہ اپنا منہ کالا کر کے اپنے گلے میں رسہ ڈال کر اور ایک لعنت کا سائن بورد زیب گلو فرما کر اپنے آپ کو مسلمانوں یا عیسائیوں کے حوالہ کیوں نہیں کر دیتا، اس میں اسکو کوئی عذر ہے تو وہ کیا ہے؟

وہ ایک عذر نہیں، کئی اعذار دلآزار ہیں مگر سب کے سب بدتر از گناہ کا مصداق۔ وہ عذرات وہی یا اس جنس سے ہیں جن کے قادیانی کی طرف سے پیش ہونے سے پہلے اشاعۃ السنۃ اپنے نمبر ۹ جلد ۱۵ میں پیش گوئی کر چکا ہے۔وہ یہ ہیں

☆ ۱) وہ کہتا ہے کہ اصل الہام میں ھا و یہ کا لفظ تھا اور میں نے اس کی تشریح موت سے اپنی طرف سے کی تھی۔اس میں، میں نے غلطی کھائی تو یہ کوئی نئی بات نہیں، پہلے ملہم بھی ایسی غلطی کھا گئے تھے جو ایک الہامی وعدہ مجمل کی اپنے خیال سے تفصیل کرتے وہ درست نہ نکلتی تو ان کو خدا تعالی پر عدم ایفائے وعدہ کا گمان ہو جاتا۔اسکی تصدیق وتائید میں شاہ ولی اللہ کی کتاب فیوض الحرمین کے صفحہ ۷۴ کا حوالہ دیتا ہے۔ اصل عبارت فیوض الحرمین کو قادیانی نے اسلئے نقل نہیں کیا کہ اس کے نقل کرنے سے عام لوگوں پر اس کا معترف غلطی ہونا ظاہر ہوتا تھا اور یہ امر (اعتراف غلطی) اس پر موت سے زیادہ سخت ہے..مناسب ہے کہ ہم اصل عبارت فیوض الحرمین کو نقل کردیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ اس عبارت کے دست آویز تمسک سے قادیانی کا معترف غلطی ہونا ثابت ہوتا ہے۔شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں

و ثا نیهما عن یکشف له امر و یتحول هذا ا لا نکشا ف الاجمالی الهاماً مجملاً فیتبادر الیه المعلوم المخزونة فی صدره فتشرحه شرحا من حیث لا یدری... ولا عبرة حینئذ بالشج و الاطمینان لانه فی الحقیقة شج بالامر الاجما لی من حیث . هو محفوظة فی هذا الشر ح و ربما تبادر لله هاجس نفس و استعجال طبعته و تسویل شیطا ن نقصر نظره عن التمییز فبقی الامر عنده غیر مبین ... و بالجملة فمن رأی هذه الصورة المختلطه قال وعد ولم یوجد الموعود و من رأی کل شیء متمیزا من غیره قال الوعد

اجمالی وقد و فی به ولو نشاة دون نشاة و شج دون شج ۔ فالوجہان جمیعاً انما یعتریان المتو سطین و اما اهل اکمال فهم بمنزل من ذلک ۔ (فیو ض الحر مین ۔ مختصراً ۔ ص ۴۷)

(ترجمہ۔ وعدہ کے عدم وقوع کا دوسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ صاحب کشف کو ایک امر مجمل کا انکشاف ہوتا ہے، پھر وہ انکشاف اجمالی الہام بن جاتا ہے۔اس اجمال کی صاحب کشف کے علوم وخیالات، جواس کے سینے میں ہوتے ہیں،شرح کرتے ہیں ،ایسی جگہ سے کہ اس کو خبر نہیں ہوتی۔اس پراس کو اطمینان یقین ہو جائے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ یہ یقین کرنا اجمالی امر کا ہے اس حالت وصورت میں کہ وہ اس خیالی شرح میں محفوظ سمجھا گیا ہے۔ پھر بعض اوقات نفس کا خطرہ یا خیال یا طبیعت کا استعجال یا شیطان کا دھوکہ جلدی کرتا ہے تو صاحب کشف اس الہام اجمالی اوراس شرح خیالی میں تمیز نہیں کرسکتا اوراس کے نزدیک اصل الہام اوراس کی شرح میں فرق نہیں رہتا۔ پس جو شخص اس گڈ مڈ صورت کو دیکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ وعدہ ہوا تھا مگر پایا نہیں گیا ۔ اور جو شخص ان دونوں میں امتیاز کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ وعدہ اجمالی تھا، سو پورا ہوا خواہ کسی جہان میں ہو اور خواہ کسی صورت (ظاہری یا تاویلی) سے ہومگر یہ امرمتوسط لوگوں کو پیش آتے ہیں،اہل کمال ان دونوں سے برطرف رہتے ہیں)

قادیانی نے اس مضمون کتاب فیوض الحرمین سے تمسک کرنے سے یہ بتایا ہے کہ میں عرفان وکمال میں ناقص ہوں، اس لئے خطرہ نفس اور وسوسہ شیطان نے مجھ پر غلبہ کر کے میری اس تفسیر کو (جو میں نے اپنے خیال سے کی تھی) اور اصل الہام اجمال کو ایک کر دیا۔اور میں نے غلطی کر کے اصل ہاویہ کو موت قرار دے کر خصم کے سامنے بیان کر دیا تھا کہ اگر مخالف کو موت نہ ہوئی تو میرا منہ سیاہ کر کے مجھے لعنتی بنایا جائے وغیرہ ۔ اس میں، میں نے شیطان سے دھوکہ کھایا ہے اور میں اس کی تفسیر کرنے میں غلطی کا مرتکب ہوا ۔مگر اے حضرات! یہ بات اس کے حوالہ ودست آویز مضمون مذکور کا لازمہ ونتیجہ ہے، منہ سے وہ کبھی اقرار نہ کرے گا کہ میں اس تفسیر میں غلطی کا مرتکب ہوا ہوں ۔(یہ بھی وجہ ہے کہ اس عذر اول کے مخالف دوسرے عذرات بھی کرتا ہے جن سے اس تفسیر کا صحیح ہونا جتاتا ہے) اور پھر کہتا ہے کہ اصل الہام کے مضمون . ہاویہ . سے عبداللہ آتھم نہیں بچ سکا۔ وہ سخت بیمار رہا، ڈر کا مارا شہر بشہر پھرتا رہا ،گھر کے اندر سے اس کو ڈر لگتا تھا، کتے اور سانپوں کے سامنے آجانے سے بھی ڈر

جاتا تھا، یہ ہاویہ نہیں تو اور کیا ہے۔

اور کہتا ہے کہ اس معنی ھا و یہ سے اس فریق کا کوئی شخص نہیں بچا۔ ڈاکٹر کلارک کو پادری رائٹ کے بے وقت موت کا ایسا الم پہنچا جو ہاویہ سے کم نہ تھا۔ ایسا ہی پادری ٹامس ہاول بیماری کے ھا ویہ میں رہ کر ایک مدت کے بعد نکلا۔ ایسا ہی پادری عبداللہ سخت بیمار ہونے کے باعث ھاو یہ میں گرا، اور معلوم نہیں کہ مرا یا بچا۔ پادری عمادالدین رسالہ نورالحق کے جواب سے عاجز ہونے اور ایک ہزار لعنت کا (جو اس رسالہ میں اس پر بھیجی گئی تھی) مورد ہونے سے ھا و یہ میں گرا۔

☆ ۲۔ دوسرا عذر، عذر اول کے مخالف ومتناقض ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ موت کامل طور کا ہاو یہ ہے اور یہ واقعہ ہو چکا ہے۔ اس سے گو آتھم بچ گیا ہے مگر اصل الہام میں آتھم کا نام نہیں لیا گیا تھا، بلکہ فریق مخالف کیلئے ہاو یہ میں پڑنے کی خبر دی گئی ہے۔ سو مباحثہ کرنے والے فریق میں سے ایک ممبر پادری رائٹ امرت سر میں مرا، اور یوحنا جنڈیالہ میں، پادری فورمین لاہور میں مرا۔ اس معنی سے بھی اس پیش گوئی کا تحقق ہو گیا، نہ تخلف۔

آفرین اے قادیانی تیری جرئت وحیا پر کہ جس منہ سے تو نے موت کو اصل الہام سے غیر اور اس کی تفسیر قرار دے کر اس کے تحقق کو غیر ضروری ٹھہرایا تھا، اور اس تفسیر کو اصل الہام سے متحد سمجھنے کو وسوسہ شیطان بتایا تھا، اسی منہ سے تو نے پھر اس کو ہاو یہ کا فرد ٹھہرایا اور متحقق بتایا ہے اور اس گروہ کے دو تین اشخاص کی موت سے اس پیشگوئی کو سچا بنایا ہے

☆ ۳۔ عذر اول کے مخالف ومتناقض وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس پیشگوئی کے دو حصے تھے۔ اول یہ کہ فریق مخالف ہاو یہ (یعنی موت) میں ڈالا جائے گا۔ دوسرا یہ کہ اگر وہ حق کی طرف کسی قدر بھی رجوع کرلے گا، یعنی موت سے ڈر جائے گا تو وہ اس ہاو یہ موت سے بچا لیا جائے گا۔ عبداللہ آتھم کے حق میں خدا نے پہلے پہلو کی طرف رخ نہ کیا، بلکہ دوسرے پہلو کو اختیار کیا۔ کیونکہ اس نے کسی قدر حق کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ اس عذر وتاویل کو قادیانی نے اپنے ہی تک نہیں رہنے دیا بلکہ اس مضمون کا عربی عبارت میں ایک الہام بھی گھڑ کر خدا تعالی پر اس کا افتراء کیا۔ چنانچہ کہا ہے کہ خدا تعالی نے ایسا کیا اور مجھے فرمایا ہے

اطلع اللہ علی ہمہ و غمہ ۔ و لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً ۔ و لا ...

ولا تحزنوا و انتم ا لاعلو ن ان کنتم مؤمنین ۔ و بعزّتی و جلالی

انک انت الاعلی ۔ و نمزّق الاعداء کل ممزّق ۔ و مکر اولئک ھو یبور ۔ انا نکشف السرّ عن ساقه ۔ یو مئذ یفرح المؤ منو ن ثلّة من الاولین و ثلّة من الآ خرین ۔ و ھذہ ... فمن شاء اتخذ الی ر به سبیلاً ۔

اس عبارت کے نو فقرے ہیں، جن میں اکثر فقرے قرآن مجید سے پورے پورے چرائے گئے ہیں ۔ اور فقرہ اول وسوم و چہارم و پنجم کے بعض الفاظ قرآن سے مسروق ہیں ۔ اور ان الفاظ وفقرات کی ترتیب صرف ایجاد بندہ (قادیانی) ہے جس سے مطلب ومقصود قادیانی کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا اور وہ مطلب دربطن شاعر کا مصداق تھا۔ لہذا اسے اس کی تفسیر بھی الہام سے کرنی پڑی ۔

فقرہ اول ۔ اصل ترجمہ لفظی یہ تھا کہ ، خدا نے اس کے غم وہمّ پر اطلاع پائی ، جس سے قادیانی کا مطلب ادا نہ ہوتا تھا اسلیئے اس نے اس کی الہامی تفسیر کی اور کہا

. اور اس کو مہلت دی جب تک کہ وہ بے باکی اور سخت گیری اور تکذیب کی طرف میل کرے ۔ اور خدا کے احسان کو بھلا دے ۔

فقرہ دوم کا ترجمہ لفظی صرف یہ تھا کہ تو خدا کی عادت میں تبدیلی نہ پائے گا، جو قادیانی کے مطلب کیلئے کافی نہ تھا ۔ اس پر اس نے الہامی تفسیر سے یہ اضافہ کیا

. عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ کسی پر عذاب نازل نہیں کرتا جب تک ایسے کامل اسباب پیدا نہ ہو جائیں جو غضب الٰہی کو مشتعل کریں ۔ اور اگر دل کے کسی گوشہ میں بھی کچھ خوف الٰہی مخفی ہو اور کچھ دھڑکہ شروع ہو جائے تو عذاب نازل نہیں ہوتا ۔ ۔ دوسرے وقت پر پڑ جاتا ہے ۔

ایسے ہی الہامی تفسیر فقرہ ۳ ، ۴، ۵، ۶ کی کر کے فقرہ سات (جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے ، ہم اس کی پنڈلی سے بھید کھولیں گے) کی یہ تفسیر کی ہے کہ

ہم اس پنڈلیوں میں سے ننگا کر کے دکھائیں گے، یعنی حقیقت کھول دیں گے اور فتح کے دلائل ظاہر کریں گے ۔

ایسی ہی اس نے باقی فقرات کی الہامی تفسیر کی ہے ۔ اس مرمت وشکست وریخت الہام مذکور پر بھی قادیانی کا یہ مطلب لوگوں پر ظاہر نہ ہوا تھا کہ یہ غم وفکر کرنا، رجوع بسوئے حق کیوں کر ہو گیا، جس کو الہام ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء میں عذاب موت کے ٹل جانے کی شرط قرار دیا

گیا تھا۔تو اس نے اس الہام اور اس کی تفسیر کو بلکہ تمام مضمون کو ختم کر دینے کے بعد اس الہام کی تفسیر در تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ

حق کی طرف رجوع کرنے سے یہی ڈر جانا مراد ہے جو عبداللہ آتھم نے اپنی مضطربانہ حالت سے ظاہر کیا ہے کہ وہ موت سے ڈر کر شہر بشہر پھرا اور گھر کے اندر سے اور کتوں سے اور سانپوں سے ڈرا، کیونکہ حق کی طرف رجوع کرنا اور اسلامی عظمت کو اپنی خوفناک حالت سے قبول کرنا درحقیقت ایک ہی بات ہے۔

۲۔ اور اس عذر کی تائید میں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ کسی قدر ڈر جانا گو نجات اخروی کیلئے کافی نہیں ہے (یعنی ایمان و اسلام اس سے ثابت نہیں ہوتا۔جس سے نجات اخروی متصور ہے) مگر اس قدر ڈر جانے سے دنیوی عذاب الٰہی کا ٹل جانا، لازم وضروری ہے۔اور اس پر آیت فمن یّعمل مثقال ذرةٍ خیراً یره دلیل ہے۔اور یہ بات بھی قرآن اور بائبل سے ثابت ہے کہ خدا کی عادت مستمرہ و سنت قدیمہ ہے کہ جب کوئی شریر قوم جس پر عذاب نازل ہونا مقرر ہو چکا تھا، عذاب سے ڈر گئے تو وہ عذاب اس سے ٹلایا گیا۔اس کے ثبوت میں اس نے چند ایسی آیات نقل کی ہیں جن میں اس مضمون کا نام ونشان نہیں۔صرف یہ بیان ہے کہ عذاب اس وقت نازل ہوتا ہے جب کسی قوم سے فسق وظلم واستہزاء وقوع میں آتا ہے

۳۔ اور کہتا ہے کہ عبداللہ آتھم کا کسی قدر ڈر جانا اس سے ثابت ہے کہ وہ شہر بشہر پھرا۔اور اگر عبداللہ اس سے انکاری ہو تو وہ ایک مجلس میں مجھ سے مباہلہ کرے اور کہہ دے کہ وہ ۱۵ مہینہ کے عرصہ میں کبھی ایک لحظہ وہ اس پیش گوئی سے نہیں ڈرا، اور کبھی اسلام کی سچائی کا خیال اس کے دل میں نہیں گذرا، اور کبھی ایک ذرہ اسلامی توحید کا خیال اور تثلیث سے انکار اس کے دل میں نہیں آیا۔اس کے بعد اگر ایک سال تک اس کو موت نہ آئی تو اس کو سچا سمجھا جائے گا اور ایک ہزار روپیہ اس کے حوالہ کیا جائے گا جو بطور امانت و باخذ ضمانت ابھی سے اس کے پاس رکھوایا جائے گا۔ اور اگر عبداللہ آتھم نے اس فیصلہ کی طرف رجوع نہ کیا تو گویا میری اس بات کو کہ وہ میری پیش گوئی سے کسی قدر ڈر گیا، تسلیم کر لیا۔

۴۔اور کہتا ہے کہ اس پیش گوئی میں دوسرے پہلو کو خدا نے اسلئے اختیار کیا اور پہلے پہلو کو ترک کیا کہ پہلا پہلو (یعنی موت عبداللہ بن آتھم) مجروح اور تختہ مشق اعتراضات ہو گیا تھا۔کوئی کہتا تھا، مرنا کیا نئی بات ہے، ایک ڈاکٹر صاحب پہلے ہی موت کا فتویٰ دے

چکے ہیں کہ چھ ماہ تک فوت ہو جائے گا، کوئی کہتا تھا کہ بڈھا ہے، کوئی کہتا تھا کہ کمزور ہے، موت کیا تعجب ہے، کوئی کہتا تھا کہ جادو سے مار دیں گے، یہ شخص بڑا جادوگر ہے۔ خدا حکیم و علیم نے جب دیکھا کہ معترضوں نے اس پہلو کو بہت کمزور اور مشکوک کر دیا ہے اور خیالات سے اس کا اثر اٹھا دیا ہے تو عبداللہ آتھم کے دل پر عظمت اسلام کا رعب ڈال کر پہلو ثانی سے اس کو حصہ دیدیا اور موت کے پہلو کو ٹال دیا۔

۵۔ اور کہتا ہے کہ ایک فائدہ اس پہلو دوم کے اختیار کرنے میں یہ بھی ہے کہ اگر پہلو اول کو اختیار کیا جاتا اور عبداللہ آتھم مر جاتا، تو ہماری جماعت میں عام لوگ، جن میں رذیل کمینہ سفلہ اور موٹی سمجھ والے لوگ بھی شامل ہیں، داخل ہو جاتے۔ اور ہماری شریف اور پاک جماعت کے ہم پہلو جگہ لے کر اس جماعت کو ناپاک کر دیتے اس فائدہ کی تائید و ثبوت میں وہ کہتا ہے کہ خدا کی عادت قدیمہ اور سنت مستمرہ و معجزہ و نشان نمائی میں یہی چلی آتی ہے کہ وہ ایسے باریک و عالی شان معجزہ و نشان ظاہر کیا کرتا ہے جن کو صرف عالی شان شریف و نجیب و زیرک لوگ و باریک بین سمجھ سکیں، نہ ایسے عام فہم نشان جن کو کمینہ لوگ اور موٹی عقل والے سمجھ سکیں اور وہ ایسے نشان دیکھ کر داخل جماعت ہوں۔ اور وہ شریفوں نجیبوں اور زیرک لوگوں کے ہم پہلو جگہ لے کر ان کے عار و ننگ کا موجب ہوں اور اس جماعت کو ناپاک کریں۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو جماعت شرفاء و عقلاء سے علیحدہ اور خارج کرنے کی غرض سے اپنے نشانوں پر پردے ڈال دیتا ہے۔ خدا قادر تو ہے کہ وہ ایسا نشان دکھاوے جس کو تمام موٹی عقل کے آدمی اور پست فطرت کمینہ بھی سمجھ سکیں اور اس نشان کی طرف جھک جائیں، مگر ایسا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ ایسا نشان دیکھ کر ایمان لانا، ایمان بالغیب نہیں کہلاتا جو نجات کا مدار ہے اور نہ وہ موجب ثواب ہوسکتا ہے، کیونکہ بدیہات کا ماننا موجب ثواب نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ایسا نشان حامی ایمان نہیں ہوتا۔ بلکہ ربانی وجود کا سارا پردہ کھول کر ایمانی انتظام کو بکلّی برباد کر دیتا ہے۔

۷۔ ان وجوہات پر ناز اور فخر کر کے قادیانی ان علماء اسلام کو جو اس پیشگوئی میں اس کو جھوٹا قرار دے کر اس کی تکذیب کے اشتہار جاری کر چکے ہیں، نیم عیسائی بنا کر ان پر لے دے کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ان کا مجھے جھوٹا کہنا اسلام پر حملہ کرنا ہے، کیونکہ میں اگرچہ ان کے نزدیک کافر بلکہ اکفر تھا، مگر پھر بھی اسلام کا وکیل تھا، اور اس پیشگوئی سے اسلام کی

سچائی عیسائیوں پر ثابت کرنا چاہتا تھا۔ پس اگر میں اس پیش گوئی میں جھوٹا ہوا تو گویا اسلام جھوٹا ہوا۔ اور اس کی تائید میں ایک فرضی تمثیل پیش کرتا ہے کہ اگر بھنگی یا چمار اسلام کی حمایت میں عیسائیوں کا مقابلہ کرے گا، تو یہ ممکن نہ ہوگا کہ خدا تعالی اس بھنگی کو ذلیل کرے اور عیسائیوں کو اس پر فتح یاب کرے۔ خدا اس کا بھنگی یا چمار ہونا نہیں دیکھے گا بلکہ اپنے دین کی عزت رکھے گا۔ پھر تم مجھے عیسائیوں کے مقابلہ میں کیوں مغلوب اور ذلیل قرار دیتے ہو۔

۸۔ اس فخریہ الزام کے ساتھ وہ ان علماء اور ان تمام اشخاص مذہب غیر (عیسائی ہندو آریہ سکھ وغیرہ) کو جو اس پیشگوئی کو دروغگوئی کہنے میں مسلمانوں کے شریک ہیں اور وہ قادیانی کے جھوٹا ہونے پر اظہار مسرت کر چکے ہیں، گالیاں دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اب بھی عبداللہ آتھم سے میرے عذر سوم کی تکذیب بصورت مذکورہ بالا کرانے کے بغیر مجھے جھوٹا کہو گے تو تم شریف زادے اور حلال زادے نہیں ہو، کمینے اور حرام زادے ہو۔

۹۔ ان ملمع سازیوں کے ساتھ وہ اپنے مریدوں کو اپنی صداقت اور فتح جتلا کر اپنے دام سے باہر نکلنے پر یہ ڈر سناتا ہے کہ تم مجھ سے الگ ہو گئے تو تمہارا پچھلا حال پہلے حال سے بدتر ہو جائے گا۔

☆ مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس کے عذرات اور ان کے وجوہات ہیں جن کو اس نے ۴ صفحہ اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء اور اکیس صفحہ رسالہ انوار الاسلام میں مکرر، سہ کرر عبارات میں بیان کیا ہے۔ لیکن اس کے یہ عذرات اور ان کی وجوہات من اوّلها الی آخرها اس کی اس روسیاہی کو اٹھا نہیں سکتے اور اس پیشگوئی میں اس کو سچا نہیں کرتے، بلکہ کاذب و کافر اور فریبی بناتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ بے شرمی، بے ایمانی، ہٹ دھرمی میں بات بنانا اور ایک بات کہہ کر اس سے مکر جانا، پھر منکر نہ کہلانے میں دنیا بھر میں اس کا کوئی نظیر نہیں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل اور اس دعوی کی دلیل دل لگا کر سنو۔

☆ اس کا پہلا عذر اس کی اس روسیاہی کو نہیں مٹاتا، بلکہ اس پر سیاہی کی گھٹا چڑھاتا ہے کہ مسلمانوں نے اس کو یہ نہیں کہا کہ تیرے اصل الہام میں موت کا وعدہ تھا، وہ پورا نہیں ہوا، اس لئے تیرا منہ کالا کرنا چاہیے۔ وہ اس کو ایسا کہتے تو اس کے جواب میں اس کا عذر بجا ہوتا۔ مسلمان تو اس کو یہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے اس الہام کی تفسیر میں ہاویہ کو موت قرار دیا تھا اور اس موت کے عدم وقوع پر منہ کالا کرانا قبول کیا تھا۔ اب اس کا وقوع نہیں ہوا تو تیری اس

تفسیر واقرار کی رو سے (نہ اصل الہام کے حکم سے) ہمارا حق ہو گیا ہے کہ ہم تیرا منہ کالا کریں اور تیرے گلے میں رسہ ڈال کر تجھے شہر بشہر پھراویں۔ اور جب تو تھک جائے تو ایک گدھے پر جس کو ایک بھنگی ساتھ ساتھ لئے پھرے گا، تجھے سوار کرادیں۔

اس صورت میں اے ناظرین! قادیانی کا یہ عذر کب لائق پذیرائی ہے اور وہ اس سزا کو کیونکر ٹال سکتا ہے؟ اے ناظرین! مسلمان تو اس کو چلاّ چلاّ کر کہہ رہے تھے کہ اس پیشگوئی سے موت قرار دینا اور اس کے عدم وقوع پر ایسی سخت سزا مان لینا، تیری نادانی یا دھوکہ دہی اور بے ایمانی ہے۔ تو جس حالت میں اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۰ میں یہ لکھ چکا ہے کہ انبیاء اپنی پیشگوئی کے سمجھنے میں غلطی کیا کرتے تھے (عیاذاً باللہ) تو پھر تو اپنی پیشگوئی کے معنی سمجھنے میں کیوں کر غلطی سے بری ہوسکتا ہے؟ کیا تیرا الہام انبیاء کے الہام کی نسبت زیادہ یقینی ہے؟ یا تو اپنے الہام کے معنی سمجھنے میں غلطی وخطا سے معصوم ہے؟ اگر تیرا یہ دعوی ہے تو تیرے کافر ہونے میں کیا شک ہے؟ اور اگر تجھے یہ دعوی نہیں تو پھر اپنی پیشگوئی کے ان معنی کا (جو تو نے سمجھے ہیں) تجھے یقین کرنا کیونکر جائز ہے؟ اس صورت میں تیرا اس یقین کو ظاہر کرنا صرف لوگوں کو دھوکہ دینا اور اس غرض سے ہے کہ اس عرصہ میں آتھم بحسب اتفاق وتقاضا سنہ وعمر فوت ہو گیا تو لوگوں کو دام میں لاؤں گا اور اگر وہ فوت نہ ہوا تو یہ کہہ دونگا کہ اصل الہام میں فوت ہونے کا وعدہ نہ تھا، بلکہ صرف ہاویہ کا وعدہ تھا جو ہر ایک کافر کو مرنے کے بعد نصیب ہوتا ہے۔ اس سے موت مراد ہونا میری طرف سے بطور تفسیر تھا، جو غلط نکلا۔

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ باتیں مرزا قادیانی کو اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں صاف طور پر کہہ دی تھیں اور کئی مسلمانوں نے زبانی اور اخباروں میں اور قادیانی کے گھر پہنچ کر کہی تھیں۔ مگر قادیانی اور اس کے گمراہ اور اندھے بہرے حواریوں نے کسی کی ایک نہ سنی اور ان سب کے مقابلہ میں دعوی موت عبداللہ آتھم پر ضد قائم رکھی۔

اخبار عام ماہ جولائی ۱۸۹۴ء کے کسی پرچے میں ایک کشمیری حواری قادیانی نے یہ درخواست کی تھی کہ لوگو! اس تکفّر وانکار میں کیوں جلدی کرتے ہو۔ پیش گوئی موت آتھم کا انتظار تو کرلو۔ اس کے جواب میں ایک مسلمان نے کہا کہ اگر عبداللہ آتھم فوت ہوا تو بھی قادیانی کا الہام واجب التسلیم نہ ہوگا کیونکہ نبیوں اور سابق ملہموں کے الہام کا بقول قادیانی ظاہری معنی سے وقوع ضروری نہیں ہے۔ تو قادیانی کا الہام اگر ظاہری معنی سے (جس کا

قادیانی کو دعوی ہے) واقع ہو گیا، کیوں تسلیم کیا جاوے گا ؟ اس کے جواب میں اس کشمیری حواری نے اخبار عام اگست ۱۸۹۴ء کے کسی پرچہ میں یہ مشتہر کیا کہ جو پیشگوئیاں انبیاء و ملہمین سابقین کی اپنے ظاہری معنی سے وقوع میں نہیں آئیں وہ کسی کے مقابلہ میں اور کسی دعوی کی تصدیق کیلئے نہ ہوئی تھیں۔ بخلاف اس پیشگوئی موت عبداللہ آتھم کے کہ یہ بمقابلہ عیسائیوں کے اور ایک دعوی کی تصدیق کیلئے ہوئی ہے۔ لہذا اس پیش گوئی کا اسی معنی ظاہری سے واقع ہونا ضروری ہے جو اس سے یقیناً سمجھے گئے ہیں۔ اسی اگست ۱۸۹۴ء کے اخیر میں دو شخص بظاہر مسلمان در پردہ عیسائی مرزائی اور نیچری (ایک مولوی نور محمد مالک نوری شفا خانہ موکل ضلع لاہور۔ دوسرا منشی فتح دین ملازم سردار محمد عمر رئیس موکل) قادیان پہنچے تو ان میں سے دوسرے صاحب مرزا قادیانی سے مستفسر ہوئے کہ یا حضرت! اگر یہ پیشگوئی اپنے ظاہری معنی سے جو آپ نے بیان کئے ہیں، واقع نہ ہوئی یعنی آتھم فوت نہ ہوا تو پھر کیا ہوگا؟ کیا اس میں کوئی تاویل نہیں؟ اس پر قادیانی صاحب بولے کہ اگر مگر گنجائش نہیں، یہ پیش گوئی اس معنی کو ضرور ہی پوری ہوگی۔ یہ بات سردار محمد عمر مذکور نے (جو ہمارے مخلص دوست ہیں اور وہ ان لوگوں کی نگرانی کیلئے ان کے ساتھ گئے تھے) کہی ہے۔ ایسے ہی اگست کے اخیر دن کی روایت و حکائت ایک سکرٹری انجمن حمایت اسلام کو ایک خاص حواری قادیانی کے ذریعہ سے پہنچی تھی کہ آتھم ضرور فوت ہوگا، اس میں تاویل کوئی نہیں ہے۔ اس حواری کا ایک رشتہ دار اوائل ستمبر میں لاہور سے نئی پوشاک لے کر قادیان پہنچا تھا کہ ۶ ستمبر کو جو موت آتھم پر قادیان میں عید ہو گی، اس میں یہ پوشاک پہنونگا۔ اس وقت قادیانی اور اس کے اتباع کا یقین کے ساتھ یہ دعوی تھا کہ اس پیش گوئی میں کوئی تاویل نہیں ہے۔

کیا اس صورت میں مسلمانوں کا حق نہیں ہے کہ وہ قادیانی کی اس تفسیر پر یقین کرنے کی وجہ سے اور اس یقین پر سزا مذکور کو مان لینے کی نظر سے (نہ اصل الہام کی نظر سے) درخواست کریں کہ جناب ! تشریف لائیے، اپنا منہ کالا کرائیے، اپنے گلے میں رسہ اور لعنت کا سائن بورڈ ڈلوا کر شہر بشہر پھر کر لوگوں کو اپنے جمال باکمال کا نظارہ کرائیے۔ کیا اس درخواست کے جواب میں قادیانی یہ عذر کر سکتا ہے کہ اصل الہام میں صرف ہاویہ کا وعدہ تھا، موت کی تجویز تو صرف میری تفسیر تھی جو خطا نکلی۔ کیا یہ عذر باوجود اس تفسیر کے اور اس پر یقین کر کے وعدہ مذکور کر لینے کے اس سزا سے بری کر سکتا ہے؟ نہیں، نہیں۔ ہرگز نہیں

☆ **عذر دوم** ۔ تین وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کی روسیاہی کو نہیں مٹا سکتا بلکہ اس پر اور سیاہی کی گھٹا چڑھاتا ہے ۔

وجہ اول یہ کہ وہ عذر اول کے صریح مخالف و متناقض ہے۔ عذر اول میں وہ موت کو ہاویہ سے مغائر اور اپنے خیال کی غلطی کا نتیجہ قرار دے چکا تھا۔ اب وہ اس کو ہاویہ کا فرد کامل ٹھہراتا ہے جو..... کمال اتحاد کا مثبت ہے اور یہ دونوں امر یعنی مغائرت و اتحاد آپس میں متناقض و متعارض ہیں ۔ لہذا بحکم اذا تعارضا تساقطا دونوں ساقط الاعتبار ہوئے ۔

وجہ دوم ۔ یہ کہ ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء (جو موت عبد اللہ آتھم کی میعاد کا آخری دن تھا) تک تو قادیانی یا اس کے کسی پیرو نے فریق مخالف سے بجز عبد اللہ آتھم اور کسی کو مراد قرار نہ دیا اور ہر ایک کا دعوی آتھم ہی کی موت کا تھا باوجود یکہ صفحہ ۲۳۲ ۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں (جو جون ۱۸۹۴ء کو شائع ہو چکا تھا) اس لفظ . فریق . کی نسبت یہ ریمارک کیا گیا تھا کہ

. دلیل دوم (منجملہ اندرونی دلائل دروغگوئی ہونے پیشگوئی مذکور کے) اس پیشگوئی میں مخالف حق ہلاک ہونیوالے کی کوئی تعین و تشخیص نہیں ہوئی ، صرف فریق مخالف حق کا ہلاک ہونا بتایا گیا ہے جس سے نہ تو یہ معلوم ہوتا کہ اس سے فریق عیسائی کے تمام ممبر یا حاضرین جلسہ یا متصدیان و معاونین مباحثہ جن میں ڈپٹی آتھم کے علاوہ کئی اور اشخاص (پادری جے ایل ٹھاکر داس ، پادری عبد اللہ اور پادری ٹامس ہاول اور کلارک وغیرہ بھی داخل تھے) مراد ہیں یا ان میں کوئی شخص ۔ اس ابہام و عدم تعیین سے یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ اگر بحسب اتفاق و انقضاء مدت عمر آتھم (جن کے پاؤں گور میں لٹک رہے ہیں اور وہ اپنی پیرانہ سالی اور کمال درجہ کی کمزوری کی وجہ سے گویا اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند کا مصداق ہو رہے ہیں) اس دنیا سے سدھارے تو ان کو اسکا مصداق بنایا جائے گا ورنہ یہ کہہ دیا جائیگا کہ گروہ عیسائی سے اور شخص مراد ہے جس کا تمام عیسائیان پنجاب و ہندوستان سے یا خاص کر عیسائیان جنڈیالہ و امرتسر سے (جو مباحثہ میں شریک تھے) پندرہ ماہ میں فوت ہونا ممکن ہے ۔

اس ریمارک کے مشتہر ہونے پر بھی قادیانی اور اس کے کسی پیرو نے اف نہ کیا ، اور سانس نہ لیا ۔ اور برخلاف شہرہ عام موت آتھم کے یہ نہ کہا کہ ہم نے آتھم کو خاص نہیں کیا اور لفظ فریق عبد اللہ آتھم سے مخصوص نہیں ہے ۔ پھر جب ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء گذر گئی اور آتھم کو موت نہ آئی تو یہ بات بنائی گئی ہے لہذا اب اسے کون سنتا ہے اور اس سے بجز دھوکہ دہی و

فریب بازی کیا ثابت ہوتا ہے؟ اس سے وہ روسیاہی دور نہیں ہوسکتی بلکہ اور زیادہ ہوتی ہے۔

☆ وجہ سوم۔ قطع نظر ان دونوں وجھوں (اول و دوم) سے یہ بات بن بھی نہیں سکتی ۔ یہ تب بنتی جب کہ فریق مخالف سے ایک کوئی شخص زندہ نہ رہتا۔ تمام ہندوستان پنجاب کے نہ سہی، خاص کر عیسائی گروہ کے وہ لوگ جو مباحثہ میں شامل وشریک تھے، سب کے سب مر جاتے اور ان میں سے کوئی نہ بچتا۔ صرف پادری رائیٹ یا یوحنا یا پادری فورمن (جو مباحثہ میں شامل ہی نہ تھا) کے فوت ہو جانے سے فریق مخالف کا فوت ہو جانا صادق نہیں آتا۔ اس پر روشن اور قوی دلیل یہ ہے کہ فریق مخالف مجموعہ اشخاص مخالفین کا نام ہے، نہ کہ ایک یا دو یا تین شخص کا۔ اس امر کو قادیانی نے اپنی حماقت و جہالت سے خود اپنے رسالہ انوار میں اس غرض سے بیان کیا ہے کہ آتھم کی خصوصیت جاتی رہے۔ اور اس کے نہ مرنے سے جو مجھ پر اعتراضوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے وہ موقوف ہو جائے۔ مگر آپ نے یہ نہ سوچا کہ مرے تو صرف دو یا تین اشخاص ہیں اور میں فریق مخالف تمام گروہ کو قرار دے رہا ہوں۔ پھر وہ لفظ دو یا تین شخص کے فوت ہونے سے کیوں کر صادق ہوگا۔

اب رسالہ انوار کے صفحہ ۲ سے اس کی اصل عبارت سنو۔ لکھا ہے

. عرفاً فریق اس تمام گروہ کا نام ہے جو ایک کام بالمقابل کرنیوالہ ہے یا اس کام کا معاون یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہو۔ اور پیشگوئی کی کسی عبارت میں نہیں لکھا کہ فریق سے مراد صرف عبداللہ آتھم ہے۔ ہاں جہاں تک میں نے الہام کے معنی سمجھے وہ یہی تھے کہ جو شخص اس فریق سے بالمقابل باطل کی تائید میں بنفس خود بحث کرنے والہ ہے اس کیلئے ہاویہ سے مراد سزا موت ہے۔

اس تصریح و بیان قادیانی کے ساتھ کہ

عرفاً فریق تمام گروہ کا نام ہے، نہ منجملہ گروہ ایک یا دو یا تین کا،

قادیانی کا دو یا تین شخص کو فریق قرار دینا، اور صرف ان کی موت سے فریق مخالف کی موت کے وقوع کا دعوی کرنا اور اس سے اپنے الہام کو صادق اور واقع قرار دینا، اس روسیاہی کو بڑھاتا نہیں تو اور کیا ہے؟

☆ **تیسرا عذر** قادیانی کی روسیاہی مزید گہرا کرتا ہے اور اس کو آیت

ظلماتٍ بعضھا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراھا و من لم

يجعل اللّه له نور فماله من نّور (اندھیرے ہیں ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے۔ جب ان میں کوئی ہاتھ نکالتا ہے تو قریب ہے کہ اس کو کوئی دیکھ نہ سکے اور جس کو خدا تعالیٰ نور نہ دے اس کوئی کوئی نور نہیں مل سکتا) کا مصداق بناتا ہے اور اس عذر کی تفصیل وتائید میں جو نو (۹) باتیں اس نے کہی ہیں وہ اس کی بے ایمانی، بے حیائی، دھوکہ بازی، حیلہ سازی کا ایسا کامل ثبوت دیتی ہیں کہ اس میں کسی صاحب فہم وانصاف کو ایک ذرہ اشتباہ باقی نہیں رہتا، بلکہ یقین کامل ہو جاتا ہے کہ وہ خدا پر افتراء کرنے میں بڑا دلیر، آیات کی تحریف میں بے نظیر، خدا کی صفات علم و قدرت کا منکر، معجزات انبیاء سے انکاری، دھوکہ دینے میں اپنی نظیر صرف آپ ہی ہے۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں اب ہمارے ہر ایک دعوی کا ثبوت سنیں۔

☆ اولاً مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی

،کسی قدر رجوع کی حالت میں موت سے بچالینا، اصل الہام کا ایک پہلو تھا،

محض دروغ بے فروغ ہے۔ حصہ دوم مباحثہ امرتسر کا صفحہ ۱۷ دیکھیں کہ اس میں کسی قدر کا لفظ کہاں ہے؟ پس اگر یہ لفظ اس میں نہ پائیں تو بحکم لعنة الله على الكاذبين قادیانی پر ہزار لعنت بھجوائیں اور ہمارے اس دعوی کی تصدیق کریں کہ وہ جھوٹ بولنے میں بڑا دلیر ہے

اصل الہام قادیانی کی عبارت یہ ہے، . بشرطیکہ حق کی طرف رجوع کرے .،

جس سے (بحکم قاعدہ المطلق اذا اطلق اريد منه الفرد الكامل یعنی جب کوئی لفظ بے قید بولا جاتا ہے، جیسے پانی کا لفظ، تو اس سے اس کا فرد کامل مراد لیا جاتا ہے۔ یعنی وہی پانی معروف جو پینے، دھونے، غسل کرنے کے کام میں آتا ہے، نہ عرق انگور یا شراب یا پیشاب، جو ناقص طور پر اور مجازاً پانی کہلاتے ہیں) اس وقت رجوع با یمان واسلام مراد سمجھا گیا تھا اور قادیانی اور اس کے پیرؤوں کے فہم میں بھی یہی آیا تھا کہ اگر آتھم مسلمان ہوگیا تو سزائے موت سے بچ جائیگا ورنہ ضرور مارا جائے گا۔ پھر جب آخری تاریخ وفات آتھم (جو حساب کی رو سے ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی)، گذر گئی اور آتھم کو موت نہ آئی تو قادیانی نے بجائے رجوع بسوئے حق، کسی قدر رجوع کرنے کا ڈھکوسلہ بنا لیا اور اپنے رسالہ انوار کے صفحہ ۱۰ سطر ۱۷ میں یہ لکھ دیا کہ الہامی عبارت میں مدعا یہ تھا کہ حق کی طرف رجوع کسی قدر جھکنے کی حالت میں موت وارد نہیں ہوسکتی۔ اور خدا سے اور دنیا سے ڈر کر یہ نہ سوچا کہ اصل الہام میں کسی قدر رجوع کرنے یا جھکنے کا لفظ تو نہیں بولا گیا بلکہ رجوع بحق کا لفظ بولا گیا ہے جس سے مراد بجز رجوع کامل کے کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا اور نہ آسکتا ہے

پس اگر یہ الہام خدا کی طرف سے تھا۔ اور اس سے مراد کسی قدر رجوع تھا تو پھر کیا اس وقت خدا تعالیٰ کو یہ لفظ، کسی قدر، بولنا یاد نہ رہا تھا؟ تعالیٰ اللہ عمّا یقول الظالم المفتری القادیانی علوا کبیرا۔ اور یہ نہ سوچا کہ اگر کسی قدر رجوع بحق، آتھم کو سزائے موت سے بچانے اور اس عذاب کو ٹلانے کیلئے کافی تھا، تو پھر اس موت وعذاب کا اس کو وعدہ ہی کیوں دیا اور یہ ڈر کیوں سنایا۔ اس کسی قدر رجوع بحق سے تو عبداللہ آتھم اس وعدہ عذاب اور ڈر سنانے کے وقت بھی خالی نہ تھا اور نہ اس سے پہلے کبھی خالی رہا ہے، اور نہ کوئی بشر اس سے خالی ہوسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو ماننا اور اس کو اپنا خالق و مالک و لائق عبادت سمجھنا، یا مخلوق خدا سے کسی قسم کا نیک سلوک کرنا، یا اپنے ہم جنس یا اولاد پر رحم کرنا اور ترس کھانا، ایسے حق کے اقسام و افراد جن سے کسی ملت و مذہب کا کوئی آدمی خالی نہیں ہوتا۔ آخری دو صفات ایسے حق کے افراد ہیں کہ ان سے وہ لوگ بھی خالی نہیں جو دہریہ کہلاتے ہیں۔ تیسری صفت ایسی فرد حق ہے کہ اس سے بہائم اور وحشی جانور بھی خالی نہیں جو اپنی اولاد کو پیار کرتے ہیں۔ کیا آتھم تمام جہان کے اہل مذاہب بلکہ دہریوں بلکہ حیوانوں اور وحشیوں سے بھی گیا گذرا تھا کہ اس کے دل میں اس سزائے موت کا وعدہ دینے اور اس سے ڈرانے کے وقت اس قدر حق بھی نہ تھا کہ وہ خدا کو خالق و مالک جانتا ہو، یا مخلوق خدا سے نیک سلوک کا قائل ہو، یا اپنے ہم جنس و اولاد پر رحم کرتا ہو؟ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ مباحثہ کے وقت وہ خدا کے وجود اور خالقیت کا قائل تھا اور مخلوق خدا سے حسن سلوک اور اپنے ہم جنسوں اور اولاد پر رحم کرتا تھا اور خاص کر اپنے بھائی قادیانی سے اس نے یہ حسن سلوک کیا ہے کہ قادیانی اس کو اثنا مباحثہ میں سخت الفاظ سے یاد کرتا رہا اور وہ اس کے جواب سے اس کو معافی دیتا رہا اور اس کے حق میں بدزبانی سے پیش نہیں آیا۔

مرزا قادیانی خود تو احمق تھا ہی، اس نے اپنے ملہم (جو یقیناً معلم الملکوت ہے) کو بھی احمق بنایا ہے اور یہ جتایا ہے کہ اس کا ملہم کسی قدر رجوع بحق کو مزیل عذاب موعود قرار دیتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ کسی قدر حق سے کوئی بشر بلکہ کوئی حیوان بھی خالی نہیں۔ لہذا اس قدر حق کے موجود ہونے کے ساتھ عذاب سے ڈرانا اور ہلاکت کی خبر سنانا، پھر اسی قدر حق کی نظر سے اس عذاب کو ٹلا دینا، حماقت و سفاہت ہے۔

بالجملہ اصل الہام میں قادیانی کا لفظ رجوع بحق (جس سے مراد کامل رجوع باسلام سمجھا

گیا تھا) کہنا اور جب عبداللہ آتھم کا باوجود مسلمان نہ ہونے کے موت سے بچ جانا، نظر آ گیا تب اس سے مراد و مدعا کسی قدر رجوع (جو بوقت الہام مذکور بھی عبداللہ آتھم میں پایا جاتا تھا) بتانا اس الہام کے سراسر افتراء شیطانی ہونے اور قادیانی کے مفتری ہونے پر ایک قوی دلیل ہے

☆ **دوسری دلیل** اس الہام کے شیطانی ہونے پر یہ ہے کہ قادیانی پنجابی ہے اور اس کی قوم اور اول مخاطب بھی پنجابی ہیں اور یہ الہام عربی میں ہے، حالانکہ خدا کی قدیم سنت ہے کہ اس نے ہر ملہم نبی و مرسل کو (جن میں قادیانی شمولیت کا دعوی کرتا ہے، دیکھو صفحہ اول لوح ازالہ اوہام قادیانی اور اس کا صفحہ ۵۳۲ اور ۶۷۳ اور اس کا رسالہ شہادت القرآن کا صفحہ ۲۴ وغیرہ) اس کی قوم کی زبان میں کلام والہام سے مشرف فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۃ یونس میں ہے ۔ و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم ۔ (یونس۔ ع ۱) (ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ تا کہ وہ ان کو بیان کر دے).اور ازانجا کہ بیان وہی مفید و موجب فہمائش و ہدائت ہوتا ہے جس کو مخاطب سن کر اپنے ذاتی اور مادری زبان میں سمجھ لیں ۔ لہذا اس سنت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جو کچھ نبی مرسل کہے اس کو اس کے اول مخاطب اپنی زبان میں سمجھ سکیں ۔ پس اگر یہ الہام خدا کی طرف سے ہوتا تو سنت قدیمہ الہیہ کے مطابق پنجابی میں یہ ہوتا:۔

او غلام احمد اسان عبداللہ آتھم نوں ایس گلے نئیں ماریا جوہن سانوں ملوم ہوئی اے کہ او ڈر گیا سی ۔ (یا اس کی مانند اور پنجابی الفاظ میں)۔

اس الہام کا ایسے عربی الفاظ میں ہونا، جن کا مطلب قادیانی خود بھی بلا تفہیم الہی سمجھ نہیں سکا، اور اس الہام کے ساتھ الہامی تفسیر کا جو اصل الفاظ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی، نازل ہونا روشن دلیل ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں بلکہ شیطانی ہے ۔ یہ دلیل ایسی روشن اور وسیع ہے کہ اس سے جملہ الہامات قادیانی جو اکثر عربی میں ہوئے ہیں اور وہ براہین اور اس کی دیگر تصانیف میں درج ہو کر مشتہر ہو چکے ہیں ۔ اور ان میں پنجابی زبان میں، جو قادیانی اور اس کی مخاطب قوم کی مادری زبان ہے، ایک بھی نہیں ۔

ریویو براہین احمدیہ کی تحریر کے وقت ہم کو یہ دلیل نہیں سوجھی ۔ ورنہ اس وقت ان شیطانی الہاموں کا کام تمام کر دیا جاتا ۔ تاہم اب بھی ایک موقع مناسب میں اس دلیل کا خدا کی طرف سے القاء ہوا ہے، اور قادیانی کے جملہ عربی الہامات پر کاری زخم لگا ہے ۔

☆ **تیسری دلیل** اس کے شیطانی الہام ہونے پر یہ ہے کہ اس الہام کی عربی عبارت جس قدر قادیانی کی ایجاد ہے، وہ ایسی مکروہ ہے کہ وہ الہام الٰہی ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اور مع ہذا وہ مقصود قادیانی کو ادا کرنے سے قاصر ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان سے یہ جرأت نہیں ہوسکتی کہ ایسی واہی عبارت کو الہام الٰہی تسلیم کر کے الہام کو بٹہ لگا وے، اور مخالفین اسلام سے (جو تھوڑی بہت عربی جانتے ہیں) الہام کی ہنسی کراوے۔ اگر ہم قادیانی کے جملہ ایجادی فقرات اور آیات قرآنی میں اس کے تصرفات کی تفصیل کریں تو اس سے بہت تطویل متصور ہے لہٰذا بطور تمثیل یہاں صرف ایک فقرہ کی قلعی کھولتے ہیں۔ اس کا فقرہ نمبر ۷ یہ ہے

انّا نکشف السرّ عن ساقه ۔ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے، ہم اس کی پنڈلی سے بھید کھولیں گے . اور اس کی تفسیر جو قادیانی نے الہام سے کی ہے، یہ ہے

ہم اصل بھید کو اس کی پنڈلیوں سے ننگا کر کے دکھاویں گے یعنی حقیقت کھول دیں اور فتح کے دلائل بینہ ظاہر کر دیں گے .

جن کو عربیت کا مذاق ہے وہ خود جانتے ہیں اور دوسرے حضرات عربی دانوں سے پوچھ کر یقین کر سکتے ہیں کہ عربی زبان میں اور عربی محاورات میں کسی کو پنڈلیوں سے ننگا کر کے بھید دکھانا کوئی محاورہ نہیں اور نہ اس کے کوئی معنی بنتے ہیں۔ بھید کو پنڈلی سے کوئی تعلق نہیں، اس کا تعلق تو دل سے ہے۔ لہٰذا پنڈلی کھول کر بھید دکھانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پنڈلی یا ران کھولنے سے جو مستور چیز ظاہر ہوتی ہے اس کو تو اس مقام سے کوئی تعلق اور مناسبت نہیں ہے۔ ہاں عرب کی زبان اور محاورات میں کشف عن السّاق (پنڈلی کھولنے) کا محاورہ پایا جاتا ہے جس کے ساتھ سرّ یا بھید نہیں ملایا جاتا۔ اور اس عربی محاورہ میں پنڈلی کے دو معنے کیئے جاتے ہیں، ایک حقیقی دوسرے مجازی مستعار یا کنائی۔

۱۔ ساق بمعنی اصل وقوام جو اس کے حقیقی معنی ہیں۔ اس معنی کر ساق الشجر درخت کا تنہ اور ساق الانسان آدمی کی پنڈلی کو بولتے ہیں۔ اور اس سے حقیقت ان اشیاء کی مراد رکھتے ہیں

۲۔ کشف ساق سے شدت کے معنی بطور مجاز مستعار یا کنایہ مراد رکھتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی محنت اور سختی سے کام کرتا ہے تو اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھالیتا

ہے۔ پھر ایک شدت کی حالت کو اس انسانی حالت سے تشبیہہ دے کر اس کو کشف ساق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بہت سے اشعار عرب میں لڑائی کی طرف کشف ساق (پنڈلی کھولنے) کو منسوب کیا گیا ہے۔ چنانچہ تفاسیر بیضاوی، کشاف، تفسیر کبیر وغیرہ میں وہ اشعار معہ تفصیل ان معانی کے جو ہم نے بیان کی ہے، منقول ہیں۔ ان ہی محاورات کے مطابق قرآن مجید میں یوم یکشف عن ساق ارشاد ہوا ہے جس سے مفسرین سلف وخلف دونوں معنی حقیقی اور مجازی کنائی مراد بیان کرتے ہیں۔ جو لوگ حقیقی معنی ساق کا مراد ہونا بیان کرتے ہیں وہ ساق سے مراد جہنم کی ساق یا عرش کی ساق مراد بیان کرتے ہیں۔ اور اہل ظواہر اللہ جل شانہ کی ساق مراد بتاتے ہیں جس کی وہ کوئی حقیقت وکیفیت بیان نہیں کرتے، اور نہ اس کے کشف کی کوئی حقیقت ظاہر کرتے ہیں۔ اور جو لوگ مجازی تشبیہی کنائی معنی مراد بتاتے ہیں وہ اس سے شدت کے معنی بیان کرتے ہیں۔ یہ اقوال معالم، فتح البیان وکشاف وبیضاوی وتفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر میں مرقوم ہیں۔

بالجملہ کشف ساق کا محاورہ کلام عرب اور قرآن میں پایا جاتا ہے مگر جو قادیانی اور اس کے ملہم (معلم الملکوت) نے کشف السرّ عن السّاق کا محاورہ گھڑ لیا ہے، اس کا کہیں عرب کے محاورہ میں اثر ونشان نہیں پایا جاتا اور نہ اس کا کوئی مطلب بنتا ہے۔ اور یہ امر اس بات پر قوی اور روشن دلیل ہے کہ یہ خدا تعالی کا الہام نہیں بلکہ شیطان کا الہام ہے۔

☆ قادیانی اگر عرب کے محاورات سے اپنے خانہ ساز کلام کو ثابت کرے تو ہم سے ایک سو روپیہ انعام لے اور اگر ثابت نہ کر سکے (اور ہرگز نہ کر سکے گا گو مولوی نورالدین بھیروی جمونی، مولوی محمد احسن امروہی، محمد سعید شامی وغیرہ کو ملا کر ان سے مدد لے) تو ندامت کے ساتھ اس امر کو مان لے کہ یہ کلام الہام الٰہی نہیں، بلکہ شیطانی الہام ہے۔

قادیانی کے مرید اور بعض متردد مسلمان جو مرزا کے عربی رسائل کو دیکھ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ ان رسائل کے مقابلہ میں علماء اسلام کوئی رسالہ عربی کیوں نہیں لکھتے اور اس سے انعام کیوں نہیں لیتے یا اس کو الزام کیوں نہیں دیتے، وہ لوگ اسی ایک مثال کو غور سے دیکھیں۔ اور جو اس سے پہلے ہم اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۵ کے اخیر میں قادیانی کی عربی عبارات کتاب وساوس کی اغلاط کی فہرست شائع کر چکے ہیں، اس کو ملاحظہ کریں تو یقیناً جان لیں گے کہ قادیانی کے رسائل کی عربی، عرب کی عربی نہیں بلکہ وہ محض تک بندی بے سود

مصداق غت ربود ہے۔ وہ ہندی اور فارسی محاورات کا اپنی خانہ ساز اور ناموزوں عبارات میں ترجمہ کر دیتا ہے جو ہرگز اس لائق نہیں کہ علماء عربی دان اس کی طرف توجہ کریں اور اس کے مقابلہ کا قصد فرماویں۔

علماء تو کجا، وہ طالب علم بھی جنہوں نے سرکاری سکولوں میں مفتاح الادب وغیرہ رسائل پڑھے ہیں، اس کی عربی عبارات کو حقارت اور کراہت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، اور اس پر ایسی با دلیل نکتہ چینی کرتے ہیں جس کا جواب اس سے بن نہیں پڑتا۔ ہمارے ایک عزیز تلمیذ منشی احمد دین (کلرک انکم ٹیکس ضلع سیالکوٹ) نے قادیانی تفسیر کرامات الصادقین کے ابتدائی چند صفحوں پر سرسری نکتہ چینی کر کے اس کے پاس بھجوائی اور اس پر نہایت ملائمت سے داد انصاف چاہی تو قادیانی سے اس کے جواب میں کوئی بات نہ بن سکی۔ آخر اس عزیز نے وہ نکتہ چینی اخبار وزیر ہند، سیالکوٹ (مطبوعہ ۸۔ اگست ۱۸۹۴ء) میں چھپوا دی جسکی بعض علماء کپور تھلہ نے پرچہ وزیر ہند ۲۴۔ اگست ۱۸۹۴ء میں تصویب و تائید کی ہے۔ وہ اخبار آسانی سے مل سکتا ہے .... اس نکتہ چینی کو پڑھ کر ناظرین یقین کریں گے کہ قادیانی کی عربی، عرب کی عربی نہیں، پھر وہ کیونکر مستحق ہے کہ علماء عربی دان اس کی طرف توجہ کریں۔..

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ بیان بالا، اس الہام کی عربیت میں کلام تھا، اب اس کے مفید مطلب و مقصود قادیانی نہ ہونے کا حال سنو۔

یہ عبارت جیسی کیسی ہے، مطلب بتا نہیں سکتی۔ اس عبارت کے لفظی ترجمہ سے تو کچھ بھی مطلب سمجھ میں نہیں آتا، چنانچہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ لہذا قادیانی کو اس عبارت کا مطلب بتانے کیلئے ایک الہامی تفسیر کی ضرورت ہوئی جو اس نے ترجمہ کے ساتھ بیان کی، اور وہ بھی نقل ہو چکی ہے۔ اس تفسیر سے بھی کسی قدر حق کی طرف رجوع کرنے سے مدعا و مراد کہ وہ آتھم کا اس پیش گوئی سے ڈر جانا ہے، ظاہر نہیں ہوتا تھا اس لئے قادیانی کو اس الہام کی شرح و تفسیر کے بعد (بلکہ اس تمام مضمون کو ختم کر دینے کے بعد حاشیہ نمبر ا میں بصفحہ ۱۵ سطر ۴ میں) اس کا مطلب بیان کرنا پڑا کہ اس رجوع حق سے ڈر جانا مراد ہے۔ چنانچہ اس نے کہا

حق کی طرف جھکنا اور اسلامی عظمت کو اپنی خوفناک حالت کے ساتھ قبول کرنا، .

درحقیقت ایک ہی بات ہے .

اس مدعا و مراد کا عبارت الہام اور اس کی الہامی تفسیر سے سمجھ میں نہ آنا، اور ایک

مدت کے بعد مانند مشتے بعداز جنگ قادیانی کا اس مدعا کو ظاہر کرنا بھی ایک روشن دلیل ہے کہ وہ عبارت الہامی نہیں، شیطانی ہے ۔خدا تعالی جو سچوں کا ملہم ہے، ایسا قاصر البیان نہیں کہ جو مدعا کسی الہام سے ادا کرنا چاہے اس کو نہ الہام میں ادا کرے نہ اس کی الہامی تفسیر میں کہہ سکے، اور ایک مدت کے بعد اس کو وہ مدعا ظاہر کرنا یاد آوے ۔

ثانیاً جو دعوی کی تائید میں قادیانی نے کہا ہے کہ کسی قدر ڈر جانے سے موعود عذاب موت و ہلاکت بشہادت قرآن ٹل جایا کرتا ہے، اس میں اس نے نصوص کی تحریف کی ہے ۔ قرآن کی کسی آیت میں یہ بیان صراحتاً یا اشارۃً پایا نہیں جاتا ہے کہ جو قطعی وعدہ عذاب موت و ہلاکت کا کسی کو موقّت بوقت خاص دیا گیا ہے وہ ان کے کسی قدر ڈر جانے سے ٹل گیا ہے ۔قادیانی نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک آیت فمن یّعمل مثقال ذرّۃ خیراًیره پیش کی ہے ۔سو یہ دنیاوی موعود عذاب موت کے ٹلنے میں نص نہیں ہے بلکہ آخرت میں ذرہ بھر نیکی کا بدلہ پانے میں نص ہے ۔اس کے پہلے قیامت کے احوال واہوال (زمین کا ہلایا جانا اور اس کا اپنے بوجھ نکال دینا اور اپنی پیٹھ پر گذرے واقعات کی خبر دینا) بیان کر کے کہا ہے

یو مئذ یّصدر النّاس اشتا تاً لّیروا اعمالھم فمن یّعمل مثقال ذرّۃٍ خیراً یّره ۔ کہ اس دن لوگ متفرق ہوکر حساب کی جگہ سے پھرینگے تا کہ اپنے اعمال کا بدلہ دکھائے جائیں پھر جو ذرہ بھر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا ۔

اس آیت سے قادیانی کا یہ بات نکالنا کہ جو ایک ذرہ خدا سے ڈر گیا اس سے دنیا میں سنگین عذاب موت ٹل گیا، تحریف نہیں تو اور کیا ہے (بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بھی کئے ہیں کہ کافروں کو دنیا میں نیکی کا بدلہ رزق اور مال ملتا ہے مگر اس کی تفسیر میں کسی نے وہ نہیں کہا جو مرزا قادیانی نے کہا ہے)

دوسری آیت حاشیہ نمبر ۱، انوار میں قادیانی نے وہ پیش کی ہے جس میں بیان ہے

و اذا اردنا ان نھلک القریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحقّ علیھا القول فد مر ناھا تد میراً (جب لوگ فسق کرتے ہیں تو ہلاک کئے جاتے ہیں)۔

و ما کنّا مھلکی القرے الا و اھلھا ظالمو ن (ہم اس وقت بستیوں کو ہلاک کرتے ہیں جب ان کے لوگ ظالم ہو جاتے ہیں)

ولقد استھز یء رسل من قبلک فاملیت للذین کفروا ثم اخذ

ثم فكيف كان عقا ب (تجھ سے پہلے رسولوں سے ٹھٹھا کیا گیا۔ تو ہم نے لوگوں کو پکڑا)۔

و مكروا مكراً و مكر نا مكراً و هم لا يشعرو ن

مگر یہ تمام آیات قادیانی پر حجت ہیں، یعنی اس کو جھوٹا کرتی ہیں، اس کی دستآویز نہیں ہوسکتیں کیونکہ ان میں عذاب کا موجب وسبب فسق، ظلم واستہزا، مکر کو بتایا گیا ہے ۔سو آتھم سے بمقابلہ اسلام سرزد ہو چکا ہے لہذا وہ عذاب کا مستحق ہو چکا تھا۔ قادیانی کا الہام سچا ہوتا تو ان آیات کی شہادت سے اس پر ضرور عذاب آ جاتا ۔ ان آیات میں یہ نہیں کہا گیا کہ اگر فسق وظلم واستہزاء ومکر کے بدلے عذاب موت کا وعدہ ہو جائے تو پھر وہ کسی قدر ڈر جانے سے ٹل جاتا ہے، لہذا ان آیات سے عذاب ٹل جانے کا ثبوت نکالنا تحریف نصوص ہے۔

☆ چھٹی آیت قادیانی اشتہار عدم وفات شوہر زوجہ فرضی خود میں وہ پیش کی جس میں حضرت یونس کی قوم سے ایمان لانے کی وجہ سے عذا ب کا اٹھایا جانا مذکور ہے ۔ اورمرزا قادیانی نے دعوی کیا ہے کہ

. حضرت یونس کی قوم کو قطعی طور پر بغیر بیان کسی شرط کے چالیس دن کی میعاد بتلائی گئی . یعنی پھر وہ عذاب اٹھالیا گیا اور وعدہ عذاب پورا نہ ہوا۔

اس آیت میں یہ نص وتصریح نہیں ہے کہ یونسؑ کو خدا تعالی نے اس قوم کو ہلاک کرنے کا قطعی وعدہ دیا تھا، اور نہ اس مضمون کی کوئی حدیث صحیح یا ضعیف دواوین سنت میں دیکھی گئی ہے۔ بلکہ نص قرآن میں (صرف یہ) بیان ہے

فلو لا كانت قرية ا منة فنفعها ايما نها الا قوم يونس لما آمنوا كشفنا عنهم العذا ب الخزى فى الحيوة الد نيا و متعنا هم الى حين ۔

(یو نس ۔ع ۱۰) کوئی بستی ایسی نہ ہوئی کہ وہ عذاب دیکھ کر ایمان لاتے اور اس سے نفع اٹھاتے ، بجز قوم یونس کے کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے دنیا کی رسوائی کے عذاب کو اٹھادیا اور ان کو ایک وقت تک دنیا سے متمتع کیا۔

جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب قطعی ہلاکت کا نہ تھا (قطعی ہوتا تو وہ ایمان لانے سے نہ ٹلتا اور اس میں تخلّف نہ ہوتا) بلکہ وہ شرطی انذار تھا کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو عذاب کئے جاؤ گے۔ پھر قوم یونس آثار عذاب دیکھ کر ایمان لے آئے تو وہ عذاب (جو بشرط عدم ایمان تھا) وقوع میں نہ آیا۔ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت یونس نے قوم کو چالیس

شب کی میعاد مقرر کر دی تھی مگر انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ وہ وعدہ قطعی ہلاکت کا تھا، شرطی عدم ایمان کی شرط سے مشروط نہ تھا۔ بلکہ چالیس رات کی میعاد مقرر کرنے اور اس سے پہلے عذاب نہ آنے سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ چالیس شب کی مدت انکے ایمان کے انتظار کیلئے مقرر ہوئی تھی اور اس غرض کے اظہار کیلئے تھی کہ اگر وہ اس عرصہ میں ایمان لے آویں گے تو عذاب نازل نہ ہوگا۔

امام رازی تفسیر کبیر جلد ۵ کے صفحہ ۴۲ میں لکھتے ہیں ۔

روی ان یونس بعث الی نینوی من ارض الموصل فکذّ بوہ فذھب عنھم مغاضباً فلمّا فقدوہ خافوا نزو ل العذا ب فلبسوا..... اربعین لیلۃ وکان یونس قال لھم ان اجلکم ار بعون لیلۃ فقا لوا ان رئینا اسباب الھلا ک آ منا بک ۔ فلما مضت خمس و ثلا ثو ن لیلۃ ظھر فی السماء غیم اسود شدید السواد فظھر منه دخان شدید و ھبط ذا لک الد خان حتی وقع فی المد ینۃ واسود سطرحھم فخرجوا الی الصحرا وفرقوا بین النساء والصبیا ن وبین الدوا ب و اولا دوھا فحن بعضھا الی بعض فعلت ا لاصوات و کثر التضرعا ت و اظھر ا لا یما ن و التو بۃ و تضرعوا الی اللہ تعا لی فرحمھم و کشف عنھم

حضرت یونس اہل نینوی کی طرف مبعوث ہوئے ۔انہوں نے جھٹلایا تو وہ ان سے خفا ہو کر نکل گئے ۔ پھر جب انہوں نے حضرت یونس کو نہ پایا تو ڈر گئے ۔اور ٹاٹ پہننے لگے اور چلائے ۔ حضرت یونس نے ان کو چالیس دن کی میعاد مقرر کر دی تو وہ آپ کے جواب میں بولے کہ ہم اسباب و آثار ہلاکت دیکھیں گے تو ایمان لے آویں گے ۔اور جب تیس راتیں گذر گئیں تو آثار عذاب نمایاں ہوئے اس حال میں سیاہ بادل نمودار ہوا جس سے سخت دھواں ظاہر ہوا جو شہر میں آپڑا۔اور اس سے اس کی چھتیں سخت سیاہ ہو گئیں ۔تب وہ لوگ جنگل کو نکل گئے ۔اپنی بیویوں کو بچوں سے جدا کر کے چلانے لگے اور ایمان لے آئے اور تائب ہوئے تو خدا نے ان پر رحم کیا اور عذاب کو ملتوی کیا گیا۔

یہ حضرت یونس کا (بقول مفسرین) چالیس دن کی میعاد مقرر کرنا اور ان کے جواب میں قوم کا یہ کہنا کہ ہم آثار و اسباب دیکھ کر ایمان لے آویں گے، اور اس پر حضرت یونسؑ کا

سکوت فرمانا صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ وعدہ عذاب قطعی نہ تھا بلکہ بشرط عدم ایمان تھا۔ تب ہی انہوں نے بصورت آثار دیکھنے کے وعدہ ایمان کیا تھا۔ پھر ان کو میعاد سے پہلے آثار دکھا کر ایمان عطا ہوا اور عذاب ملتوی کیا گیا۔

نیز تفسیر کبیر کی جلد ۶ کے صفحہ ۱۸۸ میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے

فاوحی اللہ الیہ (ای یو نسؑ) قل لھم ان لم تؤمنوا جاء کم العذاب فابلغھم فخرج من عند ھم فلمّا فقدوہ ندموا علی فعلھم و طفقوا یطلبون فلم یقدر و ثم ذکروا امرھم و امر یونس للعلماء الذین کانوا فی دینھم فقالوا انظروا و اطلبوہ فی المدینۃ فطلبوہ فقیل لھم انہ خرج العشی فلما ایموا اغلقوا باب مدینتھم فلم یدخلھا بقوم ولاغنمھم و ھزنوا الوالدۃ عن ولدھا وکذا الصبیان والامھات ثم قاموا ینتظرون الصبح فلما انشق الصبح راو العذاب ینزل من السماء .... کہ خدا تعالیٰ نے حضرت یونس کی طرف جو وحی متضمن خبر عذاب کی تھی خود اس میں یہ شرط لگا دی تھی کہ اگر وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے تو ان پر عذاب نازل ہوگا۔ حضرت یونس نے ان کو یہ وحی الٰہی پہنچائی تو وہ ایمان لانے سے انکاری ہوئے۔ جس پر یونسؑ ان کے بیچ سے نکل گئے تو وہ پچھتائے اور یونس کی تلاش میں لگ گئے۔ یونس کو انہوں نے نہ پایا تو رونے چلانے لگ گئے اور ایسے ڈرے کہ حاملہ عورتوں کے حمل وضع ہو گئے اور انسانوں کے علاوہ گائے بکریوں کی بھی آوازیں نکلیں۔ تب عذاب رفع ہوا۔

لیجئے قادیانی صاحب! اس روایت سے کیسی صفائی اور تصریح کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ جو حضرت یونس کو خدا تعالیٰ نے شرطی عذاب کا ڈر سنایا تھا وہ وعدہ قطعی نہ تھا۔ اب اس سے بڑھ کر آپ کیا چاہتے ہیں اور شرطی ہونے عذاب قوم یونس کا اور کیا ثبوت مانگتے ہیں؟

اس روایت کے معنی سمجھنے میں جو قادیانی نے دھوکہ کھایا، یا دیدہ دانستہ دھوکہ دینا چاہا ہے اس کا ازالہ اشتہار چار ہزار کے دلائل کے جواب میں عنقریب کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔ اور اگر قادیانی اس ظاہر مفہوم آیت کو نہیں مانتا اور بیان مذکور مفسرین کو بھی (جس سے عذاب کا مشروط بعدم ایمان ہونا ثابت ہے) سچا نہیں جانتا تو وہ کسی آیت قرآن یا حدیث صحیح سے یہ ثابت کر دے کہ وہ وعدہ قطعی ہلاکت کا تھا اور پھر وہ ٹالا گیا۔ اور صرف یہی امر اس کا مدعا ثابت

کرنے کو کافی نہ ہوگا بلکہ اس کو یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ قوم یونس ایمان نہ لائی تھی، اور کفر سے تائب نہ ہوئے تھے، صرف اسی قدر ڈر گئے تھے جیسا کہ بقول قادیانی عبداللہ آتھم کسی قدر ڈر گیا تھا اور وہ ایمان جو نجات کی شرط ہے، نہ لایا تھا۔ کیونکہ اگر یہ امر قادیانی ثابت نہ کرسکا اور قوم یونس کا ایمان لانا اس کے نزدیک بھی ثابت و مسلّم رہا جیسا کہ نص قرآن لما آمنوا کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوة الدنیا سے (جو مع ترجمہ منقول ہوئے) ثابت ہے تو پھر بھی یہ آیت قادیانی کی دلیل نہ ہوسکے گی۔ کیونکہ اس کا دعوی یہ ہے کہ کسی قدر ڈر جانے سے اور دل کے کسی گوشہ میں ایک ذرہ دھڑکہ یا خوف پیدا ہو جانے سے عذاب قطعی ٹل جاتا ہے، گو وہ ایمان جو نجات کی شرط ہے حاصل نہ ہو۔ پس جب تک آیت متعلق قصہ حضرت یونس یا کسی اور آیت سے قادیانی یہ ثابت نہ کرے کہ صرف کسی قدر ڈر جانے سے (باوجود کافر و بے ایمان رہنے کے) عذاب موعود ٹل جاتا ہے اور ٹل گیا ہے، اس آیت سے اس کا تمسک کرنا کمال درجہ کی بے حیائی اور بے ایمانی ہوگی۔

قادیانی کے مرید اس بات کو نہیں سمجھتے کہ عبداللہ آتھم تو بقول قادیانی بھی ایمان نہیں لایا۔ صرف کسی قدر ڈر گیا تھا، بخلاف قوم یونس کہ وہ پورے طور پر اور کمال تضرع سے ایمان لے آئے تھے۔ پھر یہ آیت متعلق قوم یونس (اگر بالفرض اس سے قطعی عذاب کا ٹل جانا ثابت ہو) قادیانی کی دلیل کیونکر ہوسکتی ہے۔

☆ مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار چار ہزار روپئہ کے صفحہ ۱۱ سے ۱۶ تک خاکسار (محمد حسین) کو مخاطب کر کے پہلے عام موعود اور قطعی عذابوں کے توبہ و استغفار سے ٹل جانے کا ثبوت پیش کیا ہے پھر خاص کر حضرت یونسؑ کی قوم کے عذاب کے قطعی ہونے کے ساتھ ٹل جانے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

عام موعود اور قطعی عذابوں کے استغفار و توبہ سے ٹل جانے کے ثبوت میں اول یہ دعوی کیا ہے کہ تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ اگر توبہ و استغفار قبل نزول عذاب ہو تو عذاب ٹل جاتا ہے۔ اور اس دعوی کے ثبوت میں بائیبل کا ایک قصہ نقل کر دیا ہے جس کا نہ پتہ بتایا نہ حوالہ کتاب دیا۔ اور اس دعوی کے ساتھ (دوسرا) یہ دعوی بھی کر دیا کہ یہ قصہ مفسرین نے لکھا ہے، بلکہ اور حدیثیں اس قسم کی بہت ہیں جن کا لکھنا موجب طول ہے۔ پھر اس کے ساتھ (تیسرا) یہ دعوی بھی کر دیا ہے کہ علاوہ وعید ٹلنے کے (جو کرم مولی میں داخل ہے) اکابر

صوفیہ کا مذہب ہے کہ کبھی وعدہ بھی ٹل جایا کرتا ہے، اوراس پر صوفیوں کی دو کتابوں کا حوالہ دے کر اس دعوی سوم کی دلیل قرآن سے یہ پیش کی ہے کہ موسیٰؑ کو نزول توریت کیلئے تیس رات کا وعدہ دیا گیا تھا اور کوئی شرط ساتھ نہ تھی۔ مگر وعدہ قائم نہ رہا اوراس پر دس دن بڑھائے گئے، جس سے بنی اسرائیل فتنہ گوسالہ پرستی میں پڑے۔ اوراس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جب کہ نص قطعی سے ثابت ہے کہ خدا ایسے وعدہ کی تاریخ ٹال دیتا ہے جس کے ساتھ کسی شرط کی تصریح نہیں کی گئی تھی تو وعید کی تاریخ میں عندالرجوع تاخیر ڈالنا خود کرم میں داخل ہے۔

پھر حاشیہ میں بضمن نوٹ اول قادیانی نے اس دلیل پر آپ ہی یہ سوال وارد کر کے کہ اللہ تعالی یہ فرماتا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد (یعنی خدا تعالی وعدہ کا خلاف نہیں کرتا)، اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں وعدہ سے مراد وہ امر ہے جو خدا کے ارادہ میں وعدہ کے نام سے موسوم ہو، نہ کہ وہ امر جس کو انسان اپنے خیال کے مطابق قطعی وعدہ سمجھ لے۔ اور کہا ہے کہ ممکن ہے کہ خدا تعالی ایک وعدہ کرے اور اس کے ساتھ کوئی شرط مخفی ہو جس کا اظہار نہ کرے، اور شرط کے عدم ظہور سے اس وعدہ کا ظہور نہ ہو۔ پھر اپنے پہلے دعوی کی نظیر یا دلیل وہ آیت قرآن پیش کی ہے جس میں یہ ذکر ہے

لئن انجیتنا من ھذہ لنکو ننّ من الشاکرین فلما انجاھم اذا ھم یبغثو ن فی الار ض بغیر الحق (یو نس) کشتی والے طوفان کے وقت کہتے ہیں کہ اے خدا اگر تو ہم کو اس سے نجات دے گا تو ہم شکر گزار ہوں گے، پھر خدا جب ان کو نجات دیتا ہے تو وہ زمین میں ناحق کے طالب ہوتے ہیں

اور بڑے فخر سے ایسی آیات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

خدا تعالی اپنے قہری ارادہ سے دریا میں طوفان پیدا کرتا ہے پھر ان کے تضرع اور رجوع پر ان کو بچالیتا ہے۔ باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ وہ پھر مفسدانہ حرکات کریں گے۔ پھر کہا ہے کہ کیا اس طوفان سے یہ غرض ہوتی ہے کہ کشتی والوں کو خفیف چوٹیں لگیں، مگر ہلاک نہ ہوں۔ اے شیخ! ذرا شرم کرنا چاہیے۔ اس قدر عقل کیوں ماری گئی کہ نصوص بدیہہ سے انکار کئے جاتے ہو۔

☆ قادیانی کے اس بیان سے اس کا کوئی دعوی منجملہ دعاوی ثلاثہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس نے جو یہ دعوی کیا ہے کہ تمام قرآن اسی تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ توبہ واستغفار قبل نزول

عذاب ہو، تو عذاب ٹل جاتا ہے اور اس کے ثبوت میں جو کچھ کہا ہے اس میں اولاً یہ نہ سوچا کہ جو عذاب توبہ و استغفار سے ٹل جاتا ہے وہ عذاب قطعی موعود ہوتا ہے جس کے وقوع کی پیشتر خبر دی جاتی ہے یا غیر موعود؟ اور محل بحث و نزاع کونسا عذاب ہے؟ قطعی موعود یا غیر موعود؟ اور میرا دعوی کس عذاب کے ٹل جانے کا ہے، قطعی موعود کا یا غیر موعود کا۔ پس اگر عذاب قطعی موعود محل بحث و نزاع ہے اور اسی کے ٹل جانے کا مجھے دعوی ہے، تو پھر میرا کشتی والی آیت کو معرض استدلال میں لانا کیا وجہ رکھتا ہے؟ کیا کسی آیت میں یا حدیث میں یہ آیا ہے کہ کشتی والوں پر جو طوفان آیا کرتا تھا اور وہ ان کے استغفار و تضرع سے ٹل جایا کرتا تھا، وہ پیشتر سے موعود ہوتا تھا، اور اسکی نسبت خاص کوئی وعدہ ہلاکت آجاتا تھا۔ ایسا ہے تو میں اس مقام میں اس آیت کو پیش کروں جس میں وعدہ قطعی ہلاکت بہ طوفان ہوا ہو، اور پھر وہ ٹلا ہو۔ اور اگر اس مضمون کی آئت کوئی نہیں تو عقلاء جہان میری اس پیش کردہ آیت کو دیکھ کر کیا کہیں گے؟ اور اس آیت میں یا قرآن کی کسی اور آیت میں اس طوفان کا جو تضرع سے ٹل گیا تھا، وعدہ نہ دیکھیں گے تو مجھے بجز احمق یا دھوکہ باز نہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟

اور ثانیاً یہ نہ سوچا کہ دعوی تو میرا یہ تھا کہ رجوع و تضرع سے عذاب موعود ٹل جانے کی آیات سے قرآن بھرا پڑا ہے اور اس کی دلیل و تفصیل میں میرا ایک بے نشان قصہ بائیبل سے نقل کرنا کیا وجہ رکھتا ہے؟ کیا بائیبل قرآن ہے؟

پھر اس دعوی پر ایک دعوی دوم کرنا اور بے پتہ اقوال مفسرین اور احادیث کا حوالہ دینا کیا وجہ رکھتا ہے؟ کیا بے پتہ اقوال مفسرین اور بے نشان احادیث بھی قرآن کہلاتے ہیں؟

پھر اس کوتاہی کے ساتھ (یعنی قرآن کی ایک آیت یا حدیث بھی نقل کئے بغیر) میرا یہ کہنا کہ تفصیل موجب تطویل ہے، کیا معنی رکھتا ہے؟ آیت یا حدیث یا کسی تفسیر کی عبارت تو ایک بھی ہم نے ایسی نہیں لکھی جس میں موعود عذاب کے ٹل جانے کا ذکر ہو، پھر تطویل کہاں سے ہوگئی جس سے تھک کر اور احادیث یا آیات کے ذکر سے قلم کو روکا گیا ہے۔

اور ثالثاً یہ نہ سوچا کہ جو دعوی سوم کی میں نے آیت دلیل بنا کر پیش کی ہے وہ وعدہ خلافی کے جواز پر نص قطعی کیونکر ہوسکتی ہے؟ اس آیت میں یہ کہاں تصریح ہے کہ تیس رات کے گذرنے پر فوراً توریت ملنے کا خدا نے وعدہ کیا تھا اور وہ وعدہ دس رات بڑھا کر ٹلایا گیا۔

اور رابعاً، قادیانی صاحب نے یہ نہ سوچا کہ جو اقوال صوفیوں کے ہم اس وعدہ

خلافی کی تائید میں پیش کر کے اپنے ساتھ ان کو بدنام کرنا چاہتے ہیں، کیا وہ اقوال بھی آیات قرآن ہیں؟ اور وہ کس شخص کیلئے حجت دست آویز بنائی گئی ہے۔ اپنے لئے یا اپنے مخاطب کیلئے؟ ہمارا سارے جہان کا اتباع وتوافق کو چھوڑ کر مجتہد و مجدد بن کر قرآن و حدیث سے استدلال کا مدعی بننا، پھر بجائے قرآن حدیث ان اقوال صوفیا کو پیش کرنا، اہل علم و دانش کی نظروں میں کیا وقعت واثر پیدا کرے گا؟ اور ہمارا مخاطب جو دلیل شرعی کا طالب ہے وہ ان اقوال کو ان معنی سے، جو ہم سمجھتے ہیں، کب قبول کرے گا۔

☆ ہمارے ان الزامات وسوالات کے ضمن میں قادیانی کے جملہ دعاوی دلائل کا جواب اجمالی ادا ہوا۔ اب ہم ان دعاوی و دلائل کا جواب تصریح و تفصیل سے دیتے ہیں

☆ مرزا قادیانی کا پہلا دعوی محض کذب ہے ۔قرآن میں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس میں یہ ذکر ہو کہ موعود قطعی عذاب تو بہ استغفار سے وقت موعود ٹل جاتا ہے۔اس دعوی کی دلیل جو بے پتہ قادیانی نے بائیبل سے پیش کی ہے وہ قادیانی اوراس کے عیسائی بھائیوں کیلئے حجت ہوگی، اہل اسلام تو اس کو حجت نہیں سمجھتے اوران کتابوں کومحرف مانتے ہیں۔اور طرفہ یہ کہ قادیانی بھی براہین احمدیہ میں کہہ چکا ہے کہ یہ کتابیں کایاپلٹ ہوتی رہتی ہیں (براہین ج ۴ص ۳۳۰۔اور اشاعۃ السنہ نمبر ۸ ج ۱۵ص ۱۹۷)

☆ قادیانی کا دوسرادعوی بھی محض ڈھکوسلہ ہے۔اسے چاہیے کہ اس مضمون کا کسی مفسر معتبر کا قول (جو اہل کتاب سے ماخوذ نہ ہو بلکہ حدیث سے ہو) یا کوئی صحیح حدیث نقل کرے۔

☆ قادیانی کے تیسرے دعوی میں دو دعوی ہیں۔

ایک یہ کہ وعید کوٹلا دینا کرم ہے۔ دوسرا یہ کہ وعدہ الہی بھی کبھی ٹل جایا کرتا ہے۔

پہلے دعوی کا رد وابطال یہ ہے کہ اس دعوی کو آپ نے نقلی وشرعی دلیل سے مدلل نہیں کیا۔اس کی صرف عقلی دلیل یہ بیان کی ہے کہ یہ کرم ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات آپ نوٹ دوم صفحہ ۱۲ اشتہار چار ہزار میں مان چکے ہیں کہ

. تخلّف وعدہ کا ایک نقص ہے جو خدا تعالی پر جائز نہیں .

اور اس کے نقص ماننے کی وجہ یہی ہے کہ اس سے کذب لازم آتا ہے اور یہی نقص بعینہ تخلّف وعید میں موجود ہے۔لہذا اللہ کا اس سے بھی پاک ہونا بحکم عقل واجب و ضروری ہے۔جیسا کہ تخلّف وعدہ سے آپ کے نزدیک اس کا پاک ہونا واجب اورضروری

ہے ۔اور نقل بھی عقل کی مؤید ہے ۔اللہ نے وعید کے باب میں صاف فرمادیا ہے کہ جو میں نے ڈر (عذاب) کی بات کہی ہے، وہ نہ بدلے گی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

ما یبدل القول لدیّ و ما انا بظلام للعبید ۔ (ق)۔ یعنی اگر میں اپنی اس بات (وعید) کو بدلا دوں اور کافروں اور مشرکوں کو بھی مسلمانوں کی طرح بخش دوں تو یہ مسلمانوں اور خدا پرستوں پر میرے قانون جزاوسزا کے مطابق صریح ظلم ہے۔

اورفرمایا انجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون (قلم)

کہ کیا ہم مسلمانوں اور مجرموں کو یکساں کردیں گے؟ تمہیں کیا ہوا کیسی باتیں کرتے ہو؟

اورفرمایا کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کا الفجّار (سورہ ص)

کیا ہم نیک عمل مومنوں کو مفسدوں کی مانند یا پرہیز گاروں کو بدکاروں کا سا کردیں گے؟

☆ آپ کی عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر اپنے کرم کی نظر کی سے اللہ تعالی کو ایک نقص اور عیب (کذب) کا ارتکاب جائز ہے ۔تو اس سے لازم آتا ہے کہ شرک وکفر وزنا وغیرہ سبھی گناہ خدا تعالی کے نزدیک جائز ہوں ۔اور بندوں کے نزدیک بھی بتقلید خدا جائز (تعالی اللہ عما یقول الظا لمو ن علواً کبیراً) خدا کے نزدیک اس جواز گناہ کی وجہ یہ ہے کہ کرم خداوندی کی نظر سے خدا کا کذب جائز ہوا ، اور اس امر کا گنہ گاروں کو یقین دلایا گیا تو گنہ گار دلیری سے اس کرم کے بھروسہ پر کفر وشرک وزنا کا ارتکاب کریں گے اور یہ کہیں گے کہ خدا تعالی کریم ہے ، وہ اپنا کرم چھوڑ کر ہم کو کبھی عذاب نہ کرے گا ۔ اس سے بعثت رسولوں کا عبث ہونا اور احکام حلال وحرام کا بے کار ہونا لازم آیا۔

مرزا قادیانی چونکہ باتفاق جمہور اہل اسلام اس قسم کے عقاید ومقالات کے سبب زندیق ٹھہرا دیا گیا ہے لہذا وہ ایسی باتیں عوام کو سنا کر یہی چاہتا ہے کہ شریعت بے کار ہو اور احکام اسلام درہم برہم ہوں اور سب لوگ میری طرح زندیق بن جائیں ۔اس قسم کی باتیں پہلے زندیقوں نے بھی کہی تھیں مگر بحمد اللہ وہ ناکام رہے۔

لوگوں کے نزدیک اس تجویز سے جواز ہر ایک گناہ کی وجہ یہ ہے کہ کریم سے اگر کوئی کسی امر کی جس کو وہ گناہ جانتا ہو (مثلاً اس کی عورت سے کسی کا زنا کرنا) درخواست کرے تو اسکو اپنے کریم ہونیکے لحاظ سے اس سوال کو رد نہ کرنا اور اپنی عورت کو سائل کے پاس بھیج دینا جائز ہوگا اور قادیانی کی اس دلیل پر عمل کرنا پڑے گا کہ اگرچہ زنا بری صفت ہے (جیسا کہ

کذب) مگر کریم کو بلحاظ کرم، سائل کا دل رکھنے کو اس برائی کا ارتکاب جائز ہے۔

اے نادان قادیانی! خدا تعالی کے حق میں اس کے کرم کی نظر سے تیرا کذب کو تجویز کرنا، اور وعید معین سے اس کا تخلف جائز رکھنا بعینہ ایسا ہی ہے۔ خدا تعالی سے صدور کذب ایسا ہے جیسا کہ انسان سے زنا۔ کچھ تو سوچ، ذرا ہوش کر اور شرم سے کام لے۔ خدا تعالی کی نسبت ایسی بات نہ کہہ جو خدا تعالی نے نہیں فرمائی۔ فلا تضربوا للہ الامثال۔ ان اللہ یعلم و انتم لا تعلمون

دوسرے دعوی (تخلف وعدہ الہی کے جواز) پر جو قادیانی نے آیت قرآن و واعدنا موسی ثلثین لیلۃ سے استدلال کیا ہے اس میں خدا تعالی پر افتراء کیا ہے۔ اس آیت میں تیس رات کے وعدہ کا ذکر و ارشاد نہیں کہ ہم نے صرف تیس ہی رات کا موسیٰ سے وعدہ کیا تھا۔ بلکہ برخلاف اس کے صاف طور یہ ارشاد ہے و اذ واعدنا موسی ثلاثین لیلۃ و اتممناھا بعشر فتمّ میقات ربہ اربعین لیلۃ (اعراف) کہ ہم نے موسی سے تیس رات کا وعدہ کر کے اس کو دس رات سے پورا کیا۔ سو اس کے رب کا وعدہ چالیس رات سے پورا ہوا یہ آیت قطعی نص ہے کہ پورا وعدہ چالیس ہی رات کا تھا۔ مگر اس آیت میں منجملہ چالیس رات کے تیس کو پہلے ذکر کیا دس کو پیچھے۔ پھر اس تفصیل کے بعد اس کا ٹوٹل کیا۔ اور فرمایا کہ وہ پورا وعدہ چالیس رات کا ہوا جس کو دوسری آیت میں بلا تفصیل چالیس ہی رات کا وعدہ کہا اور صاف فرما دیا

و اذ واعدنا موسی اربعین لیلۃً ثم اتخذ تم العجل من بعدہ و انتم ظالمون (بقرہ)۔ کہ ہم نے موسی سے چالیس رات کا وعدہ کیا۔ تو تم نے اس کے پیچھے بچھڑے کو معبود بنایا۔

اس تفصیل کی مثال قرآن کی ایک وہ آیت ہے جس میں خدا تعالی نے حج میں تمتع کرنے والے پر (جو قربانی نہ پاوے) دس روزہ فرض کیئے۔ مگر پہلے تین حج کے دنوں میں پھر سات اس کے بعد اور آخر فرما دیا کہ یہ دس پورے ہوئے فمن لم یجد فصیام ثلاثہ ایام فی الحج و سبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ۔

یہاں اگر یہ سوال ہو کہ اس آیت میں تو دس دن کو تفصیل مذکور سے بیان کرنے میں فائدہ ظاہر ہے کہ تین روزہ اور سات روزہ کا محل جدا جدا بیان ہوا ہے، اس آیت میں

چالیس رات کی تفصیل مذکور سے کیا فائدہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ فائدہ تفسیر کبیر کی عبارت میں عنقریب بیان ہوگا۔ انشاء اللہ تعالی۔

اب قادیانی کے تصرف و بے ایمانی کو دیکھو کہ اس نے پوری آیت کا مضمون بیان نہ کیا اور اس وعدہ الٰہی کو پہلے صرف تیس رات کا وعدہ بتایا، پھر دس رات سے اس وعدہ کا بدل جانا اور اپنے وقت موعود سے ٹل جانا تجویز کیا۔ اور اس چوری پر یہ سینہ زوری کہ اس تبدیلی کو وہ نص قطعی کہتا ہے۔ ہم اپنے اس بیان کی تائید کیلئے علماء مفسرین کے اقوال پیش کرتے ہیں جو بدست آویز آیات مذکورہ اس وعدہ کو چالیس ہی رات کا وعدہ قرار دیتی ہیں، نہ تیس کا۔

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر جلد اول ص ۵۲۱ میں کہا ہے

و ایضاً فلیس المراد انقضاء ای اربعین کان بل اربعین معین و هو الثلا ثون من ذی القعدة و العشر الاول من ذی الحجة لا نّ موسی کا ن عا لماً با نّ المراد هو هذه ا لا ر بعو ن و ایضاً فقوله تعالی و اذ واعد نا موسی ار بعین لیلةً یحتمل ان یکو ن المراد انّه وعد قبل هذه ا لا ربعین ان یجیء الی الجبل هذه الاربعین حتی تنزّل علیه التوراة و یحتمل ان یکو ن المراد انه امر با ن یجیء الی الجبل هذه ا لا ر بعین و وعد بان تنز ل علیه بعد ذلک التوراة و هذه ا لا حتمال الثا نی هو المتا ید با لا خبار (البحث الرا بع) قو له ههنا وا عد نا موسی اربعین لیلة یفید ان الموا عدة کا نت من اول ا لا مر علی الار بعین و قو له فی الاعراف و وا عد نا موسی ثلا ثین لیلة و اتممنا ها بعشر یفید ان الموا عدة کا نت فی اول الا مر علی الثلا ثین فکیف التوفیق بینهما اجاب الحسن البصری فقال لیس المراد ان وعده کان ثلاثین لیلة ثم بعد ذا لک وعده بعشر لکنّه وعده ار بعین لیلة جمیعا۔ و هو کقو له ثلا ثه ایا م فی الحج و سبعة اذا ر جعتم تلک عشر کا مله۔

اس قول خداوندی سے کہ ہم نے موسیٰؑ سے چالیس رات کا وعدہ کیا۔ کوئی (عام) چالیس راتیں مراد نہیں۔ بلکہ (خاص) تیس راتیں ماہ ذی قعد کی اور دس رات ذی الحج کی۔ کیونکہ

موسیٰ کو اس تعین کا علم تھا اور اس وعدہ کے دینے کے دو احتمال ہیں۔ایک یہ کہ ان چالیس سے پہلے یہ وعدہ دیا گیا ہو کہ موسیٰ ۴۰ رات پہاڑ پر آئیں گے تو توریت ملے گی۔دوسرا احتمال یہ کہ پہلے ۴۰ رات پہاڑ پر آنے کا حکم ہوا ہو۔اور اس کے بعد یہ وعدہ توریت ملنے کا ہوا۔اس احتمال دوم کی تائید حدیث سے ہوتی ہے۔اس قول خداوندی سے کہ ہم نے موسیٰ کو ۴۰ رات کا وعدہ دیا، ثابت ہوتا ہے کہ پہلے ہی سے ۴۰ رات کا وعدہ ہوا تھا۔ اور دوسرے قول سے جو سورہ اعراف میں ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ۳۰ رات کا وعدہ دیا۔اور اس کو دس رات سے پورا کیا، مفہوم ہوتا ہے کہ پہلے ۳۰ کا وعدہ ہوا تھا۔ان دونوں قول میں موافقت کیونکر ہوسکتی ہے؟ اس کا جواب حسن بصریؒ نے یہ دیا ہے کہ اس قول دوم سے یہ مراد نہیں کہ پہلے وعدہ تیس رات کا دیا تھا پھر دس رات کا دوسرا وعدہ ہوا۔ بلکہ وہ وعدہ پہلے ہی سے اکٹھے چالیس رات کا تھا۔اس کو تیس اور دس رات کے وعدہ سے تعبیر کرنا ایسا ہے جیسا خدا تعالیٰ کے اس قول کہ (حج تمتع کرنے والہ) تین روز ایام حج میں روزہ رکھے اور سات دن جب حج کر کے پھرے۔یہ دس پورے ہوئے۔ پہلے تین کو پھر سات کو بیان کیا گیا ہے۔

پھر امام رازی نے جلد چہارم کے صفحہ ۴۱۷ میں کہا ہے

واعلم انه تعالى قال فى سورة البقرة و اذ واعدنا موسى اربعين ليلة و ذكر تفصيل تلك الاربعين فى هذه الآية فان قيل و ما الحكمة ههنا فى ذكر الثلا ثين ثم اتمامها بعشر و ايضاً فقوله فتم ميقات ربه اربعين ليلة كلام عار عن الفا ئده لا ن كل احد يعلم ان الثلا ثين مع العشر يكو ن ار بعين قلنا اما الجوا ب عن السوال الاول فهو من و جوه (ا لاول) انه تعالى امر موسىؑ بصو م ثلا ثين يو ماً وهو شهر ذى القعده فلما اتم الثلاثين انكر خلوف فيه فتسوك فقا لت الملائكة كنا نشم من فيك رائحة المسك فا فسد ته بالسواك فاوحے الله اليه اما علمت ان خلوف فم الصا ئم اطيب عندى من ر يح المسك فا مره الله تعا لى ان يزيد عليها عشرة ايام من ذى الحجة لهذا السبب۔

(و الو جه الثانى) فى فا ئدة هذا التفصيل ان الله امر ه ان يصو م

ثلاثین یوماً و ان یفعل فیھا ما یقر بہ الی اللہ تعالی ثم انزل التوراۃ فی العشر البوا قی و کلمہ ایضاًفیہ فھذا ھو الفا ئدۃ فی تفصیل الاربعین الی الثلا ثین و الی العشرۃ

سورۃ بقرہ میں چالیس رات کا وعدہ بیان ہوا ہے۔اوراس مقام (سورہ اعراف) میں ان چالیس رات کی تیس اور دس تفصیل ہوئی ہے، اس کی حکمت اور فائدہ کیا ہے؟ اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔ وجہ اول یہ کہ حضرت موسی کو ذی قعد کے تیس روزوں کا حکم ہوا تھا جب انہوں نے تیس روزے پورے کر لئے تو اپنے منہ میں ناگوار بو پا کر مسواک کی ۔ اس پر فرشتوں نے کہا کہ ہم کو آپ کے منہ سے خوشبو آتی تھی ۔آپ نے مسواک کر کے اس کو کیوں دور کیا۔اس پر خدا نے حکم دیا کہ دس روزہ اور رکھیں ۔

وجہ دوم یہ کہ اللہ تعالی نے ان کو تیس دن روزہ رکھنے اور ان میں قربت الہی کے کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان تیس دن کے بعد باقی دس دن میں تورات ملنے کا وعدہ تھا۔اسی فائدہ کے لئے تیس اور دس کی تفصیل ہوئی ۔

ان دو وجہ کے بعد امام رازی نے دو وجہ اس تفصیل کی اور بیان کی ہیں اور پھر اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اس تفصیل کے بعد چالیس رات کا ذکر پھر کیوں کیا۔ہم نے اس بیان کو خوف تطویل سے چھوڑ دیا ہے۔

ان دو وجہ کا (جو بیان ہوئی ہیں) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تیس دن کے روزہ کے حکم سے مقصود قربت وعبادت تھا اور دس دن کے روزہ سے مقصود بوئے دہن پیدا کرنا جس کو حضرت موسیٰؑ نے مسواک کر کے کھو دیا تھا۔ اور اگر حضرت موسیٰؑ مسواک نہ کرتے اور اس بوئے دہن کو نہ کھوتے تو صرف تیس ہی روزہ پر، مگر انقضائے مدت وعدہ چالیس روز کے بعد کتاب پاتے اور ہم کلام ہوتے ۔اس مقصود کی نظر سے تیس دن کا روزہ اور قسم کا ہوا، دس دن کا اور قسم کا۔اس لئے ان دونوں کو جدا جدا بیان کیا۔ جیسے صیام عشرہ کو اختلاف محل کے سبب جدا جدا بیان کیا گیا ہے۔

اپنی اس دلیل پر جو مرزا قادیانی نے حاشیہ میں بضمن نوٹ اول سوال کر کے اس کا جواب دیا ہے اور اس میں کہا ہے کہ

وعدہ الہی سے تخلف جائز نہیں، وہ امر مراد ہے جو خدا کے ارادہ قدیمہ میں وعدہ کے نام سے

موسوم ہو چکا ہو، نہ وہ جس کو انسان نے وعدہ سمجھ لیا ہو۔یعنی اس کا خلاف ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

اس سے قادیانی نے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کے نزدیک خدا تعالیٰ کہتا کچھ ہے، اور ارادہ کچھ اور کرتا ہے۔لہٰذا اس کا ظاہری قول اور وعدہ اپنے ظاہری معنی سے لائق وثوق و اعتماد نہیں ہے جب تک کہ اس کے باطنی معنے اور دلی ارادہ پر اطلاع نہ ہو۔ اس بیان واظہار میں قادیانی نے خدا تعالیٰ کو ان منافق دورخے انسانوں کی مانند قرار دیا ہے جو کہتے تو ہیں کچھ اور دل میں کچھ اور رکھتے ہیں۔اور اس وجہ سے یک رنگ اور ظاہر باطن کے یکساں لوگ ان کی باتوں کا اعتبار نہیں کرتے کیونکہ وہ ان کے دلی ارادہ پر مطلع نہیں ہو سکتے اور یہ نہیں سمجھ سکتے کہ جو بات وہ منہ سے کہتے ہیں وہ ان کے دلی ارادہ کے موافق ہے یا اس سے مخالف۔اور اس وجہ سے وہ ان کو منافق سمجھتے ہیں اور ان کی باتوں کا اعتبار نہیں کرتے۔اور جب کہ انسان کا ارادہ دلی دوسرے انسان کو معلوم نہیں ہو سکتا اور اس وجہ سے دلی ارادہ کے برخلاف بات کہنے والوں کی باتوں پر یقین نہیں کیا جاتا۔اور اس کو اظہار خلاف باطن کے سبب منافق و بے اعتبار سمجھا جاتا ہے تو پھر اگر قادیانی کے نزدیک خدا کی باتیں بھی اسی قسم سے ہیں کہ ان کا ظاہر کچھ ہے اور باطن موافق ارادہ قدیمہ کچھ اور، تو اس سے صاف اور یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے نزدیک خدا کی کسی بات اور وعدہ پر (جس کے ساتھ اس نے اپنے دلی ارادہ کا اظہار نہیں کیا) وثوق و اعتبار نہیں ہے۔کیونکہ خدا کے ارادہ پر جب تک وہ ظاہر نہ کرے کسی کو اطلاع ممکن نہیں اور اس وجہ سے اس کے ہر ایک وعدہ میں جس کے ساتھ دلی ارادہ کا اظہار نہ ہو، شبہ رہتا ہے کہ خدا جانے یہ وعدہ ارادہ قدیمہ الٰہیہ کے موافق ہے یا ارادہ الٰہی اس کے مخالف ہے۔ یہ شبہ دین و ایمان و عمل حسنات و ترک سیئات کی بیخ و بن اکھاڑ کر پھینک دینے والا ہے۔ جب انسان کو خدا کے وعدہ پر اعتماد و وثوق نہ ہوگا اور اس وعدہ کے بھروسہ پر خدا سے نیک عمل کی جزاء کی امید اور عمل بد کی سزا کے خوف کا اس کو یقین نہ ہوگا تو وہ خدا پر ایمان کب لائے گا، اور تکلیف اٹھا کر عمل نیک کیوں کرے گا اور دنیاوی و دم نقد لذت و نفع چھوڑ کر عمل بد سے کیوں بچے گا۔

قادیانی صاحب! آپ نے خدا کے وعدہ اور اس کے ایفاء کی ایسی حقیقت بیان کی ہے جس سے دین ایمان کی بیخ کنی ہوتی ہے۔کیا یہی دقائق وحقائق ہیں جن کی نظر سے آپ مجدد کہلاتے ہیں اور دین اسلام کی تجدید و اصلاح کرنے آئے ہیں؟...

اس دلیری پر قادیانی کی اس بہادری کو دیکھو کہ وہ اپنی ان کفریات میں اکابر صوفیوں کو بھی شریک کرتا ہے اور یہ جتاتا ہے کہ جو باتیں میں نے کہی ہیں یہی باتیں بعینھا شیخ عبدالحق دہلوی وشاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہ نے کہی ہیں ۔

ناظرین ! قادیانی اس دعوی میں جھوٹا ہے ۔ جو کچھ ان حضرات نے کہا ہے اس کا مطلب اور ہے ۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ کی کلام کا مطلب پہلے بیان ہو چکا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانی نے ان حضرات کی اصل عبارات کو نقل نہیں کیا ۔ وہ اس دعوی میں سچا ہوتا تو بڑے طمطراق سے ان کی عبارات نقل کرتا اور اس سے اپنی تائید نکالتا ۔

اخیر میں جو مرزا قادیانی نے اپنے پہلے دعوی کی دلیل کشتی والی آیت کو بتایا ہے اس کا تفصیلی جواب ہمارے پہلے اعتراض وسوال کے ضمن میں ادا ہو چکا ہے ۔ لہذا اس کی تفصیل کی حاجت نہیں ۔ اس کا اجمال یہ ہے کہ کشتی والوں پر جو طوفان آتا تھا اور وہ تضرع اور توبہ سے ٹالا جاتا تھا ، وہ موعود نہ ہوتا تھا ۔ کسی آیت میں یہ نہیں آیا کہ اس طوفان سے پہلے اس کا وعدہ آجاتا تھا ۔ مرزا قادیانی نے اس آیت کے استعمال میں لوگوں کو دھوکہ دیا ہے اور خدا تعالی پر افتراء کیا ہے ۔

یہ عام قطعی موعود عذابوں کے ٹل جانے کا مرزا قادیانی کی طرف سے ثبوت اور اس کا جواب ہے ۔ اب خاص حضرت یونسؑ کی قوم سے قطعی موعود عذاب ٹل جانے پر مرزا قادیانی کا ثبوت دیکھو اور اس کا جواب سنو ۔

حضرت یونسؑ کی قوم کے عذاب کے قطعی ہونے اور پھر توبہ سے ٹل جانے کے ثبوت میں مرزا قادیانی نے کوئی آیت ، کوئی حدیث ، کوئی قول صحابی کوئی قول تابعی کوئی عبارت کسی تفسیر کی ایسی پیش نہیں کی جس میں یہ تصریح ہو کہ وہ عذاب خدا کی طرف سے قطعی تھا شرطی نہ تھا ۔ اور پھر اس کی دلاوری دیکھو کہ بہت سی تفسیروں کا حوالہ دے دیا ۔ اور کئی صحابی وتابعین کا نام لے کر ان کے ذمہ لگا دیا کہ وہ عذاب بلاشرط تھا اور دو عبارتیں تفسیر کبیر نقل کر کے ان کا مطلب بھی یہی بتایا کہ وہ عذاب قطعی تھا ۔ اور دو حدیثیں بھی (جو صرف حضرت ابن عباس کے قول ہیں) نقل کر کے اس کا مطلب بھی یہی بتایا کہ وہ عذاب قطعی تھا ۔ اخیر میں بائیبل سے یونہ (یعنی یونسؑ) نبی کی کتاب سے کچھ عبارت نقل کی اور اس کا مطلب بھی یہی بتایا کہ عذاب کا وعدہ قطعی تھا ۔ اس تمام بیان میں اس نے جھوٹ بولا ہے اور جس قول کا حوالہ دیا ، یا

جو عبارت نقل کی اس میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ اس کے متمسکات سے ایک عبارت یا ایک قول یا ایک حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ عذاب قطعی تھا۔

ناظرین! قادیانی ہر متمسک یہ قول و عبارت کو سنیں اور پھر ہمارے جوابات و تشریحات کو دیکھیں۔

اولاً، مرزا قادیانی نے تین تفسیروں فتح البیان، ابن کثیر، معالم کا صرف حوالہ (بلا نقل عبارت) دے کر لکھا ہے کہ ان تفاسیر کو پڑھو۔ پھر کہا اور تفسیر کبیر صفحہ ۱۸۸ سے (جلد ششم) غور سے پڑھو، تا معلوم ہو کہ ابتلاء کی وجہ کیا تھی۔ یہی تو تھی کہ حضرت یونس قطعی طور پر عذاب کو سمجھے تھے اگر کوئی شرط ہوتی تو یہ ابتلاء کیوں آتا۔ چنانچہ صاحب تفسیر کبیر نے لکھا ہے

انهم لما لم يؤ منوا اوعد هم بالعذا ب فلما كشف العذاب عنهم بعد ما توعد هم خرج مغا ضباً۔

پھر اس کا ترجمہ کر کے ثانیاً آپ فرماتے ہیں۔

اور صاحب تفسیر کبیر نے جو پہلا قول نقل کیا ہے اس کے سمجھنے میں نادان (یعنی محمد حسین) نے دھوکہ کھایا اور یہ نہیں سوچا کہ اس کے آگے صفحہ ۱۸۸ میں وہ عبارت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب موت کی پیش گوئی بلا شرط کی تھی۔

پھر ثالثاً فرمایا۔

اور بھی آخری قول مفسرین اور ابن مسعود اور حسن اور شعبی اور سعید بن جبیر اور وہب کا ہے

اس پر بھی آپ کو کھٹکا رہا کہ اس عبارت سے اور ان ناموں سے تو کوئی نہ سمجھے گا کہ وعدہ عذاب قطعی تھا۔ یہی سمجھا جائے گا کہ یہ قطعی ہونا ہم نے یونسؑ کے ابتلاء سے نکالا ہے اور ممکن ہے کہ ابتلاء کی وجہ کوئی ایسی اور پیدا ہو جاتی جس سے وہ عذاب شرطی بھی رہے اور یونسؑ کا ابتلاء بھی صحیح ہو جائے تو پھر آپ نے اس آیت ثلاثين ليلة سے جا ہاتھ مارا۔ اور رابعاً یہ فرمایا۔

پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ جس حالت میں وعدہ کی تاریخ ٹل جانا نصوص قرآنیہ قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے جیسا کہ آیت و واعدنا موسى ثلا ثين ليلة اس کی شاہد ناطق ہے تو وعید کی تاریخیں جو نزول عذاب پر دال ہوتی ہیں جس کا ٹلنا اور رد بلا ہونا توبہ و استغفار اور صدقات سے باتفاق جمیع انبیاء ثابت ہے پس ان تاریخوں کا ٹلنا

بوجہ اولیٰ ثابت ہوا۔۔

پھر آپ (قادیانی) کو تفسیر کی ایک عبارت کا خیال آیا تو آپ نے خامساً فرمایا۔

اور صاحب تفسیر کبیر اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۶۴ میں (جلد ہفتم) لکھتے ہیں

ان ذنبه یعنی ذنب یو نس کان لان الله تعالی وعده انزال الاهلاک بقومه له الذین کذ بوه فظن انه نازل لا محالة فلاجل هذا الطن لم یصبر علی دعا ئهم فکان الواجب علیه ان یستمر علی الدعا الجواز ان لا یهلکم با لعذا ب

پھر اس عبارت کا ترجمہ کر کے سادساً فرماتے ہیں۔

اب بولو شیخ جی! کیسی صفائی سے ثابت ہو گیا کہ یونس نبی وعدہ ہلاک کو قطعی سمجھا تھا۔ اور یہی اس کے ابتلا کا موجب ہوا کہ تاریخ ٹل گئی۔ اور اگر اس پر اکتفا نہ ہو تو دیکھو امام سیوطی کی تفسیر درمنثور سورۃ انبیاء

قال اخرج ابی حا تم عن ابن عباس قال لما دعا یو نس علی قو مه او حی الله الیه ان العذا ب یصبهم .. فلما رائو جا ئوا الی الله و بکی النساء الصبیا ن و الوالدا ن و رغت ا لا بل و فصلا نها و خارت البقرة و عجا جیلها وثغت الغنم وسخا لها فر حمهم الله ۔ و صرف ذا لک العذا ب عنهم و غضب یونس و قا ل کذ بت فهو قو له اذ ذهب مغا ضباً۔

پھر اس حدیث کا ترجمہ کر کے اس مضمون کی ایک اور حدیث اسی کتاب سے اسی صحابی ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت یونسؑ کو ان کے ایمان لے آنے اور اس سبب سے عذاب ٹل جانے کی خبر ہوئی تو وہ بولے کہ اب میں جھوٹا کہلا کر ان کی طرف نہ جاؤں گا۔

اس کے بعد قادیانی صاحب سابعاً فرماتے ہیں۔

اب فرمایئے شیخ جی! اچھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر وحی قطعی عذاب کی نہ ہوتی اور حضرت یونس کو خدا کی طرف سے علم ہوتا کہ ایمان لانے سے عذاب ٹل جائے گا تو وہ کیوں کہتے کہ اب میں اس قوم کی طرف نہیں جاؤں گا کیونکہ میں ان کی نظر میں

کذاب ٹھہر چکا ہوں ۔ جب کہ وہ سن چکے تھے کہ قوم نے توبہ کی اور ایمان لے آئے ۔ پس اگر یہ شرط بھی ان کی وحی میں داخل ہوتی تو ان کو خوش ہونا چاہیے تھا کہ پیش گوئی پوری ہوئی ۔ نہ یہ کہ وطن چھوڑ کر ایک بھاری مصیبت میں اپنے تئیں ڈالتے ۔

پھر اس حدیث کے آخری فقرہ کے حاشیہ میں آپ نے یونہ کی کتاب کی کسی قدر عبارت نقل کی اور ثامناً فرمایا ہے ۔

یونہ کی کتاب میں باب ۳ ۔ آیت ۴ میں لکھا ہے

اور یونہ شہر میں (یعنی نینوی میں) داخل ہونے لگا ۔ اور ایک دن کی راہ جا کے منادی کی اور کہا چالیس اور دن ہوں گے تب نینوی برباد کیا جاوے گا ۔ تب نینوہ کے باشندوں نے خدا پر اعتقاد کیا اور روزہ کی منادی کی اور سب نے چھوٹے بڑے تک ٹاٹ پہنا ۔ اور خدا نے ان کے کاموں کو دیکھا کہ وہ اپنے برے راہ سے باز آئے ۔ تب خدا اس بدی سے کہ اس نے کہی تھی کہ میں ان سے کروں گا، پچھتا کے باز آیا ۔ اور اس نے ان سے وہ بدی نہ کی ۔

باب ۴ ۔ پر یونہ اس سے خوش نہ ہوا اور نپٹ رنجیدہ ہو گیا ۔ اور اس نے خدا کے آگے دعا مانگی کہ اب اے خدا ۔ میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان مجھ سے لے لے ۔ کیونکہ میرا مرنا جینے سے بہتر ہے ۔

اور اس کے بعد مرزا صاحب تاسعاً فرماتے ہیں ۔

اب اے شیخ جی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یونس نبی کی کتاب سے بھی قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ اس پیش گوئی میں کوئی شرط نہ تھی ۔ اسی لئے تو یونس نے رنجیدہ ہو کر دعا کی کہ اب میرا مرنا بہتر ہے ۔

پھر عاشراً فرمایا ہے :۔

شیخ جی اب تو ہر ایک پہلو سے قابو میں آ گئے ۔ آپ عام جلسہ میں بمقام لاہور عہد کر چکے ہو کہ میں اس بات کی قسم کھاؤں گا کہ موت کا عذاب نہیں ٹلتا، اب قسم کھاویں تا خدا جھوٹے کو واصل جہنم کرے ورنہ یہ سخت بے ایمانی ہو گی کہ قسم کھانے کا وعدہ کر کے پھر توڑ دیا جاوے ۔ اور اگر آپ نے قسم نہ کھائی تو یہی سمجھا جائے گا کہ صرف دوسو روپیہ کے طمع نے آپ میں یہ جوش پیدا کر دیا تھا اور پھر قسم کھانے کی کوئی راہ نہ دیکھی تو

اندر ہی اندر وہ جوش تحلیل پا گیا اور بجائے اس کے اپنی بے وقوفی پر ایک ندامت باقی رہ گئی۔ مگر کیا تعجب ہے کہ پھر بھی قسم کھا لو کیونکہ بے ایمان آدمی پاک فرشتوں کی بھی کچھ پرواہ نہیں رکھتا۔ اور دہریہ پن کی رگ سے اپنے انجام کو سوچ نہیں سکتا۔

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ یہ اس زمانہ کے مسیح کا رفق اور اخلاق کا بھرا ہوا آخری کلام ہے جو اس خاکسار محمد حسین کے مقابل (انوار اسلام ص ۱۲۰۔۱۲۱ وغیرہ میں) فرمایا گیا ہے۔ اب اس کا جواب سنیں۔

☆ **اجمالی جواب** ۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے جملہ متمسکات مذکورہ کا یہ مطلب سمجھا اور جتایا ہے کہ

حضرت یونس اہل نینوی کی طرف رسول ہو کر گئے۔ اور اس قوم نے نہ مانا۔ تو خدا نے ان سے قطعی وعدہ عذاب کیا۔ حضرت یونس اس قوم سے نکل گئے اور عذاب کے منتظر رہے۔ پھر جب قوم کے ایمان لانے سے وہ عذاب اٹھایا گیا تو حضرت یونس اللہ پر خفا ہو گئے اور بولے کہ خدا تعالی نے مجھے قطعی عذاب کا وعدہ دے کر ان کے ایمان لانے سے عذاب کو اٹھا لیا۔ اس میں اس نے اپنے وعدہ کا خلاف کیا اور مجھ سے جھوٹ بولا اور مجھے قوم سے شرمندہ کرایا اور جھوٹا کہلایا۔ اب میں کس منہ سے قوم کے پاس جاؤں، اس سے تو میرا مر جانا بہتر ہے۔ اور اسی خیال سے وہ بھاگے۔ یہاں تک کہ دریا میں کود کر مچھلی کے پیٹ میں گئے پھر وہاں لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کہہ کر اپنے اس قصور کا اقرار کر کے اس سے توبہ کی تو اس سے نجات پائی۔ اور اگر خدا تعالی ان کو پہلے سے خبر دیتا کہ یہ عذاب شرطی ہے۔ قوم ایمان نہ لائے گی تب نازل ہوگا ورنہ اٹھایا جائے گا۔ تو وہ کیوں اس ابتلاء میں پڑتے۔ کیوں خدا سے خفا ہوتے؟ کیوں بھاگتے۔ کیوں مچھلی کے پیٹ میں جاتے۔ بلکہ وہ قوم کے ایمان لانے اور اس وجہ سے عذاب اٹھائے جانے سے خوش ہوتے۔ اور کہتے کہ میرا مشن اور سخن پورا ہوا۔ مشن (یعنی جس کام کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا وہ کام) یوں پورا ہوا کہ لوگ ایمان لائے۔ اور سخن یوں پورا ہوا کہ عذاب جو بشرط عدم ایمان تھا، ایمان لانے سے ہٹایا گیا۔ لوگ بھی بچ گئے۔ میں بھی اس شرط کے موافق سچا نکلا۔ خدا مجھ سے اور قوم سے راضی ہوا۔ ہم خدا سے راضی ہوئے۔

اگر قادیانی کے متمسکات جن سے قادیانی نے یہ مطلب نکالا ہے بلا مزاحمت اور بلا معارضہ صحیح اور ثابت ہوں اور ان کا مطلب بھی یہی ہو جو قادیانی نے سمجھا ہے اور واقعی حضرت یونسؑ پر جو ابتلا آیا ہے وہ اسی سبب سے آیا ہے کہ خدا تعالی نے ان سے قطعی وعدہ عذاب کر کے اس کا خلاف کیا تو وہ خدا تعالی سے خفا ہو گئے اور مچھلی کے پیٹ میں گئے تو اس صورت میں بے شک و بلا ریب قادیانی سچا، اور اس کے مخالف جھوٹے ۔ اور اگر ہم نے خدا کی توفیق سے اس کے برخلاف

اولاً یہ بات ثابت کر دی کہ قادیانی کے متمسکات بلا معارضہ صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کے معارضہ و مقابلہ میں انہی کتابوں میں جن سے قادیانی نے اپنے متمسکات نکال کر پیش کئے ہیں، یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یونس کا غصہ سے نکل جانا، اور مچھلی کے پیٹ میں تضرع و دعا کرنا پہلے واقعہ ہو چکا تھا ۔ اور اہل نینوی کی طرف رسول بن کر جانا اور اس قوم کا ایمان لانے کے سبب عذاب سے بچ جانا اس کے بعد ہوا ہے ۔ اور

ثانیاً یہ بات ثابت کر دی کہ جن روایات سے قادیانی نے تمسک کیا ہے ان روایات سے بھی باوجود ان کے ناقابل اعتبار ہونے کے یہ مطلب ثابت نہیں ہوتا جو قادیانی نے سمجھا ہے ۔ بلکہ انہی کتابوں کی دوسری عبارات و نقول کی شہادت سے ان روایات سے بھی اس کے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ حضرت یونس سے خدا تعالی نے وعدہ عذاب قطعی کیا اور نہ حضرت یونس نے اس وعدہ کو قطعی سمجھا اور نہ اس عذاب کے اٹھائے جانے سے ان کو خدا تعالی پر غصہ آیا اور نہ اس غصہ کے سبب سے ان پر عتاب ہوا اور نہ اس جرم کا انہوں نے آیت مذکورہ بالا میں اعتراف کر کے اس سے توبہ کی، بلکہ جو کچھ ہوا وہ اور ہی تھا ۔

تو پھر ناظرین داد انصاف دیکر صاف کہیں کہ قادیانی کے برابر دنیا میں کوئی جھوٹا اور دھوکہ دے کر رات کو دن بنانے والا کوئی دوسرا نہیں ۔

☆ **پہلی بات کا ثبوت** ۔ قرآن مجید میں اس مضمون کی نص صریح موجود ہے کہ حضرت یونسؑ کا غصہ کر کے نکل جانا اور مچھلی کے پیٹ میں مبتلا ہونا اور پھر مناجات کرنا، پہلے ہوا ہے اور رسول ہو کر جانا اس کے بعد ۔ ایسا ہی بائیبل کی کتاب یونہ میں (جس کو قادیانی پاک نوشتہ لکھتا ہے اور اس سے انکار کرنے کو دہریہ پن کی رگ بتاتا ہے) بیان ہوا ہے ۔

قرآن کی سورہ انبیاء میں ہے

و ذا النّون اذ ذھب مغاضبا فظنّ ان لن نقدر علیه فنادی فی الظلمات ان لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ۔ فاستجبنا له و نجیناه من الغم و کذلک ننجی المؤ منین۔ (انبیاء۔ ع ۶) کہ جب یونس (قوم سے) غصہ ہوکر چلے گئے اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ (اس چلے جانے کے سبب) ہم ان پر تنگی اور خفگی کا حکم نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے اندھیروں میں (دریا اور مچھلی کا پیٹ) پکارا کہ اے خداوند تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں (اس بھاگنے اور قوم پر غصہ کرنے کے سبب) ظالم ہوں۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی۔ اور اس غم سے اس کو نجات دی۔ ہم ایسے ہی مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔

اور سورہ صافات میں ہے

و انّ یو نس لمن المرسلین ۔ اذ ابق الی الفلک المشحون۔ فسا ھم فکان من المدحضین ۔ فالتقمه الحوت و ھو ملیم ۔ فلولا انه کان من المسبّحین ۔ للبث فی بطنه الی یوم یبعثو ن ۔ فنبذناه بالعراء و ھو سقیم ۔ وانبتنا علیه شجرة من یّقطین ۔ و ارسلناه الی مأة الف او یزیدو ن ۔ فآ منوا فمتّعناھم الی حین ۔ (صافات ۔ ع ۵)

اور جب یونس بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے پھر قرعہ ڈالا۔ تو مغلوب ہوئے۔ پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا۔ جب کہ وہ اپنے تئیں ملامت کرنے والے تھے۔ وہ اس میں تسبیح نہ کہتے تو قیامت کے دن تک اس میں رہتے۔ پھر ہم نے ان کو میدان میں ڈالا۔ ایسی حالت میں کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں رہ کر ضعیف (یا بیمار) ہو گئے تھے اور ان پر کدو کا درخت اگایا اور ایک لاکھ بلکہ (دیکھنے والے کی نظر و شمار میں) ایک لاکھ سے بھی زیادہ آدمی کی طرف رسول کر کے بھیجا۔ پس وہ ایمان لائے تو ہم نے ان کو ایک وقت تک دنیا سے نفع پہنچایا۔

یہ آیات نص قطعی ہیں کہ حضرت یونس کا غصہ کرنا اور مچھلی کے پیٹ میں جانا پہلے ہوا اور رسول بن کر قوم کی طرف جانا پیچھے۔

تفسیر کبیر میں (جس سے قادیانی کی پہلی عبارت متمسکہ منقول ہے) کہا ہے۔

اختلفوا فی وقوعه علیه السلام فی بطن السمکة کان قبل

اشتغاله باداء رسالة الله تعالی او بعده (اما القول الاول) فقال ابن عباس کان یونس و قومه یسکنون فلسطین فغزا ھم ملک و سبی منھم تسعة اسباطاً و نصفاً و بقی سبطان و نصف فاوحی الله تعالی الی شعیب النبی علیه السلام ان اذھب الی حزقیا الملک و قل له حتی یوجه نبیاً قو یاً امیناً فانی القی فی قلوب اولئک ان یرسلوا معه بنی اسرائیل فقال له الملک فمن تری و کان فی مملکة خمسة من الانبیاء فقا ل یونس بن متی فانه قوی امین فدعا الملک بیونس و امره ان یخرج فقال یونس ھل امرک الله باخراجی قال لا قال فھل سمّا نی لک قال لا قال فھھنا انبیاء غیری.... علیه ۔ فخر ج مغا ضباً للملک و لقو مه فاتی بحر الروم.. فرکب معھم فلما ... الفینة... و کادوا ان ....فقا ل الملا حو ن ھھنا رجل عاص (تفسیر کبیر ج ٦ ص ١٨٧)

کہ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ واقعہ حضرت یونس کے مچھلی کے پیٹ میں جانے کا اہل نینوی کے پاس رسول ہوکر جانے سے پہلے ہوا یا اس کے بعد۔ اس میں پہلا قول یہ ہے جو ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ یونس اور اس کی قوم فلسطین میں رہتے تھے۔ جن پر ایک بادشاہ نے چڑھائی کی تو ان میں سے نو قبیلے سالم اور ایک کے نصف کو قیدی بنا لیا۔ صرف دو قبیلے اور ایک کا نصف باقی رہ گئے۔ تو خدا تعالی نے حضرت شعیب نبی کو حکم دیا کہ تو حزقیا بادشاہ کے پاس جا کر کہہ کہ وہ کسی امانت دار اور قوی نبی کو اس ظالم بادشاہ کے پاس بھیجے اور ان لوگوں کو اس سے چھوڑا لاوے۔ حزقیا نے حضرت شعیب کو کہا کہ آپ کس کو مناسب سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں یونس نبی کو مناسب سمجھتا ہوں۔ اور اس وقت اس سلطنت میں پانچ نبی موجود تھے۔ حزقیا نے حضرت یونس کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ اس ظالم کی طرف جائیں۔ حضرت یونس بولے کہ کیا خدا تعالی نے مجھے حکم دیا ہے اور میرا نام لیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اس پر حضرت یونس نے فرمایا کہ کیا یہاں میرے سوا اور کوئی نہیں۔ مگر بادشاہ نے انہی کے جانے پر اصرار کیا۔ تو اس سے حضرت یونس بادشاہ حزقیاہ اور قوم پر خفا ہوکر چلے گئے اور کشتی پر سوا ہوئے اور اس ابتلاء میں پڑے (پھر اس کو بہ تفصیل ذکر کیا جیسا کہ مشہور اور

جملہ تفاسیر میں مذکور ہے۔اسی واسطے ہم نے اس تفصیل کو چھوڑ دیا) اور پھر جب خدا تعالی نے ان پر کرم کیا اور آپ مچھلی کے پیٹ سے نکلے تو اس ظالم بادشاہ کی طرف گئے اور اس سے قیدی چھوڑ دینے کے خواست گار ہوئے ۔اس نے نہ مانا تو خدا تعالی نے حضرت یونس کی طرف اس امر کی وحی کی کہ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تب ان پر عذاب نازل ہوگا ۔پھر اس عذاب کے نزول کی وہ کیفیت جو تفسیر کبیر سے نقل ہو چکی ہے، بیان کر کے کہا ہے کہ بنا بر اس قول ابن عباسؓ کے حضرت یونسؑ کی رسالت مچھلی کے پیٹ سے نکل آنے کے بعد ہوئی اور اس قول ابن عباس کی دلیل وہ قول خداوندی ہے جو سورہ صافات میں فرمایا ہے کہ پھر ہم نے یونس کو (دریا سے) میدان میں ڈالا اور ان پر کدو کا درخت اگا دیا۔اور ان کو ایک لاکھ بلکہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف رسول کر کے بھیجا۔اس قول میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت یونس کو نینوی کی طرف جانے کو کہا گیا تھا۔اس میں ان سے جلدی چاہی گئی تو وہ غصہ ہو کر کشتی کی طرف بھاگے تو ان پر یہ ابتلاء آیا۔

فعلی هذا القول کانت رسا لة یو نس بعد ما نبذه الحو ت و دلیل هذا القول قو له تعالی فی سورة الصافات فنبذناه با لعراء و هو سقیم ۔ و انبتنا علیه شجرة من یقطین ۔ و ارسلناه الی مأة الف او یزیدون ۔ وفی هذا القو ل روا یة اخری و هی ان جبرئیل قال لیو نس انطلق الی اهل نینوی و انذرهم ان العذا ب قد حضرهم فقا ل یونس التمس دا بة فقال الامر اعجل من ذالک فغضب و انطلق الی السفینة و باقی الحکا یة کما مرّ ت الی ان التقمه الحو ت فا نطلق الی ان و صل الی نینوی فا لقا ء هنا ک ۔(کبیر۔ ج ٦ ص ١٨٨)

دوسرا قول یہ ہے کہ مچھلی کا قصہ حضرت یونس کے اہل نینوی کو دعوت کرنے اور ان کی طرف رسول ہو کر آنے کے بعد ہوا ۔ یہ وہ قول ہے جس کو قادیانی نے تفسیر کبیر ص ۱۸۸ سے نقل کیا ہے اور اس سے پہلے قول کو دونوں روایتوں کے ساتھ معالم وغیرہ میں بھی نقل کیا ہے اور اس کو آیت سورہ صافات سے مؤید بتایا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ قرآن کی صریح نصوص سے (جن کے اقوال مفسرین بھی مصدق ومؤید ہیں) صاف ثابت ہے کہ حضرت یونس کا غصہ کرنا اور ابتلاء میں پڑنا پہلے ہوا اور

اہل نینوی سے عذاب ٹل جانا پیچھے ہوا۔

اب بائیبل کی شہادت سنو۔ بائیبل میں یونہ (یعنی یونس) نبی کی کتاب میں صاف پایا جاتا ہے کہ حضرت یونس پر مچھلی کے پیٹ میں جانے کا ابتلاء پہلے ہوا اور اہل نینوی کی طرف ان کا جانا پیچھے ہوا۔ اس کتاب کے پہلے باب میں کہا ہے

اور خداوند کا کلام یونہ بن متی کو پہنچا اور اس نے کہا کہ اٹھ اس بڑے شہر نینوی کو جا، اور اس کے برخلاف منادی کر۔ کیونکہ ان کی شرارت میرے سامنے اوپر آئی۔ لیکن یونہ خدا کے حضور سے ترسیس کو بھاگنے کیلئے اٹھا۔ اور وہ یافا میں اتر گیا۔ اور وہاں ایک جہاز کو جو ترسیس کو جانے پر تھا، پایا۔ تب اس کا کرایہ دے کر اس پر چڑھا تا کہ خدا کے حضور سے ترسیس کو ان کے ساتھ جاوے۔ لیکن خدا تعالی نے سمندر پر ایک بڑی آندھی بھیجی۔ اور سمندر کے درمیان طوفان نے شدت کی کہ گمان تھا کہ جہاز تباہ ہو جائے۔

پھر حضرت یونس کا مچھلی کے پیٹ میں جانے اور آخر توبہ کا حال بیان کر کے باب دوم میں بتایا ہے:۔ اور خداوند نے مچھلی کو کہا اور اس نے یونہ کو خشکی پر اگل دیا۔

پھر باب ۳ میں حضرت یونس کا اہل نینوی کے پاس رسول ہو کر جانا بیان کیا اور کہا، اور خداوند کا کلام دوسری بار یونہ کو پہنچا۔ اور اس نے کہا کہ اٹھ اس بڑے شہر نینوہ کو جا۔ اور وہاں اس کی منادی کر۔

پھر حضرت یونس کا اہل نینوہ کے پاس جانا اور منادی کرنا اور نینوی کے برباد ہونے کی خبر دینا، اور پھر انکے ایمان لانے سے ان کا بچ جانا بیان کر کے باب ۴ میں بیان کیا ہے

پھر یونہ اس سے نہایت ناخوش ہوا اور نپٹ رنجیدہ ہوا۔ اور اس نے خدا سے دعا مانگی۔ اور کہا کہ اے خداوند میں تجھ سے عرض کرتا ہوں۔ کیا یہ میرا مقولہ نہ تھا۔ جس وقت میں ہنوز اپنے وطن میں تھا اس لئے میں آگے ترسیس کو بھاگا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ تو کریم اور رحیم خدا ہے۔ جو غصہ کرنے میں دھیما ہے اور نہایت مہربان ہے۔ اور پچھتا کے آپ کو بدی سے باز رکھتا ہے۔ اب اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان مجھ سے لے لے کیونکہ میرا مرنا میرے جینے سے بہتر ہے۔ تب خدا نے فرمایا تو شدت سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ اور یونہ شہر سے باہر جا کر شہر کی پورب طرف بیٹھا اور وہاں اپنے لئے ایک چھپر بنایا۔ اور اس کے نیچے

چھاؤں میں بیٹھ رہا کہ دیکھئے اس شہر کا کیا حال ہوتا ہے ۔ تب خداوند نے رینڈی کا درخت اگایا اور اسے یونہ کے اوپر اٹھایا تا کہ وہ اس کے سر پر سایہ کرے اور اسے تکلیف سے چھوڑا وے ۔ اور یونہ اس رینڈی کے پیڑ سے نہایت خوش ہوا ۔ دوسرے دن صبح کے وقت خدا نے ایک کیڑے کو تیار کیا اور اس نے رینڈی کے درخت کو کاٹا ۔ ایسا کہ وہ سوکھ گیا ۔ اور جب آفتاب چڑھا تب ایسا ہوا کہ خدا نے پورب کی طرف سے لو چلائی ۔ اور آفتاب کی گرمی سے یونہ کے سر میں اثر کیا وہ غش میں آ گیا ۔ اور اپنی جان کیلئے موت چاہی اور کہا میرے جینے سے میرا مرنا بہتر ہے ۔ اور خداوند نے یونہ کو کہا کہ تو اس رینڈی کے درخت کے سبب شدت سے رنجیدہ ہے ۔ اس نے کہا کہ ہاں میں یہاں تک رنجیدہ ہوں کہ مرنا چاہتا ہوں ۔ تب خداوند نے فرمایا کہ تجھے اس رینڈی کے درخت پر رحم آیا جس کے لئے تو نے نہ محنت کی اور نہ تو نے اسے اگایا ۔ جو ایک ہی رات میں اگا اور ایک ہی رات میں سوکھ گیا ۔ اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوہ پر جس میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں سے زیادہ ہیں ۔ جو اپنے دائیں بائیں ہاتھ میں امتیاز نہیں کر سکتے ۔ اور مواشی بھی بہت ہیں شفقت نہ کروں ۔ ۔

Now the word of The Lord came unto Jonah the son of Amittai saying,

Arise, go to Nineveh, that great city, and cry against it; for their wickedness is come up before me.

But Jonah rose up to flee unto Tarshish from the presence of the Lord and went down to Joppa, and he found a ship going to Tarshish; so he paid the fare thereof, and went down into it, to go with them unto Tarshish from the presence of the Lord.

But the Lord sent out a great wind into the sea, and there was a mighty tempest in the sea, so that the ship was like to be broken....

Now the Lord had prepared a great fish to swallow up Jonah. And Jonah was in the belly of the fish three days and three nights.

And the Lord spoke unto the fish, and it vomited out Jonah upon the dry land.

And the word of Lord came unto Jonah the second time, saying,

Arise, go unto Nineveh, that great city, and preach unto it the preaching that I bid thee.

So Jonah arose. and went unto Nineveh, according to the word of the Lord. Now Nineveh was an exceedingly great city of three days' journey.

And Jonah began to enter into the city a day's journey, and he cried, and said, Yet forty days, and Nineveh shall be overthrown.

So the people of Nineveh believed God, and proclaimed a fast, and put on sackcloth, from the greatest of them even to the least of them.

And God saw their works, that they turned from their evil way; and God repented of the evil, that he had said that he would do unto them; and he did it not.

But it displeased Jonah exceedingly, and he was very angry.

and he prayed unto the Lord, and said, I pray thee, O Lord, was not this my saying, when I was yet in my country? Therefore I fled before unto Tarshish; for I knew that thou art a gracious God, and merciful, slow to anger, and of great kindness, and repentest thee of the evil.

Therefore now O lord, take, I beseech thee, my life from me; for it is better for me to die than to live.

Then said the Lord, doest thou well to be angry?

So Jonah went out of the city, and sat on the east side of the city, and there made him a booth, and sat under it in the shadow, till he might see what would become of the city.

And the Lord God prepared a gourd, and made it to come up over Jonah, that it might be a shadow over his head, to deliver him from his grief. So Jonah was exceeding glad of the gourd.

But God prepared a worm when the morning rose the next day, and it smote the gourd that it withered.

And it came to pass. When the sun did arise, that God prepared a vehement east wind; and the sun beat upon the head of Jonah, that he fainted, and wished in himself to die,

and said, It is better for me to die than to live.

And God said to Jonah, Doest thou well to be angry for the gourd? And he said, 'I do well to be angry, even unto death.

Then said the Lord, Thou hast had pity on the gourd, for the which thou hast not laboured, neither makest it grow; which came up in a night and perishd in a night.

and should not I spare Nineveh, that great city, wherein are more than sixscore thousand persons that cannot discern between their right hand and their left hand; and also much cattle? (Jonah Chapter 1, 11. 111 and IV)

اس کتاب سے بھی صاف ثابت ہوا کہ ابتلاء حضرت یونس کا پہلے ہوا اور ان کی قوم سے عذاب کا رفع ہونا اس کے بعد ہوا۔ ہاں اس پر حضرت یونس کا رنجیدہ ہونا اس میں بیان ہوا ہے۔ مگر اس رنجیدگی پر حضرت یونس کا وہ ابتلاء وعتاب جس کا قادیانی کو دعوی ہے، بیان نہیں ہوا۔ اور اس رنجیدگی سے جو قادیانی نے وعدہ عذاب کا قطعی ہونا نکالا ہے۔ اس کا ابطال دوسری بات کے ثبوت میں عنقریب آئے گا۔ یہ مقام اس کا محل نہیں۔

بالجملہ آیات قرآن اور اس کے موافق اقوال مفسرین اور بائیبل سے یہ امر صاف ثابت ہے کہ واقعہ ابتلاء یونس پہلے ہوا اور حضرت یونس کا اہل نینوی کی طرف رسول ہوکر جانا اور ان کو عذاب کی خبر دینا اور پھر اس عذاب کا رفع ہو جانا، بعد میں ہوا۔

اس بیان سے ہماری پہلی بات ثابت ہوئی۔ اور یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ روایات جن سے قادیانی نے تمسک کیا ہے بلا معارضہ صحیح نہیں۔ بلکہ ان کے مقابلہ ومعارضہ میں آیات قرآن و بائیبل واقوال مفسرین ایسے موجود ہیں جن سے وہ روایات غلط اور نا قابل اعتبار ثابت ہوتی ہیں۔ اور کم سے کم یہ کہ وہ مشکوک ومرجوح ہیں اور ان کے مخالف روایات راجح۔ قادیانی نے ان معارضات کی نقل و بیان کو ترک کر کے تفسیر کبیر سے صرف اپنے مطلب کی ایک روایت نقل کر کے اور باقی کتابوں کا حوالہ دے کر مسلمانوں کو یہ جتایا ہے کہ ان کتابوں میں بلا اختلاف یہی بیان ہوا ہے کہ حضرت یونس کو خدا کی طرف سے ہلاکت اہل نینوی کا قطعی وعدہ ملنے اور پھر اس وعدہ کے ٹل جانے کے بعد، اور اسی سبب سے حضرت یونس کے خدا پر خفا ہو جانے پر حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں مبتلا کئے گئے اور ان کتابوں میں اس

کا خلاف مذکور نہیں ہوا۔ اور کتاب یونہ کے پہلے اور دوسرے باب کا بیان (جس سے حضرت یونس کا وعدہ عذاب سے پہلے مبتلاء ہونا ثابت ہوتا ہے) ترک کر کے صرف تیسرے اور چوتھے باب کی چند آیات کو (جن میں حضرت یونس کا رنجیدہ ہونا بیان ہوا ہے) نقل کر کے یہ جتایا ہے کہ یہ رنجیدگی ہوئی تو حضرت یونس پر وہ بلاء آئی۔ اور ان دونوں قسم کی کتابوں (تفاسیر اور بائیبل) کی نقل وحوالہ میں جھوٹ سے کام لیا اور لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔

☆ دوسری بات کا ثبوت

روایات متمسکہ قادیانی (جیسی کیسی ہیں ان) کا وہ مطلب نہیں جو اس نے سمجھا ہے، بلکہ ان کا مطلب بشہادت دوسری عبارات و روایات انہی کتابوں کے (جن سے وہ روایات قادیانی نے نقل کی ہیں) یہ ہے کہ حضرت یونس نے اہل نینوی یا قوم اس ظالم بادشاہ کو دعوت ایمان کی تو انہوں نے نہ مانا۔ پس حضرت یونسؑ نے ان کو ایمان نہ لانے پر عذاب نازل ہونے کی خبر دی۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم عذاب کے آثار و اسباب دیکھیں گے، تب ایمان لائیں گے، ابھی سے ایمان نہیں لاتے۔ حضرت یونس نے (اللہ تعالی کی اس سنت قدیمہ کی نظر سے کہ عذاب آجانے کے بعد کسی قوم کا ایمان قبول نہیں ہوا۔ اور وہ عذاب اٹھایا نہیں گیا) ان کے اس عذر و جواب کو قبول و پسند نہ کیا۔ اور ان کے عذر و قول سے اور خدا تعالی کی سنت قدیمہ کے حکم سے (نہ خدا تعالی کے خاص اس قوم کی نسبت قطعی عذاب کی خبر دینے سے) یہ گمان کیا اور سمجھ لیا کہ ان پر عذاب ضرور نازل ہوگا اور اسی خیال وگمان سے وہ اس قوم پر ان کے اس عذر و جواب سے خفا ہو کر اور ان کی دعوت چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر جب انہوں نے دیکھ لیا کہ عذاب آیا، اور پھر وہ ان کی توبہ و استغفار و ایمان لانے کے سبب اٹھایا گیا، اور خدا تعالی نے اپنی اس سنت قدیمہ میں استثنا کو ملحق فرمایا ہے، اور قوم یونس کو اور قوموں میں مستثنیٰ کر کے ان کا ایمان بعد معائنہ عذاب قبول کر لیا ہے، تو اس سے ان کو قوم پر (نہ کہ خدا تعالی پر) ملال پیدا ہوا کہ کیوں پہلے سے وہ ایمان نہ لائے۔ اور میرے خیال و مقال کے غلط ہونے کے موجب ہوئے۔ اور یہ خیال کیا کہ جو بات میں ان کو کہہ چکا تھا کہ آثار عذاب دیکھنے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوتا، لہذا ان پر ضرور عذاب آئے گا اس کا (نہ خدا تعالی کے وعدہ کا) خلاف ظہور میں آ گیا ہے، اب میں اس قوم کی نظر میں جھوٹا قرار پا گیا ہوں۔ وہ مجھے کہیں گے کہ تم

تو کہتے تھے کہ مشاہدہ عذاب کے بعد ایمان قبول نہیں ہوا کرتا اور تم پر عذاب ضرور آئے گا۔ لو اب اس کا خلاف ہوا، اور ہمارا ایمان بعد مشاہدہ عذاب قبول کیا گیا۔ تمہارا کہنا جھوٹ نکلا لہذا اب میں اس قوم کی طرف جھوٹا کہلا کر نہ جاؤں گا۔

مرزا قادیانی نے جو ان روایات سے اس مطلب کے (جو ہم نے بیان کیا ہے) برخلاف بیان کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی ان روایات اور بائیبل کے پانچ الفاظ یا فقرات کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ یا صحیح سمجھ کر دیدہ دانستہ اس سے اغماض کیا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے غلط مطلب بتایا ہے۔ وہ پانچ الفاظ وفقرات یہ ہیں۔

اول لفظ مغاضب یا غضب (جو تفسیر کبیر اور تفسیر منثور کی پہلی دو روایتوں میں ہیں) جن کے پہلے کشف یا صرف العذاب کے فقرات ہیں۔ اور ان کے معنے مرزا قادیانی یہ سمجھا ہے کہ عذاب کھلا یا پھیرا گیا ہو، تو اس امر کو دیکھ کر یونس، خدا پر خفا ہو کر نکل گئے۔

دوسرا لفظ لا محالہ جو فقرہ فظنّ انه نازل لا محالہ میں تفسیر کبیر کی دوسری عبارت میں ہے اور اس کے معنی قادیانی یہ سمجھا ہے کہ خدا کے قطعی وعدہ سے اور اس کی کلام سے یونسؑ نے یہ سمجھ لیا اور ظن کیا تھا کہ عذاب ضرور واقعہ ہوگا۔

تیسرا اور چوتھا لفظ کذبت و کذابا جو در منثور کی دونوں عبارتوں کے ان فقرات میں صرف ذالک العذاب و غضب یونس و قال کذبت فھو قوله اذ ذھب مغاضباً و قال یونس عند ذالک لا ارجع الیھم کذابا۔ جن کے معنی قادیانی یہ سمجھا ہے کہ عذاب پھیرا گیا تو یونسؑ نے خدا پر غصہ ہو کر کہا کہ خدا نے قطعی وعدہ دے کر اپنے اس وعدہ کا خلاف کیا۔ اس میں خدا تعالیٰ نے خود جھوٹ بولا اور مجھے قوم سے جھوٹا اور شرمندہ کرایا۔ لہذا اب میں اس قوم میں نہ جاؤں گا۔

پانچواں لفظ رنجیدہ ہونے یا پچھتانے کا جو بائیبل کے اس فقرہ میں ہے کہ خدا اس بدی سے کہ اس نے کہی تھی کہ میں کروں گا پچھتا کے باز آیا۔ پھر یونہ اس سے ناخوش ہوا اور نپٹ رنجیدہ ہوا۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ ہمارے اجمالی جواب کی تقریر سے واضح ہو چکا ہے کہ ان پانچوں الفاظ وفقرات کے معنی ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن سے نہ تو خدا کی طرف سے قطعی وعدہ عذاب کرنا ثابت ومعلوم ہو، اور نہ خدا کی طرف سے اور اس کے قول کے حوالہ

سے حضرت یونس کا قوم کو قطعی وعدہ عذاب دینا مفہوم ہو، اور نہ حضرت یونس کا خدا تعالی پر غصہ کر کے بھاگنا موہوم ہو۔ رہی تشریح و تفصیل ان کلمات و فقرات کی سو عنقریب تفصیلی جواب میں ہوگی جس سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ ان الفاظ و فقرات کے جو معنی قادیانی سمجھا ہے وہ غلط ہیں اور ان کے معنی وہی صحیح ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ ہمارے اس جواب اجمالی سے آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ روایات متمسکہ بہاء قادیانی کے ایسے معنی بھی ہو سکتے ہیں جو اس کے مطلب کے برخلاف ہوں اور یہ ہماری دوسری بات کا کافی ثبوت ہے۔

☆ **تفصیلی جواب :** مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ قادیانی کے متمسکات سے پہلی عبارت تفسیر کبیر اور پہلی عبارت تفسیر درمنثور کا جواب اور لفظ مغاضب اور غضب کی تشریح یہ ہے کہ لفظ مغاضب حضرت یونس کے حق میں قرآن میں وارد ہے اور اسی کی تفسیر میں درمنثور کی پہلی عبارت میں غضب کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔ پس جو معنی اس لفظ کے قرآن کی آیت میں تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر میں بیان کئے گئے ہیں وہی معنے تفسیر کبیر کے اس عبارت میں مراد ہونے چاہییں اور وہی معنی لفظ غضب کے درمنثور کی عبارت میں صاحب درمنثور نے اس کو تفسیر آیت بتا کر قرار دیئے ہیں۔

تفسیر کبیر (جلد ٦ ص ۱۸۹) میں (بجواب اعتراض ان لوگوں کے جو اس لفظ مغاضب سے پیغمبروں کا گناہ گار ہونا نکالتے ہیں) کہا گیا ہے

و الجواب ۔ عن الاول انه لیس فی الآیه من غاضبه لکنا نقطع علی انه لا یجوز لنبی الله ان یغاضب ربه لانّ ذالک صفة من یجهل کون الله لا یکون مومناً فضلاً عن ان یکون نبیاً ۔ و اذا ثبت انه لا یجوز صرف هذه المغاضبة الی الله تعالی و جب ان یکون المراد انه خرج مغاضباً لغیرالله و الغالب انه انما یغاضب من یعصیه فما یامره به فیحتمل قومه او الملک اوهما جمیعاً و معنی مغاضبة القوم انه اغضبهم بمفارقة لخوفهم حلول العذاب علیهم عندها و قرء ابو شرف مغضباً۔ اما قوله (ای المعترض) مغاضبة القوم ایضاً کانت محظورة لقوله تعالی ولاتکن کصاحب

الحو ت قلنا لا نسلم انها كا نت محظورة فا ن الله تعا لى امره به تبليغ تلك الرسالة اليهم وما امره بان يبقى معهم ابداً فظاهرالامر لا يقتضى التكرار فلم يكن خروجه من بينهم معصية و اما الغضب فلا نسلم انه معصية و ذلك لا نه لما لم يكن منهيا عنه قيل ذلك فظن ان ذا لك جا ئز من حديث انه لم يفعله ا لا غضبا لله تعالى و انفة لد ينه و بغضاء للكفر و اهله بل كان ا لاولى له ان يصابر و ينتظر ا لا ذن من الله تعا لى فى المهاجرة عنهم و لهذا قال تعا لى و لا تكن كصا حب الحو ت كا ن الله تعالى اراد لمحمد ﷺ افضل المنا زل و اعلا ها ۔

کہ آیت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت یونس کس پر خفا ہوئے، لیکن ہم یقین رکھتے ہیں کہ نبی کا خدا تعالیٰ پر خفا ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جاہلوں کا کام ہے اور ایسا جاہل مومن نہیں ہوتا، چہ جائے کہ نبی ہو سکے۔ اور جب غضب خدا کے حق میں جائز نہ ہوا تو واجب ہوا کہ اس سے بجز خدا تعالیٰ کے کسی اور پر حضرت یونس کا غصہ کرنا مراد ہو۔ تو احتمال ہے کہ وہ شخص آپ کی قوم ہو یا بادشاہ (حزقیا) ہو یا دونوں فریق۔ اور قوم سے مغاضب ہونیکے یہ معنی ہیں کہ انہوں نے قوم کو غصہ میں ڈالا۔ یعنی ان سے جدا ہو کر ان کو ناراض کر دیا۔ اور جو معترض نے کہا ہے کہ قوم سے ناراض ہو کر چلے جانا یا ان کو ناراض کرنا بھی گناہ تھا، یونسؑ نے اس کا ارتکاب کیوں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس امر کا گناہ ہونا مسلّم نہیں۔ خدا نے ان کو تبلیغ رسالت کا حکم دیا تھا۔ نہ یہ کہ وہ ان میں بیٹھے رہیں۔ اور غصہ کرنا اسلئے گناہ نہیں تھا کہ اس سے ان کو ممانعت نہ ہوئی تھی۔ اس لئے یونسؑ نے اس کو جائز خیال کیا۔ کیونکہ وہ غصہ خدا ہی کیلئے تھا اور اس کے دین کی بڑائی کیلئے اور کفر اور کافروں سے بغض سے۔ ہاں بہتر یہی تھا کہ وہ ان لوگوں میں ٹھیرے رہتے اور صبر کرتے اور قوم سے جدا ہونے کیلئے خدا کے حکم کے منتظر رہتے۔ اس ترک اولی کی نظر سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ تو یونس کی مانند نہ ہو جائیو۔ جس سے خدا تعالیٰ کی گویا یہ مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ کا رتبہ حضرت یونس سے اعلیٰ ہے۔

تفسیر فتح البیان اور معالم وغیرہ (جن کا حوالہ قادیانی نے دیا ہے) میں لکھا ہے

ذهب مغاضباً اى مراغما لقومه لا لربه و قال الحسن و

الشعبی و سعید بن جبیر مغاضباً لربه و اختاره ابن جریر و القتیبی و حکی عن ابن مسعود قال النحا س ربما انکر ھذا من لا یعرف ا للغة و ھو قول صحیح و المعنی مغاضباً لاجل ر به کما تقول غضبت لک ای من اجلک و قا ل الضحا ک مغا ضباً لقو مه و حکی عن ابن عباس و قالت فرقة منھم الاخفش انما خرج مغاضباً لملک الذی کا ن فی وقته اسمه حزقیا و قیل لم یغا ضب رسولا لقو مه و لا الملک و لکنه... من غضب اذا انف۔

(فتح البیان۔ ص ۱۳۳ ج ۳ و المعا لم)

ذھب مغا ضباً سے یہ مراد ہے کہ وہ قوم سے خفا ہو کر چلے گئے ، نہ اپنے رب سے ۔ حسن ، شعبی ، سعید بن جبیر نے لکھا ہے کہ خدا کیلئے خفا ہوئے ۔ اسی کو ابن جریر اور قتیبی نے پسند کیا ہے اور یہی ابن مسعود سے مروی ہے ۔نحاس نے کہا ہے جو شخص لغت و محاورہ عرب سے جاہل ہے وہ اس لفظ یا تفسیر کو پسند نہیں کرتا حالانکہ یہ کہنا صحیح ہے ۔جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کیلئے قوم سے خفا ہوئے ۔ جیسے بولتے ہیں میں تمہارے لئے فلاں شخص سے خفا ہوا۔ ضحاک نے کہا ہے اور یہی ابن عباس سے منقول ہے کہ قوم پر خفا ہوئے ۔ایک جماعت نے جن میں اخفش (نحوی) ہے، کہا ہے کہ وہ اس بادشاہ سے خفا ہوئے تھے جو اس وقت تھا جس کا نام حزقیا تھا۔بعض نے کہا ہے کہ وہ کسی سے بھی خفا نہیں ہوئے ۔ نہ خدا سے نہ قوم سے نہ بادشاہ سے ۔ اور لفظ مغاضبا کے معنی غصہ کرنے کے نہیں بلکہ نفرت و بیزاری کے ہیں ۔یعنی وہ قوم سے متنفر و مستنکف ہو کر نکل گئے۔

ان عبارات خصوصاً تفسیر کبیر کی عبارت پڑھ کر ناظرین کو یقین ہوگا کہ خدا تعالی پر غصہ کرنا کفر ہے اور اس سے انبیاء کی شان پاک اور ارفع ہے ۔ لہذا امام رازی کی اس پہلی عبارت میں اور ایسا ہی درمنثور کی پہلی عبارت میں حضرت یونس کا خدا تعالی پر غصہ کرنا مراد نہیں ، بلکہ قوم پر غصہ مراد ہے۔

شائد یہاں سوال ہو کہ اس عبارت تفسیر کبیر میں اور ایسا ہی عبارت اول تفسیر در منثور میں یہ بیان ہے کہ عذاب واقع ہو جانے کے بعد ان کو غضب ہوا، جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ غصہ عذاب اٹھ جانے پر تھا جو خدا کی طرف سے تھا نہ قوم پر کیونکہ عذاب اٹھا دینا

ان کا کام نہ تھا،

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غصہ بھی قوم پر ہے، نہ خدا تعالی پر۔ کیونکہ اس عذاب کے اٹھ جانے کا موجب قوم ہی کا فعل (بے موقع و بعد از وقت تضرع و استغفار ہے) حضرت یونس کو ان کے اس فعل پر (باوجودیکہ فی نفسہ فعل نیک تھا) اسلئے غصہ آیا کہ وہ فعل بعد از وقت ہوا۔ انہوں نے غالباً یہ خیال کیا کہ میرے کہنے پر تو وہ قوم توبہ استغفار کی طرف متوجہ نہ ہوئی اور جب میں نے بدست آویز قدیم اور عام سنت اللہ (نہ بحکم جدید و خاص اعلام الٰہی) کے ان کے عذاب کو قطعی کہہ دیا اور پھر میں مایوس و غصہ ہو کر ان کے بیچ میں سے نکل گیا، تب انہوں نے ایمان و توبہ و استغفار کی طرف رجوع کیا۔ جس سے میرا وہ خیال و مقال غلط نکلا اور میں ان کی نظروں میں جھوٹا بنا۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ غصہ قوم پر تھا، نہ خدا تعالی پر، اور ہمارے اس جواب کی مزید توضیح قادیانی کی پانچویں بات کے جواب میں ہو گی

☆ قادیانی کی **دوسری بات** کا جواب۔ اور اس میں جو پہلے قول کو ذکر کر کے اس میں اس عاجز محمد حسین کے دھوکہ کھانے کا دعوی کیا گیا ہے اس معمہ کی شرح یہ ہے کہ ابتلاء حضرت یونس کی نسبت علماء کے دو قول ہیں جو پہلے منقول ہو چکے۔ از انجملہ پہلا قول یہ ہے کہ حضرت یونس کا ابتلاء پہلے ہوا ہے اور وعدہ عذاب اس کے بعد۔ حضرت یونسؑ نے جب ابتلاء سے نجات پائی تو وہ اس ظالم بادشاہ کے پاس گئے۔ پھر جب اس نے انکار کیا تو خدا نے یونسؑ کی طرف وحی کی کہ ان لوگوں پر بشرط ایمان نہ لانے کے عذاب نازل ہو گا۔ اس قول کی دست آویز سے خاکسار (محمد حسین) نے اپنی مجالس وعظ میں بیان کیا تھا کہ یونسؑ نے جس عذاب کی خبر دی تھی وہ شرطی تھا، قطعی نہ تھا۔ میرے اس قول کے جواب میں قادیانی نے فرمایا ہے، نادان شیخ نے اس قول کے کہنے میں دھوکہ کھایا ہے، مگر اس کلمہ کا مطلب مصداق مطلب دربطن شاعر ہے۔ شائد اس سے قادیانی کی مراد یہ ہو کہ یہ شرطی وعدہ عذاب اور موقع پر ہے۔ یعنی ظالم بادشاہ کو ڈرانے کے وقت ہوا تھا۔ اور ہم (یعنی قادیانی) جس عذاب کو قطعی کہتے ہیں اس کا اور موقع ہے یعنی وہ اہل نینوی کا عذاب تھا۔ پس اگر اس کلمہ سے قادیانی کا یہی مطلب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں تو آپ کو نادان نہیں کہتا اور نہ یہ کہتا

ہوں کہ اس قول اول کا مطلب سمجھنے میں آپ نے دھوکہ کھایا، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ آپ بڑے ہوشیار و چالاک ہیں۔ آپ نے بھی اس کا مطلب تو وہی سمجھا ہے جو اس خاکسار نے سمجھا ہے مگر دیدہ دانستہ آپ اس مطلب سے انکار کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو عملاً دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ نزول عذاب کی نسبت خدا کا وعدہ یا قول ایک ہی تھا اور وہ ایک ہی دفعہ فرمایا گیا تھا (گو اس کا مورد نزول ومحل وموقع مختلف ہو) یعنی اس عذاب کا ڈر اہل نینوی کو سنایا گیا ہو یا اس ظالم بادشاہ کو، وہ وعدہ یا قول ایک ہی تھا۔ اور ایک ہی اس کا مورد تھا یہ نہیں ہوا کہ وہ عذاب دو دفعہ آیا ہے، اہل نینوی کو جدا اور اس بادشاہ کی قوم پر جدا گانہ اور دو ہی دفعہ وہ وعدہ ہوا۔ اور جب کہ وہ وعدہ یا قول ایک ہی دفعہ فرمایا گیا تھا اور اس کا مضمون قول اول مذکور میں شرطی بیان ہوا ہے کہ . اگر وہ ایمان نہ لائیں تب عذاب نازل ہوگا . تو پھر اس حکم وقول کو جس موقعہ پر کوئی تسلیم کرے گا اس کو اس کا شرطی ہونا ماننا پڑے گا۔ خواہ کوئی اس کو اہل نینوی کے حق میں تسلیم کرے (جیسا کہ آپ مانتے ہیں) یا اس ظالم بادشاہ اور اس کی قوم کے حق میں جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، خصوصاً اس حالت میں کہ اس کو اہل نینوی کے حق میں تسلیم کرنے کی حالت میں اہل نینوی کا اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ہم آثار عذاب دیکھیں گے تو ایمان لے آویں گے۔ اسی تفسیر کبیر کے اسی صفحہ ۱۸۸ میں منقول ہے اور اس کے جواب میں حضرت یونس سے یہ کہنا کہیں ثابت ومنقول نہیں کہ،

اے نادانوں یہ عذاب تو قطعی ہے، خدا تعالی نے اس کے قطعی وقوع کی خبر دی ہے۔ تم یہ بات کیوں کہتے ہو کہ ہم آثار دیکھ کر ایمان لے آویں گے ،۔

حضرت یونسؑ کے یہ بات نہ کہنے اور اس معاملہ میں خدا کی طرف سے قطعیت عذاب کی خبر نہ دینے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر وہ عذاب اہل نینوی کو سنایا گیا تھا تو بھی انہی الفاظ سے تھا جو اس قول اول میں بیان کئے گئے ہیں۔ نہ اور الفاظ جن میں خدا کی طرف سے قطعیت عذاب کی خبر ہو۔ قادیانی نے یہ نہ سوچا کہ اس عبارت سے پہلے اسی صفحہ ۱۸۸ میں وعدہ عذاب کی وہ عبارت لکھی ہے جس میں شرط صریح موجود ہے۔ اس شرط کے ہوتے میرے دھوکے میں کون مسلمان آئے گا۔ اور کب کوئی مسلمان یقین کرے گا کہ جو وعدہ عذاب خدا کی طرف سے دیا گیا تھا وہ قطعی تھا۔

☆ قادیانی کی **تیسری بات** کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے سفید جھوٹ بولا ہے۔ اور اپنے مریدوں کو یہ جتایا ہے کہ مفسرین نے بلا اختلاف اسی دوسرے قول کو پسند واختیار کیا ہے جس کو آپ نے اختیار کیا ہے۔ اور یہی قول اجلہ صحابہ وتابعین سے مروی ہے حالانکہ یہ بات محض جھوٹ اور خلاف واقع ہے۔ ناظرین کو ہمارے بیان سے بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ ابن عباس جیسے جلیل الشان صحابی اسی پہلے قول پر ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور اس قول کو سبھی اہل تفاسیر نے ذکر کیا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک حضرت ابن عباس معتبر مفسر نہیں، یا وہ قول تفسیر معالم وتفسیر کبیر وغیرہ میں بیان کر کے اس کو آیت قرآن سے مدلل نہیں کیا؟

☆ قادیانی کی **چوتھی بات** کا جواب یہ ہے کہ آپ کا اس آیت وعدہ تیس رات کی طرف رجوع کرنا عین اس بات کا اقبال کرنا ہے کہ حضرت یونس کی خبر عذاب کے قطعی ہونے پر آپ کے پاس کوئی طمانیت بخش دلیل نہیں۔ اس لئے آپ نے اس کی تائید اس آیت وعدہ تیس رات سے نکالنی چاہی۔ مگر ہم نے پہلے ہی یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس آیت میں صرف تیس رات کا وعدہ ہونا پھر اس کا خلاف ہونا ثابت نہیں ہوتا، لہذا یہ وار بھی آپ کا خالی گیا۔

☆ قادیانی کی **پانچویں بات** کا جواب اور لفظ لا محالہ اور تفسیر کی دوسری عبارت کی تشریح یہ ہے کہ یہ لفظ وعبارت ہمارے اس دعوی پر دلیل ہے کہ وعدہ عذاب خدا کی طرف سے قطعی نہ ہوا تھا، نہ آپ کے اس دعوی کی کہ وہ وعدہ قطعی تھا، کیونکہ اگر خدا کی طرف سے وعدہ عذاب قطعی الفاظ کے ساتھ ہوتا تو اس سے حضرت یونس کو یقین کامل پیدا ہوتا، نہ صرف ظن جس کو اس عبارت میں فظن انه لا محالة نازل سے بیان یا گیا ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ حضرت یونس نے ظن اور گمان کیا کہ وہ عذاب ضرور نازل ہونے والہ ہے ۔اس لفظ ظن سے صاف اور یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ وعدہ عذاب جو خدا کی طرف سے ہوا تھا وہ قطعی الفاظ سے نہ تھا۔ حضرت یونس نے اپنے ظن سے اس کو قطعی سمجھ لیا تھا۔ اور اس ظن کی وجہ وہی معلوم ہوتی ہے جو ہم نے پہلے اجمالی جواب میں پھر تفصیلی جواب میں پہلی عبارت تفسیر کبیر کی تشریح میں کہی ہے کہ جب حضرت یونس کو قوم نے یہ جواب دیا کہ ہم عذاب کے آثار

دیکھ کر ایمان لے آئیں گے تو انہوں نے اس قدیم سنت اللہ کے دست آویز سے کہ عذاب آجانے کے بعد ایمان قبول نہیں کیا جاتا، یہ سمجھ لیا اور گمان کیا کہ یہ عذاب قطعی ہے اور ٹلنے والا نہیں ہے۔ اور اس خیال و گمان کی وجہ سے وہ اس قوم پر خفا ہو کر ان میں سے نکل گئے۔ اس قدیم سنت اللہ کا ثبوت قرآن کی اس آیت میں ہے

افلم یسیروا فی ا لارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم ۔ کانوا اکثر منھم و اشد قوۃ و آ ثاراً فی الارض فما اغنی عنھم ما کانوا یکسبو ن ۔ فلما جا ء تھم رسلھم با لبینا ت فر حوا بما عندھم من العلم و حاق بھم ما کانوا بہ یستھزئو ن ۔ فلما رئوا بأسنا قا لوا آ منا با للہ و حدہ و کفر نا بما کنا بہ مشر کین ۔ فلم یک ینفعھم ایمانھم لما رائوا بأ سنا۔ سنّت اللہ التی قد خلت فی عبادہ ۔ و خسر ھنا لک الکا فرو ن ۔ (سورہ مو من۔ ع ۹) کیا یہ لوگ زمین میں پھر کر پہلے لوگوں کا حال (ان کے کھنڈروں سے) نہیں دیکھتے۔ جو ان سے (شمار میں) زیادہ تر اور قوت میں سخت تر اور زمین میں نشان (تصرفات عمارات وغیرہ) میں بڑھ کر تھے، پھر ان کا کمایا ان کے کام نہ آیا۔ جب رسول ان کے پاس نشان لے کر آئے تو وہ اپنے معلومات پر خوش ہوئے۔ اور ان کو عذاب نے گھیر لیا جس سے وہ ٹھٹھہ کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو بولے ہم اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور جن کو اللہ کا شریک بتاتے تھے ان سے منکر ہوئے۔ پر وہ ایمان ان کے کام نہ آیا۔ جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ اللہ کی یہی سنت ہے جو (تمام گذشتہ) بندوں میں گذر چکی ہے۔ تب منکر نقصان میں پڑ گئے۔

اپنی اسی سنت کے موافق خدا تعالی نے فرعون سے معاملہ کیا۔ جب وہ عذاب دیکھ کر ایمان لایا جس کا اس آیت میں ذکر ہے جس میں یہ بیان ہے کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بولا میں ایمان لایا کہ بجز اس معبود کے جس کو بنی اسرائیل مانتے ہیں کوئی دوسرا معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اللہ نے فرمایا کیا اب ایمان لاتا ہے۔ اور اس سے پہلے تو مفسدوں سے رہا۔ پس آج ہم تیری لاش کو زمین پر ڈالیں گے تاکہ تو پچھلے لوگوں کے لئے ایک نشان (عبرت) ہو۔

حتی اذا ادرکہ الغر ق قال آ منت انہ لا الہ الا اللہ الذی آمنت

به بنو اسرائیل و انا من المسلمین ۔ آ لآ ن و قد عصیت قبل و کنت
من المفسدین ۔ فا لیوم ننجّیک ببد نک لتکو ن لمن خلفک آ یۃ و
ان کثیراً من النّاس عن آ یا تنا لغا فلو ن (یو نس۔ ع ۹)

اور چونکہ حضرت یونس اللہ تعالی کے نبی تھے لہذا وہ اس سنت اللہ سے بے خبر نہ تھے اور وہ اللہ تعالی کے سنن واحکام کی تبلیغ و اطلاع کرنے پر مامور تھے۔ لہذا ان کی نسبت یہی اعتقاد کرنا واجبات سے ہے کہ انہوں نے اسی سنت اللہ کی نظر سے اور قوم کے سردست و دم نقد ایمان لانے سے انکار اور عذاب دیکھ کر ایمان لانے کے اقرار سے وہ گمان کیا، اور سمجھ لیا کہ عذاب دیکھنے کے بعد اس قوم کا ایمان قبول نہ ہوگا اور وہ عذاب ضرور نازل ہوگا۔ اور اسی خیال سے غصہ کھا کر قوم کو چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ اور پھر عذاب رفع ہو جانے سے ان کو یہ خوف پیدا ہوگیا کہ میں اس قوم میں جھوٹا سمجھا جاؤں گا۔ میرا قول تو ان کے سامنے یہ تھا کہ وہ عذاب بحکم قدیم سنت اللہ ایمان لانے سے نہ ٹلے گا اور واقع میں ٹل گیا۔ اور خدا کی اس سنت قدیم میں ایک مستثنی پیدا اور لاحق ہوگیا۔ لہذا ان کو اس قوم پر دوبارہ رنج ہوا اور غصہ آیا کہ کیوں انہوں نے مجھے جھوٹا کرایا اور خود مجھے جھوٹا کہنا چاہا تھا۔ اسی خیال اور رنج سے انہوں نے اس قوم کی طرف آنے سے انکار کیا۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ یونسؑ کو خدا کی طرف سے قطعی وعدہ عذاب قوم نہ دیا گیا تھا بلکہ انہوں نے قوم کے انکار اور خدا کی قدیم سنت سے قطعیت عذاب کا ظن کیا تھا اور اگر حضرت یونس کو خدا کی طرف سے عذاب کا قطعی وعدہ دیا جاتا تو پھر ان کو اس عذاب کا صرف ظن نہ ہوتا بلکہ یقین ہوتا۔ اور نہ وہ عذاب ایمان لانے سے ٹلتا۔ بلکہ اس قوم کو ویسا ہی ہلاک کیا جاتا جیسا کہ اگلی قومیں باوجود ایمان لانے کے ہلاک کی گئیں۔ اور جیسا کہ فرعون لا الہ الا اللہ کہتا ہلاک کیا گیا تھا۔ اور نہ اس قدیم سنت اللہ سے اس قوم کو مستثنی کیا جاتا۔ اور یہ امر نصوص قرآنیہ سے ثابت و معلوم اور اکثر کے نزدیک مسلم ہے کہ یونس کی قوم پر عذاب شروع ہوگیا تھا، اور پھر وہ ایمان لانے سے اٹھایا گیا۔ اور اس امر میں یونس کی قوم تمام امتوں کے حکم سے مخصوص و مستثنی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اصل عذاب نہ آیا تھا صرف اس کی علامات ونشان آئے تھے۔ مگر اس کو ظاہر قول خداوندی (کہ قوم یونس کی ایمان لائی تو ہم نے عذاب کو کھول دیا یعنی اٹھا دیا) رد کرتا ہے اور صاف بتاتا ہے کہ عذاب آ چکا تھا، پھر

اٹھالیا اورکھولا گیا۔عذاب نہ آیا تھا تو کھولا کس کو؟

تفسیر معالم التنزیل میں کہا ہے

اختلفوا فی انهم هل رئوا العذا ب عياناً ام لا ۔ فقال بعضهم رئوا دليل العذا ب و الاكثرو ن على انهم رئوا العذا ب عيا ناً بدليل قوله كشفنا عنهم عذا ب الخز ى فى الحيوة الد نيا و الكشف يكون بعد الوقوع او اذا قر ب (معا لم التنز يل ۔ ص ۴۴۰)

کہ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ قوم نے اصل عذاب کو دیکھا تھا یانہیں؟ بعض کا قول ہے کہ صرف عذاب کی علامت دیکھی تھی ۔مگراکثر مفسرین کا یہ قول ہے کہ بعینہ عذاب دیکھا تھا۔ اس کی دلیل یہ قول خداوندی ہے کہ ہم نے ان سے عذاب کھول دیا۔اور کھولنا یا اٹھانا تب متصور ہے جب کہ عذاب واقع ہو چکے یا قریب الوقوع ہو۔

اور تفسیر فتح البیان میں کہا ہے

قال ابن جرير خصّ قوم يونس من بين الامم بان يتب عليهم من بعد معا ينة العذا ب و حكى ذا لک عن جماعة من المفسّرين و قال الزجاج انه لم يقع العذا ب انما رئوا علامة العذا ب ... عن ابن عباس ان العذاب كان هبط على قوم يونس لم يكن بينهم و بينه ا لا ثلثى ميل فلما دعوا كشف الله عنهم ۔ و قال قتاده قدر ميل وقال غا مت السماء فيما اسود ۔ هائلا يدخن دخانا شديداً فهبط حتى غشى مدينتهم و اسودت اسطحتهم فتا بوا و اخلصوا نيتهم فر حمهم الله و كشف ما نز ل بهم من العذا ب بعد ما اظلهم ۔ (فتح البيا ن)

کہ ابن جریر نے کہا ہے حضرت یونس کی قوم دیگر امتوں سے اس امر میں مخصوص ہوئی ہے کہ عذاب دیکھنے کے بعد ان کا عذاب اٹھا یا گیا۔یہ قول جماعت مفسرین کا ہے۔زجاج کہتا ہے کہ عذاب نہیں دیکھا تھا۔صرف اس کی علامت دیکھی تھی ۔اس قول کو صاحب فتح البیان نے پسند کیا ہے مگر یہ اس بیان کے بر خلاف ہے جو اس کے بعد ابن عباسؓ وغیرہ سے اس نے نقل کیا ہے کہ عذاب میل یا دوثلث میل کے قریب آ گیا تھا۔اور آسمان سے سخت سیاہ ہولناک دھواں اتر پڑا جس سے اس کی چھتیں کالی ہوگئیں پھر انہوں نے توبہ کی اور نیک نیت کی تو اللہ

نے ان پر رحم کیا اور اس عذاب کو کھول دیا، بعد اس کے کہ وہ ان کے سر آ چکا تھا۔

اخرج احمد فی الزھد عن ابن عباس ان العذاب ھبط علی قوم یونس حتی لم تکن بینھم و بینہ الا قدر ثلثی میل فلما دعوا کشف اللہ عنھم و اخرج احمد و فلان و فلان عن سعید بن جبیر قال غشی قوم یونس العذاب کما غشی القبر فی الثوب اذا دخل فیہ صاحبہ و مطرت السماء دماً و اخرج ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ عن قتادہ فلو لا کانت قریۃ آمنت یقول لم یکن ھذا فی الامم قبل قوم یونس لم ینفع قریۃ کفرت ثم آمنت حین عاینت العذاب الا قوم یونس فاستثنی قوم یونس کشف عنھم العذاب بعد ما تدلی علیھم لم یکن بینھم و بینہ الا میل۔ (در منثور)

ابن عباس کی روایت مذکور تفسیر در منثور میں منقول ہے اور تفسیر در منثور میں مجاہد سے منقول ہے کہ قوم یونس کو عذاب نے ڈھانک لیا جیسا کہ قبر کو کپڑے سے ڈھانک لیا جاتا ہے۔ جب اس میں مردہ داخل کیا جاتا ہے۔ اور آسمان نے خون برسایا اور تفسیر در منثور میں قتادہ سے منقول ہے کہ جو معاملہ حضرت یونس کی قوم سے ہوا یہ پہلے کسی امت سے نہیں ہوا۔ کسی بستی کو عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان نے نفع نہیں دیا۔ حضرت یونس کی قوم تمام قوموں سے اس امر میں مستثنیٰ ہوئی ہے۔ ان کا عذاب قریب آ جانے کے بعد اٹھایا گیا۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ حضرت یونس کی قوم پر جو رحم ہوا اس میں قدیم سنت الٰہی میں ایک استثنا و تخصیص واقع ہوئی جس کا حضرت یونس کو پہلے علم نہ دیا گیا تھا۔ اور اسی واسطے انہوں نے باوجودیکہ ان کو شرطی طور پر عذاب آنے کی خبر دی گئی تھی، قوم کا یہ جواب سن کر کہ ہم عذاب کو دیکھ کر ایمان لائیں گے، یہ خیال اور ظن کر لیا تھا کہ بس اب عذاب ضرور نازل ہوگا کیونکہ عذاب دیکھنے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوا۔ خدا نے ان کو ہرگز نہیں فرمایا تھا کہ عذاب قطعی ہے۔ اگر خدا ایسا فرماتا تو حضرت یونسؑ کو اس کا یقین ہو جاتا صرف ظن نہ ہوتا۔ جیسا کہ اس عبارت متمسکہ قادیانی میں کہا گیا ہے۔ لہذا یہ عبارت ہمارے خیال کی مؤید اور ہماری دلیل ہوئی، نہ قادیانی کے خیال کی مؤید اور اس کی دلیل۔

☆ قادیانی کی چھٹی **بات** اور فخریہ الزام کا جواب اور تفسیر درمنثور کی پہلی عبارت متمسکہ قادیانی کے لفظ کذبت اور اس کے متعلق فقرہ کی تشریح ۔

اس فخریہ الزام کا جواب تو قادیانی ہی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے

بولو قادیانی جی! اب کیسی صفائی سے ثابت ہو گیا کہ یونسؑ نے وعدہ ہلاکت کو خدا کے فرمان سے قطعی نہ سمجھا تھا، بلکہ قوم کے سردست ایمان لانے سے انکار اور اس شرطی ایمان کے اقرار سے کہ ہم عذاب دیکھیں گے تب ایمان لائیں گے، اور خدا کی سنت قدیمہ کی دست آویز سے کہ بعد معائنہ عذاب، ایمان قبول نہیں کیا جاتا، اسکا ظن کیا تھا ۔

لفظ کذبت اور اس کے متعلق فقرہ کی تشریح آپ کی پہلی اور پانچویں بات کے جواب میں ہو چکی ہے اور یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ حضرت یونس نے اپنے اسی قول سے جو قوم کے انکار سے اور خدا کی سنت قدیمہ کی دست آویز سے سمجھ کر انہوں نے فرمایا، اپنے آپ کو قوم کی نظروں میں جھوٹا قرار دیا تھا۔ نہ یہ کہ خدا کی طرف سے وعدہ خلافی ہونے کے سبب خدا تعالی کو جھوٹا کہا ہو۔ یہاں صرف یہ تشریح ضروری ہے کہ جو قادیانی لفظ کذبت کو بصیغہ مجہول لکھا ہے اور اس کا ترجمہ بھی ایسا ہی کیا ہے جس سے خدا کی طرف کذب اور وعدہ خلافی کی نسبت ہو۔ چنانچہ قادیانی نے کہا ہے کہ . قطعی وعدہ کیوں خلاف واقع نکلا ۔ مجھ پر کیوں ایسی وحی نازل ہوئی جس کی پیش گوئی پوری نہ ہوئی، ۔ یہ قادیانی کا حضرت یونسؑ اور خدا تعالی پر افتراء ہے ۔ اس کتاب میں اس لفظ کو بصیغہ مجہول ضبط نہیں کیا گیا تاکہ اس کے معنے یہ ہوں کہ مجھ سے اس وحی و پیش گوئی میں جھوٹ بولا گیا ۔ اور واقع میں بھی یہ لفظ بصیغہ مجہول معلوم نہیں ہوتا، بلکہ یہ لفظ بصیغہ معروف کذبت معلوم ہوتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اپنے خیال اور ظن سے (جس کی تشریح اوپر گذر چکی ہے) ان لوگوں کو جھوٹ کہا تھا کہ تمہارا ایمان قبول نہ ہوگا ۔ اور یہ عذاب نہ ٹلے گا ۔

ہمارے اس دعوی پر کہ یہ لفظ بصیغہ معروف معلوم ہوتا ہے نہ بصیغہ مجہول، دو دلیلیں اسی کتاب میں موجود ہیں ۔ ایک تو وہی ۔ دوسری روایت و عبارت جس کو قادیانی نے درمنثور سے نقل کیا ہے ۔اس میں لفظ لا ارجع الیھم کذابا جو فاعل کا صیغہ ہے اور وہ لفظ حضرت یونسؑ نے اپنے حق میں بولا ہے لہذا وہ لفظ صاف بتاتا ہے کہ کذب کا فاعل انہوں نے اپنے

آپ کو قرار دیا ہے (اور یہ لفظ معروف ہے) نہ خدا تعالی کو جو کہ بصورت مجہول ہونے اس لفظ کا فاعل لم یسمّ بنتا ہے۔

دوسری دلیل اس کتاب کی ایک اور روایت ہے جس کو اس میں بروایت ابن مردویہ، ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے اور اس کے اخیر میں حضرت یونسؑ سے یہ قول نقل کیا گیا ہے فقال لا ارجع الی قوم قد کذ بتھم و انطلق مغاضباً یعنی مراغماً۔ یعنی یونسؑ نے فرمایا اب میں ایسی قوم کی طرف پھر کر نہ جاؤں گا جس کو میں اپنے خیال وظن سے (جس کی تشریح ہو چکی ہے) جھوٹ کہہ چکا ہوں کہ عذاب ضرور آئے گا۔ یہ کہہ کر وہ غصہ ہو کر یعنی بے زار ہو کر چلے گئے۔

اب قادیانی کو چاہیے کہ شرم اور حیا اختیار کر کے اس لفظ کذ بت (بصیغہ مجہول) کو اور اس عبارت کو اپنے مدعا کے برخلاف سمجھ کر واپس لے یا کچھ کھا کر مر جائے۔

☆ قادیانی کی ساتویں بات اور فخریہ الزام کا جواب بھی اسی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے کہ اب فرمایئے قادیانی جی! ابھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے۔ ہم نے صاف طور پر ثابت کر دیا ہے کہ تو نے (باوجودیکہ ان کو بشرط ایمان نہ لانے کے عذاب کا ڈر سنایا گیا تھا اور انہوں نے اس کے جواب میں یہ کہہ بھی دیا تھا کہ ہم عذاب دیکھیں گے تب ایمان لائیں گے) اس لئے اضطراب کیا اور ایسی دردناک صورت بنائی کہ حضرت یونس نے اپنے ظن سے (جس کی تشریح ہو چکی) نہ وحی الٰہی سے ان کو ڈرا دیا تھا۔ کہ عذاب آ جانے کے بعد ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اور حضرت یونس بھی (باوجودیکہ ان کو وحی الٰہی نے یہ خبر دی تھی کہ عذاب شرطی ہے اور بحالت عدم ایمان قوم ہے قطعی اور بہرحال) اس لئے قوم کی تکذیب سے ڈر کر ان کی طرف جانے سے انکاری ہوئے کہ وہ اپنے کسی ظن (جس کی تشریح ہو چکی ہے) نہ وحی الٰہی سے اس عذاب کو قطعی ٹھہرا چکے تھے اور قوم کو کہہ چکے تھے کہ تمہارے ایمان لانے سے یہ عذاب نہ ٹلے گا۔

☆ قادیانی کی آٹھویں بات کا جواب اور عبارت کتاب یونہ کی تشریح۔

اس کتاب کے کسی فقرہ اور کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو وعدہ حضرت یونس کو عذاب قوم کا دیا گیا تھا، وہ قطعی تھا، بلکہ اس کے باب ۳ کی دوسری آیت میں حضرت

یونسؑ کا یہ کہنا کہ

.کیا یہ میرا مقولہ نہ تھا جس وقت میں ہنوز وطن میں تھا اس لئے میں آگے سے ترسیس کو بھاگا کیونکہ میں جانتا تھا کہ تو کریم اور رحیم خدا ہے جو غصہ کرنے میں دھیما اور نہایت مہربان ہے.

صاف بتا رہا ہے کہ حضرت یونس کو پہلے ہی سے اس امر کا علم تھا کہ خدا رحیم و کریم ہے وہ اس قوم کو عذاب نہ کرے گا اور جو وعدہ عذاب وہ دے گا وہ قطعی وعدہ نہ ہوگا۔ اور اسی خیال سے اور اسی خوف سے وہ رسالت کے بوجھ سے بھاگ گئے اور اس کی وجہ سے وہ مچھلی کے پیٹ میں قید و مبتلا ہوئے۔ اگر وہ خدا کے وعدہ کو قطعی سمجھتے تو وہ پہلے سے یہ اندیشہ اس کے عدم وقوع کا کر کے ترسیس کو نہ بھاگتے۔ اس خیال عدم وقوع عذاب موعود سے ان کا بھاگنا صاف بتاتا ہے کہ وہ اس وعدہ عذاب کو قطعی اور اس کے وقوع کو یقینی نہ سمجھتے تھے.

آپ کے ان الفاظ سے یہ بات سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے قادیانی نے باب ۴ کی آیات کا انتخاب کیا تو آیت ۲ کا یہ فقرہ نقل نہ کیا۔ اور اس نقل میں سرقہ کا ارتکاب کیا اور ناظرین کو دھوکہ دیا۔

اس آیت کے اخیر میں جو حضرت یونسؑ سے یہ فقرہ منقول ہے کہ

خدا پچھتا کے اپنے کو بدی سے باز رکھتا ہے۔

ایسا ہی باب ۳ کی آیات نمبر ۱۰ میں جس کو قادیانی نے نقل کیا ہے، خدا کے پچھتانے کا لفظ ہے۔ شاید قادیانی نے اس سے اس وعدہ کا قطعی ہونا نکالا ہے مگر اس کی یہ دھوکہ دہی ہے۔

اول تو بائیبل کے اس قسم کے مضمون یا الفاظ ان عیسائیوں کیلئے حجت و سند ہو سکتے ہیں جو بائیبل کو جمیع الفاظ و مطالب سے الہامی مانتے ہیں، یا قادیانی کیلئے حجت ہوں گے جو عیسائیوں کا چھوٹا بھائی بنا ہوا ہے۔ مسلمان تو (بحکم منطوق واجب الوثوق آنحضرت کے کہ لا تصدقوا اھل الکتاب و لا تکذبوا ھم ، نہ تو اہل کتاب کی ہر ایک بات میں تصدیق کرو نہ تکذیب) ان کتابوں کی ایسی باتوں پر جن کی تصدیق قرآن و حدیث میں نہیں ہے، یقین نہیں کرتے۔ اور اگر بطور فرض محال اس لفظ کو صحیح اور تحریف سے محفوظ مان لیا جاوے تو پھر اس لفظ پچھتانے کے وہ معنی مراد نہ سمجھے جاویں گے جو انسانوں میں پائے جاتے ہیں کہ پہلے ایک بات کہیں، پھر اس میں غلطی دیکھ کر اس پر نادم ہو کر برخلاف اس کے کہیں۔ ان معنی کو خدا کو پچھتانے والہ

سمجھنا، اسے غلط فہم اور خطا کار انسان کی مانند جاننا ہے، جس سے اسکی شان پاک اور ارفع ہے۔ بلکہ اس کے معنی صرف بنظر لوازم نہ بحسب حقیقت (جس کا علم بجز خدا کسی کو نہیں) یہ سمجھنے چاہئیں کہ پہلے ایک حالت (مثلاً بدی) کی نظر سے ایک حکم دینا، پھر دوسری حالت (نیکی) کی نظر سے دوسرا حکم دینا جو صورت و پیرایہ میں اسی انسانی پچھتانے کی ہم شکل ہے اور حقیقت اور معنے میں اس سے جداگانہ۔ ایسا ہی خدا تعالی کا غصہ ہونا، رحم کرنا وغیرہ صفات میں (جو لوازم و آثار ہیں) انسانی صفات کے مشابہ ہیں اور درحقیقت وہ انسانی صفات کی مانند اور مثل نہیں ہیں۔ قادیانی نے اگر پچھتانے کے وہی انسانی پچھتاوہ کے معنی سمجھ کر اس سے نکالا کہ پہلے خدا نے قوم کے مابعد ایمان لانے سے بے خبر ہونے کی وجہ سے وعدہ قطعی عذاب کا کیا، پھر جب وہ لوگ ایمان لے آئے تو خدا تعالی کو اس کا پتہ لگا اور علم ہوا تو اس کو پہلے وعدہ پر افسوس ہوا، اور اس کو نادم ہو کر اپنے وعدہ کو بدلنا پڑا تو اس (قادیانی) کے برابر دنیا میں کوئی احمق اور خدا کا منکر نہیں۔ کیا وہ خدا کے غضب کے بھی یہ معنے سمجھتا ہے جو انسانوں میں پیدا ہوتا ہے کہ خون میں جوش آ جاتا ہے اور چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور حواس میں تغیر ہو جاتا ہے؟ اور خدا کے رحم کے بھی یہی معنی سمجھتا ہے کہ اس کے دل میں گدگدی پیدا ہو جاتی ہے اور اس پر رقت طاری ہو جاتی ہے؟ ایسا ہی اس کا اعتقاد ہے تو پہلے وہ خدا اور اس کی صفات پر ایمان صحیح کرے، پھر بائیبل کی اس آیت پر ہاتھ مارے۔ اور اگر قادیانی اس کتاب کے ان الفاظ سے کہ

یونہ اس سے ناخوش اور نپٹ رنجیدہ ہوا۔ اور خدا سے دعا مانگی کہ میری جان مجھ سے لے لے کیونکہ میرے جینے سے مرنا بہتر ہے۔

قطعیت وعدہ عذاب نکالتا ہے تو یہ بھی اس کی حماقت یا دھوکہ دہی ہے۔ کیا وہ اس کلام کے یہ معنی سمجھتا ہے کہ حضرت یونس عذاب ٹل جانے سے خدا پر غصہ اور رنجیدہ ہو گئے؟ اور اسی معنے کے ساتھ وہ اس کلام کو پاک نوشتہ کہتا ہے اور پھر مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہے؟

ہم بحوالہ تفسیر کبیر وغیرہ ثابت کر چکے ہیں کہ خدا تعالی پر غصہ کرنا کافروں کا کام ہے، نہ مسلمانوں کا۔ چہ جائے کہ انبیاء کا ہو جو خلقت کو ہدایت کرنے اور کفر سے بچانے کیلئے آئے ہیں۔ لہذا اس کلام کے معنی (اگر اس کو الہامی اور تحریف سے محفوظ تسلیم کر لیا جائے) وہی ہیں جو قرآن کے لفظ مغاضب اور دونوں پہلی روایات (تفسیر کبیر و درمنثور) کی شرح میں بیان

ہو چکے ہیں کہ آپ قوم سے رنجیدہ ہوئے ہیں کہ وہ کیوں بچ گئے جو میرا کہنا نہیں مانتے تھے۔ اوراسی رنج میں وہ کلمہ بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا۔ اس رنجیدہ ہونے اوراس پر وہ کلمہ کہنے کی نظیر حضرت یونس کا درخت ریندی کے خشک ہو جانے پر رنجیدہ ہونا اور بعینھا وہی کلمہ کہنا جواس کتاب کے باب ۴ آیت ۸ و ۹ میں موجود ہے اور وہ صفحہ ۸۱ رسالہ میں منقول ہے جس سے کوئی احمق سے احمق بھی نہیں نکالتا کہ رنجیدہ ہونا خدا پر تھا اوراس پر موت کی آرزو کرنا خدا کی وعدہ خلافی کے سبب تھا۔ بلکہ یہ رنجیدگی ایسی ہے جیسے ہر ایک بشر کو نعمت کے فوت ہونے یا کسی مصیبت کے پیش آنے سے ہوتی ہے جس کو دوسرے لفظوں میں غم وافسوس و ملال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسے کلمات کے سبب نیک لوگوں پر یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ وہ خدا پر خفا ہو گئے ہیں ۔ ان پر ایسا گمان انہی لوگوں کا کام ہے جن کا خود خدا اوراس کے رسولوں پر ایمان واعتقاد نہیں ہوتا۔

☆ قادیانی کی نویں (نہم) بات اورالزام کا جواب اسی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے۔

اب اے قادیانی جی ! ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یونس نبی کی کتاب کے الفاظ و فقرات کی تشریح سے کیسا ثابت ہو گیا کہ حضرت یونسؑ نے اس وعدہ اور خبر عذاب کو جو خدا کی طرف سے ان کو ملی تھی، قطعی نہ سمجھا تھا۔ بلکہ شرطی اور ایمان سے ٹل جانے والی سمجھا تھا۔اور ان کا خدا کی نسبت پچھتانے کا لفظ استعمال کرنا (اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے) ان معنی سے نہیں ہوا جن سے اس وعدہ کا قطعی ہونا ثابت ہو، اور آپ کا رنجیدہ ہونا خدا پر نہ تھا۔اور نہ موت کی آرزو کرنا خدا کی وعدہ خلافی کے گمان سے تھا۔مگر آپ میں کچھ شرم ہوتو آپ اب بھی مان جائیں کہ ہم نے کتاب یونہ کا حوالہ غلطی سے دیا ہے اوراس سے ہمارا مطلب ثابت نہیں ہوتا

☆ قادیانی کی **دسویں بات** کا جواب بھی اسی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے۔

قادیانی جی ! اب تو ہر ایک پہلو سے آپ قابو میں آ گئے ۔آپ کی ہر ایک بات کے متعدد جوابات دندان شکن دیئے گئے جن میں آپ کو چون چرا کرنے گنجائش نہیں ۔اور اگر آپ گنجائش سمجھتے ہیں تو جواب دیں اور دو ہزار روپیہ انعام لیں جس کا وعدہ ہم جدا گانہ اشتہار میں دینے کو تیار ہیں۔

اس دسویں بات کے اخیر میں آپ نے خاکسار سے قسم کھانے کی درخواست کی ہے۔ (مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ) اس کی اجابت وقبولیت تفصیل کے ساتھ اس مضمون میں ہو گی جو اشتہار متضمن عذر عدم وفات شوہر ثانی زوجہ فرضی قادیانی کے جواب میں شائع کیا جائے گا۔ اس مقام میں اس درخواست کی ایک بات نوٹس لینے اور ناظرین کو توجہ دلانے کے قابل ہے کہ اس درخواست میں پہلے آپ نے ہمارے قسم کھانے پر مستعدی ظاہر کرنے کو طمع مال اور لالچ کی وجہ سے قرار دیا اور اخیر میں اس کو بے ایمانی ٹھہرایا ہے جس سے آپ نے یقین دلایا ہے کہ جو شخص آپ کے مقابلہ میں قسم کھانے کو مستعد ہو گا اس کو آپ پہلے قسم کھانے سے لالچی بنا کر اس قسم سے ہٹا دیں گے اور جب وہ اپنی صداقت پر جرأت کر کے قسم کھالے گا تب آپ اس کو بے ایمان کہہ کر یہ طعن کریں گے کہ بے ایمان جھوٹی قسم کھا گیا ہے۔ اس سے اہل انصاف یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ آپ کے مقابلہ میں اگر کوئی شخص (کسی قسم کی دین یا دنیا میں عزت وحیثیت رکھنے والا) قسم کھانے سے انکار کرے تو حق بجانب اسکے ہے اور مسٹر عبداللہ آتھم جو آپ کے چار ہزار روپئہ دینے پر بھی قسم نہیں کھاتا تو اس کی ایک وجہ (علاوہ ممانعت مذہبی کے جس کا وہ مدعی ہے) یہ بھی ہے کہ وہ دنیا میں آپ سے زیادہ عزت وحیثیت رکھتا ہے۔ آپ کا گذارہ تو اسی گدائی اور کہانت کی کمائی پر ہے جو آپ جھوٹے مسیح اور جھوٹے مہدی بن کر کما رہے ہیں اور وہ اس وقت پنشن یاب ہونے کی حالت میں بھی ایک ہزار روپئہ ماہوار کے قریب آمدنی رکھتا ہے۔ لہذا وہ اس دنیاوی عزت کے لحاظ سے بھی قسم کھانا قبول نہیں کرتا اور آپ سے لالچی و بے ایمان کہلانا نہیں چاہتا۔ وہ قسم کھانے کو مستعد ہو گا تو آپ اس کو ضرور لالچی کہیں گے اور جب وہ قسم کھا جائے گا تب آپ اس کو بے ایمان بتائیں گے۔ اور ایسے لوگ مالدار اور ذی عزت دنیا میں بہت ملیں گے جو ہزاروں کا نقصان قبول کرتے ہیں مگر سچے ہو کر بھی قسم نہیں کھاتے اور بے ایمان معترضین کی اس تہمت سے ڈرتے ہیں کہ فلاں شخص جھوٹی قسم کھا گیا۔

عبداللہ آتھم کے قسم کھانے کی یہی وجہ ہم نے اپنی کسی مجلس وعظ میں بیان کی تھی جس کو آپ نے اپنے اشتہار چار ہزار میں نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے کہ ایسا روپئہ جو بغیر میل نفس کے ہو، لالچ نہیں۔ مگر آپ کی اس بدنامی اور اتہام لالچ و بے ایمانی سے جو (خاکسار محمد حسین کے ارادہ قسم کھانے پر آپ سے ظاہر ہوئی ہے) وہ جواب رد ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ گو واقعہ

میں سچی قسم کھانا اوراس ذریعہ سے مال حاصل کرنا لالچ نہیں مگر آپ اس کو ضرور لالچ بنا دیں گے۔ مگر آپ کو یہ معلوم ہو کہ خاکسار آپ کی دھمکی اور تہمت لالچ و بے ایمانی سے نہ ڈرے گا اور آپ کے مقابلہ میں ضرور قسم کھائے گا اور اس تہمت سے آپ کی زبان بندی یوں کرے گا کہ اس قسم کے عوض میں آپ سے مال دنیا کا طالب نہ ہوگا بلکہ اس چیز کا طالب ہوگا جس کو کوئی بے ایمان بھی طمع دنیاوی نہ کہہ سکے گا۔ ...

تفہیم حق پر تبصرہ

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ بیان بالا سے مرزا غلام احمد قادیانی کے اشتہار چار ہزار کے ان دلائل کا جو وعید (وعدہ عذاب) کے ٹل جانے پر اس نے پیش کئے ہیں، جواب ہو گیا۔ ذیل میں اس کے ایک حواری کے رسالہ کے اس قسم کے دلایل کا جواب دیا جاتا ہے تا کہ ان کے جملہ دلائل کا جواب یک جا ادا ہو اور طالب تحقیق کو پراگندگی نہ ہو۔

قادیانی کے ایک سیالکوٹی مرید نے ایک رسالہ تفہیم حق میں گیارہ آیتیں پیش کی ہیں جن سے بزعم خود قادیانی کا دعوی ثابت کرنا چاہا ہے۔

ازانجملہ چھ آیات تو وہی یا ان کے مضمون کی آیات ہیں جن کو قادیانی نے پیش کیا اور ہم نے اس کا جواب دیدیا۔ پانچ اور ہیں جن کا جواب اس مقام میں مناسب ہے۔

اول۔ جو اس رسالہ میں بھی نمبر اول ہے، وہ آیت ہے جس میں یہ بیان ہے کہ ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کے لوگوں کو فقیری اور بیماری میں پکڑا تا کہ وہ لوگ عاجزی کریں و ما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذ نا اھلھا با لبا ساء و الضراء لعلھم یضرعون۔

دوسری وہ آیت جو اس رسالہ میں نمبر ۸ ہے اور اس میں بیان ہے کہ مکہ والوں نے کہا اے رب ہمارا عذاب (قحط) اٹھا دے، ہم ایمان لائیں گے تو خدا نے فرمایا کہ ہم یہ عذاب اٹھا دیں گے مگر تم کفر میں عود کرو گے ربنا اکشف عنا العذا ب انا مؤ منون۔ .... قلیلاً انکم عا ئدو ن۔

تیسری وہ آیت جو اس رسالہ میں نمبر ۱۰ ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ بنی

اسرائیل نے موسیٰ سے کہا کہ خدا سے دعا مانگ وہ ہمارا عذاب اٹھا وے تو ہم ایمان لاویں گے اور جب عذاب اٹھایا گیا تو پھر انہوں نے وہی کفر کیا۔ قالوا یا موسی ادع لنا ربک بما عھد عندک لئن کشفت عنّا الرجز لنؤمننّ

مگر اس سیالکوٹی مرید نے اتنا نہ سوچا کہ قادیانی کا دعویٰ تو موعود عذاب کے ٹل جانے کا ہے اور ان آیات میں جن عذابوں کے تضرع اور دعا و ایمان سے ٹل جانے کا ذکر ہے وہ عذاب نہ تو موت و ہلاکت کے عذاب ہیں اور نہ موعود و موقت الزمان۔ پھر ان آیات سے اس کا استدلال کرنا اپنی حماقت کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسے عذاب ما دون الھلاک قطعی موعود و موقت الزمان نہیں ہوتے۔ اس لئے یہ توبہ و استغفار سے (اگرچہ عارضی و جھوٹی ہو) ٹل جاتے ہیں بلکہ تمہاری پہلی متمسک بہا آیت میں صاف بیان ہے کہ یہ عذاب اسی واسطے بھیجے جاتے ہیں کہ لوگ ان عذابوں سے ڈر کر عاجزی کریں اور وہ عذاب ٹلیں۔ لفظ لعلھم یضرعون کو پڑھو اور اس کے معنی کسی اہل علم سے پوچھ لو۔

چوتھی آیت وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون۔ یہ اس کے رسالہ میں نمبر ۷ پر ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ خدا اس حالت میں عذاب نہیں بھیجتا جب کہ لوگ خدا سے بخشش مانگتے ہوں۔ اس آیت کے تمسک سے بھی اس سیالکوٹی مرید نے اپنا جہل ظاہر کیا ہے اور اتنا نہ سوچا کہ جس خیالی و فرضی استغفار نے آتھم کی موت کو ٹلا دیا وہ اس پیش گوئی کے وقت اور اس سے پہلے بھی آتھم میں موجود تھا، پھر اس استغفار کے ساتھ عذاب موت کا ڈر کیوں سنایا گیا۔ قادیانی کے احمق ملہم (معلم الملکوت) کو اتنی خبر نہیں کہ ایسا استغفار تو تمام پادری اور خاص کر عبداللہ آتھم اکثر اوقات اور خاص کر نمازوں میں کرتے رہے ہیں۔ یہ تو نہیں ہوا کہ جب پیش گوئی کا وقت ٹلنے لگا تھا اسی وقت وہ استغفار اس سے وقوع میں آیا۔

پانچویں آیت وہ ہے جو اس رسالہ تفہیم الحق میں نمبر ۹ ہے اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم۔ اس میں یہ بیان ہے کہ جنگ احزاب میں دشمن تلے اوپر سے آ پڑے تو تم لوگ اللہ تعالیٰ پر برے گمان کرنے لگ گئے۔ اور منافق بول اٹھے کہ خدا اور رسول نے ہم سے دھوکہ کا وعدہ کیا تھا۔

اس سے اس حواری قادیانی نے یہ بات نکالی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے قطعی وعدوں کو ان کے وقت سے ٹلا کر دوسرے وقت پر ظاہر کیا کرتا ہے جس سے لوگوں میں برے گمان پیدا

ہوتے ہیں۔اس استدلال میں بھی اس نے اپنا جہل ظاہر کیا اور اتنا نہیں سمجھا کہ جس نصرت اور وعدہ کے ظہور میں توقف ہوا، اور اس سے کچھ لوگوں کو برا گمان پیدا ہوا، اس کا وقت ظہور خدا نے مقرر و موقت نہ کیا تھا۔جن لوگوں کو برا گمان ہوا انہوں نے اس کی مدت قریب سمجھنے میں دھوکہ کھایا، خدا نے ان کو دھوکہ نہیں دیا اور نہ خود جھوٹ بولا ہے۔اس آیت اور اس کے نظائر متی نصر الله۔و ظنّوا انهم قد كذبوا کی تفسیر دواوین سنت میں نکلوا کر کسی عالم حدیث سے سن لو اور اپنے ایسے اعتقاد سے کہ خدا اپنے موقت وعدوں کو دوسرے وقت پر ٹلا دیا کرتا ہے، اور کسی قدر جھوٹ بھی بول لیا کرتا ہے، توبہ کرو۔

اس تفصیل سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ جن آیات سے قادیانی اور اس کے گمراہ مرید موقت و موعود عذاب موت کے ٹل جانے پر استدلال کرتے ہیں ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جس سے ان کا دعوی اور باطل اعتقاد ثابت ہو۔ان آیات کی تفسیر میں قادیانی اور اس کے مریدوں نے دجالیت سے کام لیا ہے اور آیات قرآن میں تحریف کا ارتکاب کیا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

قطعی موعود عذاب

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ بیان بالا قادیانی کے دعوی،

کسی قدر ڈر جانے سے عذاب قطعی موعود ٹل جایا کرتا ہے،

اور اس کے دلائل کا رد و ابطال ہے۔اب ہم اس کا معارضہ کر کے اس کے مقابلہ میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ عذاب موعود قطعی جس میں موت و ہلاکت کی وعید ہو، نہ کسی قدر ڈر جانے سے ٹلتا ہے، نہ پورے ایمان لانے سے۔اور خدا تعالی اپنے وعید (عذاب کی خبر) میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔قادیانی اور اس کے اتباع مفتری و ملعون ہیں جو خدا تعالی کا اپنے وعید میں جھوٹا ہونا تجویز کرتے ہیں۔

کسی قدر ڈر جانے سے عذاب موعود کے نہ ٹلنے پر یہ دلیل ہے کہ خوفناک خبر سنا کر کسی قدر ڈر جانا ایک طبعی اور فطرتی اور قدرتی امر ہے۔گو مخبر کے صدق کا سننے والے کو یقین نہ ہو۔یہ خوف صرف احتمال صدق سے پیدا ہو جاتا ہے گو آخر کو قائم نہ رہے۔مثلاً

۱۔ کوئی طبیب کسی کو کہہ دے کہ تو فلاں مرض کے سبب اتنے دنوں کے بعد مر جائے گا تو سننے والہ گو کیسا ہی صاحب حوصلہ ہو، اور اس طبیب کا پورا معتقد بھی نہ ہو، تب بھی ایسی بات سن کر اول وہ ضرور ڈر جائے گا کہ شائد بحکم

گاہ باشد کہ کودکے نادان بغلط بر ہدف زند تیرے

اس کی تشخیص درست ہو۔ گو وہ آخر سنبھل جائے اور اس طبیب کا کاذب یا غیر ماہر ہونا ثابت ہونے پر اس خوف کو دور کرے۔

۲۔ کوئی رمال یا جوتشی یا نجومی کسی کو اگر یہ کہہ دے کہ اتنے دنوں میں تیری جان یا مال کو کوئی نقصان پہنچے گا تو سننے والہ گو مطلق علم نجوم یا رمل یا جوتش کا منکر ہو یا خاص کر اس شخص کے نجومی جوتشی ہونے کا انکاری ہو، ایک دفعہ تو ضرور خائف ومتردد ہو جائے گا اور یہ کہے گا کہ شائد علم نجوم و جوتش و رمل واقعی علوم ہوں۔ یا اس شخص میں ان علوم کا حصہ ہو۔ گو آخر وہ ان علوم کی نفی یا اس شخص میں ان علوم کے پائے نہ جانے پر دلائل قائم کر کے سنبھل جائے اور بے فکر ہو جائے۔

۳۔ جس شخص کو کوئی جھوٹا جانتا ہو، وہ اگر اس کو یکا یک خبر دے کہ فلاں شخص تیرے مار ڈالنے کی فکر میں ہے۔ اس کی یہ خبر سن کر سننے والے کو ضرور خوف پیدا ہوگا۔ اور وہ یہ کہے گا کہ شائد یہ شخص بحکم ان الکذو ب قد یصدق اس خبر میں سچا ہو، گو آخر بعد تحقیقات اس کے جھوٹ کا یقین کر کے بے فکر ہو جائے۔

۴۔ جو لوگ نئی روش نئے علوم کے دلدادہ ہو کر جنوں اور شیاطین سے منکر ہیں ان میں سے اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ فلاں مکان میں جن رہتا ہے اور اس کے ایسے ایسے افعال و حرکات مشاہدہ میں آچکے ہیں تو وہ تنہا خصوصاً رات کے وقت اس مکان میں جائے گا تو اس کے دل میں کسی قدر خوف و دھڑکہ ضرور پیدا ہوگا، گو آخر کو وہ سنبھل جائے۔

۵۔ مسلمان ہندوؤں کو اور ہندو مسلمانوں کو گمراہ جانتے ہیں، مگر بعض لوگ ایک فریق کے دوسرے فریق کے فقیروں اور عاملوں سے ضرور ڈرتے ہیں۔ اور ان کی بد دعا سے بچتے ہیں۔ اور ان کی دعا اور جھاڑ پھونک کے طالب ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان کو بالیقین حق و نجات پر نہیں سمجھتے۔

۶۔ قوم فرعون، حضرت موسی کو نبی برحق نہ جانتے بلکہ جادوگر کہتے تھے، مگر ساتھ

ہی اس وہ ان عذابوں کو جو ان پر وارد ہوتے، موسیٰ کی نافرمانی کا نتیجہ سمجھ کر ڈرتے بھی تھے اور کہتے تھے ایھا الساحر ادع لنا ربک بما عھد عندک....اوساحر تو خدا سے دعا مانگ کہ وہ عذاب اٹھاوے۔ تب ہم ایمان لے آویں گے۔

۷۔ مکہ کے کافر آنحضرت ﷺ کو نبی برحق نہ مانتے مگر ان پر قحط آیا تو وہ اس سے ڈر کر آنحضرت ﷺ سے دعا کے ملتجی ہوئے (ان دونوں مثالوں کو قادیانی نے بھی تسلیم کیا ہے اور ان سے غلط نتیجہ نکالا ہے)

ان تمثیلات سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ ایک خوفناک خبر سنکر کسی قدر ڈر جانا ایک طبعی اور فطرتی امر ہے جس سے کوئی صاحب فطرت سلیمہ انکار نہیں کر سکتا۔ اس قاعدہ سے ہم یقین کر سکتے ہیں کہ اقوام عاد اور ثمود پر خدا کا عذاب آیا، وہ اس عذاب کی خبر سن کر ضرور کسی قدر ڈر گئے ہوں گے۔ مع ہذا وہ عذاب ان سے نہیں ٹلا اور وہ لوگ ہلاک کیئے گئے۔ اس تجویز کی مؤید قرآن کی وہ آیت ہے جس میں عام اقوام کا حال بیان ہوا ہے

حتی اذا اخذ نا متر فیھم بالعذا ب اذا ھم یجئرو ن ۔ لا تجئروا الیوم انکم منا لا تنصرو ن ۔ (مو منو ن۔ ع ۴) کہ ان پر خدا کا عذاب آیا تو وہ ڈر گئے اور چلّا اٹھے۔ اس سے وہ عذاب نہ ٹلا۔

اور خاص کر وہ حالات شاہد و مؤید ہیں جو مفسرین نے قصہ عاد و ثمود میں بیان کیئے ہیں۔ قوم عاد کے حالات میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب اس قوم نے حضرت ہود نبی کو نہ مانا تو ان پر خدا تعالیٰ نے تین برس قحط کو مسلط کر دیا۔ پس ان کے وکیل قیل بن عنز وغیرہ دعا بارش کیلئے مکہ شریف پہنچے۔ جب خاص حرم میں دعا کرنے لگے تو قیل بولا کہ اے ہمارے خدا ھود سچا ہے تو ہمارے لئے بارش نازل فرما۔ اس وقت تین بدلیاں نمودار ہوئیں۔ سفید سرخ اور سیاہ۔ اور آسمان سے آواز آئی کہ اے قیل جس بدلی کو تو پسند کرتا ہے، پسند کر لے۔ اس نے سیاہ بدلی کو پسند کیا تو خدا نے اسی بدلی کو قوم عاد کی بستیوں کی طرف متوجہ کیا۔ ان لوگوں نے اس بدلی کو دیکھا تو خوش ہوئے اور بولے یہ مینہ آیا۔ مگر در حقیقت وہ آندھی تھی جو آٹھ دن ان پر مسلط رہی اور اس نے اس قوم کے گھروں کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ سب سے پہلے اس آندھی کو ایک عورت نے دیکھا تو وہ دیکھ کر چلا اٹھی اور بے ہوش ہوگئی۔ جب وہ ہوش میں آئی تو لوگوں نے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اس آندھی میں آگ دیکھی

ہے جس کو کوئی آدمی کھینچے ہوئے ہیں۔ سو دیکھو قیل کی دعا میں نہ کسی قدر، بلکہ اس سے بڑھ کر خوف وانابت موجود تھی ۔ ایسا ہی اس عورت میں پرلے درجے کا خوف پیدا ہو گیا تھا مگر چونکہ عذاب کا وعدہ ہو چکا تھا لہٰذا وہ اس خوف وانابت سے نہ ٹلا۔

و قال قیل بن عنز حین دعا یا اظنا ان کان ھود صادقاً فاسقنا قد ھلکنا فانشاء اللہ سحا ئب ثلا ثا بیضاء و حمراء و سو داء ثم ناداہ مناد من السحاب یا قیل اختر لنفسک وقومک من ھذہ السحائب ما شئت فقال اخترت السحابۃ السوداء فانھا اکثر السحا ب ما ءً و ساق اللہ السحا بۃ السوداء التی اختارھا قیل بما فیھا من النقمۃ الی عاد حتی خرجت علیھم من ولد لھم یقال لہ المغیہ فلما رأ وھا استبشروا قالوا ھذا عارض ممطرنا یقول اللہ تعالی بل ھو ما استعجلتم بریح فیھا عذاب الیم فد مّر کل شیء بامر ربھا ای ھلک کل شیء بہ و کان اول من ابصروا فیھا و عرف انھا ریح یھلکہ امر ئۃ من عاد یقال لھا مھدد فلما اتبینت ما فیھا صا حت ثم صعقت فلما افاضت قا لوا لھا ما ذا رأت قالت ر أیت ریحاً فیھا کشھب النار امامھا رجال یقودونھا فسخر ھا اللہ علیھم سبع لیال وثمانیۃ ایام حسوما فلم تدع من عاد احداً ا لا ھلک (معالم۔ص ۳۴۴)

اور قوم ثمود کے حالات میں مفسرین نے کہا ہے کہ جب انہوں نے اونٹنی کو کاٹ دیا تو حضرت صالح نے ان کو کہہ دیا کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہو گا اور اس کی علامت یہ فرمائی کہ جمعرات کے دن تمہارے منہ زرد ہو جائیں، جمعہ کو سرخ، ہفتہ کے دن سیاہ۔ پھر عذاب نازل ہو گا۔ جب جمعرات کا دن آیا تو ان کے منہ زرد ہو گئے اور ان کو عذاب کا یقین ہو گیا اور انہوں نے جان لیا کہ صالح نے سچ کہا تھا۔ دوسرے دن ان کے منہ سرخ ہو گئے پھر وہ چلائے اور رونے لگے اور پہچان گئے کہ عذاب آئے گا اور سب کے سب بول اٹھے کہ دو دن گذر گئے اب عذاب آئے گا۔ تیسرا دن ہوا تو ان کے منہ کالے ہو گئے اور سب کے سب چلا اٹھے کہ بس اب عذاب آ گیا اور ہفتہ کے دن سب نے کفن پہن لئے اور زمین پر گر گئے اور ہلاک ہو گئے۔

و قال لهم صالح انتهكتم حر مة الله فابشروا بعذا ب الله و نقمته قا لوا و هم يهزئو ن به و متى ذا لک یا صالح و ما آ ية ذالک فقا ل لهم صا لح حين قا لوا ذا لک تصبحو ن غداة يو م مو نس و و جو هكم مصفرة ثم تصبحو ن يو م العرو بة و و جو هكم محمرة ثم تصبحو ن يوم شياء و وجو هكم مسودة ثم يصبحكم العذا ب فاصبحوا يوم الخميس ووجوههم مصفرة كا نما طلبت ... صغيرهم كبيرهم و انثا هم فا يقنوا بالعذا ب وعر فوا ان صا لحاً صد قهم فلما ايسوا صاحوا با جمعهم ا لا و قد مضى يو م من الاجل فلما اصبحوا اليو م الثا نى اذا وجوههم محمرة كانما خضبت با لد ماء فصا حوا و ... و بكوا وعر فوا انه العذا ب فلما ايسوا صا حوا باجمعهم ا لا و قد مضى يو ما ن من ا لا جل و يحضركم العذا ب فلما اصبحوا اليو م الثا لث اذا و جو ههم مسودة كا نما طليت بالقار فصاحوا جميعاً ا لا قد حضركم العذاب فلما كا ن ليلة ا لا حد خر ج صا لح من بين اظهر هم و من اسلم معه الى الشا م فنز ل رملة فلسطين فلما اصبح القوم تكفنوا و تحنطوا و القوا انفسهم بالا رض ۔ (معا لم ۔ ص ۳۴۶)

دیکھو اس قوم نے بھی عذاب کے آنے سے پیشتر پہلے اور دوسرے اور تیسرے دن اس کی علامات دیکھ کر کیسا خوف کیا تھا مگر چونکہ وعدہ عذاب ہو چکا تھا لہذا یہ خوف ان کے کام نہ آیا اور وہ عذاب نہ ٹلا۔

ایمان لانے سے قطعی موعود عذاب کے نہ ٹلنے پر دلیل وہ نص قرآن ہے جس میں بیان ہے کہ فرعون ڈوبنے لگا تو بولا میں اس خدا پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں سے ہوں (مگر خدا نے اس منظور نہ کیا) فلما ادركه الغر ق قال آ منت انه لا اله الا الذ ى آ منت به بنو اسرا ئيل و انا من المسلمين ۔ آ لآ ن و قد عصيت قبل وكنت من المفسدين ۔ فا ليوم ننجيک ببد نک لتکو ن لمن خلفک آ ية (یو نس ۔ ع ۹)

اور دوسری جگہ فرمایا کہ فرعون اور اس کے پیرو صبح و شام آگ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن کہا جائے گا آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو،

النّار یعرضون علیها غدوّا وّ عشیّاً ۔ و یوم تقوم السّاعة ۔ ادخلوا آل فرعون اشدّ العذاب ۔ (مومن ۔ع ۵)

اس آیت سے صاف ثابت ہوا کہ قطعی موعود عذاب پورا ایمان لانے سے بھی نہیں ٹلتا۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ قوم یونس کا عذاب جو ایمان لانے سے ٹل گیا وہ قطعی موعود نہ تھا بلکہ شرطی مشروط بہ عدم ایمان تھا۔ اس واسطے وہ ایمان لانے سے ٹل گیا۔

بعض علماء نے یہ فارق بیان کیا ہے کہ فرعون کا ایمان عذاب آنے کے بعد تھا اس لئے نہیں ٹلا، اور قوم یونس کا ایمان عذاب آنے سے پہلے تھا، اس لئے ٹل گیا۔ مگر یہ فارق لائق لحاظ نہیں ہے۔ اولاً نص قرآن کشفنا عنهم عذاب الخزی کہہ رہی ہے کہ قوم یونس پر بھی عذاب آ گیا تھا اور آثار ظاہر ہو گئے۔ تب ہی خدا تعالی نے کشفنا (یعنی عذاب کو ہم نے کھول دیا) فرمایا۔ ثانیاً قطعی موعود کے نہ ٹلنے کی وجہ وعدہ الٰہی میں لزوم کذب ہے۔ سو جیسا عذاب آنے کے بعد ہے ایسا ہی آ جانے سے پیشتر ہے۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ عذاب آنے سے پیشتر ایمان ہو، تو خدا کے وعدہ میں لزوم کذب جائز ہو۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ قادیانی کا یہ دعوی کہ کسی قدر ڈر جانے سے عذاب قطعی موعود ٹل جاتا ہے، دروغ بے فروغ ہے اور اس دروغ پر یہ دروغ کہ کسی قدر ڈر جانے سے عذاب قطعی موعود کا ٹل جانا قرآن سے ثابت ہے، قادیانی کی بے ایمانی اور بے حیائی ہے۔ پھر اس بے حیائی کے ساتھ یہ دعوی کرنا کہ عبداللہ آتھم کسی قدر ڈر گیا تھا اس لئے اس کی موت کا موعود عذاب ٹلایا گیا، روز روشن کو رات بتانا اور اپنے معتقدوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر رات ہونے کا اعتراف کرانا ہے۔

اس کے دلیرانہ دعوی کے جواب میں مسلمان اہل بصیرت یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کسی قدر ڈر جانا تو درکنار رہا، اگر عبداللہ آتھم صاف لفظوں میں کلمہ شہادت پڑھتا اور اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله کہہ دیتا (جس پر وہ اب قائم نہیں رہا اور صاف کہہ رہا ہے کہ میں اسلام کو سچا نہیں جانتا، نہ اس وقت پیش گوئی میں کبھی اس کو سچا جانا ہے) تو بھی اس کا وہ عذاب ہرگز نہ ٹلایا جاتا، اگر وہ الہام خدا کی طرف سے ہوتا۔ وہ قادیانی کا اپنا

یا اس کے ملہم شیطان کا ڈھکوسلہ تھا اس واسطے باوجود عدم تحقق رجوع بحق، یعنی ایمان کامل، وہ عذاب ٹل گیا اور اس پیش گوئی کا کذب ظاہر ہوا۔

اس مقام تک قادیانی کی دوسری بات کا جواب ہے جو عذر سوم کی تائید میں اس نے کہی تھی اور اس کے ضمن میں حضرت یونس کی قوم سے عذاب ٹل جانے پر بحث ہوئی۔ اب عذر سوم کے بقیہ مؤیدات کا (جو اس سے منقول ہیں) جواب دیا جاتا ہے۔

آتھم سے قسم کا قادیانی مطالبہ

☆ مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ عذر سوم کی تائید میں ثالثاً قادیانی نے کہا ہے کہ عبداللہ آتھم کا میری پیش گوئی سے کسی قدر ڈر جانا اس کے شہر بشہر بھاگے پھر نے سے ثابت ہے، وہ اگر نہیں ڈرا تو اب قسم کھائے اور ہزار روپیہ انعام لے اگر ایک سال کے عرصہ میں نہ مر جائے۔

قادیانی کی اس بات سے عبداللہ آتھم کا واقعی ڈر جانا اور اس ڈر کی وجہ سے موت سے بچ جانا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس سے قادیانی کا دجال اور، دھوکہ باز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کلام سے اس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ مزید ایک سال اس کا دام تزویر بچھا رہے۔

قادیانی نے یہ محض حیلہ بنایا ہے اور درحقیقت نہ عبداللہ آتھم کی نقل مکانی سے اس کا ڈر جانا ثابت ہوتا ہے اور نہ صرف ڈر جانے سے پیش گوئی کا سچا ہونا۔ ممکن ہے کہ آتھم کا شہر بشہر پھرنا اس کی پیشگوئی کے قدرتی اور غیر اختیاری اثر سے ڈر کر نہ ہو، بلکہ وہ قادیانی کی اختیاری تدابیر و اسباب ہلاکت کے خوف سے ہو۔ کیونکہ آتھم امرتسر میں پنشن پانے کے بعد عوام الناس کے طور پر قیام پذیر تھا، وہاں اس کا حاکمانہ رعب نہ تھا۔ لودہانہ میں وہ اس لئے پناہ گزین ہوا کہ وہاں اس کا ایک داماد مسٹر لوئیس ڈسٹرکٹ ججی کی حکومت اور رعب داب رکھتا تھا۔ وہاں جب قادیانی کے مخفی اسباب و تدابیر ہلاکت کا اس نے مشاہدہ کیا تو وہاں سے فیروز پور میں اپنے دوسرے داماد مسٹر میا داس، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے یہاں وہ پناہ گزین ہوا یہاں تک کہ میعاد پیشگوئی ختم ہوگئی۔ چنانچہ اس امر کا آتھم اور اس کے عیسائی بھائیوں نے خود اظہار کیا ہے اور مشتہر کر دیا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کے قدرتی اثر سے نہیں ڈرا، اور نہ

اس نے اسلامی عظمت کو اپنے دل میں دخل دیا ہے بلکہ وہ قادیانی کی اختیاری تدابیر و اسباب ہلاکت سے ڈر کر بھاگتا پھرا۔

☆ اخبار وفادار لاہور ۱۵ ستمبر ۱۸۹۴ء میں آتھم کا ایک خط کا بالفاظ ذیل منقول ہے

. میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں اور آپ کی توجہ صفحہ ۸۱، ۸۲ مرزا صاحب کی بنائی ہوئی کتاب نزول مسیح موعود کی طرف دلاتا ہوں جو میری نسبت اور دیگر صاحبان کی موت کی پیشینگوئی ہے۔ اسے شروع کر کے آج تک جو کچھ گذرا ہے آپ کو معلوم ہے۔ اب مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے دل میں اسلام قبول کر لیا ہے اسلئے نہیں مرا۔ خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں، جب انہوں نے میرے مرنے کی بابت جو چاہا سو کہا اور اس کو خدا نے جھوٹا کیا، اب بھی ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو تاویل کریں، کون کسی کو روک سکتا ہے۔ میں دل سے اور ظاہرا پہلے بھی عیسائی تھا اب بھی عیسائی ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں۔ جب میں امرتسر میں جلسہ عیسائی بھائیوں میں شامل ہونے کو آیا تھا تو وہاں بعض اشخاص نے پہلے تو ظاہر کر دیا تھا کہ آتھم مر گیا ہے، نہیں آوے گا اور جب مجھے ریلوے پلیٹ فارم پر دیکھا گیا تو کہنے لگے کہ یہ آتھم کی شکل کا ربڑ کا آدمی بنا ہوا ہے، انگریز بڑے حکمت والے ہیں، ربڑ کے آدمی میں کل لگا دی ہے۔ ایسی ایسی باتوں کا جواب صرف خاموشی ہے۔ میں راضی وخوشی تندرست ہوں اور ویسے ایک دن مرنا تو ضرور ہی ہے، زندگی موت رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔ اب میری عمر ۶۸ سال سے زیادہ ہے۔ اور جو کوئی چاہے پیشگوئی کر سکتا ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر اس وقت کے جو باشندے اس دنیا کے ہیں، سب مر جائیں گے.

☆ اخبار نور افشاں لودہانہ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۴ء میں درج ہے

اس مقام پر اس بات کا ذکر کرنا خالی از لطف نہ ہوگا کہ امرتسر میں ڈپٹی (آتھم) صاحب کے ہلاک کرنے کیلئے تین دفعہ حملے کئے گئے چونکہ ان کا امرت سر میں رہنا باعث اندیشہ تھا اسلئے ڈپٹی صاحب ۳۰۔ اپریل کو امرتسر سے جنڈیالہ تشریف لے گئے اور وہاں سے لودہانہ کو چلے گئے۔ جہاں ایک شخص برچھی سے ڈپٹی صاحب کا کام تمام کرنا چاہتا تھا۔ لودہانہ میں کچھ دن رہ کر ڈپٹی صاحب فیروز پور میں رونق افروز ہوئے۔ اس جگہ ان پر چار حملے ہوئے۔ بندوق سے دو دفعہ گولی چلی۔ ایک دفعہ ایک

شخص گنڈا سا لئے ہوئے نظر آیا۔ دو دفعہ تین تین آدمی رات کے وقت قریب کے کھیتوں میں چھپے ہوئے معلوم ہوئے جو پولیس کے تعاقب کرنے پر مفرور ہوگئے۔ اور انہیں میں سے ایک دفعہ رات کے وقت ۳ آدمی کوٹھی کا دروازہ توڑ رہے تھے چونکہ ایسے وقت میں زیادہ حفاظت کی ضرورت تھی (جو پیشگوئی کا آخری روز تھا) اسلئے ڈاکٹر کلارک صاحب ۵ ستمبر ۱۸۹۴ کو امرتسر سے فیروز پور تشریف لے گئے۔ رات کے وقت حسب معمول پولیس کا پہرہ رہا۔

☆ اس کے بعد اسی پرچہ نور افشاں میں آتھم کے امرتسر پہنچنے کا حال یوں بیان ہوا

بعد ازاں ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب نے محفل میں کھڑے ہوکر اپنا حال سنایا۔ کہ میرے لئے البتہ یہ امتحان آیا تھا اور میرا خیال تھا کہ شائد میں مارا ہی جاؤں گا، لیکن تس پر بھی کلیسا خداوند کی کلام کو یاد رکھے جو موسیٰ کی معرفت ہوا کہ اگر کوئی تمہارے درمیان جھوٹا نبی آوے، اور نشان مقرر کرے اور اس کے کہنے کے بموجب ہو تو خبردار تم اس کے پیچھے نہ جانا، کیونکہ خداوند تمہارا خدا تم کو آزماتا ہے۔ اور یہ جو مہینے گذرے ہیں انکی بابت انہوں نے فرمایا کہ میں نے فقط دو باتیں دیکھیں جن سے میری تسلی رہی یعنی خداوند روح القدس کا سہارا اور خداوند یسوع مسیح کا خون۔ یہ کہہ کر بے اختیار ان کے آنسو نکل پڑے۔ نیز جماعت کے بھی آنسو بہے۔

قادیانی چونکہ ایسا دلیر ہے کہ عقل اور حیا دونوں سے اکیلا مقابلہ کر رہا ہے لہذا اس نے عبداللہ آتھم کے اس بات کہنے کو کہ میں مارا جاتا اور اس پر رو دینے کو اپنے دعوی کی دلیل بنا لیا اور یہ مشتہر کر دیا کہ عبداللہ آتھم میری پیش گوئی سے ڈر کر یہ کلمہ بولا اور اس پر رو پڑا۔ اس کے رد و جواب میں اور نیز قادیانی کی درخواست و طمع دہی انعام کے جواب میں آتھم کو یہ مشتہر کرنا پڑا کہ میں تیری پیشگوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا، بلکہ تیرے ناجائز وسائل و تدابیر سے ڈرتا پھرا اور قسم کھانا اور مال کا لالچ کرنا میرے مذہب میں منع ہے۔ چنانچہ نور افشان ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء میں عبداللہ آتھم کا یہ خط مشتہر ہوا ہے

☆ بخدمت مکرم اڈیٹر صاحب نور افشاں۔ بعد نیاز تصدیعہ یہ ہے کہ فتح اسلام اور مختصر تقریر مرزا صاحب قادیانی کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ میں کچھ بھی عظمت اسلام سے جناب کی نبوت اولین میں نجات کیلئے مدد نہیں لی۔ ہاں البتہ میں جناب کے خونی

فرشتوں سے ڈر کر چھپتا رہا ہوں۔ خصوصاً چار مہینے آخری آپ کے ۱۵ ماہ کی نبوت میں نہ اسلام کی عظمت الہامی سے اور نہ اسلامی توحید کی تعظیم سے اور تثلیث میں کچھ تزلزل ہو کر (ابنیت والوہیت میرے نزدیک وہی صحیح ہے جو بوقت مباحثہ میں نے شرح کی تھی) باقی رہی یہ بات کہ میں پہلے جناب کے ساتھ کوئی شرط یا قسم باندھی نہیں اور نہ آئندہ باندھونگا اور نہ آپ کے روپئوں کا مجھے کچھ لالچ ہے اور جنہوں نے آپ کے ساتھ کچھ بے ہودگی کی ہے اور جو آپ کے ساتھ کرتے ہیں اس کے شامل میں نہیں۔

یہ بھی جناب مرزا صاحب کو معلوم ہو کہ قریب ستر برس کی تو عمر میری ہے۔ پھر آئندہ سال بڑھانا جناب کے کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا جناب کے خونی فرشتوں کو پہلے موقع میرے مارنے کا نہیں ملا جو ایک سال کی مہلت اور طلب ہوتی ہے۔ مرزا صاحب سچے خدا سے ڈرو، میں تو موت کیلئے تیار ہی بیٹھا ہوں مگر آپ کو بھی مرنا ہے۔ میں آپ سے بدلہ کچھ نہیں چاہتا۔ مگر خدا سے آپ کی خیر و عافیت کی دعا مانگتا ہوں۔

عبداللہ آتھم فیروز پور۔ محررہ ۱۷ستمبر ۱۸۹۴ء

☆ اس مضمون کا ایک خط عبداللہ آتھم کا بنام ملا محمد بخش صاحب مالک اخبار جعفر زٹلی لاہور میں چھپ کر مشتہر ہوا ہے اور اصل خط دستخطی خاص مسٹر آتھم کا ہم نے بمقام لاہور دیکھا ہے۔ اس کی نقل بھی اس مقام میں مناسب ہے۔

ڈپٹی عبداللہ صاحب کا خط۔ آمدہ مورخہ ۲۷ستمبر ۱۸۹۴ء

جناب محسن بندہ جناب مولانا محمد بخش صاحب مالک اخبار جعفر زٹلی لاہور۔ تسلیم

آپ کے خط کے جواب میں قلمی ہے کہ میں اپنے ایمان مسیحی کی بابت مفصل اخبار نور افشان وغیرہ میں اشتہار دے چکا ہوں کہ میں سچے دل سے عیسائی، جس طرح تھا اب تک اپنے ایمان پر قائم ہوں۔ اور ہرگز اسلام کی طرف ذرا بھی مائل نہیں ہوا، نہ ظاہرا، نہ باطن میں۔ تو اب فرمایئے کہ اس سے زیادہ کیا کرسکتا ہوں۔ جو آدمی کچھ بھی عقل رکھتا ہے اس سے صاف جان سکتا ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا شرط لگانا کہ آتھم قسم کھا کر یہ بات کہہ دے۔ سو صاحب من! میرے مذہب میں تو قسم کھانا منع ہے۔ متی کی انجیل میں صاف لکھا ہے کہ تم ہرگز قسم مت کھاؤ۔ ہاں کی ہاں۔ اور نہ کی نہ ہونی چاہیے اور ہزار دو ہزار کی شرط لگانا تو ایک طرح کی جوا بازی ہے۔ میرے خیال اور میرے

مذہب میں اس طرح کا لالچ بھی منع ہے۔ مرزا صاحب کی مرضی جو چاہیں سو کہتے جائیں۔ میں تو پہلے بھی یہ دعا مانگتا تھا اور اب بھی دعا مانگتا ہوں کہ یا خدا تعالی، تو مرزا صاحب قادیانی پر رحم کر۔ اور اس کو ہدایت کر کہ راہ راست پر آوے۔ اور اس کو صحت اور تندرستی جسمی اور دماغی بخش۔ آمین۔ اس سے زیادہ سب کچھ فضول ہے اور میں ایک ضعیف العمر آدمی ہوں قریب ستر سال کی عمر کا ہوں۔ آخر کہاں تک جیؤں گا کون جانتا ہے کہ کب خدا تعالی بلا لے۔ زیادہ نیاز۔

آپ کا مشکور بندہ عبداللہ آتھم پنشنر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر از مقام فیروز پور

مسٹر آتھم کے اس بیان پر کہ وہ اس پیش گوئی کی قدرتی تاثیر سے نہیں بلکہ قادیانی کے اختیاری اسباب و تدابیر ہلاکت سے ڈر کر نقل مکانی کرتے رہے، ہم ایک ایسی دلیل پیش کرتے ہیں جس سے کسی شخص کو (اگر وہ ادنی فہم و انصاف بھی رکھتا ہوگا) شک نہ ہوگا۔ اور وہ دلیل یہ ہے کہ عبداللہ آتھم ایک مذہبی آدمی ہے اور وہ اپنے مذہب کی کتابوں کی رو سے خدا کی سلطنت اور قدرت ہر جگہ مساوی سمجھتا ہے۔ پس اگر اس پیشگوئی کو خدا کی طرف سے سمجھتا اور خدا کے مواخذہ سے ڈرتا تو وہ اس خوف سے نقل مکانی ہرگز نہ کرتا کیونکہ وہ خوب یقین رکھتا تھا کہ خدا کی پکڑ ہر جگہ مساوی ہے۔ اس کو نہ مسٹر لوئیس ڈسٹرکٹ جج لودہانہ کا رعب روک سکتا ہے نہ مسٹر میا داس اکسٹرا اسسٹنٹ فیروز پور کا رعب۔ لہذا اس کی اس نقل مکانی سے صاف ثابت ہے کہ وہ اس پیشگوئی کو خدا کی طرف سے نہ سمجھا تھا۔ اور اس کے قدرتی اثر اور خدا کے مواخذہ سے ہرگز نہ ڈرا تھا۔ بلکہ وہ قادیانی کے اختیاری وسائل و مخفی تدابیر سے ڈر کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتا رہا۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں، لیجئے جناب قادیانی صاحب! یہ نقل مکانی عبداللہ آتھم کی قدرتی مواخذہ سے نہ ڈرنے پر دلیل ہوئی اور آپ کی دلیل الٹی آپ پر پڑی۔

اختیاری وسائل و تدابیر ہلاکت سے خوف کے جواب میں قادیانی نے رسالہ انوار کے صفحہ ۱۰ میں ایک نوٹ کے ضمن میں لکھا ہے کہ میں کسی جگہ کا بادشاہ نہ تھا، چال چلن کے رو سے خونریز اور ڈاکو نہ تھا، پھر اس قدر دہشت کہاں سے پڑ گئی، اگر یہ حق کا خوف نہ تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اعتقاداً و علماً تمہارے ڈاکو و خونریز ہونے میں کیا شک ہے۔

جب تم اپنی کتاب وساوس کے صفحہ ۱۰۶ میں صاف لکھ چکے ہو کہ کافر کا مال اور جان اس کی ملک نہیں رہتی، خدا جس کے ہاتھ سے چاہے تلف کر دے۔ اب اگر عملاً ڈاکو ہونے میں یعنی اس مسئلہ کو عمل میں لانے اور لوٹ مار شروع کرنے میں کسر ہے، تو جمیعت کی کسر ہے۔ اور یہ بات مسلّم کل ہے کہ عمل اور چال چلن ہمیشہ اعتقاد کے تابع ہوتا ہے۔ آپ کا اعتقاد ثابت و معلوم ہو گیا تو اب عمل میں بجز جمیعت کیا کسر رہی؟

ہم تھوڑی دیر کیلئے بطور فرض محال یہ فرض کر لیتے ہیں کہ مسٹر آتھم آپ کی پیشگوئی کی قدرتی تاثیر سے ڈر کر شہر بشہر بھاگتا پھرا اور اس پیشگوئی میں وہ آپ کو نجومی یا جفری یا جوتشی یا مسمر یزسٹ سمجھ کر یا (اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہوں) آپ کو ملہم مان کر اس پیشگوئی کے قدرتی اثر سے ڈر گیا اور اس ڈر سے شہر بشہر پھرا، بلکہ کسی وقت منہ سے اظہار ایمان بھی اس نے کر دیا۔ پھر اس فرض پر یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی اس پیشگوئی کا (اگر وہ خدا کی طرف سے تھی) پورا ہونا اور اس کا مرجانا ضروری تھا۔ اولاً اسلئے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ موت کا عذاب موعود ڈرنے سے نہیں ٹلا کرتا (جیسا کہ قوم عاد و ثمود اور ہر قوم سے جس پر عذاب آیا اور وہ چلانے سے نہیں ٹلا) نہ وہ ایمان لانے سے ٹلتا ہے (جیسا کہ فرعون سے جو ایمان لایا تھا وہ عذاب نہیں ٹلا)۔ ثانیاً اسلئے کہ اگر اس عذاب کی شرط عدم رجوع بحق کی نظر سے اس کو شرطی تسلیم کیا جائے تو بھی اس کا وقوع ضروری تھا کیونکہ اس شرط کا تحقق ہو گیا اور عبداللہ آتھم نے رجوع بحق نہیں کیا، یعنی وہ پورا اور سچا مسلمان نہیں ہوا صرف پیشگوئی سے ڈر کر ظاہری اسلام لایا جو شرعاً صحیح نہ تھا۔ بلکہ وہ اسلام عارضی، جھوٹا تھا جس کا عارضی اور جھوٹا ہونا اس کی تحریرات مابعد سے (جو منقول ہوئیں) ثابت ہو گیا ہے۔ اگر وہ الہام اور وعدہ عذاب موت خدا کی طرف سے ہوتا، جو عالم الغیب تھا اور آتھم کی حالت بعد سے واقف تھا، تو ایسے عارضی اور جھوٹے ایمان کو قبول نہ کرتا، اور اس کو موت کے عذاب سے نہ بچاتا اور ضرور مار ڈالتا۔

از آنجا کہ آتھم باوجود تحقق شرط عذاب زندہ رہا، لہذا باوجود تسلیم و فرض اس امر کے کہ وہ اس پیشگوئی سے ڈر گیا، یا وہ کسی وقت ایمان لایا تھا، عذاب موت کا واقع نہ ہونا اور اس کا مارا نہ جانا، اس امر پر کامل دلیل ہے کہ وہ الہام خدا کی طرف سے نہ تھا بلکہ قادیانی کا من گھڑت ڈھکوسلہ یا اسکے ملہم (معلم الملکوت) کا وسوسہ تھا جو جھوٹا نکلا اور اس نے قادیانی کو جھوٹا کیا اور تمام جہان کی لعنتوں کا مورد بنایا۔ لہذا اب اس جھوٹ کو سچ بنانے کیلئے

قادیانی کا ان باتوں کو زبان پر لانا، اور آتھم کا ڈر جانا یا خفیہ ایمان لانا تجویز کرنا اور در صورت انکار آتھم، اس کو قسم دینا اور اس پر وعدہ انعام کرنا، حیلہ سازی کی باتیں ہیں۔

مزید اس قادیانی نے اس قسم پر پہلے ایک ہزار روپیہ انعام تجویز کیا جس سے آتھم نے انکار کیا تو پھر دو ہزار کا اشتہار دیا۔ اس سے بھی اس نے انکار کیا تو تین ہزار کا اشتہار دیا۔ اب چار ہزار کا اشتہار چھپوا دیا ہے۔ اور آئندہ دس ہزار تک اشتہار دینے کا بھی اس کا ارادہ سنا جاتا ہے۔ عقل مند بخوبی جانتے ہیں کہ جس شخص نے ایک ہزار روپیہ لے کر قسم کھانے سے بدست آویز ایک حکم مذہب کے انکار کیا ہے، وہ دو ہزار یا تین ہزار یا دس ہزار روپیہ لے کر بھی قسم نہ کھائے گا۔ اور اس امر کا قادیانی کو یہ یقین ہو گیا ہے تب ہی وہ تعداد بڑھاتا چلا جاتا ہے اور اس سے احمقوں کو فریب میں لاتا ہے۔

مزید یہ کہ قادیانی نے اس دھوکہ پر پردہ ڈالنے کیلئے اپنے مریدوں کو اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۶ میں یہ کہا ہے کہ کیا میں پاگل ہو گیا ہوں، دیوانہ ہوں، کہ اگر قطعی طور پر یہ مجھے علم نہیں دیا گیا تو یوں ہی تین ہزار برباد کرنے کو تیار ہو گیا ہوں؟

اس دھوکے کا ازالہ یہ ہے کہ قادیانی صاحب آپ کو پاگل یا دیوانہ کون کہتا ہے؟ آپ بڑے ہوشیار، عیار ہیں اور اس انعام میں بڑھتے جانا آپ کی اس ہوشیاری پر مبنی ہے۔ آپ کو قطعی طور پر علم و یقین ہے کہ آتھم اپنے مذہب کی مخالفت کی وجہ سے ہرگز قسم نہ کھائے گا اور وہ دن کبھی نہ آئے گا جس میں آپ کا ایک پیسہ ہاتھ سے نکلے۔ پھر آپ بلا خوف کیوں تعداد میں بڑھتے نہ جاویں اور کیوں احمقوں کو دام میں نہ لاویں؟

مزید براں قادیانی نے اس دھوکہ پر ایک پیش گوئی کا ڈھکوسلہ بنا لیا، جس سے اپنے مریدوں کے پاؤں میں ایک اور رسّہ یا آہنی کڑا ڈالنا چاہا ہے۔ اس نے آتھم کے قسم سے انکار کرنے پر اشتہار دو ہزار و چار ہزار میں یہ الہامی پیش گوئی کی ہے کہ وہ قسم نہ کھائے گا اور قادیانی کے مقابلہ میں کبھی نہ آئے گا۔ بنا بریں اس کے مرید اب یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ پیشگوئی الہامی نہیں اور آتھم کے قسم نہ کھانے کی خدا نے قادیانی کو خبر نہیں دی، تو وہ قسم کھا کر اس پیشگوئی میں قادیانی کو کیوں جھوٹا نہیں کرتا؟

اس ڈھکوسلہ کا جواب ترکی بترکی عیسائیوں نے ایسا دیدیا ہے جس نے اس پیشگوئی کے الہام کی قلعی کھول دی ہے۔ اس مقام میں اسی جواب کا نقل کر دینا کافی و وافی

ہے۔ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک نے نیشنل پریس امرتسر میں اشتہار چھپوا کر شائع کیا ہے۔

اشتہار

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی ہے کہ میں محمدی ہوں اور علمائے اسلام کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہی نہیں، کفر کا فتوی لگا کر اسلام سے خارج کرتے ہیں۔

اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب مجمع عام میں ایک لقمہ خنزیر کے گوشت کا سبھوں کے سامنے کھا کر کہیں کہ میں مسلمان ہوں تو ہم یقین کریں گے کہ علمائے اسلام کا فتوی غلط اور یہ درحقیقت مسلمان ہیں اور اگر مرزا صاحب یہ نہیں کر سکتے تو وہ مسٹر آتھم صاحب کو بھی قسم کھانے سے معذور سمجھیں کیونکہ جیسے قرآن کے حکم سے وہ سور نہیں کھا سکتے، اسی طرح آتھم صاحب انجیل کے حکم سے قسم نہیں کھا سکتے۔ جب تک کہ کسی حاکم سے قسم پر مجبور نہ کرائے جائیں، عیسائی کو قسم کھانا جائز نہیں۔

اگر آتھم صاحب قسم کھاتے تو ثابت کر دیتے کہ میرا عمل انجیل پر نہیں ہے، پس مرزا صاحب کو لازم ہے کہ ہماری اس دعوت کو قبول کر کے اس شرط کے بموجب اپنے تئیں محمدی ثابت کریں ورنہ بار بار قسم کے اشتہار آتھم صاحب کے نام دینے بند کریں۔

اور مرزا صاحب گویا الہام سے یہ بھی کہتے ہیں کہ آتھم صاحب ہرگز قسم نہ کھائیں گے۔سو معلوم ہو کہ اگر چہ ہمیں الہام نہیں ہوتا اور جبریل ہمارے پاس نہیں آتا، تو بھی ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب ہرگز خنزیر کا گوشت کھا کر اپنے تئیں مسلمان ثابت نہ کر سکیں گے۔

الراقم۔ڈاکٹر ایچ ایم کلارک۔ایم ڈی میڈیکل مشنری امرتسر۔

عیسائیوں کے قسم سے انکار و عذر کے جواب میں قادیانی نے اشتہار چار ہزار میں طولانی بحث کی ہے اور اس میں کہا ہے کہ عہد عتیق میں قسم کھانے کا حکم ہے اور اس پر کتاب یرمیاہ اور زبور کا حوالہ دیا ہے اور کہا ہے کہ عہد جدید میں بھی قسم کھانا ثابت ہے۔اور اس پر پولس اور پطرس کا قسم کھانا انجیل متی و اعمال سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ پادری لوگ عدالتوں میں بلائے جاتے ہیں، تو قسمیں کھاتے ہیں، اور انگریزی سلطنت کے کل معتمد عہدہ دار اور

پارلیمنٹ کے ممبر یہاں تک کہ گورنر جنرل سب حلف اٹھانے کے بعد اپنے عہدوں پر مامور کئے جاتے ہیں۔ پھر کہا،

کیا یہ سب کے سب انجیل پر ایمان رکھنے سے بے نصیب تھے اور صرف ایک عبداللہ آتھم ہی سچے عیسائی ہیں جو قسم کھانے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

اس کا جواب معلوم نہیں عیسائیوں نے کیا دیا ہے (یا آئندہ دیں گے) مگر ہم اسلامی طرز واصول پر اس کا جواب دیتے ہیں اور مسلمانوں پر ظاہر کرتے ہیں کہ جو ثبوت جواز قسم کا قادیانی نے پیش کیا ہے وہ اسلامی اصول پر کافی ثبوت نہیں ہے۔

عہد عتیق میں جو قسم کھانے کا حکم ہے اس کو تو بحسب اعتقاد مسیحیوں کے حضرت مسیح نے اپنے اس قول سے منسوخ کر دیا ہے جو انجیل متی کے باب ۵ میں ہے کہ

(۳۳)۔ پھر سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ تو جھوٹی قسم نہ کھا، بلکہ اپنی قسمیں خداوند کے لئے پوری کرو۔(۳۴)۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں ہر گز قسم نہ کھانا۔ نہ تو آسمان کی، کیونکہ وہ خدا کا تخت کا۔(۳۵)۔نہ زمین کی کیونکہ وہ اس کے پاؤں کی چوکی ہے اور نہ یروشلم کی کیونکہ وہ بزرگ بادشاہ کا شہر ہے (۳۶)۔اور نہ اپنے سر کی قسم کھا کیونکہ تو ایک بال کو سفید یا کالا نہیں کرسکتا۔(۳۷)۔ پر تماری گفتگو میں ہاں کی ہاں اور نہیں کی نہیں ہو کیونکہ جو اس سے زیادہ ہے، سو برائی سے ہوتا ہے۔

Again, ye have heard that it hath been said by them of old time, "Thou shalt not forswear thyself, but shalt perform unto the lord thine oaths;

But I say unto you, "Swear not at all; neither by heaven; for it is God's throne;

Nor by the Earth; for it is his foot-stool; neither by Jerusalem; for it is the city of the great king.

Neither shalt thou swear by thy head, because thou canst make one hair white or black.

But let your communication be, Yea, yea; Nay, nay; for whatsoever is more than those cometh of evil. (Matthew 5: 33-37)

رہا عہد جدید میں پولوس یا پطرس کا قسم کھانا، سو اسلامی اصول کی رو سے اس حکم مسیح کو نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ غیر نبی کا قول یا فعل، نبی کے حکم کا ناسخ نہیں ہوسکتا۔ اگر حضرت

مسیح کا فعل قسم ثابت ہو تو وہ بھی ان کے قول کا ناسخ نہیں ہو سکتا۔

اب رہا انگریزی عدالتوں اور پارلیمنٹ میں قسم کا مروج ہونا اور ان میں پادریوں اور عہدہ داروں کا قسم کھانا، سو عیسائی مذہب کا حکم نہیں بن سکتا۔ اور ان کا فعل و عمل عیسائی مذہب کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ انگریزی سلطنت و عدالت اور دیگر عیسائی قوموں کی سلطنت کے آئین و قانون میں اور کون سا امر ہے جو احکام توریت یا انجیل کے مطابق ہے، اور اس کو کوئی محمدی یا اور منصف، عیسائی مذہب کہہ سکتا ہے؟ جملہ عیسائی سلطنتوں اور تمام عیسائیوں اور پادریوں نے احکام توریت و انجیل کو بالائے طاق رکھ دیا ہوا ہے۔ اور ان کے نزدیک عیسائی ہونے کے لئے مسیح کے خون و کفارہ پر ایمان رکھنا کافی و وافی ہے۔ یہ بات ان کے ہادی پولوس نے تعلیم کی ہے اور احکام شریعت سے آزادی عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ عبرانیوں کے خط باب ۷ میں پولوس مقدس Saint Paul فرماتے ہیں

(۱۸)۔ پس اگر قانون اس لئے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا، اٹھ گیا۔ (۱۹) کیونکہ شریعت نے کچھ کار نہ کیا مگر ایک بہتر امید درمیان میں داخل ہوئی جس کے وسیلے ہم خدا کے حضور پہنچتے ہیں۔

For there is verily a disannulling of the commandment going before for the weakness and unprofitableness thereof.

For the law made nothing perfect, but the bringing in of a better hope did; by the which we draw nigh unto God. (Hebrews 7: 18-19)

بناء علیہ عیسائی سلطنتوں کے قانون و آئین اور عیسائیوں کے افعال و اعمال جو توریت انجیل کے مخالف ہیں، عیسائی مذہب قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ جو شخص اس قانون و عمل کو عیسائی مذہب قرار دے اور اس سے قسم یا اور کسی حکم کا مذہب عیسائی ہونا ثابت کرے، وہ احمق ہے یا دھوکہ باز۔

مزید یہ کہ عبداللہ آتھم کے ڈر جانے اور ایمان لانے اور اس پر قسم کھانے سے انکار کرنے پر قادیانی نے ایک اور مکر کیا اور اپنے مریدوں کو دھوکہ دیا اور کہا کہ یہ باتیں آتھم کے منہ سے بطور مدعا علیہ ہونے کے نکل رہی ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ وہ بطور گواہ یہ باتیں کہیں اور اس پر قسم کھائیں اور خدا کے عذاب موت کے مستحق ہوں، کیونکہ مدعا علیہ خواہ کتنا

جھوٹ بولے اس پر عدالت میں مواخذہ نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی گواہ بن کر جھوٹ بولے تو وہ حلف دروغی میں پکڑا جاتا ہے۔ اس کا جواب آتھم اور اس کے عیسائی بھائیوں نے تو یہ دیا کہ

آپ حاکم مجاز ہیں تو مجھے عدالت میں طلب کریں اور مجھ سے جبراً قسم لیں۔ ہم تو آپ کو حاکم مجاز نہیں سمجھتے۔ اور اپنے مذہب کی رو سے قسم کھانا جائز نہیں سمجھتے.

اسلامی اصول پر اس کا جواب یہ ہے :۔

اس قول میں قادیانی نے خدا تعالی کو عیسائی بنایا ہے اور عیسائی حکومت کے قانون کا پابند ٹھہرایا ہے، اور یہ جتایا ہے کہ خدا بہ پابندی مذہب عیسائی مدعا علیہ کو جھوٹ کی سزا نہیں دے سکتا اس لئے اس کو گواہ بنا کر قسم دلوا کر حلف دروغی کی سزا میں معذب بعذاب موت کرنا چاہتا ہے۔ اور یہ سرا سر اس کا دھوکہ ہے۔ خدا تعالی کے حکم و شریعت میں (جو اسلام میں مقرر ہیں) جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسم کھانے میں گواہ اور مدعا علیہ بلکہ مدعی سب برابر ہیں بناء علیہ آتھم اگر مدعا علیہ ہونے کی حیثیت سے جھوٹ بولے یا اس پر قسم کھائے تو ویسا ہی لائق سزا ہوگا جیسا کہ ایک گواہ کی حیثیت سے جھوٹ بولے یا اس پر قسم کھالے ۔قسم تو وہ گواہ کی حیثیت سے بھی نہیں کھائے گا جیسا کہ مدعا علیہ بن کر نہیں کھاتا۔ پس اگر وہ واقع میں جھوٹا ہے اور خدا تعالی بقول قادیانی اس کو سزا موت دینا چاہتا ہے تو پھر اس میں کیوں توقف کر رہا ہے اور کیوں اس امر کا منتظر ہے کہ وہ بطور گواہ جھوٹ بولے اور جھوٹی قسم کھائے اور اس پر حلف دروغی کی دفعہ قائم ہووے، تب اس کو سزا موت دے۔ کیا وہ اپنے اس حکم و شریعت کو جو اسلام میں مقرر کر چکا ہے منسوخ کرنا چاہتا ہے اور اب وہ آئین قانون حکومت انگریزی کا تابع ہو گیا ہے؟ نہیں نہیں ہر گز نہیں۔

قادیانی اس امر کو تسلیم کرلے تو اس کو مناسب ہے کہ عبداللہ آتھم کے مدعا علیہ ہو کر جھوٹ بولنے پر ہی اس کو جھوٹ کی سزا موت دلوا دے۔ مگر اس کی سزا کی میعاد ایک سال مقرر نہ کراوے بلکہ گھنٹوں یا دنوں یا زیادہ سے زیادہ ایک مہینے کے ہفتوں کی میعاد مقرر کرا دے۔ قادیانی نے ایسا نہ کیا اور ہمارے اس جواب کو سن کر بھی قانون انگریزی کی دفعہ قائم ہونے کا منتظر رہا تو اسکے مریدوں کو (اگر وہ کچھ عقل رکھتے ہیں) یہ سمجھنا چاہیے کہ قادیانی اس بات بتانے میں کہ خدا اس پر عذاب بھیجنے میں قانون انگریزی کی دفعہ قائم ہونے کے انتظار میں ہے، خدا تعالی پر افتراء کرتا ہے۔

اور اگر قادیانی نے میعاد سزا ایک مہینے کے ہفتوں سے زیادہ مقرر کی تو پھر وہ انہی اعتراضات کا تختہ مشق ہو گی جو پہلی مدت موت آتھم پر کیے گئے تھے اور جن کی نظر سے قادیانی کے ملہم (معلم الملکوت) کو وہ موت منسوخ کرنی پڑی تھی۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس بیان با برہان سے ناظرین کو بخوبی روشن و ثابت ہو گا کہ قادیانی نے جو قول سوم میں کہا ہے اس سے اولاً یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ آتھم اس کی پیشگوئی سے ڈر گیا۔ اور اگر ڈر جانا تسلیم بھی کیا جائے تو اس سے عذاب موعود موت کا ٹل جانا جائز نہیں ہوسکتا۔ اور ڈر جانے سے انکار پر آتھم کا قسم کھانا کوئی وجہ اور ضرورت نہیں رکھتا اس بیان میں آتھم کو جھوٹا فرض کرنے اور اس کے خوف بلکہ عارضی ایمان کو مان لینے پر بھی قادیانی کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس صورت کذب آتھم میں اس پیشگوئی کا پورا ہونا اور اس کا مارا جانا ضروری تھا۔ اور اگر اس میں قادیانی کے فرضی ملہم یا جعلی خدا (عبداللہ آتھم کی حالت ما بعد سے ناواقف و بے علم) سے غلطی ہوئی ہے تو وہ اب آتھم کو گھنٹوں یا دنوں یا چند ہفتوں میں مار دے اور اس کی قسم کا منتظر نہ ہو۔ ورنہ اس کے علم، قدرت کو بٹہ لگے گا اور اس پر پیروی عیسائی حکومت کا الزام عائد ہو گا (جس سے خداوند عالم قادر و عالم الغیب پاک ومنزہ ہے)

☆ عذر سوم کی تائید میں جو رابعاً قادیانی نے کہا ہے کہ خدا تعالی نے جب دیکھا کہ موت کا پہلو مجروح و تختہ مشق اعتراضات ہو گیا ہے، تب اس نے اس کو بدل دیا ہے۔ اس سے ثابت و متیقن ہوتا ہے کہ قادیانی دہریہ ہے۔ وہ اس خدا تعالی کو نہیں مانتا جس کو اسلام اور جملہ مذاہب سماوی نے عالم الغیب و قادر مطلق تسلیم کیا ہوا ہے، بلکہ کسی ایسی ذات بے برکات، عجز مآب کو خدا جانتا ہے جو نہ علم رکھتا ہے، نہ قدرت نہ عقل نہ فہم جس سے وہ نفع و نقصان کا موازنہ کر سکے جو حقیقی خدا کو نہ ماننے اور دہریہ ہو جانے کے مساوی ہے۔ پس اگر واقعی قادیانی کا اعتقاد یہی ہے جو اس کے اس قول سے مفہوم ہوتا ہے تو پھر اس سے کسی مسئلہ شرعی میں مسلمانوں کو بحث کرنا مناسب نہیں۔ وہ سب مسائل کو چھوڑ کر پہلے اس مسئلہ میں بحث کرے کہ خدا تعالی کو کن صفات سے ماننا چاہیے۔ اور اگر اس کا دلی اعتقاد یہ نہیں جو اس قول سے مفہوم ہوتا ہے اور وہ خدا کو قادر و عالم الغیب مانتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس قول کو واپس لے اور یہ خیال کرے کہ خدا کی شان اس بے ضبطی و بے عقلی سے اعلی وارفع ہے کہ وہ ایک واقعہ (موت آتھم) کی نسبت اپنے حظیرۃ القدس اور دفتر قضا و قدر میں ایک تجویز مقرر کر کے

ایک وقت اور تاریخ معین پر اس کے وقوع کی خبر دیدے، پھر جب اس واقعہ کے وقوع کی نسبت لوگوں کے اعتراضات سنے اور اس واقعہ کے وقوع کو تختہ مشق اعتراضات ہونا دیکھ لے ، تب اس واقعہ کے وقوع کی خبر کو منسوخ کر دے ، مگر اس نسخ کو اپنے حظیرۃ الغیب میں چھپائے رکھے ، یا قادیانی کے دل و دماغ میں اس کو چھپا رکھے ۔ اور اس واقعہ کی مدت وقوع تک اس کو اور کوئی بشر نہ سنے ۔ اور جب وہ واقعہ وقوع میں نہ آوے اور اس کی تاریخ وقوع گذر جائے، تب اس نسخ کا اظہار کرے یا اظہار کا حکم دے ۔ پھر جب اس نسخ پر اعتراض کا اندیشہ پیدا ہو کہ یہ محض حیلہ بنایا گیا ہے تو اس کے جواب میں اپنی تصدیق کیلئے پھر اسی واقعہ کے وقوع کی خبر کو دلیل ٹھہرا کر پیش کرے اور یہ کہے کہ اگر تم نہیں مانتے اور ہمارے اس نسخ پر اعتراض کرتے ہو، تو پھر ہم وہ واقعہ وقوع میں لائیں گے اور اس شخص (آتھم) کو اتنی ہی مدت (ایک سال) میں ماردیں گے، اور یہ نہ سوچے کہ اس خبر کے وقوع پر وہی اعتراضات ہوں گے جن سے بھاگ کر ہم نے اس خبر کو منسوخ کیا تھا ۔ اور ہم اس مثل کے مصداق بن جائیں گے فرّ من المطر و قام تحت المیزاب (مینہ سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے جا کھڑا ہوا)...

ان باتوں کو سوچ کر قادیانی اس قول اور الہام کے دعوی کو واپس نہ لے تو یقین ہو گا کہ وہ دہریہ ہے، خدا کو صفات کمال سے نہیں مانتا اور خدا کو بے ضبطی، بے عقلی، کم فہمی و غلطی کے نقائص سے پاک نہیں سمجھتا ۔ قادیانی خود تو علوم اسلامی سے جاہل ہی ہے وہ خدا کو بھی اس مسئلہ سے ناواقف سمجھتا ہے جو اسلام میں مقرر ہے کہ نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے، اخبار میں اس کا وقوع ہرگز نہیں ہوتا کیونکہ اس سے مخبر صادق کا کذب لازم آتا ہے ۔ لہذا مخبر صادق اپنی کسی خبر کے وقوع کو کبھی نہیں بدلتا اور جس امر کے وقوع کی وہ خبر دے چکا ہو اس کو اعتراضات کے خوف سے (خواہ کس قدر ہوں) ملتوی نہیں کرتا ۔

قادیانی اگر اپنے فرضی خدا کو ایسا ہی سمجھتا ہے اور ان نقائص سے اس کو پاک نہیں سمجھتا تو کم سے کم اس کو لوگوں کے عام خیال کا پاس ولحاظ ضروری تھا ۔ اگر یہ ڈھکوسلہ بنا کر اس کو خدا کے ذمہ لگانا ہی تھا تو وہ بپاس ولحاظ اس عام خیال کے اتنا تو ضرور کرتا کہ اس کو ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء (جو آخری تاریخ میعاد وفات عبداللہ آتھم تھی، نہ کہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء جس کو قادیانی نے اپنی حماقت سے آخری تاریخ بنایا ہوا تھا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس تاریخ سے کوئی مہینہ شمار کیا جاتا ہے اس تاریخ سے ایک دن پہلے اس مہینے کا اختتام ہوتا ہے اور جس مہینے سے کوئی سال شروع ہوتا ہے، اس مہینے سے ایک مہینہ

پہلے اس سال کا اختتام ہوتا ہے۔ بناء علیہ آتھم کی میعاد وفات پندرہ ماہ کی ۵ جون ۱۸۹۳ء سے، جو پہلا دن الہام قادیانی کا تھا، شروع ہوئی تھی۔ تو چاہیے کہ اس سال کا اختتام ۴ جون ۱۸۹۴ء کو ہو اور ۱۵ ماہ کا اختتام ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ہو) سے پیشتر مشتہر کر دیتا۔

اس صورت میں بھی گو ہمارے اعتراضات مذکورہ (۱۔ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کو منسوخ نہیں کرتے۔ ۲۔ اور نسخ اخبار میں جاری نہیں ہوتا۔ ۳۔ اور پہلے ایسا وعدہ ہی کیوں کیا تھا جو مورد اعتراض ہونا تھا۔ کیا اس کو ان اعتراضات کا علم پہلے سے نہ ہوا تھا۔ ۴۔ پھر دوبارہ اسی امر محل اعتراضات وفات آتھم کو کیوں اس نے پیش کیا) تو واقع ہوتے، مگر لوگ یہ اعتراض تو نہ کرتے جو اب کر رہے ہیں کہ میعاد پیشگوئی گذر گئی اور آتھم کو موت نہ آئی، تب یہ بات بنائی گئی ہے۔ یہ بات اگر خدا کی طرف سے تھی تو انقضاء میعاد سے پہلے کیوں مشتہر نہ کی گئی؟

یہ اعتراض ایک طرف سے نہیں بلکہ جمہور خلائق کی طرف سے (جس میں مسلمان ہندو عیسائی سب داخل ہیں) ہو رہا ہے، اور یہ امر قادیانی کو معلوم ہے، چنانچہ اس نے اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۱۸ کے فٹ نوٹ میں اس کو نقل کیا اور کہا ہے

. بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ الہام پندرہ مہینے کے اندر کیوں شائع نہ کیا۔

مگر قادیانی نے اس کا کوئی جواب نہیں، صرف اس قدر کہہ دیا ہے

سو واضح ہو کہ پندرہ مہینے کے اندر ہی یہ الہام ہو چکا تھا۔ پھر جب کہ الہام نے اپنی صداقت کا پورا ثبوت دیدیا تو ثابت شدہ امر کا انکار کرنا بے ایمانی ہے.

اور کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں اس سوال کا جواب کوئی نہیں دیا۔ اور عدم اشاعت الہام قبل از انقضاء مدت کی کوئی وجہ بیان نہیں کی۔ صرف اس کے ثبوت کا دعوی بلا دلیل کر دیا اور نہ ماننے والوں کو بے ایمان کہہ دیا ہے۔

ہم اس مقام میں اس اعتراض کو چند اشخاص مختلف مذاہب سے نقل کر کے بتاتے ہیں کہ یہ اعتراض بعض کی طرف سے نہیں (جیسا کہ قادیانی نے کہا) بلکہ جمہور کی جانب سے ہے۔ اور قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے اس کا کیا جواب دیا اور کہاں دیا؟ اور کس تاریخ آپ کو یہ الہام ہوا تھا اور کس شخص کو آپ نے سنایا تھا؟

☆ اخبار نور علی نور کے پرچہ ۱۶ ربیع الاول میں اس کا سنی مسلمان اڈیٹر لکھتا ہے (جس کو مرزا قادیانی کے چھپے حواری دوسرے اڈیٹر نے اپنے سکوت کے ساتھ تسلیم کیا ہے):۔

۵ستمبر ۱۸۹۴ء تک تو یہ دعویٰ کہ جب تک عبداللہ آتھم نہ مرے، سورج غروب نہ ہوگا۔ جب عبداللہ آتھم ۵ستمبر تک نہ مرا اور سارے جہان نے تمہیں لعنت اور ملامت کی تو یہ الہام ہوا کہ عبداللہ آتھم نے اپنے دل میں کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا۔ اگر ۵ستمبر سے پہلے مشتہر کر دیتے کہ وہ دل میں مسلمان ہو گیا، اب نہ مرے گا تو ایک بات بھی تھی

آخر میں سوال و جواب کے طور پر موت کے پہلو بدلنے کا عذر ایسا ہے کہ بس آپ کے خدا کی خدائی ظاہر ہو گئی۔ جب آپ کے خدا نے دیکھا کہ موت کا پہلو تختہ مشق اعتراضات ہو گیا۔ تو ناچار دوسرا پہلو اختیار کیا۔ مگر تمہارے خدا کو اتنی عقل بھی نہ تھی کہ موت پہلو میں تو صرف بعض مخالفوں کے اعتراض ہوتے اور ہزار ہا انسان مخالف آپ کے مطیع اور تابعدار ہو جاتے اور مرید علم الیقین سے عین الیقین کے درجہ کو پہنچتے۔ برخلاف دوسرے پہلو کے جو تمہارے خدا نے اختیار کیا، تم کو سارا جہان موافق و مخالف سب لعنت اور ملامت کرتا ہے۔ مینہ سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے پناہ لینا تمہارے فرضی خدا کا کام کا ہے نہ علام الغیب کا۔

☆ ایک اور اسلامی اخبار (پیسہ اخبار) لکھتا ہے:۔

پچھلے ہفتہ میں مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی کے غلط نکلنے کی خبر چھاپ چکے ہیں۔ اگر اتفاقاً مرزا صاحب کی پیش گوئی صحیح بھی ہو جاتی تو بہت سے خوش اعتقادوں اور عام لوگوں کے بہکنے کا اندیشہ تھا۔ مرزا صاحب بجائے اس کے کہ پیشین گوئی کے غلط نکلنے پر اقرار ندامت کرتے کہ یہ کام خدا ہی کے سپرد رہے۔ انہوں نے ایک اشتہار چھاپ کر دعویٰ کیا ہے کہ حقیقت میں انہیں ہی فتح ہوئی ہے۔ وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ عبداللہ آتھم صاحب نے کسی وقت دل میں اسلام کی صداقت تسلیم کی ہوگی اس لئے ان کے الہام کی شرط کے مطابق خدا نے انہیں نہیں مارا۔ کیا مرزا صاحب کا خدا اتنا بھی عالم الغیب نہیں تھا کہ وہ انہیں پہلے ہی نتیجہ سے مطلع کر دیتا؟ اس کے علاوہ دوسرا الہام مرزا صاحب کو ایسے آخری وقت میں ہوا جب کہ ساری دنیا پر ان کی قلعی کھل گئی۔ اگر وہ ۵ ستمبر سے دس روز پہلے بھی وہ ایسا مشتہر کر دیتے تو ایک بات تھی۔ عذر گناہ بدتر از گناہ کے مثال مرزا صاحب کے آخری اشتہار سے بہتر کہیں نہیں ملی۔ اور ہمیں سخت افسوس ہے کہ ایسے لائق آدمی ایسی بے ہودہ دلیلوں کی آڑ میں پناہ لیں۔

☆ عیسائیوں کے اخبار نور افشاں نے پرچہ ۲۸ ستمبر ۱۸۹۴ء میں پادری جی ایل ٹھا کر داس سے نقل کیا ہے:۔

کم ترین نے نور افشان مطبوعہ ۱۷۔ اگست میں مضمون الہام الٰہی اور الہام اور وحی کے آخر میں اپنی دور اندیشی سے یہ لکھا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو جو آپ کی پیش گوئی کی تاریخ بڑھ جائے اور اگر ایسا ہوا کرے تو مسٹر آتھم کیا، جس کو چاہیں تاریخوں ہی سے مار سکتے ہیں۔ اب مرزا قادیانی نے اپنے اس اشتہار کی رو سے جس کی کیفیت سنا رہا ہوں کمترین کی دور اندیشی کی تکمیل کر دی اور ایک سال کی زیادہ تاریخ بڑھانے کے لئے مسٹر آتھم صاحب سے درخواست کی ہے۔ اگر مرزا صاحب کو سچ مچ الہام ہوا تھا تو اس الہام کی خدا کو زیادہ فکر ہونی چاہیے تھی اور لازم تھا کہ جب ہم نے اندیشہ ازیاد تاریخ کا ظاہر کیا تھا تو مرزا صاحب بھی ترمیم الہام ۵ ستمبر (۱۸۹۴ء) سے پہلے مشتہر کر دیتے لیکن اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ بہتر ہے کہ مرزا صاحب اب الہام کی عادت چھوڑ دیں اور سچے دل سے توبہ کریں۔ خداوند ایسوں کو قبول کرنے کا وعدہ فرماتا ہے اور ان کے مریدوں کو چاہیے کہ مرزا صاحب کی اس نئی ترمیم الہام کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ اور اب مرزا صاحب کا پیچھا چھوڑیں۔ جو کچھ ہو چکا سو کافی ہے۔

☆ ہندوؤں کا اخبار کوہ نور لکھتا ہے:۔

. جیسا کہ ہم گذشتہ ہفتہ کے اخبار میں لکھ چکے ہیں

ہمیں پوری امید تھی کہ مرزا صاحب اس پیش گوئی کے غلط ثابت ہونے پر ضرور کوئی نہ کوئی تاویل فرمائیں گے۔

ہمارا یہ خیال صحیح نکلا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے فتح اسلام کے نام سے ایک اشتہار مشتہر کیا ہے۔ جس میں وہ ایک تازہ الہام کے بموجب یوں تاویل فرماتے ہیں۔

اب ہمیں خدا تعالیٰ نے اپنے خاص الہام سے جتلایا کہ آتھم صاحب نے عظمت اسلام کا خوف اور ہم وغم اپنے دل میں ڈال کر کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا۔ جس سے وعدہ موت میں تاخیر ہوئی۔ یہ ایک نہایت بے ہودہ اور لچر تاویل ہے۔ اگر مرزا صاحب ملہم صادق ہوتے تو ان کو میعاد مذکور کے اندر ہی یعنی ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء سے پہلے

ظاہر کر دینا چاہیے تھا کہ عبداللہ آتھم نہیں مرے گا۔ اب کہ پیش گوئی غلط ثابت ہو چکی اور چاروں طرف سے لعن طعن کی بوچھاڑ ہوئی تو پھر ان کو یہ الہام ہوا جو مشتے بعد از جنگ کے مصداق ہے۔ اس کسی قدر کے لفظ نے اور بھی جان ڈال دی ہے۔

☆ ایسا ہی بہت سے اخبارات میں شائع ہوا ہے، انہی معترضین کے سلسلہ میں لدھیانہ کے مسلمانوں نے مرزا قادیانی پر اشتہار ۱۶ستمبر میں یہ اعتراض کیا ہے کہ

نئے مسیحیو! جائے غور ہے۔ خدا نے تو تمہارے مسیح کو آتھم کے رجوع بحق کی اطلاع دیدی اور وہ علانیہ اپنے اقرار کفر اور تثلیث پر اپنے حال وقال اور چال سے قادیانی کی تکذیب کر رہا اور قادیانی کہتا ہے کہ نہیں یہ دل میں راجع بحق ہے۔

عیسائی، قادیانی کو اسی بات پر مفتری کہہ رہے ہیں اور آتھم اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اسی بنا پر اسلام کو عیب لگا رہے ہیں۔ یقین جانو کہ یہ اطلاع خدا نے ہرگز نہیں دی۔ قادیانی کے مرشد ابلیس علیہ اللعنۃ نے سبق پڑھایا ہے کہ چل بچہ اب یہ پہلو پلٹ جا، جہان میں احمق بہت ہیں، پھر بھی تیرا جال خالی نہ رہے گا۔

(اور پھر قادیانی کے اس قول کو کہ اگر آتھم مرجاتا تو لوگ کہتے مرزا جادو کرنا بھی جانتا ہے، اس لئے خدا تعالی نے آتھم کا دل حق کی طرف پھیر کو موت سے بچالیا ، نقل کر کے اس کے جواب میں کہا ہے)

. چور کی داڑھی میں تنکا معلوم ہوتا ہے کہ ان پندرہ مہینوں میں ایسی ہی کاروائیاں کی ہیں، جب کوئی عمل نہ چلا تو رجوع بحق بطور خفیہ کا ڈھکوسلہ بنالیا۔

اس جواب کو دیکھ کر قادیانی نے اشتہار تین ہزار میں تہذیب وشرافت کے جامہ سے باہر ہو کر منشی سعداللہ لدھیانوی کو ان الفاظ سے خطاب کیا .

. ہاں اے ہندوزادہ اب ثابت ہوگیا کہ ضرور تو حلال زادہ ہے۔ ہماری اس شرط پر (کہ) کوئی آتھم کو قسم دینے سے پہلے تکذیب نہ کرے، خوب ہی تو نے عمل کیا۔ آفریں آفرین! سچ کہہ یہ ڈھکوسلہ اب بنالیا یا الہام میں پہلے ہی سے شرط تھی۔

اس کے جواب میں قادیانی کو اگر منشی سعداللہ یوں کہیں:۔

تیرے اس جواب سے معلوم ہوگیا کہ تو بے شک حلال زادہ ہے اور دھوکہ دینا اور روز روشن میں اپنے اتباع کی آنکھوں میں خاک ڈال کر دن کو رات بتانا تجھ پر ہی ختم ہے

بے شک یہ شرط تو، تو نے پہلے ہی الہام میں رکھ لی تھی تا کہ عبد اللہ آتھم کے فوت نہ ہونے پر تو خواہ مخواہ اس شرط کو متحقق بنا کر اپنی دروغ گوئی کو سچا کر لے۔ مگر اگر تو حلال زادہ ہے تو یہ بتا اور سچ کہہ کہ اس شرط کا تحقق میعاد گذر جانے سے پہلے ہوا تھا یا پیچھے؟ اگر پہلے ہوا تھا تو، تو نے اس کا اظہار پہلے کیوں نہ کیا تھا اور ۵ تاریخ ستمبر سے پہلے کسی ایک آدمی کو کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ شرط عدم وفات وقوع میں آ گئی ہے۔ اس لئے اب موت عبد اللہ آتھم بھی وقوع میں نہ آئے گی۔ بلکہ برخلاف اس کے پانچ تاریخ ستمبر کی شام تک تو موت کا منتظر رہا۔ اور تو اور تمام تیرے پیرو حاضرین قادیان اس امر کے منتظر رہے کہ اب موت کی تار خبر آتی ہے اور آج آفتاب غروب نہ ہوگا جب تک آتھم مر نہ جائے گا۔ مگر شام کے قریب اس مضمون کا تار پہنچ گیا کہ آتھم زندہ ہے۔ تب تو نے یہ ڈھکوسلہ لوگوں کو سنایا۔ اب اگر تو حلال زادہ ہے تو کچھ شرم کر کے کہہ کہ ڈھکوسلہ اب بنایا گیا ہے یا پہلے سے الہام میں درج تھا۔ ارے احمق! الہام میں صرف شرط درج تھی، نہ اس کا وقوع۔ اور یہ ڈھکوسلہ عدم وقوع شرط موت انقضائے مدت موت کے بعد بنایا گیا تھا، نہ قبل ازاں۔

تو معلوم نہیں قادیانی صاحب اس کا کیا جواب دیں گے۔ اس جواب کے طالب ومنتظر سعدی لودہانوی ہی نہیں ہیں بلکہ سب لوگ مسلمان، ہندو، عیسائی وغیرہ ہیں جو قادیانی کے اس عذر کو بعد از وقت سمجھتے ہیں اور اس کو ڈھکوسلہ قرار دے چکے ہیں۔ امید ہے آپ ان سب کے جواب میں یہی کہیں گے کہ تم سب حرام زادے ہو۔ چنانچہ آپ اپنے متعدد اشتہارات میں کہہ چکے ہیں۔ مگر از روئے انصاف یہ اس سوال کا جواب نہیں ہے۔ گالیاں آپ ایک نہیں ہزار دے لیں، مگر اس کے ساتھ اس سوال کا جواب ضرور دیں۔ بلکہ اگر آپ کو یہ الہام میعاد گذر جانے سے پہلے ہو چکا تھا کہ آتھم دل سے مسلمان ہو گیا تھا اس لئے نہیں مرے گا، تو آپ نے اس کو میعاد گذرنے سے پہلے کیوں شائع نہ کیا؟ اس کا شیوع نہ ہو سکا تھا، نہ سہی، اپنے خاص لوگوں کو (جو تاریخ اخیر کے قریب آپ سے ملے اور قادیان میں حاضر تھے اور وہ آپ سے مستفسر ہوئے تھے کہ آتھم کی موت ہوگی یا اس میں کوئی تاویل ہوگی) کہا ہوتا کہ وہ دل سے مسلمان ہو گیا ہے لہذا اب اس کی موت کا وقوع نہ ہوگا۔

قادیانی کے اپنے جملہ مخالفین عیسائیوں، ہندوؤں، مسلمانوں وازانجملہ شیخ

سعد اللہ لودہانوی کو حلال زادہ کہنے پر ہم قادیانی کو کوئی الزام نہیں دے سکتے کیونکہ یہ بدزبانی ودشنام دہی اس کی طینت کا ایک جزء ہے۔ براہین احمدیہ میں اس نے اس طینت کا اظہار کیا تو ہم نے ریویو براہین احمدیہ میں اس کو اس بدگوئی سے روکا۔ مگر چونکہ اپنی طینت کوئی شخص نہیں بدل سکتا، لہذا اس روکنے کا اثر برعکس یہ نکلا کہ رسالہ شحنہ حق کے صفحہ ۱۹ میں اس نے اپنے مخالفین کو ایسی گالیاں دیں جیسے بازاری لوگ آپس میں دیا کرتے ہیں۔ اور جب سے آپ مسیح موعود بنے ہیں تب سے حرامی، حرام زادہ، بے ایمان تو آپ کا تکیہ کلام ہو گیا ہے۔

ہم نے ایک خاص دخل یاب بارگاہ قادیانی سے سنا ہے کہ وہ اپنے اتباع کو ان گالیوں کا یہ فائدہ سناتا رہتا ہے کہ یہ داروئے تلخ یا ایک مسہل کا نسخہ ہے جس سے ان لوگوں کے دل کے بخار نکل آتے ہیں، جن کو یہ گالیاں دی جاتی ہیں۔ اگر مرزائی اکابرین کو بھی مرزا قادیانی نے یہ فائدہ سنا کر ان گالیوں کے سننے پر خوش اور اپنا تابع یا حامی کر رکھا ہے تو وہ اپنے خداداد فہم اور ایمان سے کام لے کر یہ خیال فرماویں کہ اس نسخہ کو قادیانی نے رجسٹری تو نہیں کرایا ہوا کہ اور کوئی اس کو استعمال میں نہ لا سکے، بلکہ یہ تو ایسا عام نسخہ ہے کہ ہر کوئی اس کو استعمال میں لا سکتا ہے۔ دور نہ جایئے اپنے مخاطب خاص شیخ سعد اللہ ہی کو دیکھ لیجئے۔ مرزا قادیانی نے ان کے حق میں یہ نسخہ استعمال کیا اور ان کو ان الفاظ سے یاد کیا تو انہوں نے اپنی نظم ملحقہ مضمون حملہ آسمانی در بارہ شکست قادیانی میں (جو مالیر کوٹلہ کے مسلمانوں کی طرف سے شائع ہوا ہے) اس کو بھی حلال زادہ بنایا ہے اور ایک تاریخی ثبوت اس امر کا دے دیا ہے۔ اب فرمایئے کہ اس نسخہ کا فائدہ قادیانی تک کہاں محدود ومخصوص رہا۔ اب لوگ یہ بات مرزا قادیانی کو کہیں اور اگر آپ لوگوں کی اس نصیحت پر بھی وہ گالی گلوچ سے باز نہ آوے تو آپ لوگ اس سے اپنا تعلق قطع کریں۔

شیخ سعد اللہ کو جوان مردی کے ساتھ مشرف باسلام ہونے اور اپنے ہندو راجپوت ماں باپ زوجہ وغیرہ اقرباء کو چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہونے پر قادیانی کا اس کو ہندو زادہ کہنا بھی ان اصحاب اور دیگر اہل انصاف کے نوٹس لینے کے لائق ہے۔

☆ تائید عذر سوم میں جو خامساً قادیانی نے کہا ہے کہ اگر آتھم مر جاتا تو اس نشان کو دیکھ کر ہمارے پاک اور شریفوں کی جماعت میں ناپاک اور کمینہ لوگ داخل ہو جاتے۔ یہ عجیب مکر ہے جس سے اس کے دجال ہونے کا پورا ثبوت ملتا ہے جس پر دو روشن دلیلیں ہیں

اول ۔ یہ کہ جو مذہب خدا کی طرف سے ہو وہ دریا کے مثل ہونا چاہیے کہ اس میں ناپاک داخل ہو کر پاک ہو جائیں اور جو مذہب ناپاک کے چھونے سے ناپاک ہو جائے وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا۔ قادیانی کا مذہب اور جماعت اگر ایسی ہے کہ ناپاکوں کے ملنے سے ناپاک ہو جاتی ہے، تو وہ قادیانی کے اپنے اقبال سے خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ پھر قادیانی کا ایسے مذہب کو خدا کی طرف سے ٹھہرانا اور لوگوں کو اس کی طرف بلانا دجالیت نہیں تو پھر دجالیت کس کا نام ہے؟

دوسری دلیل یہ کہ اگر شرافت اور کمینگی سے آپکی مراد دنیاوی اصطلاح کی شرافت و کمینگی ہے جس میں بعض قوموں اور بعض پیشوں کی نظر سے لوگوں کو شریف یا کمینہ سمجھا جاتا ہے، تو مرزا قادیانی کا اپنی جماعت کو شریف کہنا ایک دھوکہ ہے۔ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اور شرم و حیا سے کام لے کر فرماویں کہ کیا ان کی جماعت میں ایسی اقوام اور پیشوں کے لوگ داخل نہیں؟ آپ اس سے انکار کریں گے تو ہم بشرط اجازت و درخواست آپ کے ان لوگوں کی فہرست شائع کریں گے جو ان اقوام اور پیشوں کے لوگ آپ کی جماعت کے رکن رکین اور آپ کے دستور یسار و یمین ہیں۔

اگر شرافت سے خدا و رسول و دین و اسلام کی اصطلاح میں شرافت و کمینگی مراد ہے (انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم) جس کی رو سے شریف وہ ہے جو متقی و پرہیزگار ہے اور کمینہ وہ جو بدکار ہے، تو بھی قادیانی کا اپنی جماعت کو شریف کہنا صریح جھوٹ ہے۔ وہ اپنے گھر کی خبر لے کر اور اپنی جماعت کے حالات ٹٹول کر یہ بتا دیں کہ کیا ان کی جماعت کے اکثر لوگ (قطع نظر ان عقائد باطلہ کفریہ کے جو آپ نے ان کو سکھائے ہیں) عام اصول اخلاق کی نظر سے بدمعاش و بدکردار نہیں ہیں؟ کیا ان کے بعض خواص جھوٹ نہیں بولتے؟ زنا، شراب و مال مردم خوری، دغا بازی سے متہم نہیں ہیں؟ اس سے انکار کریں گے تو ہم بشرط درخواست و اجازت ایسے لوگوں کی فہرست شائع کریں گے جن کے جھوٹ بولنے پر تحریری شہادتیں موجود ہیں۔ اور تو بر کنار رہے خود بدولت پریسیڈنٹ جماعت جھوٹ بولنے میں ایسے یکتا ہیں کہ دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ وعلی ہذا القیاس ان کے خلیفہ اول (بھیروی)، دوم (امروہی)، سوم و چہارم و پنجم (سیالکوٹی) اس جھوٹ بولنے میں ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ بعض لوگ بیگانی عورتوں کے اغوا کے جرم میں متہم ہو کر عدالت میں جا چکے ہیں۔ بعض لوگ اسلامی

انجمنوں کے وکیل بن کر وصولی چندہ کے لئے باہر جاتے ہیں تو اس مال کو زنا میں خرچ کرتے ہیں اور اس سے شرابیں پیتے ہیں۔ایک بڑے خلیفہ قادیانی ان کی تصانیف ہر وقت بغل میں رکھتے ہیں، جوان عورتوں کو پڑھاتے پڑھاتے ان سے مبتلاء و متہم ہو گئے۔ان کی بھاوجہ نے دیکھ کر ان کو منع کیا تو اس کو ایسا ضرب شدید سے مارا کہ وہ قریب بہلاکت پہنچ گئی۔ جب اس کے شوہر سے خوف نالش ہوا تو اسے پیسے دے کر راضی کیا۔ وہ بے چارہ اپنی غریبی کے سبب اس سے راضی ہو گیا۔اس قسم کی کاروائیاں اس جماعت میں اور بہت ہیں، جن کی تفصیل آپ کی درخواست پر ہوگی۔اس بیان سے ہمارا مقصود کسی پر ذاتی حملہ نہیں ہے،اور نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے کسی کا نام نہیں لیا، بلکہ اس سے مقصود عام لوگوں کی اصلاح ہے اور اس امر کا اظہار ہے اور ہوگا کہ یہ جماعت بلحاظ اخلاق اکثر ممبران وارکان ایسی ناپاک جماعت ہے کہ اس سے ہر ایک مسلمان کو بچنا اور اس سے الگ رہنا ضروریات ایمان واسلام سے ہے۔

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ ان دلائل سے ثابت ہے کہ مرزا کا دعوی،

> عبد اللہ آتھم اس لئے نہیں مرا کہ اس کو دیکھ کر عام لوگ آپ کی شریف جماعت میں داخل نہ ہوں،

ایک مکر ہے اور وہ کسی معنے صحیح نہیں ہوسکتا۔ دنیاوی شرافت کا ادعا ہے تو وہ اکثر حصہ جماعت سے مفقود ہے اور اگر اخلاقی شرافت کا دعوی ہے تو بھی اکثر سے مفقود ہے۔

☆ عذر سوم کی تائید میں جو ساد ساً آپ نے کہا ہے کہ

> معجزات انبیاء بھی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ عام فہم نہ ہوں، اور ان کو دیکھ کر عام لوگ جن میں رضیع و کمینہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں، داخل اتباع نہ ہوں۔

اس میں آپ نے اپنے مخفی کفر کا اظہار کیا اور یہ ثابت کر دکھایا کہ آپ کسی عام فہم معجزہ (آنحضرت ﷺ کے شق القمر، حضرت موسی کے من وسلوی، فلق حجر، ید بیضاء، عصا کے سانپ ہونے اور حضرت صالح کی ناقہ اور حضرت ابراہیم پر آگ سرد ہو جانے و امثال ذالک) کے دل سے قائل نہیں، کیونکہ یہ معجزات ایسے عام فہم ہیں کہ ان کو عوام سمجھ سکتے ہیں اور سمجھ گئے، اور صدہا عوام ان معجزات انبیاء کو دیکھ کر تابع انبیاء ہو گئے جن کو آپ جیسے متکبرین کمینہ سمجھتے رہے اور ان کی

نظر سے انبیاء کو کہتے رہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تیرے پیرو وہی لوگ ہیں جو ہمارے بادی الرائے میں کمینہ ہیں و ما نراک اتبعک الا الذین هم اراذلنا بادی الرائے۔ اور انبیاء جواب میں یہ کہتے رہے کہ ہم ان لوگوں کے حق میں جن کو تم حقیر جانتے ہو نہیں کہتے کہ خدا ان کو نیکی و ایمان وثواب نہ دے گا و لا اقول للذین تزدری اعینکم .... یؤتیهم الله خیراً۔ صحیح بخاری میں ان کی نسبت ابن عباسؓ کی تقریر سے ثابت ہے کہ انبیاء کے پیرو (ابتداء میں) وہی لوگ ہوتے ہیں جن کو لوگ کمینہ سمجھتے ہیں اشراف الناس اتبعوه ام ضعفاء هم فذکرت ان ضعفاء هم اتبعوه و کذالک اتباع الرسل۔ بخاری۔

مگر آپ (قادیانی) کے اس قول سے صاف ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک یہ معجزات عام فہم اپنے ظاہری معنی سے وقوع میں نہیں آئے۔ ان کے بھی آپ کے نزدیک کوئی تاویلی وتحریفی معنی ہیں جیسا کہ معجزات مسیح احیا موتی و خلق طیور ابراء ابرص واکمہ کے تحریفی معنے آپ نے بیان کئے ہیں۔ اور اس قول سے آپ نے ثابت کر دیا ہے کہ شق القمر کے ثبوت میں جو آپ نے سرمہ چشم آریہ میں دلائل لکھے ہیں، ان پر آپ کا دلی یقین و ایمان نہیں ہے۔ وہ تقریریں ودلیلیں آپ نے منافقانہ طور پر اپنے دلی اعتقاد کے برخلاف صرف میدان مناظرہ جیتنے کو بیان کئے ہیں۔ دل سے آپ معجزہ شق القمر کو (جس کو عام لوگ بخوبی سمجھ سکتے ہیں) نہیں مانتے اور جو عام لوگ ایسے ظاہر معجزات کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے ان کو آپ مسلمانوں میں داخل ہونے کے لائق نہیں سمجھتے۔ آپ کے نزدیک پیغمبر خدا ﷺ نے غلطی کی (معاذ اللہ۔ نقل کفر کفر نباشد) کہ ایسے عام لوگوں (بلال، صہیب عمار وغیرہ) کو مسلمانوں میں شمار کر لیا۔ بلکہ آپ کے نزدیک خود خدا تعالیٰ نے غلطی کی (تعالی الله عما یقول الظالمون) عام فہم معجزات انبیاء کے ہاتھ پر ظاہر کئے جن کو دیکھ کر عام لوگ داخل اسلام ہو گئے۔

قادیانی نے معجزہ کے عام فہم نہ ہونے کی ضرورت پر ایک دلیل قائم کی ہے جس میں نادان مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ ہم اس دلیل کا جواب دے کر اس دھوکہ کو اٹھانا اور ان مسلمانوں کو اس کے دام سے نکالنا چاہتے ہیں۔ وباللہ التوفیق

اس کی دلیل یہ ہے کہ معجزہ ایسا عام فہم ہو تو پھر ایمان بالغیب نہیں رہتا۔ ایسا بدیہی امر مشاہدہ میں آ گیا تو ایمان بالغیب کہاں رہا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک معجزہ کے سمجھ میں آ جانے اور بدیہی ہونے سے اور

اس کا مشاہدہ ہو جانے سے وہ تمام امور غیبیہ جن پر ایمان بالغیب مطلوب ہوتا ہے (جیسے خدا کی ذات وصفات دوزخ وبہشت اوران کے احوال واہوال اورحساب وکتاب) سب کے سب ظاہر عیاں نہیں ہو جاتے اور مشاہدہ میں نہیں آجاتے ۔ایمان کو جو بالغیب کہا گیا ہے تو انہی امور کی نسبت کہا گیا ہے جو معجزہ دیکھنے کے بعد بھی غیب ہی رہتے ہیں ۔معجزہ میں جو امر مشاہدہ کرایا جاتا ہے وہ ایک ایسا امر ہے جو ان امور غیبیہ سے جداگانہ ہوتا ہے اوراس کو انہی امور غیبیہ پر ایمان لانے اور یقین دلانے کیلئے مشاہدہ کرایا جاتا ہے ۔اس کا مشاہدہ ہونے سے وہ سب امور غیبیہ مشاہدہ میں نہیں آجاتے ۔

☆ تائید عذر سوم میں سابعاً قادیانی نے ان مسلمانوں کو جواس کو شکست یافتہ کہہ چکے ہیں ، نیم عیسائی کہہ کر ان پر لے دے کی ہے ۔اس کا جواب تو اس کے قول ہشتم کے جواب کے ضمن میں ایک مستقل مضمون ، حرامزادہ ، میں دیا جائے گا۔اس مقام میں اس کی دلیل کا مغالطہ ظاہر کیا جاتا ہے جو اس قول ہفتم میں اس نے بیان کی ہے ۔وہ دلیل یہ ہے کہ اگرچہ میں تمہارے نزدیک کافر ومرتد تھا مگر عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی صداقت کا مدعی بنا تھا۔اوراسی اسلام کی تصدیق وتائید میں وہ پیشگوئی کی تھی ،اس میں مجھے تم نے جھوٹا کہا تو گویا اسلام کو جھوٹا کہا ۔پھر اس کی تمثیل میں یہ مثال بیان کی کہ اگر چوہڑا یا چمار اسلام کی حمایت میں عیسائیوں کے مقابلہ میں کھڑا ہو جائے تو خدا اس کے چوہڑے ہونے کو نہ دیکھے گا بلکہ اس کی جانب اسلامی کا لحاظ کر کے عیسائیوں کے مقابلہ میں اس کو فتح دے گا، اسکے چوہڑے ہونے کے لحاظ سے عیسائیوں کو فتح نہ دے گا۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ بے شک تیرا دعوی اظہار حمایت اسلام کا تھا اور یہ پیشگوئی بھی بظاہر اسلام کی تائید کیلئے تو نے پیش کی ہے مگر درحقیقت نہ تیرا دعوی حمایت اسلام سچا اور مطابق واقع تھا اور نہ اس پیش گوئی سے اس اسلام کی تائید تجھے مدنظر تھی جو محمد رسول اللہ ﷺ لائے ہیں اور مسلمان اس کو اسلام سمجھتے ہیں ، بلکہ جس اسلام کا تو مدعی ہے وہ اسلام کفر کے برابر ہے، جس میں خدا کی صفات سے انکار، رسول پر نزول ملائکہ وحی سے انکار، معجزات انبیاء سے انکار، اعتقادات اسلامی سے انکار ہے ۔اسی خانہ ساز اسلام کی تائید اور تصدیق کیلئے تو نے پیشگوئی کی تھی ۔لہذا اس میں تجھے جھوٹا کہنا اسلام کو جھوٹا کہنا نہ ہوا۔ بلکہ اس کفر کو جھوٹا کہنا ہوا جس کو تو اسلام کے نام سے دنیا میں پھیلانا اور ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا

چاہتا ہے۔اس سے تیری تمثیل کا جواب ادا ہوا۔

اب مزید تشریح کیلئے اس کا جواب ترکی بترکی دیا جاتا ہے کہ اگر چوہڑا یا چمار بظاہر اسلام کا نام لے کر عیسائیوں کا یا اور کسی کا مقابلہ کرے اور درحقیقت وہ اس ذریعہ سے اپنے دین لال بیگی کو مدد پہنچانا چاہتا ہو اور اس کا مقصود یہ ہو کہ اسلام کا نام سن کر لوگ میرے دام میں آجائیں گے، تو میں ان کو لال بیگی بناؤں گا۔تو خدا تعالیٰ جو دل کے بھید جانتا ہے اور الفاظ اور ظاہری بیان پر کسی کا دھوکہ نہیں کھاتا، اس کو اس مقابلہ میں (گو عیسائیوں یا اور مخالفین اسلام سے ہو) ذلیل کرے گا، ہرگز ہرگز فتح یاب نہ کرے گا اور ساتھ ہی اس کے اسکے مقابلہ میں مخالفین اسلام کو بھی ذلیل کریگا، جیسا کہ قادیانی کے مباحثہ میں ہوا۔قادیانی کو بھی خدا نے ذلیل کیا اور عیسائیوں کو بھی، جن سے اس مباحثہ میں کچھ بن نہ پڑا (ہمارا ریویو مباحثہ دیکھو اور فریقین کی ذلت کا معائنہ ومشاہدہ کرو۔محمد حسین)

☆ تائید عذر سوم میں جو تاسعاً اس نے اپنے دام سے نکلنے والوں کو دھمکی دی ہے وہ فضول یا تحصیل حاصل ہے جو لوگ اس کے دام میں ایسے پھنس چکے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی دن کو رات کہے تو وہ لوگ ستارے دکھانے کو تیار ہو جاتے ہیں وہ تو اس کے دام سے نکلنے کے نہیں جب تک کہ اس کی پوری کساد بازاری نہیں ہوتی ۔اور جو لوگ دھوکہ میں آکر اس کے دام میں پھنس گئے تھے، ان میں سے بہت سے نکل گئے اور اب اس کو جھوٹا اور بے حیا کہتے ہیں ۔اور رہے سہے آئندہ وقتاً فوقتاً نکلتے جاویں گے۔جوں جوں اس کی دھوکہ بازیاں حیلہ سازیاں دیکھیں گے۔لہذا اس کی یہ دھمکی اس فریق کے حق میں فضول اور لا حاصل ہے اور پہلے فریق کے حق میں تحصیل حاصل۔

☆ اشتہار ایک ہزار مورخہ ۹ ستمبر۱۸۹۴ء اور رسالہ انوار ۲۱ صفحی کے بعد قادیانی نے تین مزید اشتہار (ایک دو ہزار کا، ایک تین ہزار کا، ایک چار ہزار کا) شائع کئے ہیں ۔اور رسالہ انوار ۲۱ صفحہ کو بڑھا کر ۵۲ صفحہ میں دوبارہ شائع کیا۔ان سب اشتہارات و رسالہ مکررہ میں جو نئی باتیں اصل مقاصد اشتہار ایک ہزار و رسالہ اول کے متعلق قادیانی نے کہی ہیں، ان کے جوابات ہم ادا کر چکے ہیں ۔یہاں بعض زائد باتوں کا جواب دیا جاتا ہے اور بعض باتوں کو صرف ناظرین کی توجہ وانصاف کیلئے ذکر کیا جاتا ہے ۔وہ باتیں محتاج و متقاضی جواب نہیں صرف ناظرین کی توجہ چاہتی ہیں۔

☆ ازانجملہ یہ کہ اس اشتہار کے صفحہ ۴ میں آپ نے مسٹر آتھم کے اس خط اور عہد (جو قادیانی کے رسالہ حجۃ اردو سے اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ میں بصفحہ ۲۴۴ منقول ہے ، کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ اگر قادیانی کوئی نشان دکھائے گا تو میں جہاں تک ہو سکے گا اپنی غلطی کی اصلاح کرونگا اور مسلمان ہو جاؤں گا) کو ذکر کر کے اس سے ایک عمدہ نتیجہ نکالا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس خط سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ (عبداللہ آتھم) ہرگز تثلیث اور مسیح کے خون اور کفارہ پر مطمئن نہیں کیونکہ ایسا شخص جو اپنے مسیحی عقائد پر دل سے مطمئن ہو وہ ہرگز یہ بات زبان پر نہیں لاسکتا کہ بعض نشانوں کے دیکھنے سے ان عقائد کو ترک کر دے گا۔

قادیانی کے اس نتیجہ سے دو نتیجے بطور خاص نکلتے ہیں۔

☆ اول یہ کہ قادیانی کو عقائد اسلامی پر اطمینان نہیں ولہذا وہ درحقیقت مسلمان نہیں کیونکہ یہی بات جس سے قادیانی نے آتھم کا عقائد مذہب عیسائی پر بے اطمینان ہونا نکالا ہے قادیانی خود اپنے منہ سے کہہ چکا ہے کہ

. اگر عیسائی اس کو بالمقابلہ نشان آسمانی دکھائیں گے تو وہ مذہب اسلام ترک کر کے عیسائی ہو جائے گا۔

اس کا یہ اقرار اسی رسالہ حجۃ سے اسی نمبر ۹ جلد ۱۵۔ اشاعۃ السنہ کے صفحہ ۲۴۳ میں منقول ہے۔ لہذا از روئے انصاف قادیانی کے اس اقرار سے بھی وہی نتیجہ نکالنا لازم ہے ، جو اس نے آتھم کے عہد و اقرار سے نکالا ہے ، کہ قادیانی اسلامی عقائد پر مطمئن نہیں ہے کیونکہ (بقول قادیانی) جو شخص اپنے سچے عقائد پر دل سے مطمئن ہوتا ہے وہ ہرگز یہ بات زبان پر نہیں لاسکتا کہ میں بعض نشانوں کے دیکھنے سے اپنے ان عقائد کو ترک کر دوں گا۔

اگر یہ نتیجہ لازمی ہے تو اس سے وہ ہمارا دعوی کہ

قادیانی زندیق، دہریہ ہے اور وہ درحقیقت اسلام بلکہ کسی اور مذہب آسمانی کا قائل و پابند و مصدق نہیں ہے۔ اور وہ اسلام کے دعوی اور اس کی زبانی تائید سے صرف مسلمانوں کو دام میں لانا اور ان کا مال لوٹ کر کھانا چاہتا ہے،

ثابت و مدلل و مبرہن ہوا۔

☆ دوسرا نتیجہ اس کے نتیجہ سے یہ نکلتا ہے کہ قادیانی کی پیش گوئی موت آتھم نے آتھم پر کوئی اثر نہیں کیا اور وہ عقائد مذہب عیسائی میں اس کی پیشگوئی سے ڈر کر مذبذب یا متزلزل

نہیں ہوا۔ بلکہ وہ پہلے ہی سے ان عقائد میں متزلزل تھا۔ چنانچہ قادیانی نے اس نتیجہ و بیان میں تسلیم کیا ہے اور اس کے سیالکوٹی مریدوں نے بھی اس اشتہار مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ میں جو نور افشان ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء کے مندرجہ نوٹس عیسائیوں کے جواب میں انہوں نے شائع کیا ہے، اس کو تسلیم کیا ہے۔

☆ تیسرا نتیجہ اس نتیجہ سے یہ نکلتا ہے کہ اب جو قادیانی اشتہارات میں یہ کہہ رہا ہے کہ

آتھم میری پیش گوئی سے ڈر کر عیسائی عقائد میں متزلزل ہو گیا ہے۔ اور اگر وہ نہیں ڈرا تو قسم کھا کر کہہ دے کہ میں درحقیقت مسیح کی ابنیت اور الوہیت اور کفارہ پر یقین کامل کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہوں اور اس میں کبھی ایک ذرہ متزلزل نہیں ہوا۔ اور اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں تو مجھے ذلت کے ساتھ ایک سال کے اندر موت آوے،

یہ محض قادیانی کی دھوکہ دہی ہے۔ ورنہ اسے بشہادت اس نتیجہ کے جو اس نے آتھم کے خط اور عہد سے نکالا ہے، خوب یقین ہے کہ آتھم پہلے ہی سے ان عقائد میں متزلزل ہے اور اس پر میری پیشگوئی کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ اور آتھم کا قسم کھانے پر مستعد نہ ہونا بھی اسی وجہ سے ہے کہ پہلے ہی سے متزلزل ہے اور اس تزلزل کی وجہ سے وہ کبھی قسم نہ کھائے گا۔ خواہ کتنے ہزار کا اشتہار دیا جاوے۔ مگر میرے احمق مرید اس بات کو نہیں سمجھتے اور نہ سمجھیں گے۔ چلو ان کو اسی دام میں لاؤ کہ وہ پیشگوئی کے اثر سے اپنے عقائد میں متزلزل ہو گیا ہے، اسی وجہ سے قسم نہیں کھاتا۔ اور اس پر ہزاروں کے اشتہار جاری کرتے جاؤ۔ دینی تو کوڑی بھی نہیں پڑے گی۔

قادیانی کے دام افتادہ واقعی ایسی عقل کے آدمی ہیں کہ وہ قادیانی کے اس فریب کو نہیں سمجھتے۔ باوجودیکہ اس کی تحریرات و اشتہارات میں اس کا اعتراف پڑھ چکے ہیں کہ وہ پہلے ہی سے عقائد عیسائی میں متزلزل تھا۔ پھر اتنا نہیں سوچتے کہ پھر اس پیش گوئی کا اس پر اس کا اثر کیا ہوا۔ نہیں ہوا تو پھر کیوں ہزاروں کے اشتہار دے کر اس پر زور دیا جاتا ہے کہ تم قسم کھاؤ کہ میں کبھی تثلیث الوہیت و ابنیت کے اعتقاد میں ایک ذرہ متزلزل نہیں ہوا۔

☆ وازانجملہ یہ ہے کہ جو اس اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۱۰ میں بجواب اعتراض

اگر پادری رائٹ کے مرجانے سے ڈاکٹر کلارک ہاویہ میں پڑ گیا ہے تو پھر کیا آپ کے کئی مریدوں کے عیسائی ہو جانے سے آپ ہاویہ میں نہ پڑے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا ہے کہ

وہ لوگ منافقانہ طور پر سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے تھے ان لوگوں کا بدچلن ہونا معلوم کر کے میں نے انکو اپنے مکان سے نکال دیا اور بیعت کے سلسلہ سے خارج کر دیا تھا پھر کہا کہ قادیان میں آؤ اور اس کا ثبوت لو۔..

اور کیسا آسان طریق ثبوت کا بتایا ہے کہ معترض دہلی میں رہتا ہو تو ثبوت لینے قادیان میں آوے۔ پھر آپ اس کے سامنے اپنے مریدوں اور خادموں سے کہلوا دیں گے کہ ہاں واقعی اس کو مکان سے نکالا گیا تھا۔

اے صاحب! اپنے اس ثبوت کی جگہ بذریعہ اشتہار (جو آپ کا رات دن کا شعار اور ہر وقت کا ہتھیار ہے) کیوں شائع نہ کر دیا کہ فلاں فلاں بدچلن ہیں، منافقانہ طور پر بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ اب ہم نے ان کا بدچلن ہونا معلوم کر کے سلسلہ بیعت سے خارج کر دیا ہے جیسا کہ آپ نے اپنے لائق بیٹے کو عاق کرنا، اور عاجزہ اور عمر رسیدہ بیوی کو طلاق دینا صرف اس قدر گناہ کے بدلے کہ وہ آپ کی خیالی زوجہ دختر احمد بیگ کا دوسرے سے نکاح ہو جانے پر راضی و مساعی تھے، بذریعہ اشتہار مشتہر کر دیا تھا۔ اور کئی بار اپنی زوجہ کا حاملہ ہونا مشتہر کر دیا جو عام رسم شرافت کے خلاف ہے۔

☆ وازانجملہ یہ ہے کہ قادیانی نے اسی اشتہار کے صفحہ ۶ میں کسی کا اعتراض،

آئندہ قسم کھا جانے پر آتھم کی موت کیلئے ایک سال کی میعاد کیا ضرورت تھی؟

نقل کر کے اس کے جواب میں ایک بات یہ کہی ہے کہ یہ میعاد الہام سے مقرر ہو چکی ہے، اس میں چون و چرا کرنا نہائت بے جا اور گستاخی ہے۔ پھر صفحہ ۷ میں دوسری بات یہ کہی ہے کہ اگر آتھم یہ اقرار کر لیں کہ مسیح ابن اللہ انہیں ایک سال تک نہیں بچا سکتا ہے تو ہم اس اقرار کے بعد تین ہی دن منظور کر لیں گے۔ یہ دوسری بات مرزا قادیانی نے اشتہار دو ہزار میں بھی بصفحہ ۹ لکھی ہے۔

ناظرین! یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کی مکذب ہیں۔ پہلی بات میں صاف تصریح ہے کہ یہ تحدید و تعیین الہامی ہے، اس میں تبدیلی ممکن نہیں بلکہ تبدیلی کی درخواست کرنا گستاخی ہے، لہذا وہ دوسری بات کی مکذب ہے۔ اور صاف بتاتی ہے کہ ایک سال کی جگہ تین دن مقرر کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور دوسری بات میں مرزا قادیانی نے جو اس تبدیلی کا وعدہ

کیا ہے تو اس میں جھوٹ بولا اور دھوکہ دیا ہے۔ اس میں صاف کہا گیا ہے کہ آتھم کے اقرار مذکور پر اس میعاد یک سال کا تین دن سے بدل جانا ممکن ہے اور اس تبدیلی کیلئے مرزا قادیانی کو اختیار حاصل ہے۔ لہذا وہ پہلی بات کی مکذب ہے اور صاف بتاتی ہے کہ وہ تحدید و تعیین الہامی نہیں ہے۔ الہامی ہوتی تو اس میں تبدیلی ممکن نہ ہوتی۔ اور یہ تعارض و تخالف دونوں باتوں کا اس بات پر دلیل ہے کہ ان میں الہام کا دخل نہیں ہے۔

پہلی بات کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ بات آپ کی وہ شخص مان لے گا جو آپ کو ملہم اور آپ کی اس تحدید میعاد کو الہامی مان چکا ہو۔ ایسا شخص آپ پر اعتراض ہی کیوں کرے گا؟ اور جو معترض ہو وہ تو آپ کو ملہم اور آپ کی کلام کو الہام نہیں مانتا، بلکہ آپ کو دجال کذاب اور آپ کے الہام کو شیطانی جان کر یہ اعتراض کرتا ہے۔ پھر کیا اس کے جواب میں آپ کا اس بات کو پیش کرنا صحیح ہے؟ ہرگز نہیں، آپ میں کچھ بھی شرم ہوتی تو اس کے جواب میں آپ کی طرف سے یہ بات پیش نہ کی جاتی۔

دوسری بات سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ قسم کھانے والے کی تحدید میعاد ایک سال کی حتمی نہیں ہے، اس کا بدل دینا آپ کے اختیار میں ہے۔ اس سے ہم کو حق پیدا ہو گیا ہے کہ جو قسم ہم آپ کی درخواست پر کھانا چاہتے ہیں اس کی میعاد سزا بصورت ناراستی تین دن ہی مقرر کرا دیں۔

☆ وازانجملہ یہ ہے کہ اسی اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۲۱ میں قادیانی نے دعوی،

خوف اور ایمان لانے کے وقت کافروں سے دنیوی عذاب ٹل جایا کرتا ہے،

پیش کر کے اس کی تمثیل و تائید میں قریب الغرق کشتیوں کے دعا و عاجزی سے بچ جانے اور مکہ کے کافروں سے عذاب جھوٹے وعدہ ایمان پر ٹل جانے کو ذکر کر کے اس پر ہم سے حلفی شہادت کی درخواست کی ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ قریب الغرق کشتی والے کافروں سے غرق ہونے کا عذاب اور مکہ والے کافروں سے قحط کا عذاب بے شک تضرع و وعدہ ایمان سے ٹلایا گیا، مگر یہ عذاب قطعی موعود نہ تھا۔ لہذا ایسے نظائر کو قادیانی کا پیش کرنا مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔ اور جو عذاب خدا کی طرف سے قطعی موعود ہوا ہے اور اس میں ہلاکت کا وعدہ دیا گیا ہے وہ کبھی نہیں ٹلا۔ اس پر ہم قسم کھانے کو حاضر و مستعد ہیں۔ مگر پہلے قادیانی وعدہ کرے کہ درصورت ہماری قسم کے ناراست ہونے کے، جو اثر اس کا ہم پر

پڑے گا وہ تین ہی دن میں ظاہر ہوگا جیسا کہ قادیانی نے آتھم سے بھی وہ وعدہ کیا ہے۔اور قادیانی یہ بھی بتادے کہ دعا کا اثر کیا ہوگا ،اور وعدہ کرے کہ درصورت ظاہر نہ ہونے اس اثر کے وہ ہماری تجویز کردہ سزا کو منظور کرے گا۔اس منظوری کے بعد ہم اس کیلئے سزا مناسب تجویز کریں گے۔

☆ وازانجملہ یہ ہے کہ اسی اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۱۴۔۱۵ میں اور نیز اشتہار چار ہزار کے صفحہ ۱۔۲ میں قادیانی نے اپنے مخلص مریدوں کی رائے ،

. ازروئے انصاف قسم کھانا عبداللہ آتھم پر واجب نہیں .

کے جواب میں کہا ہے کہ ایام پیشگوئی میں ڈر جانے کا آتھم نے اقرار کیا ہے۔اس میں اس کو عذر ہے تو صرف یہ ہے کہ وہ ڈر جانا پیشگوئی کے اثر سے نہ تھا، بلکہ تمہارے فرستادہ قاتلوں سے تھا جنہوں نے کئی دفعہ مجھ پر حملہ کیا۔لہذا اس کا بار ثبوت آتھم پر ہے کہ وہ پیشگوئی سے نہیں ڈرا، بلکہ قاتلوں سے ڈرا ہے۔جیسے اگر کوئی کسی کے گھر میں مداخلت بے جا کرتا ہوا پکڑا جائے اور وہ اس امر کا اقراری ہو جاوے کہ میں اس گھر میں بلا اجازت داخل ہوا،مگر اس کے ساتھ یہ عذر کرے کہ میں صرف حقّہ پینے کیلئے آگ لینے گیا تھا تو وہ صرف اتنی بات کہہ دینے سے جرم مداخلت سے بری نہیں ہوسکتا۔بلکہ اس پر اس بات کا بار ثبوت ہے کہ وہ چور نہیں ، بدچلن نہیں صرف آگ لینے گیا تھا، نہ کسی اور بدنیت سے۔اس بات کو کسی جج یا بیرسٹر سے پوچھو گے تو یہی قانونی جواب پاؤ گے۔

ناظرین! یہاں قادیانی نے یہ دھوکہ دیا ہے کہ مسلمان، پھر مہدی موعود، مسیح مسعود، مجدد، محدث وغیرہ کہلا کر اپنے دعوی کے ثبوت کیلئے صرف قانونی شہادت کو پیش کیا اور جج و بیرسٹر کا حوالہ دیا، کسی آیت قرآن یا حدیث یا قول مذہب کو پیش نہ کیا جس سے اس کا دعوی ثابت ہوتا کہ آتھم اس کی پیشگوئی سے ڈر گیا تھا۔اسلام میں تو بار ثبوت مدعی پر ہوتا ہے ، نہ مدعا علیہ پر۔ جو لوگ اس کو مسلمان اور مسیح مہدی سمجھتے ہیں ان پر افسوس ہے کہ وہ اس کی ایسی باتوں پر بھی اس کو شرمندہ نہیں کرتے اور اس کو فریبی جان کر اس سے دست بردار نہیں ہوتے۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ مہدی مسیح ہو کر آیت و حدیث کی بجائے انگریزی قانون پیش کرتا ہے۔پھر یہ کیوں کر مہدی و مسیح ہوسکتا ہے۔

دوسرا یہ دھوکہ ہے کہ یہ نظیر بھی اس کے دعوی کے مطابق نہیں ہے کیونکہ آتھم کا یہ

اقرار واظہار کہ میں قادیانی کے قاتلوں سے ڈر گیا تھا، اس شخص کے اقرار کی مانند نہیں جس نے کسی کے گھر میں بلا اجازت گھس جانے کا اقرار اور پھر عذر کیا ہو کہ میں تو حقّہ کیلئے آگ لینے گیا تھا۔ یہ شخص اس جرم استغاثہ یعنی بلا اجازت دوسرے گھر میں گھس جانے کا اقراری ہو کر اس جرم کو ایک فعل جائز بناتا ہے اور نیت جائز سے اسکو جرم کی حد سے خارج کرتا ہے۔ اسلئے اس پر اس فعل کے جائز اور نیک نیت ہونے کا ثبوت دینا قانوناً ضروری ہے۔ بخلاف آتھم کہ وہ اپنے فعل (ڈرنے کے اقرار) میں قادیانی کے دعوی خوف کا معترف نہیں ہوا، یعنی ویسے ڈرنے کا اقراری نہیں ہوا جس کو الہام یا پیشگوئی سے تعلق ہو، بلکہ وہ اس سے مغائر بلکہ تبائن خوف یعنی قادیانی کے فرستادہ قاتلوں سے ڈرنے کا اقراری ہوا ہے۔ لہذا اس خوف کے اقرار میں قادیانی کے دعوی خوف کا اقرار پایا نہیں جاتا۔ اور نہ اس دعوی کے خلاف کا بار ثبوت قانوناً آتھم پر ہے۔ ہاں اگر قادیانی، آتھم پر زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند استغاثہ دائر کرے اور یہ کہے کہ اس نے مجھے ناحق قاتل اور خونی بنایا ہے تو اس وقت بار ثبوت اس امر کا (کہ جو لوگ آتھم کو مارنے کیلئے کئی دفعہ حملہ آور ہوئے تھے، وہ قادیانی کے فرستادہ تھے) آتھم پر ہوگا۔ قادیانی کے دعوی (کہ آتھم میری پیشگوئی کے غیبی اثر سے ڈرا) کا ثبوت تو قادیانی پر ہے، نہ عبداللہ آتھم پر جس نے قادیانی کے دعوی کے برخلاف اور قسم کے ڈرنے کا اعتراف کیا ہے (نہ عین اس خوف کا جس کا قادیانی کو دعوی ہے یا اس کی جزء یا اس کے ماتحت شاخ کا)۔

ناظرین! آپ جس جج یا بیرسٹر سے پوچھیں گے یہی قانونی جواب پائیں گے اور اس بات پر ایمان لائیں گے کہ اس نظیر کو پیش کرنے میں قادیانی نے دھوکہ دیا ہے اور یہ شخص بڑا ہی دھوکہ باز ہے۔

اس دھوکے کے بعد اشتہار چار ہزار میں قادیانی نے قسم کے متعلق عیسائیوں سے مذہبی بحث کی ہے اس کے متعلق جو مناسب تھا، ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں۔

☆ وازانجملہ یہ کہ اشتہار چار ہزار کے صفحہ ۲ کے حاشیہ دوم کے اخیر سطر میں لکھا ہے کہ ان (آتھم) کے حق میں موت کی پیشگوئی ان کی درخواست پر کی تھی نہ خود بخود، کیونکہ انہوں نے الہامی نشان مانگا تھا.

اس قول سے قادیانی نے ہمارے اس بیان کی تصدیق کی جو اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۶ میں ہو چکی ہے کہ یہ پیشگوئی جو قادیانی نے ایک طالب نشان (آتھم) کو نشان دکھانے

کیلئے کی ہے، درحقیقت اس کیلئے نشان نہیں ہوسکتی۔ بے شک آتھم نے قادیانی سے آسمانی نشان اور معجزہ طلب کیا تھا اور اس کے دیکھنے کے بعد ایمان لانے اور مسلمان ہونے کا وعدہ بھی اس نے کیا تھا، مگر یہ سوال نہ کیا تھا کہ بتاؤ میری موت کب ہوگی۔ بلکہ اس کے برخلاف ایسے نشان کا سوال کیا تھا جس کو وہ زندہ رہ کر دیکھ سکے، اور اس کو دیکھ کر ایمان لاوے۔ ایسے شخص کو یہ کہنا کہ تو ایمان لے آ، ورنہ تو مارا جائے گا، تخویف مجرمانہ ہے۔ طالب نشان کیلئے اسی کی موت نشان ہو تو وہ اس کو کیونکر دیکھ سکتا ہے اور اس کیلئے وہ نشان کیونکر ہوسکتا ہے؟ کیا مرنے کے بعد وہ اس کو دیکھ سکتا ہے اور اس پر ایمان لاسکتا ہے؟

☆ رسالہ انوار ۵۲ کے صفحہ میں تو مرزا قادیانی نے بہت عجیب گل کھلائے ہیں مگر یہاں ان کی صرف چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

☆ ازانجملہ ایک یہ ہے جو اس کے صفحہ ۲۶ کے حاشیہ میں بجواب سوال منشی سعد اللہ

(اگر پادری رائٹ کی موت کے سبب ڈاکٹر کلارک ہاویہ میں پڑے تو حکیم نورالدین کے ایک ہی لڑکے کے فوت ہو جانے کے سبب تم اور تمہارے حواری نورالدین ہاویہ میں نہ پڑے؟)

کہا ہے کہ مولوی نورالدین کا بچہ نادان شیر خوار تھا، وہ فریق کے لفظ میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد حاشیہ در حاشیہ میں کہا ہے کہ اس تحریر کے بعد مجھ (قادیانی) پر نیند نے غلبہ کیا اور میں سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ مولوی نورالدین کی گود میں ایک بچہ کھیلتا ہے، جو انہیں کا ہے۔ میں نے حکیم صاحب کو کہا کہ خدا نے بعوض (متوفی) محمد احمد آپ کو یہ لڑکا دیا ہے۔ پھر میرے دل میں یہ آیت گذری ما ننسخ من آیۃٍ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا اور میں جانتا ہوں کہ یہ خدا کی طرف سے اس کا (سعدی کا) جواب ہے۔

منشی سعد اللہ سعدی صاحب کے سوال کے جواب میں جو کچھ قادیانی نے کہا ہے وہ محض مغالطہ ہے۔ سعدی نے یہ نہ کہا تھا کہ بچہ بھی فریق میں داخل ہے اور اس کا مرجانا اس کیلئے ہاویہ ہوا ہے۔ انہوں نے تو یہ اعتراض کیا تھا کہ جیسے رائٹ کا مرجانا ڈاکٹر کلارک کیلئے غم والم کے سبب ہاویہ بنایا گیا ہے، ویسا ہی اس بچہ شیر خوار کا مرجانا حکیم نورالدین کے غم والم کا باعث ہوا، اور ان کے ذریعہ سے آپ کے غم والم کا باعث ہوا۔ اور اس سبب سے آپ دونوں کو ہاویہ نصیب ہوا۔ اب بتاؤ اس اعتراض کے جواب میں قادیانی کا یہ کہنا کہ بچہ داخل

فریق نہ تھا، دھوکہ اور مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟

☆ ازانجملہ یہ ہے جو اس رسالہ کے صفحہ ۲۷ کے حاشیہ میں سعداللہ کے اعتراض (اگر مباحثہ کے بعد دو چار پادری بیمار ہو گئے ہیں تو تم بھی تو اکثر بیمار رہتے ہو) کے جواب میں کہا ہے کہ اگر اس عرصہ میں، میں بیمار رہا تو تمام عربی کتابیں کس نے لکھی ہیں؟

ناظرین! کیا یہ امر ممکن بلکہ واقع نہیں ہوا کہ کتاب کوئی لکھے اور نام کسی اور کا ہو؟ قادیانی صاحب کی عربی نویسی تب لائق تسلیم ہے جب وہ کسی مجلس میں مخالفین کے سامنے بیٹھ کر عربی لکھیں۔ اس بات کی طرف انہیں بلایا گیا، تب بھی انہوں نے حوصلہ نہ پایا، جس سے عام یقین ہو گیا ہے کہ وہ عربی ان کی نہیں، پرائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے رعنا لاہوری اخبار درۃ الاسلام کے نمبر۲ جلد اول میں یوں رقم طراز ہیں

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے الہام شیطانی

پہلے ہم مرزا صاحب کی پیش گوئی (اس رسالہ کے صفحہ میں متعلق بہ عبداللہ آتھم پر کچھ لکھ چکے جس میں وہ کذاب ثابت ہو چکا ہے۔ چونکہ ہم جھوٹے کو قبر تک پہنچانا چاہتے ہیں اس واسطے ہم اس کے رسالہ عربی کے متعلق بھی کچھ لکھتے ہیں۔ تاکہ خود مرزا صاحب اور ان کے پیروؤں کا جو دعوی ہے کہ یہ کتاب ایک معجزہ اور الہامی ہے، اس سے باز آئیں۔ اس پر بھی مرزا صاحب اور ان کے پیرو اگر ایسی خرافات سے باز نہ آئیں اور انہیں ادعاء لایعنی پر قائم رہنا چاہیں تو پھر مرد میدان بن کر آئیں اور ہمارے حکم کی تعمیل کر کے ہماری اس تحریر کو غلط ثابت کر دکھائیں۔ نہیں تو ہم کیا، کل دنیا یہ سمجھے گی کہ مرزا صاحب نے ہمارے راست ہونے پر مہر کر دی۔ اور ہماری کل تحریر کو مان لیا اور اپنے عجز وکم علمی کے مقرّ ہوئے۔ یہ کہنا بھی شائد کارآمد ہوگا کہ اگر مرزا صاحب ہماری تحریر کے موافق لاہور آئے تو اسکے کل اخراجات سفر معہ اس کے دو چار حواریوں کے خرچ کے ہم کفیل ہوں گے اور مکان وغیرہ کی اور ہر ایک طرح کی مرزا صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو آسائش دیں گے۔

اب ہم رسالہ عربی کے متعلق کچھ لکھتے ہیں۔ جو رسائل عربی کہ مرزا صاحب کے نام

سے منسوب کئے جاتے ہیں وہ دراصل مرزا صاحب کے لکھے ہوئے نہیں بلکہ مولوی محمد سعید صاحب طرابلسی کے ہیں (حکیم نورالدین صاحب بھیروی پر بھی اکثروں کا خیال ہے کہ یہ رسالہ ان کی جودت طبع کا نمونہ ہے مگر ہم بوثوق کہتے ہیں کہ حکیم صاحب کا لکھا ہوا نہیں، بلکہ محمد سعید طرابلسی کا لکھا ہوا ہے) اور جس پر مرزا صاحب بڑے غرور سے اترا رہے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ ابلہ گفت واحمق باور کرد، اس کے حواری اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ مرزا کی تحریر ہے۔ اس غیر کی تحریر پر یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی کسے باشد اسی طرز کی عربی عبارت میں کسی مضمون پر کوئی رسالہ لکھے تو اس کو اس قدر انعام دیا جائے گا۔ .....ہمیں اس امر سے کوئی بحث نہیں کہ یہ رسالہ محمد سعید صاحب طرابلسی کا یا مولوی حکیم نورالدین صاحب کا لکھا ہوا ہے، یا مرزا صاحب کا۔ چونکہ ہمیں عرصہ سے مرزا صاحب کا مبلغ علم عربی (شائد اب علم لدنی انہیں حاصل ہوا ہو تو وہ علیحدہ بات ہے۔ اگر فی الواقعہ مرزا صاحب کو علم لدنی حاصل ہوگیا ہے تو ان پر واجب ہے کہ بہت جلد اس بدظنی کو جو عام لوگو ں کو مرزا صاحب پر ہے، دور کریں۔ اور ہماری خواہش کے مطابق کار بند ہوں اور لاہور آ کر مجمع عام میں ایک دو ورق عربی عبارت کا لکھ دیں) معلوم ہے۔ اس واسطے ہم بڑے دعوے سے یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ مرزا صاحب عام مجمع میں جس کا انتظام (مرزا صاحب اور ان کے ہمراہیان کے اخراجات وآسائش وحفظ ادب وغیرہ) بخوبی کیا جائے گا۔ صرف دو ورقہ معمولی تقطیع ۲۰۔۲۶ کی بعبارت عربی (جس کا اردو مضمون اسی وقت مرزا صاحب کے سامنے پیش کیا جائے گا) اپنی خاص دستخطی تحریر فرما دیں۔ پھر اس دو ورقہ کو علمائے ذیل کی خدمت میں پیش کر کے رائے طلب کی جاوے گی کہ آیا مرزا صاحب نے یہ عبارت درست تحریر فرمائی ہے یا غلط (اس کے بعد رعنا صاحب نے علماء کے نام درج اخبار کئے ہیں۔ اس کے بعد کہا ہے) ہمیں امید قوی ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے حواریوں کو بھی ایسے فضلاء کے منصف مقرر کرنے میں انکار نہ ہوگا۔ ہمارے خیال مرزا صاحب پر فرض ہے کہ وہ اس بات کو فی الفور منظور کر کے مجمع عام میں صرف دو ورقہ عربی عبارت کا تحریر فرما دیں اور کل پبلک کی بدظنی سے اپنے آپ کو بچائیں اور اپنے علم کا جھنڈا لہرا کر دکھلا دیں کہ فی الواقع یہ رسالہ تیرا ہی لکھا ہوا ہے نہ کسی اور کا۔ ہم بڑے دعوی سے یہ تحریر کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کبھی بھی مجمع عام

میں تشریف نہیں لائیں گے اور نہ انہیں اس قدر علم عربی میں ملکہ ہی حاصل ہے کہ بلا جھجک مجمع عام میں آسکیں۔ اور ان خیالات عامہ کا دفعیہ کرسکیں (بلکہ فارسی زبان میں بھی چنداں لیاقت نہیں رکھتے۔ البتہ اردو تحریر کے منشی ہیں نہ کہ عربی فارسی کے عالم)۔ مرزا صاحب کا اگر مجمع عام میں تشریف لاکر عام کی بدظنی سے اپنے آپ کو بچانے کا ارادہ کریں (گو اس بات کی ہمیں کبھی بھی امید نہیں ہوسکتی کہ مرزا صاحب مجمع عام میں تشریف لانے کا وعدہ فرمائیں یا تشریف لائیں کیونکہ ہمیں پہلے کئی دفعہ اس بات کا تجربہ دہلی، لودہانہ، لاہور، سیالکوٹ وغیرہ کے مباحثہ میں ہوچکا ہے جہاں مرزا صاحب بمقابلہ مولانا مخدومنا مولوی ابوسعید محمد حسین محدث بٹالوی کے مجمع عام میں تشریف لانے میں لیت ولعل کرتے رہے اور کبھی بھی مقابلہ میں نہ آئے) تو بایں پتہ (ایم۔ای۔آر۔ رعنا معرفت منشی فخرالدین پریس لاہور) اطلاع دیں۔ تاکہ تاریخ ومقام مجمع بتراضی طرفین مقرر کرکے اعلان عام جاری کیا جائے۔ اور جس پر مرزا صاحب کو اعتماد ہو اس کے پاس مرزا صاحب کے اخراجات سفر کی رقم جمع کرادی جائے تاکہ مرزا صاحب کو اس بات سے اطمینان رہے کہ دین کے ضائع ہونے کے ساتھ (جوکہ پہلے ہی ضائع ہوچکا ہوا ہے) دنیاوی نقصان بھی ان کو نہ ہوگا۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔ ایم۔ای۔آر۔رعنا۔لاہور

اس تحریر کا قادیانی نے (جہاں تک ہم کو معلوم ہے) اب تک کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اس چیلنج (طلب مقابلہ) پر مقابلہ کرنا نہیں چاہا۔ جس سے گویا تسلیم کرلیا کہ واقعی وہ تحریرات عربیہ غیر کی ہیں، یا بمدد غیر لکھی گئی ہیں۔

☆ وازانجملہ یہ ہے جو اس رسالہ کے صفحہ ۲۹۔۳۰۔۳۷ میں خاندان صوفیہ وسادات سے مولوی عبدالجبار غزنوی اور صوفی عبدالحق غزنوی کو مخاطب کرکے قادیانی نے کہا ہے کہ

اگر وہ آتھم کو قسم دینے کے بغیر قادیانی کو شکست یافتہ کہیں تو وہ حلال زادہ ونیک ذات نہیں۔ حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس راہ کو اختیار نہ کرے۔ اگر وہ ولدالحرام نہیں ہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس مضمون کو پڑھتے ہی اس فیصلہ کیلئے کھڑے ہوں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کون اس فیصلہ کے لئے بلاتوقف سعی کرتا ہے۔ اور کون ولدالحرام بننے پر راضی ہے۔۔

ناظرین! ان الفاظ کی نسبت جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں وہ ہم مضمون حرام زادہ میں کہیں گے، اس مقام میں ہم آپ کو صرف اس سوال کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ کیا آپ لوگوں کے نزدیک ان الفاظ کے ساتھ قادیانی ایک ادنی درجہ کا مہذب انسان یا مسلمان یا انسان کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے ۔اور کبھی کسی شریف مہذب یا مسلمان یا انسان نے اپنی تجویز یا فیصلہ کی نسبت یہ دعوی کیا ہے کہ جو شخص اس کو نہ مانے وہ ولد الحرام یا حرامزادہ ہے۔ اس سوال کا جواب اگر آپ بشق اثبات دیں تو ہم کو کم سے کم ایک شخص کی نشان دہی کریں۔ اور اگر جواب بشق نفی دیں تو پھر بتا دیں کہ ان الفاظ کے ساتھ قادیانی کو ملہم، ولی، و مسیح، مہدی مان لینا کب زیبا ہے؟ ہمارے اس سوال کے مخاطب خصوصیت کے ساتھ وہ اصحاب اربعہ ہیں جن کے نام پہلے ذکر ہو چکے ہیں (یعنی حافظ یوسف وغیرہ)۔

☆ ازانجملہ یہ ہے جو صفحہ ۳۸، ۳۹ رسالہ مذکور میں صوفی عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے قادیانی نے فرمایا ہے کہ تم اپنے نکاح کو انعام الٰہی کیوں سمجھتے ہو؟ تمہارا بھائی فوت ہوگیا اور اس کی فرسودہ رانڈ تمہارے نکاح میں آئی ۔ تمام عمر باکرہ نصیب نہ ہوئی، یہ کیا نعمت ہوئی۔(جس میں یہ تعریض و اشارہ بھی ہے کہ ہمارے پاس نوجوان باکرہ ہے) اور فرمایا ہے کہ اولاد کیلئے دن رات ہمت کرتے رہو، کوئی مردہ لڑکی بھی پیدا ہوئی تو کہنا ۔اور فرمایا کہ مجھ کو یہ بشارت ملی ہے انا نبشّر ک بغلام (یعنی ہم تجھے ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں)۔جس سے آپ نے جتایا ہے کہ ہماری دن رات کی محنت بارآور ہوگی۔

ناظرین ! یہ الفاظ بھی آپ لوگوں کی توجہ کے لائق ہیں ۔کیا ولایت والہام کی علامت یہی ہے کہ باکرہ عورتوں پر فخر کریں؟ ولایت و الہام کی علامت یہی ہے تو فحش گو اوباش کیوں بدنام ہیں۔ وہ تو پھر اول درجہ کے ولی وملہم مانے جانے چاہییں۔

یہ امر بھی توجہ کے لائق ہے کہ اس قول میں جو کچھ قادیانی نے کہا ہے اس میں کذب سے بھی کام لیا ہے۔صوفی عبدالحق کا بھائی عبدالصمد مرحوم، مباہلہ قادیانی (۲۷مئی ۱۸۹۳ء) سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔اس کا فوت ہونا قادیانی کے مباہلہ کا اثر نہیں ہے۔اور صوفی عبدالحق کے نکاح میں صرف یہی رانڈ عورت نہیں آئی، وہ اس رانڈ سے پہلے دو باکرہ عورتیں نکاح میں لا چکے ہیں۔قادیانی کو اس خصوصیت پر فخر تھا تو وہ جاتی رہی۔

☆ ازانجملہ یہ ہے جو اس رسالہ (انوار الاسلام) کے ص ۱۳، ۳۲، ۳۳ میں آپ نے صوفی عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ تم سے جو ہم نے مباہلہ کیا، تو اس کے بعد چار باتیں ہمارے حق میں ایسی ظاہر ہوئی ہیں جن سے ہماری عزت ثابت ہوتی ہے۔ اور تمہاری ذلت ۔(وہ باتیں یہ ہیں)

۱۔ ہمارے لئے رمضان کے مہینے میں کسوف وخسوف جمع ہوئے۔

۲۔ ہمارا لڑکا بیمار تھا وہ اچھا ہوا۔

۳۔عبداللہ آتھم کے متعلق ہماری پیش گوئی سچی نکلی۔

۴۔ ہماری عربی کتابوں کا جواب کسی نے نہ لکھا۔ (مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ اس چوتھی بات پر وہ عیسائیوں کے مقابلہ میں بھی فخر کر چکا ہے اوراس جواب نہ لکھنے کو وہ ان کیلئے ہاو یہ قرار دے چکا ہے)

پھر (قادیانی نے) کہا کہ اگر ان باتوں کی نسبت کوئی منصفانہ قسم کھا کر کہہ دے کہ ان باتوں سے ہماری عزت اور تمہاری ذلت نہیں ہوئی تو ہم تم کو پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔ ہم شیخ محمد حسین بٹالوی کو منصف کر کے اس کے پاس روپیہ جمع کرا دیتے ہیں ۔اس نے قسم کھا کر یہ تقریر کی کہ ان باتوں سے تم کو ذلت نہیں پہنچی ، اور پھر اس قسم کے بعد ایک سال کے اندر اس پر کوئی بلا نہ آئی، تو پانچ سو روپیہ تمہارے ملک ہوگا۔ بشرطیکہ وہ ان باتوں کے ساتھ ان چار چار باتوں کو بھی ملا لے جو ہمارے مہدی ہونے کی علامات وقوع میں آئی ہیں۔ اور وہ رسالہ کے اخیر میں بصفحہ ۴۶ لغایت ۴۸ درج ہیں۔

۱۔علامت ونشان مہدی یہ ہے کہ عام علماء اس کو کافر و دجال کہیں گے۔

۲۔اس کے وقت میں کسوف وخسوف ماہ رمضان میں جمع ہوں گے۔

۳۔ مہدی کا نصاری سے جھگڑا پڑ جائے گا۔ اس میں شیطان یہ آواز کرے گا کہ نصارے حق پر ہیں۔ مہدی کیلئے آسمان سے آواز آئے گی کہ مہدی کے لوگ حق پر ہیں۔

۴۔ مہدی کے وقت میں بہت سے مسلمان دجال سے مل جائیں گے۔

پھر (قادیانی نے) کہا ہے کہ ان باتوں کے علاوہ وہ اس سے بھی انکار کریں کہ مباہلہ کے بعد ایک سال کے اندر ہم نے عمدہ کتابیں تالیف کی ہیں۔ اوران کتابوں کے چھپنے کیلئے ہزار ہا روپیہ آیا اور ہزار ہا لوگ ہماری جماعت میں داخل ہوئے۔ پس لازم ہوگا کہ شیخ محمد حسین اپنی قسم کے وقت ان سب باتوں کو جمع کر کے ان سے انکار کریں۔

☆ مرزا قادیانی کو انعامی چیلنج

ناظرین ! اس قول میں قادیانی نے صوفی عبدالحق غزنوی کو پانچ سو روپیہ انعام کا وعدہ تو دیا مگر اس کو اپنی دانست میں ایسی شرط (قسم خاکسار سے وابستہ اور مشروط کر دیا) جو نہ بحسب خیال قادیانی وقوع میں آوے اور نہ ایک پیسہ قادیانی کی گرہ سے نکلے ۔ اس شرط کو اسلیئے اس نے ناقابل وقوع سمجھا کہ اس قسم میں بعض ایسے امور سے انکار شامل و داخل کر دیا جن سے نہ تو یہ خاکسار محمد حسین انکار کر سکے اور نہ اس انکار پر قسم کھا سکے ۔ مثلاً قادیانی کے بیمار لڑکے کا شفایاب ہونا ، یا اس کا اس سال میں کئی کتابیں باعانت غیر تصنیف کرنا ، اور ان کے چھپنے کو یا قادیانی کی دیگر ضروریات کیلیئے ہزار ہا روپیہ کا اس کے پاس آنا ، یا علماء وقت کا اس کو کافر کہنا وغیرہ ، جس سے یوں ہی انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ چہ جائے اس انکار کے ساتھ قسم بھی ہو ۔ (مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہاں یہ کہنا قادیانی صاحب شائد بھول گئے تھے کہ ان باتوں کے ساتھ یہ بھی شیخ محمد حسین کہے اور اس پر قسم کھالے کہ اس عرصہ سال تک قادیانی نے کھانا نہیں کھایا ، یا پائخانہ نہیں پھرا ، سانس نہیں لیا) مگر اے حضرات یہ عاجز و خاکسار اس کے اس مکر و فریب کو بے کار کرنے کیلیئے اس درخواست قسم و منصفی کو قبول کرنے کیلیئے حاضر و مستعد ہے اور حق کو قادیانی فریب سے ممتاز کرنے کیلیئے کہتا ہے کہ منجملہ ان امور کے جن پر آپ میری قسم چاہتے ہیں ، جو امور وقوع میں آچکے ہیں (جیسے آپ کے بیمار لڑکے کا شفایاب ہونا ، یا آپ کے پاس ہزار ہا روپیہ کا آنا و علی ھذا القیاس) ان امور سے آپ کے بمقابلہ صوفی عبدالحق غزنوی عزت اور صوفی صاحب کی ذلت ثابت نہیں ہوتی ۔ اور جو امور آپ کی عزت اور ان کی ذلت کے موجب ہو سکتے ہیں (جیسے آپ کیلیئے خسوف و کسوف کا حسب مضمون پیش گوئی واقع ہونا ، یا آتھم کے متعلق آپ کی پیش گوئی کا صادق ہونا ۔ وعلی ہذا القیاس) ان میں ایک بھی وقوع میں نہیں آیا ۔ ان دونوں مضمونوں پر خاکسار قسم کھانے کو حاضر ہے ۔ اب تھیلی کا منہ کھولئے اور مبلغات صوفی صاحب کا حق ، میرے پاس امانت رکھنے کو ارسال فرمایئے ۔

جہاں تک قسم دینے کا آپ کا حق ہے وہاں تک یہ خاکسار قسم کھانے کو حاضر ہے اور جس امر سے انکار کرنے اور اس پر قسم کھانے سے خاکسار کو انکار ہے وہ واقع اور نفس الامر

میں لائق انکار وقسم نہیں ہے۔ اس میں آپ کو شک ہو تو کسی منصف کی رائے سے اس کا تصفیہ ہوسکتا ہے۔ مگر یہ واضح رہے کہ خاکسار اسی صورت میں قسم کھانا بشرح بالا منظور کرے گا کہ آپ مجھ پر جھوٹی قسم کھانے کا اثر تین دن کی مدت میں ظاہر کر دیویں۔

☆ ازانجملہ یہ ہے جو آپ نے مہدی ہونے کی علامات چہارگانہ مذکورہ رسالہ انوار بیان کر کے پہلے اپنے مکفرین علماء سے یہ سوال کیا ہے کہ بتلاؤ یہ باتیں پوری ہوگئی ہیں یا نہیں۔ پھر یہ سوال کیا ہے کہ مجھ سے پہلے جن لوگوں نے مہدی ہونے کا دعوی کیا ہے ان کے زمانہ میں یہ چاروں باتیں پائی گئی ہوں تو اس کی نظیر پیش کریں اور اس پر ایک ہزار روپئہ انعام لیں۔ مگر اس انعام کیلئے یہ شرط لگا دی ہے کہ مولوی محمد حسن لودہانوی اس فقیر کی تصدیق کر کے اس پر قسم کھالیں اور درصورت جھوٹی ہونے قسم کے اپنے لئے قہر وعذاب کے نزول کی دعا کریں۔ پھر کہا ہے کہ اس عذاب کیلئے کوئی میعاد مقرر نہیں ہے۔ مولوی محمد حسن قسم کھائیں تو اس کے ثمرات دیکھیں۔

اس قول میں بھی قادیانی ویسا ہی دھوکہ دیتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے قول میں تجویز کیا مگر اس کو ایسی شروط سے مشروط کر دیا کہ وہ کسی صورت میں وقوع میں نہیں آئیں گے اور نہ ایک کوڑی آپ کی گرہ سے کھلے گی۔ ازانجملہ ایک شرط ایسی نظیروں کا پیش کرنا ہے جو نہ قادیانی کے وقت موجود ہوئے ہیں نہ اس سے پیشتر وقوع میں آئے ہیں۔ اور نہ آئندہ ان کے وقوع کا کسی مسلمان کو یقین ہے۔

دوسری شرط مولوی محمد حسن لدھیانوی کی ایسی غیر واقع وغیر متوقع نظائر کے موجود ہونے پر قسم ہے، جس کے عدم وقوع کے بابت قادیانی کو دو وجہ سے یقین ہے۔

اول، یہ ایسی نظیر نہ کہیں موجود ہوئی اور نہ ہوگی۔ لہذا مولوی محمد حسن صاحب کا ان کے وقوع کی نسبت قسم کھانا بھی غیر متوقع الوقوع ہے۔

دوم۔ یہ کہ اگر کسی نے میری طرح ایسی بناوٹی نظیریں بنا کر دکھا بھی دیں، تو بھی مولوی محمد حسن اس کی تصدیق پر قسم نہ کھائیں گے کیونکہ اولاً وہ عقل مند وسمجھ دار ہیں، وہ ایسی بناوٹی نظیروں پر یقین نہ لائیں گے۔ ثانیاً وہ بڑے اہل مروت ہیں۔ وہ دو شخصوں کے مقابلہ میں ایک کی طرف ہو کر دوسرے کو ذلیل کرنا نہیں چاہتے۔

ان وجوہات سے کوئی نظیر پیش نہ ہوگی اور نہ ان کی قسم وقوع میں آئے گی اور نہ

مجھے کوڑی دینی پڑے گی اور ہینگ پھٹکری لگائے بغیر میری بات صحیح سمجھی جائے گی کہ میں واقعی مہدی موعود ہوں جس کیلئے یہ چاروں علامات بلا معارضہ پائی جاتی ہیں جس کو میں نے موجود و واقع بنا کر دکھایا ہے۔

ازانجملہ ایک حافظ صاحب ہیں، انہوں نے ہم کو انہی دنوں جب خسوف کسوف ہوا تھا، اس مضمون کا خط لکھا تھا کہ اب تو خدا نے قادیانی کی تصدیق کیلئے خسوف کسوف کو جمع کیا ہے، اب تو اس کو مہدی موعود مان لو۔

مگر خدا نے اس خاکسار کو کفریات قادیانی کی بیخ کنی اور اس کے مکاید کی پردہ دری کیلئے مامور وموفق کیا ہے۔ لہذا یہ عاجز باوجود عدم تحقق شروط قادیانی اور بلا طلب انعام ایک ہزار روپئہ جو ان شروط کے تحقق پر موقوف ہے اور غیر کے اختیار میں ہے، اس کے دعوی مہدی ہونے کے رد میں اور اسکے سوال کے جواب میں کہتا ہے کہ مہدی کی جو چار علامتیں (جس عنوان سے اور جس مضمون کی) قادیانی نے بتائی اور اپنے اوپر لگائی ہیں، یہ کسی آیت قرآن یا حدیث صحیح میں مہدی موعود کیلئے وارد نہیں۔ اور جو علامات مہدی موعود کی حدیثوں میں ہیں (خواہ وہ احادیث صحیح ہیں یا غیر صحیح، مرسل، منقطع) اس قادیانی میں پائی نہیں جاتیں۔ اس پر خاکسار قسم کھانے کو حاضر ہے مگر اسکی شرط وہی ہے کہ جو اثر ناراستی مجھ پر ظاہر ہو وہ تین ہی دن میں ہو اور اس اثر کے ظاہر نہ ہونیکے بعد مجھے قادیانی کے حق میں سزا کا اختیار ملے جو میں چاہوں

☆ ازانجملہ یہ ہے جو قادیانی نے رسالہ انوار کے صفحہ ۴۵ میں اپنی عربی کتابوں کے جواب نہ لکھے جانے کو ایک قسم کی لعنت قرار دے کر کہا ہے کہ درحقیقت یہ لعنت کچھ تھوڑی نہیں، بلکہ ایک ہزار لعنت ہے کہ اگر زنجیروں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر ان کی لمبائی دکھلائی جائے تو ایک بڑا رسہ بنتا ہے جو تمام مکفرین کے گلے میں ڈالنے کیلئے کافی ہوگا اور اس سے اس رسالہ کے صفحہ ۸۔۹، ۱۶ میں یہی بات اس نے عیسائیوں کو کہی ہے اور ان کی طرف سے رسالہ کا جواب نہ لکھے جانے کو ہاویہ ولعنت بنا کر ان کے گلے میں ڈالی ہے۔

مگر اے ناظرین! آپ لوگ بخوبی جان چکے ہیں کہ اس قسم کی لعنت قادیانی اور اس کے اتباع کے گلے میں ایسی پڑی ہوئی ہے کہ اس میں آپ اپنی زبان سے تمام جہانوں کے ملعونوں سے سبقت لے گئے ہیں۔ اگر کسی کے کہنے سے دوسرے پر لعنت پڑ جاتی ہے تو قادیانی صاحب اس رسالہ انوار کے صفحہ ۵۰ وغیرہ میں خود مان چکے ہیں کہ اس پر چاروں

طرف سے لعنتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ اور اگر کسی کی بات یا کتاب کا جواب نہ لکھنا لعنت یا ہاویہ ہے تو قادیانی صاحب مدت سے اس میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اشاعۃ السنہ چار سال سے قادیانی کے رد و جواب میں رسائل و مضامین شائع کر رہا ہے اور بعض مضامین کے جواب پر وعدہ انعام صد ہا روپیہ دے چکا ہے (دیکھو ج ۱۴۔ اشاعۃ السنۃ کا صفحہ ۷۵، ۷۷، ۸۰ جن میں چار سو روپیہ انعام کا وعدہ کیا ہے اور جلد ۱۵ کا صفحہ ۱۵۸ وغیرہ جن میں چھ سو روپیہ انعام کا وعدہ ہے) مگر قادیانی نے کسی مضمون کا جواب نہیں دیا۔ لہذا وہ اپنی تجویز سے لعنت کا مستحق و مورد ہو چکا ہے۔ ہاں اشاعۃ السنہ کی طرف سے یہ کسر رہ گئی تھی کہ اس نے جواب نہ لکھنے پر اپنی طرف سے لعنت کا انعام اس کو نہیں دیا۔ سو اب دیا جاتا ہے کہ اگر قادیانی ان مضامین کا جواب نہ دے تو اس پر دس ہزار لعنت ہے۔ یہ انعام خاکسار کی طرف سے ہے۔

یہ صلہ و انعام مضامین سابقہ کے علاوہ اس تازہ مضمون پر بھی ہے جو خدا تعالی کے وعدہ کے نہ ٹلنے اور حضرت یونس کی قوم کے عذاب کے قطعی نہ ہونے کے متعلق لکھا گیا ہے۔ اور اس مضمون کو کمزور و غلط ثابت ثابت کرنے پر دو ہزار روپیہ انعام کا وعدہ بھی دیا گیا ہے

قادیانی کے جملہ اشتہارات و تحریرات کی زائد باتوں کا جواب پورا ہوا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۶ ملخصاً)

☆ اب قادیانی کے قول ہشتم رسالہ انوار صفحہ ۳۰ کا جواب دیا جاتا ہے (جس کا عنوان حلال زادہ ہے)۔

حلال زادہ

(حرام زادہ کے متعلق ایک سوال
اور اس کا جواب)

سوال:۔ کیا جھوٹ بولنے سے یا کسی مسئلہ میں غلطی یا کوئی گناہ کرنے سے یا کسی کی بات یا شرط نہ ماننے سے انسان حرام زادہ کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے ؟

جواب:۔ جب سے مذہب، تہذیب اور انسانیت کا بنیادی پتھر رکھا گیا ہے کسی اہل مذہب یا مہذب انسان کے خواب و خیال میں بھی یہ مسئلہ نہ آیا ہوگا کہ انسان جھوٹ بولنے یا اور گناہ کرنے یا غلطی کا مرتکب ہونے یا کسی کا خلاف کرنے اور اپنے مخالف کی بات یا کوئی شرط (جائز یا ناجائز) کو نہ ماننے سے حرام زادہ کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔

ہاں بازاری شہدے، یا بے تمیز بچے، آپس میں تخاطب کرتے ہیں تو وہ ایسے کلمات زبان پر لاتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہیں کہ جو ہماری بات نہ مانے وہ حرام کا ہے، یا جو ہمارے ساتھ نہ دوڑے یا نہ کھیلے وہ اپنے باپ کا نہیں۔مگر عاقل انسانوں کے نزدیک یہ لوگ اچھے انسانوں میں شمار نہیں کئے جاتے اور ان کے ایسے اقوال اور افعال بہیمی سیرت (جس کا ان میں غلبہ پایا جاتا ہے) کا نتیجہ سمجھے جاتے ہیں، اور وہ لوگ بہائم یا نیم وحشی۔

مدعیان تہذیب سے صرف مرزا غلام احمد قادیانی اب نظر آیا ہے جس نے اپنی الہامی ڈکشنری (لغت کی کتاب) سے یہ لغت نکالا اور اسکی دست آویز سے کہا ہے

کہ جو شخص جھوٹ بولے یا غلطی کرے یا اس (قادیانی) کی شرط اور بات کو نہ مانے، وہ حرامی یا حرام زادہ ہے۔

اور اس الہامی لغت کے استعمال کو اس نے ایسا وسیع کیا ہے کہ گویا یہ لفظ اس کا تکیہ کلام ہو گیا ہے۔ہم اس امر کے ثبوت کیلئے اس کی الہامی ڈکشنری سے چند حوالے نقل کرتے ہیں جن سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ یہ نادر لغت آپ ہی کی ایجاد ہے، اور اسی پر

آپ کی بول چال الہامی محاورہ کی بنیاد ہے۔

۱۔آپ اپنی کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۳۹۲ میں فرماتے ہیں:۔

جو شخص متقی اور حلال زادہ ہوتا ہے وہ جرأت کر کے اپنے بھائی پر بے تحقیق کامل الزام نہیں لگاتا۔

اس عبارت کا مفہوم ہم وزن منطوق یہ ہے کہ جو شخص کسی اپنے بھائی پر بے تحقیق الزام لگادے وہ آپ کی الہامی لغت میں حرام زادہ کہلاتا ہے۔

۲۔اپنے رسالہ شہادۃ القرآن کے ساتھ قادیانی نے ایک تقریر متعلق مسئلہ جہاد ملحق کر کے چھپوائی ہے۔اس میں گورنمنٹ کو یہ جتایا ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ سے آپ جہاد کو جائز نہیں سمجھتے۔پھر اپنی اس تقریر کے صفحہ ۳ میں کہا ہے

محسن کی بدخواہی کرنا (انگریزی حکومت سے جہاد کو جائز کہنا) ایک حرامی اور بدکار کا کام ہے

۳۔ آپ فتح اسلام کے بارہ میں مختصر تقریر مطبوعہ ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء میں لکھتے ہیں۔

اگر اب بھی کوئی مخالف مولوی یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا کیسوں والہ سکھ ہماری اس فتح نمایاں کا قائل نہ ہو تو اس کیلئے طریق یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ (آتھم) صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے اور اگر ایسا نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں۔اس کی فطرت میں خلل ہے۔ یہ نہائت صفائی کا فیصلہ اور کسی حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعائت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا شکست خوردہ قرار دے۔

۴۔آپ نے اپنے اشتہار تین ہزار مطبوعہ ۵۔اکتوبر ۱۸۹۴ء میں منشی سعد اللہ لودہانوی کو (جنہوں نے اس کی شرط مذکور کا خلاف کیا تھا) مخاطب کر کے فرمایا ہے:۔

ہاں اے ہندو زادہ! اب ثابت ہو گیا ہے کہ ضرور تو حلال زادہ ہے، ہماری اس شرط پر کہ کوئی عبداللہ آتھم کو قسم دینے سے پہلے ہماری تکذیب نہ کرے،خوب ہی تو نے عمل کیا

۵۔آپ اپنے رسالہ انوار کے صفحہ ۲۴ میں فرماتے ہیں کہ

اگر کوئی مولویوں میں سے سمجھے کہ عبداللہ آتھم کا حق کی طرف رجوع کرنا ثابت نہیں تو اگر اس بات میں سچا اور حلال زادہ ہے تو عبداللہ آتھم کو حلف پر آمادہ کرے۔

۶۔اور اس رسالہ کے صفحہ ۲۹ میں فرماتے ہیں:۔

پھر بھی اگر کوئی ہماری تکذیب کرے اور اس معیار کی طرف متوجہ نہ ہو اور ناحق

سچائی پر پردہ ڈالنا چاہے تو بے شک وہ حلال زادہ نہیں ہوگا۔

۷۔ اور اس رسالہ کے صفحہ ۳۰ میں آپ فرماتے ہیں:۔

جو شخص اس فیصلہ (قسم) کے برخلاف بکواس کرے گا اور ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے، اور حلال زادہ نہیں ہے۔

۸۔ پھر اسی صفحہ میں قادیانی صاحب فرماتے ہیں:۔

حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔

۹۔ اس رسالہ کے صفحہ ۳۱ میں اس شخص کے حق میں جو آپ کے فیصلہ مذکور کو نہ مانے، فرماتے ہیں:۔

یک خطا، دو خطا، سوئم مادر بخطا۔

۱۰۔ اسی رسالہ کے صفحہ ۳۷ میں فرماتے ہیں:۔

اگر وہ ولد الحرام نہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس مضمون کو پڑھ کر فیصلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔

۱۱۔ پھر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں:۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں سے کون بلا توقف اس فیصلہ (قسم) کے لئے سعی کرتا ہے، اور کون ولد الحرام بننے پر راضی ہوتا ہے۔

یہ تازہ الہامی تصنیفات قادیانی کے حوالہ جات ہیں۔ اب ایک دو حوالے پرانی الہامی تصانیف قادیانی سے نقل کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ الہام قادیانی کو قدیم سے ہو رہا ہے اور یہ الہامی محاورہ اس کا قدیمی محاورہ ہے۔

۱۲۔ رسالہ شحنہ حق مطبوعہ ۱۸۸۷ء کے صفحہ ۵۰ میں آپ ایک آریہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔ اگر وہ حلال زادہ ہے تو اب وہ امتحان کیلئے بپابندی شرائط متذکرہ بالا ہمارے ساتھ آویں۔

۱۳۔ اور اسی رسالہ شحنہ حق کے صفحہ ۶۰ میں فرماتے ہیں:۔

وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں مگر اس آریہ میں اس قدر بھی شرم باقی نہ رہی۔

اس مضمون کے اور اس الہامی لغت نادر اور محاورہ شریفہ کے متضمن آپ کی الہامی ڈکشنری کے حوالہ جات اور بہت ہیں جن سب کی تفصیل سے تطویل متصور ہے۔ ان حوالہ جات سیزدہ گانہ سے ناظرین کو ثابت ہوگا کہ قادیانی کی الہامی ڈکشنری میں اس پاکیزہ لغت کے یہ شریفانہ معنے بیان ہوئے ہیں۔ اور قادیانی کا یہ شریفانہ والہامی محاورہ اور تکیہ کلام ہے جس سے وہ ہر شخص کو جو اس کی بات نہ مانے یا شرط کے خلاف کرے یا اس کے نزدیک خطا یا غلطی کرتا ہو، حرامی یا حرام زادہ کہہ دیتا ہے۔

مگر عام اہل مذاہب خصوصاً اہل اسلام اور جملہ اہل تہذیب اور کافّہ انام جو انسان کہلاتے ہیں، قادیانی کی اس ڈکشنری کو مستند نہیں مانتے۔ اور اس لغت اور محاورہ سے وہ اتفاق نہیں رکھتے۔ اور وہ یہ تحقیق واعتقاد رکھتے اور کہتے ہیں کہ حرام زادہ یا حلال زادہ ہونا ایک فطرتی اور قدرتی امر ہے۔ جو شخص واقع میں حرام زادہ ہو، وہ نیک عمل کرنے یا اچھی صفت پیدا کرنے سے حلال زادہ نہیں بن جاتا۔ اور جو شخص واقع میں حلال زادہ ہو وہ برا فعل کرنے یا بری خصلت اختیار کرنے سے حرام زادہ نہیں ہو جاتا۔

اور واقعی معیار حلال زادہ ہونے کا وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جو بیٹا اپنے باپ کی منکوحہ (اسلامی طور پر اس کا نکاح ہوا ہو، خواہ عیسائی طور پر یا کسی اور مذہب کے طور پر) یا مملوکہ (وہ خرید سے مملوکہ ہو، یا ہبہ سے، یا اور جائز وجوہ سے) سے پیدا ہو، وہ حلال زادہ کہلاتا ہے۔ پھر وہ

خواہ کتنا جھوٹ بولے،

یا اور گناہ شرک کفر وغیرہ کا مرتکب ہو،

یا وہ اور کسی اور کا تو درکنار، اپنے باپ ہی کا خلاف کرے،

دین و دنیا میں باپ کا مخالف بن جائے،

کافر باپ کا بیٹا مسلمان ہو جائے،

یا مسلمان کا بیٹا کافر بن جائے،

وہ حرام زادہ نہیں کہلاتا۔

☆ ۱۔ دیکھو انبیاء میں سے حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ آذر کے (جو بشہادت نص قرآن کافر و بت پرست تھا) مخالف رہے۔ وہ باپ کو کہتے آئے کہ باپ تو میرا پیرو ہو جا، مجھے خدا نے وہ علم دیا ہے جو تجھے نہیں دیا۔ ان کا باپ کہتا کہ ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے نفرت

کرتا ہے؟ اگر باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگ سار کروں گا۔

یا ابت انی قد جائنی من العلم مالم یأتک فا تبعنی اھد ک صراطاً سو یاً۔ یا ابت لا تعبد الشیطا ن۔ ان الشیطان کا ن للرحمن عصیاً ۔ یا ابت انی اخاف ان یمسّک عذاب من الرحمن فتکون للشیطان ولیاً۔ قال ارا غب انت عن آ لھتی یا ابرا ھیم۔ لئن لّم تنتہ لا ر جمنّک و ھجر نی ملیاً۔ (مر یم۔ ع ۳)۔

اے بابا مجھے خدا کی طرف سے علم پہنچا ہے جو تجھے نہیں پہنچا، پس تو میری تابعداری کر، میں تجھے سیدھی راہ کی ہدایت کروں گا۔ اے میرے بابا تو شیطان کی عبادت نہ کر بے شک شیطان، رحمٰن کا بے فرمان ہے۔ اے میرے بابا مجھے خوف ہے کہ تجھے خدائے رحمان سے کوئی عذاب نہ پہنچ جائے پھر تو بھی شیطان کا قریبی ہو جائے۔ اس نے کہا اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے روگردان ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کروں گا اور مجھ سے دور ہو جا۔

۲۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا کافر تھا اور اپنے باپ کا سخت مخالف رہا۔ جب طوفان آیا تو حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ

اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔ وہ بولا میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا وہ مجھ کو پانی سے بچالے گا۔ نوح نے کہا بیٹا! آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں، جس پر وہ رحم کرے گا وہی بچے گا۔ اور ان میں پانی کی ایک لہر حائل ہوگئی۔ پس وہ غرق ہوگیا ... اور نوح نے اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہوئے کہا اے میرے مولا! میرا بیٹا میرے عیال سے ہے اور تیرا وعدہ بالکل بجا ہے، تو سب حاکموں کا حاکم ہے۔ خدا نے کہا اے نوح وہ تیرے عیال سے نہیں ہے کیونکہ وہ نیک عمل نہیں۔

و نادی نوح ابنہ وکان فی معزلٍ یّا بنیّ ارکب معنا ولا تکن مع الکافرین۔ قال سآ وی الی جبل یّعصمنی من الماء۔ قال لا عا صم الیو م من امر اللہ ا لّا من رّحم۔ و حال بینھم الموج فکان من المغرقین.... و نادی نوح رّبّہ فقال ربّ انّ ابنی من اھلی و انّ وعد ک الحق و انت احکم الحا کمین۔ قال یا نوح انّہ لیس من اھلک، انّ

عمل غیر صالح ... (ہود)

ان قرآنی آیات سے واضح ہوتا کہ باپ بیٹوں میں کسی بھی قسم کے اختلاف سے بیٹے کے نسب پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اگر اس لفظ کے جو معنی مرزا قادیانی نے الہامی ڈکشنری سے نکال کر بیان کئے ہیں (کہ اختلاف، غداری، کذب، افتراء وغیرہ سے لوگ حرامزادے بن جاتے ہیں) صحیح مانے جائیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ سب سے پہلے اس الہامی محاورہ کے محل استعمال اور اس پاک لفظ اور مقدس لغت کے مصداق قادیانی صاحب اور اس کے تمام حواری اور پیرو اور اس محاورہ کو صحیح سمجھنے والے اور اس استعمال قادیانی کو پسند کرنے والے ہوں۔ کیونکہ جھوٹ بولنے میں قادیانی اور وہ لوگ مسلّم کل ہیں۔ کسی کی بات نہ ماننا یا کسی کا خلاف کرنا ان میں ایسا پایا جاتا ہے جس کا ان کو خود بھی اعتراف ہے۔ اور خاص کر اس کا یہ الہامی محاورہ اور اس معنی سے اس پاکیزہ لفظ کو استعمال کرنا یا اس کے استعمال کو جائز سمجھنا ایک ایسا خلافی فعل ہے جس میں کوئی انسان مہذب اہل مذہب ان کا موافق نہیں ہے۔ پھر وہ اس محاورا نہ لغت کی شہادت سے خود اس کے مصداق کیوں نہ ہوں۔

☆ قادیانی کے کذب کی تفصیل

خود قادیانی صاحب، خدا تعالی پر افتراء کرنے میں مسلّم کافہ اہل اسلام ہیں۔ جو قدیم اسلام پر ایمان رکھتے ہیں وہ یقین رکھتے ہیں کہ اس کا یہ دعوی کہ مجھے الہام ہوتا ہے، اور فلاں آیت مجھ پر نازل ہوئی ہے، خدا تعالی پر افتراء ہے۔ اور اس کے یہ دعاوی کہ میں نبی ہوں، میں ہی مسیح موعود ہوں، میں ہی وہ احمد ہوں جس کی شہادت حضرت عیسی نے دی اور اس کی آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں حکایت ہوئی ہے وغیرہ، سب کے سب خدا تعالی پر افتراء ہیں۔

ایسے اس کے اور دعاوی درج ذیل ہیں۔

۱۔ لیلۃ القدر سے رات مراد نہیں بلکہ ایک تاریکی کا زمانہ مراد ہے۔

۲۔ اور آنے والے مسیح سے مثیل مسیح اس کی ذات مراد ہے۔

۳۔ دمشق سے (جہاں مسیح کا نزول ہوگا) موضع قادیان مراد ہے۔

۴۔ محل نزول مسیح منارہ شرقی سے اس کی مسجد قادیان کا منارہ مراد ہے۔

۵۔ دجال سے عیسائی پادری مراد ہیں۔

۶۔ دجال کے گدھے سے ریل گاڑی مراد ہے۔

۷۔ یاجوج ماجوج سے انگریز و روس مراد ہیں۔

۸ قیامت سے پہلے اونٹوں کے بے کار ہونے سے ریل جاری ہونے کے سبب باربرداری میں ان کا کام نہ آنا مراد ہے۔

۹۔ قیامت کے دن صحیفوں کے کھلنے سے اس وقت چٹھی رسانوں کا چٹھیات اور تار خبریں بانٹے پھرنا مراد ہے۔

۱۰۔ اس دن روحوں کو جسموں کے ساتھ ملائے جانے سے اس وقت کی کمیٹیاں مراد ہیں۔

۱۱۔ اس دن پہاڑوں کے چلائے جانے اور

۱۲۔ دریاؤں کے جاری ہونے سے اس وقت انگریزوں کا پہاڑوں کو کاٹ کر سڑکیں نکالنا اور دریاؤں سے نہریں نکالنا۔ وغیرہ مراد ہے۔

(جو اس کے رسائل ازالہ اوہام، توضیح مرام، فتح اسلام، شہادۃ القرآن وغیرہ میں بیان ہوئے ہیں) ان کو تمام اہل اسلام خدا و رسول پر افتراء جانتے ہیں۔

☆ **لوگوں پر افتراء کرنا۔** اور عام جھوٹ بولنا بھی مرزا قادیانی کا عام اہل اسلام میں مسلّم ہے اور اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳، ۱۴، ۱۵ شاہد ہے جس کے دیکھنے کے بعد کسی کو اعتراض و شک پیدا نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ قادیانی کو بھی اس میں چون و چرا کرنے کی جگہ نہیں اور اسی وجہ سے وہ ان کے رد و جواب سے ساکت ہو رہا ہے۔

کیا یہ اس کا جھوٹ نہیں ہے جو اس نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ اخیر میں بولا ہے کہ ابوسعید محمد حسین کو ڈپٹی کمشنر نے لودہانہ سے حکماً نکلوایا۔ بلکہ ڈپٹی دلاور علی کی حفاظت میں ریلوے سٹیشن پر پہنچا دیا؟

کیا یہ اس کا جھوٹ نہیں جو رسالہ اظہار میں بولا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے مباحثہ امرتسر میں عیسائیوں کو مدد دی؟

کیا یہ اس کا جھوٹ نہیں جو اسی رسالہ میں بولا کہ عرب و شام کے مستند علماء اس

کے ساتھ ہو گئے؟

کیا اسی رسالہ میں اس کا یہ جھوٹ نہیں ہے کہ جن لوگوں نے اس پر فتوی کفر لگایا تھا ان میں سے اکثر نے رجوع کر لیا ہے؟

کیا اس کا یہ جھوٹ نہیں جو کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۴ میں بولا اور خاکسار کے حق میں چالیس روز کا میعادی منذر الہام شائع کیا؟

اگر ان جھوٹوں میں سے کوئی جھوٹ صحیح ہو سکتا تھا تو کیوں ہمارے ان الزاموں کے جواب میں اس نے سکوت اختیار کیا؟

الزام اول کے ثبوت میں جو ہم نے ڈپٹی کمشنر لودہانہ کی چٹھی اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۳ میں مشتہر کی، اس کا جواب کیوں نہ دیا؟

الزام نمبر ۲ کے ثبوت میں جو ہم نے اس کا یہ محاورہ اور شریفانہ اصول پیش کر کے اس کو ملزم کیا تھا، اس کا جواب کیوں نہ دیا؟

الزام نمبر ۳ کے ثبوت میں جو ہم نے قادیانی کے سفر حج کا خرچ اپنے ذمہ لے کر حرمین میں اس کو لے جا کر اسکے عقائد و مقالات کا فیصلہ کرانا چاہا تھا، اسکو کیوں قبول نہ کیا؟

الزام نمبر ۴ کے ثبوت میں جس فہرست اہل رجوع کا ہم نے مطالبہ کیا تھا، اس کو کیوں پیش نہ کیا؟

الزام نمبر ۵ کی تائید میں جو ہم نے اپنی ترقی دنیوی کا حال کہا تھا، کیوں اس نے جواب نہ دیا؟

☆ اس کے اتباع کا خدا و رسول پر افتراء کرنا اور عام جھوٹ بولنا بھی اس تفصیل سے ثابت ہے۔ کیونکہ وہ اس کے ان سب افتراؤں کا افتراء ہونا دلائل سے ثابت و مدلل دیکھ کر ان کو قبول کرتے ہیں۔ اور عام لوگوں میں ان کو رواج دیتے ہیں۔ اور بحکم اس قاعدہ مسلّمہ کہ جھوٹ کا رواج دینے والہ بھی جھوٹا ہے، وہ سب جھوٹے ہیں۔

علاوہ براں۔ قادیانی اکابر خلفاء اور اخص حواریوں کے جھوٹ بھی اشاعۃ السنہ میں ثابت ہو چکے ہیں۔ حکیم نور الدین بھیروی نے مباحثہ لاہور سے جان چھوڑانے کیلئے جھوٹ کہا کہ ہم کو لودہانہ میں ایک شب کیلئے جا کر وہاں سے جموں چلا جانا ضروری ہے ورنہ مسلمانوں کا حرج عظیم ہوگا، جس کے بعد آپ لودہانہ چلے گئے۔ وہاں

پانچ روز قیام کیا۔ جو اشاعۃ السنہ نمبر۲ ج ۱۳ میں ثابت کیا گیا ہے (خود مرزائیوں کو بھی اس کا اقرار ہے، دیکھو تاریخ احمدیت جلد۴ ص ۱۳۱ میں لکھا ہے کہ ۱۳۔ اپریل کو نورالدین صبح چار بجے سے شام چار بجے تک نزیل لاہور رہ کر رات کی گاڑی سے لدھیانہ گئے جہاں ۱۸۔ اپریل تک قیام فرمایا، پھر ۱۹۔ اپریل کو لاہور آئے اور لاہور سے جموں پہنچ گئے۔ بہا)

اور منشی محمد احسن امروہی نے واقعہ مباحثہ بٹالہ کی نسبت تین جھوٹ بولے۔

۱۔ آپ (خاکسار محمد حسین کو لکھتے ہیں) بلا اجازت لاہور چلے گئے۔

۲۔ جس پر میر ممتاز علی منصف نے کہا کہ ہم کو اب منہ دکھانے کی جگہ نہیں رہی۔

۳۔ آپ مباحثہ شروع کر کے چلے گئے۔

ہم نے یہ تینوں جھوٹ اشاعۃ السنۃ نمبر۵ ج ۱۴ بصفحہ نمبر ۴۰۹ ثابت کئے ہیں۔

اور ایڈیٹر رسالہ الحق نے کئی جھوٹ بولے۔ مثلاً اس کا کہنا کہ

۱۔ مسٹر ویب صاحب کو قادیانی کی بدولت اسلام نصیب ہوا ہے۔

۲۔ قادیانی کے مخالفین ذلت و مسکنت میں مبتلا ہیں۔

۳۔ مدراس کے یوروشئین نو مسلم جماعت کی طرف سے مسٹر حامد سنو وغیرہ کا ڈیپوٹیشن قادیانی کے پاس آنے والا ہے۔

ہم نے نمبر اول و دوم جھوٹ، اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۱۵ میں ثابت کئے ہیں۔ اور نمبر تین کا ثبوت بعد یوں ہوا کہ مسٹر حامد سنو کئی مہینے لاہور میں رہے اور انجمن حمایت اسلام کے مدرس رہے۔ اور، باوجودیکہ حواریان قادیانی نے ان کو قادیان پہنچنے کی بہت ترغیب دلائی، وہ قادیان کی طرف منہ کر کے تھوکتے بھی نہیں تھے۔

اور حامد سیالکوٹی کے کئی جھوٹ (جن میں بعض خاکسار کے حق میں افتراء ہیں، بعض مولوی محمد حسن صاحب رئیس لودہانہ وغیرہ مسلمانوں پر افتراء ہیں) اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۱۵ میں ثابت کئے جا چکے ہیں۔

عام اہل اسلام سے اس گروہ کے پیروان کی مخالفت عیاں ہے، محتاج بیان نہیں۔

قادیانی کے عقائد (کہ ازانجملہ مشتے نمونہ ازخروار بیان ہو چکے ہیں) ایسے عقائد ہیں جن میں وہ کافّہ اہل اسلام کا مخالف ہے۔ اور خاص کر اس مقولہ یا محاورہ الہامیہ میں کہ جو شخص جھوٹ بولے، یا غلطی کرے۔ یا قادیانی کی بات یا شرط نہ مانے وہ حلال زادہ

نہیں.   تو سارے جہان کے مخالف ہیں ۔

پھر اس مخالفت عام اہل اسلام اور اس کذب وافتراء کے ساتھ یہ حضرت اس پاک خطاب سے مخاطب اور اس مقدس لفظ کے مورد نہ ہوں ۔ اور برخلاف اس کے، سب کے سب حلال زادے کہلائیں ۔ اور تمام اہل اسلام صرف قادیانی کے خیالی جھوٹ بولنے میں یا کسی مسئلہ میں غلطی کرنے سے یا قادیانی کا کسی بات یا شرط میں خلاف کرنے سے حرام زادے متصور ہوں ۔ اس کی کوئی وجہ وجیہ ہے تو قادیانی صاحب بیان فرمادیں ۔ اور اس الہامی ڈکشنری کی شرح تصنیف کریں جس میں اس وجہ کی تفصیل ودلیل ہو۔

اور اگر قادیانی کوئی دلیل فارق (جو قادیانی اور اس کے اتباع کو باوجود جھوٹ بولنے اور تمام جہان کا خلاف کرنے کے حلال زادہ قرار دے، اور تمام مسلمانوں کو کسی غلطی یا جھوٹ یا خلاف قادیانی کے سبب حرامزادہ بنادے) بیان نہ کریں گے تو عام مسلمان یہ سمجھ جائیں گے کہ آپ کا یہ محاورہ الہامی نہیں بلکہ شیطانی ہے ۔ اور آپ باوصف دعوی نبوت والہام ومجددیت ومسیحائیت عام بازاریوں کی طرح لوگوں کو گالیاں دیتے ہیں ۔ اور اس وجہ سے آپ نبی، مجدد، محدث تو کجا مسلمان یا مہذب انسان بھی نہیں ہو سکتے ۔ بلکہ بہائم سیرت، وحشی صفت ہیں جو جوش کے وقت اپنے اختیار میں نہیں رہتے ۔ اس صورت میں ان کی طرف سے یہ شعر صائب کا آپ کی خدمت میں پیش ہوتا ہے اور اسی پر یہ مضمون ختم ہوتا ہے

دہن خوش بدشنام میالا صائب
لیکن زر قلب بہر کس کہ دہی باز آید

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ ۔ جلد ۱۶ ۔ ص ۱۶۷ تا ۱۷۸)

سلطان محمد کی موت وحیات

مرزا غلام احمد قادیانی نے محمدی بیگم نامی ایک خاتون سے اپنے نکاح کی پیش گوئی فرمائی لیکن اس خاتون کا نکاح سلطان محمد نامی ایک شخص سے ہونے لگا تو آپ نے پیشگوئی فرمائی کہ سلطان محمد عرصہ نکاح سے ڈھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ سلطان محمد کا محمدی بیگم سے نکاح ہو گیا اور اللہ نے اس کی زندگی بھی دراز فرمادی تو مرزا صاحب نے تاویلات و عذرات کا پٹارہ کھول لیا۔اس پر مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے

فرضی زوجہ قادیانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر قادیانی کی راست بیانی

کے عنوان سے ایک بسیط مقالہ تحریر فرمایا جسے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔مولانا لکھتے ہیں:۔

مرزا سلطان محمد ہم سے آشفتہ نہ ہوں اور یہ اعتراض نہ کریں کہ کیوں ہماری منکوحہ (محمدی بیگم بنت احمد بیگ ہوشیار پوری) کو قادیانی کی زوجہ بنایا اور قادیانی کو اس کا شوہر اوّل ٹھہرا کر ہم کو شوہر ثانی قرار دیا۔(مولانا کہتے ہیں کہ) یہ جرأت ہم نے نہیں کی، یہ گستاخی قادیانی ہی سے ہوئی ہے ہم تو صرف ناقل ہیں نقل کفر، کفر نباشد آپ نے بھی سنا ہوگا۔ ہاں آپ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ قادیانی نے ہماری منکوحہ (محمدی بیگم) کو اپنی زوجہ کب اور کہاں بنایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دو دفعہ اس نے یہ جرأت کی ہے۔پہلی مرتبہ ۱۸۸۸ء میں بضمن اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء اور دوسری مرتبہ ۱۸۹۱ء میں بضمن فیصلہ آسمانی۔

اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں قادیانی نے آپ کی اہلیہ کی نسبت یہ الہام گھڑ کر شائع کیا تھا فسیکفیکھم اللہ و یردّھا الیک جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا تجھ سے ٹھٹھا کرنے والوں کو خود سنبھال لے گا اور اس عورت کو تیری طرف پھر لاوے گا، واپس لائے گا۔ عربی کے لفظ ردّ یا اس کے ترجمہ پھر لانے، یا واپس لانے، کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ ایک چیز پہلے کسی کے پاس ہو، پھر جدا ہونے کے بعد اس کے پاس آجاوے۔عربی کے الفاظ قرآن میں ایسے بہت ہیں جن کے یہی معنی ہیں آیات لرادّک الی معاد ۔ انا

رادوہ الیک ۔ فر دد ناہ الی امّہ کے معنی کسی سے پوچھیں یا مترجم قرآن میں ان کے معنی دیکھ لیں ۔ اردو میں اس مضمون کا یہ شعر پڑھو

جا کے گلزار سے صیاد پھر آیا الٹا کیا نصیبا ہے تیرا بلبل شیدا الٹا

جس سے یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں کہ صیاد پہلے اس باغ میں تھا جس میں وہ پھر آیا۔

فیصلہ آسمانی کے صفحہ اخیر کے حاشیہ میں مرزا قادیانی نے آپ کی زوجہ عفیفہ کی نسبت یہ الہام گھڑا اور شائع کیا ہے۔

یسئلو نک احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ وما انتم بمعجز ین۔

زوّجنا کہا لا مبدّ ل لکلما تی

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ نکاح یا پیشگوئی متعلق نکاح حق ہے؟ تو کہہ دے بخدا وہ حق ہے، اور تم خدا کو عاجز کرنے والے نہیں ہو ۔ ہم نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا۔ خدا کی بات کوئی بدلنے والا نہیں ۔

اس میں قادیانی ے صاف تصریح سے کہد یا کہ اس عورت سے اللہ تعالی نے میرا نکاح کر دیا ہوا ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے خدا تعالی نے ام المؤمنین حضرت زینبؓ کا نکاح آنخضرت ﷺ سے کر دیا تھا اور قرآن میں اس کو نقل فرمایا۔ لہذا پھر آنخضرت ﷺ نے اپنا نکاح حضرت زینبؓ سے خود نہیں پڑھا، بلکہ خدا کے پڑھے ہوئے نکاح کو کافی سمجھا ۔ پس اگر بحسب ادعاء قادیانی، آپ کی زوجہ سے خدا تعالی نے اس کا نکاح کر دیا ہوا ہے تو پھر اس کے خیال میں آپ کی منکوحہ کے زوجہ قادیانی ہونے میں کیا کسر رہی ؟ کیا خداتعالی کا پڑھا ہوا نکاح ، ملاّ وقاضی کے پڑھے ہوئے نکاح سے کچھ کم ہے؟ ہرگز نہیں ۔

ہم نے قادیانی کے اسی قول وادعاء کی نظر سے اس محمدی بیگم کا پہلا شوہر قادیانی کو اور دوسرا آپ (یعنی سلطان محمد) کو کہا ہے ۔ اس پر آپ کو آشفتگی ہو تو آپ قادیانی پر مؤاخذہ کریں کہ وہ کیوں آپ کی زوجہ کو اپنی زوجہ قرار دیتا ہے، خاکسار کو ناقل سمجھ کر معاف رکھیں ۔

قادیانی کے اتباع کو اگر یہ جوش آوے کہ ایک عورت فراش غیر کو مرزا صاحب کی زوجہ بنا کر اس کیلئے شوہر ثانی کیوں تجویز کیا؟ تو وہ بھی انہی حضرت (قادیانی) سے کہیں کہ اپنے ان الہامات میں اس عورت کو (جو فراش غیر ہے) کیوں اپنی زوجہ بنایا،؟ اور ان لوگوں سے ہم کو شرمندہ کرایا جو ہمیں کہتے ہیں کہ تمہارے مسیح کی زوجہ دوسرے شوہر کے گھر میں بس رہی ہے۔

اس بیان کے بعد مولانا بٹالوی فرماتے ہیں:۔

مرزا سلطان محمد بیگ (ساکن پٹی علاقہ قصور، پنجاب) کی نسبت قادیانی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ اگر وہ محمدی بیگم کو اپنے نکاح میں لائے گا تو تاریخ نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں وہ فوت ہو جائے گا۔ اور اسکے مرنے کے بعد خدا اس خاتون کو میری طرف واپس لائے گا۔ پیشگوئی کی اصل عبارت اس کے اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء سے نقل کی جاتی ہے:

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا قدرت حق کا عجب ایک تماشہ ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

(اس کے بعد قادیانی نے شروع اشتہار سے صفحہ ۴ تک اخبار نور افشان پر لے دے کی جس میں اس پیش گوئی کو شہوت پرستی قرار دیا گیا تھا۔ اس کے بعد صفحہ ۴ میں کہا ہے)

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشان میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگردہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کے حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے، اور اب بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرت سر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں بھی مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے اور والد اس دختر کا بباعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمان بردار ہو رہا ہے اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کیلئے ہو رہے ہیں۔ تبھی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دیدی۔ یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفرین بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی

ہوں ۔غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے، اور مجھ سے کوئی نشانی آسمانی مانگتے تھے، تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کیلئے دعا بھی کی گئی تھی ۔سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا۔تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی ۔غلام حسین عرصہ ۲۵ سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے ۔اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے، نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام سرکاری کاغذات میں درج کرادی گئی تھی ۔اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے، نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے، اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں ۔چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔چونکہ وہ ہبہ نامہ بغیر ہماری رضامندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا، تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں ۔اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب باری میں استخارہ کر لینا چاہیے ۔سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متوتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا، جس کو خدا تعالی نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروّت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا ۔اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا ۔اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا ۔اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی پڑے گی ۔ اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے یہ مقرر کیا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی، ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔ اور بے دینوں کو مسلمان بناویگا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاوے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے کذّبوا بآیاتنا وکانوا بها یستهزئون ۔ فسیکفیکهم الله و یردّها الیک لا تبدیل لکلمات الله ۔ انّ الله فعّال لّما یرید ۔ انت معی وانا معک ۔ عسی ان یبعثک ربّک مقاماً محموداً ۔ یعنی انہوں نے ہمارے نشان کو جھٹلایا۔ اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں، تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں، اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں۔ لیکن آخر خدا تعالی کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔

(مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ اس کے بعد قادیانی نے اخبار نور افشاں کے اس اعتراض کا کہ

اگر یہ الہام خدا کی طرف سے تھا تو اس کو پوشیدہ کیوں رکھا۔ اپنے خطوں میں اس کو پوشیدہ رکھنے کی تاکید کیوں کی۔

ایسا واہی جواب دیا ہے جو عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ اخیر میں کہا ہے کہ)

یہ پیشگوئی اس زمانہ میں کی گئی تھی جب کہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی یعنی آٹھ یا نو برس کی تھی۔ تو اس پر نفسانی افتراء کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(مولانا بٹالوی فرماتے ہیں) از آنجا کہ پیش گوئی یا الہام صرف شیطانی القاء تھا اور اس وجہ سے قادیانی اس پیشگوئی کے مضمون اور وعدہ پر دل سے مطمئن نہ تھا اور خوب جانتا تھا کہ میں نے ایک شکار کیلئے جال پھیلایا ہے، جو ہاتھ پاؤں مارنے کے بغیر دام میں آنا

نہایت مشکل ہے، لہذا اس نے اس وعدہ پر صبر وسکوت اختیار نہ کیا۔ بلکہ بے قرار ہو کر ناجائز وسائل و تدبیروں کے درپئے ہو گیا۔ پس پہلے تو اس نے مرزا احمد بیگ (اپنی فرضی زوجہ کے والد) کو ڈرانا اور پھسلانا شروع کیا۔ اور کئی خط متضمن ترغیب و ترہیب کے ذریعہ سے اس کو دام میں لانا چاہا۔ اور جب وہ قابو میں نہ آیا تو پھر اس کی ہمشیرہ کو جو قادیانی کے بیٹے فضل احمد کی خوش دامن تھی، ڈرانا اور پھسلانا چاہا اور اس کے نام ایک خط رجسٹری شدہ متضمن ترغیب و ترہیب روانہ کیا۔ وہ عورت بھی جوان مرد نکلی، تو پھر اس کے شوہر کے نام اسی مضمون کا خط لکھا جسے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ اس میں پہلے خطوں کی بھی تصدیق پائی جاتی ہے۔ لکھا ہے

مشفقی مرزا علی شیر بیگ سلمہ اللہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا۔ اور میں آپ کو ایک غریب مزاج اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔ لیکن اب جو میں آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج گذرے گا، مگر میں محض للّٰہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والہ ہے۔ اور آپکے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا، دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں، ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ اور رسول کے دین کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا چاہیے، ذلیل کیا چاہیے، روسیاہ کیا چاہیے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالی کا کام ہے۔ اگر میں اسکا ہوں تو ضرور مجھے بچائے گا۔ اگر آپکے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑہ یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی۔ بلکہ وہ تو ایک ہاں سے ہاں ملاتے رہے اور اپنے بھائی کیلئے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اب اس لڑکی کے نکاح کیلئے سب یک سو ہو گئے۔ یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے، مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جن کی لڑکی لینی چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور میری وارث

ہو، وہی میرے خون کے پیاسے رہے، میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو ۔ خدا تعالی بے نیاز ہے جس کو چاہے روسیاہ کرے ۔ مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں ۔ میں نے خط لکھا کہ پرانا رشتہ مت توڑو، خدا سے خوف کرو۔ کسی نے جواب نہ دیا ۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے؟ صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے ۔ بیشک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں ۔ اور ہم نہیں مانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے ۔ ہم اپنے بھائی کی خلاف مرضی نہیں کریں گے ۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں ۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپکی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا، مگر کوئی جواب نہ دیا ۔ اور بار بار کہا کہ اس سے ہمارا کیا رشتہ باقی رہ گیا ہے ۔ جو چاہے سو کرے ۔ ہم اس کیلئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے ۔ مرتا مرتا رہ گیا، کہیں مرا بھی ہوتا ۔ یہ باتیں آپکی بیوی صاحبہ کی مجھے پہنچی ہیں ۔ بے شک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں، اور خوار ہوں مگر خدا تعالی کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے ۔ لہذا میں نے آپکی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ لیں تو پھر جیسا کہ آپ کا خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپکی لڑکی کو نکاح میں نہیں رکھ سکتا ۔ بلکہ ایک طرف جب محمدی (بیگم) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دیدے گا ۔ اور اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کرونگا ۔ اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے ۔ اور یہ ارادہ اس کا بند کرو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں ۔ اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے، ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کیلئے کوشش کروں گا ۔ اور میرا مال اس کا مال ہوگا ۔ لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھالیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائیں ۔ اور گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے ورنہ مجھے خدا تعالی کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کیلئے رشتہ ناتے توڑ دونگا ۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو ۔ ورنہ جہاں میں رخصت

ہوا ایسا ہی سب ناتے رشتے ٹوٹ گئے ۔ یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں
میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں ۔ واللہ اعلم ۔

الراقم ۔ خاکسار غلام احمد ۔ لودیانہ اقبال گنج ۔۴ مئی ۱۸۹۰ء ۔

جب مرزا علی شیر بیگ بھی قابو میں نہ آئے تو قادیانی نے اپنی پہلی بیوی اور اس کے بچوں کو (جو مرزا احمد بیگ کے خیر خواہ وصلاح کار تھے) گھورنا اور ڈرانا شروع کیا ۔ عاجز اور ضعیف العمر بیوی کو طلاق دینے کا ڈر سنایا اور بچوں کو عاق اور لاوارث کر دینے کا ۔ اور ادھر فریق ثانی ناکح اور اس کے وارثوں کو دھمکانا اور ڈرانا شروع کیا ۔ مرزا سلطان محمد بیگ کو یہ لکھا کہ تم اس تعلق کو قطع کر دو، تمہارا نکاح دوسری جگہ کرادیا جاوے گا ۔ تمہاری جوانی پر مجھے رحم آتا ہے تم اس ارادہ سے باز آؤ ۔ اور اس کے وارثوں کو متعدد خطوں کے ذریعہ ڈرایا اور دھمکایا ۔ مگر وہ لوگ بھی اپنے خیال پر قائم و مستحکم رہے ۔ ان کے نام کے خطوط کو اس مقام میں نقل کرنے کی ہم گنجائش نہیں دیکھتے اور بجائے اس کے قادیانی کے اعتراف و اقرار تخویف (ڈرانے) وخطوط نویسی کو نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں ۔ آپ اپنے اشتہار چار ہزار کے نوٹ صفحہ۴ میں فرماتے ہیں :۔

احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی ۔ خط پر خط بھیجے گئے ، ان سے کچھ نہ ڈرا ۔ پیغام بھیج کر سمجھایا، کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا ۔ بلکہ وہ سب گستاخی و استہزاء میں شریک ہوئے ۔ سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی کو سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے ۔

مگر چونکہ وہ الہام محض کذب تھا (اگر اس میں صدق کا دخل ہوتا تو قادیانی اس کو سچ بنانے کیلئے بیوی کو طلاق دینے اور بیٹوں کو عاق کرنے اور بہو کو بیٹے سے طلاق دلوانے جیسے مکروہات کا مرتکب نہ ہوتا) لہذا اس کا کوئی ناجائز حیلہ کارگر نہ ہوا ۔ اور سات تاریخ اپریل ۱۸۹۲ء کو قادیانی کی منکوحہ آسمانی کا نکاح ثانی مرزا سلطان محمد سے ہو گیا ۔

اس نکاح سے چار مہینے کے بعد مرزا احمد بیگ نے حسب مقتضائے قضا وقدرو تقاضاء عمر رحلت کی تو قادیانی نے متعدد تحریرات میں دعوی کیا کہ اسکی موت میری پیش گوئی کا اثر ہے اور آئندہ سلطان محمد کیلئے بھی موت تیار ہے ۔

ہر چند ہم نے قادیانی کی ان باتوں کا دندان شکن جواب دے دیا اور اس پر

پچاسی سوالات جرح کر کے اس کو مجروح ونیم لبسمل بلکہ مردہ کر دیا۔ ان سوالات میں ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ ایسی پیش گوئیاں نجومی وجفری، جوتشی بھی کیا کرتے ہیں جو بعض اوقات سچی نکلتی ہیں۔ یہ پیش گوئی الہامی نہیں ہوسکتی۔ جواب میں قادیانی سے بجز سکوت کچھ بن نہ پڑا (جرح اور جواب جرح تحریک ختم نبوت کی چوتھی جلد میں نقل ہو چکی ہے۔ بہاء)۔ مگر تھوڑے عرصہ بعد پھر سرک پڑا اور مرزا احمد بیگ کی موت کو اپنے الہام کا نتیجہ قرار دے کر اس سے مرزا سلطان محمد اور ان کے بہی خواہان اہل اسلام کو ڈرانے لگ گیا چنانچہ رسالہ شہادۃ القرآن مطبوعہ ۱۸۹۳ء کے صفحہ نمبر ۸۰ میں اس نے کہا ہے۔

. پھر ماسوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جسکی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کیلئے کافی ہیں کیونکہ احیا اور اماتت دونوں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو، خدا تعالیٰ اس کی خاطر سے اسکے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کرسکتا۔ خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو، بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں وہ پیشگوئی جو مسلمان کی قوم سے تعلق رکھتی ہے، بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں:۔

۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔اور پھر وہ دختر کلاں تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں . .

مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ خدا تعالی ہمیشہ آخر کار جھوٹوں کا منہ کالا کرتا ہے (گو ایک وقت تک ان کے چہرہ پر حمرۃ الخجل، ندامت کی سرخی، رہے) لہذا سات اپریل ۱۸۹۴ء سے اڑھائی سال کی مدت گذر گئی، مرزا سلطان محمد زندہ صحیح وسالم خوش وخرم رہا۔ اور اس نکاح سے ان کو خدا نے ولد صالح بھی عطا کیا جس سے قادیانی کی دروغگوئی اور ذلت اور رسوائی اسلامی دنیا پر ظاہر ہوئی اور اس کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ مگر وہ اس ذلت اور رسوائی کو بھی شیر مادر کی طرح نوش فرما کر ہضم کر گیا۔ اور اس نوجوان کی عدم وفات پر اس نے ایسی راست بیانی کی جس نے جہان کے بے شرموں اور جھوٹوں کو مات کر دیا۔ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اس نے عنوان ذیل کی ایک تحریر شائع کی۔

مرزا احمد بیگ اور اسکے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیشگوئی کی تھی، اسکی حقیقت

اس تحریر میں چونکہ قادیانی نیجسب عادت قدیم تطویل بلا طائل کی ہے اور پورے آٹھ صفحہ میں بے ہودہ سرائی کی ہے لہذا ہم اس کی پوری عبارت کے نقل کرنے کی اس مقام میں گنجائش نہیں پاتے۔ صرف اس کا خلاصہ مطلب ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں

۱۔ اس پیش گوئی کے دو حصے ہیں۔ پہلا اور بڑا مرزا احمد بیگ کی وفات تھی۔ دوسرا حصہ اس کے داماد مرزا سلطان محمد بیگ کی وفات۔

۲۔ پہلا حصہ پورا ہو گیا۔ جس کا اقرار صاحب اشاعۃ السنہ بھی کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگرچہ پیشگوئی تو پوری ہو گئی مگر یہ الہام سے نہیں، بلکہ نجوم یا رمل وغیرہ سے کی گئی تھی

۳۔ دوسرا حصہ گو میعاد میں پورا نہیں ہوا مگر بعد میعاد پورا ہوگا۔ میعاد میں پورا نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بھی آتھم کی طرح ڈر گیا تھا۔ بلکہ اس کے دل پر شدید خوف وحزن وارد ہوا تھا۔ اس لئے وعدہ عذاب موت کو خدا نے میعاد سے ٹلا دیا۔

۴۔ مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے پر دو دلیلیں ہیں۔ ایک عقلی دوسری نقلی

(روایتی) ۔عقلی یہ کہ جب ایک پیشگوئی میں دوشخصوں کے مرنے کی خبر دی جاوے،اور ان میں سے ایک شخص مطابق پیشگوئی فوت ہو جاوے تو اس سے دوسرے کا ڈر جانا لازمی امر ہے ۔ بناء علیہ خبر پیشگوئی کے مطابق مرزا احمد بیگ کے مرجانے سے سلطان محمد بیگ ایسا ڈر گیا ہوگا کہ گویا وہ جیتا ہی مر گیا۔

نقلی (روایتی) دلیل یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بیگ کے بزرگوں کی طرف سے ہمیں دو خط پہنچے جو ایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے، جن میں انہوں نے اپنی توبہ واستغفار کا حال لکھا ہے۔

سوان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی ۔

۵ ۔ مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے سے اس عذاب موت کا ٹل جانا تو اس پیش گوئی میں بطور شرط مذکور نہ تھا۔مگر یہ ربانی کتابوں کی تعلیم سے ثابت ومعلوم ہے کہ خدا تعالی موقت وموعود عذاب موت کو لوگوں کے ڈر جانے سے اپنے وقت سے ٹلا دیا کرتا ہے۔ اور یہ خدا تعالی کی قدیم سنت ہے ۔لہذا اگر کسی خبر و پیشگوئی میں اس کا ذکر بطور شرط نہ بھی ہو تو بھی خدا تعالی اس کا لحاظ کرتا ہے اور اس کا خلاف ہرگز نہیں کرتا۔

۶ ۔ اس سنت الہی سے مولوی عبدالجبار امرتسری، اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور ابوسعید محمد حسین واقف ہیں ۔ اگر وہ اس سے انکار کریں تو وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں مجھ (قادیانی) سے اس بارہ میں نصوص صریحہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ سنیں اور صرف دو گھنٹے تک مجھے انکے بیان کرنے کی مہلت دیویں ۔ پھر اگر ان کا یہ خیال ہوگا کہ یہ دعوی نصوص صریحہ سے ثابت نہیں اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں، وہ باطل ہیں تو ہم دوسو روپیہ انعام دیں گے اگر وہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ وہ دلائل باطل ہیں اور خدا تعالی کی عادت نہیں ہے کہ وہ اپنے وعدوں اور میعادوں میں کسی کی توبہ یا خوف سے تاخیر ڈال دیتا ہے۔

(مولانا بٹالوی فرماتے ہیں) یہ مرزا صاحب کے آٹھ صفحہ کے پورے مطالب کا خلاصہ ہے۔اب اس پر ہمارے ریمارکس سنیں۔

☆ نمبر اول میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ اس پیشگوئی کا بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی موت تھی ، یہ اس لئے فرمایا ہے کہ احمد بیگ مر چکا تھا۔ وہ نہ مرتا تو یہی چھوٹا حصہ ہو جاتا۔

مگر قادیانی کے اصل الہام اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء اور اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۲ء اوراس کے خط مورخہ ۴ مئی ۱۸۹۲ء اوراس کے مضمون شہادت القرآن منقول ص ۱۸۷ کے ناظرین پر مخفی نہ ہو گا کہ بڑا حصہ اس الہام و پیش گوئی کا اور اصل مقصود الہام منکوحہ آسمانی قادیانی کا اس کے پاس واپس آنا ہے ۔موت مرزا احمد بیگ تو اس کا ایک چھوٹا حصہ اور ایک ذریعہ یا زینہ ہے ۔اس کو بڑا حصہ قرار دینا مرزا قادیانی کا جھوٹ ہے ۔

☆ نمبر۲ میں جو قادیانی نے کہا ہے کہ پہلے حصہ کے پورا ہونے کا صاحب اشاعۃ السنہ نے اعتراف کر لیا ہے، یہ بھی جھوٹ ہے ۔مرزا قادیانی سچا ہے تو بتا دے کہ اشاعۃ السنہ کا یہ اعتراف کس صفحہ میں مرقوم ہے ۔ اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۹ جلد ۱۵ نمبر۲ میں تو اس کے وقوع سے لاعلمی ظاہر کی گئی ہے۔

☆ نمبر۳ میں جو قادیانی نے مرزا سلطان احمد بیگ کا ڈر جانا بیان کیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے ۔ہم نے ایک دوست (منشی محمد سعید نقشہ نویس راولپنڈی) کی معرفت مرزا سلطان محمد بیگ سے اس امر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں ڈر جانے سے انکار کیا ۔ یہ سوال و جواب بالفاظ ذیل ہوئے۔

سوال ۔ مرزا غلام احمد کے الہام سے آپ کے دل پر کیا اثر ہوا تھا؟ کیا آپ ڈر گئے تھے یا نہیں۔

جواب ۔ مرزا صاحب کو میں جھوٹا اور دروغ گو جانتا ہوں اور میں مسلمان آدمی ہوں ۔خدا کا ہر وقت شکر گذار ہوں ۔سلطان محمد بیگ بقلم خود۔

ناظرین !کیا آپ جانتے ہیں کہ درصورت انکار خوف مرزا سلطان محمد بیگ سے قادیانی نے قسم کا مطالبہ بوعدہ انعام ایک ہزار لغایت چہار ہزار کیوں نہیں کیا، جیسا کہ آتھم سے کیا تھا؟ اس کی وجہ ہم سے سنیں ۔قادیانی کو خوب یقین تھا کہ سلطان محمد مسلمان ، پھر نوجوان ، پھر انگریزی خواں ، پھر پولیس والوں کا صحبتی اور متعلق ہے، وہ اپنے سچے انکار پر فوراً قسم کھا کر روپیہ وصول کرے گا۔ آتھم کی طرح بڈھا اور ضعیف القلب عیسائی نہیں کہ وہ سچی قسم سے بھی ڈر جائے گا۔

☆ نمبر۴ ۔ میں جو مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے پر عقلی دلیل بیان کی ہے وہ بھی محض دروغ و مغالطہ ہے ۔عقل مند انسان اگر کسی پیشگوئی کرنے والے کو جھوٹا جانتا ہے تو

ایک بار نہیں ہزار بار اگر وہ کسی شخص کی موت کی نسبت پیش گوئی کرے، اور پھر وہ شخص فوت بھی ہو جاوے، تو وہ عقل منداس موت کو پیش گوئی کا اثر نہیں سمجھتا اور نہ اس سے ڈرتا ہے۔ بناء علیہ، مرزا احمد بیگ کی موت سے مرزا سلطان محمد کا ڈر جانا لازمی اور ضروری نہیں۔ اور جو نقلی (روایتی) دلیل بیان کی ہے۔ وہ ہرگز لائق اعتماد و قبول نہیں کیونکہ اس روایت کے راوی اور ان خطوں کے کاتب حکیم فضل الٰہی (متوطن کوٹ بھوانی داس ضلع گوجرانوالہ، مقیم لاہور) سے خاکسار نے اپنے فرودگاہ لاہور میں بلا کر حال دریافت کیا تو انہوں نے چند اشخاص کے سامنے اقرار واظہار کیا کہ ان خطوط کا کاتب میں ہی ہوں۔

اوران کی یہ روایت قادیانی کی تائید وتصدیق میں درج ذیل تین وجہ سے لائق اعتماد نہیں۔

وجہ اول۔ کہ ان خطوں میں بقول قادیانی وحسب بیان حکیم صاحب مرزا سلطان محمد بیگ کا کوئی اعتراف قصور وتوبہ درج نہیں۔ جو کچھ ہے ان کے بزرگوں کی طرف سے ہے۔ واز آنجالیکہ قصور نکاح ثانی زوجہ آسمانی قادیانی کا مرتکب اور اصل مباشر خود مرزا سلطان محمد بیگ ہیں، نہ ان کے بزرگ جو صرف معاون ومشیر ہیں۔ لہذا وہ اعتراف قصور و توبہ اصل مباشر کے انکار واصرار کے مقابل کان لم یکن وناقابل اعتبار ہے۔

وجہ دوم یہ کہ مرزا سلطان محمد نے اپنی اس تحریر میں جو ہمارے سوالات کے جوابات میں انہوں نے ارسال کی ہے، اس سے بھی انکار کیا ہے کہ ان کے کسی رشتہ دار نے کوئی خط متضمن توبہ واستغفار مرزا غلام احمد کے نام بھیجا ہو۔ لہذا ان خطوں کا اعتراف قصور وتوبہ باوجودیکہ وہ غیر مباشر کا اعتراف ہے، اور غیر راقم کی قلم سے لکھا ہوا ہے، لائق اعتبار نہیں۔

وجہ سوم یہ کہ اس اعتراف توبہ کے ناقل وکاتب حکیم فضل الٰہی ہیں اور وہ قادیانی کے چھپے حواری (مددگار) اور ذو الوجھین (دورخ) ہیں۔ مسلمانوں کی جماعت میں وہ جب آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں قادیانی کا حواری نہیں ہوں، اور جب قادیانی کے حواریوں اور مریدوں سے خلوت کرتے ہیں تو ان کے ہم صفیر و مددگار بن جاتے ہیں۔ ان کی اس دوسری حالت پر سردست تین دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ ان کے خاص مذہبی جلسوں اور کمیٹیوں کے ممبر ہوتے ہیں اوران کی بعض مذہبی مجلسیں انہی کے خاص اہتمام سے اور انہی کے خاص مکان پر ہوتی ہیں اس کی تصدیق چاہو تو حافظ فضل احمد و مولا بخش کا اشتہار مباحثہ جو حکیم صاحب ہی کے مکان

کے پتہ سے جاری کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

دوسری دلیل یہ کہ وہ وقتاً فوقتاً قادیانی کے عقائد کفریہ کی تائید وتصدیق کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دو دفعہ خاکسار کے فرودگاہ پر آئے اور عقائد قادیانی کے حامی بنے۔ایک دفعہ اس بات کا ثبوت لے کر آئے کہ جو قادیانی نے ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے، یہ کفر نہیں۔ دوسری دفعہ اس امر کا ثبوت آپ نے پیش کیا کہ جو قادیانی نے آیت ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد کو اپنے اوپر لگایا ہے، یہ کفر نہیں۔ جب ہم نے ان باتوں کا کفر ہونا ان کے سامنے ثابت کیا۔تو باوجودیکہ عاجز ولاجواب ہو گئے مگر پھر بھی ان باتوں میں قادیانی کی تائید کرنے سے باز نہ آئے۔اور اس لاجواب ہونے کے بعد شیخ محی الدین واعظ انجمن حمایت اسلام کے نام اس مضمون کا رقعہ لکھا کہ جو قادیانی نے اپنے آپ کو مرسل یزدانی لکھا ہے اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے اور اس کی تفصیل میں پورا مرزائی بن کر دکھا دیا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ قادیانی کے حواریوں اور اس کا مذہب پھیلانے والوں کو تبرعاً واحساناً بلا معاوضہ مالی مدد دیتے ہیں۔تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور میں ایک شخص قطب الدین واعظ (ساکن موضع بدوملہی) قادیانی کی تائید میں برسر بازار وعظ کہتا پھرتا تھا، اس کو حکیم صاحب نے علی رؤس الاشہاد دو روپیہ دیئے تاکہ اور لوگ بھی ان کی تقلید کریں اور اس کو مالی مدد دیں۔

ان وجوہات ثلاثہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیم صاحب، قادیانی کے حواری ہیں۔ لہذا ان کی روایت وشہادت قادیانی کی تائید میں مقبول نہیں۔

☆ مرزا سلطان محمد کے خوف پر عقلی ونقلی دلیلیں بیان کر کے جو قادیانی نے کہا ہے

.کہ ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی.

یہ بھی محض جھوٹ ہے اور بناء فاسد علی الفاسد۔آپ کو یہ یقین یا کم سے کم ظن غالب یا ادنی درجہ کا وہم بھی اس کا گذرتا تو آپ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء سے پہلے اس مضمون کا اشتہار جاری کرتے۔ آپ اشتہار جاری کرنے کے ایسے عادی ہیں کہ اپنی محبوبہ زوجہ کا حمل اور مبغوضہ زوجہ کی طلاق اور اولاد کو عاق کرنے کے اشتہار سے نہیں رک سکے۔ پس اگر ان کو کچھ بھی اشارہ عالم بالا سے ہوتا، یا آپ کا ملہم (معلم الملکوت) آپ کو القاء کرتا یا واقعہ میں آپ کو

کوئی خط بزرگان سلطان محمد کی طرف سے ملتا تو آپ ضرور اس کا اشتہار کر دیتے۔ تاریخ وفات مرزا سلطان محمد گذر گئی اور اس کی صحت کے ساتھ زندگی آپ کی شرمندگی کا موجب ہوئی، تب آپ نے اپنے ایک چھپے حواری (حکیم فضل الٰہی) کی مدد سے یہ ڈھکوسلہ بنا لیا۔

☆ نمبر ۵ میں جو آپ نے ڈر جانے سے الٰہی وعدہ عذاب کے ٹل جانے کو سنت قدیم خداوندی قرار دیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے جس کا کافی بیان اس جلد میں ہو چکا ہے۔

☆۔۶۔ قادیانیوں کو انعامی چیلنج

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ نمبر ۶ میں جو آپ نے ہم تینوں میں سے کسی ایک کی قسم اس بیان پر چاہی ہے اس قسم کیلئے خاکسار جس تاریخ و جس مقام میں (بجز قادیان) آپ چاہیں، حاضر ہے۔ مگر اس پر انعام دو سو روپیہ نہیں چاہتا، بلکہ بجائے دو سو روپیہ کے آپکے مسلمان ہو جانے اور عقائد جدیدہ کفریہ سے آپ کے تائب ہونے کا طالب ہے۔ اور اگر آپ اس سے انکار کریں تو پھر کوئی اور انعام تجویز کیا جاوے گا جو از قسم مال نہ ہوگا۔ اس کا اظہار آپ کے عقائد کفریہ سے تائب ہونے سے انکار کے بعد کیا جائے گا۔

قسم کے نادرست ہونے پر آپ مجھے کوئی ڈر سنانا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد تین دن مقرر کریں۔ زیادہ میعاد مقرر کریں گے تو اس کو منظور نہ کیا جائے گا۔ اور کمی میعاد کا آپ کو اختیار بھی دیا گیا ہے چنانچہ پہلے معروض ہو چکا ہے۔

مولانا بٹالوی مرزا صاحب کے خطاب میں فرماتے ہیں کہ اور اگر آپ درج بالا انعام و شرط سے میری قسم منظور نہ کریں تو بالمقابل قسم پیش کریں اور اس پر وہی دو سو روپیہ جو آپ نے تجویز کئے ہیں، انعام لیں۔ مگر میں آپ کے ان حواریوں کی جن کو میں آپ کی مانند دہریہ و لامذہب جانتا ہوں، قسم ہرگز منظور نہ کرونگا (آپ اور وہ لوگ دو سو روپیہ تو کجا، دو روپیہ پر بھی قسم کھانے کو تیار ہو جائیں گے) بلکہ میں

☆ اولاً محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ کی قسم چاہتا ہوں۔ وہ انہی الفاظ سے، جو آپ مجھ سے کہلانا چاہتے ہیں، یہ کہیں اور اس پر قسم کھا جائیں کہ

میں (محمد علی) نے ان دلائل فریقین کو جو خدا تعالیٰ کے موعود موقت عذاب کے ٹل

جانے یا نہ ٹلنے کی بابت قادیانی کے اشتہارات اور اشاعۃ السنہ کے مضامین میں بیان ہوئے ہیں، غور وتعمق سے ملاحظہ کیا ہے۔ میرے ایمان وکانشنس conscience کی شہادت سے قادیانی کے دلائل غالب وراجح ہیں۔اور اشاعۃ السنہ کے دلائل مرجوح ومغلوب ہیں۔

اور مجھے موازنہ دلائل سے یقین ہوگیا ہے کہ خدا تعالی اپنے موقت وموعود عذاب موت کولوگوں کے سچے مسلمان ہو جانے سے، بلکہ جھوٹے ایمان لانے سے، بلکہ کافرہ کر کسی قدر ڈر جانے سے، ٹلا دیا کرتا ہے۔

اس بیان میں میں اپنے دلی اعتقاد وکانشنس کے خلاف کرتا ہوں تو خدا تعالی مجھے ایسے دکھ وعذاب سے ہلاک کرے جو کسی جھوٹے پر نہ ہوا ہو۔

☆ محمد علی خان بہ تسلیم کذب قادیانی اس قسم سے انکار کریں تو دوسرے درجہ پر حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر اسی تفصیل سے قسم کھائیں۔

☆ وہ بھی طرح انکار کر جائیں تو بدرجہ سوم منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ لاہور قسم کھائیں۔

☆ وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ چہارم منشی الہی بخش اکاؤنٹنٹ لاہور قسم کھائیں۔

☆ وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ پنجم سید فتح علی شاہ ڈپٹی کلکٹر نہر قسم کھائیں۔

یہ لوگ چونکہ عربی ودینی علوم میں دخل نہیں رکھتے لہذا ان میں سے ہر ایک کو عربی عبارات کا مطلب سمجھنے کیلئے محمد احسن امروہی کو اپنے ساتھ شریک کرنا ضروری ہوگا۔اور ان کو بھی ان کے ساتھ قسم کھانی پڑے گی۔

اگر یہ لوگ قادیانی کے پچھلے اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہوں اور ان کو ہمارے دلائل وجواب کے مقابلہ میں کمزور سمجھیں تو وہ قادیانی سے درخواست کریں کہ وہ اپنے دعوی . الہی وعدہ عذاب موت کے ٹل جانے پر . دیگر قوی دلائل جو وہ دو گھنٹہ میں بیان کرنا چاہتے ہیں، قلم بند کرا کر ہمارے پاس بھیج دیں اور ہم سے ان کا جواب لیں۔ پھر جانبین کے دلائل کا موازنہ ومقابلہ کر کے اس کے دلائل کو غالب پاویں تو اسی تفصیل اور اسی ترتیب سے قسم کھائیں اور قادیانی کو وہی انعام دلوائیں۔

مولانا بٹالوی، مرزائی اکابرین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اگر وہ دلائل وعدہ عذاب موت کے ٹل جانے کے علاوہ قادیانی سے جملہ الزامات مندرجہ مضامین اربعہ

۱۔ اشاعۃ السنہ کی کیفیت سالانہ اور ایک غنیم دشمن اسلام (قادیانی) پر اسکی فتح یابی کا شکرانہ
۲۔ لعنت اللہ علی الکاذبین مع تکملہ
۳۔ حرامزادہ سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب
۴۔ فرضی زوجہ قادیانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر قادیانی کی راست بیانی

کا پورا جواب لکھوائیں۔ اور پھر اس کا جواب ہم سے لکھوا کر ان میں موازنہ و مقابلہ کر کے قادیانی کی جانب کو غالب اور اشاعۃ السنہ کو مغلوب سمجھیں، تو اس پر بھی اسی ترتیب سے اور اسی تفصیل سے قسم کھائیں۔ اور اس کے صلہ میں دو ہزار روپیہ انعام قادیانی کو دلوائیں۔ اس دو ہزار روپیہ کی کفالت چاہیں تو ہمارا نیا مکان (دیوان خانہ) مکفول کرا لیں، جیسا کہ جواب براہین احمدیہ کے انعام میں اپنی زمین مکفول کراتے تھے۔

یہ بات مرزا قادیانی نے نہ مانی اور جواب مضامین اربعہ مذکور کے لکھنے کی جرئت نہ کی اور اس کے موجودہ اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہونے کے سبب ان لوگوں نے قسم نہ کھائی تو عام مسلمان جان لیں کہ . خوف سے موعود عذاب موت ٹل جانے . کے دعوی پر مرزا قادیانی اور اس کے اتباع مذکورین کو یقین وطمانیت نہیں ہے اور اس دعوی میں وہ ہٹ دھرمی کر رہے ہے اور دیدہ دانستہ دھوکہ دے رہے ہیں۔

☆ نمبر ۷ میں آپ نے منکوحہ آسمانی کی واپسی کی پھر پیش گوئی کی ہے لیکن اس کی کوئی میعاد نہیں بتائی لہذا یہ پیش گوئی آپ کے کسی دعوی الہام یا مسیحائی کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ ایسی پیش گوئی اگر کوئی آپ کی موجودہ منکوحہ کی نسبت کر دے کہ آپ کے مرنے کے بعد وہ اس کے نکاح میں آوے گی، تو اس سے آپ اس کو ملہم یا مسیح وغیرہ ہرگز نہیں کہیں گے۔ لہذا مناسب ہے کہ اگر اس پیش گوئی سے آپ اپنا کوئی دعوی الہام یا مسیحائی وغیرہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد مقرر کریں ورنہ اس کو ابھی ڈھانکے رکھیں۔

مولانا بٹالوی آخر میں لکھتے ہیں کہ ان تشریحات سے قادیانی کی راست بیانی اچھی طرح ثابت ہوگئی ہے، اب داد انصاف ناظرین کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالی توفیق انصاف دے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۶۔ ص ۱۷۹۔۱۹۶)

لیکھ رام کی موت

لیکھ رام ایک بدزبان پنڈت تھا، مرزا غلام احمد قادیانی سے اس کی بحث وجدال کا سلسلہ ایک عرصہ سے چل رہا تھا۔ مرزا صاحب اسے نشان دکھانے کے مدعی تھے اور وہ طالب نشان تھا۔ ایک دفعہ بغرض طلب نشان اس کے قادیان آکر رہنے کی بات بھی چلی جو سرے نہ چڑھ سکی۔ پھر ایک روز وہ قتل ہو گیا تو مرزا صاحب نے اپنے الہامات کے تھیلے سے ایک پیش گوئی نکال کر اس واقعہ پر چسپاں کردی کہ دیکھو یہ شخص میری پیش گوئی کے عین مطابق قتل ہوا ہے، اس لئے میں سچا الہامی ہوں۔ مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کو چیلنج کیا کہ تم غلط کہتے ہو۔ اس کی موت کا تمہاری پیش گوئی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ادھر اقوام غیر میں چونکہ مرزا صاحب خود کو ایک مسلمان کے طور پر پیش کرتے تھے اس لئے ہندوؤں نے لیکھ رام کے قتل کا الزام مسلمانوں پر لگایا۔ قاتل پکڑا نہ جا سکا اور ملکی صورت حال بہت کشیدہ ہو گئی۔ مولانا بٹالوی نے صورت حال کا تجزیہ فرمایا اور مرزا صاحب کی تردید اور ہندوؤں کی تفہیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپریل۔ مئی ۱۸۹۷ء میں الہامی قاتل کے عنوان سے ایک بسیط مقالہ تحریر فرمایا جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ میں شائع ہوا۔ اسے مناسب اڈیٹنگ کے بعد ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:۔

لاہور اور دیگر بلاد پنجاب میں اس وقت ہندو اور مسلمانوں میں تفرقہ وفساد کا جوش موج زن ہے جس کی لہریں دن بدن ترقی پکڑتی جاتی ہیں۔ ہم اپنے مذہب اسلام کے حکم الدین نصیحۃ کی ہدایت سے اس کا سبب وعلاج بیان کرنا چاہتے ہیں، گو ہم کو اس کی تعمیل وتاثیر کی امید کم ہے بلکہ مایوسی ہے۔ اس کو سن کر غالباً ہندو یہ کہیں گے کہ یہ سبب وعلاج بیان کرنے والہ مسلمانوں کا ایک مذہبی لیڈر رہے اور جو سبب اس جوش کا اس نے بیان کیا ہے اس میں ہندوؤں کی غلط فہمی اور زیادتی کا اظہار کیا ہے، اور جو علاج بتایا ہے اس میں زیادہ تر اسلام ومسلمانوں کا فائدہ سوچا ہے اور ہندوؤں کی خواہشوں اور منصوبوں کو دبانا چاہا ہے،

اس لئے ہم اس کی بات کیوں سنیں؟ نادان وعوام مسلمان (جو نہ علم رکھتے ہیں نہ صحبت اہل علم جس سے وہ اسلام وایمان کی حقیقت جان سکیں اور اس لئے وہ صرف غلام محمد و غلام احمد وغیرہ نام سن کر موسوم کو مسلمان سمجھ لیتے ہیں) یہ کہیں گے کہ اس جوش کا سبب ایک مسلمان کی تحریرات (جو بغایت درشت الفاظ اور غلیظ سب ّ وشتم سے بھرے ہوئے ہیں اور جن کا سلسلہ درشت زبانی میں روز بروز ترقی کر رہا ہے) اور الہامات (جن میں لوگوں کے قتل کی پیشگوئیاں ہیں) کو قرار دیا گیا ہے ۔ اور جو علاج بتایا ہے اس میں بھی اس مسلمان کو تکلیف ونقصان پہنچنے کا ایک احتمال ہے ، اس لئے ہم اس کو کیوں مانیں ؟ حکومت یہ کہے گی کہ فریقین کے بڑے بڑے لیڈروں نے (جو حکومت کے معتبر اور مشیر ہیں) یہ باتیں نہیں کہیں ، تم کون ہو کہ ہم تمہاری سنیں ۔

اس مایوسی کے ساتھ ایک خوف بے امنی بھی مانع ہے کیونکہ کئی لوگ کہتے ہیں کہ یسا نہ ہو کہ تم بھی اسی لپیٹ میں آجاؤ اور قومی شہیدوں میں داخل کئے جاؤ ۔ ادھر ہندو ڈراتے اور دھمکاتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے فلاں فلاں لیڈروں کو جام شہادت پلائیں گے ۔ اور تمام مسلمانوں کو آریہ ورت سے نکال دیں گے ۔

ادھر کچھ لوگ بذریعہ اشتہارات وغیرہ تحریرات مشتہر کر رہے ہیں کہ جو شخص ہماری اس ظاہری کرامات کو نہ مانے گا اور ہر کہ شک آرد کافر گردد کا مصداق بن کر اس کا انکار ظاہر کرے گا اس کو بھی ہم پنڈت لیکھ رام کے پاس پہنچا دیں گے ۔ الہامی قاتل کی اس دھمکی نے عوام وخواص کو ڈرا دیا ہے ۔

(یہ دھمکی عام طور پر تو اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں آریہ کے ساتھ مولویوں کو شامل کر کے خود قادیانی نے شائع کی ۔ پھر ان کے خلفاء ومیاں معراج الدین وغیرہ نے آسمانی فیصلہ کے ذریعہ مشتہر کی ۔ پھر خصوصیت کے ساتھ خاکسار کو مخاطب کر کے قادیانی کے حواری حکیم نور الدین نے ایک خط کے ذریعے سے جو مرزا قادیانی کے مرید میاں محمد صادق کلرک اکونٹنٹ جنرل آفس اور میاں عبدالرحمٰن کلرک ریلوے میرے پاس لائے ۔ وہ دھمکی دی اور یہ بات لکھی کہ اس کیلئے بشرط انکار کم سے کم پنڈت لیکھرام کی طرح کسی پیش گوئی کے واسطے صاف ارادہ ظاہر فرماویں ۔ آخر مرزا قادیانی نے بھی اشتہار متعلق لیکھ رام مطبوعہ ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں صاف لکھ دیا کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب قسم کھالیں کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی ، پھر ایک سال تک بچ گئے تو ہم جھوٹے سمجھے جائیں .اس کا جواب اس مضمون میں آگے آتا ہے ۔ محمد حسین)

☆ ادھر ہندوؤں کی دھمکی سے عوام مسلمان تو ڈرے ہی تھے ، تعجب ہے کہ ان سے

بڑھ کر مرزا قادیانی ڈرے ہیں ۔ چنانچہ اس ڈر کا اظہار آپ عریضہ اسمی گورنمنٹ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں کر کے گورنمنٹ سے التجا کرتے اور کہتے ہیں

. میرا باپ اور بھائی مفسدہ ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ کی خدمت اور گورنمنٹ کے باغیوں کا مقابلہ کر چکے ہیں اور میں بذات خود سترہ برس سے گورنمنٹ کی یہ خدمت کر رہا ہوں کہ بیسیوں کتابیں عربی فارسی اور اردو میں یہ مسئلہ شائع کر چکا ہے کہ گورنمنٹ سے مسلمانوں کو جہاد کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور میں گورنمنٹ کی پولیٹکل خدمت و حمایت کیلئے ایسی جماعت تیار کر رہا ہوں جو آڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفوں سے مقابلے میں نکلے گی اور گورنمنٹ کے متعلق مجھے یہ الہام ہوا ہے وما کان اللہ لیعذّبھم و انت فیھم و اینما تولّوا فثمّ وجہ اللہ یعنی جب تک تو گورنمنٹ کی عملداری میں ہے خدا گورنمنٹ کو کچھ تکلیف نہیں پہنچائے گا ۔ اور جدھر تیرا منہ ہوگا اسی طرف خدا کا منہ ہوگا ۔ اور چونکہ میرا منہ گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف ہے اور اس کے اقبال وشوکت کیلئے دعا میں مصروف ہے، کیونکہ مجھ کو جیسا گورنمنٹ کی سلطنت وظل وحمایت میں امن ہے نہ مکہ میں ہے، نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ کابل میں، نہ ایران میں ۔ لہذا خدا کا منہ بھی اسی گورنمنٹ کی طرف ہے اور اس امر کی شہادت گورنمنٹ خود دے سکتی ہے کہ اس کو میرے زمانے میں کس قدر فتوحات نصیب ہوئے ہیں ...ان وجوہات سے گورنمنٹ میری جان کی حفاظت کرے اور میری حفاظت کے لئے قادیان میں جہاں اس وقت بجز چوکیداروں کے نہ کوئی تھانہ ہے نہ چوکی پولیس، پولیس متعین کرے جو میری جان کو ہندوؤں سے بچاوے ۔ اور جن ہندوؤں نے مجھے ڈرایا اور دھمکایا ہے گورنمنٹ ان کی ضمانتیں اور مچلکے لے .

اس التجا اور عجز والحاح کے وقت الہامی صاحب اپنے وہ سب الہامات کو بھول گئے جن کو وہ اس التجا سے سات روز پہلے اشتہار ۱۵ ۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں اور کئی سال پہلے دیگر تحریرات میں شائع کر چکے تھے کہ

. جب مشکلات کے پہاڑ پر خدا تجلی کرے گا تو انہیں پاش پاش کر دے گا (یعنی تجھے ان سے بچا لے گا) ۔ اے عیسی (مرزا غلام احمد) تجھے میں تیری اپنی موت سے ماروں گا اور جو ہندو تیرے ذلیل اور لعنتی موتوں کیلئے کوشش کر رہے ہیں ان سے تجھے بچا لوں گا

(قادیانی اشتہار۔ ۱۵مارچ ۱۸۹۷ء)

اور تجھے خدا تعالی اسّی (۸۰) برس کی عمر تک یا اس کے قریب تک زندہ رکھے گا

(ازالہ اوہام۔ ص ۶۳۵)۔

یعصمک الله من عنده و ان لم یعصمک النا س اور اگرچہ تمام لوگ تیرے بچانے سے دریغ کریں مگر خدا تجھے بچائے گا۔(براہین احمدیہ۔ ص ۵۱۰)

انا کفینا ک المستهزئین (انجام آتھم۔ص ۱۵)۔ اور ہم تیرے لئے ٹھٹھا کرنے والوں کو سنبھالنے کے لئے کافی ہیں۔

سیهز م الجمع و یولّون الدّ بر یا عبدی لا تخف انی اسمع و اری ۔ (انجام آتھم۔ص ۵۴)۔ سب بھاگ جائیں گے اور پیٹھ دکھلائیں گے اے میرے بندے مت خوف کر میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں۔

یخوفونک من دونه آئمة الکفر لاتخف انک انت الاعلی۔(انجام آتھم۔ ص ۵۹) تجھے خدا کے سوا اوروں سے ڈراتے ہیں۔ یہ کفر کے پیشوا ہیں، مت ڈر، غلبہ تجھی کو ہے

مرزا صاحب اس خوف اور دہشت کے وقت یہ خیال نہ کر سکے کہ جب مجھے خدا خاص طور پر بندوں سے بچانے اور سلامت رکھنے کا وعدہ دے چکا ہے تو میں گورنمنٹ سے کیوں التجا کرتا ہوں کہ جس طرح ہو سکے میری جان کو بچا لے۔ جب آسمانی عدالت سے حفاظت کا یقین دلایا گیا ہے تو پھر کونسی ضرورت پیش آئی ہے کہ انگریزوں کے دروازہ پر سرگردانی و سرافگندگی کر رہا ہوں جس سے اپنے انجام آتھم کے صفحہ ۲۱ میں انکار کر چکا ہوں۔

پیسہ اخبار کا اڈیٹر جو اس وقت اپنی وسعت و کثرت کی وجہ سے بڑا دلیر بہادر تھا، پرچہ ۲۰ مارچ ۱۸۹۷ء میں قادیانی سے ڈر کر التجا کرتا ہے کہ مجھے کچھ عرصہ زندہ رہنے دیجئے۔ اور میری نسبت کوئی پیش گوئی نہ کیجئے گا اور اس دھمکی کے خوف سے وہ پرچہ ۲۷ مارچ ۱۸۹۷ء میں قادیانی صاحب کے ایک نامعقول جواب کو جواب معقول کہہ کر اس کی تائید کرتا ہے۔

اسی طرح وہ اصحاب واحباب قادیانی کی دھمکی سے ڈر گئے ہیں جو اس خاکسار محمد حسین کو اس موقع پر کچھ بیان کرنے سے مانع ہوئے ہیں۔

یہ صورت خوف و بے امنی اور وہ حالت ناامیدی و مایوسی ہم کو اجازت نہ دیتی تھی کہ ہم اس جوش کے سبب اور علاج کے متعلق اپنی رائے ظاہر کریں۔ اور اپنی جان کو خطرہ

میں اور اپنی رائے کو کے بے وقعتی کے معرض میں ڈالیں۔ مگر حکم مذکور الدین النصیحة نے ہم کو اس سبب اور علاج کے بیان پر جرأت دلائی اور خوف بے امنی سے ہم کو اس آیت نے تسلی دی و ان یمسسک اللہ بضرّ فلا کاشف له ا لا هو و ان یمسسک بخیر فهو علی کل شیء قدیر و هو القا هر فو ق عباده وهو الحکیم الخبیر۔ اور اس مایوسی سے ہم کو اس عربی شعر نے روکا

فقل ما یفیض الوقت من غیر سا مع

ففی الد هر من یر جی به الفو ز ظافرا

علاوہ براں اس خیال نے بھی ہماری جرأت وحوصلہ کو بڑھایا کہ جو باتیں ہم کہنا چاہتے ہیں وہ ایسی حق ہیں کہ باوجودیکہ ان میں بادی الرأی اور اول استماع میں تلخی معلوم ہو گی جو بحکم الحق مرّ حق کے لوازم سے ہے، مگر صبر واستقلال وتحمل واستکمال کے ساتھ سن لینے کے بعد امید ہے کہ وہ تینوں فریق (ہندوؤں، مسلمانوں، گورنمنٹ) کو بھلی اور شیریں معلوم ہوں گے اور صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد والا نتیجہ پیدا کریں گے۔ انشاء اللہ۔ خصوصاً قادیانی صاحب کے حامیوں کو جو ان کو مسلمان سمجھ کر ان کی حمایت کا خیال رکھتے ہیں کیونکہ ہماری تجویز سے اس کو انعام واکرام کی امید ہے، نقصان کا احتمال اس صورت میں ہے کہ وہ ہماری تجویز کو نہ مانیں۔

☆ اس امید وخیال سے ہم بتوفیق حق متعال کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے جوش کا ایک سبب جو قدیم اور بعید سبب ہے ہندوؤں کا یہ خیال ہے کہ ہم ایک مدت مسلمانوں کی غلامی کر چکے ہیں اب ان کو غلام بنائیں۔ سلطان محمود غزنوی اور اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں کئی طرح کی ان سے تکلیفیں اٹھا چکے ہیں اب ہم کو موقعہ ہاتھ آیا ہے، ہم ان کو تکلیفیں پہنچائیں۔ مغربی تعلیم اور اس کے ذریعہ سے دولت نے ان کو قوت دی تو اس خیال نے اور ترقی کی اور اس کی عملی تاثیریوں ظاہر ہو رہی ہے کہ جس محکمہ میں ہندوؤں کا غلبہ یا دخل ہے وہاں حتی الوسع مسلمانوں کو داخل نہیں ہونے دیتے۔ اور جو پہلے سے داخل ہیں وہ اگر ما ند شبے ما ند شبے دیگر نمے ما ند کے مصداق ہو رہے ہیں۔ اور جو مسلمان طمانیت کے ساتھ دخیل ہیں وہ اپنی حکمت عملی اور عقل مندی سے کام لے رہے ہیں۔ اس تاثیر کا ایک انٹرنیشنل کانگریس کا قیام ہے جس کا جو نتیجہ ہندو اور مسلمانوں کے حق میں ظاہر ہو رہا ہے، اور جو ہو گا وہ

محتاج بیان نہیں ہے۔اس سبب کا ازالہ اور اس سبب سے جو جوش ہندوؤں کے خون میں نیا پیدا ہو گیا ہے اس کا معالجہ ہمارے اختیار اور بیان سے باہر ہے۔تاہم ، ہم صرف انسانی اور ملکی ہم دردی کے تقاضا سے ہندو صاحبوں کی خدمت میں اس قدر عرض کرتے ہیں کہ اس وقت دولت آپکے ہاتھ ہے، مغربی تعلیم آپ کی قوم میں، اتفاق قومی آپ کی جماعتوں میں ہے۔ آپ اسی ترجیح اور بزرگی کو غنیمت سمجھیں اور ناجائز وسائل سے مسلمانوں کے زیر کرنے کی کوشش نہ کریں۔ مذہبی جوش وخیال کو دل ودماغ سے نکال دیں۔اور یہ بات بھی انصاف کر کے خیال میں لاویں کہ اگر کسی وقت بعض سلاطین اسلام سے ہندوؤں کے حق میں نامہربانیاں ہوئی ہیں تو ان کے مقابلہ میں دیگر سلاطین اسلام سے ہندوؤں کے حق میں مہربانیاں بھی تو ہوئی ہیں جو ان مہربانیوں سے ہرگز کم نہ تھیں جو مسلمانوں پر ہوئیں تھیں۔

سلطان محمود غزنوی اور عالمگیر کی واقعی یا فرضی سختیاں یاد دلا کر آپ ہندوؤں کے خون میں جوش پیدا کرتے ہیں، اکبر بادشاہ کے عہد کی مہربانیاں یاد میں کیوں نہیں لاتے جس کے دربار میں دیوان ٹوڈرمل کی ویسی ہی عزت تھی جیسے ابوالفضل یا فیضی کی۔ دور نہ جاؤ اس وقت کابل جا کر دیکھ لو اس میں ہندو بھی ویسے ہی دیوان وارکان ہیں جیسے کہ مسلمان۔ پھر ان اہل اسلام کی مہربانیوں کو یک لخت فراموش کر کے کسی زمانہ کی سختیاں ہندوؤں کو یاد دلانا انصاف کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کے مقابلہ میں وہ جوش جو مسلمانوں میں ہندوؤں کے ایسے خیالات کے برملا اظہار سے پیدا ہوا ہے یا پیدا ہو سکتا ہے اس کا روکنا بھی علاج اور تدبیر سے باہر ہے۔کون چاہتا ہے کہ میں آقا بن کر پھر غلام بنوں، یا افسر رہ کر ماتحتی قبول کروں۔اسی خیال سے مسلمان بھی خدا خدا کر کے مغربی تعلیم میں مصروف ہوئے ہیں اور ان کی ترقی تعلیم کے وسائل سوچنے کیلئے ایجوکیشنل کانفرنس اور ان کے حقوق کی حفاظت کیلئے اینگلو اورینٹل ڈیفنس ایسوسی ایشن آف اپرّ انڈیا قائم ہوئی ہے۔

مسلمانوں کی خدمت میں ہم برادرانہ التماس کرنے کی زیادہ جرأت کرتے ہیں اور اس کی قبولیت کی زیادہ امید رکھتے ہیں کہ آپ صاحبان ہندوؤں کے اس جوش مذہبی اور خیال انتقام کے مقابلے میں کوئی جوش مذہبی اور خیال انتقام دل ودماغ میں نہ آنے دیں۔ بلکہ صبر وتحمل اور استقلال سے کام لیں اور اپنی بہتری اور اصلاح کی تدبیر ورفتار کو استحکام کے

ساتھ برابر جاری رکھیں ۔اور اگر ایسا حوصلہ اور ہمت نہیں رکھتے تو اپنے ملکی بھائیوں کی (جو تعلیم ، دولت، اور قومی اتفاق میں تم سے بڑھ گئے ہیں) بالا دستی قبول کر لیں ۔اس صورت سے غالباً کچھ دن آرام سے گذر جائیں گے ورنہ آئے دن مصیبتوں کا سامنا رہے گا۔اور اگر بالا دستی قبول کرنے سے عار ہے اور اپنے بزرگوں کے فاتح ہونے کا کوئی قصہ یا فسانہ یاد ہے اور آبائی عزت وغیرت کے خون کا تمہاری رگوں میں کچھ اثر ہے ،تو مغربی تعلیم (جس کے واسطے گورنمنٹ نے ہندو اور مسلمانوں کیلئے یکساں وسائل بہم پہنچا دیئے ہیں) حاصل کر کے موجودہ فاتح قوم کی سلطنت کے ارکان بنیں اور دولت وثروت اور حشمت وشوکت کے حصول میں تعلیم کے علاوہ تجارت وحرفت کے ذریعے کوشش کو حد کمال تک پہنچائیں اور اس کے ساتھ اپنے مذہب اور علوم مذہب میں بھی ترقی کریں ، اور دوسرے مذاہب والوں سے ناجائز مزاحمت (جس کی تمہارا مذہب اجازت نہیں دیتا) کا خیال دل میں ہرگز نہ آنے دیں۔

ہماری ان گذارشات پر فریقین نے توجہ کی تو امید ہے کہ اس جوش کی کمی ہو جائے گی ۔مسلمان تو پہلے ہی اپنی خستہ حالی کی مصیبت میں مبتلاء ہونے کی وجہ سے (خدا کا شکر ہے کہ) چپ ہیں ،اور ایسے وقت میں جب کہ ہندوؤں کے جوش کا دریا کناروں سے باہر ہو رہا ہے، وہ کسی خلاف قانون حرکت کے مرتکب نہیں ہوتے اور اپنے لیڈروں کی نصیحتوں پر (جو صبر وتحمل کے باب میں وہ ان کو کر رہے ہیں) کاربند ہیں ۔ ہندو صاحبان بھی اگر حوصلہ وانصاف کو کام میں لائیں گے تو ہماری اس ناصحانہ التماس سے فائدہ اٹھائیں گے ۔وہ سلطان محمود اور عالمگیر اورنگ زیب کی فرضی یا واقعی کہانیاں چھوڑ کر اکبر، جہانگیر اور شاہجہان کی مہربانیوں کو پیش نظر رکھ کر مذہبی کدورت سے صاف سینہ ہو کر اپنے کام ترقی تعلیم و دولت میں (جس میں وہ مسلمانوں سے پہلے ہی بہت بڑھ گئے ہیں)،مصروف رہیں۔

دوسرا سبب (جو قریب اور جدید ہے) یہ ہے کہ مسلمانوں کی بدقسمتی و بداقبالی کی وجہ سے ان میں قادیانی صاحب پیدا ہو گئے جنہوں نے پہلے تو اسلام کا وکیل بن کر مخالفین اسلام (نصاری، یہود، اور ہنود) سے مباحثہ ومناظرہ کا بیڑا اٹھایا اور ان کے مقابلہ میں ایک کتاب براہین احمدیہ نام تصنیف کر کے اس میں قرآن اور اسلام کی حقیّت پر تین سو دلائل عقلیہ قرآن ہی سے نکال کر درج کر دینے کا اشتہار دیا، اور اس اشتہار میں یہ درج کیا کہ مخالفین میں سے جو شخص اس کا جواب دے گا اس کو دس ہزار روپئہ انعام دونگا۔اس اشتہار کے ذریعہ

مسلمانوں کو دام میں لا کر اور اپنا معتقد و مفتون بنا کر اور اس کتاب کی صرف چند جلدیں چھاپ کر خریداروں اور معاونوں میں باعتراف خود دس ہزار روپیہ پیشگی وصول کر کے خورد برد کر لیا۔ اور ان جلدوں میں ان تین سو دلائل میں سے (جن کے درج کرنے کا اظہار کیا تھا) ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی۔ صرف چند تمہیدی باتوں کو مختلف پیرایوں، نظم اور نثر میں اور تکرار کے ساتھ لکھ کر خریداروں کی تسلی کر دی۔ پھر جب یہ خیال آیا کہ اس کتاب کی بقیّہ جلدوں کا تو خارج اور نفس الامر میں (بجز اپنے خیال کے) کہیں نام و نشان نہیں، اور ان تین سو دلائل کا تو اپنے خیال میں بھی وجود نہیں، لہذا کتاب کے بقیّہ حصوں کا چھاپنا ناممکن ہے اور اس روپیہ کا جو اس کے عوض میں لیا گیا ہے، ہضم ہونا بھی مشکل ہے تو اس کتاب کی تیسری اور چوتھی جلد سے آپ نے الہام بازی شروع کر دی اور اپنے خریداروں اور معتقدوں کی توجہ عقلی دلائل کی طرف سے اپنے الہامات کے تماشے کی طرف منعطف فرما دی۔ نیز خریداروں کا دل بہلانے اور ان کے دماغ سے تین سو دلائل اور کتاب کے باقی حصوں کا خیال اچھی طرح سے بھلا دینے کی غرض سے سرمہ چشم آریہ اور شحنۂ حق وغیرہ (جن میں متفرق مسئلوں پر بحث کی گئی ہے) شائع کر دیئے۔ اور چند دوسرے رسالوں کی بذریعہ اشتہارات بشارت دیدی جن میں بہت سے الہاموں اور پیش گوئیوں کے درج کرنے کا وعدہ کیا۔

براہین کی ان جلدوں اور رسائل اور اشتہارات میں ہندوؤں کو کوسنا، ان کو بہو بیٹیوں کی گالیاں دینا (شحنۂ حق کے صفحہ ۱۹ میں آپ آریہ کو کہتے ہیں کہ تم نے مجھ سے اپنی لڑکی کا رشتہ تو نہیں کرنا کہ میری جائداد کی تحقیق کرتے پھرتے ہو۔ ایسا ہی سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۴۹ میں آریہ کی لڑکیوں کا ذکر مکروہ طور پر لائے ہیں) اور اپنے الہامات میں ان کو دھمکانا اور الہامی قتل سے ڈرانا اور ان کے معبودوں کو برا کہنا شروع کیا۔ اس کے ڈرانے والے الہامات میں آپ کا وہ الہام بھی تھا جو مقتول لیکھرام کے متعلق اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں شائع و مشتہر کیا تھا۔ یہ دونوں امر (ہندوؤں اور ان کے معبودوں کو برا کہنا اور الہامی قتل سے ان کو ڈرانا) ہندوؤں کے کمال اشتعال اور عداوت کے قریب اور قوی سبب ہو گئے (اس امر کا اعتراف قادیانی نے بھی کیا ہے۔ ان کا اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء اور عریضہ اسی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء ملاحظہ ہو)۔ پہلے تو ان کے زبان دراز مذہبی اور قومی وکیل پنڈت لیکھرام مقتول نے سال ہا سال دل کھول کر اسلام اور اس کے ہادی کو برا بھلا کہا۔ اور براہین احمدیہ کے مقابلہ اور جواب میں چند کتابیں (جو محض

بدگوئی اور بدزبانی سے بھری ہوئی تھیں اور جن کا بہت سا حصہ متعصب عیسائیوں کی تحریروں سے انتخاب کیا ہوا تھا) ادھر ادھر سے مواد جمع کر کے شائع کر دیں۔ اور اس کے ساتھ ہی عام مجلسوں میں تقریروں کے ذریعہ بھی ہادی اسلام ﷺ کو برا کہہ کر مسلمانوں کو رنج پہنچایا۔

پھر جب وہ کسی سبب سے (جس کے تعیین میں اہل الرائے کا اختلاف ہے) قتل کیا گیا تو ہندوؤں کو قادیانی صاحب کے الہام مذکور کا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ انہوں نے اس کی دستاویز سے یہ یقین ظاہر و مشتہر کر دیا کہ ہمارے قومی وکیل کو اسی شخص نے اپنے الہام کی تصدیق کی غرض سے قتل کروا دیا ہے۔

بعض ہندوؤں نے دیگر مسلمانوں کو بھی اس قتل کی سازش میں شریک کر دیا اور یہ کہا کہ ان کے مقدمہ فوجداری میں جو پنڈت کو سزا نہ ملی، اور اس سے ان مسلمانوں کو خفت حاصل ہوئی، تو ملاؤں سے فتویٰ لے کر اس کو قتل کروا دیا۔ وہ بھی اس قتل کی سازش و الزام سے مرزا کو بری نہیں کرتے اور فتویٰ قتل کے ساتھ اس کی پیشگوئی مذکور کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

قادیانی یہ پیش گوئی نہ بھی کرتا، اور ہندوؤں میں اس کی اس پیش گوئی کا نوٹس نہ لیا جاتا اور صرف ان مسلمانان اہل مقدمہ پر الزام قتل قائم کیا جاتا تو بھی اس کا رجوع اسی قادیانی کی طرف ہوتا۔ یعنی ترتیب واقعات یوں ہوتی:۔

ان مسلمانوں نے پنڈت مقتول (لیکھرام) پر مقدمہ کیوں چلایا؟

اس پنڈت کی بدگوئی و توہین اسلام کی وجہ سے۔

پنڈت نے ایسی بدگوئی کیوں کی جس سے مقدمہ چلانے کی نوبت آئی؟

قادیانی کے ان کو اور ان کے معبودوں کو برا بھلا کہنے اور کمال اشتعال دلانے سے۔

اور جس حالت میں وہ اس بدگوئی اور اشتعال کے علاوہ لیکھرام کے قتل ہو جانے کی پیش گوئی بھی کر چکا تھا اور تمام ہندوؤں کو اس پیش گوئی کا علم و خیال ہو گیا تو اس سے ان کو حق پیدا ہو گیا اور بہانہ ہاتھ آ گیا کہ یہ قتل اسی کا کام ہے گو اس میں بعض ہندوؤں نے دیگر مسلمانوں کو بھی شریک و معاون قرار دیا ہے۔ بلکہ اکثر ہندوؤں کا تو یہ خیال ہو گیا ہے کہ تمام مسلمان اس کام میں قادیانی کے مددگار یا کم سے کم ہمدرد اور متفق الرائے ہیں۔ اور اس خیال سے انہوں نے سبھی مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا ہے۔ اور اس کے بدلے میں ان کی ایذاء رسانی کا خیال پختہ کر لیا ہے۔

ہندو ایڈووکیٹ وغیرہ اخبارات نے جو کچھ مسلمانوں کے برخلاف لکھا ہے وہ اسلامی اخباروں میں مشتہر ہو چکا ہے۔ ہم اس کے ذکر و اعادہ کو پسند نہیں کرتے اور جو عملی کاروائیاں زبردست ہندو زیر دست مسلمانوں کی تباہی کے واسطے کر رہے ہیں ان کو بیان کر کے اپنے مسلمانوں کے رنج کو تازہ کرنا نہیں چاہتے۔

اس کے مقابلہ میں مسلمان جو تدبیریں سیلف ڈیفنس کے واسطے کر رہے ہیں، اور ان کی جو عملی کاروائی شروع ہوگئی اس میں ہم ان کے اس وجہ سے شکر گذار و ثنا خوان ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اس میں کسی امر خلاف قانون کا ارتکاب نہیں کیا۔ اور نہ اپنے مذہبی رنج کو (جو انہیں پہنچایا گیا) پولیٹکل ایجی ٹیشن کا مخزن اور منبع بنایا۔ لیکن اس قدر برادرانہ و ناصحانہ التماس ضرور کریں گے کہ اس سے بہتر اور آسان تدبیر وہ ہے جو ہم تحریر کرنا چاہتے ہیں اس کا نتیجہ ان کی تجاویز کے نتیجے سے مفید تر اور آسانی سے ظاہر ہوسکتا ہے۔ مگر ہم پہلے ہندوؤں کی خدمت میں کچھ گذارش کر لیں، بعد میں انکی خدمت میں وہ تدبیر عرض کریں گے

ہندو صاحبان کے حد اعتدال سے بڑھے ہوئے جوش کو اعتدال میں لانے کیلئے ہم گذارش کرتے ہیں (اور وہی اس فساد کا جو اس جوش سے پیدا ہونے والہ ہے، علاج ہے) کہ اول تو اس تعیین کو دل و دماغ سے نکال دیں کہ پنڈت لیکھ رام کا قاتل کوئی مسلمان ہے اور اس یقین کے مقابلے میں اس احتمال کو بھی خیال میں لا ویں کہ اس کا قاتل کوئی ہندو ہو، جس کی وجہ مذہبی یہ ہوسکتی ہے کہ اس پنڈت سے جیسے مسلمان آزار رسیدہ اور ناخوش تھے ویسے ہی ہندو بھی تھے۔ اور بقول اڈیٹر اخبار عام (جو ایک پنڈت ہے) وہ ہندوؤں کے بزرگوں کو بھی ویسا ہی پانی پی پی کر گالیاں دیتا تھا جیسے مسلمانوں کے بزرگوں کو۔ اس وجہ سے اس قتل کا شبہ و گمان جیسا کہ ایک کٹر مسلمان پر ہوسکتا ہے ویسا ہی ایک کٹر ہندو پر بھی۔

پس کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کو اس شبہ کیلئے مخصوص کیا جائے اور اس کی پرائیویٹ وجہ وہ ہے جو اخباروں میں مشتہر ہو چکی ہے۔ اور اس وجہ کی نظر سے سول اینڈ ملٹری گزٹ نے (جو نیوٹرل اخبار ہے اور ہندو و مسلمانوں دونوں سے علیحدہ ریمارک کرتا ہے) کہ

ممکن ہے کہ آخر کار یہ ایک پرائیویٹ قتل ہو۔

اور گو ہندو صاحبان اس احتمال کو جگہ نہ دیں اور بلادلیل اس احتمال اول پر اپنا یقین و ایمان قائم رکھیں کہ ضرور اس کو کسی مسلمان نے مارا ہے۔ اور الہامی قاتل (قادیانی) نے اس کو

بہکا کر اس قتل کا مرتکب بنایا ہے تو پھر بھی ان کو یہ حق کہاں پہنچتا ہے کہ اس جرم قتل میں تمام مسلمانوں کو اس کا شریک و مددگار یا ہم درد و متفق الرائے سمجھیں۔

کیا ان کو معلوم نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بہت ہی کم لوگ ہیں جو قادیانی کو مسلمان سمجھتے ہوں۔ وہ تو جمہوری رائے سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج کر چکے ہیں۔ اور علماء ہندوستان و پنجاب، پشاور سے کلکتہ اور مدراس و بمبئی تک اس پر تکفیر کا فتوی لگا چکے ہیں۔ اور اس کی ایسی کاروائیوں سے کہ وہ ہندؤوں اور ان کے معبودوں اور اکابر مذہب کو گالیاں دیتا ہے وہ لوگ بھی ناراض ہیں جو ہنوز اس کو کافر نہیں کہتے بلکہ صرف گمراہ یا خطاکار قرار دیتے ہیں۔ اور اس دشنام دہی سے وہ اپنے ہادی کی تاکیدی ہدایتوں کو مانع پاتے ہیں۔ قرآن شریف میں خدا ارشاد فرماتا ہے

لا تسبّوا الّذین یدعون من دون اللہ فیسبّوا اللہ عدواً بغیر علم۔

(انعام۔ ع۔ ۱۲) کہ جن کو تمہارے مخالف خدا کے سوا پکارتے اور پوجتے ہیں، ان کو تم گالی نہ دو۔ وہ دشمنی سے اس کے بدلے و مقابلے میں خدا کو گالیاں دیں گے۔

بخاری و مسلم میں ایک حدیث ہے

عن عبد اللہ بن عمرو قال رسول اللہ ﷺ من الکبائر شتم الرجل والدیہ قالوا یا رسول اللہ وھل یشتم الرجل والدیہ قال نعم یسبّ ابا الرجل فیسبّ اباہ و یسبّ امہ فیسبّ امّہ۔ متفق علیہ۔ (مشکوۃ ص ۴۱۱)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالیاں دے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایسا بھی کوئی ہے جو اپنے والدین کو گالیاں دیتا ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں کہ اس نے اس کے باپ کو گالی، وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ اس نے اس کی ماں کو گالی دی وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

اور قادیانی کی ان پیش گوئیوں کو جو لوگوں کے مرنے کی نسبت وہ مشتہر کرتا ہے، بعض وہ لوگ بھی نہیں مانتے جو اس کے اتباع میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان پیش گوئیوں میں وہ اس کو خطا پر سمجھتے ہیں، گو اس کی اور باتوں کے دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بہر حال اس کے قتل کے الہاموں اور گالیوں کو تسلیم کرنے والے مسلمان بہت ہی کم ہیں۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ مقتول پنڈت کی گالیوں سے تمام مسلمان بہت تنگ دل

و آزردہ خاطر ہیں۔ اور ایسا مسلمان کوئی نہ ہوگا جس کے دل میں ان گالیوں کا سخت رنج نہ ہوگا۔ مگر اس رنج کو اس ذریعہ سے نکالنا کہ وہ اس کو قتل کر ڈالیں، یا اس قتل کی سازش میں شریک ہوں، یا اس سے اتفاق کریں وہ ہرگز پسند نہیں کرتے۔ اس پر روشن دلیل یہ ہے کہ گالیوں اور مذہبی توہین کے بدلے ایک غیر اسلامی سلطنت کے زیر حکومت رہ کر توہین کنندہ کے قتل کو وہ بحکم مذہب جائز نہیں سمجھتے، اور خلاف ورزی قانون سلطنت سے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا وہ گناہ جانتے ہیں۔ اگر وہ اس امر کو جائز سمجھتے اور اس کی جرأت رکھتے تو اس پنڈت سے پہلے الہامی قاتل کا کام تمام کر چکے ہوتے، کیونکہ وہ شخص باوجود منافقانہ دعویٰ اسلام، آنحضرت ﷺ کی سخت توہین کر چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی بن بیٹھا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے حق میں حضرت عیسیٰؑ کی بشارت (کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا) کو آپ سے چھین کر اپنے اوپر لگا چکا ہے۔ اور حضرت مسیح کے معجزات کو مسمریزم اور قابل نفرت کہہ کر ان کی سخت توہین کر چکا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے مذہب اور اعتقاد میں مسیح بھی ویسے ہی واجب التعظیم ہیں جیسے آنحضرت اور دوسرے انبیاء۔ اور اس توہین کے علاوہ اس نے ان کو برملا گالیاں دیں اور لعنتیں کہی ہیں۔ اس پر بھی مسلمانوں نے صبر کیا اور اس پر صرف فتویٰ کفر لگا کر اپنی جماعت سے اس کو خارج کر دیا۔ اور بلحاظ خوف قانون گورنمنٹ اس کے قتل کا ارادہ نہ کیا۔ اس مثال کے جواب میں اگر ہندو یہ کہیں کہ وہ بظاہر تو مسلمان کہلاتا ہے اور نام ہی اکثر کا مسلمانوں کو لحاظ ہوتا ہے اس لئے مارا نہیں گیا۔ تو ہم دوسری مثال پیش کرتے ہیں کہ پادری لوگ ہمیشہ گلی کوچوں میں مذہب اسلام کی توہین کرتے ہیں اور ہادی اسلام کو برا کہتے ہیں۔ مگر کسی نے نہ سنا ہوگا کہ کسی پادری کو کسی مسلمان نے گالیوں کے بدلے مار ڈالا ہے۔

تھوڑے دن گذرے ہیں کہ گڑگانوے کے ایک پادری نے آنحضرت ﷺ کی توہین میں ایک رسالہ اردو میں شائع کیا تھا۔ اس رسالے کو دیکھ کر بھی مسلمانان دہلی اور قرب و جوار کو (جن کو اس قتل کے الزام میں شامل کیا جاتا ہے) جوش نہ آیا اور انہوں نے اس پادری کو قتل نہ کیا، بلکہ صرف ایک ڈیپوٹیشن کے ذریعہ سے (جس میں یہ خاکسار راقم مضمون بھی شامل تھا) سابق گورنر پنجاب کی خدمت میں اس شکایت کو پیش کیا جس پر انہوں نے صرف اس قدر مسلمانوں کی دل جوئی اور داد رسانی کی کہ اس رسالے کی اشاعت روک دی اور کوئی سزا اس پادری کو

نہ دی ۔تب بھی مسلمانان دہلی وغیرہ نے پادری کے برخلاف کوئی کاروائی نہ کی ۔اس مثال سے(جس کے ماننے میں کسی کو عذر کی گنجائش نہیں) ہندوؤں کو یقین حاصل ہوسکتا ہے کہ اپنے ہادیوں کے حق میں گالیاں سن کر بھی مسلمانوں کو صبر کی عادت ہے ۔اور ان کو مذہب کی طرف سے اجازت نہیں ہے کہ غیر اسلامی سلطنت کے ماتحت رہ کر وہ گالیوں کا انتقام قتل سے لیں کیونکہ اس سے ان کو اپنے قتل و ہلاکت کا خوف ہے جس سے ان کو یہ حکم اللہ تعالی مانع ہے و لا تلقوا بایدیکم الی التّھلکۃ (یعنی اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

مسلمانوں کے اس عمل واعتقاد کو اور الہامی قاتل کی نسبت مسلمانوں کے خیالات مذکورہ بالا کو ہندو انصاف سے سوچیں گے اور اس میں غور وتامل کو کام میں لائیں گے تو وہ یقین کریں گے کہ اگر بالفرض والتسلیم ان کے مقتول کو الہامی قاتل نے قتل کرا دیا ہے تو بھی مسلمانوں کو اس کے فعل سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔نہ مسلمان اس کے اس فعل میں (اگر وہ بقول وزعم ہندوؤں کے اس سے وقوع میں آیا ہے) شریک ہیں نہ معاون نہ ہم درد ۔اور اس یقین سے امید ہے کہ وہ اپنے اس غلط خیال کو واپس لیں گے ۔اور بذریعہ ان ہی اخبارات کے جن میں وہ غلط خیال شائع کر چکے ہیں، عام مسلمانوں کی برائت کا خیال ظاہر ومشتہر کریں گے ۔اور آئندہ مسلمانوں سے وہی برتاؤ رکھیں گے جو اس سے پہلے ان میں جاری تھا ۔اور دنیاوی امور میں ان سے وہی ساتھ رکھیں گے جو قدیم سے چولی دامن کا ساتھ چلا آتا ہے ۔

☆ مسلمانوں کی خدمت میں بادب التماس ہے کہ آسان تدبیر ہندوؤں کے ناجائز منصوبوں اور ان کے برے ارادوں سے بچنے کی (آپ کی موجودہ حالت کی نظر سے یہی ہے) کہ آپ اپنی اسلامی مجلسوں میں اس مضمون کی قرار دادیں پاس کریں کہ قادیانی کی بدگوئی اور اس کے مضمون پیش گوئی سے ہم کو اتفاق نہیں ۔اور ان خیالات کی اخبارات میں اشاعت کریں ۔ امید ہے اس سے ہندوؤں کے خیالات بدل جائیں گے اور ان کے برخلاف خیالات صلح پسندی کو وہ ظاہر کریں گے ۔وہ بھی یہ خوب جانتے ہیں کہ گو وہ مال و دولت وتعلیم واتفاق میں مسلمانوں سے فائق ہیں مگر علیحدگی اور تفرقہ میں مسلمانوں ہی کا نقصان نہیں ہے بلکہ ہندوؤں کا بھی سخت نقصان ہے ۔ان کی تجارت کا بڑا مدار مسلمان ہی ہیں ۔وہ اپنے بہی کھاتوں اور روز مرہ کے گاہکوں کی طرف رجوع کریں گے ،تو ہندوؤں کی نسبت زیادہ مسلمانوں کو اپنا خریدار پائیں گے ۔ ہندو سو روپیہ کی ماہوار آمدنی سے بمشکل بیس خرچ کریگا

مسلمان کو بیس کی آمدنی ہو گی تو تیس خرچ کرے گا۔ ان کا روپیہ خوراک اور پوشاک کے ذریعہ سے اکثر ہندوؤں ہی کی دکانوں میں جاتا ہے، ان کے اپنے گھروں میں کم رہتا ہے۔

اس سے بڑھ کر مفید تدبیر جس سے ہندوؤں کی آتش جوش پر دفعتاً پانی پڑ جائے یہ ہے کہ مسلمان ہندوؤں کو لیکھ رام کے قاتل کا پتہ لگانے میں مدد دیں۔ جس کی آسان صورت یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو الہامی صاحب کے معتقد و مرید ہیں، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دست بستہ عرض کریں کہ یا حضرت آپ کی پیش گوئی متعلق موت لیکھرام کی وجہ سے ہندوؤں کو یہ غلط گمان پیدا ہو گیا ہے کہ وہ آپ کی سازش سے قتل کیا گیا ہے۔ اور اس خیال سے ہندو تمام مسلمانوں کے جانی دشمن ہو گئے ہیں۔ اور ان بے چاروں پر ایک آفت برپا ہے۔ چونکہ آپ ہم مریدوں کے اعتقاد میں مسلمانوں کے امام وقت اور خلیفہ اور مسیح موعود و مہدی مسعود ہیں، لہذا مسلمانوں کی دست گیری اور اس آفت عظیم سے ان کی جان بری آپ نہ کریں گے تو پھر دنیا میں اور کون ہے جس سے یہ آفت دور ہو اور اس کی مدد سے ان کی جان بچ جائے۔ اب للہ مسلمانوں پر رحم کریں اور اس مقتول اور اس کے وارثوں سے بھی انسانی ہمدردی کریں (جسکا آپ اشتہار ۹ مارچ ۱۸۹۷ء میں وعدہ دے چکے ہیں) اور اپنے خدا داد الہام اور وحی کے ذریعہ خدا تعالی سے (جس کو آپ سو دفعہ پکارتے ہیں تو سو ہی دفعہ وہ آپ کو جواب دیتا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۵۸ میں آپ نے فرمایا ہوا ہے) دریافت کر کے اس قاتل کو (جس کو آپ اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء نابکار خونی کہہ چکے ہیں اور پھانسی اور بدتر سے بدتر سزا کے لائق قرار دے چکے ہیں) پتہ بتا دیں تا کہ ہندو اس سے انتقام لیں، اور مسلمانوں کو اپنے غضب و عتاب سے رہائی بخشیں۔

اور اگر معتقدین و مریدین قادیانی یہ جرأت نہ کریں اور غالباً نہ کریں گے اور قادیانی کی شان کو اس سے ارفع سمجھیں گے کہ بلا الہامی اجازت ان کے حضور میں کسی کی سفارش کریں، اور یہ کہیں گے من ذا لذی یشفع عنده ا لا با ذنه (یعنی کس کی جرئت و طاقت ہے کہ ان کے حضور میں بلا اذن حضور اقدس کے کسی کی سفارش کرے) تو بدرجہ دوم اہل اسلام قادیانی سے یہ درخواست کریں۔ جس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اہل اسلام کے چند اعیان (جن کو قوم کی صلاح و فلاح و سود و بہبود کا خیال ہے اور وہ قومی کاموں کا حصہ لیتے ہیں اور ان کو الہامی صاحب سے معتقدانہ تعلق نہیں ہے) ان کی خدمت میں اتفاق کے ساتھ اس مضمون کی مراسلت

بھیجیں کہ آپ مسلمان کہلاتے ہیں اور اکثر لوگوں (خصوصاً مشتعل ہندؤوں) میں مسلمان میں تسلیم کیئے جاتے ہیں۔اور آپ نے لیکھ رام کی موت کے متعلق ایک پیشگوئی کی تھی جس سے مسلمانوں کو یہ مضرت پہنچی ہے کہ اس وقت لیکھ رام خدا جانے کس سبب سے اور کس کے ہاتھ سے قتل ہوا ہے، مگر ہندؤوں کو اس پیشگوئی کی وجہ سے یہ خیال ہو گیا ہے کہ اس قتل میں آپ کی، بلکہ تمام مسلمانوں کی سازش ہے۔اور اس خیال سے وہ سب مسلمانوں کے دشمن جانی ہو گئے ہیں۔اور جب تک ان کا یہ گمان غلط ثابت نہ ہو ان کو اس دشمنی کا کسی قدر موقعہ بھی ہے...لہذا آپ مسلمانوں پر رحم فرماویں، اپنے الہام کا ٹیلی فون یا ٹیلی گراف لگا کر خدا تعالی سے پوچھ کر بتا دیں کہ قاتل کون ہے جس کے سبب سے تمام مسلمان بدنام ہو رہے ہیں۔ آپ کی توجہ سے قاتل کا پتہ لگ گیا تو تمام مسلمانوں کی جان اور مال و آبرو کو امن ہو جائے گا اور آپ کا الہامی ہونا منکروں میں بھی مسلّم ہو جائے گا۔

اور اگر وہ لوگ بھی قادیانی سے اس مراسلت کی جرأت نہ کریں تو پھر بدرجہ سوم ہم ہندؤوں کی خدمت میں بھی عرض کریں گے کہ آپ ہیں بھی صاحب غرض و اہل حاجت۔ آپ اپنی غرض پوری کرنے کی طرف بھی توجہ کریں۔اور آپ مسلمانوں پر رحم فرما کر ان کا پیچھا چھوڑ دیں۔اور اس صورت سے (جو ہم مسلمانوں کی خدمت میں عرض کر چکے ہیں) لیکھ رام کے قاتل کا پتہ قادیانی سے دریافت کریں۔

قادیانی کو لکھے جانے والے خط یا درخواست کا مضمون یہ ہونا چاہیے کہ آپ نے پرچہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۴ کالم اول سطرے ضمیمہ انیس ہند میرٹھ کا یہ قول کہ

ہمارا ماتھا تو اسی وقت ٹھنکا تھا جب مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کی وفات کی بابت پیش گوئی کی تھی، ورنہ ان حضرات کو کیا علم غیب تھا،

نقل کر کے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ

"یہ تمام صاحب آپ اس بات کو تبع لعب ٹھہراتے ہیں کہ کیا خدا نے اس شخص کو علم غیب دیا تھا اور کیا خدا سے ایسا ہونا ممکن ہے۔سو اس وقت ہم بطور نمونہ بعض اور پیش گویوں کو درج کرتے ہیں تا کہ ان نظائر کو دیکھ کر آریہ صاحبوں کی آنکھیں کھلیں۔(پھر آپ نے ۹ پیش گوئیاں نقل کی ہیں) اور عریضہ اسمی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں آپ نے کہا ہے

بجز خدا کس کی قدرت میں ہے کہ ایسی پیش گوئی کرے جس کی میعاد چھ سال تک محدود کر دی گئی ہے اور ساتھ ہی اس کے حملہ کے دن کی بھی تعیین کر دی گئی۔ اور وہ تاریخ بھی بتلائی گئی جس تاریخ کو یہ واقعہ ظہور میں آیا۔ یعنی دوسری شوال جو ۶ مارچ ۱۸۹۷ء ہوتی ہے۔ اور موت کا دن مقرر کر دیا گیا۔ یعنی یہ کہ اس کی وفات کا دن یک شنبہ رات کا وقت ہوگا۔ اور عربی الہام میں بعض جگہ صرف چھ کا لفظ بھی ہے اور وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس موت سے چھ کے عدد کو خاص تعلق ہے۔ یعنی یہ کہ وہ چھ برس کے اندر فوت ہوگا۔ اور چھ مارچ کے دن میں۔ اور چھ بجے بعد دوپہر کے حملہ ہوگا۔ غرض تینوں صورتوں میں برابر چھ کا تعلق ہے۔ پس کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں کہ وہ سترہ برس پہلے یعنی اس وقت کہ جب لیکھ رام بارہ تیرہ برس کی عمر کا ہوگا خبر دے دی بلکہ یہ خدا کا کام جو زمین و آسمان کو بنانے والا اور عالم الغیب ہے،

اور اس عریضہ میں آپ خدا کا یہ الہام اپنے حق میں نقل کر چکے ہیں کہ جدھر تیرا منہ خدا کا اسی طرف منہ ہے (یعنی خدا تیری دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے)

اور اس سے پہلے اشتہار ۱۵۔ مارچ میں لکھ چکے ہیں کہ جو شخص مجھے سازش قتل میں شریک سمجھتا ہے وہ قسم سے یہ بات کہے تو میں اس کیلئے بد دعا کرونگا اور وہ ایک سال میں مر جائے گا۔ اور اشتہار ۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں اپنی اس قبولیت دعا پر ایسا بھروسہ کیا ہے کہ درصورت عدم قبولیت دس ہزار روپیہ جرمانہ دینا، اور اپنے لئے پھانسی کی سزا پانا بھی قبول کر لیا ہے۔ اور اس واقعہ سے پہلے عبداللہ آتھم کے مقابلہ میں بھی آپ نے متعدد اشتہاروں میں یہ دعوی کیا تھا کہ اگر آتھم قسم سے کہدے کہ میں اس کی پیش گوئی سے نہیں ڈرا تو وہ ایک سال میں مر جائے گا، نہ مرا تو میں چار ہزار تک اس کو جرمانہ دونگا۔ اور ان دنوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۳۲۔۳۳ میں بھی یہ دعوی کیا ہے کہ آتھم کی پیشگوئی کے متعلق کوئی اور عیسائی قسم کھالے اور مباہلہ کر کے کہدے کہ وہ پوری نہیں ہوئی تو وہ بھی ایک سال کے اندر مر جائے گا۔ اور کتاب براہین کے صفحہ ۲۵۹ میں آپ یہ دعوی بھی کر چکے ہیں کہ اگر آپ کو خدا تعالی سے سو مرتبہ سوال اور دعا کا اتفاق ہوتا ہے تو اس کا جواب بھی سو ہی مرتبہ صادر ہوتا ہے، اور اس کا متواتر تجربہ آپ کو ہو چکا ہے۔ اور کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۸۔۶۹ میں آپ نے لکھا ہے کہ اہل کمال (یعنی اولیاء اللہ) جو مرتبہ لقاء اللہ کو پہنچ جاتے ہیں

(جس میں آپ اپنے آپ کو داخل اور بہت سے سابق اولیاء اللہ سے بہتر سمجھتے ہیں اور اشتہار اردو انگریزی بیس ہزاری میں یہ دعوی کر چکے ہیں) تو ان کا لفظ کن (یعنی کسی کام کی نسبت یہ کہنا کہ ہو جا) تموج کی حالت میں خدا کے کن کی مانند خطا نہیں کرتا (یعنی جو وہ کہتے ہیں سو ہو جاتا ہے)۔آپ کی ان تحریروں ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے حضور میں آپ کا بڑا قرب ہے، اور اس کے امور قضا و قدر میں آپ کو بڑا دخل ہے، اور جو بات آپ خدا کو کہتے ہیں، خدا کو وہ مان ہی لینی پڑتی ہے۔

اس دعوی میں اور ان بیانات میں (جو ہم ہندؤوں نے آپ کی کتابوں اور اشتہاروں سے نقل کئے ہیں) آپ سچے ہیں تو ہم پر رحم فرما کر خدا سے قاتل کا پتہ پوچھ دیں۔ اور اس کے قاتل ہونے کے دلائل و علامات بھی (جو خدا کے علم میں ہیں، اور وہ جہان کے عقلاء اور بیرسٹروں اور ججوں کے بیانات اور دلائل سے ضرور پر زور اور مدعا کے مثبت ہوں گے) ارشاد کریں۔ اس صورت میں نہ ہم صرف آپ کو اور مسلمان بھائیوں کو اپنے غلط گمان سازش قتل سے بری کریں گے بلکہ اسکے ساتھ معقول انعام بھی دیں گے اور آپکی کرامات کے سب لوگ قائل ہو جائیں گے

اس سوال کے جواب میں اگر قادیانی صاحب کہیں (اور غالباً یہی کہیں گے چنانچہ آپ کے رسالہ برکات الدعا کے صفحہ آخر کا الہام حاشیہ اس پر گواہ ہے، جو آگے نقل ہوگا) کہ قاتل انسان نہ تھا بلکہ خدا کا فرشتہ تھا جو انسان کی صورت میں دکھائی دیتا تھا، تو اس کے جواب میں آپ سے اولاً یہ کہا جائے گا کہ اس صورت میں آپ نے اس قاتل کو نابکار خونی اور بدتر سے بدتر سزا کے لائق کیوں کہا؟ پھر یہ درخواست کی جائے کہ آپ مہربانی کر کے اس فرشتہ کو جو آپ کے زیر کمان اور آپ کی تائید و خدمت کیلئے مامور تھا حکم دیں یا خدا سے اس کو حکم دلوا دیں کہ وہ اسی صورت میں (جس میں قتل کرنے آیا تھا) پھر ایک دفعہ ظاہر ہو اور ایک جماعت کو اپنا آپ دکھاوے۔ اس صورت میں بھی نہ صرف آپ یا آپ کے پیرو الزام سازش قتل سے بری ہوں گے بلکہ آپ تمام دنیا میں خدا کے ملہم و مخاطب اور آخری زمانہ کے پیغمبر (جیسا کہ آپکو دعوی ہے) تسلیم کئے جائیں گے۔ اور تمام خلقت حتی کہ سلطنت کا رجوع آپ کی طرف ہو جائے گا۔

اور اگر اس سوال کے جواب میں قادیانی صاحب یہ عذر کریں کہ آخر میں بندہ ہوں خدا نہیں۔ میں خدا کی جناب میں قاتل کی نشان دہی کیلئے عرض کروں گا، وہ چاہے گا تو اس عرض کو منظور کرے گا اور چاہے گا تو نامنظور کرے گا۔ میرا اس پر کوئی زور تو نہیں ہے۔

تو اس کے جواب میں آپ (ہندو) لوگ کہیں کہ یہ جواب آپ کے ان بیانات و

عبارات کے جو نقل کیئے گئے ہیں، مخالف ہے۔ ان عبارات میں تو آپ نے خدا کو ایسا محکوم بنایا ہوا ہے کہ جدھر آپ کا منہ اسی طرف خدا کا منہ ہوتا ہے۔ آپ سو دفعہ بلاویں تو سو ہی دفعہ وہ لبیک پکارتا ہے۔ پھر وہ اس سوال نشان دہی قاتل کے جواب میں کیونکر آپ کا خلاف کر سکتا ہے؟ اور اگر قادیانی صاحب یہ کہیں کہ جب میں کسی منکر پیش گوئی کو (مسلمان ہو یا ہندو، ایک ہو خواہ سو) قتل کرنے یا مارنے کیلئے خدا تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں تو وہ میرا سوال سن لیتا ہے اور جب قاتل کا پتہ بتانے (جس سے قصاص لیا جا سکتا ہے اور اس قصاص سے بحکم آیت و لکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب دوسروں کی زندگی متصور ہے) کی بابت سوال کروں تو وہ نہیں سنتا، اور مجھے خدا نے مارنے کیلئے بھیجا ہے جیسا کہ مجھ سے پہلے مسیح کو مردوں کو زندہ کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ تو آپ (ہندو حضرات) اس پر یہ سوال پیش کریں کہ پھر آپ نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۵۸، اور آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۸۔۶۹۔ اور عریضی اسمی گورنمنٹ کے صفحہ اول کے بیانات والہامات میں یہ قید کیوں نہ لگا دی تھی تاکہ آپ سے قاتل کا پتہ لگانے کا سوال نہ کیا جاتا۔ اور نیز آپ لوگوں کو مارنے ہی کے واسطے مامور اور خدا کی طرف سے منصور ہو کر آئے ہیں، تو پھر آپ تمام مسلمانوں اور عیسائیوں کے خیال واعتقاد میں آنے والے مسیح کو خونی مسیح کیوں کہتے ہیں۔ اس صورت میں تو خونی مسیح کا لقب آپ ہی کے لئے موزوں و مخصوص ہونا مناسب ہے۔

(اشتہار جوابی سردار راج اندر سنگھ مطبوعہ ۱۰۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں آپ فرماتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے حق میں آیا ہے کہ، کافر اس کے دم سے مریں گے، یعنی اس کی دعا سے ان پر عذاب نازل ہوگا۔ سو اگر عذاب کی پیش گوئیاں بدنامی ہیں تو یہ بدنامی تو خدا کے قول سے ہمارے حصہ میں آگئی

درکوئے نیک نامی مارا گذر ندادند گر تو نمے پسندی تغییر کن قضارا

اس میں آپ نے کمال چالاکی کی ہے۔ اپنے خونی ہونے کے اعتراف کے ساتھ حضرت مسیح کو بھی خونی بنا لیا ہے۔ اور یہ ٹائٹل خدا کی تقدیر سے ان کے اور اپنے لئے ثابت کیا ہے اور اس میں مسلمانوں کو کئی دھوکے دیئے ہیں۔ اول یہ کہ یہ خون اور قتل ہم دونوں کے کمالات سے ہے نہ عیب۔ دوم۔ یہ کہ ہم دونوں اسی کام کیلئے مخصوص و مامور ہو کر آئے ہیں کہ لوگوں کو قتل کریں۔

آپ کے اس اعتراف نے ہمارے اس سوال کو پکا کر دیا کہ پھر آپ مسلمانوں پر یہ طعن کیوں کرتے ہیں کہ وہ خونی مسیح کے منتظر اور معتقد ہیں۔ کیا خدا تعالیٰ سے کسی کا خون کرنے اور کسی کو تلوار سے مار

ڈالنے میں کچھ فرق ہے؟ ہرگز نہیں۔

دوسرا سوال اس اعتراف پر یہ وارد ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم نے مردہ بھی تو زندہ کئے۔ اور لا علاج بیمار اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی اچھے کئے۔ چنانچہ نص قرآن سے ثابت ہے لہذا وہ صرف خونی کہلانے کے مستحق نہیں ہو سکتے اور آپ صرف مارتے ہیں، یا منکروں کو کوہڑی اندھے بنانے کا دعوی کرتے ہیں لہذا خونی کیلئے آپ ہی مستحق ہیں۔ پھر آپ مسیح ابن مریم کو اپنے ساتھ کیونکر ملا سکتے ہیں اور خود ان کے نظیر کیونکر بن سکتے ہیں یہی آپ کے اس اعتراف میں دھوکے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

اول۔ یہ کہ آپ نے حضرت مسیح کے حق میں صرف یہ نوشتہ تو نقل کیا کہ

کافران کے دم سے مریں گے

اور ان کا مردوں کو زندہ کرنا، اور لا علاج بیماروں اور کوہڑیوں اور اندھوں کو اچھا کرنا نظر انداز کیا۔ اور یہ جتانا کہ اس کا کہیں ذکر نہیں آیا۔

دوسرا دھوکہ یہ کہ دم کی تفسیر بطور تحریف آپ نے دعا سے کی جو کسی حدیث یا روایت میں وارد نہیں ہے۔ بلکہ اس کی تفسیر روایات حدیث میں ایسی صفات سے ہوئی ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس سے سانس مراد ہے (جو خوش بودار ہوگی اور وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی) نہ دعا، جو نہ خوش بو رکھے، نہ کسی مسافت میں محدود ہوسکتی ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں فلا یحلّ لکا فر یجد ر یح نفسه ا لا مات و نفسه ینتهی حیث ینتهی طر فه۔ مسلم، ج۲،ص ۹۷۔

تیسرا دھوکہ یہ دیا کہ اپنے فعل قتل عام کو حضرت مسیح کے فعل خاص قتل کفار کے مماثل و مانند بتایا حالانکہ حضرت مسیح کے دم سے صرف کافر مریں گے۔ اور آپ کافروں کے ساتھ مسلمانوں کو بھی مارنے یا اندھا کوہڑے کرنے کی فکر اور ادعاء میں ہیں۔ اور خاص کر اس عاجز خاکسار کو اشتہار ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں اس قتل سے ڈراتے ہیں۔

اس کے جواب میں اگر آپ یہ کہیں کہ تم اور تمہارے دوسرے مولوی بھائیوں کو بھی ہم کافر جانتے ہیں کیونکہ تم حضور ایں جانب کو کافر کہتے ہو۔ تو اس کے جواب میں عرض کیا جائے گا کہ میرے بھائی سبھی مولوی اور مشائخ تو آپ کو کافر نہیں کہتے۔ بعض آپ کی نسبت گمراہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ بعض آپ کو صرف خطا کار ٹھہراتے ہیں۔ کئی مجنون کہتے ہیں۔ کئی مبتدع کا خطاب دیتے ہیں، چنانچہ فتوی تکفیر قادیانی جو اشاعۃ السنہ نمبر۴ وغیرہ جلد ۱۳ میں درج ہو کر شائع ہوا، بہ تفصیل مصرح ہے۔ اور بعض حضرات ایسے ہیں کہ جنہوں نے آج تک آپ کے حق میں کچھ نہیں کہا سکوت محض اختیار کیا ہے (یہ صاحب چاچڑاں

والے سجادہ نشین مولوی صاحب ہیں جن کا تکفیرالہامی سے سکوت ضمیمہ انجام آتھم میں قادیانی نے نقل کیا ہے) جس کا آپ کو بھی اعتراف ہے۔ بایں ہمہ آپ نے ہندوستان و پنجاب کے چورانوے علماء اور اڑتالیس مشائخ و سجادہ نشینوں کو اشتہار مباہلہ کے صفحہ ٦٦ میں مار ڈالنے یا بیمار کر دینے کی دھمکی دی ہے۔ کیا آپ یقین رکھتے تھے یا آپ رکھتے ہیں کہ وہ سب کے سب آپ کو کافر کہتے ہیں؟ امید نہیں کہ آپ ان سب کی نسبت اس یقین کا اظہار کریں، پھر آپ نے ان سب کو مار ڈالنے کی دھمکی دی، تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا فعل قتل ان لوگوں سے مخصوص نہیں جو آپ کو کافر کہتے ہوں اور اس وجہ سے آپ ان کو کافر سمجھتے ہوں۔ بلکہ وہ ان سب مسلمانوں کو بھی شامل ہے جو آپ کے کسی الہام یا پیش گوئی کو نہ مانیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا اپنے فعل قتل عام کو قتل حضرت مسیح خاص قتل کفار سے مشابہ کہنا دھوکہ و مغالطہ ہے)

☆ ان سوالات کا جواب قادیانی صاحب کافی نہ دیں تو پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہندو (یا ان کی درخواست پر عدالت) ان سے کیا سلوک کرے کیونکہ یہ امر قانون سے متعلق ہے اور ہم قانون نہیں پڑھے۔

اور اگر ہندو صاحبان بھی اپنی دولت و روز افزوں ترقی کے غرور سے یا اپنے دوسرے منصوبوں اور تدبیروں (جو مسلمانوں کو زیر اور ذلیل کرنے کیلئے وہ کر چکے ہیں) کے بھروسہ پر ہماری اس تجویز کو نہ مانیں تو پھر بدرجہ چہارم ہم گورنمنٹ کی خدمت میں گذارش کریں۔ مگر کس عنوان اور صورت میں اور کس سبیل اور کس ذریعہ سے؟ اس کی بابت ہم سردست کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اور ابھی ہم کو اولاً اتباع قادیانی کے جواب کا انتظار مناسب ہے۔ ثانیاً اشد مسلمانوں کے اعیان کے جواب کا۔ ثالثاً ہندوؤں کی مہربانی و توجہ کا۔ ہاں بالفعل ہم گورنمنٹ اور اس کے ماتحت عدالتوں سے اس قدر سفارش کرتے ہیں کہ وہ قانون سیاست و تعزیر کے متعلق اس سوال پر غور کریں کہ اگر مثلاً کوئی دودھ فروش دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرے، یا کوئی زرگر چاندی سونے میں کھوٹ ملا کر بیچتا ہو، یا کوئی حکیم کسی دوا میں زہر ملا کر لوگوں کو دیتا ہے یا کسی دوا میں ایسی چیز کی آمیزش کرتا ہے جس سے اسکی تاثیر کم ہو جاتی ہو، تو اس شخص کو پولیس بغیر استغاثہ یا باستغاثہ کے جا پکڑتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک شخص جھوٹے الہام (جس میں لوگوں کی تخویف مجرمانہ پائی جاتی ہو اور کسی شخص کی کسی خاص میعاد کے اندر مر جانے کی خبر ہو) از خود بنا کر شائع کرتا ہو، اور خود اس کے اقبال سے اس الہام کے اثر سے موت کا وقوع بھی ہو گیا ہو، اور اس کے انتقام میں لوگوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچ رہی

ہوں ،لیکن گورنمنٹ یا اس کی ماتحت عدالت یا پولیس اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اور اس کو ایسے خوفناک الہامات شائع کرنے سے نہیں روکتی ۔کیا انسان کا خون ایک پیسہ کے دودھ کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا ؟ اور قانون شہادت کے متعلق وہ اس سوال پر غور کریں کہ ایک شخص ایک واقعہ قتل یا سرقہ کی نسبت قبل از وقوع ساری باتیں بتا دیتا ہے کہ فلاں وقت وہ قتل ہوگا یا سرقہ واقعہ ہوگا ۔اور فلاں ہتھیار یا آلہ نقب سے وہ وقوع میں آئے گا اور قاتل یا سارق کا اس وقت یہ لباس ہوگا ۔اور پھر باعتراف اس شخص کے ایسا ہی وقوع میں آگیا تو پھر کیا عدالت کا فرض یا حق نہیں ہے کہ اس شخص سے قاتل یا چور کی سراغ رسانی کی بابت سوال کرے؟ اور اس کو گواہ بنا کر قتل یا سرقہ کا ثبوت بہم پہنچا وے ۔

ہم قانون پیشہ نہیں ،مگر قانون کی کتابوں میں ایسی دفعات دیکھتے ہیں کہ از انجملہ بعض قادیانی کی ایسی پیش گوئیوں پر پوری منطبق ہوتی ہیں اور بعض کا اصل اصول منطبق ہوتا ہے اور گورنمنٹ کا فرض ہے کہ انتظامی طور پر ہی خودبخود یا کسی شخص یا جماعت کے توجہ دلانے پر زیادہ نہیں تو اتنا تو کرے کہ قادیانی سے پرائیوٹلی یا ڈمی آفیشل چٹھی کے ذریعہ سے قاتل کا سراغ پوچھے ۔اور آئندہ ایسی پیشگوئی سے اس کو روک دے ۔

یہ بات حکومت پر مخفی نہیں کہ یہ امر مذہب میں دست اندازی نہیں ہے اور نہ ہی حکومت کی نیوٹریلٹی کے مخالف ہے ۔قانون سیاست جو قادیانی کی ایسی پیشگوئیوں پر پورا منطبق ہوتا ہے دفعہ ۵۰۸ تعزیرات ہند ہے اور قانون شہادت (جسکا اصل اصول ان پر منطبق ہوتا ہے) دفعہ ۱۳۲ ہے ۔ہم ان دفعات کی تشریح کر کے قادیانی پر ان کو منطبق کرتے ہیں ۔

دفعہ ۵۰۸ تعزیرات ہند کی یہ عبارت ہے کہ جو کوئی شخص بالارادہ کسی شخص سے کوئی ایسا امر کرا دے یا اس کے کرانے کا اقدام کرے جس کا کرنا اس پر قانوناً واجب نہ ہو، یا کوئی ایسا امر کرا دے یا اس کے کرانے کا اقدام کرے جس کا کرنا اس پر قانوناً واجب نہ ہو، یا کوئی ایسا امر ترک کرا دے یا اس کے ترک کرانے کا اقدام کرے جس کے کرنے کا وہ قانوناً مستحق ہے ،اس شخص کو یہ باور کرنے کی تحریک کرنی ،اور اس تحریک کے اقدام کے ذریعہ سے کہ اگر وہ شخص اس امر کو نہ کرے گا جس کا کرانا اس شخص سے مجرم کو منظور ہے یا اگر اس امر کو ترک نہ کرے جس کا ترک کرانا اس شخص سے مجرم کو منظور ہے،تو مجرم کے اس فعل کے ذریعہ سے وہ شخص یا کوئی اور شخص جس سے وہ غرض رکھتا ہے مورد غضب الٰہی ہوگا، یا کیا جاوے گا،تو

شخص مذکور کو دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد ایک سال تک ہو سکتی ہے۔

☆ تمثیلیں

الف۔ زید بکر کے دروازہ پر دھرنا دے۔ یہ بات باور کرانے کی نیت سے کہ ایسے بیٹھنے سے وہ بکر کو مورد غضب الٰہی کر دے گا تو زید اس جرم کا مرتکب ہوا جس کی تعریف اس دفعہ میں کی گئی ہے۔

ب۔ زید بکر کو دھمکائے کہ اگر بکر فلاں فعل کو ترک نہ کرے گا تو زید اپنے اطفال میں سے کسی ایک طفل کو مار ڈالے گا کہ یہ بات یاد کی جائے کہ اسے مار ڈالنے سے بکر مورد غضب الٰہی ہو جائے گا۔تو زید اس جرم کا مرتکب ہوا جس کی تعریف اس دفعہ میں کی گئی ہے

تطبیق۔ اس دفعہ کے مطابق قادیانی کے اس مضمون کی پیشگوئیوں پر کہ اگر فلاں شخص میری فلاں بات کو سچی نہ کہے گا یا اس کو جھوٹی کہنے کو ترک نہ کرے گا تو ایک سال کے اندر وہ مورد غضب الٰہی (سزا موت وغیرہ) ہو گا۔ ظاہر ہے وہ اپنے مخاطب کو دھرنا دینے والے کی مانند دھمکاتے اور ڈراتے ہیں کہ اگر وہ ان کی تصدیق نہ کرے گا یا ان کی تکذیب کو نہ چھوڑے گا تو مورد عذاب ہو گا اور مارا جائے گا۔

کسی مقدس مذہبی واعظ اور روحانی اعلیٰ افسر کا اپنی قوم کو جو اس کا تقدس، اور اس کا روحانی افسر مانے ہوئے ہو، اپنے وعظ میں بلا غرض فائدہ دنیاوی یہ کہنا کہ اگر تم مثلاً نماز نہ پڑھو گے یا زنا کو ترک نہ کرو گے تو تم کو آخرت میں عذاب ہو گا، یا دنیا میں تم پر اس عمل کی شامت سے خدا کی طرف سے کوئی وبال آئے گا، قادیانی کی دھمکی مذکور کی نظیر نہیں ہو سکتا۔ اولاً اسلئے کہ قادیانی کا تقدس اور روحانی افسر ہونا ان لوگوں میں مسلّم نہیں جن کو آپ دھمکاتے ہیں۔ ثانیاً اس لئے کہ آپ کی ان پیشگوئیوں میں جو ایک سال کا میعادی عذاب موت وغیرہ بیان کیا جاتا ہے، انسانی سازش کا عمل دخل ہو سکتا ہے۔

قانون شہادت کی دفعہ ۱۳۲ کا منشاء یہ ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق جس شخص کو کچھ علم ہو وہ عندالاستفسار شہادت دینے سے یہ عذر نہیں کر سکتا کہ اس کے بتانے سے میں مجرم ٹھہرایا جاؤں گا یا کسی قسم کی سزا یا تاوان کا مستوجب ہوں گا۔

تطبیق ۔ یہ علم متعلقات واقعہ عام ہے۔ قانون میں اس کی تخصیص رؤیت چشم سے یا سماع گوش سے نہیں ہوئی۔ و بناء علیہ جو شخص دعوی کرے کہ میرے پاس حواس ظاہری کے علاوہ مشاہدہ واقعات کا ایک اختیاری آلہ الہام کا ٹیلی گراف یا ٹیلی فون بھی ہے اور میں خدا سے سو دفعہ کوئی بات پوچھتا ہوں تو سو ہی دفعہ مجھے اس کا جواب مل جاتا ہے۔ اور فلاں واقعہ قتل کے وقت اور دن اور تاریخ اور آلہ قتل اور قاتل کی نوعیت کا کہ وہ کس قوم یا جماعت سے ہے مجھے علم ہے جس کو میں نے بتا دیا تھا یا آئندہ بتا سکتا ہوں، تو عدالت (اگر وہ اس کو اس دعوی میں سچا مان لے) اس سے یہ پوچھنے کا حق رکھتی ہے کہ وہ قاتل کا نام بھی بتا دے اور وہ یہ عذر نہیں کر سکتا کہ اس میں مجھے مجرم ہونے کا اور مستوجب سزا ہونے کا اندیشہ ہے۔

وازاں جا کہ آپ کو اس اختیاری آلہ کا دعوی ہے اور واقعہ قتل لیکھ رام کے متعلق یہ دعوی ہے کہ میں تاریخ اور دن اور وقت اور نوعیت قاتل (کہ وہ صاحب وحی انسان ہے یا کوئی فرشتہ) سب کچھ بتا چکا ہوں۔ لہذا عدالت کا حق ہے کہ اگر وہ ان دعاوی میں آپ کو سچا جانتی ہے تو اس دفعہ کے اصل اصول کی نظر سے آپ سے اس قاتل کا پتہ پوچھے اور اگر وہ آپ کو ان دعاوی میں جھوٹا و فریبی جانتی ہے تو پھر اس کا یہ حق ہے کہ وہ آپ کو جھوٹ و دغا فریب کی سزا میں اصل اصول دفعہ ۲۷۲ لغایت ۲۷۵ تعزیرات ہند کا مورد بنا کر اس جھوٹ اور فریب سے جس کا اثر بد لوگوں کی جان و مال پر اس قدر ہوتا ہے کہ وہ اس دودھ یا دوا سے نہیں ہوتا جس میں غیر چیز کی آمیزش ہو، روک دے۔ اور اگر اس کو ایسے دعاوی میں پاگل جانتی ہے تو اس سے پاگلوں کے لائق سلوک کرے۔

ہندو اور مسلمانوں میں باہمی فساد و جوش کا سبب اور اس کا علاج ہم بتا چکے۔ اس میں فریقین غور کریں اور خاص کر مسلمانوں کے اخبار اس پر انصاف اور غور کی نگاہ ڈالیں۔ وہ انصاف کریں گے اور جوش مذہبی کو ایک طرف رکھ کر فکر و تامل سے کام لیں گے تو ہماری اس تدبیر و علاج کو اس سے بہتر پائیں گے جو علاج اور تدبیر وہ کر رہے ہیں، اور ہمارے اس جواب کو جو ہندوؤں کے الزام کا ہم نے دیا ہے، اپنے جواب سے (جو ترکی بترکی وہ دے رہے ہیں) مفید تر خیال کریں گے۔

حضرات! آپ صاحبوں کا جواب ترکی بترکی گو حق ہے اور انصاف کا اس میں خلاف نہیں ہوتا مگر یہ وقت استیفاء حق کا نہیں ہے، بلکہ یہ مصالحت کا وقت ہے جس میں کچھ

اپنا حق چھوڑ دینا مصلحت ہے۔ آپ کا جواب ترکی بہ ترکی ہندؤوں کے جوش پر کیروسین آئل ڈال رہا ہے اور یہ وقت اس جوش پر پانی ڈالنے کا ہے۔ جو اس جواب سے متصور ہے جو اس خاکسار نے دیا ہے۔ آئندہ آپ لوگوں کا اختیار ہے اس کو سن کر مانیں خواہ رد کریں۔

یہ اس مضمون کی تمدنی بحث ہے جس میں سبب فساد اور اسکے علاج کا بیان منظور تھا اب ہم اس میں مذہبی اور علمی بحث کرتے ہیں اور پیشگوئی متعلق قتل لیکھرام اور اس کے متعلق الہامات واشتہارات قادیانی پر علمی اور مذہبی نظر ڈالتے ہیں۔ اس بحث کے تین حصے ہیں۔

حصہ اول تمام مسلمانوں اور قادیانی اور ان کے معتقدین کی توجہ کے لائق ہے۔ حصہ دوم وسوم مسلمانوں کے علاوہ حکومت کی توجہ کے بھی لائق ہے اور وہ ایک پولٹکل پہلو بھی رکھتے ہیں۔ حصہ اول میں تین سوالوں کا حل و جواب ہے۔

سوال اول یہ کہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور سچی نکلی یا جھوٹی ہوئی اور سراسر فریب ثابت ہوئی؟

سوال دوم یہ کہ اگر یہ پیش گوئی سچی ہوتی تو پھر کیا وہ الہامی مسلّم ہوتی؟ اور اس کے بیان کرنے والے الہامی ثابت ہوتے؟

سوال سوم یہ کہ اگر یہ سچے اور الہامی ثابت ہوتے تو اس سے اسلام ومسلمانوں کی فتح اور فائدہ متصور ہوتا یا سراسر نقصان؟

پہلے سوال کا حل و جواب

ہم نے چھکڑیوں والے الہام کی نظر سے مرزا قادیانی کو اس معاملے میں لائق جواب دہی ٹھہرایا ہے، اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ہم نے اس کی اس پیشگوئی کو صادق و درست مان لیا ہے کہ موت لیکھرام اسی پیشگوئی کا اثر ہے۔ ہم اس پیشگوئی کو محض لاف زنی اور اس کی نسبت دعوی وقوع وصدق کو قادیانی کی دروغ گوئی جانتے ہیں۔ اور ہمارے تحقیق واعتقاد میں یہ پیشگوئی بھی آپ کی جھوٹی نکلی ہے جیسے کہ اس سے پہلے پیشگوئیاں متعلق تولد فرزند بشیر عمانوایل، موت آتھم، موت شوہر ثانی منکوحہ قادیانی وغیرہ جھوٹی ہو چکی ہیں۔

قادیانی نے تو عجیب کتر بیونت کر کے اپنے مریدوں کو ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ پیشگوئی کمال صفائی سے سچی ہوئی ہے مگر ہمارا دعوی ہے کہ یہ کمال صفائی سے اپنا جھوٹا ہونا ظاہر کر رہی ہے۔ قادیانی نے اس کے صادق ہونے کیلئے یہ کاریگری اور چالاکی کی ہے کہ

اولاً اپنے اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں ایک الہام سترہ برس کا اپنی الہامی کتاب براہین کے صفحہ ۲۴۱ سے نکال کر درج کیا جس کے الفاظ یہ ہیں الفتنه هھنا ینصرک رجال نوحی الیهم من السماء اور اس کا ترجمہ براہین میں کچھ نہ کیا۔ اسی اشتہار میں ان الفاظ سے ترجمہ کیا ہے کہ پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں کی طرف سے فتنہ ہوگا ... وہ لوگ تیری مدد کریں گے جن کے دلوں پر ہم خود آسمان سے وحی نازل کریں گے۔

اور اس اشتہار میں یہ دعوی کیا کہ یہ پیش گوئی پنڈت لیکھ رام کی نسبت ہوئی تھی جو سترہ برس بعد ظہور میں آئی اور کہا کہ جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۶ میں عربی الہام ہے

لم یکن الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین حتی تأتیهم البیّنه

وہ بھی اسی قتل لیکھ رام کی بابت ہے۔

اور جو اس کے صفحہ ۵۲۲ میں فارسی الہام ہے

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسیدہ و پائے محمدیان بر منار بلند تر محکم افتاد

وہ بھی اسی واقعہ کی نسبت ہے۔

اور جو اس کے صفحہ ۵۵۷ میں ہندی الہام ہوا ہے کہ ، میں اپنی چمکار دکھاؤں گا۔ وہ بھی اسی نشان قتل کی نسبت ہے۔

اور ثانیاً اسی اشتہار میں سرمہ چشم آریہ کے ایک کشف کو نقل کر کے اس کی نسبت یہ دعوی کیا ہے کہ وہ بھی لیکھ رام کے متعلق تھا۔ اور وہ گیارہ برس کے بعد اس کے قتل کے واقعہ ہونے سے صادق ہوا۔ چنانچہ کہا

اور سرمہ چشم آریہ میں ایک کشف ہے جس کو گیارہ برس ہو گئے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے ایک خون کا نشان دکھلایا۔ وہ خون کپڑوں پر پڑا جو اب تک موجود ہے۔ یہ خون کیا تھا وہی لیکھ رام کا خون تھا خدا کے آگے جھک جاؤ کہ وہ برتر و بے نیاز ہے۔

اور ثالثاً عریضہ اسی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں ان الہامات سترہ سالہ کو دوبارہ نقل کر کے کہا ہے کہ اسی قتل لیکھ رام کی پیش گوئی کو غور سے دیکھنا چاہیے (عبارت پہلے نقل ہو چکی) اور اس الہام کی تائید میں اپنے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں یہ مصرعہ نقل کیا ہے ستعرف یوم العید و العید اقرب مگر اس مصرعہ کا اور اس چھکریوں والے الہام کا پتہ نہیں بتایا کہ یہ الہام کہاں آپ نے بیان کئے ہیں۔

ان الہاموں کی بھرمار دیکھ کر قادیانی کے دام افتادہ بول اٹھے کہ نشھد انک رسول اللہ ہم گواہ ہیں کہ تو خدا کا ملہم ومخاطب ہے۔ ان کے علاوہ بعض مسلمان (مگر محض احمق اور جاہل جو نہ دنیا کی عقل رکھتے ہیں نہ دین سے خبردار ہیں) آپس میں کہنے لگ گئے ہیں کہ ہاں واقعی یہ شخص صاحب الہام معلوم ہوتا ہے جس کی ۱۷۔ اور ۱۱ برس کی کہی ہوئی باتیں سچ نکلتی ہیں۔ ان میں سے کسی بھلے مانس نے عقل سے کام لے کر اتنا نہ کیا کہ وہ کتاب براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ اور اس عربی الہام عید اور چھکڑیوں والے الہام کی اصل عبارتیں دیکھ لیتے اور ان سے دعوی قادیانی کو مطابق کر کے اس کے صدق وکذب کا امتحان کر کے اس کی نسبت کوئی رائے ظاہر کرتے۔

خاکسار (محمد حسین) اس (قادیانی) کی کاریگری اور چالاکی کی حقیقت کھولتا ہے اور کس وناکس کو ثابت کر دکھاتا ہے کہ اس نے جو کچھ ان تینوں مقام میں کہا ہے وہ جھوٹ ہے اور وہ لوگ بے عقل ہیں جو ان اقوال سے دھوکہ میں آ کر اس پیشگوئی کو سچی سمجھ بیٹھے ہیں۔

☆ مقام اول، میں جو آپ نے براہین صفحہ ۲۴۱ عربی الہام نقل کر کے اس کی نسبت دعوی کیا ہے کہ وہ لیکھ رام کی موت کی نسبت الہام تھا، محض کذب ہے۔ مقام مذکور براہین احمدیہ میں لیکھ رام یا اس کے قتل کا نہ صریح ذکر ہے نہ اشارہ۔ ایسا ہی براہین صفحہ ۵۰۶، ۵۲۲، ۵۵۷ میں آپ کے الہامات عربی وفارسی وہندی میں لیکھ رام یا اس کے قتل کا نام نشان نہیں ہے۔ اور چونکہ وہ الہامات آپ کے من گھڑت ہیں، لہذا ان کے جو معنی آپ چاہتے ہیں بنا لیتے ہیں اور جدھر چاہتے ہیں انکو کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ مگر سننے والوں کو مناسب نہیں ہے کہ ہر ایک دعوی کو بلا دلیل مان لیں، بلکہ لازم ہے کہ آپ سے ان دعاوی کے وقت یہ سوال کریں کہ ان الہامات کے جو معنی آپ نے اب بتائے ہیں، یہ معنی آپ کے ملہم نے بوقت الہام مراد ٹھہرا لئے اور آپ کو بتا دیئے تھے یا یہ معنی اس نے اب گھڑ کر ان میں ڈالے اور آپ کو بتائے ہیں۔ اگر آپ یہ جواب دیں کہ یہ معنی پہلے ہی سے ملہم نے مراد ٹھہرائے اور آپ کو بتا دیئے تھے تو پھر وہ آپ سے اول یہ سوال کریں کہ پھر آپ نے یہ معنی اس وقت لوگوں کو کیوں نہ بتائے؟ اور براہین احمدیہ میں ان کے ترجمے کیوں درج نہ کئے جس سے آپ کی یہ پیشگوئی بڑی روشنی سے لوگوں پر ظاہر ہوتی اور آپ کی نبوت سب پر ثابت ہو جاتی

دوسرا یہ سوال کریں کہ اگر ان الہامات میں قتل لیکھ رام کی نسبت فیصلہ ہو چکا تھا تو پھر آپ نے ان الہامات سے بارہ برس کے بعد ۱۸۹۳ء میں لیکھ رام کی نسبت خدا کے قضا و قدر کی بابت وہ سوال کیوں کیا جس کے جواب میں آپ کو الہام ہوا عجل جسدا له خوار له نصب و عذاب (یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض سزا اور رنج اور عذاب مقرر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا) جس کو آپ نے کتاب آئینہ کمالات کے اخیر میں نقل کیا ہے۔ اور اس الہام کے بعد آپ نے اس کی تعیین مدت کے بابت سوال کیا تو اس کے جواب میں آپ کو چھ سال کی میعادی موت کا الہام ہوا جو اس مقام میں آئینہ کمالات کے منقول ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے کہا ہے کہ

اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہو جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں۔

اور اگر آپ کے ملہم نے ان الہامات براہین میں وہ معنی پہلے ہی سے گھڑ کر ڈالے اور آپ کو بتا دیئے ہوتے تو آپ بارہ برس کے بعد لیکھ رام کی قضا و قدر کی بابت اس سے وہ سوال نہ کرتے اور نہ وہ جواب پاتے۔ ہاں تعیین مدت کے سوال کا آپ کو حق تھا، سو بھی اسی وقت ان الہامات کے ساتھ اور اس کے جواب میں ۱۷ برس کی میعاد (جب کہ آپ کے بقول لیکھ رام بارہ تیرہ برس کا تھا) مقرر کی جاتی اور اس سے وہ پیش گوئی کامل معجزہ متصور ہوتی۔ ان معنی کو آپ کے درج براہین نہ کرنے اور اس الہام سے بارہ برس بعد لیکھ رام کی نسبت اول سوال قضا و قدر کرنے، پھر وعدہ ملنے پر تعیین مدت کا سوال کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کے ملہم نے ان الہامات میں یہ معنی نہ ڈالے تھے اور نہ ان کو بتائے تھے۔

اور اگر آپ یہ جواب دیں کہ یہ معنی ان الہامات کے میرے ملہم نے اب ہی ان میں ڈالے ہیں اور ابھی مجھے بتائے ہیں جب کہ لیکھ رام قتل ہوا اور اس سے اس کو موقعہ ہاتھ آ گیا کہ اس کے قتل کو ان الہامات کی مراد بتا کر ان الہامات کے وہ معنے گھڑ کر ان میں ڈال دے تو اس صورت وہ لوگ خود ہی خیال فرما سکتے ہیں کہ یہ معنے کیا اعتبار رکھتے ہیں۔

نیز الہام صفحہ ۲۴۱ براہین کی نسبت آپ سے ایک سوال کریں کہ اس الہام صفحہ ۲۴۱ کی نسبت متن اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں تو آپ نے یہ دعوی کیا ہے کہ یہ لیکھ رام کے

قتل کی نسبت ہوا ہے اور اس کے حاشیہ میں اس الہام کو اول فتنہ بنا کر اس کو پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں کے متعلق کر دیا۔ اور لیکھ رام کے متعلق تیسرے فتنہ کو قرار دیا جس کا ذکر براہین کے صفحہ ۵۵۷ میں ہے۔ یہ اختلاف و اضطراب بھی اس الہام اور آپ کے ملہم کی دروغ گوئی پر دلیل ہے۔

☆ مقام دوم میں جو آپ نے سرمہ چشم آریہ سے نقل کیا اور اس کی نسبت جو کچھ دعوی کیا ہے وہ بھی محض کذب و دروغ بے فروغ ہے۔ اس کشف سرمہ چشم آریہ میں بھی نہ لیکھ رام یا اس کے قتل کا صریح ذکر ہے نہ اشارہ۔ اور نہ یہ معنی اس الہام کے اس رسالہ میں درج ہوئے، اور نہ اس وقت آپ کے ملہم کو سوجھے۔ اور وہ معنی بعینہا ان ہی سوالات کے مورد ہیں جو الہامات مقام اول پر کیے گئے ہیں۔ اور طرفہ یہ ہے کہ اس مقام میں اسی کشف کے اندر لیکھ رام کے خون کا نشان دکھانے کا دعوی کیا ہے، حالانکہ سرمہ چشم آریہ کی عبارت میں اس کو خدا کی مقدس دوات کی سرخ سیاہی کا نشان کہا گیا ہے۔ اصل عبارت سرمہ چشم آریہ یوں ہے جو اس کے صفحہ ۱۳۲ سے نقل کی جاتی ہے۔

ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ بعض احکام قضا و قدر میں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا۔ اور پھر اس کو دستخط کرانے کے لئے خداوند قادر مطلق جل شانہ کے سامنے پیش کیا ہے (اور یاد رکھنا چاہیے کہ مکاشفات اور رؤیا صالح میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض صفات جمالیہ یا جلالیہ الہیہ انسان کی شکل پر متمثل ہو کر صاحب کشف کو نظر آ جاتی ہیں۔ اور مجازی طور پر وہ بھی خیال کرتا ہے کہ وہی خداوند قادر مطلق ہے، اور یہ امر ارباب کشوف میں شائع و متعارف و معلوم الحقیقت ہے، جس سے کوئی صاحب کشف انکار نہیں کر سکتا)....اس ذات بیچون و بیچ گون کے آگے وہ کتاب قضا و قدر پیش کی گئی اور اس نے جو ایک حاکم کی شکل پر متمثل تھا اپنی قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبو کر اول اس سرخی کو اس عاجز کی طرف چھڑکا...(پھر) کتاب پر دستخط کر دیئے۔ اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہوگئی اور آنکھ کھول کر جب خارج میں دیکھا تو کئی قطرات سرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے۔ چنانچہ ایک صاحب عبداللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے اور اس وقت اس عاجز کے پاس نزدیک ہو کر بیٹھے ہوئے تھے دو یا تین قطرے سرخی کے ان کی ٹوپی پر پڑے۔

اب اس کشف کو سن کر قادیانی کو ماننے والے مسلمان انصاف کریں۔ اور اس سے پوچھیں کہ سرمہ چشم آریہ میں مقدس دوات کی پاک چھینٹوں کا ذکر ہے، یا لیکھ رام کے ناپاک خون کا؟ آپ نے ایسا سفید جھوٹ کیوں بولا اور لیکھ رام کے خون کو قلم رحمانی کی سرخی کا مصداق کیوں بنا دیا؟ افسوس قادیانی کے اتباع میں سے کوئی سوچ اور سمجھ نہیں رکھتا اور کوئی ان سے نہیں پوچھتا کہ آپ پہلے کیا کہہ چکے ہیں اور اب اس کو کیا بنا رہے ہیں۔ شاید وہ ان سے یہ سوال کریں گے تو وہ یہ جواب دیں گے کہ ملہم کو اختیار ہے کہ اپنے الہام کے جو معنی چاہے بیان کرے۔ اپنے الہام کے جو معنی سمجھتا ہے وہ بحکم صاحب البيت ادرى بما فيه کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

اس کا جواب وہ ان کو یہ دیں کہ ہاں ہر شخص کو اپنی کلام کے معنے بیان کرنے کا اختیار حاصل ہے مگر وہی معنی جو اس کلام سے عرف مخاطبین میں حقیقتاً یا مجازاً مراد ہو سکیں اور اس کلام میں ایسے الفاظ پائے جائیں جو ان معنی پر عرف تخاطب میں دلالت کریں۔ نہ ایسے معنی اور ایسے الفاظ جو المعنى فى بطن الشاعر یعنی مطلبش در بطن شاعر کا مصداق ہوں، سو بھی ایسے کہ کلام آج کریں اور اس کا مطلب سترہ یا بارہ برس کے بعد آپ بتا دیں جو پہلے بتائے ہوئے مطلب کا مخالف ہو۔ جیسے آپ سے وقوع میں آیا ہے کہ پہلے کشف دوازدہ سالہ کے وقت چھینٹا سرخی دوات اور قلم رحمانی کا بتایا گیا تھا اور جب لیکھ رام قتل ہوا تو وہی چھینٹا اس کا خون بن گیا۔ یہ کلام یا الہام کیا ہوا، موم کی ناک ہوئی جس کو جدھر چاہا پھرا دیا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۸۔ ص ۲ تا ۴۳)

بٹالوی قادیانی مراسلت

مولانا بٹالوی سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے قادیانی کے خطاب میں لکھتے ہیں کہ تیسرے مقام میں آپ نے سب مقامات سے بڑھ کر دلیرانہ افتراء کیا ہے اور چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کا نمونہ دکھایا ہے۔ عید کا دن یا عید کے قریب دن، اور چھٹی تاریخ مارچ کی اور چھٹا گھنٹہ اس دن کا اور یک شنبہ نام اس دن کا قتل لیکھ رام کے متعلق سے الہام

میں آپ نے کہیں نہیں بتایا، اور نہ اس کو قتل سے پہلے شائع و مشتہر کیا۔ اس باب میں جو کچھ آپ نے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء اور عریضہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں کہا ہے (کہ ان قیود کے ساتھ میں نے اس پیشگوئی کا اظہار واشتہار کیا تھا) جھوٹ ہے۔ ہم نے آپ کے جملہ اشتہارات جو اس باب میں آپ نے شائع کیئے اور ان کے حوالے اشتہار ۹، ۱۲، ۱۵، ۲۲ مارچ وغیرہ میں دیئے ہیں یعنی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء، ۳ فروری ۱۸۹۳ جو آئینہ کمالات میں شائع ہوا ہے۔ الہام ٹائٹل پیج برکات الدعاء اور کرامات الصادقین وغیرہ کو دیکھا ان میں اس چھکریوں والے اشتہار کا نام ونشان نہ پایا۔

ہم نے آپ کے حواریان لاہور سے اس کا پتہ پوچھا انہوں نے کوئی پتہ نہ بتایا۔ پھر آپ سے بذریعہ رجسٹری شدہ خط اس کا پتہ دریافت کیا تو آپ نے بھی (باوجودیکہ ہمارے خط کا جواب دیا مگر اس میں) اس چھکڑیوں والے الہام کا پتہ نہ بتایا۔ آپ اور آپکے حواریوں نے صرف یوم العید والے الہام کا پتہ کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ میں یہ شعر بتایا

و بشّرنی ربی و قال مبشراً ستعرف یوم العید و العید اقرب

جس کے پہلے یہ شعر ہے (جس کے پہلے مصرع کی تقطیع درست نہیں)

الا اننی فی کل حرب غالب فکدنی بما زورت فالحق یغلب

اور ان دونوں شعروں کے لفظی معنی جو عرف تخاطب میں ہر کسی کی سمجھ میں آتے ہیں یہ ہیں

سن رکھ میں ہر ایک لڑائی میں غالب رہوں گا۔ تو میرے مقابلہ میں جو بات بنا چکا ہے اس کے ساتھ مجھ سے مکر کر، حق غالب رہے گا۔ میرے خدا نے مجھے بشارت دی ہے اور یہ بات کہہ دی ہے کہ شتاب تو عید کے دن کو پہچان لے گا اور وہ عید کا دن قریب آنیوالہ ہے۔

عید سے عید معروف مراد ہوتی ہے، یا کوئی ایسا خوشی کا امر جو دیر کے بعد آوے۔ لہذا اس شعر میں کسی خوشی یا غلبہ کی بشارت ہے اور اس کے قریب آنے کی خبر ہے۔ ان اشعار سے کوئی شخص (جو ادنی فہم وانصاف رکھتا ہے) یہ نہیں سمجھ سکے گا کہ ان میں عید کے دوسرے روز قتل لیکھرام کے واقعہ ہونے کی خبر دی گئی ہے جیسا کہ قادیانی نے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں اس شعر کی تشریح کی ہے۔

اس سے بڑھ کر وہ تشریح ہے جو ہمارے خط کے جواب میں قادیانی نے کی ہے۔ اس مقام میں اس خط کی نقل مناسب معلوم ہوتی ہے

☆ مرزا صاحب لکھتے ہیں

جناب مولوی صاحب۔ سلام

آپ کا کارڈ پہنچا۔ آپ نے جو شعر دریافت کیا ہے وہ کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ میں ہے۔ وہ دو شعر ہیں۔ پہلا یہ ہے

الا اننی فی کل حرب غالب فکدنی بما زورت فالحق یغلب

اس شعر میں حق کے غالب ہونے کی پیشگوئی ہے اور دوسرے شعر میں اس کی تفصیل ہے کہ ایسا کب ہوگا۔ اور وہ یہ ہے جو اس کے بعد کا شعر ہے

و بشرنی ربی و قال مبشراً ستعرف یوم العید و العید اقرب

دوسرا مصرع اس کا الہامی ہے جو لیکھ رام کے نشان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خدا تعالی کی طرف سے اس کے معنی میں مجھے یہ تفہیم ہوئی ہے، جس کو اسی وقت میں نے اکثر لوگوں کو بتا دیا، کہ لیکھ رام کی نسبت نشان عید کے قریب ظاہر ہوگا۔ اور یہ مصرع کہ ستعرف یوم العید و العید اقرب اس میں دو لفظ عید کے ہیں۔ پہلی عید سے مراد فتح ہے۔ اور دوسری عید سے مراد معمولی عید ہے جو ہمیشہ سال کے بعد آتی ہے۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ وہ یوم الفتح عید کے دن کے قریب واقع ہوگا۔ اور عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا۔ چونکہ یہ مصرع لیکھ رام کے حق میں کثرت سے شہرت پا گیا تھا اسلئے پرچہ سماچار وغیرہ پرچوں میں اس شعر کے مضمون کا ذکر ہے مگر انہوں نے غلطی سے بجائے اقرب من العید کے عین عید کا دن سمجھ لیا ہے۔ مگر اصل معنی یہ ہیں کہ مصرع میں و العید اقرب بطور حال کے واقعہ ہے، یعنی وہ یوم الفتح جس کا نام بباعث فتح اسلام کے اور واقعی خوشی اہل ایمان کے یوم العید رکھا گیا ہے، اصلی عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا اور یہی مضمون جو مصرعہ و بشّرنی ربی میں ہے یہی بشارت کرامات الصادقین کے ٹائٹل پیج والے صفحہ پر موجود ہے۔ عبارت یہ ہے و منہا ما وعدنی ربی و استجاب دعائی فی رجل مفسد عدو اللہ و رسولہ مسمی لیکھرام الفشاوری و اخبرنی انہ من الھالکین ۔ انہ کان یسبّ نبی اللہ و یتکلّم فی شانہ بکلمات خبیثۃ فدعوت علیہ فبشّرنی ربّی بموتہ فی ستّ سنۃ ان فی ذالک لآیۃ للطالبین ۔ اور یہ فقرہ فبشّرنی ربی

۔ یہ اس مصرع کی ایک جزء ہے یعنی و بشّر نی ربی و قال مبشراً مطلب یہ ہے کہ اس شعر کی اس جگہ پر تفسیر کردی گئی و الحمد للہ علی ما فعل

یہ میں نے محض للہ آپ کی تفہیم کے لئے لکھ دیا ہے تا کہ آپ کو اصل واقعات سے مدد مل سکے۔ چونکہ آپ نے نیک نیتی اور اخلاص کا ذکر کیا ہے اس لئے مجھے یہ جرأت ہوئی کہ جو کچھ مجھے معلوم تھا میں نے ظاہر کر دیا۔

دوسری بات یہ بھی شاید آپ کو کسی وقت کام آوے کہ مجھ کو خدا تعالی نے تین مرتبہ اطلاع دی ہے کہ محمد حسین کو رجوع دیا جائے گا اسلئے میں نے اس پیشگوئی کو اس رسالہ سراج منیر میں جو اب چھپ رہا ہے، درج کر دیا ہے۔ اور جہاں تک میری طاقت ہے میں دعا بھی کروں۔ مجھ کو اس بات سے بہت ہی خوشی ہوئی کہ خدا تعالی نے ایسا ارادہ فرمایا ہے و اللہ علی کل شیء قدیر۔ اس میں یہ بھی آپ کو لازم ہے کہ برکات الدعا کا ٹائٹل پیج اور حاشیہ کا مضمون (ایک سطر یہاں سے پڑھی نہیں گئی تھی۔ وہ کاٹ کر آپ کے پاس واپس بھیجی گئی۔ آپ نے اس کی تصحیح کر کے اس کو واپس نہیں کیا۔ محمد حسین) اور ٹائٹل پیج برکات سے نمونہ استجابت دعا بھی دیکھ لیں۔ چاہیں تو ایک پرچہ اس کا مجھے بھیج دیں۔

عبد اللہ الصمد غلام احمد۔ ۲۔ اپریل ۱۸۹۷ء

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس خط کے آخری فقرہ الہامیہ کی تصدیق و تائید مولوی محمد احسن امروہی بھوپالی بھی ایک خط میں تحریر کرتے ہیں۔ اس مقام میں ان کے خط کو نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں

حضرت مولوی محمد حسین صاحب مہتمم اشاعۃ السنہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آج کے روز عاجز نے معتبر ذرائع سے معلوم کیا ہے کہ جناب نے الہام جو درباره لیکھ رام حضرت اقدس مرزا صاحب کا تھا، آپ نے نیک نیتی سے تسلیم فرما لیا ہے۔ اگر یہ خبر سچ ہے تو جزا کم اللہ فی الدارین خیراً۔ اور اگر صحیح نہیں ہے تو عاجز کی درخواست مکرر خدمت عالی میں یہ ہے کہ بالضرور اس الہام میں غور فرمایا جاوے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے عاجز سے بارہا یہ فرمایا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بالآخر بہ سبب اپنی علمی برکات کے پھر اسی ریویو سابق کی طرف رجوع فرماویں گے۔ یہ جملہ معترضہ جو، ان کو پیش آ گیا ہے وہ، ایک زلۃ الاقدام کی قسم سے ہے۔

والسلام خیر ختام ۔ جواب طلب ضروری ۔

راقم سید محمد احسن از امروہہ شاہ علی سرائے ضلع مراد آباد ۔ ۶ ۔ اپریل ۱۸۹۷ء

(یہاں مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ آج ایک خط میرے ایک مخلص دوست اور عزیز بھائی حافظ بہادر دین ٹھیکیدار لاہور کا میرے پاس بٹالہ پہنچا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی کی جماعت نے لاہور میں اپنے پیر کے الہام مذکورہ کا وقوع بھی مشہور کر دیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے لیکھ رام کی پیش گوئی کا صادق ہونا مان لیا ہے اور مرزا صاحب کی طرف رجوع کر لیا ہے۔

دراصل سارے مرزائی اپنے پیر کی اس پیش گوئی کو سچ کر دکھانے کی ٹھانے ہوئے تھے ۔ مولوی محمد احسن امروہی اس مہم میں پیش پیش تھے ۔ وہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے ۔ مناظرات، مباحثات، خط و کتابت اور نجی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے اور بٹالوی صاحب کو مرزائی ہونے کی ترغیب دیتے رہتے ۔ جناب مولانا احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنہ ہند میرٹھ لکھتے ہیں

تمام مرزائیوں میں امروہی صاحب ایسے ہیں جیسے اندھوں میں واحد العین ۔ ہمارے دل میں امروہی صاحب کی کچھ وقعت تھی مگر جب (ان کی) تحریریں دیکھیں اور خود ہم سے ٹکر ہوئی تو قلعی کھل گئی ۔ ہم حلفاً کہتے ہیں کہ اس شخص کو نہ تحریر کا سلیقہ ہے نہ مناظرہ کا شعور ۔ نہ طریق استدلال صحیح ہے ۔ نہ صغرے کی خبر نہ کبرے کی ، نہ نتیجہ کی ۔ اگر کوئی خصم نقض وارد کرے تو اس کو خبر نہ ہوگی کہ صغرے پر نقض ہے یا کبرے پر ۔.. ..عبارت میں ایسی الجھن کہ جیسی کٹی ہوئی پتنگ کی ڈور ۔ بایں ہمہ آپ دارالاماں قادیان کے چہیتے پوت سپوت ہیں ۔ جب تک آپ (قادیان) تشریف نہ لائیں (سوالات کے)جوابات ملتوی رہتے ہیں گویا آپ مرزائیوں کے عقل کل ہیں ۔

۳۰ ۔ اپریل ۱۹۰۳ء کے الحکم قادیان میں آپ نے مولوی عبداللہ چکڑالوی شیخ اہل قرآن پر خرد جال بن کر دولتیاں جھاڑی ہیں مگر ساتھ ہی مولوی محمد حسین بٹالوی سے ..ستار ملانا چاہا ہے اور یاد دلایا ہے کہ جب آپ نے رسالہ اشاعۃ السنہ جاری کیا تھا تو فدوی نے یوں مدد دی تھی ۔ گویا بڑے احسان کا چھپر مولوی صاحب پر دھرا ہے اور لکھا ہے کہ اب بھی ہم اور تم دو نہیں ۔ صرف بعض حدیثوں میں ہمارا آپ کا اختلاف ہے وہ رفع ہو جائے تو پھر وہی چھل پہل ہے ....اور سنت رسول اللہ اور سنت صحابہ کی بہت کچھ تعریف کی ہے ۔ گویا محمد حسین صاحب اور کل اہل حدیث کو چیتے کی طرح چھلایا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ میں ایسا ہی اہل حدیث اور اہل سنت ہوں جیسا نواب مولوی صدیق حسن خان مرحوم کے زمانہ میں تھا جن کی بدولت بھوپال میں شکم سیر راتب ملتا تھا

...امروہی صاحب کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ مولوی محمد حسین صاحب ان چکنی چپڑی باتوں پر پھسلنے والے نہیں

او خوب مے شناسد پیران پارسا را

امروہی خوب یاد رکھے کہ اس نے روغن قاز مل کر جو بمقابلہ اہل قرآن، اہل حدیث کو شیشے میں اتارنا چاہا ہے تو مرزا کو اہل قرآن جس قدر ملحد مرتد سمجھتے ہیں اسی قدر بلکہ اس سے بڑھ کر اہل حدیث اس کو اکفر، والحد، واضلّ اور مضلّ یقین کرتے ہیں۔ ہم بھی دیکھیں بٹالوی صاحب کیونکر امروہی کے دام میں پھنستے ہیں۔ (شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ ۱۶۔ مئی ۱۹۰۳ء ص ۳۔۵)

قادیانی کے خط منقولہ بالا سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ الہام یوم العید کی یہ تشریح اور معنی جو آپ اب بیان کر رہے ہیں اور شعر میں ڈال رہے ہیں، یہ معنی اس الہام کے وقت آپ کے ملہم کو نہ سوجھے اور نہ آپ کو اس نے سوجھائے تھے۔ آپ لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس معنی کی مجھے یہ تفہیم ہوئی جس کو اسی وقت میں نے اکثر لوگوں کو بتلا دیا کہ لیکھرام کی نسبت نشان عید کے قریب ظاہر ہوگا۔

اس میں یہ صاف اور صریح اقرار ہے کہ وہ معنی آپ نے عام لوگوں میں مشتہر نہیں کیئے۔ اور کسی کتاب یا اشتہار کے ذریعہ پبلک میں شائع نہیں کیئے تھے۔ یہی امر ہمارے اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ اس وقت آپ کو اور آپ کے ملہم کو یہ معنی نہ سوجھے تھے۔ سوجھتے تو ضرور بذریعہ اشتہار ان کو شائع کرتے کیونکہ جب تک آپ کو آسمانی فرزند بشیر وعمانوایل کے پیدا ہونے کی امید رہی تب تک آپ کی بی بی کو جب حمل ہوتا فوراً شائع کرتے۔ یہ معنی آپ کو اس وقت سوجھائے جاتے تو آپ اس کی دس ہزار کاپی چھپوا کر تمام ملکوں میں شائع کرتے۔

آپ کا یہ کہنا کہ ہم نے اس وقت اکثر لوگوں کو بتلا دیا تھا (یعنی زبانی کہہ دیا تھا) اول تو محض دروغ ہے۔ آپ اس بیان میں سچے ہیں تو ان لوگوں کے نام بتا دیں جن کو آپ نے زبانی فرمایا تھا۔ ہم ان لوگوں کو دیکھیں گے کہ کیا وہ لوگ وہی ہیں جو آپ کے لنگر سے ٹکڑا کھاتے ہیں، یا آپ سے نقد وظیفہ پاتے ہیں، یا وہ اور لوگ ہیں۔ آپ نے قادیان کے آریوں سے بعض لوگوں کا نام لیا تو ہم ان میں بھی نظر کریں گے کہ وہ لوگ وہی تو نہیں جو ایک مدت آپ سے حلوا پوریاں کھا کر قادیان سے دہلی تک آپ کے ساتھ پھرے۔ اور آپ کے الہامات کی تصدیق کرتے رہے (جیسا کہ ان کے نام وشہادت آپ نے درج براہین کیئے ہوئے ہیں) مگر خود ہندو کے ہندو ہی رہے۔ اور آخر اپنی قوم سے شرما کر آپ کے مخالف بھی

ہو گئے ۔ وہی نکلے تو ہم ان کی شہادت قبول نہ کریں گے جب تک وہ پچھلی کرتوت سے تائب ہو کر مسلمان نہ ہو جائیں ۔ اور اگر اور لوگ نکلے تو پھر آپ سے یہ سوال کریں گے کہ آپ نے اس معنی سے جوگیوں کی طرح (جو ایک گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور اس کے ہمسایہ میں یہ کہہ جاتے ہیں کہ لڑکا نہیں لڑکی پیدا ہوگی ۔ پھر جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمسائیوں کو یہی کہہ گئے تھے کہ لڑکی پیدا ہوگی ۔ اور اس سے اپنی پیش گوئی سچی بناتے ہیں) خاص خاص لوگوں کو صرف زبانی کیوں مطلع کیا؟ اس کا اظہار عام لوگوں میں اشتہار کے ذریعہ سے کیوں نہ کیا جیسے کہ آپ اپنی بیوی کا حمل مشتہر کیا کرتے تھے؟ اس سوال کا جواب آپ سے کچھ نہ بن پڑے گا اور ثابت ہوگا کہ وہ معنی آپ نے اور آپ کے ملہم نے اب گھڑ کر اس شعر میں ڈالے ہیں ۔ اس سے پہلے یہ معنی آپ کے اور آپ کے ملہم کے خیال میں نہ آئے تھے ۔

آخر خط میں جو آپ نے ایک منامی الہام بیان فرمایا ہے اور تین مرتبہ اس کا خدا کی طرف سے الہام ہونا ظاہر کیا ہے اور اس کے وقوع کا آپ کے خلفاء اور مریدوں نے لاہور سے امروہہ تک اشتہار کر دیا ہے ۔ یہ آپ کی چالاکی اور حکمت عملی سے ترغیب و ترہیب ہے ۔ آپ مجھے طمع اور خوف سے اس پیش گوئی کی مخالفت سے روکنا چاہتے ہیں مگر میں خدا کے فضل و توفیق سے ، نہ اپنی ذاتی قابلیت و لیاقت سے (کیونکہ میں ذاتی لیاقت کوئی بھی نہیں رکھتا محض ناکارہ اور نالائق ہوں) آپ کے اس دام میں نہیں پھنستا ۔ اور جب تک زندہ ہوں ، اور قرآن پر ایمان رکھتا ہوں ، اور دین اسلام کا معتقد اور پابند ہوں آپ کی موجودہ حالت عقائد اور اعمال و اخلاق کے ساتھ اتفاق نہ کروں گا ۔ انشاء اللہ تعالی

☆ اور طرفہ یہ کہ اس الہام کی منامی کے نو دن کے بعد آپ نے اس کا خلاف کیا اور ۱۱ ۔ اپریل کو ایک اشتہار قتل لیکھ رام کے متعلق چھاپ کر آج ۱۲ ۔ اپریل ۱۸۹۷ء کو میرے پاس ارسال کیا ہے ۔ جس کے متن صفحہ ۲ کی سطر ۴ میں آپ نے لکھا ہے ۔

> میں نے سنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی محمد حسین بٹالوی اس کھلی کھلی پیشگوئی کی نسبت بھی جو دونوں مذہبوں کے پرکھنے کے لئے معیار کی طرح ٹھہرائی گئی تھی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح لوگ اس پر اعتقاد نہ لائیں ... ہم مسلمانوں کو صلاح دیتے ہیں کہ اگر اسلام سے محبت ہے تو ایسے مولویوں سے پرہیز کریں ۔

اور پھر اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں

مولوی محمد حسین صاحب اگر سچے دل سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ پیش گوئی لیکھرام والی جھوٹی نکلی تو انہیں تحریر مخالفانہ کی تکلیف اٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں ۔ ہم خدا تعالی کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ اگر وہ جلسہ عام میں میرے رو برو یہ قسم کھالیں کہ یہ پیش گوئی خدا تعالی کی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی اور اگر خدا تعالی کی طرف سے تھی اور فیالواقع پوری ہوگئی تو اے قادر مطلق ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر۔ پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھیں گے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں گے اور جس قدر کتابیں ہمارے پاس اس بارہ میں ہوں گی جلا دیں گے ۔

☆ خاکسار محمد حسین اس کے جواب میں کہتا ہے کہ اگر آپ کا الہام منامی جو تین بار آپ کو ہوا ہے سچا اور خدا کی طرف سے تھا اور آپ اس کے بیان میں سچے تھے تو پھر آپ کو میری مخالفانہ تحریر کی فکر کیوں پڑی ۔ جب میں آپ کی طرف رجوع اور آپ کے موافق ہونے والا ہوں تو چاہوں ہزار مخالفت کروں آخر میدان تو آپکے ہاتھ آنیوالہ ہے ۔ پھر اس مخالفت سے آپکا کیا نقصان ہے ، بلکہ سوچو تو فائدہ ہے ۔ جس قدر مخالفت کے بعد موافقت ہوتی ہے اسی قدر وہ زیادہ مؤثر ہوتی ہے اور لوگوں کی نظر میں وقعت پیدا کرتی ہے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا سخت مخالف اور اس زور شور سے مخالفت کرنے والہ آخر آپ کا تابع ہوگیا ہے چلو ہم بھی تابع ہو جائیں ۔ اور چھوٹے بڑے مخالف سب تابع ہو جاتے ہیں ۔ آپ کا میری مخالفت سے خوف کرنا اور مجھے اس پیش گوئی پر نکتہ چینی سے روکنا اور بجائے نکتہ چینی قسم ومباہلہ کی طرف بلانا اور عذاب شدید سے ڈرانا صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ الہام منامی آپ کا محض ڈھکوسلا اور خدا تعالی پر افتراء ہے اور آپ کا ایک فعل دوسرے کا مکذب ہے ۔ آپ کا یہ الہام چاہتا ہے کہ آپ کے مخالف (محمد حسین) کا انجام نجات ہوگا اور آپ کی دعوت قسم و مباہلہ چاہتی ہے کہ خاکسار آپ کا مخالف رہے گا تو عذاب میں مبتلا ہوگا ۔ اور چونکہ مخالف رہنا خاکسار کا دم نقد موجود ہے اور مباہلہ کو بھی خاکسار حاضر ہے لہذا اس یقین کرنے کی کافی وجہ موجود ہے کہ وہ الہام آپ کا محض افتراء ہے جس سے آپ کی غرض یہ ہے کہ یہ خاکسار آپکی پیشگوئی پر نکتہ چینی نہ کرے اور اس سے آپ کی پردہ دری نہ ہو ، اس غرض سے آپ نے دعوت قسم ومباہلہ کی ہے تاکہ اس عذاب سے ڈرکر خاکسار اس پیشگوئی پر نکتہ چینی نہ کرے ۔

پھر آپ فرماتے ہیں مخالفانہ تحریر کی کیا ضرورت ہے جبکہ مباہلہ سے آسانی سے فیصلہ ہوسکتا ہے۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ مباہلہ آپ کر چکے۔ آپ کی شروط مباہلہ ہی طے ہونے میں نہیں آتے۔ اس لئے مباہلے کی موہوم امید اور خیالی پلاؤ پر ہم دم نقد فائر کو ہاتھ سے کیوں جانے دیں، اور مسلمانوں کو آپ کے فریبوں سے کیوں آگاہ نہ کریں؟

یہ آپ کے منامی الہام کے کذب ہونے کے متعلق گفتگو تھی۔ اب آپ کی دعوت قسم و مباہلہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸۔ ص ۴۳ تا ۵۱)

جواب قسم ومباہلہ

مولانا محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں کہ یہ عاجز خاکسار اپنی نیک نیتی اور سچائی کی نظر سے، اور خدا تعالی کے ناصر و معاون حق ہونے کی امید و بھروسہ پر آپ کی دعوت قسم قبول کرنے کو بغیر کسی معاوضہ یا تاوان کے حاضر ہے۔ اور مسلمانوں کی مجلس عام میں (لاہور میں یا بٹالہ میں جہاں آپ آسکیں) اس مضمون کی جو آپ کے مضمون قسم سے زیادہ زور رکھتا ہے، قسم کھانے اور اس کو رسالہ میں چھاپ دینے کو مستعد ہے کہ

مجھے اس خدا تعالی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری اور سب کی جان ہے میرے اعتقاد میں یہ پیشگوئی متعلق لیکھ رام خدا کی طرف سے نہ تھی۔ اور نہ سچی نکلی۔ اور نہ یہ شخص پیشگوئی کرنے والا اس اعتقاد اور اخلاق کے ساتھ خدا کا ملہم ومخاطب اور الہامی پیشگوئیوں کا محل و مصدر ہوسکتا ہے۔ اور اگر یہ پیشگوئی الہامی اور خدا کی طرف سے تھی، اور فی الواقعہ پوری ہوگئی ہے اور یہ شخص واقعہ میں خدا کا ملہم ومخاطب ہے اور میں نے اس پیشگوئی کے وقوع سے اور اس شخص کے الہامی ہونے سے جحوداً و عناداً انکار کیا ہے، تو اے خدائے قادر مطلق تو مجھے فوراً اس عذاب میں مبتلا کر کہ جو آج تک کسی معذب کو نہ ہوا ہو۔

مگر اس مضمون کی قسم کھانے اور اس کو رسالہ میں چھاپ دینے کیلئے میری ایک

شرط ہے کہ آپ اس کے مقابلہ میں کچھ نہ بولیں ۔ اور میرے قسم کھا لینے کے بعد نہ کسی قسم کی میرے حق میں پیشگوئی کریں اور نہ میرے متعلق کسی امر کے وقوع کے بعد اپنی کرامت کا اظہار کریں کہ فلاں امر جو واقعہ ہوا ہے وہ ہماری بد دعا کا اثر ہے ۔

ہاں اپنے گھر میں بیٹھ کر اور اپنی جماعت کو ساتھ ملا کر جس قدر چاہیں بد دعائیں کرتے رہیں ۔ اگر آپ کی بد دعا سے مجھ پر فوراً یا کسی قدر وقفہ سے عذاب نازل ہو جائے گا، تو اسلامی دنیا خود دیکھ لے گی اور یقین کر لے گی، اور آپ کو سچا کہے گی ۔ اور اگر میں اپنے صدق و نیک نیتی کی برکت سے اور خدا کے فضل سے ایسے عذاب سے بچ گیا تو اسلامی دنیا پر واضح و منکشف ہو جائے گا کہ آپ مفتری و کذاب ہیں، اور اس پیش گوئی لیکھ رام کے اور ہر ایک پیشگوئی کے خدا کی طرف سے ہونے کے دعوی میں خدا تعالی پر افتراء کرتے ہیں ۔

میں مدعی کرامت و نبوت کا نہیں کہ آپ کیلئے جلد عذاب کی دعا کروں ۔ ہاں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی اپنے وعدہ قرآنیہ کے مطابق آپ کو یا تو ہدایت کرے گا اور توبہ کی توفیق دے گا، یا جب چاہے گا آپ کو ہلاک کرے گا، یا تمام دنیا کی نظروں میں ذلیل و رسوا کرے گا جیسا کہ اکثر کی نظروں میں اب بھی ذلیل ہیں ۔

جب آپ میری اس شرط کو بذریعہ تحریر مطبوع منظور کریں گے تب میں اس مضمون کی قسم مسلمانوں کی مجلس میں کھا کر اس کو اپنے رسالہ میں چھاپ دوں گا ۔ اور اگر آپ میرے اس مضمون کو کافی نہ سمجھیں اور اپنی یہ نئی شرطیں پیش کریں کہ

۱ ۔ میں قادیان میں آؤں اور آپ کے سامنے اس مضمون کی قسم کھاؤں ۔

۲ ۔ میری قسم کھانے کے بعد آپ بھی کچھ بولیں اور میرے حق میں بد دعا کریں اور اس بد دعا کے بعد میرے حق میں کسی قسم کے عذاب کی پیش گوئی کریں ۔

۳ ۔ پھر سال گذر جانے کے بعد اس عذاب کے معنی بتا دیں اور جس قسم کے معمولی امر کو آپ چاہیں اس بد دعا کا اثر قرار دے کر اشتہار دیدیں کہ یہی عذاب ہماری دعا کا اثر ہے ۔ اور اس ذریعہ سے اپنی کرامت و نبوت کا اظہار و اثبات کریں ۔

تو اس صورت میں میری طرف سے

اول شرط یہ ہے کہ جیسا کہ آپ نے اشتہار ۵ ۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں گنگا بشن آریہ کیلئے دس ہزار روپیہ پیشگی گورنمنٹ کے پاس جمع کر دینا منظور کیا ہے میری قسم کے

عوض جمع کرا دیں اور باضابطہ یہ معاہدہ کرلیں کہ درصورت ظاہر نہ ہونے اثر بددعا آپ کے وہ روپیہ آپ سے بطور شرعی جرمانہ لیا جائے گا جو کسی اسلامی کارخیر میں خاکسار کی رائے سے صرف کیا جائے گا۔

نیز اس صورت عدم ظہور اثر بددعا جو آپ نے میرے ہاتھ پر توبہ کرنا اور کتابیں جلا دینا قبول کیا ہے، اس کی یہ تشریح وتعمیم کردیں کہ میں اپنے جدید عقائد کو کفر اور گمراہی قرار دے کر ان سے توبہ کرونگا۔ اور عقائد قدیمہ اسلامیہ قبول کر کے از سرنو مسلمان بنوں گا اور اپنی جملہ کتابوں کو براہین سے لے کر آخری رسالہ یا اشتہار تک جن میں وہ عقائد کفریہ مجملاً یا مفصلاً یا اشارۃً درج ہیں جلا دونگا درصورت پوری نہ کرنے اس شرط کے سزا قتل کو جو آپ نے منظور کیا ہے اس کو گورنمنٹ سے منظور کرا دینا آپ کے ذمہ ہے کیونکہ آپ ہی اس کے مجوز ہیں۔

دوسری شرط یہ کہ جس عذاب شدید سے آپ ڈراتے ہیں اس کی شرح و تعیین کردیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ اگر مجھے ریزش یا کھانسی وغیرہ سے آپ بیمار دیکھیں ، یا میرے کبھی کپڑے میلے یا پرانے آپ کو نظر آویں، یا میرے متعلقین میں سے کسی پر کوئی بیماری یا ابتلاء آوے تو آپ یہ کہہ دیں کہ یہی عذاب شدید ہے جس کی ہم نے پیشگوئی کی تھی۔ جیسا کہ پہلے آپ سے وقوع میں آ چکا ہے کہ ۱۸۹۳ء میں آپ نے خاکسار کیلئے عذاب کی دعا کی تو آپ کو چالیس روز کی میعاد کے عذاب کی خبر ملی۔ چنانچہ آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰۴ میں آپ نے کہا ہے

.چند ماہ کا عرصہ ہوا جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور باایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر۔ تو اس دعا کے بعد الہام ہوا ادعونی استجب لکم یعنی دعا کرو کہ میں قبول کروں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی عذاب کیلئے دعا کروں۔ آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دعا کیلئے دل کھول دیا۔ سو میں نے اس وقت اسی طرح رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کیلئے دعا کی۔ اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہوگئی اور میں جانتا ہوں کہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مھین من اراد

اھا نتک وہ اسی موقع کیلئے ہوا تھا۔ میں نے اس مقابلہ کیلئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا، یا میدان سے بھاگ گیا، یا کچھ بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ میں بے شک کذاب اور دجال ہوں۔تب میں ہر ایک سزا کے لائق ٹھہرونگا۔ کیونکہ اس موقع پر ہر ایک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا۔ اور دعا کا نامنظور ہونا کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر ایک پر ہویدا ہو جائے گا۔

پھر جب چالیس روز کے عرصہ میں کوئی عذاب اس خاکسار پر نہ آیا تو آپ نے یہ بات بنائی کہ اس عذاب سے وہ اہانت مراد ہے جو بمقام امرت سر ہم سے مباہلہ کرنے سے انکار کرنے کے سبب اس کو حاصل ہوئی تھی۔ (حالانکہ یہ بات بھی محض خلاف واقعہ ہے۔ مباہلہ سے فرار قادیانی نے کیا تھا، نہ کہ خاکسار محمد حسین نے) اور اب ۱۸۹۷ء میں رسالہ انجام آتھم شائع کیا تو اس کے صفحہ ۹۴ و۹۵ و ۱۰۰ میں اس اہانت کی تفسیر و مراد یہ بیان کی ہے کہ یہ شخص اب مفلس ہو گیا ہے، اور کپڑے پرانے پہنتا ہے۔ کابل گیا تھا تو وہاں اس کا اکرام نہیں ہوا اور وہاں سے محروم و بیمار ہو کر واپس آیا۔ (حالانکہ یہ ساری باتیں خلاف واقعہ ہیں۔ ہاں کابل میں بیمار رہا تھا۔ سو یہ بیماری ایک ایسا امر ہے جس سے کوئی بشر خالی نہیں رہتا۔ اور قادیانی کا ہر وقت مریض رہنا تو خود ان کی تحریرات میں بھی مرقوم ہے) ایسی ہی تاویلات عذاب شدید اس وقت کریں گے جب میعاد گذر گئی اور خدا کے فضل و کرم سے خاکسار پر کوئی آفت نہ آئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اب ابھی سے عذاب شدید کی تعیین مراد کر دیں۔

تیسری شرط۔ یہ کہ آپ سال کی میعاد کو موقوف کریں اور اگر اپنی بد دعا کی تاثیر اور کرامت دکھانے کا دعوی ہو تو اسی قسم کھانے کے وقت دکھا ویں جیسے آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں نجران کے عیسائیوں کے مباہلہ پر فوراً عذاب نازل ہونے کی بابت آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی۔

اور اگر فوری عذاب اور کرامت دکھانے کی آپ کے ملہم (جو ہمارے اعتقاد کے مطابق معلم الملکوت ہے) میں قدرت و طاقت نہیں، یا کسی دور اندیشی و احتیاط کی نظر سے وہ کسی قدر مہلت کا محتاج ہے تو آپ کے اس اعتراف کے بعد ہم میعاد بھی منظور

کر لیں گے ۔مگر وہ میعاد تین دن سے زیادہ منظور نہ ہو گی کیونکہ آتھم کے عذاب کیلئے آپ تین دن منظور کر چکے ہیں ۔اور اشتہار انعامی تین ہزار کے صفحہ ۷ سطر ۱۵ میں لکھ چکے ہیں کہ ہم تین دن ہی منظور کر لیں گے ،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن کے وقفہ میں آپ اور آپ کے ملہم اپنے منکروں پر عذاب لا سکتے ہیں ۔

اور اگر آپ یہ اقرار کریں گے کہ ہمارا ملہم اب تین دن کی مہلت میں بھی اثر دکھانے سے عاجز ہو گیا ہے اور وہ سال بھر کی مہلت لینے کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تو ہم اس میعاد کو بھی منظور کر لیں گے ۔اور اگر آپ کو اس میعاد کے مسنون ہونے کا دعوی ہے (چنانچہ ایک اشتہار مباہلہ میں آپ نے تحریر کیا ہے) ۔تو اب اس کا مسنون ہونا کسی دلیل سے ثابت کریں ۔اس میعاد کے مسنون ثابت ہونے کے بعد ہم اس کو تسلیم کریں گے ۔

جو دلیل مسنون ہونے کی آپ نے اس اشتہار میں بیان کی ہے، اس دلیل سے اس شرط کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا ۔کوئی اور دلیل آپ بیان کریں گے تو ہم اس شرط کو مان لیں گے ۔آپ ایک دفعہ میدان میں تو نکلیں ۔

ہماری ان تینوں شروط کو آپ قبول کر کے عدالت کے ذریعہ سے اس معاہدہ کی تکمیل کرا دیں گے تو ہم قادیان میں پہنچ کر آپ کے سامنے قسم کھانے کو حاضر ہیں ۔

چھکریوں والہ الہام

☆ مولانا بٹالوی ،مرزا صاحب قادیانی کے خطاب میں فرماتے ہیں کہ یوم العید والے شعر پر کلام کے بعد ہم چھکریوں (چھ تاریخ ، چھ گھنٹے ،روز یک شنبہ) والی پیشگوئی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کا جھوٹ ہونا ثابت کرتے ہیں ۔

چھکریوں والا الہام نہ قادیانی کو ہوا ۔نہ ان قیود کے ساتھ انہوں نے یہ پیش گوئی متعلق لیکھرام کبھی مشتہر کی لیکن ناواقفوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر ان سے تسلیم کرالیا ہے کہ ان قیود کے ساتھ لیکھرام کے قتل سے ۱۷ سال پہلے پیشگوئی کی گئی تھی جو سچی نکلی ۔

ہم نے قادیانی صاحب بذریعہ خط اس پیش گوئی کا پتہ پوچھا تو آپ نے اس کا پتہ نہ بتلایا ۔صرف الہام یوم العید کا پتہ بتایا ۔چنانچہ آپ کا خط منقولہ بالا شاہد ہے ۔

پھر ہم نے اپنے خط نمبری ۱۱۷ مورخہ ۱۷ ۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں مضمون زیر قلم کا خلاصہ لکھ کر آپ کے پاس بھیجا تو اس میں بھی یہ لکھ دیا کہ بجز پیش گوئی میعادی شش سالہ جس قدر پیشگوئیاں کرنے کا آپ کے اشتہارات میں دعوی ہے وہ محض غلط ہے (یعنی وہ پیش گوئیاں واقعہ قتل سے پہلے لیکھ رام کے متعلق آپ نے مشتہر نہیں کیں)۔ اس خط کے جواب میں بھی آپ نے سکوت اختیار کیا اور اس پیش گوئی کا پتہ نہ بتایا۔ اس خط کے حامل اور آپ کے قاصد و وکیل مہر نبی بخش نمبردار بٹالہ و بابو علی محمد ٹھیکیدار بٹالہ مظہر اور مدعی ہوئے کہ ہم نے یہ پیش گوئی دیکھی ہوئی ہے اور اول الذکر نے وعدہ کیا ہم اس کو کل لا کر پیش کریں گے۔ وہ بھی نہ لائے اور کئی کل گذر گئے۔ آخر ان دونوں صاحبوں کے نام ایک خط لکھا گیا جس کی نقل ذیل میں درج ہے۔ انہوں نے یہ خط وصول نہ کیا۔ اول الذکر تو وصولی خط سے صاف انکاری ہوئے۔ اور ثانی الذکر جموں چلے گئے۔ تو اس خط کی نقل قادیانی کے پاس قادیان بھیجی گئی۔ اور اس پر لکھا گیا کہ اگر آپ نے اس الہام کا پتہ نہ بتایا تو یک طرفہ کاروائی کی جائے۔ اس نقل کے پہنچنے پر بھی آج تک (۸ مئی ۱۸۹۷ء) پتہ نہیں بتایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی کو انہوں نے کسی اشتہار یا کتاب میں مشتہر نہ کیا تھا (یہ مراسلت درج ذیل ہے)

بٹالہ۔ ۱۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء مہر نبی بخش صاحب و بابو علی محمد صاحب وکیلان مرزا غلام احمد صاحب۔ سلام۔ ۱۲ اپریل ۱۸۹۷ء کو آپ دونوں صاحب کہہ گئے تھے کہ ہم نے مرزا جی کا وہ الہام دیکھا ہوا ہے جس میں چھ تاریخ چھٹے گھنٹے روز یک شنبہ میں قتل واقعہ ہونے کی پیش گوئی ہے۔ اور مہر صاحب وعدہ کر گئے تھے کہ وہ الہام ہم کل ارسال کریں گے مگر ابھی تک ارسال نہیں کیا۔ مرزا جی سے ہم نے اس الہام کا پتہ پوچھا تو انہوں نے بھی نہیں بتایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کا کوئی الہام مرزا جی نے واقعہ قتل سے پہلے شائع نہیں کیا اور آپ لوگوں نے بھی اس مضمون کا کوئی الہام ان کا نہیں دیکھا اب آپ لوگ اپنے مؤکل کی بات کی پچ کرتے ہیں اور انکے جھوٹ پر پردہ ڈالتے ہیں

اگر یہ امر (جو آپ کے اس فعل سے مفہوم ہوتا ہے) واقعی ہے تو کمال افسوس کی بات ہے۔ آئندہ اگر آپ نے یا مرزا صاحب نے کل شام تک وہ الہام نہ بھیجا تو میں یقین کر لوں گا کہ اس مضمون کا کوئی الہام آپ کے اور ان کے پاس نہیں ہے۔

میں ہفتہ کے دن ۱۷۔ اپریل کو لاہور کا ارادہ رکھتا ہوں۔ کل شام تک الہام یا

جواب خط آنا چاہیے۔ ابوسعید محمد حسین۔

اس خط پر جو کچھ مرزا جی کے نام لکھا گیا تھا، اس کی نقل یوں ہے

مرزا صاحب وحکیم صاحب! آپ صاحبوں نے میرے خط نمبری ۱۱۷ کا جس سے میری نیک نیتی عیاں ہے، جواب نہ دیا۔ اور نہ حکیم صاحب خود تشریف لائے۔ اس سے آپ کی نیت معلوم ہوگئی۔

یہ اس خط کی نقل ہے جو آپ کے وکیلوں نے نہیں لیا۔ بابو علی محمد تو جموں چلے گئے۔ مہر نبی بخش صاحب اسکے لینے سے انکاری ہوئے۔ لہذا آپ کی خدمت میں مرسل ہے۔ اگر الہام چھ دن، چھ گھنٹے والہ جلد نہ بھیجا تو یک طرفہ کاروائی پر ہم کو ترک نیک نیتی کا الزام نہ دیں، اپنی رائے اور نفس کو متہم کریں۔ ابوسعید محمد حسین

اس خط کے پہنچنے پر بھی آپ کچھ نہ بولے اور اب تک ساکت ہیں۔ لاہور کے تابعین قادیانی، حکیم فضل الٰہی اور حافظ فضل احمد سے اس امر کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ رسالہ برکات الدعاء کے حاشیئے والے الہام میں یک شنبہ کا لفظ موجود ہے۔ اسی وقت ان کے سامنے رسالہ برکات الدعاء پیش کیا تو اس میں یہ نہ نکلا کہ یک شنبہ کو لیکھرام کا قتل ہوگا۔ ویسے لفظ یک شنبہ تو اس میں ہے، مگر اس کو قتل کا دن نہیں بتایا گیا۔ بلکہ قتل کے متعلق جو مرزا جی کو ایک خواب دکھایا گیا تھا، اس خواب کی رؤیت کا دن یک شنبہ اور وقت چار بجے صبح کا بتایا گیا ہے۔ اس مقام میں اصل عبارت حاشیہ صفحہ اخیر رسالہ برکات الدعاء نقل کیجاتی ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ بات کیا ہوتی ہے اور مرزا قادیانی اور اس کے مرید اس کو کیا بنا لیتے ہیں۔ لکھا ہے

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر

آج جو۔۲۔ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴۔ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہجری ہے، صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں، میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل گویا اس کے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے، میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں، ملائک شداد غلاظ میں سے ہے۔ اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی۔ اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ

اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھ رام کہاں ہے؟ اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے؟ تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھ رام اور اس دوسرے شخص کی سزا دہی کیلئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے یاد نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔ ہاں یہ یقینی طور پر یاد ہے کہ وہ دوسرا شخص انہیں چند آدمیوں سے تھا جن کی نسبت میں اشتہار دے چکا ہوں ہوں۔ اور یک شنبہ کا دن اور ۴ بجے صبح کا وقت تھا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اس آخری جملے کی نسبت کوئی صاحب فہم وانصاف نہیں کہہ سکتا کہ اس میں یک شنبہ کو وقوع قتل وظہور پیش گوئی کا وقت بتایا گیا ہے۔ بلکہ ہر کوئی یقین رکھتا ہے کہ وہ اس خواب کے دیکھنے کا وقت ہے۔ وقوع پیش گوئی کا وقت وہ کیونکر ہوسکتا ہے جب کہ اس میں چار بجے صبح کا وقت بتایا گیا ہے۔ حالانکہ ظہور پیش گوئی اور وقوع قتل لیکھ رام کا وقت یہ حضرات چھ بجے شام کے بتاتے ہیں۔ یہ عقل کے اندھے اور سیاہ دل اپنے الفاظ کو غور سے نہیں پڑھتے۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون

الغرض چھکریوں والی پیشگوئی کا کہیں وجود معلوم نہیں ہوتا۔ اور یوم العید والے الہام میں قتل لیکھ رام کا کہیں ذکر واشارہ تک نہیں۔ اس باب میں جو کچھ قادیانیوں نے کہا ہے جھوٹ ہے۔ ہاں اس قدر مسلّم ہے کہ چھ سال کی میعاد قتل لیکھ رام کیلئے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۲ء میں ضرور مقرر کی گئی تھی۔ مگر اس میعاد کے مطابق یہ قتل وقوع میں نہیں آیا، بلکہ اس میعاد سے دو سال پہلے، قتل وقوع میں آ گیا ہے۔ جو لوگ چار اور چھ میں فرق کر سکتے ہیں وہ اس پیشگوئی کے جھوٹے ہونے میں شک نہ کریں گے۔ اس کے جواب میں اگر قادیانی یہ کہیں کہ چار کا عدد چھ کے عدد میں داخل ہے لہذا چار سال میں پیش گوئی کے پورے ہونے سے چھ سال میں اس کا پورا ہونا صادق آ سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ چار کا عدد چھ میں داخل ہے، دس بیس اور سو میں بھی داخل ہے۔ پھر کیا اس نظر سے جو بات چار سال میں واقعہ ہونے والی ہو، اس کا دس، بیس، سو برس کی میعاد میں وقوع بیان کرنا، اور اس کو تحدی اور کرامت کے طور پر مخالفین کے مقابلہ میں پیش کرنا جائز ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس سے تو تحدّی اور کرامت باطل ہوتی ہے۔ اور تحدی اور کرامت اور اخبار غیب تو اسی صورت میں متصور ہے کہ جو اس واقعہ کے وقوع کی اصلی حد ہو، وہ بتا دی جائے۔ کسی میعاد قریب کو بعید کر کے بتانا نہ صرف مبطل تحدی وخلاف کرامت ہے بلکہ وہ حکمت کے برخلاف

ہے اور سراسر حماقت و سفاہت ہے جو خدا حکیم و علیم کی شان کے مخالف ہے۔ اور اس کا عکس (کہ ایک امر بعید الوقوع کو ایسے سچے اور صحیح الفاظ سے بیان کرنا جن سے اس کا قریب ہونا مفہوم ہو) عین حکمت ہے۔ اسی اصول پر قیامت کو قریب بتایا گیا ہے باوجودیکہ ہزار ہا برس گذر چکے ہیں۔ اور اسی وجہ سے خبر فتح روم کو جو سات برس میں واقعہ ہونے والی تھی لفظ بضع سے (جس کا اطلاق عرب میں تین سے نو تک ہوتا تھا۔ اور اس لفظ سے بولنے سے تیسرے ہی سال کے بعد فتح کی امید شروع ہوگئی تھی اور اس سے دوستوں کو خوشی اور دشمنوں کو خوف پیدا ہو گیا تھا) بتایا گیا ہے جس کی تفصیل ہمارے مضمون خطبہ میں بصفحہ ۳۴۶ نمبر ۱۱ جلد ۱۷، اشاعۃ السنہ ہے۔ قادیانی صاحب نے موت لیکھرام کے متعلق پیشگوئی میں اس اصول حکمت کا خلاف کیا اور اس سے یہ ثابت کیا کہ وہ پیش گوئی الہامی اور رحمانی نہ تھی بلکہ ایک وسوسہ شیطانی تھا جو جھوٹا نکلا۔

ایک وجہ اس پیش گوئی شش سالہ کے جھوٹی نکلنے (اور سچی نہ ہونے کی) یہ بھی ہے کہ اس عذاب کی (جس کی اس پیش گوئی میں خبر دی گئی تھی) قادیانی نے آئینہ کمالات کے صفحہ اخیر .وہ غیر معمولی اور خارق عادت ہوگی. کے الفاظ سے تفسیر کی ہے۔ چنانچہ کہا ہے

.اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اپنے اندر ہیبت الہی رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں،

اور یہ قتل جس کیفیت سے وقوع میں آئی ہے وہ معمولی کیفیت ہے، نہ نرالی، نہ غیر معمولی، نہ خارق عادت۔ ایسے واقعات صدہا وقوع میں آتے ہیں۔ ہسپتالوں میں جا کر ایسی زخمی لاشیں دیکھ لو۔ پولیس اور عدالت میں ایسے صدہا کیس ملاحظہ کر لو۔ تھوڑے دن ہوئے کہ لاہور کے بازار انارکلی میں ایک میم کو ایک فقیر نے چھری سے مار ڈالا۔ اس سے پہلے چھاؤنی پشاور اسٹیشن پر ایک فوجی افسر کو ایک سرحدی افغان نے چھری سے قتل کیا۔ ایسے واقعات آنکھ سے دیکھنا ہو تو پشاور کے قریب چلے جاؤ اور مشاہدہ کر لو۔

ایسے واقعات کو کوئی ذی عقل نرالے اور خارق عادت نہیں کہہ سکتا۔ معمول سے نرالے، اور خارق عادت عذاب وہ تھے جو پہلی امتوں کے منکروں پر آئے۔ کوئی زمین میں دھنسایا گیا، کوئی آسمانی سخت آواز سے ہلاک ہوا، کسی پر آسمان سے پتھر برسے، اور کئی غیر معمولی طور پر بہیئت مجموعی غرق آب ہوئے جن کا ذکر قرآن کی سورۃ عنکبوت کے رکوع ۲ میں

ہوا ہے۔آج کل کا طاعون جو بمبئی اور کراچی پر مسلط ہے کاش اسی کا ایک حصہ لیکھ رام کو پہنچتا ،تو بھی تسلیم کیا جاتا کہ اس شہر میں جو عذاب سے مامون ہے صرف لیکھ رام کیلئے وہ غیر معمولی اور خارق عادت عذاب ہے۔ چھری مارنے کو جو رات دن لوگوں کو لگتی ہیں، غیر معمولی اور خارق عادت قرار دینا آپ ہی کا کام ہے۔

اس بیان سے سوال اول کا حل و جواب پورا ہوا۔اور یہ ثابت ہوا کہ یہ پیش گوئی اور اس کے متعلق جس قدر الہامات قادیانی نے بیان کئے ہیں وہ سچے نہیں نکلے بلکہ سراسر کذب وفریب ظاہر ہوئے۔

☆ دوسرے سوال کا حل و جواب

اگر ہم فرض کریں اور بطور محال مان لیں کہ قادیانی نے اس پیش گوئی کے متعلق جو دعاوی کئے ہیں کہ ہم نے اس واقعہ قتل کو ۱۷یا بیس سال پہلے بتا دیا تھا، اور اس کی تاریخ دن گھنٹہ (بلکہ آلہ قتل ولباس قاتل ورنگ قاتل وعمر قاتل وغیرہ جن امور کا قادیانی نے دعوی بھی نہیں کیا) سے بھی سترہ برس پہلے آگاہ کر دیا تھا اور جو کچھ کہا وہ صادق ومطابق نکلا۔تو اس صورت میں بھی وہ پیشگوئی اسلام اور مسلمانوں میں الہامی تسلیم کئے جانے کے لائق نہ ہوتی اور کوئی مسلمان (بجز ان چند لوگوں کے جو اسلام سے مرتد ہو کر قادیانی کے پیرو ہو گئے ہیں) اس کو الہام نہ سمجھتا، بلکہ یہ خیال کرتا کہ وہ ایک نجومی یا جوتشی یا رمال یا جفری وغیرہ کی پیشگوئی ہے جو حسب اتفاق قواعد علم کے موافق ہونے کی وجہ سے صادق ہوگئی ہے۔

اس انکار کی وجوہ مسلمانوں کے نزدیک دو ہیں۔ایک وجہ (جس میں قادیانی اور ان کے موافقین اور بے غرض اتباع کو دم مارنے کی جگہ نہیں ہے) یہ ہے کہ پیش گوئی اس شخص کی بالیقین الہامی مانی جاتی ہے جس کی لاکھ پیش گوئیوں میں سے ایک بھی خطا اور غلط نہ نکلی ہو۔اور یہی امر نبیوں کی پیشگوئیوں اور نجومیوں جوتشیوں جفریوں کاہنوں وغیرہ کی پیشگوئیوں میں فارق ہے۔ جب کہ مرزا جی کی بہت سی پیشگوئیاں ایسی خطا نکلی ہیں جن کے خطا ہونے میں کسی مسلمان کو شک نہیں، اگرچہ مرزا جی کے مریدان کو صادق مان رہے ہیں۔اور بعض پیشگوئیاں ایسی خطا نکلی ہیں جن کے خطا ہونے پر مرزا جی کو بھی دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔

منجملہ قسم اول، آپ کی پیشگوئی متعلق موت آتھم میعادی پندرہ ماہ ہے جو جھوٹی نکلی۔

وازانجملہ آپ کی پیشگوئی متعلق موت شوہر ثانی منکوحہ آسمانی خود بدولت ہے کہ وہ بھی جھوٹی ہوچکی ہے۔ اور سلطان احمد اب بھی (۱۸۹۷ء میں) مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی سے شادی شدہ زندگی گذار رہا ہے۔

منجملہ قسم دوم آپ کی پیشگوئی متعلق تولد فرزند بشیر عمانوایل جو تین دفعہ جھوٹی ہوچکی ہے۔

اول اس وقت جب پہلے حمل سے دختر پیدا ہوئی۔ پھر جب مرزا جی نے تاویل کر کے اسے دوسرے پر چسپاں کر دیا اور بشیر صاحب آسمان سے نازل ہوکر کان اللہ نزل من السماء کے مصداق بنے تو بار دوم وہ پیش گوئی اس کی وفات سے جھوٹی ہوئی۔

ان دونوں دفعہ میں اس پیشگوئی کے جھوٹے ہونے میں قادیانی اور ان کے مرید نزاع کرتے ہیں لہذا ہم تیسری دفعہ اس پیشگوئی کے خطا ہونے کو پیش کرتے ہیں جس میں مرزا جی کو بھی دم مارنے کی جگہ نہیں ہے اور اسی وجہ سے یہ مثال قسم دوم کی مثال ہوسکتی ہے۔

تیسری بار اس کا خطا ہونا یوں ہوا ہے کہ مدت نو سال جس کے اندر اس فرزند کے تولد کی خبر دی گئی ہے، پوری ہوگئی ہے کیونکہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اس کے تولد کی خبر دی تھی، اور ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو لڑکے کے تولد کی میعاد نو برس مقرر کی تھی۔ اور اس وقت یعنی مئی ۱۸۹۷ء میں اس وعدہ سے بارھواں سال گذر رہا ہے۔ اور وہ لڑکا ہنوز ماں کے پیٹ یا باپ کی پشت میں یا آسمان پر ہے، وہیں سے نہیں اترا۔ کیا اب بھی اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے میں کوئی شبہ باقی رہا؟

تین کو چار کرنے والہ لڑکا

مولانا بٹالوی سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب شائد موجودہ لڑکوں (محمود احمد، بشیر احمد، شریف احمد) میں سے کسی کو بشیر عمانوایل قرار دیں۔ چنانچہ اس کے بعض مرید کہہ رہے ہیں کہ کیا تعجب ہے کہ ان ہی تین میں سے کوئی لڑکا اس پیشگوئی کا مصداق ہو جاوے۔

اس ممکنہ دعوی پر تین سوال وارد ہوں گے جن کا کوئی جواب مرزا صاحب اور ان کے مریدوں سے بن نہ پڑے گا۔ اول یہ کہ اگر وہ لڑکا ان تین میں سے کوئی ایک ہے تو پھر

آپ نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ۱۴۔ ۱۵ میں کیوں لکھا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کے لڑکے کا انتظار ہے جو تین کو چار کرنیوالہ ہوگا۔ اس مقام میں اصلی عبارت نقل جاتی ہے۔

پھر ایک اور الہام ہے جو فروری ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کرے گا۔ اس وقت تین لڑکوں کا جواب موجود ہیں، نام ونشان نہ تھا۔ اور اس الہام کے معنے یہ تھے کہ تین لڑکے ہوں گے اور پھر ایک اور ہوگا جو تین کو چار کر دے گا۔ سو ایک بڑا حصہ اس کا پورا ہو گیا۔ یعنی خدا نے تین لڑکے مجھ کو اس نکاح سے عطا کئے، جو تینوں موجود ہیں۔ صرف ایک کی انتظار ہے۔ جو تین کو چار کرنے والہ ہوگا۔ دیکھو کہ یہ کیسا بزرگ نشان ہے۔ کیا انسان کے اختیار میں ہے کہ اول افتراء کے طور پر تین یا چار لڑکوں کی خبر دے اور پھر وہ پیدا بھی ہو جائیں۔

پھر ایک اور نشان یہ ہے کہ جو یہ تین لڑکے موجود ہیں، ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ محمود جو بڑا لڑکا ہے اس کی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی معہ محمود کے نام سے موجود ہے جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا جو رسالہ کی طرح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے۔ اور بشیر جو درمیانی لڑکا ہے اس کی خبر ایک سفید اشتہار میں موجود ہے جو سبز اشتہار کے تین سال بعد شائع کیا گیا تھا۔ اور شریف جو سب سے چھوٹا لڑکا ہے اس کے تولد کی نسبت پیشگوئی ضیاء الحق اور انوار الاسلام میں موجود ہے۔ اب دیکھو کہ کیا خدائے عالم الغیب کا نشان نہیں ہے کہ ہر ایک بشارت کے وقت میں قبل از وقت وہ بشارت دیتا رہا،

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہ عبارت صاف پکار رہی ہے کہ موجودہ تین لڑکے (محمود، بشیر، شریف) اس پیشگوئی کے مصداق نہیں۔ ان کے بعد ایک چوتھا لڑکا آنے والہ ہے جو ان تین کو چار کرے گا اور اس پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق ہوگا۔

حضرات کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ دعوی آپ نے کس بنیاد پر کیا تھا؟ اور آنے والے لڑکے کی صرف اسے ایک صفت وعلامت (کہ وہ تین کو چار کرنے والہ ہوگا) کیوں اس اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے نقل کیا اور اس کی باقی ۲۱ صفات کو (جن کا بیان عنقریب آتا ہے) کیوں چھوڑ دیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی بیوی کو اس وقت (ضمیمہ انجام آتھم کی اشاعت کے وقت) حمل تھا۔ اور اس حمل کی نسبت آپ نے اپنے مریدوں کو یہ کہہ رکھا تھا کہ اس حمل سے

لڑکا پیدا ہوگا اور وہ چنین و چناں ہوگا۔ اور وہی تین کو چار کرنے والہ ہوگا جس کا ذکر اس پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ہے۔

اس خیال وامید پر آپ نے وہ دعوی کیا اور اس لڑکے کی صرف ایک علامت (تین کو چار کرنے) کو ذکر کیا۔ باقی اکیس علامات وصفات کا ذکر چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اس امر کا یقین تھا کہ میرے احمق مرید صرف اس وصف و علامت کو اس لڑکے پر صادق ہوتے دیکھ کر اسے اس پیشگوئی کا مصداق مان لیں گے۔ اور اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی طرف رجوع کر کے باقی علامات کو اس پر منطبق کر کے میری اس پیشگوئی کے امتحان کرنے کا کبھی قصد نہ کریں گے۔ اور یہ بات بھی خیال میں نہ لائیں گے کہ میعاد پیشگوئی ۱۸۸۶ء تو مدت ہوئی ختم ہو چکی ہے۔

اس حمل سے اگر لڑکا پیدا ہو کر تین اولاد کو چار کر بھی دیتا تو مشتیکہ بعد از جنگ یاد آید ..الخ ہی کا مصداق ہوتا کیونکہ ۹ سال کی مدت تو گذر چکی تھی۔ تاہم خدا نے اس حمل سے بھی قادیانی کو لڑکی دی جس سے اس کی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء چوتھی بار جھوٹی ہوئی۔

الغرض یہ دعوی صفحہ ۱۵۔ضمیمہ انجام آتھم جھوٹا ہو چکا ہے۔ نیز یہ بات قادیانی ہی کی تحریر سے ثابت ہو چکی ہے کہ موجودہ تین لڑکوں میں سے کوئی لڑکا آپ کی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق نہیں ہے۔ پھر اب وہ کیونکر کسی لڑکے کو اس کا مصداق بنا سکتے ہیں۔

☆ سوال دوم یہ کہ اگر ان تین میں سے کوئی لڑکا اس پیشگوئی کا مصداق ہے تو جب انہوں نے اس کے حمل میں ہونے کا اشتہار دیا تھا (چنانچہ عبارت صفحہ ۱۵ ضمیمہ انجام آتھم میں ذکر ہے) تو اس کے اشتہار میں کیوں نہ کہا کہ وہی لڑکا آتا ہے جس کا پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں وعدہ تھا۔ اور جب وہ لڑکا ہوا تھا تو کیوں آپ نے اشتہار نہ دیا کہ وہ الہامی لڑکا پیدا ہو گیا جیسا کہ اس سے پہلے الہامی لڑکے بشیر کا (جو فوت ہو گیا ہے) اشتہار دیا تھا۔

☆ تیسرا سوال یہ کہ آپ اس لڑکے میں وہ علامات وصفات جو اس الہامی لڑکے کی ہیں، ثابت کر دیں۔ ہم اسکی صفات جو آپ کے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بیان ہوئی ہیں (اور صفحہ ۱۴۔۱۵ ضمیمہ انجام آتھم میں وہ صفات اڑا دی گئی ہیں) بیان کرتے ہیں اور منتظر ہیں کہ قادیانی ہمارے پہلے دوسوالوں کا جواب کافی دے کر ان صفات کو موجودہ لڑکوں میں سے کس پر منطبق کرتے ہیں اور اس کی کیا دلیل بیان کرتے ہیں۔ وہ صفات آپ کے الفاظ میں یہ ہیں۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ ، اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت ونسل کا ہوگا۔خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔اور وہ رجس سے پاک ہے ۔وہ نور اللہ ہے۔مبارک ہے وہ جو آسمان سے آتا ہے۔اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ ، اور عظمت ، اور دولت والہ ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے، کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا ، اور دل کا حلیم۔اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والہ ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے)۔دوشنبہ ہے، مبارک دوشنبہ فرزند گرامی ارجمند مظہر الاول و الآخر مظہر الحق و العلاء کا ن اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔نور آتا ہے ۔نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اس میں روح ڈالیں گے۔اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد بڑھے گا۔اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔وکا ن امراً مقضیاً

(اشتہار مرزا۔۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

مولانا بٹالوی ، قادیانی کی بات کہ . اس کے معنی سمجھ نہیں آئے .
پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ الہام آپ خود تصنیف کریں، اس کے معنے گھڑ کر اس میں آپ ڈالیں۔ پھر اس کے معنی سمجھ میں نہ آنے کے کیا معنی ؟ آپ نے سوچ رکھا تھا کہ جیسا موقع پائیں گے ویسے معنی بنا کر اس میں ڈال دیں گے۔ جب لڑکا بشیر عموائیل پیدا ہوا تو اس کے معنی آپ نے یہ بتائے کہ پہلے تین اولاد (دولڑکے فضل احمد اور سلطان احمد اور ایک لڑکی جو غلطی سے الہامی لڑکے کی جگہ آگئی تھی) موجود ہیں۔اب یہ چوتھا لڑکا آیا ہے جو تین کو چار کرنے والہ ہے(، یہ تشریح آپ کی اس خط میں ہے جو اصل مولوی محمد احسن امروہی کے پاس ہے اور اس کی نقل دستخطی مولوی احسن ومصدقہ مولوی محمد بشیر میرے پاس موجود ہے۔محمد حسین) اور جب وہ لڑکا فوت ہوا، اور اس معنے کے کرنے کا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔

موجودہ تین لڑکوں کے بعد بی بی کو حمل ہوا تو اس کے معنے یہ گھڑ لئے کہ جو پہلے

تین لڑکے محمود بشیر اور شریف موجود ہیں (پہلی بیوی کے لڑکوں سلطان احمد اور فضل احمد کو تو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ ان کو آپ نے عاق کر کے اولاد سے خارج کیا تھا، لڑکی جو اسی محبوبہ بیوی سے پیدا ہوئی ہے اور موجود ہے، کیوں شمار نہ ہوئی، جیسے پہلے لڑکے کی باری میں وہ شمار کی گئی تھی۔ اس سوال کا جواب آپ دیں گے تو ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔ محمد حسین)۔ اب یہ چوتھا لڑکا آئیگا، وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ اب جو لڑکی پیدا ہو گئی ہے تو یہ معنی بھی خطا گئے۔

دیکھئے آئندہ کون سے معنی گھڑے جاتے ہیں۔ تاہم ایک معنی اس کلام کے ہم کو بھی الہام ہوئے ہیں، پسند ہوں تو وہ بھی قبول کر لئے جائیں۔ وہ یہ ہیں کہ پہلے آپ رسالہ توضیح المرام میں تثلیث کے قائل ہو چکے ہیں۔ یعنی باپ (خدا) بیٹا (مرزا غلام احمد) روح القدس۔ پھر جب وہ الہامی لڑکا آئے گا جو کان اللہ نزل من السماء کا مصداق ہوگا، تو وہ تثلیث کی تربیع کر دے گا۔ یعنی باپ، بیٹے، روح القدس کے بعد چوتھا ایسا شخص آئے گا جو ان تین کو چار کر دے گا۔ وہ خدا بھی ہوگا، اور وہ آپ کا بیٹا، اور بڑے خدا کا پوتا بھی کہلائے گا۔ دیکھئے ہم نے کیسے عجیب معنے بتائے ہیں؟ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ ان تینوں پیشگوئیوں کے جھوٹے ہونے، خصوصاً پیشگوئی سوم کے بار سوم چہارم کے جھوٹے سے کس و ناکس کو یقین ہے کہ اگر پیشگوئی متعلق قتل لیکھ رام سچی اور مطابق بیان ثابت ہوتی تو بھی وہ بشہادت وجہ اول (جس کی تسلیم میں مرزا صاحب کو بھی کلام نہیں) الہام متصور نہ ہوتی۔ اس صورت میں وہ ایک نجومی وغیرہ کی پیش گوئی تسلیم کی جاتی۔

دوسری وجہ (جو خاص کر مسلمانوں میں تسلیم کی جاتی ہے اور ان ہی کی فہمائش اس مقام میں ہم کو منظور ہے) یہ ہے کہ اہل اسلام میں صاحب الہام وہی شخص ہو سکتا ہے جو مسلمان ہو۔ اور مسلمانوں میں اکمل اور اعلیٰ درجہ کا متقی ہو۔ یعنی عقائد صحیحہ کا ملہ رکھتا ہو۔ اور مرزا صاحب مسلمانوں کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور عقاید کفریہ رکھتے ہیں اور اخلاق سیئہ سے مجسم ہیں۔ ذراسی بات سے جوش میں آکر مسلمانوں کو گالیاں دینے اور فحش کہنے میں وہ بازاریوں کو مات کر رہے ہیں۔ پھر وہ مسلمانوں کے نزدیک الہام اور الہامی پیشگوئی کے محل ومصدر کیونکر ہو سکتے ہیں؟ ان اعتقادات اور اخلاق کے ساتھ وہ مسلمانوں کو ہزار پیشگوئی سچی کر دکھائیں، لاکھ کرامات ظاہر کریں، دریا کو الٹا بہادیں، ہوا میں اڑنے لگ جائیں، پانی پر

سو کھے پاؤں چلیں ۔ وہ ان کو ایسے افعال سے ولی اور الہامی نہ مانیں گے ۔ اور ان کی ایسی پیشگوئیوں کو نجومی یا کاہن یا جفریوں کی پیشگوئی سمجھیں گے ۔ اور انکے ایسے افعال خارق عادات کو استدراج یا مسمریزم یا ہپناٹک خیال کریں گے ۔

☆ سوال سوم کا حل و جواب

یہ پیشگوئی صادق اور اپنے بیان کے مطابق نکلتی ، اور الہامی تسلیم کی جاتی تو اس سے اسلام و مسلمانوں کو سخت مضرت پہنچتی اور اسلامی دنیا میں گمراہی پھیلتی ۔ خدا نے اسلام پر رحم اور مسلمانوں پر کرم کیا کہ اس کو جھوٹا کر کے مسلمانوں کو اس کی مضرت سے بچالیا ۔ قادیانی نے تو اسی پیشگوئی کو ہندوؤں پر اسلام کی فتح قرار دیا ہے ۔ اور اشتہار ۱۱ ۔ اپریل ۱۸۹۷ء وغیرہ میں کہا ہے کہ یہ پیشگوئی اسلام اور آریہ مذہب کی ایک کشتی (دنگل) ہے ۔ اور فریقین نے سچی نیت سے اپنے خدا پر توکل کر کے دونوں مذہبوں کے پرکھنے کیلئے آسمانی فیصلہ کی درخواست کی تھی (یعنی جو اس پیشگوئی نے کر دیا ہے) مگر مسلمان خوب سمجھتے ہیں کہ یہ قادیانی کا مکر و محض فریب اور ٹکے کمانے کا ایک وسیلہ ہے ۔

ناظرین ! قادیانی نے عام اہل اسلام کے پھنسانے کیلئے یہ دام پھیلا رکھا ہے ، کہ اپنے ہر ایک امر میں تائید اسلام کا دعوی اور اپنی ہر ایک چیز میں اسلام یا ہادی اسلامؑ یا ان کی کتاب قرآن وغیرہ کا نام داخل کر رکھا ہے ۔

سب سے پہلا آپ کا دام کتاب براہین ہے ۔ اس میں بھی اسلام اور قرآن کا نام داخل ہے ۔ ایسا ہی اکثر تصانیف و رسائل اشتہارات میں اسلام کا نام شامل ہے ۔ فتح اسلام ، انوار الاسلام ، وغیرہ ۔ حتی کہ مطبع کا نام بھی ضیاء الاسلام ہے ۔ اور جو مضامین آپ ان کتابوں اور رسائل و اشتہارات میں شائع کرتے ہیں ، ان میں بھی لفظ اسلام اور قرآن اور دین کی حمایت کا دعوی ہے ۔ کسی مخالف اسلام سے مقابلہ ہوتا ہے تو وہ بھی اسلام کی طرف سے اور اس کے وکیل بن کر ہوتا ہے ۔ جس سے آپ کا مقصود اصلی اور مطلب دلی زرطلبی ہے جو کسی قدر حاصل بھی ہو گیا ہے ۔ کئی لوگ آپ کے دام میں آ پھنسے ہیں اور وہ یقین کر بیٹھے ہیں کہ مرزا صاحب اسلام پر فدا ہیں ۔ مخالفین اسلام سے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کر رہے ہیں ۔ ان پر فدا ہو جاؤ اور اپنے مال اور جان کو ان کے ملک (ملکیت) کر دو ۔ جس سے ان کا کام

چل رہا ہے اور ہزار ہا روپیہ آتا ہے جس کا اظہار وہ اپنی اکثر تحریرات میں کرتے ہیں ۔ اس خیال اور اعتقاد والے لوگ تو آپ کی اس پیشگوئی کو اور ہر ایک پیشگوئی کو اسلام کی نصرت سمجھتے ہیں مگر آپ کی اصلی حقیقت سے واقف یقیناً جانتے ہیں کہ آپ اسلام کے مقابلہ میں ایک نیا دین کھڑا کرنا چاہتے ہیں ۔آپ درپردہ نہیں بلکہ علانیہ مدعی نبوت ہیں ۔آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی بلکہ رسول اور وہ رسول احمد جن کی حضرت عیسیٰ خبر دے گئے ہیں ، بن بیٹھے ہیں۔ انبیاء کے معجزات سے انکاری ہیں اور اپنے معجزات کے اشتہاری ۔ حضرات انبیاء پر ملائکہ کے نازل ہونے اور آسمان سے وحی لانے سے منکر ہیں ۔اور اپنے لئے آسمانی وحی کے مقرّ ومثبت ۔

قرآن اور حدیث کے ان معانی اور حقائق کو جو آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب وتابعین و تبع تابعین سمجھے تھے ، خلاف نیچر وقانون قدرت سمجھ کر ان میں ایسی تاویلات کرتے ہیں ، جو آنحضرت واور صحابہ وتابعین و تبع تابعین کے قرارداد کے مخالف ہیں ۔اور مذاہب فلاسفہ و ملاحدہ اور زندیقوں کے مطابق ہیں ۔آپ کے دام میں جو پھنستا ہے وہ اسلامی کاموں اور فرائض کے ادائیگی سے سبک دوش ہو جاتا ہے ۔جھوٹ بولنا گویا ان کے مذہب کا جزء ہے (اتباع ومریدان الہامی صاحب میں سے جس شخص کو ہم نے دیکھا اور اس سے ہم کو سابقہ پڑا، اس کو ہم نے ایسا ہی پایا ہے ۔جس شخص کو ہمارے اس دعوی کے صدق میں تامل ہو، وہ لاہور، امرتسر، بٹالہ، سیالکوٹ ، جموں ، بھیرہ وغیرہ کے مرزائیوں میں سے جس شخص کا نام لے، ہم سے اس کے اکاذیب کی فہرست سن لے)اور مسلمانوں کو برا کہنا اس کا شعار ہو جاتا ہے، اور تکذیب اصول مسائل قدیمہ اسلامیہ اس کا وثار ۔اس سے ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ اگر یہ پیشگوئی سچی ہوتی تو ہزاروں ناواقف مسلمان ان کو ولی پیغمبر مان کر ان کا اتباع اختیار کر لیتے ۔اور پہلے مریدوں کی طرح احکام اسلام کو سلام کر کے تکذیب اصول و مسائل اسلام میں مرزائیوں کے ساتھ شامل ہو جاتے ۔خدا تعالی نے مسلمانوں پر کرم کیا کہ اس پیشگوئی کو جھوٹا کیا۔اور مسلمانوں کو قادیانی کے دام میں پھنسنے سے بچالیا۔

ہمارا جواب سوال سوم سن کر قادیانی صاحب ہم کو خوب کوسیں گے۔کہیں گے کہ یہ سب جھوٹ وافتراء ہے ۔ہم کو کوئی نیا دین قائم کرنا منظور نہیں اور نہ کسی اصول مسلّمہ قدیمہ سے انکار ہے بلکہ ہم ہر ایک حکم اسلام کو مانتے ہیں جس کو تمام مسلمان مانتے چلے آئے ہیں ۔

☆ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ پھر آپ کسی مجلس میں مباحثہ کر کے اس امر کا کیوں تصفیہ نہیں کر لیتے۔ جب سے آپ نے فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، آئینہ کمالات وغیرہ رسائل نکالے ہیں تب سے آپ کو مباحثہ کیلئے بلایا جاتا ہے۔ آپ نے ہمیشہ شروط کی پناہ لے کر اس سے انکار کیا۔ جب اقرار کیا تو صرف اس مسئلہ میں بحث کرنے کا اقرار کیا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں۔ ایسا ہی آپ کے مریدوں سے وقوع میں آیا۔ آپ لوگوں سے یہ کبھی نہ ہو سکا کہ آپ اپنے عقاید کفریہ میں بحث کرتے اور ان کا اسلام ہونا ثابت کر دکھاتے۔ بعض تحریرات و رسائل میں آپ مذکورہ بالا باتوں سے انکار ظاہر کرتے ہیں مگر وہ تحریرات آپ کی پہلی تحریرات متضمن کفریات کے حال کو ظاہر نہیں کرتیں اور نہ ان متناقض تحریرات کو سبھی لوگ پڑھتے اور اپنی لیاقت سے ان کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں تحریرات فریق ثانی کو تو آپ کے اتباع ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ پھر ان باتوں کا تصفیہ ہو تو کیونکر ہو۔

مدت سے آپ نے مباحثہ کو قطعی موقوف کر دیا اور اس کی سند میں ایک یہ الہام گھڑ لیا ہے یا علی دعھم و انصارھم و زراعتھم۔ یعنی اے علی (اپنے نفس نفیس کو مراد بتاتے ہیں) تو ان مولویوں اور ان کے پیرؤوں کو چھوڑ دے (یعنی ان سے بحث وخطاب نہ کر) اور بجائے مباحثہ تصفیہ مسائل کیلئے مباہلہ کو وسیلہ بنایا۔ مگر جب مباہلہ کا جو صوفی عبدالحق غزنوی سے بمقام امرتسر کیا، کوئی اثر عوام پر ظاہر نہ ہوا (جس سے آپ کا مسلمان ہونا آپ کے مخالفوں کو معلوم ہو جاتا) تو آئندہ مباہلہ کو سخت شروط و قیود کے ساتھ مشروط ومقید کر دیا تاکہ وہ شرطیں وقوع میں آویں، اور نہ مباہلہ واقعہ ہو۔ پھر فرمادیں ان مسائل کا تصفیہ ہو تو کیونکر ہو؟ اور عام لوگوں کو کیونکر معلوم ہو کہ آپ دعوی اسلام میں سچے ہیں یا آپ کے مکفر ومخالف (جو یہ کہتے ہیں کہ آپ مسلمان نہیں ہیں، اور آپ کے فلاں فلاں عقاید کفریہ وملحدانہ ہیں)۔ اس سوال کا جواب آپ ہی انصاف سے دیں۔ ہم کچھ نہیں کہتے۔

خلق خدا پر رحم کریں، روباہ بازیاں چھوڑ دیں یا عقائد کفریہ ملحدانہ سے تائب ہو کر تجدید ایمان کریں، یا ان عقاید کا کفر نہ ہونا مباحثہ سے یا مباہلہ سے آپ ثابت کر دیں۔

☆ حصہ دوم

قادیانی نے جو ان اشتہارات میں قتل لیکھ رام پر انسانی ہمدردی کی راہ سے رنج وافسوس ظاہر کیا ہے۔ اور اس امر کا دعوی کیا ہے اگر وہ ہماری ہمدردی سے بچ سکتا تو ہم کبھی فرق نہ کرتے، اور اس کے قاتل کی نسبت لکھا ہے کہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ نابکار خونی کو پکڑے اس کو پھانسی دے۔ بدتر سزا کے ساتھ اس کو تنبیہہ کرے۔

اس میں آپ نے حکومت اور عوام کو دھوکہ دیا ہے اور یہ جتایا ہے کہ اس کے قتل میں میری سازش ناممکن امر ہے۔ میرے خیال میں تو لیکھ رام ہمدردی کے لائق تھا اور اس کا قاتل نابکار لائق سزا تھا۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس قتل میں میری سازش ہو۔

مولانا فرماتے ہیں کہ سازش قتل کی بابت ہم کچھ نہیں کہتے۔ قادیانی کے اظہار ہمدردی اور قاتل کو برا کہنے کی بابت ہم یہ کہتے ہیں کہ اس میں آپ نے جھوٹ بولا ہے اور اپنی ان الہامات کا خلاف کیا جن میں یہ بیان ہے کہ

> اس کو قتل کرنے کیلئے خدا نے کسی انسان کے دل کو ابھارا۔ اور خدا نے اس کے دل پر آسمان سے وحی نازل کی۔

اور ایک منامی الہام میں جس کو رسالہ برکات الدعا کے آخری صفحہ کے حاشیہ میں بیان کیا ہے، اس قاتل کو فرشتہ قرار دیا ہے۔

ان الہامات میں صاف تصریح ہے کہ قاتل کوئی صاحب وحی الٰہی انسان تھا یا کوئی فرشتہ آسمانی۔ اب قادیانی صاحب اگر دل سے قاتل کو نابکار خونی اور سخت سزا کے لائق سمجھتے ہیں، اور اس قاتل سے لیکھ رام کو بچانے کیلئے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں، تو ان کے الہام جھوٹے ہیں۔ اور اگر وہ الہام سچے ہیں تو ان کا وہ کلام جھوٹا ہے جس میں انہوں نے ہمدردی کا اظہار کیا اور قاتل کو برا کہا۔

نیز، اگر واقعتاً آپ کو مقتول سے انسانی ہمدردی ہے (جو آپ کے بغیر کسی مسلمان کو نہیں ہے، اور نہ ہوسکتی ہے۔ کیونکہ کسی مسلمان کو اس کے قتل سے رنج وافسوس نہیں بلکہ باوجودیکہ قتل کے فعل اقدام قتل سے ان کو اتفاق نہیں۔ اس فعل کے نتیجہ سے وہ خوش ہیں کہ خوب ہوا۔ ایک ایذا رسان مسلمانان جو ان کے پیغمبر کو گالیاں دیتا تھا، مارا گیا۔ محمد حسین) تو اب وہ اس قاتل نابکار کا اپنے الہام سے پتہ

بتا دیں۔اور اس کو بدتر سے بدتر سزا دلوانے سے اس کے وراثوں سے پوری ہمدردی کریں۔ یہ امر آپ سے نہ ہو سکے تو حکومت اور عوام یہ جان لیں گے کہ اس اظہار ہمدردی، اور ان الہامات میں آپ انہیں دھوکہ دے رہے ہیں۔ رہا یہ کہ اس دھوکہ دہی کے ساتھ وہ الزام سازش قتل سے بری ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ سو ہم نہیں جانتے کیونکہ ہم قانون نہیں پڑھے۔

☆ حصہ سوم۔ محافظ سلطنت

مولانا بٹالوی سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے عریضہ اسی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں جو لکھا ہے کہ

> میں ۱۷ برس سے گورنمنٹ کی اس پولیٹکل خدمت میں مصروف ہوں کہ میں نے گورنمنٹ سے جہاد جائز نہ ہونے کی بابت بیسیوں کتابیں عربی فارسی اردو میں لکھی ہیں اور میں نے گورنمنٹ کی رعایت وحمایت کیلئے ایک جماعت تیار کی ہے جو گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلہ میں کام آنیوالی ہے، اور مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ جب تک تو اس گورنمنٹ کی عملداری میں ہے تب تک گورنمنٹ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے گا۔

اور اس سے پہلے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء (جو مجموعہ اشتارات قادیانی ج ۲ ص ۳۴۲ تا ۳۶۳ پر موجود ہے) میں لکھا ہے کہ

> گورنمنٹ کو یہ فخر ہونا چاہیے کہ اس کے ملک میں اور اس کی بادشاہت میں خدا اپنے بندوں سے وہ تعلق پیدا کر رہا ہے جو قصوں اور کہانیوں کے طور پر کتابوں میں لکھا ہوا ہے، اور اس ملک پر یہ رحمت ہے کہ آسمان زمین کے نزدیک ہو گیا ہے۔ ورنہ دوسرے ملکوں میں اس کی نظیر نہیں۔

یہ سب زور وفریب و افتراء ہے، جس سے آپ گورنمنٹ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور اس افتراء سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ آپکو خدا تعالی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اور آپ خدا تعالی کے مخاطب وملہم نہیں ہو سکتے۔آپکا پولیٹکل خدمت کرنے اور ممانعت جہاد کے رسالے شائع کرنے کا دعوی اس لئے زور وفریب اور دھوکہ ہے کہ آپکی کتاب آئینہ کمالات اسلام (جس کا دوسرا نام دافع الوساوس ہے)، کے صفحہ ۶۰۱ میں یہ عبارت موجود ہے

نافرمان انسان کا مال اور جان اس کے ملک (ملکیت) سے خارج ہو کر خدا کے ملک ہو جاتے ہیں ۔ اور خدا تعالی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا واسطہ رسولوں کے ان نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے ، یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری نازل کرے ۔ ایک ہی بات ہے ۔

یہ تحریران تمام رسائل کو ملیا میٹ کرتی ہے بتا رہی ہے کہ جس وقت آپ کی جماعت کامل قوت پکڑ لے گی اس وقت آپ گورنمنٹ کے مال و جان پر ہاتھ صاف کریں گے ۔ آپ تو بلا واسطہ رسولوں کے ان کی ہلاکت کو تجویز کر رہے ہیں، اور جس حالت میں آپ خود مدعی رسالت بھی ہیں تو پھر انکے ہلاک کرنے میں بجز تکمیل جمیعت کیا توقف ہے؟

پیشگوئی میعادی ہشت سال (سلطنت برطانیہ تا ہشت سال) کو ہم نے آئینہ کمالات اسلام سے اپنے رسالہ میں کئی دفعہ نقل کیا ہے ۔ مرزا صاحب نے اس کا جواب تو کچھ نہیں دیا تاہم ہمارے اس خیال کے مقابلہ میں ہمارے ریویو براہین احمدیہ کی عبارت سے نقل کر کے گورنمنٹ کو جتایا ہے کہ یہ محمد حسین اپنے ریویو مذکور میں ہماری طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن و بے فکر کر چکا ہے ۔ اب اس کے برخلاف اس کے قول وخیال کا کیا اعتبار ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خاکسار نے اس وقت (۱۸۸۵ء میں) ایسا اسلئے لکھا تھا کہ آپ نے موعود مسیح اور مہدی ہونے کا دعوی نہیں کیا تھا ۔ اور چونکہ آپ مغل ہیں اور امام مہدی کا سید ہونا مسلّم ہے، لہذا میرے خیال میں یہ ممکن بھی نہیں تھا کہ آپ مہدی ہونے کا دعوی کریں گے ۔ آپ نے میری اس دلیل اور خیال کو توڑ کر مہدی ہونیکا دعوی کر لیا تو آپ میرے خیال کے محل کیونکر رہ سکتے ہیں؟

آپ کا یہ الہامی دعوی کہ گورنمنٹ کی حفاظت کا باعث آپ کا وجود، ودعا و برکت ہے، محض دروغ و مغالطہ ہے ۔ آپ ایسے ہوتے اور یہ الہام خدا کی طرف سے ہوتا (جو گورنمنٹ کو آپ نے سنایا ہے) تو آپ حکومت کو یہ کہتے کہ موجودہ فوج جو سرحد اور ملک کی حفاظت کیلئے موجود ہے، حکومت اسے موقوف کر دے کیونکہ میرے ہوتے کسی فوج کی حاجت نہیں ۔ لیکن آپ نے اس کے برعکس گورنمنٹ کے آگے ہاتھ جوڑ کہا کہ میری حفاظت کیلئے قادیان میں پولیس بھیج دے ۔ ورنہ میری جان نہ بچے گی ۔

اور اگر خدا کی طرف سے آپ کو وہ الہام ہوتا تو آپ حکومت کے آگے ہاتھ نہ

جوڑتے جیسا کہ آپ نے آتھم پر الزام خلاف واقعہ کی علت سے نالش نہ کرنے کی وجہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۰۔۲۱ میں یہ بیان کی ہے

. جس حالت میں آسمانی عدالت سے ہمیں یقین دلایا گیا تھا کہ عبداللہ آتھم عنقریب آسمانی وارنٹ سے گرفتار کیا جائے گا۔ تو پھر ہمیں کون سی ضرورت پیش آئی تھی کہ انگریزوں کی عدالت کے دروازہ پر اپنے تئیں سرگرداں کرتے۔

آپ کے اس قول کی رو سے آپ کی درخواست حفاظت پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ جس حالت میں خدا نے الہامات مذکورہ بالا میں آپ کو حفاظت کا وعدہ دیدیا تھا (بلکہ آپکے وجود کے طفیل حکومت کو حفاظت کا وعدہ دیدیا تھا) تو پھر آپ حکومت کے دروازہ پر کیوں سرگردان ہوئے اور کیوں ہاتھ جوڑے؟

آیت حفاظت واللہ یعصمک من الناس (جسکے اپنے حق میں نزول کا مرزا صاحب کو دعوی ہے)، جب آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اس باڈی گارڈ کو جو آپ ﷺ پیشتر رکھوایا کرتے تھے، اٹھوا دیا۔ اور فرمایا کہ تم سب اٹھ جاؤ، خدا نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔ مگر قادیانی صاحب نے اسکے برعکس اس آیت کے نزول اور دیگر بشارات والہامات حفاظت کے نزول کے بعد حکومت سے اپنی حفاظت کیلئے پہرہ کا سوال کیا۔ اور جب حکومت نے اس سوال کو لغو اور فضول سمجھ کر قبول نہ کیا تو آپ نے اپنے وظیفہ خواروں سے پہرہ مقرر کر دیا جو رات دن آپ کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ امر صاف اور قطعی دلیل اس امر پر ہے کہ وہ الہامات نہیں محض ڈھکوسلہ اور من گھڑت ہیں۔

الہام عریضہ میں یہ بھی قادیانی نے یہ بھی جتایا ہے کہ حکومت کو جس قدر کو فتوحات ہوئی ہیں، میرے ہی طفیل سے نصیب ہوئی ہیں اور میں سلطنت برطانیہ کیلئے بمنزلہ حرز ہوں اور جب تک میں اس سلطنت میں ہوں، سلطنت کو تکالیف سے امن رہے گا۔

بنا بریں ہم حکومت کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ قادیانی کی ایسی حفاظت کرے جیسی اپنی جان کی کر رہی ہے۔ کسی مفسدہ کے خوف سے ان کو رنگون میں یا اپنی حدود سلطنت سے خارج کرنے کا کبھی اور ہرگز قصد نہ کرے کیونکہ جب یہ ہندوستان یا برٹش سلطنت سے نکالے جائیں گے تو پھر حکومت کی بھی خیر نہ ہوگی۔ حکومت اپنی خیر چاہتی ہے تو اس ناقۃ اللہ کو حفاظت سے رکھے۔

یہ بشارت قادیانی کی طرف سے حکومت کو ایک قسم کی دھمکی بھی ہے (جیسے کہ لیکھ رام، آتھم وغیرہ کو آپ نے دھمکیاں دی ہیں۔ وہ اور رنگ میں ہیں، یہ اور پیرایہ میں) حکومت کو مناسب ہے کہ اس کی دھمکی سے ڈر جائے اور قادیانی کی ضرور حفاظت کرے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ان کو گورنمنٹ ہاؤس لاہور یا شملہ یا کلکتہ کے ایک کمرہ میں مقفل رکھے۔ یہ نہ ہو سکے تو خاص آپ کے مسکن قادیان میں آپ کی حفاظت ونگرانی کیلئے پولیس مقرر کر دے۔ اور جب کسی ملک کے الحاق یا اس پر چڑھائی کرنے کا قصد کرے تو بجائے لشکر کے صرف آپ سے دعا کرالیا کرے۔ حکومت قادیانی کو ایسے الہامات کے ارزاں کرنے اور عام لوگوں کی نسبت الہام بازی کرنے سے روک دے، اور موہبت عظمی کو اپنے ہی لئے مخصوص رہنے دے، کیونکہ اور لوگوں کی نسبت تو وہ الہام موت اور قتل ہی کے ہوتے ہیں (جس سے بدامنی وہلاکت کا اندیشہ ہے) جبکہ حکومت کی نسبت فتوحات کے ہوتے ہیں۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ ص ۵۲ تا ۸۵)

رسالہ مباہلہ کا جواب

مرزا صاحب کی کتاب انجام آتھم میں چند رسائل اور ضمیمہ شامل ہیں جن میں سے ایک رسالہ چیلنج مباہلہ پر مشتمل ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اس کے مخاطب علماء ومشائخ میں سے دس دس مل کر مجھ سے مباہلہ کریں کہ

اے خدا یہ شخص (قادیانی) دعوی الہامات میں کذاب اور کافر ہے۔ ہم جھوٹے ہیں تو ایک سال میں ہلاک ہو جائیں۔ یا کسی اور عذاب یا نقصان مال یا آبرو میں مبتلا ہوں۔ یہ ایک سال کی میعاد کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ یہ میعاد مسنون ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا قول نصاری نجران کے حق میں لما حال الحول۔ الخ۔ شاہد ہے۔

☆ مولانا بٹالوی اس کے جواب میں مرزا قادیانی کو لکھتے ہیں:۔

صوفی عبدالحق غزنوی اور مولوی غلام دستگیر قصوری مباہلہ کو تیار ہیں۔ آپ ان سے مباہلہ کیوں نہیں کرتے؟ اس کی وجہ معقول بیان کریں تو بدرجہ سوم میں مباہلہ کو حاضر

ہوں ۔مگر اس شرط و تفصیل سے کہ آپ مدعی ہیں کہ میں مسلمان ہوں اور ملہم ہوں اور میرا (یعنی محمد حسین کا) یہ اعتقاد ہے کہ آپ جیسے اعتقاد اور اخلاق اور اعمال والا کوئی شخص ملہم نہیں ہو سکتا اور نہ آپ کے عقائد جدیدہ اسلامی عقائد ہیں ۔

آپ ان دونوں خیال و مقال کو ان ہی الفاظ سے بیان کر کے یہ کہہ دیں اللھم العن الکاذب فی ھذا القول ۔اے خدا ہم دونوں فریق سے جو شخص اپنے قول و اعتقاد میں جھوٹا ہے تو اس پر لعنت کر۔

اور میں اسکے مقابلہ میں آمین کہوں گا جیسا کہ آنخضرت ﷺ نے نصاری نجران کے مباہلہ کے وقت تجویز کیا تھا اور ایسا ہی آپ نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۴۰ ، و۴۴ میں کہا ہے

پھر اگر آپ کی اس بد دعا کا اثر اسی وقت ظاہر ہو گیا اور جھوٹے پر فوراً عذاب نازل ہو گیا تو آپ سچے ہوں گے، ورنہ کذاب دجال سمجھے جائیں گے اور اسی وقت میرے ہاتھ پر تائب ہو کر از سر نو مسلمان ہوں گے۔ یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے اور آپ کی شرط (ایک سال میں اثر مباہلہ ظاہر ہونے کی)، باطل کی گئی ہے کہ مباہلہ میں کوئی شرط سنت آنخضرت ﷺ سے ثابت نہیں ۔اور فوری اثر مباہلہ ظاہر ہونا آنخضرت ﷺ کے ارشاد واجب الاعتقاد سے ثابت ہے۔لہذا یہ شرط بدعت ہے اور فوری اثر مباہلہ ظاہر ہونا ضروری ہے۔

مسند امام احمد کی حدیث ابن عباسؓ میں آیا ہے کہ

اگر وہ لوگ نکلتے تو پھر کر اپنے مال وعیال میں کچھ نہ پاتے

رواہ احمد فی مسندہ عن ابن عباسؓ قال لو خرج الذین یبا ھلونہ لرجعوا لا یجدون اھلاً ولا مالاً ۔ایک روایت میں ہے کہ اگر نکلتے تو جل جاتے و فی روایۃ لو رجعوا لا حترقوا ۔ (جلالین مطبوعہ لکھنو ص ۱۴۵)

اور تفسیر بیضاوی میں ہے کہ

خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ نصاری نجران مجھ سے مباہلہ کرتے تو بندروں اور خنزیروں کی صورت میں ہو جاتے ،اور اس جنگل میں ان پر آگ بھڑک اٹھتی ،اور نجران کے تمام لوگوں کی خدا بیخ کنی کر دیتا۔ یہاں تک کہ درختوں پر جانوروں کی

فقال علیہ السلام و الذی نفسی بیدہ لو تباھلوا لمسخوا قردۃ و الخنا زیر و لا ضطرم علیھم الوادی ناراً ولا استا صل اللہ نجران

و اهله حتی الطیر علی الشجر۔ (بیضاوی۔ص ۱۴۰)

اورتفسیر کشاف میں ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا بخدا ہلاکت نصاری نجران کے قریب آ پہنچی تھی۔اور اگر وہ جھوٹے پر لعنت کرتے،تو بندر،خنزیر بن جاتے ، اوران پر جنگل میں آگ لگ جاتی اور نجران کے سب لوگوں کی بیخ کنی ہو جاتی حتی کہ درختوں پر جانوروں کی۔اور سال نہ گذرتا یہاں تک کہ کل نصاری (یعنی نجران کے علاوہ بھی) ہلاک ہو جاتے۔

و قال والذی نفسی بیدہ ان الھلاکۃ قد تدلی علی نجران ولو لاعنوا مسخوا قردۃ و خنازیر و لا ضطرم علیھم الوادی ناراً و لا ستاصل اللہ نجران و اھلہ حتی الطیر علی رؤس الشجر و لما حا ل الحول علی النصاری کلھم حتی یھلکوا (کشا ف۔ص ۲۰۸)

ان حوالہ جات میں تصریح ہے کہ نصاری نجران اگر مقابلے پر نکلتے تو اسی وقت عذاب آجاتا اور باقی دنیا کے نصاری بھی برس کے گذرنے سے پہلے ہلاک ہو جاتے۔

اس آخری جملہ (برس گذرنے سے پہلے کل نصاری پر عذاب آجانے کے مخبر و مشعر) سے جو قادیانی نے برس کی شرط کا مسنون ہونا نکالا ہے،تو یہ ان کی بے علمی اور معنی شرط سے ناواقفی پر مبنی ہے۔وہ یہ نہیں سمجھتے کہ شرط وہ ہوتی ہے جو مشروط سے پہلے کی جاتی ہے۔اور یہ جملہ آنحضرت ﷺ نے پہلے سے بطور شرط نہ فرمایا تھا اور نہ دعوت مباہلہ کے وقت اس کا ذکر آپ کی زبان مبارک پر آیا۔یہ جملہ تو آپ نے اس وقت فرمایا جب کہ انہوں نے مباہلہ سے گریز کیا اور مباہلہ وقوع میں نہ آیا۔پھر اس سے میعاد سال کی شرط کا مسنون ہونا بجز قادیانی صاحب کس کے خیال سے آسکتا ہے۔

مولانا بٹالوی ؒ مزید لکھتے ہیں کہ دس آدمی کا مقابلے میں نکلنے کی شرط کرنا ایک بدعت اور بے دلیل بات ہے۔اور اثر مباہلہ کو ایسا وسیع کرنا کہ ادنی نقصان مال کو بھی شامل ہو ایک نئی اور نرالی شرط ہے۔اور اس سے آپ کا یہ مقصود ہے کہ نہ دس آدمی متفق ہو کر نکلیں گے اور نہ مباہلہ کی نوبت آئے گی کیونکہ میرے دعاوی کو دنیا بھر کے مسلمان اور غیر اقوام لغو جانتے ہیں اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

قادیانی سمجھتا ہے کہ اس کی خوش قسمتی سے صرف دو چار اشخاص اسکے مقابلے کیلئے

کھڑے ہیں، جن کی تعداد دس تک نہ پہنچے گی۔ اور اگر بالفرض دس پورے ہو کر نکل کھڑے ہوئے تو ان میں سے کوئی نہ کوئی تو ضرور ایسا ہوگا کہ جس کا سال بھر میں کچھ مالی نقصان ہو جائے، یا اس کی عزت کو کوئی صدمہ پہنچے، کوئی ان کو گالی دیدے یا تھپڑ مار دے۔ اور یہ دونوں نقصان تو ہر کسی کی نسبت آسانی سے تجویز کئے جا سکتے ہیں۔

☆ مولانا فرماتے ہیں جیسا کہ آپ (قادیانی) نے خاکسار کی نسبت ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ کو اپنا یہ الہام بطور پیش گوئی میعادی چالیس روز کتاب وساوس کے صفحہ ۶۰۴ میں درج کر کے شائع کیا۔ انی مھین من اراد اھا نتک (یعنی میں اس شخص کی اہانت کرنے والہ ہوں جو تیری اہانت کا ارادہ کرتا ہے) اور اس کے عدم وقوع کی صورت میں اپنا کذاب و دجال اور ہر ایک سزا کے لائق ہونا قبول کر لیا تھا (چنانچہ اصل عبارت اس کی پہلے گذر چکی ہے) اور جب اس کا ظہور اس میعاد مقررہ تک کچھ نہ ہوا تو آپ نے اس کی تاویل میں یہ مشتہر کر دیا کہ

یہ شخص (محمد حسین) امرتسر میں ہمارے مباہلہ سے انکاری ہوا (جو محض خلاف واقعہ امر تھا۔ اور میں مباہلہ کے لئے مستعد رہا اور آپ نے گریز کیا تھا چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۵ ص ۳۱۴ میں بیان ہوا ہے) یہی اس کی اہانت ہے جس کا خدا کی طرف سے اس پیش گوئی میں وعدہ تھا۔

اور اب ۱۸۹۷ء میں اس مجموعہ رسائل اربعہ کے صفحہ ۹۴۔ ۹۵ وغیرہ میں اس الہام اور پیش گوئی کی یہ تفسیر کی ہے کہ یہ شخص پہلے مالدار تھا، اب غریب ہو گیا ہے اور کپڑے پرانے پہنتا ہے۔ اور کابل میں بامید انعام واکرام گیا تو وہاں سے اس کو کچھ نہ ملا۔ تہی دست واپس آیا وغیرہ (جن کو آپ نے چھ صفحہ میں ۹۷ سے ۱۰۲ تک بیان کیا ہے) اور ہم ان کے جواب میں کچھ کہنا نہیں چاہتے، بجز اس کے کہ آپ ہمارے ساتھ کابل چل کر وہاں سے اپنے بیانات کی تصدیق کرا دیں۔ ان حالات کے بیان میں جو جھوٹا ہوگا، وہاں سے انشاء اللہ زندہ نہ آئے گا اور خس کم جہاں پاک کا مقولہ صادق آئے گا۔ وہاں جانے سے آپ کو مباہلہ کی حاجت بھی نہ رہے گی، جو اثر مباہلہ ہونا چاہیے وہاں خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔ آپ کے الہامات وکرامات واعتقادات کا بھی وہاں بخوبی امتحان ہو جائے گا۔ وہاں کے فرمانرو، امیر عبدالرحمٰن آپ جیسے ولیوں کے بڑے قدردان ہیں۔ اور وہاں علماء کا بھی مجمع ہے۔ سارے قصے یکبارگی طے ہو جائیں گے۔ آپ جانا منظور کریں، وہاں لے جانا میرے ذمہ رہا۔

پس جیسے آپ نے اس پیش گوئی انی مھین من اراد اھا نتک کی تفسیر کی ہے، ویسے ہی (مجوزہ مباہلے میں) آپ نقصان مال وعزت کی تفسیر کریں گے۔

ان وجوہات سے آپ کی یہ شرط ناممکن الوقوع کہ دس دس آدمی مل کر مباہلہ کریں ،نا منظور ہے۔ ایک ایک شخص پیش ہو گا۔ اولاً صوفی عبد الحق غزنوی مباہلہ کریں گے۔ ثانیاً مولوی غلام دستگیر قصوری۔ ان دونوں کے مباہلہ سے آپ گریز کریں اور اس کی وجہ معقول بیاں کریں،تو پھر یہ خاکسار محمد حسین۔

☆ اور مباہلے کیلئے اگر آپ اکیلے نکلیں تو آپ کا مقابل بھی اکیلا نکلے گا۔اور اگر آپ اپنی جورو اور لڑکوں کو ساتھ لاویں گے تو وہ بھی معہ عیال آئیں گے۔

☆ اور آپ (قادیانی) کی تعمیم عذاب (کہ وہ ایک دو روپیہ کے نقصان اور چوری، اور ایک دو گالیوں کو شامل ہے) نا منظور ہے۔ آپ الہام کا ٹیلی فون لگا کر اپنے ملہم سے پوچھ دیں کہ کس قسم کا عذاب ہو گا تا کہ پھر آپ کو اس کی شرح کرنے اور اس کے معنی بتانے کی حاجت نہ رہے۔اور اگر آپ تعیین عذاب سے عاجز ہیں تو پھر کسی قسم کے عذاب کی پیشگوئی نہ کریں۔ اور نہ بعد الوقوع اس کے معنی کی تشریح کریں۔ عذاب جو آسمانی اور غیر معمولی ہو گا، اس کو ایک عالم خود دیکھ لے گا اور اس سے آپ کا تقدس دنیا میں تسلیم کیا جائے گا۔اور اگر ایسا کوئی عذاب کسی پر نہ آیا تو کس و ناکس پر آپ کا کذاب اور دجال اور مفتری علی اللہ ہونا ثابت ہو جائے گا۔ پھر آپ کا حق نہ ہو گا کہ آپ تاویل کر کے خود کو کذاب ہونے سے بچاویں اور اگر مگر لیکن وممکن کہہ کر عذاب کو ثابت کرنے کے درپئے ہو جاویں۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنۃ۔جلد ۱۸۔ص ۸۵ تا ۹۰)

عربی مکتوب کا جواب

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ

مرزا صاحب کی کتاب انجام آتھم میں شامل ایک عربی مکتوب دوسو دس صفحہ کا رسالہ ہے جس کا اکثر حصہ تو گالیاں ہیں جن میں منجملہ علماء نو اشخاص کو خاص کر مخاطب کیا گیا ہے۔جن میں سے ایک حضرت شیخنا ومولانا شیخ العرب والعجم مولانا سید نذیر حسین

صاحب دہلوی ہیں اور ایک جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں ۔ اور ان سب میں زیادہ اس خاکسار کو ہی گالیوں سے مشرف فرمایا ہے ۔

اور اس رسالہ کا کچھ حصہ اپنے الہامات وکرامات واعتقادات کے بیان میں ہے ۔ من جملہ کرامات ایک یہ کرامت ظاہر فرمائی ہے کہ

میں نے امّی ہو کر عربی زبان میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں ۔ اور میرا مخاطب (محمد حسین) اس کے مقابلہ سے عاجز ہے ۔ بلکہ ان عبارتوں کے پڑھنے اور ترجمہ کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا ۔ وغیرہ ۔

الجواب ۔ گالیوں کا جواب تو وہی ہے جو پہلے بھی دیا جا چکا ہے

بدم گفتی وخرسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

آپ کے اعتقادات پر اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۳ سے ۱۶ تک مفصل بحث ہو چکی ہیں ۔ ان ابحاث سے چشم پوشی کر کے ان اعتقادات کو پیش کرنا، آپکے دعویٰ نبوت یا محدثیت سے (جس کیلئے غیرت اور حیا لازمی شرط ہے) مناسبت نہیں رکھتا ۔ الہامات وکرامات کا جواب بھی ان تصانیف میں کافی دیا گیا ہے ۔ اور اب بھی بضمن جواب مباہلہ عرض کیا گیا ۔

کرامت سے عربی نویسی کا جواب بھی دیا جا چکا ہے کہ اگر آپ الہام سے یہ عربی عبارت لکھتے تو اس میں ایک بھی غلطی نہ کرتے ۔ چہ جائے کہ غلطیوں کا دریا آپ کی تصانیف میں موجیں مار رہا ہے ۔

بالمقابلہ عربی لکھنے کا جواب بھی دیا جا چکا ہے کہ آپ کسی مجلس میں تشریف لائیے اور اپنی عربی کے جوہر دکھایئے ۔ اور بالمقابلہ کچھ سنیئے کچھ لکھوایئے ۔

غلطیوں کے جواب میں آپ نے اپنے بعض رسائل میں یہ عذر کیا ہے کہ وہ کاتب کی غلطیاں ہیں یا پڑھنے والے کے فہم کی غلطیاں ۔ اس امر کے تصفیہ کیلئے بھی آپکا کسی مجلس میں آنا ضروری ہے ۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ ۔ جلد ۱۸ ص ۹۰ تا ۹۲)

جواب ضمیمہ انجام آتھم

مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ

مرزا صاحب نے اپنی کتاب انجام آتھم کے ساتھ ۶۴ صفحات کا ضمیمہ منسلک کیا ہے جس میں انہوں نے اکثر پچھلے دعاوی کا اعادہ کیا ہے کہ میں نے تین ہزار نشان آسمانی دکھائے ہیں۔ مثلاً

۱۔ میری پیش گوئی سے مرزا احمد بیگ مرا۔

۲۔ میری پیش گوئی سے اس کا داماد (آپ کی منکوحہ آسمانی کا شوہر ثانی) بھی مرجاتا، مگر وہ ڈر گیا تھا اس لئے بچ گیا۔ آئندہ وہ بھی مرجائے گا۔

۳۔ میری پیش گوئی کے مطابق عبداللہ آتھم مرا۔

۴۔ مجھے فروری ۱۸۸۶ء کو الہام ہوا تھا کہ خدا تین کو چار کرے گا۔ اس پیش گوئی کے مطابق میرے ہاں تین لڑکے محمود بشیر اور شریف پیدا ہوئے ہیں۔ اب چوتھا ہوگا جو تین کو چار کرے گا۔ اور اس سے وہ پیش گوئی پوری ہوگی۔

۵۔ مجھے الہام ہوا تھا یا احمد فاضت الرحمة من شفیتک (اے احمد فصاحت اور بلاغت کے چشمے تیرے لبوں پر جاری کئے گئے ہیں)۔ اس پیشگوئی والہام کے مطابق میں نے کئی عربی کتابیں تصنیف کی ہیں جن کا مقابلہ کوئی مولوی نہیں کرسکتا۔

۶۔ مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ تو مشہور ہو جائے گا اور لوگ دور سے تیرے پاس آئیں گے۔ اس پیش گوئی کے مطابق ساٹھ ہزار اشخاص سے زیادہ میرے پاس آئے ہیں اور آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مرید ہو گئے ہیں۔

ایسی ہی اور پرانی لن ترانیاں آپ نے ہانکی ہیں، اور دو نئی ہانکی ہیں

۱۔ سکھوں کو دعوت اسلام کی غرض سے میں نے ایک کتاب ست بچن لکھی ہے جس سے سولہ لاکھ سکھوں کی ہدایت کی امید ہے۔

۲۔ جلسہ اعظم مذاہب میں اپنے مضمون کے غالب رہنے کی میں نے پیش گوئی کی تھی جو پوری ہوئی۔ سب سے بڑھ کر میرا ہی مضمون لوگوں کو پسند آیا۔ حتی کہ شیخ محمد حسین بٹالوی بھی اس

روز طوعاً و کرہاً قائل ہو گئے کہ یہ تمام تا ثیر خدا کی طرف سے تھی اور یہ مضمون اسلام کی فتح کا موجب ہوا۔

اور تیسری یہ حرکت کی ہے کہ اس ضمیمہ کے صفحہ ۵ سے ۷ تک حضرت مسیح (علی نبینا و علیہ السلام) کو دل کھول کر گالیاں دی ہیں کہ وہ موٹی عقل کا آدمی تھا، جھوٹ بھی بولا کرتا تھا، لوگوں کو گالیاں دیا کرتا تھا، ان سے مار کھاتا تھا، اس کے حسب نسب میں یہ خلل تھا کہ اس کی تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار کسبیاں تھیں۔

☆ الجواب

مولانا فرماتے ہیں کہ قادیانی کے پچھلے دعاوی اور پرانی لن ترانیوں کا جواب ہم دے چکے ہیں۔ جیسا کہ نمبر اول کا ہم نے اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۵ سے ۳۸ تک پچاسی سوال کے ضمن میں جواب دیا۔ اور جلد ۱۷ کے صفحہ ۳۸۲ میں اور جلد ۱۸ کے صفحہ ۶۲ وغیرہ میں بھی وہ جواب موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرزا احمد بیگ میعاد پیش گوئی کے مطابق فوت نہیں ہوا۔

نمبر ۲ کا جواب تفصیل کے ساتھ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں صفحہ ۱۸۱ سے ۱۸۶ تک دیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ قادیانی کی پیش گوئی سے نہیں ڈرا۔ اور وہ محمدی بیگم کے ساتھ زندگی گذار رہا ہے اور اگر وہ واقعہ میں ڈر گیا ہے تو بھی وہ پیشگوئی جھوٹی ہو گئی ہے۔

نمبر ۳ کا جواب تفصیلی اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں صفحہ ۵۴ سے ۱۱ تک اور جلد ۱۷ میں بصفحہ ۳۸ دیا ہے کہ وہ پیشگوئی بھی جھوٹی نکلی ہے۔

نمبر ۴ کا جواب اسی صفحہ میں دیا گیا ہے کہ یہ پیش گوئی ایسی جھوٹی ہو گئی ہے کہ آئندہ بھی اس کے سچا ہونے کا وقت نہیں رہا۔

نمبر ۵ کا جواب نمبر ۱۲ جلد ۱۵، اشاعۃ السنہ میں مفصل دیا گیا ہے کہ قادیانی کی عربی ،عربی نہیں۔ اسی لئے کوئی عالم اس کی طرف التفات نہیں کرتا۔ قادیانی کو عربی دانی کا دعوی ہے تو میدان میں نکلیں اور بالمشافہ جوہر دکھلاویں اور ہماری اس نکتہ چینی کا جواب دیں جو ہم نے ان کی عربی پر کی ہے۔

☆ اس مقام میں اس جواب کی تائید میں کہا جاتا ہے کہ ساٹھ ہزار کی تعداد تو آپ

(قادیانی) نے فتح الاسلام میں بتائی تھی جو ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی تھی۔ اور اب ۱۸۹۷ء میں بھی وہی تعداد بتائی ہے حالانکہ آپ کو روز افزوں ترقی مہمانوں کا دعوی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اس تعداد کے بیان میں جھوٹ بولا ہے۔ اپنے مریدوں کی تعداد کہیں آپ آٹھ ہزار بتاتے ہیں کہیں دس ہزار۔ اوران کی فہرست آئینہ کمالات میں شائع کی تو اس میں صرف تین سو کے لگ بھگ نام درج کیئے ہیں۔ اور زیر نظر ضمیمہ میں صرف تین سو تیرہ ہی ذکر کیئے ہیں۔ یہ اختلاف بھی آپ کے کذب پر دلیل ہے۔

☆ آپ کی نئی لن ترانیوں میں سے پہلی کا جواب یہ ہے کہ اس رسالہ ست بچن سے جو سکھوں کو ہدایت ہوگی، اس کا نمونہ آپ نے اشتہار (۱۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء) میں خوب دکھایا ہے کہ راج اندرسنگھ اڈیٹر خالصہ گزٹ نے اس رسالہ کو پڑھ کر آنحضرت ﷺ پر طعن کیا ہے۔ اسی پر باقی ماندہ سکھوں کی ہدایت یابی کا قیاس ہوسکتا ہے۔ ان گالیوں کا (جو سکھ دے رہے ہیں یا آئندہ دیں گے) ثواب آپ ہی کے نامہ اعمال میں داخل ہوگا کیونکہ آپ نے ان کے پیشوا (گورونانک) ہندو کو مسلمان کہہ دیا (جو مسلمان کو یہودی اور نصرانی کہنے کے برابر ہے) تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو برا کہا۔ گویا آپ نے برا کہا۔

کسی مسلمان پر اس رسالہ کی ہدایت کا اثر ظاہر ہوگا تو یہی ہوگا کہ درپردہ تو وہ مسلمان کہلائے گا اور ظاہراً ہندوؤں کے سے کام کرے گا۔ جیسے آپ کے باوا، اور ولی اور سکھوں کے گرونانک کرتے رہے کہ تمام عمر ہندوؤں میں رہے، ہندو کہلائے، علانیہ مسجدوں اور مسلمانوں کی مجالس میں نمازوں اور جماعتوں میں شامل نہ ہوئے، علانیہ حج نہ کیا، روزہ نہ رکھا، زکوۃ نہ دی۔ اگر بقول آپ کے کچھ کیا تو خفیہ کیا (جس کی عہد سلاطین اسلام میں، جو ان کا زمانہ تھا، کچھ ضرورت نہ تھی)۔ معہذا وہ آپ کے نزدیک مسلمان اور ولی علیہ الرحمۃ کہلانے کے مستحق ہوئے تو اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ جو شخص آپ کے اس رسالہ کو حق جان کر ان کو مسلمان مان لے، وہ ظاہر میں نماز روزہ چھوڑ کر مسلمانوں کی مجلسوں و مسجدوں سے علیحدہ ہو کر دھوتی باندھ کر، مالا ہاتھ میں لے کر مونچھیں بڑھا کر، سر پر کیس رکھا کر، واہ گرو، واہ گرو کہتا ہوا کسی بونگہ یا دھرم سالہ میں جا پڑے گا۔ اور پھر دل سے مسلمان کا مسلمان کہلائے گا۔

☆ دوسری لن ترانی کا جواب یہ ہے کہ کسی اہل علم مسلمان نے آپ کے مضمون کو پسند نہیں کیا، گو علوم دین سے جاہلوں صرف انگریزی اردو خواندوں نے اس کو پسند کیا ہو۔ اور

خاکسار نہ تو آپ کے مضمون پڑھنے کے وقت یا اپنا مضمون سنانے کے سوا کسی اور وقت اس جلسہ میں گیا، اور نہ آپ کا مضمون سنا، اور نہ اس کی نسبت وہ کلمہ کہا جس کو آپ نے میری طرف منسوب کیا ہے۔

☆ تیسری حرکت حضرت مسیح کو دشنام دہی کی جو آپ سے اس ضمیمہ انجام آتھم میں ہوئی ہے، حکومت وسلطنت اسلام ہوتی تو ہم اس کا جواب آپ کو دیتے۔ اسی وقت آپ کا سر تلوار سے کاٹ کر آپ کو مردار کرتے۔ سچے نبی کو گالیاں دینا مسلمانوں کے نزدیک ایسا کفر اور ارتداد ہے جس کا جواب بجز قتل اور کوئی نہیں ہے۔ مگر کیا کریں مجبور ہیں، سلطنت غیر اسلامی ہے۔ اس کے ماتحت رہ کر ہم اس فعل کے مجاز نہیں۔ اور سلطنت کو (جو عیسائی کہلاتی ہے) اس امر کی پرواہ نہیں ہے۔ رہے پادری جو مذہب ہی کی خدمت وحمایت کے صدقہ و طفیل سے ٹکڑا کھاتے ہیں، وہ بھی اپنی تنخواہ سے کام رکھتے ہیں۔ حمیت وغیرت مذہب کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔ اب آپ شوق سے جس قدر چاہیں حضرت مسیح کو یا کسی اور نبی کو گالیاں دیں، کوئی پوچھنے پکڑنے والا نہیں۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۸۔ ص ۹۰ تا ۹۵)

پیشگوئی طاعون

مرزا صاحب کی زندگی میں پنجاب اور ہندوستان کے بعض دیگر حصوں میں طاعون کا دور دورہ ہوا اور کئی سال تک تباہی مچاتا رہا۔ مرزا صاحب نے دعویٰ کر دیا کہ طاعون ان کی پیشگوئی کے مطابق آیا ہے اور ان کا نشان صداقت ہے، اور ان کے دشمنوں کا صفایا کئے بغیر نہیں جائے گا۔ انہوں نے ہندوستان کی توہم پرست آبادی کو ڈرایا کہ اس سے بچاؤ کی یہی صورت ہے کہ انہیں مسیح موعود تسلیم کر لیا جائے۔ جہاں کوئی شخص طاعون سے مرتا، وہاں مرزائیوں کا یہ پروپیگنڈہ ہوّا بن کر سامنے آجاتا، اور کئی لوگوں کے ایمان ڈول جاتے۔ اس گھمبیر ماحول میں مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کے دعاوی کی تکذیب کرتے ہوئے اشاعۃ السنہ کی جلد ۲۰ (صفحات ۵ تا ۱۵۵) میں طاعون کا روحانی سبب اور اس کا علاج کے عنوان سے ایک بسیط مقالہ تحریر فرمایا جسے مختصراً نقل کیا جاتا ہے۔

مولانا بٹالوی رحمہ لکھتے ہیں کہ پرافٹ قادیان اوراس کے معتقد نادان یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہندوستان میں طاعون خود بدولت ہی لائے ہیں ۔ اس دعوی کوسن کر ایک ظریف لاہوری دوست مقیم لائل پور (حال فیصل آباد۔ پنجاب) بولے کہ ہم تو مرزا صاحب کے معتقد ہو گئے کہ ہندوستان میں طاعون لانے والے یہی حضرت ہیں ۔اس ظریف کے ردیف ایک اور صاحب ہوگئے اورانہوں نے اس کی تصدیق وتائید میں یہ دو بیت بھی پڑھ سنائے

قدم نامبارک ومسعود گر بدریا رود برآرد دود
قدم نامبارک عالی گر بدریا رود کند خالی

ان ظریفانہ لطیفوں سے سمجھنے والے تو سمجھ گئے ہوں گے کہ قادیان والوں کا دعوی کہاں تک اور کن معنے کوصحیح اور سچ ہے، مگر بے سمجھ شائد ان کے معنی یہی سمجھیں کہ ہندوستان میں طاعون کا آنا مرزا جی کی کرامت اوران کومسیح موعود، مہدی مسعود، مجدد، امام وقت نہ ماننے والوں کے اعمال کی شامت ہے۔ اس خیال واحتمال کی بنا پر خاکسار یہ مضمون لکھ رہا ہے۔

قادیانی حضرات ابتداء ۱۸۹۸ء سے یہ جھوٹی کرامت طاعون، حمقاء کے دلوں و دماغوں میں جما رہے اوران ناجائز ڈھکوسلوں اور گیڈر بھبکیوں سے نا فہم لوگوں کو اپنے مذہب باطل کا معتقد بنا رہے تھے۔گواس کا اثر عقلاء زمانہ پر اب تک کچھ نہیں ہوا، اورانہوں نے اس دعوی کوصرف گیڈر بھبکی یا کرامت شیخ چلی سمجھا مگر چونکہ دنیا احمقوں سے خالی نہیں، لہذا اس گیڈر بھبکی کا اثر احمقوں پر کچھ نہ کچھ پڑ ہی گیا۔ان دنوں خاکسار کونو آبادی علاقہ لائل پور کے ایک گاؤں میں گذرنے کا اتفاق ہوا تو وہاں کے امام مسجد نے (جو مرزا کا معتقد بھی نہ تھا) ایک دہشت رسیدہ صورت میں مجھ سے یہ سوال کیا کہ

اس ملک پنجاب میں طاعون پھیلنے کا سبب کیا ہے؟ فلاں فلاں اشخاص (جو مرزائی کہلاتے ہیں) یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ طاعون مرزا کی مخالفت اوراس کے مسیح ومہدی ہونے سے انکار کرنے کی وجہ سے ہندوستان میں آیا اور پھیلتا جاتا ہے۔

میں نے اس شخص کو یہ جواب دیا کہ اس صورت میں ضروری تھا کہ مرزا قادیانی کے تابعین ومعتقدین میں سے جواس کومسیح ومہدی ومجدد وامام وقت مان چکے ہیں، کوئی ایک شخص بھی اس طاعون میں مبتلا ہوکر ہلاک نہ ہوتا، حالانکہ بہت سے مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے ہیں جس کے ثبوت میں ایک مطبوع فہرست اس شخص کو دکھائی گئی۔

یہ جواب سن کر اور اس فہرست کو دیکھ کر اس شخص کا خوف و تردد رفع ہوا، اور وہ مطمئن ہو گیا۔ مگر اس کی پہلی حالت دہشت وخوف نے مجھے یقین دلایا کہ ان گیدڑ بھبکیوں کا کچھ نہ کچھ اثر کم فہم و بے علم لوگوں پر ہو گیا ہے اور اسی وقت سے میں نے اس مضمون کی تحریر اور اشاعت کا عزم بالجزم کر لیا۔ اور اس کو خاص اپنا فرض منصبی سمجھا اور یہ خیال کیا کہ عقل مندوں کے نزدیک ان گیڈر بھبکیوں کے لغو، بے اثر ہونے کی وجہ سے ان کے تعرض سے اغماض کرنا اور احمقوں کے اس دھوکہ کے دام میں پھنس جانے کا لحاظ نہ کرنا، خیر خواہی اسلامی و ہمدردی انسانی کے مخالف ہے اور اس بیت کا مصداق

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است　　اگر خاموش بنشینم گناہ است

اس زہریلے اثر کو دیکھ کر اب خاموش نہیں رہا جا سکتا خصوصاً اس حالت میں کہ ہم مرزا کے مقابلہ میں الٹی میٹم بھی جاری کر چکے ہیں اور اس میں مرزا قادیانی کی دروغ گوئیوں پر گولہ باری و تیر اندازی کا وعدہ دے چکے ہیں۔ اور اس سے پیشتر اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد ۱۹ میں بصفحہ ۹۶ ایک مضمون میں ہم یہ دعوی بھی کر چکے ہیں کہ مرزا کا مذہب باطل صرف مغالطہ کی وجہ سے پھیلا ہے۔ اس مضمون کی تکمیل بھی ہمارے ذمہ ایک دین (قرض) لازم ہے۔ اس مضمون میں وہ دین بھی ادا ہو گا۔ فاقول وباللہ التوفیق

جس شخص کو دین اسلام اور اس کے ماخذ حدیث وقرآن پر ایمان ہے، یا اس سے پہلی کتابوں توریت وانجیل وغیرہ پر وثوق واعتماد ہے، یا کسی اور مذہب وملت آسمانی یا نحلت مجوزہ انسانی پر یقین واعتماد ہے، اس کا ایمانی واعتقادی فرض ہے اور اس کے اعتقاد وایمان کا لازمہ ہے (جس میں ایک ذرہ کے برابر شک کرنا اس کی ملت یا نحلت کے رو سے کفر ہے) کہ وہ مرزا کے اس دعوی کو دروغ اور دھوکہ دہی سمجھے اور یقین کرے کہ مرزا کے مہدی ومسیح ومجدد وامام برحق ہونے سے انکار کرنا ہرگز طاعون یا کسی اور عقوبت دنیاوی یا اخروی کا موجب نہیں ہو سکتا، بلکہ برعکس اس کے مرزا کا باوجود ایسے عقائد رکھنے کے جو تمام دنیا کے ملل ونحل کے مخالف ہیں یہ جھوٹا دعوی کرنا کہ میں مسیح موعود ومہدی ومجدد وامام برحق ہوں اور اس جھوٹے دعوی کو بعض حمقاء یا بعض خود غرض اشقیاء کا مان لینا اور باقی اشخاص کا (جن کو اس دعوی کا علم ہو چکا ہے) باوجود معتقد نہ ہونے ایسے اکاذیب مرزا کے، ان اکاذیب پر مداہنت (سستی وبے پرواہی) اختیار کرنا، اور باوجود قدرت مدافعت کے، ان کی مدافعت نہ کرنا، اہل علم وقلم کا قلم وزبان

کے ذریعہ، اہل دولت وثروت کا دولت کے وسیلہ سے، اہل شوکت وحکومت کا حکومت کے زور سے، ان اکاذیب اور دھوکہ بازیوں کو ردّ نہ کرنا اور بے فکر ہو رہنا اور ان تھوڑے لوگوں کو جو اس مدافعت میں لگ رہے ہیں (ان تھوڑے لوگوں کی تعداد ہمارے علم میں یہ ہے ۔ مدراس میں ایک یا دو، ممالک متوسط میں ایک ۔علی گڈھ میں ایک ۔ دہلی میں ایک یا دو۔ بٹالہ یا لاہور میں ایک یا دو ۔ پٹیالہ میں ایک یا دو ۔ضلع راولپنڈی میں دو ۔ وعلی ہذا القیاس) قدمے قلمے درمے لسانے مدد نہ دینا ،اور ان سب کا اصحاب انطاکیہ کی طرح (انطاکیہ والوں کا حال قرآن کی سورہ اعراف کی ان آیات میں ارشاد ہے واسئلهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر اذ يعدون في السبت اذ تأتيهم حيتانهم يوم سبتهم شرعا ويوم لا يسبتون لا تاتيهم كذالك نبلوهم بما كانوا يفسقون واذ قالت امة منهم لم تعظون قوما ـ الله مهلكهم او معذبهم عذابا شديداً قالوا معذرة الى ربكم لعلهم يتقون ـ فلما نسوا ما ذكروا به انجينا الذين ينهون عن السوء واخذنا الذين ظلموا بعذاب بئيس بما كانوا يفسقون ـ ان کو ان بستی والوں کا حال پوچھو جو ساحل بحر پر آباد تھے ان کے سامنے مچھلیاں سبت کے دن ظاہر ہوتی تھیں اور جس دن سبت نہ ہوتا نہ آتیں۔ ہم نے ان کو اس طرح جانچا کہ وہ بے حکم ہو گئے تھے۔ان میں سے ایک جماعت ،نصیحت کرنے والوں کو بولی، تم ان کو کیوں سمجھاتے ہو خدا ان کو ہلاک کرے گا یا سخت عذاب میں پھنسا دے گا۔ وہ بولے خدا کی جناب میں عذر کرنے کو اور اس لئے کہ وہ باز آویں ۔ پھر جب وہ نصیحت کو بھول گئے تو ہم نے شکار سے روکنے والوں کو بچا لیا اور ظالموں کو بڑے عذاب میں پکڑا کیونکہ وہ بے حکم ہو گئے تھے) مرزا کا دام تزویر پھیلتا ہوا دیکھ کر بے غیرتی و بے حمیتی اختیار کر کے سکوت اختیار کرنا اس طاعون کا ایک بہت بڑا سبب ہوسکتا ہے۔

اگر یہ طاعون عقوبت الٰہی (گناہوں کی سزا دہی) ہو اور اس کا سبب کوئی اور نہ ہو،تو بمقابلہ جرم یہ کچھ بھی سزا نہیں ہے۔

☆ مرزا قادیانی کا موجودہ عقائد کے ساتھ یہ دعوی کرنا کہ میں مسیح موعود و مہدی و مجدد اور تمام دنیا کا امام برحق ہوں،

☆ اور اس کا یہ دعوی کرنا اسرائیلی مسیح بن مریم سے میں ہر شان (حال وکمال) میں بڑھ کر ہوں۔ مرزا کا رسالہ دافع البلاء کا صفحہ ۱۳ سطر ۲۰ ملاحظہ ہو۔

اور جب اس کہا گیا کہ حضرت مسیح نے تو باذن الٰہی مادرزاد اندھے اور کوڑھی اچھے کئے ، پرند جانور بنائے اور مردے زندہ کئے (جیسا کہ قرآن میں ہے واذا تخلق من الطّين

کھیئۃ الطیر فتنفخ فیھا فتکون طیراً با ذ نی و تبریء ا لا کمہ والا برص با ذنی۔ وا ذ تخرج المو تی با ذنی ۔ مائدہ۔ع ۱۵) تم ایک چیونٹی ہی بنا کر دکھلا ؤ یا ایک مردہ میں جان ڈال دو، یا اپنے حواری خلیفہ چہارم کریم بخش سیالکوٹی کی ایک ٹانگ، ایک آنکھ اور سر کے بال بھلے ٹھیک کر دو۔ تو اس کے جواب میں اس کا یہ دعوی کرنا کہ

کسی حدیث میں نہیں آیا کہ مسیح بن مریم یہ کام کیا کرتے تھے۔ جس مسیح کے لوگ منتظر ہیں اس کی نسبت ہرگز احادیث میں نہیں لکھا ہے کہ اس کے ہاتھ سے مردہ زندہ ہوں گے۔ (ازالہ اوہام)۔

اور جب اس کو کہا گیا کہ مسیح کے یہ معجزات تو صریح نص قرآن میں موجود ہیں تو اس کے جواب میں اس کا یہ دعوی کرنا کہ یہ سب کچھ صرف عمل مسمریزم تھا۔ پھر اس کی تائید و ثبوت میں یہ دعوی کرنا کہ میں اس عمل مسمریزم کو مکروہ و قابل نفرت نہ جانتا تو میں اس عمل میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ پھر اس گستاخی میں بڑھنا اور یہ دعوی کرنا کہ مسیح ایسے مکروہات میں مصروف رہا، اس لئے اس کی ہدایت کا ثمر بہت کم رہا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۳۰۵، ص ۳۰۹، ص ۴۱۱ وغیرہ ملاحظہ ہو)۔

☆ اور اس کا یہ دعوی کرنا کہ میں نبی و رسول بلکہ خاتم الانبیاء ہوں (ازالہ اوہام۔ ص ۵۲۳ و اشتہار ۵ نومبر ۱۹۰۱ء ملاحظہ ہو)،

☆ اور اس کا یہ دعوی کرنا کہ میں وہ احمد رسول ہوں جس کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی ہے اور وہ قرآن کی سورہ صف اور انجیل یوحنا میں منقول ہے اور یہ بشارت اس رسول احمد مجتبے کے حق میں نہیں ہے جن کا دوسرا نام محمد مصطفیٰ ہے (ازالہ اوہام۔ ص ۶۷۳)

☆ اور اس کا یہ دعوی کرنا کہ جو حقائق و معانی والفاظ قرآن و حدیث (یاجوج ماجوج، ابن مریم، دابۃ الارض، دجال، و خر دجال وغیرہ) کا میں علم رکھتا ہوں، یہ علم آنحضرت ﷺ کو خدا تعالی نہیں دے سکا (ازالہ اوہام۔ ص ۶۹۱)

☆ اور اس کا یہ دعوی کرنا کہ میں حضرت امام حسین سے بڑھ کر ہوں اور اس کا ایک شیعہ کو مخاطب کر کے یہ کہنا کہ تمہارا حسین تو کربلا میں ایسی حالت میں مارا گیا جس پر تم اب تک رو رہے ہو، میں ہر میدان میں خدا کی تائید پاتا ہوں اور مدد دیا جاتا ہوں (رسالہ دافع البلاء صفحہ ۱۳ سطر ۷۔ اور اعجاز احمدی ص ۶۹ پر اشعار ۶۔۷ ملاحظہ ہوں) اصل اشعار یہ ہیں

و شتّان ما بینی و بین حسینکم　　فا نّی أءید فی کل محل و اظفر و
اما حسین فا ذکر دشت کربلا　　الی ھذہ الایام تبکون فا نظروا

☆　اوراس کا یہ دعویٰ کرنا کہ میں خدا کا بیٹا بمنزلہ اولاد ہوں (دافع البلاءص ۶)۔

☆　اوراس کا یہ دعویٰ کرنا کہ میں خدا کا باپ ہوں (دافع البلاء ص ۷ سطرا کا الہام انا منک)۔ واشتہار الہامی فرزند کا یہ فقرہ ۔فرزند گرامی ارجمند مظہر الحق و العلا کان اللہ نزل من السماء ملاحظہ ہو۔

(مرزا نے یہ الہام گھڑ تو لئے مگر اس کے ساتھ ہی اس کو یہ کھٹکا ہوا کہ یہ الہام سن کر عام مسلمان جو خدا کی نسبت اللہ الصمد لم یلد و لم یو لد کا اعتقاد رکھتے ہیں ، مجھے کافرکہیں گے تو جھٹ اس دعویٰ پر پردہ ڈالنے کیلئے صفحہ ۶ دافع البلاء میں یہ حاشیہ چڑھا دیا کہ

> خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ بیٹا اور نہ کسی کو حق پہونچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں ۔لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں ہے جیسے ید اللہ فوق ایدیھم وغیرہ ۔پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاوے ۔

لیکن اس کے عقل پر پردہ پڑ گیا اور وہ یہ نہ سمجھا کہ کجا متشابہات اور کجا محالات؟ متشابہات اور محالات میں تو آسمان وزمین کا فرق ہے ۔اوراگر محالات باطلہ ، متشابہات بن سکیں تو دنیا کے مذاہب باطلہ میں سے باطل سے باطل اور محال سے محال عقائد وخیالات (جیسے ہنود کی مجوزہ تثلیث برہما بشن مہا دیو ۔اور نصاریٰ کی مخترعہ تثلیث باپ بیٹا روح القدس) بھی متشابہات قرار پا کر جائز وممکن متصور ومسلم ہو۔عیسائی بھی اپنی مجوزہ تثلیث کو متشابہات سے قرار دیتے ہیں اور مسلمان اس کو اسی واسطےنہیں مانتے کہ وہ محالات سے ہے، نہ متشابہات سے ۔مسلمان کہتے ہیں کہ متشابہات وہ امور ہیں جو بذات خود ممکن الوقوع ہیں مگر مجہول الکنہ ہیں،عقل انسانی ان کے ادراک کنہ سے عاجز وقاصر ہے، ان کی حقیقت کوپہنچ کراور سمجھ کر محال قرارنہیں دیتی جیسے ید وغیرہ کے صفات ہیں ۔اور محال وہ امور ہیں جن کی کنہ وحقیقت پر عقل احاطہ کر چکی ہو اور اس لئے اس کو ناممکن الوقوع ومحال قرار دیتی ہے ۔ بناء علیہ، اہل اسلام کے نزدیک متشابہات کیلئے یہ شرط لازم ہے کہ وہ ممکنات سے ہوں اور عقل انسانی ان کی کنہ وحقیقت کوپہنچ کران کو ناممکن الوقوع ومحال قرار نہ دیتی ہو اور معہذا وہ محکمات قرآن وحدیث کے مخالف نہ ہوں ۔اور خدا کیلئے فرزند تجویز کرنا محال وباطل ومعلوم البطلان ہے کہ عقل انسانی بھی اس کو محال جانتی ہے اور خدا تعالیٰ کی صمدیت اور احتیاج زن وفرزند سے پاکی وقدوسیت کے مخالف قرار دیتی ہے اور محکمات قرآن امثال آیت مذکورہ بالا وغیرہ بھی اس کو رد کرتے ہیں ۔

قرآن اور اسلام اسی صمدیت اور قدوسیت خدا کے اظہار کیلئے بمقابلہ یہود و نصاری قائم ہوئے ہیں اور اگر بمقابلہ آیات محکمات قرآن جو خدا کی ولدیت کو مٹاتی ہیں اور اس کا صمد لم یلد و لم یو لد ہونا ظاہر کرتی ہیں، مرزا کے خطاب میں خدا کا یہ الہام کہ تو میرے لئے بمنزلہ اولاد ہے، من جانب خدائے رحمان فرض وتسلیم کیا جاوے اور اس کو منجملہ متشابہات قرار دیا جائے تو پھر اسلام وقرآن کا یہودیت ونصرانیت سے مقابلہ ہی کیا رہا؟ اور اسلام و یہودیت ونصرانیت میں فرق ہی کیا رہ گیا؟)

ایسے دعاوی کا مستوجب سزا ہونا بہت سی آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے۔ ازانجملہ اس مقام میں چند آیات نقل کی جاتی ہیں۔ایک آیت میں ارشاد ہے

و قالو ا اتّخذ الر حمن و لداً ۔لقد جئتم شیئا اداً۔ تکاد السماوات یتفطّرن منه و تنشقّ الارض و تخرّ الجبال عداً۔ ان دعوا للرحمن ولدا و ما ینبغی للر حمن ان یتخذ ولداً ۔ ظالم کہتے ہیں خدا تعالی نے کسی کو بیٹا بنا لیا ہے۔تم ایسی بری بات بولتے ہو۔ کہ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جاویں، زمین شق ہو جائے، پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں، اس لئے کہ وہ لوگ خدا تعالی کے لئے بیٹے تجویز کرتے ہیں، خدا تعالے کو لائق نہیں کہ کسی کو بیٹا بناوے

ان نشأ نخسف بهم الار ض او نسقط علیهم کسفاً من السماء (سباء ۔ع ا) یہ ظالم اس سزا کے لائق ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو ان ظالموں کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں۔۔

و لو نشاء لطمسنا علی اعینهم فاستبقوا الصراط فانی یبصرون ۔ (یس) ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو مٹا دیں ۔ پھر راستہ کی طرف دوڑیں تو سہی کیونکر دیکھتے ہیں۔

و لو نشاء لمسخنا هم علی مکا نتهم فما استطاعوا مضیاً ولا یرجعو ن ،اور اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کی جگہ میں دھنسا دیں، پھر نہ چل سکیں اور نہ پھر سکیں

و لو یؤا خذ الله النّاس بظلمهم ما ترک علیها من دا بّة۔(نحل) اگر خدا تعالی ظالموں کو ظلم پر پکڑے تو زمین پر ایک چلنے والا نہ چھوڑے۔

و لو یؤا خذ الله النّاس بما کسبوا ما ترک علی ظهرها من دا بّة۔

اور ایک آیت میں اس سزا کے وقوع کا زمانہ بھی زمانہ سابق بتایا اور فرمایا کہ ہم

نے ہر ایک سرکش کو اس کے گناہ پر پکڑا، پھر کسی پر پتھر برسائے، اور کسی کو چنگاڑ سے پکڑا اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور کسی کو ہم نے دریا میں ڈبو دیا،

فکلا اخذ نا بذنبه فمنهم من ارسلنا علیه حا صباً و منهم من اخذته الصیحة و منهم من خسفنا به الارض ومنهم من اغرقنا ۔ (عنکبوت ۔ ع ۴) ۔

جن لوگوں پر سابق زمانہ میں ان سزاؤں کا وقوع ہوا ہے ان کے دعاوی و مظالم مرزا قادیانی سے بڑھ کر نہ تھے بلکہ بعض دعاوی مرزا ان سب کے دعاوی سے بڑھ کر ہیں۔ خدا کا بیٹا، یا خود خدا ہونے کا دعوی تو پہلے زمانوں میں بھی ہوا ہے مگر خدا کا باپ ہونے کا دعوی مرزا سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ اس کی سزا میں اگر صرف طاعون نازل ہوا تو یہ کون سے تعجب کا محل ہے؟

یہ دعاوی مرزا تو بہت بھاری دعوی ہیں۔ اس کا صرف ایک یہ چھوٹا دعوی کرنا کہ مجھے خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور مجھے شرف وحی مکالمہ الٰہی حاصل ہے، پھر اس دعوی کو نبھانے اور سچا کر دکھانے کیلئے بحکم قاعدہ مسلّمہ و مجربہ دنیا کہ، جب انسان ایک جھوٹ بولتا ہے تو پھر اس کو سچ بنانے کیلئے اس کو بہت جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، اس کا نئے سورج نئے دن جھوٹے الہامات گھڑنا اور جھوٹی پیشگوئیاں کرنا اور ہر روز دین و دنیا کے شرم کا نقاب اٹھا کر اشتہارات و رسالہ جات کے ذریعہ ان کو مشتہر کرانا، جن کی تعداد وہ دس ہزار بتا چکا ہے وازانجملہ ڈیڑھ سو کی تفصیل کا دعوی وہ رسالہ نزول المسیح میں کر چکا ہے۔ اور ان مفتریات میں سے زیادہ تر مشہور اس کے یہ چار الہامات ہیں۔

۱۔ اس کا ایک ایسا اور تیسا فرزند (جس کی تعریف میں آسمان وزمین کے قلابے ملائے) پیدا ہوگا۔

۲۔ عبداللہ آتھم اس قدر عرصہ میں فوت ہو جائے گا۔

۳۔ لیکھرام اس قدر مدت میں ہلاک ہوگا۔

۴، مسماۃ محمدی بیگم سے مرزا کا نکاح ہوگا (ہوگا کیا، آسمان پر تو وہ ہو ہی چکا ہے چنانچہ الہام زوجنا کہا شاہد ہے) اور اگر بجائے مرزا کے کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح ہوا تو وہ دوسرا اڑھائی برس میں فوت ہو جائے گا۔

۵۔ مذکورہ بالا مفتریات کے سلسلہ میں قادیانی یہ الہام ہے کہ پنجاب میں طاعون پڑے گا۔

جس کو بعد الوقوع اس نے اپنی کرامت بنالیا۔

قرآن مجید میں بہت سی آیات اس مضمون کی موجود ہیں کہ الہام کا جھوٹا دعوی کرنے والے سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں

و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذ باً او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شیء(انعام۔ ع ۱۱) اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو خدا تعالی پر افترا ءکرے، یا یہ کہے کہ میری طرف وحی ہوتی ہے، حالانکہ اس کی طرف کچھ وحی نہ ہوا ہو۔

مرزا کا اس دعوی الہام میں جھوٹا ہونا اور اس کے ان الہامات اربعہ مذکورہ میں سے ایک کا بھی سچا نہ نکلنا ہمارے رسالہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۵ و ۱۶ وغیرہ میں آفتاب نیم روز کی طرح ثابت ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر چہ مرزا کے گھر میں (۱۹۰۵ء میں) چار لڑکے ہیں مگر وقت اور شروط الہام کے مطابق ایک بھی نہیں ہوا۔ اور عبداللہ آتھم اور لیکھرام بھی گو فوت ہو چکے ہیں مگر وقت الہام کے مخالف، نہ کہ مطابق۔ اور شوہر ثانی زوجہ آسمانی مرزا تو اب تک (یعنی ۱۹۰۵ء جب یہ تحریر لکھی گئی۔ بہا) زندہ ہے۔

قادیان پر ثنائی یلغار

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری نے بھی مرزا کے ان الہامات اربعہ وغیرہ پر ایک مستقل رسالہ الہامات مرزا میں دل چسپ بحث کی ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ منجملہ ان الہامات کے، ایک بھی سچا نہیں نکلا اور اس رسالہ کے جواب لکھنے پر مرزا کو پہلی دفعہ پانچ سو روپیہ، دوسری دفعہ ایک ہزار روپیہ انعام کا وعدہ بھی دیا۔ مگر مرزا اور اس کی پارٹی کی طرف سے ہمارے یا مولوی امرتسری کے بحث و دلائل کا کوئی جواب نہیں نکلا۔

☆ ہمارے رسالہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۵۔۱۶ کے جواب میں تو مرزا صاحب نے ایک لفظ بھی منہ یا قلم سے نہیں نکالا۔ مولوی امرتسری کے مقابلہ میں پہلے رسالہ اعجاز احمدی پھر رسالہ مواہب الرحمٰن شائع کیا ہے مگر ان میں کسی الہام و پیشگوئی پر مولوی امرتسری کی نکتہ چینی کا کوئی جواب نہیں دیا، صرف گالی گلوچ اور لعنت ملامت سے کام لیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۱،

اعجاز احمدی میں لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیشگوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں ۔ پھر صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے موضع مدّ میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں، اسلیئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کیلیئے قادیان میں آویں اور تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کریں اور ہم قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ ہر ایک پیشگوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کی رو سے جھوٹی ثابت ہو ایک ایک سو روپیہ ان کی نذر کریں گے، ورنہ خالص تمغہ لعنت کا ان کے گلے میں رہے گا۔ اور اگر میرے اس بیان کی طرف توجہ نہ کریں اور اس تحقیق کیلیئے بپابندی شرائط مذکورہ قادیان میں نہ آویں تو پھر لعنت ہے اس لاف وگزاف پر جو انہوں نے مدّ میں مباحثہ کے وقت کی، اور سخت بے حیائی سے جھوٹ بولا۔ وہ انسان کتوں سے بدتر ہوتا ہے کہ جو بے وجہ بھونکتا ہے ۔ . اورصفحہ ۹۱ الہامات مرزا کے حاشیہ میں خبیث، سور، کتا، بدذات، گوہ خور، گدھا وغیرہ الفاظ بھی موجود ہیں ۔

قارئین ان الفاظ مرزا کا اس کے الہام یا احمد فاضت الرحمة من شفتیک (یعنی اے احمد تیرے لبوں سے رحمت جاری ہے) سے موازنہ کریں بتائیں کہ کیا رحمت اسی کا نام ہے کہ انسان مباحثہ میں اپنے مخالف کو کتے سے تشبیہ دے، سؤر، کتا کہے ۔

ناظرین! جو شخص کسی کو کتا کہے وہ (دوسرا شخص) اس کو سو بار کتا کہہ سکتا ہے مگر مولوی امرتسری کی فراخ حوصلگی اور عالی ہمتی کو دیکھو کہ ان الفاظ کے مقابلہ میں انہوں نے مرزا کو نہ کتا کہا، نہ بے حیا بنایا، نہ کسی اور نامناسب الفاظ سے مخاطب کیا، اور مرزا کی دعوت پر وہ تن تنہا (بلا رفاقت ومعیت دیگر مباحثین علماء) قادیان میں جا پہنچے اور ان کی پیشگوئیوں کی نسبت اپنے خیالات کے اظہار وتحقیق کے خواستگار ہوئے۔ مگر چونکہ مرزا صاحب کی دعوت صرف گیڈر بھبکی تھی اس کو یہ امید نہ تھی کہ مولوی امرتسری دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید پر عمل کرنے کو قادیان میں پہنچ جائیں گے، لہذا مولوی امرتسری کا قادیان میں پہنچنا سن کر مرزا کے اوسان جاتے رہے اور وہ ہوش وحواس باختہ ہوگیا اور اس کو بغیر اس کے کوئی ملجا وماٴوے نظر نہ آیا کہ حرم سرا میں جا چھپا، اور میدان مناظرہ میں نہ آیا، اور اس مضمون کا رقعہ لکھ دیا کہ میں بحث ومناظرہ نہ کرونگا، کیونکہ میں انجام آتھم میں خدا تعالی سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہیں کرونگا۔

یہاں فرط دہشت وخوف مباحثہ مولوی امرتسری سے یا دروغ گورا حافظہ نہ باشد کے تقاضا سے مرزا اپنے آئینہ کمالات کا یہ الہام یا علی دعھم و زراعتھم و انصارھم پیش کرنا بھول گیا اور یہ لکھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب دوسطروں میں اپنا اعتراض پیش کریں، اور منہ سے ایک کلمہ نہ کہیں، صم بکم ہو کر بیٹھ رہیں، میں اس کا جواب تین گھنٹہ میں دونگا ناظرین! خدا کیلئے انصاف سے داد دیں کہ جس تحقیق و پڑتال کیلئے مرزا نے مولوی امرتسری کو بلایا تھا، وہ اس طرح ہوا کرتی ہے، اور جس ثبوت کا وہ ان سے صفحہ ۱۱۔ اعجاز احمدی میں طالب ہوا تھا، اس کی صرف ایک یہی صورت ہے کہ دوسطریں لکھ کر معترض چپ چاپ بیٹھا رہے۔ مرزا کی تقریر تو شیطان کی آنت ہوتی ہے، اس سے کبھی کوئی صحیح نتیجہ نہیں نکل سکتا ہے جب تک کہ اس تقریر کے حرف حرف پر نکتہ چینی نہ ہو اور تحقیق و پڑتال کنندہ اپنی نکتہ چینی کا خود ثبوت بدلائل پیش نہ کرے۔

محمد احسن امروہی کو چیلنج

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں ان پیشگوئیوں پر بحث کرنے سے تو یہ لوگ جان چھوڑا تے ہیں مگر موقعہ لاف زنی پر انہیں پیش کرتے ہیں اور اتنا نہیں سوچتے کہ ہمارے مخالف تو ان کا دروغ ہونا ثابت کر چکے ہیں۔ ہم ان دلائل کا جواب تو کچھ نہیں دیتے پھر ان پیشگوئیوں کو زبان یا قلم پر کیوں لاتے ہیں۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق پیشگوئیوں کے منکروں اور مخالفوں کو شرماتے اور ان پر جھنجلاتے اور یہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ محمد احسن امروہی نے صیانۃ الناس کے صفحہ ۲۰۔ ۲۱ میں لکھا ہے کہ

آتھم اور سلطان محمد کے متعلق پیشگوئیوں کے صدق کی نسبت واضح طور پر علی منھاج النبوّت و علی منھاج المسلمین صدہا اشتہارات اور متعدد رسائل میں بہ حجت و برہان بیان کیا گیا مگر آپ مرغے کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں۔ ان دونوں پیشگوئیوں میں وہی تاویل کی جاتی ہے جو علی منھاج النبوۃ ہے یعنی و یعلّمک من تاویل الاحادیث۔

☆ مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ سلطان محمد کی موت کی جو تاویل کی جاتی ہے وہ تاویل الاحایث حضرت یوسف کی نظیر ہو تو وہ مرزا کے مقابلہ میں ہتھیار ڈال دیں گے اور قلم

توڑ ڈیں گے ۔ جو صدہا اشتہار اور متعدد رسائل قادیانیوں کی طرف سے شائع ہوئے ہیں ان میں وہ تاویل مجھے نظر نہیں آئی، آپ میدان میں اتریں اور سے ثابت کریں کہ وہ تاویل، تاویل الاحادیث یوسفی کی نظیر ہے۔ مباحثہ سے اگر قسم کھالی ہے یا الہام میں اس کی ممانعت آچکی ہے تو آپ کے پیرو مرشد کیلئے ہے، نہ کہ آپ (محمد احسن) کیلئے۔ بس آپ دیر نہ کریں غریب خانہ پر تشریف لاویں اور جتنا عرصہ گفتگو رہے، یہیں رہیں اور یہیں دونوں وقت ماحضر تناول فرماویں۔ گفتگو کے وقت صرف یہ خاکسار ہوگا اور آپ۔ اور جانبین کے بیان کو قلم بند کیا جائے گا۔ اگر میدان آپ کے ہاتھ میں رہا تو اس کا نتیجہ اوپر تسلیم کیا گیا ہے، اور اگر آپ سے ثابت نہ ہو سکا کہ یہ تاویل، تاویل الاحادیث یوسفی کی نظیر ہے تو آپ کو مرزا کا اتباع چھوڑنا پڑے گا، یا اپنے بے علم ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا۔

اشتہار طاعون ۶ فروری ۱۸۹۸ء

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں مذکورہ بالا ایک تا چار پیش گوئیوں کے افترا ہونے کے اجمالی ثبوت کے بعد اب قادیانی کی پیشگوئی متعلق طاعون سے بحث کی جاتی ہے۔

پس واضح ہو کہ جس قدر جھوٹ سے اس الہام و پیشگوئی متعلق طاعون میں مرزا نے کام لیا ہے اس قدر جھوٹ اس کی پہلی پیش گوئیوں (متعلقہ موت آتھم و موت لیکھرام و موت سلطان محمد و تولد فرزند الہامی) میں نہیں پایا جاتا۔ اس موقع پر مرزا نے اپنی ساری قوت دھوکہ دہی کو خرچ کر دیا ہے۔ اس نے بمبئی وغیرہ میں طاعون کا واقع ہونا (اور تیزی کے ساتھ اس میں ترقی کرنا) اخباروں میں پڑھا تو بقیاس و بحکم قاعدہ تعدیہ امراض متعدّ یہ اسے یقین ہو گیا کہ ایک نہ ایک دن پنجاب میں بھی طاعون آئے گا۔ یہ سمجھ کر اس نے پہلے ایک گول مول الہام گھڑا، پھر جوں جوں واقعات پیش آتے گئے توں توں پہلو بدل کر گرگٹ کی طرح اس پر نیا رنگ چڑھاتا گیا۔ یہاں تک کہ چوتھے سال صاف کہہ دیا کہ یہ طاعون مجھے مسیح نہ ماننے کی سزا ہے، اس سے وہی شخص بچے گا جو مجھے مسیح موعود مان لے گا۔ مگر پھر بھی ان لوگوں کی طرف سے، جو مرزا کو مسیح مان کر بھی طاعون سے ہلاک ہوئے یا آئندہ ہوں گے، ان چار

عذروں کی جگہ اس نے رکھ لی ہے۔

۱۔ کہ گو وہ لوگ زبان سے مجھے مسیح مانتے تھے مگر دل سے نہ مانتے تھے اور وہ منافق تھے۔

۲۔ وہ میری چار دیواری میں آکر پناہ گزین نہ ہوئے تھے۔

۳۔ ایسے لوگ شاذ و نادر ہیں اور مخالفوں کی نسبت کم ہیں و النّادر کالمعدوم۔

۴۔ جہاں ان عذرات میں سے کوئی عذر نہ چل سکا وہاں یہ عذر تو ضرور چل ہی جائے گا کہ ان لوگوں پر طاعون وارد ہونے کی کوئی مخفی وجہ ہوگی جو خدا کے علم میں ہے۔

ان عذرات کو مرزا نے اپنے رسالہ کشتی نوح میں ذکر کیا ہے (اصل عبارت آگے آئے گی)۔

لیکن چونکہ قادیانی کا الہام اللہ کی طرف سے نہ تھا (بلکہ محض افتراء اور شیطانی القاء تھا)، لہذا بحکم آیت و لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً اس کے ہر ایک پہلو اور ہر ایک رنگ میں اس قدر اختلاف وقوع میں آیا کہ جس شخص کے دل میں ایک ذرہ فہم اور دماغ میں شمّہ عقل ہوگی وہ اس اختلاف سے یقیناً نتیجہ نکال لے گا کہ وہ الہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔

پس واضح ہو کہ طاعون کے متعلق مرزا نے سات اشتہارات وتحریرات شائع کئے ہیں جو ایک دوسرے کے مکذّب ہیں اور ہر ایک بجائے خود بھی محض دروغ ہے۔ اس کا سب سے پہلا وہ چار صفحہ کا اشتہار ہے جو

طاعون

کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس اشتہار میں گورنمنٹ اور پبلک کے نوٹس ایبل چند فقرات ہیں جن پر ہم اپنی طرف سے نمبر لگا اصل اس کے الفاظ نقل کرتے ہیں:۔

۱۔ اس مرض نے جس قدر بمبئی اور دوسرے شہروں اور دیہات پر حملے کئے اور کر رہی ہے ان کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ دو سال کے عرصہ میں ہزاروں بچے اس مرض سے یتیم ہو گئے، اور ہزار ہا گھر ویران ہو گئے۔ دوست اپنے دوستوں سے اور عزیز اپنے عزیزوں سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئے اور ابھی انتہا نہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ہماری گورنمنٹ محسنہ نے کمال ہمدردی سے تدبیریں کیں اور اپنی رعایا پر نظر شفقت کر کے لکھوکھہا روپیہ کا خرچ اپنے ذمہ لیا، اور قواعد طبّیہ کے لحاظ سے جہاں تک ممکن تھا، ہدائتیں شائع کیں۔ مگر اس مرض مہلک سے اب تک بکلّی امن حاصل نہیں ہوا، بلکہ بمبئی میں ترقی پر

ہے اور کچھ شک نہیں کہ ملک پنجاب میں بھی خطرہ ہے۔ ہر ایک کو چاہیے کہ اس وقت اپنی اپنی سمجھ اور بصیرت کے موافق نوع انسان کی ہمدردی میں مشغول ہو کیونکہ وہ شخص انسان نہیں جس میں ہم دردی کا مادہ نہ ہو۔ اور یہ امر بھی نہایت ضروری ہے کہ گورنمنٹ کی تدبیروں اور ہدایتوں کو بدگمانی کی نظر سے نہ دیکھا جائے ۔غور سے معلوم ہوگا کہ اس بارے میں گورنمنٹ کی تمام ہدایتیں نہایت احسن تدبیر پر مبنی ہیں ۔گو ممکن ہے کہ آئندہ اس سے بھی بہتر تدابیر پیدا ہوں مگر ابھی نہ ہمارے ہاتھ میں ،نہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں، ڈاکٹری اصول کے لحاظ سے کوئی تدبیر ہے کہ جو شائع کردہ تدابیر سے عمدہ اور بہتر ہو۔

۲۔ آج جو ۶۔فروری ۱۸۹۸ء روز یک شنبہ ہے، میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالی کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں ۔میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں ،تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والے ہیں ۔میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا، یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا ۔لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے انّ اللہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بانفسھم انّہ آوی القریۃ یعنی جب تک دلوں کی وباء معصیت دور نہ ہو تب تک ظاہری وبا بھی دور نہیں ہوگی ۔ درحقیقت دیکھا جاتا ہے کہ ملک میں بدکاری کثرت سے پھیل گئی ہے اور خدا تعالی کی محبت ٹھنڈی ہو کر ہوا و ہوس کا ایک طوفان برپا ہو رہا ہے، اکثر دلوں سے اللہ کا خوف اٹھ گیا اور وباؤں کو ایک معمولی تکلیف سمجھا ہے جو انسانی تدبیروں سے دور ہو سکتی ہے۔ ہر ایک قسم کے گناہ بڑی دلیری سے ہو رہے ہیں۔ اور قوموں کا ہم ذکر نہیں کرتے ،وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں، ان میں سے جو غریب اور مفلس ہیں، اکثر ان میں سے چوری اور خیانت اور حرام خوری میں نہایت دلیر پائے جاتے ہیں ۔ جھوٹ بہت بولتے ہیں اور کئی قسم کی خسیس اور مکروہ حرکات ان سے سرزد ہوتی ہیں، اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں، نماز کا تو ذکر کیا، کئی کئی دنوں تک منہ بھی نہیں دھوتے ،اور کپڑے بھی صاف نہیں کرتے۔ اور جو لوگ

امیر اور رئیس اور نواب یا بڑے بڑے تاجر اور زمین دار اور ٹھیکہ دار اور دولت مند ہیں، وہ اکثر عیاشیوں میں مشغول ہیں اور شراب خوری اور زنا کاری اور بداخلاقی اور فضول خرچی ان کی عادت ہے اور صرف نام کے مسلمان ہیں اور دینی امور میں اور دین کی ہمدردی میں سخت لاپروا پائے جاتے ہیں۔

۴۔ اب چونکہ اس الہام سے، جو ابھی میں نے لکھا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیر معلّق ہے اور توبہ اور استغفار اور نیک عملوں اور ترک معصیت اور صدقات اور خیرات اور پاک تبدیلی سے دور ہو سکتی ہے، لہٰذا بندگان خدا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سچے دل سے نیک چلنی اختیار کریں اور بھلائی میں مشغول ہوں اور ظلم اور بدکاری کے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ سچے دل سے خدا تعالیٰ کے احکام بجا لاویں نماز کے پابند ہوں، ہر ایک فسق و فجور سے پرہیز کریں، توبہ کریں اور نیک اور خدا ترسی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ غریبوں اور ہمسائیوں اور یتیموں اور بیواؤں اور مسافروں اور درماندوں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور صدقہ اور خیرات دیں، اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں، اور نماز میں اس بلا سے محفوظ رہنے کیلئے رو رو کر دعا کریں۔ پچھلی رات اٹھیں اور نماز میں دعائیں کریں۔ غرض ہر قسم کے نیک کام بجا لائیں اور ہر قسم کے ظلم سے بچیں اور اس خدا سے ڈریں کہ جو اپنے غضب سے ایک دم میں ہی دنیا کو ہلاک کر سکتا ہے۔ میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ یہ تقدیر ایسی ہے کہ جو دعا اور صدقات اور خیرات اور اعمال صالحہ اور توبہ نصوح سے ٹل سکتی ہے اس لئے میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ میں عام لوگوں کو اس سے اطلاع دوں۔

اس اشتہار کے فقرہ نمبر اول میں مرزا نے حکومت کو دھوکہ دیا ہے، یعنی زبان وقلم سے اس کی تدبیر کی حمایت کی ہے جبکہ دل میں اس کے مخفی یہ تھا کہ یہ تدبیر محض لغو وفضول ہے جس کا اظہار اس نے دلی زبان سے ۱۹۰۲ میں بضمن رسالہ کشتی نوح اور کھلے طور پر ۱۹۰۳ء میں بضمن رسالہ مواہب الرحمٰن کیا جن کی اصل عبارت اپنے نمبر ۶ و ۷ پر منقول ہوگی۔

اس کے خلیفہ دوم محمد احسن امروہی نے رسالہ صیانۃ الناس کے صفحہ ۷ سطر ۳ و ۶ میں گورنمنٹ کو خوب شرمایا اور یہ الزام دیا ہے کہ اگر طاعون کا کوئی علاج مفید ہے تو وہی ایک

ٹیکہ آسمانی (مذکورہ کشتی نوح ودافع البلا وغیرہ) جو اس ملہم نے تمام دنیا کے روبرو کیا ہے۔ پس اگر یہ ملہم اگر مفتری تھا تو اس قدر کامیابی اس کو کیوں حاصل ہوئی، اور اس کے مقابل تمام دنیا کو گورنمنٹ عالیہ تک ٹیکہ وغیرہ میں ناکامی کیوں ہوئی۔

خلیفہ دوم مرزا (یعنی محمد احسن) کا حکومت کے مقابلہ میں مرزا کی کامیابی پر فخر کرنا اور حکومت کو یہ الزام دینا کہ اگر وہ مرزا کو دعوی مسیح موعود میں مفتری سمجھتی ہے تو مرزا کے مقابلہ میں حکومت کو کامیابی ہونے کا جواب کیوں نہیں دیتی ء یہ حکومت کی اس پالیسی کا نتیجہ ہے جو مرزا کی سال ہا سال کی منہ زوریوں اور گورنمنٹ و مسلمان رعایا کے مسلم و مقدس پیشوا حضرت مسیح کے حق میں سخت بدزبانیوں اور دشنام دہیوں پر وہ کر رہی ہے۔

اور اس اشتہار کے فقرہ نمبر۲ میں جو مرزا نے ایک خواب گھڑ کر بیان کیا ہے وہ بھی درست نہیں۔ طاعون پھیلنے کا وقت (آئندہ جاڑہ یا اس کے بعد جاڑہ) مشتبہ رکھا ہے اور اس خواب کے افتراء ہونے پر پہلی دلیل یہی اشتباہ رکھنا ہے جو رفتار طاعون کو دیکھ کر اور وقت کی گنجائش رکھ کر اختیار کیا گیا ہے۔ خدا تعالی کی یہ شان و عادت نہیں کہ جس بلاء سے لوگوں کو بچانا، اور ان کے توبہ واستغفار کو اس بچاؤ کا ذریعہ بنانا ہو، تو اس کی میعاد کو تو بتا دے، مگر اس میں اشتباہ باقی رکھے۔

☆ اس کے افتراء ہونے دوسری دلیل یہ ہے کہ عموماً پنجاب میں طاعون کا پھیلنا، نہ اس الہام کے متصل جاڑہ میں ہوا، نہ اس کے بعد کے جاڑہ میں، بلکہ وہ دونوں جاڑوں کے بعد چوتھے سال ۱۹۰۱ء میں ہوا۔ چنانچہ مرزا کا اشتہار نمبر۳ مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء شاہد ہے۔ اس میں وہ خود لکھتا ہے

> . ۲۶ فروری ۱۸۹۸ کو میں نے طاعون کے بارہ میں پیش گوئی کی تھی (اصل اشتہار پر تاریخ ۶ فروری ۱۸۹۸ء ثبت ہے یہاں ۲۶ فروری کا حوالہ دیا گیا)۔ وہ بلاء جو نزدیک آ گئی ہے خدا اس کو دور کرے یہی وقت توبہ واستغفار کا ہے، جب بلا نازل ہوگئی تو پھر توبہ سے بھی فائدہ کم پہنچتا ہے۔ اب اس سیلاب پر سچی توبہ سے بند لگاؤ۔

مرزا قادیانی کے (ذیل کے) فقرات ثلاثہ

۱۔ وہ بلا نزدیک آ گئی ہے۔

۲۔ اس سخت سیلاب پر سچی توبہ سے بند لگاؤ۔

۳ جب وہ نازل ہوگئی تو توبہ سے بھی کم فائدہ ہوگا .

سے صاف ثابت ہے کہ وہ بلا اس وقت تک پنجاب کے مختلف مقامات میں جیسا کہ اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء کا مفہوم ہے، نازل نہ ہوئی تھی ۔ تب ہی مرزا نے یہ اشتہار جاری کیا اور اس میں کہا تھا کہ لوگو توبہ و استغفار کرو تا کہ وہ سیلاب رک جائے اور وہ نازل نہ ہو ۔

اس اعتراف اشتہار مرزا کے علاوہ سرکاری رپورٹیں اور ملکی اخبار بھی گواہ ہیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے طاعون تمام ملک پنجاب میں نہ پھیلی تھی، صرف بعض اضلاع میں پہنچی تھی ۔

☆ تیسری دلیل اس کے افترا ہونے کی اس میں موجود عربی فقرہ انه آوی القریة ہے جس کا مطلب دربطن قائل رکھ کر صاف کہا گیا ہے کہ

اس کے معنے میرے پر نہیں کھلے ۔

یہ ایسا ہے جیسے ایک مسخرے یا فریبی شاعر نے ایک شعر کہا تھا اور اس کے معنی کی نسبت وہ بولا تھا کہ ابھی میں نے اس میں معنی نہیں ڈالے ۔ جس سے اس کا مقصود یہ تھا کہ جیسا موقعہ پاؤنگا ویسے معنی بنا کر بتادوں گا ۔ مرزا کا مقصود بھی یہی ہے کہ اس طاعون کے حملے سے موضع قادیان بچ گیا (جیسا کہ صدہا گاؤں اس وقت تک بچے ہوئے ہیں اور آئندہ بھی بچے رہیں گے) تو اس وقت کہدونگا کہ اس فقرہ سے قادیان کا بچے رہنا مراد ہے ۔

مرزا کے اکثر الہامات شیطانیہ مندرجہ براہین احمدیہ وغیرہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کے معنی دربطن شاعر رہتے ہیں ۔ اور جب کوئی موقعہ پیش آتا ہے تو اس موقعہ کے مطابق وہ نئے معنے گھڑ کر بتائے جاتے ہیں ۔ بیس بائیس برس کے الہامات براہین کے معنے اب اس نے ایسے بتائے ہیں جو اس سے پیشتر نہ مرزا نے خود سمجھے تھے نہ اس کے ملہم (معلم الملکوت) کے خیال میں آئے تھے ۔ خدا تعالیٰ ملہم الصادقین کی شان و عادت نہیں کہ جو الہام عام لوگوں کی ہدایت وفہمائش کیلئے کسی ملہم صادق کے دل پر کرے، اس کے معنی کسی ٹوکرے یا ڈربے میں بند کر کے رکھ چھوڑے ۔ اور جب اس کے مطابق و موافق کوئی موقعہ ہاتھ آئے تب اس معنی کا اظہار کرے ۔ یہ شیوہ مرزا کے معلم الملکوت کا ہے جس کے مطابق مرزا کو اس فقرہ عربی کا القاء والہام ہوا ۔ اور وہ پانچ سال ۱۸۹۸ء سے مناسب موقعہ کا متلاشی و منتظر رہا ۔ جب ۱۹۰۲ء میں طاعون قادیان کے آس پاس آ پہنچا (اور قادیان میں اس نے قدم نہ رکھا گو زمانہ

مابعد میں طاعون وہاں بھی جا پہنچا) تو مرزا نے اپنے خیال میں اس فقرہ میں یہ معنی ڈالنے کا موقعہ مناسب پالیا اور اپنی تحریر نمبری ۵ رسالہ دافع البلاء میں یہ دعوی مشتہر کر دیا کہ اس فقرہ سے قادیان کا بچایا جانا مراد ہے ۔ پھر اس باب میں جو کچھ اس کو شیطان کی طرف سے القاء ہوا اس کو اس نے اس رسالہ کے صفحہ ۵ و ۶ میں بالفاظ ذیل ادا کیا

وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا، تاتم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں رہتا ہے ۔ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے، بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا، وہ بھی اچھا ہو گیا ۔ اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت نہ ہو گا کہ جو باتیں آج سے چار برس پہلے کہی گئی تھیں وہ پوری ہو گئیں ۔

اور صفحہ ۱۰ میں لکھا ،

بہر حال جب تک طاعون دنیا میں رہے، گو ستر برس رہے قادیان کو اسکی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا ، کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے ۔

☆ چوتھی دلیل اس کے افتراء ہونے کی یہ ہے کہ اس فقرہ عربی کے جو معنی موقعہ دیکھ کر اس میں ڈالے گئے ہیں (یعنی بچانا اور محفوظ رکھنا) ، یہ معنی اس فقرہ کے بشہادت قرآن و عام اہل زبان عرب سے بن نہیں سکتے ۔

آوی اور اس کے مشتقات قرآن مجید میں دو باب ، ایک مجرد (ضرب یضرب) اور دوسرے ، مزید (باب افعال سے) مستعمل ہوئے ہیں ۔

مجرد ان آیات میں ہیں جس میں اس لفظ کے معنی جگہ لینے کے ہیں

سآوی الی جبل یعصمنی من الماء ۔ (هود ۔ ع ۴) ۔ یعنی حضرت نوح کے بیٹے نے (بجواب اس ارشاد باپ کے کہ تو کشتی میں سوار ہو جا) کہا تھا کہ میں پہاڑ کی طرف جگہ لوں گا جو مجھے پانی سے بچائے گا ۔

او آوی الی رکن شدید (هود ۔ ع ۷) ۔ یعنی حضرت لوط نے کہا کاش میں مضبوط رکن کی (قوم) کی طرف جگہ لیتا یعنی مجھے قوم پناہ دیتی ۔

اذ اوی الفتیة الی الکهف (کهف ۔ ع ۱) ۔ یعنی جب کہ نو جوانوں نے غار کی

طرف جگہ لی۔

فا ووا الی الکہف (کھف ع ۲) ۔یعنی انہوں نے کہا غار کی طرف جگہ پکڑو۔

اب اگر اس فقرہ عربی میں آوی کو باب ضرب مجرد سے قرار دیا جائے تو قریہ کو اس کا مفعول بلا واسطہ الی تسلیم کیا جائے، جیسا کہ مرزا نے اپنے اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء میں دو جگہ متن اور حاشیہ میں اور رسالہ دافع البلا میں بصفحہ ۵ سطر ۱۴ میں ضبط کیا ہے اور آوی کے الف پر اور قریۃ کی ت پر پڑی زبر کی حرکت دی ہے، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا نے (یا اس شخص نے جس کو مرزا اس کلام کا قائل اور آوی کا فاعل بتاوے، خود نبی یا اپنے ملہم معلم الملکوت کو بتاوے) اس قریہ میں جگہ لی اور پناہ پکڑی، اس صورت میں وہ قریہ جگہ لینے والے کو بچانے والا ہوا، نہ اس قریہ کو اور کوئی (خدا یا مرزا کا ملہم) بچانے والہ ہوا، جیسا کہ مرزا نے بیان کیا ہے۔اور قرآن مجید میں آوی مزید ان آیات میں استعمال ہوا ہے جس میں اس لفظ کے معنی جگہ دینے کے ہیں

آوی الیہ اخاہ۔ (یوسف۔ع ۶) حضرت یوسف نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی

آوی الیہ ابویہ۔ (یوسف۔ ع ۱۱)۔یوسف نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی

وآوینا ھما الی ربوۃ۔ (مومنون۔ ع ۳) ہم نے ابن مریم کو اور اس کی ماں کو اونچے مکان میں جگہ دی

توی الیک من تشاء (احزاب) اے رسول اپنی جس عورت کو چاہو اپنے پاس جگہ دو

وفصیلتہ التی تؤیہ ۔(معارج۔۱۳) ،اس کا قبیلہ جو اس کو جگہ دیتا تھا

الم یجدک یتیماً فآوی (الضحی) کیا اس نے تم کو یتیم نہ پایا تھا، پھر جگہ دی

اور اگر اس فقرہ عربی میں آوی کو باب افعال سے قرار دیا جائے اور مرزا اپنی ضبط حرکات ان الفاظ کو اپنی غلطی مان لے تو اس فقرہ کے معنی یہ ہوں گے کہ مرزا کے ملہم نے قریہ کو جگہ دی اور چونکہ قریہ خود ایک جگہ ہے لہذا اس کو جگہ دینے کے کوئی معنے نہیں۔ پھر جگہ دینے سے بچانے (یعنی محفوظ رکھنے) کے معنے مراد بتانا بناء فاسد علی الفاسد ہے۔اور اگر یہاں کوئی حذف وتقدیر ہے تو پھر اس فقرہ کا مطلب ہنوز مطلب در بطن شاعر کا مصداق بنتا ہے۔اس حذف وتقدیر پر کوئی قرینہ نہیں ہے اور نہ کوئی محاورہ قرآن یا عرب عرباء ایسا پایا جاتا ہے جس سے آوی القریتہ کا مطلب قریہ کو بچانا سمجھ میں آسکے۔

☆ پانچویں دلیل۔ دلائل اربعہ مذکورہ سے بڑھ کر اس خواب والہام کے جعلی اور دروغ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خاص قادیان میں طاعون واقع ہوگیا۔

قادیان میں طاعون واقع ہونے پر تین دلیلیں خارجی ہیں اور ایک داخلی جس سے مرزا کو انکار کرنے کی ذرہ بھر گنجائش نہیں۔ خارجی دلیلیں یہ ہیں۔

اول، سرکاری رپورٹیں۔ دوم، ملکی اخباروں کی مشتہرہ خبریں۔

سوم، میر واجد علی سکرٹری انجمن اسلامیہ ملتان کی فہرست جو ان کی کتاب صحیفۃ الولاء النظر الی دافع البلاء میں شائع ہوئی ہے۔اور اس میں ۳۴۔اشخاص کے نام درج ہیں جو قادیان میں طاعون سے ہلاک ہوئے۔

(میر واجد علی سکرٹری انجمن اسلامیہ ملتان نے مرزا صاحب کے رسالہ دافع البلاء تبصرہ کرتے ہوئے پر ایک کھلی چٹھی لکھی تھی جسے ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ سے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔میر صاحب لکھتے ہیں:۔

میرے ایک دیرینہ کرم فرما جو مرزائی ہوگئے ہیں رسالہ دافع البلاء میرے پاس بھیجا.جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں (مرزا) مسیح موعود ہوں، ابن مریم سے بدر جہا بہتر ہوں ...میں سچا شفیع ہوں، اہل بیت رسول سے بڑھ کر ہوں، میں ابن اللہ ہوں .میرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے .. مجھے برا کہنے کی وجہ سے خدا نے بطور سزا کے اس ملک میں طاعون بیجا ہے۔اس کا صحیح علاج یہ ہے مجھ پر اپنے ان کل فضائل واوصاف کے ساتھ ایمان لاؤ جو اس طرح مجھ پر ایمان نہ لائے گا مبتلائے طاعون ہو کر مر جائیگا ..اپنے برحق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تمام پنجاب میں طاعون پھیل گیا ہے قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہے مگر خاص قادیان اس سے پاک ہے اور ہمیشہ اس سے پاک رہے گا بلکہ جو طاعون زدہ قادیان میں آیا اچھا ہوگیا، جو آئے گا اچھا ہو جائے گا۔

میں نے مرزا صاحب کے ان دعاوی اور استدلال کو پڑھا اور جو میری رائے ہوئی میں نے نہایت نیک نیتی سے بذریعہ ایک خط اس دوست پر ظاہر کرنی چاہی۔انہیں جب علم ہوا کہ میری رائے مرزائی معتقدات اور تفہیمات کے خلاف ہے تو مجھے بہت کچھ ڈرایا اور دھمکایا کہ میں اپنی رائے ظاہر نہ کروں مگر میرے دیگر ہم خیال احباب نے اس بات پر زور دیا کہ

لا تلبسوا الحق با لبا طل و لا تکتموا الحق و انتم تعلمو ن

میرے مرزائی دوست فرماتے ہیں

. مناسب نہیں کہ آپ مرزا صاحب یا مرزا صاحب کے خدّام کا مقابلہ کریں۔جس وقت آپ

مقابلہ میں پھنس جائیں گے اس وقت آپ کے تماشائی یار سب چلتے بنیں گے کیونکہ یہ راستہ بڑا سخت ہے اور یہ (مرزا) وہ شخص ہے جو کہتا ہے کر دکھاتا ہے۔آپ اوپن لیٹر کو بند رکھیں اور اس راہ میں قدم مارنے کی جرأت نہ کریں۔

... اگر ان دوستو کا خیال ہے کہ میرے واسطے مرزا صاحب بددعا کریں گے اور اس سے مجھے کچھ نقصان پہنچے گا تو میں ان کے اس خیال پر افسوس کرتا ہوں وہ مہربانی کر کے بنظر انصاف میرا خط پڑھیں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس شخص کے یہ باطل دعاوی ہیں جو قرآن مجید اور حدیث پاک کی رو سے کفر تک پہنچ گئے ہیں وہ مستجاب الدعوات کس طرح ہو سکتا ہے؟ اگر ان دوستوں کا خیال ہے کہ مرزا صاحب یا ان کے حواری اپنے کسی خادم کو میری جان لینے کے واسطے تعینات کر دیں گے تو میں عرض کرتا ہوں کہ ان کا یہ خیال بھی غلط ہے، مرزا صاحب اس کیریکٹر کے آدمی نہ ہوں گے ..بفرض محال ایسا بھی ہو ..تو اگر میں کلمہ حق کہنے کے واسطے مارا بھی جاؤں گا تو میراث جدّی پاؤں گا ـ.. یا شائد یہ دھمکی مرزا صاحب کی تقلید میں ہو کیونکہ وہ بھی اس قسم کی دھمکیاں اپنے مخالفین کو دیا کرتے ہیں چنانچہ اسی رسالہ کے صفحہ ۱۴ میں مرزا صاحب نے مولوی احمد حسین امروہی کو اسی طرح دھمکایا ہے ...امروہہ بھی مسیح موعود کے محیط ہمت سے دور نہیں اس لئے اس مسیح کا کافر کش دم ضرور امروہہ تک بھی پہنچے گا۔لیکن حضرات کوئی معقول آدمی اس دم میں نہ آئے گا۔ یہ خالی خولی دم جھانسہ ہے ۔اس دم میں جس کا نام اس دم خم کے ساتھ کافر کش رکھا گیا ہے ،کوئی دم نہیں۔

بہر حال میں نہیں جانتا کہ ان کا مجھے ڈرانا اور دھمکانا کیا معنے رکھتا ہے؟ اصل یہ ہے کہ یوں تو شائد میں اس خط کو شائع نہ بھی کرتا،مگر ان کے اس دھمکانے اور ڈرانے نے مجھے شائع کرنے پر مجبور کر دیا کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے...

مرزا صاحب نے اپنے کل دعاوی کی تصدیق اس رسالہ میں اس بات پر رکھی ہے کہ قادیان میں کبھی طاعون نہ آئے گا اور جو میرا معتقد ہو گا وہ کبھی اس مرض سے نہ مرے گا۔مگر چونکہ قادیان میں طاعون آ گیا اور خاص قادیان اور دیگر مقامات میں بہتیرے مرزائی طاعون سے مر چکے جن کی فہرست اس خط کے ساتھ شامل ہے تو میرزائی دوست خود فیصلہ کر لیں کہ مرزا صاحب کہاں تک سچے رہے ۔اور جو سچا نہیں وہ کاذب ہے... خاکسار واجد علی ملتان ۔ ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸ مارچ ۱۹۰۴ء)

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ ان دلائل کے جواب میں بعض ہٹ دھرم حامیان

مرزا کہتے ہیں کہ یہ سب رپورٹیں و اخبار و فہرستیں غلط ہیں۔ جو لوگ قادیان میں مرے وہ طاعون سے نہیں مرے، ہیضہ یا بخار سے مرے ہیں۔ ہم ان ہٹ دھرموں سے بحث میں اپنے اوقات کو خراب کرنا نہیں چاہتے اور ان کے مقابلے میں چوتھی دلیل داخلی پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ

☆ (۴) خود مرزا صاحب نے مان لیا ہے کہ قادیان میں طاعون آیا اور آئندہ بھی آتا رہے گا مگر اس طاعون کا مخالف پیشگوئی اشتہار ۶۔ فروری ۱۸۹۸ء ہونا ان چار عذروں سے اٹھایا گیا ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور اگر قادیان میں مطلق طاعون نہ آتا اور آئندہ بھی اس کا کھٹکا نہ ہوتا تو مرزا بڑی ثابت قدمی سے کلی انکار کرتا اور سرکاری رپورٹوں اخباروں مشتہرہ فہرستوں کا مقابلہ صحیح سرکاری رپورٹوں اور صحیح شہادتوں اور محضر ناموں سے کرتا اور اخبار نویسوں کو ان کی غلط بیانی پر نوٹس دیتا (جیسا کہ ایک خبر متعلقہ خاص اپنی چار دیواری کے غلط چھپنے پر پیسہ اخبار کو نوٹس دیا تھا اور جب اس کا خلاف اس میں مشتہر ہوا تب پیسہ اخبار کو چھوڑا) اور مدعی پر فوجداری میں استغاثہ کرتا (جیسا کہ بعض اخبار نویسوں پر ادنی ادنی معاملات میں مریدوں کی آڑ میں اس کے بعض استغاثہ جاری ہیں۔ استغاثہ اور نالشوں میں تو اس کا کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا۔ بلکہ جو خرچ ہوتا ہے اس سے زیادہ چندہ آ جاتا ہے اور مقدمہ کرنا اس کی آمدنی کا ایک خاص ذریعہ بن جاتا ہے)۔ اس کا دعوی وقوع طاعون کے جواب میں کسی کو نوٹس نہ دینا، اور بالمقابلہ صحیح رپورٹیں اخبار میں شائع نہ کرنا، اور بجائے اس کے چار عذرات مذکورہ کو پیش کرنا، قطعی دلیل ہے کہ قادیان میں ضرور طاعون آیا۔ پھر ان لوگوں کا قادیان میں وقوع طاعون سے انکار کرنا بے شرمی نہیں تو کیا ہے؟

(قادیان میں طاعون کے ورود پر چند تحریریں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ جناب عبدالکریم مدرس عربی، ہائی سکول منٹگمری (حال ساہیوال، پنجاب) لکھتے ہیں

مرزا صاحب بخیال خود ملہم ہیں۔ منجملہ دوسرے الہاموں کے اس وقت قابل غور یہ الہام ہے وما کان اللّٰہ لیعذّ بھم وانت فیھم انہ آ وی القریۃ (دافع البلاء)

مرزا صاحب اس الہام کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔

اس تمام وحی سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔

اول یہ کہ طاعون اس لئے دنیا میں آئی کہ خدا کے مسیح موعود (یعنی مرزا) سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اس کو دکھ دیا گیا۔ دوسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی کہ

جب لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کر لیں گے اور کم سے کم یہ کہ شرارت اور ایذاء اور بدزبانی سے باز آئیں گے۔ (دافع البلاء)

طاعون کا سبب اگر صرف آپ کی مسیحیت کا انکار ہے اور فرو ہونا طاعون کا آپ کے دعویٰ مسیحیت پر موقوف ہے تو بہتر ہے کہ گورنمنٹ کو اطلاع دیں کہ ٹیکہ وغیرہ جو انسداد طاعون کیلئے ہے اس پر روپیہ ضائع نہ کرے۔

تیسری بات جو ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ بہرحال جب تک طاعون دنیا میں ہے گو ستّر برس تک دنیا میں رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔ (دافع البلاء ص ۱۰)

یہ مرزا جی کا ایسا صاف دعویٰ ہے جس کی ذرہ بھی تاویل نہیں ہوسکتی حالانکہ قادیان طاعون سے ایسا تباہ ہوا جو بمقابلہ گرد و نواح کے بہت بڑھ کر ہے۔ ہم ایک فہرست خاص باشندہ قادیان کی طرف سے ذیل میں درج کرتے ہیں جو انہوں نے طاعون کی حالت میں ہمارے پاس روانہ کی تھی۔ مگر وہ صاحب یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ تعداد اموات اسلئے کم ہے کہ شروع ہی میں سب مرزائی بھاگ گئے تھے۔ چنانچہ مرزا صاحب کا سکول بند ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے بعد بھی اموات ہوئی ہوں۔ وہ فہرست یہ ہے۔ ہندو ۱۰۰، مسلمان ۱۵، مرزائی ۵، چوہڑے ۲۵۔ ابھی تو دو سال کامل بھی نہیں گذرے۔ قادیان جس کو دار الامان سے مشہور کرتے تھے طاعون سے تباہ ہو گیا (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸ جون ۱۹۰۴ء ص ۶۔۷)

☆ قادیان میں طاعون۔ کے عنوان سے جناب احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنہ ہند میرٹھ لکھتے ہیں

دار الامان قادیان ...جس کی نسبت (مرزا کو) الہام ہو چکا ہے کہ جو یہاں آئے گا امن میں رہے گا۔ اب ...طاعون نے وہاں وہ اودھم مچا رکھی ہے کہ کچھ نہ پوچھئے۔ روزانہ بھیڑیا بن کر ۳۰۔۳۵ بھیڑوں کو اٹھا لے جاتا ہے... قادیان کی ننھی سی آبادی کل تین ہزار تھی، ایک صفر اس میں سے بھی غائب یعنی تین سو ہی رہ گئے۔ اسکول بند، بازار ویران اور سنسان ...مرزائی اخبار البدر نے بھی طاعون کی دست برد کو تسلیم کیا۔ آخر یہ کیا ہے؟ مفتری علی اللہ کی شامت اعمال ہے۔ ایک پاپی سارے ہندوستان کو لے ڈوبا۔ خدا تعالیٰ افتراء کا بیڑا غرق کرے۔ (شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ یکم مئی ۱۹۰۴ء ص ۱)

مرزا محمود احمد اپنے بچپن کی بات (جب کہ ان کے والد مرزا غلام احمد زندہ تھے) بتاتے ہیں۔

مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے چھوٹے تھے، ہمارے ایک مزارع کی بیوی حضرت خلیفۃ المسیح الاول (حکیم نور الدین) کے پاس علاج کیلئے آیا کرتی تھی۔ میں ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الاول

سے پڑھا کرتا تھا۔ وہ عورت بلا وجہ ہنستی چلی جاتی تھی اور بلا وجہ روتی چلی جاتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمانے لگے، آؤ میاں تمیں اس عورت کی بیماری بتائیں۔ یہ ہسٹیریا کا مرض ہے۔ قریب کے عرصہ میں جب طاعون پڑی تھی اس عورت کے دو تین رشتہ دار مر گئے تھے۔ آپ اسے مخاطب کر کے فرمانے لگے، بی بی اس طاعون میں کیا تیرا باپ مرا تھا؟ اس پر وہ قہقہہ مار کر ہنسنے لگی۔ جی میرا باپ طاعون سے مر گیا تھا۔ دوسرا شائد بھائی یا بیٹا تھا مجھے ٹھیک یاد نہیں رہا۔ اس کے متعلق جب سوال کیا گیا تو اس عورت نے پھر قہقہہ مار کر کہا کہ میرا بھائی یا بیٹا بھی طاعون میں مر گیا۔ تیسرے کے متعلق جب پوچھا تب بھی اس نے قہقہہ مار کر جواب دیا جی وہ بھی مر گیا۔ (خطبہ عید ۱۷ جولائی ۱۹۵۰ء پارک ہاؤس کوئٹہ۔ الفضل ربوہ۔ ۷ مارچ ۱۹۶۲ء)

اکبر شاہ نجیب آبادی نے حکیم نورالدین کی سوانح (مرقاۃ الیقین ۔ص ۱۲۹) میں لکھا ہے۔

اپریل ۱۹۰۷ء میں درس قبل مغرب اس میدان میں (نورالدین صاحب) فرش پر بیٹھے تھے جہاں اب دفتر بدر ہے اور اس کی مشرقی افتادہ زمین بوجہ طاعون بجائے مسجد کلاں وہاں ہوا تھا)

ان دلائل سے ثابت ہے کہ مرزا کا وہ خواب والہام محض کذب ہے۔ مرزا نے اپنے خیال میں تو اچھی بات بنائی تھی مگر خدا نے جھوٹی کر دی۔

☆ اور اس اشتہار کے فقرہ نمبر ۳ میں جو کچھ مرزا نے کہا ہے، سچ ہے، مگر وہ کلمۃ حق ارید بھا الباطل کا مصداق ہے۔ بے شک لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں اور گناہ بھی سزا بلاء طاعون کا ایک سبب و موجب ہے مگر مرزا نے جو گناہ مخلوقات کے اس فقرہ میں شمار کئے ہیں وہ دل سے ان گناہوں کو سبب و جالب طاعون نہیں جانتا، اور منہ سے جو کہتا ہے اس پر اعتقاد نہیں رکھتا، بلکہ وہ طاعون کا موجب و سبب خاص کر اس گناہ کو جانتا ہے کہ تمام دنیا کے مختلف مذاہب کے اشخاص اس کو مسیح موعود و مہدی مسعود و امام برحق نہیں مانتے۔ چنانچہ تحریر چہارم و پنجم و ششم و ہفتم میں اس نے اس خیال کا اظہار کیا ہے۔ اس اشتہار ۶۔ فروری ۱۸۹۸ء میں اور اس سے مابعد کے دو تین اشتہاروں میں اسلیئے اس نے کھول کر یہ سبب بیان نہیں کیا کہ یکایک اس سبب کو بیان کرنے سے لوگ اس کو پاگل کہیں گے اور کوئی بھی اس کے دام میں نہ آئے گا۔ مگر جب اس نے ان دو تین اشتہاروں میں عام گناہوں کا سبب طاعون ہونا بیان کر کے بعض لوگوں کو ڈرا لیا اور اپنی صداقت کا سکہ ان کے دلوں میں بزعم خود

جما لیا، تو پھر نفاق کا نقاب اٹھا کر اصلی خیال دلی کا اظہار کیا، اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ طاعون اس گناہ کی سزا ہے کہ لوگ مجھے مسیح موعود نہیں مانتے۔ مگر شرم وحیا وخوف خدا کو پیش نظر رکھ کر یہ نہ سوچا کہ اگر طاعون کی وجہ یہ ہے تو پھر وہ لوگ کیوں شکار طاعون ہوئے جو مجھ (مرزا) پر ایمان لا چکے تھے اور ان کے نام اخباروں اور میر واجد علی کی فہرست میں مشتہر ہو چکے ہیں اور خود مجھ (مرزا) کو ان کی موت کا علم وتسلیم ہے، تب ہی میں ان کی طرف سے عذرات اربعہ مذکورہ (بالا) صفحہ ۲۰ پیش کرتا ہوں۔ واضح رہے کہ وہ عذرات اس کے عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہیں، اس کا ثبوت عنقریب دیا جائے گا۔

☆ اس اشتہار کا فقرہ نمبر ۴ بھی حق ہے مگر وہ بھی کلمہ حق ارید بھا الباطل کا مصداق ہے۔ بظاہر تو اس میں توبہ واستغفار کو رافع ودافع طاعون کہا ہے مگر مرزا کے دل میں یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی توبہ کوئی استغفار کام نہ آئے گا جب تک وہ اسے مسیح موعود اور مہدی مسعود اور امام برحق تسلیم نہ کریں گے۔

منشی شمس الدین سکرٹری حمایت اسلام لاہور (جو فرقہ اہل سنت والجماعت کی اہلحدیث کمیونٹی کے ایک ممبر ہیں، اور اس خاکسار کے پرانے مجلسی وصحبتی ہیں، اور ہمارے حلقہ درس قرآن وحدیث کے سامع وقاری رہے ہیں) نے اس مضمون کا ایک اشتہار جاری کیا تھا کہ مسلمان ایک خاص وقت میں اپنے اپنے شہروں میں جمع ہوں اور سب مل کر نماز پڑھ کر عاجزی کے ساتھ توبہ و استغفار کے بعد اللہ سے دعا مانگیں۔ اللہ سے امید ہے کہ وہ بشہادت آیت امّن یّجیب المضطرّ اذا دعاہ و یکشف السّوء ان کی دعا قبول کرے گا اور اس بلاء کو رفع کر دیگا۔

منشی شمس الدین کی اس تجویز پر مرزا قادیانی نے بڑی شد ومد سے لے دے کی اور ان مسلمانوں کی جو اسے مسیح نہیں مانتے، کی دعا واستغفار ناقابل قبول اور مصداق آیت و ما دعاء الکافرین الّا فی ضلال (کافروں کی دعا یوں ہی جاتی ہے) ٹھہرائی۔ اور پھر یہ لن ترانی ہانکی کہ یہ طاعون ملک سے تب ہی دور ہوگا جب اسے مسیح موعود مانا جائے گا۔ چنانچہ صفحہ ۴ رسالہ دافع البلاء میں طاعون کے باب میں ڈاکٹری اور سرکاری تدبیر (ٹیکا) کا کچھ فائدہ اور کچھ نقصان بیان کیا ہے، پھر کہا ہے کہ

> مسلمان لوگ جیسا کہ میاں شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کے اشتہار سے سمجھا جاتا ہے (جس کو انہوں نے اپریل ۱۹۰۲ء میں شائع کیا ہے) اس بات پر زور

دیتے ہیں کہ تمام فرقے .... مسلمانوں کے، میدانوں میں جا کر اپنے اپنے طریق مذہب میں دعائیں کریں اور ایک ہی تاریخ میں اکھٹے ہو کر نماز پڑھیں تو اس سے طاعون دور ہو جائے گی ۔ (پھر اس تجویز پر پھبتیاں سنائی اور ہنسیاں اڑائی ہیں ۔ پھر سنی مسلمانوں کے بعد شیعوں کی خبر لی ہے پھر مسلمانوں کے بعد عیسائیوں ہندووں آریوں پر صفحہ ۷ میں لے دے کی ہے اور پھر بصفحہ ۱۱ کہا ہے) بالآخر میاں شمس الدین کو یاد رہے کہ آپ نے جو اشتہار میں آیت امّن یجیب المضطرّ لکھی ہے اور اس سے قبولیت دعا کی امید کی ہے، یہ امید صحیح نہیں ہے کیونکہ کلام الٰہی میں لفظ مضطرّ سے وہ ضرر یافتہ مراد ہیں جو محض ابتلاء کے طور پر ضرر یافتہ ہوں، نہ سزا کے طور پر ۔ لیکن جو لوگ سزا کے طور پر کسی ضرر کے تختہ مشق ہوں وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں ۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ کی دعائیں اس اضطرار کے وقت قبول کی جاتیں ۔ مگر ایسا نہیں ہوا اور خدا کے ہاتھ نے ان قوموں کو ہلاک کر دیا اور اگر میاں شمس الدین کہیں کہ پھر ان کے مناسب حال کون سی آیت ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت مناسب حال ہے کہ و ما دعاء الکافرین الا فی ضلال ۔

اس لے دے کے بعد مرزا نے لن ترانی ہانکی اور صفحہ ۱۲ رسالہ میں کہا ہے کہ چونکہ احتمال ہے کہ بعض غبی الطبع اس اشتہار کا اصل منشا سمجھنے میں غلطی کھائیں اس لئے ہم مکرراً اپنے فرض دعوت کا اظہار کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ طاعون جو ملک میں پھیل رہی ہے کسی اور سبب سے نہیں (اس لفظ کی طرف ناظرین توجہ کریں اور انصاف سے کہیں کہ اس سے تیسرے فقرہ اشتہار ٦ ۔ فروری ۱۸۹۸ء مرزا کی تکذیب ہوتی ہے اور یہ بات ثابت ہوتی ہے یا نہیں کہ اس فقرہ میں مرزا نے جو سبب طاعون تمام گناہوں کو قرار دیا ہے وہ دل سے نہیں کہا اور ہمارا ریمارک اس فقرہ پر حق ہے جس پر مرزا کے الفاظ ناطق ہیں ۔ محمد حسین) بلکہ ایک ہی سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں نے خدا کے اس موعود کو ماننے سے انکار کیا جو تمام نبیوں کی پیش گوئی کے موافق دنیا کے ساتویں ہزار میں ظاہر ہوا (یہ بھی محض جھوٹ ہے، یہ پیشگوئی کسی نبی نے نہیں کی ۔ جن مقامات کا مرزا نے کشتی نوح کے صفحہ ۵ کے حاشیہ میں حوالہ دیا ہے ان میں یہ پیشگوئی نہیں ہے ۔ اس کا ذکر مفصل عبارت کشتی نوح کے ذیل میں ہوگا ۔ محمد حسین) اور لوگوں نے نہ صرف انکار، بلکہ خدا کے مسیح کو گالیاں دیں، کافر کہا اور قتل کرنا چاہا، اور جو کچھ چاہا اسے کہا ۔

اسلئے خدا کی غیرت نے چاہا کہ ان کی شوخی اور بے ادبی پر تنبیہ نازل کرے اور خدا نے پاک نوشتوں میں خبر دی تھی کہ لوگوں کے انکار کی وجہ سے، ان دنوں میں جب مسیح ظاہر ہوگا، ملک میں سخت طاعون پڑے گی۔ سوائے عزیزو، اس کا بجز اس کے کوئی بھی علاج نہیں کہ اس مسیح کو سچے دل اور اخلاص سے قبول کرلیا جائے۔ یہ تو یقینی علاج ہے اور اس سے کمتر درجہ کا یہ علاج ہے کہ اس کے انکار سے منہ بند کرلیا جائے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت قریب آتا ہے کہ لوگ کہتے ہوئے کہ یا مسیح الحق عدوا ناً میری طرف دوڑیں گے یہ جو میں نے ذکر کیا ہے یہ خدا کا کلام ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ اے جو خلقت کیلئے مسیح کر کے بھیجا گیا ہے ہماری اس مہلک بیماری سے شفاعت کرو (ناظرین! یہ کلام خدا نہیں، کلام شیطان ہے اور جو معنے اس کے مرزا نے بتائے ہیں یہ عربی زبان و محاورہ کے معنے نہیں۔ یہ مرزا یا اس کے ملہم معلم الملکوت کے خانہ ساز معنی ہیں۔ محمد حسین) تم یقیناً سمجھو کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں۔ اے عیسائیو! مشنریو! اب ربّنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ اور اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے، کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔

اس عبارت سے صاف ثابت ہے کہ مرزا نے جو فقرہ چہارم اشتہار میں کہا ہے وہ دل سے نہیں کہا، منافقانہ کہا ہے۔ اور اس میں توبہ و استغفار سے اس کی مراد یہ ہے کہ اس کو مسیح مان لیا جائے۔ اس کو مسیح موعود ماننے کے بغیر ہزار نیکی کوئی کرے، گناہوں سے بچے، تو بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا اور نہ ہی طاعون رفع ہوگا۔

☆ مولانا بٹالوی، مرزا صاحب کے اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء پر بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ جب اصل اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء کے فقرہ فقرہ کا کذب ہونا ثابت ہوا تو اس کے فروعات پر بحث کرنے کی ضرورت نہ تھی مگر چونکہ ہمارا مقصود مغالطات مرزا کا اظہار ہے اور اس کے دیگر اشتہارات متعلقہ طاعون میں اشتہار اول سے بڑھ کر دروغ گوئیاں بھری ہوئی ہیں، لہذا ان پر بحث کرنیسے ہماری غرض (جس قدر اسکے کذب ظاہر ہوں اسی قدر ہدایت خلق اللہ متصور ہے) کی اور بھی تکمیل ہوتی ہے، لہذا ان پر بھی بحث کی جاتی ہے۔

☆ مرزا قادیانی کی دوسری تحریر، اس کا ایک صفحہ کا اشتہار ہے جو۲۲۔ اپریل ۱۸۹۸ء کو

جلسہ طاعون

کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس اشتہار میں نوٹس لینے کے لائق دو فقرے ہیں، جن پر ہم اپنی طرف سے نمبر لگا کر اس کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں۔

۱۔ چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ ایک جلسہ در بارہ ہدایات طاعون قادیان میں منعقد ہو اور اس جلسہ میں گورنمنٹ انگریزی کی ان ہدایتوں کے فوائد جو طاعون کے بارے میں اب تک شائع ہوئے ہیں، مع طبی اور شرعی ان فوائد کے، جو ان ہدایتوں کے مؤید ہیں، اپنی جماعت کو سمجھائی جائیں، اسلئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ ہماری جماعت کے احباب حتی الوسع کوشش کریں کہ وہ اس جلسہ میں عیدالاضحیٰ کے دن شامل ہوسکیں۔

۲۔ اصل امر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اس بات پر اطمینان نہیں ہے کہ ان ایام گرمی میں طاعون کا خاتمہ ہو جائے گا بلکہ جیسا کہ پہلے اشتہار میں شائع کیا گیا ہے دو جاڑوں تک سخت اندیشہ ہے۔ لہذا یہ وقت ٹھیک وہ وقت ہے کہ ہماری جماعت بنی نوع کی سچی ہمدردی اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی ہدایتوں کی دل و جان سے پیروی کر کے اپنی نیک ذاتی اور نیک عملی اور خیر اندیشی کا نمونہ دکھاوے۔

اس اشتہار سے مرزا قادیانی کا مقصود جھوٹ دھوکہ دیکر حکومت کو خوش کرنا اور اس جلسہ کے صلہ میں کوئی اعزازی خطاب پانا ہے، جس کی تمنا وہ صریح الفاظ سے کئی رسالوں میں کر چکا ہے، یا صرف خوشنودی مزاج کی کوئی چٹھی حاصل کرنا ہے۔ اس میں جو اس نے جھوٹ بول کر دھوکہ دیا ہے اس کا بیان اشتہار اول کے فقرہ اول کے متعلق ریمارک میں ہو چکا ہے کہ مرزا گورنمنٹ کی تدبیر سے دلی اتفاق نہیں رکھتا۔ وہ اس تدبیر سے دلی مخالفت رکھتا ہے، جس کا اظہار اس نے مواہب الرحمٰن میں کیا اور اس کے خلیفہ دوم محمد احسن امروہی نے صیانۃ الناس میں اس سے بڑھ کر اظہار مخالفت کیا ہے۔ یہاں اس اشتہار کے متعلق صرف یہ کہا جاتا ہے کہ جس غرض سے مرزا نے یہ اشتہار جاری کیا ہے اور اس کے مطابق جلسہ بھی منعقد کیا تھا وہ غرض اس کو حاصل نہ ہوئی۔ گورنمنٹ نے اس جلسہ کی وجہ سے مرزا کو کچھ نہ پوچھا۔ اس جلسہ کے متعلق کچھ لکھا تو شیخ رحمت اللہ سکرٹری یا کارکن جلسہ کے نام لکھا،

اور مرزا کا ارمان دل کا دل ہی میں رہ گیا۔

☆ اس اشتہار کے دوسرے فقرہ کے متعلق یہ کہنا ہے کہ اس میں طاعون کے خاتمہ کا دو جاڑوں تک انتظار کیا گیا۔ حالانکہ اشتہار سابق مشتہرہ ۶۔ فروری ۱۸۹۸ء میں دو جاڑوں تک اس کی آمد کا انتظار کیا گیا تھا۔ یہ خلاف بیانی بھی اس پیش گوئی کے کذب پر روشن دلیل ہے۔ صدق اللہ تعالی ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔

☆ مرزا قادیانی کی تیسری تحریر بھی اسکا ایک صفحہ کا اشتہار ہے جو ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء کو

طاعون

کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس اشتہار میں جو نوٹس ایبل فقرات میں سے دو ایک فقرے پہلے منقول ہو چکے ہیں اور ان کے متعلق ہمارے ریمارک بھی گذر چکے ہیں۔ یہاں چند مزید فقرات اپنی طرف سے نمبر لگا کر نقل کئے جاتے ہیں۔ لکھا ہے:۔

۱۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک شہر میں جس میں مثلاً دس لاکھ کی آبادی ہو، ایک بھی کامل راست باز ہوگا تب بھی یہ بلا اس شہر سے دفع کی جائے گی۔ پس اگر تم دیکھو کہ یہ بلا ایک شہر کو کھاتی جاتی ہے اور تباہ کرتی جاتی ہے، تو یقیناً سمجھو کہ اس شہر میں ایک بھی راست باز نہیں۔ معمولی درجہ کی طاعون یا کسی اور وبا کا آنا ایک معمولی بات ہے لیکن جب یہ بلا ایک کھا جانے والی آگ کی طرح کسی شہر میں اپنا منہ کھولے تو یقین کرو کہ وہ شہر کامل راست باز کے وجود سے خالی ہے۔

۲۔ دنیا ارضی اسباب کی طرف متوجہ ہے مگر جڑ اس مرض کی گناہ کا زہر ہے اور تریاقی وجود کی ہمسائیگی فائدہ بخش ہے۔ اللہ جل شانہ اپنے رسول کو قرآن شریف میں فرماتا ہے ما کان اللہ لیعذّبھم و انت فیھم یعنی خدا ایسا نہیں ہے کہ وباء وغیرہ سے ان لوگوں کو ہلاک کرے جن کے شہر میں تو رہتا ہو۔ پس چونکہ نبی علیہ السلام کامل راست باز تھا اس لئے لاکھوں کی جان کا وہ شفیع ہوگیا۔

یہی وجہ ہے کہ مکہ، جب تک آنحضرت ﷺ اس میں تشریف رکھتے تھے، امن کی جگہ رہا اور پھر جب مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کا اس وقت نام یثرب تھا جس کے معنی ہیں

ہلاک کرنے والہ، یعنی اس میں ہمیشہ سخت وبا پڑا کرتی تھی۔ آپ نے داخل ہوتے ہی فرمایا کہ اب اس کے بعد اس شہر کا نام یثرب نہ ہوگا، بلکہ مدینہ ہوگا، یعنی تمدن اور آبادی کی جگہ، اور فرمایا کہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ مدینہ کی وبا اس میں سے ہمیشہ کیلئے نکال دی گئی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اب تک مکہ اور مدینہ ہمیشہ طاعون سے پاک رہے۔

۳۔ میں اس خدائے کریم کا شکر کرتا ہوں کہ اسی آیت کے مطابق اس نے مجھے بھی الہام کیا اور وہ یہ ہے الامراض تشاع و النفوس تضاع انّ اللہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بانفسهم ۔ انه آوی القریة۔ یہ الہام ۲۶ فروی ۱۸۹۸ء میں شائع ہو چکا ہے (اصل الہام ۶ فروری ۱۸۹۸ء کا ہے۔ محمد حسین) اور یہ طاعون کے بارے میں ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ موتوں کے دن آنے والے ہیں مگر نیکی اور توبہ کرنے سے ٹل سکتے ہیں، اور خدا نے اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لیا ہے اور متفرق کئے جانے سے محفوظ رکھا ہے، یعنی بشرط توبہ۔

۴۔ اور براہین احمدیہ میں یہ الہام بھی درج ہے کہ ما کان اللہ لیعذ بهم و انت فیهم یہ خدا تعالی کی طرف سے برکتیں ہیں اور لوگوں کی نظر میں عجیب، اور یاد رہے کہ یہ ہماری تحریر محض نیک نیتی اور سچی ہم دردی کی راہ سے ہے۔ وما علی الرسول الّا البلاغ و السلام علی من اتّبع الهدی ۔

ان چار فقروں میں سے پہلے فقرہ میں مرزا نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے:۔

دس لاکھ اشخاص کے مسکن شہر میں ایک بھی راست باز ہوگا تو وہ شہر اس بلا سے بچا رہے گا، وہ شہر نہ بچا تو معلوم ہوگا کہ اس میں ایک بھی راست باز نہیں ہے۔

اس قاعدہ سے مرزا نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ راست باز نہیں، اس کا تمام سلسلہ دروغ کا سلسلہ ہے، کیونکہ قادیان میں دس لاکھ کی جگہ دس ہزار اشخاص بھی نہیں، بایں ہمہ وہاں طاعون آیا۔ جس کو مرزا نے چار عذرات پیش کرنے سے مان لیا۔ تو اس سے بحکم قاعدہ مذکور صاف ثابت ہوا کہ وہ راست باز نہیں۔ اس اعتراض سے بچنے کیلئے جو مرزا نے اس فقرہ میں یہ ڈھکوسلہ گھڑ لیا کہ

. معمولی درجہ کی طاعون یا کسی وبا کا آنا معمولی بات ہے۔ لیکن جب ایک بلا کھا جانے والی آگ کی طرح کسی شہر میں منہ کھولے تو یقین کرو کہ وہ شہر کامل راست

باز کے وجود سے خالی ہے ۔

یہ پرلے سرے کی ہٹ دھرمی ہے۔ یہ بات اصل الہام مندرجہ اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء کے چوتھے سال بنائی گئی جب کہ مرزائی پارٹی میں یہ بلا نازل ہوگئی اور یہ بات اخباروں میں مشتہر ہوگئی۔ اور اگر یہ بات پہلے سے ملہم کی مراد تھی تو پہلے وقت الہام آوی القریۃ کہنے کے ساتھ ہی کیوں نہ کھول کر کہدی۔ چار برس کے بعد اس کو پیش کرنا اس مثل مشہور کا مصداق ہے مشتے کہ بعد از جنگ یاد آئد برکلہ خود باید زد

مرزا قادیانی کو شرم وحیا سے کام لے کر یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس راست باز کی مثال میں اس نے فقرہ آئندہ میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے مسکن پاک مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ کو پیش کیا ہے۔ پھر کیا آنحضرت ﷺ کے مکہ معظّمہ میں رہنے کے وقت تک معمولی درجہ کا طاعون مکہ معظّمہ میں آیا؟ یا آنحضرت ﷺ کے تمام زمانہ حیات طیبہ میں کبھی مدینہ طیبہ میں معمولی طاعون نے قدم رکھا؟ اور چونکہ فقرہ آئندہ میں مرزا نے اپنے آپ کو بھی آنحضرت ﷺ کی نظیر بنایا (اور اس آیت قرآن کا جو آنحضرت ﷺ کے موجب امن ہونے کی بابت آپ ﷺ کے حق میں نازل ہوئی تھی اپنے آپ کو مورد نزول ٹھہرایا ہے) تو پھر چاہیے تھا کہ جب تک اس کا وجود بے جود قادیان میں رہتا، تب تک اس گاؤں میں معمولی درجہ کا طاعون بھی قدم نہ رکھتا۔

اس بات کو سوچ کر یا سن کر اس کو شرم نہ آوے، تو اس بات کو سوچ کر کچھ تو شرماوے کہ جن مقامات میں اس کے مخالف رہتے ہیں، یا وہ ان مقامات کو اچھا اور متبرک سمجھتے ہیں اور ان مقاموں کے طاعون سے محفوظ رہنے کی دعا کیلئے مرزا ان لوگوں کو چیلنج کرتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ اگر میرے مخالف سچے ہیں اور میں ان کے نزدیک جھوٹا ہوں، تو وہ ان مقامات کے بچ جانے کیلئے دعا کریں۔ اور پھر وہ قسم کھا کر اس مضمون کے اشتہار شائع کریں کہ وہ مقامات طاعون سے بچ جائیں گے ورنہ وہ اپنے کاذب ومفتری ہونے پر مہر لگادیں گے ۔کیا ان مقامات میں اس وقت تک بلحاظ مردم شماری قادیان سے بڑھ کر طاعون نے اثر کیا اور کھا جانے والی آگ کی طرح ان کو کھا لیا؟ نہیں تو پھر قادیان کو (جو بقول مرزا، اس کے رسول کا تخت گاہ ہے) ان مقامات پر کیا فوقیت رہی؟ اور آئندہ بھی اگر خدا نے ان مقامات میں کھا جانے والہ آگ کی طرح طاعون نہ بھیجا تو پھر بھی قادیان کی دم میں کون سے سرخاب کا پر لگ گیا اور اس کا مسکن وتخت گاہ رسول ابوالفضول ہونا کس کام آیا۔

(اس مقام پر حاشیہ میں مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ مرزا نے رسالہ دافع البلاء میں چند شہروں کے رہنے والوں یا ان کو متبرک جاننے والوں کو جن کے نام ذیل کے نقشہ میں درج ہیں اس مضمون کا چیلنج کیا ہے کہ قادیان کو میں نے شفاعت کر کے طاعون سے بچا لیا ہے تم لوگ مجھے جھوٹا اور اپنے آپ کو سچا جانتے ہو تو تم بھی ان مقامات کو شفاعت کر کے طاعون سے بچا لو اور قسمیہ اشتہار کے ذریعہ یہ بات مشتہر کرو کہ فلاں فلاں مقامات طاعون سے بچ جائیں گے ۔تم ایسا نہ کرو گے تو اپنے جھوٹے ہونے پر مہر لگا دو گے ۔

میرے علم وخیال میں اس احمقانہ چیلنج کا اس کو کسی شخص نے جواب نہیں دیا اور نہ ہی آئندہ امید ہے کہ کوئی صاحب مذہب وعقل وشرم ایسے بے ہودہ اور بے شرمی کے بھرے ہوئے چیلنج کو قبول کرے گا۔جن لوگوں کو اس نے اس چیلنج میں مخاطب کیا ہے وہ سب کے سب کسی نہ کسی مذہب کے پابند ومعتقد ہیں اور وہ اپنے اپنے مذہب کی ہدایت سے خدا تعالی پر تحکم نہیں کرتے اور کوئی حکم لگانے کی جرئت نہیں کرتے ۔ اور دنیا میں شرم وآبرو رکھتے ہیں، لہذا ایسی بات منہ سے نہیں کہہ سکتے جس کا وقوع ان کے اختیار میں نہ ہو۔مرزا چونکہ کسی مذہب کا معتقد نہیں اور اس کا اسلام کا دعوی صرف احمق مسلمانوں سے مال مارنے کیلئے اور روٹیاں کھانے کیلئے ہے، اور شرم وحیا دنیا کا نہ ہونا تو اس کے مذہب جدید کا، جو اس نے نکالا ہے، ایک جز یا لازمی امر ہے ۔ لہذا ایسا دعوی اسی کے منہ سے بار بار نکلتا اور سجتا ہے وہ اس چیلنج کے وقت یہ سمجھتا ہے کہ آخرت اور آخرت کے حساب اور جھوٹ وغیرہ گناہوں پر عذاب کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں ۔ رہا نتیجہ دنیا، سو اگر میرا دعوی سچا نکلا اور قادیان میں بحسب اتفاق طاعون نہ آیا، جیسا کہ بہت سے مقامات میں اس وقت تک نہیں آیا، تو میرے وارے نیارے ہیں۔اور اگر وہاں طاعون آ گیا اور میں خود شکار طاعون ہو گیا تو میرے مردہ کو کس نے کچھ کہنا ہے ۔کوئی ایسا کرے تو مجھے کیا، اور اگر میں بچ گیا اور میرے خاص کنبہ میں اور اخص خلفاء میں سے طاعون آ گیا تو پھر تاویل کا دروازہ میرے لئے کھلا ہے ۔

اس کا خیال ہے کہ عبد اللہ آتھم کے نہ مرنے کے وقت میں اپنے گروہ میں جھوٹا نہ ہوا، اور میں نے اپنی جماعت کو پھسلنے نہ دیا، سنبھال لیا، تو طاعون کے آنے پر ایسے سادہ لوحوں کو سنبھال لینا کیا مشکل ہوگا میرے پیروان کا ہیولہ ایسا قابل ہے کہ اس پر جو صورت یا رنگ میں چڑھاؤں، بآسانی چڑھ سکتا ہے۔اگر میرے کنبہ یا خاص کسی خلیفہ مثلاً خلیفہ اول مولوی حکیم نور دین یا خلیفہ دوم ملا محمد احسن امروہی یا خلیفہ سوم محمد علی خان کوٹلوی یا خلیفہ چہارم کریم بخش سیالکوٹی پر طاعون آیا تو میں پہلا عذر منجملہ عذرات اربعہ کردونگا اور کہوں گا کہ وہ میری چار دیواری میں نہ تھے، جس وقت ان کو طاعون نے پکڑا اس وقت وہ کہیں سیر گلشن کرنے کو یا پائخانہ پھرنے کیلئے باہر گئے ہوئے تھے کہ طاعون نے ان کو دبوچ لیا۔اس تاویل کو اگر کسی نے غلط ثابت کیا اور شواہد سے ثبوت بہم پہنچا دیا کہ وہ لوگ عین چار دیواری کے اندر طعمہ طاعون ہوئے ہیں، تو پھر میں دوسرا عذر پیش کرونگا اور یہ کہہ دونگا کہ وہ لوگ بظاہر میرے مرید وخلیفہ تھے مگر

درحقیقت وہ دل سے مرید نہ تھے اور در پردہ منافق تھے۔ اس تاویل کو بھی کسی نے رد کر دیا اور ان لوگوں کے اخلاص پر میرے ان الہامات و بشارات کو جو ان کے حق میں سنا چکا ہوں، پیش کیا یا بطور کرامت وخرق عادت کوئی مردہ ان میں سے بول اٹھا انا علی ملّۃ غلام احمد یعنی میں مرزا کے دین پر ہوں، تو پھر تیسرا عذر پیش کروں گا اور یہ کہہ دوں گا کہ یہ لوگ تعداد میں میرے مخالفوں کی نسبت نادر اور کم ہیں و النادر کالمعدوم ، اور اگر اس کو بھی کسی نے رد کیا اور سرکاری رپورٹوں کی رو سے میرے اموات طاعون زدہ کی جانب کثرت ثابت کر دی تو میں چوتھا عذر پیش کر دوں گا اور یہ کہوں گا کہ ان لوگوں پر طاعون وارد ہونے کی وجہ مخفی ہے اور وہ خدا ہی کو معلوم ہے۔

اور چونکہ یہ باتیں کسی اہل عقل سے جو کسی قدیمی مذہب کا بھی قائل ہو، سرزد ہونی ناممکن ہیں لہذا نہ کسی نے اس چیلنج کو قبول کیا نہ آئندہ کسی کے قبول کرنے کی امید ہے۔ ہم ذیل میں ان مقامات کے نام، معہ ان اشخاص یا اقوام کے جن کے نام چیلنج کیا گیا ہے، درج کرتے ہیں

بنارس میں آریہ ہنود کو۔ کلکتہ میں پادری وائیٹ بریخٹ و دیگر عیسائیان پنجاب و ہندوستان۔ دہلی میں شیخنا و شیخ الکل شمس العلماء سید محمد نذیر حسین مرحوم دہلوی اور خاکسار محمد حسین۔ لاہور میں منشی شمس الدین انجمن حمایت اسلام ومنشی الٰہی بخش اکونٹنٹ مدعی الہام بمقابلہ مرزا۔ بٹالہ میں عیسائیان بٹالہ و خاکسار۔ امرتسر میں ہندو سناتن دھرم، ومولوی غزنوی، وامرتسری۔ امروہہ میں مولوی احمد حسن۔ گولڑہ میں پیر مہر علی شاہ۔ نارووال میں عیسائیان)۔

☆ اس موضوع پر کچھ اور تحریریں بھی ہیں جیسا کہ مولانا احمد حسن شوکت مدیر شحنہ ہند میرٹھ، لکھتے ہیں

. مرزا جی کا دعوے ہے کہ طاعون میرے خروج کا آسمانی نشان ہے۔ جب مرزائی اس کی بھینٹ چڑھتے ہیں تو یہ نہیں کہا جاتا کہ ہم طاعون کی بھینٹ میں آ گئے تو کیا ہوا مخالفین بھی تو آ گئے، بلکہ حتی الوسع تو طاعون سے مرزائیوں کی ہلاکت کا انکار ہی کیا جاتا ہے۔ اور جب بھانڈا بالکل ہی پھوٹ جاتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ طاعون کی ایسی افراط و تفریط نہیں ہوئی جیسی مخالفوں میں۔ اور جب افراط و تفریط بھی ہوتی ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ جو مرزائی مرے وہ پکے مرزائی نہ تھے، منافق تھے نہ کہ مومن۔ چنانچہ مرزا جی نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ کوئی ایسا مرزائی طاعون سے ہلاک نہیں ہوا جس نے مجھے اچھی طرح پہچان لیا ہو۔

پس آسمانی نشان کا کوئی قصور نہیں بلکہ اندھوں کی آنکھوں کا قصور ہے اور چونکہ منافق مرزائی جو طاعون کا شکار ہوئے ان کا جہنمی ہونا ضروری ہے لہذا اب سب مرزائیوں کو جہنم میں جانے کیلئے کان جھڑجھڑا دینے چاہییں کیونکہ مرزا صاحب کے ملہم نے سچے مرزائیوں کے ماتھے پر ایمان کا ٹکہ نہیں لگایا کہ فلاں مومن ہے اور فلاں منافق۔ اب تو آسمانی نشان یہی ہے کہ طاعون سے جو مرزائی مر گیا وہ منافق

ہونے کے باعث جہنمی ہوا اور جو بچ رہا وہ پکا مرزائی ہے۔ یہ ہے آسمانی نشان جس کے طوفان میں مرزائی جہاز چل رہا ہے۔ (ضمیمہ شحنہ ہند۔۲۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ص ۵)

ایک دوسرے موقع پر احمد حسن شوکت لکھتے ہیں

. الحکم قادیان مطبوعہ ۱۰ جون ۱۹۰۴ء میں مرزا جی نے طاعون کے متعلق اپنے بعض مریدوں کو گورداسپور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا

. میں جانتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی تک کوئی ایسا آدمی طاعون سے نہیں مرا جس کو میں پہچانتا ہوں یا وہ مجھے پہچانتا ہے جو شناخت کا حق ہو۔

اس تقریر کا یہ مطلب ہوا کہ جن لوگوں نے مجھے جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے نہیں پہچانا یعنی جو لوگ مجھ پر ایمان نہیں لائے وہی طعمہ طاعون ہوئے۔

اس کی دو شقیں ہیں۔

اول درجہ پر وہ لوگ ہیں جو جانتے ہی نہیں کہ مرزا جی کون ہیں۔ نہ ان کو خبر ہے کہ قادیان ملک پنجاب میں کس نبی اور مسیح نے بروز اور خروج کیا ہے۔

دوسرے درجہ پر وہ مرزائی ہیں جنہوں نے بظاہر بیعت کی مگر جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے مرزا جی کو نہیں پہچانا۔ اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ جاہل اور سادہ لوح تھے کہ نبی اور غیر نبی میں تمیز نہ کر سکتے تھے اور دوسروں کی دیکھا دیکھی مرزائی ہو گئے تھے۔ خوب ہوا کہ طاعون انہیں ختم کر گیا ایسے لوگ دراصل منافق تھے اچھا ہوا خس کم جہاں پاک۔

مرزا جی کا مطلب یہ ہے جس قدر مرزائی مرے وہ حقیقی مرزائی نہ تھے اور جس قدر بچ رہے وہ خود غرض اور منافق ہی کیوں نہ ہوں سچے اور راسخ الاعتقاد مرزائی ہیں۔ تو گویا طاعون کچھ اور جھوٹے مریدوں کو چٹ کرنے آیا تھا کیونکہ مرزا صاحب نے یہ قید لگا دی ہے کہ مجھے انہوں نے ایسا نہیں پہچانا جو شناخت کا حق ہے۔

اب رہے وہ لوگ جو مرزا جی سے آشنا ہی نہیں، نہ ان کے نام سے واقف ہیں، وہ خارج اور مطلق العنان رہے۔ نہ طاعون ان کے لئے آیا۔ طاعون تو ڈائن بن کر پیاروں ہی کا صفایا کرنے آیا ہے اور چونکہ یہ جاہل خود غرض منافق تھے لہذا سب جہنمی ہوئے۔ انّ المنا فقین فی الدّرک الاسفل من النار۔ لو صاحبو! مرزائی بنو اور جہنم میں جاؤ۔ اور ابھی کیا معلوم ہے مرزائیوں میں کتنے جاہل خود غرض منافق بھرے پڑے ہیں کیونکہ طاعون تو مرزا صاحب کے ساتھ ہے۔ جب تک

وہ زندہ ہیں، طاعون کا دورہ بند نہیں ہوسکتا۔ پھر لاکھوں آدمی مرزا جی کو جیسے کچھ وہ بروزی اور موعود ہیں ایسا پہچانتے ہیں جیسا پہچاننے کا حق ہے وہ خود مرزا جی کے قول کے موافق طاعون سے محفوظ رہے اور آئندہ رہیں گے انشاء اللہ حق برزبان جاری۔ طاعون تو صرف مرزائیوں کے لئے آیا ہے جنہوں نے مرزا جی کو نہیں پہچانا کہ کتنے پانی میں ہیں۔

مرزا جی کہتے ہیں کہ جب قادیان میں طاعون پڑی ہوئی تھی تو ہم خدا کی قدرت کا عجیب نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ہمارے گھر کے ادھر ادھر سے چیخیں آرہی تھیں اور ہمارا گھر درمیان میں اس طرح تھا جیسے سمندر میں کشتی ہوتی ہے، اس نے محض اپنے فضل وکرم سے محفوظ رکھا۔

شہروں اور قصبوں میں ایسا واقعہ بہت سے گھروں میں ہوا ہے اردگرد کے لوگ طاعون سے ہلاک ہو گئے ہیں اور یہ گھر بالکل محفوظ رہے۔ مگر کیا ان گھروں میں بھی ایک ایک مسیح موعود تھا جس کی وجہ سے وہ محفوظ رہے۔ ہم خود اپنا تجربہ اور مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ میرٹھ شہر میں ہمارے گھر کے اطراف و جوانب قریب و بعید میں طاعون سے اموات کی ٹپکا ٹپکی لگی ہوئی تھی .... مگر ہمارا گھر جس میں بیس پچیس آدمی تھے سب محفوظ رہے اور کسی کا بال تک بیکا نہ ہوا۔ کیا ہم بھی مسیح موعود ہونے کا دعوی کر سکتے ہیں؟ استغفر اللہ۔

مرزا جی کہتے ہیں کہ اگر ہم مفتری علی اللہ ہوتے تو سب سے پہلے ہمیں پر طاعون آتا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر طاعون مرزا جی کے منکروں کی وجہ سے آیا ہے تو ہندوستان کے تیس کروڑ آدمیوں میں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا اور کوئی مرزائی جو مرزا پر ایمان لا چکا ہے، نہ مرتا۔ حالانکہ جس طرح اور لوگ مرے اسی طرح مرزائی بھی مرے۔ طاعون نے تو نہ اپنا دیکھا نہ پرایا سب پر جھاڑو پھیر دی۔ ایسی لغو باتیں بچوں کے پھسلانے کے لئے ہیں۔ (شحنہ ہند۔ ضمیمہ ۲۴ جون ۱۹۰۴ء ص ۴۔۶)

ایک تحریر میں جناب احمد حسن شوکت فرماتے ہیں

. مرزا صاحب بجز اپنے نفس اور اپنے مریدوں کے کسی کو زندہ دیکھنا نہیں چاہتے۔ جیسے مسیح مر گئے تمام انبیاء اور اولیاء اور شہداء خلاف فحوائے لا تحسبنّ الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً... مر گئے۔ ان کے تمام مخالفین اور منکرین موجودہ زمانے میں ان کے سامنے بذریعہ طاعون مر گئے اور مرنے کا لگا لگ رہا ہے اور ابھی کیا ہے ساری دنیا مرے گی مرزا جی اور ان کے مرید ہی زندہ رہیں گے

تعجب ہے کہ مرزا جی کے وہ مخالفین جو جعلی بروزیت ومہدیت کا دھڑ توڑ رہے ہیں مثلاً حضرت مہر علی شاہ مؤلف کتاب سیف چشتیائی وغیرہ، اور حضرت مولوی محمد حسین بٹالوی، اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ

جومرزا جی کے عنان درعنان حریف ہیں.... اورحضرت مولوی کرم الدین جنہوں نے مقدمہ فریب میں الہامات کی جڑ کاٹ دی اور حضرت مولوی ثناءاللہ امرتسری اڈیٹر و مالک اخبار اہل حدیث امرتسر جو مرزا جی کے بغلی گھونسے ہیں اور ہر طرح ان کو نچارہے ہیں، اورحضرت مولوی سید ابومحمد ڈاکٹر جمال الدین مالک نیومیڈیکل ہال صدر بازار پشاور جنہوں نے بروزیت کے ہوائی قلعہ کو اپنی ہر قسم کی اطاعت سے بذریعہ ضمیمہ شحنہ ہند اوڑا دیا اور حضرت مولوی امام الدین مدرس بورڈ اسکول گجرات، ان میں سے کسی کا بال بھی بیکا نہ ہو ۔ شحنہ ہند۔ضمیمہ۔یکم جولائی ۱۹۰۴ء۔ص ۳)

☆ دوسرے فقرہ میں جو مرزا نے قاعدہ بیان کیا ہے اسی قاعدہ کے حکم سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دعوی راست بازی اور الہام میں صادق نہیں ہے اور اس کا الہام ٦ فروری ۱۸۹۸ء محض ڈھکوسلہ ہے کیونکہ قادیان میں طاعون وارد ہو گیا اور مرزا نے اس کے جواب میں جو عذر کیا ہے اس کا جواب لا جواب دیا گیا ہے اور بخوبی ثابت کیا گیا ہے کہ وہ عذر اس کے پیش کردہ نظیر، وجود باجود حضرت رسالت اور آپ کے مسکن مکہ معظّمہ و مدینہ طیبہ کے حالات مسلمہ مرزا سے، جھوٹا ہو گیا اور عذر بدتر از گناہ ثابت ہوا۔

اس مقام میں اس قدر اور کہنا ضروری ہے کہ آیت وما کان اللہ لیعذّ بھم و انت فیھم و ما کان اللّٰہ معذّ بھم و ھم یستغفرو ن جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی تھی، میں دو باتوں سے ایک بات پر عذاب ٹل جانے کی بشارت دی گئی، ایک آپ ﷺ کا وجود مکہ میں رہنا، دوسری ان لوگوں کا استغفار توبہ کرنا۔ یہ نہیں کہ دونوں باتوں کے جمع ہونے (یعنی آنحضرت ﷺ کے مکہ میں رہنے اور ان لوگوں کے تائب ہو جانے) کی شرط سے عذاب ٹلنے کی بشارت دی ہو۔ اور واقعہ میں ایسا ہی ہوا۔ آنحضرت کے مکہ میں رہنے تک ان لوگوں نے توبہ نہ کی، اس لئے آنحضرت ﷺ نے مکہ سے ہجرت کی تھی۔ تب بھی صرف آنحضرت ﷺ کے وجود کی برکت سے مکہ سے عذاب ٹلا رہا۔

مرزا نے فقرہ سوم و چہارم میں اپنے خطاب میں اس آیت کے نزول کا دعوی کیا ہے اور اپنے وجود بے سود کے قادیان میں رہنے کے ساتھ توبہ کو بھی عذاب طاعون ٹل جانے کیلئے شرط ٹھہرا دیا ہے اور مثل مشہور دروغ گو را حافظہ نباشد کو اپنے اوپر سچا کر دکھایا ہے۔ اس کی مزید تفصیل فقرہ دوم و چہارم کے متعلق ریمارک میں ہوگی۔

☆ فقرہ سوم میں مرزا نے اپنے گاؤں (قادیان) کو تباہی سے بچانے کیلئے توبہ کو شرط

ٹھہرایا اور اس فقرہ کے اخیر میں لفظ شرط توبہ بڑھا دیا۔ اور فقرہ چہارم میں اس آیت کو جس میں بغیر شرط توبہ کے صرف وجود باجود آنحضرت ﷺ کے مکہ میں رہنے تک عذاب ٹلانیکا وعدہ دیا ہے، اپنے اوپر نازل بتایا ہے۔ اور یہ دونوں باہم متناقض امر ہیں۔ لہذا سچے خدا کی طرف سے یہ دونوں الہام نہیں ہو سکتے اگر مرزا کو آیت مذکورہ کا الہام ہوا جس میں عذاب ٹلانے کیلئے توبہ شرط نہیں ہے (جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے) تو دوسرا الہام (جس میں قادیان سے عذاب ٹل جانے کیلئے توبہ کی شرط لگائی گئی ہے) جھوٹ اور خدا پر افتراء ہے۔ اور اگر یہ الہام شرط توبہ والہ سچا اور خدا کی طرف سے ہے تو اس آیت مذکور کے الہام کا دعوی جھوٹ ہے۔ مرزا اگر ان دونوں متناقض الہاموں میں سے ایک کو جھوٹا ٹھہرا کر واپس نہ لے تو یہ دونوں ساقط الاعتبار ہوتے ہیں، اور دونوں کے دعوی میں مرزا کا جھوٹ ثابت ہوتا ہے۔

مرزا نے ٦ فروری ١٨٩٨ء کا اشتہار شائع کیا تو اس میں گو تمام دنیا سے طاعون ٹل جانے کیلئے توبہ کی شرط کو ذکر کیا مگر خاص قادیان کے بچاؤ کیلئے توبہ کی شرط نہیں لگائی اور نہ کسی اور اشتہار میں قادیان کے بچاؤ کیلئے شرط توبہ لگائی ہے اور نہ یہ شرط بحکم عقل صحیح ہوسکتی ہے کیونکہ اگر قادیان کا عذاب طاعون سے بچاؤ توبہ پر موقوف ہو تو اس میں مرزا کا ہونا، یا نہ ہونا مساوی ہوتے ہیں۔ توبہ سے تو ہر جگہ کو (مرزا کے مخالفین کی جائے رہائش یا محل تعظیم کیوں ہو نہ جیسے لاہور امرتسر بنارس بٹالہ نارووال وغیرہ) بچاؤ ہوسکتا ہے، تو پھر مرزا قادیانی کی شفاعت خاص قادیان کیلئے کس کام آتی ہے؟ اور اس کے وجود بے سود کے قادیان میں رہنے کا اثر کیا ظاہر ہوتا ہے؟ شفاعت اور وجود (نامسعود بے جود) کا اثر تو تب ہی مسلّم ہو جب کہ قادیان کے لوگ اپنے خیالات مخالفت پر رہیں اور محض مرزا کے وجود کی وجہ سے بچے رہیں۔

مرزا نے اشتہار ٦ فروری ١٨٩٨ء سے چوتھے سال ١٩٠١ء میں ڈھکوسلہ بنایا اور اپنے خیال میں وہ دور کی کوڑی لایا مگر اپنے پچھلے کئے کرائے کو باطل و بیکار کر دیا۔ قادیان کے ساتھ اس توبہ کی قید نے ثابت کر دیا کہ اس سے پہلے جو قادیان کو صرف مرزا کی شفاعت اور قادیان میں اس کے موجود ہونے کے سبب سے مطابق مضمون آیت مذکورہ وعدہ بچاؤ دیا گیا تھا، وہ محض دروغ تھا اور درحقیقت قادیان میں مرزا کا ہونا اور قادیان کے حق میں مرزا کی شفاعت کرنا کوئی اثر و اعتبار نہیں رکھتا۔

مرزا نے اپنے خیال میں تو یہ پانچواں عذر پیش گوئی جھوٹی ہونے کا نکالا تھا مگر

اس کو یہ نہ سوجھا کہ اس عذر نے اصل پیشگوئی کو جھوٹا کر دیا ہے۔ اس نے پیش بندی کرنے اور بات بنانے کی کوشش کی مگر اس توبہ کی قید لگانے اور نئی بات بنانے میں وہ چوپٹ گرا۔

بالجملہ اس اشتہار کا فقرہ سوم وفقرہ چہارم آپس میں بھی متخالف ومتناقض ہیں، اور فقرہ سوم کی شرط توبہ اس کے پہلے الہام متعلق طاعون کے بھی مخالف ومتناقض ہے، اور عقل کے بھی مخالف۔ اور اس کا ان الہامات میں تناقض اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ الہامات رحمانی نہیں، شیطانی القاء ہیں۔

☆ مرزا کی چوتھی تحریر اس کا وہ چار صفحہ کا اشتہار ہے جسے

الطاعون

کے عنوان سے پانچ زبانوں (انگریزی اردو فارسی عربی پشتو) میں شائع فرمایا گیا ہے اور اس میں صرف اردو کو انجمن فرقانیہ لاہور نے پبلک کے فائدے کیلئے مشتہر کیا ہے۔

اس اشتہار کی تاریخ اشاعت اس پرچہ اشتہار مشتہرہ انجمن فرقانیہ پر (جو ہم کو ملا ہے) درج نہیں۔ مگر اس کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اشتہار ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء کے بعد اور رسالہ دافع البلاء کے پہلے شائع ہوا ہے۔ کیونکہ اشتہار ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء میں طاعون کے قریب پہنچنے کی خبر دی گئی ہے اور اس اشتہار میں طاعون کے آنگنوں میں اتر آنے اور صحنوں میں داخل ہو جانے کی خبر دی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی اس میں پیش گوئی کی گئی ہے کہ وہ ہر شہر میں داخل ہوگی، جس کے واقعہ ہونے کی خبر رسالہ دافع البلاء میں دی گئی ہے۔

اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ

طاعون کے ہمیشہ سے چار ہی سبب ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور ابتداء فطرت سے خدا کی سنت اس طرح جاری ہے۔

پہلا سبب یہ ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کی خوشنودی چھوڑ کر فسق و بدکاری و گناہ گاری اختیار کر لیتے ہیں۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ لوگ احکام سلطنت کی اطاعت چھوڑ کر خلاف ورزی میں لگ جاتے ہیں۔

تیسرا سبب یہ کہ امام وقت کو (جو صدی کے سرے پر خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہو)

قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں اور اس کی تکفیر اور ایذاء کے درپے ہو جاتے ہیں۔

چوتھا سبب یہ کہ لوگ آپس میں رحم کرنا چھوڑ دیں اور کیڑوں مکوڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کھانے لگ جاتے۔

ان چار اسباب میں سے چونکہ مرزا نے زیادہ تر دوسرے سبب کے بیان پر زور دیا ہے اور لوگوں کو اس سبب کے دور کرنے کی بہت تاکید کی ہے اور بذات خود اس سبب کا دلیری کے ساتھ ارتکاب کیا ہے لہذا اس سبب کے بیان کو اور اس کو دور کرنے کی تاکید کو مرزا کے الفاظ سے بہ تفصیل نقل کیا جاتا ہے۔ وہ صفحہ اول اشتہار میں کہتا ہے

دوسرا، جب لوگ ان اولی الامروں کی بے فرمانی کرتے ہیں جو مصلحت الٰہی سے انہیں دیئے جاتے ہیں اور رعیت کے انبار غلہ کیلئے بجائے مہر کے ہوتے ہیں، اور رعایا مفسد اور باغی بن جاتی ہے، اور اطاعت کی رسی اتار ڈالتی ہے، اور معروف باتوں اور جائز امروں میں ان کی مدد نہیں کرتی۔ اور ان کی نسبت بدگمانی کرتی اور لڑائی اور مقابلہ کر کے ان کے معاملات کو درہم برہم کرتی ہے، اور وفاداروں اور سعادت مندوں کی طرح ان سے ادب سے پیش نہیں آتی، اور اس کے حکموں کو نہیں مانتی، اور خدا کے جوڑے ہوئے کو کاٹنا چاہتے اور دفع کرتے ہیں اس شئے کو جسے خدا بڑی بھاری حکمت سے لایا ہے۔

پھر تیسرے اور چوتھے سبب کا مختصر بیان کر کے صفحہ دو تین اور چار میں لکھتا ہے

اور خدا اور اپنے بادشاہوں کی اطاعت کرو اور فساد نہ کرو اور حکام کے حکموں اور فیصلوں اور پروانوں وغیرہ میں ان کی مخالفت نہ کرو اور ان کی رضا کے خلاف ایک قدم بھی آگے پیچھے نہ کرو اور جب ان کی طرف سے کوئی حکم آوے تو فوراً حاضر ہو جاؤ اور ان کے بلانے پر سست اور ہار کھائے ہوئے نہ بنو اور ان کے قانونوں کی خلاف ورزی نہ کرو اور ان کی توہین نہ کرو اور جب کوئی خدمت تمہیں سپرد کی جائے تو بہت جلد حکم مانو اور اس کے پورا کرنے کی سعی کرو۔ خواہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھنا پڑے اور جاہلوں کی طرح عذر نہ تراشو اور کمینہ لوگوں کی طرف انکار نہ کرو اور خوب سمجھ لو کہ سلامتی حکموں کے قبول کرنے میں ملامت نافرمانی اور جھگڑے میں ہے۔ اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں سلطنت برطانیہ کا عہد بخشا اور اس کے ذریعے سے بڑی

بڑی مہربانیاں اور فضل ہم پر کیئے۔ ہم نے اس سلطنت کے آنے سے انواع اقسام کی نعمتیں پائیں، ہماری قوم نے علم اور تہذیب سیکھی، اور بہائم کی زندگی سے انہیں نکلنا نصیب ہوا۔ اور حیوانی جذبوں سے نکل کر انسانی کمالات پر پہنچنا میسر آیا۔ سو ہمیں اس گورنمنٹ کے طفیل امید اور فکر سے بڑھ کر امن و امان ملا۔ اب ہم زمین پر گائیوں کی طرح نہیں بلکہ باردار اونٹنیوں کی مانند بڑے وقار اور سہولت سے سفر کرتے ہیں اور ہمیں ڈاکوؤں اور بدذات دشمنوں کا کچھ بھی ڈر نہیں ہوتا، اور ہم رات کے پہلے حصہ میں اکیلے بلاخوف وخطر سفر کرتے ہیں، اور ریل گاڑی کے چلنے سے اونٹنیوں قافلوں اور گھوڑوں کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اب مناسب ہے کہ اپنی نیتوں کو درست کرو اور اس سلطنت کی نسبت نیک گمان رکھو، اور صاف دلی اور پاک نیت سے اس کے حضور حاضر ہو۔ اور زمین میں باغیوں کی طرح فساد مچانے اور شریروں کی طرح بھاگے بھاگے نہ پھرو، اور خوب سمجھ لو کہ اس سلطنت نے تمہیں ایذاء دینے سے ظالموں کے ہاتھ بند کر دیئے۔ اور تم سوتے تھے اور اس نے تمہیں جگایا، اور تمہارے سفر اور حضر میں تمہاری پوری پوری نگہبانی کی، اور جب تم کہیں کار روزگار کرنے اور معاش کی تلاش میں جاتے ہو اور پھر وطن کو واپس آتے ہو، دونوں صورتوں میں گورنمنٹ کی طرف سے تم پر محافظ مقرر ہیں، اور اس نے تمہاری آبرو اور مال کی خوب نگہداشت کی، اور صحت میں اور بیماری میں تمہاری خبر گیری کی، اور تمہیں امن بخشا، جس کے سبب سے تم دولت اور مال میں ترقی کر گئے اور یہ سلطنت ہر میدان میں تمہاری مدد کو کھڑی ہوئی ہے اور تمہارے یاروں دوستوں اور مکانوں کی نسبت خوب سلوک کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ تمہاری پناہ اور جائے امن ہے اب تم پر اس کے احسان کے حقوق ثابت ہیں۔ اور اس نے تمہیں ڈاکوؤں اور چوروں سے بچایا اور تمہارے مال وعیال کی نسبت نگہبانی کا حق ادا کر دیا اور اس کی مہربانی تمہاری عمروں کی درازی کا سبب ہوئی اور اس سے تمہیں ایسی عافیت ملی جو تباہ اور برباد کرنے والی نہیں، اور تمہیں پرلے درجہ کی رفاہیت حاصل ہوئی اور اس نے تمہیں دکھوں دردوں کی خوفناک جگہوں سے بچایا اور اپنے فضل وکرم کی حمایت اور پناہ میں لیا، اب یہ حال ہے کہ دشمنوں کے ناخن بے داد کی تم تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ سو مناسب کہ اس گورنمنٹ کے شکر کے ادا کرنے اور ذکر تذکرہ میں گونگے اور

بے ہوش نہ بن جاؤ۔ اس لئے کہ احسان کا بدلہ احسان ہے اور شکر سے غفلت کرنا کفران ہے، اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سلطنت تمہارے لئے بڑا امن بخش تعویذ ہے اور اس ہوتے کسی خود پوش مددگار کی ہمیں ضرورت نہیں، اور حقیقت میں ساری حمدیں اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں ایسا قیصر عطا فرمایا جو ہمارے حال کی خبر گیری اور پرداخت میں کوئی قصور اور کوتاہی نہیں کرتا، اور کوشش کرتا ہے کہ ہمیں پستی سے باہر لائے۔ اس نے ہمارا دین ہمیں پھر دیا۔ بعد اس کے کہ مذہب اپنے مکان سے اکھڑ چکا تھا۔ اور اسی نے قیصرہ ہند اور قیصر کو اس کا مامن بنایا۔ سو یہ رحمان کی رحمت اور منان کی منت ہے اور اگر بندہ نزول نعمت کے وقت خدا کا شکر نہ کرے تو بلا اس پر نازل ہوتی ہے۔ سو اس میں شک نہیں کہ انہیں گناہوں کے سبب سے طاعون نے تمہارے شہروں میں ڈیرے جما دیئے ہیں اب بہت جلد طاعت کی طرف قدم اٹھاؤ اور اپنے تئیں گناہوں سے بچاؤ اور اگر تم میری بات پر عمل کرو گے تو مجھے امید ہے کہ یہ درد وستم تم سے دور ہو جائیں گے اور آرام چین ترقی کرے گا۔ اب جواب دو کہ تمہاری رائے کیا ہے؟ مانتے ہو یا انکار کرتے ہو؟ اور طاعون کا علاج بجز پرہیز گاری اور گڑگڑانے اور دعا کے نہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ وہ تمہیں ہلاک کرنے کو تمہارے آنگنوں میں اتری ہے اور تمہارے فنا کرنے کو تمہارے صحنوں میں داخل ہوگئی ہے، اور کس قدر تمہارے باپ اور بیٹے اس کا شکار ہو گئے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ یہ مرض کہیں ہر شہر میں داخل نہ ہو جائے اور ہر بیشہ میں راہ نہ پا جائے۔ پھر وہاں کے درندوں اور ہرنوں سب کو کھا جائے، اور چراگاہوں اور پانیوں کو بالکل کھا جائے اور پی جائے۔ سو نیکوکاریوں میں لگ جاؤ اور صدقات خیرات نکالو اور محتاجوں کو دو۔ قسم بخدا مجھے امید ہے کہ خدا تعالی ان لوگوں کو طاعون سے بچالے گا جو میرا کہا مانیں گے۔ سو تم عیش پسندوں کی پوشاک بدن سے اتار پھینکو اور سونے والوں کی غفلت سے الگ ہو جاؤ اور راکعین وقائمین سے مل کر نمازیں پڑھو اور صبر وصلوۃ اور صدقات خیرات سے مدد لو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تمہیں ہر طرح کے دکھ درد سے محفوظ رکھے گا اور تم گمراہی کو چھوڑ کر خدا کا رحم دیکھ لو گے، اور میں نے تمہیں اسی طرح کہہ دیا جس طرح ملہم کہا کرتے ہیں۔ سو تم جان لو گے۔

☆ اس اشتہار میں جو یہ دعوی کیا ہے کہ طاعون کے زمانہ قدیم سے چار ہی سبب ہوتے چلے آئے ہیں، دروغ گوئی اور دھوکہ دہی ہے۔ اس سبب سے اگر ہم تفصیلی بحث کریں اور تاریخی واقعات سے بتا دیں کہ احکام سلطنت اور امام وقت کی خلاف ورزی سے اسلام کے تیرہ سو برسوں میں بھی کبھی طاعون نہیں آیا تو بہت طوالت ہوتی ہے، جس کی چنداں ضرورت بھی نہیں۔ اس مقام میں اس دعوی کے دروغ ہونے کیلئے یہی کہنا کافی ہے کہ مرزا نے پہلے اشتہار میں طاعون کے یہ چار سبب بیان نہیں کئے۔ اس میں صرف سبب اول کو طاعون کا موجب قرار دیا ہے۔ اور تحریر پنجم رسالہ دافع البلاء میں اس کو اڑا کر اس کی جگہ صرف سبب سوم (مرزا کو مسیح موعود نہ ماننا) کو موجب طاعون قرار دیا ہے (چنانچہ اصل عبارت رسالہ مذکور عنقریب آتی ہے)۔ دونوں اشتہار اول و پنجم اس دروغگوئی پر روشن دلائل ہیں۔ اس اشتہار میں جو سبب اول (صدقہ وخیرات ونماز وعبادات اختیار کرنا) طاعون کے دور ہونے کا بتایا ہے یہ بھی اس کی تحریر پنجم کے مخالف ومتناقض ہے، اس میں کہا ہے کہ مسلمانوں کا دعا واستدعاء کرنا و ما دعاء الکافرین الا فی ضلال کا مصداق ہے اور طاعون کا علاج صرف مرزا کو مسیح موعود مان لینا ہے۔ حالانکہ یہ علاج تمام مرزائی پارٹی کے عمل میں ہے پھر بھی ان میں طاعون جاری ہے، جس کیلئے مرزا اور مرزائیوں کے عذرات بدتر از گناہ مشتہر ہو رہے ہیں۔

☆ دافع البلاء کا تجزیہ

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ طاعون سے متعلق پانچویں تحریر مرزا قادیانی کا چوبیس صفحہ کا رسالہ دافع البلاء ہے جس کے بعض فقرات وحوالہ جات سابقاً نقل ہو چکے ہیں۔ اس رسالہ میں مرزا نے دروغگوئی سے احمقوں کو باور کرا دیا ہے کہ اسے مسیح موعود نہ ماننا طاعون آنے کا سبب ہے اور اسے مسیح ماننے کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں۔

اس رسالہ کے خاص مضامین اس کے پانچ دعاوی ہیں جن پر ہم اپنی طرف سے نمبر لگا کر بعض کو بعینہ اس کے الفاظ سے اور بعض کو بالمعنے و بالاختصار نقل کرتے ہیں۔

☆ نمبر اول۔ اس کے پہلے صفحہ میں طاعون کا ملک میں پھیل جانا بیان کر کے اس کی

تدبیر رفع اور علاج کی بابت ڈاکٹروں کی یہ رائے بیان کی ہے کہ مکانات کو صاف رکھیں اور ٹیکہ لگوائیں۔

(پھر اس کے صفحہ ۲ میں صفائی ٹیکہ کی نسبت اپنا خیال ظاہر کیا اور یہ کہا ہے) یہ دانش مند ڈاکٹروں اور طبیبوں کی رائے ہے جس کو ہم نہ تو ایک کافی اور مستقل علاج کے رنگ میں سمجھتے ہیں اور نہ محض بے فائدہ قرار دیتے ہیں۔ کافی اور مستقل علاج اس لئے نہیں سمجھتے کہ تجربہ بتلا رہا ہے کہ بعض لوگ باہر نکلنے سے بھی مرے ہیں اور بعض صفائی کا التزام رکھتے رکھتے بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور بعض نے بڑی امید سے ٹیکا لگوایا اور پھر قبر میں جا پڑے۔ پس کون کہہ سکتا ہے یا کون ہمیں تسلی دے سکتا ہے کہ یہ تمام تدبیریں کافی علاج ہیں۔ بلکہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ گو یہ تمام طریقے کسی حد تک مفید ہیں لیکن یہ ایسی تدبیر نہیں ہے جسکو طاعون کو ملک سے دفع کرنے کیلئے پوری کامیابی کہہ سکیں۔ اسی طرح یہ تدبیریں محض بے فائدہ بھی نہیں ہیں، کیونکہ جہاں جہاں خدا کی مرضی ہے وہاں وہاں اس کا فائدہ بھی محسوس ہو رہا ہے۔ مگر وہ فائدہ کچھ بہت خوشی کے لائق نہیں مثلاً گو سچ ہے اگر مثلاً سو آدمی نے ٹیکا لگوایا ہے اور دوسرے اسی قدر لوگوں نے ٹیکا نہیں لگوایا ہے، تو جنہوں نے ٹیکا نہیں لگوایا، ان میں سے موتیں زیادہ پائی گئیں اور ٹیکا لگوانے والوں میں کم۔ بہر حال یہ طریقے جو ڈاکٹری طور پر اختیار کئے گئے ہیں، نہ تو کافی اور پورے تسلی بخش ہیں، اور نہ محض نکمے اور بے فائدہ ہیں۔ اور چونکہ طاعون جلد جلد ملک کو کھاتی جاتی ہے اس لئے بنی نوع کی ہمدردی اسی میں ہے کہ کسی اور طریق کو سوچا جائے جو اس تباہی سے بچا سکے۔

☆ نمبر دوم۔ پھر اس کے صفحہ ۳ میں اس کے علاج کی بابت مسلمانوں کا خیال منشی شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام سے وہ نقل کیا ہے جو سابقاً نقل ہو چکا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سب مسلمان مل کر نماز پڑھ کر دعا مانگیں۔ پھر صفحہ ۴ میں عیسائیوں کا یہ خیال پادری وائٹ بریخٹ سے نقل کیا ہے کہ تمام لوگ مسیح کو خدا مان لیں۔ اور ہندوان آریہ کا یہ خیال نقل کیا ہے کہ تمام لوگ وید کو کلام الٰہی مان لیں۔ اور ہندوان سناتن دھرم کا یہ خیال نقل کیا ہے کہ لوگ گاؤ کشی چھوڑ دیں۔ پھر صفحہ ۵ میں ان سب خیالات کا دعاوی بلا دلیل اور پارٹی فیلنگ (اپنی اپنی جماعت کے خیالات) پر مبنی ہونا

بیان کر کے اپنے خیال کا (کہ تمام لوگ اسکو مسیح موعود مان لیں گے تو طاعون دور ہو گا) مدلل ہونا اور پارٹی فیلنگ پر مبنی نہ ہونا بیان کیا ہے۔اور کہا ہے ،

اب اے ناظرین (صفحہ ۵) خود سوچ لو کہ اس قدر متفرق اقوال اور دعاوی سے کس قول کو دنیا کے آگے صریح اور بدیہی طور پر فروغ ہوسکتا ہے۔ یہ تمام اعتقادی امور ہیں اور اس نازک وقت میں جب تک کہ دنیا ان عقائد کا فیصلہ کرے خود دنیا کا فیصلہ ہو جائے گا۔اس لئے وہ بات قبول کے لائق ہے جو جلد تر سمجھ میں آ سکتی ہے اور جو اپنے ساتھ کوئی ثبوت رکھتی ہے ۔سو میں وہ بات مع ثبوت پیش کرتا ہوں ۔ چار سال ہوئے ہیں کہ میں نے ایک پیشگوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے اور میں نے اس ملک میں طاعون کے درخت دیکھے ہیں، جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں ۔ اگر لوگ توبہ کریں تو یہ مرض دو جاڑہ سے بڑھ نہیں سکتی خدا اس کو رفع کر دے گا۔مگر بجائے توبہ کے مجھ کو گالیاں دی گئیں اور سخت بدزبانی کے اشتہار شائع کئے۔جس کا نتیجہ طاعون کی یہ حالت ہے جو اب دیکھ رہے ہو۔ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی ہے اس کی عبارت یہ ہے ان اللہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بانفسھم انہ اوی القریۃ یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہے یعنی جب تک لوگ وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا (آوی عربی لفظ جس کے معنی تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جا بجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں، یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے ۔پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہوگی۔اسی کی تشریح یہ دوسرا الہام کرتا ہے کہ لو لا الاکرام لھلک المقام ۔یعنی اگر مجھے اس سلسلہ کی عزت ملحوظ نہ ہوتی، تو میں قادیان کو بھی ہلاک کر دیتا۔اس الہام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں ۔ ا۔اول یہ کہ کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذ و نادر طور پر ہو جائے جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فرار و انتشار نہ ہو، کیونکہ شاذ و نادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔۲۔ دوسرے یہ کہ

یہ امر ضروری ہے کہ جن دیہات اور شہروں میں بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش اور شریر اور ظالم اور بدچلن اور مفسد اور اس سلسلہ کے خطرناک دشمن رہتے ہیں، ان کے شہروں میں یا دیہات میں ضرور بربادی بخش طاعون پھوٹ پڑے گی، یہاں تک کہ لوگ بے حواس ہوکر ہر طرف بھاگیں گے۔ ہم نے آوی کا لفظ جہاں تک وسیع ہے اس کے مطابق یہ معنی کر دیئے ہیں اور ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی۔ جو گاؤں کو ویران کرنے والی اور کھا جانے والی ہوتی ہے، مگر اس کے مقابل پر دوسرے شہروں اور دیہات میں جو ظالم اور مفسد ہیں، ضرور ہولناک صورتیں پیدا ہوں گی، تمام دنیا میں ایک قادیان ہے جس کے لئے یہ وعدہ ہوا فالحمد للہ علی ذالک۔ حاشیہ از مرزا قادیانی) تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔ اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہو گئے۔ یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے۔ بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا، وہ بھی اچھا ہو گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت ہوگا کہ جو باتیں آج سے چار برس پہلے کہی گئی تھیں وہ پوری ہو گئیں، بلکہ طاعون کی خبر آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں بھی دی گئی ہے (آج سے دس برس پہلے ایک سبز اشتہار میں جو میری طرف سے شائع ہوا تھا طاعون کی خبر دی گئی تھی اور وہ یہ ہے اصنع الفلک با عیننا و وحینا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم یعنی ایک کشتی میرے حکم سے اور میری آنکھوں کے روبرو بنا، جو آنے والی مری سے بچائے گی، جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ مجھے بیعت کرتے ہیں، یہ تیرا ہاتھ نہیں بلکہ میرا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر رکھا جاتا ہے۔ اور اسی کلام الٰہی کا ایک فقرہ براہین احمدیہ میں بطور پیشگوئی موجود ہے اور وہ یہ ہے و لا تخاطبنی فی الّذین ظلموا انّھم مغرقون یعنی جو لوگ ظلم اور سرکشی اور بدکاری کرتے ہیں اور نافرمانی سے باز نہیں آتے میرے آگے ان کی کچھ شفاعت نہ کر کیونکہ وہ غرق کئے جائیں گے۔ حاشیہ از مرزا) اور یہ علم غیب بجز خدا کے کسی اور کی طاقت میں نہیں۔ پس اس بیماری کے دفع کیلئے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں۔ اگر میری طرف سے بھی بغیر کسی دلیل کے صرف دعوی ہوتا ہے جیسا کہ میاں شمس

الدین سکرٹری حمایت اسلام لاہور نے اپنے اشتہار میں یا پادری وایٹ بریخٹ صاحب نے اپنے اشتہار میں کیا ہے تو میں بھی ان کی طرح ایک فضول گو ٹھہرتا، لیکن میری وہ باتیں ہیں جن کو میں نے قبل از وقت بیان کیا اور آج وہ پوری ہوگئیں۔

اس کے بعد مرزا نے دافع البلاء کے صفحہ ۱۰ میں کہا ہے کہ

جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گی، گوستّر برس تک رہے، قادیان کو خدا تعالی اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا، کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

☆ مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ نمبر اول میں جو کچھ مرزا نے کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ طاعون کا علاج ٹیکہ وغیرہ، بھی اچھا ہے، محض نکما اور برا نہیں ہے، مگر یہ پورا اطمینان بخش اور کافی نہیں ہے۔ تاہم مرزا نے نہ اس علاج کو برا کہا ہے نہ خطرناک وخوفناک قرار دیا ہے، اور نہ اس سے لوگوں کو منع کیا ہے۔، اس بات کو ناظرین بخوبی یاد رکھیں کیونکہ اس سے مرزا کی ساتویں تحریر (رسالہ مواہب الرحمٰن) کا دعوی،

ٹیکہ لگوانے کا میں نے خلاف کیا اور اس سے لوگوں کو منع کیا اور اس کو فضول ونکما قرار دیا تب وہ مفید نہ رہا، نکما ہوگیا.

جھوٹ ہونا ثابت ہوگا۔

اس نمبر اول پر ہم اس سے زیادہ کوئی ریمارک کرنا نہیں چاہتے۔

☆ نمبر دوم میں پہلا اور دوسرا جھوٹ قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ چار سال ہوئے خواب میں طاعون کے درخت لگتے دیکھ کر ہر شہر اور گاؤں میں طاعون کے وارد ہونے کی خبر دے کر اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر لوگ توبہ کریں تو یہ مرض دو جاڑہ سے نہیں بڑھ سکتا۔

اس میں ایک جھوٹ تو ہر شہر و گاؤں کے ذکر کا دعوی ہے۔ اس نے کسی اشتہار میں اس سے پہلے ہر شہر و گاؤں کا ذکر نہیں کیا۔ پہلے اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء میں صرف مختلف مقامات میں طاعون آنے کا ذکر کیا، اور مختلف مقامات کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ ہر شہر و گاؤں میں طاعون آئے گا۔

پھر چوتھے اشتہار میں جو ۱۹۰۱ء کے بعد شائع کیا ہے، ہر شہر میں طاعون آنے کا ڈر و اندیشہ ظاہر کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ یہ مرض کہیں ہر شہر میں داخل ہو جائے ۔کوئی قطعی خبر نہیں دی کہ ضرور داخل ہو جائے گی۔ اور یہ ڈر بھی چوتھے سال (جب دیکھا کہ

طاعون پھیلتا جا رہا ہے) سنایا۔

غرض کسی اشتہار میں جو دافع البلاء سے چار سال یا تین سال یا دو سال پہلے شائع کیا ہو، اس نے ہر شہر و گاؤں میں طاعون آنے کا دعوی نہیں کیا۔

مرزا اس دعوی میں کہ اس نے . چار سال پہلے ہر شہر و گاؤں میں طاعون آنے کی خبر دی تھی، سچا ہے تو کوئی اشتہار اس مضمون کا دکھا دے تو اس کے صلہ میں، میں اس کا مقابلہ چھوڑ دونگا۔ ورنہ وہ اپنے دروغ گو ہونے کا اقرار کر لے۔

☆ دوسرا جھوٹ اس کا یہ دعوی ہے کہ اس نے اس اشتہار میں یہ کہہ دیا تھا کہ لوگ توبہ کرینگے تو یہ مرض دو جاڑہ سے بڑھ نہیں سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ۶ فروری ۱۸۹۸ء میں دو جاڑے طاعون آنے کی ابتدائی میعاد بتائی ہے، نہ توبہ سے اٹھ جانے کی اور آخری میعاد۔ پھر اشتہار ۲۲۔اپریل ۱۸۹۸ء میں اشتہار اول کے برخلاف دو جاڑے طاعون رہنے کی میعاد بتائی ہے۔ یہ اس نے کسی اشتہار میں نہیں کہا کہ لوگ توبہ کریں گے تو یہ مرض دو جاڑے سے بڑھ نہیں سکتا۔ مرزا اپنے کسی اشتہار میں یہ فقرہ دکھا دے تو مجھ سے وہی انعام (ترک مقابلہ جس کے برابر اس کے لئے کوئی نعمت نہیں ہے) لے، ورنہ اپنے دروغ گو ہونے کا اقرار کر لے۔

☆ تیسرا جھوٹ اس کا یہ دعوی کرنا ہے کہ اس نے وحی یعنی الہام عربی اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء سے یہ کہہ دیا تھا کہ جب تک لوگ خدا کے مامور اور مرسل کو مان نہ لیں، تب تک طاعون دور نہ ہوگی۔

یہ بات نہ اس نے اشتہار اول میں کہی، نہ دوسرے میں، نہ تیسرے میں۔ اور نہ اس عربی الہام میں کسی رسول ابوالفضول اور اس کی اطاعت یا بیعت کا ذکر یا اشارہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ چار سال تک تو وہ ہر ایک اشتہار میں یہی کہتا چلا آیا کہ یہ طاعون گناہوں کے سبب آیا ہے، اور توبہ کرنے سے ٹل سکتا ہے۔ ان گناہوں کی تفصیل زنا چوری و مال مردم خوری و غیرہ سے کی ہے، اور توبہ کی تمثیل میں بھی نماز، دعا، صدقہ وغیرہ تمام حسنات کی صورتیں بیان کی ہیں۔ چار سال کے بعد یعنی ۱۹۰۱ء کے بعد چوتھے اشتہار میں صرف اس قدر ذکر کیا کہ امام وقت کو نہ ماننا اور ایذاء پہنچانا بھی منجملہ چار اسباب طاعون کے ایک سبب ہے۔ پھر اس پر بھی زیادہ زور نہیں دیا جیسا کہ گورنمنٹ کی اطاعت کی ترغیب پر زور دیا تھا۔ اب پانچویں

سال اور پانچویں تحریر (رسالہ دافع البلاء) میں یہ دعوی کر دیا کہ میں تو اس عربی الہام وحی الٰہی سے یہی کہتا چلا آیا ہوں کہ لوگ خدا کے مامور ومرسل کو مانیں گے تب طاعون دور ہوگی۔ مرزا اس دعوی میں سچا ہے تو ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۱ء تک کے اشتہاروں میں سے اس دعوی کا متضمن ایک اشتہار بتا دے اور مجھ سے وہی انعام (ترک مقابلہ) پاوے۔ اس نے ایسا اشتہار کوئی نہ بتایا اور ہرگز نہ بتا سکے گا تو گویا اس نے اپنا دروغ گو ہونا مان لیا۔

☆ چوتھا جھوٹ مرزا کا یہ دعوی ہے کہ قادیان طاعون سے پاک ہے اور وہ ستر برس تک اس سے محفوظ رہیں گے۔ اس جھوٹ کو ظاہر کرنے کیلئے خدا تعالی نے (جو جھوٹوں کو ہمیشہ روسیاہ اور ذلیل کرتا ہے ولو بعد حین) مرزا کے اس دعوی کے تھوڑے دنوں کے بعد قادیان میں طاعون کو بھیج دیا، جس پر مرزا کو اس روسیاہی مٹانے کیلئے اشاعت دافع البلاء کے چھٹے مہینے اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کشتی نوح تیار کرنی پڑی اور اس میں طاعون زدہ موضع قادیان ومرزائیان بیرونجات کی طرف سے عذرات اربعہ مذکورہ سابق پیش کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور مرزا کو چونکہ اپنی دروغ گوئی کا پورا یقین تھا اور یہ معلوم تھا کہ قادیان میں ایک دن طاعون ضرور آئے گی لہذا ان عذرات کی پٹری تو اس نے رسالہ دافع البلاء کے حاشیہ صفحہ ۵ میں جما دی تھی، اور یہ ایک بات اس میں لکھ دی تھی کہ قادیان میں طاعون آیا تو وہ طاعون جارف (یعنی تمام گاؤں میں جھاڑو پھیرنے والا جس سے لوگ جا جا بھاگتے پھریں گے اور کتوں کی طرح مریں گے) نہ ہوگا۔ مگر اس حاشیہ لکھنے کے وقت اس کو شرم نہ آئی کہ یہ تاویل طاعون کے چار برس بعد ۱۹۰۲ء میں اس کے خیال میں آئی۔ چار برس تک (۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۱ تک) یہ تاویل نہ اس کو سوجھی، نہ اس کے ملہم سے بن پڑی۔ چار برس کے بعد اس کو پیش کرنا مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید کا نمونہ ہوگا اور اس کو کوئی بھی اہل عقل وحیا قبول نہ کریگا۔ اور نہ یہ بات ان دونوں (قادیانی اور اس کے الہام کرنے والے کو) سوجھی کہ ایسا جارف اور تباہی بخش طاعون قادیان کے سوا اور مواضع (خصوصاً ان مقامات میں جن میں مرزا کے مخالف رہتے ہیں یا ان مقامات کو وہ اچھا و متبرک سمجھتے ہیں، اور ان کی دعا محفوظیت کا مرزا ان کو چیلنج کر چکا ہے)، کہاں آئی ہے؟ پھر چار برس بعد اس ڈھکوسلہ کو گھڑنے سے فائدہ ہی کیا ہوگا اور قادیان کے حق میں مرزا کی سفارش کا اور الہام کے اشتہار کا کیا فائدہ ظاہر ہوگا۔

☆ مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ پانچواں جھوٹ مرزا قادیانی یہ کہنا ہے کہ طاعون کی خبر آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں دی گئی تھی۔

مرزا قادیانی نے اس مقام میں براہین احمدیہ کا صفحہ نہیں بتایا مگر کشتی نوح کے صفحہ۴ میں براہین کا صفحہ ۵۱۸ و ۵۱۹ بتایا ہے۔ ہم نے براہین کے صفحہ ۵۱۸۔ اور ۵۱۹ کو جو دیکھا تو اس میں طاعون کا نام ونشان پایا نہیں جاتا۔

صفحہ ۵۱۸ براہین میں یہ الہام ہے جو آیات قرآن میں سرقہ کر کے بنایا گیا

و با لحقّ انزلناہ و با لحق نزل۔ یا اھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبیّن لکم علی فترۃ من الرّسل ان تقولوا ما جاء نا من بشیر و نذیر فقد جاء کم بشیر و نذیر۔

اور صفحہ ۵۱۹ براہین میں قرآن مجید کی آیات چرا کر یہ الہامات بنائے گئے ہیں

و کنتم علی شفا حفرۃ مّن النّار فا نقذ کم منھا۔

و لو لا ان تصیبھم مصیبۃ بما قدّ مت اید یھم

فیقولوا ربّنا لولا ارسلت الینا رسولا۔

ان تمام الہاموں میں طاعون کا دعوی یا اشارہ نہیں ہے۔

شاید مرزا قادیانی یہ کہہ دے کہ ان الہامات میں جو لفظ نذیر اور لفظ مصیبت وارد ہے وہ طاعون کی طرف اشارہ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ کا ترجمہ مرزا نے براہین کے صفحہ ۵۳۲ و ۵۴۳ میں کیا تو ان سے یہ طاعون مراد نہیں بتائی، بلکہ ان سے وہ معنے مراد بتائی جو آنحضرت ﷺ کے وقت میں پورے ہو چکے۔ یعنی نذیر سے آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک اور مصیبت سے وہ عذاب جو آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے نازل ہوتا۔

اور اگر ان الفاظ سے طاعون مراد تھا تو، تو نے براہین احمدیہ میں اس کا اظہار کیوں نہ کیا؟ براہین کو جانے دو، اس سے برسوں بعد تو نے ۱۸۹۸ء میں طاعون کی پیشگوئی کی اور اس میں وہ الہام گھڑ کر درج کیا جو اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء کے ذریعہ مشتہر کیا ہے۔ اگر اس الہام براہین میں تجھے طاعون کی خبر دی گئی تھی تو، تو نے اس کا ذکر اس پیشگوئی ۱۸۹۸ء میں کیوں نہ کیا؟ اور اس بیس برس کے گھڑے گھڑائے الہام سے کام کیوں نہ لیا؟

اگر تیرے خیال میں اس وقت الہام براہین میں طاعون کا ذکر یا اشارہ مراد ہوتا،

تو اس کے ذکر و بیان کا موقعہ وہ تھا جب کہ اس الہام کو تو نے براہین میں درج کیا،

زیادہ سے زیادہ اس کے بیان میں توقف کیا تھا تو آخر ۱۸۹۸ء میں (جب طاعون کے متعلق پیشگوئی کی تھی) اس کا مناسب موقع تھا۔

پیش گوئی کے چار برس بعد ۱۹۰۲ء کا موقع قطعاً مناسب نہ تھا۔

☆ چھٹا جھوٹ مرزا کا حاشیہ میں یہ کہنا ہے کہ آج سے دس برس پہلے میں سبز اشتہار میں طاعون کی خبر دے چکا ہوں۔

اس کا کذب بھی اس بیان سے ثابت ہے جو کذب پنجم کا ثبوت و بیان ہے۔ اس من گھڑت الہام میں اصنع الفلک سے طاعون سے بچانے والی کشتی مراد ہے تو، تو نے اس سبز اشتہار میں کیوں اس کا اظہار نہ کیا؟ اس وقت تجھے یا تیرے ملہم کو نسیان و ذہول ہو گیا تھا تو ۱۸۹۸ء کی پیش گوئی میں اس کا ذکر کرتا۔ اس اشتہار سے دس برس کے بعد یا پیشگوئی ۱۸۹۸ء سے چار برس کے بعد اس کو طاعون کی پیشگوئی بنانا اپنی دروغ گوئی پر مہر لگانا ہے۔

☆ ساتواں جھوٹ مرزا کا یہ دعوی اسی حاشیہ میں ہے کہ براہین احمدیہ میں پیشگوئی ولا تخاطبنی فی الّذین ظلموا میں بھی طاعون مراد ہے۔ اس کے دروغ ہونے میں بیان بالا کے علاوہ ایک یہ دلیل بھی ہے کہ لا تخاطبنی نہی ہے اور نہی از قسم انشاء ہوتی ہے۔ لہذا اس کو پیشگوئی کہنا، دروغگوئی کے ساتھ ایک حماقت کا بھی اقرار کرنا ہے کیونکہ پیشگوئی از قسم اخبار ہوتی ہے نہ از قسم انشاء۔

مرزا کو چاہیے کہ پہلے براہین احمدیہ سے وہ پیشگوئی نقل کرے جس کے متعلق یہ نہی وارد ہوئی تھی، پھر اس امر کا ثبوت پیش کرے کہ اس پیشگوئی میں کب اور کس تحریر میں اس نے طاعون مراد بتائی تھی، پھر اس طاعون کے متعلق اس نہی کو بتا دے۔ ورنہ شرم اور حیا سے کام لے کر اپنی دروغ گوئی کا اقرار کرے۔

☆ آٹھواں جھوٹ مرزا کا یہ کہنا ہے کہ بس اس بیماری کے دفع کیلئے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے، وہ یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں۔

مرزا نے یہ جھوٹ دوبارہ بولا ہے لہذا ہم کو بھی دوبارہ لکھنا پڑا کہ یہ محض کذب ہے۔ خدا تعالی نے کہیں نہیں فرمایا اور یہ حکم نہ قرآن میں آیا ہے نہ حدیث میں۔ یہ حکم شیطانی ہے اور اس کا موجد صرف مرزا کا دل و دماغ ہے۔ مرزا کے ماننے والوں کو بھی اس حکم کی

تعمیل، ان کے اعتقاد کے رو سے بھی اس وقت جائز ہوتی ہے جب کہ پہلے الہام ۶ فروری ۱۸۹۸ء کو تراش کرنے کے وقت ان کو یہ کہا جاتا کہ اس طاعون کا سبب مرزا کو نہ ماننا ہے، اور جو شخص مرزا کو مان لے گا وہ اس طاعون سے محفوظ رہے گا، یا مرزا کو مان لینے کے بعد اس کا طاعون رفع ہو جائے گا۔ یہ بات اس نے پہلے الہام کی اشاعت کے وقت نہ کہی۔ نہ کبھی تین سال تک اس کے بعد کہی۔ چار سال کے بعد ۱۹۰۲ء میں کہی ہے تو اس کا مان لینا ان لوگوں کیلئے بھی سخت حماقت کا اقرار کرنا اور آنکھیں بند کر کے کنویں میں گر جانا ہے۔

☆ نواں جھوٹ اس کا یہ کہنا ہے کہ میری طرف سے بھی بغیر کسی دلیل کے صرف دعوی ہی ہوتا، جیسا کہ میاں شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے اشتہار میں یا پادری وایٹ بریخٹ نے اپنے اشتہار میں کہا ہے، تو میں ان کی طرح ایک فضول گو ٹھہرتا۔

اس میں دو جھوٹ ہیں۔ ایک منشی شمس الدین کے دعوی کو بلا دلیل کہنا۔ یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جس کا جھوٹ ہونا مرزا کے پہلے تمام اشتہارات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ منشی شمس الدین نے یہی کہا تھا کہ طاعون وغیرہ مصیبتیں گناہوں کے سبب نازل ہوتی ہیں، مسلمان توبہ استغفار کریں گے تو امید ہے کہ بلا ٹل جائے گی۔ اور یہ بعینہ وہی بات ہے جو مرزا کے ہر ایک اشتہار میں موجود ہے۔ پھر منشی شمس الدین کے دعوی کو بلا دلیل اور ان کو فضول گو ٹھہرانا دروغ گوئی نہیں تو اور کیا ہے۔ قطع نظر اس اعتراف وشہادت مرزا کے قرآن کریم خود اس امر پر گواہ ہے کہ مصائب گناہوں کے سبب نازل ہوتے ہیں اور استغفار اور توبہ سے ٹل جاتے ہیں۔ دوسرا جھوٹ مرزا کا یہ کہنا ہے کہ میرا دعوی عیسائیوں اور مسلمانوں کی طرح بے دلیل نہیں ہے۔ ناظرین کو بیان سابق سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ مرزا اپنے دعوی پر کوئی صحیح دلیل نہیں لایا، جو کچھ اس نے کہا غلط کہا ہے، پھر اس کا اوروں کو فضول گو کہنا اور اپنے آپ کو فضول گوئی سے بری ٹھہرانا سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

☆ دسواں جھوٹ مرزا کا یہ کہنا ہے کہ یہ میری وہ باتیں ہیں جن کو میں نے قبل از وقت بیان کیا اور آج پوری ہو گئیں۔ مرزا نے یہ جھوٹ دوبارہ بولا ہے لہذا ہم کو بھی دوبارہ اس کا جھوٹ ظاہر کرنا پڑا۔ ہم نے بیان سابق میں آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر کر دیا کہ مرزا نے اس پیش گوئی سے چار سال گذرنے سے پہلے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ جو کہا، پیچھے کہا اور اس میں سے بھی خدا تعالی نے اس کو جھوٹا کر دیا۔

اس مقام پر مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے دعوی نمبر ایک اور دو میں دس جھوٹ ثابت ہوگئے ہیں۔ ان میں سے دو مکررات کو نکال دو، تو آٹھ رہ جاتے ہیں۔ ان (دس یا آٹھ کذب) میں سے ایک کا بھی کذب نہ ہونا مرزا صاحب ثابت کردیں تو ہم اس کے مقابلہ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ وہ نقد انعام چاہے تو نقد بھی (جو وہ ہماری حیثیت کے مطابق تجویز کریں) ہم دینے کو حاضر ہیں۔ ہماری بات مرزا صاحب جیسی فضول گوئی ولاف زنی نہیں ہے بلکہ ہم سچے دل سے اور حلفیہ وعدہ انعام کرتے ہیں۔

☆ **دعوی نمبر سوم:۔**

دروغ گوئی نمبر دوم کے بعد مرزا نے ایک اور عربی الہام گھڑ کر پیش کیا ہے جس میں کہا ہے کہ میں خدا کیلئے بمنزلہ اولاد ہوں، میں اس سے ہوں اور وہ مجھ سے ہے۔ پھر اس الہام کے نتائج وفوائد بیان کرتا ہوا وہ صفحہ ۹ میں کہتا ہے

(۲) دوسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جب کہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کرینگے اور کم سے کم یہ کہ شرارت اور ایذاء اور بدزبانی سے باز آجائیں گے، کیونکہ براہین احمدیہ میں خدا تعالی فرماتا ہے کہ میں آخری دنوں میں طاعون بھیجوں گا تا کہ ان خبیثوں اور شریروں کا منہ بند کردوں جو میرے رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ محض انکار اس بات کا موجب نہیں ہوتا کہ ایک رسول کے انکار سے دنیا میں کوئی تباہی بھیجی جائے بلکہ اگر لوگ شرافت اور تہذیب سے خدا کے رسولوں کا انکار کریں اور دست درازی اور بدزبانی نہ کریں تو ان کی سزا قیامت میں مقرر ہے اور جس قدر دنیا میں رسولوں کی حمایت میں مری بھیجی گئی ہے وہ محض انکار سے نہیں بلکہ شرارتوں کی سزا ہے۔ اسی طرح اب بھی جب لوگ بدزبانی اور ظلم اور تعدی اور اپنی خباثتوں سے باز آجائیں گے اور شریفانہ برتاؤ ان میں پیدا ہوگا تب یہ تنبیہ اٹھالے جائیں گے۔

اس نمبر میں مرزا نے جو الہام گھڑا ہے اس پر پوری بحث کرنے کا یہ محل نہیں اور اس میں جو کفر کیا ہے اس پر ہمارا ریمارک ہو چکا ہے اور جو اس سے دوسرا نتیجہ نکالا ہے اس میں وہ سہ بارہ جھوٹ بولا جس کا جواب دو دفعہ ہم دے چکے ہیں کہ محض دروغ ہے۔ براہین

احمدیہ میں کہیں طاعون کا ذکر نہیں اور نہ مرزا کو مان لینے اور برا نہ کہنے پر طاعون کے دور ہو جانے کا وعدہ ہے، مرزا سچا اور کچھ شرم و غیرت رکھتا ہے تو براہین احمدیہ کی وہ عبارت نقل کرے اور اس کا صفحہ بتاوے جس میں خدا کا یہ قول پایا جاتا ہے۔

مرزا کا یہ کہنا کہ براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے، کسی مسخرے کے اس شعر کا مضمون ہے

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا
الا یا ایھا الساقی ادر کاساً و ناولھا

خدا تعالیٰ کا ارشاد اور اس کا مصدر یا مورد براہین؟ لا حول و لا قوۃ الا باللہ

اس مقام میں جو مرزا نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ رسولوں کو ایذا رسانی اور ان کے حق میں بدزبانی پر خدا تعالیٰ طاعون بھیجتا ہے، یہ ایک اور جھوٹ و افتراء ہے۔ کیا آنحضرت ﷺ کے حق میں مشرکین مکہ نے کچھ کم بدزبانی کی تھی؟ اور آپ ﷺ کو ایذا رسانی میں کچھ کسر و کمی رکھی تھی۔ پھر مشرکین مکہ پر طاعون کیوں نہ نازل ہوئی؟

یہاں مرزا سے ایک دروغ گوئی (اور اپنے ہی قول کی تکذیب و اختلاف بیانی) یہ ہوئی ہے کہ یہاں تو صرف اس کی بدگوئی سے زبان بند کر لینے پر طاعون اٹھانے کا وعدہ کیا ہے اور صفحہ ۶ دافع البلاء میں (جس کی عبارت پہلے نقل ہو چکی ہے) اس کے برخلاف یہ کہا ہے کہ طاعون دور ہونے کا علاج اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ لوگ مرزا کو مسیح موعود مان لیں اور سچے دل سے اس کو قبول کر لیں۔ یہ اختلاف بیانی اپنی دروغ گوئی کا اقرار ہے اور اس امر کا اعتراف و اظہار کہ وہ جو کچھ کہتا ہے خدا کی طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ پر افتراء ہے اور اسی وجہ سے اس کے بیان میں جابجا اختلاف واقعہ ہوتا ہے۔

☆ دعویٰ نمبر چہارم۔ مرزا نے اس رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۱۰ و ۱۱ و ۱۴ و ۱۶ وغیرہ میں اپنے تمام مخالفوں کو (مسلمان ہیں خواہ عیسائی یا ہندو آریہ وغیرہ) چیلنج کیا اور یہ کہا ہے کہ اگر وہ اپنے خیال میں سچے ہیں تو اپنے اپنے مقامات کی نسبت قسمیہ پیش گوئی کریں کہ ان میں طاعون نہیں آئے گا۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو ثابت ہو جائے کہ وہ سب لوگ جھوٹے ہیں اور ایک دن ایسا آنے والا ہے جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گا کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے۔

اس دعوی کا سراسر کذب ہونا قبل ازیں ایسا بیان کیا گیا ہے کہ مرزا کو اس میں دم مارنے کی جگہ نہیں اور اگر وہ شرم کرے تو اس جواب کو پڑھ کر اس کو ڈوب کر مر جانا بہتر معلوم ہو۔ اب اس سے زیادہ ہم کیا کہیں۔

☆ دعوی نمبر پنجم۔ اس رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۱۸ میں مرزا نے جھوٹی قسم کھا کر خدا پر افتراء کیا اور یہ کہا ہے:۔

اور میں خدا کی قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے اور میری نسبت اور میرے زمانہ کی نسبت توریت انجیل اور قرآن مجید میں خبر موجود ہے کہ اس وقت آسمان پر خسوف وکسوف ہوگا اور زمین پر سخت طاعون پڑے گی اور میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں، اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا۔

اس نمبر میں جو مرزا نے مقامات مذکورہ کی نسبت پیشگوئی کرنے کی درخواست کی ہے اس کا جواب تو ہم پہلے دے چکے ہیں۔ اس مقام میں طالبین حق کو مرزا کی اس دروغگوئی پر اطلاع دیتے ہیں کہ یہاں اس نے

. میرا یہی نشان .

کہہ کر اپنے نشان کو اس صورت میں محصور کر دیا ہے کہ اس کے مخالف مقامات مذکورہ کی طاعون سے محفوظ رہنے کی حلفیہ پیشگوئی کریں گے تو ان مقامات میں طاعون آئے گا۔ یہ حصر اس بات کی طرف مشعر ہے کہ اگر وہ لوگ ان مقامات کی نسبت پیشگوئی نہ کریں گے تو وہاں طاعون آنا ضروری نہیں اور یہ نتیجہ اس کی اس پیشگوئی کو جھوٹا کرتا ہے کہ بجز قادیان ہر شہر میں ہر مقام میں طاعون آئے گا۔

نیز یہ حصر اس امر کی طرف مشعر ہے کہ اس نشان کے سوا (کہ اگر ان مقامات کی نسبت مخالفین نے پیشگوئی کی تو وہاں ضرور طاعون آئے گا) اور کوئی نشان اس کو نہیں دیا گیا۔ اس سے

دوسرے نشان (جن کی تعداد وہ دس ہزار بتا تا ہے) ظاہر ہونے کے دعوی اور خاص کر طاعون کے متعلق اس کا اس نشان کا دعوی کہ وہ قادیان میں نہ آئے گا، یا جو شخص اس کو مسیح موعود مان لے گا وہ طاعون سے محفوظ رہے گا، یہ سب کے سب دعوی دروغ ٹھہرتے ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی نشان نہیں ملا۔ جیسا موقعہ وہ پاتا ہے ایسے موقعہ کا نشان از خود گھڑ لیتا ہے۔

اس نے تو اس نشان (بالمقابلہ دعا کے بعد طاعون آنے کے دعوی) کے وقت یہ سمجھا تھا کہ میرے مخاطب کوئی نہ کوئی مذہب رکھتے ہیں، ان کا مذہب ایسے دعوے کرنے سے ان کو ضرور مانع ہوگا۔ اور وہ دنیا کی شرم اور عقل بھی رکھتے ہیں، وہ شرم و عقل بھی ان کو اس دعوی کی اجازت نہ دے گی، تو اس سے میرا بول بالا ہوگا، اور ایک نشان قائم ہوگا۔ مگر اس کو بحکم وما کید الکافرین الا فی ضلال یہ نہ سوجھا کہ میرے اس دعوی سے میرے باقی نشانوں کا دعوی باطل ہو جائے گا۔

☆ قسمیہ تکذیب قادیانی

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ سطور بالا میں مرزا نے قسم کھائی ہے اور اپنے قسمیہ دعوی پر توریت انجیل وقرآن اور انبیا کی شہادت دی ہے، اس کے مقابلہ میں، میں بھی خدا کی قسم کھاتا ہوں اور یہ کہتا ہوں

اشھد باللہ للہ انّ المرزا غلام احمد لیس بمسیح و لیس بملھم بل ھو رجل یفتری علی اللہ کذبا ولا یکمنان یکون مثل ھذا المفتری علی اللہ ملھماً۔

میں محض حسبۃً للہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد مسیح موعود نہیں ہے اور نہ وہ خدا کی طرف سے ملہم ہے بلکہ وہ ایسا ایک شخص ہے جو دعوی الہام میں خدا تعالی پر افتراء کرتا ہے اور ایسے مفتری کا خدا کی طرف سے ملہم ہونا عقلاً وشرعاً ناممکن ہے۔

براہین کے ریویو پر ریویو

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ ریویو براہین احمدیہ میں (جس کو جلد ے رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کر چکا ہوں اور اس کے اصول دلائل کو میں اب تک صحیح سمجھتا ہوں اور اسی وجہ سے اس کی اشاعت کرتا ہوں) جو میں نے مرزا کے ملہم ہونے کو ممکن سمجھا تھا، تو وہ اس وقت تک تھا کہ مرزا نے مسیح موعود ہونے کا دعوی نہ کیا تھا، اور نہ نبوت اور رسالت کا اس کو دعوی تھا، اور نہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت مسیح پر فوقیت کا اس کو دعوی تھا، اور نہ کوئی ایسا عقیدہ یا عمل جو اس کو دائرہ اسلام سے خارج کرے، اس نے ظاہر کیا تھا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت اس نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ میں اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا تھا

> ھو الذی ارسل رسولہ با لھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ ۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا ۔الخ

اور جب سے وہ مسیح موعود خود بن بیٹھا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کو بر ملا گالیاں دینے لگ گیا ہے ۔ان کو بدچلن، بدزبان، شرابی، موٹی عقل والہ، جھوٹ بولنے والہ، زنا کار عورتوں کے خون سے وجود پذیر، کنچنیوں سے صحبت رکھنے والہ، وغیرہ (نقل کفر، کفر نہ باشد، یہ بعینہ مرزا کے الفاظ ہیں، دیکھو اس کا ضمیمہ انجام آتھم ص۴ و۶ وغیرہ) اور آنحضرت ﷺ پر علم یاجوج ماجوج ودجال وغیرہ میں فوقیت کا مدعی ہوا ہے اور جھوٹ بولنے میں، کتابوں کے جھوٹے حوالے دینے میں، اپنی نظیر آپ ہی ہو گیا ہے۔ تب سے وہ اس ریویو کا محل نہیں رہا۔ ایسے شخص کا ملہم ہونا ان ہی آیات قرآن، جن سے ریویو براہین احمدیہ میں استدلال کیا گیا ہے جیسے آیت ھل انبّئکم علی من تنزل الشیاطین تنزل علی کلّ افاک اثیم۔ وغیرہ، کی شہادت سے ناممکن ومحال ثابت ہے۔

یہ اس ریویو پر ہمارا مختصر ریویو ہے۔ تفصیلی ریویو بھی ہم اس ریویو پر کرنا چاہتے ہیں جو بوقت فرصت ہوگا۔ اسی ریویو میں اس کے ایک خلیفہ سیالکوٹی کے ریویو پر بھی ریویو ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالی

اور اس کے دعوی قسمیہ کے مقابلہ میں اس مقام میں صرف یہ کہنا (جو پہلے بھی بار ہا گیا ہے) کافی ہے کہ اس دعوی میں اس نے محض دروغ سے کام لیا ہے۔ اس کے ملہم ہونے کی شہادت نہ قرآن میں ہے، نہ توریت میں، نہ انجیل میں ہے اور نہ کسی اور نبی نے یہ شہادت دی ہے۔ ہم اس مقام پر لعنة الله علی الکاذبین کہنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ وہ اپنے دعوی کی کوئی تفصیل کرتا اور آیات قرآن و توریت و انجیل اور شہادت نبیوں کا کوئی حوالہ دیتا تو ہم بھی تفصیل سے اس دعوی کا رد کرتے۔

ہماری اس بحث و بیان سے ثابت ہوا کہ رسالہ دافع البلاء میں جو کچھ اس نے کہا ہے وہ محض دروغ ہے۔ اب ہم اس کی باقی تحریرات کے دروغ ظاہر کرتے ہیں۔

کشتی نوح کا تجزیہ

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ طاعون کے موضوع پر مرزا قادیانی کی چھٹی تحریر اس کا ۷۶ صفحات کا رسالہ کشتی نوح ہے جس میں ۹ صفحہ تک تو طاعون کے متعلق پرانے دروغ ہیں اور باقی کا اکثر حصہ پرانی لاف زنیاں ہیں کہ میں وہ ہوں، اور یہ ہوں اور میں نے فلاں پیشگوئی کی جو سچی نکلی اور مجھے مجسٹریٹ گرداسپور کی عدالت میں کرسی ملی اور میرے مخالف کو نہ ملی، وغیرہ۔

اس کے صفحہ ایک اور دو میں قادیانی نے کہا ہے

> شکر کا مقام ہے کہ گورنمنٹ عالیہ انگریزی نے اپنی رعایا پر رحم کر کے دوبارہ طاعون سے بچانے کیلئے ٹیکا کی تجویز کی اور بندگان خدا کی بہبودی کیلئے کئی لاکھوں روپئہ کا بوجھ اپنے سر پر ڈال لیا۔ درحقیقت یہ وہ کام ہے جس کا شکر گذاری سے استقبال کرنا دانشمند رعایا کا فرض ہے، اور سخت نادان اور اپنے نفس کا وہ شخص دشمن ہے کہ جو ٹیکا کے بارے میں بدظنی کرے کیونکہ یہ بارہا تجربہ میں آچکا ہے کہ یہ محتاط

گورنمنٹ کسی خطرناک علاج پر عمل درآمد کرانا نہیں چاہتی بلکہ بہت سے تجارب کے بعد ایسے امور میں جو تدبیر فی الحقیقت مفید ثابت ہوتی ہے اسی کو پیش کرتی ہے۔ سو یہ بات اہلیت اور انسانیت سے بعید ہے کہ جس سچی خیرخواہی کیلئے لکھوکہا روپیہ گورنمنٹ خرچ کرتی ہے اور کر چکی ہے اس کی یہ داد دی جائے کہ گویا گورنمنٹ کو اس سردردی اور صرف زر سے اپنا کوئی خاص مطلب ہے۔ وہ رعایا بدقسمت ہے کہ بدظنی میں اس درجہ تک پہنچ جائے۔ کچھ شک نہیں کہ اس وقت تک جو تدبیر اس عالم اسباب میں اس گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھ آئی وہ بڑی سے بڑی اور اعلیٰ سے اعلیٰ یہ تدبیر ہے کہ ٹیکہ کر دیا جائے۔ اس سے کسی طرح سے انکار نہیں ہوسکتا کہ یہ تدبیر مفید پائی گئی ہے اور بپابندی رعایت اسباب تمام رعایا کا فرض ہے کہ اس پر کاربند ہوکر وہ غم جو گورنمنٹ کو ان کی جانوں کیلئے ہے اس سے اس کو سبکدوش کریں۔ لیکن ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں ہم ٹیکہ کراتے۔ اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کیلئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوے سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے۔ لیکن وہ جو جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کیلئے مت دلگیر ہو۔ یہ حکم الٰہی ہے۔ جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کیلئے اور ان سب کیلئے جو ہمارے گھر کے چار دیوار میں رہتے ہیں، ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ جیسا میں ابھی بیان کر چکا ہوں آج سے ایک مدت پہلے وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے جس کے علم اور تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں اس نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ میں ہر ایک ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو اس گھر کی چار دیوار میں ہوگا۔ بشرطیکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دستکش ہوکر پورے اخلاص اور اطاعت اور انکسار سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور خدا کے احکام اور اس کے مامور کے سامنے کسی طور سے متکبر اور سرکش اور مغرور اور غافل اور خودسر اور خودپسند نہ ہو اور عملی حالت موافق تعلیم

رکھتا ہو۔ اور اس نے مجھے مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کہ عموماً قادیان میں سخت بر باد افگن طاعون نہیں آئے گی جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں اور عموماً تمام لوگ اس جماعت سے گو وہ کتنے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے، مگر ایسے لوگ ان میں سے جو اپنے عہد پر پورے طور پر قائم نہیں یا ان کی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں ہو، ان پر طاعون وارد ہو سکتی ہے مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کریں گے کہ نسبتاً و مقابلۃً خدا کی حمایت اس قوم کے ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان لوگوں کو ایسا بچایا ہے جس کی نظیر نہیں .

پھر صفحہ ۳ کشتی نوح میں مرزا قادیانی نے کہا ہے

اس جگہ یاد رہے کہ اگرچہ طاعون وغیرہ امراض میں علاج کرنا گناہ نہیں ہے بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی ایسی مرض نہیں جس کیلئے خدا نے دوا پیدا نہیں کی ۔ لیکن میں اس بات کو معصیت جانتا ہوں کہ خدا کے اس نشان کو ٹیکا کے ذریعہ سے مشتبہ کر دوں جس نشان کو وہ ہمارے لئے زمین پر صفائی ظاہر کرنا چاہتا ہے اور میں اس کے سچے نشان اور سچے وعدہ کی ہتک عزت کر کے ٹیکا کی طرف رجوع کرنا نہیں چاہتا اور اگر میں ایسا کروں تو یہ گناہ میرا قابل مواخذہ ہوگا کہ میں خدا کے اس وعدہ پر ایمان نہ لایا جو مجھ سے کیا گیا اور اگر ایسا ہو تو پھر تو مجھے شکر گذار اس طبیب کا ہونا چاہیے جس نے یہ نسخہ ٹیکا کا نکالا ، نہ خدا کا شکر گذار جس نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ ہر یک جو اس چار دیوار کے اندر ہے۔ میں اسے بچاؤں گا۔

میں بصیرت کی راہ سے کہتا ہوں کہ اس قادر خدا کے وعدے سچے ہیں اور میں آنیوالے دنوں کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا وہ آچکے ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ کسی طرح طاعون سے نجات پاویں اور اگر گورنمنٹ کو آئندہ کسی وقت طاعون سے نجات پانے کے ٹیکا سے بہتر کوئی تدبیر مل جائے تو وہ خوشی سے اسی کو قبول کرے گی۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ طریق جس پر خدا نے مجھے چلایا ہے اس گورنمنٹ عالیہ کے مقاصد کے برخلاف نہیں ہے اور آج سے بیس برس پہلے اس بلائے عظیم طاعون کی نسبت میری کتاب براہین میں بطور پیشگوئی یہ خبر موجود ہے اور

اس سلسلہ کیلئے خاص برکات کا وعدہ بھی موجود ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۸ و ۵۱۹

☆ پھر صفحہ ۵ کشتی نوح میں مرزا قادیانی نے کہا ہے

کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اگر شاذ و نادر کے طور پر ہماری جماعت میں سے بذریعہ طاعون کوئی فوت ہو جائے تو نشان کے قدر و مرتبہ میں کوئی خلل آئے گا۔ کیونکہ پہلے زمانوں میں موسے اور یشوع اور آخر میں ہمارے نبی ﷺ کو حکم ہوا تھا کہ جن لوگوں نے تلوار اٹھائی اور صدہا انسانوں کے خون کیئے، ان کو تلوار سے ہی قتل کیا جائے اور نبیوں کی طرف سے ایک نشان تھا جس کے بعد فتح عظیم ہوئی۔ حالانکہ بمقابل مجرمین کے اہل حق بھی ان کی تلوار سے قتل ہوئے تھے مگر بہت کم، اور اس قدر نقصان سے نشان میں کچھ فرق نہیں آیا تھا۔ پس ایسا ہی اگر شاذ و نادر کے طور پر ہماری جماعت میں سے بعض کو بباعث اسباب مذکورہ طاعون ہو جائے تو ایسی طاعون نشان الٰہی میں کچھ بھی حرج انداز نہیں ہوگی۔

☆ پھر صفحہ ۹ کشتی نوح میں مرزا قادیانی نے کہا ہے:۔

بالآخر یاد رہے کہ ہم اس اشتہار میں اپنی جماعت کو جو مختلف حصوں پنجاب اور ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے، ٹیکا لگوانے سے منع نہیں کرتے۔ جن لوگوں کی نسبت گورنمنٹ کا قطعی حکم ہو ان کو ضرور ٹیکا کرانا چاہیے اور گورنمنٹ کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیے اور جن کو اپنی رضامندی پر چھوڑا گیا ہے اگر وہ اس تعلیم پر پورے قائم نہیں ہیں جو ان کو دی گئی ہے، تو ان کو بھی ٹیکا کرانا مناسب ہے تا وہ ٹھوکر نہ کھاویں اور تا وہ اپنی خراب حالت کی وجہ سے خدا کے وعدہ کی نسبت لوگوں کو دھوکہ نہ دیں۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ وہ تعلیم کیا ہے جس کی پوری پابندی طاعون کے حملہ سے بچا سکتی ہے تو میں بطور مختصر چند سطریں نیچے لکھ دیتا ہوں..

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی ان عبارات کشتی نوح میں تین باتیں نوٹس لینے کے لائق ہیں۔

☆ اول جو ناظرین کے یاد رکھنے کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ اس نے پہلے چار صفحہ رسالہ میں ٹیکہ لگوانے کی تجویز گورنمنٹ کی نہایت تعریف کی ہے اور اس کو اعلیٰ درجہ کی تدبیر اور مفید کہا ہے اور سوائے اپنے اور اپنی جماعت کے پورے تابعین کے، کسی کو اس ٹیکہ لگوانے

سے منع نہیں کیا۔ بلکہ اپنی جماعت سے بھی ان لوگوں کو جن کو گورنمنٹ کا قطعی حکم ٹیکہ لگوانے کا ہو، نہیں روکا۔ بلکہ حکم گورنمنٹ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور اپنی جماعت کے ان لوگوں کو جو اس کی تعلیم پر پورے قائم نہیں، نیز حکم دیا ہے کہ وہ ٹیکہ لگوائیں گو گورنمنٹ کی طرف سے ان کو حکم قطعی نہ ہو اور ان کو ان کی رضا مندی پر چھوڑا گیا ہو۔

ٹیکا لگوانے سے اس نے خاص کر ان ہی لوگوں کو منع کیا ہے جو اس کے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہیں اور وہ اس کی تعلیم کے پورے پابند ہیں۔ اس سے مرزا کے اس دعوی کا جھوٹ ہونا ثابت ہوگا جو اپنی ساتویں تحریر رسالہ مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۴۲ و ۴۵ میں اس نے کیا اور کہا ہے کہ ٹیکا لگوانے کا میں نے خلاف کیا اور یہ کہا کہ ٹیکہ لگوانے میں خیر و عافیت نہیں ہے، تب اس کا اثر باطل ہوا۔

☆ دوسری بات لائق توجہ یہ ہے کہ اس مقام میں اس نے اپنے موضع قادیان اور اپنے دیگر پیروان پر طاعون وارد ہونے کی صورت میں وہ چار عذرات گھڑ کر تیار کر لئے ہیں، جن کا ماحصل مضمون صفحہ ۱۸ وغیرہ میں بیان کیا اور ان کی اصل عبارت نقل کرنے کا وعدہ دیا تھا۔ اس مقام میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عذرات بدتر از گناہ کا مصداق ہیں۔ الہام ۶ فروری ۱۸۹۸ء کے چار پانچ برس بعد ان عذرات کو پیش کرنا نہایت شرمناک حیلہ ہے۔

اگر الہام ۶ فروری ۱۸۹۸ء (جس میں قادیان کو بچانے کا وعدہ کیا ہے) یا اس کے مابعد کے الہامات (جن میں بقول مرزا، مرزا کے تمام پیروان کو بچانے کا وعدہ ہے)، خدا تعالیٰ ملہم الصادقین عالم الغیب کی طرف سے ہوتے تو ان میں پہلے سے عام اور مطلق وعدہ نجات اہل قادیان یا عام پیروان مرزا درج نہ ہوتا، بلکہ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ مخلص صادق نہ جانتا ان کو پہلے ہی سے مستثنیٰ کر کے خاص کر صادق مخلصوں کو وعدہ نجات دیتا، اور طاعون کا وہ قسم بھی بتا دیتا جس سے لوگوں کو بچانے کا وعدہ تھا، اور پھر چار پانچ سال کے بعد اس کو یہ کہنا نہ پڑتا کہ جس طاعون سے قادیان اور جماعت مرزا کو بچانے کا وعدہ ہے اس سے مراد طاعون جارف (جھاڑو دینے والہ) اور تباہی لانے والہ اور کتوں کی موت مارنے والہ اور لوگوں کو گھروں سے نکالنے والا ہے، نہ معمولی طاعون جو قادیان اور مرزا کی جماعت میں بھی آ سکتا ہے۔ اور جو جماعت مرزا طاعون جارف سے بچائے گی اس سے فلاں فلاں اشخاص (مثلاً چاروں خلفاء نور الدین، محمد احسن، وغیرہ، یا آپ کے گھر والے وغیرہ) مراد ہیں جو مخلص ہیں، یا فلاں فلاں اشخاص

ان میں سے خارج ہیں جو غیر مخلص ہیں، یا وہ لوگ مراد ہیں جو مرزا کی چار دیواری کے اندر رہتے ہیں اور وہ صرف لنگر کی روٹی کی خاطر مرزا کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتے۔

اور جو لوگ باوجود مخلص صادق ہونے کے طاعون میں متلا ہوں گے وہ نسبتاً مرزا کے مخالفوں سے کم ہوں گے۔ کیا خدا تعالی کو جس نے بشہادت وعلّم آدم الاسماء کلّھا آدم اور تمام بنی آدم کو تمام الفاظ سکھائے ہیں یہ الفاظ پہلے الہام کے وقت اور اس کے بعد چار سال تک یاد نہ تھے یا وہ بھول گیا تھا اور غلطی سے یہ الفاظ درج الہام نہ کر سکا تھا یہ بات کوئی مسلمان (بلکہ کوئی عیسائی ہندو بھی جو خدا تعالی کو مانتا ہوگا) تجویز نہیں کر سکتا لہذا ان الفاظ سے جو چار سال بعد کہے گئے ہیں ثابت ہوتا ہے کہ وہ الہام اور اس کی تشریح میں یہ الفاظ، خدا کی طرف سے نہیں ہیں بلکہ یہ الہامات اور ان کی تشریحات مرزا کی اپنی من گھڑت ہیں یا اس کو ذلیل کرنے والے معلم الملکوت کی طرف سے ہیں جن کو الہام گھڑنے کے وقت یہ چار باتیں معلوم نہ تھیں۔

۱۔ یہ کہ قادیان میں بھی طاعون آئے گا

۲۔ یہ کہ وہ خاص کر چار دیواری میں رہنے والوں اور لنگر کی روٹیوں کی خاطر ہاں میں ہاں ملانے والوں میں بھی اپنا کرشمہ دکھائے گا۔

۳۔ یہ کہ مرزا کی جماعت خارج از قادیان میں ایسے لوگ موجود ہیں جو مخلص نہیں، منافق ہیں۔

۴۔ بعض مخلص صادق اور فدائی بھی طاعون میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ جن کی وجہ ابتلاء خدا تعالی ہی کو معلوم ہے کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہوسکتی۔ (یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر کشتی نوح کے صفحہ ۲ سطر ۱۵ میں ہے)

قادیانی اور اس کے ملہم کو ان چاروں باتوں کا پہلے الہام کے وقت سے چار سال تک علم نہ ہونا اور خاص کر چوتھی بات کا اب تک (یعنی الہام ۶ فروری ۱۸۹۸ء سے چھٹے سال ۱۹۰۳ء تک) علم نہ ہونا، قطعی یقین دلاتا ہے کہ یہ الہام من جانب اللہ ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ مرزا اور اسکے ملہم کا اپنا من گھڑت ہے۔

مجھے اس مقام میں ایک حکایت یاد آئی ہے جو بارہا سنی گئی ہے کہ ایک مرشد عیار نے جو رسول نمائی کا مدعی تھا چند عقل کے اندھوں سے اس وعدہ پر بہت سا مال مارا کہ میں تم کو فلاں وقت فلاں مجلس میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کرا دونگا۔ وہ احمق اس امید پر اپنی

اپنی جیبیں خالی کر کے مجلس و مقام موعود پر جمع ہو گئے تو وہ عیار شخص بولا کہ آنحضرت ﷺ عنقریب اس مجلس میں تشریف لا کر رونق افروز ہوں گے مگر جو شخص حلال زادہ ہوگا اسی کو آپ ﷺ کا جمال باکمال نصیب ہوگا اور جو حرامی (ولدالحرام) ہوگا وہ زیارت سے محروم رہے گا۔ یہ سن کر وہ سب دم بخود ہو گئے۔ کوئی نہ نکلا جو زیارت ہونے کی نفی کرتا۔

مرزا قادیانی اس مرشد کا بھی مرشد نکلا۔ اس نے تو ایک ڈھکوسلہ (حلال زادہ ہونے کی شرط) بنایا تھا۔ مرزا نے ایسے چار ڈھکوسلے (یہ چار عذرات) تیار کیے ہیں جن کو ہر شخص کے مبتلائے طاعون ہونے پر وہ پیش کر سکتا ہے۔ چنانچہ ان عذرات کی تقریر جو مرزا کر سکتا ہے سابق میں نقل ہو چکی ہے۔

☆ تیسری بات ان عبارات کشتی نوح میں لائق توجہ وہ ہے جو اس کے صفحہ ۳ و ۵ میں ہے کہ آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں بصفحہ ۵۱۸ و ۵۱۹، اس طاعون کی خبر درج ہے اور مسیح موعود کے وقت طاعون آنے کی خبر انجیل اور بعض صحیفوں میں بھی موجود ہے۔

ناظرین! یہ جھوٹ ہے، ان کتابوں میں ہرگز یہ خبر درج نہیں ہے۔ براہین احمدیہ کے مقامات مذکورہ کی عبارت تو ہم پہلے ہی نقل کر چکے ہیں جس سے ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ دروغ بے فروغ ہے۔ انجیل وغیرہ کی عبارات جس کا حوالہ مرزا نے حاشیہ صفحہ ۵ میں دیا ہے، اس مقام میں نقل کیے جاتے ہیں۔

مکاشفات ۲۲۔۸ کی یہ عبارت ہے

. اور دیکھ مجھ یوحنا نے ان چیزوں کو دیکھا اور سنا اور جب میں نے سنا اور دیکھا تب اس فرشتہ کے پاؤں پر جس نے مجھے یہ چیزیں دکھائیں سجدہ کرنے کو گرا ..

ناظرین اس عبارت کو دیکھیں اور انصاف سے کہیں کہ اس میں مسیح موعود کے وقت میں طاعون یا موت آنے کا کہاں ذکر ہے۔ اس آیت کے آگے اور پیچھے بھی تمام باب میں طاعون کا ذکر نہیں ہے۔

اور انجیل متی ۲۲۔۷ میں صرف مری کا لفظ ہے۔ (انجیل متی کی انگریزی عبارت یوں ہے

And as he sat upon the mount of Olives, the disciples came unto him privately, saying "Tell us, when shall these things be? and what shall be the sign of thy coming, and of the end of the world?

And Jesus answred and said unto them, "Take heed that no man deceive you.

For many shall come in my name, saying, I am Christ; and shall deceive many.

And ye shall hear of wars and rumours of wars; see that ye be not troubled; for all these things must come to pass, but the end is not yet.

For nations shall rise against nation, and kingdom against kingdom; and there shall be famines, and pestilences, and earthquakes in diverse places.

All these are the beginning of the sorrows.

Then shall they deliver you up to be afflicted and shall kill you; and ye shall be hated of all nations for my name's sake.

And then shall many be offended and shall betray one another, and shall hate one another.

And many false prophets shall rise, and shall deceive many. (Matthew, 24:7-11)

Then if any man shall say unto you, Lo, here is Christ, or there; believe it not.

For there shall arise false Christs and false prophets, and shall shew great signs and wonders, insomuch that, 'if it were possible, they shall deceive the very select.

Behold, I have told you before.

Wherefore if they shall say unto you, Behold, he is in the desert; go not forth; behold he is in the secret chambers; believe it not.

For as the lightening cometh out of the east, and shineth from unto the west, so shall also the coming of the son of man be. (Mathew, 24:23- 27)

اس عبارت کو پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے یہ مرزا صاحب جیسے جھوٹے نبیوں اور کاذب مسیحوں کے آنے کی پیشگوئی ہے جن کے آنے کے بعد حضرت مسیح ابن مریمؑ تشریف لائیں گے۔ بہاء)

زکریا۔۱۴۔۱۲ میں مری کا لفظ ہے۔مگر مری خاص طاعون کو نہیں کہا جاتا، ہیضہ سے بھی مری ہوتی ہے، جو طاعون نہیں کہلاتا۔ بخار سے بھی مری ہوتی ہے جو طاعون نہیں کہلاتا۔ طاعون تو خاص کر اس زہریلے زخم کا نام ہے جو ایک دنبل کی طرح بدن میں نکلتا ہے۔ مرزا نے خود

طاعون، طعن اور زخم کو کہا ہے۔ اس کی اعجاز احمدی کے صفحہ ۶۳ میں یہ شعر موجود ہے

قضی اللہ ان الطعن با لطعن بیننا

فذلک طاعون اتا ھم لیبصروا

اور اس شعر کا ترجمہ خود مرزا نے ان الفاظ سے کیا ہے۔

خدا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ طعن کی سزا طعن ہے پس یہ وہی طاعون کہ ان کے ملک میں پہنچ گئی ہے تا کہ ان کی آنکھیں کھلیں۔

اب ناظرین داد انصاف دیں اور یہ کہیں کہ ان حوالہ جات میں مرزا نے جھوٹ بولا ہے یا کچھ سچ کا بھی اس میں شائبہ ہے۔

☆ کیا قادیانی ہی مریم اور ابن مریم ہے؟

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ درج بالا اکاذیب کے بعد صفحہ ۱۰ کشتی نوح سے صفحہ ۷۶ تک مرزا قادیانی نے اپنی اس تعلیم کی تفصیل کی ہے جس کی پابندی سے اپنے مریدوں کو طاعون سے بچانے کا وعدہ دیا ہے۔ اس تعلیم میں کچھ تو عام اخلاقی اصول و ہدایات و احکام اسلام ہیں جو ناواقفوں کے پھنسانے کیلئے حلوہ بنا کر اس نے دکھایا ہے اور باقی ماندہ اکثر حصہ اس حلوے میں زہر ہے اور اس کے وہ عقائد کفریہ ہیں جو اس کے مذہب جدید کا مدار ہیں۔ مثلاً میں مسیح بن مریم ہوں اور میں نے فلاں پیش گوئی کی جو سچی نکلی، اور میری تائید خدا کی طرف سے یوں ہوئی۔ وغیرہ

اور اپنے مسیح بن مریم ہونے کے ثبوت میں اس نے قرآن کی ایک آیت سورہ تحریم سے پیش کی ہے اور اس کی تشریح و تائید میں چند الہامات مندرجہ براہین کو نقل کیا ہے۔

آیت سورہ تحریم جس کا وہ حوالہ دیتا ہے، یہ ہے۔

ضرب اللّٰہ مثلاً لّلّذ ین کفروا امرأۃ نوح و امرأۃ لوط ۔ کا نتا تحت عبد ین من عبا د نا صا لحین فخا نتاھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئاً وّ قیل ا د خلا النّار مع الدّا خلین۔ و ضر ب اللہ مثلاً لّلّذین امنوا امر أۃ فر عون۔ اذ قالت ربّ ابن لی عند ک بیتاّ فی

الجنّة و نجّنی من فرعون و عمله ونجّنی من القوم الظّالمین۔ و مریم بنت عمران الّتی احصنت فرجها فنفخنا فیه من رّوحنا و صدّقت بکلمات ربّها وکتبه و کانت من القانتین۔(تحریم ۔ ع ۲)۔

ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ نے کافروں کی مثال (دوعورتوں) حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی عورت کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے (دین میں) ان کی خیانت کی۔ تو وہ دونوں ان کے کام نہ آئے اور ان کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ۔ (اس تمثیل سے خدا تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ کافروں کو کفر کی سزا ملے گی اس سزا میں ان کے رشتہ داروں (پیغمبر ہی کیوں نہ ہوں) کے درجہ اور نیکی کا کچھ لحاظ نہ ہوگا) اور مومنوں کی مثال ایک فرعون کی عورت کو ذکر فرمایا جب کہ اس نے کہا تھا کہ خدایا میرے لئے جنت میں گھر میں بنا، مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے، (جو شوہر زوجہ سے کرتا ہے یا ہر ایک اس کا عمل بد یعنی کفر و تعذیب مومنین وغیرہ)، اور اس ظالم قوم سے بچا (جس سے مقصود خداوندی یہ ہے کہ مومنوں کو ان کے قرابتیوں کا کفر کوئی نقصان نہیں پہنچاتا، جب وہ اپنے ایمان پر پختہ و قائم رہیں) دوسری مریم بنت عمران کو ذکر کیا جس نے اپنی شرمگاہ کو بچایا اور خدا کے حکموں پر ایمان قائم رکھا تو خدا نے بلا واسطہ شوہر اس کو فرزند عطا کیا۔ (اس تمثیل سے بھی مقصود خداوندی، بغوی بیضاوی امام رازی وغیرہ نے تو پہلی مثالوں کا مقصود بتایا ہے کہ مریم کا ایمان احکام خداوندی پر قائم رہا تو ان کو ان کی قوم (جو ان کو پوجتی تھی یا ان کے بیٹے مسیح کو خدا کہتی تھی) کے کفر نے نقصان نہ پہنچایا مگر خاکسار اس رائے اکابر کو مسلّم رکھ کر یہ بھی مقصود خداوندی سمجھا ہے کہ جو مومن کامل ہوگا اور احکام الٰہی کی پوری پیروی کرے گا اور پیروی پر قائم و مستحکم رہے گا (جیسا کہ مریم تھیں) اس کو خدا تعالیٰ ظاہری اسباب دنیاوی کی وساطت کے بغیر بھی ظاہری و باطنی دینی دنیوی نعمتیں عطا کرے گا، جیسا کہ مریم کو بلاواسطہ شوہر فرزند عطا کیا)

اس آیت کی نسبت نہ آج تک کسی مسلمان نے کہا اور نہ آئندہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ آیت کسی خاص شخص یا اشخاص کے حق میں ہے، اور نہ کسی نے یہ کہا کہ اس تمثیل سے خداوند کا یہ مقصود ہے کہ مریم کی طرح کوئی مرد یا کوئی عورت بلاشوہر بچہ جنے گی اور وہ بچہ ابن مریم کہلائے گا۔ یہ معنے نہ اس آیت کے الفاظ سے ثابت ہوتے ہیں اور نہ اس کی تمثیل یا تشبیہ سے، کیونکہ وجہ تمثیل و تشبیہ صرف بعض امور میں مشابہت ہوتی ہے، نہ مشبہ و مشبہ بہ میں کل امور و صفات مشبہ بہ میں مشابہت و مشارکت۔ مثلاً کوئی زید کو شیر کہے تو اس سے

مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ زید شجاع اور بڑا بہادر ہے، اس تشبیہ سے یہ مقصود نہیں ہوتا اور نہ کوئی یہ مقصود سمجھ سکتا ہے کہ زید کو شیر جیسی دم بھی لگی ہوئی ہے اور شیر کے سے ناخن و دانت بھی ہیں جن سے وہ چیرتا اور کاٹتا ہے۔

☆ مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ آیت کے اصل معنی ناظرین نے سن لئے تو اب وہ یہ سنیں کہ مرزا قادیانی اس آیت کے کیا معنی کرتا اور اس سے اپنا ابن مریم ہونا کیونکر نکالتا ہے۔ وہ کشتی نوح کے صفحہ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶ وغیرہ میں کہتا ہے:۔

اسی کی طرف سورہ تحریم میں بھی اشارہ ہے کہ بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے جس نے پارسائی اختیار کی۔ تب اس کے رحم میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور عیسےٰ اس سے پیدا ہوا، اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس امت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اس کو ملے گا پھر اس میں عیسےٰ کی روح پھونکی جائے گی تب مریم میں سے عیسےٰ نکل آئے گا۔ یعنی وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائیگا، گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسےٰ ہونے کا بچہ دیا اور اس طرح پر وہ ابن مریم کہلائے گا جیسا کہ براہین احمدیہ میں اول میرا نام مریم رکھا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے الہام صفحہ ۲۴۱ میں اور وہ یہ ہے

انّی لک ھذا۔ یعنی اے مریم تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی۔

اور اسی کی طرف اشارہ ہے صفحہ ۲۲۶ میں یعنی اس الہام میں کہ

ھزّ الیک بجذع النّخلۃ یعنی اے مریم کھجور کے تنہ کو ہلا۔

اور پھر اس کے بعد صفحہ ۴۹۶ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے

یامریم اسکن انت وزوجک الجنّۃ نفخت فیک من لّدنّی روح الصّدق یعنی اے مریم تو مع اپنے دوستوں کے بہشت میں داخل ہو، میں نے تجھ میں اپنے پاس سے صدق کی روح پھونک دی۔ خدا نے اس آیت میں میرا نام روح الصّدق رکھا، یہ اس آیت کے مقابل پر ہے کہ نفخنا فیہ من روحنا پس اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسےٰ کی روح جا پڑی جس کا نام روح الصدق ہے،

پھر سب کے آخر صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں وہ عیسیٰ جو مریم کے پیٹ میں تھا،

اس کے پیدا ہونے کے بارے میں الہام ہوا

یا عیسے انی متو فّیک و را فعک الی و جا عل الّذین اتّبعو ک فوق الّذین کفروا الی یو م القیا مۃ

اس جگہ میرا نام عیسی رکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسے پیدا ہو گیا جس کی روح کا نفخ صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا گیا تھا۔ پس اس لحاظ سے میں عیسی بن مریم کہلایا کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی دیکھو صفحہ ۴۹۶ اور صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ۔

اور اسی واقعہ کو سورہ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسی ابن مریم اس امت میں اسی طرح پیدا ہو گا کہ پہلے کوئی فرد اس امت کا مریم بنایا جاوے گا اور پھر بعد اس کے اس مریم میں عیسے کی روح پھونک دی جائے گی۔ پس وہ مریمیت کے رحم میں ایک مدت تک پرورش پا کر عیسے کی روحانیت میں تولد پائے گا۔ اور اس طرح پر وہ عیسے بن مریم کہلائے گا۔ یہ وہ خبر محمدی ابن مریم کے بارے میں ہے جو قرآن مجید یعنی سورہ تحریم میں اس زمانہ سے تیرہ سو برس پہلے بیان کی گئی ہے اور پھر براہین احمدیہ میں سورہ التحریم کی ان آیات کی خدا تعالی نے خود تفسیر فرما دی ہے۔ قرآن مجید موجود ہے ایک طرف قرآن مجید رکھو اور ایک طرف براہین احمدیہ کو اور پھر انصاف اور عقل اور تقوی سے سوچو کہ وہ پیش گوئی جو سورۃ تحریم میں ہے یعنی یہ کہ اس امت میں بھی کوئی فرد مریم کہلائے گا اور پھر مریم سے عیسے بنایا جائے گا، گو یا اس میں سے پیدا ہوگا وہ کس رنگ میں براہین احمدیہ کے الہامات سے پوری ہوئی۔ کیا یہ انسان کی قدرت ہے؟ کیا یہ میرے اختیار میں تھا اور کیا میں اس وقت موجود تھا، جب کہ قرآن مجید نازل ہو رہا تھا، تا میں عرض کرتا کہ مجھے ابن مریم بنانے کیلئے کوئی آیت اتار دی جائے۔ اور اس اعتراض سے بھی سبک دوش کیا جائے کہ تمہیں کیوں ابن مریم کہا جائے۔ اور کیا آج سے بیس بائیس برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہوسکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اول اپنا نام مریم رکھتا اور پھر آگے چل کر افتراء کے طور پر یہ الہام بناتا کہ پہلے زمانہ کی مریم کی طرح مجھ میں بھی عیسے کی روح پھونکی گئی اور پھر آخر کار صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں یہ لکھ دیتا کہ اب میں

مریم سے عیسے بن گیا۔اے عزیزو! غور کرو اور خدا سے ڈرو، ہرگز یہ انسان کا فعل نہیں یہ باریک اور دقیق حکمتیں انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہیں۔اگر براہین احمدیہ کی تالیف کے وقت، جس پر ایک زمانہ گذر گیا، مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں اسی براہین احمدیہ میں یہ کیوں کہتا کہ عیسی ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا۔سو چونکہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل کمزور ہو جائے گی، اس لئے گو اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں، میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشو ونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گذر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۸۶ میں درج ہے، مریم کی طرح عیسے کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسے بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔ اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سرّ خفی کی مجھے خبر نہ دی حالانکہ وہ سب خدا کی وحی جو اس راز پر مشتمل ہے، میرے پر نازل ہوئی اور براہین میں درج ہوئی، مگر مجھے اس کے معنوں اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی ۔اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا ،تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو، وہ میرا لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا، مخالفوں کیلئے قابل استناد نہیں کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعوی نہیں جب تک کہ خود خدا تعالی مجھے نہ سمجھا دے۔سو اس وقت تک حکمت الٰہی کا یہی تقاضا تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آئے مگر جب وقت آ گیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے . تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعوی مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں، یہ وہی دعوی ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بتصریح لکھا گیا ہے۔

اس جگہ ایک اور الہام کا بھی ذکر کرتا ہوں اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ الہام اپنے کسی رسالہ یا اشتہار میں شائع کیا ہے یا نہیں؟ لیکن یہ یاد رہے کہ صدہا لوگوں کو میں نے سنایا تھا اور میری یادداشت کے الہامات میں موجود ہے اور وہ اس زمانہ کا ہے جب کہ مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر نفخ روح کا الہام کیا، پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تھا

فاجائها المخاض الی جذ ع النّخلة قا لت یا لیتنی متّ قبل هذا و کنت نسیاً منسیا یعنی پھر مریم کو جو، مراد اس عا جز سے ہے، دردزہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی، یعنی عوام الناس اور جاہلوں اور بے سمجھ علماء سے واسطہ پڑا، جن کے پاس ایمان کا پھل نہ تھا، جنہوں نے تکفیر وتوہین کی اور گالیاں دیں اور ایک طوفان برپا کیا، تب مریم نے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نام ونشان باقی نہ رہتا، یہ اس شور کی طرف اشارہ ہے جو ابتدا میں مولویوں کی طرف سے بہ ہیئت مجموعی پڑا اور وہ اس دعوی کی برداشت نہ کر سکے اور مجھے ہر ایک حیلہ سے انہوں نے فنا کرنا چاہا۔

اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت سورہ تحریم میں خدا تعالی کی یہ مراد ہے کہ امت محمدیہ میں ایک شخص (مرزا غلام احمد) مریم کے مشابہ ہوگا اور وہ پہلے دو سال تک مریم کہلائے گا پھر اس میں عیسے کی روح پھونکی جائے گی تو وہ حاملہ ہو جائے گی اور اس سے دس مہینے بعد عیسے پیدا ہوگا۔ اور وہی شخص جو مریم کہلاتا تھا، عیسے بن جائے گا اور ابن مریم کہلائے گا۔ پھر اس مراد کی تائید میں مرزا نے پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ کے الہام انّی لک هذا کا حوالہ دیا ہے جس میں محض دروغ سے کام لیا کیونکہ اس صفحہ میں اس الہام کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ اس الہام کے حوالہ سے اس نے یہ جتایا ہے کہ اس میں خدا تعالی نے اس کو مریم کہا ہے۔ پھر صفحہ ۲۲۶ براہین احمدیہ کے الہام هزّ الیک بجذ ع النّخله اور اپنی خانگی کتاب یادداشت سے اس کا پہلا حصہ الہام فا جاء ها المخا ض الی جذ ع النّخلة نقل کیا اور کہا کہ ان الہامات میں اس کی حالت حمل اور دردزہ کی حکایت ہے اور اس میں تنہ کھجور سے جاہل اور بے سمجھ علماء مراد ہیں جن کے پاس پھل نہیں۔ پھر صفحہ ۴۹۶ براہین کا یہ الہام نقل کیا یا مریم نفخت فیک من لّدنّی روح الصّدق اور کہا ہے کہ اس الہام میں روح الصدق میرا نام ہے (یہاں مرزا قدرتی ترتیب کو جو حمل اور وضع میں خدا نے رکھی ہے بھول گیا۔ دردزہ کی حالت میں تنہ کھجور پر آ پہنچے اور ان کو ہلانے کا پہلے ذکر کیا اور نفخ روح کا پیچھے، شائد یہ بھی اس کی الٹی کرامت ہو کہ نفخ روح پیچھے ہوا اور دردزہ پہلے)۔ پھر صفحہ ۵۵۶ براہین سے الہام یا عیسی انی متوفّیک نقل کر کے یہ کہا ہے کہ وہ عیسے جو پیٹ میں تھا، وہ پیدا ہو گیا۔

مرزا نے اس تقریر میں جو اپنی مریمیت، حمل، ولادت، و عیسویت کو بزعم خود قرآن اور براہین احمدیہ سے ثابت کیا ہے، پھر اس کی بابت بڑی دلیری سے یہ کہا ہے کہ ایک

طرف قرآن رکھو دوسری طرف براہین احمدیہ کو رکھو اور دونوں میں یہ مضمون کمال تصریح کے ساتھ دیکھ کر ان کا باہم مقابلہ کر لو۔ اور کہا ہے کہ کیا یہ انسان کی قدرت ہے؟ اور کیا یہ میرے اختیار میں تھا؟ اور کیا میں اس وقت موجود تھا جب کہ قرآن نازل ہو رہا تھا؟ اور کیا میں نے خدا سے کہا تھا کہ میرے ابن مریم بنانے کیلئے کوئی آیت اتاری جائے؟ اور کیا آج سے بیس برس سے زیادہ پہلے میری طرف سے یہ منصوبہ ہو سکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اپنا نام مریم رکھتا پھر یہ الہام بناتا کہ مجھ میں عیسے کی روح پھونکی گئی ہے، پھر آخر براہین کے صفحہ ۵۵۶ میں کہہ دیتا کہ میں عیسی بن گیا ہوں؟ اگر مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں اسی براہین میں یہ کیوں کہتا کہ عیسے، مسیح بن مریم دوبارہ آئے گا۔

اس تقریر کو سن کر ہر وہ شخص جس نے براہین نہ دیکھی ہوگی اور قرآن کی سورہ تحریم میں بھی اس کی نظر نہ پڑی ہوگی، لٹو ہو جائے گا اور مرزا کی پیشگوئی کی صداقت اور اس کی کرامت کا قائل ہو جائے گا۔ مگر مرزا نے جو کچھ اس تقریر میں کہا ہے سراسر جھوٹ ہے۔ مرزا کا مریم ہو کر حاملہ ہونا، پھر مسیح کو جننا، پھر عیسے بن مریم کہلانا، نہ قرآن میں ہے نہ براہین احمدیہ میں۔ آیت قرآن کا مطلب تو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ قرآن میں مرزا کے مریم ہونے یا حاملہ ہو کر عیسے کو جننے، پھر خود ہی ابن مریم ہو جانے پر کمال تصریح تو کجا، کہیں اشارہ بھی نہیں۔ اب رہی براہین احمدیہ سو اس کی عبارات ان الہامات کے متضمن کو ہم اس مقام میں نقل کر دیتے ہیں اور ناظرین انہیں دیکھ کر بتائیں کہ ان میں مرزا کا مریم بن کر حاملہ ہونا، پھر عیسی کو جنم دے کر خود ہی ابن مریم ہو جانا کہاں پایا جاتا ہے۔

پس واضح ہو کہ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ والے الہامات کشتی نوح میں نقل کئے ہیں اور وہ براہین احمدیہ میں حسب حوالہ پائے جاتے ہیں وہ تین ہیں۔

☆ اول الہام صفحہ ۲۲۶ براہین هزّ اليک بجذع النخلة۔ جس کا ترجمہ مرزا نے اس عبارت کشتی نوح میں یہ کہا ہے اے مریم کھجور کا تنہ ہلا۔

اس مقام پر مرزا نے جھوٹ بولا ہے۔ کیونکہ براہین کے صفحہ ۲۲۶ میں اس نے اس الہام کا کوئی ترجمہ نہیں کیا، اور جو اس کی تفسیر کی ہے اس سے بو بھی نہیں آتی کہ مرزا کو خدا نے مریم بنا کر اس الہام میں مخاطب کیا ہے۔ اصل عبارت براہین احمدیہ یوں ہے

. لوگوں کی عدم توجہی سے (یعنی ادائیگی چندہ میں) طرح طرح کی دقتیں پیش آئیں

اور مشکل حد سے بڑھ گئی تو ایک دن مغرب کے قریب خداوند کریم نے یہ الہام کیا و هز الیک بجذ ع النّخلة تساقط علیک رطباً جنیاً اس الہام کا لفظی ترجمہ (جس کو مرزا عمداً اس بدنیتی سے کہ بیس برس کے بعد اس کا مخاطب مریم کو بنا کر پھر میں خود مریم بن بیٹھوں گا، چھوڑ گیا ہے) یہ ہے کہ اے مشکلات میں مبتلا و متفکر اور چندہ کے طالب مرزا تنہ کھجور کو اپنی طرف ہلا۔ وہ تازہ کھجوریں تجھ پر گرائے گا۔

اس الہام کو بیان کر کے مرزا نے اس کی تفسیر میں کہا ہے

، سو میں نے سمجھ لیا (یعنی اس الہام کی مراد یہ سمجھی) کہ یہ تحریک و ترغیب کی طرف اشارہ ہے اور یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ بذریعہ تحریک اس حصہ کیلئے سرمایہ جمع ہوگا اور اس کی خبر بدستور کئی ہندو اور مسلمان کو دی گئی ۔ اور اتفاقاً اسی روز یا دوسرے روز حافظ ہدایت علی صاحب جو ان دنوں ضلع گورداسپورہ میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے، قادیان میں آگئے تو ان کو بھی اس الہام سے اطلاع دی گئی ۔ اور اسی ہفتہ میں آپ (مولوی غلام علی امرتسری کو مخاطب کر کے کہتا ہے) کے دوست مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو بھی اس الہام کی اطلاع دی گئی۔ اس الہام کے بعد حسب الارشاد حضرت احدیت کسی قدر تحریک کی گئی تو تحریک کرنے کے بعد لاہور، پشاور، راولپنڈی، مالیرکوٹلہ اور دوسرے مقاموں سے اور جہاں سے خدا نے چاہا، اس حصہ کیلئے جو چھپتا تھا، مدد پہنچ گئی .

مولانا پوچھتے ہیں کہ اس عبارت براہین میں مرزا کو مریم کہاں کہا گیا ہے؟ اور اس میں بجز چندہ براہین احمدیہ کس بات کا ذکر یا وعدہ ہے؟ اور اس میں مخاطب کون ہے مرزا جو چندہ کے فکر و غم میں تھا؟ یا کوئی اور مخاطب ہوسکتا ہے؟

اور اگر مرزا (یا مرزا کی طرف سے کوئی اور) کہے کہ

یہ الہام چونکہ بعینہ وہ الہام قرآنی ہے جو حضرت مریم کو جبکہ وہ روح القدس سے حاملہ ہو کر دردزہ میں مبتلا تھیں، جبریل کی طرف سے ہوا تھا۔ اور مرزا کی کتاب یادداشت الہامات میں بھی اس الہام کا پہلا حصہ فاجاء ها المخا ض الی جذ ع النّخلة عبارت صفحہ ۴۷ کشتی نوح میں موجود ہے، گو براہین احمدیہ میں اس حصہ کا درج کرنا مرزا کو بھول گیا تھا، بناء علیہ اس الہام میں مرزا کا مریم ہونا مراد خداوندی معلوم ہوتا ہے ۔

تو اس کے جواب میں اولاً یہ کہا جائے گا کہ اس صورت میں بھی مرزا کا وہ دعوی

سچا نہ ہوگا کہ میں نے براہین احمدیہ میں بائیس برس پہلے سے مریم ہو کر عیسے کو جننے کا دعوی کیا ہوا ہے۔ خانگی کتاب، براہین احمدیہ نہیں ہے کہ اس کا بیان، بیان براہین احمدیہ متصور ہو۔

اور ثانیاً کہا جائے گا کہ اس خانگی کتاب یادداشت کے حصہ الہام مذکور میں مرزا کو حاملہ اور دردزہ میں مبتلا بتایا گیا ہے اور تنہ کھجور کو بے پھل بنا کر اس سے مراد عوام الناس و جہلاء اور بے سمجھ علماء بتائے گئے ہیں اور الہام مذکور قرآن میں جو حضرت مریم کو جبریل کی طرف سے ہوا تھا، نیز ان کی حالت حمل و دردزہ میں ہوا تھا، لہذا یہ الہام، الہام براہین احمدیہ کے مفسّر و کاشف (مراد بتانے والے) نہیں ہو سکتے کیونکہ الہام براہین احمدیہ کے وقت مرزا کو حمل نہ ہوا تھا اور نہ اس وقت تک اس میں روح الصدق کا نفخ ہوا تھا۔ بلکہ یہ نفخ اس میں دو برس کے بعد ہوا۔ چنانچہ مرزا نے خود عبارت صفحہ ۴۶ کشتی نوح میں بیان کیا ہے جو منقول ہو چکی ہے۔

اس فرق و تفاوت کے علاوہ الہام براہین احمدیہ میں تنہ کھجور سے چندہ دہندہ پھلدار لوگ اور اس کے پھل سے چندہ مراد ہونا بتایا گیا ہے اور الہام خانگی کتاب میں تنہ کھجور سے بے پھل علما مراد بتائی گئی۔ یہ تفاوت بھی مقتضی ہے کہ یہ الہام اس الہام براہین احمدیہ کا مفسر و کاشف مراد نہیں ہو سکتا۔

بہر حال بیس برس کے الہام براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۶ میں مرزا کو مریم نہیں کہا گیا اور مرزا کا یہ ادّعا جھوٹ ہے۔

☆ دوسرا الہام براہین کے صفحہ ۴۹۶ کا ہے جس کو وہ الہام اول کے بعد بتاتا ہے اور اس میں جعل سازی کر کے اس کے صرف یہ الفاظ نقل کرتا اور کہتا ہے

> یا مریم اسکن انت و زوجک الجنّۃ ۔نفخت فیک من لدّنی روح الصّدق خدا نے اس آیت میں میرا نام روح الصدق رکھا۔ اس آیت کے مقابل یہ آیت قرآن ہے کہ نفخنا من روحنا اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسے کی روح جا پڑی۔

اس میں مرزا نے یہ جعل سازی کی ہے کہ اصل الہام جو براہین کے صفحہ ۴۹۶ میں ہے اس میں مریم کے ساتھ آدم اور احمد کا بھی ذکر ہے اور روح الصدق کی تفسیر سچائی کی روح سے کی ہے جو حضرت آدم و آنحضرت ﷺ وغیرہ تمام انبیا میں پائی جاتی ہے۔ نہ وہ روح جو

مریم کے پیٹ میں جا پڑی اور وہ عیسے بن گئی تھی۔اصل عبارت براہین صفحہ ۴۹۶ یہ ہے

یا آدم اسکن انت و زوجک الجنّة۔ یا مریم اسکن انت و زوجک الجنّة۔ یا احمد اسکن انت و زوجک الجنّه یعنی اے آدم اے مریم اے احمد تو اور جو شخص تیرا پیرو، تابع اور رفیق ہو بہشت میں یعنی وسائل نجات میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے اپنی طرف سے سچائی کی روح تم میں پھونک دی۔ اس آیت (اس خبط مرزا کو دیکھنا کہ اپنے الہام کو اب آیت کہنے لگ گیا ہے۔محمد حسین) میں روحانی آدم کا (مرزا اپنے آپ کو مراد رکھتا ہے) وجہ تسمیہ بیان کیا گیا ہے یعنی جیسا کہ آدمؑ کی پیدائش بلا واسطہ اسباب ہوئی، ایسا ہی روحانی آدم (مرزا) بھی بلا واسطہ اسباب ظاہری (پیرو مرشد) (یہ بھی مرزا کا ایک دروغ ہے، حکیم محمد شریف کلانوری سے میں نے بگوش خود سنا تھا۔ صمتا ان لم تسمعا کہ مرزا نے میرے سامنے حضرت عبداللہ غزنوی سے بیعت کی مرزا چونکہ اس بیعت سے منکر ہو گیا تھا لہذا اس بیعت کے فائدہ سے محروم کیا گیا۔اور گمراہ ہو گیا،

تہدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

اب وہ بے مرشد کہلاتا ہے اور اس پر فخر کر رہا ہے۔محمد حسین) یہ نفخ روح ہوتا ہے اور نفخ روح حقیقی طور پر انبیاء علیہم السلام سے خاص ہے اور پھر بہ تبعیت و وراثت کے بعض افراد خاصہ امت محمدیہ کو یہ نعمت عطا جاتی ہے۔

دیکھو کہ اس عبارت براہین میں مرزا کو صرف مریم کہاں کہا گیا ہے، جیسا کہ اس نے کشتی نوح کی عبارت صفحہ ۴۵ میں صرف لفظ مریم نقل کیا اور اس کا ترجمہ کیا اور جھوٹ بولا ہے۔ پھر اس میں روح الصدق سے مرزا کو مراد بتایا ہے (جو خود ہی مریم بن کر اس کے پیٹ میں جا پڑا) جیسا کہ اس نے عبارت کشتی نوح میں کہا اور جھوٹ بولا ہے یا روح الصدق اس سچائی کو کہا ہے جو حضرت آدم اور آنحضرت ﷺ اور تمام انبیا میں پائی گئی ہے؟

عبارت ہذا میں صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ روح الصدق اس سچائی کا نام ہے جو پہلے حضرت آدم میں پھر تمام انبیا میں اور آخر میں آنحضرت ﷺ میں پائی گئی ہے۔اور درحقیقت ان ہی انبیاء کا وہ خاصہ تھا اور اگر مرزا میں اس کا کچھ حصہ بزعم اس کے آیا تو اسی کا ظل ہے جو طبعی اور طفیلی طور پر ہے۔ پھر مرزا کا اس عبارت کشتی نوح میں یہ دعوی کرنا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے میرا نام روح الصدق رکھ کر اس الہام میں مجھے مریم بنا کر اس کے

پیٹ میں جانا بیان کیا ہے جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

☆ تیسرا الہام، براہین کے صفحہ ۵۵۶ کا ہے جس کی نسبت مرزا نے صفحہ ۴۷ کشتی نوح میں کہا ہے کہ وہ الہام صفحہ ۴۹۶ سے مدت حمل کے بعد (جو دس مہینے سے زیادہ نہیں) ہوا تھا اور اس کی نسبت صفحہ ۴۷ کشتی نوح میں کہا ہے

پھر سب کے آخر صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں وہ عیسے جو مریم کے پیٹ میں تھا، اس کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ الہام ہوا یا عیسی انی متوفیک و رافعک الیّ وجاعل الذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیامه اس جگہ میرا نام عیسے رکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسے پیدا ہو گیا جس کی روح کا نفخ صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا گیا۔ الخ۔

یہ بھی مرزا قادیانی کا سفید جھوٹ ہے۔ براہین احمدیہ میں جہاں یہ الہام بیان ہوا ہے، یہ بیان و ذکر و اشارہ تک نہیں ہے کہ مرزا قادیانی مریم بنا، پھر اس میں عیسے کی روح پھونکی گئی، اور وہ حاملہ ہوئی پھر نو دس مہینے اس کے بعد اس کے تولد پر یہ الہام ہوا۔

اس الہام کے پہلے تو چند الہاموں کا ذکر ہے اور اس کے بعد یہ الہام گھڑ کے درج کیا گیا ہے۔ صفحہ ۵۵۵ براہین میں چند عربی عبرانی فارسی الہامات نقل کر کے ان کا ترجمہ یا خلاصہ بیان کیا اور کہا ہے

. کہہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم ایمان نہیں لاتے۔ یعنی خدا تعالی کا تائیدات کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں االہام دینا اور معارف اور حقائق الہیہ سے اطلاع بخشنا، یہ سب خدا کی شہادت ہے جس کو قبول کرنا ایمان دار کا فرض ہے۔

پھر بقیہ الہامات بالا کا یہ ہے کہ

تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راہ بتلائے گا، اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر ہمارا رب عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے) جن نالائق باتوں کی طرف مجھ کو بلاتے ہیں ان سے اے میرے رب مجھے زندان بہتر ہے، اے میرے خدا! مجھ کو میرے غم سے نجات بخش۔ اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ تیری بخششوں نے ہم کو گستاخ کر دیا۔ یہ سب اسرار

ہیں کہ جو اپنے اپنے اوقات پر چسپاں ہیں، جن کا علم حضرت عالم الغیب کو ہے
پھر بعد اس کے فرمایا
ھو شعنا نعسا یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور ان کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے۔ پھر بعد اس کے دو فقرے انگریزی ہیں جن کے الفاظ کی صحت بباعث سرعت الہام ابھی تک معلوم نہیں اور وہ یہ ہیں آئی لو یو .I love you۔ آئی شل گو یو اے لارج پارٹی آف اسلام I shall give you a large party of Islam
چونکہ اس وقت یعنی آج کے دن اس جگہ کوئی انگریزی خوان نہیں اور نہ اس کے پورے پورے معنے کھلے ہیں اس لئے بغیر معنوں کے لکھا گیا۔
پھر بعد اس کے یہ الہام ہے
یا عیسی انی متوفیک و رافعک الیّ و جاعل الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیامة ثلّة من الاوّلین و ثلّة من الآخرین اے عیسے میں تجھے کامل اجر بخشوں گا، یا وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا یعنی رفع درجات کرونگا، یا دنیا سے اپنی طرف اٹھاؤنگا اور تیرے تابعین کو، ان پر جو منکر ہیں قیامت تک غلبہ بخشونگا، یعنی تیرے ہم عقیدہ اور ہم مشربوں کو حجت اور برہان اور برکات کی رو سے دوسرے لوگوں پر قیامت تک فائق رکھونگا۔ پہلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے۔ اس جگہ عیسے کے نام سے بھی یہی عاجز مراد ہے .

اب ناظرین داد انصاف دیں اور یہ کہیں کہ براہین کی اس عبارت میں مرزا کے مذکورہ دعاوی کا نام ونشان کہیں پایا جاتا ہے؟ نہیں تو پھر اس کی دروغگوئی میں کیا شک ہے؟

اگر مرزا یہ کہے کہ اس الہام صفحہ ۵۵۶ کی نسبت براہین احمدیہ میں تو میں نے یہ دعوی نہیں کیا تھا جو کشتی نوح میں کیا ہے، لیکن اب میں یہ دعوی کرتا ہوں اور اس الہام کے یہی معنی صحیح سمجھتا ہوں۔ براہین میں ان معنے کا بیان غلطی سے رہ گیا تھا، تو اس کے جواب میں کہا جاوے گا کہ اس صورت میں بھی مرزا کا یہ کہنا کہ براہین نکالو اور اس میں میرے بیس برس کے دعوی کو دیکھ لو، جھوٹ ہی ہوگا۔

اب رہے یہ تازہ معنے اور اس معنے کو یہ دعوی کہ اس الہام میں، میں عیسے بنایا گیا ہوں، تو اس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ ثبت العرش ثم انقش (پہلے چھت بناؤ، پھر اس پر

نقش نگار کرو)۔ پہلے یہ تو ثابت کرلو کہ الہام صفحہ ۲۲۶ سے تمہارا مریم ہونا مراد ہے، پھر الہام صفحہ ۴۹۶ سے تمہارا حاملہ ہونا مراد ہے۔ پھر اس الہام صفحہ ۵۵۶ کی نسبت یہ دعوی کرو کہ اس میں میرے تولد کی خبر ہے اور تولد کے بعد مجھے عیسے بنایا گیا اور مجھے وعدے دیئے گئے جو اس الہام میں ہیں یعنی توفّی، رفع، وغیرہ۔

اور جس حالت میں ہنوز الہامات مذکورہ سے نہ تمہارا مریم ہونا، نہ حاملہ ہونا، نہ عیسے بن کر تمہارا تولد ہونا، ثابت ہے تو اس الہام سے عیسے ہو کر مخاطب ہونا اور توفّی و رفع کا وعدہ دینا مثل مشہور کے آمدی و کے پیر شدی کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے؟ پہلے آپ مریم بنیں، پھر حاملہ ہو لیں، پھر عیسے کو جنم دیں، اس کے بعد الہام سے مخاطب بن کر مرنے اور رفع کی بشارت لیں۔ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تو مرنا کیسا اور کس کا؟

اور اگر مرزا قادیانی یہ کہے کہ ان الہامات صفحہ ۴۲۶ وصفحہ ۴۹۶ کے معنی بیان کرنے میں بھی مجھ سے براہین احمدیہ میں غلطی ہوئی، وہ معنی میں نے اپنی عقل سے کئے تھے اور غلط تھے اور صحیح معنے یہی ہیں جو میں نے کشتی نوح میں خدا کی وحی سے کئے ہیں، اور یہی ترتیب الہامات مذکورہ صحیح ہے جو کشتی نوح میں بیان ہوئی ہے۔ تصنیف براہین کے وقت مجھے اس معنے اور ترتیب کی خدا نے خبر نہ دی تھی، چنانچہ کشتی نوح کی عبارت صفحہ ۴۷ میں یہ بات کہی گئی ہے۔ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس صورت میں تم پر وہ الزام قائم ہوگا جو تم نے اپنے دعاوی کے ثبوت میں براہین کا حوالہ دیا اور کہا تھا کہ براہین نکالو اور اس میں میرے بیس سال پہلے کے دعوے دیکھ لو، وہ تو جھوٹ نکلا۔ اس صورت میں تم کو براہین میں اپنے دعوی کی تصریح کا حوالہ مناسب نہ تھا بلکہ بجائے اس کے یوں کہنا چاہیے تھا کہ جن الہامات کے معنے میں اپنی عقل کی غلطی سے براہین میں کچھ اور بیان کر چکا ہوں، ان الہامات کے صحیح معنے اب بیان کرتا ہوں۔

اس الزام دروغگوئی کے علاوہ تمہارا یہ عذر اس وجہ سے بھی عدم قبول کے لائق ہے کہ تم نے ترتیب الہامات کی نسبت جو کہا ہے کہ یہ ترتیب مجھے پہلے سے معلوم نہ تھی، یہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ الہامات اگر وہ واقعی ہوں تو ان کی ترتیب، وجود و ورود سے معلوم ہو جاتی ہے جو الہام پہلے ہوتا ہے وہ ترتیب میں پہلا کہلاتا ہے اور جو اس کے بعد ہو وہ دوسرا، اور جو اس کے بعد ہو وہ تیسرا۔ وعلی ہذا القیاس۔ اور اس کے کوئی معنی نہیں کہ الہامات تو کسی کو یکے بعد دیگرے

ہوتے چلے جائیں اوران کی ترتیب اس کومعلوم نہ ہو۔اور یہ ممکن نہیں کہ خدا تعالی کسی صادق کووقتاً فوقتاً متعدد الہامات کرے اوران کی ترتیب ان کی وجودی ترتیب کے برخلاف پیچھے کر بتاوے اور (مثلاً) یوں کہے کہ جوالہام میں نے پہلے کیا تھا اس کو دوسرا سمجھنا اور تیسرے کو پہلا قرار دینا۔ وعلی ہذاالقیاس۔

اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ مرزا کا یہ کہنا کہ خدا تعالی نے مجھے ترتیب الہامات براہین احمد یہ سے اطلاع نہ دی تھی، کچھ معنے نہیں رکھتا۔اور یہ یوں کہنے کے برابر ہے کہ وہ الہامات خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔ و بناء علیہ ترتیب الہامات براہین احمدیہ (خواہ ان کوکوئی خدا کی طرف سے سمجھے، جیسا کہ مرزائی سمجھتے ہیں، خواہ شیطان کی طرف سے خیال کرے، جیسا کہ عام مسلمان خیال کرتے ہیں) وہی برقرار رہے گی جوان کی ترتیب وجودی ہے جن کے مطابق ان الہامات کی براہین میں اشاعت ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ الہام براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۶ (جس کو بشہادت الہام کتاب خانگی، مرزا کا بحالت حمل و دردزہ ہونا قرار دیا گیا تھا اور وہ حصہ سوم براہین احمدیہ میں شائع ہو چکا تھا) اور الہام صفحہ ۴۹۶ براہین احمدیہ جس میں نفخ روح کا بیان ہے، اس سے دو برس بعد ہوگا (جس کا مرزا، کشتی نوح میں خود اقراری ہو چکا ہے) اور اس ترتیب سے مرزا کا دعوی کشتی نوح درہم برہم ہو جائے گا کیونکہ اس ترتیب سے حمل اور دردزہ پہلے ٹھہرتے ہیں اور نفخ روح پیچھے ہوتا ہے، جو نہ تو کچھ معنے رکھتا ہے اور نہ دعوی مرزا کے موافق ہے۔اس سے مرزا کا یہ عذر کہ تالیف براہین احمدیہ کے وقت ان الہامات کے معنے اور ترتیب کا مجھے خدا نے علم نہ دیا تھا (باوجودیکہ وہ مرزا پر دروغگوئی کا الزام ثابت وقائم کرتا ہے) فضول اور نکما ہو گیا۔

☆ صفحہ ۴۷ کشتی نوح میں جو مرزا نے کہا ہے کہ

> مسیح ابن مریم کے دنیا میں دوبارہ آنے کا عقیدہ، اعتقاد مسلمانوں کے مطابق سادگی سے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔اس وقت تک براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آئے، مگر جب وقت آگیا تو مجھے سمجھائے گئے۔تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعوی مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں، یہ وہی دعوی ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بہ تصریح کیا گیا تھا.

اس میں یہ بات ناظرین کے یاد رکھنے کے لائق ہے کہ براہین احمدیہ کے

الہامات ایسے گول مول ہیں کہ اور کوئی تو ان کو کیا سمجھے گا، بیس بائیس برس تک مرزا نے خود ان کو نہیں سمجھا تھا، اور وہ ٹھیک طور پر اس مسخرے شاعر کے شعر کے مانند ہیں جس نے کہا تھا کہ شعر تو میں نے کہہ دیا مگر اس میں کوئی معنی ابھی میں نے نہیں ڈالے۔

اور اس قول کا باقی مضمون محض دروغ اور ڈھکوسلہ ہے۔ دوبارہ آمد مسیح کی نسبت عقیدہ مسلمانوں کا بیان، براہین احمدیہ میں سادگی سے نہیں ہوا بلکہ کمال حکمت عملی اور چالاکی سے ہوا تھا۔ اس وقت تک کسی شخص نے (مسلمانوں کی جماعت سے) مرزا کو مسیح موعود، نبی، رسول و امام نہ مانا تھا، اس لئے مسلمانوں کو پھنسانے کیلئے اس نے اس وقت مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا۔ اور چونکہ مسیح موعود کی تعریف کرنا اور ان کی آمد ثانی کا منتظر رہنا اس دعوی مثیل ہونے کا لازمہ تھا، اس وجہ سے وہ اسلامی عقیدہ مرزا نے بیان کیا اور اس میں حضرت مسیح کی فضیلت ظاہر کر کے اپنا مثیل مسیح اور ان کا ظلّ اور طفیلی ہونا بیان کیا۔ پھر جب چند لوگوں نے مرزا کو مثل مسیح مان لیا تو اس نے مثلیّت اور ظلیّت کو اڑا کر مسیح کو برا کہنا شروع کر دیا اور ان سے عہدہ مسیح موعود کا چھین کر خود سنبھال لیا اور خود اصلی مسیح بن بیٹھا۔

یہ اس کی اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوی و دلائل کشتی نوح پر بحث ہے جس سے اس کی بہت سی دروغ گوئیاں ثابت ہوئیں۔ اب ایک مثال اس کے دعوی تائید آسمانی کی پیش کی جاتی ہے جس سے ایک اور دروغ گوئی ثابت ہو۔

قضية الكرسى

مولانا بٹالوی ؒ لکھتے ہیں کہ کشتی نوح میں اس مقدمہ خون کا حال، جو عیسائیوں نے اس پر دائر کیا تھا، ذکر کر کے مرزا قادیانی صفحہ ۵۱ و ۵۲ میں کہتا ہے

> مسیح بن مریم ایک مجرم کی طرح عدالت کے سامنے کھڑا تھا لیکن میرے مقدمہ میں اس کے برعکس ہوا یعنی یہ کہ برخلاف دشمنوں کی امیدوں کے کپتان ڈگلس نے جو پیلاطوس کی جگہ عدالت کی کرسی پر تھا، مجھے کرسی دی۔ اور جب مولوی محمد حسین نے، جو گواہی کیلئے آیا تھا، مجھے کرسی پر بیٹھا ہوا پایا اور جس ذلت کو دیکھنے کیلئے میری نسبت اس کی آنکھ شوق رکھتی تھی، اس ذلت کو اس نے نہ دیکھا، تب مساواۃ کو غنیمت سمجھ کر وہ بھی

اس پیلاطوس سے کرسی کا خواہش مند ہوا، مگر اس پیلاطوس نے اسے ڈانٹا اور زور سے کہا کہ تجھے اور تیرے باپ کو کبھی کرسی نہیں ملی ۔

مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دروغ گوئی بھی کمال بے حیائی اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے مرزا اور اس کے اتباع اس کو ۱۸۹۷ء سے شائع و مشتہر کر رہے ہیں اور باوجودیکہ اس کا جواب پہلی دفعہ کے اشتہار پر اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۸۰ سے ۲۸۴ تک ایسا دیا گیا تھا کہ اگر کوئی ان میں سے خوف آخرت یا شرم دنیا رکھتا تو پھر اس قصہ کرسی کا نام نہ لیتا، مگر یہ حضرات ایسے باشرم اور صاحب حیا ہیں کہ اس کا ذکر مسلسل میں کئے جاتے ہیں ۔ اور اب کشتی نوح میں مرزا قادیانی نے میرے والد ماجد کی (جو اہل دنیا اور اہل دین دونوں جماعتوں میں معزز اور مسلّم بزرگ تھے) توہین کی ہے اور مجسٹریٹ گورداسپورہ سے یہ غلط بات نقل کی کہ اس نے خاکسار محمد حسین کو کہا کہ تجھے اور تیرے باپ کو کبھی کرسی نہیں ملی ۔ لہذا حمیت وحمایت پدری نے مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ ایک دفعہ پھر اس قادیانی کا دروغ پبلک پر ظاہر کروں ۔

پس پہلے تو میں خدا تعالی کے حضور، جو منتقم حقیقی ہے، اس کے جھوٹ اور افتراء کو پیش کر کے دعا مانگتا ہوں کہ اے باری تعالی تو اس بات میں جھوٹ بولنے والے پر ہزار لعنت کر ۔ اور اس جھوٹ کی سزا میں اس کو دنیا میں بھی ذلیل وخوار کر ۔ آمین ثم آمین ۔ و یرحم اللہ عبداً قال آمینا ۔ پھر میں ناظرین پر اس دروغ گوئی کے ثبوت میں سرکاری تحریری شہادت پیش کرتا ہوں جس سے ہر شخص کو یقین ہوگا کہ کپتان ڈگلس مجسٹریٹ نے ہرگز وہ بات نہیں کہی جو مرزا نے ان سے نقل کی ہے ۔

میرے والد ماجد شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ سکھوں کی عمل داری میں بھی معزز عہدوں پر مامور رہے، انگریزی عمل داری میں وہ تحصیل دار وغیرہ رہ چکے ہیں ۔ ایسے عہدہ دار کی نسبت کوئی حاکم باخبر کب کہہ سکتا ہے کہ اس کو کبھی کرسی نہیں ملی ۔ ۱۸۷۷ء میں بمقام امرتسر قیصری دربار ہوا، تو شیخ صاحب مرحوم اس میں مدعو ہوئے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جو دربار میں مدعو ہوتے ہیں ان کو کرسی ملتی ہے ۔ ذیل میں ہم وہ اعلان نقل کرتے ہیں جو ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی طرف سے شیخ صاحب مرحوم کے نام پہنچا تھا :۔

از دفتر ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

جلسہ بتقریب اختیار کرنے القاب قیصر ہند جنابہ ملکہ معظّمہ

اعلان بنام شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ

ایک جلسہ بمقام امرتسر بروز عام اعلان اختیار کرنے القاب قیصر ہند جنابہ ملکہ معظّمہ یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو ہوگا، اس اطلاع کی رو سے لکھا جاتا ہے کہ واسطے شمول جلسہ مذکور کے بمقام امرتسر آؤ۔ ۳۱ دسمبر ۱۸۷۶ء و یکم جنوری ۱۸۷۷ء کے واسطے مکان رہائش اور کھانا من جانب سرکار والا، معرفت ڈپٹی کمشنر امرت سر ملے گا۔

المرقوم ۲۱ دسمبر ۱۸۷۶ء مقام گورداسپور

اور میں اپنا حال کیا کہوں؟ صفحہ ۲۸۲ جلد ۱۸، اشاعۃ السنہ میں لکھ چکا ہوں۔ تاہم صرف مرزا کا جھوٹ ظاہر کرنے کی غرض سے (نہ اپنی بڑائی بیان کی نیت سے)، صرف اس قدر کہتا ہوں کہ باوجودیکہ میں ایک گوشہ نشین خادم دین ہوں، جب کبھی قومی ضرورتوں کیلئے وائسراؤں، کمانڈران چیف، لفٹیننٹ گورنروں، اور ان کے سکرٹریوں اور صاحبان فنانشل کمشنرز، کمشنرز، ڈپٹی کمشنرز کے گھروں پر ان کی ملاقات کیلئے گیا ہوں، یا درباروں میں شامل ہوا ہوں، تو انہوں نے میری عزت کی اور مجھے کرسی دی ہے۔ سب سے آخری دربار کارونوشن (دربار تاج پوشی) دہلی میں وائسرائے کی طرف سے مدعو ہوا تھا اور یہ امر دیسی اخباروں (وطن وغیرہ) میں مشتہر ہو چکا ہے۔ اس شمولیت دربار کا اعزازی تمغہ بھی خاکسار کو حکومت کی طرف سے عطا ہوا ہے جیسا کہ ایک اور رئیس بٹالہ میاں غلام فرید خان بہادر کو عطا ہوا ہے۔ اگر کبھی خاکسار کو مرزا کے مقابلہ میں کسی عدالت میں پہنچنے کا اتفاق ہوا تو میں اس تمغے سے مرزا کو برسر عدالت شرمندہ کرونگا۔ شائد اسی تمغہ کو دیکھ کر مرزا کی زبان وقلم جھوٹے قصہ کرسی سے بند ہو۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ تحریر وائسرائے (گورنر جنرل) کو جو خاکسار کے نام دعوت دربار کے متعلق پہنچی تھی، نقل کروں۔ مرزا اب بھی کسی تحریر میں اس قصہ کرسی کو نقل کرے گا تو پھر اس تحریر کو نقل کروں گا۔

(مولانا اس مقام پر حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ مرزا کے مقدمہ خون میں، میں سرکاری گواہ تھا، میں نے عدالت کے عام دستور کے مطابق کھڑے ہو کر شہادت دی تو اس سے مرزا نے جھوٹا قصہ کرسی بنا لیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس کا صلہ و معاوضہ اس کو بہت جلد ایک مقدمہ ملتان کی شہادت میں دے دیا ہے۔ اور اس پر

یہ بیت سچا کر دکھایا

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را　چنداں اماں ندارد کہ شب را سحر کند

اور اگست سن حال (۱۹۰۳ء) میں اس معاوضہ پر اور یہ اضافہ ہوا کہ مقدمہ مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھین میں ایک ہندو مجسٹریٹ گورداسپورہ کی عدالت میں جس میں بہت سے حکام ضلع و دیگر شرفاء کرسیوں پر بیٹھے رہے، شہادت کیلئے پیغمبر قادیان کو پانچ گھنٹہ کامل کھڑا رہنا پڑا جس سے اس کا منہ سوکھتا تھا اور پل بہ پل اس کو برف ملا کر دودھ پلایا جاتا تھا۔ محمد حسین۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے والد بڑے مقدمہ باز تھے اور بقول مرزا صاحب انہوں نے ہزاروں روپئے مقدمات کی نذر کئے تھے۔ سیالکوٹ کی ضلع کچہری میں ۴ سال کی ملازمت اور مختار کاری کے امتحان میں فیل ہوکر جب وہ گھر آئے تو والد نے انہیں مقدمہ بازی میں لگا دیا اور یوں انہوں نے بقول خود اپنی عمر کے کئی سال ضائع کئے۔ ۱۸۸۰ء کے گردو پیش انہوں نے خود کو مناظر اسلام کے طور پر اجاگر کرنے کی کوشش کی اور دینی حلقوں میں متعارف ہوئے۔ پھر انہوں نے پیر طریقت کا روپ دھارا۔ پھر مسیح و مہدی اور نبی کا۔ لیکن مقدمہ بازی کا مشغلہ جو والد کی طرف سے ورثہ میں ملا تھا، تاعمر جاری رہا۔ بٹالہ، گورداسپور، امرتسر، لاہور، جہلم، ملتان وغیرہ مقامات پر چھوٹی بڑی عدالتوں میں مدعی یا مدعا علیہ کی حیثیت سے پیش ہوتے رہے۔ ایک مقدمہ کی کاروائی بیان کرتے ہوئے انہوں نے کرسی کو اپنی صداقت کی آیت بنایا۔ اور پورے ملک میں شور مچایا کہ دیکھو مجھے پشتینی رئیس اور درباری کرسی نشین تسلیم کر کے مجسٹریٹ نے عدالت میں کرسی پیش کر کے میری عزت افزائی کی۔ اور محمد حسین بٹالوی کو گھڑا کر کے اس کی شہادت لی گئی۔ یہ میری بزرگی اور سچائی کی دلیل ہے۔ وغیرہ۔

ہم ذیل میں چند مقدمات کی کاروائی سے چند روز نامچے، مضامین وغیرہ نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو اپنے جاہ وجلال، خدم وحشم، حکام رسی، اور چاپلوسی کے باوجود عدالتوں میں کیسے سلوک سے واسطہ پڑتا تھا۔

اخبار وطن بحوالہ سراج الاخبار لکھتا ہے کہ

اگست (۱۹۰۳ء) میں عدالت رائے چندو لال مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور میں کئی مقدمات یکے بعد دیگرے پیش ہوئے۔ ۱۳۔ اگست کو حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین کا مقدمہ سرقہ کتاب نزول مسیح پیش ہوا ...اور یکم ستمبر آئندہ مقرر ہوئی۔ ۱۵۔ اگست کو ازالہ حیثیت عرفی والہ مقدمہ شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم بنام مولوی کرم الدین اور اڈیٹر سراج الاخبار پیش ہوا۔ آئندہ تاریخ ۲۴ ستمبر مقرر

ہوئی۔ ۱۸۔اگست کو مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی مولوی کرم الدین بنام مرزا غلام احمد پیش ہوا۔ جس میں مرزا کے وکیل نے درخواست کی کہ مرزا کو حاضری عدالت سے معاف رکھا جائے مگر عدالت نے منظور نہ کیا اور حکم دیا کہ مرزا صاحب سے حاضری عدالت کے لئے مچلکہ لیا جاوے۔ چنانچہ اسی وقت مچلکہ داخل کر دیا گیا۔اور آئندہ پیشی ۲۳ ستمبر مقرر ہوئی۔ ۱۹۔اگست کو چوتھا مقدمہ پیش ہوا جو حکیم فضل دین نے مولوی کرم الدین پر دائر کیا ہے۔ یہ اجلاس عدالت نے کمرہ عدالت سے باہر شامیانہ لگا کر کیا تھا اور علاوہ فرش دریوں کے بہت سی زائد کرسیاں اور بنچیں رکھوا دی گئی تھیں۔جن پر عدالت کی کاروائی دیکھنے کے لئے علاوہ مرزا محمد ظفر اللہ خان، و رائے لبھو رام مجسٹریٹان درجہ اول ضلع و نیاز علی اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس و مولوی محمد اشرف ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس و رائے سوبھا رام سول سرجن و بابو برکت علی اسسٹنٹ سرجن شفاخانہ، ضلع کے اکثر وکلاء اور معزز اہل کاران گورداسپور نشست فرما تھے۔اور عوام الناس کا تو کچھ شمار نہ تھا۔انتظام کے لئے ایک گارڈ پولیس مع ہتھکڑیوں اور سارجنٹ کے موجود تھی۔

پہلے گواہان استغاثہ پر من جانب وکلاء مولوی کرم دین کچھ جرح کی گئی۔ پھر مرزا صاحب کا، جو بطور گواہ ملزم طلب ہوئے تھے، بیان ہوا جو ۱۱ بجے سے شروع ہو کر ۴ بجے ختم ہوا۔مرزا صاحب کا سارا بیان عام گواہوں کی طرح اجلاس میں کھڑا کر کے لیا گیا۔اس عرصہ میں مرزا صاحب تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد دودھ میں برف ملا کر نوش جان فرماتے رہے۔ باقی گواہوں کے لئے ۲۔اکتوبر ۱۹۰۳ء کی تاریخ مقرر ہوئی۔ (شحنہ ہند ضمیمہ۔یکم ستمبر ۱۹۰۳ء۔ص ۵)

☆ ۱۲۔۱۳۔۱۴ اور ۱۶ نومبر ۱۹۰۳ء کو مرزا صاحب قادیانی کا مقدمہ ہوا۔ پہلے روز مستغیث مولوی کرم الدین جہلمی نے اپنا تتمہ بیان دیا کہ میری نسبت مرزا نے کذاب اور لئیم اور بہتان عظیم کے الفاظ کہے ہیں جن سے میری سخت حقارت (ہتک عزت) ہوئی۔ یہ دعوی کتاب مواہب الرحمٰن پر ہے جو مرزا صاحب پر تو بطور مصنف ہے اور حکیم فضل الدین پر بحیثیت مالک یا مہتمم مطبع قادیان کے۔

پیادے کے آواز دینے پر کہ ، مرزا غلام احمد حاضر ہے؟ مرزا جی حاضر عدالت ہو گئے...

پہلا گواہ مستغیث نے بابو (مولوی) محمد علی ایم اے مرزا کے اڈیٹر کو گذارا...

. تیسرے گواہ مولوی فاضل ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری گذرے۔جن کی گواہی پر مرزا صاحب اور مرزائی جماعت کو خاص نظر تھی۔آپ نے مستغیث کی عالمانہ حیثیت کی گواہی دینے کے علاوہ الفاظ استغاثہ کی تشریح کی۔ خاص کر لئیم کے معنی کو واضح کر کے بتایا کہ اس کے معنی ایک اخلاقی کمینہ کے ہیں جو شامل برائیوں کو شامل ہے۔ پھر عربی کا ایک شعر بھی سنایا۔ نیز مرزا جی کی اسی کتاب کے صفحہ ۵ پر دکھایا

کہ یہی لفظ انہوں نے خود فرعون کی نسبت لکھا ہے جو مسلمانوں کے علاوہ تمام دینا میں ذلیل وخوار ہے.

۱۶ نومبر کو جبکہ مقدمہ پیش تھا۔ مرزا صاحب بیمار ہو گئے تو وکیل نے عذر کیا کہ مرزا صاحب کو عدالت کے کمرے سے باہر ٹھہرنے کی اجازت ہو۔ جس پر حکم ہوا کہ باہر کچہری کے حلقے میں حاضر رہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب لحاف لے کر پڑے رہے۔

مارے مارے پھرتے ہیں۔ وکیلوں اور اہل کاروں کے سامنے ماتھا گھستے ہیں ناک اور ایڑیاں رگڑتے ہیں۔ عدالت بھی جنتری میں سے آپ کے بل نکال رہی ہے۔ عدالت کو آپ کے خدائی دعوی اچھی طرح معلوم ہیں اب ہر فرعونے راموسی کا کرشمہ نظر آرہا ہے۔...

مرزا جی کا حال اس وقت قابل دید ہوتا جب پیشی کے وقت چپراسی آواز دیتا ہے کہ گلام احمد کادیانی حاجر۔ اور مرزا جی کو سن کر دھڑکن پیدا ہوتی ہے۔ بھاگم بھاگ لسٹم پسٹم جاتے ہیں تو ندڈھیلی ہو جاتی ہے۔ ازار بند کسنا پڑتا ہے۔ سانس پھول جاتی ہے اور پھر ملزموں کے کٹہرے میں پہونچ کر کمان کی طرح دوہرے ہو کر سر جھکا کر ایٹرن بن کر عدالت کو دوہتھا سلام اور زمین دوز مجرے بجالاتے ہیں۔ اور عدالت بھی جواب میں ایک مکھی اڑادیتی ہے۔

یہ کیا ہے؟ وہی توہین انبیاء واولیاء وکبراء وعلماء ومشائخ کا ادبار ہے (شحنہ ہند ضمیمہ یکم دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۴ تا ۶)

قاسم علی خان ہیڈ کلرک محکمہ نہر، مرزا صاحب کو توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

. اب شمار کر لو کتنی ذلتیں ایک ہی جون میں بھوگنی پڑیں اور ابھی تو پہلا ہی پیالہ ہے کیونکہ مرزا جی کا خود قول ہے کہ اسی دنیا میں بہشت اور دوزخ شروع ہو جاتی ہے۔

۱۔ مولوی کرم الدین صاحب کے مقدمہ میں فرد جرم لگ گئی۔ گئے تھے روزے بخشوانے نماز گلے پڑی، جس کا نتیجہ نہیں معلوم کیا ہوگا؟ ...۲۔ دس بجے سے لے کر برابر پانچ بجے شام تک بلا وقفہ عدالت میں کھڑے رہنا اور سیروں دودھ اور برف کھڑے کھڑے اوڑا جانا۔ جو شخص مرض ذیابیطس میں مبتلا ہو وہ سیروں دودھ اوڑا جائے پھر دس بجے سے پانچ بجے شام تک یعنی سات گھنٹہ تک برابر کھڑا رہے اور بول کی بھی حاجت نہ ہو۔...اگر ذیابیطس نہ ہوتا تو شاید دھڑیوں اور منیوں دودھ اور برف اڑا جاتے۔..

۳۔ گورنمنٹ پر بصد منت یہ ثابت کرنا کہ میں عمر رسیدہ ہو گیا ہوں۔ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں اور آپ کی خدمات عرصہ تیس سال سے کر رہا ہوں جن کو سوائے گورنمنٹ کے کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اسی پالیسی کے اصول پر عیسی روح اللہ کو گالیاں دیتا ہوں اور اسلام بھی بگھارتا ہوں تاکہ مسلمان بدظن نہ ہو جاویں مگر اس خفیہ خیر خواہی کا بظاہر تو کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا (شحنہ ہند ضمیمہ ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۴ء)

.اخبار اہل حدیث امرتسر کا نامہ نگار لکھتا ہے ۔

خوش قسمتی سے خاکسار ۱۵۔اگست کو گورداسپور پہنچا اور زہے قسمت عدالت کے کمرے میں بینچ پر بیٹھ کر مرزا صاحب کی زیارت سے بہرہ ور ہوا۔

مرزا صاحب بحیثیت ملزم ایک خاص ممتاز جگہ کھڑے تھے اور ان کے مقابل ان کے حریف مستغیث۔ اتنے میں تیسرے حریف مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری بلائے گئے ۔مولوی صاحب موصوف پر مکرر جرح، جو بعد فرد جرم لگنے کے ملزم کا حق ہوتا ہے، باقی تھی، اسلئے حاکم (عدالت) نے ان کو پہلی دفعہ کہا تھا کہ ایک دفعہ آپ کو پھر آنا ہوگا ۔ چنانچہ ۱۵۔اگست کو مولوی صاحب بذریعہ سمن حاضر عدالت ہوئے۔

حاکم نے خوش اخلاقی سے پوچھا کہ آپ کتنے دن کا ارادہ کر کے آئے ہیں ۔مولوی (ثناء اللہ) صاحب نے جواب دیا کہ جب آپ اجازت دیں گے، جاؤں گا۔ یہ کہہ کر یہ لطیفہ کہا کہ میرا آنا تو آپ کی پیشگوئی تھی جو سچی ہوگئی ۔اگر بیٹے کی پیش گوئی ہوتی تو پوری نہ ہوتی ۔

اس پر خواجہ کمال الدین وکیل نے فریاد کی کہ حضور دیکھئے عدالت میں کھڑا ہو کر ہم پر طنز کرتا ہے ۔ہم یہ کریں گے، ہم وہ کریں گے۔ ہم پر ذاتی حملہ کرتا ہے ۔ خواجہ صاحب نے یہ سمجھا کہ مولوی صاحب نے مرزا جی کی ولادت فرزند کی پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا ہے جو آخر کار بیٹی سے بدل گئی ۔ جب وکیل صاحب نہایت جھلائے تو عدالت نے کمال انصاف مگر بڑی سختی کے ساتھ ڈانٹ بتلائی کہ انہوں نے میرے سوال کا جواب دیا ہے تمہیں اس سے کیا؟ نہ تمہارا نام لیا نہ تمہارا ذکر کیا۔

(شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ یکم ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۱۔۲)

☆ آخر اس عظیم الشان جنگ میں جو مرزائی جماعت کی طرف سے عرصہ دو سال سے گورداسپور میں ہو رہا تھا، مرزائیوں کو خوب شکست ہوئی ۔ یعنی مسیح قادیانی اور اس کا حواری حکیم فضل دین ۸۔اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سزایاب ہوگئے ۔ اس روز خلقت خدا بیحد جمع ہوگئی تھی اور سب لوگ پیغمبری کے مدعی کا حشر دیکھنا چاہتے تھے کیونکہ مرزا نے بذریعہ متواتر الہامات اپنی فتح وظفر کے الہام ظاہر کر رکھے تھے اور مریدوں کو اپنی بریت کا یقین دلا رکھا تھا ۔ ۳ بجے کے بعد اردلی نے زور سے پکارا۔ مولوی کرم دین اور مرجا گلام احمد وگیرا حاجر۔ (پھر) عدالت نے حکم سنایا کہ تم پر جرم ثابت ہے اور تمہارا جسٹی فی کیشن بہت غلط ہے ۔ پانچ سو روپیہ جرمانہ کی تم کو سزا دی گئی ہے اور اگر جرمانہ ادا نہ کرو گے تو چھ ماہ قید رہو گے اور فضل دین کو حکم سنایا کہ دو سو روپیہ اور بصورت عدم ادائیگی جرمانہ پانچ ماہ قید۔مرزا جی افتاں و خیزاں کمرہ عدالت میں مع اپنے چیلے فضل دین کے پہنچے۔رنگ فق تھا۔ اسی وقت جرمانہ وصول کیا گیا

اور مرزا جی اپنا سا منہ لے کر کمرہ سے باہر نکلے۔...مجسٹریٹ نے ۴۸ صفحہ کا فیصلہ انگریزی میں لکھا اور فیصلہ میں لکھ دیا ہے کہ مرزا اس جرم کا عادی ہے پہلے بھی اس کو مسٹر ڈوئی صاحب اور مسٹر ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنروں نے ہدایت کی تھی کہ باز آوے، لیکن باز نہیں آیا اور یہ اس قابل ہے کہ اس کو سزائے قید دی جائے کیونکہ بجز اس کے انسداد جرم ہو نہیں ہوسکتا لیکن محض ضعیف العمری پر رحم کر کے اس سے نرم سلوک کیا جاتا ہے (شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ ۱۶۔اکتوبر ۱۹۰۴ء ص ۱)

☆ مولانا احمد حسن شوکت ایک مقدمہ کے بارے میں لکھتے ہیں

یہ وہ مقدمہ ہے جس میں مرزا تقریباً دو سال کش مکش میں مبتلا رہے۔ نہ دن کو آرام نہ رات کو نیند۔ تصانیف بند، الہامات منقطع۔ یہ وہ مقدمہ ہے جس میں روزمرہ آپ کو متواتر (پیشی کے دنوں میں) چھ چھ گھنٹے پاؤں پر کھڑا رہنا پڑا۔ اور یہ وہ مقدمہ ہے جس کے غم وخوف سے اثناء تحقیقات میں مرزا جی پر طرح طرح کی بیماریوں نے سخت حملے کئے اور مختلف پیشیوں پر ناگہانی غشی سکتہ وغیرہ طاری ہوتے رہے۔ ہاں یہ وہ مقدمہ ہے جس میں آپ نے شدت پیاس سے گھبرا کر پانی کا مطالبہ کیا تھا، لیکن نصیب نہ ہوا۔ یہ وہ مقدمہ ہے جس نے مرزا جی کو اپنے دارالنعیم (قادیان) سے معہ زن وفرزند نکالا دے کر گورداسپور میں رولایا۔ آپ کے حریف بے نظیر پہلوان بے مثل فاضل مولوی محمد کرم الدین صاحب کی فتح کا نقارہ دنیا میں بج گیا اور دنیا قائل ہوگئی کہ اتنی بڑی جماعت کا تنہا مقابلہ کرنا اور آخر مخالف کو زک دینا شیر دل آدمی کا کام ہے۔ (شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ ۱۶۔اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ص ۲)

☆ مرزا محمود احمد قادیانی بتاتے ہیں:۔

. مسیح موعود پر ۱۹۰۲ء میں مخالفین کی طرف سے ایک کیس چلایا گیا اور جس مجسٹریٹ کے سامنے یہ کیس پیش تھا وہ آریہ تھا۔ اسے لاہور سے بلا کر آریہ لیڈروں نے قسم دلائی کہ اس مقدمہ میں مرزا صاحب سے پنڈت لیکھرام کا بدلہ ضرور لینا ہے اور اس نے اپنے لیڈروں کے سامنے ایسا کرنے کا وعدہ کرلیا۔خواجہ کمال الدین کو رپورٹ پہنچی کہ اس اس طرح مجسٹریٹ کو قسم کھلائی گئی ہے (کیا ثبوت ہے؟ بہا)۔ حضرت مسیح موعود مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف رکھتے تھے۔خواجہ کمال الدین نے آپ سے کہا کہ کسی نہ کسی طرح اس مقدمہ میں صلح کرلی جائے کیونکہ یہ بات پکی ہے کہ مجسٹریٹ کو لاہور بلا کر اس سے یہ وعدہ لیا گیا ہے کہ وہ ضرور سزا دے...مسیح موعود نے فرمایا خواجہ صاحب اللہ کے شیر پر ہاتھ ڈالنا کوئی آسان بات ہے؟ میں خدا کا شیر ہوں وہ مجھ پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے ....وہ مجسٹریٹ حضرت مسیح موعود کو اس قدر تنگ کیا کرتا تھا کہ مقدمہ کے دوران سارا وقت آپ کو کھڑا رکھتا اگر پانی پینے

کی ضرورت محسوس ہوتی تو پینے کی اجازت نہ دیتا۔ (کیا خدا کے شیر ایسے ہوتے ہیں کہ پانی پینے کے لئے بھی انہیں اجازت لینے کی ضرورت ہو؟ اور اجازت نہ ملے تو وہ پانی بھی نہ پی سکیں؟ بہاء) ایک دفعہ خواجہ صاحب نے پانی پینے کی اجازت بھی مانگی مگر اس نے اجازت نہ دی.... دوسرے مجسٹریٹ نے بظاہر آپ کو مقدمہ میں کوئی تکلیف نہیں دی تھی لیکن آخر میں آپ کو جرمانہ کی سزا دی۔

(خطبہ عید۔ پارک ہاؤس کوئٹہ۔ ۲۸ جولائی ۱۹۴۹ء، الفضل ربوہ ۸۔ اپریل ۱۹۵۹ء)

☆ مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اب کشتی نوح کی ایک اور دھوکہ دہی ظاہر کی جاتی ہے۔ اس کتاب کے آخری صفحہ میں بقلم جلی لکھا ہے۔

چندہ برائے توسیع مکان

چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جائے اور ہمارے گھر میں جس میں بعض حصوں میں مرد بھی مہمان رہتے ہیں اور بعض حصوں میں عورتیں، سخت تنگی واقعہ ہے اور آپ لوگ سن چکے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان لوگوں کیلئے جو اس گھر کی چار دیواری کے اندر ہوں حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اب وہ گھر جو غلام حیدر متوفی کا تھا، جس میں ہمارا حصہ ہے، اس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہو گئے ہیں کہ ہمارا حصہ دیں اور قیمت پر باقی حصہ دیدیں۔ میری دانست میں یہ حویلی جو ہماری حویلی کا ایک جزو ہو سکتی ہے دو ہزار تک تیار ہو سکتی ہے کیونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوش خبری کے رو سے اس طوفان طاعون میں بطور کشتی نوح کے ہوگا۔ نہ معلوم کس کس کو اس کی بشارت کے وعدہ سے حصہ ملے گا، اس لئے یہ کام بہت جلدی کا ہے، خدا پر بھروسہ کر کے جو خالق و رازق ہے، اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے، کوشش کرنی چاہیے۔ میں نے دیکھا کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش ہے، نہ عورت کی، اس لئے توسیع کی ضرورت پڑی۔ والسّلام علی من اتّبع الھدی۔

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی

مولا بٹالوی لکھتے ہیں کہ یہ درخواست روپیہ کمانے کیلئے فریب پر مبنی ہے جس پر تین دلائل مفصّلہ ذیل شاہد ناطق ہیں۔

☆ دلیل اول ۔مرزا نے اپنے مریدوں کی تعداد صفحہ ۸۷ رسالہ مواہب الرحمٰن میں ایک لاکھ سے زائد بتائی ہے، اوراس کے صفحہ ۱۰۴ میں دو لاکھ کے قریب بتائی ہے۔ اوران سبھی کو بلا استثنا اس گھر میں آنیکی دعوت کی ہے، اور طاعون سے نجات کی بشارت دی ہے ۔ پس اگر مرزا کی دعوت اس کے مریدوں نے قبول کی تو اس گھر میں جو دو ہزار روپیہ میں تیار ہوگا (منجملہ دو لاکھ) دو ہزار آدمی کی بھی گنجائش نہ ہوگی ۔ پھر اس گھر میں دو لاکھ آدمیوں کو آنے کی دعوت (دو ہزار روپیہ مارنے کیلئے) ایک حیلہ سازی نہیں تو اور کیا ہے؟

(مرزا قادیانی کی زندگی میں مرزائیوں کی تعداد سے متعلق جناب امام الدین لاہوری کی ایک محققانہ تحریر حسب ذیل ہے۔لکھا ہے

پیسہ اخبار لاہور سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے بتقریب دربار تاجپوشی جناب لارڈ کرزن وائسرائے ہند کی خدمت میں تعطیل جمعہ کے بارہ میں میموریل بھیجا ہے جس میں اپنے پیرؤوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ لکھی ہے ۔ اور مرزائی اخبار البدر کی اشاعت کی نسبت جو اشتہارات بازاروں میں چسپاں دیکھے گئے ان میں بھی ایک لاکھ سے زیادہ تعداد لکھی گئی ہے۔ مگر دربار کے ایک ماہ بعد مرزائی اخبار الحکم مطبوعہ ۷ مارچ ۱۹۰۳ء میں ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ تعداد لکھی ہے۔

مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۱ مورخہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۱۴ھ میں اپنے پیرؤوں کی تعداد معہ جائے سکونت کل ۳۱۳ لکھی ۔ پھر اس تحریر کے گیارہ روز بعد جب مولوی غلام دستگیر قصوری سے تاب مقابلہ نہ لاکر قادیان سے باہر نہ نکلے اور مباہلہ سے پہلو تہی کی تو ۲۵ جنوری ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں یہ تعداد آٹھ ہزار لکھ دی ..قلم تو ان کے ہاتھ میں تھا اب اگر ڈیڑھ لاکھ لکھی دی تو کیا تعجب؟ حالانکہ ۸ ہزار کی تعداد بھی غلط ہے کیونکہ خود الحکم مطبوعہ ۷ فروری ۱۹۰۳ء میں لکھا ہے کہ

گزشتہ تین سال میں اس فرقہ نے حیرت انگیز ترقی کی ہے ۔ ۱۸۹۸ء میں اس کی تعداد صرف چند سو تک تھی مگر آج اس کا شمار ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے .

منشی تاج الدین تحصیل دار بٹالہ نے اپنی رپورٹ انکم ٹیکس میں آپ کے پیروان کی تعداد ۳۱ ۔ اگست ۱۸۹۸ء میں ۳۱۸ لکھی ہے۔ دیکھو مرزا کا رسالہ ضرورۃ الامام صفحہ ۴۳ جس کی بعینہ عبارت یہ ہے :۔

..اس نے (یعنی مرزا نے) چند مذہبی کتابیں شائع کیں ۔ رسالہ جات لکھے اور اپنے خیالات کا اظہار بذریعہ اشتہارات کیا چنانچہ اس کل کاروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ کچھ عرصہ سے ایک متعدد اشخاص کا گروہ جن کی فہرست (بحروف انگریزی) منسلک ہے اس (مرزا) کو اپنا سرگروہ ماننے لگا اور ایک علیحدہ فرقہ

قائم ہوگیا۔حسب فہرست منسلکہ ہذا ۳۱۸۔آدمی ہیں۔

مزید حالات کیلئے دیکھو مثل مقدمہ عذر داری انکم ٹیکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ ذات مغل سکنہ قادیان تحصیل بٹالہ مرجوعہ ۲۰ جون ۱۸۹۸ء منفصلہ ۱۷ستمبر ۱۸۹۸ء نمبر مقدمہ ۵۵/۴۶

پس جب تحصیل دار بٹالہ کی رپورٹ کے مطابق ۳۱۔اگست ۱۸۹۸ء تک پیروان کی تعداد فقط ۳۱۸ ہوتو کس طرح ممکن ہے کہ حسب اشتہار ۲۵ جنوری ۱۸۹۷ء تک آٹھ ہزار ہو جائے۔حالانکہ خود مرزا صاحب کے نزدیک جھوٹ بولنے سے زیادہ کوئی لعنتی کام نہیں۔دیکھو الحکم ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء۔

اسی طرح ایک عرصہ کے بعد اپنے پیروان سے ایک اشتہار بنام درخواست دلوایا جس میں تیس ہزار کی تعداد لکھ دی۔دیکھو مریدوں کی درخواست مورخہ ۲۷ جون ۱۹۰۰ء۔حالانکہ درخواست پر مختلف جگہوں کے رہنے والوں کے کل ۱۵۰ دستخط ہیں اور بس۔

۲۷ جون ۱۹۰۰ء میں اگر آپ کے پیروان کی تعداد تیس ہزار ہوئی جیسا کہ اشتہار (درخواست) میں درج ہے.... پھر الحکم مطبوعہ ۱۰ستمبر ۱۹۰۲ صفحہ ۵ میں مریدوں کی تعداد ستّر ہزار ظاہر کی گئی اور پھر الحکم ۷فروری ۱۹۰۳ میں ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ۔کیا یہ ممکن ہے کہ دس ستمبر ۱۹۰۲ء تک تو ستّر ہزار ہوں اور ۷ فروری ۱۹۰۳ء تک ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ یعنی پانچ ماہ میں اسّی ہزار بڑھ جائیں۔

سول اینڈ ملٹری گزٹ (جس کی وقعت اور عظمت مرزا صاحب کے نزدیک بھی مسلّم ہے دیکھو انجام آتھم کا حاشیہ صفحہ ۵۵۔اور اشتہار بہ عنوان لیکھرام کی موت کی نسبت آریہ صاحبوں کے خیالات مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء ص ۵) پچھلی مردم شماری کی رو سے جو ۱۹۰۱ء میں ہوئی ہے،مرزا صاحب کے پیرؤوں کی تعداد صرف ایک ہزار لکھتا ہے۔دیکھو سول ملٹری گزٹ ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء۔اور اسی روز کے اخبار میں یہ بھی لکھا ہے کہ عرصہ بیس برس سے مرزا غلام احمد قادیانی اپنے پرائیویٹ مطبع سے جو قادیان میں ہے اپنے اصول پھیلانیکے لئے کہ وہ مسیح اور مہدی ہے، اشتہارات چھپوا کر شائع کرتا ہے۔

یہ وہ اخبار ہے جس کا مرزا صاحب نے جلسہ مذاہب کی تقریر پر اپنی صداقت کیلئے حوالہ دیا ہے ہم اس گزٹ سے بالکل متفق ہیں کیونکہ مرزا صاحب بذات خود اپنے اشتہار بہ عنوان پیر مہر شاہ صاحب کے توجہ دلانے کے لئے آخری حیلہ کے صفحہ ۳ مورخہ ۲۸۔اگست ۱۹۰۰ء میں لکھتے ہیں

اور یاد رہے کہ لاہور میں میرے ساتھ تعلق رکھنے والے پندرہ یا بیس آدمی سے زیادہ نہیں۔

پس مرزا صاحب کی اس تحریر کے مطابق معلوم ہوا کہ آپ کے پیرؤوں کی تعداد ایسے بڑے شہر لاہور میں صرف پندہ بیس ہے۔اگر اسی تناسب سے ہندوستان کے بڑے بڑے سو شہر لاہور کی مانند فرض

کیئے جائیں اور پندرہ مرید فی شہر بحساب اوسط شمار کیئے جاویں تو یہ تعداد سول ملٹری گزٹ، مردم شماری کی رو سے عین درست نکلتی ہے۔... یہ بھی یاد رہے کہ مرزا کے پیروان کی تعداد جو اخبار سول نے ایک ہزار سے اوپر لکھی ہے ان میں سے اب تک بہت سے لقمہ طاعون ہو چکے ہیں اور بہت سے بیعت کو تبرّا کہہ کر از سرنو اسلام قبول کر چکے ہیں اور یہ سلسلہ بذریعہ ضمیمہ شحنہ ہند اب تک جاری ہے۔ دیکھو.. رسالہ فتح قادیان مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۔ اور اس معاملے میں مولوی نور محمد ساکن لکھو کے کا اشتہار بھی دیکھنے کے قابل ہے جن کے ہاتھ پر خود مرزا کے پیروان ساکن قادیان نے توبہ کی ...جو شخص گورنمنٹ تک کو مغالطہ دینے سے نہیں چوکتا، وہ پبلک کو کیوں مغالطہ نہ دے۔ چنانچہ مرزا صاحب اخبار عام مورخہ ۲ فروری ۱۹۰۳ء میں لکھتے ہیں کہ جہلم میں آپ کے دیکھنے کو تیس ہزار یا چونتیس ہزار کے قریب لوگ آئے ہوں گے۔ اور پھر لکھتے ہیں کہ جب لاہور سے میرا گذر ہوا تو میں نے صدہا لوگ ہر سٹیشن پر جمع پائے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ جہلم کے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے چالیس ہزار کے قریب لوگ میرے راہ گذر سٹیشنوں پر جمع ہوئے ہوں گے۔

مرزا صاحب کا یہ سفید جھوٹ روسیاہی کیلئے کافی ہے کیونکہ جب جہلم کی آبادی ہی اتنی نہیں تو اس قدر آدمی کہاں سے آئے؟ پھر ہر سٹیشن پر صدہا آدمی؟ آپ کو چاہیے کہ مرد میدان بنیں، ہم اور آپ ایک متفقہ درخواست ریلوے افسروں کی خدمت میں پیش کریں کہ وہ پوری پوری تعداد پلیٹ فارم کے ٹکٹوں کی بتا دیں یعنی لاہور سے جہلم تک ہر سٹیشن پر جس ٹرین میں آپ نے سفر کیا تھا کس قدر آدمی آئے اور درخواست پر جو خرچ ہو اس کا نصف آپ دیں۔ اگر آپ اس روز چالیس ہزار کے قریب آدمیوں کا جمع ہونا لاہور سے جہلم تک کے سٹیشنوں پر ثابت کر دیں تو فی سٹیشن ایک روپیہ نذر کروں گا۔ ورنہ اپنے کاذب ہونے کا اقرار کریں۔ ہمارے ایک کرم فرما سوداگر پشمینہ جن کو پشاور میں ایک شخص سے روپیہ لینا تھا اور وہ اتفاقاً پشاور سے اسی ٹرین میں آرہے تھے (جس میں مرزا صاحب جہلم سے گھر کو جارہے تھے) حلفاً بیان کرتے ہیں کہ مسافر لوگ آپ کے دیکھنے کو آتے اور لا حول پڑھ کر چلے جاتے۔ اور مرزا جی بگلا بھگت بنے آنکھیں بند کیئے بیٹھے تھے۔

لاہور سے جہلم تک چودہ اسٹیشن ہیں اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو بحساب اوسط ہر اسٹیشن پر ۲۸۵۷ آدمیوں کا اپنے دیکھنے کیلئے آنا ثابت کردیں تو ہم فی سٹیشن ایک روپیہ پھر دیں گے۔

مرزا صاحب متفقہ درخواست پیش کریں۔ اس کا خرچ ہمارے ذمہ۔ اگر آپ چار اسٹیشن وزیر آباد گوجرانوالہ، گجرات، لالہ موسی پر بجائے ۲۸۵۷ کے صرف پچاس پچاس آدمی ہی فی سٹیشن ثابت کردیں

تو فی سٹیشن ایک روپیہ اور نذر کیا جائے گا۔

پھر آپ اخبار عام مورخہ ۲ فروری ۱۹۰۳ء کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں کہ جہلم میں تقریباً ۱۲۰۰ نفر بیعت میں داخل ہوئے۔ تعجب ہے لاہور جیسے بڑے شہر میں جو پنجاب کا دارالخلافہ ہے اور جس میں لاکھوں کی آبادی ہے وہاں تو مرزا صاحب کے فقط پندرہ یا بیس مرید ہوں اور جہلم جیسے چھوٹے ضلع میں ... آسمانی باپ ۱۲سو مرید پیدا کر دے۔

پھر فقط جہلم میں ۱۲سو، اور قادیان سے جہلم تک جن مقامات لاہور وغیرہ میں آپ نے چندے قیام کیا، وہ گویا علاوہ ہیں۔ مگر آپ کا خالص مرید اڈیٹر الحکم جو اسی مقدمہ میں جہلم حاضر ہوا تھا، الحکم مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۵ کالم سوم میں یوں لکھتا ہے

. سفر جہلم میں تقریباً آٹھ سو مرد و عورت نے حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی۔

اب فرمائیے چیلے صاحب سچے یا گورو جی؟

پھر رسالہ ریویو بابت فروری ۱۹۰۳ء میں یوں لکھا ہے

. اس تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں کہ فرقہ احمدیہ پنجاب میں کس زور شور سے ترقی کر رہا ہے۔ ایک ہی دن میں جہلم میں ۱۷ جنوری کو تقریباً چھ سو آدمیوں نے بیعت کی۔

اب اپنے ہی منہ سے سب جھوٹے ہو گئے یا نہیں؟

خاکسار امام الدین از لاہور محلّہ پیر گیلانیاں۔ (ضمیمہ شحنہ میرٹھ ہند ص ۱ تا ۶۔ ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء)

☆ دلیل دوم یہ کہ مرزا قادیانی خود کشتی نوح کے صفحہ ۱۰ سطر ۶ میں یہ لکھ چکا ہے کہ

اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں، جو اس خاک وخشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔

یہ عبارت بتاتی ہے کہ جس چار دیواری میں رہنے والوں کو طاعون سے بچانے کا مرزا کو وعدہ دیا گیا ہے، اس سے مراد خشت و خاک کی چار دیواری نہیں۔ پھر اس خشت و خاک کے گھر کی تیاری کیلئے لوگوں سے چندہ مانگنا روپیہ کمانے کا ایک حیلہ نہیں تو اور کیا ہے؟

☆ دلیل سوم یہ کہ مرزا قادیانی نے طاعون کو طوفان نوح ٹھہرایا ہے اور اپنے گھر یا چار دیواری کو کشتی نوح بنایا، اور تمام دنیا کے لوگوں میں سے صرف ان ہی لوگوں کی نجات کا

وعدہ دیا ہے، جو اس کشتی پر سوا ہو جائیں۔ یعنی اعتقاد وصدق دل سے اس کے گھر اور چار دیواری میں آ کر پناہ لیں۔ مگر اس گھر اور چار دیواری کو مرزا نے گول مول بنا رکھا ہے اور اس کی شرح وتفسیر کی تو دو مختلف مرادوں سے کی ہے۔ اشتہار آخری صفحہ نمبر ۶۷ کشتی نوح میں تو اس سے مراد خاک وخشت کی چار دیواری بتائی ہے۔ اور صفحہ ۱۰ کشتی نوح میں اس سے روحانی چار دیواری مراد ٹھہرائی ہے (جو پوری اطاعت وفرمانبرداری کا نام ہے) اور یہ دونوں مرادیں وتفسیریں باہم مختلف ہوسکتی ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ ایک دوسرے کو مستلزم ہے کیونکہ

ممکن ہے کہ بعض لوگ جو خاکی چار دیواری میں رہتے ہوں، وہ مرزا کے دلی معتقد اور پورے مطیع نہ ہوں۔ انہی لوگوں کی نظر سے مرزا نے چار دیواری میں رہنے کی شرط کے ساتھ کامل پیروی اور سچے تقوی کی شرط صفحہ ۴ سطر ۲ میں لگا دی ہے۔ پس ایسے محل اور مادہ میں خاکی چار دیواری تو موجود ہے، مگر روحانی مفقود۔

ایسا ہی ممکن ہے کہ بہت لوگ مرزا قادیانی کی روحانی چار دیواری میں رہتے ہوں یعنی دل سے اور جان سے اور مال سے مرزا پر فدا ہوں، مگر بعد مسافت کے سبب یا تعلقات ملازمت کی وجہ سے مرزا کی خاکی چار دیواری میں نہ آسکیں۔ اور دو لاکھ آدمی کا اس خاکی چار دیواری میں جو صرف دو ہزار کی لاگت سے تیار ہوگی، آ رہنا امکان عادی سے بھی خارج ہے۔ اس محل اور مادہ میں روحانی چار دیواری تو موجود ہے مگر خاکی مفقود۔

جب یہ دونوں تفسیریں باہم مختلف ہوئیں اور ان دونوں کا تمام مریدان مرزا میں جمع ہونا امکان سے خارج ہوا، تو اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کشتی نوح یا چار دیواری کی یہ دونوں تفسیریں خدا کی طرف سے نہیں۔ خدا کی طرف سے ہوتیں تو آپس میں مختلف اور متضاد نہ ہوتیں۔ خدا تعالی دونوں میں سے ایک کو متعین کرتا، یا دونوں کو جمع فرماتا۔ جیسا کہ حضرت نوحؑ کے وقت شرط ایمان اور سواری کشتی دونوں کو جمع فرمایا، مرزا کو بھی ایسا گھر عطا کرتا جس میں دو لاکھ آدمیوں کی گنجائش ہوتی۔ جب ایسا نہیں ہوا تو اس سے یقیناً سمجھا گیا کہ مرزا کو خدا کی طرف سے کسی چار دیواری کے رہنے والوں کی نجات کا وعدہ نہیں ملا۔ یہ مرزا قادیانی کا اپنا من گھڑت ڈھکوسلہ ہے جس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ

اگر حسب اتفاق میری چار دیواری میں امن رہا تو میں یہ کہہ دونگا کہ یہاں اس واسطے امن ہے کہ خدا نے اس چار دیواری کے رہنے والوں کو بچانے کا وعدہ کیا ہوا تھا،

اور اگر کوئی اس میں طاعون میں مبتلا ہو گیا، تو میں یہ کہہ دونگا کہ یہ شخص میری روحانی چار دیواری میں نہ تھا، گو خاکی میں تھا، اس واسطے یہ ہلاک ہوا۔

اور اگر میری چار دیواری خاکی کے باہر والوں پر طاعون آیا، تو میں کہہ دونگا کہ مجھ سے وعدہ خاکی چار دیواری کے رہنے والوں کو بچانے کا تھا، اسی واسطے میں نے دو ہزار روپیہ کا اشتہار دیا تھا۔ اور اگر کوئی اتفاق وقسمت سے باہر والوں سے بچ گیا تو میں یہ کہہ دونگا کہ وہ میری روحانی چار دیواری سے باہر نہ تھا، گو خاکی سے باہر تھا، اس واسطے خدا نے اسکو بچا لیا

یہ دورخی پیشگوئیاں یا دو پہلو شرطیں مرزا کی قدیم عادت ہے۔ مرزائیوں میں سے کوئی شخص ذرہ عقل وفہم رکھتا تو جس وقت اس نے کشتی نوح یا چار دیواری کا ڈھکوسلہ گھڑا تھا اسی وقت اس سے وہ سوال کرتا جو ہم نے سابق میں وارد کیا ہے کہ چار دیواری یا کشتی اب تجھے یاد آئی ہے، پہلے اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء میں یہ بات کیوں نہ کہی؟ وہاں تو سارے قادیان کو اوی القریۃ کہہ کر نجات دی گئی ہے۔ پھر یہ سوال کرتا کہ چار دیواری (جس کو تو نے کشتی نوح بنایا)، کیا ہے؟ ایک مراد بتا کہ اس سے خاکی چار دیواری مراد ہے یا روحانی؟ روحانی مراد ہے تو مکان کی توسیع کیلئے چندہ کیوں طلب کرتا ہے؟ اور اگر خاکی مراد ہے تو اس چار دیواری کے ذریعہ دو لاکھ آدمیوں کی نجات کی کیا صورت ہے؟

☆ مولانا بٹالوی اس مقام پر فرماتے ہیں کہ مرزا کی کشتی نوح (جس کا دوسرا نام دعوۃ الایمان اور تیسرا نام تقویۃ الایمان ہے) کی حقیقت (ساخت و بناوٹ) ہم نے ایسی کھول دی ہے کہ جس کو ذرہ عقل ہوگی وہ سمجھ جائے گا کہ یہ کشتی پار اتارنے کو نہیں، بلکہ ڈبونے کیلئے تیار کی گئی ہے۔

مواہب الرحمٰن کا تجزیہ

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ طاعون کے موضوع پر مرزا قادیانی کی ساتویں تحریر اس کا رسالہ مواہب الرحمٰن ہے جو ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا۔ اس رسالہ کے ۱۲۹ صفحات ہیں اور اس میں اکثر وہی لاف وگزاف اور دروغ ہیں جو اس کے پچھلے رسالوں سے نقل کر کے ان کا جواب دیا گیا ہے، لہذا ہم ان سب کا نقل کرنا اور پھر ان کا جواب دینا فضول سمجھتے ہوئے اس کے اخص اکاذیب کی نقل اور اس کے ردّ پر اکتفا کرتے ہیں۔

پس، اس مقام میں اس کے دو جھوٹ اس کی عبارت سے نقل کئے جاتے ہیں ہیں۔ اس نے صفحہ ۲۳، ۲۴، ۲۵ رسالہ مذکور میں یہ دعویٰ ہے

و لما اصرّوا علی ا لانکار اقبلت علی المنکر ین ... ھنالک تمنّیت لوکان وباء ینبّہ المعتد ین و اوحی الیّ انّ الطّاعون نازل و قد دعتہ اعمال الفاسقین ۔ فو اللّٰہ ما مضی الا قلیل من الزّ مان حتی عاث الطّاعو ن فی ھذ ہ البلدا ن ۔ فعروہ الی سوء اعما لی وقالوا انا تطیّرنا بک و ضحکوا علی اقوا لی و قالوا انّا من المحفوظین لا یمسّنا ھذا اللظی ولا یموت احد من علماء نا بالطاعون. و اما انت فستطعن و تمو ت فا نّک کیذ با ن۔ فقلت کذبتم بل لنا من الطّاعو ن امان ... فما لبثوا الا قلیلاً حتی زاروا المنون وما ت بعض اجلّ علماء ھم من الطاعون وکنت اخبرت بھذا قبل موت ذالک المطعون فان شئت فانظر ابیاتاً من قصیدتی ا لاعجا زیۃ الّتی کتبنا ھا فی ھذہ الصفحۃ علی الحاشیۃ و ما نظمت تلک القصیدۃ الا لھذا الحز ب الذ ی خذ لھم اللہ بتلک الآ یۃ۔ و ما خا طبت ا لّا ایا ھم اتما ماً للحجّۃ ۔ بل سمیت بعضھم فی تلک القصیدۃ لئلّا یکون امری غمّۃ علی اھل البصیرۃ و النصفۃ ۔ فو اللہ ما مضی شہر کامل علی ھذہ ا لا نباء المشاعۃ حتی اخذ الطاعون کبیرھم الذی اغری علی اشرار البلدۃ وکا نوا آذو نی من کلأ نہج ... واشاعوا اوراقاً مملوۃ من السّبّ و الفحشاء و البہتان و الغریۃ و مع ذا لک طلب منی الدّھم قبل ھذہ الوا قعۃ ۔آیۃ کنت وعدتھا للفئۃ المنکرۃ و اشاع ذا لک فی جریدۃ الھند یۃ یسمّی با لفیسۃ ۔

کہ لوگوں نے میرے دعویٰ مسیحیت سے انکار کیا تو میں ان کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے آرزو کی کہ وباء آوے تا کہ ان منکروں کو تنبیہہ ہو۔ تو میری طرف وحی ہوئی کہ طاعون آنے والی ہے۔ پس تھوڑے ہی دن گذرے کہ وباء طاعون نے ان شہروں میں

تباہی ڈال دی۔ پھر وہ لوگ مجھے بولے کہ یہ وبا تمہارے اعمال کی شامت سے آئی ہے ہم اس سے محفوظ رہیں گے اور ہمارے علماء طاعون سے نہ مریں گے۔ تو ہی طاعون میں مبتلا ہوگا اور مرے گا۔ میں نے کہا کہ تم جھوٹے ہو، ہم کو طاعون سے امن رہے گا۔ اس پر تھوڑی ہی مدت گذری کہ انہوں نے موت کی زیارت کی اور ان کے بعض بڑے عالم طاعون سے فوت ہوئے جن کے مرنے سے میں نے موت سے پہلے خبر دیدی تھی، چاہو تو یہ خبر میرے اس قصیدہ اعجازیہ میں جس کے چند ابیات حاشیہ میں منقول ہیں، دیکھو۔ تو وہ قصیدہ میں نے انہی لوگوں کیلئے بنایا تھا اور اس میں بعض لوگوں کا (یعنی جو طاعون سے مرے) نام بھی لے دیا تھا۔ ان خبروں کی اشاعت پر پورا مہینہ بھی نہ گذرا تھا کہ ان کے بڑے عالم کو جو شہر کے شریر لوگوں کو برانگیختہ کرتا تھا، طاعون نے پکڑ لیا۔ ان لوگوں نے مجھے تکلیف دینے کیلئے گالیوں و افترا سے بھرے ہوئے اوراق شائع کئے، ان میں سے ایک بڑے جھگڑالو نے مجھ سے اس واقعہ سے پہلے یہ نشان طلب کیا جس کا میں نے وعدہ بھی کر لیا تھا اور یہ امر اس نے پیسہ اخبار میں مشتہر بھی کر دیا تھا۔

☆ مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے اس مقام میں کہا ہے، محض دروغ ہے۔ ہندوستان یا پنجاب میں طاعون آنے سے پیشتر اس نے کبھی یہ آرزو نہیں کی کہ جو لوگ مجھے مسیح نہیں مانتے ان پر طاعون کی وبا آپڑے۔ اور نہ یہ بات اس نے کسی کو کہی اور نہ اس کے مقابلہ میں کسی نے اس کو یہ بات کہی کہ طاعون تیری شامت اعمال سے آیا ہے، تو ہی اس سے مرے گا اور ہمارا کوئی عالم طاعون میں مبتلا نہ ہوگا۔ اور نہ اس نے کسی عالم کے طاعون سے مرنے کی (اس کی موت سے پہلے) خبر دی۔ جس قصیدہ کا وہ حوالہ دیتا ہے وہ اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ ہم نے اول سے آخر تک خصوصاً اس کے صفحات ۵۸ و ۶۳ کو جن کا اس نے حوالہ دیا ہے، دیکھا، اس میں کسی کا نام ونشان نہ پایا۔

قادیانی بقید وقت و تاریخ ان اشخاص کا نام بتا کر کہے کہ ہندوستان و پنجاب میں کب اس نے، اس کے آنے کی آرزو کی، اور کس شخص نے اس کو وہ بات کہی جو اس نے نقل کی ہے اور کب اور کس پرچہ پیسہ اخبار لاہور میں وہ شائع ہوئی (مینجر پیسہ اخبار سے لاہور میں اتفاقاً ملاقات ہوئی اور ان سے یہ امر دریافت کیا تو انہوں نے صاف کہا کہ مرزا جھوٹ بولتا ہے۔ محمد حسین)

ہم ان باتوں کے دروغ محض ہونے پر یہاں ایک بیّن دلیل پیش کرتے ہیں۔
وہ دلیل یہ ہے کہ بمبئی میں طاعون آنے سے پہلے تو اس نے طاعون کے متعلق لب بھی نہیں ہلایا اور جن لوگوں پر وہاں طاعون آیا، ان کو مرزا کے وجود کا (چہ جائے کہ دعوی مسیحیت کا) علم نہ تھا۔ ان میں سے ایک شخص کا بھی اس کی مسیحیت سے انکار نہیں سنا گیا، اور پنجاب میں طاعون آنے سے پہلے اس نے کسی ایک شخص کو بھی نہیں کہا کہ تم مجھے مسیح نہ مانو گے تو تم پر طاعون آئے گا۔ بلکہ طاعون آجانے کے بعد اور اس کے بعد ۱۹۰۱ء تک طاعون آنے کا سبب بتایا، تو عام گناہوں کا ذکر کیا اور انہی گناہوں کو سبب طاعون قرار دیا۔ اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء سے اشتہار مارچ ۱۹۰۱ء تک کسی تحریر میں اس نے اپنی مسیحیت سے انکار کو سبب طاعون نہیں بتایا۔ مارچ ۱۹۰۱ء میں جو دو ورقی اشتہار اس نے شائع کیا ہے، تو اس میں دبی زبان سے اپنے امام وقت ہونے سے انکار کو (منجملہ چار اسباب طاعون) ایک سبب بتایا ہے۔ اور ۱۹۰۲ء میں رسالہ دافع البلاء میں کھول کر اپنی مسیحیت کے انکار کو سبب طاعون قرار دیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ طاعون آنے سے پہلے نہ اس کو اس منصوبہ کا خیال آیا اور نہ اس نے لوگوں کو اس سے ڈرایا، اور نہ اس کے مقابلہ میں کسی نے اس کو طاعون سے ڈرایا۔ اگر طاعون آنے سے پیشتر اس کے دل میں تمنا وباء کا خیال بھی پیدا ہوتا اور اس پر اس کو وعدہ طاعون دیا جاتا، تو وہ ضرور پہلے اشتہاروں میں، اور پہلے چار رسالوں میں، اس تمنا اور اس وعدہ کا ذکر کرتا اور اپنی مسیحیت سے انکار کو سبب طاعون بنا کر اپنی کرامت کا نقارہ بجاتا، چار سال تک اس نے اس کا نام نہیں لیا تو اب (چھٹے سال ۱۹۰۳ء میں) اس کا یہ مسودہ بنا کر پیش کرنا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

☆ دوسری دروغ گوئی مرزا قادیانی کا صفحہ ۳۳، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷۔ اور ۵۵ رسالہ مذکور میں یہ دعوی کرنا ہے کہ

و اوحی مرّۃ اخری و قیل ان الامان للذی سکن دارک و لازم التقوی ... ثم بعد ذالک الوحی صدر من الحکومۃ حکماً لتطعیم لھذا الاقلیم فما کان لی ان اعرض عن حکم الرحمن.. ...وا شعت کلما قلت فی کتابی السفینۃ حتی اتی الوقت الموعود و بدء القدر

المعهود و هو ان الطاعو ن لما تمكن من حصاره او جست الحكومة فی نفسها خيفة و طلب التطعيم زمرة حاذقة فقلت فی نفسی انها فعلت كما فعلت بمصلحته و لكنّها حرب بمشية مقدرة و ما ابطاء الوقت حتى شاعت ا لاخبار فی مضرّة التطعيم فلم نلتفت الى اقوا ل العا مه...اذا تتنا جرا ئد من الحكو مة فيها نباء عظيم و خبر اليم و هذا هو الخبر الذی اشعته قبل هذا النعی ا لااليم وقلت انّ العافية معنا لا مع اهل التطعيم فيا اسفا على يوم عرضوا فيه للتطعيم و لو اتو نی مؤمنين لحفظوا من هذه البلاء العظيم و ما ادرا ک ما هذه ا ا لآ فة فاعلم ان فی ار ضنا هذه قر ية يقا ل لها ملكو وا ل فا تّفق ان عملة التّطعيم دعوهم الى هذا العمل بالرفق و الا حتيال نقيض القدر انهم حضروا تلک العملة و كا نوا تسعة عشر نفساً دخل سمّ التطعيم عروقهم صهرا كبا دهم.. و بعد ذالک ثنی الله عنان الحكومة عن الا صرار على هذه ا لاعما ل المشتبهه ... و منع التطعيم با لرسا يل البرقيّة و لا شکّ ان هذه الدو لة ....ما اختار التطعيم ا لّا بعد ما رأت فيه منفعة و الحقّ ان الامر كا ن كذا لک الى ان خا لفنا ه من و حی السّماء فاراد الله ان يصدق قو لنا... فعند ذالک ابطل نفع التطعيم و احد ث مضرّ ة فيه... و الله ان لم تهلک اهل تلک القر ية لهلكت و الحقت بالكاذبين..... فاراد الله ان يغلبنی كما غلبنی من قبل فی موا طن.... ثم اعلم انا لانتكلم بشیء فی شا ن التطعيم بل نعتر ف بفوائد ه و بما فيه من النفع العظيم .... و كان هذا العمل جا ر ياً من سنوا ت و ما سمعنا مضرّ ته من ثقا ت ...وكان ا لا مر هكذا الى ان الّفت كتا بی سفينة نو ح و خالفت التطعيم فيه بامر الله ... و قلت ان العا فية ... معنا لا مع اهل التطعيم ۔ فان لم يصدق كلا می هذا فلست من الله العظيم ۔ فارتفع ا لا صوا ت با لطّعن و الملا مة فقالوا ا تخا لف هذا و هو مناط

السّلا مه ... هنالک رق قلبی و فاضت دموع عینی... و شکوت الی الحضرة لیبئرنی ممّا قیل و ینجینی من التهمة .... ویبطل عمل التّطعیم و یظهر فیه شیئاً من الآ فة .... فلم از ل ادعوا وابتهل.. حتی بانت امارة ا لاستجا بة ...و اقتحم التطعیم فناء الانام اقتحام الضرعا م و رأی النّاس مضرّته با لعینین... و کان التطعیم فی اول ا لا مر شیئاً علیه یثنی و الشفا به یر جی ثمّ لما خا لفته بو حی من الر حمن ظهر ما ظهر من عیبه

ایک دفعہ مجھے پھر وحی ہوئی کہ طاعون سے امن و امان اس شخص کیلئے ہے جو میرے گھر میں آ رہے اور پرہیز گاری کو لازم کر لے۔ اس وحی الٰہی کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے ٹیکہ لگانے کا حکم اس ملک کیلئے صادر ہوا تو مجھے مناسب نہ تھا کہ میں خدا کی وحی وحکم مذکور سے منہ پھیر کر ٹیکہ کی طرف رجوع کرتا، لہذا میں نے کشتی نوح میں شائع کر دیا جو میں نے کہا تھا کہ ہمارے لئے ٹیکہ کرانا مناسب نہیں ہے یہاں تک کہ وقت مقرر طاعون کا آ گیا اور جو مقدر تھا وہ ظاہر ہو گیا کہ طاعون نے اپنا قلعہ مضبوط کر لیا تو گورنمنٹ کے دل میں زیادہ خوف طاعون ہوا اور اس نے بڑے ماہر ڈاکٹر وں کو ولایت سے ٹیکہ کیلئے بلوایا۔ گورنمنٹ نے جو کیا مصلحت سے کیا لیکن وہ تقدیر الٰہی سے لڑنا تھا، لہذا کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ٹیکہ کی مضرت کی خبریں شائع ہونے لگیں ہم نے ان خبروں کی طرف التفات نہ کی تھی کہ ناگاہ سرکاری اخباروں میں اس کی مضرت کی خبر شائع ہوئی جس کی میں نے وقوع سے پہلے خبر دی تھی کہ امن و عافیت ہمارے ساتھ ہے، ٹیکہ لگوانے والوں کے ساتھ نہیں، مجھے ان لوگوں کے حال پر جن کو ٹیکہ نے ضرر پہنچایا، بڑا افسوس ہوا۔ اگر وہ میرے پاس مسلمان ہو کر آ جاتے تو اس آفت میں مبتلا نہ ہوتے۔ اور تم جانتے ہو کہ وہ آفت کیا تھی؟ وہ یہ تھی کہ موضع ملکووال میں وہ ڈاکٹر پہنچے اور انہوں نے نرمی اور حیلہ اس گاؤں کے لوگوں کو ٹیکہ کی طرف بلایا اور لگایا تو وہ سب کے سب اس کے زہر سے مر گئے۔ وہ انیس اشخاص تھے (جن کے نام حاشیہ در رسالہ مرزا میں درج ہیں) اس کے بعد گورنمنٹ نے اس عمل ٹیکہ پر اصرار کرنا چھوڑ دیا اور تار برقی کے ذریعہ اس سے منع کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ گورنمنٹ نے یہ عمل ٹیکہ کا اس کا فائدہ

دیکھ کر اختیار کیا تھا اور واقعہ میں بھی وہ مفید تھا، مگر اس وقت تک کہ میں نے اس کا خلاف نہ کیا تھا۔ اور جب میں نے خدا کے حکم و وحی سے اس کا خلاف کیا تو خدا تعالی نے اس کے فائدہ کو باطل کر کے اس میں نقصان پیدا کر دیا۔ اگر ملکووال والے لوگ ہلاک نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو چکا تھا اور میں جھوٹوں میں ملایا جاتا۔ مگر خدا نے چاہا کہ وہ مجھے غالب کرے اس لئے اس نے اس عمل کا فائدہ باطل کر دیا۔ ہم اس عمل کو برا نہیں کہتے بلکہ اس کے فائدہ مند ہونے کے معترف وقائل ہیں کیونکہ یہ عمل کئی سال سے جاری تھا اور اس کا کوئی نقصان وضرر نہ تھا یہاں تک کہ میں نے کتاب کشتی نوح بنائی اور اس میں ٹیکہ کی مخالفت کی اور یہ بات کہی کہ عافیت ہمارے ساتھ ہے، جو ٹیکہ نہیں لگواتے، نہ ان لوگوں کے ساتھ جو ٹیکہ لگواتے ہیں۔ سو اگر میں اس کہنے میں خدا کی طرف سے سچا نہ کیا جاتا تو میں خدا کی طرف سے نہ ہوتا۔ جب میں نے وہ بات کہی تھی تو لوگوں نے مجھے ملامت شروع کر دی تھی۔ پھر میں رویا اور جناب باری میں ملتجی ہوا کہ وہ ٹیکہ کے عمل وتاثیر کو باطل کر دے۔ اور مجھے لوگوں کے طعن و ملامت سے نجات دے، تو میری دعا قبول ہوئی اور ٹیکہ ایسا ضرر رسان ہوا کہ لوگوں کے صحن میں آ گھسا جیسا کہ (چیر نے پھاڑنے والا) شیر گھس آتا ہے اور لوگوں نے اپنی دو آنکھوں سے اس کا نقصان دیکھ لیا۔ پہلے تو یہ ٹیکہ ایسا تھا کہ لوگ اس کی تعریف کرتے اور اس میں شفا کی امید رکھتے تھے۔ پھر جب میں نے خدا کی وحی و حکم سے اس کی مخالفت کی تو اس کا عیب ظاہر ہو گیا۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس دعوی اور بیان میں جو کچھ مرزا قادیانی نے کہا ہے، جھوٹ ہے۔

۱۔ نہ اس قادیانی نے واقعہ ملکووال سے پہلے ٹیکہ لگانے سے پبلک کو روکا۔

۲ اور نہ ٹیکہ کی نسبت یہ کہہ کر کہ . ٹیکہ لگانے والوں کے ساتھ امن و عافیت نہیں . اس کا غیر مفید ہونا بیان کیا۔

۳ ۔ اور نہ کسی نے اس کو یہ طعنہ دیا کہ تم ٹیکہ کو غیر مفید کیوں کہتے ہو۔

۴۔ اور نہ اس کے کہنے سے خدا تعالی نے عمل ٹیکہ کو ہر محل میں بے کار و معطل کر دیا ہے۔

یہ چاروں فقرے اس نے واقعہ ملکووال کے بعد بنائے ہیں اور پبلک اور حکومت

کو دھوکہ دینے کی نیت سے اس رسالہ میں درج کیئے ہیں۔ مضمون فقرہ اول و دوم کی نسبت اس نے کشتی نوح کا حوالہ دیا ہے۔ اس کتاب میں کوئی لفظ اس مضمون کا نہ ملے گا۔ بلکہ اس کے برخلاف اس میں اور رسالہ دافع البلا میں صاف لکھا ہوا موجود ہے کہ

میں ٹیکہ لگوانے سے عام لوگوں کو منع نہیں کرتا۔ صرف اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کے خاص کر ان لوگوں کو، جو میری تعلیم کے پورے پابند ہیں، اور ان کو گورنمنٹ کی طرف سے قطعی حکم ٹیکہ لگوانے کا نہیں ہوا، منع کرتا ہوں۔

چنانچہ اس کے اس مضمون کی عبارات نقل ہو چکی ہیں۔

کشتی نوح تک دور جانے کی تکلیف نہ کریں اسی رسالہ مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۴ پر یہ عبارت عربی اور اس کا ترجمہ فارسی ملاحظہ کریں، وہ کیسے شاہد ناطق ہیں کہ اس نے ٹیکہ لگوانے سے عام ممانعت اور مخالفت نہ کی تھی۔ وہ عبارت یہ ہے

و انّی ما امنع النّاس من التّطعیم و لا ینفع ترکه الا ایّا ی و من تبعنی بقلب سلیم ۔ و من مردم را از خال زدن منع نمے کنم و ترک کردن آں کسے را نفع نہ بخشد مگر مرا، و آنانرا کہ پیروی من بدل صافی بطور واقعی می کند و اعمال صالحہ مے آرند

اہل اسلام پبلک کو عبارت کشتی نوح مذکورہ اور اس عبارت مرزا کا کذب و ثابت ہو تو وہ اس کو دروغ گو سمجھ کر اس کے دام تزویر سے بچے۔ اور گورنمنٹ سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ وہ مرزا کو کسی عدالت میں طلب کر کے اس سے سوال کرے کہ

ہماری تجویز ٹیکہ لگانے کا کبھی تم نے خلاف کیا؟

اور اس تجویز کو غیر مفید کہا؟

اور تمام لوگوں کو اس پر عمل کرنے سے کشتی نوح میں یا کسی اور تحریر میں روکا ہے یا نہیں۔

روکا ہے تو کس کتاب یا تحریر میں روکا ہے۔

پھر اگر وہ روکنے کا اقبال کر کے ایسی تحریر کی نشان دہی کرے تو اس سے اس امر کا جواب طلب کرے کہ تم نے سرکاری تجویز کے عمل سے (جس پر سرکار ہزارہا روپیہ خرچ کر چکی ہے) کیوں روکا؟ پھر جو مناسب سمجھے اس کو سزا دے۔

اور اگر وہ روکنے سے اور ایسی تحریر شائع کرنے سے انکار کرے تو پھر اگر زیادہ سزا

نہیں تو گورنمنٹ اس کو جھوٹ بولنے پر (جو فقرہ اول و دوم میں وہ بولا ہے)، ملامت کرے، جس سے پبلک پر ظاہر ہو جائے کہ یہ جھوٹا ہے۔

رعایا، گورنمنٹ کی بھیڑوں کی مانند ہے اور گورنمنٹ پاسبان کے مانند۔ پس جب گورنمنٹ کو ثابت ہو کہ یہ بھیڑیا جھوٹ بول کر گورنمنٹ کی بھیڑوں کو کھا رہا ہے اور ان کے مال (جو جان سے عزیز ہوتے ہیں) مار رہا ہے تو پھر کیا گورنمنٹ کا فرض نہیں ہے کہ وہ اس بھیڑیئے سے اپنی بھیڑوں کو بچاوے؟ گورنمنٹ جھوٹے کیمیا گروں کو، جھوٹے طبیبوں کو، کھوٹی چیزیں فروخت کرنے والوں کو (اگر گورنمنٹ پر ان لوگوں کا جھوٹ و فریب ثابت ہو جائے) نہیں چھوڑتی، تو اس شخص کو جو پبلک اور گورنمنٹ پر ایسے دلیرانہ جھوٹ بولتا ہے اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کے ہزار ہا روپیہ کا مال مار رہا ہے، چھوڑ دینے میں کیوں گناہ گار اور خدا کی باز پرس کا محل نہ ہوگی؟

☆ مرزا کا تیسرا فقرہ، پہلے اور دوسرے فقرہ کی فرع ہے اور جب واقعہ ملکووال سے پہلے اس کا ٹیکہ لگوانے سے عام لوگوں کو ہٹانا اور اس کو غیر مفید بنانا سچ نہ ہوا، تو لوگوں کو اس سے منع کرنے پر اس کو طعن و ملامت کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

☆ اب رہا فقرہ چہارم کہ خدا تعالیٰ نے اس کے کہنے سے ٹیکے کو بے کار کر دیا ہے، سو اس کا سچ یا جھوٹ ہونے کا ثبوت پبلک پر ظاہر کرنا حکومت کے اختیار میں ہے۔ اگر حکومت کو اپنے پلیگ افسروں اور معمولی لوکل رپورٹوں سے معلوم ہو گیا ہے کہ واقعہ میں اب ٹیکہ لگانا فضول ہو گیا ہے اور اس کا سبب بھی گورنمنٹ کے علم و یقین میں یہی ہے کہ مرزا کی دعا کا یہ اثر ہے، اور یہ شخص خدا کی جناب میں مجیب الدعوات ہے، تو اس صورت میں گو مرزا کو ہزار دفعہ جھوٹا کہیں، وہ پبلک کے نزدیک سچا سمجھا جائے گا۔ اس صورت میں حکومت کو مناسب ہے کہ پلیگ افسروں کو پلیگ ڈیوٹی سے معطل کر کے کسی اور ڈیوٹی پر لگا دے اور ٹیکہ کی نسبت عام سرکلر جاری کر دے کہ یہ ٹیکہ لگانا قطعاً موقوف ہو۔ نہ اس کو کمپلسری (لازمی) طور پر جاری رکھا جائے نہ اوپشنل (اختیاری) طور پر۔

اس صورت میں ہم حکومت کی خدمت میں مرزا کے حق میں بڑے زور سے سفارش کرتے ہیں کہ گورنمنٹ اس دعا و کرامت مرزا کے شکریہ و صلہ میں اس کا کچھ وظیفہ

مقرر کر دے، جیسے امرتسر دربار کے گورو گوبند سنگھ کے پجاریوں کا مقرر ہے، اورنہیں تو روزانہ کڑاہ پرشاد تو قادیان میں بھیجا جاوے۔اس صورت میں حکومت قادیانی کوایک بڑے گرو یا بشپ کے قائم مقام سمجھ کر ہمیشہ ملکی مشکلات کے مواقع پراس سے دعا کرایا کرے۔

اگرحکومت کی تحقیق کی رو سے مرزا کی بات جھوٹ نکلے، اورمع ہذا حکومت کو ٹیکہ کا کام جاری رکھنا منظور ہو،تو اس شخص کواس کے جرم

کہ جس مفید کام کو گورنمنٹ ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے جاری رکھنا چاہتی ہے، جھوٹ بول کر بے اثر و باطل ٹھہراتا ہےاوراس کام سے عام لوگوں کو پہلے تونہیں مگراب تو برملا ہٹاتا ہے،

کی سزا دے۔اوراگرسزا دینا حکومت کی طاقت میں نہیں یا کسی پالیسی کے خلاف ہےتو اس روک ٹوک ہی سے اس کومنع کر دے۔

☆ مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ یہاں تک مرزا کی لن ترانیوں کا جواب ادا ہوا۔ اب ہم اس سوال (جومرزا کی طرف سے پیش کیا گیا ہے) کا جواب دیتے ہیں کہ

اگرمرزا کے عقائدکفریہ اوردعوی مسیحیت ومہدویت اورجھوٹا دعوی الہام کرنا اورسال ہاسال سے جھوٹے الہامات گھڑتے رہنا، طاعون کا سبب ہوسکتا ہے،تو پھرمرزا اوراس کے بعض خلفاء طاعون سے کیوں ہلاک نہ ہوئے؟

بے شک اور بلا ریب مرزا کے جھوٹے دعووں کی سزا یہ طاعون ہے،مگرخدا نے ان ظالموں مفتریوں کومہلت اورڈھیل دے رکھی ہے جیسا کہ اس نے قوم نوح کومہلت دی تھی، اورجیسا کہ اس نے فرعون کواس کے اس افتراء پرکہ

انا ربّکم الاعلی۔ و ما علمت لکم من الہ غیری ۔میں تمہارا بڑا خدا ہوں اورمیں اپنے سوا کسی کوتمہارا معبود برحق نہیں سمجھتا۔

ایک مدت درازتک مہلت دی تھی۔ اورفرعون نہ صرف مصرکی سلطنت اوراسباب عیش وعشرت پرفخرکرتا تھا بلکہ کہتا تھا میں حضرت موسی سے بہتر ہوں۔ یہ تو صاف بات بھی نہیں کرسکتا،اس کے پاس سونے کے کنگن نہیں جیسے کہ میرے پاس ہیں۔

و نادی فرعون فی قومہ قال یا قوم الیس لی ملک مصر و ہذة الانہار تجری من تحتی۔ا فلا تبصرون ۔ام انا خیر من ہذا

الّذی هو مهین۔ ولا یکاد یبین۔ فلو لا القی علیه اسورة من ذ هب او جاء معه الملائکة مقترنین ۔(زخرف۔ ع ۵)۔

یہ مہلت اور گناہوں کے ساتھ عیش وعشرت کی مدد وفراغت، خدا کی قدیم سنت ہے اور یہ مرزا اور اس سے پہلے بدکاروں کیلئے کرامت نہیں ہے، بلکہ یہ خذلان (توفیق چھین لینا) اور اہانت ہے جو استدراج کہلاتا ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے

فلمّا نسوا ما ذکرّوا به فتحنا علیهم ابوا ب کلّ شیء ۔حتی اذا فرحوا بما او توا اخذ نا هم بغتةً فا ذا هم مبلسو ن ۔ (انعا م ۔ع ۵) ۔

کہ جب منکر نصیحت کو بھول گئے تو ہم نے ان پر ہر چیز و نعمت دنیا کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ وہ اترانے لگ گئے تو ہم نے اچانک ایسا پکڑا کہ وہ ہر خیر سے مایوس ہو گئے ۔

اس آیت کی تفسیر میں آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث مروی ہے

عن عقبه بن عامر عن النبی ﷺ اذٓ ارایت الله عز و جل یعطی العبد من الد نیا علی معا صیه ما یجب فا نما هو استد را ج ثم تلا رسول الله ﷺ فلما نسوا ما ذکّرو به.. ا لآیه۔ رواه احمد ۔ (مشکوۃ ۔ ص ۴۳۵) ۔ کہ جب تم کسی بندہ کو دیکھو کہ خدا تعالی اس کو گناہوں کے ساتھ دنیا میں اس قدر دیتا ہے جس قدر وہ چاہتا ہے تو یہ سمجھو کہ یہ استدراج ہے ۔ (یعنی ڈھیل اور مہلت دے کر پکڑنا) ۔ پھر آپ ﷺ نے وہ آیت پڑھی جو اوپر منقول ہوئی۔

ان آیات واحادیث سے مرزا اور اس کے ہم خیال لوگوں کو تسلی نہ ہو اور ہمارے جواب کو وہ صحیح نہ سمجھیں تو وہ اپنی ہی الہامی کتاب کشتی نوح کا صفحہ ۲۱ پڑھیں جس میں یہ عبارت مرقوم ہے

. یہ خیال مت کرو کہ پھر دوسری قومیں کیوں کامیاب ہو رہی ہیں، حالانکہ وہ خدا کو جانتی بھی نہیں جو تمہارا کامل و قادر خدا ہے، اس کا جواب یہی ہے کہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں۔خدا تعالی کا امتحان کبھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دل لگاتا ہے، اور دنیا کی دولتوں کا خواہش مند ہوتا ہے، تو دنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کی رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے، اور آخر دنیا کے خیالات ہی میں مرتا ہے اور

ابدی جہنم میں ڈالا جاتا ہے۔

پھر مرزا قادیانی کہتا ہے:۔

. اور کبھی اس رنگ میں امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی نامراد رکھا جاتا ہے، مگر موخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہیں جیسا کہ پہلا۔ کیونکہ پہلے امتحان والا زیادہ مغرور ہوتا ہے .

کیا اس عبارت کشتی نوح کو پڑھ کر بھی مرزا اور اس کا کوئی پیرو مرزا کے طاعون سے بچے رہنے پر فخر کرے گا اور ہمارے اس جواب کی صحت میں، جو ہم نے آیات و احادیث سے مدلل کیا ہے، دم مارنے کی جرأت کر سکے گا؟

اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ مرزا اور اس کے اخص خلفاء اور اکثر اتباع تو استدراج میں ہیں مگر بہت سے صلحاء اور بعض علماء مخالف مرزا (جیسے امرتسری رسل بابا) کیوں طاعون میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صالحین کیلئے یہ طاعون عقوبت (سزا دہی) نہیں بلکہ کرامت وشہادت ہے، گو فاسقوں بدکاروں کیلئے یہ اہانت وعقوبت ہے۔ طاعون اور دیگر امراض و مصائب خدا کے مقبول بندوں پر بطور ابتلاء وارد ہوتے ہیں اور ان کو زلّات (لغزشوں) اور خطاؤں سے پاک کرنے کیلئے نازل ہوتے ہیں، اور دنیا سے پاک وصاف کر کے اللہ کے حضور میں اور جنت الفردوس میں لے جاتے ہیں۔ اور یہی بلائیں کافروں، بدکاروں پر بطور عقوبت نازل ہوتی ہیں اور عقوبت اخروی کا پیش خیمہ بن کر ایک نمونہ دکھاتی ہیں۔

ایسا ہی دنیا کی نعمتیں اور آسائشیں خدا تعالی کے مقبول بندوں کو بطور فضل وانعام عطا ہوتی ہیں جن پر وہ خدا تعالی کا شکر کرتے ہیں اور ان نعمتوں اور آسائشوں سے سامان آخرت مہیا کرتے ہیں اور وہی نعمتیں منکروں اور بدکاروں کو ایک بلاء کے طور پر دی جاتی ہیں جن میں منہمک ہو کر وہ آخرت کھو بیٹھتے ہیں اور ہلاکت کی راہیں اختیار کرتے ہیں۔

ان دونوں صورت امتحان کا بیان اس آیت قرآن میں ہے جس میں ارشاد ہے

نبلوکم بالخیر و الشرّ فتنۃ ، (نساء) ۔ تم کو (اے فریقین) ہم دونوں سبیل اسباب خیر وشر آزماتے ہیں۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے

وقطّعنا ھم فی الارض امماً۔ منھم الصّالحون و منھم دون ذالک۔

و بلونا هم با لحسنا ت و السیّئات لعلّهم یر جعون ۔(اعراف۔ ع ۲۱)
ہم نے ان کو زمین میں جدا جدا گروہ کر دیا ۔بعض ان میں سے نیک ہیں اور بعض اس کے سوا ہیں ۔ہم نے ان کو احسانوں سے اور تکلیفوں سے آزمایا تاکہ وہ ہماری طرف رجوع کریں۔

وازاں جا کہ نعمتوں اور آسائشوں کے امتحان میں ثابت قسم رہنا مشکل ہوتا ہے اس لئے خدا تعالی اپنے مقبول بندوں کو اس امتحان میں کم شامل کرتا ہے اور اکثر مقبول صالحین کو دنیا کی نعیم و آسائش سے بچاتا رہتا ہے۔گو اسباب آسائش مال و دولت حکومت و سلطنت ان کو حاصل و میسر ہوں ۔ اور مصیبتوں و بلاؤں کے امتحان میں خدا کے مقبول بندوں کا ثابت رہنا آسان ہے، اس لئے تمام لوگوں سے زیادہ مبتلا بلاء خدا کے مقبول بندے ہی ہوتے ہیں۔ اسی اصول کے مطابق خدا کے مقبول اور صالحین بندوں پر طاعون آتا ہے اور ان کو شہادت کا درجہ عطا کرتا ہے

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ الطّاعو ن شهادة کل مسلم ۔متفق علیه (مشکوة ۔ص ۱۲۷) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا طاعون ہر ایک مسلمان کیلئے (جو اس میں مبتلا ہو) شہادت ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کافروں کیلئے وہ شہادت نہیں عقوبت ہے۔

اور عن ابی هریره قال قال رسول اللہ ﷺ الشهداء خمس المطعون و المبطون والغریق و صا حب ا لهد م و فی سبیل اللہ ۔ متفق علیه (مشکوة ۱۲۷) کہ آپ ﷺ نے فرمایا شہادت کا درجہ پانے والے پانچ ہیں ۔طاعون زدہ، اسہال میں مبتلا ہو کر فوت ہونے والا، پانی میں ڈوب کر مرنے والا، دیوار یا چھت کے نیچے دب کر مرنے والا اور وہ شخص جو خدا کی راہ میں (لڑکر) جان دے۔

(حکیم نورالدین قادیانی نے اس حدیث کی سند سے مرزا غلام احمد کو شہید ثابت کرنے کی کوشش کی جیسا کہ انہوں نے ۵ جون ۱۹۰۸ء کے خطبہ جمعہ میں حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے کہا

تم نے سنا ہوگا اور مخالفوں نے بھی محض اللہ کے فضل سے اس بات کی گواہی دی ہے اور تم میں سے بعض نے اپنی آنکھ سے بھی دیکھا ہوگا کہ حدیث میں آیا ہے المبطو ن شهید ۔ بخاری کتاب الجہاد ۔ وہ جو دستوں کے مرض سے وفات پاوے وہ شہید ہوتا ہے ۔مبطون کہتے ہیں جس کا پیٹ چلتا ہو، یعنی دست جاری ہو جاویں ۔اب جائے غور ہے کہ آپ (مرزا) کی وفات اسی مرض

دستوں سے ہی واقع ہوئی ہے۔ اب خواہ اسی پرانے مرض کی وجہ سے جو مدت سے اللہ تعالی کی طرف سے بطور ایک نشان کے آپ کے شامل حال تھا یا بقول دشمن وہ دست ہیضہ کے تھے، بہر حال جو کچھ بھی ہو یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ آپ کی وفات بصورت مبطون ہونے کے واقع ہوئی ہے پس آپ بموجب حدیث صحیح کہ مبطون جو مرض دست سے، خواہ کسی بھی رنگ میں کہو، وفات پانے والہ شہید ہوتا ہے۔ پس اس طرح خود دشمنوں کے منہ سے بھی آپ کی شہادت کا اقرار خدا نے کرا دیا..... دشمن جو کہتا ہے کہ ہیضہ سے مرے ہیں، اچھا مان لیا کہ دشمن سچ کہتا ہے پھر ہیضہ سے مرنا شہادت نہیں ہے؟ (خطبہ جمعہ ۵ جون ۱۹۰۸ء در الحکم۱۴ جون ۱۹۰۸ء ص ۷۔۸) (مرزا صاحب کو دعا مانگتے ہوئے اور حکیم صاحب کو اس حدیث کی سند سے انہیں شہید بناتے ہوئے سوچنا چاہیے تھا کہ اگر مولانا ثناءاللہ دستوں کی بیماری سے مرزا کی زندگی میں فوت ہو جاتے تو کیا وہ بھی شہید ہوتے؟ اگر حکیم نورالدین کی منطق تسلیم کر لی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانی نے جب مولانا ثناءاللہ امرتسری کے ہیضہ سے مرنے کی دعا کی تو کیا یہ دعا مولانا کے لئے رتبہ شہادت کے حصول کی دعا کی تھی؟ بہاء)

و عن جابر بن عتیک قال رسول اللہ ﷺ الشھادة سبع سوی القتل. المطعون شھید و الغرقی شھید ۔ و صاحب ذات الجنب شھید، والمبطون شھید، و صاحب الحریق شھید، و الّذی یموت تحت الھدم شھید، و المرأة تموت جمع شھید ۔ رواہ مالک ۔ (مشکوۃ) جابر بن عتیک کی روایت میں ان پانچ کے علاوہ تین شہید اور مذکور ہوئے ہیں۔ ایک وہ جو مرض ذات الجنب سے ہلاک ہو۔ دوسرا وہ جو جل کر مر جاوے۔ تیسری وہ عورت جو پیٹ میں بچہ مر جانے سے مر جاوے۔

و عن عرباض بن ساریہ قال ... الشھداء و المتوفون علی فروشھم فی الذین یتوفون من الطاعون فقال الشھداء اخواننا قتلوا کما قتلنا و یقول المتوفون اخواننا ماتوا علی فروشھم کما متنا، فیقول اللہ تعالی انظروا الی جراحتھم فان اشبھت جراحتھم جراح المقتولین فانّھم منھم فاذا جراحھم قد اشبھت جراحتھم رواہ احمد ۔ (مشکوۃ ۔ص ۱۳۱) حضرت عرباض سے روایت ہے کہ شہید فی سبیل اللہ اور اپنے بستروں پر مرنے والے ان لوگوں کی نسبت جو طاعون سے مریں، آپس میں جھگڑیں

گے۔ شہید تو ان کی نسبت یہ کہیں گے یہ ہماری طرح (زخموں) سے مرے ہیں۔ بستروں پر مرنے والے کہیں گے کہ یہ ہماری طرح اپنے بستروں پر مرے ہیں۔ خدا ان کے جھگڑوں کا یہ فیصلہ کرے گا کہ ان کے زخموں کو دیکھو، اگر وہ مقتول لوگوں کے زخموں کے مشابہ ہیں تو یہ ان میں سے ہیں اور یہ ان کے ساتھ درجہ بہشت میں رہیں گے، جب ان کے زخموں کو دیکھا جائے گا تو وہ باہم مشابہ ہوں گے۔

ان سب کو شہید فی سبیل اللہ اسلئے کہا گیا کہ یہ بھی بطور شہید فی سبیل اللہ ناگہاں اور تکلیف سے مر جاتے ہیں اور ایمان وحسنات کی برکت سے ان بلاؤں کا اجر پاتے ہیں۔

یہی طاعون و دیگر امراض فاسقوں بدکاروں پر بھی آتی ہیں تو وہ عقوبت الٰہی کہلاتی ہیں اور سزا اخروی کا (جس کا استیفاء قیامت کے دن مقرر ہے) پیش خیمہ ونمونہ بن جاتی ہیں۔

عن اسامۃ بن زید قال قال رسول اللہ ﷺ الطاعون اخبر ارسل علی بنی اسرائیل او علی من قبلکم فاذا سمعتم بارض فلا تقدموا علیھا و اذا وقع بارض و انتم بھا فلا تخرجوا فراراً۔ متفق علیہ۔ (مشکوۃ ص ۱۲۷) ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر، یا یہ فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں پر، بھیجا گیا تھا پس اگر کسی زمین میں اس کا واقعہ ہونا سنو، تو وہاں مت جاؤ، اور جس زمین میں پڑ جائے وہاں سے طاعون سے بھاگنے کی نیت سے نہ نکلو

(یہ لفظ حدیث ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر بھاگنے کی نیت نہ ہو، کوئی ضرورت ہو، تو طاعون کی جگہ سے نکلنا منع نہیں۔ ایسا ہی اس جگہ جہاں طاعون واقعہ ہو، ضرورت کیلئے جانا منع نہیں ہے۔ یہ حکم اس شخص کیلئے ہے جو خدا تعالیٰ پر کامل توکل رکھنے والا ہو۔ اور اگر مبتلاء طاعون ہو جائے تو اس کے دل میں یہ خیال نہ گذرے کہ مجھے کسی طاعون زدہ کی لاگ سے طاعون ہوا ہے، اور اس کا یقین اس حدیث پر ہو جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا ... و لا ھامۃ و لا صفر۔ فقال اعرابی یا رسول اللہ فما بال الابل نکون فی الرمل لکانھا الظبا فیخالطھا البعیر الاجوب فیجربھا۔ فقال رسول اللہ فمن اعدی الاول۔ رواہ البخاری۔ (مشکوۃ)۔ و فی ھذہ الاحادیث

منع القدوم علی بلد طاعون و منع الخروج منه فراراً من ذلک و اما الخروج معا رضه فلا بأس به ۔ هذا الذی ذکر ناه مذ هبنا و مذهب الجمهور ،(شرح مسلم ص ۲۳۸)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی مرض بذات خود متعدی نہیں ہوتی ۔ اس پر اعرابی نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ ہمارے اونٹ اچھے بھلے ہوتے ہیں، پھر جب ان میں کوئی خارش زدہ آجاتا ہے تو سب کو خارش زدہ کر دیتا ہے اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے اونٹ کو جو خارش ہوئی، تو وہ کس سے ہوئی ۔یعنی جس پروردگار نے پہلے اونٹ کو خارش پیدا کی اسی نے ان سب میں پیدا کی ۔ ایسا ہی امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ ان احادیث صحیح مسلم میں طاعون کی جگہ جانا اور وہاں سے بھاگنے کی نیت سے نکلنا منع کیا گیا ہے اور کسی عذر و عارضہ سے نکل جائے تو منع نہیں ہے)

بالجملہ یہ طاعون نیکوں کے واسطے شہادت ہے اور بدوں کے واسطے عقوبت ہے ۔ اور یہ بعینہ مرگ مفاجات (ناگہانی) کی نظیر ہے جس کی نسبت وارد ہے (اخذة الاسف لکافر و رحمة للمؤ منین ۔ مشکوه۔ ص ۱۳۲) ۔یعنی مرگ مفاجات کافر کیلئے غصہ کی پکڑ ہے اور مومنوں کیلئے رحمت ہے ۔

اس بیان سے جیسا کہ جواب سوال مذکور ادا ہوا ویسا ہی اصل مضمون کے اس حصہ طاعون کا روحانی سبب کا بیان ہوا ۔ اور یہ امر ثابت ہوا کہ طاعون کا روحانی سبب لوگوں کے اعمال ہیں، صالحین کے لئے صالحہ اعمال جن کے بدلے وہ طاعون کے ذریعہ کرامت و شہادت اس شکل کی تسلی پاتے ہیں اور طالحین (بدکاروں) کے لئے بداعمال جن کے سزا میں وہ اس طاعون کے ذریعہ عقوبت دنیوی پاتے اور ذلیل ورسوا کئے جاتے ہیں ۔

صحیح بخاری کے صفحہ ۴۲۲ میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک جنگ کے موقعہ پر خطبہ پڑھا اور فرمایا لوگو! دشمن کے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور خدا تعالی سے امن اور بچے رہنے کا سوال کرو ۔ (ہاں) جب اس سے مقابلہ ہو پڑے تو اس وقت صبر کرو

انّ رسول الله ﷺ فی بعض ایا مه التی لقی فیها العدو و انتظر حتی ما لت الشّمس ثم قا م فی النا س فقا ل یا ایها النا س لا تمنّوا لقاء العدوّ و اسئلوا الله العا فیة فا ذا لقیتمو هم فا صبروا ۔

مولوی رسل بابا امرتسری طاعون سے فوت ہوئے تو ان کے معتقدین واتباع نے

ان کی موت کوشہادت قرار دیا اوراس مضمون کا ایک اشتہار شائع کیا، جس پر مرزا کے اخبار البدر کے نمبر ۵ جلد ایک میں مرزا کی یہ لاف زنی مشتہر ہوئی کہ یہ موت مرزا کے الہام یخرج الصدور الی القبور کے مطابق ہوئی ہے۔ پھر البدر کے نمبر ۸ جلد ایک میں اس دعوی شہادت پر یہ اعتراض کیا کہ اگر طاعون کی موت شہادت ہے تو ان تمام مخالف مولویوں کواس کی آرزو کرنی چاہیے اوران کو دعائیں کرانی چاہئیں۔

اس اعتراض کا ایک جواب تو ہماری تقریر بالا میں ادا ہوا کہ کسی ابتلاء وامتحان کی تمنا جائز نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مرزا نے تذکرۃ الشہادتین میں ملّا لطیف اوراس کے ساتھی کی موت کو شہادت قرار دیا ہے۔ پس اگر تجویز شہادت کا لازمہ، اس کی تمنا ہے، تو چاہیے کہ خود بھی اس شہادت کی تمنا کرے اور کابل میں پہنچ کراس کے حصول میں ساعی ہو۔ اس کی تمنا دعا کے وقت ہم بھی آمین کہیں گے بلکہ کابل میں ساتھ جانے کو حاضر ہیں۔ اس تمنا اورسعی سے جیسے کہ مرزا کوشہادت نصیب ہوگی ویسے ہی تمام ملک اوراسلام میں امن وعافیت کی صورت پیدا ہو جائے گی اور خس کم جہاں پاک کی مثل صادق آ جائے گی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حال میں موضع قادیان میں طاعون جارف پیدا ہوگیا ہے اور کئی ایک اصحاب مرزا کی چار دیواری کے رہنے والے لقمہ طاعون ہو چکے ہیں، تو مرزا کے دوسرے اخبار الحکم میں ان کی موت کوشہادت قرار دیا گیا ہے۔ پھر مولوی رسل بابا کی موت یا اور صالحین کی موت کو شہادت تسلیم نہ کرنے میں کیوں انصاف کا خون کیا جاتا ہے۔ خدا سے شرم وحیا چاہیے، دنیا سے شرم چاہیے۔ جوکچھ قلم ہاتھ سے نکلے اس کوتو سوچ لیا جائے۔

☆ مولانا محمد حسین بٹالوی سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

ہم (مرزا صاحب کے) مواہب الرحمٰن کی چنداورعبارات (گوان کوطاعون سے تعلق نہیں، مگر ہمارے اصل مشن اظہار اکاذیب مرزا سے پورا تعلق ہے) پر جرح کرتے ہیں۔

☆ اول اس رسالہ کے صفحہ ۵۸ میں خاکسار (محمد حسین) کی نسبت کہا ہے کہ اس نے میری نسبت یہ تکبرانہ دعوی کیا تھا کہ میں نے ہی اس کواونچا کیا تھا اور میں ہی اس کوگراؤں گا۔ دیکھو یہ دعوی جھوٹا ہوا، خدا نے میرے گھر کومیرے مریدوں اور صحبتیوں سے پر کر دیا (بھر دیا)۔

قال بعض العدا انی اعلیت هذا الرجل ۔ و انی افرطته ۔ ثم انی ساحطه ۔ فا نظروا الی هذا الکذب و الاستکبار۔ و انّ الله لا یرضی عن عبدٍ الّا الصدق و الانکسار۔ ثم انظروا کیف کذّبه الله و اجاب قبل جوابی ۔ و جمع بعد ذالک افواجاً علی بابی و ملأ بیوتی من اصحابی ۔

و یکے از دشمنان گفت کہ من ایں شخص را بلند کردم وقدم او پیش نہادم ۔ باز منم کہ او بر زمین خواہم افگند۔ پس سوئے دریں دروغ نظر کنید وایں تکبر را بہ بیند ۔ وخدا از ہیچ بندہ راضی نمی گردد مگر بسدق وفروتنی ۔ باز بہ بیند کہ چگونہ تکذیب او کرد خدائے من پیش از جواب من ، وجمع کرد بعدازیں فوج ہا بر در من وخانہ ہائے من از اصحاب من پر کرد۔

اس لاف زنی کا کذب ہونا محتاج بیان نہیں ہے۔جن لوگوں کی نظروں میں مرزا کو اشاعۃ السنہ کے ریویو نے اونچا کیا تھا پھر ان کی نگاہوں سے مرزا کو اسی اشاعۃ السنہ نے ایسا گرا دیا ہے کہ وہ اس کو اب کا فر سمجھنے لگ گئے ہیں۔اور سینکڑوں روپئہ کی مدد کی جگہ انہوں نے اس کی تکفیر میں رسالے لکھے اور چھپوائے ہیں۔اس اجمال سے شرم دامن گیر نہ ہوتو پھر کیا مرزا کی طرف سے اجازت ہے کہ ان کے نام کی فہرست اسم وار چھاپی جائے۔

☆ دوم ۔اس رسالہ کے صفحہ ۶۹ میں کہا ہے کہ جو شخص پرکھی ہوئی حدیثوں سے (جو قرآن کے مخالف نہ ہوں) انکار کرے وہ شیطان کا بھائی ہے۔

اس قول میں مرزا نے اپنا شیطان کا بھائی ہونا تو ظاہر کیا مگر اس دھوکہ دہی کی آڑ میں اپنا بچاؤ بھی کر لیا کہ جن احادیث سے میں انکار کرتا ہوں وہ قرآن کے مخالف ہیں۔

اس دھوکہ کا ازالہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ جو پرکھی گئی ہوں (جیسے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث جن کی صحت کا اعتراف مرزا کی تصانیف میں موجود ہے) نہ کبھی آپس میں مخالف ہوتی ہیں، نہ مخالف قرآن ۔امام دارقطنی نے کہا ہے کوئی دو حدیثیں صحیح آپس میں مخالف نہیں ہوتیں ۔جس کے پاس ایسی دو حدیثیں ہوں وہ میرے پاس لائے میں ان کو باہم متوافق کردوں ۔لہذا کسی حدیث کو صحیح کہنا اور پرکھی

ہوئی مان لینا، پھراس بہانہ سے کہ وہ مخالف قرآن ہے، ترک کرنا بھی شیطان ہی کا کام ہے ۔حدیث صحیح کبھی مخالف قرآن نہیں ہوتی ۔ پرکھی ہوئی اور مسلّم الصحت احادیث بخاری ومسلم سے کوئی حدیث کسی کو مخالف قرآن معلوم ہوتو وہ اس خاکسار (محمد حسین) کے سامنے پیش کرے ۔ خاکسار اس حدیث کو قرآن کے مطابق وموافق نہ کردے تو جو چاہے میری حیثیت کے مطابق مجھ سے بطور جرمانہ لے ۔ میں اس امر کا متضمن اقرار نامہ حسب ضابطہ لکھ دینے اور اس کو رجسٹری کرادینے کو بھی حاضر ہوں اور اس میں مرزا کے دوسرے بھائیوں (نیچریوں، چکڑالویوں) کو بھی شامل ومخاطب کرتا ہوں ۔کوئی مرد ہے تو میدان میں نکلے ۔

☆ سوم ۔اس رسالہ مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۶۹ میں اس کا یہ کہنا ہے کہ حکم کی وحی احادیث ظنیہ سے مقدم ہے اور صفحہ ۹۰ میں یہ دعوی کرنا کہ مسلمان قدیم سے قائل چلے آئے ہیں کہ حکم کا قول احادیث ظنیہ سے مقدم ہے۔

یہ جھوٹ ہے، مسلمان اہل علم سے ایک شخص بھی نہ پہلے قائل ہوا ہے اور نہ اب قائل ہے کہ حکم کا قول احادیث صحیحہ نبویہ سے مقدم ہے ۔ عیسی بن مریم مسیح موعود کو جو حدیث میں حکم کیا گیا ہے تو اس کے معنی اہل اسلام میں یہ مقرر ومتعین ہیں کہ وہ لوگوں کے باہمی معاملات ومقدمات میں حکم ہوں گے ۔ اور قرآن و حدیث کے مطابق ان میں حکم (فیصلہ) کریں گے ۔ چنانچہ احادیث صحیح مسلم میں (جو قول چہارم مرزا کے رد کی تائید میں منقول ہوں گی) اس معنے پر صاف صریح دلیل ہیں ۔ یہ معنے کسی مسلمان کے خیال واعتقاد میں نہیں آئے کہ مسیح موعود احادیث صحیحہ کو اپنی وحی سے رد کریں گے اور اپنی وحی کو احادیث سے مقدم کہیں گے ۔ یہ معنے مرزا نے ازخود گھڑے ہیں اور پہلے مسلمانوں کے ذمہ لگا دیئے ہیں ۔ وہ اس معنی کو کسی ایک پہلے مسلمان سے نقل کرے، تو جو انعام چاہے لے ۔ ورنہ اپنے آپ کو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا مصداق سمجھے ۔مسلمانوں میں قدم سے اس وقت تک کوئی عالم اس معنی مرزا کا قائل نہیں اور جو اس کا قائل ہو یا جو مسیح موعود بن کر اپنے قول سے حدیث نبوی کو رد کرے، مسلمان اسے کافر سمجھتے ہیں۔

☆ چہارم ۔ مرزا صاحب کا صفحہ ۷۵ مواہب الرحمٰن میں یہ کہنا ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود اس امت سے ہوگا۔
یہ بھی محض دروغ ہے۔ کسی حدیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ قول نہیں آیا بلکہ مسلم کی حدیث میں اس کے برخلاف صاف یہ آگیا ہے کہ مسیح بن مریم اس وقت آئیں گے جس وقت تمہارا امام یعنی اس امت کا امیر موجود ہوگا وہ امیر حضرت مسیح بن مریم کو نماز پڑھانے کیلئے کہے گا۔ حضرت مسیح اس امت کے اکرام کیلئے کہیں گے کہ نہیں نماز تم میں سے کوئی شخص ہی پڑھائے اور تم ایک دوسرے کے امیر ہو۔ اور وہ مسلمانوں میں احکام کتاب اللہ اور سنت نبوی کا اجرا کرے گا۔

عن جابر سمعت النبی ﷺ فینزل عیسی فیقول امیرهم تعال صلّ لنا فیقول ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله هذه الامة

و عن ابی هریرة قال رسول الله قال کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم قال ابن ابی ذئب اتدری ما امکم منکم قلت تخبرنی قال فامکم بکتاب الله و سنة نبیکم (مسلم ج ۱ ص ۸۷)
یہ احادیث صاف کہہ رہی ہیں کہ آنے والہ مسیح اس امت سے نہ ہوگا، اس لئے امامت و امارت اس امت کے امیر کیلئے مسلّم رکھے گا۔ اور خود بھی کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ کے احکام کا اجراء کرے گا۔

☆ پنجم۔ مرزا صاحب کا اس رسالہ مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۰۹ میں مولوی فاضل ثناءاللہ امرتسری کو دجال کہنا ہے۔ اور صفحہ ۱۳۱ میں بجواب ان کی نکتہ چینی قصیدہ عربی اعجاز احمدی کے یہ کہنا ہے کہ تو بڑا جاہل ہے اور تو نجاست کھاتا ہے۔

مرزا صاحب کی یہ بدزبانی ایسی ہے جو اس کو دعوی الہام یا احمد فاضت الرّحمة من شفتیک میں جھوٹا کرتی ہے اور اس کے دعوی نبوت و امامت کو جھٹلاتی ہے۔ ہم اس کے جواب میں کچھ کہنا نہیں چاہتے صرف مولوی ثناءاللہ صاحب کو اس امر کی توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس بدگوئی کی چارہ جوئی بذریعہ عدالت یا جس طرح چاہیں، کریں۔ کیونکہ اس بدزبانی سے مرزا نے ایک تو اپنے حلفی عہد کا خلاف کیا ہے جو مسٹر ڈوئی کی عدالت میں وہ اقرارنامہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کی دفعہ ۴ میں کر چکا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں

میں اس امر سے باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ، دجال، کافر، کاذب نہیں کہوں گا۔

وازانجا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میرے دوست ہیں اور اس وجہ سے کہ بواسطہ میرے ایک شاگرد عالم مشہور حافظ مولوی عبدالمنان وزیرآبادی مجھ سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں، وہ میرے پیرو بھی سمجھے جاتے ہیں، لہذا وہ یہ حق رکھتے ہیں کہ اس اقرار وعہد کی خلاف ورزی کی وجہ سے اس کو عدالت کی سیر کرائیں اور نہیں تو ایک دفعہ مسٹر ڈوئی کی خدمت میں جو اس وقت کمشنر بندوبست پنجاب ہیں ،پہنچیں۔ پھر جو صلاح وہ دیں وہ عمل میں لاویں۔

نیز مرزا قادیانی نے گورنمنٹ کے عطا کردہ خطاب مولوی فاضل کی، جو پنجاب یونیورسٹی کے ذریعہ مولوی صاحب کو عطا ہوا ہے، سخت توہین کی ہے۔جس شخص کو گورنمنٹ مولوی فاضل کا خطاب دے ،وہ بجائے مولوی فاضل ، (مولوی) جاہل کہلاوے تو ان خطابات کی کیا وقعت رہی۔

☆ ششم۔مرزا صاحب کا اس رسالہ مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۲۷ میں حضرت شیخ الاسلام ہادی انام شیخنا وشیخ الکل حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین شمس العلماء دہلوی کی نسبت ان کی وفات کے بعد یہ عبارت عربی وفارسی مشتہر کرنا ہے

وکذا لک صار نذیر حسین الدھلوی درّیّۃ وحی اللہ تخرج الصدور الی القبور فانّہ کان اول من کفّرنی وآذانی وفرّ من النور وکانت سنۃ وفاتہ مات ضال ھائماً بحساب الجمل ومات ناقصاً ولم یصب حظاّ من الکمّل

وہم چنیں نذیر حسین دہلوی نشانہ ایں وحی شد کہ یخرج الصدور الی القبور اواول شخص است کہ مرا کافر قرار دادہ واز نور بگریخت وتاریخ وفات او بحساب جمل مات ضال ہائماً (۱۳۲۰ھ) است درحالت ناقصہ بمرد واز مرتبہ کاملاں ہیچ حصہ نیافت

اس بدزبانی ودریدہ دہنی کا بھی میں اس کو کوئی جواب دینا نہیں چاہتا، بلکہ

سرآمد فرقہ اہلحدیث واکابر مسلمانان اہل سنت کو اسکے جواب کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ جب اس نے ۱۹۰۲ء میں قادیانی اخباروں میں اس توہین کا ارتکاب کیا تھا اور اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء میں یہ خاکسار بغرض شمولیت دربار کارونیشن دہلی پہنچا تھا تو میں نے حضرت شیخ الکل کے جانشین پوتے مولوی سید عبدالسلام کو استغاثہ پر مستعد کیا تھا۔ اس کے بعد بعض اہلحدیث لاہور کو مستعد استغاثہ کیا۔ مگر معلوم نہیں ان کی غیرت اسلامی کیوں دب گئی۔

مرزا کے اس قول میں بدزبانی کے ساتھ دروغ گوئی ولاف زنی بھی پائی جاتی ہے۔ کیا من گھڑت ڈھکوسلہ یخرج الصدور الی القبور بھی کوئی وحی یا الہامی پیش گوئی ہوسکتی ہے؟ کوئی زمانہ دنیا میں ایسا گذرا ہے جس میں صدر لوگ اور بڑے بڑے آدمی نہ مرتے ہوں؟ اور حضرت شیخ الکل کا فوت ہونا تو عمر طبعی سے زیادہ عمر کو پہنچ کر ہوا ہے۔ لہذا ان کی وفات معمولی کو الہامی پیش گوئی بنا لینا کمال درجہ کی بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے؟

(دوسری طرف مرزا صاحب یہ بھی کہتے تھے کہ میاں صاحب بعد موت ان کی جماعت میں داخل ہوگئے ہیں جیسا کہ محمد عبدالحق کوٹلوی السرہندی بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مولوی نذیر حسین صاحب بعد انتقال مرزا جی کی جماعت میں داخل ہوئے۔ (لبدر نمبرا۔ جلدا)۔

اس مکاشفہ کے سمجھنے میں مرزا جی نے بڑا دھوکہ کھایا کہ اپنی ناپاک جماعت سمجھ لی۔ مولوی صاحب تو اس جماعت میں داخل ہوئے جس کا ذکر حدیث ما انا علیہ و اصحابی میں ہوا ہے (مشکوۃ) اور جس جماعت کے تابع مولوی صاحب زندگی میں تھے اور جس جماعت سے علیحدہ ہونے کے باعث مرزا صاحب مع ذریۃ خود بحکم ید اللہ علی الجماعۃ ۔من شذّ شذّ فی النار قابل دخول جہنم بن رہے ہیں۔

یہ عجیب قصہ اور غریب معمہ ہے کہ مولانا (نذیر حسین) صاحب تو مرزا جی کو زندیق، دجال فرماتے رہے اور مرزا جی ان کو اپنی جماعت میں داخل شدہ بتاتے ہیں۔ ھذا شیء عجیب۔

مرزا صاحب نے اپنے مریدین کے پرچانے کے واسطے تریا بید کا چلتر کھیلا ہے۔ یہ تو اس عالم غیبی کا حال ہے جس کی خبر کوئی سوائے مخبر صادق آنحضرت ﷺ کے نہیں دے سکتا۔ اور جس پر سوائے عالم الغیب والشہادۃ کے کسی کو اطلاع نہیں۔ مگر مرزا صاحب جو کچھ کہیں بحکم حبّک الشیء یعمی

و یصمّ مرزائی اندھا دھند سرِ تسلیم خم کرنے لگتے ہیں۔ (شحنہ ہند ضمیمہ ۱۶، اگست ۱۹۰۳ء۔ ص ۱)۔

مرزا صاحب کو انّ شانئک ھو الابتر کا الہام بھی ہوا تھا اور وہ اس الہام کو حسب ضرورت جگہ جگہ چسپاں کرتے رہتے تھے۔ میاں صاحب سید نذیر حسین دہلوی پر بھی یہ الہام انہوں نے چسپاں کیا۔ مولانا احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنہ ہند میرٹھ لکھتے ہیں

. الحکم کے اڈیٹر نے مرزا جی کا الہام یہ لکھا ہے انّ شانئک ھو الابتر ....

اب سنئے سورہ الکوثر اس وقت نازل ہوئی جب کہ آپ ﷺ کے فرزندان متواتر فوت ہوئے۔ کفار خوش ہوئے کہ اب محمد ابتر ہو گیا....

ابتر، بتر سے ماخوذ افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس کے معنی پیچھا کٹے کے ہیں۔ یعنی مقطوع النسل۔ کفار کے اس طعن سے آنحضرت ﷺ کو اور بھی رنج ہوا۔ تب خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کی تشفی کے لئے سورہ کوثر نازل فرمائی کہ ہم نے تجھے کوثر عطا فرمایا..

.آج کے روز دشمنان دین کفار و مشرکین عرب کا کہیں پتا بھی نہیں جیسا کہ انّ شانئک ھو الابتر سے ظاہر ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی پیشین گوئی ہے جو روز روشن کی طرح دنیا پر آشکارا ہو رہی ہے کہ آپ کا دشمن ہی پیچھا کٹا ہے۔

اب مرزا صاحب فرمائیں کیا وہ مقطوع النسل ہیں؟ کیا وہ صاحب اولاد نہیں (اور کیا ان کی اولاد زندہ نہیں؟) پھر مرزا جی کے دشمن تو ہندوستان میں ۳۰ کروڑ ہیں (اب ایک ارب سے زائد ہیں۔ بہاء) کیا وہ سب مقطوع النسل ہیں یا ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ سب مرزا کی چھاتی پر مونگ دلیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ۔ ۸ تا ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء۔ ص ۱)

مولانا احمد حسن شوکت مزید لکھتے ہیں:۔

مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی مرحوم ہندوستان کے دس لاکھ اہل حدیث کے شیخ الکل تھے مرزا کو تو اتنے معتقدین خواب میں بھی تا قیامت نظر نہ آئیں گے اور اس وقت میاں صاحب کے جانشین بڑے بڑے علماء موجود ہیں اور سب اپنے شیخ کی طرح سنت و توحید کی اشاعت میں سرگرم ہیں

(شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ یکم نومبر ۱۹۰۳ء ص ۳)

☆ ہفتم۔ مرزا صاحب نے مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۳۵ میں کہا ہے کہ طاعون کا کیڑا وہ دابّۃ الارض ہے جس کی قرآن میں خبر آ چکی ہے اور یہ میرے مسیح

موعود ہونے کی علامت ہے۔

مولانا کہتے ہیں کہ مرزا یہاں تو دابّۃ الا رض سے یہ کیڑا مراد بتایا ہے اور اپنے ازالہ اوہام میں کہہ چکا ہے کہ دابۃ الارض سے علماء متکلمین مراد ہیں۔ اصل عبارت ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۳ یہ ہے۔

ہم ایک گروہ دابۃ الارض زمین سے نکالیں گے، وہ گروہ متکلمین کا ہوگا جو اسلام کی حمایت میں تمام ادیان باطلہ پر حملہ کرے گا یعنی وہ علماء ظاہر ہوں گے۔

مرزا قادیانی کو یاد نہیں رہا کہ اب میں کیا کہہ رہا ہوں اور پہلے کیا کچھ کہہ چکا ہوں

☆ لو تقوّل علینا

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس مقام تک جو اکاذیب و مغالطات مرزا کی تفصیل ہوئی ہے اس سے ہمارا وہ دعوی ثابت ہوا، جو ہم نے کیا تھا کہ جس قدر مرزا نے پیش گوئی متعلقہ طاعون میں جھوٹ وافتراء سے کام لیا ہے، اس قدر پہلے کسی پیشگوئی میں جھوٹ سے کام نہیں لیا۔ اور اس کے ثبوت سے ہمارا وہ دعوی ثابت ہوا کہ مرزا کا دعوی الہام میں جھوٹا ہونا، اور جھوٹے الہام بنا کر شائع و مشتہر کرنا ہی ایک ایسا جرم سنگین ہے کہ طاعون اس کی ایک ادنی سزا ہے،

اور اس کے ثبوت سے ہمارا وہ دعوی ثابت ہوا کہ مرزا کے مسیح موعود و مہدی و امام برحق ہونے سے انکار کرنا طاعون کا سبب ہرگز نہیں ہوسکتا، بلکہ مرزا کا ایسے دعاوی کرنا اور لوگوں کا ایسے دعاوی کو قبول کرنا، یا ان پر مداہنت سے سکوت کرنا، پنجاب و ہندوستان میں طاعون پھیلنے کا ایک سبب و موجب ہوسکتا ہے۔ اگر طاعون کو عقوبت الہی یعنی گناہوں کی سزا ہی قرار دیا جائے

اس پر شائد مرزا قادیانی کی طرف سے یہ سوال وارد ہو کہ اگر مرزا کے عقائد کفریہ اور دعوی مسیحیت و مہدویت اور جھوٹا دعوی الہام اور اس کی تائید میں اس کا سال ہا سال سے جھوٹے الہام گھڑتے رہنا، طاعون کا سبب تو پھر اب تک مرزا اور ان کے اخص خلفاء واقربا طاعون میں کیوں مبتلا و ہلاک نہ ہوئے۔ اور مرزا

صاف کہتا ہے کہ اگر میں مفتری علی اللہ اور جھوٹا ہوں تو میں کیوں ہلاک نہیں کیا جاتا، اور اس پر اس آیت کو سند پیش کرتا ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی نسبت خدا تعالی نے فرمایا

و لو تقوّل علینا بعض ا لاقاویل لاخذ ناہ با لیمین ثم لقطعنا منہ الو تین ۔ (کہ اگر یہ شخص کوئی بات ازخود بنا کر ہم پر افتراء کرتا تو ہم اس کو دہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے)۔

اور وہ بر ملا کہتا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں مفتری علی اللہ ہوکر زندہ ہوں اور میرے مخالف میرے سامنے مرتے جاتے ہیں (مولوی غلام دستگیر قصوری مرا، مولوی محمد حسن بھینی مرا، مولوی رسل بابا امرتسری طاعون سے مرا، مولوی نذیر حسین دہلوی مرا)، اور میں زندہ موجود ہوں اس کی یہ لن ترانیاں سن کر بہت لوگ اس کو حق پر جانتے ہیں اور اس کے مخالفوں کو جو فوت ہوئے اور جو ان کے ہم خیال ہیں، ناحق پر سمجھتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ موت اور زندگی تو ایسے قدرتی امور ہیں کہ ان سے نہ مومن بچتے ہیں نہ کافر۔ نہ حضرات انبیا اور نہ ان کے مخالف ۔ بہت سے نبی ایسے گذرے ہیں جن کو ان کے مخالفوں (بنی اسرائیل) نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ قرآن کریم میں یہودیوں کی نسبت یہ بیان ہوا ہوا ہے و یقتلو ن النبیین بغیر حق ۔(آل عمران) کہ وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے،

پہلے نبیوں کے پیروان میں ایسے لوگ گذر چکے ہیں جن کے سروں اور بدن پر سے ان کے مخالف لوہے کی کنگھیوں سے گوشت اور پٹھے ہڈیاں چھوڑ کر سب کھینچ کر اتار دیتے ۔ یہ عذاب ان کو دین سے نہ پھیرتا۔ اور ان کو زمین میں گاڑ کر ان کے سر کی مانگوں پر آرہ رکھ کر ان دو ٹکڑے کر ڈالتے ۔ یہ عذاب بھی ان کو دین سے نہ پھیرتا۔ یہ حال آنحضرت ﷺ نے قیس صحابی کی اس شکایت پر سنایا جو مشرکین مکہ کی ایذا رسانی پر انھوں نے کی اور آنحضرت ﷺ سے یہ بات کہی تھی کہ آپ دعا کریں، خدا تعالی ہماری ان تکالیف کو دور کرے

عن قیس اتیت النبی ﷺ و ھو متوسد بردہ و ھو فی ظلّ الکعبة و قد لقینا من المشرکین شدة فقلت ا لا تد عوا اللہ فقعد و

ھو مجمر وجھه فقال لقد کا ن من قبلکم لیمشط بمشاط الحدید ما دون عظا مه من لحم او عصب ما یصرفه ذا لک عن دینه و یوضع المتشار علی مفرق رأسه فشقّ با ثنین ما یصرفه ذا لک عن دینه و لیقمن اللہ ھذا الامر حتی یسیرا الراکب من صنعاء الی حضرموت لا یخا ف احداً ا لا اللہ زاد بیا ن و الذئب علی غنمه۔

(بخاری۔ ص ۵۱۰ و ۵۴۳)

کیا مرزا اور اس کے ہم خیال معترض اس سے بھی یہ نتیجہ نکالیں گے کہ وہ مومن جو کفار کی اس سخت تکلیف سے مارے گئے، ناحق پر تھے، اور ان کو تکلیف پہنچانے والے کفار جو ایک مدت تک زندہ رہے، حق پر تھے۔

دور کیوں جائیں اسی امت خیر الامم کے نبی اور ان کے اصحاب کبار اور اہل بیت اطہار اور ان حضرات کے مخالف مشرکین اور کفار کا حال بطور مثال کیوں پیش نہ کروں۔

سرور کائنات فخر موجوات خاتم النبین سید المرسلین کو خیبر کے یہودیوں نے بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا اور آپ ﷺ کے استفسار کرنے پر صاف کہا کہ ہم نے اس لئے زہر دیا ہے کہ اگر آپ نبی ہوں گے تو آپ کو زہر ضرر نہ دے گا۔ مگر خدا تعالی کی شان امتحان دیکھو کہ اس زہر کا اثر آپ کو پہنچ ہی گیا۔ جب تک آپ زندہ رہے اس زہر کا اثر الم (درد) پاتے ہی رہے اور جب آپ دنیا سے رخصت ہوئے تو اسی زہر سے آپ کی رگ جان کٹ گئی اور آپ فوت ہوئے۔ یہ بات آپ نے خود فرمائی تھی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں صاف آ چکی ہے

عن ابی ھریرة قال لما فتحت خیبر اھد ت للنبی ﷺ شاة فیھا سم فقال النبی ﷺ ھل جعلتم فی ھذا الشا ة سم قا لوا نعم قا ل ما حملکم علی ذالک قالوا ان کنت کا ذباً نستریح و ان کنت نبیا لم یضرک (بخاری۔ص ۴۴۹)

و عن عائشة کان النبی ﷺ یقول فی مر ضه الذی ما ت فیه یا عا ئشه ما زال ا جد الم الطعا م الذ ی اکلت بخیبر فھذا اوان

وجد ت انقطاع ... من ذا لک السم ۔ (بخا ری۔ ص ٦٢٧)

مرزا اور اس کے ہم خیال سٹاف اس وقت موجود ہوتے اور وہ یہودیوں کا وہ قول اور آنحضرت ﷺ کی یہ بات سنتے تو ضرور بر ملا کہہ اٹھتے کہ (معاذ اللہ) آنحضرت ﷺ نبی برحق نہ تھے جو یہودیوں کے زہر سے فوت ہوئے ۔ وہ یہودی حق پر تھے جو آپ ﷺ کے فوت ہو جانے کے بعد زندہ رہے ۔

آنحضرت ﷺ کی وفات طیبہ پر ایک اور عجیب واقعہ پیش آیا تھا جو ذیل میں نقل کیا جا تا ہے اور اس سے مرزا اور اس کے ہم خیال لوگوں کا یہ اصول ومقولہ کہ جھوٹا سچے کے مقابلے میں زندہ نہیں رہتا ۔ بلکہ وہ سچے کر سامنے فوت ہو جا تا ۔غلط ثابت ہوتا ہے ،

آنحضرت ﷺ کے وقت ایک شخص مسیلمہ نام ،آنحضرت ﷺ کا دعوی نبوت سن کر اور اس کی برکت وقبولیت دیکھ کر پہلے تو وہ مسلمان ہو گیا، پھر مرتد ہو کر خود مدعی نبوت ہو گیا اور اس نے بھی مرزا کے قرآن انا انز لناہ قریباً من القادیان کی طرح بہت سی آیات مشابہ قرآن بنا رکھی تھیں ۔ وہ خبیث مرتد ہونے کے بعد مدینہ آیا تو یہ بکنے لگا کہ اگر محمد ﷺ مجھے اپنے بعد خلیفہ (جانشین) کر دیں تو میں پھر ان کا پیرو ہو جا تا ہوں ۔ اور وہ بہت سے آدمی اپنی قوم (بنی حنیفہ) کے اپنے ساتھ لا یا تھا ۔ آنحضرت ﷺ ثابت بن قیس کو اپنے ساتھ لے کر اس کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ اگر تو یہ چھڑی (جو آپ کے ہاتھ میں تھی) مجھ سے مانگے تو میں نہ دونگا ۔ اور اس کے حق میں آپ نے یہ پیش گوئی کی کہ اگر تو پیٹھ پھیرے گا تو خدا تعالی تجھے ہلاک کر دے گا ۔

عن ابن عباس قال قدم مسیلمه علی عهد رسول الله ﷺ فجعل یقول ان جعل لی محمد ا لا مر من بعده تبعته و قد مها فی بشر کثیر من قو مه فاقبل الیه رسو ل الله ﷺ و معه ثا بت بن قیس بن ثما س و فی ید رسول الله قطعة من جرید حتی وقف رسول الله ﷺ علی مسیلمه فی اصحابه فقال لو سألتنی هذ ه القطعة ما اعطیتکها و لن ... امر الله فیل و لئن ادبر ت ... الله (بخاری ۔ص ۵۱۱)

مگر خدا تعالی کی شان امتحان کو دیکھو کہ وہ خبیث مرتد ومخالف رسول ہو کر زندہ رہا اور اس کی زندگی میں آنخضرت ﷺ کا وصال الی اللہ ہو گیا۔ آنخضرت ﷺ کے وصال باکمال کے وقت مسیلمہ ویسی ہی خوشی کرتا تھا جیسا کہ مرزا اپنے مخالف علماء کے فوت ہونے پر کرتا ہے۔ اور غالباً وہ بھی یہی کلمہ کہتا ہوگا جو مرزا کہہ رہا ہے کہ اگر آنخضرت ﷺ حق پر ہوتے تو میری زندگی میں وہ کیوں فوت ہوتے۔ آنخضرت ﷺ کے اس جہان فانی سے عالم بالا کو عروج فرمانے سے بہت سے کچے اور احمق مسلمان جو مرزا کے اصول ومقولہ مذکورہ کے قائل تھے اور وہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ سچا جھوٹے کے سامنے فوت نہیں ہوتا، اسلام سے مرتد ہو گئے۔ ان میں سے چالیس ہزار سے زیادہ تو مرزا کے بڑے بھائی مسیلمہ کے ساتھ اس کو زندہ دیکھ کر جا ملے اور بہتیرے جاہلیت (کفر وشرک) کی طرف پھر گئے۔ اور اس وجہ سے اسلامی دنیا میں صرف تین مسجدوں (مسجد مکہ، مسجد مدینہ، مسجد عبدالقیس) میں خدا تعالی کے لئے سجدہ ہوتا تھا۔ باقی روئے زمین پر شرک ہونے لگ گیا اور بہتیرے باوجود مسلمان کہلانے کے احکام اسلام خصوصاً زکوۃ سے منکر ہو بیٹھے

مرزا اور اس کے چاروں خلیفہ، خصوصاً خلیفہ دوم امروہی اس وقت ہوتے تو آنخضرت ﷺ کی وفات کو اپنے ناپاک اصول کے مطابق آپ کے ناحق ہونے پر دلیل ٹھہرا کر سب سے پہلے مسیلمہ کی بیعت کرتے۔ ولیکن صادق الایمان مسلمان جن کے امیر وامام اس وقت صدیق اکبر تھے، اور وہ مرزا کی طرح کسی کی موت وحیات کو حق پر ہونے کا پیمانہ ومعیار نہ سمجھتے تھے، اور حق کو بحکم آفتاب آمد دلیل آفتاب حق ہونے سے پہچانتے تھے۔ آنخضرت ﷺ کی وفات سے آپ کے نبی برحق ہونے میں شک وتذبذب میں نہ پڑے اور کمال ثابت قدمی کے ساتھ ان لوگوں سے جو موت کو ناحق ہونے کی دلیل سمجھ کر دشمن اسلام ہو گئے تھے، اور اسلام کے پولیٹکل انتظام میں خلل انداز ہوئے تھے۔ سینہ سپر ہو کر ایسے لڑے کہ تھوڑے ہو کر دشمنوں کی بڑی بڑی جماعتوں کے ڈھیر کر دئیے۔ ادھر مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا۔ اور اس چالیس ہزار جماعت میں سے بیس ہزار پیروان کو تہ تیغ کر کے باقی ماندہ جماعت کو تتر بتر کیا۔ ادھر اس کے برادر خورد

اسود عنسی کو خاک میں ملایا پھر منکرین احکام اسلام کو جو اسلام کے پولیٹکل انتظام میں خلل انداز تھے، سیدھا کیا۔ ان صادق الایمان مسلمانوں کی ثابت قدمی سے قدم اسلام اکھڑ جانے کے بعد جم گیا اور موذیوں اور دشمنان اسلام کے قتل ہو جانے سے ان کا اصول ومقولہ جو مرزا نے اختیار کر رکھا ہے غلط ثابت ہوا، اور مسلمانوں کو بطور الزام اس اصول کو انہیں پر الٹا دینے اور معارضہ کرنے اور یہ کہنے کا موقعہ مل گیا کہ اگر مر جانا، ناحق ہونے کی دلیل ہے اور سچا جھوٹے کے سامنے نہیں مرتا، جو مرتا ہے وہ جھوٹا ہوتا ہے، تو مسیلمہ و اسود عنسی وغیرہ کیوں مسلمانوں کے ہاتھ سے واصل جہنم ہو گئے۔

عن ابی ہریرہ لمّا توفی رسول اللہ و استخلف ابو بکر بعدہ و کفر من کفر من العرب الخ (صحیح مسلم ص ۳۸)۔ قال النووی فی شرح ھذا الحدیث قال الخطا بی ان اھل الردۃ کانوا صنفین۔ صنف ارتدوا عن الدین و نابذوا الملۃ و عادوا الی الکفر وھم الذین عناھم ابو ہریرہ بقولہ کفر من کفر من العرب وھذہ الفرقۃ طائفتان احدھما اصحاب مسیلمۃ من بنی حنیفہ وغیرھم الذین صدقوہ علی دعوی النبوۃ و اصحاب الاسود و من کان من مستجیبیہ من اہل الیمن و غیرھم و ھذہ الفرقۃ باسرھا منکرۃ لنبوۃ نبینا محمد ﷺ مدعیۃ النبوۃ لغیرہ فقاتلھم ابو بکر حتی قتل اللہ مسیلمۃ بالیمامہ و العنسی بصنعاء و انقضت جموعھم و ھلک اکثرھم و الطائفۃ الاخری ارتدوا عن الدین فانکروا الشرائع و ترکوا الصلوۃ و الزکوۃ وغیرھما من امور الدین و عادوا الی ما کانوا علیہ فی الجاھلیۃ فلم یکن یسجد للہ فی بسیط الارض الا فی ثلاثۃ مساجد، مسجد مکہ و مسجد المدینہ و مسجد عبد القیس فی قریۃ یقال لھا جواثاء۔ و الصنف الآخر ھو الذین فرقوا بین الصلوۃ و الزکوۃ فاقروا بالصلوۃ و انکروا فرض الزکوۃ و وجوب ادائھا الی الامام و ھولاء علی الحقیقۃ اھل بغی۔ (شرح مسلم

نووی ص ۳۸)۔ قال فی مجمع البحار و اما مسیلمه بن حبیب فانه قدم علی النبی ﷺ فی بنی حنیفه واسلم معهم ولما انتهی الی الیما مة ارتد وا د عی ان اشرکت فی الا مر ثم جعل یسجع لهم السجعا ت مضارعاً للقر آ ن لقد انعم الله علی الحبلی اخرج منها سمته تسعی بین صفاق و حشا و احل هم الخمر و الزنا و وضع عنهم الصلوة فا تبعته بنو حنیفه و سمی بالرحمن و تنبا فی حیاته و زعم انه اشر که فی النبوة و من سخافته فی معارضته والعادیات و الزا رعا ت زرعاً و الحاصدات حصداً و الطاحنات طحنا و الخابزا ت خبزا و الثار دات ثردا ۔ یا ضفدع بنت ضفدعین الیکم تنقین لا الماء تکدرین ولاالشاربین تمنعین را سک فی الما ء و ذنبک فی الطین ۔ و الفیل و ما ادراک ماا لفیل له خرطوم طو یل ان ذا لک من خلق ربنا الجلیل ۔ و نحو ها من المضا حیک و کا نوا یطلبو ن منه الدعا للهما ت فیبر ک علیهم و یدعو هم فیجی بعکس ما یدعوا (سیر) و کتب من مسیلمه رسول الله الی محمد ۔ اما بعد فا ن الارض لنا نصف و لقریش نصف و لکن القریش یعتدو ن ۔ فکتب ﷺ من رسو ل الله الی مسیلمة الکذاب اما بعد فان الارض لله یورثها من یشا ء من عباده و العاقبة للمتقین ۔ وغلب علی جحر الیما مه و اخرج ثما مه عا مل النبی ﷺ فکتب ثما مة الی النبی ﷺ و هو تو فی فکتب الی الصدیق فو جه خا لد ا فقاتلوا و کان عدد بنی حنیفه اربعین الفاً فقتل من المسلمین الف و مأتان و من المشر کین نحو عشرین الفاً فلما رأوا خذ لا نها قالت لمسیلمه این ما تعد نا فیقو ل قا تلوا عن احسا بکم و قتله الو حشی وابو د جا نه (مجمع البحار۔ ص ۴۵۳)

یہ وا قعات ایسے مسلّمہ ہیں کہ ان میں مرزا ئیوں کو بھی کلام نہیں ہے ۔ لہذا ان واقعات کے ثبوت پر زیادہ شواہد لا نے کی ضرورت نہیں ہے ۔ تا ہم ایک روا یت

صحیح مسلم اوراس کی شرح امام نووی اور کتاب مجمع البحار کی عبارات عربی میں نقل کی گئی ہیں جن کا خلاصہ ترجمہ وہی ہے جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے مخلص اصحاب واحباب میں ایک صاحب خبیب تھے۔ وہ دشمنوں کے قابو میں آئے اور ان کے قید رہے تو اس حالت قید میں اور اس وقت میں جبکہ مکہ میں کوئی پھل نہ تھا ان کی کرامت ظاہر کرنے کیلئے خدا تعالی نے انگوروں کا خوشہ ان کے پاس بھیج دیا، جس کو دشمنوں نے دیکھ بھی لیا۔ پھر بھی ان کو قتل کرنے لگے۔ تو انہوں نے دونفل پڑھے اور یہ شعر کہے

ولست ابالی حین اقتل مسلماً
علی ای شق کان فی الله مصرعی
وذالک فی ذات الاله و ان یشاء
یبارک علی اوصال شلوا ممزع

جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے کچھ پرواہ نہیں جبکہ میں مسلمان ہو کر قتل کیا جاؤں۔ خواہ کسی پہلو پر اللہ کی راہ میں میرا گرنا ہو۔ یہ میرا گرجانا خدا کی راہ میں ہے وہ چاہے تو میرے پارہ شدہ اعضا پر (قیامت کے دن) برکت کردے۔

اس کے بعد وہ ظالموں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ مرزا قادیانی اس وقت ہوتا اوران کی یہ حالت دیکھتا تو برملا کہتا کہ وہ خداپرست صحابی نمازی حق پر نہ تھے جو کافروں کے ہاتھ سے مارگئے۔ وہ ظالم حق پر تھے جنہوں نے ان کو شہید کیا۔

جعفر بن ابی طالب غزوہ موتہ میں بے شمار زخم کھا کر شہید ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عن عبد الله بن عمر فی قصة غزوة موته قال کنت فیهم فی تلک الغزوة فالتمسنا جعفر بن ابی طالب فوجدناه فی القتلی فوجدنا فی جسده بضعاً و تسعین من طعنة و رمیة (بخاری ص ۵۸۶) وعن انس و عیناه تذرفان۔ (بخاری۔ ص ۲۱۱)۔

مرزا قادیانی اس وقت ہوتا اور حضرت جعفر طیار کو زخمی اور آنحضرت ﷺ کو گریاں دیکھتا تو کہہ اٹھتا کہ حق پر وہی تھے جنہوں نے جعفر کو شہید کیا۔

مرزا قادیانی نے اپنے قصیدہ اعجاز احمدی کے صفحہ ٦٩ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ واقعہ کربلا میں امام حسین حق پر نہ تھے۔حق پر ہوتے تو خدا کی طرف سے ضرور ان کو مدد ملتی جیسے کہ مرزا کو ہمیشہ ملتی رہتی ہے۔ یہاں مرزا کے اصل اشعار اور مرزا ہی کا لکھا ہوا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے

وشتان ما بینہ و بین حسینکم فانی اؤیّد فی کل آن وانصرو

اما حسین فاذکروا دشت کربلا الی ھذہ الایام تبکون فانظروا

وانی بفضل اللہ فی حجر خالقی اربّی واعصم من لیام تنمّروا

وان یاتینی الاعداء بالسیف والقنا فواللہ ان احفظنّ واظفرو

وان یلقنی خصمی بنار مذیبۃٍ تجدنی سلیماً و العدوّ یدمّر

مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسین، پس تم دشت کربلا کو یاد کرلو۔اب تک تم روتے ہو پس سوچ لو۔

اور میں خدا کے فضل سے اس کے کنار عاطفت میں یوں پرورش پا رہا ہوں۔اور ہمیشہ لئیموں کے حملہ سے جو پلنگ صورت ہیں بچایا جاتا ہوں۔

اگر دشمن تلواروں اور نیزوں کے ساتھ میرے پاس آویں پس میں بخدا بچایا جاؤنگا اور مجھے فتح ملے گی۔

اگر دشمن ایک گداز کرنیوالی آگ میں مجھے ڈالے تو تو مجھے سلامت پائے گا اور دشمن ہلاک ہوگا

لفظ حسینکم (جس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا حسین) صاف مشعر ہے کہ حضرت امام حسین سے مرزا کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لفظ اس نے ایسا قلم سے نکالا ہے جیسا مالک بن نویرہ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت حضرت خالد بن ولید کو مخاطب کر کے لفظ صاحبکم کہا تھا جس سے خالد بن ولید نے سمجھا کہ مالک بن نویرہ کو آنحضرت ﷺ سے کوئی تعلق نہیں، اسی وجہ سے وہ اسلام کے حکم زکوۃ کی تعمیل کا مانع ہوکر اسلام کے ایک پولیٹکل انتظام میں دخل انداز ہورہا ہے۔

مرزا قادیانی ایک قصیدہ میں جو رسالہ فتح الاسلام کے صفحہ ۵۷ میں مندرج ہوکر شائع ہوا، اقرار کرچکا ہے کہ حضرت امام حسین کے مخالف کفر اور ناحق پر تھے اور حق پر امام حسین ہی کی پارٹی تھی چنانچہ اس قصیدہ کا ایک شعر نقل کیا جاتا ہے جس

سے اس امر کی بخوبی تصدیق ہو سکتی ہے اور وہ شعر یہ ہے

ہر طرف کفر ست جوشان ہم چو افواج یزید

دین حق بیمار و بے کس ہم چو زین العابدین

اور اگر وہ یہ کہے کہ اس شعر کے مضمون سے میں نے رجوع کر لیا ہے اور اب میری رائے یہی ہے کہ یزید حق پر تھا اور امام حسینؓ ناحق پر تھے تو ہم اس واقعہ کو بطور حجت الزامی اس کے مقابلہ میں پیش نہیں کرتے ۔ پہلے کے واقعات کو اس کے الزام کے لئے کافی سمجھتے ہیں ۔ تاہم اس واقعہ کو عام مسلمانوں کی نظروں میں جو امام حسینؓ کو حق پر جانتے ہیں اور یزید کو ناحق پر، اس کے اصول ومقولہ

. کہ سچا جھوٹے کے سامنے نہیں مرتا .

کو جھوٹا کرنے کے لئے بڑی قوی دلیل سمجھتے ہیں ۔ اور اسی غرض سے ہم اس واقعہ کو معرض بیان میں لائے ہیں ۔

☆ اپنے خیال کی تائید میں جو مرزا نے آیت ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل کو پیش کیا ہے اس کا جواب دندان شکن حافظ محمد یوسف امرتسری نے رسالہ قطع الوتین میں لکھوا دیا ہے اور وہ رسالہ چھپ کر مشتہر ہو چکا ہے ۔ اس رسالہ میں بہت سے لوگ بطور نظیر پیش کئے گئے ہیں جنہوں نے جھوٹا دعوی الہام کیا اور وہ تئیس برس سے زیادہ رہے ۔ مرزا نے رسالہ تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۴ میں سفید جھوٹ بولا ہے کہ اب تک حافظ صاحب نے کوئی نظیر پیش نہیں کی ۔ اس کتاب (تحفہ گولڑویہ) کے جواب میں حافظ صاحب نے ایک اشتہار اواخر ۱۹۰۲ء میں مشتہر کیا اور اس میں صاف کہا کہ تمہارے مطلوبہ نظائر ہم ایک رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کر چکے ہیں، جلسہ ندوۃ العلما میں بمقام امرتسر آؤ اور ان نظائر پر بحث کرلو ۔ اس پر مرزا نے سکوت کیا اور آجتک کوئی جواب اس کا مرزا نے مشتہر نہ کیا ۔ ہم اس مقام میں اس کا ایک اور جواب دیتے ہیں ۔ ناظرین توجہ کریں اور اس میں مرزا کے اس استدلال میں دھوکہ بازی مشاہدہ کریں ۔

مرزا نے تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۲ وغیرہ میں اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر وہ (آنحضرت ﷺ) ہم پر افتراء کرتا تو اس کی سزا موت تھی کیونکہ وہ اس

صورت میں اپنے جھوٹے دعوی سے افتراء اور کفر کی طرف بلا کر ضلالت کی موت سے ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس کا مرنا اس حادثہ سے بہتر ہے کہ تمام دنیا اس کی مفتریانہ تعلیم سے ہلاک ہو۔ اس لئے قدیم سے ہماری یہی سنت ہے کہ ہم اسی کو ہلاک کر دیتے ہیں جو دنیا کے لئے ہلاکت سے راہیں پیش کرتا ہے، اور جھوٹی تعلیم اور جھوٹے عقائد پیش کر کے مخلوق خدا کی روحانی موت چاہتا ہے۔

اور تحفہ گولڑ ویہ کے صفحہ ۴ میں کہا ہے کہ یہ قرآنی استدلال بدیہی الظہور جب ہی ٹھہر سکتا ہے جب کہ یہ قاعدہ کلی مانا جاوے کہ خدا تعالی اس مفتری کو جو خلقت کے گمراہ کرنے کے لئے مامور من اللہ ہونے کا دعوی کرتا ہے کبھی مہلت نہیں دیتا پھر کہا کہ علماء امت میں سے کسی نے یہ اعتقاد ظاہر نہیں کیا کہ کوئی مفتری علی اللہ آنحضرت ﷺ کی طرح ۲۳ برس تک زندہ رہ سکتا ہے۔

اور اس سے پہلے اس تحفہ گولڑ ویہ کے صفحہ ۲ میں کہا ہے کہ آئمہ ومفسرین نے اس دلیل کو مخالفین کے سامنے پیش کیا یہاں تک کہ شرح عقائد نسفی میں بھی اس دلیل کو لکھا ہے ۔ اور اس کے صفحہ ۵ میں کہا ہے کہ ہزار ہا نامی علما اور اولیاء ہمیشہ اس دلیل کو کفار کے سامنے پیش کرتے رہے ۔

اس کے جواب میں خاکسار (محمد حسین) کہتا ہے کہ مرزا نے جو کچھ کہا ہے محض دروغ ہے۔ نہ اس آیت کا یہ مطلب ہے جو مرزا نے بیان کیا ہے، نہ خدا تعالی نے اس بات کو جو آیت میں ارشاد ہوئی ہے بطور ایک عقلی استدلال کے (جو کسی قاعدہ کلیہ اور ملازمت عقلیہ پر مبنی ہو) کفار کے سامنے پیش کیا، نہ آئمہ مفسرین و ہزار ہا نامی علماء و اولیاء نے کفار کے سامنے اس آیت کے مضمون کو بطور دلیل پیش کیا ہے، نہ شرح عقائد نسفی میں اس آیت کو یا صرف اس کے مضمون کو دلیل ٹھہرایا ہے ۔مرزا ان مفسرین آئمہ و ہزار ہا علما و اولیاء میں سے صرف پانچ سات کا نام ہی بتا دے اور ان کی عبارتیں نقل کرے ۔..

جس کتاب شرح عقائد نسفی کا اس نے نام لیا ہے ہم ذیل میں اس کی عبارت نقل کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس عبارت میں کہاں اس آیت کو دلیل ٹھہرایا ہے اور اس کی نسبت کہاں یہ دعوی کیا ہے کہ اس آیت میں خدا نے عقلی استدلال کیا

ہے اور اس کے مضمون کو قاعدہ کلی اور سنت الٰہی قرار دیا ہے۔

شرح عقائد نسفی (مطبوع مطبع انوار محمدی لکھنو، صفحہ ۲۱۱، ۲۱۲) میں کہا ہے

و قد يستدل ارباب البصائر على نبوته بوجهين احدهما بالتواتر من احواله قبل النبوة و حال الدعوة و بعد تمامها و اخلاقه العظيمه، واحكامه الحكمية واقدامه حيث تحجم الابطال ووثوقه بعصمة الله تعالى فى جميع الاحوال و ثباته على ماله لدى الاموال ؟؟ بحيث لم تجد اعدائه مع شدة عداوتهم و حرصهم على الطعن فيه مطعنا و لا الى القدح فيه سبيلا فان العقل يجزم بامتناع اجتماع هذه الامور فى غير الانبيا و ان تجمع هذه الكمالات فى حق من يعلم ان يفترى عليه ثم يمهله ثلاثا و عشرين سنة ثم يظهر دينه على سائر الاديان و ينصره على اعدائه و يجىء آثاره بعد موته الى يوم القيامة ۔

اہل نظر آنحضرت ﷺ کی نبوت پر اور دو وجہ سے بھی استدلال کرتے ہیں وجہ اول آنحضرت ﷺ کے متواتر حالات ہیں (جو نبوت سے پہلے اور دعوت کے اثنا میں اور دعوت کے پوری ہو چکنے کے بعد ظاہر ہوئے)۔اور دوم۔ آپ کے اخلاق عظیمہ اور سوم آپ کے احکام الہیہ اور چہارم آپ کا ایسے کاموں کی طرف نہایت دلیری سے متوجہ ہونا۔جن سے بڑے بڑے بہادر جھجک جاتے ہیں۔ ۵۔اور آپ کا ہر حالت میں خدا تعالی کی حفاظت کا بھروسہ۔ ٦۔اور آپ کا خوفناک حالتوں میں ثابت قدم رہنا۔ یہ امور ششگانہ ایسے طور پر آپ کے وجود با جود میں متحقق و مسلم ہیں کہ آپ کے دشمنوں کو باوجود شدت عداوت کے اور حرص طعن آپ کے امور مذکورہ کی نسبت طعن اور جرح کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ یہ وجہ اس لئے آپ کی نبوت پر دلیل ہے کہ عقل امور ششگانہ بجز انبیاء کسی شخص میں جمع ہونے کو محال جانتی ہے اور اس امر کو محال جانتی ہے کہ اللہ تعالی یہ کمالات ششگانہ اس شخص میں جمع کر دے جس کو خود مفتری جانتا ہو۔اور پھر یہ کمالات اس میں جمع کر کے تئیس برس تک اس کو مہلت دے اور پھر اس کے دین کو دوسرے ادیان پر غلبہ عطا کیا کرے اور اس کے آثار دعوت جو اس کی موت کے بعد قیامت تک زندہ رکھے

ناظرین انصاف سے کہیں کہ اس عبارت میں آیت زیر بحث سے کہاں استدلال اوراس کا ذکر ہے اس میں تو آنحضرت ﷺ کے کمالات شش گانہ سے استدلال کیا ہے اور جو اس میں مفتری کے ۲۳ برس تک زندہ رہنے کو محال کہا گیا ہے تو وہ بھی نہ افتراء کی نظر سے بلکہ مفتری کے محل کمالات شش گانہ ہونے کی نظر سے جس کا صاف قطعی مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی مفتری ان کمالات شش گانہ کا مجمع نہ ہو تو اس کے مفتری ہو کر زندہ رہنے کو عقل محال نہیں جانتی۔ لہذا اس مفہوم کے ساتھ عبارت شرح عقائد دعوی مرزا کے مخالف ہوئی، نہ اس کے موافق ومطابق

شرح عقائد کے حوالہ میں مرزا کی دروغ گوئی جعل سازی ثابت ہوئی تو اب ہم آیت زیر بحث کا صحیح مطلب بتاتے ہیں۔ ناظرین آپ الفاظ آیت ملاحظہ فرما کر بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس آیت میں نہ تو اللہ تعالی نے کوئی قاعدہ کلی بیان کیا ہے اور نہ اپنی قدیم سنت کا اظہار فرمایا ہے بلکہ خاص آنحضرت ﷺ کی ذات مجمع قدسی صفات اور محل اعلی و اقصی کمالات کا یہ حکم وحال بیان کیا ہے کہ اگر یہ رسول ایسی صفات وکمالات کا مظہر ومجمع ہو کر پھر کوئی بات افتراء کرتا تو ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے جس کی وجہ وہی شرح عقائد میں بیان ہوئی ہے۔

اس کی نظیر سورۃ بنی اسرائیل (رکوع ۸) کی یہ آیت ہے

و لولا ان ثبّتناک لقد کدتّ ترکن الیہم شیئاً قلیلاً۔ اذاً لاّذقناک ضعف الحیوۃ و ضعف المماۃ۔ ثم لا تجد لک علینا نصیراً

اس کی وجہ بھی وہی ہے جو عبارت شرح عقائد نسفی میں بیان ہوئی کہ آپ مجمع کمالات اور مورد واتم عنایات الہی تھے۔ آپ جیسے شخص کا خلاف حق کی طرف جھک جانا بھی مستوجب ومورد سزا ہوتا ہے۔ اس سے اور شخص کی نسبت، کہ جو اس درجہ کا مجمع کمالات نہ ہو، یہی حکم نہیں نکالا جا سکتا کہ اس کو بھی ذرا سا جھک جانے پر دوگنا عذاب ہو۔

ایسا ہی آیت زیر بحث میں آنحضرت ﷺ کو ان کے مجمع کمالات ومورد اتم عنایات الہی ہونیکی نظر سے افتراء پر ہلاکت کا حکم سنانے سے دوسرے مفتریوں پر حکم ہلاکت نہیں نکالا جا سکتا اور نہ ہی واقعات اور ان کے مطابق قرآنی شہادت

اس حکم کی اجازت دیتے ہیں ۔قرآن میں بہت سے لوگوں کو مفتری علی اللہ کہا ہے، و معہذا ان کو دنیا میں ہلاکت دینے کا حکم نہیں سنایا گیا۔ اور واقعات کو دیکھا جائے تو بیسیوں نہیں، سینکڑوں ہزاروں ایسے اشخاص گزرے ہیں جو خدا پر افتراء کرتے ہیں، جھوٹے مسائل وعقائد از خود بنا کر ان کو احکام خداوندی بتاتے ہیں، اور لوگوں میں پھیلاتے ہیں و معہذا مدتوں ہلاک نہیں ہوتے۔

ہم ایسے اشخاص اور ایسے واقعات، وقت نزول قرآن ہی سے پیش کرتے ہیں قرآن میں صدہا مشرکین عرب کا یہ افتراء بیان ہوا ہے کہ وہ از خود کئی جانوروں (بحیرہ سائبہ وغیرہ) کو حلال بتاتے اور پھر یہ کہتے کہ ہم کو خدا نے یہ حکم دیا ہے یعنی ہم ان احکام میں خدا کی طرف سے مامور ہیں اور اس دعوی میں وہ خدا تعالی پر افتراء کرتے ۔ان کے اس افتراء کے ساتھ کسی مفتری کی نسبت قرآن میں یہ نہیں فرمایا کہ اس افتراء کے سبب ہم نے ان مفتریوں کو ہلاک کیا۔ بلکہ ان کو دنیا میں نفع دینے کا ذکر کر کے قیامت کے دن عذاب وعدم نجات کا ڈر سنایا۔

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذ ب ھذا حلال و ھذا حرا م لتفتروا علی اللہ الکذ ب لا یفلحو ن ۔ متا ع قلیل ولھم عذا ب الیم ۔ (نحل)

و اذا فعلوا فاحشۃ قالوا و جد نا علیھا آ با ء نا و اللہ امرنا بھا۔ قل انّ اللّٰہ لا یأمر بالفحشاء ۔ ام تقولون علی اللہ مالا تعلمو ن (اعراف۔ ع ۳)

ناظرین یہ مشرکین کا وہی تقوّل علی اللہ ہے جس کا آیت زیر بحث میں ذکر ہے آنحضرت ﷺ کو تو آپ کے کمالات مذکورہ کے سبب ہلاکت کا حکم سنایا گیا مگر کسی مشرک مفتری کی ٹانگ توڑنے کا ذکر بھی قرآن میں نہیں آیا۔

اور کوئی واقعہ تاریخ میں ایسا نہیں پایا جاتا کہ اس افتراء کے سبب کسی مشرک کو ہلاک کیا گیا ہو۔صدہا یہودی ایسے گذرے ہیں جو احکام توریت کو بدلتے اور ان کی جگہ اپنے تراشیدہ احکام جاری کرتے اور کئی مسائل اعتقادی انہوں نے از خود بنا رکھے تھے ۔ازانجملہ حکم رجم کی جگہ زانی کا منہ کالا کرنا، اور اپنے گروہ کی نسبت یہ اعتقاد کرنا کہ وہ صرف چالیس روز دوزخ کا عذاب بھگتیں گے، اور شریعت ابراہیمی میں ان کا خدا تعالی پر یہ افتراء کہ اونٹ کا گوشت ان کی شریعت

میں حرام تھا۔ ان اعتقادات و مسائل کی نسبت خدا تعالی نے ان کو مفتری کہا مگر یہ نہیں فرمایا کہ اس افتراء کے سبب ہم نے ان کو ہلاک کیا۔

فویل للّذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا به ثمناً قلیلاً۔ فویل لّھم ممّا کتبت ایدیھم و ویل لّھم ممّا یکسبون۔ وقالوا لن تمسّنا النّار الّا ایّاماً مّعدودۃً۔ (بقرہ۔ع ۹)

۔ ویقولون ھو من عند اللہ وما ھو من عند اللہ ویقولون علی اللہ الکذب وھم یعلمون (آل عمران)۔

وغرّھم فی دینھم ما کانوا یفترون۔ (آل عمران)۔

کلّ الطّعام کان حلاً لّبنی اسرائیل الّا ما حرّم اسرائیل علی نفسه من قبل ان تنزّل التّوراۃ۔ قل فأتوا بالتّوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین۔ فمن افتری علی اللّه الکذب من بعد ذالک فاولئک ھم الظّالمون ۔ (آل عمران۔ع ۱۰)۔

بلکہ ایک آیت میں صاف فرما دیا ہے کہ جو لوگ خدا پر افترا کرتے ہیں ان کو نجات اخروی حاصل نہ ہوگی، دنیا سے وہ نفع اٹھائیں گے مگر انجام کار ہمارے طرف رجوع کریں گے تو ہم ان کو سخت عذاب چکھائیں گے

قل انّ الّذین یفترون علی اللّه الکذب لا یفلحون۔ متاع فی الدّنیا ثم الینا مرجعھم ثم نذیقھم العذاب الشّدید بما کانوا یکفرون (یونس۔ع ۷)

ہمارے اس زمانہ میں سینکڑوں مولوی واعظ ایسے ہیں جو روپیہ دو روپیہ لے کر جھوٹے فتوی لکھتے ہیں۔ اور ممبروں پر بیٹھ کر خدا کی نسبت ایسی باتیں کہتے ہیں جو اس نے نہیں فرمائی ہیں۔ یہ افتراء علی اللہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اور ان میں سے کوئی ایسا نہیں سنا جس کو خدا نے اس افتراء کے سبب ہلاک کر دیا ہو۔

خدا تعالی کا جنرل رول (عام قاعدہ) سزا دہی میں یہ ہے کہ ایسے کفر و شرک و افتراء وغیرہ گناہوں کی سزا قیامت پر رکھی ہے اور وہی دارالجزاء ہے۔ دنیا میں وہ کافروں ظالموں مفتریوں کو مہلت دیتا چلا آتا ہے۔ یہ دنیا دارالعمل ہے ۔اگرچہ بعض اوقات، بعض اشخاص اور اقوام کو وہ دنیا میں بھی سزا دے دیتا ہے۔

مگر یہ اس کا جنرل رول نہیں ہے۔ اس نظر سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے

انّکم فی دار العمل و لا حساب و انتم غداً فی دار الحساب و لا عمل۔ رواہ البیہقی (مشکوۃ۔ص ۴۳۶) لوگو! تم آج دار العمل میں ہو، تم سے پورا حساب نہیں لیا جاتا۔ اور کل کو تم دار الحساب میں پہنچو گے جہاں کوئی عمل نہ کرسکو گے۔

شائد مرزا قادیانی مضمون ان آیات کی نسبت یہ عذر کرے کہ جن مفتریوں کے افتراء کا ذکر ان آیات میں ہوا ہے انہوں نے دعوی نبوت و الہام نہیں کیا۔ اور میرا دعوی سزا ہلاکت کا انہی لوگوں کی نسبت ہے جو الہام و نبوت کے مدعی ہوں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تحفہ گولڑویہ ص ۴ منقولہ بالا میں تو نے صرف دعوی نبوت و الہام پر دعوی سزا ہلاکت نہیں کیا، بلکہ ہر ایک جھوٹی تعلیم اور جھوٹے عقائد اور جھوٹے دعوی (جو ضلالت و کفر سے لوگوں کو ہلاک کرے) کیلئے سزا ہلاکت تجویز کی ہے، اور یہی آیت قرآن کا مطلب بتایا ہے، اور آیت زیر بحث میں بھی ہر ایک ... تقول علی اللہ پر وعید اہلاک ہے، خاص کر دعوت نبوت میں تقول پر وعید نہیں آئی۔ اور دوسری آیات قرآن میں بھی ہر ایک افتراء علی اللہ کو جھوٹے دعوی نبوت اور جھوٹے دعوی وحی کے برابر شمار کیا ہے۔ ایک آیت میں ارشاد ہے

و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذباً او قال او حی الیّ و لم یوح الیہ شیء۔ (انعام ع ۱۱) کہ اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو خدا پر کوئی افتراء کرے، یا یہ کہے کہ میری طرف وحی ہوئی ہے حالانکہ اس کی طرف کوئی وحی نہ ہو۔

اور جس حالت میں نہ آیت زیر بحث میں خاص کر دعوی وحی و الہام میں افتراء کا ذکر ہے، اور نہ مرزا کی عبارت مذکورہ منقولہ میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے، اور افتراء علی اللہ سبھی قسم کے ایک حکم رکھتے ہیں، لہذا آیات مذکورہ، مرزا کے دعوی کے رد و ابطال کیلئے پوری حجت ہیں۔ مرزا اور اس کے اتباع میں کچھ شرم و حیا ہو تو آئندہ وہ یہ دعوی قلم یا زبان پر نہ لاویں گے کہ خدا پر افتراء کرنیوالہ اور لوگوں میں جھوٹی تعلیم پھیلانے والہ، جھوٹے عقائد پیش کرنے والہ زندہ نہیں رہتا، اور آیت زیر بحث میں ہر ایک مفتری علی اللہ کا حکم بیان ہوا ہے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۲۰ ص ۵ تا ۱۵۵ مختصراً)

پیشگوئی زلزلہ ۱۹۰۵ء

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کے آخری برسوں میں پنجاب میں زلزلہ آیا تو انہوں نے حسب معمول دعوی فرما دیا کہ یہ واقعہ ان کی پیشگوئی کے مطابق ہوا ہے اور ان کی صداقت کا نشان ہے۔مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے ایک مفصل مقالہ تحریر فرما کر مرزا صاحب کی دعوی کی تردید فرمائی۔اس مقالے کی تحریر کے وقت مرزا صاحب کا کرشن ہونے کا دعوی بھی منظر عام پر آ چکا تھا۔اس لئے مولانا نے دوران تحریر مرزا صاحب کو کرشن اور کرشن قادیانی وغیرہ القاب سے بھی یاد کیا ہے۔ یہ مقالہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ کے صفحات ۲۸۴ تا ۳۴۸ میں شائع ہوا اور بعد میں اس موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں کیلئے ایک ماخذ کے طور پر کارآمد ہوا۔ہم اس مقالے کو مناسب قطع و برید کے بعد نذر قارئین کرتے ہیں۔

مولانا بٹالویؒ اس مقالے کی ابتدا ان آیات سے فرماتے ہیں،

و ما نرسل بالآ یات الا تخویفاً

و ما اصابکم من مصیبۃٍ فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر۔

و ما انتم بمعجزین فی الارض و ما لکم من دون اللہ من ولیّ و لا نصیر

اس کے بعد مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ جو زلزلہ ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں اور اس سے کچھ پہلے مدراس میں اور اس سے پیشتر کشمیر و پشاور میں اور دو یا تین سال کا عرصہ ہوا ہے، نیو یارک میں اور ایک مدت پہلے لزبن میں، اور اس سے بہت پیشتر اٹلی کے دو شہروں، پمپی اور ہرکولیم میں واقع ہوا ہے، عام دنیا اور خاص کر اخباری اور علمی دنیا کو معلوم ہے۔اور اس زلزلے کے جو طبعی یا نیچرل اسباب بیان کئے جاتے ہیں (کہ وہ بخارات زمین کا زور سے نکلنا، یا آتش فشاں پہاڑوں کے آتشیں مادے کا حرکت کرنا ہے) وہ بھی طبیعاتی سائنس کے جاننے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ مذہب نے ان اسباب کا نہ تو اثبات کیا ہے اور نہ نفی۔اور کسی آسمانی یا روحانی مذہب کا یہ فرض منصبی بھی نہیں کہ کائنات ، وحوادث عالم (کون وفساد کے اسباب و

انیات) سے بحث کرے۔ اس کا فرض منصبی تہذیب الاخلاق وتعلیم توحید واخلاص وعبادات و اصلاح معاملات ہے۔اوراس مدعا کیلئے کائنات وحوادث عالم کے اغراض وفوائد ولمیات کا بیان کرنا کافی ووافی ہے۔سو اسلام نے ایسا بیان کردیا ہے کہ نہ تو کسی اور مذہب آسمانی نے بیان کیا ہےاور نہ وہ انسانی طاقت سے بیان ہوسکتا ہے۔دنیا کی ہر ایک چیز (ذرہ ہےخواہ وہ آفتاب، چیونٹی ہے یا پہاڑ) ایک آیت یعنی نشانی قدرت ودلیل وحدت خالقیت خالق ہے، اوراس دنیا کواسی وجہ سے عالم کہا جاتا ہے کہ وہ ذات وصفات باری پرایک علامت ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

انہی آیات سے زلزلہ بھی ایک آیت ہے جس کے دنیا میں ظاہر کرنے سے غرض آیت نمبر اول میں بیان ہوئی جس کو ہم نے زیب عنوان کیا ہے۔ وما نرسل بالآیات الا تخویفاّ ۔اوراس کا مضمون ہے کہ ہم آیات اسلئے بھیجتے ہیں کہ دنیا ان کو دیکھ کر ڈر جاوے اور خدا کی عظمت وجبروت کو پیش نظر رکھ کراس کے گناہوں سے بچے۔

دوسری آیت زیب عنوان وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم میں فرمایا ہے کہ لوگو! جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کی شامت ہے۔اور ہنوز بہت سے تمہارے اعمال بد سے خدا درگذر ہی کرتا ہے۔تم ان مصیبتوں سے بچنے کیلئے زمین میں بھاگو، تو بھاگ نہ سکو گے اور بجز خدا تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔یعنی ان مصیبتوں سے بچنا ہوتو خدا تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرو اور گناہوں سے تائب ہو۔ خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے گا اوران بلاؤں کو ٹلا دے گا۔

ایک اورآیت میں فرمایا

ولو یؤاخذ اللّٰہ النّاس بما کسبوا ما ترک علی ظھرھا من دابّۃ ولکن یّئوخّرھم الی اجل مّسمّی ۔ فاذا جاء اجلھم فانّ اللّٰہ کان بعبادہ بصیراّ (فاطر۔ع ۵)۔ اگر خدا لوگوں کوان کے اعمال بد پر پورا مواخذہ کرے تو پشت زمین پرایک چلنے والے کو نہ چھوڑے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ زلزلے کا روحانی سبب بندوں کے گناہ اوراعمال بد ہیں۔اوراس سے بچنے کا ذریعہ اور علاج بجز انابت الی اللّٰہ اورتوبہ اور کچھ نہیں ہے۔توبہ

دل سے ہو، اور بندوں کے اعمال اس کے مطابق ہو جاویں تو خداوند رحیم وکریم سے امید ہے کہ وہ آئندہ ایسی بلاؤں کو ٹلاتا ہے۔

جو لوگ کلمہ گو اور مسلمان کہلاتے ہیں اور دین اسلام کے زبان سے مدعی ہیں، اور اس کی حمایت وحمیت کا دم بھرتے ہیں وہ کھلے بند، احکام وعقاید اسلام وقرآن سے انکار کر رہے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ نبویہ کو جو اسلام کا رکن ثانی ہے، صاف طور پر رد کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں زلزلوں یا اور بلاؤں کا نازل ہونا کون سا تعجب کا محل ہے؟

محل تعجب تو یہ ہے کہ لوگوں کا یہ حال ہے اور پھر وہ زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے سب سے زیادہ قابل ذکر ولائق تعریف مہاراج کرشن قادیان ہیں جو اپنے آپ کو فدائے اسلام قرار دیتے ہیں اور اسلام کی حمایت وحمیت میں تمام دنیا کے اہل مذاہب کے مقابلے کیلئے کھڑے ہیں۔ وہ سال ہا سال سے، باوجودیکہ زبان سے جھوٹ کو بہت برا کہتے ہیں اور اس کو نجاست قرار دیتے ہیں مگر دل سے اور عملی طور پر اس پر ایسے مفتون ہیں کہ گویا اس کے دل دادہ اور عاشق زار ہیں۔ آپ نئے دن خدا پر اس قسم کے افتراء کرتے ہیں کہ خدا نے مجھے نبی کیا، مجھے مسیح موعود ومہدی مسعود بنا دیا ہے۔ مجھ پر فلاں پاک وحی ہوئی ہے اور میں نے خدا سے الہام پا کر ہزارہا پیشین گویاں کی ہیں جو سب کی سب سچی نکلی ہیں۔

و من اظلم ممّن افترى على اللّٰه كذبا او قال اوحى الیّ و لم يوح اليه شيء (انعام۔ ع ۱۱) اور یہ افتراء علی اللہ ایسا سخت ظلم ہے کہ بشہادت آیت منقولہ بالا اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں ہے۔

اشتہار الدعوت کا تجزیہ

مولانا بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ قادیانی کے افتراء کی ایک مثال یہ ہے کہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلے سے آپ کو سابق افتراء پردازیوں پر ندامت اور توبہ نصیب نہ ہوئی، بلکہ اس واقعہ عجیب کو دیکھ کر اسے اپنی صداقت کی دلیل اور مسیح موعود وملہم ہونے کی نشانی بنا لیا اور ۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک اشتہار بعنوان **الدعوت** شائع کر کے اس میں آپ نے سبب زلزلہ تو لوگوں کی معصیت اور دنیا پرستی اور بے ایمانی کو ٹھہرایا مگر خود اسی اشتہار میں معصیت

دروغ گوئی کا ارتکاب کیا اور اللہ پر افتراء کر کے یہ کہا

. چونکہ میرا کام دعوت اور تبلیغ ہے، اس لئے میں دوبارہ ظاہر کرتا ہوں اور میں قسم حضرت احدیت جل شانہ کی کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پر خدا نے اپنی وحی کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں اکثر لوگ معصیت اور دنیا پرستی میں ایسے غرق ہو گئے ہیں کہ خدا تعالی پر بھی ایمان نہیں رہا اور وہ جو اس کی طرف سے اصلاح خلق کیلئے بھیجا گیا ہے، اس سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ اور یہ ٹھٹھا اور لعن وطعن حد سے گذر گیا ہے۔ پس خدا فرماتا ہے کہ میں ان سے جنگ کرونگا اور میرے دو حملے ان پر ہوں گے جو ان کے خیال وگمان میں نہیں۔ کیونکہ انہوں نے جھوٹ سے اس قدر دوستی کی کہ سچائی کو اپنے پاؤں کے نیچے پامال کرنا چاہا۔ پس خدا فرماتا ہے کہ میں نے اب ارادہ کیا ہے کہ اپنے غریب گروہ کو ان درندوں کے حملوں سے بچاؤں اور سچائی کی حمایت میں کئی نشان ظاہر کروں۔ اور وہ فرماتا ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا، لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ پس تم سوچ کر دیکھو کہ یہ دن کیسے ہیں۔ جو تم دیکھ رہے ہو۔ سچ کہو۔ کہ کیا کبھی تمہارے باپ دادوں نے سنا تھا کہ جس زور سے اب ملک کو طاعون کھا رہی ہے کبھی پہلے بھی ایسا زور ہوا تھا۔ اور جس طرح ابھی ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک شدید زلزلہ نے تمہارے دلوں کو ہلا دیا اور عام نقصان پہنچا دیا اور لوگوں کو دیوانہ سا کر دیا، کبھی پہلے بھی تم نے یا تمہارے بزرگوں نے اس ملک میں دیکھا تھا۔ اور یاد رکھو کہ یہ تمام واقعات صرف تکلف اور بناوٹ سے پیشگوئیاں قرار نہیں دیئے گئے، بلکہ سال ہا سال اس کے وجود سے پہلے براہین احمدیہ میں خبر دی گئی تھی اور ایسا ہی دوسری کتابوں میں جو میری تالیف ہیں، یہ خبریں شائع ہو چکی ہیں۔ اور یہ تو پرانی باتیں ہیں ممکن ہے اکثر لوگوں کو بھول گئی ہوں گی کیونکہ غفلت اور عداوت اور بدظنی، یہ تینوں جس جگہ اکٹھی ہو جائیں وہاں حافظہ کب درست رہ سکتا ہے۔ خدا کے وعدہ بھی ایمان داری سے ہی یاد رہتے ہیں۔ ورنہ جس شخص کا دل ایمان سے خالی ہو، وہ ہزار نشانوں کو بھی آنکھوں سے دیکھ کر ایسا دل سے اتار دیتا ہے جیسا کہ ایک تنکا توڑ کر پھینک دیا جائے۔ غرض میں اس وقت پرانی پیش گوئیوں پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ میں ان پیشگوئیوں

کو پیش کرتا ہوں جن کے شائع کیے جانے پر قریباً ایک مہینہ گذرا ہے۔ دیکھو میرا اشتہار الوصیت جس کو میں نے ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کو شائع کیا تھا۔ یہی اشتہار الحکم نمبر ۷ جلد ۹ کے صفحہ ۱۱ پر ۲۸ فروری ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا۔ اور پھر دوبارہ الحکم مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۲ کالم میں ۲ میں وہی الہام موجود ہے۔

ان پیش گوئیوں میں سے ایک خبر کے الفاظ یہ ہیں کہ ۲۶ فروری ۱۹۰۵ء کی رات کو جس کی صبح کو ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء تھی میں نے بطور کشف دیکھا کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے۔ اور مجھے دکھایا گیا کہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے۔ نہ مستقل سکونت، امن کی جگہ رہے گی نہ عارضی سکونت مقاموں پر، اور عارضی سکونت گاہوں پر آفت آئے گی اور پھر مارچ کے مہینے میں خدا تعالیٰ نے اپنی پاک وحی سے میرے پر ظاہر کیا کہ مکذبوں کو ایک نشان دیکھایا جائے گا اور یہ پیش گوئی بھی اس الحکم ۲۴ مارچ میں شائع ہو چکی ہے۔

اب اے عزیزو! سوچ لو کہ کیا یہ زلزلہ جو ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء صبح کو اس ملک میں ظاہر ہوا وہی نشان نہیں ہے جس کی خدا نے پہلے سے خبر دی ہے۔

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس اشتہار میں مرزا کا دعوی کہ زلزلہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء میرے مرسل ہونے سے انکار کی وجہ سے آیا ہے، محض افتراء علی اللہ ہے جو اس کی پرانی عادت ہے۔ دنیا میں جو حادثہ وقوع میں آتا ہے (کوئی مرجائے یا کوئی بیمار ہوجائے، کہیں طاعون پڑے، کبھی چاند سورج کو گرہن لگے) تو کرشن قادیانی ان سب واقعات کو اپنی ہی کرامت بنالیا کرتے ہیں۔ اور اپنی نبوت و مسیحیت کی دلیل بنالیتے ہیں۔ ان کے پچھلے افتراءات کی تفصیل و تردید ہم سالہائے گذشتہ میں بخوبی کر کے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ ایسے شخص کا، اور اس عمل و اعتقاد کے انسان کا، خدا کی طرف سے ملہم اور اس کے شرف خطاب سے مشرف ہونا، ناممکن و محال ہے۔ اس کو ملہم مانا جاوے تو پھر کسی صادق ملہم، نبی یا ولی کا الہام، قابل اعتبار نہیں رہتا۔ اور وحی و الہام سے یک قلم امان اٹھ جاتی ہے۔ اس مقام میں ہم قادیانی کے اشتہار دعوت کا کذب اسی اشتہار کی شہادت سے ثابت کرتے ہیں۔

☆ اس اشتہار **الدعوت** میں کرشن جی نے یہ دعوی کیا ہے کہ

. میں نے اشتہار الوصیت میں جو مستقل طور پر اور فلاں فلاں اخبار میں اور ریویو آف ریلجنز میں شائع ہوا ہے اس زلزلے کی خبر دے دی تھی ۔ یہ میرا وہی نشان ہے جس کی خدا نے شب ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کو مجھے خبر دی تھی ۔ اور میں نے وہ خبر ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کو اشتہار الوصیت میں اور اس سے پچیس برس پہلے براہین احمدیہ میں شائع کر دی تھی .

واہ صاحب واہ! الہامی خبر تو ۲۷ فروی ۱۹۰۵ ء کو ملے اور اس کی اشاعت پچیس برس پہلے براہین احمدیہ میں ہو جاوے؟

اشتہار الوصیت اس وقت ہمارے سامنے ہے اور ریویو آف ریلی جنز ہمارے ہاتھ میں ہے اور براہین احمدیہ ہماری میز پر ہے ۔ اشتہار الوصیت اور براہین احمدیہ میں اس زلزلہ کا نام ونشان نہیں ہے ۔ عبارت الوصیت و براہین کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں اور کرشن جی کی دروغ گوئی کی ناظرین سے تصدیق چاہتے ہیں

الوصیت

قال اللّٰہ عزّ و جل قل ما یعبئوا بکم ربّی لولا دعاء کم

(ان کو کہہ کہ میرا خدا تمہاری کیا پرواہ رکھتا ہے اگر تم بندگی نہ کرو اور دعا میں مشغول نہ رہو)

دوستو! خدا تعالی آپ لوگوں کے حال پر رحم کرے، آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے آج سے قریباً نو ماہ پہلے الحکم اور البدر میں، جو قادیان سے اخباریں نکلتی ہیں ، خدا تعالی کی طرف سے اطلاع پا کر یہ وحی الٰہی شائع کرائی تھی کہ عفت الدّیار محلّھا و مقامھا یعنی یہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے، نہ مستقل سکونت، امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی سکونت، امن کی جگہ ۔ یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی ۔ دیکھو اخبار الحکم مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸ جلد ۸ کالم ۳ ۔ اور اخبار البدر نمبر ۲۰ و ۲۱ مورخہ ۲۴ مئی و یکم جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۵ کالم ۲ ۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت بہت قریب آ گیا ہے ۔ میں نے اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں ، بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے، میرے منہ یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے کہ میں بیدار ہو گیا اور اسی وقت جو ابھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے، میں نے یہ اشتہار لکھنا شروع کیا ۔ دوستو! اٹھو

اور ہوشیار ہو جاؤ کہ اس زمانے کی نسل کیلئے نہایت مصیبت کا وقت آ گیا ہے۔ اب اس دریا سے پار ہونے کیلئے بجز تقوی کے اور کوئی کشتی نہیں۔ مومن خوف کے وقت خدا کی طرف جھکتا ہے کہ بغیر اس کے کوئی امن نہیں۔ اب دکھ اٹھا کر اور سوز و گداز اختیار کر کے اپنا کفارہ آپ دو۔

اس کے بعد آپ نے لوگوں کو توبہ واستغفار اور صدقہ وخیرات کی رغبت دلائی ہے ۔اس کے بعد آپ نے فرمایا

خدا نے آج سے پچیس برس پہلے طاعون کی مجھے خبر دی تھی اور براہین احمدیہ میں یہ شائع ہو چکی ہے۔ اور اس الہام کی اصل عبارت ایک اور اشتہار میں جو بعنوان الانذار آپ نے شائع کیا ہے، یہ نقل کی ہے

و اصنع الفلک باعیننا و وحینا ولا تخاطبنی فی الّذین ظلموا انّهم مغرقون

اور اس کا ترجمہ رسالہ دافع البلاء کے حاشیہ صفحہ ۶ میں ان الفاظ سے کیا ہے

یعنی ایک کشتی میرے حکم سے اور آنکھوں کے روبرو بنا، جو ان کو مرنے سے بچائے گی۔ جو ظلم اور سرکشی اور بدکاری اور نافرمانی سے باز نہیں آتے، میرے آگے ان کی سفارش نہ کر وہ غرق کئے جائیں گے۔

اور متن رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۶ سطر ۳ میں اس پیش گوئی کو متعلق طاعون قرار دیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ

بلکہ طاعون کی خبر آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں دی گئی ہے۔

اور پھر اسی کے حوالہ میں حاشیہ منقولہ بالا تحریر کیا ہے۔

اس رسالہ دافع البلاء کے بعد آپ نے رسالہ کشتی نوح بنایا۔ تو اس میں بھی یہی جتایا ہے کہ جو کشتی بنانے کا حکم ہے وہ اسی طاعون سے بچنے کیلئے ہے۔

اب کرشن جی کا یہ قول کہ میں نے براہین اور الوصیت میں زلزلہ کی خبر دی تھی، دروغ نہیں تو اور کیا ہے؟ اشتہار الوصیت میں اور الہام مذکور براہین احمدیہ میں زلزلہ کا ذکر یا اشارہ تک بھی نہیں ہے۔ اور کرشن جی کا اشتہار الوصیت میں یہ کہنا

کیا زلزلہ جو ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کی صبح کو ظاہر ہوا وہی نشان نہیں ہے جس کی خدا نے

پہلے سے خبر دی تھی۔

ایسا جھوٹ ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر جھوٹ نہ ہوگا۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ جومعنی الہام موتا موتی اور عفت الدّیار محلّھا و مقامھا کے اشتہار الوصیت میں کرشن جی نے خود بیان کئے ہیں کہ اس سے طاعون مراد ہے۔اس کو بعد وقوع زلزلہ ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء خود ہی غلط قرار دیتے ہیں اور اس پر طرفہ یہ ہے کہ پھر اس غلطی کا اعتراف نہیں فرماتے اور یہ نہیں کہتے کہ پہلے ہم یا ہمارا ملہم بھول گئے تھے اور غلطی سے اس کے معنی طاعون بیان کئے تھے۔ بلکہ ان معنوں سے آنکھ بند کر کے اور اپنے مریدوں کی آنکھوں میں خاک دھول بھر کر اشتہار الانذار میں فرماتے ہیں:۔

وہ پہلی پیش گوئی جو میں نے الحکم اور البدر میں حادثہ سے پانچ ماہ پہلے ملک میں شائع کر کے خبر دی تھی کہ ملک میں بڑی تباہی پیدا ہوگی، اور شور قیامت برپا ہوگا اور یک دفعہ موتا موتی ظہور میں آجائے گی۔ دیکھو وہ نشان کیسا پورا ہوا، اور جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے یہ پیشگوئی مذکورہ اخبار الحکم اور البدر میں اس زلزلہ سے قریباً پانچ ماہ پہلے شائع کر دی گئی تھی۔اور پیش گوئی مذکور یہ ہے عفت الدّیار محلّھا و مقامھا۔ یعنی بہت سی مخلوق کو مٹا دینے والی تباہی آئے گی جس سے مکانات بے نشان ہو جائیں گے اور ان مکانوں اور گھروں کا پتہ نہ ملے گا کہ کہاں تھے۔ دیکھو کیسی صفائی سے یہ خدا کی باتیں پوری ہوگئیں۔اگر تم عربی دان نہیں ہو تو عربی دانوں سے پوچھ لو کہ اس وحی الٰہی کے کیا معنی ہیں، کہ عفت الدیار محلھا و مقامھا۔ اے عزیزو اس کے یہی معنے ہیں کہ محلوں اور مقاموں کا نام و نشان نہیں رہے گا۔طاعون تو صرف صاحب خانہ کو لیتی ہے مگر جس حادثہ کی اس وحی الٰہی میں خبر دی گئی تھی اس کے تو یہ معنے ہیں کہ نہ خانہ رہے گا اور نہ صاحب خانہ۔ سو خدا تعالیٰ کا فرمودہ جس طور سے اور جس صفائی سے پورا ہوگیا، آپ صاحبوں کو معلوم ہے۔اس کی نسبت اشتہار الوصیت میں بھی خبر دی گئی تھی۔

اس عبارت کو پڑھ کر اور تنسیخ یا تغلیط معنی مفسرہ و مبینہ اشتہار الوصیت کو دیکھ کر یہ مثل یاد آتی ہے مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد

اور بے ساختہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اگر الہام موتا موتی اور عفت الدّیار محلّھا و مقامھا

سے آپ کے ملہم کی مراد یہی زلزلہ تھا تو پانچ مہینے سے بلکہ زمانہ تالیف دافع البلاء (۱۹۰۳ء) سے، بلکہ زمانہ تالیف براہین احمد یہ پچیس برس سے ملہم نے آپ کو جہالت میں کیوں رکھا۔ اور اشتہار الوصیت میں آپ کی تفسیر طاعون کی غلطی کو کیوں ظاہر نہ کیا؟

معلوم ہوتا ہے آپ کا ملہم (جو یقیناً معلم الملکوت ہے) احمق ہے، یا مسخرہ ہے جو سال ہا سال اپنے الہاموں کے معنی دربطن خود رکھتا ہے۔ آپ کو ان معنوں سے اطلاع نہیں دیتا۔ اسی واسطے آپ ہمیشہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ اور جیسے واقعات پیش آتے ہیں ویسے معنی آپ بنا لیتے ہیں۔

عفت الدّیار محلھا ومقامھا

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اشتہار الوصیت میں جو عربی فقرہ عفت الدیار محلھا و مقامھا الہام قرار دیا گیا ہے یہ ایک شعر جاہلیت سے چرایا ہوا مصرع ہے۔ عربی دان بھی اس فقرہ کے معنی سمجھ نہیں سکتے جو کہ کرشن مہاراج نے معلم الملکوت سے الہام پا کر خود ہی بیان کیئے ہیں کہ

نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی سکونت امن کی جگہ

عرب کے عربی جاننے والے اس فقرہ میں ایسا کوئی لفظ نہیں پاتے جس کے معنی سکونت کے ہوں اور نہ وہ کوئی فاعل سکونت اس فقرہ میں دیکھتے ہیں۔ لفظ محلھا ومقامھا میں جو ضمیر مجرور (ھا) ہے اس کا مرجع تو اس فقرے میں لفظ دیار کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ اور دیار ایسی اشیا ہیں جو محل سکونت ہیں، نہ کہ فاعل سکونت۔ فاعل سکونت تو ساکنین ہیں جن کا اس فقرے میں نام ونشان نہیں ہے۔ ہے تو بطن قائل (قادیانی یا اس کے ملہم) ہی میں ہے۔

اصل بات یہ کہ آپ نے یہ مصرع چرا تو لیا مگر پھر آپ کو سوجھا کہ عفت الدیار کے بعد محلھا و مقامھا کہنا بے معنے اور فضول تک بندی ہے اور اگر محلھا کو دیار سے بدل ٹھہرا کر اس کے معنی کچھ بن جائیں کہ گھروں کا محل بھی نظر نہ آئے گا کہ وہ کہاں تھے تو مقامھا کا کوئی مطلب نہ نکلے گا، کیونکہ گھر اپنے محل چھوڑ کر دوسرے مقام عارضی میں

نہیں جایا کرتے ۔ شائد اس لئے آپنے ساکنین کی جائے سکونت عارضی کا لفظ اس کے معنوں میں داخل کر دیا اور یہ نہ سمجھا کہ سکونت و ساکنین کا لفظ اس معنے کی تصحیح کیلئے کہاں سے آئے گا؟

وہ لوگ کہاں ہیں جو کرشن جی کی عربی دانی کو معجز جانتے ہیں ۔ وہ تشریف لائیں اور وہ اس عربی کا ان معنی میں صحیح ہونا ہی ثابت کر دکھائیں ۔ (جن معنے میں اصل شاعر نے یہ لفظ استعمال کیا ہے وہ صحیح ہیں ۔مگر یہ مقام اس کی تفصیل کا محل نہیں۔محمد حسین)

بعض بے علم اور عربی سے ناواقف کہا کرتے ہیں کہ کرشن جی کی عربی کا مقابلہ کوئی مسلمان نہیں کرتا ۔ اس کا جواب اشاعۃ السنہ میں بارہا دیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی عالم عربیت اس کی عربی کو عربی نہیں جانتا ، اور اس کو مخاطب صحیح خیال نہیں کرتا ۔ ان کو ننگ و عار ہے کہ اس جاہل از عربیت کو اپنا مخاطب بنائیں ۔

(بٹالوی مرحوم کی ان نگارشات کے کئی سال بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بھی عفت الدیار کے حوالے سے ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے ۔لکھتے ہیں:۔

مرزا صاحب قادیانی کا ایک الہام یہ شعر ہے

دبدبہ خسروی ام شد بلند زلزلہ در گور نظامی فگند

اس شعر کا شاعر (شائد خسرو) کہتا ہے کہ کہ جب میری خسرویت کا غلغلہ بلند ہوا تو نظامی (مصنف سکندر نامہ) کی قبر میں زلزلہ پڑ گیا ۔

یہ مقابلہ اسلئے ہے کہ خسرو بھی شاعر تھا اور نظامی بھی ۔ خسرو فن شاعری میں نظامی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہوا اپنی برتری کا دعوی کرتا ہے ، جیسا کہ اس شعر سے مفہوم ہوتا ہے ۔فن شاعری میں ایسے مبالغہ آمیز مقابلے ہوا ہی کرتے ہیں ۔ اور مجلس شعراء میں اس قسم کے مبالغے شوق سے سنے جاتے ہیں مگر بزم صلحاء میں ایسے مبالغوں کو پسند نہیں کیا جاتا بلکہ جھوٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ آنحضرت ﷺ نے یہ مصرع پڑھنے سے منع فرمایا فینا نبیّ یعلم ما فی غداً (ہم میں ایک نبی ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے)۔مگر مرزا صاحب بقول خود نبی بھی ہیں اور شاعر بھی ۔ اس لئے آپ کو ایسے مبالغوں سے نفرت نہیں تھی ۔کسی شاعر کا کیسا ہی مبالغہ آمیز شعر ہو جس سے ان کا مطلب کبھی نہ کبھی نکل سکتا ہو، تو وہ شعر الہامی زبان سے جاری فرما دیتے ۔ چنانچہ مذکورہ شعر انہوں نے بھی اسی غرض سے پڑھا ہوگا ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ جب میری (مرزا) حکومت کا دبدبہ بلند ہوا تو نظامی کی قبر میں زلزلہ پڑ گیا ۔

۱۹۰۸ء میں حیدر آباد دکن کی موسی ندی میں طوفان اٹھا۔ جس سے حیدر آباد کے بڑے بڑے پختہ مکان بھی تباہ ہو گئے۔ قادیان میں اس وقت حکیم نورالدین کا زمانہ خلافت تھا۔ فوراً ایک کتاب موسومہ صحیفہ آصفیہ لکھی گئی جو حکیم صاحب کے نام سے شائع ہوئی۔ اور جس میں نظام دکن کو اس طوفان کی طرف متوجہ کر کے احمدیت کی تبلیغ کی گئی۔ اس میں اس الہام کی تشریح یوں کی گئی کہ نظامی سے مراد حضور نظام والی دکن ہیں اور گور نظامی سے مراد بلدہ حیدر آباد ہے اور زلزلہ سے مراد موسی ندی کا طوفان ہے۔ کیا خوب! جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی۔ اس کے جواب میں ہم نے فوراً ایک رسالہ صحیفہ محبوبیہ اسی زمانے میں شائع کر دیا تھا۔

اسی طرح ایک اور مصرع کو الہامی شکل دے کر آج کل قادیان میں شائع کیا جا رہا ہے جو یہ ہے۔ تزلزل در ایوان کسری افتاد

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایران میں انگریزی اور روسی فوجوں نے خاص خاص مقامات پر قبضہ کر لیا ہے جس کی اطلاع اخباروں میں آ چکی ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمانان دنیا کو سخت صدمہ ہوا مگر قادیان میں گھی کے چراغ جلے۔ جس کا ذکر الفضل مورخہ ۴ و ۵ ستمبر ۱۹۴۱ء کی اشاعتوں میں مفصل کیا گیا۔ بڑی خوشی کی گئی اور شادیانے بجائے گئے کہ حضرت مرزا صاحب کا الہام تزلزل در ایوان کسری فتاد بالکل سچا نکلا ہے۔

ایوان کسری سے حکومت ایران مراد لے کر خوشی کے نعرے بلند کئے کہ مرزا صاحب کا الہام دو مرتبہ پورا ہو گیا ہے۔ پہلے اس کا ظہور اس وقت ہوا تھا جب ایران کے بادشاہ کو ایرانیوں نے حکومت سے معزول کر کے ایران میں پارلیمنٹ قائم کی تھی۔ چنانچہ اصل الفاظ یہ ہیں

. یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی کہ اس الہام الٰہی کے بعد بہت ہی جلد شاہ ایران تخت سے معزول کیا گیا۔ اور پارلیمنٹ بنائی گئی۔ (البشری۔ ج ۲۔ ص ۱۰۶)۔

ان سب توہمات کا ایک ہی جواب ہے وہ بھی ہماری طرف سے نہیں بلکہ حدیث شریف سے ماخوذ ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده جب ایران کا بادشاہ کسری مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسری نہیں ہوگا۔

ایران میں اسلام داخل ہونے سے پہلے شاہان فارس کا لقب کسری تھا۔ اسلامی زمانے میں ایران کے بادشاہ کا نام شاہ ایران رکھا گیا۔ پس اسلامی اصطلاح میں کسری بول کر شاہ ایران مراد لینا گویا حدیث کی تکذیب کرنا ہے جو قادیانیوں کو تو زیبا ہو سکتا ہے مگر دوسرے

مسلمان یہ جرأت نہیں کر سکتے۔ پس مرزا کے اس الہام کو ایران کے کسی واقعہ سے وابستہ کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اسلامی اصطلاح میں سراسر غلط ہے۔

اب اصل حقیقت سنئے۔ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ شعرا کے کلام میں سے ایک آدھ مصرع پڑھ دیتے۔ پھر چند یوم گذرنے کے بعد اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آجاتا جو اس مصرع سے ادنی مناسبت بھی رکھتا تو فوراً اس مصرع کو الہام بتا کر اس واقعہ کو اس کا مصداق بنا لیتے۔ سبعہ معلقات میں سے چوتھے معلقے کا پہلا مصرعہ یہ ہے

عفت الدیار محلھا و مقا مھا

عرب کے بادیہ نشین (خانہ بدوش) ملک میں جا بجا پھرتے رہتے، جہاں انکے مویشیوں کیلئے چارہ ملتا، وہاں ٹھیر جاتے۔ جب ختم ہو جاتا تو کوچ کر جاتے۔ اس آمد ورفت کو شاعر اپنے قصائد کی تشبیب بنایا کرتے تھے۔

سبعہ معلقات کے چوتھے معلقہ کا پہلا مصرع عفت الدیار محلھا و مقا مھا کہیں مرزا صاحب قادیانی کے منہ سے نکل گیا۔ اس وقت تو آپ نے یہ مصرع سرسری طور پر پڑھ دیا، اس کے بعد جب ملک میں طاعون پھیل گیا جس سے بعض بستیاں ویران ہوگئیں تو مرزا صاحب نے اس مصرع کو الہامی قرار دے کر طاعون کے واقعات پر چسپاں کر دیا اور لمبی چوڑی تحریریں شائع کر دیں جن میں اپنی نبوت کا ڈھول خوب پیٹا۔ اسی طرح مرزا صاحب کے الہام تزلزل درایوان کسری فتاد کی حقیقت بھی یہی ہے کہ کسی وقت یہ مصرع آپ کی زبان پر جاری ہو گیا جو بعد ازاں حسب موقع وضرورت الہام قرار دیا گیا۔ یہ فارسی مصرع دراصل بوستاں سے لیا گیا ہے پورا شعر یوں ہے

چو صیتش درافواہ دنیا فتاد   تزلزل درایوان کسی فتاد

یہ شعر آنخضرت ﷺ کی نعت میں مذکور ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب آنخضرت ﷺ کی ولادت کی آواز دنیا میں پہنچی تو کسری (نوشروان) کے محلات میں زلزلہ پڑ گیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی مجلس میں آنخضرت ﷺ کے ذکر مبارک کے سلسلے میں کسی شخص نے اس بیت کا پہلا مصرع پڑھا تو دوسرا مصرع مرزا صاحب کے منہ سے نکل گیا۔ پس یاروں نے اس کو مرزا صاحب کا الہام بنا کر ایران کے واقعات پر چسپاں کرنا شروع کر دیا پس ناظرین شیخ سعدی کے مافی الضمیر کو ملحوظ رکھ کر اس مصرع کو پہلے مصرع کے ساتھ ملا کر

پڑھیں گے تو مطلب صحیح ہو جائے گا۔مگر اس میں مرزا صاحب کو کمیشن کا حق نہیں ملے گا بلکہ بحکم حق بحق دار رسید مضمون نعت محمد یہ میں خصوص رہے گا۔ پس اہل قادیان اگر اس مصرع کو مرزا صاحب کی پیش گوئی بنائیں گے تو نہ صرف اصل متکلم شیخ سعدیؒ کے منشا کے خلاف ہوگا بلکہ غلام (مرزا) کی طرف سے اصل مالک (آنحضرت ﷺ) کی ہتک ہوگی کیونکہ مرزا صاحب کا اپنا قول ہے، غلام احمد ہرجا باشم۔

قادیانی اخباروں نے اس الہامی مصرع پر بہت کچھ لکھا مگر یہ ان سے نہ ہو سکا کہ اس کا اول مصرع ساتھ ملا کر پورا شعر ساتھ لکھ دیتے اور یہ بھی بتاتے کہ یہ شعر کس کتاب سے ماخوذ ہے اور جہاں مرقوم ہے وہاں اس کا اصل مفہوم کیا ہے۔ کیونکہ اس سے ان کو مطلب نہیں۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان کے صنم کی پوجا کی جائے۔ ہندوستان میں طاعون ہو تو یہی مقصد، جاپان یا امریکہ میں زلزلہ آئے تو یہی مقصد۔ یورپ میں جنگ ہو تو یہی مقصد۔...

(اہل حدیث امرتسر ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء۔۳ رمضان ۱۳۶۰ھ۔ص ۵۔۷)

الانذار ۱۹۰۵ء کا تجزیہ

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ کرشن جی کے ۸۔اپریل ۱۹۰۵ء کے اشتہار الانذار میں ایک پیش گوئی اور بھی ہوئی ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں

الانذار۔ (غور سے پڑھو کہ یہ خدا تعالی کی وحی ہے)

آج رات تین بجے کے قریب خدا تعالی کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی جو ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ تازہ نشان۔تازہ نشان کا دھکہ۔زلزلہ الساعۃ۔ قوا انفسکم ان اللہ مع الا برار۔ دنی منک الفضل۔ جاء الحق و زھق البا طل۔

(ترجمہ مع شرح) یعنی خدا ایک تازہ نشان دکھائے گا۔مخلوق کو اس نشان کا ایک دھکہ لگے گا وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا (مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو دنیا پر آئے گی جس کو قیامت کہہ سکیں گے۔ اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئے گا۔اور مجھے علم نہیں کہ وہ چند دن یا چند ہفتوں تک ظاہر ہوگا

یا خدا تعالی اس کو چند مہینوں یا چند سال کے بعد ظاہر فرمائے گا، بہر حال وہ حادثہ زلزلہ ہے یا کچھ اور ہو، قریب ہو یا بعید ہو، پہلے سے ثابت خطرناک ہے، سخت خطرناک ہے، اگر ہمدردی مخلوق مجھے مجبور نہ کرتی تو میں بیان نہ کرتا۔

ناظرین اس پیش گوئی کا لفظ زلزلۃ الساعۃ تو قرآن میں سے چرایا گیا ہے۔ قرآن کی پوری آیت یہ ہے

یا ایہا الناس اتّقوا ربّکم انّ زلزلۃ السّاعۃ شیء عظیم ۔ یوم ترونہا تذھل کل مرضعۃٍ عما ارضعت و تضع کلّ ذات حملٍ حملھا و تری النّاس سکاری و ما ھم بسکاری و لکنّ عذاب اللّٰہ شدید ۔

(ترجمہ) اے لوگو! خدا سے ڈرو، قیامت کا زلزلہ بڑی (بھاری) چیز ہے۔ جس دن تم اس زلزلہ کو اس حالت پر پاؤ گے کہ وہ دودھ پلانے والی اپنے بچہ کو بھول جائے اور حاملہ حمل گرادے اور لوگ نشہ کی سی حالت میں ہوں گے اور درحقیقت وہ نشہ میں نہ ہوں گے ولیکن خدا تعالی کا عذاب سخت ہوگا جس کے ہول سے وہ سراسیمہ ہوں گے

مسلمان اس آیت کے مضمون پر پہلے ہی ایمان ویقین رکھتے ہیں اور زلزلہ قیامت سے ڈرتے ہیں۔ کرشن جی نے اس آیت کے ایک لفظ کو چرا کر اپنا الہام بنالیا اور خدا پر افتراء کیا اور اپنے مریدوں کر اپنا الّو سیدھا کرنا چاہا، اور اس ذریعہ سے ان سے ٹکے بٹورنے کا ایک ڈھنگ نکالا ہے۔ مگر جو اس کے اخیر میں یہ فقرہ لگا دیا ہے

مجھے اس بات کا علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے زلزلہ مراد ہے یا کوئی اور حادثہ اور وہ چند دنوں میں آئے گا یا چند ہفتوں میں یا مہینوں یا سالوں میں ۔

اس نے اس منتر کو بے اثر کر دیا ہے۔ اس پیشگوئی کو کرکری بنا دیا۔ عام لوگ اس پر ہنسی اڑا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ایسی پیش گوئی تو ہر شخص کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ دنیا پر کوئی حادثہ آنے والہ ہے، جس کی نوعیت اور وقت مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ اور پھر وہ اس میں جھوٹا نہیں ہو سکتا کیونکہ دنیا حوادث سے خالی نہیں رہی اور نہ آئندہ رہے گی۔

اس فقرے کے لگانے سے بھی آپ چوکڑی بھول گئے۔ اور بات بنانے میں مہارت رکھنے کے باوجود منہ کے بل گرے۔ اس قسم کی دروغگوئیاں اشتہار الانذار میں اور بھی ہیں مگر اس مقام تمثیل میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، کافی سے زیادہ ہے۔

النداء من وحی السماء

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس نام وعنوان کا ایک اور اشتہار شائع کیا جس کی شرح وتفسیر آپ نے ان الفاظ سے کی ہے۔

یعنی ایک زلزلہ عظیمہ کی پیش گوئی باردوم وحی الٰہی سے

اس تفسیر کو دیکھ کر ہم نے یہ سمجھا تھا کہ شائد اس میں زلزلہ کی نسبت صاف الفاظ میں پیش گوئی ہو لیکن اس میں بجز پرانی لاف زنی اور جعل سازی کچھ نہیں۔ ہم اس اشتہار کی چند افترا پردازیوں کو تین نمبروں میں بیان کیا جاتا ہے۔

☆ نمبر اول۔ اس اشتہار میں قادیانی کرشن جی نے کہا ہے۔

اب تک ایک فرد بھی ہماری جماعت میں سے طاعون یا زلزلہ سے نہیں مرا جس نے عملی حالت کو محبت کاملہ اور قوت ایمان اور پورے صدق اور صفا اور دین کو مقدم رکھنے کے ساتھ جمع کیا ہو اور جس کو میں نے ان علامات کے ساتھ شناخت کرلیا ہو۔ یا مجھ کو اس کے اس مرتبے کی خبر دی گئی ہو.... اصل الہام جس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ خدا تعالی ہر ایک کامل الایمان اور کامل العمل کو، جو ہماری جماعت میں سے ہوگا، طاعون کی موت سے بچالے گا، یہ ہے الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون .... میں ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو پہلے اسی جماعت میں داخل ہوئے اور پھر وہ مرتد ہو گئے۔

ناظرین اس قول میں جو کرشن جی نے افترا پردازی اور دھوکہ بازی کی ہے وہ آپ کو اشاعۃ السنہ جلد ہذا (۲۰) کے رسالہ نمبر ا صفحہ ۱۸ سے اور نمبر ۲ کے صفحہ ۳۹ سے بخوبی معلوم ہوسکتی ہے۔ اس مقام میں اس کے متعلق دوسوال قادیانی کرشن جی سے کئے جاتے ہیں۔ ان کا جو جواب آپ دیں گے اس سے آپ کی دھوکہ بازی وافترا پردازی اور بھی وضاحت سے ثابت ہوگی۔

☆ سوال اول ۔ یہ الہام جس سے آپ نے طاعون سے بچنے کیلئے کامل الایمان و العمل ہونے کی قید لگائی ہے آپ کو کب ہوا اور اس کو کب شائع کیا؟ اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء کے ساتھ یا اس کے چار سال بعد ۱۹۰۲ء میں جب قادیان میں طاعون کا وقوع ہو گیا اور آپ نے رسالہ دافع البلاء و کشتی نوح کو شائع کیا۔

اس کا جواب اگر آپ باختیار شق اول دیں تو اس الہام کے محل بیان کی نشان دہی کریں۔ اور اگر جواب باختیار شق ثانی دیں تو اس سے صاف ثابت ہوگا کہ آپ کا ملہم بڑا عیار یا مسخرہ ہے جو آپ کو واقعات اور مواقع دیکھ کر الہامات کے معنے گھڑ لینا سکھاتا ہے۔

☆ دوسرا سوال یہ کہ منجملہ بہت سے سیوکان مہاراج کرشن (یعنی مریدان خاص) کے (جن کی فہرست شائع ہو چکی ہے)۔ مولوی جمال الدین ساکن سید والہ ضلع منٹگمری (حال ساہیوال، پاکستان، جو کہ کرشن مہاراج کے بڑے بھاری چیلے تھے اور ضلع منٹگمری میں انہوں نے آپ کے بہت سیوک (مرید) بنا دیئے۔ جو ان کے مرجانے کے بعد بھی مہاراج کے درشن کو قادیان میں آئے اور اس خاکسار سے بھی ملے تھے)، اور مسٹر محمد افضل (اڈیٹر البدر، جو آپ کی نصرت وحمایت و اشاعت الہامات میں بڑے سرگرم تھے) کامل الایمان والعمل تھے؟ یا منافق تھے اور مرتد ہو کر مرے؟

اس سوال کا جواب اگر باختیار شق اول دیں تو پھر آپ پر یہ سوال ہے کہ دونوں طاعون سے کیوں مرے؟ اور ان کی موت سے آپ کے اس دعوی کا کہ میری جماعت کا ایک شخص بھی طاعون سے نہیں مرا، کذب ظاہر ہوا، یا کچھ کسر رہی ہے۔ اور اگر اس سوال کا جواب باختیار شق ثانی دیں تو براہ مہربانی اس جواب کو شائع ومشتہر کردیں۔ اس جواب سے لوگ آپ ہی نتیجہ نکال لیں گے کہ آپ کون ہیں اور کیسے راست باز ہیں۔ اور مولوی جمال الدین کے پھنسائے ہوئے سیوک (مرید) آپ کے سیوک رہنے چاہییں یا آخر وہ بھی آپ سے مرتد کا خطاب پائیں گے، یا وہ مسلمان رہنے کیلئے آپ کو چھوڑ دیں۔

☆ نمبر دوم ۔ اس اشتہار میں کرشن جی نے دعوی تو یہ کیا ہے کہ ۹۔ اپریل کو خدا تعالی نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے اور اس کے ثبوت میں آپ نے حاشیہ صفحہ ۲ میں سورہ النازعات کی آیت ترجف الرّاجفة تتبعها الرّادفه کو دلیل ٹھہرایا ہے۔ اور پھر متن صفحہ ۶ میں کہا ہے:۔

اس بارے میں جو عربی میں مجھے وحی الٰہی ہوئی ہے اس کو اس جگہ مع ترجمہ لکھ کر اشتہار کو ختم کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے

بخورآ نچہ ترا بخورانم ۔ لک درجۃ فی السماء والّذ ین ھم یبصرون نز لت لک ۔ لک نری آ یات ونھد م ما یعمرو ن ۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم مؤ منو ن ۔ کففت عن بنی اسرا ئیل انّ فرعو ن و ھا مان و جنود ھما کا نوا خا طئین انی مع ا لافوا ج آتیک بغتۃ یعنی جو کچھ میں کھلا تا ہوں وہ کھا ۔ تیرا آسمان پر ایک درجہ ہے اور نیز ان میں ایک درجہ ہے جو آنکھیں رکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور میں تیرے لئے زمین پر اترونگا تا اپنے نشان دکھلاؤں ۔ ہم تیرے لئے زلزلہ کا نشان دکھلائیں گے اور وہ عمارتیں جن کو غافل انسان بناتے ہیں، یا آئندہ بنائیں گے، گرادیں گے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زلزلہ نہیں بلکہ کئی زلزلے ہوں گے جو عمارتوں کو وقتاً فوقتاً گرائیں گے ۔ اور پھر فرمایا کہ میں تیری جماعت کے لوگوں کو جو مخلص ہیں اور بیٹوں کا حکم رکھتے ہیں، بچاؤنگا ۔ اس وحی میں خدا تعالیٰ نے مجھے اسرائیل قرار دیا ۔ اور مخلص لوگوں کو میرے بیٹے ۔ اس طرح پر وہ بنی اسرائیل ٹھہرے ۔ اور پھر فرمایا کہ میں آخر کو ظاہر کرونگا کہ فرعون یعنی وہ لوگ جو فرعون کی خصلت پر ہیں اور ہامان یعنی وہ لوگ جو ہامان کی خصلت پر ہیں اور ان کے ساتھ کے لوگ جو ان کا لشکر ہیں، یہ سب خطا پر تھے ۔ اور پھر فرمایا کہ میں اپنی تمام فوجوں کے ساتھ، یعنی فرشتوں کے ساتھ، نشانوں کے دکھلانے کیلئے ناگہانی طور پر تیرے پاس آؤنگا ۔ یعنی اس وقت جب اکثر لوگ باور نہیں کریں گے اور ٹھٹھے اور ہنسی میں مشغول ہوں گے اور بالکل میرے کام سے بے خبر ہوں گے ۔ تب میں اس نشان کو ظاہر کردونگا کہ جس سے زمین کانپ اٹھے گی ۔ تب وہ روز دنیا کیلئے ایک ماتم کا دن ہوگا ۔ مبارک وہ جو ڈریں اور قبل اس کے جو خدا کے غضب کا دن آوے، توبہ سے اس کو راضی کر لیں ۔ کیونکہ وہ حلیم اور کریم اور غفور اور تواب ہے جیسا کہ وہ شدید العقاب بھی ہے ۔

ناظرین اس قول میں کرشن جی نے عجیب دھوکہ بازی کی ہے ۔ پہلے ناواقف

مسلمانوں کے سامنے آیت قرآن (جس میں زلزلہ زمین یا نفخہ فنا کا ذکر ہے، اور مسلمانوں کو اس پر یقین واعتقاد ہے) پیش کی ہے اور وقوع زلزلہ سے ڈرایا ہے ۔ پھر اس کے ساتھ اپنا من گھڑت الہام ملا دیا۔ تا کہ قرآن مجید کی خبر سے خوف زدہ دل، اسی خوف سے اس کے الہام سے بھی ڈر جائیں ۔ اور اس کے الہام کو موافق قرآن سمجھ کر مان لیں ۔ پھر اس الہام کا نام تو عربی رکھا ہے مگر اس میں ایک فقرہ فارسی بھی جڑ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کرشن جی کا ملہم عربی میں نو آموز ہے ۔ جیسے ہند یا فارس کے نو آموز عربی دان، عربی بولتے ہندی یا فارسی بھی اس میں جڑ دیتے ہیں۔ اور پھر عربی بھی ایسی بنائی ہے کہ جس کے معنی عرب کے عربی دان کچھ نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ آپ کے ترجمہ یا تفسیر کو سامنے نہ رکھ لیں ۔ اور اس طرفہ پر طرہ یہ کہ جو مطلب اس الہام کا بنایا گیا ہے وہ اس کے فارسی وعربی الفاظ سے نہیں نکلتا ۔ اور زلزلہ عظیمہ پر جس کے واسطے دوبارہ پیش گوئی کی ہے، تصریح نہیں پائی جاتی ۔ اس میں صرف ایک ہدم عمارات کا لفظ ہے جس کا مضمون کم وبیش ہر زمانہ میں ہر ملک میں وقوع میں آتا رہتا ہے ۔ اور اس کو کوئی عقلمند پیشگوئی قرار نہیں دے سکتا ۔ پھر اس ہدم عمارات سے عنوان اشتہار میں ایک زلزلہ عظیمہ مراد ٹھہرایا ہے اور ترجمہ اور تفسیر الہام میں ایک زلزلہ نہیں بلکہ کئی زلزلے مراد لئے ہیں ۔

☆ نمبر سوم ۔ اس اشتہار میں آپ کا یہ دعوی ہے کہ اس سے ایک سال پہلے (جس کو اشتہار الدعوت و الانذار میں غلطی سے پانچ مہینے لکھا گیا ہے) الہام عفت الديار محلها و مقامها اور الہام زلزلہ کا دھکہ شائع ہو چکا ہے ۔ اور براہین احمدیہ میں ۲۵ برس پہلے ان دونوں زلزلوں کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے صفحہ ۵۱۶ میں پہلی پیشگوئی موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے

فبراه الله ممّا قالوا وكان عند الله وجيها اليس الله بكاف عبده فلما تجلى ربّه للجبل جعله دكّا والله موهن كيد الكافرين ۔ یعنی اپنے اس بندے کو تہمتوں اور بہتانوں سے بری کرے گا جو اس پر لگائے جائیں گے وہ خود اپنے بندے کیلئے کافی ہے ۔ پس جب خدا پہاڑ پر تجلی کرے گا تو اس کو پارہ پارہ کر دے گا ۔ اور جو کچھ مخالف لوگ ناحق کے الزاموں میں مبتلا کرنا چاہیں گے ان کے سب مکر سست کر دے گا۔

اور اس (براہین) کے صفحہ ۵۵۷ میں دوسری پیش گوئی زلزلہ کے بارے میں یہ ہے ۔

میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا، اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا ۔ دنیا میں ایک نذیر آیا ۔ پر دنیا

نے اس کو قبول نہ کیا۔لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔ الفتنة ھھنا فا صبر کما صبر اولو العزم فلما تجلّی ربّه للجبل جعله دکّاً قوّة الرحمن لعبید الله الصمد ۔

عربی کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ ان دنوں میں تیرے پر ایک فتنہ برپا کیا جاوے گا۔پس خدا تجھے بری کرنے کیلئے ایک نشان دکھائے گا اور وہ یہ کہ پہاڑ پر اس کی تجلی ہوگی اور وہ پہاڑ کو پارہ پارہ کردے گا۔ یہ خدا کی قوت سے ہوگا تا وہ اپنے بندے کیلئے نشان دکھاوے۔

☆ ناظرین اس نمبر میں جو کرشن جی نے دروغ گوئی اور دھوکہ دہی کی ہے اس کا بیان ہمارے سابق کلام میں ہو چکا ہے کہ نہ تو الہام عفت الدیار ... میں زلزلہ کا صریح بیان ہے اور نہ لفظ زلزلہ یا دھکا سے زلزلہ یقیناً مراد ہوسکتا ہے۔ اس امر کا اور کوئی کب یقین کرسکتا ہے جب کہ خود کرشن جی مہاراج کو اس کا یقین نہیں ہوا۔ چنانچہ اشتہار الانذار میں وہ فرما چکے ہیں کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے۔

اس مقام میں صرف کرشن جی کی اس افتراء پردازی کا جواب دینا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اپنی پیش گوئیوں میں ایسے غلط معنی بیان کرتے تھے جو آپ کر رہے ہیں۔ (کبرت کلمةً تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذباً)۔

سو جواب یہ ہے کہ انبیاء کی نسبت ایسا کہنا کفر ہے اور اپنے خبیث دل ودماغ پر انبیاء کے پاک دل ودماغ کا قیاس کرنا ہے

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ آید در نوشتن شیر شیر

حضرات انبیاء نے کبھی کوئی پیش گوئی ایسی نہیں کی جس کے معنی سالہا سال تک ان پر مخفی رہے ہوں اور اس وجہ سے انہوں نے جیسا موقع دیکھا ویسے معنے کر لئے ہوں۔اور جو شخص انبیا کی نسبت اس امر کو تجویز کرتا ہے وہ انبیاء کو اپنی طرح جھوٹا جانتا ہے۔قادیانی اگر بحوالہ کتاب وسنت کوئی ایک پیشگوئی ایسی بتا دیں تو ہم سے ہماری حیثیت کے موافق جو چاہیں انعام یا تاوان لیں۔مگر یاد رکھیں کہ اگر حدیث ذھب وھلی پیش کریں گے تو منہ کی کھائیں گے جیسا کہ مناظرہ لودہانہ میں کھا چکے ہیں۔ اور اگر بمقابلہ قرآن وحدیث کوئی پیشگوئی توریت یا انجیل پیش کریں گے تو یہودی یا عیسائی کہلائیں گے۔ جو مثال پیش کریں

اس میں یہ دونوں امر ملحوظ رکھیں۔

قادیانی کے اشتہار سوم اور اس سے پہلے اشتہار الدعوت اور الانذار میں دعوی

لوگوں نے میری رسالت اور مسیحائیت اور مہدویت سے انکار کیا تو ان پر زلزلہ آیا اور کا

نگڑہ اور بھاگسو، پالم پور، سوجان پور، کلو، ریلو، وغیرہ تیرہ مقامات کی مخلوقات کو تباہ کیا

اس سوال کا بھی محل ہے کہ ان سب مقامات میں اور ان سب لوگوں کو جو ان میں تباہ ہوئے، آپ کی دعوت نبوت رسالت و مسیحائیت و مہدویت پہنچ چکی تھی یا نہیں؟

اگر اس کا جواب بشق اول دیں تو اس کی دلیل اس تفصیل سے بتا دیں کہ فلاں فلاں مقامات میں اور فلاں فلاں اشخاص کو جو ہلاک ہوئے، فلاں فلاں رسولوں یا خلیفوں کے ذریعہ میری دعوت پہنچ چکی تھی اور انہوں نے میری دعوت قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ آپ یہ تفصیل بتا دیں تو اسامی وار فہرست پیش کرنا آپ پر لازم ہوگا۔

اور اگر جواب بشق نفی دیں تو پھر آپ خود ہی سوچیں کہ جس قوم یا بستی میں کسی نبی و مامور کی دعوت نہیں پہنچتی اور اس قوم یا بستی سے انکار قبولیت دعوت نہیں پایا جاتا، وہ قوم یا بستی عذاب الٰہی سے کب ہلاک کی جاتی ہے؟ اور آیت و ما کنّا معذّبین حتی نبعث رسولا اور اس مضمون کی چند آیتیں (جن کے معنی یہ ہیں کہ ہم کسی قوم یا بستی کو عذاب سے ہلاک نہیں کرتے، جب تک اس میں رسول نہ بھیجیں، اور آپ بھی ان آیات کو مان چکے ہیں) اس امر کو کب جائز رکھتی ہیں؟ کیا خداوند تعالی رحیم اور عادل کا انصاف اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ کرشن جی کی دعوت سے انکار تو لاہور، امرت سر، بٹالہ وغیرہ کے لوگ کریں اور پھر بھی وہ ان بلاؤں سے مامون و مصئون رہیں اور اس انکار کے بدلے عذاب الٰہی کلو اور ریلو میں نازل ہو۔ اور اس سے وہ لوگ ہلاک ہو جائیں جنہوں نے قادیانی کی دعوت تو کجا، نام بھی نہ سنا ہو۔ کیا اس سزا دہی پر وہ مثل صادق نہ آئیگی کہ کرے مونچھوں والہ اور پکڑا جائے داڑھی والہ۔

قادیانی کرشن جی تو ان سوالوں کو کب سنتے ہیں، اور ان کا جواب کب دیتے ہیں، جو لوگ خدا تعالی کا کچھ خوف رکھتے ہیں اور وہ دھوکہ میں آکر کرشن جی کے مریدوں میں آ پھنسے ہیں وہ خدا کے لئے ان سوالات کو سوچیں اور انصاف سے ان کے جوابات میں غور کریں کہ زلزلہ یا طاعون وغیرہ آسمانی بلاؤں کا روحانی سبب کرشن جی کی دعوت سے انکار ہے یا وہ سبب ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

زلزلے کی خبر بار سوم

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک اور اشتہار بعنوان

زلزلے کی خبر بار سوم

اس مضمون کا شائع کیا ہے کہ یہ زلزلہ مجھے نہ ماننے اور نہ پہچاننے کے سبب سے آیا ہے۔ اور آئندہ بھی آئے گا۔ جس کا وقت غالباً صبح کا وقت ہوگا یا اس کے قریب۔ اس میں یہ بھی کہا ہے کہ

.اگر لوگ بڑے بڑے مکانوں سے جو دو منزلے، سہ منزلے ہوتے ہیں

اجتناب کریں تو اس میں رعایت ظاہر ہے .

اور خود بھی مہاراج نے اسی پر عمل کیا ہے، اپنے پختہ مکان کو چھوڑ کر باغ کے میدان میں خیمہ لگا لیا ہے اور ایسا ہی آپ کے حواریوں اور سیوکوں اور پوجاریوں نے عمل اختیار کیا ہے۔

مرزا کا پہلے تو اپنے اشتہاروں میں صرف روحانی علاج (توبہ واستغفار) کی طرف لوگوں کو توجہ دلانا اور پھر خود اس جسمانی علاج کی طرف رجوع کرنا اور لوگوں سے رجوع کرانا، صاف اور قطعی دلیل ہے کہ جو کچھ وہ پیشگوئی زلزلہ کے متعلق کہتا یا کرتا ہے اس میں ان انگریزوں کی (جنھوں نے علم طبعی، طبقات الارض ونجوم وغیرہ علوم پر اعتماد کر کے یہ پیشگوئی کی تھی) تقلید وتصدیق کر رہا ہے اور احمقوں کو دام میں لانے کیلئے اس کو الہامی پیشگوئی بنا کر خدا پر افتراء کا مرتکب ہوا ہے اور اگر وہ الہام الٰہی سے پیشگوئی کرتا اور اس عذاب کا موجب گناہوں کو اور اس سے بچنے کا سبب صرف توبہ کو جانتا، تو ہرگز خود اس جسمانی علاج کی طرف رجوع نہ کرتا اور یقین رکھتا کہ خدا کے عذاب کو توبہ ہی ہٹا سکتی ہے (اگر نزول عذاب سے پہلے عمل میں آوے) دنیاوی وجسانی علاج وتدابیر اس کو ہرگز نہیں روک سکتی۔

ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ جن گناہ گاروں کو دو منزلہ سہ منزلہ مکانات گرانے

سے خدا ہلاک کرسکتا ہے، کیا ان پر خیموں یا میدانوں میں آسمان سے آگ نہیں برسا سکتا؟ اور زمین کوشق کر کے اس میں ان کونہیں دھنسا سکتا؟

اے نادان کرشن قادیان اور ان کے ناعاقبت اندیش مقلدان وسیو کان خیمے اکھاڑ کر اپنے دارالامان کی چاردیواری میں آبسو۔ اور اگر خدا کی رحمت اور اس کے عذاب سے نجات چاہتے ہوتو اپنے گھروں میں رہ کر دعوی الہام ومسیحائیت ومہدویت سے دست بردار ہوکر سچی توبہ اختیار کرو۔ خدا تعالی تمہاری سچی توبہ دیکھے گا توان مقامات کو، اس گاؤں کو، جہاں تم ہوگے زلزلے سے بچالے گا۔

ہے مہاراج کرشن بزبان خود رود ہرگوپال آپ اپناوہ بچن (بول) بھی بول گئے جو رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۵ و۶ و۷ و۱۰ میں آپ نے فرمایا ہے کہ

> خدا تعالی اس بلائے طاعون کو ہرگز دورنہیں کرے گا جب تک لوگ خدا کے ماموورسول کو نہ مان لیں۔ اور قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ تاتم سمجھو قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا رسول اورفرستادہ قادیان میں تھا اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہوگئے۔ یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دودو میل کے فاصلے پر طاعون کا زور ہورہا ہے، اور قادیان طاعون سے پاک ہے۔ بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا، وہ بھی اچھا ہوگیا (دافع البلاء)
>
> جب تک طاعون دنیا میں رہے گوستر برس تک رہے، قادیان کو وہ (خدا) اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ وہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے... وہ عزوجل فرماتا ہے ما کان اللّٰہ لیعذّ بھم و انت فیھم ترجمہ خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ توان میں رہتا ہے (دافع البلاء)

اور اس سے پہلے اشتہار طاعون مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء میں یہ بچن (بول) آپ بول چکے ہیں:۔

> میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک شہر میں، جس میں دس لاکھ کی آبادی ہو۔ ایک

بھی کامل راست باز ہوگا۔ تب بھی یہ بلا شہر سے دفع کی جائے گی .

ہے مہا راج کرشن جی منہ سے تو آپ کے یہ بچن نکل چکے ہیں اور کرم (عمل) آپ کے اس کے برخلاف ہیں۔ آپ پختہ مکان اور دارالامان چھوڑ کر گاؤں سے باہر نکل گئے ہیں۔ یہ عمل آپ کا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ جو کہتے ہیں خدا کی طرف سے نہیں کہتے آپ کا دعوی الہام محض کذب وافتراء ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی سے تو ہم کو امید نہیں کہ وہ اس افترا پردازی اور خلق خدا کو ایذا رسانی سے توبہ کرے کیونکہ اسی میں اس کی گذران ہے اور یہی اس کی دکان کا اثاث اور سامان ہے۔ ہم اس مقام میں گورنمنٹ کو (جو احکم الحاکمین کی طرف سے عامہ خلائق کی جان و مال کے امن وحفاظت کی ذمہ دار اور جواب دہ ہے) اس ایذا رسانی خلائق کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اگر گورنمنٹ کے نزدیک بھی اس پیشگوئی میں وہ شخص دروغگوئی کا اور عامہ خلائق کو دھوکہ دہی اور ایذا رسانی کا مرتکب ہوا ہے تو اس سے عدالت کے ذریعے جواب طلب کرے۔ پھر اگر الزام جرم تخویف مجرمانہ یا نقص امن عامہ خلائق اس پر ثابت ہو تو ان جرائم کی اس کو سزا دے تا کہ ملک میں امن قائم ہو۔ اور اگر وہ ان الزاموں سے قانونی زور سے جو وہ رکھتا ہے (کیونکہ نبی ہونے سے پہلے زمانہ نوکری سیالکوٹ محکمہ میر ابراہیم علی میں مختاری کا امتحان دے چکا ہے اور اس میں فیل ہے) یا جو اس کے مرید پلیڈر رکھتے ہیں، بری ہو جائے تو بدرجہ دوم گورنمنٹ اس کے اقرار نامہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء (جو مسٹر ڈوئی مجسٹریٹ گورداسپور، حال (یعنی ۱۹۰۵ء) کمشنر بندوبست پنجاب کے اجلاس میں اس نے لکھ دیا تھا اور اس کے دفعہ اول وسوم میں انذاری پیش گوئیاں نہ کرنے کا وعدہ دے چکا ہے، جن کے الفاظ یہ ہیں:۔

ا۔ میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے معنی یہ ہوں یا ایسے خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یا اشخاص کو مسلمان ہوں، خواہ ہندو، خواہ عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲۔ میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا ایسا منشاء رکھنے کی وجہ معقول رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یا اشخاص خواہ مسلمان ہوں خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ) ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا) کی دست آویز سے ایسی انذاری پیش گوئیوں سے اس کو روکے۔ اور اگر اس اقرارنامہ کو بھی وہ اور اس کے پلیڈر مرید قانونی زور سے بے اثر ثابت کر دیں اور مسٹر ڈوئی کا کیا کرایا اکارت کر کے دکھا دیں تو پھر بدرجہ سوم گورنمنٹ پولیٹیکل مصالح ملکی ہی کی نظر سے

اس کو ایسی فتنہ انگیز پیش گوئیوں سے روک دے۔

اور اگر پولیٹیکل کاروائی کو بھی وہ لوگ چلنے نہ دیں تو بدرجہ چہارم گورنمنٹ منت و خوش آمد سے کام لے اور کڑاہ پرشاد (حلوے) کا چڑھاوہ چڑھا کر مہاراج کرشن کو خوش کر دے۔ اور آئندہ کے واسطے اس سے شفقت و مرحمت عامہ خلائق کا عہد لے۔ اگر گورنمنٹ سے یہ بھی نہ ہوسکا تو پھر مہاراج کرشن جی کی پانچوں گھی میں ہیں، جو چاہیں سو کریں۔ ہمارا جو کام تھا ہم نے پورا کر دیا۔

☆ مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء کو کرشن قادیانی نے ایک اور اشتہار شائع کیا جس کا عنوان یہ ہے

ضروری گذارش لائق توجہ گورنمنٹ

یہ اشتہار بمقابلہ پیسہ اخبار لاہور نکلا ہے اور اس میں کرشن جی نے یہ ظاہر کیا ہے کہ پیش گوئی زلزلے کی اشاعت سے میری غرض اور مقصود لوگوں کو آزار پہنچانا اور ڈرانا دھمکانا اور اس ذریعہ سے ان کو اپنے دام میں لانا ہرگز نہیں ہے، بلکہ لوگوں کی ہم دردی و خیر خواہی کرنا اور ان کو زلزلے کے نقصان سے بچانا میرا مقصود ہے۔ یہی مقصود اس نے حکومت پنجاب و حکومت ہند کے نام چٹھیات روانہ کرنے سے بتایا ہے۔ ان چٹھیات کے اخیر میں اس نے یہ کہا ہے (چنانچہ اس کے آرگن ریویو آف ریلیجنز نمبر ۵ ج ۴ کے صفحہ ۲۰۳ میں کہا ہے) کہ

> ہم دردی و خیر خواہی نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں قبل اس کے وہ دن آوے گورنمنٹ کو اطلاع دوں. میرے نزدیک گورنمنٹ کو کوئی ایسی تجویز کرنی چاہیے جس سے گورنمنٹ کے حکام خطرہ کی حالت میں پہاڑوں میں نہ رہیں جنوری ۱۹۰۶ء تک پہاڑوں سے اجتناب کیا جائے۔

کرشن قادیانی کا یہ دعوی محض غلط ہے اور درحقیقت اس کا مقصود اس پیش گوئی اور ان چٹھیات سے پبلک اور گورنمنٹ کو دھوکہ دینا ہے، لہذا یہ خاکسار اپنے اس خیال کو گورنمنٹ اور پبلک پر ظاہر اور ثابت کرتا ہے اور اس اشتہار کے تیرہ فقرے نقل کر کے ان کا کذب ہونا اس کے اپنے ہی کلام و الفاظ سے ثابت کر دکھاتا ہے۔

☆ ان فقرات سے پہلا نمبر اس کا یہ فقرہ ہے کہ

میں نے براہین احمدیہ میں اس زلزلے کی خبر دی تھی اور کہا تھا کہ پہاڑ پھٹ جائیں گے۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ یہ ایک ایسا جھوٹ ہے کہ اس کے کذب ہونے پر براہین احمدیہ خود ہی گواہ ہے۔ جن صفحات (۵۱۶ و ۵۵۷) براہین احمدیہ کا کرشن جی نے اس زلزلے کے متعلق اپنے اشتہار **النّداء من وحی السّماء** کے صفحہ ۸ میں حوالہ دیا ہے، ان میں نہ زلزلے کا نام ونشان ہے نہ زلزلے سے پہاڑوں کے پھٹ جانے کا ذکر ہے۔ اور طرفہ یہ کہ وقوع زلزلہ ۴ اپریل ۱۹۰۵ء سے پہلے کبھی کرشن جی کے دل و دماغ میں اس زلزلے کا خواب وخیال بھی نہ گذرا تھا۔ زلزلہ کا خیال تو وقوع زلزلہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے بعد آپ کو پیدا ہوا۔ اس امر کا اقبال کرشن قادیانی نے خود اپنے اشتہار النّداء من وحی السّماء کے صفحہ ۷ میں کیا ہے۔ چنانچہ کہا ہے:۔

یاد رہے کہ ان دونوں زلزلوں کا ذکر میری کتاب براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے جو آج سے پچیس برس پہلے اکثر ممالک میں شائع کی گئی تھی۔ اگرچہ اس وقت اس خارق عادت بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہوسکا۔ لیکن اب ان پیش گوئیوں پر نظر ڈالنے سے بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئندہ آنے والے زلزلوں کی نسبت پیش گوئیاں تھیں جو اس وقت نظر سے مخفی رہ گئیں۔ چنانچہ پہلی پیش گوئی ان میں سے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۶ میں موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے فبراہ اللہ ممّا قالوا وکان عند اللہ وجیھا الیس اللہ بکاف عبدہ فلما تجلّی ربہ للجبل جعلہ دکاً واللہ موھن کید الکافرین

دوسری پیش گوئی براہین احمدیہ میں زلزلہ کے بارے میں یہ ہے۔

میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا الفتنۃ ھھنا فاصبر کما صبر اولو العزم۔ فلما تجلّی ربّہ للجبل جعلہ دکاّ۔ قوت الرحمن لعبید اللہ الصمد ، (براہین احمدیہ۔ص ۵۵۷)

حکومت اور پبلک، براہین احمدیہ کے صفحات مذکورہ ملاحظہ فرماویں۔ اس دھوکہ بازی وجعل سازی کرشن قادیان کی مزید تشریح اظہار مغالطات وکذب نمبر۲ و۳ و۴ کے ضمن میں بھی ہوگی۔

☆ دوسرا نمبر اس کا یہ فقرہ ہے کہ

زلزلے کے بعد مجھے بار بار یہ خیال آیا کہ میں نے بڑا گناہ کیا کہ جیسا کہ حق شائع کرنے کا تھا میں نے اس پیش گوئی کو شائع نہ کیا۔

☆ تیسرا نمبر اس کا یہ فقرہ ہے کہ

یہ بھی فروگذاشت ہوئی کہ عربی پیش گوئی (مندرجہ براہین) کا ترجمہ بھی نہ ہوا۔

☆ چوتھا نمبر اس کا یہ فقرہ ہے

اگرچہ میں اس وقت (بوقت عربی پیش گوئی براہین احمدیہ) جانتا تھا کہ میرا لکھنا دلوں کو ایک واجبی احتیاط کی طرف مصروف نہیں کرے گا کیونکہ قوم میری باتوں کو بدظنی سے دیکھتی ہے اور ہر ایک بھلائی کی بات جو میں پیش کرتا ہوں، بجز گالیاں سننے کے میں اس کا کوئی صلہ نہیں پاتا۔ تاہم میرے دل کو اس غم نے سخت گھیرا کہ جو خبر مجھے پہلے سے بہت صفائی سے خدائے علیم وحکیم کی طرف سے ملی تھی اس کی میں نے پورے طور سے اشاعت نہ کی۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ ان تینوں فقروں میں کرشن قادیان نے جھوٹ بولا ہے اور معہذا اس سے یہ حماقت بھی عمل میں آئی ہے کہ عام لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے اپنی پیشگوئی کی سچائی ظاہر کی اور اس میں ایک بڑے گناہ کے ارتکاب سے اپنی گنہ گاری مان لی، جس سے اپنے اصل دعوی نبوت کی جڑ کاٹ دی۔ کیونکہ وہ پیشگوئی براہین احمدیہ کو سچا بنانے اور اس پر زلزلے کا رنگ چڑھانے، اور اس ذریعہ سے اپنی غیب دانی ونبوت کا سکہ جمانے کی غرض سے اس بات کا مدعی ہوگیا ہے کہ براہین احمدیہ کی پیشگوئی سے مجھے بہت صفائی سے خدا کی طرف سے یہ خبر مل چکی تھی کہ اس سے زلزلہ مراد ہے۔ تاہم میں نے قوم کی بدگوئی اور بدظنی کے خوف سے اس مراد کو چھپایا، اور ہندی (اردو) زبان میں عربی الفاظ کا ترجمہ کر کے لوگوں میں شائع نہ کیا۔ اور میں اس فعل سے خدا کے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا اور ۲۵ برس تک اس گناہ پر قائم ومصر رہا۔

پس اگر اس دعوی میں قادیانی کرشن کو سچا مان لیا جاوے تو اس سے گو اس کی

پیشگوئی سچی ہو جاتی ہے (جیسا کہ کاہنوں منجموں جیالوجی کے عالموں کی اس قسم کی پیشگوئیاں سمجھی جاتی ہیں،) مگراس کا اصل دعوی الہام ونبوت (جس کی خاطر پیشگوئی کی تھی) باطل ہوتا ہے کیونکہ کسی سچے نبی یا ملہم کی یہ شان نہیں کہ جس بات کی تبلیغ کا خدا تعالی اس کو حکم دے، وہ اس بات کو دیدہ دانستہ عمداً وارادۃً ۲۵ برس تک چھپائے رکھے اوراس کی کماحقہ تبلیغ نہ کرے۔اس کتمان اور عدم تبلیغ سے تو مانی منائی ہوئی نبوت باطل ہو جاتی ہے اور عہدہ نبوت سے نبی کی معزولی عمل میں آجاتی ہے۔چنانچہ قرآن میں سید المرسلین ﷺ کے خطاب میں ارشاد ہوا ہے

یا ایّہا الرّسول بلّغ ما انزل الیک من ربّک۔ وان لم تفعل فما بلّغت رسالتہ۔ واللّٰہ یعصمک من النّاس۔ انّ اللہ لا یھدی القوم الکافرین (مائدہ۔ع ۹) کہ اے رسول جو کچھ خدا کی طرف سے نازل ہوا (احکام ہوں یا اخبار متعلق عمل واعتقاد وغیرہ) ان سب کی تبلیغ کر دے۔اگر تو نے ایسا نہ کیا تو خدا کی رسالت کو (اوراپنے مشن کو) پورا نہ کیا (اوراگر اس تبلیغ میں تجھے لوگوں کی ایذا کا خوف ہو تو) خدا تعالی تجھے لوگوں سے بچالے گا۔خدا کافروں کی رہنمائی نہیں کرتا۔

لیجئے اس کتمان وحی عرصہ ۲۵ سال کے اقبالی جرم وگناہ میں آپ کی نبوت (جس کے منوانے کیلئے وہ پیشگوئی کی تھی) بھی باطل ہوئی۔

اس اقبالی جرم (کتمان وحی) میں آپ کا یہ عذر خام (خوف بدگوئی ودشنام دہی) جناب باری میں لائق پذیرائی نہیں ہے کیونکہ اگر قوم اہل اسلام کے بعض افراد آپ پر بدظن تھے اور وہ آپ کی خیر خواہی کے صلہ میں آپ کو گالیاں دیتے تھے تو بعض افراد قوم (جن کی تعداد آپ لاکھوں تک بتاتے ہیں) اس عرصہ ۲۵ سال میں آپ کے مرید ومعتقد ہو چکے تھے اور بعض تو ان میں ایسے تھے جو مال وجان ودین وایمان سب کچھ آپ پر فدا کر چکے۔اوراپنے املاک واوطان وجائداد ومکان چھوڑ کر آپ کے دارالامان قادیان میں ڈیرے لگا چکے تھے آپ اورنہیں تو ان ہی میں سے کسی ایک یا دو (مثلاً مولوی نورالدین، مولوی محمد احسن، نواب محمد علی خان یا مرزا خدا بخش) کے کان میں اس پیشگوئی عربی کے معنی زلزلہ کی تبلیغ کر دیتے اوراس اقبالی جرم کے ارتکاب سے بچ جاتے۔اوراگر آپ کو یہ دعوی ہو کہ ہم نے ان چاروں خلفاء کے کان میں کہہ دیا تھا کہ پیشگوئی عربی سے زلزلہ ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء یا اس کے بعد آنے والا زلزلہ مراد ہے،تو آپ اس امر کا کسی اشتہار یا اخبار میں اعلان کر دیں۔ ہم ان اصحاب سے

صرف دو صاحبوں آخرالذکر کو منتخب کریں گے اور ایک خاص مجلس احباب میں ان کی شہادت لیں گے ۔ انہوں نے یہ شہادت ادا کی تو پھر مضمون اس پیشگوئی کے سچی ہو جانے کی آپ کو ڈگری دیجائے گی (یہ اس قسم کی سچائی ہوگی جو نجومیوں کاہنوں جیالوجی والوں کی پیشگوئیوں میں اتفاقی سچائی پائی جاتی ہے) مگر یہ یاد اور ملحوظ خاطر رہے کہ اس سچائی کی ڈگری میں آپ کی اصل نبوت باطل ہوگی اور اقبالی جرم کتمان سے عہدہ نبوت سے آپ کی معزولی عمل میں آئے گی ۔ (یہ درصورت سچائی دعوی علم معنی پیش گوئی عربی کی آپ پر دروغگوئی کا الزام ہے) ۔

اگر اس دعوی میں آپ کو سچا نہ مانا جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ پچیس برس تک جو آپ نے معنی مراد پیشگوئی عربی (یعنی خبر زلزلہ) کو شائع نہ کیا تو اس کا موجب یہی تھا کہ آپ نے اس پیشگوئی کے معنی و مراد کو نہ سمجھا تھا، اور ایسا ہی آپ کے اعتقاد میں دیگر انبیاء سے ظہور میں آتا رہا ہے کہ وہ بعض پیشگوئیوں کے معنی سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں (چنانچہ النداء من وحی السماء کے صفحہ ۷ میں صاف کہا ہے) ان پیشگوئیوں پر نظر ڈالنے سے بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئندہ آنے والے زلزلوں کی نسبت پیش گوئیاں تھیں جو اس وقت نظر سے مخفی رہ گئیں ۔ آخری صفحہ ۸ میں فرما چکے ہیں کہ قبل از وقوع کسی پیشگوئی کے معنی کرنے میں عوام تو ایک طرف بعض اوقات انبیاء بھی اجتہادی غلطی کر بیٹھتے ہیں گو اس پیشگوئی کے وقوع کے بعد درست معنی کھل جاتے ہیں ۔

اور ایسا ہی آپ کی اکثر تحریرات میں پایا جاتا ہے ۔ اور جب کسی پیشگوئی کے جھوٹے ہونے کا الزام آپ پر قائم ہوتا ہے تو اس الزام کو اسی طرح سے اٹھایا جاتا ہے اور یہ اصول بطور قاعدہ کلیہ آپ کے مذہب میں اور آپ کے مریدوں میں برتا جاتا ہے تو اس صورت میں آپ پر دروغ گوئی کا الزام بہت صاف اور خوب ظاہر ہے کہ دل میں تو آپ کے یہ ہے کہ ہم پیشگوئی کے وقوع سے پہلے اس کے معنی زلزلہ ہونا، نہ سمجھے تھے جیسے ہم سے پہلے انبیاء اپنی پیشگوئیوں کے معنی نہ سمجھا کرتے تھے اور زبان سے آپ اس کے برخلاف یہ دعوی کرتے ہیں کہ اس پیش گوئی کے معنی تو یہی سمجھے ہوئے تھے کہ اس سے زلزلہ مراد ہے مگر ۲۵ سال تک اس معنی کو چھپاتے رہے اور قوم کی بدگمانی اور دشنام دہی سے ڈرتے رہے اور گناہ کبیرہ کے مرتکب رہے ۔

ازاں جملہ اس دعوی میں آپ کو سچا کہیں تو آپ پر اقبالی گناہ کتمان وحی کا الزام

ثابت ہوتا ہے اور اس سے آپ کی نبوت میں آپ کا کذب ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر جھوٹا کہیں تو اس سے آپ کی دروغگوئی ثابت ہوتی ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں آپ الزام کذب و دھوکہ دہی سے نہیں بچ سکتے۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ کا صفحہ ۳۲۴ میرے پاس موجود نہیں ہے اس لئے کئی فقرات پر مولانا کا تبصرہ درج نہیں کیا جا سکا۔ آئندہ کا مضمون صفحہ ۳۲۵ سے شروع ہوتا ہے۔ بہا)

☆ (مرزا صاحب خود ایک مقام پر لکھ چکے ہیں کہ) مجھے یہ علم نہیں دیا گیا کہ زلزلے سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت۔ پھر اشتہار ۱۱ مئی (۱۹۰۵ء) کے صفحہ ۲ کے حاشیہ کی آخری سطروں میں آپ لکھتے ہیں کہ مجھے اب تک قطعی طور پر یہ بھی معلوم نہیں کہ اس زلزلے سے درحقیقت زلزلہ مراد ہے یا کوئی شدید آفت۔ پھر کیونکر ممکن و قابل تسلیم ہے کہ گذشتہ زلزلے کی کماحقہ اشاعت کرنے سے شرمندہ ہو کر آئندہ زلزلے کے نقصان سے بچانے کی غرض سے اپنی پبلک اور گورنمنٹ کو اطلاع دی ہو۔ جس چیز کا انسان کو خود علم و یقین نہ ہو وہ دوسروں کو اس کا علم و یقین کیونکر دلا سکتا ہے؟ اور اس یقین دلانے یا نقصان یا نفع جتانے میں اس قدر کوشش و اہتمام کب کر سکتا ہے؟

یہ اشتہار بازی اور حکومت کی خدمت میں اطلاع دہی آپ کی چالبازی ہے کہ اگر حکومت اور پبلک نے میری تخویف و دھمکی کا کوئی نوٹس نہ لیا تو اس میں میرا کیا حرج ہوگا، اور اگر میری ان دھمکیوں نے حکومت پر کچھ اثر کر دیا اور لفٹیننٹ گورنر اور وائسرائے نے قیام شملہ موقوف کر کے جنوری ۱۹۰۶ء تک قادیان یا اس کے قریب قیام اختیار فرمایا تو میرے وارے نیارے۔ تمام ہندوستان میرا مرید ہو جائے گا۔

کرشن جی مہاراج! آپ کی ان پالیسیوں کو دانا خوب سمجھتے ہیں اور وہ آپ کے خطاب میں کہہ رہے ہیں کہ انگریزوں کی تقلید سے (نہ خدا کے الہام سے) آپ نے یہ پیشگوئی کی تھی۔ مگر اس میں پیش بندی کر کے تعین تاریخ کو اڑا دیا اور وقوع زلزلہ کو ایسا وسیع کر دیا کہ اگر وہ آپ کے تمام زمانہ زندگی میں وقوع میں نہ آوے، تب بھی آپ کو کوئی جھوٹا نہ کر سکے۔ اور کوئی اعتراض کرے بھی تو آپ یہ کہہ دیں کہ میں نے اس کا وقت کب مقرر کیا تھا۔

اور پھر موسم کی گرمی اور خیموں کی تپش سے آپ کے نازک بدن پر آفت آئی تو آپ کو یہ فکر پڑی کہ ادھر خیموں کی گرمی ستاتی ہے ادھر لوگوں کی طرف سے سوءظنی و تکذیب

کا خوف دامن گیر ہے۔ اس فکر سے آپ کی توجہ اس طرف مصروف ہوئی ہے کہ اس پیشگوئی کو منسوخ کرنے کیلئے (جو آج تک سچے ملہم سے نہیں ہوا کیونکہ نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار و پیش گوئیوں میں۔ اخبار میں نسخ ہو تو اس سے مخبر کا کذب ثابت ہوتا ہے) کوئی الہام گھڑنا چاہیے (جیسا کہ عبداللہ آتھم کی تاریخ موت ٹل جانے کے بعد یہ الہام گھڑا گیا تھا اطلع اللہ علی ھمہ و غمہ ۔ جو اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد ۱۶ صفحہ ۳۰ میں منقول ہے) سو بہت جلد الہام گھڑ کر سنایا جائے گا جس کے الفاظ یا مضمون یہ ہوگا

اطلع اللہ علی ھمّک یا کرشن و غمّک فاجاب دعاءک و تقبّل شفاعتک فارفع عن الحائط خیامک و اختر فی دارالامان القادیان قیامک و اعلم الحکام ان یلازموا الجبال و لا یفروا منھا مخافۃ الخبال و الزوال و انکال زھق الزلازل و جاء الامان ۔ یعنی ہے مہاراج کرشن! خدا تعالی نے تیرے غم پر اطلاع پائی ہے اور تیری دعا رفع زلزلے کے باب میں اس نے قبول کی ہے اور تیری شفاعت پبلک اور گورنمنٹ کے حق میں اس نے منظور کر لی ہے۔ اب باغ سے خیمے اٹھا لے اور دارالامان قادیان میں قیام فرما کر گورنمنٹ کو یہ اطلاع کر دے کہ وہ پہاڑوں میں رہیں اور بخوف نقصان و ہلاکت و زوال وہاں سے نہ بھاگ جاویں۔ زلزلے دور ہوئے اور امن آ گیا۔

☆ آٹھواں نمبر اس کا یہ فقرہ ہے کہ

جس آنے والے زلزلے سے میں نے دوسروں کو ڈرایا تھا اس سے پہلے میں آپ ڈرا اور ایک ماہ سے میرے خیمے باغ میں لگے ہوئے ہیں جن پر ہمارا ایک ہزار روپئہ خرچ ہوا ہے۔ میں قادیان واپس نہیں گیا اور جنگل میں معہ اہل عیال اور اپنی تمام جماعت کے پڑا تکلیف اٹھا رہا ہوں میری نیک نیتی پر اس سے بڑھ کر کون گواہ ہوسکتا ہے۔

خاکسار کہتا ہے یہ بھی ایک جھوٹ ہے اور باغ میں خیمہ زنی اس جھوٹ کو سچ کر دکھانے کی غرض سے ہے۔ مہاراج کرشن زلزلے سے خود نہیں ڈرے، صرف دوسروں کو ڈرانے اور ان پر اپنی پیشگوئی کا اثر جمانے کیلئے یہ خیمہ زنی ہوئی ہے۔ ورنہ آپ کا اس پیشگوئی سے ڈرنا بحکم عقل محال ہے، جس پہ عقلی دلیل ہے (جو حصر عقلی پر مبنی ہے) کہ آپ کی پیشگوئی دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو خدا کی طرف سے ہوگی یا خدا کی طرف سے نہ ہوگی اور

اپنی یا کسی اور کی من گھڑت ہوگی۔ اگر آپ شق اول اختیار کریں اور اس پیش گوئی کو خدا کی طرف سے کہیں اور اپنے آپ کو ملہم ربانی اور مخاطب الٰہی قرار دیں تو پھر آپ کو اور آپ کی مخلص جماعت کو اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ جس خدا نے آپ کو اس پیشگوئی سے خطاب فرمایا ہے اس نے ساتھ ہی اس کے یہ بشارت بھی آپ کو دی ہوئی ہے کہ

خدا کا فضل تمہارے حال پر شامل ہے، تم تو ہمارے فرزند ہو، جس قوم یا بستی میں تمہارا قدم ہوگا اس قوم یا بستی پر عذاب نہ آئے گا، آپ تو آپ ہیں آپ کے نام لیوا اور سیوک عذاب سے بچ جاتے ہیں۔ دیکھو کانگڑہ، دھرمسال میں سخت زلزلہ ہوا مگر اس میں تمہارے مریدوں سے کوئی ضائع نہ ہوا۔

جس کو تم نے اس اشتہار میں کیا ہے اور یہ بھی تم اس اشتہار میں بصفحہ ۲ سطر ۸۔۱۱ کہہ چکے ہو کہ

یہ زلزلے پیش گوئی قطعی نہیں بلکہ شرطی ہیں ہر ایک شخص جو نیک چلنی اختیار کرے گا وہ بچایا جائے گا۔ پس ایسے شخص کو کیا غم ہے جو اپنے چال چلن کی درستی رکھتا ہے۔

پھر ان بشارات وخطابات کے ساتھ آپ کا ڈر جانا کیوں کر ممکن ومتصور ہے؟ بجز اس حالت کے کہ آپ بد چلنی اختیار کریں اور اپنے آپ کو بد چلن قرار دیں، جس سے آپ کا دعوی نبوت وامامت باطل ہوتا ہے۔

اور اگر آپ شق ثانی اختیار کریں اور یہ کہیں کہ یہ پیشگوئی ہماری من گھڑت ہے تو پھر اس سے ڈرنا کسی حالت میں بھی (آپ نیک ہوں یا بدچلن بن جائیں) ممکن نہیں۔ جو شخص کسی بچے کو خیالی ہوّے سے ڈراتا ہے کیا وہ خود بھی اس ہوّے سے ڈرتا ہے؟

اور اگر شق دوم اختیار کرنے پر یہ اقبال کریں کہ یہ پیشگوئی انگریزوں نے کی تھی، اس نے ہم کو ڈرایا تھا (جیسا کہ اور بہت لوگوں کو لاہور وامرتسر میں ڈرایا تھا اور انہوں نے اپنے گھر چھوڑ کر خیموں میں رہنا اختیار کر لیا تھا) تو اس صورت میں آپ کا سارا تانابانا کھل جاتا ہے اور یہ فریب اور دھوکہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ پیشگوئی کوئی کرے اور آپ اس کو اپنی الہامی پیشگوئی بنالیں اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اپنے دام میں لاویں۔

خیموں میں آپ کا ڈیرہ لگانا ایک اور وجہ سے بھی اس امر کی دلیل ہوسکتا ہے کہ یہ پیشگوئی آپ کی الہامی نہیں۔ اس کا مفصل بیان فقرہ نمبر ۹ کے اظہار مغالطہ میں ہوگا۔

☆ نواں نمبر مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ فقرہ ہے کہ

جو لوگ مقدرت رکھتے ہیں وہ خیموں میں رہیں اور جو بے مقدرت ہیں وہ دعا کرتے رہیں۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ یہاں تو آپ اس تدبیر جسمانی (خیمہ میں پناہ گزینی) کی ہدایت فرماتے ہیں اور بہت جگہ اشتہارات زلزلہ میں اس کا روحانی علاج صرف دعا وتوبہ بتا چکے ہیں۔ پس اگر زلزلہ کو عذاب آسمانی جانتے ہیں اور اس کا علاج اسی روحانی تدبیر کو دل سے مانتے ہیں تو پھر تدبیر جسمانی فضول ہے۔ آسمانی عذاب کو خیمے ہرگز نہیں ٹلا سکتے۔ خیمے والے لائق عذاب ہوں گے تو آسمان سے آگ برسے گی اور وہ زمین دھنسائی جائے گی۔ اگر اس عذاب کو صرف طبعی اسباب کا نتیجہ سمجھتے ہیں (جیسا کہ جیالوجی والے سمجھتے ہیں) تو پھر اس کو آسمانی عذاب بتانا اور لوگوں کو دعا وتوبہ کی رغبت دلانا (جس سے آپ کا مقصود اپنی نبوت تسلیم کرانا ہے۔ چنانچہ نمبر۱۳ کے اظہار مغالط میں ثابت کیا جاوے گا) دھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے۔

☆ دسواں نمبر آپ کا یہ فقرہ ہے کہ

اس کے واسطے میں نے کوئی تاریخ مقرر نہیں کی کیونکہ خدا تعالی نے تاریخ میرے پر ظاہر نہیں فرمایا۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ تاریخ مقرر نہ کرنے کی وجہ وہ پیش بندی ہے جس کا بیان اظہار مغالطہ فقرہ نمبر ۷ میں گذرا ہے مگر بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد اور شہادت آیت ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً آپ سے اس پیش بندی کا اس قدر خلاف بھی ہو گیا کہ چٹھی اسی گورنمنٹ میں تاریخ نہیں تو سال مقرر کر دیا۔ اور یہ کہا ہے کہ

جنوری ۱۹۰۶ء تک پہاڑوں سے اجتناب کیا جائے

جس کا صاف منشاء ہے کہ زلزلہ آیا تو جنوری ۱۹۰۶ء تک آوے گا، اس کے بعد نہ آوے گا۔ اس اشتہار میں یہ تعین بھی کر دی ہے کہ زلزلہ موسم بہار میں آوے گا مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ پہاڑ سے کچھ اور مراد ہو۔ یہ اختلاف بیانیاں اس امر کی دلیل ہیں کہ یہ پیشگوئیاں خدا کی طرف سے نہیں ہیں صرف من گھڑت ڈھکوسلے ہیں جن سے لوگوں

کو ڈرایا اور پھنسایا جاتا ہے۔

☆ گیارھواں نمبر مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ فقرہ ہے کہ میں نے یہ پیشگوئی کسی کمزور بنا پر نہیں کی بلکہ اگر حکام کی طرف سے میرے اس دعوی کی پڑتال ہو تو کم سے کم ایک ہزار پیشگوئی ایسی ثابت ہوگی جو سچی نکلے۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ حکام وقت ہی نے خلقت خدا کا بیڑا ڈبویا ہے۔ وہ کسی پیشگوئی کی پڑتال کرتے تو خلقت خدا کو یہ دن کیوں دیکھنا پڑتا۔ اب کرشن مہاراج کے اس چیلنج پر گورنمنٹ نے پڑتال کی طرف توجہ نہ کی تو اس سے وہ لن ترانیاں ہانکے گا کہ اگر میں اپنی پیشگوئیوں میں سچا نہیں تو گورنمنٹ مجھے کیوں نہیں پکڑتی؟ گورنمنٹ تو اس کی ایسی باتوں کو فضول جان کر ساکت ہے یا اس کی ٹو مچ نیوٹریلٹی اس توجہ سے مانع ہے اور اس سے اس کی بہت رعایا کے اخلاق و اموال تباہ ہو رہے ہیں۔ اس کا اپیل بجز خدا تعالی، (جو تمام حکومتوں کا اعلی حاکم ہے) کس کے آگے کریں۔ اے خدا! تو گورنمنٹ کو ہدایت کر اور مظلوم رعایا کی باتوں کو سننے والے کان، ان کو دیکھنے والی آنکھ، ان کی حالت کو دیکھنے والہ دل عطا فرما۔

اگر گورنمنٹ توجہ کرے تو میں اسلام و مسلمانوں کی طرف سے وکیل ہو کر اس امر کو ثابت کرنے کے واسطے تیار ہوں کہ کرشن قادیان کی ایک پیشگوئی بھی سچی نہیں نکلی۔ مجھے بلانے میں گورنمنٹ کو کسی وجہ سے تامل ہو تو رسالہ اشاعۃ السنہ طلب ہو اور جن جن مقامات کا میں حوالہ اس مضمون میں اور اس سے پہلے تین مضمونوں میں دے چکا ہوں یا، آئندہ دوں ان مقامات کا ترجمہ گورنمنٹ کے ملاحظہ میں گذرے۔

☆ بارہواں نمبر مرزا غلام احمد قادیانی یہ فقرہ ہے کہ

مجھے منجم ہونے کا دعوی نہیں، علم جیالوجی (طبقات الارض) کا میں مدعی نہیں، صرف وحی والہام سے پیش گوئی کرتا ہوں۔ پھر جو لوگ مجھے اس دعوی الہام میں جھوٹا جانتے ہیں ان کا میری پیش گوئیوں سے ڈرنا اور تشویش میں پڑنا کیا معنی رکھتا ہے؟

خاکسار محمد حسین کہتا ہے جو لوگ آپ کو اس دعوی الہام میں جھوٹا جانتے ہیں وہ تو آپ کی ان پیشگوئیوں کو گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ ان کا ان پیش گوئیوں سے

ڈرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مگر کیا دنیا میں سبھی لوگ ایسے ہی ہیں؟ ایسا کوئی نہیں جو ان پیشگوئیوں سے ڈرتا ہو اور اس ڈر سے اس کو نقصان پہنچا ہو؟ بے شک ایسے لوگ بہت ہیں اور وہ دو قسم ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو آپ کو مسیح و مہدی و ملہم مان چکے ہیں۔ وہ اس قسم کی پیشگوئیوں کو سن کر اور آپ سے ڈر کر آپ کے مرید ہو گئے ہیں، دوسرے وہ لوگ جو نہ آپ کے پورے معتقد ہیں اور نہ منکر و مخالف۔ وہ آپ کی پیشگوئیاں سن کر یوں ہی دیکھا دیکھی ڈر جاتے اور تشویش میں پڑتے ہیں۔ اور چونکہ یہ دونوں قسم کے لوگ گورنمنٹ کے ویسے ہی رعایا ہیں جیسا کہ اول الذکر (قسم سوم) منکرین کرشن رعایا ہے، لہذا گورنمنٹ کا فرض ہے کہ آپ کی دھمکیوں سے ان کو بچاوے اور آپ کے دام سے قسم اول کو نکالے اور قسم دوم کو پھنسنے نہ دے۔ ان ہی دو قسموں کی نسبت اخبار والوں نے گورنمنٹ سے اپیل کیا ہے جس کے جواب میں آپ نے قسم سوم (منکروں) کو پیش کر دیا ہے اور گورنمنٹ کو دھوکہ دیا ہے۔

☆ تیرھواں نمبر مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ فقرہ ہے کہ توبہ و اصلاح نفس سے میری مراد اس جگہ یہ نہیں کہ کوئی ہندو یا عیسائی مسلمان ہو جائے، یا میری بیعت اختیار کرے۔

خاکسار کہتا ہے اس فقرہ میں جو آپ نے گورنمنٹ اور پبلک کو دھوکہ دیا ہے وہ تمام مضمون اس اشتہار زلزلے بلکہ دیگر اشتہارات متعلقہ زلزلے کے اکاذیب و مغالطات کا لب لباب و نچوڑ ہے۔ لہذا ہم بھی اس فقرہ کے اظہار کذب میں اس کے جملہ اشتہارات کے فقرات نقل کر کے گورنمنٹ اور پبلک پر یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ ان پیشگوئیوں سے کرشن جی کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ ہندو مسلمان اور عیسائی سب کے سب اپنا مذہب چھوڑ کر کرشن کے پنتھ میں داخل ہو جائیں اور اس کے سیوک و مرید بن جاویں۔ اس مدعا کے اثبات کیلئے ہم اس کے اشتہارات متعلقہ زلزلے کے اصل فقرات نقل کر دیتے ہیں۔

☆ اس کا سب سے پہلا اشتہار متعلق زلزلہ الدعوت ہے جو کہ ۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا ہے اس میں حسب ذیل چار فقرات لائق توجہ ہیں

۱۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

۲۔ میں دوبارہ ظاہر کرتا ہوں اور میں قسم حضرت احدیت جل شانہ کی کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پر خدا نے اپنی وحی کے ذریعے سے ظاہر فرمایا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ معصیت اور دنیا پرستی میں ایسے غرق ہو گئے ہیں کہ خدا تعالی پر بھی ایمان نہیں رہا۔ اور وہ جو اس کی طرف سے اصلاح خلق کیلئے بھیجا گیا ہے اس سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔

۳۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

۴۔ میں نے بطور کشف دیکھا کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے اور مجھے دکھایا گیا کہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے نہ مستقل سکونت، امن کی جگہ رہیگی نہ عارضی سکونت مقاموں پر اور عارضی سکونت گاہوں پر آفت آئے گی، اور پھر مارچ کے مہینہ میں خدا تعالی نے اپنی پاک وحی سے میرے پر ظاہر کیا کہ مکذبوں کو ایک نشان دکھایا جائیگا۔

☆ اس کا دوسرا اشتہار الانذار ہے جو ۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا اس میں حسب ذیل پانچ فقرے لائق توجہ ہیں۔

۱۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

۲۔ اور پھر اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میرا فضل تیرے نزدیک آ گیا یعنی وہ وقت آ گیا کہ تو کامل طور پر شناخت کیا جاوے۔ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔

۳۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ جو کچھ نشان ظاہر ہوا اور ہو گا اس سے یہ غرض ہے کہ لوگ بدی سے باز آویں اور خدا کے اس فرستادہ کو، جو ان کے درمیان ہے، شناخت کر لیں۔

۴۔ ہر ایک جو خدا کے مقدس نبیوں اور رسولوں اور مرسلوں کو بدزبانی سے یاد کرتا ہے اور باز نہیں آتا، وہ پکڑا جائے گا۔

۵۔ کاش میں ان کی نظر میں کاذب نہ ٹھہرتا، تا دنیا ہلاکت سے بچ جاتی۔

☆ اس کا تیسرا اشتہار النداء من وحی السماء ہے جو ۲۱۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا۔ اس میں حسب ذیل پانچ فقرے لائق توجہ ہیں۔

۱۔ خدا عزوجل نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ دونوں زلزلے تیری سچائی ظاہر کرنے کیلئے دو نشان ہیں، انہیں نشانوں کی طرح جو موسیٰ نے فرعون کے سامنے دکھلائے تھے اور اس نشان کی طرح جو نوح نے اپنی قوم کو دکھلایا تھا۔

۲۔ خدا نے مجھے یہ خبر دے رکھی ہے کہ طاعون اس جماعت کی تعداد کو بڑھائے گی اور دوسرے مسلمانوں کی تعداد کو گھٹائے گی۔ سو آخر پر دیکھ لینا چاہیے کہ یہ پیشگوئی سچی نکل یا جھوٹی۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس ظلم کے سبب سے جو کیا گیا اور طاعون کے نشان کو دیکھ کر لوگ ہنسی سے پیش آئے، یہ دوسرا نشان زلزلہ کا ظاہر ہوا۔

۳۔ صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کے قہری عذاب کے نازل ہونے سے پہلے خدا کی طرف سے کوئی رسول ضرور مبعوث ہوتا ہے جو خلقت کو آنے والے عذاب سے ڈراتا ہے۔ اور یہ عذاب اس کی تصدیق کے واسطے قہری نشانات ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی خدا کا ایک رسول تمہارے درمیان ہے جو مدت سے تم کو ان عذابوں کے آنے کی خبر دے رہا ہے۔ پس سوچو اور ایمان لاؤ تاکہ نجات پاؤ۔

۴۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس آنے والے نشان کے بعد جو مجھ کو قبول کرے گا اس کا ایمان قابل عزت نہیں۔ جس کے کان ہیں سنے، خدا فرماتا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے کیونکہ زمین والوں نے میری طرف سے منہ پھیر لیا ہے۔

۵۔ اور پھر فرمایا کہ میں تیری جماعت کے لوگوں کو جو مخلص ہیں اور بیٹوں کا حکم رکھتے ہیں، بچاؤں گا۔

☆ اس کا چوتھا اشتہار زلزلے کی خبر بار سوم ہے جو ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا۔ اس میں حسب ذیل دو فقرے لائق توجہ ہیں۔

۱۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اس کو قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

۲۔ یاد رہے کہ خدا کا غضب نہایت عمیق در عمیق ہوتا ہے۔ بجز ان خدا کے مرسلوں کے جو جناب الٰہی میں برگزیدہ ہوتے ہیں اور کسی پر نہیں کھلتا۔ اور کسی کو اس خالص غیب سے اطلاع نہیں دی جاتی۔ پس مجھے خدا تعالیٰ نے اطلاع دی ہے تا وہ جو خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کرتے اور نہ مجھ کو۔ ان کو پتہ لگ جائے.

☆ ان فقرات کو نظر سرسری سے دیکھنے والہ بھی یقین کرے گا، اور سمجھ لے گا کہ اس زلزلے کی خبر دینے سے کرشن قادیانی کا مقصود کیا ہے۔ اب دیکھئے باریک بین گورنمنٹ اور انصاف پسند پبلک ان فقرات سے کیا مطلب نکالتے ہیں اور کرشن جی کو کیا سمجھتے ہیں۔

کرشن قادیانی کی انذاری پیش گوئیوں اور دھمکیوں کی طرف ملکی اخباروں (پیسہ اخبار وغیرہ) نے گورنمنٹ کو توجہ دلائی تو کرشن جی کو کسی قدر ہوش آئی اور یہ فکر پڑی کہ شاید گورنمنٹ کو اپنی مظلوم و نادان رعایا پر رحم آ جائے اور وہ ان پیش گوئیوں کی طرف توجہ فرما کر مجھ سے یہ سوال کرے کہ کیوں تم نے ہماری نادان رعایا کو کبھی طاعون سے، کبھی زلزلہ سے (ان کو اپنی تائید و تصدیق کا نشان ٹھہرا کر) ڈرایا دھمکایا اور ان دھمکیوں سے ان کو دام میں پھنسایا اور ان کا مال دبایا ہے۔

اس فکر نے اس کو اشتہار ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء کی اشاعت پر مجبور کیا جس میں اس نے جھوٹ اور دہوکے سے گورنمنٹ کے سوال مذکور سے اپنی جان کو چھوڑانا چاہا ہے۔

☆ ازاں جملہ ایک جھوٹ و دہوکہ اس اشتہار کا درج ذیل یہ فقرہ ہے۔

آنے والے زلزلے سے میں خود ڈر گیا ہوں اس واسطے میں اپنے کنبہ اور مخلص مریدوں سمیت اپنے پختہ مکانات چھوڑ کر میدان میں خیمے لگا کر پڑا ہوں اور دھوپ کی شدت برداشت کر رہا ہوں۔ میں خود ڈر گیا تو میں نے محض ہم دردی سے، نہ کسی خودغرضی سے، گورنمنٹ اور پبلک کو بھی ڈرایا۔ اور زلزلے آئندہ کے نقصان سے ان کو بچانا چاہا۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ زلزلے کی پیشگوئی سے کرشن جی کا ڈر جانا بحکم عقل ناممکن ہے، کیونکہ اگر یہ خدا کی طرف سے ہے اور کرشن جی کی تائید اور تصدیق کے واسطے کوئی زلزلہ آنے والہ ہے، تو اس سے کرشن کا بچ جانا یقینی امر ہے۔ پھر اس سے ان کا ڈر جانا کوئی

وجہ نہیں رکھتا۔ اور اگر خدا کی طرف سے نہیں (من گھڑت ڈھکوسلہ اوران کا فرضی وجعلی ہوّا ہے،) تو ایسے ہوّے سے ان کا ڈر جانا کیونکر ممکن ہے۔ لہذا کرشن جی کا میدان میں خیمہ لگانا اور دھوپ کی شدت برداشت کرنا کسی نیک نیتی اور ہمدردی پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس خودغرضی پر ہے کہ احمق لوگ اس کو زلزلے سے ڈرتا ہوا دیکھ کر ڈر جاویں۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اپنے فعل سے خود بھی ہماری رائے کی تائید کردی ہے کہ میدان سے آپ نے ڈیرہ اٹھا لیا ہے اور پھر سے اپنے پختہ مکانوں میں سکونت اختیار کرلی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت آپ کوئی ڈر نہ تھا۔ جو کچھ تھا لوگوں کو ڈرانے کا حیلہ و وسیلہ تھا۔ پھر جب آپ نے دیکھا کہ جو لوگ ہمارے اس حیلہ سے پھنسنے والے تھے، وہ پھنس چکے ہیں اور باقی ماندہ لوگوں کو اخبار والے بے ڈر کر رہے ہیں اور ہماری اس منتر کو چلنے اور پھرنے نہ دیں گے، تو آپ نے میدان سے ڈیرہ اٹھا لیا۔ اور اگر واقعی آپ کے دل میں زلزلہ کا ڈر ہوتا تو جنوری ۱۹۰۶ء تک جس کو آپ چٹھی اسمی گورنمنٹ میں میعاد زلزلے ٹھہرا چکے تھے، آپ میدان سے ڈیرہ نہ اٹھاتے۔ اور پختہ مکانوں کی سکونت اختیار نہ فرماتے۔

اور اگر آپ اس کے جواب میں یہ بات بناویں گے کہ الہام یا پیشگوئی زلزلہ منسوخ ہو چکی ہے (اور ہم کو خدا کی طرف سے وہ الہام جو تم نے خود بنا کر نقل کیا ہے یا اس مضمون کا اور الہام ہو چکا ہے) یا اس کی تاریخ بدل گئی ہے، تو اس سے اولاً کرشن جی ہمارے اس بیان کی تائید وتصدیق کریں گے جو ان کے اشتہار ۱۱ مئی کے فقرہ نمبر ۷ کے متعلق ہم کہہ چکے ہیں۔ اور دعوی الہام میں اپنی دروغگوئی کا خود اقرار کرنے والے ٹھہریں گے۔ اور ثانیاً وہ اس سوال کے مورد ہوں گے کہ جب آپ نے میدان سے خیمہ اٹھا لیا تو اس الہام کی منسوخی یا تبدیلی تاریخ کو کیوں مشتہر نہ کیا؟ آپ اس زلزلے سے بے ڈر ہو گئے تھے تو اوروں کو (جن کو ڈرا چکے تھے) کیوں بے ڈر نہ کیا؟ کیا آپ کی اس میں بدنیتی نہیں پائی جاتی کہ وہ لوگ اس ڈر میں مبتلا رہ کر آپ کی سیوا کرتے رہیں، بے ڈر ہو کر آپ کی سیوا و ڈنڈوت نہ چھوڑ دیں۔

مکتوب مفتوح بنام وائسرائے

مولانا محمد حسین بٹالویؒ ایک کھلے خط میں وائسرائے ہند کو لکھتے ہیں :۔

میں نہایت ادب سے اور خیر خواہی سلطنت و ملک اور اپنے مذہب اسلام و یگر مذاہب کے اشخاص سے ایمانی و انسانی ہمدردی کی نظر سے آپ کے حضور میں (جن کو مرزا غلام احمد کرشن قادیانی نے اپنی چٹھیات و اشتہارات میں دھوکہ دینا چاہا ہے) اس دھوکہ کو ظاہر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

حضور والا ! ان چٹھیات کا مضمون کرشن قادیانی نے اپنے اشتہار ۱۱ مئی (۱۹۰۵ء) میں، جس میں روانگی چٹھیات کی اطلاع مشتہر کی ہے، تو پورا نقل نہیں کیا مگر مضمون اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چٹھیات کا مضمون یہ ہوگا کہ

میں نے گذشتہ زلزلہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء یا آئندہ زلزلے کی نسبت اشتہارات اربعہ مورخہ ۸۔ اپریل لغایت ۲۹۔ اپریل میں پیشگوئی کی تھی اس سے میرا مقصود صرف انسانی ہمدردی ہے، نہ لوگوں کو ڈرانا اور دھمکانا اور اس ذریعہ سے ان کو اپنے مذہب میں لانا۔

حضور والا ! اگر ان چٹھیات کا یہی مضمون ہے تو یہ اس کی سراسر دھوکہ دہی ہے۔ اس کا مقصود جو اس کی صریح عبارات میں پایا جاتا ہے، صرف دھمکانا اور ڈرانا اور جبراً لوگوں کو اپنے مذہب میں لانا ہے۔ اس امر کا ثبوت خاکسار کے مضمون (کرشن قادیانی کی گورنمنٹ اور پبلک کو دھوکہ دہی، اور اس سے پہلے مضامین) میں کافی موجود ہے۔ گورنمنٹ ان مضامین کا پورا ترجمہ ملاحظہ میں لائے اور اگر اس میں کوئی امر دریافت طلب باقی رہ گیا ہو تو خاکسار سے استفسار فرما کر، کرشن قادیانی سے جواب طلب کرے اور اگر گورنمنٹ اس کی دھوکہ دہی کی تحقیقات جوڈیشل طور پر بذریعہ عدالت کرنا چاہے تو اس کے مقابلہ میں اس کا ثبوت پیش کرنے کیلئے پبلک اور خاص کر اہل اسلام کی طرف سے خاکسار حاضر ہونے کو تیار و مستعد ہے۔ اور گورنمنٹ نے اس پیش گوئی کو لغو سمجھ کر اس کا کچھ نوٹس نہ لیا، جیسا کہ عام خیال ہے تو اس سے بہت سے نادانوں اور بے علموں میں اس کی پیش گوئیوں کا اعتبار بڑھ جائے گا اور اس سے عام رعایا گورنمنٹ کو نقصان پہنچے گا

ابوسعید محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ

چیلے کی تیز قدمی

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ کرشن جی مہاراج زلزلے کے متعلق جھوٹ بولتے بولتے تھک گئے اور آنے والے زلزلے سے ناامید ہو کر میدان سے خیمہ اٹھا کر قادیان میں آگھسے ۔اوراس عربی نداء ہاتف غیبی الا ھل وجدوا ما فقدوا بل یئسوا فانقلبوا کے مصداق بن کر، اوراس ندامت کو اٹھانے اور الزام دروغ گوئی سے جان چھڑانے کیلئے بجز خاموشی کوئی حیلہ وسبیل نہ پا کر خاموشی اختیار کر بیٹھے،تو چیلوں کا دل ٹھہرانے اور آنسو پونچھنے کیلئے اس ڈیوٹی کو آپ کے ایک چیلے (اڈیٹر ریویو آف ریلیجنز) نے اپنے ذمہ لے لیا اور ریویو کے پرچہ نمبر ۸ جلد۴ بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے زلزلہ کی پیش گوئیاں ۔ اوراس کے ذیل میں یہ کہا ہے:۔

ولایت کے میگزین اکلت ریویو میں ایک مضمون ۴۔ اپریل (۱۹۰۵ء) والے زلزلہ کے متعلق شائع ہوا ہے جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ زلزلے عموماً چاند گرہن یا سورج گرہن کے بعد آتے ہیں ۔ چنانچہ یہ دعوی کیا گیا ہے کہ اسی بنا پر زیڈکیل جنتری میں جو اکتوبر کو شائع ہوئی تھی، یہ لکھا گیا تھا کہ ۷۴ درجہ طول بلد کے قریب مارچ کے اخیر یا اپریل کے ابتداء میں ایک دھکہ زلزلہ کا محسوس ہو گا۔

اس کے بعد چیلہ جی نے بقدر ایک صفحہ کے اپنا مضمون لکھا ہے جس میں گورو جی کی (دروغ گوئی میں) پیروی کے ساتھ ایسی تیز قدمی کی ہے کہ گورو جی کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ ہم اس مقام میں اس مضمون کے چار فقرے نقل کرتے ہیں۔

☆ فقرہ اول ۔ زیڈکیل کی جنتری اکتوبر ۱۹۰۴ء کو شائع ہوئی۔اوراس میں کسی ملک کا نام نہیں کہ فلاں ملک میں زلزلہ آئے گا ۔ اس طول بلد ۷۴ درجہ پر بہت سے ممالک واقع ہیں اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ اصل مرکز زلزلے کا جہاں اس کی تباہی سب سے زیادہ ہوئی ،کانگڑہ ہے جو ۷۶ ۔ ۷۷ درجہ طول کے بلد کے درمیان واقعہ ہے اس جنتری کی اشاعت سے دس ماہ پہلے ایک شخص (یعنی مرزا قادیانی) نے خدا سے

الہام پا کر یہ اخبار شائع کیا تھا کہ ایک دھکہ زلزلہ کا اس ملک میں محسوس ہونے والہ ہے۔ پھر اس اشاعت سے ۵ ماہ بعد یعنی اس جنتری سے ۵ ماہ پہلے یہ پھر شائع کیا کہ اس ملک کے ایک بڑے حصہ میں مکانات بالکل زمین سے مل جاویں گے جیسا کہ الہام عفت الدیار محلھا و مقامھا سے پایا جاتا ہے۔

اس فقرہ میں چیلہ جی کا یہ کہنا کہ اشاعت جنتری زیڈ کیل کے پہلے گورو جی نے زلزلہ کی پیش گوئی کر دی تھی، گورو جی کی تقلید اور پیروی ہے جس کا جواب آپ کو مل چکا ہے کہ زلزلہ ۴ ۔اپریل (۱۹۰۵ء) سے پہلے زلزلہ کا وجود آپ کے خواب وخیال میں بھی نہ آیا تھا۔ جو کچھ آپ نے کہا تھا طاعون کے متعلق کہا تھا اور اس امر کا اعتراف آپ کے اشتہارات الوصیت اور النداء میں موجود ہے۔ اور اس دروغ گوئی میں جو چیلہ جی سے پیش قدمی ہوئی ہے وہ انکا یہ کہنا ہے کہ زیڈ کیل نے وقوعہ زلزلہ کا محل نہیں بتلایا تھا اور ہمارے گورو نے محل بتا دیا تھا کہ وہ پنجاب ہوگا۔ اور اس کے ایک بڑے حصہ کے مکانات زمین سے مل جائیں گے

ناظرین اس قدر زائد کا دروغ ہونا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان الفاظ

، اس ملک اور اس ملک کے بڑے حصہ،

کا نام ونشان زلزلہ کے متعلق گورو جی (قادیانی) کے کسی اشتہار یا ان کے کسی اخبار میں پایا نہیں جاتا۔ چیلہ جی اس دعوی میں سچے ہیں تو کسی اخبار یا اشتہار کا حوالہ دے کر اس کی عبارت نقل کریں۔ اور اس پر ہماری حیثیت کے موافق ہم سے انعام لیں۔ یہ نہ ہو سکے تو اس دروغ گوئی اور دھوکہ دہی سے تائب ہوں۔

☆ فقرہ دوم۔ کیا الہام الہی میں قبل اس کے کہ سیاروں کا اجتماع معلوم ہو سکے یا جنتری میں شائع ہو، زلزلہ کی خبر نہیں دی گئی؟ اور پھر زیڈ کیل جنتری کی خبر ہے بھی مہمل کیونکہ اس میں صرف اس قدر کہا گیا ہے کہ تیز دھکہ کا زلزلہ محسوس ہوگا۔ مگر تیز دھکے دنیا میں ہمیشہ اور ہر ملک میں کم وبیش رہتے ہیں۔ لہذا تیز دھکہ کہہ دینا کوئی علم نہیں دیتا۔ مگر خدا تعالی عالم الغیب نے جو وحی کی (یعنی قادیانی کو) اس میں نہ صرف تیز دھکہ ہی بتلایا گیا ہے بلکہ ساتھ ہی یہ بتلا دیا ہے کہ اس قسم کا زلزلہ ہوگا کہ ایسا زلزلہ پنجاب میں پہلے کبھی نہیں ہوا۔ جس سے ایک حصہ ملک پنجاب میں عمارتیں بھی نیست و نابود ہوجاویں گی۔ اب یہ وہ بات ہے کہ جس پر انسانی عقل احاطہ نہیں کرسکتی.

اس فقرہ کے پہلے حصہ میں تو گورو جی کی دروغگوئی میں پیروی ہے (جس کا جواب ابھی دیا گیا ہے) اس کے بعد جو کہا ہے وہ اس جھوٹ میں چیلہ جی کی پیش قدمی ہے اور نہایت دلیرانہ دروغ گوئی ہے۔ چیلہ جی کو اس کی سچائی کا دعوی ہے تو وہ گورو جی کے زلزلہ ۴۔ اپریل (۱۹۰۵ء) سے پہلے کسی اشتہار یا اخبار سے یہ الفاظ نقل کر کے دکھلا دیں۔ اور ہم سے جو چاہیں انعام لیں۔

☆ فقرہ سوم۔ خالی تیز دھکہ کہنا ایک مبہم لفظ ہے مگر وحی الہی نے کوئی ابہام باقی نہیں چھوڑا۔

☆ فقرہ چہارم۔ بلکہ ایسے صاف الفاظ میں زلزلہ کی کیفیت بیان کو بیان کر دیا ہے جس سے بڑھ کر صفائی ممکن نہیں۔

ان دونوں فقروں میں چیلہ جی نے دروغگوئی اور دھوکہ دہی کا درجہ انتہاء تک پہنچا دیا ہے اور گورو جی کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اصل الہام اردو کرشن جی میں، جو ان کے اخبار جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا ہے صرف زلزلہ کا دھکہ بولا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ کوئی بیان وتشریح نہیں۔ بلکہ اس کے بعد ایسا فقرہ بولا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی نہیں ہے۔ کسی موجودہ واقعہ کی حکایت ہے اور وہ فقرہ یہ ہے کہ

. میں کوئی زلزلہ محسوس نہیں پاتا .

اور اصل عربی الہام جو ان کے اخبارات مئی ۱۹۰۴ء اور اشتہار الوصیت میں شائع ہوئی ہیں، صرف یہ الفاظ ہیں

عفت الدیار محلها و مقامها

اور اس کی بھی کوئی تشریح وتبیین اخباروں میں نہیں ہوئی۔ صرف لفظ (متعلقہ طاعون) خطوط وحدانی میں لگایا گیا ہے۔ اور اشتہار الوصیت میں اس کی تبیین یا تشریح ہوئی ہے تو طاعون سے ہوئی ہے۔ اسی طاعون کا اس ملک میں ظاہر ہونا اور اسی طاعون سے اس ملک کا مٹ جانا بیان ہوا ہے۔ اور اسی طاعون کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ جب سے دنیا ہوئی ہے، ایسی سختی کے دن کبھی نہیں آئے۔ ان تشریحات کے ساتھ کرشن جی کے کسی الہام یا کلام میں جو زلزلہ ۴۔ اپریل (۱۹۰۵ء) کے پہلے شائع ہوا ہو، زلزلہ کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ بایں ہمہ زلزلہ کے دھکے کو چیلا جی کا مفسر اور مبیین قرار دینا، اور اس کے مقابلہ میں زیڈکیل جنتری کے تیز دھکہ

کو مبہم قرار دینا، دروغ گوئی نہیں تو اور کیا ہے؟

ناظرین! ہم نے صرف اپنی تحقیقات و معلومات متعلقہ تصانیف و اشتہارات کرشن جی پر اکتفا کر کے کرشن جی کے بہت سے چیلوں کو (جو لاہور میں رہتے ہیں اور ان کا مکان کرشن جی کا لاہور میں ہیڈکوارٹر یا گورنمنٹ ہاؤس کہلاتا ہے، اور جن میں سے لائق ذکر اور میں مشہور دو شخص ہیں، ایک مالک کارخانہ مرہم عیسیٰ دوسرے مالک اخبار بدر قادیان) ہم نے چیلنج کیا اور یہ کہا کہ اگر آپ لوگ زلزلہ ۴۔ اپریل (۱۹۰۵ء) سے کسی پہلی تحریر و اشتہار کرشن جی میں زلزلہ کے متعلق یہ چار تشریحیں والفاظ جو اڈیٹر ریویو آف ریلیجنز نے بیان کی ہیں کہ

ا۔ وہ زلزلہ اس ملک میں ہوگا۔ ۲۔ اور ملک پنجاب میں ہوگا۔ ۳۔ اور اس ملک کے بڑے حصہ کے مکانات اس سے زمین میں مل جائیں گے۔ ۴۔ اور وہ زلزلہ ایسا ہوگا کہ اس سے پہلے کوئی زلزلہ پنجاب میں نہیں ہوا۔

دکھا دے تو اس کے صلہ میں آپ کو وعدہ دیتا ہوں کہ میں آئندہ مرزا کا تعاقب چھوڑ دونگا اور آپ لوگ نقد انعام چاہیں تو ایک سو سے پانچ سو روپیہ تک دینے کو حاضر ہوں اور اگر ان تشریحات کا زلزلہ کے متعلق کہیں وجود نظر نہ آیا تو آپ کو کرشن جی کی پیروی کا چھوڑنا لازم ہوگا۔ اس پر ان لوگوں نے بہت کوشش کی اور اخباروں کے فائل ڈھونڈھ ڈالے، مگر ان کو کہیں ان تشریحات کا نام و نشان متعلق زلزلہ نظر نہ آیا۔

یہ بھی ان سے کہا گیا ہے کہ آپ لوگ قادیان سے مدد لیں۔ محمد احسن امروہی و حکیم نورالدین بھیروی وغیرہ کو بلا کر ان سے تشریحات کی نشان دہی کرا دیں۔ اس امر کا بھی ان سے حوصلہ نہ ہوسکا۔ آخر انہوں نے صاف کہدیا کہ اڈیٹر (ریویو) کی یہ تشریحات غلط ہیں، ہم ان کی نشان دہی کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

اس بات سے کس و ناکس کو یقین ہوسکتا ہے کہ ان تشریحات کے دعوی میں چیلہ جی نے محض دروغ گوئی سے کام لیا۔ اور کرشن جی کا الہام (زلزلہ کا دھکہ) زیڈکیل کی پیش گوئی تیز دھکہ کا زلزلہ سے زیادہ مبہم و مہمل ہے۔

☆ کرشن جی کی پیش گوئی کا زیڈکیل کی پیشگوئی سے بڑھ کر مبہم و مہمل ہونا ثابت ہوا تو اب ناظرین پر ان کی ایک اور دروغ گوئی کا اظہار کیا جاتا ہے جو دھوکہ دہی پر قوی دلیل اور سخت الزامی حجت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا اپنی درج ذیل مبہم و مہمل پیش گوئیوں

ا۔ عذاب الٰہی یعنی طاعون سے ملک مٹ جانے کو تیار ہے،

۲۔ اور دردناک موتوں سے عجیب شور برپا ہے،

۳۔ اور موتا موتی لگ رہی ہے،

۴۔ اور زلزلہ کا دھکہ،

۵۔ عفت الدیار محلھا و مقامھا،

کو جن میں اصل الہامات میں کوئی تشریح نہیں کہ وہ عذاب زلزلہ ہے یا طاعون ہے، اور وہ کس وقت اور کس ملک میں آئے گا، اور وہ کس قسم کا ہوگا، کو آسمانی نشان بنالیا ہے اور ان کو اپنی نبوت اور صداقت کی قطعی دلیل ٹھہرالیا۔ مگر مسیح علیہ السلام کی اس قسم کی پیشگوئیوں کا خوب ہی خاکہ اڑایا ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶ و ۷ میں کہا ہے

. مسیح کے معجزات و پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض وشکوک پیدا ہوتے ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں ۔ کیا تالاب کا قصہ مسیح کے معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔ اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ ابتر ہے۔ کیا یہ بھی کوئی پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے، مری پڑے گی، لڑائیاں ہوں گی، قحط پڑیں گے۔

ناظرین! حضرت مسیح علیہ السلام کی ایسی مبہم پیشگوئیوں کی نسبت ایسی توہین وتحقیر کے کلمات کہنا، اور اپنی اس قسم کی پیشگوئیوں کو بانس پر چڑھانا اور ان کو مبین اور مشرح قرار دے کر اپنی صداقت کی دلیل ٹھہرانا، دروغ گوئی نہیں تو پھر دنیا میں دروغ گوئی کس کا نام ہے؟ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۰۔ صفحہ ۲۸۴ تا ۳۴۸۔ مختصراً)

☆☆☆

وصلّی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمّد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

کتابیات

قرآن کریم، کتب حدیث وتفسیر، عہد نامہ عتیق و جدید کے علاوہ درج ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے۔

تاریخ احمدیت۔ دوست محمد شاہد قادیانی

خطبات حکیم نورالدین قادیانی

مباحثہ لدھیانہ مابین بٹالویؒ وقادیانی۔ ۱۸۹۱ء

متفقہ فتوی تکفیر مرزا غلام احمد قادیانی۔۱۸۹۲ء

مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین، اکبر شاہ نجیب آبادی۔ لاہور، ۱۹۷۹ء

☆ تصانیف واشتہارات مرزا غلام احمد قادیانی

براہین احمدیہ، فتح اسلام، توضیح المرام۔ ازالہ اوہام۔ دافع الوساوس۔ انجام آتھم۔ تحفہ گولڑویہ انوار الاسلام۔ برکات الدعاء۔ کشتی نوح۔ دافع البلاء۔ مواہب الرحمٰن،

سبز اشتہار۔ اشتہار طاعون فروری ۱۸۹۸ء، اشتہار جلسہ طاعون اپریل ۱۸۹۸ء۔ ،اشتہار الانذار، اپریل ۱۹۰۵ء۔ اشتہار الوصیت ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء۔ النداء من وحی السماء ۲۱ اپریل ۱۹۰۵ء۔ اشتہار الدعوت ۵ اپریل ۱۹۰۵ء۔ اشتہار زلزلے کی خبر بار سوم ۲۹ اپریل ۱۹۰۵ء۔ اشتہار ضروری گذارش لائق توجہ گورنمنٹ ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء۔

☆ اخبارات ورسائل

ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ اڈیٹر۔ محمد حسین بٹالویؒ۔ جلد ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۰۔

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ متعدد شمارے

شحنہ ہند میرٹھ ہفتہ وار ضمیمہ ۱۹۰۳ء۔۱۹۰۴ء۔ متعدد شمارے

الفضل ربوہ

مکتبہ قدوسیہ

تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

انّه من سلیمان و انّه بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء ۔ ۱۹۱۲ء

حصہ ششم

محمد بہاء الدین

مکتبہ قدوسیہ

نام کتاب۔ تحریک ختم نبوت ۔حصہ ششم
مؤلف محمد بہاء الدین
صفحات ۵۷۶
طبع ۲۰۰۸ء
زیر اہتمام مکتبہ قدوسیہ اردو بازار، لاہور

فہرست مضامین

تاثرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے : میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا ۔ (مسلم شریف)

حضرت صادق المصدوق کی اس پیش گوئی کے مطابق جب جھوٹے نبیوں نے نبوت کا دعوی کیا تو اللہ نے لکلّ فرعون موسی ، کے مطابق ایسے افراد پیدا کر دیئے جنہوں نے ان کی نبوتوں کو خاک میں ملا دیا۔ جھوٹے نبیوں کا قلع قمع کرنے کی سعات سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حاصل ہوئی۔ آپ نے نے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی ،طلیحہ اسدی کے خلاف جہاد کر کے ان کا خاتمہ کر دیا۔ کسی مسلمان کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی جان اپنا مال اپنی تلوار اپنا قلم ختم نبوت کے دفاع کے لئے وقف کر دے ۔خوش قسمت ہیں وہ علماء و سکالر جنہوں نے اپنی زند گیاں اس مقصد کے لئے صرف کر دیں۔

ان تیس کذابین میں سے ایک نے جب ہندوستان میں نبوت کا دعوی کیا، تو اس کی نبوت کا پردہ چاک کرنے کے لئے علماء اہل حدیث میدان میں آئے ۔ ان علماء کو سابقین کا درجہ حاصل ہوا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی جو کہ مرزا صاحب کے قریب ہی رہتے تھے، انہوں نے اپنا رسالہ اشاعۃ السنہ مرزا صاحب کی تردید کے لئے وقف کر یا تھا۔ انہوں نے تقریر اور تحریر کے ذریعہ مرزا صاحب کو اس قدر رگیدا کہ وہ انہیں کافر کہنے اور گا لیاں دینے پر مجبور ہوگیا۔ مولانا نے ان پر کفر کا فتوی لگانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ مولانا بٹالوی اور دیگر علماء نے اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ مرزا صاحب کو اتنا زچ کیا کہ وہ بد دعا کرنے پر مجبور ہوئے ، اور انجام کار خود ہی اس کی لپیٹ میں آ گئے۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے جب ۱۹۹۶ء میں تحریک ختم نبوت پر کام کا آغاز کیا، کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ کام اتنی وسعت اختیار کر جائے گا۔ اس وسعت کا اندازہ اس

سے لگائیے کہ تحریک کے ابتدائی دور (۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۲ء تک) تین ہزار صفحات لکھے جا چکے ہیں۔ آگے دیکھئے اور کتنا کچھ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے تحریک ختم نبوت کے گمنام لوگوں کے کارناموں کو بھی اجاگر کیا ہے اور ان کی خدمات کو منظر عام پر لائے ہیں۔ پھر اشاعۃ السنہ کے کرم خوردہ اوراق کو، جو مختلف کتب خانوں میں زمانے کی ناقدری کا گلہ کر رہے تھے، ڈھونڈ ڈھونڈ کر عوام کے سامنے لائے ہیں۔ یوں انہوں نے احیاء التراث کا فریضہ انجام دینے کے ساتھ ان اوراق کی نشاۃ ثانیہ کے ذریعے ہمیں بتایا ہے کہ ہمارے اکابرین نے اس وقت اتنا کام کیا جب لکھنے پڑھنے اور طباعت و اشاعت کی وہ سہولتیں میسر نہ تھیں جو آج ہیں۔ یوں ڈاکٹر صاحب نے گلستان ختم نبوت میں بڑے نایاب پودے لگائے ہیں، پھر انہوں نے پھولوں کو گلدستہ کی شکل میں کتاب میں پیش کیا ہے جو ہر لائبریری کی زینت بن سکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے یہ سعادت بھی حاصل کی ہے کہ ختم نبوت کے دفاع میں ہزاروں صفحات لکھ کر اپنا نام بھی ختم نبوت کے لکھاریوں میں شامل کر لیا ہے یہ اتنا بڑا اعزاز ہے جس پر جتنا بھی رشک کیا جائے، کم ہے۔ یہ کام آنخضرت ﷺ کے ساتھ عقیدت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ قیامت کے دن جب بارگاہ ایزدی میں انہیں اس کا صلہ دیا جائے گا، ان سے گذارش ہے اس وقت راقم الحروف کو بھی یاد رکھنا۔ ان کی خدمت میں یہ شعر تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ حاضر ہے:

ہمارا کام بھی شامل ہے تحریر گلستان میں   ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

دعا ہے اللہ تعالی ڈاکٹر محمد بہاء الدین صاحب کی اس محنت کو قبول و منظور فرمائے اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔

(مولانا) ثناء اللہ سیالکوٹی
امیر، مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

تاثرات

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر ہمارے مخدوم، محسن جماعت ڈاکٹر محمد بہاء الدین صاحب متعنا اللّٰہ بطول حیاتہ الطّیّبۃ کا قلم آج سے تقریباً بارہ برس قبل چل پڑا اور آپ کی تحریریں ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم میں قسط وار شائع ہونا شروع ہوئیں۔ ابھی دوڈھائی سو صفحات ہی منظر عام پر آئے تھے کہ کئی احباب کے ہوش اڑتے نظر آئے۔ حقائق کے انکشافات اور بددیانتیوں کے راز افشا ہونے پر اغیار نے تو پریشان ہونا ہی تھا، بعض اپنے بھی حالات زمانہ کی نزاکت کا واسطہ دے کر جلد سے جلد اس سلسلہ کی آخری قسط کے منتظر رہنے لگے..... بہرحال تحریک ختم نبوت کی پہلی جلد جب منظر عام پر آئی تو کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ یہ سلسلہ اتنا دراز ہو جائے گا کہ ماشاء اللہ اب اس کی چھٹی جلد مکمل ہو کر آپ کے سامنے موجود ہے۔ اب تک اللہ کے فضل وکرم سے تین ہزار صفحات مکمل ہو چکے ہیں اور یہ صرف ۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء تک کی داستان ہے جو کہ ابھی جاری ہے۔ انشاء اللہ ساتویں جلد بھی (جس پر ان دنوں کام ہو رہا ہے) عنقریب منظر عام پر آ جائے گی۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ سلسلہ کتب، احیاء التراث بھی ہے کہ اس میں کئی بھولی بسری بے مثال تحریریں کم وبیش ایک سو سال کے بعد قارئین کے سامنے پیش ہو رہی ہیں۔ نیز یہ ابتدائی کارکنان تحریک ختم نبوت سے مؤلف محترم کی محبت وعقیدت کا مظہر بھی ہے کہ عہد حاضر کے قارئین کو ایسے اعیان امت سے متعارف کرایا ہے جو مرور ایام سے اٹھنے والے گرد و غبار میں نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ نیز ان کارکنان تحریک ختم نبوت کا تعارف ان کی تحریروں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ ان بزرگوں کی تحریریں پڑھ کر بے اختیار دل سے دعا نکلتی ہے جزاھم اللہ عنّا و عن جمیع المسلمین احسن الجزاء ۔ بلاشبہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے طیراً ابابیل کی طرح دفاعی کام کر کے ابرھہء قادیان اور اس کے ہاتھیوں کو کعصفٍ مأکول بنا دیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب ایک دیانتدار مؤرخ کا کردار ادا کرتے ہوئے جہاں اہل حدیث

بزرگوں کی خدمات کی داستان بیان کر رہے ہیں، وہیں ان سابقون الاولون کے نقش قدم پر چل کر اس میدان میں کام کرنے والے دیگر مکاتب فکر کے بزرگوں کا بھی تذکرہ کیا ہے ۔ایسی بے تعصبی اور دیانت داری کی مثالیں بہت کم ہی ملتی ہیں ۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے بر صغیر (پاک و ہند) کے دور دراز مقامات سے تحریک ختم نبوت کی تاریخ کے گمشدہ اوراق جمع کئے ہیں جو بذات خود ایک مہنگا اور صبر آزما کام ہے ۔ پھر ان اوراق کی جھاڑ پونچھ کا مشکل ترین مرحلہ طے کیا ۔قدیم اشاعتوں کی کتابت کو سمجھ کر طباعتی اغلاط کو درست کیا جو کہ موضوع پر مکمل عبور کے بغیر آسان نہیں تھا۔ پھر پرانی تحریروں کے لباس کہنہ کو لباسِ جدید سے تبدیل کیا، جونئی تحریر کی تخلیق سے مشکل تر کام ہے ۔ پھر ان قدیم تحریروں سے وقتی ، ہنگامی اور غیر ضروری مواد کو اس خوبی سے حذف کیا ہے کہ متون کی اصل باقی رہی ۔ پھر خود ہی کمپوزنگ سے آراستہ کیا جو علم اور ہمہ جہت صلاحیتوں کے علاوہ طویل وقت کا بھی محتاج ہے ۔ یوں خرابی صحت کے باوجود ڈاکٹر صاحب کا یہ کارنامہ جہاں بالعموم اسلامی تاریخ کا اور بالخصوص تاریخ اہل حدیث کا نہ مٹنے والا حصہ بنے گا ، وہیں ڈاکٹر صاحب کی سید ولد آدم خاتم النبیّین والمرسلین نبینا محمد ﷺ سے سچی محبت وعقدت کا بیّن ثبوت بھی ہے۔

اس گراں مایہ علمی، تحقیقی اور تاریخی نوعیت کی دستاویز کی تیاری کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے الحمد للّٰہ الذی ھدانا لھذا و ما کنّا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللّٰہ (اعراف : ۴۳) ۔ اور

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

میری دعا ہے کہ اللہ جلّ شانہ اس سلسلہ کتب کو، جسے مؤلف نے بارگاہ رسالت میں ہدیہ عقیدت کے طور پر پیش کئے جانے والے گلدستے سے تعبیر کیا ہے، قبول فرمائے، قارئین کے لئے مفید اور مؤلف محترم کے لئے توشہ آخرت بنائے۔ آمین

شیر خان جمیل احمد عمری

ناظم تعلیمات مرکزی جمیعت اہل حدیث برطانیہ

حرف آغاز

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

تحفظ ختم نبوت کی تاریخ پر ہمارے اس سلسلہ کتب میں ریاضِ رسول ﷺ میں چہکنے والے بلبل نغمہ سرا نظر آتے ہیں، تو کہیں تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر زیرِنظر دور (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) کے سیوف اللہ مبارزت کے نعرے بلند کرتے اور مخالفین راہ فرار اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔

جلد ہذا میں اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دہلی میں ہونے والے اس مباحثہ کو شامل کیا گیا ہے جو مولانا محمد بشیر سہسوانی ثم بھوپالی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین ہوا تھا۔ اس مباحثہ سے پہلے مرزا غلام احمد نے اپنی مشہور کتاب ازالہ اوہام شائع کی جس میں انہوں نے قرآن مجید کی تیس آیات سے بزعم خود حضرت عیسیٰؑ کی مماة ثابت کی اور اس مباحثہ میں انہوں نے مدمقابل سے ان کا جواب دینے کو کہا۔ جواب سننے کے لئے ان کے پاس چونکہ وقت نہ تھا اس لئے وہ دہلی سے چلے آئے۔ بعد میں کئی علماء نے جوابات دیئے جن میں سے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا جواب ان کی تائید الاسلام سے اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کا جواب ان کی تفسیر ثنائی سے نقل کیا ہے۔ حیات وممات اور دیگر مسائل متعلق بقا دیانیت پر مولانا احمد حسن شوکت مالک واڈیٹر اخبار شحنہ ہند میرٹھ نے بھی بہت لکھا ہے ان کی چند منتخب تحریریں، اور چند دوسرے بزرگوں کی تحریریں اور مباحثات وغیرہ اس جلد میں شامل کئے گئے ہیں جن کا تعلق ۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء کے دور سے ہے۔ مثلاً مباحثہ دہلی میں فریقین کے پرچے شامل اشاعت ہیں؛ قاضی صاحب کی غایۃ المرام کا معتدبہ حصہ بھی اس جلد میں آ گیا ہے اور مولانا محمد اسماعیل علی گڈھی کی اعلاء الحق الصریح، کاملاً اس جلد میں شامل کر دی گئی ہے، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا مختصر رسالہ الخبر الصحیح عن قبر المسیح اس میں شامل کر دیا گیا ہے۔

۱۹۱۲ء تک رد قادیانیت پر شائع ہونے والے لٹریچر کا احصاء کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور تقریباً ایک سو سے زائد کتب کا مختصر تعارف جناب مولانا اللہ وسایا کی کتاب سے ملخصاً نقل کیا گیا ہے۔ اور تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے چند شعراء کا کلام بھی جلد ہذا میں نقل کیا گیا ہے۔ ۱۹۱۲ء تک تحریک ختم نبوت کے چند کارکنوں کے تراجم آخر میں دیئے گئے ہیں۔ ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ، اشاعۃ السنہ، اہل حدیث امرتسر وغیرہ سے جو پرانی تحریریں نقل کی ہیں ان میں حسب ضرورت کہیں کہیں الفاظ وفقرات کو (تحریف سے بچتے ہوئے) تبدیل یا حذف کیا ہے۔

اس حصہ کی ترتیب میں جو لٹریچر استعمال ہوا ہے اس کی فراہمی میں جناب محمد اشرف جاوید فیصل آباد، عزیزم محمد سہیل بوریوالہ، جناب فضل الرحمان صدیقی مانچسٹر (مرحوم)، جناب محمد ابراہیم خلیل حجرہ شاہ مقیم، ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری بنارس، جناب عبدالوہاب کاسگنج نے بطور خاص تعاون کیا ہے۔ جناب شیر خان جمیل احمد عمری، برمنگھم نے لٹریچر کی فراہمی، کتاب کی تہذیب وتنقیح اور مسودے کی پروف ریڈنگ میں بے حد مدد فرمائی ہے۔ اللہ تعالی ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

۱۹۱۲ء تک کی تحریک ختم نبوت کے متعلق ضروری لٹریچر کی تلاش ابھی جاری ہے۔ اگر مزید کامیابی ہوئی تو شائد ایک اور جلد اسی دور سے متعلق انشاء اللہ ہو جائے۔ بصورت دیگر خیال ہے کہ ۱۹۱۳ء سے تقسیم ہند (۱۹۴۷ء) تک ایک جلد تیار کی جائے جس کے لئے کچھ لٹریچر میرے پاس اس وقت موجود ہے اور اہل علم سے بحکم تعاونوا علی البرّ مدد کی درخواست بھی دہرائی جاتی ہے۔

احباب کی دعاؤں کے باعث اللہ تعالی کی عطا فرمودہ توفیق، بارگاہ رسالت مآب میں پیش کرنے کیلئے اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہنوں میں ملبوس قسم قسم کے پھولوں کا گلدستہ مجھ سے بنوا رہی ہے۔ میں اللہ کا شکرگزار ہوں کہ وہ اپنے عطا کردہ اوقات مجھ سے اس خدمت میں لگوا رہا ہے۔ اللہ تعالی قبول فرمائے اور سرکار دو عالم ﷺ کیلئے اس گلدستے کو پسندِ خاطر اور امتِ مسلمہ کے لئے نفع بخش بنائے۔

والسلام **محمد بہاء الدین**

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

مباحثہ لدھیانہ میں قادیانی شکست

متفقہ فتوی تکفیر کے اجراء سے پہلے جولائی ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب کا جناب محمد حسین بٹالوی سے لدھیانہ میں مباحثہ ہوا جس کا بیان ہم سابقہ جلدوں میں کر چکے ہیں۔ اس مباحثہ میں مرزا صاحب شکست سے دوچار ہوئے اور مباحثہ کو نا تمام چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ مرزا صاحب کی شکست کی ایک شہادت خود ان کے لٹریچر میں بایں الفاظ موجود ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

ایک بزرگ حاجی حرمین شریفین عبدالرحمٰن نام جنہوں نے دو حج کئے ہیں مرید خاص حضرت حاجی منشی احمد جان ..ساکن لودہیانہ جو مرد پیر بعمر قریب ۸۰ سال کے ہیں اپنی ایک رؤیا میں بیان کرتے ہیں کہ

میں نے، جس روز مولوی محمد حسین صاحب کی آپ سے یعنی اس عاجز (مرزا) سے بحث ہوئی تھی، رات کو خواب میں دیکھا کہ میاں صاحب یعنی حاجی احمد جان نے مجھے اپنے مکان پر بلایا ہے۔ چنانچہ میں گیا اور ہم پانچ آدمی ہو گئے اور سب مل کر حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کے پاس گئے۔ اس وقت حضرت اویس قرنی خرقہ رسول ﷺ پہنے ہوئے تھے۔ پھر وہاں سے ہم سب اور اویس قرنی آنحضرت ﷺ کے دربار میں پہنچے۔

اور اویس قرنیؒ نے وہ خرقہ آنخضرت ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور عرض کی کہ آج اس خرقہ کی توہین ہوئی اور اس کی حرمت آپ کے اختیار میں ہے۔ آپ ہی کی طرف سے تھا میں صرف ایلچی تھا۔ تب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آنخضرت ﷺ کے دہنی طرف حضرت ابوبکر صدیق اور صحابہ اور بائیں طرف حضرت عیسیٰؑ بیٹھے تھے۔ اور سامنے آپ یعنی یہ عاجز (مرزا) کھڑا ہے اور ایک طرف مولوی محمد حسین کھڑا ہے۔ اس وقت حضرت عیسیٰؑ نے آنخضرت ﷺ کی خدمت میں بیان کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہوتی کہ وہ فوت شدہ لوگوں کو دوبارہ دنیا میں بھیجتا اور میں بھیجا جاتا تو مجھ سے بھی دنیا کے لوگ یونہی پیش آتے جیسا کہ ان کے ساتھ آئے (یعنی اس عاجز مرزا کے ساتھ)۔ (ازالہ اوہام۔ص ۸۳۷)

اس خواب سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ مولانا محمد حسین کو دربار رسالت میں حاضری کا شرف حاصل تھا۔

۲۔ مرزائی لوگ، خواجہ اویس قرنی کو ساتھ لے کر آنجناب ﷺ کی خدمت میں توہین مرزا کی شکایت کرنے گئے۔

۳۔ اس دور کے مرزائیوں کو بخوبی علم تھا کہ مباحثہ لدھیانہ مرزا صاحب کو ذلت نصیب ہوئی ہے۔

۴۔ مرزائیوں کی شکایت پر جناب رسالت مآب ﷺ نے کوئی توجہ نہیں دی۔ نہ محمد حسین کو کوئی تنبیہہ فرمائی، نہ ڈانٹ پلائی۔

۵۔ مرزائیوں کی شکایت پر توجہ نہ فرما کر حضور سرور عالم ﷺ محمد حسین کی خدمت کو شرف قبول عطا فرمایا ہے۔

اور یہ ساری باتیں مرزا صاحب کی اپنی روایت سے معلوم ہوتی ہیں۔

اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح

مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں فتح اسلام وتوضیح مرام نامی رسائل قلم کئے اور ان کے حواری مولوی محمد احسن امروہی نے ان کی تائیدِ مرزا میں اعلام الناس نامی کتاب رقم فرمائی تو علی گڈھ کے مولانا محمد اسماعیل مرحوم نے ان کے رد میں ایک کتاب بعنوان بالا تحریر فرمائی ۔ اس کتاب پر مولانا لطف اللہ علی گڈھی، میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی ، شیخ حسین بن محسن یمانی ، مولانا محمد بشیر سھسوانی ، مولانا محمد ، مولانا سلامت اللہ جیراجپوری، ملا محمد صدیق پشاوری، مولانا عبد الجبار عمر پوری نے تقاریظ تحریر فرمائیں ۔ اس کتاب اور اس پر موجود تقاریظ سے معلوم ہوتا ہے کہ متفقہ فتوی تکفیر مرزا کے سامنے آنے سے قبل بھی مذکورہ بزرگ ردقادیانیت میں سے سرگرم تھے۔

یاد رہے کہ یہ وہی کتاب ہے جس کے متعلق مرزا صاحب کا کہنا تھا کہ اس میں مولانا اسماعیل نے ان سے یک طرفہ مباہلہ کیا تھا، اور اس مباہلے کی وجہ سے مولانا اسماعیل اس کی زندگی میں ہلاک ہو گئے ۔ جیسا کہ اپنی موت سے ایک سال پہلے شائع ہونے والی کتاب میں لکھتے ہیں :

الّذین باھلوا و ماتوا بعد المباھلة منھم الرّجل المسمّی بالمولوی غلام دستگیر القصوری و منھم الرّجل المسمّی بالمولوی چراغ الدین الجمونی و منھم الرّجل المسمّی بالمولوی عبد الرحمن محی الدین اللکوکی و منھم الرّجل المسمّی بالمولوی اسماعیل علی گڈھی ۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ۔ص ۶۲۶ حاشیہ)

اور اسی حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں :

مولوی اسماعیل باشندہ خاص علی گڈھ وہ شخص تھا جو سب سے پہلے عداوت پر کمر بستہ ہوا، اور جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ فتح اسلام میں لکھا ہے اس نے لوگوں میں میری نسبت یہ شہرت دی کہ یہ شخص رمل اور نجوم سے پیشگوئیاں بتلاتا ہے اور اس کے پاس آلات نجوم کے ہیں۔ میں نے اس کی نسبت لعنت اللہ علی الکاذبین کہا اور خدا تعالی کا عذاب اس کے لئے چاہا جیسا کہ رسالہ فتح اسلام کے لکھنے کے وقت اس کی زندگی میں ہی میں نے یہ شائع کیا تھا اور یہ لکھا تھا تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ چنانچہ قریباً ایک برس اس مباہلہ پر گذرا ہوگا کہ وہ یک دفعہ کسی ناگہانی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا (یعنی مباہلہ مرزا صاحب نے یک طرفہ کیا تھا۔ نیز فتح اسلام ۱۳۰۸ھ میں شائع ہوئی۔ مولوی اسماعیل صاحب شوال ۱۳۱۱ھ مطابق مئی ۱۸۹۴ء میں، یعنی مرزا صاحب کے مزعومہ مباہلہ کے تین سال بعد، فوت ہوئے۔ مرزا صاحب نے ایک اور تین کا کوئی فرق ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔ یا تو وہ حساب میں کمزور تھے، یا جان بوجھ کر غلط بیانی کر رہے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مباہلہ ہو تو اس کا اثر ایک سال کے اندر ظاہر ہونا چاہیے۔ تین سال کے عرصے کو قریباً ایک سال قرار دینے کا مقصد ناظرین و قارئین کو یہ بتانا تھا کہ فریق مخالف کی موت مہلت مقررہ کے اندر واقع ہوئی ہے۔ یہ بات ہم علی سبیل التنزل لکھ رہے ہیں ورنہ ہمارے نزدیک تو ان دونوں کا مباہلہ منعقد ہی نہیں ہوا)۔ اور اس نے اپنی کتاب میں جو میرے مقابل پر اور میرے رد میں شائع کی تھی یہ لکھا تھا کہ جاء الحق وزھق الباطل۔ پس خدا نے لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ حق کونسا ہے جو قائم رہا اور باطل کون سا تھا جو بھاگ گیا۔ قریباً سولہ برس ہو گئے کہ وہ اس مباہلہ کے بعد فوت ہوا۔ (حقیقۃ الوحی مئی ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کی اشاعت سے سولہ برس قبل ۱۸۹۱ء ہوتا ہے، جب کہ مولوی اسماعیل صاحب ۱۸۹۱ء میں نہیں بلکہ ۱۸۹۴ء میں فوت ہوئے۔ اور مولوی اسماعیل کی اعلاء الحق الصریح ۴۴ صفحات پر شائع ہوئی تھی، اس کی ایک ایک سطر غور سے پڑھ لیجئے، اس میں جاء الحق و زھق الباطل، کے الفاظ موجود ہی نہیں ہیں۔ گویا یہ بھی مرزا صاحب کا جھوٹ ہے) حاشیہ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے: مولوی اسماعیل نے اپنے ایک رسالہ میں میری موت کے لئے بددعا کی تھی۔

پھر بعد اس بد دعا کے جلد مر گا ۔ اور اس کی بد دعا اسی پر پڑ گئی)(حقیقۃ الوحی ص ۲۴۲۔۲۴۳)۔ (اور رسالہ ۱۳۰۹ھ ۔ ۱۸۹۱ء کا طبع شدہ موجود ہے۔ اس میں کہیں مباہلے کی طرف اشارہ بھی نہیں ۔ اور اگر مباہلہ ہوا بھی ہو تو مرزا صاحب اثر کے لئے ایک سال کی مدت مقرر کرتے تھے۔ جب کہ یہاں رسالہ شائع ہونے اور مولوی اسماعیل صاحب کی وفات کے درمیان دو سال کا وقفہ ہے)

اس دعوی کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

مرزا صاحب نے جو اپنا علم کلام ایجاد کیا تھا اس میں ایک طریق استدلال یہ تھا کہ کوئی مخالف مرجاتا تو آپ فوراً اس کی بابت لکھ دیتے کہ ہم سے جھوٹا (پہلے) مر جائے گا۔ چنانچہ وہ جھوٹا تھا، اس لئے وہ (مجھ مرزا سے پہلے) مر گیا۔اس لئے وہ جھوٹا تھا اور میں سچا ہوں

مولانا (اسماعیل علی گڈھی) مرحوم اہل حدیث میں بڑے ذی اقتدار عالم اور رئیس تھے ۔مرزا صاحب قادیانی نے ۱۳۰۸ھ میں دعوی مسیحیت کیا تو مرحوم نے فوراً ۱۳۰۹ھ میں ان کی تردید میں ایک رسالہ لکھا، جس کا نام ہے اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح ۔اس کتاب کا جواب مرزا صاحب کی طرف سے ہم نے نہیں دیکھا۔مرحوم شوال ۱۳۱۱ھ مطابق مئی ۱۸۹۴ء میں فوت ہوئے ، رحمہ اللہ۔یعنی کتاب کی اشاعت کے دو سال بعد۔مرزا صاحب نے اپنے جدید علم کلام سے جھٹ لکھ دیا:

مولوی اسماعیل نے صفائی سے خدا تعالی کے روبرو یہ درخواست کی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے، وہ مر جائے ، سو خدا نے اس کو بھی اس جہان سے جلد تر رخصت کر دیا۔ (اشتہار انعامی پانچ سو روپیہ ۔ص ۷)

ہم نے مرزا صاحب کی زندگی ہی میں یہ سوال اٹھایا تھا کہ مولوی اسماعیل صاحب کی عبارت کا حوالہ بتایئے ۔ مرزا صاحب نے ثبوت نہ دیا....حال ہی میں (یعنی ۱۹۴۲ء میں) کسی معترض نے مولانا علی گڈھی کی بابت یہ سوال کیا تو (مرزائیوں کے اخبار) پیغام صلح لاہور (۳ ستمبر ۱۹۴۲ء) نے لکھا:

رہا مولوی محمد اسماعیل علی گڑھی کا معاملہ، یہ صرف آپ جیسے مولویوں کی بد دیانتی اور ناخدا ترسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی کتاب کے وہ الفاظ اور وہ بد دعا جو ان کی موت کا

باعث ہوئی، آج ہمارے سامنے نہیں، کیونکہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا ..اس کی موت کے بعد مولویوں نے اس خیال سے کہ وہ الفاظ مرزا صاحب کی صداقت کے لئے ایک زبردست گواہ کا کام دیں گے، انہیں کتاب سے نکال دیا۔ اصل کتاب کو ایک احمدی، عبداللہ سنوری نے دیکھا تھا جن کی شہادت کی بنا پر مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں لکھا کہ...مولوی اسماعیل نے اپنے ایک رسالہ میں میری موت کے لئے بددعا کی تھی۔ پھر بعد اس بددعا کے جلد مر گیا اور اس کی بددعا اسی پر پڑ گئی۔،

(مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں) کوئی قادیانی مسیح کے حواریوں سے پوچھے کہ تمہارے اس بیان کا ثبوت کچھ ہے جس کو تم نے بددیانت مولویوں کی طرف منسوب کر کے اپنی اور اپنے قافلہ سالار کی غلط بیانی کو مٹانا چاہا؟ او ظالمو! کب تک نادانوں کی آنکھوں میں خاک ڈالو گے۔ یہ کتنا جھوٹ ہے جو تم نے لکھا ہے کہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ مرحوم (مولانا اسماعیل) کی کتاب نایاب ہوگئی؟ سنو دفتر اہلحدیث (امرتسر) بچشم خود دیکھ لو۔ اس پر سن طباعت ۱۳۰۹ھ لکھا ہے۔ (دفتر اہل حدیث امرتسر تو اب موجود نہیں ہے۔ تاہم ۱۳۰۹ھ کی مطبوعہ یہ کتاب جامعہ سلفیہ بنارس کی لائبریری میں موجود ہے جس کی کاپی ہمیں جناب عبدالوہاب آف کاسگنج کی کوشش سے حاصل ہوئی ہے جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ بہاء) اور مرحوم (مولانا اسماعیل علی گڑھی) کی تاریخ وفات درکار ہو، تو مرحوم کے صاحبزادہ کی تحریر دیکھ لو، یعنی دو سال بعد وفات ہوئی۔ نیز، مولانا مرحوم کوئی معمولی آدمی نہ تھے۔ علی گڑھ میں عالمانہ اور رئیسانہ حیثیت رکھتے تھے۔ اب بھی آپ لوگ علی گڑھ جا کر موتی مسجد کے متولی خاندان سے مرحوم کی تاریخ وفات معلوم کر سکتے ہیں۔ مگر اس تحقیق کے بعد یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب نے غلط لکھا ہے۔ ہاں ۱۳۰۹ھ سے پہلے کی کوئی مطبوعہ کتاب ان کی ہو، تو پیش کرو۔ مگر یاد رہے کہ مرزا صاحب نے ۱۳۰۸ھ میں دعوی کیا، دعوی سے پہلے تردیدی کتاب شائع نہیں ہوسکتی۔

(اخبار اہل حدیث امرتسر۔ ۱۸ستمبر۱۹۴۲ء ص ۴۔۵ مختصراً)۔

الغرض، مولانا اسماعیل کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے جس کی اشاعت اول ان کی وفات کے بعد ہوئی ہو، نہ کوئی ایسا غیر مطبوعہ مسودہ کہیں موجود ہے جس میں مولانا نے

بقول مرزا قادیانی یک طرفہ مباہلہ کیا ہو۔

مطبع انصاری دہلی سے باہتمام مولوی عبد المجید دہلوی، ۱۳۰۹ھ میں ۴۴ صفحات پر شائع ہوکر مرزا قادیانی کی تکذیب پر بیّن شہادت پیش کرنے والی یہ کتاب اعلاء الحق الصریح مکمل صورت میں قارئین کی نذر کی جارہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ الحمد للّٰہ الّذی ھدانا سبیل الرّشاد و نجانا من الغوایۃ و الضّلالۃ و الفساد۔ و الصّلوۃ و السّلام علی سیدنا محمد النبیّ الامیّ و آلہ الامجاد و اصحابہ المتقین ...

اس زمانہ پرشور وشر میں جوضعف ونا توانی اسلام کومخالفین کے حملوں سے تھی اور جوتذلیل وتضحیک اس کی اعداء دین کررہے تھےاور جوپستی اس کواپنے اعوان وانصار کی قلت سے مشاہدہ ومنتظر تھی، وہی کیا کم تھی جوایک اورصدمہ اس کوخوداپنے ہی موافق اورمؤید گروہ سے نصیب ہوایعنی جوحضرت اس کے حامی ومددگار تھے وہی اس کے تہ وبالا کرنے کاعلم ہاتھ میں لے کرکھڑے ہوگئے۔ ایسی حالت میں کیا وہ دل جن میں ذرا بھی محبت اسلام سے ہے، اس کے دیکھنے اور سننے سے دردمند نہ ہوں گے کہ آج یہ اسلام خودان مقدس نما مسلمانوں کی ایسی حرکات کی بدولت، جوفی الواقع اضحوکہء طفلاں، ہیں برباد ہوا چاہتا ہےاور جو تفضیح اور شکست اس کی ان بزرگوارمسلمانوں کے ہاتھ سے ہورہی ہے وہ اس کے لئے بڑی بھاری مصیبت ہونے والی ہے انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔

دیکھوان دنوں مرزاغلام احمد قادیانی نےعلی الاعلان نبوت یعنی عیسویت کا دعوی کیا ہے اوراپنے اوپرنزول وحی اورنزول ملائکہ کا اشتہار دیا ہےاور جس عیسی بن مریم کے نزول کی بشارت ہمارے نبی آخرالزمان خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے دی ہے اورجس پرکتاب اللہ اورکتاب الرسول ناطق ہے، اس سے صریح انکارکیا ہےاورنصوص کتاب وسنت کوبالکل مصروف عن الظاہر مانا ہے۔ لیلۃ القدر کےایک متبرک رات ہونے سے بالکل انکارکیا ہےاورعلی الاستعارہ اس سے ظلمانی زمانہ مرادلیا ہے۔ دجال سے گروہ منکرین عیسویتِ خودمرادلیا ہے۔ اورعیسی بن مریم موعود ومبشر سے مثیل عیسی بن امریم

مراد لے کر اپنے آپ کو اصلی مسیح موعود قرار دیا ہے اور پھر یہ بھی اقرار کیا ہے کہ مجھ کو اس سے انکار نہیں ہے کہ کوئی دوسرا بھی مسیح ہو، جو آئندہ نازل ہو لیکن وہ میری ذریت میں سے ہوگا۔ اعاذنا اللّٰہ من کلّ ذلک ۔

پس اے مسلمانوں ہر چند کہ ایسے واقعات کا پیش آنا فی نفسہ تو کچھ حیرت کی بات نہیں کیونکہ درحقیقت ایسے حوادث کا حدوث ہمارے نبی آخرالزمان کی پیش گوئیوں کے موافق قبل قیام السّاعۃ ضرور ہے اور اس لحاظ سے ایسے واقعات کا پیش آنا اہل نظر کی نظر میں اپنے سچے نبی کی زیادہ تصدیق کا باعث ہے مگر افسوس البتہ صرف اسی قدر ہے کہ ایسے امور انہیں لوگوں سے دیکھنے میں آویں جو اعلیٰ درجہ کے مقدس مسلمان اور پرلے درجہ کے حامی اسلام کہلاویں ۔ ہمارے نزدیک مرزا غلام احمد کا یہ دعوی ہمارے نبی پاک کی اس سچی پیش گوئی کا ظہور ہے

لا تقوم السّاعۃ حتّی تخرج ثلاثون دجّالاً کلّھم یزعم انّہ رسول اللّٰہ رواہ ابو داؤد ۔

و ایضاً ، قال رسول اللّٰہ ﷺ سیکون فی امّتی کذّا بو ن ثلاثون کلّھم یزعم انّہ نبیّ اللّٰہ وانا خاتم النبیّین لا نبیّ بعدی۔ رواہ ابو داؤد و التّرمذی ۔ ترجمہ۔ نہ قائم ہوگی قیامت جب تک کہ تیس دجال ظاہر نہ ہو لیں گے اور ہر ایک ان میں سے یہ کہے گا کہ میں رسول ہوں خدا کا، روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ۔

اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ میری امت میں آئندہ تیس جھوٹے پیدا ہوں گے ہر ایک کہے گا کہ میں نبی ہوں ۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ۔ اسکو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔

پس یہ پیش گوئی ہم کو بتا رہی ہے کہ ایسے دعووں کا ہونا لابدّ ہے اور اس میں تخلّف کا گمان مفضی الی تکذیب نبینا محمد رسول اللہ ﷺ ہے اور گو بزعم اہل باطل ایسے شرور اور فتن باعث تضحیک اسلام سمجھے جاتے ہوں، مگر ارباب نظر اسی کو بشارت کاملہ ترقی اسلام کی سمجھیں گے ۔ اور سمجھنا کیا معنی، آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کی اس سستی اور ضعف کے زمانہ میں لورپول کے اسلام کا چمکارہ، یورپ کی سوسائیٹیوں میں اسلام کی خوبیوں کا نعرہ ،ایسی ظلمت کے زمانہ میں صدہا شپر چشموں کی آنکھوں کا اسلامی نور کی چکا چوند سے

خیرہ ہونا، بڑے بڑے قبائل کفر کا کفر کی تیرگی سے نکل کر اسلامی روشنی میں آجانا، افریقہ کے کنارہ پر اسلام کے پر جوش دریا کا امنڈنا، ظاہرا کسی اور محرک کی تحریک کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ صرف ہمارے سچے اور پیارے نبی محمد ﷺ کی ایسی پیش گوئیوں ہی کا پورا پورا ظہور ہے جو منکروں سے اقرار کراتا چلا جاتا ہے اور مقرّوں کی تجلی ایمانی کو بڑھاتا چلا جاتا ہے اور باوجود اسلام کی ایسی مخالفتوں کے اور اعداء دین کی ایسی کوششوں کے اسلامی روشنی کا مکدّر نہ ہونا اور ہمارے سچے نبی کی پیش گوئیوں کا تیرہ سو برس کے بعد ہو بہو ظاہر ہونا، بڑے بڑے تیرہ دلوں کو حسن و جمال کا جلوہ دکھا رہا ہے، جس کا یہی شیریں ثمر ہے کہ وہ بلا تحریک غیری اسلام کے زمرہ میں شامل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور جب ایسے کذاب اپنے دعوی باطل سے اپنے کو رسوا کرتے ہیں، تو وہی دعوی ان کی رسوائی اور ہمارے نبی آخرالزمان کی زیادت تصدیق کا باعث ہوتا ہے۔ پس جو اہل اللہ کامل الایمان ہیں وہ ہرگز ایسے حوادث کے ظہور سے نہیں گھبرا سکتے بلکہ ان کی استقامت اور زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے اور ان کو کامل یقین ہے کہ ایسی اکاذیب اور ادعاء باطل سے اسلام کی چمک دمک میں کچھ خلل نہیں آوے گا اور اس کے پر جوش دریا کے بہاؤ کو ایسے قاذورات نہیں روک سکیں گے اور اس کی لمعات و برق کو کبھی شپر چشم کی تیرگی نقصان نہ پہونچا سکے گی کیونکہ اس کی نصرت کے واسطے بھی ہمارے سچے نبی نے ایک دوسری پیش گوئی فرمائی ہے جو ہماری بڑی تسلی اور اطمینان کا باعث ہے

قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تزال طائفة من امّتی ظاھرین علی الحقّ لا یضرّھم من خالفھم حتی یأتی امر اللّٰہ۔ رواہ ابو داؤد۔

قال رسول اللہ ﷺ یحمل ھذا العلم من کلّ خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین رواہ رزین

اس کے تحت میں ملا علی قاری لکھتا ہے:

قولہ ینفون عنہ ، جملة حالیة ای طاردین عن ھذا العلم۔

قولہ ، تحریف الغا لین ، ای المبتدعة الذین یتجاوزون فی کتاب اللّٰہ وسنّة رسولہ عن المعنی المراد فیحرّفون عن جھتہ۔

قولہ ، انتحال المبطلین، الانتحال ادعاء قولٍ او شعرٍ یکون قائلہ غیرہ بانتسابہ الی نفسہ وھو ھھنا کنایة عن الکذب والمعنی ان

المبطل اذا اتّخذ قولاً من علمنا لیستدلّ به علی باطله او اعتزی الیه مالم یکن منه نفوا عن ھذاالعلم و نزھوہ عما ینتحله۔

قوله تاویل الجا ھلین ، ای معنی القرآن والحد یث الی ما لیس بصوا ب۔

پس یہ پیش گوئی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مسلمانوں کے واسطے بشری (بشارت) ہے اوران کے دلوں کے لئے سکینہ اور تسلی ہے اوراس بات سے کہ کسی جاہل کی تاویل اور کسی محرف کی تحریف اور کسی منتحل کا انتحال اور کسی مبطل کے اکاذیب اوراباطیل خدا تعالی کے دین کو بدلنے اور خدا ورسول کی مراد کواپنے ہوائے نفسانی کے تابع بنانے میں کبھی کارآمد نہ ہوں گے بلکہ خدا کا دین بفحوائے انّا نحن نزّ لنا الذ کر و انّاله لحافظون ایسے خلل اندازوں کی خلل اندازی سے ہمیشہ محفوظ رہے گا اور ایسی تلبیسات کی مدافعت میں ہمیشہ اس کے بندوں کا ایک گروہ کمر بستہ رہے گا جس کو کسی کی مخالفت اور عداوت ضرر نہ پہونچاوے۔ بلاشبہ اگر ہمارا خدائے برحق اپنے دین کی حفاظت کا آپ ذمہ نہ فرماتا اوراس کے خالص و مخلص بندے اس کی ہدایت کے سبب دین پر پوری جان فدائی نہ کرتے تو ہرگز یہ دین قیامت تک باقی نہ رہتا اور کسی طرح اہل فریب کی تلبیسات سے اس کو امن نہ ہوتی ، لیکن چونکہ خدا خود حافظ اپنے دین کا ہے، اوراس کے رسول پاک نے ایک سچی ترازو دین کی جانچ تول کے واسطے اپنے فرمانبرداروں کو عطا فرمائی ہے، تو اب ہم کو متاع کاسد اور ناقص کے جانچنے میں کچھ مشکل نہیں ہے۔ وہ ترازو ہمارا قرآن وحدیث ہے جس کے ساتھ تمسک کرنے میں دین کی گمراہی سے ہم کو ہمیشہ امن مل سکتی ہے۔

قال رسول اللّه ﷺ ترکت فیکم امرین لن تضلّوا ما تمسکتم بھما کتا ب اللّه و سنة رسوله۔

اس ترازو کا حامل وہی گروہ اہل حق کا ہے جس کو کسی کی مخالفت کچھ مضرت نہ کرے گی۔ پس اب جس خدّاع کا جی چاہے وہ متاعِ کاسد کو ہمارے دین میں پیش کرے ہم اس کو اسی ترازو میں تولیں گے۔ اگر ہم برابر پاویں گے تو قبول کریں گے ورنہ : کالائے بد بریش خاوند ، کی بموجب اس کو اسی پر ردّ کریں گے چنانچہ اسی ترازو میں ہم نے مرزا صاحب کے دعوی نبوت اور دعوی عیسویت کو اور انکار نزول عیسی بن مریم کو بھی تولا، تو ہم کو ان

کی یہ متاعِ کاسدانہیں پر ردّ کرنے کے لائق ثابت ہوئی۔ پس ہم ان کے ایسے ملحدانہ دعوی کو انہیں پر ردّ کرتے ہیں۔

مرزا صاحب اوران کے حواریین نے اس بے سرو پا دعوی کے سرسبز کرنے کے واسطے اول یہ انتظام فرمایا ہے کہ وہ خدا کی مراد کو استعارات وکنایات میں ہونا تجویز فرماتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

خدا تعالی ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسروں پر وارد کر دیتا ہے،۔

لیکن اہل نظر خوب جانتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب اوران کے حواری یہ تجویز پہلے سے نہ کرلیں اورنصوصِ شریعت کو علی ظواہرھا باقی نہ رکھیں، تو وہ مثیل مسیح بن سکتے ہیں اور نہ عیسی ابن مریم کے نزول سے انکار کر سکتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب اوران کے حواری شاید اس سے غافل ہیں کہ ہماری شریعت غرّا نے ایسے فریب کا بھی پہلے ہی سے انتظام کر دیا ہے اوراہل حق کا یہ عقیدہ راسخہ اور اجماعی مسئلہ ہو چکا ہے کہ نصوص شریعت محمول علی ظواهرها ہیں مالم يصرف عنها صارف قطعیّ،

قال العلا مه التفتازانی فی شرح العقاید والنّصوص من الكتاب والسنّة تحمل علی ظوا هرها مالم يصرف عنها دليل قطعیّ كما فی الآيات الّتی تشعر بظواهرها بالجهة و الجسمية ونحو ذلک و العدول عنها، ای عن الظواهر الی معانٍ يدعيها اهل الباطن و هم الملاحدة و سمّوا الباطنيّة لادّعائهم انّ النّصوص ليست علی ظواهرها بل لها معانٍ باطنية لا يعرفها الّا المعلم و قصدهم بذلک نفی الشّريعة بالكليّة۔

الحا د۔ ای ميل و عدول عن الاسلام و اتّصال و التصاق بكفر لكونه تكذ يباً للنّبیّ ﷺ فيما علم مجيئه به بالضرورة۔

و اما ما ذهب اليه بعض المحقّقين من ان النّصوص مصروفة علی ظوا هرها و مع ذلک فيها اشارات خفية الی دقائق تنكشف علی اربا ب السّلوک يمكن التّطبيق بينهما و بين الظوا هر المرا دة

فھو من کمال الایمان و محض العرفان

و ایضاً فیہ۔ ورد النّصوص ، بان ینکر الاحکام التی دلّت علیھا النّصوص القطعیّۃ من الکتاب و السنّۃ کحشر الاجساد مثلاً کفر۔

اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ اہل سنت و الجماعت کے عقاید حقہ میں سے یہ بات ہے کہ نصوص کتاب وسنت محمول علی ظواھرھا ہیں، اور دقائق ارباب سلوک اور حقائق اہل باطن وہاں تک مقبول ہیں، جہاں تک کہ موافق ظاہر نص کے ہوں، اور جو دقائق مبطلِ احکام شرعیہ ہوں وہ مقبول نہیں ہیں، بلکہ وہ عدول اور میل عن الشّریعۃ ہے جس سے اصل مقصود نفی الشّریعۃ بالکلّیّہ ہوتا ہے۔تو اب مرزا صاحب کا یہ زعم باطل کہ خدا کی مراد ہمیشہ کنایات میں ہوتی ہے کس قدر بے وقعت اور کیسا افتراء ہے اور وہ کنایات اور استعارات اور بے سروپا تاویلات جو بعض جاہل متصوّفہ سے ثابت ہیں اہل حق کے نزدیک ان کا حکم تحریف سے زائد نہیں ہے جو ہمیشہ اہل دین کے نزدیک مردود مانے گئے ہیں۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی، اتقان میں لکھتا ہے:

و امّا کلام الصّوفیۃ فی القرآن فلیس بتفسیرہ قال ابن الصّلاح فی فتاویہ وجدت عن الامام ابی الحسن الواحدی المفسر انہ قال صنّف ابو عبد الرحمن السلمی حقائق التفسیر فان کان قد اعتقد ان ذلک تفسیر فقد کفر قال ابن الصّلاح و انا اقول الظّنّ بمن یوثق بہ منھم اذا قال شیئاً انّہ لم یذکرہ تفسیرا ولا ذھب بہ مذھب الشرح للکلمۃفانّہ لوکان کذلک کانوا قد سلکوا مسلک الباطنیّۃ و ایضاً قال فیہ قال اللّٰہ تعالی ان الّذین یلحدون فی آیاتنا لا یخفون علینا قال ابن عباس ھو ان یوضع الکلام فی غیر موضعہ۔ اخرجہ ابن ابی حاتم ۔انتھی بقدر الحاجۃ ۔

اور باعث ایسی تفاسیر پر اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ یا تو بعض لوگ کسی غرض فاسد کے واسطے پہلے سے اپنے زعم باطل میں ایک معنی گھڑ لیتے ہیں اور پھر اپنے خیال اور اعتقاد کے موافق الفاظ قرآن واحادیث کا اس پر حمل کرتے ہیں اور تاویلات فاسدہ اور باطلہ سے ان الفاظ کو زبردستی اپنے معانی مزعومہ پہناتے ہیں، اور یا کبھی بعض جاہل تفسیر اور تاویل

نصوص میں اس امر کا مطلق لحاظ نہیں کرتے کہ یہ کس کا کلام ہے، اور کون اس کے ساتھ متکلم ہے، اور یہ کس پر اتارا گیا ہے، اور کون اس کے ساتھ مخاطب ہے۔ بلکہ وہ نصوص قرآن و حدیث کے صرف وہ معنی لیتے ہیں جو ایک متکلم بلغتِ عرب بلا لحاظ کسی اور امر کے صرف محاورہ لسانی کے موافق ترجمہ کرسکتا ہے، عام اس سے کہ وہ مرادالٰہی کے مخالف ہو یا موافق۔ پس جو لوگ اپنے معانی مزعومہ اور عقائد مخترعہ کے موافق نصوص کتاب وسنت کے الفاظ کو تاویلات فاسدہ سے اپنی مراد کا مؤید بناتے ہیں، ان کو مرادالٰہی کے موافق یا مخالف ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی، جن کی ایسی ہی تاویلات فاسدہ سے شریعت میں رخنہ پیدا ہوتا ہے اور امن جاتی رہتی ہے۔ اور جو لوگ ترجمہ نصوصِ شرعیہ صرف محاورہ لسانی اور صحت قواعدِ عربیت پر قانع ہوتے ہیں اور معانی نصوص میں اتباع سلف کو چھوڑ دیتے ہیں اور جو مرادالٰہی بیان شارع ﷺ اور صحابہ رسول سے ثابت ہو چکی ہے، اس کی پیروی نہیں کرتے، ان کے لفظی ترجمہ اور ایک بازاری شخص کے کلام کی یکساں حالت ہو جاتی ہے جس کے سبب سے خدا ورسول جیسے متکلم کے کلام کی شان اور عوام الناس کے کلام کی حالت برابر ٹھہر جاتی ہے۔ پس ایسی تاویلات باطلہ کب خطا اور انکار سے خالی ہوسکتی ہیں۔ اسی ضرورت سے نصوص قرآن و حدیث میں اتباع سلف صالح ہم پر واجب کیا گیا ہے جو اعلم بالتفسیر اور اعلم بمعانی النصوص اور اعلم ان امور حقہ کے تھے جو ہمارے نبی صادق ﷺ ہماری طرف لے کر آئے اور جو امینِ شریعت اور اعلم باسباب نزول اور اعلم بشان المتکلم و بشان المنزل علیہ والمخاطب تھے، وہی امین لوگ محل تاویل وغیرہ کو خوب جانتے تھے۔ بناء علیہ جو لوگ اس باب میں اتباع سلف صالح کو چھوڑ کر مرادالٰہی کو اپنے مزعومات کے موافق بنانے میں کوشش کریں بلاشبہ وہ دائرہ کفر و ابتداع سے کسی طرح باہر نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ اسی تفصیل کے متعلق سیوطی نے لکھا ہے:

قوم اعتقدوا معانی ثم ارادوا حمل الفاظ القرآن علیها۔ و الثانی قوم فسّروا القرآن بمجرد ما یسوغ ان یریده من کان من النّاطقین بلغة العرب من غیر نظر الی المتکلم بالقرآن و المنزل علیه و المخاطب به ۔ فالاوّلون راعوا المعنی الذی رأوه من غیر نظر الی ما یستحقّه الفاظ القرآن من الدّلالة والبیان۔ والآخرون راعوا مجردا للّفظ وما یجوز ان یرید به العربی من غیر نظر الی ما یصلح

للمتکلّم و سیاق الکلام۔ ثم ھئولاء کثیراً ما یخلطو ن فی ا حتمال اللفظ لذ لک المعنی فی ا للغة فی صحّة المعنی الّذی فسّروا به القرآ ن کما یغلط فی ذلک الآخرون وان کان نظر الاوّلین الی المعنی اسبق ونظر الآخر ین الی ا للّفظ اسبق والاوّلو ن صنفان تارةً یسلبو ن عن لفظ القرآ ن ما دلّ علیه و ارید به ۔ و تارةً یحملونه علی ما لم یدلّ علیه و لم یرد به و فی کلام الامر ین قد یکو ن ما قصدوا نفیه و اثباته من المعنی باطلاً فیکون خطاء وھم فی الدلیل و المدلول و قد یکو ن حقّا فیکو ن خطاء وھم فی الد لیل لا فی المدلول۔ فالّذین اخطاء وا فیھما مثل طوائف من اھل البدع اعتقدوا مذا ھب با طلة وعمدوا الی القرآن فناولوہ علی رأیھم ولیس لھم سلف من الصّحا بة و التّا بعین لا فی رأیھم و لا فی تفسیر ھم ۔

پھر بعد اس کے لکھتا ہے:

وفی الجمله من عدل عن مذا ھب الصّحابة والتّابعین و تفسیرھم الی ما یخالف ذلک کا ن مخطئاً فی ذلک بل مبتدعاً لانّھم کا نوا اعلم بتفسیره و معانیه کما انّھم اعلم بالحقّ الّذی بعث اللّٰه به رسوله و امّا الّذ ین اخطائوا فی الدلیل لافی المد لول فمثل کثیر من الصوفیة و الوعاظ والفقھاء یفسرون القرآن بمعان صحیحة فی نفسھا لکنّ القرآن لا یدلّ علیھا مثل کثیر مّمّا ذکره السلمی فی الحقائق فان کان فیما ذکروہ معانی با طلة دخل فی القسم الاوّل ۔ انتھی کلام ابن تیمیه ملخصاً و ھو نفیس جدّاً ۔ انتہی ۔

بعض علّا م کو اس مقا م پر ایک شبہ ہوا ہے کہ اگر تفسیر نصوص میں صرف مذا ہب صحابہ پر اکتفا واجب ہو اور استنبا طات مفسر ین و مجتہد ین سب تفسیر با لرا ئے میں داخل ہوں تو حدیث لکلّ آ یة ظھر و بطن کے کیا معنی ہوں گے اور نطاق تفسیر نہا یت تنگ ہو جا وے گا اور اسی شبہ کی وجہ سے مطلقاً جواز تفسیر با لرا ئے پر کلام غزا لی وغیرہ سے استد لا ل کیا ہے اور ایک طو یل عبارت کی نقل میں اپنے وقت کو صرف فر مایا ہے، حا لانکہ یہ ایک بڑی غلطی غزا لی

کی مراد سمجھنے میں ان سے ہوئی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ کس قسم کے نصوص محمول علی ظواھرھا ہیں اوران میں تاویل باطل ہے اور مؤول معذور نہیں ہے۔ اور کس قسم کے نصوص میں ایسے استنباطات کی اجازت ہے جو مخالف نصوص ظاہرہ نہ ہوں اور اس میں معذور مانا گیا ہے۔ دیکھواس کی تصریح سیوطی، تفسیر بالرائے کی تفصیل کے متعلق کرتا ہے۔

الثّالث علوم علّمها اللّٰه نبیّه مما اودع کتابه من المعانی الجلیّة و الخفیّة وامره بتعلیمها وهذا ینقسم الی قسمین قسم لا یجوز الکلام فیه الّا بطریق السّمع و هو اسباب النّزول والنّاسخ و المنسوخ و القراءات و اللغات و قصص الامم الماضیة و اخبار ما هوکائن من الحوادث والحشر و المعاد ۔ الخ

پس امام غزالی کے اس کلام سے اگر ان امور میں جو مبنی علی السماع نہیں ہیں جواز نظر و استدلال ثابت ہوا تو کیا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جن نصوص کو نظر اور رائے سے علاقہ نہیں ہے بلکہ وہ محض مبنی علی السماع ہیں اور سلف صالح سے ان کے محمول علی ظواھرھا ہونے کی تصریح اور اجماع ہو چکا ہے، اور جن کی مراد کو خود شارع ﷺ نے ظاہر فرما دیا ہے اور وہ منجملہ ضروریات اور اعتقادیات اسلام کے ٹھہر چکے ہیں ان میں بھی عقلی ڈھکوسلہ چل سکتا ہے، ہرگز نہیں اور چونکہ نزول عیسی ابن مریم اور خروج دجال وغیرہ اشراط ساعت اور ما ھو کائن من الحوادث میں داخل ہیں، اور ان میں رائے کو کچھ دخل نہیں ہے، اور یہ سب امور محض مبنی علی السماع ہیں، تو ایسے امور کو امور قیاسیہ کے ساتھ خلط فرما کر بعض اعلام کا ان میں رائے لگانا اور خلاف تصریح سلف صالح تحریف نصوص کرنا دیانت کے بالکل خلاف ہے اور غزالی کے کلام کا اس مطلب کے واسطے نقل کرنا محض فضول اور لغو ہے۔ اور جب ان تمام تصریحات سے ثابت ہو گیا کہ جو تفسیر منصوصات شرعیہ کے مخالف اور سلف صالح کے خلاف ہو اور جس تفسیر میں مذاہب صحابہ سے عدول ہو اور جن امور میں کسی کو رائے لگانے کی اجازت شارع سے نہیں ہے، ان میں رائے لگائی جاوے وہی درحقیقت تفسیر بالرائے ہے، جو فی الواقع تفسیر نہیں ہے بلکہ تحریف ہے۔ جیسے کہ مرزا صاحب کی لیلۃ القدر کی تفسیر جو انہوں نے ظلماتی زمانہ کے ساتھ کی ہے جو سراسر تحریف کلام ربانی اور ابطال مرادِ الٰہی ہے۔ ہمارے شارع ﷺ نے تو ہم کو لیلۃ القدر کی حقیقت ایک اعلیٰ درجہ کا نورانی زمانہ بتایا ہے اور

مرزا صاحب اس کو ظلماتی زمانہ فرماتے ہیں۔ ہمارے رب کریم نے اس کو لیلہ مبارکہ ارشاد فرمایا ہے اور مرزا صاحب اس کو بدتر زمانہ ثابت کرتے ہیں۔ صحابہ کرام نے اس بابرکت زمانہ کے شوق میں اپنی عمریں ختم کر دیں اور مرزا صاحب اس کو قابل حذر وقت تجویز کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک وہ ایک ظلمانی زمانہ کا نام ہے جس میں برکات ایمانی منقطع ہو کر فیضان ربانی سے حرمان ہو، اور جس کے بعد خداوند کریم کو کسی ایسی روشنی کے بھیجنے کی ضرورت ہو جیسا کہ مرزا صاحب کا وجود باجود ہے اعاذنا اللّٰہ من ذلک الارتداد۔

اگر ہم ان تمام روایات اور احادیث صحیحہ کو جو لیلۃ القدر کے فضائل اور اس کی تفسیر کے متعلق ہیں نقل کریں، تو طولانی رسالہ ہو جاوے۔ ہم کو تحیّر مرزا صاحب کے بعض حواریین سے بھی ہے کہ انہوں نے بمقتضائے حبّک الشّیء یعمی و یصمّ مرزا صاحب کی عیسویت اور نبوت قبول فرما کر سفارت کاذبہ میں بہت عجلت فرمائی اور ہمارے نبی پاک کے سلام کو کہاں کا حکم تھا اور کہاں پہنچا دیا۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔

چنانچہ ان میں سے بعض حضرات نے مولوی عبدالحق (غزنوی) امرتسری کے اشتہار کے مقابلہ میں بجواب حدیث لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم لکھا ہے کہ

> مرزا صاحب کب کہتے ہیں کہ میں حقیقۃً ابن مریم ہوں۔ بلکہ جن احادیث صحاح میں پیش گوئی نزول عیسی بن مریم کی نبی ﷺ نے فرمائی ہے اس میں وہ تاویل کرتے ہیں جو بموجب قواعد عربیہ کے صحیح معلوم ہوتی ہے..الخ۔

پس ان حضرت کی تصریح سے بخوبی واضح ہے کہ جن احادیث میں نزول عیسی بن مریم کی پیش گوئی نبی ﷺ سے وارد ہے، گو وہ احادیث صحیح تو ہیں مگر مرزا صاحب ان کو مصروف عن الظاهر ٹھہرا کر اس کی ایسی تاویل فرماتے ہیں جو صرف بموجب قواعد عربیہ کے صحیح ہے اور چونکہ انہوں نے ان کے مصروف عن الظاهر ہونے کے واسطے کسی صارف شرعی کا ذکر نہیں کیا اور جواز تاویل کے واسطے صرف اس قدر کافی سمجھا ہے کہ وہ قواعد عربیہ کے موافق ہو، گو وہ مخالف اصول شریعت ہو۔ تو اس تقدیر پر کیا اب ہر ملحد کو گنجائش نہیں ہے کہ وہ نصوص قرآن و حدیث کے جو معنی چاہے بموجب قواعد عربیہ گھڑ ڈالے۔ جیسا کہ اتمّوا الصّیام الی اللیل کی تفسیر میں ایک شخص کہہ سکتا ہے ای اتمّوا الامساک عن الاکل حتی تأکلوا افراخ الحباری لانّ المراد باللیل ھو افراخ الحباری ۔

اور اگر یہ باطل ہے تو آپ کا مزعوم بھی باطل ہے کیونکہ قواعد عربیت کے مطابق دونوں صحیح ہیں اور اصول شریعت کے دونوں خلاف ہیں۔

یا جس طرح بعض روافض نے آیہ مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان یخرج منھما اللؤلؤ و المرجان کی تفسیر میں لکھا ہے بحرین سے علیؓ و فاطمہؓ مراد ہیں اور لؤلؤ اور مرجان سے حسنؓ اور حسینؓ مراد ہیں۔ اور اس تفسیر میں قواعد عربیت کے مطابق کوئی نقصان نہیں کیونکہ باب تشبیہہ و استعارہ واسع ہے اور مرزا صاحب اور انکے حواری مراد الٰہی کو ہمیشہ استعارات و کنایات میں مانتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ روافض کی یہ تفسیر الحاد ہو اور مرزا صاحب کی تفسیر عین مراد ہو، حالانکہ وہی جلال الدین ایسی تفسیر کی نسبت لکھتا ہے

و اما التّاویل المخالف للآیة والشرع فمحظور لانّه تاویل الجاھلین مثل تاویل الروافض قوله تعالی : مرج البحرین ۔ یلتقیان ۔ انّھما علی و فاطمه یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان، الحسن و الحسین الخ ۔ اعاذنا اللّه من ذلک ۔

اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ وہ اس تاویل باطل کو مصداق یوم یأتی تاویله فرماتے ہیں اور مراد الٰہی کو اپنے مزعوم باطل کے موافق اعتقاد کرتے ہیں اور ہمارے سلف کا اس بارہ میں عقیدہ یہ ہے : ولو قال المراد کذا ولم یسمع فیه شیئاً فلا یحلّ له و ھو الّذی نھی عنه

پس اگر ان کے پاس سوائے اختراع عقلی کے اور کچھ ذخیرہ سماع ونقل کا اس بارہ میں ہے تو وہ ہم کو کیوں محروم کرتے ہیں۔ ورنہ ان کو ضرور لحاظ چاہیے کہ ایک روز خدا تعالی کے روبرو مقام ہوگا۔

انہیں علاّم نے بڑی شد و مد سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ لفظ نزول سے نزول بجسم عنصری مراد لینا کچھ ضرور نہیں ہے اور اس کے چند امثلہ بیان کرنے میں تطویل لا طائل فرمائی ہے حالانکہ ضرورت کا کسی نے دعوی نہیں کیا، اور یہ کوئی نہیں کہتا کہ لفظ نزول سے مراد ہمیشہ نزول بجسم عنصری ہی ہوا کرتا ہے۔ بلکہ یہ دعوی ہے کہ لفظ نزول منافی نزول جسم عنصری نہیں ہے بلکہ نزول جسد عنصری کو بھی شامل ہے۔ اور جہاں بضرورت تصریح شارع ﷺ مراد نزول سے نزول بجسم عنصری ثابت ہوا ہو، وہاں اس کا ترک کرنا من غیر دلیل شرعی، باطل ہے۔

جیسے کہ نزول عیسی بن مریم، جس پر نصوص شریعت ناطق ہیں اور جو جمہور اہل سنت کا عقیدہ حقہ ہے اور جس کے انکار کی کوئی وجہ کسی مدعی کے پاس نہیں ہے۔ پس مرزا صاحب اور ان کے حواری کس ضرورت سے اس کے مخالف ہیں۔ اور یہ سب تو اس تقدیر پر ہے جس کو ہم بقول حواری ایسی تاویلات کو قواعد عربیہ کے موافق بھی مان لیں حالانکہ یہ قواعد عربیت کے بھی بالکل خلاف ہے اس واسطے کہ قواعد عربیت کے موافق معنی حقیقی اصل ہیں اور تاوقتیکہ تعذر حقیقت ثابت نہ ہو، صیرورت الی المجاز باطل ہے اور ان حضرت حواری نے تعذر حقیقت ہنوز ثابت نہیں فرمایا تو صرف امکانِ مجاز ان کو مفید نہیں ہوسکتا۔

پس اب بجواب سوال انہیں علاّم کے لکھا جاتا ہے کہ جب حدیث صحیح میں لفظ ابن مریم وارد ہے، اور ابن مریم کے حقیقی معنی مثیل مسیح کے نہیں ہیں ،اور لفظ نزول شامل نزول جسدی کو بھی ہے، اور نصوص شریعت اس کی تعیین پر ناطق ہیں، اور موافق عقیدہ اہل سنت کے وہ محمول علی ظواھرھا ہیں ،اور صرف (پھیرنا) ان نصوص کا، من غیر دلیل شرعی ،جائز نہیں ہے،تو مرزا صاحب کے قصور کے واسطے یہی کافی ہے کہ انہوں نے خلاف نصوص شریعت،نزول جسدی عیسی ابن مریم سے انکار کیا ،اور عیسی ابن مریم سے مثیل عیسی مراد لے کر مخالف قواعد عربیت ترک حقیقت اور ارتکاب مجاز کیا۔ اور اس سے زیادہ دین میں کیا قصور ہوسکتا ہے۔

و فی العقائد: وصرف النّصوص عن الظّاھر و العدول عنھا الحاد۔

یہ حضرات یہ نہیں سمجھتے کہ وقوع وصحت استعارہ کلام عرب میں بحسب قواعد عربیت اور چیز ہے،اور جواز استعارہ نصوص شرعیہ میں بغیر اعتماد نقل شارع کے اور چیز ہے،اور جو شخص نصوص شرعیہ کے . صرف عن الظاہر من غیر دلیل شرعی . کا مانع ہو،اس کے واسطے ان حوارین کا کلام اور لاطائل امثلہ تشبیہہ واستعارہ ایک فسانہ نہیں ہے،تو کیا ہے۔

اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور چونکہ اصل مخاطب ہمارے مرزا صاحب ہیں اس لئے ہم ان حضرات کے خیالات کی نسبت اس موقع پر اس سے زیادہ اور کچھ کہنا نہیں چاہتے اور چونکہ درحقیقت مدار عیسویت مرزا صاحب اور حواریت حوارین صرف اس ڈھکوسلہ پر ہے کہ نصوص شرعیہ مصروف عن الظاھر ہیں اور تمام خرافات کی بناء اسی بناء فاسد پر ہے کہ خدا کی اور اس کے رسول کی مراد ہمیشہ استعارات وکنایات میں

ہوتی ہے اسی وجہ سے ہمیشہ ضرورت ہے کہ ہم صرف اس مبحث کو اول ختم کرلیں۔

پس یہ تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ اہل سنت والجماعت کے عقاید حقہ کے موافق نصوص شرعیہ محمول علی ظواھر ھا ہیں ما لم یصرف عنھا صارف شرعی اور خدا کی مراد کا ہمیشہ استعارات وکنایات میں ماننا ابطال شریعت بالکلیہ ہے۔ بایں لحاظ کسی مدعی کی رائے فاسداور تاویل باطل سے صرف نصوص عن الظاھر جائز نہیں ہوسکتا۔ مگرایک احتمال باقی ہے وہ یہ کہ مرزا صاحب کے الہامات کو صارف شرعی اعتقاد کیا جاوے اور بر بناء الہام ان نصوص ظاہرہ اجماعیہ کو مصروف عن الظاھر مانا جاوے۔ پس یہ زعم بھی ان کا باطل محض ہے کیونکہ الہام غیر النبی، حجۃ شرعیہ نہیں ہے اور بعض کے نزدیک جو الہام غیر النبی صرف بحق ملہم حجۃ ظنیہ مانا گیا ہے وہ بھی بشرط موافقت شرع ہے۔

قال شارح المنار فی مقام تقسیم الوحی؛ الثالث ما تبدّی لقبه بلا شبهة بالهام من اللّٰه تعالی بان اراه بنور من عنده و هو المسمی بالالهام و یشترک فیه الاولیا ایضاً ۔ و ان کان الهامهم یحتمل الخطاء والصواب وا یضاً فیه و الهام الاولیاء حجة فی حق انفسهم ان وافق الشریعة ولم یتعدّ الی غیرهم وایضاً فی التوضیح الثالث ما تبدی لقلبه بلا شبهة بالهام من اللّٰه تعالی با ن ارا ہ بنور اللہ من عنده کما قال اللّٰه تعالی لتحکم بین الناس بما اراک اللّٰه و کلّ ذلک حجة بخلاف الها م الاولیاء فا نه لا یکو ن حجة علی غیرهم ۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ الہام غیر النبی، حجت ملزمہ علی الغیر نہیں ہے۔ اور خود ملہم کے حق میں بھی حجت ظنیہ، بشرط موافقت شرع ہے۔ اور چونکہ مرزا صاحب کے الہامات بالکل خلاف شرع ہیں اور ان میں اس قدر بھی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ مرزا صاحب کے لئے بھی حجت ظنیہ ہوسکیں ،تو اب یہ زعم کہ ایسے الہامات ،نصوص شرعیہ کے ردّ و ابطال کے واسطے کافی ہوں گے، یا ان کے ذریعہ سے صرف النّصوص عن الظاھر جائز ہوگا، باطل محض ہے اور درحقیقت یہ ردّ و اباء نصوص کا ہے جو قطعاً الحاد اور عدول عن الاسلام ہے۔

غرض کہ جب یہ محقق ہوگیا کہ نصوص کتاب وسنت محمول علی ظواھرھا ہیں ما لم یصرف عنھا دلیل قطعی ،اور نیز یہ ثابت ہوگیا کہ ایسے الہامات جو بیش از

وسوسہ نہیں ہیں، دلیل شرعی نہیں ہو سکتے جو صارف نصوص ہو سکیں، اور خدا کی مراد اگر ہمیشہ استعارات و کنایات میں مانی جاوے تو ظاہر شریعت باطل و متروک ہو جاوے گی تو اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کا عیسی بن مریمؑ کے نزول سے قطعاً انکار کرنا اور عیسیٰؑ ابن مریم سے مثیل عیسیٰؑ ابن مریم مراد لے کر خود دعوی نبوت و عیسویت کرنا انکار امر منصوص ہے اور وہ الحاد ہے۔ اہل حق کا یہ عقیدہ ہے کہ نزول عیسیٰؑ بن مریم اشراط ساعۃ میں سے ہے (چنانچہ حدیث صحیح مسلم میں پیغمبر ﷺ نے قیامت کی دس نشانیاں بیان فرمائیں اور ان میں نزول عیسیٰؑ بن مریم کا بھی ذکر فرمایا) اور فیما اخبر به النبی ﷺ و فیماعلم مجیئه بالضرورۃ میں داخل ہے۔ پس اس سے انکار کرنا تکذیب النبی فیما اخبر به و فیما علم مجیئه به بالضرورۃ ہے۔ چنانچہ علامہ تفتازانی شرح عقائد میں لکھتا ہے:

وما اخبر به النبی ﷺ من اشراط الساعة من خروج الدجال و دابة الارض و یاجوج و ماجوج و نزول عیسیٰؑ ابن مریمؑ و طلوع الشّمس من مغربها حقّ۔

بخاری اور مسلم میں نزول عیسی ابن امریم کی بابت جو روایت ہے، وہ یہ ہے:

عن ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسرالصّلیب ویقتل الخنزیر و یفیض المال حتی لا یقبله احد حتی یکون السّجدة الواحدة خیراً من الدّنیا وما فیها ثم یقول ابو هریره فاقرؤا ان شئتم:

وان من اهل الکتاب الا لیؤمننّ به قبل موته، متفق علیه۔

و فی مسلم عن ابی هریره قال قال رسول اللّه ﷺ لینزلن ابن مریم حکماً عدلاً فلیکسرن الصّلیب ولیقتلن الخنزیر و لیضعن الجزیة و لیترکن القلائص فلا یسعی الیها ولیذهبن الشحناء و التّباغض و التّحاسد و لیدعون الی المال فلا یقبله احد۔

ایسے نصوص صریحہ کے بعد ہر وہ شخص جو دین کی آنکھ رکھتا ہو، سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب کا عیسیٰؑ ابن مریم کے نزول سے انکار اہل حق کے عقیدہ کے خلاف اور بلا شبہ تکذیب النبی فیما علم مجیئه به بالضرورۃ میں داخل ہے اور ان کا یہ الہام، اوہام شیطانی کے

قبیل سے ہے اور ایسی نصوص صریحہ کا انکار جو حکم متواترات میں ہیں، کمال جسارت اسلام میں ہے۔ شوکانی رسالہ توضیح میں ان احادیث کے نقل کے بعد جو نزول عیسیٰؑ ابن مریم کے متعلق ہیں، لکھتا ہے:

فهذه تسعة وعشرون حديثاً تنضم اليها احاديث اخر ذكر فيها نزول عيسىؑ منها ما هو مذكور فی ا حاديث د جال و منها ما هو مذكور فی احاديث المنتظر وتنضم الى ذلك ايضاً الآثار الواردة عن الصّحابة فلها حكم الرّفع اذ لا مجال للاجتهاد فی ذلك۔ فمنها عن ابی هريره عند ابن ابی شيبه، و منها عنه ايضاً ذكره فی كنز العمال، ومنها عنه ايضاً ذكره فيها، و منها عن ابن عباس ذكره فی الكنز، ومنها عنه ايضاً ذكره فيه، ومنها عن عبد اللّه ابن عمر ذكره ابن ابی شيبه، ومنها عن ابن مسعود ذكره فی كنز العمال، و جمع ما سلفناه بالغ حد التّوا تر كما لا يخفى على من له فضل ا طلاع۔

مرزا صاحب کا یہ اعتقاد بھی اہل حق کے عقیدہ کے خلاف ہے کہ وہ تعدّد مسیح کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس بات سے بھی انکار نہیں کرتا کہ کوئی اور بھی مسیح ہو، حالانکہ شریعت محمدیہ على صاحبها الف الف صلوة و تحيّة صرف ایک ہی مسیح کا وجود ہم کو بتاتی ہے اور اس کے اصول ہرگز تعدّد مسیح کو مقتضی نہیں ہیں۔ بلکہ مقتضی کیا معنی، تعدّد ان کے منافی ہے کیونکہ اگر ایک اور بھی مسیح مرزا صاحب کے عقیدہ کے موافق محتمل ہو تو ان شقوق سے خالی نہ ہوگا کہ

۱۔ یا تو وہ اور مرزا صاحب دونوں نبی ہوں گے؛

۲۔ یا وہ اور مرزا صاحب دونوں نبی نہ ہوں گے؛

۳۔ یا مرزا صاحب نبی ہوں وہ نبی نہ ہوگا؛

۴۔ یا وہ نبی ہوگا مرزا صاحب نبی نہ ہوں گے۔

اور یہ سب شقوق باطل ہیں۔

احتمال اول یعنی یہ کہ مرزا صاحب اور وہ دونوں نبی ہوں، اس لئے باطل اور کفر ہے کہ انکار ختم رسالت کو مستلزم ہے اور آیت ولكن رّسول اللّه و خاتم النّبيين اور

حدیث انا خاتم النّبیین لا نبیّ بعدی کے بالکل منافی ہے۔

اور احتمال ثانی اس لئے باطل ہے کہ اگر دونوں نبی نہ ہوں تو سلب النبوۃ عن المسیح موعود لازم آئے گا، حالانکہ یہ عقیدہ اہل حق کیخلاف ہے چنانچہ حجج الکرامۃ میں ابن ابی ذئب سے منقول ہے:

فھو رسول ونبیّ کریم علی حالہ، لا کما یظنّ بعض النّاس انّہ یاتی واحداً من ھذہ الامّۃ بدون نبوۃ و رسالۃ و جھل انھما لا تزولان بالموت فکیف بمن ھو حیّ۔

چنانچہ یہی عقیدہ تمام اہل حق کا ہے کہ عیسیٰؑ ابن مریم بعد نزول بھی رسول ہوں گے جیسے کہ وہ قبل الرفع رسول تھے۔ اور جیسا کہ بعض جہلاء نے خیال کیا ہے کہ وہ بعد نزول احد من النّاس ہوں گے، ایسا نہ ہوگا۔

احتمال ثالث، یعنی یہ کہ مرزا صاحب نبی ہوں اور وہ نبی نہ ہو، یہ بھی باطل ہے کیونکہ وہ پھر مسیح موعود نہ ہوگا۔ مسیح موعود کو تو نبوت لازم ہے اور جب مرزا ،نعوذ باللّٰہ من ذلک نبی ہوں اور وہ نبی نہ ہو، تو وہ مسیح نہ ہوگا، اور مسیح غیر موعود کا نزول باطل ہے۔ پھر مرزا کا یہ فرمانا کہ مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ اور بھی کوئی مسیح ہو، بجز فریب کے اور کیا ہوگا؟

اب شق رابع رہی، یعنی یہ کہ مرزا صاحب نبی نہ ہوں اور وہ مسیح محتمل نبی ہو، اور پھر مرزا صاحب کو اس وقت اصلی مسیح موعود مانا جاوے، یہ بھی صریح باطل ہے کیونکہ مسیح موعود کو تو نبوت لازم ہے اور جب مرزا صاحب نبی نہ ہوں گے، تو آنے والے یعنی مسیح موعود کیوں کر ہوں گے، گو وہ اپنے کو مثیل سے تعبیر کریں مگر جب موعود کہیں گے تو اصیل آپ ہی بن جاویں گے۔

مرزا صاحب پر یہ بھی کھول دیا گیا کہ

مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی تھی وہ فوت ہوگیا اس کی روح بہشت میں سیر کر رہی ہے اس پر دوبارہ موت طاری نہ ہوگی۔ پس وہ ہرگز نازل نہ ہوگا۔

مگر ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب پر یہ کھول دیا گیا ہے تو سبیل شریعت اسلام ان پر ضرور مسدود کر دی گئی ہے جو نزول عیسی بن مریم پر ناطق ہے اور جس میں یہ مصرح ہے کہ عیسی ابن مریم فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ اٹھا لیا گیا ہے۔ تفسیر ابوالسعود میں تحت

قولہ تعالی انّی متوفّیک و را فعک الیّ لکھا ہے:

قوله انّی متوفّیک ای مستوفی اجلک ومؤخرک الی اجلک المسمّی عاصماً لک من قتلهم او قابضک من الارض من توفیت مالی او متوفیک نائماً اذ روی انه رفع نائماً و قیل ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء و رافعک الآن اوممیتک من الشهوات العائقة عن العروج الی عالم الملکوت و قیل اماته اللّه سبع ساعات ثم رفعه الی السّماء والیه ذهبت النّصاری قال القرطبی والصحیح ان اللّه تعالی رفعه من غیر وفات ولا نوم کما قال الحسن و ابن زید وهواختیارالطبری وهوالصحیح عن ابن عباس۔

صاحب بیضاوی لکھتا ہے:

اے مستوفی اجلک و مؤخّرک الی اجلک المسمّی عاصماً ایّاک من قتلهم

فخر رازی، کبیر میں لکھتا ہے:

معنی قوله تعالی انی متوفّیک، ای متمم عمرک فح اتوفاک فلا اترکهم حتی یقتلوک بل انا رافعک الی سمائی و مقرّبک الی ملائکتی و اصو نک عن ان یتمکنوا من قتلک و هذا تا ویل حسن ۔

اس کے بعد لکھتا ہے:

۔ الوجه الرا بع فی تاویل الآیة ان الواو فی قوله تعالی متوفیک و رافعک الیّ ، تفید التّرتیب فالآیة تدلّ علی انّه تعالی یفعل به هذه الفعال فامّا کیف ومتی یفعل فالامر فیه موقوف علی الدّلیل وقد ثبت بالدّلیل انّه حیّ و ورد الخبر عن النّبی ﷺ انه سینزل و یقتل الدّجّال ثم انّه تعالی یتو فّاه بعد ذلک۔

اس کے بعد ایک اور توجیہ لکھی ہے۔ چنانچہ کہتا ہے:

التوفّی هو ا خذ الشّیء وا فیاً ولما علم الله تعالی ان من النّاس من یّخطر ببا له انّ الّذی رفعه اللّه هو روحه لا جسده ذکر هذا الکلام لیدلّ علی انه

علیه الصلوۃ و السلام رفع بتمامه الی السّماء بروحه و بجسده و یدلّ علی صحته هذا التّاویل قوله تعالی و لا یضرّونک من شیء

کمالین حاشیہ جلالین میں اس مقام کے متعلق لکھا ہے:۔

التّوفّی هو القبض یقال وفانی فلان دراهمی واوفانی و توفیتها منه غیر انّ القبض یکو ن بالموت و بالاصعاد فقوله را فعک الیّ من غیر موت تعیین للمراد و فی البخاری قال ابن عباس متوفّیک ای ممیتک معناه فی وقت موتک بعد النّزول من السّماء و را فعک الآن ۔ انتہی بقدر الحاجه ۔

دیکھو مفسرین کی ان تمام تصریحات اور تعیین مراد سے کالشّمس فی نصف النهار ثابت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم زندہ ہیں اور متوفّیک کے معنی متمم عمرک اور مستوفی اجلک کے ہیں مگر چونکہ مرزا قادیانی کو خود عیسیٰ بننے کے واسطے ضرورت ہے کہ وہ عیسیٰ موعود کے نزول سے انکار کرے اور اسلام کے اس ضروری عقیدہ کو اپنے افتراء کے ذریعے باطل قرار دے، پس اسی ضرورت سے اس نے ایک نیا قاعدہ اسلام میں ایسا اختراع کیا ہے جس کی کوئی اصل ہم کو شریعت محمدیہ سے نہیں ملتی ۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ عیسیٰ موعود تو بہشت بریں میں داخل ہو چکے ہیں اب ان پر دوبارہ موت طاری نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس خرافات کا کوئی مطلب ہرگز ہم نہیں سمجھتے کیونکہ اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ جو ایک بار بہشت بریں میں کسی طرح داخل ہو گیا، پھر وہ وہاں سے نکل ہی نہیں سکتا ،تو یہ مشکل ہو گی کہ ہمارے نبی پاک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا شب معراج میں بہشت بریں میں داخل ہونا شرعاً ممتنع ہو گا، ورنہ بعد دخول جنت وہ پھر دنیا میں کس طرح لوٹ کر آتے ؟ اور اگر وہ بہشت بریں میں داخل ہوکر دنیا میں آ سکے، تو عیسیٰ موعود کا پھر نازل ہونا کیونکر شرعاً مستبعد ہوسکتا ہے کیونکہ جس طرح آنحضرت ﷺ قبل الاجل، بطریق سیر، بہشت بریں میں داخل ہوکر پھر دنیا میں آ گئے عیسیٰ موعود بھی قبل الاجل ایک زمان معین تک بہشت میں رہ کر پھر آ سکتے ہیں، گو سبب دخول اور زمان قیام میں دونوں کے فی الجملہ اختلاف ہو، مدعا تو نزول فی الدّنیا بعد دخول الجنّۃ ہے، اور وہ بہر کیف عقلاً اور شرعاً ثابت ہے ۔ اور اگر مرزا کا مطلب یہ ہے کہ جس پر ایک بار موت طاری ہو گئی ہو، اس پر دوبارہ موت طاری ہونا مستحیل ہے، تو اسکے لئے بھی کوئی

اصل شرعی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ابطال صریح کے واسطہ آیت

کالّذی مرّ علی قریۃٍ وھی خاویۃ علی عروشھا قال انّی یحی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا ، فاماتہ اللّٰہ مأۃ عام ثمّ بعثہ

اور قصہ اصحاب حزقیل ، کما قال اللہ تعالی ۔

الم تر الی الّذ ین خرجوا من دیارھم و ھم الوف حذرالمو ت فقال لھم اللّٰہ موتوا ثم احیاھم ۔

اور بہت سے معجزات انبیا اور خود اعجاز عیسوی کافی وافی ہیں اور جب کہ دوبارہ موت کا طاری ہونا کسی طرح پر خلاف اصول شریعت نہیں تھا تو اسی بنا پر صاحب فتح الباری لکھتا ہے کہ جو لوگ حضرت عیسی کی موت قبل الرّفع کے قائل ہیں اگر ان کا یہ قول ضعیف بھی مان لیا جائے تو کوئی استحالہ نہیں ہے بلکہ وہ بعد نزول پھر فوت ہوسکتا ہے۔ چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے :

و علی ھذا فاذا نزل الی الارض ومضت المدۃ المقدرۃ یموت ثانیاً

تو اب مرزا صاحب کے اس اصلِ فاسد کے واسطے کہ عیسی تو ایک بار فوت ہوگیا اس کی روح بہشت بریں میں سیر کررہی ہے اس پر دوبارہ موت طاری نہ ہوگی، کون سی اصلِ شرعی ہے ، ہم تو کہہ سکتے ہیں کہ اگر خلاف جمہور ہم آپ کے اس زعم باطل کو بھی تسلیم کرلیں کہ عیسی موعود فوت ہوچکا تاہم وہ ضرور نازل ہوگا اور خدا اپنا وعدہ پورا کرے گا اور وہ دوسری بار فوت ہوجاوے گا تو بجز اس کے کہ مرزا جی کو عیسی بننے کا موقع نہ ملے گا اور کیا حرج لازم آوے گا۔ اور اگر مرزا کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص ایک بار اپنی اجل معین فی الدنیا کو پورا کرکے بہشت بریں میں داخل ہوگیا، وہ بہشت بریں سے اس طرح نہ نکالا جاوے گا کہ پھر وہ اس میں داخل نہ ہوسکے۔ اور اس پر وعدہ الٰہی کے موافق دوسری بار موت بھی طاری نہ ہوگی تو یہ مسلّم ہے، مگر عیسی موعود پر اجلِ معین فی الدّنیا پورا ہونے کے بعد کب موت طاری ہوئی ہے اور وہ بعد اتمام الاجل فی الدّنیا کب بہشت میں داخل ہوئے ہیں جو ان کا بہشت سے آنا مستحیل ہو بلکہ اس کی اجل تو ہنوز باقی ہے تو اب اس کا نزول فی الدّنیا اور خروج من الجنّۃ اس طرح نہ ہوا کہ وہ بہشت میں نہ جاسکے بلکہ وہ اپنی باقی ماندہ اجل کو پورا کرکے، بعد وفات پھر، جنت میں داخل ہوگا اور اس کے بعد کبھی پھر نہ نکالا جائے گا۔ مگر ہم پہلے کہہ چکے

ہیں کہ بعض بطلاء اپنے زعم میں پہلے سے ایک غرض فاسد قرار دے کر اصول شریعت کو اپنے زعم باطل کا تابع بنایا کرتے ہیں جو انہیں پر ردّ کے لائق ہوتی ہے اور اس کو تحریف شریعت کہا جاتا ہے۔

اب بڑا استدلال مرزا صاحب کا عبداللہ بن عباسؓ کی اس تفسیر سے ہے جو بخاری میں ابن عباسؓ سے منقول ہے متوفّیک ای ممیتک، مگر ہم اس کے معنی اور بخاری کی مراد کو پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ابن عباس کی تفسیر لفظ متوفّیک کی لفظ ممیتک کے ساتھ ہرگز اس پر دالّ نہیں ہے کہ وہ قبل النزول عیسی بن مریم کی موت کا قائل ہے بلکہ اپنے وقت پر موت کا قائل ہے اور اگر فرضاً اس سے منقول بھی ہو، تو ابو سعود کی تفسیر کے موافق بنا بر اصح الروایتین ابن عباسؓ کا مذہب یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ رفع من غیرِ موتٍ کا قائل ہے اور اس کی تفسیر کی صحیح توجیہ یہ ہے: ای ممیتک عند اجلک المسمّی بعد النّزول من السّماء و رافعک الآن۔

تو اب مرزا صاحب کا اس ضعیف بنیاد پر عیسیٰؑ ابن مریم کے نزول سے انکار کرنا اور ایسے حکم منصوص سے اباء کرنا اور عیسی بن مریم کی موت کا قائل ہو کر نصاری کے مذہب کی تائید کرنا، قانون شریعت اسلامیہ کے بالکل خلاف ہے۔

اس مقام پر (مرزا کے) بعض حواریّین نے لکھا ہے کہ اگر خدا کی مراد یہ مانی جاوے کہ اول عیسی بجسم عنصری اٹھائے جاویں گے اس کے بعد وفات پاویں گے تو خدا کے کلام میں بلاغت نہیں رہتی کیونکہ اس تقدیر پر یوں کہنا مناسب تھا:

یا عیسی انی را فعک بجسمک العنصری ثمّ متوفّیک، الخ۔

اور نقصان بلاغت کا منشاء غالباً یہ سمجھا ہے کہ رفع اول واقع ہوگا اور موت اس کے بعد ہوگی تو گویا ترتیب واقعات اور قصہ میں تقدیم و تاخیر لازم آوے گی۔ پس ان حضرت حواری نے بلاغت صرف قصوں کی ترتیب کا نام سمجھا ہے اور نعوذ باللہ اگر اسی کا نام بلاغت ہو تو تمام قرآن پاک میں شائد بلاغت نہ رہے کیونکہ یہ ترتیب قصص و امثال میں کہیں ملحوظ نہیں ہے۔ دیکھو سورۃ بقرہ میں اول ارشاد ہے: انّ اللّٰہ یأمرکم ان تذ بحوا بقرۃ۔ اور آخر میں مذکور ہے: و اذ قتلتم نفساً ... الخ۔

اور ان حضرت حواری کی بلاغت مخترعہ چاہتی ہے کہ خدا یوں فرماتا:

و اذ قتلتم نفساً فادّا رأتم فیھا امرکم اللّٰہ تعا لی ان تذبحوا بقرۃ ۔

(اورسورۃ قاف میں ہے۔ کذّ بت قبلھم قوم نوح و اصحاب الرّس و ثمود و عاد و فرعون و اخوا ن لوط ... الخ ۔ اس جگہ اللہ نے عاد کوثمود کے بعداور اخوان لوط کو فرعون کے بعد ذکرفرمایا ہے۔اورجس کوقرآن سے کچھ بھی لگاؤ ہے وہ جانتا ہے کہ ثمود، عاد کے بعد ہوئے ہیں،اورفرعون،لوط کے بعد۔دیکھو سورہ اعراف اورعنکبوت میں یہ دوآیتیں ہیں۔ و اذ کروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد ، و بوّ أکم فی ا لارض ے ان میں صریح ذکر ہے کہ ثمود بعد عاد کے ہوئے ہیں اورلوطؑ، ابراہیمؑ کے زمانہ میں ،اورموسیٰؑ اورفرعون ، ابراہیمؑ کے بعد ہوئے ہیں ،تواب محاورہ قرآنی اورترتیب زمانی برائے حجت قادیانی باطل ولایعنی ہوگئی)

پس بیان فرماویں کہ اس بے ترتیبی سے کس قدر بلاغت میں نقصان لازم آتا ہے اعاذنا اللہ من ذلک ۔ وہ نہیں سمجھتے کہ بلاغت عبارت ہے کلام کے مطابق مقتضی حال ہونے سے اور چونکہ اس مقام پر پروردگار عالم کوردّ زعم یہود مدنظر تھا جوحضرت عیسی کوقتل سے دھمکاتے تھے اورحضرت عیسی کی تسلی خدا تعالی کوملحوظ تھی،تو ارشادفرمایا کہ یا عیسی انّی متوفّیک ..یعنی اے عیسی تو اپنی اجل معین کو پورا کرے گا اورمعمولی موت سے مرے گا، یہود کودسترس نہ ہوگی کہ وہ تجھ کوقتل کرسکیں اوراس اجل معین کے پورے ہونے تک ہم تجھ کو زمین سے اٹھالیں گےاوران کے کید وایذاء سے محفوظ رکھیں گے۔پس اب حواری صاحب خدا تعالی کے کلام میں دخل دینے کے واسطے ذرا اپنی قابلیت کا تو اندازہ فرمالیں ۔ دیکھو عبارت فتح الباری بھی اسی مدعا پر دالّ ہے:

قال العلماء الحکمۃ فی نزول عیسی دون غیرہ من الانبیاء الردّ علی الیھود فی زعمھم انھم قتلوہ فبین اللّٰہ تعالی کذبھم و انّہ الّذی یقتلھم ۔

علامہ رازی لکھتا ہے:

معنی قولہ تعالی انّی متوفّیک ای متمم عمرک فح اتوفاک فلا اترکھم حتی یقتلوک بل انا رافعک الی سمائی ومقرّبک بملا ئکتی و اصو نک عن ان یتمکّنوا من قتلک و ھذا تا ویل حسن۔

اس مقام پر(مرزاکے)بعض حواریین نے حضرت ابوہریرہ کےاس استشہاد پر جو

انہوں نے آیہ و ان من اھل الکتا ب الا لیؤمننّ بہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی نسبت کیا ہے، جرح فرمائی ہے اور ضمیر قبل مو تہ کا مرجع کتا بی کو سمجھا حالانکہ ابو ہریرہ کا استشہاد اس وقت صحیح ہوتا ہے جب کہ اس ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰؑ ہوں ۔ پس حضرت ابو ہریرہ قائل ہوئے کہ کتا بی اس کا مرجع نہیں ہے اور یہی مذہب حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا ہے، چنانچہ فتح الباری میں اسی استشہاد کے متعلق لکھا ہے:

ھکذا عبارتہ و قولہ فی الآیۃ و ان بمعنی ما ای لا یبقی احد من ا ھل الکتاب وھم الیھود والنصاری اذا نزل عیسی الّا آمن بہ وھذا مصیر من ابی ھریرہ الی انّ الضّمیر فی قولہ الّا لیؤمننّ بہ و کذلک فی قولہ قبل موتہ، یعود علی عیسی ای الّا لیؤمننّ بعیسی قبل موت عیسی، وبھذا جزم ابن عباس فیما روا ہ جر یر من طریق سعید بن جبیرعنہ باسناد صحیح ومن طریق ابی ر جاء عن الحسن قال قبل مو ت عیسی واللّٰہ انّہ ا لآن لحیّ و لکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون و نقلہ عن اکثر اھل العلم و را جحہ ابن جر یر و غیرہ ،

پس اب اہل حق خیال کریں کہ اگر یہ عدول عن مذہب الصحابہ نہیں ہے تو کیا ہے اور جو لوگ اعلم بمعانی القرآن تھے اور جن کی تفسیر ایسے امور میں واجب الاتباع ہے ان کی تفسیر کا ردو ابطال نہیں ہے تو کیا ہے؟

و ھل ھذا الّا بلاء مّبین و ھذا خلاف بین ا صحاب محمّد رسول اللّٰہ و بین اصحاب القادیانی۔ اعاذنا اللّٰہ من ذلک التھانی ولاحول ولا قوۃ الا با للّٰہ

اور سنئے حضرت قادیانی نے ملائکہ کے وجود سے انکار کیا ہے اور ان کے حواریّین نے بھی دبی زبان سے اسی کا اقرار فرما کر تحریر فرمایا ہے کہ ملائکہ کے بازوؤں سے قوائے ملکیہ مراد ہیں اور عقلی تائید اس کی یوں فرمائی ہے کہ پرندوں کے سوائے دو بازو کے تین یا چار بازو نہیں ہوتے کبرت کلمۃ تخرج من افوا ھھم ان یّقو لو ن ا لّا کذ با۔

اللہ پاک صاف اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

الحمد للّٰہ فاطر السّماوات والارض جاعل الملائکۃ رسلاً اولی اجنحۃٍ مثنی و ثلاث و رباع یز ید فی الخلق ما یشاء۔

اس کلام سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ پروں والے ہیں، دو پر والے اور تین پر والے اور چار پر والے۔ اور اللہ قادر ہے کہ جس قدر چاہے اور زیادہ کرے، جس کی تصدیق احادیث صحیحہ میں ہے کہ چھ سو پروں والے فرشتہ بھی ہیں اور ان حواری صاحب کا نیچر فرماتا ہے کہ دو پروں سے زیادہ ناممکن ہے۔ وهل هذا الّا خلاف بين حوارى القاديانى و بين اللّه تعالى۔ اعاذنا اللّه من ذلك۔

حضرت حواری نے نیچر کے حکم کے موافق اس امر کو مستبعد سمجھا ہے کہ ایک پرند کے تین یا چار بازو ہوسکیں حالانکہ نیچر کے موافق بھی وہ مستبعد نہیں ہے کیونکہ ان حضرت حواری نے ایک چھوٹا سا جانور غیر پرند، جس کو ہزار پایا کہتے ہیں، ضرور دیکھا ہوگا۔ دیکھو وہ ہزار پاؤں سے کیسی صاف رفتار چلتا ہے۔ اسی طرح اگر ہزار پر کا طائر خدا ایسا بنادے جو ہزار پروں سے اسی طرح اڑ سکے جس طرح ہزار پاؤں سے ہزار پایا چلتا ہے، تو کیا خدا کی قدرت سے بعید ہے۔ باقی زبدہ کی تحریر پر غرہ ہونا اہل علم کا کام نہیں۔ کیا ضرورت عقلی یا نقلی داعی ہے جو ہم، صرف النصوص عن الظاهر، کے قائل ہوں اور مذاہب صحابہ سے عدول کر کے الحاد اختیار کریں حواری مذکور نے اس لفظ حدیث پر بہت تعجب کیا ہے واضعاً كفيه على اجنحة ملكين اور وہ فرماتے ہیں کہ اوپر سے اترنے والہ پروں پر ہتھیلیاں کیونکر ٹیک سکتا ہے، اور پھر فرماتے ہیں کہ حدیث لتضع اجنحتها لطالب العلم کے پھر کیا معنی ہوں گے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں مجمع البحار میں ہے قيل هو بمعنى التواضع تعظيماً لحقه اور اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو معنی تواضع کے یہاں ہیں وہی معنی تواضع کے حدیث واضعاً كفيه على اجنحه الملكين میں ہوں گے۔ فيا اسفاه على ضيعة العلم و اهليها۔ اے حضرات اہل حق ذرا خیال فرمایئے کہ معنی لفظ اجنحه کے تواضع کے ہیں تو حدیث نزول عیسی ابن مریم میں واضعاً كفيه على اجنحة الملائكة کے یہ معنی ہوئے کہ حضرت عیسی فرشتوں کی تواضع پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے اور وہ شائد اہل مذاق کے اس محاورہ کے موافق ہو کہ فلاں شخص اپنی شرم پر ہاتھ رکھ کر آیا اور اس تقدیر پر بے چارے صاحب مجمع البحار کے کلام سے استشہاد کی کیا ضرورت ہوگی کیونکہ وہ تو وضع اجنحه کے معنی تواضع کے بیان کرتا ہے اجنحہ کا محاورہ نہیں بیان کرتا۔ اور وضع اجنحه بمعنی تواضع و خفض اجنحه بمعنی العجز عین محاورہ ہے کمافی مجمع

البحار۔ و کما قال اللہ تعالی و اخفض لھما جناح الذلّ اور اگر مراد حواری صاحب کی یہ ہے کہ وضع اجنحہ بمعنی التواضع ہے تو حدیث نزول عیسی میں وضع اجنحہ کہاں ہے جو تواضع مراد ہو، وہاں تو وضع الکفّ علی الاجنحہ ہے جو خلاف تواضع تسلط علی الغیر ہے۔ پھر تواضع کے کیا معنی ہوں گے اور اگر یہ مراد ہے کہ وضع الکف علی اجنحۃ الملائکۃ کے معنی بھی تواضع کے ہیں، تو اسکے استشہاد کے واسطے کوئی اور محاورہ نقل کیجئے جو مدعا ثابت ہو مجمع البحار میں اس کا کہیں نشان نہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ جہاں لفظ اجنحہ دیکھ لیا وہیں تواضع کے معنی سمجھ لئے کلام کے سیاق وسباق سے کچھ بحث نہیں تو اس فہم عالی کا کیا جواب ہے یہ علوم لدنیہ وہبیہ جو صرف حواریّین قادیانی کا حصہ ہے مسجد کے ملاں نرے خدا و رسول کے فرمان بردار اس کو کیا جانیں۔

اب ہم ان واقعات کو دیکھتے ہیں جو اصلی مسیح ابن مریم کے نزول کے وقت ہونے چاہئیں اور جن کی تصریح من غیر ریب و مریہ ہمارے شارع سے ثابت ہے۔ چنانچہ سب سے بڑا واقعہ عیسی ابن مریم کے زمانہ میں ہوگا قتل دجال ہے چنانچہ صحیح مسلم میں نواس بن سمعان سے مروی ہے:

قال ذکر رسول اللّٰہ ﷺ الدجّال فقال ان یخرج و انا فیکم فانا حجیجہ دونکم، و ان یخر ج، ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسہ، و اللّٰہ خلیفتی علی کل مسلم، انہ شابّ قطط عینہ طافئۃ، کانّی اشبھہ بعبد العزی بن قطن، فمن ادرکہ منکم فلیقرأ فواتح سورۃ الکھف، و فی روایۃ فلیقرأ بفوا تح سورۃ الکھف فانّھا جوارکم من فتنہ ،انّہ خارج خلّۃ بین الشّام والعراق، فعاثِ یمیناً و عاث شمالًا، یا عباداللہ! فاثبتوا۔ قلنا: یا رسول اللّٰہ وما لبثہ فی الارض؟ قال: اربعون یوماً، یوم کسنۃٍ ، و یوم کشھرٍ، و یوم کجمعۃٍ، و سائرا یّامہ کایّامکم۔ قلنا: یارسول اللّٰہ فذلک الیوم الّذی کسنۃٍ أتکفینا فیہ صلوۃ یوم؟ قال: لا، اقدروا لہ قدرہ۔ قلنا: یا رسول اللّٰہ وما اسراعہ فی الارض؟ قال:کالغیث استدبرتہ الرّیح، فیأتی علی القوم فیدعوھم، فیؤمنون بہ و یستجیبون لہ، فیأمر السّماء فتمطر و

الارض فتنبت، فتروح عليهم سارحتهم، اطول ما كانت ذرّى واسبعه ضروعاً، و امدّه خواصر، ثمّ يأتی القوم، فيدعوهم فيردّون عليه قوله، فينصرف عنهم، فيصبحون ممجلين، ليس بايديهم شیء من اموا لهم و يمرّ بالخرِبة فيقول لها: اخرجی كنوزک، فتتبعه كنوزها كيعاسيب النّحل، ثم يد عوا رجلاً ممتلئاً شباباً، فيضربه بالسيف فيقطعه جزِلتين رمية الغرض، ثم يدعوه فيقبل و يتهلّل وجهه، ويضحک، فبينما هوکذ لک اذ بعث اللّه المسيح بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقیّ دمشق بين مهروذتين، وا ضعاً كفيه علی اجنحة ملكين، اذا طأطأ رأسه قطر، واذا رفعه تحدّرمنه جمان كاللّؤلؤ، فلا يحلّ لكافر يجد من ريح نفسه الّامات، و نفسه منتهی حيث ينتهی طرفه، فيطلبه حتی يدركه بباب لدّ ، (فيقتله ، ثم يأتی عيسی (ابن مر يم) قوم قد عصمهم الله منه فيمسح علی وجوههم و يحدّثهم بدر جا تهم فی الجنّة، فينما هوكذ لک اذ اوحی اللّه الی عيسی ، عليه السلام ، انّی قد ا خر جت عباداً لی، لا بدانِ لاحدٍ بقتالهم، فحرّز عبادی الی الطّور، و يبعث اللّه يأجوج و مأجوج ، و هم من كلّ حد بٍ ينسلون ، فيمرّ اوا ئلهم علی بحيرة طبريّة ، فيشربون ما فيها،و يمرّ آ خر هم فيقو لو ن : لقد کا ن بهذه ، مرّةً، ما ء، و يحصر نبی اللّه عيسی و اصحا به، حتی يكو ن رأس الثور لاحدهم خيراً مّن مأة دينار لاحدكم اليوم ، فيرغب نبیّ اللّه عيسی و اصحابه ، فيرسل (اللّه) عليهم النّغف فی رقابهم، فيصبحو ن فرسی كموت نفس وا حدةٍ ، ثم يهبط نبیّ اللّه عيسی عليه السلام و اصحابه الی الارض، فلا يجدون فی الارض موضع شبرٍ الّا ملأه زهمهم و نتنهم ، فير غب نبیّ اللّه عيسی ، عليه السلام ، و اصحابه الی اللّه ، فير سل اللّه طيراً كاعناق البختِ، فتحلمهم فتطرحهم حيث شاء اللّه، ثم ير سل اللّه مطراً لا يكنّ منه بيت مدر

و لا وبرٍ، فیغسل الارض حتّی یترکھا کالزّلفة، ثم یقال للارض: أنبتنی ثمرتکِ، و ردّی برکتکِ، فیومئذٍ تأکل العصابة من الرّمّانة، و یستظلّون بقحفھا، و یبارک فی الرّسل، حتّی انّ اللّقحة من الابلِ لتکفی الفئام من النّاس، و اللّقحة من البقر لتکفی القبیلة من النّاس ، و اللّقحة من الغنم لتکفی الفخذ من النّاس، فبینما ھم کذلک اذ بعث اللّه ریحاً طیّبةً، فتأخذھم تحت اباطھم، فتقبض روح کلّ مؤمنٍ و کلّ مسلمٍ، و یبقی شرار النّاس، یتھارجون فیھا تھارج الحمر، فعلیھم تقوم الساعة۔

(قاضی محمد سلیمان منصور پوری، غایت المرام میں بتاتے ہیں کہ اس حدیث کے آدھے حصے کا ترجمہ مرزا صاحب نے بھی اپنے ازالہ اوہام میں کیا ہے۔مگر ترجمہ کرتے کرتے بھی بہت اینچ پیچ ڈالے ہیں۔ ایک فقرہ کا ترجمہ کیا اور دو تین ورق غیر مربوط لکھ ڈالے۔ پھر اس طرح ،تا کہ اصل حدیث کا مطلب ناظرین کی سمجھ میں ذرا نہ آئے۔غرض اس حدیث کے آدھے حصے کے ترجمہ کو صفحہ ۲۰۳ سے ۲۳۸ تک طول دیا ہے اور پھر تمام حدیث کے مضامین کی نسبت لکھا ہے کہ وہ عقل و شرع سے مخالف پڑے ہوئے ہیں۔لطف یہ ہے کہ اسی ضمن میں جو بعض الفاظ ایسے آ گئے ہیں جن کی تاویل آپ کر سکتے ہیں، ان کی تاویل جھٹ کر کے اپنے آپ کو مصداق صحیح ان کا بنا لیا ہے۔مثلاً زرد کپڑوں سے مراد بیمار ہونا، دمشق سے مراد قادیان بتلانا؛ دم کی بھاپ سے قاطع حجتیں مراد لینا، دو فرشتوں سے مراد علوم عقلی و نقلی بیان کرنا، منارہ شرقی سے مراد اپنی مسجد کے منارہ کو ٹھہرانا اور اس کے ساتھ (اپنی) ایک الہامی عبارت کا جوڑ دینا انّا انزلناہ قریباً من قادیان بطرف شرقی عند المنارة البیضاء لیکن جہاں تاویل سے بالکل ہی رہ گئے ،اس کا ترجمہ بھی چھوڑ دیا یا چپ سادھ کر خاموشی اختیار کر لی ہے۔.. ناظرین اس حدیث کے ترجمہ کو ازالہ اوہام میں دیکھیں اور جو کچھ مرزا صاحب کے دل پر اس حدیث کے مضامین سے گزرتی ہے اس کا اندازہ کریں۔حدیث ایک ہی ہے، اسی حدیث کو ایک جگہ بالکل صحیح مانتے ہیں اور اپنی بشارت اس میں سے نکالتے ہیں، اسی کے ایک حصہ کی نسبت ایسا سکوت ہے گویا حدیث میں اس عبارت کے ہونے کا علم و خبر تک بھی نہیں۔اسی حدیث کے ایک حصہ کی نسبت ایسے غیظ وغضب سے بھر جاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی پر وضعی حدیث بنانے کا اتہام لگانے لگتے ہیں اور چیخ اٹھتے ہیں کہ اس کا بانی مبانی نواس بن سمعان ہے۔ یہ سب کچھ لکھ کر جب بھول جاتے ہیں

تو اسی حدیث کے مطالب سمجھنے کے واسطے حکیم نورالدین کا درخواست کرنا اور خود بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہونا اور کشفی طور پر الفاظ حدیث کے معانی کا اپنے اوپر ظاہر ہو جانا تحریر کرتے ہیں۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت! اگر اس حدیث کے مضامین عقل و شرع کے خلاف تھے، اگر اس کا بانی مبانی نواس بن سمعان ہی تھا، اگر بخاری نے اس کو موضوع سمجھ کر چھوڑ دیا تھا، اگر آپ کی تحقیق میں یہ حدیث مسلم شریف کی دوسری حدیثوں سے بھی بالکل منافی و مباین تھی تو پھر آپ نے حکیم نورالدین صاحب کو بھی یہی جواب کیوں نہ دے دیا اور خدا نے بھی کیوں اس کے معانی بتلائے اور یہ نہ کہہ دیا کہ اس کے مضامین تو عقل و شرع کے خلاف اور شرک سے بھرے ہوئے، اور الوہیت کے تمام اقتدار ایک دجال خبیث کو دینے والے ہیں۔ اللہ اکبر اس تحریر یردّ بعضه بعضاً پر بھی لوگ خیال کرتے ہیں کہ مرزا صاحب بڑے انشاء نگار ہیں۔ بہاء)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دجال خروج کرنے کے بعد اپنا فساد شروع کر دے گا اس وقت مسیح موعود نازل ہوگا اور اس کو تلاش کر کے عند باب لد قتل کرے گا اور نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوگا، قادیان میں نہیں پیدا ہوگا اور نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ محل نزول اس کا شرقی دمشق عند منارۃ البیضاء ہوگا اور نیز معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملائکہ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بین مھزودتین نزول فرمائے گا۔ اور اسی کی مثل کئی اور روایات ہیں جو نزول عیسی ابن مریم اور خروج دجال کی خبر پر مشتمل ہیں اور جن میں مصرح ہے کہ دجال سے مراد گروہ منکرین مرزا قادیانی نہیں ہے اور نزول مسیح موعود، خروج دجال کے بعد ہوگا۔ چنانچہ شوکانی نے خرّ دجال کی اخبار کی نسبت بالغ حد التواتر لکھا ہے

قال الشّوکانی فی التّوضیح واما الاحادیث الواردۃ فی الدّجال فالّذی اذکرہ منھا مأۃ حدیث۔

اس کے بعد احادیث کو نقل کر کے لکھتا ہے:

ولنقتصرعلی ھذا المقدار فلیس المراد الا بیان کون ا حادیث خروج الدّجّال متواترۃ و التواتر یحصل با لبعض مما سلفناہ و قد بقیت ا حادیث وآ ثار عن جماعۃ من الصحابۃ ترکنا ذکرھا و وقفنا علی ھذہ المأۃ الحدیث الّتی اشرنا الیھا و الی من خرجھا۔

اسی طرح بعض روایات میں عیسی موعود کا حلیہ بھی مذکور ہے:

عن ابی ھر یرہ عن النبی ﷺ قال لیس بینی و بینہ (یعنی عیسی) نبیّ و انّہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض بین ممصرتین کانّ رأسہ یقطر و ان لم یصبہ بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یھلک اللّہ فی زما نہ ا لملل کلّھا الّا الاسلام و یھلک المسیح الدجّال فیمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفّی فیصلّی علیہ المسلمون ۔ رواہ ابودا ؤد (باسناد صحیح، فتح الباری)

چنانچہ اس روایت سے ہم کو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حلیہ بھی ہمارے شارع کی طرف سے متعین ہے اور اس کے بعض وہ کام بھی خاص فرمائے گئے ہیں جو وہ دنیا میں کرے گا۔ اور مرزا صاحب کا نہ وہ حلیہ ہے، نہ وہ کام مرزا صاحب سے ظہور میں آئے ہیں۔ نہ ہنوز دنیا سے مذاہب باطلہ کا بمقابلہ اسلام کے زوال ہوا ہے، بلکہ برخلاف اس کے آریہ مذہب کی ترقی خود مرزا صاحب کی عنایت کی ہوئی ہے۔ تو اب ایسی حالت میں مرزا صاحب نے کیوں بے وقت اور بے محل نزول فرمایا۔

اور ایک دوسرا واقعہ جو سچے مسیح موعود اور جھوٹے مسیح کے درمیان امتیاز کرنے کی عمدہ علامت ہے، یہ ہے کہ سچے مسیح موعود کے نزول سے مہدی منتظر کا ظہور ہوگا اور وہ عیسی ابن مریم کے نزول کے وقت دنیا میں موجود ہوگا اور امامت کی تواضع کرے گا اور عیسی ابن مریم تکر مۃً لھذہ الامّۃ اس تواضع کو قبول نہ فرمائیں گے بلکہ خود مہدی کا اقتداء کریں گے

عن ابی ھر یرہ قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نز ل ابن مر یم فیکم و اما مکم منکم ۔رواہ البخاری ۔

اس کے تحت میں شیخ نے لکھا ہے: قولہ و امامکم منکم ای من قر یش و ھو المھدی علیہ السلام ای عیسی یقتدی بہ تکرمۃ لھذہ ا لامّۃ ۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے صحیح مسلم میں

قال قال رسول اللّہ ﷺ لا تزال طائفۃ من امّتی یقاتلو ن علی الحقّ ظاھرین الی یوم القیامۃ قال فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرھم تعال صلِّ لنا فیقول لا انّ بعضکم علی بعض امراء تکر مۃ اللّہ ھذہِ الا مّۃ ۔

اور سنن ابو داؤد میں ہے: قال لو لم یبق من الدّنیا الّا یوم قال زا ئدة لطول اللّٰه ذلک الیوم حتی یبعث رجلاً منّی او من اهل بیتی بواطی اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی (و سکت عنه)۔

اور جامع ترمذی میں ہے: عن عبد اللّٰه بن عمر قال قال رسول اللّٰه ﷺ لا یذهب الدّ نیا حتّی یملک العرب رجل من اهل بیتی بوا طی اسمه اسمی و قال هذا حدیث حسن صحیح ۔

ان روایات کی نسبت شیخ نے لمعات میں لکھا ہے:

قد تظاهرت الاحادیث البالغه حدّ التّوا تر معنی فی کو ن المهدی من ولد فاطمة و قد ورد فی بعض الاحادیث کونه اولاد الحسن و بعضها من اولاد الحسین سلام اللّه علیهم ا جمعین و قد ورد فی الاحادیث الغر یبة انه من و لد عباس و قال الشیخ الهیثمی ولا منافاة بینهما ا ذ لا مانع من اجتماع ا لولادات فی شخص من جهات مختلفة ۔

علامہ شوکانی نے توضیح میں لکھا ہے:

و قد ورد السّوال عن بعض الاعلام عن الاحادیث الواردة فی هئولاء هل هی متوا ترة ام لا، فاقول اما الاحادیث الواردة فی المهدی فالّذی امکن الوقوف علیها خمسو ن حد یثاً ۔

اور پھر نقل احادیث کے بعد لکھتا ہے:

فهذه الاحادیث الوا ردة فی المهدی خمسون حد یثاً فیها الصحیح و الحسن و الضعیف المنجبر و هی متوا ترة بلا شبهة بل یصدق وصف التّوا تر علی ما دونها علی جمیع الاصطلاحات المجردة فی الاصول والی ههنا انتهی الکلام علی الاحادیث الواردة فی المهدی و اما الآثار من الصحابة المصرحة با لمهدی فهی کثیرة انتهی من حجج الکرمة ۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے زمانہ میں مہدی منتظر کا بھی وجود نہیں ہے جس سے کچھ شبہ ہوتا کہ مرزا صاحب ہی شائد آنے والے مسیح ہوں ۔ پس جب کہ مرزا

صاحب کے زمانہ میں خروج دجال کا نشان نہیں ہے، اور مہدی منتظر کا پتہ نہیں ہے، بجائے اس کے کہ ادیان باطلہ دنیا سے جاتے رہیں شباب کفر اور ترقی ادیان باطلہ ہے، اور بجائے اس کے کہ آپ کا نزول شرقی دمشق میں آسمان سے ہوتا، قادیان میں خروج ہوا ہے (مگر شاید قادیان کو قافیہ آسمان کا سمجھ کر کافی سمجھا ہو:۔ بلبل ہمیں کہ قافیہ گل بود بس ست)، پھر ہم کیونکر مرزا صاحب کو مسیح موعود تسلیم کرلیں۔ جو آثار ہم کو اخبار صحیحہ سے مسیح موعود کے معلوم ہوئے ہیں وہ تو یہ ہیں کہ مسیح موعود، عیسی ابن مریم ہوگا جس کی نسبت ہمارے مخبر صادق ﷺ نے قسم کے ساتھ یہ فرمایا ہے و اللّٰہ لینزل فیکم ابن مریم

(بعض علاّم نے اس مقام پر لکھا ہے کہ جب کوئی منکر نہ تھا تو اس تاکید کی کیا ضرورت تھی۔ پس ہمارے نزدیک وہ یہی ضرورت تھی کہ غالباً آنحضرت ﷺ کو بالوحی معلوم تھا کہ آئندہ بعض منکر ایسے پیدا ہوں گے کہ جو عیسی ابن مریم کے رفع بجسدہ اور نزول بجسدہ سے انکار کریں گے اور ان منکرین کے مقابلہ میں تاکید ضرور ہوگی گو بظاہر وہ امت اجابت میں ہوں، و ھذا علی زعمھم، ورنہ تخصیص امت اجابت کے کیا معنی خطاب مخصوص امت اجابت کے واسطے نہیں ہے، تمام قوم یہود منکر موجود تھے اور اب بھی بعض یہود اور بعض مثیل یہود موجود ہیں جو امت میں شامل ہیں۔ چنانچہ فخر الدین رازی لکھتا ہے: و لما علم اللہ تعالی ان من النّاس من یخطر بباله انّ الّذی رفعه اللّٰه ھو روحه لا جسده ذکر ھذا الکلا م لیدلّ علی انه علیه الصلوۃ و السّلا م رفع بتمامه الی السّماء برو حه و بجسده ۔ پس جب خدا تعالی ایسے منکروں کو جانتا تھا تو اس نے اپنے رسول کو بھی ضرور بتایا ہوگا)

اور نیز عیسیٰؑ کے زمانہ میں سوائے اسلام کے کوئی ملت باقی نہ رہے گی، اور بغض و حسد جاتا رہے گا، نصرانیت کو وہ باطل کرے گا، اور اقتناء خنزیر کو حرام کرے گا، اور جزیہ کو ساقط کرے گا، اور سوائے اسلام یا سیف کے دوسری بات قبول نہ کرے گا۔ دعوت اس کی قہری ہوگی، مہدی منتظر کا اقتداء کرے گا، اور دجال کو عند باب لد قتل کرے گا، اور یاجوج و ماجوج کے قتل کرنے کے واسطے اس پر وحی نازل ہوگی، اور وہ بھی اسی کے ہاتھ سے قتل ہوں گے، اگر شہد کا دریا بہانے کا قصد کرے گا تو بہا دے گا، کافر علی سبیل الاعجاز اس کے سانس سے ہلاک ہوں گے، اور سانس اس کا اس کے منتہاء بصر تک پہونچے گا، اور اس کے زمانہ میں مال و دولت اس قدر ہوگا کہ اگر متصدق چاہے گا کہ کوئی اس کا صدقہ قبول کرے تو

اس کو صدقہ کا لینے والا میسر نہ ہوگا، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو پہچان لینا کہ وہ، رجل مربوع بین البیاض والحمرۃ، ہوگا، نہ کہ وہ ایک ڈھگا ہوگا۔ پس جب کہ یہ روایات صحیحہ اور احادیث نبویہ حقہ تو ہم کو مسیح موعود کے یہ نشان بتاتے ہوں جو ہم نے مشتے نمونہ از خروارے بیان کئے اور مرزا صاحب میں ان میں سے کوئی نشان بھی نہ ہو تو پھر مرزا صاحب ہرگز مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ ہمارے نزدیک وہ بلا شبہ مسیح کاذب ہیں۔

مگر مرزا صاحب اپنے مسیح صادق ہونے کی یہ علامت بیان فرماتے ہیں کہ

چونکہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا تو وہ اب دنیا میں ہرگز نہیں آوے گا، پس میں ہی مسیح ہوں اور جو منکر وفات عیسی ابن مریم ہو، وہ ثابت کرے۔

پس اول تو ہم اس استلزام ہی کو نہیں سمجھتے کہ وفات مسیح اگر مسلّم بھی ہو تو مرزا صاحب ہی کیوں مسیح ہوں؟ دوسرے منکر وفات سے ثبوت کیوں طلب کیا جاتا ہے؟ درحقیقت اثبات وفات تو مرزا صاحب کے ذمہ ہے جو اس کے مدعی ہیں۔ اور اگر بطور معارضہ مرزا صاحب کا یہ خیال ہو کہ تم لوگ مدعی حیات عیسی بن مریم ہو اس لئے ثبوت حیات تمہارے ذمہ ہے، تو یہ مرزا کی بڑی غلط فہمی ہے کیونکہ جمہور مسلمین کسی حیات جدید کے مدعی یا مثبت نہیں ہیں بلکہ ان کا تو یہ عقیدہ ہے کہ وہی اصل حیات جو عیسیٰؑ کو دنیا میں ان کے پیدا ہونے کے ساتھ دی گئی اور جو مسلّمہ مرزا صاحب ہے، تاوقتیکہ اس کا کوئی رافع ثابت نہ ہو اور وفات طاری کا کوئی مثبت نہ ہو، اس وقت تک وہی حیات علی حالہ باقی ہے اور باقی رہے گی، اس وقت تک جب تک کہ اس حیات کا کوئی رافع اور وفات طاری کا کوئی مثبت نہ ملے۔ پس بریں تقدیر جمہور مسلمین تو مثبت حیات جدید نہیں ہوئے بلکہ مرزا صاحب ہی وفات طاری کے مدعی ہوئے۔ پس یہ معارضہ بالقلب کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا اور اثباتِ وفات انہیں کے ذمہ ہوا۔ چنانچہ اسی وجہ سے مرزا صاحب نے اثبات وفات میں دو طرز اختیار بھی کئے ہیں، ایک عقلی، دوسرا نقلی۔

دلیل عقلی تو ان کی یہ ہے کہ ہر انسان اپنی عمر طبعی پر پہونچ کر مر جاتا ہے، اس لئے عیسیٰؑ بھی عمر طبعی کو پہونچ کر زندہ نہیں رہ سکتے، ضرور مر گئے ہوں گے۔ مگر اس دلیل کا اتمام اس امر پر موقوف ہے کہ مرزا صاحب اول تو عمر طبعی کی کوئی حد عقلاً ونقلاً ثابت فرماویں و دونہ خرط القتاد، کیونکہ ممکن ہے کہ علی اختلاف الطبائع عمر طبعی کم وبیش ہو، جیسا کہ امم

سابقہ میں پایا جاتا ہے اور کمی بیشی کی کوئی حد نہیں ۔ پس عقلاً تو کسی طرح ناممکن نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اب تک زندہ ہوں اور نقلاً بھی جب حضرت نوحؑ کی عمر طبعی ساڑھے نو سو برس کی قرآن پاک سے ثابت ہے فلبث فیھم الف سنةٍ الّا خمسین عاماً تو کیا عجب ہے کہ عیسیٰؑ کی عمر طبعی ساڑھے نو ہزار برس کی ہو اور وہ بعد اس عمر کے انتقال فرماویں ۔ اور اگر مرزا صاحب کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں کوئی استحالہ عقلی یا نقلی ہو تو بیان فرماویں

اور دلیل نقلی مرزا صاحب کی جو مایۂ افتخار رہے یہ آیت ہے:

فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم ۔

وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے باقرار عیسیٰؑ وفات ثابت ہوتی ہے اور توفی کے اصلی معنی موت کے ہی ہیں ۔ پس اگر ہم علی حسب زعم باطل مرزا صاحب توفی کے معنی موت ہی کے لیں اور عیسیٰؑ کا یہ اقرار بھی موت ہی کا ہو، تو مرزا صاحب فرماویں کہ یہ اقرار کب واقع ہوگا اور رسل الٰہی سے سوال وجواب متعلقہ معاد کب ہوگا؟ اور وہ بفحوائے آیہ کریمہ

یوم یجمع اللّٰہ الرّسل فیقول ماذا اجبتم۔ یوم ینفع الصّادقین صدقھم

قیامت کے روز ہوگا، تو یہ کیا مرزا صاحب کے مفید ہے؟ اس کے تو سب قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ قیامت سے پہلے وفات پاویں گے اور قیامت کے روز وفات کا یہ اقرار صحیح ہوگا ۔ مگر اس وفات کے ثبوت سے مرزا صاحب کا کچھ مطلب برآمد نہیں ہوسکتا ۔ اگر جمہور مسلمین کا یہ دعوی ہوتا کہ نہ عیسیٰؑ اب مرے، نہ آئندہ مریں گے، بلکہ یوں ہی اہل حشر کے ساتھ شامل ہوجاویں گے، تو مرزا صاحب کا یہ مہمل خیال کچھ مفید ہوسکتا تھا ۔ اور جب وہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰؑ قیامت سے قبل وفات پاویں گے (چنانچہ حدیث نزول عیسی بن مریم میں بھی صریح موجود ہے ثم یتوفّی) اور قیامت کے روز وفات کا اقرار کریں گے تو مرزا صاحب کے اس استدلال کی وقعت علماء کے نزدیک تو کیا، جہلاء کے نزدیک بھی واضح ولائح ہے اور یہ سب اس زعم کی بنا پر ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک توفّی کے اصل معنی موت ہی کے ہیں حالانکہ یہ صریح جہل ہے، توفی کے اصل معنی باعتبار وضع کے

اخذ الشّیء و قبض الشّیء وا فیاً

کے ہیں اور چونکہ موت میں بھی قبض روح ہوتا ہے اس لئے موت پر بھی توفّی کا اطلاق کیا جاتا ہے جو ایک فرد توفّی ہے ۔

صاحب بیضاوی لکھتا ہے:

التّوفّی اخذ الشّیء وا فیاً و الموت نوع منه (اور قسطلانی اور جمل میں بھی یہی لکھا ہے)۔ صاحب کمالین لکھتا ہے:

التّوفّی هو القبض یقال توفیت درا همی منه ای قبضت۔

صاحب قاموس لکھتا ہے:

اوفی فلانا حقّه اعطاه وا فیا کوفّا ہ فا ستوفاه وتوفاه

اور جب کہ ثابت ہوگیا کہ توفّی کے معنی قبض الشّیء وا فیاً کے ہیں تو اب اس آیہ کریمہ کا یہ مطلب ہوگا: فلمّا توفّیتنی ای قبضتنی من الدّنیا اور پھر اس کا یہ ترجمہ کر لیجئے کہ اے خداوند کریم جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو اس وقت صرف تیری نگہبانی میں ہوں گے اور جب تک میں ان کے پاس رہا میں بھی ان کی نگہبانی کرتا رہا، تو اس تقدیر پر بھی مرزا صاحب کا استدلال اس آیت سے بالکل لغو ہوگیا۔

مرزا صاحب نے وفات عیسوی پر اس آیت سے بھی استدلال فرمایا ہے۔

اذ قال اللّٰه یا عیسی انی متوفّیک و را فعک الیّ ۔ کیونکہ مرزا صاحب تو جہاں لفظ توفّی دیکھ لیں گے موت ہی سمجھ لیں گے اور خدا معلوم و توفّی کلّ نفسٍ مّا کسبت کے کیا معنی کرتے ہوں گے مگر مرزا صاحب کو بہت شرمانا چاہیے کہ لفظ متوفّیک استقبال کے واسطے ہے، اس لئے اس آیت سے وعدہ وفات ثابت ہوتا ہے، وقوع وفات پر اس کی کوئی دلالت نہیں۔ اور اگر آپ کو یہ خلجان پیدا ہو کہ لفظ را فعک بھی تو استقبال کے واسطے ہے پس وقوع رفع پر کیوں کر دلالت ہوگی، تو یہ مسلّم ہے۔ بلا شبہ اس آیت سے وعدہ رفع ہی ثابت ہوتا ہے نہ کہ وقوع رفع، مگر وقوع رفع پر یہ دوسری نص ناطق ہے:

و ما قتلوه یقیناً بل رفعه اللّٰه الیه۔

تو اب یہ ثابت ہوا کہ آیت اذ قال اللّٰه یا عیسی انی متوفّیک و را فعک الیّ میں جو اللہ پاک نے عیسیٰؑ سے دو وعدہ فرمائے تھے، ایک وفات معمولی سے مارنے کا، دوسرا رفع الی السّماء کا، اس میں سے رفع کا وعدہ تو پورا ہوگیا جس کی اس نے خود خبر دی اور دوسرے کے ایفاء کے لئے اس نے آئندہ کوئی وقت موعود فرمایا۔ اور غیر معمولی موت سے محفوظ رہنے پر اس نے یہ نصّ ناطق نازل فرمائی و ما قتلوه و ما صلبوه و لکن شبّه لهم ۔ پس اب

جونص مرزا صاحب کے پاس نہ عیسیٰؑ کی معمولی موت سے مرنے کی رہی، نہ غیر معمولی موت سے مرنے کی، اور اصل حیات مسلّمہ مرزا ہے جس کا کوئی رافع اب تک ثابت نہیں ہوا، اور رفع جسمانی پر بل رفعه اللّٰه نص ناطق موجود ہے، تو پھر مرزا صاحب کے تمام خیالات فاسدہ کا کیا سروپا ہے؟ من یّهد ه اللّٰه فلا مضلّ له و من یّضلله فلا هادی له ۔

مرزا صاحب کو ایک یہ شبہ پیدا ہوا ہے کہ آیت بل رّفعه اللّٰه سے رفع جسمانی مرادنہیں ہے، مگر وہ اپنی نافہمی سے یہ نہیں سمجھتے کہ اگر اس رفع سے یہاں رفع روحانی مراد ہو تو کلام الٰہی میں بل رفعه اللّٰه کے اضراب کے کیا معنی ہوں گے، کیونکہ رفع روحانی تو قتل اور صلب میں بھی ہوتا ہے، صرف معمولی موت کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے جو یہ کہا جاوے کہ قتل وصلب واقع نہیں ہوا جس میں رفع روح نہیں ہوتا بلکہ معمولی موت سے مرنا ثابت ہوتا ہے جس میں رفع روح ہوا، اسی واسطے صاحب بیضاوی لکھتا ہے:

فیه ردّ و انکار لقتله و اثبات لرفعه

پس مرزا صاحب رفع روحانی کی تقدیر پر ردوانکارقتل و اثبات رفع فرماویں تاکہ یہ اضراب صحیح ہو (اور سیاق والفاظ قرآنی بھی بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کے رفع کی خبر دی ہے جس کو یہود پکڑ کر قتل کرنا چاہتے تھے اور وہ جسم عنصری مع الروح تھا، نہ صرف روح اور نہ فقط جسم۔ دیکھو لا یحبّ اللّٰه کا دوسرا رکوع) و دو نه خبط العشوا ۔

ہاں البتہ اگر مرزا صاحب رفع روحانی کی تخصیص معمولی موت کے ساتھ ثابت کردیں تو مضائقہ نہ ہوگا۔ اور اگر وہ رفع جسمانی کو خدا کی ہدایت کے موافق مان لیں تو پھر اضراب بالکل صحیح ہوگا، اور یہ مطلب ہوگا کہ تمہارا زعم قتل وسلب عیسیٰ کا باطل ہے، وہ تو صحیح و سالم جسد کے ساتھ اٹھالیا گیا۔

مرزا صاحب کے پاس ایک اور دلیل قطعی حضرت عیسیٰؑ کی وفات پر یہ ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ سو برس کے دورہ میں جو شخص علی وجہ الارض ہے وہ زندہ نہ رہے گا۔ حضرت عیسیٰ بھی حسب فرمان آنحضرت ﷺ ضرور اس دورہ میں تمام ہوگئے ہونگے ۔

پس مرزا صاحب کے اس زعم کے بموجب ثابت ہوتا ہے کہ یا تو حضرت عیسیٰؑ اس ارشاد کے وقت تک علی و جه الارض موجود تھے اس وجہ سے وہ اس عموم میں شامل ہوگئے اور اس صورت میں باعتراف مرزا صاحب ہی حضرت عیسیٰ کی حیات آنحضرت ﷺ

کے زمانہ تک تو ثابت ہوگئی اور عمر طبعی مزعومہ مرزا صاحب سے تجاوز ثابت ہو گیا کیونکہ اب تو اس ارشاد کے سو برس بعد تک بھی مرزا صاحب کو انکار کی گنجائش نہیں رہی۔ اور یا مرزا صاحب یہ سمجھے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے حضرت عیسی کے ہی عہد میں پیدا ہو کر ان کے مرنے سے پہلے فرمایا تھا، اس لئے حضرت عیسیٰؑ کو مرنا لازم ہو گیا۔ اور ان دونوں صورتوں میں مرزا صاحب کے خیالات عجیبہ سے ان کی محدثیت اور مجددیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ جمہور اہل علم کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ اس ارشاد کے عموم میں شامل ہی نہیں ہو سکتے۔ اگر شامل ہو سکتے ہیں تو من علی وجه الارض شامل ہو سکتے ہیں اور حضرت عیسی تو اس وقت علی وجه الارض نہ تھے بلکہ علی السّماء تھے۔

مرزا صاحب بطور سخر یہ با شریعت وتضحیک اہل شریعت فرماتے ہیں کہ

اگر حضرت عیسی بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہوں گے، تو وہاں ان کو پائخانہ اور غسلخانہ اور باورچی خانہ کی بھی ضرورت ہوتی ہوگی۔

پس اس کے جواب میں ہم کو اس قدر لکھنا کافی ہے کہ حضرت آدمؑ جب بجسدہ العنصری مخلوق ہو کر جنت میں رکھے گئے تھے، تو انہوں نے ان تمام ضرورتوں کے رفع کرنے کے واسطے وہاں پائخانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ، وغیرہ سب بنوایا ہوگا، اسی میں حضرت عیسی بھی گذارا کر لیں گے۔ اور اگر مرزا صاحب کے نزدیک حضرت آدمؑ کا قصہ بھی خلاف نیچر ہے تو مزید براں ہے، ہم اسی کا اقرار چاہتے ہیں۔ اور اگر ان کے نزدیک حضرت آدمؑ کو جنت کے قیام کے زمانہ میں کوئی اور جسم عطا ہوا تھا اور دنیا میں آنے کو کوئی اور جسم دیا گیا تھا اور جنتی جسم چھین لیا گیا تھا، تو بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔ حضرت عیسی کو بھی وہاں کے لئے اور جسم حسب سنت آدمؑ پہنایا گیا ہوگا، مگر بہر کیف مرزا صاحب کی لغویت استدلال میں تو کچھ شبہ نہیں رہتا۔ اعاذنا اللّٰہ من کل ذلک۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

اگر عیسیٰؑ آسمان پر رہتے ہوں گے تو جن لوگوں کے نزدیک وجود آسمان ہے ان کے نزدیک وہ متحرک بھی ہوگا اور اس تقدیر پر عیسیٰؑ کبھی نیچے اور کبھی اوپر گردش میں رہتے ہوں گے (اس کا معارضہ کوئی یوں کر سکتا ہے کہ جن کے نزدیک زمین متحرک ہے ان کے نزدیک مرزا صاحب بھی گردش میں ہوں گے اور کبھی سر نیچے اور ٹانگیں اوپر ہوتی ہوں گی۔ نعوذ باللّٰہ

من هذه الهفوات والخرافات) اور بڑی تکلیف سے زندگی بسر کرتے ہوں ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک وجود آسمان اور آنحضرت ﷺ کی معراج بھی ثابت نہیں کیونکہ جب آنحضرت ﷺ آسمانوں پر گزر رہے ہوں گے، تو آنحضرت ﷺ کو بھی اس وقت یہی دقت آسمان پر قدم رکھتے ہی پیش آئی ہوگی۔ اور ملائکہ کی آمد وشد اور بود و باش کا تو راستہ ہی بند ہوگا۔ استغفر اللہ۔ اے میرے رب کریم جب تیرے نبی پاک کی شریعت اور تیرے دین کی ایسی تضحیک کی جاوے تو سوائے اس کے کہ تو ہی اپنے دین کا حامی ہو تیرے عاجز بندے کیا کر سکتے ہیں ۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

یاجوج ماجوج کروڑوں آدمی اگر دنیا کے پردے پر ہوتے تو کیا انکا حال ایسی تحقیقات کے وقت میں معلوم نہ ہوتا جیسا کہ یہ وقت ہے جس میں امریکہ کا حال معلوم ہوگیا۔

پس عرض ہے کہ امریکہ بھی تو بہت پہلے سے دنیا میں موجود تھا، اب صرف چار سو برس سے اس کا حال معلوم ہوا ہے۔ پس اگر دنیا میں کسی چیز کا ہونا فوراً اس کے معلوم ہو جانے کو بھی مستلزم ہے، تو پہلے سے یہ امریکہ کے محقق کہاں مر گئے تھے جن کو آدھی دنیا کی اب تک خبر نہ ہوئی۔ اور اگر امریکہ کے بتدریج ایک زمانہ کے بعد معلوم ہو جانے میں کچھ حرج نہیں، تو ایمان لاؤ کہ جیسے امریکہ کا حال تم کو باوجود موجود ہونے کے، اب معلوم ہوا ہے اسی طرح ایک دن یاجوج ماجوج بھی نکل آویں گے اور جس طرح قبل العلم امریکہ کے، نادان لوگوں کے نزدیک اس کا وجود مستبعد تھا اسی طرح ایک زمانہ موعود تک یاجوج و ماجوج کا وجود بھی دین کے اندھوں کو مستبعد معلوم ہوتا ہو، تو کیا عجب ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

مجھ کو الہام نے بتایا ہے کہ یاجوج وماجوج سے مراد انگریز اور روس کی قومیں ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ طلوع الشمس من مغربها کے معنی یہ ہیں کہ مغربی سلطنتیں نور ایمانی سے منور ہو کر ترقی پاویں گی۔

کیونکہ مرزا صاحب نے لندن کے ممبر پر خواب میں خطبہ پڑھا ہے، جس سے ان کو معلوم ہوا ہے کہ جو قومیں یاجوج و ماجوج ہیں آخر کار وہ بھی مسلمان ہو جاویں گی۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک قوم یاجوج ماجوج کا خاتمہ بھی اسلام پر ہوگا۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

دا بّۃ الارض سے مراد گروہ علماء ہے جو کسی کو کافر کسی کو مسلمان بناتے ہیں۔

اور یہ تو مسلمہ اہل اسلام ہے کہ دابۃ الارض موعود جس پر اسلام کی مہر لگا دے گا وہ مسلمان ہوگا اور جس پر کفر کی مہر لگا دے گا، وہ کافر ہوگا، تو اب انصافاً باعتراف مرزا صاحب فیصلہ ہو گیا کہ مرزا صاحب کی نسبت مرزا صاحب کی مجوزہ دا بّۃ الارض نے جب کفر کا فتوی لگا دیا اور دابۃ الارض گروہ علماء کی مہر آپ کی نسبت ہوگئی تو آپ کے لئے تو قیامت ہو گئی اور آپ کی عیسویت تو ختم ہوگئی کیونکہ مسیح موعود کی نسبت، دابۃ الارض، کفر کا فتوی نہ دے گا اور اگر مرزا صاحب کو یہ بھی بتایا گیا ہو کہ دابۃ الارض الٰہی بھی نعوذ باللہ بد دیانت ہوگا اور جھوٹے فتوے لگا دے گا تو ارشاد فرمائیے کہ آپ اب وہ کیا چیز چھوڑی ہے جس کا نام ہم اسلام رکھیں اور آپ کو مسلمان کہیں۔

واضح ہو کہ مرزا صاحب نہ جنت کے قائل ہیں نہ دوزخ کے، نہ آدم کے نہ حوا کے، نہ قصہ آدم کے، نہ قیامت کے، نہ حشر اجساد کے، نہ معراج کے، نہ ملائکہ کے، نہ معجزات کے جس کی تفصیل ہم بشرط فرصت انشاء اللہ ازالۃ الاوہام کے رد میں کریں گے۔ پس اب جو شخص کہ خدا کا منکر ہو، اور کہے، لاالہ الّا اللّٰہ محمّد رّسول اللّٰہ اس کی شہادت ایسی ہے جیسے قالوا نشھد انّک لرسول اللّٰہ میں شہادت ہے۔

اب اخیر پر ہم یہ لکھتے ہیں کہ ہماری شریعت محمد یہ علی صاحبھا الف الف صلوۃ وتحیّہ، مرزا صاحب کو مسیح موعود تو کیا مسلمان بھی نہیں مانتی۔ اور جو آثار ہمارے نبی ﷺ نے ہم کو بتائے وہ وہی ہیں جو مشتے نمونہ از خروارے برو ایات صحیحہ نقل کئے گئے ہیں۔ مرزا صاحب کا الہام اور ان کے حوارین کا اجتہاد بمقابلہ ان روایات صحیحہ محمولہ علی ظواہر ھا کے ہم کو یہ بتاتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نازل نہ ہوگا، اور مراد مسیح موعود سے مثیل مسیح موعود ہے اور وہ میں ہوں، گو مجھ میں ایک بھی نشان موافق اخبار مخبر صادق کے نہ پایا جاتا ہو۔ تو ہم بجز اس کے کہ ایسے الہام کو وسوسہ شیطانی اور ایسے اجتہاد کو کفر اور ارتداد کہیں، اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اگر ہم یہ بھی فرض کریں کہ مراد مسیح موعود سے مثیل مسیح موعود ہے، تو جو اوصاف اور آثار اس مثیل کے کالشّمس فی نصف النّھار بطریق تواتر کتب حدیث اور روایات سنت سے ثابت ہوتے ہیں، پھر وہ کس میں ہوں گے۔ اگر اس مثیل میں ہوں

گے تو مرزا صاحب میں ضرور ہونے چاہییں جو مثیل ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ اور چونکہ وہ اوصاف وآثاران میں نہیں پائے جاتے اس لئے وہ مثیل مسیح بھی نہیں ہو سکتے۔ نہ ہنوز مہدی کا ظہور ہوا ہے، نہ دجال کا خروج ہوا ہے، نہ بغض وکینہ رفع ہوا ہے، نہ ادیان باطلہ کا زوال ہے، نہ مال کی کثرت ہے، یہاں تک کہ مرزا صاحب کا رسالہ جس کا نام فتح الاسلام ہے، فی الواقع برعکس نہند نام زنگی کافور کے موافق شکست اسلام ہونے کے لائق ہے، خود مرزا صاحب کا کاسہ ءگدائی ہے جس میں مرزا صاحب نے تمام دنیا کے مسلمانوں سے خود ہی صدقہ مانگا ہے، اور جس میں پہلے اور بہت سے صدقہ کے وصول ہونے کا بھی اقرار کیا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان صدقہ سے میری مدد نہ کریں گے تو یہ کام نہ چلے گا (اور حقیقت میں کیونکر چل سکتا ہے، ہنوز سواری تک کا بندو بست نہیں ہوا)۔ پھر آپ کیسے مثیل مسیح ہیں کہ آپ کو خود تو صدقہ سے غنا ہی نہیں ہے، آپ کے زمان بابرکت میں کیا اس کی امید ہوگی کہ کوئی اور صدقہ قبول کرنے کے لئے میسر نہ ہو۔ یا وہ مثل ہے:

مژدہ باداے مرگ عیسی آپ ہی بیمار ہے

یا یوں کہو

اگر گدا پیش رولشکر اسلام بود۔ کافراز بیم توقع بردتا درچین

سبحان اللہ! ایسے اوصاف اوران آثار کے ساتھ دعوی عیسویت آپ ہی کا کام ہے مسیح موعود کی دعوت تو قہری ہوگی، یعنی سوائے اسلام یا سیف کے دوسری بات کی گنجائش ہی باقی نہ رہے گی۔ اور مرزا صاحب کی دعوت ایسی بے کسی کے ساتھ ہے کہ سننے والوں کو بھی رحم آتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: مسیح جو آنے والا تھا وہ یہی ہے چاہو تو قبول کرو

پس مرزا صاحب کیسے آنے والے مسیح ہیں کہ جن کا قبول کرنا چاہنے والوں کے اختیار میں دیا گیا۔ مسیح موعود کی تو یہ شان ہوگی کہ کوئی چاہے یا نہ چاہے وہ بذریعہ سیف کے قبول کراوے گا۔ پس ایسے مجبور مسیح کو تو ہم قبول نہیں کرتے۔

واضح ہو کہ ہم نے اس تحریر کے ذریعہ سے بھجوائے

من رأى منكم منكراً فاستطاع ان يغيره بيده فليغيره بيده فان لم يستطع بيده فبلسا نه فان لم يستطع فبقلبه وذلك ادنى الايمان،

صرف مرزا صاحب کے اس دعوی منکر کو رد کیا ہے اور اپنے مسلمان بھائیوں کو ان

کے دھوکے سے بچایا ہے۔ اور ہم نے بہت زیادہ تفصیل اشراط ساعۃ اور نزول ابن مریم اور ظہور مہدی اور خروج دجال اور عدم وفات عیسی بن مریم قبل نزول اور حمل النّصوص علی ظوا ھرھا اور حجیت الہام کے نسبت نہیں کی، بلکہ صرف بطور نشان بعض روایات کے نقل پر اکتفا کیا ہے تا کہ عام لوگوں کی نظر میں عیسی صادق اور کاذب میں امتیاز کے واسطے کافی ہو۔ اور اگر ہم استیعاب کے ساتھ نقل روایات کا قصد کرتے اور ان کے مالہ وما علیہ کا بسط کرنا چاہتے تو غالباً ایک کتاب ضخیم تیار ہو جاتی لیکن چونکہ ہم کو صرف ضرورت اسی قدر تھی نظر بریں ہم نے وما علینا الا البلاغ المبین پر کفایت کی۔

و آخر دعوا نا ان الحمد للہ رب العالمین۔

☆ اعلاء الحق الصریح پر مولانا اسماعیل علی گڈھی کے ہم عصر علماء کی تقریضات

☆ هذا هوالحق الصريح الذى صرح بها اساطين الاسلام واجمعوا عليه ولا ياتيه الباطل من خلفه ولا من بين يد يه ۔رقمه محمد لطف اللہ۔

☆ الحقّ لا يتجاوز عما فى هذه الرسالة فماذا بعد الحق الّا الضّلال كما لا يخفى على اهل العد ل و الكمال ۔ سید محمد نذیر حسین۔

☆ لا يخفى على كل ذى عقل سليم الماشى على الهدى المستقيم كذ ب دعوى مرزا غلام ا حمد المد عى انه مثيل عيسى و قد حررّ ت وريقا ت فى الرد عليه و اطلعت على هذا التّحرير الآن فاذا هو الحقّ الصّريح وما عداه ريح و اللّه يهدى من يّشا ء الى صراط مستقيم ۔ الراقم : شیخ حسین عرب

☆ لا ريب فى ان ما فى هذه الرسالة من نقض اباطيل مرزا غلام ا حمد القاديا نى الّذى ادعى ان عيسىؑ لا ينز ل و انّ المراد بنزول ابن مر يم فى الاحاديث نز ول مثيل عيسى و انه هو مصداقه حق و فى ان مرزا المذكور خر ج بهذا الاعتقاد الزا ئع من طا ئفة اهل السنة والجماعة و دخل فى الفرق الضالة المبتدعه وانّه ضال مضلّ مبتدع فاسق و ليعلم ان ما يتوهم من عبارات اعلام النّاس تاليف المولوى محمد احسن مهتمم المصارف من ان كاتب الحروف

موافق لمرزا فی هذہ الاباطیل او معتقدہ او نا صرہ اوناصر ناصریہ فانا بفضل اللّٰہ تعالی بریء منہ و اللّٰہ علی ما نقول وکیل ۔
کتبہ محمد بشیر (سھسوانی) عفی عنہ

☆ لا شبۃ فی ان ما فی ھذہ الرّ سالۃ حق صراح و ان القادیانی خالف الکتاب والاحادیث الصحّاح و ضلّ عن طریق السّلف اھل العدل و الصّلا ح و سلک مسلک الخلف اھل الزّیغ و الطلا ح ۔
کتبہ الراجی رحمۃ ربہ الاحد العبد الضعیف المدعو بمحمد ۔ تغمدہ اللّٰہ بفضلہ المؤبد

☆ لا ریب فی ان ما کتب فی ھذہ الرسالۃ فھو حق و انّ ما ادعاہ الشیخ القادیانی من دعاویہ المشھورۃ فھو کفر و الحاد و خروج عن الاسلام یجب الاعرا ض عنہ ۔ کتبہ سلامت اللہ عفی عنہ

☆ لا شبۃ فی ان ماھذہ الرّسالۃ من نقض اباطیل القادیا نی فھو حقّ و لا شکّ انّ القادیانی خالف اللّٰہ فی دعاویہ الباطلۃ و شاقق رسولہ واتبع غیر سبیل الاسلام والمؤمنین ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبیّن لہ الھدی و یتّبع غیرسبیل المؤمنین نولّہ ما تولّی و نصلہ جھنّم و ساء ت مصیراّ ۔ العبد محمد صدیق ۔ پشاوری بمہرخود

☆ لا شکّ ان المرزا القادیا نی قد اظھر فی رسائلہ اساس الضّلالۃ و عیون الجھالۃ (توضیح المرا م و فتح الاسلام ، و ازالۃ الاوھام) عقاید کفریہ ومقالات بدعیۃ خرج بھا عن اتباع السّنن والاسلام وتبع فیھا الفلاسفۃ والآریہ و النصاری و الملاحدۃ الباطنیۃ اللئام و لقد ردّ علیہ بعضھا فی ھذہ الرسالۃ الفاضل الجلیل الحبر النّبیل اخی و حبّی المولوی محمد اسماعیل مدظلّھم اللہ الجلیل وا فی فیہ بما یروی الغلیل و یشفی العلیل فللّہ درّہ و علی اللہ اجرہ ۔ ھذہ جملہ کلامی فی القادیانی و اعتقادی و بہ ثقتی وعلیہ اعتمادی ومن شاء تفصیل المقال فلیراجع رسالتی اشاعۃ السّنّۃ التی طبعت فی الحال یجدوا ان شاء

اللّٰہ جامعة لردّ جمیع مقالات القادیانی و مزخرفاته الاقاصی و الادانی۔ واللّٰہ یقول الحق و هو یهدی السّبیل و من یضلله فما له من ولیّ و لا دلیل۔

نمقہ۔ ابوسعید محمد حسین۔عفا اللہ عنہ

☆ لا شکّ ان المرزا القادیانی قد عارض الحقّ الصّریح و انکر ضروریات الدّین و اجماع السّلف الصالحین و اتی بشئٍ شنیع و قبیح فهو ضالّ مفسد ملحد زندیق خارج عن جماعة اهل الایمان و التصدیق کانّما خرّمن السّماء فتخطفه الطّیر او تهوی به الر یح فی مکان سحیق لا ینبغی للمسلمین ان یجالسوا امثال هذا الرجل لانّ فیه نوع اعانة و تائید للباطل وقد قال تعالی تعاونوا علی البرّ و التقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ و قد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آ یا ت اللّٰہ ...الخ۔

عبدالجبار عمرپوری، عفی عنہ

☆ لا ریب انّ ما فی هذه الرّسالة حقّ مستبین وانّ القادیانی خالف جمیع اهل الاسلام و الدّین و اختار سبیل الملحدین و انحاز عن طریق السّلف الصالحین و کتبه مشحونة بتحریف الغالین وانتحال المبطلین و تاویل الجاهلین فنفاها المؤلف سلمه الله تعالی و ابطلها بنصوص القرآن المبین و احادیث خاتم النّبیّین ﷺ فجزاه الله خیر الجزاء عنّا وعن جمیع المسلمین۔

کتبہ الراجی رحمۃ اللہ۔ محمد حمایت اللہ، عفی عنہ

غایۃ المرام سے انتخاب

مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں فتح اسلام اور توضیح مرام منظر عام پر آئیں تو ۱۸۹۱ء کے ابتدائی مہینوں میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے (جو ان دنوں محکمہ تعلیم میں ملازم تھے جیسا کہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ بابت ۱۸۹۲ء کے صفحہ ۳ پر حاشیے میں موجود اس کتاب کے اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے) ان کا جواب لکھا تو انہیں کسی نے مشورہ دیا کہ اسے شائع کرنے سے پہلے مرزا صاحب کی ازالہ اوہام کے چھپنے کا انتظار کر لیا جائے۔ جب ازالہ اوہام بھی منظر عام پر آ گئی تو قاضی صاحب نے اس کا مطالعہ فرما کر اس کے بعض مضامین کا ردّ بھی اپنی تحریر میں شامل کر کے غایۃ المرام کے نام سے اسلامیہ پریس لاہور سے باہتمام مولوی کریم بخش شائع کروایا۔
اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے مولانا اللہ وسایا ڈیروی نے لکھا ہے:

مرزا غلام احمد قادیانی نے فتح اسلام اور توضیح المرام دو رسائل لکھے، معروف سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصوری نے ان دونوں رسائل کے رد میں غایۃ المرام لکھی جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اول (طبع اول ۱۸۹۱ء) کے ۱۴۴ صفحات ہیں اور جلد ثانی کے ۱۵۰ صفحات ہیں۔ قاضی صاحب مرحوم نے علامات مسیح از قرآن و حدیث و کتب سابقہ، استعارہ، مجاز، رفع عیسی، نزول عیسی اور قانون قدرت، حیات و نزول قرآن و حدیث کی روشنی میں، زمانہ نزول، عیسی بن مریم۔ مرزا قادیانی بن چراغ بی بی، محدث، وجود ملائکہ، خروج دجال، ظہور مہدی۔ مرزا قادیانی کی پیشین گوئی، نبی کریم ﷺ کی ۱۵ پیش گوئیاں، جیسے بے شمار مباحث پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اللہ رب العزت ان کو جزائے خیر دیں کہ پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا۔ مرزا قادیانی کے ازالہ اوہام میں ایک فارسی قصیدہ ہے، قصیدہ کیا ہے؟ بے ہودہ، بے تکے پن کو دیکھ کر صاحبِ ذوق آدمی کو بے اختیار متلی آ جائے۔ اس کے جواب میں قاضی صاحب مرحوم

نے غایت المرام کے آخر میں فارسی قصیدہ تحریر فرمایا جو۱۰۴، اشعار پر مشتمل ہے جو ان کے اعلی ذوق کا مظہر اتم ہے۔ مولانا محی الدین عبد الرحمٰن لکھو کے مرحوم کے آٹھ اشعار عربی میں بھی مرزائیت کے رد میں شامل اشاعت ہیں۔

اور قاضی صاحب مرحوم کی کتاب تائید الاسلام کے بارے میں مولانا اللہ وسایا بتاتے ہیں کہ

یہ کتاب ۱۵۰ صفحات پر مشتمل تھی اور ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں قاضی صاحب نے مرزا قادیانی کی کتاب ازالہ اوہام کے تمام ضروری مباحث کا خوبصورت عقلی ونقلی انداز میں رد کیا ہے۔ تائید الاسلام دراصل قاضی صاحب کی غایۃ المرام کا دوسرا حصہ ہے جس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے زعم باطل میں اعلان کیا کہ قرآن مجید کی تیس آیات سے وفات مسیح ثابت ہے۔ قاضی صاحب نے ان تمام آیات کا صحیح مفہوم بیان کر کے مرزا قادیانی کے باطل خیال کا طلسم توڑا ہے۔ قاضی صاحب نے ان آیات کا صحیح مفہوم بیان کرنے میں قرآن حدیث تفاسیر وسلف صالحین کی آراء کو اپنی تائید میں پیش کر کے ثابت کیا کہ مرزا قادیانی نے ان آیات کی تشریح کرنے میں سخت بد دیانتی وتحریف کا بدترین مظاہرہ کیا ہے۔ دیگر مباحث کے علاوہ آخر میں حضرت عیسی وحضرت مہدی کی علامات کا بیان ہے۔ بہت ہی نفیس اور عمدہ کتاب ہے۔ اللہ تعالی مرحوم کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں۔

مولانا اللہ وسایا کے اس خراج تحسین کے بعد ہم قاضی محمد سلیمان مرحوم کی کتاب غایت المرام کے بعض مضامین یہاں نقل کرتے ہیں:

عیسیؑ کا نزول اور انکی نبوت کا اشکال

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے عقیدے کا لازمہ ہے کہ عیسی آئیں گے تو تو ایک مرد مسلمان ہوں گے، اپنی نبوت کا نام بھی نہیں لیں گے جو پہلے اس کو عطا کی گئی تھی گویا وہ اپنے منصب نبوت سے مستعفی ہو کر آئیں گے۔ اور یہ عقیدہ ایک نبی کی بزرگی کو خاک میں ملاتا ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری فرماتے ہیں:

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ عیسیؑ کی نبوت کا غایت ومنتہاء کیا تھا؟ وہ خود بتاتے ہیں کہ:

میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا (متی ۱۵:۲۴)

مرزا صاحب نے فتح اسلام وتوضیح مرام میں تسلیم کیا کہ وہ یہودیت کی خصلتوں اور ذلتوں کے مٹانے کو آیا تھا۔ یوں واضح ہوا کہ حضرت عیسی کا مقصد اس پہلی زندگی میں ایک امت کی ضلالتوں کو کم کرنا اور مذہب موسوی کی تجدید فرمانا تھا۔ اور جب کسی دوسرے نے ان سے استفاضہ کی درخواست کی تو فرمایا کہ

لڑکوں کی روٹی کتوں کو کون دے دیا کرتا ہے۔ (متی۔۱۵:۲۶)

جب مجدد دین موسوی ہونے کی حالت میں عیسی کی کوئی کسر شان نہیں تو مجدد دین محمدی ہونے کی حالت میں ان کا رتبہ کیوں کر گھٹ سکتا ہے؟ مجدد دین موسی ہونے کی حالت میں عیسی صرف اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے واسطے تھے اور مجدد دین محمدی ہونیکی صورت میں وہ اسرائیل واسماعیل دونوں گھرانوں کی کھوئی ہوئی بھیڑوں، نیز ان وحشی چوپایوں کے واسطے بھی ہوں گے جن کی گردنوں نے شریعت کے جوا کو پھینک دیا ہوگا۔ یوں کون کہہ سکتا ہے کہ ان کے منصب میں تنزل ہو گیا۔ دیکھو الٹی بات کہ جب تک شریعت موسوی کے ماتحت رہے، تب تک تو ان کا نبی اللہ ہونا بھی درست، روح اللہ ہونا بھی ٹھیک، لیکن جب اللہ انہیں شریعت محمدیہ کے ماتحت بھیجے گا پھر ان کا نہ

نبی کہلانا درست ہے، نہ سابقہ نبوت میں اور ان میں کسی علاقہ کا رہنا جائز ہے۔

حضرت عیسی اگر قرآن کے ہوتے انجیل کا نام نہ لیں تو اس کی وجہ قرآن کی تعلیم کی اہمیت و اکملیت ہوگی ، نہ یہ کہ حضرت عیسی کو انجیل سے کوئی علاقہ نہ ہوگا۔ حضرت عیسی کا انصاف اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت جو، ان کے دل میں تھی وہ ان کے اس ارشاد سے ظاہر ہے : آگے کو تم سے بہت باتیں نہ کروں گا کیونکہ اس دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں ۔ (انجیل متی ۱۵: ۲۰)

حضرت عیسی کی نبوت کا ابتداء سے غایت ومقصود یہی رہا کہ ایک صاحب شریعت رسول کے احکام وشریعت کی تجدید کرنا اور وہ پہلے بھی حاصل تھا اور اب بھی حاصل رہا۔

اور اب اس امر کا ثبوت کہ ایک نبی باوجود نبی ہونے کے رسول اللہ ﷺ کا امتی اور شریعت محمدیہ کا مجدد و پیرو بھی ہوسکتا ہے قرآن سے ثابت ہے۔ فرمایا:

و اذ اخذ اللہ میثاق النّبییّن لما آ تیتکم من کتاب و حکمۃٍ ثم جاء کم رسول مّصدّق لّما معکم لتؤمننّ بہ و لتنصرنّہ ۔جب خدا نے نبیوں سے اقرار لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے پھر جب تمہاری طرف رسول آئے جو تمہاری سچائی ظاہر کرے گا تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

پس جب اللہ کل انبیاء سے آپ ﷺ پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کا میثاق ازل میں لے چکا ،تو پھر حضرت عیسی کے بطور مجدد دین و حاکم عادل ہو کر آنے میں مرزا صاحب کو کیوں انکار ہے ،جس انکار کے ساتھ انکار نص قرآنی بھی لازم آتا ہے۔

مرزا صاحب توضیح مرام صفحہ ۵ میں حضرت مسیح کی پوشاک کی نسبت پوچھتے ہیں کہ یہ پارچات ازقسم پشمینہ ہوں گے یا ابریشم ہوں گے ....اور کس نے آسمان میں بنے اور کس نے سیئے ہوں گے ۔اب تک کسی نے مسلمانوں یا عیسائیوں میں اس کا کچھ پتہ نہیں دیا۔

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ بائبل سے ثابت ہے کہ جب بنی اسرائیل تہیہ میں تھے چالیس سال تک ان کے کپڑے نہ پھٹے، نہ پرانے ہوئے۔ مرزا صاحب کو مسیح کے لباس پر پھر کیوں اعتراض ہے؟

جس قانون کی بات مرزا صاحب کرتے ہیں وہ قرآن میں جگہ جگہ ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے:

و اذ قال ابراھیم ربّ ارنی کیف تحی الموتی قال اولم تؤمن۔ قال بلی و

لکن لیطمئنّ قلبی۔ قال فخذ اربعة من الطّیر فصرھنّ الیک۔ ثمّ اجعل علی کلّ جبلٍ مّنھنّ جزءً ا ۔ ثم ادعھنّ یاتینک سعیاً ۔واعلم انّ اللّٰہ عزیز حکیم ۔(بقرہ)۔اور جب ابراہیمؑ نے کہا، اے رب مجھ کو دکھلا ،تو کیوں کر زندہ کرے گا مردے کو۔ خدا نے کہا، کیا تجھے یقین نہیں؟ ابراہیمؑ نے کہا ،کیوں نہیں ۔لیکن اس لئے کہ میرے دل کوتسلی ہو۔ خدا نے کہا تو چار جانور اڑتے پکڑ، پھران کو اپنے ساتھ ملا، پھران کا ایک ایک ٹکڑا پہاڑ پر پھینک ، پھران کو پکار کہ تیرے پاس دوڑتے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

گوشت کے ٹکڑوں کو جو مختلف پہاڑوں پر پھینک دیئے گئے ہوں، انسان کی آواز سنتے ہی زندہ پرندہ ہو جانا، قانون قدرت کے خلاف ہے، وہ قانون قدرت جو انسانوں کا ہے (مرزا صاحب نے تاویل کی ہے کہ بعض حشرات الارض ایک خاص ترکیب سے پیدا ہو جاتے ہیں پس ان طیور کا جو حضرت ابراہیمؑ کے دکھلانے کو زندہ کئے گئے انہی پر قیاس کرو۔ قاضی صاحب کہتے ہیں مرزا کی یہ بات غلط ہے کیوں کہ۔ ا۔حضرت ابراہیم کا سوال یہ تھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔ یہ سوال نہ تھا کہ تو زندوں کو کیونکر پیدا کرتا ہے۔۲۔حشرات الارض پر یہ کرشمہ قدرت دکھلایا بھی نہیں گیا۔ بلکہ چارقسم کے پرند جانوروں کو مار کر ، قیمہ کر کے پھران کو زندہ اور پرندہ کر کے دکھلایا ہے۔ اور ان جانوروں کو دوبارہ زندہ ہونے میں ابراہیمؑ کی جانب سے کوئی خاص ترکیب یا تدبیر بھی عمل میں نہیں لائی گئی۔۳۔آیت کے اختتام پر واعلم انّ اللہ عزیز حکیم ہے۔اگر بقول مرزا ہر ایک انسان زندہ کن مردگان ہے اور جو آدم کا بیٹا ہے وہ مردوں کو زندہ بھی کر سکتا ہے تو پھر اللہ کا خود کو عزیز وحکیم ہونے پر استدلال کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟)

او کالّذی مرّعلی قریةٍ وھی خاویة علی عروشھا۔ قال انّی یحی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا۔ فاماتہ اللّٰہ مأة عامٍ ثمّ بعثہ۔ قال کم لبثت ۔قال لبثت یوماً او بعض یوم ۔ قال بل لّبثت مأة عام فانظر الی طعامک و شرابک لم یتسنّہ وانظر الی حمارک و لنجعلک آیةً للنّاس و انظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحماً ۔فلمّا تبیّن لہ قال اعلم انّ اللّٰہ علی کلٍ شیء قدیر (بقرہ۔ ۲۵۹)(یا جیسے وہ شخص کہ ایک شہر پر گذرا جو اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا۔ وہ بولا، اللہ مر جانیکے بعد اس کو کیسے زندہ کرے گا۔ پس خدا نے اس کو موت دی۔سو برس تک مردہ رہا، پھر اسے اٹھا لیا اور پوچھا تو کتنی دیر یہاں رہا؟ بولا میں ایک

دن یا دن سے کچھ کم۔ خدا نے کہا نہیں، تو سو برس تک رہا ہے۔ اب اپنے کھانے اپنے پانی کو دیکھ لے کہ وہ سڑ نہیں گئے اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ۔ ہم چاہتے ہیں کہ لوگوں کیلئے تمہیں نشان بنائیں۔ ہاں دیکھ ہم ہڈیوں کو کس طرح ابھارتے ہیں اور پھر کس طرح ان ہڈیوں کے اوپر گوشت پہناتے ہیں۔ جب اس شخص پر یہ کچھ ظاہر ہوا وہ بولا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

حضرت عزیر کا سو برس تک مردہ پڑا رہنا، دوبارہ زندہ ہونا، ان کی سواری کا جانور ان کے سامنے زندہ کرنا، ہڈیوں کا زمین میں سے بننا، ہڈیوں پر گوشت چڑھنے کا معائنہ کرنا، روٹی پانی وغیرہ پر دراز زمانہ اور زمین کی تاثیرات اور ارضی وسماوی حوادث کا اثر انداز نہ ہونا، صدہا فصلوں کی تغیرات کا اثر ایک روٹی اور پیالہ بھر پانی پر نہ ہونا، وغیرہ امور کس قدر فلسفیوں کے قانون قدرت کو توڑ رہے ہیں۔

(اس قصہ میں مرزا صاحب بے دست و پا ہو گئے ہیں۔ قرآن کے صاف اور واضح الفاظ کا انکار بھی مشکل تھا اس لئے کہتے ہیں کہ دراصل عزیر بہشت ہی میں موجود تھا۔ اس سے آگے کہتے ہیں اگر خدا نے عزیر کو اسی طرح زندہ کر دیا ہو، تو کیا تعجب ہے۔ صریحۃ الدلالت آیت پڑھنے کے بعد بھی یقین نہیں آتا کہ زندہ کر دیا ہو، لکھتے ہیں۔ حالانکہ چار سطریں اوپر عزیر کا دنیا میں آنا بھی مان چکے ہیں۔

طعام وشراب کے تغیر پذیر نہ ہونے کی کچھ بھی تاویل نہ کر سکے۔ گدھے کے بارہ میں جو تاویل کی ہے وہ بھی حیوانی سمجھ سے زیادہ نہیں)

اصحاب کہف کے بارہ میں و لبثوا فی کھفھم ثلاث مأۃ سنین و ازدادوا تسعاً۔ اور مدت گذری ان پر اپنے کھوہ (غار) میں ۳۰۰، اور نو برس۔

اتنی مدت سوئے رہنا اور تغیرات جسمی وحوادث ارضی وسماوی وحاجات جسمانی سے ایسے پاک صاف رہنا کہ خود ان کو ایک دن یا دن سے بھی کم کا عرصہ معلوم ہونا، قانون قدرت کو جو فلسفیوں کا ہے، توڑ رہا ہے۔ اور حضرت مسیح کی بابت ان شکوک اعتراضات کو کہ ان کے جسم میں تغیر کیوں نہیں آتا، وہ کیا کھاتے ہیں، کیا پیتے ہیں، اگر نہیں کھاتے تو کیوں کر زندہ رہتے ہیں۔ وحی الٰہی کے پاک واعلیٰ الفاظ، قاہرانہ طاقتوں سے خوب ہی کچل رہے ہیں۔

اذ قال الحوا ریّون یا عیسی ابن مریم ھل یستطیع ربّک ان ینزّل

علینا مائدۃً من السّماء ۔ قال اتّقوا اللّٰہ ان کنتم مؤمنین ۔ قالوا نرید ان نّا کل منھا و تطمئنّ قلوبنا و نعلم ان قد صد قتنا و نکون علیھا من الشاھد ین ۔ قال عیسی ابن مر یم اللّٰھم ر بّنا انزل علینا مائدۃً من السّماء تکون لنا عیداً لاوّلنا و آخرنا و آیۃً مّنک ۔ و ارزقنا و انت خیر الرّازقین۔ قال اللّٰہ انی منزّلھا علیکم۔ فمن یّکفر بعد منکم فانّی اعذّبہ عذا باً لّا اعذّبہ احداً من العالمین۔(مائدہ۔۱۱۲۔۱۱۵)

جب کہا حواریوں نے اے عیسی تیرے رب سے ہوسکتا ہے کہ اتارے ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے۔ بولا ڈرو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے۔ بولے ہم چاہتے ہیں کہ کھائیں اس سے اور اطمینان پائیں ہمارے دل اور ہم جانیں کہ تو نے ہم کو سچ بتایا اور رہیں ہم اس پر گواہ۔ بولا عیسی بن مریم۔ اے اللہ! رب ہمارے، اتار ہم پر ایک خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے پہلوں اور پچھلوں کو اور ہو نشانی تیری طرف سے۔ اور روزی دے ہم کو اور تو ہے بہتر روزی دینے والا۔ اللہ نے کہا میں اتاروں کا خوان تم پر۔ پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے اس کے بعد تو میں اس کو وہ عذاب کروں گا جو نہ کرونگا کسی کو جہان میں۔

مرزا صاحب بتائیں کہ یہ خوان کھانوں کا جو اترا تھا، کس نے پکایا تھا۔ گوشت، چاول، مصالحہ، قند اور لوازم کس نے خریدے، کس نے پکائے۔ جن برتنوں میں وہ کھانا آیا، وہ کاہے کے تھے۔ مٹی کے یا چینی کے، یا تانبے کے یا کانسی کے؟)

اس سے مجسم کھانوں اور خوانوں کے آسمان سے اترنے کا ثبوت ملتا ہے تو کیا کھانوں کے بھرے خوان کا اتر ناممکن اور جائز ہے؟ اگر کوئی کہے کہ منز لھا آیا، اتاروں گا۔ شائد خدا نے وہ خوان اتارا بھی یا نہیں؟ تو میں کہتا ہوں یر ید اللّٰہ بکم الیسر و لا یر ید بکم العسر میں یر ید آیا ہے، کیا پتہ کہ یہ ارادہ بھی پورا کیا ہے یا نہیں؟ علی ہذا آیت تطہیر میں انما یر ید اللّٰہ لیذ ھب عنکم الرّ جس اھل البیت و یطھّر کم تطھیراً میں بھی یر ید ، یذ ھب، یطھّر کم کہا ہے۔ پس اگر ان ارادوں کو پورا کیا ہے اور ہم سب کا ایمان ہے کہ ضرور پورا کیا ہے تو ایمان لانا چاہیے کہ منز لھا کو بھی پورا کیا ہے کیونکہ وہ وعدہ تھا اور یہ ارادہ۔ وعدہ اور ارادہ میں فرق بین ہے۔ وعدہ کی بابت تو اللہ تعالی نے خود فرما دیا :انّ اللّٰہ لاتخلف المیعا د ۔

و قلنا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنّة وکلا منها رغداً حیث شئتما ولا تقربا ھذہ الشجرة فتکونا من الظّالمین۔ فازلّھما الشّیطان عنھا فاخرجھما ممّا کانا فیہ وقلنا اھبطوا بعضکم لبعضٍ عدوّ و لکم فی الارض مستقرّ وّ متاع الی حین

اور کہا ہم نے آدم کو پس رہو تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اس سے محفوظ ہو کر جس جگہ پر چاہو اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے۔ پھر تم بے انصاف ہو گئے۔ پس ڈگمگایا ان کو شیطان نے اس سے، پھر نکالا ان کو وہاں سے جس آرام میں تھے اور کہا ہم نے تم سب اترو، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، تم کو زمین میں ٹھہرنا ہے اور ایک وقت تک کام چلانا ہے۔

آدم وحوا بہشت میں تھے۔ اور بہشت کا آسمان پر ہونا حدیث میں آیا ہے اور اس حدیث کو مرزا نے بھی لائق تمسک سمجھا ہے اور اس سے حلیہ مسیح لیا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت آدم اور حوا دونوں عنصری اور خاکی وجود کے ساتھ آسمان سے زمین پر اترے۔ ان کا آسمان پر زندہ رہنا بھی ثابت ہو گیا اور وجود عنصری کے ساتھ زمین پر آنا بھی۔

خلاصہ کلام یہ کہ انسانوں کا اجسام عنصری کے ساتھ آسمان سے اترنا ثابت ہے اور کھانوں اور خوانوں کا اترنا منصوص ہے، تو حضرت عیسیٰؑ کے اترنے پر کیوں خلاف نصوص قرآنیہ و نبویہ شک کیا جاتا ہے۔

ان مثالوں پر کچھ موقوف نہیں اور بھی ایسے اجسام و اشیاء ہیں جن کا آسمان سے نزول یا زمین سے سعود ہوتا رہتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ملائکہ کے بارے میں مرزا صاحب کا وہ فقرہ کہ ذرہ کے برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے، اسی پیش بندی کے لئے ہے کہ آسمان سے ہر چیز کے اترنے کا، خواہ کوئی ہو، انکار کرنا چاہیے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ کیوں مانا، وہ کیوں نہیں مانتے۔ ورنہ قرآن میں کئی آیات ہیں:

۱۔فار سلنا علیھا روحنا فتمثّل لھا بشراً سویّا۔ ۲۔و الیہ یصعد الکلم الطیّب ۔۳۔قالوا انّا ارسلنا الی قوم مجرمین لنرسل علیھم حجارةً من طینٍ مّسوّمةٍ عند ربّک للمسرفین ۔۴۔ قال نزّلہ روح القدس من رّبک بالحق ۔۵۔سورة انزلناھا و فرضناھا و انزلنا فیھا آیاتٍ بیّناتٍ لعلکم تذکرون ۔

یہ آیات فرشتوں کا زمین پر اور انبیاء کے پاس آنا ثابت کر رہی ہیں اور کلماتِ طیبات کے صعود کا بھی نشان دے رہی ہیں۔

نزول عیسیٰ علیہ السّلام

مرزا غلام احمد قادیانی کا کہنا ہے کہ

ایک بھی ایسی آیت نہیں جو مسیح کے زندہ ہونے، زندہ اٹھائے جانے پر ایک ذرا سا بھی اشارہ کرتی ہو۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۵۶ میں لکھتے ہیں امام بخاری صاحب اول درجہ پر ہمارے دعوی کے شاہد اور حامی ہیں، اور مخالفوں کے لئے ہرگز ممکن نہیں کہ ایک ذرہ بھر بھی اپنے خیالات کی تائید میں کوئی حدیث صحیح بخاری کی پیش کرسکیں۔ سو درحقیقت صحیح بخاری سے وہ منکر ہیں نہ کہ ہم۔ (ازالہ اوہام۔ص ۹۰۵)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی بات کا خلاصہ یہ ہے:

مسیح کے زندہ ہونے پر ایک آیت بھی اشارہ نہیں کرتی؛

مسیح کے زندہ اٹھائے جانے پر ایک آیت بھی اشارہ نہیں کرتی؛

صحیح بخاری میں کوئی بھی حدیث نہیں ہے جو حیات مسیح کو ثابت کرتی ہو۔

جواباً گذارش ہے کہ امام بخاری نے باب باندھا ہے باب نزول عیسی بن مریم عیسی بن مریم کے نزول کا باب۔

حد ثنا اسحاق قال اخبرنا یعقوب بن ابراھیم قال حد ثنا ابی صالح عن ابن شھاب ان سعید المسیب سمع ابا ھریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ و الذی نفسی بیدہ لیو شکنّ ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الوا حدۃ خیر من الدّنیا وما فیھا۔ ثم یقول ابی ھریرۃ فاقرأوا ان شئتم : و ان من اھل الکتاب

الّا لیؤ مننّ به قبل موته

آپ ﷺ نے فرمایا، اس ذات کی مجھ کو قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بے شک قریب ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو اٹھا دیں گے، مال کی کثرت ہو جائے گی اور اسے کوئی قبول نہ کرے گا یہاں تک کہ دنیا اور دنیا بھر کے تمام مال و متاع سے ایک سجدہ اچھا معلوم ہو گا۔ ابو ہریرہ فرماتے تھے اگر تم نزول عیسی کی دلیل اس ارشاد نبوی کے ساتھ قرآن سے چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو و ان من اهل الکتاب ..الخ.. کیوں کہ اس میں اللہ نے فرمادیا ہے کہ جتنے اہل کتاب ہیں وہ عیسی کی موت سے پہلے عیسی پر ایمان لے آئیں گے۔

مرزا صاحب دیکھیں یہ حدیث بخاری کی ہے یا نہیں؟ بتائیں کہ امام بخاری اس حدیث کو اپنی کتاب میں کیوں لائے؟ بتائیں کہ و ان من اهل الکتاب...قرآن کی آیت ہے یا نہیں؟ فرمائیں کہ ابو ہریرہ جو روایتِ حدیث کے وقت شکی طبیعت والے لوگوں کو اس حدیث پر ایمان لانے کے لئے اس آیت کو پڑھنے کا کہتے ہیں، تو ان کا مذہب کیا تھا؟ فرمائیں کہ آپ نے کیوں اس حدیث کو چھپایا اور کیوں اس آیت کو مخفی رکھ کر اس کی تفسیر صحابی کو مخفی رکھا۔

اس ایک ہی حدیث متصل مرفوع سے اتنی باتیں پایہ ثبوت کو پہنچ گئیں

امام بخاری کا مذہب؛ عیسی کے نزول کی بابت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد؛ علامات زمانہ نزول؛ عیسی کی حیات اور آیت کی تفسیر؛ صحابی کا مذہب۔

حضرت ابن عباس بھی اس آیت کے یہی معنی لیتے تھے جو ابو ہریرہ نے لئے ہیں جیسا کہ ابن جریر نے سعید کے طریق سے اسناد صحیحہ کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس نے انہی معنی پر جزم کرلیا تھا کہ موته سے موت عیسی مراد ہے۔ یہی معنی اور مذہب ابی بن کعب نے اختیار کیا ہے (سیوطی کے متعلق مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ وہ کشفی طور پر رسول اکرم ﷺ سے احادیث کو صحیح کر لیتے تھے، اپنی تفسیر اکلیل میں لکھا ہے کہ حاکم نے ابن عباس سے اور امام احمد نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے کہ اس آیت و ان من اهل الکتاب....سے حیات و نزول عیسی مراد ہے۔...مجاہد، قتادہ اور کعب سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ قبل موته سے موت عیسی مراد ہے)....

مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۴۰ پر اولیاء الرحمٰن کی انیسویں علامت میں لکھتے ہیں ؛

خدا ان کو موت نہیں دیتا جب تک وہ کام پورا نہ ہو جائے جس کے لئے وہ بھیجے گئے اور جب تک پاک دلوں میں ان کی قبولیت نہ پھیل جائے تب تک البتہ سفر آخرت ان کو پیش نہیں آتا اس سے قبل ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۰۔۳۱۱ پر لکھا :

گو حضرت مسیح جسمانی بیماروں کو اس عمل (مسمریزم) کے ذریعہ اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارہ میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔

مرزا صاحب کی ان دونوں عبارات کو ملانے سے واضح ہوتا ہے کہ مسیح آج تک عام سنت اللہ کے موافق جو بدوِ آفرینش سے لے کر چلی آئی ہے، برابر زندہ ہیں کیونکہ صفحہ ۴۴۰ سے واضح ہوتا ہے کہ اولیاء الرحمٰن کے بارہ میں عادت الٰہی اور قانون قدرت اسی طرح جاری و نافذ ہے کہ جب تک ان کا وہ کام پورا نہ ہو جائے جس کے لئے وہ دنیا میں بھیجے گئے، تب تک ان کو سفر آخرت پیش نہیں آتا۔ اور صفحہ ۳۱۰ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح آمد اول میں اور تو اور، توحید ربانی کے وعظ میں بھی ناکامیاب رہے ہیں، وہ ہدایت بالکل نہیں کر سکے، اور دینی استقامتوں کو کامل طور پر قائم نہیں فرما سکے۔ تو ثابت ہو گیا کہ جب تک مسیح نبوت کے اس عام اور گراں مایہ اور اصل فرض و مقصد اعلیٰ کو جس سے تعلیم توحید الٰہی اور ہدایت خلق مراد ہے، بخوبی پورا نہ کر سکیں گے اس وقت تک اللہ کی لازوال و غیر متغیر عادت کے مطابق مسیح وفات بھی نہ پائیں گے۔

یہ دلیل مرزا کے اپنے قائم کردہ اصول سے تمسک کر کے قائم کی گئی ہے۔ (غایۃ المرام)

عیسی بن مریم

قرآن مجید میں ہے:

و لمّا جاء عیسی بالبیّنا ت (زخرف) ؛ وقفّینا علی آ ثارھم بعیسی بن مریم (ما ئدہ) ؛و لمّا ضرب ابن مریم مثلاً (زخر ف) ؛ قا لوا انّ اللّٰه ھو المسیح ابن اللّٰه (تو بہ) ؛ وقالت النّصاری المسیح ابن اللّٰه (تو بہ)

یعنی جس طرح قرآن میں ان تمام ناموں (عیسی، عیسی بن مریم، ابن مریم، مسیح ابن مریم، مسیح) سے ایک ہی شخص مراد ہے جو اسرائیلی اور صاحب انجیل ہے، اسی طرح احادیث میں بھی ان ناموں سے ہر ایک نام میں مراد اسی ایک شخص سے ہے، اور احادیث میں ایسے کھلے نشان بھی ہیں جو بتاتے ہیں کہ اس میں عیسی بن مریم کے سوا جس کا ذکر قرآن میں ہے، احادیث میں بھی کسی دوسرے شخص سے استعارۃً یا مجازاً مراد نہیں لی گئی ہے۔ حدیث میں ہے:

عن ابی هریره عن النّبی ﷺ لیس بینی وبینه یعنی عیسی نبیّ و انّه نازل فا ذا رأیتموه فاعرفوه انه رجل مربوع الی الحمرة و البیاض بین ممیزتین کان رأسه یقطر وان لم یصبه بلل فیقا تل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب و یقتل الخنزیر ویضع الجز یة و یهلک الله فی زما نه الملل کلها ا لّا ا لاسلام و یهلک المسیح الدجّال فیمکث فی الارض ار بعین سنة ثم یتوفی فیصلی علیه المسلمو ن (ابوداؤد) آپ ﷺ نے فرمایا میرے اور عیسی کے درمیان میں نبی کوئی نہیں اور وہ تم میں اتریں گے۔ جب ان کو دیکھو تو پہچان لو۔ قد ان کا درمیانہ ہوگا، رنگ سرخ وسفید اور لباس زردی مائل، گویا ان کے سر سے باوجود تر نہ کرنے کے پانی ٹپکتا ہوگا۔ وہ اسلام کے لئے لوگوں سے لڑیں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے۔ خدا ان کے زمانہ میں تمام مذاہب کو محو کر دے گا، صرف اسلام باقی رہے گا۔ وہ دجال کو ہلاک کریں گے اور زمین پر چالیس سال تک قیام کریں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے۔

اس حدیث میں چند امور لائق تدبر ہیں:

اول۔ اس میں عیسی نبی اللہ اسرائیلی ہونے کا ثبوت اس فقرہ سے ملتا ہے لیس بینی و بینه نبیّ و انّه نازل کہ وہ عیسی نبی اتریں گے جس کے بعد میرے سوا کوئی نبی نہیں ہوا

دوم۔ ان کے چہرہ کی رنگت اور لباس کے رنگ کی جداگانہ تشریح جس سے مرزا صاحب کی وہ تاویل کہ زرد رنگ سے بیمار ہونا مراد ہے، غلط ٹھہرتی ہے۔

سوم۔ اسلام کیلئے قتل و جنگ فرمانا، مرزا صاحب کے دعوی روحانی فتح کو شکست دیتا ہے

چہارم۔ ان کے زمانہ میں کل مذاہب کا اسلام کے سوا نابود ہو جانا۔ مرزا صاحب کے

زمانہ سے جس کو وہ بھی کفر وظلمت کا زمانہ مانتے ہیں، حضرت عیسی کے زمانہ کا علیحدہ اور ممتاز ہونا ثابت کر رہا ہے۔

پنجم۔ثم یتوفّی کے لفظ سے حیات بالفعل ثابت ہے۔

ششم۔ فیصلّی علیه المسلمو ن سے ثابت ہے کہ ان کی آمد دوم اور ممات اسلام پر ہوگی۔اگر وہ عیسائیت کے لئے آتے تو عیسائی ان کی نماز جنازہ پڑھتے۔

صحیح مسلم میں ہے: عن جا بر قال قال رسو ل الله ﷺ لا تزا ل طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیامة قال فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرهم تعال صلّ لنا فیقول ان بعضکم علی بعضٍ امراء تکر مة اللّه هذه ا لامة ۔ جا برؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت حق پر لڑتی رہے گی اور قیامت تک غالب رہے گی۔ پھر عیسی بن مریم اتریں گے۔ امیر جماعت کہے گا آیئے نماز پڑھایئے ۔فرمائیں گے،نہیں تم ایک دوسرے کے امام ہو۔ یہ خدا نے اس امت کو بزرگی دی ہے۔

اس حدیث میں چند امور پر تدبر کرنا ضروری ہے:

اول ۔ ایک گروہ مجاہدین کی بابت پیش گوئی جو تا قیامت ہمیشہ رہے گا۔

دوم ۔اس امر کا اظہار کہ آنے والا عیسی نہ خود کا غذی گھوڑے دوڑانے والا ہوگا اور نہ وہ جماعت جس میں اس کا نزول ہوگا ایسی ہی ہوگی، بلکہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ اور ان کی جماعت قاتلین علی الحق ہوں گے۔

سوم ۔ هذه ا لامّة کا لفظ ثابت کر رہا ہے کہ آنے والا مسیح اسی امت محمدیہ میں سے نہیں ہے (جیسا کہ مرزا صاحب) اور بتلا رہا ہے کہ اسرائیلی عیسی ہی آئیں گے اور یہی لفظ نزول رسول کے ساتھ مل کر ان کی حیات بالفعل پر بھی دلیل ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ بعد نزول اس امت میں شمار ہوں گے اور وہ اس امت کے امام وقت کا اقتداء کریں گے۔

چہارم ۔صحیح مسلم کی حدیثِ صحیح کے مقابلہ میں لا مهدی الّا عیسی والی بے اصل روایت کی اصلیت بھی کھل گئی۔

مسلم شریف کی حدیث میں جس کے راوی ابوہریرہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

رأیتنی فی جماعة من الانبیاء فاذا موسی قائم یّصلّی فاذا هو رجل

ضرب جعد کانّه من رجال شنوۃ و اذا عیسی قائم یصلّی اقرب النّاس بہ شبہا عروہ بن مسعود (میں نے اپنے آپ کو جماعت انبیاء میں کھڑے پایا۔ میں نے دیکھا موسیٰ نماز پڑھ رہے ہیں وہ تو میانہ قد گٹھے ہوئے بدن کے آدمی ہیں جیسے شنوہ قبیلہ کے آدمی ہوتے ہیں ۔ پھر میں نے عیسیٰ کو دیکھا وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں ۔ان کے ساتھ شکل وصورت میں سب آدمیوں میں سے مشابہ عروہ بن مسعود ہیں)۔

اس حدیث سے میں یہ نتیجہ نکالنا چاہتا ہوں کہ عیسیٰ (جس کو رسول اللہ ﷺ نے معراج میں دیکھا ہے)شکل وصورت میں عروہ بن مسعود صحابی جیسی ہے۔

مسلم کی دوسری حدیث میں ہے جس کے راوی عبداللہ بن عمرو ہیں:

یخرج الدجال فیمکث اربعین لا ادری اربعین یوماً او شہراً او عاماً فیبعث اللّٰہ عیسی بن مریم کانّہ عروۃ بن مسعود فیطلبہ فیہلکہ

دجال نکلے گا اور چالیس تک ٹھہرے گا (راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا ۴۰ دن یا ۴۰ مہینے، یا ۴۰ سال)

اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آنے والا اور دجال کو قتل کرنے والا وہی ہے جو شکل و صورت میں عروہ بن مسعود جیسا ہے۔پس ان دونوں حدیثوں سے یہ امور متحقق ہو گئے:

اول ۔آنے والا مسیح وہ ابن مریم نبی اللہ ہیں جن کو گروہ انبیاء میں محمد ﷺ نے دیکھا تھا اور جن کی شکل وصورت عروہ بن مسعود صحابی جیسی ہے۔

دوم ۔ آنے والے مسیح میں اور عیسیٰ روح اللہ میں حلیہ کا اختلاف ہرگز نہیں ہے اور اسی لئے مرزا صاحب کا یہ شعر غلط ہے

رنگم چو گندم است و بمو فرق بین ست سید جدا کند ز مسیحائے احمرم

(غایۃ المرام)

مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

دراصل حضرت اسماعیل بخاری صاحب کا یہی مذہب تھا کہ وہ ہرگز اس بات کے قائل نہ تھے کہ سچ مچ مسیح ابن مریم آسمان سے اتر آئے گا۔(ازالہ اوہام۔ص ۹۰۶)

قاضی محمد سلیمان کہتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری نے باب باندھا ہے:

باب قول اللّٰہ و اذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اہلہا مکاناً شرقیاً باب قولہ ۔ و اذ قالت الملائکۃ یا مریم انّ اللّٰہ اصطفاک و طہّرک و

اصطفکِ علی نساء العالمین

باب قوله ۔ و اذ قالتِ الملائکۃ یا مریم انّ اللّٰہ یبشّرکِ بکلمۃٍ مّنہ اسمہ المسیح عیسی بن مریم

باب قولہ . یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم

باب قولہ . وا ذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اھلھا (اعتزلت)

باب ۔ نزول عیسی بن مریم علیھما السلام

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کس طرح ہر ایک باب میں حضرت مریم کی پیدائش سے لے کر عیسی کی ولادت و نبوت ونزول کو پایہ بپایہ لکھا ہے اور باب نزول عیسی بن مریم کو لکھ کر چند امور کو ثابت فرما دیا ہے۔

اول یہ کہ حدیث میں جو ابن مریم کا لفظ ہے اس کا مفہوم عیسی بن مریم ہے ۔ اور دوسرے یہ کہ وہی عیسی بن مریم ہیں جو نبی اللہ ہیں، علیہ السلام کا لفظ اس پر دال ہے، تیسرے یہ کہ مریم وہی مریم ہے جو اس قدر بشارات ربانی سے ممتاز ہیں اور اس پر بھی لفظ علیھما السلام دلالت کرتا ہے۔

پھر دیکھئے امام بخاری کا تبحّر اور دقیقہ رسی کس قدر ہے کہ اگر چہ ہر باب کو آیت قرآنی سے شروع کیا مگر اس باب میں صرف نزول عیسی بن مریم علیھما السلام سے آغاز فرمایا اور باب کے شروع پر ہی کسی آیت کو درج نہیں کیا ۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ جو حدیث نزول و الذی نفسی بیدہ ، میں لکھنے والہ ہوں اس کے آخر میں آیت قرآنی آتی ہے جس سے ابو ہریرہ کا استدلال ثابت ہے جو میرے (بخاری) استدلال سے بدرجہا قوی اور مستند تر ہے، تو مجھے اپنے استدلال کے نمائشی طور پر پیش کرنے کی ضرورت نہ رہی ۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ وہ عیسی بن مریم جس کا احادیث بالا میں ذکر ہے، نزول رسول اللہ ﷺ سے پہلے زمانہ ہی کا شخص ہے، یا ۱۳۰۸ھ کا؟

وہ عیسی بن مریم جس کی ماں کا اس کے نزول کی احادیث سے پہلے آیات قرآنی پر تمسک کر کے ذکر کیا گیا ہے، یہ وہی نبی اللہ اسرائیلی ہے یا کوئی مرزا؟

وہ عیسی جسکے نزول کو بخاری اور ابو ہریرہ نے آیت وحدیث سے ثابت کر دکھلایا ہے یہ نبی اللہ ہے یا کوئی عامی؟ کیونکہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ احادیث بخاری میں مریم سے مراد تو

حضرت مریم ہی ہوں اور ابن مریم سے مراد حضرت ابن مریم نہ ہوں (غایۃ المرام)

مماثلت کی بحث

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے جہاں بہت سے دعاوی کیئے ہیں کہ میں مجدد ہوں، میں محدث ہوں، میں ملہم ہوں، میرا الہام شیطانی آمیزش سے پاک ہے وغیرہ۔ وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ میں مشابہت تام اور مماثلت شدید کی وجہ سے عیسی بن مریم کا مثیل ہوں۔

(حاشیہ: دراصل مثیل کا لفظ بطور مغالطہ مرزا صاحب استعمال کرتے ہیں ورنہ ان کی تصنیف پر غور و تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو حضرت مسیح کا مثیل کہلانا پسند نہیں کرتے بلکہ یہ ہتک عزت و کسر شان سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص مرزا صاحب کو حضرت عیسی جیسا سمجھا کرے اس کا ثبوت ان عبارات سے مل سکتا ہے:

۱۔ یہ تو ثابت ہے کہ اس مسیح (قادیانی) کو اسرائیلی مسیح پر ایک جزئی فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ اس کی دعوت عام ہے اور اس کی خاص تھی اور اس کو طفیلی طور پر تمام مخالف فرقوں کے اوہام دور کرنے کے واسطے ضروری طور پر وہ حکمت و معرفت سکھلائی گئی جو مسیح ابن مریم کو نہیں سکھلائی تھی (ازالہ اوہام۔ص ۶۴۸)

۲۔ اگر یہ عاجز اس عمل و معجزات مسیحی کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت بن مریم سے کم نہ رہتا (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۹)

۳۔ حضرت مسیح کا نمبر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ایسا کم درجہ رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۱)۔

۴۔ خدا تعالی نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ ایک فطرتی طاقت تھی جو ہر ایک بشر کی فطرت میں مودع ہے۔ مسیح سے اس کی کچھ خصوصیت نہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۲۱)

۵۔ عیسی کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۱۵۸)

مثیل کے معنی لغت میں مانند، افزوں، بزرگ، فاضل، نیک، برگزیدہ ہیں، لیکن کسی مقام پر نہیں بتلایا گیا کہ آپ کن معنی کے اعتبار سے مثیل بنتے ہیں۔ عیسیٰؑ سے بزرگ و افزوں ہونے میں یا مانند ہونے میں۔ اگر مانند ہونے میں ہی مراد ہے تو جس طرح پر عیسیٰ بن مریم کا نزول قرآن وحدیث سے لیا گیا ہے معلوم نہیں کہ آپ نے یہ لفظ کہاں سے لیا ہے اور بطور لغت شرعی کے کہاں سے اس کا استعمال فرمایا ہے۔ مرزا صاحب نے جوازالۃ الاوہام میں لکھا ہے:

ہماری بات کو وہ حدیث بھی تائید دیتی ہے جو مثیل مصطفیٰ کی نسبت ایک پیشین گوئی ہے جس کو دوسرے لفظوں میں مہدی کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں ایسے لفظ ہیں جن سے یہ پایا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پیشین گوئی میں اپنے ایک مثیل کی خبر دے رہے ہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ مہدی، خلق اور خلق میں میری مانند ہوگا یأتی اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی یعنی میرے نام جیسا اس کا نام ہوگا اور میرے باپ کے نام کی طرح اس کے باپ کا نام۔ اب دیکھو کہ خلاصہ اس کا یہی ہے کہ وہ میرا مثیل ہوگا۔

ہم مثیل کے اوصاف وشرائط سے بہت کم واقف تھے اس لئے مرزا صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ہم کو ان اوصاف کا مصداق انہوں نے بتلا دیا۔ مرزا صاحب کی عطا کردہ کسوٹی پر ان کے دعوی کو بھی کس لینا مناسب سمجھتے ہیں اگر بمنشائے خبر نبوی مثیل کے لئے خلق اور خلق میں مانند ہونا اور نام میں، باپ کے نام میں، ایک ہونا ضروری ہے تو مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کے ساتھ کس پہلو اور کس وجہ سے مماثلت شدید رکھتے ہیں۔

آیا خلق میں کہ وہ پاک کنواری کے بطن سے اور روح القدس کی بشارت سے پیدا ہوئے تھے؛ یا خلق میں جنہوں نے دنیا کو یہ تعلیم دی کہ جو ایک کوس بے گار چلے اس کے ساتھ دو کوس چل۔ جو ایک گال پر طمانچہ مارے اس کی طرف دوسرا گال بھی کر دے؛ یا نام میں کہ وہ عیسیٰ تھے اور آپ غلام احمد ہیں؛ یا باپ کے نام میں کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور آپ کے والد کا نام مرزا غلام مرتضی تھا۔

اگر کسی بات میں بھی نہیں تو حسب حدیث نبوی ہم جرأت اور صفائی کے ساتھ عرض کر

سکتے ہیں کہ مرزا صاحب میں مثیل عیسی بننے کی کوئی صفت نہیں۔مگر ہم مہدی کے بارے میں ان حدیثوں کا بھی خیال رکھیں گے جن میں رسول اللہ ﷺ نے مہدی کو اپنا بیٹا فرمایا ہے اوراپنے خاندان میں سے بتلایا ہے، جب بھی افسوس کے ساتھ جو نتیجہ ہم نکال چکے ہیں اس کی تائید بڑھ جائے گی۔ ...

اب قرآن کی طرف آیئے اور دیکھئے کہ دو بزرگوار بندوں اور رسولوں میں خلق،خلق میں کیسی موافقت ظاہر کی گئی ہےاور دونوں کے لئے ایک ہی الفاظ قرآن جیسی اعلی بلاغت اورفصاحت والے کلام میں استعمال کئے گئے ہیں، حالانکہ یہ امر جب تک کوئی خاص خوبی نہ ہو، بلاغت اورفصاحت کے خلاف ہے۔

حضرت یحی کی خبرولادت فرشتہ سے سن کرحضرت ذکریا کہتے ہیں:

ربّ انّی یکو ن لی غلام و کانت امرأ تی عا قر و قد بلغت من الکبر عتیاً

حضرت عیسی کی خبرولادت فرشتہ سے سن کر مریم کہتی ہیں:

قا لت انّی یکو ن لی غلام و لم یمسسنی بشر و لم اک بغیّاً

حضرت زکریا کوفرشتہ نے جواب دیا: قال کذ لک قال ربّک ھو علیّ ھیّن

حضرت مریم کوفرشتہ نے جواب دیا: قال کذلک قال ربّک ھو علیّ ھیّن

حضرت یحی کو جوارشادالہی ہوا

یا یحی خذ الکتاب بقوّۃ وآ تیناہ الحکم صبیّا ۔وحناناً من لد نّا و زکوۃ وکان تقیّا۔ و برّاً بوا لدیه و لم یکن جبّاراً عصیّا ۔ و سلام علیه یو م ولد و یو م یمو ت و یو م یبعث حیاً (مر یم : ۱۵)

حضرت عیسی نے جوقدرت ربانی سے ان کی گود میں کہا:

قال انّی عبد اللّه آ تانی الکتاب واجعلنی نبیّا و جعلنی مبارکاً این ما کنت و اوصانی بالصّلوۃ و الزکوۃ ما دمت حیاً۔ و برّاً بوالدتی ولم یجعلنی جباراً شقیّاً ۔و السّلام علیّ یوم و لدتّ و یوم اموت و یوم ابعث حیاً (مر یم: ۳۲)

دیکھئے دونوں بھائیوں میں قرابت خاندانی کے علاوہ کس قدر خلقی وخلقی یگانگت پائی جاتی

ہے مگر ان میں سے بھی ایک دوسرے کا مثیل کسی نے نہیں قرار دیا اور اس خطاب سے کوئی نہیں پکارا گیا۔ بلکہ اس بات کا نشان ملتا ہے کہ مراتب قلبی و روحانی اور احوال وجدانی پر اگر نظر ڈالی جائے تو ان دونوں بزرگواروں میں بھی فرق بیّن آشکار ہوگا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے اور اس کو شیخ محی الدین ابن عربی نے فصوص الحکم میں بھی مذکور کیا ہے کہ یحیٰؑ نے عیسیٰؑ کو کہا کہ تم نے تو اللہ کے مکر و غضب کو گویا فراموش ہی کر دیا مسیح نے جواب دیا کہ تم نے تو اللہ کے رحم اور عفو کو گویا بھلا ہی دیا۔ اللہ اکبر ایک سراپا بیم ہیں اور ایک سراپا رجاء۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب تک آپ اپنی پیش کردہ حدیث رسول کے موافق اور ہماری پیش کردہ آیات کے موافق و احادیث صحیحین کے مطابق مثیل ہونے کا ثبوت نہ دیں گے اس وقت تک آپ کا مثیل ہونا دشوار ہے۔ (غایۃ المرام)

نیز، اولاً رسول اللہ ﷺ کو مثیل موسی کہنے اور ثانیاً حضرت مہدی کو مثیل مصطفیٰ بتلانے میں دونوں طرح رسول اللہ ﷺ کی عظمت و بزرگی پر سخت حملہ ہوا ہے اور دونوں پہلوؤں سے سید الرسل ﷺ کی قدر و منزلت کا تنزل کیا گیا ہے۔ جس طرح پر کہ احادیث گزشتہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کیا وہ بزرگ جو نام، باپ کے نام، خلق خلق میں رسول اللہ ﷺ سے ملتا، جلتا ہو، اور کیا وہ بزرگ جو خلقت میں نبی ﷺ سے مشابہ ہو اور کیا وہ بزرگ جو خلق اور خلق دونوں میں جناب نبوی سے مشابہت رکھتا ہو اور کیا وہ بزرگ جو اخلاق و وقار و سیرت محمدیہ سے قریب تر ہو۔ غرض کسی کو بھی باوجود تحقق مدارج مختلفہ مذکورہ کسی اعتبار سے بھی مثیل مصطفیٰ نہیں پکارا گیا تو ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے جناب رسالت مآب میں نہایت سوئے ادبی کی ہے۔ اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب ان کو مثیل مسیح بننے کی ضرورت پڑی تو انہوں نے چاہا کہ سنگ بنیاد دعوی دو ایسے بزرگوں کے نام بنائے جائیں جن کی عظمت وعزت ایمانی طور پر ہر مسلمان کے دلنشین ہو۔ پس مرزا صاحب نے محمد ﷺ کو جن کے مقام محمود و کمال تک آدم و ولد آدم کو پہنچنا نصیب نہیں ہوا، موسیٰؑ کا مثیل بنایا اور پھر اس کے اظہار کے لئے کہ ایک رسول کا مثیل ایک امتی بھی ہو سکتا ہے، امام مہدی کو نبی ﷺ کا مثیل بتایا، تا کہ خود مرزا صاحب کے دعوی مثیل مسیح کے لئے حجت و قوت ہو۔ مگر جیسا کہ مرزا نے اپنے آپ کو حضرت مسیح کا

روحانی طور پر مثیل بتایا اور حضرت مہدی کو اپنے خیال میں مصطفیٰ ﷺ کا مثیل بتایا ہے اس طرح پر کسی عبارت اور جملہ میں یہ تحریر نہیں کیا کہ موسیٰ کے مثیل رسول اللہ ﷺ میں وجہ مماثلت کیا تھی ۔ اگر مرزا صاحب نے انّا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً سے مماثلت قائم کی ہے، تو سخت غلطی کھائی ہے یا مغالطہ دیا ہے کہ ک جو حرف تشبیہہ ہے اور لفظ ارسلنا جو سبب تشبیہہ ہے اس سے وہ وہی نتیجہ نکال سکتے ہیں جو خداوند کریم نے اس سے نکالا ہے اور فرمایا ہے کہ فعصی فرعون الرسول فا خذناہ اخذاً و بیلاً۔ (مزمل:۱۶) نہ یہ کہ اس میں اپنے قیاس کو دخل دیں اور علم معانی سے آنکھ بند کرلیں اور رسول اللہ ﷺ کو مثیلِ موسیٰ کا خطاب عطا فرمائیں۔ یہ بالکل واضح امر ہے کہ اگر مماثلت کوئی شئے ہے تو وجہ مماثلت بھی کوئی ہونی چاہیے ۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ اور موسیٰ کلیم اللہ میں مماثلت اتحاد شریعت و رسالت ہے تب تو بموجب آیت شرع لکم من الدّین ما وصّی بہ نوحاً والّذی اوحینا الیک وما وصّینا بہ ابرا ھیم و موسی و عیسی ان اقیموا الدّین ولا تتفرّقوا فیہ ۔ رسول کریم ﷺ کو مثیل نوح کہنا چاہیے تھا جو خدا کے پہلے رسول تھے اور آیت میں بھی نوح کے بعد بلا فصل رسول اللہ ﷺ کا ذکر فرمایا گیا ہے اور یہ امر کہ شریعت محمدی وہی شریعت ہے مجاہد کی تفسیر سے کہ آیت ہذا سے ظاہر ہے ۔ او صیناک یا محمد و ایاھم دیناً وا حداً اور خدا کے ارشاد و انّ ھذہ امّتکم امّۃ وا حدۃ سے بخوبی واضح و لائح ہے اور اگر وجہ مماثلت مشابہت تام و متابعت شدید ہے تو رسول کریم کو مثیل ابراہیم کہنا زیادہ تر موزوں ہوتا جیسا کہ قرآن میں متعدد مقامات سے یہ امر روشن وآشکارا ہے

انّ اولی النّاس بابرا ھیم للّذین اتّبعوہ و ھذا النّبی و الّذین آمنوا۔

و اتّخذوا من مّقا م ابرا ھیم مصلّی۔

قل صدق اللّہ فا تّبعوا ملّۃ ابرا ھیم حنیفاً ۔(آل عمران)

دیکھو ان آیات میں پایا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ملت ابراہیمی پر مبعوث تھے اور یہود و نصاریٰ کی شرائع ومصالح کے مقابلہ میں شرائع حنیفیہ کو ترجیح دیتے رہے اور اس سے بڑھ کر وجہ مماثلت یہ ہونی چاہیے کہ آپ کا وجود مبارک دعائے ابراھیمی کا نتیجہ تھا اور

اگر وجہ مماثلت خلق وخلق میں محقق ہو تو صحیح بخاری کی حدیث میں ہے و ر أیت ابراھیم و انا اشبہ ولدہ بہ۔ میں نے ابراہیم کو دیکھا میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان سے مشابہت رکھنے والا ہوں۔ غرض ان سب وجوہات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مثیل موسی کہنے میں جو غلطی کھائی ہے وہ غلطی نہیں بلکہ مغالطہ بھی ہے۔ (یہ جو کچھ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو مثیل نوح یا مثیل ابراہیم کہنے میں بیان کیا ہے دراصل اس سے مقصود یہ ہے کہ مثیل موسی کا مسئلہ ہر پہلو سے غلط ثابت کیا جائے ورنہ دراصل رسول کریم کی شان اس سے ارفع واعلی ہے کہ آپ کو کسی کا مثیل بتایا جائے۔ بات یہ ہے کہ پہلے نبی جو ہوتے رہے، وہ اپنے سے پہلی شریعت میں کچھ نہ کچھ زیادہ کرتے رہے، لیکن پہلی شریعت میں سے کم کرنے یا بدل ڈالنے کا ان کو اختیار نہ ہوتا تھا۔

حضرت ابراہیمؑ نے شریعت نوح پر مناسک، اعمال فطرت ختنہ وغیرہ کو ایجاد کیا۔ اور حضرت موسیٰؑ نے شریعت ابراہیمی پر اونٹ کو حرام کرنا، سبقت کو واجب کرنا، زنا کی سزا رجم وغیرہ وغیرہ کو ایزاد کیا۔ مگر نبی ﷺ پہلی شریعتوں میں ایزاد، تنقیص وتبدیل تینوں امور عمل میں لاتے رہے۔ تو پھر کیونکر اتحاد شریعت میں وجہ مماثلت متحقق ہوسکتی ہے)

اس قدر بیان مماثلت کے بعد میں پھر توضیح المرام کے صفحہ ۲۱، ۲۲ کی جانب توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ان میں نہایت گہرے پیرایہ میں ایک خاص بات کا ذکر کیا گیا ہے جس تک عام ذہنوں کی رسائی محال ہے۔ یعنی یہ کہ مرزا صاحب نے اپنے اور مسیحؑ میں خاصیت وقوت روحانی ثابت کرنے کے لئے مریم صدیقہ کے قصہ اور عیسیٰؑ کے واقعہ پیدائش کو بدل دینا چاہا ہے۔ مریمؑ کا روح القدس کو دیکھنا اور اس کا بشارت فرزند دینا، ان کا تعجب کرنا، نفخ روح اور پیدائش عیسی کا قصہ جو قرآن میں مفصل مذکور ہوا ہے، مرزا صاحب نے اس کو روحانی وعرفانی مرتبہ بتایا ہے اور اس مرتبہ کے حصول کو ایک روحانی پیدائش سے تعبیر کیا ہے جو اس وقت ہوتی ہے جب خدا کی روح اس محبّ کو نیا تولّد بخشتی ہے۔ اس سے کیا نکلتا ہے؟ حضرت عیسی کا بغیر باپ پیدا نہ ہونا اور جو قصہ کہ قرآن میں ان کی تولّد و پیدائش کی نسبت ہے، اس کا سراسر استعارہ مجاز ٹھہرنا۔ (نیز یہ) کہ یہ حضرت عیسی کے ایک ایسے روحانی وعرفانی منصب کا ذکر ہے کہ اس کا وجود روحانی تولّد و پیدائش سے ہوا کرتا ہے اور اس روح کو جس کو یہ منصب حاصل ہوتا ہے خدا کی روح

سے جو نافخ المحبت ہے، استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے۔..

اہل ایمان غور کریں کہ حضرت عیسی جن کو یہ منصب حاصل تھا ان کو (بقول مرزا) بطور استعارہ ابن اللہ کہنا بھی ٹھیک ہوا۔ اور اگر کوئی ان کو اس طرح ابن اللہ یا روح القدس کو جو ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے، ابن کہہ دے تو یہ شرک نہیں بلکہ پاک تثلیث ہے (توضیح المرام ص ۲۱،۲۲)۔ نتیجہ یہ ہوا کہ

اول تو حضرت مریم و حضرت عیسی کے قصہ سے انکار ہے؛

(بطور استعارہ) حضرت عیسی کو ابن اللہ کہنا درست ہے؛

روح القدس کو ابن اللہ کہنا ٹھیک ہے؛

چونکہ یہ منصب ایک وجدانی عرفانی اور روحانی منصب ہے اس لئے جس کسی کو یہ منصب حاصل ہو جائے اس کو ابن اللہ کہنا درست ہے؛

چونکہ مرزا صاحب اور عیسیٰؑ دونوں اس منصب میں شریک ہیں اور موت وطبع و خاصیت میں متحد ہیں اس لئے مرزا صاحب کو ابن اللہ کہنا ٹھیک ہے۔

(اسی توضیح کے صفحہ کے ۲۷ پر ہے: جیسا مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یوں جب مرزا صاحب استعارہ کے طور پر ابن اللہ بن گئے تو استعارہ کے طور پر محمد ﷺ کے معبود بھی بن گئے کیونکہ قرآن میں قل ان کان للرّحمن ولد فانا اوّل العابدین (کہہ دے اگر خدا کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرتا۔ زخرف) آج تک تو یہ سمجھا گیا تھا کہ نہ خدا کا کوئی بیٹا ہی ہے اور نہ کوئی خدا کے سوا حضرت محمد ﷺ کا معبود ہے۔ لیکن اب مرزا صاحب جب خدا کے بیٹے بن گئے تو وہ بگمان خود حضرت رسول اللہ ﷺ کے معبود بھی بن گئے۔ نعوذ باللّٰہ)

ہر ایک ایسی تثلیث جو بندہ کی محبت کو مادہ، اور خدا کی محبت کو نر، اور جو ان سے تیسری چیز پیدا ہوتی ہے ،اس کو ابن فرض کرنے سے قائم ہو سکتی ہے، وہ پاک تثلیث ہے۔

دیکھو! پاک توحید کے ساتھ مرزا صاحب نے کیسی پاک تثلیث نکالی ہے۔ بے شک ہم اس معنی کے لحاظ سے تو مرزا صاحب کو مجدد ہی کہہ سکتے ہیں۔

عیسائی فاضلوں کا بیان ہوتا ہے کہ:

تثلیث کا پاک مسئلہ، جس کی بنیاد اعلی درجہ کے فلسفہ پر ہے، اس کی کیفیت انسانی فہم سے بالاتر ہے ۔..

جناب مرزا نے نصاری پر نہایت احسان فرمایا کہ تجدید فرما کر اس سر بستہ معمہ کو کھولا اور توحید کی طرح تثلیث کو بھی پاک ٹھہرایا اور استعارہ کے وسیع میدان میں لا کر خدا کی ایک مخلوق کی، خدا کے ساتھ ابن ہونے کی، نسبت کو صحیح کر دیا اور ارشاد ربانی کو فراموش کر دیا کہ تکاد السّماوات یتفطّرن منه و تنشقّ الارض و تخرّ الجبال هدّا، ان دعوا للرّحمن ولداً ۔(اسلام نے ہر ایک ایسے لفظ کا استعمال جس میں ذرہ سا دوسرا پہلو اور شک کی صورت ہو، منع کر دیا۔ مسلمان جب رسول اللہ ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے تو را عنا کہا کرتے ،یعنی ہماری طرف دیکھئے۔ یہود آتے تو اس موقع جب اس لفظ کا استعمال کرتے تو عین کی کسرہ ذرا کھینچ کر کہتے جو را عِینا ہو جاتا، یعنی اے ہمارے چرواہے۔ اللہ کو یہ ناگوار ہوا کہ مسلمان ایسے لفظ کا استعمال کریں جس میں باندک لہجہ رسول اللہ ﷺ کی ہتک شان کی صورت نکلتی اور یہود کی مشابہت ہوتی ۔ اس لئے یہ حکم ہوا کہ

یا ایّها الّذین آمنوا لا تقولوا را عنا و قولوا انظرنا۔

مسلمانوں تم را عنا کے لفظ کا استعمال ہی چھوڑ دو ۔ اس کی جگہ انظر نا کہا کرو۔ تو اب میں کہتا ہوں کہ اہل کتاب کی کتبِ سماویہ کو اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ابتداء میں یہود و نصاری میں بھی انسان کو ابن اللہ کہنے کی رسم بطریق استعارہ پڑی تھی ۔ کہیں یعقوبؑ کو خدا کا پہلوٹا بیٹا کہا، کہیں داوٗدؑ کے کل لشکر والوں کو خدا کے بیٹے کہا۔ کہیں فرمانبردار آدمیوں اور فرمان بردار عورتوں کو خدا کے بیٹے اور خدا کی بیٹیاں کہا گیا۔ وہ انسان کو خدا کا بیٹا کہا کرتے اور اس سے برگزیدہ اور محبوب مراد لیتے چنانچہ اس آیت سے بھی یہی واضح ہے

وقالت الیهود و النّصاری نحن ابناء اللّه و احبّائه ۔

کہ ابن وحبیب بطور مترادف معنی استعمال ہوئے ہیں لیکن شریعت اسلامیہ جو سب کو توحید کے چشمہ صافی سے آبِ زلال پلانے والی تھی، اس اصطلاح کو بیخ و بن سے اکھاڑا اور سب اصطلاحوں اور استعاروں کو شرک خالص بتلایا اور یوں پڑھ کر سنایا:

لقد کفر الّذین قالوا انّ اللّه ثالث ثلاثه۔

اور یہی وجہ ہے کہ آیت مندرجہ متن میں دعوا للرّحمن ولداً کہا گیا ہے تاکہ استعارہ وکنایہ و مجاز وحقیقت سب کے لئے حاوی ہو۔ پس جب اسلام نے اخلاق میں اصلاح کی ہے کہ را عنا کی جگہ انظرنا کہنے کی تعلیم دی، تو اب مرزا صاحب اعتقادات میں ابن اللہ بننے کے جو دعویدار بنتے ہیں اور اس کو استعارہ کی راہ سے جائز قرار دیتے ہیں، وہ اسلام کو کیا سمجھے ہوئے ہیں۔ جب جناب موصوف

جانتے ہیں کہ یہود و نصاری جس لفظ ابن کو ابتداء میں استعارہ سمجھے تھے، بالآخر اسی کو حقیقت سمجھنے لگ گئے۔ اور اسی شرک کو دور کرنے اور توحید قائم کرنے کے واسطے رسول اللہ ﷺ بھیجے گئے تو پھر کیوں پچھلے زمانہ کی مشرکانہ تاویلات و مجازات کی تعلیم کو مسلمانوں کے روبرو پیش کرتے ہیں ۔ ہاں قرآن مجید کی تعلیم پاک تو یہ ہے حضرت زیدؓ بن ثابت کو جو صحابہ، بوجہ کمال محبت وعنایت رسول کریم ﷺ ،زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے اور اپنے اس قول کو حقیقت بالکل نہیں سمجھتے تھے ان کو بھی منع کیا اور حکم ہوا: ادعو ھم لآبائھم ھو اقسط عند اللّٰہ ۔کہ جس کا باپ معلوم ہو اس کے اصلی باپ کا نام لے کر پکارو۔ خدا کے ہاں یہ سچی اور انصاف کی بات ہے۔

مرزا صاحب فرمائیں کہ خدا تو استعارہ کے طور پر ایک انسان کو ایک انسان کا بیٹا کہنا جائز قرار نہ دے اور آپ خود خدا کے بیٹے بننے کو تیار ہوں اور اس دانش پر نصاری کے ردّ کا بھی ارادہ کریں)

رب کریم اس گندے عقیدے کو، جو سبب بعثت نبی ﷺ کو بیکار ثابت کر رہا ہے، مسلمانوں کے دلوں سے دور کرے اور سب کو یہ سمجھ دے کہ مثیل عیسی بننے کے دعوے میں اسلام کے سب سے بڑے رکن توحید کو بھی کتنا بڑا صدمہ پہونچایا گیا ہے اور کیسے کیسے معانی تراشے گئے ہیں ۔ (غایۃ المرام)

مباحثہ دہلی

مابین

غلام احمد قادیانی و محمد بشیر سہسوانی

ہم بتا چکے ہیں کہ مباحثہ لدھیانہ کے بعد مرزا صاحب نے دہلی جا کر اکتوبر ۱۸۹۱ء میں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے چیلنج بازی کی۔ فریقین جامع مسجد دہلی میں اکٹھے ہوئے لیکن مرزا صاحب دامن بچا گئے۔ اس کے بعد جناب مولانا محمد بشیر سہسوانی سے ان کا مباحثہ طے ہوا۔ جناب سہسوانی، بھوپال سے اس مباحثے کیلئے دہلی تشریف لائے اور طے ہوا کہ دونوں فریق پانچ پانچ پرچے لکھیں گے۔ لیکن مرزا صاحب تین پرچوں کے بعد دہلی سے یہ کہہ کر چلے آئے کہ میں مسافر ہوں، اب زیادہ قیام کی مجھے گنجائش نہیں ہے۔

مولانا محمد بشیر بھی بھوپال میں مقیم اور ملازم تھے۔ وہ مرزا صاحب کی دعوت مباحثہ کے جواب میں مسافرانہ دہلی تشریف لائے تھے۔ جب مباحثے میں مرزا صاحب کو اپنا ناطقہ بند ہوتا نظر آیا تو میزبانی کے آداب بھول کر دہلی سے چلے آئے۔ بعد میں اس مباحثے کی کاروائی، یعنی فریقین کے پرچوں کو جناب محمد بشیر نے بھی شائع فرمایا تھا اور قادیانی حضرات نے بھی۔ مسلمانوں کی طرف سے طبع کردہ نسخے کے تعارف میں مولانا اللہ وسایا بتاتے ہیں کہ الحق الصریح فی حیات المسیح، ۱۳۴ صفحات پر اردو میں ۱۳۰۹ھ میں شائع ہوا۔ مصنف مولانا محمد بشیر سہسوانی کا مرزا قادیانی سے دہلی میں چھ روز تک تحریری مناظرہ ہوا۔ آخری پرچہ لکھ کر مرزا قادیان نے اپنے خسر کی بیماری کا بہانہ بنایا اور گفتگو منقطع کر کے چلتے بنے۔

یہ کتاب اسی مناظرہ دہلی کی مکمل روئداد ہے(قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگذشت ۔ص ۱۱۲)

یہ مباحثہ، تحریک ختم نبوت کے بالکل ابتدائی دور سے تعلق رکھتا ہے۔ اسکے پرچوں کو قارئین کے ملاحظہ کیلئے ذیل کے صفحات میں قادیانی رسالہ الحق سے نقل کیا جارہا ہے۔

☆ محمد بشیر سہسوانی کا پہلا پرچہ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔

الحمد للّٰہ و کفی و سلام علی عبادہ الّذین اصطفی ۔ امّا بعد

ارباب علم و دین پر مخفی نہ رہے کہ اصل دعوی جناب مرزا صاحب کا، مسیح موعود ہونے کا ہے لیکن جناب ممدوح کے محض اصرار بلیغ سے مباحثہ حیات و وفات مسیحؑ میں منظور کیا گیا ہے، اور اس مسئلہ میں بھی اصل منصب جناب مرزا صاحب کا مدعی کا ہے لیکن صرف جناب ممدوح کے اصرار سے ہی یہ بھی قبول کیا گیا کہ پہلے یہ عاجز ادلّہ حیات مسیح تحریر کرے اور اس میں بحث صعود ونزول وغیرہ کا خلط نہ کیا جائے ۔

فاقول بحول اللّٰہ وقوّتہ وما توفیقی الّا بہ علیہ توکّلت والیہ انیب

جاننا چاہیے کہ دلیلیں حیات مسیح کی پانچ آیتیں ہیں ۔ دلیل اول یہ ہے۔

و ان من اھل الکتا ب لیؤمننّ بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً۔ (نساء ـ ۱۶۰)

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ لیؤمننّ میں نون تاکید کا آیا ہے اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے ۔ ماضی اور حال کی تاکید کیلئے نون نہیں آتا ہے ۔

ازہری تصریح میں لکھتا ہے:

ولا یؤکدبھماالماضی لفظاًومعنی مطلقاًلانّھما یخلصان مد خولھما للاستقبال و ذلک ینافی المعنی ۔

اور دوسری جگہ لکھتا ہے:

ولا یجوز تاکیدہ بھما اذاکان منفیاً اوکان المضارع حالاً کقرأۃ ابن کثیر۔ لا قسم بیوم القیا مۃ ۔ و قول الشّاعر

یمینا لا بغض کل امرے ۔۔۔ یزخرف قولاً و لا یفعل

فاقسم فی الآ یة و البغض فی البیت، معناھما الحال الدخول اللام علیھما وانّما یؤکدا بالنّون لکونھا تخلص الفعل للاستقبال وذلک ینافی الحال ۔

فوائد ضیائیہ میں ہے: تختص ای نون بالفعل المستقبل فی الامر و النّہی والاستفھام و التمنی و العرض والقسم وانّما اختصت ھذہ النّو ن بھذہ المذکورا ت الدّا لّة علی الطّلب دو ن الماضی و الحال لا نّہ لا یوکّد ا لا ما یکو ن مطلو باً۔

عبدالحکیم، تکملہ میں لکھتے ہیں: ۔ لانّ النّو ن تخلص المضارع للاستقبال فکرھوا الجمع بین حر فین لمعنی وا حد فی کلمة وا حدة

مغنی میں ہے: ولا یؤکد بھما الماضی مطلقاً و اما المضارع فان کان حالاً لم یؤکد بھما وان کان مستقبلاً اکد بھما وجوباً فی نحو واللّٰہ لاکیدن اصنا مکم ۔

شیخ زادہ، حاشیہ بیضاوی میں لکھتے ہیں:

و اعلم الاصل فی نون التّاکید ان تلحق بآخر فعل مستقبل فیہ معنی الطّلب کالامر والنّھی والاستفھام والتمنی والعرض نحو اضربن زیداً ولاتضربن وھل تضربنّہ ولیتک تضربنّ مثقلة و مخففة واختص بما فیہ معنی المطلب لان ّوضعہ للتّاکید و التّاکید انما یلیق بمایطلب حتی یولد ویحصل فیغتنم ھو بوجد ان المطلوب ولا یلیق بالخبر المحض لانّہ قد وجد و حصل فلا یناسبہ التاکید و اختصّ بالمستقبل لانّ الطلب انّما یتعلّق بما لم یحصل بعد لیحصل وھو المستقبل بخلاف الحال و الماضی لحصولھما و المستقبل الّذی ھو خبر محض لا تلحق نون التّا کید بآ خرہ الا بعد ان ید خل علی اول الفعل ما یدل علی التاکید کلام القسم و ان لم یکن فیہ معنی الطّلب لا نّ الغالب ان المتکلّم یقسم علی مطلوبہ ۔

اور ایسا ہی بلا خلاف تمام کتب نحو میں مرقوم ہے۔

قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں بھی نون بہت مواضع میں خاص مستقبل کے لئے آیا ہے اور ماضی اور حال کیلئے ایک جگہ بھی پایا نہیں جاتا۔ اس مقام پر چند آیات نقل کی جاتی ہیں۔ سورہ بقرہ میں ہے۔

فامّا یأتینکم مّنّی ھدیً فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ (بقرہ۔ ۳۹)

اور فلنو لّینّک قبلۃً ترضاھا۔ (بقرہ۔ ۱۴۵)

اور ولنبلونّکم بشیء مّن الخوفِ و الجوعِ و نقصٍ مّن الاموال والانفسِ و الثمرات۔ (بقرہ۔ ۱۵۶)

سورہ آل عمران میں ہے:

و اذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیین لماآتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مّصدّق لّما معکم لتؤمننّ بہ و لتنصرنّہ (آل عمران۔۸۲)

اور لتبلونّ فی اموالکم و انفسکم ولتسمعنّ من الّذین اوتو الکتاب من قبلکم ومن الّذین اشرکوا اذی کثیراً (آل عمران۔ ۱۸۷)۔

اور و اذ اخذ اللّٰہ میثاق الّذین اوتو الکتاب لتبیننّہ للنّاس ولا تکتمونہ۔ الآیۃ۔ (آل عمران۔ ۱۸۸)

اور فالّذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم و اوذوا فی سبیلی و قاتلوا و قتلوا لا کفّرنّ عنھم سیآتھم ولادخلنّھم جنّت تجری من تحتھا الانھار (آل عمران۔ ۱۹۶)

سورۃ نساء میں ہے ولاضلنّھم ولامنّیننّھم ولامرنّھم فلیبتّکنّ آذان الانعام ولآمرنّھم فلیغیرنّ خلق اللّٰہ۔ (نساء)

سورہ مائدہ کے رکوع گیارہ میں ہے:

لتجدنّ اشدّ النّاس عداوۃ لّلّذین آمنوا الیھود والّذین اشرکوا و لتجدنّ اقربھم مودّۃ لّلّذین آمنوا الّذین قالوا انّا نصاری (مائدہ۔۸۲)

سورہ مائدہ کے تیرہویں رکوع میں ہے: یا ایّھا الّذین آمنوا لیبلونّکم اللّٰہ

بشیء من الصّید تنالہ ایدیکم و رماحکم (مائدہ ۔ ۹۴)

سورہ انعام کے دوسرے رکوع میں ہے: لیجمعنّکم الی یوم القیامۃ لا ریب فیہ۔ (انعام ۔ ۱۲)

سورہ اعراف کے پہلے رکوع میں ہے فلنسئلنّ الّذین ارسل الیھم و النسئلنّ المرسلین۔فلنقصّنّ علیھم بعلم وما کنّا غا ئبین (اعراف۔ ۶۔۷)

سورہ اعراف کے رکوع ۱۴ میں ہے: لا قطّعنّ اید یکم و ارجلکم من خلاف ثم لاصلّبنکم اجمعین۔ (اعراف ۔۱۲۴)

سورہ اعراف کے رکوع ۲۱ میں ہے و ا ذ تاذّن ر بّک لیبعثنّ علیھم الی یوم القیامۃ من یّسومھم سوء العذا ب ۔(اعراف۔ ۱۶۷)

سورۃ ابرا ہیم کے دوسرے رکوع میں ہے ولنصبر نّ علی ما آ ذیتمو نا۔(ابراھیم ۔۱۲)

سورہ ابرا ہیم کے تیسرے رکوع میں ہے: و قال الّذ ین کفروا لرسلھم لنخرجنّکم من ارضنا او لتعودنّ فی ملتنا۔ فاوحے الیھم ربّھم لنھلکنّ الظّالمین۔ و لنسکننّکم الا رض من بعد ھم ۔(ابرا ھیم ۱۳۔۱۴)

سورہ نحل کے رکوع ۱۳ میں ہے:

ولیبینن لکم یو م القیامۃ ما کنتم فیہ تختلفو ن ۔

اوراسی میں ہے و لتسئلنّ عمّا کنتم تعملو ن ۔

اسی میں ہے من عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینّہ حیوۃ الطّیّبۃً و لنجز ینّھم ۔

بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں ہے

و قضینا الی بنی اسرا ئیل فی الکتاب لتفسدنّ فی ا لا رض مرّتین و لتعلنّ علوّا کبیراً۔

سورۃ حج کے چھٹے رکوع میں ہے:

و لینصر نّ اللّہ من ینصرہ۔ انّ اللّہ لقویّ عزیز۔

سورہ نور کے ساتویں رکوع میں ہے:

وعد اللّٰہ الّذین آمنوا منکم وعملوا الصّالحا ت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الّذین من قبلھم ولیمکّننّ لھم دینھم الّذی ارتضی لھم و لیبدّ لنّھم من بعد خوفھم امناً۔

سورہ نمل کے دوسرے رکوع میں ہے:

لا عذّ بنّہ عذا باً شدیداً او لاذبحنّہ او لیاتینّی بسلطانٍ مّبین۔

سورۃ عنکبوت کے ساتویں رکوع میں ہے:

و الّذ ین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا۔

سورہ محمد کے ۴ رکوع میں ہے: و لتعرفنّھم فی لحن القول

سورہ تغابن کے پہلے رکوع میں ہے:

قل بلی و ر بی لتبعثنّ ثم لتنبئون بما عملتم۔

سورہ انشقاق میں ہے: لتر کبنّ طبقاً عن طبقٍ

اگر جناب مرزا صاحب ایک آیت یا ایک حدیث یا کوئی کلام عرب عرباء کا ایسا پیش کریں کہ اس میں نون تاکید حال یا ماضی کیلئے یقینی طور پر آیا ہو تو کوئی عبارت کتاب نحو کی جس میں تصریح امر مذکور کی ہو، تو میں اپنے اس مقدمہ کو غیر صحیح تسلیم کرلوں گا۔

بعد اس کے تمہید کے میں کہتا ہوں کہ لفظی ترجمہ اس آیت کا یہ ہوا:

اور نہیں اہل کتاب میں سے کوئی ، مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے پہلے مرنے حضرت عیسیٰؑ سے۔

اور حاصل ترجمہ یہ ہے کہ آئندہ زمانے میں ایک ایسا زمانہ آنے والہ ہے کہ سب اہل کتاب اس میں حضرت عیسیٰؑ پر حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ایمان لاویں گے۔

یہی ایک معنی اس آیت کے موافق محاورہ عرب وقواعد نحو اور محاورہ کتاب وسنت کے صحیح ہیں۔ اور اس کے ما عدا جتنے معنی ہیں سب غلط اور باطل ہیں کیونکہ کسی معنی کی بنا پر لیؤ منن ّ کا لفظ خالص استقبال کے لئے نہیں باقی رہتا۔ وہ چار معانی ہیں۔

اول وہ جو عامہ تفاسیر میں منقول ہے کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف عائد ہے اور معنی یہ ہیں کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ایمان لاتا ہے حضرت عیسیٰؑ پر اپنے مرنے سے پہلے یعنی نزع روح کے وقت اس تقدیر پر لیؤمنن کا خالص استقبال کے

لئے نہ ہونا ظاہر ہے، اس لئے یہ معنی باطل ہیں۔

دوسرے معنی وہ ہیں جو جناب مرزا صاحب نے کشفی طور پر ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۲ میں لکھے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ:

ہر اہل کتاب ہمارے اس بیان مذکور بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے، ایمان رکھتا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ ایمان لاوے کہ مسیح اپنی موت سے مر گیا۔ فقط۔

یہ معنی بھی، بسبب اس کے کہ اس تقدیر لیؤمننّ خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا ہے، باطل ہیں اور اس معنی کشفی کے بطلان کے اور بھی وجوہ ہیں مگر ان کو اس بحث سے علاقہ نہیں ہے اس لئے ہم ان کو یہاں بیان نہیں کرتے۔ انشاء اللہ تعالی ان وجوہ کا ذکر ازالہ اوہام کے رد میں بسط بسیط کیا جائے گا۔

تیسرے وہ معنی ہیں جو جناب مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۸۵ میں لکھے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ:

مسیح تو ابھی مرا بھی نہیں تھا کہ جب سے یہ خیالات شک وشبہ کے یہود ونصاری کے دلوں میں چلے آتے ہیں۔ فقط۔

یہ معنی بھی اسی وجہ سے باطل ہیں کہ لیؤمننّ اس تقدیر پر خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا بلکہ ماضی کے لئے ہوجاتا ہے۔

چوتھے وہ ہیں جو مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی سیالکوٹی (جن کے متعلق مرزا غلام احمد کہتے ہیں:

. حبی فی اللہ مولوی مبارک علی صاحب.. اس عاجز کے استاد زادہ ہیں۔ ان کے والد، حضرت مولوی فضل احمد مرحوم ایک بزرگ وار عالم باعمل تھے۔ مجھ کو ان سے از حد محبت تھی کیونکہ علاوہ استاد ہونے کے وہ ایک باخدا اور صاف باطن اور زندہ دل اور متقی اور پرہیزگار تھے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۸۱۷)۔

نیز مرزا کہتے ہیں . ایک دفعہ میرے استاد مرحوم مولوی فضل احمد صاحب نے میرے پاس بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا.... (ازالہ اوہام۔ص ۸۷۸)۔

اور اسی ازالہ اوہام میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

. نازل ہونے والا ابن مریم یہی ہے جس نے عیسی بن مریم کی طرح اپنے زمانہ میں کسی ایسے

شیخ والد روحانی کو نہ پایا جو اس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھہرتا۔تب خدا تعالی خود اس کا متولی ہوا اور تربیت کی کنار میں لے لیا اور اس بندے کا نام ابن مریم رکھا.تب وہ وجود روحانی پا کر خدا تعالی کی طرف اٹھایا گیا کیونکہ خدا تعالی نے اپنے ماسوا سے اس کو موت دے کر اپنی طرف اٹھالیا اور پھر ایمان اورعرفان کے ذخیرہ کے ساتھ خلق اللہ کی طرف نازل کیا۔سو وہ ایمان اورعرفان کا ثریا سے دنیا میں تحفہ لایا ...پس مثالی صورت کے طور پر یہی عیسی بن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا۔کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی والد روحانی ہے۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم۔ص ۶۵۹)۔ پھر اگر یہ ابن مریم نہیں تو کون ہے؟ (ازالہ اوہام۔دوم۔ص ۶۵۹۔۶۶۰)۔ اور خود ہی دو مرتبہ ازالہ اوہام میں مولوی مبارک علی کے والد مولوی فضل احمد کو اپنا استاد لکھ چکے ہیں۔ بہاء) ۔ مرید مخلص مرزا صاحب نے القول الجمیل کے صفحہ ۲۸ میں لکھے ہیں، وہ یہ ہیں:

اور ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کے لئے ضروری ہے کہ اس بات کو اپنے مرجانے سے پیشتر ہی تسلیم کرے۔فقط۔

اس عبارت کا مطلب اگر یہ ہے کہ ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اس بات کو اپنے مرنے سے پہلے ہی تسلیم کرے،یعنی یہ جملہ انشائیہ ہے جیسا کہ بعض عبارات القول الجمیل اس پر قرینہ ہے،تو اس معنی کے غلط ہونے کی یہ وجہ ہے کہ صاحب القول الجمیل اس مقام پر غلط فاحش کا مصدر رہوا کیونکہ لیؤمننّ میں لام مکسورہ، لام الامر سمجھا ہے، حالانکہ قرآن خواں اطفال بھی جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں لام مفتوحہ، لام تاکید ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص اس بات کو اپنے مرنے سے پہلے تسلیم کر لیتا ہے،یعنی یہ جملہ خبریہ ہے،تو اس وقت لیؤمننّ خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا ہے۔اس لئے یہ معنی غلط ہوئے۔اور وہ معنی اس آیت کے جو خاکسار نے اول بیان کئے،سلف میں سے ایک جماعت کثیر اسی طرف گئی ہے۔ان میں سے ہیں: ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ اور ابو مالکؒ اور حسن بصریؒ وقتادہؒ و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

حدّثنا ابن بشار حدّثنا عبد الرّحمن عن سفیا ن عن ابی حسین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وان من اهل الکتا ب الا لیؤمننّ

به قبل موته ۔ قال قیل موت عیسے بن مریم قال العوفی عن ابن عباس مثل ذلک قال ابو مالک فی قوله الّا لیومننّ به قبل موته قال ذلک عند نزول عیسی بن مریمؑ لا یبقی احد من اهل الکتاب الّا آمن به و قال الضّحاک عن ابن عباس و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته یعنی الیهود خاصةّ وقال الحسن البصری یعنی النجاشی و اصحابه رواهما ابن ابی حاتم و قال ابن جبیر حدثنی یعقوب حدثنا ابن علیة حدثنا ابو رجاء عن الحسن و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته قال قبل موت عیسی و انّه لحیّ الآن عند اللّه و لکن اذا نزل آمنوا به اجمعون و قال ابن ابی حاتم حدّثنا ابی حدّثنا علی بن عثمان اللاحقی حدّثنا جریرة بن بشیر قال سمعت رجلاً قال للحسن یا ابا سعید قول اللّه عزّ و جلّ وان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته قال قبل موت عیسے انّ اللّه رفع الیه عیسی وهو باعثه قبل یوم القیامة مقاماً یؤمن به البرّ و الفاجر و کذا قال قتاده عبد الرحمن بن زبیر بن اسلم و غیر واحد و هذا القول هو الحقّ کما سنبیّنه بعد بالدّلیل القاطع انشاء اللّه و به الثّقه و علیه التّکلان ۔

اور ابو ہریرہ کا اس طرف جانا حدیث صحیحین سے ظاہر ہے ۔ مخفی نہ رہے کہ جناب مرزا صاحب نے اس معنی پر جس کو ہم نے صحیح اور حق کہا ہے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۶۸ اور صفحہ ۳۶۹ میں چار اعتراض کئے ہیں ۔ ان سب کا مسکت جواب بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے پاس موجود ہے ۔

اعتراض اول: ۔ آیت موصوفہ بالا صاف طور پر فائدہ تعمیم کا دے رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے لفظ سے تمام وہ اہل کتاب مراد ہیں جو مسیح کے وقت میں، یا مسیح کے بعد، برابر ہوتے رہیں گے ۔ اور آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو آیت کو کسی خاص محدود زمانے سے متعلق اور وابستہ کرتا ہو ۔ فقط ۔

جواب اس کا بدو وجہ ہے ۔ اول یہ کہ آیت میں نون تاکید ثقیلہ موجود ہے جو آیت

کو خاص زمانہ مستقبل سے وابستہ کرتا ہے۔ دوم یہ کہ اس تعمیم کے موافق آپ کے معنی اول جو ازالہ اوہام میں لکھے گئے ہیں، بھی باطل ہو جاتے ہیں کیونکہ آپ کے نزدیک لفظ اہل کتاب کا آیت موصوفہ میں ان سب اہل کتاب کو بھی شامل ہے جو مسیح کے وقت میں ان کو صلیب پر چڑھانے سے پہلے موجود تھے۔ حالانکہ ان کا بیان مذکورہ بالا پر ایمان رکھنا قبل اس کے کہ وہ اس پر ایمان لاویں کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا غیر متصور ہے اور ایسا ہی آپ کے دوسرے معنی بھی باطل ہوئے جاتے ہیں۔ و ھذا غیر خفی علی من لہ ادنی تأمّل

اعتراض دوم: ۔احادیث صحیحہ بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اس کے منکر خواہ اہل کتاب یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مریں گے۔فقط۔

جواب اس کا بدو وجہ ہے:۔

اول، یہ کہ آیت میں کہیں تصریح اس امر کی نہیں ہے کہ مسیح کے آتے ہی سب اہل کتاب مسیح پر ایمان لے آویں گے بلکہ آیت میں تو صرف اسی قدر ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں گے۔ پس ہوسکتا ہے کہ جن کفار کا علم الٰہی میں مسیح کے دم سے کفر کی حالت میں مرنا مقدر ہو، ان کے مرنے کے بعد سب اہل کتاب ایمان لے آویں۔

دوم، ہوسکتا ہے کہ مراد ایمان سے یقین ہو نہ ایمان شرعی۔ جیسا کہ آپ کے دونوں معنے کے موافق ایمان سے مراد ایمان شرعی نہیں ہے بلکہ یقین مراد ہے۔

اعتراض سوم۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ مسلّمہ ہے کہ دجال بھی اہل کتاب میں سے ہوگا اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔فقط

اس کا جواب بھی انہیں دو وجہوں سے ہے جو اعتراض دوم کے جواب میں لکھی گئیں، اعادہ کی حاجت نہیں۔

اعتراض چہارم۔ مسلم میں موجود ہے کہ مسیح کے بعد شریر رہ جائیں گے، پھر قیامت آئے گی۔ اگر کوئی کافر نہیں رہے گا تو وہ کہاں سے آجاویں گے۔فقط

یہ اعتراض جناب مرزا صاحب کی شان سے نہایت مستبعد ہے۔ کیا مرزا صاحب یہ نہیں خیال فرماتے کہ یقیناً دنیا میں ابتداء ایک ایسا زمانہ بھی گذر چکا ہے کہ کوئی کافر نہ

تھا۔ پھر یہ کفار جواب تک موجود ہیں کہاں سے آ گئے۔ جیسے یہ کفار ہو گئے ایسا ہی بعد عیسیٰؑ کے بھی ہو جائیں گے۔

دلیل دوسری۔ یہ آیت سورۃ آل عمران کی ہے و یکلّم النّاس فی المھد و کھلاً وّ من الصّا لحین۔ (آ ل عمرا ن۔ ۴۷)

اس آیت سے علماء نے استدلال حیات مسیح پر کیا ہے۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے و به استدلّ علی انه علیه السّلام سینزل من السّماء لما انه علیه السلام رفع قبل التکھل قال ابن عباس ارسله اللّه تعا لی و ھو ابن ثلا ثین سنة و مکث فی رسالته ثلاثین شھراً ثم رفع اللّه تعا لی الیه۔

تفسیر کبیر میں ہے قال الحسین بن الفضل وفی ھذه الآیة نصّ فی انّه علیه الصّلوۃ والسّلام سینز ل فی ا لا رض۔

بیضاوی میں ہے: و به استدلّ علی انه سینزل فانّه رفع قبل ان اکتھل۔

جلالین میں ہے: یفید نز وله قبل الساعة لانّه رفع قبل الکھولة

معالم میں ہے: وقیل للحسین بن الفضل ھل تجد نز ول عیسی فی القرآ ن قال نعم قوله و کھلاً وھو یکتھل فی الدّنیا و انّما معناه و کھلاً بعد نزول من السّماء۔ انتھی

یہ آیت اگر چہ فی نفسہا قطعیۃ الدلالہ حیات مسیح پر نہیں ہے مگر بانضمام آیت و ان مّن اھل الکتا ب الا لیؤمننّ به (نساء ۱۶۰) کے قطعی الدلالۃ ہو جاتی ہے اور اس بنا پر ایک حسن اس آیت میں یہ ہوتا ہے جیسا کہ کلام فی المھد ایک آیت اور معجزہ ہے ایسا ہی کلام فی الکھو لۃ معجزہ ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ اس زمان دراز تک جسم کا بغیر طعام وشراب کے زندہ رہنا اور اس میں کچھ تغیر نہ آنا خارق عادت ہے، ورنہ کلام فی الکھولۃ تو سب ہی کیا کرتے ہیں حضرت مسیح کا اس میں کیا کمال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فہرست نعم جلیلہ میں ذکر فرمایا ہے۔

دلیل سوم۔ سورۃ نساء میں ہے و ما قتلوه یقیناً بل رّفعه اللّه الیه و کان اللّه عزیزاً حکیماً (نساء۔ ۱۵۸۔۱۵۹)

یہ آیت بھی فی نفسھا اگر چہ قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر نہیں ہے مگر ظاہر اس سے رفع الرّوح مع الجسد ہے کیونکہ ما قتلوہ اول وثانی اور ما صلبوہ کے ضمیر منصوب کا مرجع تو قطعاً روح مع الجسد ہے۔ پس یہ امر دال ہے اس پر کہ مرجع رفعہ کے ضمیر منسوب کا بھی روح مع الجسد ہے علی الخصوص جب آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ اس کے ساتھ ضم کی جاوے تو یہ بھی قطعی الدلالت ہو جاتی ہے۔

دلیل چہارم۔ سورۃ زخرف میں وانّہ لعلم للسّاعۃ فلا تمترن بھا و اتبعون ھذا صراط مستقیم (زخرف۔ ۶۱)

یہ آیت بھی فی نفسھا اگر چہ قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر نہیں ہے مگر ظاہر یہی ہے کیونکہ ارجاع ضمیر انّہ کا طرف قرآن مجید کے بالکل خلاف سیاق وسباق ہے۔ پس ضرور مرجع حضرت عیسیٰؑ ہوئے۔ اب یہاں تین احتمال ہیں، یا حدوث مقدر مانا جاوے یا ارادہ معجزات یا نزول۔ اول باطل ہے اس لئے کہ ہمارے آنحضرت ﷺ کا حدوث علامت قریبہ قیامت کے ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے

بعثت انا و السّاعۃ کھا تین

پس حضرت عیسی کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں اور ایسا ہی احتمال دوم بھی باطل ہے کیونکہ معجزات سب دلالت علی قدرۃ اللہ تعالی میں برابر ہیں تخصیص معجزات عیسویہ کی کیا ہے۔ پس متعین ہوا کہ مراد نزول ہے خاص کر جب کہ آیت و ان من اھل الکتاب جو قطعی الدلالۃ ہے اور احادیث صحیحہ بخاری و مسلم اس کی تفسیر میں واقع ہوگئی ہیں تو اس حیثیت میں یہ آیت بھی قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر ہوگئی۔

دلیل پنجم۔ آیت وما آتاکم الرّسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا (حشر۔ ۷) ہے جو موافق اس آیت کے جو احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کی گئی تو بکثرت اس باب میں احادیث صحیحہ موجود ہیں جن کا تواتر تو جناب مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۵۷ میں تسلیم فرمایا ہے ان میں سے حدیث متفق علیہ ابو ہریرہ کی ہے:

قال قال رسول اللہ ﷺ والّذی نفسی بیدہ لیوشکنّ ان یّنزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ و یفیض المال حتی لایقبلہ احد حتی تکون السّجدۃ الواحدۃ

خیراً من الدّنیا وما فیھا ثم یقول ابو ھریرہ : فا قرأو ان شئتم، و ان من اھل الکتا ب الّا لیؤ منن ّ بہ قبل موتہ ۔ ا لآ یۃ ۔

معنی حقیقی ابن مرتم کے عیسی بن مریم ہیں اور صارف یہاں کوئی موجودنہیں بلکہ آیت و ان من اھل الکتا ب اس معنی کی تعیین کر رہی ہے ۔ پس نزول عیسے متعین ہو گیا ۔ اس سے ظاہر یہی ہے کہ وہ زندہ ہیں ۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے : وقال ابن ابی حاتم حدّ ثنا ابی حدّثنا احمد بن عبد الرحمن حدّ ثنا عبد اللّہ بن جعفر عن ابیہ حدّ ثنا الرّ بیع بن انس عن الحسن انّہ قال فی قولہ تعالی انّی متوفّیک یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللّہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللّہ ﷺ للیھود انّ عیسی لم یمت و انّہ را جع الیکم قبل یوم القیا مۃ

یہ حدیث اگر چہ مرسل ہے لیکن وان من اھل الکتا ب اسکی صحت کی عاضد ہے ۔

یہ اخیر چار آیات اگر چہ ہر واحد، ان میں سے بنفسہا دلیل قطعی حیات مسیحؑ پر نہیں مگر تا ہم بہ نسبت ان تیس آیات کے جو مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں واسطے اثبات وفات حضرت مسیح کے لکھی ہیں، یہ آیات قوی الدلالۃ حیات مسیح پر ہیں ۔ باقی رہا یہ امر کہ مرزا صاحب نے تیس آیات واسطے اثبات و فات مسیح علیہ السلام کے لکھی ہیں ۔ سو ان کا جواب اجمالی یہ ہے کہ یہ آیات تین قسم کی ہیں ۔

اول وہ جن میں لفظ تو فّی بالتخصیص حضرت مسیح کی نسبت واقع ہوا ہے ۔

دوم وہ آیات جو عموماً سب انبیاء گذشتہ کی وفات پر دلالت کرتی ہیں ۔

سوم وہ آیات کہ نہ ان میں حضرت مسیح کی وفات کا خصوصاً ذکر ہے نہ عموماً ۔ صرف جناب مرزا صاحب نے ان سے محض اجتہاداً استنباط وفات کیا ہے ۔

قسم اول کا جواب یہ ہے کہ بعد فرض وتسلیم اس کے کہ لفظ تو فّی کے معنی حقیقی موت وقبض روح کے ہیں اور دوسرے معنی مجازی ہیں ۔ ہم کہتے ہیں کہ آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ سے جو قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ ہے حیات عیسی ثابت ہوگئی تو اب یہ آیت صا ف ہوگئی آیات مذکورہ کے معنی حقیقی سے اس لئے آیات تو فّی معنی مجازی پر محمول کی جاویں گی اور وہ معنی مجازی جو یہاں مراد ہو

سکتے ہیں وہ اخذ تام وقبض ہے جس کو اردو میں پورا لینا کہتے ہیں اور توفّی کا استعمال اخذ تام وقبض لغت سے ثابت ہے۔

قاموس میں ہے: واوفی علیه اشرف وفلاناًحقّه اعطاه وافیاً توفّاه و اوفاه فاستوفاه و توفّاه

اورصحاح میں ہے: اوفاه حقه و وفاه بمعنی ای اعطاه حقّه وافیاً و استوفی حقّه و توفّاه

مصباح المنیر میں ہے: و توفّیته واستوفیته بمعنی۔

مجمع البحار میں ہے و استوفیت حقی ای اخذ ته تا ماً

صراح میں ہے ایفاء گزاردن حق کسے بتمام و یقال عنه اوفاه حقه ووفاه استیفاء توفی تمام گرفتن حق

قسطلانی میں ہے التوفی اخذ الشّیء وا فیاً والموت نوع منه

اور دوسرے معنی مجازی انامت ہیں جن کو اردو میں سلانا کہتے ہیں اور توفّی بمعنی انامت، قرآن مجید سے ثابت ہے۔فرمایا اللہ تعالی نے سورہ زمر میں:

اللّه یتوفّی الانفس حین موتها والّتی لم تمت فی منامها فیمسک الّتی قضی علیها الموت و یرسل الاخری (الزمر۔ ۴۲)

اورفرمایا سورہ انعام میں: وهوالّذی یتوفّاکم باللّیل ویعلم ما جرحتم با لنّهار ثم یبعثکم فیه لیقضی اجلٍ مّسمّی۔ (انعام۔ ۶۰)

اور قسم دوم کا جواب بعد تسلیم عمومات کے یہ ہے کہ آیت و ان من اهل الکتاب جو قطعی الدلالۃ ہے ان آیات کی مخصص واقع ہوئی ہے۔

اور قسم سوم کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض تسلیم کیا جاوے کہ الفاظ فی نفسها ان معانی کے محتمل ہیں جو جناب مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں لیکن آیت و ان من اهل الکتاب جو قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ ہے ان احتمالات کو رد کرتی ہے، لہذا وہ معنی باطل ہوئے۔ صحیح معانی ان آیات کے وہ ہیں جو تفاسیر معتبرہ میں مذکور ہیں اور وہ موافق ہیں آیت و ان من اهل الکتاب کے۔ اور جواب تفصیلی ان آیات کا جن کو مرزا صاحب نے واسطے ثبوت وفات پیش کیا ہے ازالہ اوہام کے جواب میں انشاءاللہ بہ بسط

بسیط لکھا جاوے گا۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ ۔ بروز جمعہ۔ محمد بشیر عفی عنہ

☆ مرزا قادیانی کا پہلا پرچہ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ..... امّا بعد

چونکہ مولوی محمد بشیر صاحب نے اس عاجز سے سلسلہ بحث کر کے بارادہ اثبات حیات مسیح ابن مریم ایک طولانی تقریر لکھی ہے اس لئے میرے پر بھی واجب ہوا کہ اظہار حق کی غرض سے اس کا جواب لکھوں۔

سو پہلے میں صفائی بیان کے لئے اس قدر لکھنا مناسب سمجھتا ہوں کہ جیسا کہ حضرت مولوی صاحب موصوف کا خیال ہے، یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ مسئلہ وفات حیات مسیح میں بارثبوت اس عاجز کے ذمہ ہو۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ دعوی کا ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب کسی کی وفات یا حیات کی نسبت جھگڑا ہو تو مدعی اس کو قرار دیا جائے گا جو امور مسلّمہ فریقین کو چھوڑ کر ایک نئی بات کا دعوی کرے۔ مثلاً یہ بات فریقین میں مسلّم ہے کہ عام قانون قدرت خدا تعالیٰ کا یہی جاری ہے کہ اس عمر طبعی کے اندر اندر جو انسانوں کیلئے مقرر ہے ہر ایک انسان مرجاتا ہے اور خدا تعالیٰ نے بھی قرآن کریم کے کئی مواضع میں اس بات کو بتصریح بیان کیا ہے، جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

و منکم من یتوفّی و منکم من یردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً۔ (الحج ۔ ۵) یعنی تم پر دو ہی حالتیں وارد ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ بعض تم میں سے قبل از پیرانہ سالی فوت ہو جاتے ہیں اور بعض ارذل عمر تک پہنچتے ہیں۔ یہاں تک کہ صاحب علم ہونے کے بعد محض نادان ہو جاتے ہیں۔

اب اگر خلاف اس نصّ صریح کے کسی کی نسبت یہ دعوی کیا جائے کہ باوجود اس کے کہ عمر طبعی سے صدہا حصے زیادہ اس پر زمانہ گذر گیا مگر وہ نہ مرا، اور نہ ارذل عمر تک پہنچا اور نہ ایک ذرہ امتداد زمانہ نے اس پر اثر کیا، تو ظاہر ہے کہ ان تمام امور کا اس شخص کے ذمہ ثبوت ہوگا جو ایسا دعوی کرتا ہے یا ایسا عقیدہ رکھتا ہے، کیونکہ قرآن کریم نے تو کسی جگہ انسانوں کے لئے یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ بعض انسان ایسے بھی ہیں جو معمولی انسانی عمر سے صدہا درجہ زیادہ زندگی بسر کرتے ہیں اور زمانہ ان پر اثر کر کے ان کو

ارذل عمر تک نہیں پہنچا تا اور ننکّسہ فی الخلق کا مصداق نہیں ٹھہرا تا۔ پس جب کہ یہ عقیدہ ہمارے آقا و مولی کی عام تعلیم سے صریح مخالف ہے تو صاف ظاہر ہے کہ جو شخص اس کا مدعی ہو، ثبوت اسی کے ذمہ ہے۔ غرض حسب تعلیم قرآنی عمر طبعی کے اندر اندر مر جانا اور زمانہ کے اثر سے مختلف حصوں میں گونا گوں تغیرات کا لحاظ ہونا، یہاں تک کہ بشرط زندگی ارذل عمر تک پہنچنا، یہ ایک فطرتی اور اصلی امر ہے، جو انسان کی فطرت کو لگا ہوا ہے جس کے بیان میں قرآن کریم بھرا ہوا ہے۔ سو جو شخص اس اصلی امر کے مخالف کسی کی نسبت دعوی کرتا ہے اثبات دعوی اس کے ذمہ ہے۔ مثلاً زید جو تین سو برس سے مفقود الخبر ہے اس کی نسبت دو شخصوں کی کسی قاضی کی عدالت میں یہ بحث ہو کہ ایک اس کی نسبت یہ بیان کرتا ہے کہ وہ فوت ہو گیا اور دوسرا یہ بیان کرتا ہے کہ اب تک زندہ ہے۔ اب ظاہر ہے کہ قاضی ثبوت اس سے طلب کرے گا جو خوارق عادت زندگی کا قائل ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو شرعی عدالتوں کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔

اب ہمارے اس تمام بیان سے ظاہر ہے کہ در اصل ہمارے ذمہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ وفات جو ہر یک انسان کے لئے حد مقررہ فطرت تک ایک طبعی امر ہے اس کا ثبوت دیں بلکہ ہمارے فریق مخالف کے ذمہ یہ بار ثبوت ہے کہ ایک شخص حد مقررہ فطرة اللہ تک فوت نہیں ہوا، بلکہ در اصل اب تک زندہ ہے اور صدہا برس کے مرور زمانہ نے اس پر ذرہ اثر نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں کئی انبیاء وغیرہ کا ذکر کر کے ان کی موت کا کچھ بیان نہیں کیا، تو کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ اب تک زندہ ہیں۔ بلکہ زندگی کسی کی جب ہی ثابت ہو گی کہ جب زندگی کا ثبوت دیا جائے گا ورنہ موت و حیات کے ترکِ ذکر سے موت ہی سمجھی جائے گی۔

اب جب کہ یہ بات فیصلہ پا چکی ہے کہ ہمارے ذمہ یہ بار ثبوت نہیں کہ مسیح ابن مریم جو اوروں کی طرح انسان تھا، وہ کیوں اور انسانوں کی طرح عمر طبعی کے دائرے کے اندر اندر فوت ہو گیا، بلکہ حضرت مولوی صاحب کے ذمہ یہ بار ثبوت ہے کہ مسیح ابن مریم انسان ہو کر اور تمام انسانوں کے خواص اپنے اندر رکھ کر اب تک برخلاف نصوص عامہ قرآنیہ وحدیثیہ و برخلاف قانون فطرت مرنے سے بچا ہوا ہے اور زمانہ نے اس پر اثر کر کے ارذل عمر تک بھی نہیں پہنچایا۔ تو اب دیکھنا چاہیے کہ مولوی صاحب نے اس

بارہ میں کیا ثبوت دیا ہے اور کن آیات قطعیۃ الدلالۃ اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ کے کھلے کھلے منطوق سے اس عظیم الشان دعوی کو بپایہ ثبوت پہنچایا ہے۔

سو واضح ہو کہ مولوی صاحب نے سب سے پہلے یہ دلیل پیش کی ہے کہ سورۃ نساء کی یہ آیت کہ و ان من اهل الكتاب الّا ليؤمننّ به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً۔ حضرت مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی پر شاہد ناطق ہے اور چونکہ حضرت مولوی صاحب کے دل میں یہ دھڑکا تھا کہ یہ آیت تو ذوالوجوہ ہے اور تمام مفسر کئی معنے اس کے کر گئے ہیں اور کسی مبسوط تفسیر میں اس کو ایک ہی معنی میں محدود نہیں رکھا گیا، لہذا حضرت مولویصاحب نے اس کو قطعیۃ الدلالت بنانے کے لئے بہت سی کوشش کی ہے اور پوری جانفشانی سے ناخنوں تک زور لگایا ہے لیکن افسوس کہ وہ اس قصد میں ناکام رہے اور قطعیۃ الدلالت نہ بنا سکے بلکہ اور بھی شبہات ڈال دیئے۔

مولوی صاحب نے اس کامیابی کی امید پر کہ کسی طرح آیت موصوفہ بالا قطعیۃ الدلالت ہو جائے، یہ ایک جدید قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ آیت کے لفظ ليؤمننّ میں نون تاکید ہے اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں اس مدعا کے اثبات کے لئے قرآن کریم سے نظیر کے طور پر کئی ایسے الفاظ نقل کئے ہیں جن کی وجہ سے ان کے زعم میں مضارع استقبال کے لئے ہو گیا ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے اس تفتیش میں ناحق وقت ضائع کیا کیونکہ اگر فرض کے طور پر یہ مان لیا جائے کہ آیت موصوفہ میں لفظ ليؤ منّ استقبال کے ہی معنی رکھتا ہے پھر بھی کیونکر یہ آیت مسیح کی زندگی پر قطعی الدلالۃ ہو سکتی ہے۔ کیا استقبالی طور پر یہ دوسرے معنی بھی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل کتاب ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔ دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے کیونکہ آیت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے۔ اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ہے الّا ليؤ منّ به قبل موتهم جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح ابن مریم پر ایمان لے آویں گے۔ اب دیکھئے کہ قبل موته کی ضمیر جو آپ حضرت مسیح کی طرف پھیرتے تھے، دوسری قرأت سے یہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت

مسیح کی طرف نہیں بلکہ اہل کتاب فرقہ کی طرف پھرتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ قرأت غیر متواترہ بھی حکم حدیث احاد کا رکھتی ہے، اور آیات کے معنوں کے وقت ایسے معنی زیادہ تر قبول کے لائق ہیں جو دوسری قرأت کے مخالف نہ ہوں۔ آپ ہی انصاف فرمایئے کہ یہ آیت جسکی دوسری قرأت آپکے خیال کو بکلی باطل ٹھہرا رہی ہے کیونکر قطعیۃ الدلالت ٹھہر سکتی ہے۔

ماسوا اس کے آپ نے جو نون ثقیلہ کا قاعدہ پیش کیا ہے وہ سراسر مخدوش اور باطل ہے۔ حضرت! ہر ایک جگہ اور ہر ایک مقام میں نون ثقیلہ کے ملانے سے مضارع استقبال نہیں بن سکتا۔ قرآن کریم کے لئے قرآن کریم کی نظیریں کافی ہیں۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بعض جگہ قرآن کریم کے مضارعات پر جب نون ثقیلہ ملا ہے، تو وہ استقبال کے معنوں پر مستعمل ہوئے ہیں، لیکن بعض جگہ ایسی بھی ہیں کہ حال کے معنی قائم رہے ہیں یا حال اور استقبال بلکہ ماضی بھی اشتراکی طور پر ایک سلسلہ متصلہ ممتدہ کی طرح مراد لئے گئے ہیں۔ یعنی ایسا سلسلہ جو حال یا ماضی سے شروع ہوا اور استقبال کی انتہاء تک بلاانقطاع برابر چلا گیا۔ پہلی آیات کی نظیر یہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

ولنولّینّک قبلةً ترضا ھا فولِّ وجھک شطر المسجدِ الحرا م۔ اب ظاہر ہے کہ اس جگہ حال ہی مراد ہے کیونکہ بمجرد نزول آیت کے بغیر توقف اور تراخی کے خانہ کعبہ کی طرف منہ پھیرنے کا حکم ہوگیا یہاں تک کہ نماز میں ہی منہ پھیر دیا گیا۔ اگر یہ حال نہیں تو پھر حال کس کو کہتے ہیں۔ استقبال تو اس صورت میں ہوتا کہ خبر اور ظہور خبر میں کچھ فاصلہ بھی ہوتا۔ سو آیت کے یہ معنی ہیں کہ ہم تجھ کو اس قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں جس پر تو راضی ہے، سو تو مسجد حرام کی طرف منہ کر۔

اور ایسا ہی یہ آیت و انظر الی الھک الّذی ظلت علیه عا کفاً لنحرّ قنّه ۔الخ، یعنی اپنے معبود کی طرف دیکھ جس پر تو معتکف تھا کہ اب ہم اس کو جلاتے ہیں۔ اس جگہ بھی استقبال مراد نہیں کیونکہ استقبال اور حال میں کسی قدر بعد زمان کا ہونا شرط ہے۔ مثلاً اگر کوئی کسی کو یہ کہے کہ میں تجھے دس روپئہ دیتا ہوں، سو لے مجھ سے دس روپئہ، تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ اس نے استقبال کا وعدہ کیا ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ یہ سب کاروائی حال میں ہی ہوئی۔

اور دوسری آیات جو حال اور استقبال کے سلسلہ متصلہ ممتدہ پر اشترا کی طور پر مشتمل ہیں، ان کی نظیر ذیل میں پیش کرتا ہوں:

پہلی یہ آیت والّذین جا ھدوا فینا لنھد ینّھم سبلنا۔ جولوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں اور کریں گے ہم ان کو اپنی راہ دکھلا رہے ہیں اور دکھلائیں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر اس جگہ مجرد استقبال مراد لیا جائے تو اس سے معنی فاسد ہو جائیں گے اور یہ کہنا پڑے گا کہ یہ وعدہ صرف آئندہ کے لئے ہے اور حال میں جولوگ مجاہدہ میں مشغول ہیں یا پہلے مجاہدات بجالا چکے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی راہوں سے بےنصیب ہیں۔ بلکہ اس آیت میں عادت مستمرہ جاریہ دائرہ میں ازمنہ ثلاثہ کا بیان ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ ہماری یہی عادت ہے کہ مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہیں دکھلایا کرتے ہیں۔ کسی زمانہ کی خصوصیت نہیں بلکہ سنت مستمرہ دائرہ سائرہ کا بیان ہے جس کے اثر سے کوئی زمانہ باہر نہیں۔

دوسری یہ آیت کتب اللّٰہ لاغلبنّ انا و رسلی یعنی خدا مقرر کر چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوتے رہیں گے۔

یہ آیت بھی ہر ایک زمانہ میں دائر اور عادت مستمرہ الٰہیہ کا بیان کر رہی ہے، یہ نہیں کہ آئندہ رسول پیدا ہوں گے اور خدا انہیں غالب کریگا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی زمانہ ہو حال یا استقبال یا گزشتہ ،سنت اللہ یہی ہے کہ رسول آخر کار غالب ہی ہو جاتے ہیں

تیسری آیت یہ ہے:

من عمل صالحاً مّن ذکرٍ او انثی و ھو مؤمن فلنحیینّہ حیوۃً طیّبۃً و لنجزینّھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون (النحل ۔ ۹۷) یعنی ہماری یہی عادت اور یہی سنت ہے کہ جو شخص عمل صالح بجالا وے، مرد ہو یا عورت ہو اور وہ مومن ہو، ہم اس کو ایک پاک زندگی کے ساتھ زندہ رکھا کرتے ہیں اور اس سے بہتر جزا دیا کرتے ہیں جو وہ عمل کرتے ہیں۔

اب اگر اس آیت کو صرف زمانہ مستقبلہ سے وابستہ کر دیا جائے تو گویا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ گذشتہ اور حال میں تو نہیں مگر آئندہ اگر کوئی نیک عمل کرے تو اس کو یہ جزا دی جائے گی۔ اس طور کے معنوں سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیت کے نزول

کے وقت تک کسی کو حیات طیبہ عنایت نہیں کی تھی۔ فقط یہ آئندہ کے لئے وعدہ تھا۔ لیکن جس قدر ان معنوں میں فساد ہے وہ کسی عقل مند پر مخفی نہیں۔

چوتھی آیت یہ ہے و لینصرنّ اللّٰہ من ینصرہ انّ اللّٰہ لقویّ عزیز۔ (حج۔ ۴۰) یعنی وہ جو خدا تعالیٰ کی مدد کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔

اب حضرت دیکھئے آیت کے لفظ لینصرنّ کے آخر میں نون ثقیلہ ہے لیکن اگر اس آیت کے یہ معنی کریں کہ آئندہ کسی زمانہ میں اگر کوئی ہماری مدد کرے گا تو ہم اس کی مدد کریں گے تو یہ معنی بالکل فاسد اور خلاف سنت مستمرہ الٰہیہ ٹھہریں گے کیونکہ اللہ جل شانہ کی قدیم سے اور اسی زمانہ سے کہ جب بنی آدم پیدا ہوئے یہی سنت مستمرہ ہے کہ وہ مدد کرنے والوں کی مدد کرتا ہے۔ یوں کیونکر کہا جائے کہ پہلے تو نہیں مگر آئندہ کسی نامعلوم زمانہ میں اس قاعدہ کا پابند ہو جائے گا اور اب تک تو صرف وعدہ ہی ہے عمل درآمد نہیں۔ سبحانہ ھذا بہتان عظیم

پانچویں آیت یہ ہے والّذین آمنوا وعملوا الصّالحات لندخلنّھم فی الصّالحین۔ (عنکبوت۔ ۹)۔ یعنی ہماری یہی سنت مستمرہ قدیمہ ہے کہ جو لوگ ایمان لاویں اور عمل صالح کریں، ہم ان کو صالحین میں داخل کر لیا کرتے ہیں۔

اب حضرت مولوی صاحب دیکھئے کہ لندخلنّھم میں نون ثقیلہ ہے لیکن اگر اس جگہ آپ کی طرز پر معنی کئے جائیں تو اس قدر فساد لازم آتا ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں کیونکہ اس صورت میں ماننا پڑتا ہے کہ یہ قاعدہ آئندہ کے لئے باندھا گیا ہے اور اب تک کوئی نیک اعمال بجا لا کر صلحاء میں داخل نہیں کیا گیا۔ گویا آئندہ کے لئے گنہ گار لوگوں کی توبہ منظور ہے اور پہلے اس سے دروازہ بند رہا ہے۔ سو آپ سوچیں کہ ایسے معنی کرنا کس قدر مفاسد کا مستلزم ہے۔ حضرت! قرآن کریم میں اس کے بہت نمونے ہیں کہ نون ثقیلہ کے ساتھ مضارع کو بیان کر کے ازمنہ ثلاثہ اس سے مراد کئے گئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس سے انکار کر کے بحث کو طول نہیں دیں گے کیونکہ یہ تو اجلی بدیہات میں سے ہے، انکار کی کوئی جگہ نہیں۔

اب میں آپ کے اس قاعدہ کو توڑ چکا کہ نون ثقیلہ کے داخل ہونے سے خواہ مخواہ اور ہر ایک جگہ خالص طور پر استقبال کے معنی ہی ہوا کرتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ

تمام مفسر قدیم و جدید جن میں عرب کے رہنے والے بھی داخل ہیں لیؤمنن ؔ کے لفظ میں حال کے معنی بھی کرتے ہیں۔ معالم وغیرہ تفسیریں آپ کو معلوم ہیں حاجت بیان کی نہیں۔ وہ لوگ بھی تو آخر قواعد دان اور علم ادب اور محاورہ عرب سے واقف تھے۔ کیا وہ آپ کے اس قاعدہ سے بے خبر رہے۔ اور آپ نے تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ نزول عیسی ہوگا اور کوئی اہل کتاب میں سے نہیں ہوگا جو اس کے نزول کے بعد اس پر ایمان نہیں لاوے گا۔ یہ بیان آپ کے لئے کچھ مفید نہیں۔ اول تو آپ سے آیات قطعیۃ الدلالت اور احادیث صیحہ مرفوعہ کا مطالبہ ہے اور پھر اس قول کو ما نحن فیہ سے تعلق کیا ہے، نزول سے کہاں سمجھا جاتا ہے جو آسمان سے نزول ہو۔ خدا تعالی نے فرمایا ہے انزلنا الحدید کہ ہم نے لوہا اتارا۔ ہم نے لباس اتارا۔ ہم نے چارپائے گھوڑے گدھے وغیرہ اتارے۔ کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ یہ سب آسمان سے ہی اترے تھے۔ کیا کوئی حدیث صیحح مرفوع متصل مل سکتی ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ سب درحقیقت آسمان سے ہی اترے ہیں۔ پھر ہم نے تسلیم کیا کہ بخاری ومسلم وغیرہ میں نزول کا لفظ آیا ہے مگر حضرت میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اس لفظ سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مسافر کے طور پر جو شخص دوسری جگہ جاتا ہے اس کو بھی نزیل ہی کہتے ہیں اور یہ بھی واضح ہو کہ آپ اس عاجز کے اعتراضات کو جو ازالہ اوہام میں آیات موصوفہ بالا کے ان معنوں پر وارد ہوتے ہیں جو آپ کرتے ہیں، اٹھا نہیں سکے، بلکہ رکیک عذرات سے میرے اعتراضات کو اور بھی ثابت کیا۔ آپ کے نون ثقیلہ کا حال تو معلوم ہو چکا اور لیؤمننؔ کے لفظ کی تعمیم بدستور قائم رہی۔ اب فرض کے طور اگر آیت کے یہ معنی کئے جائیں کہ حضرت عیسے کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہوں گے سب مسلمان ہو جائیں گے جیسا کہ ابو مالک سے آپ نے روایت کیا ہے تو مجھے مہربانی فرما کر سمجھا دیں کہ یہ معنی کیونکر درست ٹھہر سکتے ہیں۔ آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ مسیح کے دم سے اس کے نزول کے بعد ہزارہا لوگ کفر کی حالت میں مریں گے۔ اب اگر آپ ان کفار کو جو کفر پر مر گئے، مومن ٹھہراتے ہیں یا اس جگہ ایمان سے مراد یقین رکھتے ہیں تو اس دعوی پر آپ کے پاس دلیل کیا ہے۔ حدیث میں تو صرف کفر پر مرنا ان کا لکھا ہے۔ یہ آپ نے کہاں سے اور کس جگہ سے نکال لیا کہ کفر پر تو مریں گے مگر ان کو حضرت عیسی کی

رسالت پر یقین ہوگا ۔ کس نص قرآن یا حدیث سے آپ کو معلوم ہوا کہ اس جگہ ایمان سے مراد حقیقی ایمان نہیں بلکہ یقین مراد ہے ۔ ظاہر لفظ ایمان کا حقیقی ایمان پر دلالت کرتا ہے ۔ اور صرف عن الظاھر کیلئے کوئی قرینہ آپ کے پاس چاہیے ۔ جب کہ لفظ آیت میں یہ شبہات ہیں تو پھر آیت قطعی الدلالت کیونکر ہوگی ۔ اگر آپ لیؤمننّ سے بغیر کسی قرینہ کے مجازی ایمان مراد لیں گے تو آپ کے مخالف کا حق ہوگا کہ وہ حقیقی معنی مراد لیوے ۔ آپ کو سوچنا چاہیے کہ ایسے ایمان سے فائدہ ہی کیا ہے اور مسیح کی خصوصیت کیا ٹھہری ۔ ایسا تو ہر ایک نبی کے زمانہ میں ہوا کرتا ہے کہ بد بخت لوگ زبان سے اس کے منکر ہوتے ہیں اور دل سے یقین کر جاتے ہیں ۔ حضرت موسیٰ کی نسبت اللہ جل شانہ فرماتا ہے و جحدوا بها واستيقنتها انفسهم (النمل ۔ ۱۴) یعنی انہوں نے موسیٰ کے نشانوں کا انکار کیا لیکن ان کے دل یقین کر گئے ۔ اور ہمارے سید و مولا نبی ﷺ کی نسبت فرماتا ہے يعرفونه كما يعرفون ابناء هم یعنی کافر لوگ جو اہل کتاب ہیں، ایسے یقینی طور پر اس کو شناخت کرتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو ۔ پس اگر ایمان سے مراد ایسا ہی ایمان ہے جو و جحدوا بها واستيقنتها انفسهم کا مصداق ہے تو پھر ہمارے علماء نے کیوں شور مچا رکھا ہے کہ اس وقت اسلام ہی اسلام ہو جائے گا ۔ بلا شبہ قرآن شریف کا یہ منشاء نہیں ۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس تاویل کو خود رکیک سمجھ کر اسی وجہ سے دوسرا جواب دیا ہے کہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ مسیح کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ اس زمانہ کے اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں گے اور اس زمانہ سے پہلے کفر پر مرنے والے کفر پر مریں گے ۔ اب حضرت آپ انصافاً فرماویں کہ ان معنوں سے جو آیت لیؤمننّ کی نسبت آپ بیان فرماتے ہیں موافقت ہے یا مخالفت ۔ ابھی آپ قبول فرما چکے ہیں کہ مسیح کے نزول کے بعد تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں گے اور اب آپ نے اس قبول کردہ بات سے رجوع کر کے یہ نئے معنی نکالے کہ نزول کے بعد ضروری نہیں کہ تمام کفار ایمان لے آویں بلکہ بہتیرے کفر پر بھی مریں گے ۔ حضرت ! آپ اس جگہ خود سوچیں کہ ان کا حرف کل اہل کتاب کو ایمان داروں میں شامل کرتا ہے یا کسی کو باہر رکھتا ہے ۔ آپ جانتے ہیں کہ ان کا لفظ تو ایسا کامل حصر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک فرد بھی باہر رہ جائے

تو یہ لفظ بے کار اور غیر مؤثر ٹھہرتا ہے۔ اول، تو آپ نے ان کے لفظ سے زمانہ قبل از نزول کو باہر رکھا پھر آپ نے زمانہ بعد از نزول میں بھی اس کا پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا۔ تو پھر اس لفظ لانے کا فائدہ کیا تھا اور یہ تاویلیں آپ کو کسی حدیث یا آیت سے ملیں یا حضرت کا اپنا ہی ایجاد ہے۔

یا حضرت آپ ان آیتوں پر متوجہ ہوں شاید خدا تعالی انہیں کا اثر آپ کے دل پر ڈالے اللہ جل شانہ فرماتا ہے یا عیسی انی متوفیک و رافعک الی و مطھرک من الّذین کفروا وجاعل الذ ین اتبعوک فو ق الذین کفروا الی یوم القیا مۃ (آ ل عمرا ن ۔ ۵۵)اب دیکھئے کہ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ کا صاف وعدہ ہے کہ قیامت کے دن تک دونوں فرقے متبعین اور کفار کے باقی رہیں گے ۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ درمیان میں کوئی ایسا زمانہ بھی آوے کہ کفار بالکل زمین پر سے نابود ہو جائیں ۔ پھر اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

فاغرینا بینھم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیا مۃ (ما ئدہ ۔ ۱۴)یعنی قیامت کے دن تک ہم نے یہود ونصاری میں عداوت ڈال دی ہے ۔اب ظاہر ہے کہ اگر قیامت سے پہلے بھی ایک فرقہ ان دونوں میں سے نابود ہو جائے تو پھر عداوت کیونکر قائم رہے گی ۔حضرت ان نصوص صریحہ بینہ سے تو صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کفر کو اختیار کرنے والے قیامت کے دن تک رہیں گے۔ پھر اس کے یہ معنی کیوں کر ٹھہر سکتے ہیں۔ کچھ سوچ کر جواب دیں۔

دوسری دلیل آپ نے یہ پیش کی ہے کہ

یکلّم النّا س فی المھد و کھلا (ال عمرا ن ۔ ۴۶)اور آپ کہل کے لفظ سے درمیانی عمر کا آدمی مراد لیتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں دیکھئے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے اس میں کہل کے معنی جوان مضبوط کے لکھے ہیں اور یہی معنی قاموس اور تفسیر کشاف وغیرہ میں موجود ہیں، اور سیاق وسباق آیات کا بھی انہی معنوں کو چاہتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہ کا اس کلام سے مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم نے خوردسالی کے زمانہ میں کلام کر کے اپنے نبی ہونے کا اظہار کیا پھر ایسا ہی جوانی میں بھر کر اور مبعوث ہو کر اپنی نبوت کا اظہار کرے گا ۔سو کلام سے مراد وہ خاص کلام

ہے جو حضرت مسیح نے ان یہودیوں سے کیا تھا جو یہ الزام ان کی والدہ پر لگاتے تھے اور جمع ہو کر آئے تھے کہ اے مریم تو نے یہ کیا کام کیا۔ پس یہی معنی منشاء کلام الٰہی کے مطابق ہیں اگر ادھیڑ عمر کے زمانہ کا کلام مراد ہوتا تو اس صورت میں یہ آیت نعوذ باللہ لغو ٹھہرتی، گویا اس کے یہ معنے ہوتے کہ مسیح نے خوردسالی میں کلام کی اور پھر پیرانہ سالی کے قریب پہنچ کر کلام کرے گا اور درمیان کی عمر میں بے زبان رہے گا۔ مطلب تو صرف اتنا تھا کہ دو مرتبہ اپنی نبوت پر گواہی دے گا۔ منصف کے لئے ایک بخاری کا دیکھنا ہی کافی ہے۔ پھر جس حالت میں آپ خود مانتے ہیں کہ یہ آیت قطعیۃ الدلالت نہیں اور جس آیت کا سہارا اس کو دیا گیا تھا وہ آپ کی مخالف ثابت ہوگئی تو پھر یہ آیت جو خود آپ کے اقرار سے قطعیۃ الدلالت نہیں کیا فائدہ آپ کو پہنچا سکتی ہے۔

تیسری دلیل آپ نے یہ پیش کی ہے کہ سورہ نساء میں ہے وما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ وکان اللّٰہ عزیزاً حکیماً (نساء۔۱۵۷۔۱۵۸)۔

آپ اس میں بھی قبول کرتے ہیں کہ یہ آیت قطعیۃ الدلالت نہیں مگر باوجود اس کے آپ کے دل میں یہ خیال ہے کہ اس رفع سے رفع مع الجسد مراد ہے، کیونکہ ما قتلوہ وما صلبوہ کے ضمیر کا مرجع بھی روح مع الجسد ہے۔ لیکن حضرت آپ کی یہ سخت غلطی ہے۔ نفی قتل اور نفی مصلوبیت سے تو صرف یہ مدعا اللہ جل شانہ کا ہے کہ مسیح کو اللہ جل شانہ نے مصلوب ہونے سے بچا لیا اور آیت بل رفعہ اللّٰہ الیہ اس وعدہ کے ایفاء کی طرف اشارہ ہے جو دوسری آیت میں ہو چکا ہے اور اس آیت کے ٹھیک ٹھیک معنی سمجھنے کے لئے اس آیت کو بغور پڑھنا چاہیے جس میں رفع کا وعدہ ہوا تھا اور وہ آیت یہ ہے:

یا عیسی انی متوفّیک ورا فعک الیّ۔ حضرت اس رافعک الیّ میں جو رفع کا وعدہ دیا گیا تھا یہ وہی وعدہ ہے جو آیت بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں پورا کیا گیا۔ اب آپ وعدہ کی آیت پر نظر ڈال کر دیکھئے کہ اسکے پہلے کون لفظ موجود ہیں، تو فی الفور آپ کو نظر آجائے گا کہ اس سے پہلے انی متوفّیک ہے۔ اب ان دونوں آیتوں کے ملانے سے جن میں سے ایک وعدہ کی آیت اور ایک ایفاء وعدہ کی آیت ہے آپ پر کھل جائے گا کہ جس طرز سے وعدہ تھا، اسی طرز سے وہ پورا ہونا چاہیے تھا۔ یعنی

وعدہ یہ تھا کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ اس سے صاف کھل گیا کہ ان کی روح اٹھائی گئی ہے کیونکہ موت کے بعد روح ہی اٹھائی جاتی ہے نہ کہ جسم۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ میں تجھے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں بلکہ یہ کہا کہ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور جو لوگ موت کے ذریعہ سے اس کی طرف اٹھائے جاتے ہیں، اس قسم کے الفاظ ان کے حق میں بولے جاتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے گئے یا خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر گئے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ یا ایتھا النّفس المطمئنّہ ارجعی الی ربّک راضیةً مّرضیةً۔فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی (فجر۔۲۷۔۳۰)

اور جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے انا للہ وانا الیہ راجعون

چوتھی دلیل آپ نے یہ پیش کی ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے

وانّہ لعلم للسّاعة فلا تمترن بھا (زخرف۔۶۱) اس جگہ بھی آپ مان گئے ہیں کہ یہ آیت آپ کے مطلب پر قطعیۃ الدلالت نہیں ہے لیکن میں آپ کو محض للہ یاد دلاتا ہوں کہ اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے شکی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں بات یہ ہے کہ مسیح کے وقت میں یہودیوں میں ایک فرقہ صدوقی نام تھا جو قیامت سے منکر تھے پہلی کتابوں میں بطور پیشین گوئی کے لکھا گیا تھا کہ ان کو سمجھانے کے لئے مسیح کی ولادت بغیر باپ کے ہوگی اور یہ ان کے لئے ایک نشان قرار دیا گیا تھا جیسا کہ اللہ جل شانہ دوسری آیت میں فرماتا ہے ولنجعلہ آیةً للنّاس۔(مریم۔۲۱)۔ اس جگہ النّاس سے مراد ہی صدوقی فرقہ ہے جو اس زمانہ میں بکثرت موجود تھا چونکہ توریت میں قیامت کا ذکر بظاہر کسی جگہ معلوم نہیں ہوتا اس لئے یہ فرقہ مردوں کے جی اٹھنے سے بکلی منکر ہو گیا تھا۔ اب تک بائیبل کے بعض صحیفوں میں موجود ہے کہ مسیح اپنی ولادت کی رو سے بطور علم الساعۃ کے ان کے لئے آیا تھا۔ اب دیکھئے اس آیت کو نزولِ مسیح سے تعلق کیا ہے۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ مفسرین نے کس قدر جدا جدا طور پر اس کے معنے لکھے ہیں۔ ایک جماعت نے قرآن کریم کی طرف ضمیر انّہ کی پھیر دی ہے کیونکہ قرآن کریم سے روحانی طور پر مردے زندہ ہوتے ہیں اور اگر خواہ مخواہ تحکم کے طور پر اس جگہ نزول مسیح مراد لیا جائے اور وہی نزول ان لوگوں کیلئے جو آنحضرت ﷺ

کے عہد میں تھے، نشان قیامت ٹھہرایا جائے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا اور جن کو یہ خطاب کیا گیا کہ مسیح آخری زمانہ میں نزول کر کے قیامت کا نشان ٹھہرے گا، تم باوجود اپنے بڑے نشان کے قیامت سے کیوں انکاری ہوئے؟ وہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ دلیل تو ابھی موجود نہیں پھر یہ کہنا کس قدر عبث ہے کہ اب قیامت کے وجود پر ایمان لے آؤ۔ شک مت کرو ہم نے دلیل قیامت کے آنے کی بیان کر دی

دلیل پنجم آپ نے بیان فرمائی ہے کہ حدیث بخاری و مسلم میں مسیح کے نزول کے بارے میں لکھا ہے اور ابو ہریرہ نے اس تقریب پر فرمایا ہے:

فاقرء وا ان شئتم و ان من اهل الکتا ب... الخ ۔

حضرت! یہ کچھ دلیل نہیں۔ نزول مسیح موعود سے کس کو انکار ہے اور فہم ابو ہریرہ حجت کے لائق نہیں اور ابو ہریرہ نے فا قرأوا ان شئتم میں شک کا لفظ استعمال کیا ہے حضرت ابو ہریرہؓ وہی صحابی ہیں جو حدیث د خو ل فی النار کو سن کو اس دھوکہ میں پڑے رہے جو ہم میں سے سب سے آخر مرنے والہ دوزخ میں پڑے گا، پیش گوئی کو اجتہادی طور پر سمجھنے میں انبیاء نے بھی غلطی کھائی۔ فذ ھب وہلی کی حدیث آپ کو یاد ہوگی، پھر ابو ہریرہؓ نے اگر غلطی سے پیش گوئی کے الٹے معنی سمجھ لئے تو کیا حجت ہو سکتی ہے۔

پھر آپ ابن کثیر سے یہ نقل کرتے ہیں کہ حسن سے روایت ہے کہ ان عیسی لم یمت و انّه را جع الیکم یہ حدیث مرسل ہے پھر کیونکر قطعیۃ الدلالت ہوگی ماسوا اس کے یہ بخاری کی حدیث مرفوع متصل سے جو حضرت عیسی کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور نیز قرآن کی تعلیم سے مخالف ہے پھر کیونکر سند کے لائق ہے۔

بعد اس کے آپ نے میرے دلائل وفات مسیح پر جرح کیا ہے۔ یہ جرح سراسر آپ کی عدم توجہ پر دلالت کرتی ہے میں اس وقت ایسے دلائل پیش کرنا نہیں چاہتا۔ آپ کے دلائل حیات مسیح کا فیصلہ کر کے پھر پیش کرونگا۔

(غلام احمد قادیانی)

☆ محمد بشیر سہسوانی کا دوسرا پرچہ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم .. امابعد

واضح ہو کہ جناب مرزا صاحب نے بہت امور کا جواب اپنی تحریر میں نہیں دیا ہے ناظرین کو مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا اور اصل اور عمدہ بحث خاکسار کی تحریر میں نون تاکید کی ہے۔ جناب مرزا صاحب نے اس کے جواب میں نہ کوئی عبارت کسی کتاب نحو کی نقل کی اور نہ ان عبارات میں جو خاکسار نے نقل کی تھیں، کچھ جرح کی۔فقط۔

اور یہ امر بھی مخفی نہ رہے کہ میری اصل دلیل حیات مسیحؑ پر آیت اولی ہے میرے نزدیک یہ آیت اس مطلوب پر دلالت کرنے میں قطعی ہے۔ دوسری آیات محض تائید کے لئے لکھی گئی ہیں۔ جناب مرزا صاحب کو چاہیے کہ اصل بحث، آیت اولی کی رکھیں دوسری ابحاث کو تبعی واسطرادی تصور فرمائیں۔ فقط۔

قولہ (قادیانی)۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ مسئلہ وفات حیات مسیح میں بار ثبوت اس عاجز کے ذمہ ہو۔

اقول (محمد بشیر)۔اس میں کلام ہے بچند وجوہ:

اول۔ یہ کہ جب حسب ارشاد آپ کے بار ثبوت حیات خود خاکسار نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، تو اب یہ بحث بے فائدہ ہے۔

دوم۔ بار ثبوت وفات کا آپ کے ذمہ نہ ہونا خاکسار کی سمجھ میں نہیں آتا ہے کیونکہ آپ نے توضیح مرام میں دعوی کیا ہے کہ مسیحؑ دنیا میں نہ آویں گے اور جو دلیل اس پر پیش کی ہے، حاصل اس کا یہ ہے کہ مسیح وفات پا چکے اور جو کوئی وفات پا چکتا ہے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور جو جنت میں جاتا ہے وہ جنت سے نکالا نہیں جاتا۔ پس یہ دلیل متضمن تین مقدموں کو ہے اور دلیل کے ہر مقدمہ کا بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔

سوم۔آپ نے اپنے خط موسومہ مولوی محمد حسین صاحب نمبر ۱۲ میں لکھا ہے۔

جناب آپ خوب جانتے ہیں کہ اصل امر اس بحث میں جناب مسیح ابن مریم کی وفات ہے اور میرے الہام میں بھی یہی اصل قرار دیا گیا ہے کیونکہ الہام یہ ہے کہ مسیح

ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو (اے مرزا) آیا ہے۔ سو پہلا اور اصل امر الہام میں بھی یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔

پس وفات مسیح ابن مریم آپ کا مستقل دعوی ہے۔ اس لئے بار ثبوت وفات آپ کے ذمہ ہے۔ بالجملہ بار ثبوت وفات دو حیثیت سے آپ کے ذمہ ہے۔ ایک اس حیثیت سے کہ یہ اصل دعوی آپ کا ہے۔ دوسرے اس حیثیت سے کہ مسیح موعود ہونے کے دعوی کی دلیل کا یہ ایک مقدمہ ہے۔

چہارم۔ اگر بار ثبوت آپ کے ذمہ نہیں ہے تو یہ کام عبث آپ نے کیوں کیا کہ آپ نے ادلّہ وفات مسیح توضیح مرام و ازالہ اوہام میں بہ بسط تمام بیان کئے۔

قولہ (قادیانی)۔ مولوی صاحب نے اس کامیابی کی امید پر کہ کسی طرح آیت موصوفہ بالا قطعیۃ الدلالت ہو جاوے یہ ایک جدید قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ آیت کے لفظ لیؤمننّ میں نون تاکید ہے اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کیلئے کر دیتا ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔ اس قاعدہ کو جدید کہنا نہایت محل استبعاد ہے۔ اگر مرزا صاحب میری ہی تحریر کو غور سے پڑھ لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ ازہری اور ملا جامی اور عبد الحکیم اور صاحب مغنی اور شیخ زادہ نے اس قاعدہ کی تصریح کی ہے اور سب کتب نحو میں یہ قاعدہ مرقوم ہے۔ کسی نے اس میں خلاف نہیں کیا۔ یہاں تک کہ میزان خواں اطفال بھی جانتے ہیں کہ نون تاکید مضارع کو بہ معنی استقبال کر دیتا ہے۔

قولہ (قادیانی)۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں اس مدعا کے اثبات کے لئے قرآن کریم سے نظیر کے طور پر ایسے الفاظ نقل کئے ہیں جن کی وجہ سے ان کے زعم میں مضارع استقبال ہو گیا ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔ خاکسار کی اصل دلیل اتفاق آئمہ نحات کا ہے اس قاعدہ پر، اس کا جواب مرزا صاحب نے مطلق نہیں دیا۔ ہاں آیات اس قاعدہ کی تائید کے لئے البتہ لکھی گئی ہیں۔ مرزا صاحب پر واجب ہے کہ اس قاعدہ کو توڑنے کے لئے کوئی عبارت کسی کتاب معتبر نحو کی پیش کریں۔

قولہ (قادیانی)۔ کیا استقبال کے طور پر یہ دوسرے معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل

کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔

اقول (محمد بشیر)۔مخفی نہ رہے کہ اس معنی کا مناط اس پر ہے کہ احتضار کے وقت ہر شخص پر وہ حق کھل جاتا ہے جس کو وہ نہ جانتا تھا، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے اور یہ امر نفس الامر میں تینوں زمانوں کو شامل ہے یعنی نزول آیت کے قبل کا زمانہ اور وقت نزول کا زمانہ اور بعد کا زمانہ۔اب آیت اگر خالص استقبال کے لئے کیجئے گا، تو یہ شبہ ہوگا کہ یہ امر زمانہ حال کو شامل نہیں ہے اور یہ خلاف نفس الامر ہے۔پس اس کلام میں یہ عیب ہوا کہ خلاف نفس الامر کا موہم ہے اور فائدہ کوئی نہیں ہے۔اگر کہا جاوے کہ اس آیت میں وعید ہے اہل کتاب کے لئے اور تحریض ہے ان کو ایمان پر قبل اس کے کہ مضطر ہوں اس کی طرف، جیسا کہ بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے اور اس وعید و تحریص سے وہی اہل کتاب منتفع ہو سکتے ہیں جو بعد نزول آیت کے مرنے والے ہیں، نہ وہ جو پہلے مر چکے اور نہ وہ جو وقت نزول کے زہوق روح کی حالت میں تھے۔اس فائدہ کے لئے تخصیص استقبال کی گئی تو جواب یہ ہے کہ اگر ایسا لفظ اختیار جاتا جو تینوں زمانوں کو شامل ہوتا تو یہی وعید و تحریض ان اہل کتاب کی حاصل ہوتی جو بعد نزول آیت کے مرنے والے ہیں۔اور خلاف نفس الامر کا بھی موہم نہ ہوتا۔یعنی بجائے لیؤمننّ کے لفظ یؤمن اختیار کیا جاتا۔یعنی یوں کہا جاتا

وان من اهل الكتاب الّا ليؤمن به قبل موته ۔

یہ عبارت ایسی عمدہ ہے کہ اس میں وعید و تحریض جو مطلوب ہے، وہ بھی حاصل ہے اور موہم خلاف نفس الامر بھی نہیں ہے اور اختصار بھی حاصل ہے یعنی لام و نون نہیں۔پس قرآن مجید کی بلاغت جو حدّ اعجاز کو پہنچ گئی ہے خلاف ہے کہ ایسی عبارت کو چھوڑ کر بجائے اس کے لیؤمننّ اختیار کیا جاوے کہ جس میں ایہام خلاف نفس الامر ہے اور اطناب بلا فائدہ اور یہ سب محذور خالص معنی استقبال پر حمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

محصل کلام اس مقام پر یہ ہے کہ معنی دوم آیت کے بہر تقدیر باطل ہیں۔اگر خالص استقبال پر محمول کیجئے تو کلام الٰہی جو بلاغت میں حد اعجاز کو پہنچ چکا ہے بلاغت سے گرایا جاتا ہے اور اگر خالص استقبال پر محمول نہ کیجئے تو مخالف ہوتا ہے قاعدہ مجمع علیہا نحاۃ کے۔

قولہ (قادیانی) ۔ بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے الّا لیو مننّ بہ قبل موتھم

اقول (محمد بشیر) ۔ اس میں کلام ہے بچند وجوہ:

اول یہ کہ اس قرأت کی بنا پر بھی معنی دوم صحیح نہیں ہوتے ہیں کیونکہ لیؤمننّ کو یا تو خالص استقبال پر محمول کیا جائے گا، تو کلام حق تعالی جو بلاغت میں حد اعجاز کو پہنچ گیا ہے، بلاغت سے نازل ہو جاتا ہے ۔اور اگر خالص استقبال پر محمول نہ کیجئے تو مخالف ہوتا ہے قاعدہ مجمع علیھا نحاۃ کے ۔

دوم یہ کہ یہ قرأت ہمارے معنی کے مخالف نہیں ہے کیونکہ اس قرأت پر یہ معنی ہیں کہ ہر اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے زمانہ آئندہ میں مسیح پر ایمان لاوے گا اور یہ معنی، معنی اول کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں ۔اس طرح پر کہ زمانہ آئندہ سے زمانہ نزول حضرت عیسے علیہ السلام مراد لیا جاوے ۔

سوم ۔ یہ کہ یہ قرأت غیر متواترہ ہے اور قرأت غیر متواترہ عموماً قابل احتجاج نہیں ہے ۔ بلکہ جب بسند صحیح متصل منقول ہو۔اور یہاں سند متصل صحیح اس کی مرزا صاحب نے تحریر نہیں فرمائی ۔مرزا صاحب پر واجب ہے کہ اس کی سند بیان فرماویں اور اس کے سب رجال کی توثیق کریں ۔و دونہ خرط القتاد ۔

چہارم ۔ یہ کہ مرزا صاحب نے قبل موتہ کی ضمیر توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام میں، جو الہامی ہیں، حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع کی ہے اور یہ قرأت اس خیال کو بکلی باطل ٹھہرا رہی ہے ۔مرزا صاحب یہ تو خیال فرماویں کہ وہ معنی کہ جس کی تصحیح و تقویت کے وہ آپ درپئے ہیں اور یہ محض بغرض توڑنے دعوی اس خاکسار کے ہے وہ خود نفس الامر میں ان کے نزدیک غیر صحیح ہیں ۔کیونکہ اس تقدیر پر استدلال ان کا موت مسیح پر آیت و ان من اھل الکتاب سے مطلق غیر صحیح ٹھہرتا ہے ۔پس کیا یہی مقتضائے دیانت و انصاف ہے کہ جس چیز کو وہ خود نفس الامر میں غیر صحیح جانتے ہیں اس کو بمقابلہ خصم صحیح بنا دیں ۔ یہ تو مناظرہ نہ ہوا محض مجادلہ ٹھہرا ۔

قولہ (قادیانی)۔ پہلی آیات کی نظیر یہ کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے ولنو لّینّک قبلۃً ترضاھا فولّ وجھک شطر المسجد الحرام (بقرہ ۔ ۱۴۴)اب ظاہر ہے

کہ اس جگہ حال مراد ہے۔

اقول (محمد بشیر) قرآن مجید میں فلنولّینّک ہے نہ ولنولّینّک جیسا کہ مرزا لکھتے ہیں۔ یہاں ارادہ حال محض غلط ہے بلکہ یہاں خالص مستقبل مراد ہے۔ بچند وجوہ:

اول یہ کہ بیضاوی میں مرقوم ہے: فولّ وجھک و اصرف وجھک شطر المسجد الحرام۔ و نحوہ عبدالحکیم و اصرف وجھک کے تحت میں لکھتے ہیں:

و لم یجعله من المتعدی الی المفعولین بان یّکون شطر مفعوله الثانی لان تربته بالفاء وکونه انجازا للوعد بان اللّٰه تعالی یجعل النّبیّ متقبلا القبلة او قریباً من سمتها بان یأمر بالصّلوة الیها یناسبه ان یکون النّبیّ ماموراً بصرف الوجه الیها لا بان یجعل نفسه مستقبلاً ایّاھا او قریباً من جھتھا۔

اس عبارت میں صاف ظاہر ہے کہ حق تعالی نے اپنے قول فلو لّینّک میں وعدہ فرمایا۔ اور فولّ وجھک کے ساتھ اس کا انجاز کیا۔

دوم یہ کہ اگر یہاں حال مراد لیا جائے تو فلنو لّینّک کے یہ معنی ہوں گے: پس البتہ پھیرتے ہیں ہم تجھ کو۔ اور پھیرنے سے یہ تو مراد ہی نہیں کہ ہم تجھ کو ہاتھ پکڑ کے قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم تجھ کو قبلہ کی طرف پھرنے کا حکم کرتے ہیں۔ اس تقدیر پر قول اللہ تعالی کا فولّ وجھک زائد ولا طائل ہوگا۔

سوم۔ یہ کہ شاہ ولی اللہ، و شاہ رفیع الدین، و شاہ عبدالقادر نے ترجمہ اس لفظ کا بمعنی مستقبل کیا ہے۔ عبارت شاہ ولی اللہ کی یہ ہے:

پس متوجہ گردانیم ترا بآں قبلہ کہ خوشنود شوی۔

لفظ شاہ رفیع الدین کا یہ ہے: پس البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو اس قبلہ کو کہ پسند کرے اسکو

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ یہ ہے: سوالبتہ پھیریں گے تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہو

قولہ (قادیانی)۔ اور ایسا ہی یہ آیت و انظر الی الھک الّذی ظلت علیه عاکفاً لنحرّقنّه (طہ۔ ۹۷)

اقول (محمد بشیر) ارادہ حال اس آیت میں غلط ہے، بدو وجہ۔

اول یہ کہ آیت میں وعید ہے اور جس چیز کی وعید کی جاتی ہے وہ اس کے بعد متحقق ہوتی

ہے۔پس استقبال یہاں متعین ہوا۔

دوم یہ کہ تراجم ثلاثہ سے معنی استقبال واضح ہیں۔عبارت شاہ ولی اللہ کی یہ ہے:

البتہ بسوزانیم آنرا پس پراگندہ سازیم آنرا۔

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے: ابھی جلا دیں گے ہم اس کو پھر اڑا ویں گے ہم اس کو۔

لفظ شاہ عبدالقادرؒ کا یہ ہے: ہم اس کو جلا دیں گے پھر بکھیر دیں گے۔

ان دونوں آیتوں میں جو مرزا صاحب نے حال کے معنی سمجھے تو منشاء غلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ استقبال دو طرح کا ہوتا ہے، ایک استقبال قریب دوسرا استقبال بعید۔مرزا صاحب استقبال قریب کو قرب کی وجہ سے حال سمجھ گئے ہیں۔

واضح ہو کہ آپ نے جو آیات مذکورہ میں سے بعض کو حال پر اور بعض کو استمرار پر محمول کیا ہے اس میں آپ متفرد ہیں اور محض اپنی رائے سے فرماتے ہیں یا سلف وخلف امت میں سے کسی نے یہ معنی کئے ہیں۔بیّنوا تو جروا

قولہ (قادیانی)۔اور دوسری آیات جو حال اور استقبال کے سلسلہ متصلہ ممتدہ پر استمرار کے طور پر مشتمل ہیں، ان کی نظیر ذیل میں پیش کرتا ہوں۔پہلی یہ آیت:

و الّذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (عنکبوت۔ ۶۹)

اقول (محمد بشیر) اس میں کلام ہے بدو وجہ:

اول یہ کہ یہ امر مسلّم ہے کہ اللہ تعالی کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہیں دکھلایا کرتا ہے لیکن یہاں اس عادت کا بیان مقصود نہیں، مقصود بالذات صرف وعدہ ہے اور امر موعود وعدہ کے بعد متحقق ہوتا ہے جیسا کہ خود مرزا صاحب نے آیت و ان من اھل الکتاب کے معنی دوم کی تائید میں تصحیح خالص استقبال کی، کی ہے حالانکہ اہل کتاب کا زہوق روح کے وقت ایمان لانا امر مستمر ہے خصوصیت کسی زمانہ کی اس میں نہیں۔

دوم یہ کہ تراجم ثلاثہ تعیین استقبال کرتے ہیں۔لفظ شاہ ولی اللہؒ کا یہ ہے:

وآنانکہ جہاد کردند در راہ ما البتہ دلالت کنیم ایشاں را براہ ہائے خود

عبارت شاہ رفیع الدینؒ یہ ہے: اور جن لوگوں نے محنت کی بیچ راہ ہمارے کے البتہ دکھا دیں گے ہم ان کو راہیں اپنی۔

عبارت شاہ عبد القادرؒ کی یہ ہے: اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں۔

قولہ (قادیانی)۔ دوسری یہ آیت کتب اللّٰہ لا غلبنّ انا و رسلی۔

اقول (محمد بشیر) یہاں ارادہ استمرار قطعاً باطل ہے اور ارادہ استقبال متعین بدو وجہ۔

اول یہ کہ بیضاوی میں لکھا ہے کتب اللّٰہ فی اللّوح لاغلبنّ انا و رسلی بالحجّة۔ ظاہر ہے کہ لوح محفوظ میں جب لکھا ہے اس وقت اور اس سے پہلے غلبہ متصور نہیں ہے کیونکہ غلبہ کے لئے غالب و مغلوب ضروری ہے۔ اس وقت نہ رسل تھے نہ ان کی امت تھی۔ یہ سب بعد ان کے ہوئے ہیں۔

دوم۔ تراجم ثلاثہ استقبال پر دلالت کرتے ہیں لفظ شاہ ولی اللہؒ کا یہ ہے:

حکم کرد خدا البتہ غالب شوم من و غالب شوند پیغمبران من۔

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے:

لکھ رکھا ہے خدا نے البتہ غالب آؤں گا میں اور پیغمبر میرے۔

لفظ شاہ عبد القادرؒ کا یہ ہے:

اللہ لکھ چکا کہ میں زبر ہوں گا اور میرے رسول۔

قولہ (قادیانی)۔ تیسری آیت یہ ہے:

من عمل صالحاً من ذکر او انثی و ھو مؤمن فلنحیینّہ حیوةً طیبةً و لنجزینّھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون۔ (نحل۔۹۷)

اقول (محمد بشیر)۔ اس آیت میں بھی استقبال مراد ہے، بچند وجوہ:

اول یہ کہ یہ وعدہ ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں مرقوم ہے:

ھذا وعد من اللّٰہ تعالی فمن عمل صالحاً وھو العمل المتابع الکتاب اللّٰہ و سنّة نبیّہ ﷺ من ذکر او انثی من بنی آدم و قلبہ مؤمن باللّٰہ و رسولہ و ان ھذا العمل المعمور بہ مشروع من عند اللّٰہ بان یّحی اللّٰہ حیوةً طیبةً فی الدّنیا و ان یجزیہ با حسن ما عملہ فی الدار الآخرة۔ انتہی۔

اور جس کا وعدہ ہوتا ہے وہ چیز وعدہ کے بعد پائی جاتی ہے۔

دوم۔ تراجم ثلاثہ سے استقبال معلوم ہوتا ہے۔ لفظ شاہ ولی اللہؒ کا یہ ہے:

ہرکہ عمل نیک کرد مرد باشد یا زن واو مسلمان است ہرانیہ زندہ کنمش بزندگانی پاک۔

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے:

جو کوئی کرے اچھا مردوں سے یا عورتوں سے اور وہ ہو ایمان والہ، پس البتہ زندہ کریں گے ہم اس کو زندگی پاکیزہ۔

عبارت شاہ عبدالقادرؒ کی یہ ہے:

جس نے کیا نیک کام، مرد ہو یا عورت ہو، اور وہ یقین پر ہے تو اس کو ہم جلا دیں گے ایک اچھی زندگی۔

قولہ (قادیانی)۔ چوتھی آیت یہ ہے و لینصرنّ اللّٰہ من ینصرہ انّ اللّٰہ لقویّ عزیز (حج۔ ۴۰)

اقول (محمد بشیر) یہاں استقبال مراد ہے بچند وجوہ:

اول یہ کہ یہ وعدہ مہاجرین وانصار سے ہے۔ قال البیضاوی و قد انجز وعدہ بان سلط المہاجرین والانصار علی صنادید العرب واکاسرۃ العجم و قیاصرتھم و اورثھم ارضھم و دیارھم۔ اور جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ چیز بعد زمانہ وعدہ کے پائی جاتی ہے۔

دوم یہ کہ تراجم ثلاثہ میں استقبال مصرح ہے۔ عبارت شاہ ولی اللہؒ کی یہ ہے:

والبتہ نصرت خواہد داد خدا کسے را کہ قصد نصرت دین وے کند

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے:

اور البتہ مدد دیوے گا اللہ اس کو کہ مدد دیتا ہے اس کو۔

لفظ شاہ عبدالقادرؒ کا یہ ہے۔

اور اللہ مقرر مدد دے گا اس کی جو مدد کرے گا اس کی۔

قولہ (قادیانی)۔ پانچویں آیت یہ ہے والّذین آمنوا وعملوا الصّالحات لندخلنّھم فی الصّالحین (عنکبوت۔ ۹)

اقول (محمد بشیر) یہاں بھی مستقبل مراد ہے۔ بدو وجہ:

اول یہ کہ یہ وعدہ ہے اور جس چیز کا وعدہ دیا جاتا ہے وہ وقت وعدہ کی متحقق نہیں ہوتی ہے

بعد کو پائی جاتی ہے۔

دوم، تراجم ثلاثہ اس پر دال ہیں۔ عبارت شاہ ولی اللہؒ کی یہ ہے:

وآنانکہ ایمان آوردند کارہائے شائستہ کردند البتہ در آریم ایشاں را در زمرہءِ شائستگان۔

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے:

اور وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کیئے اچھے البتہ داخل کرینگے ہم ان کو بیچ صالحوں کے

لفظ شاہ عبدالقادرؒ کا یہ ہے:

اور جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کیئے ہم ان کو داخل کریں گے نیک لوگوں میں۔

آپ کا محذور جب لازم آوے کہ یہ بیان ہو عادت کا، بلکہ یہ تو وعدہ ہے۔

قولہ (قادیانی)۔اب میں آپ کے اس قاعدہ کو توڑ چکا کہ نون ثقیلہ کے داخل ہونے سے خواہ مخواہ اور ہر ایک جگہ خاص طور پر استقبال کے معنی ہی ہوا کرتے ہیں۔

اقول (محمد بشیر)۔ بالا معلوم ہوا کہ آپ نے جتنی آیتیں ذکر کی ہیں سب میں مراد صرف مستقبل ہے نہ حال اور نہ استمرار۔

قولہ (قادیانی)۔اور آپ کو معلوم ہے کہ تمام مفسرین قدیم و جدید جن میں عرب کے رہنے والے بھی داخل ہیں لیؤمننّ کے لفظ کے حال کے معنی بھی کرتے ہیں۔

اقول (محمد بشیر)۔ان لوگوں کے کلام میں کہیں تصریح حال کی نہیں ہے، محتمل ہے کہ ان کی مراد استقبال ہو، جیسا کہ آپ خود اوپر لکھ چکے ہیں۔کیا استقبال کے طور پر دوسرے معنی بھی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے۔ دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے۔اگر کوئی شبہ کرے کہ پھر اس دوسرے معنی کا ردّ قاعدہ مقررہ نحاۃ کے موافق کیسے ہوگا۔تو جواب یہ ہے کہ بے شک اس صورت میں قاعدہ مقررہ کی بنا پر البتہ ردّ نہ ہو سکے گا بلکہ اس کا ردّ منوط ہوگا امر آخر پر جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔یعنی یہ کہ اس صورت میں کلام الٰہی اعلیٰ درجہ بلاغت سے نازل ہوا جاتا ہے۔ فلیتأمّل فانّہ احری باالتأمّل۔

قولہ (قادیانی)۔اور آپ نے تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ نزول عیسیٰ ہوگا اور کوئی اہل کتاب میں سے نہیں ہوگا جو اس کے نزول کے بعد اس پر ایمان نہیں لائے گا۔ یہ بیان آپ کے لئے کچھ مفید نہیں ...(الی قولہ)...اور پھر اس قول کو ما نحن

فیہ سے تعلق کیا ہے۔

اقول (محمد بشیر) اس مقام پر آپ نے میرے کلام کو غور سے ملاحظہ نہیں فرمایا۔ میرا مطلب وہ نہیں جو آپ سمجھے ہیں۔ میرا مطلب تو عبارت ابن کثیر کی نقل سے صرف اس قدر ہے کہ یہ معنی جو میں نے اختیار کئے ہیں اس طرف ایک جماعت سلف میں سے گئی ہے اور یہ امر میری تحریر میں مصرح ہے۔ چنداں غور کا بھی محتاج نہیں ہے۔

قولہ (قادیانی)۔ واضح رہے کہ آپ اس عاجز کے اعتراضات کو جو ازالہ اوہام میں آیت موصوفہ بالا کے ان معنوں پر وارد ہوتے ہیں جو آپ کرتے ہیں، اٹھا نہیں سکے بلکہ رکیک عذرات سے میرے اعتراضات کو اور بھی ثابت کر دیا۔

اقول (محمد بشیر) میرے ادلّہ کا قوی ہونا ابھی ثابت ہو چکا۔ پس یہ آپ کا فرمانا بجائے خود نہیں ہے۔

قولہ (قادیانی)۔ آپ کے نون ثقیلہ کا حال تو معلوم ہو چکا۔

اقول (محمد بشیر)۔ آپ نے نون ثقیلہ کے بارہ میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ سب ھباءً منبثاً ہو گیا

قولہ (قادیانی)۔ اور لیؤمننّ کے لفظ کی تعمیم بدستور قائم رہی۔

اقول (محمد بشیر)۔ جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ نون مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے تو اب تعمیم کہاں قائم رہی۔

قولہ (قادیانی)۔ اب فرض کے طور پر اگر آیت کے یہ معنی لئے جاویں کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہوں گے سب مسلمان ہو جائیں جیسا کہ ابو مالک سے آپ نے روایت کیا ہے تو مجھے مہربانی فرما کر سمجھا دیں کہ یہ معنی کیونکر درست ٹھہر سکتے ہیں۔

اقول (محمد بشیر)۔ آپ نے اس معنی کی تقریر میں جو میرے نزدیک متعین ہیں تھوڑی سے خطا کی ہے۔ آیت کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہوں گے، سب مسلمان ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بعد اور ان کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا ضرور ہوگا کہ اس وقت کے اہل کتاب سب مسلمان ہو جائیں گے اور ابو مالکؒ کے کلام کا بھی یہی مطلب ہے ذرا غور

سے ملاحظہ فرمایئے۔

قولہ (قادیانی)۔آپ تسلیم کر چکے ہیں...(الی قولہ)....پھر اس لفظ کے لانے سے فائدہ کیا ہے۔

اقول (محمد بشیر) حضرت من! اس مقام پر بھی آپ نے میرے مطلب پر مطلق غور نہیں کیا اس لئے میں پھر اس تقریر کا اعادہ کرتا ہوں ۔امید ہے کہ اگر آپ توجہ فرمائیں گے تو سمجھ میں آ جائے گا اور تسلیم بھی کر لیجئے گا۔

حاصل میری کلام کا یہ ہے کہ آپ کے اعتراض کا جواب بدو طور ہے:

اول یہ کہ آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے نزول کے فوراً بعد سب اہل کتاب ایمان لے آویں گے بلکہ یہ کہ بعد نزول مسیح اور قبل موت مسیح ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ میں سب اہل کتاب ایمان لے آویں گے ۔پس احادیث صحیحہ اس کی منافی نہ ہوئیں کیونکہ جو کفار مسیح کے دم سے مرنے والے ہوں گے وہ پہلے مریں گے، باقی ماندہ سب ایمان لے آویں گے۔

دوم یہ کہ مراد ایمان سے یقین ہو نہ ایمان شرعی ۔اس تقدیر پر بھی احادیث صحیحہ آیت کے اس معنی کے معارض نہیں ٹھہرتی ہیں ۔الحاصل مقصود دفع تعارض ہے جو آپ نے آیت کے معنی اور احادیث صحیحہ میں بیان فرمایا ہے۔آپ معلوم نہیں کہ کہاں سے کہاں چلے گئے ۔غور کر کے جواب لکھا کیجئے ۔اب انصاف سے غور فرمایئے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ ان کا لفظ تو ایسا کامل حصر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک فرد بھی باہر رہ جائے تو لفظ بے کار اور غیر مؤثر ٹھہرتا ہے، کیسا بے محل ہے کیونکہ جس زمانہ کے لئے یہ حصر کیا گیا ہے اس کی نسبت پورا حصر ہے اور ایسا ہی یہ فرمانا کہ اول تو آپ نے ان کے لفظ سے زمانہ قبل از نزول کو باہر کیا۔پھر اب زمانہ بعد از نزول میں بھی اس کا پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا تو پھر اس لفظ کے لانے سے فائدہ ہی کیا تھا، محض بے موقع ہے کیونکہ خاکسار نے از خود زمانہ قبل از نزول کو باہر نہیں رکھا اور نہ زمانہ بعد از نزول میں پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا بلکہ یہ تو مقتضی نون ثقیلہ و لفظ بعد موتہ کا ہے جو کلام الٰہی میں واقع ہوا ہے۔اور ایسا ہی آپ کا یہ فرمانا کہ اب اگر ان کفار کو جو کفر پر مر گئے مومن ٹھہراتے ہیں یا اس جگہ ایمان سے مراد یقین رکھتے ہیں تو اس دعوی پر آپ

کے پاس کیا دلیل ہے، محض بے ربط ہے۔ کیونکہ خاکسار اس مقام پر نہ مدعی ان کے ایمان کا ہے اور نہ مدعی اس امر کا ہے کہ مراد ایمان سے یقین ہے۔ مقصود اس مقام پر صرف رفع تناقض ہے جو آپ نے درمیان آیت و احادیث کے سمجھا ہے۔ اس امر کے فیصلہ کے لئے خاکسار آپ کے دو معتقد خاص حکیم نور الدین اور مولوی سید محمد احسن امروہی کو حکم تسلیم کرتا ہے کہ آپ میری اس کلام کا مطلب بالکل نہیں سمجھے۔

قولہ (قادیانی)۔ یا حضرت آپ ان آیتوں پر متوجہ ہوں ...(الی قولہ)..اب دیکھئے کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ کا صاف وعدہ ہے کہ قیامت کے دن تک دونوں فرقے متبعین اور کفار باقی رہیں گے۔

اقول (محمد بشیر) اس میں کلام ہے، بدو وجہ:

اول یہ کہ آیت و ان من اهل الکتاب (نساء ۔ ۱۵۹) میں صاف وعدہ ہے کہ قبل موت حضرت عیسیٰؑ کے سب اہل کتاب مومن ہو جائیں گے۔ پس یہ آیت مخصص ہے آیت و جاعل الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیامة (آل عمران ۔ ۵۵) کی۔

دوم احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قبل قیامت سب شریر رہ جائیں گے جن پر قیامت قائم ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ آیت عام مخصوص البعض ہے۔

قولہ (قادیانی)۔ پھر اللہ جل شانہ فرماتا ہے فاغرینا بینهم العداوة و البغضاء الی یوم القیامة (مائدہ ۔ ۱۴)اب ظاہر ہے کہ اگر قیامت کے پہلے ہی ایک فرقہ ان دونوں میں سے نابود ہو جاوے تو پھر عداوت کیونکر باقی رہے گی۔

اقول (محمد بشیر) یہ آیت بھی عام مخصوص البعض ہے۔ مخصص اس کی آیت وان من اهل الکتاب ہے

قولہ (قادیانی)۔ دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے:

یکلّم النّاس فی المهد و کهلاً ۔(آل عمران ۔ ۴۶)

اقول (محمد بشیر) کہل کے معنی میں فی الواقع اہل لغت نے اختلاف کیا ہے، اسی واسطے اس آیت کو قطعیّة الدّلالة لذاتها نہیں کہا گیا، بلکہ قطعیّة الدّلالة لغیرها کہا گیا، یعنی بانضمام آیت وان من اهل الکتاب جو قطعیۃ الدلالت ہے، یہ بھی

قطعی ہو جاتی ہے اور آپ نے جو شبہ وان من اھل الکتاب کے قطعیۃ الدلالت ہونے میں کیا ہے وہ بالکل مرتفع ہو گیا۔

قولہ (قادیانی)۔ صحیح بخاری میں دیکھئے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے اس میں کہل کے معنی جوان مضبوط کے ہیں۔

اقول۔(محمد بشیر) عبارت بخاری کی یہ ہے: وقال مجاھد الکھل الحلیم، آپ پر واجب ہے کہ یہ امر ثابت کیجئے کہ اس سے جوان مضبوط کس طرح سمجھا جاتا ہے۔

قولہ (قادیانی)۔حضرت اس رافعک الیّ میں جو رفع کا وعدہ دیا گیا ہے یہ وہی وعدہ تھا جو آیت بل رفعه اللّٰه میں پورا کیا گیا۔

اقول (محمد بشیر)۔ مسلّم ہے کہ آیت انّی متوفّیک و رافعک میں جو وعدہ تھا وہ آیت بل رفعه اللّٰه میں پورا کیا گیا۔لیکن انّی متوفّیک میں موت مراد ہونا غیر مسلّم ہے جیسا کہ اس کی تقریر تحریر اول میں لکھ چکا ہوں اور آپ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔

قولہ (قادیانی)۔نزول مسیح موعود سے کس کو انکار ہے۔

اقول (محمد بشیر) آپ کو نزول عیسی بن مریم سے انکار ہے اور حالانکہ تحریر اول میں لکھا گیا ہے کہ حدیث میں لفظ ابن مریم جس کے معنی حقیقی عین ابن مریم ہے موجود ہے اور صارف یہاں کوئی پایا نہیں جاتا ہے۔آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔

قولہ۔ اور فہم ابو ہریرہ حجت کے لائق نہیں۔

اقول (محمد بشیر) فہم ابو ہریرہ کو میں حجت نہیں کہتا، استدلال تو لفظ ابن مریم سے ہے جو حدیث میں واقع ہے۔

قولہ۔ یہ حدیث مرسل ہے پھر کیونکر قطعیۃ الدلالت ہوگی۔

اقول (محمد بشیر) اس حدیث کو قطعیۃ الدلالت نہیں کہا گیا صرف تائید کیلئے لائی گئی ہے

قولہ (قادیانی)۔ یہ بخاری کی حدیث مرفوع متصل سے جو حضرت مسیح کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور نیز قرآن کی تعلیم سے مخالف ہے۔

اقول (محمد بشیر) آپ وہ حدیث صحیح مرفوع متصل بیان فرمائیے تاکہ اس میں نظر کی جاوے اور مخالفت تعلیم قرآن غیر مسلم ہے و من یدعی فعلیه البیان۔

محمد بشیر عفی عنہ۔۲۵۔اکتوبر ۱۸۹۱ء

☆ مرزا قادیانی کا دوسرا پرچہ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ..... امابعد

واضح ہو کہ حضرت مولوی محمد بشیر نے اپنے جواب الجواب میں باوجود اس کے کہ اپنے ذمہ بارِ ثبوت حیات مسیحؑ قبول فرما چکے تھے پھر اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ وفات ابن مریمؑ کا بارِ ثبوت آپ کے ذمہ ہے کیونکہ آپ کی طرف سے یہ مستقل دعوی ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں۔ اور اصل امر آپ کے الہام میں یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اگر آپ کے ذمہ بارِ ثبوت نہیں تھا تو یہ عبث کام آپ نے کیوں کیا کہ توضیح مرام وازالہ اوہام میں دلائل وفات مسیح بہ بسط بیان کئے۔

میں کہتا ہوں کہ اس بات کو ادنی استعداد کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ بارِ ثبوت کسی امر متنازعہ کی نسبت اس فریق پر ہوا کرتا ہے کہ جو ایک امر کا کسی طور سے ایک مقام میں اقرار کر کے پھر کسی دوسری صورت اور دوسرے مقام میں اسی امر قبول کردہ کا انکار کر دیتا ہے۔ سو وہ اپنے پہلے اقرار سے ہی پکڑا جاتا ہے اور اس مؤاخذہ کے لائق ٹھہر جاتا ہے کہ جس امر کو وہ کسی دوسری صورت یا دوسرے وقت اور مقام میں آپ ہی مانتا اور قبول کرتا تھا، اب اس سے کیوں انکار کر کے ایک مستحدث اور نئے دعوی کی طرف رجوع کر گیا ہے۔ سو واقعی اور حقیقی طور پر مدعی کا لفظ اس شخص پر بولا جاتا ہے جو اپنے پہلے اقرار سے منحرف ہو کر ایک نئے اور جدید امر کا دعوی کرتا ہے اور اسی وجہ سے بارِ ثبوت اس پر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے منہ کے اقرار سے ہی اپنی جدت دعوی کا قائل ہوتا ہے۔ یعنی اس نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہوا ہوتا ہے کہ یہ دعوی اس کا نیا ہے اور اس کے اس قدیم اقرار سے قطعاً مخالف ہے جس سے اب بھی اس کو انکار نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی کسی عدالت میں دعوی کرتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے دو ہزار روپیہ قرضہ لینا ہے اور خود اس بات کا اقرار کر دیتا ہے کہ فلاں تاریخ میں نے اس کو بطور قرضہ روپیہ دیا تھا اور اس تاریخ سے پہلے میرا اس سے کچھ واسطہ نہیں تھا اور یہ میرا دعوی نیا ہے جو فلاں تاریخ سے پیدا ہوا۔ سو اسی وجہ سے وہ مدعی کہلاتا ہے اور ثبوت اس کے ذمہ ہوتا ہے کہ

وہ بعد اس اقرار کے کہ فلاں تاریخ سے پہلے فلاں شخص میرا قرض دار نہیں تھا، پھر مخالف اپنے اس پہلے بیان کے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ فلاں تاریخ سے وہ میرا قرضدار ہے۔ پس اس سے عدالت اسی وجہ سے ثبوت مانگتی ہے کہ وہ اپنے پہلے بیان کے مخالف دوسرا بیان کرتا ہے اور اس کے دعویٰ میں ایک جدت ہے جس کا وہ آپ ہی قائل ہے کیونکہ وہ خود قبول کر چکا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی گذرا ہے جب کہ وہ شخص، جس کو اب مقروض ٹھہرایا گیا ہے، مقروض نہیں تھا۔ سو اس اقرار کے بعد انکار کر کے وہ اپنی گردن پر آپ بارِ ثبوت لیتا ہے۔ غرض واقعی اور حقیقی طور پر اسی شخص کو مدعی کہتے ہیں جو ایک صورت میں ایک بات کا اقرار کر کے پھر اسی بات کا انکار کرتا ہے اور بارِ ثبوت اس پر اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اپنے پہلے اقرار کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے۔ تمام عدالتیں اسی اصول محکم کو پکڑ کر مدعی اور مدعا علیہ میں تمیز کرتے ہیں اگر یہ اصول مدنظر نہ ہو تو ایسا حاکم اندھے کی طرح ہوگا اور اس کو معلوم نہیں ہوگا کہ واقعی طور پر مدعی کون ہے اور مدعا علیہ کون۔

خلاصہ کلام یہ کہ مدعی ہونے کی فلاسفی یہی ہے جو ہم نے اس جگہ بیان کر دی ہے اور ظاہر ہے کہ بارثبوت اسی پر ہوگا جو واقعی اور حقیقی طور پر مدعی ہو، یعنی ایسی حالت رکھتا ہو کہ ایک صورت میں ایک بات کا اقرار کر کے پھر دوسری صورت میں برخلاف اس اقرار کے بیان کرے۔

اب اس معیار کو مدنظر رکھ کر ہر یک منصف دیکھ لے کہ کیا واقعی طور پر حضرت مسیح ابن مریم کی وفات کے بارے میں اس عاجز کا نام مدعی رکھنا چاہیے؟ یا حضرت مولوی محمد بشیر اور ان کے ہم خیال مولوی سید محمد نذیر حسین وغیرہ حیات جسمانی مسیح ابن مریم کے بارے میں مدعی ٹھہرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو ہم مدعی کی تعریف ابھی بیان کر چکے ہیں یعنی یہ کہ حقیقی اور واقعی مدعی کے لئے ایسی حالت کا پایا جانا ضروری ہے کہ ایک صورت میں ایک بات کا علی وجہ البصیرت ہمیشہ کے لئے اقرار کر کے پھر دوسری صورت میں اس بات کا انکار کرے، یہ تعریف میرے پر صادق نہیں آسکتی۔ کیونکہ میرا بیان تو اس طرز پر نہیں کہ پہلے حضرت مسیح ابن مریم کی یہ غیر طبعی حیات قبول کر کے پھر اس سے انکار کر گیا ہوں۔ تا بوجہ جدّت دعویٰ اور مخالفت پہلے اقرار کے بارثبوت میرے پر ہو؟ لیکن مدعی ہونے کی یہ تعریف حضرت مولوی محمد بشیر صاحب اور ان کے گروہ پر صادق

آتی ہے کیونکہ پہلے ان کو اب تک اس بات کا اقرار ہے کہ یہ حیات مسیح کی، جس کی نسبت دعوی ہے، ایک غیر طبعی حیات ہے جو اللہ تعالی کے عام قانون قدرت اور دائمی سنت اللہ سے مغائر ومخالف پڑی ہوئی ہے اور نہ صرف سنت اللہ کے مخالف بلکہ نصوص صریحہ بینہ قطعیہ قرآن کے بھی مخالف ہے کیونکہ قرآن کریم نے جو عام طور پر انسان کی بے ثباتی ہستی کے بارے میں ہدایت فرمائی ہے وہ یہی ہے جو انسان اپنی عمر طبعی کی حد کے اندر مر جاتا ہے اور اگر جوانی اور درمیانی حالت میں نہیں تو ارزل عمر تک پہنچ کر اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور زمانہ اس پر اثر کر کے اور انواع اقسام کے تغیرات اس پر وارد کر کے ارذل عمر تک اس کو پہنچاتا ہے یا وہ شخص پہلے ہی مر جاتا ہے۔ اس اقرار کے بعد مولوی صاحب موصوف اور ان کے گروہ کا یہ بیان ہے کہ مسیح ابن مریم جو انسان تھا اور انسانوں میں بلاکم وبیش داخل تھا اب تک نہیں مرا بلکہ صدہا برس سے زندہ چلا آتا ہے، بڈھا بھی نہیں ہوا اور نہ ارزل عمر تک پہنچا، اور نہ زمانہ نے کچھ بھی اس پر اثر کیا۔ سو مولوی صاحب موصوف نے پہلے جس بات کا اقرار کیا تھا اسی بات کا پھر انکار کر دیا، اس لئے حسب قاعدہ متذکرہ بالا حقیقی اور واقعی طور پر وہ مدعی ٹھہر گئے کیونکہ میں بیان کر چکا ہوں کہ حقیقی اور واقعی طور پر مدعی اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ کسی امر کی نسبت ایک صورت میں اقرار کر کے پھر دوسری صورت میں اسی امر کا انکار کر دے۔ کیا مولوی صاحب فقہ کے قوانین پر نظر ڈال کر یا دنیوی عدالتوں کے مقدمات پر نگاہ کر کے کوئی نظیر پیش کر سکتے ہیں کہ کسی شخص کو حقیقی طور پر مدعی تو کہا جائے مگر وہ اس تعریف سے باہر ہو۔ اور اگر اس عاجز نے مسیح ابن مریم کی وفات پر دلائل لکھے ہیں یا اس کی وفات کی نسبت اپنا الہام بیان کیا ہے تو اس کو حقیقی طور پر مدعی ہونے سے کیا تعلق ہے۔ وہ تمام دلائل تو محض بطریق تنزل لکھے گئے جیسے ایک مدعا علیہ کسی مدعی کا افتراء ظاہر کرنے کے لئے کسی عدالت میں ایسی سند پیش کر دیوے جس سے اور بھی اس مدعی کی پردہ دری ہو تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ درحقیقت اس پر وہ تمام ثبوت پیش کرنا واجب ہو گیا۔ جو ایک واقعی مدعی پر واجب ہوتا ہے۔

افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے اس مسئلہ شناخت مدعی و مدعا علیہ پر نظر غور نہیں کی۔ حالانکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے جو قاضیوں اور حکام اور علماؤں کو دھوکوں اور لغزشوں

سے بچاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ مولوی صاحب نے یہ دعویٰ تو کر دیا کہ ہم حیاتِ جسمانی مسیح ابن مریم آیات قطعیۃ الدلالت سے پیش کریں گے لیکن بحث کے وقت اس دعویٰ سے نومیدی پیدا ہوگئی اس لئے اب اس طرف رخ کرنا چاہتے ہیں کہ دراصل مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی ثابت کرنا ہمارے ذمہ نہیں ۔ لہذا مولوی صاحب کو یاد رہے کہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں حقیقی اور واقعی طریق عدالت یہی ہے کہ جو شخص حیات غیر طبعی مسیح ابن مریم کا مدعی ہے اسی پر واجب ہے کہ وہ آیات قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ سے حضرت مسیح کی حیاتِ جسمانی ثابت کرے اور اگر ثابت نہ کر سکے تو یہ اول دلیل ہوگی کہ مسیح فوت ہوگیا۔ بلاشبہ قوانین عدالت کی رو سے حقیقی اور واقعی طور پر آپ مدعی ہیں کیونکہ طبعی اور مسلّم امر کو چھوڑ کر ایک ایسا عقیدہ آپ نے اختیار کیا ہے جس کا ماننا اور قبول کرنا محتاج دلیل ہے۔ لیکن کسی انسان کا اپنی عمر طبعی تک مر جانا ، اور صد ہا برس تک زندہ نہ رہنا محتاج دلیل نہیں بلکہ اس کے مرنے پر قانون قدرت اور سنت اللہ خود محکم دلیل ہے۔ غور فرماویں کہ اگر مثلاً کسی مفقود الخبر کی اٹھارہ سو برس تک خبر نہ ملے کہ وہ مرا ہے یا نہیں؟ تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اب تک زندہ ہے؟ اور کیا شریعت غرّا محمدیہ کسی تنازع کے وقت اس کی نسبت وہی احکام صادر کرے گی جو ایک زندہ کی نسبت صادر کرنے چاہییں ۔

پھر اس کے بعد آپ نے نصوص صریحہ بینہ قرآن اور حدیث سے نومید ہو کر دوبارہ آیت لیؤمننّ کے نون ثقیلہ پر زور مارا ہے اور جمہور مفسرین اور صحابہ اور تابعین سے تفرد اختیار کر کے محض اپنے خیال خام کی وجہ سے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ آیت بوجہ نون ثقیلہ کے خالص استقبال کے لئے ہوگئی ہے جس کے فقط یہی ایک معنے ہو سکتے ہیں کہ حضرت عیسے کے نزول کے بعد کسی خاص زمانہ کے لوگ سب کے سب ان پر ایمان لے آئیں گے اور ان معنوں پر زور دینے کے وقت آپ نے اپنی اس شرط کا کچھ خیال نہیں رکھا جو پہلے ہم دونوں کے درمیان قرار پا چکی تھی جو قال اللّٰہ اور قال الرّسول سے باہر نہیں جائیں گے، اور نہ ان بزرگوں کی عزت و مرتبت کا کچھ پاس کیا جو اہل زبان اور صرف اور نحو کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے۔ صرف اور نحو ایک ایسا علم ہے جس کو ہمیشہ اہل زبان کے محاورات اور بول چال کے تابع کرنا چاہیے اور اہلِ

زبان کی مخالفانہ شہادت ایک دم میں نحو وصرف کے بناوٹی قاعدہ کو ردّ کر دیتی ہے۔
ہمارے پر اللہ اور رسول نے یہ فرض نہیں کیا کہ ہم انسانوں کے خودتراشیدہ قواعدِ صرف و نحو کو اپنے لئے ایسا رہبر قرار دیں کہ باوجودیکہ ہم پر کافی اور کامل طور پر کسی آیت کے معنی کھل جائیں اور اس پر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت مل جائے تو پھر بھی ہم اس قاعدہ صرف یا نحو کو ترک نہ کریں اس بدعت کے التزام کی ہمیں حاجت کیا ہے۔ کیا ہمارے لئے کافی نہیں کہ اللہ اور رسول اور صحابہ کرام ایک صحیح معنے ہم کو بتلا دیں۔

نحو اور صرف کے قواعد اطراد بعد الوقوع ہے اور یہ ہمارا مذہب نہیں کہ یہ لوگ اپنے قواعد تراشی میں بکلی غلطی سے معصوم ہیں۔ اور ان کی نظریں ان گہرے محاورات کلام الٰہی پر پہنچ گئی ہیں جس کے آگے تلاش اور تتبع کا دروازہ بند ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ بھی ان کو معصوم نہیں سمجھتے ہوں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں ان ھذا ن لسا حرا ن (طہ۔ ۶۳) بھی آیت موجود ہے لیکن کیا آپ نظیر کے طور پر کوئی قول عرب قدیم کا پیش کر سکتے ہیں جس میں بجائے ان ھذ ین کے ان ھذا ن لکھا ہو۔ کسی نحوی نے آج تک یہ دعویٰ بھی نہیں کیا کہ ہم قواعد صرف ونحو کو ایسے کمال تک پہنچا چکے ہیں کہ اب کوئی نیا امر پیش آنا یا ہماری تحقیق میں کسی قسم کا نقص نکلنا غیر ممکن ہے۔ غرض التزام قواعد مخترعہ صرف ونحو کا حجج شرعیہ میں سے نہیں۔ یہ علم محض از قبیل اطراد بعد الوقوع ہے اور ان لوگوں کی معصومیت پر کوئی دلیل شرعی نہیں مل سکتی۔ خواص علم لغت ایک دریائے ناپیدا کنار ہے۔ افسوس کہ ہماری صرف ونحو کے قواعد مرتب کرنے والوں نے بہت جلد ہمت ہار دی اور جیسا کہ حق تفتیش کا تھا بجا نہیں لائے۔ اور کبھی انہوں نے ارادہ نہیں کیا اور نہ کر سکے کہ ایک گہری اور عمیق نظر سے قرآنی وسیع المفہوم الفاظ کو پیش نظر رکھ کر قواعد تامہ کاملہ مرتب کریں اور یوں ہی ناتمام اپنے کام کو چھوڑ گئے۔ ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ ہم کسی طرح قرآن کریم کو ان کا تابع نہ ٹھہرا ویں بلکہ جیسے جیسے خواص وسیع المفہوم قرآن کریم کے الفاظ کھلنے چاہییں اسی کے مطابق اپنی پرانی اور ناتمام نحو کو بھی درست کر لیں۔

یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہر یک زبان ہمیشہ گردش میں رہتی ہے اور گردش میں رہے گی جو شخص اب ملک عرب میں جا کر مشاہدہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ کس قدر

پہلی زبانوں سے اب عربی زبان میں فرق آگیا ہے یہاں تک کہ اقعد کی جگہ اگد بولا جاتا ہے۔ ایسا ہی کئی محاورات بدل گئے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ جس زمانہ میں صرف و نحو کے قواعد مرتب کرنے کے لئے توجہ کی گئی وہ زمانہ کس قدر آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے فرق کر گیا تھا اور کیا کچھ محاورات میں تبدل واقع ہو گیا تھا۔ نحوی اور صرفی اس بات کے بھی تو قائل ہیں کہ باوجود ترتیب قواعد کے ایک حصہ کثیرہ خلاف قیاس الفاظ اور خلاف قیاس ترتیب الفاظ کا بھی ہے جس کی حد ابھی غیر معلوم ہے جو ابھی تک کسی قاعدہ کے نیچے نہیں آسکا۔

غرض یہ صرف اور نحو جو ہمارے ہاتھ میں ہے صرف بچوں کو ایک موٹے قواعد سکھلانے کے لئے ہے۔ اس کو ایک رہبر معصوم تصور کر لینا اور خطا اور غلطی سے پاک سمجھنا انہیں لوگوں کا کام ہے جو بجز اللہ و رسول کے کسی اور کو بھی معصوم قرار دیتے ہیں۔ اللہ جل شانہ نے ہمیں یہ فرمایا ہے

فان تنازعتم فی شیء فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول ۔یعنی اگر تم کسی بات میں تنازع کرو، تو اس امر کا فیصلہ اللہ اور رسول کی طرف ردّ کرو اور صرف اللہ اور رسول کو حکم بناؤ۔ نہ کسی اور کو۔

اب یہ کیونکر ہو سکے کہ ناقص العلم صرفیوں اور نحویوں کو اللہ اور رسول کو چھوڑ کر اپنا حکم بنایا جائے کیا اس پر کوئی دلیل ہے۔ تعجب کہ متبع سنت کہلا کر کسی اور کی طرف بجز سرچشمہ طیبہ مطہرہ اللہ رسول کے رجوع کریں۔ آپ کو یاد رہے کہ میرا یہ مذہب نہیں ہے کہ قواعد موجودہ صرف و نحو غلطی سے پاک ہیں یا ہمہ وجوہ متمم و مکمل ہیں۔ اگر آپ کا یہ مذہب ہے تو اس مذہب کی تائید میں تو کوئی آیت قرآن کریم پیش کیجئے یا کوئی حدیث صحیح دکھلایئے ورنہ آپ کی یہ بحث بے مصرف فضول خیال ہے حجت شرعی نہیں۔

میں ثابت کرتا ہوں کہ اگر فی الحقیقت نحویوں کا یہی مذہب ہے کہ نون ثقیلہ سے مضارع خالص مستقبل کے معنوں میں آجاتا ہے اور کبھی اور کسی مقام اور کسی صورت میں اس کے برخلاف نہیں ہوتا تو انہوں نے سخت غلطی کی ہے۔ قرآن کریم ان کی غلطی ظاہر کر رہا ہے۔ اور اکابر صحابہ اس پر شہادت دے رہے ہیں۔ حضرت! انسانوں کی اور کوششوں کی طرح نحویوں کی کوششیں بھی خطا سے خالی نہیں۔ آپ حدیث اور قرآن کو

چھوڑ کر کس جھگڑے میں پڑ گئے۔ اور اس خیال خام کی نحوست سے آپ کو تمام اکابر کی نسبت بدظنی کرنی پڑی کہ وہ سب تفسیر آیت لیؤمننّ بہ میں غلطی کرتے رہے۔ ابھی میں انشاء اللہ القدیر آپ پر ثابت کروں گا کہ آیت لیؤمننّ بہ آپ کے معنوں پر اس صورت میں قطعی الدلالت ٹھہر سکتی ہے کہ ان سب بزرگوں کی قطعیۃ الجہالت ہونے پر فتوی لکھا جائے اور نعوذ باللہ نبی معصوم کو بھی ان میں داخل کر دیا جائے۔ ورنہ آپ کبھی اور کسی صورت میں قطعیۃ کا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اور کوئی تقوی شعار علماء میں سے اس قطعیۃ کے دعوی میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہوگا اور کیونکر شریک ہو۔ شریک تو تب ہو کہ بہت سے بزرگوں اور صحابہ کو جاہل قرار دیوے اور نبی ﷺ معصوم پر بھی اعتراض کرے۔ سبحانہ ھذا بھتان عظیم۔

اب میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسی کے نزول کے لئے قطعیۃ الدلالت قرار دیا ہے یا کچھ اور ہی معنی لکھے ہیں۔ سو واضح ہو کہ کشاف، صفحہ ۱۹۹ میں لیؤمننّ بہ کی آیت کے نیچے یہ تفسیر ہے:

جملة قسمية واقعة صفة لموصوف محذوف تقديره و ان من اهل الكتاب احد الّا ليؤمننّ به قبل موته بعيسى و بانّه عبد اللّه و رسوله يعنى اذا عاين قبلان تزهق روحه حين لا ينفعه ايمانه لانقطاع وقت التكليف و عن شهر بن حوشب قال لى الحجاج آ ية ما قرأتها الّا تخالج فى نفسى منها يعنى هذه ا لآية انى اضر ب عنق الاسير من اليهود والنصارى فلااسمع منه ذلک فقلت ان اليهودى اذا حضره الموت ضر بت الملائكة دبره و وجهه و قالوا يا عدوّ اللّه اتاک عيسے نبيّاً فكذ بت به فيقول آ منت انّه عبد نبى و يقول للنّصرا نى اتاک عيسے نبياً فزعمت انّه اللّه او ابن اللّه فيؤمن انّه عبد اللّه ورسوله و عن ابن عباس انه فسره كذلک فقال له عكرمة فان اتاه رجل فضرب عنقه ۔ قال لا تخر ج نفسه حتى يتحرک بها شفتيه قال عكر مة و ان خرّ من فوق بيت او احترق او اكله سبع، قا ل يتكلم بها فى الهواء لا تخر ج روحه حتى يؤمن به و

تدلّ علیه قرأۃ ابی الا لیؤمنن به قبل موتهم بضمّ النّون علی معنی و ان فهم احد الا لیؤمنن قبل موتهم ۔ و قیل الضمیر ان العیسی یعنی و ان فهم احد الا لیؤمنن یعنی قبل موت عیسے اہم اهل الکتب الذین یکونو ن فی زمان نزوله ، روی انه ینز ل فی آخر الزّمان فلا یبقی احد من اهل الکتب ا لا یومن به حتی تکو ن حالة واحدۃ و هی ملة الاسلا م و قیل الضّمیر فی به یر جع الی اللّه تعالی و قیل الی محمد ﷺ ۔

تر جمہ ۔ یعنی لیؤمننّ به جملہ قسمیہ ہے اور آیت موصوف محذوف کے لئے صفت ہے اور محذوف کو ملانے کے ساتھ اصل عبارت یوں ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسی پر ایمان نہ لاوے ۔ اور نیز اس بات پر ایمان لاوے کہ وہ اللہ کا رسول اور اس کا بندہ ہے یعنی جس وقت جان کندن کا وقت ہو جب کہ ایمان بوجہ انقطاع وقت تکلیف کے کچھ نفع نہیں دیتا ۔ اور شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ مجھے حجاج نے کہا کہ ایک آیت ہے کہ جب کبھی میں نے اس کو پڑھا تو اس کی نسبت میرے دل میں ایک خلجان گذرا، یعنی یہی آیت ، اور خلجان یہ ہے کہ مجھے کتابی اسیر قتل کرنے کے لئے دیا جاتا ہے اور میں یہود ونصاری کی گردن مارتا ہوں اور میں اس کے مرنے کے وقت یہ نہیں سنتا کہ میں عیسی پر ایمان لایا ۔ ابن حوشب کہتا ہے کہ میں نے اس کو کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ جب یہودیوں پر جان کندن کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کے منہ پر اور پیچھے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے دشمن خدا تیرے پاس عیسی نبی آیا اور تو نے اس کی تکذیب کی ۔ پس وہ کہتا ہے کہ اب میں عیسیؑ پر ایمان لایا کہ وہ بندہ اور پیغمبر ہے ۔ اور نصرانی کو فرشتے کہتے ہیں کہ تیرے پاس عیسیؑ نبی آیا اور تو نے اس کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا ۔ تب وہ کہتا ہے کہ اب میں نے قبول کیا کہ وہ خدا کا بندہ اور رسول ہے ۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس نے ایک موقع پر یہی تفسیر کی تب عکرمہ نے اس کو کہا کہ اگر ناگاہ کسی شخص کی گردن کاٹ دی جائے تو کس وقت اور کیونکر وہ عیسیؑ کی نبوت کا اقرار کرے گا ۔ تب ابن عباسؓ نے کہا کہ اس کی اس وقت تک جان نہیں نکلے گی جب تک اس کے لبوں پر کلمہ اقرار نبوت مسیح کا جاری نہ ہولے ۔ پھر عکرمہ

نے کہا کہ اگر وہ گھر کی چھت پر سے گرے یا جل جائے یا کوئی درندہ اس کو کھا لیوے، تو کیا پھر بھی اقرار نبوت عیسیٰؑ کا اس کو موقع ملے گا؟ تب ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ وہ گرتے گرتے ہوا میں اقرار کرے گا۔ اور جب تک یہ اقرار نہ کر لے تب تک اس کی جان نہیں نکلے گی اور اسی پر دلالت کرتی ہے قرأت ابی بن کعب کی الا لیؤمننّ به قبل موتهم۔ بضمّ النّو ن۔ یعنی دوسری قرأت میں بجائے قبل موته کے قبل موتهم لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت موته کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے نہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف۔ اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ دونوں ضمیریں به اور موته کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہیں جس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عیسیٰؑ کے نزول کے بعد تمام اہل کتاب ان کی نبوت پر ایمان لے آویں گے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ضمیر به کی اللہ تعالیٰ کی طرف پھرتی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے حضرت محمد ﷺ کی طرف ضمیر به کی پھرتی ہے۔

پھر نووی میں یہ عبارت لکھی ہے:

ذهب کثیرو ن بل اکثرون الی انّ الضّمیر فی آ یة الّا لیؤمننّ به یعود الی اهل الکتب و یؤیّد هذا ایضاً قرأة من قرأ قبل موتهم۔

یعنی بہت سے لوگ بلکہ نہایت کثرت سے لوگ اسی طرف گئے ہیں کہ آیت الّا لیؤمننّ به میں به کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے اور اسی کی مؤید قرأت قبل موتهم ہے

پھر مدارک میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

و المعنی ما من الیهود و النّصاری احد الا لیؤمننّ قبل موته بعیسی و بانّه عبد اللّه و رسوله و روی ان الضّمیر فی به یرجع الی اللّه او الی محمّد ﷺ و الضّمیر الثّانی الی الکتابی

یعنی اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہود اور نصاریٰ میں سے کوئی نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے اور اس کی رسالت اور عبدیت کو قبول نہ کرے اور یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر به کی اللہ کی طرف پھرتی ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ محمد ﷺ کی طرف پھرتی ہے۔

ایسا ہی بیضاوی میں زیر آیت لیؤمننّ به یہ تفسیر کی ہے:

والمعنی ما من الیھود والنّصاری احد الا لیؤمننّ بان عیسی عبد اللّه و رسوله قبل ان یموت و یؤیّد ذلک ان قر ی ء ا لا لیو منن به قبل موتھم وقیل الضّمیران لعیسی

یعنی اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہود اور نصاری میں سے ایسا کوئی نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسے پر ایمان نہ لاوے اور قبل مو تھم کی قرأت انہیں معنوں کی مؤید ہے اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ دونوں ضمیریں عیسی کی طرف پھرتی ہیں۔

اور تفسیر مظہری زیر آیت لیؤمننّ به ...کے لکھا ہے:

روی عن عکرمه ان الضمیر فی به یرجع الی محمد و قیل را جعة الی اللّه عز وجل و المآل وا حد فانّ الایمان باللّه لا یعتد مالم یؤمن بجمیع رسله و الایمان بمحمد ﷺ یستلزم الایمان بعیسی۔ قبل موته ۔ ای قبل مو ت ذلک الاحد من اهل الکتاب عند معائنة ملائکة العذا ب عند الموت حین لا ینفعه ایما نه هذا روا یة علی بن طلحه عن ابن عباس قال فقیل لابن عباس ا رأیت ان خرّ من فوق البیت قال یتکلم فی الھواء فقیل ارأیت ان ضرب عنقه قال تلجلج لسا نه و الحا صل انه لا یمو ت کتا بی حتی یؤ من با للّه عزّ و جل و حده لا شر یک له و انّ محمداً ﷺ عبده و رسوله و ان عیسی عبد اللّه ورسوله قیل یؤمن الکتابی فی حین من الاحیان ولو عند معاینة العذا ب ۔ و قال الضمیران لعیسی والمعنی انه ا ذا نز ل آمن به اهل الکتاب اجمعون ولا یبقی احد الا لیؤمننّ به وهذا التّاویل مروی عن ابی هریرة امکن کونه مستفاداً من هذه الآیة و تاویل الآیة بارجاع الضمیر الثانی الی عیسی ممنو ع انما هوزعم من ابی هریرة لیس ذلک فی شیء من ا لاحادیث المرفوعة و کیف یصح هذا التاویل مع ان کلمة ان من اهل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی ﷺ البتة سواء کان هذا الحکم خاصاً بهم اولاً فان حقیقة

الکلا م للحال ولا و جه لان یّراد فر یق من اھل الکتاب یوجدون حین نزول عیسیؑ فالتاویل الصحیح ھوالاول و یؤیّدہ قرآ ن ابی بن کعب اخرج ابن المنذر عن ابی ھاشم و عروۃ قال فی مصحف ابی بن کعب و ان من اھل الکتا ب ا لا لیؤمننّ بہ قبل موتھم

تر جمہ۔ عکر مہ سے روا یت ہے آ یت لیو منن بہ میں بہ کی ضمیر حضرت محمد ﷺ کی طرف پھر تی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ جل شا نہ کی طرف را جع ہے اور مآ ل واحد ہے کیونکہ ایمان با للہ معتبر نہیں جب تک تمام رسولوں پر ایمان نہ لا یا جائے اور محمد ﷺ پر ایمان لا نا عیسی پر ایمان لا نے کو مستلزم ہے ۔اورقبل موتہ کی یہ تفسیر ہے کہ ہر ایک کتا بی اپنی موت سے پہلے عذاب کے فرشتوں کے دیکھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا ئے گا جب کہ اس کو ایمان کچھ فا ئدہ نہیں دے گا ۔ یہ علی بن طلحہ کی روا یت ہے ابن عباسؓ سے ۔علی بن طلحہ کہتا ہے کہ ابن عباس کو کہا گیا کہ اگر کو ئی چھت سے گر پڑے تو پھر وہ کیونکر ایمان لا ئے گا ۔ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ وہ ہوا میں اس اقرار کو ادا کرے گا پھر پو چھا گیا کہ اگر کسی کی گر دن مار ی جا وے تو وہ کیونکر ایمان لا وے گا تو ابن عباسؓ نے کہا کہ اس وقت بھی اس کی زبان میں اقرار کے الفا ظ جاری ہو جا ئیں گے ۔ حاصل کلام یہ کہ کتابی نہیں مرے گا جب تک اللہ جل شا نہ اور محمد ﷺ اور عیسی پر ایمان نہ لا وے ۔بعض کہتے ہیں کہ کتا بی فی حین من الا حیا ن ایمان لا ئے گا ۔ اگر چہ عذا ب کے معا ینہ کے وقت ہو ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ دونو ں ضمیریں عیسی کی طرف پھر تی ہیں اور یہ معنی لیتے ہیں کہ جب عیسی نا زل ہو گا تو تمام اہل ملل اس پر ایمان لے آ ئیں گے اور کو ئی منکر باقی نہ رہے گا اور یہ تا ویل ابو ہریرہ سے مروی ہے لیکن آ یت لیؤمننّ بہ سے یہ معنی جو ابو ہریرہ نے خیال کئے ہیں ہر گز نہیں نکلتے اور قبل موتہ کی ضمیر عیسی کی طرف کسی طرح پھر نہیں سکتی یہ صرف ابو ہریرہ کا گمان ہے احا دیث مرفوعہ میں اس کا کو ئی اصل صحیح نہیں پا یا جا تا اور کیونکر یہ تا ویل صحیح ہوسکتی ہے با وجود یکہ کلمہ ان موجودین کو بھی تو شا مل ہے یعنی ان اہل کتاب کو جو آنحضرت ﷺ کے زما نہ میں موجود تھے ۔خواہ یہ کلمہ خاص ہو یا خواص نہ ہو لیکن حقیقت کلام کا مصداق ٹھہرا نے کیلئے حال سب زما نوں سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے اور کو ئی وجہ اس بات کی نہیں پا ئی جا تی کہ

کیوں وہی اہل کتاب خاص کئے جائیں جو حضرت عیسی کے نزول کے وقت موجود ہوں گے۔ پھر صحیح تاویل وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی ضمیر به کی عیسی کی طرف نہیں پھرتی بلکہ کتابی کی طرف پھرتی ہے اور اسی کی قرأت ابی بن کعب مؤید ہے جس کو ابن امنذر نے ابی ہاشم سے لیا ہے اور نیز عروہ سے بھی اور وہ قرأت یہ ہے و ان من اهل الكتا ب الّا ليؤمننّ به قبل موتهم یعنی اہل کتاب اپنی موت سے پہلے محمد ﷺ اور عیسی پر ایمان لاویں گے۔ اسی کے قریب قریب ابن کثیر اور تفسیر کبیر اور فتح البیان و معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے۔

اب دیکھئے کہ حضرت عکرمہ اور حضرت ابن عباس اور علی بن طلحہ رضی الله عنهم یہی تاویل ليؤمننّ به کی کرتے ہیں کہ پہلی ضمیر محمد ﷺ اور عیسی کی طرف پھرتی ہے اور دوسری ضمیر قبل موته اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے اور قرأت قبل موتهم کس قدر وثوق سے ثابت ہوتی ہے۔ پھر باوجودیکہ یہ تاویل صحابہ کرام کی طرف سے ہے اور بلاشبہ قرأت شاذہ حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے مگر آپ اس کو نظر انداز کر کے اور نحوی قواعد کو اپنے زعم میں اس کے مخالف سمجھ کر تمام بزرگ اور اکابر قوم اور صحابہ کرام کی صریح ہجو اور توہین کر رہے ہیں گویا آپ کے نحوی قواعد کی صحابہ کو خبر نہ تھی اور ابن عباسؓ جیسا صحابی جس کے لئے نبی ﷺ کی طرف سے فہم قرآن کی دعا بھی ہے وہ بھی آپ کے ان عجیب معنوں سے بے خبر رہا۔ آپ پر قرأت قبل موتهم کا بھی وثوق کھل گیا اب فرض کے طور پر اگر قبول کر لیں کہ ابن عباس اور علی بن طلحہ اور عکرمہ وغیرہ صحابہ ان معنوں کے سمجھنے میں خطا پر تھے اور قرأت ابی بن کعب بھی یعنی قبل موتهم کامل درجہ پر ثابت نہیں تو کیا آپ کے دعوی قطعیۃ الدلالت ہونے آیت ليؤمننّ به پر اس کا کچھ بھی اثر نہ پڑا۔ کیا وہ دعوی جس کے مخالف صحابہ کرام بلند آواز سے شہادت دے رہے ہیں اور دنیا کی تمام مبسوط تفسیریں باتفاق اس پر شہادت دے رہی ہیں اب تک قطعیۃ الدلالت ہے۔

یا اخی اتّق اللّه!

ولا تقف ما ليس لک به علم۔انّ السّمع و البصر و الفؤا د كلّ او لئک كان عنه مسئولاً۔ (بنی اسرائیل۔ ٣٦)۔

اور جب ان روایتوں کے ساتھ وہ روایتیں بھی ملا دیں جن میں انّی متوفّیک کے معنی ممیتک لکھے ہیں جیسے ابن عباسؓ کی روایت اور وہب اور محمد بن اسحاق کی روایت ، کہ کوئی ان میں سے عام طور پر حضرت مسیح کی موت کا قائل ہے اور کوئی کہتا ہے کہ تین گھنٹہ تک مر گئے تھے اور کوئی سات گھنٹہ تک ان کی موت کا قائل ہے اور کوئی تین دن تک جیسا کہ فتح البیان اور معالم التنزیل اور تفسیر کبیر وغیرہ سے ظاہر ہے، تو پھر اس صورت میں اس وہم کی اور بھی بیخ کنی ہوتی ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ایمان لے آویں گے۔

غرض آپ کا نورِ قلب شہادت دے سکتا ہے کہ جس قدر میں نے لکھا ہے آپ کے دعوی قطعیۃ الدلالت کے توڑنے کے لئے کافی ہے۔قطعیۃ الدلالت اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی دوسرا احتمال پیدا نہ ہو سکے،مگر آپ جانتے ہیں کہ اکابر صحابہ اور تابعین کے گروہ نے آپ کے معنی قبول نہیں کئے اور مفسرین نے جابجا اس آپ کی تاویل کو قیل کے لفظ سے بیان کیا ہے جو ضعف روایت پر دلالت کرتا ہے۔عام رائے تفسیروں کی یہی پائی جاتی ہے کہ قرأت قبل موتھم کے موافق معنے کرنے چاہیے اور ضمیر بہ کو نہ صرف حضرت عیسی کی طرف بلکہ ہمارے نبی ﷺ اور اللہ جل شانہ کی طرف پھیرتے ہیں، اب آپ کی رائے کی قطعیت کیونکر باقی رہ سکتی ہے۔برائے خدا خوف الٰہی کو ہاتھ سے نہ دیں۔آپ کے منہ کی طرف صدہا آدمی دیکھ رہے ہیں اس زمانہ میں تمام لوگ اندھے نہیں فریقین کے بیانات شائع ہونے کے بعد پبلک خود فیصلہ کر لے گی لیکن جن لوگوں کے دلوں پر آپ کی رائے کا اثر پڑے گا اس کے ذمہ وار اور اس کے مواخذہ کے جواب دہ آپ ٹھہریں گے۔اور میں نے جو آپ کے قاعدہ نون ثقیلہ کا نام جدید رکھا ہے تو اس کی یہی وجہ ہے کہ اگر آپ کا یہ قاعدہ تسلیم کر لیا جائے تو نعوذ باللہ بقول آپ کے ابن عباس جیسے صحابی کو جاہل و نادان قرار دینا پڑتا ہے۔اور قرأت قبل موتھم کو خواہ نخواہ افتراء قرار دینا پڑے گا۔اور آپ کے نحویوں کو معصوم عن الخطا ماننا پڑے گا۔ آپ تو اللہ،رسول کے متبع تھے، سیبویہ اور خلیل کے کب سے متبع ہو گئے۔

اب میں آپ کے اقوال باقی ماندہ کو بطرز قولہ، اقول کے رد کرتا ہوں۔

قولہ (محمد بشیر) ایسے معنی کرنا فاسد ہے کہ یہ کہا جائے کہ کوئی اہل کتاب میں ایسا نہیں

جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا کیونکہ یہ معنی نفس الامر میں تینوں زمانوں پر شامل ہیں۔

اقول (قادیانی) جب کہ یہ معنی ابن عباس اور عکرمہ اور علی بن طلحہ وغیرہ صحابہ و تابعین کرتے ہیں اور قرآن ابی بن کعب انہی معنوں کے مطابق ہے، تو کیا آپ کا یہ نحوی قاعدہ ان اکابر کو جاہل قرار دے سکتا ہے؟ اور کیا صدہا مفسرین بلکہ ہزارہا جواب تک یہ معنے کرتے آئے وہ جاہل مطلق اور آپ کے نحو سے غافل تھے؟ جب تک ان ہزاروں اکابر کا نام آپ قطعی طور پر جاہل نہ قرار دے دیں، تب تک آپ کے یہ معنی جس میں آپ منفرد ہیں، کیونکر قطعی بن سکتے ہیں۔ کوئی مبسوط تفسیر تو پیش کرو جو ان معنوں سے خالی ہے یا جس نے ان معنوں کو سب سے مقدم رکھا۔ تیرہ سو برس کی تفسیریں اکٹھی کرو اور ان پر نظر ڈال کر دیکھو، کیا کوئی بھی آپ کی طرح ان معنوں کو ناجائز ٹھہراتا ہے۔ بلکہ سب کے سب آپ ہی کے معنوں کو خفیف ٹھہراتے ہیں۔

قولہ (محمد بشیر) قبل موتھم کی قرأت پر بھی معنی دوم صحیح نہیں ہوتے اور یہ قرأت ہمارے معنی کے مخالف بھی نہیں ہے کیونکہ اس قرأت پر یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے زمانہ آئندہ میں مسیح پر ایمان لائے گا اور یہ معنی اول کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں کیونکہ زمانہ آئندہ سے زمانہ نزول مسیح مراد لیا جائے گا۔

اقول (قادیانی)۔ حضرت اس قرأت سے مسیح ابن مریم کی زندگی کیونکر اور کہاں ثابت ہوئی۔ آپ تو قبل موتہ کے ضمیر سے مسیح کی زندگی ثابت کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ مسیح کی موت سے پہلے لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے اب جب کہ قبل موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھیری گئی تو مسیح کی زندگی جس کا ثابت کرنا آپ کا مدعا تھا کہاں اور کن الفاظ سے ثابت ہوئی؟ مجرد ایمان لانے میں تو بحث نہیں۔ بحث تو اس امر میں ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ ہے یا نہیں؟

قولہ (محمد بشیر) قرأت قبل موتھم غیر متواترہ ہے۔

اقول (قادیانی) ہم نے تفاسیر معتبرہ کے ذریعہ سے اس کی سند پیش کر دی ہے۔ ابن عباس بھی اسی موافق کہتے ہیں جمہور علماء کا اسی کو مقدم رکھتا آیا ہے یعنی اسی کے مطابق معنے کرتا چلا آیا ہے۔ پس اسی قدر ثبوت آپ کے دعوی قطعیۃ الدلالت توڑنے کے

لئے کافی ہے۔ بھلا اگر آپ حق پر ہیں تو تیرہ سو برس کی تفسیروں میں سے کوئی ایسی تفسیر تو پیش کیجئے جو ان معنوں کی صحت پر معترض ہو۔ تفسیر مظہری کا بیان آپ سن چکے ہیں۔ الہامی معنے جو میں نے کئے ہیں وہ درحقیقت ان معنوں کے معارض نہیں اگرچہ وہ بجائے خود ایک معنی ہیں چونکہ آیت ذوالوجوہ ہے اس لئے جب تک سخت تعارض نہ ہو ہر یک معنے قبول کے لائق ہیں۔

قولہ (محمد بشیر) آیت فلنو لّینّک میں پڑھنے سے یہ مراد نہیں کہ ہم تجھ کو ہاتھ پکڑ کر قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم تجھ کو قبلہ کی طرف پھیرنے کا حکم کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ وشاہ رفیع الدین وشاہ عبدالقادر نے ترجمہ اس لفظ کا بمعنی مستقبل کیا ہے۔ مگر مستقبل قریب ہے۔

اقول (قادیانی) آپ اس بات کے تو قائل ہو گئے کہ یہ مستقبل بعید نہیں ہے بلکہ قریب ہے اور ایسا قریب کہ ایک طرف حکم ہوا اور ساتھ ہی اس کے عمل بھی ہو گیا، تو گویا آپ ایک صورت سے ہمارے بیان کو مان گئے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک حال کسی ٹھہرنے والے زمانہ کا نام نہیں اور نہ زمانہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ ٹھہر سکے، بلکہ وقت مقدار غیر قار کا نام ہے۔ پھر حال اپنے معنوں کی رو سے کیونکر متحقق ہو کیونکہ جب زمانہ غیر قار ہے تو ماضی کے بعد ہر دم استقبال ہی استقبال ہے۔ لیکن جب حال بولا جاتا ہے تو اس کے معنے ہرگز حقیقی نہیں لئے جاتے کیونکہ حقیقی معنوں کا مراد رکھنا محال ہے۔ اس وقت تک کہ ہم حال کا لفظ زبان پر جاری کریں، کئی باریک حصے زمانہ کے گذر جاتے ہیں۔ پھر حال کا وجود کہاں اور کیونکر متحقق ہے؟ بلکہ حال سے مراد مجازی طور پر وہ زمانہ لیا جاتا ہے جو ہماری نظر کے سامنے واقع ہے جو کسی دوسرے حصہ زمانہ میں تصور نہیں کیا گیا۔ اس صورت میں تو ہماری اور آپ کی نزاع لفظی ہی نکلی اور جس زمانہ کا نام ہم حال رکھتے ہیں اسی کا نام آپ نے مستقبل رکھ لیا۔ اور اتفاق رائے سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔ ہاں اگر آپ کے نزدیک کوئی زمانہ حقیقی معنوں کی رو سے بھی حال ہے تو پہلے مہربانی فرما کر وقت کی تعریف فرمائیے۔ میں تو ابتداء سے یہ سنتا آیا ہوں کہ وقت کی تعریف یہی ہے کہ الوقت مقدار غیر قار یعنی وقت اسی مقدار کا نام ہے جس کو ذرہ قرار نہیں۔ اب جب کہ وقت کو قرار نہیں تو حقیقی طور پر حال کیونکر پیدا ہوا۔ آپ سوچ کر جواب

دیں اور شاہ ولی اللہ وغیرہ صاحبوں کا ترجمہ جو آپ نے پیش کیا ہے یہ ہمارے مضر نہیں جب آپ خود مستقبل قریب کے قائل ہو گئے اسی طرح وہ بھی قائل ہیں۔ اور آیت و انظر الی الھک (طه ۔ ۹۷) میں وہی ہماری طرف سے جواب ہے جو اس میں جواب ہے۔

قولہ (محمد بشیر) و الّذین جا ھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا (عنکبوت ۔ ۶۹) استمراری معنی پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اس جگہ عادت مستمرہ کا بیان کرنا مقصود نہیں۔ یہ تو صرف وعدہ ہے اور امر موعود وعدہ کے بعد متحقق ہوتا ہے۔

اقول (قادیانی)۔ یہ تو ہم نے تسلیم کیا کہ وعدہ ہے بلکہ یہ کہاں سے ثابت ہے کہ یہ وعدہ آنے والے لوگوں کے لئے ہی خاص ہے اور اس نعمت سے وہ لوگ بے نصیب ہیں جو پہلے گذر چکے ہیں یا حال میں مجاہدہ میں لگے ہوئے ہیں۔ حضرت یہ وعدہ بھی استمراری ہے جو از منہ ثلاثہ پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ ضد نہ کیجئے اور خدا تعالی کے بندوں کو اس کے قانون قدرت سے جو مجاہدہ کرنے پر ضرور ہدایت مترتب ہوتی ہے محروم تصور نہ فرمایئے۔ ورنہ مطابق آپ کے معنوں کے ہر یک زمانہ جو حال کے نام پر موسوم ہوگا اس نعمت سے بکلی محروم قرار دینا پڑے گا۔ مثلاً ذرا غور کر کے دیکھئے کہ اس آیت کو نازل ہوئے تیرہ سو برس گذر گیا ہے اور کچھ شک نہیں کہ برطبق مضمون اس آیت کے ہر یک جو اس عرصہ میں مجاہدہ کرتا رہا ہے وہ وعدہ لنھدینّھم سے حصہ مقسومہ لیتا رہا ہے اور اب بھی لیتا ہے اور آئندہ بھی لے گا۔ پھر آپ اس آیت کے استمراری معنوں سے جو از منہ ثلاثہ پر اپنا اثر ڈالتی چلی آئی ہے کیونکر منکر ہوتے ہیں۔

یہی میرا بیان باقی آیات پیش کردہ میری کے متعلق ہے علیحدہ لکھنے کی حاجت نہیں، پبلک خود فیصلہ کر لے گی۔

اور یاد رکھنا چاہیے یہ ترجمے کوئی توقیفی نہیں ہیں۔ آپ کے نون ثقیلہ ہرگز آپ کو وہ فائدہ نہیں پہنچا سکتے جس کی آپ کو خواہش ہے۔

قولہ (محمد بشیر)۔ حضرت عیسی کے نزول کے بعد اور ان کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا ضرور ہوگا کہ اس وقت اہل کتاب سب مسلمان ہو جائیں گے۔

اقول (قادیانی) حضرت آپ کیوں تکلّفات رکیکہ کر رہے ہیں آپ کے ان تکلّفات

کوکون تسلیم کرے گا۔قرآن کریم اس بات کا گواہ ہے کہ سلسلہ کفر کا بلافصل قیامت کے دن تک قائم رہے گا اور یہ کبھی نہیں ہوگا کہ سب لوگ ایک ہی مذہب پر ہو جائیں اور اختلاف کفر اور ایمان اور بدعت اور توحید کا درمیان سے اٹھ جائے۔ چنانچہ اس اختلاف کو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ضروری الوجود انسانوں کی فطرت کے لئے قرار دیتا ہے اور کفر کا تخم قیامت تک قائم رہنے کے لئے یہ آیات صریحۃ الدلالت ہیں جو پہلے پرچہ میں لکھ چکا ہوں یعنی: وجاعل الّذ ین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیامۃ (آل عمران۔ ۵۵)۔ اور

فاغرینا بینھم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیامۃ (مائدہ۔ ۱۴)

اب آپ دیکھئے کہ ان آیات سے ہی آپ کا دعوی قطعیۃ الدلالت ہونا آیت لیؤمننّ بہ کا کس قدر باطل ثابت ہوتا ہے ۔ ہر یک طرف سے آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کی آپ پر زد ہے، پھر بھی آپ اس خیال کو نہیں چھوڑتے ۔آپ نے جب دیکھا کہ مسیح کے دم سے بہت لوگ کفر پر مریں گے تو آپ پہلے دعوی سے کھسک گئے لیکن آیات موصوفہ بالا سے آپ کسی طرح پیچھا چھڑا نہیں سکتے۔آپ نے جو اس بارے میں جواب دیا ہے خود منصف لوگ دیکھیں گے حاجت اعادہ کی نہیں۔

قولہ (محمد بشیر)۔آپ پر واجب ہے کہ آپ ثابت کریں کہ حلیم کے لفظ سے جوان مضبوط کیونکر سمجھا جاتا ہے۔

اقول (قادیانی) حضرت حلیم وہ ہے جو یبلغ الحلم کا مصداق ہو اور جو حلم کے زمانہ تک پہنچے وہ جوان مضبوط ہی ہوتا ہے کیونکہ خورد سال کے کچے اعضاء شدت اور صلابت کے ساتھ بدل جاتے ہیں قاموس بھی ملاحظہ ہو اور کشاف وغیرہ بھی اور بالغ عاقل کے لئے بھی یہی لفظ آیا ہے۔

قولہ (محمد بشیر)۔ انی متوفّیک میں موت مراد ہونا غیر مسلّم ہے۔

اقول (قادیانی) غیر مسلّم ہے تو میرے اشتہار ہزار روپیہ کا جواب دیجئے جو ازالہ اوہام کے آخر میں ہے کیونکہ اس اشتہار میں غیر ثابت کرنے والے کے لئے ہزار روپیہ انعام کا وعدہ ہے۔

قولہ (محمد بشیر)۔نزول عیسی ابن مریم سے آپ کو انکار ہے۔

اقول (قادیانی) جب کہ عیسیٰ ابن مریم کی حیات ثابت نہیں ہوتی اور موت ثابت ہو رہی ہے تو عیسیٰ کے حقیقی معنی کیونکر مراد ہو سکتے ہیں و اطلاق اسم الشّیء علی ما یشابھه فی اکثر خواصه و صفاته جائز حسن (تفسیر کبیر ص ۲۸۹)۔ جب آپ حیات مسیح کو ثابت کر دکھائیں گے تو پھر ان کا نزول بھی مانا جائے گا، ورنہ بخاری میں وہ حدیثیں بھی ہیں جن میں ابن مریم کا ذکر کر کے اس سے مراد اس کا کوئی مثیل لیا گیا ہے۔

قولہ۔ (محمد بشیر) آپ بخاری کی وہ حدیث مرفوع متصل بیان فرمایئے جس میں مسیح ابن مریم کی وفات ثابت ہوتی ہے۔

اقول (قادیانی) میں تو وہ حدیث ازالہ اوہام میں لکھ چکا اور آخری پرچہ میں تنزلاً ثبوت وفات کے وقت وہ حدیث بھی لکھونگا، ابھی تو دیکھ رہا ہوں کہ آپ مسیح کی حیات کے بارے میں کون سی آیت قطعی الدلالت پیش کرتے ہیں۔ افسوس کہ اب تک آپ کچھ پیش نہ کر سکے۔ فقط میرزا غلام احمد۔

☆ محمد بشیر بھوپالی کا تیسرا پرچہ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ حامداً مصلیاً مسلماً۔

قولہ (قادیانی)۔ میں کہتا ہوں کہ اس بات کو ادنی استعداد کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ بارِ ثبوت کسی امر متنازع فیہ کی نسبت اس فریق پر ہوا کرتا ہے کہ جو ایک امر کا کسی طور پر ایک مقام میں اقرار کر کے پھر کسی دوسری صورت اور دوسرے مقام میں اسی امر قبول کردہ کا انکار کر دیتا ہے۔

اقول (محمد بشیر) یہاں کلام ہے، بچند وجوہ:۔

اول یہ کہ آپ قبل ادعاء مسیحیت براہین احمدیہ میں اقرار حیات مسیح کا کر چکے ہیں اور اب آپ حیات کا انکار کرتے ہیں تو موافق اپنی تعریف کے آپ مدعی ٹھہرے۔

دوم خاکسار آپ سے سوال کرتا ہے ایماناً اس کا جواب دیجئے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کا یہ خیال کہ مسیحؑ وفات پا چکے، بعد آپ کے اس الہام کے پیدا ہوا ہے کہ مسیح فوت ہو گیا یا قبل اس کے۔ اگر بعد پیدا ہوا ہے، تو گویا یہ کہنا ہوا کہ الہام سے پہلے میرا اس خیال

سے کچھ واسطہ نہ تھا اور یہ میرا دعوی نیا ہے جو وقت الہام کے پیدا ہوا، اس وجہ سے آپ مدعی ہوئے اور ثبوت آپ کے ذمہ ہوا کہ آپ بعد اس اقرار کے کہ الہام سے پہلے مجھ کو اس خیال سے کچھ واسطہ نہ تھا پھر مخالف اپنے اس پہلے بیان کے یہ دعوی کرتے ہیں کہ وقت الہام سے مجھ کو یہ خیال ہے کہ مسیح فوت ہو گیا۔ پس اس وجہ سے آپ سے ثبوت مانگا جاتا ہے کہ آپ اپنے پہلے بیان کے مخالف دوسرا بیان کرتے ہیں۔ اور اس دعوی میں ایک جدت ہے جس کے آپ خود قائل ہیں۔ اور اگر قبل سے یہ خیال تھا تو اس خیال کا یقین قانون قدرت یعنی سنت اللہ و آیات قرآن سے آپ کو حاصل ہو گیا تھا یا نہیں؟

بر تقدیر اول آپ نے قبل الہام مذکور براہین وغیرہ میں اس کو کیوں نہیں ظاہر فرمایا اور اپنے پرانے باطل خیال پر باوجود یقین بطلان کے کیوں اڑے رہے؟

اور بر تقدیر ثانی بعد الہام کے اس خیال کا یقین آپ کو حاصل ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو صرف ایک ظنی یا شکی یا وہمی بات پر اصرار خلاف دیانت ہے اور اگر بعد الہام کے یقین اس خیالی وفات کا آپ کو حاصل ہوا تو ظاہر ہے کہ مفید یقین اس وقت آپ کا الہام ہوا نہ سنت اللہ و آیات قرآن کریم، اور آپ کا ملہم ہونا ابھی تک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ اس تقدیر پر آپ پر واجب ہے کہ پہلے اپنا ملہم ہونا ثابت کیجئے پھر ہر الہام کا حجت ہونا ملہم و غیر ملہم پر ثابت کیجئے۔ بعد اثبات ان دونوں امر کے دعوی وفات مسیح اور اپنے مسیح موعود ہونے کا پیش کیجئے۔ بغیر اس کے آپ کا دعوی وفات مسیح و مسیح موعود ہونے کا عند العقلاء ہرگز لائق سماعت نہیں ہے۔

سوم۔ اس مقام پر نصوص قرآنیہ قطعی طور پر وفات مسیح پر دلالت کرتی ہیں یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی آپ کا ان کو صریحہ بینہ قطعیہ کہنا باطل ہے اور بر تقدیر اول لازم آتا ہے کہ آپ کے نزدیک وہ سب صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور تمام مسلمین الی یومنا جو حیات مسیح کے قائل ہیں اعاذنا اللّٰہ منہ کافر ہوں اور آپ خود بھی جس زمانہ میں اعتقاد حیات مسیح کا رکھتے تھے، کافر ہوں کیونکر منکر نصوص صریحہ بینہ قطعیہ کا کافر ہوتا ہے۔

چہارم آپ نے جو تعریف مدعی کی بیان کی ہے یہ محض اپنی رائے سے بیان کی ہے یا کوئی دلیل کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اس کے لئے ہے۔ یہ نہ سہی کوئی قول کسی صحابی یا تابعی یا کسی مجتہد یا محدث یا کسی فقیہہ کا اس کے ثبوت کے لئے پیش کیجئے۔

پنجم یہ تعریف مدعی کی، مخالف ہے اسکے جس کو علماء مناظرہ نے لکھا ہے، رشیدیہ میں ہے:

والمدّعی من نصب نفسه لاثبات الحکم ای تصدی لان یثبت الحکم الجزی الّذی تکلّم به من حیث انّه اثبات بالدّلیل او التّنبیه

مولانا عصام الملۃ والدین نے شرح رسالہ عضدیہ میں لکھا ہے:

المدّ عی من یفید مطابقة النّسبة الوا قع

اور یہ دونوں تعریفیں آپ پر صادق آتی ہیں اور آپ کی تعریف مخالف ہے ان دونوں تعریفوں کے۔

قولہ (قادیانی)۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ مولوی صاحب نے یہ دعوی تو کر دیا کہ ہم حیات جسمانی مسیح ابن مریم آیات قطعیۃ الدلالت سے پیش کریں گے لیکن بحث کے وقت اس دعوی سے نا امیدی پیدا ہوگئی اس لئے اب اس طرف رخ کرنا چاہتے کہ دراصل مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی ثابت کرنا ہمارے ذمہ نہیں۔

اقول (محمد بشیر)۔ یہ آپ کا سوءظن ہے اور ہر مسلم مامور ہے اپنے بھائی کے ساتھ حسنِ ظن کرنے کے لئے، چہ جائے کہ آپ سا شخص مدعی الہام ومجددیت ومسیحیت۔ آپ کو بالا ولی حسنِ ظن چاہیے۔ میں نے صرف ایک امر نفس الامری کا اظہار کر دیا ورنہ میں تو بار ثبوت حیات اپنے ذمہ لے چکا ہوں اور اس کا ثبوت ایک قاعدہ نحو یہ اجماعیہ کی بنا پر آپ کے روبرو پیش کیا گیا مگر افسوس کہ آپ نے اس قاعدہ اجماعیہ کے انکار میں کچھ حیاء کو کام نہ فرمایا۔

اب میں اس قاعدہ سے قطع نظر کر کے عرض کرتا ہوں بفضلہٖ تعالی میرا دعوی حیات مسیح آپ کے اقرار سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ آپ نے توضیح المرام وازالہ اوہام میں اس امر کا اقرار کیا ہے کہ ضمیر موتہ کی، طرف حضرت عیسیؑ کے راجع ہے۔ اب آپ چاہے قاعدہ نحو یہ اجماعیہ کو مانیئے نہ مانیئے، ہر طرح میرا مدعا ثابت ہے کیونکہ یا تو آپ لیؤمننّ کو بمعنی استقبال لیجئے گا یا بمعنی حال یا بمعنی استمرار یا بمعنی ماضی۔

شق اول میں تو میرے مطلوب کا حاصل ہونا محتاج بیان نہیں ہے۔

شق ثانی، اول تو بدیہی البطلان ہے، سوا اس کے مطلوب اس سے بھی حاصل ہے

کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ نزول آیت میں سب اہل کتاب حضرت عیسی پر قبل ان کی موت کے ایمان لاتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ زمان نزول آیت تک زندہ تھے اور رفع یقیناً اس سے پہلے ہوا تو معلوم ہوا کہ زندہ اٹھائے گئے۔ وھوالمطلوب۔

شق ثالث، اول تو بدیہی البطلان ہے۔ سوا اس کے اس شق مدعا کا ثبوت شق اول سے بھی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ سب اہل کتاب زمانہ گذشتہ و حال واستقبال میں حضرت عیسیؑ پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ ماضی وحال میں زندہ تھے اور استقبال میں بھی ایک زمانہ تک زندہ رہیں گے۔ رفع کے وقت زندہ تھے۔

(شق) رابع باطل ہے اس لئے کہ ایسا مضارع کہ اس کے اول میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو، بمعنی ماضی کہیں نہیں آیا۔ آپ قواعد نحو کو مانتے ہی نہیں ایسے مضارع کا بمعنی ماضی آنا قرآن یا صحیح حدیث سے ثابت کیجئے۔ و دونہ خرط القتاد۔

افسوس کہ آپ کو جب الزام موافق قواعد نحو یہ اجماعیہ کے دیا جاتا ہے تو اس کو آپ تسلیم نہیں کرتے اور اگر آپ کے مسلّمات سے آپ کو الزام دیا جاتا ہے تو بھی آپ قبول نہیں کرتے۔ یہ امر اول دلیل ہے اس بات پر کہ آپ کو احقاق حق اور اظہار صواب ملحوظ نظر نہیں ہے۔

قولہ (قادیانی) پھر اس کے بعد آپ نے نصوص صریحہ بینہ قرآن وحدیث سے نوامید ہو کر دوبارہ آیت لیؤمننّ کے نون ثقیلہ پر زور دیا ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔ ان من اھل الکتاب صریح و بین ہے اور نون ثقیلہ کا بمعنی استقبال کر دینا اس کے قطعیہ میں مخل نہیں ہے۔

قولہ (قادیانی)۔ اور جمہور مفسرین صحابہ اور تابعین سے تفرد اختیار کر کے محض اپنے خیال خام کی وجہ سے اس بات پر زور دیا ہے کہ آیت بوجہ نون ثقیلہ کے خالص استقبال کے لئے ہو گئی ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔ یہ قول غلط محض ہے جمہور مفسرین صحابہ اور تابعین نے اس آیت کو ہرگز بمعنی حال یا استمرار نہیں لیا ہے۔ اگر سچے ہو تو ثابت کرو۔ رہی یہ بات کہ بعض مفسرین نے ضمیر کتابی کی طرف راجع کی ہے اس سے معنی حال یا استمرار لینا کسی طرح

لازم نہیں آتا۔سوائے آپ کے کوئی اہل علم ایسی بات منہ سے نہیں نکال سکتا۔ علاوہ ازیں اس تقدیر پر بھی استقبال ہوسکتا ہے جیسا کہ آپ پہلی تحریر میں اقرار کر چکے ہیں۔

قولہ (قادیانی)۔ان معنوں پر زور دینے کے وقت آپ نے اس شرط کا کچھ خیال نہیں رکھا جو پہلے ہم دونوں کے درمیان قرار پا چکی تھی کہ قال اللہ وقال الرسول سے باہر نہیں جائیں گے۔

اقول (محمد بشیر)۔ایک قاعدہ نحو یہ اجماعیہ کو قال اللّٰہ میں جاری کرنا قال اللّٰہ سے کسی کے نزدیک خارج ہونا نہیں۔ یہ صرف آپ کا اجتہاد ہے جس کا ثبوت آپ نہیں دے سکتے بلکہ یہ خروج بقول آپ کے آپ پر لازم آ گیا کیونکہ آپ خود ازالہ اوہام کے صفحہ۶۰۲ میں اس کے مرتکب ہوئے ہیں عبارت آپ کی یہ ہے:

وہ نہیں سوچتے کہ آیت فلمّا تو فّیتنی سے پہلے یہ آیت ہے:

و اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم ءانت قلت للنّاس ۔ الخ (مائدہ ۔ ۱۱۶) ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے۔انتہی

اتأمرون النّاس بالبرّ و تنسون انفسکم و انتم تتلون الکتاب افلا تعقلون ۔ (بقرہ ۔ ۴۴)

قولہ (قادیانی)۔اور نہ ان بزرگوں کی عزت و مرتبت کا کچھ پاس کیا جو اہل زبان اور صرف اور نحو کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے۔

اقول (محمد بشیر)۔ آپ ایسی باتیں کرنے سے لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں، بھلا صاحب اس قاعدہ کے جاری کرنے سے ان بزرگوں کی عزت و مرتبت میں معاذ اللّٰہ کس طرح نقصان آ سکتا ہے؟ ان کے کلام میں تصریح حال یا استمرار کی کہاں ہے؟ یہ تو صرف آپ کا اجتہاد ہے، آپ اپنے ساتھ ان بزرگوں کو ناحق شریک کرتے ہیں۔

قولہ (قادیانی)۔ ہمارے اوپر اللہ و رسول نے یہ فرض نہیں کیا کہ ہم انسانوں کے خود تراشیدہ قواعد صرف و نحو کو اپنے لئے ایسا رہبر قرار دیں کہ باوجودیکہ اس پر کافی و کامل طور پر کسی آیت کے معنی کھل جائیں اور اس پر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت بھی مل جائے ،تو پھر بھی ہم اس قاعدہ صرف و نحو کو ترک نہ کریں۔

اقول (محمد بشیر) ۔ یہ بھی آپ کی سرا سر مغالطہ دہی پر مبنی ہے ۔ کافی و کامل طور پر آیت کے معنی کا کھل جانا اور اس پر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت کا ملنا غیر مسلّم ہے و وجهه مرا نفاً ۔ فتذ کر ۔ علاوہ اس کے آپ نے جو باوجود نہ کھلنے معنی آیت کے اور عدم شہادت اکابر مومنین اہل زبان کے ایک قاعدہ نحو یہ اجماعیہ کا محض اپنی بات بنانے کی غرض سے انکار کیا ہے اس سے یہ احتمال قوی پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کو الزام علوم لغت وصرف ونحو ومعانی اصول فقہ واصول حدیث سے، جو کہ خادم کتاب سنت ہیں، دیا جاوے گا تو آپ فوراً اس قاعدہ کا انکار کر جائیں گے اور یہ بات آپ کی علم و دیانت سے خلاف ہے کیونکہ اہل علم کو ان علوم سے چارہ نہیں ہے اور ہم کو الفاظ قرآن وحدیث کے موافق لغت ومحاورہ عرب کے سمجھنا ضروری امر ہے ور نہ کسی مسئلہ پر استدلال نہیں ہوسکتا ہے اور یہ امر فی زمانناغیر ممکن ہے کہ خود عرب جا کر ہر لغت ومحاورہ اور جمیع قواعد صرف ونحو ومعانی وغیرہ کی تحقیق کی جاوے ۔ پس اگر آپ کو کسی اہل اسلام سے مباحثہ کرنا منظور ہے، تو پہلے ان دو کاموں سے ایک کام کیجئے ۔ اور اگر ایک بھی آپ قبول نہ کریں گے تو یہ امر آپ کی گریز پر محمول ہوگا ۔

یا تو لغت صرف ونحو ومعانی واصول فقہ واصول حدیث کی اجماعی باتوں کو تسلیم کرنے کا اقرار کیجئے ۔ یا

بالفعل مناظرہ سب اہل اسلام سے موقوف کر کے ایک الگ کتاب علوم مذکورہ میں تصنیف فرمایئے اور جو کچھ اول علموں میں آپ کو ترمیم کرنا ہو وہ کر لیجئے ۔ اس کے بعد مباحثہ کیجئے تا کہ آپ کی مسلّمات سے آپ کو الزام دیا جاوے ، ورنہ موافق اس طریق کے جو آپ نے اختیار کیا ہے کوئی عاقل کسی عاقل کو الزام نہیں دے سکتا ۔

قولہ (قادیانی) ۔ آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں ان هذا ن لساحرا ن آیت موجود ہے ۔

اقول (محمد بشیر) اس کا جواب عامہ تفاسیر میں موجود ہے ۔ عبارت بیضاوی کی اس مقام پر نقل کی جاتی ہے:

و هذا ن اسم انّ علی لغة بلحارث ابن کعب فانّهم جعلوا الالف للتّثنية و اعربوا المثنی تقدیراً وقیل اسمهاضمیر الشان المحذوف و هذان

لساحران خبرها وقیل ان بمعنی نعم و ما بعد ها مبتداء و خبر فیهما ان اللام لا یدخل خبر المبتداء و قیل اصله انه هذا ن لهما ساحرا ن فحذ ف الضمیر و فیه ان المؤکد با للام لا یلیق به الحذ ف ۔

قولہ (قادیانی) جس میں بجائے ان ھذا ن کے ان ھذ ین لکھا ہو۔

اقول (محمد بشیر) یہ خطائے فاحش ہے ۔صواب یہ ہے کہ جس میں بجائے ان ھذین کے ان ھذا ن لکھا ہو۔

قولہ ۔(قادیانی) آپ کو یاد ہوگا کہ میرا یہ مذہب نہیں ہے کہ قواعد موجودہ صرف ونحو غلطی سے پاک ہیں یا بہمہ وجوہ متمم و مکمل ہیں ۔

اقول (محمد بشیر) ۔ یہ بات اگر قواعد اختلا فیہ کی نسبت کہی جائے تو مسلّم ہے، لیکن قواعد اجماعیہ کی نسبت ایسا کہنا گویا دروازہ الحاد کا کھولنا اور سب احکام شرعیہ کا باطل کرنا ہے، کیونکہ قواعد جب غلط ٹھہرے خود عرب میں جا کر فی زمانناتحقیق لغت وقواعد صرف ونحو غیر ممکن ۔ پس پابندی قواعد کی باقی نہ رہے گی ہر شخص اپنی ہوا کے موافق قرآن و حدیث کے معنی کرے گا آپ کو چاہیے کہ قواعد اجماعیہ کے تسلیم کا جلد اشتہار دے دیجئے یا کوئی کتاب لغت وقواعد صرف ونحو موافق قرآن و حدیث کے اپنے اجتہاد سے بنا کر جلد شائع کیجئے تا کہ انہی قواعد کے بنا پر آپ سے بحث کی جاوے ۔

قولہ (قادیانی)۔قرآن کریم ان کی غلطی ظاہر کرتا ہے اور اکابر صحابہ اس پر شہادت دے رہے ہیں۔

اقول (محمد بشیر)۔ سبحا نک ھذا بھتا ن عظیم (النور ۔ ۱۶)

قولہ (قادیانی)۔اور اس خیال خام کی نحوست سے آپ کو تمام اکابر کی نسبت بدظنی کرنی پڑی۔

اقول (محمد بشیر)۔ آپ ان اکابر کا مطلب نہیں سمجھے۔ فافھم۔

قولہ (قادیانی) ۔ابھی میں انشاءاللہ تعالی یہ آپ پر ثابت کردونگا کہ آیت لیؤمننّ بہ آپ کے معنوں پر اس صورت میں قطعیۃ الدلالۃ ٹھہر سکتی ہے جب ان سب بزرگوں کے قطعی الجہالت ہونے پر فتوی لکھا جاوے ۔ اور نعوذ باللہ نبی معصوم کو بھی اس میں داخل کر دیا جائے ۔

اقول (محمد بشیر) توضیح مرام سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت و ان من اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته بتصریح وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے۔

صفحہ ۸ میں مرقوم ہے:

اورقرآن شریف میں اگر چہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونے کا بتصریح کہیں ذکرنہیں لیکن ان کے وفات پا جانے کا تین جگہ ذکر ہے۔

حاشیہ میں وہ تین آیتیں آپ نے لکھی ہیں ان میں سے آیت

و ان من اهل الکتا ب بھی ہے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۸۵ میں ہے:

غرض قرآن شریف میں تین جگہ مسیح کا فوت ہو جانا بیان کیا گیا ہے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۶ میں ہے:

چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے کہ ان من اهل الکتا ب ا لا لیؤمننّ به قبل مو ته۔

جاننا چاہیے کہ آپ کی یہ تقریر با دنی تغیر آپ پر منعکس ہو جاتی ہے۔تقریر اس کی یہ ہے کہ آیت لیؤ مننّ کے وفات مسیح پر اس وقت صریحۃ الدلالۃ ٹھہر سکتی ہے کہ ان سب بزرگوں کی جہالت پر فتوی لکھا جاوے نعو ذ با للّٰه نبی معصوم کو بھی ان میں داخل کیا جاوے ورنہ آپ کبھی اور کسی صورت میں دلالت کا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

قولہ (قادیانی)۔اب میں آپ پر واضح کرتا ہوں کہ کیا اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسی کے نزول کے لئے قطعیۃ الدلالۃ قرار دیا ہے یا کچھ اور بھی معنی لکھے ہیں۔

اقول (محمد بشیر) یہ طعن با دنی تغیر آپ پر بھی وارد ہوتے ہیں بلکہ جو آپ نے طعن کی ہے، اس سے اشد ہے۔یعنی آپ نے فرمایا ہے کہ آیت و ان من اهل الکتا ب موت مسیح پر دلالت کرتی ہے اور آپ کے بعض عبارات سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ دلالت صریحی ہے۔پس کیا اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسی کی وفات پر دلیل ٹھہرایا ہے۔ایک نے بھی نہیں۔

قولہ (قادیانی)۔کشاف صفحہ ۱۹۹ میں لیؤمننّ به کی آیت کے نیچے یہ تفسیر ہے ....

اقول (محمد بشیر)۔اس عبارت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مفسرین نے قطعیۃ

الدلالۃ ہونے کی تصریح نہیں کی اس کے معنی لکھے ہیں لیکن مفسرین کا قطعی الدلالۃ تصریح نہ کرنا قطعیۃ کو باطل نہیں کرتا۔آپ کے نزدیک انّی متوفّیک اور لمّا توفّیتنی قطعیۃ الدلالت ہے موت حضرت عیسی علیہ السلام پر حالانکہ مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسی کی موت کے لئے قطعی الدلالۃ نہیں قرار دیا ہے۔ کچھ اور ہی معنی لکھے ہیں۔

قولہ (قادیانی)۔ پھر نووی میں یہ عبارت لکھی ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔ نووی کی عبارت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اکثروں نے ضمیر موتہ کی کتابی کی طرف راجع کی ہے اس سے آپ کے نزدیک بھی قطعیۃ الدلالۃ میں فرق نہیں ہوتا ہے کیونکہ آپ کے نزدیک آیت و انّی متوفّیک وآیت فلمّا توفّیتنی قطعیۃ الدلالۃ ہے وفات مسیح پر حالانکہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے :

و قال الاکثرون المراد بالوفاۃ ھھنا النوم۔

اور ایسا ہی آپ کے نزدیک آیت و ان من اھل الکتاب دلیل صریح ہے وفات مسیح پر اور حالانکہ وفات مسیح کا اس میں رائحہ بھی نہیں ہے۔ نہ بر تقدیر اس قول کے جس کو نووی نے اکثرین کا قول قرار دیا ہے اور نہ بر تقدیر قول آخر کے جو اس کا مقابل ہے۔ اس کے بعد آپ نے عبارت مدارک اور بیضاوی وتفسیر مظہری کی نقل کی ہے اور ہر ایک کا ترجمہ کر کے اوراق کو بڑھایا ہے اور حالانکہ ان سب سے اور کسی امر جدید کا فائدہ نہیں ہوا۔ سوائے اس کے ضمیر موتہ میں اختلاف ہے اور اوپر ثابت ہوا کہ مجرد اختلاف معانی قطعیت و دلالت صریحہ کے مخالف نہیں۔ ورنہ چاہیے کہ آپ سے ادلہ وفات آیت انّی متوفّیک اور آیت فلمّا توفّیتنی اور آیت وان من اھل الکتاب ادلہ قطعیہ اور دلیل صریح نہ ہوں و ھو خلاف ما ادعیتم۔

اور تفسیر مظہری والے کا یہ قول

و کیف یصحّ ھذا التّاویل ما ان کلمۃ ان من اھل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النّبیّ ﷺ البتہ سواء کان ھذا الحکم خاصاً بھم اولا فان حقیقۃ الکلام المحال ولا وجہ لان یراد بہ فریق من اھل الکتاب یوجدون حین نزول عیسی علیہ السلام

مخدوش ہے اور مخالف ہے عامہ تفاسیر کے، کیونکہ کلام کا حال کے لئے حقیقت ہونا اس

تقدیر پر ہے کہ کوئی صارف نہ پایا جائے اور یہاں نون تاکید صارف موجود ہے اور یہی وجہ ہے اس امر کی کہ اہل کتاب سے ایک فریق خاص مراد لیا جاوے۔

اور یہ جو تفسیر مظہری میں ہے

اخرج ابن المنذر عن ابی ہاشم و عروۃ قال فی مصحف ابی بن کعب و ان من اھل الکتاب الا لیؤمننّ بہ قبل موتھم

مخدوش ہے کہ تفسیر مظہری میں اس قرأت کی پوری سند مذکور نہیں۔ ابن کثیر نے اس قرأت کو اس طرح پر روایت کیا ہے

حدثنی اسحاق بن ابراھیم ابن حبیب الشھید حدثنا عتاب بن بشیر عن خصیف عن سعید بن جبیر عن ابن عباس و ان من اھل الکتاب الا لیؤمننّ بہ قبل موتھم۔

اس میں دو راوی مجروح ہیں۔ اول خصیف۔ دوم عتاب ابن بشیر۔

خصیف کے ترجمہ میں تقریب میں لکھا ہے:

صدوق سیّء الحفظ خلط بآخرہ رمی بالارجاء

میزان میں ہے:

ضعفہ احمد و قال ابو حاتم تکلم فی سوء حفظہ و قال احمد ایضاً تکلم فی الارجاء وقال عثمان بن عبد الرحمان رأیت علی خصیف ثیاباً سوداکان علی بیت المال۔ انتھی ملخصاً

عتاب کے ترجمہ میں میزان میں مرقوم ہے:

قال احمد اتا عن خصیف بمناکیر اراھا من قبل خصیف قال النّسائی لیس ھذا لک فی الحدیث و قال ابن المدینی کان اصحابنا یضعفونہ و قال علی ضربنا علی حدیثہ۔ انتھی ملخصاً

قولہ (قادیانی) اور بلا شبہ قرأت شاذہ حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔ عموماً یہ بات غلط ہے۔ ہاں قرأت شاذہ جو بسند صحیح متصل کہ شذوذ دیگر علل خفیفہ غامضہ قادحہ سے خالی ہو البتہ حکم حدیث صحیح کا رکھتی ہے اور ابھی واضح ہوا کہ اس کی سند میں دو رجال مجروح ہیں۔

قولہ (قادیانی)۔اب فرض کے طور پر اگر قبول کر لیں کہ اگر ابن عباسؓ اور علی ابن طلحہؒ اور عکرمہؒ وغیرہ صحابہ ان معنوں کی سمجھ میں خطا پر تھے اور قرأت ابیؓ بن کعب بھی یعنی قبل موتھم کامل درجہ پر ثابت نہیں تو کیا آپ کے دعوی قطعیۃ الدلالت ہونے آیت لیؤمننّ به پر اس کا کچھ بھی اثر ٹھہرا۔کیا وہ دعوی جس کے مخالف صحابہ کرام بلند آواز سے شہادت دے رہے ہیں اور دنیا کی تمام مبسوط تفسیریں باتفاق اس پر شہادت دے رہی ہیں اب تک قطعیۃ الدلالۃ ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔نہ صحابہ کا اتفاق خلاف پر ہے اور نہ تمام تفسیروں کا۔ہاں دو قول مرجع ضمیر قبل موته میں البتہ منقول ہیں، اس سے البتہ قطعیۃ الدلالۃ اور صریح الدلالۃ ہونے میں فرق نہیں آتا ہے، اس کے نظائر کتاب وسنت میں بکثرت موجود ہیں۔من شاء فلیرجع الیها۔علاوہ اس کے اس بنا پر آپ کے ادلّہ وفات میں سے آیت انّی متوفّیک آیت فلمّا توفّیتنی وآیت و ان من اهل الکتاب بھی نہ قطعیۃ الدلالت ٹھہرتی ہے نہ صریحۃ الدلالۃ۔کیونکہ ان آیات میں چند اقوال منقول ہیں فما هو جوابکم فهو جوابنا

قولہ (قادیانی)۔مگر آپ جانتے ہیں کہ اکابر صحابہ اور تابعین سے کسی گروہ نے آپ کے معنی قبول نہیں کئے ہیں۔

اقول (محمد بشیر) یہ کذب صریح ہے۔تحریر اول میں عبارت ابن کثیر نقل کی گئی ہے اس سے ابن عباسؓ وابو مالک وحسن بصری ی وقتادہ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیروا حد کا اس معنی کو قبول کرنا ثابت ہے اور ابو ہریرہ کا اس معنی کو قبول کرنا صحیحین میں مصرح ہے ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ معنی بدلیل قاطع ثابت ہیں اور بھی ابن کثیر میں ہے:

و اولی هذه الاقوال بالصّحة القول الاوّل و هو انه لا یبقی احد من اهل الکتاب بعد نزول عیسی علیه السلام الّاآمن به قبل موت عیسی ولا شکّ انّ هذا الّذی قاله ابن جریر هو الصّحیح المقصود من سباق الآی فی تقریر بطلان ما ادعته الیهود من قتل عیسی و صلبه و تسلیم من سلم لهم من النّصاری الجهلة ذلک۔انتهی

قولہ (قادیانی) اور میں نے جو آپ کے قاعدہ نون ثقیلہ کا نام جدید رکھا تو اس کی یہ

وجہ ہے کہ اگر آپ کا یہ قاعدہ تسلیم کرلیا جاوے نعوذ باللّٰہ بقول آپ کے ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کو جاہل و نادان قرار دینا پڑے گا۔

اقول (محمد بشیر) میں نے تو وہی معنی جو تمام صحابہ و تابعین وغیرھم سے منقول ہیں، اور وہی قاعدہ جو عامہ مسلمین کا معمول رہا ہے، لکھے ہیں۔ البتہ آپ کے مسائل مخترعہ کی بنا پر سارے صحابہ کو جاہل ماننا پڑتا ہے۔ فما هو جوابکم فهو جوابی۔

علاوہ اس کے اول صحابہ کے کلام میں کہیں تصریح معنی حال کی نہیں ہے ان کا کلام معنی مستقبل پر بھی محمول ہوسکتا ہے جیسا کہ آپ تحریر اول میں اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں باقی رہا یہ امر کہ جن لوگوں نے ضمیر کتابی کی طرف پھیری ہے وہ اس امر میں خطا پر ہیں یہ کوئی مقام استبعاد نہیں۔ آپ بہت سے صحابہ کو اکثر مسائل میں خطا پر جانتے ہیں۔

قولہ (قادیانی)۔ اور قرأت قبل موتهم کو خواہ نخواہ افتراء قرار دینا پڑے گا۔

اقول (محمد بشیر)۔ خواہ نخواہ چہ معنے دارد۔ قرأت مذکور فی الواقع ضعیف ہے لائق احتجاج نہیں کما مرّ بیانه آنفاً۔

قولہ (قادیانی)۔ کیا آپ کا یہ نحوی قاعدہ ان اکابر کو جاہل قرار دے سکتا ہے اور کیا صدہا مفسرین کو بلکہ ہزارہا جواب تک یہ معنی کرتے آئے وہ جاہل مطلق اور آپ کے نحو سے غافل تھے۔

اقول (محمد بشیر)۔ سراسر مبنی سوء فہم پر ہے معنی مذکور کا فساد اس وجہ سے نہیں کہ وہ مخالف ہے قاعدہ نحو کے بلکہ یہ معنی تو سراسر موافق ہیں قاعدہ نحو کے کیونکہ اس معنی پر تو مضارع صریح بمعنی استقبال کیا گیا ہے ذرا سوچ کر جواب دیجئے۔

قولہ (قادیانی) کوئی مبسوط تفسیر تو پیش کرو جو ان معنوں سے خالی ہے جس نے ان معنوں کو سب سے مقدم نہ رکھا... (الی قوله)... بلکہ سب کے سب آپ ہی کے معنوں کو ضعیف ٹھہراتے ہیں۔

اقول (محمد بشیر)۔ دو بڑی تفسیریں معتبر پرانی پیش کرتا ہوں ایک تفسیر ابن کثیر دوسری تفسیر ابن جریر۔ کہ ان دونوں نے معنے مذکور کو مقدم نہیں رکھا اور نہ میرے معنی کو ضعیف کہا، بلکہ صحت کی تصریح کی ہے۔ پس اس مقام پر کذب اس قول کا کالشّمس فی نصف النّہار ظاہر ہوگیا۔

قولہ۔(قادیانی) حضرت اس قرأت سے حضرت مسیح ابن مریم کی زندگی کیونکر اور کہاں ثابت ہوئی۔(آپ نے) تو قبل موتہ کے ضمیر سے مسیح کی زندگی ثابت کرنی تھی۔

اقول (محمد بشیر)۔ یہ قول بھی سوءفہم پر مبنی ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ قرأت مذکورہ سے مسیح بن مریم کی زندگی ثابت ہے۔ میں نے صرف یہ کہا ہے کہ قرأت مذکورہ مخالف ہمارے معنی کے نہیں۔ بالجملہ مقصود رفع مخالفت ہے نہ اثبات دعوی وبینهما فرق۔

قولہ (قادیانی)۔ ہم نے تفاسیر معتبرہ کے ذریعہ سے اس کی اسناد پیش کر دی ہیں۔

اقول (محمد بشیر)۔سند میں جو جرح ہے وہ میں نے اوپر بیان کر دی۔ فتذکر

قولہ (قادیانی) بھلا اگر آپ حق پر ہیں تو تیرہ سو برس کی تفسیروں میں سے کوئی ایسی تفسیر تو پیش کیجئے جو ان معنوں کی صحت پر معترض ہو۔

اقول (محمد بشیر)۔تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر اس معنی کی صحت پر معترض ہیں۔

قولہ (قادیانی) الہامی معنی جو میں نے کئے ہیں وہ درحقیقت ان معنوں کے معارض نہیں

اقول (محمد بشیر) یہ محض غلط ہے کیونکہ الہامی معنی کا مدار اس پر ہے کہ ضمیر موتہ کی راجع طرف عیسی کے ہے اور معنی مذکور کا مدار اس پر ہے کہ ضمیر موتہ کی راجع طرف کتابی کے ہے۔پس سخت تعارض وبیّن تخالف موجود ہے۔ مجھ کو سخت تعجب ہے آپ کی دیانت سے کہ آپ باوجودیکہ ضمیر موتہ کا مرجع عیسی ہونا اپنی کتب میں تسلیم کر چکے ہیں اور آیت و ان من اهل الكتاب کو صریحۃ الدلالت وفات عیسی پر کہتے ہیں پھر اس اقراری حق سے کیوں اعراض کرتے ہیں اور جحدوا بها و استيقنتها انفسهم کی وعید سے نہیں ڈرتے۔

قولہ (قادیانی) کیونکہ ہمارے نزدیک حال کسی ٹھہرنے والے زمانہ کا نام نہیں ہے۔

اقول۔(محمد بشیر) یہ امر مسلّم ہے بے شک زمانہ، نام مقدار غیر قارکا ہے اور حال ایک فرد ہے زمانہ کا، اور حد حقیقی حال کی باعتبار عرف کے یہی ہے کہ تکلم فعل کے پہلے زمانہ کا تو ماضی ہے اور تکلم فعل کے بعد کا زمانہ مستقبل ہے، اور تکلم فعل کے مبداء سے منتہی تک زمانہ حال ہے۔ اس بنا پر ظاہر ہے کہ استقبال قریب ہرگز حال نہیں ہوسکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قول کے تکلم کا زمانہ بعد ہے زمانہ تکلم فلنولّینّک سے۔ پس اس کے استقبال ہونے میں کیا شک ہے۔

قولہ (قادیانی) جب آپ خود مستقبل قریب کے قائل ہوگئے اسی طرح وہ بھی قائل ہیں

اقول (محمد بشیر)۔ فرق نہ کرنا درمیان مستقبل قریب وحال کے محصلین سے بعید ہے جیسا کہ ماہر علم نحو پر بلکہ قاصر پر بھی مخفی نہیں ہے۔

قولہ (قادیانی)۔ یہ تو ہم نے تسلیم کیا کہ وعدہ ہے مگر یہ کہاں سے ثابت ہے کہ وعدہ آنے والے لوگوں کے لئے خاص ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔ یہ کس نے کہا کہ یہ وعدہ آنے والے لوگوں کے لئے خاص ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ اس کا ایفاء زمانہ آئندہ ہی میں ہوسکتا ہے، نہ حال میں۔ اور اس بات میں جو آپ نے طول کیا ہے اس کو اصل مطلب سے کچھ علاقہ نہیں اور ہم کو اس سنت اللہ سے ہرگز انکار نہیں کہ مجاہدہ کرنے پر ضرور ہدایت مرتب ہوتی ہے۔ صرف بحث اس میں ہے کہ یہ سنت اللہ ان آیات وعد و وعید سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے دوسری آیات دلیل ہیں۔

قولہ (قادیانی) اب دیکھئے کہ ان آیات سے بھی آپ کا دعوی قطعیۃ الدلالت ہونا آیت لیؤمنن بہ کا کس قدر باطل ثابت ہوتا ہے

اقول (محمد بشیر) ۔آیات منافی قطعیۃ الدلالت ہونے آیت لیؤمننّ کے نہیں، بلکہ آیت لیؤمننّ آیات مذکورہ کی مخصص واقع ہوئی ہے۔

قولہ۔ حلیم وہ ہے جو یبلغ الحلم کا مصداق ہو۔

اقول۔ یہ حصر غیر مسلّم ہے کیونکہ حلیم قرآن مجید میں صفت غلام کی آئی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فبشر ناہ بغلام حلیم ۔اور غلام کے معنی کودک صغیر کے ہیں کما فی الصّراح ۔ پس محتمل ہے کہ حلیم اس مقام پر ماخوذ حلم سے ہو جو آہستگی و بردباری کے معنی میں ہے کما فی الصّراح۔

قاموس میں ہے و الحلم بالکسر الانائۃ و العقل جمعہ احلام و حلوم و منہ ام تامرھم احلامھم و ھو حلیم جمع حلماً و احلاما ۔

قولہ۔ (قادیانی) جب کہ عیسیٰ بن مریم کی حیات ہی ثابت نہیں ہوتی اور موت ثابت ہورہی ہے، تو عیسیٰ کے حقیقی معنی کیونکر مراد ہوسکتے ہیں؟

اقول ۔ (محمد بشیر) اس کلام میں بدو وجہ شک ہے ۔اول یہ کہ آیت و ان من اھل

الکتاب سے آپ کے اقرار سے صراحتاً موت ثابت ہے کیونکہ آپ نے توضیح المرام وازالہ اوہام میں اقرار کیا ہے کہ ضمیر موته عیسیٰ کی طرف راجع ہے اور بعد اقرار اس امر کے حیات کا اقرار لازم آتا ہے کما مرّ تقریرہ بحیث لا یحوم حوله دوم بر تقدیر موت بھی نزول خود حضرت عیسیٰ کا نہ محال ہے اور نہ محال عادی۔اور جو چیز محال عادی و عقلی نہ ہو اور مخبر صادق اس کی خبر دے تو اس سے انحراف جائز نہیں اور احادیث صحیحہ میں نزول عیسیٰ کی خبر متواتر موجود ہے۔

قولہ (قادیانی)۔جب آپ حیات مسیح کو ثابت کر دکھائیں گے تو پھر ان کا نزول بھی مانا جائے گا۔

اقول (محمد بشیر)۔اس میں کچھ ملازمت نہیں۔ بر تقدیر وفات بھی نزول کے نہ ماننے کی کوئی وجہ معقول نہیں ہے۔

قولہ (قادیانی) ورنہ بخاری میں وہ حدیثیں بھی ہیں جن میں ابن مریم کا ذکر کر کے ان سے مراد کوئی مثیل لیا گیا ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔ظاہراس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوائے احادیث نزول کے دیگر احادیث بھی بخاری میں ایسی ہیں جن میں ابن مریم کا ذکر کر کے اس سے مراد اس کا کوئی مثیل لیا گیا ہے۔پس آپ کو چاہیے کہ براہ عنایت ان احادیث کو نقل فرمائیے تاکہ اس میں نظر کی جاوے کہ وہاں مثیل مراد لیا گیا ہے یا نہیں۔

قولہ (قادیانی)۔افسوس کہ اب تک آپ کچھ پیش نہ کر سکے۔

اقول (محمد بشیر)۔افسوس کہ باوجود اس کے کہ آپ کے اقرار سے حیات مسیح آیت و ان من اهل الكتاب سے صراحتاً ثابت ہوگئی، پھر بھی آپ ایسا فرماتے ہیں انّا للّٰه و انّا اليه راجعون ۔ و الى اللّٰه المشتكى۔

اب سنئے یہ تو آپ کی تحریر کا جواب ترکی بترکی ہوا۔اب ایک نہایت منصفانہ اور فیصلہ کرنے والا جواب دیا جاتا ہے۔آپ اگر انصاف کے مدعی اور حق کے طالب ہیں تو اسی کا جواب دیں اور جواب ترکی بترکی سے تعارض نہ کریں۔ایسا کریں گے تو یقیناً سمجھا جائے گا کہ آپ فیصلہ کرنا نہیں چاہتے اور احقاق حق سے آپ کو غرض نہیں ہے، وہ جواب یہ ہے کہ

میں نے کمال نیک نیتی سے احقاق حق کی غرض سے اپنے ان جملہ دلائل کو جن کو میں اس وقت پیش کرنا چاہتا ہوں یک بارگی قلم بند کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میرا اصل متمسک اور مستقل دلیل پہلی آیت ہے اور اس کے قطعیۃ الدلالت کے ثبوت میں قواعد نحو یہ اجماعیہ کو پیش کیا۔ آپ بھی نیک نیت اور طالب حق ہوتے تو اس کے جواب میں دو صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرتے۔ یا تو میرے جملہ دلائل و جوابات سے تعرض کرتے اور ان میں سے ایک بات کا جواب بھی باقی نہ چھوڑتے۔ یا صرف میری اصل دلیل سے تعرض فرماتے، اس کے سوا کسی بات کے جواب سے معترض نہ ہوتے۔ آپ نے پہلی صورت اختیار کی نہ دوسری۔ بلکہ میری اصلی دلیل کے علاوہ اور باتوں سے بھی تعرض کیا مگر ان کو بھی ادھورا چھوڑا، اور بہت سی باتوں کا حوالہ آئندہ پر چھوڑا، اور ان کے مقابلہ میں اپنے دلائل احادیث بخاری وغیرہ کے بیان کو بھی آپ نے آئندہ پرچہ پر ملتوی کیا، اور جو کچھ بیان کیا، ایسے انداز سے بیان کیا کہ اصل دلیل سے بہت دور چلے گئے اور اپنے بیان کو ایسے پیرایہ میں ادا کیا کہ اس سے عوام دھوکہ کھائیں اور خواص ناخوش ہوں۔ اس کی مثال آپ کی یہ بحث ہے کہ آپ مدعی نہیں ہیں۔ صاحب من! جس حالت میں، میں خود مدعی ہو کر دلائل پیش کر چکا تھا تو آپ کو اس بحث کی کیا ضرورت تھی۔

دوسری مثال یہ ہے کہ حضرت شیخنا و شیخ الکل کی رائے کا ذکر بے موقع کر کے لوگوں کو پھر جتانا چاہا کہ حضرت شیخ الکل بھی اس بحث میں آپ کے مخاطب ہیں۔ حالانکہ شیخ الکل کی بحث سے فرار اختیار کر کے آپ نے مجھے مخاطب بحث بنایا تھا۔ لہذا شیخ الکل کا ذکر میرے خطاب میں محض اجنبی و نامناسب تھا۔

تیسری مثال یہ ہے کہ آپ نے چند تفاسیر کی عبارات و اقوال بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم نقل کر کے عوام الناس کو یہ جتانا چاہا ہے کہ تمام مفسرین اور عامہ صحابہ و تابعین مسئلہ حیات و وفات مسیح میں آپ کے موافق اور ہمارے مخالف ہیں اور یہ محض مغالطہ ہے۔ کوئی صحابی کوئی تابعی کوئی مفسر اس بات کا قائل نہیں ہے کہ حضرت مسیح ابن مریمؑ اس وقت زندہ نہیں ہیں۔

چوتھی مثال آپ کا عوام الناس کو یہ جتانا ہے کہ نون یؤمننّ کو استقبال کے لئے ٹھہرانا

تمام صحابہ ومفسرین کو جاہل قرار دینا ہے جو سراسر آپ کا دھوکا ومغالطہ ہے۔

آپ کی اس قسم کی باتوں کا میں تین دفعہ تو جواب ترکی بترکی دے چکا آئندہ بھی یہ ہی طریقہ جاری رہا تو اس سے آپ کو یہ فائدہ ہوگا کہ اصل بات ٹل جائے گی اور آپ کے اتباع میں آپ کی جواب نویسی ثابت ہو جائے گی۔ مگر اس میں مسلمانوں کا یہ حرج ہوگا کہ ان پر نتیجہ بحث ظاہر نہ ہوگا اور آپ کا اصل حال نہ کھلے گا کہ آپ لا جواب ہو چکے ہیں اور اعتقاد وفات مسیح میں خطا پر ہیں اور بات کو ادھر ادھر لے جا کر ٹلا رہے ہیں۔

لہذا آئندہ آپ کو اس پر مجبور کیا جاتا ہے کہ اگر آپ کو بحث منظور اور الزام فرار سے احتراز مدنظر ہو تو

زائد باتوں کو چھوڑ کر میری اصل دلیل پر کلام و بحث کو محدود ومحصور کریں۔

اور جو میں بہ شہادت قواعد نحو یہ اجماعیہ مضمون آیت کا زمانہ استقبال سے مخصوص ہونا اور بصورت صحت تخصیص اس مضمون کا وقت نزول مسیح سے مخصوص ہونا ثابت کیا ہے، اس کا جواب درصورت تسلیم قواعد نحو یہ اجماعیہ دو حرفی دیں کہ تمام قواعد نحوی بے کار و بے اعتبار ہیں یا خاص کر یہ قاعدہ غلط ہے، اور اس کو فلاں شخص نے غلط قرار دیا ہے، اور اس کی غلطی پر قرآن یا حدیث صحیح یا اقوال عرب عرباء سے یہ دلیل ہے، اور بجائے اس کے قاعدہ صحیحہ فلاں ہے۔

یا یہ کہ فہم معنی قرآن کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہے جس طرح کوئی چاہے قرآن کے معنی گھڑ سکتا ہے۔

اور درصورت تسلیم قاعدہ اور تسلیم تخصیص مضمون آیت بزمانہ استقبال اس مضمون کے تخصیص زمانہ نزول مسیح سے فلاں دلیل کی شہادت سے باطل ہے یا اس تخصیص سے جو فائدہ بیان کیا گیا ہے وہ اور صورتوں اور معنی سے بھی جو بیان کئے گئے ہیں حاصل ہو سکتا ہے۔

اور اگر مجرد اختلاف مفسرین تفسیر آیت میں اسی تخصیص کا مبطل ہوسکتا ہے اور مجرد اقوال مفسرین آپ کے نزدیک لائق استدلال واستناد ہیں تو آپ مفسرین صحابہ وتابعین کے ان اقوال کو جو درباب حیات مسیح وارد ہیں، قبول کریں یا ان کے ایسے معنی بتاویں جن سے وفات مسیح ثابت ہو۔

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ جہان کے مفسرین اور جملہ صحابہ وتابعین ہمارے ساتھ ہیں۔ ان میں کوئی اس کا قائل نہیں کہ مسیح ابن مریم اب زندہ نہیں ہیں۔آپ ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک امام مفسر سے بہ سند صحیح اگر یہ ثابت کر دیں کہ حضرت مسیح اب زندہ نہیں ہیں تو ہم دعویٰ حیات مسیح سے دست بردار ہو جائیں گے۔ لیجئے ایک ہی بات میں بات طے ہوتی ہے اور فتح ہاتھ آتی ہے اب اگر آپ یہ ثابت نہ کر سکے تو ہم سے جملہ مفسرین وصحابہ وتابعین کے اقوال سنیں جن کو ہم آئندہ پرچہ میں نقل کریں گے۔آپ مانیں یا نہ مانیں۔ عام ناظرین تو اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اس سے نتیجہ بحث نکالیں گے۔ آپ سے ہم کو امید نہیں رہی کہ آپ اصل مدعا کی طرف آئیں گے اور زائد باتوں کو چھوڑ کر صرف دو حرفی جواب دیں جو اس منصفانہ جواب میں آپ سے طلب کیا گیا ہے۔ محمد بشیر عفی عنہ۔ ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔

☆ غلام احمد قادیانی کا تیسرا پرچہ

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم۔ .... امّا بعد

اے ناظرین! آپ صاحبوں پر واضح ہو کہ حضرت مولوی محمد بشیر نے مجھ سے تحریری مباحثہ شروع کر کے اس بات کا ثابت کرنا اپنے ذمہ لیا تھا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم زندہ اپنے خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور آسمان پر اسی خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔ اب اے ناظرین یہ عاجز آپ صاحبوں کی خدمت میں صاف اور سہل اور مختصر طور پر اس بات کو بیان کرنا چاہتا ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے دعویٰ کا اپنے تین پرچوں میں کیا ثبوت دیا اور میری طرف سے اس ثبوت کے باطل اور ہیچ اور لغو محض ہونے پر اپنے اس تیسرے پرچہ تک کیا کیا ثبوت پیش ہوا تا آپ لوگ خود منصف بن کر دیکھ لیں کہ کیا درحقیقت مولوی صاحب نے کسی قطعیۃ الدلالت آیت سے جیسا کہ ان کا دعویٰ تھا حضرت مسیح ابن مریم کا خاکی جسم کے ساتھ زندہ ہونا ثابت کر دکھایا ہے یا وہ ایسے قطعی ثبوت پیش کرنے سے ناکام رہے اور کوئی ایسی آیت پیش نہ کر سکے کہ جو یقینی اور قطعی طور پر حضرت مسیح کی جسمانی زندگی پر دلالت کرتی ہو اور بنظر

تحقیق کوئی دوسرے معنے مخالف ان معنوں کے اس سے نکل نہ سکتے ہوں۔

سو میں آپ صاحبوں کو سناتا ہوں کہ اول حضرت مولوی صاحب نے اپنے اس دعوی کی تائید میں کہ حضرت مسیح جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہیں پانچ آیتیں اپنی طرف سے پیش کی تھیں۔ پھر چار آیتوں کو تو خود اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دیا کہ ان سے حضرت مسیح کا جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ یعنی یہ کئی احتمال رکھتی ہیں اور قطعیۃ الدلالت نہیں ہیں اور تمام مدار اپنے دعوی کا اس آیت پر رکھا کہ جو سورت نساء میں موجود ہے اور وہ یہ ہے وان من اھل الکتاب الا لیؤمننّ بہ قبل موتہ (نساء۔ ۱۵۹) مولوی صاحب اس آیت کو حضرت عیسی کی جسمانی زندگی پر قطعیۃ الدلالت قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس آیت کے قطعی طور پر یہی معنی ہیں کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں کہ جو عیسی پر اس کی موت سے پہلے ایمان نہیں لائے گا۔ اور چونکہ اب تک تمام اہل کتاب، کیا عیسائی اور کیا یہودی، حضرت عیسی پر سچا اور حقیقی ایمان نہیں لائے بلکہ کوئی ان کو خدا قرار دیتا ہے اور کوئی ان کی نبوت کا منکر ہے اس لئے ضروری ہے کہ حسب منشاء اس آیت کے حضرت عیسی کو اس زمانہ تک زندہ تسلیم کرلیا جائے جب تک کہ سب اہل کتاب اس پر ایمان لے آویں۔

مولوی صاحب اس بات پر حد سے زیادہ ضد کر رہے ہیں کہ ضرور یہ آیت موصوفہ بالا حضرت مسیح کی جسمانی زندگی پر قطعی طور پر دلالت کرتی ہے اور یہی صحیح معنے اس کے ہیں کسی دوسرے معنے کا احتمال اس میں ہرگز نہیں اور اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ گویا بعض صحابہ اور تابعین اور مفسرین نے اور بھی کتنے معنی اس آیت کے کئے ہیں مگر وہ معنی صحیح نہیں ہیں۔ کیوں صحیح نہیں؟ اس کا سبب یہ بتلاتے ہیں کہ اس جگہ لیؤمننّ کا صیغہ نون ثقیلہ کے لگنے کی وجہ سے خالص استقبال کے معنوں میں ہو گیا ہے اور خالص استقبال کے معنے صرف اسی طریق بیان سے محفوظ رہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسی کا کسی آئندہ زمانہ میں نازل ہونا قبول کر کے پھر اس زمانہ کے اہل کتاب کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ سب کے سب حضرت عیسی پر ایمان لے آویں گے اور فرماتے ہیں کہ جو حضرت ابن عباس وغیرہ صحابہ نے اس کے مخالف معنی کئے ہیں اور قبل موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف پھیر دی ہے یہ معنی ان کی نحو کے اجماعی قاعدہ کے مخالف ہیں۔

کیوں مخالف ہیں؟ اس وجہ سے کہ ایسے معنوں کے کرنے سے لفظ لیؤمنن کا خالص استقبال کے لئے مخصوص نہیں رہتا۔ سو مولوی صاحب کی اس تقریر کا حاصل کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابن عباس اور عکرمہ اور ابی بن کعب وغیرہ صحابہ نحو نہیں پڑھے ہوئے تھے اور نحو کے وہ اجماعی قواعد جو مولوی صاحب کو معلوم ہیں، انہیں معلوم نہیں تھے اس لئے وہ ایسی صریح غلطی میں ڈوب گئے جو انہیں وہ قاعدہ یاد نہ رہا جس پر تمام نحویوں کا اجماع اور اتفاق ہو چکا تھا بلکہ انہوں نے اپنی زبان کا قدیمی محاورہ بھی چھوڑ دیا جس کی پابندی طبعاً ان کی فطرت کے لئے لازم تھی۔ ناظرین برائے خدا غور فرماویں کہ کیا مولوی صاحب اس بات کے مجاز ٹھہر سکتے ہیں کہ ابن عباس جیسے جلیل الشان صحابی کو نحوی غلطی کا الزام دیویں۔ اور اگر مولوی صاحب نحوی غلطی کا ابن عباس پر الزام قائم نہیں کرتے تو پھر کیا کوئی اور بھی وجہ ہے کس کے رو سے مولوی صاحب کے خیال میں ابن عباسؓ کے وہ معنی اس آیت متنازع فیہ میں رد کے لائق ہیں جن کی تائید میں ایک قرأت شاذہ بھی موجود ہے۔ یعنی قبل موتھم۔ فرض کرو کہ وہ قرأت بقول حضرت مولوی صاحب ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے۔ یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افتراء ہے۔ پس وہ کیا ابن عباسؓ کے معنوں کو ترجیح دینے کے لئے کچھ بھی اثر نہیں ڈالتی۔ یہ کس قسم کا تحکم ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ ابن عباسؓ کے یہ معنی نحوی قاعدہ کے مخالف ہیں۔ اور قرأت قبل موتھم کسی راوی کا افتراء ہے۔ ابن عباسؓ اور عکرمہ پر یہ الزام دینا کہ وہ نحوی قاعدہ سے بے خبر تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا مولوی صاحب یا کسی اور کا (کیا) حق (ہے) کہ ان بزرگوں پر ایسا الزام رکھ سکے جن کے گھر سے ہی نحو نکلی ہے۔ ظاہر ہے کہ نحو کو ان کے محاورات اور ان کے فہم کے تابع ٹھہرانا چاہیے نہ کہ ان کی بول چال اور ان کے فہم کا محک اپنی خود تراشیدہ نحو کو قرار دیا جائے۔

اب اگر مولوی صاحب اپنی ضد کو کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتے اور ابن عباسؓ اور عکرمہ کو نحو کے اجماعی قاعدہ سے بے خبر ٹھہراتے ہیں اور قرأت ابی بن کعب کو بھی، جو قبل موتھم ہے، بکلی مردود اور متحقق الافتراء خیال کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ صرف ان کے دعوی سے ہی یہ ان کا بہتان قابل تسلیم نہیں ٹھہر سکتا بلکہ اگر وہ اپنے معنوں کو قطعیۃ الدلالت بنانا چاہتے ہیں تو ان پر فرض ہے کہ ان دونوں باتوں کا قطعی

طور پر پہلے فیصلہ کر لیں کیونکہ جب تک ابن عباسؓ اور عکرمہؒ کے مخالفانہ معنوں کا احتمال صحت باقی رہے اور ایسا ہی گو حدیث قرأت شاذہ بقول مولوی صاحب ضعیف ہے مگر احتمال صحت رکھتی ہے تب تک مولوی صاحب کے معنے باوجود قائم ہونے ان تمام احتمالات کے کیونکر قطعی ٹھہر سکتے ہیں۔

ناظرین آپ لوگ خود سوچ لیں کہ قطعی معنی تو انہی معنوں کو کہا جاتا ہے جن کی دوسری وجوہ سرے سے پیدا نہ ہوں، یا پیدا تو ہوں لیکن قطعیت کا مدعی دلائل شافیہ سے ان تمام مخالف معنے کو توڑ دے۔ لیکن مولوی صاحب نے اب تک ابن عباسؓ اور عکرمہ کے معنوں اور قبل موتہم کی قرأت کو توڑ کر نہیں دکھلایا۔ ان کا توڑنا تو صرف ان دو باتوں میں محدود تھا۔ اول یہ کہ مولوی صاحب صاف بیان سے اس بات کو ثابت کر دیتے کہ ابن عباسؓ اور عکرمہؒ ان کے اجماعی قاعدہ نحو سے بکلی بے خبر اور غافل تھے اور انہوں نے سخت غلطی کی کہ اپنے بیان کے وقت نحو کے قواعد کو نظر انداز کر دیا۔ دوسرے مولوی صاحب پر یہ بھی فرض تھا کہ قرأت شاذہ قبل موتہم کے راوی کا صریح افتراء ثابت کرتے اور یہ ثابت کر کے دکھلاتے کہ یہ حدیث موضوعات میں سے ہے۔ مجرد ضعف حدیث کا بیان کرنا اس کو بکلی اثر سے روک نہیں سکتا۔ امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ فخر الآئمہ سے مروی ہے کہ میں ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اب کیا جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں بباعث بعض راویوں کے قابل جرح یا مرسل اور منقطع الاسناد ہیں وہ بالکل پایہ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض ہیں؟ اور کیا وہ محدثین کے نزدیک موضوعات کے برابر سمجھی گئی ہیں۔

ناظرین متوجہ ہو کر سنو! اب میں اس بات کا بھی فیصلہ کرتا ہوں کہ اگر فرض کے طور پر ابن عباسؓ اور عکرمہؒ اور مجاہد اور ضحاک وغیرہ کے معنی، جو مخالف مولوی صاحب کے معنوں کے ہیں، غلط ٹھہرائے جاویں اور قبول کیا جاوے کہ یہ تمام اکابر اور بزرگ مولوی صاحب کے اجماعی قاعدہ نحو سے عمداً یا سہواً باہر چلے گئے تو پھر بھی مولوی صاحب کے معنی قطعیۃ الدلالت نہیں ٹھہر سکتے۔ کیوں نہیں ٹھہر سکتے؟ اس کی وجوہ یہ ہیں:

اول۔ یہ کہ مولوی صاحب کے ان معنوں میں کئی امور ہنوز قابل بحث ہیں جن کا وہ یقینی طور پر فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اور نہ ان کا ایک ہی معنوں پر قطعیۃ الدلالۃ ہونا بپایہ

ثبوت پہنچا چکے ہیں۔

ازانجملہ ایک یہ کہ اہل کتاب کا لفظ اکثر قرآن کریم میں موجودہ اہل کتاب کے لئے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے، بیان فرمایا گیا ہے اور ہر ایک ایسی آیت کا جس میں اہل کتاب کا ذکر ہے وہی مصداق اور شان نزول قرار دیئے گئے ہیں۔ پھر مولوی صاحب کے پاس باوجود اس دوسرے معنے ابن عباسؓ اور عکرمہؒ کے کون سی قطعی دلیل اس بات پر ہے کہ اہل کتاب سے مراد اس زمانہ نامعلوم کے اہل کتاب ہیں جس میں تمام وہ لوگ حضرت عیسی پر ایمان لے آئیں گے۔

ازانجملہ ایک یہ کہ مولوی صاحب نے یقین مرجع لیؤمننّ بہ میں کوئی قطعی ثبوت پیش نہیں کیا۔ کیونکہ تفسیر معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں حضرت عکرمہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر بہ کی جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی طرف پھرتی ہے اور یہ روایت قوی ہے کیونکہ مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات نہیں ٹھہر سکتا۔ ہاں خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانا بلا شبہ موجب نجات ہے کیونکہ وہ ایمان تمام نبیوں پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ پس اگر حضرت عیسی کو بہ کی ضمیر کا مرجع ٹھہرایا جائے تو اس کا فساد ظاہر ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی اہل کتاب شرک سے توبہ کر کے صرف حضرت عیسی کی رسالت اور عبدیت کا قایل ہو لیکن ساتھ اس کے ہمارے سید و مولی حضرت محمد ﷺ کی رسالت سے قطعاً منکر ہو، تو کیا وہ اسی ایمان سے نجات پا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر یہ ضمیر بہ کی حضرت عیسی کی طرف آپ کے معنوں کی رو سے کیونکر پھر سکتی ہے۔ اگر یہ تثنیہ کی ضمیر ہوتی تو ہم یہ خیال کر لیتے اس میں حضرت عیسی بھی داخل ہیں لیکن ضمیر تو واحد کی ہے صرف ایک کی طرف پھرے گی۔ اور اگر وہ ایک بجز ہمارے نبی ﷺ کے کوئی دوسرا ٹھہرایا جائے تو معنی فاسد ہوتے ہیں۔ لہذا بالضرورت ماننا پڑے گا کہ اس ضمیر کا مرجع ہمارے نبی ﷺ ہیں۔ اس صورت میں موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف پھیری جائے گی۔

اور اگر آپ اس جگہ یہ اعتراض کریں کہ ایسے معنوں سے لیؤمنن کا لفظ استقبال کے خالص معنوں میں کیونکر رہے گا، تو میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ جیسے آپ کے معنوں میں رہا ہوا ہے۔ اس وقت ذرہ آپ متوجہ ہو کر بیٹھ جائیں اور اس قادر سے مدد چاہیں

جو سینوں کو کھولتا اور دلوں میں سچائی کا نور نازل کرتا ہے۔

حضرت سنئے! آپ اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ ایک زمانہ قبل موت عیسیٰ کے ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے اور بموجب روایت عکرمہ برعایت آپ کے نحوی قاعدہ کے یہ معنی ٹھہریں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب نبی خاتم الانبیاء ﷺ پر اپنی موت سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔ جس ایمان کے طفیل مسیح ابن مریم پر بھی ایمان لانا انہیں نصیب ہو جائے گا۔ اب حضرت! اللہ جلّ شانہ سے ڈر کر فرمایئے کہ کیا آپ کے قطعیۃ الدلالت ہونے کا دعویٰ بکلی نابود ہو گیا، یا ابھی کچھ کسر باقی ہے۔ آپ خوب سوچ کر اور دل کو تھام کر بیان فرماویں کہ آپ کی طرز تاویل میں کون سی خالص استقبال کی علامت خاص طور پر پائی جاتی ہے جو اس تاویل میں وہ نہیں پائی جاتی۔ ناظرین! برائے خدا آپ بھی ذرا سوچیں۔ بہت صاف بات ہے ذرہ توجہ فرماویں۔ اے ناظرین آپ لوگ جانتے ہیں کہ کئی دن سے مولوی صاحب سے یہی بحث لگی ہوئی تھی اور فقط اسی بات پر ان کی ضد تھی کہ لفظ لیؤمننّ لام اور نون ثقیلہ کی وجہ سے خالص استقبال کے معنوں میں ہو گیا ہے۔ اور مولوی صاحب اپنے گمان میں یہ سمجھ رہے تھے کہ خالص استقبال صرف اس طور کے معنے کرنے سے متحقق ہوتا ہے کہ قبل موتہ کی ضمیر مسیح ابن مریم کی طرف پھیریں اور اس کی حیات کے قائل ہو جائیں۔ اور اب اے بھائیو! میں نے ثابت کر کے دکھلا دیا کہ خالص استقبال کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف پھیری جائے بلکہ اس جگہ حضرت عیسیٰ کی طرف ضمیر بہ ضمیر قبل موتہ پھیرنے سے معنی ہی فاسد ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ فقط عیسیٰ پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ سچے اور واقعی معنے اس طرز پر یہی ہیں کہ ضمیر بہ کی ہمارے سید و مولا خاتم الانبیاء ﷺ کی طرف پھیری جائے اور ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف۔ اور آنحضرت ﷺ کے ضمن میں خود حضرت عیسیٰ وغیرہ انبیاء سب ہی آ جائیں گے۔

نام احمد نام جملہ انبیاء است۔ چونکہ صد آمد نود ہم نزد ماست

بھائیو! برائے خدا خود سوچ لو کہ ان معنوں میں اور حضرت مولوی صاحب کے

معنوں میں خالص مستقبل ہونے میں برابری کا درجہ ہے یا ابھی کچھ کسر باقی ہے۔
بھائیو! میں للّٰہ آپ لوگوں کے سمجھانے کے لئے پھر دہرا کر کہتا ہوں کہ مولوی صاحب آیت لیؤمننّ بہ کے معنی یوں کرتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے سب کے سب ان پر ایمان لے آئیں گے اور میں حسب روایت حضرت عکرمہ ؓ جیسا کہ معالم وغیرہ میں لکھا ہے، مولوی صاحب کی ہی طرز پر یہ معنی کرتا ہوں کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب موجودہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے ہمارے نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔ بھائیو! برائے خدا ذرہ نظر ڈال کر دیکھو کہ کیا خالص استقبال میری تاویل اور مولوی صاحب کی تاویل میں برابر کا درجہ ہے یا ابھی فرق رہا ہے۔ اب بھائیو! انصافاً دیکھو کہ ان معنوں میں بہ نسبت مولوی صاحب کے معنوں کے کس قدر خوبیاں جمع ہیں۔ وہ اعتراض جو مولوی صاحب کی طرز پر ضمیر بہ کے تعیین مرجع میں ہوتا تھا وہ اس جگہ نہیں ہوسکتا۔ قرأت شاذہ اس تاویل کی مؤید ہے۔ اور بایں ہمہ خالص استقبال موجود ہے۔ اب اے حاضرین مبارک! مولوی صاحب کے دعویٰ قطعیت کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ مگر تعصب اور طرف داری سے خالی ہوکر غور کرنا۔

مولوی صاحب نے اس بحث حیات مسیح کا حصر پانچ دلیلوں پر کیا تھا۔ چار دلیلوں کو تو انہوں نے خود چھوڑ دیا اور پانچویں کو خدا تعالیٰ نے حق کی تائید کر کے نیست و نابود کیا۔ جاء الحق و زھق الباطل۔ انّ الباطل کان زھوقاً

اب اے حاضرین! اے خدا تعالیٰ کے نیک بندو! سوچ کر دیکھو اور ذرہ اپنے فکر کو خرچ کر کے نگاہ کرو کہ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب کا کیا دعویٰ تھا؟ یہی تو تھا کہ آیت لیؤمننّ بہ کے وہ سچے اور صحیح معنے ٹھہر سکتے ہیں جن میں لفظ لیؤمننّ کو خالص مستقبل ٹھہرایا جائے اور مولوی صاحب نے اپنے مضمون کے صفحوں کے صفحے اسی بات کے ثابت کرنے کے لئے لکھ مارے کہ نون ثقیلہ مضارع کے آخر مل کر خالص مستقبل کے معنوں میں لے آتا ہے۔ اسی دھن میں مولوی صاحب نے ابن عباس ؓ کے معنوں کو قبول نہیں کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ معنی بھی نحویوں کے اجماعی عقیدہ کے برخلاف ہیں سو ہم نے مولوی صاحب کی خاطر سے ابن عباس ؓ کے معنوں کو پیش کرنے سے موقوف

رکھا اور روایت عکرمہ کی بنا پر وہ معنی پیش کئے جو خالص مستقبل ہونے میں بکلی مولوی صاحب کے معنوں سے ہم رنگ اور ان نقصوں سے مبرا ہیں جو مولوی صاحب کے معنوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مسیح پر ایمان لانے کے وقت ہمارے سید و مولا خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کے ضمن میں ہر یک نبی پر ایمان لانا داخل ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ اس ایمان کیلئے حضرت مسیح کو آسمانوں کے دارالسرور سے اس دارالابتلاء میں دوبارہ لایا جائے۔ مثلاً دیکھئے کہ جو لوگ بقول آپ کے آخری زمانہ میں آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں گے یا اب ایمان لاتے ہیں کیا ان کے ایمان کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ خود تشریف لے آویں۔ پس ایسا ہی یقین کیجئے کہ حضرت مسیح پر ایمان لانے کے لئے بھی دوبارہ ان کا دنیا میں آنا ضروری نہیں اور ایمان لانے اور دوبارہ آنے میں کچھ تلازم نہیں پایا جاتا۔ اور اگر آپ اپنی ضد نہ چھوڑیں اور ضمیر لیؤمننّ بہ کو خواہ مخواہ عیسیٰؑ کی طرف ہی پھیرنا چاہیں باوجود اس فساد معنی کے جس کا نقصان آپ کی طرف عاید ہے۔ ہماری طرز بیان کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ ہمارے طور پر برعایت خالص استقبال کے پھر اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسےٰؑ پر ایمان لے آویں گے۔ سو یہ معنے بھی خالص استقبال ہونے میں آپ کے معنی کے ہم رنگ ہیں کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ ابھی تک وہ زمانہ نہیں آیا جو سب کے سب موجودہ اہل کتاب حضرت عیسی یا ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لے آئے ہوں۔ لہذا خالص استقبال کے رنگ میں اب تک یہ پیش گوئی موافق ان معنوں کے چلی آتی ہے۔ اب اگر ہماری اس تاویل میں آپ کوئی جرح کریں گے تو وہی جرح آپ کی تاویل میں ہوگی یہاں تک کہ آپ پیچھا نہیں چھوڑا سکیں گے جن باتوں کو آپ اپنے پر چوں میں قبول کر بیٹھے ہیں انہیں کی بنا پر میں نے یہ تطبیق کی ہے۔ اور جس طرز سے آپ نے آخری زمانہ میں اہل کتاب کا ایمان لانا قرار دیا ہے اسی طرز کے موافق میں نے آپ کو ملزم کیا ہے۔ اور اسے خالص استقبال کے موافق خالص استقبال پیش کر دیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ صحابہ کے وقت سے اس آیت کو ذو الوجوہ قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ ابن کثیر نے زیر ترجمہ اس آیت کے یہ لکھا ہے

قال ابن جریر اختلف اهل التّاویل فی معنی ذلک فقال بعضھم معنی ذلک و ان من اھل الکتا ب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ .. یعنی قبل مو ت عیسی و قال آ خرون یعنی بذلک و ان من اھل الکتاب لیؤمننّ بعیسی قبل موت الکتابی ذکر من کان یو جہ ذلک الی انّہ اذا عاین علم الحق والباطل ۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فی الآیۃ قال لا یموت یھودی حتی یؤمن بعیسی و کذا روی ابو دا ؤد الطیالسی عن شعبۃ عن ابی ھارون الغنوی عن عکرمۃ عن ابن عباس فھذہ کلّھا اسانید صحیحہ الی ابن عباس و قال آخر و ن معنی ذلک و ان من اھل الکتا ب الّا لیؤمننّ بمحمّد قبل مو ت الکتا بی ۔

یعنی اس آ یت کے معنی میں اہل تا ویل کا اختلاف چلا آ یا ہے ۔کو ئی ضمیر قبل موتہ کی عیسی کی طرف پھیر تا ہے اور کو ئی کتا بی کی طرف اور کو ئی بہ کی ضمیر حضرت عیسی کی طرف پھیر تا ہے اور کو ئی آ نحضرت ﷺ کی طرف ۔ پس گو ابن جر یر یا ابن کثیر کا اپنا مذ ہب کچھ ہو، یہ شہا دت تو انہوں نے بڑی بسط سے بیا ن کر دی ہے کہ اس آ یت کے معنے اہل تا ویل میں مختلف فیہ ہیں اور ہم او پر ثا بت کر آ ئے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے نزول اور حیات پر قطعی دلالت اس آ یت کی ہر گز نہیں ۔ اور یہی ثا بت کر نا تھا ۔

اب بعد اس کے کسی قدر بطو ر نمو نہ مسیح ابن مریم کی وفا ت پر دلائل لکھے جا تے ہیں ۔ وا ضح ہو کہ قر آ ن کر یم میں یا عیسی انی متوفّیک و را فعک الیّ (آل عمرا ن ۔ ۵۵) مو جود ہے ۔ قر آ ن کر یم کے عموم محا ورہ پر نظر ڈا لنے سے قطعی اور یقینی طور پر ثا بت ہو تا ہے کہ تمام قر آ ن میں تو فّی کا لفظ قبض رو ح کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے ۔ یعنی اس قبض رو ح میں جو موت کے وقت ہو تا ہے ۔ دو جگہ قر آ ن کریم میں وہ قبض رو ح بھی مراد لیا ہے جو نیند کی حالت میں ہو تا ہے لیکن اس جگہ قرینہ قائم کر دیا ہے جس سے سمجھا گیا ہے کہ حقیقی معنے تو فی کے موت لئے ہیں ۔ اور جو نیند کی حا لت میں قبض رو ح ہو تا ہے وہ بھی ہمارے مطلب کے مخا لف نہیں کیو نکہ اس کے تو یہی معنی ہیں کہ کسی وقت تک انسا ن سو تا ہے اور اللہ تعا لی اس کی رو ح کو اپنے تصرف

میں لے لیتا ہے اور پھر انسان جاگ اٹھتا ہے۔ سو یہ وقوعہ ہی الگ ہے اس سے ہمارے مخالف کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ بہرحال جب کہ قرآن میں لفظ توفّی کا قبض روح کے معنوں میں آیا ہے اور احادیث میں ان تمام مواضع میں جو خدا تعالیٰ کو فاعل ٹھہرا کر اس لفظ کو انسان کی نسبت استعمال کیا ہے جا بجا موت ہی معنی لئے ہیں، تو بلا شبہ یہ لفظ قبض روح اور موت کے لئے قطعیۃ الدلالت ہو گیا۔ اور بخاری جو اصح الکتب ہے اس میں بھی تفسیر آیت فلمّا توفیتنی کی تقریب میں متوفّیک کے معنی ممیتک لکھا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ موت اور رفع میں ایک ترتیب طبعی واقع ہے ہر یک مومن کی روح پہلے فوت ہوتی ہے پھر اس کا رفع ہوتا ہے اسی ترتیب طبعی پر یہ ترتیب وضعی آیت کی دلالت کر رہی ہے کہ پہلے انّی متوفّیک فرمایا اور پھر بعد اس کے رافعک کہا اور اگر کوئی کہے کہ رافعک مقدم اور متوفّیک مؤخر ہے، یعنی رافعک آیت کے سر پر اور متوفّیک فقرہ جاعل الذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا کے بعد اور بیچ میں یہ فقرہ محذوف ہے ثم منزلک الی الارض سو یہ ان یہودیوں کی تحریف ہے جن پر بوجہ تحریف کے لعنت ہو چکی ہے کیونکہ اس صورت میں اس آیت کو اس طرح زیر و زبر کرنا پڑے گا۔

یا عیسی انی رافعک الی السّماء و مطھّرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیامہ ثم منزلک الی الارض و متوفّیک۔

اب فرمایئے کیا اس تحریف پر کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل مل سکتی ہے۔ یہودی بھی تو ایسے ہی کام کرتے تھے کہ اپنی رائے سے اپنی تفسیروں میں بعض آیات کے معنی کرنے کے وقت بعض الفاظ کو مقدم اور بعض کو مؤخر کر دیتے تھے جن کی نسبت قرآن مجید میں یہ آیت موجود ہے کہ یحرّفون الکلم عن مواضعہ (مائدہ۔ ۱۳) ان کی تحریف ہمیشہ لفظی نہیں تھی بلکہ معنوی بھی تھی۔ سو ایسی تحریفوں سے ہر یک مسلمان کو ڈرنا چاہیے۔ اگر کسی حدیث صحیح میں ایسی تحریف کی اجازت ہے تو بسم اللہ وہ دکھلایئے۔ غرض آیت یا عیسی انی متوفّیک میں اگر قرآن کریم کا عموم محاورہ ملحوظ رکھا جائے اور آیت کو تحریف سے بچایا جائے تو پھر موت کے بعد اور دوسرے معنی کیا نکل

سکتے ہیں؟ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آیت میں رافعک الیّ وارد ہے رافعک الی السّماء وارد نہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ روح کوئی مکانی چیز نہیں بلکہ اس کے تعلقات مجھول الکنہ ہوتے ہیں۔ مرنے کے بعد ایک تعلق روح کا قبر کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور کشف قبور کے وقت ارباب مکاشفات پر وہ تعلق ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب قبور اپنی اپنی قبروں میں بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بلکہ ان سے صاحب کشف کے مخاطبات ومکالمات بھی واضح ہوجاتے ہیں یہ بات احادیث صحیحہ سے بھی بخوبی ثابت ہے۔ صلوۃ فی القبر کی حدیث مشہور ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ مردے جوتی کی آواز بھی سن لیتے ہیں اور السلام علیکم کا جواب دیتے ہیں۔ باوجود اس کے ایک تعلق ان کا آسمان سے بھی ہوتا ہے اور اپنے نفسی نقطہ کے مکان پر ان کا تمثل مشاہدہ میں آتا ہے اور ان کا رفع مختلف درجات سے ہوتا ہے۔ بعض پہلے آسمان تک رہ جاتے ہیں بعض دوسرے تک بعض تیسرے تک لیکن موت کے بعد رفع روح بھی ضرور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح اور آیت لا تفتح لھم ابواب السّماء (اعراف) صریح اشارہ کر رہی ہے۔ لیکن ان کا آسمان پر ہونا یا قبروں میں ہونا ایک مجھول الکنہ امر ہے۔ عنصری خاکی جسم تو ان کے ساتھ نہیں ہوتا کہ خاکی اجسام کی طرح ایک خاص اور حیز اور مکان میں ان کا پایا جانا ضروری ہو۔ اسی وجہ سے خداتعالی نے رافعک الیّ فرمایا رافعک الی السّماء نہیں کہا کیونکہ جو لوگ فوت ہو جاتے ہیں وہ خاص طور پر کسی مکان کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے بلکہ فی مقعد صدقٍ عند ملیکٍ مّقتدر (القمر۔ ۵۵) ہوتے ہیں یعنی اگر ان کا کوئی خاص مکان ہے تو یہی مکان ہے کہ خدا کے قرب کا مکان ہو جو حسب استعداد ان کو ملتا ہے۔ اب جب کہ قرآن کریم میں رافعک الیّ ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ میں تجھ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، اگر جسمانی طور پر رفع مراد لیا جائے تو سخت اشکال پیش آتا ہے کیونکہ احادیث صحیحہ بخاری سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح معہ اپنے خالہ زاد بھائی کے دوسرے آسمان پر ہیں۔ تو کیا خدا دوسرے آسمان میں بیٹھا ہوا ہے تا دوسرے آسمان میں ہونا رافعک الیّ کا مصداق ہو جائے۔ بلکہ اس جگہ روحانی رفع مراد ہے جس کا حسب مراتب ایک خاص آسمان سے تعلق ہے۔ بخاری میں حدیث معراج کی پڑھو اور

غور سے دیکھو۔ اب خلاصہ کلام یہ کہ ان تمام وجوہات کے رو سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا گئے ہیں بلا شبہ آیت انّی متوفّیک حضرت عیسیٰ کی وفات پر قطعیۃ الدلالت ہے۔ عموم محاورہ قرآن شریف کا اسی پر دلالت کرتا ہے۔ بخاری میں حضرت ابن عباس کی روایت سے متوفّیک کے معنی ممیتک لکھے ہیں اور بخاریؒ نے کسی صحابی کی روایت سے کوئی دوسرے متوفّیک کے معنی ہرگز اپنی صحیح میں نہیں لکھے اور نہ مسلمؒ نے لکھے ہیں۔ بلکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خدا تعالیٰ کے فاعل ہونے اور انسان کے مفعول ہونے کی حالت میں بجز قبض روح کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ اسی بنا پر میں نے ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دیا ہے۔ اب اگر یہ آیت مسیح ابن مریم کی وفات پر قطعیۃ الدلالت نہیں تو دلائل مذکورہ بالا اور نیز دلائل مفصلہ مبسوط ازالہ اوہام کا جواب دینا چاہیے تا آپکو ہزار روپیہ بھی مل جائے اور اپنے بھائیوں میں علمی شہرت بھی حاصل ہو جائے۔

دوسری دلیل مسیح ابن مریم کی وفات پر خود جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے جس کو امام بخاری اپنی کتاب التفسیر میں اسی غرض سے لایا ہے کہ تا یہ ظاہر کرے کہ لمّا توفّیتنی کے معنی لمّا امتّنی ہے اور نیز اسی غرض سے اس موقع پر ابن عباسؓ کی روایت سے متوفّیک ممیتک کی بھی روایت لایا ہے تا ظاہر کرے کہ لمّا توفّیتنی کے وہی معنی ہیں جو انّی متوفّیک کے معنی ابن عباسؓ نے ظاہر فرمائے ہیں۔ اس مقام پر بخاری کو غور سے دیکھ کر ادنیٰ درجہ کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ توفّیتنی کے معنی امتنی ہیں یعنی تو نے مجھے ماردیا۔ اس میں تو کچھ شبہ نہیں کہ ہمارے نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں آپ کا مزار موجود ہے۔ پھر جب کہ آنحضرت ﷺ نے وہی لفظ فلمّا توفّیتنی کا حدیث بخاری میں اپنے لئے اختیار کیا ہے اور اپنے حق میں ویسا ہی استعمال کیا ہے جیسا کہ وہ حضرت عیسیٰ کے حق میں مستعمل تھا، تو کیا اس بات کو سمجھنے میں کچھ کسر رہ گئی کہ جیسا کہ آنحضرت ﷺ وفات پا گئے ویسا ہی مسیح ابن مریم بھی وفات پا گئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی آیات اور مفہوم آیات میں کسی طور پر تحریف جائز نہیں۔ اور جو کچھ اصل منشاء اور اصل مفہوم اور اصل مراد ہر یک لفظ کی ہے اس سے عمداً اس کو اور معنوں کی طرف پھیر دینا ایک الحاد

ہے جس کے ارتکاب کا کوئی نبی یا غیر نبی مجاز نہیں ہے اس لئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ نبی معصوم بجز حالت تطابق کلی کے جو فی الواقع مسیح کی وفات سے اس کی وفات کو تھی لفظ فلمّا تو فّیتنی کو اپنے حق میں استعمال کر سکتا اور نعوذ باللہ تحریف کا مرتکب ہوتا۔ بلکہ ہمارے سید ومولا ﷺ امام المعصومین وسید المحفوظین نے (روحی فداہ سبیلہ) لفظ فلمّا تو فّیتنی کا نہایت دیانت وامانت کے ساتھ انہیں مقررہ معینہ معنوں کے ساتھ اپنے حق میں استعمال کیا ہے کہ جیسا کہ وہ بعینہ حضرت عیسیٰ کے حق میں وارد ہے۔ اب بھائیو اگر حضرت سیدنا ومولانا بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور فوت نہیں ہوئے اور مدینہ میں ان کا مزار مطہر نہیں، تو گواہ رہو کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ ایسا ہی حضرت عیسیٰ بھی آسمان کی طرف بجسدہ العنصری اٹھائے گئے ہوں گے اور اگر ہمارے سید ومولے وسید الکل ختم المرسلین افضل الاولین والآخرین اول المحبوبین و المقربین درحقیقت فوت ہو چکے ہیں تو آؤ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور فلمّا توفیتنی کے پیارے لفظوں پر غور کرو جو ہمارے سید ومولی ﷺ نے اپنے میں اور اس عبد صالح میں مشترک بیان کئے جس کا نام مسیح ابن مریم ہے۔ بخاری اس مقام میں سورہ آل عمران کی یہ آیت انّی متوفّیک کیوں لایا اور کیوں ابن عباسؓ سے روایت کی کہ متوفّیک ممیتک اس کی وجہ بخاری کے صفحہ ۶۶۵ میں شارح بخاری نے یہ لکھی ہے: ھذہ الآیة متوفّیک من سورة آل عمران ذکر ھھنا لمناسبة فلمّا توفّیتنی

یعنی یہ آیت انی متوفّیک سورت آل عمران میں ہے اور بخاری نے جو اس جگہ اس آیت کے ابن عباس سے یہ معنی کئے کہ متوفّیک ممیتک تو اس کا یہ سبب ہے کہ بخاری نے فلمّا توفّیتنی کے معنی کھولنے کے لئے بوجہ مناسبت یہ فقرہ لکھ دیا ورنہ آل عمران کی آیت کو اس جگہ ذکر کرنے کا کوئی محل نہ تھا۔

اب دیکھئے شارح نے بھی اس بات کو قبول کر لیا ہے کہ امام بخاری انّی متوفّیک ممیتک کے لفظ کو شہادت کے طور پر بہ تقریب تفسیر آیت فلمّا تو فّیتنی لایا ہے اور کتاب التفسیر میں جو بخاری نے ان دونوں متفرق آیتوں کو جمع کر کے لکھا ہے تو بجز اس کے اس کا اور کیا مدعا تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ کی وفات خاص رسول اللہ ﷺ کے قول

سے ثابت کر چکا ہے۔ اب جب کہ اصح الکتاب کی حدیث مرفوع متصل سے جس کے آپ طالب تھے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت ہوئی اور قرآن کی قطعیۃ الدلالت شہادت اس کے ساتھ متفق ہوگئی اور ابن عباسؓ جیسے صحابی نے بھی موت مسیح کا اظہار کر دیا تو اس دوہرے ثبوت کے بعد اور کس ثبوت کی حاجت رہی۔

میں اس جگہ اور دلائل لکھنا نہیں چاہتا میری کتاب ازالہ اوہام موجود ہے آپ اس کو رد کر کے دکھلا دیں۔ خود حق کھل جائے گا۔ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے اب آپ کسی طور سے ان کو زندہ نہیں کر سکتے

اب میں نے حضرت! اصل مدعا کا فیصلہ کر دیا۔ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ جب میری اور آپ کی تحریریں شائع ہوں گی منصف لوگ خود دیکھ لیں گے۔ آپ نے ایک ذوالوجوہ آیت کو جس کے قطعی طور پر ایک معنی ہرگز قائم نہیں ہو سکتے قطعیۃ الدلالۃ ٹھہرانا چاہا تھا۔ میں نے اس طرح کہ جیسے دن چڑھ جاتا ہے آپ کو دکھلا دیا کہ وہ آیت حضرت عیسی کی زندگی پر ہرگز ہرگز قطعیۃ الدلالت نہیں۔ آپ نہیں دیکھتے کہ اس کے ضمیروں میں ہی کس قدر گڈ مڈ پڑا ہوا ہے۔ کوئی کسی طرف پھیرتا ہے اور کوئی کسی طرف۔ نہ حال کے ایک معنی ٹھہر سکتے ہیں اور نہ خالص استقبال کے ایک معنی۔ پھر وہ قطعیۃ الدلالت کیوں کر ہوگئی؟ کیا قطعیۃ الدلالت اسی کو کہتے ہیں کہ کوئی اس کی ضمیر خدا تعالی کی طرف پھیرے اور کوئی ہمارے سید و مولا نبی عربی خاتم الانبیاء کی طرف پھیرے اور کوئی کتابی کی طرف، جب کہ تعین مرجع میں ہی ابتداء سے یہ تفرقہ چلا آیا ہے اور پھر اہل کتاب کے لفظ میں بھی تفرقہ اور اختلاف ہے کہ وہ کس زمانہ کے اہل کتاب ہیں اور پھر بقول آپکے ایمان لانے والوں کا زمانہ بھی ایک نشان دہی کے ساتھ مقرر اور معین نہیں۔ تو پھر انصافاً فرمایئے کہ باوجود ان سب آفتوں کے یہ آیت قطعیۃ الدلالت کیونکر ٹھہرے گی۔ قرآن کریم کے کئی مقامات سے ثابت ہو رہا ہے کہ اس دنیا کے زوال تک کفار اہل کتاب باقی رہیں گے۔ پھر یہ تاویل کہ کسی وقت قیامت سے پہلے پہلے کل اہل کتاب مسلمان ہو جائیں کس طور سے صحیح ٹھہر سکتی ہے کیا کوئی اور بھی آیت اپنے کھلے کھلے اور بیّن منطوق سے اس بات کی مصدق ہے کہ ضرور ہے کہ آخری وقت میں قیامت سے پہلے تمام اہل کتاب مسلمان ہو جائیں۔ قرآن کریم کی نصوص بیّنہ

قطعیۃ الدلالت کو محض ایک ذو الوجوہ اور متشابہ آیت پر نظر رکھ کر رد کر دینا دیانت کا کام نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ متشابہات کا اتباع وہ کرتے ہیں جن کے دل میں کجی ہے اور صراط مستقیم کے پابند نہیں ہیں۔ پھر وہب اور محمد بن اسحاق اور ابن عباس واقع موت کے قائل ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ موت مسیح پر صریح شہادت دیتے ہیں اور امام بخاری خود اپنا مذہب یہی ظاہر کرتے ہیں تو پھر باوجود ان مخالفانہ ثبوتوں کے قبل موتہ کی ضمیر کیونکر قطعی طور پر حضرت عیسی کی طرف پھر سکتی ہے۔ اور میں نے آپ کے خالص مستقبل کا بھی پورا پورا فیصلہ کر دیا ہے۔ طالب حق کے لئے کافی ہے۔

پھر آپ اپنے پرچہ کے اخیر میں فرماتے ہیں کہ ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ جہان کے مفسرین و جملہ صحابہ و تابعین مسیح ابن مریم کی موت سے منکر اور حیات جسمانی کے قائل ہیں۔ اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ اگر آپ کے ساتھ کوئی عامی اور بے خبر مفسر ہوگا ہمارے ساتھ اللہ جل شانہ اور اس کا پیارا اور برگزیدہ رسول ہے۔ کیا اس حدیث کے موافق جو کتاب التفسیر میں امام بخاری نے لکھی ہے اور ابن عباس کا قول اس کی تائید میں ذکر کیا ہے آپ کے پاس اس پایہ کی کوئی حدیث ہے جس کے الفاظ متنازعہ فیہ کے بارے میں ابن عباس جیسے صحابی کی شرح ہی ہو تو وہ حدیث آپ کو شائع کرنی چاہیے اور جیسا کہ اصح الکتب بخاری میں ابن عباس سے انی متوفّیک کی شرح انّی ممیتک منقول ہے بھلا ایسی اصح الکتب میں سے کسی اور صحابی کے حوالہ سے متوفّیک کے کوئی اور معنی بھی تو ثابت کر کے دکھلا دیں۔ آپ جانتے ہیں کہ بخاری تنقید میں اول درجہ پر ہے اور وہ حضرت عیسےؑ کی وفات بیان کر چکا ہے اور اس کے صفحہ ۶۶۵ میں ایک جلیل الشان صحابی ابن عم رسول اللہ متوفّیک کے معنی ممیتک بتلا رہا ہے اور جو آنکھیں رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ امام بخاری اس آل عمران کی آیت کو برموقعہ تفسیر فلما توفّیتنی کیوں لایا، اور ابن عباس کا قول کیوں پیش کیا، اور آیت فلما توفّیتنی کو کتاب التفسیر میں کیوں درج کیا؟ میں نے صحابی کیا، جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمودہ بھی آپ کے سامنے رکھ دیا اور صحابی بھی پیش کر دیا۔ آپ اگر سچے ہوں تو اسی کتاب اصح الکتب سے کوئی حدیث اس پایہ کی پیش کریں جس سے مسیح کی زندگی جسمانی ثابت ہوتی ہو۔ لیکن ایسا نہ کریں کہ آیت لیؤمننّ کی

طرح کوئی ذوالوجوہ اور محجوب المفہوم حدیث پیش کر دیں۔ آپ جانتے ہیں کہ آیت لیؤمننّ کے متعلق چند روز کسی قدر ہم دونوں کا وقت ضائع ہوا۔ اور آخر آپ کا دعوی قطعیۃ الدلالۃ صریح باطل نکلا اور آپ نے جن پانچ دلیلوں پر حصر کیا تھا وہ ہباءً منثورا کی طرح نابود ہو گئیں۔

حضرت آپ ناراض نہ ہوں اگر پہلے سے آپ سوچ لیتے تو میرا عزیز وقت ناحق آپ کے ساتھ ضائع نہ ہوتا۔ اب جب کہ آپ کے اول درجہ کے دلائل کی جن کو آپ نے تمام ذخیرہ سے چن کر پیش کیا تھا آخر میں یہ کیفیت نکلی تو میں کیونکر اعتبار کروں کہ آپ کے دوسرے دلائل میں کچھ جان ہو گی۔ اور آج جیسا کہ آپ کی طرف سے تین پرچے لکھے جا چکے ہیں میری طرف سے بھی تین پرچے ہو گئے۔ اب یہ چھ پرچے ہم دونوں کی طرف سے بجنسہ چھپ جانے چاہییں۔ پبلک خود فیصلہ کر لے گی کہ میں نے آپ کے دلائل پیش کردہ کو توڑ دیا ہے یا نہیں۔ اور آپ کی پیش کردہ آیت کیا درحقیقت قطعیۃ الدلالت ہے یا ذوالوجوہ۔ بلکہ آپ کے طور پر معنی کرنے سے قابل اعتراض ٹھہرتی ہے یا نہیں۔ چونکہ مساوی طور پر ہم دونوں کے پرچے تحریر ہو چکے ہیں۔ تین آپ کی طرف سے اور تین میری طرف سے۔ اس لئے یہی پرچے بلاکم وبیش چھپ جائیں گے اور ہم دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہو گا کہ غائبانہ طور پر کچھ اور زیادہ یا کم کرے۔ یہ پھر یاد رہے کہ تین پرچوں پر طبعی طور پر فریقین کے بیانات ختم ہو گئے ہیں اور اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک کی طرف سے منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور ثالثوں کے ذریعہ سے صحیح رائے جو حق کی مؤید ہو پیدا ہو جائے گی۔ تو اس تصفیہ کے لئے آپ تحریری طور پر دوسرے امور میں بھی بحث کر سکتے ہیں لیکن اس تحریری بحث کے لئے میرا اور آپ کا دہلی میں مقیم رہنا ضروری نہیں۔ جبکہ تحریری بحث ہے تو دور رہ کر بھی ہو سکتی ہے۔ میں مسافر ہوں۔ اب مجھے زیادہ اقامت کی گنجائش نہیں۔

(غلام احمد قادیانی)

اس پرچے کے بعد کیا ہوا؟ مرزا بشیر احمد نے اپنے باپ مرزا غلام احمد کی سوانح میں لکھا ہے

. جامع مسجد (دہلی) والے قصہ کے تین چار دن بعد حضرت مسیح موعود (مرزا) کے اپنے ہی مکان مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی کے ساتھ تحریری مباحثہ ہوا، جس میں باہم یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ فریقین کے پانچ پانچ پرچے ہوں گے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود (مرزا) نے دیکھا کہ مولوی صاحب کی طرف سے بار بار وہی دلیلیں دہرائی جارہی ہیں تو آپ نے فریق مخالف کو یہ بات جتا کر کہ اب مناظرہ جاری رکھنا تضیع اوقات ہے، تین پرچوں پر ہی بحث کو ختم کر دیا اور فریق مخالف کے طعن واستہزا کی کوئی پرواہ نہ کی

(سیرۃ المہدی حصہ دوم۔ ص ۹۰۔۹۱)

☆ تیسرے پرچے کی آخری سطور بتا رہی ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے دلائل ختم ہو گئے تھے اور اپنے پرچے کے جواب میں مولانا محمد بشیر صاحب کے دلائل سننے کا بھی انہیں حوصلہ نہیں رہا تھا۔ اور انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ اس پرچے کا جواب مجھ قادیان یا لدھیانے بھیج دیا جائے تو میں اس کا جواب ارسال کردوں گا۔ دہلی میں مزید قیام ان کے لئے ممکن نہیں تھا لیکن دور رہ کر بھی تو مباحثے کو جاری رکھا جاسکتا تھا۔ وہ فرماتے کہ میں بوجہ مجبوری واپس جارہا ہوں لیکن مباحثے کو تا اختتام (یا جانبین کے پانچ پانچ پرچے پورے ہونے تک) بذریعہ ڈاک جاری رکھوں گا۔

مرزا صاحب مناظرے، مباحثے عموماً بغیر حکم اور ثالث کے کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ عوام خود فیصلہ کرلیں گے کون جیتا اور کون ہارا۔ اس مباحثے کا انعقاد دہلی میں ہوا تھا، اور کافی شورشرابا بھی رہا۔ دہلی کے سب مسلمان اس مباحثے کی کاروائی ملاحظہ کررہے تھے۔ کوئی مرزائی بتائے کہ اس مباحثے کے بعد کتنے اہل دہلی مرزا صاحب پر ایمان لائے یا ان کے معتقد ہوئے۔ دوسری طرف ہمیں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ مرزا کہا کرتے تھے کہ دہلی کی زمین بہت سخت ہے۔ مرزا صاحب دہلی سے بھاگ نکلے تھے۔ یہاں سسرالی عزیز ہونے کے باوجود ۱۹۰۵ء تک دوبارہ ادھر نہ آئے اور ۱۹۰۵ء میں بھی مزاروں کی زیارتیں وغیرہ ہی کرتے رہے۔ نیز ہمیں یہ بھی بتایا جایا جاتا ہے کہ قادیانیت میں مرزا صاحب کے اخصّ مرید صوفی عباس علی لدھیانوی مباحثہ دلی کے بعد مرزائیت سے تائب ہو گئے تھے۔

قادیانی دعوی ممات مسیح

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی تھا کہ حضرت عیسیٰؑ موت سے ہم کنار ہو چکے ہیں۔ اس دعوی کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے ازالہ اوہام (طبع ذی الحج ۱۳۰۸ھ) کے صفحات ۵۹۸ تا ۶۲۷ پر تیس آیات قرآن پیش کیں۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دہلی میں ان کا مباحثہ مولانا محمد بشیر سہسوانی سے ہوا تو انہوں نے اپنے تیسرے پرچے میں چیلنج کیا کہ اس کا جواب دیا جائے۔ پرچے کا جواب سننے کے لئے چونکہ ان کے پاس وقت نہیں تھا، اس لئے وہ مباحثہ کو نا تمام چھوڑ کر (اور طے شدہ شرط کہ فریقین پانچ پانچ پرچے لکھیں گے) تین پرچوں کے بعد دہلی سے چلے آئے۔ یوں مولانا محمد بشیر کو ان کا جواب لکھنے کو موقع نہ رہا۔ تاہم قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے ۱۸۹۸ء میں طبع ہونے والی اپنی کتاب تائید الاسلام میں مرزا صاحب کے بیان کا مفصل جواب دیا۔ ان کے بعد جناب محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے بھی جواب دیا اور جناب ثناء اللہ امرتسری نے بھی اپنی تفسیر میں اس حیات و وفات مسیح کے مسئلہ پر قلم اٹھایا اور مرزا صاحب کے دعوی کا مسکت جواب دیا۔

ذیل میں ہم ازالہ اوہام سے مرزا صاحب کا بیان نقل کر کے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی جوابی گذارشات تائید الاسلام سے نقل کرتے ہیں (بعض مقامات پر بائیبل سے انگریزی عبارات کا اضافہ ہم نے خود کیا ہے۔ بہاء)۔

قادیانی دعوی کا سلیمانی جواب

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں۔

قرآن شریف کی وہ تیس آیات جن سے مسیح ابن مریم کا فوت ہونا ثابت ہوتا ہے

☆ (۱) پہلی آیت۔ یا عیسی انی متوفّیک و رافعک الیّ و مطھّرک من الّذین کفروا و جاعل الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ (آل عمران۔ ۵۵) یعنی اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۹۸)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مرزا صاحب نے وفات مسیح پر کوئی دلیل قائم نہیں کی، صرف آیت کا ترجمہ کر دیا ہے۔ نیز اس آیت کی نسبت انہوں نے ازالہ اوہام صفحہ ۳۹۴ پر یہ اقرار کر لیا ہے کہ آیت وعدہ وفات ہے (یعنی دلیل وخبر وفات نہیں)۔ میں حیران ہوں کہ وعدہ وفات دینے میں خدا کی کیا مصلحت ہوسکتی ہے؟ کیا مسیح کبھی یہ خیال کر بیٹھے تھے کہ ان پر موت وارد نہ ہوگی؟

مرزا صاحب کا بیان ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب یہود نے مسیح کو پکڑ کر صلیب پر چڑھانا چاہا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جو صلیب پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔ اللہ نے یہود کے اس ارادہ فاسد کے مقابلہ میں مسیح کا اطمینان فرمایا کہ تم صلیب پر نہیں مرو گے بلکہ اپنی موت سے مرو گے۔ عزت پاؤ گے ان یہود کے ارادہ فاسد سے پاک رہو گے۔

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مرزا صاحب کی یہ وجہ بودی ہے۔

مرزا مانتے ہیں کہ

مسیح صلیب پر لٹکائے گئے، صلیب کی سختیوں سے ایسے قریب بہ مرگ ہو گئے کہ یہود نے مر جانے کا خیال کر لیا۔ سبت بھی قریب تھا جلدی سے اتار کر دفن کر گئے۔ مسیح کے احباب نے آ کر انہیں نکال لیا پھر وہ خفیہ زندہ رہے اور اپنی موت مرے۔

اقتضائے مقام یہ تھا کہ اللہ انہیں وعدہ نجات دیتا کہ یہود تو تجھے بے عزتی کے ساتھ صلیب پر ہلاک کرنا چاہتے ہیں مگر میں تجھے ان کے ہاتھ سے بچاؤں گا، نہ کہ یہ کہتا کہ میں تجھے ماروں گا اور وفات دوں گا۔

ہمارے اس اعتراض کا صحیح ہونا مرزا کو بھی تسلیم ہے۔ کہتے ہیں:

واضح ہو کہ مسیح کو بہشت میں داخل ہونے اور خدا کی طرف اٹھائے جانے کا وعدہ دیا گیا تھا مگر وہ کسی اور وقت پر موقوف تھا جو مسیح پر ظاہر نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ قرآن میں انّی متوفّیک و رافعک الیّ وارد ہے۔ سو اس سخت گھبراہٹ کے وقت میں مسیح نے خیال کیا کہ شاید آج ہی وہ وعدہ پورا ہوگا۔ چونکہ مسیح ایک انسان تھا اور اسنے دیکھا کہ تمام سامان میرے مرنیکے موجود ہو گئے لہذا اسلیئے برعایت اسباب گمان کیا کہ شائد آج میں مر جاؤں گا (ازالہ اوہام ص ۳۹۴)

مسیح ایک انسان تھا۔ کہہ کر مرزا صاحب اپنے معنی کا نقص چھپانا چاہتے ہیں۔ مگر مسیح ایک رسول تھا جس کے پاس یہود کے ہاتھوں سے نجات پا جانے کا وعدہ حتمی اللہ کے پاس سے آ چکا تھا۔ اس لئے لازمہ نبوت تھا کہ وہ بندوں کے اسباب کو بیت العنکبوت سے زیادہ کمزور خیال کرتا اور ذرا گھبراہٹ اس کے لاحق حال نہ ہوتی۔

نیز مرزا صاحب کی بیان کردہ وجہ اس لئے بھی غلط ہے کہ مسیح کو یہ تو اپنی پیدائش کے دن ہی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ نہ قتل کئے جائیں گے نہ صلیب پر لٹکائے جائیں گے، بلکہ سلامتی کی موت کے ساتھ اپنے انفاس حیات پورے کریں گے۔ فرمایا

و سلام علیّ یوم ولدتّ و یوم اموت و یوم ابعث حیّاً

یہ آیت بتا رہی ہے کہ انّی متوفّیک کے معنی موت دونگا، ہرگز نہیں۔

مرزا صاحب کا ترجمہ اپنی غلطی پر اندرونی شہادت رکھتا ہے اور کہہ رہا ہے کہ الفاظ ربانی کے ایسے معانی کرنا جس کے ایک پہلو سے اللہ پر فعل عبث اور کلام بے محل کا الزام آتا ہو اور دوسرے پہلو سے عیسی پر غلط فہمی کا اعتراض قائم ہوتا ہو، بالکل بے بصیرتی ہے اور اللہ کے کلام پاک کو اس کے درجہ علیا سے نیچے کر دینا ہے۔ اور متوفّیک کا ترجمہ .تجھے ماروں گا.

کرنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ترجمہ و رافعک الیّ و مطھّر ک من الّذ ین کفروا پہلے الفاظ سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ جس عزت کی موت کا وعدہ تھا، یا تو وہ عزت جسمانی ہوسکتی ہے جو بقول آپ کے مسیح کو نصیب نہیں ہوئی، کیونکہ تا دم زیست یہود کے خوف سے چھپے ہی رہے۔ گمنامی کے ساتھ زندگی بسر کر کے معمولی طور پر مرجانا جسمانی لحاظ سے باعزت موت نہیں ہوسکتی، ایسی کہ اس کا وعدہ بھی منجانب اللہ دیا گیا ہو۔ اور یا وہ عزت روحانی ہوسکتی ہے یعنی اعلیٰ علیّین میں روح کا جاگزین ہونا وغیرہ، تو یہ سب امور تو انبیا کو یقیناً حاصل ہوتے ہیں اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کو سوء خاتمہ کا خوف ہو، یا سلب ایمان کا ڈر۔ پس اس اعتبار سے بھی یہ وعدہ الٰہی ایک فعل لایعنی ہوا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ یہود کی مخالفت دیکھ کر خود حضرت مسیح کو بھی اپنی صداقت اور نبوت میں شک ہو گیا تھا جس کا دفعیہ خدا کو کرنا پڑا کہ نہیں تو شک نہ کر، تو سچا ہے اور اس لئے عزت کے ساتھ ہمارے پاس آئے گا۔ متوفّیک کے ترجمہ . ماروں گا . کی غلطی تو لفظ مطھّر ک من الّذ ین کفروا بھی ظاہر کرتا ہے، جب مرزا صاحب کا اقرار ہے کہ مسیح یہود کے ہاتھوں صلیب پر لٹکائے گئے (گو ان کو صلیب پر وفات پانے کا انکار ہے) اور توریت کے خاص الفاظ یہی ہیں کہ جو صلیب پر لٹکایا گیا (دیکھو صلیب پر لٹک کر مر گیا، توریت بھی نہیں کہتی) وہ لعنتی ہے، تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح کو یہود کی آنکھوں میں تطہیر حاصل نہیں ہوئی حالانکہ وعدہ تطہیر کا تھا۔

اب ناظرین یہ بھی خیال فرمائیں کہ مرزا صاحب نے ان ہر چہار فعلوں میں ترتیب طبعی کو تسلیم کرلیا ہے حالانکہ ان کی بتلائی ہوئی وجہ سے جس کا ذکر اوپر ہوا و مطھّرک من الّذین کفروا کو متوفّیک و رافعک پر تقدم زمانی حاصل ہے کیونکہ تطہیر کے معنی ان کے نزدیک صلیب پر لٹکے ہوئے وفات نہ پانا ہے جو واقعہ تصلیب سے اگلے روز ہی ان کو حاصل ہوگئی تھی اور جب تقدم زمانی ثابت ہوئی تو پھر ان کا یہ مذہب کہ تقدیم و تاخیر الفاظ قرآنی میں صریح الحاد ہے، انہی پر لوٹ پڑے گا۔ غرض یہ ترجمہ ہی اپنے بطلان پر خود شاہد ہے۔

اس جگہ تقدیم و تاخیر کی نسبت بھی مجھے کچھ گذارش کرنا ضروری ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کہ متوفّیک کے معنی ممیتک ہیں۔ اس پر وہی اعتراض وارد ہوتے ہیں جو اب مرزا صاحب کے ترجمہ پر ہوئے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ان کا یہ مذہب بھی ہے کہ الفاظ متوفّیک و رافعک الیّ میں تقدیم و تاخیر ہے۔ مرزا صاحب اس مقام پر آ کر غضب

میں بھر جاتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر الفاظ کا نام الحاد قرار دیتے ہیں۔ اگر انہیں نظم قرآنی پر غور کا موقع ملا ہوتا تو یہ حرف کبھی زبان پر نہ لاتے۔ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

النّوع الرّا بع والا ربعون فی مقدمه و مؤ خره و هو قسما ن ۔ ا لاوّل ما اشکل معناه بحسب الظّاهر فلمّا عرف انّه من باب التّقدیم و التّاخیر اتضع و هو جدیر ان ینفرد با لتّصنیف و قد تعرض السّلف لذلک فی مات فاخرج ابن ابی حاتم عن قتاده فی قوله فلا تعجبک اموالهم ولا اولادهم انّما یر ید اللّه لیعذّ بهم بها فی الحیوة الدّنیاقال هذا من تقادیم الکلام تقول لاتعجبک اموالهم ولااولادهم فی ا لحیوة الدّ نیا انّما یر ید اللّه ان یّعذ بهم بها فی الآخر ة ۔ و اخر ج عنه ایضاً فی قوله و لو لا کلمة سبقت من رّ بک لکان لزا ماً و اجل مّسمّی قال هذا من تقادیم الکلام تقول لولا کلمة واجل مّسمّی لکان لزا ماً و اخر ج عن مجاهد فی قوله انز ل علی عبده الکتا ب و لم یجعل لّه عوجاً قیماً۔ قال هذا من التّقدیم والتّاخیر انز ل علی عبده الکتاب قیما و لم یجعل لّه عوجاً و اخرج عن قتاده فی قوله انّی متوفّیک و را فعک الیّ قال هذا من المقدّم و المؤخّر انّی را فعک الیّ و متوفّیک و اخر ج عن عکر مة فی قوله لهم عذا ب شد ید بما نسوا یوم الحساب قال هذا من التّقدیم و التّاخیر یقول لهم یوم الحسا ب عذا ب شد ید بما نسوا ۔ و اخرج ابن جر یر عن ابی زید فی قوله ولولا فضل اللّه علیهم و رحمته لا تّبعتم الشّیطان ا لّا قلیلًا۔ قال هذه الآ یت مقدّمة و مؤخّر ة انّما اذاعو به ا لّاقلیلاً منهم و لو لا فضل اللّه علیکم و رحمته لم ینج قلیل ولا کثیر ۔ واخر ج ابن عباس فی قوله فقا لوا ا رنا اللّه جهرة فقال انهم اذا راوا للّه فقد رأ وه انّما قالوا جهرة ا رنا اللّه قال هو مقدّ م ومؤخّر قال ابن جر یر یعنی ان سوا لهم کان جهرة و من قوله واذ قتلتم نفساً فادّا رأتم فیها قال البغوی هذا اوّل القصّة و ان کان مؤخّرا فی التّلاوة و قال الوا حدی

كان الاختلاف فى القائل قبل ذبح البقر و انّما اخّر فى الكلام لما قال انّ اللّه يأمركم انّه علم المخاطبون انّ البقرة لا تذ بح الّا لدلالة على قاتل خفيت عينه عليهم فلما استقرّ علم هذا فى نفوسهم اتّبع بقوله و اذ قتلتم نفساً فادّارأتم فيها فسألتم موسى فقال انّ اللّه يأمركم ان تذبحوا بقرة و منه افرأ يت من اتّخذ الهه هوا ه والاصل هوا ه الهه لانّ من اتّخذ الهه هوا ه غير مذ موم فقدم المفعول الثّا نى للعناية به و قوله اخر ج المرعى فجعله غثاءً احوى على تفسير احوى بالخضر ۔ و جعله تخماً للمرعى ۔ اى ا خرجه احوى فجعله غثاءً و اخر رعايت للفاصلة وقوله غرا بيب سود والاصل سود غرابيب لانّ الغرابيب الشد يد السّوا د و قوله فضحكت فبشّرناها اى فبشّرناها فضحكت وقد الّف فيه العلّامة شمس الدّين ابن الصابع كتابه المقدّمة فى سرّ الالفا ظ المقد مة ۔ الخ(الاتقان۔ص۳۰۰)

ترجمہ۔ چوالیسویں فصل قرآن کے الفاظ کی تقدیم وتاخیر کے بیان میں ۔

اس کی دوصورتیں ہیں ۔ اول یہ کہ ظاہر عبارت کے معنی کرنے مشکل ہوں مگر جب یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں تقدیم وتاخیر ہے تو معنی واضح ہو جائیں ۔ یہ قسم اس قابل ہے کہ اس میں جداگانہ تصنیف کی جائے ۔ چنانچہ سلف نے بہت سے آیات میں توجہ بھی کی ہے ۔ ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ فلا تعجبک اموا لهم ولا اولادهم ... میں تقدیم ہے یعنی لا تعجبک اموا لهم ولا اولادهم فى الحيوة الدّنيا انّما يريد اللّه ان يعذّبهم بها فى الآخره ہے ۔ قتادہ سے ہی مروی ہے کہ ولولا كلمة سبقت من ربّک .... میں بھی تقدیم کلام ہے، گویا یوں ہے لولا كلمة و اجل مّسمى لكان لزا ماً ۔ ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی ہے انزل على عبده الكتاب ولم يجعل لّه عوجا قيما میں تقدیم وتاخیر ہے ۔ گویا یوں ہے انزل على عبد ه الكتاب قيماً ولم يجعل لّه عوجاً ۔ اور قتادہ سے مروی ہے کہ انّى متوفّيک و را فعک میں تقدیم وتاخیر ہے گویا یوں ہے انّى را فعک الىّ و متوفّيک ۔ عکرمہ سے مروی ہے کہ لهم عذا ب شديد بما نسوا يوم

الحساب میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی لھم یوم الحساب عذاب شدید بما نسوا ہے ۔اور ابن جریر نے ابن زید سے روایت کی ہے کہ اذ جاء ھم امر من الامن اوالخوف اذاعوا بہ و لو ردّوہ الی الرّسول ..... الا قلیلاً۔ میں تقدیم وتاخیر ہے۔ یعنی الا قلیلًا جوآیت کے آخر میں ہے یہ اذاعو بہ کے متعلق ہے کیونکہ اگرفضل اور رحمت الٰہی نہ ہوتب تو کیا قلیل، کیا کثیر، کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔اور ابن عباس سے مروی ہے فقالوا ارنا اللّٰہ جھرۃً کی کیا ضرورت ہے۔پس آیت اور معنی یہ ہیں قالوا جھرۃ ارنا اللّٰہ ۔انہوں نے کھلم کھلا آکر کہا کہ ہم کو خداوند دکھلا دے۔ابن جریر نے تشریح کردی ہے کہ ان کا یہ سوال بہ جہر تھا۔علی ہذا آیت و اذ قتلتم نفساً فادّارأتم فیھا ۔بغوی نے لکھا ہے کہ یہ اول قصہ ہے۔گوتلاوت اور نظم اور ترتیب کلام میں مؤخر ہے۔ واحدی نے بیان کیا کہ ذبح بقر سے پہلے قاتل میں اختلاف تھا اور اس کے مؤخر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ نے یأمرکم فرمایا تو مخالفین سمجھ گئے کہ بقر اس لئے ذبح ہوتا ہے کہ قاتل پر دلالت کرے۔ پہلے تو یہ بات ہی ان کی سمجھ میں نہ آئی مگر جب یہ علم ان کے نفوس میں قائم ہو گیا تب و اذ قتلتم نفساً ... الخ ۔فرمایا۔ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے کہ افرأیت من اتّخذ الٰھہ ھواہ میں تقدیم وتاخیر ہے اور اصل میں من اتّخذ ھواہ الٰھہ ہے کیونکہ نظم موجودہ کی صورت میں یہ معنی ہیں کہ جو شخص اپنے معبود کو ہی اپنی خواہش بناتا ہے اور یہ غیر مذموم ہے اس جگہ مفعول ثانی کو اس پر عنایت کی راہ سے مقدم کیا ہے۔اس آیت اخرج المرعی فجعلہ غثاء احوی میں بھی تقدیم وتاخیر ہے جب کہ احوی کے معنی اخضر ہوں ۔اس کو مؤخر صرف رعایت فواصل سے کیا گیا ہے اور اس آیت غرابیب سود میں بھی تقدیم وتاخیر ہے اور اصل میں سود غرابیب ہے کیونکہ غرابیب سخت سیاہ کو کہتے ہیں اور اس آیت فضحکت فبشّرناھا میں بھی تقدیم وتاخیر ہے یعنی فبشّرناھا فضحکت ہے۔ علامہ شمس الدین ابن الصائغ نے اسی مضمون میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام المقدمہ فی سرّ الالفاظ المقدمہ ہے۔

ناظرین کومعلوم ہوا ہوگا کہ ابن عباس کا یہ مذہب نہ صرف آیت متنازعہ فیہ میں یہ ہے کہ الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہے بلکہ دیگر آیات میں بھی یہی مذہب ہے اور آئمہ ملت نے اس تقدیم وتاخیر کو ایسا مہتم بالشان سمجھا ہے کہ جداگانہ تصنیف اس کے لئے کی ہے اور تقدیم و

تاخیرِ الفاظ میں جو راز، دقیقہ اور بلاغت بالغہ ہے، اس کے انکشاف کی سعی فرمائی ہے۔

ناظرین مرزا صاحب کے الفاظ ترجمہ پر مکرر غور فرمائیں کہ اگر ان کے ترجمہ کے موافق متوفّیک سے وفات جسمی اور رفع سے عروج روحی مراد لی جائے تو لامحالہ عبارت میں یہ تقدیر ماننا پڑے گی انّی متوفّی جسدک و رافع روحک۔ حالانکہ معنی بنانے کے لئے قرآن کی عبارت میں الفاظ کی تقدیر مرزا صاحب کے مذہب میں الحاد اور کفر ہے۔

خیال کرنا چاہیے کہ اس جگہ چار فعل ہیں اور چاروں فعلوں کا فاعل باری تعالیٰ ہے اور ان چاروں فعلوں میں مخاطب یا عیسیٰ ہیں، جن پر ان افعال کا اثر مترتب ہوتا ہے۔ اب یہ طے کر لینا چاہیے کہ لفظ عیسیٰ جو اسم ہے یہ مسمّی کے صرف جسم یا صرف روح پر دلالت کرتا ہے یا جسم و روح دونوں پر؟

مرزا صاحب کا مذہب بہت ہی عجیب ہے وہ انّی متوفّیک میں ک کا مرجع یا عیسیٰ سے صرف جسم مراد لیتے ہیں کیونکہ توفّی کے معنی وہ روح قبض کر کے جسم کو بیکار چھوڑ دینا بتلاتے ہیں اور رافعک الیّ میں ک کا مرجع یا عیسیٰ سے صرف روح عیسیٰ مراد لیتے ہیں اور مطہّرک اور اتبعوک میں یا عیسیٰ کا مرجع جسم و روح دونوں کو۔ اور اس طرح پر وہ آیت کا ترجمہ کر سکنے کے قابل ہوتے ہیں جو سراسر نظم قرآنی کے خلاف اور شان کلام ربانی سے بعید ہے۔

ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ براہین احمدیہ میں جس کو خدا کے حکم والہام سے مرزا صاحب نے لکھا اور جس کو کشف میں سیدہ فاطمہؓ نے مرزا صاحب یہ کہہ کر دیا کہ یہ تفسیر علی مرتضیٰؓ ہے، مرزا نے آیت یا عیسیٰ انّی متوفّیک کا اپنے اوپر الہام ہونا لکھا ہے اور پھر اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ، اے عیسیٰ میں تجھے پوری نعمت دوں گا۔

ظاہر ہے کہ اگر متوفّیک کے معنی حقیقی . تجھے ماروں گا . ہوتے تو الہامی کتاب اور کشفی تفسیر میں یہ ترجمہ اس کا نہ کیا جاتا۔ مرزا صاحب اس وقت بھی کچھ جاہل نہ تھے جو توفّی کے معنی نہ جانتے ہوں۔ پس اگر یہ ترجمہ ان کے لئے جائز اور صحیح ترجمہ تھا تو حضرت مسیح کے لئے کیوں یہ ترجمہ صحیح نہیں۔

اگر مرزا صاحب فرمائیں کہ اللہ کے الہام میں تو اس وقت بھی متوفّیک کے معنی . ماروں گا . مراد تھی، مگر ترجمہ کرنے میں غلطی ہوئی تو خیر یہ بھی سہی مگر ظاہر ہے کہ براہین

میں اس الہام کو چھپے (شائع) ہوئے یعنی مرزا صاحب کو خبر وفات من جانب باری تعالی ملے ہوئے پندرہ برس کا عرصہ ہو چکا ہے اور مرزا صاحب کو اب تک موت نہیں آئی (تائید الاسلام ۱۸۹۸ء کی تصنیف ہے اور اس وقت مرزا زندہ تھے)، تو اس سے واضح ہوا کہ جس طرح مرزا کیلئے بعد از خبر وفات پندرہ سال کا عرصہ اوپر گذر جانا جائز ہے، اسی طرح مسیح کیلئے صدیوں کا عرصہ گذر جانا بھی جائز ہے۔ اور اس صورت میں ابن عباس ؓ کا مذہب ماننا پڑے گا۔ توفّی کی لغوی بحث آگے آتی ہے۔

☆ (۲)۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

دوسری آیت جو مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کرتی ہے، یہ ہے بل رفعه اللّٰه اليه (نساء۔ ۱۵۹)۔ یعنی مسیح ابن مریم مقتول اور مصلوب ہو کر مردود اور ملعون لوگوں کی موت سے نہیں مرا، جیسا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا خیال ہے۔ بلکہ خدا تعالی نے عزت کے ساتھ اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ جاننا چاہیے کہ اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت و رفعناه مكاناً عليّاً (مریم۔ ۵۷) اس پر دلالت کرتی ہے۔ یہ آیت حضرت ادریسؑ کے حق میں ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ ہم نے ادریس کو موت دے کر مکان بلند میں پہنچا دیا۔ کیونکہ اگر وہ بغیر موت کے آسمان پر چڑھ گئے تو پھر بوجہ ضرورت موت جو ایک انسان کے لئے ایک لازمی امر ہے، یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ یا تو وہ کسی وقت اوپر ہی فوت ہو جائیں اور یا زمین پر آ کر فوت ہوں۔ مگر یہ دونوں شقیں ممتنع ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جسم خاکی موت کے بعد پھر خاک ہی میں داخل کیا جاتا ہے اور خاک ہی کی طرف عود کرتا ہے اور خاک ہی سے اس کا حشر ہوگا۔ اور ادریسؑ کا پھر زمین پر آنا اور دوبارہ آسمان سے نازل ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ لہذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے، مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو، جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔ في مقعدِ صدقٍ عند مليكٍ مّقتدر۔ (القمر۔ ۵۵) (ازالہ اوہام۔ ۵۹۹)

قاضی سلیمان منصور پوری فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے رفع سے مراد کا لفظ لکھ کر ثابت کیا ہے کہ وہ اس جگہ مرادی ترجمہ کرتے ہیں اور ترجمہ آیت میں حسب مراد خود جو چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں۔ نیز ثابت کر دیا کہ اس جگہ رفع کے لغوی معنی مرزا کے مذہب

کو دفع کر رہے ہیں ۔ و رفعناہ مکاناً علیاً جو ادریسؑ کی شان میں وارد ہے، وہ نہ ان مرادی معنی پر دلالت کرتی ہے اور نہ مرزا صاحب کو کچھ مفید ہے کیونکہ یہاں رفع کا لفظ مکاناً علیّاً سے مضاف ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے ادریسؑ کو رتبہ علیا پر فائز کیا اور منصب برتر پر ممتاز فرمایا۔ ایسا ہی دوسرے مقام پر خدا نے فرمایا:

تلک الرّسل فضّلنا بعضھم علی بعض منھم من کلّم اللّٰہ و رفع بعضھم درجات ۔ (یہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے اور بعض کے درجے ہم نے بلند کئے ہیں)

اس میں رفع کو درجات کی طرف مضاف کیا ہے ۔ پس واضح ہو کہ مرزا صاحب نے یہ مرادی معنی تو اللہ تعالیٰ کے مقصود و مطلوب کلام کے خلاف کئے ہیں۔ لہذا واضح ہوا کہ رفع کے معنی یہاں بھی وہی ہیں جو لغت میں ہیں اور جو ہر جگہ لئے اور سمجھے سمجھائے بولے جاتے ہیں، یعنی بلند کرنا ۔ اب چونکہ یہاں رفع کا لفظ ہے اور وہ الیّ کی طرف مضاف ہے تو صاف اور سیدھے معنی جن کو لغت کی امان حاصل ہے، یہ ہیں کہ ہم نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ الیّ کے معنی میں فوق، جہت، علو کی بحث (جو مسئلہ صفات کا حصہ ہے) شامل کی جا سکتی ہے مگر مجھے امید ہے کہ مرزا صاحب ان صفات الٰہی سے منکر نہ ہوں گے ۔

مرزا صاحب بجائے اس کے کہ اس آیت سے وفات مسیح ثابت کر سکتے، ان کو شروع ہی میں اپنے ضعف استدلال کا اقرار کرنا پڑا اور یہ ماننا لازمی ہوا کہ جو معنی ہم نے کئے ہیں وہ مرادی معنی ہیں ۔ مجھے تعجب ہے کہ توفّی کے لفظ پر تو مرزا صاحب نے اتنا زور دیا ہے کہ گویا تمام بحث کا لبِّ لباب اور کل دلائل کا عطر مجموعہ یہی لفظ ہے اور سارا زور صرف اس بات پر ہے کہ توفّی کے لغوی اور اصلی معنی وفات کے ہیں، مگر رفع میں آ کر اس تمام جوش و خروش کو دبا کر اس کے لغوی اور اصلی معنی چھوڑ کر مرادی معنی لے لیں ۔ ...حضرت وعدہ تو ہوا تھا انّی متوفّیک و رافعک الیّ اور اس کے ایفاء کی خبر دی تو بل رفعہ اللّٰہ سے۔ آپ نے ازالہ اوہام میں مختلف مقامات پر تسلیم کر لیا ہے کہ و رافعک الیّ کے معنی باعزت موت لینے کے لئے یہ قرینہ ہے کہ متوفّیک اس سے پہلے پڑا ہوا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ اگر متوفّیک اس سے پہلے نہ ہوتا تو و رافعک الیّ کے معنی باعزت موت کے لینے جائز نہ تھے ۔ لیجئے جناب خبر ایفائے وعدہ میں اللہ نے ان دو وعدوں کے لفظوں میں سے ایسے لفظ پر

اختصار فرمایا ہے جس کے معنی کو نہ حقیقۃً ، نہ مجازاً ،موت سے کچھ بھی تعلق نہیں ۔کیا آپ اس راز کو بیان کر سکتے ہیں؟ دیکھنا ابن عباس کا مذہب ،جس کو آپ نے الحاد قرار دیا ہے ، وہی صحیح نہ ہو جاوے کہ رافعک الیّ الآن و متوفّیک بعد نزول علی الارض

ناظرین یہ مرزا کا دوسری مستدلہ آیت میں حال ہے کہ نصوص شرعیہ کے الفاظ کو مرادی معنی کے تابع کیا جاتا ہے ۔

☆ (۳) ۔مرزا صاحب لکھتے ہیں:

تیسری آیت جو حضرت مسیح ابن مریم کے مرنے پر کھلی کھلی گواہی دے رہی، یہ ہے فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیهم (مائدہ ۔۱۱۷)۔ یعنی جب تو نے مجھے وفات دی تو،تو ہی ان پر نگہبان تھا۔

ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ تمام قرآن شریف میں توفّی کے معنی یہ ہیں کہ روح کو قبض کرنا اور جسم کو بے کار چھوڑ دینا ۔جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے قل یتوفّاکم ملک الموت الّذی وکّل بکم ۔(سجدہ ۔ ۱۱) ۔اور پھر فرماتا ہے ولکن اعبد اللّه الّذی یتوفّاکم، (یونس۔ ۱۰۴) حتّی یتوفّهن الموت ۔ (نساء ۔ ۱۵)۔ پھر فرماتا ہے حتّی اذا جاء تهم رسلنا یتوفّونهم (اعراف۔ ۳۷) ۔اور پھر فرماتا ہے توفّته رسلنا (انعام ۔۶۱)۔ایسا ہی قرآن شریف کے تئیس مقام میں برابر توفی کے معنی اماتت اور قبض روح ہے۔ لیکن افسوس کہ بعض علماء نے محض الحاد اور تحریف کی رو سے اس جگہ توفّیتنی سے مراد رفعتنی لیا ہے اور اس طرف ذرہ خیال نہیں کیا کہ یہ معنی نہ صرف لغت کے مخالف بلکہ سارے قرآن کے مخالف ہیں ۔پس یہی تو الحاد ہے کہ جن خاص معنوں کا قرآن کریم نے اول سے آخر تک التزام کیا ہے، ان کو بغیر کسی قرینہ قویہ کے ترک کر دیا ہے ۔ توفّی کا لفظ نہ صرف قرآن کریم میں بلکہ جا بجا احادیث نبویہ میں بھی وفات دینے اور قبض روح کے معنوں پر ہی آتا ہے ۔ ...افسوس کہ بعض علماء جب دیکھتے ہیں کہ توفّی کے معنی حقیقت میں وفات دینے کے ہیں تو پھر یہ دوسری تاویل پیش کرتے ہیں کہ آیت فلمّا توفّیتنی میں جس توفّی کا ذکر ہے وہ حضرت عیسی کے نزول کے بعد واقع ہو گی ۔ لیکن تعجب کہ وہ اس قدر تاویلات رکیکہ کرنے سے شرم نہیں کرتے ۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ آیت فلمّا توفّیتنی کے پہلے یہ آیت ہے واذ قال اللّه یاعیسی أ انت قلت

للنّاس (مائدہ ۔ ۱۱۶) اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا، نہ زمانہ استقبال کا۔ اور پھر ایسا ہی جو جواب حضرت عیسی کی طرف سے ہے یعنی فلمّا توفّیتنی وہ بھی بصیغہ ماضی ہے اور اس قصہ سے پہلے جو بعض دوسرے قصے قرآن کریم میں اسی طرز سے بیان کئے گئے ہیں وہ بھی انہیں معنوں کے مؤید ہیں۔

(ازالہ اوہام۔ص ۶۰۰۔۶۰۲)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے محض ایک لفظ توفّیتنی کے معنی رفعتنی لینے سے سینکڑوں سال کے مرے ہوئے ہزاروں علماء پر فتوی الحاد جاری کر دیا اور ان کو ملحد کہنے میں ان کے ایمان و اسلام، اقرار شہادتین وغیرہ کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ پھر مرزا صاحب کو علمائے حال سے اپنے فتوی تکفیر کے بارہ میں کیا شکایت ہوسکتی ہے جنہوں نے ان کی تصانیف میں بے شمار ایسے نمونے پائے ہیں جن کو وہ، نیز پہلے مسلمان کفر سمجھتے رہے ہیں۔ کیا من صلّی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا کی حدیث کو مرزا صاحب صرف اپنا حصار سمجھتے ہیں، مگر خود حملہ کے وقت حریف کو اس کی آڑ لینے بھی نہیں دیتے؟ مولوی محمد احسن امروہی اپنی کتاب تحذیر المؤمنین عن اکفار المسلمین سب سے پہلے اپنے پیر و مرشد کے ملاحظہ کے لئے پیش کریں۔

☆ مرزا صاحب نے اس آیت کے ضمن میں توفّی کی زوردار بحث کی ہے۔ اس پر ہماری گذارشات ملاحظہ ہوں:۔

لغت کی کتابوں میں دیکھئے۔ صحاح میں ہے اوفاہ حقّہ (باب افعال سے) اور وفاہ حقّہ (باب تفعیل سے) اور استوفا حقّہ (باب استفعال سے) اور توفّاہ (باب تفعل سے جو زیر بحث ہے) سب ایک ہی معنی رکھتے ہیں کہ اس کا حق پورا دے دیا۔ توفّاہ اللّٰہ کے معنی قبض روح ہیں اور توافی کے معنی نیند۔

۲۔ ایفاء گزاردن حق کسے بہ تمام۔ و یقال منہ اوفاہ حقّہ و وفاہ، استیفا و توفّی تمام گرفتن حق۔ و توفّاہ اللّٰہ ای قبض روحہ وفاۃ مردن۔ موافاۃ رسیدن و آمدن۔ و توافی القوم ای تتنا موا

۳۔ قاموس میں ہے۔ اوفا فلاناً حقّہ کے یہ معنی ہیں کہ اس کو پورا حق دے دیا

جیسے وفاہ اور اوفاہ اور استوفاہ اور توفاہ کے یہی معنی ہیں۔ وفات بمعنی موت ہے۔ توفاہ اللّٰہ کے معنی قبض روح ہیں۔

مرزا صاحب کا دعوی یہ تھا کہ کتب مذکورہ بالا سے ان کو کوئی ایسی مثال یا محاورہ دکھلا دیا جائے جس میں لفظ توفی بمعنی قبض جسم بولا گیا ہو۔ اب وہ توفّاہ حقّہ کے محاورہ پر غور کریں جس سے درہم و دینار وغیرہ اجسام کا قبض کرنا ثابت ہے۔

اب تفاسیر کی طرف آیئے:

تفسیر بیضاوی میں ہے توفّی کسی چیز کے پورا لینے کو کہتے ہیں۔ مرزا صاحب جو توفّی کے معنی روح کو قبض کر کے جسم کو بے کار چھوڑ دینا بتاتے تھے اور کہتے تھے اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں، وہ اس لفظ پر خیال فرمائیں جو بیضاوی جیسے متبحر و ماہر نے لکھا ہے التوفی اخذاً وافیاً۔ مارنا اس کی ایک قسم ہے (اور نینداس کی دوسری قسم) ان دونوں قسموں کا اس قول ربانی میں ذکر ہے۔ خدا جانوں کو موت کے وقت پورا لیتا ہے (یعنی مارتا ہے) اور جو نہیں مرتے ان کو نیند میں پورا لیتا ہے (یعنی سلا دیتا ہے)۔

تفسیر کبیر میں ہے توفی کے معنی قبض کرنا ہے۔ اس لفظ سے عرب کے محاورات یہ ہیں۔ وفانی فلان دراھمی۔ و اوفانی و توفّیتھا منہ۔ یعنی فلاں شخص نے میرے درہم میرے قبضہ میں دے دیئے اور میں نے اس سے پورے کر لئے (خیال فرمایئے یہ محاورہ قبض جسم کی مثال ہے، جس کے مرزا صاحب منکر ہیں) جیسے یہ محاورات ہیں سلم فلان دراھمی الیّ و تسلمتھا منہ۔ یعنی فلاں شخص نے میرے درہم مجھے سپرد کر دیئے اور میں نے اس سے لے لئے۔ اور کبھی توفّی بمعنی استوفی آتا ہے جس کے معنی پورا لینے کے ہیں۔ ان دونوں معنی کے اعتبار سے (کہ خود توفی کے معنی بھی قبض کرنا ہے اور توفی کے معنی استوفی بھی ہیں) حضرت مسیح کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر چڑھا لے جانا ان کی توفّی ہے۔ اس پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب توفی بعینہ رفع جسم ہوا، تو متوفّیک کے بعد رافعک الیّ کہنا تکرار بلا فائدہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ متوفّیک فرمانے سے صرف قبض کرنا معلوم ہوا جو ایک جنس اور عام مفہوم ہے اور اس کے تحت میں کئی انواع واقسام پائے جاتے ہیں۔

۱۔ موت (جس میں صرف روح کو قبض کرنا ہوتا ہے)۔

۲۔ جسم کو آسمان پر لے جانا (جس میں روح کی شمولیت بھی پائی جاتی ہے)۔

۳۔نوم (جس میں ایک قسم کا قبض روح ہوتا ہے)۔

پس جب متوفیک فرمانے کے بعد و رافعک الیّ بھی فرما دیا تو اس سے اس جنس کی ایک نوع کا تقرر ہو گیا اور تکرار لازم نہ آیا۔

اسی تفسیر میں آیات زیر بحث کی تفسیر میں ہے یتوفّاکم باللّیل کے معنی ہیں، خدا تعالیٰ تم کو رات کو سلا دیتا ہے اور تمہاری ان ارواح کو قبض کر لیتا ہے جن سے تم ادراک اور تمیز کر سکتے ہو جیسا کہ دوسری آیت میں ہے کہ خدا تعالیٰ ارواح کو نیند کے ساتھ قبض کرتا ہے جیسا کہ موت کے ساتھ قبض کرتا ہے۔

لغات اور تفاسیر کے بعد آپ قرآن کی آیات ذیل پر غور فرمایئے:

و ھو الّذی یتوفّاکم باللّیل و یعلم ما جرحتم بالنّھار ثم یبعثکم فیه لیقضی اجل مسمّی۔ خدا وہ ہے جو تم کو رات کے وقت پورا قبض کر لیتا ہے اور جو تم دن کو کیا کرتے ہو، اس کو جانتا ہے۔ پھر تم کو دن میں اٹھاتا ہے، تاکہ تمہاری میعاد حیات پوری کرے۔

مرزا صاحب نے جو ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۰ پر توفّی کے معنی صرف اماتت یعنی مار دینا اور روح کو قبض کر کے جسم کو بے کار چھوڑ دینا بتائے ہیں، اپنے ان معنی کو ملحوظ رکھ کر ذرا اس آیت کا ترجمہ تو کر دیں۔ مگر یاد رکھیں کہ اگر اس شبانہ روزی موت کا آپ نے اقرار کر لیا تو آپ کے بیسیوں دلائل پر پانی پھر جائے گا۔

اللّٰه یتوفّی الانفس حین موتھا والّتی لم تمت فی منامھا فیمسک الّتی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مسمّی۔ ترجمہ۔ خدا موت کے وقت جانوں کو پورا قبض کر لیتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی توفی نیند میں ہوتی ہے۔ یعنی نیند میں ان کو پورا قبض کر لیا جاتا ہے۔ پھر ان میں جس پر موت کا حکم لگا چکتا ہے، اس کو روک لیتا ہے اور دوسری کو (جس کی موت کا حکم نہیں دیا) (نیند میں توفی کے بعد) ایک وقت تک چھوڑ دیتا ہے۔

مرزا صاحب کو لازم ہے کہ اس آیت میں توفّی کے معنی ضرور ہی اماتت کے لیں کیونکہ یہاں نفس انسانی مفعول اور خدا فاعل بھی ہے۔ لیکن اگر ان کو اس جگہ توفّی کے معنی اماتت لینے میں کچھ پس و پیش ہوا (جیسا کہ ازالہ اوہام ص ۳۳۲ پر اس تذبذب کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے ۔ یہ دو مؤخر الذکر آیتیں اگرچہ بظاہر نیند سے متعلق ہیں مگر درحقیقت ان دونوں آیتوں میں نیند نہیں مراد لی گئی) تو ان کو ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۱ پر لکھے ہوئے الفاظ سے شرم فرمانی چاہیے کہ

قرآن شریف میں اول سے آخر تک توفّی کے معنی اماتت کا ہی التزام کیا گیا ہے۔

حوالہ کتب لغت اور نقل محاورات اور ثبوت آیات قرآنیہ کے بعد میں بہتر سمجھتا ہوں کہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۰۱ کے جواب میں اسی کا صفحہ ۳۳۲ پیش کر دوں جس میں آپ نے توفّی کے معنی اس جگہ بظاہر نیند ہونا قبول کر لئے ہیں اور پھر لکھا ہے کہ

اس جگہ توفی سے حقیقی موت نہیں بلکہ مجازی موت مراد ہے، جو نیند ہے۔

ہم کو آپ کا اس قدر اقرار بس ہے، کیونکہ خواہ آپ نے لفظ بظاہر کی قید لگائی یا مجاز کی، بہرحال آپ کا دعوی کہ قرآن مجید میں لفظ توفّی بجز اماتت کے دوسرے معنی میں مستعمل ہی نہیں، غلط ثابت ہو گیا۔

لفظ توفّی پر اس قدر بحث و تحقیق کے بعد اب میں مرزا صاحب کی وجہ استدلال کی طرف توجہ کرتا ہوں جس سے آپ نے اس آیت کو تیسری دلیل وفات مسیح پر قرار دیا ہے۔ مرزا لکھتے ہیں:

. فلمّا توفّیتنی سے پہلے یہ آیت ہے اذ قال اللّٰه یا عیسی.. ۔الخ۔ قال ماضی کا صیغہ ہے اور اذ جو خاص ماضی کے واسطے آتا ہے، اس سے پہلے موجود ہے۔ ثابت ہوا یہ قصہ نزول آیت کے وقت ایک ماضی کا قصہ تھا، نہ زمانہ استقبال کا۔ پھر جو جواب عیسی کی طرف سے ہے یعنی فلمّا توفّیتنی وہ بھی صیغہ ماضہ ہے۔ غرض اس سے ثابت ہوا کہ عیسی مر چکے اور اس مرنے کا اقرار خود ان کی زبان کا موجود ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۶۰۲)

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ہم حضرت عیسیٰؑ اور ربّ العالمین کے اس سوال و جواب کو زمانہ مستقبل کا سوال و جواب ثابت کر دیں اور پھر توفیتنی کے جو معنی رفعتنی الی السّماء عامہ مفسرین نے لئے ہیں، اس کا قرینہ اسی آیت میں سے نکال دیں تو کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب کی یہ دلیل بھی ان کے حق میں بالکل بودی اور ضعیف ثابت ہو جائے گی۔

واضح ہو کہ قال کے ماضی ہونے میں کچھ شبہ نہیں مگر یہ غلط ہے کہ اذ صرف ماضی کے واسطے آتا ہے، یا جب ماضی پر آتا ہے تو اس جگہ زمان مستقبل مراد ہونا ممتنع ہوتا ہے۔

دیکھو ولو تری اذ فزعوا ۔ اور اذ تبرّأ الّذین اتّبعوا میں ماضی پر اذ آیا ہے۔ مگر ہے حال قیامت کے لئے۔

علی ہذا مضارع پر بھی اذ آیا ہے۔ پڑھو

و اذ یر فع ابرا ھیم القواعد ۔اور و اذ تقول للمؤمنین

مگر ہاں سنت اللہ یہ ہے کہ زمان مستقبل کے لئے جن امور کا ہونا یقینی اورضروری ہے ان کو بصیغہ ماضی بیان کیا جاتا ہے۔جس شخص کو نظم قرآنی کے سمجھنے میں ذرا بھی مناسبت ہوگی وہ ہمارے بیان کی صداقت سے بخوبی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔قیامت کا ذکر خصوصیت سے ایسا ذکر ہے جس کو جابجا صیغہ ماضی سے بیان کیا گیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح واقعات گذشتہ کا کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا اسی طرح احوال قیامت میں کسی کو مجال انکار و مقام شبہ باقی نہ رہ جائے۔مثلاً حدیث صحیح میں آیا ہے

جاء ت الرّا جفة تتبعها الرّا دفه ۔ پہلا نفخ صور آ گیا،اس کے ساتھ دوسرا بھی ہے۔

قرآن میں اتی امر اللّه ۔قیامت آ گئی۔

گو جاء ت اور اتی صیغہ ماضی ہیں مگر زمان مستقبل کی خبر دیتے ہیں ۔اس طرز کلام میں یہ سمجھانا مقصود ہوتا ہے کہ ان امور کا واقع ہونا ذرا بھی غیر یقینی نہیں۔

اب یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ پرسش وگزارش یہ سوال و جواب زمانہ ماضی کا ایک قصہ نہیں بلکہ یوم الدّین کے وقوعی امر کا اخبار ہے۔آپ قرآن کی طرف توجہ فرمائیں کہ شروع قصہ مسیح ابن مریم سے پہلے اللہ نے فرمایا ہے:

یوم یجمع اللّه الرّسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علّام الغیو ب ۔ترجمہ۔جس دن خدا رسولوں کو اکٹھا کر کے فرمائے گا تم کو تمہاری امتوں نے کیا جواب دیا،عرض کریں گے کہ ہم کو اس کی خبر نہیں،تو علام الغیوب ہے۔

الرسل لانے کے بعد ایک اولوالعزم رسول کے ساتھ جو سوال و جواب ہونگے ،ان کی خصوصیت سے تصریح فرمادی اور اس سوال و جواب کے لکھنے سے پہلے مسئول عنہ کی قدر و منزلت دکھلانے کے واسطے ان نعمتوں عزتوں کا شمار بھی فرمایا جو حضرت عیسی کو عطا کی گئی تھیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس ہولناک دن میں بھی کیسے کیسے ممتاز رسولوں کو اپنی اپنی پڑی ہوگی اور مشرکین کو ان کے معبود ذرا بھی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔

پھر دیکھو کہ اس سوال و جواب کے ختم ہونے اور حضرت عیسیؑ کی بے گناہی کو تسلیم کر لینے کے بعد حضرت عیسیؑ کے الفاظ : ان تغفر لھم فا نّک انت العزیز الحکیم ۔ کا اللہ نے یہ جواب دیا:

هذا یو م ینفع الصّادقین صدقھم (آج تو وہ دن ہے کہ صادقین کوان کا صدق نفع پہنچائیگا)

اب اس میں تو شک نہیں کہ ھذا یو م، اس سوال و جواب کے دن ہی کو کہا گیا ہے اوراس میں بھی شک نہیں کہ ینفع ا لصّادقین صدقھم کا ظہور قیامت کے روز ہی ہونا ہے، لہذا مرزا صاحب کو چاہیے کہ اب اذ قال کی کوئی اور توجیہہ پیش کریں۔

اب ناظرین آیت و معنی آیت ملاحظہ فرمائیں:

و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلما توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم ۔ میں ان کی نگرانی کرتا رہا جب تک کہ ان کے درمیان موجود رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان کا نگہبان اور رکھوالا تو تھا۔

واضح ہو کہ اللہ نے خبر دینے کے وقت انّی متوفّیک و را فعک الیّ فرمایا تھا ۔ توفّی کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا پورا لینا ۔ یہ ایک جنس ہے جس کے بہت انواع ہیں ۔ رفع بھی اسی کی ایک نوع ہے ۔ اس لئے اللہ نے بل رفعه اللّه الیه کے لفظ سے خبر دی تا کہ تعیین ہو جائے اور اس لئے جب مفسرین نے دیکھا کہ اللہ تعالی خود اس جنس سے تعین ایک نوع کی کر چکا ہے تو انہوں نے فلمّا توفّینتی کے معنی بھی مراد سبحانی و تعین ربانی کے موافق کیئے ، جس کو مرزا صاحب نے خود نہیں سمجھا اور اس غلط فہمی کی وجہ سے سب مفسرین پر الحاد اور تحریف کرنے کا فتوی جاری کر دیا۔ حضرت! اس میں مفسرین کا کچھ قصور نہیں ۔ اگر تحریف اسی کا نام ہے تو وہ خود اس کلام پاک اور قدیم کے متکلم کی طرف سے وقوع میں آئی ہے ۔ جو فتوی لگانا ہے اس پر لگایئے ۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ خارجہ دلائل کو تائید میں لانے سے پہلے خود اس آیت کے اندر دلائل کی تلاش کرنے سے بہت کچھ ملتا ہے ۔ حضرت عیسیٰؑ نے یوں عرض کیا کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم یعنی جب تک میں ان کے درمیان موجود رہا، تب تک ان کا نگہبان تھا۔

یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ حضرت عیسی کے رہنے یعنی زندگی بسر کرنے کا کوئی ایسا زمانہ بھی ہے جب کہ وہ اپنی امت میں موجود نہیں رہے اور ان کو منصب رسالت و تبلیغ و وعظ وانذار سے کوئی علاقہ بھی نہیں رہا اور کچھ شک نہیں کہ وہی زمانہ صعود بر سماء کا ہے ۔

حضرت عیسی کے قول ما دمت فیھم کے معنی سمجھنے کے لئے حضرت عیسی کے دوسرے قول ما دمت حیّاً پر بھی نظر ڈالنی چاہیے کہ پہلے قول میں آپ نے فرمایا ہے:

. جب تک میں ان کے درمیان رہا۔

اور دوسرے قول میں ہے:

. جب تک میں زندہ رہوں ۔

پہلے میں ان کے درمیان رہنے کی قید اور دوسرے قول میں نماز وزکوۃ کیلئے حیات کی قید، کیا معنی رکھتی ہے؟ اگر فلمّا توفّیتنی میں حضرت عیسی کو اپنی موت کا بیان کرنا تھا تو اس کے لئے نہایت واضح لفظ یہ تھے کہ یوں فرماتے:

کنت علیهم شهیداًما دمت فیهم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب

جب ایسا نہیں فرمایا تو ثابت ہوا کہ آپ کی یہ تیسری مستدلہ آیت بھی آپ کے دعوی کا کچھ ثبوت نہیں بلکہ روشن ہوگیا کہ حیات مسیح کیلئے ہماری دلیل ہے۔

ناظرین کو یہ بھی واضح ہو کہ مرزا صاحب نے اپنی دیگر مستدلہ آیات کی نسبت تو دلالت کا لفظ استعمال کیا ہے۔یعنی یہ آیت دلالت کرتی ہے، وہ آیت دلالت کرتی ہے۔مگر اس تیسرے نمبر آیت کی نسبت یہ الفاظ لکھے تھے کہ، یہ حضرت عیسی ابن مریم کے مرنے کی کھلی کھلی گواہی دے رہی ہے۔اور جو آیت ان کے زعم میں کھلی کھلی گواہی دیتی تھی اسی میں ان کا ضعف استدلال اس قدر ہے۔

☆ ۴۔مرزا صاحب نے تحریر کیا ہے کہ

چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے یہ آیت ہے:

و ان من اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته ۔ (نساء ۔ ۱۵۹)

اور ہم اسی رسالہ میں اس کی تفسیر بیان کر چکے ہیں۔(ازالہ اوہام۔ص ۶۰۳)

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہاں وجہ استدلال کچھ نہیں لکھی۔ سرف یہی لکھا ہے کہ کہ ہم اس کی تفسیر اسی رسالہ میں (کسی دوسری جگہ) بیان کر چکے ہیں۔

پس ناظرین واضح ہو کہ اس آیت میں غورطلب تین الفاظ ہیں۔اول۔ لیؤمننّ ۔دوم ۔ به ۔سوم۔ قبل موته ۔مرزا صاحب نے لیؤمننّ کوصیغہ ماضی بنا کر ترجمہ کیا ہے اور یہ الفاظ لکھے ہیں کہ کوئی اہل کتاب نہیں جو اس بیان پر ایمان نہ رکھتا ہو (ازالہ اوہام ص ۳۷۲)۔حالانکہ تمام روئے زمین کے علماء علم نحو کا اس قاعدے پر اتفاق ہے کہ جب مضارع پر لام تاکید اور نون ثقیلہ واقع ہوتے ہیں تو فعل مضارع اس جگہ خالص مستقبل کیلئے ہوجاتا

ہے۔ یہ ایسا قاعدہ ہے جس کو مرزا صاحب آج تک غلط ثابت نہیں کر سکے اور نہ کر سکیں گے۔ بلکہ یہاں آ کر یہ جواب بنایا:

> ہمارے اوپر اللہ و رسول نے یہ فرض نہیں کیا کہ ہم انسانوں کے خود تراشیدہ قواعد صرف ونحو کو اپنے لئے ایسا رہبر قرار دیں کہ باوجودیکہ ہم پر کافی اور کامل طور پر معنی آیت کھل جائیں اور اس پر اکابر مؤمنین اہل زبان کی شہادت بھی مل جائے تو پھر بھی ہم اس قاعدہ صرف یا نحو کو ترک نہ کریں۔ اس بدعت کے التزام کی ہمیں حاجت ہی کیا ہے۔ (مناظرہ دہلی۔ ص ۶۱)۔ (ص ۵۳ الحق مباحثہ دہلی، طبع جنوری ۱۹۰۵ء قادیان میں یوں ہے:۔ اس بدعت کے التزام کی ہمیں حاجت کیا ہے۔ بہاء)

اس جواب سے جو علمیت اور قابلیت اور پھر اس پر زبان دانی اور الہام یابی کا افتخار ظاہر ہو رہا ہے وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیسری آیت کی وجہ استدلال میں جب مرزا نے حرف اذ اور قال پر نحوی بحث کی تھی اس وقت تو اس بدعت کے التزام کی ان کو حاجت تھی۔ اب کہ اس التزام سے دعوی ٹوٹتا ہے اور بے شمار وساوس و دور از کار خیالات ہباءً منثوراً کی طرح اڑ جاتے ہیں تو اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ کو اس التزام بدعت کی کچھ حاجت نہیں رہی۔ مگر اس لئے کہ آپ کو اس کی حاجت نہیں رہی، لازم نہیں آتا کہ قاعدہ نحوی کی صحت بھی باقی نہیں رہی۔ ناظرین یاد رکھیں کہ لیؤمنن خالص مستقبل کے لئے ہے۔ ایک دوسری آیت میں ہے ثم جاء کم رسول مّصدّق لّما معکم لتؤمننّ به و لتنصرنّه صرف حاضر و غائب کا فرق ہے۔ مرزا اس کو ماضی بنا کر ترجمہ کر دکھلائیں

دوسری بحث به کی ضمیر پر ہے کہ اس کا مرجع کون ہے۔ مرزا صاحب به کا مرجع بیان مذکورہ بالا کو بتاتے ہیں (دیکھو ازالہ اوہام۔ ص ۳۷۲) اور ہم حضرت عیسی کو۔ لیکن بیان مذکورہ کو مرجع قرار دینے سے ہمارا کچھ حرج نہیں یعنی به کا مرجع بیان مذکورہ قرار دینے سے مرزا صاحب کا مذہب ثابت ہونا ممکن نہیں۔

تیسری بحث قبل موته کی ضمیر پر ہے اور یہ بھی لیؤمننّ کی طرح ضروری بحث ہے۔ کیونکہ جو کوئی قبل موته کی ضمیر کا مرجع قرار دیا جائے گا، اسی کی حیات بالفعل ثابت ہو جائے گی۔

مرزا صاحب نے به کی ضمیر کا مرجع بیان مذکورہ اور قبل موته کا مرجع کتابی بتایا ہے مگر

معلوم نہیں کہ یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً میں یکون کا فاعل کس کو قرار دیں گے۔ اگر حضرت عیسیٰؑ ہی کو قرار دیں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ضمائر میں اس قدر بعد وانفصال تعقید کلام میں داخل ہے جو فصاحت و بلاغت سے سخت مخالف ہے۔ پھر قبل موتہ کی ضمیر کا مرجع کتابی کو کہنا اس لئے غلط ہے کہ اس صورت میں قبل موتہ کا جملہ، کلام ذرا بھی فائدہ نہیں دیتا کیونکہ لیؤمنن میں جو ایمان لانے کی خبر ہے وہ خود حیات کتابی کی مقتضی ہے ورنہ ماننا پڑے گا کہ بعد از موت یقین کرنے کا نام بھی شرع میں ایمان رکھا گیا ہے اور یہ بالبداہت باطل ہے۔ واضح ہو کہ شرع میں حالت نزع بھی بعد از موت میں داخل اور زمانہ حیات سے خارج ہے۔ دیکھو جب فرعون نے اپنے غرق ہونے کو یقینی معلوم کر کے آمنت بربّ بنی اسرائیل کہا، تو اس کے جواب میں اس کو یہی کہا گیا الآن و قد حصحص الحق۔ غرض مرزا صاحب کے معنی ہر طرح سے نظم قرآنی کے خلاف ہیں اگرچہ ان کے وہ معنی بھی کسی طرح مفید مطلب نہیں ہو سکتے کیونکہ لیؤمنن صیغہ ماضی نہیں بن سکتا۔

بعض مفسرین نے قبل موتہ کے مرجع قرار دینے میں مختلف اقوال لکھے ہیں۔ مگر اہل سنت والجماعت کے جمہور کا مختار مذہب یہ ہے کہ قبل موتہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰؑ ہیں۔ مرزا صاحب نے بھی مسلمانوں کے حال پر رحم فرما کر ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۲ پر قبل موتہ کی ضمیر کا مرجع عیسی کو قرار دیا ہے اور گو آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے جملہ ہائے معترضہ بیچ میں ڈال کر معنی کچھ کے کچھ کر گئے ہیں مگر ہم اس کو لاکھ غنیمت سمجھتے ہیں کہ قبل موتہ کے مرجع میں وہ ہم سے خلاف نہیں۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۸۵ پر پھر قند مکرر کے طور پر اس شہادت کو ادا کیا ہے اور تسلیم کر لیا کہ قبل موتہ کا مرجع عیسیٰؑ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قبل موتہ کی تفسیر یہ ہے کہ قبل ایمانہ بموتہ۔ ہم کو ان معنی سے کچھ سروکار نہیں۔ ضمیر کا مرجع جس کو ہم نے قرار دیا تھا اسی کو مرزا صاحب نے بھی تسلیم کر لیا۔ و للّٰہ الحمد۔

اب اس تسلیم کے بعد مرزا صاحب اور ان کے تمام اعیان و انصار کے لئے محال کلی ہے کہ اس آیت سے وفات عیسی کی (صراحت تو کیا) دلالت بھی ثابت کر سکیں۔ اب اس آیت کا ترجمہ سنیئے:

نباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا ایمان آورد بہ عیسی پیش از مردن عیسی۔ (شاہ ولی اللہ)

اور نہیں کوئی اہل کتاب سے، مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے (رفیع الدین)۔

اور جو فرقہ کتاب والوں میں سے ہے، سو اس پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے۔ (شاہ عبدالقادر)

ان ہر سہ تراجم میں بہ اور قبل موتہ دونوں ضمیروں کا مرجع حضرت عیسی ہیں۔ یہی مذہب جمہور ہے۔

اور نہیں کوئی اہل کتاب مگر البتہ ایمان لاوے گا وہ قرآن کے بیان مذکورہ بالا پر پہلے حضرت عیسی کے موت کے۔ مرزا غلام احمد

یہ معنی مرزا صاحب کے مذہب پر ہیں جو بہ کا مرجع بیان کو اور موتہ کا حضرت عیسی کو کہتے ہیں۔ اور ان سب صورتوں میں حیات مسیح ثابت ہوتی ہے۔ وفات کا کیا ذکر ہے۔ اور اس آیت سے مرزا صاحب کو استدلال کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جب تک مرزا صاحب لیؤمنن کا مفید معنی ماضی نہ ثابت کرسکیں تب تک وہ اس آیت سے استدلال کا نام بھی نہیں لے سکتے۔ اور یہ ثابت کرنا اس وقت تک ان پر محال ہے جب تک موجودہ علم نحو کی تمام کتابوں کو ڈبو کر اور تمام عرب اہل زبان کو دریا برد کر کے از سر نو ملک عرب آباد نہ کریں اور اس میں اپنا نو ایجاد کردہ صرف ونحو جاری نہ فرمائیں۔

☆ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں: پانچویں آیت یہ ہے

ما المسیح ابن مریم الّا رسول قدخلت من قبل الرّسل و امّہ صدّیقة کانا یا کلان الطّعام (مائدہ۔ ۷۵) یعنی مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہوچکے ہیں اور ماں اسکی صدیقہ ہے جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے

یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا کہ اب حضرت عیسی اور ان کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے، ہاں کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے جیسا کہ کانا کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے جو حال کو چھوڑ کر گذشتہ زمانہ کی خبر دیتا ہے۔ اب ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مریم طعام کھانے سے اسی وجہ سے روکی گئی کہ وہ فوت ہوگئی اور چونکہ کانا کے لفظ میں جو تثنیہ کا صیغہ ہے حضرت عیسی بھی مریم کے ساتھ شامل ہیں اور دونوں ایک ہی حکم کے نیچے داخل ہیں لہذا حضرت مریم کی موت کے ساتھ ان کی موت بھی ماننی پڑی کیونکہ آیت موصوفہ بالا میں ہرگز یہ بیان نہیں کیا گیا کہ مریم تو بوجہ موت طعام کھانے سے روکی گئی اور حضرت ابن مریم کسی اور وجہ سے۔

اور جب ہم اس آیت مذکورہ بالا کو اس دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھیں کہ ما جعلنا هم جسداً لا یا کلو ن الطّعا م (انبیاء۔ ۸) جس کے یہ معنی کہ کوئی ہم نے ایسا جسم

نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو، مگر کھانا نہ کھاتا ہو۔ تو اس یقینی اور قطعی نتیجہ تک ہم پہنچ جائیں گے کہ فی الواقع حضرت مسیح فوت ہو گئے کیونکہ پہلی آیت سے ثابت ہو گیا کہ اب وہ کھانا نہیں کھاتے اور دوسری آیت بتلا رہی ہے کہ جب تک یہ جسم خاکی زندہ ہے طعام کھانا اس کے لئے ضروری ہے۔ اس سے قطعی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۰۳۔۶۰۴)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری فرماتے ہیں:

یہ غلط ہے کہ کان ہمیشہ حال کو چھوڑ کر گزشتہ زمانہ کی خبر دیا کرتا ہے اگر یہی صحیح ہے تو کان اللّٰہ علی کلّ شیءٍ قدیر کا ترجمہ مرزا صاحب کر کے دکھائیں۔

اب حقیقت سنئے! اس رکوع میں اللہ نے عیسائیوں کے دو فرقوں کی تردید و تکذیب دلائل عقلی سے فرمائی ہے اور ان کے کفر کا ثبوت دیا ہے۔

لقد کفر الّذ ین قا لوا انّ اللّٰہ ھو المسیح ابن مریم و قال المسیح یا بنی اسرا ئیل اعبدوا اللّٰہ ربّی و ربّکم ۔البتہ وہ کافر ہوئے جن کا یہ قول ہے کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہے کیونکہ مسیح نے خود کہا ہے کہ لوگو میرے اور اپنے خدا کی عبادت کرو،

لقد کفر الّذین قالوا انّ اللّٰہ ثا لث ثلا ثہ

البتہ وہ بھی کافر ہوئے جو خدا کو تثلیث کا ایک اقنوم کہتے ہیں۔

ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبلہ الرّسل وامّہ صدّیقۃ کانا یأکلان الطعا م ، (اور مسیح و مریم تثلیث کے دوسرے دو اقنوم جیسا کہ رومن کیتھولک کا اعتقاد ہے بھی خدا نہیں کیونکہ) مسیح ابن مریم تو رسول ہے۔ اس سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ ہے۔ دونوں طعام کھایا کرتے تھے۔

صاف ظاہر ہے کہ اس رکوع میں اللہ تعالی کو عیسائیوں کی غلطی ثابت کرنا اور ان کے کفر پر دلیل قائم کرنا منظور تھا جو مسیح ہی کو خدا قرار دیتے تھے۔ ان پر یوں دلیل قائم کی کہ مسیح خود لوگوں کو یوں کہا کرتا تھا کہ میرے رب اور اپنے رب کی عبادت کرو۔ اگر وہ خود خدا ہوتا ...تو وہ یوں کہا کرتا : . لوگو میں تمہارا رب ہوں، میری عبادت کرو .

لیکن جب مسیح نے خدا کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے تو اس تربیت یافتہ کو رب کہنا کفر ہے۔

جو لوگ ایک خدا کو تین اور تین خدا کو ایک کہتے اور خدا، مسیح، مریم کو اقانیم ثلاثہ قرار دیتے تھے، خداوند کریم نے ان پر دلیل قائم کی کہ جب ہزاروں لاکھوں شخصوں نے ان

دونوں ماں بیٹا کو لوازم بشری کے محتاج اپنی طرح پایا اور دیکھا ہے اور بایں ہمہ پھر ان کو خدا کہنے کی جرأت کی ہے، یہ بھی ان کا کفر ہے۔ اب ہر شخص خیال کرسکتا ہے کہ اس میں موت و حیات کی کیا بحث ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے وہ مراد ہی نہیں لی تو مرزا صاحب متکلم کے خلاف ان الفاظ سے معانی نکالنے کے کیا مجاز ہیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ تفسیر بالرائے کا کیا حکم ہے۔

علاوہ اس کے مرزا صاحب کو خود اقرار ہے کہ حضرت مریم کے طعام نہ کھانے کی وجہ موت اور ابن مریم کے طعام نہ کھانے کی کوئی دوسری وجہ بیان نہیں کی گئی۔ صرف کا نا کہا گیا ہے تو اس صورت میں مرزا صاحب کا کیا حق ہے کہ جس امر کی وجہ اس آیت میں بیان نہیں ہوئی اس کو آپ خود بیان کریں بلکہ اس پر جزم بھی کر دیں۔ کیا ممکن نہیں کہ دو شخصوں کا ایک مشترکہ فعل سے جدا ہونا مختلف اسباب سے ہو۔ مثلاً زید اور عمر گذشتہ سال لاہور رہتے تھے۔ زید نے تعلیم چھوڑ دی اور عمر ولایت چلا گیا۔ اس مثال کو دیکھو۔ لاہور میں رہائش دونوں کا مشترکہ فعل ہے مگر اس سے جدا ہونے کے مختلف اسباب ہیں۔

مرزا صاحب اگر ایسے دلائل ہی آپ کے مذہب کی مدد ہیں تو اس کے مقابلہ میں کوئی شخص یہ آیت پیش کرسکتا ہے:

قل فمن یّملک من اللّٰہ شیئاً ان اراد ان یّھلک المسیح ابن مریم و امّہ ومن فی الارض جمیعاً (کہہ دے کون سی چیز خدا کی روک بن سکتی ہے اگر وہ چاہے کہ مسیح اور اس کی ماں کو نیز تمام مخلوق کو جو کل زمین پر ہے، ہلاک کر دے) یہاں، اگر ہلاک کر دے، بتا رہا ہے کہ اب تک اللہ نے ہلاک نہیں کیا۔ اور کہہ سکتا ہے کہ نہ کبھی جمیع من فی الارض ہلاک ہوئے اور نہ مسیح اور نہ ان کی ماں صدیقہ ہی کو ہلاکت نے اپنا اثر پہنچایا۔ جس طرح آج جمیع من فی الارض زندہ ہیں، مسیح اور اس کی ماں بھی زندہ ہے۔ اگر آپ اس کو صحیح نہیں مان سکتے تو وہ آپ کا استدلال بالاولی غیر صحیح اور سراپا غلط ہے۔

اس آیت کو آپ نے نص صریح کہہ کر پھر استدلال کے وقت اس کے ساتھ دوسری آیت کو ملانے اور پھر یقینی نتیجہ پر پہنچنے کی نسبت جو لکھا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک بھی یہ آیت صریح لذاتہا نہیں اور نہ ہوسکتی ہے۔ دوسری آیت جس کو ملا کر آپ نے اس دلیل کو کامل بنایا ہے اس کی بحث ذیل میں آتی ہے۔

☆ (۶)۔ مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں: چھٹی آیت یہ ہے

و ما جعلناھم جسداً لا یأکلو ن الطّعام ۔ (انبیاء ۔۸) ۔ اس آیت کا پچھلی آیت کے ساتھ ابھی بیان ہو چکا ہے اور درحقیقت یہی اکیلی آیت کافی طور پر مسیح کی موت پر دلالت کر رہی ہے کیونکہ جب کہ کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے نہیں رہ سکتا، یہی سنت اللہ ہے تو پھر حضرت مسیح کیونکر اب تک بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں ۔ اور اللہ فرماتا ہے و لن تجد لسنّة اللّه تبد یلاً اور اگر کوئی کہے کہ اصحاب کہف بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں، تو میں کہتا ہوں کہ ان کی زندگی بھی اس جہان کی زندگی نہیں ۔ مسلم کی حدیث سو برس ان کو بھی مار چکی ہے ۔ بے شک ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اصحاب کہف بھی شہداء کی طرح زندہ ہیں ۔ ان کی بھی کامل زندگی ہے مگر وہ دنیا کی ایک ناقصہ کثیفہ زندگی سے نجات پا گئے ہیں ۔ دنیا کی زندگی کیا چیز ہے اور کیا حقیقت ۔ ایک جاہل اسی کو بڑی چیز سمجھتا ہے اور ہر یک قسم کی زندگی کو جو قرآن شریف میں مذکور و مندرج ہے اسی کی طرف گھسیٹتا ہوا چلا جاتا ہے ۔ وہ یہ خیال نہیں کرتا کہ دنیوی زندگی تو ایک ادنی درجہ کی زندگی ہے جس کے ارذل حصہ سے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے بھی پناہ مانگی ہے اور جس کے ساتھ نہایت غلیظ اور مکروہ لوازم لگے ہوئے ہیں ۔ اگر ایک انسان کو اس سفلی زندگی سے بہتر زندگی حاصل ہو جائے اور سنت اللہ میں فرق نہ آوے تو اس سے زیادہ اور کون سی خوبی ہے (ازالہ اوہام ۔ص ۶۰۴ ۔ ۶۰۶)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کے فقرہ کے الفاظ درحقیقت، یہی اکیلی، کافی طور ، ناظرین کی توجہ کے لائق ہیں جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اس اکیلی کے سوا مرزا صاحب کی دیگر مستدلہ آیات درحقیقت مسیح کی موت پر دلالت نہیں کرتیں اور اگر ان کو حقیقت کے خلاف اس مسئلہ کی دلیل بنایا بھی جائے تو وہ کافی طور پر دلیل نہیں کہلا سکتیں ۔ یہ کیسا صاف اقرار ہے کہ مرزا صاحب کے دل میں باقی ۲۹ ۔ آیتیں ان کے مذہب کی تائید پر نہیں ۔ قضى الرّجل على نفسه ۔ یاد رکھو کہ، یہی ، حصر کے لئے آتا ہے ۔ ،اکیلی ، نے اس کو اور بھی پر زور کر دیا ۔

مرزا صاحب کی وجہ استدلال اس آیت سے یہ ہے کہ جب کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے نہیں رہ سکتا تو پھر حضرت مسیح کیوں کر اب تک بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں ۔

ناظرین! اس آیت کا صرف یہ مطلب ہے کہ کوئی جسم ایسا نہیں جسے طعام (غذا)

کی حاجت نہ ہو۔ مگر آیت میں یہ کہاں ہے کہ کوئی جسم ایسا نہیں جو فلاں مدت تک بغیر طعام کے زندہ نہ رہ سکے اور جب یہ نہیں تو مرزا صاحب کے لئے یہ دلیل بھی نہیں۔

مرزا صاحب کا خیال یہ ہے کہ جو شخص ان کی طرح ہر روز دو وقت کھانا نہ کھاتا ہو، وہ مردہ ہے۔ جو چینی بودھ پچاس پچاس روز کا برت رکھتے ہیں وہ مردہ در گور ہیں۔ ناظرین آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ کسی جسم کا ایک خاص مدت معین تک اکل وشرب سے جدا رہنا، نہ تو اس جسم کے مردہ ہونے کی دلیل ہوسکتا ہے اور نہ اس جسم کے لوازم جسمانی سے بے نیاز ہونے کی حجت بن سکتا ہے۔ پھر مرزا صاحب کے لئے یہ آیت کیا دلیل ہے۔ مرزا صاحب نے اسی موقع پر حفظِ ماتقدم پر کاربند ہو کر لکھا ہے:

اگر کوئی کہے کہ اصحابِ کہف بھی تو بغیر طعام کے زندہ ہیں تو میں کہتا ہوں ان کی زندگی بھی اس جہان کی زندگی نہیں۔ مسلم کی سو برس والی حدیث ان کو بھی مار چکی۔ (ازالہ اوہام)

ان کو واضح رہے کہ اگر مسلم کی حدیث ان کو مار چکی ہے تب بھی ہماری دلیل قائم ہے۔ قرآن اس امر کا گواہ ہے کہ ولبثوا فی کھفھم ثلاث مئةٍ سنین و ازدادوا تسعاً۔ اصحاب کہف ۳۰۹ برس تک اسی معمورہ دنیا کے ایک پہاڑ میں اکل وشرب کے بغیر زندہ رہے اور ۳۰۹ برس کے بعد ان کو طعام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ ان میں سے ایک اس وقت طعام لینے کو پہاڑ (کی غار) سے نکلا۔ مرزا صاحب غور کریں کہ جس طرح تحقیقات حکماء کو جن کا یہ قول ہے کہ زیادہ سے زیادہ ابن آدم ۷۰ دن تک بلا طعام زندہ رہ سکتا ہے، ۳۰۹ برس نے غلط ثابت کر دیا، اسی طرح مسیح کا دو ہزار برس تک بغیر طعام کے رہ سکنا ثابت ہو گیا

مرزا صاحب شائد آپ یہ جانتے ہیں کہ طعام کا لفظ زبان شرع میں صرف نباتاتی اور زمین کی روئیدگی یا حیوانی غذا کے لئے آتا ہے اور یہی بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ آپ یاد رکھیں کہ زبان شرع میں ان انوار و برکات کو بھی طعام کہا گیا ہے جو خواص بشر کی جسمانی اور روحانی تربیت ایسی ہی کرتے ہیں جیسے دیگر ماکولات اور روئیدگی زمینی عوام کی تربیت جسمانی کے کام آتی ہے۔ روزہ طئے کی حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

ایّکم مثلی انّی ابیت یطعمنی ربّی و یسقینی (متفق علیه) میں تمہاری طرح نہیں (کہ ماکولات میری حیات کا ذریعہ ہوں) میں رات کاٹتا ہوں اور میرا خدا مجھ کو طعام کھلا دیتا ہے اور سیراب کر دیتا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے! طعام کا لفظ موجود ہے اور اس طعام کے مربی بدن کا بھی اظہار ہے مگر دنیا کے ماکولات سے اس کی نوعیت بھی جداگانہ ہے۔ کیونکہ اگر طعام ربانی بھی دنیوی ماکولات میں سے ہو، تو اس کے کھانے سے تو روزہ باقی نہیں رہتا۔ آنحضرت ﷺ روزہ طئے بھی رکھا کرتے اور یہ ربانی اکل وشرب بھی فرمایا کرتے تھے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر ہر جسم طعام کا محتاج ہے تو یہ ضرور نہیں کہ سب کیلئے طعام بھی یکساں ہو۔ جس طرح ایک گڈریے اور بادشاہ کے طعام میں اس دنیوی عالم میں بہت بڑا تفاوت ہوتا ہے اسی طرح ضرور ہے کہ سفلی اور کثیف زندگی والوں کا طعام نوعیت میں اور ہو اور علوی ولطیف زندگی والوں کا طعام اور۔ حضرت مسیح نے فرمایا:

لکھا ہے انسان صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر ایک بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے جیتا ہے

And when the tempter came to him, he said, If thou be the Son of God, command these stones be made bread.

It is written, :Man shall not live by bread alone, but by every word that proceedeth out of the mouth of God.(Matthew:4:3-4)

And the devil said unto him (Jesus), If thou be the son of God, command this stone that it be made bread.

And Jesus answered him (devil), saying,: It is written, That man shall not live by bread alone, but by every word of God. (Luke 4:3-4)

یعنی مسیح نے ،لکھا ہے، کے لفظ سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ صحف انبیاء گذشتہ میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح پر مرقوم ہے کہ خاصانِ خدا کے بدن میں کلام ربانی وہی تاثیر پیدا کردیتا ہے جو عوام کے جسموں میں طعام۔ اسی کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جس کو ابوداؤد اور احمد بن حنبل اور طیالسی نے روایت کیا ہے:

فکیف بالمؤمنین یومئذ قال تجزیهم ما یجزی اهل السّماء من التّسبیح و التّقدیس۔

راوی نے دریافت کیا، یارسول اللہ! ہم اب ہی بھوک برداشت نہیں کرسکتے ،اس روز جب کہ طعام دجال کے ہاتھ میں ہوگا، مومنین کا کیا حال ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

جس طرح آسمان پر رہنے والوں کا طعام اور مایہ حیات اللہ تعالی کا ذکر تسبیح و تقدیس ہے اسی طرح مؤمنین بھی سبحان الملک القدّوس کا ذکر کریں گے اور یہی ذکر ان کا طعام اور مایہ حیات بن جائے گا۔

غور سے دیکھو کہ مسیح جب اپنے ارشاد میں انسان کا بلا طعام کے کلام ربانی کی برکت سے زندہ رہنا تجویز کرتے ہیں تو کیا خود ان کو یہ منصب حاصل نہیں ہوسکتا۔ پھر دیکھو کہ رسول کریم ﷺ خبر دیتے ہیں کہ اہل السماء تو عموماً ذکر تسبیح و تقدیس سے زندہ رہتے ہیں مگر اہل ارض میں بھی خدائے تعالی اس ابتلاء کے دنوں میں یہ علوی تاثیر قائم فرما دے گا۔ اب مرزا صاحب کو واضح ہو کہ ہمارے اعتقاد میں مسیح آسمان پر ہیں اور اس لئے تا نزول وہ بھی اہل السماء میں سے ہیں لہذا ان کا طعام دنیوی نہیں ہوسکتا گو وہ طعام بھی کھاتے ہوں۔ لہذا آپ کی مستدلہ آیت آپ کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

☆ ۷۔مرزا صاحب فرماتے ہیں: ساتویں آیت یہ ہے

و ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل ۔ افان مّات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ۔ (آل عمران ۔ ۱۴۴)۔یعنی محمد ﷺ صرف ایک نبی ہیں ۔ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔ اب کیا اگر وہ بھی فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو ان کی نبوت میں کوئی نقص لازم آئے گا جس کی وجہ سے تم دین سے پھر جاؤ۔

اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالی نے پیش کی، صحیح نہیں ہوگی۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۰۶)

قاضی صاحب کہتے ہیں، معلوم نہیں کہ مرزا صاحب کے ترجمہ میں یہ الفاظ:

. ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں .

قرآن کے کن الفاظ کا ترجمہ ہیں۔ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ قد خلت من قبله الرّسل کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ مگر مرزا صاحب براہ نوازش کسی لغت کی کتاب میں یہ تو دکھلائیں کہ خلت یا خلا بمعنی موت زبان عرب میں آیا بھی ہے؟

آپ اس جگہ صرف اپنے دعوی کی تائید میں ایسے مصروف ہوئے ہیں کہ خواہ لغت اور محاورہ آپ کے ترجمہ کی غلطی کو صاف ظاہر کر رہا ہے مگر آپ کو اس کی ذرا پرواہ نہیں۔ اچھا

صاحب اگر خلت کے معنی فوت ہو جانا ہی ہیں تو آپ اس آیت سنّة اللّه الّتی قد خلت من قبل کا کیا ترجمہ کرتے ہیں؟ کیا یہی کہ وہ سنت الٰہی ہے جو تم سے پہلے فوت ہو چکی ہے۔ اگر آپ ایسا ترجمہ کریں گے تو آیت ہذا کے ساتھ ملے ہوئے الفاظ و لن تجد لسنّت اللّه تبدیلاً آپ کے اس ترجمہ کی سخت تکذیب کریں گے۔

پس جب آیت مستدلہ میں مرزا صاحب کا ترجمہ ہی غلط ہے تو استدلال کی صحت کہاں رہی؟ مرزا صاحب کے ترجمہ میں یہ الفاظ سینہ زاد ہیں:

. تو ان کی نبوت میں کوئی نقص لازم آئے گا .

حالانکہ ان الفاظ کی ضرورت نہ تھی اور نہ کسی الفاظ قرآنی کا ترجمہ ہیں۔

ناظرین کو یہ بھی واضح ہو کہ آیت کا نزول جنگ احد میں ہوا تھا رسول کریم ﷺ زخمی ہو کر کش مکش کے اندر ایک غار میں گر پڑے تھے۔ کسی نے پکار دیا کہ آپ (ﷺ) رخصت ہو گئے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کا لشکر (بجز خواص اصحاب کے) بھاگ نکلا۔ اللہ مسلمانوں کو سمجھاتا ہے کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ احکام شریعت کی تعمیل صرف اس وقت تک کی جاتی ہے جب تک نبی اپنی امت میں بہ نفس نفیس موجود رہے؟ یہ تمہارا خیال غلط ہے۔ ذرا خیال کرو کہ کس قدر نبی اور رسول ہو چکے ہیں۔ کیا وہ سب اپنی امت میں موجود ہیں یا ان کے متبعین نے اپنا دین محض اسی وجہ سے ترک کر دیا ہے؟ جب کسی نے بھی ایسا نہیں کیا تو کیا تم ایسا کرو گے؟ پہلے حکمت سے سمجھایا، پھر تنبیہ کے لئے زجر آمیز کلمات فرمائے۔ خیال کرو اس میں وفات مسیح پر کون سی دلیل ہے؟

واضح ہو کہ خلت کا مصدر خلو ہے اور چند معنی میں مستعمل ہے:۔

ا۔ جدا ہونا یا تنہا ہونا، چنانچہ اس آیت میں ہے:

و اذا خلا بعضهم الی بعض (جب ایک دوسرے کے پاس تنہا ہوتے ہیں)۔

۲۔ ہوتے رہنا۔ چنانچہ اس آیت میں ہے:

و ان مّن امّة الّا خلا فیها نذیر (کوئی امت نہیں مگر اس میں ڈرانے والا ہوا ہے)۔

اور اس آیت میں ہے:

و قد خلت من قبلکم سنن (تم سے پہلے کئی دستور ہوتے رہے ہیں)۔

۳۔ چلے آنا۔ چنانچہ اس آیت میں ہے:

سنّة اللّه الّتی قد خلت من قبل (یہ سنت الٰہی ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے)۔
پس قد خلت من قبله الرّسل کا صحیح ترجمہ یہ ہے ۔ ہوتے رہے ہیں ان سے پہلے رسول ۔
یہ یاد رکھو کہ خلا اور خلت لغت میں زمانہ کی صفت کے لئے آتا ہے۔ دیکھو قرون خالیه ۔مثلاً عرب بولتے ہیں خلت یاخلون من شهرِ رمضان (رمضان کی فلاں تاریخ گذرے) اور اہل زمانہ کے لئے مجازاً۔ اور اس سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ خلت کا سیدھا اثر رسالت پر ہے نہ رسولوں کے وجود پر۔ لہذا آیت قد خلت من قبله الرّسل کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے بھی بہت رسول رسالت کر چکے ہیں ۔تبلیغ احکام رسالت کر چکنا متضمن اس امر کا نہیں ہے کہ سب کے سب مر بھی چکے ہیں، گو ان میں سے اکثر مر بھی چکے ہوں ۔مثلاً (بلا تشبیہ) کوئی اخبار ہندوستان کے نو وارد وائسرائے و گورنر جنرل لارڈ ایلجن کو مخاطب کر کے کہے کہ آپ سے پہلے بھی بہت لارڈ وائسرائی کر چکے ہیں، تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ لارڈ نارتھ بروک، رپن، ڈفرن، لینسڈن جواب تک زندہ صحیح سالم ولایت میں موجود ہیں (یعنی ۱۸۹۸ء میں)، یہ سب مر گئے ۔گو ان میں سے لارڈ لٹن مر بھی گیا ہو اور لارڈ میو قتل بھی ہو چکا ہو۔
ناظرین بلاغت قرآنی سمجھنے کے لئے یہ غور کرنا چاہیے کہ خلت کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے۔ مقتضائے مقام اور بظاہر تناسبِ کلام تو یہ تھا کہ اللہ تعالی یوں فرماتا:

قد ماتوا او قتلوا من قبله الرّسل افان مّات او قتل (محمد ﷺ سے پہلے جتنے رسول تھے یا وہ مر گئے یا قتل ہو گئے پھر اگر آپ بھی قتل ہو جائیں یا مر جائیں)

مگر ایسا نہیں فرمایا۔ و للّه الحجّة البالغه ۔ وجہ یہ ہے کہ مفرورین پر حجت بھی قائم ہو جائے اور آنحضرت ﷺ سے پہلے رسولوں اور نبیوں کے زمان رسالت کے منقضی ہونے کی خبر بھی دی جائے اور حضرت مسیح ابن مریم کی حیات پر دلیل بھی قائم رہے۔
اس تمام بیان سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اللہ نے لشکر مسلمین پر جو دلیل قائم کی ہے وہ صحیح و درست ہے ۔مگر جو مطلب مرزا صاحب ان الفاظ میں ڈھونڈتے ہیں اسے پاش پاش کرنے کیلئے عرب کا لغت اور قرآن کریم کا اسلوب شمشیر بکف کھڑے ہیں۔
☆ ۸ ۔مرزا صاحب فرماتے ہیں: آٹھویں آیت یہ ہے۔
و ما جعلنا لبشرٍ مّن قبلک الخلد افان مّت فهم الخالدون (انبیاء۔

۳۴) ۔یعنی ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ اور ایک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا۔پس کیا اگر تو مر گیا تو یہ لوگ باقی رہ جائیں گے۔

اس آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنت اللہ کے نیچے داخل ہیں اور کوئی موت سے بچا نہیں اور نہ آئندہ بچے گا۔ اور لغت کی رو سے خلود کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ ہمیشہ ایک ہی حالت رہے کیونکہ تغیر موت اور زوال کی تمہید ہے۔ پس نفی خلود سے ثابت ہوا کہ زمانہ کی تاثیر سے ہر ایک شخص کی موت کی طرف حرکت ہے اور پیرانہ سالی کی طرف رجوع اور اس سے مسیح ابن مریم کا بوجہ امتداد زمانہ اور شیخ فانی ہو جانے کے باعث فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۰۶۔۲۰۷)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے بہت صحیح لکھا ہے کہ آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنت اللہ کے نیچے داخل ہیں۔ نہ کوئی موت سے بچا ہے اور نہ آئندہ بچے گا۔مگر ناظرین غور فرمائیں کہ اس کو وفاتِ مسیح سے کیا علاقہ ہے؟

اب رہی اس آیت سے مرزا صاحب کی یہ وجہ استدلال کہ

خلود کے مفہوم میں داخل ہے، ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہنا، اور نفی خلود سے ثابت ہے کہ ہر شخص کی حرکت موت کی طرف ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم بوجہ امتداد زمانہ اور شیخ فانی ہو جانے کے فوت ہو گیا۔

یہ بالکل مرزا صاحب کے مذہب کے خلاف ہے۔ امتداد زمانہ اور شیخ فانی ہو جانے کا نام وہ لے سکتا ہے جس کا مذہب یہ ہو کہ مسیح آسمان پر تو گئے تھے مگر شیخ فانی ہو کر، اور امتداد زمانہ سے ضعف ہرم وغیرہ میں آ کر پھر فوت ہو گئے۔ جب آپ کا مذہب ہی یہ ہے کہ مسیح آسمان پر نہیں گئے تو آپ کے یہ الفاظ بھی آپ کی دلیل نہیں بن سکتے۔ آپ حضرت مسیح کا آسمان پر جانا تسلیم فرمائیے اور پھر یہ وجہ استدلال پیش کیجئے واذ لیس فلیس

☆ ۹۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

نویں آیت تلک امة قد خلت لها ما کسبت و لکم ما کسبتم و لا تسئلون عمّا کانوا یعملون (بقرہ۔۱۳۴) یعنی اس وقت سے جتنے پیغمبر پہلے ہوئے ہیں یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہو گیا۔ ان کے اعمال ان کے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ اور ان کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۰۷)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب اس آیت کا صرف ترجمہ ہی کر گئے ہیں اور وجہ استدلال وغیرہ کچھ تحریر نہیں کی۔ ہاں ترجمہ میں یہ الفاظ ضرور لکھ دیئے ہیں:

. یعنی اس وقت سے پہلے جتنے پیغمبر ہوئے ہیں یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہو گیا۔

نامعلوم مرزا کے الفاظ : . اس وقت سے پہلے جتنے پیغمبر ہوئے ہیں .

کن الفاظ کا ترجمہ ہے ؟ غالباً تلک کا ترجمہ ہے۔ جس کا ترجمہ ہے یہ جو اسم اشارہ ہے۔ اب اگر تم اس کا مشار الیہ معلوم کرنا چاہتے ہو تو قرآن شریف کھول کر دیکھ لیجئے کہ کون کون سے نام اس سے پہلے آیت میں آ چکے ہیں (اس سے پہلی آیت کی تخصیص ہم نے اس لئے کر دی ہے کہ تلک اشارہ قریب کے لئے ہے)۔ ناظرین اس سے پہلی آیت دیکھیں:

ام کنتم شھداء اذ حضر یعقو ب الموت اذ قال لبنیه ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الھک و اله آ بائک ابراھیم و اسماعیل و اسحاق الھاً وّاحداً۔ و نحن له مسلمو ن (تلک امة قد خلت ...)

(بلکہ اس امر کے تم بھی گواہ ہو کہ یعقوب نے فوت ہوتے وقت اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اکیلے خدا کی عبادت کریں گے جو تیرا اور تیرے باپ دادا ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کا خدا ہے اور ہم اسی کے فرمان بردار ہیں (یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی ..)

خلت کے لفظ پر بحث ساتویں آیت میں کر آیا ہوں۔ اعجاز قرآن ہے کہ آیت میں عیسیٰؑ کا نام نہیں۔

☆ (۱۰)۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

دسویں آیت و اوصانی بالصّلوۃ و الزّکوۃ ما دمت حیّاً (مریم ۔ ۳۱)۔ اس کی تفصیل ہم اسی رسالہ میں بیان کر چکے ہیں۔ اس سے بھی یہ ظاہر ہے کہ انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کی حضرت عیسیٰ کو وصیت کی گئی تھی۔ وہ آسمان پر عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحیٰ ان کی نماز کی حالت میں ان کے پاس یوں ہی پڑے رہتے ہیں . مردے جو ہوئے . اور جب دنیا میں حضرت عیسیٰ آئیں گے تو برخلاف اس وصیت کے امتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں گے۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۶۰۷)

قاضی صاحب بتاتے ہیں کہ اس آیت سے مرزا صاحب کی وجہ استدلال ازالہ

اوہام میں یہ ہے کہ حضرت مسیح نے تا حیات خود صلوۃ اور زکوۃ کا ادا کرنا فرائض میں شمار کیا ہے اگر وہ زندہ ہیں تو ان کا زکوۃ دینا ثابت کرو۔ ورنہ وہ مردہ ہیں۔اور کہا ہے کہ آسمان پر حضرت عیسی زکوۃ کہاں سے دیتے ہوں گے اور کون لیتا ہو گا؟

واضح ہو کہ کل نبیوں پر جیسا کہ زکوۃ کا لینا حرام ہے ویسا ہی دینا بھی حرام ہے ..
کیونکہ ان کا کل مال خدا کی راہ میں وقف ہوتا ہے۔اب رہا یہ امر کہ اوصانی کیوں کہا؟ یہ بطور تعلیم ارکان شریعت کے ہے۔کیونکہ جب فرمایا آتانی الکتاب و جعلنی نبیّاً (خدا نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا)، تو ساتھ ہی اپنی شریعت کے ارکان بھی ظاہر کر دیئے۔

۲۔زکوۃ سے مراد اس جگہ زکوۃ مال نہ ہو بلکہ زکوۃ نفس ہو۔قرینہ اس پر روح القدس کا حضرت مریم کو کہنا ہے لا ھب لک غلاما زکیاً کہ اس جگہ زکیا کے معنی زکوۃ مال نکالنے والہ نہیں بلکہ صاحب زکوۃ وطہارت ہے۔

بیضاوی میں ہے و اوصانی وامرنی بالصّلوۃ و الزکوۃ ۔ زکوۃ المال ان ملکتہ او تطھیر النّفس عن الرّزائل ۔زکوہ سے زکوۃِ مال مراد ہے کہ جب صاحب نصاب ہوں ورنہ نفس کو رذائل سے پاک صاف رکھنا بھی زکوۃ ہے۔

اللہ نے حضرت یحی کے حق میں فرمایا ہے و آتیناہ الحکم صبیاً وحنا ناً من لّد نّا و زکوۃ ۔ہم نے اس کولڑکپن ہی میں حکم، نرم دلی، پاکیزگی عنایت کی۔
یہاں لفظ زکوۃ خصوصیت سے بمعنی پاکیزگی ہے۔

۳۔ زکوۃ تو اہل نصاب پر فرض ہے اگر مرزا صاحب حضرت مسیح کا اس دنیا میں زکوۃ دینا ثابت کر دیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ مسیح کا آسمان پر زکوۃ دینا بھی ثابت کر دونگا۔

مرزا صاحب کے بیان میں دوسری غلطی یہ ہے کہ ان کو انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کی وصیت کی گئی تھی۔ . وہ عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں.

اس غلطی کا منشاء یہ ہے کہ ان کو معنی نبوت معلوم نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ، جن کی قرآن دانی اور اسرارفہمی کی توصیف مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں کی ہے، کا مذہب یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ ظاہر اور باطن پر یکساں ہوتا ہے مگر آپ تو نبوت کو ظاہر اور باطن کے لئے نہیں سمجھتے۔ ہمارے سید و مولا ﷺ تو جس طرح کافّہ ناس کی طرف مبعوث ہوئے ہیں، اسی طرح جن و ملک کی طرف بھی۔کوئی ذوی العقول متنفس ایسا نہیں خواہ، وہ نبی ہو یا غیر نبی

،جس پر احکام اور شرائع و مناہج کی پیروی و اطاعت فرض نہ ہو اور آپ کی رسالت کے بعد سابقہ شرائع و احکام پر چلنا حرام نہ ہو گیا ہو۔ پس جب یہ حالت ہے تو آپ کا یہ خیال کرنا کہ اب وہ انجیلی طریق پر نماز پڑھتے ہیں اور نزول کے بعد برخلاف وصیت مسلمانوں کی طرح پڑھیں گے، معنی رسالت کے نہ سمجھنے ہی پر محمول ہو سکتا ہے۔ مرزا صاحب دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

و اذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیّین لما اتیکم من کتاب وحکمۃٍ ثمّ جاء کم رسول مّصدّق لّما معکم لتؤمننّ به و لتنصرنّه ۔ جب خدا نے نبیوں سے اقرار لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے پھر جب تمہاری طرف رسول موعود آئے جو تمہاری سچائی ظاہر کرے گا تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

اب سمجھ لو کہ مسلمانوں کی طرح حضرت عیسیٰؑ کا نماز پڑھنا برخلاف وصیت نہیں بلکہ موافق میثاق ازلی ہے۔ اس معنی کی طرف صحیح مسلم کی حدیث عن ابی ہریرہؓ میں اشارہ و دلالت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے موسیٰؑ، عیسیٰؑ، ابراہیمؑ کا امام بن کر نماز پڑھائی۔

تیسری غلطی اس بیان میں مرزا صاحب کی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھتے ہوں گے اور حضرت یحییٰؑ پاس پڑے رہتے ہوں گے۔ . مردہ جو ہوئے ..

یہ غلطی بھی درجہ انبیاء سے عدم معرفت کی وجہ سے ناشی ہوئی ہے۔ شائد آپ کو معلوم نہیں کہ گو مر جانے کے بعد تکلیف احکام سے انسان سبک دوش ہو جاتا ہے مگر انبیاء اللہ جن کے جسم میں عبادت الٰہی بمنزلہ روح کے ہے، جن کے دل میں محبت ربانی بجائے حرارت غریزی کے ہے، وہ مر جانے کے بعد بھی طاعات میں مشغول رہا کرتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی ہے:

.جب رسول اللہ ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان وادی ازرق میں پہونچے تو فرمایا: میں نے اس وادی میں موسیٰؑ کو کانوں انگلیاں دیئے لبیک لبیک پکارتے، گذرتے دیکھا ہے۔ جب ہرشہ میں پہونچے تو فرمایا میں نے یونسؑ کو جبّہ صوف (لباس احرام) پہنے، اونٹنی پر سوار اس وادی سے گذرتے دیکھا ہے۔

صحیح مسلم میں عن ابی ہریرہؓ کی حدیث میں حضرت ابراہیمؑ و موسیٰؑ کا نماز پڑھنا ثابت ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ حضرت یحییٰؑ پڑے ہی نہیں رہتے بلکہ وہ بھی حضرت عیسیٰؑ

کی طرح نماز پڑھا کرتے ہیں۔

ناظرین بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ آیت بھی مرزا صاحب کے دعوی کے لئے کچھ مفید نہیں اور آیت کو وفات مسیح سے ذرا بھی تعلق نہیں۔ نیز دعوی اثبات وفات مسیح کے علاوہ دیگر زوائد جو مرزا صاحب نے لکھے تھے، ان کا ایک حرف بھی صحیح نہیں۔

☆ (۱۱)۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

گیارھویں آیت و السلام عليّ يوم ولدّت و يوم اموت و يوم ابعث حيّا (مریم۔ ۳۳) اس آیت میں واقعات عظیمہ جو حضرت مسیح کے وجود کے متعلق تھے، صرف تین بیان کئے گئے ہیں حالانکہ اگر رفع اور نزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو ان کا بیان بھی ضروری تھا۔ کیا نعوذ باللہ، رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الٰہی کا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ سو اس جگہ پر خدا تعالیٰ کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا، جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے، صاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقعہ ہے۔ بلکہ وہ رفع یوم اموت میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۰۸)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ میں مرزا صاحب سے پوچھتا ہوں کیا کسی شئے کا کسی جگہ مذکور نہ ہونا اس کے عدم وجود کی بھی دلیل ہوسکتی ہے؟ صحیحین میں بیسیوں ایسی احادیث ملیں گی کہ سائل نے آکر رسول کریم ﷺ سے اسلام کا سوال کیا اور آنحضرت ﷺ نے جواب میں کبھی کلمہ شہادت، کبھی زکوۃ، کبھی حج کو بیان نہیں فرمایا۔ تو کیا مرزا صاحب ان احادیث پر اکتفا کر کے ان ارکان اسلام کے رکن ہونے کا انکار کر جائیں گے؟ اگر نہیں تو یہاں بھی وہی عمل کریں۔

دوم۔ مرزا صاحب کو یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح کا یہ کلام اس وقت کا تھا جب مریم صدیقہ ان کو جنم دے کر گود میں لے کر قوم میں آئی۔ تو کیا ضرور ہے کہ حضرت مسیح اسی وقت اپنی زندگی کے مفصلا نہ کل واقعات عظیمہ سے واقف بھی کئے گئے ہوں۔ بلکہ قرآن اس امر کا شاہد ہے کہ رفع کی خبر حضرت کو حالت نبوت میں دی گئی۔ پڑھو

يا عيسى انّى متوفّيك و رافعك اليّ

اور یاد کرو کہ مرزا جی نے بھی اس کو وعدہ وفات تسلیم کر لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ

سلام علیّ یوم ولدت و یوم اموت اسی قبیل سے ہے جیسے الحمد للہ

اوّلہ و آخرہ یا بسم اللّٰہ اوّلہ و آخرہ

جو ابتداء سے لے کر آخر تک تمام حالتوں پر شامل ہے۔

اب اگر ان فقرات پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا تو سلام علیّ پر کیوں ہے۔ ہمارے نزدیک رفع اور نزول حضرت مسیح دونوں مورد اور محل سلام الٰہی کے ہیں۔ اور اسی لئے دو سلامتیوں کے اندر اور وسط میں واقع ہوئے ہیں۔ ہاں مرزا صاحب جو ان الفاظ کا درمیانی واقعات پر اثر انداز نہ ہونا تسلیم کرتے ہیں، ان کو اس امر کا ضرور جواب دینا چاہیے کہ جب بقول ان کے مسیح صلیب پر لٹکائے گئے، ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھونکی گئیں اور ان اذیتوں اور تکلیفوں کے بعد دروازہ مرگ پر پہنچ کر پھر وہ بچ رہے تو کیا ان کی یہ جان بری مورد اور محل سلام الٰہی کا نہ تھی۔ کیا مسیح کا صحیح وسلامت رہنا ربانی سلامتی کے بغیر تھا۔ اگر ایسے دشمنوں کے نرغہ میں سے ایسے بر صلیب کشیدہ کے سلامت رہنے کو تم سلام الٰہی تسلیم نہیں کرتے تو اور کسے کرو گے۔ لیکن اگر تسلیم کرتے ہو تو بتاؤ کہ آیت میں ایسی نہایت ہی حیرت بخش جان بری اور ایسی آفت کے بعد سلامتی کا ذکر کیوں نہیں۔

☆ ۱۲۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

بارہویں آیت۔ و منکم من یّتوفّی و منکم من یّردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً (حج ۔ ۵)۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے۔ بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف رد کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں۔

یہ آیت بھی مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان اگر زیادہ عمر پاوے تو دن بدن ارذل عمر کی طرف حرکت کرتا ہے یہاں تک کہ بچے کی طرح نادان ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۰۸۔۶۰۹)۔

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت مرزا کی دلیل تب ہو سکتی ہے جب وہ مسیح کا زیادہ عمر پانا تسلیم کر لیں۔ مگر اس کے ساتھ رفع الی السّماء بھی ملا ہوا ہے۔ یہ بھی مرزا صاحب کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

مرزا کو لازم ہے کہ وہ ایک حد قرار دیں کہ جب عمر کے فلاں سال تک کوئی انسان پہنچے گا تو وہ ضرور ہی ارزل عمر میں داخل ہو جائے۔ قرآن تو اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک دعوت کی۔ نبوت حاصل ہونے سے پہلے کی عمر اور دعوت کے بعد طوفان آنے اور بعد از طوفان آپ کے زندہ رہنے کی عمر اس کے علاوہ ہے۔ پھر اللہ کا کلام یہ بھی بتاتا ہے کہ سینکڑوں سال کے وہ تغیرات و انقلابات (جن سے قومیں مفقود ہو جاتی ہیں، خرابہ آباد اور آباد خرابہ بن جاتے ہیں، سلطنتیں بدل جاتی ہیں، بولیاں تبدیل ہو جاتی ہیں) بعض جسموں پر اسی طبقہ ارض کی موجودگی کی حالت میں اتنا اثر بھی نہیں ڈال سکتے کہ وہ اتنا معلوم کر لیں کہ اس طبقہ ارض پر اور اس حصہ ملک میں کبھی کوئی تغیر آیا بھی تھا؟ اور کسی قسم کا انقلاب ہوا بھی تھا یا نہیں؟ وہ سینکروں برس کا ممتد زمانہ اور دراز عرصہ ان کی نگاہ میں ایسا قلیل نظر آیا کرتا ہے کہ یہ خاصانِ خدا اسے یوماً او بعض یوم (کہف) سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ کیا مرزا کے نزدیک یہ بیانات ہدایت اور نور نہیں ہیں؟ کیا انسان ضعیف البنیان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ تحکم کی راہ سے یہ قرار دے کہ جو کچھ آج کل ہو رہا ہے۔ اللہ نے نہ کبھی اس سے تجاوز فرمایا اور نہ فرمائے گا۔ کیا مرزا صاحب کا حق ہے کہ وہ ارذل عمر کی بھی حد کا تعین کر کے اپنی طرف سے خود ہی مقرر کر دیں۔ اتّقو اللّٰه ايّها النّاس

☆ (۱۳) مرزا صاحب فرماتے ہیں: تیرھویں یہ آیت ہے

ولكم فى الارض مستقر وّ متاع الى حين (بقرہ۔ ۳۶) یعنی تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ زمین پر ہی رہو گے۔ یہاں تک اپنے تمتع کے دن پورے کر کے مر جاؤ گے۔

یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر جانے سے روکتی ہے کیونکہ لکم جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا بلکہ زمین ہی سے نکلا اور زمین ہی میں رہے گا اور زمین ہی میں داخل ہو گا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۰۹)

قاضی صاحب پوچھتے ہیں کہ ترجمہ میں، جسم خاکی، اور . مر جاؤ گے،۔ کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ مرزا صاحب لکم کو مفید تخصیص سمجھتے ہیں اور قرآن کا سیاق کلام شاہد ہے کہ آیت کے مخاطب ابلیس و آدم و حوا ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فازلّهما الشّيطان عنها فاخرجهما ممّا كانا فيه وقلنااهبطوا بعضكم لبعض عدو و لكم فى الارض مستقرّ وّ متاع الى حين۔

پس شیطان نے آدم وحوا دونوں کو پھسلا دیا اور بہشت سے، جہاں وہ رہتے تھے، ان دونوں کو نکال دیا اور ہم نے کہا تم اترو بعض تمہارے بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانہ اور فائدہ ہے۔

ازلّھما میں تثنیہ ہے اور ذکر شیطان کے بعد ضمائر جمع مرزا صاحب لکم کو جو ضمیر خطاب اور اعرف المعارف ہے، جب مفید تخصیص تسلیم کر چکے، تو پھر ان کا مخاطبین کے سوا اوروں سے مراد لینا ان کی تسلیم کے خلاف ہے۔ بالفرض اگر آیت کے یہ معنی ہیں کہ مخاطبین زمین سے اٹھ کر آسمان پر نہ جاسکیں تو یہ کہاں سے مرزا جی نے نکال لیا کہ جو لوگ خطاب کے وقت ہنوز کتم عدم میں مستور تھے، وہ بھی اسی حکم میں داخل و شامل ہیں۔ اس کی دلیل انہوں نے کچھ نہیں دی بلکہ لکم کو مفید تخصیص مان کر اپنے دعویٰ کو ضعف پہنچایا۔

اگر بلا کسی دلیل کے مان لیا جائے کہ لکم میں ابلیس اور آدم کے سوا ان کی ذرّیات بھی شامل ہیں، تب بھی آیت بالا مفید معنی مقصودِ مرزا نہیں ہوسکتی کیونکہ جب ثابت ہو چکا کہ لکم میں ابلیس وآدم وحوا کی طرف خطاب ہے، تو قرآن کے بیسیوں مقامات سے یہ ثابت اور واضح ہے کہ شیاطین آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں اور ملائک سے قریب ہو جاتے ہیں، حتی کہ شہابِ ثاقب ان کے پیچھے لگ کر ان کو خاک کر دیتا ہے۔ بقولِ مرزا آیت کا اثر مخاطبین پر یہ ہونا چاہیے کہ یہ سب زمین سے اونچے اٹھ نہ سکیں، فضا میں جا نہ سکیں۔ مگر شیاطین کا چڑھ جانا دیگر آیات سے معلوم ہو گیا اور آیتِ مستدلہ ان کیلئے مانع نہ ہوئی۔ اب مرزا صاحب فرمائیں کہ یہ آیت انبیاء خدا کیلئے آسمان پر جانے سے کیوں مانع ہے؟

۳۔ مستقر کا ٹھیک ٹھیک ترجمہ ہیڈ کوارٹر ہے جس کو صدر مقام بھی بولتے ہیں۔ عربی زبان کی تاریخوں میں اسی لئے تخت گاہ کو مستقر الخلافہ لکھا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی شخص کا اپنے ہیڈ کوارٹر میں موجود ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ دوسری جگہ جا نہیں سکتا۔ علی ہذا اس کا ہیڈ کوارٹر سے علیحدہ ہونا بھی اس امر کا ثبوت نہیں کہ اس کو اپنے صدر مقام سے اب کوئی مناسبت نہیں رہی۔ سید الانبیاء بھی بشر تھے جو شب معراج کو بالائے سدرۃ المنتہیٰ تشریف لے گئے تھے۔ اگر انحضرت ﷺ کے لئے یہ آیت مانع نہ ہوئی تو مسیح کیلئے بھی نہیں ہوسکتی۔

۴۔ مرزا نے الی حین کا ترجمہ . یہاں تک کہ مر جاؤ گے . کیا ہے مگر وہ کسی لغت کی کتاب سے حین کے معنی موت ثابت نہ کرسکیں گے۔ حین کے معنی وقت کے ہیں اور

اسی لئے الی حین کا ترجمہ، ایک وقت تک ، ہے ۔ ہر شخص کیلئے استقرار فی الارض کا ایک معین عرصہ ربّ کریم نے مقرر کر رکھا ہے ۔ حضرت عیسیٰ بھی ایک وقت تک زمین پر رہے اور جب متوفّیک و رافعک الیّ کا وعدہ پورا ہونے کو آیا تو وہ آسمان پر تشریف لے گئے ۔ ظاہر ہے کہ الی حین کے یہ معنی ہیں کہ اگر ایک وقت زمین پر رہے تو دوسرے وقت زمین پر سے اٹھ کر چلا بھی جائے ۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی جسم کا بھی بوجہ جسم ہونے کے آسمان پر جانا محال نہیں، یہ اور بات ہے کہ اللہ اس جسم کو آسمان پر لے جانا چاہے یا نہ چاہے ۔ عیسیٰ کیلئے آسمان لے جانے کا اظہار اس نے خود فرمایا اور خود ہی اپنے منشاء کو پورا فرمایا ۔

بالفرض مرزا صاحب زور لگا کر حین بمعنی موت ثابت بھی کر دیں تب اور بھی زیادہ ان کے معنی قابل اعتراض ہو جائیں گے ۔ یعنی اس وقت ترجمہ آیت یہ ہوگا:

اور تمہارے لئے زمین میں استقرار اور فائدہ موت تک ہے (اگر یہ جواب ہو کہ موت کے بعد جسم زمین میں ہی رہتے ہیں ۔ مگر ان کو زمین سے کچھ فائدہ نہیں ملتا تو اس کے رد میں آیت الم نجعل الارض کفا تاً احیاءً و امواتاً پر نظر کرو)

جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ موت کے بعد اموات کی لاشیں زمین سے اٹھائی جاتی ہیں ۔ قبروں میں نہیں دبائی جاتیں ۔ بلکہ وہ فضا میں چلی جاتی ہیں ۔ اس معنی کا غلط ہونا ظاہر ہے ۔ اس وقت آپ کو حین کا ترجمہ مجبوراً وقت کرنا پڑے گا جیسا کہ شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالقادر نے کیا ہے ۔ غرض بہرصورت آپ کے استدلال کا کمزور ہونا ظاہر ہو گیا اور واضح ہو گیا کہ گو آپ نے آیت کا ترجمہ بھی غلط کیا اور اپنی طرف سے الفاظ بھی زیادہ کئے مگر بایں ہمہ مساعی پھر بھی مرزا صاحب حصول مرام میں ناکام رہے ۔

☆ (۱۴) ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

چودھویں یہ آیت ہے ۔ و من نعمّرہ ننکّسہ فی الخلق ۔ (یٰس ۔ ۶۸)۔ یعنی جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں تو اس کی پیدائش کو الٹا دیتے ہیں ۔ یعنی انسانیت کی طاقتیں اور قوتیں اس سے دور ہو جاتی ہیں ۔ حواس میں اس کے فرق آ جاتا ہے ۔ عقل اس کی زائل ہو جاتی ہے ۔ اب اگر مسیح ابن مریم کی نسبت فرض کیا جائے کہ اب تک جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ ایک مدت دراز سے ان کی انسانیت کے قویٰ میں بکلی فرق آ گیا ہوگا اور یہ حالت خود موت کو چاہتی ہے ۔ اور یقینی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ مدت سے وہ مر گئے ہوں ۔

(ازالہ اوہام۔ ص ۶۱۰)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کی اس وجہ استدلال کا جواب آٹھویں اور بارہویں آیت کے تحت لکھ آیا ہوں ۔ تاہم پھر عرض کرتا ہوں کہ مرزا صاحب بطور کلیہ قاعدہ کے عمر کی وہ مقدار قرار دیں جس کو ارزل عمر کہہ سکیں اور جس پر تنکیس فی الخلق صحیح ثابت ہو سکے ۔ ہم توریت وغیرہ کتابوں میں لکھا دیکھتے ہیں کہ آدمؑ کی عمر ۹۳۰ برس، شیثؑ کی عمر ۹۱۲ برس، نوحؑ کی عمر ۱۰۰۰ برس، ادریسؑ کی عمر ۳۶۵ برس، موسیٰؑ کی عمر ۱۲۰ برس اور ابراہیمؑ کی عمر ۱۷۵ برس ہوئی اور بایں ہمہ ان کے انسانی قویٰ میں کچھ فرق نہ آیا۔ اصحاب کہف کا قصہ پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض انسانوں کو صدیوں کے زمانہ کا اثر محض اتنا ہوتا ہے جتنا ہم کو ۶ یا ۱۲ یا ۲۴ یا ۴۸ گھنٹے گذر جانے سے ۔

اگر ناظرین اور مرزا صاحب کے نزدیک ایک ۳۳ سال کا جوان ایسا پیر ہرم اور شیخ فانی ہو سکتا ہے کہ اس کی قوت جسمانی اور قویٰ بشری بالکل ہی جواب دے جائیں تو حضرت مسیح کی نسبت بھی مرزا صاحب کو ایسا خیال باندھ لینے کا حق ہے لیکن اگر یہ بات قابل تمسخر سمجھی جائے کہ کوئی نوجوان شخص معمولی قاعدہ انحطاط بدنی کے لحاظ سے ۴۸ گھنٹے میں شیخ فانی ہو سکے، تو حضرت عیسیٰ کا پیر ضعیف ہو جانا بھی غلط ہے ۔

حکیم نور الدین، فصل الخطاب میں مان چکے ہیں کہ الہامی زبان میں ایک یوم، ایک سال کو کہتے ہیں، وہ اس بیان سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں کہ وحی ربانی میں ۳۰۹ برس کو ایک یوم یا ایک یوم کا حصہ کہا گیا ہے۔ ان کو اندازہ لگا لینا چاہیے کہ جب الہامی زبان میں ۳۰۹ برس برابر ہیں ایک دن کے، تو دو ہزار برس کتنے دن کے برابر ہوتے ہیں ۔ یہ سوال حل کرنے سے پہلے یہ بھی غور کر لینا چاہیے کہ ۳۰۹ برس کا بعض یوم کے برابر ہونا تو اسی طبقہ ارض پر ثابت ہے۔ مملکت آسمانی کا حساب اس سے نرالا ہے ۔ اللہ فرماتے ہیں

انّ یوماً عند ربّک کالفِ سنةٍ مّمّا تعدّو ن ۔ جس کو تم ہزار سال شمار کرتے ہو وہ اللہ کے ہاں ایک یوم ہے ۔

اب مرزا صاحب حساب لگائیں کہ عیسوی سال کتنے دن کے برابر ہوئے ۔ پھر ان کو پیر ہرم اور ضعیف القوای ہو جانے کی حقیقت معلوم ہو جائے ۔

واضح ہو کہ انّ یوماً عند ربّک کو مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں صفحہ ۴۹۶

پر درج کیا ہے اور اس حساب سے روز ششم کو الف ششم کا قائم مقام بتا کر اپنی پیدائش اس میں ثابت کی ہے اس لئے مرزا صاحب اس حساب سے انکار نہیں کر سکتے۔

☆ (۱۵)۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں: پندرھویں آیت

اللّٰہ الّذی خلقکم من ضعفٍ ثم جعل من بعدِ ضعفٍ قوۃً ثم جعل من بعد قوۃٍ ضعفاً و شیبۃ ۔ (روم ۔ ۵۴) ترجمہ۔ خدا وہ ہے جس نے تم کو ضعف سے پیدا کیا۔ پھر ضعف کے بعد قوت دے دی۔ پھر قوت کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی دی۔ (ترجمہ کے بعد مرزا صاحب نے لکھا ہے)۔ یہ آیت بھی صریح طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ کوئی انسان اس قانون قدرت سے باہر نہیں۔

قاضی محمد سلیمان مرحوم کہتے ہیں:

یہ سچ ہے، مگر آیت میں مسیح کے مر چکنے کی دلیل اور مرزا صاحب کے بیان میں عیسی کے وفات کر جانے کی وجہ استدلال ذرا بھی موجود نہیں۔ اچھا اگر کوئی کسی زندہ معاصر کے متعلق مشہور کر دے کہ وہ مر گیا اور جب کوئی اس سے پوچھے کہ تمہیں اس کی موت کا کیسے معلوم ہوا تو وہ یہی آیت پڑھ دے، تو اس کی وجہ استدلال کو کیا کہا جائے گا؟ ہمارا اعتقاد ہے کہ اس وقت مسیح ثمّ جعل من بعد ضعفٍ قوۃً کے مصداق حال ہیں۔ نزول بر زمین کے بعد ثمّ جعل من بعد قوۃٍ ضعفاً و شیبۃ کی حالت ان پر طاری ہو گی۔

☆ (۱۶)۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں

سولہویں آیت انّما مثل الحیوۃ الدّنیا کماء انزلناہ من السّماء فاختلط بہ نبا ت الارض ممّا یأ کل النّاس والانعا م ۔ (یونس۔ ۲۴) یعنی اس زندگی دنیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے اس پانی کی مثال ہے جس کو ہم آسمان سے اتارتے ہیں۔ پھر زمین کی روئیدگی اس سے مل جاتی ہے۔ پھر وہ روئیدگی بڑھتی اور پھولتی ہے اور آخر کاٹی جاتی ہے۔ یعنی کھیتی کی طرح انسان پیدا ہوتا ہے، اول کمال کی طرف رخ کرتا ہے، پھر اس کا زوال ہوتا ہے۔ کیا اس قانون قدرت سے مسیح باہر رکھا گیا ہے؟ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۱۱)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ کاش مرزا صاحب اس مثال سے ہی فائدہ اٹھاتے اور سمجھتے کہ سب روئیدگی کی قسمیں زمین سے اگنے، کمال تک پہونچنے اور بڑھنے اور پھر زوال کی جانب مائل ہو کر خشک ہونے میں، درجہ مساوی نہیں رکھتیں۔ چنانچہ ان ہر سہ مراتب کو دو ماہ

میں طے کر لیتا ہے اور نیشکر کو کمال تک پہونچنے کے لئے کئی ماہ کا عرصہ درکار ہے۔ سنّ کا بیج چند پہر میں زمین سے اگ آتا ہے اور گنوارے اور کھنڈی کا بیج سال بھر تک زمین میں جوں کا توں پڑا رہتا ہے۔ افسوس کہ آپ حارث وحراث ہونے کے دعویدار ہو کر بھی ان مثالوں سے بہت کم مستفید ہوتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ مسیح اس قانون قدرت سے باہر نہیں مگر اس قانون میں مساوات شخصی نکال کر آپ دکھا دیجئے۔

☆ (۱۷) مرزا صاحب فرماتے ہیں:

> سترھویں آیت ثمّ انکم بعد ذلک لمیّتو ن (مؤمنو ن ۔ ۱۵)۔ یعنی اول رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ تم کو کمال تک پہنچاتا ہے اور پھر تم اپنا کمال پورا کرنے کے بعد زوال کی طرف میل کرتے ہو یہاں تک کہ مر جاتے ہو۔ یعنی تمہارے لئے خدا کی طرف سے یہی قانون قدرت ہے، کوئی بشر اس سے باہر نہیں۔ اے خداوند قدیر اپنے اس قانون قدرت کے سمجھنے کیلئے ان لوگوں کو بھی آنکھ بخش جو مسیح ابن مریم کو اس سے باہر سمجھتے ہیں۔ (ازالہ اوہام ۔ ص ۶۱۱۔۶۱۲)

قاضی صاحب فرماتے ہیں:

وجہ استدلال میں مرزا صاحب کے پاس وہی پرانے لفظ ہیں۔ لیکن زبان عرب میں حرف ثمّ تراخی اور ترتیب کے لئے آتا ہے اور اسی لئے ہم نہایت صدق دل سے گواہی دیتے ہیں والّذی نفسی بیدہ لیوشکنّ ان ینزل فینا ابن مریم حکماً عدلاً ثمّ انّہ بعد ذلک لیموت مرزا صاحب قانونِ قدرت کے موٹے موٹے حروف تو پڑھ لیتے ہیں مگر کیا اچھا ہوتا کہ اس کی تشریحات بھی ملاحظہ کر لیا کریں۔

☆ (۱۸) مرزا صاحب فرماتے ہیں:

> اٹھارہویں آیت ۔ الم تر انّ اللّٰہ انزل من السّماء ماءً فسلکہ ینابیع فی الارض ثمّ یخرج بہ زرعاً مختلفاً الوانہ ثمّ یھیج فتراہ مصفراً ثمّ یجعلہ حطاماً انّ فی ذلک لذکری لاولی الالباب ۔ (زمر ۔ ۲۱)۔ ان آیات میں بھی مثال کے طور پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ انسان کھیتی کی طرح رفتہ رفتہ اپنی عمر کو پورا کر لیتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔ (ازالہ اوہام ۔ ص ۶۱۲)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اس آیت سے استدلال کی کوئی

وجہ نہیں لکھی ۔کھیتی باڑی کی مثال سچ ہے مگر اس مثال میں مرزا صاحب کی غلط فہمی کا اظہار ہم سولہویں آیت کے تحت کر چکے ہیں ۔

☆ (۱۹)۔مرزا صاحب لکھتے ہیں : انیسویں آیت یہ ہے:

وما ارسلنا قبلک من المرسلین الّا انّھم لیأکلون الطعام ویمشو ن فی الاسواق ۔ (فرقان ۔ ۲۰) ۔یعنی ہم نے تجھ سے پہلے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے ۔

اور پہلے ہم بہ نص قرآنی ثابت کر چکے ہیں کہ دنیوی حیات کے لوازم میں سے طعام کا کھانا ہے ۔سو چونکہ وہ اب تمام نبی طعام نہیں کھاتے لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب فوت ہو چکے ہیں ۔جن میں بوجہ کلمہ حصر مسیح بھی شامل ہے ۔(ازالہ اوہام ۔ ص۶۱۲۔۶۱۳)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ نے یہ آیت ان منکرین نبوت کے جواب میں نازل فرمائی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے اور رسالت کو بنظر حقارت دیکھتے اور یوں کہا کرتے تھے

ما لھذا الرّسول یا کل الطّعام و یمشی فی الاسواق۔ یہ رسول کیسا ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا بھی ہے۔

اللہ نے آنخضرت ﷺ کو ان کی اس بے ہودہ گفتگو کے جواب میں بطور تشفی و تسکین قلب فرمایا ہے کہ بازاروں میں پھرنا اور طعام کھانا اگر رسالت کے منافی ہے تو سارے کے سارے پیغمبر ایسے ہی گذرے ہیں جن میں یہ صفات لوگوں نے دیکھے اور معلوم کئے اور بایں ہمہ یہ معترض ان میں سے بعض کی نبوت کا یقین بھی رکھتے ہیں ۔مثلاً نصاری اور عرب کے اکثر قبیلے ۔اب آپ خیال فرمائیں کہ اس میں کون سی دلیل وفات مسیح کی ہے۔

مسیح کے طعام کھانے یا نہ کھانے کی بحث ساتویں آیت کے تحت میں ہو چکی ۔

مرزا نے ان تین آیتوں کو دلیل وفات مسیح بنانے میں حصر اور تعمیم سے بہت ہی کام لیا ہے اور یہ دل میں ٹھان لی ہے کہ اگر ایک تعمیم کی اور دوسری نص تخصیص کر دیتی ہو تو اس تخصیص کا ہرگز اعتبار نہیں کریں گے مگر یہ کاغذ کی ناؤ چلتی نظر نہیں آتی ۔

اولم یرالانسان انّا خلقناہ من نطفۃٍ فاذا ھو خصیم مّبین۔ کیاانسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا اور جھٹ کھلم کھلا خصومت رکھنے والہ بن گیا

آیت میں الانسان کل انسانوں پر شامل ہے جس سے کوئی باہر نہیں حالانکہ اسی آیت میں دوجگہ آپ کو تخصیص ماننی پڑے گی۔اول من نطفة میں کیونکہ حضرت آدم انسان تھے، مگر نطفہ سے پیدا نہ ہوئے تھے۔دوم خصیم مبین میں، کیونکہ ہم یقیناً وایماناً جانتے ہیں کہ انبیاء اور صدیقین نہایت فرمان بردار بندے ہوتے ہیں اور کبھی اپنے پروردگار سے خصومت نہیں کرتے۔

مرزا صاحب فرمائیں کہ طعام کھانا اور بازاروں میں پھرنا یہ مرسلین کا لازم حال تھا یا منجملہ صفات بشری کے ایک صفت۔اگر لازمہ حال تھا تو لازم آتا ہے کہ ہر ایک نبی اور مرسل نے وقت پیدائش سے لے کر زندگی کی آخری ساعت تک غرض اپنی تمام عمر کا کوئی لمحہ ،کوئی لحظہ ،کوئی منٹ ،کوئی سیکنڈ، ایسا گذرنے نہ دیا ہو کہ وہ بازار میں پھرتے ہوئے اور کچھ نہ کچھ کھاتے ہوئے نظر نہ آئے ہوں۔غرض کہ ان کا منہ اور ان کے پاؤں ہر وقت چلتے ہی رہتے تھے، کیوں کہ مرزا صاحب آپ کے مذہب میں یہی معنی اس آیت کے ہیں۔اگر یہی معنی ہیں تو اس کا بطلان نہایت صریح ہے لیکن اگر باوجود آیت کے الفاظ بالا کے یہ معنی آپ نہیں کرتے اور جائز رکھتے ہیں کہ ان کے کھانے اور بازاروں میں پھرنے کے خاص اوقات ہوں اور دیگر اوقات میں اکل طعام اور مشی فی السّوق ان میں نہ پایا جاتا ہو، تب آیت بالا آپ کے کیا مفید ہے؟ اگر کسی معتکف وصائم کو دیکھ کر کوئی شخص یہ حکم لگا سکتا ہے کہ طعام کھانے اور بازاروں میں پھرنے کی صفت اس سے جاتی رہی تو اس کے دانشمند ہونے میں کس کو شک ہوسکتا ہے؟ کیا مرزا صاحب ان نمونوں سے بھی مستفید نہیں ہوتے۔

☆ (۲۰) مرزا صاحب فرماتے ہیں:

بیسویں آیت یہ ہے۔والّذین یدعون من دونِ اللّٰہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون۔ اموات غیر احیاء ومایشعرون ایّان یبعثون(نحل ۲۰۔۲۱) یعنی جولوگ بغیر اللہ کے پرستش کئے جاتے اور پکارے جاتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرسکتے بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں، مرچکے ہیں زندہ بھی تو نہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائینگے۔ دیکھو یہ آیتیں کس قدر صراحت سے مسیح اور ان سب انسانوں کی وفات پر دلالت کررہی ہیں جن کو یہود اور نصاریٰ اور بعض فرقے عرب کے اپنا معبود ٹھہراتے تھے اور ان سے دعائیں مانگتے تھے۔اگر اب بھی آپ لوگ مسیح ابن مریم کی وفات کے قائل نہیں ہوتے تو سیدھے یہ

کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہمیں قرآن کریم کے ماننے میں کلام ہے۔قرآن کریم کی آیتیں سن کر پھر وہیں ٹھہر نہ جانا کیا ایمان داروں کا کام ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۱۴۔۶۱۵)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنی عبارت میں انسانوں کی قید اپنی طرف سے لگا دی ہے۔آیت تعمیم ہے اوراس لئے ایسے تین صفات بیان ہوئے ہیں جن سے کوئی مخلوق جن وملک انسان وحیوان وغیرہ اس تعمیم سے باہر نہیں رہ سکتے۔

۱۔من دون اللّٰہ۔اس میں کل مخلوق شامل ہے۔

۲۔کسی شیٔ کا خالق نہ ہونا، یہ بھی سب پر محیط ہے۔

۳۔مخلوق ہونا۔یہ بھی بجز خدا کے سب کو گھیرے ہوئے ہے۔

پس ان صفتوں والا اگر کسی قوم وقبیلہ کا معبود سمجھا یا مانا گیا ہے،تو وہ مردہ ہے۔

جب ہم نصاری کے مذہب پر نظر ڈالتے ہیں جو خدا کو ثالث ثلاثہ جانتے ہیں اور اس کے ساتھ دو اور اقنوم قائم کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ خدا کے سوا ایک تو مسیح کو معبود جانتے ہیں دوسرے روح القدس کو۔ان دونوں کی پرستش بھی کرتے ہیں اور ان دونوں کو پکارتے بھی۔

مرزا صاحب اس آیت پر تمسک کر کے حضرت مسیح کی وفات ثابت کرتے ہیں۔ میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ روح القدس کو بھی مردہ جانتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ کیا وہ من دون اللّٰہ نہیں؟ یا وہ کسی شئے کا خالق بھی ہے؟ یا وہ خود مخلوق نہیں؟ یا نصاری اس کو اسی طرح نہیں پکارتے جس طرح مسیح کو پکارتے ہیں؟ اگر یہ سب صفات اس میں موجود ہیں،تو پھر اسے اس آیت کی تعمیم سے جدا رکھنے کی کیا وجہ ہے۔اگر مرزا جی کے پاس روح القدس کو اس عمومیت سے جدا رکھنے اور جدا باور کرنے کی کوئی وجہ ہے،تو یقین رکھئے کہ ہمارے پاس بھی ہے۔اور اگر وہ روح القدس کو بھی مردہ سمجھتے ہیں تو اس کا اقرار فرمائیں تاکہ ان کے بیسیوں دلائل پر پانی پھر جائے اور میں پھر معنی آیت گزارش کروں۔

ایک قصہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔جب قرآن میں انتم وما تعبدون حصب جھنّم نازل ہوا تو مشرکین نے کہا کہ اگر ہم اور ہمارے بت جہنم میں ڈالے جائیں گے تو کچھ غم نہیں کیونکہ اسی قاعدہ وما تعبدون کے بموجب نصاری کے ساتھ مسیح کو بھی (نعوذ باللّٰہ) وہاں ڈالا جائے گا۔اس پر فرمان نازل ہوا:

وما ضربوه لك الّا جدلاً ، بل هم قوم خصمون۔ یعنی عیسی کی نظیر جو ان کفار نے پیش کی ہے، یہ ان کا مجادلہ ہے۔ یہ لوگ محض خصومت سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔

مرزا صاحب کا استدلال نہ شرعی ہے نہ عالمانہ، بلکہ آیت مذکورہ ایسے استدلال کا نام مجادلہ رکھتی ہے۔

۲۔ اموات غیر احیاء پر بھی غور فرمایئے کہ من دون اللّٰہ جن کو پکارا جاتا ہے یہ اموات غیر احیاء حالاً یا مآلاً ہیں۔ کیا آیت کے یہ معنی مرزا جی کرتے ہیں کہ جب چند شخصوں نے کسی من دون اللّٰہ کو پکارنا شروع کیا تو وہ فوراً مر بھی جاتا ہے اور اس کی حیات منقطع ہو جاتی ہے۔ اگر وہ یہی معنی کرتے ہیں تو یہ خلاف واقع ہیں۔ ہم نے کئی ایسے شخص دیکھے ہیں کہ ان کے بے وقوف معتقد اور مرید انہیں خدا کی طرح ہر وقت ہر جگہ جانتے ہیں اور سوتے جاگتے یا پیر، یا پیر، ہی پکارتے ہیں۔ بایں ہمہ طغیانی کفر وشرک یہ من دون اللّٰہ معبود بڑی عیش وشادمانی کے ساتھ اپنے دن پورے کرتے ہیں۔

اب رہا ان کا مآلاً اموات اور غیر احیاء ہونا۔ یعنی بالآخر ان مشرکین کے معبودوں کو ایک روز مرنا ہے۔ یہ بے شک صحیح ہے۔ مگر اب آیت میں مسیح کی وفات بالفعل پر ذرا بھی اشارت باقی نہ رہی۔ اور مرزا صاحب کا ہم پر کچھ اعتراض نہ رہ گیا کیونکہ مسیح کی وفات بزمانہ آئندہ کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔

۳۔ یہ جوابات مرزا کی تفہیم کے لئے ہیں ورنہ مفسرین نے آیت کو بحق اصنام یعنی بتوں کے لئے لکھا ہے اور اموات غیر احیاء کے یہ معنی کئے ہیں کہ ان بنائے ہوئے معبودوں کو تو کبھی بھی حیات حاصل نہیں ہوئی، ان میں کبھی بھی لوازم زندگی پائی نہیں گئے، اور اس لئے عدم محض ہیں۔ اس معنی پر کوئی اعتراض مرزا صاحب کا وارد نہیں ہوتا اور وفات مسیح کی دلیل کا تو اس میں وارد ہونا ذرا بھی تعلق نہیں رکھتا۔

☆ (۲۱)۔ مرزا صاحب کہتے ہیں: اکیسویں آیت یہ ہے۔

ما کان محمّد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رّسول اللّٰہ و خاتم النّبیّین۔

(احزاب۔ ۴۰)۔ یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔

یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے رسول دنیا میں نہیں آئے

گا۔ پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آ سکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبریل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے۔ اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا اور یہ امر خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مر گیا۔ اور یہ خیال کہ پھر وہ موت کے بعد زندہ ہو گیا مخالف کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا کیونکہ اگر وہ زندہ بھی ہو گیا تاہم اسکی رسالت جو اس کیلئے لازم غیر منفک ہے، اسے دنیا میں آنے سے روکتی ہے۔

ماسوا اس کے ہم بیان کر آئے ہیں کہ مسیح کا مرنے کے بعد زندہ ہونا اس قسم کا نہیں جیسا کہ خیال کیا گیا ہے بلکہ شہداء کی زندگی کے موافق ہے جس میں مراتب قرب و کمال حاصل ہوتے ہیں۔ اس قسم کی حیات کا قرآن کریم میں جا بجا بیان کیا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کی زبان سے یہ آیت قرآن شریف میں درج ہے والّذی یمیتنی ثم یحیین (شعراء۔ ۸۱) (وہ خدا جو مجھے مارتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے)۔ اس موت اور حیات سے مراد صرف جسمانی موت اور حیات نہیں بلکہ اس موت اور حیات کی طرف اشارہ ہے جو سالک کو اپنے مقامات و منازل سلوک میں پیش آتی ہے چنانچہ وہ خلق کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور خالق کی حقیقی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے اور پھر اپنے رفقاء کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور رفیق اعلیٰ کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر اپنے نفس کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور محبوب حقیقی کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کئی موتیں اس پر وارد ہوتی رہتی ہیں اور کئی حیاتیں۔ یہاں تک کہ کامل حیات کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے سو وہ کامل حیات جو اس سفلی دنیا کے چھوڑنے کے بعد ملتی ہے وہ جسم خاکی کی حیات نہیں بلکہ اور رنگ اور شان کی حیات ہے۔ قال اللہ تعالیٰ و انّ الدّار الآخرۃ لھی الحیوان۔ لو کانوا یعلمون۔ (عنکبوت۔ ۶۴)۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۱۴۔ ۶۱۶)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہاں وجہ استدلال یہ لکھی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی رسول نہیں آ سکتا۔ حضرت عیسیٰ بھی رسول ہیں وہ بھی نہیں آ سکتے۔ جب نہیں آ سکتے تو ان کی حیات کی کوئی ضرورت نہ رہی۔ ثابت ہوا کہ لامحالہ وہ فوت ہو گئے۔

یہاں مرزا صاحب سے غلط فہمی ہوئی اور محمد ﷺ کی شان رفیعہ کے سمجھنے میں ان سے قصور ہوا۔قرآن میں ہے:

و اذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیّین لما آتیتکم من کتابٍ وحکمۃٍ ثمّ جاء کم رسولٌ مّصدّقٌ لّما معکم لتؤمننّ بہ و لتنصرنّہ ۔ کہ جب خدا نے نبیوں سے اقرار لیا جو کچھ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے پھر جب تمہاری طرف رسول موعود آئے جو تمہاری سچائی ظاہر کرے، تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔

اور اس کا مفہوم ومنطوق یہ ہے کہ جس قدر انبیاء ورسل آدم سے عیسی تک گذر رے ہیں ، یہ سب وعدہ کر چکے ہیں کہ ہم محمد ﷺ کی امت کے شمار میں اپنے آپ کو داخل وشامل سمجھیں گے اور امتیوں کی طرح آپ کا کلمہ پڑھیں گے۔اسی آیت کی عملی تفسیر اس حدیث معراج میں ہے جو صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امام بن کر نماز پڑھائی اور موسیٰؑ وعیسیٰؑ وابراہیمؑ نے آپ کے پیچھے مقتدی بن کر پڑھی۔پس جب انبیاء گذشتہ کا شمار پہلے ہی حضرت ﷺ کی امت میں حضرت کی رسالت کے بعد ہوتا ہے تو حضرت عیسیٰؑ کا اس میثاق ازلی کے ایفاء کے طور پر دنیا میں آنا اور خلیفہ مسلمین بننا رسول کریم ﷺ کے اعلی درجہ رسالت کا مظہر ہے، نہ کہ آنحضرت ﷺ کے درجہ خاتمیت کے منافی ۔ یہ امر کہ مسیح آنحضرت ﷺ کی امت میں شمار ہوتے ہیں ،مرزا نے انیسویں آیت کے تحت ازالہ اوہام کے صفحہ۶۲۳ پر ان الفاظ میں مان لیا ہے

. یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے ہیں .

یہ اقرار کرنے کے بعد مرزا صاحب سے نہایت مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسیح بن مریم کے آنے کا انکار اس آیت کے تمسک سے کریں۔اور مزید تعجب یہ ہے کہ انبیاء گذشتہ میں سے اگر کوئی نبی اس میثاق ازلی کے موافق ،جس کی خبر قرآن مجید میں دی گئی ہے، ہمارے نبی ﷺ کی نصرت وخدمت کے لئے دنیا میں تشریف لائے تو مرزا اس آیت کو اس کے لئے مانع خیال کرتے ہیں۔مگر خود اپنے لئے ایک پہلو نکال کر یوں تحریر کرتے ہیں:

خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ہاں ایسا نبی جو مشکوۃ نبوت محمد یہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا ،جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں، وہ اس تحریر سے باہر ہے کیوں کہ وہ بباعث اتباع اور

فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے، جیسے کل میں جزء داخل ہوتی ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۷۵)

دیکھو کیسے صاف لفظوں میں لکھ گئے ہیں کہ میں نبی ہوں اور یہ آیت میرے لئے مانع نہیں کیونکہ فنا فی الرسول ہو کر میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا جزو بن گیا ہوں۔

اچھا مرزا صاحب! اگر بباعث اتباع اور فنا فی الرّسول ہونے کے کوئی نبی ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہو جاتا ہے اور اس کی نبوت جداگانہ شمار نہیں ہوتی، تب بھی حضرت عیسی مسیح کا آنا اور نزول فرمانا ثابت ہو گیا کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث معراج عن ابی ہریرہؓ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مسیح نے حضرت محمد ﷺ کا اتباع کیا ہے اور فنا فی الرّسول ہونے کی شہادت حضرت عیسی کے اس وعظ سے ملتی ہے جس میں انہوں نے اپنی امت کو وجود باجود محمدی کی بشارت سنا کر فرمایا تھا۔

آگے کو تم سے بہت باتیں نہ کروں گا کیونکہ اس دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں (یوحنا)

Hereafter I will not talk much with you; for the prince of this world cometh, and hath nothing in me. (John 14: 30)

دنیا کا سردار، اور ، مجھ میں ان کی کوئی چیز نہیں، خیال کرو کیسے الفاظ ہیں اور کس سچے دل اور صادق زبان سے نکلے ہیں۔ اگر فنا فی الرّسول کا درجہ اس قول کے قائل کو حاصل نہیں جس کا اپنے قول میں صادق ہونا سب کے نزدیک مسلّم ہے، تو اور کس شخص کو ہوسکتا ہے۔

اس کے بعد مرزا جی اس حدیث پر نظر فرمائیں جس میں آنحضرت ﷺ نے انبیاء کو علامتی بھائی فرما کر آخر میں فرمایا ہے و انا اولی النّاس بعیسی ابن مریم۔ یہاں آپ ذرا غور سے دیکھیں کہ آپ کی اصطلاح کے موافق عیسی بن مریم تو محمد رسول اللہ ﷺ میں اور محمد رسول اللہ حضرت عیسی میں کس طرح داخل ہیں۔ غرض ثابت ہوا کہ آپ کی مستدلّہ آیت آپ کے مفید نہیں ہوسکتی بچند وجوہ:

۱۔ قرآن مجید شہادت دیتا ہے کہ جملہ انبیاء آنحضرت کی امت میں ہیں۔ لہذا اس میں سے کسی ایک کا آنا اور خلیفہ بننا بعینہ صدیق اور فاروق جیسا خلیفہ بننا ہے۔

۲۔ مرزا نے مان لیا کہ مسیح بھی اسی امت محمدیہ ﷺ کے شمار میں آچکا ہے (ازالہ اوہام ص ۶۲۳)

۳۔مرزا کہتے ہیں میں نبی ہوں اور میرے لئے آیت خاتم النبیین مانع نہیں کیونکہ مجھے درجہ فنا فی الرّسول حاصل ہے اور میں، رسول خدا سے کچھ جدا نہیں ہوں۔

۴۔ فنا فی الرّسول کا قاعدہ کلیہ حضرت مسیح پر زیادہ ثابت ہوتا ہے۔انجیل اور صحیح مسلم اس کے گواہ ہیں۔

پس ثابت ہوگیا ،مرزا نے اس آیت سے استدلال میں بڑی غلطی کھائی ہے یا صریح مغالطہ دیا ہے۔

ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ حضرت مسیح جو خدا کے نبی ہیں وہ ہمارے سید و مولا محمد ﷺ کے صحابی بھی ہیں۔صحابی کی تعریف یہ ہے کہ اس نے ایمان کے ساتھ زندگی میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو۔آنحضرت ﷺ کا مسیح سے شب معراج کو ملاقات کرنا ثابت ہے۔پس نتیجہ یہ ہے کہ اگر صدیقؓ و فاروقؓ کی خلافت کے لئے آیت خاتم النبیین مانع نہیں ہے تو حضرت عیسیٰؑ کی خلافت کے لئے بھی مانع نہیں۔ ایک نبی کا نبی ہوکر پھر صحابی ہونا بھی بعید نہیں۔حضرت ہارونؑ و یحییٰؑ کی مثالیں موجود ہیں۔ہارونؑ تو موسیٰؑ کے صحابی تھے۔یحییٰؑ، زکریاؑ کے۔

☆ (۲۲) مرزا صاحب فرماتے ہیں:

بائیسویں آیت یہ ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون(نحل ۔ ۴۳) یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو، تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جاوے۔سو جب ہم نے موافق حکم اس آیت کے اہل کتاب یعنی یہود اور نصاری کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ کیا اگر کسی نبی گذشتہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو، تو وہی آجاتا ہے یا ایسی عبارتوں کے کچھ اور معنی ہوتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اسی امر متنازعہ فیہ کا ہم شکل ایک مقدمہ حضرت مسیح ابن مریم آپ ہی فیصل کرچکے ہیں اور ان کے فیصلہ کا ہمارے فیصلہ کے ساتھ اتفاق ہے۔دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل جو ایلیا کا دوبارہ آسمان سے اترنا مسیح نے کس طور پر بیان فرمایا ہے ۔(ازالہ اوہام ص ۶۱۶۔۶۱۷)

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ

مرزا صاحب نے ایلیاہ کا دوبارہ آسمان سے اترنا، لکھ کر یہ تسلیم کرلیا ہے کہ ایلیاہ

آسمان پر چڑھایا گیا۔ آپ یہ دریافت کرتے ہیں کہ اس کا اترنا کس طور کا بیان کیا گیا ہے۔ تو پہلے یہ دریافت فرمالیجئے کہ ۔ایلیاہ کا آسمان پر چڑھ جانا کس طرح بیان کیا گیا ہےاور یوں ہوا کہ

جب خداوند نے چاہا کہ ایلیاہ کو ایک بگولے میں اڑا کے آسمان پر لے جاوے، تب ایلیاہ الیسع کے ساتھ جلجال سے چلا اور ایلیاہ نے الیسع کو کہا کہ تو یہاں ٹھہر۔ اس لئے کہ خداوند نے مجھے بیت ایل کو بھیجا ہے سوالیسع بولا خداوند کی حیات اور تیری جان کی سوگند میں تجھے نہ چھوڑونگا، سووے بیت ایل کو اتر گئے اور انبیا زادے جو بیت ایل میں تھے نکل کے الیسع کے پاس آئے اور اس کو کہا تجھے آگاہی ہے کہ خداوند آج تیرے سر پر سے آقا کو اٹھا لے جائے گا۔ وہ بولا ہاں۔ تم چپ رہو۔ تب ایلیاہ نے اس کو کہا۔ اے الیسع تو یہاں ٹھہر کہ خداوند نے مجھ کو یریحو کو بھیجا ہے۔ اس نے کہا خداوند کی حیات اور تیری جان کی قسم میں تجھ سے جدا نہ ہونگا۔ چنانچہ وہ یریحو میں آئے اور انبیا زادے جو یریحو میں تھے الیسع کے پاس آئے اور اس سے کہا تو اس سے آگاہ ہے کہ خداوند آج تیرے آقا کو تیرے سر پر سے اٹھالے جائے گا۔ وہ بولا میں تو جانتا ہوں۔ تم چپ رہو اور پھر ایلیا نے اس کو کہا تو یہاں درنگ کر کہ خداوند نے مجھ کو یردن بھیجا ہے وہ بولا خداوند کی حیات اور تیری جان کی قسم میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا۔ چنانچہ وے دونوں آگے چلے اور ان کے پیچھے پیچھے پچاس آدمی انبیا زادوں میں روانہ ہوئے اور سامنے کی طرف دور کھڑے ہو رہے، اور وے دونوں لب یردن کھڑے ہوئے اور ایلیا نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کر پانی پر مارا کہ پانی دو حصے ہو کے ادھر ادھر ہو گیا اور اسے دونوں خشک زمین پر ہو کے پار ہو گئے۔

اور ایسا ہوا کہ جب پار ہوئے تب ایلیاہ نے الیسع کو کہا کہ اس سے آگے کہ میں تجھ سے جدا کیا جاؤں، مانگ کہ میں تجھے کچھ دوں۔ تب الیسع بولا مہربانی کر کے ایسا کیجئے کہ اس روح کا جو تجھ پر ہے مجھ پر دوہرا حصہ ہو۔ تب وہ بولا تو نے بھاری سوال کیا۔ سو اگر مجھے آپ سے جدا ہوتے ہوئے دیکھے گا تو تیرے لئے ایسا ہوگا اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہوگا۔

اور ایسا ہوا کہ جوں ہی وہ دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھ کہ

ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آ کے ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاہ بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا اور الیسع نے دیکھا اور چلّایا اے میرے باپ، میرے باپ اسرائیل کی رتھ اور اس کے ساتھی۔ سو اس نے پھر نہ دیکھا اور اس نے اپنے کپڑوں پر ہاتھ مارا اور انہیں دو حصے کیا اور اس نے ایلیاہ کی چادر کو جو اوپر گر پڑی تھی اٹھا لیا اور الٹا پھرا، اور یردن کے کنارے پر کھڑا ہوا اور وہاں اس نے ایلیاہ کی چادر کو جو اس سے گر پڑی تھی، لے کر پانی پر مارا اور کہا کہ خداوند ایلیاہ کا خدا کہاں ہے۔ اور اس نے بھی اس چادر کو جب پانی پر مارا تو پانی ادھر ادھر ہو گیا اور الیسع پار ہو گیا۔

مرزا صاحب ایلیاہ کے آسمان پر چڑھ جانے کی کیفیت مفصل پڑھ کر اب اپنے اس فقرہ کو یاد کریں کہ: جب جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چلے جانا ثابت ہو جائے تو پھر اسی جسم کے ساتھ اترنا کچھ مشکل نہیں۔ نیز یہ فقرہ: مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان سے اترنا اس کے جسم کے ساتھ چڑھنے کی فرع ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۲۶۹)۔

اور ملاحظہ کیجئے کہ ایلیاہ کا جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھنا کس وضاحت سے اہل کتاب کے صحف سماوی میں مندرج ہے۔ آپ کا یہ کہنا کہ ایلیاہ کی جس چادر کے گرنے کا ذکر ہے وہ اس کا جسم ہی تو تھا، بالکل غلط ہے کیوں کہ اول تو شروع باب میں یہ فقرہ ہے: .

یہ خدا نے چاہا کہ ایلیاہ کو ایک بگولے میں اڑا کے آسمان پر لے جاوے۔

بگولے میں اڑا کر لے جانا روح سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔

دوم یہ فقرہ: ایلیا نے اپنی چادر کو لپیٹ کر دریا پر پھینک مارا۔ پانی ادھر ادھر ہو گیا۔

اگر چادر سے مراد جسم ہے، تو ایلیاہ نے خود اپنے جسم کو کس طرح لپیٹ کر دریا پر مارا تھا۔

سوم یہ فقرہ: الیسع نے بھی اس چادر کو جب پانی پر مارا۔

الیسع نے اپنے پیر و مرشد کی لاش کو پھینک مارا تھا۔ غرض یہ تاویل فضول ہے۔ اور سلاطین ۲۔ باب ۲ سے ایک جسم کا آسمان پر جانا ثابت ہے۔ اگر مرزا صاحب کو فاسئلوا اهل الذّکر پر ایمان ہے تو پہلے اس صعود جسمی کو تو مان لیں۔

(1- And it came to pass, when the Lord would take up Eilijah into heaven by a whirlwind, that Eilijah went with Elyasha from Gilgal.

2- And Ellijah said unto Elyasha, Tarry here I pray thee; for the Lord hath sent me to

beth-el. And Elyasha said unto him, As the Lord liveth, and as thy soul liveth, I will not leave thee. So they went down to beth-el.

3. And the sons of the prophets that were at Beth-el came forth to Elyasha, and said unto himn knowest thou that the Lord will take away thy master from thy head to day? And he said, Yea, I know it; hold ye your peace.

4- And Eilijah said unto him, Elyasha, tarry here, I pray thee; for the Lord hath sent me to Jericho. And he said, as the Lord liveth, and as thy soul liveth, I will not leave thee. So they came to Jericho.

6- And Eilijah said unto him, Tarry, I pray thee, here; for the Lord hath sent me to Jordan. And he said, As the Lord liveth, and as thy soul liveth, I will not leave thee. And they two went on .

7. And fifty men of the sons of the prophets went, and stood to view afar off; and they two stood by Jordan.

8. And Eilijah took his mantle, and wrapped it together, and smote the waters, and they were divided hither and thither, so that they two went over on dry ground.

9- And it came to pass, when they were gone over, that Eilijah said unto Elyasha, Ask what I shall do for thee, before I betaken away from the thee. And Elyasha said, I pray thee, let a double portion of thy spirit be upon me .

10- And he said, 'Thou hast asked a hard thing; nevertheless, If thou see me when I am taken from thee, it shall be so unto thee, but if not, it shall not be so.

11- And it came to pass, as they still went on, and talked, that behold, there appeared a chariot of fire, and horses of fire, and parted them both asunder; and Eilijah went up by a whirlwind into heaven.

12- And Elyasha saw it, and he cried, "my father, my father, the chariot of Israel, and the horsemen thereof. And he saw him no more; and he took hold of his own clothes,

and rent them in two pieces.

13. He took up also the mantle of Eilijah that fell from him, and went back, and stood by the bank of Jordan;

14- And he took the mantle of Eilijah that fell from him, and smote the waters, and said, where is the Lord god of Eilijah? and when he also had smitten the waters, they parted hither and thither; and Elyasha went over. (2 Kings: 2)

اس کے بعد قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اپنے بیان میں مرزا صاحب نے چند غلطیاں کی ہیں۔

اول معنی آیت کے سمجھنے میں۔ آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ اگر تم کو معلوم نہ ہو تب اہل کتاب سے پوچھو۔ خدا کے فضل سے نزول مسیح کا مسئلہ ایسا نہیں جو ہم کو معلوم نہ ہو۔ قرآن مجید سے لے کر صحاح ستہ اور دیگر تمام دواوین حدیث میں نزول مسیح کی مفصل خبریں درج ہیں، بلکہ میں دعوی سے عرض کرتا ہوں کہ احادیث نزول مسیح میں اس قدر تفصیل اور تشریح ہے کہ آج تک کسی پیش گوئی کو تو کیا، گذشتہ واقعہ کو بھی کسی مورخ نے ایسی خوبی اور صفائی سے شائد ہی بیان کیا ہو۔...

مرزا صاحب کی دوسری غلطی یہ ہے کہ نصاری کی کتابوں سے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جب کسی نبی کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو تو اس کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ مرزا صاحب کیوں یہ دیکھنا نہیں چاہتے کہ ان کتابوں میں خاص مسیح کے آنے کے بارے میں کیا لکھا ہے کیونکہ اس جگہ عمومیت کا سوال نہیں بلکہ خصوصیت کا ہے۔

دیکھئے مسیح کے آنے کے بارے میں انجیل متی باب ۲۴ میں کیا لکھا ہے:

1. Jesus left the temple and was walking away when his disciples came up to him to call his attention to its buildings.

2. Do you see all these things? he asked, :I tell you the truth, not one stone here will be left on another; every one will be thrown down:.

3. As Jesus was sitting on the Mount of Olives, the disciples came to him privately, : tell us, they said, "when will this happen, and what will be the sign of your coming and

of the end of the age?"

4. Jesus answered: "Watch out that no-one deceives you.

5. For many, will come in my name, claiming, 'I am the Christ, 'and will deceive many.

6. You will hear of wars and rumours of wars, but see to it that you are not alarmed. Such things must happen, but the end is still to come.

7. Nation will rise against nation, and kingdom against kingdom. There will be famines and earthquakes in various places.

8. All these are the beginning of brith-pains.

9. " Then you will be handed over to be prosecuted and put to death, and you will be hated by all nations because of me.

10- At that time many will turn away from the faith and will betray and hate each other.

11. And many false prophets will appear and deceive many people.

12. Because of the increase of wickedness, the love of most will grow cold

13. but he who stands firm to the end will be saved.

14- And this gospel of the kingdom will be preached in the whole world as a testimony to all nations, and then the end will come.

15- So when you see standing in the holy place' the abomination that causes desolation', spoken of through the prophet Daniel - let the reader understand-

16. then let those who are in Judea flee to the mountains

17. let no-one on the roof of his house go down to take anything out of the house

18. let no-one in the field go back to get his cloak.

19. How dreadful it will be in those days for pregnant women and nursing mothers.

20- Pray that your flight will not take place in winter or on the Sabbath.

21- For then there will be great distress, unequalled from the beginning of the world until now - and never to be equalled again

22. If those days had not been cut short, no-one would survive, but for the sake of the elect those days will be shortened.

23- At that time if any one says to you, 'Look , here is the Christ!' or, "there he is" do not believe him.

24- For false Christs and false prophets will appear and perform great signs and miracles to deceive even the elect - if that were possible.

25. See, I have told you ahead of time

26- So if anyone tells you, "there he is, out in the desert,' do not go out; or ' here he is. in the inner rooms,' do not believe it.

27- For as lightning that comes from the east is visible even in the west, so will be the coming of the Son of Man.

28- Whenever there is a carcass, those vultures will gather

29. Immediately after the distress of those days the sun will be darkened, and the moon will not give its light, the stars will fall from the sky, and the heavenly bodies will be shaken'.

30- At that time the sign of the Son of Man will appear in the ski, and all the nations of the earth will mourn. They will see the Son of Man coming on the clouds of the sky, with power and great glory.

31- And he will send his angles with a loud trumpet call, and they will gather his elect from the four winds, from one end of the heavens to the other.

32- Now learn this lesson from the fig-tree. As soon as the twigs get tender and its leaves come out, you know that summer is hear.

33- Even so, when you see all these things, you know that it is near, right at the door.

34- I tell you the truth, this generation will certainly not pass away until all these things have happened.

33- Heaven and earth will pass away, but my words will never pass away.

42- Therefore keep watch because you do not know on what day your Lord will come.

44- So you must also be ready, because the Son of Man will come at an hour when you do not expect him. (Matthew 24)

ا۔ یسوع ہیکل سے نکل چلا تو اس کے شاگرد اس کے پاس آئے کہ اسے ہیکل کی عمارتیں دکھلائیں ۔۲۔ پر یسوع نے کہا، کیا تم یہ سب چیزیں دیکھتے ہو؟ میں سچ کہتا ہوں کہ یہاں پتھر پر پتھر نہ چھوٹے گا جو گرایا نہ جائے گا ۔۳۔ جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا، اس کے شاگرد اس کے پاس آئے اور بولے کہ یہ کب ہوگا؟ اور تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا نشان کیا ہے۔(تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا نشان کیا ہے ، یہ الفاظ انّہ لعلم السّاعۃ کا ترجمہ ہیں ۔مرزا صاحب نے انّہ کی ضمیر میں جو مختلف وجوہ پیش کئے ہیں احادیث نبوی اور انجیل کے الفاظ اس کا تصفیہ کرتے ہیں ۔حواریوں کے الفاظِ سوال سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سوال سے پہلے بھی ان کو حضرت عیسیٰ کے آسمان پر جانے اور پھر قرب قیامت میں بار دوم آنے کا حال معلوم ہو چکا تھا یعنی وہ یہ وقت تھا جب اللہ انّی متوفّیک و را فعک الیّ کا وعدہ عیسیٰ کو دے چکا تھا اور ان الفاظ کے معنی عیسیٰ نیز ان کے حواری وہی سمجھے تھے جو آج جمہور مسلمانوں نے سمجھے ہیں ورنہ تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا کیا نشان ہے؟ بالکل بے معنی ہوا جاتا ہے کیونکہ مسیح تو خود ان میں موجود تھے اور آنے میں کیا کسر رہ گئی تھی؟)۔۴۔ اور یسوع نے جواب دے کر انہیں کہا۔ خبر دار ہوؤ کہ کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے ۔۵۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام پر آویں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں ، اور بہتوں کو گمراہ کریں گے (یہاں مسیح نے صاف لفظوں میں پیشگوئی کی ہے کہ کئی لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو مسیح کا نام اور درجہ اپنے لئے ثابت کریں گے)۔۶۔ اور تم لڑائیوں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے ۔خبر دار مت گھبراؤ کیوں کہ ان سب باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ پر اب تک اخیر نہیں ہے (یعنی قیامت نہیں)۔۷۔ کیونکہ قوم قوم پر اور بادشاہت ، بادشاہت پر چڑھے گی ، اور کال وبائیں اور جگہ جگہ زلزلے ہوں گے(نشان کے طور پر فرمایا کہ جھوٹے نبی اس زمانہ میں پیدا ہوں گے جب لڑائیاں شروع ہوں گی یا لڑائیوں کی افواہ۔قوم پر قوم ، بادشاہت پر بادشاہت چڑھے گی۔کال ، وبائیں زلزلے آئیں گے)۔۸۔ پھر یہ سب باتیں مصیبت کا شروع ہیں ۔تب وہ تمہیں دکھ میں حوالے کریں گے اور

میرے نام کے سبب سب قومیں تم سے کینہ رکھیں گی ۔ ۹۔ اور اس وقت بہتیرے ٹھوکر کھائیں گے اور ایک دوسرے سے کینہ رکھے گا ۔ ۱۰۔ اور بہت جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بہتوں کو گمراہ کریں گے ۔ ۱۱۔ اور بے دینی پھیل جانے سے بہتوں کی محبت ٹھنڈی ہو جاوے گی ۔ ۱۲۔ پر جو آخر تک سہے گا وہ نجات پاوے گا ۔ ۱۳۔ اور بادشاہت کی یہ خوش خبری ساری دنیا میں سنائی جاوے گی ، تا کہ سب قوموں پر گواہی ہو اور اس وقت آخر آوے گا ۔ ۱۴۔ پس جب ویرانی کی مکروہ چیز کو جس کا دانیال نبی کی معرفت ذکر ہوا ہے، مقدس مکان میں کھڑے دیکھو گے (یعنی جب الدجال بیت المقدس پہنچے) ۔ ۱۵۔ تب جو یہودیہ میں ہوں، پہاڑوں پر بھاگ جائیں ۔ ۱۶۔ جو کوٹھے کے اوپر ہو، اپنے گھر سے کچھ نکالنے کو نہ اترے ۔ ۱۷۔ اور جو کھیت میں ہو، اپنا کپڑا اٹھا لینے کو پیچھے نہ پھرے ۔ ۱۸۔ پر ان پر افسوس جو ان دنوں میں حاملہ اور دودھ پلانے والیاں ہوں (کیونکہ جب پیٹ یا گود میں بچہ ہو، بھاگا نہیں جاتا) ۔ ۱۹۔ سو دعا مانگو کہ تمہارا بھاگنا جاڑے میں ہفتہ کے روز نہ ہو ۔ ۲۰۔ کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی، جیسی دنیا کے شروع سے اب تک نہ ہوئی اور نہ کبھی ہوگی ۔ ۲۱۔ اور اگر وہ (دن) گھٹائے نہ جاتے تو ایک تن بھی نجات نہ پاتا ۔ پر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے ۔ ۲۲۔ تب اگر کوئی کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ، تو مت یقین کرو ۔ ۲۳۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھائیں گے ، یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے ۔ ۲۴۔ دیکھو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں ۔ ۲۵۔ پس اگر وہ (لوگ) تمہیں کہیں، دیکھو وہ (مسیح) جنگل میں ہے، تو باہر مت جاؤ ۔ دیکھو کوٹھڑی میں ہے، تو باور مت کرو ۔ ۲۶۔ کیوں کہ جیسے بجلی پورب سے کوندتی ہے، اور پچھّم تک چمکتی ہے، ویسا ہی انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہوگا ۔ ۲۷۔ اور فی الفور ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج اندھیرا ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمان کی قوتیں ہلائی جائیں گی ۔ (انجیل متی ۔ باب ۲۴)

اور انجیل یوحنا کے باب ۱۵ میں مسیح نے کہا:

۲۸۔ تم سن چکے ہو کہ میں نے تم کو کہا، کہ میں جاتا ہوں ، اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں ۔ اگر تم مجھے پیار کرتے تو میرے اس کہنے سے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں،

خوش ہوتے، کیونکہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔
۲۹۔اور اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر کہا ہے تا کہ جب ہو جاوے،
تم ایمان لاؤ۔

Ye have heard how I said unto you, I go away, and come again unto you. If ye loved me, ye would rejoice because I said, I go unto the Father; for my Father is greater than I. And now I have told you before it come to pass, that when it is come to pass, ye might believe (John 14: 28-29)

مرزا صاحب انصاف اور حق پسندی کی راہ سے فرمائیں کہ آپ مسیح کا بیان، ان کے بعد نزول کے بارہ میں جو اس قدر مفصل ہے اور اناجیل اربعہ میں منقول ہے، کیوں منظور نہیں فرماتے۔انجیل یوحنا کا یہ فقرہ :

میں نے تم کو کہا کہ میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں .

زیادہ تدبر اور غور کے قابل ہے۔ظاہر ہے . پھر آتا ہوں . وہی شخص کہا کرتا ہے جو پہلے جایا کرتا ہے۔ پہلے جانا مسیح کا ہمارے اور مرزا کے نزدیک مسلّم ہے (گو اس کی کیفیت میں اختلاف ہو) مگر . پھر آتا ہوں . کی مرزا صاحب بڑے زور سے تردید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسیح کا پھر آنا محال اور قدرت کے خلاف ہے۔اندریں حالت کہ مرزا صاحب فاسئلوا اھل الذکر پکار رہے ہیں اور انجیل، مسیح کا بذات خود دنیا پر مکرر آنا بآواز بلند پکار رہی ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے کیوں اور کیوں کر اس آیت کو وفات مسیح کی دلیل بنایا ہے۔

اب میں ایلیا کے اس قصہ کی طرف توجہ کرتا ہوں جس کا حوالہ اس آیت مستدلہ کے تحت مرزا نے دیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہود حضرت ایلیا کی آمد کے منتظر تھے، جب مسیح نے نبوت کا اظہار کیا تو یہود نے یہ اعتراض کیا کہ پہلے ایلیا آنا چاہیے تھا، اگر تو مسیح ہے تو ایلیا کہاں ہے؟ مسیح کا جواب انجیل میں یوں تحریر ہے کہ حضرت یوحنا کی طرف اشارہ کر کے آپ نے فرمایا، آنے والہ ایلیا یہی ہے، چاہو قبول کرو۔

اس جواب کا وہی مطلب ہے جو مرزا نے سمجھا ہے مگر ناظرین انجیل کو ذرا تامل سے ملاحظہ فرمائیں۔اسی انجیل میں یہ بھی ہے کہ جب علماء یہود کے فرستادوں نے خود یوحنا سے سوال کیا کہ آپ کون ہیں؟ آیا مسیح ہیں؟ کہا میں نہیں ہوں۔ پوچھا کیا آپ ایلیا ہیں؟

فرمایا میں نہیں ہوں ۔ پوچھا، آیا وہ نبی ہیں؟ (وہ نبی، ترجمہ ہے آنحضرت کا) کہا میں نہیں ہوں ۔ انہوں نے کہا اگر آپ مسیح ہیں، نہ ایلیا، نہ وہ نبی، تو پھر کون ہیں؟ یوحنا نے جواب دیا میں وہ ہوں جس کی یسیعاہ نبی نے خبر دی تھی ۔

اب دیکھو کہ اگر انجیل کا یہ بیان کہ مسیح نے یوحنا کو ایلیا بتایا تو انجیل ہی کا یہ بیان ہے کہ یوحنا نے ایلیا ہونے سے انکار کیا ۔

فرمایئے! مسیح جو دوسروں کے بارے میں کہہ رہا ہے وہ درست ہے یا یوحنا جو خود اپنے حال کی خبر دیتا ہے وہ درست ہے؟ نبی دونوں ہیں، کیا نتیجہ نکالو گے؟ یہی کہ نبی تو دونوں سچے ہیں ہاں مسیح کے قول میں تحریف ہوگئی ہے ۔

اس قدر لکھنے کے بعد جس سے ایلیا کا یوحنا ہونا غلط محض ثابت ہو چکا، یہ بھی درج کر دینا چاہتا ہوں کہ یہودی اگر ایلیا کے آنے کے قائل بھی تھے، تو ان کے اعتقاد میں یہ ہرگز نہ تھا کہ خود آسمان پر سے اترے گا ۔ دیکھو علماء یہود نے یوحنا سے آکر یہ پوچھا ہے کہ تو مسیح ہے، یا ایلیا، یا وہ نبی ۔ اگر ایلیا کے آسمان سے نزول فرمانے کے وہ قائل ہوتے تو یوحنا پر مسیح اور وہ نبی ہونے کا شبہ نہ کرتے اور جب انہوں نے شبہ کیا تو اس کے صرف دو معنی ہیں ۔ یا تو یہود، مسیح اور وہ نبی اور ایلیا، تینوں کے نزول من السّماء کے قائل تھے اور یہ بداہتاً باطل ہے کیونکہ مسیح اور وہ نبی تو ہنوز بار اول بھی دنیا میں پیدا نہ ہوئے تھے ۔ یا یہ کہ وہ ایلیا کے بجسدہ آسمان سے نازل ہونے کے قائل نہ تھے، اور یہی فقرہ کا مطلب ہے ۔ بدیں صورت مرزا صاحب کی وجہ استدلال کچھ بھی نہ رہی اور ثابت ہوگیا کہ مرزا صاحب نے اس آیت سے استدلال کرنے میں چند در چند غلطیاں کیں اور مغالطے دیئے ہیں ۔

☆ (۲۳) مرزا صاحب فرماتے ہیں: تیئیسویں آیت:

یا ایّتها النّفس المطمئنّة ارجعی الی ربّک راضیةً مّرضیّة۔ فادخلی فی عبادی و ادخلی جنّتی (فجر ۔۲۷۔۳۰) یعنی اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ ۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ۔ پھر اسکے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہوجا جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں اور میرے بہشت کے اندر آ ۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گزشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتا ۔ لیکن معراج کی حدیث جس کو بخاری نے بھی مبسوط طور پر اپنی صحیح

میں لکھا ہے، ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے ۔لہذا حسب دلالت صریحہ اس نص صریح کے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ضروری طور پر ماننا پڑا۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۶۱۷ ۔۶۱۸)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کی وجہ استدلال یہ ہے کہ گذشتہ جماعت میں داخلہ جب مل سکتا ہے جب انسان مر جائے اور صحیح بخاری کی حدیث معراج سے ثابت ہے کہ حضرت عیسی بھی فوت شدہ نبیوں کے گروہ میں شامل تھے ،لہذا یہ نص وفات مسیح پر دلالت صریح رکھتی ہے ۔

مرزا صاحب کا صغری و کبری دونوں غلط ہیں ۔صحیح بخاری کی اسی حدیث پر جس کا مرزا صاحب نے حوالہ دیا ہے، اگر تدبر کرتے ،تو اس غلطی پر وہ مطلع ہو جاتے ۔ مرزا صاحب فرمایئے ! نبیوں کی فوت شدہ جماعت میں حضرت عیسی کو دیکھنے والہ کون تھا ؟ ظاہر ہے ہمارے سید و مولا محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس وقت آپ اسی حیاۃ دنیوی میں تھے ۔پس جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ کا گذشتہ انبیاء کے گروہ میں داخلہ ہوا، داخلہ مل جانے کے بعد کچھ تفاوت نہیں کہ تھوڑی دیر کے لئے ہو یا زیادہ دیر کے لئے ۔اسی طرح مسیح بھی اس وقت اس گروہ میں موجود تھے ۔

اس غلطی کے بعد دوسری غلطی مرزا نے یہ کی ہے کہ انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ،اگروہ یا عیسی انّی متوفّیک و را فعک الیّ ۔ اور یا ایّتھا النّفس المطمئنّۃ ار جعی ، دونوں پر چشم بصیرت سے نظر فرماتے تو ان کو صداقت کا نور درخشاں نظر آتا ۔ پہلی آیت میں عیسی مخاطب ہیں ۔عیسی میں جسم و روح دونوں شامل ہیں ،اور دوسری میں صرف نفس یعنی روح مخاطب ہے ۔پہلی آیت میں را فعک الیّ ہے اور دوسری میں ارجعی ۔ دنیا بھر کے لغات تلاش کرلو ، نہ رجوع بمعنی رفع ملے گا اور نہ رفع بمعنی رجوع ۔پھر ایک کو دوسری سے کیا مناسبت ہے؟ اس سے ثابت ہوا کہ رفع کے معنی کلام الہی میں وہی ہیں جو اس کے لغوی اور حقیقی معنی ہیں اور مرزا صاحب نے اپنی تقویت کے لئے لفظ کو اس کے اصلی معنی سے پھیر کر کچھ کا کچھ بنا دیا ہے ۔

مرزا صاحب نے را فعک الیّ کو ار جعی الی ربّک کے ہم معنی بنا دیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ الی ربّک و الی ربّک فارغب ہم معنی ہیں،تو کیا جواب دیں گے؟

☆ (۲۴) مرزا صاحب فرماتے ہیں:

چوبیسویں آیت یہ ہے اللّٰه الّذی خلقلکم ثمّ رزقکم ثمّ یمیتکم ثمّ یحییکم ۔(روم ۔ ۴۰) اس آیت میں اللہ تعالی اپنا قانون قدرت یہ بتلاتا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں ۔ پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے پھر تکمیل اور تربیت کیلئے روحانی اور جسمانی طور پر رزق مقسوم اسے ملتا ہے پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے اب ظاہر ہے کہ ان آیات میں کوئی ایسا کلمہ استثنائی نہیں جس کی رو سے مسیح کے واقعات خاصہ باہر رکھے گئے ہوں حالانکہ قرآن کریم اول سے آخر تک یہ التزام رکھتا ہے کہ اگر کسی واقعہ کے ذکر کرنے کے وقت کوئی فرد بشر باہر نکالنے کے لائق ہو تو فی الفور اس قاعدہ کلیہ سے اس کو باہر نکال دیتا ہے یا اس کے واقعات خاصہ بیان کر دیتا ہے ۔(ازالہ ۔ص ۶۱۸ ۔۶۱۹)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ ان واقعات چہارگانہ (کہ خدا نے انسان کو پیدا کیا ۔ پھر رزق دیا ۔ پھر مارے گا ۔ پھر زندہ کرے گا) میں کل مخلوق داخل ہے مگر حرف ثمّ جو ہر حالت کے ساتھ لگا ہوا ہے، بتاتا ہے کہ یہ تمام واقعات آن واحد ہی میں شخص واحد پر گزر نہیں لیتے بلکہ ان سب میں تراخی (دیر اور فاصلہ) اور ترتیب کا ہونا ضروری ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مستمعین کے لئے آیت خلقکم ثمّ رزقکم کے الفاظ صیغہ ماضی کے ساتھ ہیں اور ثمّ یمیتکم ثمّ یحییکم کے الفاظ صیغہ مضارع سے ۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ گو مستمع پر دو واقع گزر گئے ہوں اور گزر رہے ہوں مگر دو امور آئندہ پیش آئیں گے ۔ پس جب آیت کا مفہوم زندہ جانداروں کی وفات بالفعل کا مقتضی نہیں بلکہ صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ سب کو مر جانا ہے اور سب پر ان واقعات چارگانہ نے گزر لینا ہے تو وفات مسیح پر استدلال کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ آج کل حضرت مسیح ثمّ رزقکم کے مصداق حال ہیں ۔

☆ (۲۵) مرزا صاحب فرماتے ہیں:

پچیسویں آیت یہ ہے کلّ من علیها فان ۔ ویبقی وجه ربّک ذوالجلال و الاکرام ۔ (رحمن ۔ ۲۶ ۔ ۲۷) ۔ یعنی ہر یک چیز جو زمین میں ہے اور زمین سے نکلتی ہے وہ معرض فنا میں ہے ۔ یعنی دم بدم فنا کی طرف میل کر رہی ہے ۔ مطلب یہ کہ ہر یک جسم خاکی کو نابود ہونے کی طرف ایک حرکت ہے اور کوئی وقت اس حرکت سے خالی نہیں ۔ وہی حرکت بچہ کو جوان کر دیتی ہے اور جوان کو بڈھا اور بڈھے کو قبر میں ڈال دیتی ہے

اوراس قانون قدرت سے کوئی باہر نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فان کا لفظ اختیار کیا ، یفنی نہیں کہا۔تا معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں یک دفعہ واقعہ ہوگی بلکہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے ۔لیکن ہمارے مولوی یہ گمان کررہے ہیں کہ مسیح ابن مریم اسی فانی جسم کے ساتھ جس میں بموجب نص صریح کے ہر دم فنا کام کررہی ہے بلاتغیر وتبدل آسمان پر بیٹھا ہے اور زمانہ اس پر اثر نہیں کرتا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی مسیح کو کائنات الارض میں سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۶۱۹۔۶۲۰)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ ہر شئے کے ساتھ فنا لگی ہوئی ہے ۔ہم مرزا صاحب کے بیان کو سچ جانتے ہیں کہ یفنی کی جگہ فان کا لفظ اختیار کرنے میں یہی بلاغت اور حکمت تھی مگر مرزا صاحب یہ فرمائیں کہ اس میں وفات بالفعل کی دلیل کہاں ہے ۔ یہ بھی جناب ممدوح کا مولوی صاحبان پر افتراء محض ہے کہ مسیح بلاتغیر وتبدل آسمان پر بیٹھا ہے ۔ ہاں ہم یہ ضرور اعتقاد رکھتے ہیں کہ زمانہ کے تغیر وتبدل کا اثر بعض جسموں پر (غیر معمولی کہو یا خرق عادت کے طور پر سمجھو) ایسا خفیف ہوتا ہے کہ وہ اثر نہ خود اس جسم کو محسوس ہوتا ہے اور نہ اس کے دیکھنے والے کو۔اصحاب کہف جب ۳۰۹ برس کے بعد اٹھے تو انہوں نے اپنے خواب کی درازی مدت کو صرف یوم او بعض یوم خیال کیا تھا۔علیٰ ہذا جب ان میں سے ایک بازار میں گیا تو بازار والے بھی جسمی ساخت وغیرہ سے اس کو اپنے ہی زمانہ کا ایک شخص سمجھ کر (کیونکہ ان کو بھی کوئی ایسا تغیر نہ معلوم ہوا جس سے وہ ان کو چار صدی قبل کا آدمی خیال کر لیتے) اور ان کے ہاتھ میں نہایت پرانے عہد کا سکہ دیکھ کر دور دراز کے خیالات میں پھنس گئے تھے۔

تغیر وتبدل کے اثر کا تفاوت طبقات ارض پر بھی ہے ۔گرم مما لک میں مرد وزن جلد جوان ہو جاتے ہیں اور سرد میں ان سے کئی سال بعد۔گرم مما لک کے رہنے والے جلد بوڑھے ہو جاتے ہیں ، سرد علاقوں کے بہ دیر۔آسمانی زمین پر رہنے والوں میں تغیر وتبدل ایسا کم اور غیر محسوس ہے جس کے لئے کسر اعشاریہ کے صفر بھی مشکل سے کفایت کر سکتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ کلّ من کے تحت میں آسمان کے فرشتے بھی شامل ہیں اور مرزا صاحب بھی جانتے ہیں کہ فان کا اثر ان پر بھی ہے ۔یعنی سلسلہ فنا اس کے ساتھ بھی لگا ہوا ہے مگر یہ بھی سب جانتے ہیں کہ وہ ہزاروں برس سے عبادت کرنے والے ہنوز ایسے زمانہ تک جس کی حد انسانی وہم وگمان سے برتر ہے ، زندہ رہیں گے ۔اب مرزا صاحب کے نزدیک اگر

مولوی صاحبان نے مسیح کے جسم پر، جو زمین آسمانی پر ہے، نا معلوم تغیر و تبدل کا تا نزول ہونا مان لیا ہے اور اس ماننے سے ان کی توحید اور ان کی اطاعت قرآن کریم کے دعوی باطل ہو گئے ہیں، تو کیا خود مرزا صاحب پر وہی اعتقاد در بارہ فرشتگان رکھنے میں وہی اعتراض عاید نہ ہوں گے؟ سبحان اللہ! قضی الرّجل علی نفسه اسی کو کہتے ہیں۔

مرزا صاحب یہ آفتاب جو آپ کے نزدیک جسم جبریل کا نام ہے اس کے وجود میں ایسا کم تغیر و تبدل ہے کہ آپ کے فلسفیوں کے نزدیک (جن کی تحقیقات پر بھروسہ کر کے اور جن کی ہنسی اڑانے کے خوف سے ڈر کے مارے آپ نے رفع کا انکار کیا ہے) اس کی اتنی حدت اور حرارت جو دنیا کو گرم نہ کر سکے، پچاس کروڑ برس میں جا کر کم ہو گی۔

☆ (۲۶)۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں: چھبیسویں آیت

انّ المتّقین فی جنّاتٍ ونهر فی مقعدِ صدقٍ عند ملیکٍ مّقتدر (قمر ۔ ۵۴۔ ۵۵) یعنی متقی لوگ جو خدائے تعالی سے ڈر کر ہر یک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہو جانے کے بعد جنات اور نہر میں ہیں۔ صدق کی نشست گاہ میں با اقتدار بادشاہ کے پاس۔ اب ان آیات کی رو سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالی نے دخول جنت اور مقعد صدق میں تلازم رکھا ہے یعنی خدا تعالی کے پاس پہنچنا اور جنت میں داخل ہونا ایک دوسرے کا لازم ٹھہرایا گیا ہے۔ سو اگر رافعک الیّ کے یہی معنی ہیں جو مسیح خدا تعالی کی طرف اٹھایا گیا تو بلا شبہ وہ جنت میں بھی داخل ہو گیا جیسا کہ دوسری آیت ارجعی الی ربّک (فجر۔ ۲۸) جو رافعک الی کے ہم معنی ہے بصراحت اسی پر دلالت کر رہی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالی کی طرف اٹھائے جانا اور گزشتہ مقربوں کی جماعت میں شامل ہو جانا اور بہشت میں داخل ہو جانا یہ تینوں مفہوم ایک ہی آن میں پورے ہو جاتے ہیں۔ پس اس آیت سے بھی مسیح ابن مریم کا فوت ہونا ہی ثابت ہوا۔ (ازالہ اوہام ص ۶۲۰۔۶۲۱)

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہاں وجہ استدلال یہ لکھی ہے کہ مرنا اور مقربین کی جماعت میں شامل ہو جانا اور بہشت میں داخل ہو جانا، یہ تینوں مفہوم ایک ہی آن میں پورے ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ اگر رافعک الیّ کے یہی معنی ہیں کہ مسیح خدا تعالی طرف اٹھایا گیا تو بلا شبہ وہ جنت میں بھی داخل ہو گیا۔

لیکن ترجمہ اور وجہ استدلال میں مرزا صاحب نے چند غلطیاں کی ہیں۔ ترجمہ

میں . فوت ہو جانے کے بعد . بناوٹی الفاظ ہیں جو مرزا صاحب نے خود شامل کر دیئے ہیں۔ اس آیت مستدلہ کا تعلق مرنے کے بعد سے نہیں بلکہ روز قیامت سے ہے۔ الفاظ قرآنی یہ ہیں: بل السّاعة موعدهم والسّاعة ادهی وامرّ۔ انّ المجرمین فی ضلالٍ و سعر آگے چار آیات مجرمین ہی کے بیان میں ارشاد فرما کر فرمایا انّ المتقین فی جنّات و نهر ناظرین۔ نہ صرف مرزا کا ترجمہ ہی غلط ہے بلکہ یہ بھی کہ مرزا نے اسی آیت کی بنا پر جو یہ اصول قائم کیا تھا (حالانکہ الفاظ میں اس اصول کی طرف صراحت تو کجا دلالت بھی نہیں) کہ انسان مرنے کے ساتھ ہی بہشت چلا جاتا ہے۔ وہ سراپا غلط ہے۔ قرآن مجید میں ہے

یوم نقول لجهنّم هل امتلئت و تقول هل من مزید۔ و ازلفت الجنّة للمتّقین غیربعید۔ هذا ما توعدون لکل اوّاب حفیظ من خشی الرّحمن بالغیب و جاء بقلب منیب۔ ادخلوها بسلام ذلک یوم الخلود۔ جس روز ہم جہنم کو پوچھیں گے تو بھر گئی؟ وہ کہے گی کیا اور کچھ بھی ہے؟ اور (جس روز)متقین کے واسطے جنت کو آراستہ کر کے قریب لائیں گے یہ وہ بہشت ہے جس کا وعدہ ہر رجوع کنندہ (احکام کے) محافظ کو دیا گیا تھا۔ جو شخص بن دیکھے رحمٰن سے ڈرا رجوع کرنیوالے دل کے ساتھ آیا۔ اس کو بہشت میں سلامتی کے ساتھ داخل کر دو۔ یہ دن یوم خلود ہے۔

یہ آیت کس قدر مرزا صاحب کے تلازم اور ایک آن کے مسئلہ کو باطل کر رہی ہے، احادیث صحیحہ میں بھی بڑی تفصیل وتشریح ہے۔ سب کی جامع ایک ہی حدیث ہے:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ میں سب سے پہلے دروازہ جنت جا کر کھٹکھٹاؤں گا۔ رضوان پوچھے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد (ﷺ)۔ رضوان دروازہ کھول دے گا اور کہے گا مجھے یہی حکم تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔

اگر مرزا صاحب کا یہ مذہب ٹھیک ہے تو ان کو اس حدیث کے بعد بتلانا پڑے گا کہ وفات محمد مصطفیٰ ﷺ سے پہلے تک جس قدر برگزیدگانِ خدا انتقال کرتے رہے، وہ سب کہاں جنت سے باہر رہے۔

مرزا کی اصولی غلطی ظاہر کرنے کے بعد اب عرض کرتا ہوں کہ آیت مستدلہ، مرزا صاحب کے دعوی پر ذرا دلیل نہیں۔ بالفرض ان کا یہ بیان صحیح ہے کہ انسان مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتا ہے تو وفات مسیح پر یہ کیا دلیل ہے۔ برگزیدہ بندوں میں داخل ہونا اگر دلیل

وفات ہوتی تو شب معراج میں ہی رسول کریم ﷺ کا وفات پانا ایک مسلّم واقعہ ہوتا۔ جب ایسا نہیں ہوا تو آپ کا یہ استدلال ایسا بودا اور ضعیف ہے جس کو دعوی سے ذرا مناسبت نہیں۔

☆ (۲۷)۔مرزا صاحب فرماتے ہیں:

ستائیسویں آیت یہ ہے۔ انّ الّذین سبقت لھم منّا الحسنی اولئک عنھا مبعدون، لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما شتھت انفسھم خالدون (انبیا۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲)۔یعنی جو لوگ جنتی ہیں اور ان کا جنتی ہونا ہماری طرف سے قرار پا چکا ہے، وہ دوزخ سے دور کئے گئے ہیں اور وہ بہشت کی دائمی لذت میں ہیں۔

اس آیت سے مراد حضرت عزیز اور حضرت مسیح ہیں اور ان کا بہشت میں داخل ہو جانا اس سے ثابت ہے جس سے ان کی موت بھی بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۶۲۲)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کی وجہ استدلال وہی پرانی ہے کہ انسان مرتے ہی بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور مضمون آیت یہ ہے کہ نیک بندے بہشت میں داخل ہوں گے، لہذا حضرت مسیح مر گئے۔

مرتے ہی بہشت میں داخل ہونے کا غلط ہونا میں ثابت کر چکا ہوں۔ بالفرض یہ عقیدہ درست ہے تاہم اس اصول سے کہ مردے فوراً داخل بہشت ہیں، وفات مسیح بالفعل کہاں ثابت ہو گئی؟

☆ (۲۸) مرزا صاحب فرماتے ہیں: اٹھائیسویں آیت:

این ماتکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیّدۃ۔ (نساء، ۷۸)
یعنی جس جگہ تم ہو اسی جگہ موت تمہیں پکڑے گی اگر چہ تم بڑے مرتفع برجوں میں بودوباش اختیار کرو۔ اس آیت سے بھی صریح ثابت ہوتا ہے کہ موت اور لوازم موت ہر یک جگہ جسم خاکی پر وارد ہو جاتے ہیں۔ یہی سنت اللہ ہے اور اس جگہ بھی استثناء کے طور پر کوئی ایسی عبارت بلکہ ایک ایسا کلمہ بھی نہیں لکھا گیا ہے جس سے مسیح باہر رہ جاتا ہے۔ پس بلا شبہ یہ اشارۃ النص بھی مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کر رہا ہے۔موت کے تعاقب سے مراد زمانہ کا اثر ہے جو ضعف اور پیری یا امراض و آفات منجر الی الموت تک پہنچاتا ہے۔اس سے کوئی نفس مخلوق خالی نہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۲۲)

(اس سے کہاں ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح ابن مریم مر چکے ہیں۔اور کچھ وضاحت آگے چل

کر مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریر میں آئے گی۔ بہاء)

☆ (۲۹) مرزا صاحب فرماتے ہیں:

انتیسویں آیت و ما آتاکم الرّسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا (حشر۔ ۷) یعنی رسول جو کچھ تمہیں علم و معرفت عطا کرے، وہ لے لو، اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو۔ لہذا اب ہم اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے۔ سو پہلے وہ حدیث سنو جو مشکوۃ میں ابوہریرہ سے روایت ہے اور وہ یہ ہے:

و عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اعمار امتی مابین الستّین الی السّبعین و اقلّھم من یجوز ذلک۔ رواہ التّرمذی وابن ماجہ۔ یعنی اکثر عمریں میری امت کی ساٹھ سے ستّر برس تک ہوں گی۔ اور ایسے لوگ کمتر ہوں گے جو ان سے تجاوز کریں۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے۔ پھر اتنا فرق کیونکر ممکن ہے کہ اور لوگ ستّر برس تک مشکل سے پہنچیں اور ان کا یہ حال ہو کہ دو ہزار کے قریب ان کی زندگی کے برس گذر گئے اور اب تک مرنے میں نہیں آتے، بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ دنیا میں آ کر پھر چالیس پینتالیس برس زندہ رہیں گے۔

پھر دوسری حدیث مسلم کی ہے جو جابر سے روایت کی گئی ہے اور وہ یہ ہے:

وعن جابر قال سمعت النّبیّ ﷺ تقول قبل ان یموت بشھر تسئلونی عن السّاعۃ وانّما علمھا عند اللّٰہ واقسم باللّٰہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ یأتی علیھا مأۃ سنۃ وھی حیّۃ۔ رواہ مسلم

اور روایت ہے جابر سے، کہا: سنا میں نے پیغمبر خدا ﷺ سے جو وہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ کوئی ایسی زمین پر مخلوق نہیں جو اس پر سو برس گذرے اور وہ زندہ رہے۔

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص زمین کی مخلوقات میں سے ہو وہ شخص سو برس کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔ اور ارض کی قید سے یہ مطلب ہے کہ تا آسمان کی مخلوقات اس سے باہر نکالی جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم آسمان کی مخلوقات میں سے نہیں بلکہ وہ زمین کی مخلوقات اور ما علی الارض میں داخل ہیں۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی جسم خاکی زمین پر رہے تو فوت ہو جائے اور آسمان پر چلا جائے تو فوت نہیں ہوگا کیونکہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا تو خود بموجب نص قرآن کے ممتنع ہے، بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا

اور خاک میں سے نکلا وہ کسی طرح سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا (ازالہ۔ ص ۶۲۳۔۶۲۵)

قاضی صاحب فرماتے ہیں آیئے مرزا صاحب اسی آیت پر عمل کریں اور دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حیات مسیح اور نزول مسیح کے بارہ میں کیا فرمایا ہے۔

امام حسن بصری سے مروی ہے:

قال رسول الله لليهود ان عيسى لم يمت وانه راجع عليكم قبل يوم القيامة۔ (تفسير ابن كثير)۔ رسول خدا نے یہود کو (جو وفات مسیح کے قائل تھے) فرمایا، عیسیٰ ہرگز نہیں مرے اور وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔

حدیث میں لم یمت کا لفظ غور طلب ہے کیونکہ لم نفی تاکید کے لئے آتا ہے اور مضارع کو بمعنی ماضی کر دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس وقت تک حضرت عیسیٰ نہیں مرے۔ اس حدیث پر شاید جرح ہو سکتی ہے کہ مرسل ہے۔ امام حسن بصری نے صحابی کا نام نہیں لیا۔ مگر یہ جرح مرزا صاحب کی طرف سے تو نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مرزا صاحب نے الحق جلد اول نمبر ۷ کے صفحہ ۸۰ پر تسلیم کر لیا ہے:

. مجرد ضعف حدیث کا بیان کرنا اس کو بکلی اثر سے نہیں روک سکتا . مرسل حدیث بکلی پایہ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض نہیں ہوتی۔ (الحق مباحثہ دہلی مطبوعہ ۱۹۰۵ء کے ص ۷۹ میں ہے: مجرد ضعف حدیث کا بیان کرنا اس کو بکلی اثر سے نہیں روک سکتا...اب کیا جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں بباعث بعض راویوں کے قابل جرح یا مرسل اور منقطع الاسناد ہیں وہ بالکل پایہ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض ہیں؟ اور کیا وہ محدثین کے نزدیک موضوعات کے برابر سمجھی گئی ہیں؟)

اب رہے اہل حدیث وہ بھی اس حدیث پر کچھ جرح نہیں کر سکتے کیونکہ امام حسن بصری سے بروایت صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ جب وہ روایت حدیث میں ارسال کرتے ہیں تو اس حدیث کے راوی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں مگر بنی امیہ کے خلاف اور شورش کے خوف سے آپ نام نہیں لیا کرتے۔ اس سے واضح ہوا کہ حدیث بالا مرفوع ہے اور اس کی سند بھی جید اور عالی ہے۔ مرزا صاحب اگر ما آتا کم الرّسول پر ایمان رکھتے ہیں تو اس حدیث کے سامنے سر اطاعت خم کر دیں۔

۲۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے:

ليس بيني و بين عيسى نبيّ و انّه نازل۔ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی

نہیں ہوا اور وہی عیسی تم میں نازل ہوں گے۔

ان الفاظ کو مرزا صاحب ایمانی سے نظر سے دیکھیں کہ کس کا آنا ثابت ہوتا اور کس کی زندگی واضح ہے۔

۳۔امام احمد کی مسند اور ابن ماجہ میں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں شب معراج حضرت ابراہیمؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ سے ملا۔ قیامت کے بارہ میں گفتگو ہونے لگی۔ فیصلہ ابراہیمؑ کے سپرد کیا گیا انہوں نے کہا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں، پھر حضرت عیسیٰؑ کو فیصلہ دیا گیا انہوں نے کہا قیامت کے وقت کی خبر تو خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ ہاں خدا نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا اور میرے ہاتھ میں شمشیر ہوگی جب وہ مجھے دیکھے گا تو یوں پگھلنے لگے گا جیسے رانگ پگھل جاتا ہے۔

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

ا۔ترمذی میں ہے اعمار امّتی ما بین السّتین الی السّبعین و اقلّھم من یجوز ذلک۔

جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یوں کیا ہے: .میری امت کی اکثر عمریں ساٹھ سے ستر برس تک ہوں گی اور ایسے لوگ کم تر ہوں گے جو ان سے تجاوز کریں۔

پھر مرزا صاحب نے لکھا ہے:

ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے ہیں۔ پھر اتنا فرق کیوں ممکن ہے کہ اور لوگ ستّر برس تک مشکل سے پہنچیں اور ان کا یہ حال ہو کہ دو ہزار کے قریب ان کی زندگی کے برس گذر گئے اور اب تک مرنے میں نہیں آتے۔

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے اور حضرت عیسی بھی اقلّھم میں داخل ہیں۔ پھر یہ حدیث مرزا صاحب کے لئے کیا دلیل ہوئی؟

۲۔ دوسری حدیث مرزا صاحب نے یہ پیش کی ہے:

ما علی الارض من نفس منفوسة یأتی علیھا مأة سنة و ھی حیّة۔ جو زمین پر جاندار ہے۔ ایسا مخلوق نہیں کہ اس پر سو برس گزریں اور وہ زندہ ہو۔

ما علی الارض کا لفظ بتاتا ہے کہ یہ حکم صرف ان نفوس منفوسہ کیلئے ہے جو اس

وقت زمین پر موجود تھے۔ ورنہ ما علی الارض کی شرط لغو ٹھہرتی۔ بلکہ زیادہ تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ متکلم ﷺ کو یہ تخصیص کرنیکے وقت حضرت مسیح کا ضرور خیال گزرا ہوگا اور اسلئے ایسے الفاظ استعمال فرمائے جو روئے زمین کے کل انسانوں پر تو حاوی ہوسکیں مگر حضرت مسیح اس سے مستثنیٰ بھی رہیں۔ لفظ الارض پر جن علماء نے علمی بحث کی ہے اور آیات ربانی کے قرائن سے الارض کے الف لام کو تعیین قرار دیا ہے اس بحث میں تو مرزا صاحب الارض کو ربع مسکون پر بھی اطلاق نہ کرسکیں گے۔ بلکہ جزیرہ عرب ہی مختص ہو جائے گا۔

الغرض یہ احادیث بھی مرزا صاحب کے لئے کچھ ممد و معاون نہیں۔

☆ (۳۰) مرزا صاحب فرماتے ہیں:

تیسویں آیت یہ ہے او ترقی فی السّماء قل سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رسولاً (بنی اسرائیل۔ ۹۳)۔ یعنی کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہمیں دکھلا تب ہم ایمان لے آویں گے۔ ان کو کہہ دے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دارالابتلاء میں ایسے کھلے کھلے نشان دکھادے اور میں بجز اسکے اور کوئی نہیں ہوں کہ ایک آدمی۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں جواب صاف ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ کسی جسم خاکی کو آسمان پر لے جاوے اب اگر جسم خاکی کے ساتھ ابن مریم کا آسمان پر جانا صحیح مان لیا جائے تو یہ جواب مذکورہ بالا سخت اعتراض کے لائق ٹھہر جائے گا اور کلام الٰہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا۔ لہذا قطعی اور یقینی یہی امر ہے کہ حضرت مسیح بجسدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ موت کے بعد آسمان پر گئے ہیں۔ بھلا ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا موت کے بعد یحیی اور آدم اور ادریس اور ابراہیم اور یوسفؑ وغیرہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے یا نہیں؟ اگر نہیں اٹھائے گئے تو پھر کیونکر معراج کی رات میں آنحضرت ﷺ نے ان سب کو آسمانوں میں دیکھا اور اگر اٹھائے گئے تھے تو پھر ناحق مسیح ابن مریم کی رفع کے کیوں اور طور پر معنی کئے جاتے ہیں۔ تعجب کہ توفی کا لفظ جو صریح وفات پر دلالت کرتا ہے جابجا ان کے حق میں موجود ہے اور اٹھائے جانے کا نمونہ بھی بدیہی طور پر کھلا ہے کیونکہ وہ انہیں فوت شدہ لوگوں میں جا ملے جو ان سے پہلے اٹھائے گئے تھے۔ اور اگر کہو کہ وہ لوگ نہیں اٹھائے گئے تو میں کہتا ہوں کہ وہ پھر آسمان میں کیونکر پہنچ گئے۔ آخر اٹھائے گئے تبھی تو آسمان میں پہنچے۔ کیا تم قرآن میں یہ آیت نہیں

پڑھتے و رفعناہ مکاناً علیّاً کیا یہ وہی رفع نہیں ہے جو مسیح کے بارہ میں آیا ہے؟ کیا اس کے اٹھائے جانے کے معنی نہیں ہیں۔(ازالہ اوہام۔ص ۶۲۵۔۶۲۷)۔

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے پہلے تو ایک آیت کے اول اور آخر کے الفاظ کو ملا کر اور بیچ کے الفاظ اڑا کر اس کو ایک مستقل آیت بنا دیا اور پھر اس کے ترجمہ میں بہت کچھ کمی بیشی کی ۔مثلاً ہم کو معلوم نہیں ہوتا کہ . تب ہم ایمان لے آویں گے . کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ جس آیت کو مرزا صاحب نے الفاظ بالا سے لکھا ہے وہ قرآن میں ان الفاظ کے ساتھ ہے۔

او ترقی فی السّماء و لن نّؤمن لرقیّک حتّی تنزّل علینا کتاباً نقرأہ۔ قل سبحان ربّی هل کنت الّا بشراً رسولاً۔

اور مرزا صاحب نے و لن نؤمن لرقیّک حتی تنزل علینا کتا باً نقرأہ کے الفاظ دانستہ قلم زد کر دیئے ہیں اس طرح قرآن کو بھی اپنی تحریف سے محروم نہ چھوڑا ۔ پہلے تو احادیث کو ظنی و غیرہ کہہ کر قرآن پر مدار ڈالا ۔اور جب قرآن کو بھی اپنے مطالب کے خلاف پایا اور تاویل وتعقید سے بھی کام نہ چلا ،تب الفاظ اور آیتوں کو بھی قلم انداز کرنا شروع کر دیا... اور یہاں عمداً آیت کے الفاظ کو قلم انداز کر کے اور سلسلہ کلام توڑ کر پہلے تو کفار کے بیان کو پلٹ دیا اور پھر اس جواب کو جو دوسری درخواست سے متعلق تھا ،پہلی درخواست سے متعلق کر کے ایک خیالی قانون قدرت کی مدد فرمائی۔

آیت و قالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا... الخ کا ترجمہ یوں ہے:

ہم تجھ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک تو ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ نہ نکالے۔

یا تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا ہو اور تو اس میں نہریں چلا کر بہالے

یا ہم پر آسمان کو ٹکرے ٹکڑے کر کے گرا دے جیسا کہ تو کہتا ہے

یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن، یا ہو تیرے لئے ایک ستھرا گھر، یا تو چڑھ جائے آسمان پر

اور ہم تو تیرے آسمان پر چڑھ جانے سے بھی ایمان نہ لائیں گے جب تک تو ہمارے لئے ایک نوشتہ نہ اتارے جس کو ہم سب پڑھ لیں۔

اے محمد تو کہہ دے سبحان اللہ میں تو ایک بشر اور رسول ہوں۔

اس تمام آیت سے پتہ ملتا ہے کہ کفار اپنی درخواست ہائے معجزہ میں کیا کچھ دیکھنے

کی تمنا کرتے تھے ۔ ان کی درخواستیں یا تو نبی کے درجہ رفیعہ سے بہت ہی گری ہوئی اور سفلی تھیں اور یا منصب نبوت سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی اور عادت اللہ کے خلاف ۔ ان کی سفلی اور گری ہوئی درخواستیں یہ تھیں:

زمین سے چشمہ نکالنا ، کھجور اور انگوروں کا باغ، اس میں نہریں ، ستھرے گھر۔

ظاہر ہے کہ نہ ان کو معجزہ کہہ سکتے ہیں اور نہ ایسا کر دکھانے سے یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ الٰہی طاقت کے سوا اور کوئی بشر ایسا کچھ دکھلا ہی نہیں سکتا۔ پس یہ درخواستیں فضول ٹھہریں۔

عادت اللہ کے خلاف ان کی درخواستیں یہ تھیں:

آسمان کو ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے ، خدا اور فرشتوں کو ضامن لے آ۔

ان کی ساری درخواستوں میں سے صرف ایک ہی درخواست تھی جو منظور کی جاتی ، یعنی آسمان پر چڑھنا۔ لیکن چونکہ کفار اپنا کاذب ہونا اور رسول خدا کا صادق ہونا اپنے دلوں میں جانتے تھے، اس لئے وہ خوب جانتے تھے کہ اس رسول سے جو معجزہ چاہا جائے گا وہ باذن الٰہی ضرور دکھا دے گا۔ لہذا یہ درخواست کرنے کے بعد کہ

. جب تک تو آسمان پر چڑھ کر ہم کو نہ دکھلائے ، ہم ایمان نہ لائیں گے،

جھٹ اس اقرار اور اس شرط سے بھی منکر ہو گئے اور صاف کہہ اٹھے کہ ہم تو آسمان پر تیرے چڑھ جانے سے بھی ایمان نہ لائیں گے ۔ ہاں تب ایمان لائیں گے جب تو ہمارے نام کا نوشتہ بھی بارگاہ الٰہی سے لکھوا کر لے آئے اور ہم سب اس کو پڑھ بھی لیں ۔ کفار کے اس آخری شوخیانہ استہزاء کے جواب میں اللہ فرماتے ہیں:

اے نبی! ان کو سنا دے ۔ میرا خدا اس سے پاک ہے کہ ہر ایک کے پاس کتاب الٰہی نازل کرے اور تمام مخلوق کو صاحب کتاب اور رسول بنا دے ۔ پھر یہ بھی کہہ دے میں تو ایک بشر ہوں یا رسول ۔ (یعنی بشر کسی پر کتاب الٰہی نازل نہیں کرسکتا اور رسول دوسرے کو رسول نہیں بنا سکتا)

اس آیت کے ترجمہ اور مطلب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی مستدلہ آیات میں سے سب سے آخری آیت کو جو عدم رفع بر سماء کی دلیل قرار دیا تھا اور پھر اس کو وفات مسیح پر چسپاں کیا تھا ، وہ ان کے دعوی کی کتنی مبطل ہے ۔ اللہ تو کفار کا قول یوں نقل فرماتا ہے:

و لن نؤمن لر قیّک ۔ہم آسمان پر تیرے چڑھ جانے سے ایمان نہ لائیں گے۔

اور مرزا صاحب قول کفار میں یہ الفاظ ادا کرتے ہیں:

تو آسمان پر ہمیں چڑھ کے دکھا۔تب ہم ایمان لے آویں گے۔

اب دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں صادق ہے یا مرزا صاحب؟ دونوں میں صرف ایک صادق بن سکتا ہے۔

اور ہمارا عقیدہ تو یہی ہے کہ اللہ سے بڑھ کر اصدق الحدیث کوئی نہیں ہوسکتا۔

آخر میں قاضی صاحب فرماتے ہیں:

مرزا صاحب کی پیش کردہ آیات بر وفات مسیح کے متعلق ان کی غلط فہمی کے اظہار کے بعد میں ایک بار پھر آپ کی توجہ ان آیات کی طرف منعطف کرتا ہوں۔

واضح ہو کہ آیات نمبر ۸،۱۲،۱۴،۱۵،۱۶،۱۷،۱۸،۲۴،۲۵، اور ۲۸، ایسی عام ہیں کہ جن سے کسی شخص کی بھی وفات بالفعل ثابت نہیں ہوتی (خصوصیت سے حضرت مسیح کی وفات کا تو کیا ذکر)، اور اگر الفاظ کو توڑ مروڑ کر ان کو مفید معنی اثبات وفات بالفعل کر لیا جائے، تو پھر ان کے اثر سے کوئی شخص زندہ نہیں رہ سکتا۔حتی کہ خود مستدل صاحب (یعنی مرزا صاحب) بھی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب ان آیات کو مثبت معنی وفات بالفعل جانتے ہیں تو دلائل سے خود اپنی حیات بالفعل تو ثابت کر دکھائیں اور علمی طاقت سے، جو مکتب قدس میں آپ نے حاصل کی ہے، کام لے کر ذرا بیان تو کریں کہ

این ما تکونوا یدرککم الموت....

کلّ من علیها فان....

اللّٰه الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم...

الم تر انّ اللّٰه انزل من السماء....

ثم انکم بعد ذلک لمیتون....

انّما مثل الحیوة الدنیا....

الّذی خلقکم....

و من نعمره ننکسه....

و منکم من یتوفی....

و ما جعلنا لبشر....

میں جس حصر نے حضرت مسیح کو گھیر لیا ہے تو آپ اس حصر سے کیونکر باہر رہے۔

آیات نمبر ۵ ، ۶ کا ایک ہی مضمون ہے۔حتی کہ مرزا نے دونوں کو ملا کر یک قضیہ بنایا ہے۔

آیات ۱۲، ۲۵، ۲۴ کا ایک ہی مضمون ہے۔آیات ۱۶، ۱۸ کا ایک ہی مضمون ہے۔آیات ۲۶، ۲۸ ہم مضمون ہیں ۔اس سے واضح ہو گا کہ مرزا صاحب کو صرف شمار آیات بڑھا لینا منظور ہے، ورنہ دراصل ان کے پاس وفات مسیح کی چند آیات بھی نہیں۔آیات نمبر ۲۲، ۲۹، ایسی عام ہیں، جن کا حیات وممات سے ذرا تعلق نہیں۔اب رہ گئیں آیات نمبر ۱،۲،۳،۴،۱۰،۱۱۔ یہ ایسی آیات ہیں جن میں کچھ نہ کچھ مسیح کا ذکر ہے۔پہلی آیت میں ایک وعدہ کا ذکر ہے جو اللہ نے ان سے کیا۔ دوسری میں ایفائے وعدہ کا اظہار، تیسری میں قیامت کا بیان اور عیسی کے ساتھ سوال و جواب کا ذکر، چوتھی میں ان کا نزول، دسویں میں دین مسیحی کے ارکان کا بیان، گیارھویں میں ان کی برائت ان تہمتوں سے جو ان کی غیر معمولی پیدائش پر معاندین نے ان کو اور ان کی ماں کو لگائیں، نیز ان تہمتوں سے جو ان کے قتل و صلب کے بارہ میں یہود نے مشہور کر رکھی ہیں، نیز ان فاسد ظنوں سے جو مشرکین عرب نے ان کی نسبت قائم کر رکھے ہیں کہ ان کے معبودوں کی طرح مسیح بھی حصب جہنم ہوں گے، حضرت مسیح کی برائت کی گئی ہے۔مگر اس آیت میں موت بالفعل کا ذکر کہاں ہے؟

مرزا صاحب اپنے دل میں جانتے ہیں کہ میرا استدلال ان آیات سے وفات مسیح پر صحیح نہیں جیسا کہ وہ توضیح مرام میں لکھ گئے ہیں کہ وفات مسیح پر (صرف) تین آیات دلالت کرتی ہیں ۔ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۸۵ پر بھی یہی اقرار موجود ہے، اور وہ آیات یہ ہیں :

یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ ؛ بل رّفعه الله الیه..؛ فلمّا توفیتنی ...

آیت اول (انّی متوفّیک ورافعک الیّ)، دوم فلمّا توفّیتنی ۔آیت اول میں ایک وعدہ اور ایک اخبار ہے۔آیت دوم میں اس وعدہ کے ایفاء اور اس خبر کے صدق وظہور کا اظہار ہے۔لہذا اب مدار علیہ صرف ایک آیت یعنی انّی متوفیک ورافعک الیّ رہ گئی ، کیونکہ اس آیت وعدہ کے الفاظ سے جو شیئے موعود سمجھی جائے گی ،اس کا آیت دوم اور سوم میں (جس میں سے ایک میں صرف رفع کا لفظ ہے) بل رفعه الله اور دوسری میں صرف توفّی کا ،فلمّا توفّیتنی ، وفا وصدق ظہور ثابت ہو جائے گا۔

توفّی کے لفظ پر مکرر بحث کی ہم کو ضرورت نہیں تاہم یہ لکھ دینا ضروری ہے کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۹۲ پر تسلیم کرلیا ہے کہ

. مسیح کو جس موت کا وعدہ دیا گیا اس سے حقیقی موت مراد نہیں، بلکہ مجازی موت مراد ہے ۔ یہ عام محاورہ کہ جو شخص قریب المرگ ہوکر پھر بچ جائے، اس کی نسبت بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ نئے سرے سے زندہ ہوا۔ .

اس تسلیم کرلینے کے بعد ان کے تمام دعاوی دلیل و حجت سے ایسے برہنہ اور عاری ہوگئے جیسے خزاں میں درخت اور ان کی تمام اینچ پیچ کی تقریریں ایسی ہی بے اعتبار ہوگئیں جیسے دیوالئے کی آڑھت۔ تاہم اتمام حجت کے لئے ہم مرزا صاحب کو اختیار دیتے ہیں کہ وہ اپنے اس اقرار کو واپس لے لیں، اور بھولے بھٹکے سے جو الفاظ قلم سے نکل گئے، نسیاً منسیاً خیال کریں۔ اور پھر اس آیت کے معنی کر کے دکھلائیں۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں : یا عیسی انائ ی متوفیک و رافعک الی۔

اول، یا عیسی پر غور فرمائیے۔ ظاہر ہے کہ یا عیسی اور یا ایتھا النفس المطمئنۃ میں بہت بڑا تفاوت ہے۔ دوسری آیت میں صرف نفس مخاطب ہے جس میں بدن مشارک نہیں اور پہلی آیت میں عیسی مخاطب ہے جس میں جسم اور روح دونوں شامل ہیں۔

دوم۔ انّی متوفیک پر تدبر فرمائیے۔ توفّی کے معنی قبض تام ہیں اور چونکہ یہ قبض تام عیسی کیلئے ہے جسکے مفہوم میں روح اور جسم دونوں شامل تھے، لہذا توفّی بجسدہ العنصری ثابت ہوا۔

سوم، رافعک الیّ پر تفکر کیجئے۔ رفع کے معنی بلند کرنا ہیں، جس کی ضد وضع ہے، جو نیچے رکھ دینے کے معنی میں آتا ہے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۹ پر آپ نے تسلیم کرلیا ہے کہ رافعک کا تعلق متوفیک سے ہے۔ پھر صفحہ ۳۳۹ پر مان لیا ہے کہ جو قبض کیا جاتا ہے وہی اٹھایا بھی جاتا ہے۔

لفظ عیسی کے مفہوم اور توفّی کے معنی نے حضرت مسیح کا بجسدہ العنصری قبض کیا جانا، اور لفظ رفع کے معنی نے اسی جسم کے ساتھ آسمان پر جانا ثابت کردیا۔ وللہ الحمد۔ یہ وہ معنی ہیں جن مین نہ لغت سے عدول ہوا، نہ عرف سے، نہ کہیں مرادی معنی لئے گئے، نہ مجازی ڈھکوسلا لگایا گیا۔

مرزا صاحب جو اس آیت کے معنی کرتے ہیں وہ یا عیسی کے لفظ پر تو کچھ غور کرنا ہی نہیں چاہتے۔ انّی متوفّیک میں توفی کے معنی صرف قبض روح کرتے ہیں۔ مگر ہم حیران ہیں کہ توفّی

کے معنی صرف قبض روح کس لغت میں ہیں ۔ اگر براہ عنایت مرزا صاحب کسی مستند کتاب لغت میں یہ الفاظ لکھے دکھا دیں کہ توفی کے معنی صرف قبض روح اور جسم کو بے کار چھوڑ دینے کے ہیں تو وہ ایک ہزار روپئہ کا انعام پانے کے مستحق ہوں گے ۔

ورافعلک الیّ کے معنی وہ لغوی نہیں لیتے، بلکہ مرادی معنی لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رافعک الیّ سے قرب الٰہی مراد ہے ۔ مسلمانوں کا اعتقاد ہے اور لغت ان کا شاہد ہے کہ رفع کسی جسم کے بلند کرنے، نیچے سے اٹھا کر اوپر لے جانے کو کہتے ہیں۔ وہ جسم خواہ محسوس ہو یا غیر محسوس ۔ واضح ہو کہ جس طرح حضرت عیسیٰ کے محسوس جسم کے اٹھا لینے پر رب کریم نے اس لفظ کا استعمال فرمایا ہے، اسی طرح رسول خدا نے ﷺ نے بھی ایک محسوس جسم کے زمین سے اوپر اٹھائے جانے پر اسی لفظ کا استعمال فرمایا ہے

و قریش تسألنی عن مسرای ، فسألتنی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتها فکر بت کر باً ما کربت مثله فرفعه اللّه لی انظر الیه ما یسألو نی عن اشیاء الّا انبا تھم ۔ (مسلم عن ابی ہر یرہ)

(آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ شب معراج کے بعد قریش میرے اس سفر کے متعلق سوال کرنے لگے۔ انہوں نے بیت المقدس کے متعلق چند ایسی چیزیں دریافت کیں، جن کا میں نے دھیان نہ رکھا تھا، مجھے اس وقت نہایت ہی شاق گذرا۔ اللہ نے میرے لئے بیت المقدس کو اٹھا کر بلند کر دیا کہ میں اسے دیکھتا تھا۔ پھر قریش نے جو کچھ پوچھا میں نے جواب دے دیا)۔

مرزا صاحب رفعه اللّه لی پر غور فرمائیں۔

رفع کے جو معنی ورافعک الیّ میں ہم نے کیئے ہیں، اسی کا ممید بل رّفعه الله الیه کا منطوق ہے کیونکہ مرزا صاحب نے جب متوفّیک میں صرف قبض روح کے معنی لئے تو رافعک میں معزز موت مراد لی ۔ ان دونوں فعلوں ں کا مرجع بہر حال عیسیٰ ہیں ۔ مگر جب وہ بل رفعه الله الیه کے معنی کرتے ہیں تو ان کے بیان میں لغزش آ جاتی ہے کیونکہ ما قتلوہ و ما صلبوہ کی ضمیر کا مرجع جسم اور روح دونوں ہیں، جس کو مرزا صاحب بھی مانتے ہیں لیکن بل رفعه الله الیه میں آ کر وہ ضمیر کا مرجع صرف روح کو قرار دے بیٹھے ہیں جس کے واسطے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ یہ تو کلام میں نہایت بھونڈی اور بدنما تعقید ہے جس کا وجود کسی فصیح انسان کے کلام میں بھی نہیں ملتا، چہ جائے کہ ایسے معجز کلام الٰہی میں ہو۔ اس

وقت مرزا صاحب کو اپنے وہ الفاظ جو توضیح میں لکھے ہیں، یاد کرنے چاہئیں :

خوبصورت اور دل چسپ طریقے تفسیر کے وہ ہوتے ہیں جن میں متکلم کی شان بلاغت اور اس کے روحانی ارادوں کا خیال بھی رہے، نہ یہ کہ غایت درجہ سفلی اور بدنما اور بے طرح موٹے معنی جو ہجو ملیح کے حکم میں ہوں، اپنی طرف سے گھڑے جائیں، اور خدا تعالی کے پاک کلام کو جو پاک اور نازک دقائق پر مشتمل ہے، صرف دہقانی لفظوں تک محدود خیال کیا جائے۔

اب مرزا صاحب کو دیکھنا چاہیے کہ متکلم کی اعلی شان بلاغت کا خیال نہ کر کے غایت درجہ کے سفلی بدنما اور بے طرح موٹے معنی آپ کرتے ہیں یا ہم۔ ایسے معنی کہ اس میں ضمائر بھی ٹھیک نہیں بیٹھتی ہیں۔

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے خاتمہ پر صفحہ ۹۲۲ میں پھر آیت

یا عیسی انی متوفّیک و را فعک الیّ و مطھّرک من الّذین کفروا و جاعل الّذین اتّبعوک فو ق الّذین کفروا الی یوم القیامۃ

کو لکھا ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ خدا تعالی نے ترتیب وار چار فعل بیان کر کے اپنے تئیں ان کا فاعل بیان کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارا مذہب بھی یہی ہے اور آیت کے جو معنی ہم نے لکھے ہیں اس میں بھی ترتیب ان فعلوں کی اسی طرح قائم رہتی ہے۔ البتہ ترتیب توڑنے کا جو الزام بڑے زور شور سے انہوں نے قائم کیا ہے اور ترتیب توڑنے والوں کو پیٹ بھر گالیاں دی ہیں، وہ حضرت ابن عباسؓ کا مذہب ہے۔ وہی ابن عباسؓ جن کا مذہب امام بخاری نے متوفّیک بمعنی ممیتک بیان کیا ہے۔ اور وہی ابن عباسؓ جن کا مذہب ازالہ اوہام کے صفحہ ۸۹۲ پر آپ نے اپنے لئے سند سمجھا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے مقولہ کا آدھا حصہ تو آپ قبول کرتے ہیں اور آدھا قبول نہیں کرتے۔ ایمان بعض اور کفر بعض کی اگر کوئی اور مثال ہے تو فرمائیں۔

(تائید الاسلام۔ ص ۱۵ تا ۹۸، ازالہ اوہام۔ص ۵۹۸۔۶۲۷۔ بائیبل)

ثنائی طریق تردید

☆ حیاۃ ووفاۃ مسیح پر بحث کرتے ہوئے مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں:

مرزائی نبوت کے مخاطب تو سب لوگ ہیں۔ایک آریہ اور سکھ بھی آپ سے پوچھ سکتا ہے کہ آپ کی نبوت کا کیا ثبوت ہے؟ کیا ان لوگوں کو بھی مرزائی یہ کہیں گے حضرت عیسی فوت ہو گیا۔اسے کیا؟ ایک دفعہ چھوڑ دس دفعہ فوت ہو جاوے۔ وہ کہے گا مجھے کیا؟ مجھے تو وہ الہام اور معجزے دکھاؤ جس سے مرزا کی نبوت ثابت ہو سکے۔

مسلمانوں میں سے بھی جو لوگ حضرت مسیح کی موت کے قائل ہیں، جیسے سرسید احمد خان اور ان کے معتقدین، جنہوں نے مرزا سے بھی پہلے اس مسئلہ وفات مسیح کو شائع کیا، وہ بھی تو مرزا سے مسیحائی اور مہدویت کا ثبوت پوچھ سکتے ہیں۔کیا ان کو بھی آپ یہی کہیں گے کہ چونکہ عیسی فوت ہو گئے اس لئے میں مسیح ہوں۔ بھلا اگر یہ دلیل کافی ہوتی تو آپ کے مخلص مرید ڈاکٹر عبدالحکیم خان جیسے راسخ الاعتقاد باوجود اعتقاد وفات مسیح کے کیوں آپ کو چھوڑتے؟

...(اس موضوع پر) ہماری طرف سے دو تحریریں شائع ہو چکی ہیں ایک تو تفسیر ثنائی جلد دوم میں ہم نے اس مسئلہ کو مدلل اور مفصل لکھ دیا ہے (یاد رہے کہ تفسیر ثنائی جلد اول ۱۳۱۳ھ میں، دوم ۱۳۱۸ھ، سوم ۱۳۱۸ھ، چہارم ۱۳۲۰ھ، پنجم ۱۳۲۵ھ، ششم ۱۳۲۹ھ میں شائع ہوئی۔ باقی دو جلدیں بعد میں شائع ہوئیں)۔ دوسری تحریر میرے عزیز برادر مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کی کتاب شہادۃ القرآن ہے جو خاص اسی مسئلہ حیات مسیح کے متعلق ہے۔ (اہل حدیث امرتسر ص ۵۔۶۔۲۷ جون ۱۹۱۳ء)

☆ میر قاسم علی قادیانی اڈیٹر فاروق نے ایک مرتبہ مولانا امرتسری کو حیات مسیح پر بحث کے لئے کہا، تو مولانا نے لکھا:

اگر مسئلہ حیاۃ مسیح کو بطور عقیدے کے دیکھنا اور جانچنا ہو تو ہم اس سے فارغ ہو چکے ہیں، تفسیر ثنائی میں مفصل لکھا گیا۔ کتاب شہادۃ القرآن کی دو جلدوں میں کافی بحث ہو چکی ہے، ایسی کہ مزید کی گنجائش نہیں ۔ ہمیں مباحثہ مرزائیہ میں حیاۃ مسیح ثابت کر دینے سے وہ لطف حاصل نہیں ہوتا جو مرزا کی تنقید شخصیت میں ہوتا ہے کیونکہ حیات مسیح کے ثابت کرنے سے ہم درحقیقت سرسید احمد خان مرحوم پر فتح پاتے ہیں، جو اس مسئلہ حیاۃ مسیح کے موجد تھے ۔ مرزا صاحب کا دم خم ابھی باقی رہتا ہے کیونکہ ان کا دعوی مولویانہ قال اقول کے رنگ میں نہ تھا بلکہ وہ اپنا رتبہ ان لفظوں میں بتاتے تھے

انبیا گرچہ بودہ اند بسے　　　من بعرفاں نہ کمترم کسے

اس دعوی مرزا کی تنقیح ان کی حیثیت کے مطابق ہونی چاہیے اس کا طریق یہی ہے کہ ان کے اخبار غیبیہ کی تحقیق کی جائے ۔ (اہل حدیث امرتسر۔ ۲۸ اگست ۱۹۲۵ء ص ۴)

(۱۹۵۳ء میں مولانا محمد منظور نعمانی نے قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ ، میں یہی بات کہی اور فرمایا کہ : قادیانی صاحبان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوا کرتی ہے کہ مرزا صاحب کے متعلق گفتگو نہ ہو، بلکہ حیات وممات مسیح جیسے مسائل پر بات ہو، تاکہ ناواقف لوگ یہ سمجھیں کہ ہم مسلمانوں اور قادیانیوں میں اصلی اختلاف بس اتنا ہی ہے کہ بعض آیتوں اور حدیثوں کے معنی ہمارے علماء کچھ اور بیان کرتے ہیں اور قادیانی کچھ اور سمجھتے ہیں ۔ اور اس طرح وہ لوگ قادیانیوں کو بھی مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ جانیں ۔ حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلاف کی نوعیت دوسرے اسلامی فرقوں کے باہمی اختلاف سے بالکل مختلف ہے۔ قادیانی صاحبان ایک شخص کو نبی مانتے ہیں اور نبی کی طرح اس کی ہر بات اور ہر مسئلہ پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں اور جو شخص اس کو نہ مانے اس کو کافر سمجھتے ہیں ۔ جیسے ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی ہر ہدایت اور ہر تعلیم کا ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں، اور آپ کے منکروں کو کافر جانتے ہیں ۔ تو قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی اصل بنیاد کوئی باریک علمی مسئلہ نہیں، بلکہ مرزا غلام احمد کی شخصیت اور ان کا دعوی نبوت ہے۔ اور ہمارے نزدیک اس کی جانچ پڑتال کا سیدھا راستہ یہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے ۔ (ص ۳۹۔۴۰ رسالہ مذکور)۔ وہ راستہ یہ ہے ۔

کسی نبی سے ہرگز یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے سے پہلے کسی پیغمبر کی اہانت اور تنقیص کرے ۔ ...اور ہرگز یہ ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم سے اور اللہ کی وحی سے کوئی سچا نبی تعیین تاریخ کے ساتھ کوئی پیش گوئی کرے

اوراس کواپنے صدق و کذب کا نشان قرار دے اور اللہ اسی پیش گوئی کے خلاف ظاہر کرکے اس کا جھوٹا اور مفتری ہونا دنیا پر ثابت کردے۔ ص ۳۵ رسالہ مذکور۔طبع نومبر۱۹۸۲ء)

رفع عیسی پر ثنائی تحریر

اذ قال اللّٰہ یا عیسی انی متوفّیک و را فعک الیّ و مطھّرک من الذین کفروا و جاعل الّذ ین ا تّبعوک فوق الّذ ین کفروا الی یوم القیامۃ ثم الیّ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفو ن ۔ (آل عمرا ن ۵۵)۔ جب خدا نے کہا اے عیسے میں تجھے فوت کرنے والا اور اپنی طرف اٹھانے والہ اوران کافروں سے پاک کرنے والہ اور تیرے تابعداروں کومنکروں پر قیامت تک غالب رکھنے والا ہوں۔ پھر میری ہی طرف تم کوآنا ہے پس جس جس بات میں تم جھگڑتے ہومیں تم میں فیصلہ کروں گا۔

مولانا ثناءاللہ فرماتے ہیں ۔ اس آیت میں اللہ تعالی، حضرت مسیح (جن کی تمام زندگی کے حالات،علاوہ مرنے جینے،میں بھی لوگ مختلف ہیں) کی وفات کا ذکر فرماتا ہے۔اس آیت کے معنی میں علماء کا قریب قریب اتفاق ہے کہ یہاں موت مراد نہیں بلکہ دنیا سے اٹھانا مراد ہے مگر ہم نے سید احمد صاحب جواس مسئلہ (وفات مسیح) کے موجد ہیں اورمرزا غلام احمد قادیانی کے لحاظ سے (جوسید احمد صاحب کے اس مسئلہ اور دیگر استحالہ سپر نیچرل میں پیرو ہیں) اس آیت کے معنی میں انہیں کا ترجمہ منظور کیا ہے اور متوفی کے معنی موت دینے والہ ہی لکھا ہے۔مسئلہ ولادت مسیح میں تو سید احمد صاحب ہی ہمارے مخاطب تھے اس مسئلہ (وفات مسیح) میں دونوں (سید احمد صاحب ومرزا غلام احمد صاحب جودراصل پیر و پیرو ہیں) سے ہمارا روئے سخن ہے۔اس بیان سے پہلے کہ قرآن شریف نے اس مسئلہ کے متعلق کیا فیصلہ دیا ہے بیرونی شہادت دیکھنی بھی ضروری ہے ۔ یہود ونصاری جوحضرت مسیح کے حالات کوبچشم خود دیکھنے والے اور ایک دوسرے سے نسلاً بعدنسلٍ سننے والے ہیں، اس پر متفق ہیں کہ حضرت ممدوح سولی دیئے گئے ،گوان کے اتفاق کے نتائج مختلف ہیں ۔ یہود کا نتیجہ تو بموجب تعلیم توریت (استثنا ۔ باب۱۳۔

جھوٹا نبی مارا جائے گا) فتح یابی ہے اور عیسائیوں کا نتیجہ کفارہ گناہ ہے۔ خیر اس کا یہاں ذکر نہیں، ہماری غرض صرف یہ ہے کہ دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ مسیح سولی ہی دیئے گئے۔

پس ان دونوں گروہوں کے اتفاق سے یہ امر بآسانی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موت طبعی سے نہیں مرے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ دونوں گروہ سے ان کی موت مخفی رہتی کیونکہ یہود، نصاری سے زائد اور نصاری، یہودیوں سے بڑھ کر ان کے حالات کے متلاشی تھے۔ یہودیوں کی غرض یہ تھی کہ وہ کہیں ملیں تو ان کو موت کا مزہ چکھائیں۔ عیسائیوں کو ان سے دلی محبت تھی اس لئے وہ ان کے حال کی تلاش میں سرگرم تھے۔ چنانچہ اناجیل مروّجہ سے اس بات کا پتہ بآسانی ملتا ہے کہ عیسائیوں کو مسیح کے حالات سے کس قدر مانوسیت تھی کہ ان کے معمولی مشاغل چلنا پھرنا بھی قلم بند کر رکھا ہے۔ پھر اگر وہ موت طبعی سے مرتے تو ممکن نہیں کہ عیسائیوں کو اس کی خبر نہ ہوتی۔ پس سید احمد خان صاحب کا فرمانا کہ

> حضرت عیسی تین چار گھنٹے کے بعد صلیب پر سے اتار لئے گئے تھے اور ہر طرح پر یقین ہوسکتا ہے کہ وہ زندہ تھے رات کو لحد سے نکال لئے گئے اور وہ مخفی اپنے مریدوں کی حفاظت میں رہے حواریوں نے ان کو دیکھا اور ملے اور پھر کسی وقت اپنی موت سے مر گئے۔ بلا شبہ ان کو یہودیوں کے خوف سے نہایت مخفی طور پر کسی نا معلوم مقام میں دفن کر دیا ہوگا جو اب تک نا معلوم ہے اور یہ مشہور کیا ہوگا کہ وہ آسمان پر چلے گئے۔
> تصانیف احمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۵۔

تار عنکبوت سے بھی ضعیف ہے۔ یہ کبھی ممکن نہیں کہ سچے نبی کے تابعدار جن کی قرآن میں بھی تعریف آئے ہے (قرآن کریم میں بے شک عیسائیوں کے پہلے طبقہ کے لوگوں کی تعریف کی ہے مگر وہ موجودہ عیسائیوں کی طرح مسیح کو خدا نہ مانتے تھے) ایسے صریح کذب کے مرتکب ہوں۔ اور بے فائدہ اپنے نبی اور خدا پر افتراء کریں کہ وہ آسمان پر چلا گیا، حالانکہ نہ گیا ہو۔ علاوہ اس کے اگر مسیح حواریوں کو ملے اور اپنی موت سے مرے تو کیا اتنی دیر میں یہودیوں کو خبر نہ ہوئی کہ وہ اپنی ناکامیابی پر افسوس کرتے اور دوبارہ سعی بلیغ کر کے کامیابی حاصل کرتے۔ پس سید احمد خان صاحب کے احتمال کو نہ صرف واقعات جھٹلاتے ہیں بلکہ روایت و درایت دونوں اس کی تکذیب کرتی ہیں۔ حاصل یہ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا اس امر پر متفق ہونا کہ مسیح موت طبعی سے فوت نہیں ہوئے، ضرور قابل غور ہے۔ خصوصاً مرزا صاحب قادیانی کے

نزدیک تو یہ طریق استدلال بہت ہی صحیح ہے کیونکہ وہ اس طریق سے خود بھی مستدلّ ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

بائیسویں آیت یہ ہے فا سئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمو ن (نحل ۔ ۴۳) یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جاوے۔ سو جب ہم نے موافق حکم اس آیت کے اہل کتاب یعنی یہود اور نصاری کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ کیا اگر کسی نبی گذشتہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو، تو وہی آ جاتا ہے یا ایسی عبارتوں کے کچھ اور معنی ہوتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اسی مر متنازعہ فیہ کا ہم شکل ایک مقدمہ حضرت مسیح ابن مریم آپ ہی فیصل کر چکے ہیں اور ان کے فیصلہ کا ہمارے فیصلہ کے ساتھ اتفاق ہے۔ دیکھو کتاب سلاطین وکتاب ملاکی نبی اور انجیل جو ایلیا کا دوبارہ آسمان سے اترنا مسیح نے کس طور پر بیان فرمایا ہے ۔ (ازالہ اوہام ۔ ص ۶۱۶ ۔ ۶۱۷)

مذکورہ بالا تقریر میں مرزا صاحب نے جو علمیت اور قابلیت کا اظہار کیا ہے وہ تو اہل علم سے مخفی نہیں ۔ دعوی وفات مسیح اور دلیل عدم رجوع ۔ کیا تقریب تام ہے؟ لیکن بلحاظ اس کے کہ میرزا صاحب تو علم لدنی کے عالم ہیں، علوم ظاہریہ مناظرہ وغیرہ سے بے نصیب ہونا ان پر کوئی الزام عائد نہیں کرسکتا۔ ہاں بطور معارضہ بالمثل جو ہم نے استدلال کیا ہے اس میں بفضلہٖ تعالی تقریب تام ہے کیونکہ ہمارا دعوی عدم وفات بموت طبعی ہے اور بقول مرزا صاحب حسب الحکم آیت کریمہ جب ہم نے اہل کتاب سے وفات مسیح بموت طبعی کے متعلق سوال کیا تو دونوں گروہ نے بالاتفاق جواب دیا کہ نہیں۔ اب ہم آیات قرآنی پر غور کرتے ہیں سورہ مائدہ میں کسی قدر تفصیل سے اس واقعہ کا بیان ہے ۔ دونوں فریق یہود و نصاری کہتے ہیں کہ مسیح مصلوب ومقتول ہوا ہے ۔

و ما قتلوه و ما صلبوه ولكن شبّه لهم و انّ الذين اختلفوا فيه لفى شك مّنه ما لهم به من علم الا اتّباع الظّن ۔ وما قتلو ه يقيناً ۔ بل رّفعه الله اليه وكان اللّه عز يزاً حكيماً ۔ و ان من اهل الكتاب الا ليؤ منىّ به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً ۔

حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ سولی دیا لیکن وہ انکے سامنے مشتبہ کیا گیا جو لوگ اس امر میں (کہ مسیح کو قتل یا سولی نہیں ہوئی قرآن کے بیان سے) مخالف ہیں وہ واقعہ سے بے خبری میں ہیں۔ اس دعوی کی دلیل ان کے پاس نہیں۔ ہاں اٹکلوں اور خیالوں کے تابع ہیں انہوں نے ہرگز اس کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اپنے پاس اس کو اٹھا لیا اور خدا غالب ہے حکمت والا

اس آیت میں خدا نے کئی باتیں بیان فرمائی ہیں۔ اول تو صریح لفظوں میں اس امر کا رد کیا جو یہود و نصاری مسیح کے مصلوب ہونے کا خیالی پلاؤ پکا رہے تھے۔ دوم اس واقعہ کی اصلیت پر اطلاع دی کہ اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔

یہاں تک تو ہمارا اور ہمارے مخاطبوں کا اتفاق ہے۔ صرف اختلاف اس میں ہے کہ رفع کے کیا معنی ہیں۔ ہمارے مخاطب کہتے ہیں کہ رفع سے مراد رفع درجات ہے، رفع جسم نہیں۔ ہم کہتے ہیں اگر رفع سے مراد رفع درجات ہو تو یہودیوں کے قول کی مخالفت کیا ہوئی جو بل سے ہونی چاہیے تھی۔ بھلا یہودیوں نے اگر مسیح کو سولی دیا ہو تو رفع درجات نہیں ہو سکتا۔ جبکہ شہداء کی بابت عام طور پر قرآن بلندی مراتب کی خبر دیتا ہے بلکہ غور کیا جائے تو ان معنی سے ولا تقولوا لمن یّقتل فی سبیل اللّٰہ اموا ت۔ بل ا حیاء ولکن لا تشعرون یہودیوں کے قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اگر مسیح کو واقعی انہوں نے صلیب دیا ہو تو کون نہیں جانتا کہ یہ صلیب مسیح کو صرف دینداری کی وجہ سے ملی ہوگی جس سے ان کے درجات کی بلندی ہر طرح سے ظاہر و باہر ہے۔ پھر قرآن کریم نے ان کے اس قول کی کہ ہم نے مسیح کو سولی دے دیا (بقول آپ کے) یہ کہہ کر کہ ہم نے اس کے درجے بلند کر دیئے، گویا ایک قسم کی تائید ہے۔ اگر یہی معنی ہیں تو قرآن کا مطلب بالکل اس قصے کے مشابہ ہو جائے گا جو کسی بادشاہ اور اس کے زمانہ کے نیک دل لوگوں کا مشہور ہے۔ ایک بادشاہ سے جاہل فقیروں نے کہا آپ نے فوج کے اخراجات خواہ مخواہ اپنے ذمہ لے رکھے ہیں۔ بادشاہ نے نے جواب میں کہا کہ دشمن کے خوف کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا ہم دعا کرتے رہیں گے۔ خدا فضل کرے گا، مجال نہیں دشمن غالب آ جائے۔ بادشاہ اس داؤ میں آ گیا اور فوج کو یک لخت موقوف کر دیا۔ دشمن نے فوج کشی کر کے جو مناسب تھا، کیا۔ جب بادشاہ نے اپنی حالت تباہ دیکھی تو دعا گو فقیروں کو بلا کر یہ ماجرہ سنایا کہ دشمن نے تمام ملک لے لیا اگر آج فوج ہوتی تو ایسا کیوں ہوتا؟ دعا گو فقیروں نے بیک زبان کہا کہ دشمن نے تو ہمارا کچھ

نہیں لیا، بلکہ ہم نے ان کا دین وایمان چھینا کیونکہ انہوں نے ہم پر ظلم کیا جس کی وجہ سے وہ بے ایمان ہوئے۔

سو اگر آپ دونو صاحبوں (سید احمد خان صاحب و مرزا غلام احمد صاحب) کے معنے سنے جائیں تو قرآن شریف کا بل بھی انہیں فقیروں کی جماعت کے بلکہ کی طرح ہو جائے گا کیونکہ آیت کریمہ کے معنے یہ ہوں گے جیسا کوئی کہے کہ حضرت حمزہ کو کفار نے قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے ان کا مرتبہ بلند کیا۔ پیغمبر ﷺ کو مشرکین نے مکہ سے نہیں نکالا، بلکہ خدا نے ان کی عزت افزائی کی۔ تو ایسے محاورات سے کون نہیں سمجھتا کہ بجائے اس کے کہ فعل مذکور کی نفی ہو، الٹا مع فوائد ثبوت ملتا ہے۔ علاوہ اس آیت مذکورہ کے آگے و کان اللّٰہ عزیزاً حکیماً (خدا غالب ہے حکمت والا) بھی متصل ہے جو ان تراشیدہ معنے سے بالکل بے محل ہے۔ اس لئے کہ اس لفظ کا محل کسی تعجب کا رفع کرنا اور مشکل بات کو سہل بتلانا ہے اور کسی نیک آدمی خصوصاً انبیاء کے مراتب کی رفعت کو کون شخص مشکل اور ان ہونی جانتا ہے، جس کو اس آیت نے آسان بتلایا۔ پس معلوم ہوا کہ اگر رفع کے معنے رفع درجات کے لیں تو نہ صرف یہی کہ یہودیوں کی تکذیب کے بجائے تصدیق ثابت ہوتی ہے بلکہ ساتھ ہی آیت کے تمام الفاظ بھی درست اور چسپاں نہیں ہوتے جب تک یہ معنی نہ لیں کہ خدا نے مسیح کو زندہ آسمان پر چڑھا لیا۔ اگر اس پر خیال گزرے کہ کیسے اٹھا لیا تو اس کا جواب اس آیت میں خدا نے دیا کہ ہم بڑے غالب اور حکمت والے ہیں، جس کام کو کرنا چاہیں، مجال نہیں کہ کوئی روک سکے۔ ان معنی پر جو اعتراضات بے سود کئے گئے ہیں ان سب کا جواب آخر بحث میں ہم دیں گے۔ پس جب اس آیت میں رفع سے مراد رفع درجات نہیں ہوسکتا تو آیت زیر بحث (انی متوفّیک) میں بھی رفع سے مراد رفع درجات نہیں کیونکہ اس رفع میں جو وعدہ تھا اسی کو بل رفعه اللّٰه نے پورا کر دیا جیسا کہ مرزا صاحب کو مباحثہ دہلی (اکتوبر ۱۸۹۱ء) میں یہ مسلّم ہے کہ رفعه اللّٰه، رافعک کے وعدے کا ایفاء عہد ہے۔ پس اس میں بھی وہی معنی ہوں گے جو رفعه اللّٰه میں ہیں، بجسد عنصری زندہ اٹھانا۔ اور اگر دوسرے حصہ آیت و ان من اهل الکتاب والے کو دیکھیں تو مطلب اور بھی عمدہ طور سے واضح ہو جاتا ہے۔ اس وضاحت کے لئے ہم اس آیت کا ترجمہ اپنا کیا ہوا نہیں بتلاتے بلکہ خود مرزا صاحب کے خلیفہ (یہ لقب خلیفہ ہم نے تفسیر ثنائی جلد دوم کے طبع اول کے وقت دیا تھا جس وقت مرزا صاحب زندہ تھے اور حکیم صاحب

خلیفہ نہ تھے۔ پھر وہی حکیم صاحب خلافت پر متمکن ہوئے۔ایسا فقرہ کہیں مرزا صاحب کی تحریر میں ہوتا تو خدا جانے کیسی اعلی درجہ کی پیش گوئی بن جاتا۔ثناء اللہ) مولوی حکیم نورالدین صاحب کا جن کے علم و فضل کا کل اتباع مرزا صاحب کو بھی ناز ہے، پیش کرتے ہیں۔غور سے سنئے

نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ (فصل الخطاب بمقدمۃ اہل کتاب ج ۲ ص ۸۱ حاشیہ۔اور جلد ص ۳۱۴ حاشیہ طبع شرکۃ الاسلامیہ ربوہ)

ترجمہ مذکورہ صاف بتلا رہا ہے کہ مرزا صاحب کا مطلب غلط ہے کیونکہ حکیم صاحب نے تمام ضمیریں مسیح کی طرف پھیری ہیں، جو شخص قیامت میں گواہ ہوگا اسی کے ساتھ اس کی موت سے پہلے اہل کتاب ایمان لاویں گے اور اس میں تو شک نہیں کہ عیسائیوں پر قیامت کے دن حضرت مسیح ہی گواہ ہوں گے۔پس مرزا صاحب ہی کی تحریر سے (کیونکہ حکیم صاحب فحوائے من تو شدم تو من شدی، عین مرزا صاحب ہیں) ثابت ہوگیا کہ مسیح فوت نہیں ہوئے۔

ان معنی پر مرزا صاحب نے کئی ایک لایعنی اعتراضات سے تمام کتابیں بھری ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ متوفی کا لفظ جو پہلے ہے اس کا ترجمہ پیچھے کیوں ہوتا ہے؟ کہیں اس تاخیر کو فعل شیطانی کہا ہے کہیں تحریف یہود بتلایا۔غرض بہت کچھ اس ترجمہ پر جوش مسیحائی ظاہر کیا ہے جو علاوہ اظہار مسیحیت کے لیاقت علمی کا بھی مظہر ہے۔

حضرت من! شرح ملّا جامی، نورالانوار، حسامی، توضیح، تلویح، مختصر معانی، مطوّل وغیرہ کتب نحو، اصول اور معانی کو ملاحظہ فرمائیے کہ واؤ کا لفظ ترتیب کے لئے نہیں ہوتا۔ اگر اس کی مثال قرآن سے چاہیں تو سنئے۔

ایک مالدار شخص کا سال (نصاب زکوۃ) تمام یکم رمضان کے دن ظہر کے وقت پورا ہوا۔اب بحکم آیت اقیموا الصلوۃ و آتوا الزکوۃ (نماز پڑھو اور زکوۃ ادا کرو) بقول آپ کے اس پر فرض ہے کہ پہلے نماز پڑھے اور پھر زکوۃ دے۔اور اگر پہلے زکوۃ دے گا تو شائد آپ کے نزدیک گناہ گار ہو، بلکہ زکوۃ اس کی ادا بھی نہ ہوگی۔کیا کوئی بھی اس میں آپ کے ساتھ ہے؟

دوسری آیت اقیموا الصّلوۃ ولا تکونوا من المشرکین (نماز پڑھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو) کے بموجب (بقول آپ کے) ضرور ہے کہ پہلے نماز ادا کرے اس کے بعد شرک

چھوڑے۔ اگر پہلے شرک چھوڑے گا تو شائد آپ خفا ہوں گے۔

تیسری آیت۔ خدا نے فرعون کے جادوگروں کے قول کو ایک جگہ یوں بیان فرمایا ہے کہ برب موسی و ھارون۔(پ ۹۔ع۔۴)۔ دوسری جگہ برب ھارون و موسی (پ ۱۶۔ع ۱۲) آیا ہے جو پہلے سے الٹ ہے، حالانکہ جادوگروں نے یقیناً ایک ہی طریق سے کہا ہوگا۔ سو اگر وہ طریق اول ہے تو دوسرے میں کذب آئے اور اگر دوسرا ہے تو پہلا جھوٹ ہوگا۔

علاوہ اس کے کئی مقام پر انبیاء سابقین کا لاحقین سے پیچھے ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا
کذلک یوحی الیک و الی الّذین من قبلک

جب واؤ کا لفظ ترتیب کے لئے نہیں ہوتا، بلکہ محض جمعیت کے لئے ہے تو متوفی کے معنی رافع سے پیچھے کر لینے میں کون سی قباحت ہوگی؟ بالخصوص جب کہ پہلی آیت سے ہم صعود جسد عنصری ثابت کر آئے ہیں۔ جس سے دونوں آیتوں کی تطبیق لفظی معنوی بخوبی ہو جاتی ہے۔ تقدم و تأخر کی مزید تحقیق منظور ہو تو اتقان ملاحظہ ہو جس میں چوالیسویں نوع خاص اسی مطلب کے لئے مصنف نے مقرر کی ہے کہ بعض الفاظ مقدم ہوتے ہیں لیکن ترجمہ ان کا مؤخر ہوتا ہے۔ چنانچہ انّی متوفّیک و رافعک بھی انہی میں سے ایک ہے۔

اب ہماری تقریر کے مطابق اس آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ
.اے عیسی میں ہی تجھ سے یہ سب معاملہ قیامت تک کروں گا.

رہا یہ کہ پہلے کیا ہوگا اور پیچھے کیا؟ اس کا ذکر نہیں۔ اس کو دوسری آیت نے حل کر دیا کہ رفع ہو چکا ہے توفّی ان کی آئندہ ہوگی۔ اگر یہ سوال ہو کہ بیشک پہلی آیت سے رفع بجسد عنصری مراد لینا ہی مناسب ہے اور کہ لفظ واؤ ترتیب کے لئے بھی نہیں ہوتا مگر آخر کلام خداوندی تو بڑا فصیح و بلیغ ہے، اس کا کیا سبب ہے کہ متوفی کو پہلے لائے ہیں؟ آخر بلاوجہ تو نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں بلا وجہ نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسیح کو بتقاضائے بشریت، اعداء سے ہر وقت خوف رہتا تھا۔ ان کی تسلی کے لئے اس لفظ کو پہلے کر دیا کہ اے عیسی میں ہی تجھے موت طبعی سے ماروں۔ یہ نہ ہوگا کہ تیرے دشمن تجھے کچھ تکلیف پہنچا سکیں (مرزا صاحب بھی یہ بات مانتے ہیں کہ یا عیسی انی متوفّیک۔ یہ الہام حضرت مسیح کو بطور تسلی ہوا تھا جب یہود ان کے مصلوب کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ سراج منیر۔ص ۲۰)۔ اور یہ روش

قرآن کریم کی بلکہ کل فصحاء کی عموماً ہے کہ کلام تسلی بخش کو پہلے لا یا کرتے ہیں ۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی تسلی کے لئے عفا اللّٰہ عنک پہلے لاکر لم اذنت لھم پیچھے فرمایا (خدا تجھے معاف کرے تو نے ان کو اجازت کیوں دی تھی)

تیسری آیت اس مسئلہ وفات مسیح میں سید احمد خان صاحب نے یہ لکھی ہے کہ

اذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم أانت قلت للناس اتّخذونی و امّی الھین من دون اللّٰہ ۔ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحقّ ۔ ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت العلام الغیوب ۔ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربّی و ربّکم و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم و انک علی کلّ شیء شھید ۔(مائدہ)جب اللہ تعالیٰ مسیح سے کہے گا کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا خدا بنالو ۔ مسیح کہے گا کہ تو پاک ہے شرک سے مجھے لائق نہیں کہ میں ایسی بات منہ پر لاؤں جو میرا حق نہ ہو ۔ اگر میں نے کہی ہوگی تو جانتا ہے کیونکہ تو میرے اندر کی بات کو بھی جانتا ہے اور میں تیری مخفی بات نہیں جانتا تو غیب دان ہے ۔ میں نے تو ان سے یہی کہا تھا کہ اکیلے خدا کی جو میرا اور تمہارا رب ہے عبادت کرو اور میں خود جب تک ان میں تھا ان کا نگہبان رہا اور جب تو نے مجھے فوت کرلیا تو ہی ان پر نگہبان تھا اور ہر چیز تیرے سامنے ہے)

اس آیت کے ترجمہ میں قائلین نیچر کا باہمی اختلاف ہے (جیسے سید احمد صاحب لفظ نیچر استعمال کرتے ہیں ویسے مرزا صاحب بہ تبدیل لفظ سنت اللہ بولتے ہیں ۔ اس لئے دراصل ایک ہیں) سید صاحب تو اس کے معنی (جب اللہ کہے گا) کرتے ہیں اور مرزا صاحب (جب اللہ نے کہا) کرتے ہیں ۔ اور مرزا صاحب کے خلیفہ مولوی حکیم نورالدین ، سید احمد صاحب سے متفق ہیں (دیکھو مقدمہ اہل کتاب ص ۱۷۸) ۔ غرض مرزا صاحب ماضی اور سید احمد و حکیم صاحب مضارع مراد لیتے ہیں جس سے مطلب میں بھی کسی قدر فرق آجاتا ہے ۔ مگر انصاف سے دیکھیں تو سید احمد خان و حکیم صاحب کے معنی صحیح ہیں اس لئے کہ حضرت مسیح کے جواب میں خدا کی طرف سے جو جواب الجواب دیا جائے گا وہ یہ ظاہر کررہا ہے کہ یہ سوال و جواب بروز قیامت ہوگا ۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ یہی دن ہے کہ سچوں کا سچ ہی ان کو نفع دے گا ۔

اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا دن جس میں اعمال حسنہ کا حقیقی نفع ہو وہ دن قیامت کا ہے ۔ خیر اس تصفیہ کے بعد ہم آیت کے مطلب کی طرف آتے ہیں ۔ ہمارے مخاطب کہتے ہیں اس میں صاف پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے کیونکہ وہ خود کہیں گے کہ جب تک میں ان تھا میں جانتا تھا، اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو، تو ہی ان کا نگہبان تھا۔

میں کہتا ہوں کہ ہاں بے شک جس وقت (یعنی بروز قیامت) حضرت مسیح یہ کلام کہیں گے اس وقت سے پہلے فوت ہو چکے ہوں گے ۔ ہم بھی تو اس امر کے قائل ہیں کہ قرب قیامت دنیا میں تشریف لا کر بنی آدم کی طرح فوت ہوں گے ۔ اس سے کہاں ثابت ہوا کہ اس وقت بھی فوت شدہ ہیں؟ ہاں ہم پر یہ اعتراض ہوگا کہ سوال خداوندی کا مطلب تو یہ تھا کہ تو نے ان کو اپنی الوہیت کی طرف بلا لیا تھا، جس کا جواب حضرت مسیح نے یہ دیا۔ اور پھر اس پر بس نہ کی ، بلکہ یہ بھی کہا کہ جب تک میں ان میں تھا ان کا نگران تھا، اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو، تو ہی نگہبان تھا۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت مسیح کو عیسائیوں کے شرک کی کوئی خبر نہیں اور یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اب حضرت مسیح زندہ نہ ہوں کیونکہ اگر زندہ ہیں اور دنیا میں آویں گے (جیسا کہ مسلمانوں کا عام طور پر عقیدہ ہے) تو عیسائیوں کے کفر وشرک کی ان کو ضرور خبر ہوگی ۔ پھر اس سے انکار کیوں کریں گے ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معترض نے کچھ تو دھوکہ کھایا اور کچھ اپنی طرف سے حاشیہ لگایا۔ سوال خداوندی جس کا جواب حضرت مسیح کے ذمہ ہے، صرف اتنا ہے کہ

تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو؟

جس کے جواب میں حضرت مسیح مع شیء زائد جواب دیں گے کہ یا اللہ تو شرک سے پاک ہے جو بات مجھے لائق نہیں، میں وہ کیوں کہتا؟ اصل سوال کا جواب یہاں تک آ گیا۔ اب آگے اس کام پر صرف اپنی بے زاری کا اظہار کرنا ہے مگر اس میں حضرت کو ان لوگوں کی، جنہوں نے جناب والا کی نسبت یہ افتراء کیا تھا، سفارش بھی کرنی ہے۔ اس لئے دونوں مطلبوں کے حاصل کرنے کو اپنی بیزاری بھی ظاہر کی کہ جب تک میں ان میں تھا ان کا نگہبان تھا، جس سے کسی قدر استحقاق شفاعت ثابت ہوتا ہے ۔ اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو، تو ہی ہر چیز پر نگہبان رہا ہے ۔ جیسے وہ ہیں تو جانتا ہے ۔ اس سے آگے ان کی ضمناً سفارش بھی کی کہ اگر تو ان کو عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں کوئی تجھے روک نہیں سکتا اگر تو

ان کو بخشے تو ان تعذّبھم فانّھم عبادک و ان تغفر لھم فانّک انت العزیز الحکیم ۔تو بڑا غالب حکمت والہ ہے۔کوئی نہیں جو تیری بخشش کو خلاف مصلحت سمجھے۔

اب بتلا یئے ! اگر حضرت مسیح خود ہی ان کی نا لائقی کا اعتراف کر لیتے تو ان کی سفارش کیونکر کرتے ۔حالانکہ ان کے شرک کرنے نہ کرنے کا سوال ہی نہ تھا بلکہ سوال صرف اس سے تھا کہ تو نے ان سے کہا تھا کہ مجھے خدا بنا لو۔پس جب کہ سوال ہی نہ تھا بلکہ سوال صرف اس سے تھا کہ تو نے ان سے کہا تھا کہ مجھے خدا بنا لو، جب کہ سوال ہی اس سے نہیں اور اس کا اقرار ان کی سفارش میں خلل انداز بھی ہے تو مسیح کو کیا غرض کہ وہ اس کا اقرار کریں کہ یہ مشرک تھے۔ ہاں کمال یہ ہے کہ انکار بھی نہیں کیا۔کس طرح کرتے جب کہ جان چکے تھے کہ ان عیسائیوں نے بے شک میری نسبت یہ افتراء کیا ہوا ہے ، ہاں اس میں شک نہیں کہ جناب مسیح کے اقرار، عدم اقرار پر کوئی بات موقوف نہیں، معاملہ خدائے غیب دان سے ہے جس کو یہ بھی خبر ہے کہ انہوں نے شرک کیا اور یہ بھی خبر ہے کہ مسیح بھی اس کو جانتا ہے مگر مسیح کو کیا غرض پڑی کہ بلا سوال ایک ایسے جواب کی طرف متوجہ ہوں جس کا ان کو بھی ایک طرح سے امر مطلوب میں مضر ہونے کا اندیشہ ہو کہ وقت سفارش حکم ہوا ے مسیح تو خود ہی ان کے شرک کو مانتا ہے اور آپ ہی ان کے حق میں شفاعت کرتا ہے۔

پس اس آیت سے بھی یہ نتیجہ نکالنا کہ مسیح اس وقت مردہ اور فوت شدہ ہیں کسی طرح ٹھیک نہیں۔پس حضرت مسیح کی وفات کا واقعہ بلحاظ کتب اسلامیہ اور نصرانیہ اس طرح ہے کہ حضرت مسیح کی جب چاروں طرف سے دارو گیر شروع ہوئی تو ان کے شاگرد یہودا اسکریوطی نے ان کے پکڑ وانے پر رشوت لے لی اور ایک مقام پر آسانی سے پکڑ وانا چاہا تو خدا نے ان کو بحفاظت اٹھا لیا اور ان کی شکل کا حلیہ دوسرے مخالف شخص پر ڈال دیا۔اسی بیان سے آیت شبّہ لھم اور قول ابن عباسؓ کہ فبعث اللّٰہ جبریل فادخلہ فی خوفة فی سقفھا روزنة فرفعه الی السّماء من تلک الروزنة فالقی اللّٰہ شبہ عیسی فقتلوہ وصلبوہ (تفسیر معا لم مختصراً) اللہ نے ایک شخص کو جو پکڑ وانے کے لئے مکان کے اندر گیا تھا مسیح کی شکل پر بنا دیا اور مسیح کو مکان کی چھت کی روزن سے آسمان پر اٹھا لیا۔

اور اناجیل مروجہ بھی منطبق ہو جاتی ہیں اور اگر غور کیا جائے تو روایۃً بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کیونکہ بموجب اناجیل مروجہ کے جن کو سید احمد خان صاحب بھی معتبر جانتے

ہیں (تبیین الکلام) اور مرزا صاحب تو ان کی طرف رجوع کرنا فرض بتلاتے ہیں (ازالہ اوہام۔ ص ۶۱۶) ثابت ہے کہ جب اس شخص کو (جس پر کہ مسیح کی شبیہہ ڈالی گئی تھی) پھانسی دی گئی تو اس نے ایسی گھبراہٹ کا اظہار کیا جو انبیاء تو کجا عوام صلحاء کی شان سے بھی بعید ہے۔ تکلیف کے وقت شور مچانا، خدا کی شکایت کرنا جیسا کہ اناجیل سے معلوم ہوتا ہے

(پھر اس نے دوبارہ جا کر دعا مانگی اور کہا اے میرے باپ، اگر میرے پینے کے بغیر یہ پیالہ، موت، مجھ سے نہیں گذر سکتا تو خیر تیری مرضی۔ متی باب ۲۶۔ آیت ۴۲۔

He went away again the second time, and prayed, saying, O my Father, If this cup may not pass away from me, except I drink it, thy will be done. (Matthew 26: 42)

اور یسوع نے بڑے شور سے چلا کر جان دی۔ (انجیل متی ۲۷۔ آیت ۵۰)۔

Now from the sixth hour there was darkness over all the land unto the ninth hour. And about the ninth hour Jesus cried with a loud voice, saying, Eli. Eli, lama sa-bach-tha.ni? that is to say. My God, my God, why hast thou forsaken me? (Matthew 27: 45-46)

Jesus, when he had cried again with a loud voice, yielded up the ghost.(Matthew 27:50)

اور پون گھنٹہ یسوع بڑی آواز سے چلا کر بولا ایلی ایلی لما سبقتنی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ (انجیل مرقس)،

At the ninth hour Jesus cried with a loud voice, saying Eloi Eloi lama sabach'tha-ni? which is, being interpreted, My God, my God, why hast thou forsaken me? (Mark 16:34)

کون نہیں جانتا کہ صالحیت اور نبوت سے کوسوں دور ہیں۔ اس قسم کی تکالیف میں ذرا صحابہ کرامؓ کا حال بھی ملاحظہ کیجئے۔ کیسے استقلال اور بردباری سے جان دے رہے ہیں اور بجائے چون و چرا کرنے کے شکریہ کرتے ہیں۔ نمونہ کے لئے خبیبؓ کا حال ہی دیکھئے جس کا قصہ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے کہ کس استقلال اور صبر سے جان دیتے ہیں اور دشمنوں کے سامنے یہ اشعار پڑھتے ہیں

ولا ابالی حین اقتل مسلماً

علی ای شقّ کان فی اللّٰہ مصرعی

وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء

یبارک علی اوصال شلو ممزع

جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ میں کس پہلو پر گروں ۔ یہ میرا مرنا تو اللہ کی راہ میں ہے اگر وہ چاہے تو کٹے ہوئے جوڑوں میں بھی برکت کر دے گا۔

کیا حضرت مسیح، اس صحابی جیسا بھی حوصلہ نہ رکھتے تھے ۔ معاذ اللہ وہ اللہ کے مقرب رسول وجیھاً فی الدّنیا والآخرۃ ومن المقرّبین ۔ صحابی کی کیا شان کہ حضرت مسیح کی گرد پا کو بھی پہنچے ۔ گو اپنے مرتبہ میں کیسا ہی بزرگ ہو، وہ معصوم اور اولوالعزم پیغمبر وہ کلمۃ اللہ وہ روح اللہ۔ پھر کیا وجہ کہ اس امتحان مقابلہ میں وہ فیل شدہ ہیں ۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ شخص پھانسی شدہ مسیح نہ تھا مگر سر سید احمد کہیں تو سولی پر چڑھاتے ہیں (تفسیر احمدی ج ۲ ص ۱۴۲) اور جب ان کو ما صلبوہ کا خیال ہوتا ہے تو یہ کہہ کر کہ حضرت مسیح صلیب پر مرے نہ تھے بلکہ ان پر ایسی حالت طاری ہوگئی تھی کہ لوگوں نے ان کو مردہ سمجھا (ص ۴۵ تفسیر احمدیہ) ، ٹال دیتے ہیں ۔ اور کہیں لکن شبّہ لھم کا ترجمہ . لیکن ان پر صلیب پر ڈالنے کی شبیہہ کر دی گئی ۔ (ص ۱۶۵ تفسیر احمدی جلد ۲) ، کہہ کر آگے چل دیئے ہیں ۔ لیکن چلّا کر جان دینے پر سب کچھ بھول جاتے ہیں ۔ کیوں نہ ہو، جان دینے کا موقع ایسا ہی ہے کہ سب بھول جاتے ہیں ۔

رہا اصل اعتراض کہ مسیح کی شکل دوسرے پر کس طرح ہوگئی یہ تو سپر نیچرل (خلاف عادت) ہے جو سید احمد خان صاحب کا قدیمی ٹوٹا پھوٹا ہتھیار رہے، تو اس کا جواب یہی ہے کہ جس خدا نے حضرت موسیٰ کی لکڑی کی شکل بدل کر سانپ اور سانپ سے لکڑی بنا دی، وہ مسیح کی سی شکل والا دوسرے کو بھی بنا سکتا ہے ۔ جو خدا مرغی انڈا دیتی کو مرغا انڈا دلانے والا بناتا ہے وہ ایک شکل کے دو آدمی یا ایک کی شکل دوسرے کو بھی دے سکتا ہے ۔

سید احمد صاحب نے جو آیت شبّہ لھم کے معنی کئے ہیں ہم ان کو غلط نہیں کہتے کیوں کہ ہمارے اصلی مقصد کے خلاف نہیں ۔ اللہ اعلم

قادیانی دلائل مماۃ مسیح کا ثنائی ردّ

مولانا ثناء اللہ امرتسری تفسیر ثنائی میں لکھتے ہیں کہ گو ہماری معروضہ بالا تقریر (در رفع عیسی) سے کل مسئلہ حیات و ممات مسیح بالکل صاف ہے مگر بنظر استحسان مرزا غلام احمد صاحب کی پیش کردہ تیس آیات کا مفصل جواب بھی دیتے ہیں۔ مرزا صاحب نے حسب عادت شریفہ اس دعوی کو اس قدر بڑھایا ہے کہ رائی سے ہمالہ کی صورت دکھائی ہے۔ چنانچہ کھینچ تان کر مجموعہ تیس آیات کا اس دعوی پر پیش کیا ہے مگر میرے خیال میں اگر ایسی ہی آیات کو جمع کرنا تھا تو چالیس پچاس بھی ہوسکتی تھیں۔ بہر حال جو کچھ مرزا صاحب سے ہوسکا وہ یہی مجموعہ تیس آیات کا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

مرزا صاحب کی تقریر حسب عادت طوالت سے بھری ہونے کی وجہ سے بہت سی جگہ چاہتی اس لئے ہم ان کے مطلب کا خلاصہ کر کے لکھیں گے (مکمل تقریرِ مرزا، صفحات سابق میں درج ہوچکی ہے۔ بہا) جو اصل سے بالکل مطابق ہوگا جس کو شبہ ہو اصل سے مقابلہ کر لے۔

☆ پہلی آیت۔ یا عیسی انی متوفّیک ...الخ

مرزا صاحب نے اس آیت کا ترجمہ کر کے ہی چھوڑ دیا جو ہم نے کر دیا ہے جس پر مفصل بحث ہوچکی ہے۔

☆ دوسری آیت بل رّفعه اللّٰه الیه ۔ رفع سے مراد باعزت موت ہے جیسے کہ حضرت ادریس کے لئے و رفعناہ مکاناً علیاً۔

اس کی بحث بھی مفصل ہوچکی ہے مزید یہ کہ حضرت مسیح والہ بل یہاں نہیں۔

☆ تیسری آیت فلمّا توفّیتنی ... ۔ توفّی کا لفظ موت کے لئے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں۔

اس کی بحث بھی ہمارے مضمون سابق میں آ گئی ہے۔

☆ چوتھی آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ ۔مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ہم اپنے رسالہ ازالہ اوہام میں اس کی تفسیر بیان کر چکے ہیں ۔ اس تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ .

تمام اہل کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح کی موت طبعی پر ایمان لے آتے ہیں اور مصلوب ہونے کے اعتقاد سے پھر جاتے ہیں .

اس آیت کے پیش کرنے میں مرزا صاحب نے کمال کر دکھایا۔جس آیت کو ان کے مخالف حیات مسیح کے ثبوت میں پیش کرتے ، ہیں مرزا جی نے اسے اپنے قبضہ میں کرنا چاہا ہے ،ہم اس آیت پر مفصل بحث نہیں کرتے صرف حکیم نورالدین صاحب کا ترجمہ پیش کر دیتے ہیں ۔وہ لکھتے ہیں :

اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ ۔(فصل الخطاب جلد دوم ۔حاشیہ ص ۳۱۴)

اس بارے میں ہمارے وہی حکم (ثالث) ہیں۔

☆ پانچویں آیت ۔ ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبلہ الرّسل ۔اس آیت میں ماں بیٹے (مریم وعیسی) کے ذکر میں، کھانا کھاتے تھے، کہا۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب نہیں کھاتے اور چونکہ بغیر کھانا کھانے کے زندگی محال ہے اس لئے ضرور ہے کہ مسیح فوت ہو گئے ہیں ۔

مرزا جی ! یہ تو ان کی حالت مشہودہ ومسلّمہ فریقین سے جو دنیا میں ان پر آ رہی تھی استدلال ہے، اسے اس سے کیا علاقہ کہ اب وہ نہیں کھاتے ۔ یہ کون سی عبارۃ النص ہے یا اشارۃ النص ، دلالت النص یا اقتضاء النص ۔اگر چہ آپ اپنے مولوی صاحبان سے دریافت فرمالیں کہ کانا کے لفظ سے زمانہ حال کی نفی نہیں ہوتی۔

لیجئے ہم آپ کی خاطر مانے لیتے ہیں کہ بے شک حضرت مسیح اس وقت کھانا نہیں کھاتے، تو کیا ان کی زندگی محال ہے؟ کیا حضرت آدمؑ دنیا میں آنے سے پہلے جنت میں کھانا کھاتے تھے؟ حالانکہ آپ کے نزدیک تو جنت صرف روحانی لذائذ ہیں نہ کہ جسمانی ۔ چنانچہ آپ کی تقریر جلسہ مذاہب لاہور مندرجہ رپورٹ اس کی مظہر ہے۔

خیر یہ تو الزامی جواب ہے۔ حقیقی جواب یہ ہے کہ شرعی طور پر بغیر طعام زندگی

گزارنے کا ثبوت ملتا ہے۔کیا آپ کو وہ حدیث یاد نہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے وصال صیام (ان روزوں کو کہتے ہیں جن میں رات کو بھی کچھ نہ کھایا جائے ، بلکہ پے در پے بے آب و نان گذارا ہو) سے منع فرمایا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ کیوں وصال کرتے ہیں؟ فرمایا ابیت عند ربّی یطعمنی و یسقینی۔یعنی میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھانا کھلاتا ہے اور پانی پلاتا ہے،تم میرے جیسے نہیں ہو۔

اگر یہ حقیقی کھانا ہوتا تو آنحضرت ﷺ کا وصالِ صیام ہی نہیں تھا،حالانکہ اسی کے کرنے دلیل بیان کی ہے ۔ پھر آپ (مرزا) کا مسیح کی بابت مخول (مذاق) کرنا کہ خدا کے پاس کیا کھاتا ہے؟ کھاتا ہے،تو پائخانہ کہاں پھرتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ قابل مخول (مذاق) ہے یا نہیں ۔کیا آپ نے اصحاب کہف کا قصہ بھی قرآن میں نہیں دیکھا کہ تین سونو برس غار میں بے خبر سوتے رہے اور زندہ رہے ۔اگر آپ کو ان کی موجودہ زندگی میں شبہ ہے جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۰۵ سے مفہوم ہوتا ہے تو کیا فلبثوا فی کھفھم ثلاث مأۃ سنین و زدادوا تسعاً میں بھی شبہ ہے جونص قطعی ہے۔اگر کہیں کہ وہ تین سونو برس بے طعام نہ تھے بلکہ کھاتے پیتے تھے تو ان کے باہمی سوالات کا کیا مطلب ہے جوانہوں نے بعد بیداری آپس میں کئے تھے کہ

قال قائل مّنھم کم لبثتم قالوا لبثنا یوماً او بعض یوم قالوا ربّکم اعلم بما لبثتم ۔(کہف) ۔ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تم کتنی مدت ٹھہرے ہو، بولے کہ ایک دن یا کم (بعد غور وفکر بولے) کہ خدا خوب جانتا ہے جتنے ٹھہرے ہو۔

اگر وہ غذا کھاتے پیتے تو ان کو اپنے ٹھہرنے کا وقت بھی معلوم نہ ہوتا ؟ جس کی مدت خدا نے تین سونو برس بتلا دی ہے۔کیا آپ نے وہ حدیث بھی نہیں دیکھی جو مشکوۃ کے باب علامات الساعۃ کی دوسری فصل میں ہے جس کا مضمون ہے کہ تسبیح تہلیل بھی بندوں کی غذا کا کام دے سکتی ہیں ۔پس جب تک ہمارے سوالات کو نہ اٹھائیں، اس آیت کا پیش کرنا آپ کا حق نہیں و دونہ خرط القتاد

☆ ۶۔ چھٹی آیت وما جعلناھم جسداً لا یأکلون الطعام ۔الآیۃ

اس کا جواب سابقہ آیت میں آگیا علاوہ اس کے اس آیت کا مطلب بالکل صاف ہے، خدا فرماتا ہے ہم نے ان کو ایسے جسم نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھائیں یعنی کھانے کو

چھوئیں ہی نہیں۔

یہ مشرکین عرب کا جواب ہے، جو کہا کرتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے۔ جس کے جواب میں ارشاد پہنچا ما لھذا الرّسول یأ کل الطّعام و یمشی فی الاسواق کہ پہلے نبیوں کو بھی ہم نے ایسا نہ بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ ایسا کوئی بشر نہیں ہوا جو کھانا نہ کھاتا ہو۔ یہ نہیں کہ ہمیشہ کھاتے رہیں۔ کیا پیغمبر ﷺ روزہ وصال میں کئی کئی روز جو کھانا ترک فرماتے تھے تو وہ اس وقت وہ جسم نہ تھے؟ مرزا جی مطلقہ عامہ کے ثبوت سے دائمہ مطلقہ لازم نہیں آتا۔ اگر نہ سمجھے ہوں تو کسی سے پوچھ لیجئے۔

☆ ساتویں آیت۔ و ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل .. یعنی محمد ﷺ سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے۔

مرزا صاحب نے کیا ہی عمدہ ترجمہ گھڑ لیا کہ فوت ہو گئے۔ ان کے مرید تو سن کر علماء کو کوستے ہوں گے کہ صاف آیت میں لکھا ہے . سب نبی فوت ہو گئے ۔ تو پھر جو علماء نہیں مانتے بے شک یہودیوں کی طرح ان کے دل سیاہ ہیں۔ بے شک ایسے ہیں، ویسے ہیں۔ بیشک ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ ان سے سلام علیکم نا جائز ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ کی پیش گوئی یأ توکم بما لم تسمعوا۔ الحدیث ۔ کا ظہور ہو رہا ہے۔ بھلا مرزا جی! فوت ہو گئے، کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ شاید خلت کی طرف توجہ سامی لگ رہی ہے جس کے معنی گزر جانے، خالی کرنے وغیرہ کے ہیں، جو ان تمام معنوں میں مستعمل ہوا ہے و اذا خلوا الی شیاطینھم ؛ قد خلت من قبلکم سنن ؛ فی الایّام الخا لیۃ ۔ پس آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ تجھ سے پہلے کل نبی اپنے اپنے وقت میں کام کر کے چلے گئے۔ جیسے کوئی کہے کہ موجودہ سربراہ حکومت سے پہلے کئی سربراہ گزر گئے ،تو کیا اس سے یہی مفہوم ہے کہ وہ سب مر گئے؟ پس اسی تقریر سے نویں آیت تلک امّۃ قد خلت کا جواب بھی آ گیا کیونکہ وہاں بھی خلا ہی میں تیر رہے ہیں۔

☆ آٹھویں آیت و ما جعلنا لبشر مّن قبلک الخلد ....کوئی بشر ہمیشہ زندہ نہیں رہا، اس لئے مسیح بھی نہایت بوڑھے ہو گئے ہوں گے۔ (ازالہ اوہام۔ص ٦٠٦)۔

کیوں نہ ہوں؟ دو اور دو چار روٹیوں کی مثال اسے ہی کہتے ہیں۔ حضرت! آیت

کا مطلب تو بالکل صاف ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لئے ہمیشگی نہیں کی۔ بھلا اگر تو مر گیا تو کیا یہ کافر ہمیشہ رہیں گے؟ ہرگز نہیں۔ بتایئے کس کے مخالف ہے۔کیا ہم مسیح کو ہمیشہ زندہ رہنے والا مانتے ہیں؟ کیا دائمہ مطلقہ کے سلب سے متعلقہ عامہ مسلوب ہو جاتا ہے؟

☆ نویں آیت کا جواب نمبر سات میں ہو چکا ہے۔

☆ دسویں آیت۔ و اوصانی بالصّلوة و الزّ کوة ما دمت حیّاً۔

اس آیت سے بھی معلوم نہیں مرزا صاحب کیا مطلب لے رہے ہیں۔شائد یہ مطلب ہے کہ زندگی تک تو زکوۃ کا حکم ہے،اگر وہ اب زندہ ہیں تو زکوۃ کس کو دیتے ہوں گے؟ پس معلوم ہوا کہ مسیح فوت ہو گئے۔ چہ خوش؟ ہمیں بار بار وہی دو اور دو چار روٹیوں والی مثال یاد آتی ہے۔اجی حضرت! آپ یہ تو بتلا دیں کہ جتنے روز مسیح دنیا میں رہے تھے، زکوۃ کس کو دیتے تھے؟...کیا زکوۃ کے لئے مال اسباب زائدعن الحاجت ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں؟ تو پس جبکہ ان کے پاس مال دنیاوی موجود ہی نہیں تو زکوۃ کیسے دیں اور کس کو دیں؟ اس آیت میں مرزا جی نے ایک عجیب بات بھی لکھی ہے جس کو بعینہ نقل کرتا ہوں:

> اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ انجیل کے طریق پر نماز پڑھنے کے لئے حضرت عیسی کو وصیت کی گئی تھی اور وہ آسمان پر عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحی ان کی نماز کی حالت میں ان کے پاس یونہی پڑے رہتے ہیں، مردے جو ہوئے۔ اور جب دنیا میں حضرت عیسی آویں گے تو برخلاف اس وصیت کے امتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں گے۔(ازالہ اوہام)

مرزا صاحب نے اس جگہ بڑا استحالہ قائم کیا ہے کہ حضرت مسیح دو طرح کی نماز کس طرح پڑھیں گے؟ کاش بتلایا ہوتا کہ عیسائیوں کی نماز، ہاں اصل عیسائی نماز، کس طرح ہے اور وہ کتنے حصے اسلامی نماز سے مخالف ہے؟ کیا آپ نے مسیح کی والدہ کی بابت فرمان ربانی نہیں سنا یا مریم اقنتی لربّک و اسجد ی و ارکعی مع الرا کعین۔ بتلایئے آپ کی نماز سے یہ نماز کتنی کچھ مخالف ہے؟ ہاں آپ نے موجودہ عیسائیوں کی نماز دیکھی ہوگی جس میں تثلیث کی پرستش بھی کرتے ہیں۔ بےشک ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح ان کی نماز کے مخالف نماز پڑھیں گے، بلکہ اس نماز کے مٹانے کے لئے تشریف لائیں گے ،چنانچہ آپ بھی براہین احمدیہ جلد رابع صفحہ ۴۹۹ میں تسلیم کرتے ہیں۔

معلوم نہیں مرزا صاحب کو ایسی باتوں سے کیا فائدہ؟ مگر چونکہ علم لدنی کے متعلم ہیں اس لئے بقول صوفیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین غلطی ممکن ہے۔

☆ گیارہویں آیت۔ والسلام علیّ یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابعث حیاً اس آیت میں مسیح کے تین واقعات ولادت، موت اور بعثت کے ایام بیان کئے گئے ہیں، یوم رفع نہیں گنا، اس لئے وہ کوئی جدا نہیں بلکہ بذریعہ موت ہی ہوا۔ (ازالہ اوہام)

مرزا صاحب کی قوت استنباطیہ بہت صحیح ہے مگر وہ یہ تو بتلا دیں کہ کیا عدم ذکر سے عدم شیئ لازم آتا ہے؟ انسان کے لئے تین ہی واقعات عام طور پر پیش آتے ہیں اور تینوں محل خطر ہیں۔ موت اور قیامت کے دن کا خطرناک ہونا ظاہر ہے، البتہ پیدائش کے دن کا خطرناک ہونا جس کی طرف مسیح نے اشارہ کیا ہے دو وجہ سے ہے۔ ایک تو اس حدیث کی وجہ سے جس کا مضمون ہے کہ ما من مولود الّا و یمسّه الشّیطان الّا مریم و ابنھا ۔ او کما قال ہر ایک بچہ کو شیطان وقت ولادت چھوتا ہے سوا مسیح اور اس کی ماں کے کہ ان دونوں کو نہ چھوا تھا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا کہ ولادت کا وقت بھی خطرناک وقت ہے جس کی سلامتی کی طرف حضرت مسیح نے اشارہ کیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہودی، حضرت مسیح کی ولادت کو ناجائز بتلاتے تھے اور ناجائز ولادت والے کو خدا کی بادشاہت میں ذلیل سمجھتے تھے (دیکھو کتاب استثنا ۲۳ باب کی آیت نمبر ۲)

A bastard shall not enter into the congregation of the Lord; even to his tenth generation shall not enter into the congregation. (Deuteronomy 23:2)

اس لئے مسیح نے ایسے واقعات کا جو سب لوگوں کو پیش آنے والے ہیں جن کے وقوع کا سب کو یقین ہے، ذکر کیا اور رفع بجسد عنصری کا ذکر نہیں کیا کہ جو پہلے سے منکر ہیں کہیں اور بھی زیادہ نہ بگڑیں۔ علاوہ ان توجیہات کے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح کو یہ کلام بولتے وقت اپنے رفع بجسد عنصری کا علم نہ تھا کیونکہ جب تک خدا کوئی وعدہ نہ کرے یا کوئی خبر نہ بتلاوے، نبی ہو یا رسول، بلکہ افضل الرسل کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ لا یحیطون بشیء من علمه الّا بما شاء (خدا کے علم میں سے لوگ اسی قدر جان سکتے ہیں جتنا خدا بتلائے) کو پڑھ لو۔

☆ بارہویں آیت۔ و منکم من یتوفّی و منکم من یردّ الی ارذل العمر ....

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان عمر طبعی تک پہنچ کر مر جاتا ہے پس مسیح بھی جو عمر طبعی تک پہنچ گئے ضرور فوت ہو

گئے ہوں ۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۶۰۸) ۔

عجیب نئی منطق ہے ۔ مسیح عمر طبعی کو دنیا ہی میں پہنچے ہوئے تھے یا اب پہنچے ہوں گے؟ اگر دنیا ہی میں پہنچے تھے تو کیا ثبوت؟ حالانکہ روایات سے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں مرقوم ہے، صاف مفہوم ہے کہ حضرت مسیح کی عمر بوقت رفع ۳۳ سال تھی ۔ اور اگر بعد رفع عمرِ طبعی کو پہنچے تو غنیمت ہے کہ آپ نے ان کا رفع بجسدہ تو مانا اور بعد رفع بجسدہ سے موت کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے، دیجئے ۔ و دونه خرط القتاد

علاوہ اس کے، عمر طبعی بھی تو مختلف ہے ۔ ایک عمر طبعی آپ کی ہے اور ایک حضرت نوحؑ کی تھی جن کے (صرف) وعظ کا زمانہ ساڑھے نو سو برس کا قرآن میں ذکر ہے ۔ اور قصص میں بعض نبیوں کی عمر چودہ چودہ سو برس تک بھی پہنچتی ہے ۔ نص قرآنی سے آپ کو انکار نہ ہوگا ۔ پھر بتلا دیں کہ آیت موصوفہ سے آپ کے دعویٰ کو کہاں تک تقویت یا تائید ہوتی ہے؟ کیا ممکن نہیں کہ حضرت عیسیٰ کی عمر طبعی کا اندازہ کوئی غیر محدود زمانہ ہو جس کی مثال دنیا میں آج تک کسی فرد بشر پر نہ آئی ہو ۔

اس جگہ ایک لطیفہ بھی قابل بیان ہے جو مرزا کی تحریر سے نہیں بلکہ ان کے بعض مریدوں کی زبان سے سنا گیا ہے کہ حضرت مسیح کو آج تک زندہ سمجھیں تو حیّ قیّوم کی صفت خداوندی میں شریک ہو جاتا ہے اور شرک تو اسلام میں کسی طرح درست نہیں ۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح بھی کسی طرح زندہ نہیں رہ سکتے ۔

قادیانی حضرات مسیح کی موت کے پیچھے ایسے پڑے ہیں کہ اگر ان کو ایک سیکنڈ کا اختیار بھی مل جائے تو سب سے پہلے جو کام ان سے سرزد ہو، وہ یہی ہو کہ حضرت مسیح کو فوت کر دیں ۔ لیکن نہیں جانتے و مکروا و مکر اللّٰه و اللّٰه خیر الماکرین بھلا حضرات! اگر درازی عمر کی وجہ سے کوئی جان دار خدا کا شریک ہی ہو جاتا ہے تو جس کی عمر، مسیح سے ہزار ہا سال پہلے اور ہزار ہا سال بعد تک ہوگی، اگر اپنے بزرگ سرسید احمد کی طرح شیطان قوائے حیوانیہ کو جانتے ہو، تو قرآن میں غور کرو قال فانظرنی الی یوم یبعثون ۔

☆ تیرہویں آیت ۔ ولکم فی الارض مستقرّ ومتاع الی حین ۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا ۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۶۰۹)

مرزا صاحب کو، اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ، معراج جسمانی سے بھی انکار ہے ۔

مرزا جی! دوسری آیت پر بھی غور کر لیا ہوتا جس میں مثل اس آیت کے لکم آیا ہے
و لکم فیها منافع و مشارب افلا یشکرو ن (تمہارے لئے چارپایوں میں بہت سے منافع اور پینے کو دودھ ہے کیا پھر شکر نہیں کرتے ہو)

اگراس آیت سے جسم خاکی کا آسمان پر جانا منع ہوتا ہے تو اس سے سوا چارپایوں کے دودھ اور منافع کے اور چیزوں کا دودھ اور منافع بلکہ تمام دنیا کے پانی پینے بھی منع ہو گئے کیونکہ اگراس آیت میں مستقر مبتداء مؤخر ہے تو اس میں منافع اور مشارب وہی حکم رکھتا ہے، حالانکہ ہم تمام دنیا کے کنووں کا پانی پیتے ہیں اور تمام چیزوں سے نفع لیتے ہیں۔ کوئی چارپاؤں کی خصوصیت نہیں۔ بتلا ویں تو (بقول آپ کے) یہ دجال کا گدھا، ریل گاڑی، کون سے چارپایوں کا نفع ہے، حالانکہ بقول آپ کے آیت میں حصر ہے کہ سوا چارپایوں کے اور کسی چیز میں ہمارا نفع نہیں اور نہ ہمارے بچے کسی جاندار کا، خواہ وہ بچے کی والدہ ہو، دودھ پی سکتے ہیں کیونکہ مشارب کا لفظ اس سے روکتا ہے۔ اگر یہی معنی ہیں تو میں نہیں جانتا کہ اس آیت سے، نعوذ باللہ، کوئی کلام غلطی میں مقابلہ کر سکے۔

مرزا صاحب نے اس آیت میں کچھ علمیت کے جوہر بھی دکھائے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کیونکہ لکم جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر جا نہیں سکتا بلکہ زمین سے نکلا ہے اور زمین میں ہی رہے گا اور زمین میں داخل ہو گا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۰۹)

مرزا صاحب اس جگہ ہمیں وہ قصہ یاد آ گیا جس کو ہم آپ کے خاندان نیچریہ کے بانی سرسید احمد مرحوم کے لئے کسی جگہ لکھ آئے ہیں کہ ایک دفعہ بادشاہ دہلی ایک مدرسہ عربی میں گئے۔ ایک طالب علم سے بغرض امتحان پوچھا کہ الحمد لولیه میں واؤ کیسا ہے؟ طالب علم نے جواب دیا، عطف کا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ بھی لائق انعام ہے کیونکہ اتنا تو جانتا ہے کہ واؤ عطف کا بھی ہوتا ہے۔ ہم بھی مرزا صاحب کو قابل انعام سمجھتے ہیں کہ آنجناب حصر کو جانتے ہیں لیکن بڑے ادب سے عرض ہے کہ اگر لکم فائیدہ حصر کا دیتا ہے تو غالباً یہ حصر مسند الیہ (مستقر) کا مسند میں ہو گا جیسا کہ مختصر معانی (اما تقدیمه ای المسند فلتخصیصه بالمسند الیه ای لقصر المسند علی ما حقّقناه فی ضمایر الفصل نحو لا فیها غول ای بخلا ف خمو ر الدّ نیا فان فیها غولاً و لهذا ای

ولانّ التقديم يفيد التّخصيص لم يقدم الطرف الّذی هو المسند علی المسند الیه فی لا ریب فیه و لم یقل لا فیه ر یب لئلا یفید تقدیمه علیه ثبوت الر یب فی سا ئر کتب الله تعالی بناء علی اختصاص عدم الریب بالقرآ ن ۔ مختصر المعا نی ص ۱۰۳) اور مطول سے مفہوم ہوتا ہے ۔تو بتلا یئے کہ اس حصر کا مطلب کیا ہوگا اور آیت کے معنی کیا بنیں گے؟ وہی جو مختصر معا نی اور مطول میں لکھے ہیں لا فیها غول بخلا ف خمور الدّ نیا فانّ فیها غولاً یعنی ہمارے لئے زمین مستقر (جگہ) ہے نہ کہ کسی اور جا نور کے لئے ۔ بھلا اس حصر سے جسم خا کی کا آ سمان پر جا نا کیونکر منع ہوا ۔ ہاں یہ بے شک ثابت ہوا کہ دنیا میں سوائے انسان کے جو لکم کے مخا طب ہیں کسی جاندار کی جگہ نہیں ۔ یہ معنی قطع نظر اس سے کہ واقع میں صحیح ہوں یا غلط آپ کے دعوی (جسم خا کی آ سمان پر نہیں جا سکتا) سے کیا علا قہ ؟

ہاں اگر آپ کے معنی مراد ہو تے تو کلام خدا وندی میں فی الا رض مقدم ہوتا یعنی آیت یوں ہو تی وفی الارض مستقر و متاع الی حین ایسی اصلاح قرآن شریف میں کون نہیں جا نتا کہ اتنبؤن اللّه بما لا یعلم فی السّما ء ولا فی الارض (خدا کو وہ باتیں بتلا تے ہو جو وہ نہیں جا نتا آسمان میں اور زمین میں) کے مصداق ہے ۔

رہی یہ بحث کہ گو حصر مسند کا نہیں لیکن یہ تو معلوم ہوا کہ زمین میں مستقر ہے ۔ پس آسمان کا مستقر ہونا اس کے خلاف ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب حصر نہیں تو خلاف بھی نہیں ۔نہیں تو بتلا دیں کہ مسلمان جو سب محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں جس کا تر جمہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ،تو کیا حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ رسول نہیں ،صرف محمد ﷺ ہی رسول ہیں ۔پس جس طرح کہ محمد رسول کہنے سے موسیٰؑ رسول کی نفی نہیں ہوتی ،اس طرح فی الا رض مستقرّ کہنے سے فی السّماء مستقرّ کی نفی لازم نہیں ۔ علاوہ اس کے آسمان میں تو مستقر ہی نہیں ،خصوصاً لکم کے مخاطبین کا جو تمام بنی نوع انسان ہیں ۔اگر مسیح چند روز چلے گئے ، اول تو عارضی ہے ، دوم وہ ایک فرد مخصوص ہیں ۔ وما من عام الّا وقد خصّ منه البعض (ہر عام سے بعض افراد خاص ہوتے ہیں) کو یاد کرو ۔ ایسے استدلا لات میں ہاتھ پاؤں مارنے سے بجز اس کے کہ علماء میں ہنسی ہو اور کیا فا ئدہ ؟

☆ ۱۴ ۔ چودہویں آیت ومن نعمّره ننکّسه ...یعنی درازی عمر میں حواس اور عقل

زائل ہو جاتی ہے اگر مسیح اب تک زندہ ہوں تو ان کی عقل میں فرق آ گیا ہو گا جس سے یقینی معلوم ہوتا ہے کہ مدت سے مر گئے ہوں۔ (ازالہ اوہام۔ص ٦١٠)

مرزا صاحب چونکہ علم لدنی کے متعلم تھے اس لئے بے چارے ظاہری علوم کی اصطلاحات بدیعہ سے بالکل ناواقف ہوں تو ان کی ذات ستودہ صفات میں کوئی نقص نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا جی کے کان مبارک، تقریب تام سے جو علم مناظرہ میں اہم اصول ہے، کبھی آشنا نہیں ہوئے۔ مرزا صاحب! اگر کوئی شخص ستر برس کی عمر سے (جس کو انتیسویں آیت میں امت محمدیہ کے لوگوں کے لئے محدود کرتے ہیں) متجاوز ہو گیا جیسے کہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، یا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی یا مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی، جن میں سے بعض صاحب سو (١٠٠) اور بعض سو (١٠٠) سے متجاوز تھے، کیا آپ کے نزدیک ان کا جنازہ بغیر روح نکلے ہی درست ہے، کیونکہ آپ کی دلیل کا مقدمہ تو ثابت ہے کہ عمر درازی موت کو مستلزم ہے پھر مدعا کیوں ثابت نہیں۔

آئندہ کو آپ کے خاندان میں سے جو شخص ستّر (٧٠) سے متجاوز ہو تو بغیر روح نکلے اس کو میت قرار دے کر قبر میں داخل کر دیا کریں پھر دیکھیں کیا نتیجہ ہوتا ہے؟

افسوس مرزا صاحب کو یہ خبر نہیں یا جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ کرتے ہیں کہ عمر درازی کو اگر کچھ لازم ہے تو نکوس لازم ہے جو خود زندگی چاہتا ہے۔ مردہ کی بابت نکوس فی الخلق کون کہے گا۔ نکوس کے معنی اندھا کرنے کے ہیں۔ مطلب آیت کا بالکل واضح ہے کہ جس کی عمر دراز ہوتی ہے اس کی خلقت اور عادت پیرانہ سالی میں جوانی سے مغائر بچپن کی سی ہو جاتی ہے، بالکل درست ہے صدق اللّٰہ و صدق رسولہ لیکن اس کو موت خصوصاً مسیح کی موت سے کیا علاقہ؟ اگر آپ کے نزدیک ستّر برس سے متجاوز پر نکوس فی الخلق ضروری ہے تو حضرت نوحؑ تو آپ کے نزدیک تمام تبلیغ نکوس کے زمانہ بلکہ موت میں کرتے رہے ہوں گے۔ یا للعجب

☆ ١٥۔ اللّٰہ الّذی خلقکم من ضعفٍ ... اس آیت سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ انسان کی عمر پر اثر کرتا ہے یہاں تک کہ پیر فرتوت ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔ (ازالہ اوہام)

آمنّا و صدقنا، بے شک اثر کرتا ہے مگر اس کی حد مختلف ہے ایک حد بقول آپ کے ساٹھ ستّر برس ہے دوسری بقول خداوندی عمر نوحی ہے۔ جب تک آپ مسیح کیلئے

حد نہ لگا دیں، اس آیت کو پیش کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ اعمار امتی کا جواب آگے آتا ہے

☆ ۱۶۔ انّما مثل الحیوۃ الدّنیا کماء انزلناہ .... یعنی کھیتی کی طرح انسان بعد کمال زوال کی طرف رخ کرتا ہے۔ کیا اس قانون سے مسیح باہر رکھا گیا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۱۱)

مرزا صاحب کل بنی نوع انسان کی اگر یہ حالت ہے تو بتلا دیں کہ ایک بچہ جو ایک دن کا ہو کر مر جاتا ہے اس کا وہی کمال ہے؟ دوسرا آپ کی طرح بوڑھا ہو کر، اس کے لئے وہی کمال ہے۔ ایک ایسا ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ کی طرح ہزار سال تک بھی اس کمال کو نہیں پہنچتا۔ پس اس تفاوت سے اگر مسیح کو بھی وہ کمال جس کے بعد ان کو زوال آنا (جو بقول آپ کے موت کا مرادف ہے) ابھی تک نہ آیا ہو تو کیا محال ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

☆ ۱۷۔ ثمّ انّکم بعد ذلک لمیّتون۔ تم اپنا کمال پورا کرنے کے بعد زوال کی طرف میل کرتے ہو۔ (ازالہ اوہام)

بے شک صحیح ہے۔ اس کا جواب آیت سابقہ کی تقریر میں پڑھو۔

☆ ۱۸۔ الم تر انّ اللّٰہ انزل من السّماء ماء فسلکناہ ینابیع ...انسان کھتی باڑی کی طرح اپنی عمر کو پورا کر کے مر جاتا ہے۔ (ازالہ اوہام)

بالکل سچ ہے، لیکن عمریں مختلف ہیں۔

☆ ۱۹۔ و ما ارسلنا قبلک من المرسلین ....کوئی انسان بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ (ازالہ اوہام)

اس کا جواب پانچویں آیت کی تقریر میں ملاحظہ ہو۔

☆ ۲۰۔ و الّذین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً .....اس آیت میں مصنوعی معبودوں ...کی موت کی خبر دی گئی ہے۔ مسیح بھی عیسائیوں کے مصنوعی معبود ہیں پس ضرور ہے کہ وہ بھی فوت ہو گئے ہوں۔ (ازالہ اوہام)۔

تعجب ہے کہ اس جگہ مرزا صاحب نے حضرت مسیح کو عیسائیوں کا مصنوعی معبود مانا ہے حالانکہ عیسائیوں کے مصنوعی معبود کا نام یسوع رکھ کر رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں بے نقط سنائی ہیں۔ نعوذ باللّٰہ من الھفوات

مرزا صاحب نے اس آیت کے لفظ اموات سے استدلال کیا ہے مگر اس امر پر غور نہیں فرمایا کہ اموات جمع میت کی ہے جو خود آنحضرت ﷺ اور کفار مکہ کے حق میں عین

زندگی میں وارد ہوا ہے غور سے پڑھو انک میّت وانّھم میّتو ن ۔مرزا صاحب کیا اس آیت کے اترتے وقت آنحضرت ﷺ اور کفار مکہ سب کے سب فوت شدہ تھے؟ تو پھر اس کے بعد کی آیتیں بلکہ خود یہی آیت کس پر نازل ہوئی تھی؟ اور اگر فوت شدہ نہ تھے تو کیوں نہ تھے؟ حالانکہ میّت کا لفظ بقول آپ کے موت سابقہ چاہتا ہے۔

مرزا صاحب تو یونہی ادھر ادھر جاتے ہیں، آیت کا مطلب بالکل واضح ہے یعنی خدا فرماتا ہے کہ جن لوگوں کو یہ مشرک پکارتے ہیں وہ ممکنات ھالک الذّات ہیں نہ دائم الحیات حالانکہ معبودیت کے لئے غیر ھالک الذّات دائم الحیات ہونا چاہیے۔ پس علی طریق البرھان آیت کے مطلب کی تقریر یوں ہوگی معبودکم ممکن الفنا ولا شیء من ممکن الفنا بمعبود نتیجہ صریح ہے کہ تمہارے مصنوعی معبود لائق عبادت نہیں۔

اموات کے معنی ممکن الموت کے لینا ایک تو آیت موصوفہ انک میّت بتلا رہی ہے، دوئم ممکن الموت کا لفظ تمام معبودان باطلہ کو خواہ زمانہ نزول آیت سے پہلے کے ہوں یا اس وقت کے یا پیچھے کے سب کو شامل ہے۔ اور اگر اموات کے معنی فوت شدہ کے لیں تو یہ فائدہ متصور نہیں غیر احیا کے معنی غیر دائم الحیات کے ہم نے اس لئے کئے ہیں کیونکہ خدائی صفت دائم الحیات ہے نہ چندروزہ حیات۔

پس ہماری تقریر بفضلہ تعالی ہر طرح سے قابل پذیرائی اور مشتمل بہ مزید فوائد ہوئی اور آپ کی مطلب براری دربطن قائل۔

کہیں آپ کے کسی حواری کو (کیوں کہ آپ کو تو ایسے ظاہری علوم سے کیا تعلق؟) یہ شبہ نہ ہو کہ شکل اول میں فعلیت صغری ضروری ہے اور مذکورہ شکل میں صغری ممکنہ ہے پس منتج نہ ہوگی اس لئے کہ امکان شکل مذکور میں ربط کی قید نہیں بلکہ خود محکوم بہ ہے۔ فافھم۔

☆۲۱۔ ما کا ن محمّد ابا احدٍ من رّجالکم ... چونکہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے مسیح ان کے بعد نہیں آسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ فوت شدہ ہیں۔ (ازالہ اوہام)

مرزا جی یہاں بھی اصطلاحات بدیعیہ سے معذوری کی وجہ سے تقریب تام سے غافل ہوگئے۔ دعوی موت مسیح اور دلیل عدم تشریف آوری۔ آیت کا مطلب تو بالکل صاف ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی پس مسیح قرب

قیامت با وصف نبوت آنحضرت کی امت بن کر آویں گے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ان کو نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد نہیں ملی بلکہ نبوت سابقہ ہی سے موصوف ہوں گے پس جیسے حضرت ہارونؑ بلکہ خود حضرت عیسیٰؑ پہلے تورات کے احکام کی تبلیغ کرتے رہے اسی طرح بعد تشریف آوری قرآن شریف کے تابع ہو کر رہیں گے۔ اس میں کوئی حرج نہیں صاف ارشاد ہے لو کان موسی و عیسی حیّا لما وسعه الا اتّباعی ۔ ایک نبی اگر دوسرے نبی کی کتاب کا تابع ہو تو اس میں برائی ہے حالانکہ خدا نے سب نبیوں سے عام طور پر وعدہ لیا ہوا ہے کہ جب تمہارے زمانہ میں کوئی رسول آوے تو تم اس کو مان لینا۔ اس پر ایمان لانا۔ یہ تو مرزاجی کے ڈوبتے کو تنکے کے سہارے ہیں۔

☆ ۲۲ ، یا ایّتھاا لنّفس المطمئنّه .... اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آدمی مرے نہیں، خدا کے نیک بندوں میں نہیں ملتا۔ چونکہ بموجب شہادت حدیث معراج حضرت مسیح نیک بندوں میں داخل ہو چکے ہیں اس لئے ضرور فوت شدہ ہیں۔ (ازالہ اوہام)

کیا نئی منطق ہے مرزا صاحب بموجب شہادت حدیث معراج خود آنحضرت ﷺ نیک بندوں میں داخل تھے یا نہیں، پھر آپ اس سے بعد دنیا میں دوسری زندگی سے آئے ہیں یا اسی سے ؟ مرزا صاحب کو موت نہ اپنی بلکہ مسیح کی موت سے بڑی محبت ہے۔ آیت کا مطلب بالکل صاف ہے۔ اس آیت کی تفسیر وہی صحیح ہے جو حبر الامت ابن عباسؓ نے کی ہے (جن کی تفسیر کو مرزا صاحب عموماً انّی متوفّیک میں پیش کیا کرتے ہیں اور اس کے منوانے کے لئے مخالفوں پر بڑا زور دیا کرتے ہیں) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نیک بندے قیامت کو قبروں سے اٹھیں گے تو اس وقت خدا کے فرشتے ان سے کہیں گے ۔ اے نفس خدا کے ذکر سے تسلی پانے والے خدا کی طرف چل اور راضی خوشی خدا کے نیک بندوں میں داخل ہو۔ دیکھو تفسیر معالم۔ اس کو مسیح کے فوت شدہ ہونے سے کیا تعلق ہے۔

☆ ۲۴ ۔ اللّٰه الّذی خلقکم ثمّ رزقکم .... اس آیت میں چار واقعات انسان کی زندگی کے ہیں پیدائش پھر تکمیل و ترتیب کے لئے رزق مقسوم کا ملنا پھر اس پر موت کا وارد ہونا۔ پس معلوم ہوا کہ مسیح فوت شدہ ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۱۹)

مرزا صاحب تکمیل و ترتیب کی حدود مختلف ہیں، رزق مقسوم بھی ہر زندگی کے مناسب ہوتا ہے۔ فافہم

☆ ۲۵۔ کلّ من علیھا فان.... ہرنفس پر ہر دم فنا آتی رہتی ہے۔ فان کا لفظ لانا اور یفنی نہ لانا اسی طرف اشارہ ہے کہ فنا کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے مگر ہمارے مولوی گمان کر رہے ہیں کہ مسیح اس خاکی جسم کے ساتھ جس کو ہر دم فنا لگی ہوئی ہے زمانہ کے اثر سے محفوظ ہے (ازالہ اوہام، ص ۶۱۹)

مرزا صاحب کی اس نئی منطق سے ہم تنگ آ رہے ہیں کہ کہاں کی دلیل کہاں کا دعوی بے ربط بے ضبط، کہیں کی کہیں کہہ دیتے ہیں۔ بھلا ہر دم فنا وارد ہونے سے فوت ہونا کیسے ثابت ہوگیا۔ کیا آپ بھی اس فنا کے اثر سے متاثر ہیں یا نہیں، ضرور ہوں گے، کیونکہ بقول آپ کے جیسے مسیح کو کوئی آیت مستثنی کرنیوالی نہیں، آپ کو بھی نہیں۔ پس محض فنا سے متاثر ہونا اگر فوتید گی چاہتا ہے تو آپ بھی اپنے کفن کی تیاری کریں (یہ فقرہ مرزا کی زندگی میں لکھا گیا تھا۔ افسوس اب ہم انہیں زندہ نہیں پاتے)

مرزا صاحب! اب تو اس آیت کے معنی ڈاکٹری تحقیقات سے بھی متحقق ہو چکے ہیں کہ سات سال بعد موجودہ جسم تمام کا تمام فنا ہو جاتا ہے لیکن موت اور شئے ہے کیونکہ اس فنا کے ساتھ بدل بھی ہوتا رہتا ہے۔ پس آیت موصوفہ کے معنی بالکل صاف ہیں کہ ہر زمین والے کو فنا دامن گیر ہے جو بالکل صحیح ہے۔ ناظرین مرزا جی کی قوت علمیہ اور راست بازی کو دیکھیں کہ اپنے مطلب کے لئے آیت قرآنی کے لفظ علیھا کو ہضم ہی کر گئے کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے آیت کے معنی یہ بنتے تھے کہ جو شخص زمین پر ہے، فنا ہونے والہ ہے۔ چونکہ مرزا جی کے مخاطب مسیح کو آسمان پر مانتے ہیں پھر وہ اس آیت میں کیسے آ سکتے ہیں۔ ہاں اگر آسمان پر ہونا کسی دلیل سے باطل کر دیں تو اصلی دلیل وہ ہوگی نہ کہ یہ آیت۔ پھر اس کا پیش کرنا بجز اس کے کہ تعداد تیس کی پوری ہو کیا معنی رکھتا ہے لیکن اگر ہم سے پوچھ لیتے تو ہم مرزا جی کو ایسی آیات بتلاتے کہ جن سے بجائے تیس کے پچاس تک تعداد پہنچتی۔

☆ ۲۶۔ انّ المتّقین فی جنّت و نھر... خدا کے پاس جا کر بندے جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور یہ سب کچھ موت کے بعد ہے۔ (ازالہ اوہام)

بے شک اس آیت میں جس جنت کا ذکر ہے وہ بعد موت ہی ہے لیکن حضرت مسیح کا ایسی جنت میں داخل ہونا جو بعد موت کے لئے ہے کسی دوسری آیت سے ثابت کریں جب وہ ثابت ہوگا تو جواب دیں گے و دونہ خرط القتاد

☆ ۲۷۔ انّ الّذین سبقت لھم منّا الحسنی.... اس آیت سے مسیح اور عزیر کا

جنت میں داخل ہونا ثابت ہوتا ہے جو بعد موت کے واقع ہے۔(ازالہ اوہام۔ ص ۶۲۱)۔

حضرت! جنت جس لفظ کا ترجمہ ہے، جس میں آپ نے مسیح اور عزیر کو داخل کیا ہے، فیما اشتھت کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں اپنی مرادوں میں رہیں گے۔کیا با مراد ہونا جنت ہی کو چاہتا ہے؟ آپ کی مراد منکوحہ آسمانی ہے، اس کے حاصل ہوتے ہی آپ جنت میں چل بسیں گے (مرزا صاحب نے ایک عورت کی بابت الہام بتلایا ہوا ہے کہ میرا اس سے آسمان پر نکاح ہو چکا ہے جو ابھی تک آپ کے نکاح میں نہیں آئی حالانکہ میعاد کو گذرے ہوئے کئی سال ہو گئے ہیں۔تفسیر ثنائی طبع اول میں یہ لکھا گیا تھا۔اب تو ہم مرزا صاحب کو بھی نہیں پاتے،نکاح کس کا؟ ممکن ہے نکاح آسمانی کا زفاف بھی آسمانی ہو۔ثناء اللہ)۔آپ کے دشمن جنت میں جائیں آپ ایسے وہم وگمان کو پاس بھی نہ آنے دیں۔علاوہ اس کے اس آیت کا لفظ سبقت لھم منّا الحسنی خود جناب رسالت مآب ﷺ اور ان کے صحابہ کبار و دیگر بزرگان کو بھی جن کو بے دین لوگ پکارتے ہیں اور ان سے حاجات طلب کرتے ہیں شامل ہے یا نہیں تو کیا یہ بزرگ آیت اترنے کے وقت سب کے سب فوت شدہ تھے؟ تو پھر یہ آیت کس پر نازل ہوئی ہے؟ یہ بھی تو آپ کے مرید مان لیں لیکن مشکل یہ ہے کہ پھر آپ سبقت لھم منّا الحسنی سے خارج ہوتے ہیں کیونکہ اس میں داخل ہونے سے تو آپ کو موت سوجھتی ہے۔فافھم

☆ ۲۸۔ اینما تکونوا یدرککم الموت .... اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان جہاں ہو موت اور لوازم موت اس پر جاری ہو جاتے ہیں۔بطور اشارۃ النص کے مسیح کو بھی شامل ہے۔ (ازالہ اوہام)

بے شک صحیح ہے لیکن اپنے وقت مقدر پر اذ جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقد مون۔کون کہتا ہے کہ مسیح کو موت نہیں پاوے گی بے شک پاوے گی۔اس آیت میں اشارۃ النص کا لفظ سن کر بے ساختہ میرے منہ سے

پیریکہ دم زعشق زند بس غنیمت است

نکل گیا، کہاں مرزا جی اور کہاں اشارۃ النص کا لفظ۔بھولے برہمن نے گائے کھائی ہے۔ لیکن ہمارا جو خیال تھا کہ مرزا جی خود علم لدنی کے متعلم ہونے کی وجہ سے ظاہری علوم کے بوجھ سے سبکدوش ہیں وہ صحیح نکلا۔حضرت! اشارۃ النص اسے کہتے ہے

امّا اشارۃ النّص فھی ما ثبت بنظم النص لغۃ وھو غیرظاھر

من كلّ وجه ولا سيق الكلام لاجله ۔شاشی۔ نورالانوار۔توضیح وغیرہ ۔جو
کلام کے ظاہری ترجمہ سے سمجھ میں آئے اور کلام سے مقصود اصلی نہ ہو

جیسے کوئی کہے کہ میں مرزا جی سے آتھم کی پیش گوئی کے زمانہ میں ملا تھا تو آتھم کی پیش گوئی کا ذکر صاف لفظوں کے ترجمہ سے سمجھ میں آتا ہے لیکن متکلم کی غرض اصلی ملاقات کا واقعہ بتلانا ہے۔ پس جو مسیح کا ذکر بطور اشارۃ النص فرماتے ہیں کس لفظ کے ترجمہ سے سمجھ آتا ہے۔ اگر کنتم کی ضمیر مخاطب سے عام نبی آدم ہوں جیسا کہ آپ کا مافی الضمیر ہے پھر تو مسیح کے لئے عبارۃ النص ہے جو اشارۃ النص سے قوی ہے۔ اشارہ کہنے کے کیا معنی۔ بہر حال اشارہ کا لفظ آپ نے بول کر ہمارے موہومی خیال کو مضبوط کر دیا خدا آپ کو اس کا نیک عوض دے اور راہ راست دکھائے۔

☆ ۲۹۔ ما آتا کم الرّسول .... آنحضرت ﷺ نے ہم کو دیا ہے کہ اعمار امّتی ما بین .. نیز فوت ہوتے وقت فرمایا ما من نفس منفوسة .... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا، اور خاک سے نکلا، وہ کسی طرح سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔ (ازالہ اوہام)

مرزا صاحب نے دو حدیثیں اس باب میں نقل کی ہیں جن میں سے پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت کی عموماً ساٹھ ستّر برس عمر ہوا کرے گی بہت کم لوگ ہوں گے جو اس حد سے بڑھیں۔ اس مضمون کو تو مرزا صاحب کے دعوی سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ حدیث میں بعض لوگوں کی عمر متجاوز ہونے کا بھی ثبوت ہے ممکن ہے کہ مسیح بھی انہیں میں ہوں۔ علاوہ اس کے حضرت مسیح ہنوز آنحضرت ﷺ کی امت میں محسوب بھی نہیں ہوئے تھے تو ان کا حکم ان پر کیسے لگا۔ جب تشریف لاویں گے اس وقت امتی بنیں گے بعد امتی بننے کے چند سال زندہ رہ کر فوت ہو جائیں گے علاوہ اس کے آپ کے نزدیک مسیح امت محمد یہ میں نہیں ہے، تو پھر امت محمد یہ کا حکم ان پر کیوں لگاتے ہو اگر بطور الزام ہے تو امت محمد یہ بننے کے بعد نہ کہ پہلے ہی۔

دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فوت ہوتے وقت فرمایا تھا کہ جو جاندار زمین پر ہیں، آج سے سو برس تک کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا، یعنی ان کی نسل رہ جائے گی، خود نہیں رہیں گے۔ چونکہ اس حدیث میں لفظ علی ظهر الارض بھی تھا جس کے معنی ہیں کہ زمین پر رہنے والے جاندار اور مرزا جی کے مخاطب تو مسیح کو زمین پر نہیں مانتے، جس

سے مسیح کی دلیل میں ضعف آتا تھا، اس لئے حدیث پر ہاتھ صاف کرنا چاہا اور جھٹ سے تاویل کر دی کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا اور خاک سے نکلا۔ مرزا جی کی اس تقریر سے مجھے ایک قصہ یاد آ گیا۔ ایک دفعہ کسی عیسائی سے تثلیث کے متعلق گفتگو تھی۔ وہ بولا کہ آپ تو یونہی اس کا انکار کرتے ہیں حالانکہ تثلیث تو قرآن سے بھی ثابت ہے میں نے کہا۔ کہاں؟ قرآن میں تو تثلیث کا مدلل رد ہے۔ بولا دیکھو تو پہلے ہی بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ اللہ سے مراد باپ (خدا) ہے اور رحمٰن سے مراد مسیح اور رحیم سے مراد روح القدس ہے۔ کیا خوب!

مرزا صاحب آپ کہاں جا رہے ہیں۔ ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے سنو اور انصاف سے سنو:

> کیف فیکم اذا نزل فیکم ابن مریم من السّماء (مرزا نے حمامۃ البشری کے ص ۱۸ پر بڑے زور سے دعوی کیا ہے کہ مسیح کے نزول کے متعلق سماء کا لفظ کسی حدیث میں نہیں آیا۔ پس ناظرین اور خود مرزا صاحب بھی اس کو غور سے پڑھیں) و امامکم منکم۔ یعنی کیسے اچھے ہو گے تم جس وقت ابن مریم آسمان سے اتریں گے حالانکہ امیر المؤمنین خلیفہ اسلام بھی اس وقت تم میں سے ہوگا۔ رواہ البیہقی و اصلہ فی البخاری۔

اور بھی فرمان نبوی سننے ہوں تو مشکوۃ میں باب نزول عیسی کو انصاف سے پڑھیں۔

☆ ۳۰۔ او ترقی فی السّماء .... کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں۔ جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ خاکی جسم آسمان پر چڑھ جائے پس مسیح بجسد عنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ بعد موت گئے ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۲۵)

سبحان اللہ، ھذا بھتان عظیم آیت کا مطلب بالکل صاف ہے، کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ جب تک تو آسمان پر نہیں چڑھے گا ہم تیری بات نہیں مانیں گے۔ جواب ملا کہ خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے، وہ ایسے کاموں سے عاجز نہیں، وہ تو عاجزی سے پاک ہے۔ ہاں میرا کام نہیں کہ میں خود بخود چڑھ جاؤں میں تو صرف اس کا رسول ہوں جو مجھے ارشاد ہوگا، تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں۔ بتلایئے یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ . عادۃ اللہ نہیں، کہ خاکی جسم آسمان پر جائے۔ آپ نے سبحان ربّی کے معنی خوب تراش لئے کہ ایسے خلاف عادت کام کرنے سے میرا خدا پاک ہے مگر ھل کنت الّا بشراً رسولاً کو کیا

کریں گے جو اپنے عہدہ عبودیت کا مظہر ہے جس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ میں اس سوال کا مخاطب نہیں ہوسکتا چنانچہ دوسری آیات سے بھی یہی مفہوم ہے لا املک لکم ضراً ولا رشداً ولن اجد من دونہ ملتحداً کو غور سے پڑھو۔

(مولانا امرتسری فرماتے ہیں) اخیر اس طویل بحث کے مرزا صاحب کی ایک حیرت انگیز کاروائی پر ناظرین کو متنبہ کرنا ضروری ہے۔ مرزا صاحب انّی متوفّیک والی آیت کو ہمیشہ پیش کیا کرتے ہیں اور اس کی شرح میں حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر نقل کیا کرتے ہیں یعنی انّی ممیتک۔ اس آیت اور اس تفسیر عباسی پر بڑا زور دے کر اپنے مخالفین سے موت مسیح کا اقرار کرانا چاہتے ہیں مگر اسی آیت انّی متوفّیک کا ترجمہ انہوں نے اپنی براہین احمدیہ جلد چہارم ص ۴۹۹ پر موفی اجرک (پورا بدلہ دینے والہ) کیا ہے اور موت کے معنی جس سے ابن عباس کا قول ممیت ماخوذ ہے نوم اور غشی کے خود ہی کئے ہیں۔ (دیکھو ازالہ ص ۶۶۵)۔

پس اگر ہم مرزا صاحب کی ان دونوں الہامی کتابوں کے ترجمہ کو لکھتے تو ہمیں بہت کچھ آسانی تھی۔ یعنی توفّی کے معنی اجر پورا دینا، لیتے، ابن عباسؓ کی تفسیر کو بسند صحیح مان کر ممیت کے معنی منیم (سلانے والہ) اور مغشی (بے ہوش کرنے والہ) کرتے، تو ہمیں آسانی تھی مگر ہم نے کسی الزامی جواب پر کفایت نہ کی کیونکہ الزامی جواب جدل ہونے کے علاوہ آج کل کے مناظرہ میں پسند بھی نہیں۔

مضمون وفات وحیات مسیح قادیانی مباحث کے لئے فیصلہ کن نہیں۔ فیصلہ کن وہی صورت ہے جو خود مرزا صاحب نے میرے حق میں بذریعہ اشتہار مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کی تھی جس کا خلاصہ مرزا صاحب کے الفاظ میں یہ ہے۔

> اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری (خدا کی) نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔

اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ مرزا صاحب موصوف اس اشتہار کے ایک سال دو ماہ گیارہ روز بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو میری (ثناء اللہ امرتسری کی) زندگی ہی میں فوت ہو گئے۔

فالحمد للّٰہ الّذی اظہر الحق وابطل الباطل (تفسیر ثنائی۔ص ۱۶۲۔۱۶۷)

لدھیانوی کشف الغطا

مولانا محمد لدھیانوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی کی تردید میں

کشف الغطا عن ابصار من ضلّ و غوی

کے عنوان سے ایک رسالہ ۱۸۹۷ء میں تحریر فرمایا جسے ہم فتاوی قادریہ سے ملخصاً نقل کرتے ہیں۔مولانا لدھیانوی فرماتے ہیں:

مقدمہ میں اصطلاحات علم اصول کی بیان کی جاتی ہیں جو واسطے استنباط احکام کے معلوم ہونا ان کا نہایت ضروری ہے۔

} ظاہر اس کلام کو کہتے ہیں جس کا مطلب الفاظ سے صاف صاف ظاہر ہو۔

} نص وہ جس کے واسطے کلام چلائی گئی ہو۔

مثال ان دونوں کی یہ آیت ہے احلّ اللّٰہ البیع و حرّم الرّ بوا۔ حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا سود کو۔ یہ آیت بیع کے حلال اور سود کے حرام ہونے پر بطور ظاہر کے دلالت کر رہی ہے۔ بیع اور سود میں جو فرق اس آیت سے شارع کو مقصود ہے اس پر دلالت اسکی بطور نص کے ہے اور حکم ظاہر اور نص کا یہ ہے کہ جو ان دونوں سے ثابت ہو اسپر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ ان دونوں سے جو احکام ثابت ہوں وہ قطعی اور یقینی ہوتے ہیں

} مفسّر وہ ہے جو اپنی مراد پر ایسا واضح ہو کہ کسی تاویل کی اس میں گنجائش نہ ہو۔

قال فی المنار المفسّرما ازداد وضوحاً علی النّص علی وجه لا یبقی معه احتمال التاویل ببیا ن الشارع وحکمه وجوب العمل به۔

یعنی ظاہر اور نص اگرچہ قطعی ہیں لیکن احتمال تاویل کو مانع نہیں۔یعنی اگر کوئی دلیل قطعی اس امر پر دلالت کرے کہ یہاں ظاہری معنی حقیقی مراد نہیں بلکہ مجازی مراد ہیں تو اس وقت ظاہری معنی ظاہر اور نص میں مراد نہیں لئے جاویں گے اور مفسر میں ایسے احتمال کو

گنجائش نہیں کیونکہ شارع کے بیان کرنے سے اس کی اصل مراد معلوم ہوگئی جیسا کہ آیت و قاتلوا المشرکین کافۃً میں لفظ کافۃ کا واسطے بیان کرنے اس امر کے زیادہ کیا گیا ہے کہ تا احتمال اس امر کا باقی نہ رہے کہ شاید مشرکین سے بعض مشرک مراد ہوں، کل مراد نہ ہوں۔ اور حکم مفسر کا یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے ساتھ احتمال منسوخ ہو جانے کے، یعنی اس کے منسوخ کرنے کے واسطے شارع حکم لگا سکتا ہے قال فی نور الانوار و حکمه وجوب العمل به علی احتمال النسخ ای فی زمان النبی ﷺ فیما بعده فکل القرآ ن محکم لا یحتمل النسخ۔

} محکم اس کا نام ہے جس کا مفہوم قابل نسخ وتبدیل نہ ہو ۔ اور حکم اس کا یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے اور کسی احتمال کو اس میں گنجائش نہیں ۔ قال فی المنار وحکمه وجوب العمل به من غیر ا حتمال کقوله تعالی انّ اللّٰه بکلّ شیءٍ علیم۔ یعنی تحقیق اللہ تعالی ہر شئے کو جانتا ہے۔ یہ مضمون قابل نسخ وتبدل نہیں۔ اللہ کو ہمیشہ ہر شئے کا علم ہے۔

} خفی وہ ہے جس کی مراد بغیر غور کرنے کے معلوم نہ ہو۔ قال فی المنار الخفی فما خفی مراده بعارض لا ینال الّا بالطّلب ۔ جیسا کہ آیت السّارق و السّارقة فاقطعوا اید یهما کی ظاہر ہے چور کے حق میں اور خفی ہے طرار یعنی کیسہ بر کے حق میں۔ چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم اس آیت سے بلا غور کرنے کے فوراً معلوم ہو جاتا ہے لیکن طرار کے ہاتھ کاٹنے کا حکم اس آیت سے بعد غور کے مفہوم ہوتا ہے کہ طرار کی چوری معمولی چوریوں سے بڑھ کر ہے اس واسطے اس کا ہاتھ ضرور کاٹنا چاہیے۔ اور حکم اس کا یہ ہے کہ اس میں غور کر کے معلوم کرے کہ اس کے خفی ہونے کا کیا سبب ہے، تا کہ اس کی مراد معلوم ہو۔ قال فی المنار وحکمه النّظرفیه لیعلم انّ الخفاء لمزیته او نقصان لیظهر المراد به۔

} مشکل اس کا نام ہے جو اپنے جیسوں میں داخل ہو کر مشتبہ ہو جاوے۔ حکم اس کا یہ ہے: اس کی مراد پر حق ہونے کا اعتقاد کرنا پھر متوجہ ہو کر غور اور تامل کرنا یہاں تک کہ اس کی مراد ظاہر ہو جاوے۔ جیسا کہ آیت فأتوا حرثکم انّی شئتم میں لفظ انّی کا مشتبہ ہوگا ہے کیونکہ اس لفظ کے دو معنے ہیں ۔ ایک معنی اس کے من این یعنی کسی

مکان سے اور دوسرے معنی اس کے کیف یعنی کسی طرح۔ جب غور اور تامل کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت میں کیف کے معنوں میں مستعمل ہے کیونکہ لفظ حرث جو زراعت کے معنوں میں ہے وہ اسی معنے کو معین کرتا ہے۔

} مجمل وہ ہے جس میں معانی کے اژدہام سے مراد اس کی ایسے مشتبہ ہو جائے کہ اس کی عبارت میں فکر کرنے سے اشتباہ رفع نہ ہو بلکہ اجمال کرنے والے سے اس کی تفسیر معلوم کرنے کی حاجت پڑے اور حکم اس کا اس کی مراد کو برحق اعتقاد کرنا اور توقف کرنا یہاں تک کہ ظاہر ہو ساتھ بیان کرنے اجمال کنندہ کے۔ قال فی نور الانوار امّا المجمل فما ازدهمت فيه المعانی و اشتبه المراد به اشتباهاً لا يدرک بنفس العبارة بل بالرجوع الى الاستفسار ثم الطلب ثم التامل وحكمه اعتقاد الخفية فيما هو المراد و التوقف فيه البيان يتبين ببيان المجمل كالصلوة و الزكوة یعنی لفظ صلوۃ و زکوۃ کا آیت اقیموا الصلوۃ و آتوا الزکوۃ میں مجمل تھا کیونکہ معنی صلوۃ کے لغت عرب میں دعا کے ہیں اور معلوم نہ ہوا کہ کون سی دعا یہاں مراد ہے۔ پس استفسار کرنے سے آنحضرت ﷺ نے بیان کر دیا اور اس کو ادا کر کے ہم کو معلوم کرا دیا کہ یہاں قیام رکوع سجود والی دعا مراد ہے اسی طرح زکوۃ کے معنی لغت میں بڑھنے کے ہیں اور یہاں یہ مراد نہیں۔ بعد استفسار کرنے کے آنحضرت ﷺ بیان فرما دیا کہ اس کے معنی چالیسواں حصہ مال کا ایک سال کے بعد ادا کرنا ہے۔

} متشابہ وہ ہے جس کی مراد کا معلوم ہونا قبل روز قیامت ممکن نہ ہو۔ اور حکم اس کا یہ ہے کہ اپنے اعتقاد میں جو اس سے شارع نے مراد رکھا ہے حق جاننا قبل معلوم ہونے اس مراد کے جیسا کہ حروف مقطعات جو سورتوں کے اوائل میں ہیں مثل الم وغیرہ کے۔

ظہور کے مراتب میں محکم کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے مفسّر کا درجہ نص سے اور نص کا ظاہر سے اعلیٰ ہے۔ پس سب سے محکم کا درجہ اعلیٰ اور ظاہر کا سب سے ادنی ہوا۔ اور خفا میں سب سے زیادہ خفی، متشابہ ہے اور مجمل، مشکل سے اور مشکل، خفی سے زیادہ ہے۔ پس متشابہ کا درجہ خفا میں اعلیٰ ہوا اور خفی کا سب سے ادنی۔ بروقت تعارض جس کا مرتبہ ظہور میں اعلیٰ ہو گا اس پر عمل کیا جاوے گا اور جس کا مرتبہ خفا میں کم ہو گا اس پر جس

میں خفا زیادہ ہے، غالب ہوگا جیسا کہ تفصیل اس کی کتب اصول میں مذکور ہے۔

ہمارا مقصد اس تحریر میں عیسیٰؑ کی زندگی اور آخر زمانہ میں نازل ہونیکا بیان ہے۔ دلائل شرعیہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس ہیں۔ آیات قرآنیہ کا درجہ سب سے بڑھ کر ہے۔ بعد اس کے حدیث ہے۔ بعد ازاں اجماع ہے۔ اگر تینوں میں سے کوئی موجود نہ ہوتو قیاس مجتہد سے دلیل پکڑی جاتی ہے۔ چونکہ اس مقصد کے اثبات کے واسطے قرآن اور احادیث اور اجماع موجود ہیں، قیاسی دلائل سے ثابت کرنا ضرور نہیں۔ لہذا ترتیب وار دلائل ثلاثہ کو واسطے اثبات اس مقصد کے بیان کرتا ہوں۔

قال اللہ تعالی : وقولهم انّا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول اللّه وما قتلوه وما صلبوه ولا كن شبّه لهم وانّ الّذين اختلفوا فيه لفى شكّ مّنه وما لهم به من علم الّا اتّباع الظّنّ وما قتلوه يقيناً ۔ بل رّفعه اللّه اليه وكان اللّه عزيزاً حكيماً۔ ترجمہ اس کا با محاورہ موضح القرآن سے معہ فوائد نقل کیا جاتا ہے۔ لعنت کی ہم نے اہل کتاب پر اور بسبب کہنے ان کے کہ تحقیق ہم نے مارڈالا مسیح عیسی بیٹے مریم کے کو پیغمبر اللہ کا تھا۔ اور نہیں مارا اس کو اور نہ سولی دی اس کو، لیکن شبہ ڈال دیا گیا واسطے ان کے اور تحقیق جو لوگ کہ اختلاف کیا انہوں نے بیچ اس کے البتہ بیچ شک کے ہیں اس سے، نہیں واسطے ان کے ساتھ اس کے کچھ علم مگر پیروی کرنا گمان کا، اور نہ مارا اس کو بہ یقین بلکہ اٹھالیا اس کو اللہ نے طرف اپنی، اور ہے اللہ غالب حکمت والا۔

فائدہ۔ یہود کہتے ہیں کہ ہم نے مارا عیسی کو، اللہ نے فرمایا اس کو ہرگز نہیں مارا، خدا تعالی نے اس کی ایک صورت ان کو بنا دی اس کو صولی پر چڑھایا۔ پھر فرمایا کہ نصاری میں بھی اول سے یہی کہتے ہیں کہ مسیح کو مارا نہیں ہے وہ زندہ ہے لیکن تحقیق نہیں سمجھتے۔ کئی باتیں کہتے ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ بدن کو مارا ان کی روح اللہ پاس چڑھ گئی۔ بعضے کہتے ہیں مارا تھا، پھر تین روز میں زندہ ہوکر بدن سے چڑھ گئے۔ ہر طرح وہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس کو نہیں مارا۔ سو یہ خبر اللہ کو ہے اس نے بتایا اس کی صورت کو مارا اور ان کے پکڑتے وقت نصاری سرک گئے تھے اور یہود ابھی نہ پہنچے تھے اس دن کی خبر نہ ان کو، نہ ان کو۔ تمام ہوئی عبارت موضح القرآن کی۔

چونکہ اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ جو لوگ عیسیٰؑ کو مقتول یا مصلوب گمان کرکے ان کا

فوت ہونا قرار دیتے ہیں بالکل غلطی پر ہیں۔ اگر چہ شروع اس آیت کا واسطے مضمون مذکورہ کے بموجب قاعدہ اصول نص قطعی الدلالۃ تھا لیکن تاکیداً بار بار بیان کرنا شارع کا اس مضمون کو اور اخیر میں آپ کا اٹھا لینا جتلا کر کل احتمالات کا سلسلہ یک لخت کاٹ ڈالا۔ پس یہ آیت بموجب قاعدہ اصول، قسم مفسّر میں داخل ہوئی۔ البتہ لفظ بل رّفعه الله میں کسی قدر اجمال تھا، سو احادیث میں یہ مضمون تفصیلاً آنحضرت ﷺ نے بیان فرما کر اس کا اجمال دور کر دیا کہ خدا نے آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا، قیامت کے نزدیک آپ آسمان سے نزول فرمائیں گے جیسا کہ صحیح بخاری اور اس کی شرح وغیرہ سے بجنسہ نقل کیا جاوے گا۔ خلاصہ مطلب اس کلام کا یہ ہے کہ اس آیت سے زندہ اٹھا لینا آپ کا اسی جسم عنصری کے ساتھ قطعی طور پر ثابت ہے اور اس میں کسی احتمال کو گنجائش نہیں۔ پس یہ آیت واسطے ثبوت مضمون مذکور کے آیت اقیموا الصلوۃ سے، جو واسطے فرضیت نماز کے وارد ہے، یقینی ہونے میں بدر جہا عالی ہے کیونکہ یہ آیت اصل میں مجمل تھی۔ نماز کا ثبوت اس سے قبل بیان کرنے آنحضرت ﷺ کے نہیں ہوسکتا تھا اور آیت وما قتلوه واسطے مضمون مذکور کے نص اور مفسّر ہے خود بخود یہ آیت واسطے ثبوت زندگی عیسیٰؑ کے کافی اور وافی ہے جو شخص نماز کی فرضیت سے انکار کرے اس پر اہل اسلام کفر کا فتوی دیتے ہیں پس جو شخص زندگی عیسیٰؑ کا منکر ہو اس پر فتوی کفر کا دینا نہایت ضروری ہوا کیونکہ یہ آیت نماز کی آیت سے یقینی ہونے میں بہت عالی مرتبہ پر ہے۔..پس جو شخص نماز کے منکر کو کافر قرار دے اور عیسیٰؑ کی زندگی کے منکر کو ایمان دار اعتقاد کرے، پرلے درجے کا ضال اور مضل ہے۔ جب خدا نے زندگی عیسی کی یقینی طور پر بیان فرمائی اب بعد میں آپ کے انتقال کا حال بیان فرمایا

و ان من اهل الكتا ب الّا ليؤمننّ به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً ۔ اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اسپر گواہ،

یعنی اہل کتاب آپ کو زندہ دیکھ کر ایمان لائیں گے اور ان کے کل شبہے رفع ہو جاویں گے بعد اس کے آپ انتقال فرمائیں گے جیسا کہ ابو ہریرہؓ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے والّذی نفسی بیده لیوشکنّ ان ینزل فیکم ابن مریم

حکماً عدلاً ۔ واقرأوا ان شئتم و ان من اھل الکتا ب۔ الآیہ ۔ رواہ الشیخا ن ۔اگر چہ آیت میں اجمالاً بیان تھا لیکن آنحضرت ﷺ کے بیان کرنے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ آپ آخری زمانہ میں ضرور نزول فرماویں گے ۔یعنی جیسا کہ نماز کے واسطے آیت اقیموا الصلوۃ اور زکاۃ کے بارے میں و آتو الزکوۃ وارد ہے ان دونوں آیتوں میں حکم نماز اور زکوۃ کا اجمالاً مذکور ہے اوقات اور عدد رکعات وغیرہ نماز میں ضروری ہیں کسی ایک کا بھی ذکر نہیں، اسی طرح جو زکوۃ واجب ہونے کی شرائط اور اسباب شرعاً ضروری ہیں اس آیت میں ان میں سے ایک بھی مذکور نہیں، فقط آنحضرت ﷺ کے بیان کرنے سے سب حال معلوم ہوا۔ اسی طرح اگر چہ اس آیت میں ایمان لانا اہل کتاب کا حضرت عیسیٰؑ پر بیان ہے، نزول وغیرہ کا امور کا حال حضرت ﷺ کے بیان کرنے سے معلوم ہوا ۔ پس جیسا کہ آیت اقیموا الصلوۃ و آیت و آتوا الزکوۃ واسطے فرضیت نماز اور زکوۃ کے قطعیات سے ہے ان کے انکار سے کفر لازم آتا ہے اسی طرح یہ آیت بھی عیسیٰؑ کی زندگی پر قطعی طور پر دلالت کر رہی ہے۔....

اگر کوئی اعتراض کرے کہ تفسیر بیضاوی اور تفسیر مظہری میں ضمیر قبل موتہ سے اہل کتاب کا فقط مراد لینا صحیح قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں قرأۃ ابی بن کعب جو قبل موتھم کے لفظ کے ساتھ مروی ہے، پیش کی ہے اور نیز صاحب مظہری نے لفظ اہل کتاب سے آخری زمانہ کے یہود و نصاری کا مراد لینا بے وجہ ٹھہرایا ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول ان کا بالکل بے اصل ہے ،اس واسطے کہ اکثر اہل علم نے حضرت عیسیٰؑ کا مراد لینا صحیح قرار دیا ہے اور قرأۃ ابی بن کعب جو قبل موتھم کے لفظ کے ساتھ مروی ہے قبل موتہ کے مخالف نہیں ہے ۔ کتب اصول میں لکھا ہے جہاں دو قرأتیں باہم مخالف نہ ہوں ،دونوں پر عمل کرنا لازم ہے جیسا کہ لفظ یتطھر ن میں دو قرأتیں تخفیف اور تشدید کے ساتھ مروی ہیں دونوں پر عمل کر کے علماء نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ تخفیف کی قرأۃ سے وہ عورت مراد لی جاوے جس کا حیض بعد دس روز کے بند ہوا ہے اس سے مجامعت کرنی شوہر کو اسی وقت درست ہے،عورت کا غسل کرنا شرط نہیں، اور تشدید کی قرأۃ سے وہ عورت مراد لی گئی ہے جو قبل گذرنے دس روز کے حیض اس کا بند ہو گیا ہو تو ایسی عورت جب تک غسل نہ کر لے اس سے مجامعت کرنی شوہر کو درست نہیں ۔ اسی

طرح یہاں بھی دونوں قرائتوں پر عمل ہوسکتا ہے یعنی قبل موتہ زندگی عیسیٰؑ کی اور بل موتھم سے اہل کتاب کا زندہ ہونا مراد لینا درست ہے یعنی جب عیسیٰؑ آخر زمانہ میں نزول فرماویں گے جو اس وقت اہل کتاب اس وقت بقید حیات ہوں گے آپ کو زندہ دیکھ کر آپ پر ایمان لائیں گے جیسا کہ احادیث صحاح سے اس امر کا حق ہونا خود صاحب مظہری نے بڑی شد و مد سے بیان کیا ہے۔ پس اہل کتاب کا مراد لینا ضمیر ثانی سے بوجوہات ذیل بالکل بے محل ہے۔

وجہ اول یہ ہے کہ ضمیر بہ سے عیسیٰؑ کا اور ضمیر قبل موتہ سے اہل کتاب مراد لینے سے ضمیروں میں انتشار لازم آتا ہے اور یہ امر اہل بلاغت کے نزدیک مذموم وقبیح ہے۔ پس کلام الٰہی میں ایسے احتمال کا جاری کرنا نہایت بے جا ہے۔

وجہ دوم یہ ہے کہ جب آیت کا سباق اور سیاق آپ کی زندگی و انتقال کے بیان میں ہے پس موت کا ذکر غیر کی طرف راجع کرنا خلاف عقل و نقل ہے۔

وجہ سوم یہ ہے کہ عیسیٰؑ کے مراد لینے سے دوسری دلیل واسطے ردّ منکرین حیوۃ کے قائم ہوتی ہے یعنی جب تک کل اہل کتاب ان پر ایمان نہیں لائیں گے وہ فوت نہیں ہونگے۔

وجہ چہارم یہ ہے کہ ایمان لانے والے کا زندہ ہونا امر لازمی ہے کیونکہ مرنے کے بعد تو کوئی شخص مکلّف نہیں رہتا۔ پس زندہ ہونا اہل کتاب کا وقت ایمان کے لفظ ایمان سے جو لیؤمنن میں مذکور ہے ثابت ہوگیا۔ قبل موتہ کی ضمیر سے دوبارہ ثابت کرنا بے فائدہ ہے۔ البتہ عیسیٰؑ پر ایمان لانے میں آپ کا زندہ ہونا واسطے ایمان لانے والوں کے شرط نہیں یعنی جیسا اور انبیاء پر ایمان لانے میں ان کا زندہ ہونا ضرور نہیں اسی طرح آپ پر ایمان لانا بعد ممات کے بھی ہوسکتا ہے۔ چونکہ یہ واقعہ وقت نزول عیسیٰؑ زمانہ آئندہ میں بقید حیات آپ کے ہونے والہ تھا، خدا تعالیٰ نے بطور پیش گوئی کے قرآن میں بیان فرما دیا اور وہ بلا ارجاع ضمیر ثانی طرف عیسیٰؑ نہیں بن سکتا۔ اسی واسطے جمہور کا یہی مذہب ہے کہ ضمیر ثانی سے مراد عیسیٰؑ ہیں جیسا کہ گذر چکا بیان اس کا پہلے، اور اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ عیسی جو بموجب آیت پہلی کے آسمان پر زندہ ہیں، پس انتقال کرنا آپ کا جو اس آیت دوسری سے ثابت ہوتا ہے، بعد نزول کے ہوگا کیونکہ مرکر دفن ہونا زمین میں، بموجب فرمانے پروردگار کے وفیھا نعید کم بدون

نزول کے ممکن نہیں، پس یہ دونوں آیتوں سے پورا واقعہ جو احادیث صحاح میں مذکور ہے، ثابت ہوا۔

وجہ پنجم یہ ہے کہ بر تقدیر مراد لینے اہل کتاب کے یہ اعتراض پڑتا ہے کہ اگر اہل کتاب کا وقت مرنے کے ایمان لانا عیسیٰ پر پایا جاتا تو یہ امر نہایت شہرت پکڑتا۔ اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ہر اہل کتاب مرتے وقت خفیہ طور پر ایمان لاتا ہے کسی کو اس کے ایمان لانے کی خبر تک نہیں ہوتی لا طائل اور خلاف ظاہر ہے اور بر تقدیر مراد لینے عیسیٰ کے یہ آیت واسطے رد منکرین حیوۃ کے دلیل قاطع ہے یعنی جب عیسیٰ آخری زمانہ میں اہل کتاب کو زندہ معلوم ہوں گے اس وقت ان کے سب شبہ رفع ہو جائیں گے یقینی طور پر ان کو یہ امر ثابت ہو جاوے گا کہ جو حال عیسیٰ کا اہل اسلام بیان کرتے تھے وہی ٹھیک نکلا ہمارا کہنا سراسر جھوٹ تھا۔.....

اگر کوئی اعتراض کرے کہ آیت انّی متوفّیک و رافعک الیّ دلالت کر رہی ہے کہ اٹھانا خدا تعالی کا عیسیٰ کو اپنی طرف بعد توفّی کے جو بمعنی موت کے ہے، پس ثابت ہوا اس آیت سے برخلاف آیت و ما قتلوہ مذکورہ بالا کے فوت ہونا عیسی کا ،تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیات قرآنی میں اصلی مخالفت نہیں ہے بلکہ ہماری سمجھ میں فرق ہونے سے مخالفت پیدا ہوتی ہے،خصوصاً جو آیات کسی امر کی خبر دے رہی ہیں ان میں مخالفت کا ہونا ممکن نہیں کیونکہ اس سے کلام الہی میں کذب لازم آتا ہے۔ اہل علم پر لازم ہے کہ ایسے مقام میں سوچ سمجھ کر وہ تاویل کرے جو کسی احکام قطعی کے برخلاف نہ ہو۔ اسی طرح اگر اس مقام میں بنظر غور خیال کیا جائے تو بالکل مخالفت کا نام تک باقی نہیں رہتا کیونکہ بنا اس مخالفت کی اس امر پر ہے کہ معنی توفی کے ہر مقام میں موت کے ہیں حالانکہ یہ امر غلط ہے بلکہ معنی اس کے قبض اور استیفاء حق ہیں جو بغیر موت پائے جاتے ہیں جیسا کہ

اللہ یتوفّی الانفس حین موتھاو الّتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مسمّی، اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو نزدیک موت ان کی کے اور جو نہیں موئے قبض کرتا ہے ان کو بیچ نیند ان کی کے پس بند کر رکھتا ہے جس کو کہ مقرر کی ہے اوپر اس کے موت اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وقت مقرر تک۔

فائدہ۔ اس آیت میں توفی بمعنی قبض کے مستعمل ہے خواہ وہ قبض موت کے واسطے ہو یا نیند کے واسطے اور دوسری آیت میں توفی صرف نیند کے بارے میں مستعمل ہے

قال اللہ تعالیٰ و ھو الّذی یتوفّاکم با للّیل و یعلم ما جر حتم بالنّھار ثمّ یبعثکم فیه لیقضی اجل مسمّی ۔اور وہ جو قبض کرتا ہے تم کو بیچ رات کے اور جانتا ہے جو کماتے ہو بیچ دن کے پھر اٹھاتا ہے تم کو بیچ اس کے تو کہ پورا کیا جاوے وقت معین ۔

فائدہ۔ ثابت ہوا ان دونوں آیتوں سے کہ توفی کے معنی موت کے نہیں ہیں بلکہ قبض کے ہیں پس اس بنا پر آیت انی متوفّیک ...کے معنی آیت وما قتلوہ کے بالکل موافق ہو گئے یعنی میں تجھ کو اپنے قبضے میں کر کے اپنی طرف اٹھا لوں گا اگر بالفرض ان دونوں آیتوں میں تعارض صوری قرار دیا جائے تو اس کے واسطے احادیث کی طرف رجوع کرنا لازم آتا ہے یعنی جس آیت کو حدیث تائید دے اسی پر عمل کرنا لازم آتا ہے۔ سو اس امر پر احادیث پکار پکار کر بیان کر رہی ہیں کہ عیسیٰؑ آخر زمانہ میں آسمان سے نزول فرما کر انتقال فرماویں گے اس مقام پر چند احادیث بطور اختصار کے بیان کی جاتی ہیں:

روی البخاری عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ والّذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینز ل .... الخ..یعنی امام بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جو جان میری اس کے ہاتھ میں ہے نزدیک ہے کہ نازل ہوں گے تم میں عیسی بیٹے مریم منصف عدل کرنے والے توڑ دیں گے صلیب نصاری کی اور قتل کریں گے خنزیر کو اور ان کے زمانہ میں کافروں سے جزیہ لے کر ان کو امان دینے کا حکم نہیں رہے گا بلکہ جو شخص ایمان قبول نہیں کرے گا اس کو قتل کیا جاوے گا یعنی کوئی کافر ان کے زمانہ میں رعیت بن کر زندہ نہیں رہ سکے گا اور مال اس وقت بہت ہو جاوے گا یہاں تک کہ مال کو کوئی قبول نہ کرے ایک سجدہ اس وقت میں سب جہان سے بہتر ہو گا پھر پڑھا ابو ہریرہ نے اس حدیث کی سند میں یہ آیت و ان من اھل الکتا ب ....یعنی اگر تم کو اس مضمون میں شک ہے تو اس آیت سے اپنے شک کو رفع کرو کیونکہ اس کا مضمون بھی اسی حدیث کے موافق ہے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ جب عیسی نزول فرمائیں گے نماز میں امام تمہارے میں سے ہو گا یعنی عیسیٰؑ مقتدی ہو کر نماز ادا کریں گے تا کہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ یہ اپنی نئی شریعت

جاری کریں گے اور نزول آپکا دمشق میں ہوگا، قوم یہود آپ کے پاس آکر کہیں گے کہ ہم آپ کے اصحاب ہیں۔ آپ فرمائیں گے کہ تم جھوٹے ہو اور اسی طرح نصاری کو کہا جاوے گا فرماویں گے کہ اصحاب میرے وہ ہیں جو مہاجرین ملحمہ سے باقی رہے ہیں۔ پس پاویں گے ان کے خلیفہ کو جو ان کو نماز پڑھا رہا ہوگا، آپ کو دیکھ کر وہ پیچھے کو ہو جاوے گا۔ آپ فرماویں گے تو ہی نماز پڑھا۔ تحقیق خدا تعالی تیرے سے راضی ہے مجھ کو خدا تعالی نے وزیر کر کے بھیجا ہے نہ امیر کر کے اور ٹھہرنا آپ کا بعد نزول کے زمین پر بقید حیات چالیس برس تک روایت کیا گیا ہے اور نکاح کریں گے تا کہ معلوم ہو لوگوں کو کہ یہ خدا نہیں ہیں اور اولاد بھی ہوگی اور دفن کئے جاویں گے پیغمبر خدا ﷺ کی قبر میں۔ یہ سب عینی شرح بخاری میں مذکور ہے۔

چونکہ نزول عیسیٰؑ کا آسمان سے یقیناً ثابت ہے اسی واسطے کتب عقائد میں درج کیا گیا ہے تا کہ ہر شخص اپنے عقیدے میں اس امر کو یقینی خیال کر کے ایمان لائے کہ عیسیٰؑ آخری زمانہ میں آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ عقائد نسفی جو بڑی معتبر کتاب عقائد کی ہے لکھا ہے کہ جو کچھ آنخضرت ﷺ نے قیامت کی نشانیاں بیان کی ہیں، دجال کا آنا اور نزول عیسیٰؑ کا آسمان سے اور طلوع آفتاب مغرب کی طرف سے، سب حق ہے کیونکہ مخبر صادقؐ نے ان کی خبر دی ہے۔ حذیفہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنخضرت ﷺ اور ہم باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا باتیں کرتے ہو۔ ہم نے عرض کیا ہم قیامت کے آنے کا ذکر کر رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا قیامت ہرگز نہیں آئے گی جب تک دس نشانیاں نہیں ہولیں گی۔ پھر ذکر کیا دجال اور دابۃ الارض اور طلوع آفتاب کا مغرب سے اور نزول فرمانا عیسی کا آسمان سے اور یاجوج ماجوج کا آنا اور تین خسوف ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب اور تیسرا جزیرے عرب میں، اور نشانیوں کے بعد آگ نکلے گی یمن سے ہانکے گی لوگوں کو میدان محشر کی طرف۔ اس بیان میں احادیث صحیحہ کثرت سے ہیں بڑی بڑی کتابوں میں یہ امور تفصیل وار بیان ہیں۔ پس جب بموجب تحقیق بالا حیات اور نزول آپ کا آیات اور احادیث اور اجماع سے ثابت ہوا منکر ان امور کا بے شک کافر ہوگا۔

غرض ہماری اس تحریر سے یہ نہیں کہ قادیانی مسئلہ مذکورہ سے منکر ہونے کے باعث

ہی کا فر ہے بلکہ غرض ہماری تحقیق حق ہے کہ اگر قادیانی میں اور کوئی وجہ ارتداد کی نہ ہوتی تو بھی اس مسئلہ کے انکار سے اس پر کفر عائد ہوسکتا ہے۔لیکن اس کا مرتد ہونا اور کئی وجوہ سے ثابت ہے چند وجوہ بطور اختصار بیان کی جاتی ہیں۔ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۷ میں اس مرتد نے لکھا ہے کہ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار تھیں اور ازالہ اوہام ... میں لکھا ہے کہ عیسی اپنے باپ یوسف کے ساتھ نجاری کا کام کرتے رہے ہیں۔ یہ سب کفر ہے، خدا تعالی اپنے کلام میں بیان فرماتا ہے کہ ہم نے عیسی کو بلا باپ پیدا کیا، یہ مرتد ان کا باپ یوسف نجار کو بیان کرتا ہے۔اور جو معجزے قرآن شریف میں خدا تعالی نے عیسیؑ کے بیان فرمائے ہیں ان کو ازالۃ الاوہام .. میں اس نے لکھا ہے کہ وہ شعبدہ بازی کی قسم سے ہیں اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ اس کلام کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ خدا نے وہ معجزات برخلاف عادت واسطے ایمان لانے لوگوں کے عیسیؑ کے ہاتھ پر ظاہر کئے ان کو یہ مرتد عمل مسمریزم اور بے سود بتاتا ہے۔ازالۃ الاوہام ... میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ سورۃ الزلزال کے معنی نہیں سمجھے ۔توضیح مرام میں اس نے لکھا ہے جبریلؑ کبھی زمین پر نہیں آئے، نہ آتے ہیں ملخصاً۔ صفحہ ۶۸، ۷۰، ۸۵ لکھتا ہے انبیاء جھوٹے ہیں (نعوذ باللہ)۔ازالۃ الاوہام .. میں کہا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی وحی بھی غلط نکلی۔ازالۃ الاوہام ... میں کہا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کو ابن مریم اور دجال، یاجوج ماجوج، دابۃ الارض کی خبر نہیں دی۔ ازالۃ الاوہام... میں کہا کہ براہین احمد یہ خدا کا کلام ہے۔اور قرآن شریف میں جو معجزے ہیں وہ مسمریزم ہیں۔..اور قرآن میں انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان موجود ہے ۔..مکہ مدینہ قادیان تین شہروں کے نام قرآن میں اعزاز کے ساتھ لکھے ہیں...حضرت رسول اکرم خاتم النبیین والمرسلین نہیں ہیں ... قیامت نہیں ہوگی تقدیر کوئی چیز نہیں .. آفتاب مغرب سے نہیں نکلے گا۔...عذاب قبر نہیں ہے۔ اور ست بچن صفحہ ۸۴ پر لکھا کہ تناسخ صحیح ہے۔... وما توفیقی الّا باللہ..(فتاوی قادریہ۔ص ۲۷۔۴۷)

(ضمیمہ انجام آتھم، جس کے حوالے اس تحریر میں ہیں، کے آخر پر تاریخ تحریر ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء درج ہے۔اس کے شائع ہونے کے بعد اس کے حوالے سے لکھی جانے والی مولانا محمد لدھیانوی کی یہ تحریر غالباً وسط ۱۸۹۷ء کی ہے)

گولڑوی شمس الہدایت

ازالۃ الاوہام میں مرزا صاحب نے ممات مسیح کے جو دلائل بیان کئے ہیں اور جن آیات سے استدلال کیا ہے، ان کے جواب میں پیر مہر علی گولڑوی مرحوم نے شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح کے عنوان سے ۱۹۰۰ء (۱۳۱۷ھ) میں ایک کتاب تالیف فرما کر رمضان ۱۳۱۷ھ میں شائع کروائی۔ مولوی فیض احمد بتاتے ہیں کہ پیر صاحب نے اس کتاب میں:

> پہلے مرزا کے دلائل بیان کئے ہیں۔ پھر ان کی تردید کر کے حضرت عیسیٰ کے بجسد عنصری زندہ اٹھائے جانے اور قرب قیامت دوبارہ نزول فرما کر اسلام کی نصرت کا باعث بننے کو قرآن و حدیث سے نہائت زبردست دلائل سے ثابت فرمایا ہے اور اسے امت اسلامیہ کے متفق علیہ عقاید سے قرار دیا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت کیا کہ ان کی موت اور ان کے مثیل کے دنیا میں بطور مسیح موعود آنے کے قادیانی عقائد باطل ہیں۔ کتاب سوالات اور جوابات کے رنگ میں۔ چند ابحاث کا خلاصہ یوں ہے:
>
> سوال۔ اہل اسلام کا مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانیکے بارے میں عقیدہ اجماعیہ کیا ہے؟
>
> جواب۔ اکثر و بیشتر اہل اسلام حضرت مسیح ابن مریم کے اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل ہیں مگر بعض محققین کا خیال ہے کہ وہ جسم برزخی تھا لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہی مسیح ابن مریم دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے۔
>
> سوال۔ یہ عقیدہ محض بے اصل اور اجماع کورا نہ ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے یا قرآن و حدیث سے بھی اس کی کوئی سند ہے؟
>
> جواب۔ ارشاد باری ہے و ما قتلوه یقیناً بل رّفعه اللّٰه الیه (یعنی یہود نے حضرت مسیح ابن مریم کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا)۔ یہ نصّ قطعی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ آپ یہودیوں کے ہاتھوں مقتول نہیں ہوئے بلکہ جسم

کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

سوال۔بل رّفعه الله الیه سے کیا رفع روحانی مراد نہیں ہے بشہادت محاورہ قرآن یا ایّتھا النّفس المطمئنّة ارجعی الی ربّکِ راضیةً مرضیة جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عنداللہ معزز ومکرم ہوئے۔

جواب۔ آیت مذکورہ میں حسب محاورہ قرآنیہ اوراہل لسان بل ،جس کا ترجمہ بلکہ ہوتا ہے، ابطال ماقبل کے لئے ہے۔یعنی اللہ تعالی زعم یہود کو، جو حضرت مسیح ابن مریمؑ کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل تھے، باطل فرماتا ہے اور ماقبل اور مابعد اضرابیہ ابطالیہ کے متضاد ہوتے ہیں یعنی دونوں متحقق نہیں ہوتے بلکہ پہلے جملہ کا ابطال اور دوسرے کا اثبات کیا جاتا ہے۔مثلاً وقالوا اتّخذ الرّحمن ولداً بل عباد مکرمون، میں ولدیت کا ابطال اورعبودیت کا اثبات کیا گیا ہےاور ام یقولون به جنّة بل جاء هم بالحق میں جنون کا ابطال اورایتان بالحق کا اثبات ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ زید کو میں نے نہیں مارا بلکہ اس کو عزت دی۔عمرو کو میں نے بھوکا نہیں چھوڑا بلکہ پیٹ بھر کے کھلایا۔ان سب مثالوں میں لفظ بل سے پہلی اور پچھلی (بعد والی) کلام کے مضمون کا باہم تضاد واقع ہوتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ بل اضرابیہ کے ماقبل اور مابعد کے درمیان تضاداور تنافی ضروری ہے۔ پس آیت مذکور میں بھی ضروری ہوا کہ مقتولیت اور مرفوعیت میں منافات ہو۔یعنی دشمنوں کے ہاتھوں مارے جانے اور اللہ تعالی کے حکم سے اس کی طرف اٹھائے جانے کے درمیان تضاد ہو، اور دونوں چیزیں جمع نہ ہوسکیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قتل اور رفع روحانی کے درمیان کوئی منافات نہیں۔ دونوں یکجا پائے جا سکتے ہیں۔مقربین میں جو قتل کیا جاتا ہے، عالم علوی کی طرف اس کا رفع روحانی بھی ایک لازمی امر ہے۔ پس رفع سے مراد رفع جسمانی لینا پڑے گا کیونکہ حضرت مسیح کے قتل جسمی اور رفع جسمی میں ہی تضاد ہوسکتا ہے۔اگر جسم آپ کا یہود کے ہاتھوں مقتول ہوا تو وہی جسم عالم بالا کی طرف مرفوع نہ ہوا۔اور اگر مسیح اسی جسم ظاہری کے ساتھ بحفظ وامان اٹھائے گئے تو یہود کے ہاتھوں مقتول نہیں ہوسکتے۔ بہرحال یہ آیت نص صریح ہے کہ مسیح اسی جسم ظاہری کے ساتھ اٹھائے گئے۔اور یہ سوال غلط ہے کہ خدائے تعالی کی طرف اٹھائے جانے سے لازم آتا ہے کہ خدائے تعالی کے لئے بھی کوئی مکان ہو

جہاں پر حضرت عیسی کو اٹھایا گیا ہو، کیونکہ اس قسم کی تمام آیات میں سلف نے عالم علوی اور سماوات کی طرف اٹھایا جانا مراد لیا ہے چنانچہ آیت الیہ یصعد الکلم الطیّب والعمل الصّالح یرفعہ وغیرہ دیگر آیات میں تمام مفسرین یہی معنی لیتے چلے آرہے ہیں کہ اعمال صالح اور کلمات طیّبات آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں جو محل قبول خیرات ہے اور مقام علیّین اور اعلی الدّرجات۔

القول الجمیل تصدیق المثیل، کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب اور ان کے اتباع کا قول ہے کہ حضرت عیسی کے رفع اور نزول کے متعلق قرآن اور حدیث میں لفظ سماء نہیں آیا، رفعہ اللہ الی السّماء اور ینزل من السماء کہیں وارد نہیں۔ پیر صاحب نے ان سے استفسار کیا کہ بھلا صاحب! یہ تو فرمایئے کہ بل رّفعہ اللّٰہ الیہ جس کا مدلول خدا کی طرف مرفوع ہوتا ہے، رفع روحانی ہی سہی، کس طرح متحقق ہو گا؟ اور ایسا ہی ارجعی الی ربّک میں اپنے رب کی طرف نفس کے رجوع کی کیا صورت ہوگی؟ اور کلمات طیّبہ اور عمل صالح کا خدائے پاک کی طرف مرفوع ہونا کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہی ہوگا

جیسا احادیث میں وارد ہے کہ خدا کی طرف مرفوع ہونا یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آسمان کو جو عباد مکرمین کا محل ہے قرارگاہ ان کی بنایا جائے، نہ کہ بجائے آسمان کے زمین میں یا آسمان اور زمین دونوں سے باہر مقرر کیا جائے۔ ایسا ہی رفع جسمی کی صورت میں بھی الیہ کا ملاحظہ فرما کر سماء کو مذکور سمجھیں۔ پس رفع الی اللّٰہ اور رفع الی السّماء اور رجوع الی الرّب اور صعود الی الرّب اور صعود علی السّماء متساوق فی المعنی ہیں اور احادیث میں تو صراحتاً بھی لفظ سماء آ گیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ان اصحاب کے اصول موضوعہ میں سے تقابل قرآن اور حدیث صحیح بھی ہے کہ اس مغالطہ سے بڑے کام نکلتے ہیں۔ جب عوام کالانعام سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ میاں خداوند کریم کی کلام پاک مقدم ہے یا بندہ کی؟ مخاطبین بے چارے حسب لیاقت خود بول اٹھتے ہیں کہ خدائے تعالی کی کلام مقدم ہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا، کہ آپ سوال تقدیم وتاخیر از راہ عظمت ومنزلت فرمارہے ہیں یا از قبیل تفصیل و بیان؟ اگر من حیث العظمت ہے تو سب اہل اسلام کلام الٰہی کو زائد العظمت مانتے ہیں۔ لہذا نماز

کا رکن کلام الٰہی ہو سکتی ہے، نہ حدیث۔ اور اگر بجہت تفصیل و تشریح فرماتے ہیں تو حدیث شریف مقدم ہے کیونکہ پہلے مضمون تفصیلی حدیث شریف کا ہمارے اذہان میں آئے گا تب اجمال آیت کو ہم سمجھیں گے۔ ہاں صحت میں غور کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس رحمۃ للعالمین خاتم النبیین ﷺ کو حکیم مطلق لا تدرکه الابصار نے اس لئے اپنے اور ہمارے درمیان برزخ قرار دیا ہے کہ برزخ کے پرلی طرف کی بات برزخ ہی کے مبارک منہ سے بمعہ تشریح سن لیں،

جیسا کہ ارشاد: انزل علی عبدة الکتاب و لم یجعل لّه عوجاً (اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی) ؛انا انزلنا الیک الکتاب بالحقّ لتحکم بین النّاس بما اراک الله ولا تکن للخائنین خصیماً (ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی تاکہ جو کچھ اللہ نے آپ کو دکھایا اس کے مطابق لوگوں میں حکم فرمائیں اور خیانت کرنے والوں کے طرف دار نہ بنیں) ؛ وما انزلنا علیک الکتاب الّا لتبیّن لهم الّذی اختلفوا فیه و هدی و رحمةً لّقومٍ یّؤمنون (اور ہم نے آپ پر کتاب نہیں اتاری مگر اس لئے کہ آپ صاف طور پر وہ چیز بیان کر دیں جس میں انہیں اختلاف ہے۔ اور ہدایت و رحمت اس قوم کے لئے ہے جو ایمان لاتے ہیں) ؛و انزلنا الیک الذکر لتبیّن للنّاس ما نزّل الیهم و لعلّهم یتفکّرون۔ (اور ہم نے آپ پر ذکر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے وہ چیز بیان فرما دیں جو ان کی طرف نازل کی گئی اور شائد کہ وہ فکر کر لیں) ؛ الا انی اوتیت القرآن و مثله معه (یعنی السنّه) (خبردار میں قرآن اور اس کی مثل اس کے ساتھ دیا گیا ہوں، اسی برزخ سے مخصوص ہے۔

ایسا ہی ذمہ داری، انّ علینا جمعه و قرآنه ثمّ انّ علینا بیانه، بے شک قرآن کا جمع کرنا، اس کا پڑھنا اور بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے، اسی کو شایان ہے۔

اس کے بعد پیر صاحب نے مسیح ابن مریم کے بجسد عنصری رفع الی السماء اور نزول من السماء پر چالیس کے قریب احادیث اور آثار صحابہ کی تخریج فرمائی جن میں اکثر کے اندر لفظ سماء موجود ہے، جنہیں بخاری، مسلم، مسند امام احمد، تفسیر ابن جریر، ابن کثیر، درّ منثور اور کنز العمال شامل ہیں اور جن کی روایت حضرات عائشہ، ابن عباس، ابن مسعود، ابو ہریرہ، انس بن مالک، عبداللہ بن عمر، عثمان بن ابی العاص، ابی امامہ، جابر، سمرہ بن جندب، عمرو بن عوف، حذیفہ بن اسید، حذیفہ بن یمان، عمران بن حصین، کیسان، ابی

شریحہ، نواس ابن سمعان، اور مجمع بن جاریہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اس کے علاوہ پیر صاحب نے مزید آٹھ وجوہ سے مرزائیوں کے اس دعوی کا ابطال کیا کہ رفع روحانی تھا، جسمانی نہ تھا۔ مرزا صاحب کی اس تاویل کو کہ نزول مسیح سے میرا ظہور مراد ہے جو مثیل مسیح ہوں بدلائل مضحکہ خیز ثابت کیا۔ یہی حشر اس زعم باطل کا ہوا کہ دجال ایک شخص معین نہیں بلکہ پادری دجال ہے جنہیں میرے دلائل نے قتل کر دیا ہے، اور (نعوذ باللہ) حضور ﷺ کو دجال شخصی کے معاملہ میں ابہام رہا۔ پیر صاحب کہتے ہیں کہ غلطی پر قیام نبی کی عصمت کے منافی ہے۔

آیت انّی متوفّیک ... الخ میں توفّی کو موت کے معنی میں لینے کا ابطال صحابہ اور تابعین کی تفاسیر سے کما حقّہ کرنے کے بعد پیر صاحب کہتے ہیں کہ اگر توفّی سے موت کے معنی بھی لئے جائیں تو مرزا صاحب کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہاں متوفّی اسم فاعل کا صیغہ ہے جو حال اور استقبال دونوں پر حاوی ہے جس سے یہی معنی حاصل ہوگا کہ میں ہی آئندہ زمانہ میں کسی وقت تجھے وفات دونگا۔ یہ یہود تجھے قتل کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ اور تمام اہل اسلام اس چیز پر متفق ہیں کہ آپ قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہو کر وفات پائیں گے۔

مرزا صاحب نے قد خلت من قبله الرّسل میں خلو کو موت کے معنی دے کر استدلال کیا تھا کہ حضرت عیسی کی موت پر یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے۔ پیر صاحب کہتے ہیں، اس طرح آیت سنّة اللّٰه الّتی قد خلت کے معنی ہوں گے کہ معاذ اللہ سنت الٰہی مر چکی ہے۔ اور اذا خلو الی شیاطینھم کے ماتحت جب منافقین اپنے سرداروں کی طرف جاتے تھے، تو مر جاتے تھے۔

سیف چشتیائی

شمس الھدایہ کے جواب میں محمد احسن امروہی نے شمس بازغہ لکھی ۔ اورمرزا غلام احمد نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر اعجاز مسیح تالیف کر کے اسے اعجازی قرار دیا۔تب پیر مہر علی مرحوم نے سیف چشتیائی ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۲ء) میں تالیف فرمائی ۔جس میں اعجاز مسیح پرایک سواعتراض اوراشکال وارد کر کے لکھا کہ مؤلف نے نہ صرف لغت اورصرف ونحو کی غلطیاں کی ہیں بلکہ سرقہ اورتحریف سے بھی گریز نہیں کیا۔ شمس الھدایہ پراعتراضات کوقرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل دلائل کے ساتھ رد کیا۔

سیف چشتیائی میں پیرصاحب نے مرزاصاحب کی اعجازی تفسیرسورہ فاتحہ موسومہ اعجاز المسیح پرصرف ونحو،لغت، بلاغت ،معانی،منطق ،محاورہ کی غلطیاں ، نیزسرقہ تحریف التباس کے قریباً یک صداعتراضات فرمائے ۔جن میں سے چندایک یہ ہیں:

قادیانی ۔صفحہ۲۔ دخلت راحتها من بخل المزنة

گولڑوی ۔ظاہر ہے کہ من صلہ خلت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہوسکتا ۔ اورتعلیلیہ موہم ہے معنی غیرمراد کی طرف ۔اس لئے یہاں لام کا محل ہے ۔

قادیانی ۔صفحہ۳۔ من کلّ نوع الجناح

گولڑوی ۔کلمہ کل معرفہ پراحاطہ اجزاء کا فائدہ دیتا ہے جو یہاں پر مقصود نہیں اس لئے نوع للجناح چاہیے تھا۔

قادیانی صفحہ۳۔کل امر هم على التّقوى۔

گولڑوی ۔ یہاں بھی کل مجموعی خلاف مراد ہے ۔اس لئے کل امرٍ لهم چاہیے تھا۔

قادیانی۔ وعندی شهادات من ربّی لقوم مستقرین و آیات بیّناتٍ للمبصرین وجه کوجه الصّادقین۔

گولڑوی ۔ و وجہ عطف ہے شہادات پر گویا و عندی وجہ ہوا اور یہ خلاف محاورہ ہے کیونکہ جز پر عند نہیں آتا ۔

قادیانی۔این الخفا فا فتحوا العین ایّھا العقلاء

گولڑوی۔ فافتحوا پر فا کا لانا بےمحل ہے کیونکہ فا کا ماقبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے اور اس جگہ برعکس ہے، عدم الخفاء سبب فتح العین کے لئے نہیں بلکہ فتح العین سبب ہے عدم الخفاء کے لئے۔

قادیانی۔صفحہ۸۔حتی اتخذ الخفافیش و کراً الجنانھم

گولڑوی۔ترجمہ یہ ہے۔یہاں تک کہ چمگادڑوں نے مخالفین کے دل کو آشیانہ بنالیا۔ جنانھم پہلا مفعول ہوا اتخذ کے لئے اور وکراً دوسرا مفعول۔ اتخذ چونکہ بنفسہ متعدی الی المفعولین ہے۔لہذا لام لانا فضول ہے۔دوسرا تقدیم مفعول ثانی کی بےوجہ ہے۔اور تیسرا جنان اور وکر کا بہ لحاظ ماقبل یعنی قولھم و فضلھم و اعیانھم جمع ہونا چاہیے۔

قادیانی۔صفحہ۹۔ و اکفروہ مع مریدیہ و اعوا نہ و انزل اللّٰہ کثیراً من الآی فما قبلوا۔

گولڑوی۔و انزل اللّٰہ کثیراً فصل کا محل ہے کوئی کلمہ دالّہ علی الفصل چاہیے۔

قادیانی۔صفحہ۳۰۔و جعل قلمی و کلمی منبع المعارف۔

گولڑوی۔ منا بع المعارف یا منبعی المعارف چاہیے۔

قادیانی۔صفحہ۴۱۔ فقد انعدم علمہ کثلج ینعد م با لذوبان

گولڑوی۔انعدم کا لفظ غیر مستعمل ہے بجائے اس کے عدم چاہیے، دیکھو قاموس۔

قادیانی۔صفحہ۸۱۔و ھذا الر جیم ھو الّذی ورد فیہ الوعید اعنی الدجال۔

گولڑوی۔عجیب مسئلہ ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الر جیم میں جو شیطان ہے اس سے مراد تو ابلیس ہے اور رجیم جو اس کی صفت ہے اس سے مراد دجال ہے جسے عیسیٰؑ قتل کریں گے۔آج تک یہی سنا تھا کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا کرتا ہے مگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم سے مرزا صاحب نے کیسے ثابت کردیا کہ ان کا مصداق مغائر بھی ہوتا ہے۔سبحان اللہ۔

قادیانی۔صفحہ۱۳۵۔ قد استنبت ھذہ النکتۃ من قولہ الحمد للّٰہ رب العالمین۔

گولڑوی۔ مرزا جی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں وله الحمد فی الاولی و الآخره دو احمد کی طرف اشارہ ہے۔ ایک اولی، احمد مصطفیٰ ﷺ۔ دوسرا آخرۃ، احمد بن غلام مرتضی ۔سبحان اللہ! عجیب استنباط ہے۔

قادیانی۔ الزم اللّه كافّة اهل الملّة

گولڑوی۔ کافّة کا لفظ عربی میں مضاف نہیں آتا۔

قادیانی۔ الا على النّفس الّتى سعى سعيها

گولڑوی۔ سعی کی جگہ سعت مؤنث چاہیے۔

قادیانی۔ صفحہ ۱۴۰۔ و ذلک وقت المسیح الموعود و زمان هذا المسكين و اليه اشار فى آ ية يوم الدّين۔

گولڑوی۔ لعنة اللّه على الكاذبين المحرفين

قادیانی۔ صفحہ ۱۴۳۔ و سمّى زمان المسيح الموعود يوم الدّين۔

گولڑوی۔ ثانیاً لعنة اللّه على الكاذبين المحرفين۔

قادیانی۔ صفحہ ۱۵۹۔ الا قليل الذى هو كالمعدوم۔

گولڑوی۔ فصیح بلیغ ملیح صاحب موصوف نکرہ ہے اور صفت معرفہ۔

☆ مرزا صاحب نے اپنی اس تفسیر کو کلام اللہ کا مثیل اور اعجاز میں قرآن مجید کا ظل بتایا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

انّ كلا مى هذا قد جعل من المعجزا ت (ایں کلام من بطور معجزہ گردانیدہ شد) و ایّ معجزة اعظم من اعجاز قد وقع ظلّ القرآن و شا نه كلام الله فى كو نه ابعد من طاقة الانسا ن (وکدام معجزہ ازاں معجزہ بزرگ تر خواہد بود کہ قرآن را ہم چوں ظل واقع شدہ وکلام الٰہی را در خارق عادت بودن مماثل گشتہ)

پیر صاحب نے مرزا صاحب کے اس معجزانہ کلام میں صرف مقامات حریری سے ہی بیس مسروقہ عبارات کی نشان دہی فرمائی جہاں مرزا نے حریری کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ ان کے سوانح نگار ڈاکٹر بشارت احمد نے اپنی کتاب مجدد اعظم میں اسے توارد قرار دیا ہے یعنی اعجازی اور الہامی کلام کا صدور اور ورود انسانی طاقت سے بالا اور بعید قرار دیا جا رہا ہے اس میں صرف مقامات حریری سے بیس تواردات پائے جاتے ہیں۔ بشارت صاحب

کہتے ہیں کہ پیر صاحب مرزا صاحب کے مقابلہ پر لکھتے بھی تو کیا لکھتے۔ (مولوی فیض احمد کہتے ہیں) واقعی پیر صاحب کے کسی مبتدی شاگرد سے بھی ایسا غلط کلام وجود میں نہیں آ سکتا تھا جیسا کہ مرزا کے ملہم سے صادر ہوتا رہا۔ مثلاً الارض و السماء معک کما هو معی، جہاں نہ تثنیہ کی خبر ہے نہ تانیث کی۔ (مہر منیر۔ص ۲۴۶۔۲۴۸)

☆ بانی مرزائیت نے اپنے ابتدائی دور میں اپنی تصنیفات میں آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کو وعدہ الٰہی کے خلاف بتایا تھا مگر جب خود دعوی نبوت کیا تو اس طرح کا استدلال کرنے لگے کہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النبین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت ان تک ہی محدود رہی۔ یعنی جب میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی معہ نبوت محمد یہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعوی کیا۔ مؤلف شمس بازغہ نے بھی اسی استدلال کا اعادہ کیا اور اپنی تصنیف کے خطبہ میں بھی اشهد انّ محمداً خاتم النّبیّن لا نبیّ بعده تحریر کیا اور کہا کہ یہاں نبی سے وہ انبیاء مراد ہیں جن کی نبوت اصالتاً ہو۔ مرزا صاحب تو بہ سبب اتباع کامل ظلی طور پر نبوت ورسالت کے مدعی ہیں نہ اصالتاً۔

پیر صاحب نے اس کا ردّ کرتے ہوئے لکھا کہ بانی مرزائیت نبوت اصلیہ کے مدعی تھے نہ کہ نبوت ظلیہ کے۔ اور ظلیت، بروز اور فنافی الرسول کے الفاظ کو بظاہر سپر بنا رکھا تھا۔

اشتہار ایک غلطی کا ازالہ مجریہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کے مندرجہ ذیل الفاظ دیکھئے: چنانچہ وہ مکالمات الہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے:

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه

(وہ خدا جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ سب ادیان پر اسے غالب کر دے)، اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔

یہ آیت سورۃ فتح کے رکوع آخر میں موجود ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی رسالت اور آپ کے دین کے غالب کر دینے کا ذکر ہے۔ پیر صاحب کہتے ہیں:

اول تو کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ اگر کسی شخص کو خواب یا بیداری میں یہ آیت سنائی دے، جیسا کہ اکثر حفاظ اور شاغلین کو کثرت استعمال وخیال کے سبب ایسا ہوا کرتا ہے، یا

فرض کیا بذریعہ الہام ہی سہی، تو وہ شخص بشہادت اس آیت کے رسول کہلانے کا مجاز ہو۔ یا ایسا ہی اقیموا الصلوۃ و آتو الزکوۃ کے سننے سے کوئی دعوی نہیں کرسکتا کہ میں نبی اور رسول ہوں اور نئی نماز اور نئی زکوۃ کا حکم مجھ پر نازل ہوا ہے۔لیکن بر تقدیر الہام آیت مذکورہ (ھو الذی ارسل ...الخ)بفرض محال اگر رسول کہلانے کا مستحق بنے تو اسی معنی سے رسول ہو جو معنی اس آیت میں مراد ہیں یعنی اصل رسول ۔ ورنہ دلیل اس دعوی پر منطبق نہ ہو گی کیونکہ دعوی میں رسول ظلی اور دلیل یعنی ارسل رسولہ میں رسول اصلی۔ اور نیز رسولہ سے رسول ظلی مراد لینے کی تقدیر میں کلام الٰہی میں تحریف معنوی لازم آئے گی۔لہذا استدلال بآیت مسطورہ بالا بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ دعوی اصلی نبی ہونے کا ہے۔

☆ اسی اشتہار، ایک غلطی کا ازالہ ، میں اپنے نبی ہونے کی ایک اور دلیل بانی مرزائیت نے پیش کی تھی : ولکن رّسول اللّٰہ و خاتم النّبییّن میں ایک پیشگوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ کہ اللہ تعالی اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا کوئی عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان لفظ نبی کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئی ہیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرّسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔

اس کے جواب میں پیر صاحب لکھتے ہیں:

اگر صرف فنا فی الرّسول کا مقام ہی رسول اور نبی کہلانے کی اجازت دیتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ صدیق اکبر جن کی شان میں لو کنت متخذاً خلیلاً لا تّخذ ت ابا بکر خلیلاً (اگر کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا) فرمایا۔اور ایسا ہی عمر فاروق نے باوجود لقب محدثیت کے اور عثمان نے باوجود کمال اتباع صوری اور معنوی کے اور علی مرتضی نے باوجود بشارت انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسی ۔(تیرا مقام مجھ سے ایسا ہے جیسا ہارون کا موسی سے)۔....کسی نے نبی اور رسول نہیں کہلوایا۔

پھر پیر صاحب کہتے ہیں ؛ بعد آنحضرت ﷺ کے لقب نبی اور رسول کا کسی مسلمان کے لئے شرعی نظر سے جائز نہیں نہ اصلی نہ ظلی ۔ اگر ظلی طور پر یہ لقب متبع نبی کو عطا ہوسکتا اور فنا فی الرسول کا مقام مجوز اس کا ہوتا، تو سب سے زیادہ مستحق مہاجرین اور انصار تھے جن کا ذکر خیر کتاب وسنت میں موجود ہے اور جنہیں اللہ نے سورۃ فتح میں ان الفاظ سے یاد کیا ہے: و الذین معه اشدّاء علی الکفّار رحماء بینهم ترا هم رکّعاً سجّداً یبتغون فضلاً من الله و رضوا ناً ۔(محمد، اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں ۔تو انہیں رکوع کرنے اور سجدہ کرنے والہ پائے گا۔ وہ اللہ کا فضل اور رضا طلب کرتے ہیں)

☆ معراج نبوی کے جسمی ہونے کا ثبوت

بانی مرزائیت نے آنحضرت ﷺ کے معراج کو روحانی قرار دیا۔اس کی تردید میں پیر مہر علی مرحوم لکھتے ہیں:

. معراج جسمی آنحضرت ﷺ بحالت بیداری آیت ذیل سے ثابت ہے سبحان الّذی اسری بعبده لیلاً مّن المسجد الحرا م الی المسجد الاقصی ۔ کیونکہ لفظ سبحان کا اطلاق اسی موقعہ پر ہوتا ہے جہاں کسی عظیم الشان اور مستبعد اور محال عادی کا ذکر ہو۔اور ظاہر ہے کہ نیند میں آسمانوں پر جانا یا اطراف السماوات والارض میں سیر کرنا کوئی امر مستبعد اور ممتاز طور پر نبی کا خاصہ نہیں ۔ نیز اسری کا استعمال نیند میں نہیں آتا (قاضی عیاض) ۔پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی اسراء مثل اور انبیاء کے کشفی اور روحی نہ تھی بلکہ جسمی اور بحالت بیداری ہوئی ۔

اسکے بعد پیر صاحب نے متعدد احادیث اور تفاسیر کے حوالہ سے ثابت کیا کہ معراج جسمی کے منکرین غلطی پر ہیں ۔

معراج جسمانی کے خلاف ایک اور دلیل جو بانی مرزائیت کی طرف سے دی گئی یہ تھی کہ نیا اور پرانا فلسفہ اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرّہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔بس اس جسم کا کرّہ ماہتاب یا کرّہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔

پیر صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں :۔

آیت اور حدیث اور اجماع کے مقابلہ میں ایسے استدلالات سے کام لینا مسلمان کا کام نہیں۔ نیز استدلال موقوف ہے امور ذیل کے ثبوت پر۔ ورنہ خرط القتاد

ا۔ اتحاد نوعی کل طبقات ہوائیہ کا۔ ۲۔ لوازم طبقات ہوائیہ کا از قبیل لوازم ماہیت ہونا۔

۳۔ تبدّل فصول کا مؤثر نہ ہونا خصوص کیفیات کے تغیر میں۔

۴۔ لزوم کا ضروری ہونا نہ عادی۔

امور مذکور سے اگر صرف امر چہارم ہی کا خیال کیا جائے تو بشہادت (یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراھیم۔ اے آگ ٹھنڈی اور سلامت ہو جا ابراہیم پر) کے حرارت و برودت وغیرہ کا انفکاک اپنے ملزومات سے واقعی معلوم ہوتا ہے۔ کیا وہ فاعل مختار اور حکیم مطلق جس نے حضرت ابراہیم کے لئے آگ کو ٹھنڈا کر دیا اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ زمہریری کرّہ کی برودت کو مثلاً معتدلہ حرارت سے بہ نسبت اپنے ایک مقبول بندے کے متبدل کر دے۔

آگے چل کر اس اعتراض کے جواب میں کہ آیت مذکورہ (قلنا یا نار.. الخ) بھی عندالخصم ماوّل ہے، پیر صاحب کہتے ہیں کہ مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ حرارت مفرطہ کا زوال آگ سے بالکل واقعی اور سچ ہے۔ اور اس زمانہ میں بھی عوام سے خواص تک اس کو دیکھ چکے ہیں۔ لہذا آیت مذکورہ کو امتناع انفکاک الحرارت عن النار کی بنا پر ماوّل ٹھہرانا سراسر تعصب ہے۔ الغرض جسم خاکی کے آسمان پر جانے کے محال ہونے کو کوئی دلیل شرعی یا عقلی ثابت نہیں کرتی۔ اور جنہوں نے اس پہلو کو اختیار کیا ہے اور صرف عقل جزئی کو مشعل راہ بنا کر نصوص میں ردو بدل کیا ہے انہیں اس مسلک میں تین وجہ سے دھوکہ ہوا:

ا۔ ایک تو عقل جزئی کے استقرار ناقص کا نام قانون قدرت رکھا اور ظاہر ہے کہ جزئیات معدودہ کے احوال پر نظر ڈالنے سے قاعدہ کلیہ استنباط نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ مستبعدات عقلیہ کو محالات عقلیہ سے شمار کیا۔ اور۔

۳۔ آیات واحادیث کو ان معانی پر محمول کیا جو بالکل برعکس ہیں ان لوگوں کے جنہوں نے نور نبوت سے بالمشافہ معانی مرادہ کا استفادہ کیا۔

☆ تعارض عقل ونقل کا مسئلہ

اس بحث میں پیر مہر علی مرحوم ایک اہم سوال یہ قائم کرتے ہیں۔

سوال ۔تعارض عقل ونقل کی صورت میں عقل ہی کو مقدم رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ اصل ہے نقل کے لئے اور جب تک دلائل عقلیہ کی رو سے وجود صانع نہ مانا جائے تب تک تصدیق بالنقل و بما جائت به الرّسل علیهم السّلام متصور نہیں ہوسکتی ۔تقدیم عقل کی وجہ سے ہی نصوص قطعیہ میں تخصیص عقلی کو ضروری سمجھا جاتا ہے کما فی انّ اللّٰه علی کلّ شیء قدیر۔ بنا براں ارادہ معراج روحی اور نزول بروزی بلکہ کل معجزات و خوارق کا ماوّل ٹھہرانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

اس سوال کے جواب میں پیر صاحب لکھتے ہیں:

یہ امر قابل غور ہے کہ قضیہ ذیل(العقل اصل للنقل)میں عقل سے مراد کیا ہے۔ بعد تدبر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مراد عقل سے جو ہر مدرک یا قوت عاقلہ نہیں کیونکہ اس معنی کی رو سے عقل اور نقل میں تعارض نہیں ہوسکتا اس لئے کہ جوہر مدرک یا قوت عاقلہ حیات کی طرح شرط ہے عقلیات اور سمعیات کے لئے ۔اور ظاہر ہے کہ شرط کبھی معارض اور منافی نہیں ہوتی مشروط کے لئے ۔پس معلوم ہوا کہ مراد عقل سے وہ معرفت اور ادراک ہے جو عقل کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے ۔اور یہ امر ضروری نہیں کہ ہر علم و ادراکِ عقلی اصل اور دلیل ہو سمعی ونقلی کیلئے کیونکہ سمعیات اور نقلیات کی صحت کا توقف صرف انہی عقلیات پر ہے جن کی رو سے تصدیق بصدق الرّسول ﷺ حاصل ہو۔ چنانچہ (الصانع موجود) وهو مصدّق الرّسل علیهم السلام بالآیات والمعجزات۔اس سے واضح ہوا کہ قضیہ مذکورہ(العقل اصل لنقل)کلیہ نہیں بلکہ اس میں حکم انہی بعض عقلیات پر ہے جو موجب تصدیق بصدق رسول ﷺ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ محل بحث کو یعنی (الرفع والنزول الجسمیان وامثالهمامن المحالات ۔رفع اور نزول جسمانی اور ایسے دیگر محالات) جو منجملہ عقلیات ہیں کوئی علاقہ نہیں تصدیق بصدق رسول ﷺ سے، نہ اس طور پر کہ واسطہ فی الثبوت کی طرح تصدیق بصدق الرسول ﷺ کا ثبوت نفس الامری ان پر موقوف ہو اور نہ اس طریق پر کہ

واسطہ فی الاثبات کی مثل ہمارے اذہان میں تصدیق مذکور کا حصول ان پر مرتب ہو۔ ثانیاً آنکہ محل بحث صادق ہی نہیں کیونکہ رفع و نزول جسمی صرف مستبعدات عقلیہ سے ہیں، نہ محالات سے۔ چنانچہ آیت سبحان ربّی هل كنت الّا بشرا رّسولاً سے پہلے ثابت کیا جاچکا ہے۔

تعارض کے مسئلہ میں احتمالات ذیل متصور ہو سکتے ہیں:

۱۔دلیل عقلی ونقلی دونوں قطعی ہوں ۔۲۔ یا دونوں ظنی ۔۳۔ یا ایک قطعی دوسری ظنی تیسری صورت میں قطعی کی تقدیم ظنی پر اتفاق ہے خواہ قطعیت عقلی کے لئے ہو یا نقلی کے لئے اور دوسری صورت میں بحسب ادلہ (دلائل) ترجیح وتعادل (برابر ہونا) عمل کیا جائے ۔اور پہلی صورت صرف احتمال ہی ہے۔ فی الواقع تحقق اس کا ممکن نہیں کیونکہ قطعی اسی دلیل کا نام ہے جس کے مدلول کا ثبوت واجب اور ضروری ہو۔ پس اس صورت کے واقعہ ہونے پر جمع بین النقیضین (دوضدوں میں جمع کرنا محال ہے جیسے زید کی موت اور حیات) لازم آئے گا۔ جہاں ایسی صورت معلوم ہو وہاں پر فی الواقع بالضرور ایک غیر قطعی ہوگی ۔الغرض دلائل کی تقدیم میں قطعیت کوملحوظ رکھا گیا نہ خصوص عقل کو جیسا کہ ہمارے مخاطبین نے سمجھ رکھا ہے۔

☆ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیاں

ایام الصلح میں مرزا صاحب نے آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے بیان میں لکھا تھا کہ پیش گوئیوں میں قبل از وقوع ملہم کی رائے بھی خلاف نفس الامر مائل ہو جاتی ہے۔مگر ایسا قبل از وقوع ہی ہوتا ہے نہ بعد از وقوع۔

اس کے جواب میں پیر صاحب کہتے ہیں:

ازالۃ الخفا میں شاہ ولی اللہ نے تصریح کی ہے کہ چونکہ سلسلہ تکوین میں آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونا مقدر نہ تھا لہذا حکمت الہیہ کا تقاضا ہوا کہ ان واقعات کے احکام بھی آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر جاری ہوں جو قیامت تک ہونے والے ہیں ۔اوران کے متعلق حق تعالی کی رضا یا عدم رضا بھی ظاہر ہو تا کہ نعمت الٰہی تمام ہو اور حجت قائم ۔پس وہ سب وقائع منکشف ہو گئے اور آنحضرت ﷺ نے بعض کی نسبت

تو اس طرح خبر دی گویا کہ بہ چشم ظاہر دیکھ رہے ہیں اور بعض کی نسبت بہ تقریبات اطلاع دی تا کہ بعد آنحضرت کے امت مرحومہ تاریکی میں نہ رہے۔ انتہی

☆ طعام اہل ارض و اہل سماء

محمد احسن امروہی نے رفع مسیح کے بیان میں کہا کہ آیت وما جعلناهم جسداً لّا يأكلون الطّعام اور كانا يأكلان الطّعام سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی انسان کا، نبی ہو یا ولی، بغیر طعام خوردنی گندم وغیرہ زندہ رہنا ممکن نہیں، لہذا عیسی بغیر طعام کے آسمانوں پر کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔ پیر صاحب مرحوم جواباً لکھتے ہیں:

ہم بھی مانتے ہیں کہ حسب آیت مذکورہ کسی انسان کا بغیر طعام زندہ رہنا نہیں ہوسکتا۔ مگر اہل ارض کے لئے طعام گندم وغیرہ ہے اور اہل سماء کے لئے تسبیح وتہلیل۔ جس ملک میں کوئی جاتا ہے اسی ملک کی غذا سے مایہ حیات حاصل کرتا ہے۔ زمینی آدمی جب تک زمین میں ہے اہل زمین کی غذا کھائے گا۔ جب اللہ تعالی کو اس کو آسمان پر لے جانا منظور ہے تو اس کو ملائکہ کی طرح تسبیح وتہلیل سے زندہ رکھتا ہے۔ بلکہ محققین کے نزدیک تو اہل زمین ہی میں سے زمانہ آئندہ میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی غذا تسبیح وتہلیل ہوگی۔ صحابہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ جس دن کھانے پینے کا سامان دجال کے ہاتھ میں ہوگا اس دن مؤمنین کا کیا حال ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا اس دن اہل آسمان کی طرح ان کو تسبیح وتہلیل مایہ حیات ہوگی۔ پھر قرآن مجید سے اصحاب کہف کا تین سو سال سے زیادہ عرصہ بغیر کھائے پیئے زندہ رہنا ثابت ہے۔ پڑھئے آیت

و كذلك بعثناهم ليتسائلوا بينهم قال قائل مّنهم كم لبثتم قالوا لبثنا يوماً اوبعض يوم ۔ قالوا ربّكم اعلم بما لبثتم۔ فابعثوا ا حدكم بورقكم هذه الى المدينة فلينظر ايّها ازكى طعاماً فليأتكم برزق منه وليتلطّف ولا يشعرنّ بكم ا حداً۔ (اور اس طرح ہم نے انہیں اٹھایا تا کہ ایک دوسرے سے پوچھیں۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم کتنی مدت ٹھہرے۔ کہنے لگے ایک دن یا کچھ دن۔ کہا تمہارا رب بہتر جانتا ہے جس قدر ٹھہرے ہو۔ تم اپنے میں سے ایک آدمی کو چاندی دے کر بھیجو وہ دیکھے کہ لوگوں میں کون شخص پاکیزہ طعام والا ہے۔ پھر تمہارے لئے رزق اسی سے لے آئے اور نرمی اختیار کرے اور تمہارے متعلق کسی کو نہ بتلائے)۔ (مہر منیر۔ ص ۵۲۹۔ ۵۳۵)

شوکت میرٹھی در بارہ حیات مسیح

مولانا احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنہ ہند میرٹھ، تحریک ختم نبوت کے نمایاں کارکن تھے۔ انہوں نے اپنے رسالے شحنہ ہند کے ذریعہ ردّ قادیانیت میں بہت خدمت کی۔ تقریباً دو سال وہ شحنہ ہند کا ۸ صفحاتی ہفتہ وار ضمیمہ بھی نکالتے رہے جس میں ان کے اپنے مضامین کے علاوہ دیگر اہل علم کی نگارشات بھی شائع ہوتیں اور سب مضامین قادیانیت سے متعلق ہوتے تھے۔ اور اس ضمیمے کی سرپرستی پیر مہر علی شاہ، ڈاکٹر ابو محمد جمال الدین پشاور، منشی سعد اللہ لدھیانوی وغیرھم فرماتے تھے۔ اس ضمیمے میں شائع ہونے والی مولانا احمد حسن کی چند تحریریں، جو خاص طور پر حیات وممات مسیح کے متعلق ہیں، ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:۔

☆ مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

جن دلائل سے مرزا جی عیسی مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے منکر ہیں وہ خود قابل مضحکہ ہیں۔ رفع سے وہ رفع روح یا سلب روح یا موت مراد لیتے ہیں۔ اگر جناب باری کی بھی یہی مراد ہوتی تو اماتہ اللہ فرماتا۔ پھر رفع روح یا سلب روح مراد لینے سے عیسی مسیح کی کوئی ترجیح اور فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ ایک مچھر اور مکھی کی روح بھی سلب ہوتی ہے اور اگر رفع درجات مراد ہے تو تمام مؤمنین صادقین صلحاء اور شہداء اس میں شامل ہیں پھر بھی عیسی مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں۔ پھر یہی اعتراض یہودی اور آریا اور دہریہ بھی کرتے ہیں یعنی معجزات انبیاء کے قائل نہیں، اس صورت میں مرزا جی مسلمان نہیں ہیں اور نہ قابل خطاب۔ حالانکہ وہ مسلمان ہونے کے مدعی ہیں۔

رفع روحانی سے رفع مراتب مراد لینا تحصیل حاصل ہے کیونکہ عیسی مسیح کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں، ان کو یہ رتبہ پہلے ہی حاصل ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ وہ دنیا میں اپنی موت مرے، تو پھر آیت میں لفظ شُبّہ فضول ٹھہرتا ہے کیونکہ اپنی موت مرنے سے نہ کوئی شبہ ہے نہ کوئی جھگڑا۔ پھر آیت کا سیاق بگڑتا ہے کہ جھگڑا تو صلب اور قتل میں ہو،

اور مسیح علیہ السلام اس سے سال ہا سال بعد اپنی موت مرے۔ مشبہ امر تو اب واقعہ ہوا اور جناب باری نے اس کا ازالہ چند سال یا چند ماہ پر ملتوی کر دیا حالانکہ ولکن حرف عطف بمعنی انتظار اس واقعہ کے فوری اور متصل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۷۔۸)

☆ ایک دفعہ کسی مرزائی نے اشتہار شائع کیا کہ اگر کوئی صاحب کسی آیت قطعیۃ الدلالۃ یا کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے حضرت عیسیٰ کا جسم خاکی کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر آئندہ کے لئے زندہ آسمان سے اترنا ثابت کر دیں، تو وہ اپنی جیبی گھڑی اتار کر نظر کریں گے اور مرزا صاحب کی بیعت سے دستکش ہو جائیں گے۔ اس کے جواب میں مولانا احمد حسن شوکت کہتے ہیں:

بفرض محال کوئی یہ باتیں ثابت نہ کر سکے تو مرزا جی کے پاس مسیح موعود ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اس سے یہ کیونکر ثابت ہو جائے گا کہ مرزا جی مسیح موعود ہیں؟

ہم کہتے ہیں کہ اگر مرزا جی اپنا مسیح موعود اور بروزی نبی اور رسول ہونا منتخب علماء اور مشائخ کے جلسے میں ثابت کر دیں تو ہم پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔

یہ دعویٰ تو ہر شخص کر سکتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اور پیرس میں دو مسیح موعود (بوقت تحریر موجود) ہیں اور علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ ہم مسیح موعود ہیں۔ ان کے اور مرزا جی کے دعویٰ میں کیا فرق ہے؟ یہی نہ کہ انہوں نے کوئی شرط نہیں لگائی اور مرزا جی لغو اور بیہودہ شرط لگا رہے ہیں، اور گویا ثابت کر رہے ہیں کہ میں اس صورت میں مسیح موعود ہیں کہ کوئی قرآن و حدیث سے عیسیٰ مسیح کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت کرے۔ انہیں کے دعویٰ سے ان کی مسیحیت مشروط و معلق ہے حالانکہ مذکورہ بالا دونوں مسیح کوئی شرط نہیں لگاتے۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ)

☆ اگست ۱۹۰۳ء میں مولانا احمد حسن نے کرزن گزٹ دہلی کے خطاب میں لکھا:

ہم عصر کرزن گزٹ کا نامہ نگار صلاح دیتا ہے کہ سنی علماء، مرزائی علماء سے حیات و ممات مسیح پر بحث کریں۔ ہماری رائے میں یہ بحث فضول ہے، ہم بارہا قرآن و حدیث سے مسکت مضامین اس مسئلے پر لکھ چکے ہیں۔ مگر مرزائی لوگ جنہوں نے ایک نیا نبی گھڑ لیا ہے وہ قرآن و حدیث کے دلائل ہرگز نہ مانیں گے۔ مرزا جی تو آنحضرت ﷺ کے

معراج کے بھی قائل نہیں اور اس میں بھی ویسی ہی تاویلیں کرتے ہیں جیسی حیات مسیح میں۔ گو یا معجزات کے منکر ہیں پس وہ معجزات پر ویسے ہی اعتراض کرتے ہیں جیسے آریا اور دہریے، کہ دو ہزار برس تک کوئی انسان بے کھائے پیئے کیونکر زندہ رہ سکتا ہے، اور کیا عیسی مسیح کو حضرت مریم روٹیاں پکا کر کھلاتی ہیں اور کیا آسمان پر کوئی پائخانہ اور سنڈاس بھی ہے جہاں عیسیٰؑ بول و براز کرتے ہیں۔ یہ وہ اعتراضات ہیں جن کو سن کر سادہ لوح مسلمان ساکت ہو جاتے ہیں۔ ان کو یہ نہیں معلوم کہ ایسی گفتگوئیں ملحدانہ ہیں۔ ہم کہتے ہیں اور بار بار کہہ چکے ہیں کہ مرزا اور مرزائیوں سے یہ بحث ہی نہ کرنی چاہیے جب تک وہ یہ اقرار نہ کریں کہ ہم آریا، یا دہریے ہیں، مسلمان نہیں۔ ان سے تو یہ کہنا چاہیے کہ تم مرزا کا مہدی اور مسیح اور نبی اور امام الزمان ہونا ثابت کرو۔

ہم تھوڑی دیر کو فرض کئے لیتے ہیں کہ عیسے مسیح آسمان پر نہیں گئے مگر یہ تمہارے لئے مفید نہیں۔ تمہارے لئے جب مفید ہو کہ جس کلام الٰہی سے تم مسیح کی وفات ثابت کرتے ہو، اسی سے دنیا میں مسیح موعود کا آنا بھی ثابت کرو، اور پھر قادیان سے اس کا خروج۔ وجہ یہ ہے کہ آپ احادیث کو یکساں نہیں مانتے۔ صرف ان احادیث کو مانتے ہیں جو آپ کے مطلب کی ہیں، مثلاً عیسی موعود کے آنے کی حدیث پر تو ایمان ہے مگر ثلاثون دجّالون والی حدیث سے انکار ہے۔ گویا اس آیت پر عمل ہے نؤمن ببعض و نکفر ببعض بس آپ محض قرآن سے، جس پر آپ کا اور ہمارا اور تمام مسلمانوں کا یکساں اتفاق ہے، مسیح موعود کا آنا ثابت کریں۔ اس کے بعد خود بدولت کا مسیح ہونا۔

جتنے مہدی اور مسیح موعود آج تک گذرے اور اب بھی مسیحیت و مہدویت کے تین مدعی موجود ہیں، ان میں سے کوئی مکار اپنے وعدے میں سچا نکلا ہے جو آپ کے سچے ہونے اور محک امتحان پر پورا اترنے کی امید ہو۔ جیسی دلیل آپ پیش کرتے ہیں، اس سے کہیں بڑھ کر آپ کے رقیب پیش کر رہے ہیں۔ پس کس کو سچا مانا جائے۔

ممات مسیح کو کوئی تعلق آپ کے دعوی سے نہیں اور یہ بھولے بھالے جاہل اور ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے لئے ایک سفسطہ ہے۔ ایسی تحریک کرنے والے ضرور مرزائی ہیں جو دھوکہ دے کر لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنا اور ان کو مقدس مذہب اسلام سے منحرف کرنا چاہتے ہیں۔ ذی عقل اور ذی ہوش مسلمانوں کے لئے ہماری

تحریر بالا کافی اور ہم عصر کرزن گزٹ سے امید کی جاتی ہے کہ وہ ایسی غلطی میں نہ پڑے گا، نہ ایسی دھوکہ دینے والی بحث کے لئے کرزن گزٹ کے کالم کھولے گا، بلکہ مرزائیوں اور مرزا جی سے صرف ان کے مسیح موعود ہونے کے دلائل طلب کرے گا۔ اسی میں بخیہ کھل جائے گا اور دو ہی تین بحثوں میں ترکی تمام ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اگر آپ (مرزا) کو اپنے نظم و نثر کا دعویٰ ہے تو اول تو اس کی بھی ہم کما حقّہ چھتاڑ کر چکے ہیں۔ دوم، اصلی مسیحؑ نے ناظم و ناثر اور شاعر بننے کا کب دعویٰ کیا، اور قرآن و حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ مسیح موعود، ناظم اور ناثر اور شاعر بن کر آئے گا۔ کسی بات کا تو جواب دیں۔ (ضمیمہ شحنۂ ہند۔ ۸۔ اگست ۱۹۰۳ء۔ ص ۶۔۸)

☆ وہی حیات و ممات مسیح کے عنوان سے اسی اگست میں لکھتے ہیں:

مرزا جی آیات قرآنی میں تحریف بالمعنیٰ کر کے مسیح علیہ السلام کو اس لئے مارتے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہیں اور مخبر صادق ﷺ کی بشارت کے موافق دنیا میں آئیں گے تو میں مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔ آپ کی تحریف اور تاویل بھی دو کوڑی کی ہے، اگر کلام مجید کی بلاغت سے واقفیت ہوتی تو یہ یوں نہ کرتے۔ بل رفعہ اللہ۔ الآیہ، میں آپ رفع روحانی بتاتے ہیں۔ یعنی روحانی بلندی یا رفیع الدرجاتی۔ اول تو خود سیاق آیت اس معنی کے منافی ہے کیونکہ کلام مجید میں رفع سے جہاں کہیں رفع درجات مراد لی ہے وہاں رفع کا مضاف الیہ ضرور مذکور ہوا ہے۔ مثلاً رفعناہ مکاناً علیّاً یعنی رفع مکان، اور الیہ یصعد الکلم الطّیّب و العمل الصّالح یر فعہ۔ الآیہ۔ یعنی صعود کلمات اور رفع عمل۔ تھوڑی سی عربی استعداد والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ صعود کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں جس کے مقابلے میں رفع موجود ہے اس کے معنی بھی چڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ اور بل رفعہ اللہ میں ضمیر مفعول عیسیٰ مسیح کی جانب ہے، یعنی خود عیسیٰ مسیح کو اٹھا لیا۔ یہاں رفع کے معنی درجات یا مکان نہیں، یعنی یوں نہیں فرمایا کہ بل رفع اللہ درجاتہ۔ پھر قتل اور صلب کے بعد رفع حیات ہوتا ہے یا رفع روحانی۔ رفع روحانی (روح کی رفیع الدرجاتی) تو حالت زیست میں بھی ہو سکتی ہے کیونکہ روح حالت حیات میں قائم و موجود رہتی ہے۔ ہاں بعد ممات اس کا تعلق جسم سے قطع ہو جاتا ہے۔ انبیاء اور اولیاء اور صلحاء کی روح حالت حیات ہی میں بڑے بڑے درجے پاتی ہے۔ کیا عیسیٰ مسیح حالت

زیست میں رفیع الدرجات نہ تھے جو بعد ممات ہوتے۔ ہاں مرزائی عقائد تو یہی ہیں کہ عیسی مسیح (معاذ اللہ) نبی کیا، مہذب انسان بھی نہ تھے۔ ہم حیران ہیں کہ بعد ممات رفیع الدرجات کیوں ہوئے۔

ما قتلوہ و ما صلبوہ میں جو نفی قتل ہے تو ضرور باعتبار مقابلہ کے بل رفعہ اللہ میں نفی موت مقصود ہے، یعنی خدا تعالی اضراب تاکیدی کے ساتھ فرماتا ہے کہ نہ تو عیسی مسیح کو یہود نے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ خدا نے اس کو زندہ اٹھا لیا اور اگر نفی موت مراد نہیں تو نفی قتل نے کیا فائدہ دیا؟ اور حسب عقیدہ مرزائی اگر عیسی فوت ہو گئے ہیں تو لفظ رفع بے کار ٹھہرتا ہے۔ پس یا تو ما قتلوہ و ما صلبوہ کو بے کار سمجھو یا بل رفعہ اللہ کو۔ قرآن مجید سے تو مرزا جی کا مطلب ثابت نہیں ہوسکتا اور قرآن مجید حشو وزوائد اور اختلافات سے بالکل پاک ہے۔

ذرا خیال کرنا چاہیے کہ کلام مجید میں جہاں کہیں توفی کا لفظ آیا ہے تو سیاق وسباق کے قرینے سے اس کے معنی موت کے ہیں، کہیں بھی لفظ رفع نہیں آیا صرف آیت یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ میں رفع آیا ہے اس میں بھی مرزا صاحب کے عقیدے کے موافق وہی خرابی ہے کہ جب وفات ہو چکی تو پھر رفع فضول، حالانکہ تو فی کے معنی منجملہ دیگر معانی کے پورا کرنے کے بھی ہیں جس کے معنی یہ ہوئے کہ میں تجھ کو نبوت کی پوری نعمت دوں گا اور پھر اپنی جانب اٹھاؤنگا، یا تیرا درجہ بلند کروں گا، اگر توفی کے معنی پورا کرنے کے لئے جائیں نہ کہ وفات کے تو رفع سے رفع درجات مراد ہوسکتی ہے۔ بل کے ساتھ اضراب کرنا اور پھر تائید میں کان اللّٰہ عزیزاً حکیماً فرمانا ضرور ایک مہتم بالشان واقع پر دلالت کرتا ہے، اور وہ کیا ہے؟ عیسی کا زندہ آسمان پر جانا، ورنہ رفع روحانی تو ہر ذی روح کا ہو جاتا ہے، عیسی مسیح کی کیا خصوصیت ہوئی؟ اس صورت میں لفی شک منہ۔ الآیۃ، بھی فضول ٹھہرتی ہے کیونکہ رفع روحانی (سلب روح) میں کسی کو شک نہیں۔ علی ہذا، شبّہ لھم ، بھی بے کار ہوگا۔ یوں کہیے کہ سارا واقعہ بھی غلط ہوتا ہے۔ مرزا جی کا تو صرف اتنا مقصد ہے کہ عیسی مسیح دنیا میں اپنی موت مرے۔ اتنی سی بات کی خاطر آپ قرآن مجید کو جھٹلا رہے ہیں۔ قرآن مجید جھوٹا ہو، حدیثیں غلط ہوں، مگر عیسی مسیح کسی طرح مریں جن کو مسلمانوں نے زندہ رکھ

چھوڑا ہے۔ پھر بھی مصیبت ٹل نہیں سکتی، یعنی آپ کسی طرح مسیح موعود نہیں بن سکتے کیونکہ مسیح کی ممات سے کوئی تعلق قادیانی مغل کو نہیں۔

ہزاروں برس تک بے کھائے پئے کسی کا زندہ رہنا اور طبقہ زمہریر تک کسی ذی روح کا صحیح سالم پہنچنا محال ہے مگر آسمانوں کی چھتوں پر آسمانی باپ کا اپنے چہیتے لیپا لک کی محبت میں دوڑے دوڑے پھرنا اور اس کی بھڑ اس میں بھیڑ کی طرح ممیانا اور گائے کی طرح ڈکرانا اور مرغی کی طرح پنکھ پھیلا ناممکن بلکہ واقع ہے۔ تمام انبیاء کے معجزات خلاف فطرت، مگر مرزا جی کی مصنوعی فطرت کے خلاف نہیں۔ کیا معنی کہ رفعه الله میں رفع مسیح خدا کا فعل ہے جو رفع کا فاعل ہے، خود عیسی مسیح کا فعل نہیں جو مفعول ہیں مگر مرزا جی اس کے منکر ہیں۔ یہ بات بھی خلاف فطرت الٰہی ہے حالانکہ فطرت الٰہی کے خود منکر۔ (ضمیمہ شحنہ ہند۔ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۳ء۔ ص ۲۔۴)

☆ ایک دوسرے موقع پر مرزا صاحب قادیانی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

. آپ مسیح بھی بنے اور نبی بھی اور امام الزمان بھی۔ لیکن نہ مسیحیوں کے لئے نہ یہود کے لئے، نہ مسلمانوں کے لئے۔ پھر کس کے لئے؟ چند خود غرض یا بوالہوس نام کے مسلمانوں کے لئے۔

اور جب کہا جاتا ہے کہ مسیحیت کا کوئی کرشمہ اور نبوت کا کوئی معجزہ دکھاؤ، تو فرماتے ہیں کہ معجزہ کسی نبی نے بھی نہیں دکھایا کیونکہ مردوں کا زندہ کرنا نیچر کے خلاف ہے اور آسمانی کتابوں میں کہیں بھی معجزات کا ذکر نہیں۔ لاء آف نیچر ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور انبیاء کو معجزہ دکھانے کی ضرورت نہیں۔

مگر خود بدولت کو (معجزے کی) ضرورت ہے۔ آسمانی نشان (معجزہ) ہمیشہ دکھایا جاتا ہے۔ مقدمات میں معجزہ، طاعونی اموات میں معجزہ۔ غرض آپ مجسم معجزہ ہیں اور دعوی سے کہتے ہیں کہ میں بے شمار آسمانی نشان دکھا چکا ہوں۔

...(آپ کی) تاویلیں بھی بے معنی اور قابل مضحکہ۔ کہا جاتا ہے کہ مسیح کا ایک نشان یہ ہے و ان مّن اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته ...یعنی عیسی مسیح پر تمام اہل کتاب ان کی وفات سے پہلے ایمان لائیں گے اور یہ ان کا باہمی اختلاف مٹ جائے گا۔ تو آپ اس صاف اور صریح آیت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ لیؤمننّ

ماضی کا صیغہ ہے یعنی اہل کتاب عیسی مسیح کے واقعہ صلیب پر ایمان لا چکے ہیں...

کوئی پوچھے کہ مقصود مسیح پر ایمان لانا ہے یا واقعہ صلیب پر؟ نیز آیت میں قبل موتہ حشو ٹھہرتا ہے کیونکہ ایمان لانے کو موت وحیات سے کیا علاقہ؟ عیسائیوں کا ایمان بے شک صلیب پر ہے مگر یہود کا ایمان صلیب اور کفارہ پر کہاں ہے؟ یہود اچھلے کودے ضرور کہ انّا قتلنا المسیح مگر خوشی کی اچھل کود پر ان کا ایمان ایسا ہی ہے جیسا مرزا اور مرزائیوں کا وفات مسیح پر اور اس صورت میں یہودیوں اور مرزائیوں میں کیا فرق رہا؟ انہوں نے بھی مسیح کو مارا، انہوں نے بھی۔ دونوں پلڑے برابر ہو گئے خداتعالی تو یہود کے دعوی قتل وصلیب کی تردید فرمائے کہ وما قتلوہ وما صلبوہ اور مرزا اور مرزائی یہود کے ہم خیال ہو کر کہیں کہ قتلنا قتلنا یعنی ہم نے مارا، ہم نے مارا۔ (شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ یکم نومبر ۱۹۰۳ء ص ۵۔۶)

☆ ایک دفعہ . وہی ممات مسیح . کے عنوان سے مولانا شوکت نے لکھا:

مرزاجی نے یہودی بن کر عیسے مسیح کو جو ان کے نزدیک ایک مہذب انسان بھی نہ تھا، چہ جائے کہ رسول، اس لئے مارا کہ تمام یورپ ایسے شخص کی پرستش کرتا ہے اور اس کو مسلمان اولوالعزم نبی مانتے ہیں۔ اور میں جو... نہ صرف عیسی مسیح بلکہ سب انبیاء سے افضل ہوں، مجھے سب ملعون سمجھتے ہیں۔ ایک عیسائی بھی مجھ پر ایمان نہیں لایا۔ پس جھلاّ جھلاّ کر عیسی مسیح کو گالیاں دیتے ہیں اور ان کی کسی صفت کو ٹھنڈے پیٹوں کلیجے سے نہیں مانتے۔...

ہر نبی نے اپنے سے پہلے نبی کو مانا ہے اور قرآن مجید نے تو تمام انبیاء کو یکساں ماننے کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا شرع لکم من الدّین ما وصّی بہ نوحاً و الّذی اوحینا الیک وما وصّینا بہ ابراھیم و موسی وعیسی۔ اور فرمایا اخذ نا من النّبیّین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسی و عیسی ابن مریم دیکھو پانچوں اولوالعزم انبیاء کے اسماء مصرحاً ومفصلاً موجود ہیں۔ پھر مکاری تو دیکھئے جب تعرض کیا جاتا ہے کہ تم کلمۃ اللہ عیسے بن مریم کو کیوں گالیاں دیتے ہو؟ تو جواب دیا جاتا ہے کہ ہم تو نصاری کے یسوع مسیح کو گالیاں دیتے ہیں، نہ کہ عیسی مسیح علیہ السلام کو۔

کوئی پوچھے کہ دو مسیح کون سے ہیں؟ قرآن میں تو اسی عیسی مسیح کا ذکر ہے جس کو یہود نے صلیب پر چڑھا کر قتل کرنا چاہا مگر خدا نے اس کو زندہ اٹھا لیا۔ اور مرزا جی بھی یسوع کے ہلاک کرنے پر قلم کا بغدا چلا رہے ہیں جس کے وہ رقیب ہیں اور جس کی عظمت ان کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔

پھر قرآن میں تو حکم ہے کہ بت پرستوں کو بھی گالیاں نہ دو، چہ جائے کہ انبیاء کو لا تسبّوا الّذین یدعون من دون اللّه ۔لیکن مرزا صاحب کے ملہم نے ان پر الہام کر دیا ہے کہ عیسی مسیح کو گالیاں دے کیونکہ اس نے اپنے اکلوتے بڑے بیٹے کو چھوٹے لے پالک (مرزا) کی خاطر عاق کر دیا ہے ۔ اور قاعدہ بھی ایسا ہی کہ انسان کو چھوٹی اولاد بڑی اولاد سے زیادہ عزیز ہوتی ہے ۔ لاز آف نیچر بھی اسی طرح جاری ہیں ورنہ اولاد کی پرورش نہ ہو سکے ۔...

مرزا جی کہتے ہیں کہ بل رّفعه اللّهمیں رفع کے معنی عزت کی موت کے ہیں ۔ بھلا جب یہودیوں کا مدعا عیسی مسیح کے قتل اور صلیب میں پورا ہوا، اور وہ ہلاک کئے گئے تو یہ عزت کی موت ہوئی یا ذلت کی؟ اور اگر مرزا جی افغانستان جا کر اپنی بروزیت کا اعلان دیں اور افغانی ان کو پکڑ کر پھانسی پر لٹکا دیں تو یہ عزت کی موت ہوگی یا ذلت کی ؟ پھر کیوں نہیں افغانستان جاتے ؟ ہندوستان میں تو ان کی زندگی ذلت کی ہے ۔ اس ذلت سے کیوں نہیں نکلتے ۔..

یہود تو یہ کہیں کہ انّا قتلنا المسیح ابن مریم اور اس پر اچھلیں کودیں اور خدا تعالی وماقتلوه و ما صلبوه سے ان کی تکذیب کرے ۔ مگر مرزا جی یہود کا ساتھ نہ چھوڑیں ۔ اور انہی کے ساتھ مارے خوشی کے بغلیں بجائیں کہ اچھا ہوا، وہ ایسا تھا اور ویسا تھا ۔ کوڑھیوں وغیرہ کو اچھا اور مردوں کو زندہ کرنے کا دعوی کرتا تھا ۔ خدا فرماتا ہے واذ کففت بنی اسرا ئیل عنک اذ جئتم بالبیّنا ت فقال الّذ ین کفروا ان هذا لسحر مّبین ۔(مائدہ) یعنی اللہ تعالی قیامت کے دن عیسی کو فرمائے گا کہ میری نعمتیں یاد کر ۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ تم بنی اسرائیل کے پاس معجزات لائے اور انہوں نے معجزات دیکھ کر تم پر دست درازی کی تو ہم نے ان کا ہاتھ تم سے روکے رکھا یعنی انہوں نے صلیب پر چڑھا کر قتل کرنا چاہا مگر ہم نے تم کو بچایا ۔ اگر عیسی علیہ السلام

حسبِ عقائد مرزا جی وفات پا جاتے تو امتنان کس شئے کا تھا اور نعمتوں کا گنوانا کیسا ؟ اس سے خدا تعالی کا (نعوذ باللہ) کذب لازم آتا ہے اور ایسا اعتقاد کفر ہے

جس طرح خدائے تعالی نے یا عیسی بن مریم اذکر نعمتی علیک فرمایا۔اسی طرح بنی نضیر نے آنحضرت ﷺ کی نسبت بدارادہ کیا تو ان کے شر سے آپ کو بچایا اور الٹا انہیں پر وبال جلا وطنی اتارا اور پھر یہ نعمت یوں یاد دلائی

یا ایّھا الّذین آمنوا اذکروا نعمت اللّٰہ علیکم اذ ھمّ قوم ان یّبسطوا الیکم فکفّ ایدیھم عنکم ۔ یعنی اے مسلمانوں تم اللہ کی نعمت یاد کرو جب کفار نے تم پر دست درازی کرنی چاہی تو ہم نے ان کا ہاتھ تم سے روکا۔ .....

مرزا جی اپنی موعودیت کا دارو مدار مسیح کی موت پر رکھتے ہیں کیونکہ جب خود عیسی زندہ ہیں اور وہ تشریف لائیں گے تو مرزا جی مسیح موعود نہیں بن سکتے، حالانکہ یہ ان کی اپنی طفل تسلی اور کسراب بقیعۃ یحسب الظمأن ماء کی مصداق ہے ۔ یہ قضیہ لزومیہ یا اتفاقیہ ہے کہ کشمیر میں عیسی وفات پائیں تو ان کے انیس سو برس بعد مرزا جی قادیان میں مسیح بن کر خروج کریں ۔ زید کی موت پر عمر کی حیات کا مترتب ہونا عجیب لزوم ہے ۔ پھر اس قدر عرصہ کے بعد یہ کیا لازم وملزوم ہیں ۔ انفکاک وانفصال بھی ہو جاتا ہے اذا کانت الشّمس طالعۃ فانّہ بان موجود میں تو مقدم وتالی لازم وملزوم ہیں ۔ یہ نہیں کہ آفتاب تو آج طلوع کرے اور دن سوا ستائیس روز کے بعد موجود ہو ۔لیکن یہ وہ جانے جو قواعد اور اصول نظریہ سے واقف ہو۔

یاد رکھو کہ قرآن کے سیاق وسباق اور نصوص قطعیہ اور لغت عرب اور علم بیان ومعانی اور فصاحت قرآنی سے تو مرزا جی کا مدعا یعنی ممات مسیح ثابت نہیں ہوسکتی، البتہ تاویل کی لال کتاب سے جونپور کے قاضی جی مسخ ماہیت کر کے مبعوث ہوں تو مضائقہ نہیں۔

آیت ما قتلوہ و ما صلبوہ بالکل صاف وصریح قطعی اور یقینی ہے ۔اور اس کا منکر ملحد اور مرتد اور کافر اور جہنمی ہے کیونکہ وہ قرآن کا منکر ہے ۔مرزا جی کہیں کہ ہم اس کے منکر نہیں بلکہ حیات مسیح کے منکر ہیں ۔ ہم کہیں گے کہ قتل اور صلیب کا نتیجہ موت ہے ۔جب آپ ایک شئے کے نتیجے کے منکر ہوئے تو خود اس شئے کے منکر ہو گئے جب کہ عیسی مسیح مقتول ومصلوب ہی نہیں کئے گئے اور جناب باری نے مکرر تاکیداً فرمایا

وما قتلوہ یقیناً بل رفعه اللّٰه الیه تو موت کہاں سے آگھسی؟ آپ کا خیال تو جب ثابت ہوتا کہ رفعه اللّٰه کی جگہ اماته اللّٰه ہوتا۔ حالانکہ عدم قتل پر موت کا مترتب ہونا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میں نے اپنی بی بی سے مباشرت تو کی نہیں مگر ایک سال کا سا پورا بچہ ہو پڑا۔

پھر رفع کے معنی موت کے کون سے رمال کی پوتھی یا قرعے سے نکالے گئے ہیں۔ کیا رافع الدرجات کے معنی ہالک الدرجات یا ممیت الدرجات کے ہیں۔ اور کیا رفعه اللّٰه مکاناً علیّاً کے معنی اماته اللّٰه مکاناً علیّاً۔ اور الیه یصعد الکلم الطّیّب والعمل الصّالح یرفعه کے معنی العمل الصالح یموته کے ہیں؟ یہ معنی تو کلام الٰہی کو مہمل اور بے معنی کرنے والے ہیں۔

مرزا جی اپنے دعویٰ کی تائید میں آیت متوفّیک و رافعک الیّ پیش کرتے ہیں۔ یہ آیت ان کے دعویٰ کے موافق جب مفید ہوتی کہ مذکورہ بالا آیت میں بل توفّاہ و رفعه اللّٰه ہوتا۔ دوم جب آپ بل رّفعه اللّٰه میں رفع کے معنی موت کے لیتے ہیں تو متوفّیک و رافعک دونوں میں سے ایک کا ضرور حشو لازم آتا ہے اور کلام الٰہی حشو و زوائد سے پاک ہے۔

پھر مرزا جی یہود کے حامی ہیں جو عیسیٰ کا قتل ہونا اور مرنا چاہتے تھے نہ کہ عیسیٰ مسیح کے، جن کے وہ موعود و مثیل اور چھوٹے لے پالک بھائی ہیں۔ یقیناً ایسے ہی بھائی ہیں جیسے یوسف کے بھائی خون کے پیاسے تھے۔

جب عیسیٰ مسیح مقتول و مصلوب ہو کر مر گئے تو یہود کے کلیجہ میں ٹھنڈک پڑ گئی۔ اور ان کا مقصد پورا ہوا۔ خدائے تعالیٰ کی کوئی حکمت و قدرت نہ چلی اور مکروا و مکر اللّٰه و اللّٰه خیر الماکرین غلط ہو گیا کیونکہ ان کا مکر چلا، نہ کہ خدا کی تدبیر.....

پھر آیت کتب اللّٰه لا غلبنّ انا و رسلی کے خلاف ہوا کیونکہ عیسیٰ مسیح قتل ہو کر مر گئے تو یہودی غالب رہے، نہ کہ رسول (عیسیٰ) اور نہ خدا تعالیٰ۔

(شحنہ ہند میرٹھ جلد ۲۱۔۲۳۔ضمیمہ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۱ تا ۴)

عمرپوری دربارہ حیات مسیح

حیات ومماۃ مسیح پر مولانا عبدالجبار عمرپوری کی ایک تحریر ضمیمہ شحنہ ہند میں قسط وار شائع ہوئی۔ ذیل میں اسے مختصراً نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا عبدالجبار فرماتے ہیں:

جس زمانہ میں مرزا صاحب نے براہین احمدیہ لکھی اہل اسلام کے موافق حیات مسیح کے قائل رہے جیسا کہ براہین احمدیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اسوقت مسیحائی کا دعوی نہ کرسکے۔ لیکن جب عوام کالانعام نے تعریفوں کے پل باندھے اور مریداں مے پرانند کا زورشور ہونے لگا تو مرزا صاحب جامہ سے باہر ہوگئے اور مسیحائی کا دعوی کر بیٹھے۔ زمانہ سابق شاید آپ کو یہ الہام ہوا ہوگا کہ حضرت عیسےؑ زندہ موجود ہیں، پھر دوسرا الہام اس کا ناسخ یہ ہوا کہ وہ فوت ہوگئے اور خود بدولت ان کے قائم مقام ہوئے گویا حق تعالی نے جو پہلے خبر دی تھی پھر خود بخود اس کی تکذیب فرمائی معاذ اللہ اسلئے کہ نسخ احکام وانشائیات پر وارد ہوتا ہے، اخبار وواقعات پر نہیں ہوتا۔

آمدم برسر مطلب آیہ کریمہ و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبّہ لھم.. الخ ، میں اگر انصاف سے نظر کی جائے تو معلوم ہو جائے کہ حضرت مسیح فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ موجود ہیں۔ اس لئے کہ آیت مذکورہ میں بظاہر تین صورتیں ہوسکتی ہیں کیونکہ یہاں حق تعالی نے قتل کی نفی فرمائی ہے اور نفی کیلئے ضروری ہے کہ یا تو مفعول پر مقصور قرار دی جائے یا فاعل پر یا فعل پر۔

اگر آیت مذکورہ میں نفی کا قصر مصرف صرف مفعول پر مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ یہود نے صرف حضرت مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ اس کے خلاف یہ ہوگا کہ مسیح کے سوا کسی اور شخص کو قتل کیا۔

اگر نفی کا قصر فاعل پر قرار دیا جائے کہ یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا تو اس کے خلاف یہ ہوگا کہ یہود کے سوا کسی اور شخص نے قتل کیا۔

اور اگر نفی کا قصر فعل پر قرار دیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ عیسیٰؑ نہ قتل کئے گئے نہ سولی دیے گئے بلکہ اور کسی وجہ سے مر گئے۔

ان وجوہ ثلاثہ میں سے صرف وجہ اول صحیح و درست اور باقی ناموزوں و غلط ہیں، کیونکہ نفی قتل کے بعد حق تعالی نے فرمایا ولکن شبّہ لھم ۔اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قتل کی نفی مفعول یعنی حضرت مسیح پر مقصور ہے کیونکہ شبہ پیدا ہونے کا یہی موقع ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیح قتل کئے گئے یا کوئی شخص مارا گیا، یہود کے لئے اشتباہ کا موقع یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ قتل کرنے والے وہ لوگ یعنی یہودی تھے یا کوئی اور شخص تھا۔ ایسا ہی یہ بھی موقع اشتباہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت مسیحؑ قتل کئے گئے یا کسی اور وجہ سے مر گئے۔

اگر آیت کا یہ مطلب ہے کہ مسیحؑ کو یہود نے نہیں مارا بلکہ اور کسی نے مارا، تو اس صورت میں فعل کی اسناد اس فاعل و قاتل کی جانب ہونی چاہیے اور یہود کا ذکر یا تو باسم ظاہر ہونا چاہیے، یا ضمیر منفصل کے ساتھ یعنی و ما قتلہ الیھود

اگر یہ مطلب ہے کہ مسیح قتل نہیں کئے گئے بلکہ اور وجہ سے مر گئے تو اس صورت میں یہ کہنا کافی تھا ما قتلہ احد یعنی ان کو کسی نے نہیں مارا یہ کہنا کہ یہود نے ان کو قتل نہیں کیا، بالکل فضول ہے۔

آیت کریمہ کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ یہود نے مسیح کو نہ قتل کیا، نہ سولی پر چڑھایا، لیکن کسی ایسے شخص کو قتل کیا جو ان کے لئے از روئے مکر کے مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا و مکروا و مکر اللّٰہ یعنی یہود نے مسیح کے بارہ میں مکر کیا اور قتل کرنا چاہا۔ اللہ نے ان کا مکر توڑا یعنی اور شخص مسیح کا ہم شکل بنایا۔

جب اللہ تعالی نے مسیح کے مقتول و مصلوب ہونے کی نفی فرمائی تو اس سے وہم ہوسکتا تھا کہ قتل و صلب ایسا امر ہے جو دیکھنے میں آتا ہے محض خیالی و فرضی نہیں۔ جب یہ امر مانا گیا کہ قتل و صلب کا وقوع ہوا تو مصلوب و مقتول کوئی شخص ہونا چاہیے۔ اگر حضرت عیسیٰؑ نہیں تو اور کوئی ہونا چاہیے۔

تو اس وہم کو دفع کرنے کے لئے اللہ تعالی نے و لکن شبّہ لھم فرمایا۔ پر اس کے بعد زبان تصریح کے ساتھ فرمایا وما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ۔ فعل شبّہ لھم کے پہلے قتلوا محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے و ما قتلوہ و ما

صلبوہ و لکن قتلوا من شبّہ لھم یعنی یہود نے مسیح کو نہیں مارا بلکہ اس شخص کو مارا جو ان کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حرف لکن مخففہ جب واؤ عاطفہ کے ساتھ مفعول ہوتا ہے تو اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جملہ معطوف الیہ کامل طور پر مذکور اور معطوف کا ایک حصہ محذوف ہوتا جیسا کہ فرمایا ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیّین یعنی و لکن کان رسول اللّٰہ اسی طرح آیت مذکورہ کی تقدیر یوں ہے و لکن قتلوا من شبّہ لھم۔

مرزا صاحب اور ان کے حواری آیہ کریمہ و ما قتلوہ و ما صلبوہ کے متعلق عجیب رنگ آمیزی و ابلہ فریبی سے کام لیتے ہیں لیکن وہ تار عنکبوت سے زیادہ پائیدار نہیں ہوتی۔ لکھتے ہیں کہ ما صلبوہ کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ صلیب پر نہیں مارے گئے کیونکہ مصلوب اس کو کہا جاتا ہے جس کی موت صلیب پر واقع ہو۔ اور و لکن شبّہ لھم سے ایک وہم کو دفع کیا گیا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوا وہ یہ کہ ما صلبوہ سے سولی پر چڑھائے جانے کی بالکل نفی و تردید پائی جاتی تھی لیکن چونکہ سولی چڑھایا جانا درست تھا اور سولی پر مرجانا غلط اس لئے بواسطہ حرف استدراک اس وہم کو دفع کیا گیا یعنی سولی کا نتیجہ (موت) واقع نہیں ہوا صرف سولی کی صورت اور مشابہت پائی گئی، وغیرہ۔

(جیسا کہ حکیم نورالدین نے فصل الخطاب جلد ۲ ص ۳۱۲۔۳۱۳ میں لکھا ہے:۔ بعض یہود کہتے ہیں، ہم نے صلیب دی۔ اور یہ بھی غلط ہے۔ اس زمانے کی سولی یہ نہ تھی جیسے اس وقت ہوتی ہے۔ بلکہ آدمی کو کسی لکڑی پر ٹانگ دیتے تھے۔ اور مصلوب بھوکا پیاسا ایذائیں پاتا مدت کے بعد مرجاتا تھا۔ اگر جلدی اتارتے تو ہڈیاں توڑ ڈالتے۔ حضرت مسیح جلد اتارے گئے۔ مسیح کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں۔ پس قرآن کا یہ کہنا و ما صلبوہ بالکل سچ ہوگیا۔ عربی میں مصلوب اسی کو کہتے ہیں جس کی پیٹھ کی ہڈی توڑی جاوے۔ دیکھو قاموس لغت صلب۔ اور مسیح ہڈی توڑنے سے محفوظ رہے۔ دیکھو یوحنا ۱۹: ۳۳۔ ۳۴)۔

یہ تقریر جہالت سے معمور سفاہت سے بھرپور ہے۔ اس لئے کہ صلب کے معنی لغت میں سولی پر چڑھانا ہے۔ چڑھا کر مارنے کا کتب لغت میں پتہ و نشان نہیں۔ مرزا صاحب اور ان کے حواری بتائیں کہ صلیب کے معنی سولی پر چڑھا کر مارنے کے ہیں تو صرف سولی پر چڑھانے کیلئے عربی میں کونسا لغت ہے۔ اگر کوئی لغت نہیں تو معلوم ہوا

کہ زبان عربی ناقص ہے ورنہ آپ کا قصور ہے۔ بیشتر افعال کے لئے جو الفاظ موضوع کئے گئے ہیں ان کے اصلی اور واقعی معنی وہی ہوتے ہیں جو ابتدائی اور نتیجہ سے خالی ہوتے ہیں۔ نتیجہ اور ثمرہ ہرگز معنی میں داخل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے لفظ زیادہ کرنے کی ضرورت ہوتی۔ مثلاً نکاح کے اصل معنی ایجاب وقبول کے ہیں اور ہم بستری یا تولد اولاد اس کا نتیجہ ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ فلاں مرد نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس سے متبادر ایجاب وقبول ہوتا ہے، اولاد کا تولد ہرگز مفہوم نہیں ہوتا اور اس کی مثالیں بہت ہیں۔ اور و لکن شبّه لهم کی نسبت جو لکھا ہے کہ دفع وہم کے لئے آیا ہے، تو پہلے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ما صلبوه سے وہم کیونکر پیدا ہوا۔ جب صلب کے معنی صرف سولی پر چڑھانا ہے، چڑھا کر مارنا ہرگز نہیں، تو نہ وہم مذکور پیدا ہوتا ہے نہ اس کے دفع کی ضرورت ہے۔..

....سخت افسوس کا مقام ہے کہ حق تعالیٰ حضرت مسیح کے بارہ میں اس طرح فرماتا ہے و اذ كففت بني اسرا ئيل عنك ...یعنی ہم نے یہودیوں کو تیری طرف سے روک دیا اور ہٹا دیا۔ یعنی تجھ کو وہ لوگ ہاتھ بھی نہ لگا سکے اور اس کے صریح خلاف مرزا فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح معاذ اللہ سولی پر چڑھائے گئے۔ یہ کلام اللہ کی صریح تکذیب ہے۔ آیہ مذکورہ میں حق تعالیٰ نے كففت فرمایا، نجيت نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ نجات دینے کی یہ صورت بھی ہوتی ہے کہ مصیبت اور رنج کے مبتلا ہونے کے بعد بچا لینا۔ جیسے حضرت یونسؑ کو مچھلی کے کوشک میں پہونچنے کے بعد نجات دی گئی اسی واسطہ فرمایا و نجّيناه من الغمّ اور حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالے جانے کے بعد نجات دی گئی۔ كففت سے یہ مطلب ہے کہ مصیبت آنے نہیں پائی، پہلے ہی دور کی گئی۔

مرزا قادیانی اور ان کے حواریوں نے وفات مسیح کے اثبات کے لئے طرح طرح کے حیلے کئے۔ کبھی آیات قرآنیہ میں لغو اور بے بنیاد تاویلیں کیں، جب اس سے کام نہ چلا تو فلسفی مغالطے دینے شروع کئے اور حضرت مسیح کے آسمان پر تشریف لے جانے کو خلاف قانون قدرت اور خلاف عقل بتانے لگے، یعنی ایک جسم خاکی کا زمین سے آسمان پر صعود کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ زمین اپنی بے انتہاء قوت سے کشش کرتی ہے اور انسانی جسم، جو زمین کے مقابلہ میں کمتر اور بہت کوتاہ ہے، اس کی پرزور اور بے انتہاء

قوت کو کس طرح مغلوب کر سکتا ہے اور کیونکر اوپر جا سکتا ہے، اور کرّہ ہوائی سے باہر جا کر بغیر ہوا کے کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔ وغیرہ۔ لیکن مرزا صاحب کی یہ لغو باتیں دروغ گورا حافظہ نباشد کی مصداق ہیں۔ خود ہی سرمہ چشم آریہ میں لکھ چکے ہیں کہ:

قانون قدرت کسی طرح محدود نہیں اور عقل انسانی کے احاطہ میں نہیں آ سکتا۔ بہت سی باتیں اس قسم کی ہیں کہ انسان کوتاہ اندیشی کے سبب سے ان کو غیر ممکن اور خلاف قیاس تصور کرتا ہے لیکن جب ان کا ظہور ہو جاتا ہے تو آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ ملک فرانس میں ایک بار زلزلہ کے سبب سے ایسی آگ پیدا ہوئی کہ پتھر کو جلا کر خاک کرتی تھی لیکن لکڑی کا اس سے بال بھی بیکا نہ ہوا۔ لہذا اس ظہور سے پہلے اگر اس کا تذکرہ کیا جاتا تو عقل کے خلاف بتایا جاتا۔ اگلے فلاسفہ نے جو باتیں بیان کیں پچھلے فلسفیوں نے ان میں سے بہت باتوں کو غلط کر دکھایا، ایسے ہی جو باتیں اب زور شور کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں آئندہ وہ بھی غلط قرار دی جائیں گی۔ اس سے صاف طور پر اندازہ ہوتا ہے کہ فلسفہ محض ظنی اور خیالی ہے اور مذہب اسلام بحمد اللہ یقینی اور آفتاب سے بڑھ کر روشن ہے اور اس کی کوئی بات غلط نہیں ہوسکتی۔

اب مرزا صاحب کو کیا خواب نظر آیا کہ قانون قدرت ان کے نزدیک محدود ہو گیا، اور ان کی ذرہ سی کھوپڑی میں سما گیا۔ جسم خاکی کا آسمان کی طرف صعود کرنا محال سمجھا جاتا ہے، اور یہ نہیں دیکھا جاتا کہ انسان اپنی ضعیف قوت سے مٹی یا پتھر کا ڈھیلا اوپر پھینکتا ہے تو وہ زمین کی بے انتہاء قوت اور کشش کو مغلوب کر کے دور تک پہنچ جاتا ہے۔ پرند جانور پرواز کرتے کرتے اوپر پہنچ جاتے ہیں۔ جب انسانوں اور پرندوں کی قوت کا اس قدر اثر نمایاں ہوتا ہے تو قادر مطلق رب العالمین کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ اپنی قدرت سے حضرت مسیح کو آسمان پر نہیں پہنچا سکتا، کس قدر جہالت اور حماقت بلکہ جنون ہے۔ مرزا صاحب وغیرہ کی یہ باتیں نئی نہیں بلکہ انبیاء کے مقابلہ میں کافروں نے ہمیشہ اسی قسم کی جہالتوں کو سپر بنایا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ذکر ہے و قالوا أاذا کنّا عظاماً و رفاتاً أانا لمبعوثون خلقاً جدیداً۔ یعنی جب ہم مرنے کے بعد ریزہ ریزہ اور بوسیدہ ہو جائیں گے تو دوبارہ کس طرح زندہ ہو سکتے ہیں۔ کرّہ ہوائی سے باہر جا کر زندگی محال سمجھی جاتی ہے لیکن یہ نہیں خیال کیا جاتا کہ رحم میں چند ماہ تک بچہ کیونکر زندہ رہتا ہے اور بیضہ کے اندر کیونکر جاندار پیدا ہو جاتا ہے۔

(شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ جات ۲۴۔اگست، و یکم ستمبر و ۱۶ستمبر۱۹۰۴ء)

مسیح موعود

قاضی محمد سلیمان منصور پوری فرماتے ہیں:

مرزا صاحب نے اپنے مسیح موعود ہونے کا مضمون ازالہ اوہام صفحہ۶۵۲ سے شروع کیا ہے۔آغاز مضمون میں لکھتے ہیں:

اب ثبوت اس بات کا کہ وہ مسیح موعود جس کے آنے کا قرآن کریم میں وعدہ دیا گیا ہے یہ عاجز ہی ہے ان تمام دلائل اور علامات اور قرائن سے جو ذیل میں لکھتا ہوں، ہر ایک طالب حق پر بخوبی کھل جائے گا۔

ازانجملہ الآیات بعد المائتین حدیث میں آیا ہے۔الآیات سے آیات کبریٰ مراد ہیں جو تیرھویں صدی میں ظہور پذیر ہوں گی، چنانچہ اس وقت میں نے ہی دعویٰ کیا ہے۔

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ حدیث کا ترجمہ تو یہ ہے کہ نشانیاں دو صدیوں کے بعد ہیں۔مرزا صاحب نے یہ حدیث لکھ کر پھر اس سے تیرھویں صدی مراد لی ہے اس کے لئے انہوں نے دو قرینے قائم کئے ہیں۔اول یہ کہ الآیات سے مراد آیات کبریٰ ہیں، کیونکہ آیات صغریٰ تو نبی ﷺ کے وقت مبارکہ ہی سے ظاہر ہونی شروع ہوگئی تھیں۔ دوم علماء کا اتفاق.

میں (قاضی سلیمان) کہتا ہوں کہ الآیات سے کبریٰ ہی مراد لیں تب بھی حدیث کے یہی معنی ہیں کہ دوسری صدی کے بعد آیات کا ظہور ہوگا کیونکہ بقول مرزا صاحب آیات صغریٰ تو خیر القرون ہی میں ظاہر ہونے لگی تھیں۔پس نبی ﷺ کا دو صدیوں کے بعد فرمانا اور آیات صغریٰ سے جو اس وقت بھی ظاہر ہو رہی تھیں، قطع نظر فرمانا صاف دلیل اس پر ہے۔ مرزا صاحب کا یہ کہنا بھی کہ علماء کا اتفاق اس حدیث کے معنی میں تیرھویں

صدی پر ہوا ہے، دوطرح سے غلط ہے۔ اول یہ کہ ان کے نزدیک اتفاق علماء کوئی شئے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب معنی آیات حیات مسیح میں کل مفسرین کے، اور معنی احادیث نزول مسیح میں کل محدثین کے، اور اصول تنقید احادیث میں تمام فقہاء و مجتہدین کے، اور الہام و کشف کو دلیل شرعی قرار دینے میں جمیع صوفیہ کرام و سالکین کے سخت مخالف ہیں۔ اور اسی لئے آپ نے نہایت جوش میں آکر یہ تحریر کیا ہے . امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے (ازالہ اوہام ص ۱۴۲) (غور فرمائیں امت کا لفظ صحابہ سے تا ایں دم تمام مسلمانوں پر حاوی وشامل ہے پھر تمام امت کے اتفاق واجماع کو کورانہ کہنے پر خیال کرو۔ کس طرح پر سب مسلمانوں کو بے بصر اور دور از بصیرت بتایا ہے حالانکہ حدیث مسلم میں یہ ہے کہ میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہوسکتا۔ اللہ نے بھی غیر سبیل المؤمنین کہہ کر اس اجماع کی تصدیق فرمادی۔ یاد رکھو المؤمنین میں الف لام استغراق ہے)۔ پس جس شخص کے نزدیک تمام امت کے اتفاق اور اجماع کا نام کورانہ ہے وہ اتفاق علماء کو ایک حدیث کے معنی میں کیا دلیل بنا سکتا ہے۔ دوم یہ کہ علماء کا اتفاق ہونا اس معنی پر غلط ہے، امام جعفر صادق کا یہی مذہب ہے کہ اس حدیث کی رو سے آیات کبری دو صدیوں کے بعد شروع ہو جائیں گی۔...

اگر ہم بالفرض تسلیم کرلیں کہ اس سے تیرھویں صدی مراد ہے تو پھر بھی مرزا صاحب کے لئے یہ حدیث کچھ مفید نہیں، کیونکہ الہام نے عہدہ مسیحائی پر ان کو چودھویں صدی میں ممتاز کیا اور تیرھویں صدی میں خود مرزا صاحب بھی یہی مذہب اور اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت مسیحؑ بنفس نفیس جلالی طور پر اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ پس اگر یہ جائز ہے کہ الآیات بعد المائتین کی حدیث کو تیرھویں صدی کے متعلق کہہ سکیں تو یہ بھی جائز ہے کہ اس حدیث کو تئیسویں صدی کے متعلق بتا سکیں کہ جس طرح تیسری صدی کو خالی دیکھ کر کسی نے یہ گمان کیا تھا کہ مأتین کا تعلق ہزار کے ساتھ ہے اور بیچ کی صدیوں سے بکلی قطع نظر کر لی تھی اسی طرح تیرھویں صدی کو خالی دیکھ کر ہر ایک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ مأتین کا تعلق الفین (دو ہزار) سے ہوگا۔ اس حدیث میں نہ تیرھویں صدی کی تخصیص ہے اور نہ مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کی تنصیص۔

اچھا زیادہ سے زیادہ مرزا صاحب نے اگر تاویلات وتسویلات نفسانی سے کام لیا اور بڑے زور لگا کر یہ معنی پیدا کر لئے کہ حدیث کا تعلق تیرھویں صدی سے ہے اور حدیث

کے معنی ہی یہی ہیں کہ آیات کبریٰ کا آغاز تیرھویں صدی سے ہو، پھر بھی حدیث میں یہ دلالت کہاں ہے کہ مسیح موعود اسی صدی میں آئے گا۔ یا کل آیات کبریٰ ایک ہی صدی میں عدم وبطون سے نکل کر بروز وظہور میں آجائیں گی۔

۲۔ مرزا صاحب نے اپنے مسیح موعود ہونے کی دوسری دلیل مکاشفات اکابر اولیاء کو بتلایا ہے کہ یہ بزرگ بالاتفاق ظاہر کرتے ہیں کہ مسیح موعود کا ظہور چودھویں صدی سے پہلے یا چودھویں کے سر پر ہوگا۔ پھر لکھا ہے کہ اس وقت میں بجز اس عاجز کے اور کوئی دعویدار اس منصب کا نہیں ہوا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۸۵)

مرزا صاحب کی اس دلیل میں چند ضعف ہیں:

ا:۔ مکاشفہ کو دلیل ٹھہرانا خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ حدیث اس کی مخالف ہو۔ چودھویں صدی کے خلاف حدیث میں کئی طرح پر آیا ہے۔ اول بعد المأتین کی حدیث ہی پر غور فرمائیے۔ پھر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان اکابر کا کشف صاف اور تام نہیں، کیونکہ وہ خود چودھویں صدی پر جزم نہیں کر سکے۔ ان کے کلام میں حرف یا موجود ہے جو شک کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ پس جب خود ان کے نزدیک اس پر جزم صحیح نہیں تو مرزا صاحب کو اس پر جزم وحصر کرنا کب درست و روا ہے۔

ب:۔ جن اکابر اولیاء کے مکاشفات کو دلیل ٹھہرایا ہے ان کا نام تک نہیں لکھا۔ لازم تو یہ تھا کہ آپ ان کی اصل عبارتیں نقل کرتے اور اکابر کے اسماء گرامی سے اطلاع دیتے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے حوالہ ونقل کا بھی میں تو بہت کم اعتبار رکھتا ہوں کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے کئی جگہ آیات قرآنیہ میں سے کئی جملے اور احادیث میں سے کئی فقرے اور بائبل میں سے کئی ورس قلم انداز کر دیئے ہیں۔ بایں احوال، مجرد یہ کہہ دینے سے کہ اکابر اولیاء یوں کہتے ہیں، کب اعتبار ہو سکتا ہے؟

ج:۔ محض دعویٰ کو دلیل بنایا ہے یعنی چونکہ اس وقت میں نے دعویٰ کیا لہٰذا میں سچا ہوں۔ حالانکہ کوئی بدمعاش اور عیار بھی کوئی ایسی کاروائی زور وفریب کی نہیں کرتا جب تک اس کے پاس یہ باور کرنے کی وجہ نہ ہو کہ یہ کاروائی اس کی برمحل اور بروقت سمجھی جائے گی۔

د:۔ پھر یہ دوسری دلیل بھی وہی ہے، جو پہلی دلیل تھی۔ پہلی میں علماء کے اتفاق اور اپنے اظہار دعویٰ کو دلیل ٹھہرایا تھا، دوسری میں بھی اولیاء کے اتفاق اور اپنے دعویٰ کو دلیل ٹھہرایا

ہے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ مرزا صاحب شمار دلائل کے زیادہ کرنے کی فکر میں ہیں۔

۳۔تیسری دلیل مرزا صاحب کی یہ ہے:

ازانجملہ مسیح موعود ہونے کی یہ علامت ہے کہ دجال اوراس کا گدھا، ریل خروج کر چکا یاجوج ماجوج، دابۃ الارض، دخان ظاہر ہو چکے۔ایسے وقت میں مسیح موعود کا دعوی اس عاجز نے کیا ہے۔۔

مرزا صاحب کو یہ امر دریافت کرلینا چاہیے کہ دجال اوراس کے گدھے، یاجوج ماجوج، دابۃ الارض، دخان اور مسیح موعود میں کوئی تلازم اوران کے ظہور میں کوئی ترتیب ہے یا نہیں۔کیوں کہ جس طرح پر انہوں نے یہ تمام نام احادیث سے لئے ہیں (گو ان کی نوعیت اور ماہیت وکیفیت میں اختلاف کیا ہے)اسی طرح ان کو احادیث کی بیان کردہ ترتیب اور تلازم پر بھی خیال رکھنا چاہیے تھا۔

دجال ان کی رائے میں پادری ہیں۔پادری لوگ تو شیوع اسلام سے پہلے سے چلے آتے ہیں اور صدیوں سے برابر اسلام کے ساتھ معاندانہ مقابلہ کرتے چلے آئے ہیں۔سپین،غرناطہ،شام میں ان پادریوں کے طفیل جو تیغ بے دریغ لاکھوں مسلمانوں کی گردن پر چل چکی ہے، وہ ارباب تواریخ سے مخفی نہیں،مگر تعجب ہے کہ اس ضرورت شدید کے وقت میں بھی مسیح نہ آیا۔شائد یہ عذر تھا کہ ہنوز اس دجال کے پاس گدھا موجود نہیں۔خیر عرصہ گذرا کہ اس کا گدھا بھی چل نکلا مگر مسیح اس وقت بھی نہ آیا۔

یاجوج ماجوج آپ (مرزا) کی رائے میں روس وانگریز ہیں۔یہ دونوں سلطنتیں صدیوں سے قائم ہیں اور عرصہ سے ان کا درجہ دنیا کی اول درجہ کی سلطنتوں میں شمار ہوتا ہے اوران کی سطوت اور غلبہ قائم ہونے کے زمانہ کو بھی سینکڑوں برس ہو چکے ہیں۔مگر تعجب ہے کہ اس وقت بھی مسیح نہ نکلا۔

علماء اسلام کو آپ دابۃ الارض کہتے ہیں۔یہ دابۃ الارض تو عہد نبوی ہی سے موجود ہیں۔غرض دابۃ الارض کو نکلے ہوئے صدیاں گزرتی گئیں، مسیح کا ظہور ہونے میں نہ آیا

دخان کی تعبیر آپ نے قحط شدید سے کی ہے۔یہ بھی عہد نبوی سے لاحق حال مملکت اسلام وغیر اسلام رہا ہے اور بایں ہمہ مسیح نے اس ممتد زمانہ میں منہ نہیں دکھلایا۔

مسیح موعود نے ظہور پکڑا بھی تو کب؟ جب ان امارات نے جن کا مسیح کے بعد

آنے کا ذکر تھا، سینکڑوں سال سے دنیا کو تباہ ویران کر رکھا ہے۔ جناب مرزا صاحب آپ کی یہ بیان کردہ تاویلات ہی بتلا رہی ہیں کہ آپ مسیح موعود نہیں ہیں۔ اگر مسیح موعود ہوتے تو ضرور تھا کہ دجال کے بعد اور یاجوج ماجوج، و دابۃ الارض سے پہلے تشریف لاتے۔ اگر آپ کو اصرار ہے کہ آپ ضرور مسیح موعود ہیں تو آپ کی تاویلات دابۃ الارض، یاجوج ماجوج وغیرہ صحیح نہیں اور جب یہ صحیح نہیں تو اس کا نتیجہ بھی یہی ہے کہ آپ مسیح نہیں ہیں۔

۴۔ مرزا صاحب کی چوتھی دلیل یہ ہے:

اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کی علامت یہ ہے کہ مسیح حضرت موسیٰ سے چوداں سو برس بعد یہودیوں کی اصلاح کیلئے آیا جب توریت کا مغز اور بطن یہودیوں سے اٹھایا گیا۔ علی ہذا ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز آیا۔

مرزا صاحب کی اس دلیل میں بھی غلطیاں ہیں:۔

۱۔ مسیح حضرت موسیٰ سے ۱۴ سو برس بعد نہیں بلکہ سولہ سو برس بعد آئے۔ بائیبل دیکھ لو۔ اور ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۸ پر اپنا اقرار ملاحظہ کر لو کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت موسیٰ سے بائیس صدیوں کے بعد ہوئے۔ سنہ عیسوی وہجری۔۔ گواہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ مسیح سے ۵۷۰ برس بعد ہوئے جس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت مسیح حضرت موسیٰ سے ۱۶ صدیوں کے بعد ہوئے۔

بالفرض مسیح چودہ صدیوں کے بعد آئے تھے تب بھی توافق زمانہ نہ رہا کیونکہ مرزا صاحب اپنے سال پیدائش کے لحاظ سے تو بارہ صدیوں کے بعد اور سال دعویٰ کے اعتبار سے کامل تیرہ صدیوں کے مسیح ہوئے ہیں۔ بہرحال اگر یہ قاعدہ مان لیا جائے تو جس قدر عرصہ کے بعد حضرت موسیٰ سے حضرت مسیح ہوئے تھے، اسی قدر عرصہ کے بعد حضرت محمد ﷺ سے مثیل مسیح ہو۔ تب بھی تاریخ کی رو سے مسیح موعود کے آنے میں خواہ وہ اصل ہوں (ہمارے مذہب کے موافق) یا مثیل (مرزا جی کے موافق) تین صدیاں اور آپ کی منہ مانی مدت کی رو سے پوری ایک صدی باقی ہے۔

غرض اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ دلیل بھی غلط ہے اور مرزا صاحب مسیح موعود نہیں۔

۵۔ مرزا صاحب کی پانچویں دلیل یہ ہے: ازانجملہ یہ ضرور تھا کہ آنے والا ابن مریم

الف ششم کے آخر میں پیدا ہوتا۔ سو وہ یہی عاجز ہے۔

اس میں بھی چند مغالطے اور غلطیاں ہیں۔ مغالطہ یہ ہے کہ آنے والے ابن مریم کے لئے پیدا ہونے کا لفظ استعمال کیا، تا سمجھا جائے کہ وہ آسمان سے اترنے والا نہ ہوگا اور لوگ دھوکے میں پڑ جائیں کہ مسیح کی پیدائش کا احادیث میں ذکر صریح ہے۔

اس امر کا ثبوت کہ اس کا الف ششم میں پیدا ہونا ضروری ہے، مرزا صاحب کے کلام میں تو ملتا نہیں، ان کے سینہ میں ہو تو ہو۔

اپنے آپ کو آدم اور ابن مریم آخر الخلفاء بنانے میں براہین احمدیہ کے جو حوالے مرزا صاحب نے دیئے ہیں، وہ بے سود ہیں کیونکہ نزول مسیحؑ کے بارہ میں جو کچھ انہوں نے براہین میں تسلیم کیا تھا، اب وہ اسے صحیح نہیں سمجھتے اور جائز رکھتے ہیں کہ براہین کا اتنا حصہ غلط اور پرانے خیالات کا فوٹو تسلیم کیا جائے۔ لہذا اب ان کا کیا حق ہے کہ اسی کتاب کے دوسرے حصے کو بطور نص قطعی کے پیش کریں اور اسے مان بھی لیا جائے۔ ماسوا اس کے جو حوالے مرزا صاحب نے دیئے ہیں بالکل بے سود ہیں۔ الہام جو موافق شرع ہو وہ مفید ظن ہے۔ ورنہ مفید ظن بھی نہیں۔

۶۔ مرزا صاحب کی چھٹی دلیل از انجملہ نزول مسیح کی یہ علامت لکھی ہے کہ دو فرشتوں کے پروں پر اپنی ہتھیلیاں رکھے ہوئے ہوگا۔ یہ اس امر کا اشارہ ہے کہ اس کا دایاں اور بایاں ہاتھ جو تحصیل علوم عقلی اور انوار باطنی کا ذریعہ ہے، آسمانی موکلوں کے سہارے پر ہوگا، اور وہ مکتب اور کتابوں اور مشائخ سے نہیں بلکہ خدا تعالی سے علم لدنی پائے گا اور اس کی ضروریات زندگی کا بھی خدا ہی متولی اور متکفل ہوگا (ازالہ اوہام۔ ص ۶۹۷)، اسی لئے خدا نے نام متوکل رکھا ہے۔

اس بیان میں بھی بہت غلطیاں ہیں:

ا:۔ فرشتوں کے پروں پر اپنی ہتھیلیاں رکھی ہوئی ہوں گی۔ مرزا صاحب نے . رکھی ہوئی ہوں گی . سے یہ ظاہر کرنا چاہا کہ مدت العمر ان کی ہتھیلیاں فرشتوں کے پروں پر رکھی رہیں گی۔ چونکہ یہ طرز بیان قابل تاویل بن گیا تھا، لہذا آگے چل کر اس کی تاویل کر دی لیکن حدیث کے الفاظ یہ ہیں فینزل عندالمنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهزودتین واضعاً کفّیه علی اجنحة ملکین عیسی شہر دمشق کے شرق میں

سفید منارہ کے پاس زرد لباس پہنے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھ کر نازل ہونگے۔

ان کی تاویل کرنے کی حاجت نہیں۔ ماسوا اس کے تعجب خیز امر یہ ہے کہ یہ الفاظ جن کی تاویل کر کے اس کے مصداق مرزا صاحب خود بنتے ہیں، صحیح مسلم کی حدیث عن نواس بن سمعان کے ہیں (یہ پوری حدیث ہماری اس کتاب میں کسی جگہ منقول ہے)۔ اور اس حدیث کی نسبت مرزا لکھ چکے ہیں کہ اس کے مضامین عقل، شرع اور توحید کے خلاف ہیں۔ جب ان کا اس حدیث کی نسبت یہ اعتقاد ہے تو پھر اسی حدیث میں سے اپنی تائید کے الفاظ نکالنا اور اسے دلیل ششم بنانا کیا عقل، شرع توحید کے خلاف نہ ہوگا؟

ب:۔ وہ مکتب اور کتابوں اور مشائخ سے نہیں بلکہ خدا تعالی سے علم لدنی پائے گا۔

ازالہ کے صفحہ ۸۱۷ پر مرزا صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ وہ فضل احمد صاحب کے شاگرد ہیں اور مولوی مبارک علی، مرزا صاحب کے استاد زادہ ہیں۔ اسی طرح اور بھی بیسیوں استاد ہیں جن سے مرزا صاحب نے پڑھا اور علم حاصل کیا ہے۔ اندریں صورت مرزا صاحب اپنی نسبت کیوں کر کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی کے شاگرد نہیں۔ دراصل اس عبارت سے مرزا صاحب کا مقصود یہ ہے کہ نبی امی کا شرف خاص بھی اپنے اندر ثابت کریں اور علّمنی ربی فا حسن تادیبی کے مصداق اپنے آپ کو بھی ٹھہرا دیں لیکن ان کا یہ دعوی خود ان کے اقرار مندرجہ ازالہ اوہام صفحہ ۸۱۷ سے غلط ہو گیا۔

ج:۔ اور اس کی ضروریات زندگی کا بھی خدا ہی متولی اور متکفل ہوگا۔

رب کریم تو کل مخلوق کی ضروریات زندگی ہی کا متکفل اور متولی ہے۔ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے و فی السّماء رزقکم وما توعدون ، نحن نرزقکم و ایّاکم پھر مرزا صاحب کی خصوصیت کیا ہے۔ ہاں اگر وہ فرمائیں کہ لوگوں کو اسباب کے ذریعہ ملتا ہے اور ان کو بلا واسطہ اسباب، تو یہ بھی غلط ہے وہ زمینداری کا علاقہ جس نے حارث حراث آپ کو بنا دیا ہے اور نسل درنسل مغلیہ عہد سے خاندان میں چلا آیا ہے، کتنا بڑا سبب ہے۔ تصانیف کی آمدنی اور احباب کی فتوح علاوہ براں۔ اب رہا نام متوکل ہونا، چندہ کیلئے ان کی بار بار کی درخواستوں اور التجاؤں نے توکل کی نفی ثابت کر دی ہے۔

۷۔ مرزا صاحب کی ساتویں دلیل از انجملہ علامت مسیح یہ لکھی ہے کہ اسکے دم سے کافر مرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسکے مخالف اور منکر کسی بات میں اس کا مقابلہ نہیں کر

سکیں گے کیونکہ اسکے کامل دلائل کے سامنے مرجائیں گے۔سوعنقریب لوگ دیکھ لیں گے کہ حقیقت میں حجت اور دلیل اور بینہ کی رو سے مرگئے ۔(ازالہ اوہام ۔ص ٦٩٩)

اس بیان میں بھی چند غلطیاں ہیں:

علامت مسیح یہ لکھی ہے کہ اس کے دم سے کافر مرے گا۔مرزا صاحب یہ تو فرمائیں کہ یہ علامت کہاں لکھی ہے۔کیا مسلم کی حدیث عن نواس بن سمعان میں؟ جس کے مضمون کو آپ نے شرک اور حماقت سے پر بتایا ہے ۔ پھر اس حدیث سے استدلال مرزا صاحب کے لئے کیا ہوگا؟ وہ خود ہی فیصلہ دیں۔

مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ اب تک تو ان کے دلائل سے کچھ کام نہیں نکلا ، ہاں عنقریب ایسا ہو جائے گا۔ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ صفت ذاتی اپنے موصوف سے جدا نہیں ہوسکتی ، آپ مسیح بن کر تو آ گئے لیکن ہنوز مسیح موعود کی صفات سے رنگین نہیں ہوئے۔

٨۔ مرزا صاحب کی آٹھویں دلیل از انجملہ علامت مسیح موعود یہ ہے:

. جب آئے گا لوگوں کے عقائد اور خیالات کی غلطیاں نکالے گا۔

مرزا صاحب! آپ کے صدق اور کذب دعوی کا اسی پر امتحان ہے کہ آپ کسی حدیث یا آیت قرآنی سے یہ نکال کر دکھائیں کہ مسیحؑ مسلمانوں کے عقائد میں بھی غلطیاں نکالے گا۔اگر آپ یہ الفاظ دکھلا دیں،تو آپ کے سچے ہونے میں کیا کلام ہے، ورنہ خدا سے ڈریں۔دل سے باتیں بنا بنا کر اتباع نفس و ہوا کیوں کرتے ہو؟

اس بیان میں مرزا صاحب نے دو غلطیوں کا ذکر کیا ہے جو مسلمانوں کے عقاید سے نکال دی ہیں۔

ا:۔ . لوگ سمجھ رہے تھے کہ وہی مسیح ابن مریم نبی ناصری جو فوت ہو چکا ہے پھر دوبارہ دنیا میں آئے گا۔سو پہلے یہی غلطی ان کی دور کر دی گئی اور ان لوگوں کو سچا ٹھہرایا گیا، جو مسلمانوں میں سے مسیح کی موت کے قائل تھے یا عیسائیوں میں سے یونی ٹیرین فرقہ جو اس بات کا قائل ہے کہ مسیح مر گیا اور دنیا میں نہ آئے گا۔ .

اس بیان میں مرزا صاحب نے چند مغالطے دیئے ہیں۔اول یہ لکھ کر کہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ وہی مسیح آئے گا جو نبی ناصری ہے جو فوت ہو چکا ہے۔بے شک مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے کہ مسیح نبی ناصری ہی آئے گا مگر آپ نے الفاظ . جو فوت ہو چکا ہے. کو

مسلمانوں کی طرف منسوب کرنے میں پچھلے مسلمانوں پر افتراء کیا اور حالیہ کو مغالطہ دیا۔

دوم یہ لکھ کر کہ ان لوگوں کو سچا ٹھہرایا گیا جو مسلمانوں میں سے موت مسیح کے قائل تھے .، مرزا صاحب نے صاف مغالطہ دیا ورنہ براہ مہربانی وہ طبقہ بعد طبقہ دس دس مسلمانوں کے نام تو لیں جو وفات مسیح کے قائل تھے۔ دس نہیں تو پانچ ہی سہی۔ و ان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتّقوا۔

مولوی رحمت اللہ مہاجر (کیرانوی) نے ایک پادری کے جواب میں کیا خوب تحریر فرمایا ہے۔ پادری کا اعتراض یہ تھا کہ جب شریعت توریت لا چکی اور فضل انجیل عنایت کر چکی تھی تو نبوت محمد ﷺ کی کیا ضرورت رہ گئی۔

مولوی رحمت اللہ صاحب نے فرمایا:

عیسائیوں کا یہ منہ نہیں کہ ہم پر یہ اعتراض کر سکیں۔ کیا یہودیوں نے مسیح کو تسلیم کیا؟ کیا مریم صدیقہ کی نسبت بہتان لگانے سے وہ باز آئے؟ کیا وہ قائل نہ تھے کہ انجیل آسمانی کتاب نہیں۔ کیا وہ بڑے دعوے سے نہ کہتے تھے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے۔ کیا وہ پر زور لفظوں میں نہ کہتے تھے کہ مسیح دوبارہ نہیں آ سکتا.

عیسائی سب کچھ سنتے تھے مگر یہود کے حملوں کا کچھ جواب نہ دے سکتے تھے۔ سیدنا محمد ﷺ نے عیسائیوں کو یہود کے ان حملوں سے بچایا۔ حضرت مسیح کے رسول اور کلمۃ اللہ ہونے کی گواہی دی۔ ان کی نبوت کی تصدیق فرمائی۔ مریم کا صدیقہ ہونا ظاہر کیا۔ انجیل کو ہدایت اور نور بتلایا۔ مسیح کے قتل و صلب کی قطعی اور تاکیدی الفاظ میں نفی کی۔ اور بالآخر یہ ظاہر کر دیا قال ﷺ للیھود انّ عیسی لم یمت و انّہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔ حضرت عیسیؑ ہرگز نہیں مرے، وہ تو قیامت سے پہلے پھر دنیا میں آئیں گے۔ اور ایک عام حکم لگا دیا کہ کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا جو حضرت عیسیؑ کو اللہ کا رسول اور اس کی ماں کو صدیقہ نہ سمجھے۔

مولوی رحمت اللہ کی تقریر کو دیکھئے کہ وہ نبوت محمدیہ کے اسباب بعثت میں سے ایک سبب یہ بھی قرار دیتے ہیں کہ یہود کی غلط فہمیاں دور کی گئیں اور ان کو حیات مسیح اور نزول مسیح کی خبر دی گئی اور اس کے متعلق ان کے عقاید میں جس قدر غلطیاں تھیں وہ رفع کر دی گئیں۔ اب مرزا صاحب کی تقریر دیکھئے کہ آپ اس مقصد نبوت محمدیہ ﷺ کے

خلاف پھر یہود کا وہی پہلا اعتقاد زندہ کرنا چاہتے ہیں جس کی تکذیب خود رسول کریم فرما چکے اور قرآن مجید ربانی طاقت سے یہود کے ان معتقدات کو جھٹلا رہا ہے۔...

دوسری غلطی مرزا صاحب نے جو نکالی وہ بتلائی ہے کہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ مسیح وفات کے بعد آنحضرت ﷺ کی قبر میں دفن کیا جائے گا۔ لیکن وہ اس بے ادبی کو نہیں سمجھتے تھے کہ ایسے نالائق اور بے ادب کون آدمی ہوں گے جو آنحضرت ﷺ کی قبر کھودیں گے اور یہ کس قدر لغو حرکت ہے کہ رسول مقبول کی قبر کھودی جائے اور پاک نبی کی ہڈیاں لوگوں کو دکھائی جاویں۔.

اس تقریر میں بھی چند مغالطے ہیں:

تیرہ سو برس کے مسلمانوں میں سے ایک مسلمان کا بھی یہ اعتقاد نہیں کہ حضرت مسیحؑ، آنحضرت ﷺ کے لحد منور میں دفن کئے جائیں گے اور اس لئے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کھودی اور نبی پاک ﷺ کی ہڈیاں نکالی جائیں گی۔ حیف صد حیف محض یہ جتانے کیلئے کہ ہم نے مسلمانوں کی کوئی غلطی نکال دی ہے، پہلے تو مرزا صاحب نے مسلمانوں پر افتراء کیا کہ ان کا یہ اعتقاد تھا پھر ہمارے سید وآقا کی نسبت نہایت مکروہ الفاظ کا دانستہ شوخانہ طرز پر استعمال کیا جس کو پڑھ کر ایک محبّ رسول کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے اور جسم لرز جاتا ہے۔ افسوس یہ الفاظ اس شخص کے قلم سے نکلے ہیں جس کو محبت رسول کا سب سے بڑھ کر دعوی ہے۔ انّا للّٰه و انّا الیه را جعون.

مسلمانوں کا بے شک یہ اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح آنحضرت کے مقبرہ منورہ میں مدفون ہوں گے ...مرزا صاحب خیال کرلیں کہ ابوبکر اور عمر کس طرح پر دفن ہیں۔

ازالہ اوہام کے دوسرے مقام پر مرزا صاحب کو یہ تو یاد نہیں رہا کہ روضہ رسول میں عیسی بن مریم کے دفن ہونے کو میں مسلمانوں کی غلطی اور اس غلطی نکالنے کو اپنے مسیح موعود ہونے کی دلیل بتا چکا ہوں، مگر صرف یہ خیال رہا کہ جو کچھ ابن مریم کے حق میں آچکا ہے وہ سب اپنے اوپر منطبق کرلوں لہذا نہایت صفائی سے اقرار کرلیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ روضہ رسول کی خالی زمین پر سرکنڈا مار کر کہہ رہا ہے کہ یہ تیرے دفن ہونے کی جگہ ہے۔

اس عبارت کے بعد وہ سب اعتراضات جو مرزا صاحب نے ہم پر کئے تھے ان پر

لوٹ پڑے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس عقیدہ کو وہ مسلمانوں کی غلطی بتاتے تھے یہ خود ان کی غلطی ہے۔

۹۔ مرزا صاحب کی نویں دلیل از انجملہ ۔ مسیح موعود کی یہ علامت ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا یعنی خدا تعالی سے وحی پانے والا۔ سو یہ نعمت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی ہے ۔۔

یہ سچ ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ ہوگا۔ مسلم شریف کی حدیث عن نواس بن سمعان میں چند بار یہ الفاظ آئے ہیں و یحصر نبیّ اللّٰہ عیسی و اصحابہ فیرغب نبیّ اللّٰہ عیسی و اصحابہ ثم یھبط نبیّ اللّٰہ عیسی .... الخ عیسی نبی اللہ کا لفظ اس رسول اور کلمۃ اللہ کی ذات والا صفات کیلئے ایسا ہی خاص ہے جیسے غلام احمد قادیانی، مرزا صاحب کی ذات سے خاص ہے۔ مرزا صاحب نے بڑے دعوی سے لکھا ہے کہ غلام احمد قادیانی تمام دنیا میں بجز ان کے اور کسی کا نام نہیں ۔ میں رب کریم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابتدائے دنیا سے لے کر قیام قیامت تک عیسی نبی اللہ بجز اس مریم کے بیٹے ، بنی اسرائیل کے رہبر، صاحب انجیل، نبی ناصری کے اور کسی کا نام نہیں ۔ نہ ان سے پہلے کوئی عیسی نبی اللہ ہوا اور نہ آئندہ کوئی ہوگا۔ اور حدیث شریف میں انہی کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے پاس وحی جبریل کا آنا بھی ہمارا مذہب ہے۔ امام شوکانیؒ اور نواب صدیق حسنؒ نے اس پر بالتفصیل بحث کی ہے اور اس مذہب کی بنیاد بھی اسی حدیث نواس کے یہ الفاظ ہیں اذ اوحی اللّٰہ الی عیسی ۔

مگر مرزا صاحب پر افسوس ہے کہ مسیح موعود کی یہ علامت بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نبی اللہ ہوگا ، جس کے پاس وحی ربانی بھی آیا کرے گی اور بایں ہمہ اپنے ہی آپ کو مسیح موعود خیال کئے بیٹھے ہیں ۔ اور جب ان کے سامنے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسی بن مریم تشریف لائیں گے تو نہایت غیظ وغضب میں بھر کر فرماتے ہیں ، یہ ہو نہیں سکتا۔ آیت خاتم النبیین روکتی ہے کہ کوئی نبی بھی آئے ، نیا ہو یا پرانا۔ یہ آیت تو سب کے لئے سدّ راہ ہے پھر مسلمانوں کو نہایت تمسخر سے کہتے ہیں :

اچھا اگر عیسی نبی اللہ ہی آئے اور ان پر وحی بھی اترے، تب تو ایک نیا قرآن اور بن جائے گا۔ یہ قرآن ۲۳ سال میں اتنا اترا ہے تو حضرت عیسی کا چہل سالہ اقامت میں اس سے دوگنا قرآن جدید ہو جائے گا۔ مسلمان کلمہ بھی ان ہی کا پڑھنے لگیں گے۔

یہ سب کچھ لکھ کر جواب اپنے آپ کو نبی اللہ بنانے اور وحی الٰہی کا مہبط قرار دینے کی ضرورت پڑتی ہے تب بے چون و چرا مسیح موعود کی علامت میں سے اس کا نبی اللہ اور وحی پانے والا ہونا بھی تسلیم کر لیتے ہیں مگر اس لئے کہ ان کی وہ تلوار جو مسلمانوں کے لئے کھینچی تھی، ان ہی پر الٹ کر نہ جا لگے، یوں فرماتے ہیں کہ اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت تک محدود ہے۔ ناظرین ایسی تفسیر اور شرح کی نسبت ہی ما لا یرضی به قائله کہا کرتے ہیں کہ حدیث میں نبی اللہ ہے اور مرزا جی اس سے محدثیت کو تعبیر کرتے ہیں اور لطف یہ کہ محدثیت تعبیر کرنے کے بعد اپنے آپ کو وحی پانے والا بدستور قائم رکھتے ہیں۔ کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ جب آپ کو حسب الہام خود ہشتاد سالہ عمر تک پہنچنا ہے اور وحی بھی آپ پر آتی ہے تو آپ کا قرآن کس قدر بڑھ جائے گا۔

حضرت عیسیٰ کو تو جس قسم کی وحی آئے گی اس کا ذکر اسی حدیث میں موجود ہے اذ اوحی اللّٰه الی عیسی انی قد اخرجت عباداً لی لا یدان لا حد بقتالهم فحرّز عبادی الی الطور ۔ خدا حضرت عیسیٰ کے پاس وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ ان سے لڑائی کی کسی کو طاقت نہیں، سو تو میرے مسلمان بندوں کو طور پر پناہ میں لے جا۔ اور ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ وحی احکام و شرائع پر مشتمل نہ ہوگی۔ ہاں اب مرزا صاحب کی وحی کو دیکھنا چاہیے کہ آپ جا بجا براہین احمدیہ کی عبارتوں کو دلیل اور مقابلہ کے وقت اس طرح پر پیش کرتے ہیں گویا یہ عبارتیں بھی قرآن مجید کی مانند تمام مسلمانوں پر حجت شرعیہ ہیں۔ جس طرح اکابر دین نزاع فیما بین کے وقت کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ پیش کیا کرتے ہیں، مرزا صاحب براہین کی عبارتیں اسی طرح ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔

۱۰۔ مرزا صاحب قادیانی کی دسویں دلیل از انجملہ مکاشفات مولوی عبداللہ صاحب غزنوی، مسیح موعود ہونے کی علامت ہیں۔ حافظ محمد یوسف راوی ہیں کہ مولوی صاحب نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا۔ مگر افسوس کہ میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔

ناظرین اول تو کشف خود ہی اعتبار کی شئے نہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب بے چارہ تو

ایک ادنی امتی ہی تھے، مرزا صاحب کا ایک اولوالعزم رسول کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ مسیح کا مکاشفہ کچھ بہت صاف نہیں تھا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۹۲)

پس ایک رسول کا کشف مکدر تھا تو مولوی عبداللہ صاحب کے کشف کا کیا درجہ رہا؟

نیز اس کا راوی بھی اب قابل اعتماد نہیں رہا کیونکہ اس کشف کی روایت اس نے مرزا صاحب کا مرید ہونے اور آپ کے دعوی سے پہلے نہیں کی (پھر حافظ محمد یوسف نے خود مرزا کی بیعت سے رجوع کیا۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے استاد عبداللہ غزنوی مرحوم سے کچھ نہ سنا تھا)

الفاظ کشف کی خصوصیت سے مطابقت مرزا جی کی ذات سے ذرا بھی نہیں۔ بالفرض قادیان میں نور اترنا ایک کشف میں معلوم ہوا، مگر اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ نور خود مرزا جی ہی ہیں۔ اچھا وہی سہی، پھر بھی مسیح موعود ہونے کی علامت اس خواب میں کچھ بھی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اگر اس کشف کا تعلق مرزا جی کی ذات سے ہو، تو آپ ایک صالح مرد ثابت ہو سکیں گے اور جب تک اسی حالت میں مرزا صاحب نظر آئیں گے جس حالت میں صاحب کشف کے زمانہ (۱۸۷۹ء تک) میں تھے وہ صلاحیت ان میں پائی جائے گی۔

نیز یہ الفاظ جو راوی کشف نے بیان کئے ہیں اپنے بطلان پر اپنے اندر ہی شہادت موجود رکھتے ہیں۔ وہ شہادت ان الفاظ میں ہے۔ مگر افسوس میری اولاد اس سے محروم رہے گی۔ ۔ وجہ بطلان یہ ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب کا اولیاء الرحمٰن سے ہونا ہمارے اور مرزا جی کے نزدیک مسلّم ہے (مرزا صاحب فرماتے ہیں: مجھے مولوی عبداللہ صاحب مرحوم سے دلی محبت تھی اور میں ان کو اپنے اس منصب کے لئے بطور ارہاص کے سمجھتا تھا یا جیسا کہ یحیی، عیسی کے پہلے ظاہر ہوا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۵۱) اور اولیاء الرحمٰن کے آثار بیان کرتے ہوئے مرزا صاحب نے سب سے آخری اثر اور علامت ان کی یہ لکھی ہے کہ خدا تعالی کئی پشتوں تک ان کی اولاد اور ان کے جانی دوستوں کی اولاد پر خاص طور پر نظر رحمت رکھتا ہے (ازالہ اوہام۔ص ۴۴۸)۔ پس ثابت ہو گیا کہ راوی کے وہ الفاظ غلط ہیں اور جیسا کہ آپ اولیاء الرحمٰن کے آثار میں لکھ چکے ہیں، اللہ تعالی کی نظر رحمت مولوی عبداللہ صاحب مرحوم کی اولاد پر برابر ہے اور وہ بھی اپنے نامور باپ کی طرح

اتباع سنت میں کامل اور نہایت معمورالاوقات ہیں۔

۱۱۔ مرزا صاحب کی گیارھویں دلیل ازانجملہ ایک کشف ایک مجذوب کا ہے جس کو کریم بخش نمازی نے بیان کیا (اور کریم بخش کے پابند صوم وصلوۃ ہونے گواہی ۵۵ شخصوں نے دی، ان میں مشرک بھی ہیں، کافر بھی ہیں، انہی میں جاہل اور نادان بھی ہیں۔ جو توثیق وتصدیق کونہیں جانتے۔انہی میں بعض مرزا صاحب کے مرید بھی ہیں) کہ گلاب شاہ نے اس سے کہا تھا کہ عیسی قادیان میں ہے اور اب جوان ہوگیا ہے وہ لدھانہ آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ عیسی بن مریم نبی اللہ تو مرگیا، وہ نہیں آئے گا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۷۰۹)

یہ کشف سراسر لغو اور غلط ہے۔ کریم بخش کا بیان ہرگز قابل توثیق نہیں۔ اور کسی مجذوب کو رسول معصوم کے خلاف لب کشائی کی ہرگز جرأت نہیں۔ کوئی کشف احادیث صیحہ ومرفوعہ کی تکذیب نہیں کرسکتا اور سید الانبیاء کے ارشادات کی صحت کا معیار کسی شخص کا کشف قرار نہیں دیا جا سکتا۔

کریم بخش کی مضطرب بیانی کو دیکھئے کہ لوگوں کے سامنے جو اظہار دیا ہے اس میں بیان نہیں کیا کہ عیسی کا نام بھی مجذوب نے اسے بتایا تھا۔ بلکہ بعد میں کریم بخش نے آکر یہ کہا کہ ایک بات بیان کرنے سے رہ گئی اور وہ یہ ہے کہ مجذوب نے مجھے صاف صاف یہ بھی بتلا دیا تھا کہ عیسی کا نام غلام احمد ہے۔ دیکھو تمام خبر کا عطر اور تمام کشف کی جان تو یہی نام تھا اور وہی کریم بخش سے ابتدائی بیان میں چھوٹ گیا تھا تو اب اس کے حافظہ اور یاد پر کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

رسالہ نشان آسمانی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو بھی میاں کریم بخش کی جانب سے شک ہوا اور انہوں نے ازالہ اوہام میں اس کی شہادت دینے کے بعد کسی نامعلوم وجہ کے باعث اس کو مکرر طلب کر کے اس کی شہادت پھر لی اور اس شہادت لینے سے پہلے اس کو مکرر قسمیں دلائیں۔ پھر جب اس کا بیان لکھا گیا تو اس میں اور بھی اضطراب نظر آیا۔ ازالہ اوہام میں اس کا بیان ہے کہ مجذوب صاحب نے کہا تھا کہ عیسی قادیان میں ہے۔ تب میں نے کہا قادیان تو لدھیانہ سے تین کوس ہے وہاں عیسی کہاں ہے۔ اس کا انہوں نے جواب نہ دیا اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ ضلع گورداسپور میں کوئی گاؤں ہے جس کا نام قادیان ہے۔ نشان آسمانی میں اس نے بیان کیا۔ میں بھول گیا

تھا۔انہوں نے کہا تھا کہ قادیان ضلع گورداسپور میں عیسی ہے۔۔

یہ ایسی فاش غلطیاں ہیں جو کسی راوی میں روا نہیں رکھی گئیں۔جس راوی میں ضبط اور عدالت ہی موجود نہیں تو وہ خود کیا اور اس کی روایت کیا۔مرزا صاحب نے ۵۵ لوگوں سے کریم بخش کے پابند صوم وصلوۃ ہونے کی شہادت لینے میں بے سود محنت فرمائی ۔ مرزا صاحب خوب واقف ہیں کہ راوی کا صرف پابند صوم وصلوۃ ہونا ہی اس کو ثقہ نہیں بنا سکتا۔افسوس ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث کا انکار کرنے کے لئے تو حضرت نواس بن سمعان صحابی رسول تک کی ذات پر حملہ کرنے میں آپ تامل نہ کریں اور کریم بخش پر اتنا اعتماد کرلیں کہ متن اور روٴس معانی میں اس کا اضطراب ثابت ہو جانے کے بعد بھی اس کو ساقط العدالت نہ ٹھہرائیں۔

۱۲۔ مرزا صاحب کی بارھویں دلیل:

ازانجملہ اس عاجز کے مسیح موعود ہونے پر یہ نشان ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کی خصوصیت کے ساتھ یہ علامت ہے کہ دجال معہود کے خروج کے بعد نازل ہو۔خروج دجال کا زمانہ آیت انّا علی ذھاب بہ لقادرون سے ثابت ہے کیونکہ اس آیت کے اعداد ۱۲۷۴ ہجری ۱۸۵۷ء کے مطابق ہیں۔سو درحقیقت ضعف اسلام کا یہی زمانہ ہے اور خروج دجال کا بھی یہی ۔ خدا تعالی فرماتا ہے جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھایا جائے گا چنانچہ اس زمانہ سے قرآن اٹھایا گیا۔اب میں ان حدیثوں کے موافق جن میں لکھا ہے کہ ایک مرد فارسی الاصل دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ہوگا، میں قرآن کو آسمان پر سے لے آیا ہوں۔ (ازالہ اوہام،ص ۷۲۱، ۷۲۵)

یہ بیان مغالطے اور سقم سے بھرا ہوا ہے:

کسی آیت سے اعداد نکالنے سے پہلے اور اس اعداد کے زمانہ کو مضمون آیت سے تعلق دینے سے پیشتر مرزا صاحب پر یہ فرض تھا کہ وہ اعداد جمل کو بھی الہی تعلیم ثابت کر دیتے اور بتلاتے کہ الف کا ایک، اور ذال کا ۷۰۰ ، اور صاد کے ۹۰ ہونے کا ثبوت کس حدیث یا آیت سے ملتا ہے۔اعداد جمل تو ایک طرف ،خود سنہ ہجری بھی جو مرزا صاحب نے نکالا ہے، اور اس کو اس آیت میں مراد ربانی بتلایا ہے، زمانہ نزول قرآن اور حیات پیغمبر ﷺ کے بعد مقرر ہوا ہے اور اس سنہ کا رواج بھی ایک اتفاقی امر ہے نہ کہ وہبی، جو

ارباب تواریخ سے پوشیدہ نہیں۔ برف پر پتھر کی عمارت بنانا اسی کا نام ہے کہ ایسی ایسی وجوہ پر بناء استدلال قائم کی جائے۔

جب یہ اصول ہی غلط ٹھہرا تو اب مرزا صاحب پر لازم ہے کہ خروج دجال معہود کا اور کوئی ثبوت شرعی پیش کریں اور تب مسیح موعود ہونے کے دعویدار ہوں اور اس دعوی کے لئے بھی پھر ثبوت شرعی ظاہر کریں۔...

مرزا صاحب نے و انّا علی ذھا بٍ ... سے یہ ثابت کر کے کہ قرآن مجید ۱۲۷۴ھ میں آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔ پھر لکھا ہے:

اب میں اس قرآن کو پھر زمین پر لے آیا ہوں جیسا کہ حدیث شریف میں اس کی طرف اشارہ تھا لوکان الایمان معلقاً عند الثّریّا لنا له رجل من فارس (ازالہ اوہام۔ص ۷۲۷)

ان کے اس دعوی اور استدلال میں چند امور غور طلب ہیں:

ا۔مرزا صاحب کو ثابت کرنا چاہیے تھا کہ ذھاب به میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع قرآن مجید ہی ہے۔اس آیت سے ماقبل و بعد کی آیتیں ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا یہ دعوی ہی غلط ہے کہ ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے۔آیات پر غور کرو:

و انزلنا من السّماء ماء بقدر فاسلکنه فی الارض و انا علی ذھاب به لقادرون فانشا لکم به جنّت من نخیل و اعنابٍ لکم فیھا فواکه کثیرة و منھا تأکلون ۔ ہم نے آسمان سے پانی اندازہ کے موافق اتارا اور ہم اس کے دور کر دینے پر قادر ہیں۔ پھر ہم نے پانی سے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے ۔ان باغوں میں بہت میوے ہیں جن سے تم کھاتے ہو۔

آیت میں صاف طور پر ماء کا لفظ موجود ہے جس کی طرف ذھاب به اور به جنّت کے ضمائر کا مرجع ہے۔لیکن اگر اب بھی مرزا صاحب اپنی ہٹ پر ہی قائم رہے تو ان کو مناسب ہے کہ جس طرح ذھاب به کی ضمیر کا مرجع قرآن شریف کو قرار دیتے ہیں، اسی طرح به جنت کی ضمیر کا مرجع بھی قرآن شریف ہی کو قرار دیں اور پھر ہم کو ترجمہ بھی کر کے دکھا دیں۔

مرزا صاحب قرآن مجید سے قرآن مجید کا زمین سے اٹھایا جانا تو ثابت کرتے

ہیں مگر قرآن مجید سے اس کا دوبارہ آنا ثابت نہیں کر سکتے۔ قرآن کے دوبارہ زمین پر آنے کا ثبوت مرزا صاحب ایک حدیث سے دیتے ہیں اور یہ وہی طرز استدلال ہے جس پر خود مرزا صاحب حیات و وفاۃ مسیح میں علماء پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ یعنی جب وہ بزعم خود آیات قرآنیہ سے وفات مسیح ثابت کرتے ہیں اور علماء کرام اس کے مقابلہ میں احادیث رسول متضمن حیات مسیح کو پیش کرتے ہیں تو آپ فرمایا کرتے ہیں کہ قرآن مجید قطعی اور متواتر ہے اور احادیث ظنی یا زیادہ سے زیادہ مفید ظن۔ لہذا جب قرآن مجید سے وفات مسیح ثابت ہو چکی، تو پھر حدیث ان کی حیات ثابت نہیں کر سکتی۔ پس اسی طرح اے مرزا صاحب! جب قرآن مجید سے قرآن مجید کا بقول آپ کے ۱۲۷۴ھ میں دنیا سے اٹھ جانا ثابت ہو چکا، تو اب اس کا دنیا پر موجود ہونا آپ ثابت نہ کر سکیں گے کیونکہ آپ کا قابل اعتراض طرز استدلال اگر علماء کے لئے جائز نہیں تو آپ کے لئے بھی کیوں جائز ہو سکتا ہے۔

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے فارسی النسل والاصل ہونے کا ثبوت کچھ بھی نہیں دیا بلکہ سمرقندی الاصل ہونے کا اقرار ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۰ پر کر لیا ہے۔ سمرقند، فارس میں نہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حسب اقرار خود فارسی الاصل نہیں۔ اب رہا سمرقندی الاصل ہونا، سو یہ بھی غلط ہے۔ ان کا یہ بیان شاید صحیح ہو کہ بادشاہ چغتائی کے زمانہ میں ان کے اجداد سمرقند میں رہتے تھے اور پھر دہلی آ گئے۔ مگر جس طرح مرزا نویں صدی سے چودھویں صدی تک ہندوستان میں رہنے سہنے اور بود و باش کرنے سے ہندی الاصل نہیں بنے اور نہیں کہلائے، اسی طرح سمرقند میں چند روزہ قیام آباء واجداد سے وہ سمرقندی الاصل بھی نہیں ہو سکتے۔ تحقیق انساب واقوام والے فاضل ایسے ادھورے اور ناقابل اطمینان بیان پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ مغول ہیں۔..

مرزا صاحب نے معنی حدیث بھی غلط کئے ہیں۔ حدیث شریف کے الفاظ

لو کان الایمان عند الثّریّا ہیں، اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۳ پر مرزا صاحب لکھ چکے ہیں کہ کان حال کو چھوڑ کر گزشتہ زمانہ کی خبر دیتا ہے، لہذا ترجمہ الفاظ حدیث یہ ہے کہ اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو میرے اصحاب میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو اس کی طلب وہاں تک کرتا۔ یہ حدیث آنحضرت ﷺ نے سلمان فارسی کے سر پر ہاتھ رکھ

کر فرمائی تھی ۔..مرزا صاحب جو اس حدیث کو اپنے زمانہ سے متعلق بتاتے ہیں اور اس حدیث کے تمسک سے دعویٰ کرتے ہیں کہ آسمان پر اٹھائے گئے قرآن کو میں دوبارہ دنیا پر لے آیا ہوں وہ اس جگہ کان کو بمعنی سوف یکون لیتے ہیں ۔یعنی جب زمانہ دراز آئندہ میں ایمان آسمان پر ہوگا ۔لیکن اس ترجمہ میں علاوہ اس نحوی غلطی اور ازالہ اوہام صفحہ ۶۰۳ کے خلاف ہونے کے معاذ اللہ یہ بھی نکلتا ہے کہ رسول کریم کے عہد میں بھی نزول ایمان زمین پر نہ ہوا تھا ۔فا عتبروا یا اولی الابصار ۔..

یہی وہ بارہ علامات و دلائل ہیں جو مرزا صاحب نے اپنے مسیح موعود ہونے پر پیش کی ہیں، جن کا اغلاط سے پر، سقم سے مملو، مغالطات سے بھرا ہوا ہونا مختصر طور پر عرض کیا گیا۔ ایک آیت ، ایک حدیث بھی جو دلالت بلکہ اشارت بھی اس دعویٰ کی کرتی ہو، اس تمام مضمون میں مرزا صاحب پیش نہیں کر سکے ۔ ...اس مقام پر چند ایسی علامات کا تحریر کر دینا مناسب ہے جن سے مرزا کا مسیح موعود نہ ہونا یقینی طور پر معلوم ہو جائے ۔

مرزا صاحب کے مسیح موعود نہ ہونے پر ان کا یہ اقرار شاہد ہے :

ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کوئی مسیح ظاہری جلال و اقبال کے ساتھ آئے .ممکن ہے کہ اس پر احادیث کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ جاویں ۔(ازالہ اوہام ۔ص ۲۰۰)

حکیم نور دین صاحب اپنے خط میں جو ازالہ اوہام کے آخر میں لگا ہوا ہے ایک سائل کو اطلاع دیتے ہیں کہ خود خاکسار نے جب مرزا جی کے حضور میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ایک پیغام پہنچایا تو آپ نے فرمایا:

میں نے تو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے ممکن ہے کہ مثیل مسیح بہت آویں، اور کوئی ظاہری طور پر بھی مصداق ان پیشین گوئیوں اور نشانات کا ہو جن کو میں روحانی طور پر الہاماً اپنے پر چسپاں کیا ہے ۔ .

مرزا صاحب اور حکیم صاحب کی تقریر سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ وہ مسیح آئے گا جو ظاہری طور پر احادیث کی پیش گوئیوں اور رسول کریم ﷺ کے بتائے ہوئے نشانات کا مصداق ہو اور ظاہری جلال و اقبال بھی اپنے ساتھ رکھتا ہو گا جس کا ذکر حدیث میں بہ تصریح وارد ہے اور وہ اول دمشق میں ہی اترے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب نے ان علامات کو اپنی ذات پر چسپاں کرنے میں بڑی بھاری جرأت کی ہے

اور اس لئے کہ موعود مسیح کی وہ علامات جن کا ظاہری طور پر ظہور ہونا رسول کریم ﷺ نے بیان فرمایا ہے اور انہی علامات سے ہم کو مسیح موعود اور مسیح مدعی میں فرق کرنے کے لئے فاعرفوہ فرمایا ہے، آپ میں پائی نہیں جاتیں۔ لہذا ہم بعد شناخت کامل بیان کرتے ہیں کہ مرزا صاحب ہرگز مسیح موعود نہیں۔ مسیح موعود وہی دمشق کے شرق میں اترنے والا اور ظاہری جلال واقبال والا ہے جس کے نزول پر ہم مسلمان ایمانی طور پر اور مرزا صاحب امکانی طور پر یقین رکھتے ہیں۔..

مرزا صاحب کے مسیح موعود نہ ہونے پر ابن الجوزی کی حدیث شاہد ہے جس کے یہ لفظ ہیں، عیسی زمین پر اتر کر بیاہ کریں گے ان کی اولاد ہوگی۔

مرزا صاحب جو قبل از دعوی مسیحیت شادیاں کر چکے ہیں اور ان کی اولاد خدا کے فضل سے اس وقت نوکر چاکر بھی ہے، وہ اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

مرزا صاحب کے مسیح موعود نہ ہونے پر حدیث رسول عن ابی ہریرہ شاہد ہے کہ حضرت مسیح مقام روحاء میں آکر حج وعمرہ کریں گے۔

میں (قاضی سلیمان) نہایت جزم کے ساتھ بآواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا صاحب کے نصیب میں نہیں۔ میری اس پیش گوئی کو سب صاحب یاد رکھیں۔

(تائید الاسلام۔ طبع ممبئی۔ ص ۹۹۔۱۳۶ ملخصاً)

قادیانی دعوی متعلق بہ تردید عیسائیت:

میرٹھی تجزیہ

قادیانیوں کا دعوی تھا کہ تردید عیسائیت کا کام ہندوستان میں مرزا صاحب نے شروع کیا اور جیسا انہوں نے کیا کسی نے نہیں کیا۔ اس دعوی کا تجزیہ کرتے ہوئے مولانا احمد حسن شوکت یکسرالصّلیب و یقتل الخنازیر کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ مرزا جی کہتے کہ اس کا مورد و مصداق میں ہوں۔ ہم پہلے بھی مرزا جی سے پوچھ چکے ہیں اور اب پھر پوچھتے ہیں کہ یکسر الصّلیب سے کیا مراد ہے اور خنازیر کون ہیں؟ کیا یہی عیسائی صلیب مراد ہے۔ اور کیا خنازیر یہی عیسائی ہیں؟ لیکن ہم نے اب تک نہیں سنا کہ مرزا جی نے کسی گرجا کی صلیب کو توڑا ہو، یا کسی پادری وغیرہ کو قتل کیا ہو۔

اگر تاویلی معنی مراد ہیں، یعنی بجائے صلیب پرستی کے مرزائیت پھیلے گی اور جن لوگوں کے خواص و عادات سوروں کے ہیں، وہ بدل جائیں گے۔ اگرچہ حدیث میں یبدل الخنازیر و یصلح الخنازیر نہیں آیا، تاہم مرزا صاحب کی اس تاویل کا بھی اب تک ظہور نہیں ہوا۔ صلیب پرستی تو خود الحکم (قادیان) کے اقوال کے مطابق روز بروز بڑھ رہی ہے۔ جبکہ مسیح موعود ہٹا کٹا موجود ہے تو صلیب کیوں مغلوب نہیں ہوتی؟

اور اگر (مرزا کے) مرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے یا مغلوب ہو گی تو آپ مسیح موعود نہیں۔ اور اگر مرزائی مراد ہیں جو پہلے خنازیر تھے اور اب اصحاب کہف کے قطمیر بن گئے ہیں تو مرزا جی پر جو اقوام و مذاہب اب تک ایمان نہیں لائے، سب خنازیر ہیں۔ پس جب تک تمام دنیا ان پر ایمان نہ لائے یا سارے خنازیر، یعنی انسان قتل نہ کیے جائیں آپ مسیح موعود نہیں بن سکتے۔ غور کیجئے تو یکسر الصّلیب کیا معنی، مرزا جی سے بڑھ کر تو کوئی عبدالصلیب یا صلیب پرست نہیں۔ وہ ہمیشہ بلا ضرورت صلیب پرست گورنمنٹ کے گرجا میں

نک گھسنی کرتے ہیں اور بلا وجہ خوش آمدی میموریل بھیجتے ہیں کہ میں گورنمنٹ کے غلاموں کا غلام ہوں ، پھر سوروں کو تو آپ کیا قتل کریں گے، جہاد کے نام سے لرزتے ہیں۔ اور جہاد پر نہیں بلکہ خود مذہب اسلام پر لعن طعن کرتے ہیں کہ وہ ایک ظالمانہ اور قاتلانہ مذہب ہے ...پھر اچھے خاصے مسلمان اور مذہب اسلام کے مجدد۔..

بات یہ ہے کہ مرزا جی برٹش گورنمنٹ کی آزادی کو دعا دیں جس کی بدولت آپ کا بروزی طلسم قائم ہے ورنہ جس طرح عدالت کی ایک ڈانٹ پر آپ نے مہلک اور قاتل پیش گوئیوں سے توبہ کر لی ،اسی طرح دوسری ڈانٹ پر مسیحیت مہدویت کا جبہ قلہ اتار کر گورنمنٹ کے حوالہ کر دیں اور یہی کہیں کہ بندی لنڈ وری ہی بھلی (شحنہ ہند ضمیمہ ۲۴، اکتوبر ۱۹۰۳ء ص ۷۔۸)

بٹالوی تبصرہ

☆ جناب مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ قادیانیوں کا دعوی کہ ہم ایسے مضامین جو اسلام کو مدد دیں رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں شائع کر کے دین اسلام کو مدد پہنچا رہے ہیں۔ اور اس مدد پہنچانے میں ہم چو ما دیگرے نیست کے مدعی ہیں۔ چنانچہ ریویو کی جلد ۴ نمبر ۷ میں اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ سلسلہ احمدیہ کی سچائی پر یہ ایک دلیل ہی کافی ہے۔

پھر اس کے ثبوت میں (اڈیٹر ریویو) فرماتے ہیں اس کی ایک ہی مثال کافی ہے کہ کس نے یہ کوشش کی کہ انگریزی زبان میں صرف مذہب اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے یورپ اور امریکہ کے رہنے والوں تک یہ پاک پیغام پہنچائے کہ سب غلطیوں سے پاک اور اللہ تعالی کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والہ اور سچا روحانی مذہب صرف ایک ہی ہے یعنی اسلام۔ پھر کس قوم نے کوشش کی ،جیسی کہ ہماری قوم نے، کہ ان رسالوں کی سینکڑوں کاپیاں مفت ان لوگوں کے گھروں میں پہنچائے۔ یہ جوش سچائی کی حمایت کا اور باطل کی تردید کا کسی کاذب دل میں بھی ہوسکتا ہے؟

اس جگہ ایک تازہ شہادت بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلہ کی تحریروں کو ایک تعصب سے پاک دل کس وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس سے پہلے امریکہ میں مسٹر ویب، آسٹریلیا میں مسٹر سیوارٹ اور مسٹر ہنری مچل، انگلستان میں مسٹر کوئیلم کی شہادت کا کئی

دفعہ اشتہارات وغیرہ میں ذکر آ گیا ہے۔ حال میں ایک انگریز کی خط و کتابت ہمارے ساتھ شروع ہے جس کے نام کو میں ابھی مصلحتاً ظاہر نہیں کرتا۔ وہ پہلا خط حضرت اقدس (مرزا) کے نام لکھتا ہے۔: میں نے اب تک ایک بھی ایسی کتاب نہیں پڑھی جس میں اسلام کی حمایت اس قدر زور کے ساتھ کی گئی ہو، جیسی آپ کے شاندار پرچے میں۔

پھر دوسرے خط میں جو میرے نام تھا، وہ صاحب لکھتے ہیں: میں نے اب تک کوئی کتاب یا پرچہ نہیں پڑھا جس میں اسلام کی حمایت اس طاقت ور اور زبردست ہاتھ سے کی گئی ہو۔

میں (محمد حسین) اس کے جواب میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ بے شک آپ کے ریویو میں بعض مضامین مسائل جزیہ فرعیہ اسلام کی تائید میں نکلتے ہیں، مگر اس حلوے میں زہر کی آمیزش بہت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح کو قبل از وقت وفات مار کر ان کی جگہ خود غصب کر کے سنبھال لینا، پھر اس غصب و مداخلت بیجا پر صبر و اکتفا نہ کرنا، بلکہ ان کو ہمیشہ تحریرات میں کوستے رہنا اور ان کی اہانت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا، ایسی زہر ہلاہل ہے جس نے گرو جی اور چیلے کی تمام تائید جزئیات اسلام کو کان لم یکن کر دیا۔ اس پہلی چوکڑی بھول جانے نے مسائل جزیہ اعتقادیہ وعملیہ میں سے آپ لوگوں کو اسلام کے سیدھے راہ سے بھلا دیا ہے۔ حتی کہ حقیقت ایمان باللہ وایمان بملائکہ نزول وحی ورسالت و حشر نشر ونعیم جسمانی جنت، آلام دوزخ سے بھی منکر بنا دیا اس مخالفت اصول دین کے ساتھ آپ کا کسی مسئلہ جزئی فرعی میں اسلام کی تائید کرنا ایسا ہے جیسے ایک منافق کا روز خیبر سینہ پھلا کر لڑنا، اور بہت سے زخم کھانا، جس کا ذکر صحیح بخاری کے صفحہ ۶۰۶ و ۹۷۷ وغیرہ کی اس حدیث حضرت ابو ہریرہؓ میں ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص مدعی اسلام، خیبر کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے حق میں فرمایا کہ یہ دوزخی ہے۔ جب لڑائی کا وقت آیا تو بہت ہی لڑا۔ پھر جب اس کو بہت زخم پہنچے تو اس نے اپنے ترکش سے تیز تیر نکال کر اس سے اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ لوگ دوڑتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ جس شخص کو آپ نے جہنمی کہا تھا وہ واقعی جہنمی نکلا اور خدا نے آپ کی بات کو سچ کر دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بلال کو حکم دیا کہ تمام لوگوں کو پکار کر سنا دے کہ بہشت میں وہی جائے گا جو مومن ہو گا۔ اور اس دین کی خدا تعالی اس شخص کے

ذریعہ بھی مدد کرتا ہے جو خود (مومن نہ ہو) فاسق ہو۔

اب رہا جواب تحسین انگریزان نومسلم، وہ بے چارے نومسلم ہیں۔ وہ ابھی حقائق متشابہات اسلام، نزول مسیح وحقیقت ملائکہ وحشر ونشر کب سمجھ سکتے ہیں۔ متشابہات اسلام کی حقیقت تو کرشن جی اوران کے پرانے سیوک (مولوی) نہیں سمجھتے ....ان بے چارے نومسلموں پر کیا افسوس ہے۔(اشاعۃ السنہ جلد۲۰۔ص ۳۴۶۔۳۴۸)

ثنائی تبصرہ

قادیانیوں کے اس دعوی پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

سب سے پہلے عیسائی پادری فنڈر ہندوستان میں آیا۔ اوراس نے اپنی علمی استعداد کی وجہ سے علماء اور عوام میں کافی شہرت پیدا کر لی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بائیبل کا اردو ترجمہ ابھی نہیں ہوا تھا اور علماء انگریزی سے ناواقف تھے۔ایسی حالت میں مولوی رحمت اللہ کیرانوی ضلع مظفر نگر کھڑے ہو گئے اور ڈاکٹر وزیر خان ان کے ساتھ ملے جو انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر کے مولوی صاحب کو بتاتے اور مولوی صاحب مناظرہ میں ان سے کام لیتے۔کتاب اعجاز عیسوی اس زمانہ کی تصنیف موجود ہے۔ یہاں تک کہ پادری فنڈر ہندوستان سے نکل بھاگا۔

مولوی رحمت اللہ کے بعد حافظ ولی اللہ صاحب لاہوری خدا سے توفیق پا کر اس کام (تردید عیسائیت) کے لئے تیار ہوئے۔آپ نابینا تھے مگر حافظہ کمال تھا۔ سب کچھ زبان سے بولتے تھے۔میاں عبد العزیز (مالواڈہ) بیرسٹر لاہور کے والد مولوی الٰہی بخش بڑے متقی پرہیز گار بزرگ تھے۔وہ حافظ صاحب ہی کے شاگرد تھے۔ اسی طرح دہلی میں مولوی عبد المجید صاحب مالک انصاری پریس اور ابونصر وغیرہ بھی عیسائیوں کے مدمقابل ہوئے۔ بایں ہمہ قادیانی تحریروں میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب سے پہلے اسلام کا کوئی خادم (بمقابلہ عیسائیت) نظر نہیں آتا تھا، جو کچھ خدمت کی ہے وہ مرزا صاحب نے کی ہے۔ہمیں حیرت ہوتی ہے اور ہمارے منہ سے نکل جاتا ہے:

آنچہ مے شنوم بہ بیداریست یا رب یا بخواب۔(اہلحدیث امرتسر ۲۷ستمبر ۱۹۴۶ء ص ۵)

چند قصائد مرزا کا تجزیہ

مرزا غلام احمد قادیانی نے عربی میں ایک قصیدہ لکھ کر دعوی کیا کہ یہ اعجازی ہے، کوئی اس کے مقابل نہیں لکھ سکتا۔ اور انہوں نے مد مقابل بہتر یا مساوی قصیدہ لکھنے والے کے لئے دس ہزار روپئے انعام مقرر کر کے اس چیلنج کو دور ونز دیک مشتہر کیا۔

مصر کے مشہور عالم جناب شیخ رشید رضا کو چیلنج موصول ہوا تو انہوں نے لکھا

مرزا غلام احمد قادیانی نے، جسے ایک قسم کا جنون ہے اور جس نے عقل سے فارغ خطی لے رکھی ہے، گذشتہ مہینے میں ہمیں ایک عربی قصیدہ بھیجا ہے جس کا دیباچہ اردو میں ہے۔ وہ اس قصیدہ کو اپنا معجزہ سمجھتا ہے۔ اور ایسا قصیدہ لکھنے والے کو دس ہزار روپئہ انعام دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ اس قصیدہ کے ساتھ ایک انگریزی خط بھی اس نے بھجوایا ہے جس میں اسی قسم کا ہذیان ہے مگر اس بے وقوف نے انعام مقرر کرتے ہوئے کوئی حکم مقرر نہیں کیا جو اس کی بکواس اور شعراء کے سحر بیان اشعار کا موازنہ کرتا۔ ہمارا ارادہ تھا کہ اس قصیدہ پر جرح وقدح کرتے اور مرزا کی لفظی، صرفی، نحوی اور عروضی غلطیوں کے علاوہ اس کا سرقہ بھی پکڑتے اور دکھاتے کہ مرزا نے شعراء متقدمین کے کلام کا سرقہ کر کے اس کی شکل کس طرح مسخ کی ہے۔ اور صحیح کو کیونکر غلط کیا ہے۔ مگر اس خیال سے کہ جو عربی جاننے والے ہیں وہ قصیدہ کے اشعار پڑھ کر خود ہی سمجھ سکتے ہیں اور اہل ہند میں سے جو اس کے فریب میں آچکے ہیں وہ ہماری جرح کو اگر وہ ان کے پاس پہونچ بھی جائے، کب ماننے لگے۔ ہم نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور صرف چند شعر نقل کر دیئے تا کہ پڑھنے والے اس کا مضحکہ اڑائیں۔

(یہی رائے دوسرے الفاظ میں اڈیٹر الہلال نے ظاہر کی ہے جو مسیحی مذہب رکھتا ہے اور جس کا مرزا کے ساتھ کوئی عناد بھی نہیں کیونکہ عیسائی ہونیکی وجہ سے وہ مرزا کی گالی گلوچ سے بچا ہوا)

گلزار ہند۔ بحوالہ المنار مجریہ ۱۶ شوال ۱۳۲۰ھ۔ (شحنہ ہند ضمیمہ ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء ص ۳)۔

☆ مولانا احمد حسن شوکت میرٹھی نے اپنے شحنہ ہند کے ضمیمہ میں کئی مرتبہ اس قصیدہ کا فنی تجزیہ کیا۔ایک دفعہ ، وہی دس ہزار روپئہ والا قصیدہ کے عنوان سے لکھا کہ مرزا صاحب کا شعر ہے

فجا ئوا بذ ئب بعد جهد اذا بهم

ونعنى ثناء الله منه و نظهر

ذو ب گداختن اور اذا به گدازانیدن یعنی دوسرے سے گلوانا۔مگر جهد کی یہ صفت نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ معنی ہوئے کہ بڑی کوشش کے بعد جس نے ان کو گلوا دیا ایک بھیڑیا لائے۔

اور دوسرے مصرعہ میں عنی یا نعنی کا صلہ بہ آتا ہے نہ کہ من۔صلہ کے حروف جارہ تک کی تمیز نہیں۔

و قال استروا امری و انی ارود هم

اخاف عليهم ان يفروا و يد بروا

ستار باب افعال سے نہیں آتا بلکہ استتا ر آتا ہے اور ستر بھی کسی امر یا بھید کے چھپانے کو نہیں کہتے ، بلکہ پردے اور پوشش اور پردے میں چلے جانے اور لباس کو کہتے ہیں۔امر یا راز کے چھپانے کو اخفاء کہتے ہیں پس مصرعہ اولی یوں بنا لیجئے

و قال اخفئو امری و انی ار ودهم

یا یوں کہو

و قال اخفئو سر ی و انی ارودهم

اور مصرعہ ثانیہ میں يد بروا غلط ہے۔اگر پشت دی جانے،یعنی بھاگنے کے معنی ہیں تو اد بار مصدر لازم نہیں بلکہ متعدی ہے۔اور اگر باب افعال سے صیغہ مجہول ہے تو یہ معنی ہوئے کہ پشت دیئے جائیں ،جو بالکل مہمل ہے۔اور پیٹھ دی جانے کے لئے استد بار آتا ہے،نہ کہ اد بار

رأوا ابرح بهتا ن تنشادو تعمر

فقا لوا لجا ک الله کیف تز ور

برج بہتان ماشاءاللہ خیرنال نکی گل ہے۔ زبان عرب میں برج بہتان کس نے باندھا اور تعمیر کیا ہے۔ شائد مرزاجی اسے اپنا برج منارہ سمجھے ہیں۔ کسی شاعر عرب کی سند پیش کیجئے

فصارو بمدّ للرماح درية

و يعلمها احمد على المد بر

رمح نیزے کو کہتے ہیں اور زیادہ مناسب سهم یعنی تیر ہے۔ پس رماح کی جگہ سهام چاہیے۔یعنی فصاروا بمدّ للسهام درية

وان لسان المرعما لم يكن له

اصاة على عوراته هو مشعر

اصاة بمعنی عقل بڑا بھاری، اجنبی، چینی، مغلئ محاورہ چین سے ڈھونڈ کر لائے۔ سلیس لفظ (صواب) کیوں بھرتی نہ کر دیا یعنی

صواب على عوراته وهو مشعر

آپ کو تو زحاف کا دور کرنا بھی نہیں آتا۔ (شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ۱۹۰۳ء)

☆ ایک دوسرے مقام پر مولانا احمد حسن شوکت رقم طراز ہیں:

مرزاجی کے مرید محمد احسن امروہی صاحب نے اعجاز احمدی کا جواب لکھنے کی پھر تحریک کی ہے .(اس سلسلے میں)

. گذارش ہے کہ اگر جیب میں ٹکے ہوں تو مرزاجی پانچ ہزار (روپئہ) امرتسر میں یا لاہور میں کسی ایسے صاحب کے پاس جمع کرادیں جو ہمارا بھی معتمد ہو۔ مثلاً امرتسر میں منشی غلام محمد صاحب فاضل وخواجہ صمد شاہ صاحب اڈیٹران اخبار وکیل۔ یا میر کرامت اللہ صاحب میر۔ اور لاہور میں مولوی محبوب عالم صاحب مالک پیسہ اخبار یا مولوی محرم علی صاحب چشتی مالک رفیق ہند یا میاں محمد چٹو صاحب تاجر ریشم۔

اس کے بعد طرفین سے محاکم مقرر ہوں۔ اگر ہمارے کسی شاگرد کا قصیدہ مرزاجی کے قصیدہ سے بڑھ کر رہے اور مجلس محاکمہ کے ممبر ہم کو ڈگری دیں تو ہم پانچ ہزار لینے کے مستحق ہوں گے ورنہ نہیں۔ تم نے دس ہزار کا اعلان دیا تھا ہم اس کا نصف ہی مانگتے ہیں۔ اگر مرد ہو تو ایسے موقع سے نہ چوکو۔ (ضمیمہ شحنہ ہند۱۹۰۳ء)

☆ ایک دفعہ جناب احمد حسن شوکت نے لکھا:

مرزا جی نے اپنے قصیدہ کا جواب لکھنے والے کے لئے دس ہزار روپیہ کے انعام کا اعلان دیا تھا ہم اس کا نصف یعنی پانچ ہزار روپیہ طلب کرتے ہیں، بشرطیکہ کسی مقام پر اپنے اور ہمارے مقبولہ امین یا کمیٹی کے پاس جمع کر دیئے جائیں، ورنہ مرزا جی کا کیا اعتبار رہے کہ پانچ ہزار روپیہ دے سکیں گے۔ کتنی مرتبہ مرزا جی نے خالی خولی تھیلیاں دکھائیں مگر کسی کو ایک ٹکا بھی نہیں دیا۔

ہم بڑی جرأت اور دلیری اور استحکام کے ساتھ لکھتے ہیں کہ اگر ۵ ہزار روپئے کی پوری کفالت ہو جائے تو ہم تحدی کرنے کو تیار ہیں۔ مرزا جی یہ بتائیں کہ کس قسم کے مضامین چاہتے ہیں؟ کیا وہی تردیدی مضامین جو ہمیشہ شحنہ ہند میں شائع ہوتے ہیں یا کسی اور قسم کے مضامین۔ دو ہفتے کے مابین جواب دیں۔

(شحنہ ہند ضمیمہ۔ ۸ جون ۱۹۰۳ء ص ۶)

☆ ایک دفعہ جناب احمد حسن شوکت نے لکھا:

مرزا صاحب قادیانی کا ایک مطوّل خط الحکم قادیان۔ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں بجواب خط مولوی اصغر علی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور شائع ہوا جس میں مرزا صاحب کو اطلاع دی گئی تھی کہ آپ کی کتاب حمامۃ البشری کے بعض مقامات میں صرفی نحوی یا عروضی غلطی ہے۔ اور نیز بعض مضامین یا فقرات یا اشعار چرائے گئے ہیں۔

مرزا صاحب اپنی ضعف پیری بیماری کثرت اشغال وغیرہ کے وجوہ بیان کر کے لکھتے ہیں کہ ان حالات میں ایسی اور اس قدر تصنیف کر لینا غنیمت ہے۔ وہ لکھتے ہیں اس طور کی تحریروں میں کوئی صرفی نحوی غلطی رہ جائے تو بعید کیا ہے؟ مجھے کب یہ دعوی ہے کہ یہ غیر ممکن ہے؟ ان کم فرصتوں اور اس قدر جلدی میں جو کچھ قلم سے گذر جاتا ہے اس کو خدا تعالی طرف سے سمجھتا ہوں، ہاں اگر غلطی ہے تو میرے نفس کی وجہ سے۔

غرض مرزا صاحب نے مان لیا ہے کہ ان کی تحریریں غلطیوں سے پاک نہیں ہوتیں اس پر انہیں الہامی تحریریں کہتے ہیں۔ جب الہام غلط ہوا تو نبوت اور اس کا دعوی بھی

غلط ہو گیا۔ (شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ص ۲)

☆ ایک مرتبہ مولانا احمد حسن شوکت نے سید خادم علی بی اے وزیر آبادی کی ایک تحریر شائع کی جس میں مرزا صاحب کو مقابلے کے لئے میدان میں تشریف لانے کی دعوت دی گئی تھی۔یہ تحریر یوں ہے:

جو شخص عربی علم و ادب سے واقف ہوگا وہ تو مرزا صاحب کی عربی دیکھ کر صاف بول اٹھے گا کہ مرزا صاحب فن انشاء اور شاعری سے محض نابلد نہیں بلکہ ان کی فطرت میں یہ مادہ ہی نہیں رکھا گیا...

مرزا صاحب میں اگر عربی دانی کا دم خم ہے تو مرد میدان بنیں۔کوئی جگہ اور وقت مقرر کریں فریق مخالف سے بھی کوئی شخص مقابلہ میں آجائے گا۔اکثر اشخاص مقابلہ کے واسطے تیار ہیں۔

مرزا صاحب اس کو چیلنج سمجھیں اور حسب معمول لیت ولعل سے کام لے کر ، میں سچا، میں سچا،کی بانگ دہل نہ دیتے پھریں۔ و السّلام علی من اتبع الھدی۔

سید خادم علی۔بی اے۔وزیر آبادی

(شحنہ ہند ضمیمہ نمبر ا و ۲ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۴ یکم و ۸ جنوری ۱۹۰۳ء)

☆ مرزا صاحب کے اس انعامی چیلنج پر کئی لوگ میدان میں آئے اور انہوں نے آپ کو مقابلے کی شرائط، جزئیات وغیرہ طے کرنے کے لئے مدعو کیا۔لیکن مرزا صاحب خاموش رہے۔ اس سلسلے میں جانبین کی تحریریوں، اشتہارات، دعاوی پر محاکمہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سید ابو محمد جمال الدین (نیو میڈیکل ہال پشاور)

. مرزا جی کا انعامی قصیدہ اور ان کے مخالفین کے اعتراضات .

کے عنوان سے لکھتے ہیں:

ضمیمہ شحنہ ہند و پیسہ اخبار و دیگر اشتہارات وغیرہ سے اعتراضات درج کئے جاتے ہیں تاکہ جو جوابات مرزا جی کی طرف سے پیش ہوں ان کو پبلک جان کر فیصلہ کر سکے۔

ا۔ قصیدہ کے فصیح ہونے کی تصدیق کسی عالم ادیب سے کرائی جائے۔

۲۔ایک مجلس میں مرزا جی اپنے قصیدہ کی صرفی، نحوی، عروضی غلطیوں کا جواب مولوی ثناء اللہ صاحب کو دیں۔

۳۔جبکہ علماء نے مرزا صاحب کے رسالہ دافع الوساوس و اعجاز مسیح وغیرہ میں بکثرت غلطیاں نکال کر پیش کیں اور ضمیمہ شحنہ ہند میں تو مرزا صاحب کی نظم ونثر عربی و فارسی و اردو میں جو اصلاحیں ہوئیں اور ہو رہی ہیں، ان کو زمانہ جانتا ہے، مگر مرزا صاحب کی طرف سے آج تک کوئی جواب نہیں ہوا۔ پس ایسے غلط نویس کی نسبت کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ اس نے ۵ دن میں ۹۰ صفحہ کا قصیدہ لکھ ڈالا ہو۔ لہذا سید محمد علی حسن صاحب نظامی دہلوی کے مقابل بیٹھ کر مرزا جی عربی میں قصیدہ لکھیں۔ پھر دونوں صاحبوں کے قصیدوں کی جانچ ایک کمیٹی کرے۔

۴۔مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب سے ایک مجلس میں عربی تحریری گفتگو کرلیں اس کے بعد دونوں کی تحریریں دو شخصوں کے سامنے جانچ اور فیصلہ کے لئے پیش ہوں۔ وہ دونوں شخص مسلّمہ فریقین ہوں۔

۵۔مرزا صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب کی عربی تفسیر کے مقابل لکھ کر بلا میعاد جب تک چاہیں، پیش کریں۔

۶۔مولوی فاضل کا امتحان ہی آئندہ اپریل میں پاس کرلیں تو مرزا جی کی لیاقت معلوم ہو جاوے۔

۷۔حاجی یونس خان صاحب رئیس دتاؤلی کی کتاب تحفہ احباب کے مقابل کتاب لکھیں تو حاجی صاحب موصوف انعام بھی دیں گے۔ یا ان کی غزل مندرجہ اخبار شحنہ ہند کے مقابل غزل لکھیں۔

حاجی یونس خاں صاحب رئیس دتاؤلی نے لکھا ہے کہ میرے نام قصیدہ بھیج دو، تو پہنچنے کی تاریخ سے بیس روز کے اندر اس سے عمدہ قصیدہ لکھ کر پیش کرونگا۔

۹۔ جبکہ فتح ونصرت کا وعدہ اللہ نے مرزا صاحب سے کر دیا ہے اور مخالفین کے علم سلب کر لئے ہیں تو پھر مرزا جی بالمقابل تفسیر نویسی یا قصیدہ گوئی سے کیوں اعراض کرتے ہیں اور پیر مہر علی شاہ صاحب کے سامنے باوجود وعدہ کرنے کے کیوں تشریف نہ لائے؟

۱۰۔ فیضی کی بے نقط تفسیر کے مقابل صرف ایک ہی صفحہ لکھ کر دکھائیں اور تمام مرزائی

مل جائیں۔

۱۱۔ کبھی کسی نبی نے قصیدہ بازی کو معجزہ بتایا ہو، تو اس کا نشان ہو۔

۱۲۔ جبکہ اللہ تعالی نے وما علّمناہ الشعر و ما ینبغی لہ ،قرآن مجید میں فرمایا ہے، (یعنی ہم نے پیغمبر کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ وہ اس کے لائق ہے)۔ ایسے مکر وفن میں کسی نبی کا مبتلا ہونا خصوصاً بروزی محمد کا نعوذ باللہ کب ممکن ہے۔ انوکھے پیغمبر کے انوکھے معجزے۔

۱۳۔ جبکہ اس قصیدہ میں مسلمانوں کی توہین اور کذب وافتراء ہے اور ایسے شاعروں کے واسطے اللہ تعالی نے والشّعراء یتبعھم الغاوون فرمایا ہے، تو یہ معجزہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

۱۴۔ شاعری تو ظاہر ہے کہ معجزہ نہیں ہوسکتی۔ ہاں قرآن مجید بطور معجزہ مثل حفظ کے سنا دیں تو البتہ معجزہ ہے۔ اور بروزی محمد کے بہت مناسب ہے کیونکہ پہلے جب تشریف لائے تھے تو قرآن حفظ تھا، دوبارہ (نعوذ باللہ) بشکل مرزا تشریف لائیں تو قرآن تک سینہ سے محو ہو جائے۔ حالانکہ مرزا جی کا دعوی ہے کہ میں ان تمام اوصاف کے ساتھ آیا ہوں۔ پس قرآن کا حفظ نہ ہونا مرزا جی کے واسطے بڑی شرم ہے۔

۱۵۔ بیس روز کے بعد اگر کوئی اللہ کا بندہ مرزا جی کے قصیدہ سے اچھا لکھ دے تو بقول مرزا جی ان کا قصیدہ معجزہ نہ رہے گا۔

۱۶۔ جبکہ بموجب قرآن شریف تمام نبی اپنی قوم کی زبان میں تبلیغ فرماتے تھے تو برعکس اس کے مرزا جی اردو زبان چھوڑ کر عربی میں کیوں تحدی کرتے ہیں؟

۱۷۔ جبکہ مرزا جی کا کلام اور اللہ تعالی کا کلام دونوں تحدی کرتے ہیں تو مرزا جی کا کلام بھی قرآن ہو گیا۔ اور اگر مرزا جی کا کلام قرآن کے درجہ پر نہیں، تو اعجاز نہیں ہوسکتا۔

ان کے سوا اور بھی اعتراضات دیکھنے میں آئے جو بخوف طوالت نہیں لکھے۔

مرزا جی نے اب تک ان کے کچھ جواب نہیں دیئے۔ ہاں ۱۷ دسمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم میں مرزا جی کے مفتی محمد احسن صاحب امروہی نے بعض اعتراضوں کے عجیب وغریب جواب لکھے ہیں۔ جو ناظرین کی دلچسپی کے واسطے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

نمبر ۵ کی نسبت طول وطویل عبارت میں محمد احسن نے یہ مطلب لکھا ہے:

. مرزا جی عوام وخواص کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور عوام فصاحت و بلاغت کو سمجھتے ہیں لہذا ۲۰ دن کی میعاد سے عوام کو تسکین ہو جائے گی کہ کسی نے بالمقابل قصیدہ نہیں لکھا .

مگر اس جواب میں مشکل یہ واقع ہوئی کہ قرآن مجید بھی تو خاص عام کے واسطے آیا۔ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالی کو یہ مصلحت نہ سوجھی جو مرزا صاحب کو سوجھی ۔ ضرور بیس پچیس روز کی میعاد قرآن مجید کی تحدی کے واسطے مقرر کرنا تھی ، یا خدا کی خدائی میں ایسے گمراہی کے حریص موجود نہ ہوں گے جن کی رعائت اللہ کو منظور ہوتی ۔ ایسے عوام تقدیر سے مرزا جی ہی کی مریدی کے واسطے منتخب کئے گئے جن کی روک تھام کے واسطے طرح طرح کی شعبدہ بازیاں اور شب و روز کی جانفشانیاں اور مختلف قسم کی تدابیر کی جاتی ہیں....

الزام نمبر ۶ کی نسبت محمد احسن فرماتے ہیں کہ

اس آیت (وما ارسلنا من نبیّ الّا بلسان ...) انبیاء سابقین مراد ہیں۔ آنحضرت ﷺ اور ان کے خلفاء راشدین و مرزا جی مستثنے ہیں کیونکہ یہ ایک خاص قوم کے واسطے نہیں ہیں بلکہ کافۃ للنّاس کے واسطے آئے ہیں ۔ چنانچہ مرزا جی نے اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں تحدی کی ہے .

یہ تفسیر آیت شریفہ کی تفسیر بالرائے ہے جس کو پیغمبر خدا نے کفر فرمایا ہے۔ نیز اس تفسیر کے بموجب مرزا جی کا دعوی ہی جڑ سے اکھڑ گیا ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور ان کے خلفاء تمام دنیا کی زبانوں میں تبلیغ کرتے تھے ۔ حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے ۔ البتہ مرزا جی خود مستثنی بن جاویں تو ان کی خوشی ہے مگر وہ تو خود مابہ النزاع ہیں لہذا مسلمان بحکم حدیث لا نبی بعدی مدعی نبوت کو ان تیس شخصوں میں شمار کرتے ہیں جو حدیث شریف میں مذکور ہیں ۔ اگر مرزا جی کی خاطر ہم مرزا جی کو مستثنی مان بھی لیں تو پھر اردو، فارسی، عربی کے حصر کو نہیں مان سکتے کیونکہ مرزا جی تو بزعم خود تمام خلق کی طرف مبعوث ہوئے ہیں پس تمام دنیا کی زبانوں میں تحدی کرتا ۔

اسی طرح الزام نمبر ۱۷ کے جواب میں امروہی صاحب نے جو کچھ کہا ہے ہم اس کا خلاصہ یہاں لکھتے ہیں نقل کفر کفر نہ باشد۔

. جبکہ بحکم قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی . کلمات رب لا متناہی ہیں اور قرآن مجید متناہی ہے، لہذا قرآن کے حقائق و معارف والہامات مطہرین و مقربین

سب کلمات رب ہیں ۔ پس مرزا جی کی تصانیف (نعوذ باللہ) عین قرآن ہیں ۔ نہ قرآن مجید کی مثل کوئی لاسکتا ہے ۔ نہ مرزا کی تصانیف کی .

ناظرین ۔ کیا کوئی فرقہ اسلام میں اب تک ہوا ہے جس نے قول بشر کو عین قرآن کہا ہو؟ اللہ تعالی نے صرف قرآن مجید ہی کی مثل لانے کی تحدی فرمائی ہے، نہ کہ اپنے تمام کلمات نامتناہی کی، نہ توریت وانجیل کی، جو بالاتفاق کلام الہی ہیں ۔ پس مرزا جی کے کلام کو کلام الہی کہنے سے بھی مطلب براری نہیں ہوتی ۔

یہ ہیں جوابات امروہی صاحب کے جو اپنی (قادیانی) جماعت کے لاجواب مفتی ومناظر ومصنف کتب ہیں ۔

(اپریل ۔ پہلا ہفتہ ۱۹۰۳ شحنہ ہند ضمیمہ ص ۱۔۳)

(ڈاکٹر جمال الدین کی ایک اور تحریر یہاں درج کی جارہی ہے جس کا تعلق قادیانیت سے تو نہیں لیکن ختم نبوت سے ہے ۔ اور اس کا تعلق ہمارے اس وعدے سے بھی ہے جو شائد ہم نے کسی جگہ کیا تھا کہ پیر مہر علی صاحب اور خان پوری بزرگوں کے علمی معرکوں کا ذکر کریں گے ۔ اور اس کی طرف اشارہ مولانا عبدالاحد خان پوری کے اس خطاب میں بھی ہے جو انہوں نے پیر صاحب سے کیا تھا اور اس کا ذکر ہم کسی جگہ کر چکے ہیں ۔

ڈاکٹر جمال الدین

. سیف چشتیائی مصنفہ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کی ایک غلطی کی اصلاح .

کے عنوان سے لکھتے ہیں:

جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے رسالہ سیف چشتیائی میں رد مرزا غلام احمد قادیانی کے صفحہ ۱۹۷ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کو بھی مدعیان نبوت کی فہرست میں داخل کر دیا ۔ چونکہ اس غلطی کو دیکھ کر گمان غالب ہے کہ ایک طرف تو مخالفین شیخ بدست آویز تحریر پیر صاحب موصوف غلطی میں پڑ کر شیخ کو مدعی نبوت سمجھ کر مرتکب گناہ عظیم ہوں گے اور دوسری طرف موافقین ومعتقدین شیخ، پیر صاحب کو غلط نویس یا غیر محقق بلکہ دشمن اہل حق سمجھنے لگیں گے، لہذا اس فتنہ کے انسداد کی غرض سے ۱۴۔ اگست ۱۹۰۲ء کو خاکسار نے خود پیر صاحب کو لکھا ۔ پیر صاحب کے جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ میری لاعلمی میں میرے بعض احباب نے یہ الحاق کر دیا ۔ طبع ثانی میں اس کی اصلاح ہو جائے گی اور موجودہ نسخوں میں اس مقام پر سیاہی پھیر دی جائے گی ۔ پھر تخمیناً دو سال بعد میرے مطالبہ پر لکھا کہ تصحیح کر دی گئی اور طبع

ثانی کی غرض سے نسخہ مصححہ حافظ محمد دین صاحب مالک مطبع مصطفائی پریس لاہور میں موجود ہے، دیکھ لیا جاوے مگر حافظ صاحب موصوف کسی عوائق کی وجہ سے طبع میں توقف کر رہے ہیں۔

چونکہ عرصہ دو سال سے زیادہ وعدہء اصلاح ہو گیا اور ابھی تک اصلاح کی کوئی امید نہیں اور معلوم نہیں کہ مصححہ نسخہ کب تک طبع ہوگا، لہذا اس غلطی سے بچنے کی غرض سے پبلک پر ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ جس کے پاس سیف چشتیائی طبع اول ہو وہ اس مقام کو درست کر لے، غلطی میں نہ پڑے۔ جس کو شک ہو وہ خود پیر صاحب سے دریافت کر لے یا ان کے خطوط جو خاکسار کے پاس اور بعض مولوی عبدالاحد (خان پوری) کے پاس، جو راولپنڈی میں مقیم ہیں، محفوظ ہیں، ملاحظہ فرمائے۔ اگر طبع ثانی میں پیر صاحب کے احباب نے پھر غلطی کی یا تصحیح نہ فرمائی یا زیادہ دیر لگائی تو تمام خط و کتابت اس کے متعلق جو خاکسار اور پیر صاحب کے مابین ہوئی ہے، واسطے آگہی پبلک کے مشتہر کی جائے گی۔

راقم۔ کمترین ابومحمد جمال الدین، نیومیڈیکل ہال صدر بازار پشاور (شحنہ ہند ضمیمہ ۔ ۸ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۱)

یاد رہے کہ اسی معاملے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قاضی عبدالاحد نے پیر صاحب گولڑوی کو لکھا تھا:

میرے آپ کے دیرینہ دوستانہ تعلقات تھے۔ مرزائیوں کے مقابلے میں آپ کا میں دست راست بنا رہا۔ مرزا کے مقابلے میں آپ کی ڈھارس بندھائی یہ کہہ کر کہ مقابلہ ہوا تو ہم خود کریں۔ لاہور آپ کا ہمراہی بن کر گیا۔ سیف چشتیائی کی تالیف میں آپ کی علمی مدد کی۔ مولانا محمد بشیر سہسوانی کی تصنیف ردّ مرزا میں نے آپ کو مہیا کی۔ جس سے آپ نے بھرپور استفادہ کیا لیکن اس کا ذکر کتاب میں نہ کیا۔ مرزا قادیانی کے قابل اعتراض اقوال کو اس کی متعدد تصانیف سے مولانا ہدائت اللہ صاحب صدر بازار راولپنڈی سے یکجا لکھوا کر آپ کو دیئے جس سے آپ کو بڑی مدد ملی، حالانکہ یہ کام آپ کے لئے اگر محال نہ تھا تو مشکل ضرور تھا۔ آپ نے سیف چشتیائی میں سے بعض عبارات کے نکالنے کا وعدہ کیا تھا جو جماعت اہل حدیث پشاور کے احتجاج کی بنا پر آپ کو بتائی گئی تھیں اور آپ کے اس وعدہ کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے میں اس جماعت کا ہدف ملامت بنا۔ (تذکرہ علماء خان پور)

☆ مرزا جی کا الہامی قصیدہ کے قصیدہ کے عنوان سے مولانا احمد حسن فرماتے ہیں:

مرزا جی کا ایک فارسی قصیدہ (ازالہ اوہام میں).. نظر سے گذرا۔ ہم اس کے پیاز کے سے چھلکے اتار کر دکھاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ پوست ہی پوست ہے مغز ندارد۔ لیجئے:

جائیکہ از مسیح و نزولش سخن رود   گویم سخن اگر چہ ندارند باورم

کاندر دلم دمید خداوند کردگار   کان برگزیدہ را زرہ صدق مظہرم

لیجئے جناب عیسی مسیح برگزیدہ ہو گئے ۔ شائد یہ قصیدہ بروزی اور مہدی بننے سے پہلے تصنیف کیا گیا ہے اور جب جنون نے زور کیا تو عیسی مسیح کو خدا جانے کیا کیا بنا کر چھوڑا، نبی ہونا تو کجا، وہ تو مہذب انسان بھی نہ رہے ۔ جو مسیح ایسے اور ویسے ہیں مرزا جی ان کے مظہر بنے ہیں۔ یہ قصیدہ شعرانوری کے اس شعر سے اخذ کیا ہے:

جائیکہ از بلندی و پستی سخن رود　　از آسمان بلندتر از خاک کمترم

قرآن میں سے جو آیتیں چرا کر تغیر وتبدل اور مسخ کے بعد اپنا الہام قرار دیتے ہیں وہ تو مسلمانوں پر کھل جاتا ہے کیونکہ ہزاروں علماء اور حفاظ موجود ہیں۔ پس کا جل کا چور اپنا منہ کالا کرتا ہے تو پکڑا جاتا ہے۔مگر شعراء کے قصائد پر تو لوگوں کی بہت ہی کم نظر ہوتی ہے، پس آپ اس کو چرا کر حمقاء میں سرخرو ہو جاتے ہیں لیکن تاڑنے والے تاڑ جاتے ہیں ۔　　　　قصیدہ کا ایک شعر یوں ہے:

موعودم و بحلیہ ماثور آمدم　　حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم

ہم نے تو یہ سنا تھا کہ کانوں سے دیکھتے ہیں ، ناک سے دیکھتے ہیں، سر سے دیکھتے ہیں، پاؤں سے دیکھتے ہیں، گھٹنوں سے دیکھتے ہیں ۔ یہ آج ہی معلوم ہوا کہ لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہیں جب کہ آپ کا یہ مصرعہ نظر پڑا: حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم
یوں فرمایئے: حیف است گر بغور نہ بینند منظرم

ایک شعر یوں ہے:

از کلمہ منارہ شرقی عجب مدار　　چون خودز مشرق است تجلّی نیّرم

تمام اشعار میں ردی مفتوح ہے ،مگر یہاں مکسور۔ یہ لفظ نیّر بروزن فیعل بکسر یاء ہے نہ کہ بفتح یاء۔ یہ آپ کی الہامی شاعری وہمہ دانی ہے ۔ جی ہاں بجا ہے جو مشرق میں رہے اور ایک منارہ کھڑا کر لے وہ مسیح موعود ہے ۔　　　　پھر فرماتے ہیں:

آن قبلہ رو نمود بگیتی بچاردہم بعد از ہزار وسہ کہ بت افگند درحرم

چاردہم کو بسکون ہاء ہوّز ملاحظہ کیجئے ۔ پھر چاردہم سے چودھویں صدی مراد لینا شائد تقاضائے الہام ہے۔علی ہذا، ہزار وسہ سے تیرھویں صدی۔ پھر بت افگند درحرم کے تو یہ معنی ہوئے کہ حرم میں بت لاکر ڈال دیئے ، بر افگندن ، البتہ ڈھا دینے کے معنی میں مستعمل ہے ۔ترکیب کتنی مضطرب ہے ۔آپ جو چاہتے ہیں شعر میں اس کو ادا

نہیں کر سکتے ۔ آپ کا مدعا یہ ہے کہ دنیا میں اس قبلہ (آنحضرت ﷺ) نے تیرھویں صدی کے بعد پھر منہ دکھایا جس نے حرم سے بتوں کو اکھاڑ پھینکا تھا۔ مگر شعر سے یہ معنی نہیں نکلتے بلکہ اسکے خلاف نکلتے ہیں، یعنی اس قبلہ نے پھر منہ دکھایا جس نے تیرہ سو برس قبل حرم میں بت لا کر ڈال دیئے تھے ۔ پھر فرماتے ہیں:

جوشید آنچنان کرمِ منبع فیوض کامد ندائے یار ز ہر کوئے و معبرم

(یار) تو بہت ہی خوب ہے اور (کوئے) کے ساتھ معبر کے تو کیا ہی کہنے ہیں ۔ معبر بالفتح بمعنی پل اور بالکسر بمعنی کشتی ہے، یہاں دونوں معنی سے کیا مناسبت ہے؟ یوں فرمائیے

کا ندائے غیب ز ہر کوئی و منظرم

مرزا صاحب کا ایک شعر یوں ہے:

آخر نخوانده ء کہ گمان نکو کنید چون میروی برون ز حدودش برادرم

جو شخص اپنے آپ کو برملا خدا کا لے پالک بتائے، بعد ختم نبوت، دعوی نبوت کرے، انبیاء کو گالیاں دے اور اپنے کو غیب دان بتائے ،اس پر نیک گمان کرنا مومن کا کام نہیں ، اور (برادرم) تو بہت ہی فصیح واقع ہوا ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

ما مورم و مرا چہ دریں کار اختیار رہ ایں سخن بگو بخداوند آمرم

پھر قافیہ غلط، آمِر بکسر میم ہے، نہ کہ بفتح میم ۔ مرزا صاحب یہ شاعری ہے، کاتا اور لے دوڑی نہیں ۔ مرزا صاحب کا ایک شعر یوں ہے:

اے قوم من بگفتہ ء من تنگدل مباش زاوّل چنیں مجوش ببیں تا بہ آخرم

قافیہ پھر غلط۔ سنیئے ایک آخر تو بکسر خاء اسم فاعل ہے اور ایک آخر بفتح خاء بمعنی دیگر کے ہے۔ آپ کی مراد بکسر خاء ہے نہ کہ بفتح خاء ۔ ورنہ بے معنی ہوگا اور یہ معنی ہوں گے کہ مجھے دوسرے کے ساتھ دیکھ۔ خود بدولت کا بھی یہ مطلب نہیں اور آخر اسم فاعل کی صورت میں ردی غلط ہوتی ہے ۔ پھر مرزا صاحب فرماتے ہیں:

ہر لحظہ مئے خوریم ز جام وصال دوست ہر دم انیس یار علی رغم منکرم

ردی پھر غلط۔ آپ کی مراد منکِر بکسر کاف اسم فاعل ہے نہ کہ منکر بفتح کاف اسم مفعول، ورنہ مہمل ہے ۔ مرزا صاحب کا ایک شعر یوں ہے:

برسنگ میکند اثر ایں منطقم مگر بے بہرہ این کسان ز کلام موثّرم

ردی پھر غلط ۔ کیونکہ موثّر سے اسم فاعل مراد ہے جو بکسر ثاء مثلثہ ہے، نہ بفتح ۔

مرزا صاحب کا ایک شعر یوں ہے:

زاں گونہ دست او دلم از غیر خود کشید گوئی گہے نبود دگر در تصوّرم

واہ واہ۔ ردی بجائے مفتوح کے مکسور تو ہو رہی تھی اب ردی مضموم بھی ہونے لگی ۔ کیوں جناب تصوّر بضم واو ہے یا بفتح واو۔ مرزا صاحب کا ایک شعر یوں ہے:

ہر تار و پود من بسراید بعشق او از خود تہی و از غم آں دلستان پرم

ردی پھر مضموم ۔ تار و پو کا گانا نیا محاورہ ہے۔ یوں فرمائیے:

ہر تار موئے من بسراید بعشق او

مرزا صاحب کا ایک شعر یوں ہے:

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب ہاں ملہم استم وز خداوند منذِرم

ردی پھر غلط۔ آپ ڈرانے والے ہیں یا ڈرائے گئے ہیں ۔ بے شک ڈرائے گئے ۔اور احمد حسن شوکت آپ کا منذر یعنی قہر خدا اور عذاب آخرت سے ڈرانے والا ۔ آپ تو الہامی قصیدے کے لکھنے میں مجبور ہیں، قصور تو مسخرے آسمانی باپ کا ہے کہ الّم غلّم جو کچھ چاہتا ہے الہام کر دیتا ہے۔(شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ ۱۶ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۲۔۵)

☆ مرزا جی کے اردو کلام پر نظر کرتے ہوئے ایک دفعہ مولانا احمد حسن شوکت نے لکھا کہ مرزا جی آریا سے مخاطب ہو کر حسب ذیل تک بندی کرتے ہیں:

}اے آریا سماج پھنسو مت عذاب میں کیوں مبتلاء ہو یارو خیال خراب میں

مصرعہ اولی میں تو آریا کو عذاب میں پھنسنے سے روکا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابھی تک عذاب میں نہیں پھنسے اور مصرعہ ثانیہ میں ان کا مبتلاء ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ دو مصرعے اور یہ اختلاف ۔ پھر دوسرے مصرعہ میں، یارو ، برائے بیت ۔ اصلاح:

{ کیوں آریا سماج پھنسے ہو عذاب میں کیوں مبتلاء ہوئے ہو خیال خراب میں

}اے قوم آریہ ترے دل کو یہ کیا ہوا تو جاگتی ہے یا تری باتیں ہیں خواب میں

کیوں صاحب مصرعہ اولی میں ، یہ، کیا چیز ہے۔ دوسرا مصرعہ بے ربط ہے۔ اصلاح:

{اے قوم آریا تجھے کیا ہو گیا بتا ہیں جاگنے میں یہ تری باتیں کہ خواب میں

}کیا وہ خدا جو ہے تری جان کا خدا نہیں   ایمان کی بو نہیں ترے ایسے جواب میں

مصرعہ اولی کی بندش کتنی بے سر و پا اور لغو ہے۔ . جو ہے . کتنا بھونڈا ہے۔اصلاح:

{ کہتی ہے تو کہ جان کا مالک نہیں خدا   ایمان کی بو نہیں ترے ایسے جواب میں

}گر عاشقوں کی روح نہیں اس کے ہاتھ سے   پھر غیر کیلئے ہیں وہ کس اضطراب میں

مرزا جی کا مطلب اس شعر سے نہیں نکلتا۔آپ کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر عاشقوں کی روح خدا تعالی کے ہاتھ سے نہیں تو جو کچھ ان کو بیتابی رہتی ہے کیا وہ کسی غیر کی وجہ سے ہے، یعنی کیا وہ خدا کے سوا کسی اور کے عشق میں مضطرب رہتی ہے۔اصلاح:

{ گر عاشقوں کی جان نہیں جانجان کے ہاتھ   کیا غیر کیلئے ہیں وہ اس اضطراب میں

}گر وہ الگ ہے ایسا کہ چھو بھی نہیں گیا   پھر کس نے لکھ دیا ہے وہ دل کی کتاب میں

مرزا صاحب کو بات تو سوجھتی ہے مگر اس کو ادا نہیں کر سکتے ۔ دوسرے مصرعہ میں . وہ . کا مشار الیہ مصرعہ اولی کا . وہ . ہے۔گویا ضمیر کیلئے بھی ضمیر کی ضرورت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر خدا ہم سے ایسا الگ ہے کہ چھو بھی نہیں گیا تو اس کو دل کی کتاب میں کس نے لکھ دیا ہے۔دوسرا مصرعہ یوں بنا لیجئے:

تو کس نے لکھ دیا اسے دل کی کتاب میں

} جام وصال دیتا ہے اس کو جو مر چکا   کچھ بھی نہیں فرق یہاں شیخ و شاب میں

مرزا جی کا مطلب جب ثابت ہو کہ بوڑھے ہی مرتے ہوں، جوان نہ مرتے ہوں ۔ وہ اپنے خالہ کے بیٹے طاعون ملعون ہی کی دست برد دیکھ لیں کہ جوانوں کو بوڑھوں سے پہلے چکھ رہا ہے بلکہ جوانوں کو زیادہ اور بوڑھوں کو کم۔

}ملتا ہے وہ اسی کو جو وہ خاک میں ملا   ظاہر کی قیل وقال بھلا کس حساب میں

مصرعہ اولی میں دو جگہ وہ ، وہ، عجیب خبط ہے۔اصلاح:

{ ملتا ہے وہ اسی کو جو مل جائے خواب میں   ظاہر کی قیل وقال ہے یاں کس حساب میں

} پھولوں کی جا کے دیکھو اسی سے وہ آب ہے   چمکے اسی کا نور مہ و آفتاب میں

جا بجا . وہ . کا مسالا بہت ہے۔پھر حشو اور بے معنی ۔اصلاح:

{ پھولوں کی گلستان میں اسی سے ہے آب وتاب   چمکا اسی کا نور مہ و آفتاب میں

}خوبوں کے حسن میں بھی اسی کا وہ نور ہے   کیا چیز حسن ہے وہی چمکا حجاب میں

پھر وہی . وہ .، لفظ نہیں ملتا تو شعر گوئی کو جی کیوں للچاتا ہے؟ اصلاح:

}خوبوں کے حسن میں بھی ہے پنہاں اسی کا نور کیا چیز حسن ہے وہی چمکا حجاب میں
}اسکی طرف ہے ہاتھ ہر اک تار زلف کا ہجران سے اسکے رہتی ہے وہ پیچ و تاب میں

یہ کیا تلازم ہے، تار زلف اور پیچ و تاب، پھر تار زلف کا ہاتھ؟ یوں کہیے:

}ہر تار زلف بھی ہے اسی پر جھکا ہوا ہر دم اسی کے غم سے ہے وہ پیچ و تاب میں
}ہر چشم مست دیکھو اسی کو دکھاتی ہے ہر دل اسی کے عشق سے ہے پیچ و تاب میں

چشم مست، پھر دیکھو اور دکھانا، کیا کیا مناسبات ہیں؟ پھر پہلے مصرعہ سے دوسرے مصرعہ کا تال میل تو ایسا ہے جیسے پلاؤ سے روغن بادام کا۔ اصلاح:

}ہر چشم مست میں ہے اسی کا خمار شوق ہر دل اسی کی آگ سے ہے التہاب میں
}جن مورکھوں کو کاموں پر اسکے یقین نہیں پانی کو ڈھونڈتے ہیں عبث وہ سراب میں

اصلاح:

}جن مورکھوں کو کام پر اسکے یقیں نہیں دریا کو ڈھونڈتے ہیں وہ رہ کر سراب میں
}قدرت سے اس قدیر کی انکار کرتے ہیں بکتے ہیں جیسے غرق کوئی ہو شراب میں

ربط اور ضبط تو چھو نہیں گیا۔ اصلاح:

}منکر ہوئے ہیں قدرت ربّ قدیر کے بکتے ہیں جیسے کوئی شرابی شراب میں
}دل میں نہیں کہ دیکھیں وہ اس پاک ذات کو ڈرتے ہیں قوم سے کہ نہ پکڑے عتاب میں

کیا لغو بکواس ہے۔ اصلاح:

}آنکھیں نہیں کہ دیکھ سکیں اس کے نور کو وہ مبتلا ہیں قوم کے خوف عتاب میں
}ہم کو تو اے عزیز دکھا اپنا وہ جمال کب تک وہ منہ رہے گا حجاب و نقاب میں

وہ، وہ ہر جگہ موجود۔ شائد حجاب اور نقاب دو چیز ہیں۔ پھر سراسر لچر۔ اصلاح:

اپنے جمال کی ہمیں دکھلا جھلک کہیں دیکھیں رہے گا جلوہ کہاں تک نقاب میں

(شحنہ ہند ضمیمہ ۲۳ مارچ ۱۹۰۳ء ص ۶۔۸)

ظل و بروز

مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

تمام اہل اسلام بعد ختم نبوت کسی جعلی نبی کے تا قیامت منکر ہیں ۔ نہ مرزا نے کسی مردے کو زندہ کیا، نہ کسی کانے یگانے کو دوگانہ کیا، نہ کسی لنگڑے کو چلتا کیا ،نہ کسی اندھے کو سوانکھا کیا۔ ہاں بعض بیناؤں کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر کر ان کو بالکل چوپٹ اور نپٹ اندھا (گمراہ) ضرور کر دیا۔ اور جب مرزا غلام احمد، بروزی محمد ہونے کا دعوی کرتا ہے تو اپنے دعوی مسیح موعود ہونے میں جھوٹا ہے کیونکہ مسیح موعود، بروزی محمد نہیں ہوسکتا ۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ ایک مستقل نبی دوسرے مستقل نبی کا بروز ہے جو بالکل تحصیل حاصل اور خلاف واقع ہے کیونکہ کوئی نبی، بروزی بن کر نہیں آیا۔

پھر کوئی پوچھے آپ بروزی مسیح کیوں نہ بنے اور عیسی مسیح نے آپ کے جسد میں کیوں حلول نہ کیا؟ اوائل میں بنے تو آپ عیسی مسیح ہی تھے، مگر عیسائیوں نے منہ نہ لگایا تب آپ نے عیسی مسیح کو گالیاں دینی شروع کیں کہ مسلمان خوش ہوں گے اور جھٹ سے بروزی محمد بن گئے ۔ مگر استغفر اللہ مسلمانوں کا عمل تو لا نفرّق بين احدٍ من رسلہ پر ہے اور دونوں آنکھیں برابر۔ انہوں نے تناسخ اور آواگون کے نام کا کتّا بھی نہ پالا۔ ہاں چند اپاہج اور جہلاء منڈھ گئے۔ پھر جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء کہہ کر آپ تمام انبیاء کے بروزی بنے ہیں اور دعوی صرف بروزی محمد ہونے کا ہے۔

پھر مرزا غلام احمد اپنی مسیحیت کا ثبوت تو احادیث سے دیتا ہے مگر بروزی محمد ہونے کا ثبوت نہیں دیتا۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے کہاں فرمایا ہے کہ بروزی محمد آئے گا۔

پھر جب بروزی محمد ہے تو صرف قرآن اس کا معجزہ کافی تھا جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا ، نہ کہ کوئی دوسری کتاب اعجاز المسیح وغیرہ ۔ اعجاز المسیح اس کے زعم میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر ہے حالانکہ وہ اس کا خانگی روزنامچہ ہے ..کیا کسی کتاب کا مفسر معجز ہوسکتا ہے؟ اور

جب وہ قرآن سے جداگانہ کوئی اعجاز ثابت کرنا چاہتا ہے تو ظاہر ہے کہ اعجاز قرآن کا منکر ہے۔ اور چونکہ یہ انکار درحقیقت اعجاز محمدی کا انکار ہے تو اس کا بروزی محمد ہونا باطل ہوا کیونکہ بروزی ظلی ہوتا ہے اور جب اصل شئے زائل ہوتی ہے تو ظل کا زائل ہونا بھی ضروری ہے۔

اور جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء بھی بروزی محمد ہونے کا مخالف ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء اور خاتم بجانب انبیاء مضاف ہے اور مضاف، مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے ورنہ خاتم ہونا اپنے واسطے اور ایک ہی شئے کا مقدم ومؤخر ہونا اور تقدم الشیء علی نفسہ و تأخر الشیء عن نفسہ لازم آئے گا، اور یہ محال ہے۔ پس جری اللہ فی حلل الانبیاء سے لازم آتا ہے کہ قادیانی ان انبیاء کا بروزی ہے جو آپ ﷺ سے پہلے گذرے ہیں، اس صورت میں وہ خود اپنے نفس کا مغائر ہوگا۔

ہم مرزا قادیانی کو مع چیلے چاپڑوں کے دس سال کی مہلت دیتے ہیں کہ ہماری ان باتوں کا جواب دیں۔ انشاء اللہ قیامت تک نہ دے سکیں گے اور السّاکت عن الحقّ شیطان اخرس ہوں گے۔ (شحنہ ہند ضمیمہ۔ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۱۔۲)

☆ ایک دوسرے موقع پر مولانا احمد حسن شوکت نے لکھا۔

اگر کتاب وسنت پر مرزا جی کا ایمان ہے تو ظلی اور بروزی نبی نہ تو آج تک کوئی ہوا ہے نہ قیامت تک ہوسکتا ہے، البتہ مذہب ہنود پر ایمان ہو تو تناسخی اور استدرا جی اوتار ایک دو نہیں، سینکڑوں بلکہ ہزاروں ہو سکتے ہیں لیکن مرزا جی یقیناً خود بھی اس کے قائل نہیں۔ پھر بروز اور ظل یعنی چہ؟

اب رہی حدیث میں مہدی مسعود اور عیسی موعود کی پیش گوئی:

اگر احادیث رسول اللہ پر ایمان ہے تو اس کا وقت ابھی نہیں آیا۔ نہ اس کے آنے کے آثار وعلامات ظاہر ہوئے ہیں۔ اس دعوی میں مرزا جی ہی منفرد نہیں بلکہ سوڈان اور افریقہ میں بہت سے مہدی پیدا ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں اور ہوں گے جب تک کہ حدیث رسول اللہ کے موافق ۳۰ دجال پورے نہ ہو لیں۔

اور پھر مہدیوں اور مسیحوں کا خروج اہل اسلام ہی میں نہیں بلکہ امت مسیح میں بھی ہو رہا

ہے چنانچہ لندن اور پیرس میں آج کل (یعنی بوقت تحریر) دو مسیح دندنا رہے ہیں جن کے دلائل مرزا جی سے کم نہیں، بلکہ بڑھے ہوئے ہیں ...

مرزا جی کے پاس کیا دلیل ہے جو لندنی اور پیرسی مسیح کے مقابلے میں پیش کر سکیں کہ تم مسیح نہیں ہو بلکہ میں مسیح ہوں ۔ حالانکہ ان کو حق شفعہ حاصل ہے کہ آسمانی باپ کے اکلوتے بیٹے کو مانتے ہیں اور اس لحاظ سے آسمانی باپ کی میراث کے وارث ہیں ۔ مرزا جی تو ناخلف لے پالک ہیں کہ اپنے بڑے بھائی کو نا قابل وراثت ٹھہرانے کیلئے فاسق فاجر بتاتے ہیں اسلئے مورث اعلی آسمانی باپ کی درگاہ سے بھی راندے گئے ہیں

مرزا جی کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ اس آزاد سلطنت میں پیدا ہوئے جس کے عہد میں کوئی شخص خدائی کا دعوی بھی کرنے لگے تو اسے کچھ تعرض نہیں ۔ مرزا جی سوڈان یا افریقہ میں پیدا ہوتے تو مزہ آتا جہاں کی سرزمین مہدیوں کے اگنے کی صلاحیت رکھتی ہے ۔ اور مرزا کے وجود با جود کے خروج کی ہر طرح قابل ہے ۔ پس سوڈان میں بروزی تعالیشی اور افریقہ میں بروزی سنوسی بنتے ۔ (ضمیمہ شحنہ ہند نمبر ۱ و ۲ ۔ص ۷)

☆ مرزا جی کے دعاوی، کے عنوان سے جناب احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

کرزن گزٹ کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ ہم مرزا کو اس وقت سچا جانیں کہ وہ کابل، ایران، روم (ترکی)، عربستان، بخارا میں خود جا کر یا کسی حواری کو بھیج کر تبلیغ رسالت کریں تو ہم بھی نقد چہرہ شاہی کا دس ہزار روپئہ نذر کریں گے، اس شرط پر کہ وہ مرقومۃ الصدر شہروں میں پہنچ کر ہم کو ایک خط بھیجیں کہ لو صاحب ہم وہاں پہنچ گئے اور اشاعت دین احمد یہ کر رہے ہیں ۔ ہم اسی وقت خالص اور کھرے کھرے دس ہزار نیمے پانچ ہزار گن کر حوالہ کر دیں گے ۔ اگر ضمانت مانگتے ہو تو ہم مولوی سراج دین احمد بیرسٹرایٹ لاء مالک چودھویں صدی کو پیش کرتے ہیں ۔ مگر ساتھ ہی اپنی وحی بھی شائع کر دیں گے جو ہم کو اس وقت ہو گی کہ مرزا صاحب پھر مع الخیر کبھی قادیان کی ہوا نہ کھائیں گے۔ وہیں کے لوگ آپ کی زیارت اس جگہ بنالیں گے ۔

ناظرین پر بخوبی روشن ہے کہ ہر وقت مرزا جی اور مرزائی جماعت اس دھن میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی موٹا مرغا پھنسے، کوئی فربہ شکار ہاتھ لگے ۔ دھڑا دھڑ چندے ہوں

مینار بنے، اثاث البیت زیورات سجاوٹ کے سامان عیش وعشرت کے اسباب مہیا ہوں۔ .....آنحضرت ﷺ نے تو نہ دنیادی سامان بنائے، نہ چندے بٹورے، نہ زیورات خریدے۔ وہ تو ایک مسافر کی طرح بغیر دل بستگی کے جیسے تشریف لائے ویسے ہی تشریف لے گئے۔ میں حیران ہوں کہ کیسی ظلّیت اور کیسی بروزیت اور کیسا آئینہ کا عکس، مشبّہ اور مشبّہ بہہ میں کچھ تو مماثلت ہونی چاہیے۔.....

اور اس پر یہ غرور اور خشونت اور بدزبانی جیسا کہ اس جماعت کا طریقہ ہے اس کی نظیر دنیا میں نہیں گویا حلم، موعظہ حسنہ، خلق محمدی کی یہ جماعت بالکل ضد ہے۔

مرزا جی کی جماعت میں آگے سے جو موٹے موٹے شکار موجود ہیں، کسی کو حکیم الامت کا خطاب، کسی کو خلیفہ اول کا، کسی کو خلیفہ ثانی کی عزت، کسی کو خلیفہ ثالث کا فخر، کسی کو خلیفہ چہارم کا عرف بخشا گیا ہے۔ یہ تو معمولی بات ہے کہ جب مرزا جی نے خود خلعت نبوت پہن کر محمد کا روپ دہار لیا ہے تو مریدوں کو خلفاء کا خطاب ملنا ضروری ہے یہ مرزا جی کی فیاضی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

خدا کا وعدہ ہے کہ نحن نزّلنا الذکر و انّا له لحافظون یعنی قرآن کریم کی گم شدہ عزت وعظمت کو پھر بحال کرنے کے لئے غلام احمد کی صورت میں یقیناً محمد رسول ﷺ آیا۔ اور خدا نے آسمان سے قرآن کریم کی حفاظت اور اس کی عظمت وجلال کے اظہار کا ایک ذریعہ پیدا کیا۔ اور ارادہ کیا کہ قرآن کریم کا نزول دوبارہ ہو۔ اور پھر دنیا کو اس کی عظمت پر اطلاع دی جاوے۔ اس غرض سے اس نے پھر محمد ﷺ کو بروزی رنگ میں غلام احمد قادیانی کی صورت میں نازل کیا۔ (الحکم قادیان ۱۰۔مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۹ کالم اول)

اور پھر ایسے سامان کی موجودگی میں یہ بھی لازم ہوا کہ بقول مرزا صاحب:

مماثلت سلسلہ موسوی کی غرض سے خدا نے تیرہ سو برس تک تو نبوت اور وحی پر مہر لگائے رکھی اور بہ پاس ادب آنحضرت ﷺ کسی نئے نبی ورسول کی ضرورت نہ سمجھی۔ مگر اب تیرہ سو سال بعد وہ مہر توڑ دی اور اس عاجز کو یا نبیّ اللّٰہ صریح طور پر پکار کر ممتاز فرمایا اور سلسلہ موسوی کی طرح جیسا کہ حضرت موسیٰ کے حواری نبی کہلائے، اسی طرح حضرت محمد ﷺ کا (مرزا جی) بھی نبی کہلایا۔ (الحکم قادیان ۲۳۔اپریل ۱۹۰۳ء)

اس پر طرہ یہ کہ مرزا جی کو آنحضرت ﷺ کی قبر میں مسیح موعود کے دفن ہونے کا بھید

بہت عجیب طور سے منکشف ہوا۔آپ تحریر فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کی قبر میری قبر میں ہوگی۔اس پر میں نے سوچا کہ یہ کیا سرّ ہے؟ تو معلوم ہوا کہ آنحضرت کا یہ ارشاد ہر قسم کی دوری اور دوئی کو دور کرتا ہے اور اس سے اپنے مسیح موعود کے وجود میں ایک اتحاد کا ہونا ثابت کرتا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ کوئی شخص باہر سے آنے والا نہیں ہے بلکہ مسیح موعود کا آنا گویا آنحضرت ﷺ کا آنا ہے جو بروزی رنگ رکھتا ہے۔

اگر کوئی اور شخص آتا تو اس سے دوئی لازم آتی اور عزت نبوی کے تقاضے کے خلاف ہوتا خدا نے جو قرآن میں اس قدر تعریف رسول اللہ ﷺ کی، کی ہے اور آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا ہے، اگر کسی اور کو آپ کے بعد تخت نبوت پر بٹھا دیتا تو آپ کی کس قدر کسر شان ہوتی جس سے یہ ثابت ہوتا کہ آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی بہت ہی کمزور ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو وہ بھی میری ہی اطاعت کرتے تو اس سے یہ مطلب ہے کہ کتنی بڑی بات ہے کہ اگر سوائے میرے مسیح موعود عیسیٰ جو بنی اسرائیل کا آخری نبی ہے آوے اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کی مہر توڑے تو آپ کو غیرت نہ آوے گی؟ اور کیا خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی اس قدر ہتک کرنا چاہتا ہے؟ افسوس ہے کہ لوگ باوجود مسلمان ہونے اور آنحضرت کو خاتم الانبیاء ماننے کے نبوت کی مہر توڑتے ہیں۔(الحکم ص۲ ۔۱۰ مئی ۱۹۰۳ء)۔

مرزا صاحب کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت عیسیٰؑ یا حضرت موسیٰؑ اولوالعزم پیغمبر پھر تشریف لاویں تو اس سے ہتک اور کسر شان اور قوت قدسی کی کمزوری آنحضرت کی ثابت ہوتی ہے اور خود بدولت مرزا جی، نبی بن کر اس مہر کو توڑیں تو اس میں نہ نبی کو غیرت آوے اور نہ خدا ہی برا مانے کیونکہ محمد ﷺ نے مرزا جی کا روپ دھارا ہے۔میرا اور مسلمان کا کانشنس یہ کہتا ہے کہ خدا نے محمد رسول اللہ ﷺ کو ختم الانبیاء فرمایا اور نبوت پر مہر لگا دی۔اب نہ تو حضرت عیسیٰؑ کی مجال ہے کہ خدا کی لگائی ہوئی مہر توڑ سکے اور نہ حضرت موسیٰؑ کی۔مرزا جی بے چارے کس باغ کی مولی ہیں۔کسی کو کیا پڑی ہے کہ مرزا جی کی ابلہ فریبیوں میں آوے اور ہاتھ کو سر کے گرد گھوما کر ناک پکڑے۔مرزا جی عقل کے اندھوں ہی کو جل دے کر اپنا الّو سیدھا کریں، ہم ایسے خدا کو جس کا قول اور فعل مخالف ہو، ایک ناقص بے کار کم عقل خدا کہیں گے کہ کہے کچھ اور کرے کچھ۔تیرہ

سو سال تک تو نبوت کی مہر مضبوط لگائے رکھی اور تیرہ سو سال کے بعد کمال بے وقوفی سے ایک ادنی ترین انسان کے واسطے اپنے قول کا خیال نہ کر کے اس مہر کو توڑ دیا۔ بات بات پر جو مرزا جی دس دس ہزار، پانچ پانچ ہزار روپئہ کی شرطیں لگاتے ہیں شائد ان کا خدا نفع نقصان میں شریک ہے۔ ہمارا خدا تو نہایت صادق الوعد، دانا بینا قول کا سچا غیور ہے جو بات کہتا ہے اس کو کبھی نہیں بدلتا۔ اس کا قول اور فعل موافق ہے۔ جیسے اس نے نبوت اور وحی پر مہر لگائی ہے قیامت تک اس کو کوئی نہ توڑے گا۔ مرزا جی جیسے کروڑوں کو ہلاک اور پیدا کرے گا، کانے گنجے لنگڑے تو کس شمار میں ہیں.

(شحنہ ہند میرٹھ، ضمیمہ ۱۶ جون ۱۹۰۳ء۔ ص ۱۔۳)

☆ مولانا احمد حسن شوکت نے ایک جگہ لکھا ہے:

مرزا اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کا بروزی بتاتے ہیں اور جہاد سے ڈر کر یہ تاویل چھانٹتے ہیں کہ لفظ محمد میں جلال اور لفظ احمد میں جمال ہے پس میں احمد ہوں۔ یعنی غلام احمد، محمد نہیں ہوں۔ پھر جب ایک صفت سلب ہوگئی تو آپ گنجے بروزی ٹھہرے۔

جلال اور جمال کسی شخص کے نام سے متعلق ہے یا ذات سے؟ ذات سے تو مجموعہ صفات و تشخص کا نام ہے اور جب ایک مسلمہ صفت سلب ہوگئی تو ذات من حیث الذّات کہاں رہی؟ (شحنہ ہند ضمیمہ ۸۔ دسمبر ۱۹۰۴ء ص ۳)

☆ بروز و تناسخ کے عنوان سے مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

بروز بالضّم کے معنی باہر آنا اور ظاہر ہونا ہے، براز بالکسر کے معنی جنگ کے لئے صف سے باہر آنا ہے یعنی مبارزت، اور بالفتح زمین فراخ اور غائط۔

بروز کے معنی از روئے لغت روح کا ایک قالب سے نکل کر دوسرے قالب میں جانا ہرگز نہیں۔ اور چونکہ لغت اور اصطلاح میں مناسبت اور مشارکت فی المعنی ہوتی ہے لہذا بروز کی مندرجہ بالا اصطلاح بھی یاروں کی گھڑت ہے۔

حاصل یہ ہے کہ بروز ہرگز تناسخ کا مرادف نہیں جس کے معنی ایک قالب سے دوسرے قالب میں روح کا جانا ہوسکیں۔ البتہ تناسخ کے لغوی معنی زائل ہونا اور ایک قرن کا

دوسری قرن کے بعد آخر کو پہنچنا اور ایک زمانے کا دوسرے زمانے کے بعد آنا اور میراث کی تقسیم سے پہلے کسی مردہ کے وارثوں کا مرجانا یعنی، اور، اصطلاحی معنی کسی روح کا ایک قالب سے نکل کر دوسری قالب میں جانا۔

مرزا جی کو یہ کہتے ہوئے تو شرم آئی کہ میں تناسخی نبی ہوں کیونکہ تناسخ کے معنی عرف عام میں آواگون کے ہیں جو ہندو دھرم کے اصول میں داخل ہے۔ اس کی جگہ بروزی بنے، مگر بات ایک ہی ہے، براز نہیں غائط۔ اخیر میں اپنے منہ پر آپ تھپڑ مارا کہ میں نے آریا سے مناظرہ کرتے ہوئے تناسخ کی کیوں تردید کی تھی، کرشن جی کے بروزی بن گئے۔ کوئی پوچھے کہ کرشن ہندو تھا یا مسلمان؟

پھر طرہ یہ کہ ہندو دھرم آپ کے تناسخی اوتار ہونے کا بھی انکار کرتا ہے کیونکہ آواگون کے معنی ایک ہی روح کا ایک ہی قالب میں جانا ہے، نہ کہ کئی روحوں کا ایک قالب میں جانا اور جمع ہونا۔ کیا معنی کہ آپ بروزی محمد بنے یعنی آنحضرت ﷺ کی روح مقدسہ ومطہرہ نے آپ کے پلید جسم میں حلول کیا ہے اور کرشن جی کے اوتار بنے کہ ان کے جیو نے میری سریر میں دھارن کیا ہے۔

دوسرا طرہ یہ کہ آسمانی باپ نے آپ پر الہام کیا جری اللّٰہ فی حلل الا نبیاء جس کے معنی یہ ہوئے کہ مرزا جی کی روح جیتے جی دوسرے انبیاء کے لباسوں یعنی جسموں میں۔ اول تو یہ خرابی ہوئی کہ انبیاء کے اجسام اب کہاں ہیں۔ دوم یہ کہ ایک روح بہت سے اجسام میں ہے۔

ایک خبط ہو تو اس کو رویا جائے آپ کو تو آسمانی باپ نے سینکڑوں خبطوں کا مرقع بنا کر بھیجا ہے۔ بھلا کوئی نبی دوسرے نبی کے قالب میں حلول کر کے دنیا میں آیا ہے؟

(شحنہ ہند ضمیمہ ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء ص ۵)

☆ مولانا ثناء اللہ امرتسری بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب کا قول ہے:

آخری زمانہ کا آدم درحقیقت ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں اور میری نسبت اس کی جناب کے ساتھ استاد اور شاگرد کی نسبت ہے اور خدا تعالی کا یہ قول کہ وآخرین منھم لمّا یلحقوا بھم اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس آخرین کے لفظ میں فکر کرو اور خدا

نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا اور اس کو کامل بنایا اور اس نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا، پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین ﷺ کے صحابہ میں داخل ہوا اور یہی معنی آخرین منہم کے لفظ کے بھی ہیں جیسا کہ سوچنے والوں پر پوشیدہ نہیں اور جو شخص مجھ میں اور مصطفے میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے۔ (تریاق القلوب۔ص ۱۷۰۔۱۷۱)

اس دعویٰ کی مزید تشریح مرزا صاحب یوں کرتے ہیں:

اس وقت حسب منطوق آیت و آخرین منهم لمّا یلحقوا بهم اور نیز حسب منطوق قل یا ایّها النّاس انّی رسول الله الیکم جمیعاً آنحضرت ﷺ کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کی ایک زبان مشترک ہو گئی تھی، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم تمام خدّام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں، آپ تشریف لایئے اور اپنے اس فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتے ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں۔ تب آنحضرت ﷺ کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں مگر میں ملک ہند میں آؤں گا کیونکہ جوشِ مذاہب و اجتماعِ جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل و نحل اور امن و آزادی اسی جگہ ہے، اور نیز آدم اسی جگہ نازل ہوا تھا، پس ختم دور زمانہ کے وقت بھی وہ جو آدم کے رنگ میں آتا ہے اسی ملک میں اس کو آنا چاہیے، تا آخر اور اول کا ایک ہی جگہ اجتماع ہو کر دائرہ پورا ہو جائے اور چونکہ آنحضرت ﷺ کا حسب آیت وآخرین منهم دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا اس لئے آنحضرت ﷺ کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر

اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا، تا یہ سمجھا جائے کہ اس کا ظہور بعینہ آنخضرت ﷺ کا ظہور تھا۔ (تریاق القلوب۔ ص ۱۰۱)

مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ مطلب ان سب کا ایک ہی ہے کہ بقول مرزا صاحب آیت مذکورہ میں آنخضرت ﷺ کی بابت جو ذکر ہے کہ آپ کو خدا نے قریش میں مبعوث کیا، نیز پچھلے لوگوں میں مبعوث فرمایا، اس سے مراد دو بعثتیں ہیں، ایک بعثت اصلی دوسری ظلّی۔ ظلّی سے مراد ہے عکسِ محمدی اور وہ میں ہوں۔ اسی طرح آپ نے جملہ کمالاتِ محمدیہ کو اپنے حق میں کرنا چاہا جو حدیث میں بطور مثال کے آئے ہیں۔

قال رسول الله ﷺ مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانه ترک منه موضع لبنة فطاف به النظار تعجبون من حسن بنیانه الّا موضع تلک اللبنة فکنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی البنیان و ختم بی الرّسل فانا اللبنة۔ متفق علیه (مشکوة باب فضائل سید المرسلین)۔ (حضور ﷺ نے فرمایا میری اور انبیاء کی مثال ایک بڑے شاندار مکان کی ہے جس کی عمارت بہت اچھی بنائی گئی مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی جس کو ناظرین دیکھتے اور عمارت کی عمدگی پر تعجب کرتے مگر اس ایک اینٹ کی وجہ سے (دل تنگ ہوتے) بس میں نے وہ اینٹ کی جگہ بند کر دی۔ اور میرے ساتھ رسول ختم کئے گئے، میں ہی وہ آخری اینٹ ہوں)۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنخضرت ﷺ نے سلسلہ نبوت کو ایک بڑے شاندار مکان سے تشبیہ دے کر فرمایا کہ مکان نبوت میں ایک کونہ خالی تھا، میں اس کونے کی آخری اینٹ ہوں۔ مرزا نے شاگرد ہو کر استاد کی مسند پر یوں قبضہ کیا:

فکان خالیاً موضع لبنةٍ اعنی المنعم علیه من هذه العمارة فاراد اللّٰه ان یّتمّ النّبأ و یکمل البناء با للّبنة الاخیرة فانا تلک اللّبنة ایّها النّاظرون (خطبہ الہامیہ۔ص ۱۷۷۔۱۷۸)

و دراں عمارت جائے یک کشت خالی بود یعنی منعم علیہ پس خدا ارادہ کرد کہ پیش گوئی را بکمال رساند، و بخشت آخری بناء تمام کند۔ پس من ہماں خشت ہستم

اس عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، یعنی منعم علیہم، پس خدا نے ارادہ فرمایا کہ اس

پیشگوئی کو پورا کرے اور آخری اینٹ کے ساتھ بناء کو کمال تک پہنچا دے ۔ پس میں وہی اینٹ ہوں (ترجمہ فارسی و اردو از مرزا صاحب)

اس عبارت میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کے الفاظ ناظرین کے سامنے ہیں ۔کتنی دلیری ہے کہ اپنے حق میں وہی الفاظ لکھے ہیں جو آنحضرت ﷺ نے خدا کے حکم سے اپنے حق میں فرمائے ہیں یعنی لبنۃ (آخری اینٹ)

ثابت ہوا کہ کہ مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کی شاگردی کا دعوی کر کے درحقیقت حضور ﷺ کی مسند پر قبضہ کرنا چاہتے تھے ورنہ شاگرد کا حق یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ استاد کی مسند پر شاگرد قبضہ کرے ۔

ہمارے نزدیک بلکہ ہمارے خیال میں ہر ایک مسلمان بلکہ ہر ایک انسان کے نزدیک مرزا کے بروز محمد ہونے کا دعوی اس قابل نہیں کہ اس کی تردید کرنے پر توجہ دی جائے اہل منطق کا قول ہے کہ بعض دعوے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی دلیل خود ان کے اندر ہوتی ہے ایسے دعاوی کو اہل منطق کہا کرتے ہیں قضایا قیاساتها معها ۔مرزا صاحب کا یہ دعوی بھی اس قسم کا ہے کہ اس کے بطلان کی دلیل خود اس کے اندر ہے، تاہم جی چاہتا ہے کہ اپنے ناظرین کو ایک معقول امر پر مطلع کریں ۔

دنیا کی تاریخ اور اہل دنیا متفق ہیں کہ محمد اول ﷺ کے اوصاف کمال میں سے ایک کھلا وصف کمال یہ بھی ہے کہ حضور نے اپنی زندگی میں اپنے اتباع کو تختہ ذلت سے اٹھا کر تخت عزت پر بٹھا دیا۔ دنیا جانتی ہے کہ حضور ﷺ انتقال کے وقت خود بھی صاحب حکومت تھے اور امت کو بھی تخت سلطنت پر رونق افروز چھوڑ گئے ۔اب ہم محمد ثانی (قادیانی) کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے امت مسلمہ کو عموماً اور امت مرزائیہ کو خصوصاً کس حالت پر چھوڑا؟ اس سوال کے جواب کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ، اتنا ہی کافی ہے کہ مرزا قادیانی اپنی ساری زندگی انگریزوں کی رعیت رہے یہاں تک کہ ایک ادنی درجہ کے افسر ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کے حکم سے آپ کو اقرار کرنا کہ

۱۔ میں (مرزا غلام احمد) ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲۔ خدا کے پاس ایسی اپیل کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو ذلیل کرنے

یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ موردِ عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳۔ میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا یا موردِ عتاب الٰہی ہوگا۔ وغیرہ۔ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء (تفسیر ثنائی۔ص ۸۳۰)

☆ ایک دوسرے موقع پر مولانا ثناء اللہ امرتسری مرزا صاحب کی بروزی نبوت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آیت و لو تقوّل علینا .... سے مرزا قادیانی اوران کی جماعت نبوت قادیانیہ کی صحت پر دلیل دیا کرتے ہیں کہ اس آیت سے ایک عام قانون ثابت ہوتا ہے کہ مدعی نبوت کا ذبہ ہلاک ہو جاتا یا مارا جاتا ہے چونکہ مرزا صاحب باوجود دعوی نبوت کے مارے نہیں گئے، نہ اس مدت کے اندر مرے ہیں جو نبوت محمدیہ علی صاحبها الصّلوۃ و التّحیّۃ کی ہے یعنی ۲۳ سال، (کیونکہ بقول انکے مرزا صاحب کا دعوی ۱۲۹۰ھ میں شروع ہوا ہے اور ۱۳۲۶ھ میں انتقال ہوا)، تو آپ نے ۳۶ سالہ الہامی زندگی پائی۔ ثابت ہوا کہ وہ اپنے دعوی نبوت میں سچے تھے۔ چنانچہ مرزا صاحب کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے:

حافظ محمد یوسف صاحب امرتسری پنشنر کو مخاطب کر کے بڑے زور سے ڈانٹا ہے کہ تم یہ کیوں کہتے ہو کہ مدعی نبوت کا ذبہ تئیس سال تک زندہ رہ سکتا ہے، کیا حافظ ہو کہ آیت لو تقوّل علینا ... تمہاری نظر سے نہیں گزری۔ (اربعین نمبر۳۔ص۲۔۴)

پھر اس کی مزید توضیح اربعین نمبر چار میں یوں کی:

اربعین نمبر۳ میں گو ہم دلائل بینہ سے لکھ چکے ہیں کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ جو شخص خدا پر افتراء کرے وہ ہلاک کیا جاتا ہے مگر تاہم پھر دوبارہ ہم عقلمندوں کو یاد دلاتے ہیں کہ حق یہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارے مقابل پر کسی مخالف مولوی کی بات کو مان کر ہلاکت کی راہ اختیار کرلیں اور لازم ہے کہ قرآن شریف کی دلیل کو نظر تحقیق دیکھنے سے خدا سے ڈریں۔ صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے آیت لو تقوّل علینا.. کو بطور لغو کے نہیں لکھا .... پس جس حالت میں اس حکیم نے اس

آیت کو اور ایسا ہی دوسری آیت کو جس کے الفاظ یہ ہیں : و اذالّا ذقناہ ضعف الحیاۃ و ضعف المماۃ محل استدلال پر بیان کیا ہے تو اس سے ماننا پڑتا ہے کہ اگر کوئی شخص بطور افتراء کے نبوت اور ماموری من اللہ ہونیکا دعوی کرے تو وہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت کے مانند ہرگز زندگی نہیں پائے گا، ورنہ یہ استدلال کسی طرح صحیح نہیں ٹھہرے گا۔ اور کوئی ذریعہ اس کے سمجھنے کا قائم نہیں ہوگا کیونکہ اگر خدا پر افتراء کرے اور جھوٹا دعوی مامور من اللہ ہونے کا کر کے ۲۳ برس کی زندگی پائے اور ہلاک نہ ہو بلاشبہ ایک منکر کے لئے حق پیدا ہو جائے گا کہ وہ یہ اعتراض پیش کرے جب کہ اس دروغ گو نے جس کا دروغ گو ہونا تم تسلیم کرتے ہو ۲۳ برس تک یا اس سے زیادہ عرصہ تک زندگی پالی اور ہلاک نہ ہوا تو ہم کیوں کر سمجھیں کہ ایسے کاذب کی مانند تمہارا نبی نہ تھا۔ ایک کاذب کو ۲۳ برس تک مہلت مل جانا صاف اس بات پر دلیل ہے کہ ہر ایک کاذب کو ایسی مہلت مل سکتی ہے پھر لوتقول علینا کا صدق کیونکر لوگوں پر ظاہر گا اور اس بات کے یقین کرنے کے لئے کون سے دلائل پیدا ہوں گے کہ اگر آنحضرت ﷺ افتراء کرتے تو ضرور ۲۳ برس کے اندر اندر ہلاک کئے جاتے لیکن اگر دوسرے لوگ افتراء کریں تو وہ ۲۳ برس سے زیادہ مدت تک بھی زندہ رہ سکتے ہیں، اور خدا ان کو ہلاک نہیں کرتا .... میں بار بار کہتا ہوں کہ صادقوں کے لئے آنحضرت ﷺ کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر افتراء کر کے آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت کے موافق ۲۳ برس تک مہلت پا سکے ضرور ہلاک ہوگا۔ (اربعین نمبر ۴ ص ۱۔۴)

(مولانا فرماتے ہیں) اس توضیح کا خلاصہ یہ ہے کہ مدعی نبوت کاذبہ کا دعوی نبوت کے وقت سے لے کر تئیس سال کے اندر اندر مرجانا یا مارا جانا ضروری ہے۔ ۲۳ سال پورے یا ۲۳ سال سے زیادہ مدت تک زندہ رہے تو صادق سمجھا جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا مرزا نے دعوی نبوت کے وقت سے ۲۳ سال مدت پائی؟ کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب کی زندگی کے دو زمانے تھے۔ ۱۔ دعوی مجددیت۔ ۲۔ دوسرا زمانہ دعوی مسیحیت کا تھا۔ پہلے زمانہ میں تو ان کو نبوت کا خیال بھی نہیں آیا تھا دوسرے زمانہ کے شروع میں بھی نبوت کے دعوی کو ناپسند ہی نہیں بلکہ موجب کفر جاتے تھے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

آپ کے دعویٰ مسیحیت کے ابتدائی اعلان دو رسالے ہیں۔ ۱۔ فتح اسلام ۔۲۔توضیح مرام۔ یہ دونوں رسالے ۱۳۰۸ھ میں شائع ہوئے تھے۔ ان میں سے پہلا رسالہ فتح اسلام جب شائع ہوا اس میں اپنے آپ کو مثیل مسیح لکھا تھا تو اس پر اعتراض ہوا کہ حضرت مسیح تو نبی تھے مگر آپ تو نبی نہیں پھر آپ مثیل مسیح کیسے ہوئے۔ اس کا جواب آپ نے رسالہ توضیح مرام میں جو دیا، وہ اس مسئلہ کیلئے فیصلہ کن ہے۔ آپ نے لکھا:

اس جگہ اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی ہونا چاہیے کیونکہ مسیح تو نبی تھا، تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنیوالے مسیح (موعود) کیلئے ہمارے سید و مولا ﷺ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی۔ (توضیح مرام۔ص ۹)

اس جواب سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے حق میں نبوت کا اقرار نہیں کیا بلکہ عام طور پر مسیح موعود کے لئے نبوت کے لزوم سے بھی انکار کر دیا۔ یہی ایک اعتراف بعدم النبوۃ ہمارے مقصود کو کافی ہے لیکن ہم ایک ہی اعتراف پر قناعت نہیں کرتے بلکہ ایک اور اعتراف بھی بمنزلہ دوسرے گواہ کے نقل کرتے ہیں، جو یہ ہے:

قول اللّٰہ تعالی ما کان محمّد ابا احدٍ من رّجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیّین الا تعلم انّ الرّب الرّحیم المتفضل سمّی نبیّنا ﷺ خاتم الانبیاء بغیر استثناء و فسّر نبیّنا فی قولہ لا نبیّ بعدی ببیان وا ضحٍ للطّالبین ولو جوّزنا ظھور نبیّ بعد نبیّنا لجوّز نا انفتاح باب النّبوّۃ بعد تغلیقھا و ھذا خلف وکیف یجیء نبیّ بعد رسولنا ﷺ و قد انقطع الوحی بعد وفاتہ و ختم اللہ بہ النّبیّین (حمامۃ البشری۔ص۲۰) ۔قرآن مجید میں خدا کا قول ہے کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اس کی تفسیر نبی ﷺ نے واضح بیان فرمائی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا اگر ہم بعد نبی ﷺ کے کسی نبی کا ظہور مانیں تو نبوت کا دروازہ بعد بندش کے مفتوح (کھلا) ہم کو ماننا پڑے گا یہ تسلیم کے خلاف ہے بھلا بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی آئے تو کیسے آئے جب کہ بعد وفات آنحضرت ﷺ کے وحی بند ہو چکی ہے اور اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔

اس کتاب میں دوسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ما کان لی ان ادعی النّبوّۃ و اخرج من الاسلام و الحق بقومٍ کافرین

۔(حمامۃ البشری۔ص ۷۹) مجھے یہ بات زیبا نہیں کہ میں نبوۃ کا دعوی کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں میں جاملوں۔

یہ عبارت بآواز بلند اپنا مطلب بتا رہی ہے کہ مرزا صاحب نہ مدعی نبوت تھے نہ دعوی نبوت کو جائز جانتے بلکہ موجب کفر سمجھتے تھے۔ یہ ہے ۱۳۱۱ھ تک کا ذکر۔
کچھ شک نہیں کہ اس کے بعد مرزا صاحب نے نبوۃ کا دعوی کیا اور ان انکاروں کی تاویل بھی بہت خوبصورتی سے کی، چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:
ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوی اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے، وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقع کے خلاف ہوتا ہے اس کے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے چنانچہ چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ میں دیا گیا، حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔حق یہ ہے کہ خدا تعالی کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول، مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود ہیں، جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں، مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں، مگر بغیر کسی جدید شریعت کے، اس طور کا نبی کہلانے سے میں کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کہہ کر پکارا ہے، سو اب میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے کا انکار نہیں کرتا۔

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ۔۵ نومبر ۱۹۰۱ء)

(مولانا فرماتے ہیں) یہاں تک کہ اپنی حقیقت الوحی میں مرزا نے یہ بھی لکھ دیا کہ تیرہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں کوئی ولی یا قطب وغیرہ نے نبی کا لقب نہیں پایا۔

چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

فلا یظھر علی غیبه احداً الّا من ارتضی من رسول ۔ یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔ اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالی نے مجھ سے مکالمہ ومخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اگر کوئی منکر ہو تو بارِ ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ غرض اس حصہ کثیر وحی الہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی ۔ (حقیقت الوحی ص ۳۹۰۔۳۹۱ مطبوعہ مئی ۱۹۰۷ء)

ان عبارات میں مرزا صاحب نے اپنے حق میں نبوت کا دعوی کیا ہے، ہاں یہ بھی بتایا ہے کہ میری نبوت بماتحتی نبوت محمد یہ ہے جس کو فلسفی اصطلاح میں یوں کہا جائے گا کہ نبوۃ محمد یہ، نبوۃ مرزا کے لئے واسطہ فی العروض ہے۔ جس کی مثال حرکت قلم یا حرکت چابی، بواسطہ حرکتِ ہاتھ ہے۔ اس واسطہ میں دونوں (واسطہ اور ذی واسطہ) موصوف ہوتے ہیں اسی لئے مرزا صاحب نبی بھی بنتے تھے اور امتی بھی کہتے تھے۔

ہمیں اس موقع پر مرزا صاحب کی نبوت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ حقّہ تھی یا کاذبہ تھی، بلکہ دکھانا صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ولو تقوّل علینا.. کے جو معنی اور تفسیر کی ہے اس تفسیر کے مطابق مرزا صاحب کی میعاد نبوت سات سال اور چھ ماہ ہوتی ہے جو نومبر ۱۹۰۱ء سے شمار کرنے سے مئی ۱۹۰۸ء تک پہنچتی ہے۔.. پس ثابت ہوا کہ مرزا نے دعوی نبوت سے ۲۳ سال عمر نہیں پائی بلکہ بہت جلد فوت ہو گئے۔

مرزا صاحب کا کہنا ہے کہ ان کو جو نبوت ملی ہے وہ نبوت محمد یہ ہی کی ظلّ یا عکس یا بروز ہے۔ جس کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ مرزا صاحب کی بعثت بعینہ بعثتِ محمد یہ ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نبوت محمد یہ میں ایک چیز ضد اور منافی نبوۃ ہے اور وہی چیز نبوۃ مرزا

میں جمع ہے، حالانکہ عکس میں ایسا ہونا ابطال عکس ہے۔ مثلاً ایک شخص (مرد) ناک میں نتھ کبھی نہیں ڈالتا بلکہ صاف لفظوں میں اس کا انکار ہے کہ ایسا زیور پہننا مردانگی کے خلاف ہے، بایں ہمہ اگر ایک فوٹو (عکس) ہمارے سامنے پیش کیا جائے جس کی ناک میں نتھ ہو تو کیا ہمارا حق نہیں کہ دیکھتے ہی ہم کہہ دیں کہ یہ اس مرد کا عکس (فوٹو) نہیں بلکہ اس کے برعکس ہے۔ آیئے یہ مثال پوری طرح منطبق کر کے دکھائیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: و ما علّمناه الشّعر و ما یبغی له ۔ہم نے اس نبی (محمد ﷺ) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور یہ شعر گوئی اسے لائق بھی نہیں۔

یہ آیت صاف اور واضح الفاظ میں شعر گوئی کو منافی نبوت محمد یہ بتاتی ہے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تصنیفات میں ایک دو شعر نہیں، بڑے بڑے قصیدے موجود ہیں یہاں تک کہ ایک کتاب بطور کلیات مرزا (درثمین) شائع ہے۔ اور یہاں تک کہ اعجاز احمدی اور اعجاز مسیح میں اعجازی قصیدے شائع کئے ہیں... پھر با انصاف ناظرین بتا دیں کہ جس نبوت میں شعرو شاعری داخل ہو، وہ اس نبوت کا ظلّ یا عکس یا بروز کیسے ہو سکتی ہے جس میں شعر گوئی کو منافی نبوت قرار دیا ہو۔

ہمارے نزدیک اس آیت (لو تقوّل علینا...) کے معنی بالکل صاف ہیں جو اصطلاحی الفاظ میں یوں ادا ہو سکتے ہیں قضیة عین لا عموم لها۔ یعنی یہ آیت خاص آنحضرت ﷺ کے حق میں بطور اظہار صداقت ہے اس کا حکم عام نہیں بلکہ بالخصوص آنحضرت ﷺ کی شان والا شان کے مطابق ہے، جیسے ازواج مطہرات کے حق میں فرمایا: من یّأت منکنّ بفاحشةٍ یّضاعف لها العذاب ضعفین۔

پس ٹھیک اسی طرح یہ آیت (لو تقوّل علینا ...) خاص آنحضرت ﷺ کے حق میں جو اپنے معنی میں بالکل سچی ہے۔ (تفسیر ثنائی۔ص ۸۱۶۔۸۱۸)

مسیح اور امام زمان

☆ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوی کیا کہ وہ مسیح موعود اور امام زمان ہیں ۔یعنی نہ صرف مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیڈر ہیں بلکہ دنیا کی تمام اقوام وملل کے پیشوا ہیں۔ ان کے اس دعوی پر نوع بنوع تنقید کے مواقع پیدا ہوتے رہے جیسا کہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری نے مولانا احمد حسن شوکت کو فقرات ذیل لکھنے کا موقع دیا:

پنجاب اور شمال مغربی صوبہ کی رپورٹ مردم شماری میں مرزائیوں کی تعداد صرف ۱۱۱۳ لکھی ہے .اس پر الحکم ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء میں بہت کچھ واویلا کی گئی ہے اور بلا دلیل اور بلا ثبوت لکھا ہے کہ مرزائیوں کی کل تعداد تقریباً دو لاکھ ہے اور غیر ممکن ہے کہ صرف پنجاب میں منجملہ دو لاکھ کے کل تعداد ۱۱۱۳ ہو۔مگر پنجاب کے مرزائیوں کی صحیح تعداد پھر بھی نہیں بتائی کہ کمشنر مردم شماری جھوٹا ہے اور مرزائیوں کی تعداد گیارہ ہزار، تیرہ ہزار یا اس سے بھی دو چند اور چہار چند۔ وجہ یہ ہے دنیا کو دھوکے میں رکھنا منظور ہے۔

پھر پنجاب مردم شماری کی رپورٹ کے حصہ اول باب ۳ فقرہ ۳۹ صفحہ ۱۴۳ میں کہا ہے

کہ مرزاجی کا پہلا کام بحثیت ایک مولوی کے بھنگیوں کی تبلیغ کا تھا .

اس پر مرزاجی نے مکدر ہوکر بہت ہی خاک اڑائی ہے ۔اور گورنمنٹ پنجاب میں طویل عرض داشت بھیجی ہے کہ مرزائیوں کی کمی تعداد اور بھنگیوں کی تبلیغ کی اصلاح کی جائے ورنہ یہ میرے حق میں لائبل اور میری دو لاکھ پبلک کی سخت دل شکنی کا باعث ہے .

بھنگیوں کی تبلیغ کے بارے میں مرزاجی کہتے ہیں کہ جس شخص نے ایسا دعوی کیا تھا وہ ایک الگ آدمی ہے اور اس کا نام امام الدین ہے .

اگر چہ مرزاجی نے یہ نہیں بتایا کہ وہ بھی قادیان ہی کا باشندہ اور مرزاجی کا قریبی رشتہ دار بلکہ رقیب اور حریف ہے ...امام الدین بھنگیوں کا لال گرو بنا تو آپ نے اس

کے مقابلہ میں نبی بن کر نادان مسلمانوں کو مونڈا۔

مرزا صاحب، عرض داشت کی دفعہ ۴ میں لکھتے ہیں کہ

بھنگی ایک ایسی قوم ہے جو اس ملک میں جرائم پیشہ سمجھی جاتی ہے اور میرا تعلق ایسی قوم سے ظاہر کرنا میری طرف ایک ذلیل حالت کو منسوب کرنا ہے۔ بھنگی ایک ذلیل قوم سمجھی جاتی ہے اور اس قسم کا بیان جو مردم شماری رپورٹ میں ہے میری شہرت کو نقصان پہنچانے والہ اور میرے اور گورنمنٹ کی ہزار ہا وفادار اور معزز رعایا کو دکھ دینے والہ ہے جو مجھے اپنا روحانی پیشوا اور مذہبی سرگروہ سمجھتے ہیں.

یہ آج ہی معلوم ہوا کہ بھنگی جرائم پیشہ ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ بھنگیوں سے زیادہ کوئی قوم غریب اور عاجز نہیں...مرزا جی کا ایسی عاجز اور بے کس قوم کو جرائم پیشہ بتانا ہر حلال خور کے لئے لائبل ہے۔ اگر بھنگیوں کا لال گرو زندہ ہوتا تو اپنے کسی چیلے کو ابھار کر لائبل کی نالش کراتا اور وارنٹ جاری کرا کر عدالت میں گھسٹواتا۔

عرض داشت کی دفعہ پانچ میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

. میرے اصول اور تعلیم جو ابتداء سے ہی لوگوں کو سکھاتا ہوں وہ ایسے اخلاق فاضلہ سکھانے والے اور اعلی مراتب روحانیت پر پہنچانے والے ہیں کہ بھنگی تو ایک طرف رہے، وہ مسلمان بھی نہ ان کو قبول کر سکتے، نہ قبول کیا ہے جو ذلیل حالت میں ہیں اور جن کی اخلاقی حالتیں گری ہوئی ہیں بلکہ ایسے فہیم وشریف انسان ان کو قبول کرتے ہیں جو نہایت پاکیزہ زندگیاں بسر کرتے ہیں اور میرے پیروؤں میں کثرت سے رئیس جاگیر دار معزز گورنمنٹ کے عہدہ دار، سوداگر، فاضل علماء اور اعلی درجہ کے تعلیم یافتہ مسلمان ہیں.

جبکہ آپ امام الزمان بنے ہیں اور بھنگی بھی اہل زمان ہیں تو کیا وجہ کہ آپ ان کو اپنی امامت میں شامل کرنا نہیں چاہتے، بلکہ ان سے نفرت کرتے ہیں، مقدس مذہب اسلام تو بھنگیوں کو بڑی خوشی سے مسلمان بنانا چاہتا ہے۔ مذہب اسلام کی یہی خوبی اور صداقت ہے کہ جب کوئی ذلیل سے ذلیل قوم کا آدمی بھی توحید و رسالت کا کلمہ صدق دل سے پڑھ لیتا ہے تو بھائیوں کا بھائی بن جاتا ہے۔

.(شحنہ ہند ضمیمہ یکم و ۸۔ اپریل ۱۹۰۳ء نمبر ۱۳۔۱۴ جلد ۲۱۔۲۳۔ ص ۱۔۲)

(بار برا میٹکاف نے اپنی کتاب میں حلال خوروں سے متعلق مرزا صاحب کے طرز عمل

کا بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

Mirza Ghulam Ahmad angrily denied that his was a mission to sweepers: "my principles and doctrines ... are morally so sublime and spiritually so exalted that they are not suited to ..Muhammadans of a low type and bad morals... they are accepted only by intelligent and raises, Jagirdars, respectable government officials, merchants, pleaders, learned Maulvis and highly educated young men."" Phoenix," His Holiness , Lahore, 1958, p.61. (Metcalf. p 355)

☆ ایک دوسرے موقع پر مولانا احمد حسن شوکت نے لکھا:

مرزائی اخبار البدر کی پیشانی پر یہ شعر لکھا ہوتا ہے

اے جہان منتظر خوش باش کا مد دلستان　　آن مسیح دور آخر مہدی آخر زمان

جس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ آخری زمانہ کے آخری مسیح ومہدی ہیں۔ مگر بخلاف اس کے مرزا صاحب تحریر کر چکے ہیں کہ ممکن ہے میرے بعد اور بہت سے مہدی آئیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا جی وجدانی طور پر اپنے آپ کو مہدی موعود و مسیح منتظر نہیں جانتے۔ چنانچہ ہمارے سامنے حکیم نورالدین بھیروی نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا تھا کہ ہم نے محض نصاری کے مقابلہ کے واسطے مرزا صاحب کو مسیح بنا لیا ہے، مگر درحقیقت یہ مسیح منتظر نہیں ہیں۔ لیکن نادان مریدوں نے جو بانس پر چڑھایا تو مرزا صاحب کو بھی بخیال مفاد دنیاوی ان کی تقلید کرنی پڑی اور اپنے اقوال کے خلاف مسیح ومہدی تو کیا مسئلہ تناسخ کا پہلو لے کر اپنے کو، نقل کفر کفر نہ باشد، خاتم الانبیاء کا اوتار بنا دیا۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ص ۱)

☆ **مسیح ومہدی کا اصل کام** کے عنوان سے ایک دفعہ مولانا احمد حسن نے لکھا:

مرزا جی کہتے ہیں کہ میں خون ریز مہدی اور مسیح نہیں ہوں۔ لیکن وہ کم از کم دجالوں اور ان کے کارناموں کے مٹانے کو تو ضرور ہی مبعوث ہوئے ہیں۔ اور اگر صرف حسب قول مرزا صاحب ریلیں ہی دجال ہیں، تو مسیح کا فرض ہونا چاہیے کہ ان کا قلع قمع کرے اور جس طرح ممکن ہو ہندوستان میں ان کا اجراء بند کر دے، کیونکہ ظاہر

ہے کہ دجال، عیسیٰ مسیح کا بڑا بھاری مخالف اور رقیب ہوگا۔ اور اگر مرزا جی عمداً ایسا نہ کریں گے تو صاف ثابت ہو جائے گا کہ دجال اور مرزا ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے، ایک ہی نسل کی پیدائش، ایک ہی خاندان کے رکن، ایک ہی سوسائٹی کے ممبر ہیں۔ اور انیسویں صدی میں دجال اور مسیح دونوں گٹھ جوڑ کر کے اور آسمانی باپ کے پاس سے پاس لے کر آئے ہیں۔ اور اگر ریلیں دجال کا گدھا ہیں تو مرزا جی اور مرزائی بارہا ان پر سوار ہوئے ہیں؟ اب فرمایئے دجال کون ہیں؟ (شحنہ ہند ضمیمہ ۲۴ جون ۱۹۰۳ء ص ۵)

☆ ایک دفعہ مرزائیوں نے ایک اہلحدیث عالم کے مرزائی ہو جانے کی بے بنیاد خبر اڑائی تو مولانا احمد حسن شوکت نے لکھا:

مولوی محمد صاحب اہل حدیث لکھنوی جو ایک عالم با خدا ہیں اور عرصہ دراز تک گجرات پنجاب کے مسلمانوں کو اپنے علم وفضل اور ورع وتقوی سے مستفیض کرتے رہے ہیں، اب چند مدت سے کوئٹہ میں اقامت پذیر ہیں۔ جب اول اول قادیانی صاحب نے موعود مسیح کا دعوی کیا اور الہاموں وغیرہ کی سوجھی تو مولوی صاحب نے اس مشن کی حقیقت سے مسلمانوں کو خوب واقف کر دیا اور گجرات میں بھی تین چار دفعہ ایسے پر اثر وعظ کئے کہ گجرات کے لوگ اس مشن کی لگی لپٹی سے پورے پورے آگاہ ہو گئے۔ یہی باعث ہے کہ تا حال گجرات کا کوئی سمجھ دار آدمی اس ادعائی مشن کو اچھا نہیں سمجھتا۔ آج کل قادیانی کے دو تین مریدوں نے گجرات میں یہ بہتان اڑانا شروع کئے کہ مولوی محمد صاحب موصوف بھی مرزائی ہو گئے ہیں۔ چنانچہ الٰہی بخش کتب فروش مرزائی نے اس بارہ میں ان کو ایک دل آزار خط بھی تحریر کیا... مولوی صاحب نے اس خط کا یہ جواب دیا

مکرمی مولوی الٰہی بخش صاحب ۔۔۔ مزاج شریف

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ جناب نے مسیح موعود قادیانی کو قبول فرما لیا۔ مسیح موعود قادیانی تو کوئی شخص نہیں جس کو شرعاً ہم کو ماننا پڑے۔ ہاں مرزا غلام احمد بن غلام مرتضی زمیندار قادیان مدعی ہیں کہ میں مسیح موعود یا مثیل مسیح موعود ہوں مگر یہ دعوی بلا دلیل ہے کیونکہ مسیح موعود دو شخص ہیں۔ مسیح الدجال۔ مسیح ابن مریم۔

(مرزا صاحب) اول تو نہیں ہے اس واسطے کہ اعور نہیں۔ الخ۔ اور نہ ک ف ر کا سکہ مابین

آنکھوں کے رکھتا ہے تا کہ دلیل بین ہو کہ یہ وہی ہے۔
رہا دوسرا تو وہ بھی نہیں ہے کیونکہ مثیل دوقسم کا ہوتا۔اسمی اور وصفی۔
اسمی تو اس واسطے نہیں کہ مدعی (مرزا) کا نام عیسی نہیں، اور نہ اس کی والدہ کا نام مریم تھا، اور نہ بے باپ پیدا ہوا ہے، بلکہ والد ان کے مرزا غلام مرتضی، زمینداران قادیان سے گذرے ہیں۔ اور وصفی اس واسطے نہیں ہے کہ وہ خلق طیر، ابراء اکمہ وابرص، احیاء موتی ... حسب منطوق آیت قد جئتکم بآیۃ من ربکم ...سے بے نصیب ہے۔
میرے نزدیک مرزا صاحب حسب ارشاد نبوی منجملہ دجاجلہ کذابین موعودین سے ہے دیکھو حدیث صحیح قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم السّاعۃ حتی یبعث کذابون دجالون قریباً من ثلاثین۔ترمذی۔ ربنا لا تجعلنا منھم و لا ممن تبعھم۔آمین۔ محمد لکھنوی از کوئٹہ، محلّہ غریب آباد ۴ جمادی الاول۔ ۱۳۲۲ھ
(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم اگست ۱۹۰۴ء۔ص۔۴۔۵)

کرشن قادیانی

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک دفعہ سکھوں کو رام کرنے کی کوشش کی اور باوا نانک کی تعریفیں کرتے ہوئے لکھا:

باوا صاحب اپنے کمال معرفت اور گیان کی وجہ سے ہندوؤں کے ویدوں سے بالکل الگ ہو گئے تھے اور انہوں نے دیکھا کہ جس خدا کی خوبیوں میں کوئی نقص اور کسی عیب کی تاریکی نہیں اور ہر یک جلال اور قدرت اور تقدس اور کامل الوہیت کی بے انتہا چمکیں اس میں پائی جاتی ہیں وہ وہی پاک ذات خدا ہے جس پر اہل اسلام عقیدہ رکھتے ہیں۔اس لئے انہوں نے اپنی کمال خدا ترسی کی وجہ سے اپنا عقیدہ اسلام ٹھہرایا...
میں سکھ صاحبوں سے اس بات میں اتفاق رکھتا ہوں کہ بابا نانک صاحب درحقیقت خدا تعالی کے مقبول بندوں میں سے تھے اور ان میں سے تھے جن پر الہی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور جو خدا تعالی کے ہاتھ سے صاف کئے جاتے ہیں...
میں نے تحقیق کے بعد وہ پاک مذہب جس سے سچے خدا کا پتہ لگتا ہے اور جو توحید کے بیان میں قانون قدرت کا ہم زبان ہے اسلام ہی کو پایا ہے،سو میں خوش ہوں کہ جس دولت اور صاف روشنی کو مجھے دیا گیا ہے مجھ سے پہلے خدا تعالی کے فضل اور عنایت نے باوا صاحب کو بھی وہی دولت دی۔سو یہ ایک سچائی ہے جس کو میں چھپا نہیں سکتا اور میں اپنا اور باوا صاحب کا اس میں فخر سمجھتا ہوں کہ یہ پاک توحید خدا کے فضل نے ہمیں دی۔

خاکسار غلام احمد قادیانی ۔۲۰ نومبر ۱۸۹۵ء ۔ (ست بچن)

بابا نانک . نے بڑے اخلاص سے بت پرستی کو چھوڑ کر توحید کو اختیار کیا اور خدا تعالی سے محبت کی تو وہی خدا جس نے....فرمایا ہے فلھم اجرھم عند ربھم اس پر ظاہر ہوا اور اپنے الہام سے اسلام کی طرف اس کو رہنمائی کی،تب وہ مسلمان ہو گیا اور حج بھی کیا۔ (حقیقت الوحی ص ۱۵۰)۔

اور پیغام صلح (ص ۱۱۔۱۲) میں مرزا صاحب نے لکھا ہے:

ایسا ہی اس آخری زمانہ میں ہندو صاحبوں کی قوم میں سے بابا نانک صاحب ہیں جن کی بزرگی کی شہرت اس تمام ملک میں زبان زد عام ہے اور جن کی پیروی کرنے والی اس ملک میں وہ قوم ہے جو سکھ کہلاتے ہیں جو بیس لاکھ سے کم نہیں ہیں۔ باوا صاحب اپنی جنم ساکھیوں اور گرنتھ میں کھلے کھلے طور پر الہام کا دعوی کرتے ہیں یہاں تک کہ ایک جگہ وہ اپنی ایک جنم ساکھی میں لکھتے ہیں کہ مجھے خدا کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ دین اسلام سچا ہے۔ اسی بنا پر انہوں حج بھی کیا اور تمام اسلامی عقائد کی پابندی اختیار کی۔ اور بلا شبہ یہ بات ثابت ہے کہ ان سے کرامات اور نشان بھی صادر ہوئے ہیں اور اس بات میں کچھ شک نہیں ہوسکتا کہ باوا نانک ایک نیک اور برگزیدہ انسان تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جن کو خدائے عز وجل اپنی محبت کا شربت پلاتا ہے۔ وہ ہندوؤں میں صرف اس بات کی گواہی دینے کے لئے پیدا ہوا تھا کہ اسلام خدا کی طرف سے ہے جو شخص اس کے وہ تبرکات دیکھے جو ڈیرہ نانک میں موجود ہیں جن میں بڑے زور سے اس نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دی ہے...تو کس کو اس بات میں شک ہوسکتا ہے کہ باوا نانک صاحب نے اپنے پاک دل اور پاک فطرت اور اپنے پاک مجاہدہ سے اس راز کو معلوم کرلیا تھا جو ظاہری پنڈتوں پر پوشیدہ رہا .... پنڈتوں نے اس کو دکھ دیا کہ کیوں وہ اسلام کی تعریف بے جا کرتا ہے۔

☆ لیکن سکھوں نے مرزا صاحب کو خوش آمدید نہ کہا۔ تاہم سکھوں کے علاوہ آپ نے ہندوؤں کی طرف بھی توجہ مبذول فرمائی اور ۲ نومبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ میں جو تقریر فرمائی، اس میں ارشاد فرمایا:

واضح ہو کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالی کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے (چینیوں، جاپانیوں، بدھوں، افریقیوں، جنوبی امریکیوں کا کیا ہوگا؟ بہاء) اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں اور میں عرصہ بیس برس سے یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں ان گناہوں کے دور کرنے کے لئے

جن سے زمین پر ہو گئی ہے جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا، یوں کہنا چاہیے کہ روحانی حقیقت کے رو سے میں وہی ہوں۔

یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ایکدفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔

میں جانتا ہوں کہ جاہل مسلمان اس کوسن کر فی الفور یہ کہیں گے کہ ایک کافر کا نام اپنے اوپر لے کر کیوں کفر کو صریح طور پر قبول کیا ہے، لیکن یہ خدا کی وحی ہے جس کے اظہار کے بغیر میں رہ نہیں سکتا اور آج یہ پہلا دن ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں اس بات کو پیش کرتا ہوں کیونکہ جو لوگ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ اب واضح ہو کہ راجہ کرشن، جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے، درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتح مند اور با اقبال تھا جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا وہ اپنے زمانے کا درحقیقت نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پر تھا اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔

خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت یہ بھی الہام ہوا تھا کہ

ہے کرشن روڈّر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔

سو میں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں۔

اور اس جگہ ایک اور راز درمیان میں ہے کہ جو صفات کرشن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں (یعنی پاپ کا نشٹ کرنے والا اور غریبوں کی دل جوئی کرنے والا اور ان کو پالنے والا) یہی صفات مسیح موعود کے ہیں۔ پس گویا روحانیت کے رو سے کرشن اور مسیح موعود ایک ہی ہیں، صرف قومی اصطلاح میں تغائر ہے۔ اب میں بحیثیت کرشن ہونے کے آریہ صاحبوں کو ان کی چند غلطیوں پر تنبیہہ کرتا ہوں ....الخ۔ (لیکچر سیالکوٹ)

اور حقیقت الوحی میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گذرا ہے جس کو رڈر گوپال بھی کہتے ہیں (یعنی فنا کرنیوالا اور پرورش کرنیوالا)، اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔ پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں۔ اور یہ دعوی میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالی نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا، وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۵۲۱۔۵۲۲)

☆ اور پیغام صلح میں مرزا صاحب نے لکھا ہے:

جس قدر اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم ویدک تعلیم کی کسی نہ کسی شاخ میں موجود ہے۔ مثلاً اگرچہ نوخیز مذہب آریہ سماج کا یہ اصول رکھتا ہے کہ ویدوں کے بعد الہام الہی پر مہر لگ چکی ہے مگر جو ہندو مذہب میں وقتاً فوقتاً اوتار پیدا ہوتے رہے ہیں جن کے تابع کروڑ ہا لوگ اسی ملک میں پائے جاتے ہیں، انہوں نے اس مہر کو اپنے دعوی الہام سے توڑ دیا ہے جیسا کہ ایک بزرگ اوتار جو اس ملک اور نیز بنگالہ میں بڑی بزرگی اور عظمت کے ساتھ مانے جاتے ہیں جن کا نام سری کرشن ہے وہ اپنے ملہم ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور ان کے پیرو نہ صرف ان کو ملہم بلکہ پرمیشر کر کے مانتے ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ سری کرشن اپنے وقت کا نبی اور اوتار تھا اور خدا اس سے ہم کلام ہوتا تھا۔ (پیغام صلح۔ص ۱۰۔۱۱)

. ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور ان کے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وید کی تعلیم پورے طور پر کسی فرقے کو خدا پرست نہیں بنا سکی اور نہ بنا سکتی تھی... وید ایک ایسی مجمل کتاب ہے کہ یہ تمام فرقے اسی میں سے اپنے اپنے مطلب نکالتے ہیں۔ تاہم خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا افتراء نہیں ہے۔ انسان کے افتراء میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ کروڑ ہا لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر ایک دائمی سلسلہ قائم کر دے۔ (پیغام صلح۔ص ۲۳)

. ہم ... خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور جو کچھ اس کی تعلیم میں غلطیاں ہیں وہ وید کے بھاشکاروں کی غلطیاں سمجھتے ہیں۔ (پیغام صلح۔ص ۲۵)

بٹالوی ریویو

مرزا صاحب کے منقول بالا دعاوی پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم لکھتے ہیں:۔

قادیان کے کرشن مہاراج (مرزا غلام احمد) نے پہلے وکیل، مناظر غیر اقوام من جانب اسلام کا روپ بھرا تھا۔ اور قرآن و اسلام کی حقانیت پر تین سو دلائل قرآن ہی سے نکالنے کا وعدہ دے کر (بحسب اعتراف خود) دس ہزار روپیہ مسلمانوں کا بٹورا، و ازانجا کہ ان تین سو دلائل کا وجود کتاب براہین میں تو کب ہوتا، اس کے دماغ میں بھی نہ تھا، لہذا اس کتاب کے تیسرے حصے (یا جلد) سے ایک اور روپ، ولی اور نبی بننے کا جمایا۔ اور وحی والہام (جو انبیاء و اولیاء کا خاصہ ہے) کا دعویٰ کر کے پیری مریدی کا جال بچھایا۔ ان الہاموں میں کبھی آپ نے آدم علیہ السلام کا روپ بھرا۔ کبھی حضرت عیسیٰ و آنحضرت ﷺ و دیگر انبیاء علیہم السلام کا اوتار لیا۔ اور اس ذریعے سے بہت سے عقل کے اندھوں اور گانٹھ کے پوروں کو اپنے دام میں پھنسایا۔ ان مختلف روپ بھرنے سے مالدار آپ کے مرید بن گئے اور کافی سے زیادہ روپئے آپ نے جمع کر لئے۔ حتی کہ سرکار انگریزی کو بھی ان کی آمدنی دیکھ کر انکم ٹیکس وصول کرنے کا موقعہ مل گیا اور آپ پر ٹیکس لگایا گیا۔ اور پھر وہ ایک مسلمان افسر تحقیقات کی مہربانی سے اور کرشن مہاراج کی حکمت عملی و غلط عذرداری و غلط بیانی سے اٹھ بھی گیا۔ مگر بحکم حدیث نبوی اگر ابن آدم (حریص دنیا) کے پاس دو جنگل سونے کے ہوں، تب بھی وہ تیسرا جنگل تلاش کرتا ہے، اور اس کے پیٹ کو مٹی ہی پر کرتی ہے

تنگ چشمی ہائے دنیا دار یا قناعت پر کند یا خاک گور

جوں جوں مہاراج کی دولت بڑھتی گئی، حرص مال زیادہ ہوتی گئی۔ لہذا آپ نے ایک اور روپ بھرنے کی ٹھہرائی (سکھوں کے گرونانک صاحب کا روپ)۔ اور اس کے واسطے پہلی پٹڑی یہ جمائی کہ گورونانک آپ کے ہم مذہب تھے، تاکہ سکھ پارٹی سے جو اس وقت مال و دولت میں بڑھی ہوئی ہے، اور ان میں کئی ریاستوں کے والی، راجہ، مہاراجہ ہیں، کچھ روپیہ آوے اور زیورات وغیرہ میں صرف ہو۔ سکھوں میں کوئی اس کا قائل و مائل ہوجاتا تو ایک نہ ایک دن اس نے ضرور بابا نانک صاحب بن جانا تھا۔ مگر چونکہ سکھ پارٹی کے لیڈر تعلیم یافتہ تھے، وہ آپ کی چال تاڑ گئے اور اس کے قابو میں نہ آئے اور انہوں نے بجائے لبّیک کے، تبرّے سنائے۔

اب آپ کو یہ سوجھی ہے کہ ہندو پارٹی میں گو تعلیم یافتہ لوگ بھی ہوں، مگر ان پڑھ زیادہ ہیں اور زود اعتقادی ان کا خاصہ اور قدیمی شیوہ ہے، اور مال و دولت میں بھی سکھوں سے کم نہیں، تو اب آپ نے کرشن جی کا اوتار لیا ہے اور اپنی نسبت تازہ اور گرما گرم الہام گھڑ کر شائع کر دیا ہے جو آپکے لیکچر سیالکوٹ اور ریویو آف ریلی جنز میں مشتہر ہوا ہے، یہ ہے:

کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔

یہ روپ اور یہ اوتار لینا آپ کے روز افزوں تبدّلات وانتقالات بحکم اس بیت کے جس کو ہم نے زیب عنوان کیا ہے، عین لازمہ ونتیجہ تھا اور انسلافات کی نظر سے سے اس کا پہلے ہی یقین تھا۔ اور آئندہ بھی یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ ایک نہ ایک دن آپ مہتروں (بھنگیوں) کے پیشوا، لال بیگ کا روپ بھی بھریں گے، کیونکہ بھنگیوں میں تعلیم برائے نام بھی نہیں۔ اور ان کی آمدنی (جب سے اڑوڑی یعنی میلے اور کھاد کی قیمت بڑھتی جاتی ہے) دن بدن ترقی پر ہے۔

کرشن قادیانی کا بھائی مرزا امام الدین جلد بازی کر کے لال بیگ کا خلیفہ بنا تھا اس لئے وہ اس میں ناکام رہا۔ اور اس کے مرجانے سے وہ عہدہ پھر خالی ہوگیا اور چونکہ کرشن قادیانی گہری پالیسی کا پالیٹیشن ہے اور دنیا کمانے کی مصلحت اور دوراندیشی میں وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے، لہذا امید واثق اور یقین کامل ہے کہ وہ حکمت ومصلحت سے پہلے عہدہ خلافت لال بیگ اپنے لئے تجویز کرے گا اور پھر بتدریج خود ہی لعل

بیگ بن بیٹھے گا اوراس میں کام یاب ہوگا۔اس کے بعد وہ پارسیوں کے پیغمبر زردشت کا اوتار لے گا اوران پر ہاتھ پھیرے گا۔وعلی ہذا القیاس

اس مضمون میں جو بات ہم مسلمانوں کے متعلق کہنا چاہتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ اب تو مسلمان ،کرشن قادیانی سے بحث ومباحثہ چھوڑ دیں۔اوران کواوران کے ہندو بھائیوں کو (جن کو وہ اپنے رسالہ ریویو آف ریلیجز میں جا بجا بھائی کہتے ہیں) بھگت لینے دیں اگروہ ان میں کرشن مانے گئے اور ہندواس کو دھن مہاراج، دھن مہاراج بول اٹھے،تو وہ شوق سے ان کی حلوا پوریاں کھائیں ،مسلمانوں کا اس میں کیا حرج ہے۔اوران کو حسد وبخل سے کیا حاصل؟ ہم تو اس کے حق میں کڑاہ پرشاد (حلوہ) کے لئے خود گورنمنٹ سے مضمون طاعون میں سفارش کر چکے ہیں۔اور مسلمان بھی ہماری موافقت کریں اوراس کو ہندوؤں کا حلوا پوری کھانے دیں۔اوراگر ہندوؤں کی ان سے ان بن ہوگئی تو کچھ دنوں مسلمانوں کوان کی خدمت گذاری سے فرصت وفراغت رہے گی۔اور آیت کفی اللہ المؤمنین القتال صادق آئے گی۔

ہاں بحث مباحثہ کے بغیر تزویرات کشن قادیان پر ناواقف مسلمانوں کو واقف کرنا، اور مسلمانوں کواس کے دام تزویر سے بچانا (جیسا کہ اس مضمون میں ہوا ہے) مضائقہ نہیں رکھتا۔اس سے ہم مسلمانوں کونہیں روکتے۔کیونکہ یہ نصیحت ہے اور نصیحت ہرمسلمان پر ہمیشہ کے لئے فرض ہے۔الدّین نصیحۃ للّٰہ و لرسولہ و لائمّۃِ المسلمین و لعامتھم۔ (اشاعۃ السنہ جلد۲۰۔ص ۲۲۶۔۲۲۹)

ثنائی تردید

مولانا ثناءاللہ نے بھی متعدد مواقع پر مرزا صاحب کے ان دعاوی کوموضوع سخن بنایا۔ جیسا کہ ایک دفعہ انہوں نے مسیح موعود ہیں یا آریہ؟ کے زیرعنوان لکھا:

مرزا صاحب نے براہین لکھی تو اکثر حصے آریوں کے جواب اور ردّ میں تھے۔

سرمہ چشم آریہ لکھا تو اسی گروہ کے جواب میں تھا۔ تصدیق (براہین) لکھوائی تو اسی فرقہ کے ردّ میں۔... نیوگ ناول بنا تو اسی گروہ کو شرمندہ کرنے، اوران کے حیا سوز مسئلہ

نیوگ کے نتائج قبیحہ دکھانے کو تسلیم دعوۃ وغیرہ کئی کتابیں لکھیں۔

مرزا صاحب نے اپنے لاہوری لیکچر میں کہتے کہتے بے ساختہ کسی جذبہ میں کہہ مارا کہ خدا چونکہ قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں۔

مطلب مرزا صاحب کا یہ ہے کہ موجودہ دنیا گو قدیم نہیں لیکن اس سے پہلی دنیا اور اس سے پہلی دنیا، علی ہذا القیاس دنیا کا سلسلہ قدیم ہے۔ جب سے خدا ہے تب سے مخلوق ہے۔..اب اسی مسئلہ کی بابت سوامی دیانند بانی آریا سماج کی کتھا بھی سنیے:

جیسے دن کے پہلے رات اور رات کے پہلے دن اور نیز دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن برابر چلا آتا ہے، اسی طرح پیدائش کے بعد فنا اور فنا کے بعد پیدائش کا دور چلا آتا ہے اس کا شروع یا انتہا نہیں۔ البتہ جیسے دن اور رات کا آغاز اور اختتام دیکھنے میں آتا ہے اسی طرح پیدائش اور فنا کا آغاز اور اختتام ہے۔ (ستیارتھ۔صفحہ ۲۹۵)

اگر ان دونوں عبارتوں کو ملا کر پڑھیں، لفظ بے شک مختلف ہوں گے مگر مضمون بالکل ایک ہے۔..آریا اور مرزائیوں کے اس وحدت الوجود پر تو ہم ان کو مبارکباد دیتے ہیں لیکن مسئلہ کی غلطی اظہار کرنے کو مختصراً اتنا کہتے ہیں کہ نیوگ کی سچائی کے بعد بھی ایک مسئلہ ہے جو آریا سماج کو اہل علم کے ماننے کے لائق نہیں رہنے دیتا۔ ایک مرزا صاحب نہیں بیسیوں مرزا بھی مل کر اس مسئلہ میں حامی اور مددگار بن جائیں، جو کچھ امداد کریں گے اس سے زیادہ نہ ہوگی: سگ چوتر شد پلید تر باشد

سنیئے! کچھ شک نہیں کہ دنیا اجسام کا نام ہے (مادہ اگر آریوں کے خیال میں کوئی شئے ہے تو اس کا نام دنیا نہیں وہ ایک مفرد حالت میں ہے) اور اجسام کتنے ہی ہوں مگر سب مرکب ہیں اور مرکب کوئی بھی ہو حادث ہے، کیونکہ اس کی ترکیب ہی بتلا رہی ہے کہ میرے اجزاء ایک وقت میں از ہم جدا تھے۔ نتیجہ صاف ہے کہ کوئی جسم قدیم نہیں، دنیا قدیم نہیں، دنیا کا سلسلہ قدیم نہیں۔

علاوہ اس کے جب دنیا کا ہر فرد حادث ہے تو مرزا صاحب کی یا آریہ سماج کی کون سی منطقی دلیل ہے کہ اس کے نوع کو قدیم کہا جائے۔ کیا کسی نوع کا وجود خارجی بغیر کسی فرد کے ہوسکتا ہے؟ پھر کیونکر ممکن ہے کہ سلسلہ کے تمام افراد تو حادث ہوں مگر

سلسلہ اس کا قدیم ہو۔ (شحنہ ہند۔ضمیمہ یکم نومبر ۱۹۰۴ء ص ۴۔۵ بحوالہ اہل حدیث امرتسر)

☆ ایک دفعہ مولانا امرتسری نے لکھا:

ہم قادیانی مسیح تو سنتے رہے مگر قادیانی کرشن جی نہیں سنا۔ یہ وہی حضرت قادیانی مسیح ہیں۔ ...آپ کا نزول اجلال سیالکوٹ میں ۲۷۔ اکتوبر بوقت ٦ بجے شام کے ہوا۔ چونکہ تشریف آوری کے پہلے چند روز علمائے کرام نے آپ کی تشریف آوری کی خبر عوام کے کانوں تک پہنچا دی تھی ، گردونواح سیالکوٹ کے علماء اپنا فرض منصبی پورا کرنے کو چند روز پہلے ہی رونق افروز تھے اورخوب زورشور سے آپ کی آؤ بھگت مناسب الفاظ میں کررہے تھے اورچشم براہ تھے کہ ناگاہ گاڑی قریب سٹیشن سیالکوٹ پہنچی ..دیکھتے ہی نعرہ لعنت بلند ہوا۔تمام ریلوے سٹیشن اور باہر کا میدان جس میں تقریباً دواڑھائی ہزار آدمی ہوں گے، پر (بھرا ہوا) تھا۔ جدھر کوحضور کی گاڑی جاتی تھی لعنت کے چیرز اورنعرے بلند ہوتے تھے۔خاک اڑائی جاتی تھی۔ خیر بصد شکرانہ آپ فرودگاہ تک تشریف لیگئے ۔ اس واقع کومرزا کے لیکچر کے سرورق کے صفحہ ۲ پر یوں لکھا گیا ہے : تقریباً پینتیس چالیس ہزار ہندومسلمان استقبال کوآئے تھے اور بہت سے لوگوں نے اس خوشی میں روشنی کی تھی۔

حالانکہ تمام شہرسیالکوٹ کی مردم شماری تقریباً ۴۰۔ ہزار ہے جن میں ہندومسلمان ..زن ومرد بوڑھے جوان بالغ ،نابالغ سب شامل ہیں۔ روشنی کا یہ عالم تھا کہ خاک اور دھول کے اڑنے سے ایک اندھیرے کی صورت پیدا ہورہی تھی۔کاش اس روز بادل ہی چمکا ہوتا تو ہم سمجھتے کہ مرزا جی کی خاطر آسمان پر روشنی ہوئی ہے جیسا کہ خود ان کا خیال ہے۔ چنانچہ ۱۱مئی ۱۹۰۳ء کے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ

آج جو میں بیماری سے اٹھ کر باہر آیا ہوں اور بادل چمک رہا ہے اور بارش بھی کسی قدر ہورہی ہے۔ یہ اسی طریق سے ہے جو بادشاہوں کے آنے پر سڑکوں پر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے اورآتش بازی چھوڑی جاتی ہے اسی طرح ہماری باہر تشریف آوری کی وجہ سے آسمان پر چھڑکاؤ ہوا ہے اورآتش بازی چھٹی ہے۔(حاضرین) سبحان اللہ جل جلالہ امام الزمان کی برکت ہے مگر شقی ازلی ایسے صریح معجزات بھی دیکھ کر بدنصیب رہے۔

خیر خدا خدا کر کے حضرت فرودگاہ تک پہنچے اورلیکچر لکھنے میں مشغول ہوئے ۔۲ نومبر کی تاریخ لیکچر کے لئےتھی ۔ لیکچر کیا تھی وہی معمولی شاعروں کی طرح بطور تشبیب

چند لفظوں میں اسلام کی تعریف ، پھر آریوں سے دو چار ہو کر اپنی تعریف کہ میں ایسا ہوں، یہ ہوں، میں وہ ہوں۔

ہاں ایک نئی بات لیکچر میں کہی گئی جو اس سے پہلے نہ سنی گئی تھی ۔جس کا خود حضرت کو بھی اقرار ہے کہ آج سے پہلے میں نے یہ بات ظاہر نہیں کی تھی یعنی آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے تو مسیح موعود ہو کر آیا ہوں مگر ہندوؤں اور آریوں کے لئے خدا نے مجھے کرشن جی بنا کر بھیجا ہے۔

اس دعوی کو سن کر مجسٹریٹ کیمپ سیالکوٹ نے مسلمانوں سے کہا کہ اب تم جاؤ، مرزا صاحب جانیں اور ہندو جانیں ۔مگر مسلمانوں کو اپنے پیدائشی مسلمان کی جدائی کہاں گوارا تھی ۔جس حال میں کہ وہ بابو عبد الغفور نو آریہ کی جدائی کو ابھی تک نہیں بھولے تھے حالانکہ بابو مذکور ایک کمسن بائیس تئیس سالہ عمر کا لڑکا اور مرزا جی ایک معمر تجربہ کار مسنّ ۔ پھر بھلا ایسے گرگ کہن کی جدائی مسلمانوں کو کہاں گوارا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ جہاں تک ہو سکا مرزا صاحب کا ساتھ دیا۔ روانگی کے وقت بدستور ریلوے سٹیشن تک جیسا استقبال کیا تھا، اس سے بڑھ کر استدبار کیا۔..

(شحنہ ہند۔ضمیمہ۔۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء۔ص ۲۔۳ بحوالہ اہل حدیث امرتسر)

میٹھی تحریریں

☆ مرزا صاحب کا کرشن ہونے کا دعوی منظر عام پر آیا تو مولانا احمد حسن نے لکھا:

اب تو آپ کرشن جی کے اوتار بھی ہو گئے جیسا کہ سیالکوٹ والے لیکچر میں بیان کیا ۔کوئی پوچھے کہ وہ (کرشن) ولی تھے یا نبی؟ اگر نبی تھے تو کسی نبی نے آج تک دوسرے نبی میں حلول نہیں کیا۔ نہ یہ توریت وانجیل سے ثابت ہے نہ قرآن سے ۔اور اگر ولی تھے تو آپ نے اپنی نبوت کو آسمانی باپ کے ایوان سے تحت الثری میں کیوں گرایا ۔ یہ شرارت آمیز مالیخولیا آپ کے دماغ میں کس نے ٹھونسا۔ بایں ہمہ نبی ہو یا ولی ،آپ اپنے مقابلے میں کسی کی کچھ حیثیت نہیں سمجھتے ۔اول اول جب سب پر سبّ و

شتم کیا تو چار طرف سے چندیا پر لیپڑوں اور گھونسڑوں کا مینہ برسا۔ اب ہوش آیا تو سب کے بروزی بن گئے۔ مسیح بھی ہیں، نبی بھی ہیں، کرشن بھی ہیں، گرو نانک بھی ہیں، کبیر پنتھی بھی ہیں، لال بیگیوں کے لال گرو بھی ہیں۔ اور حسینؓ سے تو آپ بدر جہا افضل ہیں کیونکہ وہ آنحضرت کے نواسے اور آپ کسی چینی مغل کے نطفے۔ اور قوم مغل بہ اعتبار حسب ونسب کے سیّدوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے (انا للّٰه وانا الیه راجعون)۔

(شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ۔ ۱۶ نومبر ۱۹۰۴ء۔ ص ۷)۔

☆ مرزا قادیانی کا نیا سوانگ، کے زیر عنوان جناب احمد حسن شوکت بتاتے ہیں۔

پبلک میگزین لکھتا ہے لاہور کے لیکچر میں مرزا غلام احمد نے صرف اتنا ظاہر کیا تھا کہ وہ مہاراج رام چندر جی اور سری کرشن چندر جی کو بھی کامل انسان اور نبی مانتے ہیں۔ لیکن گذشتہ ہفتہ میں بمقام سیالکوٹ مرزا صاحب نیا رنگ لائے۔ مسیح موعود، عیسائیوں کے لئے، اور مہدی آخرالزمان، مسلمانوں کے تو آپ بن ہی چکے تھے اب ہندو باقی تھے، ان کیلئے کرشن چندر جی بن گئے۔ چنانچہ اپنی نسبت الہام سنایا کہ

ہے کرشن رددرر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔

مرزا صاحب نے خطرہ ظاہر کیا کہ:

جاہل مسلمان فی الفور یہ کہیں گے کہ مرزا نے کافر کا نام قبول کر کے صریحاً کفر قبول کر لیا۔ لیکن یہ خدا کی طرف سے ہے جس کا اظہار کئے بغیر میں نہیں رہ سکتا اور سری کرشن چندر درحقیقت کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی یا اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ وہ اپنے وقت کا نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتح مند اور بااقبال تھا۔ جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔ اور میں کرشن سے محبت کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں۔

مرزا صاحب نے اپنی خیالی شہرت کی اور ایک منزل طے کی، لیکن شائد انہیں خیال ہوگا کہ ہندوؤں کے کرشن کا مظہر بن کر انہوں نے کیسی عظیم ذمہ داری سر لی۔ کرشن اور اس کی تعلیم کو قبول کر کے مرزا کو تقریباً سارے اسلامی عقاید سے انکار اور بجائے اس کے کہ وہ قرآن کو الہامی مانیں، انہیں کرشن کا مظہر ہونے کی غرض سے گیان کا بھنڈار آریاؤں کی قدیمی الہامی کتب ویدوں کی ہدایتوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑیگا

مرزا جی ،کرشن کے مظہر تو بنے لیکن گیتا کی ... فلاسفی کی تشریح کرتے ہوئے ضرور چکرانا پڑے گا۔ جب انہیں جتلا یا جائے گا کہ کرشن کی تعلیم کیا تھی تو شاید پشیمان ہونا پڑے اور نئے ہندو مرید مونڈ نے کی امید میں پرانے مسلمان مرید بھی فرنٹ ہوں ۔مرزا صاحب نے کرشن کا سوانگ بھر کر اپنا سارا بھرم کھول دیا۔اب کسی کو شک نہ کرنا چاہیے کہ مرزا جی دماغی تبخیر سے رنگ برنگے دعوی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہندو مرزا کو کرشن تو کیوں مانیں گے، البتہ مرزا کرشن بن کر اپنی مسیحیت اور مہدویت بھی کھوئیں گے ۔کرشن ازم کا ایک ہی مسئلہ مرزا جی کو چپ کر دے گا اور مرزا جی کرشن کا مظہر بننے سے کانوں کو ہاتھ لگائیں گے ۔کرشن کرم کانڈ کو موکش کا سا دھن بناتے ہیں مرزا جی کی عمر شفاعت کا ڈھکوسلا سناتے گذر گئی ۔کیا مرزا صاحب اس کو رواج دیں گے اور کیا اعلان کریں گے کہ کرشن کا مظہر ہونے کی حیثیت سے وید اور سارے ویدک کے مسائل ان کے مقبولہ ہیں۔ اگر یہ ہو تو ہندوؤں کو اپنے دھرم کی بزرگی اور دہارمک اصول کی عظمت اور راستی پر فخر کرنا چاہیے جس نے مرزا جی کو آخری عمر میں اپنی صداقت کا قائل بنالیا۔ (شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۱)۔

☆ اور ایک دفعہ مولانا احمد حسن شوکت نے لکھا:

سیالکوٹ والے لیکچر نے مرزا جی کی کایا پلٹ دی۔ ...اب نہ امام الزمان رہے، نہ بروزی رہے ۔اب تو گھڑے گھڑائے اور چھلے چھلائے کرشن جی کی مورتی بن گئے ۔ یا یوں کہو کہ آپ کی ذات طلم سمات میں متضاد کمپونڈ مسالا جمع ہو گیا ہے ۔مگر اس معجون مرکب میں ابھی چند اجزاء کی کسر ہے ۔کیا معنی کہ نہ تو آپ ابھی آریا کے دیانند جی مہاراج بنے ،نہ بودھوں کے گوتم ، نہ آتش پرستوں کے زرتشت، نہ سکھوں کے گرو نانک ، نہ لعل بیگیوں کے لعل گرو۔

مناسب تھا کہ سب سے پہلے اپنا ورثہ سنبھالتے کیونکہ آپ بیگیوں کے بیگ ہیں ۔اور آپ کے بڑے بھائی امام الدین لعل بیگیوں کے سرپرست بن بھی چکے ہیں ۔مگر آپ ایسے ناخلف ہیں کہ ان کی گدی پر اب تک لات مار رہے ہیں ۔تاہم گھبرانے کی کوئی بات نہیں ، رفتہ رفتہ جب آپ سب کچھ ہو جائیں گے، تب لعل گرو بنیں گے ۔..

سری کرشن جی میں اس لئے آپ نے دھارن کیا ہے کہ مرزا ئینوں کا پردہ اٹھا دینے کا جنرل آرڈر جاری کر چکے ہیں۔ پس آپ گوپیوں میں کنہیا جی بن کر بیٹھیں گے اور ایک ہی وقت میں سب کے پرالبت میں فوراً پراپت ہوں گے

(گوپیوں والے معاملے کی وضاحت میں ملاحظہ فرمایئے کہ ڈاکٹر اسماعیل نے مرزا صاحب سے۔ عرض کیا کہ میرے ساتھ شفا خانہ میں ایک انگریز لیڈی کام کرتی ہے وہ بوڑھی عورت ہے۔ کبھی کبھی میرے ساتھ مصافحہ کرتی ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت صاحب نے فرمایا یہ تو جائز نہیں۔ آپ کو عذر کر دینا چاہیے تھا کہ یہ ہمارے مذہب میں جائز نہیں (سیرۃ المھدی ۲ص ۷۲) اور خود مرزا صاحب کا اپنا یہ حال یہ تھا کہ خود قادیانیوں نے ایک لڑکی کے بارے میں لکھا ہے۔ حضور (مرزا) کو اس کی خدمت حضور کے پاؤں دبانے کی بہت پسند تھی ۔الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۲۸ء ۔اس کا نام عائشہ تھا۔ کنواری تھی اور چودہ سال کی عمر میں مرزا صاحب کی خدمت میں بھیجی گئی تھی)

کیوں صاحب! جب آپ امام الزمان ہیں تو آریا کیوں برے ہیں؟ اور آپ دیانند جی کے اوتار کیوں نہیں بنے حالانکہ ان کا آپ سے رشتہ بخوبی ملا ہوا ہے۔ کیا معنی کہ لاز آف نیچر کے وہ بھی قائل اور آپ بھی۔ مادے کے قدیم ہونے کے وہ بھی معتقد اور آپ بھی۔ مگر چونکہ وہ نبوت و رسالت کو نہیں مانتے اور دیانند سرستی کو ایک معزز انسان کے رتبے سے زیادہ رتبہ نہیں دیتے اور خود بدولت ٹھہرے نبی۔ بس آپ سے ان کا ستارہ نہ ملا۔ آپ نے دیکھا ہندوستان میں (بیسویں صدی کے آغاز میں) بت پرست ہنود ۲۲ کروڑ ہیں جن میں آریاؤں کی تعداد لاکھوں سے زیادہ نہیں۔ اور بت پرستوں سے بڑھ کر کوئی قوم احمق اور سادہ لوح نہیں۔ لہذا کیا عجب کہ ہنود آپ کی جانب رجوع لائیں۔ مگر یہ بھی مشتے بعد از جنگ یاد آید کا مضمون ہے۔ وید اور شاستر کے اصول یوگ وغیرہ کی جو آپ نے مذمت کی ہے تو یہ تمام ہنود پر یکساں ناگوار ہے کیونکہ ہنود خواہ بت پرست ہوں خواہ آریا، وید کو یکساں پوتر (مقدس) مانتے ہیں اور خود سری کرشن بھی مانتے تھے۔ پس ہنود کہہ سکتے ہیں کہ یہ کیسا کرشن ہے جو وید کا انکار کر کے گویا آپ اپنی جڑ کاٹتا ہے۔ انجام یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح عیسائیوں نے آپ کو نہیں مانا، ہندو بھی نہیں مانیں گے۔

پھر ہنود کنہیا جی کو انسان نہیں مانتے بلکہ کرشن یعنی خدا مانتے ہیں۔ پس جیسے اہل الرائے

کا عندیہ تھا کہ آپ بہت جلد خدائی کا دعوی کریں گے، سیالکوٹ میں پورا ہو گیا۔

اس عیاری اور دنیا طلبی کو دیکھئے کہ دنیا میں جس قدر باعظمت لوگ گذرے ہیں ان سب کا جوہر اورست ...آپ کے وجود ... میں آگیا ہے ۔ پہلے ایک قوم کے نبی یا اوتار کا دامن پکڑا، جب وہاں سے جھٹکا ملا تو دوسرے کا دامن جا پکڑا۔....حضرت بیدل نے مندرجہ ذیل شعر غایت مجبوری و ہمدردی اور انکسار کی حالت میں لکھا تھا مگر مرزا جی کی واقعی حالت کے مطابق ہے

نہ بدامنے زحیا رسد نہ بدستگاہ دعا رسد
چو رسد بہ نسبت پا رسد کف دست آبلہ دار ما

یعنی میرے ہاتھ میں پائے آبلہ دار کی نسبت ہے۔ نہ تو کسی کے دامن تک پہونچتا ہے کیونکہ سب لوگ حیا اور عار کرتے ہیں دامن تک نہیں چھونے دیتے، نہ دعا کیلئے ہاتھ اٹھتا ہے۔ یعنی جس طرح آبلہ دار پاؤں ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں پہونچتا یہی حالت میرے ہاتھ کی ہے۔ گویا وہ ہاتھ نہیں رہا بلکہ پائے آبلہ دار بن گیا ہے ۔

(شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۳ تا ۵)

☆ ایک موقع پر مولانا احمد حسن شوکت بتاتے ہیں:

تمام انبیاء کا مذہب صرف اسلام ہے اور وہ مبعوث اس لئے ہوئے ہیں کہ دنیا سے بت پرستی اور کفر کو مٹائیں اور توحید کا جھنڈا گاڑیں ...انبیاء نے اپنا فرض ادا کیا... کسی نبی نے یہ کہہ کر کہ میں نبی اور امام الزمان ہوں، بت پرستوں کے اوتاروں کو نہیں مانا کیونکہ یہ تو بعینہ بت پرستی کا مان لینا تھا۔...

مرزا جی عجیب اسلامی ہیں کہ جب تک مشرکوں اور بت پرستوں کے اوتاروں کو نہ مانیں اور ان کی مورتیوں کے سامنے سر نہ جھکائیں، اپنا فرض تبلیغ و فرض نبوت ادا نہیں کر سکتے ...کون نہیں جانتا کہ سری کرشن جی بت پرست تھے اور ان کے اصول وہی ہیں جو بت پرستوں کے ہیں، اسلامی اصول سے ان کو کوئی علاقہ نہیں ۔ مگر مرزا جی نے جو بت پرستوں کے سردار کو مانا ہے، تو محض دنیوی طمع سے ۔

انہوں نے اپنی کامیابی کیلئے حتی الوسع پاپڑ بیلے، مگر جب کسی طرح عقدہ کشائی نہ ہوئی تو

اب رنگ میں اور ہی بھنگ ملائی ۔مسلمان تو ہر طرح کے بھوکے اور لنگوٹیا، دھن مال و دولت میں ہنود سے ہر طرح گرے ہوئے ہیں۔ان سے خاطر خواہ موہن بھوگ کی تمنا فضول ۔پس جو کچھ جتن کئے اب ان پر پچھتانا پڑا، لہذا کفر کی پناہ میں آنا ضروری تھا

دولت بغلط ہنود از سعی پشیماں شو کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو

پھر سری کرشن اور رام چندر جی نے کون سی کتاب میں اپنے کو نبی یا اوتار کہا ہے اور وید میں نبیوں کا آنا کہاں لکھا ہے؟ کیا آریہ ہنود نہیں؟ وہ رام چندر جی اور کرشن جی کو کیوں نہیں مانتے ۔صرف آپ پر یہ الہام ہوا کہ ہنود کے تمام رشی اور منی نبی تھے ۔مدعی سست گواہ چست ۔ (اڈیٹر۔شحنہ ہند۔ضمیمہ یکم دسمبر۱۹۰۴ء ص۱۔۲)

☆ ایک جگہ مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

عیسے اور مسیح کا ایک وجود میں جمع ہوکر آنا تو آپ (یعنی مرزا) قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہیں مگر ان دونوں میں مہاراجہ کرشن جی کا دہارن کرنا کہاں سے ثابت کریں گے؟ کیا وید سے؟ اور ظاہر ہے کہ جب آپ کرشن جی کو نبی اور صاحب الہام اور وحی اور صاحب روح قدس مان چکے ہیں،تو ویدوں کو کیونکر وحی والہام نہ مانیں گے؟ اب آپ کو ثابت کرنا پڑے گا کہ کون سی وید میں کرشن جی کا نبی اور اوتار ہونا اور پھر دوبارہ ایک مسلمان (جیسا کہ آپ خود کو سمجھتے ہیں) کے سر میں دہارن کرنا لکھا ہے۔

(شحنہ ہند ضمیمہ ۸ دسمبر۱۹۰۴ء ص۳)

☆ ایک دوسرے موقع پر مولانا احمد حسن شوکت رقم طراز ہیں:

جب مسلمان مرزائیوں کو کہتے ہیں کہ تمہارے بروزی نے اب کرشن جی کے بروزی ہونے کا ابراز کیا ہے تو وہ گرو جی کے کلام کی تاویل مالا یرضی به القائل کرتے ہیں کہ انہوں نے یوں نہیں کہا، بلکہ یوں کہا ہے۔اور ان کا مطلب یہ نہیں، بلکہ یہ ہے۔ ملہم کو ان ناخلفوں پر، جو گھر کے بھیدی بن کر لنکا ڈھا رہے ہیں، اس قدر غصہ آتا ہے کہ قابو چلے تو ہندوستان سے نکال دیں ۔گرو نے تو صاف کہہ دیا کہ میرے سر میں اب کرشن جی نے دہارن کیا ہے اور اب مجھے اسلام اور اہل اسلام سے کچھ واسطہ نہیں رہا

۔ چنانچہ جب سیالکوٹ میں بڑی بھاری سبھا کے سامنے اپدیش کیا تو وہاں کے ڈپٹی کمشنر نے بھی یہی فرمایا کہ اب مسلمانوں کو اس اوپدیشک سے کچھ سابقہ نہ رہا، ہنود جانیں اور وہ جانے۔ ڈی سی نے بجا فرمایا لیکن وہ یہ فرمانا بھول گئے کہ اب اس بہروپئے سے عیسائیوں کو بھی کچھ واسطہ نہ رہا کیونکہ وہ اس سے پہلے مسیح بھی بن چکا ہے۔

ہم کہتے ہیں اسی طرح قلع قمع ہوتا چلا جائے گا اور اخیر میں آپ چینی مغل رہ جائیں گے اور مرزا صاحب کے خدا نے وقتاً فوقتاً جو خطابات کے خلاعِ فاخرہ مرزا صاحب کو دیئے ہیں سب سلب ہو جائیں گے۔

جب کہا میں بروزی نبی ہوں تو سنّی مسلمانوں نے لا حول پڑھا۔ جب کہا کہ میں حسینؑ سے افضل ہوں، تو شیعہ نے تبرّے سنائے۔ جب کہا میں عیسی مسیح سے کئی بانس اونچا ہوں تو عیسائیوں نے ایسا نیچا دکھایا کہ زمین دوز کر دیا۔ اب کہا کہ میں کرشن جی کا اوتار ہوں تو دیکھیں ہنود کیسی آؤ بھگت کرتے ہیں۔

(شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۴ء ص ۱)

☆ مولانا احمد حسن شوکت ایک موقع پر لکھتے ہیں:

پہلے مرزا جی محمد ﷺ کے بروز تھے، اب کرشن کے بروز ہیں۔ یعنی اسلام کے بھی بروز اور کفر کے بھی بروز۔ ...

جب آپ مسیح بنے ہیں تو ضرور ہے کہ آیت و ان من اهل الكتاب ليؤ منّ به قبل موته کا بھی اپنے کو مصداق بنائیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب عیسی دوبارہ نزول فرمائیں گے تو اہل کتاب میں سے کوئی باقی نہ رہے گا کہ آپ پر ایمان نہ لائے۔ حالانکہ آپ اس معنی کی جس پر جمہور مفسرین و مجتہدین علماء و فضلاء کا اتفاق ہے تاویل و تحریف کرتے ہیں کہ ليؤمنّ به میں بہ کا مرجع عیسی مسیح کا قتل وصلیب ہے حالانکہ ليؤمنّ صیغہ مستقبل ہے اور نون تاکید کی شان ہی یہ ہے کہ مضارع کو مستقبل بنائے مگر آپ خلاف سیاق وسباق قواعد عرب مستقبل کو بمعنی ماضی لیتے ہیں اور یہ معنی گھڑتے ہیں کہ تمام اہل کتاب عیسی مسیح کے قتل وصلب پر ایمان لا چکے ہیں۔..

اب مرزا جی، کرشن کے بروز بنے ہیں کہ ہنود مجھ پر ایمان لائیں اور میں ہندوستان کے

ہندو، مسلمان کو مرزائی بنا کر متحد کر دوں گا۔

اب ہم پوچھتے ہیں کیا ہنود اہل کتاب ہیں؟ ہاں ہاں کہہ دیجئے کہ وید بھی الہامی کتاب ہے اور عیسیٰ کے قتل و صلیب پر ہنود بھی ایمان رکھتے ہیں، حالانکہ مرزائی مقولہ بلکہ عقیدہ یہ ہے کہ ہندوستان میں کوئی نبی آیا ہی نہیں اور نبی آئے ہیں رام چندر اور لچھمن اور کرشن وغیرہ رشی اور منی۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ انبیاء بنی اسرائیل سے ہنود کو کیا واسطہ رہا اور وہ کیونکر عیسے مسیح کے قتل و صلب پر ایمان لائے کہ جب واقعات صلیب وغیرہ کی ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی۔ اور اب بھی کروڑوں ہنود ایسے موجود ہیں جو انبیاء کے واقعات سے آگاہ نہیں، چہ جائے کہ ان پر ایمان ہو۔

آپ امام الزمان ہیں اور خیر سے دنیا کے تمام اقوام و مذاہب کو متحد کرنے آئے ہیں مگر یہ تو بتایئے کیا عیسائیوں کے مختلف فرقے مذہب ہنود سے متفق ہو جائیں گے۔ اور بت پرستی اور صلیب پرستی اور تثلیث پرستی گڈ مڈ ہو جائے گی۔ اب تک کتنے سناتن دھرمی ہندو یا آریہ آپ پر ایمان لائے ہیں؟ کیا کسی عیسائی نے آپ کی سی سالہ بعثت میں بت اور صلیب توڑ کر آپ کا کلمہ پڑھا ہے؟ دنیا کے مذاہب تو اس وقت متحد ہوں گے کہ پہلے آپ پر ایمان لائیں گے۔

آپ باوصف امام الزمان ہونے کے یورپ کو بھول گئے، چین کو بھول گئے، آتش پرستوں کو بھول گئے۔ آپ کے نزدیک ہر زمین میں تو انبیاء گذرے مگر دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں ایک بھی نبی نہیں گذرا۔ بدھ مذہب، پارسی مذہب میں کوئی نبی کیوں نہیں گذرا؟ ہاں سکھ مذہب کے نبی گورو نانک پر آپ ایسا ہی ایمان لائے جیسا کرشن پر۔ لیکن ان کے سوا اور بھی بہت سے مذاہب ہیں جن کے متحد و متفق کرنے کا آپ نے اب تک بیڑہ نہیں اٹھایا۔ تاہم کچھ جلدی نہیں۔ اگر یہی لیل و نہار ہیں تو آپ ہنود سے حلال خوروں تک کو یوں ملا دینا چاہیں گے جیسا کھیت میں کھاد۔ اس وقت سری کرشن کی روح کیا کہے گی؟ یہی کہے گی کہ

ہے رام، ہے رام، اس کلجگ میں آئے کہ کیسے راکھشش اور مہا ملیچھ سے پالا پڑا جس نے ہندو دھرم کو نسٹ کر دیا۔ (شحنہ ہند ضمیمہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء ص ۱۔۲)

متفرق تحریریں

☆ ضمیمہ شحنہ ہند، میرٹھ میں مذکور ہے کہ

اخبار زمین دار لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے سیالکوٹ کے لیکچر میں مسیح موعو کے علاوہ سری کرشن جی کا اوتار ہونے کا بھی دعوی کیا۔ صوفیاء کرام میں فنا فی الشّیخ ، فنا فی الرّسول، فنا فی اللّٰه ہونے کے تو درجے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جس شخص کے خیال میں محو اور مستغرق رہے اس کے دماغ میں اس چیز یا اس شخص کا عکس بھی اس درجہ تک منعکس ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے کو وہی چیز، وہی شخص سمجھنے لگتا ہے۔ ایک زمین دار ایک بزرگ کی خدمت میں مرید بننے کے لئے حاضر ہوا۔ اس بزرگ نے پہلا سبق یہ دیا کہ جو چیز یا جو شخص تمہیں دنیا میں زیادہ محبوب اور عزیز ہو، اس کا خیال اپنے دل میں باندھو۔ مرید نے کہا کہ مجھے تو اپنی بھینس بہت عزیز ہے۔ بزرگ نے کہا کہ اسی کا خیال دل میں قائم کرو۔ اس ارشاد کی تعیل میں زمین دار اپنے چوبارہ میں بیٹھ کر بھینس کا خیال پکانے لگا اور ہفتہ دو ہفتہ کے عرصہ میں فنا فی البھینس ہوگیا۔

ایک بار مرشد صاحب اس گلی میں سے گذرے جہاں زمین دار کا چوبارہ تھا۔ زمین دار نے کھڑکی میں سے مرشد کو دیکھ لیا اور کہنے لگا کہ اگر میرے سینگ دریچہ میں نہ اٹکتے ،تو میں آپ کی پیشوائی کو حاضر ہوتا۔

منصور کا انا الحق کہنا اسی اصول پر مبنی تھا۔ پس مرزا صاحب بھی عرصہ دراز سے مسیح کے حالات پر غور وغوض کر رہے ہیں اگر انا المسیح کہہ دیں تو مندرجہ بالا حالات کی رو سے ان کا ایسا کہنا بالکل جائز ہوگا۔ اور اگر وہ انا الکرشن کہہ اٹھیں تو غلط نہ مانا جائے گا۔ ذلک مسیح القادیان قول الحق الذی فیہ یمترون

(شحنہ ہند۔ضمیمہ دسمبر۱۹۰۴ء۔ص۱۶)

☆ شحنہ ہند کے ضمیمہ میں منقول ہے کہ آریہ گزٹ لکھتا ہے:

.مرزا قادیانی جو مسیح موعود بنے تھے اب سری کرشن جی کے اوتار بن بیٹھے۔

اگر مرزا جی مسیح ہی بنے رہتے تو شائد کچھ عذر چل سکتا لیکن کرشن مہاتما کا اوتار بننا اور یہ دعوی کرنا کہ میں ہندوؤں کی اصلاح کے لئے آیا ہوں اپنے منہ کی کھانا ہے۔ کہاں کرشن کامل انسان اور کہاں مرزا قادیانی۔ ہم نہیں جانتے یہ الہام آپ کو قادیان کے حجرہ میں آیا، یا مجسٹریٹ کی عدالت میں۔ مرزا صاحب ہندوؤں پر نظر شفقت رکھیں ہندوان کی انوکھی لیلاؤں سے پناہ مانگتے ہیں۔ عطائے تو، بہ لقائے تو۔

ابھی بہت دن نہیں ہوئے مرزا صاحب جن لفظوں سے ہندوؤں کو یاد کیا کرتے تھے وہ شاید بہتوں کو بھولے نہ ہوں گے۔ مرزا صاحب کے نئے سوانگ سے لوگ بھرّے میں نہ آئیں گے۔....

اگر مرزا صاحب مونڈ منڈا کر کسی سنیاسی کے چیلے بنے ہوتے تو شاید یہ داؤں چل جاتا، مگر ہندو تو ایسوں کی شدھی کرنے کو تیار نہیں۔ اکبر نے بیربل سے کہا کہ مجھ کو ہندو بنالو۔ بیربل نے کہا کہ ایک ہفتہ کے بعد اس کا جواب دونگا۔ جب ایک ہفتہ گذر گیا، بیربل ایک گدھا لے کر شاہی محل کے نیچے نہر کے کنارے صابون سے اس کو خوب مل مل کر دھونے لگے۔ بیربل کے رتبہ کے آدمی کو ایسا ذلیل کام کرتے ہوئے دیکھ کر لوگوں نے اکبر تک خبر پہنچائی۔ شہنشاہ اکبر خود آئے اور متحیر ہوکر پوچھنے لگے، بیربل یہ کیا ہورہا ہے؟ بیربل نے سادگی سے جواب دیا، خداوند گدھے کو دھو کر گھوڑا بناؤنگا۔ اکبر نے ہنس کر جواب دیا، نادان ایسا بھی کہیں ہوا؟ بیربل نے کہا خداوندا اگر یہ امر غیر ممکن ہوتا تو حضور کیسے حکم دیتے کہ آپ کو ہندو بنالوں۔

گو یہ ایک مذاقیہ روایت ہے لیکن اس کو مرزا قادیانی کے آخری اعلان سے کسی قدر نسبت ضرور ہے۔ مرزا جی مسلمان کے گھر پیدا ہوئے۔ فرض کرو وہ مسلمان نہ بھی ہوں، کیونکہ اکثر دین دار بزرگ مسلمان ان کے محمدی طریقہ کے پیرو کار ہونے میں شک کرتے ہیں، لیکن ان کی محمدی پیدائش ہندوؤں کی نگاہ میں ان کے حوصلہ کی راہ میں

رکاوٹ سمجھی جائے گی ۔ مرزا جی کو تو ہندو کبھی کرشن بھگوان کا اوتار نہ سمجھیں گے بلکہ ان کی یہ نئی الہامی اونچ حقارت اور تمسخر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی ۔ ہم نہیں جانتے مرزا جی کے اللہ پاک کو کیا ہو گیا ہے کہ مرزا جی کی تضحیک کے لئے آئے دن ایسی اول فول وحی نازل فرماتا رہتا ہے، اگر ہم سے ملاقات ہوتی تو ہم ضرور کہتے

افسوس چندیں مدت خدائی کردی گاؤ خر را نہ شناختی

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۴ ۔ ص ۸)۔

☆ شحنہ ہند کے ضمیمہ میں منقول ہے کہ رسالہ اتحاد لکھتا ہے:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس سے پہلے تو مسیح موعود ہی تھے جن کے منتظر یہود ونصاری اور اہل اسلام ہیں ۔ اب کرشن مہاراج ہونے کا بھی دعوی کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ہندوؤں کے بھی محبوب ومطلوب بن گئے ۔ ہندو مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرانے کا یہ نیا اور بہت اچھوتا پہلو ہے ۔

شاید اب بھی پارسیوں اور بودھ وغیرہ کی طرح بعض فرقہ ان کے ماننے سے انحراف کرتے ہوں جن کو نہ مسیح سے کچھ علاقہ ہے، نہ سری کرشن جی سے ۔

میں سمجھتا ہوں کہ الوہیت کی شان دنیا کے تمام مذاہب میں مشترک ہے ۔ لہذا اب کے روحانی عروج میں انہیں خدائی کا دعوی کرنا چاہیے ۔ پھر کوئی گروہ ان کے ماننے سے مستثنی نہ رہ جائے گا ۔ اگر چہ سری کرشن مہاراج بننے میں بھی اس درجہ کے قرین پہونچ گئے ہیں کیونکہ سری کرشن جی اپنے ماننے والوں میں پیغمبر یا بندے نہیں بلکہ خدا کا مظہر اور خود خدا ہیں ۔ غرض ہم اپنے روحانی بزرگ (مرزا) کو اس جدید ترقی پر مبارک باد دیتے ہیں ۔ بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

(شحنہ ہند میرٹھ ۔ ضمیمہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء ص ۱)

مسیح علیہ السّلام کی قبر

کتاب ہذا کے کسی حصے میں بتایا جا چکا ہے کہ مرزا صاحب، حضرت مسیح کی قبر تلاش میں سرگرداں رہے ہیں۔ ایک دفعہ انہوں نے اعلان کیا کہ مسیح کی قبر ملک شام میں ہے اور اس پر انہوں نے کوئی شہادت بھی پیش کی اور اس کا انکار کرنے والوں کو خوب جلی کٹی سنائیں۔ پھر ان پر انکشاف ہوا کہ سری نگر کشمیر میں حضرت مسیح کی قبر موجود ہے، اور وہ اپنی پہلی بات بھول کر کشمیر میں قبر مسیح کے موجود ہونے کا دعوی کرنے لگے حتی کہ انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کو بھی منقول ذیل عریضے (موسومہ ستارہ قیصر) میں یہ بات لکھی۔

بحضور عالی شان قیصرہ ہند ملکہ معظّمہ شہنشاہ ہندوستان وانگلستان ادام اللّٰہ اقبالہا۔

سب سے پہلے یہ دعا ہے کہ خدائے تعالی قادر مطلق اس ہماری عالی جاہ قیصرہ ہند کی عمر میں بہت بہت برکت بخشے (یہ عرضداشت ۲۰ اگست ۱۸۹۹ء کی ہے۔ اور دعا یوں قبول ہوئی کہ اس کے ایک سال چار ماہ بعد جنوری ۱۹۰۱ء ملکہ فوت ہو گئی، جبکہ دعاء صرف برکت کی نہیں، بہت برکت کی بھی نہیں، بلکہ بہت بہت برکت کی تھی۔ بہا)......

اس کے بعد اس عریضہ لکھنے والا جس کا نام میرزا غلام احمد قادیانی ہے ...یہ عرض کرتا ہے ....(کہ) اس عاجز کو.. وہ اعلی درجہ کا اخلاص اور محبت اور جوش اطاعت حضور ملکہ معظّمہ اور اس کے معزز افسروں کی نسبت حاصل ہے جو میں ایسے الفاظ نہیں پاتا جن میں اس اخلاص کا اندازہ بیان کر سکوں۔ اسی سچی محبت اور اخلاص کی تحریک سے جشن شصت سالہ جوبلی کی تقریب پر میں نے ایک رسالہ حضرت قیصرہ ہند دام اقبالہا کے نام سے تالیف کر کے اور اس کا نام تحفہ قیصریہ رکھ کر جناب ممدوحہ کی خدمت میں بطور درویشانہ تحفہ کے ارسال کیا تھا۔ اور مجھے قوی یقین تھا کہ اس کے جواب سے مجھے عزت دی جائے گی۔ اور امید سے بڑھ کر میری سرفرازی کا موجب ہوگا۔ ...مگر مجھے نہائت تعجب ہے کہ ایک کلمہ شاہانہ سے بھی ممنون نہیں کیا گیا۔ ...اس حسن ظن نے جو میں حضور

ملکہ معظّمہ دام اقبالہا کی خدمت میں رکھتا ہوں دوبارہ مجھے مجبور کیا کہ میں اس تحفہ یعنی رسالہ تحفہ قیصریہ کی طرف جناب ممدوحہ کو توجہ دلاؤں اور شاہانہ منظوری کے چند الفاظ سے خوشی حاصل کروں۔ اسی غرض سے یہ عریضہ روانہ کرتا ہے ....اس عریضہ کو نہ صرف میرے ہاتھوں نے لکھا، بلکہ میرے دل سے یقین کا بھرا ہوا زور ڈال کر اس پر ارادت خط کے لکھنے کے لئے چلایا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خیر اور عافیت اور خوشی کے وقت میں خدا تعالی اس خط کو قیصرہ ہند دام اقبالھا کی خدمت میں پہنچا دے اور پھر جناب ممدوحہ کے دل میں الہام کرے کہ وہ... مجھے پر رحمت جواب سے ممنون فرماویں...

(اے ملکہ) تیرے عہد سلطنت میں... مسیح موعود کا آنا خدا کی طرف سے یہ گواہی ہے کہ تمام سلاطین میں سے تیرا وجود امن پسندی اور حسن انتظام اور ہمدردی رعایا اور عدل اور دادگستری میں بڑھ کر ہے... تیرے عہد سلطنت کے علاوہ اور کوئی بھی عہد سلطنت ایسا نہیں ہے جو مسیح موعود کے ظہور کے لئے موزوں ہو۔ سو خدا نے تیرے نورانی عہد میں آسمان سے ایک نور نازل کیا کیونکہ نور، نور کو اپنی طرف کھینچتا ہے....

اے مبارک اور با اقبال ملکہ زمان! جن کتابوں میں مسیح موعود کا آنا لکھا ہے ان کتابوں میں صریح تیرے پر امن عہد کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں.... سو یہ مسیح موعود جو دنیا میں آیا، تیرے ہی وجود کی برکت اور دلی نیک نیتی اور سچی ہمدردی کا نتیجہ ہے....

بہت سے قطعی دلائل اور نہائت پختہ وجوہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ خدا نے اس پاک نبی کو صلیب پر سے بچا لیا۔ اور آپ خدا کے فضل سے، نہ مر کر بلکہ زندہ ہی قبر میں غشی کی حالت میں داخل کئے گئے...آپ نے یہ معجزہ دکھلایا کہ زندہ ہی قبر میں داخل ہوئے اور زندہ ہی نکلے۔...دلائل قاطعہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت عیسی کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے۔

اور یہ امر ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ آپ یہودیوں کے ملک سے بھاگ کر نصیبین کی راہ سے افغانستان آئے اور ایک مدت تک کوہ نعمان میں رہے۔ اور پھر کشمیر میں آئے اور ایک سو بیس سال کی عمر پا کر سری نگر میں آپ کا انتقال ہوا۔ اور سری نگر محلّہ خان یار میں آپ کا مزار ہے...... ۔ ۲۰، اگست ۱۸۹۹ء۔ المتمس۔ خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

دعوے کی مسیحی تردید

مرزا غلام احمد نے کشمیر میں حضرت مسیح کی قبر کے موجود ہونے کا پروپیگنڈہ کیا تو مسلمانوں اورعیسائیوں نے اس کی تحقیق کر کے ان کے جھوٹ کو آشکارا کیا۔شحنہ ہند میں

مرزاجی کے عیسی مسیح یوذ اسف کی قبر سری نگر میں

کے عنوان سے ایک نوٹ شائع ہوا جس میں بتایا گیا کہ

رسالہ ترقی لاہور کا مسیحی نامہ نگار، جو سری نگر کشمیر میں تھا، ۲۳ ستمبر ۱۹۰۲ء کو مرزاجی کے مزعوم عیسی کی قبر دیکھنے گیا جو درحقیقت کسی ولی کی قبر ہے اور مندرجہ ذیل مضمون رسالہ ترقی میں دیا:

یہ قبر خاص سری نگر محلّہ خان یار میں واقع ہے جو جامع مسجد سے تقریباً نصف میل اور شاہ عبدالقادر پیر دستگیر کی زیارت سے پاؤ میل کے فاصلہ پر ہے۔ہمیں اس مقبرے کے ڈھونڈنے میں بہت دقت پیش آئی کیونکہ شہر کے لوگ اس سے بہت کم واقف ہیں آخر کار ایک منشی نے جس نے قبر یوذ اسف کا ذکر سنا تھا ہمیں اس کا نشان دیا اور یہ ہدایت کی کہ آپ لوگوں سے روضہ صاحب کا پتہ پوچھیں۔ معلوم ہوا کہ گردونواح میں یہ قبر اسی نام سے مشہور ہے۔

یہ ایک چھوٹا سا مکان ہے،عمارت کی کرسی پتھروں کی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر کسی دوسری پرانی عمارت سے نکال کر لگائے گئے ہیں جیسا کہ کہیں ان پر نقاشی سے معلوم ہوتا ہے۔سری نگر کی کئی اور عمارات کا بھی یہی حال ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارتیں ہندوؤں کی عمارتوں کے مصالحہ سے جو شائد کشمیر میں مسلمانوں کی حکومت کے وقت مسمار ہوئیں،تعمیر ہوئیں۔...

یہ مکان باہر سے تقریباً ۳۵ فٹ لمبا اور ۱۴ فٹ چوڑا ہے اور اس کے اندر لکڑی کا جالی دار کٹہرا لگا کر ایک چھوٹا سا کمرہ بنایا گیا ہے۔ اس کٹہرے کے اندر دو چھوٹی چھوٹی

قبروں کے نشان ہیں ۔ یہاں کوئی مجاور موجود نہ تھا۔ ہم نے ہمسایہ کے کئی آدمیوں کو بلوایا اور ایک ضعیف العمر آدمی سے دریافت کیا کہ یہ قبریں کن کی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ شمال کی جانب کی قبر، جو دوسری قبر سے ذرا بڑی ہے، یوذ آسف نبی کی ہے اور چھوٹی سید نصیر الدین کی ہے جو ایک پیر تھا...۔مگر یوذ اسف اور اس پیر کا کسی کو بھی کوئی خاص حال معلوم نہ تھا۔ اور الفاظ شاہ زادہ یا عیسی صاحب تو ایک دفعہ بھی ان کی زبان سے نہ نکلے ۔ اس لئے یہ بیان کہ

ہزار ہا آدمی ہر مذہب وفرقہ کے جوسری نگر واس کے گردونواح میں رہتے ہیں باتفاق یہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اس قبر میں دفن ہے وہ ایک اجنبی شخص تھا جو تقریباً ۱۹۰۰ سال گزرے شام کے دور دراز ملک سے آیا اور اسرائیلی ہی سمجھا جاتا تھا اور اس کا نام عیسی صاحب اور شاہزادہ نبی مشہور تھا،

سراسر بے بنیاد اور مرزا صاحب کی گھڑت ہے۔

میں نے ان لوگوں سے سوال کیا کہ وہ یوذ اسف کو نبی کیوں سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن اور حدیث میں اس کا کہیں ذکر نہیں ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اسلام میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مانے جاتے ہیں اور غالباً یہ بھی ان میں سے ایک ہے جن کے نام لکھے نہیں گئے ۔ مگر اس سوال کا کہ جب اس کا کہیں ذکر درج نہیں تو اس کا نام کیونکر معلوم ہوا، کچھ جواب بن نہ آیا۔ مگر انہوں نے بیان کیا کہ اس شخص کی نبوت ایک معجزہ سے ثابت ہو چکی ہے ۔ اس کی قبر کے پاس پتھر کی ایک سل ہے جس پر بڑے بڑے پاؤں کے نشان ہیں یہ نشان (ان کے بیان کے مطابق) اس وقت جبکہ سید نصیر الدین کو وہاں دفن کیا گیا تو دفعۃً پیدا ہو گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص جو پہلے یہاں مدفون تھا پھر اپنی قبر پر آیا ہو گا۔ اور نبی کے سوا کسی کے پاؤں اتنے بڑے نہیں ہو سکتے ۔ میرے ایک دوست کا (جس نے مجھ سے دوسال پہلے اس قبر کو دیکھا تھا) بیان ہے کہ اس سے بعض اشخاص نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ اس نبی کا قد دراصل ستر گز تھا۔

ظاہر ہے کہ یہ روضہ صاحب کشمیر کے دیگر بے شمار مزارات کی طرح کسی پیر یا ولی کی قبر ہے جس کے نام ونشان کو لوگ بھول گئے اور اس کی نسبت طرح طرح کی حکایات مشہور ہو گئیں ۔ بلکہ یہ لوگ لفظ یوذ آسف سے بھی بالکل مانوس معلوم نہ ہوتے

تھے۔معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے پیرو جو اس پیر کو دیکھنے جاتے رہے ہیں اس نام کو ان کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔لیکن اگر بالفرض اسی ولی کا نام یوذ اسف بھی مان لیں تو بھی اس کی کچھ شہادت موجود نہیں کہ یہ یوذ اسف دراصل تاریخی مسیح ہے۔یہ بات کہ

اس قبر پر ایک قدیمی کتبہ درج تھا مگر اب زائل ہو گیا ہے بعض لوگوں نے پڑھا تھا اور وہ بیان کرتے ہیں کہ (یہ کہنا کہ) یہ یسوع مسیح کی قبر ہے،

محض بناوٹ ہے۔ (شحنہ ہند ضمیمہ ۲۴۔اپریل ۱۹۰۳ء ص ۷۔۸)

لکھوی تحقیق

حکیم محمد الدین سکرٹری انجمن نصرت السنہ امرتسر لکھتے ہیں:

مرزا قادیانی نے ایک رسالہ الہدیٰ کے نام سے لکھا جس میں چند اہالی کشمیر کے دستخط ثبت ہیں کہ واقعی حضرت مسیح کی قبر یہاں (کشمیر) میں ہے۔گو دانا لوگ تو ہنستے ہیں کہ کہاں یوز اصف اور کہاں یسوع آصف اور کہاں انیس صدیوں کا واقعہ اور کہاں آج کل کے اہالی کشمیر کی تصدیق۔مگر مرزا قادیانی کو تو ایسے داناؤں سے کام نہیں، وہ تو احمقوں کی خیر مناتا ہے جو اس کے دام تزویر میں پھنسیں۔

اس لئے خدا نے اپنے ایک بندے جناب مولوی نور احمد صاحب ساکن موضع لکھو کے ضلع فیروز پور کو توفیق دی کہ انہوں نے کشمیر جا کر...... مسیح کاذب کا کذب طشت از بام کر ہی دیا۔یعنی وہاں کے معزز لوگوں سے دستخطی شہادتیں لائے کہ مرزا قادیانی جھوٹ کہتا ہے، یہاں حضرت مسیح کی قبر ہرگز نہیں۔چنانچہ شہادتیں درج ذیل ہیں۔

(اصل مفصل شہادتیں فارسی زبان میں ہیں، مگر ہم نے عام فہم کے لئے اردو میں ترجمہ کیا ہے اگر کسی کو اصل دیکھنی ہو تو انجمن نصرت السنہ امرتسر کے دفتر سے دیکھ سکتا ہے)

سب سے پہلے جناب مولوی رسول بابا صاحب میر واعظ فرماتے ہیں کہ

کسی مورخ نے نہیں لکھا، نہ کسی شخص سے سنا کہ کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر ہے۔

اس پر مفتی واعظ رسول، محمد شاہ مفتی کوٹھی دار مقام روضہ محلّہ خانیار، منشی محمد دلاور شاہ سکنہ خانیار، مفتی محمد شریف الدین، غلام محمد احمد قادری، غلام مصطفیٰ خانیاری، غلام حسین قادری، میر یوسف قادری کے دستخط ہیں۔

پھر لکھا ہے:

. مرزا قادیانی اپنے دعوی میں کہ (کشمیر میں حضرت عیسیٰؑ کی قبر ہے) جھوٹا ہے، سخت گمراہ اور مفتری ہے۔ صحیح الاعتقاد مسلمان تو اس کی واہیات باتوں پر کان بھی نہ رکھیں گے۔ دستخط: مفتی یوسف شاہ، مفتی جلال الدین، مفتی سعد الدین، مفتی سیف الدین، مفتی نور الدین، مفتی صدر الدین۔

اور لکھا ہے:

. کشمیر میں حضرت عیسیٰؑ کی قبر نہیں اور نہ کسی نے یہاں سے اس مضمون کی تحریر مرزا قادیانی کو دی ہے کہ مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔ دستخط: مفتی ضیاء الدین، احمد شاہ، محمد یوسف شاہ، غلام محمد، پیر قمر الدین سجادہ نشین، سید کبیر سجادہ نشین، احسن شاہ ایشانی، پیر غلام مصطفیٰ تارہ بلی، غلام محمد عاصم، پیر علی شاہ۔

مواہیر خادمان خانقاہ معلیٰ، اس بیان پر ہیں:

ہم شہادت دیتے ہیں کہ کشمیر میں حضرت عیسی کی قبر نہیں اور جو بعض جاہلوں میں مشہور ہے کہ محلّہ خانیار میں یوز اصف کو حضرت عیسی کی قبر قرار دیتے ہیں، غلط اور واہیات ہے، یوز اصف کی تو نبوت بھی ثابت نہیں۔ محمد یوسف، غلام رسول ہمدانی، سید علی شاہ ہمدانی، خلیل بابا، بابا عبد الکبیر ہمدانی، سید احمد شاہ ہمدانی، سید محی الدین، علی بابا موذن، عبد المجید، احمد فراش درگاہ، نور الدین نعت خان صاحب، یوسف ہمدانی سجادہ نشین خانقاہ معلیٰ، مولوی حسن تقی خانیاری۔ غلام علی ہمدانی۔

مواہیر خادمان جامع مسجد اس بیان پر ہیں:

ہم شہادت دیتے ہیں کہ کشمیر میں حضرت عیسی کی قبر نہیں۔ احمد بابا خادم مسجد جامع، عبداللہ بابا خادم مسجد، سید حسن خادم مسجد، عبد الصمد خادم مسجد، غلام رسول خادم مسجد، سید سکندر خادم مسجد، سلام الدین امام مسجد جامع۔

مواہیر خادمان آستان حضرت مخدوم اس بیان پر ہیں:

کشمیر میں حضرت عیسی کی قبر بعض جاہلوں میں غلط مشہور ہے۔ غلام الدین مخدومی، اسد اللہ مخدومی، نور الدین مخدومی، احمد بابا مخدومی، نور الدین مخدومی، احسن اللہ مخدومی، محمد شاہ مخدومی، محمد بابا مخدومی، حفیظ اللہ مخدومی، میرک شاہ مخدومی، صدیق اللہ مخدومی۔

مواہیر خاندان سہروردیہ نقشبندیہ اس بیان پر ہیں:

حضرت عیسی کی قبر کشمیر میں نہیں اور جو مرزا قادیانی کہتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ نظام الدین، محمد بن محمود رفیقی، غلام حسین رفیقی، عبد السلام رفیقی، غلام حمزہ رفیقی، سیف الدین رفیقی، عبد اللہ رفیقی، نور الدین رفیقی، شریف الدین رفیقی، غلام نبی رفیقی، محمد قاسم رفیقی، انور رفیقی، عبد الصمد رفیقی، محمد مقبول بن نصیر الدین رفیقی، محمد یوسف رفیقی اسلام آبادی، سعد الدین رفیقی، محمد مقبول رفیقی، عبد الرحمٰن رفیقی، نور الدین محمد بن محی الدین رفیقی، محمد یوسف رفیقی۔

مواہیر خاندان قدیمی اس بیان پر ہیں:

کشمیر میں حضرت عیسی کی قبر نہیں اور جو بعض جاہل یوز اصف کی قبر کو مسیح کی قبر قرار دیتے ہیں بالکل غلط اور واہیات ہے۔ علی شاہ قدیمی، غلام محمد قدیمی، امیر الدین قدیمی، غلام محی الدین قدیمی، غلام حسن قدیمی، محمد شاہ قدیمی، مولوی نور الدین قدیمی، قمر الدین قدیمی، غلام الدین قدیمی، غلام حسین قدیمی۔

مواہیر خاندان قریشی اس بیان پر ہیں:

کشمیر میں کوئی قبر حضرت عیسی کی نہیں۔ محمد سعید الدین قریشی، نظام الدین، سعد الدین قریشی محلّہ خانیار، بدر الدین قریشی، عبد المجید قریشی، غلام حسن قریشی۔

مذکورہ بالا بیانات کی بنا پر یہ قرار دیا جاتا ہے کہ:

قادیانی نے اہل کشمیر کو دھوکہ دیا اور بدنام کیا۔ واقعہ صرف اتنا ہے کہ ان لوگوں نے صرف یہ گواہی دی کہ یہاں یوز اصف کی قبر ہے جس کو قادیانی نے اپنی طرف سے یسوع اور یسوع سے مسیح بنا دیا۔

. مرزا اس بارے میں (ہمارے ساتھ) فیصلہ بھی کر لے۔ فیصلے کی صورت یہ ہے کہ ایک کمیشن مقرر ہو جس کے ممبر پانچ کس ہوں۔ دو امرتسر کی انجمن کی طرف سے اور دو مرزا کی طرف سے، اور ایک انگریز یا سکھ جس کو یہ چاروں ممبر منتخب کر لیں۔ وہ کشمیر

میں جا کر حضرت مسیح کی قبر کی بابت تحقیق کریں۔

انجمن کو چونکہ تحقیق حق منظور ہے اس لئے اپنے ممبروں کی کو نامزد کرتی ہے ۔

اول جناب مولانا سید محمد حسن شاہ صاحب ساکن شوپیاں ضلع سری نگر۔

دوم جناب حکیم محمد علی معالج خاندان شاہی جموں وکشمیر۔

اگر اب مرزا صاحب کو سچائی کا کچھ بھی دعوی ہے تو بہت جلد اپنے ممبران کمیشن کو نامزد کریں اور ان کی روانگی کی اطلاع انجمن کے دفتر میں بھیجیں تاکہ اپنے ممبروں کو اطلاع دے کہ اس کام پر مستعد ہو جاویں۔

حکیم محمد الدین سکرٹری انجمن نصرت السنہ امرتسر چوک لوہ گڈھ۔ ۲۵ مارچ ۱۹۰۳ء

(شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ۔مئی ۱۹۰۳ء ص ۳۔۶)

الخبر الصحیح عن قبر المسیح

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے الخبر الصحیح عن قبر المسیح کے عنوان سے ۱۳۲۵ھ میں ایک مختصر رسالہ تالیف کیا (جو ان کی مصروفیات کے باعث کچھ عرصہ بعد شائع ہوا تھا) اس رسالے میں آپ نے کشمیر میں قبر مسیح کے وجود کے مرزائی دعوی پر تحقیقی بحث کی ہے۔اس کی افادیت کے پیش نظر ہم اسے ملخصاً نذر قارئین کرتے ہیں۔ مولانا سیالکوٹی فرماتے ہیں:

مرزا صاحب نے اپنے رسالہ الھدی و التّبصرة لمن یّری کے صفحہ ۱۰۹ میں لکھا ہے:

و ثبت بثبوت قطعی انّ عیسی ھاجر الی ملک کشمیر بعد ما نجاہ اللّٰہ من الصّلیب بفضل کبیر و لبث فیہ مدّة طویلة حتّی مات و لحق الاموات ۔ و قبرہ موجود الی الآن فی بلدة سری نگر الّتی ھی من اعظم امصار ھذہ الخطة (اور قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ عیسی نے ملک کشمیر کی طرف ہجرت کی بعد اس کے کہ آپ کو اللہ نے بڑے فضل سے نجات دی اور اس ملک میں بہت مدت تک بستے رہے، حتی کہ مر گئے اور مردوں کو جا ملے اور آپ کی قبر شہر سری نگر میں، جو اس خطہ کے سب شہروں سے بڑا ہے، اب تک موجود ہے)

اور پھر اسکے بعد کتاب اکمال الدین کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ تسلی واطمینان کیلئے اس کتاب کو پڑھنا چاہیے کیونکہ اس میں یہ بیان تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

مرزا صاحب کا یہ سارا بیان بالکل غلط اور محض بہتان ہے۔ اس بیان سے مرزا صاحب کا مدعا صرف یہ ہے کہ جب حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں، اور فوت شدہ لوگ پھر دنیا پر نہیں آتے، تو حدیث میں جس مسیح کی بشارت سنائی گئی ہے، اس سے خواہ مخواہ کوئی مثیل مسیح مراد ہے۔ اور وہ مسیح موعود، بہ حسبِ ادّعاء خود، مرزا صاحب ہیں۔ مرزا صاحب کے اس بیان کا تار و پود بالکل باطل اور خلاف واقع ہے اور قرآن و حدیث کے سراسر مخالف ہے کیونکہ نہ تو حضرت روح اللہ صلیب پر چڑھائے گئے، اور نہ ان کیلئے کوئی مرہم تیار کی گئی، اور نہ وہ کشمیر کی طرف کو بھاگے، اور نہ وہ وہاں فوت ہوئے، نہ کتاب اکمال الدین واتمام النعمۃ میں حضرت عیسی کا ذکر لکھا ہے، اور نہ احادیث نبویہ کا مصداق کوئی مثیل ہے، نہ مرزا صاحب مسیح موعود ہو سکتے ہیں۔ بلکہ حضرت عیسی کو اللہ عزیز و حکیم نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے آسمان پر اٹھا لیا، اور یہودیوں کے ہاتھوں کو آپ تک نہ پہنچنے دیا، اور آپ آخری زمانہ میں قیامت سے پہلے زمین پر نزول فرما ہوں گے، اور مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے اور قیامت کو آنحضرت ﷺ اور عیسی اسی قبرستان سے اٹھیں گے واللّٰہ علی ما نقول شھید

مرزا صاحب کی نئی اور پرانی تصانیف حضرت مسیح کی قبر کے متعلق متفق نہیں ہیں، چنانچہ آپ الھدی میں تو عیسی کی قبر کشمیر میں بتاتے ہیں لیکن ازالہ اوہام (تقطیع خرد ص۴۷۳ اور تقطیع کلاں ص ۲۳۷) جلد اول میں فرماتے ہیں:

سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا لیکن یہ ہرگز سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا، پھر زندہ ہو گیا۔

دنیا کے نقشہ پر نظر کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ گلیل اور سری نگر میں مشرق و مغرب کا فرق ہے اور یہ دو مختلف مقامات ہیں۔ کہاں ولایتِ کشمیر اور کہاں علاقہ شام؟ اگر یہ عذر کیا جائے کہ ازالہ اوہام کا بیان پادری صاحبان کے مقابلہ میں لکھا ہے، اور انہیں انجیلی حوالہ سے جواب دیا ہے، تو یہ عذر درست نہیں۔ کیونکہ اول تو انجیل کی عبارت سے ایسا مفہوم نہیں ہوتا اور اگر مرزا صاحب نے اپنی نئی منطق سے اناجیل سے ایسا ہی سمجھا ہے تو پھر بھی عذر صحیح نہیں، کیونکہ اس عبارت کو آپ اس طرح شروع کرتے ہیں: یہ تو سچ ہے۔ جس سے

ظاہر ہے کہ مرزا صاحب مضمونِ بعد کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اگر کہیں کہ یہ سچ انجیلی سچ ہے، نہ کہ نفس الامری، تو یہ بھی معقول نہیں کیونکہ اسی اپنے ازالہ اوہام میں آپ نے اناجیل کے مسئلہ صلیب اور موتِ مسیح پر اپنی تحقیق یہ لکھی ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر کھینچے تو گئے، مگر اس پر مرے نہ تھے، بلکہ نیم جان اتارے گئے تھے۔ پس اس کے بعد مرزا صاحب کا حضرت مسیح کو زندہ ماننا اور پھر گلیل میں جا کر فوت شدہ جاننا، ثابت کر رہا ہے کہ مرزا صاحب اس عبارت میں اپنا ذاتی خیال ظاہر کر رہے ہیں، گو اس کی بناء اناجیل پر ہے۔ دیگر یہ کہ مرزا صاحب اس موقع پر اناجیل کا مطالعہ اضطراری طور پر کرتے ہیں کیونکہ انکے پاس واقعہ صلیبی کے ثبوت کیلئے سوائے بیان اناجیل کے کوئی دستاویز نہیں ہے۔ اور ان میں سے بعض امور کو جو آپ کے خیال کے موافق ہوں، تسلیم کر لیتے ہیں اور جو مخالف ہوں، انہیں رد کرتے ہیں یا تاویل کرتے ہیں۔ اس سے اتنا ثابت ہے کہ مرزا صاحب ان کتابوں کو بالکل حق اور سراسر راست قرار نہیں دیتے۔ پس حق کو حق سمجھنے اور باطل کو باطل قرار دینے کیلئے انکے پاس اناجیل کے علاوہ کوئی اور معیار ہونا چاہیے۔ اور یہ مسلّم ہے کہ وہ معیار مسلمانوں کے پاس قرآن اور حدیث نبوی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے تورات و انجیل کے ذکر کے بعد قرآن شریف کا ذکر فرمایا اور اس کی یہ صفت بیان کی و مھیمناً علیہ۔ یعنی اے پیغمبر ہم نے یہ قرآن تم پر پہلی کتاب (یعنی جنس کتاب، خواہ توریت ہے، خواہ زبور، خواہ انجیل) پر مہیمن کر کے نازل کیا ہے یعنی اختلاف کو دور کر کے محکم رائے سے فیصلہ کرنے والا اور (حق) کی حفاظت کرنیوالا۔ اور اسی طرح آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا کہ پچھلی کتابوں کا بیان جو کتاب اللہ یعنی قرآن کے موافق ہو، وہ (بوجہ تحریف سے محفوظ رہنے کے) قبول کر لو، اور جو موافق نہ ہو، اسے چھوڑ دو۔ پس مرزا صاحب پر واجب ہے کہ واقعہ صلیب کے اثبات کیلئے قرآن و حدیث میں سے کوئی دلیل پیش کریں، اور بیان اناجیل پر (جن کو وہ خود محرف مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مصنفین اناجیل نے کئی امور از خود بڑھا دیئے ہیں یا صرف حسن ظنی سے لکھ دیئے ہیں یا پچھلی نسلوں میں سے کسی نے لکھ دیئے ہیں) کفایت نہ کریں کیونکہ ان پر سے امان مرفوع ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ ازالہ اوہام کی تصنیف کے وقت بے شک مرزا صاحب کی تحقیق یہی تھی کہ مسیح گلیل میں فوت ہوئے اور اب یہ تحقیق ہے کہ ان کی قبر کشمیر میں ہے اور اس کے متعلق آپ کو وحی بھی ہو چکی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ مرزا

صاحب کی تحقیق میں نقص ہوتا ہے اور بات بات میں وہ ٹھوکریں کھاتے ہیں، اور الزام سے بچنے کے لئے پچھلی عبارت کو وحی الٰہی قرار دیتے ہیں، حالانکہ اس سے پیشتر کی تحریر بھی وحی یا بمنزلہ وحی مانی جاتی تھی چنانچہ ازالہ اوہام کا یہی حال ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا کو وحی نہیں ہوتی تھی، کیونکہ ان کے ازالہ اوہام کی تصنیف اور رسائل الہدی وغیرہ کی تصنیف میں کئی برسوں کا عرصہ ہے۔ اگر آپ صاحبِ وحی ہوتے، تو اللہ تعالیٰ علیم وخبیر آپ کو اتنے سال تک اس غلطی کے اندھیرے میں نہ پڑا رہنے دیتا، کیونکہ پیغمبرانِ خدا اپنی غلطی کے بعد بلا مہلت متنبہ کئے جاتے ہیں جیسا کہ قرآن اور کتبِ حدیث اور کتبِ عقاید کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ اور یہ امر عرفِ شرع میں عصمت کی تعریف میں داخل ہے۔ طوالع الانوار میں عصمت کی تعریف میں یہ بھی لکھا ہے:

وتتاکّد فی الانبیاء بتتابع الوحی علی التّذکّروالاعتراض علی ما یصدرعنھم سھواً

مرزا صاحب اپنے غلط دعاوی و اقوال کی تائید میں کبھی تو موضوع وضعیف روائتیں پیش کیا کرتے تھے اور کبھی قرآن کی آیتیں جن کو آپ کے مدعا سے کوئی بھی تعلق نہیں ہوتا۔ اس سے آپ کی حدیث وتفسیر دانی معلوم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر کشمیر میں ہونے کے متعلق اس آیت سے استدلال کیا ہے:

و جعلنا ابن مریم و امّہ آیۃً و آوینا ھما الی ربوۃٍ ذات قرارٍ و معین (مؤمنون۔۱۸)۔(ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک نشان بنایا اور دونوں کو ایک اونچی جگہ پر، جو ٹھہرنے کے قابل اور شاداب بھی تھی، لے جا کر پناہ دی)۔

اس آیت سے مرزا صاحب اس وجہ سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں خبر دی ہے کہ ہم نے مسیح کو اور اس کی ماں مریم کو ایک ایسی جگہ پناہ دی، جو اونچی ہے اور شاداب ہے۔ اور چونکہ کشمیر ان ہر دو صفتوں سے موصوف ہے، اسلئے اس آیت میں ولایتِ کشمیر کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ واقعہ تب ہی ہوا جب عیسیٰؑ واقعہ صلیب کے بعد مرہم پٹی کرا کر اس طرف بھاگ آئے۔

اس آیت کی تفسیر صحیح بیان کرنے سے پہلے ناظرین کی توجہ اس طرف کرنی ضروری ہے کہ اس آیت میں کشمیر وغیرہ کسی ولایت کا نام مذکور نہیں، بلکہ ایسے دو وصف

مذکور ہیں جو دنیا میں بہت سے مقامات میں پائے جاتے ہیں اور وہ جغرافیہ دانوں سے پوشیدہ نہیں۔ پس اس مقام کی تخصیص کے لئے کسی خارجی دلیل کی ضرورت ہے کیونکہ جو امر کئی ایک میں مشترک ہو، اس کے متعلق یہ حکم لگانا کہ اس مقام پر فلاں مقصود ہے اور فلاں مراد نہیں ہے، بغیر دلیل کے مقبول نہیں ہوسکتا۔ اور مرزا کی تحریر میں ہم نے اس آیت کے سوا کوئی آیت یا حدیث یا کسی صحابی یا مفسر کا قول نہیں دیکھا جو آپ کے اس خیال کی تائید کرے۔

دوم یہ کہ مرزا صاحب کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی سیاحت کشمیر کیلئے آپ کا صلیب پر چڑھایا جانا ضروریات میں سے ہے اور جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ واقعہ صلیبی حضرت عیسیٰؑ کی نسبت بآیت قرآنی وما قتلوہ و ما صلبوہ (انہوں نے حضرت عیسی کو نہ تو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا) بالکل باطل ہے، تو اسکے بعد کشمیر کی طرف ہجرت کرنے کے کیا معنی؟

اب ہم اس آیت کی صحیح تفسیر بیان کر کے ثابت کرتے ہیں کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے متعلق ایک امر کا اشارہ ہے اور اس مقام سے بیت المقدس مراد ہے جہاں حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ سمیت پناہ لی تھی۔ اس امر کی دلیل کہ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے متعلق ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے، یہ ہے کہ اس کے شروع میں فرمایا و جعلنا ابن مریم و امّہ آیۃً (یعنی ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو، اپنی قدرت کا، ایک نشان بنایا) اور ان کا یہ نشان ہونا عیسیٰؑ کے بے باپ ہونے کے اعتبار سے ہے اور اس کے بعد فرمایا وآوینٰھما الی ربوۃٍ ذات قرارٍ وّ معین۔ اور ان دونوں جملوں کو حرف عطف سے وصل کیا اور لفظ آیت کو مفرد ذکر کیا، حالانکہ ذکر ان دونوں کو نشان بنانے کا ہے تو جب تک دونوں اکٹھے ایک ہی امر میں نشان نہ ہوں تب تک ان کو ایک نشان نہیں کہہ سکتے بلکہ پھر دو نشان کہنا پڑے گا، جیسا کہ فرمایا و جعلنا اللّیل و النّھار آیتین (بنی اسرائیل) بنایا ہم نے رات اور دن کو دو نشان۔

اور وہ امر جس میں حضرت عیسیٰؑ اور آپ کی والدہ ماجدہ دونوں اکٹھے ایک نشان ہیں، سوائے آپ کی ولادت بلا پدر کے اور کونسا ہے؟ چنانچہ اسی کے موافق سورۃ انبیاء میں بھی فرمایا: و جعلنٰھا و ابنھا آیۃً للّعالمین۔ ہم نے مریم کو اور اس کے بیٹے کو ایک نشان بنایا۔

سورہ مومنون کی آیت میں مقصود عیسیٰؑ کا ذکر ہے اس لئے اس مقام پر آپ کا ذکر پہلے کیا اور آپ کی ماں مریم کا ذکر پیچھے، لیکن سورہ انبیاء میں مقصود مریم کا ذکر ہے اس لئے

ان کا ذکر پہلے کیا اور حضرت عیسیٰ کا پیچھے۔

اسی طرح سورہ مریم میں مذکور ہے کہ حضرت مریم کو حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بلا پدر کی بشارت کے وقت بھی سنایا گیا تھا(کہ اس کے بلا پدر پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے) کہ اس کو لوگوں کے لئے نشان بنانا چاہتے ہیں و لنجعلہ آیۃ للنّاس ۔

اور اسی طرح سورہ زخرف میں بھی کفار کے جواب میں فرمایا: و جعلناہ مثلاً لّبنی اسرا ئیل ۔(ہم نے اس، ابن مریم ،کو بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان بنایا)۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ دوسری آیات قرآنی کی طرح آیت زیر بحث میں بھی حضرت عیسیٰؑ کے بلا باپ پیدا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں میرے ناظرین شاید یہ کہہ اٹھیں کہ دلیل تو اس امر کی دینی تھی کہ جملہ و آ ویناھما حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بلا پدر کے متعلق ایک واقعہ کا اشارہ ہے، اور تقریر حضرت عیسیٰؑ کے بلا پدر ہونے کی چھیڑ دی ،تو آپ کی حیرانی کو دور کرنے کے لئے اب اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ یہ سارا بیان اصل مقصود کے ثابت کرنے سے پہلے ذکر کیا ہے، تو اس میں کوئی نہ کوئی حکمت تو ضرور ہے، اور وہ حکمت یہ ہے کہ سورہ مریم میں جہاں عیسیٰؑ کی ولادت کا ذکر ہے، فرمایا:

فحملتہ فانتبذت بہ مکاناً قصیّاً فاجاء ھا المخاض الی جذع النّخلۃ قالت یلیتنی متّ قبل ھذا و کنت نسیاً مّنسیاً فنادا ھا من تحتھا ان لّا تحزنی قد جعل ربّکِ تحتکِ سریّاً و ھزّی الیک بجذع النّخلۃ تساقط علیکِ ر طباً جنیاً ۔(مریم)۔(پس جبریل کے بشارت سناتے ہی (خدا کی قدرت سے) اس نے (پیٹ میں) اس (بیٹے) کو اٹھا لیا (جس کی بشارت سنائی گئی تھی) پس اس کو دردِ زہ کھجور کے تنے کی طرف لے پہنچا۔ کہنے لگی اے کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی ،اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی ۔اس پر اس کے نیچے سے آواز آئی، تو کوئی اندیشہ نہ کر (دیکھ تو) تیرے پروردگار نے تیرے نیچے ایک چشمہ بہا دیا ہے اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، وہ تجھ پر پکی پکی تازہ کھجوریں گرائے گا)۔

سورہ مریم کی ان آیات میں عیسیٰؑ کی ولادت کے ذکر میں چشمہ کا ذکر صاف طور پر موجود ہے جو کہ اللہ نے مریم کو اس وقت مرحمت فرمایا تھا۔ پس آیت زیر بحث یعنی و جعلنا ابن مریم و امّہ آیۃً و آ ویناھما الی ربوۃٍ ذات قرارٍ وّ معین میں بھی حضرت

عیسیٰؑ کی ولادت کے ذکر کے بعد اسی کے متعلق ایک واقعہ کا ذکر ہے جو نہایت اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔

اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ خوشگوار پانی والا اونچا قطعہ زمین وہی علاقہ شام ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے :

و اورثنا القوم الّذین کانوا یستضعفون مشارق الارض و مغاربھا الّتی بارکنا فیھا ۔ (اعراف)۔ (اور وارث کیا ہم نے ان لوگوں کو جو ضعیف شمار کئے جاتے تھے اس زمین کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے)۔

اسی سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا ہے:

سبحان الّذی اسری بعبدہ لیلاً مّن المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الّذی بارکنا حولہ ۔ (پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد ہم نے برکت رکھی ہے)۔

سورہ مائدہ میں اس مبارک زمین کو ارض مقدسہ بھی کہا گیا ہے چنانچہ فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا:

یا قوم ادخلوا الارض المقدّسۃ الّتی کتب اللّٰہ لکم ۔ (اے میری قوم داخل ہو اس زمین پاک میں جو خدا نے تمہارے لئے لکھی ہے)۔

اسی طرح حضرت سلیمانؑ کے متعلق فرمایا:

ولسلیمان الرّیح عاصفۃ تجری بامرہ الی الارض الّتی بارکنا فیھا (انبیاء)۔ (سلیمانؑ کے لئے زور کی ہوا بھی چلتی تھی اس کے حکم سے اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی ہے)۔

ان آیات مذکورہ بالا سے صاف واضح ہو گیا کہ اس زمین کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارض مبارکہ اور ارض مقدس فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ نے روحانی و جسمانی ہر طرح کی برکتیں رکھی ہوئی ہیں۔ روحانی یہ کہ اس میں بہت پیغمبر پیدا کئے۔ جسمانی یہ کہ اس میں میٹھی نہریں چلتی ہیں، باغات بکثرت ہیں، میوہ جات باافراط ہوتے ہیں۔ اور یہ ہر دو امر ایسے ہیں کہ محتاج بیان نہیں۔ پس اس آیت زیر بحث میں اس جگہ سے جہاں حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو جگہ ملی، یہی زمین مراد ہے کیونکہ اس کی صفات دوسرے

مقامات پر قرآن میں مذکور ہیں جو ہم نے بیان کر دیں۔ تفسیر ابن کثیر میں اس قول کو اقرب اور اظہر اور مؤید بالقرآن کہہ کر لکھا ہے :

و اقرب الاقوال فی ذلک ما رواہ العوفی عن ابن عباس فی قولہ: و آوینا ھما الی ربوۃٍ ذات قرارٍ وّ معین، قال المعین الماء الجاری و ھو النّھر الّذی قال اللّٰہ تعالی: قد جعل ربکِ تحتکِ سریّا۔ و کذا قال الضّحاک و قتادہ الی ربوۃٍ ذات قرارٍ وّ معین، ھو بیت المقدس فھذا و اللّٰہ اعلم ھو الاظھر لانّہ المذکور فی الآیۃ الاخری و القرآن یفسّر بعضہ بعضاً۔ (اور سب اقوال سے اقرب وہ ہے جو عوفی نے ابن عباسؓ سے اس آیت (و آوینا ھما ...) کی بابت روایت کیا ہے کہ معین جاری پانی کو کہتے ہیں اور اس سے مراد وہ نہر ہے جس کی بات دوسری جگہ فرمایا قد جعل ربّکِ تحتکِ سریّا۔ (یعنی عیسیٰؑ کی ولادت پر جو مریمؑ کے لئے خدا نے ظاہر کی) اور اسی طرح ضحاک اور قتادہ نے کہا کہ ربوۃٍ ذات قرارٍ و معین سے مراد بیت المقدس ہے اور یہی قول اظہر ہے کیونکہ دوسری آیت میں مذکور ہے، اور قرآن کی بعض آیتیں بعض کی تفسیر کرتی ہیں)۔

مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس زمین سے مراد ملک کشمیر ہے، نہ تو قرآن مجید سے اور نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، اور نہ اقوال صحابہ اس کی تائید کرتے ہیں۔ پس ان کی اپنی رائے قرآن کی آیات اور آثار صحابہ و تابعین کے مقابلہ میں ہرگز پیش نہیں ہوسکتی۔

ثانیاً یہ کہ آوینا ھما سے تحقق موت ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ یہ جملہ صرف اس امر کا مفید ہے کہ خدا نے ان کو جگہ دی۔ اس سے موت کس طرح ثابت ہوسکتی ہے؟

چونکہ مرزا صاحب نے کتاب اکمال الدین و اتمام النعمۃ کا ذکر کر کے کہا ہے کہ اس کشمیری قبر کی تصدیق کیلئے اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اس سے انہوں نے خلق خدا کو سخت دھوکہ دیا ہے اور یوز آسف کو یسوع بنا کر اپنا مطلب سیدھا کرنا چاہا ہے اس لئے ہم اس کتاب کا کچھ ترجمہ بطور خلاصہ درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اصل کتاب میں کسی اور شخص کا ذکر ہے اور مرزا صاحب حسب عادت دھوکے سے اسے حضرت عیسیٰؑ کہہ کر اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔

شیخ ابن بابویہ، کتاب اکمال الدّین و اتمام النّعمۃ میں بسند خود محمد بن زکریا

سے نقل کرتے ہیں:

ممالک ہندوستان میں ایک بادشاہ تھا، جس امر کو دنیا سے چاہتا تھا بآسانی میسر ہوتا تھا۔ اس کی مملکت میں دین اسلام (رائج) ہو چکا تھا جب یہ تخت پر بیٹھا تو اہل دین سے بغض رکھنے لگا اور ان کو ستانے لگا، بعض کو قتل کروا دیا اور بعض کو جلا وطن کر دیا اور بعض اس کے خوف سے روپوش ہو گئے۔ ایک دن بادشاہ نے ان لوگوں میں سے جو اس کے نزدیک نظر عزت سے دیکھے جاتے تھے، ایک شخص کی نسبت سوال کیا تو وزراء نے جواباً عرض کیا کہ وہ چند ایام سے تارک دنیا ہو کر گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے طلبی کا حکم دیا اور اسے لباس زہاد و عباد میں دیکھ کر بہت خفگی ظاہر کی۔ اس باخدا کے ساتھ بادشاہ کی بہت باتیں ہوئیں اور اس نے بہت حکمت آموز باتیں کیں لیکن بادشاہ کو کچھ اثر نہ ہوا اور اسے اپنی مملکت سے نکلوا دیا۔ بعد اس واقعہ کے تھوڑا عرصہ نہ گذرا تھا کہ بادشاہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور اس کا نام یوذ آسف رکھا۔ شہزادے کی ولادت پر منجموں نے اس کے طالع کی نسبت بالاتفاق کہا کہ یہ شہزادہ فرخندہ طلعت، نیک اختر، نہایت اقبال مند ہو گا لیکن ایک بوڑھے منجم نے کہا کہ اس کا طالع و اقبال دنیوی جاہ و حشم کے متعلق نہیں بلکہ یہ سعادت مندی عاقبت کی ہے اور گمان قوی ہے کہ یہ شاہزادہ پیشوایان زہّاد و عباد سے ہو گا۔ بادشاہ یہ سن کر نہایت حیران و غمگین ہوا اور اس کی تربیت کے لئے حکم دیا کہ ایک شہر و قلعہ خالی کرایا جائے جس میں صرف شاہزادہ اور اس کے خادم سکونت کریں اور سب کو نہایت تاکید کی کہ آپس میں کوئی دینِ حق اور مرگ و آخرت کا ہرگز نہ کریں تاکہ یہ خیالات اس کے کان میں نہ پڑیں۔

اس کے بعد کئی سو صفحات تک شاہزادے کی تربیت اور دین حق کی طرف اس کی رغبت اور علم دین کی تعلیم اور ترک سلطنت اور اختیار فقر کا ذکر ہے۔ اس بیان سے صاف واضح ہے کہ شہزادہ یوذ آسف ممالک ہندوستان کے شہزادوں میں سے ایک باہدایت و باایمان شاہزادہ ہوا ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے دین کی راہ دکھائی، نہ یہ کہ حضرت عیسی بنی اسرائیلی پیغمبر ملک کشمیر میں آئے اور یہاں فوت ہوئے۔ ہم مرزا صاحب کے مقلدوں کو پکار کر کہتے ہیں کہ وہ کتاب اکمال الدین و اتمام النعمۃ کو نکال کر ہمارے سامنے کسی مجلس میں اس میں سے حضرت عیسی پیغمبر خدا کا ذکر نکال کر دکھائیں ورنہ جھوٹ کا اقرار کر لیں اور کہیں:

جھوٹے پر خدا کی لعنت۔

اکمال الدین واتمام النعمۃ لنڈن کے سرکاری کتب خانہ میں بزبان فارسی موجود ہے چنانچہ شیخ عبدالقادر بیرسٹر کا ایک خط، جوانھوں نے سفرِ ولایت کے ایام میں لنڈن سے لکھا تھا، پیسہ اخبار لاہور میں شائع ہو چکا ہے۔اس میں انہوں نے اس کتاب کے دیکھنے کا ذکر کیا تھا اور اس کی بعض عبارتیں اصل فارسی زبان میں نقل کی تھیں جن کا ترجمہ ہماری عبارت منقولہ بالا میں آ گیا ہے اور اب اس تمام کتاب کا اردو ترجمہ بنام تنبیہ الغافلین مطبع صبح صادق میں چھپ چکا ہے، لاہور وغیرہ سے دست یاب ہوسکتا ہے۔مزید اطمینان کے لئے شائقین خود کتاب منگوا کر تسلی کر لیں۔

حضرت عیسیٰؑ کا مدفن مدینہ میں داخل حجرہ نبویہ ہے جیسا کہ حدیث ہے:

ثمّ یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی بن مریم فی قبرٍ واحدٍ بین ابی بکر وعمر (بعد نزول کے فوت ہوں گے اور رسول اللہ ﷺ کے روضہ شریفہ میں آپ کے ساتھ شیخین، ابوبکر وعمر، کے درمیان مدفون ہوں گے)

یہ روایت بروایت عبداللہ بن عمر بتخریج ابن الجوزی در کتاب الوفاء مشکوۃ کے باب نزول عیسی میں موجود ہے اس سے منصوصاً اور منطوقاً ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کا مدفن مقبرہ نبی ﷺ ہے، نہ کوئی اور موضع۔اور اس حدیث کے متعلق ہم علاوہ امر مقصود کے دیگر امر بھی ذکر کرتے ہیں جن سے مرزا صاحب کی مسیحیت، ان کی اپنی زبانی، بالکل درہم برہم ہو جاتی ہے۔مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم اور اپنی شہادت القرآن کے صفحہ ۵۳ پر اس حدیث کو اپنی مسیحیت کی دلیل گزارتے ہیں، اس تقریب سے کہ اس حدیث کا شروع اس طرح ہے:

ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوّج و یولد لہ و یمکث فی الارض خمساً و اربعین سنۃً ثمّ یموت (اتریں گے عیسی بن مریم زمین پر، پس نکاح کریں گے، اور انکے اولاد پیدا ہوگی، اور زمین میں ۴۵ سال رہیں گے پھر فوت ہونگے)

اس حدیث میں حضرت عیسیٰؑ کے نکاح کا جو ذکر ہے اس کی بابت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی بیگم کے میرے نکاح میں آنے اور پھر اس سے اولاد کے ہونے کی بشارت ہے۔چنانچہ شہادۃ القرآن (مصنفہ مرزا صاحب) میں فرماتے ہیں کہ حدیث میں اس نکاح کو مسیح موعود کی صداقت کی علامت خود

حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ پھراسی حدیث کا ذکر کیا ہے جو ہم نے اوپر لکھی ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب مرزا صاحب اس حدیث کو اپنے دعوی کے دلائل میں شمار کرتے ہیں تو یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح اور قابل استناد ہے۔ پس جب اسی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ کا مدفن مدینہ طیبہ میں داخل حجرہ شریفہ ہے، تو مرزا صاحب کا آپؑ کی قبر کی بابت یہ کہنا کہ وہ کشمیر میں ہے، باطل ہے۔

نیز یہ کہ مرزا صاحب نے اس حدیث کی رو سے محمدی بیگم کے نکاح کو اپنی مسیحیت کا نشان قرار دیا۔ اور معلوم ہے کہ مرزا صاحب دنیا سے اس نکاح سے محروم رخصت ہوئے۔ تو جس امر کو انہوں نے مسیحیت کا نشان قرار دیا تھا وہ پورا نہ ہوا تو مرزا صاحب کا دعوی مسیحیت غلط ہوا۔ مولوی محمد احسن نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا کہ اس سے اہانت نبی ﷺ کی لازم آتی ہے کیونکہ جب عیسی، رسول اللہ کی قبر مبارک میں دفن کئے جائیں گے، تو بالضرور قبرِ رسول کا کھودنا لازم آئے گا اور یہ بے ادبی ہے جناب اقدس رسول کریم ﷺ میں۔

مولوی محمد احسن (امروہی) نے لیاقت علمی اور قوت نظری سے بالکل کام نہیں لیا اور تقوی اور ادب کو بالائے طاق رکھ دیا۔ یہ اعتراض تو رسول اللہ ﷺ ناطق بالوحی کے کلام ہدایت التیام پر ہوا، نہ کہ اہل سنت کے اعتقاد پر۔ کیونکہ اہل سنت تو صرف کلمات نبویہ کے ناقل ہیں۔ اوران کے مطابق اعتقاد رکھنے والے افصح الفصحاء ناطق بالوحی ﷺ کے کلمات جامعہ خود اس شبہ واہی کو ردّ کرتے ہیں اور تصریح بین ابی بکر و عمر اسی لئے ہے کہ کسی متجاہل کو شبہ قبر کے کھودنے کا نہ پڑے، کیونکہ مرکب اضافی بین ابی بکر و عمر متعلق ہے فعل یدفن کے، نہ اقوم کے، کیونکہ نقشہ روضہ پاک اس کا انکار کر رہا ہے۔ جب یہ صاف بتلا دیا کہ عیسی شیخین خلیفتین کے درمیان مدفون ہوں گے، تو شبہ قبر کھودنے کا جاتا رہا اور یہی تنصیص بین ابی بکر و عمر مفید ہے اس امر کی کہ قبر بمعنی مقبرہ ہے اور فی بمعنی من ہے (فافھم)۔ اس حدیث میں قبر بمعنی مقبرہ اور فی ثانی بمعنی من کی تصریح ملا علی قاری نے اسی حدیث کی شرح میں کی ہے۔...

نیز کنز العمال میں بتخریج ابن عساکر نقل کیا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب اقدس ﷺ میں عرض کیا:

یا رسول اللّٰہ انّی اری انّی اعیش بعدک فتاذن ان ادفن الی

جنبک۔ فقال و انّی لی بذلک الموضع ما فیه الّا موضع قبری و قبر ابی بکر و عمر و عیسی ابن مریم ۔(کنز العمال علی ھامش المسند احمد۔جلد سادس۔ص ۵۷) (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ پس آپ اجازت فرمائیں کہ میں آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں ۔تو آپ نے فرمایا اس جگہ کی نسبت میرا کچھ اختیار نہیں، وہاں تو سوائے میری قبر، ابوبکر اور عمر اور عیسی بن مریم کی قبر کے کسی کی جگہ نہیں)۔

ان احادیث سے مرزا صاحب کی عمارت مسیحیت بالکل منہدم ہو جاتی ہے کیونکہ پہلوئے نبی ﷺ میں مدفون ہونا تو در کنار، ان پر دخول حرمین بھی حرام ہے۔ اسلئے ان الزامات سے بچنے کیلئے ایک دروغ بے سروپا کھڑا کر دیا اور عیسی کی قبر کشمیر میں بتا دی۔ قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب نہ ہونے کا ذکر موجود ہے، لیکن مرزا صاحب نے عیسائیوں کی کتابوں کی پیروی کی، اور قرآن کی آیت کے معنی ہی بدل دیئے، حالانکہ وہ معنی نہ تو لغت کی رو سے درست ہیں اور نہ سلف و خلف میں سے کسی سے منقول ہیں ۔اسی طرح اس آیت و آوینا ھما الی ربوۃٍ کو انھوں نے محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے پیش کیا ہے اور اس سے حضرت عیسیٰؑ کی قبر کشمیر میں ہونا بتایا ہے، حالانکہ اس میں نہ حضرت عیسیٰؑ کی موت کا ذکر ہے، اور نہ قبر کا، اور نہ ملک کشمیر کا۔ علاوہ بریں یہ کہ اس آیت میں صرف حضرت عیسیٰؑ ہی کا ذکر نہیں بلکہ آپ کی والدہ حضرت مریم کا بھی ساتھ ہی ذکر ہے اور صیغہ تثنیہ کے یہی معنی ہیں کہ ایک کے ساتھ دوسرا بھی اس حکم میں شامل ہے ۔ پس اگر حضرت عیسیٰؑ (معاذ اللہ) مصلوب ہونے کے بعد کشمیر بھاگ گئے، تو مریم بھی ساتھ ہونگی، اور ان کی قبر بھی کشمیر میں ہی چاہیے، کیونکہ اس آیت میں دونوں کا ذکر ہے لیکن بیان بالا سے معلوم ہو چکا کہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر مدینہ میں ہوگی اور حضرت مریم کی قبر تو بیت المقدس میں ہے جہاں وہ بعد رفع عیسی فوت ہوئیں اور دفن کی گئیں ۔ پس مرزا صاحب کا قول سراسر باطل ہے ۔ (منقول از شہادۃ القرآن۔ طبع ۲۰۰۱ء۔ص ۴۳۰۔۴۵۱)

الہامات وکرامات

☆ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کیلیئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افتراء ہے بلکہ جس نبوت کا دعوی کرنا قرآن کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوی نہیں کیا گیا، صرف یہ دعوی ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت ﷺ کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالی سے بکثرت شرف مکالمہ ومخاطبہ پاتا ہوں بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ :
.اگر چہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ الہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔..
اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسی اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا یعنی اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہوسکتے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے :

فلا یظھر علی غیبه احداً الّا من ارتضی من رسول ۔

یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہوسکتا ہے بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالی نے مجھ سے مکالمہ ومخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی، اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ غرض اس حصہ کثیر وحی الہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے

اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔ (حقیقت الوحی۔ص ۳۹۰۔۳۹۱)

مرزا قادیانی کی اس تحریر پر تبصرہ فرماتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

پہلے تو ہم نے یہ دکھانا ہے کہ مرزا صاحب نے حضرت مجدد قدس سرہ کی طرف جو قول منسوب کیا ہے کہ امور غیبیہ جاننے والا نبی کہلاتا ہے، وہ صحیح نہیں۔ حضرت مجدد کا یہ مکتوب گرامی بنام محمد صدیق مکتوبات مجددیہ میں مرقوم ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اعلم ایّھا الصّدّیق انّ کلامه سبحانه مع البشر قد یکو ن شفاھاً و ذلک الافراد من الانبیاء و قد یکو ن ذلک لبعض الکمل من متابیعھم واذ اکثر ھذا القسم من الکلام مع وا حدٍ منھم سمّی محدثاً کما کان امیر المؤمنین عمرؓ وھذا غیر الالھام وغیر الالقاء فی الرّوع و غیر کلام الّذی مع الملک انّما یخاطب بھذا الکلام الانسا ن ا لکامل و اللہ یختصّ بر حمته من یّشاء۔

(دفتر دوم مکتوبات۔مکتوب نمبر ۵۱)

یہ ہے اصل عبارت۔ اس میں کما کان امیر المؤمنین عمرؓ کی عبارت حذف کر کے باقی سارا کلام خود مرزا نے ازالہ اوہام میں نقل کر کے ترجمہ یوں لکھا ہے:

اے دوست تمہیں معلوم ہو کہ اللہ جل شانہ کا بشر کے ساتھ کلام کرنا کبھی روبرو اور ہم کلامی کے رنگ میں ہوتا ہے اور ایسے افراد جو خدا تعالی کے ہم کلام ہوتے ہیں وہ خواص انبیاء میں سے ہیں۔ اور کبھی یہ ہم کلامی کا مرتبہ بعض ایسے مکمل لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں اور جو شخص کثرت سے شرف ہم کلامی کا پاتا ہے اس کو محدث بولتے ہیں اور یہ مکالمہ الہی از قسم الہام نہیں بلکہ غیر الہام ہے اور یہ القاء فی الروع بھی نہیں ہے اور نہ اس قسم کا کلام ہے جو فرشتہ کے ساتھ ہوتا۔ اس کلام سے وہ شخص مخاطب کیا جاتا ہے جو انسان کامل ہو اور خدا تعالی جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۹۱۵)۔

اس سے پہلے مرزا صاحب اپنی الہامی کتاب براہین احمدیہ میں بھی اس مکتوب مجددی کو نقل کر چکے ہیں۔آپ کے الفاظ یہ ہیں:

امام ربانی اپنے مکتوبات کی جلد ثانی جومکتوب پنجاہ ویکم ہے اس میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات ومخاطبات میں حضرت احدیت (اللہ تعالی) سے مشرف ہو جاتا ہےاور ایسا شخص محدث کے نام سے موسوم ہےاور انبیاء کے مرتبہ سے اس کا مرتبہ قریب واقع ہوتا ہے۔ (براہین احمدیہ۔ص ۵۴۶)

مجدد صاحب کی اس عبارت میں خود مرزا صاحب کوتسلیم ہے کہ ایسا ملہم غیر نبی ہے۔پس اس تصریح مجددی اور مرزا کی اپنی دوشہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا یہ دعوی کرنا کہ حضرت مجدد نے کثرت سے امور غیبیہ پانے والے کو نبی کہا ہے، غلط اور مجدد صاحب پر افتراء ہے۔

اس انکشاف کے بعد ہم مرزا صاحب کے امورغیبیہ کی پڑتال کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ آپ پر جوامورغیبیہ کھولے جاتے تھے،جن کی وجہ سے آپ نے منصب نبوۃ پایا ہے،کہاں تک صحیح ثابت ہوتے تھے۔

مرزا صاحب نے ایک قریبی رشتہ دارکواس کی لڑکی سے رشتہ کی درخواست کی۔اس رشتہ دار نے انکار کردیا تو مرزا صاحب نے الہام شائع کیا کہ یہ لڑکی دوسری جگہ بیاہی گئی تو بیوہ ہوکربھی میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ چنانچہ مرزا صاحب کے الہامی الفاظ درج کئے جاتے ہیں جن کو وہ بڑی خفگی کے لہجہ میں خدا کی طرف سے سناتے ہیں:

اس خدانے اس تمام گروہ کے حق میں مجھے مخاطب کر کےفرمایا کہ

كذّبوا بآياتنا و كانوا بها يستهزؤن ۔ فسيكفيكهم و يردّها اليك۔ لا تبديل لكلمات الله انّ ربّك فعّال لّما يريد ۔یعنی ان لوگوں نے ہمارے نشانوں کی تکذیب کی اوران سے ٹھٹھہ کیا،سوخدا ان کے شرّ دور کرنے کے لئے تیرے لئے کافی ہوگا اورانہیں یہ نشانیاں دکھائے گا کہ احمد بیگ کی بڑی لڑکی ایک جگہ بیاہی جائے گی اور خدا اس کو پھر تیری طرف واپس لائے گا،یعنی آخرکار وہ تیرے نکاح میں آئے گی اور خدا سب روکیں درمیان سے اٹھائے گا،خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔تیرا رب ایسا قادر ہے کہ جس کام کا وہ ارادہ کرے وہ اپنے منشاء کے موافق ضرور پورا کرتا

ہے۔ (اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم۔ص ۱۱۳)

اس الہام کی تشریح میں مرزا صاحب لکھتے ہیں :

نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے : لاتبدیل لکلمات اللہ ۔یعنی میری بات ہرگز نہ ٹلے گی ۔پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالیٰ کا کلام باطل ہوتا ہے (حوالہ مذکور) پھر ۱۹۰۱ء میں مرزا گورداسپور کی عدالت میں شہادت دینے کو پیش ہوئے تو وہاں آپ سے اس نکاح کی بابت سوال ہوا۔آپ نے کہا:

عورت اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں ضرور آئے گی ۔امید کیسی ،یقین کامل ہے۔ یہ خدا کی باتیں ہیں ،ٹلتی نہیں ، ہو کر رہے گی ۔ (الحکم قادیان ۱۰۔اگست ۱۹۰۱ء)

اور پھر یہ ہوا کہ مرزا صاحب ساری عمر کوشش کرتے رہے اور ۱۹۰۸ء میں اس دنیا سے نامراد چل بسے جب کہ وہ عورت زندہ اور اپنے خاوند کے گھر میں شاد و آباد تھی۔

مرزا صاحب کے امور غیبیہ کا دوسرا نمونہ یہ ہے کہ جون ۱۸۹۳ء میں انہوں نے امرتسر میں عبداللہ آتھم عیسائی پادری سے ۱۵ روز تک مباحثہ کیا پھر اپنا الہام سنایا:

آج رات جو مجھ پر کھلا ہے وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر ، اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے ،تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے ،یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر ،یعنی ۱۵ ماہ میں ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی ، بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہو گی اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے ۔ (کتاب جنگ مقدس ص ۱۸۸) ۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ انسان کو خدا بنانے والا فریق پادری آتھم تھا کیونکہ اس کا مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ معبود اور خدا کا بیٹا تھا ،چنانچہ اس مسئلہ پر اس کا مرزا صاحب سے مباحثہ ہوا ۔ باوجود اس کے پادری آتھم ۱۵ ماہ میں مرنے کی

بجائے قریباً دوسال زیادہ مدت لے کرمرا کیونکہ اس الہامی پیش گوئی کے مطابق آتھم کو ۵ ستمبر ۱۸۹۴ءتک مرجانا چاہیے تھا،لیکن وہ جولائی ۱۸۹۶ء میں مرا جیسا کہ خود مرزا صاحب لکھتے ہیں :عبداللہ آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ءکو بمقام فیروز پورفوت ہو گئے ہیں۔ کتاب انجام آتھم ص ا۔ (تفسیر ثنائی۔ ص ۸۳۱۔۸۳۲)

☆ مرزا صاحب نے بہت سی پیش گوئیاں کر رکھی تھیں جنہیں وہ الہامی قرار دیتے تھے۔قادیانی لٹریچر پرنظر رکھنے والے اہل علم جانتے ہیں کہ جب کوئی پیش گوئی غلط نکلتی تو مرزا صاحب اس کی تاویلیں شروع کر دیتے۔کبھی کہتے ہیں کہ مدت میں ترمیم ہوگئی ہے، کبھی کہتے کہ واقعات کی ترتیب بدل گئی ہے،کبھی کہتے پیشگوئی توپوری ہوگئی ہے مجھے ہی الہام کے سمجھنے میں غلطی لگی تھی، اوراس طرح کی غلطی انبیاء سے بھی ہو جاتی تھی ۔ مرزا صاحب کی اس ابلہ فریبی پرتبصرہ کرتے ہوئے مولانا احمدحسن نے ایک مرتبہ فرمایا:

الحکم میں لکھا ہے کہ کسی نے مرزا صاحب کی مجلس میں ذکر کیا کہ منشی الہی بخش (مؤلف کتاب عصائے موسی) اوراس کا ترجمان (صوفی منشی عبدالحق) کہتا ہے کہ الہام وہ ہے جو پورا ہو جائے ۔اور جو پورا نہ ہووہ شیطانی کام ہے۔

مرزا جی نے فرمایا کہ: مکہ معظّمہ میں داخل ہوکراگرخدا کی قسم دی جائے تو میں کہوں گا کہ میرے الہامات خدا کی طرف سے ہیں،لیکن جس شخص نے خیالی طور پر دعوی کیا ہو وہ ہرگز یہ جرأت نہیں کرسکتا۔کیا وہ شخص جو کامل یقین رکھتا ہو،اوروہ شخص جومشکوک ہے ، برابر ہوسکتے ہیں۔

(مولانا احمدحسن کہتے ہیں) سوال از آسمان جواب از ریسمان۔منشی صاحب اور صوفی صاحب نے ایک ٹکسالی اوراصولی بات کہی تھی جس سےکوئی ذی عقل انکارنہیں کرسکتا کہ جوالہام پورا نہ ہواسے الہام کہنا الہام کرنے والے پرافتراء ہے۔مگر چونکہ اس سے مرزا صاحب کا کونا دبتا تھا کیونکہ ان کا کبھی کوئی الہام پورانہیں ہوا لہذا الہامات پورے نہ ہونے کی وجہ نہ بتائی۔(شحنہ ہند۔ضمیمہ یکم جولائی ۱۹۰۴ءص ا)

اب ذیل میں چندپیش گوئیاں مع مآل اور توجیہات پیش کی جاتی ہیں۔

غلبہ روم کی پیش گوئی

مولانا ثناء اللہ امرتسری ، غلبہ روم کی پیش گوئی ، قادیان سے ، کے عنوان سے لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کی طرف سے ایک مضمون بصورت اشتہار و رسالہ شائع ہوا جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے مسیح موعود قادیانی نے ۱۹۰۴ء اور ۱۹۰۸ء میں یہ مضمون ظاہر کر دیا تھا کہ رومیوں (ترکوں) کو پہلے شکست ہوگی ۔ آخر میں فتح پائیں گے ۔ (مرزائی) راقم مضمون کے اصل الفاظ یہ ہیں:

مرزا صاحب نے دعوی کیا کہ وہ مجدد ہیں اور مجدد بھی وہ مجدد ہے کہ مسیح اور مہدی کے نام سے حدیث شریف میں پکارا گیا ۔ آپ نے دعوی کیا کہ خدا مجھ سے کلام کرتا ہے ۔ ہزاروں خدا کی باتیں آپ نے سنیں ۔ پیش از وقت ہم کو سنائیں، جو ہمارے سامنے پوری ہوئیں ۔ ان میں سے صرف اس وقت میں وہ بات ہی عرض کروں گا جس کا کہ آج کل زیادہ چرچا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کو ۴، جنوری ۱۹۰۴ء کو الہام ہوا:

الم ۔ غلبتِ الرّوم ۔فی ادنی الارض وهم من بعد غلبهم سيغلبون ۔ فی بضع سنين ۔

پھر ۲ جنوری ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا: هم من بعدِ غلبهم سيغلبون

فرمایا کہ اللہ کے سوائے اور کوئی غیب کا علم نہیں جانتا ۔ فرمایا اگرچہ بقول یورپ، بیمار روم (عثمانی سلطنت)، وہ روم جس کے اپنے گھر میں آج سینکڑوں جھگڑے فساد نظر آتے ہیں، وہ روم جس کے اکابران سلطنت کی نسبت مجھے الہام ہوا ہے کہ وہ سب بے وفا، مکار، جھوٹے، دغا باز، نمک حرام، دشمن ملک اور خود غرض ہیں، وہ ٹرکی جو تعلیم میں، وسائلِ حرب میں سب ممالک سے پیچھے ہے اور جو کہ پے در پے شکستیں کھا کر اپنے صوبے دوسروں کے قبضہ میں آئے دن دیئے چلے جاتا ہے، اور جس کا سارا یورپ

دشمن ہے، اور جس کی مسلمان سلطنتوں سے بھی کوئی ساز و باز نہیں۔ یہ روم جس کے بچنے کے ظاہر میں تو کوئی سامان نظر نہیں آتے، یہ عنقریب باوجودیکہ اب مغلوب ہے، غالب ہوگا۔ فرمایا کہ یہ غلبہ ان کا چند سال میں ہی واقع ہو جائے گا۔ ظاہر بینوں کو اور ظاہری اسباب پر بھروسہ کرنے والوں کو جو کہتے ہیں کہ اب یہ مرا، کہ مرا، کہہ دے کہ ہم ان کی حرمین شریفین کا خادم ہونے کی وجہ سے نصرت کریں گے اور اس بے سروسامانی کے باوجود اس کو غلبہ دیں گے اور وہ جو اس پر غالب آرہے ہیں وہ مغلوب ہوں گے۔ ان کو کہہ دے کہ یہ اللہ نے کہا ہے اور اللہ کا وعدہ ہے کہ ایسا ہو۔ اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ ایسا ہوگا اور ضرور ہو کر رہے گا۔

اس کے ساتھ (مرزائی مضمون نگار) یہ بھی لکھتا ہے:

۱۹۰۴ء میں جب انہوں نے کچھ ملک ہاتھ سے اور دینے تھے، فرمایا (مرزا نے) مغلوب ہو کر غالب ہوں گے۔

۱۹۰۸ء میں (مرزا نے) فرمایا: بس وہ وقت ان کے غلبہ کا بہت نزدیک ہے۔

یہ علم غیب ہے۔ اگرچہ سارے ظاہری علم اور وسائل اور دلائل اس خبر کی تردید کرتے ہیں، جو حال میں ہی ہو رہی ہے لیکن وہ (مرزا) کہتا ہے کہ یہ سب غلط ثابت ہوں گے اور خدا کی کلام سچی نکلے گی۔ اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ آج کل جو چھیڑ چھاڑ ہوئی ہے ایک مومن کو یقین دلاتی ہے کہ دال میں کچھ کالا کالا ہے۔ اس لئے میں اعلان دنیا پر کر دیتا ہوں اور پکار پکار کر اسے سننے والوں کو سناتا ہوں کہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اور اللہ کا وعدہ خلاف نہیں ہوا کرتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ پورا ہو رہا ہے۔ تم کو واضح رہے خدا کی نصرت کے دن آ گئے۔ اس کلام الٰہی میں جو اس طرح مجدد وقت پر نازل ہوا غور کرو خدا پر ان نشانات سے اپنے ایمان کو تازہ کرو اور نیکیوں میں لگ جاؤ، کیونکہ نصرت الٰہی وہ چیز ہے جس کا مقابلہ نہ کوئی توپ، نہ تلوار اور نہ ہی جہاز کر سکتے ہیں۔ اور جس کو سوائے تقوی کے نہ کوئی روپیہ ہی خرید سکتا ہے نہ کوئی جتھا ہی حاصل کر سکتا ہے۔ بس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس خدا کے کلام پر یقین لاؤ۔ جس نے تمہیں اس وقت تسلی دی۔ اور غمگین اور مایوس نہ ہو خدا کی قسم زمین ہل جاوے، آسمان ٹل جائیں لیکن وہ خدا کی بات اسی طرح پوری ہوگی جس طرح پیغمبر خدا کے زمانے

میں ہوئی کہ ایک یورپ آگاہ ہو۔ تیری تدبیریں، تیرے مدبروں کی رائیں سب خاک میں مل جائیں گی اللہ تعالی اس بات کو پوری کر کے چھوڑے گا۔ روم فتح یاب ہو گا دن بدن اچھی حالت حاصل کرے گا۔ بس ابھی کلام الہی سے فائدہ اٹھاؤ، اور خدائی ارادوں کا مقابلہ نہ کرو۔ ورنہ پرانے ایرانیوں کی طرح صفایا ہو جائے گا اور پھر پچھتائے کچھ نہ بنے گا۔ (ص۱۴)

(مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں)۔

راقم مضمون کے اصلی الفاظ ہم نے ناظرین کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اس بیان میں دعوی کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی مجدد بصورت مسیح ومہدی ہیں، اس کے ثبوت میں آپ نے ہزاروں نشان اور پیش گوئیاں دکھائیں، منجملہ ان کے ایک غلبہ روم کی پیش گوئی ہے ... ان ہزاروں نشانوں کی تحقیق اور تفتیش اہل حدیث امرتسر شروع تاریخ سے کرتا رہا ہے جو ناظرین سے مخفی نہیں۔

چند روز کا ذکر ہے ایک گاڑی میں منشی یعقوب علی اڈیٹر الحکم قادیان مل گئے۔ اثناء گفتگو میں اس پیش گوئی کا ذکر آیا جو مسٹر ڈوئی امریکن کی بابت مرزا صاحب کی طرف سے مشہور کی جاتی ہے کہ وہ حسب پیش گوئی مرزا صاحب کے مرا ہے۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ اڈیٹر الحکم نے کہا اچھا آپ اس کے متعلق چیلنج دیجئے گا تو ہم بتلا دیں گے۔ سو میں حسب وعدہ اڈیٹر الحکم کو خصوصاً اور قادیانی مشن کو عموماً چیلنج دیتا ہوں کہ وہ اپنا سارا زور لگا کر بھی ثابت کرنا چاہیں تو کچھ ثابت نہ کرسکیں گے ولو کان بعضھم لبعضٍ ظہیراً (عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیلنج دسمبر۱۹۱۲ء کا ذکر ہے۔ اور جنوری ۱۹۱۳ء کے پہلے شمارے میں منظر عام پر آیا ہے اس لئے ۱۹۱۲ء تک کی تاریخ تحریک ختم نبوت کا یہ آخری چیلنج سمجھا جاسکتا ہے۔ بہاء)۔

خیر یہ تو ایک ضمنی تذکرہ تھا۔ اب ہم اصل مضمون پر متوجہ ہوتے ہیں۔ ہمارا سوال (قادیانی) راقم مضمون سے صرف اتنا ہے کہ آپ نے جو اتنی طویل تقریر کی ہے، یہ مرزا صاحب کے الفاظ ہیں یا آپ کے؟، مرزا صاحب کے ہیں تو کہاں ہیں؟، آپ کے ہیں تو آپ کو کیا حق حاصل ہے؟

آیئے! ہم آپ کو مرزا کے الفاظ بتلا دیں۔ الہام جو ۴ جنوری ۱۹۰۴ء کو ہوا، یہ ہے:

غلبت الرّوم فی ادنی الارض و ھم من بعد غلبھم سیغلبون۔

(رسالہ ریویو جنوری ۱۹۰۴ء ص ۴)۔

بس اتنا ہی لکھا ہے۔ یہاں تک اس کو مہمل چھوڑا گیا ہے کہ اس الہام کا ترجمہ بھی نہیں۔ اسی طرح فروری ۱۹۰۸ء کے اشتہار میں جو آپ (مرزا) کا الہام شائع ہوا ہے اس میں بھی صرف اتنے ہی لفظ ہیں: وھم من بعد غلبھم سیغلبون۔

اس کو بھی محض اسی قدر چھوڑ دیا، نہ ترجمہ کیا نہ تشریح۔ پھر ہم نہیں سمجھتے کہ اتنی لمبی چوڑی تفسیر جو راقم مضمون نے لکھی ہے، کہاں سے لکھی ہے۔

غالباً یہ سوال ہوگا کہ الہامی عبارت جو دراصل آیت ہے، اس کا جو مطلب قرآن شریف میں ہے وہی الہامی عبارت میں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کی الہامی عبارتوں میں کئی دفعہ قرآن شریف کے سوا اور قصے ہوتے ہیں۔ مثلاً قرآن شریف میں آیت ہے سنعیدھا سیرتھا الاولی۔ حضرت موسیٰؑ کے عصا کے متعلق ارشاد ہے کہ ہم اس کی پہلی حالت لے آویں گے۔ لیکن مرزا صاحب کو یہ الہام ہوا تو آپ نے اس کو آسمانی منکوحہ کی طرف لگایا ہے کہ گو وہ منکوحہ ہوچکی ہے، ہم اس کو تمہارے پاس لے آویں گے۔ (انجام آتھم)۔

اس کی ایک مثال اور سنئے: یکم جنوری ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب کو الہام ہوا

دبدبہ خسروویم شد بلند زلزلہ در گور نظامی فگند

اس شعر کا مطلب تو صاف ہے کہ میری بادشاہی کا رعب جب بلند ہوا تو نظامی کی قبر میں زلزلہ آیا۔ مگر جن دنوں حیدرآباد دکن میں طوفان آیا، جس سے حیدرآباد میں بڑی بربادی ہوئی تو حکیم نورالدین صاحب نے ایک رسالہ نظام حیدرآباد دکن کے نام لکھایا، جس میں اس الہامی شعر کی تفسیر یوں کی کہ

نظامی سے مراد حضور نظام ہیں اور گورے سے مراد ان کا دارالحکومت حیدرآباد۔ مطلب شعر کا یہ ہوا کہ میری (مرزا کی) مخالفت سے حیدرآباد کے شہروں میں جو طوفان آیا، گویا حضور نظام کی قبر میں عذاب آیا۔

پس راقم مضمون نے جو کچھ نقل کیا ہے جب تک مرزا صاحب کی کوئی تحریر نہ دکھادیں قابل وقعت نہیں ہوسکتا۔

(اہل حدیث ۳ جنوری ۱۹۱۳ء۔۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ۔نمبر۱۰ جلد۱۰۔ص ۱۔۲۔۳)

☆ درج بالا تحریر کے چند ماہ بعد مولانا امرتسری نے، قادیانی مشن یورپ میں، کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا جو درج ذیل ہے:

قادیانی مشن (جس میں خواجہ کمال الدین وغیرہ شامل تھے۔اور (خواجہ کمال الدین،مرزا کے غلام احمد کے قریبی ساتھی تھے اور حکیم نورالدین کے متوقع جانشینوں میں ان کا نام آتا تھا۔چوہدری ظفر اللہ جب لندن میں قانون کی تعلیم حاصل کر رہے تھے ان دنوں خواجہ صاحب لندن گئے۔ظفر اللہ کہتے ہیں: ۱۹۱۲ء میں خواجہ کمال الدین لندن تشریف لائے..مجھے روزانہ کچھ وقت ان کی صحبت میں گذارنے کا موقع مل گیا۔دوران گفتگو سلسلہ احمدیہ کا ذکر بھی آتا تھا۔ایک دفعہ ہم دونوں سیر کے لئے جا رہے تھے کہ فرمایا: نورالدین کے بعد خلافت کے متعلق بھی رولا ہی پڑے گا (گفتگو پنجابی زبان میں تھی اور محبت کے رنگ میں خواجہ صاحب اکثر خلیفہ صاحب کا نام اسی بے تکلفی سے لیتے تھے اور حضرت مرزا کا ذکر بعض دفعہ صرف مرزا کہہ کر کرتے تھے) میاں محمود ابھی بچہ ہے۔محمد علی (لاہوری) بہت حساس ہے، بات بات پر رو پڑتا ہے اور میں ہوں لیکن مجھ میں یہ نقص ہے کہ میں سچی بات منہ پر کہہ دیتا ہوں مجھ سے لوگ خفا ہو جاتے ہیں.۔ میں نے عرض کیا خواجہ صاحب خلافت کے متعلق حضرت خلیفہ اپنی لاہور کی تقریروں میں بہت کچھ وضاحت فرما چکے ہیں۔آپ کیوں فکر کرتے ہیں، وقت آنے پر اللہ جسے پسند فرمائے گا کھڑا کر دے گا۔ اس پر فرمایا: یہ مفتی صادق کم بخت ہمارے خلاف سب کچھ شائع کر دیتا ہے ہمارے حق کی کوئی بات نہیں لکھتا۔ تحدیث نعمت۔ ص ۴۵) نے لندن جا کر بذریعہ تحریر و تقریر شائع کیا کہ ہمارے مجدد مرزا نے الہام شائع کیا ہوا ہے کہ ترک مغلوب ہو کر پھر غالب آویں گے، ضرور ایسا ہی گا۔مشن کے ہیرو خواجہ کمال الدین نے ایک مطبوعہ خط ترکوں کے نام یورپ میں شائع کیا جس کے دو حصے ہیں۔پہلے حصے میں ان کو تقوی کی نصیحت کی ہے اور دوسرے حصے میں ان کو قادیانی مشن کی تبلیغ بایں الفاظ کی ہے:

برادران ملت! تمہیں بھی اپنے نبی مکرم کی وہ حدیث نہ بھولی ہو گی جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ خدا تعالی امت مرحومہ کی اصلاح وتجدید کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد بھیجا کرے گا۔خدا تعالی خود اسے مبعوث کرے گا اور اسے مسلمانوں کی تجدید اور تہذیب کے لئے مشرف بالہام کرے گا۔

یہ کس طرح ہوسکتا تھا کہ یہ صدی گذر جائے اور اس کے سر پر اس صدی کا مجدد پیدا نہ ہو۔چنانچہ وہ مقدس انسان عالی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی پنجاب ہند کے

وجود مسعود میں پیدا ہوا۔

چونکہ وہ خادم اسلام تھا، لازماً اس والاہمم کو تمہارے حالات معاملات سے دل چسپی تھی۔ تمہیں وہ دن یاد ہوں گے جب تمہارا جنگ یونان سے تھا۔ اس وقت اس خدا کے ولی نے تمہاری فتح ونصرت کیلئے دعا کی اوراس وقت اس پر یہ بھی خدا نے ظاہر کیا تھا کہ سلطنت عثمانیہ کو بہت ضعف اورنقصان خود اپنی قوم کے غداروں سے پہونچنے والہ ہے۔

یہ باتیں شاید ۱۸۹۶ء میں حوالہ قلم و کاغذ ہوکر ملک میں شائع ہوگئیں اورٹرکی میں وقتاً فوقتاً غداروں اور دغا بازوں کی نسل نے بہ لباس اراکین سلطنت پیدا ہوکر اس پیشگوئی کو پورا کیا۔ لیکن ۱۹۰۴ء میں اس حضرت محمد ﷺ کے غلام کو ایک زبردست اور بین الہام ہوا جس میں خدا تعالی نے مجدد موصوف سے بالفاظ قرآن ہم کلام ہوکر تمہاری موجودہ مصیبت و ہزیمت کو بالوضاحت بیان کیا اورفرمایا:

غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون (ترک اس زمین میں جوان کے ملحق ومتصل ہے، شکست پاویں گےاور پھروہ اپنے شکست دینے والوں کومغلوب کریں گے)۔

یہ پیش گوئی ایک ماہواری رسالہ موسوم بہ ریویوآف ریلی جنز میں بماہ جنوری ۱۹۰۴ء شائع ہوئی۔ یہ رسالہ قادیان سے نکلتا ہے۔ اس پیش گوئی کا پہلا حصہ پورا ہو چکا ہےاور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ عنقریب آئندہ واقعات اس پیش گوئی کے دوسرے حصہ کو پورا کر دیں گے ...الہام میں تو وہ جگہ بھی بتائی گئی ہے جہاں ترکوں نے شکست کھانی ہے، الفاظ ادنی الارض جوعربی میں نہایت واضح اور ہرقسم کے شک وابہام سے پاک ہیں اس سے وہ زمین مراد ہے جوسرزمین ترکان سے ملحق ومتصل ہواوراس سے صاف طور پرمراد سرزمین (اتحادیان بلقان) ہے۔

اس الہام کومؤکد کرنے کے لئے الہام بالا کا پچھلا حصہ، جس میں بلقانی اقوام کی شکست و ہزیمت کا ذکر ہے، پہلی پیش گوئی سے چار سال بعد الہام ہوا۔ اور جنوری ۱۹۰۸ء میں خدا تعالی کے ولی نے اس الہام کی تعبیراورتعیین میں ذیل کے الفاظ فرمائے جواس کے وطن میں کےبعض اخباروں میں اس وقت چھپ گئے اوروہ یہ ہیں:

. خدا کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ ترکی بالفاظ یورپ ایک مریض سلطنت ہے

اس کے اراکین سلطنت جیسے کہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے، غدار ، دغا باز، نمک حرام اور خود غرض ہیں ۔ آلات حرب اور تعلیم حرب کے لحاظ سے اس وقت ترک کل اقوام یورپ سے بہت پیچھے ہیں، اس کے چاروں طرف اس کے دشمن ہی دشمن یورپ میں ہیں ۔ کسی دیگر اسلامی سلطنت سے اسے کوئی ساز داری نہیں ۔ بظاہر ٹرکی سلطنت کو کوئی امید زیست نہیں ۔لیکن یہ مقدر ہو چکا ہے کہ ٹرکی عنقریب مظفر و منصور ہوگا اور یہ فتح ونصرت اسے چند سال میں ہونے والی ہے ۔ ان لوگوں کو کہہ دو ، میرا خدا کہتا ہے جو صرف آنکھ سے دیکھی ہوئی چیز پر ایمان رکھتے ہیں اور جن کا بھروسہ کل کا کل ظاہری اسباب پر ہے، ہم نے ارادہ کرلیا ہے کہ ہم ٹرکی کی اس لئے مدد کریں کہ وہ حرمین شریفین کی خادم ہے۔ جو اس کو ہلاک کریں گے وہ خود ہلاک ہوں گے ۔ ان لوگوں کو کہہ دے کہ خداوند یوں فرماتا ہے ۔ یہ اس کا وعدہ ہے اور خدا کے وعدے سچے ہی ہوتے ہیں یہی مقدر ہو چکا ہے اور یہی ہو کر رہے گا ۔ (بدر، مورخہ ۲۰ ۔ مارچ ۱۹۱۳ء)

خواجہ (کمال الدین) صاحب نے (لندن سے) ایک خط اپنی جماعت قادیانی کو لکھا، وہ یوں ہے:

برادران قوم !.. یہ وقت دعا ہے..احمدی قوم کو ایک خاص وجہ سے بھی اس دعا میں مصروف ہونا چاہیے ۔ یہی وہ جنگ ہے جس کے متعلق حضرت امام (مرزا) کو ۱۹۰۴ء میں بالفاظ قرآن الہام ہوا :غلبت الرّوم فی ادنی الارض وھم من بعدِ غلبھم سیغلبون آج اس کا ایک حصہ اپنے لفظی معنوں میں پورا ہو گیا، ترک ادنی الارض یعنی اس زمین میں جو ان کی سلطنت سے ملحق اور متصل ہے یعنی سرزمین بلقان ، وہاں مغلوب ہو گئے ۔...اور خدا کے الفاظ نو سال کے بعد پورے ہو گئے ۔ اب اس کا دوسرا حصہ باقی ہے ۔ ایک نیک دل مومن کے لئے تو ہزاروں نشان مسیح موعود کی صداقت میں موجود ہیں لیکن میرے زیر نظر اس وقت مغربی دنیا ہے، خدا وہ دن لائے جب یہ پیش گوئی لاکھوں مسلم غیر مسلم کی ہدایت کا موجب ہو۔

اس وقت جو کل دنیا کی نگاہ قسطنطنیہ کی طرف لگی ہوئی ہے اور مغربی دنیا کے اہل الرائے حتمی طور پر ترکوں کی شکست پر پیش گوئی کر چکے ہیں، میں نے پسند کیا کہ انسانی پیشگوئی کے مقابل اس وقت رحمانی پیش گوئی پیش کروں ۔ ناظرین بدر کو علم ہے کہ سرزمین

انگلستان میں یہ پیش گوئی تین ماہ سے شائع ہو چکی ہے ۔اب میں نے ارادہ کیا کہ اس کی اشاعت کو بڑھاؤں ۔...میرے بزرگو! بہت نازک وقت ہے دعا کرو.. خدا وہ دن لائے جب پیش گوئی کا دوسرا حصہ اپنے کامل رنگ میں پورا ہو۔..تم دیکھو گے کہ (پھر) تمہارا مسیح اس مغربی دنیا میں کس قدر جلدی قبول کیا جاتا ہے جس مصلحت پر اس کا نام مسیح رکھا گیا ہے اس کے ظہور کا وہ پہلا دن ہوگا۔(بدر۔ ۲ مارچ ۱۹۱۳ء)

لندن میں قادیانی مشن کے متعلق خواجہ صاحب کا ایک خط درج ذیل ہے:

اس وقت بالکل مطلع صاف ہو رہا ہے جس طرح ترکوں نے اپنی مغلوبیت خود پسندوں میں آکر ایام کانفرنس صلح میں تسلیم کی تھی اس کے بالمقابل اتحادیان بلقان کا ومن بعد غلبھم سیغلبون کا مصداق ہونا یورپیئن پریس میں دن بدن مانا جا رہا ہے۔اب یورپیئن طاقتیں فکر میں ہیں کہ بہت جلد بیچ بچاؤ کر دیں۔ مانٹی نگرو کی تباہی قریباً ہو چکی ہے۔سقوطری کا قبضہ خواب و خیال ہونے لگا۔یورپیئن دھمکیاں سرد ہو رہی ہیں۔ میرے نزدیک ایک پیش گوئی تو پوری ہو رہی ہے لیکن میں اس دن کا منتظر ہوں جس دن علی الاعلان اتحادیوں کی مغلوبیت تسلیم کر لی جاوے اور پھر صداقتِ محمدیت اور عرفانِ احمدیت کی طرف کل یورپ کو بلا جائے .....اے مولا! وہ دن لا جب ہم کہیں کہ خدا کی بڑی نعمت جس کا نام الہام یا مکاشفہ الہیہ ہے ... اس نے تیرے بولائے الفاظ بولے ۔ خدایا تو عالم الغیب ہے ترکی آج یورپ کی اصطلاح میں بیمار ہے وہ آلات حرب و تعلیم میں کل یورپین اقوام سے پیچھے ہے اس کے اردگرد کل دشمن ہی دشمن ہیں ۔.... بظاہر اس کی زیست کی کوئی امید نہیں لیکن وہ عنقریب مظفر و منصور ہو گی اور یہ چند سالوں میں ہو کر رہے گا ۔...

یہ الفاظ چند سال ہوئے بولے گئے اور ابھی دو ماہ ہوئے ٹرکی کا جنازہ پڑھ دیا گیا لیکن قدرت کے کاروبار نمودار ہو گئے ۔آج سب سے پہلے اسکی طرف سے آواز آتی ہے کہ بحرہ روم یعنی میڈیٹرینین کی حفاظت اٹلی سپین آسٹریا اور ترکی کے حوالے ہونی چاہیے... مجھے کہاں سے خدا کہاں لایا؟ صرف اس لئے کہ پیش از وقت جب کل دنیائے یورپ ٹرکی کو مغلوب سمجھے اس وقت بماہ دسمبر یورپ میں پیش گوئی کا اعلان کروں اور پھر اگر خدا کو منظور ہو تو پھر آنے والہ دن بھی دیکھ لیویں جب میرے مرزا کی پیش گوئی کامل

طور پر پوری ہو جاوے۔...

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں ۔ان خطوط کا مضمون کیا ہے، کسی حاشیہ یا شرح کا محتاج نہیں ۔عیاں راچہ بیان ۔ مجھے یاد ہے جن دنوں مرزا قادیانی نے پیش گوئی شائع کی تھی کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا، اسی اثنا میں مرزا صاحب کے چچا زاد بھائی مرزا نظام الدین سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا قادیان میں طاعون کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا جس روز سے بھائی صاحب نے قادیان میں طاعون نہ آنے کی پیش گوئی کی تھی ہمارا ماتھا تو اسی روز ٹھنکا تھا کہ اب قادیان کی خیر نہیں، خدا اس کی تکذیب کرنے کو قادیان میں ضرور طاعون بھیجے گا۔سو ایسا ہی ہوا، اتنا طاعون قادیان میں آ گیا کہ مرزا صاحب کا مدرسہ بھی بند اور جلسہ بھی بند۔

اسی طرح اس واقع کے متعلق وقوع ہوا۔تمام دنیا میں، حرم کعبہ میں، حرم مسجد نبوی میں، ترکوں کی فتح اور غلبہ کی دعائیں ہو رہی ہیں مگر خدا کی تقدیر کہ غلبہ نہ ہوا۔ کیوں نہ ہوا؟ آج یہ راز قدرت ظاہر ہوا۔ خدا کو منظور تھا کہ ہندوستان کی طرح یورپ میں بھی مرزا صاحب کی نبوت کا اظہار بکمال وخوبی ہو جائے۔

ترکوں کو فتح ہوئی یا شکست ، یہ ایک دل فگار واقعہ سب دنیا کو معلوم ہے اس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔چونکہ آثار شروع سے بے ڈھب تھے اور قادیانی مشن کے سارے نہیں، بعض ارکان تو بڑے ہشیار ہیں اس لئے ہوا کا رخ پہچان کر قادیانی مشن کے ایک ممبر نے بدر، مورخہ ۳۔اپریل ۱۹۱۳ء میں ایک مضون لکھا، جو درج ذیل ہے:

اڈریانوپل کی فتح کی خبریں پہنچنے پر بعض دوستوں کو میں نے دیکھا کہ اس بات پر اظہار افسوس کر رہے ہیں کہ غلبت الروم والی پیش گوئی کیوں شائع کی گئی ۔اور بعض لوگ اپنی طبیعت کے مطابق پیش گوئی کرنے والوں پر ہنس رہے تھے ۔میرے خیال میں ان لوگوں کا افسوس اور ہنسی دونوں قبل از وقت ہیں ۔پیش گوئی میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ اڈریانوپل فتح نہیں ہوگا۔ممکن ہے کہ ایڈریانوپل کے علاوہ اتحادیوں کو اور بھی فتوحات ہوں، ممکن ہے دشمن قسطنطنیہ سے گذر کر یروشلم تک پہونچ جائیں اور اس کے بعد مسلمانوں کو فتح ہونی شروع ہو۔ جن لوگوں نے صلح حدیبیہ کے حالات پڑھے ہیں، جن لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ کس طرح مغل نے بغداد برباد کرنے

کے بعد غلاموں کے ہاتھ پر شکست کھائی، جن لوگوں نے صلیبی جنگوں کی تاریخ مطالعہ کی ہے اس قدر جلد بازی سے کام لیں، تعجب ہے۔

پیش گوئی شائع کرنے والوں نے الہام کے لفظوں سے ایسا یقین کیا کہ یہ الہام رومی سلطنت کے مسلمانوں کے متعلق ہے۔ ہاں اصل علم اللہ تعالی کے پاس ہے یمحوااللہ ما یشاء و یثبت ... وعندہ علم الکتا ب

(فتح محمد قادیان۔ بدر ۳۔اپریل ۱۹۱۳ء ص۴)

مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں:

اس مضمون نے کیا اثر کیا اور کیا بتلایا۔ کہنے اور سمجھنے کی حاجت نہیں۔ کہاں وہ زور شور کہ یورپ اور امریکہ، فارس اور مراکش میں یہ پیش گوئی پھیلائی جاتی تھی کہ آخر کار ترکوں کو فتح ہوگی، اور کہاں یہ کہنا کہ اصل علم اللہ کے پاس ہے اور پھر یہ بھی خوف ساتھ لگا ہوا یمحو اللہ ما یشاء ویثبت خدا جو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے، جس سے قادیانی اصطلاح میں یہ معنی ہیں کہ خدائی وعدوں کا کوئی اعتبار نہیں ..حالانکہ خدا تو لا یخلف المیعاد ہے۔

ہوا کا رخ دیکھ کر اڈیٹر بدر نے خود بھی اس پیش گوئی (غلبہ شک) کی تاویل کی طرف دو طرح اشارہ کیا ہے اور خواجہ کمال الدین کے خط کے ذیل میں جہاں یہ فقرہ ہے:

. ہم ایمان رکھتے ہیں کہ عنقریب آئندہ کے واقعات اس پیش گوئی کے دوسرے حصے کو پورا کر دیں گے۔

اس پر اڈیٹر بدر نے ایک مختصر سا نوٹ لکھا ہے کہ:

مگر کس رنگ میں؟ اللہ تعالی بہتر جانتا ہے۔(اڈیٹر)

اس نوٹ میں اڈیٹر نے بڑی دور اندیشی کا ثبوت دیا ہے۔.....

ہوا کا رخ دیکھ کر دوسرا جواب اڈیٹر نے یہ دیا کہ ترکوں نے اس لڑائی کو چونکہ جہاد کے نام سے موسوم کیا ہے اس لئے شکست یاب ہوئے کیونکہ مرزا صاحب نے جہاد منسوخ کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھا:

ہمارے بعض مسلم اخبارات نے بھی اس جنگ (بلقان) کو مذہبی جنگ اور جہاد قرار دیا ہے اور ہمارے معزز مکرم خواجہ (کمال الدین) کا میلان بھی اسی طرف ہے لیکن

اگر یہ سچ ہے کہ ترک ایک جہاد میں مصروف ہیں تو پھر یہ بھی سچ ہے کہ ان کی شکست یقینی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود (مرزا) فرماتے ہیں

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال۔ (بدر ۲۰ مارچ ۱۹۱۳ء ص ۱۷۔۹)

(مولانا امرتسری فرماتے ہیں)

کیا ہی معقول جواب ہے کہ چونکہ ترکوں نے جہاد کی نیت کی ہے اس لئے شکست ہوئی، ہم نہیں سمجھتے ان لوگوں نے جہاد کو کیا سمجھا ہے۔ شاید آریوں کی طرح یہ سمجھا ہے کہ کافروں کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے تلوار چلانا جہاد ہے۔

کیا قادیانی مشن ہمیں بتائے گا کہ جہاد کی کیا تعریف ہے اور وہ آج کل کیوں ایسا قابل ترک ہے کہ ترکوں جیسی آزاد سلطنت بھی اس کی نیت سے شکست یاب ہوتی ہے۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۱۳ء۔ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ، ص ۱۔۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قادیانیوں نے مرزا صاحب کے دو الہامات سے یہ پیش گوئی بنائی کہ ترکوں کو ابتداء میں شکست ہوگی لیکن جلد ہی ان کی شکست فتح میں بدل جائے گی پھر ہوا کہ جنگ عظیم اول کے خاتمہ کے ساتھ عثمانی سلطنت کے حصے بخرے ہوگئے۔ خلافت کی بساط لپیٹ دی گئی۔ عثمانی خلیفہ جلاوطن کر دیا گیا۔ اور اہل حدیث امرتسر میں ایک دفعہ خبر شائع ہوئی کہ نظام دکن نے معزول عثمانی خلیفہ کے سالانہ الاؤنس اضافہ کیا ہے۔ لکھا ہے:

. نظام حیدرآباد دکن نے سلطان عبدالمجید خان سابق سلطان ترکی کے سالانہ الاؤنس میں ایک سو پونڈ کا اضافہ کر دیا ہے۔ اب ان کو پانچ سو پونڈ سالانہ ملا کریں گے۔ (اہل حدیث امرتسر۔ ۴ مئی ۱۹۳۴ء۔ ص ۲)

یوں مرزا صاحب کی پیش گوئی کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی گئی۔

حجاز ریلوے

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

حدیث میں حضرت مسیح موعود کے زمانہ کی چند علامتیں آئی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے ولیترکن القلاص فلا یسعی علیھا یعنی اونٹ چھوڑے جائیں گے ان پر سواری نہ کی جاوے گی۔ اس فقرہ میں، اونٹ چھوڑے جائیں گے، کا مطلب محدثین یہ بتلاتے تھے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت لوگ ایسے غنی اور متمول ہوں گے کہ ایسے پیارے مال کی بھی ان کو قدر نہ ہوگی۔

جناب مرزا قادیانی فرماتے تھے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اونٹ پر سواری نہ ہوگی کیونکہ ریل بن جائے گی۔ یہ علامت ہے مسیح کی۔ جب ان پر سوال وارد ہوئے کہ ریل تو دنیا میں بہت مدت سے جاری ہے ہندوستان میں بھی ایک عرصہ ہوگیا ہے تو اس کا جواب دیتے کہ باقی دنیا کا ذکر نہیں خاص حجاز (مکہ، مدینہ) کی سرزمین مراد ہے۔

اس مضمون کو مرزا صاحب نے کئی ایک مقامات پر لکھا۔ سب سے آخری ایک رسالہ کی عبارت ہم دکھاتے ہیں جو مرزائی جماعت نے مرزا صاحب کے بعد شائع کیا ہے جس کا نام رکھا ہے حجۃ اللہ۔ اس رسالہ میں مرزا صاحب نے اس سوال کا جواب دیا کہ باوجود قرآن شریف اور رسول خدا ﷺ کو ماننے اور نماز روزہ کرنے کے آپ کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ اس جواب میں آپ لکھتے ہیں:

ہمیں مسیح موعود ہونے کا دعوی ہے۔ اب ہر شخص کا جو خدا اور رسول سے پیار کرتا ہے اور اپنے ایمان کو سلامت رکھنا چاہتا ہے، فرض ہے کہ اس معاملہ میں غور کرے کہ آیا ہم نے جو دعوی کیا ہے بجا ہے یا جھوٹا؟ خدا کی طرف سے آنے والوں ..(نے)...... بیان کیا ہے کہ یترکن القلاص فلا یسعی علیھا۔ اب سوچنے والوں کو چاہیے کہ ان امور میں جو آج سے تیرہ سو برس پیشتر خدا اور اس کے رسول کے منہ سے نکلے اور

اس وقت وہ الفاظ بڑی شان اور شوکت سے پورے ہوکر اپنے کہنے والوں کے جلال کا اظہار کررہے ہیں دیکھئے اب اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے کیسے کیسے سامان پیدا ہو رہے ہیں حتیٰ کہ حجاز ریلوے کے تیار ہوجانے پر مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے سفر بجائے اونٹ کے ریل کے ذریعہ ہوا کریں گے اور اونٹنیاں بیکار ہوجاویں گی (حجۃ اللہ ص ۱-۲)

اس بیان میں مرزا صاحب نے کھلے الفاظ میں اظہار فرمایا ہے کہ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں ریل کا جاری ہونا مسیح موعود کی علامت اور اس کی صحت کے دعوی کی تصدیق ہے ...مرزا قادیانی اور اس کے مریدوں نے جب اس دعوی کو بہت زور سے بلند کیا تو خدائی غیرت کو دیکھئے کہ باوجودیکہ اس ریل بننے کے لئے جملہ مسلمانان عالم دست بدعا ہیں تاہم خدا نے اس کے بننے میں ایسی رکاوٹیں ڈالیں کہ آج تک نہیں اٹھیں ۔اس وقت تو مسلمانوں کے دلوں پر ان رکاوٹوں کا صدمہ ہوا تھا مگر پھر معلوم ہوا کہ ان کی تہ میں یہ راز ہے کہ لوگ اس بات کو باور کرسکیں کہ قادیانی مسیح اور مہدی اپنے بتلائے اور مقرر کئے ہوئے نشانات میں بھی فیل ہیں اور ڈبل فیل ہیں۔

کیا ہمارے قادیانی مشن کے جوشیلے ممبر جو (لدھیانہ میں) مبلغ تین سو دے کر سخت گھسیانے ہورہے ہیں، بتلا سکتے ہیں کہ جس صورت میں ابھی مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان اونٹوں ہی پر سفر ہوتا ہے چنانچہ اس دفعہ (بوقت تحریر مضمون ہذا) بھی ایسا ہی ہوا، جس کی تصدیق مرزا صاحب کے فرزند میاں محمود سے بھی ہوسکتی ہے ۔...اچھا ہوا مرزا صاحب ریل بننے سے پہلے ہی تشریف لے گئے ورنہ اس وقت ہم ان کی خدمت میں عرض کرتے کہ جناب والا ! سردست تو آپ تشریف لے جاویں جب آپ کے نشان اور علامت کے مطابق حجاز میں ریل بن جائے گی تو آپ تشریف لائیں۔

کیا یہ مناسب نہیں کہ جن لوگوں نے جناب مرزا صاحب کی یہ تقریر حجۃ اللہ کی صورت میں شائع کی ہے جس میں حجاز ریلوے کے اجراء کو مسیح موعود کا نشان بتلایا گیا ہے کم ازکم وہ لوگ تو مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت کو سردست چھوڑ دیں ۔ جب حجاز ریلوے بن جاوے گی اس وقت کوئی شخص مسیح موعود ہونے کا دعوی کرے گا جس میں دیگر علامات بھی پائی جاویں تو بے شک اس کو مسیح موعود مانیں اور مہدی مسعود قبول کریں ۔کوئی منع نہیں کرے گا۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۱۳ء ص ۱-۲)

بیٹے کی ولادت کی پیشگوئی

ایک دفعہ مرزا غلام احمد نے پیش گوئی فرمائی کہ ان کے ہاں بیٹے کی ولادت ہو گی لیکن مرزا کے ہاں بیٹے کی بجائے بیٹی پیدا ہو گئی۔اس پر مسلمانوں نے مرزا کو آڑے ہاتھوں لیا۔اس سلسلے میں شحنہ ہند بصورت مکالمہ، ایک مزاحیہ تحریر شائع ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیے:

قادیانی مرزا نے ایک نئی گپ یہ ہانکی تھی کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ چنانچہ اخبار الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۴ء میں جلی حروف میں یہ الہام شائع کیا: شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا۔

اور اس الہام پر تمام مرزائیوں کی خاص نظر تھی لیکن خدا کی شان کہ مرزا جی کے ہاں لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہو گئی۔ ....

اس الہام کے متعلق زید وعمر کا ایک مختصر مگر دلچسپ مکالمہ درج ذیل ہے۔

زید۔ بھائی جان آج مرزائیوں میں کچھ عجیب اداسی چھائی ہوئی ہے، خیر تو ہے؟

عمرو۔ کیا آپ نے نہیں جانتے کہ وہ شوخ وشنگ لڑکے والہ الہام جو ابھی تازہ تازہ شائع ہوا تھا، غلط ہو گیا۔

زید۔ الہام اور غلط ہو، ہم نہیں مانتے۔اس خبر پر کیونکر وثوق ہوسکتا ہے؟

عمرو۔ یہاں مرزائی بے چارے اپنے منہ سے تصدیق کر رہے ہیں کہ ام المرزائین کے ہاں لڑکی پیدا ہو گئی۔

زید۔ کیوں کر ہو گئی؟ کیا مرزا جی وہاں موجود نہ تھے؟

عمر۔ مرزا جی بے چارے مقدمہ میں پھنسے ہوئے ہیں اس روز گرداسپور تشریف رکھتے تھے۔۲۴ جون کو چھٹی ملی تو جاتے ہوئے یہ بشارت سنی کہ لڑکی ہو گئی۔

زید۔ اس وقت مرزا جی کی حالت کیسی تھی؟

عمرو۔ وہی جو قرآن نے بتایا ہے:

اذا بشر احدھم بالانثی ظلّ وجھه مسوداً و ھو کظیم۔

زید۔ مرزا جی کو پہلے سوچ کر الہام کرنا (چاہیے) تھا۔ یہ تو منجم، رمال، قیافہ شناس،

طبیب بھی بتا دیتے ہیں کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ بلکہ تجربہ کار عورتیں بھی کہہ سکتی ہیں۔

عمرو۔ اجی! یہ تو سب کچھ سوچ بچار کر کے ہی الہام کیا گیا تھا، کیونکہ ۷ امئی کو الہام ہوا اور ۲۴ جون کو تولّد ہوا۔ مگر یہ عجیب قدرت ہے کہ خدا نے لڑکے سے لڑکی بنا دی۔

زید۔ تو کیا اہلیہ نے مرزا صاحب سے شکوہ نہ کیا ہوگا کہ آپ نے مجھے دنیا میں بدنام بھی کیا اور بات بھی پوری نہ ہوئی؟ کون ہے جو دنیا میں ڈھنڈورہ پیٹتا پھرتا ہے کہ میری عورت کچھ جننے والی ہے اور اس کے لڑکا ہوگا۔

عمرو۔ نہیں وہ خود چاہتی ہیں کہ جب ان کا شوہر دعوی نبوت سے دنیا بھر میں شہرت حاصل کر چکا ہے تو کیا انہیں حق نہیں کہ دنیا میں اس کی شہرت کا بھی ڈنکا بجے۔

زید۔ اب تو مرزائیوں کو مارے شرم کے ڈوب مرنا چاہیے۔

عمرو۔ نہیں نہیں۔ شرم چہ کنی است کہ پیش ساکنان دار الامان بیاید

ایسی باتیں روزہ مرہ پیش آتی رہتی ہیں۔ یہ تو بات ہی کیا ہے؟

زید۔ مقدمہ کی کچھ سنایئے کیا ہو رہا ہے؟

عمرو۔ بس زور سے چل رہا ہے۔ مرزا جی دار الامان سے بدر گورداسپور میں فروکش ہیں۔ پیشی روزانہ ہوتی ہے اور گھنٹوں کھڑا رہنا پڑتا ہے۔

زید۔ دن بھر کہاں بسر ہوتی ہے؟

عمرو۔ ریلوے سٹیشن سے اتر کر کچہری کو جاؤ، راستے میں عین سڑک کے متصل جامن کے درختوں کے نیچے پگڑی اتارے مسیح زمان بیٹھا ہے ...سڑک پر چلنے والوں کی جوتیوں کی ساری خاک مسیح زمان کی نذر ہوتی ہے۔

زید۔ کیا مرزا جی کو عدالت میں کرسی نہیں ملتی؟

عمرو۔ کرسی تو کرسی، بے چارے کو پانی پینا نصیب نہیں۔ کیا اخباروں میں پڑھ نہیں چکے۔

زید۔ ایسا کیا ہوا؟

عمرو۔ بس سزائے اعمال ہے۔ اللہ میاں سے اپنے کرتوتوں کی سزا مل ہی ہے۔

زید۔ مگر اب بھی تو وہ فتح فتح پکارے جاتے ہیں۔

عمرو۔ جی ہاں پہلے جو کہہ چکا ہوں کہ شرم چہ کنی است ...

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ۔ ۸ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۱۔۲)

خدا سے برابری

☆ جھنگ سے جناب اللہ دتّا صاحب لکھتے ہیں۔

. مرزا غلام احمد خدا سے برابر ہونے کے بھی مدعی ہیں۔ دیکھو ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ۲ میں کہتے ہیں: براہین احمدیہ میں خدا نے مجھے کہا ہے انت منّی بمنزلة توحیدی وتفریدی یعنی تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید وتفرید۔

اس الہام سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت توحید وتفرید کا مرتبہ تو حاصل کر چکے تھے، لیکن پورا خدا بننے میں کچھ کمی تھی جو عبارت ذیل سے پوری ہوگئی۔ دیکھو اربعین نمبر۳ کے صفحہ ۲۵، مطبوعہ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کا حاشیہ

. اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی زبان میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔ یہ گویا اس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ میں ہے انت منّی بمنزلة توحیدی وتفریدی۔

مرزا صاحب نے آپ ہی اپنے پہلے الہام کی تفسیر کر دی یعنی دانیال نبی کی کتاب سے تحریری ثبوت پیش کر کے اپنا خدا تعالی کی مانند ہونا ثابت کیا۔ کیا اب بھی مرزائی جماعت انکار کرے گی کہ مرزا صاحب خدا کی مانند ہونے کے مدعی نہیں۔ قرآن میں تو لیس کمثله شیء اور قل هواللّٰه احد۔ اللّٰه الصّمد وارد ہو۔ اور براہین احمدیہ میں خدا تعالی مرزا جی کو انت منّی بمنزلة توحیدی و تفریدی کہے۔

الحکم نمبر ۸ جلد ۵، ۳۰ مارچ ۱۹۰۱ء میں عبدالکریم، مرزا جی سے روایت کرتے ہیں:

ایک روز کا سر الصلیب (مرزا) فرماتے تھے اللہ تعالی ضرور جانتا ہے کہ کس قدر مجھے نصرانی مذہب کے استیصال کے لئے جوش ہے۔ پس میں اس کو لفظوں میں ادا نہیں کرسکتا کہ مجھے اس اعتقاد کی تباہی کیلئے اتنا جوش ہے کہ جتنا خود خدا کو نصاری کی بیخ کنی اور ان کے اعتقاد کی تباہی کیلئے۔

(یعنی) مرزا صاحب کے خدا کو بھی مرزا جی کے مساوی جوش ہے۔ اس تحریر کو تقریباً چار سال کا عرصہ گذرا اور جوش تو دونوں کو اس سے پہلے کا ہوگا۔ لیکن اب تک دونوں سے کچھ نہ ہوسکا۔ مسلمانوں کا خدا تو اس سے پاک ہے کہ اس کو کسی چیز کی تباہی کیلئے عاجز انسان کی مانند جوش کھانا پڑے۔ بلکہ وہ تو ایسی طاقت رکھتا ہے کہ اگر چاہے تو تمام جہان کو طرفۃ العین میں ہلاک کردے۔..

اور تحفہ قیصریہ کے صفحہ ۱۴ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اے قیصرہ ملکہ معظّمہ ہمارے دل تیرے لئے دعا کرتے ہوئے جناب الٰہی میں جھکتے ہیں اور ہماری روحیں تیرے اقبال اور سلامتی کے لئے حضرت احدیت میں سجدہ کرتی ہیں۔

کجا مرزا اور اس کے خدا کی عیسویت کی بیخ کنی اور تباہی کا جوش اور کجا عیسوی مذہب کی ملکہ کی اقبال مندی اور سلامتی کی دعا۔

اور رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۶۔۷ مطبوعہ ۲۳۔ اپریل ۱۹۰۲ء میں مرزا لکھتے ہیں:

انت منّی و انا منک ۔ انا منک

جس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا جی کا خدا مرزا جی سے پیدا ہوا ہے۔ معاذ اللّٰہ قرآن بتاتا ہے لم یلد ولم یولد۔ اور انت منّی و انا منک مرزا جی کا الہام؟

اے مرزائیو! تم خداوند قہار سے ڈر کر سچ کہو اگر کوئی اور شخص کہے کہ

میں توحید و تفرید کا مرتبہ رکھتا ہوں؛

یا یہ بات کہے کہ دانیال نبی کی کتاب میں مجھے خدا کی مانند لکھا ہے؛

یا یہ کہے کہ میں خدا سے ہوں اور خدا مجھ سے ہے،

تو تم اس کو کافر کہو گے یا نہیں؟ اگر دانستہ جھوٹ کہو گے تو کاذب کے واسطے خداوند قہار کی طرف سے لعنت کا خطاب موجود ہے۔

(شحنہ ہند میرٹھ، ضمیمہ ۸ تا ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء ص ۳۔۴)

بعض الہامات کا لغوی تجزیہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی عربی دانی کا یہ حال تھا کہ وہ عربی کے مختصر فقرات بھی بعض اوقات درست نہیں لکھ سکتے تھے جیسا کہ ان کے ایک الہام کا تجزیہ کرتے ہوئے مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

الہام انی صادق سیشھد اللہ لی ، یہ کس کا مقولہ ہے؟

ظاہر ہے مرزا صاحب کے ملہم کا۔ یعنی ان کا ملہم کہتا ہے کہ میں سچا ہوں، عنقریب خدا میری گواہی دے گا۔

معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے ملہم کا بھی کوئی خدا ہے۔ اگر آسمانی باپ الہام کے سرے پر قل کہنا بھول گیا ہے، یعنی کہدے اے مرزا کہ میں سچا ہوں سیشھد کی جگہ وسأ شھد ہونا چاہیے تھا۔ یعنی کہدے اے مرزا کہ میں سچا ہوں، میں تیرے سچے ہونے کی عنقریب گواہی دوں گا۔ مگر اس میں یہ خرابی ہے کہ صادق ہونے کا دعوی تو بالفعل ہے اور شہادت ہوگی کالی جمعرات کو جبکہ لال گرو کی قبر پر چراغی چڑھے گی۔

اسی کو کہتے ہیں: برات عاشقاں برشاخ آہو

(شحنہ ہند ضمیمہ ۱و۲۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۸)

☆ ایک اور موقع پر جناب مولانا احمد حسن شوکت، مرزا صاحب کے الہامات کی فنی لغوی، نحوی غلطیاں اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

. براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۸ میں مرزا صاحب پر یہ الہام ہوا:

الم نشرح لک صدرک الم نجعل لّک سھولۃ فی کلِّ امر بیت الفکر و بیت الذّکر و من دخلہ کان آمنا۔

اپنی مزخرفات ٹھونس کر کلام الٰہی کی کیسی توہین کی ہے۔ ذرا خبط تو ملاحظہ فرمائیے کہ

بیت الفکر اور بیت الذکر آپ (مرزا) کے دو گھر ہیں اور آپ خود لکھتے ہیں کہ بیت الفکر سے مراد وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف میں مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔ تعجب ہے کہ مرزا صاحب کا خدا واحد تثنیہ میں بھی تمیز نہیں کرسکتا ورنہ ومن دخلھا کان آمنا کہتا کیونکہ بیت الفکر اور بیت الذکر دو مکان جدا جدا ہیں۔ آپ کہتے ہیں:

من دخلہ کان آمنا صرف مسجد کی صفت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صفت اور موصوف کے گھڑنے کا بھی مرزا صاحب کے ملہم کو شعور نہیں ورنہ عبارت یوں ہوتی و بیت الذکر من دخلہ کان آمنا۔ کیا وجہ ہے کہ آپ کا بیت الذکر تو دارالامن ہو اور بیت الفکر دارالامن نہ ہو بلکہ دارالحزن و دارالکفر ہو۔ جناب باری نے تو تمام مکہ کو دارالامن قرار دیا ہے مگر وہ تو تیرہ سو برس کے بعد دارالامن نہ رہے اور مرزا صاحب کا جھونپڑا دارالامن بن جائے۔ پھر فی کل امر بیت الفکر و بیت الذکر کتنا فصیح جملہ ہے۔

ارے مرزا صاحب! تتابع اضافات مخل فصاحت ہے۔ الم نشرح لک صدرک کے ساتھ اس خانگی عبارت کو ملانا بہشتی حلّے میں ناپاک ٹاٹ کا پیوند لگانا ہے۔

جناب باری نے الم نشرح لک صدرک و وضعنا عنک وزرک الّذی انقض ظھرک ورفعنا لک ذکرک .. الآیۃمیں آپ ﷺ پر اپنے احسانات جتائے ہیں۔یعنی کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا؟ کیا ہم نے تیرا بوجھ نہیں اٹھایا جس نے تیری کمر توڑ ڈالی تھی (تکلیف دے رکھی تھی)، کیا ہم نے تیرا ذکر آسمانوں اور زمینوں میں بلند نہیں کیا؟

یہ مربوط اور مضبوط معجز کلام ملاحظہ فرمایئے اور مرزا صاحب کی خانگی لغویات دیکھیئے۔ مرزا کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو مدارج نبوت تکلیفوں اور سختیوں کے جھیلنے کے بعد ملے اور مجھے نہایت سہولت کے ساتھ گھر بیٹھے چھپر پھاڑ کر مل گئے۔ میں خدا کا چہیتا ہوں۔

اور (مرزا کی) حماقت دیکھیئے، کلام مجید میں ہے یاآدم اسکن انت وزوجک الجنۃ ، آپ اس پر یوں اضافہ فرماتے ہیں یا آدم اسکن انت و زوجک

الجنة ۔ یا مریم اسکن انت و زوجک الجنة یا احمد اسکن انت و زوجک الجنة ۔ (براہین احمدیہ۔ص ۴۹۶)۔

یہاں خود بدولت نے آدم اور مریم اور احمد سے اپنے کو مراد لیا ہے۔ اور زوج سے اپنے رفیق اور جنت سے مراد جنت کے وسائل ۔لیکن مرزا صاحب کا ملہم شاید بھول گیا ہے ورنہ جب مرزا صاحب کے رفقاء مراد تھے تو یااحمد اسکن انت و ازوا جک الجنة ہونا چاہیے تھا۔آیت یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة میں تو زوج سے مراد حضرت حوا ہیں ۔ پس تقابل پر لحاظ کر کے یہی لازم آتا ہے کہ تمام مرزائی مسخ ماہیت ہوکر، یعنی مرد سے عورت بن کر، آپ کی جوروئیں بن گئے ہیں جس طرح مرزا جی الہام میں مریم بن گئے ہیں ۔ پھر حضرت مریم کا کوئی زوج نہ تھا (گو آپ یہودی بن کر یوسف نجار کو ان کا زوج بتاتے ہیں) مریم ، حضرت عیسی کی ماں تھیں، یہاں آپ کی زوج مریم ہے (گویا مرزا، یوسف نجار کے مثیل ہوئے ۔بہا)

اور چونکہ آپ مسیح موعود ہیں تو اپنی زوجہ (مریم) کے شکم سے پیدا ہوئے ہیں۔

(شحنہ ہند میرٹھ ۔ضمیمہ ۱۶ستمبر ۱۹۰۴ء۔ص ۶۔۷)

☆ بے معنی الہام ، کے عنوان سے مولانا احمد حسن لکھتے ہیں:

مرزا جی نے حال ہی میں یہ الہام بیان کیا کہ الفتنة و الصدقات۔ اور فرمایا کہ اب الہام بھی اسے کیا کہیں، ایسی صاف اور واضح وحی ہوتی ہے کہ کسی قسم کے شک وشبہ کی بالکل گنجائش نہیں رہتی شاذ و نادر ہی کوئی ایسی وحی ہوتو ہو ورنہ ہر وحی میں پیشینگوئی ضرور ہوتی ہے ۔۔

مولانا فرماتے ہیں : ، الہام تو ابلاغ و تبلیغ اور ہدایت کے لئے ہوتا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ واضح ہو، صاف ہو۔ کیا ایسا مجمل اور مہمل اور نا تمام کلام، ربانی الہام ہو سکتا ہے جس کا سر ہے نہ پاؤں۔ فتنہ اور صدقات علاوہ اس کے کہ باہم متضاد ہیں کیونکہ جہاں صدقہ اور خیرات ہوگا وہاں کسی قسم کے فتنہ کو ہرگز دخل نہ ہوگا ، اگر ان کو معطوف و معطوف علیہ مانا جائے تو صرف مبتداء ہوگی جس کی خبر غت ربود ہے ۔ بظاہر معلوم نہیں ہوتا کہ صدقے اور فتنے دونوں جمع ہوکر کیا کریں گے ۔ (میرے خیال میں اس کا) مطلب

یہ ہے کہ مرزائی لوگ کفر اور الحاد شرک اور بدعت کے کاموں تعمیر و غیرہ میں صدقات (چندہ) دیں گے اور فتنہ (غضب الٰہی) میں مبتلاء ہوں گے۔ اس الہام کے حقیقی معنی تو یہی ہیں اور لے پالک (مرزا) نے اس کے معنی یہ سمجھے ہیں کہ جلد جلد چندہ دو ورنہ فتنہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اور پھر کیا عجب ہے کہ سولی پر لٹکائے جاؤ کیونکہ قادیانی مسیح وہ مسیح نہیں کہ خود سولی پر لٹک کر دنیا کا کفارہ بنے اور سب کو پاک کر دے۔ یہ تو وہ مسیح ہے کہ اوروں کو سولی پر چڑھائے گا اور خود ناپاک رہے گا۔

یہ ویسا ہی الہام ہے جیسا چند سال قبل ہوا کرتا تھا کہ فلاں اور فلاں مارا جائے گا، اس کے پیٹ میں بغدا بھونکا جائے گا، اور اس کے سر پر آرہ چلایا جائے گا۔ فلاں کو کولہو میں پیلیں گے اور فلاں کو تہِ تیغ کریں گے۔ اتنا فرق ہے کہ یہ غضب ناک الہام خاص و عام دونوں کے لئے تھا جس کی بولتی مجسٹریٹ گورداسپور نے بند کر دی۔ لیپا لک (مرزا) اور باپ (مرزا کا ملہم) دونوں سہم گئے۔ اب از سر نو یہ غضبی الہام خاص خاص مرزائیوں کے لئے ہوا ہے کہ بچہ جی! صدقہ نہ دو گے تو ایسے اڑگڑے میں جوتے جاؤ گے کہ لید تک نکل پڑے گی اور گھاس دانہ اور خوید اور راتب سب بھول جاؤ گے۔

(شحنہ ہند میرٹھ، ضمیمہ۔ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۳ء، ص ۶)

قبرِ قادیانی

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

ایک مدت کی بات ہے جو اس عاجز (مرزا) نے خواب میں دیکھا جو آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارکہ پر میں کھڑا ہوں اور کئی لوگ مر گئے ہیں یا مقتول ہیں، ان کو لوگ دفن کرنا چاہتے ہیں۔ اسی عرصہ میں روضہ کے اندر سے ایک آدمی نکلا اور اس کے ہاتھ میں سرکنڈا تھا اور وہ اس سرکنڈہ کو زمین پر مارتا تھا اور ہر ایک کو کہتا تھا کہ تیری اس جگہ قبر ہو گی۔تب وہ یہی کام کرتا کرتا میرے نزدیک آیا اور مجھ کو دکھلا کر اور میرے سامنے کھڑا ہو کر روضہ شریف کے پاس کی زمین پر اس نے اپنا سرکنڈہ مارا اور کہا کہ تیری اس جگہ قبر ہو گی۔تب آنکھ کھل گئی۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۷۱)

اور مرزا محمود احمد کہتے ہیں:

. حضرت مسیح موعود کا جو یہ الہام ہے کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ، اس کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں نام قادیان کے ہیں۔

(تقریر میاں محمود مندرجہ الفضل ۵ جنوری ۱۹۳۳ء منقول از پرویز ص ۱۲۸)

بقول مرزا محمود اگر مدینہ بھی قادیان ہی کا نام ہے تو آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک بھی قادیان میں ہونا چاہیے۔اور اس کے جوار میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی قبریں موجود ہونا چاہییں۔قادیانیوں کو چاہیے کہ کشمیر میں حضرت مسیح کی قبر کی تلاش کی مہم مؤخر کر کے قادیان میں مذکورہ بالا قبور کی تلاش شروع کریں۔

دعاءِ قادیانی

قاضی اشفاق حسین وکیل درجہ اول ریاست پٹیالہ ساکن سرساوہ نے مرزا صاحب کولکھا کہ میری والدہ بعارضہ فالج بیمار ہیں، اگر آپ کی دعا سے صحت یاب ہو جاویں تو میں تمام عمر آپ کی خدمت میں صرف کرونگا اور اکثر خلق خدا کو ہدایت نصیب ہوگی۔ مگر بصورت دیگر مجھے آپ سخت سے سخت مخالفوں میں شمار کریں۔

اس کے جواب میں مرزا قادیانی کے ایک حواری نے لکھا۔

۱۔ معجزات کا اقتراح (یعنی سوال) کبھی کسی مامور سے سعید الفطرتوں اور صدیقوں نے نہیں کیا۔

۲۔ خدا تعالیٰ صدیقوں کو خود ہزاروں نشان ایمان کے بعد دکھلا دیتا ہے۔

۳۔ نشان مانگنے والے ہمیشہ شقی اور بے نصیب رہے اور راست بازوں کے منہ سے خطرناک القاب سنے۔

۴۔ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی تائید میں خدا تعالیٰ نے سینکڑوں نشان دکھلائے۔ کتابوں میں موجود ہیں۔ لا انتہی مخلوق گواہ ہے۔

۵۔ آپ ان کی طرف استخفاف کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور نیا سوال کرتے ہیں۔ یہ امر خدا کی سنت کے خلاف ہے۔

۶۔ ہم دونوں گواہ موجود ہیں جو بے شمار نشان دیکھ چکے ہیں۔ ایک سلیم الفطرۃ کا دل کس طرح گوارا کرتا ہے کہ ہماری تکذیب کرے۔ (الحکم قادیان۔ یکم مئی ۱۹۰۲ء)

جواب میں مولانا محمد عبدالحق سرہندی نے ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ کو لکھا:

۱۔ نہ معلوم یہ مسئلہ کس لال کتاب میں ہے۔ قرآن حدیث تو اس امر کے ثبوت میں مملو ہیں کہ انبیاء اور اولیاء نے معجزات اور کرامات دکھلائے بلکہ خود انبیاء نے بھی نشان دیکھنے

کے لئے اللہ تعالی سے سوال کئے ۔ دیکھو قصہ ابراہیمؑ ۔

و اذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتی ۔

اور قصہ عزیرؑ ، و ذکریاؑ، و موسیؑ ، و قصہ من وسلوی، و قصہ سوال نزول مائدہ جو قرآن میں بالتشریح موجود ہیں ۔کیا معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد یہ انبیا وصلحاء سعید الفطرت و صدیق نہ تھے؟

۲۔ اگر نشان کا دکھانا ایمان سے مشروط ہے تو عرصہ تیس سال سے یہ دعوی کیسا ہے کہ اگر مخالفین نشان آسمانی دیکھنا چاہیں تو قادیان آ کر دیکھیں ۔

۳۔ یہ اعتراض آپ کا پہلے ابراہیمؑ وموسیؑ وعزیرؑ پر ہوا ۔ سچ ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میل او در طعنہ پاکان برد

نیز یہ کلام آپ کا دروغ بے فروغ ہے۔ قصہ نزول مائدہ ان کی شہادت دے رہا ہے اور احادیث نبوی میں ایسے کئی قصے ہیں۔ قصہ قوم یونسؑ بالتشریح قرآن میں مذکور ہے اگر آپ کے پاس کچھ ہوتا تو سائل پر اتمام حجت کرتے ۔ مامور پر یہ تکلیف نہیں کہ مخالفین یا نشان مانگنے والوں کی آئندہ سعادت وشقاوت پر کاربند ہو۔ یہ تو علم غیب خدا ہی کو ہے۔ مامور پر یہ فرض ہے کہ وہ علم جو اس کو دیا گیا ہے، پہنچا دے اور وہ نشانات جو اتمام حجت کے لئے اس کو مرحمت ہوئے ہیں دکھلا کو مخالفین کو عاجز کر دے۔

۴ ۔ ہزاروں نشانات کیا بیت الفکر قادیان کے اندر دکھائے گئے ۔کیا یہ وہی نشانات پیش گوئی موت آتھم، و تزویج مسمات محمدی بیگم، و پیدائش فرزند ارجمند ہیں ، جن کا فوٹو ہم نے اپنے رسالہ مظہر نعت کے اخیر میں اچھی طرح کھینچ دیا ہے، جن کے جھوٹ ہونے کی کل مخلوق خدا گواہ ہے ۔اپنی کتابوں میں لکھ کر خوش ہونا اس شعر کا مصداق ہے

ثنائے خود بخود گفتی نمی زیبد ترا صائب

چوزن پستان خود مالد حظوظ نفس کے یابد

۵ ۔جھوٹوں کو ہمیشہ استخفاف کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، آپ تعجب کیوں کرتے ہیں؟

۶ ۔مرزائیوں کا گواہ ہونا خواجہ کا گواہ ڈڈو کی مثل ہے ۔کوئی سلیم الفطرت آپ جیسے کاذبین کی ہرگز ہرگز تصدیق نہ کرے گا۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ۔۲۴ جولائی و یکم اگست ۱۹۰۳ء۔ص ۱۔۲)

ایک اور مقام پر مولوی عبدالحق سرہندی لکھتے ہیں:

. البدر نمبر۴ جلد ایک میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

آتھم نے پیشگوئی کے پہلے دن رجوع کیا تھا۔ چالیس مسلمان اور عیسائی گواہ ہیں۔

جواباً عرض ہے کہ اگر پہلے دن رجوع کر لیا تھا تو

۱۔ پندرہ ماہ تک اس کی موت کا کیوں انتظار کیا گیا؟

۲۔ ہر طرف مرزائی جماعت میں شوروغوغا کیوں پڑا رہا؟

۳۔ چار جانب سے مرزائیوں نے تار کی گھوڑ دوڑ کیوں جاری رکھی؟

۴۔ پندرھویں ماہ کے آخیر دن کے غروب تک قادیان میں مرزائیوں کا کیوں جھمیلہ رہا

۵۔ پیٹ پیٹ کر اور رو رو کر کیوں دعائیں مانگی گئیں؟

اگر مرزا صاحب اس کا معقول جواب، جس کو مخالفین مذہب تسلیم کر لیں، عطا کریں تو مبلغ دس روپیہ انعام۔ ابوالمنظور محمد عبدالحق کوٹلوی سرہندی۔

(شحنہ ہند۔ ضمیمہ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۳ء ص۲)

شفاعتِ قادیانی

مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

۱۷۔ اور ۲۴ (نومبر ۱۹۰۳ء) کے الحکم میں مولوی عبدالکریم کی طرف سے بعنوان

. مسئلہ شفاعت بہت صفائی سے حل ہو گیا .

لکھا ہے کہ محمد علی خان کا چھوٹا لڑکا عبدالرحیم سخت بیمار ہو گیا۔ اور حکیم الامۃ المرزائیہ کی تشخیص و معالجہ کی ترکی بھی تمام ہو گئی۔ بالآخر مرزا صاحب سے شفاعت چاہی۔ آپ نے تہجد کے وقت دعا کی، تو وحی نازل ہوئی کہ تقدیر مبرم ہے اور ہلاکت مقدر۔

مرزا جی نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ اس قہری وحی سے مجھ پر حد سے زیادہ حزن طاری ہوا اور میرے منہ سے نکل گیا کہ یا الٰہی یہ دعا کا موقع نہیں تو شفاعت کا موقع تو ہے ، لہذا میں شفاعت کرتا ہوں ۔ اس پر معاً وحی نازل ہوئی : یسبّح له من فی السّماوات ومن فی الارض من ذا الّذی یشفع عنده الّا باذنه ۔ اس جلالی وحی سے میرا بدن کانپ گیا کہ بلا اذن میں نے کیوں شفاعت کی ۔ ایک دومنٹ کے بعد پھر وحی نازل ہوئی کہ انک انت المجاز یعنی تجھے اجازت ہے، پھر کیا تھا، عبدالرحیم کی صحت کو روز بروز ترقی ہونے لگی جو دیکھتا تھا کہتا تھا کہ مردہ زندہ ہوا ہے .

اس پر اڈیٹر الحکم عیسائیوں پر برستا ہے کہ ایک ناتوان انسان کے پھانسی ملنے کو شفاعت کی غایت سمجھتے ہیں ۔

(احمد حسن کہتے ہیں)، اس فرمائشی وحی شفاعت کے کیا کہنے ہیں جس نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلے ۔ پہلے تو ملہم نے ڈانٹ بتائی کہ خبردار، جو پرائے پھٹے میں پاؤں دیئے ۔ اور پھر خود ہی رضا مند ہو گیا ۔ پہلے تو یہ الہام کیا کہ تقدیر مبرم ہے اور ہلاکت مقدر اور پھر خود ہی تقدیر اور مقدر دونوں کو بدل دیا ۔ بھلا تقدیر مبرم بھی کہیں بدل سکتی ہے اور اگر بدل سکتی ہے تو مبرم نہیں ۔ پھر وحی کیسی تازہ بتازہ..ٹوٹی ہوئی نازل ہوئی ۔ قرآن مجید میں یہ آیت جس کو آیت الکرسی کہتے ہیں یوں ہے: له ما فی السّماوات وما فی الارض من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه ۔

مرزا صاحب نے پہلی آیت کی جگہ دوسری آیت لگائی یعنی یسبّح له ما فی السّماوات وما فی الارض ۔ جس سے قرآن کا سیاق وسباق بگڑ گیا اور مطلب خبط ہو گیا ۔ یعنی مطلب تو یہ ہے کہ خدا ہی زمین وآسمان کا مالک ہے ۔ پس اس کے بلا اذن کون شفاعت کر سکتا ہے ۔ اور جب دوسری آیت اس کے ساتھ لگائی گئی تو مطلب یہ ہوا کہ ہر شئے جو زمین وآسمان میں ہے خدا تعالی کی تنزیہہ کرتی ہے ۔ فرمائیے! تنزیہہ سے شفاعت وغیر شفاعت کو کیا تعلق؟ کیا شجر اور حجر اور ذرہ اور قطرہ وغیرہ جو زبان حال سے تسبیح خواں ہیں، کسی کی شفاعت کر سکتے ہیں؟

پھر (مرزا کے) اپنے کئی بچے طعمہ نہنگ اجل ہو گئے، ان کی شفاعت نہ کی ۔....

(شحنہ ہند ضمیمہ ۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۳ء ۔ ص ۵)

انبیاء کی پیش گوئیاں

مرزا صاحب کو اگر چہ دبے لفظوں میں تسلیم تھا کہ بعض اوقات ان کی پیشگوئیاں، الہامات، دعائیں وغیرہ الٹ پلٹ ہو جاتی ہیں، لیکن وہ ایسی باتوں کو دل پر لگانے کی بجائے ایسے وقوعے انبیاء کی نہج پر شمار کرتے اور فرماتے کہ انبیاء کرام سے بھی الہام اور مکاشفات کے سمجھنے میں غلطی ہو جاتی تھی جیسا کہ ایک دفعہ ۴۰۰ ۔انبیاء کی مشترکہ پیش گوئی غلط نکلی تھی ۔ قاضی سلیمان منصور پوری نے اس پر بحث کی ہے جسے ہم تائید الاسلام سے نقل کرتے ہیں (اور اس کے ساتھ عہد نامہ جدید کی انگریزی عبارات کا اضافہ کرتے ہیں۔ بہاء)

قاضی صاحب فرماتے ہیں:

بعض اوقات انبیاء کے الہامات صحیح نہ ہونے پر مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۲۹ پر لکھا ہے:

مجموعہ توریت میں سے سلاطین اول باب ۲۲ آیت ۱۹ میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارہ میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مارا گیا۔

اس حوالہ توریت کے بعد انبیاء کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹے نکلنے کا سبب اسی صفحہ پر مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا اور نوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا۔ اور ان نبیوں نے دھوکا کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا۔

اسی واقعہ کا حوالہ مرزا صاحب نے رسالہ تقریر دل پذیر بر وفات بشیر کے صفحہ ۷ زیر حاشیہ میں بایں الفاظ دیا ہے:

بنی اسرائیل کے چار سو نبی نے ایک بادشاہ کی فتح کی نسبت خبر دی اور وہ غلط نکلی یعنی بجائے فتح کے شکست ہوئی۔ دیکھو سلاطین اول باب ۲۲ آیت ۱۹۔ مگر اس عاجز کی کسی پیشگوئی

میں کوئی الہامی غلطی نہیں نکلی ۔

قاضی صاحب بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اس جگہ عہد نامہ قدیم کو بالکل الٹ پلٹ دیا ہے ۔ اوراس موقعہ پر ان یہودیوں کی یاد تازہ کر دی ہے جن کی شان میں یحرّ فون الکلم عن مواضعه نازل ہوا تھا۔ قصہ یہ ہے کہ

بنی اسرائیل میں سے ایک بادشاہ کا نام احاب اوراس کی بیگم کا نام جزیبل تھا۔ یہ دونوں بعل بت کے پجاری تھے۔ بادشاہ کے دین پر بہت سے پجاری اپنے آپ کو بعل کا نبی کہلاتے تھے جن میں سے ساڑھے چارسو اس بت کے مندر پر حاضر رہتے اور چارسو بادشاہ کے مستقر پر۔ ان کو بادشاہ کی بیگم کے دستر خوان پر کھانا ملتا تھا۔ حضرت ایلیاہ نے آ کر بتایا کہ خدا کے نبیوں میں سے صرف میں ہی باقی ہوں اور یہ بھی بتایا کہ بعل کے ساڑھے چارسو نبیوں کو اور ان چارسو نبیوں کو جو جزیبل کے دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں، کوہ کرمل پر میرے پاس اکٹھا کر۔ پھر ایلیاہ نے بعل کے نبیوں کو معجزہ دکھانے کی دعوت دی جب وہ نہ دکھا سکے، تو آپ نے دکھایا۔

اس بادشاہ نے ایک مرتبہ دشمن پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو بعل کے ان چارسو نبیوں سے اس بارہ میں دریافت کیا ۔ سب نے بتایا کہ وہ فوج کشی کرے، تو فتح پائے گا ۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ ان نبیوں کے سوا کوئی اور نبی ہو تو اس کو بلا کر بھی پوچھ لو۔ چنانچہ .....

ان سب کے بالمقابل سچے نبی نے فرمایا کہ بادشاہ کی بیگم نے ایک غریب ہمسایہ کو ناحق قتل کرایا ہے اوراس کی زمین پر زبردستی قبضہ کیا ہے ۔ جہاں وہ ہمسایہ مارا گیا اسی جگہ بیگم کا خون کتے چاٹیں گے ...اس بعل پرست بادشاہ کو شکست ہوئی اور بیگم قتل ہوئی ۔ ایلیاہ نے ان ساڑھے چارسو نبیوں کو قتل کیا ۔ سلاطین دوم میں ہے کہ یہوہ نے بعل کے باقی سب نبیوں کو قتل کیا۔

ان تحقیقات سے معلوم ہوا کہ بعل کے جن لوگوں کو بعل کے نبی اور کاذب بتایا ہے اوران کا خدا کے نبی کے سامنے ذلیل وخوار اور مقتول ہونا بیان کیا ہے، مرزا صاحب نے پہلے تو ان کاذبوں کو خدا کے نبی قرار دیا اور پھر نبی بنا کر ان کو جھوٹا اور شیطانی وحی کا قبول کنندہ بتایا ہے ۔ اوراس کے بعد پھر اپنا تفوق ان پر ظاہر کیا ہے ..

افسوس کہ نقل اور حوالہ کتاب میں ایسی تحریف کی جاتی ہے اور شیطانوں کا نام انبیاء رکھا

جاتا ہے۔ (تائید الاسلام۔ص ۱۵۰۔ ۱۵۳)

And in the thirty eight years of A-sa, king of Judah began Ahab the son of Omri to reign over Israel; and Ahab son of Omri reigned over Israel in Sa-maria twenty and two years.

And Ahab son of Omri did evil in the sight of Lord above all that were before him (1. Kings:16: 29-30)

And he reared up an altar for Ba'al, which he had built in Sa-mar-ia. (1 Kings:16:32)

And Eilijah, the Tishbitr, who was of the inhabitants of Gilead, said unto Ahab, 'As the Lord God of Israel liveth, before whom 'I stand, there shall not be dew nor rain these years, but according to my word.

And the word of the Lord came unto him, saying,

Get thee hence, and turn thee eastward, and hide thyself by the brook Che-rith, that is before Jordan. (1 Kings:17, 1-3)

And it came to pass' after many days, that the word of the Lord came to Eiljah, in the 3rd year, saying, Go, shew thyself unto Ahab; and 'I will send rain unto the earth.

and Eilijah went to shew himself unto Ahab. And there was a sore famine in Sa-maria.

And Ahab called Obadiah, which was the governor of his house, now Obadiah feared the Lord greatly;

For it was so, when Jezebel cutt off the prophets of the Lord, that Obadiah took an hundred prophets, and hid them by fifty in a cave, and fed them with bread and water. (1 Kings 18: 1-4)

And as Obaidiah was in the way (in search of water) behold, Eilijah met him: and he knew him, and fell on his face, and said, Art thou that my lord Eiljah?

And he answered him, I am, 'go, tell thy lord, Behold, Eilijah is here (1 Kings:18: 7-8)

So Obadiah went to meet Ahab, and told him; and Ahab went to meet Eilijah.

And it came to pass, when Ahab saw Eilijah, that Ahab said unto him, 'Art thou he' that

troubled Israel?

And he answered, I have not troubled Israel; but thou, and thy father's house, in that ye have forsaken the commandments of the Lord, and thou hast followed Ba-a-lim.

Now therefore send, and gather to me all Israel unto mount Carmel and the prophets of Ba'al four hundred and fifty, and' the prophets of the groves four hundred, which eat at Jezebel's table.

So Ahab sent unto all the children of Israel and gathered the prophets together unto mount Carmel. (1 Kings 18: 16-20)

Then said Eilijah unto the people, I, even I only, remain a prophet of the Lord; but Ba'al's prophets are four hundred and fifty men. (1 Kings 18: 22)

And Eilijah said unto them, "Take the prophets of Ba'al; let not one of them escape. and they took them; and Eilijah brought them down to the brook Kfshon, and slew them there. (1 Kings 18: 40)

Then the King of Israel gathered the prophets, about four hundred men, and said unto them, Shall I go against Ramothgilead to battle, or shall I forbear? And they said, Go up; for the Lord shall deliver it into the hands of the king.

And Jehoshaphat said, Is there not here a prophet of the Lord besides, that we might inquire of him?

And the king of Israel said unto Jehoshaphat, "there is yet one man, Micaiah the son of Imlah, by whom we may inquire of the Lord; but I hate him; for he doth not prophesy good concerning me, but evil. And Jehoshaphat said, let not the king say so.

Then the king of Israel called an officer, and said, Hasten hither Micaiah the son of Imlah. (1 kings . 22: 6-9)

And he (Micaiah) said, hear thou therefore the word of the Lord: "I saw the Lord sitting on his throne, and all the host of heaven standing by him on his right hand and on his

left.

And the Lord said, who shall persuade Ahab, that he may go up and fall at Ramothgilead? And one said on the manner, and another on that manner.

And there came forth a spirit, and stood before the Lord, and said, I will persuade him. and the Lord said unto him, Wherewith? And he said, I will go forth, and I will be a lying spirit in the mouth of all his prophets. And he said, "Thou shalt persuade him, and prevail also; go forth and do so.

Now therefore, behold, the Lord hath put a lying spirit in the mouth of all these thy prophets, and the Lord hath spoken evil concerning thee. But Zedekiah the son of Chenaanah, went near, and smote Micaiah on the cheek, and said, Which way went the spirit of the Lord from me to speak unto thee. (1 Kings .22: 19-24)

So they took the King, and brought him up to the King of Babylon to Riblah, and they gave judgement on him.

And they slew the sons of Zedekiah before his eyes, and put out the eyes of Zedekiah, and bound him with with fetters of brass and carried him to Babylon. (2 Kings 25:6-7):

مولانا محمد ابراہیم کمیر پوری مرحوم، مرزا صاحب قادیانی کے کذبات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مرزا صاحب کا دامن جھوٹ سے پاک نہ تھا۔ اورانہوں نے ..اپنی تحریرات میں سینکڑوں جھوٹ بولے اور صدہا مقامات پر تحریف لفظی ومعنوی اور دجل وفریب سے کام لیا ہے۔ جب ہم اس نقطہ نگاہ سے مرزا صاحب کی ذات کو زیر بحث لاتے ہیں اوراسی معیار سے ان کا کذب ثابت کرتے ہیں تو مرزائی جماعت ہم پر یہ الزام عائد کرتی ہے کہ آپ لوگ انبیاء کے جھوٹ جائز تسلیم کرتے ہیں، اور حضرت ابراہیم کو تین جھوٹ کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔اوراس کے ثبوت میں بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ بخاری کی حدیث بھی صحیح ہے ،کیونکہ بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ (یعنی قرآن شریف کے بعد روئے زمین کی تمام کتابوں سے صحیح ترین کتاب) ہے (شہادة

القرآن ص ۳۵) ، لیکن ابراہیم کا دامن بھی جھوٹ سے پاک اور صاف ہے کیونکہ ابراہیم کا یہ فعل کذب نہیں بلکہ توریہ ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ توریہ کیا ہوتا ہے؟ اور اس پر کذب کا لفظ کیوں چسپاں کیا جاتا ہے؟، اس کی وضاحت بھی مرزا صاحب کی زبان سے سنئیے:

بعض احادیث میں توریہ کے جواز کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور اسی کو نفرت دلانے کی غرض سے کذب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور ایک جاہل اور احمق جب ایسا لفظ کسی حدیث میں بطور تسامح کے لکھا ہوا پاوے تو شاید حقیقی کذب ہی سمجھ لے، کیونکہ وہ اس قطعی فیصلہ سے بے خبر ہے کہ حقیقی کذب اسلام میں پلید اور حرام اور شرک کے برابر ہے، مگر توریہ جو درحقیقت کذب نہیں، گو کذب کے رنگ میں ہے۔ اضطرار کے وقت عوام کے واسطے اس کا جواز حدیث سے پایا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی لکھا ہے کہ افضل وہی لوگ ہیں جو توریہ سے بھی پرہیز کریں۔ اور توریہ اسلامی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ فتنہ کے خوف سے ایک بات کو چھپانے کے لئے یا کسی اور مصلحت پر ایک راز کی بات مخفی رکھنے کی غرض سے ایسی مثالوں اور پیرایوں میں اس کو بیان کیا جائے کہ عقل مند تو اس بات کو سمجھ جائے اور نادان کی سمجھ میں نہ آئے۔ اور اس کا خیال دوسری طرف چلا جائے ، جو متکلم کا مقصود نہیں۔ اور غور کرنے کے بعد معلوم ہو کہ جو کچھ متکلم نے کہا ہے وہ جھوٹ نہیں بلکہ حق محض ہے۔ اور کذب کی اس میں آمیزش نہ ہو اور نہ دل میں کذب کی طرف ذرہ بھر میلان ہو۔ جیسا کہ بعض احادیث میں دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لئے یا اپنی بیوی کو کسی فتنہ اور خانگی ناراضگی اور جھگڑے سے بچانے کے لئے اور دشمن کو اور طرف جھکا دینے کی نیت سے توریہ کا جواز پایا جاتا ہے۔

(نور القرآن حصہ دوم طبع سوم ص ۲۱)

مرزا صاحب کے اس بیان سے توریہ کی حقیقت، غرض و غایت اور موقع استعمال کے علاوہ اس کا جواز بھی ثابت ہو گیا اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ توریہ کو کذب کس مصلحت کے تحت کہا جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں کذبات ابراہیمی اور حدیث بخاری کی یہی حقیقت ہے۔

اور مرزا غلام احمد آئینہ کمالات اسلام (طبع لاہور ص ۴۷۸) میں فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال و افعال انبیاء ظہور میں آتے رہے ہیں جو ناواقفوں کی نظر میں سخت بے ہودہ اور شرمناک کام ہے۔ جیسا کہ موسیٰ کا مصریوں

کے برتن مانگ کر لے جانا اور پھر اپنے مصرف میں لانا۔ اور حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر چلے جانا، اور اس کا پیش کردہ عطر، جو حلال وجہ سے نہیں تھا، استعمال کرنا اور اس کے لگانے سے روک نہ دینا۔ اور حضرت ابراہیم کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرنا جو بظاہر دروغ گوئی میں داخل تھا۔ پھر اگر کوئی تکبر اور خودستائی کی راہ سے اس بنا پر حضرت موسیٰ کی نسبت یہ کہے کہ نعوذ باللہ وہ مال حرام کھانے والا تھا، یا حضرت مسیح کی نسبت یہ زبان پر لاوے کہ وہ طوائف کے گندہ مال کو اپنے کام میں لایا، یا حضرت ابراہیم کی نسبت یہ تحریر شائع کرے کہ مجھے جس قدر ان پر بدگمانی ہے اس کی وجہ ان کی دروغگوئی ہے، تو ایسے خبیث کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ان کی فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت کے مغائر پڑی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر ہے۔

مرزا محمود احمد کہتے ہیں:

. بخاری کی حدیث کو ایک نبی کی عصمت کو محفوظ رکھنے کے لئے ردّ تو کیا جا سکتا ہے . لیکن اس بارہ میں میرے لئے ایک مشکل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مجھے اللہ ہی نے رؤیا کے ذریعہ بتایا ہے کہ بخاری میں جس قدر حدیثیں ہیں وہ سب سچی (یعنی صحیح) ہیں اور چونکہ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بخاری میں ہی ثلاث کذبات کے الفاظ آئے ہیں، اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس کا مفہوم کیا ہے۔ جہاں تک کذبات کے لفظ کا سوال ہے، اس حد تک یہ بات بالکل صاف ہے کہ کذب کے معنی عربی زبان کے محاورہ کے مطابق ایسی بات کہنے کے بھی ہوتے ہیں جو دوسروں کی نگاہ میں جھوٹ نظر آئے لیکن ہو سچی .... جس حد تک یہ واقعہ بخاری میں آتا ہے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے جھوٹ بولا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تین دفعہ ایسا موقعہ پیش آیا کہ حضرت ابراہیم نے ایک بات کہی جس کے لوگوں نے ایسے معنی لئے جن کی بنا پر بعد میں انہوں نے حضرت ابراہیم کو جھوٹا کہا اور وہ غلطی پر تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ تھا اور لوگوں نے خود غلطی کی تھی اور یہ ان لوگوں کا اپنا خیال تھا۔ (الفضل ج ۳۲ شمارہ ۱۵۰۔ ۲۹ جون ۱۹۴۴ء ص ۱۔۲)

ہمیں امید ہے کہ قادیانی جماعت اپنے مسیح موعود اور مصلح موعود کا فرمان ملاحظہ کرنے کے بعد ہم پر یہ الزام عائد نہ کرے گی (دس جھوٹ مع جواب الجواب ص ۱۰۔۱۴)

حکیم نورالدین کی بے بسی

حکیم نورالدین نے مرزا غلام احمد کا جانشین منتخب ہونے کے بعد ۱۴ جون ۱۹۰۸ء کو اپنے مریدوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

حضرت مرزا کی وفات پر جن مشکلات کا ہمیں خیال ہوسکتا تھا کہ ہمارے سامنے ہوں گی ان کے علاوہ لاہور کے عوام کا وہ شور وغل تھا جس کا مجھے وہم وگمان بھی نہ تھا۔ قریب تھا کہ وہ لوگ ہمیں گاڑی تک بھی نہ پہنچنے دیتے کہ معاً اللہ تعالی نے ابر رحمت کی طرح پولیس ہمارے لئے بھیج دی اور گورنمنٹ کا دل سے شکریہ کرتے ہوئے ہم پلیٹ فارم پر آرام سے سوار ہو گئے۔ اگر مرزا صاحب اپنے امن اور سامان اشاعت اور ہر طرح کے سکھوں کے باعث اس گورنمنٹ کے شکر گزار تھے اور قوم کو اطاعت کی تاکید کرتے گئے تو اس کی وفات نے از سرنو اس کی قوم کو امن پسند اور گورنمنٹ کا شکر گزار بنا دیا۔ (وفاۃ مسیح موعود۔ ص۱۴)

اب میں ان حملوں کا ذکر کرتا ہوں جو ہم پر ہو چکے ہیں اور تمام حملوں میں زبردست حملہ جس کو دشمن یقین کرتا ہے کہ اس سے ہم کو پاش پاش کر دے گا، اور اس حملہ سے ثابت کرتا ہے کہ اس نے مرزا کو ہلاک کر دیا اور اس کا نام ونشان نہیں چھوڑا، وہ یہ حملہ ہے کہ میرزا صاحب قبل از وقت انتقال کر گئے۔ اور ان کے الہامات کی رو سے جو ان کی عمر چاہیے تھی اس میں سے چار پانچ برس تو ضروری ہی کم ہو گئے کیونکہ عمر کی نسبت اصل الہام یہ تھا: تیری (یعنی مرزا کی) عمر اسّی (۸۰) برس کی ہوگی یا پانچ کم یا پانچ زیادہ۔ ....

(عمر کم ہونے کے) اس اعتراض کے جو شیلے معترض ایڈیٹر اہل حدیث اور امرتسر کے نرم دل مرنج ومرنجان مرحوم ومغفور انسان عبد اللہ الغزنوی کی طرف تلمذ کا مدعی عبدالحق ہے۔ ہاں ایک امرتسری وکیل بھی ہیں جو ایک طرف تو ہمیں متانت وبردباری کی تعلیم دیتے ہیں اور دوسری طرف علماء کرام اور اپنے خطبائے عظام کو ہماری مخالفت

میں تیز قلمیں اٹھانے کی ترغیب دیتے ہوئے ہمیں اور ہمارے امام کو جتنا برا کہنا اس کی کاروائی میں جس قدر زور لگانا اس کو مناسب تھا اس سے بہت زیادہ زور لگایا۔...

مرزا صاحب کی کیا عمر تھی جب آپ کا انتقال ہوا؟ اس کے لئے میں کوشش کر رہا ہوں کہ پتہ لگے۔ مرزا سلطان احمد نے تولّد کا سنہ ۳۶، ۳۷ بتایا ہے۔ پس اس شمسی حساب سے آپ کی عمر قمری حساب میں چوہتر پچھتر ہوتی ہے اور کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔ اور حضرت (مرزا) نے نصرۃ الحق میں قریباً یہی لکھا ہے۔ مگر قبل از اطلاع تام اگر مان لیں کہ آپ نے کچھ عمر کم پائی ہے تو اڈیٹر اہل حدیث اور عبدالحق کا علاج ایک حدیث شریف کے نسخہ سے شروع کرتا ہوں ....(وفاۃ مسیح موعود۔ص۱۴۔۱۶)

(اس کے بعد ایک حدیث نقل کر کے حکیم صاحب کہتے ہیں) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک عظیم الشان انسان (آدم) کی عمر سے چالیس برس کم ہو گئے اور ہمارے مرزا جی کو، میں آج نہیں کہتا، براہین احمدیہ کے لکھتے وقت یا آدم اسکن انت و زوجک الجنّۃ کا الہام ہو چکا تھا اور اسے آدم کہا گیا۔ پھر اگر یہاں مانا جاوے کہ چار پانچ برس کی کمی ہوئی، اگرچہ واقع میں کمی نہیں ہوئی، تو آپ لوگوں نے کیوں حسن ظن سے کام نہ لیا؟ (کتاب مذکور۔ص ۱۶۔۱۷)

(پھر حکیم صاحب کہتے ہیں) ایک لڑکی (محمدی بیگم بنت احمد بیگ) کے متعلق کہ اس سے آپ (مرزا غلام احمد) کی شادی ہوگی؛ اور ایک عورت (محمدی بیگم زوجہ منظور محمد) سے زلازل کے پہلے ایک لڑکا (عالم کباب) ہوگا؛ اور پانچویں اولاد (مبارک احمد کی موت کے بعد اس کی مثل ایک اور لڑکے) کی بشارت۔

(ان) پر جو اعتراض ہیں ان کا للہ و باللہ قرآنی جواب یہ ہے کہ کتب سماویہ کا طرز ہے کہ مخاطب گاہے خود مخاطب ہی مراد ہوتا ہے، اور گاہے وہ اور اس کا جانشین اور اس کی اولاد بلکہ اس کا مثیل مراد ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ زمانہ نبوی میں فرماتا ہے: اقیموا الصلوۃ و آتوا الزّکوۃ ۔ اس حکم الٰہی میں خود مخاطب اور ان کے مابعد کے لوگ شامل ہیں جو ان مخاطبین کی مثل ہیں۔ اور جعلکم ملوکاً میں مخاطب تو مراد ہی نہیں مگر اور ان کے پس ماندوں میں سے بھی بعض مراد ہیں کیونکہ بنی اسرائیل اس خطاب کے وقت بادشاہ نہ تھے۔ (وفاۃ مسیح موعود۔ص ۲۰۔۲۱)

جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد، مخاطب کے جانشین اوراس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی یا اس لڑکی کی لڑکی، کیا داخل نہیں ہوسکتی؟ اور کیا آپ کے علم الفرائض میں بنات البنات کوحکم بنات نہیں مل سکتا ؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں؟ میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت (مرزا) کی وفات ہو جاوے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آوے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آ سکتا، پھر یہی وجہ بیان کی ۔ ..اسی طرح مبارک احمد کے بدلہ میں اگر اللہ تعالی اس کانعم البدل عطا کرے جس کا ہم کو یقین ہے ...اور جس دن پانچواں مبارک احمد کا بدلہ دنیا میں آیا (یعنی مرزا کے بیٹے کے ہاں بیٹا پیدا ہوگیا)، اور علم فرائض کے موافق و لابن الابن حکم الابن موجود ہے تو آپ لوگ کیا کریں گے ۔ پس یہ تمام پیش گوئیاں اگر بظاہر منسوخ ہوں تو ہمیں حرج نہیں اور اگر اپنے شرعی رنگ میں اللہ تعالی سے پوری ہوئیں اور ہوں گی تو تم کیسے خطرہ میں ہو۔ (وفاۃ مسیح موعود ۔ص ۲۳)

(مرزا کی)کم عمری کا اعتراض ہمارے زیر نظر ہے ۔مگر اس ملک پنجاب میں خاص گاؤں میں جو افراتفری سکھوں کے عہد میں آئی ہے اس سے اور جو خاندانوں اور شرفاء میں تکالیف پڑی اور ان کا ذکر حضرت مہدی نے اپنی تصانیف میں بھی مفصل فرمایا ہے ۔ایسے وقتوں میں گاؤں کے لوگوں میں تاریخ تولد کا پتہ لگنا ایک مشکل کام ضرور ہے اور الہی مصلحت بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسی میں ہے تاکہ دشمن ذرا ٹھٹھا کر لے ۔ اسی لئے ہمیشہ حضرت مرزا صاحب نے تخمیناً سے اس معاملہ میں کام لیا ہے ۔ اظہاروں (عدالتی بیانات)میں بھی آخر تخمیناً ہی کام لینا پڑا ۔اس واسطے کسی قدر اختلاف ہوا ۔اور نصرۃ الحق کے صفحہ ۹۷ میں ارقام فرماتے ہیں . اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں ۔اور صفحہ ۱۹۳ میں ارقام فرمایا ہے عمر کا اصل اندازہ تو خدا کو معلوم ہے مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے اب اس وقت تک جو ۱۳۲۳ھ ہے میری عمر ستّر کے قریب ہے ۔ واللہ اعلم ۔ اسکو ایک عقل مند غور سے دیکھے ۔خطبہ حکیم نورالدین ۱۴جون ۱۹۰۸ء ۔(خطبات نورالدین ۔ ص ۲۴)

یہ تو جیہات و دلائل قادیانیوں کے سربراہ کے ہیں ۔اور یہ ظاہر ہے کہ اگر ۱۳۲۳ھ میں مرزا صاحب کی عمر ۷۰ برس نہیں ہوئی بلکہ ۷۰ سال کے قریب تھی، تو اس کے دو سال

بعد ۱۳۲۵ھ میں (بوقت وفات) مرزا صاحب کی عمر ۲ے سال نہیں بلکہ ۲ے کے قریب ہونی چاہیے۔ اور پیش گوئی تو چوہتر سال سے زیادہ عمر ہونے کی تھی۔

اور جس حدیث سے دفاع کیا ہے اس میں تو حضرت آدمؑ کی عمر ۴۰ سال کم ہونے کا ذکر ہے اور یہاں حکیم صاحب نے مرزا کو آدمؑ کی مثل بتایا ہے تو مرزا کی عمر بھی چالیس سال کم ہونی چاہیے۔ غرض یہ تقریر حکیم صاحب کی بے بسی کا مظہر ہے اور ایسی تاویلات کی گئی ہیں جن کا کوئی وزن نہیں ہوسکتا۔

باپ کا بیٹا وارث تو ہوتا ہے اور پوتا بھی مثیل ہوسکتا ہے لیکن بیٹا، باپ کی بیوی سے شادی نہیں کرسکتا۔ یہاں محمدی بیگم کی شادی آسمان پر مرزا صاحب سے ہوچکی تھی، زمین پر اس کے ہونے کا انتظار تھا۔ اور اس تقریر کے بعد بھی مرزا صاحب کے کسی بیٹے کی شادی محمدی بیگم یا اس کی کسی بیٹی سے نہیں ہوئی۔ اور حکیم صاحب کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ۱۹۰۸ء تک یہ پیش گوئی منسوخ نہیں ہوئی تھی۔ اور مرزا کی زندگی کے آخر میں جب سب کو اس بات کا امکان نظر آنے لگا تھا کہ اب یہ شادی شائد نہ ہو، اس وقت بھی حکیم نوردین نے یہ نہیں کہا، نہ مرزا نے کہا، کہ یہ پیش گوئی منسوخ ہوچکی ہے۔

اور حکیم صاحب کا مرزا محمود احمد کو یہ کہنا:

شادی نہ ہونے کی صورت میں بھی مرزا صاحب سے اس کی عقیدت کم نہ ہوگی،

دراصل ختم اللہ علی قلوبھم کی مثال اور مرزا کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔

مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ یہ کام (محمدی بیگم سے ان کی شادی) نہ ہو تو مجھے جھوٹا کذاب دجال سمجھا جائے، بدتر سے بدتر سمجھا جائے وغیرہ (دیکھو انجام آتھم وضمیمہ)۔ اور حکیم صاحب اپنے پیر کی بات نہیں مانتے بلکہ محمود احمد کو کہتے ہیں کہ تم تیار رہو، کیا معلوم محمدی بیگم کی بیٹی تمہارے نکاح میں آجائے۔

مرزا کے پانچویں بیٹے (مثل مبارک احمد) کے پیدا نہ ہونے کی کوئی توجیہہ حکیم صاحب نہیں کر سکے۔ اور محمدی بیگم زوجہ منظور محمد کے بطن سے عالم کباب کے پیدا ہونیوالی پیش گوئی کی طرف تو حکیم صاحب نے کوئی توجہ ہی نہیں دی۔ زلازل سے پہلے اس عورت کے ہاں بیٹا پیدا ہونے والی پیش گوئی کا یہ جواب دینا کہ اس کی بیٹی یا پوتی کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا، تو پیش گوئی پوری ہوجائے گی، کیوں کر پیش گوئی کو درست کرسکتا

ہے کیونکہ یہاں مسئلہ یہ ہے کہ مرزا صاحب تو مر چکے اور عالم کباب نامی بیٹے نے مرزا کی زندگی میں پیدا ہونا تھا اور اس خاص عورت، محمدی بیگم زوجہ منظور محمد، کے بطن سے۔ اگر مرزا کی کسی آئندہ پشت کی زندگی میں اس عورت کی کسی آئندہ پشت میں کسی بیٹے کی پیدائش کی پیش گوئی ہے تو یہ کیا پیش گوئی ہوئی؟

مرزا صاحب کی عمر کے بارے میں تو حکیم صاحب نے تسلیم کرلیا یہ معاملہ ابھی ان کے ہاں زیر تفتیش ہے، طے نہیں ہوا۔ اور یہ کہ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ مرزا کی عمر ۷۵ سے ۸۵ کے درمیان ہوئی ہو۔ (اور جب تک تفتیش مکمل ہو کر عمر ۷۵ سے ۸۵ سال ثابت نہیں ہو جاتی، مرزا صاحب کی نبوت مجددیت مہدویت وغیرہ مشکوک رہے گی۔ بہا)

مرزا محمود کی بے کسی

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ مرزا محمود احمد قادیانی بتاتے ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا) کی وفات کے قریباً دو سال بعد جب یہ سوال اٹھا ہوا تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا انجام کیا ہوگا۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود تشریف لائے ہیں۔ میں دوڑ کر گیا تا کہ آپ کے آنے کی لوگوں کو خبر دوں۔ جب آپ پہونچے اور گفتگو فرمانے لگے تو میں نے پوچھا ثناء اللہ کا انجام کیا ہوگا؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اور دوسری بات شروع کر دی۔ میں نے پھر پوچھا۔ پھر آپ نے اسی طرح کیا۔ مگر میں نے اصرار سے پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ انجام کیا ہوگا؟ انجام کیا ہو گا؟ انجام کیا ہوگا؟ میرے الہام میں جو موجود ہے کہ طاعون سے ہلاک ہوگا۔

طاعون کا مفہوم کئی رنگ میں پورا ہوسکتا ہے۔ گویا تین دفعہ آپ نے انجام کیا ہوگا؟ کے الفاظ دہرائے اور پھر اپنے ایک الہام کی طرف اشارہ فرمایا۔

اس کے بعد میں نے آپ کی ایک کاپی دیکھی جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق بقیۃ الطاعون الہام درج تھا۔ (الفضل۔ ۱۰ مئی ۱۹۴۴ء۔ ۶)۔

(مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں) ہم اس کی تحقیق سناتے ہیں۔

مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۰۸ پر یہ الہام درج ہے جس کے متعلق مرزا صاحب کے اپنے

الفا ظ یہ ہیں ۔ اِریت قر طاساً من ربّی العلام و اذا نظر ت فوجدت عنوانه بقية الطّاعون ۔ و علی ظهره اعلان منّی کانّی اشعت من عندی واقعة ذ لک المنون ۔ نمودہ شدمرا کاغذے از خداوندعلیم خود۔ پس چوں نظر کردم پس عنوان اوایں فقرہ یافتم کہ بقیّۃ الطاعون ۔ و دیدم کہ بر پشت اواعلانے ازطرف من است گویامن ازطرف خودآں واقعہ مرگ راشائع کردم

یعنی مرزا کہتے ہیں، مجھے ایک کاغذ دکھایا گیا جس پر بقیۃ الطاعون لکھا تھا۔

یہ کتاب مواہب الرحمٰن ۱۹۰۳ء میں چھپی ہوئی ہے، غالباًالہام اس سے پہلے کا ہوگا ۔اس میں میرایاکسی اور کا کوئی ذکرنہیں (اس وقت آخری فیصلہ کا کوئی اشتہارنہیں تھا) علاوہ اس کے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ بقیۃ الطاعون کی ترکیب کیا ہے ۔مبتداء ہے یا خبر؟ فاعل ہے یامفعول ہے؟

میری وجہ سے قادیانی امت میں جواضطراب ہے وہ مرزا صاحب کے اعلان آخری فیصلہ کی وجہ سے ہے جس میں آپ نے لکھا تھا کہ ہم دونوں میں سے جوجھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہیضہ یا طاعون سے ہلاک ہوجائے گا۔ یہ اعلان ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ءکوکیا تھااس لئے۱۹۰۳والے الہام کو۱۹۰۷والے واقعہ پر چسپاں کرنا سخت بےانصافی ہے۔

بہت اچھا یہ بھی سہی ۔مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں انتقال کرگئے آج اس پر ۳۶ برس گزرگئے ۔خدا کےفضل سے اس الہام کا ظہور اب تک نہیں ہوا ۔ (ویسے جب ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب مرکر اپنا جھوٹا ہونا ثابت کرگئے تو اس بات کی کوئی اہمیت نہ ہوتی جو مولاناثناءاللہ اگلے ہی روزکسی بھی مرض سے مرجاتے، کیونکہ فیصلہ تو ہو چکا تھا۔ بہا)۔ خلیفہ جی کو چاہیے تھا کہ اپنے والد سے یہ بھی کہہ دیتے کہ ثناء اللہ ہیضے سے مرے یا طاعون سے،اس سےہمیں کیا فائدہ؟ فائدہ تب ہوتا اگروہ آپ کے بقول آپ سے پہلے مرتا۔ اب وہ طاعون سے مرے یا بخار سے، ہمیں اس سے کیا مطلب؟

خلیفہ جی کہتے ہیں کہ بڑے مرزا کے انتقال کے دوسال بعدخواب میں مجھ سے یہ بات چیت ہوئی تھی ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات مرزا کے دوسال بعد بھی قادیان میں اضطراب باقی تھا کہ مرزا کا اعلان بابت وفات ثناء اللہ کیوں غلط ہوگیا۔اس کی کوئی صحیح توجیح چاہیے ۔اسی لئے خلیفہ جی نے پریشانی کی حالت میں اپنے والد سے اس عقدہ کو

حل کرانا چاہا۔مگر حقیقت یہ ہے کہ حل نہیں ہو سکا۔(اہل حدیث ۲۶ مئی ۱۹۴۴ء ص ۴)

اعداد کا کھیل

مرزا صاحب کو حروف تہجی کے اعداد سے بہت دل چسپی تھی۔اور وہ الفاظ کے اعداد نکال کر بھی اپنے دعاوی کی صداقت کے ثبوت پیش کیا کرتے تھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

مسیح ابن مریم کے آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیش گوئی موجود ہے۔قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی ۱۴۰۰ برس تک مدت ٹھہرائی ہے، بہت سے اولیاء بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہیں۔ اور آیت و انّا علی ذھاب به لقٰدرون (مومنون۔ ۱۸)جس کے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں نئے چاند کے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی ہے جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے

(ازالہ اوہام۔ ص ٦٧٥)

نیز فرماتے ہیں:

یہ عاجز دجال معہود کے خروج کے بعد آیا ہے۔پس اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دجال معہود یہی پادریوں اور عیسائی متکلموں کا گروہ ہے جس نے زمین کو اپنے ساحرانہ کاموں سے تہ و بالا کر دیا ہے اور جو ٹھیک ٹھیک اس وقت سے زور کے ساتھ خروج کر رہا ہے اور جو اعداد آیت انّا علی ذھاب به لقٰدرون سے سمجھا جاتا ہے یعنی ۱۸۵۷ء کا زمانہ۔تو ساتھ ہی اس عاجز کا مسیح موعود ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔اور ہم پہلے بھی تحریر کر آئے ہیں کہ عیسائی واعظوں کا گروہ بلا شبہ دجال معہود ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۷۲۲)

مزید لکھتے ہیں:

آیت انا علی ذھاب به لقٰدرون میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے جس میں ہندوستان میں ایک مفسدہ عظیم ہو کر آثار باقیہ اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپید

ہو گئے تھے کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ ہیں اور ۱۲۷۴ھ کے زمانہ کو جب عیسوی تاریخ میں دیکھنا چاہیں تو ۱۸۵۷ء ہوتا ہے۔سو درحقیقت ضعف اسلام کا ابتدائی زمانہ یہی ۱۸۵۷ء ہے جس کی نسبت خدا تعالی آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھا لیا جائے گا۔سو ایسا ہی ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کی حالت ہو گئی تھی کہ بجز بدچلنی اور فسق وفجور کے اسلام کے رئیسوں کو اور کچھ یاد نہ تھا جس کا اثر عوام پر بھی بہت پڑ گیا تھا اور انہیں ایام میں انہوں نے ایک ناجائز اور ناگوار طریقہ سے سرکار انگریزی کا باوجود نمک خوار اور رعیت ہونے کے مقابلہ کیا۔حالانکہ ایسا مقابلہ اور ایسا جہاد ان کے لئے شرعاً جائز نہ تھا۔...اس حکیم وعلیم کا قرآن میں یہ بیان فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام، آسمان پر اٹھا یا جائے گا، یہی معنی رکھتا ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے جیسا کہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔ خدا تعالی پر یہ الزام لگانا کہ ایسے جہاد اور ایسی لڑائیاں اس کے حکم سے کی تھیں یہ دوسرا گناہ ہے۔ (ازالہ اوہام۔حاشیہ ص ۷۲۴۔۷۲۶)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ:

. ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۸۵ پر آپ (مرزا) نے لکھا ہے کہ مجھے کشفی طور پر غلام احمد قادیانی کے الفاظ پر توجہ دلائی گئی جس کے عدد پورے تیرہ سو ہیں جس سے معلوم ہوا کہ الآیات بعد المائتین سے یہی عاجز مراد ہے اور میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔

(قاضی صاحب کہتے ہیں)

یہ تاریخ گویا مسیح موعود ہونے کا اعلی ثبوت ہے جو مرزا صاحب نے ایسے پرزور الفاظ میں پیش کر دیا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ، غلام احمد قادیانی، ایسے الفاظ ہیں، جو مدح یا ذم کچھ بھی ظاہر نہیں کرتے، جو اپنے مسمی کے صدق یا کذب پر ذرا بھی شہادت نہیں دیتے۔

اگر اعداد بھی حجت بن سکتے ہیں اور تاریخ بھی دلیل وثبوت کا رتبہ پاسکتی ہے تو میں سچ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے اس کشف سے راقم کا کشف بدرجہا صاف وبرتر ہے۔

جب مرزا صاحب نے دہلی جا کر شیخنا و شیخ الکل سے درخواست بحث و مناظرہ کی اور طرفین کے مطبوعہ اشتہارات پٹیالہ پہنچے، تو میرے دل میں آیا کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے فوراً میرے دل میں ڈالا گیا

. مولوی سید نذیر حسین دہلوی .

میں نے جب اعداد شمار کئے تو پورے ۱۳۰۹ ہوئے جو ہجری کیلنڈر میں سنہ مناظرہ تھا۔

ظاہر ہے کہ مولوی اور سید ایسے دو لفظ ہیں جو اپنے مسمی کی شرافت ذاتی و علمی اور اعزاز حسبی و نسبی پر دلالت کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی میں دعوی سے کہتا ہوں کہ آج دنیا میں . مولوی سید نذیر حسین دہلوی . شیخنا و شیخ الکل کے سوا، جن سے مرزا صاحب مناظرہ کرنے کے شوق میں دہلی پہنچے تھے، اور کسی کا نام نہیں۔

برادر عزیز قاضی عبدالرحمٰن کے دل میں ایسا ہی خیال کرنے پر یہ الفاظ ڈالے گئے

. سید محمد نذیر حسین دہلوی .

اس کے اعداد بھی پورے ۱۳۰۹ھ ہیں و ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

ایک دفعہ پھر اسی عزیز کے دل میں یہ الفاظ ڈالے گئے

. غلام احمد قادیانی مسیح موعود ہرگز نہیں۔

اعداد شمار کرنے پر پورے ۱۸۹۱ء نکلے جو مرزا صاحب کا سن دعوی (مسیحیت) ہے۔

(تائید الاسلام۔ ص ۱۲۴۔۱۲۵)

☆ منشی سعد اللہ لدھیانوی لکھتے ہیں:

مرزا غلام قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۸۵ پر ایک عجیب لطیفہ لکھا ہے:

مجھے کشفی طور پر مندرجہ ذیل اعداد کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھو یہی مسیح ہے جو تیرہویں صدی کے پورا ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی۔ اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی۔ اس نام کے عدد پورے ۱۳۰۰ ہیں۔

افسوس ہے کہ قادیانی کو یہ کشف بھی کیسا مہمل ہوا جس سے کچھ بھی ظاہر نہ ہوا کہ غلام احمد قادیانی ہے کیا؟ (یعنی اس سے مسیح یا مہدی یا بروزی نبی ہونا کہاں نکلا؟)۔

بغیر ذرا سی توجہ کے یوں جملہ پورا ہوتا ہے۔ یعنی، غلام قادیانی دجال ہے۔

مرزا اب غلام احمد تو رہا نہیں، جن معنوں میں ماں باپ نے اس کا نام رکھا تھا۔

کیونکہ جب اس نے خود ہی آقا بننا چاہا جس کا یہ غلام تھا تو آقا نے خود اسے مردود بارگاہ کر دیا۔تو اب غلام محض رہ گیا، یعنی اپنے نفس کا غلام۔اس لئے ، غلام قادیانی دجال ہے، بہت صحیح حسب حال مادہ تاریخ حاصل ہو گیا جس کا مضمون علمائے اسلام نے تصدیق کر دیا اور اب آخر مرزا نے بھی اپنے آپ کو رسول اور نبی ٹھہرا کر حسب منشائے حدیث خاتم النبیین ﷺ خود ہی دجال ہونے کا اقرار کرلیا۔ فنعم الوفاق ۔

اور یہ ایسا جملہ ہے کہ اس زمانے میں بجز مرزا قادیانی کے کسی پر صادق نہیں آسکتا

(شحنہ ہند۔ضمیمہ۔۲۴۔اپریل۱۹۰۳ء۔ص ۸)

☆ مولانا ثناء اللہ امرتسری ، **بہاء اللہ اور قادیانی** کے زیر عنوان لکھتے ہیں۔

ایک شخص بہاء اللہ ایران میں ہوا جس کا دعوی تھا کہ میں مسیح موعود ہوں۔اس نے اپنی دعوت بڑی بلند آنگی سے ملک میں پہنچائی۔آخر میں اس کا دعوی یہاں تک ترقی کر گیا کہ میں نبی ہوں میری کتاب قرآن کی ناسخ ہے۔ایرانی حکومت نے ہر چند اس کی دعوت کو دبایا مگر وہ پھیلتی گئی آخر کار وہ عکہ میں قید کی حالت میں مر گیا۔

ادھر پنجاب میں مرزا قادیانی نے مسیحیت موعودہ کا دعوی کیا تو بہاء اللہ کے مریدوں نے مرزا کی رفتار کا اندازہ کر کے کہنا شروع کیا کہ ان کی تقریر و تحریر ہمارے ایرانی مسیح کی نقل ہے۔یعنی جو کچھ ایرانی نے دعوی کیا تھا قادیانی نے اس کی کاپی کی ہے۔اس پر عرصہ تک ان دونوں پارٹیوں میں چلتی رہی۔آج کے مضمون کا رخ ایک خاص طرف ہے وہ یہ کہ مرزا صاحب نے چند اصول لکھے ہیں جن سے نتیجہ نکلتا ہے کہ شیخ بہاء اللہ سچا تھا اور مرزا صاحب جھوٹے۔یہ ایک مقابلہ کی گفتگو ہے ورنہ ہمارے نزدیک چونکہ مرزائی پیش کردہ اصول ہی صحیح نہیں اس کا نتیجہ کہاں صحیح ہوسکتا ہے؟ مرزائی اصول ہے کہ سچا مدعی سابقہ نبیوں کے مقرر کردہ وقت پر ظاہر ہوتا ہے اور جھوٹے اس کے بعد ہوتے رہتے ہیں لیکن سچا سب سے پہلا ہوتا ہے۔

(مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ) مندرجہ ذیل مضمون میں مرزا صاحب کی تحریروں سے اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے اور اسی سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ تم دونوں (قادیانی اور بہاء اللہ) میں سے ایرانی سچا ثابت ہوتا ہے مگر ہمارے نزدیک دونوں ان تیس میں سے

ہیں جن کی بابت حدیث میں پیش گوئی آئی۔ اللّٰہ اعلم ۔ اب مضمون پڑھیں اور نامہ نگار کی محنت کی داد دیں۔

محترم محمد حسین صابری، ہفت روزہ اہل حدیث مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۲۷ء کے صفحہ ۱۱ میں ایک لاجواب مطالبہ کا بدیں الفاظ ذکر فرماتے ہیں کہ

آخر میں خلیفہ (قادیان) صاحب کے مبایعین سے یہ پوچھنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ شیخ بہاء اللہ عرب وشام میں عرصہ سے مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے۔ ان کی زندگی ہی میں ان کے بعد مرزا صاحب نے دعوی کر دیا۔ پھر ۱۸۹۲ء میں شیخ بہاء اللہ فوت ہو گئے اور مرزا صاحب کئی سال زندہ رہے۔ تو اب ان کے مقابلہ میں مرزا صاحب کو مسیلمہ سمجھنے میں کون سی وجہ مانع ہے؟ ذرہ سوچ سمجھ کر اور خلیفہ صاحب سے پوچھ کر بتائیے۔

چونکہ اس سوال کا جواب مرزائی جماعت خصوصاً میاں محمود احمد سے طلب کیا گیا ہے لہذا ہم جواب دیتے وقت اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں گے کہ جواب حتی الامکان مرزائی لٹریچر یا مرزا محمود صاحب کے الفاظ میں ہو۔

مگر قبل اس کے کہ ہم مذکورہ بالا سوال کا جواب دیں، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بالفاظ مرزا قادیانی اس امر کو پایہ ثبوت تک پہنچائیں کہ شیخ بہاء اللہ کے مقابلہ پر واقعی مرزا صاحب مسیلمہ تھے۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اسی مضمون کی دوسری شق میں ہم قادیانی نبوت کی حقیقت پر بھی روشنی ڈالیں گے۔ و باللہ التوفیق ۔

اس سوال کے جواب کے لئے کہ واقعی مدعی قادیان، بہائے ایران کے مقابلہ میں مسیلمہ تھے، اولاً ہم مرزا صاحب کی کتاب چشمہ معرفت کا حاشیہ پیش کرتے ہیں جس میں آپ نے صادق ملہوں کی پہچان کے معیار لکھتے ہوئے فرمایا کہ سچا مدعی اپنی بعثت کے وقت جو اس کے لئے سابق انبیاء کی کتب نے مقرر فرمایا ہے سب سے پہلے اس کا ظہور ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

منجملہ ان لوازم خاصہ کے ایک یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں اس کا ظہور (یعنی سچے مدعی کا ظہور) سب مدعیوں سے پہلے ہوتا ہے۔ (چشمہ معرفت۔ص ۳۰۱)

اب میں دکھاتا ہوں کہ ظہور مسیح موعود کا کون سا زمانہ ہے کیونکہ جب تک یہ معلوم

نہ ہو، ہر ایک مدعی کہہ سکتا ہے کہ چونکہ میں نبیوں کے مقرر کردہ وقت میں ظاہر ہوا ہوں لہذا میں صادق ہوں، اور اب کسی مدعی کو قدم رکھنے کی گنجائش نہیں، جیسا کہ خود مرزا صاحب کہتے ہیں:

میری سچائی پر ایک یہ دلیل ہے کہ میں نبیوں کے مقرر کردہ ہزار میں ظاہر ہوا ہوں اور اگر اور کوئی دلیل نہ بھی ہوتی تو یہی ایک دلیل روشن تھی جو طالب حق کے لئے کافی تھی۔ (ریویو آف ریلیجنز۔ ج ۳ نمبر ۱۱ ص ۳۶۸)

پھر تحفہ گولڑویہ میں لکھتے ہیں۔

کسی مدعی کو قدم رکھنے کی گنجائش نہیں کیونکہ مسیح موعود کے ظہور اور پیدائش کا وقت گذر گیا

(تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۹۵)

لہذا ضروری معلوم ہوتا کہ زمانہ ظہور موعود کی وہ تعیین بیان کردی جائے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کہتے ہیں:

نبیوں کا اس پر اتفاق تھا کہ مسیح موعود ساتویں ہزار کے سر پر ظاہر ہوگا اور چھٹے ہزار کے اخیر میں پیدا ہوگا۔ (ریویو مذکور۔ص ۳۶۸)

دوسری جگہ ساتویں ہزار کے سر کی تعیین بدیں الفاظ کرتے ہیں: الف ششم یعنی چھٹا ہزار ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۳ء ختم ہوا تھا۔ (الحکم ۶ جنوری ۱۹۰۸ء ص ۶ کالم ۳)

ریویو کی عبارت محولہ بالا سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود کی پیدائش ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۳ء سے پہلے ضروری ہے۔ اور ۱۸۵۳ء میں مسیح کا دعوی ظاہر ہونا ضروریات حقہ سے ہے کیونکہ بقول مرزا صاحب ۱۸۵۳ء میں بعثت موعود کی پیش گوئی تمام نبیوں سے مرقوم ہے اور یہی وقت ظہور موعود کا ہے۔ اس کے بعد جو شخص دعوی کرے گا وہ سچا نہیں۔

اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ بقول مرزا صاحب، تمام نبیوں کا اس بات پر اتفاق تھا کہ ۱۸۵۳ء میں مسیح موعود کا دعوی موجود ہو، کیونکہ یہ اس کے ظہور کا وقت ہے۔ اور ٹھیک اسی وقت شیخ بہاء اللہ ظہور فرما تھے۔ چنانچہ الحکم ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کے ص ۴ میں ایک احمدی گجراتی کے الفاظ ہمارے بیان کی یوں تصدیق کرتے ہیں کہ:

بہاء اللہ جس نے مسیح موعود ہونے کا دعوی ۱۲۶۹ھ میں کیا تھا وہ ۱۳۰۹ھ تک زندہ رہا۔ بلفظہ بقدر الحاجۃ۔

پس بقول مرزا صاحب، نبیوں کے ٹھیک مقررہ وقت پر شیخ بہاء اللہ ظاہر ہو گئے اور کسی موعود کا اپنے وقت پر ظاہر ہو جانا ہی اس کے صدق کی کافی دلیل ہے۔ مرزا کہتے ہیں:

چونکہ میں چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہوا لہذا یہ میری صداقت کی دلیل ہے۔

حالانکہ یہ صریح غلط ہے کیونکہ جناب مرزا لکھتے ہیں:

چھٹے ہزار میں پیدا ہوگا اور ۱۸۵۳ء یعنی ساتویں ہزار کے سر پر ظاہر ہوگا۔

یوں تو چھٹے ہزار میں آدھا جہان پیدا ہوا ہوگا۔ ایسی فضول پیدائش کس کام کی؟ پیدائش وہ اہم ہے جو ساتویں ہزار کے شروع سے اتنا عرصہ پہلے ہو کہ ۱۸۵۳ء میں اس انسان کی عمر پیغام الہی کی حامل ہو سکے اور مرزا میں یہ وصف موجود نہیں جیسا کہ ان کا بیان ہے:

میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے۔

(تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۱۵۴)

یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ ۱۸۵۳ء میں مرزا صاحب ۱۱ برس کے بچے تھے اور اس وقت موصوف کا کوئی دعوی نہیں تھا۔ مگر ان کا اپنا قول یہ ہے کہ ۱۸۵۳ء میں مدعی مسیحیت کا ظہور ضروری ہے کیونکہ جملہ انبیاء کا اسی پر اتفاق ہے۔

اس قدر بتا دینے کے بعد ہم چشمہ معرفت کے معیار کو لیتے ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں: منجملہ ان لوازم خاصہ کے ایک یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں اس کا ظہور سب مدعیوں سے پہلے ہو۔ (چشمہ معرفت۔ حاشیہ ص ۳۰۱)

موعود زمانہ کی تعیین بالفاظ مرزا ہو چکی ہے کہ ۱۸۵۳ء ہے۔ ٹھیک اسی وقت میں شیخ بہاء اللہ کا دعوی مسیحیت موجود تھا پس بقول قادیانی، بہائے ایرانی سچا موعود ہوا کیونکہ اپنے وقت میں پہلا مدعی ہے اور مرزا صاحب بعد میں مدعی بنے۔ بعد میں مدعی بننے والوں کے حق میں آپ جو لکھتے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے:

منجملہ ان لوازم خاصہ کے ایک یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں اس کا ظہار سب مدعیوں سے پہلے ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ جب مبعوث نہ تھے تب جھوٹے نبیوں کا نام ونشان نہ تھا اور جب ان کا نور زمین پر خوب روشن ہو گیا تب مسیلمہ کذاب، اسود عنسی وغیرہ جھوٹے نبی ظاہر ہوئے تا خدا دکھائے کہ وہ کس طرح سچے کی حمایت کرتا ہے۔

یہ ہم بتا چکے ہیں کہ ۱۸۵۳ء میں شیخ بہاء اللہ نے دعویٰ کیا۔ جب ان کا نور زمین پر خوب روشن ہو گیا یعنی ۱۸۹۱ء کا وقت آ گیا تب مثیل مسیلمہ وغیرھما جناب مرزا صاحب وغیرہ جھوٹے نبی ظاہر ہوئے تا خدا دکھاوے کہ وہ کس طرح سچے کی حمایت کرتا ہے۔

یہ ہے ثبوت شیخ بہاء اللہ کے مقابلے میں مرزا صاحب کے مسیلمہ ہونے کا جو اسی مسیلمہ کا مسلّمہ ہے۔

مرزا صاحب کا ایک الہام ہے: راز کھل گیا۔ (البشریٰ۔ ج ۲ ص ۱۲۹)۔

سو الحمد للہ کہ اس راز کے کھلنے کا وقت آ لگا۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ جناب مرزا کا ایک الہام ہے: اے عبدالحکیم خدا تعالیٰ تجھے ہر ایک ضرر سے بچاوے۔ (البشریٰ۔ ج ۲ ص ۱۲۰)

مرتب البشریٰ نے اس الہام پر نوٹ لکھا ہے کہ

عبدالحکیم حضرت مسیح موعود کا الہامی نام رکھا گیا ہے۔

جس کی تصدیق مکاشفات ص ۵۵ سے یوں ہوتی ہے

میرے دل میں ڈالا گیا کہ میرا نام عبدالحکیم رکھا گیا ہے۔

یہ ہے وہ الہامی نام جس میں ایک راز ہے اور وہ یہ ہے کہ عبدالحکیم اور مسیلمہ کے اعداد حسب ذیل ہیں۔

مسیلمہ۔ م ۴۰۔ س ۶۰۔ ی ۱۰۔ ل ۳۰۔ م ۴۰۔ ھ ۵۔ کل ۱۸۵

عبدالحکیم۔ ع ۷۰۔ ب ۲۔ د ۴۔ ا، ا۔ ل ۳۰۔ ح ۸۔ ک ۲۰۔ ی ۱۰۔ م ۴۰۔ کل ۱۸۵

یہ ہے وہ راز جو آج آ کر کھلا کہ جناب مرزا صاحب کا الہامی نام عبدالحکیم کیوں رکھا گیا؟ پھر مرزا صاحب کا الہام کنندہ اسے بے ثبوت ہی نہیں رہنے دیتا۔

اول تو ہم واقعات کی روشنی میں احمدی تحریرات سے بہائے ایران کا تقدم زمانی دکھا کر مرزا صاحب کو مسیلمہ ثابت کر چکے ہیں۔ پھر عبدالحکیم نام نے دوٹوک فیصلہ کر دیا

اس سے اوپر کا الہام یوں ہے:

کاذب کا خدا دشمن ہے وہ اس کو جہنم میں لے جائے گا۔

اس الہام میں صریح طور پر بتایا گیا ہے کہ تو کاذب ہے، کیسا کاذب؟ عبدالحکیم کا نام راز میں بتا کر فیصلہ کر دیا کہ مسیلمہ کذاب۔ (ڈاکٹر محمد حسین۔ ایم ڈی۔ بٹالہ)

(اہلحدیث امرتسر ۱۵۔ اپریل ۱۹۲۷ء ص ۴۔۶)

قادیانی مباحثات

مرزا صاحب اوران کے مریدوں سے ان کے مخالفین کے بے شمار مباحثے ہوئے ہیں ،جن میں سے بعض کا ذکر ہم سابق میں کر چکے ہیں، اب ہم ان کی زندگی میں اوران کی وفات کے بعد ۱۹۱۲ء تک ہونے والے چند تحریری وتقریری مباحثات (یا ان کی تجویزات) کا بیان کریں گے ۔ان مباحثوں سے دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوگا کہ تحریک ختم نبوت کے زیرنظر دور میں ردقادیانیت کے محاذ پرکون کون لوگ سرگرم تھے ۔کن بزرگوں نے علمی میدان میں مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کا مقابلہ کیا ہےاور کہاں کہاں حق و باطل کے معرکے انجام پائے ہیں۔

جہلم میں دعوت مباحثہ

مرزا صاحب کا سفرجہلم تاریخ تحریک ختم نبوت میں یادگارسفر ہےایک تو اس لئے کہ جہلم میں انہیں مناظرے کی دعوت دی گئی اور وہ خاموش رہے ۔دوسرے یہ کہ اس سفر کے واقعات کے بارے میں،خصوصاً تعداد زائرین اور نئے مریدوں کے بارے میں، جوانھوں نے دعوی کئے ان کی قلعی بیچ چوراہے کےکھول دی گئی ۔اس سلسلے میں پہلے دعوت مباحثہ کا خط اور پھر دوسرے معاملے سے متعلق جناب امام الدین لاہوری کی تحریرنقل کی جاتی ہے۔

دعوت مباحثہ سے متعلق خط یوں ہے:

از جہلم ۔۱۸ جنوری ۱۹۰۳ء

بخدمت فیض درجت جناب مرزا صاحب مرزا غلام احمد قادیانی ...مزاج شریف۔

مسئلہ حیات مسیح وغیرہ متنازعہ فیھا میں جناب سے استفسارضروری ہے ۔اگرآپ ازراہ عنائت مہربانی فرما کرموقع دیویں تو زہےسعادت ۔و الباقی عند التّلاقی

دستخط خاکپائے اہل اللہ کلیم اللہ از مچھیانہ ضلع گجرات، غلام احمد از دو کے ضلع گجرات، صاحبزادہ صاحب ماؤلی والی، مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی

☆ یہ رقعہ ہمدست مولوی محمد دین شادیوالیہ بخدمت مرزا بھیجا گیا مگر مکتوب الیہ نے انکار و عذر کیا اور بلا جواب واپس دیا اور وقت دس بجے کا تھا، جب رقعہ واپس دیا۔

گواہ شد مولوی غلام محی الدین ساکن سڑک دھروالہ ضلع جہلم، مولوی محمد غالب ساکن پنڈیال ضلع جہلم

☆ مرزا صاحب نے روبرو ہمارے، گفتگو سے انکار کیا کہ ہم بحث نہیں کرتے۔

شیخ احمد فتح پوریہ ضلع گجرات۔ شیخ احمد ساکن عالم کہر ضلع گجرات۔ حافظ شاہ محمد از کابتہ ضلع گجرات۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۹۰۳ء۔ ص ۱)

(یاد رہے کہ یہی وہ واقعہ ہے جس کی طرف اشارہ جناب مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے شہادت القرآن میں کیا ہے کہ انہوں نے جہلم میں مرزا صاحب کو دعوت مباحثہ دی لیکن وہ پہلو بچا گئے)۔

مباحثہ قلعہ صوبا سنگھ

۵ مارچ ۱۹۰۳ء کو مولوی شاہ محمد برادرزادہ مولوی غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ، قلعہ صوبا سنگھ تحصیل پسرور میں وارد ہوئے۔ چودہری پیر محمد زمین دار مرزائی نے کہا کہ اگر آپ ہمارے مولوی فضل کریم سے گفتگو کریں (تو مناسب رہے گا)۔ مولوی شاہ محمد نے کہا کہ مولوی فضل کریم موضع گھمن میں ہم سے شکست کھا چکا ہے اب وہ سامنے نہیں آئے گا، اگر آپ کے مجبور کرنے سے آ گیا تو عہدہ برآ نہ ہو سکے گا اور میری ۳ چیت کو موضع گجر چک میں تاریخ مباحثہ مرزائیوں سے مقرر ہے جہاں مولوی مبارک علی سیالکوٹی کو مقابلے کے لئے طلب کیا ہوا ہے۔ اس لئے میں وہاں ضرور جاؤں گا تاہم آج کی رات یہاں ٹھہرتا ہوں آپ مولوی فضل کریم کو لے آئیں۔

پھر مرزائیوں کی مسجد میں یوں مناظرہ ہوا کہ مولوی شاہ محمد صحن میں بیٹھے اور فضل کریم سامنے آنے سے گریزاں تھے اس لئے مسجد کے اندر رہے۔ بڑی مشکل سے انہیں باہر نکال کر روبرو کیا گیا۔

شرائط کی بات پیش ہوئی تو مولوی فضل کریم نے کہا کہ حیات و ممات مسیح پر گفتگو ہوگی

اور میں تمام دلائل بابت ممات مسیح پہلے سناؤں گا ۔ پھر مولوی شاہ محمد ان کی تردید کریں۔ مولوی شاہ محمد نے اس طریق پر اعتراض کیا تو فیصلہ ہوا کہ ایک ایک دلیل بیان ہوگی اور شاہ محمد تردید کریں گے

اس پر مولوی فضل کریم نے سورۃ مائدہ کی آیت واذ قال اللّٰه یا عیسی ابن مریم أ أنت قلت للنّاس ..الخ.. باآواز بلند پڑھی اور فلما توفّیتنی کے معنی حدیث کما قال عبد الصّالح فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم سے مطابق کر کے حضرت مسیح کی وفات ثابت کی اور مشکوۃ سے یہ تمام حدیث باترجمہ پڑھی اور کہا کہ چونکہ قال کا لفظ ماضی ہے لہذا فلمّا توفّیتنی سے مطابق حدیث گذشتہ زمانہ میں موت مسیح ثابت ہوتی ہے ۔

مولوی شاہ محمد نے کہا کہ فضل کریم نے جو ترجمہ کیا ہے غلط ہے، اس سے وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی ۔ کیونکہ یہ سوال قیامت کو ہوگا۔

مولوی فضل کریم نے زور دیا کہ قال کا صیغہ ماضی ہے اور یہ سوال برزخ میں ہوا ہے اور پھر آیت قد خلت من قبله الرّسل پڑھی اور بیٹھ گئے ۔

مولوی شاہ محمد نے کہا کہ اگر برزخ میں یہ سوال ہو چکا ہے تو مولوی فضل کریم کوئی شاہد پیش کریں؛ کسی امام کا قول، کسی صحابی کا قول، کسی مجتہد کا قول ۔ یا میں شاہد پیش کرتا ہوں کہ یہ سوال قیامت کو ہوگا ۔ اور اس آیت اور حدیث سے ہرگز حضرت عیسی کی ممات ثابت نہیں ہوتی ۔

مولوی فضل کریم اس امر کے جواب سے تہی دست نکلے ۔ اور بلا وجہ شور کر کے میدان مناظرہ سے چلے گئے ۔ اس کے بعد تین دن مولوی شاہ محمد قلعہ صوبا سنگھ میں مقیم رہ کر اپنے وعظ سے مسلمانوں کو محظوظ کرتے رہے ۔ رسالہ دافع البلاء بھی ان کے پاس تھا، مرزا صاحب کے عقائد تمام لوگوں کو سنائے اور مولوی فضل کریم کو تین روز دعوت دیتے رہے کہ مقابلے پر آئیں، پولیس منگا لیں اور خرچ پولیس میں دونگا ۔ اگر مولوی فضل کریم مقابلے پر نہیں آتے تو قادیان سے کسی شخص کو بلا لیں ۔ مگر مرزائیوں کی طرف سے صدائے برنخواست ۔

راقمان ۔ نواب خان حصہ دار بالوکی؛ چودھری کرم الٰہی حصہ دار قلعہ صوبا سنگھ؛ نواب خان بقلم خود اہل حدیث ساکن مالوکی متصل قلعہ صوبا سنگھ؛ چودھری غلام محمد نمبر دار قلعہ صوبا سنگھ؛ حافظ غضنفر علی حنفی امام مسجد۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۸ جلد ۲۱۔۲۳)

بہائی قادیانی مناظرے کی تجویز

شحنہ ہند میرٹھ میں بتایا گیا ہے کہ پیسہ اخبار (لاہور) لکھتا ہے:

اگر چہ حضرت عیسی روح اللہ علیہ السلام کے معتقدین اس وقت مہذب و غیر مہذب دنیا کے ہر حصہ میں کروڑوں روپئہ صرف کر کے اور ہزاروں جانوں کے نقصان سے دین عیسوی کے عقائد کی اشاعت کر رہے ہیں اور اپنے پاک مقصد تبلیغ کی پیروی میں لاکھوں مربع میل رقبہ اور کروڑوں نفوس آبادی یوروپین سلطنتوں کو دلا چکے ہیں۔ مگر مشرقی حصہ عالم میں حضرت ممدوح کو جو شہرت ایشائی شعرا نے دی ہے اور جس طرح آپ کے نام مبارک کو اپنی انشاء پردازی کا جزو لاینفک بنا لیا ہے اس کی مثال پادریوں راہبوں کی کوششوں میں نہیں ملتی۔ حضرت آدم صفی اللہ سے لیکر رسول کریم ﷺ تک صدہا نبی ہوئے اور ان میں حضرت نوحؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ صاحبان شریعت یا خاص ذریعۂ شہرت بھی گذرے مگر السنہ شرقیہ میں کسی کا نام اتنا کثیر الاستعمال نظر نہیں آتا۔۔ اردو فارسی عربی میں نظم کے ٹکڑے ایسے بمشکل ملیں گے جن میں حضرت ممدوح کا اسم گرامی کسی نہ کسی طرح وارد نہ ہوا ہو اور آپ کے اعجازِ جاندہی کی طرف اشارہ نہ کیا گیا ہو۔ لوگ مسیحا، مسیح، عیسی روح اللہ، اعجاز عیسوی، دم عیسی، شفائے مسیحا وغیرہ الفاظ سے اس قدر گوش آشنا ہیں اور حضرت موصوف کو اتنا مظہر قدرت الٰہی و مصدر فیوض غیر متناہی جانتے اور لایق توقیر و احترام مانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خود کو آپ کے نام سے نسبت دیتا ہے تو اس کی ذات میں بھی ایک نوع کی دلچسپی ضرور پیدا ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ بخیال تعظیم و تکریم اور کچھ بغرض تحقیر و تذلیل اس کے در پئے رہتے ہیں۔ جس سے بمصداق شعر

ہم طالب شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام بدنام بھی گر ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا

کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہنچتا ہے۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آج کل اسی مسیحی نسبت سے مدّنظر خلائق بنے ہوئے ہیں۔ اور تقریباً ملک کے ہر حصہ میں کسی نہ کسی خیال سے یاد کئے جاتے ہیں، لفظ مسیح کا اسلامی لٹریچر پر اتنا اثر ہے کہ گو آپ نے ایک ساتھ مسیح معہود و مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا ہے۔ اور خود کو مہدی اصلی ہونے کے ساتھ مسیح کا صرف مثیل قرار دیا ہے مگر لوگ آپ کے القائے مہدیت پر اتنی توجہ نہیں کرتے جتنی میسحیت پر کر رہے ہیں۔ دراں حالیکہ علماء کے نزدیک مہدی آخرالزمان کی فضیلت مسیح موعود پر ثابت ہے جو لوگ حروف مقطعات میں عجیب عجیب معنی پیدا کرتے ہیں اور لفظوں کی تاثیروں کے قائل ہیں، انہیں شائد اس کے تسلیم کرنے میں کچھ تامل نہ ہوگا کہ حضرت عیسی کے دم معجز نما کی کچھ تاثیر اس لفظ میں بھی آ گئی ہے اور اس نے کم از کم اردو فارسی عربی لٹریچر میں حیات جاوید پائی ہے کیونکہ ایران میں جو فرقہ بابیہ..ہے اس نے اپنے بانی مدعی مہدویت محمد علی عرف باب کے زمانہ میں اتنی ترقی نہیں کی جتنی ان کے جانشین بہاء اللہ کے عہد میں اسے نصیب ہوئی۔ شاہ بہاء اللہ بھی میسحیت کے مدعی تھے اور اپنی فصاحت و بلاغت سے مردہ دلوں کو زندہ کرتے تھے۔ ان کا مقولہ تھا

اعجاز جان دہی ہے ہمارے کلام کو زندہ کیا ہے ہم نے مسیحا کے نام کو

سننے میں آیا ہے کہ بڑے بڑے سنگدل ان کی تقریر کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ اور ہر مجلس میں سینکڑوں آدمی یک لخت ان کے مسیح و لقائے رب ہونے کی گواہی دیتے تھے۔ انہوں نے مسیح کی نسبت سے فرقہ بابیہ میں جان ڈال دی اور لوگوں کو ایسا قوی الاعتقاد بنایا کہ سلطنت کی مخالفت اور کشت وخون کے باوجود وہ اپنے عقیدے سے نہ پھرے۔ اور اسے دین حق کہتے رہے حتی کہ اس وقت ایران۔ ترکستان۔ ایشائے کوچک اور روس وغیرہ میں بلاد عالم میں کئی لاکھ بابی موجود ہیں۔ ان لوگوں نے ہر قسم کے شدائد و عتاب کا مقابلہ بڑی مردانگی سے کیا۔ اور ہر موقع پر ثابت قدمی کا سخت سے سخت امتحان رہا۔ اس لئے اگر وہ اپنے مقتداء شاہ بہاء اللہ کو سچا مسیح کہیں اور کسی ایسے شخص کا دعوی اس کے مقابلہ جھوٹا سمجھیں جس نے یہ کرشمے نہ دکھائے ہوں تو کسی قدر حق بجانب کہے جا سکتے ہیں۔ فرقہ بابیہ کے لاکھوں مرید زبان حال سے بآواز بلند جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں کہ

اشارہ اس نگہ کا روح افزا ہو نہیں سکتا　　کہ جادوگر سے اعجاز مسیحا ہو نہیں سکتا

اور حقیقت بھی یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب اور ان کے مریدان با اختصاص کو آزمائش کے وہ صعب و خطرناک موقع بھی پیش نہیں آئے جو باب والوں کو آچکے ہیں اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بھی اِدھر وہ بات نہیں جو ان کے ہاں سنی جاتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ انہیں جناب مرزا صاحب کے دعاوی کی صداقت میں کلام ہو۔ حسن اتفاق سے جیسا کہ پیسہ اخبار میں پہلے لکھا جا چکا ہے ان دنوں لاہور میں ایک صاحب حکیم مرزا محمود نامی ایرانی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ جو فرقہ بابیہ کے ایک مقتدر عالم اور مشنری ہیں۔ آپ نے اسی غرض سے سفر دور دراز کی صعوبت اور صرف گوارا کیا ہے کہ ہندوستان میں اپنے عقائد کو رواج دیں۔ قبل ازیں وہ جملہ ادیان کے پیروؤں کو بحث کا صلائے عام بھی دے چکے ہیں۔ اور چونکہ آج کل جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیحیت و مہدویت بھی اتفاقاً یہاں رونق افروز ہوئے ہیں، اسلئے لوگوں کو ایرانی مدعی مسیحیت اور ہندوستانی مدعی مسیحیت میں حق و باطل کا فیصلہ کرنے کا اچھا موقع ہے۔ حکیم مرزا محمود ایرانی نے خود پہل کی ہے اور اپنی یہ خواہش بذریعہ اخبار ظاہر کرنے پر زور دیا ہے کہ وہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی سے ان کے ادعائے مسیحیت و مہدویت میں بحث کرنے کو آمادہ ہیں۔ حکیم صاحب موصوف چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد اپنی قیام گاہ یا کسی دوسرے مکان یا مسجد وغیرہ میں ایک مجلس عام منعقد فرماویں اور اس میں اپنے مریدوں کے علاوہ عام لوگوں کو شرکت کی اجازت دیں تو میں ان کے اعتراضات کا جواب دوں گا اور (فرقہ بابیہ کے بہاء اللہ کے دعاوی کی نسبت) ان کے شبہات رفع کر دونگا۔ یہ نہیں تو ایک ایسی مجلس خاص مقرر کریں جس میں طرفین کے علاوہ چند غیر اصحاب بھی بطور حکم بلائیں جائیں اور جانبین کے دلائل سنیں۔

یہ درخواست سراسر معقول ہے، اس لئے میں اپنی رائے پیسہ اخبار میں درج کر کے متوقع ہوں کہ مرزا صاحب بھی اسے منظور فرمائیں گے اور خواہ دفتر اخبار ہذا کی معرفت یا براہ راست حکیم مرزا محمود صاحب سے گفتگو کا وقت مقرر کر لیں گے۔

(شحنہ ہند ۸ ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۲۱-۳۔ بحوالہ پیسہ اخبار لاہور)

اس کے جواب میں مرزا صاحب کہتے ہیں:

آج پرچہ پیسہ اخبار ۲۷۔ اگست ۱۹۰۴ء کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ حکیم مرزا محمود نام ایرانی لاہور میں فروکش ہیں، وہ بھی ایک مسیحیت کے مدعی کے حامی ہیں، دعوی کرتے ہیں سورمجھ سے مقابلہ کے خواہش مند ہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے اس قدر شدت کم فرصتی ہے کہ میں ان کی اس درخواست کو قبول نہیں کرسکتا کیونکہ کل ہفتہ کے روز جلسہ کا دن ہے جس میں میری مصروفیت ہوگی۔ اور اتوار کے دن علی الصباح مجھے گورداسپور میں ایک مقدمہ کے لئے جانا، جو عدالت میں دائر ہے، ضروری ہے۔ میں قریباً بارہ دن سے لاہور میں مقیم ہوں۔ اس مدت میں کسی نے مجھ سے ایسی درخواست نہیں۔ اب جب کہ میں جانے کو تیار ہوں اور ایک منٹ بھی مجھے کسی اور کام کے لئے فرصت نہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بے وقت کی درخواست سے کیا مطلب اور کیا غرض ہے۔ (لیکچر لاہور۔ ٹائٹل کا اندرونی صفحہ)

یہ فرار کی ایک مثال ہے۔ مان لیا کہ بروز تحریر، یا بروز جلسہ ان کے پاس فرصت نہیں تھی، وہ دو، چار، دس روز بعد کا وقت دے سکتے تھے۔ لاہور نہیں تو قادیان یا کسی اور مقام پر انہیں بلا سکتے تھے۔ یا اپنے آئندہ دورہ لاہور تک گفتگو کو مؤخر کر سکتے تھے، کیونکہ ایرانی عالم نے وقت مناظرہ مقرر کیا تھا، نہ مقام۔ بلکہ مرزا صاحب سے درخواست کی تھی کہ وہ خود کوئی جلسہ یا نجی مجلس منعقد کر کے انہیں بحث کا موقع دیں۔

مباحثہ میرٹھ ۱۹۰۴ء

مولوی محمد احسن امروہی قادیانی، ۲۶ اگست ۔۱۹۰۴ء کو میرٹھ گئے اور ۲۸۔ اگست کو انہوں نے ایک تقریر فرمائی جس میں وفات مسیح کا ذکر کیا، آیت استخلاف پر بحث کی: آیت سبعاً من المثانی پر بحث کی کہ قرآن قیامت تک لوٹ لوٹ کر نازل ہوتا رہے گا۔ اور فرمایا کہ میں میرٹھ اس لئے آیا ہوں کہ مرزا صاحب کے مامور من اللہ ہونے میں کسی کو شک ہو، تو رفع کروں۔

اس پر مولوی حکیم محمد میاں، خواجہ غلام الثقلین وکیل واڈیٹر عصر جدید اور احمد حسن

اڈیٹر شحنہ ہند ان کی مزاج پرسی کو بڑھے اور شرائط مناظرہ کی تنقیح ہونے لگی۔ مسلمانوں نے کہا کہ تم قرآن کی رو سے عیسے کو مارتے ہو، تو پہلے قرآن کی رو سے ان کا آنا ثابت کرو۔ پھر قرآن ہی سے یہ ثابت کرو کہ وہ مسیح موعود مرزا جی ہیں۔ امروہی صاحب نے کہا کہ جس طرح تم خلفاء اربعہ کی خلافت ثابت کرو گے اسی طرح ہم مرزا صاحب کی خلافت ثابت کریں گے۔ مسلمانوں نے کہا خلفاء اربعہ میں سے کسی نے نبوت اور مسیحیت کا دعوی نہیں کیا اس پر امروہی صاحب مبہوت ہو گئے۔

خواجہ غلام الثقلین نے کہا نبوت ختم ہو چکی۔

امروہی صاحب نے کہا لم یبق من النّبوّۃ الّا المبشّرات (حدیث)

خواجہ صاحب نے فرمایا رؤیا وغیرہ دوسروں کے لئے حجت نہیں۔

احمد حسن شوکت نے کہا کہ المبشرات صفت ہے، اس کا موصوف بیان کرو۔

اس پر بھی امروہی صاحب غت ربود ہو گئے .....

پھر میزبان نے کہا کہ وقت تنگ ہو گیا ہے۔ حکیم محمد میاں نے کہا احقاق حق کے لئے اگر صبح بھی ہو جائے تو ہم حاضر ہیں۔ میزبان نے کہا مولوی محمد احسن امروہی ضعیف آدمی ہیں، ان کی آواز بیٹھ جائے گی۔ الغرض خدا خدا کر کے ان کی جان بچی اور مناظرہ کی شرطیں طے نہیں ہوئیں۔

دوسری شام کو پھر حکیم صاحب اور خواجہ صاحب نے مولوی محمد احسن امروہی سے ملاقات کی، مگر کوئی بات نہ بنی۔ مولوی احمد علی استاد مدرسہ اسلامیہ میرٹھ نے خط بھیجا کہ آپ (امروہی) جن شرائط پر رضامند ہوں، میں تحریری یا تقریری مناظرہ کے لئے حاضر ہوں۔ مگر امروہی صاحب نے صاف انکار کر دیا۔

الغرض جز خفت و ذلت کے امروہی صاحب کو کچھ حاصل نہ ہوا۔ (رحیم الدین نامی ایک شخص جو مرزائی ہو چکا تھا امروہی صاحب کا عجز دیکھ کر ۳۰۔ اگست کو بعد نماز مغرب مولوی حاجی احمد علی کے ہاتھ پر تائب ہوا اور از سر نو مشرف باسلام ہوا)۔ (اڈیٹر۔ ضمیمہ شحنہ ہند ص ۷۔۸ یکم ستمبر ۱۹۰۴ء)

۲۹۔ اگست ۱۹۰۴ء کو مولوی حکیم محمد میاں اور خواجہ غلام الثقلین نے شرائط مناظرہ کی بحث میں امروہی صاحب کو کہا کہ جن شرائط پر آپ رضامند ہوں ہم ان کو بجا لائیں گے اور جس قدر روپیہ آپ فرمائیں ہم خرچ کرنے کو تیار ہیں۔ مگر امروہی صاحب منکر رہے۔

ذیل میں کھلی چٹھی از مولوی حاجی احمد علی استاد مدرسہ اسلامیہ میرٹھ درج ہے:

جناب مرزا غلام احمد بیگ قادیانی ومولوی حکیم نورالدین

جناب من! السّلام علی من اتّبع الھدی ۔مولوی محمد احسن امروہی میرٹھ میں تشریف لائے تو میں اور تمام مسلمانان میرٹھ بہت خوش ہوئے کہ اب احقاق حق اور ابطال باطل کا وقت آ گیا اور مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں ۲۸۔اگست کو اعلان عام بھی دیا کہ اگر کسی صاحب کو مرزا صاحب کے دعووں میں کلام ہو تو آئیں اور بذریعہ مناظرہ کے اپنا ارمان نکالیں۔

خاکسار نے دوسرے روز مولوی صاحب کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ آپ جس طرح اور جن شرائط پر رضامند ہوں میں احقاق حق کے لئے حاضر ہوں ۔مولوی صاحب نے فرمایا: عریضہ پر اپنی مہر ثبت کر کے بھیجو۔

میں نے مہر بھی ثبت کردی۔مگر بالآخر یہی جواب ملا کہ مجھے مناظرہ کرنے کی ضرورت نہیں، حالانکہ خاکسار نے سبقت نہ کی تھی ۔مولوی صاحب نے مقابلہ پر آنے سے غالبًا سمجھ لیا ہوگا کہ چند روز پیشتر جو کیفیت ڈیرہ دون میں ہوئی، وہی میرٹھ میں بھی ہوگی جس سے ڈیرہ دون کے ہزاروں مسلمان خصوصاً مسلمانان افغانستان ہمراہیان و اراکین سردار محمد یعقوب خان سابق امیر کابل اچھی طرح واقف ہیں۔ پس وہ میرٹھ میں مناظرہ کرنے سے گریز نہ کرتے تو تعجب ہوتا۔

اب میں جناب والا کو اعلان دیتا ہوں کہ آپ بذاتِ خود یا مولوی نورالدین میرٹھ میں رونق افروز ہوکر حیات مماۃ مسیح پر یا جس معاملہ میں چاہیں خاکسار سے اتمام حجت کریں ۔اگر مجھے قائل کردیں تو ۵۰۰ روپئے لیں اور اگر خود قائل ہوجائیں تو ایک حبہ کا مطالبہ بھی میری جانب سے نہ ہوگا۔ان شاء اللہ تعالی۔

امید ہے آپ میری کھلی چٹھی کے مطالبہ سے اعراض نہ فرمائیں گے کیونکہ آپ مدعی نبوت ہیں اور نبی کا یہ منصب اور فرض ہے کہ تحدی سے اغماض نہ کرے اور اپنا معجزہ یا آسمانی نشان خاص وعام کو دکھائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے اخبار الحکم اور البدر میں مناظرہ کے لئے کوئی تاریخ مقرر کر کے جواب باصواب مشتہر فرمائیں گے۔

خاکسار احمد علی پروفیسر مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔معروضہ ۶۔ستمبر ۱۹۰۴ء

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ص ۵۔۶۔۹ستمبر۱۹۰۴ء)

خط بابت دعاوی مرزا قادیانی

بخدمت جناب مولوی محمد احسن صاحب محدث امروہی۔قادیانی

جناب مولانا صاحب تسلیم۔اس عاجز نے ۲۸۔اگست ۱۹۰۴ء کی شام کو نہایت شوق سے جناب کا وعظ سنا، بلحاظ عبور بر آیات قرآنی و طلاقت بیان و تسلسل تاویلات کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو اس وعظ سے محظوظ یا جناب کی لیاقت کا قائل نہ ہوا ہوگا۔مگر جو دلائل آپ نے مرزا صاحب قادیانی کو مسیح ثابت کرنے کیلئے پیش کئے وہ مذہبی یا منطقی اصول سے لائق تشفی نہیں۔میں نہایت اختصار کے ساتھ چند وجوہ عرض کرتا ہوں۔

۱۔ آپ کا یہ دعوی کہ مرزا صاحب کے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات و حیات پر بحث ہو جائے، ایک غیر متعلق سی بات ہے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ کی حیات کو مان لیا جائے (اور قرآن شریف میں لکھا ہے کہ تمام شہداء زندہ ہیں) تو آپ کے لئے کچھ مضر نہیں اس لئے کہ مرزا صاحب، عیسیٰ بن مریمؑ ہونے کا دعوی نہیں کرتے، وہ تو کہتے ہیں کہ میں ان جیسا ایک شخص ہوں۔مشبہ کے وجود کے لئے یہ لازم نہیں کہ مشبہ بہ معدوم ہو جائے۔

۲۔ نہ حضرت عیسیٰ کو زندہ ماننا آپ کیلئے مضر ہے کیونکہ یہ بات بالکل ممکن ہے کہ ایک انسان زندہ ہو اور دوسرا انسان اسی قسم کی صفتوں والا موجود ہو۔یہ ظاہر ہے کہ آپ بھی مماثلت کاملہ اور تشبہ تامہ کے قائل و مدعی نہیں کیونکہ اس صورت میں آپ کو بنی اسرائیل اور مرزا کو ابن مریم ثابت کرنا پڑے گا اور یہ خود آپ مان لیں گے کہ محال ہے۔

۳۔اگر حضرت عیسی کو مردہ مان لیا جائے جیسا کہ آپ کے دعوی سے پہلے سر سید احمد خان تہذیب الاخلاق میں لکھ چکے ہیں اور بعض قدیم معتزلہ کی بھی یہی رائے ہوئی ہے تو یہ لازم نہیں آتا کہ محض دعوی کرنے سے کہ میں عیسی ہوں، کوئی شخص عیسیٰ ہو جائے کیونکہ اصلی عیسیٰ تو فوت ہوگئے۔

اور تمثیلی عیسی جو کوئی آئے گا اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا پڑے گا کہ میں تمثیلی یا موعود عیسی ہوں۔ایک شخص کے مرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا جو اپنے آپ کو مثیل ظاہر کرے یا اپنے تئیں موعود بتائے وہ محض اس دعوی سے کامیاب ہو جائے۔ظاہر ہے

کہ سکندر اعظم مرگیا۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں سکندر اعظم یا سکندر ثانی ہوں تو صرف اس بات کا ظاہر کرنا کافی نہیں کہ پہلا سکندر مر چکا ہے۔

۴۔ پس ان وجوہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وفات عیسیٰ یا حیات عیسیٰ کی بابت خواہ کوئی رائے ہم رکھیں آپ کے عقیدہ پر اس کا اثر مطلق نہیں پڑسکتا۔ اور اس مسئلہ پر بحث کرنا بالکل غیر متعلق ہوگی۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ بحث کی جاوے کہ مثلث کے دو اضلاع تیسرے سے بڑے ہوتے ہیں یا نہیں کیونکہ اس سے بھی آپ کے دعوی پر اثر نہیں پڑسکتا اور اقلیدس کا ایک مسئلہ ذہن نشین ہو جاوے گا۔

۵۔ اب میں آپ کے دلائل کے متعلق جہاں تک مجھ کو یاد ہے مختصر عرض کروں گا۔

الف۔ حدیث میں آیا ہے کہ مہدی نہیں مگر عیسیٰ۔

سو یہ حدیث ان تمام احادیث کے خلاف ہے جو امام مہدی کے متعلق ہیں۔ علاوہ اس کے محققین نے اس کو موضوع لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ ملہم مسیح، ایک موضوع حدیث کی بنیاد پر اپنے تئیں علاوہ مسیح کے مہدی موعود بھی قرار دے۔

ب۔ آیت استخلاف سے مرزا صاحب کی مسیحیت ثابت ہے تو اس میں کہیں مہدیت یا مسیحیت کا ذکر نہیں، نہ مرزا صاحب کا، حسن بن صباح، مہدی سوڈانی، محمد علی باب، الحاکم بامراللہ۔ اور ہر مسلمان والی ملک اس آیت کو اپنے لئے پیش کرسکتا ہے۔ پھر اسی آیت میں یہ ہے کہ دین کو مضبوط اور خوف کو ان سے بدل دینے کے واسطے استخلاف ہوگا۔ اسلام کا خوف مرزا صاحب کی وجہ سے کم نہیں ہوا بلکہ امور باعث خوف جو آپ نے بتائے ہیں ان میں ایک معنی سے مسلمانوں کا عیسائی ہو جانا علماء کی کوشش سے مرزا صاحب کے دعووں سے قبل ہی جاتا رہا تھا۔ یا بہت کم ہوگیا تھا۔ آریا سماج ہو جانا، یہ خوف مرزا صاحب کے زمانہ میں اور ان کی تمکین کے بعد ہوا ہے لہذا ان کے دعوے سے اسلام میں تفرقہ اور خوف اور بھی بڑھ گیا ہے، زائل نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں آیت عام ہے اور تخصیص نہیں، اس لئے آپ کے لئے مفید نہیں۔

ج۔ تیسری دلیل یہ کہ مرزا صاحب چودھویں صدی ہجری میں آئے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ موسیٰ سے چودھویں صدی میں آئے تھے۔ تشبیہ بالکل غلط ہے۔ موسیٰ، عیسیٰ دونوں صاحبان شریعت نبی اولوالعزم تھے۔ کیا آپ حضرت ﷺ کے مقابل

اپنے حضرت عیسی (مرزا) کو بھی صاحب کتاب نبی سمجھتے ہیں۔

علاوہ اس کے قرآن و حدیث میں کہیں چودہ سو برس کی کوئی شرط نہیں ۔ اسلام کے انحطاط و بداخلاقی کے شیوع کو جو آپ نے فرمایا سوئی سو برس سے حالت خراب ہے، نئی بات نہیں جیسا کہ ماہران تاریخ جانتے ہیں ۔ پھر یہ بات بھی ثابت نہیں کہ موسیٰ سے عیسیٰ ٹھیک چودہ سو برس بعد آئے ۔ قیاس آپ کے خلاف ہے ۔ کیونکہ حضرت داوٗدؑ سے عیسیٰؑ تک ۲۸ نسلیں ہیں اور حضرت داوٗدؑ سے ابراہیمؑ تک ۱۴ ۔ کل ۴۲ نسلیں اور بحساب اوسط عمر تہائی صدی فی نسل جیسا کہ عام انسانی دستور ہے، ۱۴ سو سال کی مدت ہوئی ۔ حضرت ابراہیمؑ سے موسیٰؑ تک کم سے کم ۴۰۰ برس کا زمانہ لینا چاہیے ۔ کیونکہ اسحاقؑ ، یعقوبؑ ، یوسفؑ یہ دو نسلیں ہوئیں اور پھر تیس کی تعداد سے بڑھ کر ہزار ہا بنی اسرائیل مصر میں ہو گئے ۔ اس حساب سے موسیٰؑ ، عیسیٰؑ سے ایک ہزار برس قبل ہوئے ۔ ایک ہزار کا قرن مانا جاوے تو اکبر بادشاہ کا دعوی کہ اب میں (اک ہزار سن ہجری میں) خلیفۃ اللہ ہوں، بموجب آیت استخلاف درست ہوگا ۔ یہ حساب عقلی ہے ۔

نقلی حساب یہ ہے کہ بموجب تاریخ یہود حضرت عیسی سے ۱۶۳۵ء سال قبل بموجب شمسی سال حضرت موسی پیدا ہوئے جو قمری حساب سے ۱۶۸۴ سال ہوتے ہیں ۔ آپ اپنے مسیح کا آنا مثیل موسی سے ۱۴۰۰ سال بعد بتاتے ہیں (اگرچہ دراصل سترہ سو برس ہوئے) اس ۳۸۴ یا ۲۸۴ کا فرق کس طرح نکلا ۔

د ۔ آپ کی یہ دلیل کہ مجدد ہر صدی کے شروع میں آویگا ۔ سو صدی سے مراد اگر بعد بعثت (نبوی ﷺ) مراد ہے اور یہ تسلسل ثبوت سے ہے تو اس کی ابتداء ۱۲۸۸ھ کے قریب ہوئی جب کہ تہذیب الاخلاق شائع ہوا ۔ علاوہ ازیں مجدد کا درجہ ایک مسیح سے بہت کم ہے ۔ عیسے بقول آپ کے موجود اور صرف ایک ہے اور مجدد سینکڑوں آئیں گے ۔ دعوی خاص اور دلیل عام ۔ اور ڈاکٹر ڈوئی وغیرہ کی نسبت بھی آسانی سے یہی پیش گوئی صادق آسکتی ہے ۔ اگر اسلام کی شرط ہو تو صبح ازل بابیوں کا امام زندہ ہے اور سید بھی ہے اور مدعی مہدویت بھی ہے ۔ اس کو کس واسطے مہدی نہ سمجھا جائے ۔ اس سے بھی تخصیص نہیں ہوتی کیونکہ قاعدہ ہیئت کے موافق اس شرط کا دورہ بھی ہوا کرتا ہے ۔

منور علی مینجر عصر جدید میرٹھ (شحنہ ہند میرٹھ، ضمیمہ ۹ و ۱۶ ستمبر ۱۹۰۴ء)

اوٹاوہ سے دعوت مباہلہ : ۱۹۰۴ء

سید محمد شاہ وارثی لکھتے ہیں:۔

مرزا صاحب پہلے تو مسیح تھے اب راجہ کرشن جی بھی ہیں۔... آپ اپنی کتاب میں علمائے دین اور فقرائے صالحین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

آپ لوگ مجھ سے مباہلہ کریں۔ اگر آپ لوگ اپنے دعویٰ میں سچے ہوں گے تو خدا آپ کی مدد کرے گا۔ اور اگر میں سچا ہوں گا تو خدا میری مدد کرے گا.

میں مرزا صاحب کے لا طائل دعویٰ کے مقابلے کے لئے تیار اور بخوشی مباہلہ کے لئے مستعد ہوں۔

مرزا صاحب کو واضح ہو کہ میرا نام پہلے محمد شفیع تھا، اب محمد شاہ ہے۔ میں اپنے اللہ کے حضور سربسجود ہوا کہ اے مالک کون ومکان! اے قادر دو جہان! اے میرے پروردگار! اے میرے خدا! جو بات حق ہو مجھ پر عیاں کردے۔

معبود برحق کی جناب سے جواباً میرے تیرہ وتاریک دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ تو مرزا صاحب سے مباہلہ کرنے کو ہمہ تن تیار ہو جا خدا تیری مدد کرے گا۔

یہ مبارک آواز ایسی تھی جس نے مجھے فوراً آمادہ کر دیا کہ میں مرزا صاحب کو مباہلہ کے لئے اطلاع دوں۔ چنانچہ وہی آواز آج میری قوت بازو بن کر لکھوا رہی ہے۔

میں یہ مباہلہ اس طرح کرنا چاہتا ہوں کہ پانچ من بارود کے ڈھیر پر ایک تخت چوبی اتنا بڑا بچھا دیا جائے جس پر میں اور مرزا صاحب دونوں بخوبی اور بآرام کھڑے ہوسکیں۔ اس کے بعد باجازت گورنمنٹ بارود میں دیا سلائی دکھلائی جائے۔

اگر میں حق پر ہوں تو خدا میری مدد کرے گا اور میں سوزش سے محفوظ رہوں گا اور اگر مرزا صاحب راہ حق پر ہیں تو خدا ان کی مدد کرے گا۔

میری اس قدر آرزو ہے کہ اس خدائی فیصلہ کے جلسہ میں ہر مذہب وملت والے

شریک ہوں اور جس جگہ یہ مباہلہ ہو وہاں کے مجسٹریٹ صاحب بھی تشریف فرما ہوں۔

امید کہ مرزا صاحب بعد ملاحظہ مضمون ہذا بقید تاریخ دن وقت و مقام سے ناچیز کو مطلع فرمائیں گے۔ خاکسار بلا کسی حیلہ وحجت کے حاضر ہوگا۔

بالفرض اگر مرزا صاحب اس میں کوتاہی کریں تو ہر شخص اور ہر مذہب وملت والے کو لازم ہے کہ وہ مرزا صاحب کو ایک اعلیٰ نمبر کا کاذب اور نجومی سمجھ کر اپنے آپ کو دام تزویر سے بچاویں۔

سید محمد شاہ۔ اوٹاوہ (شحنہ ہند ضمیمہ یکم دسمبر ۱۹۰۴ء ص ۲-۳)

امروہہ سے دعوت مباحثہ

مولانا احمد حسن امروہی لکھتے ہیں:

امروہہ میں اور خاص محلّہ دربار (کلاں) میں ایک مرض وبائی یہ پھیل رہا ہے کہ محمد احسن (امروہی) جو مرزا قادیانی کا خاص حواری ہے، اس نے حکیم آل محمد کو جو مولانا نانوتوی سے بیعت تھا، مرزا کا مرید بنا چھوڑا۔ اور سید بدر الحسن کو، جس نے مدرسہ میں مجھ ناکارہ سے بھی کچھ پڑھا ہے، مرزا کی طرف مائل کر دیا۔ ان دونوں کے بگڑنے سے محمد احسن کی بن پڑی۔ لن ترانیاں شروع کیں۔ طلبہ کے مقابلہ سے یوں عقب گزاری (کی) احمد حسن میرے مقابلہ پر آوے۔ میں جب مناظرہ پر آمادہ ہوا اور یہ پیغام دیا کہ حضرت! مرزا کو بلایئے، صرفِ راہ میرے ذمہ۔ یا مجھ کو لے چلئے۔ میں خود اپنے صرف کا متکفل ہوں۔ بسم اللہ آپ اور مرزا دونوں مل کر مجھ سے مناظرہ کر لیجئے یا میرے طلبہ سے مناظرہ کیجئے، ان کی مغلوبی میری مغلوبی۔

تب مناظرہ کا دعویٰ چھوڑ، مباہلہ کا ارادہ کیا۔ بنام خدا میں اس پر آمادہ ہوا اور بے تکلف کہلا بھیجا۔

بسم اللہ مرزا آوے، مباہلہ مناظرہ، جو شق وہ اختیار کرے میں موجود ہوں۔ (میں نے) اس کے بعد جامع مسجد امروہہ میں ایک وعظ کہا اور اس پیغام کا بھی اعلان کر دیا اور مرزا کے خیالات کا پورا رد کیا۔ (تذکرہ مجاہدین تحریک ختم نبوت۔ ص ۱۲۷)

تردید قادیانیت میں شعراء کا منظوم کلام

محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کا عربی کلام

اردنا بالّلسان جهاد دينا
لننصر دين ربّ العالمينا
نجاهد من يّخالفنا بدين
جديد فيه تبع الكافرينا
فصار مصدقاً نقل النّصارى
فايّد دينهم كفراً مّبيناً
فصدّق بالصّليب لكلمت اللّه
وصار النّصر كفر المشركينا
وقال بانّ مذهبه قريباً
لدين الكفر دون المؤمنيناً
فهذا الدّين دين القاديانى
غدا ضداً لدين المسلمينا
فنسأل ربّنا نصراً عزيزاً
لدين اللّه دين المرسلينا
فنحن ندين دين اللّه حقاً
ونبغض من يّحبّ الملحدينا

(غایت المرام ۔ قاضی سلیمان ۔طبع دار العلم ممبئی ۲۰۰۶ء ۔ص ۱۵۹)

یاد رہے کہ قاضی سلیمان منصور پوری کی کتاب غایۃ المرام، مرزا صاحب کی ازالہ اوہام کی اشاعت کے فوراً بعد منظر عام پر آ گئی تھی ۔ اس کتاب میں ان اشعار کے وجود سے معلوم ہوتا ہے کہ رد قادیانیت میں یہ منظوم کلام تحریک ختم نبوت کے بالکل ابتدائی دور کا ہے۔

قصیدہ از قاضی محمد سلیمان منصور پوری

ا۔ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں ایک فارسی قصیدہ لکھا ہے، جس کا پہلا شعر یہ ہے

جائے کہ از مسیح و نزولش سخن رود
گویم سخن اگرچہ ندارند باورم

اس قصیدہ کا جواب قاضی صاحب نے ذیل کے قصیدہ میں دیا۔

جائے کہ از مسیح و نزولش سخن رود
گوئم حدیث صدق کہ گیری بر و قرار
گفتند دشمنان حقیقت یہود ما
کردیم بر صلیبش و حق گشت آشکار
زیرا کہ گفتہ بود خداوند در کتاب
بر دار آن رود کہ بود لعنتی و خوار
گفتند منکراں صداقت سہ تن پرست
او خویش را نمود ز خود بر ہمہ نثار
تا عدل بے نیاز بجا ماند و درست
تا فضل کردگار نماید ہمہ عیار
گفتند سرکشاں کہ بمرد او از کرب و درد
کشتیم وہم صلیب بر آورد زدو بار
یک ہفتہ پاسبانی گورش نمودہ ایم
تا دزد نعش او نشود باز کامگار
گفتند پیروان کہ بیا سود تا سہ روز
در قبر ابن مریم و فرزند مرزگار
از خاک جست و روز سوم شد بر آسمان

دیدند دہ دوازدہ اش روئے پر بہار
چوں ایں خلاف صورت فتنہ فرا گرفت
ہر یک در اضطراب فتاد و در اضطرار
آن یک بہ عبد صبح خطاب مسیح کرد
ایں یک درا بہ پور خداداد و اشتہار
آن مدعی کہ فتنۂ کذاب دور شد
چوں ریختیم خون لعینی بفرق دار
ایں مفتخر کہ گرد معاصی ہمہ بشست
آن فدیہ عباد علی رغم روزگار
حق خواست تا نزاع کند دور زین دو قوم
کز جہل گشتہ اند سراپا وقود نار
از بارگاہ خویش فرستاد یک رسول
بخ بخ رسول کش پدر و مادرم نثار
منشور خاص حضرت حق در یمین او
آیات باہرات خداوند در یسار
ہم صادق امین لقبش کردہ منکراں
ہم ذات او بچشم خلائق بزرگوار
آن کعبہ صفا و رسول پیمبراں
آن حجت خدا بسوئے خلق تا شمار
ایں ہر دو را بمجلس عالیء خویش خواند
فرمود چند زیں سخن زشت و ناگوار
ہر لحظہ بر زبان شما حرف ہا رود
ہر صبح ایں گمان بدل و سر کند قرار
دانید اۓ یہود کہ فرمان کبریا ست
عیسی است ہمچو آدم خاکی در اعتبار

ما برکشیده ایم چو از ماء و طین بشر
از بے پدر مسیح دگر چیست اغترار
آن مادرش کہ محصنہ و پاک فطرت ست
در عصمتش کلام میارید زینہار
البتہ از سعادت و رحمت برید بہر
نسبت باو کنید اگر اینک استوار
ہان اے مسیحیان غلط فہم مر شما
دانید آفریدہ بود آفرید گار ؟
بشگافد آسمان و بترقد دگر زمین
ہم پارہ پارہ گشتہ بیفتند کوہسار
گوید اگر کسے کہ خدا را پسر بود
اے قوم ناشناس ازیں شرک ہوشیار
ہرگز نمیرسد بمسیح و بمادرش
کز بندگیء خالق برتر کنند عار
ہان اے یہود معتقد مر شما بود
کان بر صلیب کردہ شد بے وقار و خوار ؟
ہان اے مسیحان اسیر ہوائے دل
گوئید مر شما کہ راست او شار
گوئید مر شما بجہنم خزید او
تا بر شما ز آتش دوزخ کشد حصار
آوخ چہ کذبہا کہ شما ہر دو بستہ آید
بے ترس ہول پرشش و بے خوف درد نار
اکنوں مرا رسید چنیں حکم کبریا
ایں ہر دو قوم راز چہ جہل و ظن برآر

ہنگام زہق باطل و ظلمت فرارسید
وقت طلوع نور یقین است بہر وار
دانید ہر دو قوم کہ آن برگزیدہ را
ازقتل و صلب داشت خدا پاک و برکنار
دانید ہر دو قوم کہ حق آن رسول را
بے مرگ بر کشید سوئے خویش در جوار
من گفتم آنچہ گفت مراد وحی ذوالجلال
بدبخت آنکہ گفتن من سازدش فگار
البتہ تا بگفتہ من سر نہد جہان
آیندہ واقعات نمایم بآشکار
شک نیست شہر قسطنطنیہ نصاری ز اہل شرک
گیرند پیروان من از فتح کارزار
تاقرب حشر دولت شان را گزند نیست
ایں نخل را ہمیشہ بود برگ و زہر و بار
باز آنچنان بود کہ بریں شہر دشمنان
یا بند دست و باشد ازان قوم شہریار
زینان یکے سپاہ بہ اعماق رو نہد
یا بر زمین وابق و او را کشد حصار
آید برون ز طیبہ سپاہے ز مسلمین
از ہیبت و جلال جہان کردہ تار و مار
آن فوج را سپاہ ہدے باشد آنکہ ہست
نامش محمد و لقبش مہدی کبار
کوشند سخت و خون عزیزاں رود بخاک
جائے نہ تا سہ روز سلامت برد سوار

چون روز چار مین جہان نور گسترد
ہم ظلمت سپاہ عدو خواند الفرار
شش سال چون بریں بسر آید موحدان
گیرند شہر قسطنطنیہ بہ گیر و دار
تہلیل شان و نعرہ تکبیر شان کند
آئینہ حال معنی قد دمرّ الدّیار
آرے ہمیں سپاہ مظفر بود کہ او
بر شہر باز نصب کند رایتِ وقار
بر فتح و جنگ چون بسر آیند ہفت ماہ
دجال در جہان فگند فتنہ و شرار
این لشکر مظفر و منصور مسلمین
آید بسوئے شام ہمہ برق شعلہ بار
آنکہ کند نزول نبی خدا بہ مسیح
بر چہرہ قطرہ ہائے عرق درّ شاہوار
زین ہر دو قوم کس نبود آنکہ از یقین
ایمان بر دنیا رود بر قول استوار
اے حسرت این گروہ تہدست پر فنون
اے حسرت این گروہ عزیزان روزگار
این علم پاک را بہ پشیزے نمے خرند (۱)
کردند از فراست خود ہیچ اعتبار
من روز و شب بحیرت و فکرم ازیں گروہ
یا للعجب چہ شان خدائی ست آشکار
ہم مدعی عشق محمد شدند و ہم
از مہر علم وے بگریزند سایہ دار

گویند جان و دل برود در سر طبیب
با گفتہ حبیب ندارند ہیچ کار
دعوی گوہری ست و لے از سبک سری
بالائے بحر تیرہ و تارند چون بخار
اظہار نوش نخل نمایند در سخن
اما زبان کلک ہمہ تیز نیش خار
لختے اگر بہ خویش کشایند باب دل
زین گفتہا ہمہ خجل آیند و شرمسار
عیسی کجا و یک نفر از عامیان کجا (۲)
از قطرہ چکیدہ مجو جوش آبشار
آن تخم را کہ ریشہ نرست ست در زمین
نسبت درست نیست نخل پر از نا بہار
آن ذرہ را کہ ماند ہنوز ست زیر سنگ
چشمک زند بہ مِہر جہاں‌تاب ظن مدار
آن قطرہ را کہ در دہن افعی است جا
دور است صدف کہ کند در شاہوار
با رنگ ہم چو گندم و با موئے راست راست (۳)
دشوار نیست بودن عیسی بر ایں دیار
از بر گریز تازگی بوستان مجو
ہر چند پائے نخل نہد نام او بہار
آن کودکے کہ کردہ سواری نے درست
نتواند این کہ راہ برد پہلوئے سوار
ہدی نکوست ہدی محمد نہ غیر او
گمراہ آنکہ ست دگر راہ تنگ و تار

ما را کہ زیر ظلّ محمد غنودہ ایم

با نوح قادیانی و با کشتیش چہ کار (۴)

گلزار را بگو کہ بیاندیشد از خزان

مائیم نخل جنت و مستغنی از بہار

از آفتاب صدق منور حریم ماست

گو مشعل و ستارہ شود گم ازیں دیار

کاساتِ وصل گر نہ کشد کس ز مصطفیٰ

آن کیف تلخ سکر ہمے بخشد و خمار

آن راہ تنگ کش نہ سپرد ست رہنما

شد راہ غول بادیہ و اژدہائے غار

صد شکر آن کہ چشم بہ شپر ہمے دہد

خورشید ما کہ تافتہ از عرش کردگار

اے آنکہ بوئے بادہ ذوق است در سرت

حسن ارادت آرد سر از خاک برمیار

خمخانہ ازل کہ صبوحی کشان عشق

سرشار زو شدند ہمیں جارہ سپار

محروم رشحہ نیست ازیں خمستان کسے

بارے کشا زبان طلب چشم انتظار

چون کرم پیلہ ایں ہمہ اخبار صادقہ

بر خویشتن تنیدن بیہودہ درگذار

اے آنکہ چشم دوختہ نور ایمنی

خوش دل مشو بتابش ہر کرمک و شرار

مردانہ خیز و در کف ہمت عصا بگیر

تکبیر فتح خوان بسرو وادی و قفار

بگزر ز شوخ چشمی و تکذیب مرسلان
زین شیوهء یهود بکن ترک اختیار
اے آنکہ دل بسینہ و مغز ست در سرت
دانی دو نقطہ را نبود جز یکے قطار ؟
اینجا بیا و شاہرہ مصطفیٰ نگر
گام طلب براہ حبیب خدا گزار
آنسو مرو کہ نور نہفتہ است از جہان (۵)
این سو بیا کہ طور تجلی است کوہسار
لا الفین خوان کہ رسول کریم ما
اخبار زین گروہ نمود ست بار بار
اشعار من کہ ماء معین است در مذاق
در بوستان و کشت کند کار نو بہار
و آنجا کہ نیست از اثر او نتیجہء
لا تنبت الکلائے درست ست شورہ زار
ما کیستیم تا سخن ما فتد قبول
آنجا کہ شاعریست رسول بزرگوار
گویند استعارہ نمو دست این رسول
گویند این مجاز بگف ست کردگار
اے دشمن حقیقت والے وائے مجاز
زین استعارہ بگذرد از عقل مستعار
آن چشمہ را کہ موسی و خضرند تشنہ اش
بہر خدا ز آب تنک پایہ کم مدار
آن حسن را کہ صورت و معنی ست دالہ اش
با درہماں بخس بہ بیع و شری میار

الہام نیست آنکہ خلاف شریعت ست
گر بشنوی زیاد (٦) برو دل بجق گمار
تا بہتر و درست تر از وے بتو رسد
این ست آنچہ گفت خداوند گوش وار
مامور نیست آنکہ بترسد ز فلسفی
دیوانہ را قیاس نگیرند ہوشیار
فارغ نشین ز فلسفیان و کلام شان
عنقا ز دام و دانہ نگردد گہے شکار
دنبال سگ گزار کہ او بانگ میزند
چندانکہ ماہ بر سر دنیا ست نور بار
کم سنگ آنکہ مے نہد از پستی نژاد
یک وزن وحی ایزد و عقل خطا شعار
ہم تیرہ آنکہ روزن دود رمے کند فراز
تا شمع را بروز دہد جائے شمس بار
یا رب ز لطف خویش سوئے ما نگاہ کن
بر کشت این گروہ ز رحمت یکے بہار
من از محبتی کہ باسلامیان مراست
از درد این گروہ شدم بس نزار و زار
تا کے بود میان عزیزان چنین خلاف
تا کے بود در امت اسلام انتشار
در یاب اے خدائے رحیم از سر کرم
زان پیشتر کہ دست گزند از زیان کار

(ا۔مرزا صاحب قادیانی کا مصرعہ ہے: این علم تیرہ را بہ پشیزے نمے خرم

۲۔مرزا صاحب قادیانی کا مصرعہ ہے: عیسی کجاست تا بہ نہد پا بمنبرم

۳۔ مرزا صاحب قادیانی کا مصرعہ ہے: رنگم چو گندم است و بمو فرق بین است

۴۔ مرزا صاحب قادیانی کا مصرعہ ہے: واللہ کہ ہم چو کشتیٔ نوحم ز کردگار

۵۔ مرزا صاحب قادیانی کا مصرعہ ہے: من نور خود نہفتہ ز چشمان شپّرم

۶۔ مرزا صاحب قادیانی کا مصرعہ ہے: گر بشنوم نگوئش آں را کجا برم)

(منقول از غایۃ المرام)

منشی سعد اللہ لدھیانوی کا منظوم کلام

وما یستوی الاعمی و البصیر
ولا الظّلمات ولا النّور
کہاں وہ مہدی آل محمد
کہاں آلنقوا کی آل مرزا
کہاں عیسی فیض المال والے
کہاں ملجف گدا کنگال مرزا
مسیح بزرگ آسمانی کہاں
مریض ہوس قادیانی کہاں
کہاں پاک مریم کا لختِ جگر
کہاں بیوہ النقوا کا پسر
کہاں مہدی شرح و صاحب لوا
کہاں گمرہ آل آلنقوا
کہاں وہ مسیحائے دجال کش
کہاں قاعد خانہ بیرائے دہش
کہاں وہ فلک جاہ رفعت مکاں

کہاں یہ دنیّ ساکن قادیان
کہاں جس کی منزل منارہ دمشق
کہاں وہ جسے گھر کی ظلمت پہ عشق
کہاں بندہء مرسل کردگار
کہاں صاحب ابنیّت مستعار
کہاں وہ جو اوروں کے کھو دے مرض
کہاں وہ جسے خود ہوں پورے مرض
کہاں وہ لقب جس کا فیاض مال
کہاں وہ جو پھیلائے دستِ سوال
کہاں وہ تھی دنیا سے نفرت جسے
کہاں یہ زبوں کر دے عشرت جسے
کہاں وہ بنایا نہ تھا جس نے گھر
کہاں یہ جو مشغولِ دیوار و در
ہے اس پر خدا کے غضب کی دلیل
کہ بن بیٹھا اس پاک کا یہ مثیل
ارے تو کہاں اور وہ عیسی کہاں
چہ نسبت زمین است با آسماں
خدا نے جو کی تیری رسّی دراز
بڑھی اور بے باکی و حرص و آز
و املی لھم ان کیدی متین
یہ ساماں ہیں بہر قطع وتین
کہ ہے ڈوبتی بھر کے ظالم کی ناؤ
رہے جب نہ کوئی سہارا بچاؤ
تری عمر ساری ہے اسّی برس
نہیں عیش میں بڑی دسترس

یہ کیا ہے جو لوگوں کے کھائے تو مال
مرض نے ہے تجھ کو کیا پائمال
شتر مرغیاں ہیں تری بے حساب
کہ شاہد ہے اس پر تری ہر کتاب
کبھی تو خدا بنتا ہے بے سخن
ترا کن بھی بالکل خدا کا ہے کن
مگر ابن مریم کا خلقِ طیور
ہے توحید میں موجبِ صد فتور
جہاں ساتھ ہے اس کے اذن خدا
غضب ہے تو اس کو نہیں مانتا
جہاں دعوی ہے وحی و الہام کا
نہیں بولتا ہچکچاتا ذرا
مری وحی بھی انبیاء کی ہے وحی
مجھے پاک اللہ نے دی ہے وحی
کہ اس میں ذرہ دخل شیطان نہیں
پھر اس وحی کی حد و پایاں نہیں
کہ مانند بارش ہے مجھ پر نزول
ترے منہ میں او مفتری خاک دھول
ہے رمالیوں نے ڈبویا تجھے
ارے دین و دنیا سے کھویا تجھے
ملی روسیاہی تجھے بار بار
مگر باز آیا نہ تو زینہار
پسر کا تھا اعلان دختر ہوئی
وہ دختر بھی آخر نہ جانبر ہوئی

پسر پھر جب آیا بڑے زور سے
تو پنجاب کو بھر دیا شور سے
کہ دیکھو وہ موعود ہے یہ پسر
تھے ہم دے چکے جس کی پہلے خبر
عقیقے پہ اس کے ہوئی دھوم دھام
ہوا قادیان میں اژدہام
چہک کر بھی بلبل نے دیکھا نہ باغ
ہوا ایک ہی سال میں گل چراغ
وہ منحوس جو نام کا تھا بشیر
ہوا جلد کنجِ لحد میں اسیر
تو دجال نے اور اک چال کی
جڑی اس پہ تاریخ نو سال کی
یہ مرنے ہی والا تھا جو مر گیا
جو ہے رہنے والہ وہ پھر آئے گا
پسر گو ہیں دو چار موجود اب
ولیکن ہے دل میں یہ دھڑکا غضب
وہ موعود ان میں کہوں اب کسے
مبادا وہی کل کو پھر چل بسے
سوا سال میں پھر نہ آتھم نہ مرا
نہ کچھ جانبِ حق وہ مائل ہوا
تجھے لعنت و روسیاہی ملی
کہ ہر چار سو سے گواہی ملی
یہ ہے عبدِ حق کی دعا کا اثر
ارے کاذبِ قادیان ڈوب مر

کیا واسطے جس کے بیٹوں کو عاق
زن صاحب اولاد کو دی طلاق
وہ عورت بھی مرزا نہ تجھ کو ملی
ملا خاک میں مدعائے دلی
کیا جس کا ملہم نے تجھ سے نکاح
وہ برسوں سے سلطان کو ہے مباح
مریدو ہے یہ بھی کرامت کوئی
مسیح زمان کی علامت کوئی
فافّ لّکم ثمّ افّ لّکم
ہوئے شرم و غیرت سے بیگانہ تم
ارے قادیانی یہ کیا بات ہے
عجب شرم والی تری ذات ہے
ترے منہ میں دے برملا خاک وہ
کہے تو نہیں شوخ و بیباک وہ
اسے اپنے گھر میں تو واللہ دیکھ
اسے دیکھ اور اس کی اولاد دیکھ
مرے قول میں گر تو سمجھے قصور
کمر باندھ پٹّی نہیں ایسی دور
مرے ساتھ چل سب دکھا دوں تجھے
جو سننے کی ہے وہ سنا دوں تجھے
وہ جعفر کو تیرہ مہینوں کا ڈر
شفالانہ بھبکی تھی اک سر بسر
گیا گزر نصف مہ جنوری ۱۹۰۰ء
ملی خاک میں رملی افسوں گری

نہ پہنچی اسے کوئی ذلت نہ رنج
ترے منہ میں خاشاک اے باد سنج
وہ پہلے سے ہے اور آسودہ حال
پڑے تجھ پہ الٹے بہت سے وبال
بہ فضل خدائے حمید مجید
ہے سرکار میں عزت بوسعید
خدا نے کیا اس کو خوش کام و شاد
مربعے ملے چار حسب مراد
ترے باپ دادا زمیں دار تھے
بڑے خیرخواہان سرکار تھے
طفیل ان کے تو آج حارث بنا
ہوئی تیرے حق میں یہ مدح و ثنا
محمدحسین اب زمین دار ہیں
کھٹکتے تری آنکھ میں لار ہیں
انہیں یہ حراثت ہے ذلت مگر
ارے شرم کر شرم کر شرم کر
ہوا اہل عزت میں ان کا شمار
جزاء کیسی او روسیہ جھک نہ مار
کہاں تک گنوں تیرے الہام میں
کہ سر تا بپا افتراء کذب ہیں
گیا ضلع کی تو کچہری میں جب
ہوا تجھ پہ نازل خدا کا غضب
یہ ثابت ہوا ہے تو جھوٹا نبی
ترے ہی قلم سے تری رگ کٹی

ہوئی بولتی بند الہام سے
تو مستعفی اپنے ہوا کام سے
وہاں تو نے تحریر دی اے آثر
کہ اب ایسے الہام ہوں گے نہ پھر
مکدر کہے کشف عیسے کو تو
ترے منہ میں آتا ہے کیا کذب گو
غضب ہے مکدر ہو کشفِ مسیح
ترا کشف ہو لیک صاف و صریح
مسلمان تو کہلائے او بے حیا
لکھے یوں کہ وہ خاتم الانبیا
نہ سمجھے نہ سمجھایا الہام کو
نبی آئے تھے اور کس کام کو
نہ عیسے کو سمجھے نہ دجال کو
نہ اس کے گدھے ریل کی چال کو
مگر تجھ پہ سب منکشف ہو گیا
ارے کچھ تو کر دل میں شرم و حیا
درِ توبہ وا ہے جو تو توبہ کرے
اور آئندہ ان شوخیوں سے ڈرے
تو میرا خدا ہے غفور رحیم
بجھے آب توبہ سے نار حمیم

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴۔اپریل ۱۹۰۳ء۔ صفحہ ۵ تا ۸)

منشی سعد اللہ لدھیانوی کا فارسی کلام

آئینہ کمالات صفحہ ۲۸ میں مرزا قادیانی کہتے ہیں:

یاد کن وقتے کہ در کشفم نمودی شکل خویش
یاد کن ہم وقتِ دیگر کآمدی مشتاق وار
یاد کن وقتے چو بنمودی بہ بیداری مرا
آن جمالے آں رخے آں صورتِ رشک بہار
آنچہ ما را ازدو شیخ شوخ آزارے رسید
یا رسول اللہ پرس از عالم ذوالاقتدار
نام من دجال و ضال و کافرے بنہادہ اند
نیست اندر زعم شان چون من پلیدو زشت و خوار
ہیچ کس را بر منِ مظلوم و غم گین دل نسوخت
جز تو کاندر خواب ہا رحمت نمودی بار بار

اس پر ندائے غیب

مرسل یزداں و عیسی نبی اللہ شدے
باز خواہی ضال و دجالت نخوانند اے حمار
ناصر مرتد چنیں الفاظ دارد بر زباں
اپنے مرسل کی مدد کر اے خدا لیل و نہار
ہیچ ظالم تر نباشد از تو زیر آسماں
افتراء بندی بذات ایزدِ ذوالاقتدار
اہل دین بعد از نصیحت کیف آسے خواندہ اند
مومنے باشد چگونہ کافرے را غمگسار
عیسی مریم شود آلنقوا زادے چھاں

مہدی آل محمد چوں شود کس از تتار
گاہ خود را فارسی الاصل بودی و گاہ حارثے
گشتی و ذات بہر خود کردی وثار
آنکہ آوردست اخبار از حقیقت بے خبر
و آن حقیقت بر تو اے دجال گردید آشکار
شعبدات و لہو و عجل سامری شد معجزات
برتر از عیسی نہی خود را از رہ افتخار
امتیاز انبیاء با دیگران ز الہام و وحی
وحی خود را خواندہ ہمتائے وحی آں کبار
صاف ثابت شد کہ دعوائے رسالت میکنی
نیست ایں پوشیدہ پیش مومنان ہوشیار
من رسو لے نیستم کاں جائے دیگر گفتہء
ہست رنگ آمیزی دجالی تو بر عذار
اے مسیلم در رسا لت چوں شراکت خواست
چوں منافق ایں شہادت ہا ترا آید چہ کار
دعوی تجدید دیں کردی و گر دیدی نبی
واں نبوت را بہ لفظ جزء پوشانی خمار
ایں نبوت در حق خود از کجا آوردہء
چوں نبوت ختم شد بر احمد از پروردگار
بعد از وے کیست کو یابد نبوت ازخدا
یافتند ایں منصب از وے بیشتر صد ہزار
گر محدث بودے آن فاروق بودی زیں گروہ
بعد ختم الانبیاء حاجت نماند اینہار
عض شاں رفتند و بعض آہندہ ایں ہم
بر خر دجالی خود ہم توے کشتی سوار

رشتہء ابنیت خود با خدا پیوستہء
از عبودیت بدل مداری اے ابلیس عار
از غلامی منحرف گشتی و خود احمد شدی
تخم احداث تو سندھی بیاک ؟ کفر آ ورد بار
گفت روح اللہ بعد از من بود ا حمد رسول
آن رسول احمد منم کردی بعالم اشتہار
اے ستمگر از جلال و از جمال او چہ کاست
تا کنندت بہرتبلیغ رسالت اختیار
مصطفیٰ در خواب و بیداریت نمودست رو
کذب میگوئی بذات جائے خواہی خود بنار
آنکہ تطہیرش نماید حق ز دست کافراں
برسردارش کشی از دست ایشاں دزد دار
بر خے از ترساد و قدرے آوری از نفس خویش
اہل ایماں را یہودی گوئی اے مردار خوار
می ستائی چوں گن حق کاف و نون
خو یشرا میدھی اشراک خلق طیر عیسے را قرار
مصطفیٰ نفی صلیبش کردد ہم اثبات
رفع شاہد تبلیغ وے قرآن بود در ہر دیار
انّ عیسی لم یمت گفت و الیکم راجع
چوں امام عادلے باجاہ و سلطان و وقار
قول او مطلق مجاز و استعارہ ساختی
ایں قدر مغرور گشتی برحیات مستعار
مرگ عموائیل و آتھم زیست سلطان مبیں
چوں کشیدت روسیاہ و خوار و زار اندر حصار

دہ چہ شوخ و شنگ آمد دخترت جائے پسر
میوہی نو رس خوشا باشد بہ کہنہ شاخسار
وائے اے رمال پر رمالی و حراشیت
چوں پسر کاری برآمد دخترے زان کشت زار
ایں قدر خوار و خجل باشی و نازاں ہم چناں
بے حیائی تو بیروں باشد از حد شمار
قادیانی ایمن از کید متین حق مباش
جانب املی لھم اے ہیچ گوش دل گمار
قادیانی را از غیب آمد نداہا بارہا
سعدیا ایں بے سعادت ہیچ نگرفت اعتبار

ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۴ کے مندرجات کے متعلق منشی سعداللہ کا اردو کلام:

قادیانی تجھے اس بات کا جب ہے اقبال
کہ یہ ممکن کہ مسیح آئے بہ اقبال و جلال
یہ بھی ممکن ہے کہ ہو جائے نزول اس کی دمشق
پھر مسلماں تجھے کیوں نہ کہیں اب دجال
وہ تو موعود نہ ہو اور بنے تو موعود
تو معرا ہو سب اوصاف ہوں اس میں موجود
پھر تو مہدی بھی ہو حارث بھی ہو وہ کچھ بھی نہ ہو
اس کو تسلیم بھلا کون کرے گا مردود
تجھ کو دعوی نبوت بھی جزوی ہی سہی
وحی و الہام میں پھر کسر نہیں کچھ بھی رہی
میں پیمبر نہیں اور لایا نہیں کوئی کتاب

پردہ داری کے لئے تو نے ہے یہ بات کہی
دخل شیطان سے تری وحی منزہ اور پاک
انبیاء سے کہیں بڑھ کر ترا کشف و ادراک
جو قوائے تجھ کو ملیں ختم رسل کو نہ ملیں
کیوں خدا سے نہیں ڈرتا ارے ملحد بے باک
وحی و الہام سے انجام کے صفحات ہیں پر
کیا کتاب اس کو نہیں کہتے ارے احمق لر
قدح ختم نبوت ہے اگر وحی مسیح
قادیانی ہے تری وحی مگر گوز شتر

لودیانوی۔از پٹیالہ ۱۶۔جولائی ۱۹۰۴ء (منقول از شحنہ ہند ضمیمہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء)

قطعہ تاریخ ولادت دختر قادیانی ملقب بشوخ وشنگ لڑکا

تئیس جون آئی یہ موسم کا حال ہے
راتیں تو بڑھ رہی ہیں دنوں کو زوال ہے
مرزا جی ایک بھائی مخنث ہے بن چکا
اب لڑکا لڑکی بن گئی یہ کیا محال ہے
بیٹی نہیں یہ بیٹا ہے دھوکہ نہ کھایئے
الہام آپ کا ہو غلط کیا مجال ہے
دھندلا گیا مکاشفہ شاید جناب کا
ی کو الف سمجھ گئے ، اتنا خیال ہے
کیوں ایسا غم ہے منہ پہ سیاہی ہے چھا رہی
بے چین ہو رہے ہو طبیعت نڈھال ہے
لڑکا اگر نہ اب کے ہوا لڑکی ہی سہی
بارش سے پہلے آندھی بھی اک نیک فال ہے
جھنجلایئے نہ گھر میں عبث جا کے بار بار

رمل آپ ہی کا آپ کی جان کا وبال ہے
پہلی ہی دھو رہے تھے ہوا اس پہ اور لک
کیسی سیاہ روئی علی الاتصال ہے
ہر سال زخم تازہ لگیں دینے لڑکیاں
اور زخم پہلا آپ کا بے اندمال ہے
آیا ہے گھر میں صورت دختر اگر پسر
ہے چونکہ شوخ و شنگ یہ شوخی کی چال ہے
ارحام میں جو کچھ ہے وہ خالق ہے جانتا
قرآن سے قادیانیوں! کیوں اعتزال ہے
سعدی ہے لایا قطعہ تاریخ ماہ و سال
یہ لیجئے داد دیجئے اگر کچھ کمال ہے
اعداد جمع کیجئے چوبیس جون اور
دختر نما پسر (۱۹۰۴ء) کے یہ جننے کا سال ہے

ایضاً

لڑکی کو حیف مرزا تو نہ کر سکا لڑکا
رمل و نجوم حیلہ کیا کچھ نہیں کیا ہے
بک دیجئے پیشگوئی پوری ہوئی ہماری
کیوں منہ میں گھنگنیاں ہیں ہونٹوں کو کیوں سیا ہے
ہے گرچہ رو سیاہی جیتی رہے خدایا
لڑکا بشیر بھی تو آیا تھا کیا جیا ہے
معجونیں اور مربے حلوائے ریگ ماہی
پھر نو مہینے کیسا خون جگر پیا ہے
سال ولادت اس کا گر آپ چاہتے ہیں
وہ نوٹ بک میں ہم نے تحریر کر لیا ہے
سعدی بھی ہے معلم اس کی سنو ادب سے

اک شوخ و شنگ لڑکا لڑکی بنا دیا ہے

دختر نما پسر اور چوبیس جون (۱۹۰۴ء) اس میں

تاریخ و سال و خوبی سب کچھ دکھادیا ہے

راقم لودہانوی از پٹیالہ

(شحنہ ہند ضمیمہ ۲۴۔ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۶۔۸)

آئینہ کمالات کے صفحہ ۵۵ کے اشعار کے جواب میں منشی سعد اللہ کا فارسی کلام:

الا اے قادیانی یاد کن روز قیامت را

چگونہ ترک کردی راہ اسلام و سلامت را

نفاق از دل فگن بگذار شوخی و شرارت را

بدہ در سینہ جا اخلاص و تقوی وطہارت را

بدر کن از دماغ خویشتن زعم نبوت را

مبر در سر چو ترسا رہ خیالات نبوت را

دگر کورانہ می پنداری ایں اجماع امت را

نہ جہل خود نداری با در اخبار شریعت را

مگستر دام دعوئے مسلمان پیئے خوردن

مکن شائع چو تجار فرنگ اعلان بیعت را

بہ صدق دل مریداں مرسل یزدانیت خوانند

عبث سنہفت اے دجال دعوی رسالت را

بہ جز مدئی اپروزی ملتبس دعوی٫ خود سازی

بایں مکر و حیل خدمت کنی اہل بلادت را

ز دجالان موعود آمدی دجالے اے مردک

بلاء و امتحان اہل ایمان و صداقت را

نزول وحی بر خود مثل وحی انبیاء گوئی

صداہا بہر خود داری . منم ما مور دعوت را .

و زان الہام و وحی خود سیہ اوراق گردانی

. رسو لے نیستم ، میگوئی اے دجال خدعت را

نیاوردم کتابے حسب عادت ہم غلط گفتی

بلے تبدیل کردن خت دشوار ست عادت را

گزینی جائے ابنیت کنی ترک عبودیت

کہ ایں نخوت کند ابلیس ہر اہل عبادت را

(یہ مصرع مرزا قادیانی کا ہے۔ چونکہ ہر اہل عبادت کو نخوت ابلیس

بنا دیتی ہے اس لئے قادیانی نے عبادت چھوڑ کر ابنیت اختیار کی ہے)

یہودی باشد آن کو بر صلیب آرد مسیحا

پئے عیسی شدن گشتی مخالف دین و ملت را

ز پیر نیچری مرگ و صلیب عیسی آوردی

نہادی چوں علم بر دوش تجدید امامت را

خداوندا پناہت زیں یہودی کیش عیسی کش

کہ بر روح و رسولت تہمتے بندد اذیت را

چو عجل سامری لہو و لعب گوید بامجازش

بہ حق آں مکرم مے پسندد ایں مزلت را

بخواند انّما الاعمال بالنّیّات باز ازکیں

ہمی بد ذات گوید عالمان نیک نیت را

(جب خود علماء کو بد ذات وغیرہ الفاظ سے یاد کرتا ہے تو نیک نیت بنتا ہے اور جب

علماء اس کی دجالیاں دیکھ کر ملامت کرتے ہیں تو انکی نیت کا خیال نہیں کرتا ہے)

چو چشم حق شناسی نور عرفانش نہ بخشیدند

بہ گفت اعمی و مشرک ازخباثت خیر امت را

اگر عمرے تو ہشتادست یا پانچ و نود سندھی

ز درگاہ خدا کید متین پندار مہلت را

(۸۰ سال۔ ۹۵ سال۔ سندھی۔ مرزا کا اصل نام ہے)

منہ دل در تنعم ہائے دنیا گر خدا خواہی
مخور بادام روغن جائے روغن عیش و عشرت را
مسلماناں پیٔے دارین امن و عافیت خوانند
بہ حرص مال و جاہ ایدوں تو میخواہی مصیبت را

(مرزا قادیانی کا شعر ہے:

ہمہ در دور ایں عالم امان و عافیت خوانند
چہ افتاد ایں سر مارا کہ میخواہد مصیبت را)

اگر ممکن بود از سینہء ات برداشتن پردہ
بہ بیند اندراں ہر کس نفاق و خبث طینت را
ز خوف حاکم ضلع آنچناں در باختی زہرہ
کہ گفتی الوداع دائمی رمل و کہانت را
نخواہم در حق کس ہیچ گاہ الہام انذاری
نخواہم بر کسے گاہے دعائے بد اجابت را
بعیسی در رہ تعلیم دین ناکام شد گوئی
بذات وے نہی صد عیب تحصیل فضیلت را
حقیقت ہائے دجال و خر وے بر تو روشن شد
ز فہم مصطفٰی بر تر گماری آن حقیقت را
شدی دوراز عبادت باوجود قرب عبداللہ (غزنوی)
چہ سود از رہبر کامل تہیدستان قسمت را
مسیح و مہدی و حارث نبی گشتی ولد گشتی
شکم سیرت نمی گردد بہ ہیچ اے چو بہ مترا

(متھرا کے چوبے پرخوری میں مشہور ہیں گذشتہ دجالوں میں سے کسی نے صرف عیسی بننے کا دعوی کیا کسی نے صرف مہدی کا، کسی نے صرف نبی کا۔ یہ کم بخت سبھی کچھ بن کر، علاوہ براں ابن اللہ بن کر شکم سیر نہیں ہوتا)

بشیر ناتواں کانرا تو عنموائیل مے گفتی
کانّ اللہ نازل ز آسماں شد داغ فرقت را
بہ پیش گوئیء ایں بچہ و نیز آتھم و سلطان
سیاہی ہا ز رمالی بہ رخ مالیدہء تترا (پے در پے)
بشیرت دخترے آمد ز بار اولیں پیدا
پسراز بار ثانی آمد آبادی تربت را
برآمد ہفت بر نہ سال و عموائیل نامد باز
بگو اکنوں چہ داری حیلہ آں نہ (۹) سالہ مدت را
تو شیر نیستان بے حیائی آمدی
ز اول بہ مکر شید و خو نمودی ایں اضافت را
چہ مے سوزی زبہر زوجہ الہامیت ناداں
بدل گر غیرتے داری بغیران وصل وقربت را
زنِ الہامیت در خانہ سلطانست بار آور
چہ مے باشد لقب ہم چوں تو دونِ بے حمیت را
(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴۔ اگست ۱۹۰۴ء ص ۱۔۳)

نظم بر مرزا قادیانی

ہر کسے کامروز شد پیغمبرے
الحق آن دجال گشت و کافرے
مے شمارد وحی و الہام خودش
طاہر و برتر ز دخل ہر شرے
قادیانش حسب قول او دمشق
شد یزیدی خصلتاں را مصدرے

(ازالہ ص ۷۲۔ قادیان میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں۔ قادیانی وہاں کا

کرسی نشین رئیس ہے تو یزید کیوں نہ ہوا، اسی لئے حسینؓ سے افضل بنتا ہے)

پس یزید آمد رئیسش لا جرم
آنکہ شد کرسی نشین و مہترے
از ہمیں جوید فضیلت بر حسین
کامحمد مرسل جدش اب حیدرے
مرگ عیسی خواند پیر نیچری
بر پیش کردش غرض کورو کرے
بر سر خلق خدا جائے ہما
بفگند تا سایہ بوم و شپرے
حق بہ قراں از صلیبش پاک کرد
زیں دو بے باکاں صلیبش معبرے
قادیانی ! گوہر خود را بہ بیں
بہر پاکاں ایں نباشد منظرے
شرم دار از ابن مریم گشتنت
ایکہ بود آلنقوایت مادرے
مہدی آل محمد چوں شوی
تو کہ میداری پدر بو ذنجرے
فارسی الاصل خود آب تو نیست
چوں تو از تاتار داری گوہرے
بن کے یہ سب کچھ ہے پھر حارث بھی تو
الغرض ہیں تیرے طرفہ ماجرے
ایں چنیں بے ہودگی ہا را یقیں
خارج از امکانست از دانشورے
گشتنت عیسی بہ عیسی کشتنت
ہیچ اہل دیں ندارد باورے

گوہر خود بر برِ گوہر شناس
کے شوی عیسی بہ تصدیقِ خرے
بود چوں گوسالہ اعجاز مسیح
دانیش چوں سامری افسوں گرے
قابل نفرت ہوں ان کے معجزے
وضع ہو بے باک رحمت سے پرے
کس زبان سے تو بنا ان کا مثیل
نام جب ہر کام پر ان کے دھرے
کے مثیل عیسی مریم شوی
زوجہ ات غرقِ لباس و زیورے
خانہء عیسی نبود اندر جہاں
تو ہمہ مشغول دیوار و درے
یاد داری بود چوں باریک تر
امتیازت خود بہ کشفی منظرے
اتحادت بود چندان با مسیح
تو و او دو پارہء یک جوہرے
فطرتت باوے تشابہ داشت بس
کز درخت او تو ہم بودی برے
شد مبدل فطرتت اکنوں چناں
بے پری بالاش بے بال و پرے
ان سے افضل اب تو کیسے بن گیا
کیوں نہیں خوف خدا تجھ کو ارے
پائے عیسی ہم نہ بالائش رسد
ایں چنیں آوردی اعلی منبرے

انبیاء تو نے بنائے مزمرسٹ
بے ادب تجھ کو خدا غارت کرے
کے تو مے کردی بایشاں اتہام
گر تو بودی نیک و نیکو محضرے
جس نے دیکھیں تیری پیشگوئیاں
اب وہ گیدڑ بھبکیوں سے کیا ڈرے
تو جسے مارے جیئے وہ دیر تک
جس کو زندہ چاہے تو جلد مرے
اور جسے شاداب چاہے خشک ہو
جس کو سوکھیں تو کہے وہ ہوں ہرے
چوں پسر زائی بمیرد زود تر
گر پسر خوانی برآید دخترے
ملہمت گفت آں یکے را شوخ و شنگ
ز آید از وے فتنہ و شور و شرے
آتھم ترسا دران مدت نہ مرد
بر رگ جانت ازاں صد نشترے
واں نشان ہم لیکھرام از تو چہ دید
قتل و مرگش ہست امرِ آخرے
بالکوں کو اپنے ہے اس کے سوا
کیا سبق تو نے پڑھایا مسخرے
ابن مریم چڑھ کے سولی مر چکا
میں ہی عیسے ہوں قیامت سے ورے
قائلے بایں ہمہ کائد مسیح
با جلال ظاہر و کرّ و فرے

یک جہ باشد دو ہزار آمد تواں
در ازالہ صفحہ ص ، د ، و رے

انتظار آن مسیح از آسمان
دارد اندر سینہ ہر نیک اخترے

ملحف و مدبر ہے تو کیسا مسیح
مال مردم سے جو پیٹ اپنا بھرے

اے دغا باز آنچہ گفتی یادکن
لا جرم شد ختم بر پیغمبرے

تو کدامی قسم پیغمبر شدی
در دہانِ گندہ ات خاکسترے

آہ بااسلامیاں کردی فریب
داشتی باخود نبوت مضمرے

ہر رسولے آفتاب صدق بود
ہر رسولے بود مہر انورے

ما ہمہ پیغمبراں را چاکرم
ہم چو خاکے کاوفتد بر ہر درے

در براہین بود ایمانت چنین
بر ہمہ کس حجتے روشن ترے

اے کہ عیسی را تو باشی خاک در
ہائے مرتدا نہ گشتی ہمسرے

ہمسرے نہ بلکہ از وے بہترے
اے منافق بودی او را چاکرے

ایں فضیلت ہا بہ عیسے جستنت
و ایں رسالت شد بدینت صرصرے

خالی از ایمان و دین بگذاشتت
پر عفونت مردہ بے جاں پیکرے
دعوی تجدید دین بودت نخست
خویشتن را کردی آخر ابترے
گشتی از ابنیت و تصویر خویش
بت ستاؤ بت فروش و بت گرے
موجب گستاخی و ہتک مسیح
در کف از شرب الیہودت ساغرے
مے کنی تغلیط تفسیر سلف
ناخلف رفتی براہ دیگرے
قابل ایماں حدیث مصطفیٰ
نیست نزد تو بہ قرآن اکثرے
وحی عیسی قادح ختم الرسل
داری از الہام و وحیت دفترے
بہر دجال شقیء ایں زماں
خامہ سعدی ست گویا خنجرے
گرچہ یا رب بندہء بے توشہ ام
نیست غم باچوں تو بندہ پرورے
چشم بر عفو تو دارم چوں توئی
مستعانے مہربانے داورے
خائف از قہر تو ام دائم ولے
رحمت تست از غضب زور آورے
قابل التّوبِ و غفار الذنوب
مغفرت گردان بہ فرقم مغفرے

زینہار تو ز دجال زماں
سیّما زاں کافر آید اعورے
حرز جان دارم براہ مصطفیٰ
در برے قرآن حدیثش در برے
التجا دارم دراں تاپ و تپش
جامے از دستش کنار کوثرے

(سعداللہ در شحنہ ہند ضمیمہ ۲۴ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۱تا۴)

منشی سعداللہ لدھیانوی کا اردو کلام:

وقد یصدق الکاذب آتا ہے صادق
مسیحا فلک پر اٹھائے گئے ہیں
پئے قتل دجال اعور یہودی
وہ پھر بھیجنے کو بلائے گئے ہیں
وفات ان کو حق دے گا جب آئیں گے پھر
ابھی موت سے وہ بچائے گئے ہیں
مدینے ہی میں آپ کا ہوگا مرقد
جہاں شاہ خوباں سلائے گئے ہیں
وہ زندہ ہیں گو کافروں کی طرف سے
بہت تیر تکّے چلائے گئے ہیں
مصدق ہوں ان کے مبشر تھے جن کے
مسلمان یہ نکتہ سمجھائے گئے ہیں
ہوا ذائقہ اور ذاقت برابر
یہ کیا صرف پڑھ کر گنوائے گئے ہیں
کتابیں پڑھیں بوجھ سے ان کے لیکن

یہ لادے عجب چارپائے گئے ہیں
خلت کو سمجھتے ہیں ماتت ہمیشہ
لغت بھی نئے ہی سکھا ئے گئے ہیں

(قد خلت کا ترجمہ مرزا صاحب قد ماتت کرتے ہیں)

جو یوں سنۃ اللہ ماتت کہیں گے
راہ راست سے کیا بھلائے گئے ہیں
ہمیں ان اماموں سے مالک بچائے
جو داعی الی النّار پائے گئے ہیں
امامت ہے کیا یاں بہ تخت نبوت
عجب گاؤ تکئے جمائے گئے ہیں
نبی ہیں ازالے میں یزداں کے مرسل
لقب یہ بعنوان لکھائے گئے ہیں
رسول و نبی کیا کہ ابن خدا کا
سبق موحیوں سے پڑھائے گئے ہیں
(انّ الشّیا طین لیوحون الی اولیاء ھم)
کھلے وہ حقائق و اسرار اس پر
جو ختم الرسل سے چھپائے گئے ہیں
سراج و براہین کا نام لے کر
ٹکے پیٹ بھر بھر کمائے گئے ہیں
سقنقور کا حلوا.. بادام روغن
روپئے یوں ہزاروں اڑائے گئے ہیں
بآں غربت و انکسار و توکل
منار و مکاں کیا چنائے گئے ہیں
وہ آیات و انوار و ایثار سب کچھ
بیاد تنعم بجھائے گئے ہیں

تکلف ذرا دیکھنا مطنجوں کا
کہ واں کھانے کیا کیا پکائے گئے ہیں
مسیحن کے پھر وہ لباس اور زیور
کہ کیا کیا سِلائے گھڑائے گئے ہیں
سقنقر اور جند اور ریگ ماہی
پئے قوتِ باہ لائے گئے ہیں
جو عیسے نے ہرگز نہ دیکھے بھی ہوں گے
وہ حلوہ و معجون کھائے گئے ہیں
مسیح اور میں اک شجر کے ہیں دو پھل
یہ گیت ایک مدت سے گائے گئے ہیں
اور اب کہتا ہے ان کے اعجاز بالکل
تھے مکروہ مجھ سے چھڑائے گئے ہیں
بدیں وجہ عطر زنِ فاحشہ میں
مسیحا کے کپڑے بسائے گئے ہیں
غضب ہے کہ اس پر بھی عیسے بنا کر
خرِّ قادیانی دکھائے گئے ہیں
پڑی شامت اعمال کی کس قدر ہے
کہ کعبے کے حج سے ہٹائے گئے ہیں
زمین اپنی جورو کے قبضے میں کردی
تمسک رجسٹر کرائے گئے ہیں
کہ ورثہ نہ کچھ پاسکیں رشتہ والے
جو رستے میں کانٹے بچھائے گئے ہیں
وہ ہشیارپور میں ہوئے کیوں نہ ساعی
جہاں برسوں آنسو بہائے گئے ہیں

یہ کیوں سے پٹّی اہل متفق ہوئے
بس اس کی سزا میں رولائے گئے ہیں
رقیبان پٹّی بایام خبطت
بہت دھمکیوں سے ڈرائے گئے ہیں
جو ڈر سے نہ کچھ کام نکلا تو آخر
بڑی محنتوں سے منائے گئے ہیں
نہ منت سے بھی جبکہ وہ باز آئے
تو خطہائے جعلی منگائے گئے ہیں
کہ ثابت ہو جن سے وہ کچھ ڈر گئے تھے
کہوں کیا عجب گل کھلائے گئے ہیں
اڑھائی برس پر بھی دس اور گذرے
مئے وصل سلطان پلائے گئے ہیں
چنے تھے یہ لوہے کہ ایام سختی
بڑی سختیوں سے چبائے گئے ہیں
ترے سر پہ برسوں سے او قادیانی
مصیبت کے پتھر ڈھلائے گئے ہیں
پہ ٹلتے نہیں گو کئی بار پہلے
سیاہی سے مکھڑا رنگائے گئے ہیں
کئی کانے لنگڑے جو چیلے ہوئے ہیں
وہ دامِ طمع میں پھنسائے گئے ہیں
بہت شرم والے جو شرطیں لگا کر
نصاری سے ڈاڑھی منڈائے گئے ہیں
کب اسلام پر ایسے رمالیوں سے
مخالف بھلا کیوں ہنسائے گئے ہیں

خدا بھی بنے تھے نبی اور علی بھی
بہت ایسے دجال آئے گئے ہیں
ثمود آل فرعون عاد اہل مدین
ڈبوئے دھنسائے کھپائے گئے ہیں
یہ ہے دورہء مہدی قادیانی
مسلمان باہم لڑائے گئے ہیں
نیا کوئی فتنہ نہیں سعدیا یہ
کہ بندے صدا آزمائے گئے ہیں

(شحنہ ہند میرٹھ ص ۲ تا ۴ ـ ۹ اکتوبر ۱۹۰۴ء ضمیمہ)

☆ ابوالمنظور عبدالحق سرہندی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کنھیا جی بننے کی تاریخ درج ذیل قطعہ کے آخری مصرع سے نکالی ہے:

مسیحا سے مرزا کنہیا بنا
نیا تار مکڑی نے ہر سو تنا
بنا مکر کی تیلیوں کا قفس
بہت سے پھنسیں تا کہ مچھر مگس
کھلا آخرش شحنہ پر اس کا کید
جو چوروں کو کرتا ہے زنداں میں قید
خفا ہو گیا آسمانی پدر
کیا در سے بیٹے کو اپنے بدر
یہ تاریخ سن لیں خواص و عوام
ہوا مسخ اب قادیانی غلام

(آخری مصرع سے ۱۹۶۱ بکرمی تاریخ نکلتی ہے جس سال مرزا صاحب نے کرشن ہونے دعویٰ کیا تھا) (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء ص ۱)

☆ قطعہ تاریخ سزایابی مرزا غلام احمد قادیانی از محمد عبدالحق سرہندی

(آخری مصرع سے تاریخ ۱۳۲۲ھ نکالی ہے)

بنا مجرم غلام قادیانی ہوئی کذاب کی ظاہر نشانی
ستایا خلق کو ظالم نے کیا کیا چلائی تیغ قلمی و زبانی
کبھی طاعون کی دھمکی دکھائی کہ ہے طاعون میرا یار جانی
ملی انصاف سے حاکم کے اس کو سزا واجبِ ذرب لسانی
تمام الہام کی ترکی ہوئی اب ہوئی مقطوع وحی آسمانی
سرالہام سے منظور لکھو ہوا داغی مسیح قادیانی

(شحنہ ہند ضمیمہ یکم نومبر ۱۹۰۴ء ص اول)

۱۹۱۲ء تک ردقادیانیت پر چند تصنیفات

اس موضوع پر ہم کئی تصنیفات کا ذکر کر چکے ہیں اور ذیل میں چند ایک کا تعارف مولانا اللہ وسایا ڈیروی کی گراں قدر تالیف سے ملخصاً نقل کیا جاتا ہے:

☆ تحقیقات دستگیریہ فی ردّ اغلوطات البراہینیہ۔ مولانا غلام دستگیر قصوری۔ ۲۷ صفحات عربی اردو۔ ۱۳۰۳ھ۔ براہین احمدیہ کو پڑھ کر اہل دل جان گئے تھے کہ مرزا قادیانی بے دینی کی سیڑھی کو بڑی تیزی سے عبور کر کے پوری امت کو فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ ان اہل دل حضرات میں جناب مولانا ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر قصوری حنفی تھے جنہوں نے براہین احمدیہ کی ہفوات پر عالمانہ فاضلانہ تحقیقات کیں۔ کتاب عربی میں ہے۔ اس کے ہر صفحہ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے عربی اور اردو کو ایک ساتھ شائع کر دیا گیا ہے۔

☆ خیالی مسیح اور اس کے فرضی حواری سے گفتگو۔ محمد حسین بٹالوی۔ ۳۵ صفحات۔ اردو۔ ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء۔ یہ دراصل اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ ہے جس میں مرزا قادیانی اور حکیم نوردین سے مؤلف کی مکمل مراسلت شائع کی گئی ہے۔

☆ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے بارے میں چند سوالات۔ محمد حسین بٹالوی۔ ۱۶ صفحات اردو۔ مولانا محمد حسین بٹالوی نے سوالات لکھے جن کا جواب حضرت مولانا صوفی محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نے تحریر فرمایا۔

☆ مرزا قادیانی اور مرزائی کافر ہیں۔ حافظ محمد لکھوی، صوفی محی الدین لکھوی۔ ۱۶ صفحات اردو۔ لکھوی خاندان کے مرحوم بزرگوں کا فتوی کہ مرزا قادیانی اور مرزائی کافر ہیں، حیات عیسی کا انکار کفر ہے۔ یہ فتوی پہلے اشاعۃ السنہ میں ۳۳۴ تا ۳۴۴ میں شائع ہوا۔ پھر پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا گیا۔

☆ اشاعۃ السنہ۔ اڈیٹر محمد حسین بٹالوی۔

مولانا بٹالوی کا رسالہ اشاعۃ السنہ شائع ہوتا تھا۔ انہوں نے اس رسالہ کو مرزا قادیانی کی تردید کے وقف کر دیا۔ اس رسالے کی جلد ۱۳ میں
فتوی علماء پنجاب و ہندوستان در بارہ مرزا قادیانی ہے۔ اس کے نمبر ۴، ۵، ۶، ۷، اور ۱۲ میں یہ فتوی شائع ہوا جو ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔
اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۴ میں مباحثہ لدھیانہ (۱۸۹۱ء) مابین مولانا بٹالوی اور مرزا قادیانی کا ذکر ہے جو کئی ۳۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔
اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۵ یہ طویل مضامین رد قادیانیت پر ہیں:

☆ قادیانی کی گیڈر بھبکی۔ محمد حسین بٹالوی

☆ اعاذہ رحمانی در وساوس قادیانی۔ محمد حسین بٹالوی

☆ درخواست مباہلہ کا جواب۔ (اعاذہ نمبر ۲)۔ محمد حسین بٹالوی

☆ اعتراض دشنام دہی کا جواب۔ محمد حسین بٹالوی

☆ قادیانی کی تازہ دروغ گوئی۔ محمد حسین بٹالوی

اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۶ (مشتمل بر ۳۸۴ صفحات) میں یہ طویل مضامین رد قادیانیت پر ہیں:

☆ قادیانی پر فتح یابی کا شکرانہ، (۳۲ صفحات)۔ محمد حسین بٹالوی

☆ لعنت اللہ علی الکاذبین، (۱۰۶ صفحات)۔ محمد حسین بٹالوی۔

☆ تکملہ مضمون لعنت اللہ علی الکاذبین۔ (۲۷ صفحات) محمد حسین بٹالوی

☆ حرامزادہ کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب۔ (۱۲ صفحات)۔ محمد حسین بٹالوی

☆ فرضی زوجہ قادیانی اور اس شوہر ثانی کی عدم وفات پر قادیانی کی راست بیانی (۱۷ صفحات)۔ محمد حسین بٹالوی

☆ عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے (جنگ مقدس مرزا کی کتاب ہے، اس پر تبصرہ ہے)۔ محمد حسین بٹالوی

☆ بیان للناس۔ مولوی عبدالمجید۔ ۱۰۰ صفحات۔ اردو ۱۳۰۹ھ۔ محمد احسن امروہی اور مؤلف کے درمیان خط و کتابت پر مشتمل یہ کتاب ہے جس میں مرزا قادیانی کے دعاوی کو غلط ثابت کر کے اس کے مرید کو خوب رسوا کیا گیا ہے۔ (انشاء اللہ جلد ہفتم میں اس کی تلخیص شامل کی جائے گی۔ بہاء)

☆ شفاء للناس ۔محمد عبد اللہ شاہجہان پوری ۔۱۰۰صفحات ۔اردو ۔۱۳۰۹ھ ۔حیات ونزول عیسیٰؑ ،خروج دجال کا ذکر کر کے جگہ جگہ مرزائیت کے حوالہ جات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزائیوں کا دجال کی حقیقت سے انکار کرنا یا حیات ونزول عیسی کا انکار کرنا، ان کی بددیانتی ہے ورنہ یہ ایسے مسائل ہیں جو کبھی بھی امت میں ما بہ النزاع نہیں رہے ۔(انشاء اللہ جلد ہفتم میں اس کی تلخیص شامل کی جائے گی ۔بہاء)

☆ تائید آسمانی در ردنشان آسمانی ۔جعفر تھانیسری ۔۳۰صفحات ۔اردو ۱۸۹۲ھ ۔شاہ نعمت اللہ کا قصیدہ جو آنے والے حالات و واقعات کے متعلق ہے، ہمیشہ سے لوگوں نے اس میں حالات و واقعات کو دیکھ کر ردو بدل کیا ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بھر کوشش کی ہے ۔مرزا قادیانی نے بھی اپنی خانہ ساز نبوت ومسیحیت کے لئے اس کے اشعار کو بگاڑ کر ترمیم واضافہ، کتر وبیونت کر کے مطلب براری کی کوشش کی اور اسے نشان آسمانی قرار دیا۔ مصنف کتاب جو برصغیر پاک و ہند میں جرأت و بہادری ایثار وقربانی کا نشان تھے، انہوں نے اس کا ردّ یہ رسالہ تحریر کر کے مرزا قادیانی کی بولتی بند کر دی ۔

☆ الفتح الربانی فی ردعلی القادیانی ۔حسین بن محسن انصاری ۔۲۰صفحات ۔عربی اردو ۔۱۳۱۱ھ ۔حیات عیسی کے سلسلہ میں مرزا قادیانی کے اوہام وشبہات کا رد کیا گیا ہے ۔

☆ الہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح ۔غلام رسول ۔۱۱۶صفحات ۔اردو عربی ۔۱۳۱۱ھ متن عربی میں جو مولانا غلام رسول نے لکھا ہے ۔اس کا ترجمہ آفتاب صداقت کے نام سے پیر غلام مصطفیٰ نے کیا ہے ۔متن اور ترجمہ ایک ساتھ شائع ہوا۔علمی انداز کی کتاب ہے ۔

☆ کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام قادیانی ۔قاضی فضل احمد ۔ ۱۷۵ صفحات ۔طبع اول ۱۳۱۴ھ ۔(طبع دوم ۱۹۸۸ء) ۔ یہ مرزا کی زندگی میں شائع ہوئی مگر اس کو جواب کی توفیق نہ ہوسکی ۔اس کتاب کے مصنف پولیس انسپکٹر تھے ۔انہوں نے مرزا کی ذات، جماعت، عقاید، عزائم، علم وعمل کی خوب تفتیش کی ہے ۔

☆ عصائے موسی ۔منشی الہی بخش لاہوری ۔۴۶۰صفحات ۔اردو ۔۱۸۹۹ء ۔ مصنف مرزا قادیانی کے مرید تھے ۔مرزا نے دعوی نبوت والہام کیا تو یہ بھی اس کی تردید میں جت گئے ۔مرزا نے کہا میں عیسی ہوں تو منشی الہی بخش نے کہا کہ میں موسی ہوں ۔جس طرح عیسیٰؑ شریعت موسی کے علم بردار تھے، اسی طرح مرزا کو بھی میری علمبرداری کے نیچے آنا چاہیے۔

چنانچہ اسی لئے کتاب کا نام عصائے موسیٰ رکھا۔ مرزا کی زندگی میں یہ کتاب شائع ہوئی مگر مرزا قادیانی سوائے گالیوں کے اس کا جواب نہ لکھ پایا۔

☆ شمس الہدایۃ ۔ پیر مہر علی گولڑوی ۔ ٦٦ صفحات ۔ اردو ۱۸۹۹ء۔ مرزا کی کتاب اعجاز المسیح کے جواب میں پیر صاحب نے اس کتاب میں متعدد قرآنی آیات، احادیث صحیحہ، عقلی ونقلی دلائل سے رفع وحیات مسیح کا ثبوت دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ قیامت سے پہلے جب خروج دجال ہوگا اور مہدی اس کے خلاف جہاد میں مصروف ہوں گے تو اس وقت عیسیٰؑ دمشق میں آسمان سے نزول فرما کر دجال کو قتل کریں گے، حج کریں گے، عمرہ کریں گے، شادی کریں گے، اولاد ہوگی۔ پھر مدینہ میں وفات پا کر رحمت عالم ﷺ کے ساتھ روضہ طیبہ میں مدفون ہوں گے۔

☆ سیف چشتیائی ۔ مہر علی شاہ ۔ ۳۷۵ صفحات ۔ اردو ۔ ۱۹۰۰ء۔ پیر صاحب کی شمس الہدایت کا جواب محمد احسن امروہی نے بنام شمس بازغہ دیا۔ جس کا جواب پیر صاحب نے سیف چشتیائی کے نام سے دیا۔ اس میں ابن عساکر کی حدیث نزول عیسیٰ ابن مریم درج کر کے آپ نے پیش گوئی کی تھی کہ مرزا قادیانی کو مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ جانے کی کبھی توفیق نہ ہو گی ۔ اسی قسم کی پیش گوئی مولانا قاضی سلیمان منصور پوری نے بھی کی تھی ۔ قدرت کا کرشمہ کہ ان حضرات کی پیش گوئی سچی ثابت ہوئی اور مرزا قادیانی کو حرمین جانے کی توفیق نہ ہو سکی ۔ اس کتاب کا سن اشاعت ۱۹۰۰ء ہے ۔ اس کے بعد قادیانی ۸ سال زندہ رہا مگر جواب دینے کی توفیق نہ ہوئی ۔ (مرزا صاحب کے حج نہ کرنے کے بارے میں پیش گوئی مولانا احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنہ میرٹھ نے بھی کی تھی ۔ انہوں نے لکھا تھا: کیا مرزا جی حرمین شریفین کی زیارت کریں گے؟ ہرگز نہیں کیونکہ سفر حجاز میں مصائب ہیں۔ جہازوں کے ڈوبنے کا خوف ہے ۔ پھر جدّے اور مکہ اور مدینہ کی راہ میں بدّو لگتے ہیں جو مال واسباب لوٹ لیتے ہیں، ورنہ مار ڈالتے ہیں ۔ جا بجا قرنطینے ہیں ۔ طاعون ہے، ہیضہ ہے۔ الغرض طرح طرح کی آفات ہیں ۔ اس لئے نہ مرزا جی خود جائیں گے نہ اپنے حواری اور مریدوں کو حج کی اجازت دیں گے ۔ بس ایسے پر آشوب وقت میں تو قادیان ہی مکہ اور مدینہ بلکہ ان سے بھی کئی حصے زیادہ شرف رکھتا ہے کیونکہ وہ دار الامان ہے اور مکہ اور مدینہ اور ان کی راہ میں امن نہیں بلکہ ہر وقت جان کا خطرہ ہے۔

لیکن مرزا جی کا یہ عذر لنگ ثابت کرتا ہے کہ وہ موعود عیسیٰ نہیں بلکہ مردود دجال ہیں، چنانچہ ابن عساکر نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے: قال رسول اللہ ﷺ لیہبطن اللہ عیسی بن مریم حکماً عدلاً و

اماماً مقسطاً فیسلکن فج الروحاء حا جّاً او معتمراً و لیقفن علی قبری لیسلمن علیّ و لاردن علیه (۔ترجمہ)۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ ،خدا تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو اتارے گا حاکم عادل اور امام منصف بنا کر۔ پھر وہ حج یا عمرہ کرتے ہوئے روحاء کی راہ سے چلیں گے (روحاء ایک مقام ہے جو مدینہ سے ۳۶ کوس ہے) اور میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر مجھ کو سلام کریں گے اور میں سلام کا جواب دونگا۔

اب فرمایئے مرزا جی مسیح موعود کیونکر ہوئے؟ ان کے واسطے تو روحاء، قادیان اور گورداسپور کی سڑک ہے ۔ وہ اس راہ سے اس وقت بجبوری جاتے ہیں جب کہ مقدمات میں عدالت ان کو طلب کرتی ہے۔ خدا نہ کرے کہ مرزا جی حرمین شریفین کو جائیں وہاں تو سچے مومن جاتے ہیں جو خدائے وحدہ لاشریک اور اس کے رسول خاتم النبیین پر ایمان رکھتے ہیں۔ مرزا جی احادیث کے اس جزء کو مانتے ہیں جو ان کے مطلب کے موافق ہوتا ہے، باقی اجزاء نہیں مانتے اور اس آیت کے مصداق ہیں : نؤمن ببعض و نکفر ببعض ۔ شحنہ ہند میرٹھ ۔ضمیمہ ۱۶ستمبر۱۹۰۳ء)

☆ حجۃ الجبار۔ سید عبدالجبار ۔ ۱۶صفحات اردو ۔۱۳۔ اگست ۱۹۰۰ء۔ قادیانی گروہ کی طرف سے ایک کتاب لکھی گئی جس کا نام انوار اللہ ہے۔ یہ کتاب اس کا جواب ہے۔

☆ حالات قادیانی خلاف آیات آسمانی ۔منشی اللہ دتہ ۔ ۶۷صفحات ۔ اردو ۔ ۱۹۰۱ء

☆ راست بیانی برشکست قادیانی ۔ امام الدین گجراتی ۔۶۰ صفحات اردو ۔ ۱۹۰۱ء۔ لاہور میں پیر مہر علی کے مقابلے میں مرزا نے فرار کیا تو مرزائیوں نے اسے دھونے کیلئے مختلف حیلے بہانے تراشے ۔مولانا امام الدین گجراتی نے ان کا تعاقب کیا ۔ یہ خط و کتابت اخبار چودھویں صدی اکتوبر ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی بعد میں اسے ۱۹۰۱ء میں کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا۔

☆ حالات قادیانی خلاف آیات آسمانی ۔ منشی اللہ دتہ بہاول پور ۔ ۶۷صفحات اردو ۔۱۹۰۱ء ۔قرآنی آیات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کے دعاوی وعقاید قرآن کے خلاف ہیں اور یہ کہ اس کا اور کے ماننے والوں کا اسلام سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں۔

☆ درۃ الدرانی علی ردۃ القادیانی ۔محمد حیدر اللہ خان درانی ۔ ۲۹۸ صفحات ۔ اردو۔ ۱۹۰۱ء ۔اس میں مرزا کے جملہ دعاوی کا رد احسن طریق پر لکھا گیا ہے۔

الہامات مرزا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔

مصنف ان خوش بخت انسانوں سے تھے جنہوں نے متنبّی قادیان مرزا قادیانی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کلمہ حق بلند کیا۔ مرزا قادیانی کو وہ ناک چنے چبوائے کہ

اس کی نام نہاد نبوت کی پٹاری سے تمام شعبدہ بازیاں ختم ہو گئیں ۔ مرزا نے تنگ آ کر پیشین گوئی کر دی کہ میرے اور مولانا ثناء اللہ میں سے جو حق پر ہے اس کی زندگی میں جھوٹا مر جائے گا۔ قدرت کا کرشمہ ملاحظہ ہو کہ مرزا قادیانی اپنے کذب میں سچا تھا کہ پہلے مر گیا... مولانا ثناء اللہ نے ردقادیانیت پر بے شمار کتابیں لکھیں، انہیں میں سے ایک یہ کتاب ہے ۔ اس میں مرزا قادیانی کی دس پیش گوئیوں پر فاضلانہ بحث کر کے ان کا غلط ہونا ثابت کیا گیا ہے ۔ عبداللہ آتھم ، لیکھ رام ۔ محمدی بیگم ۔ مولانا محمد حسین بٹالوی ، نشان آسمانی ، طاعون پنجاب ، حفاظت قادیان ، عمر مرزا، آخری فیصلہ

تین دفعہ یہ کتاب مرزا قادیانی کے زمانہ حیات میں شائع ہوئی ۔ مگر مرزا سمیت تمام مرزائیوں کو سانپ سونگھ گیا، کسی کو جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی ۔ مرزا کی قادیانی وفات کے بعد یعقوب علی قادیانی نے آئینہ حق نما کے نام سے اس کا جواب لکھا ۔ طبع ششم (اردو ۱۹۲۸ء صفحات ۱۳۲) میں جگہ جگہ آئینہ حق نما کے جواب کا قرض بھی مصنف مرحوم نے چکا دیا۔

☆ شہادۃ القرآن ۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، طبع سوم ۱۹۸۸ ۔ اردو ۳۷۵ ۔

مصنف نے مرزا قادیانی کو للکارا۔ تحریر وتقریر کے ذریعہ پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ۔ شہادۃ القرآن کی دو جلد تحریر کی ۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی ، مولانا سید انور شاہ شاہ کشمیری ، مولانا اشرف علی تھانوی نے کتاب کو قابل فخر کارنامہ قرار دیا اور امت کو اس کے پڑھنے کی تلقین کی ۔ کتاب نایاب ہوگئی تو شاہ عبد القادر رائے پوری کے حکم سے مولانا محمد علی جالندھری نے مجلس تحفظ ختم نبوۃ کی طرف سے اس کو شائع کیا۔ .. یہ کتاب (پہلی بار) مرزا کی زندگی میں شائع ہوئی مگر وہ اس کا جواب دینے کی جرأت نہ کر سکا۔ حیات عیسی پر اس سے بہتر علمی کتاب کوئی نہیں ۔ مرزا قادیانی کی ازالہ اوہام کا مکمل جواب اس میں آ گیا ہے ۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ۱۸۸۸ء میں پھر اسے شائع کیا (تحریک ختم نبوت کی جلد ہفتم میں اس کی تلخیص شامل کی جائے گی ۔ انشاء اللہ ۔ بہاء)۔

☆ اثبات الخطاء فی کشف الغطا ۔ احمد علی امرتسری ۔ ۴ صفحات ۔ اردو ۔ ۱۳۲۰ھ

☆ تتمہ اول تزییف المفترین ۔ محمد جمال الدین ۔ ۱۸ صفحات اردو ۱۳۲۰ھ ۔ جدید عیسائیوں (قادیانیوں) کا اس میں رد کیا گیا ہے ۔

☆ جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ ۔ شاہ احمد رضا خان بریلوی ، صفحات ۱۱۱ ۔ اردو ۔ طبع ۱۳۱۷ھ ۔ دشمن خدا کے ختم نبوت کا انکار کرنے پر خدائی سزا ، اس نام کا ترجمہ ہے ۔ ختم نبوت کے عنوان پر مفید بحث ہے ۔ آخر میں مختلف علماء کرام کے فتوی جات شامل اشاعت ہیں ۔

☆ السوء العقاب علی المسیح الکذاب ۔ شاہ احمد رضا خان بریلوی ۔ ۲۴ صفحات ۔ اردو ۔ طبع ۱۳۲۰ھ ۔ یہ کتابچہ دراصل ایک فتوی ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی دعوی نبوت و رسالت ، انبیاء کی توہین کے ارتکاب کے باعث ، ضروریات دین کے انکار کے بموجب مرتد تھا ۔ وہ اور اس کے ماننے والے سب دائرہ اسلام سے خارج ، کافر و مرتد ہیں ۔ ان سے نکاح ، شادی ، میل جول کے تمام وہی احکام ہیں جو مرتد کے ہوتے ہیں ۔

☆ ابطال اعجاز مرزا ۔ مولانا حکیم شاہ غنیمت حسین اشرفی ۔ ص ۱۰۰ ۔ اردو ۔ عربی ۔ مرزا قادیانی نے عربی میں ایک قصیدہ اعجازیہ لکھ کر دعوی کیا کہ اس کا جواب دینے سے لوگ عاجز ہیں ۔ شاہ غنیمت حسین ساکن چک مخدوم مونگیر نے یہ کتاب تحریر کی جس کی دو جلدیں ہیں پہلی جلد میں مرزا قادیانی کے قصیدہ کی صرفی ونحوی غلطیوں کو بیان کیا گیا ہے ۔ دوسرا حصہ ، جو اس وقت زیر نظر ہے اس میں فصیح و بلیغ قصیدہ جوابیہ عربی میں تحریر کیا گیا ہے جسے پڑھ کر اہل علم جھوم اٹھے ۔ مرزا قادیانی کے اعجاز کا بھرم کھل گیا ۔ تمہید میں مرزا قادیانی کے موٹے موٹے سیاہ جھوٹ دکھائے گئے ہیں ۔ آخر میں ان وجوہات کو بیان کیا گیا ہے جن کی بنا پر یہ قصیدہ مرزا قادیانی کے قصیدہ پر فائق ہے ۔

☆ قصیدہ اعجازیہ کا بے نظیر جواب ۔ سید غنیمت حسین اشرفی ۔ ۳۶ صفحات ۔ اردو ۔ مرزا قادیانی نے عربی قصیدہ لکھ کر دعوت دی کہ اس کا جواب لکھا جائے ۔ مصنف نے ابطال اعجاز مرزا کے نام سے عربی میں اس قصیدہ کا جواب لکھا ۔ زیر نظر رسالہ میں مرزا کے قصیدہ کی غلطیوں کا پردہ چاک کر کے ان کا جواب تحریر کیا گیا ہے ۔ اس کا مکمل نام ، مرزا صاحب کے ضمیمہ کتاب نزول المسیح پر ایک نظر یعنی قصیدہ اعجازیہ کا بے نظیر جواب ۔

☆ مرزا کے قصیدہ کا جواب اورئینٹل کالج لاہور کے پروفیسر قاضی ظفر الدین نے بھی قصیدہ رائیہ بجواب قصیدہ مرزائیہ کے نام سے تحریر کیا تھا جس کا مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی کتاب الہامات مرزا کے صفحہ ۱۰۳ پر ذکر کیا ہے ۔

☆ عشرہ کاملہ ۔ غلام حیدر ۔ ۲۶ صفحات ۔ اردو ۔ عبدالکریم سیالکوٹی امام مسجد قادیان

کے نام ماسٹر غلام حیدر نے چکوال سے ایک خط لکھا جس میں دس سوال تھے۔مرزائی جواب نہ دے سکے۔ (انشاء اللہ جلد ہفتم میں شامل کی جائے گی۔ بہاء)

☆ انوار الحق۔مولانا محمد انوار اللہ۔۱۱۲صفحات اردو۔۱۳۲۲ھ۔اس میں نہایت عمدہ پیرایئے میں مرزا کے اوہام و وساوس کا رد کیا ہے۔

☆ سلم الوصول فی اسراء الرسول ونزول الملائکۃ۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ ۷۲صفحات۔فروری ۱۹۰۵ء۔اردو۔ بد بخت قادیانی، آنحضرت ﷺ کے معراج جسمانی و نزول ملائکہ کا منکر ہے۔مصنف نے مرزا قادیانی کے ان ہر دو عقاید کی تردید میں یہ رسائل تحریر فرمائے۔سلم الوصول ۴۸ صفحات،نزول ملائکہ ۲۴صفحات پر مشتمل ہے۔

☆ المسیح الدجال۔ڈاکٹر عبد الحکیم خان۔۵۰صفحات۔۱۹۰۵ء اردو۔مصنف پہلے خود مرزائی تھے۔ پھر یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ مرزا قادیانی، مسیح موعود نہیں بلکہ مسیح دجال ہے۔اس کی تمام تر تفصیل اس رسالہ میں قلم بند کر دی ہے۔

☆ جمیعت خاطر۔ قاضی فضل احمد انسپکٹر لدھیانہ۔۱۲۰صفحات۔اردو۔۱۹۰۵ء۔ مصنف قاضی فضل احمد انسپکٹر پولیس لدھیانہ اور غلام رسول قادیانی انسپکٹر پولیس فیروز والا کے درمیان خط و کتابت ہوئی۔قاضی فضل احمد نے مرزا قادیانی کو ملزم گردانا،اور غلام رسول قادیانی نے صفائی دینے کی کوشش کی۔آخر کار صفائی پیش نہ کر سکے۔

☆ الذکر الحکیم۔عبد الحکیم خان۔۶۸ صفحات اردو۔۱۹۰۶ء۔ مصنف جب مرزائی تھے تو انہوں نے مرزا سے خط و کتابت شروع کی،مرزا کو لینے کے دینے پڑ گئے۔حسب عادت دشنام طرازی پر اتر آئے۔ اور مصنف کو مرتد قرار دے کر جماعت سے نکال دیا۔ موصوف نے تمام خط و کتابت وتبصرہ الذکر الحکم نمبر۴ میں شائع کر دیا کہ مرزا قادیانی مجھ سے کیوں بگڑ بیٹھے ہیں۔اس کی تفصیل پر یہ رسالہ مشتمل ہے۔

☆ بجلی آسمانی بر سر دجال قادیانی۔ابو الحسن محمد عبد الکریم،صفحات ۲۲۴۔پنجابی نظم۔ ۱۹۰۶ء۔ مصنف نے یہ کتاب مرزا کی زندگی میں تحریر کی اس کے دو حصے ہیں۔پہلا حصہ ۱۱۶ صفحات کا دوسرا ۱۰۸ کا۔کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ چند سطری اردو عبارات میں مرزائیوں کا اعتراض نقل کر کے اس کا پنجابی اشعار میں جواب دیا گیا ہے۔پہلے حصہ میں تین سو قادیانی اعتراضات کے جواب ہیں۔ہزاروں پنجابی اشعار پر مشتمل یہ کتاب رد قادیانیت کے سلسلہ

میں منفرد شان اپنے اندر رکھتی ہے۔اس میں احادیث شریفہ متعلقہ ختم نبوت، حیات عیسی کا پنجابی اشعار میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ بہت ہی قابل قدر اور عظم الشان کتاب ہے۔

☆ فیصلہ آسمانی المعروف تکذیب قادیانی۔ حافظ محمد الدین۔۹۰ صفحات۔اردو۔ ۱۳۲۲ھ، مرزا قادیانی کی خودغرضیوں کذب بیانی دھوکہ بازی بے ایمانی بددیانتی کی تفصیلات اس قدر جمع کر دی گئی ہیں کہ اس عنوان پر یہ کتاب حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔

☆ صحیفہ حقانی بجواب مرید قادیانی۔مولوی ولی محمد۔ ۸صفحات اردو۔مرزائیوں کی طرف سے لدھیانہ میں ایک مرزائی عبدالمجید نے مولویوں کی غلط فہمی کا اعلان، کے نام سے ایک اشتہار شائع کیا جس کی اس رسالہ میں مدلل ومکمل تردید کی گئی ہے۔

☆ القول الفاصل بین الحق والباطل۔محمد غوث سعید۔ ۱۱۸صفحات۔اردو۔۱۳۲۴ھ۔ اسلام کی حقانیت اور مرزائیت کے بطلان پر گراں قدر علمی تحفہ ہے۔

☆ قہرالدیان علی مرتد بقادیان۔مولانا محمد حسین رضا خان برکاتی۔۱۶صفحات اردو ۱۳۲۳ھ۔سترہ حوالہ جات نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی برخود ایک غلط آدمی تھا۔ مرزا قادیانی اور اس کی ذریت کے الہام ووحی شیطانی کو بیخ وبن سے اکھاڑنے والا ہے۔

☆ مرقع قادیانی ثناءاللہ۔اردو۶۴ صفحات ۱۹۰۷ء۔ یہ ماہانہ رسالہ آپ نے ۱۹۰۷ء میں جاری کیا۔ یہ جنوری ۱۹۰۷ء کا شمارہ ہے۔ مرزا کے انتقال تک جاری رہا۔ بعد میں بھی کبھی کبھار شائع ہوتا رہا۔

☆ مرقع قادیانی جلد اول کا شمارہ ۹،۱۰ فروری ۱۹۰۸ء کی اشاعت ہے۔اس میں جیستان مرزا کا مضمون شام ہے۔بعد میں پمفلٹ کی شکل میں شائع ہوا۔

الصارم الربانی علی اسراف القادیانی۔مولانا حامد رضا خان۔۵۶صفحات اردو۔ ۱۳۱۵ھ قادیانی خرافات وہذیانات ووساوس کا مدلل جواب تحریر کیا گیا ہے۔

☆ افادۃ الافہام۔۲ جلد۔مولانا محمد انوار اللہ خان۔صفحات ۳۷۷۔اردو، ۱۳۲۵ھ طبع۔ مرزا قادیانی کی ازالہ اوہام کے جواب میں لکھی گئی۔پہلی جلد میں ۳۷۶ اور دوسری میں ۳۶۰ صفحات ہیں۔ شاید ہی مرزائیت کا پھیلایا ہوا کوئی ایسا وہم ہو جس کا اس کتاب میں جواب موجود نہ ہو۔ دلائل گرم، الفاظ نرم کا حسین وجمیل مرقع ہے۔مصنف دکن کے مذہبی امور کے صدر الصدور، جہاں دیدہ عالم دین، دنیوی علوم کے ماہر تھے۔

☆ الخبر الصحیح عن قبر المسیح ۔ ابراہیم میر۔ صفحات ۲۴ ۔ اردو ۔ طبع ۱۳۲۵ھ ۔ حضرت عیسیٰ کی قبر ثابت کرنے کے لئے مرزا قادیانی کو کیا کچھ فراڈ کرنے پڑے، ان سب اوہام کا جواب اس رسالہ میں ہے۔ (جلد ہذا میں ملخصاً شامل اشاعت ہے۔ بہاء)

☆ المبین ختم النبیین ۔ شاہ احمد رضاخان بریلوی (شائد) ۲۵ صفحات ۔ اردو ۔ طبع ۱۳۲۶ھ۔ جناب مولوی ابوالطاہر نبی بخش نے بہار سے ایک سوال دربارہ ختم نبوت تحریر کیا، جس کا جواب یہ رسالہ ہے۔

☆ السیف القتال علی عنق المسیح الدجال ۔ سید محی الدین ۔ ۸۵ صفحات اردو۔ یہ مرزا کے زمانہ کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ مدراس کے مرزائیوں کا ایک رسالہ سراج الحق کا یہ جواب ہے جس کے چار حصے ہیں۔ حصہ اول مرزائی طومار کی خبر گیری، دوم مرزائی اعتراضات کے جوابات، سوم، حیات مسیح کا ثبوت، چہارم، دوستانہ گذارش۔ آخر میں وفات مسیح ثابت کرنے والے کے لئے دوسو روپیہ انعام کا اعلان ہے۔

☆ کاشف مغالطہ قادیانی فی ردنشان آسمانی ۔ چودھری محمد حسن ایم اے، ۴۴ صفحات اردو ۔ مصنف نے محققانہ طور پر قصیدہ نعمت اللہ ولی کی تحقیق کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے قصیدہ مذکور کی ترتیب الٹ پلٹ کر بہت جگہ تحریف لفظی ومعنوی کا ارتکاب کیا اور مسلمانوں کو سخت دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مصنف نے پروفیسر براؤن یورپی محقق سے حاصل کردہ قصیدہ سے مقابلہ کر کے مرزا کی غلط بیانی ثابت کی ہے۔

☆ حالات عیسیٰ رسول ربانی وتردید اوہام قادیانی ۔ عبداللہ چکڑالوی ۔ اردو ۱۶۴ صفحات ۔ منکر حدیث تھے۔ انہوں نے قرآن مجید سے اپنی دانست کے مطابق حضرت عیسیٰ کے حالات و واقعات کو جمع کر دیا ہے۔ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ کی ذات اقدس آپ کے معجزات، آپ کے خاندان ، حالات و واقعات کے متعلق جو واہیات اعتراضات و شبہات پیش کئے تھے ان تمام کا جواب قرآن مجید کی رو سے انہوں نے دیا ہے۔ مرزا قادیانی کے اوہام باطلہ کو اپنے نقطہ نظر سے خوب تارتار کیا ہے۔

☆ نص خاتم النبوۃ بعموم الدعوۃ جامعۃ الشریعۃ ۔ از میر ابراہیم سیالکوٹی۔ ۳۲ صفحات۔ مصنف ایک شہرہ آفاق مناظر ومحقق تھے۔ ان کی تصنیفات مضامین کی گہرائی کے اعتبار سے سمندر علم کا درجہ رکھتی ہیں، جو ان کی گہرائی کو پالے وہ موتیوں، ہیرے اور جواہرات کا

آڑھتی بن سکتا ہے۔ آپ نے اس رسالہ کے پہلے سولہ صفحات میں ختم نبوت کے ۳۰ قرآنی دلائل بیان فرمائے اور دوسرے ۱۶ صفحات میں ۵ قادیانی اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ مختصر مگر جامع رسالہ ہے۔ یہ کتابچہ کس درد و جذبہ سے مصنف نے لکھا ان کے اپنے الفاظ میں اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں نے اس کتاب کو خدادا بصیرت سے قرآن وحدیث کے نصوص بینہ سے بغیر کسی کھینچ تان کے خدا تعالی کے ہاں اپنی ذمہ داری اور جواب دہی کو سامنے رکھ کر تبلیغ حق کی خالص نیت سے لوگوں کی ہدایت کے لئے لکھا ہے۔

☆ تعبیر رؤیائے حقانی۔ ہفوات قادیانی۔ محمد علی مونگیری۔

آپ نے فیصلہ آسمانی، دوسری شہادت آسمانی، کتابیں تحریر فرمائیں تو جس کا جواب ایک قادیانی نے بدزبانی اور گالیوں پر مشتمل ایک پوچ تحریر سے دیا جس کا نام اسرار نہانی رکھا۔ اس کا جواب یہ رسالہ ہے جو خانقاہ مونگیر سے شائع ہوا۔

☆ تازیانہ عبرت۔ مولوی کرم الدین دبیر، بھیں۔ ۱۷۵ صفحات۔ اردو، مصنف کے متعلق مرزا نے اپنی کتابوں میں بدزبانی کی۔ مولانا کرم الدین نے گورداسپور جہلم میں مرزا پر فوجداری مقدمات دائر کر دیئے۔ جس میں مرزا قادیانی دو سال تک سرگردان رہا۔ سات سو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید با مشقت کی سزا ہوئی۔ پھر اپیل میں.. بمشکل رہائی ملی۔ ان دو سال کے مقدمات کی پوری تفصیل اس کتاب میں ہے۔ اس کا دوسرا نام ہے: متنبّی قادیان قانونی شکنجہ میں۔

☆ چیستان مرزا۔ مولانا ثناءاللہ امرتسری۔ ۱۶ صفحات۔ مرزا قادیانی کے الہامات و اقوال میں تخالف و تضاد دکھا کر مرزائیوں سے جواب طلب کیا گیا اس کے لئے انعامی رقم تین صد روپیے کا اعلان کیا گیا۔ آج تک کسی مرزائی کو جواب دینے اور انعام لینے کی جرأت نہ ہوسکی۔ (فروری ۱۹۰۸ء میں یہ مضمون کی شکل میں مرقع قادیانی میں شائع ہوا پھر پمفلٹ کی شکل میں ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا)

☆ السہام الخارق فی الرد علی غلام مرزا الفاسق۔ شیخ عبداللہ بن عبدالغفار۔ ۱۶ صفحات عربی۔ ۱۳۲۷ھ

☆ معیار عقائد قادیانی۔ بابو پیر بخش۔ اردو ۱۰۴ صفحات فروری ۱۹۱۲ء

☆ تنبیہ قادیانی۔ محمد علی مونگیری۔ ۲۴ صفحات اردو۔ ۱۹۱۲ء

☆ فاتح قادیان۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ ۷۰ صفحات۔ اردو۔ ۱۹۱۲ء۔ مصنف کا زندگی بھر مرزا قادیانی سے جو مقابلہ رہا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ مرزا قادیانی نے آخری فیصلہ کے عنوان سے ایک اشتہار میں اعلان کیا کہ جھوٹا، سچے کی زندگی میں مر جائے گا۔ مرزا قادیانی، مولانا ثناء اللہ کی زندگی میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو... چل بسا۔ جب کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری ۱۹۴۹ء کو سرگودھا میں واصل بحق ہوئے۔ راقم (اللہ وسایا) کو ان کے مزار پر جانے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ مرزا قادیانی کی وفات کے بعد لدھیانہ میں مرزائیوں اور مولانا ثناء اللہ کے درمیان اس عنوان پر مناظرہ ہوا۔ منصفین نے مولانا امرتسری کے حق میں فیصلہ دیا اور تین صد روپئہ مناظرہ ہارنے کا جرمانہ مرزائیوں نے ادا کیا۔ اس مناظرہ کی روئیداد فاتح قادیان کے نام سے مولانا نے مرتب کر کے مرزائیوں سے وصول شدہ رقم سے اولاً اس رسالہ کو شائع کیا۔ یہ مباحثہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۱۲ء لدھیانہ میں ہوا تھا۔

☆ مسیح کاذب۔ ملک نظیر احسن۔ ۲۷ صفحات اردو۔ ۱۹۱۲ء

☆ تنبیہہ قادیانی۔ حاجی ابوالمجد محمد عبدالرحمٰن۔ ۲۴ صفحات اردو۔ ۱۹۱۲ء۔ مرزائی اخبار ۱۹ ستمبر ۱۹۱۲ء کے ایک مضمون کا جواب ہے۔ خانقاہ مونگیر سے شائع ہوا۔

درج بالا کتب، رسائل، مضامین، فتاوی کا ذکر مولانا اللہ وسایا نے کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمے میں بتایا ہے کہ انہوں نے وہی کتابیں رسائل وغیرہ درج کئے ہیں جو انہیں دیکھنے کا موقع ملا ہے یا جن تک احباب اور اسفار کے ذریعے ان کی رسائی ہوسکی ہے۔ کئی لائبریریوں میں خواہش کے باوجود انہیں جانے کا موقع نہیں مل سکا، اس لئے ان کا خیال ہے کہ ان کی مرتب کردہ فہرست میں اضافوں کی گنجائش باقی ہے۔ ذیل میں چند کتب و رسائل، اور رسائل میں شائع ہونے والے مقالات کی ایک مختصر فہرست نقل کی جاتی جو ۱۹۱۲ء تک ردقادیانیت کے موضوع پر منظر عام پر آچکے تھے۔

☆ استفتاء در بارہ مرزا قادیانی۔ از محمد حسین بٹالوی۔ ۱۸۹۱ء (یہ وہی استفتاء ہے جس ذکر مولانا اللہ وسایا نے جلد ۱۳ کے ضمن میں کیا ہے۔ یہ استفتاء ۱۸۹۱ء میں لکھا ہے اور ۱۸۹۲ء میں تکفیر مرزا

کے فتوی کے ساتھ منظر عام پر آیا)

☆ مباحثہ بٹالہ مابین مولانا بٹالوی و محمد احسن امروہی۔۱۸۹۳ء ۔ ۲۸ صفحات۔ (اشاعۃ السنہ ج ۱۴)

☆ مباحثہ لاہور مابین مولانا بٹالوی و محمد احسن امروہی ۔۱۸۹۳ء ۔۳۲ صفحات۔ (اشاعۃ السنہ ج ۱۴)

☆ قدرتی مباحثہ مابین مولانا بٹالوی و حکیم نورالدین قادیانی۔۱۸۹۳ء ۴ صفحات۔ (اشاعۃ السنہ ج ۱۴)

☆ مراسلت مابین بٹالوی و قادیانی ۱۸۹۲۔۱۸۹۳ء جس میں دیگر باتوں کے علاوہ مرزا صاحب کے ۸۵ سوالات کیئے گیئے ۔ ۳۵ صفحات۔ (اشاعۃ السنہ ج ۱۵ جو اپریل، مئی ۱۸۹۳ء میں منظر عام پر آئی)

☆ سوالات جرح کا جواب الجواب ۔مولانا بٹالوی ۔ ۷ صفحات (اشاعۃ السنہ ج ۱۵)

☆ زلزلے کا روحانی سبب اور اسکا علاج ۔محمد حسین بٹالوی۔۶۶ صفحات (اشاعۃ السنہ ج ۲۰)

☆ طاعون کا روحانی سبب اور اسکا علاج۔محمد حسین بٹالوی۔ ۱۵۰ صفحات (اشاعۃ السنہ ج ۲۰)

☆ کرشن قادیان اور مسلمانان۔محمد حسین بٹالوی (اشاعۃ السنہ ج ۲۰)

☆ کھلی چٹھی ،جس مرزا کی پیش گوئی طاعون پر بحث ہے اور اس کی کتاب حقیقۃ الوحی، اور اس کے آخری فیصلہ بحق مولوی ثناء اللہ وڈاکٹر عبدالحکیم پر ریویو ہے۔محمد حسین بٹالوی ۔ ۲۸ صفحات ۔۱۹۰۷ء (اشاعۃ السنہ ج ۲۱)

☆ اسلامی حکم سیاسی متعلق جہاد وقتل مرتد ۔۱۱ صفحات۔ محمد حسین بٹالوی (اشاعۃ السنہ جلد ۲۱)

☆ کلما خرجت العقرب فالنعل حاضرۃ۔قاضی عبدالاحد خان پوری

☆ السیف المسلول فی نحر شاتم الرسول ۔۴۰ صفحات ۔قاضی عبدالاحد خان پوری ۔ راولپنڈی سے شائع ہوا۔

☆ اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی ۔۳۲ صفحات ۔قاضی عبدالاحد خان پوری

☆ اغاثۃ الملھوف المکرّوب المسجون فی مسائد القادیانی المجنون ۔قاضی عبدالاحد خانپوری

☆ اعاذہ نمبر ۳ ،جس میں قادیانی کی درخواست اجازت اشاعت الہام کا منذر کا جواب ہے۔محمد حسین بٹالوی (اشاعۃ السنہ ج ۱۵)

☆ اعاذہ نمبر۴، جس میں قادیانی کی درخواست بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کا جواب ہے محمد حسین بٹالوی (اشاعۃ السنہ ج ۱۵)

☆ اعاذہ نمبر ۵، جس میں ۸۵ سوالات متعلق قادیانی کے جواب کا جواب ہے۔ محمد حسین بٹالوی (اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۵)

☆ قادیانی عربی خطبہ کی بعض اغلاط کی فہرست۔ مولانا بٹالوی (اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۵)

☆ الہامی قاتل۔ از محمد حسین بٹالوی (در اشاعۃ السنہ جلد ۱۸)

☆ انجام آتھم کا جواب از محمد حسین بٹالوی (در اشاعۃ السنہ جلد ۱۸)

☆ رسالہ مباہلہ کا جواب۔ از محمد حسین بٹالوی (در اشاعۃ السنہ جلد ۱۸)

☆ رسالہ مکتوب عربی کا جواب۔ از محمد حسین بٹالوی (در اشاعۃ السنہ جلد ۱۸)

☆ ضمیمہ انجام آتھم کا جواب۔ از محمد حسین بٹالوی (در اشاعۃ السنہ جلد ۱۸)

☆ ہماری قسم کی منظوری سے الہامی قاتل اور خونی مسیح کا گریز۔ از محمد حسین بٹالوی (در اشاعۃ السنہ جلد ۱۸)

☆ منشی سعد اللہ لدھیانوی کی شہاب ثاقب نامی ایک کتاب کا ذکر حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۴۴۶ میں مرزا صاحب نے کیا ہے۔

☆ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۴۳۔۳۴۴ میں مرزا صاحب نے بتایا ہے کہ مولوی غلام دستگیر قصوری کا رسالہ فتح رحمانی، ۱۳۱۵ھ میں مطبع احمدی لدھیانہ سے طبع ہوا۔ اس کے صفحہ ۲۶، ۲۷ میں اس نے مباہلہ کے رنگ میں میرے پر بددعا کی تھی ..اسے اس قدر بھی مہلت نہ ملی جو اپنی کتاب کی اشاعت کو دیکھ لیتا، اس سے پہلے ہی مر گیا۔

☆ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۷۱ پر مرزا صاحب نے بتایا ہے کہ مولوی غلام دستگیر قصوری نے ..اپنے طور پر میرے ساتھ مباہلہ کیا اور اپنی کتاب فیض رحمانی میں اس کو شائع کر دیا۔ پھر اس مباہلہ سے چندروز بعد فوت ہو گیا۔

ان دو تحریروں میں مولانا غلام دستگیر کی دو کتابوں فتح رحمانی اور فیض رحمانی کا ذکر ہے۔

☆ مولانا عبدالحق غزنوی کے متعدد اشتہار

☆ مولانا احمد حسن شوکت کی متعدد تحریریں در شحنہ ہند میرٹھ۔ (جن میں سے کئی ایک ہم نے جلد ہذا میں نقل کی ہیں۔ بہا)

☆ مولانا عبدالجبار عمرپوری کی تحریر درشحنہ ہند، جسے ہم اسی جلد میں نقل کر چکے ہیں۔

☆ ڈاکٹر ابومحمد جمال الدین کی تحریر درشحنہ ہند جسے ہم اسی جلد میں نقل کر چکے ہیں۔

☆ تفسیر ثنائی میں متعلق بہ قادیانیت تحریریں۔

☆ اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح۔ محمد اسماعیل علی گڈھی۔ مطبع انصاری دہلی۔ (جلد ہذا میں شامل کر دی گئی ہے)

☆ الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح۔ محمد بشیر سہسوانی۔ مطبع انصاری دہلی

☆ نمونہ لیاقت علمی محمد احسن امروہی۔ مطبع انصاری دہلی

☆ اظہار فریب قادیانی از منشی سعد اللہ۔ منشی محمد سعد اللہ نے تالیف کیا اور اس میں قادیانی کی جابجا شکست یابی کو کھولا ہے اور قادیانیوں کے رسائل دعوت دہلی کا جواب ہے

☆ فصل الخطاب لرد مسیح الکذاب۔ از مولانا خدابخش واعظ۔

☆ سیف برہانی برگردن دجال قادیانی مع تحفۃ النصاری۔ از مولانا خدابخش واعظ

☆ اثبات الخسران والطغیان فی میزان اہل الکادیان، از مولانا فقیر اللہ مدراسی

☆ الہامات رحمانی وخرافات قادیانی کا مقابلہ۔ عبدالحق کوٹلوی سرہندی

☆ اتمام البرهان علی مخالفی الحدیث و القرآن لاثبات الحقّ الصریح فی حیات المسیح از شیخ احمد حسین پنشنر اورسیئر میرٹھ۔ مطبع شحنہ ہند ۱۹۰۳ء

شخصیات

☆ عبدالحق کوٹلوی سرہندی

ابو منظور محمد مظہر الحق عرف عبدالحق ۲۴ شعبان ۱۲۸۳ھ (یکم جنوری ۱۸۶۷ء) مالیر کوٹلہ میں پیدا ہوئے ۔تعلیم کا آغاز صوفی عبدالرحیم سے کیا بعد ازاں مولوی شرف الدین فیروز پوری سے استفادہ کیا۔ مولوی عبدالجبار غزنوی کے حلقہ شاگردی میں رہے ۔ ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۸ء) میں سید نذیر حسین محدث سے حدیث کی سند لی ۔ ۱۳۰۷ھ (۱۸۹۰ء) میں مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی سے بیعت ہوئے ۔ ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۲ء) میں حافظ محمد لکھوی سے بھی سند حدیث وتفسیر حاصل کی ۔ ۱۳۱۰ھ میں ریاست پٹیالہ کے شہر سرہند چلے گئے وہاں سندھنی والی مسجد میں خطیب وامام ہو گئے ۔ تین بیٹے محمد حسن ،منظور الحق اور محمد مظہر الحق ہوئے ۔ تصانیف میں رحلة محی الدین الی رحمن الرحیم (جو محی الدین لکھوی کا سفر نامہ حج ہے)، اربعین مظہری (چالیس احادیث) ہیں، اس کے شروع میں اپنے حالات لکھے ہیں ۔ ۱۳۱۶ھ میں شائع ہوئی ۔

ایقاظ غفلاء الزمان ترجمة الشیخ محی الدین عبد الرحمن

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کی سوانح عمری ہے ۔ اور اس پر قاضی سلیمان منصور پوری نے تقریظ لکھی ہے ۔

مظہر الاسلام ۔ یہ کتاب ردتقلید پر ہے ۱۳۰۸ھ میں طبع ہوئی ۔

الہامات رحمانی وخرافات قادیانی کا مقابلہ ۔ یہ کتاب محی الدین لکھوی کے کہنے پر لکھی ۔

۔ان کی ایک کتاب اصول تفسیر پر ہے جس میں تفسیر القرآن علی منہاج المحدثین کی ترجیح کے دلائل بیان کئے ہیں ۔(فیوض محمدیہ۔ ص ۱۱-۱۲)

سرہند ریاست پٹیالہ میں ایک مسجد اہل حدیث بہت پرانی ہے جس کے امام مولوی

صوفی عبدالحق اہل حدیث تھے۔ حقیقت میں انہوں ہی نے مسجد آباد کی تھی ان کے بعد ان کے بیٹے مولوی محمد حسن جانشین ہوئے۔ (اہل حدیث امرتسر۔یکم جولائی ۱۹۳۲ء ص ۱۵)

مولوی عبدالحق نے رد قادیانیت میں بہت تحریری کام کیا۔ اشعار بھی لکھے۔ چند اشعار اس کتاب میں کسی جگہ منقول ہیں۔ شحنہ ہند میرٹھ کے ضمیمہ میں ان کے مضامین رد قادیانیت پر شائع ہوتے تھے۔ ضمیمہ کے مفتی بھی یہی بزرگ تھے۔ محمد احسن امروہی وغیرہ سے ان کے مباحثے بھی چلتے رہے۔

☆ غلام رسول امرتسری

اتمام الحجۃ، مرزا صاحب کی عربی تصنیف ہے جو جون ۱۸۹۴ء میں مولوی رسل بابا امرتسری پر حجت قائم کرنے کے لئے شائع ہوئی۔ مولوی رسل بابا مشہور کشمیری عالم تھے۔ مرزا صاحب کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ انہوں نے ایک رسالہ حیات مسیح لکھا تھا اس میں مسیح ناصری کی حیات اور ان کے آسمان پر زندہ جسدہ العنصری ہونے پر بڑا زور دیا تھا۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے یہ عربی میں یہ رسالہ اتمام الحجۃ تصنیف کیا (مجدد اعظم ص ۳۹۱)

مرزا صاحب نے خود بھی اپنے اس عربی اردو (۴۱ صفحاتی) رسالے کے ٹائٹل پر لکھا ہے: الفت لا فحام المولوی رسل بابا الامرتسری۔

اور متن میں بتایا ہے:

مولوی صاحب کی اس مفریانہ کاروائی سے کچھ ثابت ہوتا بھی ہے تو بس یہی کہ ان کی فطرت میں یہودیوں کی صفات کا خمیر بھی موجود ہے، ورنہ یہ کسی نیک بخت آدمی کا کام نہیں۔ (اتمام الحجۃ ص ۱۸، ۱۹)

اور لکھا ہے:

مولویصاحب موصوف نے اپنے رسالہ مذکورہ میں محض عوام کا دل خوش کرنے کے لئے یہ چند لفظ بھی منہ سے نکال دیئے کہ اگر ہمارے دلائل حیات مسیح کو توڑ کر دکھلا دیں تو ہم ہزار روپیہ دیں گے ... آخر کتاب میں کہہ دیا کہ میری کتاب سمجھ میں نہیں آئے گی جب تک کوئی سبقاً سبقاً مجھ سے نہ پڑھے۔ (اتمام الحجۃ۔ص ۲۷۔۲۸)

پھر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

یہ لوگ درحقیقت مولوی بھی نہیں ہیں، تبھی تو ہم نے ان لوگوں کے سرگروہ اور امام الفتن اور استاد شیخ محمد حسین بٹالوی کو اپنے رسالہ نور الحق میں مخاطب کر کے کہا کہ اگر اس کو عربیت میں کوئی حصہ نصیب ہے تو اس رسالہ کی نظیر بنا کر پیش کرے اور پانچ ہزار روپیہ انعام پائے مگر شیخ نے اس طرف منہ بھی نہیں کیا حالانکہ شیخ مذکور ان تمام لوگوں کیلئے بطور استاد کے ہے اور اسی کی تحریک سے یہ مردے جنبش کر رہے ہیں (اتمام الحجۃ ص ۳۱)

پھر فرماتے ہیں:

ہماری طرف سے تمام پادریوں اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی رسل بابا امرتسری اور دوسرے ان کے سب رفقاء اس مقابلہ کے لئے مدعو ہیں اور درخواست مقابلہ کیلئے ہم نے ان کو اخیر جون ۱۸۹۴ء تک مہلت دی ہے۔ (اتمام الحجۃ۔ص۳۲)

اتمام الحجۃ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جون ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی۔ معلوم نہیں جون کے پہلے یا دوسرے یا تیسرے یا چوتھے ہفتے میں؟ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ واقعی اختتام جون سے قبل مخاطبین کو پہنچا دی گئی تھی یا نہیں۔ یہاں مولانا محی الدین لکھوی کے مکتوب بنام مرزا سے اقتباس پڑھ لیجئے جو ہم قبل ازیں نقل کر چکے ہیں کہ:

سرّ الخلافۃ مرسلہ آپ کی بتاریخ ۲۹ یا ۳۰ جولائی پہونچی۔ آخر میعاد ۲۵ جولائی کتاب مذکور میں مسطور تھی اور مہر ڈاک سے معلوم ہوا اسی طرح تاریخ روانہ ہوئی۔

ان حالات میں کہاں کی مدت اور کون مخاطب؟ اور کس کو معلوم کو مخاطبین کو مناسب وقت پر رسالہ پہنچا بھی یا نہیں؟

ہاں اسی اتمام الحجۃ میں مرزا صاحب کے ایک دعوی کا وجود ملتا ہے جس کی انہوں بعد میں خود ہی تکذیب بھی کر دی تھی۔ وہ دعوی مسیح کی قبر کے بارے میں ہے۔ لکھتے ہیں:

لطف تو یہ ہے کہ حضرت عیسی کی بھی بلاد شام میں قبر موجود ہے۔ اور ہم زیادہ صفائی کے لئے اس جگہ حاشیہ میں اخویم حبّی فی اللہ سید مولوی محمد السعیدی طرابلسی کی شہادت درج کرتے ہین، اور وہ طرابلس بلاد شام کے رہنے والے ہیں اور انہی کی حدود میں حضرت عیسی کی قبر ہے۔ اگر کہو کہ وہ قبر جعلی ہے تو اس جعل کا ثبوت چاہیے (اتمام الحجۃ ص ۲۴، ۲۵) اور حاشیہ میں طرابلسی کا عربی خط نقل کیا گیا ہے)

اپنے اس دعوی کی مرزا صاحب نے بعد میں خود ہی تغلیط فرمائی کہ وہ سری نگر کشمیر میں مسیح کی قبر موجود ہونے کے مدعی ہو گئے۔

بابا رسل کا ایک خواب یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ مولانا ثناء اللہ بتاتے ہیں کہ :

امرتسر کے ایک عالم بزرگ مولوی غلام رسول (عرف رسل بابا) مرحوم نے ایک دفعہ مجھے الگ بٹھا کر فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس میں تمہارا دخل ہے، سن لو ۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں سنائیے، فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کی مجلس میں پہنچا ہوں ۔تم وہاں اس خدمت پر مقرر تھے کہ جو لوگ عرض معروض کرنے آتے تم ان کی معروضات سمع مبارک تک پہنچاتے ۔

لہ الحمد۔ واضح رہے کہ مولوی صاحب مرحوم حنفی تھے اور مجھ سے ان کو وہی اختلاف تھا جو اہل حدیث اور احناف میں ہے۔ (اہل حدیث امرتسر۔ ۷۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء ص ۳۔۴)

آپ تحریک ختم نبوت کے سرگرم کارکن تھے ۔۱۸۹۲ء میں جاری ہونے والے متفقہ فتوی تکفیر مرزا پر آپ نے دستخط فرمائے تھے۔ مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں جن علماء کو دعوت مباہلہ دی تھی ان کا آپ کا نام بھی شامل ہے۔ انجام آتھم میں مرزا صاحب نے جن کو تسعۃ اشرار (۹ شریر) اور مفسدین فی الارض قرار دیا ہے ان میں آپ بھی شامل ہیں۔ جولائی ۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی صاحب کے ساتھ جن علماء کو مرزا صاحب نے تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا ان میں آپ کا نام بھی شامل ہے۔ ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب نے جو اشتہار انعامی پانچ سو روپیہ بنام حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر شائع کیا تھا اس کے مخاطبین میں بھی رسل بابا شامل ہیں ۔ تحفہ گولڑویہ میں مرزا صاحب نے کسی بزرگ کا خواب شائع کیا ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں علماء اسلام کو حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور مرزا صاحب کو سزا دی گئی، ان علماء میں بابا رسل بھی شامل ہیں۔ آپ کی وفات دسمبر ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔

☆ حیرت دہلوی

یکم جنوری ۱۸۶۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام محمد امراؤ بیگ اور والد کا نام مرزا محمد ابراہیم بیگ تھا۔ننھیال شیعہ تھے۔ دہلی کے عربی کالج میں پڑھا۔ منشی نول کشور کے اودھ اخبار میں ملازم رہے۔ مترجم قرآن کے طور مشہور ہیں۔ ان کا اردو ترجمہ قرآن پہلی بار

۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں دہلی کرزن پریس سے طبع ہوا۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے اصلاح ترجمہ حیرت کے نام سے ۱۴ صفحات کا رسالہ لکھا جو مطبع قیومی کان پور سے ۱۳۳۰ھ۔ ۱۹۱۲ء میں طبع ہوا۔

آپ کی دیگر تصانیف میں بخاری کا اردو ترجمہ تین جلدوں میں۔ اردو ترجمہ مشکوۃ چار جلدوں میں۔ اردو ترجمہ دارمی۔ سیرت رسول چھ جلدوں میں۔ خلافت شیخین (ابوبکر وعمر) سوانح عمری حضرت علیؓ۔ حیات عائشہ، حیات فاطمہ الزہراء۔ حیات طیبہ (سوانح شاہ اسماعیل)۔ سوانح لقمان۔ تاریخ عالم۔ حیات حمیدیہ (سلطان عبدالحمید) وغیرہ شامل ہیں۔

مرزا حیرت، کرزن پریس کے مالک تھے۔ اور کرزن گزٹ کے نام سے ایک اخبار کلاں محل دہلی سے فروری ۱۹۰۰ء میں ہفتہ وار شائع کرنا شروع کیا ہوا تھا جو ۲۴ صفحات پر مشتمل ہوتا۔ اخبار کی پالیسی بے باکانہ اور بے لاگ تھی۔ حق گوئی کی خاطر مصیبتیں برداشت کرتے تھے لیکن قلم میں کبھی تذبذب اور ڈھیل یا کمزوری نہیں آنے دیتے تھے۔ کرزن گزٹ ۱۹۱۵ء تک چھپتا رہا۔ اور آپ ساٹھ برس کی عمر پا کر ۲۲ جنوری ۱۹۲۸ء کو فوت ہوئے۔

آپ نے تحریک ختم نبوت میں کام کیا ہے۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں جب مرزا صاحب دہلی میں تھے تو ان کے خلاف سرگرم کارکنان تحریک ختم نبوت میں جناب مرزا حیرت کا نام بہت نمایاں ہے۔ مولوی دوست محمد قادیانی نے لکھا ہے:

> مرزا حیرت دہلوی (۱۸۵۸ء۔ ۱۹۲۸ء)...نے بعض علماء کے مشورہ سے ایک اشتہار چھپوایا کہ میں اصل مسیح ہوں جو آسمان سے اترا ہوں اور دلی میں دجال آیا ہوا ہے۔ مرزا حیرت یہ اشتہار لے کر فتح گڑھ کے منارہ پر چڑھ گئے اور وہاں سے یہ اشتہار پھینکنے لگے ۔... یہی مرزا حیرت ایک روز مصنوعی پولیس افسر بن کر مرزا صاحب کے پاس آئے اور کہا میں سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوں اور مجھے ہدایت ہوئی ہے کہ میں آپ سے دریافت کروں کہ آپ کس غرض کے لئے آئے ہیں اور کس قدر عرصہ ٹھہریں گے اور اگر کوئی فساد ہو تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا۔ آپ مجھے اپنا بیان لکھوا دیں، بلکہ یہاں تک کہا کہ سرکار سے حکم ہوا ہے کہ یہاں سے فوراً چلے جاؤ ورنہ تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔
>
> (تاریخ احمدیت جلد دوم ص ۲۶۳۔۲۶۴)

۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب مولانا محمد بشیر بھوپالی کے ساتھ اپنا مباحثہ نا تمام چھوڑ کر

دہلی سے فرار ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ۱۹۰۵ء میں وہ دوبارہ دہلی گئے۔ جہاں خواجہ حسن نظامی نے انہیں خواجہ نظام الدین کے مزار کی زیارت کرائی اور ان کی آؤ بھگت فرمائی۔ قیام دہلی کے دوران مرزا حیرت دہلوی نے انہیں مناظرے کی دعوت دی جس کی مرزا صاحب نے رسید ہی نہیں دی۔ تاریخ احمدیت میں لکھا ہے:

یکم نومبر ۱۹۰۵ء کو مرزا حیرت دہلوی نے کرزن گزٹ میں مرزا صاحب کے خلاف سخت زہر اگلا اور مناظرہ کا چیلنج بھی دیا۔ مرزا صاحب نے ان کی گزشتہ آزاد اسلامی اور نمائشی طبیعت کو دیکھ کر اعراض ہی مناسب سمجھا۔ البتہ جماعت (مرزائیہ) دہلی کی طرف سے اشتہار دیا گیا کہ مرزا حیرت صاحب محض ایک اخبار نویس ہیں لہذا ان کے ساتھ حیات و وفات مسیح کے موضوع پر اڈیٹر الحکم مناظرہ کرنے کو تیار ہیں۔ مرزا حیرت نے جوابی اشتہار دیا کہ میں ایسی بحثوں کو بے کار سمجھتا ہوں۔ حضرت مسیح ایک بار نہیں، سو بار فوت ہو جائیں (اس سے مرزا صاحب کی مسیحیت کیسے ثابت ہو گی؟)، ہاں ایک شخص (مرزا غلام احمد) کو خواہ مخواہ ابن مریم تسلیم کر لینا بحث طلب ہے (اس لئے مرزا صاحب اس موضوع پر بحث کے لئے آئیں) مرزا صاحب اپنے آپ کو مثیل مسیح کہتے ہیں۔ اچھا ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ آپ مثیل مسیح ہی سہی جبکہ حضور کی ﷺ امت کا فرد مثیل انبیاء بنی اسرائیل ہو سکتا ہے، پھر اگر مرزا صاحب مثیل مسیح ہو گئے تو کیا غضب ہو گیا، ہمیں اس کی تردید کی کیا ضرورت ہے (ہاں مرزا صاحب کی مسیحیت موعودہ پر بحث کرنا ہے تو آؤ) (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۲۔ تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۴۳۹)۔

لیکن مرزا صاحب دامن بچا کر دہلی سے چلے آئے۔

☆ ہدایت اللہ۔ راولپنڈی

آپ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں نوشہرہ ککے زیاں کے رہنے والے تھے اور ککے زئی برادری سے تعلق رکھتے۔ والد کا نام بسّے خان۔ آباء واجداد گرم چادریں بننے کا کام کرتے تھے۔ ہدایت اللہ اپنے خاندان میں پہلے شخص تھے جنہوں نے دینی تعلیم حاصل کی۔ پہلے گاؤں میں پڑھا پھر سیالکوٹ میں اہل علم سے مستفید ہوئے پھر لاہور میں کچھ بزرگوں سے پڑھا۔

پھر لاہور سے پیدل دہلی گئے اور حضرت میاں نذیر حسین محدث کے شاگرد ہوئے۔ وہاں تعلیم مکمل کر کے سند حاصل کی۔ دہلی ہی میں شریفی خاندان کے اطبا سے طب کی تعلیم حاصل کی۔ بعد میں جب سید عبداللہ غزنوی امرتسر میں مقیم تھے (شائد ۱۸۶۵ء کے بعد) تو آپ نے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی، ان کی وفات کے وفات جناب عبدالجبار سے ان کی خط وکتابت رہی۔

۱۸۸۲ء میں اپنے گاؤں نوشہرہ ککے زیاں واپس آئے کچھ عرصہ یہاں طبابت کی پھر راولپنڈی چلے گئے وہاں طبابت کرتے اور مسجد اہل حدیث میں خطابت وامامت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔اور امام مسجد موحدین کہلاتے۔طلبا کو دینی کتابیں اور طب بھی پڑھاتے۔ وہیں پنجابی میں قرآن کا ترجمہ مکمل کیا اور سورۃ بقرہ کی پنجابی تفسیر لکھی۔شاعر بھی تھے۔ان کا دور مناظروں مباحثوں کا دور تھا چنانچہ آپ نے آریہ سماجیوں،عیسائیوں قادیانیوں وغیرہ سے مناظرے بھی کئے۔ چمرقند کی جماعت مجاہدین سے بھی تعلق تھا اور کی مدد کرتے تھے۔ ترجمہ قرآن مطبوع ہے۔

۱۹۱۱ء میں کسی کام سے سیالکوٹ آئے، شدید بخار ہوا اور فوت ہو گئے۔مولانا ابراہیم میر نے غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ان کے بڑے بیٹے حکیم عبدالرحمٰن راولپنڈی میں طبابت کرتے تھے ۲۷۔اگست ۱۹۵۷ء کو فوت ہوئے (اہلحدیث خدام قرآن۔ ص ۶۷۹-۶۸۰)

پیر مہر علی شاہ سے بھی رابطہ رہتا تھا۔ قاضی عبدالاحد خانپوری کے ساتھیوں میں سے تھے۔مرزائیت کے خلاف ان کے ساتھ مل کر کام کیا، پیر صاحب کی بھی علمی معاونت کرتے رہے۔ قادیانی کی تکفیر کے فتوی پر دستخط فرمائے۔ پیر مہر علی نے قادیانی چیلنج قبول کر کے جو جوابی اشتہار ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو شائع کیا تھا اس پر آپ کے بطور گواہ دستخط ہیں۔

☆ حمید اللہ میرٹھی

۱۸۴۹ء میں میرٹھ کے قصبہ سراوہ میں پیدا ہوئے۔ والد سراوہ کے رئیس تھے اور مسلکاً حنفی اور پیروں کے عقیدت مند۔ بیٹے کا مشرب بھی وہی تھا۔سراوہ میں ایک متبع توحید بزرگ حاجی عبدالقادر تھے ایک روز انہوں نے حمید اللہ کو کہا مذہبی تعلیم حاصل کرو اور شیخ

عبدالقادر جیلانی کی غنیۃ الطالبین پڑھنے کو دی۔حمید اللہ نے غور سے پڑھا اور سمجھ آ گئی۔ایک دن ان کے پیر تشریف لائے تو ان کے اثنائے وعظ و گفتگو میں چند سوال کئے ۔ پیر نے پریشان ہو کر فرمایا تم وہابی تو نہیں ہو گئے ۔ والد کو معلوم ہوا تو انہوں سخت سزا دی کہ تم نے پیر کی بے ادبی کی۔لیکن حمید اللہ گھر سے نکل گئے اور ایک عالم محمد خلیل سے پڑھا۔ پھر خود مسند درس آراستہ کی۔مطلع العلوم میرٹھ میں کئی سال پڑھا۔عبدالتواب غزنوی ان کے شاگرد ہیں۔۱۳۳۰ھ (۱۹۱۲ء) میں وفات پائی۔

بہت اچھے مناظر تھے۔ بھوج پور (میرٹھ) میں مولوی ناظر حسین حنفی سے فاتحہ خلف الامام پر گفتگو ہوئی تو اس میں بے شمار مقلدین عاملین بالحدیث ہوئے۔ جگا دھری میں مولوی فضل عظیم سے مباحثہ ہوا تو اس میں ۸۰۔اشخاص اہل حدیث ہوئے۔حافظ احمد علی محشی بخاری سے بھی ایک یادگار مناظرہ ہوا جس کی روداد رسالہ تحقیق و تقلید (مرتبہ مولوی ابو یحی ذکریا خان) میں درج ہوئی۔

آپ نے میرٹھ کے علاوہ مراد آباد میں بھی بہت تبلیغی کام کیا جس کی وجہ سے بعض حنفی علماء ان سے ناراض رہتے تھے۔ جناب مولانا عزیز الدین مراد آبادی نے لکھا ہے:

> مجھے حضرات علماء دیو بند میں مولانا رشید احمد گنگوہی سے حسن عقیدت رہی، آپ نے مسائل اہل حدیث کے مسلک کی تائیدات فرمائیں اور مولانا اشرف علی تھانوی سے بھی حسن عقیدت ہے، الاّ وہ چند مسائل تقلیدی جو نصوص صریحہ کے خلاف ہیں بندہ کو آپ سے خلاف رہا اور اسی بنا پر مجھ سے ناراض ہیں، کہ مراد آباد میں انجمن اہل حدیث و مدرسہ محمدیہ کا ۱۳۲۹ھ میں بمشورہ مولانا حمید اللہ مرحوم سراوی کے قیام ہوا۔ چند اراکین و عہدہ داران تجویز ہوئے۔اکثر تحریرات و اشتہارات مجھ بندہ ناچیز کے نام سے شائع ہوئیں۔ یہ بنا مخالفت مولانا تھانوی کو پیدا ہوئی مگر آپ کو مقدس بزرگ مانتا ہوں۔

کئی کتابیں تصنیف کر کے شاگردوں کے نام سے چھپوا دیں۔قرآن پر حاشیہ لکھا۔احادیث التفاسیر کے نام سے کتاب لکھی۔اس میں آیات قرآن کا ترجمہ شاہ عبدالقادر کا اور احادیث کا ترجمہ خود اپنا ہے۔شروع میں ۲۲ صفحات کا مقدمہ ہے۔

آپ نے دو حج کئے۔ دوسری مرتبہ گئے تو واپس نہیں آئے مدینہ میں فوت ہو کر مدفون ہوئے۔مولانا احمد حسن شوکت نے شحنہ میں لکھا:

عالم باعمل حمید اللہ زین جہاں شد بگلشن رضوان
عاشق سیرۃ پیغمبر بود طیبہ رفت ونمود جاں قربان
در یکے دست شمع نور ہدی در دگر دست مشعل ایقاں
ہم فدائے رسول وسنت او ہم قرین حدیث وہم قرآن

(تراجم علماء حدیث ہند ص ۲۲۰۔۲۲۱؛ ۵٦۴)

☆ غلام دستگیر قصوری

بن مولوی حسن بخش ہاشمی قصوری نے مولوی عبدالرسول قصوری اور مولوی غلام محی الدین قصوری سے پڑھا۔تقریباً سترہ کتابیں لکھیں ۔۱۳۱۵ھ میں وفات ہوئی (فیوض محمدیہ ص ۱۸۷ حاشیہ)

مولانا غلام دستگیر قصوری نے تحریک ختم نبوت میں بہت کام کیا اور تقریر وتحریر کی صلاحتیں اس پر صرف کیں ۔ فتوی تکفیر دیا اور مرزا صاحب کے مباہلے کا چیلنج قبول کیا، تاہم مرزا صاحب گریز کر گئے ۔مرزا صاحب سے مباحثوں کی تجاویز بھی ہوتی رہیں اور مرزا صاحب بلطائف الحیل پہلو بچاتے رہے ۔علماء حجاز سے بھی مرزا قادیانی کی تکفیر کا فتوی حاصل کیا۔ جناب خواجہ غلام فرید چاچڑاں والے کے پاس بھی تشریف لے گئے تاکہ انہیں تحریک کی صفوں میں شامل کرسکیں۔ یہ داستان ہم کسی جگہ بیان کر چکے ہیں ۔

آپ حنفی المسلک تھے اور بڑے متشدد۔ دیو بندی علماء سے بھی مباحثے کرتے کراتے رہے اور اہل حدیث علماء سے بھی ۔ جناب خلیل احمد سہارن پوری سے ۱۸۸۹ء میں بہاولپور میں ہونے والے مناظرے کے مدار المہام آپ ہی تھے ۔اور لکھوی علماء سے ۱۸۸۳ء میں فرید کوٹ میں ہونے والے مباحثے کے مدار المہام بھی آپ ہی تھے۔اس کے بعد بھی ادھر ادھر علماء اہل حدیث سے مباحثوں کی آنکھ مچولی کھیلتے رہے ۔ جناب خدا بخش واعظ نے بھی ایک اشتہار آپ کے خطاب میں شائع کیا تھا جس کے جواب میں آپ خاموش رہے۔اور آپ نے حافظ محمد لکھوی سے بھی مباحثہ کیا تھا۔

☆ محمد سعید کنجاہی بنارسی

آپ غیر مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے۔نام مول سنگھ تھا۔ایک دفعہ لاہور میں کی ان ملاقات شیخ عبیداللہ نومسلم ہوئی توان کے زیراثر اسلام قبول کرلیا۔والد کو اطلاع ہوئی تو آپ کو پکڑ کر ہردوار لے گئے۔ یہ وہاں سے بھاگ نکلے اور دیو بند میں پڑھنے لگے۔پھر حدیث سید نذیر حسین محدث سے پڑھی۔جون پور کے مدرسہ امام بخش میں حافظ عبداللہ غازی پوری سے فقہ واصول پڑھا۔اس دور میں تلطف حسین اور مولوی علی نعمت عظیم آبادی ان کے شریک سبق تھے اور حافظ صاحب ابھی مقلد تھے۔ان شاگردوں نے ان سے مناقشے شروع کئے تا آنکہ استاد بھی عامل بالحدیث ہوگئے۔آپ کو شیخ معمر عباس بن عبدالرحمٰن تلمیذ شوکانی سے بھی حدیث کی سند واجازت حاصل ہے۔

کچھ عرصہ حافظ ابراہیم آروی کے مدرسہ احمدیہ آرہ میں پڑھایا۔پھر بنارس میں اپنا مدرسہ بنالیا اور مدۃ العمر پڑھاتے رہے۔اشاعت وتبلیغ کے لئے بنارس میں ایک مطبع سعید المطابع قائم کیا جہاں بہت کتب شائع ہوئیں۔

نصرۃ السنہ نکالتے تھے۔ مقدمات بھی چلتے رہے۔ رحیم آبادی علماء سے عیدگاہ پر مناظرہ ہوا۔مرشد آباد والے مناظرے میں بھی موجود تھے۔میاں صاحب سید نذیر حسین کے کئی خط ان کے نام مکتوبات نذیریہ میں موجود ہیں۔

آپ کی تصانیف میں کیفیت مقدمات مسجد بڑ تلے بنارس۔ترجمہ فیصلہ مبارک حسین منصف بنارس۔سیف الابرار علی رأس الاشرار فی جواب فتح الاخیار، کشف الارتیاب عن اجوبۃ المرتاب۔اسعی المقبول برد اجابۃ المسئول، ہدایۃ المرتاب برد فی کشف الحجاب۔کیفیت مناظرہ مرشد آباد۔کیفیت مناظرہ جونا گڈھ۔عمارۃ المساجد بھدم اساس جامع الشواہد۔کسی العری باقامۃ الجمعۃ فی القری۔ تعلیم المبتدی فی تحقیق القرأۃ للمقتدی۔ لقطع حبل بالتامین بارد علی القول المتین وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔

آپ نے نصرۃ السنہ کے نام سے ۱۰ستمبر ۱۸۸۵ءکو ماہنامہ جاری کیا،جس مسجد میں

نماز پڑھتے تھے اس کے صحن میں تعزیہ رکھا جاتا تھا جس کا مقدمہ ۱۸۸۷ء سے ۱۸۹۵ء تک جاری رہا۔ بالآخر مولوی سعید کے حق میں ڈگری ہوئی اور آپ مسجد کے متولی بنا ئے گئے۔آپ کے مناظرے مطبوعہ ہیں جن میں کیفیت مناظرہ جونا گڈھ ۸صفحات پر ۱۳۰۲ھ میں سعید المطابع بنارس سے شائع ہوا۔ کیفیت مناظرہ پڑتلے واقع دارانگر بنارس ۴۶ صفحات پر۱۳۰۴ھ میں سعید المطابع سے شائع ہوا۔کشف الستور عن کیفیت مرزا پور۲۴ صفحات پر۱۳۰۲ھ میں سعید المطابع بنارس سے شائع ہوا۔ (تذکرۃ المناظرین حصہ اول۔ ص ۱۵۷۔۱۵۸)۔

تحریک ختم نبوت میں سرگرم حصہ لیا۔ مولانا سعید کی وفات رمضان ۱۳۲۲ھ۔ نومبر۱۹۰۴ء میں ہوئی۔ اولاد میں مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی مشہور ہوئے جنہوں نے ردّ قادیانیت میں بہت کام کیا۔

☆ نوراحمد لکھوی

حافظ بارک اللہ لکھوی کے سب سے چھوٹے بیٹے کا نام محمد صالح تھا، جنہوں نے اپنے بھائی حافظ محمد لکھوی سے تعلیم حاصل کی۔ وہ ذکراذکار اور کاشت کاری میں مشغول رہتے۔ تاہم انہوں نے اولاد کو دینی تعلیم دلوائی جن میں مولوی نوراحمد اچھے مناظر اور جید عالم تھے۔(فیوض محمدیہ)

مولوی نوراحمد نے حافظ محمد لکھوی ،مولوی محی الدین سے تعلیم حاصل کی۔موضع طور میں رہائش رکھتے تھے،علوم میں کامل اور مسلک اہل حدیث کے اچھے مبلغ ومناظر تھے۔ فیروز پور اور لاہور کے علاقوں میں آپ کے مباحثے مشہور ہیں۔مولوی غلام دستگیر قصوری کے ساتھ اکثر مقابلہ رہتا۔ ۱۸۸۳ء میں فرید کوٹ میں اہل حدیث کے مابہ الامتیاز مسائل پر جو مباحثے ہوئے ان میں آپ پیش پیش تھے...ان مباحثوں پر دو کتابیں لکھی گئیں ایک مولوی غلام دستگیر نے تصریح ابحاث فرید کوٹ کے نام سے لکھی جس میں پلڑا اپنی جانب جھکا یا ہے یہ کتاب دوصد صفحات پر مطبع محمدی لاہور سے ۱۳۰۳ھ میں شائع ہوئی۔اہل حدیث کی طرف سے مولوی نوراحمد نے لکھا اور ان مناظروں کی اجمالی کیفیت کو بیان کیا۔

مولوی نور احمد کا مولوی غلام دستگیر سے ایک مناظرہ کھیم کرن میں ۳ ذی قعد ۱۳۰۲ھ کو ہوا جس میں مسئلہ تقلید زیر بحث تھا اس کی روئداد مولوی نور احمد نے تفصیل سے لکھی ہے جو بنام اشتہار مباحثہ کھیم کرن تحصیل قصور مورخہ ۳ ذی قعد ہے۔ (منقول از فیوض محمدیہ ص ۱۸۴۔ ۱۸۸)

ان کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ کئی قادیانی ان کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ نے پنجاب سے کشمیر جا کر مرزا صاحب کی تکذیب کی خاطر، مرزا قادیانی کے دعوی کا کہ مسیح کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے، رد کرنے کے لئے تحقیقاتی کام کیا۔ جلسہ لاہور ۱۹۰۰ء میں پیر صاحب گولڑہ کے ساتھ حاضر ہوئے اور بعد جلسہ مرزا صاحب کے بارے میں منظور ہونے والی قرارداد پر دستخط فرمائے۔

☆ محمد عبداللہ انبیٹھوی

آپ مولوی محمد قاسم نانوتوی کے داماد اور تلمیذ تھے اور حاجی امداد اللہ کے مرید و خلیفہ۔ عرصہ تک مکہ میں حاجی امداد اللہ کے پاس مقیم رہے۔ سرسید نے آپ کو علیگڈھ کالج (مدرسۃ العلوم) میں ناظم دینیات بنایا تھا۔ (بیس بڑے مسلمان ص ۴۲)۔

۱۹۰۶ء میں انجمن اہل حدیث وزیر آباد کی طرف سے قادیانیوں کے بارہ میں جو فتوی شائع ہوا تھا اس پر آپ کے دستخط بھی ہیں۔

☆ احمد حسن امروہی

سید احمد حسن، مولانا محمد قاسم نانوتوی کے شاگرد تھے۔ مدرسہ جامع مسجد امروہہ میں، جسے مولانا نانوتوی نے قائم کیا تھا، ایک طویل عرصہ تک صدر مدرس رہے۔ بہت لوگ آپ کے شاگرد ہوئے جن میں مولوی عبد الرحمٰن خورجوی، مولوی عبد الرحمٰن امروہی وغیرہ شامل ہیں۔ ۱۳۱۳ھ سے ۱۳۲۹ھ تک دار العلوم دیوبند کی مجلس شوری کے ممبر رہے۔

(بیس بڑے مسلمان۔ ص ۴۲، ۷۲)۔

۱۸۹۶ء میں مرزا قادیانی نے مباہلے کا جو چیلنج دیا تھا اس کے مخاطبین میں آپ بھی

شامل تھے۔ محمد احسن امروہی قادیانی سے ان کی نوک جھونک کا ذکر ہم نے کسی جگہ کیا ہے۔

☆ محبوب عالم

۱۹۱۲ء تک جن بزرگوں کو تحریک ختم نبوت میں کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں منشی محبوب عالم مالک و مدیر پیسہ اخبار بھی شامل ہیں۔ ان کے اخبار میں خود ان کے اپنے اور دیگر علماء کے مضامین ردقادیانیت پر شائع ہوا کرتے تھے۔ طاعون کے دنوں میں آپ نے تحریک کی بہت خدمت کی جیسا کہ مرزائیوں نے لکھا ہے کہ:

دافع البلاء کی اشاعت پر اڈیٹر پیسہ اخبار لاہور نے قادیان کی حفاظت سے متعلق پیش گوئی کو غلط ثابت کرنے کے لئے جھوٹی اور خلاف واقعہ رپورٹیں شائع کیں اور قادیان کی حفاظت سے متعلق پیش گوئی کو اعتراضات کا نشانہ بنایا۔ تب حضرت (مرزا) نے ان کی مفتریات کا جواب نزول المسیح میں دیا (خزائن جلد ۱۸، ابتدائیہ ص ۱۳)

جہاں تک رپورٹیں شائع کرنے کی بات ہے، یہ تو مرزا صاحب کر رہے تھے۔ وہ خود بتاتے ہیں کہ قادیان میں طاعون کا زور ہے۔ فرماتے ہیں:

. طاعون کے دنوں میں جبکہ قادیان میں طاعون زور پر تھا، میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا اور ایک سخت تپ محرقہ کے رنگ میں چڑھا جس سے لڑکا بالکل بے ہوش ہوگیا ...قریباً رات بارہ بجے کا وقت تھا کہ جب لڑکے کی حالت ابتر ہوگئی اور دل میں خوف پیدا ہوا کہ یہ معمولی تپ نہیں، اور ہی بلاء ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۷ حاشیہ)

(پیسہ اخبار ۱۸۸۷ء میں جاری ہوا۔ ۱۹۰۴ء میں جب وہ گوجرانوالہ سے لاہور آئے تو پیسہ اخبار بہت شہرت پا چکا تھا اور انیسویں صدی کے آخر میں یہ روزنامہ بن گیا تھا۔ اور اس کی ہر دل عزیزی اتنی بڑھی کہ اخبار عام بھی ماند پڑ گیا اور جب تک زمندار منظر عام پر نہیں آیا صحافتی دنیا میں اس کا چرچا رہا۔ پیسہ اخبار بڑا کثیر الاشاعت اخبار تھا اور اس کی قیمت ایک پیسہ تھی۔ اس میں خبروں کے علاوہ مفید مضامین اور اشتہارات شائع ہوتے تھے۔ پیسہ اخبار نے شعور عامہ کو بیدار اور اخبار بینی کے ذوق کو عام کیا۔ منشی محبوب عالم کا انتقال مئی ۱۹۳۳ء میں ہوا۔ وہ اردو فارسی انگریزی اور عربی کے علاوہ فرانسیسی ترکی اور روسی زبانیں بھی جانتے تھے۔ آ

پ کومطالعہ کا بہت شوق تھا۔ان کی ذاتی لائبریری میں بیس ہزار کتابیں تھیں۔ان کے انتقال کے بعد یہ اثاثہ ان کی بیٹی نے پنجاب یونیورسٹی کومفت نذر کردیا تھا ۔ (مولانا ظفرعلی خان بحیثیت صحافی۔ص ۴۲۔۴۴)

☆ محمود علی شاہ

سید محمد علی شاہ کے بیٹے، چھچھ ہزارہ میں ۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ والد عالم دین تھے۔ان سے پڑھا پھر حافظ محمد لکھوی، مولوی عبدالقادر لکھوی، حافظ عبدالہادی سے استفادہ کیا۔فراغت کے بعد چنیوٹ میں ایک عرصہ تک دعوت وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ وعظ و تقریر کا ملکہ حاصل تھا ..آپ کا طرز گفتگو بڑا دل کش تھا اور واعظ آپ کی نقل اتارنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب تشریح ابحاث فرید کوٹ میں صفحہ ۱۴۱ پر ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسی گروہ کا ایک شخص چھچھ ہزارہ کا رہنے والہ محمود شاہ نامی نواح قصور میں (اسی گروہ سے مراد لکھوی خاندان اوراس کے علاوہ ہیں) یہ محمود علی شاہ مسلک اہل حدیث کا پرچار کیا کرتے تھے۔مولوی غلام دستگیر نے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ سید محمود علی شاہ نے فرضیت جمعہ فی القری کے موضوع پر ایک کتاب بنام تبصرۃ الجمعہ بھی لکھی تھی۔جس کا انہوں نے اپنے زعم میں جواب بھی لکھا تھا ۔شاہ صاحب نے ایک نصیحت نامہ بھی لکھا تھا جو طبع ہوا۔آپ کے بیٹے سید احمد علی شاہ تھے جو آپ ہی طرح عالم فاضل اور اچھے واعظ تھے۔ محمود علی شاہ کی وفات ۶۳ سال کی عمر میں ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔ (فیوض محمدیہ ص ۲۶۵۔۲۶۷)

جناب محمود شاہ نے تحریک ختم نبوت میں بڑا کام کیا۔مرزا صاحب آپ سے بہت نالاں رہے۔انکے لٹریچر میں جا بجا محمود شاہ کا تذکرہ ہے۔ اورآپ تحفہ گولڑویہ والے اس خواب میں بھی موجود تھے جس میں مرزا صاحب کو جوتیاں پڑیں تھیں۔

☆ خلیل احمد انبیٹھوی

حضرت ابوایوب انصاری کی اولاد سے ہیں۔ دسمبر ۱۸۵۲ء۔صفر ۱۲۶۹، اپنی ننھیال

نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ جب (آپ کے ماموں) مولانا یعقوب نانوتوی دیوبند کے صدر مدرس ہوئے تو آپ وہاں آکر جماعت کافیہ میں شریک ہوگئے۔ پھر ۱۲۸۳ھ میں مظاہر العلوم بنا، تو وہاں چلے آئے اور ۱۹ سال کی عمر میں ۱۲۸۸ھ میں وہیں سے فارغ ہوئے۔ دیگر اساتذہ میں مولوی فیض الحسن سہارنپوری، مولانا عبدالقیوم بھوپالی، شیخ احمد دحلان، اور شاہ عبدالغنی مجددی شامل ہیں۔ مولانا رشید گنگوہی کے مرید ہوئے اور حاجی امداداللہ سے بھی فیض یاب ہوئے۔

کچھ عرصہ منگلور کے مدرسہ عربی میں مدرس رہے۔ اس کے بعد بھوپال، بہاولپور، بریلی، دیوبند، مظاہر العلوم میں مدرس رہے۔ ۱۲۹۳ھ میں مولوی جمال الدین مدار المہام نے بھوپال بلا لیا۔ اسی سال پہلا حج کیا۔ واپسی پر بھوپال نہیں گئے بلکہ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ میں سکندر آباد ضلع بلندشہر کے مدرسہ اسلامیہ میں مدرس ہوکر چلے گئے۔ پھر مولوی شمس الدین کی طلب پر اسکے بچوں کو پڑھانے بہاولپور چلے گئے۔ نواب بہاولپور کی والدہ کا انتقال ہوا تو ان کی یاد میں چند مدارس بنائے گئے جن میں ایک خاص بہاولپور میں تھا، جس کے لئے مولوی شمس الدین کا مکان تجویز کرکے مولانا خلیل احمد کا تقرر اسی مدرسہ کے لئے کردیا گیا۔ ۱۸۷۹ء میں نواب صادق محمد خان کو اختیارات حکمرانی عطا ہوئے تو صادق ایجرٹن سکول کھولا گیا اور اس کے متعلق شعبہ دینیات قائم رہا۔ مدارس ایصال ثواب بھی اسی کے ماتحت کردیئے۔ آپ صدر مدرس دینیات رہے، بعد میں جون ۱۸۸۱ء میں افسر دینیات ہوگئے۔ تاہم فرمایا کرتے کہ اہل بہاولپور کو میری علمی خدمات سے فائدہ اٹھانے کی رغبت نہیں رہی...فرماتے کہ بہاولپور میں علم دین کا ماہر ہونا کسی شخص کی قسمت میں نہیں معلوم ہوتا۔

اسی دوران ردشیعہ میں ہدایات الرشید کے نام سے ضخیم کتاب لکھی۔ پھر براہین قاطعہ (مولوی عبدالسمیع کی کتاب انوارساطعہ کے جواب میں) لکھی۔ لوگوں نے شور مچایا اور نواب صاحب سے شکایت کی کہ مولوی خلیل احمد بددین اور کافر ہے اور براہین میں حق تعالی کو نعوذ باللہ کاذب کہتا ہے، اسے آمادہ کیا کہ خلیل احمد کا علماء سے مناظرہ کرادیا جائے چنانچہ ریاست کی طرف سے ۱۸۸۹ء میں مناظرے کا اہتمام ہوا۔ مولانا محمود حسن، مولوی صدیق احمد، مولوی عبدالحق پوری، مولوی محمد مراد آپ کے معاونین تھے۔ پیر غلام فرید حکم قرار دیئے گئے۔ مولوی غلام دستگیر قصوری، مولوی سلطان محمود تاہیڑی والے مخالف مناظر تھے۔ دونوں طرف سے بعدازاں فتح کے اعلان اخباروں ہوئے۔ اس مناظرے کے بعد بہاولپور میں ایسے

حالات پیش آئے کہ وہاں رہنا خطرناک ہو گیا اس لئے جولائی ۱۸۸۹ء مطابق ذی قعد ۱۳۰۶ھ آپ نے بہاولپور چھوڑ دیا۔

بعدازاں بریلی کے مدرسہ مصباح العلوم میں دو سال رہے۔ ۱۳۰۸ھ میں دیوبند مدرس دوم ہو کر آ گئے ۔ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ میں مظاہر العلوم کے صدر مدرس ہو کر آ گئے جہاں آپ نے ۳۱ سال پڑھایا۔

ربیع الاول ۱۳۳۵ھ میں ابو داؤد کی شرح ،بذل المجہود کا آغاز کیا جو شعبان ۱۳۴۵ھ میں بڑی تقطیع کے دو ہزار صفحات میں پانچ جلدوں میں ختم ہوئی۔ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو مدینہ میں انتقال ہوا۔

اہل کوہ لنڈھور نے ایک مرتبہ آپ کو قادیانیوں سے مناظرہ کے لئے بلایا۔آپ نے مولوی محمد یحیٰ سہسرامی کو کہ مدرسہ کے مدرس تھے مناظر بنا کر کھڑا کیا اور خود پاس بیٹھے رہے۔ (تذکرۃ الخلیل ملخصاً) سنہ معلوم نہیں ۔۱۹۱۲ء کے بعد معلوم ہوتا ہے(یحیٰ سہسرامی مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل تھے مشہور عالم، ذی استعداد فاضل تھے۔بیس بڑے مسلمان ص ۴۹)

مرزا قادیانی کی تکفیر کے متفقہ فتوی پر دستخط فرمائے۔ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی کے نام اشتہار میں جن علماء کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا ان میں آپ کا نام بھی شامل تھا۔ ستمبر ۱۹۰۶ء میں انجمن اہل حدیث وزیر آباد کی جانب سے جو فتوی شائع ہوا تھا اس پر بھی آپ کے دستخط موجود ہیں۔

☆ صدیق احمد انبیٹھوی

مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری کے چچا زاد بھائی تھے، دیوبند میں پڑھا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کے مرید ہوئے۔ فارغ ہو کر مالیر کوٹلہ چلے گئے۔حکیم عبدالمجید خان دہلوی جب وہاں گئے اور آپ کو دیکھا تو طب پڑھنے کی ترغیب دی پھر ساتھ ہی دہلی لے آئے طب کی تکمیل کرائی اور مطب بھی کرایا۔لیکن چھوڑ دیا۔ بتاتے ہیں کہ

> فارغ ہونے کے بعد مجھے .. مدرسہ دیوبند ہی میں مدرس بنا لیا گیا۔طلباء مجھ سے پڑھنے کے شائق ہوئے ۔ میں مولوی رفیع الدین مہتمم کو تجویز پیش کی کہ وظیفہ کے لئے کافیہ

اور قدوری کی قید اٹھا دیجئے اور طالب علم چھوٹا ہو یا بڑا اس کا کھانا مقرر کر دیجئے۔ چنانچہ منظوری ہوئی۔ مدرسہ کے نصاب میں نحو میر کے لئے دو مہینے مقرر تھے مگر میں نے اپنی جماعت کو آٹھ دن میں نحو میر حفظ کرادی۔ مولانا یعقوب صدر مدرس سے دوسرے مدرسین نے شکایت کردی۔..انجام کار مجھے مدرسہ سے نکال کر گلاوٹھی بھجوادیا گیا۔..

دار العلوم مالیر کوٹلہ چلے گئے وہاں ریاست کے قاضی رہے۔مشہور اہل افتاء میں شمار ہوتے تھے۔علوم عقلیہ ونقلیہ میں ماہر تھے۔آپ صاحب کشف تھے۔ عاشق الٰہی میرٹھی بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ ظہور مہدی کے غایت قرب کی بابت اپنے کشوف بیان فرمانے لگے گویا ہر لمحہ انتظار ہے اور توقع غالب ہے کہ اسی سال ظہور ہو جائے ..ایک مرتبہ فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے شروع میں مجددیت کا دعوی کیا تھا۔ میں اس وقت مالیر کوٹلہ میں تھا اور بھائی مشتاق احمد کے پاس جو کہ لدھیانہ کے سکول میں ہیڈ مولوی تھے وطن کو آتے جاتے ٹھیرا کرتا تھا۔مرزا صاحب بھی اکثر لدھیانہ آتے تھے اور مریدوں میں خوب آؤ بھگت ہوتی تھی۔ بھائی مشتاق احمد کی مجلس میں تذکرہ ہوا کہ مولوی صاحب ذرا معلوم تو کریں کہ آیا واقعی وہ مجدد ہیں؟ میں نے کہا جب ایسا اتفاق ہو کہ وہ آئے ہوں اور میں بھی یہاں موجود ہوں تو اس وقت چلیں گے۔اتفاق سے ایسا موقع پیش آ گیا اور ایک مجلس میں میرا اور مرزا صاحب کا اجتماع ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ علمی گفتگو میں تو مرزا صاحب کچھ الٹی سیدھی بولتے ہی رہیں گے اور نتیجہ نہ نکلے گا لہذا میں نے ان سے پوچھا کیا واقعی آپ مجدد ہیں؟ کہاں ہاں۔میں نے کہا تو آپ کو مقامات سلوک ضرور طے کرائے گئے ہوں گے؟ بولے جی ہاں۔ میں نے کہا سیر اجمالی ہوئی یا تفصیلی؟ کہا اجمالی ہوئی۔ میں نے کہا سیر اجمالی والہ مجدد نہیں ہوسکتا کہ حضرت مجدد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں فلاں جگہ اس کی تصریح فرمائی ہے۔اس پر مرزا صاحب بولے مجھے اجمالی اور تفصیلی دونوں قسم کی سیر کرائی گئی ہے۔ میں نے کہا تفصیلی بیان کیجئے۔ بولے ایسی تفصیل تھی جیسے ریل گاڑی چل رہی ہو کہ بظاہر تفصیلی ہوتی ہے مگر یاد کچھ نہیں رہتا۔ میں نے کہا ایسی تفسیر میں اسٹیشن تو تمامی پڑتے ہیں، انہی کے نام شمار کرادیجئے۔تو کچھ جواب نہ بن پڑا اور اکثر مولوی صاحبان کو جو مجمع میں موجود تھے ان کی طرف سے اعتقاد جاتا رہا۔(تذکرۃ الخلیل ص۲۲۴۔۲۲۵)

۱۳۰۲ھ میں حج کو گئے۔ عمر کا آخری حصہ مالیر کوٹلہ میں گزرا۔ وہیں ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء (صفر ۱۳۴۴ھ) میں وفات ہوئی۔ ۱۲۸۹ء میں مناظرہ بہاولپور میں مولانا خلیل احمد اور مولانا محمود حسن کے ساتھ تھے۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۲۱۹۔۲۲۷ ملخصاً)

مرزا کی زندگی میں تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔ ستمبر ۱۹۰۶ء میں انجمن اہل حدیث وزیر آباد کی طرف سے جو فتوی قادیانیوں کے بارہ میں شائع ہوا اس پر آپکے دستخط ہیں۔

☆ محمد علی مونگیری

صوبہ بہار کے مشہور عالم اور سجادہ نشین تھے۔ ندوۃ العلماء کے بانیوں میں سے تھے۔ اور ناظم بھی رہے۔ اپنے ایک مرید کو لکھتے ہیں:

> مولود شریف کے جلسے کراؤ اور اس میں ان کے (مرزا صاحب اور ان کے ساتھی) حالات بیان کرو۔ جس مقام کے لوگ نہایت غریب ہیں ان سے کہو کہ تم سنو، شیرینی وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ میں تمام محبین سے کہتا ہوں کہ وہ تمہاری مدد کریں۔ تم ہر جگہ پہنچو۔ یہاں سے رسائل قادیانی کے متعلق منگوا کر ان لوگوں کو دو۔

آپ کہا کرتے تھے کہ اتنا لکھو اور اس قدر طبع کراؤ اور اس طرح تقسیم کرو کہ ہر مسلم جب صبح سو کر اٹھے تو اپنے سرہانے رد قادیانی کی کتاب پائے۔

بہار میں ایک تاریخی مناظرہ (۱۹۱۱ء میں) ہوا۔ تقریباً چالیس علماء شریک تھے جن میں مولانا مرتضی حسن، انور شاہ کشمیری، شبیر احمد عثمانی، عبد الوہاب بہاری، مولانا ابراہیم سیالکوٹی شامل ہیں... مولانا مرتضی حسن مولانا محمد علی مونگیری کے وکیل ہو کر مناظر ہوئے۔ سیرت مولانا محمد علی مونگیری۔ (تذکرہ مجاہدین ختم نبوت ص ۱۷۶۔۱۷۷ ملخصاً)

آپ نے رد قادیانیت میں کئی مختصر رسائل تحریر کر کے عوام کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ چند رسائل کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں اور چند رسائل درج ذیل ہیں جن کے متعلق خیال ہے کہ وہ ۱۹۱۲ء کے بعد منظر عام پر آئے۔ ان رسائل کا تعارف مولانا اللہ وسایا ڈیری کی کتاب قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت سے نقل کیا جاتا ہے۔

فیصلہ آسمانی ۳ حصے مع تتمہ۔ کل صفحات ۴۰۰۔ اردو ۱۳۳۰۔۱۳۳۲ھ کے لگ

بھگ طبع ہوئیں ۔ حصہ اول محمدی بیگم سے نکاح والی پیش گوئی پر بحث ہے ۔ دوم میں بتایا ہے کہ مرزا قادیانی کا خود کو جامع صفات کمالیہ سمجھنا اور نبوت کا دعوی کرنا ، اور پھر اپنی تحریرات سے جھوٹا ثابت ہونا ، یہ محض قدرت خداوندی کا فضل ہے کہ اس نے جتنے بلند بانگ دعوے کئے ان سے کہیں زیادہ بلند بانگ حقائق سے جھوٹا ثابت ہوا ۔ تیسرے حصہ میں ، حضور ﷺ کے بعد جھوٹے مدعیان نبوت کا دعوی کرنا ، ان کے جھوٹے استدلالات کے سچے جوابات ، مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں کا بطلان ، ایسے مباحث ہیں ۔ (فیصلہ آسمانی کے جواب میں عبدالماجد قادیانی نے القائے ربانی لکھی ۔ اس عبدالقادر کے بھائی مولوی حکیم ولی الدین بھاگلپوری نے القائے ربانی کے جواب میں محکمات ربانی لنسخ القائے قادیانی تحریر فرمائی) ۔

شہادت آسمانی ۔ ۴۴ صفحات ۔ اس میں ان دو گہنوں کے اجتماع کا ذکر ہے جس کو مرزا قادیانی نے اپنے لئے شہادت آسمانی قرار دیا ، اور اس حدیث کی شرح ہے جس میں خاص گہنوں کے اجتماع کو امام مہدی کی علامت کہا گیا ہے اور حالات و واقعات علم و عقل کی روشنی میں مرزا قادیانی کے اس استدلال کو ہباءً منثوراً کیا گیا ہے ۔

دوسری شہادت آسمانی ۱۹۲۸ء کی مطبوعہ ہے اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ رمضان میں معمولی گہنوں کا اجتماع جیسا کہ ۱۳۱۲ھ میں ہوا تھا ۔ صرف مرزا نے اپنی بناوٹ اور فریب کے لئے اس کو اپنے لئے نشان آسمانی قرار دیا ہے ۔

معیار المسیح ۔ ۳۶ صفحات ۔ اردو ۔ مرزا قادیانی نے مسیح ہونے کا دعوی کیا ۔ آپ نے یہ رسالہ لکھ کر مسیح کی عظمت کو ثابت کیا کہ مرزا اس معیار پر پورا نہیں اترتا ۔

اطلاع رحمانی براغلاط قادیانی ۔ ۸۴ صفحات

معیار صداقت ۔ ۱۶ صفحات ۔ اس میں مرزا قادیانی کی صداقت کا معیار اور نکاح والی پیش گوئی کا محققانہ جواب ہے ۔

دعوی نبوت مرزا ۔ صفحات ۴۵ ۔ ۱۹۱۶ء ۔ صحیفہ رحمانیہ کا نمبر ۷ ہے اس میں مرزا قادیانی کے دعوی نبوت کو اس کی کتابوں سے باحوالہ ثابت کر کے اس کا رد کیا گیا ہے ۔

تنزیہہ ربانی از تلویث قادیانی ۔ متعدد آیات سے ثابت کیا ہے کہ اللہ کا کلام کذب و وعدہ خلافی سے منزہ ہے ۔ مرزا قادیانی کا محمدی بیگم کی پیش گوئی کو اللہ کا وعدہ قرار دینا اور پھر اس کا پورا نہ ہونا مرزا کے جھوٹے ہونے کیلئے کافی ہے ۔

مسیح قادیان کی حالت زار کا بیان ۔ ۳۲ صفحات ۔اردو طبع سوم ۱۳۴۳ھ

حقیقت رسائل اعجازیہ قادیانیہ ۔ ۷۸ صفحات اردو ۔ ۱۳۳۶ھ ۔ مرزا قادیانی کے رسائل اعجاز مسیح اوراعجاز احمدی کا مکمل جواب اور رد تحریر کیا ہے۔

مرزائیوں سے خیر خواہانہ گذارش ، مسیح قادیان کی حالت زار کا بیان ۔۱۲ صفحات اردو ۔ مرزائی کتب سے مرزا کے حالات بیان کر کے مرزا سے بچنے کی گزارش کی گئی ہے۔

حقیقت المسیح ۔۶۴ صفحات اردو ۔ مسیح کی علامات ونشانیوں کو دلایل و براہین سے واضح کر کے مسیح کاذب (مرزا) کی حالت کو ان پر منطبق کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی جعلی مسیح تھا۔ نیز یہ کہ اس میں حقیقی مسیح کی ایک علامت بھی نہیں پائی جاتی ۔

☆ عبدالعزیز قلعوی

مولوی غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ کے بیٹے تھے ۔ والد کی وفات کے وقت کی ان عمر چھ سات سال تھی ۔معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کے اساتذہ کون ہیں ۔عربی کے عالم ، اردو فارسی اور پنجابی کے شاعر تھے ۔ اہلحدیث کے اکابرین میں سے تھے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے جن بزرگوں سے آل انڈیا کانفرنس کے لئے مشورہ طلب کیا ان میں آپ بھی شامل ہیں ۔ قادیانیت کے خلاف متحرک رہے ہیں ۔تبلیغ کیلئے دیہاتوں میں جاتے تھے ۔ (مولانا عبدالعزیز العدل کے مضامین پر ان کے تعاقب اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوتے رہے) پنجابی میں قرآن کے پہلے پارے کی تفسیر لکھی جس کا نام تفسیر عزیزی تھا ۔(طبع نہیں ہو سکا) ۔مولانا غلام رسول کے دو بیٹے تھے ، عبدالقادر اور چھوٹے عبدالعزیز ۔ مولانا غلام رسول کی وفات کے وقت ان کی عمریں بالترتیب بارہ تیرہ ، اور چھ سات سال تھیں ۔ مولانا عبدالعزیز نے ۱۹۳۶ء یا اس کے کچھ عرصہ بعد وفات پائی ۔

آپ تحریک ختم نبوت کے بڑے سرگرم کارکن رہے ہیں ۔ رد قادیانیت میں اشعار بھی کہتے تھے ۔ ۴ نومبر ۱۹۳۲ء میں ص ۷ اور ۸ پر آپ کا قصیدہ یائیہ (بقیہ) شائع ہوا جو فارسی میں ۳۵ اشعار ہیں مرزائیوں کے خلاف ہے ۔ پہلا حصہ اس سے پہلے شمارے میں ہے رد قادیانیت کی وجہ سے قادیانی ان کے حال پر مہربان رہتے تھے ۔ جیسا کہ مولانا امرتسری

ایک دفعہ .مرزائی اخلاق ۔ کے عنوان سے لکھتے ہیں :

ضلع گوجرانوالہ میں ایک موضع قلعہ میہاں سنگھ مشہور مردم خیز گاؤں ہے جہاں ایک بزرگ ولی اللہ مولوی غلام رسول مرحوم گذرے ہیں جو حضرت مولوی عبداللہ غزنوی کے مرید خاص تھے۔ ان مرحوم کی اولاد میں آج بھی ایک صاحب مولوی عبدالعزیز صاحب علم زندہ ہیں جو صاحب تقریر کے علاوہ صاحب تحریر بھی ہیں ۔آپ نے ایک پارہ کی تفسیر القرآن اردو میں لکھی ،اس میں کھیر کا ذکر بھی آتا ہے۔اس لئے صفراوی مزاج والوں کو میٹھا ناموافق ہوا تو انہوں نے قئے کر دی ۔ چنانچہ ایک مرزائی صاحب نے نہائت میٹھے لہجے میں مولوی صاحب موصوف کو (ایک تلخ) خط لکھا جو درج ذیل ہے (اسکے بعد مرزائی کا بڑا تلخ خط درج کیا ہے)۔(اہل حدیث امرتسر ۲۰ مارچ ۱۹۳۱ء ص ۵)

۱۹۰۶ء میں انجمن اہل حدیث وزیر آباد کی جانب سے قادیانیوں کے بارے میں جو فتوی جاری ہوا اس پر آپ کے دستخط بھی ہیں ۔ رد قادیانیت میں ان کی خدمات کا سلسلہ ۱۹۱۲ء کے بعد بھی جاری رہا۔

☆ جماعت علی شاہ

علی پور ضلع سیالکوٹ کے مشہور پیر طریقت ۔پیر مہر علی شاہ کے استفادہ کیا تھا۔خواجہ فقیر محمد تیراہی ، چورہ شریف ضلع کیمبل پور سے خلافت پائی۔ جلسہ لاہور ۱۹۰۰ء میں تشریف لائے اور رد قادیانیت پر شاہی مسجد میں تقریر بھی فرمائی ۔ برصغیر کی مشہور شخصیت تھے۔سو برس سے زائد عمر پائی۔کئی حج کئے۔ ۱۹۰۸ء میں بمقام لاہور جب مرزا قادیانی وہاں موجود تھے، مباہلے کی دعوت دی۔سیاسی تحریکوں میں حصہ لیتے رہے ۔ تحریک ہجرت کی مخالفت کی ۔آگرہ میں آریوں نے فتنہ کھڑا کیا تو اس نواح کے اضلاع میں تبلیغ کرائی مساجد بنوائیں۔شیعہ اور غیر مقلدین کے ساتھ مناظرے کئے اور کتابیں تالیف کروائیں ۔مریدوں کا ایک بڑا سلسلہ چھوڑ گئے ۔ ۱۳۷۰ھ۔مطابق ۱۹۵۱ء میں فوت ہوئے (مہر منیر۔ص ۴۰۶)

رد قادیانیت میں آپ کی سرگرمیوں کا تذکرہ تاریخ احمدیت میں بھی ملتا ہے۔

جناب دوست محمد قادیانی نے لکھا ہے:

احمدیوں کومشوّش کرنے کے لئے ایک حربہ یہ استعمال کیا گیا کہ کثرت سے مرزائی لوگ تائب ہوکر بیعت کر رہے ہیں ۔ یہ پراپیگنڈی پیر سید جماعت علی شاہ کے مریدوں نے کیا ۔(المجد د۔ لاہور جون ۱۹۰۸ء)۔ پیر صاحب موصوف کے مریدوں نے تو بس حد ہی کر دی کہ مرزا صاحب کی وفات کو اپنے پیر کی کرامت مشہور کردی۔۔ پہلے کہا کہ پیر صاحب نے ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء بروز جمعہ شاہی مسجد میں کہا تھا کہ مرزا بہت جلد ذلت اور عذاب کی موت مارا جائے گا۔ (المجد د جون ۱۹۰۸ء ص ۷)۔ پھر یہ خبر پھیلائی کہ دراصل ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کی شام کو پیر صاحب نے کہا تھا کہ آج میں مجبوراً کہتا ہوں کہ آپ سب دیکھ لیں گے کہ کل چوبیس گھنٹے میں کیا ہوتا ہے۔ المجد د جولائی ۱۹۰۸ء ص ۵۰۔۔ پھر کئی سال یہ کہنا شروع کر دیا کہ پیر صاحب نے ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء مرزا کو مقابلہ مناظرہ کے لئے للکارا اور اس کی ہلاکت کے لئے مجمع عام میں دعا کی اور فرمایا کہ مرزا کو تین دن کی مہلت ہے۔ پیر صاحب کی طرف سے روزانہ آدمی مرزا کے پاس جاتے رہے ۔آخر بروز اتوار پیر صاحب نے کہلا بھیجا کہ اب صرف ایک دن کی مہلت ہے تو بہ کرلو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ مرزا کو مقابلہ میں آنے کا حوصلہ نہ ہوا ۔ سنا گیا ہے کہ بروز دوشنبہ خربوزہ کھانے کے بعد ہیضہ ہوگیا ۔ برق آسمانی بر خرمن قادیانی ۔ از ظہور احمد بگوی ص ۶۱۔

خواجہ غلام الثقلین بی اے ایل ایل بی نے عصر جدید میں ایک احمدی کا فرضی مکالمہ شائع کیا ۔(الحکم ۲۲ جولائی ۱۹۰۸ء ص ۱۔۲) اور لکھا کہ قادیانی تحریک ختم ہوگئی ہے۔

انجمن حامی اسلام اور دوسری انجمنوں کے جلسے ہوئے۔ مرزا صاحب کی وفات پر ملک کے طول وعرض میں احمدیت کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا۔ خصوصاً لاہور میں نام نہاد انجمن حامی اسلام کے علماء نے جس کے کرتا دھرتا ملا محمد بخش صاحب (جعفر زٹلی) تھے مرزا کی لاہور آمد پر ہی آپ کی قیام گاہ کے سامنے ایک اکھاڑہ سا قائم کر رکھا تھا ۔ رسالہ المجد د لاہور (جون ۱۹۰۸ء) لکھتا ہے : مرزا قادیانی کی فرودگاہ سے چند قدم کے فاصلہ پر اس کے عقاید باطلہ اور دعاوی کاذبہ کی تردید میں متواتر جلسے ہونے شروع ہوگئے ۔ علمائے اسلام کی ایک جماعت تیار کی گئی ... یہ جتنی کوششیں تھیں صرف عالی جناب ملا محمد بخش سکرٹری انجمن حامی اسلام لاہور کی ان تھک اور جان توڑ خدمات اسلام کا نتیجہ تھیں۔ یہ شاندار جلسے روز افزوں ترقی کرتے گئے اور آخر وہ دن آ پہنچا کہ انجمن

حامی اسلام لاہور کی سچی اسلامی خدمات کا اسے ثمرہ ملتا یعنی وہ دن آ پہنچا کہ مرزا قادیانی بمعہ اپنے دعاوی اور الہامات اور پیش گوئیوں کے تباہ اور ہلاک ہو جائے ...اسی شام کو مقام سابق پر ایک عظیم الشان جلسہ تزک و احتشام سے منعقد ہوا اور ہر ایک عالم نے قادیانی دعاوی کو بمعہ مرزا کے خاک میں ملایا خصوصاً پیر جماعت شاہ نے اپنی تقریر کے اخیر میں ملا محمد بخش کی اسلامی خدمات کا نہایت عمدہ اعتراف کیا اور بسلسلہ حسن خدمات یک صد روپیہ انعام بمعہ خلعت فاخرہ اور ایک تمغہ نقری عطا فرمایا۔ اور حضرات علماء نے مل کر سکرٹری صاحب کو خادم الاسلام کا خطاب مرحمت فرمایا...کئی روز تک جلسے ہوتے رہے ان جلسوں میں پیر جماعت علی نے ۱۵۔۲۰ قریب علماء دین و دیگر حضرات کو بصلہ حسن خدمات تمغہ جات نقرئے عطا فرمائے (تاریخ احمدیت ج ۴۔ص ۲۱۵۔۲۱۷ ملخصاً)

☆ محمد انور شاہ کشمیری

محمد معظم شاہ بن شاہ عبد الکبیر شاہ کے بیٹے تھے ۔۱۲۹۲ھ۔ ۱۸۷۵ء میں علاقہ لولاب کشمیر میں پیدا ہوئے ۔تین سال تک ہزارہ میں علماء سے پڑھا پھر سترہ سال کی عمر میں دیو بند آ گئے ۱۳۲۱ھ میں سند فراغ حاصل کی۔مولانا محمود حسن کے معروف شاگردوں میں سے ہیں۔منقولات و معقولات میں ماہر تھے۔تین چار سال مدرسہ امینیہ میں صدر مدرس رہے پھر کشمیر واپس چلے گئے۔خواجگان قصبہ بارہ مولا میں مدرسہ فیض عام کی بنیاد رکھی ۔ تین سال وہاں پڑھایا۔ پھر دیو بند جلسہ دستار بندی میں مدعو ہوئے ۔ جا کر سند لی اور مدرس ہو گئے ۔

مولانا محمود حسن کے حجاز جانے پر آپ دار العلوم دیو بند میں صدر مدرس ہوئے اور ۱۳۴۵ھ تک اس منصب پر فائز رہے ۔ جب منتظمین دار العلوم میں اختلاف ہوا تو آپ قطع تعلق کر کے مفتی عزیز الرحمان ۔مولانا شبیر احمد عثمانی ۔ مولانا سراج احمد رشیدی ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ۔ اور مولانا بدر عالم میرٹھی کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل چلے گئے اور ۱۳۵۱ھ تک وہاں۔ صفر ۱۳۵۲ھ (۱۹۳۴ء) میں دیو بند میں فوت ہوئے۔

ردّ قادیانیت میں آپ کو بہت اہتمام تھا خود بھی اس موضوع پر لکھا، شاگردوں سے بھی لکھوایا۔مرزا غلام احمد سے ان کے ایک خوابی مناظرے کا ذکر ملتا ہے۔مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد آپ رد قادیانیت میں بہت سرگرم رہے ۔ جا بجا جلسوں میں تقاریر

فرمائیں۔ بہاولپور میں قادیانیوں سے تنسیخ نکاح کا مقدمہ چلا تو آپ بھی مع دیگر علماء وہاں تشریف لے گئے اور طویل بیان ریکارڈ کرایا۔

فیروز پور میں قادیانیوں کے ساتھ ایک مناظرے کیلئے مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا مرتضیٰ حسن، مولانا بدر عالم، مفتی محمد شفیع، مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ تشریف لائے۔ قادیانیوں کو بری طرح شکست ہوئی۔ قادیان کے اسلامی جلسوں میں بھی جاتے رہے۔ عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام، تحیۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام۔ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح۔ خاتم النبیین فارسی، وغیرہ رد قادیانیت میں آپ کی تصانیف ہیں (اور شائد سبھی ۱۹۱۲ء کے بعد کی ہیں) (بیس بڑے مسلمان ملخصاً۔ص ۴۶، ۴۷؛ ۳۷۹۔۳۹۹)

☆ فقیر اللہ مدراسی

پنجاب کے ضلع خوشاب کے موضع کٹھہ مصرال کے فتح دین ولد عبداللہ کے گھر ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے بڑے بھائی محمد نے میاں نذیر حسین محدث دہلوی سے علم حدیث اخذ کیا۔ اور موضع کٹھ مصرال کو اپنی جہد وسعی کا مرکز بنایا۔ (۱۳۱۱ھ میں وفات ہوئی) ۔آپ نے بھائی عبدالرحمٰن بھی عالم ہوئے۔ انہوں نے اپنے بڑے بھائی محمد، مولوی یسین رحیم آبادی، مولوی محمد اسحاق منطقی رام پوری، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، قاضی یوسف حسین خان پوری، حافظ عبد المنان وزیر آبادی اور میاں صاحب دہلوی سے پڑھا۔ فن نحو میں ایسی مہارت تھی کہ نحوی نام کا جزو بن گیا۔ دہلی میں پڑھاتے رہے۔ وہیں فوت ہوئے۔ فقیر اللہ دونوں بھائیوں سے زیادہ معروف ہوئے۔۔ بڑے بھائی مولوی محمد سے ملا حسن تک پڑھا۔ پھر مولوی محمد سبرالی، مولوی خلیل الرحمٰن شاہ پوری (تلمیذ میاں صاحب)، حافظ عبد المنان وزیر آبادی، مولانا عبد الجبار غزنوی، مولوی طاہر سلہٹی، مولوی یسین رحیم آبادی سے پڑھا۔ پھر میاں نذیر حسین محدث کتب ستہ مکرراً، سنن دارمی، موطا مالک جلالین ہدایہ (نامکمل) پڑھی۔ بعد ازاں مولوی قادر علی سے ہدایہ (کامل)، اور مولوی اسحاق رام پوری سے کتب معقولات پڑھیں۔ ان کے علاوہ شیخ حسین بن محسن انصاری سے اجازت اطراف صحاح اور مولانا محمد بشیر سہسوانی سے صیانۃ الانسان سے اجازت تامہ حاصل ہوا۔

تکمیل کے بعد مطبع مجتبائی دہلی میں تصحیح کتب پر مامور ہوئے ۔ اسی زمانہ میں جماعت اہل حدیث بنگلور کی طرف سے سوداگر سید عباس کا ایک خط میاں صاحب کے پاس پہنچا کہ ہمارے ہاں مولوی سلطان احمد بریلوی نے مسلک اہل حدیث کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا رکھا ہے لہذا کسی ایسے عالم کو روانہ فرمایئے جو نہ صرف حامل علوم دین ہو بلکہ حکمت و دانش کے ساتھ مولوی سلطان احمد سے مناظرہ بھی کر سکے ۔ میاں صاحب نے مولانا فقیر اللہ کو بھیج دیا۔ بنگلور میں ان کا مولوی سلطان احمد سے مناظرہ ہوا ۔ اور سلطان ، فقیر سے ہار گیا اور یوں آپ بنگلور میں عاملین حدیث میں ہر دل عزیز ہو گئے اور ان کے اصرار پر آپ کو جنوبی ہند میں سکونت اختیار کرنا پڑی ۔

مولانا فقیر اللہ نے تبلیغی ضرورتوں کے پیش نظر بنگلور میں مدرسہ نصرۃ الاسلام کی بنیاد رکھی ۔ پیارم پیٹ (مدراس) کے عالم مولوی سید عبدالقادر نے وصیت کی کہ میرے بعد میری جگہ فقیر اللہ کو لائیں ۔ یوں آپ وہاں چلے گئے اور مدرسہ احیاء الاسلام کی بنیاد رکھی ۔

مولانا ثناء اللہ عمری بتاتے ہیں:

پرنام بٹ مولانا گنگوہی سے ایک دین پسند دولت مند وابستہ ہو گئے تو وہاں کے اہل فقہ میں مراسم وخرافات وشرکیات سے بعد ہو گیا۔ ایسی فضا میں وہاں مولانا قاضی شاہ عبدالقادر پریاپٹی آ کر آباد ہوئے انہوں نے یہاں مسلک اہل حدیث کی بنیاد رکھی پھر مولانا فقیر اللہ، تشریف لائے جو علوم متداولہ کے کامل ومکمل بزرگ تھے اور علوم ظاہری کے ساتھ مولانا سید عبدالجبار غزنوی سے تلمذ و ارادت رکھتے تھے اور قلب سلیم سے نوازے گئے تھے ۔ انہوں نے یہاں کام شروع کیا.. ان کے باعث یہ شہر بالکلیہ پاک ہو گیا۔ اس طرح یہاں دو مکتب فکر اہل حدیث غزنوی سادات کے طرز پر پھر اہل فقہ مولانا رشید احمد گنگوہی کے طرز پر پیدا ہو گئے ۔ (تذکرہ واجدی)

آپ کی تصانیف میں درج ذیل کتابیں شامل ہیں:

الموعظة الحسنة فی الخطبة بکل لسان من الالسنة ۔ خطبہ کے غیر عربی زبان میں جواز پر ہے ، مبطع نبوی سلطان الاخبار بنگلور سے طبع ہوئی ؛ القول المصدوق فی اثبات التشہد للمسبوق ؛ رسالہ فی اثبات الجہر بالفاتحة فی صلاة الجنازہ ؛ التبری من افتراء المفتری ؛ اثبات الخسران والطغیان فی میزان اہل الکادیان ؛ غربت اسلام ؛ اثبات السورة الفاتحہ سراً و جہراً ؛

دفع البہتان العظیم عن القرآن الحکیم۔

آپ کے شاگردوں میں شیخ الحدیث فضل اللہ مدراسی، مولوی محمد اسماعیل رائے درگی، مولوی محمد عثمان بنگلوری، مولوی بشیر احمد سلیم، مولوی عبدالقادر دکھن کوٹی، مولوی عبدالحکیم گڑیاتم، مولوی حافظ میاں محمد پنجابی، مولوی حافظ عبداللہ مدراسی شامل ہیں۔

آپ کی اولاد میں مولوی عبداللہ اور مولوی حافظ احمد سعید، مولوی عطاء اللہ سلفی مدراسی ہوئے۔ آپ کی ایک بیٹی حافظ محمد گوندلوی، اور دوسری بیٹی مولوی نجم الدین استاد اورینٹل کالج لاہور کے نکاح میں آئیں۔ آپ کی وفات ۹ شوال ۱۳۴۱ھ کو بنگلور میں ہوئی وہیں دفن ہوئے۔ (محمد تنزیل حسینی در الاعتصام لاہور۔۲۰ مئی ۲۰۰۵،)

مولانا فقیر اللہ تحریک ختم نبوت کے سرگرم کارکن تھے۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں تحریر وتقریر کے ذریعہ ردقادیانیت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اثبات الخسران والطغیان فی میزان اہل الکادیان تصنیف فرمائی۔ اولین فتوی تکفیر مرزا پر بھی دستخط فرمائے اور لکھا:

. جس کا یہ اعتقاد ہو جو سوال میں مندرج ہے اس کی نسبت میں کوئی شک نہیں کہ وہ خود گمراہ ہے اوروں کو گمراہ کرنے والا ہے، کذاب ہے دین میں فساد ڈالنے والا ہے۔ اس کے چھپے مرتد ہونے اور کفر میں کوئی گفتگو نہیں۔ خدا اس کو ہلاک کرے۔ حررہ الراجی رحمۃ اللہ ابوعبداللہ محمد فقیر اللہ الکٹھوی الشاہ پوری۔ (اولین متفقہ فتوی تکفیر مرزا۔ص ۸۸۔۸۹)۔

۱۸۹۶ء میں مرزا نے جو مباہلے کا چیلنج دیا تھا اس کے مخاطبین میں آپ بھی شامل تھے۔

☆ عبدالتواب غزنوی

مولد غزنی موضع گیرگاؤں، سن ولادت ۱۲۸۸ھ۔ آپ کے والد عبدالوہاب جناب مولانا عبداللہ غزنوی کے اتباع میں سے تھے جنہیں مرشد کے ہم عقیدہ ہونے کی پاداش میں افغانستان سے ہجرت کرنا پڑی تھی۔ یہ لوگ اس قافلہ میں آئے جس میں مولوی عبدالجبار، مولوی عبدالواحد، مولوی عبدالرحیم، آئے تھے۔ اس زمانہ میں عبدالتواب کی عمر دس سال تھی۔ ابتدائی تعلیم امرتسر میں عبدالجبار غزنوی سے حاصل کی۔ قرآن ایک ماہ میں حفظ کیا۔ مولوی حمید اللہ سراوہ والے سے حدیث پڑھی اور سند واجازت مولوی رشید گنگوہی

محمد بشیر سہسوانی، شیخ حسین بن محسن اور میاں نذیر حسین محدث سے حاصل کی۔ شیخ شعیب مکی سے جو قسطنطنیہ میں حدیث پڑھاتے تھے اثنائے سفر حجاز میں اجازت و سند لی۔ مختلف مساجد و مدارس میں خطیب و مدرس رہے گنور ضلع بدایوں میں ۱۰ سال، دانا پور پٹنہ میں ۱۰ سال، علی گڈھ میں ۲۰ سال۔ اور علی گڈھ ہی کو مسکن بنالیا تھا۔ (تراجم علمائے حدیث ہند۔ ص ۲۳۴)

نواب سید صدیق حسن بھوپالی نے اعلان فرمایا کہ صحیح بخاری حفظ کر لینے پر ایک ہزار اور بلوغ المرام پر ایک صد انعام دیا جائے گا۔ جن حضرات نے اس سعادت میں حصہ لیا ان میں سے صرف دو کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ ان میں سے ایک حکیم عبدالوہاب نابینا دہلوی (ف ۱۹۲۰ء۔ ۱۳۳۸ھ) اور دوسرے مولوی عبدالتواب غزنوی (ف ۱۹۱۲ء) علی گڈھی تھے۔ مولانا عبدالتواب صاحب ان دنوں مولانا حمید اللہ میرٹھی (ف ۱۹۱۲ء) صاحب کے مدرسہ میں میرٹھ میں پڑھتے تھے۔ آپ نے حفظ بخاری کا التزام کیا۔ مگر جلد ہی نواب صاحب کا انتقال ہو گیا اور آن ساقی نماند کی کیفیت ہو گئی۔

مولانا عبدالتواب غزنوی بڑے مقرر و مناظر تھے۔ تحریک ختم نبوت میں سرگرم رہے۔ تحریر و تقریر سے رد قادیانیت میں سرگرم رہے۔

☆ محمد یونس خان

بن حاجی فیض احمد خان بن عبدالرحمٰن خان بن مراد خان بن شجاعت خان بن عمر خان شروانی۔ وطن قصبہ دتاؤلی، مولد طائف (حجاز) ولادت ربیع الاول ۱۲۸۳ھ میں ہوئی قرآن حفظ کیا۔ صرف نحو اور مشکوۃ مولوی خان محمد جہلمی سے سے پڑھی۔ اس کے بعد مولوی عبید اللہ خاان استاد نواب رام پور، سے مشکوۃ و کتب منطق و فقہ پڑھیں، صحاح مولوی اسماعیل علی گڈھی سے، شیخ حسین بن محسن سے سنن ابی داؤد مع اجازہ حدیث) مسند احمد شیخ شعیب مغربی اور شیخ احمد کردی (جو اہل حدیث تھے) سے حجاز میں، مولوی لطف اللہ علی گڈھی سے نور الانوار، مولوی سید محمد علی مونگیری سے بیعت ہوئے۔ چونکہ انتظام ریاست کا معاملہ تھا اس لئے کسی ایک جگہ بیٹھ کر تدریس نہ کر سکے تاہم جہاں جاتے ایک دو شاگرد ساتھ ہوتے جن کے مصارف سفر آپ برداشت کرتے اس سفری درسگاہ سے کئی شاگرد ہیں جن میں

تصدق احمد شیروانی اور آپ کے برادران حقیقی میں عیسی خان اور مولوی موسی خان ہیں ۔عمل بالحدیث پر کاربند تھے چنانچہ جب ہندی حاسدان ابن سعود نے لوگوں کو حج بیت اللہ سے روکا تو سب سے پہلے ارادہ حج کا اعلان آپ کی طرف سے زمین دار لاہور اور اخبار اہل حدیث امر تسر میں شائع ہوا ۔تحریک خلافت کے وقت کھدر پہننا شروع کیا جو تا عمر پہنا وارہا۔ جہاں کہیں ملکیت تھی وہاں اپنا مکان بنا لیا ،جیسا کہ علی گڈھ شہر، بلند شہر، میں حیدر آباد دکن میں بھی مکان بنایا اولاد میں سے خان بہادر مونس خان نے شرف الدین دہلوی سے حدیث پڑھی ۔دین داری کی طرف رجحان رہا۔ دتاؤلی میں تعزیہ پرستی آپ کی دادی کی سعی سے بند ہوئی اور دتاؤلی کا پورا خاندان عامل بالحدیث رہا اور یہ برکت مولوی اسماعیل علی گڈھی سے حاصل ہوئی ۔ (تراجم علمائے حدیث ۔ص۲۳۳) (قصیدہ اعجازیہ کے ضمن میں آپ نے بھی مرزا کو چیلنج دیا تھا)

آپ تحریک ختم نبوت کے سرگرم رکن تھے ۔اور مرزا قادیانی کی تردید میں لکھتے رہے۔ مرزا کے اعجازی قصیدے کا جواب دینے کا چیلنج بھی آپ نے کیا تھا۔

☆ عبدالحق حقانی

عبدالحق بن محمد امیر حنفی دہلوی مشہور مفسر قرآن انبالہ کے ایک دیہات میں رجب ۱۲۶۷ھ میں پیدا ہوئے ۔ مولوی عبدالحق کانپوری ، مولوی لطف اللہ علی گڈھی سے پڑھیں ، مولوی عالم علی نگینوی سے صحاح سے تعلیم حاصل کی۔ پھر سید نذیر حسین محدث سے درس حدیث لیا اور مدرسہ فتح پوری میں مدرس ہوئے، ایک مدت تک پڑھایا۔ پھر حیدر آباد سے وظیفہ مقرر ہو گیا۔شمس العلماء کا خطاب ملا۔تصانیف میں التعلیق النامی علی الحسامی ، اصول الدین ، البیان فی علوم القرآن اردو ۔ فتح المنان اردو تفسیر جو تفسیر حقانی کے نام سے مشہور ہے۔انتقال ۱۳۳۵ھ میں ہوا۔ (نزھۃ الخواطر ج ۸ص ۲۱۴ ۔۲۱۵)

آپ تحریک ختم نبوت کے سرگرم رکن تھے ۔مرزا کے خلاف تقریری وتحریری محاذ پر خوب کیا ۔۱۸۹۲ء میں جاری ہونے والے متفقہ فتوی تکفیر مرزا پر آپ کے دستخط موجود ہیں ۔ اور ۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی شاہ کے ساتھ جن علماء کو مرزا صاحب نے تفسیر نویسی کا چیلنج کیا تھا ان میں آپ بھی شامل تھے۔

☆ تلطف حسین دہلوی

مولانا عبدالحی نے نزھۃ الخواطر میں لکھا ہے:

عالم صالح تلطف حسین صدیقی محی الدین پوری ثم دہلوی مشہور فاضلوں میں سے تھے۔ عظیم آباد کے نواح میں محی الدین پورنامی موضع میں ۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ حافظ عبداللہ غازی پوری محدث، قاضی بشیرالدین قنوجی، مولوی عبدالحی بن عبدالحلیم لکھنوی سے علم حاصل کیا۔ پھر سید نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلسل ۲۶ سال ان کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ شیخ حسین بن محسن انصاری سے بھی سند حدیث حاصل کی۔ آپ کو میراث اور مناظرہ میں بہت مہارت تھی له ید الطولی فی استخراج المواریث والمناظرہ۔ تجارت کتب آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ (نزھۃ الخواطر۔ ج ۸ ص ۱۵۹)

آپ کو علوم عربیہ سے بھی مہارت تھی۔ بعض کتب کی تصحیح کی۔ مسائل مشکلہ کے جواب دیئے فتاوی نذیریہ میں ۳۰ فتوے آپکے تحریر کردہ موجود ہیں۔ مکہ مکرمہ میں ۱۳۰۰ھ الزام وہابیت میں میاں صاحب کے ساتھ آپ بھی گرفتار ہوئے تھے۔

مولانا تلطف حسین نے اپنی زندگی تبلیغ قرآن وسنت کیلئے وقف کر رکھی تھی۔ اور عمدہ کتابوں کی طباعت کے ذریعہ علوم قرآن وحدیث عوام تک پہنچانا بھی ان کا کام تھا۔ آپ نے کئی کتابیں طبع کرائیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

۱۔ معیار الحق مصنفہ میاں نذیر حسین محدث کی طباعت دوم ۱۲۹۷ھ ۔۲۔ مجمع الزوائد ۔ مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۰۸ھ شائع ہوئی۔ اس کتاب کے ساتھ اعلام اہل العصر باحکام رکعتی الفجر موجود از شمس الحق محدث: خلق افعال العباد از امام بخاری؛ کتاب العلوّ از محمد بن احمد ذہبی؛ اور خصاء بہائم القول المحقق از شمس الحق شامل ہیں ۔۳۔ سنن دارمی مع التعلیق المغنی مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۰ میں طبع کرائی جو مولانا شمس الحق ڈیانوی کے حواشی ہیں دارقطنی پر۔ اس کے آخر میں دو رسالے، البیان المکمل فی تحقیق اللہ ذو المعلل، اور اور القول الحسن المبین فی ندب المصافحۃ بالید الیمنی از شیخ حسین بن محسن ہیں۔ ثانی الذکر رسالے میں شیخ حسین نے صفحہ ۸ پر مولانا تلطف حسین

کے بارے میں لکھا :بعد ان رجال النظر فی التصحیح و امعن الفکر السلیم فی التھذیب و التنقیح العالم العلا مۃ و الکامل التکلامہ عین الانسان و انسان العین جناب مو لوی تلطف حسین صانہ اللہ السئین ۔ ۴۔ غایۃ المقصود شرح ابو داؤد از مولانا شمس الحق کی جلد اول کتاب الطہارۃ تک مطبع انصاری دہلی سے شائع کی ۔۵۔ تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر ۔از حافظ ابن حجر ۔ ٦ ۔ اعتصام التام بسنۃ خیرا لا نام فی قرئۃ الفاتحہ خلف الامام ۔ مگھو وال (گجرات پنجاب) کے عالم عبدالباسط کی تصنیف ہے ۔انہوں احادیث لکھ کران کا ترجمہ اور پھر پنجابی اشعار میں تشریح لکھی ہے۔کتاب ۱۲۹۸ھ مطبع حنفی دہلی واقع کوچہ دائمان سے طبع ہوئی ۔

مولانا تلطف حسین ۲٦ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۱٦ءکوفوت ہوئے ۔ (محمد ابراہیم خلیل ، در الاعتصام ۔لاہور ۲۲ اپریل ۲۰۰۵ء)

انیسویں صدی ہجری کے آخری عشروں میں احناف نے اہل حدیث سے جو مقدمہ بازی شروع کررکھی تھی، اس میں ہندوستان کے مختلف مقامات پر جاری کئی مقدمات میں جناب تلطف حسین نے اہل حدیث کا بھرپور دفاع کیا۔ اور آپ نے تحریک ختم نبوت میں سرگرمی سے حصہ لیا اور علمی محاذ پر اپنا کردار ادا۔ پیر مہر علی شاہ کے ساتھ جن علماء کو مرزا صاحب نے تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا ان میں آپ بھی شامل تھے ۔ اور ۱۹۰۰ء میں حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر کو مخاطب کر کے مرزا صاحب کی طرف سے شائع ہونے والے اشتہار انعامی ۵۰۰ روپئہ میں آپ کا اسم گرامی بھی شامل ہے ۔

☆ خدا بخش واعظ

ابو اسماعیل خدا بخش واعظ محمدی مندرانوالہ تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے ۔ حافظ محمد عبد اللہ شیخو پوری (ف ۲۳ فروری ۲۰۰۴ء) کے جدّ امجد تھے ۔ اپنے گاؤں موضع محمد منداراں والا کی نسبت سے محمدی کہلاتے تھے۔ آپ کے اساتذہ کی تفصیل نہیں ملتی ،مولانا عبدالجبار غزنوی کا نام ملتا ہے ۔ اس دور میں حافظ محمد لکھوی نے تفسیر محمدی لکھی تھی مولانا خدا بخش اسی خاندان کے فیض یافتہ تھے اور انہوں نے بھی پنجابی اشعار کو تبلیغ کا ذریعہ

بنایا۔ پنجابی میں وعظ کہتے۔ دیہات میں جا کر خود ہی اعلان کرتے کہ فلاں جگہ وعظ ہو گا، پھر تبلیغ کرتے، انداز بیان دل نشین تھا۔

آپ اسلام کے ترجیحی مسائل میں کمزور پہلو پر چلنے والوں سے مناظرے بھی کرتے رہے۔ ایک دفعہ کپورتھلہ میں مشہور حنفی عالم مولوی ولی محمد جالندھری سے فقہی مسائل پر مناظرہ ہو۔ مولوی غلام دستگیر قصوری ایک دفعہ گھڑیالہ جا کر مختلف اختلافی مسائل چھیڑ کر اہل حدیث کے خلاف لوگوں کو ابھارا اور ایک آدمی سے تفسیر محمدی پڑھنے سے توبہ کرائی۔ چند روز بعد مولوی خدا بخش اس گاؤں میں گئے، لوگوں نے جناب غلام دستگیر کے بارے میں بتایا تو انہوں دس سوال لکھ کر بذریعہ ڈاک مولوی غلام دستگیر کو بھیجے لیکن انکی طرف سے وعدوں کے باوجود کوئی جواب نہ آیا، تو آپ نے وہ سوالات ایک اشتہار کی صورت میں اپنے ایک کتابچے، تحفہ واعظ (مطبع وزیر ہند سے ۲۷ ذی الحج ۱۳۱۳ھ۔۱۸۹۴ء) کے پہلے صفحہ پر شائع فرما دیئے۔

لکھتے ہیں: کوئی ایک آیت صریح یا حدیث مرفوع (پیش کریں)

جس سے آئمہ اربعہ سے ایک کی تقلید کا حکم ہے؛ جس میں حلت نذر لغیر اللہ ہے؛ جس میں فاتحہ کا نام لے کر امام کے پیچھے پڑھنا منع کیا ہو؛ جس میں ممانعت آمین بالجہر ہو؛ جس میں ممانعت رفع یدین رکوع کو جاتے وقت اور سر اٹھاتے اور قعدے سے اٹھتے وقت کی ہو؛ جس میں سینہ پر ہاتھ باندھنے سے ممانعت ہو یا جس کی رو سے رفع سبابہ فی التشہد کی ممانعت ہو؛ جس میں ممانعت جمعہ کی گاؤں میں ہو؛ جس میں فرمایا ہو کہ گاؤں میں جمعہ پڑھو تو ظہر بھی پڑھو۔ (نیز فرمائیں کہ) تفسیر محمدی (مصنفہ حافظ محمد لکھویؒ) میں کیا نقص ہے جس کے پڑھنے سے باز رہنا چاہیے۔ تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

رد قادیانیت میں آپ نے فصل الخطاب لردّ مسیح الکذاب۔ سیف برہانی بر گردن دجال قادیانی مع تحفۃ النصاری۔ وغیرہ۔ تالیف فرمائیں (محمد ابراہیم خلیل، در الاعتصام، لاہور)

وصلّی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمّد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

کتابیات

کتب حدیث، تفسیر اور عہد نامہ عتیق وجدید کے علاوہ درج ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے:

اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح۔ محمد اسماعیل علی گڈھی۔ مطبع الانصاری دہلی، ۱۳۰۹ھ
الحق۔ مباحثہ دہلی ۱۸۹۱ء۔ طبع قادیان باہتمام حکیم فضل دین۔ ۱۹۰۵ء
برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن۔ محمد اسحاق بھٹی۔ مکتبہ قدوسیہ لاہور۔ ۲۰۰۵ء
بیس بڑے مسلمان۔ مرتبہ عبدالرشید ارشد۔ مکتبہ رشیدیہ لاہور۔ جولائی ۱۹۸۶ء
تحدیث نعمت۔ چوہدری ظفراللہ قادیانی۔ لاہور۔ دسمبر ۱۹۹۴ء
تذکرۃ الخلیل۔ عاشق الٰہی میرٹھی۔ مکتبہ الشیخ کراچی
تذکرۃ المناظرین، حصہ اول، محمد مقتدی اثری، ادارہ تحقیقات اسلامی مئو ناتھ بھنجن ۲۰۰۴ء
تذکرہ علمائے خان پور۔ قاضی محمد عبداللہ وکیل۔ مکتبہ سلفیہ لاہور۔ ۱۹۸۵ء
تذکرہ مجاہدین تحریک ختم نبوت، اللہ وسایا، اگست ۱۹۹۰ء، مکتبہ جدید پریس لاہور
تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء۔ عبدالرشید عراقی۔ بیت الحکمت لاہور۔ ۲۰۰۴ء
تاریخ احمدیت۔ دوست محمد شاہد قادیانی۔ ربوہ
تذکرہ واجدی، محمد ثناء اللہ عمری۔ باراول ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲ء۔ طبع وشنو آفسٹ پریس دہلی۔
تراجم علماء حدیث ہند۔ امام خان نوشہروی۔ مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کراچی۔ ۱۴۱۳ھ
تائید الاسلام۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ دارالعلم ممبئی ۱۹۰۶ء
تفسیر ثنائی اردو۔ ثناء اللہ امرتسری۔ ناشر عبدالمجید مالواڈہ۔ لاہور
جسر البلبغ، حافظ عنایت اللہ گجراتی، (طبع اول ۱۹۶۳ء) در رسائل اہلحدیث جلد ۲، لاہور ۱۹۹۱ء
ختم نبوت اور تحریک ختم نبوت۔ غلام احمد پرویز۔ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔ ۱۹۹۶ء
خلاصہ مباحثہ فریدکوٹ۔ نوراحمد لکھوی۔ مطبوعہ دھرم سہایک پریس لودہانہ ۱۸۸۳ء
سیرۃ ثنائی۔ عبدالمجید سوہدروی۔ مکتبہ قدوسیہ۔ لاہور
سیرۃ المہدی۔ مرزا بشیر احمد۔ دسمبر ۱۹۲۷ء و ۱۹۳۵ء و ۱۹۳۹ء

شہادۃ القرآن ۔مولانا محمد ابراہیم میر۔نعمانی کتب خانہ لاہور جنوری ۲۰۰۱ء
ظفر علی خان بحیثیت صحافی ڈاکٹر نظیر حسنین زیدی۔مکتبہ اسلوب کراچی۔۱۹۸۵ء
عطر البلیغ ۔حافظ عنائت اللہ گجراتی۔(طبع اول ۱۹۶۳ء) در رسائل اہلحدیث جلد ۲۔، ۱۹۹۱ء
غایت المرام ۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ دار العلم، ممبئی۔ ۲۰۰۶ء
فتاوی قادریہ۔محمد لدھیانوی۔
فصل الخطاب بمقدمہ اہل کتاب ،حکیم نور الدین۔شرکۃ الاسلامیہ ربوہ
فیوض محمدیہ۔محمد ابراہیم خلیل فیروز پوری۔حجرہ شاہ مقیم۔۱۴۰۶ھ
قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ۔ محمد منظور نعمانی۔الفرقان بک ڈپو لکھنو۔نومبر ۱۹۸۲ء
قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت۔اللہ وسایا ڈیروی۔ ملتان۔۱۹۹۰ء
مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین، اکبر شاہ نجیب آبادی۔ احمدیہ انجمن اسلام لاہور، ۱۹۷۹ء
مرزا قادیان کے دس جھوٹ۔ابراہیم کمیر پوری۔ادارہ دینیات رام گلی لاہور ۱۹۵۸ء۔اغلباً
مہر منیر۔مولوی فیض احمد۔گولڑوی۔طبع پنجم۔۱۹۸۷ء
نذرانہ اشک۔محمد ثناءاللہ عمری۔ ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ۔ ۱۹۹۷ء۔
نقش دوام ۔انظر شاہ مسعودی۔ فینس بکس، لاہور۔ بار اول ۱۹۸۹ء
وفاۃ مسیح موعود۔حکیم نور الدین بھیروی

Barbra Metcalf. Islamic Revival in British India, Princeton Univ. Press, New Jersey,1982,

مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف : براہین احمدیہ، فتح اسلام ، ازالہ اوہام ، دافع الوساوس، اتمام الحجۃ ، خطبہ الہامیہ، انجام آتھم ،سراج منیر، تریاق القلوب ، اربعین نمبر ۳ ، اربعین نمبر ۴، حمامۃ البشری ، اسلامی اصول کی فلاسفی ،ستارہ قیصر ، حجۃ اللہ،ست بچن ۔مواہب الرحمٰن ، دافع البلاء ، ایک غلطی کا ازالہ، کشتی نوح ، الوصیت، اعجاز احمدی، تحفہ گولڑویہ، لیکچر لاہور، لیکچر سیالکوٹ ،حقیقت الوحی، پیغام صلح ، مجموعہ اشتہارات مرزا قادیانی ۔جلد دوم ۔ ربوہ ۱۹۸۶ء

☆ اخبارات ورسائل : ماہنامہ اشاعۃ السنہ (اڈیٹر محمد حسین بٹالوی) ۔جلد ۱۵؛ جلد ۲۰ ؛شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ ہفتہ وار ۱۹۰۳ء ۔ ۱۹۰۴ء (اڈیٹر احمد حسن شوکت)۔ متعدد شمارے ؛ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر، (اڈیٹر ثناء اللہ امرتسری) متعدد شمارے؛ ماہنامہ الرشید لاہور ۔ دار العلوم دیوبند نمبر؛ ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔متعدد شمارے ؛ ماہنامہ محدث بنارس ۔متعدد شمارے

مکتبہ قدوسیہ

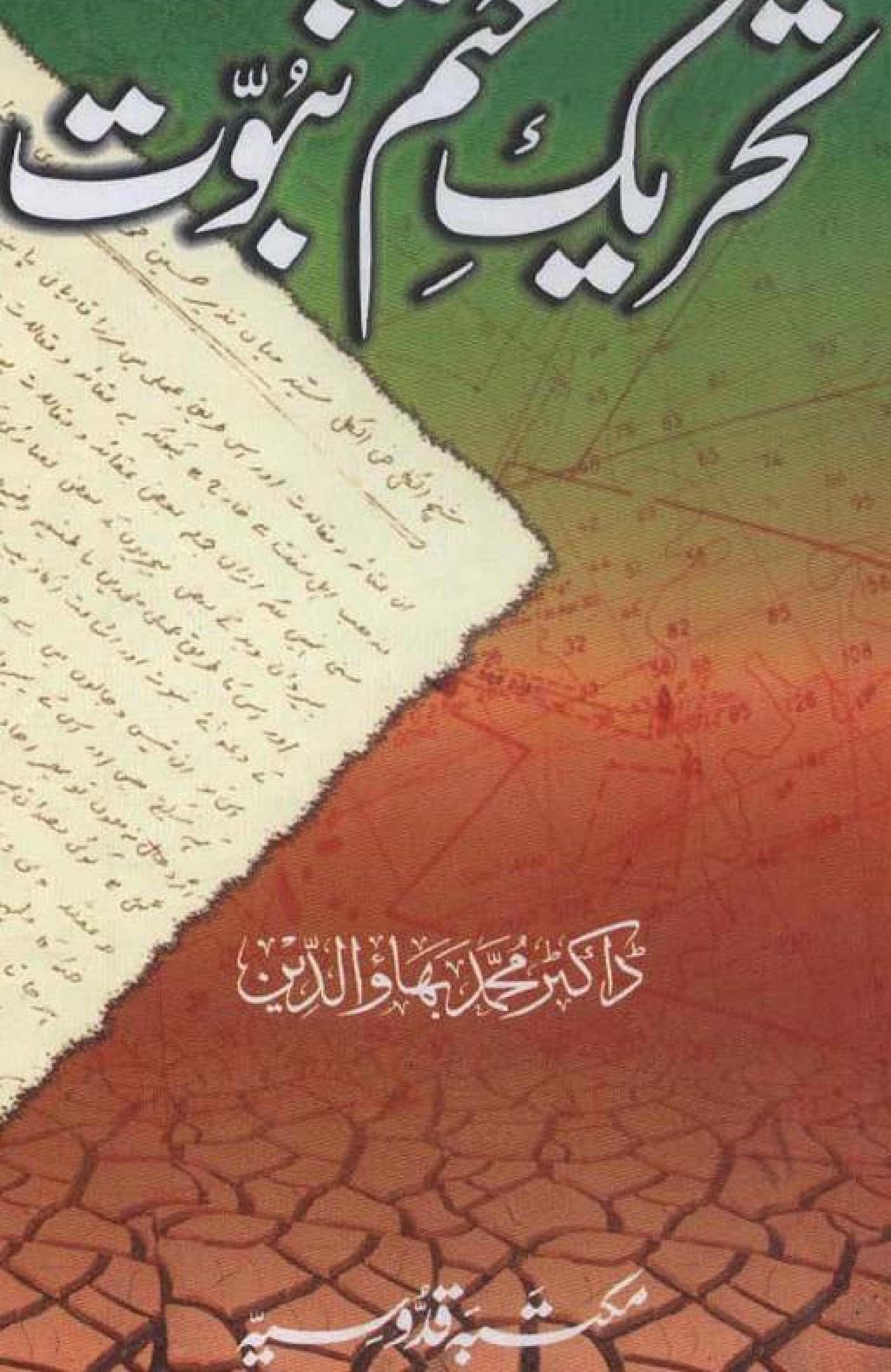

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انّه من سلیمان وانّه بسم اللّٰه الرّحمن الرّحیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ءتا ۱۹۱۲ء

حصہ ہفتم

محمد بہاءالدین

نام کتاب تحریک ختم نبوت حصہ ہفتم

مؤلف محمد بہاء الدین

صفحات ۵۷۶

طبع اول ۲۰۰۸ء

زیر اہتمام

فہرست

حرفِ چند

ہمارے عزیز دوست جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے کتاب تحریک ختم نبوت کا جو سلسلہ کئی سال پیشتر پہلی جلد سے شروع کیا تھا اب وہ چلتے چلتے ساتویں جلد تک پہنچ گیا ہے اور آثار بتاتے ہیں کہ یہ سلسلہ مزید آگے بڑھے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے اس سلسلے کی ترتیب میں بے حد محنت کی ہے اور کر رہے ہیں۔سو سال سے زائد عرصے کے اخبارات و رسائل اور اس موضوع کی بے شمار کتابوں میں سال ہا سال تک پھیلے ہوئے معلومات کو جمع کرنا اور پھر مناسب عنوانات کے ساتھ انہیں ترتیب دینا، بڑے دل گردے کا کام ہے۔ سب سے بڑی بات مرزا قادیانی اور ان کے امتیوں، کی بد ذوقی پر مبنی عبارات کو پڑھنا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی ہمت قابل داد ہے کہ وہ برسوں سے ایسی کتابوں کا مطالعہ کر رہے ہیں جن کا ادب و انشاء سے دور و نزدیک کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم نے قادیانی لٹریچر کو جب بھی پڑھنے کی کوشش کی اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اسے ہاتھ لگایا، دو چار سطریں پڑھیں اور رکھ دیا۔ لیکن ہمارے دوست ڈاکٹر بہاء الدین پر احقاق حق اور ابطال باطل کا جذبہ پر خلوص اس قدر غالب آچکا ہے کہ انہوں نے اپنے مطلب کا مواد تلاش کرنے کے لئے قادیانی لٹریچر کے مطالعہ کو اپنے آپ پر ضروری قرار دے لیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پہلے وہ جلد اول سے چھٹی جلد تک پہنچے اور اب ساتویں جلد سے بھی آگے بڑھنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔

یہ ساتویں جلد جو خوانندگان محترم کے زیر مطالعہ ہے، قادیانیت سے متعلق چند مباحث کا دلچسپ اور معلومات افزاء مجموعہ ہے۔ فاضل مصنف نے جن عنوانات کے تحت یہ کتاب ترتیب دی ہے، ان میں چند عنوانات یہ ہیں: مباحثہ علی گڈھ ۱۸۸۹، مرزا قادیانی کا دہلی میں مباحثہ سے اعراض، حکیم نورالدین کا لاہور میں مباحثہ سے اعراض، دہلی میں مرزا قادیانی کو یک ہزاری چیلنج،

محمد احسن امروہی کو بھوپال میں دعوت مباحثہ، مرزا قادیانی کو دعوت مناظرہ ومباہلہ، الحادات مرزا، احادیث در بارہ مسیح اور دجال، نبوی پیشگوئیوں کا وقوع۔

یہ ضخیم جلد اس طرح کے بہت سے عنوانات کو اپنے دامن صفحات میں لئے ہوئے ہے۔

ہمیں امید ہے کہ جس طرح قارئین کرام کی طرف سے اس کی پہلی جلدوں کو پذیرائی حاصل ہوئی ہے اسی طرح اس موضوع سے دل چسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کو بھی اپنے مطالعہ میں لائیں گے اور قادیانیت سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ڈاکٹر صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ وہ مرزائیت کے ہر پہلو سے لوگوں کو باخبر کرنے کا عزم کر چکے ہیں اور اس کی تکذیب کے لئے انہیں ایسے مواد سے آشنا کر رہے ہیں جو طویل مدت سے کتب ورسائل کے ڈھیر میں دبا ہوا تھا۔

دعا ہے اللہ تعالی ڈاکٹر صاحب کی کوششوں کو قبول فرمائے، ان کی کتاب کے مطالعہ سے متاثر ہو کر وہ لوگ قادیانیت کے دائرہ سے باہر نکلیں اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی سعادت حاصل کریں جو اس سے وابستہ ہیں۔ آمین یا رب العالمین۔

(مولانا) محمد اسحاق بھٹی۔ اسلامیہ کالونی۔ ساندہ۔ لاہور

۱۱۔ اگست ۲۰۰۸ء

تاثرات

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم ۔ امّا بعد:

قرآن وحدیث کی تصریحات اور امت مرحومہ کے اجماع سے یہ مسئلہ ثابت ہے کہ عیسیٰؑ کو اللہ تعالی نے قتل وصلیب سے بچا کر اپنی طرف زندہ اٹھا لیا اور آخری زمانہ میں انکا نزول آسمان سے ہوگا ، اور وہ صلیب کو توڑ دیں گے ، دنیا میں امن و امان قائم کریں گے۔ آخران کا انتقال ہو جائے گا اور مدینہ منورہ میں روضہ نبوی میں دفن کئے جائیں گے ۔ خود مرزا صاحب بھی دعوی میسحیت سے پہلے اس بات کے قائل تھے کہ مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ ہیں اور آئندہ کسی وقت ان کا نزول ہوگا ۔ مگر برا ہو شیطان کا ، اس نے مرزا جی کو دھوکہ دے کر دعوی میسحیت کروا دیا۔ یہ دعوی قرآن کی کسی آیت یا حدیث نبوی کی بنا پر نہ تھا بلکہ محض ان کے نفس امارہ کی خواہش پر تھا۔ جب ان پر یہ اعتراض ہوا کہ مسیح موعود کا دعوی کرنے سے پہلے ان کی براہین احمدیہ میں عیسیٰؑ کے آنے کا اقرار موجود ہے تو انہوں نے جواب دیا:

> اے نادانو!.. اس اقرار میں کہاں لکھا ہے کہ یہ خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں اور مجھے کب اس بات کا دعوی ہے کہ میں عالم الغیب ہوں ۔ جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰؑ فوت ہو گیا ہے، تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے ۔ اس وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین میں لکھا ہے ۔ جب خدا نے مجھے یہ اصل حقیقت کھول دی تو میں اس عقیدہ سے باز آ گیا ۔ میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل پر محیط ہو گیا اور مجھے نور سے بھر دیا، اس رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا حالانکہ اسی براہین میں میرا نام عیسی رکھا گیا تھا.. باوجودیکہ میں براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود ٹھہرایا گیا تھا مگر پھر بھی میں نے بوجہ اس ذھول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا تھا حضرت عیسی کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین میں لکھ دیا پس میری کمال سادگی اور ذھول پر یہ دلیل ہے کہ وحی الہی مندرجہ براہین احمدیہ تو مجھے مسیح موعود بتاتی تھی مگر میں نے اس

رسمی عقیدہ کو براہین میں لکھ دیا۔ میں خود تعجب کرتا ہوں کہ میں نے باوجود کھلی کھلی وحی کے جو براہین احمدیہ میں مجھے مسیح موعود بتاتی تھی کیونکر اسی کتاب میں یہ رسمی عقیدہ لکھ دیا۔ پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسی کی آمد ثانی کے عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ برس گذر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ (اعجاز احمدی ص ۶۔۷۔ روحانی خزائن۔ ج ۱۹۔ص ۱۱۳)

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے: ۱۔ گو الہام مندرجہ براہین احمدیہ مجھے مسیح موعود قرار دیتے تھے، مگر میں سادگی اور ذھول سے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ ۲۔ بالآخر بارہ برس کے بعد تواتر سے الہامات ہونے لگے کہ آنے والا مسیح موعود تو ہی ہے۔

مرزا جی نے مسیحیت کا دعوی رسالہ فتح اسلام میں کیا تھا جو ۱۸۹۰ء کے آخر میں لکھا گیا اور ۱۸۹۱ء کی پہلی سہ ماہی میں شائع ہوا (حیات طیبہ۔ص ۹۹) جبکہ ان ایام میں مرزا غلام احمد قادیانی کو کوئی الہام اس مضمون کا نہ ہوا تھا۔ یہ سب دجل وفریب ہے کہ مرزا پر تواتر سے الہامات ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ لاہوری مرزائیوں کے مؤرخ ڈاکٹر بشارت احمد نے بڑی محنت کر کے مجدد اعظم جلد اول کے صفحہ ۲۲۳ میں ایک الہام: مسیح ابن مریم فوت ہو گیا و جعلنا ک المسیح ابن مریم ، پیش کیا ہے۔ مگر افسوس کہ ان الفاظ کے ساتھ مرزا صاحب کا کوئی بھی الہام نہیں۔ اگر الفاظ کی ترتیب کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس طرح کے الفاظ میں ایک الہام مرزا جی کے ازالہ اوہام، اور آئینہ کمالات اسلام میں موجود تو ہے مگر یہ دونوں کتب مرزا قادیانی کے دعوی مسیحیت سے بعد کی تصنیف ہیں۔ اور زیر بحث جو بات ہے وہ یہ ہے کہ آیا مرزا صاحب نے پہلے موقف کو الہام کی بنا پر بدلا ہے یا نہیں۔ الغرض مرزا قادیانی کا کوئی الہام ایسا نہیں جو ۱۸۹۰ء کے آخر میں عیسیٰؑ کی وفات اور مرزا کے مسیح موعود ہونے کی صراحت کرتا ہو اور اس الہام کی بنا پر مرزا جی نے دعوی مسیحیت کیا ہو۔

مرزا صاحب کے عقائد و نظریات کی مخالفت شروع ہوئی تو انہوں نے علماء وقت کو مناظرہ کی دعوت دی۔ اور مناظرہ لدھیانہ اور دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع اس سلسلہ کی اہم کڑیاں ہیں۔ مرزا صاحب اپنے کفریہ نظریات پر بات کرنے کی بجائے مسئلہ حیات و ممات عیسی پر بحث کرنے کی ضد کرتے تھے چنانچہ انہوں نے دہلی میں جو اشتہار بمقابلہ میاں نذیر حسین محدث شائع

کیا تھا اس میں اسی مسئلے پر بحث کی دعوت دی تھی۔تاہم وہ میاں صاحب کے مقابل میدان میں آنے کی ہمت نہ کر سکے۔

پھر مرزا صاحب کا چیلنج مولانا محمد بشیر محدث سہسوانی کے ہاتھ لگا تو انہوں نے حاجی محمد احمد سوداگر دہلی کے توسط سے مرزا جی کو قبولیت چیلنج کا پیغام پہنچایا اور مرزا جی کی تمام شرائط قبول کرتے ہوئے صرف آخری شرط میں قدرے تبدیلی چاہی جسے مرزا جی قبول کرلیا۔موضوع بحث تین مضامین ہوئے۔حیات عیسی۔نزول مسیح۔اورمرزا جی کا مسیح موعود ہونا۔

مولانا محمد بشیر سہسوانی کے رسالے الحق الصریح میں پورے مناظرے کو پڑھنے کے بعد قاری یہ محسوس کرتا ہے کہ مولانا مرحوم، حیات مسیح کے دلائل کو جانچ پرکھ کر اپنے دین وایمان کی محکمی اور خداداد صلاحیتوں کی بنا پر میدان مناظرہ میں اترے تھے۔اورانہوں نے اپنے پہلے پرچے میں پانچ ادلہ پیش کر کے اصل دلیل سورہ نساء کی آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ کو قرار دیا اوراس پر مرزا کے تمام اعتراضات کوعقلی ونقلی دلائل سے رد کیا، اور جو ابتداء میں موقف اختیار کیا آخر تک اس پر قائم رہے۔ دوسری طرف مرزا جی تحریر کے دوران اپنے موقف کو بدلتے رہے۔ایک مقام پر تو حضرت سہسوانی نے مرزا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ میری بات سمجھے ہی نہیں ، میں اس کیلئے مولوی نورالدین اور مولوی احسن امروہی (مقربین مرزا) کو منصف تسلیم کرتا ہوں ۔مگر مرزا جی نے دم نہ مارا۔الغرض یہ مناظرہ ہر لحاظ سے مرزا صاحب کے لئے تازیانہ عبرت بن گیا۔

اس مناظرہ میں حضرت سہسوانی نے حیات مسیح پر پانچویں دلیل سورہ آل عمران کی آیت و یکلّم النّاس فی المھد و کھلا و من الصّا لحین بھی پیش کی تھی ۔اس میں لفظ ، کہلا ، کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت محدث سہسوانی نے کہا تھا کہ کھولت کی عمر میں باتیں کرنا معجزہ ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱۰ میں کھولت کی عمر میں باتیں کرنے کو انعامات میں شمار کیا ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب حضرت عیسی کو زندہ تسلیم کرلیا جائے کیونکہ رفع کے وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی اور یہ کھولت کی عمر نہیں بلکہ جوانی کی ہے اوراس پر احادیث صحیحہ گواہ ہیں اس اعتراض سے جان چھڑانے کیلئے مرزا صاحب نے ۱۸۹۵ء کے آخر میں حضرت مسیح ابن مریم کا کشمیر کی طرف ہجرت کرنا اور وہاں مزید ۸۷ برس گزار کر ایک سو بیس سال کی عمر میں انتقال کرنا بیان کیا۔(دیکھو حاشیہ ست بچن۔ در روحانی خزائن ج ۱۰ص ۳۰۲)۔

اس بیان سے مرزا قادیانی، حضرت مسیح کا کہولت میں کلام کرنا ثابت کرنا چاہتے تھے چنانچہ وکیل مرزائیت عبدالرحمٰن خادم کہتا ہے کہ: ہم احادیث صحیحہ کی بنا پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ۱۲۰ سال تک زندہ رہے لہذا ان کا کہل کی عمر میں کلام ثابت ہو گیا (احمدیہ پاکٹ بک طبع جدید ص ۲۲۴)۔ خادم صاحب کس طرح حقیقت سے پردہ اٹھا رہے ہیں کہ ہمارے نزدیک کہولت میں بھی کلام ثابت ہے۔ حالانکہ یہ بات فقط کلام کی نہیں بلکہ اعجازی کلام کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مہد اور کہولت کے کلام کو اپنے احسانوں میں شمار کیا ہے (المائدہ۔آیت ۱۱۰)۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب مہد کی طرح کہولت کے کلام کو بھی اعجازی تسلیم کیا جائے کہ ایک زمانہ دراز آسمان پر گذارنے کے بعد جب دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے تو لوگوں سے کلام کریں گے کیونکہ فقط بڑھاپے میں تو تمام بوڑھے باتیں کرتے ہیں حضرت عیسیٰؑ کی تخصیص ہی کیا۔ گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ مناظرہ دہلی (۱۸۹۱ء) میں مرزا جی نے ذلت آمیز پسپائی پر چار سال کے غور و تدبر کے بعد یہ افسانہ تراشا ہے۔

مناظروں کے علاوہ مرزا صاحب نے مختلف اوقات میں علماء کو متعدد چیلنج کیے۔ مثلاً ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے مقابل عربی میں قرآن کریم کی ایسی تفسیر تحریر کی جائے جس کے معارف پہلی کتب میں نہ ہو۔ اس کا جواب مولانا عبدالحق غزنوی نے یوں دیا:

ارے مخبوط الحواس! ہم تو اسی سبب سے تجھے ملحد اور ضال اور مضل اور زندیق کہتے ہیں کہ تم وہ معانی قرآن و حدیث کے کرتے ہو جو آج تک کسی مفسر محدث متبع سنت نے نہیں کیے۔ (اشتہار ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ مندرجہ مجموعہ اشتہارات مرزا۔ ج ا ص ۴۲۳)۔

اس منہ توڑ جواب کے علاوہ مولانا محمد حسین بٹالوی اور پیر مہر علی گولڑوی نے بالمقابل عربی میں تفسیر قرآن لکھنا قبول کیا تھا مگر مرزا صاحب مقابلہ کیلئے تیار نہ ہوئے۔ ممکن ہے قادیانی کہہ دیں کہ پیر مہر علی شاہ نے تصنیف تفسیر کے ساتھ ساتھ عقائد مرزا پر مباحثہ کی شرط بھی لگائی تھی۔ بلا شبہ بات تو ایسے ہی ہے لیکن یہ شرط ناجائز و باطل نہیں بلکہ سراسر حق و صواب ہے کیونکہ علم، صداقت کا معیار نہیں بلکہ حق کا میزان دلائل شرعیہ ہیں جو ادلہ اربعہ کہلاتی ہیں۔ عربی نویسی کسی بھی مسئلہ میں دلیل شرعی نہیں بن سکتی۔ فرض کرو ایک شخص یہ دعوی کرتا ہے کہ نماز، کائنات میں غور و تدبر کا نام ہے؛ زکوۃ جسمانی عبادت کو کہتے ہیں؛ حج سیر و تفریح میں روپئے خرچ کرنے سے تعبیر ہوتا ہے۔ اور اس پر وہ علمائے امت کو عربی میں، خواہ نظم ہو یا نثر، مقابلہ کیلئے بلاتا ہے اور فی الواقع وہ عربی زبان کا ادیب ہے جو کمال تبحر سے تمام علماء امت کو عاجز کر دیتا ہے، تو کیا کوئی دانا اور سمجھ دار آدمی

اتنی سی بات سے شریعت کے مذکورہ احکام کی وہ تفسیر قبول کرلے گا جو ایسا مدعی پیش کررہا ہے۔

مسلمانوں اور مرزائیوں کے موقف کا بغور ملاحظہ کریں تو فریقین حضرت مسیح کی وفات پر متفق نظر آتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک وہ وفات کسی آئندہ زمانہ میں پائیں گے جبکہ قادیانیوں کے نزدیک وہ گذشتہ زمانہ میں انتقال فرماچکے ہیں۔ اس بات کو ذہن نشین کرلیں اور قادیانی کتب کا مطالعہ کریں، تو کہیں بھی دعوی کے موافق دلیل نہ پائیں گے۔ ان کی تمام کی تمام دلیلوں کا ماحصل وعدہ وفات ہوگا۔ قرآن کریم کی کسی آیت یا حدیث نبوی میں ماضی کے صیغہ سے مسیح کی وفات کا ذکر نہ ہوگا۔ مگر برا ہو شیطان کا، اس نے مرزائیوں کو ایسا بہکایا ہے کہ وہ وعدہ وفات سے وقوع وفات (درزمان ماضی) ثابت کرنے کے درپے ہیں۔

دوسرا مسئلہ ختم نبوۃ ہے۔ مسلمانوں اور قادیانیوں کے نزدیک آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں کیونکہ اس صفت کے ساتھ قرآن نے حضور ﷺ کو متصف کیا ہے۔ پھر اس کا معنی، آخری نبی بھی فریقین کے نزدیک مسلّم ہے۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ اس سے مراد کیا ہے؟ قادیانی نبوت کو دو قسموں پر تقسیم کرتے ہیں۔ ۱۔ صاحب شریعت نبی۔ ۲۔ امتی اور غیر صاحب شریعت نبی۔

قادیانی کہتے ہیں کہ پہلی قسم کے انبیاء تو نہیں آسکتے جب کہ دوسری قسم کے نبی آسکتے ہیں اس اختلاف کو مدنظر رکھئے پھر قادیانیوں کے اکابرین کی تحریرات کا مطالعہ کریں تو کوئی ایک دلیل بھی آپ کو ایسی نظر نہ آئے گی جو ان کے دعوی کی تقریب تام ہو۔ انہیں دو مثالوں سے باقی اختلافی مسائل کو قیاس کرلیں۔

اللہ تعالی نے ایمان کے اس ڈاکو (مرزا قادیانی) کے تعاقب کیلئے بڑے بڑے لوگ پیدا فرمائے جو اس کی تاویلات فاسدہ اور تحریفات سے عوام الناس کو مطلع کرتے رہے۔ اللہ تعالی بانیان تحریک کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے جنھوں نے اللہ کی توفیق سے ختم نبوت کی حفاظت کا کام باحسن طریق ادا کیا۔ اس سلسلہ مروارید اور سموط ذہبیہ کی کڑی محبی واخی الشیخ محمد بہاء الدین حفظہ اللہ ہیں جنھوں نے تاریخ کے ابتدائی ادوار پر ایک مفصل تصنیف کی بنیاد رکھی ہے جسکی چھ جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ ان میں تحریک کا پس منظر، بانیان تحریک، اور اس کے مخلص کارکنوں کا تذکرہ ہے تحریک کے ابتدائی ادوار میں کام کرنے والے دیوبندی بریلوی اور اہل حدیث علماء کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کی خدمات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ کسی جگہ ڈنڈی مارنے کی کوشش نہیں کی کہ تاریخ نویسی کا یہی اسلوب ہے اور اس ڈھنگ سے ہٹ کر تاریخ سازی اور اپنی رائے سے تاریخ

کے حقائق کو مسخ کرنا، تاریخ کے طالب علم کا کام نہیں، بلکہ متعصب و جاہل دوست کا فعل ہے۔ تحریک کے حوالے سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو طائفہ منصورہ کی مٹھی بھر جماعت کی اولیات ہیں ان کا تذکرہ بھی کہیں کہیں موجود ہے تاکہ نئی پود ان تاریخی حقائق کو بھی پیش نظر رکھے لیکن یہ تذکرہ بھی برسبیل ہی ہوا ہے تاکہ قاری اسکو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھ لے۔ بہرحال یہ تاریخ کی امانت ہے جس کا اعتراف ماضی میں تحریک میں کام کرنے والے ہر مکتب فکر کے منصفین کیا ہے چنانچہ دیوبندی حضرات کے ایک صاحب علم محترم محمد شفیع خالد (ایم ایس خالد) وزیر آبادی فرماتے ہیں:

میرا تو ایمان ہے کہ اگر ہمارے مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری فاتح قادیان کا اس طرف رجحان نہ ہوتا تو یقینی امر تھا کہ دنیا کبھی کی گمراہ اور مرتد ہوگئی ہوتی (نوشتہ غیب ص ۳۳۔ مندرجہ احتساب قادیانیت ج ۲۳ ص ۴۶۳۔ مطبوعہ ملتان ۲۰۰۸ء)

محترم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے دیار غیر میں بیٹھ کر اس اہم تاریخی کام کا بیڑا اٹھایا اور مختلف اشخاص اور غیر معروف کتب خانوں سے نادر معلومات کو جمع کرکے ایک گل دستہ کی صورت میں شائع کرکے صاحب علم لوگوں کو ایک نادر علمی تحفہ دیا ہے۔

بلاشبہ انہوں نے پوری کوشش اور محنت سے ان تاریخی حقائق کو جمع کیا اور پوری امانت و دیانت کے ساتھ حوالہ قرطاس کر دیا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ انہوں نے حق ادا کر دیا ہے اور پوری امت مرحومہ بالخصوص طائفہ منصورہ کی طرف سے وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ کتاب کا انداز بیان سلجھا ہوا، مجادلہ مکابرہ کی بجائے علمی و تحقیقی ہے۔ کتابت وطباعت عمدہ ہے ظاہری و باطنی خوبیوں کی حامل یہ کتاب تاریخ کے طالب علم کے لئے ایک نادر علمی تحفہ ہے۔

اللہ تعالی محترم مؤلف کے علم و عمل میں برکت ڈالے اور ان کے مال اولاد اور گھر بار میں برکات وانوار کی بارش برسائے۔ اللہ تعالی محترم کے کام میں برکت ڈالے اور اندھیروں کے سوداگروں لئے مشعل راہ بنائے اور فاضل دوست کیلئے توشہ آخرت اور کفارہ سیئات۔

آمین یا ربّ العالمین

ابوصہیب محمد داؤد ارشد۔ کوٹلی ورکاں نزد نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ۔ ۶ ستمبر ۲۰۰۸ء

حرف آغاز

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

سلسلہ تحریک ختم نبوت کا یہ ساتواں حصہ ہے اس میں تحریک ختم نبوت کے بالکل ابتدائی دور کی تحریری اور تقریری سرگرمیوں کا بیان ہے جو اس دور کی نہایت اہم دستاویزات سے نقل کی گئی ہیں ۔ ان دستاویزات میں مولانا عبدالمجید دہلوی کی بیان للناس ، مولانا عبداللہ شاہجہان پوری کی شفاء للناس، منشی محمد جعفر تھانیسری کی تائید آسمانی ، اور مولانا محمد حسین بٹالوی کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۸، اور ۱۲ اور ۱۳، اور ۱۵ اور ۱۶، اور ۱۷ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

مولانا عبدالمجید صاحب نے مرزا قادیانی کے قیام دہلی ستمبر۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کے دوران ان سے مباحثے کی کوشش کی تھی۔ مرزا صاحب کی طرف سے مایوس ہوکر انہوں نے مرزائیوں کے احسن المناظرین محمد احسن امروہی سے ان کے مسکن بھوپال جا کر ۱۸۹۱ء مباحثے کی ناکام کوشش کی جس کی روداد انہوں نے بعدازاں بیان للناس کے عنوان سے شائع کی جسے ہم ملخصاً نقل کر رہے ہیں ۔ اور بیان للناس میں مولانا سلامت اللہ جیراجپوری سے جناب محمد احسن امروہی کے ۱۸۹۱ء میں مولانا محمد بشیر سہسوانی کی روبکاری میں ہونے والے مباحثے کا ذکر ملتا ہے جسے مختصراً نقل کیا گیا ہے ۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی نے دہلی میں مباحثے کی دعوت دیتے ہوئے مولانا عبدالحق حقانی کو شامل کیا تھا۔ بعد میں بقول قادیانی حضرات کے ان کا نام ان کی درخواست پر مرزا نے خارج کیا تھا کہ وہ مرزا کے پاس گئے اور کہا کہ میں تو گوشہ نشین ہوں وغیرہ۔ بیان للناس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب خود مولانا عبدالحق حقانی کے گھر گئے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مولوی جمیل احمد نامی ایک اہل علم کی کتاب بھی ۱۳۰۹ھ میں رد قادیانیت پر شائع ہو چکی تھی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بھوپال کے ایک بزرگ بھی مولانا عبدالمجید کے ساتھ مرزا صاحب کے پاس ان کے قیام دہلی دوران گفتگو کے لئے گئے تھے لیکن مرزا صاحب نے اعراض فرمایا۔۔

بیان للناس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا عبدالمجید دہلوی نے حکیم نورالدین بھیروی سے ۱۸۹۱ء میں لاہور میں مباحثہ کی کوشش کی لیکن حکیم صاحب کے انکار کی وجہ سے یہ کوشش ناکام ہوئی ۔ نیز معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے سفر دہلی کے بعد بھی مولانا عبدالمجید نے مرزا صاحب کو

مباحثہ کرنے کی دعوت دی تھی اور مرزا صاحب کی فتح کی صورت میں انہیں ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔لیکن مرزا صاحب یہ بھاری پتھر نہ اٹھا سکے۔ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کی یہ تمام سرگرمیاں مجھے بیان للناس کے مطالعہ سے معلوم ہوئی ہیں۔

زیر نظر تالیف میں جس دوسری کتاب کی تلخیص شامل کی جارہی ہے وہ شفاء للناس مصنفہ مولانا محمد عبداللہ شاہجہان پوری ہے۔ شفاء للناس، جناب محمد احسن امروہی قادیانی کی مشہور کتاب اعلام الناس کے جواب میں لکھی گئی تھی اور ۱۸۹۱ء کے اواخر (۱۳۰۹ھ) میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے لٹریچر کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے۔اور اس میں اس مباحثے کی چند باتیں بھی مذکور ہیں جو مولانا اسماعیل علی گڈھی نے مرزا صاحب کے دور مجددیت میں ۱۸۸۹ء میں ان سے علی گڈھ میں کیا تھا۔

اشاعۃ السنہ کی مذکورہ بالا فائلوں سے ردقادیانیت پر مشتمل مواد ملخصاً نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے ردقادیانیت پر بنیادی کام اس وقت کردیا تھا جب بعد کے معروف کارکنان تحریک ختم نبوت ابھی دور طالب علمی سے گزر رہے تھے۔مولانا نے بالکل ابتدائی دور میں مرزا صاحب کو للکارا۔ان کے جھوٹ، اور افتراؤں کا جواب دیا۔علماء حرمین سے فیصلہ کروانے کیلئے مرزا صاحب کو حرمین لے چلنے کی پیش کش کی اور سفر کے اخراجات بھی ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ساتھ ہی اپنی معیت کا وعدہ بھی دیا گیا تھا کہ اگر مرزا صاحب کو اپنی سلامتی کے بارے میں کوئی خدشہ ہو، تو دور ہوجائے۔ساتھ ہی پیشین گوئی بھی کردی کہ تم حرمین نہیں جاؤ گے مرزا صاحب مولانا بٹالویؒ کی اس پیش گوئی کے بعد ۱۵ سال تک زندہ رہے لیکن حرمین تشریف نہ لے جاسکے۔مرزا صاحب کے حرمین نہ جاسکنے کی یہ سب سے پہلی پیش گوئی تھی (جو ۱۸۹۳ء میں ہوئی)۔یاد رہے کہ قاضی محمد سلیمان منصورپوریؒ نے ایسی ہی پیش گوئی ۱۸۹۸ء میں اور پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے ۱۹۰۰ء میں کی تھی۔

اشاعۃ السنہ ہی میں مولانا بٹالوی نے توفی کے معانی کی وضاحت کی اور اس موضوع پر مرزا صاحب کے چیلنج کا جواب دے کر اسے جوابی چیلنج دیا۔جس سے، مرزا صاحب زندگی بھر عہدہ برآ نہ ہوسکے اور جو انعامی رقم مرزا صاحب کے لئے رکھی گئی تھی وہ یوں ہی پڑی رہی۔مرزا صاحب جو ہمہ وقت کشکول ہاتھ میں رکھتے تھے، دو دو چار چار روپئے مریدوں سے جمع کرتے رہے، لیکن یہ سینکڑوں روپئے، جو ان کی بہت سی ضروریات پوری کرسکتے تھے، چیلنج سے عہدہ برآ

نہ ہونے کے سبب ساری عمر ان کا منہ چڑاتے رہے۔

مرزا قادیانی کے مخصوص عقائد ۱۸۹۱ء میں منظر عام پر آئے تو ان کی تردید کا سلسلہ شروع ہوا لیکن مرزا صاحب کی طریق کار پر تنقید کا سلسلہ مولانا بٹالویؒ نے ۱۸۸۷ء میں شروع کر دیا تھا جس کا ثبوت وہ مضمون ہے جو انہوں نے اشاعۃ السنہ جلد ۸ میں مرزا غلام احمد کے مبارزانہ دعوے کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ ہم اس مضمون کے ضروری حصے کتاب ہذا میں نقل کر رہے ہیں ۔ پھر ۱۸۸۷ء ہی میں مولانا کی مرزا قادیانی کیساتھ خط وکتابت ہوئی۔ مولانا بٹالویؒ کے خطوط ہمیں نہیں مل سکے تاہم مرزا صاحب کے جوابی خطوط مکتوبات احمد جلد اول سے مل گئے ہیں جنہیں کتاب ہذا میں نقل کیا جا رہا ہے اور ان کے مطالعہ سے قارئین کو چند معاملات ومسائل اختلافیہ کا بھی کسی حد تک علم ہو جائے گا۔ اشاعۃ السنہ جلد ۸ کے مذکورہ بالا مضمون اور مکتوبات احمد کے مذکورہ خطوط سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ تحریک ختم نبوت کا آغاز تو ۱۸۹۱ء میں اس وقت ہوا جب مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی سامنے آئے لیکن مولانا بٹالوی کی مرزا صاحب سے مخالفت کا آغاز اس سے قبل ہی ہو چکا تھا۔

۱۸۹۳ء میں مرزا قادیانی کا مباہلہ مولانا عبدالحق غزنوی سے امرتسر میں ہوا تو بعد میں انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں نے تو محمد حسین بٹالوی کو بھی اس موقع پر مباہلے کے لئے چیلنج کیا تھا لیکن اس نے گریز میں عافیت سمجھی۔ اس پر مرزا صاحب کے مریدوں نے مباہلہ سے مولانا بٹالویؒ کے فرار کی خود ساختہ داستان مشہور کر دی۔ مولانا تک بات پہنچی تو انہوں نے حقائق بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ گریز میں نے نہیں، مرزا صاحب نے کیا ہے۔ میں تو میدان مباہلہ میں موجود تھا، اور میں نے مرزا صاحب کو وہ الفاظ وفقرات بھی تجویز کر دیئے تھے جن پر ان سے قسم درکار تھی، لیکن مرزا صاحب نے اس قسم سے انکار کیا۔ نیز ہم تو میدان عیدگاہ (جہاں مباہلہ منعقد ہوا تھا) سے اس وقت واپس آئے تھے جب عیدگاہ کے منتظم نے ہمیں کہا کہ مرزا صاحب جا چکے ہیں، اس لئے آپ بھی تشریف لے جائیں۔ یہ داستان جسے ہم جلد ہذا میں نذر قارئین کر رہے ہیں۔

مرزا صاحب اور انکے متبعین فتوی تکفیر کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ جو لوگ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم ہیں وہ جاہل ہیں، جب کہ مستند اور ثقہ علماء مرزا صاحب کے ساتھ ہیں، اور عرب وحرمین کے علماء بھی مرزا صاحب کے ساتھ ہیں، اور محمد حسین بٹالوی نے فتوی تکفیر پر لوگوں سے دھوکے سے دستخط کروائے ہیں، اور اکثر مفتی حضرات نے فتوی تکفیر سے رجوع کر لیا ہے

۔مولانا بٹالوی نے قادیانیوں کے ایک ایک افتراء اور مغالطے کی قلعی کھول کے رکھ دی ہے اور مرزا صاحب کے آسمانی فیصلہ، حجت الاسلام اور سچائی کا اظہار نامی کتابچوں کا بھی مفصل جواب بھی دیا ہے جسے ہم اشاعۃ السنہ سے نقل کر رہے ہیں۔

مرزا بشیر احمد کی سیرۃ المہدی ، پیر سراج الحق نعمانی قادیانی کی تذکرۃ المہدی ، اور مفتی محمد صادق قادیانی کی ذکر حبیب ، اور مکتوبات احمدیہ کی چند روایات پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے اور ان کی روشنی میں مرزا کے فقہی مسلک کی وضاحت ، اور اس کی عمر اور موت کا بیان ہوا ہے۔ نون ثقیلہ کی بحث میں قادیانی پریشانی اور سرگردانی کا ذکر ہے، اور جب مرزا صاحب نے دعوی کیا کہ آگ ان کی غلام ہے تو اوٹاوہ سے انہیں بارود کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر مباہلے اور پشاور سے غسل آتش کی دعوت کے آنے کا ذکر ہے جو شحنہ ہند میرٹھ سے منقول ہوا ہے۔ نیز شاعر ختم نبوت منشی سعد اللہ لدھیانوی کا منظوم کلام بھی قارئین کی ضیافت طبع کے لئے شامل کتاب کیا ہے۔

زیر نظر حصہ کتاب کی ترتیب وتشکیل میں جن احباب کا تعاون شامل حال رہا ہے ان میں ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری صدر جامعہ سلفیہ بنارس ،مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی امیر جمعیت اہلحدیث برطانیہ، مولانا اصغر علی سلفی ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ،مولانا شیر خان جمیل احمد عمری ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہلحدیث برطانیہ ،مولانا محمد اشرف جاوید دارارقم فیصل آباد، مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلی ورکاں ، مولانا رئیس اعظم فیضی دہلی، ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج ، مولانا محمد اسلام عمری علی گڈھ ،مولانا محفوظ الرحمٰن لائبریرین جامعہ سلفیہ بنارس ،مولانا سرفراز لائبریرین فیض عام مئو ناتھ بھنجن ،ڈاکٹر لائق علی خان متولی مسجد اہلحدیث کاسگنج ،مولانا عزیز الرحمٰن انصاری مکتبہ الفہیم مئو ناتھ بھنجن ، مولانا محمد ابراہیم خلیل حجرہ شاہ مقیم ،مولانا عبدالباسط عمری نیوکیسل ، محترم خالد اشرف جامعہ سلفیہ بنارس اور عزیزم محمد سہیل بورے والہ، شامل ہیں۔ جزاھم اللّٰہ احسن الجزاء ان محسنین کی مدد سے تحریک ختم نبوت کے کارکنوں کی نگارشات پر مشتمل رنگا رنگ پھولوں سے تیار شدہ یہ گلدستہ بارگاہ رسالتمآب عالی جناب ﷺ میں پیش کرتا ہوں۔

ربّنا اغفر لی و لوالدیّ و للمؤمنین یوم یقوم الحساب

محمد بہاء الدین ۹۔اکتوبر ۲۰۰۸ء

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

قبلِ مسیحِ قادیان

☆ لکھوی رؤیا

برصغیر ہند میں تحریک ختم نبوت اس وقت شروع ہوئی جب ۱۸۹۱ء کے ابتدائی مہینوں میں مرزا غلام احمد قادیانی کے مثیل مسیح یا مسیح موعود ہونے کا دعوی منظر عام پر آیا۔ اس سے پہلے، جب مرزا صاحب ملفوف انداز میں اپنے نظریات کی تبلیغ کر رہے تھے، مسلمان علماء نجی گفتگو اور دوستانہ خط وکتابت کے ذریعہ انہیں ملحدانہ عقائد سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس کے برعکس مرزا صاحب ایک سوچے سمجھے منصوبے پر عمل پیرا ہوکر رفتہ رفتہ اپنی منزل کی جانب بڑھتے چلے گئے۔ اور چونکہ انہوں نے اپنا تشخص مناظر اسلام کے طور پر اجاگر کیا ہوا تھا اس لئے مسلمان علماء، ابتداء سخت طرز عمل سے اجتناب کرتے رہے کہ مناظر اسلام کی تنقیص وتردید غیر مسلموں میں نامناسب نتائج کا باعث ہوگی۔ مرزا صاحب اس صورت حال سے فائدہ اٹھارہے تھے۔

تاہم چند اہل بصیرت ان کے عزائم کو تاڑ کر اس پر تنقید بھی شروع کر چکے تھے۔ ایسے ہی ایک بزرگ مولانا نور احمد لکھوی ہیں جنہوں نے آغاز ۱۸۸۴ء میں مرزا صاحب کو لکھے جانے والے ایک خط میں اپنے خدشات کا اظہار کیا۔ یہ خط ہمیں دستیاب نہیں ہوسکا تاہم اسکے جواب میں لکھا جانیوالا مرزا صاحب کا خط مکتوبات احمدیہ میں موجود ہے، جسے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

از طرف احقر عباد عایذ باللہ الصمد مخدومی مولوی نور محمد صاحب سلام علی من اتبع الہدی۔

امابعد نامہ گرامی آں مخدوم پہنچا۔ یہ عاجز بباعث کم فرصتی ومشغولی ملاقات بعض احباب ونیز بوجہ ضعف طبیعت اب تک جواب لکھنے سے قاصر رہا اور اب بھی اس قدر طاقت وفرصت نہیں کہ مفصل لکھوں۔ صرف مجمل طور پر عرض کرتا ہوں۔

اگر چہ یہ عاجز اپنی ذاتی حالت کی رو سے فی الواقعہ نہایت آلودہ دامن اور ناچیز اور ہیچ ہے اور جس قدر بدظنی کی جائے وہ تھوڑی ہے من آنم کہ من دانم۔ لیکن اگر رنج ہے تو صرف اس قدر ہے کہ جس پر آپ اور آپ کے ان بزرگوں نے، جن کے رؤیا اور کشوف آپ کے زعم خام میں قطعی اور یقینی ہیں، جن میں وحی انبیاء کی طرح ایک ذرہ خطا اور غلطی کی گنجائش نہیں، اس احقر پر کذب اور افتراء کا الزام لگایا ہے۔ اور اپنے گمان میں بہت کچھ فساد اور شرک اور کفر کی حالت بہ نسبت ایں احقر یقین کر لیا ہے۔ ایسا یقین مسلمانوں کی حالت سے بعید نہیں اللّٰھم اصلح امّۃ محمّد۔ آپ اور آپ کے بزرگوار کو بڑی وحشت میں اس خواب نے ڈالا ہے کہ جو نقول آپ کی اس بزرگوار نے دیکھی ہیں جس میں ان کی تخلیہ پر ایسا ظاہر ہوا کہ یہ عاجز ایک جھوٹہ (بھینسا) پر سوار ہے اور گلے میں زنار ہے۔ اور جھوٹے (بھینسے) کے دم کی طرف منہ ہے۔ اور پھر اس بزرگ نے یہ دیکھا کہ یہ عاجز ایک ریچھ کی کھال پر بیٹھا ہوا اور اس پر قرآن شریف بھی رکھا ہوا ہے۔ اور پھر ایک دوسرے بزرگ نے بقول آپ کے اس عاجز کی بینائی میں بھی فرق دیکھا۔ ان دونوں خوابوں کی صورت پر نظر کر کے سیرت حسن اسلامی کو آپ نے چھوڑ دیا اور جو کچھ تمہارے رب کریم نے تاکید فرمائی ہے کہ ظنّ المؤمنین والمؤمنات کا اپنے بھائیوں سے بخیر ہونا چاہیے، اس تاکید کو یک لخت بھول گئے۔ اور بڑے دعوی سے زبان پر لائے کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ برادر آپ ناراض نہ ہو جائیں کہ یہ کلمہ کفر سے کچھ کم نہیں۔ کاش اگر آپ کو کچھ سمجھ ہوتی۔ کسی مومن کی نسبت ایسے ایسے وجوہات سے کفر یا شرک یا فسق اور افتراء کا یقین کرنا اور یہ کہنا کہ دال میں کچھ کالا ہے پرہیزگار اور نیک شعار اور نیک طبیعت مسلمانوں کا ہرگز طریق نہیں۔ ومن النّاس من یقول آمنا باللّٰہ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین۔ نہ معلوم کہ اب آپ اور آپ کے بزرگوار کہاں سے اور کس سے سن آئے جو صورت مثالی خواب یا کشف میں مشہود ہوئے، وہی صورت حقیقت مقصودہ ہوتی ہے، کیونکہ آج تک تمام معبرین کا اسی پر اتفاق ہے کہ ہر ایک نوع رؤیا کشوف میں اکثر اصول یہی ہے کہ جو امور صور حسیہ اور مثالیہ میں داخل ہوتی ہیں وہ اپنی ظاہری شکل پر قیاس نہیں کئے جاتے ....

جو آپ کے بزرگوار نے خواب دیکھے وہ تعبیر کی رو سے نہایت عمدہ خواب ہیں۔ کاش آپ کے بزرگوار نیز آپ کو کچھ حصہ علم تعبیر سے ہوتا تو دونوں بدظنی سے بچ جاتے۔ سو جاننا چاہیے کہ امام ابن سیرین کہتے ہیں کہ زنار کا باندھنا مستور الحال لوگوں کیلئے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے صاحب عزم ہے اور گھٹے گا نہ تھکے گا جب تک اپنے دشمنوں سے انصاف نہ

لے۔اور گاؤمیش سے قوم لا یعقل ونفس پرست مراد ہے اور اس پر سوار ہونا اشارت بہ غلبہ و فتح وظفر ہے جس سے بالآخر سب نا اہل ونفس پرست ذلیل ہو جائیں گے اور حق ظاہر ہو جائے گا۔اور جو اس بزرگ نے دیکھا کہ سواری کی حالت میں وہ دم کی طرف منہ ہے۔ یہ اعراض عن الجاہلین کی طرف اشارہ ہے ..اور دوسری خواب پہلی خواب کی تائید میں ہے۔ریچھ سے مراد احمق اور سفلہ آدمی ہیں۔ اور ریچھ کی کھال اور اس کے اخلاق ذمیمہ کا پردہ ہے جس پردے کو خداوند کریم بذریعہ اس عاجز کے فاش کرے گا۔ اور یہ جو دیکھا کہ قرآن شریف اس کھال پر رکھا ہوا ہے، اس کی یہ تعبیر ہے کہ یہ حجت قرآنی ایسے ریچھوں پر قائم ہو جائے گی گویا قرآن اس کھال پر رکھا گیا۔اور فرق بینائی سے اندوہ اور حزن مراد ہے کہ جو شفقۃً علی خلق اللہ طاری حال ہے...والسلام علی ارباب الصدق والدین ۔یکم مارچ ۱۸۸۴ء مطابق ۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ ۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۶ ۔ص ۲۲ تا ۲۶)

(مولانا نور احمد کے تعارف میں مکتوبات احمدیہ کے مرتب نے یہ نوٹ لکھا ہے:

لکھو کے ضلع فیروز پور میں مولوی محمد صاحب لکھو کے والے ایک مشہور عالم خاندان کے رکن تھے..اسی خاندان کے ایک فرد مولوی نور محمد بھی تھے میں نے ان کو دیکھا ہے۔..میں نے ان کو جب دیکھا تو وہ سلسلہ کے خلاف ضلع گورداسپور میں دورہ کر رہے تھے اور وہ قادیان بھی آئے..میرے سامنے کا واقعہ ہے ..وہ ایک گھوڑی پر سوار تھے۔مسجد مبارک کے سامنے ایک چبوترہ پر مرزا نظام الدین بیٹھے ہوئے تھے ان ہی سے اس نے دریافت کیا کہ نمبر دار نظام الدین سے ملنا ہے۔مرزا (نظام الدین) صاحب نے دریافت کیا کیا کام ہے، میں ہی ہوں۔اس نے کہا کہ یہاں مرزا نے دعوی کیا ہے، میں اس کی مخالفت کیلئے آیا ہوں۔

مرزا نظام الدین نے ہنس کر کہا کہ یہ سمجھا ہوگا کہ ہم ان کے مخالف ہیں، یہاں کوئی تقریر نہیں ہوسکتی

(مکتوبات احمدیہ ج ۶ ص ۲۱)

یاد رہے کہ مولانا نور احمد کا خط جس میں بقول مرزا قادیانی انہیں کاذب اور مفتری کہا گیا تھا اور جو بقول مرزا انہیں کافر کہنے کے مترادف تھا، ۱۸۸۴ء کے شروع میں لکھا گیا تھا۔

☆ بٹالوی تنقید

۱۸۸۰ء کے عشرے کے وسط میں جب مرزا قادیانی نے ہندو آریہ کو نشان نمائی کا چیلنج دیتے ہوئے کہا کہ وہ ایک سال تک قادیان میں ان کے پاس آکر رہیں اور نشان دیکھ لیں، تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ میں لکھا:

تھوڑا عرصہ ہوا کہ مرزا صاحب نے ایک اشتہار اردو و انگریزی میں شائع کیا تھا جس کا بیس ہزار پرچہ چھپ کر ہندوستان وغیرہ بلاد میں شائع ہوا... اس کے بعد انہوں نے ایک خط اردو و انگریزی میں چھپوا کر شائع کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ جس شخص کو قرآن کی صداقت اور آنحضرت ﷺ کی نبوت پر آسمانی نشانوں کی شہادت مطلوب ہو وہ ہمارے پاس آ کر ایک سال تک قیام کرے۔ اس اثنا میں خدا تعالیٰ اس کو آسمانی نشان مشاہدہ کرا دے گا۔ اور اگر بالفرض کوئی نشان آسمانی اس کے مشاہدہ میں نہ آیا تو اس کو دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے چوبیس سو روپیہ حرجانہ خرچ خوراک و سکونت سے علاوہ دیا جاوے گا۔....

(مولانا بٹالوی فرماتے ہیں) ہم اس مقام میں اس خط اور اس کے دعاوی کی نسبت کوئی رائے قائم کرنا نہیں چاہتے اور نہ فریق مقابل کی سکوت سے کوئی نتیجہ نکالتے ہیں ہم صرف.. مئولف براہین احمدیہ کو بطور مشورہ آئندہ کے لئے یہ رائے دیتے ہیں کہ اب وہ امور ثلاثہ معروضہ ذیل میں سے ایک امر ضرور اختیار کریں۔

۱)۔ اشتہار کی میعاد میں تخفیف کریں اور بجائے ایک سال، ایک مہینہ یا زیادہ سے زیادہ سال کا ربع (یعنی تین مہینے) میعاد مقرر کریں۔ اور بصورت عدم مشاہدہ نشان آسمانی حرجانہ وہی چوبیس سو روپیہ رہنے دیں۔

۲)۔ یہ مناسب نہ سمجھیں تو لوگوں کو اپنے پاس بلانا ملتوی کریں۔ بجائے اس کے ان کو گھر بیٹھے بیٹھے آسمانی نشان دکھانے کی خدا سے التجا کریں۔ اور ایسی صورتوں میں وہ نشان دکھاویں جن کا وہ دور ونزدیک سے مشاہدہ وتصدیق کرسکیں۔ مثلاً کسی عظیم الشان کے ایک وقت خاص میں مر جانے یا ایک وقت خاص میں پیدا ہونے کی پیش گوئی کریں اور اس کو بذریعہ عام اخبارات و اشتہارات مشتہر کرادیں۔ چنانچہ پہلے خاص طور پر دیانندسرستی وغیرہ کی موت سے وہ بعض لوگوں کو خبر دے چکے تھے جس کا ذکر وہ کتاب براہین احمدیہ میں کر چکے ہیں۔ ایسے واقعات کو منصف و طالبان حق ذاتی مشاہدہ یا عام تسامع وشہادت سے تصدیق کر لیں گے۔ اور مئولف براہین احمدیہ کو اپنے دعوی میں سچا جان لیں گے۔ زبان سے مانیں خواہ نہ مانیں۔

۳)۔ یہ نہ ہوسکے تو بالفعل عملی طور پر تائید کو ملتوی رہنے دیں۔ علمی تائید میں شب وروز

مصروف ہوں اور کتاب براہین احمدیہ کے باقی حصے پورے کریں۔ اور اس میں نقلی و عقلی دلائل سے دین اسلام کی تائید عمل میں لائیں۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۸۔ص ۱۷۷۔۱۷۸ مختصراً)

یہ تحریر اغلباً دسمبر ۱۸۸۵ء کی ہے جو ۱۸۸۶ء کی پہلی سہ ماہی میں اشاعۃ السنہ جلد ۸ کے نمبرے میں شائع ہوئی ہے۔ اس تحریر میں مولانا نے مرزا صاحب کو مشورہ دیا ہے کہ وہ ادھر ادھر کی باتیں چھوڑ کر براہین احمدیہ کو مکمل کریں، یعنی اسلام کی حقانیت پر اپنے موعودہ تین سو دلائل علمی دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اور نشان دیکھنے دکھانے کیلئے طویل مدتیں مقرر کرنا ترک کریں۔ سال بھر کون آ کر قادیان میں رہے گا۔ اور مخالفین کو قادیان میں بلانے کی ضرورت بھی کیا ہے، لوگوں کو گھر بیٹھے نشان دکھائے جا سکتے ہیں۔ اور کچھ کر سکتے ہو تو ایک دو ماہ میں کر دکھاؤ۔

☆ ۱۸۸۷ء کے خطوط

مکاتیب احمد جلد اول میں مرزا غلام احمد کے ۱۸۸۷ء میں لکھے جانے والے چار خطوط بنام مولانا بٹالوی موجود ہیں جن میں مرزا صاحب نے مولانا کے چند اعتراضات کا جواب دیا ہے چونکہ ہمارے سامنے مولانا کے خطوط نہیں ہیں اس لئے یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ انکے اعتراضات کی حقیقی صورت کیا تھی اور مرزا صاحب کے جوابات کس حد تک ان پر منطبق ہوتے ہیں۔ تاہم ان خطوط سے اتنا پتہ چل جاتا ہے کہ ۱۸۸۷ء میں مولانا بٹالوی مرزا صاحب کے اعمال و افعال پر تنقید کرتے تھے۔ مرزا صاحب کے خطوط ملاحظہ فرمائیے:

{ از عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویکم مکرم ابوسعید محمد حسین صاحب بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ (سوال یہ بھی ہے کہ کیا مرزا قادیانی کی یہ دعا بھی قبول ہوئی کہ اے محمد حسین تجھ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت ہو، اور برکات نازل ہوں؟ بہاء) عنایت نامہ پہنچا، اشتہارات تلاش کر کے اور بعض مہمانوں سے لے کر ارسال خدمت ہیں۔ میں بباعث بیماری وجع الاذن حاضر نہیں ہو سکا کیونکہ مجھ کو درد گوش سے بشدت تکلیف ہے اور اندیشہ تپ بھی ہے۔ اعتراض احباب درباره کتب مؤلفہ ایں احقر معلوم نہیں کس صورت سے ہے، اگر توقف طبع کتاب پر ہے تو یہ امر قضا و قدر حضرت حکیم مطلق سے واقع ہو گیا ہے۔ شائد اس میں یہ مصلحت ہوگی کہ جو کچھ درمیانی کاروائیاں آج تک ہوئی ہیں ان کا وقوع میں آ جانا قبل از طبع کتاب ضروری تھا۔ میں اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوا اور نہ اب ہوں کہ کام طبع کتاب میں توقف ہو لیکن تمام توقعات قادر مطلق کی انواع و اقسام کی روکوں سے واقع

ہوتی گئی ہیں۔ الوہیت کے زور اور قدرتیں بشریت کے ارادوں کو مضمحل اور کالعدم کر دیتی ہیں اور پھر جب خوب غور سے سوچیں تو اصل خیر بھی انہیں میں ہوتی ہے۔ انسان اپنی فطرت سے مستعجل اور زود پسند ہے اور یہی چاہتا ہے کہ جو کل ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے لیکن عادۃ اللہ تانی اور توقف ہے جیسا کہ مدۃ نزول قرآن سے ظاہر ہے۔ غرض میرے ساتھ معاملہ حضرت عزوجل شانہ کچھ ایسا ہے کہ میں مردہ بدست زندہ ہوں اور اس کی مصلحت میری مصلحت پر مقدم آجاتی ہے وہ لوگوں کے لعن طعن کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ قادر ہے کہ انجام کار لوگوں کو خوش کر دے اور جس بات کیلئے میرا سینہ کھول دیا ہے اس کیلئے ان کا سینہ بھی کھول دے و ھو علی کلّ شیء قدیر

اگر اس عاجز کی کتابوں پر اس صورت سے اعتراض ہو کہ ان میں بعض جگہ سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تو میں منطقیوں کی طرح ان سے جھگڑنا نہیں چاہتا بلکہ میں سادہ طور پر بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ حکیم مطلق نے میرے اجتہاد کو اسی طرف رجوع دیا اور میرے دل میں یہ نقش کر دیا کہ گو بظاہر ایسی تقریریں موجب اشتعال ہونگی مگر ایک عجیب اثر ان میں یہ ہوگا کہ مخالفین کو خواب خرگوش سے بیداری حاصل ہوگی اور گو وہ کیسے ہی بدتہذیبی سے پیش آئیں مگر ان کو ان تالیفات کی طرف، خواہ ردّ ہی کی نیت سے کیوں نہ ہو، رجوع ہو جائے گا اور اس رجوع کا انجام نہایت مفید ہوگا ۔ سو جس بات پر میری رائے قائم ہوگئی سو اگرچہ ابھی اس کے اخیر نتیجہ کا وقت نہیں آیا مگر میں دیکھتا ہوں کہ صدہا ہندو ردّ کی نیت سے میری کتاب کو پڑھتے ہیں اور صدہا ہندوؤں کے خیالات پر اثر ہو گیا ہے اور بایں ہمہ اس عاجز کی تقریر میں وہ سختی نہیں جس سختی کو ہندوؤں نے ابتداء سے استعمال کیا ہے۔ اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہ طرز تحریر جس کے اختیار کرنے کے لئے حال تک میرا سینہ کھول دیا گیا تھا اگرچہ وہ کسی معترض کی نظر میں صحیح ہو یا غیر صحیح مگر یہ وہ شئے ہے جس پر میرا اجتہاد قائم کیا گیا اور اب میں نے جس قدر درشت الفاظ کو استعمال کیا اسی قدر کو کافی سمجھا ہے اور آئندہ میں نے قصد کیا ہے کہ ہر ایک بات حلم اور رفق سے بیان کی جائے اور اسی پر خدا تعالی نے میرے دل کو قائم کر دیا ہے۔ سو میں جانتا ہوں کہ اس میں بھی ایک حکمت تھی اور اس میں ایک حکمت ہے۔

اور جو آں مخدوم نے پہلے خط میں ذکر فرمایا تھا کہ پیش گوئی فرزند کو رسالہ میں درج کرنا مناسب نہیں، میں نے اب تک آپ کی خدمت میں اس وجہ سے اس کا جواب نہیں لکھا کہ خدا تعالی نے اس معاملہ میں میری رائے کو آپ کی رائے سے متفق نہیں کیا۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون مجھ کو منجانب اللہ اس بارے میں اعلان و اشاعت کا حکم ہے اور جیسا کہ میرے آقا محسن نے مجھے

ارشاد فرمایا ہے میں وہی کام کرنے کے لئے مجبور ہوں ۔ مجھے اس سے کچھ کام نہیں کہ دنیوی مصلحت کا کیا تقاضا ہے اور نہ مجھے دنیا کی عزت و ذلت سے کچھ سروکار ہے اور نہ اس کی کچھ پرواہ اور نہ اس کا کچھ اندیشہ ہے ۔ میں جانتا ہوں کہ جن باتوں کے شائع کرنیلئے میں مامور ہوں ہر چند یہ بدظنی سے بھرا ہوا زمانہ ان کو کیسی ہی تحقیر کی نگاہ سے دیکھے لیکن آنیوالا زمانہ اس سے بہت سا فائدہ اٹھائیگا ۔

بعض احباب مجھ پر یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اسراف کا خرچ ہے جو دو دو سو تین تین سو روپئے ماہواری کا ہو جاتا ہے اور اسی خرچ نے طبع کتاب میں دقتیں ڈالیں اور انبار کا انبار قرضہ کا سر پر ہو گیا ۔ اسکے جواب میں بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ یہ اعتراض سچ ہے مگر یہ مہمانداری محض للہ ہے اور اس میں بھی بارہا تواضع اور اکرام ضیف کیلئے حکم ہوا ہے نہ تخفیف مصارف کیلئے ۔ تین سال کے عرصہ میں شاید چالیس ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہونگے اور جہاں تک طاقت تھی حسب توفیق ان کی خدمت کی گئی ۔ سو بظاہر یہ نہایت درجہ کا اسراف معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ جل شانہ کو اپنے افعال میں مصالح ہیں اور میں اسی کے حکم اور امر کا پیرو ہوں اور کسی دوسری کمیٹی یا جماعت کی پیروی نہیں کر سکتا اور نہ وہ اس کاروبار میں کچھ دخل دے سکتے ہیں ۔ جس قدر میرے پر قرضہ اور حقوق عباد کے بار ڈالے گئے ہیں میں جانتا ہوں کہ میں اپنی قوت سے اس بار گراں سے سبکدوش نہیں ہو سکتا بلکہ الٰہی طاقت مجھے سبکدوش کرے گی اس فوق الطاقۃ کام میں کسی دوست کی کچھ پیش نہیں جا سکتی مگر وہ ایک ہے حقیقی دوست ہے جو ان غموں کے دور کرنے پر قادر ہے ۔ والسلام ۸ ستمبر ۱۸۸۷ء

{ مخدومی اخویم مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ اللہ تعالی ۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، عنایت نامہ پہنچا ۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میری نسبت سوءظن مسلمان بھائیوں کا کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں ہے ۔ میں ایسے مسلمانوں کی فسخ بیع پر راضی ہوں اور ان کا ظن کسی طور سے درست ہونے میں نہیں آتا ۔ یہ تو سچ بات ہے کہ مہمان نوازی کی نیت سے اور خود اپنی ذاتی ضروریات کی وجہ سے بہت کچھ روپئہ خرچ ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے لیکن یہ خیال کہ اکثر حصہ اس روپئہ کا وہی رقوم ہیں جو قیمت کتاب میں وصول ہوئیں، یہ ایک ضعیف خیال ہے جو حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتا ۔ واقعی حقیقت یہی ہے کہ جیسے مصارف زیادہ ہوتے گئے اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے ان کو انجام دیتا گیا ۔ غایت مافی الباب یہ کہ عندالضرورت قیمت کتابوں میں سے بھی کچھ قدر قلیل خرچ ہوتا رہا اور کچھ انہیں درمیانی کاروائیوں میں خرچ ہوا جو کتاب کے متعلق تھیں ۔ خیر سائلین و معترضین کچھ

سمجھیں اور کچھ خیال کرلیں لیکن مجھے خوب یقین حاصل ہے کہ خدا تعالی مجھے ایسی حالت میں موت نہیں دے گا کہ ان بدظنیوں کا میرے پر کوئی اعتراض اس قسم کا باقی رہ جائے کہ جو کچھ اصلیت رکھتا ہو الم تعلم انّ اللّٰه علی کل شیء قدیر

طفل نوزاد کی نسبت میں نے کسی اخبار میں یہ مضمون نہیں چھپوایا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کی تعریف ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہارات میں مندرج ہے، ہاں کئی دفعہ گمان ہوتا ہے کہ وہی ہے کیونکہ۔ ۱۔ یہی لڑکا تین کو چار کرنے والا ہوا۔ ۲۔ حضرت مسیح کے روز پیدائش میں ہوا۔ ۳۔ سنا گیا ہے کہ اسی ماہ میں ستارہ مسیح بھی یورپ میں دکھائی دیا جیسا کہ نور افشاں میں درج ہے۔ ۴۔ اس کے روز پیدائش میں بعد تولد یہ الہامات ہوئے انّا ار سلناہ شاھداً و مبشّراً کصیّب مّن السّماء فیه ظلمات وّ رعد وّ برق کلّ شیء تحت قد میه۔ سو میرے نزدیک اب تک یہ الہامات ذوالوجوہ ہیں و دیگر علامات بھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ والسلام ۱۶ ستمبر ۱۸۸۷ء

(مرزا صاحب نے کہا کہ میری موت نہیں آئے گی جب تک مالی معاملے میں ان پر سے بدگمانیاں وغیرہ ختم نہ ہو جائیں۔ دوسری طرف ان کی موت سے چند گھنٹے قبل کا قصہ ہے کہ خود ان کے اخص مریدان پر مالی بے ضابطگیوں کے الزام لگا رہے تھے۔ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری نے مرزا صاحب پر (مالی) اعتراضات کئے تو مرزا محمود احمد قادیانی نے خلیفہ حکیم نورالدین کو اپنے ایک خط میں لکھا:

. باقی آپ (نورالدین) سے میں (محمود) یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ابتلاء اگر حضرت (مرزا) صاحب زندہ رہتے تو ان کے عہد میں بھی آتا۔ کیونکہ یہ لوگ (خواجہ کمال الدین اور محمد علی لاہوری) اندر ہی اندر تیاری کر رہے تھے۔ چنانچہ نواب (محمد علی خان) صاحب نے بتایا کہ ان سے انہوں نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب سے حساب لیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اپنی وفات سے پہلے، جس دن وفات ہوئی اسی دن بیماری سے کچھ ہی پہلے، کہا کہ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں کہ میں قوم کا روپئہ کھا جاتا ہوں، ان کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا۔ ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ آج خواجہ صاحب مولوی محمد علی کا ایک خط لے کر آئے اور کہا کہ محمد علی (لاہوری) نے لکھا ہے کہ لنگر کا خرچ تو تھوڑا سا ہوتا ہے باقی ہزاروں روپئہ جو آتا ہے وہ کہاں جاتا ہے۔ اور گھر میں آکر آپ نے بہت غصہ ظاہر کیا اور کہا کہ کیا یہ لوگ ہم کو حرام خور سمجھتے ہیں۔ ان کو اس روپئہ سے کیا تعلق؟ اگر آج میں الگ ہو جاؤں تو سب آمدن بند ہو جائے۔

پھر خواجہ صاحب نے ایک ڈیپوٹیشن کے موقع پر جو عمارت مدرسہ کا چندہ لینے گیا تھا، مولوی محمد علی سے کہا کہ حضرت (مرزا) صاحب آپ تو خوب عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیں تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے خرچ

کو گھٹا کر بھی چندہ دو۔ جس کا جواب مولوی محمد علی نے یہ دیا کہ ہاں اس کا انکار تو نہیں ہو سکتا مگر بشریت ہے۔ کیا ضرور کہ ہم نبی کی بشریت کی پیروی کریں۔ حقیقت اختلاف۔ مصنفہ مولوی محمد علی۔ ص ۵۰ (منقول از ختم نبوت اور تحریک احمدیت۔ غلام احمد پرویز۔ ص ۱۴۳)

محمد علی لاہوری کی حقیقت اختلاف کا انگریزی ترجمہ دیکھنے کو ملا ہے اس میں یہ خط یوں بیان کیا گیا ہے:

I (Mahmud Ahmad) also wish to say that this tribulation, even though the Promised Messiah had been living, would have come unavoidably; for, these people had been making their preparations secretly, as stated by the Nawab sahib that they had said unto him: The time has now come that the Promised Messiah should be asked to render accounts. And the Promised Messiah, on the last day of his life, just a short while before his death occured, said: The Khawaja Sahib and Maulvi Muhammad Ali mistrust me and say that I misuse and misappropriate the funds of the Jamaat. This they should not have done, for the result thereof would not be good. He further added: Today the Khawaja Sahib came to me with a letter from Maulvi Muhammad Ali, and said: Maulvi Muhammad Ali writes that the expenditure of the free kitchen is not much, and what then becomes of all the money that is received. And when the promised Messiah returned home, he gave expression to his resentment, saying, These people suspect that I am dishonest and deceitful. What concern have they with this money? And of I were to cut off all connection and separate , all this income will automatically stop and cease. So when these people inflicted so much pain on the promised messiah when he had only twelve hours more to live on this earth, it was but necessary that their passion should flare up and get inflamed in your time; for in the presence of the promised messiah they spoke rather timidly, fearing that he would kick them out there and then.

Futher more, the Khawaja sahib, when a deputation waited on him, asking for subscription for the construction of the school building, said to Maulvi Muhammad Ali: Himself the promised messiah lives in ease and comfort, but unto us he imparts the sermons that we should cut short and curtail our expenses, and come to his aid and contribute. Alnd Mualvi Muhammad Ali said in

reply : Yes, there can be no denying this fact. But it is human nature, and it is not necessary that we should follow a prophet's human weakness. My intention in writing down these things, was to tell you that this daring and defiance of theirs, is not a matter which began today, but it has been simmering and seething ever since the time of the promised messiah. The funds of the free kitchen he used to keep with him. But that too, you have gived into their hands so that they have now become bold enough to try to seize and grab all things. And for their righteousness and fear of God, their bills and the budgets speak clearly whereon they have been raising a hue and cry that they work daily all by themselves."

(Muhammad Ali says) The whole of this statement which had been cooked up in order to set up Hazrat Maulvi Noor-ud-din against us, is a black lie, in the speaking of which Mian Mahmood Ahmad has made an attack not only on us but also on the promised messiah who, according to the Mian sahib, used to say something else in public fearing, but when he went inside, he would whisper in the ears of Mian Mahmud Ahmad that Maulvi Muhammad Ali and Khawaja Kamal Din were hypocrites who wanted to snatch money from his hands, and called him dishonest and corrupt. Why did he not tell this thing to Maulvi Noor al Din or Maulvi Muhammad Ahsan, or any one else, or even to us directly or by means of a poster or pamphlet? Up to his last illness the pen wan in his hand and he had been writing paigham-i- sulah,. In brief, when outside the house, he heard objections levelled against himself, he quietly went in and related his tale of woe to Mian Mahmud Ahmad who was only eighteen years old then, saying that we people called him dishonest and currupt. again, the ascription of such words to the promised messiah as, "If I were to cut off all connection and separate, all this income will automatically stop and ceae," is to suggest that the purpose of the promised messiah's advent was the achievement of some monatry gains. "If I were to cut off all connection and separate" can a man raised by the Most High God for the execution of a particular mission, utter these words; can even such a thought cross his mind, on a follower's objection, that he may, renouncing his claim, sit aside and separate? It

cannot, however, be denied that in concoction of this story, the Mian Sahib has displayed a shrewed adroitness, that the event took place only twelve hours before the Promised Messiah's death, so that it cannot be subjected to any enquiry or rxamination. (The Facts about the Split , Muhammad Ali, Tran. Mirza Mas'd Beg . Ahmadia Anjuman Ishat Aslam, 1966. pp. 21-24)

{ مخدومی مکرمی اخویم مولوی محمد حسین السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آج ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء کو آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ واضح رہے کہ اس عاجز کے قلم سے کوئی کلمہ رنج یا خفگی کا آپ کی نسبت نہیں نکلا۔ بلکہ میں ممنون ہوں کہ آپ بغیر اس کے کہ اصل حال سے واقف ہوتے میرے خیر خواہوں اور خیر اندیشوں اور نیک خیالوں میں رہے۔ سو میرے لئے آپ کا شکر کرنے کے لئے یہی کافی ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ میں سچی محبت رہی ہے اور میرا دل شہادت دیتا ہے کہ فقط ایک سچی محبت کے جوش سے آپ قلم و زبان سے میری کاروائیوں کی نصرت میں لگے رہے ہیں، سو رنج اور خفگی کا کوئی محل نہیں۔ تا میں نے آپ پر ایک واقعی حال اظہار کیا پھر وہ سب واقعی عذرات آپ کی نظر میں مکتفی نہ ہوئے تو بقول شخصے کہ طاقت بمہماں داشت خانہ مہماں گذاشت۔ چند الفاظ مؤدبانہ ترک نزاع کے لئے میں نے استعمال کئے شائد انہیں الفاظ کو آپ نے کلمہ رنج و خفگی سمجھا ہوگا۔ مگر حاشا و کلا میرا وہ منشاء نہیں ہے جو آپ نے سمجھا۔ میں پھر بادب آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آئندہ اخراجات کی کمی اور تخفیف کی فکر میں، میں آپ ہی ہوں، مگر گزشتہ تدارک میرے حد امکان سے باہر ہے۔ اس قصور کا خود معترف ہوں کہ جو کچھ کتاب کی قیمت میں آیا وہ خرچ ہوتا رہا ہے (گزشتہ خط میں کہا کہ اسکا کچھ حصہ خرچ ہوتا رہا ہے؟ بہاء) مگر یہ بات کہ خدا تعالی کے نزدیک میرے وہ مصارف کس رنگ میں ہیں اور نکتہ چینوں کی نظر میں کس رنگ میں، اس میں بحث نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ گذری ہوئی بات کو طول دینا کچھ فائدہ نہیں اور میری ناقص رائے میں آپ کا اس فکر میں پڑنا لا یلزم ہے۔ آں مخدوم سے شرعی یا عرفی طور پر کچھ مواخذہ یا مطالبہ نہیں و لا تزر وازرۃ وزر اخری۔ میں نے سرمہ چشم آریہ کے پہلے صفحہ پر ہی اشتہار دے دیا ہے کہ جو شخص خرید کتاب پر ناراض ہو وہ فسخ بیع کر سکتا ہے۔ ایسے خطوط جب پہنچیں گے تو میں کوشش کرونگا کہ جلد تر کتابیں واپس لی جائیں اور انکا روپیہ مسترد کیا جائے۔ سو وہ اشتہار اطلاع عام کے لئے کافی ہے۔ میں آپ پر مکرر ظاہر کرتا ہوں کہ میں آپ پر ہرگز ناراض نہیں ہوں لیکن اگر آپ

خواہ نخواہ بات کو طول دیں تو میری طرف سے ناراض ہونا بے محل بھی نہیں ۔ میں بشر ہوں اور بشریت کی صفات ولوازم سے نبی بھی الگ نہیں ہو سکتے جو شخص ان کے دل کو خوش کرے اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور جو شخص ان کے دل کو خواہ نخواہ آزار پہنچائے اس سے وہ خوش نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ بشر ہیں ۔آپ کے سامنے قرآن وحدیث سے اس کے نظائر پیش کرنا حاجت نہیں ۔

اور پھر آپ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ گویا مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ وہ لڑکا بہت قریب ہونے والا ہے ۔آپ میرے اشتہار ۸ ۔اپریل ۱۸۸۵ء کو دیکھ لیں اس میں ،وہ، کا لفظ نہیں بلکہ ،ایک ، کا لفظ ہے اور یہ آپ کا قول کہ : ایسی پیش گوئیوں سے بجائے نفع اسلام کو کمال نقصان پہنچے گا ۔، میری دانست میں یہ کہنا اسکا حق ہے کہ ان پیش گوئیوں کا مقابلہ کر کے دکھلاوے ۔ میرے رسالہ سراج منیر اور اس کی تمام پیشگوئیوں کی بناء اسی پر ہے کہ اگر کوئی مخالف کسی پیشگوئی کا انکار کرے تو ایسی پیشگوئی پیش کرے ۔آپ فرماتے ہیں کہ : سراج منیر میں اسی طور کی پیش گوئیاں ہیں تو میری رائے ہے کہ سراج منیر کا طبع کرانا موقوف رکھا جائے کیونکہ ایسی کتاب سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا ۔، اسکے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک سراج منیر میں اسی طرح کی پیشگوئیاں ہیں بلکہ سب سے بڑھ کر یہی پیشگوئی ہے ، مگر دوسرا فقرہ آپ کا : ایسی پیشگوئیوں سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا ، فراست پر مبنی نہیں ہے ۔اور آپ کا یہ قول کہ :

مجھے صرف یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کا زیادہ ہتک نہ ہو اور ان کا مال ناحق برباد نہ ہو ،۔

آپ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹا پیدا ہونے سے مسلمانوں کا کسی قدر ہتک ہو گیا اور آئندہ سراج منیر کے چھپنے سے اس سے زیادہ ہوگا ۔سو میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئیوں کا سچائی سے ظہور میں آجانا مسلمانوں کے لئے موجب ہتک ہے تو جس قدر یہ ہتک ہو اتنا ہی تھوڑا ہے ۔ ۲۷ جولائی ۱۸۸۶ء کو آریوں نے ایک اشتہار دیا تھا کہ ہمیں اپنے پرمیشر کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ ہرگز بیٹا پیدا نہیں ہوگا ۔ ابد تک نہیں ہوگا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندو منجم نے ان کی اطمینان کی ہوگی اور یہ اشتہار پنجاب اور ہندوستان میں شائع کئے گئے تھے ۔اب آپ سوچ کر دیکھیں کہ برطبق اشتہار ۸ ۔اپریل ۱۸۸۶ء بیٹا پیدا ہوجانا جو مصدقہ پیشگوئی ہے ، یہ موجب ہتک وندامت آریوں اور دیگر مخالفوں کا ہوا یا مسلمانوں کا اس سے ہتک ہوگیا ۔انجیل میں حضرت مسیح کی پیش گوئیاں آپ نے نہیں دیکھیں کہ بھونچال آویں گے ، کال پڑیں گے ، وبا پھیلے گی ،لڑائیاں ہوویں گی ۔ نہ کسی وقت کا پتہ نہ کسی مکان کا نشان ۔مگر اس وقت کے سچے عیسائیوں کا اس سے کچھ ہتک نہ ہوا ۔آپ کو یاد

رہے کہ مخالفین خود ملزم ہیں کیونکہ وہ مقابلہ نہیں کر سکتے ۔ ہر ایک چیز کا اندازہ قیمت مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے ۔ والسلام ۔ خاکسار غلام احمد، ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء ۔

} مخدومی مکرمی مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ اللہ تعالی ۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے کسی حرف سے اتفاق نہیں کر سکتا جیسا کہ بظاہر سمجھا جاتا ہے آپ بھی میری رائے سے اتفاق نہیں کر سکتے تو پھر میری دانست میں خط و کتابت کی بات تو خاتمہ کو پہنچی ۔ اب میری طرف سے تو یہ تحریر وداعی اور آخری خط ہی سمجھیں ۔ اور آپ کو اختیار ہے کہ جس رائے پر آپ قائم ہیں اس کو اپنی طاقت قلمی سے بخوبی ظاہر کریں ۔ میں بجز اس زمانہ اور وقت کے کہ حضرت مقلب القلوب اور ہادی مطلق آپ کو آپ کے اس قول سے رجوع دلا کر میری رائے سے متفق کرے، آئندہ کوئی خط آپ کی طرف لکھنا نہیں چاہتا اور نہ اپنے اختیار اور مرضی سے بغیر کسی امر جدید پیش آنے کے، جس کا اب مجھے علم نہیں، لکھونگا۔ ہاں، آپ کے اس خط کی نسبت جس کو میں نے عزت کے ساتھ اپنے صندوق میں رکھ لیا ہے اگر مناسب سمجھا سراج منیر یا کسی دوسرے رسالہ میں بغرض ازالہ وساوس کچھ لکھونگا اور وہ بھی اس حالت میں کہ آپ کا یہ خط یا ایسا ہی کوئی اور مضمون آپکے رسالہ یا کسی اور پرچہ میں شائع ہو جائے یا زبانی طور پر مختلف فرقوں میں شیوع پا جائے ۔ سو مناسب ہے کہ اب آپ بھی میری طرف خطوط بھیجنے سے مستریح رہیں اور بذریعہ تحریرات مطبوعہ اپنے بخارات نکالیں ۔ خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۔ ۵ ۔ اکتوبر ۱۸۸۷ء

(الحکم ۷ افروری ۱۹۰۴ء ص ۷)۔ (مکتوبات احمد جلد ا۔ ص ۳۰۳۔ ۳۱۰)

مرزا صاحب کے منقولہ بالا خطوط کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا بٹالوی نے درج ذیل معاملات میں مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے ان پر تنقید فرمائی ہے:

ا۔ اسراف ۔ ۲ ۔ مسلمانوں سے براہین احمدیہ کیلئے حاصل کردہ چندے اور پیشگی رقوم کا ذاتی مصارف میں خرچ ۔ ۳ ۔ ایسی پیش گوئیاں شائع کرنا جن سے مسلمانوں کی ہتک ہوتی ہے، اور پیش گوئیاں شائع نہ کرنے کا مشورہ۔ ۴۔ کتابوں میں مخالفین کے بارے میں سخت زبان کا استعمال ۔

جواب میں مرزا صاحب نے ۴۰ ہزار مہمان آنیکی بابت کی ہے (جو مبالغہ آرائی ہے)۔ مخالفین کے بارے میں سخت زبان استعمال کرنے کا پہلے تو دفاع کیا ہے اور پھر تسلیم کیا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں کرونگا (لیکن پھر بھی باز نہیں آئے)۔ براہین وغیرہ کی قیمت میں آنے والی رقوم کے بارے میں اقرار کیا ہے کہ واقعتاً انہوں نے دیگر مدات میں انہیں استعمال کیا ہے۔ پیشگوئیاں شائع کرنے

کا دفاع کیا کیونکہ یہ ان کی شہرت کا سبب بن رہی تھیں ۔ تاہم مولانا بٹالوی کے دلائل سے لاجواب ہو کر کہا ہے کہ آئندہ مجھے کوئی خط نہ لکھیں ۔

☆ ۱۸۸۹ء کا ایک مکتوب

مرزا قادیانی اپنے حواری حکیم نورالدین کو لکھتے ہیں :

اس عاجز کا دماغ بہت ضعیف ہو گیا ہے ۔ کوئی محنت کا کام نہیں کر سکتا ۔ ایک خط کا لکھنا مشکل ہے ۔ اللہ جل شانہ غائب سے قوت عطا فرمائے ۔ مولوی محمد حسین بہت دور جا پڑے ہیں .... مولوی محمد حسین ایک مقام اور رائے پر ٹھہر گئے ہیں اور وہ مقام اور رائے انہیں پسند آ گیا ہے ۔ لیکن میں سچ کہتا ہوں اگر اس پر ان کی موت ہو، تو اس طبقہ میں جانا پڑے گا جس میں محجوبین جایا کرتے ہیں ۔ خدا تعالی صدق اور صادقین کی طلب ان میں پیدا کرے اور زنگ موجودہ سے انہیں نجات دے ورنہ ان کی حالت خطرناک ہے .... خاکسار غلام احمد ۔ ۷ دسمبر ۱۸۸۹ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ ۔ ص ۷۴ ۔ ۷۵)

☆ ۱۸۹۰ء کا ایک مکتوب

مرزا قادیانی اپنے حواری حکیم نورالدین کو لکھتے ہیں :

مولوی محمد حسین نے پختہ ارادہ مخالفانہ تحریر کا کر لیا ہے اور اس عاجز کے ضال ہونے کی نسبت زبانی طور پر اشاعت کر رہے ہیں ۔ مرزا خدا بخش جو محمد علی خان صاحب کے ساتھ آئے ہیں ذکر کرتے ہیں کہ میں نے بھی ان کی زبانی ضال کا لفظ سنا ہے ۔ کل بمشورہ مرزا خدا بخش و محمد علی خان صاحب ان کی طرف خط لکھا ہے کہ پہلے ملاقات کر کے اپنے شکوک پیش کرو ۔ معلوم نہیں کیا جواب دیں ۔ میں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر آپ نہ آ سکیں تو میں خود آ سکتا ہوں ۔ مگر ان کے اس فقرہ سے سب کو تعجب آیا کہ میں عقلی طور پر مسیح کا آسمان سے اترنا ثابت کر دونگا ۔ غزنوی صاحبوں کا جوش اس قدر ہے کہ ناگفتہ بہ ۔ ایک صاحب محی الدین نام لکھو کے میں ہیں انہوں نے اس بارے میں اپنے الہامات لکھے ہیں اور اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ کا نمونہ دکھایا ۔ درحقیقت ان الہاموں سے اپنی پردہ دری کی ہے ۔ ان کے یعنی محی الدین اور عبدالحق کے الہامات کا یہی خلاصہ ہے کہ یہ شخص ضال ہے، جہنمی ہے ۔ اور میں نے سنا ہے کہ ان لوگوں نے کچھ دبی زبان سے کافر کہنا شروع کر دیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالی ایک بڑے امر کو ظاہر کرنا چاہتا ہے ۔ ایک شخص محمد

علی نام شائد گوجرانوالہ کا رہنے والا ہے، مولوی تو نہیں مگر خوش الحان واعظ ہے۔ اس نے سنا ہے کہ بٹالہ میں بڑی بدزبانی شروع کی ہے۔ مولوی محمد حسین بدزبانی تو نہیں کرتے مگر ضال کہتے ہیں۔ اور تعجب یہ کہ بعض لوگ کافر کہتے ہیں وہ اپنے خط میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بھی لکھ دیتے ہیں حالانکہ کفار کو ایسے لفظ لکھنے نہیں چاہییں ... والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۵ جولائی ۱۸۹۰ء۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ ص ۷۵)۔

☆ فروری ۱۸۹۱ء کے تین مکتوب بنام حکیم نورالدین

} مخدومی مکرمی اخویم السلام علیکم: آنمخدوم کے دو ورقہ کا انتظار ہے تا رسالہ ازالہ اوہام کا خاتمہ طبع ہو کر شائع کیا جائے۔ امرت سر کے غزنوی مولوی صاحبوں نے سنا گیا ہے کہ بہت شور کیا ہے۔ یہ بھی خبر سنی ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے مولوی محمد صاحب کے جو صاحبزادہ ہیں انہوں نے کچھ اپنے الہامات لکھ کر بجواب خط اخویم عبدالواحد صاحب جموں روانہ کئے ہیں۔ حامد علی ان الہامات کو سن آیا ہے مگر وہ اس کو یاد نہیں رہے۔ ایسے الفاظ ان میں ہیں کہ ضلّوا و اضلّوا۔ اگر عبدالواحد (غزنوی) صاحب نے آنمخدوم کو ان سے اطلاع دی ہو تو مطلع فرماویں۔

خاکسار غلام احمد ۱۲ فروری ۱۸۹۱ء (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۲ ص ۹۲۔۹۳)

} مخدومی مکرمی اخویم۔ السلام علیکم ... کل آپ کی خدمت میں مولوی عبدالجبار صاحب اور میاں عبدالحق صاحب کے خط روانہ کر چکا ہوں۔ اور مجھے اس بات سے بہت خوشی ہے جس کا میں شکر ادا نہیں کر سکتا کہ مولی کریم اور میرا آقا و محسن عز اسمہ جل شانہ مجھے فتح ونصرت کی بشارت دیتا ہے اور ان لوگوں کے فیصلہ کے لئے مجھے ایک راہ بتاتا ہے جنہوں نے الہامات کا ادعا کر کے اس عاجز کو ضال ملحد اور جہنمی قرار دیا ہے اور جرأت کر کے اس مضمون کو شائع بھی کر دیا... جہنمی اور ضال کے لفظ میں سب قسم کے عیب بھرے ہوئے ہیں۔.. والسلام خاکسار مرزا غلام احمد ۱۶ فروری ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمدیہ جلد ششم۔ اشوک پریس حیدرآباد دکن۔ ص ۱۱۰۔۱۱۱)

} محبی مخدومی اخویم السلام علیکم؛ آج مولوی محمد حسین صاحب نے صاف طور پر مخالفانہ خط بھیج دیا ہے جو آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں.... میرے نزدیک وہ نالائق جوش دکھلائیں

گے انہیں بہت کچھ اپنی علمیت پر ناز ہے مگر میں آپ کے لئے دعا کرونگا اور آپ کو اس کے ردّ کے لئے تکلیف دونگا۔..خاکسار غلام احمد ۱۹ فروری ۱۸۹۱ء (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۲۔ص ۹۳۔۹۴)

☆ ۱۸۹۱ء کے دو خط اور ازالہ اوہام میں قادیانی بیان

مرزا غلام احمد کے دعویٰ مسیحیت کے منظر عام پر آنے سے پہلے، جب کہ بات نجی محفلوں کی حد تک محدود تھی، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نے قادیانی کے کافر ہونے کا اعلان کر دیا تھا جس کا ذکر خود قادیانی کے اس خط میں ملتا ہے جو اس نے مولانا بٹالوی کو فروری ۱۸۹۱ء میں لکھا تھا۔ (دیکھئے حصہ چہارم کتاب ہذا)۔ نیز ازالہ اوہام کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے:

> آج میں اس الہام کے معنی سمجھا جو اس سے کئی سال پہلے براہین میں درج ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ و جاعل الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی یہ مولوی صاحبان عبدالرحمٰن (لکھوی) وعبدالحق (غزنوی) تو مجھے اس وقت قطعی دوزخی بناتے ہیں لیکن ان کے بیان سے دس سال پہلے خدا تعالی مجھے جنتی ہونے کا وعدہ دے چکا ہے....
>
> چونکہ وہ (خدا) جانتا تھا کہ چند سال کے بعد میاں عبدالحق اور میاں عبدالرحمٰن اسی طرح اس عاجز (مرزا) کو لعنتی ٹھہرائیں گے جس طرح یہودیوں نے حضرت مسیح کو ٹھہرایا تھا اسلئے اس نے پیش از وقوع اس پیش گوئی (یاعیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ) کو براہین میں درج کرا کر سارے جہان میں مشہور کر دیا (ازالہ اوہام ص ۳۹۰)

مولانا عبدالحق غزنوی کا مرزا صاحب کے دعاوی کی عام اشاعت سے پہلے انہیں کافر ملحد قرار دینا مرزا صاحب نے اس خط سے بھی ظاہر ہے جو انہوں نے مولانا بٹالویؒ کو فروری ۱۸۹۱ء میں لکھا تھا اور ہماری اس کتاب کے حصہ چہارم میں منقول ہے۔

اور مولانا عبدالجبار غزنوی کی جانب سے مخالفت کے بارے میں مرزا صاحب اپنے حواری حکیم نورالدین کو ایک خط میں لکھتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ میرے رسالہ کے دیکھنے سے مولوی عبدالجبار صاحب بہت برافروختہ ہوئے۔ خدا تعالی ان کو حقیقت کی طرف رہنمائی کرے۔ خاکسار غلام احمد ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء۔ (مکتوبات احمدیہ۔جلد ۵۔نمبر ۲)

مباحثہ علی گڑھ

۱۸۸۹ء میں مرزا غلام احمد قادیانی، علی گڑھ گئے۔ چونکہ اس وقت ان کی شہرت ایک مناظر اسلام اور اسلامی مصنف کی تھی، مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی اور چند دیگر اصحاب نے آپ کو مسجد میں وعظ کرنے کی درخواست کی، مرزا صاحب نے یہ دعوت قبول فرمالی لیکن بعد ازاں مجلس وعظ میں تشریف لے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر وہاں اہل اسلام کو بڑی خفت کا سامنا کرنا پڑا اور مولوی محمد اسماعیل وغیرہ نے اس پر مرزا صاحب کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس واقعہ کو مرزا صاحب نے یوں بیان کیا ہے:

ایک دفعہ مجھے علی گڑھ جانے کا اتفاق ہوا....(مولوی اسماعیل نے) غایت درجہ کی بدگمانی کر کے دروغ گوئی پر حمل کیا۔ چنانچہ ان کی ساری وہ تقریر جس کو ایک جمال الدین نام ان کے دوست نے ان کی اجازت سے تحریر کر کے لوگوں میں پھیلایا، ذیل میں معہ اس کے جواب کے لکھتا ہوں ...

{اسماعیل۔ مجھے فقرات الہام پر غور کرنے سے ہرگز یقین نہیں آتا کہ وہ الہام ہیں۔

}قادیانی۔ ان لوگوں کو بھی یقین نہیں آیا تھا جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَذَّبوا بآ یاتنا کذّاباً (النباء۔ ۲۹)

فرعون کو یقین نہ آیا، یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں کو یقین نہ آیا، ابوجہل اور ابولہب کو یقین نہ آیا۔ مگر ان کو آیا جو دل کے غریب اور نفس کے پاک تھے

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

{اسماعیل: مدعی ہونا کرامات کے خلاف ہے اور یہ کہنا کہ جسکو انکار ہو آ کر دیکھے، یہ دعاوی باطلہ ہیں

}قادیانی: یہ باتیں انسان کی طرف سے نہیں بلکہ اسکی طرف سے ہیں جس کو ہر ایک دعویٰ پہنچتا ہے پھر کون حق پرست ان کو باطل کہہ سکتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ادعا کسی فوق القدرت بات کا کوئی نبی نہیں کرسکتا۔ مگر کیا ایسا ادعا بتوسط کسی نبی یا رسول یا محدث کے خدا کی طرف سے بھی جائز نہیں؟

{اسماعیل: میں ملاقات کرنے سے بالکل بے عقیدہ ہو گیا ہوں ۔ میری رائے میں جو موحدان سے ملاقات کرے ان کا معتقد نہ رہیگا۔ نماز ان کی اخیر وقت ہوتی ہے جماعت کے پابند نہیں۔

}قادیانی: مولوی صاحب کی بے عقیدگی کی تو مجھے پرواہ نہیں ... ظاہر ہے کہ یہ عاجز چند روز تک مسافرانہ طور پر علی گڈھ شہر میں ٹھہرا تھا اور جو کچھ مسافروں کیلئے شریعت اسلام نے رخصتیں عطا کی ہیں، ان سے دائمی طور پر انحراف کرنا ایک الحاد کا طریق قرار دیا ہے۔ ان سب امور کی رعایت میرے لئے ایک ضروری امر تھا۔ سو میں نے وہی کیا، جو کرنا چاہیے تھا۔ اور میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ میں نے اس چند روزہ اقامت کی حالت میں بعض دفعہ مسنون طور پر دو نمازوں کو جمع کر لیا ہے اور کبھی ظہر کے اخیر وقت پر ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو اکٹھی کر کے پڑھا ہے مگر حضرات موحدین تو کبھی کبھی گھر میں بھی نمازوں کو جمع کر کے پڑھ لیتے ہیں اور بلا سفر و مطر پر عمل درآمد رہتا ہے۔ میں اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ میں نے ان چند دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے کا بکلی التزام نہیں کیا۔ مگر باوجود اپنی علالت طبع اور سفر کی حالت کے بکلی ترک بھی نہیں کیا۔ چنانچہ مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ ان کے پیچھے بھی جمعہ کی نماز پڑھی تھی جس کے ادا ہو جانے کا اب مجھے شک پڑ گیا ہے۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ میں ہمیشہ اپنے سفر کے دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے سے کراہت ہی کرتا ہوں۔ مگر معاذ اللہ اس کی وجہ کسل یا استخفاف احکام الٰہی نہیں، بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ہمارے ملک کی اکثر مساجد کا حال نہایت ابتر اور قابل افسوس ہو رہا ہے اگر ان مسجدوں میں جا کر آپ امامت کا ارادہ کیا جائے تو وہ جو امامت کا منصب رکھتے ہیں از بس ناراض اور نیلے پیلے ہو جاتے ہیں اور اگر ان کا اقتداء کیا جائے تو نماز کے ادا ہو جانے میں مجھے شبہ ہے کیونکہ علانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے امامت کا ایک پیشہ اختیار کر رکھا ہے اور وہ پانچ وقت جا کر نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک دکان ہے کہ ان وقتوں میں جا کر کھولتے ہیں اور اسی دکان پر ان کا اور ان کے عیال کا گذارا ہے.. پس یہ امامت نہیں، یہ حرام خوری کا ایک مکروہ طریقہ ہے۔ کیا آپ بھی ایسے نفسانی پیچ میں پھنسے ہوئے نہیں، پھر کیونکر کوئی شخص دیکھ بھال کر اپنا ایمان ضائع کرے۔ مساجد میں منافقین کا جمع ہونا احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کے حالات میں بیان کیا گیا ہے، وہ پیشگوئی انہیں ملّا صاحبوں کے متعلق ہے جو محراب میں کھڑے ہو کر زبان سے قرآن شریف پڑھتے اور دل میں روٹیاں گنتے ہیں۔ اور میں نہیں جانتا کہ ظہر اور عصر یا مغرب اور عشاء کو سفر کی حالت میں جمع کرنا کب سے منع ہو گیا اور کس نے تاخیر کی حرمت کا فتویٰ دیا۔ (فتح اسلام۔ص ۱۷۔ ۲۶ حاشیہ)

اس واقعہ کی روایت مولانا عبداللہ شاہجہان پوری نے یوں فرمائی ہے:

مرزا صاحب علی گڈھ آئے تو مولوی اسماعیل صاحب بھی خبر پا کر فوراً مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عجیب شوق و ذوق کے ساتھ مرزا صاحب سے ملاقات کی۔ مگر مولوی صاحب کی ادراک صحیح نے ہر چند مرزا صاحب کی زیارت میں مضمون اذا رأوا ذکر اللّٰہ کو تلاش کیا مگر ہرگز اس کا نشان نہ پایا۔ زبان فیض ترجمان کو بھی افادہ فیوض ربانی میں قاصر پایا۔ تو مجبور ہو کر مولوی صاحب نے مرزا صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی رونق افروزی اس دیار میں گویا نعمت غیر مترقبہ ہے، ہم لوگ چاہتے ہیں کہ کچھ آپ کے افادات سے مستفید ہوں، آپ کسی عام جلسہ میں کچھ مطالب توحید کچھ اسرار رسالت بیان فرماویں۔ مرزا صاحب نے اس کو قبول فرمایا اور قریب تھا کہ اس کی بابت منادی عام کی جائے کہ اسی اثنا میں مرزا صاحب کا عنایت نامہ مولوی صاحب کے پاس آیا۔ مرزا صاحب نے اس میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ مجھے آج صبح کی نماز میں میرے خدا نے منع کیا ہے کہ میں کچھ بیان کروں، مجھ کو اشارہ بمنع کا ہوا ہے۔ اس وقت مولوی صاحب اور تمام مشتاقان فیض و استفادہ کو نہایت صدمہ ہوا۔ اس عرصہ میں جوق جوق مردمان شہر مرزا صاحب کی خدمت میں حصول برکات کے واسطے حاضر ہوئے۔ مگر جو آیا اس نے کہا کہ مرزا صاحب نے اہل بدعت سے ان کے حسب تمنا گفتگو کی اور دوسرے جلسہ میں اہل سنت سے ان کی مرضی کے موافق باتیں کیں، تیسرے جلسہ میں اہل تشیع کو راضی رکھا، چوتھے جلسہ میں کچھ اور ہی فرمایا۔ مولوی صاحب نے اس کو بھی سکوت سے ٹال دیا۔ اس کے بعد یہ مرحلہ پیش آیا کہ مولوی صاحب نے مرزا صاحب کی دعوت کی اور جلسہ دعوت میں مرزا صاحب کے انگریزی الہامات کا کچھ ذکر آ گیا۔ مولوی صاحب نے مرزا صاحب سے عرض کیا:

الہام کو بحق ملہم اس وجہ سے حجت سمجھا جاتا ہے کہ ملہم واسطہ کا محتاج نہیں ہوتا اور جب ایسی زبان میں الہام ہو جس کو ملہم نہ جانتا ہو تو لامحالہ ایسی زبان سے مراد الٰہی کے سمجھنے میں ملہم بھی محتاج واسطہ کا ہوگا۔ اس تقدیر پر ملہم اور غیر ملہم دونوں کے حق میں یہ الہام بنظر احتیاج الی الواسطہ برابر ہو جائے گا۔ اور احتیاج واسطہ میں یہ مشکل محتمل ہے کہ بعض اوقات اگر واسطہ غیر معتبر ہو، یا مخالف معاند ہو اور الہام کی مراد بالکل خلاف منشاء ربانی سمجھا وے تو اس صورت میں بجائے ہدایت کے یہ الہام اسباب ضلالت میں سے ہو جاویگا۔ پس اول تو پہلے ہی یہ اطمینان نہیں کہ الہام ربانی

اور وسوسہ شیطانی میں آسانی سے فرق ممکن ہو، اور جب یہ احتمال پیش آ گیا اور ملہم خود ہی مراد الٰہی سمجھنے میں معذور ہو گیا تو بالکل ہی یہ الہامات بے کار ہو گئے۔

یہ خلاصہ اس بات کا ہے جو مرزا صاحب سے جلسہ دعوت میں ہوئی۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے غالباً حالت سکر میں یہ فرمایا کہ بعض عوام الناس کو خواب میں دوسری زبان کی دعائیں تلقین کی جاتی ہیں جس کے معنی وہ نہیں جانتے۔ مولوی صاحب اس جواب سے اور بھی متحیر ہوئے اور اسی پر کلام ختم کیا۔ اور یہ سمجھا کہ یہ جواب بھی کچھ کم الہام سے نہیں ہے۔

اس کے بعد روز جمعہ واقعہ ہوا۔ مولوی صاحب نے مرزا صاحب سے تواضع امامت کی نہیں کی۔ اس کے سبب سے مرزا صاحب کو سخت پیچ و تاب ہوا اور غالباً اسی غیظ و غضب میں مرزا صاحب نے نماز ادا فرمائی جو در حقیقت ادا نہیں ہوئی اور جس کو مرزا صاحب نے خود بھی لکھا ہے کہ ہماری نماز نہیں ہوئی، جسکا اصلی منشا یہ تھا جو بیان کیا گیا۔

نماز کے بعد مرزا صاحب مولوی اسماعیل صاحب کے مکان پر آئے۔ اس وقت اتفاق سے اسی جلسہ میں کنور محمد عبد العلی خاں صاحب رئیس چھتاری بھی موجود تھے۔ مرزا صاحب سے ان کی ملاقات کرائی گئی مگر اس وقت انکو دیکھ کر مرزا صاحب کا تغیر احوال قابل دید تھا، نہ قابل شنید۔ مرزا صاحب فوراً پریشان ہو کر مولوی اسماعیل صاحب کو علیحدہ لے گئے اور مضطربانہ فرمایا کہ ان کو مجھ سے بیعت کرادو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ خود درخواست کرنا اور اس عجلت کے ساتھ، کچھ مناسب نہیں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ خود مرید ہو جاویں گے۔ مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو حارج مطالب سمجھا اور رخصت ہو گئے۔

مولوی صاحب دوسرے روز کنور محمد عبد العلی خان کو ہمراہ لے کر مرزا صاحب کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئے کہ اس وقت مرزا صاحب سے سرسری ملاقات ہوئی تھی، اب ملاقات خاص میں کچھ بات چیت تفصیلی ہوگی۔ مگر مرزا صاحب پھر فوراً رئیس مذکور کو علیحدہ مکان میں لے گئے اور مولویصاحب سے مخفی ان سے کہا کہ تم کو خدا کا حکم ہے کہ مجھ سے بیعت ہو جاؤ۔ رئیس مذکور نے اس وقت بہ لطائف الحیل اس کو ٹال دیا اور مرزا صاحب اور رئیس مذکور دونوں باہر آئے۔ مولوی صاحب نے مرزا صاحب کے چہرہ مبارک پر کچھ آثار تشتت اور رئیس مذکور کے چہرہ پر کچھ آثار تبسم تکذیب آمیز پائے۔ رئیس مذکور نے علیحدہ ہو کر مولوی صاحب سے خفت آمیز ہنسی کے ساتھ کہا کہ مرزا صاحب بیعت ہو جانے کو فرماتے تھے۔ مولوی صاحب کو نہایت ندامت اس وجہ سے ہوئی

کہ اہل اللہ کی خفت اسلام کی تفضیح ہے۔

پھر اس کے بعد مولوی صاحب مرزا صاحب سے نہیں ملے اور وقت رخصت جو چندہ پچاس چالیس روپئے کا مرزا صاحب کے واسطے مسلمانوں سے مولوی تفضّل حسین صاحب نے کیا مولوی صاحب شریک نہ ہوئے۔

اور سنئیے، سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا۔ یعنی ڈاکٹر جمال الدین وارد شہر علی گڈھ ہوئے اور مولوی اسماعیل سے ملاقات کی اور مرزا صاحب کے حالات دریافت کئے۔ مولوی صاحب نے جو کچھ دیکھا بمقتضائے الدّین نصیحة کے صاف صاف کہہ دیا اور جو سستی نماز اور اتباع سنت میں مشاہدہ کی تھی، اس کا ذکر کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مرزا صاحب جلسہ میں لوگوں کی طرف متوجہ تھے اور عصر کی نماز فوت ہوا چاہتی تھی کہ ان کے خادم نے کہا نماز پڑھ لیجئے وقت جاتا ہے۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ کیا ابھی نماز نہیں پڑھی؟ اس نے کہا نہیں پڑھی۔ تو مرزا صاحب نے اٹھ کر بہت تنگ وقت میں نماز ادا کی جو نمونہ نقرۃ الغراب تھی۔ کیا یہ بھی رخصت سفر میں داخل تھا؟ غرض کہ یہ سب باتیں مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے بیان کر دیں۔

اور مرزا صاحب کے الہامات کا حال مولوی صاحب سے ایک ثقہ شخص مولوی سید احمد عرب نے بیان کیا تھا کہ میں نے دو مہینے قادیان میں رہ کر اس شخص کے مخفی حالات دریافت کئے ہیں۔ یہ شخص رمال اور رمالانہ پیش گوئیاں بذریعہ آلات نجوم کے نکالا کرتا ہے، اسی کا نام الہام رکھ لیا ہے۔ یہ شخص پرہیز کے لائق ہے۔ یہ بھی مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیا ڈاکٹر صاحب نے واپس ہو کر یہ قصہ اور بندگان الٰہی سے بیان کیا۔ جب مرزا صاحب کو اس کا پتہ لگا تو مولوی صاحب اول کافر ٹھہرے۔ (منقول از شفاء للناس)

مراسلت ۱۸۹۱ء

مابین بٹالوی وقادیانی

مولانا بٹالوی اور مرزا قادیانی کے مابین ۱۸۹۱ء میں جو مراسلت ہوئی اس کا ایک حصہ ہم اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ سے تحریک ختم نبوت حصہ چہارم میں درج کر چکے ہیں۔ اشاعۃ السنہ کا متعلقہ شمارہ مکمل دستیاب نہ ہونے کے باعث تحریک ختم نبوت حصہ چہارم طبع دہلی کے صفحہ ۳۰ سطر ۱۳ (اور طبع لاہور ص ۳۲ سطر ۱۵) میں لفظ محمد حسین کے بعد کچھ عبارت حذف کر دی گئی تھی۔ اب جلد ۱۲ مکمل حالت میں مل گئی ہے اسلئے اسکے صفحہ ۳۷۷ کے آغاز سے ۳۹۲ تک عبارت نقل جاتی ہے۔ لکھا ہے:

☆ جیسے مسافر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا اترتے ہیں (یہ تاویل نزول بھی صریح انکار حدیث نزول سے بدتر ہے۔ نزول کے یہی معنی مراد ہیں تو آپ اس نزول کو اپنے لئے کیوں تجویز نہیں کرتے، کسی آئندہ مسیح سے اس نزول کو کیوں مخصوص کرتے ہیں۔ آپ خود مسافرانہ طور پر دمشق میں جا کر اتر سکتے ہیں۔ بہتر ہے دمشق سے ہو آیئے پھر سچ مچ کے مسیح کہلایئے۔ محمد حسین) کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانے میں کوئی دجال بھی ہو (اس میں آپ اپنی اس تاویل دجال پر کہ اس سے: دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا۔ فتح اسلام ص ۱۴۔ مراد ہے، پردہ ڈال کر یہ جتانا چاہتے ہیں کہ سچ مچ کے دجال سے بھی ہم کو انکار نہیں، شاید کوئی ہو۔ مگر یہ خیال نہیں فرماتے کہ جس حالت میں ہم مسیح بن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے سے صاف انکار کر چکے ہیں، تو اب اس دجال کے ماننے سے کیا فائدہ؟ اس سے ہم اس حدیث کے، جس میں دجال کا اور مسیح ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے، اور اسی مسیح ابن مریم کے ہاتھ سے دجال کے مارے جانے کا ذکر ہے، کب مصدق بنتے ہیں۔ محمد حسین)، حضرت مہدی بھی ہوں اور پھر اسلام میں سیفی طاقت پیدا ہو جائے (اس لفظ سے آپ نے ہندوؤں اور عیسائیوں کے اس دعوی کو کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے، مدد دی۔ اور اہل اسلام کے ان بیانات کی طرف توجہ نہ کی کہ اسلام اپنی صداقت سے پھیلا ہے۔ محمد حسین) اور تمام لوگ مسلمان ہو جاویں۔ مگر جو خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر کھولا ہے

صرف اتنا ہے، کہ یہ عاجز روحانی طور پر مثیل مسیح ہے اور روحانی طور پر موعود بھی ہے۔ اور نیز یہ کہ کوئی مسیح آسمان سے خاکی وجود کے ساتھ اترنے والا نہیں (اس نفی کو ناظرین خیال میں رکھیں۔ اس نفی کے ساتھ آپ کسی اثبات سے جو حدیث مسیح کی نسبت ظاہر کریں، مثبت و مصدق نہیں ہو سکتے۔ اسی نفی کا ذکر اس سے پہلے تینوں حواشی میں ہوا ہے۔ محمد حسین)۔ ظلّی اور مثالی طور پر مسیح کے آنے سے مجھے انکار نہیں بلکہ ایک کیا ہزار مسیح بھی کہا جائے تو میرے نزدیک ممکن ہے۔ میرے نزدیک احادیث صحیحہ بھی حقیقی طور پر مسیح کے اترنے کے بارے میں وہ زور نہیں دیتیں جو آج کل کے علماء خیال کر رہے ہیں۔ مسیح کا اترنا سچ، مگر ظلی اور مثالی طور پر۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب اپنے الہامات کے حوالہ سے اس عاجز کو ضال و مضل قرار دے چکے ہیں۔ اور ایسا کافر جس کو کبھی ہدایت نہیں ہوگی۔ اور میاں عبدالحق غزنوی بھی اپنے الہام کے حوالہ سے اس عاجز کو جہنمی قرار دے چکے ہیں۔ اور مولوی عبدالجبار صاحب فرماتے ہیں کہ جو کچھ میاں عبدالحق صاحب کے الہام ہیں، میں ان پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ صحیح اور درست ہیں۔ اب آپ کے کہنے سے وہ کیا سمجھیں گے (میں نے سمجھانے کا وعدہ نہیں کیا۔ صرف یہ وعدہ کیا ہے کہ میرے مان لینے کے بعد وہ آپ پر معترض نہ رہیں گے اور معارضہ نہ کریں گے۔ محمد حسین) اور آپ انہیں کیا سمجھائیں گے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے جس طرح چاہے گا، اس کی راہ پیدا کرے گا۔ اگر آپ کی ملاقات ہو، تو میں خوشی سے چاہتا ہوں۔ مگر آپ کے آنے کا کرایہ میرے ذمے رہے۔ میں آپ کو مالی تکلیف نہیں دینی چاہتا۔ یہ بہتر ہے کہ آپ اس جگہ آ جائیں۔ بہر حال ملاقات کی خوشی تو اس بیماری کی حالت میں ہوگی۔ ازالۃ الاوہام عنقریب طیار ہوتا ہے۔ بھیج دونگا۔ ابھی کچھ باقی ہے۔ والسلام۔ غلام احمد

☆ جواب از مولانا بٹالویؒ

لاہور ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرمی جناب میرزا صاحب

آپ کے خط کے جواب میں کوتاہ سخنی کرتا ہوں اور مکلّف ہوں کہ اگر آپ زیادہ بحث و کلام کی طاقت نہیں رکھتے اور مجھے جلد دیکھنا چاہتے ہیں تو صرف اتنا کریں کہ اپنے اس الہام کا جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کا، اور ابن مریم کے موعود نہ ہونے کا دعوی ہے، فیصلہ براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنہ کے ریویو براہین احمدیہ سے منظور کریں۔ اور یہ اقرار و وعدہ تحریری دیں کہ اگر براہین اور اس کے ریویو سے یہ الہام غلط ثابت ہوا تو ہم اس الہام کو غلط سمجھیں گے اور اس سے رجوع کا اشتہار دیں گے۔ یہ فیصلہ منظور ہو تو صرف اس عبارت کی تحریر پر اکتفا کریں، اس میں اور کوئی قید نہ

بڑھائیں ۔آپ خط سابق میں دعوی بھی کر چکے ہیں کہ ہم نے براہین احمدیہ سے بڑھ کر کچھ نہیں کہا، بلاکم وبیش وہی کہا جو اس میں کہا تھا اور تم (اے محمد حسین) اس کی تصدیق کر چکے ہو۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ میں براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنہ کے ریویو براہین کو حکم بناتا ہوں ۔آپ اس تحکیم کو منظور کریں گے، تو میں اس امر کے تصفیہ کیلئے آپ کے پاس انشاء اللہ پہنچونگا۔ اس سے بڑھ کر کوتاہ کلامی کیا ہوسکتی ہے اور انصاف پسندی کی کون سی حد باقی رہتی ہے۔

آپ نے اس تحکیم کو منظور نہ کیا تو میں بسم اللہ پڑھ کر آپ کے اس الہام کا جواب لکھنا شروع کر ونگا۔ اور اس مراسلت کی نقل تمام وکمال چھاپ دوں گا۔ پھر آپ کسی وجہ سے شکایت کا حق نہ رکھیں گے اور استعجال کو میری طرف نسبت نہ کرسکیں گے۔

میرے وہاں جلد آنے کے لئے یہ بھی ایک شرط ہے کہ میں ازالۃ الاوہام کے اوراق جس قدر چھپ چکے ہیں، یہاں دیکھ لوں، باقی پھر سہی ۔ فتح اسلام اور توضیح المرام کی دو دو تین تین کاپیاں اور بھیجئے ۔ اکثر لوگ مانگتے ہیں ۔آپ کا ناصح مشفق ۔ابوسعید محمد حسین

☆ مرزا قادیانی نے جواباً لکھا:

مخدومی مکرمی ...آپ کا خط آج کی ڈاک میں مجھ کو ملا اور اس کے پڑھنے سے مجھ کو بہت ہی افسوس ہوا کہ آپ مکالمات الہیہ کے امر کو لہو ولعب میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس عاجز (مرزا) نے براہین کے صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ میں اس ظاہری عقیدے کی پابندی سے جو مسلمانوں میں مشہور ہے، یہ عبارت لکھی ہے کہ : یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے۔ اور جب حضرت مسیحؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائے گا۔ چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے، اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک رکھا ہے۔ فقط۔ (اس لفظ فقط کا مطلب ہم نہیں سمجھتے کہ کیا ہے۔ اگر اس سے یہ ظاہری معنی مراد ہیں کہ بس اتنی ہی بات ہم نے براہین احمدیہ میں اس مضمون کے متعلق کہی ہے، تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اس کے متعلق کچھ اور بھی لکھا ہے جو ہمارے جواب آئندہ میں منقول ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے الہام سے لکھا ہے۔ اور اگر اس لفظ سے کچھ اور مطلب ہے تو وہ محتاج بیان ہے ۔ محمد حسین) لیکن ان عبارتوں کو اس امر کیلئے دستاویز ٹھیرانا کہ براہین میں اول یہ اقرار ہے، اور پھر اسکے مخالف یہ دعوی۔ ایسا خیال سراسر غلط اور دور از حقیقت ہے

اے میرے عزیز دوست اس عاجز کے اس دعوی کی جو فتح اسلام میں شائع کیا گیا ہے

اپنے علم اور عقل پر بِنا نہیں، تا ان دونوں بیانات میں بوجہ اتحادِ بِنا صورت تناقض پیدا ہو۔ بلکہ براہین کی مذکورہ بالا عبارتیں تو صرف اس ظاہری عقیدے کی رو سے ہیں۔ جو سرسری طور پر عام طور پر اس زمانہ کے مسلمان مانتے ہیں۔ اور دعوی کی بِنا الہام الٰہی اور وحی ربانی پر ہے پھر تناقض کے کیا معنی ہیں۔ میں خود یہ مانتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی امر پر بذریعہ اپنے خاص الہام کے مجھے آگاہ نہ کرے میں خود بخود آگاہ نہیں ہوسکتا۔ اور یہ امر میرے لئے کچھ خاص نہیں۔ اس کی نظیریں انبیاء کی سوانح میں بہت ہیں۔ ملہم لوگ بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے۔ لا علم لی الّا ما علّمنی ربّی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا سمجھانا بھی جب تک صاف طور پر نہ ہو، انسان ضعیف البنیان اس میں بھی دھوکہ کھا سکتا ہے۔ فذھب وھلی کی حدیث آپ کو یاد ہی ہوگی (یہ حدیث صحیح بخاری میں بصفحہ ۵۵۱ منقول ہے۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں آپکے دار الہجرۃ کی صورت دکھائی گئی کہ وہ ایک کھجوروں والی جگہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس خواب کی تعبیر سوچی تو آپ کا خیال یمامہ کی طرف گیا۔ مگر آخر وہ جگہ مدینہ نکلی۔ مگر اس حدیث سے آپ (مرزا) کے سابق اعتقاد نزول جسمانی مسیح کو کوئی تعلق نہیں۔ وہ اعتقاد آپ کے الہام کی تاویل سے نہ تھا بلکہ نصوص صحیحہ سے۔ محمد حسین)

اب خدا تعالیٰ نے فتح اسلام کی تالیف کے وقت مجھے سمجھایا تب میں سمجھا اس سے پہلے کوئی اس بارے میں الہام نہیں ہوا کہ درحقیقت وہی مسیح آسمان سے اتر آئے گا۔ اگر ہے تو آپ کو پیش کرنا چاہیے (سیاق عبارت ۴۹۹ براہین احمدیہ اور اس کا ایک فقرہ اس بیان سامی کے الہامی ہونے پر شاہد ہے جو ہمارے آئندہ خط ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء کے آخر میں منقول ہے۔ مگر امید نہیں کہ آپ اس کو بلا تاویل مان لیں۔ محمد حسین)۔ ہاں یہ عاجز روحانی طور پر مثیل موعود ہونے کا براہین میں دعوی کر چکا ہے۔ جیسا کہ اسی صفحہ ۴۹۸ (براہین) میں موعود ہونے کی نسبت یہ اشارہ ہے صدق اللّٰہ و رسولہ چونکہ آپ نے اپنے ریویو میں اس دعوی کا ردّ نہیں کیا، اس لئے اپنے اس معرض بیان میں سکوت اختیار کر کے، اگرچہ ایمانی طور پر نہیں، مگر امکانی طور پر، مان لیا۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر براہین احمدیہ میں ابن مریم کے موعود یا غیر موعود ہونے کے بارے میں کچھ بھی ذکر نہیں کیا صرف ایک مشہور عقیدہ کے طور سے ذکر کر دیا تھا۔ آپ کو اس جگہ اوپر پیش کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ ہمارے نبی ﷺ بھی بعض اعمال میں جب وحی نازل نہیں ہوتی تھی، انبیاء بنی اسرائیل کی سنن مشہورہ کا اقتداء کیا کرتے تھے۔ اور وحی کے بعد جب کچھ ممانعت پاتے تھے، تو چھوڑ دیتے تھے۔ اس کو تو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا

ہے، آپ جیسے فاضل کیوں نہیں سمجھیں گے۔ مجھے نہایت تعجب ہے کہ آپ یہی طریق انصاف پسندی کا قرار دیتے ہیں، کیا اس عاجز نے کسی جگہ دعوی کیا ہے کہ میرا ہر ایک نطق وحی اور الہام میں داخل ہے۔ اگر آپ طریق فیصلہ اسی کو ٹھہراتے ہیں، تو بسم اللہ میرے رسالہ کا جواب لکھنا شروع کیجئے آخر حق کو فتح ہو گی۔

میں نے آپ کو ایک صلاح دی تھی کہ عام جلسہ علماء کا بمقام امرتسر منعقد ہو اور ہم دونوں حسبةً للّٰہ و اظہاراً للحق اس جلسہ میں تحریری طور پر اپنی اپنی وجوہات بیان کریں اور پھر وہی وجوہات حاضرین کو پڑھ کو سنا دیں اور وہی آپ کے رسالہ میں چھپ جائیں۔ دور نزدیک کے لوگ خود دیکھ لیں گے۔ جس حالت میں آپ اس کام کے لئے ایسے سرگرم ہیں کہ کسی طرح رکنے میں نہیں آتے اور جب تک اشاعۃ السنہ میں عام طور پر اپنے مخالفانہ خیال کو شائع نہ کر دیں، صبر نہیں کر سکتے تو کیا اس تحریری مباحثہ میں کسی فریق کی کسر شان ہے۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس جلسہ میں خاک کی طرح متواضع ہو کر حاضر ہو جاؤنگا اور اگر کوئی ایسی سخت دشنامی بھی کرے جو انتہاء تک پہنچ گئی ہو، تو میں اس پر بھی صبر کرونگا۔ اور سراسر تہذیب اور نرمی سے تحریر کرونگا۔ خدا تعالی خوب جانتا ہے، جو اس نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔

(تواضع، صبر اور نرمی کا ایک نمونہ یہی پرائیویٹ اور دوستانہ مراسلت ہے جس میں آخر آپ ایسے گھبرا گئے ہیں کہ اپنے مخاطب، جس کی نیت اور علم اور تہذیب کی جا بجا تعریف بھی کرتے چلے آئے ہیں، کے خیال اور استدلال کی نسبت لہو ولعب کے الفاظ استعمال کر گئے ہیں۔ مجلس عام میں یہ الفاظ استعمال ہوتے تو خدا جانے کیسا اشتعال پیدا کرتے۔ یہی الفاظ آپ کے الہام وخیال ومقال کی نسبت فریق ثانی کی زبان سے نکلتے تو اس کا نتیجہ جو ظاہر ہوتا، وہ ظاہر ہے۔ آخری تحریر میں تو آپ نے کھلم کھلی گالیاں دی ہیں۔ اگلا خط ملاحظہ ہو۔ مجھ کو مرزا صاحب سے خط وکتابت کرنے کا دو دفعہ اتفاق ہوا ہے۔ ایک دفعہ حال میں، اور ایک دفعہ اس سے پہلے ۱۸۸۷ء میں۔ حال کی مراسلت تو ہدیہ ناظرین ہے۔ ۱۸۸۷ء کی مراسلت کو ہم ریویو کے ذیل میں نقل کریں گے انشاء اللہ تعالی۔ اس دو دفعہ کی مراسلت سے ہم کو تو یہی ثابت ہوا ہے کہ مرزا صاحب کا حوصلہ تھوڑا ہے۔ آپ گفتگو سے گھبرا جاتے ہیں۔ ایسا ہی ہم نے ان لوگوں سے سنا ہے جن کو آپ سے بالمشافہ گفتگو کا اتفاق رہا ہے کہ آپ گفتگو کرنے سے گھبرا جاتے ہیں۔ اور اپنے مخالف کے حق میں بے جا الفاظ کہہ دیا کرتے ہیں۔ ومع ہذا ہم کو مرزا صاحب سے مجمع عام میں گفتگو کرنے سے عذر نہیں وہ صبر اور نرمی نہ کریں گے تو انشاء اللہ ہم کریں گے، اور ان کی سخت باتیں سنیں گے۔ مگر اس جلسہ کا اہتمام اپنے ذمہ نہیں لے

سکتے۔ یہ اہتمام وہ اپنے ذمہ لیں جو اس مجمع کے شائق وخواستگار ہیں، ہم شریک جلسہ ہونے کو حاضر ہیں بشرطیکہ وہ اس میں جلد کریں۔ ماہ اپریل ۱۸۹۱ء میں سفر پیش آ گیا تو میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ اوائل اپریل میں انتظام جلسہ کر کے مجھے اطلاع دیں تو میں سفر ملتوی کر سکتا ہوں۔ محمد حسین)

اگر آپ مجھے اب بھی اجازت دیں تو میں اشتہارات سے اس جلسہ کیلئے عام طور پر خبر کر دوں۔ اب میری دانست میں خفیہ طور پر آپ کا مجھ سے ذکر کرنا مناسب نہیں۔ (خفیہ مذاکرہ کا کون خواستگار ہوا ہے۔ آپ کو اختیار ہے۔ اس پرائیویٹ گفتگو میں جو میں قبل از انعقاد جلسہ عام چاہتا ہوں جس قدر لوگوں کو چاہیں شامل کر لیں۔ الغرض جس قدر جلد ممکن ہو مجھے بات چیت کرنے کا موقع دیں۔ مجھ سے گفتگو کرنے کو جلسہ عام پر موقوف نہ رکھیں، وہ وقوع میں آتا نظر نہیں آتا۔ محمد حسین) جب آپ بہر حال اشاعت پر مستعد ہیں، تو محض للہ اس طریق کو منظور کریں۔ خاکسار غلام احمد از لودیانہ ۱۴ مارچ ۱۸۹۱ء

جناب بٹالوی نے یہ جواب لکھا:

لاہور ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب

آپ کے خط کو میں نے کمال افسوس سے پڑھا۔ اس کے شروع میں جو الفاظ لہو ولعب استعمال کئے گئے ہیں وہ بڑے موہم ہیں، اور ان کا اثر دور تک پہنچ سکتا ہے (یعنی ان آیات واحادیث تک جو نزول مسیح ابن مریم کے باب میں وارد ہیں۔ محمد حسین) ایسے الفاظ آپ اس شخص کے مقال و استدلال کی نسبت استعمال کر سکتے تھے، جو آپ کو ملہم سمجھے اور آپ کے الہام زیر بحث کو الہام رحمانی تسلیم کرے۔ اور پھر اس کا معارضہ صرف اپنے بے دلیل خیال سے کرے۔ اور جو شخص آپ کو اور آپ کے الہام کو ایسا نہ سمجھے اور آپ کے اس غلط خیال کو، جس کو آپ الہام سمجھتے ہیں، احادیث صحیحہ اور اصول مسلّمہ سے ردّ کرے اس کے مقال واستدلال کی نسبت آپ کو ان الفاظ کا استعمال کرنا کیا جائز ہے۔ ہرگز نہیں۔ آپ مجمع عام میں خاکساری اور تواضع کا وعدہ دیتے ہیں مگر ایک پرائیویٹ تحریر میں تو آپ سے یہ نہ ہو سکا۔ گزشتہ را صلوات آئندہ احتیاط۔ براہین احمدیہ کے مضمون نزول جسمانی مسیح کو آپ ایک غلط خیال جانتے تھے تو آپ نے ایک خط میں یہ کیوں لکھا تھا کہ

> درحقیقت ان رسالوں میں کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ بلکہ بلاکم وبیش وہی دعویٰ ہے جس کا براہین احمدیہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے، جس کو آنمکرم اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں امکانی طور پر تصدیق کر چکے ہیں۔ پھر متعجب ہوں کہ اب پھر دوسری مرتبہ آنمکرم کو لکھنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ کیا وہی کافی نہیں جو پہلے آنمکرم اشاعۃ السنہ جلد سات میں تحریر فرما چکے ہیں۔ جبکہ اول

سے آخر تک وہی دعویٰ، وہی مضمون، وہی بات ہے، تو پھر آپ جیسے محقق کی نگاہ میں نیا معلوم ہو۔کس قدر مقام تعجب ہے (مکتوب مرزا قادیانی ۲۳ فروری ۱۸۹۱ء)،

جس پر تحکیم براہین احمدیہ اور ریویو براہین احمدیہ کی طرف آپکو بلایا گیا تھا۔آپ اگر ایسا نہ لکھتے بلکہ بجائے اس کے یوں لکھتے کہ براہین احمدیہ میں ہم نے غلطی کی ہے اور اس میں عوام جہال یا علماء اہل ضلال، جو مسیح کا جسمانی نزول مانتے ہیں، کی تقلید اختیار کر کے وہ بات لکھی تھی، اب ہم کو یہ حق سوجھا جو اور مسلمانوں کے کیا، ہمارے خیال میں بھی نہ گزرا تھا، تو آپ کو تحکیم براہین و ریویو براہین کی طرف نہ بلایا جاتا۔اب آپ براہین کے مضمون مذکور کو غلط بتاتے ہیں لہذا میں بھی اب اسکو حکم نہیں بناتا کیونکہ اس الہام کی تغلیط مضمون براہین احمدیہ کی تسلیم پر موقوف نہیں۔احادیث صحیحہ اور اصول مسلمہ اتفاقیہ سے اسکی تغلیط آسانی سے ممکن ہے۔اگر آپ مجھے گفتگو کا موقع دیں۔

آپ اس گفتگو کے لئے انعقاد مجمع عام کو شرط ٹھیراتے ہیں جس سے گفتگو میں التواء ہوتا جاتا ہے۔میری طرف سے آپ کو اختیار ہے آپ شوق سے مجمع کریں اور اس کا اہتمام اپنے ذمہ لیں۔میں بھی اس مجمع میں اگر وطن میں رہا (اب میں نے عزم سفر فسخ کر دیا ہے، لہذا ماہ اپریل ۱۸۹۱ء تک یہ شرط بھی معاف۔محمد حسین) تو شریک ہو جاؤنگا انشاء اللہ تعالی۔مگر اس مجمع سے پہلے خاص مجھ سے ایک پرائیویٹ جلسہ میں اپنے خیال و مقال کی بابت گفتگو کرنے سے آپ کیوں رکتے ہیں۔کیا وہ گفتگو انعقاد مجمع عام کیلئے ایک مانع اور روک ہو جائے گی؟ جس فائدہ کی آپ مجمع عام سے امید رکھتے ہیں وہ اس مجمع سے، جب وہ ہو، حاصل کریں اس سے پہلے مجھ سے تو دو حرفی بات کر لیں۔اس خط کے جواب میں آپ نے مجھے بلایا تو میں پہلے چند اصول، جن پر ہمارا آپ کا فیصلہ ہوگا، آپ سے تسلیم کراؤنگا، اسکے بعد گفتگو کے لئے حاضر ہونگا۔اور اگر آپ نے مجھے نہ بلایا تو میں اپنے خیال کا اظہار اشاعۃ السنہ میں کر دونگا۔بالفعل اتنا ہوگا کہ اس تمام کارسپانڈنس کو جس سے میری رائے اور آپ کے خیالات و دلائل کا ناظرین کو اجمالی علم ہوسکتا ہے، میں چھاپ دونگا۔آئندہ جو وقوع میں آئے گا، وقتاً فوقتاً مشتہر کیا جائے گا۔

آپ اعتقاد نزول جسمانی مسیح کو جو زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں آپ رکھتے تھے اور اس کے صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ میں ظاہر کر چکے ہیں، آنحضرت ﷺ کے اس فعل کی جو باقتداء سنن مشہورہ انبیاء بنی اسرائیل آپ نے کیا، پھر بحکم وحی اس کو چھوڑ دیا، یا اس خیال کی جو کسی الہام کے معنی سمجھنے میں آپ ﷺ کے دل میں گزرا پھر وہ غلط ثابت ہوا، نظیر ٹھہراتے ہیں اور یہ غور نہیں فرماتے کہ وہ

اعتقاد احادیث صحیحہ اوران کے معانی قطعیہ اتفاقیہ سے آپ کے دل میں مستحکم تھا جس کو آپ نے کمال وضاحت سے بیان کیا اوراب اسکا خلاف ایک ایسے خیال سے کیا جس کا ان احادیث پرعرض کرنا اور درصورت اختلاف اس خیال کو غلط سمجھنا آپ کو واجب تھا اوراگراب وہ اعتقاد آپ کے نزدیک سنن مشہورہ بنی اسرائیل یا الہام کی غلط تاویل کی نظیر ہوگیا تھا تو آپ پراس امر کا اظہار واجب تھا اوراس مضمون کا اشتہار عین فرض کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ میں جو ہم نے حضرت مسیح علیہ السلام کا دنیا میں دوبارہ آنا اورجسمانی نزول فرمانا بیان کیا ہے وہ مطلب الہام کو غلط سمجھنے یااس وقت کے گمراہ مسلمانوں (جن کو آپ یہودیوں سے ملا چکے ہیں، دیکھو فتح اسلام ص۱۲،۱۴، ۱۵ وغیرہ) کی تقلید سے تھا،اب ہم کو خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے کہ اس نزول جسمانی سے روحانی نزول مراد ہے اورابن مریم سے غلام احمد بن غلام مرتضی مراد ہے اور یہ ہرگز جائز نہ تھا جیسا کہ آپ نے اپنے ایک خط (۲۳ فروری ۱۸۹۱ء) میں صاف لکھا ہے اور فتح اسلام میں بھی جتایا ہے کہ جو کچھ ہم نے اب دعوی کیا ہے یہ بلا کمی بیشی براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ میرے عزیز دوست آپ مضمون براہین احمدیہ اوراس نئے دعوی دونوں کو سچا کرنا چاہتے ہیں اور ناسخ ومنسوخ دونوں کو تسلیم کراتے ہیں جو کمال درجہ کا مغالطہ ہے جس سے ادنی منصف کو احتراز واجب ہے، چہ جائے کہ آپ جیسا ملہم ہو۔ اب بھی وقت ہے اپنے سابق عقیدے کی غلطی یا منسوخیت کا اشتہار دیں ورنہ لوگ آپ کو مضمون براہین سے الزام دیں گے۔

روحانی طور پرآپ کے مسیح یا مثیل ہونے (جس کا بیان بصفحہ ۴۹۸ وغیرہ براہین احمدیہ کے ہے) کے امکان پرمیرا سکوت کیا،اس کا صریح اقرار اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۷ میں بصفحہ ۱۹ موجود ہے۔ مگراس سکوت یا اقرار سے آپ کے جدید دعوی کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ پھرآپ کس خیال سے بار بار میری کلام کا حوالہ دیتے ہیں اور رسالہ ازالۃ الاوہام میں اس کو نقل کرنے کا ذکر فرماتے ہیں۔

میرے پیارے دوست میرے مضمون ریویو کا ایک حرف آپ کے اس دعوی جدید کا مصدق نہیں ہے۔ نہ آپ نے براہین احمدیہ میں یہ دعوی صراحۃً یا اشارۃً کیا ،نہ میں نے اس کی تصدیق وتائید میں کوئی کلمہ لکھا۔آپ سخت غلطی کریں گے اگرمیری عبارت ریویو سے اس جدید دعوی کے اثبات کے درپئے ہوں گے۔ میں کیونکرآپ کے اس دعوی پر، اگر وہ ہوتا،سکوت کرسکتا تھا جس حالت میں آپ خوداس کی تکذیب کرچکے ہیں اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ میں اس کے برخلاف یہ تصریح کرچکے ہیں:

. یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب وہ مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگانی کا نمونہ ہے (ان اوصاف میں سے ایک بھی وصف مسیح کا آپ میں نظر نہیں آتا۔ بلکہ ان اوصاف کا کلی خلاف آپ میں پایا جاتا ہے مسیح میں اور آپ میں ایسا فرق نظر آتا ہے جیسا زمین آسمان میں فرق ہے۔ محمد حسین) اور اس عاجز کی اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے، گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدّے اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسی کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ﷺ۔ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا مورد ہے۔

اس عبارت کے سیاق سے اور اس کے ان الفاظ سے کہ . اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے . یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے اس مقام میں کہا ہے وہ الہام سے کہا ہے صرف یہودیوں (بزعم جناب مسلمانوں) کی تقلید سے نہیں کہا۔ بناء علیہ یہ جدید الہام اس الہام قدیم کے مخالف ہے مگر شاید اس میں آپ یہ عذر کریں کہ الہام کی عبارت ایک حد تک ختم ہو چکی ہے اور اس کی آخری عبارت جس میں مسیح کے جسمانی مصداق ہونے کا بیان ہے غیر الہامی ہے۔ لہذا میں اس عبارت کو الہامی ٹھہرا کر تناقض کا الزام نہیں دیتا، صرف یہی چاہتا ہوں کہ آپ مضمون عبارت مذکور کے غلط ہونے کا اشتہار دیں اور اس مضمون اور مضمون الہام جدید کو ایک نہ کہیں۔

مولوی نور الدین صاحب کے خط کی نسبت آپ نے اب تک رائے ظاہر نہیں کی۔ میں پھر اس کا مطالبہ کرتا ہوں (اب تک آپ نے اس خط کی نسبت رائے ظاہر نہ کی جس سے آپ کا بے ریا، باخدا ہونا جیسا ثابت ہے، ناظرین پر مخفی نہیں۔ محمد حسین) فتح اسلام اور توضیح المرام دونوں منگائے گئے تھے آپ نے ارسال نہیں کیے (بعد میں رسائل آ گئے)۔ آپ کا ناصح مشفق۔ ابو سعید محمد حسین

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس خط کے جواب میں ۲۹ مارچ کو لودہانہ سے ایک خط پہنچا جو نہ تو مرزا کے قلم کا لکھا ہوا تھا اور نہ اس پر ان کا دستخط ثبت تھا۔ اور اس کے ساتھ مرزا کا وہ اشتہار پہنچا جو ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو انہوں نے شائع کیا تھا۔ ہم نے اس خط کو اس پر یادداشت ذیل لکھ کر واپس کیا:

اس خط پر مرزا غلام احمد صاحب کا دستخط نہیں ہے لہذا واپس ہے وہ اس پر توجہ دلانا چاہتے ہیں تو اس پر دستخط کر کے واپس کریں۔

آج یکم اپریل (۱۸۹۱ء) کو اس خط کی نقل واپس آئی ہے جس پر مرزا صاحب کی قلم سے یہ عبارت ثبت ہے:

السلام علیکم۔ اس عاجز کی منشاء کے موافق ہے۔ خاکسار غلام احمد ۳۱ مارچ ۱۸۹۱ء۔

جس سے صاف ثابت ہے کہ اس خط کا راقم کوئی اور شخص ہے۔ مرزا صاحب صرف اس کے مصدق و موافق ہیں۔ لہذا ہم اس خط کو اس رسالہ میں نہیں دیتے۔ اور اس کے راقم کو (جس کو ہم پہچان گئے ہیں اور اس کے غیر مہذب اور بے ادب ہونے کے سبب جس کا ثبوت عنقریب اس کی ایک تحریر سے ناظرین کو ملے گا) اپنا مخاطب بنانا پسند نہیں کرتے۔ ہاں اس خط کے مضمون کا جس کے مرزا صاحب مصدق ہیں، جواب دینا ہمارا فرض ہے۔ سو ذیل میں معروض ہے:

اس خط میں ہمارے خط مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء کی کسی بات کا جواب نہیں ہے۔ صرف اسی پرانے دعویٰ کا اعادہ ہے کہ پرائیویٹ گفتگو میں کچھ فائدہ نہیں لہذا ہم جلسہ عام میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں جس کو آپ نے اشتہار ۲۶ مارچ میں طعن و طنز سبّ و شتم سے مجلی و مزین کر کے ادا فرمایا ہے (جیسے اپنے مخاطبین کے حق میں نام لے کر آپ کا یہ کہنا کہ وہ علم کی پردہ دری کراتے ہیں، اور ان کی یہ حرکت کہ وہ ان کے دعویٰ پر قبل از مباحثہ نکتہ چینی کرتے ہیں حیا اور ایمان کے مخالف ہے جو اس کہنے کے برابر ہے کہ وہ بے ایمان و بے حیا ہیں وغیرہ وغیرہ جو اصل اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں ملاحظہ کے لائق ہیں)۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس خط اور اس اشتہار سے آپ نے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات کو قطع کر دیا ہے اور مخاصمانہ مباحثہ کی بنا کو قائم و مستحکم کر دیا۔ لہذا ہم بھی آپ سے دوستانہ و برادرانہ بحث بلکہ پرائیویٹ ملاقات تک نہیں چاہتے اور مخاصمانہ مباحثہ کے لئے حاضر و مستعد ہیں آپ جس دن اور جس مقام مباحثہ کرنا چاہیں، ہم حاضر ہیں۔ ہماں میداں ہماں چوگاں ہمیں گو۔ انعقاد مجلس عام کا انتظام آپ کے ذمہ ہے کیونکہ پہلے آپ ہی اس کے مدعی بنے ہیں۔ اور بعد تقرری تاریخ و مقام وحسن انتظام حاضر ہونا ہمارے ذمہ (مگر قبل از مباحثہ ازالۃ الاوہام بھیج دیں۔ تمام نہیں، تو جس قدر چھپا

ہے اسی قدر سہی۔محمد حسین)۔آپ جانتے ہیں کہ ماہ اپریل میں ہمارا عزم سفر تھا،اسی مباحثہ کے شوق سے ہم نے اس عزم کو فسخ کیا ہے (بحالت مجبوری سفر پیش آ گیا تو جہاں جاؤنگا وہیں سے پہنچونگا۔جب آپ بلائیں گے۔سفر خرچ دینا تو آپ مان ہی چکے ہیں۔محمد حسین)۔اب ماہ اپریل کو بھی آپ نے ٹلایا (جیسا کہ ۸ مارچ پھر ۲۳ مارچ کو مقرر کر کے ٹلایا اور اس کا ایفاء واہتمام نہ کیا) تو لوگ آپ کی طرف گریز کو منسوب کریں گے اور صاف کہیں گے کہ آپ جلسہ عام کے حیلے و بہانہ سے مباحثہ کو ٹلاتے ہیں۔

یہ اصل مدعا کا جواب ہے۔رہا جواب سبّ وشتم وطعن وطنز۔سو ہماری طرف سے یہ ہے اور انشاءاللہ آئندہ بھی ہمیشہ یہی رہے گا

بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

یہ بدگوئی آپ جیسے مسیح ثانی الہامیوں کے لئے سزاوار ہے۔اور نورانی روحانی اشخاص کے اپنے بھائیوں سے ایسے ہی اخلاق ہونے چاہئیں۔آپ اپنے خط ۲۳ فروری اور باقی خطوط ..کو ملاحظہ فرمائیں اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر انصاف سے کہیں کہ آپ کے الفاظ اشتہار کی نسبت آپ کے وہ خطوط وفقرات کیا کہہ رہے ہیں۔اسی غرض سے ہم نے ان فقرات پر نوٹ لگائے تھے آپ نے ہم پر احسان کیا کہ ہمارے نوٹوں کی طرف ناظرین کو توجہ کرنے کا جلد موقع دیا۔اور ہمارے حاشیہ (مکتوب مرزا ۱۴ مارچ) کو بخوبی تصدیق کیا۔ان الفاظ کی تحریر سے آپ نے ایک احسان ہم پر یہ کیا ہے کہ ہماری ۱۸۸۷ء کے بعد کی رہی سہی حسن ظنی کو خیر باد کہلایا۔اور اس امکانی تصدیق کو جو ریویو براہین احمدیہ میں ہو چکی تھی وہ آپ کے جدید الہامات کی نسبت رائے ظاہر کرنے سے مانع تھی،آپ نے اٹھا دیا،لہذا ہم کو اس بدگوئی کے مقابلہ میں شکر یہ واجب ہے نہ اس کی جواب دہی ترکی بہ ترکی۔اس جواب کیلئے اور بہت لوگ ہیں۔اور کلوخ انداز را پاداش سنگ ست پر عمل کرنے کو مستعد۔بہتر ہے کہ آپ اس عادت کو جو ابتدائے زمانہ تالیف براہین احمدیہ سے آپ نے اختیار کر رکھی ہے چھوڑ دیں۔اور اس شعر کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں

دہن خویش بدشنام میالا صائب کیں زر قلب بہر کس کہ دہی باز آید

(اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۲۔ص ۷۷۔۳۸۸)

فتنہ قادیانی

ابھی فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہوگا

مولانا محمد حسین بٹالوی اشاعۃ السنہ جلد۱۳ کے اداریئے میں رقم طراز ہیں:

ہمارے ناظرین اس دفعہ اشاعۃ السنہ میں صرف مرزا قادیانی کے متعلق ایک ہی مضمون سو بھی شخصی و جزئی بحث کا متضمن دیکھ کر متعجب ہونگے اور شائد زبان حال یا قال سے مجھ کو اس مصرع سے خطاب کریں: کجا بود اشہب کجا تاختی ۔ اور کہیں کہ اشاعۃ السنہ تو شخصی و جزئی مباحث سے قلم کو روک چکا اور مسلمانوں کی باہمی نزاع کی موقوفی کے درپےٴ، اور اتفاق واتحاد میں کوشاں تھا۔ اب اس کو کیا ہو گیا ہے کہ ایک مسلمان سو بھی کیسا؟ ولی، مجدد، ملہم، محدث سے جا لپٹا اور ایسا لپٹا کہ مسائل کلی و اتفاقی زیر بحث کو یکلخت بھول گیا ۔ ولیکن وہ مہربان اگر صبر و تحمل کو کام میں لا کر اس مضمون کو اور اس قسم کے مضامین آئندہ کو اول سے آخر تک پڑھ جائیں گے تو امید ہے کہ اشاعۃ السنہ کو اس روش کی تبدیلی اور موجودہ قیل و قال پر نہ صرف معذور رکھیں گے بلکہ مصیب و ماجور قرار دیں گے ۔ اور یہ یقین کر لیں گے کہ اس کے یہ مباحث جزئی و شخصی نہیں بلکہ کلی و قومی ہیں اور ان میں کسی مسلمان یا ملہم مجدد و محدث کا مقابلہ نہیں بلکہ نیچریوں، آریوں، عیسائیوں اور فلسفیوں کی جماعتوں سے، جن میں در پردہ مخاطب (مرزا) بھی شامل و داخل ہے، مقابلہ ہے اور ان میں بحث ابھی کسی خاص مسئلہ جزئی میں نہیں ہوئی بلکہ ان کلیات و امہات مسائل پر بحث ہے جو اسلام اور جملہ ادیان سماویہ کے اصل اصول ہیں ۔ اور وہ یہ جان لیں گے کہ میرزا قادیانی جو ایک وقت تک فرقہ ہائے مذکورہ بالا کا مقابل اور تائید اسلام کا مدعی تھا اب وہ اپنی نبوت کا مدعی ہو گیا ہے ۔ اور اصول اسلام کے برخلاف نیچریہ، نصاری، آریہ اور فلاسفہ کے اصول کو از سر نو زندہ کرنا چاہتا ہے ۔ مگر از آنجا کہ اس کو اس امر کا خوب یقین ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج اور بانی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کا صریح مقابل ہو کر اپنی نبوت کا سلسلہ قائم نہیں کر سکتا اور اس صورت خروج و مقابلہ میں کوئی مسلمان اس کی دعوت قبول نہ کرے گا اور وہ مسلمانوں کو اپنے دام میں لانے اور دعوی کو ان سے قبول کرانے کی غرض سے

بظاہر اسلام اور اتباع خیر الانام کا مدعی ہے اور خدا و رسول کی کلام کو پھیر پھار کر اپنے دعاوی باطلہ کے ثبوت پر دلیل ٹھیراتا اور واقفوں میں پھیلاتا اور اہل اسلام کی پبلک میں کہتا ہے کہ مسیح موعود جس کے قیامت سے پہلے آنے کی قرآن و حدیث میں خبر ہے، میں ہوں۔ اور حضرت مسیح ابن مریم نبی اللہ فوت ہو چکے ہیں وہ اب دنیا میں نہیں آ سکتے۔ اور ان کے معجزات مشہورہ احیاء موتی و خلق طیور کو ماننا شرک ہے اور آنحضرت ﷺ کا معراج میں آسمان پر جانا اور حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر زندہ رہنا ایسے خوارق سے ہیں جن سے ایمان بالغیب ٹوٹ جاتا ہے۔ اور میرے لئے خدا تعالیٰ نے خوارق کا دروازہ کھول دیا ہے۔ میں ہر شخص کو خوارق اور آسمانی نشان دکھا سکتا ہوں اور میں بطور استعارہ ابن اللہ کہلا سکتا ہوں اور میں مسلمانوں کا وہ امام ہوں جس کو وہ امام مہدی سمجھ رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور انکے پرائیویٹ جلسوں میں ایسی پیش گوئیاں سناتا ہے جن کی تفصیل کا یہ وقت نہیں ہے اور ان دعاوی و خیالات میں کامیابی ہی ظاہر کر رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ ساٹھ ہزار اشخاص اس کے پاس آ چکے ہیں جن کی مہمان داری پر وہ دس ہزار روپیہ کے قریب خرچ کر چکا ہے اور بہت سے لوگوں نے اس کو مسیح موعود و امام وقت مان لیا ہے۔

اس کے ان دعاوی و بیانات سے مسلمانوں کے مذہب و امن میں جس قدر انقلاب واقع ہونے کا اندیشہ ہے، وہ مخفی و محتاج بیان نہیں ہے۔ اس صورت میں اشاعۃ السنہ کا خصوصیت کے ساتھ فرض ہے کہ وہ فتنہ کو روکے اور جملہ مضامین سابق کو چھوڑ کر بہمہ تن اسی کے دعاوی کے ردّ کے درپئے ہو۔ اس کے اصول باطلہ کا ابطال کرے اور اصول حقہ اسلامیہ کی حمایت عمل میں لاوے اس کی موجودہ جماعت و جمعیت کو تتر بتر کرنے میں کوشش کرے اور آئندہ مسلمانوں خصوصاً اہلحدیث کو جن کا یہ خادم ہے اس جماعت میں داخل ہونے سے بچاوے کیونکہ اسی (اشاعۃ السنہ) نے قادیانی کے سابق دعوی حمایت اسلام اور مقابلہ مخالفین اسلام و وعدہ تائید دین بنشانہائے آسمانی ونصرت اصول اتفاقی اسلامی سے دھوکہ میں آ کر ریویو براہین احمدیہ مندرجہ نمبرے وغیرہ جلدے میں اس کو امکانی ولی و ملہم بنایا اور لوگوں میں اس کا اعتبار جمایا تھا جس کو یہ حضرات اپنے دعاوہ مستحدثہ کی تائید میں اب پیش کر رہے ہیں۔ اور اس کی عبارات اپنی تحریرات و رسائل میں نقل کر کے ان سے فائدہ اٹھا رہے اور اپنے دعاوی کی صحت ثابت کر رہے ہیں۔ اشاعۃ السنہ کا ریویو براہین احمدیہ اس کو امکانی ولی و ملہم نہ بناتا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی نظروں میں بے اعتبار ہو جاتا کیونکہ بہت سے علماء مختلف دیار ہندوستان و پنجاب و عرب کا ان الہامات کے

سبب اس کی تکفیر وتفسیق وتبدیع پر اتفاق ہو چکا تھا۔صرف اشاعۃ السنہ کے ریویو نے فرقہ اہلحدیث اور اپنے خریداروں کے خیال میں اسکے الہام و ولایت کا امکان جمار کھا اور اس کو حامی اسلام بنا رکھا تھا۔لہٰذا اسی (اشاعۃ السنہ) کا فرض اور اس کے ذمہ یہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا اس کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرادے اور تلافی مافات عمل میں لاوے۔اور جب تک یہ تلافی پوری نہ ہولے، تب تک بلاضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے۔

اسی وجہ سے نمبر ۱۲ جلد ۱۲ اور اس جلد ۱۳ کے تین نمبروں میں اسی کے متعلق بحث ہوئی ہے اور آئندہ بھی انشاءاللہ تا انفصال مقال وانقطاع جدال حضرت قادیانی اس میں یہی بحث رہے گی۔

اس وقت تک تو صرف مراسلت فریقین طبع ہوئی ہے جس سے اہل بصیرت و انصاف کو بخوبی ثابت ہوگا کہ یہ شخص اپنے اقوال و بیانات میں صادق اور اپنے حال میں مستقیم اور اپنے دعاوی میں نیک نیت نہیں ہے اور ان حالات کے ساتھ وہ کسی طرح ملہم نہیں ہوسکتا، اور جن پر یہ ثبوت مخفی رہے گا ان کو اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۳ میں یہ امر مبرھن کر کے دکھایا جائے گا انشاءاللہ تعالی۔ اور آئندہ ریویو میں یہ ثابت کیا جائے گا کہ مرزا قادیانی ان دعاوی اور اعتقادات میں اصول اسلام کا مخالف ہے۔اور اصول نیچریہ، آریہ، نصاری وفلاسفہ کا مقلد وموافق ہے اور الہام موعود مسیحائی کجا یہ کسی الہام کے دعوی میں صادق نہیں ہے اور اس اعتقاد وعمل واخلاق کے شخص کا شرعاً وعقلاً ملہم ہونا ممکن ہی نہیں۔ایسا شخص ملہم وخطاب الہی کا مخاطب ہوتو الہام کا اعتبار اٹھ جاتا ہے۔اور جملہ ملہمین انبیاء اور اولیاء سابقین کے حق میں یہ ظن بد پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ بھی ایسے ہی تھے۔حاشا جنابھم عن ذلک۔اور اس ریویو میں یہ بیان ہوگا کہ قادیانی کا یہ دام الہام کیونکر پھیل گیا ہے اور اس کی کلام کا بعض لوگوں پر اثر کیوں پڑ جاتا ہے اور اشاعۃ السنہ کی کاروائی پر مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں نے اب تک کیا سلوک کیا اور کیا آئندہ ہوگا۔ اور اس کا اثر فریقین پر کیا پڑے گا۔

اس وقت جو سلوک ان سے ہوا وہ یہ ہے:۔

۱۔خریداری اشاعۃ السنہ کو موقوف کرنا یا اسکی واجبی قیمت دبا رکھنا۔۲۔ رسائل و اخبارات میں عامیانہ گالیاں دینا۔۳۔گمنام خطوں کے ذریعہ گالیاں سنانا اور دھمکانا۔آئندہ اس سلوک سے ڈرانا اور دھمکانا کہ اگر تم مخالفت مرزا سے باز نہ آؤ گے تو ہم اور بھی گالیاں دیں گے۔

اس سلوک کا اثر وہ حضرات تو یہ سوچ بیٹھے ہیں کہ صاحب اشاعۃ السنہ گالیوں سے ڈر کر

ساری مخالفت چھوڑ دے گا۔مگران کا یہ خیال سودائے محال ہے۔صاحب اشاعۃ السنہ تمہاری مخالفت کواپنا دین وایمان سمجھتا ہےاورگالیوں کے خوف سے اپنے ایمان کو نہ چھوڑے گا،ان گالیوں کا اثرتم ہی پر پڑے گا۔اول: منصف اورمہذب لوگوں پرتمہارا کمزور ہونا ثابت ہوگا۔ دوم: اشاعۃ السنہ کا صبراورگالی کا جواب نہ دیناتم پردنیا وآخرت میں ناگہانی بلا نازل کرے گا۔

بترس ازآہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از در حق بہراستقبال مے آید

سوم: اشاعۃ السنہ کے دوست وحامی ان گالیوں کا ایسا جواب دیں گے کہ پھرتم گالیاں دینا بھول جاؤ گے۔وہ جواب دشنام بدشنام نہ ہوگا بلکہ اورہی قسم کا جواب ہوگا جوسراسرتہذیب وعدل پرمبنی ہوگا۔ جولوگ خیرخواہ طرفین ہیں وہ ان حضرات کوسمجھاویں کہ وہ گالی گلوچ سے باز آویں ورنہ جوابی کاروائی پرجواس جانب سے ہو، ہم پرافسوس شکایت نہ کریں۔(اشاعۃ السنہ۔جلد۱۳ص۲ تا۴)

قادیانی اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء پرتبصرہ

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ءکوایک اشتہار شائع کیا جس میں علماء اسلام کو مناظرے کی دعوت دیتے ہوئے شرائط مناظرہ بیان کیں۔مولانا بٹالوی نے اس اشتہار پر جامع تبصرہ فرمایا جس کا ایک حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے(اور دوسرا حصہ اسی جلد میں ایک دوسرے مقام میں نقل ہوگا)۔مولانا بٹالوی، مرزاصاحب کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں:

اس اشتہار(۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء) میں جوآپ نے لکھا ہے کہ توضیح مرام کے اخیر میں نصیحۃً لکھا بھی گیا تھا کہ جب تک تینوں رسالوں(فتح اسلام،توضیح مرام، وازالہ اوہام) کو دیکھ نہ لیں کوئی رائے ظاہر نہ کریں(یعنی آپکےان اقوال پرکوئی رائے ظاہر نہ کریں: ا۔کسی بشر کا آسمان پر چڑھنا اور اترنا سنت اللہ اورفطرت، قانون قدرت یانیچر، کے برخلاف ہےاورخدا کا دنیا میں ایسےخوارق دکھانا اپنی حکمت کواورایمان بالغیب کوتلف کرنا ہے۔ توضیح المرام ص ۹۔۱۰۔؛ اور۔۲۔مطلق نبوت ختم ومحدود نہیں ہوئی۔صرف نبوت تامہ ختم ہوئی ہےاورنبوت جزئی،جس کا دوسرا نام محدثیت ہے،کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے جاری رہے گا۔توضیح۔ص ۱۹؛۔ اور۔۳۔ مسیح اورآپ(مرزا) کے دل میں جوقوی محبت ہےاس نے خدا کی محبت کواپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ان دونوں محبتوں کے ملنے سے، جودرحقیقت نرومادہ کاحکم رکھتی ہیں، تیسری چیز

پیدا ہوئی ہے، جس کا نام روح القدس ہے، وغیرہ) مگر وہ (علماء معترضین) آخر تک صبر نہ کرسکے۔

یہ عجیب مغالطہ ہے جو: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کا مصداق ہے۔

آپ خیالات فاسدہ ومقالات نیچریہ وفلاسفہ ونصاری کا علی رؤس الاشھاد اشتہار کریں اور ان کو اردو زبان میں چھاپ کر ملکوں میں پھیلا دیں اور پھر علمائے وقت سے یہ درخواست کریں کہ وہ اس پر کچھ نہ بولیں۔ اور اپنے ایمانی فرض، انکار و تغییر منکر، کے تارک رہیں اور آپکے پاس خاطر سے آگ کی لگام تھام کر اپنے منہ پر چڑھا لیں۔ اور اس احمق کی نظیر بن جائیں جس نے ایک چالاک چور پکڑا تھا۔ اس چالاک چور نے اسے کہا کہ چھوڑ دے میرا پھوڑا دکھتا ہے، تو اس سادہ لوح نے اس کو چھوڑ دیا اور وہ شاطر رفو چکر ہوگیا۔ حضرت مرزا صاحب! اسی قسم کے مغالطات کے ذریعہ آپ نے غیر اقوام سے اپنا الو سیدھا کیا ہے۔ مسلمان اور ان کے حق گو علماء ایسے احمق نہیں ہیں کہ وہ آپ کے دھوکہ میں آئیں اور آپ کے رسالہ ازالہ اوہام کے انتظار میں ان خیالات و معاملات پر جن کو وہ کفر سمجھتے ہیں ساکت ہو رہیں۔

مطالب فتح اسلام اور توضیح مرام کا سمجھ میں آنا دلائل ازالہ اوہام پر موقوف تھا تو آپ نے ازالہ اوہام سے پہلے ان کو شائع کیوں نہ کیا۔ دلیل اور مدعا کو اکٹھا مشتہر کیا ہوتا۔ کیا یہ بھی کسی منصف حق گو اور انصاف پژدہ کا دستور ہے کہ دعوی آج کرے اور اس کے دلائل اگلے سال یا چھٹے مہینے بیان کرے۔ ومعہذا اپنے معترض ومخالف سے یہ درخواست کرے کہ ایک سال یا چھ مہینے تک (جب وہ دلائل پیش نہ کرے) ساکت رہے۔

اس اشتہار میں جو آپ نے لکھا ہے کہ:

اختصار اور حفظ اوقات کی غرض سے (آپ ایسے اختصار پسند اور محافظ اوقات ہیں تو اپنی تصنیفات میں کیوں اس امر کی رعایت نہیں کرتے۔ براہین احمدیہ میں ایک صفحہ کے مطلب کو دس صفحہ میں ادا کیا ہے ایک مطلب کو کئی کئی دفعہ بیان کیا ہے۔ بایں ہمہ آپ مباحثہ کو دو ہی تحریروں میں محدود اور ختم کرنے کی وجہ اختصار اور حفظ اوقات بتاتے ہیں تو اس سے بجز اس کے کیا سمجھا جائے گا کہ یہ آپ کا عذر وبہانہ ہے اور حقیقت میں آپ کی نیت مغالطہ دہی ہے) کل دلائل اول پرچہ میں ہی پیش کردیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی صرف ایک ہی پرچہ اسکے جواب میں ہوگا اور وہی دونوں پرچے سوالات و جوابات حاضرین کو سنائیں جائیں گے (جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ بجز ان دو پرچوں کے فریقین میں سے کوئی کچھ نہ کہے اور نہ زبان پر کوئی حرف لائے۔ اور ان دونوں ہی پرچوں کی تحریر سے مباحثہ ختم ہو اور معہذا

پہلی تحریر خصم کی ہو دوسری آپ کی چنانچہ خط نمبری ۸ میں منقول ہے۔ آپ نے اس مدعا کو خوب واضح و مشرح کر کے بیان کیا ہے) یہ ایک ایسا مغالطہ ہے کہ جس کی مخترع صرف آپ کی ذات ہے۔ آپ سے پہلے (ہمارے علم و گمان میں) یہ کسی مغالطہ دینے والے کو نہیں سوجھا۔ اسی قسم کے مغالطات آپ کی مدۃ العمری کی فتح مندی کے مدار و مناط ہیں۔

ہر شخص جس کو فہم و انصاف اور احقاق حق سے ادنی تعلق ہو۔ یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ امور عظام میں منازعت واقع ہو اور بحث و مناظرہ سے ان کا تصفیہ منظور ہو تو وہ صرف ایک سوال و جواب (یا یوں کہیں کہ ایک تحریر اور اس کے جواب سے) ہرگز ہرگز انفصال پذیر اور طے نہیں ہو سکتے اس تحریر کو پیش کرنے والا خواہ کیسا ہی اور یٹر (قوی التاثیر مقرر) وسیع النظر مستدل اور معقول و منقول کا فاضل اجل ہو اور وہ اپنی تحریر میں خواہ کیسے ہی پر زور دلائل سے لکھے، اور اس میں دفع دخل مقدر کر دے اور خصم کے دلائل کا کمال وسعت سے جواب دے مگر پھر بھی اسکی طاقت بشری علمی اور خوش تقریری سے یہ امر خارج ہے کہ دوسری تحریر پیش کرنے والے کو (جو اس کا مخاصم ہو) اپنی تحریر میں کوئی غلط اور بے جا بات نہ لکھنے دے اور وہ اس تحریر (ثانی) میں کوئی ایسی بات نہ لکھ سکے جس سے پہلی تحریر کے قوی دلائل اور صحیح بیان میں نافہم و کم علم ناظرین کو دھوکہ اور مغالطہ پیدا ہو سکے۔

کسی بشر سے (خواہ کیسا ہی عالم فاضل ہو) یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ خدا تعالی نے (جو ہر امر پر قادر ہے اور وہ ہر شخص کے سینہ کی باتوں کو، ماضیہ ہوں یا آتیہ، خوب جانتا ہے۔ اور جس سچائی کو چاہے لوگوں کے دلوں میں ڈال سکتا اور جس مغالطہ سے چاہے ان کو بچا سکتا ہے) اپنی کلام پاک (قرآن مجید و غیرہ کتب) میں ایسا نہیں کیا کہ اپنے صادق و بے عیب کلام میں نادان اور کم فہم لوگوں کے دھوکہ دینے اور شبہ ڈالنے کا امکان باقی نہ رکھا ہو۔

یہ ہوتا تو قرآن مجید پر کوئی مخالف اسلام کسی قسم کا اعتراض نہ کرتا اور بے انصافی اور عناد سے اس کی صحیح اور سچی باتوں میں تعارض و تناقض پیدا کر کے نادان اور نافہموں کو دھوکہ میں نہ ڈالتا اور کسی عالم خادم قرآن کو ان مغالطات کے جواب دینے کا موقع نہ ملتا، حالانکہ ہم صاف دیکھتے ہیں کہ ہزاروں ملحد اور اسلام کے مخالف قرآن کی بیسیوں باتوں پر بے جا اعتراض کرتے ہیں اور قرآن کے خادم دن رات ان کے اعتراضات کے جواب و ردّ کے درپئے رہتے ہیں (یہ قرآن پر ایمان لانے والوں کیلئے مثال دی گئی ہے۔ اب ہم نئی روشنی پر جان قربان کرنے والوں کے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں: اعلی عدالتوں میں وکلاء مدعی اور مدعا علیہ میں مباحثہ ہوتا ہے، تو مدعی کا وکیل اپنے دعوی کے

دلائل بیان کرتا ہے، پھر مدعا علیہ کا وکیل اس کا جواب دیتا ہے، اوراس کے مقابلہ میں اپنے دلائل بیان کرتا ہے ۔ پھر مدعی کے وکیل کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اس جواب کا جواب دے اوراس کے دلائل کو توڑے ۔ ایسا نہیں ہوتا کہ صرف جانبین کا ایک ایک دفعہ بیان لے کر فیصلہ کیا جائے ۔ ہمارے مرزا کا طرز سب سے نرالا ہے۔ نہ تو قرآن کے موافق ہے نہ قانون عدالت کے ۔ بلکہ آپ کے ہاں صرف ایک ایک دفعہ کے بیان سے مباحثہ ختم ہو کر حکم اخیر صادر ہو جاتا ہے) اور جس حالت میں خداوند عالم قادر مطلق نے (باوجود قدرت و وسعت کے) ایسا نہیں کیا کہ اپنی صرف ایک دفعہ کی کلام سے بے انصاف خصوم کی دہان بندی کر دی ہو اور خادمان قرآن کیلئے اعادہ وتوضیح مرام کی خدمت باقی نہ چھوڑی ہو، تو پھر کوئی بشر اپنی ایک ہی تقریر وتحریر میں ایسا کب کر سکتا ہے؟

اس سے کس و ناکس کو، بشرطیکہ فہم و انصاف رکھتا ہو، یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جو شخص اظہار صواب و احقاق حق کے دعوی سے مباحثہ کرنا چاہے اور پھر اپنے خصم سے یہ شرط تسلیم کرائے کہ پہلے وہ صرف ایک تحریر میں اپنا ثبوت پیش کرے، اس کے بعد یہ اس کا جواب تحریر کرے گا اور پھر اس کو ایک لفظ یا ایک حرف بولنے یا کہنے کی اجازت نہ دے گا، وہ درحقیقت احقاق حق واظہار صواب کے لئے مناظرہ ومباحثہ کرنا نہیں چاہتا اوراس دعوی میں وہ نیک نیت نہیں رکھتا ۔ بلکہ وہ صرف مجادل اور مفاخر اور بدنیت ہے جو حاضرین وسامعین کو دھوکہ دے کر اپنا بول بالا کرنا اور اپنے خصم پر کوئی مغالطہ دے کر الزام قائم کرنا چاہتا ہے ۔ وبس ۔

اس شخص کی حمایت میں اگر کوئی یہ عذر کرے کہ حضار مجلس کیا سبھی ایسے ہوں گے جو اس شخص کے دھوکہ میں آ جائیں گے، اوراگر ہوں بھی تو یہ دھوکہ اس تحریر کے اشتہار اور بعد مجلس اس کے مغالطہ کے اظہار سے رفع ہوسکتا ہے ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی خاص مجلس کے سبھی لوگوں کا ایسا ہونا ممکن ہے کہ وہ اس تحریر کے مغالطات پر بلا اظہار واعلام غیر مطلع نہ ہوں ۔ ممکن کیا بہت دفعہ ایسا واقع ہو چکا ہے خصوصاً ان مجالس میں جس کی میجارٹی میں پارٹی فیلنگ ہو (یعنی اکثر ارکان کو اپنی جماعت کی رائے کی بے وجہ حمایت کا خیال ہو) ۔ رہا بعد مجلس بذریعہ تحریرات واخبارات اس مغالطہ کا اظہار و اشتہار ،سو اگرچہ ممکن ہے مگر یہ اس مجلس کے خیال شکست اور الزام خصم کو اٹھا نہیں سکتا ۔ ایک مجلس میں سامعین کے دھوکہ کھا جانے کے سبب جو الزام خصم پر قائم ہوجاتا ہے وہ : آن قطرہ باران رسید، کا مصداق بن جاتا ہے جس کی پوری تلافی اور اصلاح عادۃً محال ہے و لن یّصلح العطار ما افسده الدّھر ۔ اوراگر وہی تحریرات خارج از مجلس مناظرہ اصلاح واحقاق حق کے

لئے کافی ہیں تو پہلے انعقاد مجلس اور بالمشافہ تحریری مباحثہ کی کیا ضرورت ہے، اور یہ کام جو آخر کار تحریر سے لینا پڑے پہلے ہی بذریعہ تحریر کیوں نہ لیا جائے؟

اس بیان سے واضح ہے کہ جو آپ نے جانبین سے ایک ایک تحریر ہونے اور پہلے تحریر اپنے خصم کی جانب سے وقوع پانیکی شرط لگائی ہے، یہ کمال درجہ کا مغالطہ ہے اور بدنیتی پر مبنی ہے۔

اور جو آپ فرماتے ہیں: میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا دعوی صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد عدل ہیں۔

مرزا صاحب آپ ایسا نہ کہیں تو آپ کی بات کون سنے؟ مگر ایسا کہنا ایک اور دلیرانہ اور بے باکانہ دھوکہ دینا ہے جس کو صدق وراستی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا آپ الحمد سے والناس تک ہر ایک آیت سے اپنا مسیح موعود ہونا ثابت کر سکتے ہیں؟ اس دعوی میں آپ سچے ہیں تو پہلے قرآن کی پہلی سورت فاتحہ، اور بخاری کی پہلی حدیث انمّا الاعمال سے یہ دعوی ثابت کریں۔ پھر دوسری آیات واحادیث کو دیکھا جائے گا۔

اور اگر سارے قرآن اور تمام احادیث سے وہ بعض آیات واحادیث مراد ہیں جن سے آپ غلط فہمی سے متمسک ہوئے ہیں تو اس صورت میں سارا قرآن، اور تمام احادیث، کے الفاظ کیا معنی رکھتے ہیں؟ کیا الہامی اور راست بازوں کی یہ شان ہے کہ ایسی اٹکل پچو باتیں کہہ دیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ: اگر آپ لوگ جلسہ کیلئے تاریخ مقام مقرر کر کے ایک جلسہ عام میں مجھ سے تحریر نہ کریں گے تو آپ خدا کے نزدیک اور راست بازوں کی نظروں میں مخالف حق ٹھہرینگے۔

مرزا صاحب مباحثہ کے شائق اور پہلے مدعی آپ ہوئے ہیں لہذا یہ تقرر اور انتظام مجلس آپ کا فرض ہے۔ ومعہذا ہم اشاعۃ السنہ نمبر۱۲ جلد۱۲ کے صفحہ ۳۸۸ میں چھاپ چکے ہیں کہ آپ جس دن اور جس مقام میں مباحثہ کرنا چاہیں ہم حاضر ہیں۔ ہماں میداں ہماں چوگان ہمان گو۔ جو ایک عام تقرر ہے۔ اس کے بعد ہم بذریعہ تار آپ کو بلا چکے ہیں جس کے جواب میں آپ نے اس شرط کو پیش کیا جس کا بدنیتی اور فساد پر مبنی ہونا ابھی ثابت ہو چکا ہے۔ اس شرط کے ساتھ مباحثہ کا دعوی اور اقبال صریح انکار کے برابر ہے۔ اب فرمایئے خدا کے، نیز راست بازوں کی نظروں میں کون شخص مخالف حق ہے؟ اور مباحثہ سے گریز کرنے والا کون ہے؟ آپ کچھ نہ بولیں گے تو ناظرین اور خود انصاف کریں گے۔ زمانہ منصفین سے خالی نہیں ہے۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد۱۳۔ ص۵ تا۱۲)

مباحثہ لاہور ۔ اپریل ۱۸۹۱ء

مولانا محمد حسین بٹالوی اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ نمبر ایک میں منقول بالا تبصرہ کے بعد لکھتے ہیں:

اب ہم وہ گفتگو نقل کرتے ہیں جو ہم میں اور خیالی مسیح (مرزا قادیانی) کے ایک فرضی حواری میں ہوئی ہے۔ اس کے بعد وہ گفتگو نقل کریں گے جو خیالی مسیح سے دوبارہ ہوئی۔ اس کے بعد اس سب گفتگو کے نتائج بیان کریں گے جن سے ناظرین اور منصفین کو پورا یقین ہوگا کہ آپ اور آپ کے حواریوں کے سبھی دعاوی اور مقالات مغالطات پر مبنی ہیں۔

فرضی حواری سے ہمارے پرانے دوست مولوی حکیم نورالدین ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور مقیم و ملازم ریاست جموں مراد ہیں۔ وہ اپنے احباب کے سامنے اپنے حواری ہونے کا دعویٰ کر چکے ہیں ان کے اس ادعاء پر ہم نے ان کو فرضی حواری کہا ہے۔ آپ کے نام ہم نے ایک خط لکھا تھا جس کی نقل ذیل میں معروض ہے:

☆ لاہور۔ ۱۰ فروری ۱۸۹۱ء۔ (نمبر ۶۱)۔ محبی مولوی نورالدین صاحب السلام علیکم

اس کارسپانڈنس (یعنی خط و کتابت مرزا صاحب) کی نقل اس غرض سے آپ کے پاس بھیجی گئی ہے کہ آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہیں۔ میں مستعد ہوں کہ مرزا صاحب کے دعویٰ کی تغلیط کروں۔ آپ ہمیشہ اور لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں، مگر میں نے ایک دفعہ مرزا صاحب کی بابت آپ کو کچھ کہا تو آپ ناخوش ہو گئے (میں نے آپ کو صرف اس قدر کہا تھا کہ آپ قادیان گئے تھے، مرزا صاحب کو اتمام کتاب براہین احمدیہ کیلئے کیوں نہ کہا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں ان کی شان کو اس سے ارفع جانتا ہوں کہ ان کو ایسا کہوں۔ میں نے کہا اس میں کوئی گستاخی یا بے ادبی نہیں ہے، یہ تو صرف ایک نصیحت ہے۔ جس پر آپ خفا ہو گئے۔ اس کے بعد آپ ایک دفعہ لاہور تشریف لائے تو اپنی عادت قدیم مہربانی کے مطابق مجھے نہ ملے۔ اور اس کی وجہ میرے بھائی صاحب کے پاس یہ بیان کی کہ ہم ان کے پاس استفادہ کے لئے جاتے ہیں مگر وہ ہمارے پیر کی بدگوئی کرتے ہیں جس سے رنج پہنچتا ہے اور بجائے فائدہ نقصان حاصل ہوتا ہے۔ اسی نظر سے ہم نے اس خط میں لکھا تھا کہ حوصلہ ہو تو آیئے۔ یعنی

اپنے پیر مرزا پر اعتراض سننے کا حوصلہ ہے تو آیئے)۔اب بھی وہی حال ہے تو خیر، اور اگر ان کی بابت کچھ کہنے سننے کا حوصلہ ہے تو بہتر ہے لاہور میں تشریف لاویں اور ان کے معاملے میں گفتگو کریں۔ توضیح مرام اور ازالۃ الاوہام سے اس دعوی کی تصحیح نہ ہو گی۔آپ سے کچھ ہوسکتا ہے تو کریں۔ابھی وقت ہے۔ اب کی دفعہ لاہور میں آپ سے ملا تو جو کچھ آپ نے مجھ سے اور میں نے آپ سے ان کے باب میں کہا (یعنی مرزا صاحب کے باب میں اس استفسار کی وجہ یہ ہے کہ سیالکوٹ کے بعض علماء اور حکیم جی کے دوستوں سے میں نے سنا تھا کہ حکیم جی نے ان لوگوں کے پاس بیان کیا تھا کہ مولوی محمد حسین مجھے اب کی دفعہ لاہور میں ملے تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب کو آپ دیوانہ جانتے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر میں نے کہا جھوٹا جانتے ہیں۔انہوں نے کہا نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ اس دعوی مسیحیت کو کیوں نہیں مانتے۔انہوں نے جواب دیا کہ اس میں صرف یہی عذر ہے کہ وہ موعود مسیح نہیں ہو سکتے اور چونکہ یہ بات خلاف واقعہ تھی، اور میں نے ان سے بجز ، اسکے کہ مرزا صاحب کو میری طرف سے یہ پیام پہنچا دیں کہ،آپ مسیح موعود کیونکر ہوسکتے ہیں؟ مرزا صاحب کے متعلق اور کچھ نہ کہا تھا۔اس لئے یہ استفسار کیا تھا۔میرے اس استفسار کا جواب آپ نے اسی وجہ سے نہ دیا کہ آپ کا بیان خلاف واقعہ تھا۔ اس سے انکار کریں گے تو اس کی تفصیل ہم قلم میں لائیں گے)، اس کو بعینہ یا اس کا مضمون نقل کریں۔ مجھے اس سے ایک مطلب نکالنا ہے۔ محمد حسین

☆ اس خط کا جواب جو حکیم صاحب نے دیا، وہ ذیل میں منقول ہے:

مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب والا کو خاکسار بہت مدت سے مرزا جی کے خلاف پر مستعد یقین کرتا ہے۔ جناب سورج کے سامنے نجوم کے شعاع کو کون دیکھتا ہے۔ابھی مرزا زندہ ہیں۔ میں آپ کے دعاوی اور علم سے ناواقف نہیں۔اور یہ امر اب پبلک کے سامنے آگیا ہے۔اب پرائیویٹ خط وکتابت بند کیجئے۔ میں لوگوں سے مباحثہ کرونگا۔ مجھے اختیار ہے۔ مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عقائد کی اصلاح کروں۔اس سے زیادہ میں اس لئے نہیں لکھتا کہ میں آپ سے مایوس ہوں (آپ کے پیر جی تو مایوس نہیں ہیں۔وہ اب تک مجھ سے مباحثہ کرنے کا دم مار رہے ہیں، اور اپنے خط نمبری ۵ منقولہ ص ۳۷۱ جلد ۱۲۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ میں اپنے تمام مخاطبین ومخاصمین سے اسی خاکسار کو گفتگو کیلئے منتخب کر چکے ہیں۔آپ کیسے ان کے بااخلاص مرید ہیں کہ آپ مایوس ہو بیٹھے۔حضرت حکیم صاحب آپ مایوس نہیں خائف ہیں۔اور آپ یقیناً جانتے ہیں کہ گفتگو سے آپ عہدہ برآ نہ ہوسکیں۔ مسئلہ نسخ بعض آیات قرآن کے مباحثہ کے دن اور اشاعۃ السنہ کے مضامین

جن کی ثنا میں آپ ہمیشہ سے رطب اللسان رہے ہیں، چنانچہ آپ کے خطوط شاہد عدل موجود ہیں، آپ بھول نہ گئے ہوں گے)۔ نورالدین۔۳، پھاگن

مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ:

اس خط کی تحریر سے حکیم صاحب نے تو مباحثہ کو ختم کیا۔ اور یہ جان لیا تھا کہ چلو چھٹی ہوئی، اس بلا سے جان بچی۔ مگر خدا نے نہ چاہا کہ اس سے ان کو بچاوے اور انکے انکار کا عجز پر مبنی ہونا چھپا رہنے دے، لہذا حق تعالی نے حافظ محمد یوسف ضلعدار انہار کے دل میں اس خیال کا القاء کیا کہ جس طرح ہو سکے جانبین کو ایک جگہ جمع کریں اور ان کی باہم گفتگو کرا دیں۔ پس پہلے تو حافظ صاحب بھمراہی منشی عبدالحق، حکیم صاحب کے پاس جموں پہنچے۔ مگر وہاں سے واپس آئے تو مایوسی کے مظہر ہوئے۔ پھر جب حکیم صاحب بہ شمولیت راجگان جموں، لاہور میں آئے تو اس وقت حافظ صاحب لاہور میں نہ تھے۔ اس وجہ سے حکیم صاحب ہمارے قابو میں نہ آئے (ہر چند اور لوگوں کے ذریعہ ہم طالب مباحثہ ہوئے) اور حکیم صاحب اپنے مسیح کے پاس لودھانہ جا پہنچے۔ ۱۲۔ اپریل کو مولوی فضل الدین ساکن گجرات لودہانہ سے آکر خاکسار کو لاہور میں ملے تو مظہر ہوئے کہ آپ کے مقابلہ اور مباحثہ کیلئے مرزا صاحب تیاری کر رہے ہیں۔ کل مولوی نورالدین اور ان کے ایک شاگرد کو روانہ کریں گے۔ ۱۳، تاریخ اپریل کو حافظ محمد یوسف بھی لاہور پہنچ گئے اور ادھر سے حکیم صاحب رونق افروز لاہور ہوکر منشی امیر الدین کے مکان پر فروکش ہوئے۔ رات کے دس بجے منشی امیر الدین کے بھائی حاجی محمد دین، حافظ جی کا یہ پیغام لائے کہ حکیم صاحب تشریف لے آئے ہیں آپ صبح آویں اور ان سے گفتگو کریں۔ میں نے ان کے پیغام کا جواب یہ دیا کہ میں گفتگو کے لئے تب آؤنگا جب حکیم صاحب کا دستخطی رقعہ متضمن درخواست مباحثہ پاؤنگا کیونکہ وہ اپنے خط میں گفتگو سے انکار کر چکے ہیں۔ لہذا اگر میں بلا درخواست پہنچا تو وہ کہیں گے ہم تو مباحثہ سے انکار کر چکے ہیں پھر آپ کیوں آئے۔ حاجی صاحب میرے جواب سے آشفتہ خاطر ہوئے اور یہ مضمون زبان پر لائے کہ آپ نہ آئیں گے تو وہ لوگ (مسیحائی پارٹی) ہم لوگوں کو (جو آپ کے ہم خیال ہیں) گریز کی طرف منسوب کریں گے۔ اور اس بات کے مظہر ہوئے کہ حکیم صاحب اس مضمون کا رقعہ نہ لکھیں گے۔ اس پر میں نے کہا حکیم صاحب نہ لکھیں تو یہ بات حافظ صاحب تحریر کر کے میرے پاس بھیج دیں کہ حکیم صاحب آپ کے نام رقعہ لکھنے سے انکار کرتے ہیں، مگر ہم لوگ آپ کو ان سے گفتگو کیلئے بلاتے ہیں۔ یہ جواب لے کر حاجی صاحب خفگی کے ساتھ واپس ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد میاں

رجب دین کو لے کر میرے پاس آئے اور حافظ جی کا وہی پیام لائے۔ میں نے اس کے جواب میں پھر وہی بات کہی۔مگر میاں رجب الدین نے میرے اس جواب کی مخالفت میں بہت زور دیا اور یہ کہا کہ اگر آپ نہ آئے تو ہم لوگوں پر گریز کا الزام قائم ہو جائے گا۔اور جب خط کا ذکر آیا تو انہوں نے ایک خط بھی حافظ صاحب کا جیب سے نکال کر پیش کیا (جس کا مضمون غالبًا وہی تھا جو اڈیٹر پنجاب گزٹ نے اپنے پرچہ ۲۵۔اپریل ۱۸۹۱ء میں مشتہر کیا ہے) مگر چونکہ اس خط کا مضمون وہ نہ تھا جو میرا مطلوب تھا، بلکہ وہ مضمونِ مطلوب اور قاصدوں کے زبانی پیام کے مخالف تھا، لہذا میں نے اس خط کو پڑھ کر واپس کیا اور اسکے ساتھ خوش طبعی سے یہ بھی کہا کہ اس خط کو آپ یا حافظ صاحب شہد لگا کر چاٹ لیں۔اس پر بھی میاں رجب دین نے اپنی بات پر اصرار نہ چھوڑا۔آخر میں نے ان کے اصرار پر صبح کو مجلس میں حاضر ہونا قبول کیا۔

صبح کو پھر میاں رجب دین اور ان کے بعد میاں محمد چٹو میرے بلانے کو آئے۔ میں ان کے ہمراہ صبح کے ساڑھے چھ بجے منشی امیر دین صاحب کے مکان پر پہنچا تو وہاں بڑا مجمع پایا جو میرے پہنچنے کے بعد اور زیادہ ہو گیا تھا۔اس مجمع کے ارکان (سابق اور لاحق) سے خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر یہ اصحاب واحباب ہیں۔مولوی عبدالرحمٰن خلف الرشید مولوی محمد بن بارک اللہ ، مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور، فقیر سید جمال الدین جج عدالت خفیفہ لاہور، مولوی عبدالعزیز رکن انجمن حمایت اسلام وملازم سررشتہ تعلیم پنجاب، وغیرہ۔

خاکسار مجلس میں پہنچا تو بعد سلام و مزاج پرسی حضار سب سے پہلے جو کلمہ زبان پر لایا وہ یہ تھا کہ : حافظ صاحب آپ نے جو مجھے بلایا ہے تو کس غرض سے بلایا ہے؟ حافظ صاحب نے فرمایا کہ: اس غرض سے بلایا ہے کہ آپ مرزا صاحب کے متعلق حکیم صاحب سے گفتگو کریں۔ اس کلمہ (یا جو اس کے ہم معنی ہو) کے سوا حافظ صاحب نے اس وقت ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا۔نہ مجھے کچھ کہا نہ حکیم صاحب سے۔ پھر خاکسار نے حکیم صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے مولوی فضل الدین کی زبانی سنا ہے کہ آپ لودہانہ سے مجھ سے مباحثہ کرنے کو تشریف لائے ہیں۔حکیم صاحب نے کہا کہ یہ بات غلط ہے (ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ حکیم صاحب کا بیان غلط ہے یا مولوی فضل الدین کا۔اس سے ہم کو کچھ بحث نہیں۔حکیم صاحب نے آخر حافظ یوسف کے حکم سے بحث کرنا قبول کرلیا، یہی ہمارے اس مدعا کیلئے کہ حکیم صاحب سے ہمارا مباحثہ ہوا، کافی ہے) مگر میں حافظ محمد یوسف کے حکم میں ہوں۔حافظ صاحب فرماتے ہیں تو اب میں گفتگو کو حاضر ہوں۔

پھر خاکسار نے کہا کہ قبل از بحث مقصود چند اصول آپ سے تسلیم کرانا چاہتا ہوں، کیونکہ بحث سے پہلے یہ اصول طے ہو جائیں گے تو اثناء بحث میں دلائل کے ردّ وقبول میں اختلاف نہ ہوگا۔ انہی اصول موضوعہ مسلّمہ کو دلائل میں پیش کیا جائے گا۔ حکیم صاحب نے اس امر کو منظور کیا اور حسب ذیل سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

{ا۔ محمد حسین: کتاب وسنت اتفاقی حجج شرعیہ ہیں (یعنی قرآن وحدیث کے شرعی دلائل ہونے میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں گو اجماع وقیاس کے دلیل شرعی ہونے میں بعض علماء کا اختلاف ہے)

{ حکیم صاحب نے فرمایا: مسلّم ہے۔

{۲۔ محمد حسین۔ سنت سے وہ اقوال وافعال (لائق اقتداء) (یہ اسلئے کہا گیا ہے کہ بعض افعال آنحضرت ﷺ کے آپ ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ امت کو ان کی پیروی جائز نہیں، جیسے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح) وتقریرات نبویہ (تقریر سے وہ فعل یا قول مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے کسی نے کیا یا کہا۔ اور آنحضرت ﷺ نے اس سے منع نہ کیا) مراد ہیں جو کتب حدیث میں مروی ہیں۔

{ حکیم صاحب: مسلّم ہے۔

{۳۔ محمد حسین: کتب حدیث سے صحیحین بلا وقفہ ونظر سنت نبویہ کی مثبت وشاہد ہیں۔

{ حکیم صاحب: صحیحین کو میں بہت معتبر سمجھتا ہوں۔ بخاری کو اقدم جانتا ہوں۔

{۴۔ محمد حسین۔ اس تفاوت اور تقدیم مرتبہ بخاری کا اثر یہی ہوگا کہ عند التعارض بخاری کی حدیث مقدم ہوگی۔ اور جو حدیث مسلم کی بخاری کے معارض نہ ہو وہ بھی بخاری کی طرح بلا وقفہ تسلیم کی جاوے گی۔

{ حکیم صاحب: مسلّم ہے۔

{۵۔ محمد حسین: ان دو کتابوں میں جرح مدفوع ہے (یعنی ان کتب کی احادیث پر جو اعتراض کئے گئے ہیں، ان کو بعض محدثین نے اٹھا دیا ہے۔ اب ان کتب کی احادیث پر کسی کا اعتراض سنا نہیں جائے گا) اور ان کتابوں کی کسی حدیث کی توہین یا ردّ اہل بدعت کی شان ہے۔

{ حکیم صاحب۔ مسلّم ہے

{۶۔ محمد حسین: آپ اپنی رائے سے جرح وتعدیل احادیث غیر صحیحین کا منصب رکھتے ہیں۔

{ حکیم صاحب۔ نہیں۔

{۷۔ محمد حسین: حدیث کی روایت اور راوی کی رائے میں فرق ظاہر ہے (روایت وہ ہے جس کو

راوی آنحضرت ﷺ سے نقل کرتا ہے۔ رائے وہ بات ہے جو وہ اپنی سمجھ اور فکر سے کہتا ہے)

{ حکیم صاحب: مسلّم ہے۔

{۸۔محمد حسین: الفاظ کتاب اللہ اور حدیث کو ظاہر معنی پر حمل کرنا واجب ہے اور ان کی تاویل بلا مانع قوی اور حجت قطعی جائز نہیں کیونکہ یہ تاویل لغت اور شرع سے امان کی رافع ہے (یعنی اگر لفظ کے ظاہری معنی بلا وجہ ترک کر کے اس کے تاویلی معنی مراد لینا جائز کہے جائیں تو نہ شرع کا اعتبار رہتا ہے نہ عام بول چال کا۔ اور ہر شخص کو اختیار ہو جاتا ہے کہ جس لفظ کے جو معنے چاہے مراد لے۔ مثلاً لفظ صلوۃ یا نماز سے اپنی خواہش نفسانی کو روکنا مراد لے، اور معمولی نماز چھوڑ بیٹھے۔ اور لفظ پانی سے پیشاب مراد قرار دے اور لفظ روپیہ سے کوڑی مراد ٹھہرا لے ۔ و بناء علیہ کوئی پانی مانگے تو پیشاب کر دے اور ہزار روپیہ کا اقرار کر کے یہ کہدے کہ ہم نے ایک ہزار کوڑی دینے کا اقرار کیا تھا)

{ حکیم صاحب: رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور قرآن شریف کے کلمات طیبات ایسے معاملات میں جو عملی طور پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو کر کے دکھا دیا ہے، یا صحابہ کے زمانہ میں بلا انکار انہوں نے عمل میں لا کر دکھا دیا ہے انکے وہی معنے ہیں جو تعامل سے ثابت ہوئے۔ باقی پیشگوئیوں یا اخبار میں ایسا کوئی مجازی استعارہ لینا قوی دلیل سے ممکن ہے۔ (حکیم صاحب نے شروع تقریر میں تو ظاہری معنی مراد لینے کے لئے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کے عمل کو شرط ٹھہرایا، جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ جو اقوال نبوی اور آیات قرآنیہ عقائد کے متعلق ہیں یا وہ اخبار و پیشین گوئیوں کے متعلق ہیں، ان کے ظاہری معنی مراد لینا ضروری نہیں، ان میں جو تاویل کوئی چاہے کر سکتا ہے، مگر آخر تقریر میں آپ نے اس شرط عمل کو اٹھا دیا اور صاف فرما دیا کہ پیش گوئیوں کے متضمن اخبار و آیات میں بھی، کوئی مجازی استعارہ مراد لینا قوی دلیل سے ممکن ہے جس کا صاف یہ مفہوم ہے کہ اگر اس استعارہ کے مراد ہونے پر قوی دلیل نہ ہو تو معنی حقیقی، جو ظاہری معنی ہیں، چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں ہیں۔ ہم نے اس وقت حکیم صاحب کو اس اضطراب و تخالف کا الزام نہ دیا اور ان کی شروع تقریر کا کچھ لحاظ نہ کیا صرف ان کی تقریر کا آخری حصہ سے اپنا کام نکال لیا)

{ محمد حسین: آپ کی تقریر سے یہ سمجھ میں آیا ہے کہ جن الفاظ نبوی یا کلمات قرآنی کے معنی عمل نبوی سے مفہوم نہ ہوئے ہوں ان الفاظ کے معنی لغوی میں تاویل جائز ہے اگر دلیل قوی ہو۔ اس کا لازمہ یہ ہے کہ اگر اس تاویل پر کوئی دلیل نہ ہو تو وہ تاویل بھی ویسی ہی ناجائز ہے جیسے کہ عملی معنوں میں تاویل ناجائز ہے۔

} حکیم صاحب: بہر حال یہ میرا مسلّم ہے۔

{۹۔محمد حسین: حقیقت مجاز سے مقدم ہے۔اور حقیقت کی علامات یہ ہیں۔ ۱۔معنی کا متبادر ہونا (معنی کا قریب الفہم ہونا)۔۲۔ایک امر جائز پر اس لفظ کا اطلاق (اطلاق جائز، ایک چیز پر ایسا لفظ بولنا جو بحکم عرف یا لغت اس پر بولا جا سکے جیسے زید کو انسان)۔۳۔ اس کے نفی کی عدم صحت (یعنی نفی کا صحیح نہ ہونا جیسے زید کے تئیں یہ کہنا کہ وہ انسان نہیں ہے، جو صحیح نہیں ہے)

علامات مجاز اس کے مخالف یہ ہیں: ۱۔ قرینہ کا وجود۔۲۔امر محال پر لفظ کا اطلاق۔۳۔نفی کی صحت

} حکیم صاحب: مجھے کچھ معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے یہ اصطلاح سلف صالحین سے کہاں سے لی ہے (حکیم صاحب کے اس جواب کا یہ مطلب ہے کہ جو اصطلاح سلف صالحین صحابہ و تابعین سے منقول نہیں وہ لائق قبول و اعتبار نہیں ہے۔ان کے اس جواب کو سن کر خاکسار کے علاوہ علماء حاضرین مجلس، مولوی محمد عبداللہ و مولوی عبدالرحمٰن لکھوی، بھی حکیم صاحب پر معترض ہوئے۔ان کے اعتراض اسی وجہ سے قلم بند نہ ہوئے تھے کہ وہ حکیم صاحب سے مباحثہ و مناظرہ کرنے والے نہ تھے۔ہوتے تو وہ اعتراض بھی قلم بند ہو جاتے۔ان اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ پچھلی اصطلاحات علمیہ کا سلف صالحین صحابہ و تابعین سے منقول ہونا شرط قبولیت و اعتبار ہے تو آپ ہی، حکیم صاحب، اصطلاحات اصول حدیث، مرفوع، موقوف وغیرہ، یا اصطلاحات نحو یہ مثلاً فاعل مرفوع ہوتا ہے اور مفعول منصوب، جن کو آپ مانتے، سلف صالحین سے ثابت کریں۔اور جو آپ نے خود اصل ہشتم کے جواب میں لفظ مجاز و استعارہ کو استعمال کیا ہے، اسی کو سلف صالحین سے ثابت کر دکھائیں۔حکیم صاحب اس پر بہت گھبرائے اور اس اعتراض کے جواب میں پہلے تو وہ یہ بولے کہ میں اپنے الفاظ، مجاز و استعارہ، کو واپس لیتا ہوں۔مگر آخر خاکسار کی جوابی تقریر، جس میں بحث لفظی کو چھوڑ کر مضمون اصول نہم آپ سے تسلیم کرایا گیا ہے، کو سن کر اس واپسی کو بھول گئے۔اور ہمارے اصل نہم کا مضمون مان گئے۔یا شائد وہ عمداً یہ سمجھ کر کہ میں لفظ مجاز و استعارہ کو واپس لونگا، تو اپنے پیر مرزا کے الہامات و تاویلات کے تمام تار و پود کو جو صرف مجاز و استعارہ پر مبنی ہیں توڑنے والا بنوں گا۔ اس سخن پر آپ کی رائے قائم نہ رہی اور خاکسار کی جوابی تقریر کو مان گئے۔

حکیم صاحب کے اس جواب پر مولوی عبدالرحمٰن صوفی صافی جو اس سے پہلے چپ چاپ بیٹھے تھے بایں اعتراض معترض ہوئے کہ یہاں، مسئلہ حقیقت و مجاز میں، تو حکیم صاحب سلف صالحین کی نقل کے طالب ہوئے ہیں مگر آیات قرآن و حدیث نبویہ کی ان تاویلات میں جو مرزا غلام احمد کرتے ہیں، جیسے دجال سے مراد دنیا دار ہونا، اور ابن مریم سے مراد مثیل ابن مریم اور لیلۃ القدر سے زمانہ ظلمت وغیرہ، وہ

سلف صالحین سے نقل وشہادت کے کیوں طالب نہیں ہوتے۔ پھر مولوی صاحب نے دینی جوش میں آکر یہ فرمایا کہ جو شخص الفاظ قرآن وحدیث کے ایسی تاویلی معنی کرے جو صحابہ وتابعین وغیرہ سلف صالحین نے نہ کئے ہوں وہ بدعتی وگمراہ وملحد ہے۔ اور یہ کہہ کر آپ اس مجلس سے چلے گئے۔ جس کا ذکر مرزا صاحب کے خط نمبری ۸ وضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء ص ۳ میں ہوا ہے۔ مولوی صاحب کے جوش میں آنے اور مجلس سے اٹھ جانے کی وجہ ایک تو یہی تھی کہ جو بات حکیم صاحب نے اس جواب میں اختیار کی تھی، اس کے وہ خود پابند نہ تھے، لہذا انکا یہ بات کہنا صرف جدال پر مبنی تھا جس سے مولوی صاحب کو نفرت ہوئی، اور ان کو حکیم صاحب کی ہدایت سے مایوسی ہوئی۔ دوسری وجہ یہ کہ حکیم صاحب کے حق میں مولوی صاحب کو خدا تعالی طرف سے ایک یہ الہام ہوا و ان تدعوھم الی الھدی فلن یھتدوا اذاً ابداً، یعنی اگر تو ان کو ہدایت کی طرف بلائے گا تو وہ کبھی ہدایت پذیر نہ ہوں گے۔ دوسرا الہام یہ ہوا: و یضل اللّٰہ الظّا لمین و یفعل اللّٰہ ما یشاء یعنی خدا ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ان الہامات سے مولوی صاحب نے روانگی فیروز پور کے وقت مجھے خاص اپنی زبان سے اطلاع دی تھی اور خود ہی اس کی یہ تفسیر فرمائی تھی کہ جو شخص صحابہ وتابعین وغیرہ سلف صالحین کے اتفاق سے اختلاف کرتا ہے وہ ان پر ظلم کرتا ہے۔ اور فرمایا کہ ہم لوگ اہل سنت والجماعت اسی وجہ سے کہلاتے ہیں کہ ہم سنت یعنی آنحضرت ﷺ کے قول وفعل کے پابند ہیں اور جماعت یعنی صحابہ وتابعین کے پیرو ہیں۔ ہم اس جماعت کی اتباع چھوڑنے سے اہل سنت سے خارج ہوجاتے ہیں اور ظالم بنتے ہیں۔ اور خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے قائم رہنے کی بابت خدا تعالی سے بطور استخارہ دعا کی تھی، اس کے جواب میں مجھے یہ الہام ہوا ہے لکلّ فرعون موسی۔ یعنی ہر فرعونے راموسی۔ لہذا آپ اس مقابلہ کے لئے قائم اور مستعد رہیں۔ ہم خدا تعالی سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خدا تعالی تمہاری مدد کرے۔ اس پر قائم ومستقیم رکھے)

{محمد حسین: میں لفظی بحث کو ترک کر کے صرف اس کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ آپ نے پچھلے جواب میں تسلیم کیا ہے کہ لفظ کے ایسے معنی جس کو استعارہ کہا جاتا ہے قوی دلیل سے لئے جائیں گے۔ بلادلیل ایسے معنی نہ لئے جائیں گے۔ پس میں انہیں معنی کو مجاز کہتا ہوں جن کو آپ نے استعارہ کہا ہے۔ اور آپ کے جواب سابق سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کوئی استعارہ بلادلیل قوی کسی لفظ سے مراد نہ ٹھہرائیں گے۔ میرے لئے یہی تسلیم آپ کی کافی ہے۔ اس معنی کو آپ مجاز کہیں یا نہ کہیں۔

}حکیم صاحب نے، اس کے جواب میں کوئی عذر وانکار پیش نہیں کیا اور سکوت سے اس کو تسلیم فرمایا

{۱۰۔محمد حسین ۔محال اور مجہول الکنہ میں فرق ہے۔اول کی تسلیم جائز نہیں، دوسرے کی جائز ہے۔

} حکیم صاحب: مسلّم ہے۔

{۱۱۔ محمد حسین : عادت کا خلاف جائز ہے ۔ بناء علیہ معجزات انبیاء وکرامات اولیاء جو عام عادات کے برخلاف معلوم ہوتے ہیں، واجب التسلیم ہیں اگر انکا ثبوت ہو۔

} حکیم صاحب : یہ بھی ایک خاص عادت اللہ ہے (آپ فرماتے ہیں کہ معجزہ وکرامت بھی خدا کی ایک خاص عادت ہے اس میں آپ نے معجزہ کو تو دبی زبان سے مانا ہے۔مگر اس کے خوارق عادت ہونے سے انکار کیا۔ اور یہ خیال نہ فرمایا کہ مخاطب نے بھی اس کو مطلق عادت کا خارق نہیں کہا۔صرف عام عادت اللہ کا خارق قرار دیا ہے جس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ معجزہ خدا کی خاص عادت کا جو انبیاء کے ساتھ رہی ہے اسکے نزدیک بھی خارق نہیں ۔ پھر اس بات کہنے کی آپ کو کیا حاجت تھی)

{۱۲۔محمد حسین : قانون قدرت جسکو بعض لوگ خدا کا قانون بنائے بیٹھے ہیں واقع میں خدا کی قدرت کا قانون ومعیار نہیں ہے۔

} حکیم صاحب: ہاں انسان کے محدود تجربے اور مشاہدے قانون قدرت پر حاوی نہیں ہوسکتے۔

{۱۳۔محمد حسین : آپ آنحضرت ﷺ کے معراج جسمانی کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ (اس میں آپ خوب قابو میں آ گئے ہیں۔جس قانون قدرت کی دست آویز سے آپ کے پیر اور انکے مرید صحیح احادیث کو ردّ کررہے ہیں، اس سے آپ تمسک نہ کرسکیں گے اور ان احادیث کو ردّ کرنے پر قادر نہ ہوں گے)

} حکیم صاحب: میں نے اس مسئلہ میں غور نہیں کیا کہ جسدی ہے یا روحانی۔نفس معراج کا اقرار ہے ۔ (اس میں آپ نے سفید جھوٹ سے کام لیا ہے۔آپ مدتوں سے کتب حدیث کی، جن میں معراج نبوی کا ذکر ہے، ورق گردانی کررہے ہیں ۔اور عام مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ آنحضرت ﷺ کو جسمانی معراج ہوا ہے، جانتے ہیں ۔اور خاص کر اپنے استاد مولوی محمد سہارنپوری ثم المکی سے، جو پرانے خیالات کے آدمی ہیں، حدیث معراج کے یہی معنی سن چکے ہونگے کہ آنحضرت ﷺ اس جسم مبارک سے آسمانوں پر گئے ۔اور ادھر اپنے پیر مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے خیالات ومقالات پبلک میں شائع ہوتے دیکھ رہے ہیں ۔ پھر کیا ایسی حالت میں ممکن ہے کہ آپ نے اس مسئلہ میں کچھ نہ سوچا ہو کہ ہمارے پیر کا خیال صحیح ہے یا پرانے مسلمانوں کا۔ بلا عذر وتامل محض تقلیداً اپنے پیر کا یہ خیال کہ معراج صرف روحانی ہوا ہے مان لیا ہو؟ ہرگز نہیں ۔آپ سچے ہیں تو اس پر قسم کھائیں ۔مگر یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ قسم میں توریہ جائز نہیں اور قسم اسی معنی پر واقع ہوتی ہے جو اس کے معنی دوسرا سمجھے)

{۱۴۔ محمد حسین: غیر نبی کا الہام دوسرے شخص پر حجت شرعی ہے یا نہیں؟

} حکیم صاحب: غیر نبی کا الہام نبی کے صریح الہام کے خلاف ہو تو حجت نہیں اور اگر کسی ایسے معاملے میں ہو کہ اس میں صریح حکم نبی کا خلاف نہیں ہے تو ممکن ہے کہ کسی کے لئے حجت ہو مگر حجت شرعی نہیں۔(آپ کے جملہ، ممکن ہے، اور پھر اسکے استثنی ،مگر حجت شرعی نہیں ،کو خیال میں لائیں۔ یہ کیسے اضطراب پر مبنی ہیں؟ غیر نبی کا الہام شرعی حجت نہیں تو پھر کیسی حجت ہے؟ اور یہاں شرعی حجت کے سوا کس حجت سے بحث ہے)

{۱۵۔محمد حسین: صحابی کی ایسی تفسیر آیات قرآن جس کے معنی سمجھنے میں محض رائے کا دخل نہ ہو، حکماً مرفوع ہے یا نہیں۔

} حکیم صاحب: صحابی کی ایسی تفسیر کوئی حکماً حجت نہیں۔(اس جواب میں اور جواب سوال نمبر ۱۶ میں آپ نے سلف صالحین کا خلاف کیا۔ اور اپنی اور اپنے پیر مرزا کی تاویلات بدعیہ مخالفہ سلف صالحین کے لئے راستہ نکالا ہے۔سلف صالحین تو ہر بات میں صحابہ کے اقوال و آثار کی پیروی کرتے اور ان کی آراء کو بھی اپنی آراء سے مقدم سمجھتے۔آپ ان کی ایسی تفسیر کو بھی نہیں مانتے جس کا آنحضرت ﷺ سے مسموع ہونا متعین ہے،اور اس میں رائے محض کا دخل نہیں ہے)

{۱۶۔محمد حسین: درصورت عدم حجیت وہ دوسروں کی تفسیر بالرائے سے مقدم ہے یا نہیں۔

} حکیم صاحب: صحابی کی تفسیر کو مقدم کرنا کوئی ضرورت نہیں۔

{۱۷۔محمد حسین: نبوت ختم ہو چکی ہے یا نہیں۔

} حکیم صاحب: نبوت تشریعی ختم ہو چکی ہے۔کوئی شخص شرع جدید نہیں لا سکتا۔

{۱۸۔محمد حسین: کوئی جدید نبی ہو سکتا ہے جو تشریع جدید نہ کرے۔شرع محمدی کے تابع ہو اور نبی کہلائے۔جیسے انبیاء بنی اسرائیل توریت کا اتباع کرتے تھے اور نبی کہلاتے تھے۔

} حکیم صاحب: کوئی بعید نہیں۔ ہو (اس میں تو آپ نے حد کر دی۔ پیروی قرآن و حدیث اور اتباع سلف صالحین و عام مومنین سب کو بالائے طاق رکھ کر اپنے پیر مرزا کی تقلید اختیار کی ہے۔جس میں وہ سرسید احمد خان کے مقلد بنے ہیں جو ختم نبوت سے بتاویل انکار کر کے، کالون،لوتھر، بابو کیشب ، چندر سین اور دیانند سرستی کو نبی یا پیغمبر قرار دے چکے ہیں)

{۱۹۔محمد حسین: آیت خاتم النبیین نبوت کو ختم کرتی ہے، آپ نبی جدید کی تجویز پر کیا دلیل رکھتے ہیں؟

{ حکیم صاحب: خاتم النبیین کی آیت تشریعی انبیاء کے ختم کی دلیل ہے۔ نبی بلا تشریع کے وجود کی مانع نہیں ہے۔ ایسے نبی کے دلائل میں اس وقت پیش نہیں کرتا (مجلس مناظرہ کے بعد آپ کو اپنے اس جواب کی مضرت سوجھی تو آپ نے حافظ محمد یوسف مہتمم انعقاد جلسہ سے یہ بات کہی کہ اس جواب میں کہیں علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل درج کرا دو۔ حکیم صاحب کے لودہانہ روانہ ہو جانے کے بعد حافظ صاحب نے منشی عبداللہ نقشہ نویس اور میاں الہ بخش درائی فروش کے سامنے خاکسار سے اس امر کی درخواست کی۔ خاکسار نے اس کے جواب میں یہ بات کہی کہ اس جواب کے ساتھ یہ حدیث چسپاں نہیں ہوسکتی۔ ہاں وہ اس جواب کو واپس لیں اور بجائے اس کے یہ جواب دیں کہ اس وقت نبی تو کوئی نہیں ہوسکتا، اس وقت کے علماء مشابہ انبیاء ہیں، تو اس جواب کے ساتھ وہ حدیث بخوبی چسپاں ہوسکتی ہے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے، جس مقام میں چاہیں اس حدیث کو درج کر دیں۔ حافظ صاحب اپنے قلم سے اس حدیث کو درج نہ کر سکے، اور اپنی نوکری پر چلے گئے۔ پھر خاکسار نے بذریعہ ڈاک وہ کاغذ جس میں اصول وسوالات درج تھے ان کے پاس بھیج دیا اور ان کو اختیار دیا کہ جہاں چاہیں، اس حدیث کو درج کریں۔ انہوں نے وہاں سے بھی اس کاغذ کو بلا تصرف وتبدل واپس کیا، اور کہیں اس حدیث کو درج نہ فرمایا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی کہیں اس کا مساغ نہ پایا۔ ہم اب بھی حکیم صاحب کو اختیار دیتے ہیں کہ جہاں چاہیں اس حدیث کو چسپاں کر دیں، اگر گنجائش پاویں۔ ہمارے نزدیک تو یہ حدیث تب ہی ان کی متمسک ہوسکتی ہے جب کہ وہ اس جواب کو بدل دیں۔ اور یہ جواب دیں کہ اب نبی کوئی نہیں ہوسکتا، علماء امت، انبیاء بنی اسرائیل کے مشابہ ہیں)

{۲۰۔ محمد حسین۔ لفظ عیسی بن مریم اور دجال کے اصلی معنی (جس کی تاویل محتاج دلیل ہو) آنحضرت ﷺ اور صحابہ وتابعین کے زمانہ میں اس وقت تک کیا سمجھے گئے۔

{ حکیم صاحب: مجھے تمام لوگوں کے کل اقوال کی خبر نہیں۔

{۲۱۔ محمد حسین۔ میں نے نہ تمام لوگوں کے اقوال پوچھے ہیں، نہ کل اقوال۔ جن لوگوں کے اقوال پر آپ کو اطلاع ہے، ان کا کیا خیال تھا۔

{ حکیم صاحب: ابن مریم سے قرآن میں عیسی نبی اللہ اسرائیلی مراد ہے اور دجال کی نسبت مختلف خیال ہیں۔ ابن صیاد کو حضرت عمرؓ دجال سمجھتے اور اس پر قسم کھاتے تھے (اس میں دھوکہ ہے جس کا بیان بابرہان تتمہ جواب نمبری ۲۴ میں عنقریب آئے گا)۔

{۲۲۔ محمد حسین: احادیث نبویہ میں جو ابن مریم کا لفظ وارد ہے اس کے معنی صحابہ وتابعین وغیرہ

مسلمین نے جہاں تک آپ کو علم ہے، کیا سمجھے ہیں۔ اور دجال کی نسبت جو آپ نے اختلاف بیان کیا ہے، اس کی ایک شق آپ نے بیان کی ہے دوسری نہیں کی۔ اب بیان فرماویں کہ سوائے ابن صیاد کے بھی صحابہ و تابعین نے کسی کو دجال سمجھا ہے۔

} حکیم صاحب: مجھے یاد نہیں کہ سوائے ابن صیاد کے کسی کو دجال کہا گیا ہو اور ابن مریم کے ساتھ کسی نے، جہاں تک مجھے یاد ہے، اسرائیلی کی قید نہیں لگائی۔

}۲۳۔ محمد حسین: آنحضرت ﷺ کے وقت میں ابن مریم کا لفظ قرآن میں اور پھر آنحضرت ﷺ کے کلام میں اور عام لوگوں کی کلام میں جب کبھی بولا جاتا تھا تو اس لفظ کے اصل معنی کیا سمجھے جاتے تھے۔ آیا وہی حضرت عیسی ابن مریم اسرائیلی یا کوئی اور معنی بھی کسی کے خیال میں آئے تھے۔

} حکیم صاحب: قرآن شریف میں جہاں ابن مریم آیا ہے وہاں تو وہی عیسی ابن مریم سمجھے جاتے تھے اور احادیث میں بھی جو ابن مریم بولا گیا تھا اس کی تصریح صحابہ کی جانب سے میں نے نہیں دیکھی کہ آیا وہ اس کو مثیل مسیح سمجھتے تھے، یا واقعی نبی اللہ بنی اسرائیلی مراد لیتے تھے۔

}۲۴۔ محمد حسین: آٹھویں اصول میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ احادیث اور اقوال کے اصلی معنی

....

مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ:

سوال نمبری ۲۴، اس حد تک پہنچا تھا کہ حکیم صاحب مجلس سے رخصت کے خواستگار ہوئے۔ اس وقت جناب مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور نے فرمایا کہ ان اصول وسوالات و جوابات پر فریقین کے دستخط ثبت ہونے چاہییں۔ و بناء علیہ وہ اصول وسوالات و جوابات اس مجلس میں اول سے آخر تک لفظ بلفظ پڑھے گئے۔ پھر حکیم صاحب نے اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملاحظہ فرما کر تسلیم کیا، اور پہلے اس پر اپنا دستخط کرنا چاہا مگر پھر فرمایا کہ یہ دوسرے کاغذ پر صاف ہو جائیں گے تو اس پر دستخط کرونگا۔ اور یہ کہہ کر مجلس سے کھڑے ہو گئے اور دوسرے جگہ کھانا کھا کر اپنے آقا راجہ صاحب کے پاس چلے گئے۔ اس کے بعد اکثر ارکان مجلس اپنے اپنے مکانات کو تشریف لے گئے۔ صرف خاکسار اور جناب مولوی محمد عبداللہ اور چند دیگر احباب تقریباً ایک گھنٹہ تک وہاں ٹھہرے۔ اور ان اصول وسوالات و جوابات کی دو نقلیں کرا کے اصل سے ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس کے بعد ہم بھی وہاں سے مرخص ہوئے اور ان دو نقلوں میں سے ایک نقل پر خاکسار نے اپنے دستخط کر کے حکیم صاحب کا دستخط ثبت کرانے کی غرض سے اس کو حافظ جی کے سپرد

کیا اور یہ کہہ دیا کہ جس وقت حکیم صاحب واپس آئیں اور مباحثہ پورا کرنا چاہیں اس وقت ہم لوگوں کو بھی طلب کریں۔

تھوڑی دیر کے بعد حکیم صاحب اس مکان میں واپس آ گئے تو آپ نے اس صاف شدہ نقل کو ملاحظہ فرمایا اور مطابق اصل پا کر اس پر دستخط کرنا چاہا۔ مگر بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ محمد یوسف نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا، جس کی وجہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

اس نقل میں حکیم صاحب نے اس قدر اضافہ کرنا چاہا کہ جواب نمبری ۱۸ یا ۱۹ میں کہیں پر حدیث علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل کو درج کیا جائے جس کو حافظ صاحب نے منظور کر لیا، اور دوسرے دن کاغذ واپس دینے کے وقت اس کی تعمیل کیلئے مجھے مامور کیا۔ خاکسار اس وجہ سے جو قبل ازیں عرض کر چکا ہے، اس کو قبول نہ کر سکا۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد۱۳۔ص ۱۳ تا ۳۲)

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ

اس دن بارہ بجے دن سے رات کے چار بجے تک حکیم صاحب لاہور میں رہے اور اپنے پیر کے بعض نئے حواریوں کو (جن میں حافظ محمد یوسف صاحب، و منشی الٰہی بخش صاحب شامل و حاضر تھے) حضرت مسیح کے سولی پر چڑھائے جانے اور ہڈی نہ ٹوٹنے کے سبب سے سولی سے زندہ اتر آنے اور پھر اپنی موت سے وفات پانے کا حال، جیسا کہ سر سید احمد خان کی تفسیر میں درج ہے، سناتے رہے۔ مگر خاکسار سے مباحثہ کرنے کا حرف زبان پر نہ لائے۔ بلکہ باوجودیکہ میاں رجب الدین و میاں محمد چٹو نے ان کو بہتیرا اکسایا اور مباحثہ پر آمادہ کیا مگر وہ اپنے کمان افسر حافظ محمد یوسف کی ماتحتی اور پھر ان کی غیر حاضری کے عذر سے اس مباحثہ سے جان بچاتے رہے۔ اور ادھر حافظ صاحب، جو مباحثہ سے ان کی جان بچانے کا ان کو شاید وعدہ دے چکے تھے، کہیں مفقود الخبر ہو گئے۔ اور مزید تفحص و تفتیش کے بعد منشی محمد بخش کے ان کے پاس پہنچنے پر رات کے بارہ بجے کے قریب وہ اس مکان میں آئے۔

اس وقت حکیم صاحب نے حافظ یوسف صاحب اور دیگر حاضرین و معتقدین سے یہ عذر پیش کر کے کہ: جموں میں ہمارا بہت جلد جانا ضروری ہے اور درصورت توقف مسلمانوں کا حرج عظیم متصور ہے، رخصت کے خواستگار ہوئے۔ حاضرین مجلس پر ان کے عذر و تقریر کا ایسا اثر پڑا کہ ان کو رخصت دینے کے سوا کچھ نہ سوجھا۔ پھر آپ نے ایک شب کے لئے لودہانہ جانے، اور وہاں سے اسباب اور اہل بیت کو لانے کی ضرورت کو ظاہر کیا اور ۱۵ تاریخ کو پانچ بجے صبح کے لودہانہ کی

طرف کوچ کیا۔

وہاں جا کر آپ کو جموں کا وہ ضروری کام بھول گیا اور وہ عذر بھی آپ کے خیال سے جاتا رہا۔ وہاں آپ نے ۱۸۔ اپریل تک قیام و آرام فرمایا۔ دو پہر ۱۹۔ اپریل (۱۸۹۱ء) کو لاہور پہنچ کر جموں کی طرف منہ کیا۔

ہم لوگ جو حکیم صاحب کے شبینہ مشورہ اور دیرینہ ارادہ سے واقف نہ تھے ۱۴۔ اپریل کو تمام دن ان کے منتظر رہے۔ رات ہوئی تو ان کی یاد آوری اور طلبی سے مایوس ہو کر اس امر پر آمادہ ہو گئے کہ علی الصباح بلا طلب و اجازت حکیم صاحب کے فرودگاہ پر دھاوا کریں گے۔ اور برطبق، تو مان نہ مان میں تیرا مہمان، خود جا کر خواستگار اتمام مباحثہ ہوں گے۔ یہ سوچ کر رات ہی کو رقعات اطلاعی و طلبی بنام شرکاء مجلس تحریر کئے جو نماز صبح کے بعد ان لوگوں کے مطالعہ میں آئے۔ و منجملہ ان اصحاب و احباب مولوی محمد عبداللہ تو بعد نماز صبح اپنے مکان سے چل بھی پڑے تھے۔ اور بعض دیگر احباب کے رقعات متضمن وعدہ شمولیت پہنچ گئے تو ایک مخبر صاحب یہ منحوس خبر لائے کہ حکیم صاحب تو کچھ رات رہتے یعنی ۴ بجے کے بعد لاہور کو چھوڑ گئے۔ یہ سن کر ان حضرات عازمین شراکت مجلس کی خدمت میں اور قاصد روانہ کئے جو ان کو اس تکلیف تشریف آوری سے روکیں۔

اس کے بعد جو کاروائی ہم نے کی اور طرف ثانی سے ہوئی اس کا بیان ہم بعد میں کریں گے، اس سے پہلے ہم اس مباحثہ کے واقع ہونے، اور اس واقعہ کے صحیح ہونے اور ان سوالات و جوابات کے حکیم صاحب اور خاکسار کے مابین دائر ہونے پر اس مجلس کے ارکان و اعیان کی جن کے نامی ہم قبل ازیں درج کر چکے ہیں شہادت پیش کرتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب، خاکسار اور حکیم صاحب کے مباحثہ کرنے کا انکار کر چکے اور یہ فرما چکے کہ:

> آپ کا تو درمیان قدم ہی نہ تھا یعنی تو تو اس مجلس میں بطور وزیٹروں کے بلایا گیا تھا اور بات چیت جو ہوئی تھی سو حافظ محمد یوسف کی حکیم صاحب یا مولوی عبدالرحمٰن سے ہوئی تھی۔ تو کون ہے کہ لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوتا ہے اور خود بخود مبارز و مباحث بن بیٹھا ہے۔

ان تقریرات و بیانات صداقت آیات ان حضرات تقدس سمات سے (جو ضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں شائع و مشتہر کر چکے ہیں) ممکن بلکہ بظن غالب مظنون ہے کہ اصلی حقیقت سے ناواقفوں پر برا اثر ہو۔ اور وہ ان بیانات پر اعتماد کر کے دعوی مباحثہ کو غلط سمجھیں۔ لہذا ضرورت ہوئی کہ حضار مجلس سے ایسے اعیان کی شہادت کو جن کی وجاہت اور صداقت میں ان

حضرات کو جائے کلام نہ ہو پیش کیا جائے۔ اس کے بعد جواب نمبری ۲۴ کا تتمہ درج کیا جائے گا۔ اس کے بعد پچھلی کاروائی فریقین کا بیان ہوگا۔

شہادت اعیان ارکان مجلس:

☆ مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور کی شہادت

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ خاکسار اس گفتگو میں جو ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو منشی امیرالدین کے مکان پر مابین جناب مولوی حکیم نورالدین اور جناب مولوی ابوسعید محمد حسین ہوئی تھی اول سے آخر تک حاضر تھا۔ خاکسار کے سامنے یہ سوال و جواب مرقوم الصدر مابین مولوی صاحب و حکیم صاحب ممدوحین کے ہوئے۔ آخری تقریر نمبری ۲۴ کے بیان میں جناب مولوی ابو سعید محمد حسین نے اصول ممہدہ میں سے اصل نمبری ۸ کا حوالہ دیا۔ اس پر خاکسار نے عرض کی کہ اس تمام تحریر پر، جواب تک ہوئی ہے، فریقین کے دستخط ہو جانے مناسب ہیں تاکہ حوالہ کے وقت کسی کو اپنے مسلمات سے اعراض و انکار کی گنجائش نہ رہے۔ خاکسار کی یہ گذارش مقبول و منظور ہوئی اس پر منشی محمد دین (یہ سعادت مند نوجوان علی گڈھ کالج میں بی اے کی کلاس کے طالب علم ہیں اور لاہور کے باشندے ہیں اور ہمارے عزیز تلمیذ ہیں۔ محمد حسین) صاحب نے جو یہ سوال و جواب لکھتے جاتے تھے اول سے آخر تک تمام تقریر سنائی پھر جناب حکیم صاحب نے خود بھی اپنے ہاتھ میں لے کر اور اس تحریر کو پڑھ کر فرمایا کہ اسکو صاف کر لینا چاہیے، میں دستخط کر دونگا۔ اب منشی محمد امیرالدین اور حافظ محمد یوسف نے کسی قدر اصرار کے ساتھ جناب حکیم صاحب کو مجلس سے اٹھا لیا اور حکیم صاحب ان کے ہمراہ کہیں تشریف لے گئے۔ حکیم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد بہت سے اصحاب جن میں خاکسار بھی تھا قریباً ایک گھنٹہ یا اس سے کسی قدر زائد دیر تک اس مجلس میں حاضر رہے جب اس اثنا میں حکیم صاحب واپس تشریف نہ لائے تو خاکسار مولوی ابوسعید محمد حسین سے رخصت ہو کر اور یہ عرض کر کے چلا آیا کہ پھر گفتگو کے وقت سے آپ مجھے اطلاع دیجئے گا میں انشاء اللہ حاضر ہو جاؤنگا۔ چنانچہ میں اس روز تمام دن منتظر رہا۔ ۱۵۔ اپریل کو صبح کے وقت مولوی صاحب ممدوح کی طرف سے ایک رقعہ اس مضمون کا خاکسار کے پاس آیا کہ حکیم صاحب نے تو مباحثہ کے لئے نہیں بلایا مگر ہم چاہتے ہیں کہ خود وہاں جائیں اور ان سے مباحثہ پورا کرنے کی درخواست کریں لہذا آپ تشریف لے آویں، حسب وعدہ آپ کو مطلع کیا گیا۔ چنانچہ خاکسار یہ رقعہ دیکھنے کے بعد

مکان سے چلا۔ اثنائے راہ میں مولوی صاحب ممدوح کا ایک اور آدمی ملا جس نے مولوی صاحب کی طرف سے بیان کیا کہ اب آپ تکلیف نہ کریں۔ حکیم صاحب رات کے پانچ بجے لودہانہ چلے گئے۔ یہ پیام سن کر خاکسار راستہ سے واپس چلا آیا۔

العبد، محمد عبداللہ عفی عنہ اول مدرس عربی اورئینٹل کالج لاہور

☆ خان بہادر فقیر سید جمال الدین رئیس و آنریری اسسٹنٹ کمشنر لاہور کی شہادت

جب راقم وہاں گیا تو اس وقت حکیم صاحب اور مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کے مابین سوال و جواب ہو رہے تھے۔ اور راقم کے سامنے اخیر میں یہ سوالات و جوابات پڑھے گئے تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ صاف ہو جاویں تو پھر دستخط کر دونگا۔ پھر حکیم صاحب کسی ضرورت کے واسطے تشریف لے گئے۔ راقم فقیر جمال الدین عفی عنہ

☆ شیخ خدا بخش جج عدالت خفیفہ لاہور کی شہادت

۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو میں مولوی محمد عبداللہ ٹونکی اور فقیر جمال الدین کے بعد اس مجلس میں گیا تھا، نہ اس خیال سے کہ میں مناظرہ میں شامل ہوں بلکہ مناظرہ کا مجھ کو علم بھی نہ تھا۔ میں وہاں مولوی نورالدین کے ساتھ کسی جگہ جانے کیلئے کسی اور معاملہ دنیاوی کی خاطر گیا تھا کہ وہ وقت مولوی نورالدین نے میرے ساتھ کہیں جانے کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ بہرحال میں نے گفتگو مابین مولوی محمد حسین اور مولوی نورالدین ہوتی سنی۔ آخر کار تنگی وقت کے سبب مولوی نورالدین کو بعض ان کے احباب نے اٹھایا اور گفتگو مذہبی کے واسطے آئندہ کے لئے التواء کرنا پڑا۔

پھر ۱۷۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو لودہانہ سے میرے نام خط مولوی نورالدین صاحب کا آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ مولوی محمد حسین کی خبر تار برقی لودہانہ میں بنام مرزا غلام احمد پہنچی ہے کہ مولوی نورالدین جو بحث شروع کر کے بھاگ گیا ہے اس کو واپس کرو، ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔ مولوی نورالدین نے مجھ کو لکھا کہ عام جلسہ کا انتظام ہو تو مع مرزا صاحب کے لاہور وہ پہنچیں اور مجھ کو نیز ایماء تھا کی مولوی محمد حسین کی خدمت میں عرض کی جاوے کہ ۱۴۔ اپریل کو قریب نو بجے دن کے جو ان کو یک لخت جانا پڑا کیسا ضروری امر تھا۔ میری رائے میں ۹ بجے جو مولوی نورالدین نے گفتگو ختم کی اس میں ضرورت واقعی تھی۔ بعد وصول رقعہ مولوی نورالدین کے منشی عبدالحق کے ساتھ بخدمت مولوی محمد حسین صاحب چپراسی روانہ کیا اور عبدالحق صاحب نے بخدمت مولوی محمد حسین خط مرزا غلام احمد کا پیش کیا۔ آخر ۱۷۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو منشی عبدالحق نے مجھ کو لکھا کہ مولوی محمد

حسین نے بجواب خط مرزا صاحب لکھ دیا ہے کہ بعد مطالعہ کتاب ازالہ اوہام بحث کے واسطے تاریخ مقرر کریں گے۔ الغرض ۹ بجے تک ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء گفتگو ہر دو صاحبان کی ہوتی میں نے سنی۔ آخرکار سوالات و جوابات میرے سامنے بمواجہ ہر دو فریق پڑھے گئے اور ان کو صحیح مانا گیا، مگر مولوی نورالدین نے کہا کہ بعد صفائی کے دستخط کریں گے۔ یکم مئی۔ احقر خدا بخش۔

☆ مولوی عبدالعزیز ملازم سررشتہ تعلیم و رکن انجمن حمایت اسلام کی شہادت

میں اس جلسے میں اول سے آخر تک موجود تھا اور جس قدر واقعہ مولوی محمد عبداللہ ٹونکی نے تحریر فرمایا ہے، میرا اس سے کلی اتفاق ہے۔ عبدالعزیز۔ ۲ مئی ۱۸۹۱ء

مرزا قادیانی اور ان کے حواری، ان شہادات کو دیدہ عبرت سے پڑھیں اور تھوڑی دیر کے لئے اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں۔ اور پھر خوف آخرت و ننگ دنیا کو پیش نظر رکھ کر انصاف سے کہیں کہ اس واقعہ کے بیان میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

ان شہادتوں کو وہ صادق اور کافی نہ سمجھیں تو ان اعیان سے یا انکے برابر صادق القول اور وجیہہ اشخاص کی شہادت سے یہ ثابت کریں کہ یہ مباحثہ حافظ محمد یوسف اور حکیم صاحب یا مولوی عبدالرحمٰن کے مابین ہوا تھا۔ اور ان سوالات و جوابات کا سلسلہ انہی حضرات میں جاری تھا۔ ابو سعید محمد حسین ایک گوشہ میں وزیٹروں کی لائن میں چپ چاپ بیٹھا تھا۔

ایسے اعیان ان کو شہادت کے لئے میسر نہ آئیں تو اپنے ہی حامیوں اور تسلی یافتہ حواریوں میں سے جن کے نام ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں مشتہر کر چکے ہیں تین اشخاص حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش، منشی عبدالحق سے اس مضمون کی شہادت دلوا دیں۔ مگر ان کی شہادت ہم حلف سے لیں گے اور خاص مجلس میں جن الفاظ سے چاہیں گے یہ مضمون کہلوائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات میں ایسے لوگ بھی ہیں جو دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز، عمل کر کے تاویل و توریہ کے ساتھ تھوڑا سا جھوٹ بولنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ ہم ان سے ایسے الفاظ سے حلفی شہادت لیں گے جن میں وہ تاویل و توریہ نہ کر سکیں گے۔ اور پہلے ان کو یہ مسئلہ سمجھا دیں گے کہ حلف میں توریہ جائز نہیں، وہ دوسرے کی نیت پر واقع ہوتی ہے۔

تتمہ جواب نمبری ۲۴

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس جواب کے شروع میں، ایک سطر، کا اعادہ کر کے جواب کو پورا کیا جاتا ہے آٹھویں اصل۔ (یا محاورہ عام کے مطابق آٹھواں اصول)۔

{ محمد حسین: آپ (حکیم صاحب) تسلیم کر چکے ہیں کہ:

۱۔ احادیث وقرآن کے اصلی معنی (یعنی حقیقی) بلا دلیل قوی ترک کرنا اور اسکے مجازی معنی بلا وجہ قوی مراد لینا جائز نہیں ہے اور امید ہے کہ صحابہ کو بھی آپ اس قاعدہ سے ناواقف یا دیدہ دانستہ اس کے مخالف نہ قرار دیں گے کیونکہ وہ لوگ آپ سے اور اس وقت کے تمام لوگوں سے افقہ واورع تھے اور محاورات عرب اور خطابات سید العجم والعرب سے بخوبی واقف تھے اور اصول صحیحہ کے پابند۔

۲۔ اور جواب نمبری ۲۳ میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ، یہ لفظ (مسیح ابن مریم) قرآن میں آیا تو صحابہ نے اس سے حضرت عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ کے اصلی معنی یہی (عیسی نبی اللہ) ہیں۔ یہ معنی اصلی نہ ہوتے تو قرآن میں وہ اس لفظ سے یہ مراد نہ سمجھتے۔

ان دونوں مقدمات مسلّمہ جناب کو ملانے سے صاف اور قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ لفظ حدیث میں وارد ہوا تو وہاں بھی صحابہ نے اس لفظ سے حضرت عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھا۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان (صحابہ) سے اس کے برخلاف اس لفظ سے مثیل مسیح یا اور معنی مجازی مراد سمجھنا اب تک ثابت نہیں ہوا، جس کا آپ نے بھی جواب نمبری ۲۳ میں اعتراف کر لیا ہے۔ اس قطعی نتیجہ کے ابطال ومقابلہ میں اگر آپ یہ کہیں کہ قرآن میں اس لفظ کے نازل ہونے کے وقت تو اس کے اصلی معنی حضرت عیسی نبی اللہ تھے مگر حدیث میں اس لفظ کے استعمال کئے جانے کے وقت وہ معنی اصلی نہ رہے۔ یا یہ کہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب اصلی معنی کو بلا وجہ ترک کرنے عدم جواز سے واقف نہ تھے۔ یا وہ باوجود واقفیت اس قاعدہ صحیحہ کے پابند نہ تھے، تو آپ کی بات کا کوئی جواب نہیں ہے۔

این ست جوابت کہ جوابت ندہم

(لطیفہ اعتراضیہ)۔ جواب نمبری ۲۱ و ۲۳ میں تو حکیم صاحب نے مسیح ابن مریم کے لفظ کا قرآن میں وارد ہونا تسلیم کر لیا تھا مگر اپنے پرائیویٹ جلسوں میں حضرت مسیح کا سولی دیا جانا، اور پھر اپنی موت سے فوت ہو جانا، تلقین فرماتے رہے تھے، اس لفظ کو قرآن میں وارد ہونے سے انکار کیا تھا، اور صاف فرما دیا کہ مولوی صاحب (یعنی محمد حسین) سخت غلطی کرتے ہیں کہ بار بار اس

لفظ کے قرآن میں وارد ہونے پر زور دے رہے ہیں۔

آپ کے اس اقرار کو ان حواریوں نے مان لیا۔ اور ایک مولوی حافظ بھی آپ کے اس انکار کا مصدق ہوا۔ دوسرے دن اس امر کا تذکرہ خاکسار کے پاس میاں رجب الدین اور خواجہ محمد دین نے کیا تو خاکسار نے اسی وقت قرآن سے ایسی آیات کا نشان دیا جن میں یہ لفظ وارد ہے۔ پھر مجمع عام وعظ جمعہ میں ان آیات قرآنیہ کو پڑھ کر سنا دیا (قرآن میں کئی جگہ لفظ عیسیٰ بن مریم وارد ہے۔ دیکھو آل عمران۔ ع ۵۔ نساء ع ۲۲ وغیرہ۔ کئی جگہ لفظ مسیح ابن مریم۔ دیکھو مائدہ۔ ع ۳ و ۱۰، توبہ۔ ع ۵۔ کئی جگہ لفظ عیسیٰ ابن مریم ہے، دیکھو بقرہ، ع ۱۱۔ مائدہ، ع ۵۔ مریم ع ۲۔ کئی جگہ صرف ابن مریم۔ دیکھو زخرف، ع ۶۔ مومنون ع ۳)۔ ہم کو ان حواریوں کی زود اعتقادی پر افسوس نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن سے ماہر نہیں اور بعض تو بالکل ان پڑھ ہیں۔ افسوس تو حکیم صاحب پر ہے جنھوں نے اس انکار میں غضب ڈھایا۔ اس میں آپ نے دیدہ دانستہ نئے حواریوں کو دھوکہ دیا تو محل افسوس ہے اور اگر یہ انکار ناواقفی پر مبنی ہے تو پھر آپ کا دعویٰ قرآن دانی محل تعجب ہے۔

جواب نمبر ۲۱ میں آپ نے اس لفظ کی مراد میں اختلاف ظاہر کیا ہے، اور اس اختلاف کی ایک شق کو کہ حضرت عمرؓ، ابن صیاد کو دجال کہتے اور اس پر قسم کھاتے تھے، بیان کیا۔ پھر سوال نمبری ۲۲ میں دوسرے شق اختلاف کے بیان کا آپ سے مطالبہ ہوا تو آپ نے یہ کہہ دیا کہ مجھے یاد نہیں کہ سوائے ابن صیاد کسی کو دجال کہا گیا ہو۔ اس سے آپ نے یہ جتایا کہ دجال صرف ابن صیاد بالاتفاق مراد ہے، اور ہماری یاد میں اس مراد کا کوئی مخالف نہیں۔ ان جوابات میں آپ نے کئی وجہ سے دجل (حق باطل کا خلط) اختیار کیا۔

وجہ اول یہ کہ حضرت عمر فاروق کا ابن صیاد کو دجال کہنا یہی معنی نہیں رکھتا کہ وہ آپ کے نزدیک دجال موعود تھے۔ کیوں یہ جائز نہیں کہ آپ نے اس کو منجملہ ان تیس دجالوں کے سمجھا ہو جن کے پیدا ہونے کی خبر حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے:

عن ابی ہریرہ عن النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم السّاعۃ حتی یبعث دجّالون کذا بون قریباً من ثلا ثین کلّھم یزعم انّہ رسو ل اللّٰہ، مسلم ص ۳۹۷۔

قیل لعل عمر اراد بذلک ان ابن صیاد من الدجّالین الّذین یخرجون فید عون النّبوّۃ او یضلون الناس و یلبسون الامر علیھم لا انہ المسیح الد جال۔ مرقاۃ حاشیہ مشکوۃ ص ۴۷۹۔ ملا علی قاری نے بعض علماء سے نقل کیا

ہے کہ شائد عمرؓ کے اس قول سے یہ مراد ہو کہ ابن صیاد ان دجالوں میں سے ہے جو نبوت کا دعوی کریں اور لوگوں کو بہکا دیں اور انکے دین کو گڈ مڈ کر دیں گے، نہ یہ کہ وہ مسیح دجال موعود ہے۔

اس وجہ سے معاملہ دجال و ابن صیاد کے متعلق ایک مغالطہ ثابت ہوا۔

وجہ دوم۔ یہ کہ فرض کیا اور مان لیا کہ حضرت عمر کا یہی خیال تھا کہ ابن صیاد (ابن صیاد مدینہ کا یہودی تھا۔آنخضرت ﷺ کے وقت میں اس نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور اس میں بعض ایسی عجیب باتیں موجود تھیں جو دجال میں ہونگی۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے حج بھی کیا۔اس کے مسلمان یا دجال ہونے میں صحابہ میں اختلاف رہا) وہی دجال موعود تھا مگر جب اس فرضی خیال سے آنخضرت ﷺ نے حضرت عمر کو روک دیا اور صاف فرما دیا۔

فقال عمر بن الخطاب ذرنی یا رسول اللّٰہ ا ضرب عنقہ فقال لہ رسول اللّٰہ ﷺ ان یکن فلن تسلط علیہ وان لم یکن فلا خیر لک فی قتلہ ۔ مسلم ص ۳۹۸۔

فقال رسول اللّٰہ ﷺ ان یکن ہو فلست صا حبہ انّما صاحبہ عیسی بن مر یم و الا یکن ہو فلیس لک ان تقتل ر جلاً من اہل العہد ۔ مشکوۃ ص ۴۷۹۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں آیا ہے، کہ اے فاروق، یہ ابن صیاد وہی دجال (موعود) ہے تو تجھے اسکے قتل پر تسلط نہ ہوگا کیونکہ اس کا قاتل حضرت عیسیٰ ہوگا۔اور اگر یہ اور دجال ہے تو اس کا قتل کرنا اچھا نہیں کیونکہ یہ ذمی (عہدی) ہے جن کا قتل کرنا جائز نہیں۔ ، تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت عمرؓ کا وہ فرضی خیال قائم رہتا؟ کیا یہ امر ممکن اور بلحاظ کمال حضرت عمرؓ کے اتباع و اتقاء میں جائز ہے کہ آنخضرت ﷺ آپ کو دجال موعود کی نسبت یہ خبر دیں کہ وہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے ہاتھ سے قتل کیا جائے اور پھر حضرت عمرؓ اسی کو دجال موعود سمجھیں۔ ہرگز نہیں۔آپ نے قول فاروقی کے یہ معنی بتا کر اور اس کے مخالف قول نبوی سے چشم پوشی کر کے مسلمانوں کو سخت دھوکہ دیا ہے اور اس میں دجل سے خوب کام لیا ہے

وجہ سوم۔ سلف صحابہ میں جو اختلاف تھا، وہ ابن صیاد کے باب میں تھا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں، نہ دجال موعود کے باب میں (جس کی علامات و خواص صحیح حدیثوں میں یہ آئے ہیں کہ۔ا۔ وہ مردہ کو زندہ کرے گا،۲۔ اس کے ساتھ دوزخ و بہشت ہوگا۔۳۔اس کی پیشانی پر ک ف ر یعنی کافر

مکتوب ہوگا۔۴۔حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ سے مارا جائے گا، وغیرہ) کہ آیا وہ بجز ابن صیاد کوئی اور شخص ہے یا نہیں۔امام نوویؒ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ امام ابوسلیمان خطابی نے فرمایا کہ ابن صیاد کے باب میں جب وہ بڑا ہوا، سلف کا اختلاف ہے۔ایک روایت یہ ہے کہ وہ اپنے کفریات سے تائب و مسلمان ہوا اور مدینہ میں فوت ہوا۔اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو اس کا منہ کھول کر لوگوں کو دکھایا گیا اور ابن عمرو جابر قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ابن صیاد دجال ہے۔

قال الخطابی و اختلف السّلف فی امرہ بعد کبرہ فروی عنہ انّہ تاب من ذلک القول ومات بالمدینۃ و انّھم لما اردوا الصّلوۃ علیہ کشفوا عن وجھہ حتی رآہ النّاس و قیل لھم اشھدوا قال و کان ابن عمر وجابر فیما روی عنھما یحلفان ان ابن صیادھو الدّجال لا یشکان فیہ فقیل لجابر انّہ اسلم۔ فقال و ان سلم۔ فقیل انّہ دخل مکہ و کان فی المدینۃ، فقال و ان دخل ۔ مسلم ص ۳۹۷

اور یہ اختلاف صحابہ یا تابعین کا ہم نے کہیں نہیں دیکھا کہ دجال جس کے خواص و علامات مذکورہ حدیث میں آئی ہیں وہ بجز ابن صیاد کوئی نہیں ہے۔

حکیم صاحب نے اس (اول) اختلاف کو یہ (دوم) اختلاف قرار دیا اور دجل اختیار کر کے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالا۔آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک صحابی یا ایک تابعی سے بنقل صحیح یہ ثابت کر دکھائیں کہ ابن صیاد کے سوا کوئی دجال نہیں جس میں علامات مذکورہ کتب حدیث پائی جائیں گی۔حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ و جابرؓ کے اقوال کو اپنے خیال کی تائید میں پیش کریں گے تو سخت پچھتائیں گے۔ان سے آپ یہ نفی ثابت نہ کر سکیں گے۔

بالجملہ دجال کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا ہے اس میں دجل سے پورا کام لیا ہے اور حق کو باطل سے ملا دیا ہے اور حق یہ ہے کہ دجال موعود اور اس کی صفات موجودہ کتب حدیث کسی اختلاف کا محل نہیں گو بعض صحابہ نے دجال کی بعض صفات کا محل ابن صیاد کو بھی بنایا ہے، اور اس کو منجملہ دجاجلہ شمار کیا ہے۔ (اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۳۳ تا ۴۵)

مباحثہ لاہور سے جنم لینے والی مراسلت

مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

حکیم نور الدین صاحب مباحثہ چھوڑ لاہور سے کرلو دہانہ چلے گئے تو خاکسار نے دوسرے دن اس پر اطلاع پاکر حافظ محمد یوسف اور میاں رجب الدین کو بلایا اور ان سے سبب تشریف بری حکیم صاحب دریافت کیا۔ حافظ صاحب نے بیان کیا کہ حکیم صاحب کو جموں میں جلد جانا ضروری تھا۔ وہ جلد نہ جاتے تو مسلمانوں کا سخت حرج ہوتا اسلیئے ہم نے ان کو مرخص کیا۔ اور کہا کہ کاغذ اصول و جوابات پر حکیم صاحب نے دستخط کرنا چاہا تھا، ولیکن ہم نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا۔ اور کہا کہ حکیم صاحب یہی خوف کرتے تھے کہ اگر میں بلا اتمام مباحثہ چلا جاؤنگا تو مولوی جی (محمد حسین) کہیں گے کہ وہ شخص بھاگ گیا مگر ہم نے اس خوف سے ان کو مطمئن کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ جو الزام وہ آپ پر لگائیں گے وہ ہم اپنے ذمہ لیں گے، آپ اس الزام سے بری سمجھے جائینگے

پھر حافظ صاحب نے اپنے بیان کی تصدیق میاں رجب الدین اور خواجہ محمد دین سے، کہ وہ بھی ان کے ساتھ آئے تھے، کرا دی۔ اور خاکسار سے یہ درخواست کی کہ آپ حکیم صاحب کی اس کاروائی پر جو کہنا چاہتے ہیں ہم کو کہیں، حکیم صاحب پر کوئی الزام عائد نہ کریں۔

میں نے اس کے جواب میں حافظ جی سے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں اور جو آئندہ چاہتے ہیں وہ صرف آپ کی دوست پروری اور پردہ پوشی ہے۔ آپ نے جب حکیم صاحب کو دیکھا کہ وہ ان اصول و جوابات کی تسلیم سے بے دست و پا ہو گئے ہیں لہذا اب وہ مباحثہ کے لئے مجلس میں آئیں گے تو الزام کھائیں گے اور خفت اٹھائیں گے۔ اور یہ امر آپ پر نہایت شاق گذرا اور دوستی کے اور حکیم صاحب کی اس مروت کے کہ وہ آپ کے کہنے سے مباحثہ کے لئے مستعد ہوئے مخالف معلوم ہوا، لہذا آپ نے اس کاغذ پر ان کا دستخط نہ ہونے دیا اور ان کو یہ وعدہ دے کر کہ ہزیمت کا الزام ہم اپنے ذمہ لیں گے، ان کو بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔ مگر آپ کی اس کاروائی سے حکیم صاحب الزام ہزیمت سے بری نہیں ہو سکتے اگر چہ وہ آپ ہی کے کہنے سے خاکسار کے مخاطب و

مناظر ہوئے تھے مگر آخر مخاطب ہوئے اور مناظر بن گئے ۔لہذا ان کا فرض تھا کہ وہ جاتے ہوئے خاکسار سے اجازت لیتے یا کم ازکم یہ اطلاع دیتے کہ ہم نے صرف حافظ جی کے کہنے سے آپ سے مناظرہ شروع کیا تھا اب ہم حافظ جی کے حکم یا اجازت سے اس مناظرہ کوموقوف کر کے لودہانہ جاتے ہیں ۔انہوں نے اپنا یہ فرض ادانہیں کیا ،تو ہم ان کا تعاقب نہ چھوڑیں گے۔ اوران کے نام تاردے کران کو اتمام مباحثہ کے لئے بلائیں گے۔جس پر ہم نے ۱۵۔اپریل کو ۱۱ بجے دن کے مرزا غلام احمد کے نام اس مضمون کا ٹیلی گرام دیا:

۱۵۔اپریل ۱۹۸۱ء ۔تمہارے ڈی سائیپل (حواری) نورالدین نے مباحثہ شروع کیا اور بھاگ گیا۔اس کو واپس کریں یا خود آویں ورنہ یہ متصور ہوگا کہ آپ نے شکست کھائی؛

اس تار کے جواب میں ہمارے مقدس اور شیر بہادر مرزا صاحب سے یہ نہ ہوسکا کہ فوراً تار کے ذریعہ مجلس مناظرہ میں حاضر ہوجانے کا وعدہ دیتے ۔ بلکہ دوسرے دن ۱۶۔اپریل کو ۶ بجے کی ٹرین میں ایک آدمی کے ہاتھ اس تار کے جواب میں اپنا خط ذیل روانہ کیا جو ۱۷۔اپریل کو ہمیں ملا ۔اس خط میں پچھلے مباحثہ کو آپ نے کان لم یکن (گویا کہ وہ ہوا ہی نہ تھا) ٹھہرایا۔اور نئے مباحثہ کے لئے ایسی فاسد شرائط کو پیش کیا جن سے مناظرہ کا وجود میں آنا محال تھا۔ان شروط کو گویا انہوں نے سپر بنایا اوران کے ذریعہ سے اپنے آپ کو اور اپنے حواری کو مباحثہ سے بچالیا۔

(اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ص ۴۵۔۴۶)

☆ مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا مذکورہ بالا خط درج ذیل ہے:

بخدمت اخویم مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

آپ کا تار، جس میں لکھا تھا کہ تمہارے وکیل بھاگ گئے ان کو لوٹاؤ یا آپ آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے، پہنچا۔اے عزیز! شکست اور فتح خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے فتح مند کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے شکست دیتا ہے۔کون جانتا ہے کہ واقعی طور پر فتح مند کون ہونے والا ہے اور شکست کھانے والا کون ہے؟ جو آسمان پر قرار پاگیا ہے وہی زمین پر ہوگا گودیر سے سہی۔لیکن اس عاجز کو تعجب ہے کہ آپ نے کیونکر یہ گمان کرلیا کہ حِبی فی اللہ مولوی حکیم نورالدین آپ سے بھاگ کر چلے آئے۔آپ نے ان کو کب بلایا تھا کہ تا وہ آپ سے اجازت مانگ کر آتے (وہ بے بلائے آئے مگر حافظ یوسف کے کہنے پر مناظرہ میں پھنس گئے۔کیا پھران پر واجب نہ تھا کہ وہ مجھ

سے اجازت لیتے یا کم از کم اطلاع دیتے کہ میں جاتا ہوں ۔محمد حسین)۔اصل بات تو اس قدر تھی کہ حافظ محمد یوسف نے مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ مولوی عبد الرحمٰن اس جگہ آئے ہوئے ہیں ، ہم نے ان کو دو تین روز کیلئے ٹھہرا لیا ہے (محض خلاف واقع ہے۔ مولوی عبدالرحمٰن لکھوی کو میں نے ٹھہرایا جس وقت حافظ جی کا لاہور میں سراغ بھی نہ تھا ، وہ تو اس دن آئے جس دن حکیم صاحب آئے تھے۔محمد حسین) تا ان کے رو برو ہم بعض شبہات اپنے آپ سے دور کرالیں اور یہ بھی لکھا کہ ہم اس مجلس میں مولوی محمد حسین صاحب کو بھی بلا لیں گے (نہ حافظ جی نے مولوی عبدالرحمٰن کے سامنے حکیم صاحب کی خدمت میں کوئی شبہ پیش کیا اور نہ انہوں نے دور کیا ۔ سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ کیا شبہ تھا جو پیش کیا اور حل ہوا۔محمد حسین) چونکہ مولوی صاحب موصوف حافظ صاحب کے اصرار کی وجہ سے لاہور میں پہنچے اور منشی امیر الدین کے مکان پر اترے اور اس تقریب پر حافظ صاحب نے اپنی طرف سے آپ کو بھی بلا لیا۔تب مولوی عبد الرحمٰن تو عین تذکرہ میں اٹھ کر چلے گئے اور جن صاحبوں نے آپ کو بلایا تھا انہوں نے مولوی صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی محمد حسین کا طریق بحث پسند نہیں آیا (میرا تو بقول آپ کے درمیان قدم ہی نہ تھا اور نہ میں نے مباحثہ کیا ، پھر میری کون سی بحث کا طریق ناپسند ہوا۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ نفی مباحثہ کو بھول گئے ۔محمد حسین) ۔ یہ سلسلہ تو دو برس تک بھی ختم نہیں ہوگا ۔آپ خود ہمارے سوالات کا جواب دیجئے۔ ہم مولوی محمد حسین صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ انہوں نے آپ کو بلایا ہے (محض دروغ بے فروغ ہے ۔ نہ حافظ جی نے مولوی عبدالرحمٰن کے سامنے یا ان کے پیچھے حکیم صاحب سے کوئی شبہ حل کرایا ، نہ اس کا شکریہ ادا کیا اور نہ آواز بلند یا آہستہ سے کہا کہ میری تو من کلّ الوجوہ تسلی ہوگئی ہے اب میرے دل میں کوئی شبہ و اعتراض باقی نہیں ہے ۔جس وقت آپ مسیح کے سولی پر چڑھائے جانے اور موت سے وفات پانے کے دلائل نئے حواریوں کو سنا رہے تھے، اس وقت تو حافظ یوسف وہاں موجود ہی نہ تھے پھر وہ ان کے ختم ہونے پر مصدق کیونکر ہوئے ۔ ہاں حافظ جی کے آنے پر جب وہ معہ منشی الٰہی بخش صاحب ۱۲ بجے رات کے قریب آئے تھے آپ نے وہ تقریر نقل کی تھی جو درباب عدم ثبوت قتل مسیح کے ریل گاڑی میں ایک انگریز کے ساتھ آپ کی ہوئی تھی۔ وہ تقریر سن کر بھی حافظ و منشی صاحب وغیرہ حاضرین بجز ایک شخص کے خاموش رہے ، نہ اس کے مصدق ہوئے نہ مکذب ۔شکریہ کجا و آواز بلند کجا۔آپ اپنے بیان میں سچے ہیں تو حافظ جی و منشی الٰہی بخش و منشی عبد الحق سے اس کی تصدیق کرا دیں ۔مگر یہ یاد رکھیں کہ ہم بھی انہی حضرات میں سے بعض کی تحریری شہادت اپنے بیان کی مصدق حاصل کر چکے ہیں ایسا نہ ہو کہ مقدس صوفیوں کی آپس میں جنگ ہو۔ وہ

حضرات اگر باہم مصالحت کرلیں گےاور بحکم دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز ۔اپنے بیان سابق کے برخلاف کذب پرآمادہ ہوکرآپ کے بیان کی تصدیق پر متفق ہوجائیں گےتو ہم تینوں کا علیحدہ علیحدہ حلفی اظہارلیں گےاوران کی اختلاف بیانی سے، جو دروغ گوئی کیلئے لازمی ہے، انکی ناراستی ثابت کریں گے انشاء اللہ ۔اس بیان میں جوآپ نے ان لوگوں کا قول نقل کیا ہے کہ : ہم مولوی محمد حسین کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے ۔، یہ صاف مشعر ہے کہ خاکسار کا دوبارہ آنا قرار پاچکا تھااوراس سے پیشتر ضروری تسلیم کیا گیا تھا۔وہ ضروری نہ مانا جاتا تو اس کی ضرورت کی نفی کی ضرورت نہ پڑتی ۔اس سے آپ کی اورآپ کے حواریوں کی ان باتوں کا کہ: آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔، اورتم ناحق لہولگا کرشہیدوں میں داخل ہوتے ہو:۔وغیرہ کا دروغ ہونا ثابت ہوتاہے ۔اس مکالمہ ومباحثہ میں میرا دخل نہ تھا تو پھران کو میرے آنے کا انتظار کیوں رہا۔اور پھراس کی ضرورت کی نفی کی ضرورت کیوں ہوئی ۔محمد حسین)۔تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا مولوی صاحب موصوف نے بخوبی ان کی تسلی کردی یہاں تک کہ تقریر ختم ہونے کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب نے بانشراح صدر بلند آواز سے کہا کہ اے حاضرین! میری تو من کل الوجوہ تسلی ہوگئی اورمیرے دل میں نہ کوئی شبہ اورنہ کوئی اعتراض باقی ہے ۔پھر بعداس کے یہی تقریر منشی عبدالحق ومنشی الٰہی بخش ومنشی امیر دین اورمرزا امان اللہ نے کی اور بہت خوش ہوکران سب نے مولوی صاحب کا شکر یہ ادا کیا اور تہ دل سے قائل ہو گئے کہ اب کوئی شک باقی نہیں اورمولوی صاحب کو یہ کہہ کررخصت کیا کہ ہم نے محض اپنی تسلی کرانے کے لئے آپ کوتکلیف دی تھی،سو ہماری بکلی تسلی ہوگئی۔آپ بلا جرح تشریف لے جایئے (محض دروغ ہےاور حافظ جی اورمنشی الٰہی بخش وغیرہ اس وقت یہ بات نہ بالشرح زبان پرلائے نہ بانقباض خاطر نہ آواز بلند سے نہ آہستہ سے ۔ بلکہ اس مجلس میں بجزایک شخص کےجس کی تصدیق بقول صائب :

دو چیز مے شکند قدر شعر را   تحسین ناشناس وسکوت سخن شناس

تکذیب کے برابر ہے،کسی نے لب نہیں ہلایا۔اگرآپ سچے ہیں تو ان تین اشخاص سے جن کا ذکر ہوا ہے حلفی اظہاردلوادیں۔محمد حسین)

سوانہوں نے ہی بلایا اورانہوں نے ہی رخصت کیا۔آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا، پھرآپ کا یہ جوش جوتار سے ظاہرہوتا ہے کس قدر بےمحل ہے ۔آپ خودانصاف فرماویں جب کہ ان سب لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اب ہم مولوی محمد حسین کو بلانا نہیں چاہتے ۔ ہماری تسلی ہوگئی اور وہی تو تھے جنہوں نے مولوی صاحب کولدھیانہ سے بلایا تھا تو پھرمولوی صاحب آپ سے کیوں

اجازت مانگتے، کیا آپ نہیں سمجھتے۔

(دوسری طرف مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد، مولوی سرور شاہ قادیانی کی زبانی اس واقعہ کی ایک اور شکل بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں: بیان کیا مجھ سے مولوی سید سرور شاہ نے کہ جن دنوں مرزا صاحب نے شروع شروع میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا، میں طالب علم تھا اور لاہور میں پڑھتا تھا۔ ان دنوں میں مولوی نورالدین، مرزا صاحب کو ملنے کے لئے جموں سے آئے اور راستہ میں لاہور ٹھہرے۔... میں مولوی صاحب سے ملنے کے لئے گیا۔ مولوی صاحب ان دنوں نماز چونیاں کی مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ وہاں مولوی صاحب نماز پڑھنے گئے اور حوض پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے، تو ادھر سے مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آ گیا۔ اس نے مولوی صاحب کو دیکھتے ہی کہا کہ مولوی صاحب! تعجب ہے آپ جیسا شخص بھی مرزا کے ساتھ ہو گیا ہے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ مولوی صاحب میں نے تو مرزا صاحب کو صادق اور منجانب اللہ پایا ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے ان کو یونہی نہیں مانا بلکہ علی وجہ البصیرت مانا ہے۔ اس پر باہم بات ہوتی رہی۔ آخر مولوی محمد حسین نے کہا کہ اب میں آپ کو لاہور سے جانے نہیں دونگا حتی کہ آپ میرے ساتھ اس معاملہ میں بحث کر لیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اچھا میں تیار ہوں۔ اس پر اگلا دن بحث کے لئے مقرر ہو گیا۔ چنانچہ دوسرے دن مولوی صاحب کی مولوی محمد حسین کے ساتھ بحث ہوئی۔ لیکن ابھی بحث ختم نہ ہوئی تھی کہ مولوی صاحب کو جموں سے مہاراج کا تار آ گیا کہ فوراً چلے آؤ۔ چنانچہ مولوی صاحب فوراً بطرف لدھیانہ روانہ ہو گئے تا کہ حضرت صاحب سے ملاقات کر کے واپس تشریف لے جائیں۔ سیرۃ المہدی۔ جلد ا۔ ص ۲۷۹)

اور اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیے جیسا کہ آپ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں تو یہ عاجز بسر و چشم حاضر ہے مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے، صرف تحریری بحث چاہیے (تقریر کا تحریر میں آ جانا اور جو بات کسی فریق کے منہ سے نکلے اس کو فریق ثانی کا لکھ لینا مناسب ہے مگر اس میں یہ قید لگانا کہ بدون تحریر کے کوئی فریق ایک کلمہ زبان پر نہ لاوے، بالمشافہ گفتگو کو فضول ٹھہرانا ہے اور دائرہ گفتگو کو تنگ کرنا۔ یہ قید ہو تو فریقین کا گفتگو کیلئے ایک مجلس میں جمع ہونا اور بالمشافہ گفتگو کی کیا ضرورت ہے؟ ایسی تحریری گفتگو غائبانہ بذریعہ تحریرات بھی ہو سکتی ہے۔ محمد حسین) اور وہ یوں کہ مساوی طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو بآواز سنا دیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دے دیں۔ پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سنا دوں۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے (ان شروط کا بدنیتی اور دھوکہ پر مبنی ہونا

بیان ہو چکا ہے۔اس طرفہ پر آپ نے طرہ یہ چڑھایا ہے کہ اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں، جس کو ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء لکھا گیا ہے، ایسی ہی چند شرطیں اور بڑھا دیں۔۱۔مجلس بحث میں کوئی یورپین افسر یا ہندو مجسٹریٹ ہو اور چند دیسی پولیس مین بھی ہوں۔۲۔سوال جواب لکھنے والا کوئی ہندو خوش خط ہو۔۳۔ ہر ایک فریق کو ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ تک تحریر کا اختیار ہو۔۴۔آٹھ بجے سے دس بجے تک یہ جلسہ ختم ہو۔اس سے زیادہ ہو تو نماز ظہر تک۔ ایسی ہی اس میں بعض اور شروط ہیں۔ان شروط کو پیش کر کے آپ نے دائرہ مباحثہ کو اور بھی تنگ کر دیا اور ثابت کر دکھایا ہے کہ درحقیقت آپ کو مباحثہ منظور نہیں ہے۔ یہ صرف مباحثہ سے جان بچانے کے حیلے بنائے ہیں۔آپ نے یہ سوچ کر ایسی شروط کو پیش کیا ہے کہ ان شروط سے کسی نہ کسی شرط کا فوت ہو جانا ممکن ہے اور اس سے مباحثہ سے ہماری نجات کی امید ہے۔مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یورپین افسر یا ہندو مجسٹریٹ، جو حاکم ہیں نہ کہ رعایا کے محکوم، اس مذہبی بحث کی مجلس میں شامل ہونا پسند نہ کریں، یا کوئی ہندو خوش خط جو فارسی اردو کے علاوہ عربی لکھنا، جو اس مذہبی بحث میں لازمی امر ہے، نہ جانتا ہو۔ شرط سوم و چہارم میں آپ نے یہ بھی جتایا ہے کہ اس بحث سے آپ کو اظہار حق مقصود نہیں صرف بزعم خود الزام خصم مدنظر ہے جو جدال کہلاتا ہے یا اپنے مخاطبوں کا امتحان علم و معلومات جیسے یونیورسٹی میں طلبا کو سوال دے کر حکم دیا جاتا ہے کہ اتنے گھنٹوں میں وہ ان کا جواب دیں تب وہ پاس ہو سکتے ہیں۔اور اگر اظہار حق مقصود ہو تو اس کے کیا معنی کہ وہ اظہار ایک گھنٹہ میں ہو یا آدھ گھنٹہ میں ہو، اور اس کے بعد کوئی حق کہے گا تو وہ زائد المیعاد سمجھ کر رڈ کیا جائے گا۔اس پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تحریر جوابات اور اختتام مباحثہ کے لئے کوئی حد و مدت مقرر نہ ہو تو سلسلہ فضول گوئی قطع نہ ہو۔ ہر شخص مخالف حق جب تک چاہے جو چاہے بکتا رہے۔اس میں اضاعت وقت کے علاوہ یہ بھی ایک نقصان ہے کہ حق ظاہر نہ ہو جو اصل مقصود مباحثہ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب خصم مخالف حق اس قسم کی واہیات کہنا شروع کرے تب طالب حق بعض باتوں کا واہی ہونا ظاہر کر کے اس سے اعراض و خاموشی اختیار کرے اور بحث کو موقوف کر دے۔اس سے فضول گوئی کا سلسلہ قطع ہو گا۔اور حق خود بخود سامعین و ناظرین پر ظاہر ہو جاوے گا۔اور اگر اس مجلس کی میجارٹی میں پارٹی فیلنگ ہو، یعنی اس کے جمہور ارکان کو ایک جانب طرف داری کا خیال ہو، تو اظہار حق و قطع سلسلہ فضول گوئی منصف مسلم الطرفین کی منصفی سے ہو سکتا ہے وہ جب خصم مخالف حق کو فضول باتوں کی طرف متوجہ ہوتا دیکھے گا، اس کو روک دے گا اور اس کے مخاطب حقانی کی حق گوئی کی داد دے گا۔ بالجملہ حق پژدہی و قطع سلسلہ فضول گوئی کا یہ طریق نہیں کہ تقریر حق کیلئے وقت اور مقدار اور اوراق مقرر کر دیں۔ اس کا طریق تو یہ ہے کہ کمال وسعت اور آزادی کے ساتھ حق کہدیں اور خصم کو بھی آزادی سے جواب کا اختیار دیں۔ پھر اس کا انصاف حاضرین و

منصفین سے کرالیں۔آپ نے اس ضروری اور لازمی شرط منصفی کو تو نظر انداز کیا اور بجائے اس کے فضول اور ناجائز شروط کو پیش کردیا۔محمد حسین) اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارہ میں نہ کرے، جو کچھ ہو تحریر میں ہو اور پرچے صرف دو ہوں۔اول آپ کی طرف سے ایک چو ورقہ پرچہ جس میں آپ میرے مشہور کردہ دعوی کا قرآن کریم اور حدیث کی رو سے رد لکھیں۔ اور پھر دوسرا پرچہ چو ورقہ اسی تقطیع کا میری طرف سے جس میں میں اللہ جل شانہ کے فضل وتوفیق سے ردّ الرد لکھوں اور انہی دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے۔اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور میں آ سکتا ہوں اور انشاء اللہ تعالی امن قائم رکھنے کے لئے انتظام کرا دونگا۔یہی آپ کے رسالہ کا بھی جواب ہے۔اب اگر آپ نہ مانیں تو پھر آپ کی طرف سے گریز متصور ہوگی (ناظرین خود انصاف کریں کہ گریز کس کی طرف سے اور کون شخص ایسی شرائط پیش کرتا ہے جو لائق تسلیم اور سہل الوقوع نہیں ہیں۔اور عذر عدم فرصتی سے صاف انکار کس نے کیا۔آپ کا خط نمبری ۱۱ ملاحظہ ہو۔محمد حسین)۔

راقم خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج۔اپریل ۱۸۹۱ء

مکرر یہ کہ جس قدر ورق لکھنے کیلئے آپ پسند کرلیں اسی قدر اوراق پر لکھنے کی مجھے اجازت دی جائے لیکن یہ پہلے سے جلسہ میں تصفیہ پا جانا چاہیے کہ آپ اس قدر اوراق لکھنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔اور آنمکرم اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچے صرف دو ہوں گے۔اول آپ کی طرف سے (نہیں نہیں اول آپ کی طرف سے تحریر ہونی چاہیے کیونکہ آپ مدعی ہیں اور بارِ ثبوت آپ پر ہے۔ آپ کا خصم تو آپ کا معارضہ کرے گا یا مانع یا سائل بنے گا۔جس کی نوبت آپ کے بعد آنیوالی ہے کتب فن مناظرہ، رشیدیہ وغیرہ، نظر سے نہیں گزریں تو کسی اہل علم سے پوچھ لیں) میرے ان دونوں بیانات کا رد ہوگا جو میں نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں (صرف مثیل مسیح کیوں کہتے ہیں آنے والہ مسیح کہیں اور لوگوں کو دھوکہ نہ دیں۔صرف آپ کا مثیل مسیح ہونا محل نزاع نہیں ہے۔سخت نزاع اور شدید بحث کا محل تو آپ کا یہ دعوی ہے کہ مسیح موعود سے، جس کے قیامت سے پہلے آنے کی خبر صحاح میں وارد ہے، حضرت عیسی نبی اللہ مراد نہیں بلکہ آپ مراد ہیں جو مثیل مسیح ہونے کے مدعی ہیں۔یہاں تو آپ نے دعوی وفات مسیح میں بحث ہونے کی آڑ میں دعوی مسیح موعود ہونے کا ثبوت پیش کرنے سے گریز کیا ہے اور ایک سابق خط میں اپنے اس دعوی کا ثبوت پیش کرنے اور اس کے لائق بحث ہونے سے صاف انکار کردیا، ناظرین ان چالوں کو دیکھتے جائیں۔محمد حسین) اور نیز یہ کہ حضرت مسیح ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔پھر اس ردّ الرد کے لئے میری طرف سے تحریر ہوگی۔غرض پہلے آپ کا یہ حق ہوگا کہ جو کچھ ان دعاوی کے

بطلان کے لئے آپ کے پاس ذخیرہ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ موجود ہے وہ آپ پیش کریں پھر جس طرح خدا تعالی چاہے گا یہ عاجز اس کا جواب دے گا۔ اور بغیر اس طریق کے جس کی انصاف پر بنا اور نیز امن رہنے کے لئے احسن انتظام ہے اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ آخری تحریر تصور فرماویں (یہ بھی آپ کی دھوکہ آمیز دھمکی ہے جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ اگر مخاطب نے اس دھمکی میں آ کر ہماری شرط فاسد کو قبول کرلیا تو وہ دام میں آیا اور اگر اس نے جواب سے انکار یا سکوت کیا تو یہ مشہور کیا جائے گا کہ مخاطب نے ہمارے خط کا جواب نہیں دیا اور وہ ہار گیا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ کا یہ دھوکہ ہمارے خیال میں آ گیا۔ نہ ہم نے آپ کی شرط فاسد کو مانا، نہ جواب خط سے سکوت کیا۔ اور آپ کے اس خط کا جواب ایسا دیا جو آپ کی شرط کے موافق نہ تھا۔ و بایں ہمہ اس کو آپ نے وصول کر کے اپنے اس خط کا آخری ہونا توڑ دیا۔ اور ہمارے اس جواب کے جواب میں ایک اور خط بھی لکھ دیا۔ اس کا جواب ہم نے خط نمبری ۲۳۵ میں دیا اور پھر اس کی تاکید میں خط نمبر ۲۴۹ ارسال کیا تو ان خطوں کے جواب میں آپ سے کچھ بن نہ پڑا اور وہ الزام سکوت و عجز از جواب جو اس دھوکہ آمیز دھمکی سے آپ ہم پر لگانا چاہتے تھے خدا تعالی نے آپ پر لگا دیا اور آپ پر یہ مصرح صادق آگیا مرا خواندی وخود بدام آمدی۔ محمد حسین) اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روا نہ رکھیں اور بحالت انکار ہرگز کوئی تحریر یا کوئی خط میری طرف نہ لکھیں۔ اگر پورے اور کامل طور پر بلاکم وبیش میری ہی رائے منظور ہو تو صرف اس حالت میں ہی جواب تحریر فرماویں، ورنہ نہیں۔

آج بھوپال سے ایک کارڈ مرقومہ ۹۔ اپریل ۱۸۹۱ء اخویم مولوی محمد احسن مہتمم مصارف ریاست پڑھ کر آپ کے اخلاق کریمانہ اور مہذبانہ تحریر کا نمونہ معلوم ہو گیا (آپ کے اخلاق کریمانہ اور مہذبانہ مندرجہ اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کا نمونہ ملاحظہ فرماتے تو یہ کلمہ لکھتے ہوئے شرماتے اور یہ خیال فرماتے کہ جس کی آنکھ میں شہتیر ہو وہ دوسرے کی آنکھ کے تنکے پر کیا اعتراض کرسکتا ہے۔ اس کارڈ میں یہ الفاظ: اس کو: بصیغہ واحد، اور: یہ شخص ملہم نہیں،، جو آپ کو بالمواجہ نہیں لکھے گئے، محل اعتراض وخلاف تہذیب واخلاق سمجھے گئے ہیں تو ان کا موازنہ، بے حیا و بے ایمان، سے جو آپ کے اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء سے مستفاد ہیں، اور الفاظ، دغا باز، حرامخور وغیرہ، جو آپ نے حواریوں سے کہلائے ہیں، سے کریں اور پھر انصاف سے کہیں کہ تہذیب واخلاق کا التزام کس جانب میں ہے۔ محمد حسین)۔ آپ اپنے کارڈ میں فرماتے ہیں کہ میں نے مرزا غلام احمد کے اس دعوی جدید کی اپنے ریویو میں تصدیق نہیں کی بلکہ اس کی تکذیب خود براہین میں موجود ہے۔ آپ بلا رؤیت مرزا پر ایمان لے آئے۔ آپ ذرا ایک دفعہ

آ کر اس کو دیکھ تو لیں۔ تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ۔ اشاعۃ السنہ میں اب ثابت ہوتا رہے گا کہ یہ شخص ملہم نہیں ہے۔ فقط۔

حضرت مولوی صاحب! من آنم کہ من دانم، آپ جہاں تک ممکن ہو ایسے الفاظ استعمال کیجئے۔ میں کیا ہوں اور میری شان کیا، بے شک آپ جو چاہیں لکھیں اور اس وعدہ تہذیب کی پرواہ نہ رکھیں (یہاں اس وعدہ کا التزام برابر رہا اور رہے گا۔ انشاء اللہ تعالی۔ دیکھئے آپ نے اور آپ کے حکم رضا و علم سے آپ کے حواریوں نے ہم کو کس قدر برا کہا ہے۔ ہم نے کسی لفظ کا جواب دیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ آئندہ بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ ہم کو خدا تعالی سے امید ہے کہ ہمارا صبر اور آپ کا روز افزوں جور وجفا لوگوں پر اچھا اثر پیدا کرے گا۔ اس سے لوگ سمجھ جائیں گے کہ آپ الہامی نہیں ہیں؛ ایں شکل برائے اکل است۔ محمد حسین) جس کو آپ چھاپ چکے ہیں۔ ربی یسمع و یری۔ و السلام علی من اتبع الھدی۔ خاکسار غلام احمد۔

آج ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو آپ کی خدمت میں خط بھیجا گیا ہے اور ۲۰۔ اپریل تک آپ کے جواب کے انتظار (میں) رہیں گے۔ اگر ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۱ء تک آپ کا خط نہ پہنچا تو یہی خط آپ کے رسالہ کے جواب میں کسی اخبار وغیرہ میں شائع کیا جائے گا۔ فقط مرزا غلام احمد۔ بقلم خود۔ ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ مع حواشی مولانا بٹالوی؛ اور مکتوبات احمد جلد اول، بغیر حواشی)

☆ مولانا بٹالوی بنام مرزا قادیانی

(مکتوب نمبر ۲۰۰)۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب۔ بعد سلام مسنون۔

۱۶۔ اپریل کے خط میں جو آپ نے اپنے حواری مولوی نور الدین کے عدم گریز کی وجہ بتائی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اس وجہ کی تفصیل میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ بھی مغالطہ سے خالی نہیں ہے۔ میں اس اجمال کی تفصیل اپنے رسالہ میں کرونگا۔ انشاء اللہ تعالی۔ اصل مطلب کا جواب یہ ہے کہ آپ نے تحریری بحث کے لئے دو شرطیں پیش کی ہیں۔ اول یہ کہ ایک ہی دفعہ فریقین اپنی اپنی تحریرات پیش کریں۔ دوسرے یہ کہ ان تحریروں کے اوراق محدود ہوں۔ ان میں سے جو آپ نے اپنی قدیم عادت تغلیط مخاطب کے مطابق مغالطہ دینا چاہا ہے میں اس کو تاڑ گیا ہوں جس کی تشریح اپنے رسالہ میں کروں گا مگر میں آپ کی قطع حجت کی غرض سے ان دونوں شرطوں کو منظور کرتا ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ میں ایک ہی دفعہ اپنی تحریر پیش کرونگا اور اس کے اوراق بھی محدود کر دونگا۔ مگر دو

شرطیں آپ میری بھی منظور کریں (جو نئی نہیں ہیں بلکہ پہلے بھی میرے خطوط میں معروض ہو چکی ہیں)۔

اول یہ کہ قبل از مباحثہ تحریری آپ رسالہ ازالہ اوہام میرے پاس بھیج دیں (تمام نہیں تو صرف اسی قدر جس قدر چھپ چکا ہے) تاکہ میں اپنی تحریر میں آپ کے جملہ دلائل کا جواب یک بارگی تحریر کرسکوں اوران دلائل کو دیکھ کر یہ بھی اندازہ کرسکوں کہ میں ان کا جواب کس قدر اوراق میں ادا کرسکونگا۔ آپ کا وعدہ بھی ہے کہ وہ رسالہ آپ کے پاس بیس پچیس روز میں پہنچے گا اور آپ سے پہلے کسی کو نہ دیا جائے گا جو ایک دفعہ ٹوٹ بھی چکا ہے (جیسا کہ آپ کے ایک سابق خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکیم نور الدین کو بھیجا گیا ہے)۔

دوم یہ کہ میں قبل از مباحثہ چند اصول کی تمہید کروں اور آپ سے ان کو تسلیم کراؤں جیسے کہ آپ کے حواری مولوی نور الدین سے تسلیم کرا چکا ہوں ۔

ان دونوں شرطوں کے تسلیم و تعمیل کے بعد آپ جس تاریخ میں اپریل کی چاہیں، لاہور تشریف لائیں میں حاضر ہوں ۔ ماہ اپریل میں آپ رسالہ ازالہ اوہام نہ بھیج سکیں تو ماہ مئی میں سہی ۔ اس مہینے میں مجھے سفر درپیش آ گیا (جس کو میں بارہا ظاہر کر چکا ہوں) تو میں جہاں ہونگا وہاں سے تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچونگا انشاء اللہ تعالی ۔ چنانچہ اپنے خط نمبری ۱۲۰ میں عرض کر چکا ہوں۔ میرے کارڈ اسمی مولوی محمد احسن صاحب بھوپال میں جو الفاظ لکھے گئے ہیں ان کا موازنہ اپنے الفاظ اشتہار ۲۶ مارچ سے کریں اور انصاف سے کہیں کہ تہذیب کا التزام کس جانب ہے ۔ اس کی توضیح بھی رسالہ میں ہوگی ۔ ابوسعید محمد حسین

☆ ضمیمہ خط نمبری ۲۰۰ ۔

لاہور ۱۸ ۔ اپریل ۱۸۹۱ء ۔ خیالی مسیح مرزا غلام احمد قادیانی ھداہ اللہ الصراط المستقیم سلام علی من اتبع الہدی ۔

کل آپ کے خط ۱۶ ۔ اپریل ۱۸۹۱ء کا جواب ہمدست حامل خط مذکور ارسال کر چکا ہوں آج اس خیال سے کہ شاید اس خط کے وصول سے آپ انکار کریں جیسے کہ آپ نے میرے مقابلہ میں اپنے حواری کے مباحث ہونے سے انکار کیا ہے اس خط کی نقل بذریعہ رجسٹری ارسال کرتا ہوں علاوہ براں دو باتیں (جن سے آپ کو ڈھیل دینا اور آپ کی حجت قطع کرنا مقصود ہے) میں اور لکھتا ہوں ان باتوں کو آپ خط سابق کا ضمیمہ قرار دیں ۔

اول یہ کہ اگر آپ مباحثہ کی مجلس میں اصول کی تمہید و تسلیم سے ڈریں اور یہ خیال کریں کہ خدا جانے

وہ اصول جو ہم سے تسلیم کرائے جائیں ،کیسے سخت مشکل اور ہمارے فہم اور علم سے اجنبی ہوں گے اور بناء علیہ آپ یہ کہیں (جیسے کہ آپ کے حواری نے مجلس مباحثہ میں کہا تھا) کہ خدا جانے ان اصول کی تسلیم سے ہم پر کیا پتھر پڑیں گے ،تو میں ان اصول کو آپ کے پاس وہاں بھیج دیتا ہوں ، بشرطیکہ آپ تمہیدا اصول کو تسلیم کریں ۔اس سے آپ کو ان اصول کے سمجھنے اور ان میں غور کرنے کیلئے کافی مہلت مل جائے گی ۔اور اس ناگہانی ابتلاء سے جس میں آپ کے حواری صاحب مبتلا ہو گئے اور اس سبب سے وہ مباحثہ چھوڑ کر بھاگ گئے نجات ہوگی ۔

دوم یہ کہ اگر آپ میری شرط اول کو تسلیم نہ کریں اور مباحثہ سے پہلے ازالہ اوہام میرے پاس بھیج نہ سکیں تو میں اس شرط کی تسلیم سے آپ کو بری کرتا ہوں بشرطیکہ آپ اپنی شرط فاسد (مبنی بر مغالطہ) میں اتنی ترمیم کر دیں کہ پہلے تحریر آپ کی ہو۔جس میں آپ اپنے دعاوی کے جملہ دلائل درج کریں اس کے بعد میری تحریر ہو جس میں آپ کے دلائل کا جواب ہو۔اور اگر آپ اپنی اس شرط فاسد میں اتنی ترمیم بھی روا نہیں رکھتے تو اس کی ایسی وجہ معقول بیان کریں جس کو آپ کے مخالف اور موافق سب قبول کرسکیں ۔ یا آپ یہ ثابت کر دکھائیں کہ آپ میں ایسی مزیت وفوقیت پائی جاتی ہے کہ آپ جو کہیں اس کو اور لوگ کا لوحی من السّماء بلا دلیل مان لیں اور جو بات کوئی دوسرا کہے اس کی تسلیم آپ کیلئے جائز نہ ہو، چہ جائے واجب! جو لوگ آپ کو ملہم مانتے ہیں صرف وہی آپ کے خیال ومقال کی نسبت یہ کہتے ہیں آمنّا کلّ من عند ربّنا ۔میں تو آپ کا مرید نہیں ہوں کہ جو آپ کہیں بلا دلیل مان لوں ۔ میں نے جو تار دیا تھا وہ اسی مباحثہ کے سلسلہ میں تھا جو آپ کے حواری نے شروع کیا تھا۔جس کا منشاء صاف یہ تھا کہ جو مباحثہ شروع ہے اس کو پورا کرنے کے لئے اپنے حواری کو واپس کریں یا خود تشریف لائیں، نہ یہ کہ آپ نئے مباحثہ کیلئے نئی شروط قائم کریں اور پھر اس کے مقابلہ میں جو شرط خصم پیش کرے اسے تسلیم نہ کریں ۔ان خطوط کا جواب ۲۱ ماہ حال تک نہ پہنچا تو ان خطوں کو رسالہ میں چھاپ دیا جائے گا اور اس پر ناظرین خود غور وانصاف کرلیں گے کہ واجبی بات ماننے سے کس کو انکار ہے اور گریز از مباحثہ کس نے کیا ۔ابوسعید محمد حسین

(اشاعۃ السنہ جلد ج ۱۳ ۔ص ۵۷۔۵۹)

☆ مرزا قادیانی بنام مولانا بٹالوی

بخدمت اخویم مکرم مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔عنایت نامہ پہنچا، باعث تعجب ہوا۔آپ نہ تو اظہار حق کی

غرض سے بحث کرنا چاہتے ہیں (ناظرین پر مخفی نہیں ہے کہ بحث کون نہیں چاہتا اور کون شخص ناجائز شروط پیش کر کے اس سے جان چھوڑاتا ہے اور اگر اس سے یہ مقصود ہے کہ بحث تو چاہتے ہیں مگر نہ بغرض اظہار حق بلکہ بغرض الزام خصم، تو یہ امر مضمر ہے اس کا تصفیہ بجز اس کے کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہم اور آپ قسم کھائیں اور جھوٹے پر لعنت سنائیں اور آیت مباہلہ پر عمل کریں، اگر آپ جائز سمجھیں۔ محمد حسین) اور نہ اس جوش بے اصل سے باز رہ سکتے ہیں۔ عزیز من (اس لفظ میں اپنی بزرگی کا ادعا ہے مگر معلوم نہیں کہ کس وصف میں آپ بزرگ بنتے ہیں۔ عمر میں یا علم میں یا زہد وتقوی میں جو دعوی نازیبا ہے اور ثناء خویش خود گفتن ... الخ کا مصداق۔ محمد حسین) رحمکم اللہ۔ یہ عاجز آپ کو کوئی الزام دینا نہیں چاہتا (آپ کا تو دلی منشاء یہی ہے، مگر خدا پورا نہیں کرتا۔ جو الزام آپ دوسروں پر قائم کرنا چاہتے ہیں وہ آپ پر عائد ہو جاتا ہے کما قیل: میں الزام اس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ محمد حسین) مگر آپ ہی کا قول وفعل آپ کو الزام دے رہا ہے آپ کا آدھی رات کو تار پہنچا کہ ابھی آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔ کس قدر آپکی اس تار پود سے مخالف ہے جو آپ اب پھیلا رہے ہیں۔ افسوس کہ آپ نے بحث کرنے کے لئے بذریعہ تار بلایا پھر آپ گریز کر گئے (گریز اس شخص کی طرف سے ہوا ہے جس نے مباحثہ سے جان بچانے کیلئے ناجائز شروط کو پیش کیا اور مخاطب کی جائز شروط کو نہ مانا۔ اب اس امر کا تصفیہ ناظرین خود کرلیں گے کہ ایسا کس نے کیا۔ آپ چاہیں اس امر میں کسی منصف کے سامنے بحث کرلیں آپ کا گریز ثابت نہ ہوا اور منصف مسلّم الطرفین نے اس کو تسلیم نہ کیا تو ہم آئندہ آپ کے ساتھ معارضہ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ لیجئے ایک بات میں میدان ہاتھ میں آتا ہے اور کیا چاہتے ہیں۔ محمد حسین) اور اب آپ کا خط مشت بعد از جنگ کا نمونہ ہے (یہ آپ کی تہذیب، انصاف پسندی، حق طلبی، روحانیت اور انکسار کا نمونہ ہے۔ کوئی پوچھے جنگ کب ہوئی اور ختم کب ہوئی، آپ نے جنگ کیلئے ناجائز شروط پیش کیں ادھر سے بھی بعرض چند شروط مقابلہ کیا گیا۔ آپ نے نہ شروط کو مانا نہ ان سے انکار کیا بلکہ جواب خط دینا ترک کر دیا، اس کا نام اختتام جنگ ہے تو یہ آپ کی طرف سے ہوا، گریز ہے تو آپ نے کیا ہے برطبق مثل الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، الزام گریز دوسروں پر لگایا۔ سو ایسے الفاظ سے جس کو ادنی اہل تہذیب وصاحب اخلاق استعمال نہیں کرسکتا چہ جائے مدعیان روحانیت وانکسار وایثار وانوار وغیرہ۔ محمد حسین)۔ فضول باتوں کو پیش کر کے اور بھی تعجب میں ڈالتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں آپ کے اقوال کا جواب دیتا ہوں۔

قولہ۔ دو باتیں جن سے آپ کو ڈھیل دیتا ہوں، لکھتا ہوں۔

اقول: حضرت! یہ تو آپ حیلہ حوالہ سے اپنے تئیں ڈھیل دے رہے ہیں۔ میں نے کب کہا تھا کہ مجھے

ڈھیل دیں۔آپ کی آدھی رات کو تار آئی ۔ میں تیار ہو گیا۔آپ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے خرچ دے کر بلا توقف اپنا آدمی روانہ کیا۔ بحث منظور کر لی ۔ سب انتظام مجلس اپنے ذمہ لے لیا مگر آپ تیاری کا نام سنتے ہی کنارہ کش ہو گئے (دل سے پوچھئے ۔ اور خدا سے ، لوگوں سے ، کسی سے تو شرمائیے ۔ شروط فاسد کی آڑ بنا کر کون کنارہ کش ہوا اور اب تک کون کنارہ کش ہے۔ میں تو آپ کے گھر کے قریب بھی پہنچا اور آپ کو مناظرہ کے لئے بلایا پھر آپ نے جج کے کام کا بہانہ پیش کر کے کنارہ کشی کو اختیار کیا۔ بایں ہمہ یہ الزام دوسروں پر لگانا آپ ہی کا کام ہے محمد حسین) ۔ اب سوچیں کہ کیا میں نے بحث کو ڈھیل میں ڈال دیا یا آپ نے ؟ اگر میں آپ ہی لاہور میں پہنچتا تو کس قدر تکلیف ہوتی ۔ آپ کی اس حرکت نے نہ صرف آپ کو شرمندہ کیا بلکہ آپ کی تمام عقلمند پارٹی کو خجالت کا حصہ دیا۔ اس کنارہ کشی کا آپ پر بڑا بار ہے کہ جو بودے عذروں سے دور نہیں ہو سکتا ۔ آپ نے ناگوار طریقہ سے مقابل آنے کی دھمکی تو دی مگر آخر آپ ہی نہ ٹھہر سکے ۔ کیا اس دعوی کے ساتھ جو آپ کو ہے ، یہ گریز آپ کی علمی وجاہت پر دھبہ نہیں لگاتے ؟

قولہ : اگر آپ عین مباحثہ کے جلسہ میں اصول کی تمہید وتسلیم سے ڈریں تو میں ان اصول کو آپ کے پاس وہاں بھیج دیتا ہوں تاکہ آپ کو ان کے سمجھنے کے لئے کافی مہلت مل جائے۔ ناگہانی ابتلاء سے بچ جائیں اور وہ حال نہ ہو جو آپ کے حواری کا ہوا۔

اقول ۔ حضرت آپ کو خود مناسب ہے کہ آپ ان اصولوں سے ڈریں۔ کوئی عقل مند ان بیہودہ باتوں سے ڈر نہیں سکتا اور میں تو آپ کے ان اصولوں کو محض لغو سمجھتا ہوں (یہاں تو آپ نے اصول اسلام کو لغو کہہ دیا مگر اپنے خط نمبری ۱۱ و ۱۴ میں ان اصول کی تمہید کو تسلیم کو منظور کر لیا۔ معلوم نہیں اس خط میں آپ اس خیال لغویت کو بحکم آنکہ ، دروغ گو را حافظہ نہ باشد، بھول گئے ۔ یا جو اس خط میں لکھتے ہیں وہ دل سے نہیں کہتے ۔ اور آپ کے مذہب کا کوئی اصول نہیں ۔ بہر حال آپ نے یہ بات دل سے کہی ہے تو آپ کی تسلیم خط نمبری ۱۱ و ۱۴ لغو ہے اور آپ پر آیت والّذین ھم عن اللّغو معرضون ، اور آیت لم تقولون ما لا تفعلون کے خلاف الزام قائم ہے اور اگر وہ تسلیم دل سے ہے تو آپ کا ان اصول کو لغو کہنا اصول اسلام کو لغو کہنا ہے ۔ زیادہ ہم کیا لکھیں ۔ محمد حسین) اور ایسے لغویات کی طرف سے مجھے یہ آیت روکتی ہے جو اللہ جلشانہ فرماتا ہے والّذین ھم عن اللّغو معرضون ، نیز یہ حدیث نبوی کہ من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ۔

یہ بات ظاہر ہے کہ جو بات ضرورت سے خارج ہے وہ لغو ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس

بحث کے لئے شرعی طور پر آپ کو کس بات کی ضرورت ہے۔ سوا دنی تامل سے ظاہر ہوگا کہ آپ صرف اس بات کے مستحق ہیں کہ مجھ سے تشخیص دعوی کرا دیں (یعنی اس دعوی کے دلائل نہ پوچھیں ۔ یہ مسئلہ نہ شریعت اسلام کا ہے نہ فن مناظرہ کا ہے ۔ آپ سچے ہیں تو بتائیں کہ شرع یا فن مناظرہ کی کس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ مدعی سے صرف تشخیص دعوی کرائی جائے، اس دعوی پر دلیل اس سے طلب نہ ہو۔ محمد حسین)۔ سو میں نے بذریعہ فتح اسلام و توضیح مرام اور بذریعہ اس حصہ ازالہ اوہام کے جو قول فصیح میں شائع ہو چکا ہے، اچھی طرح اپنا دعوی بیان کیا ہے اور بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ اور کوئی میرا دعوی نہیں جو آپ پر مخفی ہو اور وہ دعوی یہی ہے کہ میں الہام کی بنا پر مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت مسیح ابن مریم درحقیقت فوت ہو گئے ہیں۔ سو اس عاجز کا مثیل مسیح ہونا تو آپ اشاعۃ السنہ میں امکانی طور پر مان چکے ہیں اور میں اس سے زیادہ آپ سے تسلیم بھی نہیں کراتا۔ اگر میں حق پر ہوں تو خود اللہ جل شانہ میری مدد کرے گا اور اپنے زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کر دے گا۔

رہا ابن مریم کا فوت ہونا، سو فوت ہونے کے دلائل لکھنا میرے ذمہ پر کچھ فرض نہیں (کسی دعوی کے مدعی پر دلائل لکھنا فرض نہیں تو پھر کیا اس کے منکر پر فرض ہے۔ اس امر کی نہ شریعت مصدق ہے نہ فن مناظرہ۔ کتب شریعت میں اتفاقی مسئلہ ہے البیّنۃ علی المدّعی ، اور رشیدیہ کتاب فن مناظرہ میں بھی المدّعی من نصب نفسہ لا ثبات الحکم بالدّلیل او البیّنۃ محمد حسین) کیونکہ میں نے کوئی ایسا دعوی نہیں کیا جو خدا تعالی کی سنت قدیمہ کے مخالف ہو (یہ آپ کا ایک اور دعوی ہے جو خصم کے نزدیک مسلّم نہیں چنانچہ اس خط کے جواب میں بیان کیا گیا کہ اس میں آپ نے دھوکہ دیا ہے لہذا اس کی دلیل بھی آپ کے ذمہ ہے۔ محمد حسین) بلکہ مسلسل طور پر ابتدائے حضرت آدم سے یہی طریق جاری ہے، جو پیدا ہوا وہ آخر ایک دن جوانی کی حالت میں یا بڈھا ہو کر مرے گا۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے و منکم من یتوفّی و منکم من یردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً۔ پس جب کہ میرے پر یہ فرض ہی نہیں کہ میں مسیح کے فوت ہونے کے دلائل لکھوں، اور ان کا فوت ہونا تو میں بیان کر ہی چکا تو اب اگر میں آپ سے پہلے لکھوں تو فرمایئے کیا لکھوں؟ (اپنے دعوی کے دلائل لکھئے۔ محمد حسین) یہ تو آپ کا حق ہے کہ میرے ابطال کیلئے پہلے آپ قلم اٹھائیں اور آیات اور احادیث سے ثابت کر دکھائیں کہ سارا جہان تو اس دنیا سے رخصت ہوتا گیا اور ہمارے نبی کریم ﷺ بھی وفات پا گئے مگر مسیح وفات پانے سے اب تک باقی رہا

ہوا ہے۔کسی مناظر کو پوچھ کر دیکھ لیں کہ داب مناظرہ کیا ہے؟ (آپ ہی بتلا دیجئے مگر کتاب کے حوالہ سے، ہم نے تو کتب مناظرہ میں یہی پڑھا ہے کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے نہ کہ منکر و مانع کے۔محمد حسین)

اب یہ بھی یاد رہے کہ آپ کی دوسری سب بحثیں مسیح کے زندہ مع الجسد اٹھائے جانے کی فرع ہیں (فرع اب بن گئی۔ فتح اسلام، توضیح مرام اور دیگر ابتدائی تحریروں میں اور خط سابق نمبر ۸ وغیرہ میں تو آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعوی اصل ہے۔مسیح کے فوت ہو جانے کا ذکر تو ان میں تبعاً وضمناً ہے۔ رسالہ توضیح مرام و رسالہ فتح اسلام کو ایک دفعہ پھر دیکھ جایئے اگر بھول گئے ہیں۔..اس کی مزید توضیح ہمارے خط نمبری ۱۷،۳ کے حواشی میں ہوگی۔محمد حسین)۔اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ مسیح زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھایا گیا تو پھر آپ نے سب کچھ ثابت کر دیا۔غرض پہلے تحریر کرنا آپ کا حق ہے۔اگر اب بھی آپ مانتے نہیں تو چند غیر قوموں کے آدمیوں کو منصف مقرر کر کے دیکھ لو (اس میں آپ یہ جتاتے ہیں کہ آپ کسی مسلمان سے حق گوئی کی امید نہیں رکھتے۔تب ہی غیر مسلم ثالث کی منصفی تجویز کرتے ہیں۔اس صورت میں آپ کو و من یشاقق الرّسول من بعد ما تبیّن له الهدی و یتّبع غیر سبیل المومنین نولّه ما تولّی و نصله جهنم و ساء ت مصیراً سے ڈرنا مناسب ہے۔محمد حسین)

اور اخویم حکیم مولوی نورالدین صاحب کب آپ کے بلائے لاہور میں گئے تھے (یہ دعوی میں نے کب کیا ہے اور مناظرہ واقع ہونے کے لئے میرا بلانا کہاں شرط ہے۔حافظ یوسف کے کہنے سے وہ آئے اور ان ہی کے کہنے سے وہ مناظرہ میں پھنس گئے۔پھر ان کا بلا اطلاع خاکسار جانا فرار نہیں تو کیا ہے؟ محمد حسین)۔جنہوں نے بلایا انہوں نے مولوی صاحب موصوف سے اپنی پوری تسلی کرا لی اور آپ کے ان لغو اصولوں سے بیزاری ظاہر کی تو پھر اگر مولوی صاحب آپ سے اعراض نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟ اعراض کا نام آپ نے فرار رکھا۔اس لئے خدا تعالی نے دست بدست آپ کو دکھا دیا کہ فرار کس سے ظہور میں آیا۔یہ مولوی صاحب کی راست بازی کی کرامت ہے جس نے یہ مصرعہ سچا کر دیا: مرا خواندی وخود بدام آمدی

قولہ: اگر آپ میری اس شرط کو قبول نہ کریں اور مباحثہ سے پہلے ازالہ اوہام نہ بھیج سکیں تو میں اس شرط کی تسلیم سے آپ کو بری کرتا ہوں بشرطیکہ پہلی تحریرات آپ کی ہوں اور بعد میں میری۔

اقول: حضرت آپ ازالہ اوہام کے اکثر اوراق دیکھ چکے (محض دروغ ہے۔ازالہ اوہام پچیس جز سے زیادہ بتایا جاتا ہے اور قول فصیح میں جو میں نے دیکھا ہے اس کا ایک جز و بھی پورا منقول نہیں ہوا۔پھر اکثر

مقابل اقل کہاں صادق آیا۔سبحان اللہ یہ دعویٰ تقدس اور یہ سفید جھوٹ اور دھوکہ دہی۔محمد حسین)۔اب مجھے کس شرط سے بری کرتے ہو۔اور میں ابھی ثابت کر چکا ہوں کہ پہلے تحریر کرنا آپ کا ذمہ ہے۔ اب دیکھئے یہ آپ کا آخری ہتھیار بھی خطا گیا۔عنقریب یہ آپ کا خط بھی بذریعہ اخبارات پبلک کے سامنے پیش کیا جاوے گا۔لوگ دیکھ لیں گے کہ آپ کی تحریرات میں کہاں تک راستی اور حق پسندی اور حق طلبی ہے۔

بالآخر ایک مثال بھی سنیئے۔زید ایک مفقود الخبر ہے۔جس کے گم ہونے پر مثلاً دوسو برس گذر گیا۔خالد اور ولید کا اس کی حیات اور موت کی نسبت تنازع ہے اور خالد کو ایک خبر دینے والے نے خبر دی کہ درحقیقت زید فوت ہو گیا لیکن ولید اس خبر کا منکر ہے۔اب آپ کی کیا رائے ہے؟ بار ثبوت کس کے ذمہ ہے؟ کیا خالد کو موافق اپنے دعوی کے زید کا مرجانا ثابت کرنا چاہیے یا ولید زید کا اس مدت تک زندہ رہنا ثابت کرے؟ کیا فتوی ہے؟

راقم خاکسار۔غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج۔ ۲۰۔اپریل ۱۸۹۱ء

نوٹ اس مثال سے یہ غرض ہے کہ جس پر بار ثبوت ہے اس کی طرف سے ثبوت دینے کے لئے پہلے تحریر کرنا چاہیے۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص ۵۹ تا ۶۵ مع حواشی؛ مکتوبات احمد۔ج ا۔ص ۳۲۶۔۳۲۹۔مکتوب نمبر ۱۳۔بغیر حواشی)

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں:

اس خط کو مرزا صاحب اور ان کے حواریوں نے ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ مطبوعہ ۲ مئی ۱۸۹۱ء میں شائع کیا۔مگر خاکسار کے خط نمبری ۲۰۷ کو جس کا یہ خط جواب ہے، شائع و مشتہر نہ کیا۔ شائد الہامیوں کو جائز ہوگا۔عام انصاف کا تو یہی قانون ہے کہ جس تحریر مخاطب کا جواب دیں اس کو بھی نقل کریں تاکہ ناظرین کو دونوں میں موازنہ وانصاف کا موقع ملے (اشاعۃ السنہ ج ۱۳ ص ۶۵)

☆ مولانا بٹالوی بنام مرزا قادیانی

(مکتوب نمبر ۲۲۵) لاہور ۲۲۔اپریل ۱۸۹۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب مرزا غلام احمد صاحب عافاہ اللہ وہداہ۔سلام علی من اتبع الہدی۔آپ کا خط ۲۰۔اپریل ۱۸۹۱ء میں نے مسرت سے پڑھا اور اس سے میں از بس ممنون ہوا۔ آپ کی اس قسم کی مجادلانہ ومعاندانہ اور مغالطہ آمیز تحریرات مجھے یہ یقین دلاتی جاتی ہیں کہ آپ اپنے دعاوی جدیدہ کے اظہار واشتہار میں خطا اجتہادی نہیں کرتے بلکہ دیدہ دانستہ حق کا خلاف

کرتے اور عمداً لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور یہ تار و پود جو ایک مدت سے آپ نے پھیلا رکھا ہے اس سے مقصود صرف نام آوری و دنیا طلبی ہے۔ ایں ہمہ از پئے آنست کہ زرمے طلبی۔ حق گوئی اور حق پژدہی آپ کا اصلی فرض اور اقصی غرض نہیں ہے لہذا آپ آئندہ بھی ایسی ہی تحریرات کے ارسال سے مجھے سرفراز فرمائیں گے تو میرے اس یقین کو اور بڑھائیں گے اور مجھے اپنا ممنون بنائیں گے۔ اس اجمال کی تفصیل میں اپنے رسالہ میں کرونگا انشاء اللہ تعالی۔ اس خط میں بطور تمثیل آپ کے چند مغالطات معاندانہ کو ذکر کرتا ہوں۔

آپ لکھتے ہیں: میں آپ کے ان اصول کو محض لغو سمجھتا ہوں۔

اس میں اپنے عناد وجدال کو ایسا مبرھن کیا ہے کہ اس میں کسی اہل علم و طالب حق کے لئے مجال مقال نہیں رکھی۔ کوئی اہل علم جس کو حق طلبی سے ادنی تعلق ہو اور پابندی اسلام کا دعوی، ان اصول کو (۱۔کتاب وسنت حجج اتفاقیہ ہیں۔ ۲۔ظواہر نصوص سے بلا دلیل عدول کرنا جائز نہیں۔ ۳۔محسوس نیچر، جس کو نیچری لوگ خدا کی قدرت کا قانون سمجھتے ہیں، واقعی خدا کی قدرت کا قانون و معیار نہیں، ایسے ہی اور وہ اصول جو آپ کے حواری سے مجلس مباحثہ میں تسلیم کرائے گئے ہیں) لغو نہیں کہہ سکتا اور نہ امور متنازعہ فیہا سے بے تعلق یا غیر ضروری ٹھہرا سکتا ہے۔ ان اصولوں کو لغو اور ضرورت سے خارج کہنا اس شخص کا کام ہے جس کو حق اور اصول اسلام سے کام نہ ہو بلکہ اپنے اوہام باطلہ اور خیالات فاسدہ کو دین قویم بنانا چاہتا ہو۔ آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو کم سے کم ایک مسلمان سے، جو عالم ہو اور آپ کا مرید نہ ہو، اس دعوی کی تصدیق کرا دیں۔

آپ لکھتے ہیں: میں نے اپنا دعوی بیان کر دیا کہ میں مثیل المسیح ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت ابن مریم درحقیقت فوت ہو گئے ہیں، سو اس عاجز کا مثیل مسیح ہونا تو آپ امکانی طور پر مان چکے ہیں۔ رہا ابن مریم کا فوت ہونا، سو فوت ہونے کے دلائل لکھنا میرے پر فرض نہیں کیونکہ میں نے کوئی ایسا دعوی نہیں کیا جو خدا تعالی کی سنت قدیمہ کے مخالف ہو بلکہ مسلسل طور پر حضرت آدم سے یہ طریق جاری ہے کہ جو پیدا ہوگا ایک دن مرے گا۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ اب میں آپ سے پہلے کیا لکھوں۔

اس میں آپ نے کئی وجہ سے حق کا خلاف کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔

اول دھوکہ یہ دیا کہ خاکسار کو آپ نے اپنے مثیل مسیح ہونے کا قائل بنا دیا حالانکہ میں نے آپ کے مثیل مسیح ہونے کو امکانی طور پر بھی تسلیم نہیں کیا۔ صرف آپ کے بعض الہامات کا، جن میں مثیل مسیح ہونے کا الہام شامل نہیں ہے، امکان تسلیم کیا ہے۔ (گو میں اب اس امکان کا بھی قائل

نہیں رہا۔آپ کی مجادلانہ ومعاندانہ تحریرات نے وہ امکان میرے خیال سے اٹھا دیا ہے۔محمد حسین)۔ آپ اپنے قول میں سچے ہیں تو میرا وہ قول نقل کریں جس میں میں نے آپ کا مثیل مسیح ہونا امکانی طور پر مانا ہے۔

دوسرا دھوکہ یہ کہ صرف تسلیم امکان کو مثبت مدعا سمجھ لیا، حالانکہ کوئی عاقل صرف امکان سے وجود ثابت نہیں کرسکتا۔مثلاً زید اگر یہ دعوی کرے کہ میں بادشاہ یا فلاسفر ہوں اور کوئی شخص اس کا امکان مان لے، تو اس سے اس کا بادشاہ یا فلاسفر ہونا ثابت نہیں ہوسکتا اور وہ اس تسلیم امکان کے سبب اپنے دعوی کے ثبوت سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

تیسرا دھوکہ یہ کہ ابن مریم کے فوت ہونے کا اعتقاد بحکم سنت اللہ اور بہ شہادت کتاب اللہ مسلّم ٹھہرا کر اس کو ثبوت سے مستغنی قرار دیا۔اس سے اگر آپ کا یہ مقصود ہے کہ یہ اعتقاد صرف ہمارے نزدیک مسلّم ہے، گو اور مسلمانوں کے نزدیک مسلّم نہیں، تو ایسی حالت میں آپ اس دعوی کا ثبوت پیش کرنے سے بری نہیں ہوسکتے، کیونکہ آپ کا اعتقاد دوسرے مسلمانوں کا مسلّمہ نہیں ہے اور اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ تمام مسلمان اس اعتقاد کو مانتے ہیں تو یہ محض خلاف واقعہ ہے۔صحابہ و تابعین اور ان کے اتباع سلف صالحین سے اس وقت تک کوئی مسلمان ایسا اعتقاد نہیں رکھتا۔آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک شخص کا سلف صالحین سے نام لیں جو یہ اعتقاد رکھتا ہو۔پھر اس انوکھے دعوی کے ثبوت میں دلائل پیش کرنا آپ کا فرض کیوں نہیں ہے؟ اور فن مناظرہ کی کون سی کتاب ہے جو آپ کو اس دعوی کے ثبوت پیش کرنے سے سبک دوش کرتی ہے؟ آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک کتاب کی شہادت پیش کریں ۔ اپنے دعوی کا ثبوت پہلے پیش کرنے کی درخواست آپ سے اسی صورت میں ہوئی ہے کہ آپ اپنی ناجائز شروط کو (کہ تحریرات مباحثہ جانبین سے صرف دوہی ہوں۔ پہلے ہماری طرف سے ہو پھر آپ کی طرف سے) قائم رکھیں ۔اب اگر آپ ان شروط فاسد کو واپس لیں اور منصب ادعاء چھوڑ کر سائل یا مانع بنیں تو میں اس دعوی کا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اور وہ وجود عنصری کے ساتھ آسمان سے اتریں گے، ثبوت پیش کرنے کو تیار ہوں۔

چوتھا دھوکہ یہ کہ سنت اللہ اور آیت کتاب اللہ کو موت مسیح پر دلیل ٹھہرایا ہے۔سنت سے مراد آپ کی نیچر ہے اور اس تقریر سے آپ کا مسلمان کو یہ جتانا مدنظر ہے کہ ایک شخص کا اٹھارہ سو برس تک زندہ رہنا نیچر کے برخلاف ہے۔لفظ نیچر آپ نے اسلئے نہیں کہا کہ آپ کا چھپا اعتقاد نیچریت لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔اس تقریر میں آپ نے یہ دھوکہ بھی دیا ہے کہ خدا کی ایک سنت کو جو اموات میں

جاری ہے آپ نے ظاہر کیا اور اس سنت کو جو اس نے مسیح کے زندہ رکھنے میں قائم کی ہے نظر انداز فرمایا۔ آیت کے ذکر میں بھی دھوکہ دیا ہے۔ اس آیت میں یہ بیان ہرگز نہیں کہ اس وقت تک جو پیدا ہوا وہ فوت ہو چکا۔ اس میں تو صرف یہ بیان ہے کہ ہر شخص کے لئے موت کا ہونا لازمی ہے، جو حضرت مسیح کو جب وہ دنیا میں آئیں گے، نیز شامل ہوگا۔

خط حال و سابق میں آپ لکھتے ہیں کہ: حکیم صاحب آپ کے بلانے سے کب لاہور میں آئے کہ پھر بلا اجازت جانے سے فراری متصور ہوئے اور آپکا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔،

یہ تو میں نے بھی نہیں کہا کہ وہ میرے بلانے سے لاہور میں آئے۔ صرف اسی مضمون کا تار دیا تھا کہ وہ مجھ سے گفتگو شروع کر کے بھاگے۔ اگر میرا یہ بیان غلط ہے اور گفتگو میں میرا قدم ہی نہ تھا تو آپ کے راست باز ہونے میں کیا شک ہے۔ آپ سچے تو ہیں، ذرا اس پر قسم بھی کھا لیں اور وہ آیت مباہلہ پڑھیں جو مولوی محمد اسماعیل ساکن علی گڑھ کے مقابلہ میں لکھ چکے ہیں۔

مرزا صاحب! آپ کی ایسی ہی باتوں نے جو محض خلاف واقعہ ہیں مجھ کو یقین دلایا ہے کہ آپ ملہم نہیں ہیں۔

آپ لکھتے ہیں کہ: آدھی رات کو تار آیا تو بلا توقف آدمی روانہ کیا اور ازالہ اوہام کے اکثر اوراق آپ دیکھ چکے ہیں،۔

ان فقرات میں ایک بھی سچا ہے تو اس پر قسم کھائیں اور جھوٹے کو لعنت سنائیں۔ فرمائیے تار کس وقت آپ کو ملا اور آدمی کس وقت روانہ ہوا؟ اور ازالہ اوہام کے اوراق کس قدر ہیں؟ اور قول فصیح میں جو میں نے دیکھا ہے کس قدر اوراق منقول ہیں؟ اکثر یا اقل؟ کیا ملہمین یا صادق القول مومنین کی یہ شان ہے کہ ایسی خلاف واقع باتیں ان کے منہ سے نکلیں۔

اخیر میں جو آپ نے مثال لکھی ہے، اس میں بھی آپ دھوکہ دینے سے رک نہیں سکے۔ حضرت مسیح باتفاق اہل اسلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں ان کے وجود و حیات میں کسی قدیم مسلمان کا اختلاف نہیں صرف آپ بہ تقلید ملاحدہ یورپ جو مسیح کی دوبارہ زندگی سے ان کے مقاصد کی زندگی مراد لیتے ہیں، یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور ان کی دوبارہ زندگی سے ان کے مقاصد کی زندگی مراد ہے۔ پھر یہ دعوی زندگی اس مفقود الخبر کی حیات کی نظیر کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس مثال میں آپ کئی صورت سے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

اول: مسیح علیہ السلام کا معلوم الوجود والحیات کو مفقود الخبر شخص کی نظیر قرار دینا۔

دوم۔ ان کی حیات کو جو متفق علیہ اہل اسلام ہے محل اختلاف قرار دینا۔

سوم۔ انکی موت کی تجویز کو ایک معمولی اور قابل تسلیم موت کی مانند ٹھہرانا۔

حضرت مسیح کی سچی مثال یہ ہے کہ ایک شخص دس برس سے زندہ و موجود اور بحکم مشاہدہ مسلّم الحیاۃ چلا آیا ہے۔ اس کی نسبت ایک شخص نے خبر دی کہ پانچ برس ہوئے کہ وہ مر گیا ہے۔ اس شخص کا دعوی ان لوگوں کے سامنے جو دس برس سے اس کو زندہ دیکھتے چلے آئے ہیں لائق سماعت نہیں اور اس شخص کا فرض ہے کہ اس کی موت کو بدلائل ثابت کرے جن سے ان لوگوں کی رویت و مشاہدہ کی غلطی ثابت ہو۔

یہ تو آپ کے جدال وعناد کا ثبوت اور مخالطات کا جواب ہے۔ اب میں اپنے خط نمبری ۲۰۷ کی اس بات کی طرف آپ کو متوجہ کرتا اور اس کا جواب چاہتا ہوں جس سے آپ نے چشم پوشی کی ہے۔ آپ میرے تار کے مضمون کو غور سے پڑھیں اور اس مباحثہ کو جس کے سلسلہ میں تار دیا گیا ہے پورا کریں اور اپنے حواری کو واپس بھیجیں یا خود تشریف لا کر اس کا اتمام کریں۔ نئی شروط فاسدہ پیش کر کے نیا مباحثہ قائم نہ کریں۔ شروط فاسدہ کی تسلیم وتحقق محال ہے اور ایسی شروط والے مباحثہ کا وجود بھی ناممکن ہے۔ آپ کی ان شروط کو پیش کرنے سے لوگ یقیناً جان لیں گے کہ درحقیقت آپ کو مباحثہ منظور نہیں ہے۔ اسی وجہ سے آپ ان شروط کو پیش کرتے اور ان کی آڑ میں مباحثہ سے جان بچاتے ہیں۔ آپ کا ناصح ابوسعید محمد حسین ۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۶۵ تا ۷۰)

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں:

اس خط کا مرزا صاحب نے کچھ جواب نہ دیا اور ہمارے خطاب و جواب سے سکوت اختیار کیا جس سے عام نظروں میں آپ کا عجز و ہزیمت کا الزام قائم ہو گیا۔ مگر اس سکوت پر آپ سے صبر نہ ہو سکا اور آپ نے

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند ۔۔۔ از ہر چہ فہم رنگ نگیر د حیا کنند

در مبحثے کہ غیر خموشی علاج نیست ۔۔۔ بر ہرزہ است تکیہ بچوں و چرا کنند

پر عمل نہ کیا اور اپنی جگہ اپنے حواریوں کو، جو برا نہ کہنے سے اندیشہ رکھتے ہیں، نہ برا سننے سے، کھڑا کر دیا اور اپنے خط نمبری ۸ کو مع اس کے جواب من جانب خاکسار نمبری ۲۲۵ کے ضمیمہ اخبار پنجاب سیالکوٹ ۲۵۔ اپریل میں چھپوایا۔ اور اس پر اڈیٹر کی قلم سے خوب نمک مرچ چھڑکوایا۔ اس پر خاکسار نے مرزا صاحب کے نام رقیمہ ذیل لکھا:

☆ مولانا بٹالوی بنام مرزا قادیانی

(نمبر ۱۴۹) لاہور ۲۶۔ اپریل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب عافاہ اللہ و ہداہ۔ سلام علی من اتبع الہدی۔

۱۔ میرے خط نمبری ۲۲۵ مورخہ ۲۲۔ اپریل ۱۸۹۱ء کا جواب دیجئے۔ منتظر ہوں۔

۲۔ آج ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ مطبوعہ ۲۵۔ اپریل میری نظر سے گذرا۔ اس میں آپ کا خط مورخہ ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء منقول ہے اور اس پر اعتماد کر کے آپ کے وکیل اڈیٹر نے یہ لکھا ہے کہ:

مولوی محمد حسین صاحب کو اگر اپنی بات پر اس قدر اصرار ہے تو وہ اس مضمون کی حافظ محمد یوسف، منشی امیر الدین، منشی عبدالحق، منشی الٰہی بخش، اور مرزا امان اللہ کی دستخطی تحریر شائع کریں کہ مولوی نور الدین ان سے شکست کھا کر بھاگ گئے۔

میں اس کے جواب میں آپ کے وکیل اڈیٹر کو مخاطب نہیں کرتا اور نہ آئندہ ان کو یا کسی اور نئے وکیل کو کسی امر میں مخاطب کرونگا۔ انشاء اللہ تعالی۔ صرف آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں اور انہی حضرات کی شہادت پر آپ کے دعوی کی بنا اور آپ کے وکیل کا اعتماد ہے تو آپ ہی ان حضرات میں سے تین شخصوں حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش اور منشی عبدالحق سے میرے سوالات ذیل کا حلفی جواب لے کر ارسال کریں۔ اسی سے مقدمہ شکست و ہزیمت کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔ اگر ان حضرات ثلاثہ نے بالاتفاق میرے سوالوں کا جواب اثبات (لفظ ہاں یا نعم) سے دیا تو میں آپ کے بیان کو صحیح مان لوں گا اور اپنے دعوی شکست دہی سے دست بردار ہو جاؤنگا۔

۱۔ حکیم نور الدین صاحب نے رخصت کی رات جو تقریر در باب وفات مسیح کی تھی، اس تقریر میں اول سے آخر تک یہ تینوں صاحب موجود تھے۔

۲۔ اس تقریر کے اختتام پر ان تینوں صاحبوں نے حکیم صاحب کا شکریہ ادا کیا اور یہ کہا تھا کہ ہماری من کل الوجوہ تسلی ہوگئی ہے۔ اور اب ہمارے دل میں کوئی شبہ و اعتراض باقی نہیں رہا۔

۳۔ ان تینوں صاحبوں کا اب یہ اعتقاد ہوگیا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اور یہ کہ وہ دنیا میں بذات خود تشریف نہیں لائیں گے جیسا کہ تم مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ اور موعود مسیح جن کے آنے کی قرآن و حدیث میں خبر ہے آپ ہی ہیں۔

۴۔ ان سوالات کے جواب کے ساتھ آپ حافظ محمد یوسف صاحب کے اس خط کی نقل بھی ارسال

فرماویں جس کا ذکر آپ کے خط ۱۶۔اپریل (۱۸۹۱ء) میں ہے اور اس کا مضمون آپ نے یہ نقل کیا ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن اس جگہ آئے ہوئے ہیں ہم نے ان کو دو تین روز کے لئے ٹھہرا لیا ہے تا ان کے روبرو ہم بعض شبہات اپنے آپ سے دور کرا لیں اور اس مجلس میں ہم مولوی محمد حسین کو بھی بلا لیں گے۔ ابوسعید محمد حسین۔ (اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۷۱۔۷۲)

مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں:

اس کے جواب میں آپ نے پھر وہی سکوت اختیار کیا اور ہماری کسی بات کا جواب نہ دیا مہربانی فرما کر لکھا، تو اس مضمون کا کارڈ لکھا جس سے جواب خط سے انکار اور آئندہ کے لئے گفتگو سے اعراض وفرار پایا جاتا ہے۔وہ یہ ہے:

☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؛ (نمبر ۱۰)۔

مجبی اخویم مولوی صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔عنایت نامہ پہنچا۔اس عاجز کو کوئی نئی بات معلوم نہیں ہوتی جس کا جواب لکھا جائے۔اس عاجز کے دعوی کی بناء الہام پر تھی مگر آپ ثابت کرتے کہ قرآن اور حدیث اس دعوی کے مخالف ہے اور پھر یہ عاجز آپ کے ان دلائل کو اپنی تحریر سے توڑ نہ سکتا تو آپ تمام حاضرین کے نزدیک سچے ہو جاتے اور بقول آپ کے میں اس الہام سے توبہ کرتا۔لیکن خدا جانے آپ کو کیا فکر تھی جو آپ نے اس راہ راست کو منظور نہ کیا خیر اب ازالہ اوہام کا رد لکھنا شروع کیجئے۔لوگ خود دیکھ لیں گے۔ والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ

(مکتوبات احمد جلد اول۔ص ۳۳۰؛ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳)

مرزا قادیانی کے مکتوبات کے مرتب نے لکھا ہے:

اس کارڈ کے بعد مرزا صاحب نے اس سلسلہ میں خط وکتابت کو گونہ بند کر دیا تھا۔اس لئے کہ مولوی محمد حسین صاحب اصل مطلب کی طرف آتے نہ تھے۔آپ نے اتمام حجت کے لئے اشتہار ۳ مئی میں علماء لدھیانہ کو خطاب کیا اور اس میں مولوی محمد حسن کو بھی مخاطب فرمایا۔مولوی محمد حسین صاحب نے مولوی محمد حسن صاحب کو آڑ بنا کر پھر خط وکتابت کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر چند وہ خطوط مولوی محمد حسن صاحب کے ہاتھ کے تھے لیکن دراصل ان کی تہہ میں مولوی محمد حسین صاحب کا ہاتھ اور قلم تھا، اسلئے جو خطوط اس موقعہ پر مرزا صاحب نے لکھے انہیں بھی درج سلسلہ کرتا ہوں۔

(مکتوبات احمد۔ج ۱۔ص ۳۳۰)

اور مولانا بٹالوی اس خط (نمبر ۱۰) کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس کارڈ کے ذریعہ ہم سے تو آپ نے پیچھا چھوڑایا اور سلسلہ مباحثہ ومراسلہ کو بزعم خود قطع کیا۔ مگر از آنجا کہ جدال ... آپ کی طینت میں کوٹ کوٹ کر بھر رہا ہے لہذا اس قطع وتفصی (خلاصی) پر آپ سے صبر نہ ہو سکا اور نچلا نہ بیٹھا گیا اور بقول اسد:

چھیڑ خوبوں سے چلی جائے گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

لودہانہ کے علماء سے آپ نے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کیا اور اس کو چند روز کا مشغلہ سمجھ کر اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں ان کو مدعو مباحثہ کیا (یہ وہی اشتہار ہے جس کی شروط کا خلاصہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ محمد حسین)۔ اس میں میرے دوست مولوی محمد حسن رئیس لدھانہ کو بھی مخاطب کیا۔ ان کے خطاب میں بدقسمتی سے آپ کے قلم سے یہ فقرہ بھی نکل گیا کہ ان کو اختیار رہو گا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین کو بحث کے لئے وکیل مقرر کر دیں۔ ہر چند یہ اشتہار آپ نے میرے پاس نہ بھجوایا بلکہ تمام لاہور والوں میں صرف اس کا ایک قطعہ پہونچا اور کانفی ڈنشل (مخفی) رہا۔ مگر آخر حاجی محمد دین کے ذریعہ سے وہ اشتہار خاکسار کی نظر سے بھی گذر گیا جس پر یہ شعر عاجز کے خیال میں آیا۔

دیدار می نمائی و پرہیز مے کنی بازار خویش وآتش ما تیز مے کنی

اس اشتہار نے اس شعر کے مطابق خاکسار کے نائرہ اشتیاق مباحثہ کو جو مرزا جی کے خط نمبری ۱۰ سے وہ دب گیا تھا مشتعل کر دیا اور اس وقت مجھے وہ سفر ہندوستان جس کا ذکر بارہا ہو چکا ہے نیز درپیش تھا بناء علیہ خاکسار نے مولوی محمد حسن صاحب کے نام رقعہ مندرجہ ذیل تحریر کیا۔

☆ مولانا بٹالوی بنام محمد حسن لدھیانوی

(خط نمبر ۳۲۳)۔ لاہور ۸۔ مئی ۱۸۹۱ء۔ مجی مولوی محمد حسن صاحب۔ السلام علیکم

آج میں نے مرزا کا آخری اشتہار دیکھا۔ اس میں آپ کو لکھا ہے کہ چاہو تو مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کو وکیل بنا کر پیش کرو۔ اور اس کے ساتھ ایسی شرطیں بھی لگا دی ہیں جو جلد وقوع میں نہ آئیں۔ میری رائے ہے کہ آپ ان کو (مرزا جی کو) اس مضمون کا رقعہ لکھیں کہ ۹ مئی کی صباح کو ابوسعید محمد حسین بارادہ پٹیالہ لودہانہ پہنچیں گے۔ آپ ان سے بات چیت کر سکیں گے تو آپ میرے مکان پر تشریف لے آویں۔ آپ نہ آ سکیں تو ہم ان کو آپ کے مکان پر لے آویں گے اور اس مجلس میں جس کو آپ چاہیں شامل کر لیں اور شروط کو جن کا تحقق سردست دشوار ہے پیش نہ کریں

وہ اس امر کو منظور کریں تو بندہ گفتگو کے لئے حاضر ہے۔ ابوسعید محمد حسین۔

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس خط کے لودھانہ پہنچ جانے کے بعد خاکسار بھی ۹ مئی کی صبح کو لدھیانہ پہنچ گیا اور جاتے ہی مولوی محمد حسن صاحب کو مرزا جی کے پاس بطور سفارت بھجوایا۔ اور انہی کی طرف رقعہ مندرجہ ذیل لکھوا کر ان کے ہاتھ میں دیا (خاکسار نے اپنی طرف سے اسلئے نہ لکھا کہ مرزا جی خاکسار سے سلسلہ مراسلت ومخاطبت قطع کر چکے تھے۔ محمد حسین) اور یہ کہہ دیا کہ آپکی سفارت کے جواب میں جو کچھ مرزا صاحب کہیں وہ تحریر میں لاویں، زبانی کوئی پیام وکلام مسموع نہ ہوگا۔

وہ رقعہ چونکہ خاکسار ہی نے لکھوایا تھا لہذا اپنے رجسٹر خطوط کا نمبر اس پر لگایا اور جو خط اس کے جواب میں مرزا کا آیا اس پر بھی انکے سلسلہ خطوط کا نمبر لگایا گیا۔ وہ خط یہ ہے:

☆ لودہانہ۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء۔ (نمبر ۳۶۹)

بخدمت شریف مرزا صاحب۔ بعد سلام مسنون کے گزارش ہے کہ آپ نے اشتہار مطبوعہ ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں مجھے مخاطب فرمایا ہے کہ آپ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے جناب مولوی ابوسعید محمد حسین کو بحث کے لئے وکیل کریں۔ بناء علیہ میں مکلّف ہوں کہ جناب مولوی ابوسعید محمد حسین حسب اتفاق وارد لدھیانہ ہیں جو آج ہی ۱۱ بجے کی ٹرین میں پٹیالہ تشریف لے جائیں گے۔ آپ اس وقت ان سے مباحثہ کرنا چاہیں تو میرے مکان پر تشریف لاویں اور ان سے گفتگو کریں اور باقی شروط کو جو متعلق انتظام ہیں آپ جانے دیں کیونکہ اپنے مکان پر انتظام کا ذمہ دار میں خود ہوں۔ مگر یہ واضح رہے کہ جناب مولوی صاحب گفتگو سے پہلے چند اصول آپ سے تسلیم کرائیں گے جناب کو بھی اختیار ہے جو اصول چاہیں ان سے تسلیم کرالیں۔ اور متنازعہ فیہ آپ کا یہ دعوی ہوگا کہ مسیح جس کے آنے کی احادیث میں خبر ہے وہ آپ ہیں۔ خاکسار محمد حسن۔

(اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۳۔ ص ۷۴۔ ۷۵)

☆ مرزا قادیانی بنام محمد حسن لدھیانوی

مخدومی ومکرمی مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ عاجز بسروچشم تحریری گفتگو کے لئے موجود ہے۔ اصول پیش کرنے کو بھی مانتا ہوں (اب تمہید اصول کو آپ مان گئے حالانکہ ایک سابقہ خط میں اس کو لغو قرار دے چکے تھے۔ یہ تسلیم صحیح اور دل سے ہے تو انکار سابق سے آپ کا عناد اور استخفاف اصول اسلام ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر وہ انکار صحیح اور دل

سے تھا تو اس تسلیم سے آپ پر التزام لغو کا الزام قائم ہوتا ہے۔ محمد حسین)۔ چند سوال آپ کی طرف سے، چند سوال میری طرف سے ہوں اور امر مجوث عنہ وفات یا حیات مسیح ہوگا۔ کیونکہ اس عاجز کا دعوی اسی بنا پر ہے (الہام وفات مسیح کے مبنی اور اصل ہونے کے معنی دربطن قائل ہیں۔ اصل ومبنی ہونے سے اگر یہ مراد ہے کہ دعوی مسیح موعود ہونے کا اس الہام وفات مسیح سے نکالا گیا ہے تو یہ محض بناوٹ ہے۔ آپ کو صرف وفات مسیح کا الہام ہوتا اور اس الہام سے اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی نکالتے تو آپ یہ بات کہہ سکتے تھے۔ اور جس حالت میں ان دونوں امر کی نسبت آپ الہام کے مدعی ہیں، اور یہ دونوں امر از قسم اخبار ہیں، جن میں ایک پسین گوئی دوسرا پیشین گوئی، نہ از قسم انشاء، امر یا نہی، تو امر دوم کا امر اول پر مبنی اور اول کا اصل اور دوم کا فرع ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ تو دونوں جداگانہ اور مستقل الہام ہیں جن میں سے ایک میں ایک امر گزشتہ کے وقوع کی خبر دی گئی ہے، کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں، دوسرے میں امر آئندہ کی نسبت خبر ہے کہ آنے والا مسیح جس کی خبر احادیث میں وارد ہے، تو (یعنی مرزا) ہے۔ یا ایک زمانہ کے بعد ہوگا، جب مسلمان تجھے تسلیم کرلیں گے، جن میں نفیاً و اثباتاً تلازم نہیں ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح بن مریم کی وفات ثابت و مسلّم ہو تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پھر مسیح موعود آپ ہیں۔ کیوں جائز نہیں کہ درصورت وفات مسیح ابن مریم، مسیح موعود کوئی اور ہو۔ اس صورت میں آپ کو مسیح موعود ہونے کیلئے دلائل قائم کرنے پڑیں گے۔ صرف وفات مسیح سے آپ اپنا مسیح ہونا ثابت نہ کرسکیں گے۔ اور اگر مسیح کا زندہ ہونا ثابت ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کا یہ الہام کہ آنے والے مسیح آپ ہیں، غلط ہو۔ اس صورت میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ ہیں تو رہیں وہ کسی اور کام کیلئے ہونگے۔ جس مسیح کے نزول کا احادیث صحاح ستہ میں ذکر ہے اور ان کے عالی شان کارناموں، قطع صلیب، وضع جزیہ، قتل خنازیر وغیرہ، کا ان احادیث میں بیان ہے اس سے میں ہی مراد ہوں۔ آپ یہ بات نہ بھی کہیں تو کوئی اور نیچری آپ کا حواری یہ بات کہہ سکتا ہے و بناء علیہ صرف حیات مسیح کے ثبوت سے اس دعوی کا، آپ کریں یا کوئی اور نیچری، ابطال نہیں ہوسکتا بلکہ اس دعوی کے ابطال کیلئے دلائل پیش کرنے کی حاجت رہتی ہے۔ اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ ان دونوں الہامات اور دعاوی میں نفیاً و اثباتاً تلازم نہیں ہے۔ اور ایک دوسرے کی فرع نہیں ہوسکتا مگر اس بات کے سمجھنے کیلئے علوم عقلیہ میں مداخلت بکار ہے۔ صرف جعلی اور خیالی الہاموں کے زور سے یہ سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اور اگر الہام وفات مسیح کے اصل ومبنی ہونے سے یہ مراد ہے کہ الہام وفات الہام مسیح موعود ہونے کی شرط ہے جیسا کہ آپ کے خط نمبر ۱۲ میں آپ کے قلم سے نکل گیا ہے تو اس پر اس خط کے حواشی میں بحث ہوگی انشاء اللہ۔ محمد حسین)۔ جب یہ بناء ٹوٹ جاوے گی تو یہ دعوی خود ٹوٹ جاویگا

اصل امر وہی ہے۔

اس وقت بارہ بجے تک مجھے بباعث بعض نج کے کاموں کے بالکل فرصت نہیں۔ بہتر ہے کہ آنمکرم عید کے بعد یعنی شنبہ کے دن کو بحث کے لئے مقرر کریں تا فرصت اور فراغت سے ہر یک شخص حاضر ہو سکے (کیوں حضرت! یہ گریز نہیں، کنارہ کشی نہیں، فرار نہیں، ہزیمت نہیں، تو اور کیا ہے؟ اور اس کام سے بڑھ کر اہم اور ضروری کون سا کام آپ کو اس دن پیش آ گیا تھا؟ مسیح ہو جانے، اور اس کا ثبوت پیش کرنے سے بڑھ کر کوئی کام آپ کے لئے تھا تو آپ اس کو بیان کریں تا کہ ناظرین کو آپکے اس عذر کا محض حیلہ و بہانہ نہ ہونا ثابت ہو۔ بعد عید شنبہ کا دن آپ نے اس لئے مقرر کرانا چاہا تھا کہ آپ کو یہ علم ہو چکا تھا کہ ہمارا مناظر، یہ خاکسار، پٹیالہ کو تیار ہے اور وہ شنبہ تک لدھیانہ میں رہ نہیں سکتا۔ محمد حسین)۔ خاکسار غلام احمد۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمدج اص ۳۳۱؛ اشاعۃ السنہ خط کا نمبر ۱۱، ص ۷۵۔۷۶، جلد ۱۳)

مولانا بٹالوی کہتے ہیں: اس کا جواب خاکسار نے مولوی محمد حسن کی طرف سے لکھوایا:

☆ محمد حسن لدھیانوی بنام مرزا قادیانی

لودہانہ۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء (نمبر ۳۷۰)

جناب مکرم مرزا صاحب۔ بعد سلام مسنون گزارش ہے۔ آپ کے اشتہار میں دونوں دعوی ہیں۔ مسیح کے فوت ہونے کا دعوی، اور آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعوی۔ ان دونوں دعاوی میں ایسا تلازم نہیں ہے کہ ایک کے ثبوت سے دوسرا دعوی ثابت ہو جائے جیسا کہ آپ کے خط میں مرقوم ہے۔ لہذا میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے میں بحث ہو، پھر حضرت ابن مریم کے فوت ہونے میں۔ آپ اشتہار میں یہ دونوں دعوی کر چکے ہیں تو اب دوسرے دعوی کی بحث سے کیوں اعراض فرماتے ہیں۔ آپ کو لازم ہے کہ بیان اشتہار کے مطابق دونوں دعاوی میں بحث کرنے کو مستعد رہیں اور ہماری اس تجویز کو، کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے میں بحث ہو، منظور کر لیں کیونکہ بحکم اصول مناظرہ ہم کو اختیار ہے کہ آپ کے جس دعوی پر چاہیں بحث کریں۔ ہاں آپ اپنے دوسرے دعوی سے دست بردار ہو جائیں اور اس امر کو بذریعہ تحریر ظاہر کریں تو ہم آپ کے اسی اول دعوی پر بحث کرنے کو تیار ہیں۔ مورخہ ۹ مئی ۱۸۹۱ء۔ احقر محمد حسن عفا اللہ عنہ

(اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ صفحہ ۷۸)

☆ مرزا قادیانی بنام محمد حسن لدھیانوی

مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب آپ خوب جانتے ہیں کہ اصلی امر اس بحث میں جناب مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات ہے اور میرے الہام میں بھی یہی اصل قرار دیا گیا ہے کیونکہ الہام یہ ہے کہ:

مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے (تذکرہ اڈیشن چہارم ص ۱۴۸)۔ (مولانا بٹالوی لکھتے ہیں: یہ الہام ابھی گھڑا گیا ہے۔ اس سے پہلے تحریروں میں اس کا نام ونشان نہیں۔ اصل الہام یہ ہوتا تو فتح اسلام، توضیح مرام، جواب مباہلہ صوفی عبدالحق غزنوی مشتہرہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۸ فروری ۱۸۹۱ء، اور آپ کے جملہ خطوط اسی خاکسار میں اسکا ذکر کیا جاتا۔ ان تحریرات میں تو پہلا اور اصل الہام یہی بیان کیا گیا ہے کہ: آنیوالا، یا موعود مسیح، میں ہوں۔ وفات حضرت مسیح کا ذکر تو منجملہ تحریرات مذکورہ بعض تحریرات میں اس کے بعد ضمناً وتبعاً ہوا ہے اور بعض میں اس سے تعرض ہی نہیں۔ چنانچہ حاشیہ خط نمبری ۱۷ ،۳ میں بہ نقل عبارت سامی ثابت کیا جائے گا۔ یہ الہام اصل تھا تو ان تحریرات میں اس کو اصل واول کیوں قرار نہیں دیا گیا۔ کہیں اس کو اصل قرار دیا گیا ہے تو بتائیں کس تحریر میں؟ اور کب؟ حضرت! یہ من گھڑت الہام مشت بعداز جنگ کا نمونہ ہے۔ آپ نے ہم پر ناحق یہ الزام لگایا تھا۔ خدا تعالی نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ بدلہ دے دیا کہ آپ نے دعوی مسیحائی اور اسکے دلائل سابقہ کو مشتہر کرنے کے ایک مدت کے سکوت کے بعد یہ ایک نیا ہتھیار اٹھایا جس میں آپ کا وار خطا گیا۔ ہم نے اس کے مقابلہ میں یہ بات ثابت کر دکھائی کہ یہ اصل الہام نہیں ہے۔ من گھڑت ہے۔ محمد حسین) سو پہلا اور اصل امر الہام میں بھی یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ اب ظاہر ہے اور ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اگر آپ حضرت مسیح کا زندہ ہونا ثابت کر دیں گے تو جیسا کہ پہلا فقرہ الہام کا اس سے باطل ہوگا ایسا ہی دوسرا فقرہ بھی باطل ہو جائے گا کیونکہ خدا تعالی نے میرے دعوی کی شرط صحت مسیح کا فوت ہونا بیان فرمایا ہے (یہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کا یہ الہام خدا کی طرف سے نہیں، ابھی گھڑا گیا ہے اور اگر ہم اس من گھڑت کو الہام فرض کریں اور خدا کی طرف سے مان لیں تو بھی اس سے وفات مسیح کا شرط اور آپ کے دعوی یا الہام مسیح موعود ہونے کا مشروط ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس الہام میں کوئی ایسا حرف شرط مذکور نہیں ہے اور نہ مقدر ہوسکتا ہے جس سے یہ شرطیت ثابت ہو اور اگر ترتیب عبارت سے اور خبر وفات مسیح کے اولاً پیشگوئی مسیح موعود ہونے ثانیاً مذکور ہونے سے یہ شرطیت نکالی گئی ہے تو محض بے خبری وناواقفی پر مبنی ہے۔ ترتیب ذکری سے مذکور اول کا شرط اور مذکور دوم کا مشروط

ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اور حرف ،اور ، یا ، واو ، عاطفہ اس ترتیب کے مثبت نہیں ہوتے ۔کسی اہل علم سے پوچھ لیں اگر اس بات کو سمجھ نہ سکیں۔ اس شرطیت کو ثابت کرنے کے لئے اور الہام ہے تو اس کو پیش کریں مگر یاد رکھیں کہ جو من گھڑت الہام اس شرطیت کے ثبوت میں پیش کریں گے اس سے ہم بحول اللہ وقوتہ شرطیت ثابت نہ ہونے دیں گے آپ جو مثال چاہیں پیش کر کے دیکھ لیں ۔ یہ ہماری لیاقت کا اثر نہیں بلکہ آپ ہی کے ان الہامات کی کرامت ہے۔ آپ کے دونوں الہام اس قسم سے ہیں کہ ان میں ایک کا دوسرے کے لئے شرط ہونا بحکم عقل ممکن نہیں اور کوئی عاقل سلیم الحواس اول کو دوسرے کے لئے شرط نہیں ٹھہرا سکتا۔ اس کی وجہ صاف اور صریح یہ ہے کہ شرط، جس سے کسی امر کے وقوع کو مشروط کیا جائے ،کا متکلم یا مخاطب کے نزدیک شکی ہونا ضروری ہے ۔اور جو امر یقیناً واقع اور موجود ہو اس کے وجود سے کسی واقعی امر کو مشروط و معلق نہیں کیا جا سکتا۔ اور آپ کا وہ الہام جس کو آپ نے پہلا الہام قرار دیا ہے ایک ایسے امر کے متعلق ہے جو اس الہام کی رو سے یقیناً واقع اور متحقق ہو چکا ہے اور اس کے وقوع اور وجود میں اس الہام کے ملہم ، بزعم جناب خدا تعالی ، اور اس کے مخاطب ،خود بدولت ،کو شک نہیں ہے، لہذا اس امر واقعی اور متحقق الوقوع سے دوسرے الہام کو جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کی پیش گوئی ہے مشروط و معلق کرنا اور مثلاً یوں کہہ دینا، کہ اگر مسیح فوت ہو چکے ہیں تو پھر مسیح موعود تو ہے یا ہو جائیگا، جب مسلمانوں میں تسلیم کیا جائے گا، جائز نہیں ہے اور کسی عاقل سلیم الحواس سے اس کا صدور ممکن نہیں۔ کوئی عاقل سلیم الحواس آفتاب کے نصف النہار کو پہنچنے کے وقت، اگر مخاطب و متکلم دونوں شپر چشم نہ ہوں اور آفتاب کی رؤیت و وجود میں شک نہ رکھتے ہوں ، یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر آفتاب نکلا ہے تو فلاں امر واقع ہے یا ہو جائے گا۔ کوئی ایسا کہے تو اس کو مالیخولیا یا... ہسٹیریا میں مبتلا سمجھا جائے گا۔ آپ علوم عقلیہ کو مری ہوئی کیڑی کی مانند جانتے ہیں چنانچہ فتح اسلام کے صفحہ ۳۳ میں لکھ چکے ہیں ، و بناء علیہ ان علوم سے واقف نہیں تو کیا کتب نحو میں بھی نظر نہیں رکھتے یا بھول گئے ہیں ۔ محمد حسین) اور بحکم اذا فات الشرط فات المشروط مسیح کی زندگی کے ثبوت سے دوسرا دعوی میرا خود ہی ٹوٹ جائے گا۔ ماسوا اس کے میرے دعوی مثیل مسیح میں کسی پر جبر و اکراہ تو نہیں کہ خواہ نخواہ اس کو قبول کرو۔ صرف یہ کہا جاتا ہے کہ جس پر مسیح بن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہو جائے پھر وہ خدا تعالی سے ڈر کر میری صحبت میں رہ کر میرے دعوی کی آزمائش کرے (فتح اسلام میں اپنے مسیح موعود ہونے کو آپ نے جبراً قبول کرانا چاہا اور اس سے انکار کرنے والوں کو خوب ڈرایا دھمکایا ہے ۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۱۰ میں آپ اپنا مسیح موعود ہونا بیان کر کے صفحہ ۱۱ میں فرماتے ہیں:

پس ہر ایک (اس میں آپ نے یہ قید نہیں لگائی کہ جس پر حضرت مسیح کا فوت ہو جانا ثابت ہو) کو

چاہیے کہ اس سے (یعنی آپ کے مسیح موعود ہونے سے) انکار کرنے میں جلدی نہ کرے تا خدا سے لڑنے والا نہ ٹھہرے۔ دنیا کے لوگ جو تاریک اور اپنے پرانے خیالات پر جمے ہوئے ہیں وہ اس کو قبول نہیں کریں گے مگر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جو ان کی غلطی ان پر ظاہر کر دے گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا تعالیٰ اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

اسی سلسلہ میں اور اسی دعویٰ مسیحائی کے بعد آپ صفحہ ۵۷۔۵۸ میں اسی رسالہ کے لکھتے ہیں:

جو مجھے چھوڑتا ہے، وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اسکو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔،

مگر اس مقام میں آپ لوگوں کو اپنے مسیح ہونے کی تسلیم و عدم تسلیم میں آزادی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

میں اپنے مسیح موعود ہونے کے تسلیم و قبول پر کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ صرف یہ کہتا ہوں کہ جس پر مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہو وہ میری صحبت اختیار کر کے میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے کی آزمائش کرے۔،

جو تخویف و ترہیب فتح الاسلام کے بالکل مخالف ہے۔ اب اگر اس آزادی کو دل سے سمجھا جائے تو وہ دھمکی فتح الاسلام کی لغو بلکہ کذب ٹھہرتی ہے اور اگر وہ دھمکی دل سے ہے اور کچھ صحت و اصلیت رکھتی ہے تو یہ آزادی صرف دھوکہ دہی ہے۔ بہر حال وہ دھمکی اور یہ آزادی دونوں صحیح نہیں ہوسکتیں۔ اور دونوں میں سے ایک ضرور آپ کے صدق مقال اور استقامت حال کو بٹہ لگاتی ہے۔ ہاں اگر آپ ایک میں غلطی یا خطا کا اقبال کر لیں تو اس الزام سے آپ بری ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ آپ سے نہ کبھی ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا کیونکہ اس سے آپ کے خیال باطل و ادعا عاطل، قطعیت الہامات، کو بٹہ لگتا ہے۔ اور یہ ہم سے نہیں ہوسکتا اور نہ ہوگا کہ آپ کی اس قسم کے مغالطات پر خاموش رہیں اور آپ کے دھوکے لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔ محمد حسین۔ ص ۸۲۔۸۳۔ اشاعۃ السنہ ج ۱۳ حاشیہ)۔ اب ظاہر ہے کہ پھر وفات و حیات پر قرعہ پڑا (یہ تب ہوتا جب آپ کا مسیح موعود ہونا الہام وفات مسیح سے مستنبط ہوتا یا وہ اس کے فرع اور یہ اس کی شرط

ہوسکتا۔ان باتوں کا بطلان حواشی سابق میں ظاہر ہو چکا ہے۔محمد حسین) ۔ بہر حال یہی امر حقیقی اور طبعی طور پر مبحوث عنہ اور متنازعہ فیہ ٹھہرتا ہے (ایسا تھا تو پہلے تحریرات میں کیوں اس کو مبحوث عنہ قرار نہ دیا۔ مشتے کہ بعداز جنگ یاد آید) ۔ ماسوا اس کے آپ کی غرض دوسری بحث سے، جو آپ کے دل میں ہے وہ اس بحث سے بھی بخوبی حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ میں اقرار کرتا ہوں اور حلفاً کہتا ہوں کہ اگر آپ مسیح کا زندہ ہونا کلام الٰہی سے ثابت کر دیں تو میں اپنے دعوی سے دست بردار ہو جاؤنگا اور الہام کو شیطانی القاء سمجھ لونگا اور توبہ کرونگا (حضرت توبہ تو آپ مدت کی کر چکے ہیں اور بنا بر بیان حافظ محمد یوسف اس دعوی مسیح موعود ہونے پر خلوت میں پچھتاتے اور افسوس ظاہر کر چکے ہیں مگر برطبق :

استاد مرا گفتی کہ تو توبہ مکن من کنم دل نکند من چہ کنم

آپ کا دل نہیں مانتا کہ اس توبہ کا اظہار و عام اشتہار دیں ۔ کیونکہ اس میں کساد بازاری متصور ہے اور دکان بند ہوتی ہے ۔ یہی سوچ کر آپ اپنے خط نمبری ۳ و نمبری ۵ میں فرما چکے ہیں کہ یہ عاجز اس بصیرت اور علم سے اپنے تئیں نابینا نہیں کرسکتا جو حضرت احدیت جل شانہ نے بخشا ہے ۔ ، پھر اس مقام میں اس علم و اعتقاد سے توبہ کرنے کا وعدہ فقرہ بازی اور دھوکہ دہی نہیں تو کیا ہوا ؟ محمد حسین)۔اب حضرت ! اس سے زیادہ کیا کہوں ۔خدا تعالی آپ کے دل کو آپ سمجھا وے ۔

مکرر یہ کہ اول قرآن کریم کی رو سے دیکھا جائے گا کہ کس کس آیت کو آپ حضرت مسیح ابن مریم کے زندہ ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور اگر بغیر کسی جرح قدح کے وہ ثبوت آپ کا مسلّم ٹھہرے گا تو بھلا پھر کس کی مجال ہے کہ اس سے انکار کر جائے ۔لیکن اگر قرآن شریف سے آپ ثابت نہ کریں گے تو پھر آپ کو اختیار ہوگا کہ بعد تحریری اقرار اس بات کے کہ قرآنی ثبوت پیش کرنے سے ہم عاجز ہیں اور احادیث صحیحہ غیر متعارضہ کو اس ثبوت کیلئے آپ پیش کریں (یہ قید آپ نے ان احادیث صحیحہ کی ردّ و انکار کے لئے لگائی ہے جن میں حضرت مسیح کے حلیہ میں کسی قدر لفظی اختلاف وظاہری تعارض پایا جاتا ہے جیسے ایک حدیث میں آپ کا رنگ گندم گوں ہونا مذکور ہے دوسری میں سرخ ہونا ،مگر آپ کو یہ معلوم نہیں ،اور کیونکر معلوم ہو جب آپ حدیث کے کوچہ سے آشنا نہیں ، کہ یہ تعارض اٹھایا گیا ہے ۔اور گندم گوں ہونا اور سرخ رنگ ہونا باہم یوں متوافق ہو سکتے ہیں کہ گندم گونی سرخی کے ساتھ ہو، چنانچہ لاکھوں اشخاص ایسے نظر آتے ہیں کہ گندم گوں ہونے کے ساتھ سرخ رنگ بھی ہیں ۔آپ نے امام الآئمہ ابن خزیمہ کا یہ قول نہیں سنا کہ میں ایسی کوئی دو حدیثیں نہیں دیکھتا جو صحیح اسناد کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے مروی ہوں اور وہ آپس میں متعارض رہیں یعنی جمع نہ ہوسکیں ۔جس کے پاس ایسی دو

حدیثیں ہوں وہ میرے پاس لائے۔ میں ان کو باہم متوافق کردوں۔ و قد روینا عن محمد بن اسحاق ابن خزمه الامام انّه قال لا اعرف انه روی حد یثان عن النّبی ﷺ حدیثان باسنادین صحیحین متضادین فمن کان عنده فیاتینی به لالف بینهما ۔ علوم الحدیث المشهور بمقدمه ابن الصلاح) اور جب آپ ایسا ثبوت دے چکیں تو منصفین ترازوئے انصاف لے کرخود جانچ لیں گے کہ کس طرف پلہ ثبوت بھاری ہے۔ والسلام علی من اتبع الهدیٰ۔راقم میرزاغلام احمد ۹مئی ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمد ج اص ۳۳۲؛اشاعۃ السنہ جلد۱۳ ص ۷۹۔ ۸۵)

☆ محمد حسن لدھیانوی بنام مرزا قادیانی

مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ اسکا جواب خاکسار نے مولوی محمد حسن کی طرف سے لکھوایا:

(نمبر۱۷۳)لودہانہ ۹مئی۔مکرمی جناب مرزا صاحب۔ بعدازسلام مسنون گزارش ہے:

۱۔آپ نے یہ الہام کسی رسالہ میں بایں الفاظ وترتیب نقل نہیں کیا۔کہیں منقول ہے تو بتائیے۔

۲۔اس الہام کے الفاظ سے اگراس کوتسلیم کرلیا جاوے تو نہ شرطیت ثابت ہے، نہ دونوں الہاموں کا تلازم۔

۳۔ آپ نے جملہ تحریرات واشتہارات میں یہ دونوں مستقل دعوی کئے ہیں (اپنے رسالہ فتح الاسلام میں جوآپ کے دعوی کا مفتح ہے چارصفحات،نمبر۱۰، ۱۵، ۱۷، ۲۳، میں آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے۔ ان چاروں صفحات میں کہیں آپ نے یہ دعوی نہیں کیا،جس کواب اصل دعوی بتایا جاتا ہے،کہ حضرت مسیح فوت ہوچکے ہیں۔اس رسالہ میں صرف ایک اورجگہ،ص ۳۵، میں حضرت مسیح کےفوت ہونے کا ذکر ہے سوبھی نہ بطورمستقل دعوی بلکہ اس اجنبی بیان کے ضمن میں کہ لوگ میرے ساتھ باستہزاء پیش آویں تو کوئی افسوس کا مقام نہیں کیونکہ مجھ سے پہلے نبیوں سے بھی ٹھٹھا ہوا ہے۔، اوراس کی تنظیر میں ذکر ہوااور یہ کہا گیا ہے کہ ایک دفعہ اس کواپنے زعم میں صلیب پر چڑھا کرقتل کردیا مگر چونکہ ہڈی نہیں توڑی گئی تھی اس لئے وہ ایک خوش اعتقاد اورنیک آدمی کی حمایت سے بچ گیا اور بقیہ ایام زندگی بسرکر کےآسمان کی طرف اٹھایا گیا۔، اوراس سے پہلے صفحہ ۱۰ میں بھی ایک تمثیل کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ مسیح کی روح ہیرودیس کے عہدحکومت میں بہت تکلیف کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔مگراس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ روح بلاجسم اٹھائی گئی یا معہ جسم اورنہ اس میں اوربیان صفحہ ۲۵ میں کہیں یہ تصریح ہے کہ ان دومقاموں میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ الہام ہے یا الہام مسیح موعود ہونے کی شرط یااس کا مبنی واصل ہے۔ان دومقاموں کے سوااس

رسالہ میں حضرت مسیح کی موت کا کہیں ضمنی اور تبعی و تمثیلی ذکر بھی نہیں ہے۔ اور آپ کے دوسرے رسالہ توضیح مرام میں ایک جگہ بصفحہ ۸ حضرت مسیح کے فوت ہو جانے کا ذکر ہے سو بھی نہ بطور بیان الہام اور نہ بطور دعوی بلکہ دعوی عدم نزول حضرت مسیح ابن مریم کے ثبوت پر ایک دلیل کے ضمن میں بیان ہوا ہے چنانچہ پہلے بصفحہ ۷ عیسائیوں پر ان کے قرارداد اور ان کے اعتقاد کے مطابق یہ الزام قائم کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بہشت میں داخل ہو چکے ہیں اور جو بہشت میں داخل ہوتا ہے وہ پھر اس سے خارج نہیں ہوتا۔ پھر بصفحہ ۸ لکھا ہے کہ قرآن شریف میں اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونے کا بہ تصریح کہیں ذکر نہیں ہے لیکن ان کے وفات پا جانے کا تین جگہ ذکر ہے اور مقدس بندوں کے لئے وفات پانا اور بہشت میں داخل ہونا ایک ہی حکم میں ہے۔، اور اس کے مقابل دعوی مسیح ہونے کو بالاستقلال بیان کیا اور اس کو الہام قرار دیا ہے چنانچہ شروع رسالہ میں بصفحہ ۱ پر لکھا ہے: اور نیز یہ بھی میں بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے درحقیقت مسیح ابن مریم کا نزول مراد نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جسکا مصداق حسب الہام و اعلام الٰہی یہی عاجز ہے۔، ان دونوں مقام کے بیان کو ادنی توجہ وانصاف کے ساتھ دیکھنے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ دعوی مسیحائی آپ کا اصل اور پہلا اور مستقل دعوی ہے اور دعوی وفات مسیح دعوی عدم نزول حضرت مسیح کی دلیل کا ایک جزو یا مقدمہ ہے وبس۔ اور آپ کی تیسری تحریر، جواب مباہلہ صوفی عبدالحق غزنوی جو پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۸ فروری ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی ہے، میں بھی اصل اور پہلا الہام اسی دعوی مسیح موعود ہونے کو قرار دیا گیا ہے۔ اور دعوی وفات مسیح کو اس الہام کے بعد بیان کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: یہ بات سچ ہے کہ اللہ جل شانہ کی وحی و الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے اور یہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارہ میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے۔ سو میں الہام کی بنا پر اپنے تئیں وہ موعود مسیح سمجھتا ہوں جس کو دوسرے غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے ہیں...لیکن میرے پر کھول دیا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی تھی فوت ہو چکا ہے۔ ، اور اپنی چوتھی تحریر، اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں اور پانچویں تحریر، اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں گو دعوی وفات حضرت مسیح کو آپ نے اولاً، اور دعوی مسیح موعود ہونے کو ثانیاً ذکر کیا ہے مگر اس ذکر و بیان میں ایسا کوئی لفظ یا حرف آپ کی قلم سے نہیں نکلا جس سے دعوی اول کا اصل یا شرط ہونا اور دعوی دوم کا فرع یا مشروط ہونا ثابت ہو، بلکہ ان دونوں تحریروں میں یہ دونوں دعوے آپ نے مستقل طور پر کئے ہیں۔ اور دونوں کی نسبت الہام ہونے کا دعوی آپ کی کلام میں موجود ہے۔ اور آپ کے جملہ خطوط میں جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ میں شائع ہوئے ہیں حضرت مسیح کی وفات کا ذکر و نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ بلکہ ہمارے اس استفہام انکاری کے

مقابلہ میں کہ کیا آپ مسیح موعود ہیں؟ آپکا یہی دعوی واقرار مستمر رہا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں ۔ اپنے خط نمبر اول میں آپ نے یہ مجمل اقرار کیا ہے ۔اور خط نمبری ۶ میں آپ نے یہ فرمایا ہے: مگر جو خدا تعالی نے اس عاجز پر کھولا ہے صرف اتنا ہے کہ یہ عاجز روحانی طور پر مثیل مسیح ہے اور روحانی طور پر موعود بھی ہے ۔اور نیز یہ کہ کوئی مسیح آسمان سے خاکی وجود کے ساتھ اترنے والا نہیں ۔، اور آپ کے خط نمبر ۸ و ۹ میں جو نمبر ۳ جلد ۱۳ میں منقول ہیں، گو وفات حضرت مسیح کا ذکر بھی ہوا ہے مگر اس کو بھی آپ نے اصل اور پہلا دعوی قرار نہیں دیا ۔ بلکہ پہلا دعوی آپ کا وہی مسیحائی ہے ۔اور دعوی وفات مسیح دوسرا دعوی جو علاوہ یا ضمیمہ جس کو بلفظ نیز، اور ،ساتھ ہی اس کے ، شروع کیا ہے، ہے۔ خط نمبر ۸ میں آپ یہ کہتے ہیں: میں مثیل مسیح ہوں اور نیز حضرت مسیح بن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں ۔، اور خط نمبر ۹ میں لکھتے ہیں ؛ میں مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوں اور ساتھ اس کے یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت مسیح بن مریم درحقیقت فوت ہو چکے ہیں ۔ ، آپ کی ان تصریحات وعبارات کو جن کا خلاف پہلے کہیں نہیں پایا گیا ۔احمق سے احمق اور بلید سے بلید، بشرطیکہ وہ کچھ انصاف وایمان رکھتا ہو اور آپ کی حبّ میں اندھا نہ ہو گیا ہو، سمجھ سکتا ہے کہ دعوی مسیحائی آپ کا پہلا اور اصل اور مستقل دعوی ہے اور دعوی وفات مسیح اصل اور اول دعوی نہیں ہے ۔اور جو الہام اس مقام میں گھڑ لیا اور اس کو اصل قرار دیا ہے، تحریرات سابقہ میں اس کا کہیں نام ونشان نہیں ہے ۔ محمد حسین) بلکہ اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی آپ کا پہلا دعوی ہے ۔اب آپ اس دعوی کو پہلے دعوی کی فرع اور اس کے تابع قرار دیتے ہیں تو صاف الفاظ سے کہیں کہ ہم نے اس دعوی کو مستقل ٹھہرانے میں غلطی کی ہے ۔اس اقرار کے بعد آپ کا فرض ہوگا کہ اولاً آپ دعوی وفات مسیح کو دلائل سے ثابت کریں ۔ پھر ہم اس دعوی میں کلام کریں گے انشاء اللہ۔ خاکسار محمد حسن (اشاعۃ السنہ ۔جلد ۱۳ ۔ص ۸۵ تا ۸۸)

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

اس خط کا جواب دینے سے مرزا صاحب نے صاف انکار کر دیا اور یہ کہا کہ میں بار بار کیا لکھوں ۔اور ایک ہی بات کا اعادہ کہاں تک کروں ۔ اور ۹ مئی سے ۲۷ مئی تک ہمارے جواب و خطاب سے سکوت کیا جس سے اکثر احباب اولی الالباب فریقین کو یقین ہو گیا کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوی مسیحائی سے گریز ، اور ادعاء مباحثہ سے فرار اختیار کیا لہذا آئندہ مباحثہ موقوف ہوا۔ آخر جب بعض احباب سکنائے ریاست پٹیالہ نے آپ کے پاس پہونچ کر اس گریز وفرار کے سبب آپ کو منفعل کر کے مباحثہ پر مجبور کیا تو آپ نے کرہاً و جبراً پھر مباحثہ پر اپنے آپ کو آمادہ کیا ۔اور ۲۷ مئی کو مولوی محمد حسن صاحب رئیس لودہانہ کے نام ایک خط لکھا جس میں دعوی مسیحائی میں مباحثہ

کرنے کومنظور کیا۔مگراس میں بھی ایک راستہ گریز کا رکھ لیا اور یہ تحریر کردیا کہ درمیانی شروط کا تصفیہ مباحثہ سے ایک روز پیشتر ہوگا۔اور اپنی مراسلت ماقبل ۲۷ مئی کو اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۳۰ مئی ۱۸۹۱ء کے ضمیمہ میں چھپوا دیا اور اس میں ایک تو دیانت وامانت کا م کیا کہ ہمارے آخری خط نمبری ۳/۷۱ کو نہ چھپوایا۔ دوسرا تہذیب و روحانیت کا کام کیا کہ اڈیٹر اخبار سے خوب تبرا کہلایا اور آئندہ کی مخالفت پر زیادہ تبرہ کہنے کا ڈر سنایا۔

ہر چند آپ کے دو دفعہ کے فرار (پہلی دفعہ آپ نے خط نمبری ۱۰ میں فرار اختیار کیا، دوسری دفعہ ہمارے خط نمبر ۳/۷۱ کے جواب میں اعراض فرما کر اور حامل رقعہ کو یہ کہہ کر کہ ایک ہی بات کا میں کہاں تک اعادہ کروں ۔محمد حسین) اور تین ہی دفعہ کی تبرا بازی (پہلی دفعہ اشتہار ۲۶ مارچ میں، دوسری دفعہ رسالہ قول فصیح میں، دیکھو اس کا صفحہ ۳ و ۵ وغیرہ ۔تیسری دفعہ ضمیمہ اخبار سیالکوٹ میں ۔محمد حسین) پر آپ اس امر کے مستحق نہ تھے کہ آپ کے دعوی مباحثہ کی اجابت کی جاتی یا کسی مضمون کی آپ سے خط و کتابت عمل میں آتی مگر صرف مسلمانوں کی نصیحت اور ہدایت اور آپ کے مغالطات سے ان کی صیانت کی نیت سے آپ کی دعوت مباحثہ کو قبول کیا گیا۔اور ۲۹ مئی کو خط متضمن منظوری مولوی محمد حسن کے نام لکھا گیا۔اور اس میں آپ کے گریز کا راستہ بھی بند کر دیا گیا۔اور یہ معروض ہوا کہ جو شرائط اب مباحثہ سے ایک دن پہلے طے کرنا چاہتے ہیں وہ آپ سے طے کرلیں ایسا نہ ہو کہ عین موقع پر کسی شرط کی نامنظوری کے عذر سے پھر فرار وقوع میں آوے۔ (اشاعۃ السنہ ج ۱۳ ص ۸۹۔۹۰)

☆ وہ خط مرزا صاحب اسمی مولوی محمد حسن کا یہ ہے:

مخدومی مکرمی اخویم حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس عاجز کی گذارش یہ ہے کہ اب فتنہ مخالفت ہر جگہ بڑھتا جاتا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب جس جگہ پہنچتے ہیں یہی وعظ شروع کی ہے کہ یہ شخص ملحد اور دین سے خارج اور کذاب اور دجال ہے۔میں نے اول نرمی سے یہ عرض کیا تھا (محض دروغ ہے۔سچے ہو تو بتاؤ کس خط میں، کس تحریر میں؟ محمد حسین) کہ میرا مسیح ہونے کا دعوی مبنی بر الہام ہے اور جو امور محض الہام پر مبنی ہوں وہ زیر بحث نہیں آسکتے بلکہ خدا تعالی ان کی سچائی آپ ظاہر کرتا ہے۔ہاں! مسیح کی وفات وحیات کا مسئلہ گو میرے الہام کا اصل الاصول ہے (مطلبش دربطن قائل) مگر بباعث ایک شرعی امر ہونے کے زیر بحث آسکتا ہے (یعنی مسیح ہونے کا دعوی شرعی نہیں ہے۔پھر اس کی دین میں کیا اہمیت؟ کوئی مانے نہ مانے، اور کیوں مانے۔ بہاء) اور اگر مسیح کی زندگی ثابت ہو جائے تو میرا دعوی مؤخر الذکر خود ہی ٹوٹ جاتا ہے (بالکل غلط اور

مغالطہ ہے۔محمد حسین) لیکن یہ عرض میری منظور نہیں کی گئی اور اصل حقیقت کو محرف کر کے منشی سعد اللہ صاحب نے جو چاہا چھپوا دیا اور لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔اور میرے پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ لیلۃ القدر سے منکر ہیں اور اس کے خلافِ اجماع معنی کرتے ہیں۔اور یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ ملائکہ کے وجود کے منکر ہیں اور ملائکہ کو صرف قوتیں سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سارے الزام محض بہتان ہیں (جو کچھ محبی منشی سعد اللہ نے لکھا ہے آپ کی کلام میں موجود ہے۔پھر دعوی بہتان سراسر طوفان نہیں تو کیا ہے ۔محمد حسین) ۔ یہ عاجز اسی طرح ان سب باتوں پر ایمان رکھتا ہے جو قال اللہ و قال الرسول سے ثابت ہیں اور سلف صالحین کا گروہ ان کو مانتا ہے (محض کذب وصریح مغالطہ ہے۔ سلف صالحین سے ایک شخص بھی آپ کے مخترعات کا قائل نہیں۔محمد حسین) سو اس وقت مجھے خیال ہے کہ میرا ہر حال میں خدا ناصر ہے (نہیں نہیں ،آپ کے مخترعات کا خدا ناصر نہیں ہے وہ اپنے دین کا ناصر ہے ۔محمد حسین)۔ مجھے ہر طرح سے اتمام حجت کرنا چاہیے۔لہذا مکلّف ہوں کہ میں نے مولوی محمد حسین صاحب کی یہ درخواست بھی منظور کی کہ مسیح موعود میں بحث کی جائے (آنچہ دانا کند کند ناداں ۔ لیک بعد از خرابی بسیار۔محمد حسین) مگر بحث تحریری ہوگی اور تحریر میں کسی دوسرے کا ہرگز دخل نہیں ہوگا کیونکہ اب میں ایک مہجور کی طرح آدمی ہوں ۔ میرے ہاتھوں کی طرح کسی دوسرے کے ہاتھ یہ کام نہیں کریں گے۔ مولوی محمد حسین صاحب بھی اپنے ہاتھ سے لکھیں اور میں اپنے ہاتھ سے لکھوں گا۔ درمیانی شرائط کا تصفیہ بحث سے ایک دن پہلے ہو جائے لیکن بحث سے دس روز پہلے مجھے خبر ملنی چاہیے تاکہ لوگ جو شکوک شبہات میں غرق ہو گئے ہیں ان کو بذریعہ خطوط و اشتہارات میں بلا لوں اور تا اس بحث سے ایک عام نفع مترتب ہو اور ہر روز کا جھگڑا طے ہو جائے۔آپ پر یہ فرض ہے کہ آپ براہ مہربانی آج مولوی محمد حسین صاحب کو اطلاع دے دیں اور بحث سے دس دن پہلے مجھے بھی مطلع فرما دیں۔ والسلام ۔ خاکسار غلام احمد۔ ۲۷مئی ۱۸۹۱ء ۔

(مکتوبات احمد۔ج ا۔ص ۳۳۳۔۳۳۴ مکتوب نمبر ۱۷؛ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ص ۹۱۔۹۳ مکتوب نمبر ۱۳)

☆ محمد حسن لدھیانوی بنام مرزا قادیانی

مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ اس خط کا جواب خاکسار نے محبی مولوی محمد حسن سے لکھوایا:

مکرمی جناب مرزا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ جناب کے خط مورخہ ۲۷ مئی (۱۸۹۱ء) سے جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو اطلاع دی گئی ۔مباحثے کیلئے آپ جو

تاریخ مقرر کریں گے اس پر مولوی صاحب کو تیار سمجھیں۔لیکن شرائط کیلئے جو آپ نے لکھا ہے کہ، درمیانی شرائط کا تصفیہ ایک دن پہلے ہو جائے، وہ اس کو منظور نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ شرائط کا تصفیہ بھی پہلے ہو جانا چاہیے اور ابھی بذریعہ تحریر شرائط کو ٹھیک کر لینا چاہیے۔اسلئے گزارش ہے کہ: ا۔ میرے مکان پر بحث ہو۔ اپنے مکان پر انتظام کا میں خود ذمہ ہوں۔۲۔تحریر طرفین اپنے اپنے ہاتھ سے کریں یا کوئی نویسندہ مقرر کریں اس میں اختیار ہے۔۳۔ اپنا دعوی مع دلائل پیش کریں، اور اس پر جانب ثانی جو جواب دینا چاہیں دیں۔۴۔ختم بحث وکلام کیلئے کوئی حاضرین سے منصف ہو جائے کسی کی منصفی منظور نہ ہو تو جو فریق چاہے کلام قطع کر دے اور منصفی کو ناظرین پر چھوڑ دے۔

آپ جو شرائط اور مناسب سمجھیں، اس سے اطلاع دیں یا ان میں کوئی تغیر وتبدل چاہیں تو لکھیں۔

۵ جون ۱۸۹۱ء خاکسار محمد حسن عفا اللہ عنہ۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ص ۹۴۔۹۵)

☆ مرزا قادیانی بنام محمد حسن

مخدومی مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ پہنچا۔شرائط مندرجہ ذیل ہونی چاہییں۔

ا۔جلسہ بحث آپ کے مکان پر ہو اور امن قائم رکھنے کے لئے تمام انتظامات آپ کے ذمہ ہوگا۔ یہ بات قریب یقین کے ہے کہ چھ سات ہزار آدمی تک اس جلسہ میں جمع ہو جاویں گے۔ایسا مکان تجویز کرنا آپ ہی کے ذمہ ہوگا۔ میرے نزدیک یہ بات نہایت ضروری ہوگی کہ کوئی یورپین افسر اس جلسے میں ضرور تشریف رکھتے ہوں کیونکہ اس طرف چند آدمی اور دوسری طرف صدہا آدمی ہوں گے اور اکثر بدزبان اور مکفر ہوں گے۔ بغیر حاضری کسی یورپین کے ہرگز انتظام نہیں ہوسکتا لیکن اگر آپ کے نزدیک یورپین افسر کی ضرورت نہیں تو اول مجھے اپنی دستخطی تحریر سے مطلع فرما دیجئے کہ میں کامل انتظام گروہ مفسد خیال لوگوں کا کرلونگا اور ان کا منہ بند رہے گا اور کسی یورپین افسر کی کچھ ضرورت نہیں ہوگی۔اس صورت میں میں یہ شرط چھوڑ دونگا پھر اس تحریر کے بعد ہر ایک نتیجہ کے آپ ہی ذمہ دار ہوں گے۔

۲۔ بحث تحریری ہو، ہر ایک فریق کے اپنے ہاتھ سے لکھے اور جو لکھنے سے عاجز ہو وہ اول یہ عذر ظاہر کرکے کہ میں لکھنے سے عاجز ہوں، دوسرے کو لکھا دیوے۔ کیونکہ اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا اول درجے پر سند کے لائق ہوتا ہے اور دوسروں کی تحریریں اگرچہ تصدیق کی جائیں مگر پھر بھی اس درجے پر نہیں

پہنچتیں کیونکہ ان میں تحریف کاتب کا عذر ہوسکتا ہے (بعد تصدیق وملاحظہ یہ عذر ناممکن ہے۔محمد حسین)

۳۔ پرچے پانچ ہونے چاہییں۔ جو صاحب اول لکھے ایک زائد پرچہ ان کا حق ہے اور مولوی محمد حسین صاحب کو اختیار ہوگا چاہیں وہ پہلا پرچہ لکھنا منظور کرلیں یا اس عاجز کا لکھنا منظور رکھیں (یہ امر آپ نے اب منظور کیا۔ خط نمبری ۹ میں اس سے اصرار کے ساتھ انکار تھا۔ یہاں سے آپ کی وقعت رائے کا اندازہ ہوسکتا ہے۔محمد حسین)۔جس طرح پسند کریں مجھے منظور ہے۔

۴۔ ہر ایک پرچہ فریقین کی، ایک ایک نقل بعد دستخط صاحب راقم فریق ثانی کو اسی وقت بلاتوقف دی جاوے (جب تحریر کا دستخطی ہونا قرار پایا تو پھر شرط دستخط کے کیا معنی۔آپ کی رائے کو ناظرین دیکھیں۔ محمد حسین) اور پھر جلسہ عام میں وہ پرچہ بآواز بلند سنا دیا جاوے۔

۵۔اس بحث میں تقریراً یا تحریراً کسی تیسرے آدمی کا دخل نہ ہوگا۔ نہ تصریحاً، نہ اشارةً، نہ کنایةً۔اور جلسہ بحث میں کسی کتاب سے مدد نہ لی جائے بلکہ جو کچھ فریقین کو زبانی یاد ہے وہ لکھا جاوے تاکہ تصنع اور تکلف کو اس میں دخل نہ ہو (یہ صرف بہانہ اور بناوٹی علت ہے۔کتاب سے نقل پیش کرنے میں تکلف کیا ہے اور تصنع کیسا؟ منصفین انصاف کریں۔محمد حسین)۔لیکن اگر کوئی فریق یہ ظاہر کرے کہ میں بغیر کتابوں کے کچھ نہیں لکھ سکتا تو پہلے یہ تحریری اقرار اپنی عجز بیانی کا دے کر پھر اسے کتاب سے مدد لینے کا اختیار ہوگا۔

۶۔اگر کوئی فریق بعض امور تمہیدی قبل از بحث پیش کرنا چاہے تو فریق ثانی کا بھی اختیار ہوگا کہ ایسے ہی تمہیدی امور وہ بھی پیش کرے (یہ بھی بعد از خرابی بسیار منظور ہوا۔خط نمبر ۹ میں تو آپ اصول تمہیدی کو لغو کہہ چکے ہیں۔آپ کی متانت اور استقلال رائے کو دیکھنا چاہیے۔محمد حسین)۔مگر دونوں کی طرف سے یہ تمہیدی امور ایک ایک پرچہ پر تحریری طور پر پیش ہونگے۔ایسے پرچہ کی نسبت فریقین کو اختیار ہوگا کہ جو پہلے لکھ رکھا وہی پیش کردے لیکن دوسری تمام تحریر روبرو جلسہ کے ہوگی۔کوئی تحریر اپنے گھر سے لکھی ہوئی پیش نہیں کی جائے گی۔

۷۔ بحث صبح کے چھ بجے سے دن کے گیارہ بجے تک ہوگی اور اگر ایک جلسہ کافی نہ ہوگا تو پھر دوسرے جلسے میں اور اگر دوسرا بھی کافی نہ ہو تو تیسرے دن تک ہوسکتی ہے۔

۸۔ پرچوں کی تحریر کا وقت مساوی ہونا چاہیے۔

۹۔ بحث کے دن سے دس روز پہلے ہمیں اطلاع ہونی چاہیے کیونکہ اس بحث کے دیکھنے کے لئے دور دور سے لوگ آنے والے ہیں۔

۱۰۔ بحث جلسہ عام میں ہوگی (یہ عبث تکرار ہے شرط اول میں عموم جلسہ آ گیا ہے۔ محمد حسین) اور یہ عاجز اپنے دوستوں کو اطلاع دینے کے لئے ایک اشتہار چھاپ کر شائع کرے گا اور فریق ثانی کا اختیار ہوگا، چاہے وہ بھی اشتہار شائع کرے یا نہ کرے۔
۱۱۔ حاضرین کی منصفی کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ ہوسکتی ہے بلکہ دونوں فریق کی تحریریں اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ سے پبلک کے سامنے رکھی جائیں گی۔ تب عام طور پر خود انصاف کرلیں گے۔ راقم۔ مرزا غلام احمد عفی عنہ از لودھیانہ محلّہ اقبال گنج۔ ۶ جون ۱۸۹۱ء (مکتوبات احمد ج اص ۳۳۵۔۳۳۶۔ مکتوب نمبر ۱۸؛ اشاعۃ السنہ ج ۱۳ص ۹۶ تا ۹۷ مکتوب نمبر ۱۴)

☆ محمد حسن بنام مرزا قادیانی

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں اس کا جواب خاکسار نے مولوی محمد حسن سے یہ لکھوایا:

مکرمی جناب مرزا صاحب سلمہ اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خط مورخہ ۶ جون ۱۸۹۱ء میں جو شروط جناب نے پیش کی ہیں ان میں سے اکثر شروط فاسدہ ہیں (جن سے آپ کا مناظرہ سے گریز ثابت ہوتا ہے۔ آپ کو مناظرہ منظور نہیں تو ٹٹی کی آڑ میں کیوں شکار کھیلتے ہیں صاف انکار کیوں نہیں کرتے۔ محمد حسین)
آپ کی پہلی شرط کہ مکان چھ سات ہزار آدمی کے لائق ہو اور پھر ذمہ داری خاکسار کی طرف سے ہو، ناقابل قبول شرط ہے۔ میں نے صرف اپنے مکان میں ذمہ داری کا وعدہ کیا ہے اور میرے مکان میں جس قدر آدمیوں کی گنجائش ہے جناب کو معلوم ہے۔ پھر میں اس شرط کو کیونکر قبول کرسکتا ہوں۔ آپ میری تحریر سابق کے خلاف یہ شرط بڑھاتے اور چھ سات ہزار کی جمیعت کا مکان تجویز کرنا چاہتے ہیں تو خود کریں اور خود ہی ذمہ دار امن اس اژدہام کے بنیں۔ یورپین افسر کو بلاویں یا پولیس سے کام لیں، اور اگر خاکسار کی ذمہ داری منظور خاطر سامی ہے تو آپ اس بے فائدہ اور عسیر الوقوع شرط کو جانے دیں اور صرف چند آدمی (جیسا کہ جناب خط میں لکھتے ہیں) ہمراہ لے کر خاکسار کے مکان پر آنا منظور فرماویں۔ مگر پہلے ان آدمیوں کی فہرست مرتب کرکے میرے پاس بھیج دیں یا (اگر منظور نہ ہو) تو خاص ان کی طرف سے فساد وقوع میں نہ آنے کے آپ ذمہ دار ہوں۔ جانب ثانی کی جمیعت کا مجھے اختیار ہے، میں چاہوں اور مطمئن نہ ہوں تو ایک کو بھی اپنے مکان میں نہ آنے دوں اور چاہوں تو چند معزز ذی وقار اشخاص کو جن کی طرف سے مطمئن ہوں آنے دوں۔ اس صورت میں جناب کو اس مضمون کی دستاویز دے سکتا ہوں کہ اس جانب سے کوئی شخص شر وفساد نہ کریگا۔

شرط نمبر دوم میں جب کہ فریقین کی تحریرات کا پڑھا جانا اور ان پر فریقین کے دستخطوں کا ثبت ہونا آپ نے تجویز کیا ہے، تو پھر تحریف کا امکان کہاں رہتا ہے۔ و معہذا حسب درخواست آپ کی یہ شرط منظور ہے۔ (یہ شرط بھی ایک گریز کا بہانہ تھا مگر ہم نے ڈھیل دینے کی غرض سے اس کو منظور کر لیا۔ محمد حسین)

آپ کی تیسری اور ساتویں شرط کسی طرح قابل تسلیم نہیں۔ اور کوئی اہل علم قبول نہ کرے گا (کیونکہ وہ صریح مغالطے پر مبنی ہیں اور گریز کا ایک بہانہ۔ ایسی شروط کو وہ شخص پیش کرے گا جس کو مباحثہ منظور نہ ہوگا۔ محمد حسین)۔ جناب من ایسے مشکل مسائل کی بحث کا دو دو سوال و جواب میں اور محدود اوقات و ایام میں طے ہونا عادتاً محال ہے۔ مباحثہ سے مقصود تحقیق و اظہار حق ہے نہ مغالطہ۔ ہمارے اور ہر ایک منصف طالب تحقیق کے نزدیک نہ ایام کی تعیین ہونی چاہیے نہ تعداد سوالات و جوابات۔ بلکہ جس قدر سوال و جواب فریقین چاہیں اور جس قدر ایام میں مباحثہ تمام ہو، کیا جاوے جب تک کوئی فریق کہنے سننے کی گنجائش پاوے کہتا سنتا جائے۔ اور جب وہ دیکھے کہ فریق ثانی کج بحثی کرنے لگا ہے، جس کے جواب سے تعرض ضروری نہیں تو وہ اس وقت اپنی کلام کو قطع کر دے اور انصاف کو سامعین و ناظرین پر چھوڑ دے۔

شرط پنجم میں جو آپ نے لکھا ہے کہ فریقین جو کچھ لکھیں زبانی یاد سے لکھیں، کتاب کی طرف رجوع نہ کریں، قابل قبول نہیں (یہ شرط آپ کے گریز پر روشن دلیل ہے۔ آپ سے اس شرط کا ایفاء ممکن ہے کیونکہ آپ کا علم صرف خیالی ہے۔ لہذا جو کچھ آپ کے خیال میں آتا ہے اس کو آپ تحریرات میں درج کر دیتے ہیں اور کسی کتاب سے شہادت پیش نہیں کرتے۔ چنانچہ آپ کے رسائل فتح الاسلام و توضیح المرام اس پر شاہد ہیں۔ آپ کے مقابل اس امر کو جائز نہیں سمجھتے اور کوئی بات ایسی پیش کرنا نہیں چاہتے جس پر عبارت کتاب کی شہادت نہ ہو۔ وہ اس شرط کو کیونکر پورا کر سکتے ہیں۔ محمد حسین)۔ مقابل اپنی تحریر میں کوئی ایسی بات لکھنا نہیں چاہتے جس میں ان کا سلف سے کوئی امام نہ ہو۔ لہذا ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ہر ایک بات پر شہادت کتب پیش کریں اور ان کتابوں کی عبارتیں نقل کریں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ بجز قرآن مجید بڑی بڑی کتب حدیث و تفسیر و فقہ و اصول کو اول سے آخر تک کوئی شخص برزبان یاد نہیں رکھتا۔ پس وہ آپ کی اس شرط کو کیونکر منظور کریں۔ آپ اس شرط پر اصرار کریں گے تو کافہ اہل علم کے نزدیک جو ثبوت دعوی کے لئے کتب سلف کی عبارات کی شہادت ضروری سمجھتے ہیں اور تحریری و تقریری مناظرات میں عبارتیں نقل کرتے چلے آئے ہیں، مصر علی خلاف

الحق متصور ہونگے کیونکہ علم منقول یعنی دین میں نقل بکار ہے نہ محض خیالی اور عقلی باتیں۔

آپ کی شرط ہشتم محض تحکم ہے۔ جناب من! یہ کسی یونیورسٹی کا امتحان نہیں کہ چند سوالات کئے گئے اور ان کیلئے وقت مقرر کیا جائے۔ مباحثہ اور مناظرہ میں ایک شخص مدعی ہو تو اس کو اثبات دعوی میں پرزور دلائل کیلئے اس قدر وقت بکار ہے کہ اسکے مقابل مانع کو جو صرف لا نسلم کہہ کر سکوت اختیار کرسکتا ہے اس وقت کا عشر عشیر بھی بکار نہیں اور دو مدعیوں میں سے بھی ممکن ہے کہ ایک کا دعوی تھوڑے ثبوت کا محتاج ہو اور دوسرے کا زیادہ ثبوت طلب ہو۔ بنظر انصاف دیکھیں گے تو خود بھی اس شرط کو ترک فرماویں گے۔

شرط یاز دہم بھی خلاف انصاف ہے۔ مجلس مناظرہ میں اگر کوئی منصف نہ ہو تو کم از کم شروط مسلمہ کی پابندی کرانے والا کوئی حکم تو ضرور چاہیے۔... صرف آپ کی خاطر ہم اس شرط کو منظور کرتے ہیں۔

شروط فاسدہ کو جناب واپس لیں اور بجائے ان کے شرائط صحیحہ کو تسلیم کرلیں تو اس امر کو ... خط اسمی جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ظاہر کریں اور وہ خط خاکسار کے پاس بھیج دیں۔ جس پر جناب مولوی صاحب تاریخ مناسب مقرر فرما کر میری معرفت جناب کو اطلاع دیں گے۔

۱۳ جون ۱۸۹۱ء لودہانہ خاکسار محمد حسن عفی اللہ عنہ)۔ (اشاعۃ السنہ ج ۱۳ صفحہ ۹۷۔۱۰۰)

مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ اس خط کا جو جواب مرزا صاحب نے مولوی محمد حسن کو دیا ہے اس میں شرط اول کی ترمیم سے انکار کیا اور اپنی اسی شرط پر اصرار کا اظہار فرمایا۔ باقی شرائط کی ترمیمات کی نسبت سکوت اختیار کیا اور یہ بہانہ پیش کر دیا کہ باقی ....جس قدر اس عاجز سے کیں وہ آن مکرم سے نہیں بلکہ مولوی محمد حسین سے ہیں، ان کو منظور ہوں یا نا منظور ہوں وہ اپنی قلم سے اطلاع دیں اور جب تک وہ خود اطلاع ...... (کاغذ کرم خوردہ ہونی وجہ سے اس صفحہ ۱۰۰، اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ کی عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ اس لئے یہ نقل نامکمل ہے۔ بہاء) (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۱۰۰)۔

یاد رہے کہ اس ساری خط وکتابت کا انجام مباحثہ لدھیانہ کی صورت میں سامنے آیا تھا جسے ہم اپنی کتاب کے حصہ چہارم میں صفحہ ۴۳ تا ۲۸۳ پر نقل کر چکے ہیں۔

بیان للنّاس

مشتمل بر خط وکتابت فیما بین مولانا محمد عبدالمجید دہلوی ومولوی محمد احسن امروہی

مرزا غلام احمد قادیانی نے دہلی جا کر اکتوبر ۱۸۹۱ء میں علماء اسلام کو مخاطب کر کے اشتہار بازی کی تو انجام کار مولانا محمد بشیر سہسوانی سے ان کا تحریری مباحثہ ہوا جسے وہ نا تمام چھوڑ کر پنجاب واپس چلے گئے۔ یہ مباحثہ ہم تحریک ختم نبوت کے حصہ ششم میں نقل کر چکے ہیں۔ مولوی محمد احسن امروہی قادیانی مقیم بھوپال نے مباحثے تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد بشیر پر تنقید کی۔ نیز مرزا صاحب کے دعاوی کی تائید میں اعلام الناس کے عنوان سے ایک کتاب بھی شائع فرمائی۔مولانا عبدالمجید نے دہلی سے بھوپال جا کر مولوی محمد احسن امروہی کے ساتھ اعلام الناس وغیرہ پر خط وکتابت کی اور انہیں دعوت مباحثہ دی۔ بعدازاں یہ مراسلت انہوں نے بیان للناس کے عنوان سے شائع کرائی۔ ہم بیان للناس کو ذیل میں نقل کر رہے ہیں کیونکہ یہ تحریک ختم نبوت کے بالکل ابتدائی دور کا گراں قدر لٹریچر ہے۔مولانا عبدالمجید نے اس رسالے میں اشعار کا بے تحاشا استعمال کیا تھا جنہیں ہم نے بڑی حد تک حذف کر دیا۔اس طرح کئی دوسری عبارات بھی عدم ضرورت کے باعث حذف کی ہیں۔ اور کہیں کہیں باریک خط میں بین القوسین حواشی لکھے ہیں نیز مناسب مقامات پر عنوانات بھی لگائے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

خطبہ اور تمہید کے بعد مولانا عبدالمجید دہلوی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی اول ولایت کے مدعی ہوئے.. پھر کبھی مثیل آدم اور کبھی مثیل نوح، کبھی مثیل ابراہیم ویوسف اور کبھی مثیل موسی و داؤد علیھم الصلوۃ والسلام ہوئے، یہاں تک کہ درجہ بدرجہ مدت تک مثیل عیسی رہے۔ اب حضرت کے خیال نے اور ترقی کی کہ حضرت عیسی کو مار کر انکے عہدہ پر ہاتھ بڑھایا اور مسیح موعود بن بیٹھے۔لیکن یہ نہ سمجھے کہ جسکو خدا نہ بنائے وہ کیا بن سکتا ہے

یہ سب دعوے مرزا صاحب کے اشتہارات ورسائل سے ظاہر ہیں (دیکھو ازالہ اوہام ص ۲۵۳، وتوضیح مرام ص ۱۸، ۱۹۔ وفتح اسلام ص ۱۵۔۱۹)

چونکہ مرزا صاحب ترکیب اور تدریج سے چلے ہیں اسلئے فرماتے ہیں کہ مسیح موعود ہونے کا میرا دعوی نیا نہیں ہے، براہین احمدیہ میں اس کی تمہید میں کر چکا تھا، لوگ نہیں سمجھے تھے۔ اب ازالہ اوہام حصہ اول میں ایک اور دعوی کی تمہید آپ نے ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر اللہ تعالی نے (مرزا کو) مثیل سید الانبیاء و امام الاصفیاء حضرت مقدس ﷺ قرار دیا (صفحہ ۲۵۳۔۲۵۴۔ ازالہ اوہام)

پھر ازالہ اوہام حصہ دوم میں فرماتے ہیں:

اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی راہ سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے مبشرا بر سولٍ یا تی من بعدی اسمہ احمد (یعنی اس آیت میں مرزا صاحب ہی کا ذکر ہے)۔ (صفحہ ۶۷۳۔ ازالہ اوہام)۔

چنانچہ صفحہ ۶۷۵ میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحقّ لیظھرہ علی الدّین کلّہ، اسی مسیح ابن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے، یعنی مرزا صاحب ہی کے حق میں ہے۔

تو مرزا صاحب کی یہ ایک اور نئی تمہید ہے، اس کے متعلق یہ کشف کہ:

تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن مجید میں لیا گیا ہے: مکہ مدینہ اور قادیان۔

(حاشیہ صفحہ ۷۷، ازالہ حصہ اول)

اور اسی کے متعلق یہ الہام اور اس قسم کے دیگر الہام ہیں جیسے:

انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان۔ (ایضاً ص ۷۵)۔

جناب مرزا صاحب نے ایک کمال اور کیا ہے کہ صرف اپنے ہی حق میں ان مراتب کو تمام نہیں کیا بلکہ اپنی اولاد کو اس میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

خدا تعالی نے ایک قطعی اور یقینی پیش گوئی میں میرے پر ظاہر کیا ہے کہ میری ذریت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی اور وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا، وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور ان کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا، فرزند دلبند گرامی و ارجمند مظھر الحقّ و العلاء کان اللّٰہ نزل من السّماء۔ لیکن یہ عاجز ایک

خاص پیش گوئی کے مطابق جو خدا تعالی کی مقدس کتابوں میں پائی جاتی ہے مسیح موعود کے نام پر آیا ہے۔

مرزا صاحب نے ان دعووں کو بذریعہ رسائل واشتہارات بارہ سال کے عرصہ میں بہت کچھ شائع کیا مگران کا ذکر خیر ملک پنجاب سے بہت ہی کم باہر نکلا۔ جب اس طرح کام نہ چلا تو مرزا صاحب خود نکلے اور پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں دورہ کرنے لگے۔ گو پنجاب میں مرزا صاحب کے کچھ لوگ معتقد ہیں مگر باوجود کوشش بسیار اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں مرزا صاحب کا نمبر ناکامیابی کے بہت ہی قریب رہا اور ہے و ما تشاؤن الّا ان یّشاء اللّٰه ۔

شہر دہلی جس طرح ایک مدت بادشاہان سلف کا دارالخلافہ رہا ہے اسی طرح بیت العلوم بھی اس کا نام ہے، اور واقعی یہ وہ مقام ہے کہ بڑے بڑے دور دراز سفر کر کے لوگ صرف اس کو دیکھنے آتے ہیں اور جن علماء کی لیاقت چار دانگ ہندوستان میں دھاک اور کمال ہنر وفنون کے تمام عالم میں دھوم ہے وہ اسی خاک میں سوتے ہیں۔ مبارک یہ زمین جس میں رنگ برنگ کے گل پھول لگے اور اپنے رنگ و بو سے عالم کو معطر کر گئے ۔حقیقت میں یہ وہ جگہ ہے جس کے در و دیوار سے یہ صدا آتی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار ۔اور جس کے ہر ہر برگ شجر پر یہ نظر آتا ہے فانظروا یا اهل الانظار۔

ہندوستان میں جس قدر علوم کی خاص کر علم دین کی ندیاں جاری ہیں اگر چشم غور سے دیکھو ان کا چشمہ ضرور دہلی کو پاؤ گے۔ مرزا صاحب نے جس قدر اور جتنا پڑھا، گل علی شاہ سے پڑھا، اور وہ بھی ایک مدت دہلی میں رہے اور جو کچھ پڑھا یہیں پڑھا۔

انہیں وجوہ سے مرزا صاحب کو یہ خیال ہوا کہ اس نامور شہر میں چل کر چند روز هل من مناظر کا ڈنکا بترکیب بجایئے ، اگر وہاں کچھ بھی کامیابی ہوگئی تو گویا مدینۃ المقصود کا فتح الباب ہے ۔ یہ خیال مرزا صاحب کو دہلی لے گیا، مگر افسوس کہ اس ارادہ میں وہ بالکل کامیاب نہ ہوئے، اور گو انہوں نے دہلی میں پہلا اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بہت ہی سوچ سمجھ کر بنام شیخ الکل جناب مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب دیا، جن کی عمر قریب سو برس کی ہے اور بسبب پیرانہ سالی کسی طرح مرزا صاحب کو یہ امید نہ تھی کہ وہ مناظرہ کے لئے تیار ہو جائیں گے، مگر خلاف امید وہ بڑی مستعدی سے اپنی جوان ہمت کے ساتھ تیار ہو گئے ۔ چنانچہ ان کے مطبوعہ خطوط سے ظاہر ہے۔

دوسری غلطی مرزا صاحب سے یہ ہوئی، جس کا ان کو ۸ ۔ اکتوبر کے اشتہار میں خود اقرار

کرنا پڑا کہ ۲۔ اکتوبر کے اشتہار میں مولوی ابو محمد عبدالحق (مؤلف تفسیر حقانی) کو بھی شریک کر دیا، جس کے عوض مرزا صاحب کو ان کے مکان پر جا کر بیحد خوش آمد کرنی پڑی، پھر بھی مولوی صاحب نے مرزا صاحب کا پیچھا نہ چھوڑا۔..

اب مرزا صاحب نے اپنے حواریوں کو بھی (دہلی) بلا لیا اور کسی کے مشورہ یا اپنی رائے سے کل اہل دہلی خاص کر مولانا (شیخ الکل) صاحب پر بے حد سبّ و شتم کرنا شروع کیا۔ ۱۷۔ اکتوبر کے اشتہار میں ایسے ۸۲ لفظ ہیں جو کوئی شریف کسی کو نہیں کہہ سکتا، مگر واہ جناب مولانا (سید نذیر حسین) صاحب آپ کا تحمل کہ ان سب گالیوں کے جواب میں یہ ایک شعر لکھ دیا

دشنام خلق را نہ دہم جز دعا جواب　　ابرم کہ تلخ گیرم و شیریں عوض دہم

مرزا صاحب اور ان کے اتباع نے یہ پالیسی کہ اہل دہلی پر سبّ و شتم کیا جائے، شاید اس واسطے اختیار کی تھی... کہ ان کے فرقے کی نظر میں اہل دہلی کی وقعت کم ہو جاوے اور مرزا صاحب کی ناکامی بڑی چیز دکھائی نہ دے۔ اور جہاں تک غور کرو یہ پہلو اچھا سوجھا، مگر واقعی یہ ناکامی اتنی بڑی چیز ہے کہ مرزا کی ہر تحریر سے اس کا افسوس ٹپک رہا ہے اور ہر فقرہ سے حسرت برس رہی ہے اور عاجز کے خیال میں مرزا صاحب اور انکے اتباع کا عام اہل دہلی پر اور خاص کر مولانا ممدوح پر تبرا کرنا ایک حکمت الٰہی کا تقاضا تھا جس نے ان کو اس درجہ سبّ و شتم پر لا ڈالا، اور وہ یہ ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنہء پاکاں برد

مرزا صاحب نے بہت سے مسائل کو الٹ پلٹ کیا ہے مگر ان میں سے دو پر بہت زور دیا ہے۔ ایک وفات حضرت عیسیٰ ابن مریم، دوسرے مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا۔ مسئلہ اول کی نسبت رسالہ، الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح، جس کا اول حصہ مولانا محمد بشیر بھوپالی صاحب نے بہت کافی ثبوت کے ساتھ لکھا ہے مطبع انصاری میں چھپ کر تیار ہو گیا ہے، اور دوسرا حصہ مؤلفہ مولوی جمیل احمد صاحب زیر طبع ہے۔ اور مسیح موعود ہونے کی بحث مجمل طور سے عاجز کے خط نمبر ۴ کے جواب الجواب نمبر ۸ میں ملاحظہ ہو اور مفصل شفاء للناس جواب اعلام الناس میں ہے جو عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ (جو ۱۳۰۹ھ میں شائع ہوا)۔

(مولانا عبدالمجید بتاتے ہیں کہ) اس تحریر کا یہ باعث ہوا کہ جب مرزا صاحب دہلی تشریف لائے تو عاجز ان کی خدمت میں گیا اور کمال عجز سے دوستانہ طور پر یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر جناب کو صرف تحقیق مسائل منظور ہے تو یہ عاجز حاضر ہے اور اگر مولانا ممدوح (سید نذیر حسین) سے

گفتگو کی خواہش ہے تو یہ امر بھی بہت آسان ہے۔ اشتہار وغیرہ دینے اور دھوم مچانے کی حاجت نہیں۔مگر مرزا صاحب کی اصلی غرض چونکہ سوائے شہرت کچھ نہ تھی، اس وجہ سے عاجز کی رائے منظور نہ ہوئی، کوئی بات نہ مانی، اشتہار پر اشتہار دینے شروع کر دیئے اور اہل دہلی کی طرف سے اس کے جواب چھپے۔آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مرزا صاحب کے ایک معتقد نے مثنوی دعوت دہلی لکھی جس کا جواب کسی نے صداقت دہلی لکھا ہے۔ یہ سب تحریریں مطبع انصاری دہلی میں ملتی ہیں جن سے مفصل حال معلوم ہوسکتا ہے۔

اس اثنا میں خاکسار نے نوٹس نمبر ایک لکھا اور اس میں مولوی محمد احسن (امروہی) اور مولوی حکیم نورالدین کو اسلئے مخاطب کیا کہ مرزا صاحب کے مشن کے یہ دونوں صاحب اعلیٰ درجہ کے ممبر ہیں۔مرزا صاحب نے عاجز کے نوٹس کا کچھ جواب نہیں دیا۔اسی خیال سے یہ عاجز بھوپال گیا اور احسن المناظرین (امروہی) سے جو تحریر ہوئی وہ آپ (آئندہ صفحات میں) دیکھ ہی لوگے۔

☆ حکیم نورالدین کا مباحثہ سے اعراض

(مولانا عبدالمجید لکھتے ہیں) بھوپال سے عاجز آ کر بہ تقریب جلسہ انجمن حمایت اسلام لاہور گیا اور وہاں نوٹس نمبر۲ (جو آئندہ درج ہوگا) شائع کیا۔اتفاقاً جناب مولوی حکیم نورالدین بھی لاہور میں آ گئے اور نوٹس نمبر۲ عاجز کا ان کو پہنچ گیا اور عاجز خود بھی ان کی خدمت میں کئی مرتبہ حاضر ہوا، مگر خوبی اتفاق سے ان کو فرصت بالکل نہ ہوئی جو گفتگو ہوتی۔ چنانچہ ایک روز زبدۃ الحکماء حکیم غلام نبی کے مکان پر حکیم نورالدین کی دعوت تھی، عاجز بھی بعد وقت اکل طعام وہاں حاضر ہوا۔ کرنل عطاء اللہ خاں نے عاجز سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ مولوی صاحب کا غذی گھوڑے تو آپ نے بہت دوڑائے، ہم نے آپ کے نوٹس بھی دیکھے، اس وقت اتفاق سے آپ دونوں یہاں موجود ہیں، حکیم صاحب سے کچھ گفتگو کیجئے۔ میں نے عرض کیا کہ جس بات کو میں حق جانتا ہوں اس کے بیان کرنے اور اس میں کلام کرنے سے مجھے کب تامل ہے، مگر حکیم صاحب کی اجازت ضروری ہے۔ آپ انہیں راضی کریں، مجھے کچھ عذر نہیں۔حکیم صاحب نے فرمایا کہ میں بھی مرزا صاحب کے کلام کو حق جانتا ہوں اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ ان کا کوئی ارشاد غلط نہیں ہے، مگر مولوی (عبدالمجید) صاحب کو فرصت ہے، مجھے فرصت نہیں، اور نہ میں تقریر کو پسند کرتا ہوں۔ جانبین سے تحریریں ہورہی ہیں آپ لوگ تامل کریں اور طرفین کی تحریروں کو ملاحظہ فرمائیں۔

عاجز کو اس امر کے اظہار میں تامل نہیں ہے کہ حکیم نورالدین نہایت درجہ وسیع الاخلاق اور لائق آدمی ہیں۔ جس طرح مرزا صاحب و مولوی محمد احسن کی کج اخلاقی اور درشتی کا میں شاکی ہوں، اسی طرح حکیم صاحب کے اخلاق کی شکر گزاری بھی میرا ذمہ ہے۔ حکیم صاحب عاجز سے اچھی طرح خندہ پیشانی سے ملے اور کمال مہربانی سے پیش آئے جیسا کہ شرافت کا مقتضا ہے اور ان کی مجلس کا رنگ بھی ایسا نہ تھا جیسا کہ دہلی میں مرزا صاحب کی مجلس کا رنگ دیکھا کہ جب کوئی ان کے پاس گیا ادھر ادھر سے حواریوں نے آوازے کسنے شروع کئے اور تبرے اڑانے لگے۔ جو شریف گیا، افسردہ ہی ہو کر آیا۔ اور جو ذرا کوئی بولا، مجلس سے نکلوا دیا۔ چنانچہ مولوی محمد مصحح مطبع انصاری کے ساتھ جو بے تہذیبی برتی گئی وہ مرزا صاحب کی مجلس کا ایک ادنی نمونہ ہے۔ مرزا صاحب کی مجلس میں کئی شخص تو ایسے تھے جن کی زبان قابو سے باہر تھی۔ جہاں کوئی شریف گیا اور ٹانگ لی وہ اپنی شرافت سے چپ ہوا اور انہوں نے قہقہہ اڑایا کہ ہم نے شرمندہ کر دیا۔ آخر کار اس کا نتیجہ کسی قدر اپنے ہم پلہ لوگوں سے ان کو مل گیا۔

مجھے یاد آیا کہ بھوپال سے نواب ممتاز الدولہ مولوی سید عبدالحی خان صاحب انہیں ایام میں تشریف لائے تھے، انہوں نے مرزا صاحب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ میں ان کو لے گیا۔ ان کے ہمراہ جناب حکیم حاتم علی صاحب رئیس آگرہ اور جناب منشی عبدالعزیز رئیس دھولپور بھی تھے۔ جس وقت یہ صاحبان مرزا صاحب کے مکان پر پہنچے حواریوں نے اپنی عادت کے موافق آوازے کسنے اور تبرے کرنے شروع کئے اور ان کے سامنے ایسے نا ملائم اور بے جا الفاظ کہے کہ وہ حیرت سے منہ دیکھ کر رہ گئے اور مجھے مفت شرمندہ ہونا پڑا۔ آخر میں نے مرزا صاحب سے عرض کیا کہ حضرت مورد عتاب تو اہل دہلی ہیں، یہ لوگ تو مسافر آپ کی زیارت کو آئے ہیں، ان سے تو براہ مہربانی دو باتیں کر لیجئے۔ اس وقت جناب کو ہوش آیا اور فرمایا کہ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں۔ مگر حواری اس وقت بھی خاموش نہ ہوئے۔ میں کئی بار حکیم صاحب کی مجلس میں گیا، کبھی کوئی لفظ کسی سے ایسا نہ سنا جو باعث ملال ہوتا یا طبیعت کو نا گوار گزرتا۔ حکیم صاحب کی مجلس میں کبھی کوئی گفتگو کسی کی زبان پر ایسی نہیں آئی جس سے بوئے ملال آتی۔ عاجز کی رائے ناقص میں مرزا صاحب کے مشن میں اگر کوئی آدمی ہے تو حکیم نورالدین صاحب ہیں اور اگر کوئی لائق گفتگو ہے تو حکیم صاحب۔ افسوس کہ ان کو فرصت نہ ملی ورنہ گفتگو کا لطف آتا۔

چونکہ حکیم صاحب سے بھی بالفعل گفتگو کی امید قطع ہوئی لہذا اس عاجز نے اپنے خطوں کو

طبع کر دینا مناسب سمجھا۔ یا اللہ تیرا یہ عاجز بندہ نہایت عاجزی سے تیرے حضور میں بکمال ادب اس دل سے عرض کر رہا ہے جس کو تو دیکھ رہا ہے کہ میرے قلم وزبان سے وہ الفاظ نہ نکلیں جن سے مجھے تیرے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ الٰہی مجھ کو تو اور تیری رضا مطلوب ہے، تو میری اس تحریر میں مدد کر۔ آمین و اللّٰہ المستعان وعلیہ التکلا ن ، علی کلّ امرٍ بہ استعین ، ھو المستعان فنعم المعین

☆ مرزا قادیانی کو یک ہزاری چیلنج

نوٹس اتمام حجت نمبر ا

مرزا غلام احمد قادیانی اور انکے معتقد مولوی حکیم نورالدین بھیروی اور مولوی محمد احسن امروہی وغیرھم کے نام خاکسار محمد عبدالمجید مالک مطبع انصاری دہلی کا نوٹس

مرزا صاحب کے یہ دعوی ہیں:

ا۔ میں مسیح موعود ہوں۔

۲۔ عیسی ابن مریم کا نزول یعنی دوبارہ دنیا میں آنے کا خیال غلط ہے۔

۳۔ عیسی بن مریم مرکر جنت میں داخل ہو گئے۔

۴۔ مرکر کوئی زندہ نہیں ہوتا۔

۵۔ جنت میں داخل ہوکر پھر کوئی باہر نہیں آ سکتا۔

باوجود ان دعووں کے مرزا صاحب اقرار کرتے ہیں کہ میں مسلمان اہل سنت و الجماعت ہوں اور اہل سنت کی تمام کتابوں کو مانتا ہوں۔ اور ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

میرے مسیح موعود ہونے کا سارا قرآن مجید مصدق ہے اور تمام احادیث صحیحہ اس کے صحت کے شاہد ہیں۔

لہذا یہ عاجز بذریعہ نوٹس ہذا مرزا صاحب اور انکے اتباع کو اطلاع دیتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کو اپنے دعووں کی صداقت پر کامل اطمینان ہے اور وہ جانتے ہیں کہ میں سچ کہتا ہوں تو بسم اللہ، درکار خیر حاجت استخارہ نیست۔

آپ تو فرماتے ہیں کہ سارا قرآن میرے دعووں کا مصدق اور تمام احادیث صحیحہ شاہد

ہیں، میں عرض کرتا ہوں کہ اگر ایک آیت صریح الدلالت اور بتائید اس کے حدیث صحیح سے اپنے دعووں کو مجمع علماء میں بطریق اہل سنت والجماعت ثابت کر دیں گے، تو میں مبلغ ایک ہزار روپئہ نقد ان کی خدمت میں پیش کرونگا اور ایک سال تک ہر روز بشرط صحت وحیات مرزا صاحب کی صداقت کا اپنے وعظ میں اظہار کیا کرونگا۔

اور جس ادب وعزت کے ساتھ مرزا صاحب فرمائیں گے ان کے ساتھ گفتگو کی جائے گی۔ مرزا صاحب اس ثبوت کے لئے مناظرہ کرنے کو تیار ہو جائیں۔ مکان اور پولیس کے انتظام اور امن کے آپ خود ذمہ دار ہو چکے ہیں۔ اور اگر مرزا صاحب ایک ہفتہ میں اس مناظرہ کے لئے تیار نہ ہوئے تو ضرور یقین کر لیا جائے گا کہ مرزا صاحب خود اپنے دعووں کی صداقت پر مطمئن نہیں ہیں اور ان کا دل ان کی تکذیب کرتا ہے۔ فقط

انعام: بحالت پوری کرنے شرط کے مرزا صاحب کو مبلغ ایک ہزار روپئہ نقد دیا جائے گا اور ایک سال ان کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔

اطلاع: آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ ایک ہفتہ کی میعاد میں کوئی تاریخ مقرر کر کے دو روز پہلے مجھے اطلاع دیں۔ اگر آپ نے اطلاع نہ دی اور ثبوت کے لئے تیار نہ ہوئے تو آپ کے دعوی کی تکذیب کے لئے یہ کافی ثبوت ہے۔

۱۳ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ۔ راقم خاکسار محمد عبدالمجید عفی عنہ مالک مطبع انصاری دہلی

☆ محمد احسن امروہی کو دعوت مباحثہ

خط نمبرا۔ از فقیر عبدالمجید بخدمت جناب مولوی محمد احسن زادعنایتہٗ

بعد سلام کہ سنت الاسلام ہے واضح رائے ہو کہ یہ نوٹس جو اس خط کی پشت پر ہے، آپ کے مرزا صاحب نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا جو ان کے سرمایہ علم وحجت کی ایک کافی وافی دلیل ہے۔ چونکہ اس میں احقر کا خطاب آپ سے بھی ہے، لہذا بذریعہ اس دستی تحریر کے آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ مسافر دور دراز سفر کر کے آپ کے پاس (بھوپال) بارادہ طلب دلیل حاضر ہوا ہے۔ تم کو قسم ہے اس خدا بزرگ و برتر کی جس نے تم کو پیدا کیا ہے کہ اگر تمہارے علم میں تمہارے مسیحا کی صداقت پر کوئی دلیل شرعی ہے تو اسے میرے سامنے مجمع اہل اسلام میں بیان کر دیجئے، ہرگز نہ چھپایئے۔ و من

یکتمھا فانّہ آثم قلبہ ، اور السّاکت عن الحقّ شیطان اخرس کی وعید کو خیال فرمائیے ۔ اور اگر آپ بغیر دلیل ان پر ایمان لائے ہیں تو یہ امر آخر ہے ۔ پھر عذر اور حیلہ کیا، ضرور صاف صاف فرما دیجئے ۔

و السّلام علی من اتّبع الھدی ۔ یکم جمادی الاول ۱۳۰۹ھ

☆ جواب : از سید محمد احسن امروہی

بخدمت محبّ مکرم حضرت مولوی عبدالمجید صاحب

بعد السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ ۔ آنکہ ہیچمدان کو جو جناب نے اس نوٹس میں مخاطب فرمایا ہے اس سے مجھ کو نہایت درجہ کا تعجب لاحق ہوا کیونکہ احقر نے تو کسی تحریر میں اپنی جناب کو مخاطب نہیں کیا، اور نہ احقر کسی امر کا مدعی ۔ البتہ یہ اپنا شعار ہے کہ کسی اپنے مومن بھائی کو غیبت و غیرہ سے یاد نہیں کرتا اور جملہ اپنے مومنین اخوان کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے لولا ظنّ المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیراً ۔ و الغیبۃ اشدّ من الزّنا ۔ ہاں البتہ مرزا صاحب کو جو بہمہ تن تائید اسلام میں اپنے اوقات کو صرف کر رہے ہیں اور بعض صاحب جو ان کی تکفیر و تضلیل کرتے ہیں، احقر نے اپنے رسائل میں ان کی طرف سے ذب و دفع کیا ہے ۔ اگر وہ ذب و دفع آپ کے نزدیک ایک اپنے مومن بھائی سے صحیح نہیں ہے تو آپ کو اختیار ہے ۔ اور طلب دلیل تو مدعی سے ہوا کرتی ہے، نہ حسن ظن رکھنے والے سے ۔ اگر آپ کو طلب دلیل منظور ہے تو خود مرزا صاحب سے طلب فرمائیے ، خاکسار کو مخاطب نہ کیجئے اور نہ میں آپ کا مخاطب ہوں ۔ والسلام خیر ختام ۔ یکم جمادی الاولی ۱۳۰۹ھ

مکرر، اور نہ ہیچمدان کو جناب سے مباحثہ منظور ہے ۔ فقط ۔

☆ جواب الجواب ۔ خط نمبر ۲

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

زائل بہار حسن ہوئی خط یار سے اس باغ میں خزاں نظر آئی بہار سے

از حقیر فقیر عبدالمجید بخدمت جناب مولوی محمد احسن نزیل بھوپال زادعنایتہً

بعد سلام کہ سنت الاسلام ہے واضح رائے ہو کہ نامہ گرامی آن سامی موصول ہو کر باعث استعجاب ہوا ۔ اور یہ استعجاب شائد اسی نہایت درجہ تعجب کا اثر ہے جو جناب کو

لاحق ہوا اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ جناب نے انکار مناظرہ کا اول سبب یہی فرمایا، باقی اس کے دلائل۔ لہذا بعد ردّ دلائل تعجب مجھے امید ہے کہ آپ اپنے دعوی کے موافق مناظرہ کو ضرور تیار ہوں گے۔

قولہ: ہیچمدان کو جو جناب نے اس نوٹس میں مخاطب فرمایا ہے اس سے مجھ کو نہایت درجہ کا تعجب لاحق ہوا کیونکہ احقر نے تو کسی تحریر میں اپنی، آپ کو مخاطب نہیں کیا اور نہ احقر کسی امر کا مدعی۔

جواب: حضرت مولوی صاحب آپ نے دعوی بھی کیا ہے اور خطاب بھی۔ شائد آپ کو یاد نہیں رہا، لہذا یہ فقیر آپ کو یاد دلا کر امید کرتا ہے کہ آپ حسب وعدہ اس عاجز مسافر کے حال پر توجہ فرمائیں گے۔

(مولوی محمد احسن کے وہ اقوال جن سے ان کا دعوی وخطاب عام ثابت ہے):

۱۔ آپ کی کتاب کا نام اعلام الناس ہے۔

۲۔ یہ بندہ سید محمد احسن امروہی نزیل بھوپال بخدمت فیض درجت علماء ذوالالباب عرض کرتا ہے۔ (اعلام الناس حصہ اول ص ۲)

۳۔ اشتہار بخدمت علماء امصار و دیار، المشتہر خاکسار محمد احسن امروہی نزیل بھوپال۔ (ایضاً حصہ دوم۔ص ۹۲)۔

۴۔ اور حصہ دوم صفحہ ۱۱ پر آپ نے فرمایا: میں اظہار حق میں مجبور ہوں

مری آہ وفغاں سے بے مزہ نہ ہو تو اے گل رو
کہ پڑ جاتا ہے اک حسن گل میں شور بلبل سے

۵۔ اگر مرزا (غلام احمد) صاحب ایسی بحث کی طرف توجہ نہ فرمائیں گے تو یہ خاکسار احسن المناظرین آموجود ہوگا۔ (ص ۱۳)

(مولانا عبدالمجید فرماتے ہیں) اے جناب احسن المناظرین صاحب اگر آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ یہ خطاب میرا علماء سے ہے اور تو ایک بے نوا فقیر حقیر، تجھے اس سے کیا، تو علم سے دور، سلسلہ علماء سے مہجور۔ تو میں عرض کرونگا، خیر مگر الحمد للہ کہ میں مسلمان ہوں اور اہل اسلام کے سلسلہ میں شامل اور آپ کا خطاب تمام اہل اسلام سے ہے۔

۶۔ سب اہل اسلام کو لازم ہے کہ اس نعمت کی ناشکری نہ کریں (اعلام الناس حصہ اول ص ۲)

مولانا عبد المجید کہتے ہیں کہ اگر آپ اس سے بھی انکار کریں (کیونکہ آپ کے مرزا صاحب نے تو یہ غضب ڈھایا ہے کہ کل اہل اسلام کو مشرک اور خارج از اسلام بتلا دیا، اور آپکا یہ حسن ظن کہ وہ جو کچھ فرمائیں سب ٹھیک و درست ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام حصہ اول حاشیہ ص ۲۹۸) تو نوع انسان میں تو سب ہی انسان شامل ہیں اور آپکا خطاب بایں الفاظ ہے:

۷۔ ایّها النّاس ... الخ۔ دیکھو اعلام الناس حصہ اول صفحہ ۵۱

۸۔ حصہ دوم صفحہ ۱۷ پر فرمایا: تو بشرط نہ مکدر ہونے کے یہ عاجز موجود ہے

تو مکدر نہ ہو تو عشق میں ہم ایک آندھی ہیں خاک اڑانے کو

۹۔ اور حصہ دوم صفحہ ۴۱ پر آپ نے فرمایا:

جوئے شیر بھی میں ہی لایا تھا میں ہی دشت میں تھا برہنہ پا
میں ہی کوہکن میں ہی قیس تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مولانا عبدالمجید فرماتے ہیں: ہاں جناب احسن المناظرین مجھے بھی خوب یاد ہے۔ آپ سے بہت پہلے میری مرزا صاحب سے ملاقات ہے۔ ان کی حقیقت تو میں خوب جانتا ہوں، وہ تو کچھ بھی نہیں، واقعی جو کچھ ہیں وہ آپ ہی ہیں۔ پیران نمے پرند۔ مریداں می پرانند، پرانا مقولہ ہے۔ آپ سچ فرماتے ہیں، جوئے شیر بھی میں ہی لایا تھا..الخ۔ اور اسی واسطے یہ خاکسار بھی آپ ہی کے پاس حاضر ہوا ہے اور اللہ تعالی سے امید کامیابی ہے۔ علیه توکّلت و هو حسبی

۱۰۔ یہ ہیچمدان آپ کو گفتگو اور مناظرہ میں سب طرح کی آزادی دیتا ہے۔ یعنی تقریراً و تحریراً، جس طرح پر آپ چاہیں اور جس مسئلہ میں منظور ہو آپ مجھ سے گفتگو و مناظرہ کر لیں۔ (اعلام الناس حصہ دوم ص ۹۹)

(مولانا عبدالمجید کہتے ہیں) کیوں جناب احسن المناظرین صاحب یہ آزادی انہیں کے واسطے ہے جو آپ تک نہ آسکیں یا جو آپ اشتہاروں کو دیکھ کر طالب و جویا ہو کر دور دراز سفر طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو، اس میں اس کا بھی حصہ ہے۔ پیٹ بھروں کو دعوت کا اشتہار دینا اور گھر پر آئے ہوئے بھوکے کو کھدیڑنا، یہ کیا انصاف ہے افسوس کہ میں اس قدر دور دراز سفر کر کے آپ کے دروازہ پر آؤں اور آپ گھر سے باہر نکلنے کی بھی تکلیف نہ فرمائیں۔

اور اگر آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ میرے ان اقوال میں کہیں دعوی کا لفظ نہیں ہے تو میرا ہی قول صحیح ہے کہ نہ احقر کسی امر کا مدعی۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ آپ کی تحریر میں دعوی کا لفظ بھی موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

۱۱۔ یہ دعوی میرا بلا بیّنہ نہیں .(الی قولہ).اگر کسی کی آنکھوں میں کچھ فتور ہو تو کحل الجواہر بھی حاضر ہے۔

حضرت احسن المناظرین صاحب میدان مناظرہ میں حسب اقرار خود تشریف لائیے ، اور وہ بیّنہ بیان فرمائیے اور کحل الجواہر کی ڈبیہ بھی کھولیئے۔ یہ فقیر انہیں بیّنہ کا طالب اور اسی کحل الجواہر کا مشتاق ہو کر آیا ہے۔ دل آرزومند کو ان بیّنہ سے اور دیدہ مشتاق کو اس کحل الجواہر سے محروم رکھنا نا انصافی نہیں تو کیا ہے؟

اب رہی یہ بات کہ آپ کا شعار کسی مومن بھائی کی غیبت کرنا نہیں ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: قولہ : البتہ یہ اپنا شعار ہے کہ کسی اپنے مومن بھائی کو غیبت وغیرہ سے یاد نہیں کرتا اور جملہ اپنے مومنین اخوان کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے۔

جواب : کیا جملہ اخوان میں مولوی عبدالحق (غزنوی امرتسری) نہیں ہیں جن کے الہام پر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر ایک ہزار الہام کا دعوی کریں گے تو بلا بیّنہ و برہان اس کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ (اعلام الناس حصہ اول ص ۵۱)

اور اگر یہی حسن ظن ہے تو سر سید احمد بھی تو مسلمان ہے اس کے ساتھ بدظنی کا کیا سبب؟

اب میں آپ کے مسیح (قادیانی) کے چند اقوال پیش کر کے آپ سے جواب کا طالب ہوں کہ یہ کس کا شعار ہے:

۱۔ اے نفسانی مولویو! اور خشک زاہدو! تم پر افسوس .(الی قولہ)..تم ان فقیہوں اور فریسیوں سے کچھ کم ہو جو حضرت مسیح کے وقت میں دن رات نفس پرستی میں لگے ہوئے تھے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر کا مومن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۵)۔

۲۔ اس جگہ حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ مسیح نے یہودیوں کے ان معزز بزرگوں کے حق میں جو قیصر کے دربار میں بڑی عزت کے ساتھ خاص رئیسوں میں بٹھائے جاتے تھے نہایت غیر مہذب الفاظ استعمال

کئے۔(ملخصاً از صفحہ ۹-۱۰ حاشیہ ازالہ اوہام حصہ اول)

۳۔تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے(ص ۱۳-۱۴-ازالہ اوہام)۔افسوس اب غیر قومیں کیا کہیں گی۔

۴۔قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔(صفحہ ۲۵ حاشیہ ازالہ اوہام)۔

پھر آیت اذ تخلق من الطّین کھیئۃ الطّیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی و تبریء الاکمہ و الابرص باذنی و اذ تخرج الموتی باذنی .. بیان کر کے احسن المناظرین صاحب آپ کے مسیح فرماتے ہیں:

۵۔قولہ: یہ اعتقاد مشرکانہ خیال ہے اور ایسا خیال رکھنے والا بلا شبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔یہ سراسر مشرکانہ باتیں ہیں اور کفر سے بدتر (صفحہ ۲۹۷-۲۹۸-ازالہ اوہام)

۶۔حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں،اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا کام ہے جس میں کلوں کی ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔

(حاشیہ ص ۳۰۲-ازالہ اوہام حصہ اول)(اسی کا نام حسنِ ظن ہے؟)

پھر مسیح کے معجزات کی نسبت ایک نیا حسن ظن ہے اور وہ یہ ہے:

۷۔قولہ: بہرحال مسیح کی یہ تربی کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔اگر (عاجز مرزا قادیانی) اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا۔(دیکھو حاشیہ ص ۳۰۹-ازالہ حصہ اول)

(جواب) کیوں حضرت احسن المناظرین صاحب اس آیت کے نزول کے وقت سے لے کر اس وقت تک کہ ۱۳۰۹ھ میں ہر طبقہ میں دس دس،بیس بیس،نہیں تو دو دو،چار چار، تو ایسے مسلمان گنوا دیجئے جن کا معاذ اللہ یہ عقیدہ ہو کہ حضرت عیسیٰؑ معاذ اللہ شعبدہ باز تھے۔اور آیت تخلق لکم .. الخ کا یہ مطلب ہے کہ مسیح نجاری کی قوت سے چڑیاں

بناتے تھے اوران کا باپ یوسف تھا۔ اور اگر آپ نہ گنوا سکے تو پھران سب مسلمانوں کو بلا شبہ خارج از دائرہ اسلام کہنا اور اس آیت پر اعتقاد رکھنے والوں کو کافر اور مشرک سے بدتر سمجھنا، کیسا شعار ہے، اور (کیا) اسی کا نام حسن ظن ہے؟۔(کیا) یہی اپنے بھائی کی غیبت نہ کرنا ہے؟ اور ایمان سے فرمایئے کہ قبل از ایمان لانے ان مسیح قادیانی کے کیا آپ کا یہ ہی اعتقاد تھا کہ عیسیٰؑ، یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ اور وہ شعبدہ باز اور ان کے یہ معجزے جن کا ذکر قرآن کی آیت مذکورہ بالا میں ذکر ہے، مکروہ اور قابل نفرت ہیں۔ معاذ اللہ۔ كبرت كلمة تخرج من افواهھم۔

حضرت مولوی صاحب! آپ تو آپ، آپ کے قادیانی مسیح صاحب اپنے ایک اظہار میں جو ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دستخط شدہ میرے پاس موجود ہے، اپنے ہاتھ سے تحریر فرماتے ہیں کہ دس بارہ برس قبل میرا بھی یہی اعتقاد اور خیال تھا جو سب مسلمانوں کا ہے۔ دس بارہ برس سے میں نے مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے مگر اعلان کئے ہوئے دو چار برس ہوئے۔ اور پھر اس سوال کے جواب میں کہ تم مقلد ہو یا غیر مقلد؟ مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں میرا مذہب بین بین ہے۔

اب فرمایئے یہ کیا ہوا، اور کیسا شعار ہوا؟ اے محمد احسن امروہی صاحب! آپ تو احسن المناظرین بن گئے۔ ذرا حسن خاتمہ کا بھی فکر کیجئے اور بھولئے مت۔ دیکھئے حضرت عیسی کون ہیں و جیھاً فی الدّنیا والآخرہ و من المقرّبین اور ایسے مقرب کے حق میں آپ اپنے مسیح کے اقوال ملاحظہ فرمایئے۔ حوالہ کے طور پر بھی ان الفاظ کے لکھنے سے میرا قلب کانپتا ہے۔ لکھا نہیں جاتا جو زیادہ لکھوں۔ آپ نے تمام ازالہ اوہام ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ کیوں حضرت! اس بزرگ پیغمبر کے مقابلہ میں جس کو اللہ تعالی وجیہہ فرماتا ہے، آپ کے مسیح کا یہ فرمانا بے ادبی نہیں ہے۔

۸۔ اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسی کجاست تا بہ نہد پا بمنبرم

دیکھو قصیدہ الہامیہ و ازالہ اوہام

قولہ۔ اور طلب دلیل تو مدعی سے ہوا کرتی ہے، نہ کہ حسن ظن رکھنے والے سے۔ اگر آپ کو دلیل منظور ہے تو خود مرزا صاحب سے طلب فرمایئے، خاکسار کو مخاطب نہ کیجئے۔

جواب: اب تو آپ کو بھی یاد آ گیا ہوگا کہ آپ نے لکھا ہے کہ میرا دعوی بلا بینہ نہیں ہے

اور آپ احسن المناظرین بھی ہیں ۔ لہذا اب کوئی عذر آپ کو انعقاد جلسہ مناظرہ میں باقی نہیں رہا۔ مرزا سے بھی دلیل طلب کی تھی چنانچہ اس کا شاہد میرا یہی نوٹس ہے جو آپ کو بھیجا تھا۔ اور میرے خطوط مطبوعہ ۱۳، اور ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء جن کے جواب میں مرزا صاحب کا حال مطابق اس شعر کے ہے جو آپ نے اعلام الناس حصہ دوم میں لکھا ہے

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لے کر   چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو مسیحا لے کر

اب آپ بموجب اپنے وعدہ کے جس کو میں مکرر یاد دلاتا ہوں مناظرہ کے لئے میدان میں آیئے اور کوئی عذر و حیلہ نفرمایئے۔

قولہ: اگر مرزا صاحب ایسی بحث کی طرف توجہ نہ فرماویں گے تو یہ خاکسار احسن المناظرین آموجود ہوگا۔ (دیکھو اپنا اعلام الناس حصہ ۲ ص ۱۳)

اب آپ تشریف لایئے مہربانی فرمایئے۔ یہ عاجز شکر گزار ہوگا۔

جاؤ تم تنہا کہیں ایسا تو ہو سکتا نہیں   اور نہ میں پہنچوں وہیں ایسا تو ہو سکتا نہیں

یاد کر لیجئے۔ و السّلام علی من اتّبع الھدی

☆ قادیانی، بھیروی، امروہی کو دعوت مباحثہ

خط نمبر ۳۔ بہ طلب مناظرہ و بتاکید جواب خط نمبر ۲

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی قسم دے کر مولوی محمد احسن امروہی اور حکیم نور الدین بھیروی و مرزا غلام احمد قادیانی مصنوعی مسیح کی خدمات میں بحث کی درخواست

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار   ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

اے حضرات آپ لوگوں نے دنیا میں شور ڈال دیا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود اور نبی ہیں کسی درجہ کے۔ اور اہل اسلام کو دھوکہ میں ڈالنے کی غرض سے بڑے بڑے لمبے چوڑے اشتہار اور رسائل طبع کر کے ایک آفت برپا کر دی ہے، اور شور مچا رکھا ہے کہ ہمارے دعویٰ پر قرآن و حدیث گواہ ہے۔ اور جس کا جی چاہے ہم سے بحث و مناظرہ کر لے۔ جس کی وجہ سے ہزارہا مسلمانوں میں فتنہ برپا ہو گیا ہے۔ لہذا آپ پر فرض ہے کہ اس فقیر سے اس بات کا تصفیہ کر لیں۔ میں نے بار بار آپ کے مرزا صاحب کو بھی

لکھا اور کئی مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوا۔ اور آپ تینوں صاحبوں کے نام نوٹس بھی دیا اور اب اس قدر سفر دور دراز طے کر کے آپ کے پاس بھوپال میں حاضر ہوں اور آپ کو دو خط بھی لکھے۔ ایک ماہ کامل مجھے انتظار جواب میں یہاں بیٹھے ہوئے گزرا، مگر آپ نے جواب نہیں دیا۔ آپ کو چاہیے کہ اپنے دعوی اور تحریر کا خیال اور لم تقولون ما لا تفعلون پر غور کر کے بحث کو تیار ہو جایئے۔ میں آپ کو اس ذات وحدہ لا شریک تعالی و تقدس کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو پیدا کر کے اپنی بے حد و بیشمار نعمتوں سے سرفراز کیا ہے، کہ اگر آپکا یہی مذہب ہے کہ قرآن مجید کی آیات صریحہ بینہ قطعیۃ الدلالت مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے پر اور حضرت عیسی ابن مریم کا عہدہ رسالت مرزا صاحب کو مل جانے پر موجود ہیں، اور اس کی تائید میں احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ اپنے منطوق سے شہادت دیتی ہیں جس کی وجہ سے آپ کو اپنے مومنانہ عقیدہ کو الوداع کہہ کر طریق اسلام سلف صالح سے سخت انکار کرنا پڑا ہے، تو اسی خداوند کریم کے ڈر سے، جس کی میں نے ابھی آپ کو قسم دی ہے، میرے ساتھ اظھاراً للحق بحث کیجئے۔ آپ کو اس بحث میں انشاء اللہ تعالی کچھ بھی تکلیف نہ ہوگی۔

اگر آج کوئی عدالت کسی دنیوی مقدمہ میں آپ سے اظہار لینا چاہے تو آپ جس قدر وہ چاہے مبسوط بیان لکھوا سکتے ہیں۔ بلکہ ایک اطلاع سے بلا توقف تاریخ مقررہ پر عدالت میں حاضر ہو جاؤ گے۔ اور بڑی شد و مد سے اظہار دو گے۔

اے حضرات! اپنے دنیوی کام آپ سب کرتے ہو، نوکری پر ہر روز حاضر ہوتے ہو، آواز بلند، ظریف ہو، احسن المناظرین ہو، طاقتیں سب قائم ہیں، بقول مرزا صاحب آپ فرشتہ ہو اور مرزا صاحب کی مدد کو بقول ان کے ہزاروں فرشتے حاضر رہتے ہیں۔ ہر وقت الہام ہوتا، اور ماشاء اللہ آپ لوگوں کو اپنے علم اور اپنے قرآن و حدیث دانی کا بھی بڑا دعوی ہے۔ اور جو کہ آپ اور آپ کے مصنوعی مسیح کئی رسالے بھی اس باب میں لکھ چکے ہیں تو اس بحث میں کچھ فکر و سوچ کا کام بھی نہیں ہے، تو پھر خدا تعالی کی حقیقی عدالت سے کیوں نہیں ڈرتے اور سچی شہادت کو عام جلسہ میں کیوں نہیں ظاہر کرتے، اور کیوں کچے عذر اور غلط بہانے کر رہے ہو۔

اور خاص آپ کا یہ عذر کہ بھوپال میں سرکار عالیہ دام اقبالہا کے بے جا تعصب کا

خوف ہے، بالکل ہیچ ہے۔ حضرت مجھے آپ کا وہ خط دیکھ کر کہ میں بحث کرنا نہیں چاہتا، مرزا صاحب سے ان کی دعوے کی دلیل طلب کرو، بہت خوف آیا کہ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے۔ آپ احسن المناظرین بن گئے۔ آدمی سے فرشتہ ہو گئے، غلام احمد کو حضرت عیسیٰؑ کا عہدہ رسالت دلوا دیا، امتی سے نبی بنا دیا۔ افسوس فتنہ ڈالنے کے لئے تو آگے اور اصلاح کے کاموں میں پیچھے ہٹتے ہو، جن کا نمک کھاتے ہو ان پر بے جا تعصب کا الزام لگاتے ہو۔ آپ ایمان سے تو کہو سرکار عالیہ نے کبھی کسی اہل مذہب سے کوئی بیجا تعصب کیا ہے جو آپ ہر ایک کے سامنے یہ غلط عذر کرتے ہو۔ حضور سرکار کی رعایا میں تو نصرانی اور ہنود سب آباد ہیں اور نوکر بھی ہیں۔ افسوس کہ وہ سرکار عالیہ کو متعصب نہ سمجھیں اور آپ مولوی کہلا کر بلکہ فرشتہ بن کر ناحق ان کی نسبت بے جا تعصب کے گمان فاسد کو اپنے دل میں رکھیں۔ آپ کے اس گمان پر افسوس۔...

اے حضرات! آپ لوگوں کا دعوی کچھ چھوٹا سا دعوی نہیں ہے۔ گویا آپ سارے جہان پر سبقت لے گئے، کوئی آپ میں سے نبی و مسیح و ابن اللہ بنا، کوئی فرشتہ، کسی نے اپنا خطاب احسن المناظرین رکھا۔ کیا خوب تمام دنیا کے عہدے آپ ہی بانٹ لئے۔..

لیکن اپنے ان عہدوں پر اگر آپ لوگوں کو خود بھی اطمینان ہے تو اپنی اس قوت اور وسیع معلومات سے جلسہ عام میں مناظرہ کر کے تمام خلق خدا کو فائدہ کیوں نہیں پہنچاتے؟ کیا یہ معلومات اور قوت صرف عوام ہی کے دھمکانے اور دھوکہ دینے کیلئے ہے اللہ تعالی سے ڈرو۔ مسلمان جس نازک حالت میں آج کل مبتلا ہیں اہل علم کو اس سے خوف اور عبرت اور مسلمانوں پر رحم کرنا چاہیے۔ ان کی سچی خیر خواہی کرنی اور ان کو سنبھالنا چاہیے نہ کہ ان کے حمقاء کے حمق سے فائدہ اٹھانا اور ان کو مغالطہ اور دھوکے میں ڈالنا۔ میں نے اچھی طرح تحقیق کیا مرزا صاحب نے مسلمانوں کی یہ ابتر حالت دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ ان میں بعض حمقاء بھی ہیں ان کے حمق سے فائدہ اٹھانا چاہا ہے۔ کیا یہ آپ لوگوں کا صاف اور صریح دھوکہ نہیں ہے کہ بڑے بڑے اشتہار اور رسائل طبع اور مشتہر کر دیئے کہ ہم گفتگو میں ہر طرح کی آزادی دیتے ہیں، تقریراً و تحریراً جس مسئلہ میں منظور ہو ہم سے گفتگو اور مناظرہ کر لو کیونکہ مناظرہ اور مباحثہ تو ایک بہت بڑا آلہ تحقیق علوم اور تعلیم مسائل غیر علوم کا ہے اس سے ترقی علوم ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ملک بے

سیاست اور مال بے تجارت اور علم بے بحث ہیچ کارہ ہے۔ اور اشتہاروں میں انعام بھی مقرر کر دیئے۔ مگر جب کوئی آپ کو بحث ومناظرہ کے لئے طلب کرتا ہے تو گھر میں مہندی لگا کر مائیوں بیٹھ جاتے ہو۔

کیوں جناب احسن المناظرین صاحب! یہ اشتہار صرف عوام ہی کے دیکھنے اور دکھانے اور سنانے کے لئے ہیں کہ بے وقوف لوگ سمجھیں کہ حضرت سے کوئی مناظرہ نہیں کرسکتا، یا کچھ خدا کا خوف کر کے اسپر عمل بھی کرنا چاہیے۔ آپ لوگوں کے دل میں کچھ اظہار حق کا خیال ہوتا تو ضرور مناظرہ کرنے کو تیار ہو جاتے۔

اور مرزا صاحب نے تو غضب یہ کیا کہ دہلی کے واقعہ کو جس کے ہزارہا مسلمان گواہ ہیں بالکل عکس خلاف واقعہ، صریح کذب و بہتان کے ساتھ (بیان کر کے) اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا۔ لا حول ولا قوۃ الّا باللّٰہ۔

ذرا اپنے پیر بھائی محمد اسلم کا الحق مرّ ملاحظہ فرمایئے۔ یہ اچھا آپ کا حسن ظن ہے کہ ہزارہا مسلمانوں کے سامنے جو واقعہ گذرا ہو، اس کو ایک شخص خلاف اور بالکل غلط لکھے اور ایک عالم سید محدث پر بہتان باندھے۔ اس کو سینکڑوں گندی گالیاں دے، مگر آپ اپنے حسن ظن سے اس کو الہام سمجھے جائیں۔ اگرچہ مرزا صاحب کی حقیقت بالکل کھل چکی ہے مگر عاجز کو چونکہ تحقیق حق اور اظہار باطل منظور ہے اسلئے بہ نظر اتمام حجت آپ کو بحث کے لئے بلاتا ہوں۔ جب ہر طرح کی حجت تمام ہو جائے گی تو آپ کے اعلام کا جواب اور آپ کے مصنوعی مسیح کے ازالہ کا ازالہ بفضلہٖ تعالیٰ تیار ہے وہ طبع کیا جائے گا۔ مگر بہتر ہے کہ آپ سے اول تصفیہ کرالیا جائے۔

واللہ باللہ مجھ کو اظہار حق کے سوا کوئی اور خیال نہیں ہے مگر آپ اس طرف توجہ فرماتے ہی نہیں۔ ناحق مسلمانوں کا وہ وقت عزیز اور روپیہ اس ناکارہ جھگڑے میں صرف کراتے ہو، جو غیر قوموں کے رد میں صرف ہوتا۔ انا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔

خیر اللہ تعالیٰ کافی ہے اور مسلمانوں کا وہی حامی و والی ہے، جو چاہیں آپ طبع کریں اور جو چاہیں بنیں اور مرزا صاحب کو بنائیں۔ پہلے بھی بہت لوگ بہت کچھ بن چکے ہیں اور جو کچھ ان کا انجام ہوا اس سے آپ بھی بے خبر نہیں ہیں۔ مرزا صاحب نے وقت اور موقع اور مسلمانوں کی ابتری کا حال دیکھ کر یہ ڈھنگ سوچا اور یہ رنگ جمایا ہے۔ مگر اللہ

تعالی جو اسلام اور مسلمانوں کا حافظ و ناصر ہے وہ اب بھی ویسا ہی قدرت والا ہے جیسا ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ الآن کما کان۔ مگر حضرات آپ خوب سمجھ لو کہ اگر آپ نے اس بارہ میں مناظرہ ومباحثہ نہ کیا تو ضرور اللہ تعالی کی طرف سے اگر آپ اپنے خیال میں ٹھیک بھی کہتے ہو تو پوچھے جاؤ گے۔ یا حضرت لب بام کی حالت ہے۔ اللہ تعالی سے ڈرو، سفر آخرت نزدیک ہے، اگر حق جان کر اس کو چھپاؤ گے تو اب منتقم حقیقی کے اخذ شدید سے ہرگز نہ بچو گے۔

بھلا یہ کیسی ایمان داری ہے کہ مصنوعی طور پر مشتہر کر دیا اور اپنے ہم طریق لوگوں کو خبریں پہنچا دیں کہ مولوی محمد حسین مناظرہ نہ کر سکے، مولوی سلامت اللہ کو میں نے ساکت کر دیا، مولوی محمد بشیر کسی قدر میرے ہم خیال ہو گئے ہیں۔ میں نے تمام امصار و دیار کے علماء کو اشتہار دیا، کوئی مقابل نہ آیا۔ حضرت! حیا شعبہ ایمان ہے۔ اگر دیانت و راست بازی کا کچھ خیال ہوتا تو ایسے فرضی و مصنوعی دعوے آپ لوگ مطبوع و مشہور نہ کرتے اور اگر کئے بھی تھے تو ضرور مناظرہ کے لئے تیار ہو جاتے، اور اظہار حق میں کوئی عذر وحیلہ نہ کرتے۔ پہلے صفائی اور راست بازی سے مناظرہ و بحث کر لیتے۔ اگر کامیاب ہو جاتے تو شہرت دیتے۔

حضرت احسن المناظرین صاحب! یہ عاجز اس قدر سفر کی دقت اٹھا کر صرف اسی غرض سے آیا ہے اور آپ کے مکان پر بھی حاضر ہوا اور آپ کے مرزا صاحب اور دیگر آپ کے ہم طریق لوگوں کی گالیوں اور لعن طعن کی برداشت کر کے محض آپ سے بحث کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہوا ہے۔ اور جب آپ سے حجت تمام کر چکے گا تو پنجاب میں آپ کے ہم مشرب جناب حکیم نورالدین صاحب کی خدمت میں جائے گا۔ اگر انکا حال بھی ایسا ہی ہوگا جیسا کہ آپ کا اور مرزا صاحب کا ہے، تو پھر انشاء اللہ تعالی آپ کے رسائل کے رد کا طبع کرنا شروع کریگا۔

اے حضرات اگر آپ لوگ حق پر ہیں اور آپ کو اس بات کا واقعی طور پر یقین ہے کہ درحقیقت آپ کے مرزا صاحب مسیح موعود ہیں اور آپ لوگوں کا دعوی قرآن مجید کی آیات صریحہ قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے منطوق سے متحقق اور ثابت شدہ امر ہے تو پھر ایسے رکیک عذر اور بہانے کر کے مناظرہ سے گریز کرنا کیسی بزدلی کی

بات ہے۔ بسم اللہ آیئے اور اپنا وہ عجیب ثبوت دکھلا یئے۔

اگر آپ اس صورت میں کہ میں آپ کے مصنوعی مسیح اور ان کے حواریوں یا بقول مرزا ان کے فرشتوں کو نوٹس دے کر ایک عالم میں مشتہر کر چکا ہوں جس سے اچھی طرح یہ بات اشاعت پا چکی ہے کہ درحقیقت آپ کے مرزا صاحب کا دعویٰ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اور جو شخص مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے وہ بالکل مفتری علی اللہ والرسول ہے، میدان میں آکر مصنوعی مسیح کا کچھ ثبوت نہیں دیں گے، تو پھر آپ کس مرض کی دوا ہیں؟ اور اپنا خطاب احسن المناظرین کیوں رکھا ہے۔ حضرت بحث کرنے کے لئے تشریف لایئے کہ میں بحث کے لئے تیار بیٹھا ہوں۔ آپ کیوں باوجود احسن المناظرین ہونے کے بحث کرنے سے کنارہ کرتے ہیں اور حق الامر کو چھپاتے ہیں اور حق کو اس کے ظہور سے روکتے ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ حق کھل جائے۔ آپ لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ آپ یصدّون عن سبیل اللّٰہ کے مصداق نہ ہو جائیں کیونکہ جس حالت میں آپ کے مقابل آنے سے حق کھلتا ہے اور آپ مائیوں کوٹھڑی میں چھپے بیٹھے ہیں تو پھر یصدّون عن سبیل اللّٰہ کے مصداق ہوئے یا کچھ اور ہوئے، بتایئے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور بحث کے لئے میدان میں آکر یہ کوشش کریں کہ حق کھل جائے اور گریز وفرار اختیار نہ کریں اور یصدّون عن سبیل اللّٰہ کے مصداق نہ بنیں اور میں تو اے حضرات اس عظیم الشان بحث کے لئے ہر وقت حاضر ہوں اور ہرگز آپ لوگوں کی طرح تخلف نہ کرونگا۔ لعنۃ اللّٰہ علی من تخلّف و صدّد عن سبیل اللہ۔

اب میں پھر آپ کو اور آپ کے مصنوعی مسیح یا نبی کو یا جو کچھ وہ بنے ہیں اور آپ کے تمام ہم مذہب اور ہم مشرب لوگوں کو بحث کیلئے بلاتا ہوں هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين۔ و ادعوا شهداء كم من دون اللّٰه ان كنتم صا دقين۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتّقوا... کا ڈنکا بجاتا ہوں۔ آپ جب تیار ہوں میں حاضر ہوں۔ دہلی، لاہور، بمبئی، کلکتہ، جہاں بلاؤ، آجاؤں۔

آپ لوگ یقیناً یاد رکھیں کہ یہ آپ کا غلط اور سراسر غلط اور واقعی غلط خیال ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود یا کسی درجہ کے نبی ہیں۔ جس دن آپ یا آپ میں سے کوئی بحث

کیلئے میرے سامنے آئے گا، اس دن انشاء اللہ تعالی آپ کے خیالات سب مبدل ہو جائیں گے اور سخت افسوس و ندامت کے ساتھ آپ کو اپنے اس خیال سے رجوع کرنا پڑے گا، سامنے آنے کے بعد آپ پر اپنے وہم کی حقیقت کھل جائے گی اور پھر آپ کو اپنا یہ خیال اور وہم سخت مذموم اور باعث رسوائی معلوم ہوگا۔ آپ کو شرم کرنی چاہیئے کہ احسن المناظرین ہونے کا دعوی اور مناظرہ سے اس قدر اور اس درجہ گریز اور فرار۔ لا حول ولا قوة الّا باللّه العلیّ العظیم۔

اگر آپ کو اور آپ کے مرزا صاحب کو کچھ شرم ہے تو اب بلا توقف بحث کے لئے میدان میں آ جایئے، تا سیہ روشود ہر کہ دروغش باشد۔

اگر آپ بحث کرنے کے لئے نہ آئے اور کوٹھڑی میں چھپے مائیوں بیٹھے رہے، تو یاد رکھو کہ تمام ہندوستان و پنجاب میں بدنامی کے ساتھ آپ مشہور ہو جائیں گے اور آپ کے مرزا صاحب کی مسیحائی اور آپ کی احسن المناظرین ہونے کی تمام رونق جاتی رہے گی۔ میں متعجب ہوں کہ آپ کیسے احسن المناظرین ہیں اور آپ کے مرزا صاحب کیسے مسیح بنے ہیں جن کو شرم نہیں۔ قرائن سے اس بات یقین ہوتا ہے کہ آپ ہی نے مرزا صاحب کو اس غلط وہم میں دلیر کر دیا ہے اور پھر آپ ہی پیچھے ہٹے جاتے ہو۔

اور آپ پر واضح رہے کہ کسی قدر درشت الفاظ جو اس خط میں تحریر ہوئے ہیں یہ اندکے از بسیار آپ کے مرزا صاحب کے الہامی الفاظ کا چربہ ہے اور جو گندے اور درشت الفاظ مرزا صاحب نے استعمال کئے ہیں وہ تو پورے پورے نہ میری زبان سے نکل سکیں گے نہ قلم سے، کیونکہ سفہاء کی طرح سبّ وشتم میری فطرت کے مخالف ہے۔ یہ شیوہ تو آپ کے مرزا صاحب اور ان کے معتقدوں ہی کے لئے موزوں ہے۔ میں اللہ تعالی کے فضل عمیم اور رحمت وسیع سے جوش نفسی سے محفوظ ہوں اور اس کی تصدیق میرے وہ مناظرے ہیں جو دہلی، لاہور، بمبئی، مدراس، لکھنو وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں ہوئے ہیں اور بفضلہ تعالی میرے پاس اس امر میں مخالفین کی شہادتیں موجود ہیں۔ اور اس تحریر میں بھی میرے ہر ایک لفظ کی صحت نیت پر بنا ہے۔ آپ کے جگانے کے لئے کسی قدر بلند آواز کی ضرورت پڑی ورنہ مجھے مرزا صاحب اور انکی امت کی گالیوں پر نظر نہیں۔ کلّ یعمل علی شاکلته

مجھے اسکا بھی اظہار کرنا ضرور ہے کہ اگر آپ کو مرزا صاحب کی درشت کلامی اور سخت زبانی اور گالیوں کی بوچھاڑ کا یقین نہ ہو، تو مرزا صاحب کا اشتہار ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ مطبع جو ہر ہند دہلی اور تقریر واجب الاعلان جلسہ بحث ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ مطبع افتخار دہلی کو ملاحظہ فرمالیں۔ بعد ملاحظہ آپ خود جان لیں گے کہ کس قدر مکروہ اور قابل نفرت الفاظ کا مرزا صاحب نے استعمال کیا ہے۔ اور یہ بھی روشن ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کا یہ الہام بھی ان کے بھائی کی طرح لال بیگی الہام ہے۔

اعوذ بربّ النّاس۔ ملک النّاس۔ اله النّاس۔ من شرّ الوسواس الخنّاس۔ الّذی یوسوس فی صدور النّاس من الجنّة والنّاس۔ ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنامن لّدنک رحمةً انک انت الوھاب

(مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں کہ امام الدین، نظام الدین اور کمال الدین، مرزا غلام احمد صاحب کے حقیقی چچا غلام محی الدین کے لڑکے تھے اور ان کی سگی بہن جو ہماری تائی ہیں ہمارے تایا غلام قادر کے عقد میں آئی تھیں۔ مگر باوجود ایسی قریبی رشتہ داری کے مرزا صاحب سے ان کو سخت مخالفت تھی...مرزا امام الدین جو سر گروہ مخالفت تھا اسلام سے ٹھٹھا کیا کرتا تھا۔ سیرۃ المہدی۔ ج ا ص ۱۳۱۔

بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ایک دن میں نے سنا کہ مرزا امام دین اپنے مکان میں کسی کو مخاطب کر کے بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ بھئی (یعنی بھائی) لوگ (مرزا غلام احمد کی طرف اشارہ تھا) دوکانیں چلا کر نفع اٹھا رہے ہیں، ہم بھی کوئی دوکان چلاتے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اصل اور بڑا مخالف مرزا امام دین ہی تھا...مرزا امام دین کی لڑکی مرزا سلطان احمد کے عقد میں ہے۔ سیرۃ المہدی۔ ج ا ص ۳۲۔

بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں مرزا صاحب تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا۔ پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ مرزا صاحب اس شرم سے گھر واپس نہیں آئے اور چونکہ تمہارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں اس لئے سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے۔ سیرۃ المہدی جلد اول ص ۴۳۔

نیز مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں: والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ مرزا صاحب کو مائی صاحب جان زوجہ مرزا غلام حیدر نے دودھ پلایا تھا، مرزا غلام حیدر، مرزا غلام احمد کے حقیقی چچا تھے مگر جب مرزا نظام الدین اوران کے بھائی مرزا صاحب کے مخالف ہو گئے تو مائی صاحب جان بھی مخالف ہوگئی تھیں ۔اور والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ اس زمانہ میں وہ اس قدر مخالف تھیں کہ مجھے دیکھ کر چھپ جایا کرتی تھیں اور سامنے نہیں آتی تھیں ۔ نیز مجھ سے والدہ عزیزم رشید احمد نے بیان کیا کہ مرزا صاحب کو ماں کے سوا دوسرے کا دودھ پلانے کی اس لئے ضرورت پیش آئی تھی کہ آپ جوڑا پیدا ہوئے تھے اور چونکہ آپ کی والدہ کا دودھ دونوں بچوں کیلئے مکتفی نہیں ہوتا تھا اسلئے مائی صاحب جان نے دودھ پلانا شروع کیا (سیرۃ المہدی ص ۱۸۶ جلد۳)

سراج الحق نعمانی قادیانی نے لکھا ہے:

مرزا امام دین بیگ ساکن قادیان نے بھنگیوں خاکروبوں کا پیشوا ہونے کا دعوی کیا تھا لیکن تھا دہریہ۔اس کا سارا جلسہ ساری کاروائی شروع سے عین موت کے وقت تک میں نے بھی دیکھی ہے اور میری اس سے ملاقات تھی ۔ خدا کونہیں مانتا تھا، رسول کا تو کیا ذکر ہے ۔شروع بات یہ ہوئی کہ جب حضرت مرزا کا دعوی مجددیت کا اعلان ہوا اور لوگ دور دور سے آنے لگے تو اس کے بھی جی میں آئی کہ ہم بھی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائیں ۔ جیسے کہ حضرت اقدس مشہور ومعروف ہو گئے ہم بھی ہو جاویں گو یا خدائی میں اندھیر سمجھا کہ اندھا راجہ پھوٹی نگری ۔ پس اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی ۔اور سوچا کہ ہندو مسلمان عیسائی تو اہل علم ہیں، عقل مند ہیں ۔ رہے چمار سو وہ بھی ہندوؤں میں شامل ہیں ایک قوم خاکروبوں کی ہے شائد ان میں پڑی جم جائے ۔بس اس نے جھٹ پٹ ایک اشتہار دے دیا جس میں اپنے آپ کو لال گرو کا پیرو بتایا خاکروب بے چارے بے عقل تو تھے ہی وہ معتقد ہو گئے اور نذر نیز آنے لگی (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ مرزا کا دعوی مسیحیت مہدویت اس کے بعد ہوا ہے ۔اور امام دین کا دعوی اس دور کی بات ہے جب مرزا کا دعوی صرف مجددیت کا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب امام دین کو اپنے دعوی سے آمدنی ہونے لگی تو مرزا نے بھی ترقی کر کے مہدی اور مسیح ہونے کا دعوی کیا ۔ بہاء) ان کو دس احکام کی تعلیم دی جو توریت میں حضرت موسیٰ کو ملے تھے ۔اس وقت کھلم کھلا دہریہ نہیں تھا کہ بلکہ وجودی تھا ایک درویش ضعیف العمر جس کو میں نے دیکھا ہے وہ سخت وجودی تھا اور ایک پستہ قد چگی ڈاڑھی پتلا دبلا بے علم تھا اس کی صحبت اس نے اختیار کی ۔

رفتہ رفتہ دہریہ ہوگیا۔ چنانچہ اس کے آخری رسالوں سے ثابت ہے۔ ایک روز مولوی امام علی اکسٹرا اسسٹنٹ نے ایک خاکروب سے دریافت کیا کہ تم خاکروب ہو، خاکروبوں میں سے تمہارا پیشوا ہونا چاہیے تھا۔ اس نے کہا جی پہلے بھی لال بیگ مغل تھا اور اب مغل ہونا چاہیے جو یہ امام بیگ ہے۔ یہ تو مغلوں کا ہی حق ہے۔ جب خاکروب زیادہ آنے لگے، مردار خوری ان سے چھڑانی چاہی۔ چند شخصوں نے چند روز کے لئے چھوڑ دی تھی۔ جب کام نہ چلا تو پھر کھانے لگے۔ پھر اس نے گول چبوترہ بنایا وہ مسجد لال بیکیاں قرار پائی اور یہ حکم دیا کہ دو وقت عبادت کے طلوع وغروب آفتاب ہیں۔ بس دو بارا نہی وقتوں میں نماز پڑھنی چاہیے۔ اس گول چبوترہ کے بیچ میں ایک جھاڑ ونصب کیا اسکے پاس امام کھڑا ہوتا تھا اور چاروں طرف گول حلقہ باندھ کر مقتدی کھڑے ہوتے تھے۔ امام کا منہ جانب شرق ہوتا اور امام کا نام ناقوس رکھا۔ پس وہ ناقوس پہلے زور سے کہتا کہ یا ھو یا من ھو۔ پھر سب مقتدی اس لفظ کو کہتے۔ پھر وہ ناقوس جانب شمال منہ کرتا اور کہتا: چاروں طرف دسیندا ڈھول مہیندا۔ یعنی چاروں طرف دکھائی دیتا ہے معشوق ہمارا۔ ڈھول دولہ کا بگاڑا ہوا لفظ پنجابی ہے۔ پھر مغرب کی طرف منہ کر کے کہتا، وہ پنجابی جملہ میرے یاد نہیں رہا۔ پھر دکن کی طرف منہ کر کے کوئی ادا کرتا۔ بس یہ نماز تھی۔ اسلام سے سخت نفرت دلاتا تھا۔ کئی شہروں گاؤں میں دورہ کرتا تھا۔ بہت خاکروب جمع ہوتے۔ ایک دفعہ میں فیروز پور میں تھا اور یہ امام دین بیگ بھی وہاں بھنگیوں کے مجمع میں بیٹھا ہوا تھا پھر اس کی سواری چلی۔ آگے آگے ڈھول تاشے بجتے تھے۔ لیکن اپنا پکوا کر کھاتا۔ صرف ان سے نقد لے لیتا۔ مجھے دیکھ لیا کہنے لگا: او پیرا قادیان چلا ایں، مرزا غلام احمد کول۔ میں نے کہا کہ میں ابھی تو آیا ہوں۔ ایک مہینہ کے بعد جاؤنگا۔ تذکرۃ المہدی۔ ص ۲۰۲۔۲۰۴)

اللہ تعالی آپ لوگوں کو بھی توبہ کی ہدایت نصیب کرے اور اپنے رسول کے خلاف سے بچائے۔ واللہ باللہ مجھے مرزا صاحب کے حال پر افسوس اور بہت افسوس ہے

وہم باطل نے نکما کر دیا   ورنہ مرزا آدمی تھے کام کے

چونکہ آپ کو نظم سے ایک تعلق ہے اس لئے آپ کے ایک بھائی کا تحفہ آپ کے مذاق کے موافق اس وقت بعد تھوڑی اصلاح کے پیش کرتا ہوں گر قبول افتد

مرزا صاحب کج ادائی آپ کی   اور یوں بے اعتنائی آپ کی
خلق کو دھوکہ میں ڈالا سربسر   واہ! طرز رہنمائی آپ کی

افتراء پرافتراء کرتے رہے　　بڑھ گئی ہرزہ سرائی آپ کی
سینۂ صافوں کو مکدر کر دیا　　ہو چکی حق سے صفائی آپ کی
ہو سکے کب ابن مریم کے مثیل　　دیکھ لی ہم نے بڑائی آپ کی
آیتِ قرآن نہ لائے تم دلیل　　کھل گئی بس بے نوائی آپ کی
لاؤ گے جب تک نہ آیت یا حدیث　　کس طرح ہوگی رہائی آپ کی
کر کے تاویلیں لکھو گے گر جواب　　خوب ہوگی جگ ہنسائی آپ کی
بحث میں بنتے ہو مغلوب الغضب　　بحث ہے گویا لڑائی آپ کی
یوں الجھنا میرزا جی اچھا نہیں　　کیا کرے گی ہاتھا پائی آپ کی
آپ سے ظاہر ہوا بغض و فساد　　کوئی کیا مانے گواہی آپ کی
حامیء دیں شیخِ کل کے سامنے　　حق نے یوں عزت گھٹائی آپ کی
دلی والوں کے نہ آگے چل سکی　　عیسویت اور خدائی آپ کی

و السّلام علی من اتّبع الھدی

فہرست کا غذات جو اس خط کے ساتھ خدمت عالی میں مرسل ہیں، مطبوعہ مطبع انصاری دہلی : اجواب اشتہار ۔۲۔ اکتوبر : اعلام عام اہل اسلام ؛ اشتہار صدق آثار ؛اشتہار ۱۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ ؛ کیفیت مناظرہ ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء ؛ مسیح موعود دہلوی کا تیسرا اشتہار ؛ نوٹس اتمام حجت ؛ اعلام من جانب جمیع اہل اسلام ؛ اطلاع برائے اہل اسلام ؛ اعلان مجدد علی خان صاحب ؛ اشتہار مولوی عبدالمجید ؛ اشتہار قربان علیخان لکھنوی

اگر مہربانی کر کے اپنے اعلام کے تینوں حصے بھیج دیں بقیمت یا بے قیمت ،تو بعید از عنایت نہ ہوگا ۔　　آپ کا خادم عبدالمجید عفی عنہ ۵ جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

از احقر الزمن ۔ بخدمت فیض درجت مکرم بندہ محمد سردار حسین خان السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آنکہ جس قدر اشتہارات جناب والا نے سوائے خط قلمی اس احقر کو عطا فرمائے ہیں وہ سب اس خاکسار کے پاس موجود ہیں مگر بہ تعمیل حکم ان کو لے کر رسید پیش کرتا ہوں ۔ مورخہ ہفتم جمادی الثانی ۱۳۰۹ء ۔ محمد احسن مہتمم مصارف

☆ امروہی مکتوب پر تبصرہ

خط نمبر۴ (جواب الجواب خط نمبر۲)

مولانا عبدالمجید کے خط کے جواب میں جناب امروہی کا خط آیا تو مولانا نے لکھا:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

ایک مدت سے جس کا انتظار دل کو تڑپا رہا تھا اور بے اختیار زبان پر یہ آرہا تھا:

دل تڑپتا ہے صبح و شام پڑا　　　یاالٰہی یہ کس سے کام پڑا

شکر اور صد ہزار شکر کہ وہ تمنا بر آئی ۔ شاہد مقصود نے صورت دکھائی ۔ اعنی جناب مولوی محمد احسن کا وہ مضمون جو موصوف نے اس عاجز مسافر کے جواب میں لکھا ہے سردار حسین خان کپتان ملکی کی معرفت احقر تک آیا ۔ آنکھوں سے لگایا...میں مشکور ہوں کہ مولوی صاحب نے اس جواب سے خاکسار کی عزت بڑھا دی، مگر ساتھ ہی نامہ بر نے یہ افسوس ناک خبر سنادی کہ جناب موصوف مجھ سے ملنا نہیں چاہتے ۔ گو میں نے بہت سمجھایا مگر وہ کسی طرح ڈھب پر نہیں آتے ۔ مناظرہ کی طرف توجہ نہیں فرماتے ۔ یہ ظاہر ہے کہ اس عاجز نے اس سفر کا بار اسی لئے اٹھایا تھا اور یہاں تک آیا تھا مگر مولوی صاحب کو رحم نہ آیا ۔ خیر یا قسمت یا نصیب ۔

نہ صرف نامہ بر ہی نے یہ پیغام سنایا بلکہ مولویصاحب کے تمام مضمون کا حاصل ہی یہ ہی ہے ۔ کیوں جناب مولوی صاحب! باوجود دعوت کوئی کسی کو یوں صاف جواب دیتا ہے ۔ کیا یہ اس عاجز مسافر پر صریح ظلم نہیں ہے..

ہر چند کہ مجھے اس کے جواب دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں نے تو احسن المناظرین صاحب کو مناظرہ کے لئے طلب کیا تھا جس کے وہ داعی تھے، انہوں نے اس سے صاف انکار کیا ۔ دوسری بات قابل جواب یہ تھی کہ وہ اپنے مصنوعی مسیح کے مسیح موعود ہونے کا کچھ ثبوت دیتے، یہ بھی نہ کر سکے ۔ تیسری بات یہ تھی کہ وہ ہر طبقہ میں دس دس، بیس بیس نہیں تو دو دو، چار چار تو ایسے مسلمان بتا اور گنوا دیتے جن کے خیالات اور اعتقادات ایسے ہی ہوتے جو مرزا صاحب اور ان کے اتباع کے ہیں ۔ مگر ان باتوں کا جواب مولوی صاحب دے ہی نہیں سکتے، دیتے کیا ان کے پاس جواب کے سوا جواب ہی کیا ہے...

اب رہی جناب احسن المناظرین کی بے جا تعلّی اور لاف زنی، اس سے مجھے کیا ؟..مجھ

سے چند احباب نے ذکر کیا کہ مولوی صاحب نے اس مضمون کو طبع کروایا ہے یا کروانا چاہتے ہیں اس لئے ناظرین کو جواب کا انتظار ہوگا بپاس خاطر انتظار ناظرین جواب الجواب لکھے دیتا ہوں. مگر اس سے پہلے مجھے ناظرین کی خدمت میں اتنا عرض کر دینا ضرور ہے کہ مجھ سے مولوی صاحب کے ایک دوست نے فرمایا کہ مولوی محمد احسن امروہی بے مثل فاضل جامع جمیع علوم عقلیہ ونقلیہ ہیں۔ احسن المناظرین ان کا خطاب ہے۔ مولانا مولوی محمد بشیر کے مقابل انہوں نے اپنے کس قدر علوم کا اظہار وافتخار کیا ہے۔ ایسا لائق وفائق بے عدیل وبے نظیر فاضل تجھ جیسے بے علم آدمی سے خطاب کرے، یہ کب ہوسکتا ہے۔

جواب: یہ فخر وتعلّی عند اللہ وعند الرسول ناپسند ہے۔ انّ اللّٰہ لا یحبّ کلّ مختالٍ فخور۔

اور اہل علم وعقل کے نزدیک مذموم اور مولوی صاحب فرضی مسیحوں میں بے مثل ہیں نہ تمام اہل اسلام میں، اور ان کا خطاب بھی شائد خودساختہ ہے، کسی نے آپ کو یہ خطاب نہیں دیا اپنے منہ آپ میاں مٹھو کی مثل صادق ہے اور عاجز تو سائل ہے و امّا السّا ئل فلا تنهر حکم خالق ہے، اور مخاطب تو مولوی صاحب عاجز کو اپنا بنا چکے ہیں مثل مشہور ہے ساتھ کھا کے ذات پوچھنا فعل عبث ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ عاجز کو جناب مولوی صاحب کا سا علم نہیں ہے، مگر مولوی صاحب کو بھی مولانا محمد بشیر کی ہم سری کا دعوی خیال غلط ہے۔ اس لئے کہ مدتوں مولانا موصوف سے استفادہ کرتے رہے ہیں جس سے اگر سچ بولیں تو انکار نہیں کر سکتے۔ پس جن سے برسوں استفادہ کیا ہو آج اس کے مقابل ہم سری کیسی، بلکہ تمردی کرنا کہ مجھ سے مولانا صاحب مناظرہ کی درخواست کرتے ہیں، یہ کیسی شرم کی بات ہے۔ سچ فرمایا سعدی نے

کس نیاموخت علم تیر از من　　　　که مرا عاقبت نشانہ نکرد

اور احسن المناظرین کی لیاقت کا حال تو بطور نمونہ یہ ہیچمدان ظاہر کئے دیتا ہے کچھ مولانا صاحب کو تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں

گو کہ ہم صفحہ ہستی پہ ایک حرف غلط　　　　لیک اٹھے بھی تو ایک نقش بٹھا کے اٹھے

امروہی علم وفضل کے چند نمونے

از رسالہ الحق جلد اول ۔ پنجاب پریس سیالکوٹ

ہر چند جناب امروہی صاحب کی تحریر اس درجہ لیاقت سے بھری ہوئی ہے کہ اگر قرآن مجید کی کوئی آیت بھی آپ نے نقل کی ہے تو خوبی قسمت سے سہو کاتب اس میں بھی ہو گیا ہے اور دوسری عبارتوں کا تو کیا ذکر، اور فہم معانی اور مطالب میں ماشاء اللہ جو خدام والا کے ذہن کو رسائی ہے اس کا حال تو بطریق مشتے نمونہ از خروارے واند کے از بسیارے ملاحظہ ہی فرما لیجئے۔۔

۱۔ اصول فقہ میں امروہی لیاقت

(الحق مذکور کے) صفحہ ۱۰۶ میں آپ نہایت فخر اور بے حد تعلّی کے ساتھ فرماتے ہیں کہ

مولوی (محمد بشیر) صاحب نے اس علم کی طرف بالکل توجہ نہیں فرمائی۔ اگر چہ احقر کا منصب مدعی کا نہیں ہے لیکن اس غرض سے کہ مولوی صاحب اس طرف توجہ فرمائیں کچھ عرض کرتا ہوں کہ وفات عیسی ابن مریم آیت انی متوفیک سے حسب روایت صحیح بخاری ابن عباس اعنّی ممیتک کے بطور عبارت النص کے ثابت ہے۔ پھر صفحہ ۱۰۷ میں فرماتے ہیں کہ آیت انّی متوفّیک حسب روایت صحیح بخاری کی وفات عیسی ابن مریم میں محکم ہے۔ انتہی

اس سے جناب احسن المناظرین کی لیاقت اور فن اصول فقہ میں یہ کمال ظاہر ہوا کہ آپ نے اس جگہ نص اور محکم کو جمع کر دیا ہے۔ حالانکہ علم اصول فقہ میں یہ دونوں قسمیں جدا جدا اور متباین ہیں، دیکھو مسلّم الثبوت:

النظر ان ظهر معناه فان لم يسق له وهو الظاهر و ان سيق له فان احتمل التخصيص والتاويل فهو النّص و يقال ايضاً لكل سمعيٍ فان لم يحتمل فان احتمل النّسخ فهو المفسّر فهو مما لا شبه فيه و لهذا يحرم التفسير بالرأى دون التاويل و يقال ايضاً لكلّ مبيّنٍ بقطعي و لمبيّن بظنى ماوّل وما لا يحتمل النّسخ فهو المحكم ۔

۲۔ اصول فقہ میں امروہی لیاقت

(الحق مذکور کے) صفحہ ۱۰۶ میں نہایت زور کے ساتھ آپ کی تحریر ہے کہ آیت

و ان مّن اھل الکتاب ...کی دلالت اگر حیات مسیح بن مریم پر تسلیم کی جاوے تو یہ دلالت بطور اشارۃ النص کے ہے۔

اور صفحہ ۱۰۷ میں آپ لکھتے ہیں:

اور بفرض تسلیم قبل موتہ حیات پر دلالت بھی کرے تو یہ دلالت واضح نہیں ہے کیونکہ اس میں ضمائر وغیرہ ذوالوجوہ ہیں اور روایتاً و درایتاً مفسرین کا ان میں بہت سے کچھ اختلاف ہے اور اس کو متشابہ کہتے ہیں۔انتہی

واہ جناب احسن المناظرین صاحب یہ تو اصول فقہ میں خدام والا کی عجیب لیاقت اور نیا کمال ظاہر ہوا کہ اشارۃ النص اور متشابہ کو آپ نے جمع کر دیا حالانکہ اتباع اشارۃ النص کا حرام نہیں اور متشابہ کا اتباع مطلقاً حرام ہے لقولہ تعالیٰ:

فامّا الّذ ین فی قلوبھم زیغ فیتّبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ۔

اور اس لیاقت پر یہ افتخار کہ جناب تحریر فرماتے ہیں کہ:

اگر دیگر قواعد علم اصول کی طرف رجوع کی جائے تو مباحثہ چار پانچ سطروں میں ختم ہوسکتا ہے

اے جناب ہو کیا سکتا ہے، حضور کی طرف سے تو خاتمہ ہو گیا بلکہ ساتھ ہی ساتھ خدام والا کی لیاقت ہی ختم ہوگئی۔

۳۔ فہم عالی کا تیسرا نمونہ

آپ کے نزدیک جب آیت و ان مّن اھل الکتاب ...حیات مسیح پر دلالت کرنے میں متشابہ ہے تو نہ صرف مولانا محمد بشیر صاحب بلکہ وہ سب اکابر جنھوں نے اس آیت سے حیات عیسیٰ سمجھی ہے، جیسے ابوہریرہؓ، و ابن عباسؓ، و ابو مالک، و حسن بصریؒ، و قتادہؓ، و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور ابن جریر و ابن کثیر وغیرھم یہ سب متشابہ کا اتباع کرنے والے ہوئے، اور معاذ اللہ سب

آپ کے نزدیک مرتکب حرام ٹھہرے کیونکہ اتباع متشابہ کا بنص قطعی حرام ہے۔ لا حول ولا قوّة الّا باللّه ۔کبرت کلمة تخرج من افوا ھھم

نہ وے آتش پئے یک شیر ظالم نیستانے را غرض دل بود بے جا سوختے ہر استخوانے را

اور جوش تعلّی میں جناب محمد احسن یہ بھی بھول گئے کہ ان کے مصنوعی مسیح نے بھی وفات عیسیٰؑ پر اس آیت سے استدلال کیا ہے، تو وہ ضرور ہی مرتکب حرام کے ٹھہر گئے، اس لئے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ان کا مسلّم ہے۔ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

۴۔ منطق میں امروہی لیاقت

صفحہ ۱۰۳ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

اجتماع الضدین یا ارتفاع الضدین تو محالات سے ہے۔انتہی

(واضح ہو کہ مطبوعہ میں لفظ ارتفاع الضدین کا سہو کاتب سے رہ گیا ہے مگر مولوی صاحب کے دستخطی خط میں موجود ہے اور وہ خط مولانا صاحب کے پاس ہے اور عبارت مطبوعہ بھی کہہ رہی ہے)۔

اس سے علم منطق میں آپ کی لیاقت کا اندازہ اور کمال کا اظہار ہو گیا۔اس لئے کہ اجتماع الضدین تو سب کے نزدیک محال ہے مگر ارتفاع الضدین کسی کے نزدیک محال نہیں۔دیکھو سواد و بیاض دونوں ضدین ہیں مگر ارتفاع ان کا ممکن ہے اس طرح پر کہ سواد ہو نہ بیاض، بلکہ مثلاً حمرت ہو۔البتہ ارتفاع النقیضین محال ہے۔لیکن ارتفاع النقیضین اور ارتفاع الضدین میں فرق بیّن ہے۔دونوں کو متحد ماننا آپ کے کمال تبحر کی دلیل ہے۔

۵۔ پانچواں نمونہ

صفحہ ۱۰۷ میں آپ فرماتے ہیں کہ

مولوی صاحب نے اس مباحثہ میں علم منطق سے بھی کام نہیں لیا۔ورنہ شکل اول کے انتاج سے ایک دو سطر میں فیصلہ ہو جاتا۔مگر یاد رہے کہ میں مدعی نہیں ہوں۔بطور نمونہ کے اس کی تقریر یہ ہے:

عیسی بن مریم کان نبیّا من النّاس و مات النّاس حتّی الانبیاء یعنی کلّھم ماتوا فعیسی ابن مریم ایضاً مات۔

مقدمہ صغری تو مسلّم ہی ہے اور مقدمہ کبری ایسا مشہور ہے کہ اطفال مکتب لفظ حتی کی

مثال میں پڑھا کرتے ہیں۔

اس سے اور کوئی فیصلہ ہو یا نہ ہو مگر آپ کی لیاقت کا تو فیصلہ ہو گیا۔ اور آپ کا کمال منطق خوب معلوم ہو گیا کیونکہ صغری کبری پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ شکل اول کے انتاج کی شرط کلیہ کبری سے ہے اور و مات الناس کلّھم عموماً کسی زمانہ میں اور خصوصاً حضرت عیسیٰؑ کے وقت سے اب تک کبھی صادق نہیں آیا کیونکہ حاصل اس کا یہ ہے: کلّ انسا ن قد ما ت فی الزّ ما ن الما ضی ۔ اور یہ قضیہ کاذب ہے اور اجتماع النقیضین بالبداہت باطل ۔ ہاں یہ کلیہ نفخ صور کے بعد جب سب انسان مرجائیں گے البتہ صادق آجائے گا۔

۶۔ علم بلاغت میں امروہی لیاقت

صفحہ ۱۰۸ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس علم کی طرف بھی مولوی صاحب نے رخ تک نہیں کیا ورنہ بہت آسانی سے فیصلہ ہو سکتا تھا۔ مطول اور اس کے حواشی میں لکھا ہے ۔ بعد اس کے آپ نے مطول کی عبارات نقل کی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ مضارع سے کبھی دوام تجددی مراد ہوتا ہے اور دو مثالیں ان میں مذکور ہیں۔

اول: الزا ھد یشر ب و یطرب اور دوسری مثال اللّٰہ یستھزیء بھم و یمدّ ھم ۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب نے حسب مقتضائے مقامات قرآن مجید میں مستقبل کے معنی دوام تجددی کے مراد لئے تو کون سا محذور لازم آیا۔ انتہی ۔

اسی سے احسن المناظرین کی کمال لیاقت علم بلاغت میں ثابت ہوگئی کہ آپ کو یہ بھی خیال نہیں آیا کہ ان دونوں مثالوں میں جو دوام تجددی مراد لیا گیا ہے ان میں نون ثقیلہ کہاں ہے، اور مرزا صاحب قرآن مجید میں جہاں دوام تجددی مراد لیتے ہیں وہاں نون ثقیلہ موجود ہے فقیاس احدھما علی ا لآخر قیاس مع الفارق ۔ علاوہ اس کے دوام تجددی کا مضارع کے لئے معنی حقیقی ہونا عبارات مذکورہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔ غایت مافی الباب یہ ہے کہ یہ معنی مجازی ہوں جیسا کہ لفظ قد اس پر صاف دلالت کرتا ہے اور مجاز پر حمل جائز نہیں ہے جب تک کہ قرینہ صارفہ حقیقت سے پایا نہ جاوے۔ و من یدّ عی فعلیه البیا ن

۷۔ زبان اردو میں امروہی لیاقت

صفحہ۱۱۲ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

اردو میں لفظ، ابھی، کا جو خالص حال کے واسطے آتا ہے مولوی صاحب نے اس کو ترجمہ شاہ رفیع الدین میں یعنی، ابھی جلادیں گے ہم اس کو، خالص استقبال کے واسطے مقرر فرمایا ہے۔

جب اردو میں خدام والا کی لیاقت اس درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے تو فارسی اور عربی میں جو کچھ ارشاد ہو سب درست ہے۔ جناب من! آپ کو یہ خیال نہیں رہا کہ، گا، اور، گے، اردو میں استقبال کی علامت ہے۔ اگر کبرسنی کی وجہ سے خیال نہیں رہا تو مصدر فیوض میں بحث فعل مستقبل ملاحظہ فرمالیجئے۔ رہا لفظ، ابھی، وہ حال اور استقبال قریب دونوں کے لئے آتا ہے یہاں چونکہ استقبال کی علامت موجود ہے اسلئے استقبال کے واسطے معین ہوا۔

۸۔ علم نحو میں امروہی لیاقت

صفحہ۱۱۴ میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

اگر فقہ حدیث کی طرف مولوی (محمد بشیر) صاحب توجہ فرماتے تو فیصلہ اس مباحثہ کا بہت آسان تھا۔ بیان اسکا یہ ہے کہ صاحب صحیح مسلم نے روایتاً اور درایتاً اس امر کا فیصلہ کر دیا ہے و امامکم منکم جو صحیحین کی حدیث میں واقع ہے اس سے کوئی دوسرا امام سوائے ابن مریم کے مراد نہیں ہے بلکہ یہ جملہ تو بطور صفت کے اسی ابن مریم کا وصف واقع ہوا ہے۔

اس سے احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال علم نحو میں ثابت ہوتا ہے۔ نحو میر پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ موصوف اور صفت کے درمیان واؤ عاطفہ نہیں آتا ہے اور یہاں ابن مریم اور امامکم منکم کے درمیان واؤ عاطفہ موجود ہے۔ شائد جناب کو شرح جامی کی اس عبارت سے دھوکہ ہوا جہاں قیل کے لفظ سے لکھا ہے کہ واؤ کا آنا درمیان صفت اور موصوف کے زمحشری نے تجویز کیا ہے۔ اگر واقعی آپ کی اس غلطی کا یہی سبب ہے تو آپ جس وقت اس بات کو پیش کریں گے اس کا جواب بھی انشاء اللہ اس وقت سن لیں گے، اور اگر و اما مکم منکم کے جملہ کو صفت ابن مریم کی قرار دیں تو اس پر علاوہ اعتراض مذکور ایک یہ بھی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابن مریم معرفہ ہے اور جملہ حکم میں نکرہ کے ہوتا ہے۔ پس مطابقت درمیان صفت و موصوف کے نہ پائی گئی۔

۹۔ علم قرأت میں امروہی لیاقت

صفحہ ۱۱۰ میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

اس علم کی طرف مولوی صاحب نے بالکل توجہ نہیں فرمائی ورنہ چند سطور میں فیصلہ ہو جاتا۔ اگر تسلیم کیا جاوے کہ قرأت مندرجہ مصحف ابی بن کعب قرأہ شاذہ ہے تو قرأت مشہورہ کے لئے اس کے مبین اور مفسر ہونے میں کیا کلام ہے۔ یہ مسئلہ بھی قراء وغیرہ کے نزدیک مسلّم ہے۔ اتقان وغیرہ میں لکھا ہے و قال ابو عبیدہ فی فضا ئل القرآن .. الخ۔

سبحان اللہ! احسن المناظرین صاحب کیا کہنے ہیں

چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا الا یا ایھا الساقی ادر کا ساًو نا ولھا

حضرت! اتقان میں قراء نے فضائل القرآن میں لکھا ہوگا مگر اتقان کوئی قرأت کی کتاب نہیں ہے، بلکہ علم تفسیر کی کتاب ہے۔ اور اس مسئلہ کو کہ قرأۃ شاذہ، قرأت مشہورہ کی مبین ومفسر ہوتی ہے، علم قرأت کا مسئلہ قرار دینا محل نظر ہے۔ ہاں اگر مسئلہ علم تفسیر یا اصول فقہ کہا جائے تو مستبعد نہیں مگر اس مسئلہ میں تو یہ بات عموماً غیر مسلّم ہے کہ ہر قرأت شاذہ مبین ومفسر ہو سکے کیونکہ اصول فقہ میں حکم قرأت شاذہ کا حکم خبر احاد کا ہے جن شروط سے خبر احاد مبین ومفسر ہو سکتے ہیں انہیں شروط سے قرأت شاذہ بھی مبین ومفسر ہوسکتی ہے اور یہاں ان سب شروط کا تحقق غیر مسلّم ہے اور ایک جماعت اہل تحقیق کی خلاف حنفیہ وغیرہ کے اس طرف گئی ہے کہ روایت شاذہ اگر بسند صحیح بھی ثابت ہو، تو بھی مبین ومفسر نہیں ہوسکتی ہے۔

۱۰۔ علم نحو وعلم تفسیر میں امروہی لیاقت

صفحہ ۱۱۶ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

انہیں کتابوں میں لکھا ہے کہ

نون التّا کید لا یؤکد الّا مطلوباً و المطلوب لا یکون ما ضیاً ولا حالاً و لا خبراً مستقبلاً۔

اس سے ثابت ہوا کہ لیؤمننّ بہ قبل موتہ جملہ خبریہ نہیں ہے بلکہ جملہ قسمیہ انشائیہ ہے چنانچہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں و اللّٰہ کو پہلے لیؤمننّ کے مقدر مانا ہے اور جملہ انشائیہ ہی قرار دیا ہے اور جبکہ جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا تو پیش گوئی یعنی خبر مستقبل کیونکر ہوسکتا ہے۔ کجا جملہ خبریہ اور کجا جملہ انشائیہ۔ انتھی

اس سے آپ کا کمال اور لیاقت علم نحو اور علم تفسیر میں ظاہر ہو گئی۔

امّا علم نحو: پس بیان اس کا یہ ہے کہ اس فن کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ

نون التا کید لا یؤکد الا مطلوباً و المطلوب لا یکون ما ضیاً ولا حالاً ولا خبراً مستقبلاً

اس سے یہ غرض نہیں ہے کہ نون تاکید غیر مطلوب کیلئے نہیں آتا صرف مطلوب کی تاکید کیلئے آتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وضع تو نون تاکید کی مطلوب کی تاکید کیلئے ہے، اور غیر مطلوب کی تاکید کیلئے بھی بسبب دیگر وجوہ کے آجاتا ہے۔ تکملہ میں ہے

ای لا یوکد النّون الا مطلوباً کان وضعه لتاکید طلب حصول شیء امّا فی الخارج او فی الذّهن و المطلوب لا یکو ن ماضیاً ولا حالاً ولا خبراً مستقبلاً۔

اور یہ بھی تکملہ میں ہے:

و امّا فی دلالة القسم علی الطلب ففیه تامل لانّ الانسان قد یقسم علی ما یعلمه مما هو لیس مطلوبه کقول من اتی بکبیرة و اللہ لا عاقبن الا ان یقال الغا لب ان یقسم المتکلم علی ما هو مطلوبه او حمل بقیة البا ب علیه ۔

شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتا ہے:

والمستقبل الّذی هو خبر محض لا تلحق نون التّاکید بآخره الّا بعد ان یّدخل علی اوّل الفعل مایدلّ علی التّاکید کلام القسم وان لم یکن فیه معنی الطّلب لانّ الغالب انّ المتکلّم یقسم علی مطلوبه ۔

تمام کتب نحو میں غیر مطلوب کی تاکید کی تین صورتیں لکھی ہیں، عبارت کافیہ کی یہ ہے:

و قلّت فی النفی و لزِمت فی مثبت القسم و کثرت فی مثل اما تفعلنّ

وامّا علم التفسیر: پس بیان اس کا یہ ہے کہ اہل تفسیر نے جس جملہ کو انشائیہ کہا ہے اسکو مولانا صاحب پیش گوئی نہیں فرماتے۔ اور جس کو مولانا صاحب پیش گوئی فرماتے ہیں اس کو اہل تفسیر نے انشائیہ نہیں کہا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اہل تفسیر نے لیؤمننّ به قبل موته کو جو جملہ انشائیہ قرار دیا ہے، مراد اس سے و اللّٰه لیؤمننّ به قبل موته ہے۔ اور پیشگوئی صرف

لیؤمنن به قبل موته ہے جو جواب قسم ہے اور وہ جملہ خبریہ ہے اور قسم کا جواب جملہ خبریہ ہونا تمام کتب نحو سے ثابت ہے اور قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں بہت واقع ہوا ہے۔ جیسے لتد خلنّ المسجد الحرا م اور لیستخلفنّهم فی الارض وغیرہ۔

اور علاوہ اس کے یہ اعتراض اس تقدیر پر بھی وارد ہوسکتا ہے کہ ضمیر قبل موته کی طرف کتابی کے عائد کی جائے جیسا کہ مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں کیونکہ اس تقدیر پر بھی اہل تفسیر نے اس جملہ کو خبریہ انشائیہ ہی لکھا ہے۔

اور سب سے بڑی قباحت اس اعتراض سے یہ پیش آئی کہ شیخ چلی کی طرح جناب مرزا صاحب کا تو بنا بنایا گھر ہی بگڑ گیا۔ واہ احسن المناظرین صاحب آپ نے اچھی مرزا صاحب کی تائید کی۔ اس طرح آنکھیں بند کر کے منہ کھولا اور اعتراض کا گولہ اندھا دھند پھینکا کہ غریب مرزا کی تمام بنی بنائی عمارت اڑ گئی۔ حضرت آپ کو کچھ خبر بھی ہے یہ گولہ کہاں جا کے لگا۔ کیا ہوا، ذرا آنکھیں کھولئے ملاحظہ فرمایئے۔ جس قدر پیش گوئیاں قرآن مجید واحادیث شریف کی مؤکد بقسم ہیں ان سب ہی پر آپ کا یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اور آپ کے مسیح کی مسیحائی کی جو بنیاد ہے یعنی جس حدیث سے مرزا صاحب نے اپنے مسیح موعود ہونے کا استدلال کیا ہے وہ حدیث یہ ہے:

عن ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم .. الحدیث ۔

پس اور تو جو کچھ ہوگا وہ ہوتا رہے گا، آپ مرزا صاحب کا گھر تو سنبھالیئے۔ فما هو جوا بکم فهو جوا بنا

۱۱۔ علم نحو میں امروہی لیاقت

صفحہ ۱۱۹ میں احسن المناظرین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

یہ جو بعض کتب نحو میں لکھا گیا ہے کہ زمانہ حال کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل واقع ہوسکے اور اس بنا پر مولوی صاحب نے زمانہ استقبال کی دو قسمیں کی ہیں، اول استقبال قریب، دوم استقبال بعید۔ انتہی

یہاں سے بھی امروہی صاحب کی لیاقت کا کمال علم نحو میں ثابت ہوتا ہے کیونکہ زمانہ استقبال کی تقسیم جو استقبال قریب اور استقبال بعید کی طرف کی گئی ہے اس سے حضرت یہ سمجھ گئے

ہیں کہ زمانہ حال کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل واقع ہو سکے حالانکہ تقسیم مذکور اس پر مبنی نہیں ہے دیکھو عامہ نحاۃ استقبال کی دو قسمیں کرتے ہیں حالانکہ وہ اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ زمانہ حال کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل واقع ہو سکے شرح جامی میں ہے:

و دخول السّین و سوف لدلالۃ الاوّل علی الاستقبال القریب و الثانی علی الاستقبال البعید۔

اور تمام بصریین کا یہی مذہب ہے۔

۱۲۔ نمونہ لیاقت فہم وکمال علم

صفحہ ۱۲۱ میں آپ لکھتے ہیں کہ:

ازہری وغیرہ نے تصریح میں تصریح کی ہے کہ لام تاکید کا حال کے واسطے آتا ہے۔

اب تسلیم کیا کہ فقط نون تاکید صرف استقبال کے واسطے ہے لیکن جبکہ کسی صیغہ میں لام تاکید بھی ہو جو حال کے واسطے آتا ہے اور نون تاکید بھی ہو چنانچہ ما نحن فیہ میں ہے، تو وہاں پر خالص استقبال بالضرور ہونے کی کیا وجہ؟ مانا کہ صرف نون تاکید استقبال کے واسطے نحو میں لکھا ہے، امر، نہی، تمنی، عرض وغیرہ ان میں صرف نون تاکید ہوتا ہے بغیر لام تاکید کے۔ پس ان صیغوں میں صرف استقبال ضرور مراد ہو سکتا ہے لیکن جس صیغہ میں لام تاکید بھی ہو اور نون تاکید بھی اس میں خالص ہونے استقبال کی کیا دلیل ہے۔ انتہی ملخصاً۔

یہاں تو احسن المناظرین نے کمال ہی لیاقت خرچ کر دی۔ اے حضرت ذرا سمجھ کے بات کیا کیجئے۔ جس کے ہاتھ میں کتاب ہو وہ ایسے بے تکی ہانکے، یہ عقل سے بعید ہے۔ مولوی صاحب انتم تتلون الکتاب افلا تعقلون۔ سچ کہو دیکھا سمجھا ہی نہیں، یا تجاہل عارفانہ کرتے ہو۔ اپنے گروہ میں احسن المناظرین تو بن گئے۔ ذرا خدا سے ڈرو مسلمانوں کو دھوکہ مت دو جناب! جہاں یہ لکھا ہے کہ وہ نون تاکید جو امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض میں آتا ہے وہ خالص استقبال کے ہوتا ہے، وہیں تو یہ بھی لکھا ہے کہ جس صیغہ میں نون تاکید لام تاکید کے ساتھ جمع ہوتا ہے وہ بھی خالص استقبال کیلئے ہوتا ہے۔ شرح جامی آپکے پاس موجود ہے جس میں لکھا ہے

تختصّ بالفعل المستقبل فی الامر والنّھی والاستفھام و التمنی و العرض و القسم نحو و اللہ لا فعلنّ ۔

کیوں جناب و العرض تک تو آپ نے ملاحظہ فرمالیا اور لفظ و القسم نحو و اللّٰہ لا فعلن پر سے دشمنوں کی نگاہ خطا کرگئی۔ کیا یہی تقوی اور دیانت اور اظہار حق وصواب ہے حضرات ناظرین آپ نے امروہی صاحب کی دیانت کو ملاحظہ فرمایا۔ کیا اس جگہ صاف نہیں لکھا ہوا ہے کہ جیسا نون تاکید امر و نہی ،استفہام، عرض، تمنی میں خاص مستقبل کے ساتھ ہے ویسا ہی قسم میں بھی خاص مستقبل کے لئے ہے اور قسم کی بھی وہی مثال لکھی ہے جس میں نون تاکید لام تاکید کے ساتھ آیا ہے۔ کیا احسن المناظرین کا یہ ارشاد لا تقربوا الصلوۃ سے کچھ آگے بڑھا ہوا نہیں ہے۔

اور یہاں فعل مستقبل سے مراد یقیناً وہ فعل ہے جو مقابلہ میں ماضی وحال کے آتا ہے نہ فعل مضارع۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ احسن المناظرین خود اقرار کرتے ہیں کہ وہ نون تاکید جو امر، نہی ،استفہام، تمنی، عرض میں ہوتا ہے وہ صرف مستقبل کے لئے ہوتا ہے اور مراد مستقبل سے آپ نے بھی یہاں مقابل ماضی وحال کا لیا ہے نہ مضارع، اور انہیں چیزوں کے ساتھ قسم کا بھی ذکر ہے، اور اس کی مثال میں نون و لام دونوں موجود ہیں۔ پس یہاں بھی مراد مستقبل سے مقابل ماضی وحال کا لینا چاہیے، نہ مضارع۔ علاوہ اس کے شرح جامی میں اس مقابلہ کی تصریح بھی موجود ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے:

و انّما اختصّت هذه النّون بهذه المذكورات الدّالة على الطّلب دون الماضي و الحال

اور ایسا ہی ازہری نے بھی لکھا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

لانّهما تختصان مد خولهما للاستقبال

اور خوب سمجھ لیجئے اور سمجھے تو ہو مگر چندراتے ہو کہ استقبال سے وہی استقبال مراد ہے جو مقابلہ میں ماضی اور حال کے بولا جاتا ہے اور آپ کا وہ قول کس قدر محل افسوس ہے اور تعجب خیز ہے کہ باوجود مطالعہ ان کتب کے آپ یہ فرماتے ہیں کہ اگر مراد ازہری کی خالص زمانہ استقبال ہوتی تو کہتا و ذلک ينافي المضيّ و الحال۔

مولوی صاحب آپ کا یہ فرمانا سخت حیرت اور نہایت عبرت کا مقام ہے اگر واقعی آپ سمجھے اسی طرح ہیں تو حیرت ہے کہ آپ نے یہ کیا سمجھا اور کہاں پڑھا اور کس سے پڑھا؟ اور عبرت اس لئے ہے کہ مصنوعی مسیح کا یہ کیسا اثر آپ پر پڑا کہ جو پڑھا لکھا تھا اس کے سمجھنے میں بھی آپ کا فہم

حد درجہ قاصر ہوگیا انّا للّٰہ و انّا الیہ را جعو ن ۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ جن کو دس دس، گیارہ گیارہ برس کے بچے بھی بخوبی سمجھتے ہیں۔

اے حضرت کیا آپ واقعی اس قدر بھی نہیں سمجھتے کہ اس جگہ از ہری کا مقصود صرف اثبات اس امر کا ہے کہ یہ دونوں نون ماضی کی تاکید کے لئے نہیں آتے ہیں اور یہ مطلب صرف اس کہنے سے و ذلک ینا فی المضیّ حاصل ہو جاتا ہے و الحال کے لفظ کو اس جگہ بڑھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہاں اگر اس کو یہ خبر ہوتی کہ چودھویں صدی میں ایک ایسے مصنوعی مسیح اور ان کی امت میں ایسے عالی فہم احسن المناظرین پیدا ہوں گے تو گو بے ضرورت بلکہ زائد اور محض بے فائدہ بات تھی، شائد اس طرف توجہ کرتا، اگر اپنے کلام میں زوائد کے عیب سے اس کو مضائقہ نہ ہوتا۔ اور صورت ہذا میں تو ادنی استعداد والا بھی سمجھتا ہے کہ زیادۃ و الحال کی محض لغو ہے۔ واسطے ملاحظہ طلبا کے پوری عبارت ازہری نقل کی جاتی ہے۔

ولا یؤکّد بھما الما ضی لفظاً و معنی مطلقاً لانھما یخلصان مدخولھما للا ستقبال و ذلک ینافی المضی۔

اگر اس سے بھی اطمینان نہیں ہوا تو دوسری عبارت ازہری کی اور ملاحظہ ہو

اوکان المضارع حالاً کقرأۃ ابن کثیر۔لاقسم بیوم القیامۃ۔ وقول الشا عر

یمیننا لابغض کلّ امر ی یزخر ف قولاً و لانفعل

فاقسم فی الآیۃ و ابغض فی البیت معناھما الحال لدخول اللام علیھما و انّما لم یؤکّد با لنّو ن لکونھما تخلص الفعل الا ستقبا ل و ذلک ینا فی الحال

چونکہ اس جگہ مقصود صرف اثبات اس امر کا تھا کہ نون تاکید حال کی تاکید کیلئے نہیں آتا ہے اس لئے و ذلک ینا فی الحال کہا، ماضی کا ذکر نہیں کیا۔ اب دونوں عبارتوں کے لانے سے آفتاب نیم روز کی طرح روشن وظاہر ہوگیا کہ مراد مستقبل سے وہ مستقبل ہے جو مقابل ماضی و حال ہے، نہ مضارع جیسا کہ جناب احسن المناظرین کا خیال ہے۔ اگر واقعی احسن المناظرین سمجھے ہی نہیں تو افسوس، اور اگر سمجھ کر محض اپنے ہم مذہب اور ہم طریق لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے یوں چندراتے ہیں تو افسوس، افسوس بلکہ صد افسوس

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ　　و ان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

اور جناب نے عبدالحکیم کے تکملہ کا ذکر تو اپنی تحریر میں فرمایا ہے اور یہ عبارت بھی ملاحظہ کی ہوگی (اے جناب حکیم نورالدین! ذرا آپ بھی ملاحظہ فرمائیے گا):

لان النّون تخلص المضارع للاستقبال فکرھوا الجمع بین حرفین لمعنی واحد فی کلمۃ واحدۃ

کیوں حضرات ناظرین خاص کر حکیم نورالدین صاحب کیا یہ عبارت صاف اس پر دلالت نہیں کرتی کہ مراد استقبال سے مضارع نہیں ہے ورنہ یہ عبارت ہی لغو ہوتی ہے۔ ضرور دلالت کرتی ہے کیونکہ جناب حکیم صاحب مولوی صاحب کا مطلب اگر صحیح ہو تو اس تقدیر پر اس عبارت کے یہ معنی ہوں گے: لانّ النّون تخلص المضارع و ھذا لغو ایّ لغوٍ،

جناب محمد احسن امروہی! یہ مغنی کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیے، جناب حکیم صاحب براہ مہربانی آپ بھی ادھر توجہ فرمائیں:

و لا یؤکد بھما الماضی مطلقاً و امّا المضارع فان کان حالاً لم یؤکد بھما و ان کان مستقبلاً اکد بھما و جوباً فی نحو تا للہ لا کیدنّ اصنامکم۔

ملاحظہ فرمایا یہ عبارت کیسی صاف دلالت کرتی ہے اس پر کہ مراد مستقبل سے مضارع نہیں ہے، اسلئے کہ مقابل حال کا واقع ہوا ہے۔ اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو شیخ زادہ کی عبارت بغور ملاحظہ فرمائیے اور توبہ کر کے بیت اللہ شریف چلے جائیے۔ ففرّوا الی اللہ انی لکم نذیر مبین۔ اگر یہ ارادہ ہو جائے تو خرچ راہ کا ذمہ دار عاجز ہے۔ انشاء اللہ تعالی بشرط خلوص ارادت بہت بہتر ہے۔ عبارت شیخ زادہ یوں ہے:

و اختصّ المستقبل لانّ الطّلب انّما یتعلّق بما لم یحصل بعد لیحصل وھو المستقبل بخلاف الحال و الماضی لحصولھما۔

جناب یہ دو خطائیں تو اس مسئلہ میں آپ کی ثابت ہو چکیں، اب تیسری خطا سنئے:

شرح جامی کی عبارت منقولہ سے یہ بات عموماً ثابت ہو چکی ہے کہ نون جو قسم میں آتا ہے وہ نون استقبال کیلئے خاص ہوتا ہے جیسا کہ وہ نون جو امر و نہی و استفہام و تمنی و عرض میں آتا ہے استقبال کے لئے خاص ہوتا ہے اور مغنی کی عبارت سے خصوصاً یہ بات ثابت ہوگئی کہ قسم کے جواب مثبت میں استقبال شرط ہے اور اگر اس پر بھی تشفی خاطر نہ ہو تو مغنی کی ایک اور عبارت سنیں:

و تارةّ یجیئان و ذلک فیما بقی نحو: تا للّٰہ لا کید نّ اصنا مکم

دسوقی اس کے تحت میں لکھتا ہے:

ای بان کان مضارع مثبت و لم یفصل عنہ و بین اللام فا صل و لم یرد فیہ الحال بل الاستقبال ففی ھذہ الحالۃتجب النون و اللام عند الجمھور۔

اب تصریح،تصریح کی بھی ملاحظہ فرمایئے:

وامّا المضارع فلہ حالات۔ احدھا ان یکون توکیدہ بھما ای لابدّ منہ و ذلک اذا کان مثبتاً مستقبلاً جواباً بالقسم غیر مفصول من لامہ ای لام القسم بفا صل نحو : تاللّٰہ لا کیدنّ اصنا مکم ۔

اسی طرح ابن عقیل بھی شرح الفیہ میں لکھتے ہیں:

ای تلحق نون التاکید لفعل المضارع الواقع جواب قسم مثبتاً مستقبلاً نحو و اللّٰہ لتضربن زیداً فان لم یکن مثبتاً لم یؤکد بالنون نحو واللّٰہ لا تفعل کذا و کذا ان کان حالاً نحو و اللّٰہ لیقوم زید ا لآن

کیوں جناب امروہی صاحب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان سب علماءِ نحاۃ نے قسم کے جواب مثبت میں شرط استقبال کی لگائی ہے۔اب آپ خلاف اس کے ان آئمہ کبار نحو میں سے کسی ایک سے بھی اس کا خلاف ثابت کر دکھایئے جن کے نام نامی لے کر آپ نے بے حد تعلّٰی کی ہے اور بے انتہاء شیخی بگھاری ہے کہ:

اول تو مولوی صاحب نے اس مسئلہ کو ایسی کتابوں سے نقل فرمایا ہے کہ ان سے ہر ایک طالب علم نقل کر سکتا ہے،مولوی صاحب کو اس میں کوئی ما بہ الامتیاز خصوصیت جیسا کہ ان کی شان عالی ہے، حاصل نہیں ہوئی۔کاش اگر آئمہ کبار نحو میں مثل زجاج، جوہری،سیرافی،ابوعلی فارسی،خلیل ابن احمد،اخافش ثلثہ،اصمعی،کسائی،سیبویہ،مبرد، زمخشری وغیرہ سے کچھ اقوال اس بارہ میں نقل فرماتے تو یہ مباحثہ نحوی مولوی (محمد بشیر) صاحب کا کسی قدر ما بہ الامتیاز ہو جاتا۔ اگرچہ بالمقابل حضرت اقدس مرزا صاحب جیسے مؤید من اللہ کے ان آئمہ کے نقول اقوال بھی کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ملاحظہ فرماؤ کتب قراء،اگر میسر نہ ہوں تو مطالعہ کرو کتب مولانا شاہ ولی اللہ اگر وہ بھی بالفعل نہ ملیں تو دیکھو فوز الکبیر۔انتہی

اب اگر آپ ان آئمہ کے اقوال سے خلاف ثابت نہ کر سکے اور ضرور نہ کر سکو گے۔ اور آپ کیا آپ کا تمام گروہ اور آپ کے مصنوعی مسیح جوفہم وموسوس من الجنۃ والناس ہیں سب مل کر بھی اس کا خلاف ثابت نہ کر سکو گے، تو پھر اس بے جا تعلیٰ سے کیا حاصل ہوا؟ اگر فقط نام گنوا دینے سے کچھ فخر ہو تو ایک بچہ آپ سے دو چار نام زیادہ گنوا دے گا، پھر اس سے فائدہ۔ کچھ اس کے خلاف ان آئمہ کے اقوال سے ثابت کر کے دکھاؤ، کوئی ایک قول تو ان آئمہ کا نقل کر دو۔ ورنہ خدا سے ڈرو اور اس غلطی سے توبہ کرو۔

ناظرین! اب یہ ناچیز آپ کو امروہی صاحب کی ایک عجیب لیاقت اور کمال فہم، اور غایت تبحر کا حال بتاتا ہے چونکہ آپ علاوہ فہم عالی کے مؤید بالہام بھی ہیں اس وجہ سے حضرت شرح جامی کی عبارت سے دھوکہ کھا بیٹھے ہیں جواب میں نقل کرتا ہوں:

و لزمت ای نون التّاکید فی مثبت القسم ای فی جوابه المثبت لانّ القسم محل التّاکید۔

مگر امروہی صاحب حضور کے خیال میں یہ نہیں آیا کہ شرح جامی والے کو اس شرط کے لگانے سے اس وجہ سے غنا ہو گیا کہ وہ پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ نون تاکید جو امر و نہی و استفہام و تمنی وعرض و قسم میں آتا ہے وہ مستقبل کے ساتھ خاص ہے۔ اب فرمایئے کہ بعد اس تصریح کے شرط لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ ..اب آپ لوگوں کو علمی بحث کو ترک کرنا چاہیے، ایک ہی کہے جاؤ کہ یوں ہی الہام ہوا ہے، کوئی مانو یا نہ مانو، اسکا جواب کوئی بھی نہ دے سکے گا۔ عبارت تکملہ:

و ان کان مضارعاً استقبالیاً یلزمها ا للام مع النّون التّا کید ان دخلت اللام علی نفس المضارع الّا نادراً ولا یکتفی عن ا للام بالنو ن الّا فی ضرورۃ الشعر و اذا لم یدخل اللام علی نفس المضارع یکفی باللام نحو لئن متّم او قتلتم لالی اللّه تحشرون و ان کان مضا رعاً حالیاً یکو ن با للام من غیر النّو ن

اب تو خدام والا کو خود بھی اپنے فہم کی رسائی اور لیاقت علمی اور کمال تدبر کا علم ہو گیا ہوگا لہذا عاجز نہایت عجز سے عرض کرتا ہے کہ کچھ جواب عنایت ہو۔

امروہی مکتوب کا جواب

مولانا عبدالمجید دہلوی فرماتے ہیں:

اب مولوی محمد احسن امروہی کے خط کا جواب شروع ہوتا ہے بحول اللّٰه تعالٰی و قوّته ۔ (قولہ سے مراد محمد احسن کی بات ہے ۔اوراقول سے مراد مولوی عبدالجید بات ہے۔ بہاء)

{ قولہ: (یعنی مولوی محمد احسن امروہی کا کلام) آپ نے تمام شہر (بھوپال) میں ...الخ

{ اقول : (یعنی عبدالمجید کا کلام) حضرت نہ میں نے جناب کی اہانت کی، نہ آبروریزی کی، نہ اتہام لگایا، نہ افترا باندھا۔مگر آپ کے سامنے کسی آپ کے ہم خیال نے یہ افتراء پردازی کی ہو تو عجب نہیں ، اس کا علاج میرے پاس کچھ نہیں جو لوگ مفتری علی اللہ والرسول ہیں اگر عاجز پر افتراء کریں تو کیا عجب ہے۔ہاں اگر جناب کو تحقیق منظور ہے تو جامع مسجد (بھوپال) میں جمعہ پڑھیں ، بعد نماز دریافت فرمائیں ۔ اگر ہزاروں میں سے دو چار معتبر آدمی بھی آپ کے ارشاد کو درست کہہ دیں گے تو میں ملزم ۔آپ کو تشریف لانے میں کچھ عذر ہو تو اپنے کسی معتمد کو بھیج دیجئے ، وہ تحقیق کر لے۔ میں نے ایک لفظ بھی آپ کی نسبت اہانت کا نہیں کہا۔ ہاں اگر آپ کا ہر بات میں یہی طریق ہے کہ بلا تحقیق جو جس نے کہا مان لیا تو میری عرض جس کو میں بعد تحقیق منوانا چاہتا ہوں آپ کب مانیں گے۔

{ قولہ: مولوی (عبدالمجید) صاحب نے جس قدر اشعار اردو لکھے ہیں وہ سب (میرے) اعلام الناس میں مندرج ہو چکے ہیں ۔ احقر کو اس کے ساتھ کچھ فخر نہیں یہاں پر مولوی صاحب کو ہمہ دانی جتانی منظور تھی وبس ۔

{ اقول : خیر ہوگئی حضرت کے وہ اشعار جن کو میں نے اپنے خط میں لکھا ہے آپ کے طبع زاد نہ تھے ورنہ سخت نا لائق سمجھا جاتا اور شائد مجھ پر حق تالیف کا دعوی ہو جاتا اور ہمہ دانی تو عاجز کی اس پر کھل گئی کہ آپ کے اعلام الناس میں وہ اشعار مندرج تھے گو کسی کے تھے اور جناب کو بھی کوئی خاص حق ان کے مندرج کرنے کا ایسا حاصل نہ تھا جو اس عاجز کو نہیں ۔ اور یہ تو ماشاء اللہ اگر آپ سمجھ بھی گئے ہوں گے تو کیوں فرمانے لگے کہ اس میں رمز کیا تھی جو وہی اشعار عاجز نے نقل کئے اور بعد نقل اکثر جگہ نشان بھی بتا دیا کہ اعلام الناس صفحہ فلاں ، اور پھر اس پر یہ فخر یہ اظہار کہ احقر کو اس

کے ساتھ فخر نہیں ۔ اگر فخر نہ ہوتا تو اس کا ذکر ہی کیا ضروری تھا۔

جناب مولوی صاحب اگر یہ قصور ہے تو جناب نے تاریخ قوم برا مکہ کا نام اعلام الناس کیوں غصب کرلیا اور آپ کے جناب مرزا صاحب نے مولوی رحمت اللہ کی کتاب ازالہ اوہام کا نام کیوں چھین لیا۔ اور آپ نے جو اشعار مناجات عربی میں لکھے ہیں وہ تو فرمایئے کہ کس کے ہیں ۔

{ قولہ: نامہ نامی ہمدست چند صاحبان اہل علم مع بعض صاحبان اہل قلم صادر ہوا۔

{ اقول : جناب مولوی صاحب عاجز نے اہل علم کو جناب کی خدمت میں بھیجا اور نہ کسی اہل قلم کو، اور نہ عاجز خود صاحب حشم جو اس کے پاس اہل علم و اہل قلم ہوں ۔ جناب مولوی نواب سید علی حسن کے ایک خادم کو خط دے کر آپ کے پاس بھیجا تھا کہ آپ نے کسی حیثیت سے شائد اہل علم بنا دیا اور کسی حیثیت سے اہل قلم ۔ نہ وہ غریب اہل قلم ، نہ صاحب علم ۔ ایسی باتوں میں وقت ضائع کرنا نہیں معلوم جناب کو کیوں پسند خاطر ہے۔ وہ بات بنا کر چند الزام عاجز پر گھڑ دیئے ، یہ بات کہہ کر چند طعن کر دیئے ۔ نہ اس سے کچھ فائدہ نہ اس سے کچھ حاصل ۔ جناب کو چونکہ گھر میں زیادہ تشریف رکھنے کی عادت ہے، یہی علت اس طعنے مینے کی معلوم ہوتی ہے مگر عاجز اس کا جواب جناب کو کیا دے کہ جناب بزرگ اور عاجز خورد۔ اور پھر طبیعت ہی اس کے مناسب نہیں۔

رہا یہ ارشاد جناب کا کہ: پھر اگر خلوت سے کام نہ چلے تو جلسہ جلوت بھی کیا جاتا۔

اس کے جواب میں عاجز پھر اعلام الناس حصہ دوم صفحہ ۹۹ سے ۱۰۰ تک کو پیش کرتا ہے اور بجواب شرط ضمانت پنجاہ روپئے کے المضاعف جناب مولانا کے پاس نقود رکھوا دیتا ہے۔

{ قولہ: مثل مشہور ہے اول پند بعدہ بند

{ اقول: حضرت کو اگر واقعی یہ منظور ہے کہ عاجز تنہا حاضر ہو کر کچھ عرض کرے تو اب کیا گیا ہے جب اور جس وقت ارشاد ہو۔ اور یہ دریافت بھی اس لئے ہے کہ عاجز نے کبھی ملنا چاہا تو حضور نے وقت ٹال دیا اور تحریر بھی فرمایا ہے کہ مجھے فرصت کم ہے ورنہ بے تامل حاضر ہوتا۔

{ قولہ: تو جناب والا ان رسائل کا جواب شافی و کافی مشتہر فرماتے ۔

{ اقول: جواب تیار ہے، اب طبع بھی ہوا جاتا ہے، مگر عاجز نے یہ سنا ہوا تھا کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان ، اسی شوق میں یہاں (بھوپال) چلا آیا ۔ اور اب تو آ گیا اگر آپ مہربانی فرمائیں اور نامہربانی کو دل سے اٹھائیں ۔ عاجز نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور اب مکرر عرض کرتا ہوں کہ کسی روز آپ تشریف لے آئیں یا عاجز کو بلالیں مگر جناب نے توجہ نہ فرمائی ۔ یہ تو عاجز پر کمال

نامہربانی ہے جیسے ہر طرح کی آزادی عطا فرمانا کمال مہربانی تھی افسوس یا وہ عنایت یا یہ عتاب۔ یا وہ عنائت اوروں ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور عاجز اس سے محروم۔ جناب ایسا نہ چاہیے۔ آپ تو مسیح کے پیرو ہیں، جناب کو تو سب کو ایک آنکھ سے دیکھنا چاہیے نہ یہ کہ کسی سے کچھ برتاؤ اور کسی سے کچھ۔

{ قولہ: جیسا کہ داب مناظرین دین کا ہے۔

{ اقول: ہاں جناب مولوی صاحب دینداری اس کا نام ہے کہ اپنی طرف سے بہتان گھڑ کر خلق میں اپنے ایک مومن بھائی کو بدنام کرے، بلاتحقیق بدظن ہو جائے، گھر میں بیٹھا باتیں بنائے، دل کے بخار نکالے، ہرگز تحقیق نہ کرے، سبحان اللہ! یہی تو داب مناظرین دین اور اس پر عمل کرنا بھی جناب کا حصہ ہے۔

{ قولہ: لہذا اس عاجز نے اپنے دل نیاز مند کو بہت سا صبر کر کے سنبھالا اور تھاما۔

{ اقول۔ مولوی صاحب میں نہیں جانتا وہ کون سے جناب کے دشمنوں کے بیری تھے جنہوں نے محض بے اصل خبریں سنا کر جناب کو اس قدر رنج میں ڈالا کہ حضور کے دماغ میں حواس تحقیق ہی باقی نہ رہے۔ اے مولوی صاحب میں نے جس وعظ میں ازالہ اوہام اور اعلام الناس کے چند مقام سنائے ہیں خوب جتلا جتلا کر اول یہ کہہ دیا کہ میں اپنی طرف سے ایک لفظ نہ کہوں گا اور ایسا ہی کیا۔ اور میں شرعی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے نہ جناب کو، نہ جناب کے مسیح مرزا صاحب کو کسی خلوت وجلوت میں کبھی لفظ کافر یا مشرک یا کوئی لفظ گندہ نہیں کہا اور نہ کہتا ہوں (یاد رہے کہ یہ فتوی تکفیر جاری ہونے سے پہلے کی تحریر ہے۔ بہاء)۔ ہاں اگر نقل عبارت بھی گناہ ہے، تو اس میں اول مرزا صاحب کا حصہ ہے پھر جناب کا، بعد میں عاجز کا۔ بہرصورت عاجز تو پیچھے ہے۔ مولوی صاحب غضب تو یہ ہے کہ نہ مجھے بلاتے ہو نہ آپ تشریف لاتے ہو۔ جس طرح بے دیکھے، بے ملے، بغیر تحقیق مرزا صاحب کے معتقد ہو گئے اسی طرح عاجز سے ناراض ہو گئے ہیں۔ اس قدر سفر طے کر کے (دہلی سے بھوپال) آیا خدا کے واسطے دو چار قدم کی تکلیف تو آپ بھی گوارا فرمائیں، اپنی کہیں میری سنیں۔

{ قولہ: جو دلائل جناب والا نے اس عاجز کے مدعی ہونے کے ایک اور ایک گیارہ تحریر فرمائے ہیں ان کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ خدام جناب کو فن مناظرہ میں بڑا دخل ہے۔

{ اقول: جناب مولوی صاحب، آپ تو احسن المناظرین ہیں، عاجز کی کیا لیاقت کہ جناب کے سامنے مناظرہ کا نام لے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اول تو فرط تعلیٰ اور افراط فخر سے درگاہ والا

میں عاجز کے کلام کو وقعت ہی کہاں جو توجہ ہو، ہاں : کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم ، کے طور پر محض بہ نیت اظہار حق عرض کیئے دیتا ہوں آپ سنیں یا نہ سنیں۔

دوسرے یہ کہ افراط محبت اور فرط غضب ایسی بلا ہے جس سے آدمی بدحواس بے بہرہ بلکہ گونگا اور بہرا ہو جاتا ہے حبّک الشّیء یعمی و یصمّ اور حضور میں اس وقت یہ دونوں صفتیں موجود ہیں۔ جیسے مرزا صاحب پر افراط محبت سے نظر ہے ویسے ہی عاجز پر فرط غضب سے۔ ایسی حالت میں اگر خدام والا میری تحریر کو نہ سمجھے یا اپنے لکھے کو بھول گئے تو نہ مقام شکایت ہے نہ محل استعجاب۔ جناب کا مقام ہی یہ ٹھیرا۔ لہذا جناب کی اور اپنی تحریر کو دوبارہ نقل کر کے نہایت ہی عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ دوبارہ ملاحظہ فرمالیجئے:

نمبر ا۔ احسن المناظرین صاحب کے خط کی اول عبارت:

(کیونکہ احقر نے تو کسی تحریر میں آپ کو مخاطب نہیں کیا اور نہ احقر کسی امر کا مدعی)

نمبر ۲۔ عاجز کے دوسرے خط کی وہ سرخی جس کے تحت میں احسن المناظرین کے گیارہ قول نقل کئے ہیں اور جناب موصوف نے خطاب عام کے لفظ کو قصداً یا سہواً نظر انداز کر کے دعوی کا لفظ پکڑ لیا ہے:

(نزیل بھوپال مولوی محمد احسن، احسن المناظرین کے وہ اقوال جنسے انکا دعوی اور خطاب عام ثابت ہے)

جناب مولوی صاحب اب حضور سمجھے اور یاد آیا کہ یہ ایک اور ایک گیاہ دلائل حضور کے مدعی ہونے کے نہ تھے بلکہ ان سے جناب کا خطاب عام یاد دلایا تھا اور ثبوت دعوی میں تو لفظ دعوی کا موجود ہے جس کا جناب کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ شائد حضور دوبارہ بھی بھول گئے اور ابھی تو اور بھولئے گا اور ضرور بھولئے گا کیونکہ دشمنوں کا حافظہ بھی صحیح نہیں رہا۔

} قولہ: لہذا وہ سب دلائل اس عاجز کے قلب وجگر میں مثل زخم کاری کے لگے۔ اب ان زخموں کو اخفا کرتا رہتا ہوں اور کسی پر ظاہر نہیں کرتا، کیوں ظاہر نہیں کرتا، اس لئے

نظر لگے نہ کہیں ان کے دست و بازو کو — یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

} اقول: ناظرین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولوی صاحب کس قدر مطلب سے الگ الگ عبث اور بے سود باتوں میں طول دیتے جاتے ہیں اور چونکہ خدام والا کی یہ فطرت ہے اسی لئے کچھ سوچ سمجھ کر عام جلسہ میں گفتگو سے انکار فرما دیا کہ مواجہ میں یہ بے کار طعن وطنز یہ اشارے یہ ٹھٹھول جناب کیونکر کر سکتے تھے۔ اور جناب کے احسن المناظرین ہونے کی حقیقت تو پہلے ہی کھل چکی ہے۔ اب مرد میدان بننا اور مواجہ میں گفتگو کے لئے آنا معلوم۔

{ قولہ: سب سے اول کوئی رسالہ صغیر یا کبیر فن مناظرہ کا ہیچمدان کو پڑھا دیا جاوے۔

{ اقول: اگر چہ مسافر اور کثیر الاشتغال ہوں مگر آپ کی درخواست منظور۔ جناب مولوی صاحب کسی طرح ہو مجھے تو آپ سے ایک مرتبہ ملنا ہے۔ استادی سے، شاگردی سے، دوستی سے، مہربانی سے، عنایت سے، اخلاق سے، کج اخلاقی سے، ایک مرتبہ ملئے۔ اگر جناب کا یہ خیال ہے کہ اسی طرح، تو جب اور جس وقت جی چاہے بے تامل اور بے تکلف تشریف لائیے۔

{ قولہ: مگر شرط یہ ہے کہ شب کو مکان احقر پر آپ تشریف لایا کیجئے اور سب کو نہ لایا کیجئے۔ یعنی آپ تنہا آویں، بہ تن ہا نہ آویں۔

{ اقول: جناب من اگر چہ یہ درخواست محض بوجہ امتحان علم یا تعلم ہے تو یہ شرط خلاف ہے اور اگر بلانے میں جناب کو خلاف اس کے کوئی اور علت ہے جس کے لئے شب اور تنہائی کی شرط ضروری ہے تو اس عاجز کو معاف فرمایا جائے۔ لا حول ولا قوّة الّا با للّٰه۔

{ قولہ: کیونکہ اگر اس جماعت فوج اور گروہ موج کے ساتھ ورود ہوگا تو اس ناچیز پر اس قدر ہراس غالب ہو جاوے گا کہ ان کی اوج موج کو دیکھ کر مجھ سے پڑھا بھی نہ جاوے گا۔

{ اقول: کیوں جناب مولوی صاحب ایک عاجز مسافر پر یہ باتیں بناتے ہو اور خدا سے نہیں ڈرتے۔ ڈرو اس خدا سے جس کا یہ ارشاد ہے ما یلفظ من قولٍ الّا لدیه رقیب عتید میں نہیں سمجھتا کہ اس رفتار سے کیا فائدہ آپ کے سمجھ میں آیا ہے اور آپ کے جی میں کیا سمایا ہے

وہ چال چلو جس سے کہ دنیا رہے قائم　کچھ فرض یہی ہے کہ قیامت ہی بپا ہو

اور اگر واقعی جناب پر کوئی خوف غالب ہو گیا ہو تو یہ منجانب اللہ ہے و قذف فی قلوبهم الرعب ہیبت حق است ایں صاحب دلق نیست۔ اور اگر کوئی فوج بھی میرے ساتھ آپ کو دکھائی دیتی ہے اور آپ اس بیان میں سچے ہیں تو وہ ملائکہ منزلین ہوں گے جس کا واللہ عاجز کو علم نہیں ہے اور یہ عاجز ایک حقیر فقیر مسافر ہے۔ نہ یہ مسکین صاحب اوج، نہ اس کے پاس فوج ظفر موج۔ ہاں سیف لسانی اور فوج حق بیانی نعمت خداداد ہے۔ وللہ الحمد

{ قولہ: تقریری مباحثہ ہیچمدان کو اب کسی سے منظور نہیں۔

{ اقول: حضور میں کب اور کس دن یہ جرأت ہوئی تھی کہ کسی سے زبانی گفتگو کی ہو، جو اب ارشاد ہوا کہ منظور نہیں۔ یہ نامنظوری تو حضور کے حق میں ازلی ابدی اور امر فطری ہے۔

{ قولہ: کیونکہ بسبب شیوع تعصّبات نفسانیہ کی تہذیب بھی قائم نہیں رہ سکتی بلکہ منجر

بتباغض وتحاسد ہو جاتا ہے..(الی) .... من جرّب المجرّب فقد حلّت به النّدا مة

} اقول: ذرا اس وقت سچ بولئے گا حضور کو کب اور کہاں تقریری مباحثہ کا اتفاق ہوا جو تجربہ کار ہو گئے خاص کر اس اشتہار کے بعد جو اعلام الناس کے حصہ ۲ صفحہ ۹۹ تا ۱۰۰ میں ہے کبھی کسی مجمع میں گفتگو کا اتفاق ہوا ہو، تو اس سے عاجز کو بھی مطلع فرما دیجئے کہ کہاں ایسا مجمع ہوا اور کس سے جناب کی گفتگو ہوئی، اور کیا خرابی اس میں پیش آئی۔ اور اس عاجز کو تو بارہا یہ موقع پیش آیا ہے اور سال گذشتہ میں بھی چارہ ماہ تک ہفتہ وار پادری جی اے نصرائی سے گفتگو ہوتی رہی جو اپنے مذہب کا ایک جلیل القدر فاضل ہے اور ہر جلسہ میں تخمیناً تین چار ہزار آدمی ہوتے تھے اور اگر چہ یوروپئن افسر بھی دوستانہ طور پر گفتگو سننے کو کئی ایک آجاتے تھے مگر پولیس وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا، اور نہ کبھی کسی جلسے میں باہم مناظرہ کی بدمزگی تک نہ ہوئی، جھگڑا اور فساد تو کیسا۔ اور اسی طرح بمبئی اور مدراس وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے مجمعوں میں عاجز کو گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا، کبھی درشتی تک نوبت نہیں آئی۔ فساد تو کیسا۔ ہاں آپ اپنی حالت کے موافق جو کچھ چاہیں خیال فرما لیں مگر عاجز کا تجربہ تو اس کے خلاف ہے۔ جناب مولوی صاحب یہ تو باتیں ہیں، صاف یہ ہے کہ کبھی جناب کو ایسا اتفاق ہی نہیں ہوا ہمیشہ گھر میں بیٹھے باتیں بنایا کرتے ہو۔ اس وقت یہ حیلے گھڑ لئے اور بہانے کرنے لگے

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا　　تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

ناظرین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امروی صاحب کی تحریر کا بڑا حصہ صرف بے جا اور خلاف واقع اور غلط شکایت یا ظرافت میں اور بہت ہی کم نادرست اور اصل مطلب میں ضائع ہوا ہے اگر مجھ کو یہ خیال نہ ہوتا کہ اکثر احباب کو اسکے جواب کا انتظار رہو گا تو ہرگز اپنی اوقات عزیز کو اس بیکار اور بے سود تقریر کے جواب میں ضائع نہ کرتا۔ بات یہ ہے کہ لمبے چوڑے اشتہار دے کر عوام کو دام میں لانے کیلئے مرزا صاحب کی یہ ایک چال ہے اور یہی طریقہ حضرت نے بھی اختیار کیا ہے ورنہ کیسا مباحثہ تقریری اور کیسا تحریری۔ تقریری کا تو حوصلہ ہی مشکل ہے اور تحریر کا حال بھی ظاہر ہے

اٹھ جا کہاں تلک کوئی باتیں اٹھائے گا　　ناصح تو خود غلط، تری رفتار ہے غلط

} قولہ: آگے رہا تحریری مباحثہ سو وہ بھی ہیچمدان جناب سے کرنا نہیں چاہتا۔ مولوی محمد حسین صاحب لاہوری احقر کے پورے مخاطب ہیں اور نیز مولانا محمد بشیر صاحب درخواست مکرر فرما رہے ہیں، لیکن یہ ہیچمدان پورے طور پر راضی نہیں ہوا، کچھ نیم راضی سا ہو گیا ہے۔

{ اقول : مولوی صاحب عاجز تو آپ کے اشتہار کے موافق تقریر مع تحریر کے لئے حاضر ہوا تھا، یہ علم نہ ہوا کہ آپ کے اشتہار بھی مثل اشتہارات مرزا صاحب کے محض کاغذی گھوڑے ہیں جو ہوا باندھنے کی غرض سے ہوا پر اڑا دیئے جاتے ہیں، ورنہ مباحثہ سے آپ صاحبوں کو کیا کام۔ مگر یہ یاد رہے کہ آپ کا خطاب عام ثابت ہے اور یہ فرمانا آپ کا کہ پورے مخاطب اس کے مولوی محمد حسین صاحب ہیں، کون جان سکتا ہے؟ آپ کی نیت کی کس کو خبر ہے؟ ہاں اس قدر عرض خدمت عالی میں ہے اگر قبول ہو جائے کہ مولوی محمد حسین صاحب پر اس وجہ سے کہ وہ یہاں (بھوپال میں) نہیں ہیں اور ان کا آنا بھی مشکل ہے، پوری عنایت ہے تو عاجز چونکہ حضور کے پاس حاضر وموجود ہے ادھوری تو اس پر بھی عنایت ہونی چاہیے۔

اور چونکہ مولانا محمد بشیر بھی یہاں (بھوپال میں) تشریف رکھتے ہیں اس لئے باوجود مکرر درخواست کے وہ بھی ناکام ہی رہتے معلوم ہوتے ہیں۔

{ قولہ: بحکم آنکہ مان نہ مان میں تیرا مہمان، آپ اصرار ہی فرماتے ہیں۔

{ اقول : مولوی صاحب مہمان بلایا ہوا پیچھے لگا یا ہوا ہے، اب آپ انکار کریں یا نہ مانیں تو یہ امر دیگر ہے۔ کیا آپ کا اشتہار نسبت علماء امصار و دیار نہیں ہے اور کیا آپ کے اعلام میں خطاب عام نہیں ہے۔

{ قولہ: کیا جنگ وجدل سبّ وشتم ہمز ولمز قتل ناحق کا نام مباحثہ ہے۔

{ اقول : مولوی صاحب آپ کو اللہ تعالی کا خوف نہیں ہے آپ میری طرف ایسے جرم کی نسبت کرتے ہوئے خدا سے نہیں ڈرتے جس کا واللہ میں مکتسب اور مرتکب نہیں ہوں۔

انّ الذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما كتسبوا فقد احتملوا بهتاناً و اثماً مبيناً کی وعید آپ کے دل سے بالکل نکل گئی۔ اگر کسی نے آپ سے کہا وہ آپ کا اور میرا دشمن جھوٹا ہے۔ آپ کو بھی بغیر تحقیق کے اس قدر خلاف واقع بیان کرنا بالکل نازیبا ہے۔

{ قولہ: جس امر سے احقر کو فراغت ہو چکی ہے پھر دوبارہ اس امر کے واسطے کیوں طلب کیا جاتا ہوں۔

{ اقول : فراغت ہو چکی تھی تو آخر میں اشتہار کیوں دیئے۔ اس وقت سمجھے نہ تھے یا اس وقت بھول گئے۔ دوسری وجہ آپکے بلانے کی یہ بھی ہے کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ مولوی صاحب خود کردہ را علاجے نیست۔ اگر جناب کی ایسی ہلکی طبیعت تھی تو ہرگز اشتہار نہ دینا چاہیے تھا

{ قولہ: اگر آپ اعلام الناس کا جواب کسی سے تحریر کرائیں گے۔

{ اقول: یہ عادت تو آپ کے جناب مرزا کی ہے کہ وہ آپ سے اور اپنے مریدوں سے بھی تحریر کروایا کرتے ہیں اور عاجز کو تو جو کچھ آتا ہے خود ہی تحریر کر دیتا ہے مگر آپ نے ناواقفیت کی وجہ سے ایسا فرما دیا تو کچھ مضائقہ نہیں۔

{ قولہ: جس بحث میں اس ہیچمدان کی خطا ہوگی بعد تصفیہ ایسے ثالثوں کے جن کو علوم رسمیہ میں پورا دخل ہو، دو اس کے طرف ہوں اور دو اس طرف کے، میں ضرور بالضرور اس خطا سے رجوع کرونگا۔ اللہ تعالی کو اس پر گواہ کرتا ہوں۔ کفی باللّٰہ شہیداً

{ اقول: الحمد للہ کہ آپ اس طرف آئے۔ خدا کرے جو زبان سے کہا آپ کے دل میں بھی ہو اور اگر واقعی یہ بات آپ نے سچ کہی ہے اور آپ کے دل میں بھی ہے تو اپنی طرف سے دونوں ثالثوں کا نام بیان فرمایئے اگر وہ ثالث بالخیر ہوں گے تو میں بھی انہیں پر حصر کر دونگا

اس حال کو پہنچے ترے قصہ سے کہ اب ہم   راضی ہیں اگر اعداء بھی کریں فیصلہ اپنا

لیجئے اب بات بڑھانی کچھ ضرور نہیں آپ ثالثوں کے نام بتا دیجئے، مجھے منظور ہے۔

{ قولہ: حضرت مولوی صاحب اعلام الناس کا جواب دو اور ضرور جواب دو۔ یہی مباحثہ ہو جاوے گا۔ اور پھر دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ وہی مباحثہ ہے، دگر ہیچ۔

{ اقول: جناب محمد احسن امروہی صاحب آپ تو یہیں سے چوکڑی بھولے۔ اعلام الناس کا جواب تو تیار ہے۔ اگر وہ کافی نہ ہوا، تو میں بھی حاضر ہوں۔ مگر آپ کو تو ثالثوں ہی پر قائم رہنا چاہیے۔ ثالثوں کے نام بتایئے اور ضرور بتایئے تاکہ صورت تصفیہ کی ہو جائے۔ اور تحریرات تو اب جانبین سے تاحیات جاری رہیں گی، اس سے کیا ہوتا ہے۔ کوئی سوال بے جواب اور کوئی جواب، بے جواب الجواب نہیں رہ سکتا۔ تصفیہ کی وہی صورت ہے جو جناب نے اول بیان فرمائی ہے اور یہ صورت عاجز کو بدل منظور ہے۔

{ قولہ: منبروں پر بیٹھ کر مجالس وعظ میں غیبت و شتم آبروریزی مومن مسلمان کی کرنے سے کچھ کامیابی نہ ہوگی۔

{ اقول: یہ بات تو درحقیقت ٹھیک ہے لیکن اس کی نسبت عاجز کی طرف غلط ہے۔ اگر ذرا بھی غور کیجئے گا تو جناب کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کا مصداق کون ہے۔ عاجز یا جناب؟ کیونکہ میں بحلف عرض کر چکا ہوں مگر آپ بار بار یہ بے جا شکایت، جو محض بہتان ہے، کیئے جاتے ہیں۔ اب

اس کا فیصلہ انشاء اللہ تعالی فیصلے کے دن ہو جائے گا ترکت حسابی لیوم الحساب ، مگر بہتر ہے کہ آپ غصہ سے درگزر کر کے کچھ عاجز کی بھی سنیں۔

} قولہ: اب چند گزارش در بارہ ادلّہ یازدہ گانہ جناب کے مختصر عرض کرتا ہوں۔

} اقول: بہتر ہے عاجز بھی اسی کو پسند کرتا ہے۔

} قولہ: نمبر ا۔۴۔ الفاظ اعلام اور دعوی میں منجملہ نسبت اربعہ کے کون سی نسبت ہے ..الخ

} اقول نمبر ا۔۴۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ جناب مولوی صاحب اگر حضور گرہ کی نہیں رکھتے تو جواب کے وقت تھوڑی دیر کے لئے کسی سے ادھار ہی لے لیا کیجئے کہ دوسرے کی بات تو سمجھ میں آ جائے۔ عاجز نے اعلام اور دعوی میں کب نسبت مساوات ولفظ اعلام سے آپ کا دعوی ثابت کیا ہے۔ بلکہ نمبر ا تا ۴ ثبوت خطاب عام میں نقل ہوئے ہیں اور وہ اظہر من الشّمس ہے، نہ ثبوت دعوی میں۔ لہذا گزارش ہے کہ نمبر ا تا ۴ واپس لے کر اپنے اول اور عاجز کے دوسرے خط کو دوبارہ ملاحظہ کیجئے اور اب سوچ سمجھ کر جواب عنایت فرمایئے۔

} قولہ ۔نمبر ۵۔ یہ خطاب کس سے ہے ،آپ سے یا مولوی محمد حسین صاحب سے؟ پھر اس میں دعوی کہاں ہے؟

} اقول : جب خطاب عام کا آپ اقرار کر چکے تو اس باب میں اب زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں۔ علاوہ اس کے احسن المناظرین ہونے کا تو آپ کا اقرار ہی ہے تو مولوی محمد حسین صاحب کی کیا خصوصیت ہے، جو جویائے حق آپ کے پاس آئے ،آپ کو اس کی طمانیت لازم ہے۔ اور مدعی بنانے میں مجھے اور کسی قاعدے کے بتانے کی ضرورت نہیں، مرزا صاحب کا الہام آپ کے واسطے کافی ہے۔ دیکھو اشتہار ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو۔ پس جس قاعدہ سے مرزا صاحب نے شیخ الکل سید نذیر حسین محدث کو مدعی بیان فرمایا ہے وہ جناب ملاحظہ کر لیں۔ یہی جواب کافی ہے۔

} قولہ: نمبر ۶ تا ۹

} اقول : اس کو بھی تامل کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے اور عاجز کے خطوط غور سے دیکھئے۔ خاص کر اس خط کا جواب الجواب نمبر ۵ ، اچھی طرح ملاحظہ ہو۔ بعد ملاحظہ کے آپ خود دوبارہ جواب کی تکلیف فرمائیں گے اس میں عاجز کو زیادہ گزارش کی ضرورت نہیں۔

} قولہ: مولوی محمد حسین کے خطاب میں عرض کیا تھا، نہ کہ جناب کے۔

} اقول : ناظرین اب میرے خط نمبر ۲ میں مولوی صاحب کے فقرہ نمبر ۱۰ کو اور میری اس

جگہ کی گزارش کو اور مولوی صاحب کے اس جواب کو مکرر ملاحظہ فرما کر ذرا انصاف فرمائیں کہ مولوی صاحب کے جواب کو اس عاجز کی گزارش سے کچھ بھی تعلق ہے۔ عاجز کیا گذارش کرتا ہے مولوی صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

} قولہ: لیکن بسبب اصرار بار بار کے جناب کو بھی پوری آزادی دی جاتی ہے کہ جواب اعلام الناس کا تحریر کرائیں اور ضرور تحریر کرائیں۔

} اقول: حضرات ناظرین اب مولوی صاحب سے تو انصاف کی امید معلوم۔ آپ ہی انصاف کریں اور عنقریب جواب اعلام الناس بھی شائع ہوا جاتا ہے پھر دیکھیں مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں۔

} قولہ: لیکن جو کوئی صاحب بھوپال میں تشریف لا کر اس فقیر کی آبروریزی کریں..الخ

} اقول: مولوی صاحب نے پھر ڈیڑھ صفحہ اس شکایت بے جا سے بھر دیا مگر میں اس کے جواب میں سوا اس کے اور کچھ نہیں عرض کرتا کہ و اللّٰہ المستعان علی ما تصفون مولوی صاحب جو لوگ آپ کی باتوں کو بلا تحقیق باور کرلیں گے ان کے سامنے تو آپ نے انکار مناظرہ کی ایک صورت دکھا دی مگر جب یہ معاملہ علیم وخبیر کے سامنے پیش ہوگا وہاں کے واسطے بھی کوئی جواب سوچ لیجئے وہاں کیا جواب دو گے۔

} قولہ: باوجود ممانعت اپنی سرکار دامت اقبالہا کیونکر قدم رکھ سکتا ہوں۔ الخ

} اقول: مولوی صاحب جس سرکار عالیہ کا نمک کھاتے ہو اس پر یہ تعصب کی بے جا تہمت لگاتے ہوئے آپ کو خدا کا خوف نہیں آتا؟ سرکار عالیہ بھوپال نے کب مجھ کو یا آپ کو ممانعت کی ہے اور کب ایسا ہوسکتا ہے کہ میں اس ریاست میں آزاد ہوں اور آپ نہیں۔ جس طرح تمام رعایا برٹش گورنمنٹ مذہبی معاملات میں آزاد ہے اسی طرح تمام رعایا گورنمنٹ بھوپال بھی آزاد ہے۔ درباب آزادی مذہب رعایا ملکہ انگلستان اور رعایا ملکہ بھوپال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ آپکا صاف اور صریح بہتان ہے اپنی منعمہ ملکہ پر۔ اگر سچے ہو تو تصدیق کراؤ۔

} قولہ: جناب من میں آپ سے ہارا اور پھر ہارا۔

} اقول: اے حضرت مولوی صاحب یہ مذہبی مذاکرہ ہے یا رندوں کا پھڑ، یا کلب گھر، اس گفتگو میں ہار جیت کا کیا کام؟

} قولہ: میدان اور اکھاڑوں کی یاد و تذکار جناب کے ہی خیال میں بسی ہوئی ہے۔

} اقول: ہاتھوں مہندی، پیروں مہندی، اپنے لچھن اور دن دیندی
جناب عالی جادو وہ جو سر پہ بولے جس کے خیال میں بسی ہوئی ہے اسی کی زبان پر بھی آیا

} قولہ: دہلی میں ایسے میدان اور اکھاڑے بہت کثرت سے ہو چکے ہیں ..الخ

} اقول: حضرت مولوی صاحب دہلی کو امروہے سے کیا نسبت۔ دہلی امروہے اور قادیان کے مقابل کیونکر نیک نام ہو کہ آج تک نہ کوئی دہلی میں جاہل نبی بنا، نہ کوئی عالم اس کا فرشتہ بنا (گو فرشتہ سیرت بہت ہوئے)، نہ دہلی کے حق میں مثل قادیان کوئی آیت قرآن مجید میں نازل ہوئی (دیکھو ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۷۷)۔ واقع میں نیک نام تو اول قادیان ہے اس کے بعد امروہہ کیونکہ وہاں شیخ سدو صاحب کا مقام ہے۔ مگر جناب من سزاوار عتاب تو عاجز ہے دہلی نے کیا قصور کیا جو اس پر یہ عتاب ہو رہا ہے۔

} قولہ۔۱۱۔اس دعویٰ کے لئے دو بینوں کا پتہ نشان دے دیا گیا ہے..الخ

} اقول: چونکہ جناب نے آگے تجارت کا ذکر کیا ہے عاجز کو دو بنیوں کا شبہ ہوا۔ خیر ہوئی کہ فوراً خیال میں آ گیا بیّنوں ہے۔ حضرت اگر اس بیان میں سچے ہو تو قربان علی لکھنوی کے ایک ہزار روپے تو مرزا صاحب سے دلوا دیجئے کہ مجھے بھی دس ہزار کی امید ہو۔ اگر پورے نہ دلوا سکو، آدھے پونوں ہی پر معاملہ کرا دیجئے۔ ان کا اشتہار میں نے آپ کو بھیج دیا ہے۔ ورنہ اس بے جا تعلّی سے کیوں خلق کی نظر میں سبک ہوتے ہو۔ غیر قومیں تم پر ٹھٹھے مارتی ہیں اور تمہیں شرم نہیں آتی۔

} قولہ: یہ دس ہزار پانچ سو روپیہ ہو گیا آپ کی تجارت کی بھی بڑی ترقی ہو جاوے گی اور اگر اطمینان نہ ہو تو حضرت اقدس مرزا صاحب تمسک لکھنے کو بھی کہتے ہیں۔ تمسک لکھوا لیجئے وہ ایک رئیس اور تعلقہ دار ہیں اور حارث آدمی ہیں کسی اپنی جائیداد کو مکفول کر دیں گے۔ الخ۔

} اقول: معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کو ایک رئیس اور مالدار آدمی سمجھ کر آپ ان پر ایمان لائے ہیں اور اپنی طبیعت کے موافق عاجز کو بھی یہ لالچ دلاتے ہیں اعوذ باللّٰہ السّمیع العلیم من وسوسۃ الشّیطان الرّجیم۔ جناب من! میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ یہ سب مرزا صاحب کے ڈھونگ اور ڈھکوسلے ہیں۔ اگر انہوں نے آپ سے کوئی وعدہ کیا ہے تو اپنا اطمینان کر لیجئے ورنہ پچھتایئے گا۔ وہاں سوائے چکنی چپڑی باتوں کے کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ حکیم نورالدین کی عمر اور روزگار میں برکت دے کہ مبلغ بیس روپیہ ماہوار کے علاوہ سینکڑوں روپئے سے مرزا کی مدد کرتے ہیں۔ کیسا تعلقہ، کس کی جاگیر، کہاں کے رئیس، کیسے حارث؟ یہ سب حارث ہی کی سی باتیں

ہیں۔ ذرا ازالہ کے صفحہ ۷۷۷، ۸۷۷، ۹۴۴ کو ملاحظہ فرمایئے مرزا صاحب کیا لکھتے ہیں:

حبی فی اللہ مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیروی۔ مولوی صاحب ممدوح کا حال کسی قدر رسالہ فتح الاسلام میں لکھ آیا ہوں لیکن ان کے مال سے جس قدر مدد مجھے پہنچی ہے کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔..

لیکن پھر بھی انہوں نے بارہ سو روپیہ نقد متفرق حاجتوں کے وقت اس سلسلہ کی تائید میں دیا اور اب بیس روپیہ ماہواری دینا اپنے اوپر واجب کرلیا۔ اور اس کے سوا اور بھی ان کی مالی خدمات ہیں جو طرح طرح کے رنگوں میں ان کا سلسلہ جاری ہے۔

عالی ہمت دوستوں کی خدمت میں گذارش۔ چونکہ طبع کتاب ازالہ اوہام میں معمول سے زیادہ مصارف ہو گئے ہیں اور مالک مطبع اور کاتب کا حساب بے باق کرنے کے لئے روپے کی ضرورت ہے لہذا بخدمت جمیع مخلص دوستوں کے التماس ہے کہ حتی الوسع اس کتاب کی خریداری سے بہت جلد مدد دیں جو صاحب چند نسخے خرید سکتے ہوں وہ بجائے ایک کے اس قدر نسخے خرید لیں جس قدر ان کو خریدنے کی خداداد مقدرت حاصل ہے۔ اور اس جگہ اخویم مکرم مولوی حکیم نور الدین صاحب معالج ریاست جموں کی نئی امداد جو انہوں نے کئی نوٹ اس وقت بھیجے قابل اظہار ہے خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر بخشے۔ ایسا ہی اخویم مکرم فضل دین صاحب بھیروی نے علاوہ اس تین سو روپے کے جو پہلے بھیجا تھا اب ایک سو روپے اور بھیجدیا

مجھے اس امر پر اعتراض نہیں ہے کہ یہ لوگ مرزا صاحب کو دیتے ہیں یا وہ ان سے کیوں لیتے ہیں۔ اس کا دینا ان کے اعتقاد کے موافق سعادت ہے مگر مولوی صاحب کی تعلّی اور لالچ دہی کا جواب ہے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ ازالہ اوہام کی کل لاگت تخمیناً چار سو روپیہ کی ہے اور چار سو روپیہ فضل دین سے آ چکے اور حکیم نور الدین کے نوٹ علاوہ رہے اور فی جلد تین روپے اس کی قیمت رکھی ہے جس کے حساب سے اکیس سو روپے ہوئے۔ اب فرمایئے کہ یہ لالچی کون ہے اور کیسے رئیس اور تعلقہ دار ہیں۔ اگر اس ریاست پر یہ حال ہے تو اور تو میں کچھ نہیں کہتا مگر آپ کے حال پر انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون پڑھتا ہوں۔

{ قولہ: پھر گزارش ہے کہ احقر نے کون سے الہام کو بلا بیّنہ تسلیم کرلیا ہے۔

} اقول: گزارش یہ ہے کہ جناب نے مرزا صاحب کے الہام کو جن بیّنہ سے تسلیم کیا ہے مہربانی فرما کر ان کو بیان کر دیجئے اور براہین احمدیہ کے الہاموں کا حال اکثر تو ظاہر ہوگیا اور ظاہر

ہوتا جاتا ہے اور عنقریب ان شاء اللہ تعالی ظاہر ہو جائے گا۔ اور تاویل بعیدہ تو ہر شخص اپنے کلام کی کر لیتا ہے اس میں مرزا صاحب کی کیا خصوصیت ہے۔

} قولہ: حسن ظن کی تعریف سے ہیچمدان کو آگاہ کیا جائے۔

} اقول: مرزا صاحب کو جو الہام ہو وہ صحیح، اگرچہ قرآن و حدیث کے خلاف ہو۔ مرزا صاحب کے مقابل خدا کا کلام ہو یا رسول کا، اسکی تحریف کرنی، اس کا نام تاویل رکھنا، تمام مسلمانوں کو خلف سے سلف تک غلطی پر بلکہ گمراہ جاننا، مرزا صاحب کی حمایت میں مسلمانوں کو جھوٹا سمجھنا، یہی تعریف حسن ظن کی ہے۔

} قولہ: چند اقوال مولانا اسماعیل شہید کے تقویۃ الایمان سے نقل کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ جناب ان اقوال کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ نمبرا تا ٦۔ الی قولہ ... یہ چند اقوال لکھے گئے اور بھی بہت ایسے اقوال تقویۃ الایمان میں ہیں۔

} اقول: آپ کے بہت سے برادر وہ سب اقوال بھی، جو آپ نے چھوڑ دیئے ہیں، لکھ کر طبع کر چکے ہیں اور اس کے جواب بھی چھپ چکے ہیں۔ دیکھو۔

اور عاجز کو ان اقوال و دیگر آپ کے برادران کے اقوال کے باب میں جو کچھ عرض کرنا تھا وہ رسالہ ہدایت المومنین میں عرض کر چکا ہوں۔ آپ اس کا جواب دیجئے اور ضرور دیجئے عاجز بھی جواب الجواب لکھے گا۔ انشاء اللہ تعالی

دوسری عرض اس باب میں یہ ہے کہ مولانا اسماعیل شہید کو میں کسی درجہ کا بھی نبی نہیں جانتا اور ان کے کلام کو انبیاء کی وحی کی طرح دخل شیطان سے منزہ نہیں مانتا۔ اور آپ کا اعتقاد مرزا صاحب کی نسبت یہی ہے کیونکہ مرزا صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

> عاجز اس امت پر محدث با مر اللہ ہے اور محدث بھی ایک نبی ہی ہوتا ہے اور اس کی وحی بھی انبیاء کی طرح دخل شیطان سے منزہ ہوتی ہے۔ انتہی (دیکھو توضیح مرام ص ۱۸۔۱۹)

لہذا اس صورت میں مرزا صاحب کا کلام آپ پر حجت ہے اور مولانا اسماعیل صاحب کا کلام عاجز پر حجت نہیں۔ میں ان کے کلام کو مثل وحی اور وہ بھی مثل وحی انبیاء کے دخل شیطان سے منزہ ہرگز ہرگز نہیں مانتا بلکہ میرے اعتقاد میں مولانا اسماعیل غیر معصوم تھے اور ان کے کلام میں بھی غلطی کا امکان ہے۔

} قولہ: اور صراط مستقیم میں لکھا ہے.. الخ

اقول : جوا بہ مرّ آ نفاً ۔ جو اقوال صوفیہ کے آپ نے نقل فرمائے ہیں وہ اور ان کے علاوہ اور بہت سے اقوال پادری فانڈر نے مفتاح الاسرار میں نقل کیئے ہیں آپ جواب مفتاح الاسرار کو ملاحظہ فرمالیجئے اور اگر حوصلہ ہو تو اس کا جواب لکھئے ۔ عاجز جواب الجواب لکھے گا ۔ انشاءاللہ

} قولہ : جو اقوال ثمانیہ جناب نے مرزا صاحب کے ازالہ سے نقل فرمائے ہیں وہ یا تو جناب کی خوش فہمی ہے یا محض خلاف نفس الامر ...الخ

} اقول : ناظرین مولوی محمد احسن صاحب کے اس قول کو ضرور یاد رکھیں (یا محض خلاف نفس الامر)، اب اگر مولوی صاحب قصداً جھوٹ نہیں بولے تو ان اقوال ثمانیہ میں سے ایک تو خلاف نفس الامر بتلا دیں گے اور اگر ان میں سے ایک کو بھی مولوی صاحب خلاف نفس الامر نہ فرمائیں گے تو تمہید میں محض خلاف نفس الامر کہہ دینے سے مولوی صاحب کو اپنا جھوٹا ہونا خود قبول کرنا پڑے گا ۔

} قولہ : نمبرا ۔ یہ خطاب نفسانی مولویوں اور خشک زاہدوں سے ہے جو آسمانی دروازوں کو بند کرنا چاہتے ہیں ..الخ

} اقول : یہ اول ارشاد ہو کہ یہ عرض میری محض خلاف نفس الامر تو نہیں ہے؟ جب واقعی ہے تو مجھے کچھ جواب دینے کی ضرورت نہیں ۔ ہاں آپ جیسے خوش فہم لوگوں کے لئے کسی قدر تشریح کی ضرورت ہے ۔

کیوں جناب مولوی محمد احسن صاحب، وہ کون سے مولوی صاحبان ہیں جن کی نسبت مرزا صاحب ایسا فرماتے ہیں :۔

وہ ہی جو مرزا صاحب کو کسی درجہ کا بھی نبی نہیں جانتے ۔

وہ ہی جو مرزا صاحب کی وحی کو انبیاء کی وحی کی طرح دخل شیطان سے منزہ نہیں مانتے ۔

وہ ہی جو حضرت محمد ﷺ کی جسمی معراج کے غلط خیال میں پڑے ہوئے ہیں ۔

وہ ہی جو حضرت عیسی کے معجزوں کو شعبدہ نہیں کہتے ۔

وہ ہی جو مرزا کو استعارہ کے طور پر تثلیث میں شریک نہیں سمجھتے اور نہ مرزا کو ابن اللہ کہتے ہیں ۔

وہ ہی جو حضرت جبریل کا حضرت ﷺ کے پاس آنا بموجب حدیث متفق علیہ بروایت عمر بن الخطاب مانتے ہیں اور ملائکہ کو ارواح کواکب نہیں جانتے ۔

وہ ہی جو لیلۃ القدر کو درحقیقت ایک رات مانتے ہیں اور آیت متضمن ذکر سجدہ آدم کو حضرت آدم ہی

کے حق میں جانتے ہیں۔

وہ ہی جو قادیان کی عزت مثل مکہ شریف اور مدینہ منورہ کے قبول نہیں کرتے۔

وہ ہی جو مرزا صاحب کو مسیح موعود نہیں کہتے بلکہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے ابھی تک منتظر ہیں۔

وہ ہی جو انگریزوں کو دجال نہیں کہتے بلکہ دجال کے حال کو بموجب احادیث صحیحہ کے مانتے ہیں۔

اور ریل کو بموجب ارشاد مرزا صاحب دجال کا گدھا نہیں کہتے جس پر حضرت مرزا صاحب اقدس سفر کیا کرتے ہیں۔

شائد انہیں عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب ان علماء کے حق میں فرماتے ہیں کہ:

میں سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر مومن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے۔ (دیکھو ازالہ اوہام حصہ اول ص ٦)۔

اور آیت و اذ تخلق من الطّین ۔ا لآیۃ کے ماننے والوں کو تھوڑا سا ہیر پھیر کر کے مرزا صاب نے صاف فرما ہی دیا کہ:

ایسے خیال رکھنے والے بلا شبہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں (ازالہ اوہام۔ص ۲۹۷۔۲۹۸)

اسی واسطے تو عاجز نے عرض کیا تھا کہ ہر طبقہ میں دس دس، بیس بیس نہیں تو دو دو، چار چار، تو ایسے مسلمان گنوا دیجئے جو جناب مرزا صاحب کے ہم اعتقاد اور ہم خیال ہوں، تو ماسوا کو پھر دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے۔ مگر افسوس ہے کہ جناب تو دو چار نام بھی ایسے نہیں بتا سکے کیونکہ ایسے اعتقاد کا ایک مسلمان بھی اس تیرہ سو برس میں نہیں گزرا۔ تو اس صورت میں مرزا صاحب اور ان کے دو چار مخلصوں کے علاوہ سبھی کو کافر سمجھنا پڑے گا، نعوذباللہ منھا۔ اور پھر باوجود اس کے کیسی سادگی سے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

مرزا صاحب نے تو کسی مسلمان کو کافر یا مشرک نہیں کہا اور ایک لفظ بھی دشنام کا استعمال نہیں کیا۔ مولوی اسماعیل شہید نے مسلمانوں کو مشرک لکھا ہے، تقویۃ الایمان کو دیکھو۔

} قولہ: آپ کے وعظ میں تو کہیں اس سے زیادہ سخت تر الفاظ ہوتے ہیں ..الخ

} اقول: اگر سچے ہو تو تحقیق کراؤ ورنہ اس قدر جواب میری طرف سے کافی ہے لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین

} قولہ: پھر اس پر طرہ یہ کہ خاص خاص اشخاص کا نام لے کر۔

} اقول: اگر سچے ہو تو خود آ کر یا کسی معتبر کو بھیج کر جامع مسجد (بھوپال) میں کسی معتبر کی

گواہی سے اس کی تصدیق کروا دیتے اور اب سہی۔ مگر مرزا صاحب کا خاص خاص اشخاص کو نام لے کر برا کہنا تو میں ثابت کئے دیتا ہوں اگر ایمان ہے تو شرماؤ گے کیونکہ حیا شعبہ ایمان ہے۔ دیکھو اشتہار ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء جس میں حضرت شیخ الکل کی نسبت لاف وگزاف بکا ہے اور دیکھو تقریر واجب الاعلان ۲۳۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء جس میں علاوہ درشتی کوئی دقیقہ کذب بھی اٹھا نہیں رکھا اور کتاب سجلناہ من عندنا کو بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ اور مولوی اسماعیل علی گڈھی کی نسبت رسالہ فتح الاسلام میں دیکھو کیا لکھا ہے، اور مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے اور مولوی عبدالحق وغیرھم کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اس سب حال سے آپ خبردار ہیں۔ کیوں جناب مولوی صاحب یہی انصاف ہے، یہی حسن ظن ہے، یہی داب مناظرین دین ہے، اسی کا نام تقوی ہے؟ کبر مقتاً عند اللّٰہ ان تقولوا ما لا تفعلون

} قولہ: بعض صاحبوں نے اس کے استغاثہ کا مجھ کو مشورہ دیا.. الخ

} اقول: اگر اللہ تعالی کے مواخذہ پر چھوڑتے تو اس قدر اس بے جا اور غلط شکایت میں اوراق سیاہ نہ کرتے کیونکہ عنداللہ اگر وہ اقوال قابل مواخذہ ہیں تو بغیر آپ کی طول بیانی کے بھی اللہ تعالی مواخذہ کریگا۔ اللہ تعالی ہر شخص کے بیان اور نیت سے واقف ہے ہماری شکایت سے کچھ نہیں ہوتا، وہ ارحم الراحمین مجھ پر اور آپ پر رحم فرمائے، ورنہ ہر بات ہماری قابل مواخذہ ہے۔ و ما ابرّی نفسی انّ النفس لامّارۃ بالسّوء .. (الی) .. انّ ربّی لغفور رحیم ۔

مولوی صاحب اگر یہ ارشاد آپ کا سچ ہے تو بے شک مواخذہ کے قابل ہے اور اگر آپ نے گریز مناظرہ کے حیلہ کیلئے عاجز پر تہمت لگائی ہے تو میری حمایت کو اللہ کافی ہے آپ ضرور استغاثہ کریں، خرچ مجھ سے منگا لیں۔ بے حجت وتکرار پیش کرونگا اور عاجز تو کچھ عرض نہیں کرسکتا۔

جو کچھ آپ فرماتے ہیں اگرچہ یہ بالکل غلط ہے مگر نہ اس کا استغاثہ کرنے کو جی چاہتا ہے نہ یہ منظور ہے کہ میری وجہ سے آپ اللہ تعالی کے مواخذہ میں گرفتار ہوں، یا کوئی کلمہ گو جو مجھ کو کچھ کہتا ہے یا کوئی بدسلوکی کرتا ہے میری یہ خواہش نہیں کہ یوم حساب اس سے مواخذہ ہو۔ اللہ تعالی سب پر رحم فرمائے اور مجھ پر بھی اور اللہ کی حکمت لاملئنّ جھنّم پر میرا ایمان ضرور ہے مگر دل نہیں چاہتا کہ ایک شخص بھی اللہ تعالی کے عذاب میں گرفتار رہو ان تعذّبھم فانّھم عبادک و ان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم ۔

} قولہ: نمبر۲۔ مولوی صاحب ذرا اللہ تعالی سے بھی خوف کرنا چاہیے، یہ تقریر تو کسی

معترض کے اعتراض کی ہے جو مرزا صاحب نے واسطے جواب دینے کے ازالہ میں نقل کی ہے، نہ اس واسطے کہ مرزا کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ بن مریم فی الحقیقت اس اعتراض کے مورد ہیں۔

{ اقول: مولوی صاحب یہ نصیحت تو آپ کی بہت پسندیدہ ہے، اللہ تعالیٰ مجھ کو توفیق عنایت کرے۔ مگر یہ ارشاد آپ کا بالکل غلط ہے، یہ تقریر کسی معترض کے اعتراض کی نہیں ہے۔ اگر آپ کو کچھ بھی حمیت اسلام باقی ہے تو مرزا صاحب سے دریافت کر کے اس کتاب اور معترض کا نام تحریر فرمایئے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتّقوا ..

{ قولہ: اے مولوی صاحب اتّق اللّٰه .. الخ

{ اقول: اے جناب احسن المناظرین صاحب اگر واقعی آپ کو قیامت پر ایمان ہے اور اللہ ورسول سے شرم، تو اول اس معترض اور کتاب کا نام بحوالہ سنہ طبع وصفحہ بتا دیجئے جس میں بقول جناب کے کسی معترض نے حضرت عیسیٰ بن مریم پر یہ اعتراض کیا ہے۔ بعد تصحیح نقل کے جو کچھ لام کاف جناب نے عاجز کے حق میں تحریر فرمایا ہے اور دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں اور بخار نکالا ہے سب بجا اور درست ہے، ورنہ میری طرف سے یہی جواب ہے اتق اللّٰه

{ قولہ: حضرت میں آپ سے ہارا اور پھر ہارا۔

{ اقول: واہ جناب صدقے جایئے آپ کے معلم کے کہ اس سفید ریش پر کیا منا سب الفاظ منہ سے نکلتے ہیں گویا پھول جھڑتے ہیں۔ صحیح عرض کرتا ہوں جناب کے یہ جا و بے جا طعن طنز یہ ٹھٹھول وظرافت عاجز کو کچھ نہ ابھارتی ہے نہ اشتعال کا سبب ہوتی ہے۔ پھر اس سے کیا فائدہ اور یہ جو کہیں کہیں عاجز کے قلم سے کوئی بات نکل گئی ہے یہ جناب ہی کی تقریر کا اعجاز ہے ورنہ عاجز کو اس سے پہلے کبھی اس شکایت وظرافت لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

مردے کو جلاتی ہے تری تازگی تقریر اعجاز کا اعجاز ہے تقریر کی تقریر

{ قولہ۔ نمبر۳۔ یہ اعتراض بھی لا تقربوا الصّلوة سے آگے بڑھا ہوا ہے.. الخ

{ اقول: اے حضرات ناظرین باتمکین اللہ مجھ کو اور آپکو اپنی رحمت عام سے اپنی رضا جوئی کی توفیق دے اور میرے بھائی فرضی مسیحیوں کو بھی قلب سلیم اور دماغ روشن عنایت فرمائے کہ وہ حق و باطل میں تمیز کریں۔ بات یہ ہے کہ میرے مخاطب چونکہ ایک مولوی صاحب ہیں اور وہ بھی فرضی مسیحیوں میں احسن المناظرین اور اپنے مسیح کی تمام تصانیف دیکھے بھالے، اس وجہ سے میرے فہم نے قصور کیا کہ تفصیل کو ضرورت نہ سمجھا۔ مولوی صاحب اب میں حضور کے ذہن کے موافق تفصیل

کہے دیتا ہوں اچھی طرح سن لیں۔

اے ناظرین اس گروہ کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی پر اعتراض کرنا، یا کسی کو برا کہنا، یا اس پر سبّ وشتم کرنا چاہتے ہیں، تو اپنے دل کے بخار نکالنے کیلئے یہ ذریعہ گھڑ لیتے ہیں کہ اول کوئی اعتراض اس کی طرف سے اپنے او پر گھڑتے ہیں، پھر دل کھول کر اس پر سبّ وشتم کرتے ہیں۔ اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ سامعین کے دل میں اس شخص یا اس کے کلام کی وقعت مرزا صاحب سے یا مرزا صاحب کے کلام سے زیادہ نہ دکھائی دے، یا بالکل جاتی رہے۔

چنانچہ مرزا صاحب نے ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شیخ الکل سید محمد نذیر حسین محدث کی نسبت لکھا۔ مولانا صاحب نے ایک لفظ بھی سخت مرزا صاحب کو اپنے کسی خط میں نہیں لکھا تھا۔ خواہ مخواہ مولانا صاحب کی طرف سے اپنی نسبت چند بے جا باتیں تراش کر جناب موصوف پر سبّ وشتم سے اپنا اشتہار بھر دیا۔ پھر اس پر بھی صبر نہ کیا۔ ۲۳۔ اکتوبر کو ایک اور تقریر ان کی نسبت چھاپ دی جس سے مرزا صاحب نے ان کی وقعت کو اپنے زعم باطل اور خیال فاسد میں خلق کے دل سے بالکل اٹھا دینا چاہا تا کہ مرزا صاحب کے مقابل میں مولانا صاحب کی کسی تقریر یا تحریر یا کسی فتوی کا اثر نہ رہے۔ ایسا ہی جناب احسن المناظرین نے عاجز کے مقابل اس بہتان بندی اور افترا پردازی سے خیال کر لیا ہے کہ نصف سے زائد مضمون حضرت کا رنگ برنگ سے اسی میں رنگا ہوا ہے۔ افسوس یہ بھول گئے فللّٰه العزّة جميعاً ۔ اور و تعزّ من تشاء و تذلّ من تشاء ، اور فللّٰه العزّة و لرسوله و للمؤمنين ۔

چونکہ مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے اور اپنے کلام والہام کو مثل وحی انبیاء کے دخل شیطان سے منزہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں اس وجہ سے مرزا صاحب نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آپ مسیح موعود ہیں تو مثل مسیح کوئی معجزہ دکھلایئے۔ اس بنا پر چند اعتراض اپنی طرف سے تراش کر اپنے بیان میں حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کی ایسی صورت دکھائی کہ وہ بالکل بے کار و بے وقعت معلوم ہوں۔ چنانچہ نتیجہ اپنی لمبی چوڑی تقریر کا یہی نکالا ہے کہ یہ عاجز اگر مسیح کے اس فعل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ اور یہ کام مسیح کے ایسے قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام خیال کرتے ہیں، اس کی تفصیل عاجز آگے بیان کرتا ہے انشاء اللہ تعالی۔

اسی طرح جب مرزا صاحب نے اپنی اخلاقی حالت کو اچھا نہ پایا تو اپنے او پر چند

اعتراض فرضی گھڑ کے حضرت عیسیٰؑ پر ایسے اعتراض کئے جن سے عیسیٰؑ کی اس اخلاقی حالت پر، جو قرآن مجید ان کی بیان فرماتا ہے، دھبہ لگ جائے اور بے وقعت معلوم ہو۔

اسی طرح جب اپنی وحی پر غور کی اور اچھا نہ دیکھا تو چند اعتراض فرضی اپنے اوپر کر کے قرآن مجید کے طرز بیان کی اپنے بیان میں ایسی صورت دکھائی کہ مرزا صاحب کی وحی سے اس میں کوئی بہت زیادہ خوبصورتی اور عظمت نہ معلوم ہو۔

گویا یہ دکھایا ہے کہ جو اعتراض مرزا صاحب کے الہام پر اور جو اعتراض مرزا پر ہوتے ہیں وہی حضرت عیسیٰؑ پر بھی ہوتے ہیں۔ اور معجزات تو حضرت عیسیٰؑ کے مکروہ اور قابل نفرت ہیں، مرزا صاحب کی شان اس سے بالا ہے کہ وہ کیوں ایسے مکروہ کام کی طرف توجہ فرمائیں۔

اب بعد اس تمہید کے عاجز مرزا صاحب کے کلام کی تفصیل اور اپنے اعتراض اور مولوی صاحب کا جواب اور اپنا جواب الجواب پیش کر کے ناظرین سے انصاف چاہتا ہے کہ یہ خوش فہمی یا نادانی عاجز کی ہے یا جناب احسن المناظرین کی حسن لیاقت ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنے مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے (دیکھو ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۲۔۱۳)

حقیقت میں یہ نکتہ چینی جناب مرزا کی نسبت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو مگر مرزا نے اس بنا پر قرآن مجید اور عیسیٰؑ اور ان کے کلام پر اعتراضوں کی بوچھاڑ کر دی، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

> کہ اگر ہر ایک سخت اور آزار دہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذاء رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔ (حصہ اول ازالہ اوہام صفحہ ۹۔۱۰)

پھر انجیل شریف کی نسبت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ کسی نبی کے کلام میں ایسے سخت اور آزار دہ الفاظ نہیں ہیں جیسے انجیل میں ہیں۔ (صفحہ ۱۶ حصہ اول ازالہ اوہام)

حاصل یہ کہ ازالہ حصہ اول کے صفحہ ۲ سے ۳۶ تک برابر یہی مذکور ہے جس میں سے کل تو میں نہیں بیان کر سکتا مگر نمونے کے طور پر کچھ تھوڑا سا عرض کرنا بھی ضروری جانتا ہوں۔

مرزا صاحب کے بعض اقوال بطور نمونہ

> قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے

نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کران پر لعنت بھیجتا ہے۔ ایسا ہی کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے، لیکن قرآن شریف نہ صرف حیوان بلکہ کفار اور منکرین کو دنیا کے تمام حیوانات سے بدتر قرار دیتا ہے۔ ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی خاص آدمی کا نام لے کر یا اشارہ کے طور پر اس کو نشانہ بنا کر گالی دینا زمانہ حال کی تہذیب کے خلاف ہے، لیکن قرآن شریف میں بعض کا نام ابولہب اور بعض کا کلب اور خنزیر رکھنا اور ابوجہل تو خود مشہور، ایسا ہی ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کئے ہیں۔ (حاشیہ صفحہ ۲۵۔۲۶۔۲۷ حصہ اول ازالہ اوہام)

پھر ارشاد فرماتے ہیں : اور اس جگہ ایک نہایت عمدہ لطیفہ یہ ہے کہ ولید مغیرہ نے نرمی اختیار کر کے چاہا کہ ہم سے نرمی کا برتاؤ کیا جائے اس کے جواب میں اس کے تمام پردے کھولے گئے۔ (حصہ اول ازالہ اوہام۔ حاشیہ ص ۲۹)

ناظرین آپ کو یاد ہوگا کہ محمد احسن امروہی نے فرمایا تھا کہ یہ تو کسی معترض کی تقریر مرزا صاحب نے جواب دینے کے لئے نقل کی ہے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ مولوی صاحب اس کا نام بتلائیں کہ کس کافر نے کون سی کتاب میں یہ تقریر کی ہے۔ ہرگز مولوی صاحب نہ بتا سکیں گے۔ تو اب ناظرین آپ غور کریں کہ جناب امروہی نے یہ کیسا دھوکہ دینا چاہا ہے کہ جس کی ایک ذرہ اصل نہیں ہے۔ حضرات! مرزا صاحب نے اس لمبی چوڑی تقریر کا یہ نتیجہ نکالا ہے:

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومنین سے مداہنت کی امید مت رکھو (ازالہ حاشیہ ص ۳۳)

اس نتیجہ سے بھی صاف یہ بات نکلتی ہے کہ یہ کسی معترض کی تقریر مرزا صاحب نے نقل نہیں کی، اصل بات وہی ہے جو عاجز نے عرض کی ہے۔ چونکہ مرزا کا بھی یہ دعوی ہے کہ میرا کلام بھی مثل قرآن مجید بے مثل و بے مانند ہے اس لئے مرزا صاحب پر جو نکتہ چینی کی گئی انہوں نے بتلا دیا کہ یہ اعتراض نعوذ باللہ قرآن شریف پر بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں آیا۔ (دیکھو ازالہ اوہام حصہ اول ص ۲۔۳)

یہ ارشاد مرزا صاحب کا مقابل اس آیت کریمہ کے ہے و ان کنتم فی ریبٍ مّمّا نزّ لنا علی عبد نا فأتوا بسورةٍ من مثله ۔ یہ دعوی مرزا صاحب کا بالکل اس مصرع کے مطابق ہے : مینڈکی کو بھی لو زکام ہوا

اب چونکہ جناب مرزا صاحب مسیح موعود یا ان کا مثیل بننا چاہتے ہیں تو اسی طرح اپنی طرف سے اپنے اوپر ایک اعتراض گھڑ کے عیسیٰؑ کے اخلاق اور کلام اور معجزات پر ایسے اعتراض کئے ہیں کہ جس سے یہ نتیجہ پیدا ہو کہ حضرت عیسیٰؑ میں ایسی کوئی بات نہ تھی جو مرزا صاحب میں نہیں ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

مشابہت کیلئے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کئے جاتے ہیں اس بارہ میں، میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں۔ احیاء روحانی کیلئے یہ عاجز آیا ہے اور اس کا ظہور ہوگا، ماسوا اسکے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا (ازالہ۔ ص ۶)

پھر فرماتے ہیں: کہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مریگا (ازالہ حصہ اول ص ۲)

اب اسی اول نکتہ چینی کی بنا پر جو باتیں مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰؑ کی نسبت بتلائی ہیں۔ وہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ کے اخلاق کی نسبت مرزا صاحب کا بیان:

اس جگہ حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ متی باب ۲۳ میں وہ فرماتے ہیں کہ فقیہ اور فریسی موسیٰؑ کی گدی پر بیٹھے ہوئے ہیں یعنی بڑے بزرگ ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہ لوگ یہودیوں کے مقتداء کہلاتے تھے اور قیصر کے دربار میں بڑی عزت کے ساتھ خاص رئیسوں میں بٹھائے جاتے تھے پھر باوجود ان سب باتوں کے انہیں فقیہوں اور فریسیوں کو مخاطب کر کے حضرت مسیح نے نہایت غیر مہذب الفاظ استعمال کئے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ان یہودیوں کے معزز بزرگوں نے نہایت نرم اور مؤدبانہ الفاظ سے سراسر انکساری کے طور پر حضرت مسیح کی خدمت میں یوں عرض کی .... الی قولہ.... اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ وہ ان معزز لوگوں کو ہمیشہ دشنام دہی کے طور پر یاد کرتے رہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ: مسیح کا یہ کہنا سچ ہے کہ میں نیک نہیں ہوں۔

پھر لکھتے ہیں: مسیح کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے اور انجیل سے ثابت ہے کہ اس سخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے مارنے کیلئے پتھر اٹھائے اور سردار کاہن کی بے ادبی سے حضرت مسیح نے اپنے منہ پر طمانچے بھی کھائے (ازالہ حاشیہ ص ۹۔۱۶)

عاجز نے مرزا صاحب کے ان تمام بیانات کی نسبت اپنے خط نمبر۲ میں صرف یہ لکھا ہے کہ افسوس اب غیر قومیں کیا کہیں گی۔ میری غرض ان الفاظ سے صرف اسی قدر ہے کہ جس رنگ سے مرزا صاحب نے بیان فرمایا ہے اس سے غیر قومیں فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ مثلاً ایک منکر قرآن کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کی سخت بیانی کی نسبت مرزا صاحب، جو مسلمان ہیں، نے یہ بیان ہے (یاد رہے کہ یہ مرزا پر فتوی تکفیر سے قبل کی تحریر ہے۔ بہاء)، یہودی کہہ سکتا ہے کہ ایک مسلمان کا مسیح کے معجزات اور ان کی اخلاقی حالت کی نسبت یہ بیان ہے۔ اب ناظرین غور فرما سکتے ہیں کہ اس قدر اس محل پر اس عاجز کا عرض کرنا بے جا ہے یا بجا۔ اور مولوی صاحب کا اس موقع پر عاجز کی نسبت یہ غصہ اور طول کلامی درست ہے یا سراسر تحکم۔

} قولہ: ایّھا النّاظرون ذرا ازالہ کو دیکھنا چاہیے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کیا لکھتے ہیں۔ واضح ہو کہ کوئی معترض حضرت اقدس مرزا صاحب پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ تمہارے کلام میں سبّ وشتم ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب اس کا جواب یہ دیتے ہیں ..الخ

{ اقول: اے جناب محمد احسن صاحب ذرا ہوش میں آکر بات کرو۔ دوبارہ میرے خط نمبر۲ کو ملاحظہ فرماؤ۔ عاجز نے یہ کب لکھا ہے کہ مرزا صاحب کسی کے جواب میں نہیں لکھتے۔ میرا اعتراض تو مرزا کی طرز ادا پر ہے۔ کیا جب کوئی ہم کو کہے کہ تم گالیاں بہت بکتے ہو تو معاذ اللہ ہم کو یہ جواب دینا چاہیے کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے بھرا ہوا ہے لا حول ولا قوّۃ الّا باللّٰہ۔

مجھے یاد آیا کہ دہلی میں ایک صاحبِ مطبع پر لذت النساء کے چھاپنے پر مقدمہ فوجداری قائم ہوا۔ فرد جرم قرار داد لگائی گئی۔ بحث کے وقت اس بے حیا ملزم نے مجسٹریٹ کے روبرو آیہء حرث بیان کر کے کہا کہ قرآن مجید میں بھی فرج اور آسنوں کا ذکر ہے۔ مجسٹریٹ نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ سو روپئے جرمانہ اصل جرم کی سزا میں اور بیس روپئے جرمانہ بابت اس جرم کے کہ ملزم نے ہمارے مواجہ میں قرآن شریف کی نسبت گستاخی کی۔

ناظرین اس نصرانی مجسٹریٹ کے انصاف کو ملاحظہ فرمایئے اور مولوی صاحب کی دلیری کو کہ کس جوش کے ساتھ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: مرزا صاحب پر کوئی معترض اعتراض کرتا ہے کہ تمہارے کلام میں سبّ وشتم ہے۔ مرزا صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔، استغفر اللہ! خوش اعتقادی اور خوش فہمی احسن المناظرین کی کس حد تک پہنچی ہے۔

} قولہ: نمبر۴۔ یہ بھی بجواب معترض کہا گیا ہے۔

} اقول۔ جوابہ مرّ آنفاً

} قولہ: نمبر ۵۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ جو شخص بحوالہ آیت انّی اخلق لکم من الطّین کے یہ اعتقاد رکھے ...الخ

} اقول: مولوی صاحب بحوالہ آیت کسی مسلمان، خاص کر کسی موحد، نے کسی کتاب میں یہ اعتقاد اپنا یا کسی کا بیان کیا ہو، تو اس کا حوالہ صحیح دیجئے۔ یہ تو آپ کی اور آپ کے مرزا کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ کسی تاریخ ہی سے یہ ثابت کر دو کہ کبھی کسی زمانہ میں موحدین کا بحوالہ اس آیت کے یہ اعتقاد تھا۔ ورنہ ان گپوں کے لگانے سے کیا حاصل۔ اصل مقصود آپ کے مرزا کا حضرت عیسیٰؑ کے معجزات پر حملہ کرنا ہے۔ اب کوئی بہانہ تو ضرور چاہیے لہذا خوئے بدرا بہانہ بسیار، یہ بات گھڑ لی جس کی کوئی اصل دنیا کے تمام اہل اسلام میں خاص کر موحدین کی ذات میں تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ قیامت تک ثابت نہ کر سکیں گے۔ جب یہ بات غلط ہوئی تو آپ کا اس آیت کریمہ پر اور معجزات حضرت عیسیٰؑ پر اعتراض غلط بر غلط، اور اس بنا پر مسلمانوں کو بحوالہ آیت مشرک اور خارج از دائرہ اسلام کہنا بھی غلط۔ اور مولوی محمد اسماعیل شہید نے جن کو مشرک فرمایا ہے ایسے تو لاکھوں ہندوستان میں تھے اور اب بھی ہیں۔ شیخ سدو کے ماننے والے تو آپ ہی کے وطن میں ہزاروں موجود ہیں۔ اور اس پر بھی میں عرض کر چکا ہوں کہ مولوی اسماعیلؒ کو میں کسی درجہ کا بھی نبی نہیں جانتا، انکے کلام کو وحی بھی نہیں سمجھتا، چہ جائیکہ اس وحی کو دخل شیطان سے منزہ سمجھوں۔ پھر ان کا قول مجھ پر کیونکر حجت ہوسکتا ہے۔ آپ ناحق بار بار انکے حوالہ کی تکلیف فرماتے ہیں۔

ناظرین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا صاحب نے خود ہی اعتراض گھڑ کے اہل اسلام پر اور آیت قرآن پر اور حضرت عیسیٰؑ کے معجزات پر حملہ کر دیا، تا کہ یہ آیت اور اس کے ماننے والے اور یہ معجزات، جن کا اس آیت میں ذکر ہے، سب بے وقعت معلوم ہونے لگیں۔ اور مرزا صاحب کے مقابل کوئی شخص یہ آیت پیش نہ کر سکے۔ چنانچہ اس کا جواب کسی قدر تفصیل سے عاجز مولوی صاحب کے جواب الجواب نمبر ۶ میں بیان کرتا ہے۔ یہاں اس قدر کافی ہے کہ مرزا صاحب کا مطلب دیگر ہے اللّٰھم اھد نا الصّراط المستقیم

} قولہ: ۶۔ کیا مجازی طور پر اور عرفاً کسی مربّی کو باپ نہیں کہہ دیا کرتے۔ یہ کیا ضرور ہے کہ باپ کے لفظ سے حقیقی باپ مراد ہو...(الی قولہ)....مرزا صاحب نے مجازاً یوسف نجار کو عیسیٰؑ کا باپ لکھ دیا ہے۔

{ اقول: آپ اس قدر تکلیف کیوں فرماتے ہیں۔ میرے نمبر ے کو ملاحظہ فرمایئے جس میں آپ کے مسیح کا اظہار میں نے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

دس بارہ برس پہلے میرا بھی یہی اعتقاد اور خیال تھا جو سب مسلمانوں کا ہے۔

بس اب جناب مولوی صاحب آپ کو مرزا صاحب کے دوسرے اقوال نقل کرنے اور زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں، یہ جواب کافی ہے جو مرزا صاحب نے اپنے اظہار میں اپنے قلم سے لکھا ہے کہ دس بارہ سال پہلے یہی اعتقاد تھا، اب بدل گیا۔ اس میں کسی کا کیا زور کیونکہ ازالہ مرزا صاحب کا اب تیار ہوا ہے۔

اور ایک یہ بھی جواب ہے کہ نیچریوں، آریوں، یہودیوں وغیرہ کے سمجھانے کو یہ بات لکھ دی ہے کہ مسیح یوسف نجار کا بیٹا ہے اور کوئی مسلمان دریافت کرے تو کہہ دیا کہ مجازی طور پر لکھا ہے۔ دوسرے مقاموں میں دیکھ لو۔ چنانچہ خواجہ یوسف صاحب وکیل علی گڈھ سے ۲۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کی شب کو جو زبانی گفتگو مرزا صاحب کی ہوئی اس کے سننے والے ابھی زندہ ہیں۔

لیجئے مولوی صاحب دو جواب تو میں نے بتا دیئے۔ اب حضور کو عاجز کے مقابل تو جواب لکھنے کی تکلیف اٹھانی عبث ہے، ہاں بہت سے بھولے ناواقف ایسے بھی ہوں گے جو آپ کے ان ابلہ فریب باتوں پر فریفتہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالی اپنے فضل وتوفیق سے بچائے۔

{ قولہ: آگے رہی بحث معجزات کی کہ فن نجاری میں بھی کوئی معجزہ واقع ہوسکتا ہے یا نہیں۔ سو گذارش یہ ہے کہ فن نجاری کوئی معیوب فن نہیں ہے۔

{ اقول: عاجز نے تو معیوب نہیں لکھا بلکہ معناً یہ لکھا ہے کہ جو اسے معیوب سمجھے اور کسی کی عزت پر یہ لفظ کہہ کر داغ لگانا چاہے کہ فلاں بڑھئی کا لڑکا ہے، اس کی کیا عزت؟ تو یہ کہنے والا خارج از عقل و دین ہے۔ خاص کر اس صورت میں کہ وہ بڑھئی کا لڑکا ہو بھی نہیں، تو اس شخص نے جھوٹ بھی بولا۔ یہ تو جناب کی عبارت اردو میں، اور وہ بھی ایسی موٹی بات میں، خوش فہمی ہے کہ آپ یہ فرماتے ہیں کہ فن نجاری معیوب نہیں۔

ناظرین اب میں آپ کو مرزا کی عبارت سناتا ہوں اور مولوی محمد احسن کو اس اللہ تعالی بزرگ و برتر کی قسم دے کر، جس کے قبضہ قدرت میں ہدایت وضلالت عزت و ذلت ہے، یہ کہتا ہوں کہ میرے وہ الفاظ نقل کر کے بتائیں جن سے میں نے فن نجاری کے معیوب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہو، یا ان سے ضمناً یہ اشارہ پیدا ہوتا ہو۔ اگر مولوی صاحب نقل نہ کرسکے، اور ضرور نقل نہیں

کر سکیں گے، تو آپ کو میری تمہید بالا کے یقین کرنے میں کوئی شبہ کا موقع نہ رہے گا، اور اس گروہ کی عادت سے واقف ہو جاؤ گے اور میرے خط نمبر ۲ میں مرزا صاحب کے فقرہ نمبر ۶ کو اور وہاں جو کچھ میں نے اپنی رائے لکھی ہو آپ خود ملاحظہ کرلو، پھر مولوی صاحب کے جواب اور عاجز کے جواب الجواب کو دیکھو اور انصاف کرو۔

ہاں اب میں چند اعتراض کرتا ہوں، مولوی صاحب ان اعتراضوں کو اٹھائیں۔

قرآن میں اللہ نے عیسیٰؑ کا یہ قول نقل فرمایا ہے انّی اخلق لکم من الطّین کھیئۃِ الطّیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن اللّٰه (میں بنا دیتا ہوں تم کو مٹی سے صورت جانور کی پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جائے اڑتا ہوا جانور اللہ کے حکم سے) (آل عمران)۔

حضرت عیسیٰؑ کے اس قولی کی نسبت مرزا صاحب کا عرفان یہ ہے:

ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید نہیں کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں کثرت سے ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں ...(الی قولہ) .... ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزم طریق سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت، ظہور میں آسکیں۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۴۔۳۰۵ حصہ اول) (اب لہو ولعب کل معجزوں کی نسبت فرما دیا)

ناظرین آپ نے سمجھا کہ اس تقریر سے مرزا صاحب کا مقصد صرف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات جس کا وہ دعوی فرماتے ہیں ایسی وقعت کے قابل نہیں کہ مرزا صاحب اس طرف توجہ فرمائیں کیونکہ لہو ولعب سے اور مرزا صاحب سے کیا تعلق۔ مرزا کی شان تو اس سے بالا واعلی ہے اسی محل پر واسطے بے وقعت دکھانے ان معجزات کے ایک یہ تقریر بھی مرزا صاحب فرماتے ہیں:

تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنیوالے تھے

(ازالہ اوہام۔ ص ۳۰۲)

اور اسی موقع پر مرزا صاحب نے یہ بھی تقریر اپنی غرض کے ثبوت میں گھڑ دی:

حضرت مسیح بن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی

کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے کہ جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے (ازالہ ص ۳۰۲)

حاصل ان تمام تقریروں کا مرزا صاحب نے یہ نکالا ہے :

بہرحال مسیح کی یہ تربی کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں ہے جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا ہوں کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا۔ (ازالہ اوہام)

ناظرین! اب تو آپ کو راز دلی اور مقصد اصلی مرزا صاحب کا معلوم ہو گیا۔ لو حضرت مولوی صاحب! جب تو کوئی اعتراض میں نے نہیں کیا تھا، اب جناب کے دل بہلانے کے لئے کچھ عرض کرتا ہوں اور اب کے جواب الجواب میں انشاء اللہ پوری تفصیل کر دونگا۔

اعتراض اول : مسیحؑ کو یوسف نجار کا بیٹا کہنا جھوٹ ہے اور خلاف کتاب وسنت ہے خواہ کسی نیت سے کہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی کنیت ابوعیسیٰ مت رکھو۔ جب حضرت ﷺ اس قدر بھی منع کریں تو مرزا صاحب کا مجازاً یہ کہنا اور آپ کا ان کی حمایت کرنا سب مردود ہے۔

اعتراض دوم : حضرت عیسیٰؑ کو بڑھئی کہنا خلاف کتاب وسنت ہے۔ اگر سچے ہو تو کتاب و سنت سے ثابت کرو۔ ورنہ خدا سے شرماؤ۔

اعتراض سوم : بڑھئی کا کام کاٹ اور لوہے سے متعلق ہے اور حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں کہ میں مٹی کی چڑیا اڑتی ہوئی بناتا ہوں۔ اگر کمہار کے کام سے زیادہ مشابہت کے سبب سے یہ الزام حضرت عیسیٰؑ پر مرزا صاحب لگاتے تو زیادہ بیوقوفی نہ ظاہر ہوتی، کجا نجاری اور کجا مٹی کا کام؟ قادیان اور امروہے میں ایسے بڑھئی ہوں گے جو کمہار کا کام بھی جانتے ہوں۔ اصل بات یہ ہے :

دروغ گورا حافظہ نباشد

اعتراض چہارم : کسی تاریخ سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کے وقت شعبدہ بازی اور صنعتوں کا زور تھا، اگر سچے ہو تو اس تاریخ کا حوالہ مع سنہ طبع وصفحہ وسطر بتلا دو ورنہ افتراء سے توبہ کرو۔

اعتراض پنجم : مرزا صاحب کا یہ قول واعتقاد کہ کل کے ذریعہ سے یا صنعت وحرفت کے طور پر یا شعبدہ اور نیرنجات کے ذریعہ بطور لہو ولعب حضرت عیسیٰؑ یہ معجزات دکھاتے تھے، بالکل

غلط اور مخالف کتاب اللہ ہے۔ تمہارے مرزا صاحب کی اس ساری تقریر کا اللہ تعالیٰ رد فرماتا ہے کہ مرزا غلط کہتا ہے۔ مسیح کے معجزات میں جس قدر صورتیں مرزا نے بیان کی ہیں وہ سب غلط ہیں۔ عیسیٰؑ نہ صنعت و حرفت جانتا تھا، نہ شعبدہ باز تھا، نہ نیرنجات کے طور پر نہ مسمریزمی طریق پر بطور لہو ولعب یہ کام کرتا تھا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ وہ کام کرتا تھا ہمارے فضل اور ہماری قوت سے کرتا تھا۔ اور وہ کیا کرتا تھا اور کیا کر سکتا تھا؟ جو کچھ کرتے تھے ہم کرتے تھے۔ عیسیٰ ہمارا ایک خاص بندہ تھا جس کو ہم نے سرفراز کیا اور اپنے خزانہ سے یہ نعمت عنایت کی جو کوئی اس کے خلاف کچھ کہتا ہے وہ ہمارا مخالف ہے اور جھوٹا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ جل شانہ:

اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک و علی وا لدتک ۔ اذ ایّدتک بروح القدس، تکلّم النّاس فی المھد و کھلا ، و اذ علّمتک الکتاب و الحکمة و التّوراة و الانجیل، واذ تخلق من الطّین کھیئة الطّیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی و تبریء الاکمه و الابرص باذنی ۔ واذ تخرج الموتی باذنی ۔ و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنک اذ جئتھم با لبیّنات فقال الّذ ین کفروا منھم ان ھذا الّا سحر مّبین (جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ، مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب مدد کی میں تجھ کو روح پاک سے۔ تو کلام کرتا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور پکی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر دم مارتا تو اس میں تو ہو جاتا جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ کے اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب تو نکال کھڑے کرتا مردے میرے حکم سے اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو انکے پاس نشانیاں لایا تو جوان میں کافر تھے کہنے لگے کہ اور کچھ نہیں یہ تو جادو صریح ہے۔ مائدہ)

اعتراض ششم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ماسوا اس کے کوئی بات نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات سحر ہیں۔ ذرا اچھی طرح پھر سن لو:

فقا ل الذین کفروا منھم ان ھذا الّا سحر مّبین

اور مرزا کی حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کی نسبت ایک یہ بھی رائے ہے:

ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق

سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت، ظہور میں آسکیں۔ (ازالہ اوہام ص ۳۰۵)

اب کان کھول کر سنئیے! مسمریزم سحر کو کہتے ہیں۔ دیکھو طلسمات فرنگ و تاثیر الانظار و تاثیر القلوب، کتب علم مسمریزم سب متفق ہیں کہ مسمریزم سحر ہے اور اس کے آلہ کا نام کرسٹل جادو ہے اور اس کے بہت اقسام ہیں اور بہت طریقے ہیں اب کے جواب الجواب میں ان شاء اللہ تفصیل کروں گا۔ جناب احسن المناظرین صاحب! مرزا صاحب کی حمایت میں ہتھیار باندھئے اور اللہ ورسول سے لڑائی کی تیاری کیجئے۔ اب فقط باتوں سے مرزا صاحب کی حمایت نہ ہو سکے گی۔

} قولہ۔ مولوی صاحب گستاخی معاف، آپ کو حقیقت خوارق عادت کی معلوم ہی نہیں کہ کیا چیز ہیں۔

} اقول: مولوی صاحب معلوم کہاں سے ہوں؟ نہ دہلی میں کوئی نبی بنا، نہ کسی پر وحی آئی۔ ہاں اہل سنت کے علماء نے جو عقائد کی کتابیں لکھی ہیں شاید چھوٹی بڑی ۲۳، عاجز کی نظر سے گذری ہیں۔ ان میں جو کچھ لکھا تھا دیکھ لیا۔ اور چھوٹی بڑی کوئی چالیس تفسیریں بھی عاجز کے پاس ہیں، ان میں بھی جہاں کہیں جس موقع پر جس تفسیر میں یہ بحث آگئی دیکھ لی۔ تفسیر کبیر میں تحت آیت یعلّمون النّاس السّحر، جو کچھ امام رازیؒ نے خوارق عادت کا حال لکھا ہے یا اس موقع پر فتح العزیز میں مولانا شاہ عبدالعزیز نے لکھا ہے یا جو مدارک میں السّحر حقیقة عند اهل السنّة کثر هم اللّه تعالی ... الی آخره، لکھا ہے دیکھ لیا۔ ان کے سوا سرّ مکتوم وغیرہ بھی دیکھی ہیں مگر مرزا صاحب کی طرح نہ مجھ کو الہام ہوا نہ ایسا کشف ہوا پھر حقیقت معلوم ہو تو کیونکر۔

} قولہ: تمام کمل اولیاء اور صلحاء کے نزدیک خوارق عادات کشوف اسرار شرعیہ والہامات عینیہ ومکالمات الہیہ کے بڑی نفرت کی چیز ہیں.. الخ

} اقول: تصوف میں نفحات، رشحات، انہار اربعہ، فتوح الغیب، کشف المحجوب، مرآۃ الاسرار، درمنظوم، علم الکتاب، سرچشمہ رحمت، سلسلۃ الذہب، فصوص، نصوص اور اکثر بزرگوں کے ملفوظات ومکتوبات وغیرہ عاجز کی نظر سے گزرے ہیں مگر واقعی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کا الہام نرالی چیز ہے۔ افسوس کہ جناب نے بھی بہت سا زور مارا مگر کوئی عبارت ایسی پیش نہ کی جس سے مرزا صاحب کے مضمون کی کچھ تائید ہوتی۔ اور جو عبارت مجالس الابرار کی آپ نے لکھی ہے وہ نہ آپ کے لئے مفید اور نہ عاجز کے لئے مضر۔ اور منصب امامت کی عبارت تو سراسر عاجز کے لئے مفید ہے، نہیں معلوم اس کی عبارت سے دو صفحے آپ نے کیوں بھر دیئے۔ حضرت! آپ جواب

الجواب نمبر ۶ کو آپ دو بارہ ملاحظہ فرمائیں مرزا صاحب پر جو اعتراض ہیں ان کو اٹھائیں ۔ یہ ساری تقریر تو آپ کیلئے مفید اور عاجز کے لئے مضر اس وقت ہوتی اگر یہ عاجز کہتا کہ نبی کیلئے معجزہ اور ولی کیلئے کرامت لازی اور ضروری چیز ہے ۔ میں نے تو یہ عرض کیا ہے اور کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کو شعبدہ کہنا ، یا یہ کہنا کہ وہ آلات وادوات کے ذریعہ سے ایسے معجزے دکھاتے تھے جو خرق عادت نہ تھے اور یہ کہنا کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کے یہ معجزات مکروہ اور قابل نفرت نہ ہوتے تو یہ عاجز ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا ، قابل اعتراض ہے ۔ آپ کمل اولیاء یا صلحاء کے اقوال میں سے ایک قول بھی ایسا نقل کر دیتے جیسا کہ مرزا صاحب کا ارشاد ہے تو البتہ قابل التفات ہوتا ۔ منصب امامت کی عبارت جو آپ نے نقل فرمائی ہے اس کا مطلب تو صاف یہ ہے کہ افعال باستعانت ادوات وآلات ہوں وہ خرق عادت میں داخل نہیں ہو سکتے اور یہ ظاہر ہے کہ جو افعال انبیاء یا اولیاء سے صادر ہوتے ہیں اسی قسم کے بلکہ اس سے بھی اقوی واکمل ارباب سحر و اصحاب طلسم سے بھی ممکن الوقوع ہیں مگر ظہور ان کا مقبولین سے از قبیل خرق عادت ہے اس لئے کہ ظہور ان کا بغیر ادوات وآلات محض بقدرت الٰہی بنا بر تصدیق مقبولان بارگاہی ہوتا ہے اور ارباب سحر واصحاب طلسم کے وہ افعال بذریعہ ادوات وآلات ہوتے ہیں ۔ اور مرزا کا یہی بیان ہے کہ وہ نجاری کرتے تھے اس لئے بقوت نجاری یا کسی کل کے ذریعے سے چڑیاں بنادی ہوں گی یا بطریق شعبدہ مسمریزم کی قوت سے ایسا کیا ہوگا تو اس عبارت سے آپ نے پورا پورا مرزا کو ملزم ٹھہرا دیا اور میرے اعتراضوں کی تائید کردی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس عبارت کو بخیال ملاحظہ ناظرین میں بھی نقل کئے دیتا ہوں ۔ وھو ھذا (یہ فارسی عبارت حذف کردی گئی ہے ۔ بہاء)

} قولہ : اور عمل الترب یا تربی کارروائی کا ترجمہ جو جناب نے بین السطور میں شعبدہ لکھا ہے یہ ایک محض افتراء بہت اور اتہام ہے ۔ آپ پر لازم ہے کہ یا تو حضرت اقدس مرزا صاحب کے کلام میں کسی جگہ یہ ثابت کریں ورنہ ایسے افتراؤں سے کیا ہوتا ہے ۔

} اقول : جناب مولوی صاحب یوں لکھنا چاہیے تھا کہ اگر ثابت نہ کیا تو تم پر افتراء و اتہام کا الزام عائد ہوگا ۔ نہ یہ کہ بے تحقیق پہلے ہی ملزم ٹھہرا دیا ۔ ہاں حضرت میں بھولا ، تحقیق کرنا تو جناب کے قاعدہ کے خلاف ہے ۔ لیجئے حضرت مرزا کے کلام سے ثبوت لیجئے ۔ آپ تو ایسے بھولے بن جاتے ہو کہ گویا مرزا صاحب کا کلام دیکھا ہی نہیں ۔ خیر ملاحظہ فرمائیے :

اب جاننا چاہیے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ

کی طرح صرف عقلی تھا۔تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے ان کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے ان کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے ...الی قولہ ...سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے سے کسی طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو کیونکہ مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔(حصہ اول ازالہ اوہام حاشیہ ص۳۰۲۔۳۰۳)

مولوی صاحب ذرا ان الفاظ کو غور سے دیکھئے (کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے، اور، دراصل بے سود، اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے) اور پھر اس کی تصریح کو بھی غور فرمائیے گا (حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے ..الخ)۔اب ذرا ازالہ اوہام کو اوپر نیچے سے اچھی طرح دیکھ کر آپ ہی فرما دیجئے کہ کیا اس سے زیادہ ثبوت کی ضرورت ہے؟

} قولہ: اگر آپ نے ترب بالکسر پڑھا ہے تو اس کے معنی بھی ہرگز شعبدہ کے نہیں ہیں۔ لغت میں تو اس کے معنی ہم زاد و ہم عمر کے ہیں ..الی قولہ ... اگر عمل الترب بالضم آپ نے پڑھا ہے تو اندریں صورت سب نزاع فیصل ہو گیا۔

} اقول: مولوی صاحب واقعی آپ ایسے ہی بھولے ہو، جیسے باتیں کر رہے ہو یا اس ناچیز کو بے حقیقت سمجھ کر یہ بھلا وا دیتے ہو یا ظرافت کرتے ہو۔حضرت ازالہ اوہام آپ کے پاس ہے مرزا صاحب نے اس پر موٹے موٹے اعراب لگا دیئے ہیں اور اس کے معنی بھی وہیں بتا دیئے ہیں اندریں صورت ان باتوں کی کیا ضرورت ہے صفحہ ۳۰۵ حاشیہ حصہ اول ازالہ پھر ملاحظہ فرمالیجئے۔

} قولہ: عوام الناس بلکہ بعض خواص اہل اسلام کے دلوں میں یہ اعتقاد راسخ ہے کہ حضرت

مسیح کے معجزات حضرت خاتم النبیین افضل المرسلین ﷺ کے معجزات سے بڑھے ہوئے ہیں۔

{ اقول: ھذا بھتان عظیم ۔اگر آپ سچے ہو، تو بتاؤ کس نے لکھا ہے اور کہاں لکھا ہے اور اس کتاب کا نام کیا ہے؟

{ قولہ: اور نصاری تو انہیں معجزات کے سبب حضرت مسیح کو صفات الوہیت میں شریک کرتے ہیں اور اسی معنی کی رو سے ابن اللہ کہتے ہیں۔

{ اقول: یہ بھی غلط ہے، اور اگر نصاری کا ایسا غلط خیال ہو بھی تو کیا اس کا یہ جواب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ان معجزات کی نفی کر دی جائے۔

{ قولہ: اور تیسرا فرقہ نیچریہ اور آریہ سماج وغیرہ معجزات انبیاء سے محض منکر ہے۔

{ اقول: تو ان کے انکار کی وجہ سے معجزات کو ایسا بیان کرنا کہ ان کا اعجاز جاتا رہے، تو سمجھانے کی خوبی کیا ہوئی۔

{ قولہ: اگر حقیقت معجزات کو ایسا کشف فرما دیا جو سب کے گلے اتر جائے اور کوئی بھی انکار نہ کر سکے تو کیا مظنہ طعن ہے۔

{ اقول: حضرت مرزا صاحب نے حقیقت معجزات کو ان کے گلے کیا اتارا بلکہ ان کا انکار مرزا صاحب کے گلے اتر گیا۔

{ قولہ: اول آپ تقویۃ الایمان وغیرہ کا ردّ فرما لیجئے۔

{ اقول: کیوں حضرت یہ کیا سوجھی؟ تقویۃ الایمان نے کیا قصور کیا ہے۔ پہلے آپ اس کے اقوال کو خلاف کتاب وسنت ثابت کر دیجئے، پھر ردّ کرنے کی درخواست کیجئے گا۔

{ قولہ۔نمبر ۸

{ اقول: اس نمبر کے جواب میں چونکہ عاجز کو کچھ بحث متعلق باحادیث شریف کرنی ہے لہذا یہاں سے مولوی صاحب اس بحث کو روکھا پھیکا سمجھیں یا اپنے مذاق کے خلاف اور متوجہ ہوں یا نہ ہوں مگر میں خیال ادب آپکے مذاق کے موافق عبارت لکھنے سے معذور ہوں، معاف کیا جائے۔

{ قولہ: احادیث متفقہ علیہ سے اعلام حصص سابقہ میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مسیح ابن مریم جو آنے والا ہے وہ اس امت میں سے ایک امام ہوگا۔

{ اقول: پہلے اس سے کہ آپ کا جواب لکھا جائے توضیح مطلوب کے لئے عاجز آپ کی نظر مباحثہ دہلی کے صفحہ ۱۶۹ کی عبارت نقل کرتا ہے و ھو ھذا:

پس ثابت ہوا کہ مخبر صادق نے یہ خبر ہی نہیں دی کہ مسیح ابن مریم جو اس امت میں آنے والا ہے وہی عیسیٰ بن مریم بنی اسرائیلی آوے گا جو نبی و رسول بنی اسرائیل کا تھا بلکہ یہ خبر دی ہے کہ وہ مسیح آنے والا تم میں سے ایک ایسا اور ایسا امام ہوگا اور اس کی امامت کتاب اللہ کے معارف و اسرار اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بیان دقائق و حقائق میں ہوگی جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کی بحث واقع ہو چکی۔

بعد اس کے یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ آپ کی اس تقریر میں نظر ہے، بچند وجوہ:

اول: حضرت عیسیٰؑ جو بنی اسرائیل پر نبی ہوئے تھے دوبارہ بھی وہی آئیں گے۔ آپ کا انکار اگرچہ بموجب الہام مرزا صاحب کے ہو، خلاف ہے قرآن مجید کے۔ اور آپ کا خیال اور مرزا صاحب کا یہ الہام کہ ان کے باپ یوسف تھے، کتاب اللہ کے مقابل دونوں مردود ہیں۔

دوم: جب آپ نے خود اقرار کر لیا کہ، مسیح ابن مریم آنے والا ہے، تو اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ غلام احمد، ابن مریم نہیں ہو سکتا۔

سوم: یہ کہ یہ دعوی آپ کا حصص سابقہ اعلام سے ہرگز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ چنانچہ معاینہ جواب حصص سابقہ سے آپ خود معلوم کر لیں گے، جو عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ انشاء اللہ تعالی۔

چہارم: یہ کہ بعد فرض تسلیم اس امر کے کہ آنیوالا مسیح اس امت میں سے ایک امام آپ ثابت بھی کریں، تو بھی یہ کہاں سے ثابت کر سکتے ہو کہ وہ مثیل عیسی بن مریم ہوگا نہ خود عیسی بن مریم۔ ہو سکتا ہے کہ عیسی بن مریم ہو، بلکہ یہی متعین ہے کہ خود ابن مریم ہوں۔ کما سیظھر عنقریبٍ۔

اب رہا آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ ان کا امام اور امتی ہونا ان کی شان نبوت کا مٹانا ہے جیسا کہ القول الفصیح و ازالہ اوہام میں ہے، تو یہ اعتراض آپ کا قرآن و حدیث سے بے خبری پر محمول ہے۔ اگر آپ قرآن مجید اور احادیث کی طرف توجہ کریں تو ہرگز ایسی بے معنی اور بے تکی نہ ہانکا کریں۔ ہرگز ہرگز شان نبوت میں امام اور امتی ہونے سے فرق نہیں آ سکتا۔ نہ کہ منافی ہونا شان نبوت کے۔ یہ تو آپ لوگوں کا سراسر جہل یا تجاہل ہے۔ امامت کا شان نبوت کے منافی نہ ہونا تو اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالی نے ابراہیم خلیل اللہ کو انّی جا علک للناس اما ماً (میں بناؤنگا تجھ کو سب لوگوں کا امام) اور امتی ہونا شان نبوت کے اس لئے منافی نہیں ہے کہ فرمایا اللہ تعالی نے سورہ آل عمران میں

و اذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیّین لما آتیتکم من کتابٍ و حکمۃٍ ثمّ جاء کم رسول مّصدّق لّما معکم لتؤمننّ بہ ۔ و لتنصرنّہ قال اقررتم و

اخذتم علی ذلکم اصری قا لوا اقررنا قال فاشھدوا و انا معکم من الشّاھدین۔ فمن تولّی بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون (اور جب لیا اللہ نے اقرار نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم، پھر آوے تم پاس کوئی رسول کہ سچ بتاوے تمہارے پاس والے کو، تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کہ تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر لیا میرا ذمہ بولے ہم نے اقرار کیا۔ تو فرمایا تو اب شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہد ہوں۔ پھر جو کوئی پھر جاوے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں بے حکم)

آپ نے بھی مباحثہ دہلی میں صفحہ ۱۲۰ میں لکھا ہے کہ: آنحضرت ﷺ کا تو وہ مرتبہ ہے کہ تمام انبیاء کو بتاکید حکم ہوا ہے اور ان سے اقرار و میثاق لیا گیا ہے کہ وہ سب حضرت ﷺ پر ایمان لاویں اور اس کے ثبوت میں یہی آیت آپ نے لکھی ہے۔

و عن جا بر عن النّبیّ ﷺ ولو کان موسی حیّاً ما وسعه الّا اتّباعی رواہ ا حمد و البھیقی فی شعب الایمان۔ (جابر سے روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰؑ میرے وقت میں زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا اور داری میں جابرؓ حضرت رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر موسیٰؑ میری نبوت کا زمانہ پاتے تو میری اتباع کرتے۔

اور جب نص قرآنی سے حضرت موسیٰؑ کا بحکم الٰہی اتباع حضرت خضر، کہ وہ نبی نہ تھے، کرنا ثابت ہے، تو حضرت عیسیٰؑ اگر خاتم النبیین کا اتباع کریں گے اور ان کے امتی ہو جاویں تو کیا محل استعجاب ہے؟

بالجملہ بعد تسلیم اس تقریر کے جو آپ نے اعلام الناس میں حدیث واماکم منکم کے متعلق لکھی ہے ثبوت اس امر کا مسلّم ہے کہ مسیح موعود اس امت میں سے ایک امام ہوگا۔ مگر نہ یہ ہمارے لئے مضر ہے اور نہ مرزا صاحب کیلئے مفید۔ اور جو امر مرزا صاحب کیلئے مفید اور ہمارے لئے مضر ہے، یعنی مسیح کا نبی بنی اسرائیل نہ ہونا اور صرف اس امت میں سے ایک امام ہونا، وہ تقریر مذکور سے ثابت نہیں۔

پنجم: وہ حدیث جس سے آپ اپنے زعم میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ مسیح بن مریم جو آنے والا ہے وہ اس امت میں سے ایک امام ہوگا، وہ صرف ایک حدیث ہے یعنی حدیث الزھری عن نافع مولی ابی قتادہ عن ابی ہریرہ جس میں لفظ و اما مکم منکم یا فا مّکم منکم وارد ہے۔ پس ایراد لفظ

احادیث متفق علیہ کہ لفظ جمع ہے کوئی وجہ صحت نہیں رکھتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ چونکہ یہ حدیث تین طرق سے مروی ہے: ایک وہ جس میں یونس زہری سے روایت کرتا ہے، دوسرا وہ طریق جس میں ابن اخی الزہری سے روائت کرتا ہے، تیسرا وہ طریق جس میں ابن ابی ذئب زہری سے روایت کرتا ہے۔ چنانچہ یہ سب طرق صحیح مسلم میں مذکور ہیں، پس باعتبار تعدد طرق کے اس حدیث پر اطلاق لفظ جمع درست ہوا، تو جواب اس کا

اول: یہ کہ حدیث بدلتی ہے صحابی کے یا اصل مضمون کے بدلنے سے اور یہاں صحابی اور اصل مضمون ایک ہے۔

دوم: اس تاویل پر متفق علیہ کہنا صحیح نہیں ہوتا ہے کیونکہ متفق علیہ صرف طریق یونس ہے نہ طریق ابن اخی الزہری اور طریق ابن ابی ذئب۔ یہ دونوں طریق تو صرف مسلم میں ہیں، نہ کہ صحیح بخاری میں۔

سوم: دوسرے طریق میں لفظ منکم نہیں ہے اس لئے وہ آپ کے لئے کچھ مفید نہیں ہے۔

اگر کہا جاوے کہ ایک حدیث اور ہے جس میں لفظ اماماً آیا ہے یعنی حدیث الزھری عن ابن المسیّب انّه سمع ابا ھریرۃ یقول قال رسول اللّه ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم۔ ابن عینیہ کی روایت میں اس حدیث میں لفظ اماما مقسطاً و حکماً عدلاً آیا ہے کما فی صحیح مسلم۔ تو جواب یہ ہے کہ اول تو روایت ابن عینیہ متفق علیہ نہیں ہے۔ دوم لفظ منکم یہاں نہیں ہے جس سے آپکا مدعا حاصل ہو۔

{ قولہ: اول تو یہ احتمال کسی ترکیب نحوی سے درست نہیں ہوسکتا۔

{ اقول: آپ نے وجہ عدم صحت ترکیب نحوی کی ارشاد نہیں فرمائی اس کو ارشاد کیجئے تا کہ اس میں نظر کی جاوے۔ اس وقت جو اس عاجز کے ذہن میں وجہ آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ یہ سمجھے ہیں کہ واما مکم منکم میں اگر مراد امام سے غیر مسیح بن مریم لیا جاوے گا تو حال ذوالحال میں رابطہ نہ پایا جائے گا، بخلاف اس کے کہ مراد امام سے مسیح ابن مریم ہو تو اس صورت میں وضع مضمر کا موضع مضمر کے ہوگا۔ پس لفظ اما مکم بجائے ھو کے تو رابطہ موجود ہوگا اگر یہی وجہ ہے تو اس جواب سن لیجئے کہ یہ وجہ مبنی ہے قواعد نحو سے ذہول پر۔ مختصرات نحو میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جب جملہ اسمیہ حال واقع ہو تو رابطہ اس میں یا واؤ اور ضمیر دونوں ہوتے ہیں یا فقط واؤ، اور فقط ضمیر کا رابطہ ہونا ضعیف ہے۔ یہاں اگرچہ ضمیر نہیں ہے لیکن واؤ موجود ہے اس کے شواہد بہت ہیں:۔

حدیث جابر متفق علیہ میں ہے:

کان یصلّی الظّھر بالھاجرۃ و العصر و الشمس حیّہ

اور اثر حضرت عمرؓ میں ہے: والصّبح والنجوم بادیۃ مشتبکہ ۔ رواہ مالک

و عن ابی ھریرہ قال قالوا یا رسول اللّٰہ متی و جبت لک النّبوۃ

قال و آدم بین الرّوح و الجسد ۔ رواہ الترمذی ۔

اور اگر فرض کیا جاوے کہ ضمیر کا ہونا ضروری ہے تو بھی ترکیب درست ہوسکتی ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ جملہ و اما مکم منکم ابن مریم سے حال نہ ہو بلکہ فیکم کی ضمیر مجرور سے حال ہو۔

} قولہ: دوم صحیح مسلم میں اس احتمال کو باطل کردیا ہے۔

} اقول: اس میں کلام ہے بچند وجوہ:

اول یہ کہ مسلم کے روایات جن کو مبطل اس احتمال کا آپ نے تصور فرمایا ہے وہ تین ہیں: ایک روایت ابن عینیہ کی جس میں لفظ اما ما مقسطاً کا وارد ہے۔ دوسری روایت ابن اخی الزہری کی جس کا لفظ یہ ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم تیسری روایت ابن ابی ذئب کی جس کا لفظ یہ ہے کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم ۔

فامکم منکم، پہلی روائت میں یہ جمع ہے کہ سفیان بن عینیہ نے دیگر ثقات کے خلاف اماما کا لفظ زہری سے روایت کیا ہے لیث و یونس و صالح بن کیسان کی روایت میں یہ لفظ نہیں ہے جیسا کہ صحیح مسلم سے ظاہر ہے اور محمد بن ابی جعفر کی روایت میں بھی یہ لفظ نہیں ہے، تفسیر ابن کثیر میں ہے:

و رواہ ابن مردویہ من طریق محمد بن ابی حفصہ عن الزّھری عن سعید بن المسیّب عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ یوشک ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً ۔ الحدیث۔

اور لیث نے غیر زہری یعنی سعید بن ابی سعید سے جو اس حدیث کی روایت کی ہے اس میں بھی لفظ اماماً نہیں ہے۔ مسلم شریف میں ہے:

و حدثنیہ قتیبہ بن سعید ثنا لیث عن سعید بن ابی سعید عن عطا بن میناء عن ابی ھریرہ انّہ قال قال رسول اللہ ﷺ و اللّٰہ لینزلن ابن مریم حکماً عدلاً .. الحدیث ۔

رجال اس روایت کے رجال شیخین ہیں ۔ سفیان بن عینیہ اگرچہ ثقات اعلام میں سے

ہے مگر مخطی ہے۔بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے۔میزان میں ہے:

قال احمد فرجعت فاذا ما اخطا فیه سفیان بن عینیه اکثر من عشرین حد یثاً

اور خطا مخالفت ثقات اثبات سے ثابت ہوتی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ لفظ اما ما میں اس نے خطا کی ہے اور موضع استدلال یہی لفظ ہے۔

دوسری روایت میں دو جرحیں ہیں۔اول یہ کہ مسلم نے اس حدیث کو محمد بن حاتم بن میمون سے روایت کیا ہے اس میں بہت کلام ہے یہاں تک کہ بعض نے کذاب لکھا ہے۔

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں: قال القلاص لیس بشئی وقال یحی و ابن المدینی ھو کذا ب۔انتھی ملخصاً۔

تقریب میں ہے: ربما وھم۔

دارقطنی وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے۔

قول فیصل اس میں یہ ہے جو حافظ نے تقریب میں لکھا ہے یعنی صدوق صا حب اوھام ہے، اس حدیث کی روایت میں جو تین اوہام ہیں یا تو اسی راوی سے ہوئے ہیں یا ابن اخی الزہری سے۔وہ تین اوہام یہ ہیں۔اول: بجائے واؤ کے فا لایا ہے۔دوسرے بجائے اما مکم کے امکم کہا ہے۔تیسرے لفظ منکم کو حذف کر دیا ہے۔

دوسری جرح اس سند میں یہ ہے:

راوی اس میں ابن اخی الزہری ہے نام اس کا محمد بن عبداللہ بن مسلم ہے ذہبی میزان میں لکھتے ہیں:

قال ابن معین وابو حا تم لیس با لقویّ و فی روایة الدا رمی عن ابن معین ضعیف و جعله محمد بن یحی الذ هلی فی ا صحا ب الزهری مع اسامة بن زید اللیثی و ابن اسحاق و فلیح۔

حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

ذکره محمد بن یحی الزهلی فی الطبقة الثانیة من ا صحاب الزهری من محمد بن اسحاق و فیلح و قال انه و جد له ثلا ثه ا حادیث لا اصل لها ا حد ها حد یثه عن عمر عن سالم عن ابی هر یره مرفوعاً

کل امتی معافی الّا المجا ھر ین ۔ ثا نیھا بھذا الاسناد کان ا ذا خطب قال کل ما ھو آتٍ قریب مو قوف ۔ ثا لثھا عن امرأته ام الحجاج بنت الزھری عن ابیھا انّ النبی ﷺ کان یا کل بکفه ۔ کلّھا مرسل و قال السا جی تفرد عن عمر باحادیث لم یتابع علیھا کا نه یعنی ھذه

اور حافظ ابن حجر نے مقدمہ میں تین احادیث بخاری کے ذکر کئے ہیں جن میں یہ راوی واقع ہوا ہے اور ہر ایک میں متابعت ثابت کی ہے اور اس کے بعد کہا ہے: و له عنده غیر ھذه مما توبع علیه موصولاً ومعلقاً ۔ اور اس کی ایک جماعت نے توثیق بھی کی ہے۔ اعدل الاقوال اس کے باب میں وہ ہے جو حافظ نے تقریب میں لکھا ہے صدوق له اوھام ۔

عبارت مذکورہ سے واضح ہوا کہ تفرد اس کا مقبول نہیں ہے اور روایت مذکورہ کے ساتھ یہ متفرد ہوا ہے۔

تین اوہام اس روایت میں ہیں کما مرّ آ نفاً ، یہ تینوں اوہام یا تو اسی راوی کے ہیں یا محمد بن حاتم بن میمون کے ۔ غالباً بخاری اپنی صحیح میں اسی واسطے اس روایت کو نہیں لایا ہے۔

اور تیسری روایت میں یہ جرح ہے کہ اس کا راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب زہری میں ضعیف ہے :قال الحافظ فی المقدمة قال ابن المد ینی کا نوا یوھنونه فی الزھری و کذا و ثقه احمد و لم یرضه فی الزھری و حد یثه عن الزھری فی المتا بعا ت ۔ انتھی ملخصاً

اور یہاں زہری سے روایت کرتا ہے مخالف ثقات کے، تو ثابت ہوا کہ اس سے اس روایت میں دو وہم ہو گئے ہیں ۔ اول بجائے واؤ کے فا لا یا ۔ دوم امامکم کی جگہ امکم کہا ہے علاوہ اس کے ابن ابی ذئب کی روایت میں اضطراب ہے ۔ ایک روایت میں ابن ابی ذئب نے بھی و امامکم منکم موافق جمہور کے کہا ہے تفسیر ابن کثیر میں بعد نقل روایت یونس کے لکھا ہے و ھکذا رواہ الامام احمد عن عبد الرزاق عن معمر و عن عثما ن بن عمر عن ابی ذئب کلاھما عن الزھری به اگر کوئی کہے کہ صحیح مسلم کی روایت میں وہم وخطا کا ہونا محل استبعاد ہے، جواب یہ ہے کہ وہم وخطا تو بخاری میں بھی واقع ہوا ہے یہ کچھ محل استبعاد نہیں ۔ بخاری و مسلم کے رواۃ اعلی درجہ کے ثقات ہیں مگر وہم وخطا سے معصوم نہیں ہیں اور ضابطہ وہم و خطا کی شناخت کا یہی ہے کہ وہ روایت مخالف ہو جمہور ثقات اثبات کے ۔

مخفی نہ رہے کہ روایت و اما مکم منکم کو ان دونوں روایتوں پر ترجیح ہے بچند وجوہ:
اول: تو یہ لفظ متفق علیہ ہے بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے اور علماء نے اتفاق کیا ہے اس پر کہ اصحّ الاحا دیث ما اتّفقا علیه
دوم: یہ کہ یہاں زہری سے یونس روایت کرتا ہے اور یونس زہری میں اثبت النّاس ہے۔ حافظ ابن حجر مقدمہ میں لکھتے ہیں:

قال ابن ابی حاتم عن عباس الدوری قال قال ابن معین اثبت النّاس فی الز هری مالک و معمر و یونس وعقیل و شعیب وقال عثمان الدارمی عن ا حمد بن صالح نحن لا نقدم علی یونس فی الزهری ا حداً قال و سمعت احمد بن حنبل یقو ل سمعت احا دیث یو نس عن الز هری فوجد ت الحد یث الوا حد ر بما سمعه مرا راً وکان الزّهری اذا قدم ایلة ینزل علیه وقال علی بن المد ینی عن ابن مهدی کان ابن المبارک یقول کتابه عن الزهری صحیح قال ابن مهدی و کذا اقول۔

سوم: یہ کہ عقیل واوزاعی و معمر وابن ابی ذئب نے ایک روایت میں یونس کی متابعت کی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے تا بعه عقیل و الا وزاعی، اور متابعت معمر وابن ابی ذئب کی روایت امام احمد سے ثابت ہو چکی۔ فتذکر
وجہ دوم: وجوہ اصل سے یہ ہے کہ تیسری روایت کے موافق ایسے معنی اس حدیث کے ہو سکتے ہیں کہ جس کی بنا پر مسیح بن مریم کے غیر کا امام ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس وقت ہم کہہ سکتے ہیں کہ من بمعنی بعض کے ہے اور وہ ام کا فاعل واقع ہوا ہے یا من تبیین کا ہے اور خاص اس کا بسبب قائم ہونے لفظ منکم کے مقام اس کے محذوف ہے جیسا کہ جمہور نے قد کان من مطر میں تاویل کی ہے ای قا م بعضکم او احد منکم۔ اگر کہا جائے کہ حذف فاعل جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ عدم جواز مقید ہے ساتھ نہ قائم ہونے کسی شئے کے مقام فاعل کے اور جب فاعل کے مقام پر کوئی چیز قائم ہو تو بالاتفاق حذف فاعل جائز ہے۔ فوائد ضیائیہ میں بحث تنازع میں ہے:

دون الحذف لاّنه یجوز حذ ف الفاعل الاّ اذا سدّ شی مسده۔

یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ ام اس روایت میں صیغہ فعل ماضی کا نہ ہو بلکہ ام بالضم اسم ہو اور وہ معنی امام لغت میں آیا ہے۔ قاموس میں ہے:

و الامة بکسر الحالة و الشرعة و الدین و بضم النعمة و الهیة و الشان و غفارة العیش والسنة وتضم و الطریقة و الامامة و الایتما م بالامام و بالضم الرجل الجامع للخیر والاما م و جماعة ار سل الیهم رسول و الجیل من کل حیّ و الجنس کا لام فیها۔

اور بھی قاموس میں ہے: و ام کل شئی اصله و عماده و للقوم رئیسهم

اور بھی اسی میں ہے: و امّ القری مکة لانّها توسطت الارض فیما زعموا ولانها قبلة الناس یؤموا۔

اور مؤید اس کی یہ بات ہے کہ بر تقدیر فعل ماضی لفظ منکم بعد امکم کے محض بے ربط ہوتا ہے اس وقت فصیح عبارت یہ تھی: کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم منکم فا مکم اور یہ دونوں تاویلیں دوسری روایت میں بھی ہوسکتی ہیں اس لئے کہ بقرینہ تیسری روایت کے دوسری میں بھی لفظ منکم مقدر مانا جاوے گا۔

اب اس بیان کے موافق مطلب ان روایتوں کا بھی وہی ہوگا جو امامکم منکم سے ظاہر ہے۔ پس ان روایتوں سے ابطال اس معنی کا جس کے ابطال کے آپ درپئے تھے، حاصل نہ ہوا۔ رہی روایت ابن عینیہ کی، سو بعد تسلیم اس کی صحت کے وہ منافی امامت غیر عیسی بن مریم کے نہیں ہے کیونکہ روایت ابن عینیہ میں جو لفظ اماماً مقسطاً کا آیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ بمعنی حکماً عدلاً کے ہو اور لفظ حکماً عدلاً اس کی تفسیر واقع ہو جیسا کہ جمہور کی روایت میں ہے پس امامت شرعی نماز وغیرہ میں تو غیر عیسی کیلئے ہو اور حکومت وعدالت حضرت عیسیٰؑ کیلئے ہو اور اس میں کچھ محذور نہیں ہے۔ ..ہوسکتا ہے کہ امام مہدی کے زمانہ میں اصل امام حضرت مہدی ہوں اور حضرت عیسیٰؑ حکام عادلین میں سے ہوں۔ اور مؤید اس کے ہیں وہ احادیث صحیحہ جو دلالت کرتی ہیں اس پر کہ خلافت وامامت مختص ہے ساتھ قریش کے، اور حدیث جابر بن عبداللہ جس میں یہ لفظ ہے فیقول لا انّ بعضکم علی بعضٍ امراء تکرمة اللّٰه هذه الامة

وجہ سوم: صحیح مسلم میں باب نزول عیسیٰؑ ابن مریم میں ایک حدیث اعلیٰ درجہ کی ایسی صحیح موجود ہے کہ آپ کے معنی کو بالکل باطل کرتی ہے اور جو معنی جمہور کہتے ہیں اس کی تعیین کرتی ہے وہ یہ ہے:

حدثنا الولید بن شجاع و ھارون بن عبد اللہ و حجا ج بن الشاعر قالوا ثنا حجاج و ھو ابن محمد عن ابن جریج اخبرنی ابو الزبیر انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول سمعت النبی ﷺ یقول لا تزال طائفۃ من امّتی یقاتلو ن علی الحق ظاھرین الی یوم القیامۃ قال فینز ل عیسی ابن مریم فیقول امیرھم تعال صلّ لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکر مۃ اللّٰہ ھذہ ا لامۃ ۔

راوی او ل اس کا ولید بن شجا ع ہے۔ اس کی نسبت تقریب میں ہے: ثقۃ من العاشرۃ ۔اس کی متابعت ہارون بن عبداللہ نے کی ہے اس کی نسبت تقریب میں ہے:

ثقۃ من العا شرۃ ۔ کاشف میں ہے: ثقۃ۔ خلاصہ اوراس کے حاشیہ میں ہے:

وثقہ الدّارقطنی و النّسا ئی ۔ یہ ایسا ثقہ ہے کہ کسی نے اس میں جرح نہیں کی اسی لئے ذہبی نے میزان میں اس کا ذکر نہیں کیا۔

اور دوسرا متابع اس کا حجا ج بن ابی یعقوب او سفیان بن حجا ج الثقفی بغدادی ہے اس کی نسبت تقریب میں ہے: ثقہ حا فظ۔

میزان میں ہے:

حجاج بن یوسف ابومحمد الثقفی البغدادی ابن الشاعرثقۃ مشھور حافظ روی عنہ مسلم والقاضی المحاملی و خلق

خلا صہ میں ہے : قا ل ابن ابی حا تم ثقۃ۔

ولید بن شجا ع میں اگر چہ تھوڑا سا کلام ہے مگر وہ مضر نہیں ہے کیونکہ ہارو ن بن عبداللہ اور حجاج بن الشا عر نے، جو ثقات میں سے ہیں، یہاں اس کی متابعت کی ہے۔

دوسرا راوی حجا ج بن محمد الاعور المصیفی ہے۔ حا فظ مقدمہ میں لکھتے ہیں:

احد الاثبا ت اجمعوا علی توثیقہ و ذکرہ ابو ایوب العقیلی فی الضعفاء بسبب انہ تغیر فی آخر عمرہ و اختلط لکن ما ضرّہ الاختلاط فان ابرا ھیم العربی حکی ان یحی بن معین منع ابنہ ان ید خل علیہ ا حداً بعد اختلاطہ روی لہ الجما عۃ ۔

یہ راوی رجال شیخین سے ہے۔

تیسرا راوی عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج الاموی ہے۔ تقریب میں ہے:

ثقه فقیه فاضل و کان یدلس و یرسل۔

یہ راوی رجال شیخین سے ہے، اس میں علت تدلیس کی ہے مگر یہاں اس نے اخبرنی کہا، اس لئے علت تدلیس زائل ہوگئی۔

چوتھا راوی محمد بن مسلم ابوالزبیر مکی ہے تقریب میں ہے: صدوق الّا انّه یدلس

مقدمہ میں ہے: احد التّابعین مشهور و ثقه الجمهور۔

اس میں بھی بعض نے تدلیس کا ذکر کیا ہے لیکن تدلیس یہاں کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ اس نے انّه سمع جابر بن عبد اللّه کہا ہے۔ یہ راوی بھی رجال شیخین میں سے ہے اور موید اس کی وہ دو حدیثیں ہیں جن کا ذکر فتح الباری میں ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے:

و عند احمد من حدیث جابر فی قصّة الدّجال و نزول عیسی و اذا هم بعیسی فقال تقدم یا روح اللّه فیقول لیقدم امامکم فلیصل بکم و لابن ماجه فی حدیث ابی امامة الطویل فی الدّجال قال و کلّهم ای المسلمون ببیت المقدس و امامهم رجل صالح قد تقدم لیصلیهم اذ نزل عیسی فرجع الامام ینکص لیتقدم عیسی فیقف عیسی بین کتفیه ثم یقول تقدم فانّها لک اقیمت و قال ابو الحسن الجشمی الآمدی فی مناقب الشّافعی تواترت الاخبار بان المهدی من هذه الامة و ان عیسی یصلی خلفه

میں کہتا ہوں کہ مسند احمد میں ایک حدیث عثمان بن ابی العاص سے مروی ہے، وہ بھی اس کی موید ہے۔ اور تفسیر ابن کثیر میں ہے:

قال الامام احمد حدثنا یزید بن هارون حدثنا حماد بن سلمه عن علی بن زید عن ابی نضرة قال اتینا عثمان بن ابی العاص فی یوم الجمعة لنعرض علیه. مصحفان علی مصحفه. فلما حضرت الجمعة امرنا فاغتسلنا ثم اتانا بطیب فتطیبنا ثمّ جئنا المسجد فجلسنا الی رجل فحدثنا عن الدجال ثم جاء عثمان بن ابی العاص فقمنا الیه فجلسنا فقال سمعت رسول اللّه ﷺ یقول یکون

للمسمين ثلا ثه امصار

اس حدیث میں یہ لفظ ہے: فبینما هم کذ لک اذ نادی مناد من البحر یا ایّها النّاس اتا کم الغوث ثلا ثاً فیقول بعضهم لبعض ان هذا الصّوت رجل شبعان و ینزل عیسی بن مریم عند صلوة الفجر فیقول له امیرهم یا روح اللّه تقدم صل فیقول هذه الامة امراء بعضهم علی بعض فیقدم امیرهم فیصلی حتی اذا قضی صلاته اخذ عیسی حربته فیذ هب نحو الدّ جال

اس حدیث کے راوی بعض شیخین کی شرط پر ہیں اور بعض مسلم کی شرط پر، سوائے علی بن زید بن جدعان کے کہ وہ رجال مسلم میں سے ہے لیکن مسلم نے مقرونا لغیرہ اس سے روایت کی ہے۔ اس راوی کی اگرچہ بعض نے تضعیف کی ہے مگر منصور بن زاذان وحماد بن سلمہ و یحی وابوحاتم وترمذی ودارقطنی و یعقوب بن شیبہ وذہبی نے توثیق کر دی ہے۔ میزان میں ہے:

و قال منصور بن زا ذا ن لمّا ما ت الحسن البصری قلنا لعلی بن زید اجلس مجلسه قال موسی بن اسماعیل قلت لحماد بن سلمه زعم وهیب ان علی بن زید کان لا یحفظ قال و من این کان و هیب یقدر علی مجالسة علی انّما کان یجالسه وجوه النّاس و روی عباس عن .... هو احب الیّ من ابن عقیل و من عاصم بن عبد اللّه قال ابو حاتم یکتب حدیثه هو احبّ الیّ من یزید بن ابی زیادة قال الترمذی صدوق و قال الدارقطنی لا یترک عندی فیه لین۔ انتهی ملخصاً

تہذیب میں ہے: قال یعقو ب بن شیبه ثقة

ذہبی، ذکر من عرف بابیه میں لکھتے ہیں:

ابن جدعان من صغار التابعین هو علی بن زید بن جدعان بصری

حافظ عبدالعظیم منذری ترغیب والترہیب میں لکھتے ہیں:

و صحّ الترمذی له حدیثاً فی السلام و حسن له غیرها حد یث

کاشف میں ہے: احد الحفا ظ بالبصرة

بالجملہ حدیث علی بن زید بن جدعان کی حسن ہے علی شرط الترمذی، خصوصاً تائید کے

لئے کافی ہونے میں تو کلام نہیں۔

} قولہ: اور متعدد اسانید سے قطعی فیصلہ کر دیا کہ امامکم منکم اسی مسیح بن مریم کی صفت واقع ہوئی ہے یا اس سے حال واقع ہوا ہے۔

} اقول: اس میں کلام ہے بچند وجوہ:

اول: یہ کہ اما مکم منکم کو جو آپ صفت مسیح بن مریم کی لکھتے ہیں تو اس سے اگر یہ مطلب ہے کہ جملہ بن کر یہ صفت مسیح بن مریم کی واقع ہوا ہے تو صریح غلط ہے کیونکہ ابن معرفہ ہے اور جملہ حکم میں نکرہ کے ہوتا ہے۔ پس مطابقت موصوف وصفت کے درمیان نہ پائی گئی اور اگر یہ مطلب ہے کہ و اما مکم منکم بغیر جملہ بنائے صفت واقع ہے تو اس میں یہ قباحت ہے کہ موصوف اور صفت کے درمیان واؤ نہیں آتا ہے اور یہاں موجود ہے۔ اور اگر آپ کو شرح جامی کی اس عبارت سے دھوکہ ہوا ہے جو اس نے قیل کے لفظ سے نقل کی ہے کہ زمحشری نے وقوع واؤ کا درمیان موصوف صفت کے تجویز کیا ہے تو اس کا جواب، جب آپ اسے پیش کریں گے ان شاء اللہ تعالی اس وقت، ایسا دیا جائے گا جس سے آپ کو اپنے فہم کی قلعی کھل جائے گی۔

دوم اما مکم منکم کا مسیح بن مریم سے حال ہونا اس پر موقوف نہیں ہے کہ مسیح بن مریم جو آنے والا ہے وہ اس امت میں سے ایک امام ہو بلکہ اما مکم منکم مسیح ابن مریم سے اس وقت بھی حال ہوسکتا ہے کہ امامکم منکم میں جو امام ہے وہ سوائے مسیح ابن مریم کے کوئی اور ہو اور یہ شبہ کہ رابطہ یہاں نہیں ہے اس کا جواب اوپر گزرا۔ فتذکر

سوم: آپ کے معنی پر جب اما مکم منکم کو مسیح بن مریم سے حال کہا جائے گا تو صرف نص کا ظاہر ہونا لازم آئے گا کیونکہ وضع مظہر موضع مضمر کا قائل ہونا پڑے گا اس تقدیر پر اصل عبارت یوں ہونی چاہیے و ھو اما مکم اور وضع مظہر، موضع مضمر کے خلاف ظاہر ہے اور نص کا صرف (پھیرنا) ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں ہے۔

چہارم: روایتوں میں مسلم کی ایسے معنی بھی ہو سکتے ہیں جن سے غیر مسیح بن مریم کا امام ہونا پایا جاتا ہے۔

پنجم: مسلم کی روایتوں میں وہم کا ہونا ہم نے ثابت کر دیا۔ و قد فصل آنفا

ششم: حدیث جابر جو مسلم میں ہے اور اعلی درجہ کی صحیح ہے اس نے فیصلہ کر دیا کہ امام غیر مسیح بن مریم ہوگا۔

{ قولہ: صحیح مسلم میں اسانید متعددہ سے ثابت کر دیا کہ امامکم منکم کے معنی یہ ہیں کہ فامکم منکم بکتاب ربکم تبارک و تعالی و سنۃ نبیّکم

} اقول: اس میں کلام ہے بچند وجوہ:

اول مسلم نے ایک سند کے بھی یہ معنی نہیں بیان کئے جو آپ نے لکھے ہیں۔ آپ نے لفظ منکم زیادہ کر دیا ہے۔ لفظ مسلم کا یہ ہے:

قال ابن ابی ذئب اتدری ما امکم منکم قلت تخبرنی قال فامکم بکتاب ربکم تبارک و تعالی و سنۃ نبیّکم ﷺ

اس جگہ زیادت لفظ منکم خطا بیّن ہے کیونکہ بکتاب ربکم تبارک و تعالی و سنۃ نبیّکم تفسیر منکم کی ہے۔ پس جمع بین المفسِر و المفسّر لازم آتا ہے۔ مطلب ابن ابی ذئب کا یہ ہے امکم منکم کے معنی یہ ہیں کہ ابن مریم تمہاری امامت کرے گا تم میں سے ہو کر یعنی تمہارے دین میں ہو کر نہ بحیثیت نبوت، اور تمہارے دین میں ہو کر امامت کریں گے کے معنی یہی ہیں کہ کتاب وسنت کے ساتھ امامت کرے گا۔

دوم: مسلم نے معنی مذکور ایک سند سے بیان کئے ہیں نہ اسانید متعددہ سے۔ پس اطلاق لفظ جمع کا یہاں پر کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔

سوم: یہ معنی صرف ابن ابی ذئب کا، جو ایک تبع تابعین سے ہے، فہم ہے نہ کہ حدیث مرفوع۔ اور جب فہم صحابہ کا حجت نہیں ہے تو تبع تابعی کا فہم کس طرح حجت ہوسکتا ہے خاص کر جب حدیث صحیح جابر کی اس کے معارض موجود ہے۔

چہارم: بر تقدیر تسلیم اس معنی کے، جو ابن ابی ذئب نے بیان کئے ہیں، بھی آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ آپ کا مدعا تو یہ ہے کہ ابن مریم جو نبی بنی اسرائیل تھے نہیں آویں گے بلکہ امت محمدیہ میں سے ان کا ایک مثیل آوے گا اور ابن ابی ذئب کے معنی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہی ابن مریم جو بنی اسرائیل کے نبی تھے آویں گے مگر بحیثیت نبی تم پر امامت نہ کریں گے بلکہ امت محمدیہ میں ہو کر تمہارے امام ہوں گے۔ و شتّان بینھما۔

علاوہ اس کے اگر ان دونوں روایات کی صحت تسلیم کر لی جاوے تو بھی آپ کا مدعا اس سے حاصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس میں لفظ منکم کا نہیں ہے جس پر مدار آپ کے دعوی کے اثبات کا ہے اور اوپر یہ بھی معلوم ہوا کہ جس میں لفظ منکم ہے اس سے بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا

امامکم منکم کا لفظ جس روایت میں ہے اس سے تو ظاہر غیر عیسیٰ کا امام ہونا مراد ہے اور صرف عن الظاھر بغیر صارف کے جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی صارف موجود نہیں ہے۔ اور امکم منکم جس میں ہے اس کے معنی میں ایک احتمال ہم نے ایسا بیان کر دیا ہے جس سے حضرت عیسیٰؑ کا امام ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اور اگر وہ معنی بھی تسلیم کر لئے جاویں جس سے حضرت عیسیٰؑ کا امام ہونا ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ ابن ابی ذئب نے کہا ہے، تو بھی آپ کا مدعا (یعنی آنے والا مسیح خود ابن مریم نہیں ہے بلکہ مثیل اس کا ہے) ثابت نہیں ہوتا ہے، کما مرّ تقریرہ۔

{ قولہ: جب کہ صحیحین سے ثابت ہو چکا ہے کہ آنیوالا مسیح اسی امت میں سے ایک امام ہوگا

} اقول: صحیحین سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی، کما مرّ آنفاً۔

اب رہا یہ امر کہ آنے والا مسیح وہی عیسیٰ بن مریم نبی بنی اسرائیل ہے نہ کوئی اس کا مثیل، اگر چہ ہم کو اس پر دلیل قائم کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے کیونکہ بعض احادیث صحیحہ میں ابن مریم کا لفظ واقع ہوا ہے اور بعض احادیث صحیحہ میں عیسیٰ بن مریم اور بعض احادیث صحیحہ میں مسیح بن مریم، اور یہ تینوں الفاظ قرآن و حدیث میں جب بولے جاتے ہیں تو ان سے سب جگہ وہی مسیح نبی بنی اسرائیل مراد ہوتا ہے، ایک جگہ بھی مثیل مراد نہیں ہے۔ پس ظاہر نصوص قرآنیہ و حدیثیہ یہی ہے، اور صارف اس ظاہر سے کوئی پایا نہیں جاتا ہے، مگر تبرعاً زیادت اطمینان کے لئے ہم لکھتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ آنے والا مسیح مرزا غلام احمد قادیانی ہرگز نہیں ہوسکتا۔

دلیل اول: احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مسیح آنے والا بعد دجال کے آئے گا اور دجال بعد فتح قسطنطنیہ کے اور فتح قسطنطنیہ بعد ملحمہ کبریٰ کے۔ مثبت امر اول کی یہ حدیث مسلم کی ہے:

حد ثنا عبید اللّٰه بن معاذ العنبری ثنا ابی شعبة عن النّعمان بن سالم قال سمعت یعقوب بن عاصم ابن عروة بن مسعود الثقفی یقول سمعت عبد اللّٰه بن عمرو و جاء رجل فقال ما ھذا الحدیث الّذی تحدث به تقول ان السّاعة تقوم الی کذا و کذا فقال سبحان اللّٰه، او لا اله الّا اللّٰه، او کلمة نحوھا، لقد ھممت ان لا احدث احداً شیئاً ابداً انّما قلت انکم سترون بعد قلیل امراً عظیماً یحرق البیت و یکون و یکون ثم قال: قال رسول اللّٰه ﷺ یخرج الدّجّال فی امّتی

فیمکث اربعین لا ادری اربعین یوماً او اربعین شهراً او اربعین عاماً فیبعث اللّٰہ تعالی عیسی بن مریم کانّہ عروۃ بن مسعود فیطلبہ فیھلکہ (یعنی خروج دجال کے بعد اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا کہ عروہ بن مسعود کی شکل کے مشابہ ہوں گے اور دجال کو تلاش کر کے ہلاک کریں گے)

اس حدیث کے سب رواۃ رجال شیخین ہیں سوائے نعمان بن سالم طائفی و یعقوب بن عاصم بن عروہ ابن مسعود ثقفی کے۔ اور یہ دونوں ایسے ثقہ ہیں کہ ان میں کوئی جرح نہیں اسی لئے میزان میں ان کا ذکر نہیں۔

اس باب میں کہ عیسیٰؑ، دجال کو قتل کریں گے بہت احادیث وارد ہیں۔ ترمذی میں ہے:

حدثنا قتیبۃ نا اللیث عن ابن شھاب انہ سمع عبید اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن ثعلبۃ الانصاری یحدث عن عبد الرحمن بن یزید الانصاری من بنی عمرو بن عوف قال سمعت عمّی مجمع بن جاریۃ الانصاری یقول سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول یقتل ابن مریم الدّجال ببا ب لدّ

(خلاصہ مطلب یہ کہ ابن مریم، دجال کو باب لد میں قتل کریں)

وفی الباب عن عمران بن حصین ونافع بن عتبۃ وابی برزۃ و حذیفہ بن اسید و ابی ھریرہ وکیسان و عثمان بن ابی العا ص و جابر و ابی امامۃ و ابن مسعود وعبد اللہ بن عمرو و سمرۃ بن جند ب و النواس بن سمعان و عمرو بن عو ف و حذیفہ بن الیمان ھذا حد یث صحیح

مثبت امر دوم وسوم کی یہ حدیث ہے:

عن عبد اللہ بن مسعود قال انّ السّاعۃ لا تقوم حتّی لا یقسم میراث ولا یفرح بغنیمۃ ثمّ قال عدو یجمعون لا ھل الشام و یجمع اھل الاسلام یعنی الروم فیتشرط المسلمون شرطۃ للموت لا ترجع الاغالبۃ فیقتلون حتّی یحجز بینھم ا للیل فیفنی ھئولاء وھئولاء کل غیر غا لب و تفنی الشر طۃ ثم یتشرط المسلمون شرطۃ للمو ت لا ترجع الا غالبۃ فیقتلو ن حتی یحجز بینھم ا للیل فیفنی ھئولاء وھئولاء کل غیر غاب و تفنی الشرطۃ ثم یتشرط

المسلمو ن شر طة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتلون حتى يمسوا فيفنى هئولا ء هئولا ء كل غير غالب و تفنى الشرطة فاذا كان يوم الرابع نهد اليهم نقية اهل ا لاسلام فجعل الله الد برة عليهم فيقتلو ن مقتلة لم ير مثلها حتّى ان الطّائر ليمرّ بجنباتهم فلا يخلقهم حتى يخر ميتاً فيتعاد بنو الاب كانوا مأة فلا يجدونه بقى منهم الا الرّجل الواحد فباى غنيمة يفرح او اى ميرا ث يقسم فبينما هم كذ لک اذا سمعوا بباس هو اكبر من ذلک فجاء هم الصريخ ان الدجّال قد خلفهم فى ذرار يهم فيرفضون ما فى ايديهم و يقبلون فيبعثون عشر فوارس طليعة قال رسول الله ﷺ انى لا اعرف اسماء هم و اسماء آ باء هم و الوان خيولهم هم خير فوارس او من خير فوا رس على ظهر الا ر ض يومئذ ۔ رواه مسلم (حاصل ترجمہ: رومیوں سے مسلمانوں کی چار دفعہ لڑائی ہوئی آخر مسلمان فتح یاب ہوں گے اسی حالت میں ہوں گے کہ ایک آواز سنیں گے کہ دجال ظاہر ہو گیا تو مسلمان غنیمت وغیرہ چھوڑ کر اس کے ساتھ لڑائی کو آمادہ ہوں گے)

اس حدیث کے سب راوی علی شرط الشیخین ہیں، سوائے ابوقتادہ عدوی کے کہ وہ رواۃ مسلم وابوداؤد ونسائی سے ہے۔ یہ ایسا ثقہ ہے کہ کسی نے اس میں جرح نہیں کی، اسی لئے میزان میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

اس باب میں اور احادیث بھی مسلم میں موجود ہیں، بعض میں قسطنطنیہ کا نام ہے۔ اور اس ترتیب پر کہ پہلے خروج ملحمہ ہے پھر فتح قسطنطنیہ پھر خروج دجال یہ حدیث ابوداؤد کی دال ہے:

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ عمران بيت المقدس خراب يثرب و خرا ب يثرب خروج الملحمة و خروج الملحمه فتح قسطنطنيه وفتح قسطنطنيه خروج الدّجال (یعنی بیت المقدس آباد ہو گا تو مدینہ ویران ہو گا، پھر خروج ملحمہ یعنی قتال ہونگے پھر فتح قسطنطنیہ ہوگی پھر خروج دجال ہو گا)

اس حدیث کے سب رجال اعلیٰ درجہ کے ثقات ہیں کہ ان میں کوئی جرح نہیں ہے اس لئے میزان میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ سوائے عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان عنسی کے کہ وہ مختلف فیہ

ہے ایک جماعت کثیرہ نے اس کی توثیق کی ہے۔ میزان میں ہے:

و ثقه دحیم و قال ابن معین لیس به باس و قال ابو داؤد کان فیه سلامة و کان مجاب الدعوة و قال ابو حاتم ثقة و قال صالح جزرة قدری صدوق حسن الترمذی حدیثه و قد وثق الغلاس ابن ثوبان۔

ترغیب ترہیب میں ہے: وثقه ابن المدینی و صحح له الترمذی وغیره

میں کہتا ہوں ترمذی نے جن احادیث کی تصحیح کی ہے ان میں سے ایک یہ ہے۔

حدثنا عبد اللّٰه بن عبد الرحمن نا محمد بن یوسف عن ابن ثوبان عن ابیه عن مکحول عن جبیر بن نفیر ان عبادة الصامت حدثهم انّ رسول اللّٰه ﷺ قال ما علی الارض مسلم یدعوا اللّٰه تعالی بدعوة الّا اتاه اللّٰه ایاها او صرف عنه من السّوء مثلها ما لم یدع بماثم او قطعیة رحم فقال رجل من القوم اذا تکثر قال اللّٰه اکثرو هذا حدیث حسن غریب صحیح من هذا الوجه

پس عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان کی حدیث ترمذی کے شرط پر ضرور صحیح ہے اور سوائے مکحول شامی کے کہ یہ بھی مختلف فیہ ہے۔ اس کی توثیق کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ رجال مسلم سے ہے اور اس کی غیر واحد نے توثیق کی ہے۔ میزان میں ہے:

و ثقه غیر واحد و قال ابن سعد ضعفه جماعة قلت هو صاحب تدلیس و قد رمی بالقدرة و اللّٰه اعلم۔ یروی بالارسال عن ابی و عباده بن الصامت وعائشه و ابی هریره و روی عن واثلة و ابی امامةو عدة و عنه ثور بن یزیدو الاوزاعی و سعید بن عبد العزیز و خلق قال یحی بن معین کان قدریاً ثم رجع وقال الاوزاعی لم یبلغنا ان احداً من التابعین تکلم فی القدر الا الحسن و مکحول فکشفنا عن ذلک فاذا هو باطل۔ انتهی ملخصا

اس عبارت سے معلوم ہوا کی مکحول میں تین جرحیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ مدلس ہے۔ دوم یہ کہ قدر کے ساتھ متہم کیا گیا ہے۔ سوم یہ کہ کثیر الارسال عن الصحابہ ہے۔

جرح اخیر تو اس حدیث میں ساقط ہے، اسلئے کہ یہاں صحابی سے روایت نہیں کرتا ہے

بلکہ جبیر بن نفیر سے۔ اور جرح دوم، یحی بن معین اور اوزاعی کے کلام سے باطل ہوگئی۔ رہی جرح تدلیس، پس یہ جرح سوائے میزان کے کسی کتاب میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ نہ تقریب میں، نہ کاشف میں، نہ خلاصہ میں۔ حدیث عبادہ بن الصامت فلا تفعلوا الّا بفا تحۃ الکتاب فانّہ لا صلوۃ لمن لّم یقرء ھا میں مکحول واقع ہے اور وہ محمود بن الربیع سے ساتھ لفظ عن کے روایت کرتا ہے اور بخاری نے جزء القرأۃ میں اس کی تصحیح کی ہے تلخیص الحبیر میں ہے:

احمد و البخاری فی جزء القرأۃ و صححہ و ابو داؤد و الترمذی و الدارقطنی وابن حبان و الحاکم و البیھقی من طریق ابن اسحاق حدثنی مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ و تابعہ زید بن واقد وغیرہ عن مکحول۔

بیہقی نے بھی تصحیح کی ہے:

قال البیھقی و رواہ ابراھیم بن سعد عن محمدبن اسحاق فذکر فیہ سماع ابن اسحاق من مکحول فصار الحدیث موصولاً صحیحاً۔

اہلحدیث اس حدیث میں علت تدلیس ابن اسحاق کی بیان کرتے ہیں اور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ دوسری روایت میں تحدیث کی تصریح ہے ایک بھی تدلیس مکحول کی بیان نہیں کرتا ہے نیل الاوطار میں ہے: ومحمد بن اسحاق قد صرح بالتحدیث فذھب مظنۃ تدلیسہ

تخریج احادیث وسیط میں ہے:

و ھو حدیث صحیح رواہ ابو داؤد و الترمذی و الدارقطنی وابن حبان و الحاکم و البیھقی من روایۃ عبادۃ بن الصامت قال الترمذی حسن وقال الدارقطنی اسنادہ حسن و رجالہ ثقات و قال الخطابی اسنادہ جید لا مطعن فیہ و قال الحاکم اسنادہ مستقیم و قال البیھقی صحیح قلت ولا یضر کون عنعنۃ ابن اسحاق فی بعض اسانیدہ فقد صرح فی بعضھا بالتحدیث فزال المحذور۔

ترمذی نے حدیث مکحول کی تصحیح کی ہے۔ باب ما جاء فی سجدتی السھو میں لکھتے ہیں:

حدثنا محمد بن بشار نا محمد بن خالد بن غنمۃ نا ابراھیم بن سعد قال حدثنی محمد بن اسحاق عن مکحول عن کریب عن ابن

عباس عن عبد الرحمن بن عوف قال سمعت النبی ﷺ یقول اذا سھا احدکم فی صلوته... الحدیث ۔ قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن صحیح ۔

جب کہ بخاری وترمذی وبیہقی، مکحول کا عنعنہ قبول کرتے ہیں اور حدیث عبادہ مذکور میں کوئی شخص تدلیس مکحول کو علت قرار نہیں دیتا ہے تو یہ امر ادلّ دلیل ہے اس پر کہ مکحول ان مدلسین میں سے نہیں ہے کہ جس کا عنعنہ معتبر نہ ہو۔

اور یہ حدیث بھی ترتیب مذکور پر دال ہے:

عن عبد اللّٰہ بن بسر انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال بین الملحمۃ و فتح المدینۃ ستّ سنین و یخرج الدّجال فی السابعۃ رواہ ابو داؤد و قال ھذا اصحّ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فتح قسطنطنیہ چھ برس قتال کے بعد ہوگی ساتویں برس دجال ظاہر ہوگا)

مخفی نہ رہے کہ شہر قسطنطنیہ ابھی تک (یعنی ۱۸۹۱ء میں) بفضل خدا اہل اسلام کے قبضہ میں ہے۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کفار کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اس کے بعد ملحمہ کبری واقع ہوگا۔ اس کے بعد فتح قسطنطنیہ ہوگی۔ اسکے بعد خروج دجال ہوگا۔ اس کے بعد مسیح موعود تشریف لائیں گے مرزا جو مسیح موعود ہونے کا دعوی کرتا ہے اور ابھی تک وقائع مذکورہ وقوع میں نہیں آئے، تو یہ امر دلیل ہے مرزا کے کاذب ہونے پر۔

دلیل اول، دوم، سوم، چہارم۔ پنجم، ششم، حدیث نواس بن سمعان ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے۔ (یہ طویل حدیث مع ترجمہ تحریک ختم نبوت جلد ۶ میں نقل ہو چکی ہے۔ بہاء)۔ یہ حدیث چند وجوہ سے مرزا کا مسیح موعود ہونا باطل کرتی ہے:

اول یہ کہ حدیث سے صاف ثابت ہے کہ نزول مسیح موعود سے پہلے دجال آئے گا جس کے وہ صفات ہوں جو اس حدیث اور دیگر احادیث میں مذکور ہوئے۔ ابھی تک دجال نہیں آیا۔ اور مرزا صاحب جو پادریوں کو دجال کا مصداق بناتے ہیں، سو یہ صریح باطل ہے کیونکہ اس حدیث اور دوسری احادیث صحیحہ میں بصراحت موجود ہے کہ وہ دجال ایک مرد معین ہے۔ کافر، یہودی، جسیم، سرخ، جوان، بہت گھنگر والے بال، داہنی آنکھ کا کانا، آنکھ اس کی اونچی گویا انگور ہے عبد العزی بن قطن کے مشابہ، اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ک ف ر لکھا ہے۔ ہر مومن کاتب وغیر

کاتب اس کو پڑھ لے گا۔ اس کے ساتھ جنت و دوزخ ہوگی۔ بانجھ ہوگا اسکے اولاد نہ ہوگی، مکہ میں نہ داخل ہوگا، وہ کہے گا میں تمہارا رب ہوں اور رب کو نہ دیکھو گے جب تک کہ نہ مرو گے، چالیس دن زمین میں رہے گا۔ ایک دن ایک سال کے برابر اور ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن تمہارے دنوں کی طرح۔ چال اس کی ابر کی سی ہوگی۔ ایک قوم کے پاس آئے گا پھر ان کو بلائے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے۔ پس حکم کرے گا آسمان کو تو آسمان مینہ برسائے گا، اور حکم کرے گا زمین کو تو وہ اگائے گی۔ پھر ان کے مواشی بہت موٹے اور بہت دودھ دینے والے اور سیر ہو جائیں گے۔ پھر آئے گا دوسری قوم کے پاس پھر ان کو بلائے گا تو وہ اس کی بات نہ مانیں گے تو پھر جائے گا وہ ان سے پھر ان سے مینہ برسنا موقوف ہو جائے گا۔ اور زمین خشک ہو جائے گی ان کے ہاتھ میں کچھ مال نہ رہے گا۔ اور گزرے گا ویرانہ پر، پھر اس سے کہے گا نکال اپنے خزانے۔ پس خزانے پیچھے اس کے ہو جائیں گے جیسا کہ شہد کی مکھیاں اپنے بادشاہ کے پیچھے چلتی ہیں۔ پھر بلائے گا ایک مرد جوان کو پھر تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر کے تیر کے نشانہ کے فاصلہ پر پھینک دے گا۔ پھر اسکو بلائے گا تو وہ زندہ ہو کر آئیگا کہ چہرہ اسکا روشن ہوگا ہنستا ہوا۔

حدیث متفق علیہ میں ہے کہ اس کے پاس ایک مرد آئے گا اور وہ بہترین مردم ہوگا اور دجال سے کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تو دجال ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے ہم کو دی ہے۔ دجال لوگوں کو مخاطب کر کے کہے گا، بھلا بتاؤ تو اگر میں اس کو مار ڈالوں پھر زندہ کروں تو میرے خدا ہونے میں اسکو شک رہے گا۔ لوگ کہیں گے نہیں۔ پس مار ڈالے گا وہ اس کو، پھر اس کو زندہ کرے گا، پھر وہ شخص کہے گا کہ اب تو مجھ کو تیرے دجال ہونے پر اور بصیرت ہوگئی۔ پھر دجال اس کے قتل کا ارادہ کرے گا، تو قتل نہ کر سکے گا۔

ان سب امور پر حدیث مذکور (نواس) اور احادیث ذیل دلالت کرتی ہیں۔

عن انس قال قال رسول اللّٰه ما من نبیّ الّا قد انذر امّته الاعور الکذاب۔ الا انّه اعور و انّ ربّکم لیس باعور مکتوب بین عینیه ک ف ر، متفق علیه

و عن عبد اللّٰه قال قال رسول اللّٰه ﷺ انّ اللّٰه لایخفی علیکم انّ اللّٰه تعالی لیس باعور و انّ المسیح الدجال اعور عین تمنی کانّ عینه عنبة طا فئة متفق علیه

و عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللّٰہ الا ا حدثکم حدیثاً عن الدجال ما حد ث بہ نبی قومہ انّہ اعور و انّہ یجیء معہ بمثل الجنۃ و النار فا لتی یقول انّھا الجنّۃ ھی النّار و انی ا نذر کم کما انذر بہ نو ح قو مہ ۔متفق علیہ

وعن حذیفہ عن النّبی ﷺ قال مکتوب بین عینہ کافر یقرأہ کلّ مومنٍ کا تبٍ و غیرکا تبٍ (مسلم)

و عن ابی سعید الخد ری قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یا تی الدّ جال و ھو محرم علیہ ان یدخل نقاب المد ینۃ فینزل بعض السبا خ الّتی تلی المد ینۃ فیخر ج الیہ ر جل و ھو خیر النّاس او من خیار النّاس فیقول اشھد انک الد جال الّذی حد ثنا رسول اللّٰہ ﷺ حد یثہ فیقول الد جال ار أیتم ان قتلت ھذا ثم احییتہ ھل تشکو ن فی الامر فیرید الد جال ان یقتلہ فلا یسلط علیہ متفق علیہ

و عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ ﷺ قال یاتی المسیح متقبل المشرق ھمتہ المد ینۃ حتی ینزل دبر احد ثم تصرف الملائکۃ وجھہ قبل الشا م و ھنا لک یھلک۔ متفق علیہ

و فی حد یث فاطمۃ بنت قیس فاذا فیہ اعظم انسان ما رأیناہ قط خلقاً و فیہ فلا ادع قر یۃ الا ھبطھا فی اربعین لیلۃ غیر مکہ و طیبۃ ھما محرمتان علی کلتا ھما رواہ مسلم،

و فی حد یث عبد اللہ بن عمر انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال الحدیث و فیہ ثم اذا انا برجل جعد قطط اعور العین الیمنی کانّ عینہ عنبۃ طافئۃ کاشبہ من رأیت من النّاس بابن قطن واضعاً یدیہ علی منکبے رجلین یطوف بالبیت فسا لت عن ھذا فقا لوا ھذا المسیح الد جال۔ متفق علیہ

و فی روا یۃ قال فی الدّجال ر جل احمر جسیم و قال ابن شھاب و اخبر نی عمر بن ثابت الانصاری انہ ا خبرہ بعض اصحاب رسول

اللّٰہ ﷺ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال یوم حذّر النّاس الدّجال انّہ مکتوب بین عینیہ کافر یقرؤہ من کرہ عملہ، او یقرؤہ کل مومن و قال تعلّموا انّہ لن یّری احد منکم ربّہ عز و جل حتی یموت رواہ مسلم

و فی حدیث ابی سعید الخدری قال صحِبت ابن صیاد الی مکہ فقال لی اما لقیت من النّاس یزعمون انّیّ الدّجال الست سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول انہ لا یولد لہ قال قلت بلی قال فقد ولد لی، او لیس سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لا یدخل المدینۃ و لا مکۃ قلت بلی قال فقد ولدت بالمدینۃ و ھذا انا ارید مکہ ۔رواہ مسلم ۔

و فی روایۃ الم یقل نبی اللّٰہ ﷺ انّہ یھودی و قد اسلمت

و فی روایۃ الیس قد قال رسول اللّٰہ ﷺ ھو کافر و انا مسلم او لیس قد قال رسول اللّٰہ ھو عقیم لا یولد لہ و قد ترکت ولدی بالمدینۃ

وجہ دوم: حدیث نواس ابن سمعان کے یہ الفاظ:

اذ بعث اللّٰہ المسیح بن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھروذتین واضعا کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طاطأ رأسہ قطر و اذا رفعہ تحدر منہ مثل جمان کا للؤلؤ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الّا مات و نفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لدّ فیقتلہ (ان سب حدیثوں میں علامات دجال مذکورہ بالا کا ذکر ہوا ہے اس لئے ترجمہ کرنے کی ضرورت نہ سمجھی)

یہ سب مرزا غلام احمد کا مصداق مسیح بن مریم ہونا باطل کرتے ہیں۔

وجہ سوم: اس حدیث مذکور سے حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں خروج یاجوج ماجوج بصفت خاصہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ بات بھی مرزا صاحب کے زمانہ میں اب تک مفقود ہے اور نہ انکے زمانہ میں اس کے وقوع کی امید ہے۔

وجہ چہارم۔ اس حدیث میں چار مقام پر مسیح موعود کے لئے لفظ نبی اللہ کا آیا ہے۔ پس اگر اپنے آپ کو نبی اللہ کہتا ہے، تو یہ مخالف ہے آیت کریمہ ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیّین اور حدیث و انا خاتم النّبیّین کے کہ متفق علیہ ہے۔ اور اگر اپنے آپ کو نبی اللہ نہیں

کہتا تو مسیح موعود کا مصداق نہ ہوا۔

دلیل ہفتم، ہشتم، نہم۔ مرزا قادیانی کے مسیح موعود نہ ہونے کی یہ حدیث ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

قال الامام ا حمد حدّ ثنا عفان حد ثنا همام انبا نا قتاده عن عبد الرّحمن عن ابی هريره انّ النّبیّ ﷺ قال الانبياء اخوة العلات امهاتم شتّی و دينهم واحد و انّی اولی النّاس بعيسی بن مريم لانّه لم يكن نبیّ بينی و بينه و انّه نازل فاذا رأيتمو ه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة و البياض عليه ثوبان ممصّران كانّ رأسه يقطر و ان لم يصبه بلل فيدق الصليب و يقتل الخنزير و يضع الجزية و يدعوالنّاس الی الاسلام و يهلک الله فی زمانه الملل كلّها الّا الاسلام و يهلک اللّه فی زمانه المسيح الدّجّال ثم تقع الامانة علی الارض حتّی ترتع الاسود مع الابل و النّمار مع البقر و الذّئاب مع الغنم و يلعب الصّبيان بالحيات لا تضرهم فيكمث اربعين ثمّ يتوفّی و يصلّی عليه المسلمون

(اس حدیث کے سب رواۃ رجال صحیحین ہیں سوائے عبدالرحمٰن بن آدم کے، کہ وہ بھی ایسا ثقہ ہے کہ کسی نے اس میں جرح نہیں کی، اسی لئے میزان میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اور قتادہ بن دعامہ اگرچہ مدلس ہے لیکن اس سے حجت پر سب اصحاب جرح نے اجماع کیا ہے۔ میزان میں ہے احتج به اصحاب الصحاح . (مما).. اذا قال حد ثنا، حافظ نے فتح الباری میں اس حدیث ابوداؤد کو صحیح کہا ہے)

و كذا رواه ابو داؤد عن هد به بن خالد عن همام بن يحی انتهی

و قال الحافظ فی فتح الباری رواه ابو داؤد باسناد صحيح (ترجمہ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ تحقیق نبی ﷺ نے فرمایا کہ سب انبیاء علاتی بھائی ہیں کہ ان کی مائیں یعنی فروعی احکام ان کے مختلف ہیں اور اصل دین ان کا ایک ہی ہے یعنی توحید وایمانیات ودعوت الی الحق میں متفق ہیں اور میں قریب تر ہوں عیسیٰ بن مریم کے اسلئے کہ میرے اور انکے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں جب تم ان کو دیکھو تو ان کی پہچان یہ ہے کہ

ایک مرد، میانہ قد، گندم گوں، رنگین کپڑے پہنے ہوئے، گویا ان کے سر سے قطرے ٹپکتے ہوں گے اگرچہ تری نہیں پہنچی۔ پس صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو ہلاک کریں گے اور جزیہ کو اٹھا دیں گے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے اور اللہ ان کے زمانہ میں سوائے اسلام کے سب مذاہب کو نیست و نابود کر دے گا اور اللہ ان کے ہی زمانہ میں مسیح دجال کو ہلاک کرے گا تو کل زمین میں امن ہو جائے گا یہاں تک کہ شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتا گائے کے ساتھ اور بھیڑیا بکری کے ساتھ مل کر ایک جگہ چریں گے۔ اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے تو ان کو کچھ گزند نہیں پہنچائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ چالیس برس کی (عمر) میں وفات پائیں گے اور ان پر مسلمان جنازے کی نماز پڑھیں گے)

یہ حدیث تین وجوہ سے علاوہ وجوہ مذکورہ کے مرزا کا مسیح موعود ہونا باطل کرتی ہے۔

اول: یہ کہ اس حدیث میں تصریح اس امر کی ہے کہ آنے والا مسیح وہی نبی بنی اسرائیل عیسی ہیں جن کے اور ہمارے حضرت ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا، نہ کوئی مثیل۔

دوم: یہ کہ مسیح موعود کے زمانے میں سب مذاہب سوائے اسلام کے ہلاک ہو جائیں گے اور مرزا قادیانی کے زمانہ میں دوسرے مذاہب بھی بڑے شد و مد کے ساتھ موجود ہیں۔

سوم: مسیح موعود کے زمانہ میں شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے سانپ ان کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔ مرزا قادیانی کے زمانہ میں یہ امر مفقود ہے۔

دلیل دہم: یہ حدیث ہے:

قال احمد حد ثنا هشيم عن العوا م بن حو شب عن جبلة بن سحيم عن موثر بن غفاره عن ابن مسعود عن رسول الله ﷺ قال لقيت ليلة اسرى بى ابرا هيم و موسى و عيسى عليهم السلام فتذاكروا امر السّاعة فردوا امرهم الى ابرا هيم فقال لا علم لى بها فردوا امرهم الى موسى فقال لا علم لى بها فردوا امر هم الى عيسى فقال اما و جبتها فلا يعلم بها ا حد الا الله و فيما عهد الىّ ابى عز و جل انّ الد جال خار ج و معى قضيبان فا ذا ر أنى ذا ب كما يذو ب .... الحد يث ۔ و فيه ففيما عهد الى ر بى عز وجل ان ذلك اذا كان

كذلك ان الساعة كا لحا مل المتم لا يدرى اهلها متى تفاجئهم لولادها ليلا او نهاراً و رواه ابن ماجه عن محمد بن بشار عن يز يد ابن هارون عن العوام بن حو شب به نحوه۔

(ترجمہ ۔ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سے میری ملاقات ہوئی تو قیام قیامت کا ذکر آ گیا کہ کب ہوگی سب نے اس سوال کو ابراہیم کی خدمت میں پیش کیا تو ابراہیم نے کہا کہ مجھ کو قیامت کے وقت کا کچھ علم نہیں پھر اس سوال کو حضرت موسیٰ پر پیش کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ اس کا مجھ کو علم نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰؑ پر پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ قیامت کا عین وقت وقوع تو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا لیکن اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے اور میرے ہاتھ میں دو چھڑی ہونگی پس جب وہ مجھ کو دیکھے گا تو پگلنے لگے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے (آخر حدیث تک)۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ مجھ سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ جب یہ واقعات ہو چکیں گے تب قیامت ایسی جلدی آئے گی جیسے پورے دنوں کی حاملہ کو اس کے گھر والے نہیں جانتے کہ رات یا دن کس وقت ناگاہ بچہ پیدا ہو جائے گا)۔

اس حدیث کے سب رجال، رجالِ شیخین ہیں سوائے موثر بن غفارہ کے، کہ وہ ایسا ثقہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی لئے میزان میں اسکا ذکر نہیں ہے۔ ہاں ایک علت اس میں ہے وہ یہ ہے کہ ھیشم مدلس ہے اور یہاں عن کے ساتھ روایت کی ہے لیکن چونکہ متابع اس کا یزید بن ہارون ہے اس لئے تدلیس کچھ ضرر نہیں کرتی ہے۔

اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح جو آنے والے ہیں وہ وہی عیسیٰؑ نبی بنی اسرائیل ہیں، نہ کوئی مثیل۔

دلیل یازدہم:

عن ابى هريره قال قال رسول اللّه ﷺ و الّذى نفسى بيده ليو شكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسر الصّليب و يقتل الخنزير و يضع الجزية و يفيض المال حتى لا يقبل ا حد حتى تكون السجدة الوا حدة خيراً من الد نيا و ما فيها ۔ متفق عليه

(ترجمہ۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو اس ذات پاک کی قسم ہے

جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ عنقریب ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے، اور خنزیر کو ہلاک کریں گے، اور جزیہ کو اٹھا دیں گے، اور مال کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا، یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہوگا۔ روایت کیا اس کو امام بخاری و مسلم نے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے زمانے میں مال اس قدر کثرت سے ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا اور ایک سجدہ بہتر ہوگا دنیا و مافیھا سے۔ یہ دونوں باتیں مرزا غلام احمد کے زمانے میں اب تک نہیں پائی گئیں اور نہ ان کے زمانے میں پائی جانے کی امید ہے۔

ابو ہریرہؓ کی ایک متفق علیہ حدیث میں یہ لفظ ہے:

و حتی یکثر فیکم المال فیفیض.. (الی) ..حتی یعرضه فیقول الذی یعرضه علیه لا ارب لی۔

مسلم کی ایک روایت کے یہ لفظ ہیں: لا تقوم السّاعة حتی یکثر المال و یفیض حتی یخرج الرجل زکوة ما له فلا یجد احداً یقبلها

مسلم کی دوسری روایت میں ہے:

تقیء الارض افلاذ کبدها امثال الاسطوانة من الذهب و الفضّة فیجیء القاتل فیقول فی هذا قتلت و یجیء القاطع فیقول فی هذا قطعت رحمی و یجیء السّارق فیقول فی هذا قطِعت یدی ثم یدعونه فلا یاخذون منها شیئاً۔

و عن حارثة بن وهب قال قال رسول اللّٰه ﷺ تصدقوا فانه یاتی علیکم زمان یمشی الرّجل بصدقته فلا یجد من یقبلها یقول الرّجل لو جئت بها با لا مس لقبلتها فامّا الیوم فلا حاجة لی۔ متفق علیه

(حاصل ترجمہ ان حدیثوں کا یہ ہے کہ تم میں مال کی کثرت ہوگی کہ زمین اپنے خزانے سونے چاندی کے ٹکڑے اگل دے گی اور صاحب مال اپنے صدقے اور زکوۃ کو اس پر پیش کرے گا وہ کہے گا مجھے حاجت نہیں اگر تم کل لاتے تو میں لے لیتا)

یہ سب حدیثیں، حدیث اول کی تفسیر واقع ہوئی ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مرزا کے مریدوں کی یہ تاویلیں کہ علم کے خزانے بہیں گے، یا مال سے وہ روپیہ مراد ہے جو مرزا صاحب کے

اشتہارات میں مذکور ہے کہ جو کوئی براہین احمدیہ یا سرمہ چشم آریہ وغیرہ کا جواب لکھے ان کو اس قدر روپیہ دیا جائے گا، کس قدر پوچ، لچر و بے ہودہ ہیں۔

دلیل دوازدہم: صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

و لیترکن القلاص فلا یسعی علیھا و لتذھبن الشحناء و التباغض و التحاسد۔ (ابن مریم کے زمانے میں) جوان اونٹ چھوڑ دیئے جائیں گے پس ان سے کوئی کام نہ لیا جائے گا، کینہ اور بغض اور حسد نہ رہے گا)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود کے زمانے میں اونٹ چھوڑ دیئے جاویں گے۔ نہ ان پر سواری کی جائے گی اور نہ کسی اور کام میں لگائے جائیں گے اور عداوت و بغض اور حسد باقی نہ رہے گا۔ یہ بات بھی مرزا کے زمانے میں پائی نہیں جاتی ہے۔

دلیل سیزدہم: ابن سمعان کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے زمانے میں اس قدر برکت ہوگی کہ ایک انار ایک جماعت کے لئے کافی ہوگا اور اس کے چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت سایہ لے گی اور دودھ میں اس قدر برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگی اور ایک گائے ایک بڑے قبیلہ کے لئے اور ایک بکری ایک چھوٹے قبیلہ کے لئے۔ اور مرزا صاحب نے زمانے میں ان میں سے کچھ بھی نہیں۔

{ قولہ: پس بموجب حکم ان سب مقدمات مسلّمہ کے...

{ اقول: یہ سب مقدمات تو آپ کے تار عنکبوت تھے، ہباءً منثوراً ہو گئے۔ اب بموجب اپنے وعدہ کے ثالث مقرر کر کے یا خود خوف خدا کر کے رجوع فرمائیے۔

{ قولہ: پس بموجب اس تاویل صحیح اور تفسیر حقہ کے اس شعر کا مضمون بہت راست و درست معلوم ہوتا ہے۔

{ اقول: اب تو معلوم ہو گیا کہ وہ تاویل آپ کی غلط اور تفسیر مردود ہے تو مضمون شعر ہی گستاخی اور بے ادبی رہا۔ بلکہ دوسری گستاخی اور بے ادبی آپ کی ثابت ہوگئی اور مرزا صاحب کا اس میں حصہ بھی ہو گیا اور عاجز نہایت درجہ فروتنی سے اپنے کو اپنے خدا کا بہت کمزور اور ادنی درجہ کا ذلیل بندہ گن و جان کر، اور اللہ تعالی نے جو احقر کو خبر دی ہے اس کا اللہ تعالی ہی پر بھروسہ کر کے اور اپنے مولا کی خبر پر یقین کامل کر کے، آپ کو بشارت سناتا ہوں کہ آپ کے فرضی مسیح کو مولانا سید محمد نذیر حسین کی سبّ وشتم اور حضرت عیسیٰؑ کی اس گستاخی کا عوض بہت جلد ملنے والا ہے اور

جہاں تک اس عاجز کو اس کے مولا نے علم دیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ کسی سخت بلائے جسمی میں مبتلا ہو وے اور جلد ہو وے۔

☆ قادیانی کو دعوت مناظرہ ومباہلہ

نوٹس من جانب خاکسار (عبدالمجید دہلوی)

....جس وقت مرزا صاحب دہلی میں آئے تھے (ستمبر۔اکتوبر ۱۸۹۱ء) اس وقت میں نے بہت چاہا کہ مرزا دوستانہ گفتگو کر کے اس امر کا فیصلہ کریں مگر مرزا صاحب نے سوائے ناجائز عذر اور ترکیبی ٹال مٹول اور بے سود چالوں کے کوئی بات نہ کی۔ باوجودیکہ میں بار بار ان کی خدمت میں گیا اور مکرر سہ کرر نوٹس بھی دیئے مگر مرزا صاحب کو گفتگو کی جرأت نہ ہوئی۔ ناچار ان کی خدمت کرنی پڑی چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ وتقدس ان کے تمام رسائل کے جواب سے اہل اسلام سبکدوش ہوئے اور طبع ہونے بھی شروع ہو گئے۔ مگر قبل از اشاعت پھر اس کے ذریعہ سے تمام اتباع ومعتقدین مرزا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ کوئی بھی تم میں ایسا ہو کہ باہمی گفتگو اخلاق کے ساتھ کچھ دنوں کر سکے یا ابن ہود کی طرح مرزا صاحب کو مناظرہ یا مباہلہ پر آمادہ کر سکے۔ الیس منکم رجل رشید

(مولانا عبدالمجید دہلوی کے تفصیلی حالات نہیں مل سکے۔ تاہم ان کی ایک کتاب ہدایت المومنین کا ذکر بیان للناس میں ہے جس میں انہوں نے تقویۃ الایمان کی متنازعہ عبارات کا شائد دفاع کیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالمجید نے پادری فانڈر کی مفتاح الاسرار کا جواب بھی لکھا اور بمبئی مدراس دہلی وغیرہ میں عیسائیوں سے کامیاب مناظرے کئے۔ اور بیان للناس سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مرزا قادیانی کو مناظرے اور مباہلے کی دعوت دی تھی جن سے مرزا صاحب نے اعراض کیا۔ اور حکیم نورالدین کو لاہور میں مباحثے کی دعوت دی جس سے حکیم صاحب نے اعراض کیا۔ اور مولوی محمد احسن امروہی قادیانی کو بھوپال جا کر مباحثے کی دعوت دی اور ایک ماہ سے زائد عرصہ تک ان سے خط وکتابت کرتے رہے۔ تاہم امروہی صاحب نے مناظرے سے انکار کیا۔ آپ نے امروہی صاحب کو حج پر جانیکی دعوت بھی دی اور اس سلسلے کے اخراجات ادا کرنیکا وعدہ کیا۔ اور امروہی صاحب کو اپنے اوپر استغاثہ کرنے کی دعوت بھی دی اور استغاثہ کے اخراجات ادا کرنے کا وعدہ بھی کیا)۔ تمّت

شفاءللناس

جناب سراج الحق نعمانی قادیانی نے لکھا ہے:

جب مرزا صاحب نے اپنے دعوی مسیح موعود میں صرف ایک اشتہار مختصر نکالا تھا وہ مولوی محمد احسن کے پاس بھوپال پہنچ گیا اور مولوی صاحب نے تصدیق کی اور ایک کتاب اعلام الناس حضرت مرزا کے دعوی کے ثبوت میں لکھی اور چھپ کر لدھیانہ حضرت مرزا کی خدمت میں پہنچی تو مرزا صاحب نے مجھے فرمایا کہ پڑھ کر سناؤ۔ چند اوراق تو میں نے سنا دیئے اور کچھ حصہ منشی ظفر احمد ساکن کپورتھلہ نے سنایا اور باقی مولوی محمود حسن دہلوی مدرس پٹیالہ نے سنایا۔ مرزا نے سن کر فرمایا اس مضمون میں ہمارا اور مولوی صاحب کا توارد ہو گیا اور جو ہم نے لکھا ہے وہی مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ دیکھو کیسی فراست ہے اور مولوی صاحب کیسے راسخ العلم ہیں کہ جو ہمیں خدا نے سمجھایا وہ مولوی صاحب بھی سمجھ گئے حالانکہ نہ ابھی ہماری طرف سے کوئی کتاب شائع ہوئی، نہ کوئی اشتہار مدلل نکلا اور نہ کوئی اس بارے میں ہماری تصنیف دیکھی ہے۔ یہ صرف روح القدس کی تائید ہے۔ (تذکرۃ المہدی۔ ص ۱۵)

یعنی محمد احسن امروہی کی اعلام الناس بقول مرزا قادیانی روح القدس کی تائید سے لکھی گئی اور اس میں مرزا صاحب کے خیالات کی عکاسی ہے۔ یہ کتاب شائع ہوئی تو قادیانی حضرات اس پر فخر کرتے ہوئے کہتے پھرتے تھے کہ اس کتاب کا جواب لکھو۔ تب مولانا عبداللہ شاہجہانپوری نے اس کا جواب لکھا اور مولانا جمیل احمد نے بھی اس کا جواب لکھا اور طبع ہوا۔ مولانا جمیل احمد کی مصنفہ کتاب ہمیں دست یاب نہیں ہوسکی، تاہم مولانا شاہجہان پوری کی شفاءللناس جامعہ سلفیہ بنارس کی لائبریری سے مل گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۹ھ میں شائع ہوئی اور معلوم ہوتا ہے کہ ازالہ اوہام کی تصنیف، مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء اور مباحثہ دہلی ۱۸۹۱ کے بعد لکھی گئی جو مرزا صاحب کے دعاوی کا ابتدائی زمانہ تھا۔ ان کی ابھی دو تین ہی کتابیں سامنے آئی ہیں، پیش گوئیوں کی بھی ابھی بھر مار نہیں ہوئی تھی اور ان پر متفقہ فتوی تکفیر بھی جاری نہیں ہوا تھا۔ تحریک ختم نبوت کے بالکل ابتدائی دور

کی اس اہم تصنیف کو ذیل میں نقل کرتے ہوئے ہم نے چند عبارات حذف کر دی ہیں ، بعض جگہ عبارت کو لباس جدید پہنایا ہے ۔ اور یاد رہے کہ صفحات آئندہ میں منشی محمد جعفر تھانیسری کی، تائید آسمانی ، تک شفاء للناس ہی کے مضامین مختلف عنوانات سے نقل ہوئے ہیں ۔

حمد وصلوۃ پر مبنی خطبہ کتاب کے بعد مولانا عبداللہ شاہ جہان پوری لکھتے ہیں :

یہ عاجز احقر عباد اللہ عبد اللہ بن العالم الالمعی ...مولوی محمد کفایت اللہ شاہجہانپوری، خدمت میں اخوان مومنین کے عرض پرداز ہے کہ اس وقت میں ہوا پرستی اور احکام الٰہی کے بجا لانے میں سستی ایسی آگئی ہے کہ بیان سے باہر ہے اور تقوی اور دیانت سے دوری اور صدق وامانت سے مہجوری ایسی ہوگئی ہے کہ حد سے بڑھ کر ۔ اور شر وفساد اور فتن وعناد کا ایسا دروازہ کھلا ہے کہ جس سے شیاطین جن کو چنداں حاجت تکلیف اٹھانے کی نہ رہی اور ایسے دجل پیشہ اور تضلیل وتلبیس شیوہ لوگ ہونے لگے جس سے ابلیس کو بھی راحت ہوگئی ۔ دجالین پیدا ہو کر خلق اللہ کو گمراہ کرنے لگے دعاوی باطلہ کا دم بھرنے لگے۔ جھوٹی جھوٹی باتوں کو شائع کرنے لگے ۔ یہ وہی وقت معلوم ہوتا ہے جس کی خبر مخبر صادق ﷺ نے پہلے ہی سے دی ہے :

یکون فی آخر الزّمان دجّالون کذّابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباء کم فایّا کم و ایّاھم لا یضلّو نکم و لا یفتنونکم۔ اخرجه مسلم عن ابی هریرہ مرفوعاً ۔(یعنی آخر زمانہ میں دجالین کذابین ہوں گے، تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ کبھی تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادوں نے، تو تم ان سے بچے رہنا، کہیں تم کو گمراہ نہ کر دیں اور آفت میں نہ ڈال دیں)۔

اور ایک حدیث میں یوں فرمایا:

سیکون فی امّتی کذّابون ثلاثون کلّھم یزعم انّه نبیّ و انا خاتم النّبیین لا نبیّ بعدی۔ اخرجه ابو داؤد والترمذی و صححه ابن حبان کما فی الفتح ۔ یعنی میری امت میں تیس بڑے جھوٹے ہوں گے ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا اور میں خاتم النبیین ہوں، کوئی میرے بعد نبی نہیں ۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ۔

چنانچہ اس وقت میری نظر سے ایک رسالہ ضلالت کا مقالہ مسمّی باعلام الناس گزرا کہ

ازسرتاپا پرازتضلیل ہے اور اس میں کلام رب الجلیل کی خوب ہی باطل تاویل اور اقوال نبوی کی پوری پوری تحریف وتبدیل ہے۔ صاحب رسالہ نے اس رسالہ کو تائید میں ایک پنجابی کے لکھا ہے جس نے کلام اللہ اور کلام رسول کو تاویل فاسد اور تحریف باطل کرتے کرتے درجہ اہمال اور تعطیل کو پہنچا دیا (جو تاویلیں مرزا جی نے قرآن وحدیث میں کی اگر وہ تاویلیں درست ہوں تو کبھی قرآن وحدیث سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوگا بلکہ سب بالکل مہمل اور بے کار ہو جاوے گا) اور اپنے آپ کو مسیح کا مثیل بنالیا، پس وہ اپنے زعم میں مسیح بن مریم کا مثیل ہے اور بحکم شرع ایسے شخص کو کہہ سکتے ہیں کہ دراصل مسیح دجال کا مثیل ہے۔۔رسول مقبول ﷺ نے اور تمام انبیاء سابقین نے ایک بڑے دجال سے تحذیر کی، لوگوں کے دل میں اس سے پرہیز ڈلوایا، اور اہل اسلام کے دل میں اس کی طرف سے ایک نفرت قومی جم رہی تھی اس کو اس شخص نے اس دجال موعود کا انکار کر کے نکال دیا (چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۷ میں لکھتے ہیں: اس سوال کا جواب بغیر اس صورت کے اور کسی طور سے دے نہیں سکتے کہ آخری زمانہ میں دجال موعود کا آنا سراسر غلط ہے) اور لوگوں کے دل میں اپنی خوئے خناسی سے یہ ڈالا کہ وہ کوئی چیز نہیں یہ صرف استعارات ہیں۔ جب وہ دجال موعود موافق فرمان ہمارے نبی آخرالزمان اور تمام انبیاء کے خروج کرے گا اور اس شخص نے جو اس کا واقع میں بڑا حامی اور میر سامان کہ راستہ صاف کرنے کو اس کیلئے آیا ہے، فرمان انبیاء کے برعکس جما کر وہ سب نفرت قلوب سے سلب کر لی، تو اب اس کی تضلیل کا کچھ حاجب اور مانع نہ رہا، بلکہ اس کے انواع انواع کے دجل اور خوارق دیکھ کر لوگ بہت جلد تسلیم کر لیں گے کیونکہ جو اللہ جل شانہ نے بلسان انبیاء کے اس کے دجل کی حقیقت مومنین کے اوپر کھول دی تھی اس کو اس شخص نے بھلا دی۔ پس یہ اصل میں مسیح دجال کا مثیل ہے اور حامی ان کی تضلیل کا۔ عیسی بن مریم کا مثیل نہیں، بلکہ ان کا دشمن ہے۔ اور ساعی ہے ان کی تذلیل کا، اور مومنین کا عدو اور مجاہد ان کی تذلیل کا، کیونکہ جس نزول کو شارع نے بالفاظ صریح والصنیع تاکید فرما دیا، اہل اسلام کو اس کا انکاری بنانے والا، اور حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت مومنوں کو ان کا منکر اور کافر بنانے والا (کیونکہ جب انکے نزول کا انکار کیا تو جب وہ موافق فرمان شارع کے نزول فرمائیں گے تو لوگوں کے دل میں یہ بات جم جائے گی کہ مسیح کا نزول نہ ہوگا تو لامحالہ اس کو جھوٹا کہیں گے ان کا انکار کریں گے اور تکذیب کریں گے) اور خاص ان کو کاذب ٹھہرانے والا اور مکذب بنانے والا

اللّٰھم احفظنا من شرورہ۔

تو اس رسالہ (اعلام الناس) میں اس کی تائید کیلئے نصوص کی تحریف وتمویہ کر کے لوگوں

کو بہکانا شروع کیا تھا۔ پس اس عاجز نے بوجہ حمیت اسلامی کے اس کا جواب لکھنا شروع کیا۔ مستعیناً باللّٰہ فانّہ ولیّ التّوفیق

} قولہ:(قولہ سے مراد اعلام الناس کے مؤلف محمد احسن امروہی کا کلام ہے۔ بہاء) وجود حضرت مرزا صاحب کا...الی آخر مدحہ

} اقول۔(اقول سے مراد مولانا عبداللہ شاہجہانپوری کا کلام ہے۔ بہاء) ممدوح وہی شخص ہے کہ اس کے افعال واقوال شریعت غرا کے موافق ہوں اور مطیع ہو اللہ کا اور اس کے رسول کا۔ نہ وہ کہ دجل پیشہ اور تضلیل شیوہ ہو اور مفتری ہو اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ پس ایسی مدح کچھ فائدہ بخش نہیں بلکہ موجب وبال ہے اور ایسا مادح لائق ہوا اس فرمان نبوی کے:

و اذا رأیتم المدّا حین فاحثوا فی وجوھھم التّراب ۔ اخرجہ مسلم و ابو داؤد و التّرمذی۔

} قولہ: یہ دعوی میرا بلا بیّنہ نہیں بلکہ براہین احمدیہ سے ثابت وظاہر ہے۔ اگر کسی کی آنکھوں میں کچھ فتور ہو تو کحل الجواہر بھی حاضر ہے۔

} اقول: براہین احمدیہ اور کحل الجواہر تمہارے مطلب فاسد کو مفید نہیں اور اس وقت تمہارے پیر کی حقیت اور مجددیت کی دلیل نہیں (خاص کر یہ دعاوی جو کئے گئے ہیں براہین کے خلاف ہیں اور اس میں جو اقرار کئے گئے نزول جسمانی مسیحؑ کے، اسکے معارض) کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

انّ اللّٰہ لیؤید ھذا الدّین با لرّجل الفاجر۔ اخرجہ البخاری (یعنی اللہ تعالی اس دین کی مدد فاجر آدمی سے بھی کرا لیتا ہے)

قصہ ورود اس حدیث کا یہ ہے کہ غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے واسطے، جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا، فرمایا کہ یہ اہل نار سے ہے۔ جب کفار سے مقاتلہ ہوا تو اس شخص نے مسلمانوں کی طرف سے بہت قتال کیا اور بہت کفار کے ساتھ لڑا۔ تو ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ شخص تو بہت قتال کرتا ہے اور اس کے سبب زخمی بھی بہت ہو گیا اور اس کو آپ نے دوزخی فرمایا۔ اس بات سے بعض آدمیوں کے دل میں شک آ گیا۔ اتنے میں اسی شخص کو ایک زخم سے تکلیف ہوئی تو اس نے ایک تیر لے کر اس سے اپنے آپ کو قتل کر دیا تو لوگوں نے دوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر کی، تو آپ نے ایک حدیث فرمائی جس کا ٹکڑا یہ حدیث ہے جو ذکر کی۔ (واضح رہے کہ عبارات کا ترجمہ حاصل معنی کے ساتھ کیا جائے گا، لفظی

معنی کا لحاظ نہیں کیونکہ اس میں یا تطویل زائد ہوتی یا مطلب عوام کے سمجھ میں نہیں آتا۔ مگر یہ بھی واضح رہے کہ اپنی طرف سے بھی کوئی لفظ نہ بڑھایا جاوے گا بلکہ جو لفظوں سے نکلے گا اس کا حاصل لکھا جاوے گا)

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سے اسلام کی مدد کا کام ہو جاوے تو یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ بس سب اس کی باتیں حق ہیں جیسا کہ یہاں پر ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہی اس کی دجالیت کی دلیل ہے کہ اول دجل اور دھوکے سے مسلمانوں کو ان کی طبیعت کے موافق ایک کام بڑا کر کے اور حمیت اسلامی کا نام کر کے اپنی طرف گرویدہ کیا اور پھر اپنا مقصد اصلی کھولا۔ چنانچہ طریقہ دجال موعود اکبر کا بھی حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے:

عن عبد اللّٰه بن المعتمر عن النّبیّ ﷺ انه قال: الدّجال لیس به خفا یجیء من قبل المشرق فیدعوا الی الدین فیتبع و یظهر فلا یزال حتّی یقدم الکوفه فیظهر الدّین و یعمل به فیتبع و یحث علی ذلک ثم یدعی انّه نبیّ فیفرع من ذلک کل ذی لبّ و یفارقه فیمکث بعد ذلک فیقول انا اللّٰه فتنشی عینه و تقطع اذنه و یکتب بین عینیه کافر فلا یخفی علی کل مسلم۔ اخرجه الطبرانی بسند ضعیف کما فی الفتح الباری۔ یعنی نبی پاک نے فرمایا کہ دجال کی بات پوشیدہ نہیں مشرق کی جانب سے آوے گا تو لوگوں کو دین کی طرف بلائے گا تو لوگ اس کے تابع ہو جائیں گے اور غالب ہو جاوے گا اسی حال میں رہے گا کہ کوفہ میں آوے گا اور دین کو زور دے گا اور دین کے موافق عمل کرے گا تو لوگ اس کے تابع ہو جائیں گے اور لوگوں کو دین کا شوق دلائے گا، بعد میں نبوت کا دعویٰ کرے گا تو سمجھ دار لوگ اس سے الگ ہو جائیں گے پھر خدائی کا دعویٰ کرنے لگے گا تو اس کی آنکھ چھپ جائے گی اور کان کٹ جائے گا اور دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھ دیا جائے گا تو کسی مسلمان سے چھپا نہ رہے گا۔

تمہارے یہاں بھی دعویٰ نبوت پر تو نوبت آ گئی ہے۔ آگے دیکھئے

یار ما امسال دعوی نبوۃ کردہ است　　　سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

دوسری وجہ براہین احمدیہ اور کحل الجواہر کی تمہارے مدعائے اصلی کے مفید نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ ایک شخص کی بعض بات حق ہونے سے اس کی سب باتوں کی حقیت لازم نہیں آتی ہے۔

تیسری یہ کہ پہلے جو اس کو اچھا جانا گیا تھا تو اسی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کے دین

کی تائید کی بات کی تھی۔ پس جب قول رسول ﷺ کی توہین اور قرآن و حدیث کی جو، بیّن الدلالۃ صحیح الثبوت بلکہ قطعی الثبوت تھے، تحریف کی تو اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔ جو وجہ قبول کی تھی ویسی ہی وجہ عدم قبولیت کی بھی پیش آ گئی۔ پھر ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح کیوں؟ اتبع الحق و لا تتّبع الھوی۔ خذ ما صفا و دع ما کدر

{ قولہ: حاصل یہ کہ مولوی محمد حسین صاحبِ اشاعۃ السنہ نے اس وقت میں ...الخ

{ اقول: حاصل یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب پہلے مرزا صاحب کے بہت مداح تھے بسبب رفع کسی قدر حجاب کے، اور اب بڑے ان کے منکر مکذب ہو گئے بسبب انواع حجب کے۔ چونکہ عبارت صاحب اعلام الناس کی طویل تھی اور اسکے نقل میں عسرت تھی اور بغیر نقل خلاصہ مطلب نہ کھلتا، لہذا حاصل بیان کر دیا۔ اب ان کی غرض اس قصہ کے نقل سے سنو۔

{ قولہ: میں نے یہ عبارات ان کے رسالہ کی اس واسطے نقل کئے ہیں کہ مرزا صاحب کو ایک الہام ہوا تھا کہ جحدوا بھا و استیقنتھا انفسھم۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں یہ الہام بشرح وتفسیر مندرج ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ بعض لوگ میری تصدیق کر کے بعد تصدیق کے بھی منکر ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے پورے پورے مصداق، بسبب عظمت شان اپنی کے، مولوی (محمد حسین) صاحب ہی ہیں۔

{ اقول: جحدوا بھا ... الخ کے معنی تو یہ ہیں کہ باوجود دل میں یقین ہونے کے انکار کریں گے۔ پس یہ اقرار کے بعد انکار کرنے کے معنی اگر مرزا صاحب نے لئے ہیں تو وہ اپنے الہام کو نہیں سمجھے۔ اگر تم نے یہ اس کے معنی لئے ہیں تو تم مرزا کے الہام کو نہیں سمجھے کیونکہ جو الہام کے لفظ ہیں بزعم مرزا اس کے معنی تو یہ ہیں کہ: دل میں یقین ہے اور ظاہر میں انکار ہے۔

اور اگر تصدیق کے بعد منکر ہو جانے سے یہ غرض ہے کہ باوجود دل میں یقین ہونے کے انکار کریں گے تو تمہارا اس اقرار و انکار مولوی صاحب کو اس الہام کا مصداق بنانا بڑی نادانی کی دلیل ہے کیونکہ یہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ اب حالت انکار میں مولوی صاحب کے دل میں مرزا کی حقیت کا یقین ہے اور پھر انکار کرتے ہیں۔

دوسرا فساد اس قول میں یہ ہے کہ مولوی صاحب کے اقرار کا زمانہ اور ہے اور انکار کا اور، اور الفاظ چاہتے ہیں اتحاد زمانہ کیونکہ استیقنتھا حال ہے۔

تیسرا یہ کہ یہ الفاظ الہام صیغہ ماضی ہیں اور مولوی صاحب کا انکار مستقبل میں ہے۔

پس اس انکار کو مصداق بنانا صحیح نہ ہوگا الّا بالتاویل۔

} قولہ: پس انکار الہام سے بھی ملہم ہونا حضرت مرزا صاحب کا ثابت ہوگیا۔

{ اقول: کیا خوب ثابت ہوگیا اور اسکے ساتھ تمہاری خوش فہمی بھی ثابت ہوگئی۔...

} قولہ: الحاصل اور بھی بہت سے علماء وفضلاء مرزا صاحب کی ولایت اور محدث ہونے اور ملہم ہونے کی تصدیق فرماتے ہیں، بلکہ ان کے فیضان سے مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔ اگر ان سب کا کلام نقل کروں تو ایک دفتر طویل ہو جائے۔ ان دو صاحبوں کا کلام اس واسطے نقل کیا ہے کہ یہ دونوں تلامذہ سید محمد نذیر حسین کے ہیں جو دریں زمانہ علوم ظاہر دینیہ میں ہمارے مقتداء ہیں۔

{ اقول: وہ کون علماء وفضلاء ہیں جو اب مرزا صاحب کے محدث وغیرہ ہونے کے قائل ہیں۔ دو جو تم نے پیش کئے، تو ایک تو رات دن ان کے ردّ میں مشغول رہتے ہیں (یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی) اور دوسرے کے حال سے میں واقف نہیں کہ اب ان کا کیا عقیدہ ہے۔ اور نہ آپ واقف ہیں چنانچہ آپ نے یہ بات زبانی فرمائی (جس کی خبر مجھ کو معتبر طور پر ہے) کہ اب مجھ کو ان کی خبر نہیں کہ مرزا صاحب کے بارہ میں ان کا کیا عقیدہ ہے۔ بہر حال ان قولوں سے جن کو تم نے نقل کیا اس وقت تمہارا مطلب دلی ثابت نہیں ہوتا۔ اور یہ مدحیں اب کی نہیں کہ تمہارے مفید مطلب ہوں۔

واضح رہے کہ مؤلف اعلام الناس نے اس جگہ عوام کے دھوکہ کے ساتھ کام نکالا ہے کہ حضرت مولانا ومقتدانا شیخنا وشیخ الکل محی السنہ قامع البدعۃ امام الوقت استاذی حاجی الحرمین مولانا مولوی سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی تعریف کی کہ ان کے دو شاگردوں کے قول سے مرزا کی مدح لکھی ہے، اور اس کا اظہار کیا تاکہ عوام لوگ پھسلیں کہ ایسے بڑے عالم کے شاگرد یہ بات کہتے ہیں تو حق معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ اگر اسی شاگردی پر معاملہ ہے تو اور جو ہزاروں مولانا ممدوح کے شاگرد مخالف مرزا کے ہیں تو کیا ان ہزاروں کا اعتبار نہ کیا جاوے گا، اور ان دو کا کیا جاوے گا کہ ان سے بڑے بڑے اس کے رد میں مشغول ہیں۔ دوسرے، ان دو میں کے جو ان دیار میں مشاہیر سے ہیں (یعنی محمد حسین بٹالوی) وہ خود اس وقت بڑے مخالفین سے ہیں۔ تیسرے، جو سب کے استاد ہیں انہیں سے پوچھ لو وہ کیا فرماتے ہیں۔ چوتھے، کسی بڑے کے شاگرد ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ شاگرد سب باتوں میں مصیب ہو۔ پانچویں: شاگردی اور استادی کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ قرآن وحدیث دیکھنا چاہیے جو اس میں ہے وہی ٹھیک ہے، باقی سب ہیچ۔

الحادات مرزا

} قولہ: اب عاجز بخدمت ان علماء فضلاء کے جو مرزا صاحب کے مکذب ہیں اور ان کے وجود کو اسباب ضلال سے جانتے ہیں بلکہ نوبت بایں رسید کہ الحاد و زندقہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ استفسار کرتا ہے کہ مرزا صاحب میں وہ کون سا امرالحاد و زندقہ کا ہے؟ بیان کیا جائے۔

} اقول: جو امور کہ مرزا کے موجب زندقہ والحاد ہیں ان کے تفصیلی بیان کی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ کیا کم الحاد ہے کہ دعویٰ مثلیت میں قرآن وحدیث کی ایسی تاویل وتحریف کی کہ معطل و بے کار کر دیا، اور صرف نصوص کا ظاہر سے بغیر صارف صحیح و بے وجہ وجیہ الحاد ہے، اور انہوں نے تو ایسا صرف کیا کہ اس سے اوپر اور درجہ متصور نہیں۔ مگر چند اقوال وعقائد بطور تمثیل کے ان کی تحریرات سے بعینہ عبارات کے ساتھ (قطع نظر ان اقوال وعقائد سے کہ جو مجھ کو اخبار ثقات سے پہنچی ہیں) نقل کرتا ہوں کہ جس سے ناظرین خود غور کر سکتے ہیں اور اس وقت ان کے ردّ سے بخوف تطویل سکوت کیا (ان کے رسائل کے جواب میں انشاء اللہ تعالیٰ جواب کافی ان کا ہو جائے گا) و نیز مخالفت ان کی قرآن وحدیث سے ظاہر ہے۔

ایک عقیدہ ان کا یہ ہے کہ میں نبی ہوں اور نبوت مطلقاً ختم نہیں ہوئی۔ توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ میں لکھتے ہیں:

> ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے امت کیلئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اسکی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں آواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوۃ کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔ اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوۃ مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے، میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب

نبوۃ مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ انتہی بلفظہ

اور توضیح مرام کے صفحہ ۱۹ میں کہا : انّ النّبی محدّث والمحدّث نبیّ باعتبار حصول نوع من انواع النّبوّۃ۔

اور یہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ میں محدث ہوں۔ اور توضیح المرام کے صفحے ۳۳ سے ٦۷ تک قابل دیکھنے کے ہیں۔ حقیقت ملائکہ میں جس قدر واہیات بھرے ہیں کہ کیا بیان کیا جاوے۔ عبارت طویل ہے اس واسطے نقل نہیں کر سکتا، بعض مختصر جملوں کو بطور نمونہ ذکر کرتا ہوں۔ توضیح مرام کے صفحہ ۳۳ میں ملائکہ کے بارے میں کہتے ہیں:

اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں، یا دساتیر اور وید کے اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا ان کو لقب دیں۔ انتہی

اور توضیح مرام کے صفحہ ۳۸ میں لکھتے ہیں:

انہیں نفوس کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام ستارے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں اور جیسے خدا تعالی تمام عالم کے لئے بطور جان کے ہے ایسے ہی (مگر اس جگہ تشبیہہ کامل مراد نہیں) وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان ہی کا حکم رکھتے ہیں۔

اور توضیح مرام کے صفحہ ٦۷ میں یوں کہا:

بلکہ ہر ایک فرشتہ علیحدہ علیحدہ کاموں کے انجام دینے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ دنیا میں اس قدر تم تغیرات وانقلابات دیکھتے ہو یا جو کچھ ممکن قوۃ سے حیّز فعل میں آتا ہے یا جس قدر ارواح واجسام اپنے کمالات مطلوبہ تک پہنچتے ہیں ان سب پر تاثیرات سماویہ کام کر رہے ہیں اور کبھی ایک ہی فرشتہ مختلف طور کے استعاروں میں مختلف طور کے اثر ڈالتا ہے۔

غور کرو یہ کن عقاید کفریہ کو (جن کا ردّ بکلی قرآن وحدیث میں ہو چکا ہے) تعلیم کیا جاتا ہے اور کس دجل کے ساتھ مخلوق کو گمراہ کیا جاتا ہے؟ اب بھی کچھ زندقہ اور الحاد میں شک رہ گیا؟

پھر اس کے بعد ایک طویل عبارت میں یہ بھی مضمون ادا کیا گیا ہے، تصریح کے ساتھ کہ کوئی فرشتہ بذات خود زمین پر نہیں آتا اور اپنے مقام سے جدا نہیں ہوتا بلکہ صرف اس کی تاثیر نازل ہوتی اور اس کی عکسی تصویر انبیاء کے دل میں منقوش ہو جاتی ہے۔ دیکھو صفحہ ٦۸، اور ۷۰، اور ۸۵۔

اور پھر ذات باری تعالی کے ساتھ یہ کیا کم گستاخی ہے کہ مجازاً ہی سہی اپنے آپ کو اور

حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کے بیٹے کے ساتھ تعبیر کیا چنانچہ توضیح مرام کے صفحہ ۲۷ میں ہے:

مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ الخ

یعنی ابن اللہ کہہ سکتے ہیں نعوذ باللّٰہ من ذلک۔ ایسے ہی صفحہ ۲۲ میں تثلیث ثابت کی گئی ہے عبارت طویلہ کے بعد کہا:

اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالیٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے، استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے اور چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے ..الخ

بھلا یہ عقاید کفریہ کو عوام میں پھیلانا ہے کہ نہیں اور یہ اسلام کے ساتھ دشمنی ہے کہ نہیں۔
پھر فتح الاسلام کے صفحہ ۵۴ میں لیلۃ القدر کو زمانہ ظلمانی بنایا ہے کہ اس سے رات مراد نہیں، یہ بھی قابل دید ہے اور جو توضیح کے صفحہ ۴۹ میں بیان معنی آیت متضمن ذکر سجدہ آدم اپنے آپکو مسجود و مخدوم ملائکہ ثابت کرنا چاہا ہے، وہ بھی لائق غور ہے بخوف طول عبارت نہیں نقل کی گئی۔ کیسے کیسے الحادیات بیان کئے ہیں۔ اور عیسیٰؑ کی توہین اور منقصت شان ان کی کتب میں تو اسقدر ہیں کہ کیا بیان کیا جائے۔ ازالہ کے صفحہ ۶ سے حصہ اول میں جو شروع کی ہے تو کہیں صراحۃً اور کہیں اشارۃً نہ معلوم کہاں تک چلی گئی۔ بعض جگہ کے الفاظ کو لکھتا ہوں۔ صفحہ ۶، اور ۷ میں لکھتے ہیں:

ماسوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان کے حواشی سے الگ کر کے دیکھا جاوے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیش گوئیوں پر جس قدر اعتراض وشکوک پیدا ہوتے ہیں، نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں، کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا اور پیش گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے۔

پھر لکھتے ہیں: اور اس سے بھی زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۸ میں لکھتے ہیں:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسی کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم

اور اسی کے صفحہ ۱۵ میں ہے: کیونکہ حضرت مسیح کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی

ہوئی ہے اور انجیل سے ثابت ہے کہ اس سخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے مارنے کے لئے پتھر اٹھائے ..الخ

اور حضرت مسیح کے معجزات کے بارہ میں (جو صریح کلام مجید سے ثابت ہیں)، ازالہ اوہام کے صفحات ۲۹۵ تا ۳۲۲ کس قدر خرافات بھرے ہیں اور ان سے انکار اور کیسی ہجو کی ہے، نقل کرنے سے شرم آتی ہے۔ صفحہ ۳۰۴ میں لکھتے ہیں:

اور ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید نہیں کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنالیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں ...الخ

آگے صفحہ ۳۰۵ میں لکھتے ہیں:

ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت، ظہور میں آسکیں کیونکہ عمل الترب میں، جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں، ایسے ایسے عجائبات ہیں ...الخ

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں لکھتے ہیں:

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۲ میں لکھتے ہیں:

غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اس میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا، بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہوگیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کیلئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔

مرزا جی کے ان عقاید میں غور کر کے اہل حق معلوم کر سکتے ہیں کہ حق پر کون ہے، اور ان عقاید کا معتقد بددین اور ملحد ہے کہ نہیں؟ واللّٰہ اعلم و علمہ اتمّ واحکم

بحث مباہلہ

{ قولہ : مولوی عبدالحق غزنوی کہتے ہیں کہ مباہلہ ایک قسم کی قسم ہے اور یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے کہ دونوں طرف اپنی جان اور اولاد سے حاضر ہوں اور دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے اس پر لعنت اور عذاب پڑے، تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ۔ الآیہ ۔ ان دنوں مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گرداسپور واقع پنجاب نے دعوی عیسی ہونے کا کیا ہے اور جو آیتیں اور حدیثیں عیسیؑ کے بارہ میں وارد ہیں ان کا مصداق اپنی ذات کو قرار دیا ہے۔

مولف اعلام الناس، کہتا ہے ابھی تک مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اس درخواست مباہلہ کا کیا جواب دیا ہے۔ دو حال سے خالی نہیں ۔ یا تو بشرائط مفید طرفین مباہلہ کرنا منظور فرماویں گے ۔ یا اس وجہ سے کہ میاں عبدالحق کچھ ایسے اکابر اور مشاہیر میں سے نہیں، جن سے مباہلہ کرنے میں اثر تام اور نفع عام پہنچے، منظور نہ فرماویں گے.. الخ۔

تو پھر ایسے مباہلوں کا ثمرہ مفید عام اور نتیجہ معتد بہا اور نفع تمام کیا ہو کہ جس کا اثر ایک ملک ہند پر بھی نہ پڑے گا.. الی آخر القول

{ اقول : یہ امور کہ جو تم نے مباہلہ کے واسطے بیان کیا، آیا یہ شرط ہیں مباہلہ کے واسطے یا نہیں ۔ درصورت شق ثانی کیوں مباہلہ کے واسطے نہ کھڑے ہوئے اور حق کو (جو تمہارے زعم میں ہے) چھپا گئے ۔ اور درصورت شق اول یعنی یہ امور مباہلہ کے شروط سے ہیں (اور تمہاری عبارت رسالہ کی اسی کو مقتضی ہے) تو اسپر دلائل شرعیہ سے دلیل لاؤ۔ اور قرآن وحدیث سے ان کی شرطیت کو بیان کرو۔ و ان لم تفعلو ولن تفعلوا فاتقوا النّار الّتی وقودھا النّاس و الحجارة

اور یہ جو کہتے ہیں کہ جانب مخالف سے کوئی بڑا شخص ہونا چاہیے کہ اس کے غالب یا مغلوب ہونے کا اثر تمام اہل اسلام کو پہنچے، ورنہ ایسے مباہلوں کا ثمرہ مفید علم اور نتیجہ معتد بہا کیا ہوگا؟ تو ہم کہتے ہیں کچھ بہت بڑے ہونے کی ضرورت نہیں، اگر ایسے آدمی بھی مباہلہ کریں گے تو ان کی غالبی مغلوبی ایسی مقصور رہنے والی نہیں۔ ادنی ادنی بات تو چھپتی نہیں، اس قدر بڑی بات چھپ جائے اور لوگوں پر اس کا اثر نہ پڑے؟ یہ بات خلاف عقل ہے۔ اس قدر میں بھی فائدہ عام اور نتیجہ معتد بہا ہوسکتا ہے۔ اور تمام اہل اسلام کو کسی صورت ممکنہ میں نظر نہیں آتا، یہ محض بہانہ ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالی فرماتا ہے من حاجّک فیه من بعد ماجاء ک من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا ... الآیه ۔ دیکھو اللہ تعالی نے من کے ساتھ فرمایا جو عام ہے۔ اعلی، ادنی سب کو۔ یعنی کوئی اس میں جھگڑا کرے اس سے مباہلہ کرو۔ پھر تم نے یہ خاص کیسے کرلیا۔ لاؤ کوئی مخصص ۔ والاّ اللہ کے کلام کے مقابلہ سے ڈرو اور باز آؤ۔

تیسرے یہ کہ قصہ وفد نجران کو دیکھو جب نصاری نجران کے قاصد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے آیات، جو درباره مسیح کے ہیں، پڑھیں تو وہ لوگ اس کے ماننے سے انکاری ہوئے۔ تب رسول اللہ ﷺ مباہلہ کے لئے تیار ہوئے اور نکلے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ نہ پوچھا کہ تم لوگ بہت بڑے آدمی ہو یا نہیں؟ اور تمہارے ساتھ مباہلہ کرنے کا اثر تمام اہل عرب کو پہنچے گا یا نہیں؟ بلکہ روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ یہ لوگ نجران والوں کے بھی سردار و مقتداء ہیں کہ نہیں ، اور تمام نصاری کا ہونا تو کیا۔ چنانچہ بیہقی کی روایت میں اس طرح ہے:

قال فتلقی شر حبیل رسول اللّٰه ﷺ فقال له انی قد رأیت خیرا من ملاعنتک فقال ما هو فقال حکمک الیوم الی اللّیل و لیلتک الی الصباح فمهما حکمت فینا فهو جائز فقال رسول اللّٰه ﷺ لعلّ ورائک احد یثرب علیک فقال شرحبیل سل صاحبی فسالهما فقالا ما یروا الوادی و لا یصدر ا لّا عن رأی شرحبیل فرجع رسول اللّٰه ﷺ فلم یلا عنهم ؛ الحدیث

دیکھو جب نبی ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ سردار ہیں تب آپ لوٹے اور اس کی بات کا اعتبار کیا۔ تو معلوم ہوا کہ پہلے سے آپ اس کو نہ جانتے تھے۔ پس اگر بڑا آدمی شرط ہوتا تو کیوں آپ ﷺ پہلے سے مباہلہ کے لئے مستعد ہو جاتے اور مباہلہ کے نکل کھڑے ہوتے۔

چوتھے یہ کہ تمہارے پیر (مرزا غلام احمد) اسی درخواست مباہلہ کے جواب میں کیا فرماتے ہیں۔ دیکھو اشتہار استدعا مباہلہ بار دیگر جو منجانب مولوی عبدالحق غزنوی مطبوعہ ۱۷ شعبان ۱۳۰۸ھ کہ اس میں ان کا جواب بھی نقل کیا ہے:

عبدالحق کون ہے، کسی گروہ کا مقتدا ہے یا مقتدی۔ اور عبدالحق مباہلہ میں اکیلا ہے یا کوئی اور بھی اس کے ساتھ ہے۔ بہر حال میں مباہلہ کے لئے مستعد کھڑا ہوں مگر اس شرط پر کہ مولوی

نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی احمد اللہ امرتسری بالاتفاق یہ فتوی لکھ دیں کہ مسلمانوں کا آپس میں فیصلہ مباہلہ سے جائز ہے۔

دیکھو تمہارے پیر کہیں جانب مخالف میں بڑے آدمی ہونے کی شرط لگاتے ہیں؟ وہ تو بہرحال مستعد اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ چاہے عبدالحق مقتدی ہو یا مقتدا، اکیلے ہوں یا اور کسی کے ساتھ۔ اگر شرط ہوتا تو وہ یہ کیسے کہتے۔ مگر یہاں تو اندھنا دھند کچھ بولنا چاہیے، ٹھیک پڑے یا نہ پڑے، بڑے پیر کے برابر پڑے یا ان سے بھی دو ہاتھ اونچے۔ یہ تو کہہ کے جھوٹے اور ان کے پیر بہانہ فتوی علماء ثلاثہ کا لائے، یہ عجیب بات ہے جس وقت مسیح کی گدی پر بیٹھے اور متصرف عالم کا کواکب بنایا وغیرھا من الالحادیات، تب کسی عالم سے فتوی نہ پوچھا۔ اب جب قلعی کھلنے لگی تو مولوی صاحبوں کو پکارنا شروع کیا۔ کیا جب مولوی محمد اسماعیل علی گڈھی سے مباہلہ طلب کیا تھا اس وقت وہ مسلمان تھے یا تم مسلمان نہ تھے؟

اصل تو یہ ہے کہ خود بھی اپنے آپ کو دل میں سچا نہیں جانتے کیونکہ اگر سچا اور حق پر جانتے تو پھر مباہلہ میں (کہ جس میں ان کا اس قدر فائدہ تھا کہ نہ کسی وعظ میں متصور ہے نہ کسی مناظرہ میں) ایسے واہیات بہانے کیوں لاتے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرح مباہلہ کے نام سے میدان میں نکل کھڑے ہوتے، نصاری نجران کی طرح کیوں بھاگتے۔..

بحث نزول

} قولہ: مولوی عبدالحق غزنوی کہتے ہیں، جیسا کہ حدیث صحیحین میں ہے لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ مرزا تو ابن مریم نہیں۔ میں (محمد احسن مؤلف اعلام الناس) کہتا ہوں مرزا صاحب کب کہتے ہیں کہ میں حقیقتاً ابن مریم ہوں بلکہ جن احادیث صحاح میں پیش گوئی نزول ابن مریم کی نبی ﷺ نے فرمائی ہے اس میں تاویل کرتے ہیں جو بموجب قواعد عربیہ کے صحیح معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ وہ تاویل ہے جس کی نسبت اللہ فرماتا ہے:

یوم یاتی تاویلہ یقول الّذین نسوہ من قبل قد جاء ت رسل ربّنا بالحق

اب صحت تاویل بموجب محاورہ عربیہ کے بیان کی جاتی ہے واضح ہو کہ بموجب محاورہ عرب کے معنی نزول من السّماء وغیرہ میں یہ کچھ ضرور نہیں کہ سماء سے نزول بجسم عنصری و خاکی ہی ہو، دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہے:

و انزلنا الحدید فیه باس شدید و منافع للنّاس ۔

اب کوئی بیان کرے کی حدید بوجود عنصری آسمان سے اتارا گیا ہے۔

{ اقول: جب مرزا صاحب خود کہتے ہیں کہ میں حقیقتاً ابن مریم نہیں ہوں پھر نصوص شرعیہ کو کیوں بلا وجہ حقیقت سے صرف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو پیش گوئیوں کا مصداق بناتے ہیں اور حقیقت کو بدل کر مجاز لاتے ہیں۔ مگر یہ وہی تبدیل ہے جس کی نسبت اللہ تعالی فرماتا ہے:

یحرّفون الکلم عن مواضعه و نسوا حظاً ممّا ذکروا به ۔

اور یہ وہ تاویل نہیں جس کی نسبت اللہ تعالی فرماتا ہے:

یوم یاتی تاویله... الآیه

اس کو اس سے کیا نسبت ہے؟

اب جو صحت تاویل بیان کی گئی ہے اس کو سنو:

واضح ہو کہ بلا شبہ نزول، صفات اجسام سے ہے اور اس میں جسم کے ساتھ ہونا پڑا ہوا ہے جیسا کہ مجمع البحار میں ہے:

النّزول و الصّعود و الحرکات من صفات الاجسام ۔

اور قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

و الانزال نقل الشیء من الاعلی الی الاسفل و هو انّما یلحق المعانی بتوسط لحوقه الذوات الحاملة لها ۔

تو جس وقت اس کی نسبت اجسام عنصریہ و خاکیہ کی طرف کی جاوے گی تو بلا شبہ اس کے معنی نزول بجسمہ العنصری و خاکی ہی کے ہوں گے۔ یہ بات ایسی ظاہر ہے کہ بیان کی چنداں حاجت نہیں۔ چنانچہ موضع تنازع فیہ میں بھی ہے کہ نسبت نزول کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف کی گئی ہے، تو اس جگہ پر بھی یہی معنی ہوں گے کہ وہ اپنے شریف جسم عنصری کے ساتھ نزول فرمائیں گے، تو معنی حقیقی نزول کے یہی ہوئے۔

علاوہ اسکے ایک بات اور سن لینے کے قابل ہے، وہ یہ کہ ظاہر بات ہے کہ نزول کے معنی اعلی سے اسفل کی طرف نقل کے ہیں (چنانچہ میں کسی کتاب لغت کو گمان نہیں کرتا کہ اس میں یہ معنی نہ ہوں، میں نے جہاں تک کتب لغت دیکھے ہیں سب میں یہ بات موجود پائی) پس جس وقت نزول کی نسبت کسی جسم کی طرف کی جاویگی تو بے شک اس کے معنی اسی جسم کی نقل کے ہوں گے۔ مثلاً کہیں کہ

اٹاری سے پتھر گرایا، کوٹھے پر سے زید اترا، آسمان سے اولے برسے۔

تو سوائے اس کے اور کوئی معنی نہ ہوں گے کہ وہ اپنے جسم ذاتی عنصری کے ساتھ اوپر سے نیچے آئے۔ اصلی اور حقیقی معنی اس کے یہی ہوں گے۔

پھر واضح رہے کہ معنی حقیقی مقدم ہوتے ہیں اور معنی مجازی اسی وقت مراد ہوتے ہیں کہ جب معنی حقیقی سے تعذر ہو اور معنی حقیقی لینا ممکن نہ ہوں اور بن نہ سکیں۔ یہ قاعدہ ایسا مسلّم ہر اہل علم کا ہے اور مشہور ہے کہ جس میں کسی علم والے کو شک نہیں اور کسی زبان کا ادیب اس کا منکر نہیں، لہٰذا حاجت استشہاد کی نہیں۔ کتب فن معانی والبیان، اصول اور ادب وغیرہ کی اس سے مملو ہیں۔ پس معنی حقیقی ہوتے ہوئے معنی مجازی مراد لینا نصوص شرعیہ کو تحریف کرنا ہے۔ حدیث مذکورہ بالا لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم (یعنی قریب ہے کہ تم میں ابن مریم نزول فرمائیں گے) میں معنی حقیقی لینے سے کون مانع ہے کہ جسکے سبب سے معنی حقیقی چھوڑ کر باطل معنی مجازی لئے گئے۔

پھر دوسری روایت میں لفظ ھبوط کے ساتھ وارد ہے وہاں کس طرح پر تحریف کی صورت نکلے گی۔ بڑی جائے تعجب ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کس کثرت سے نزول اور کہیں ھبوط کے ساتھ عیسیٰؑ کا بیان فرمایا۔ اگر نبی ﷺ کا یہی مقصود ہوتا جو مرزا کا مطلب ہے تو کیا رسول اللہ ﷺ پر ویسا لفظ فرمانا ایسا مشکل تھا اور اس کی تعبیر و تفسیر پر قادر نہ تھے کہ اس کثرت سے نزول و ہبوط کے لفظ کے ساتھ فرمایا جو صریح مرزا کے مطلب دلی کو مبطل ہے۔ میری غرض یہ نہیں کہ مجاز کوئی چیز نہیں اور استعمال مجاز کہیں ٹھیک نہیں (کیونکہ بہت جگہ مجاز ہی احسن اور حقیقت سے ابلغ ہوتی ہے کہ اس سے مناسبات لطیفہ پیدا کی جاتی ہے، وغیرھا من الفوائد، مگر جہاں کہیں حقیقت کا ارادہ متعذر ہو اور سامع کو فتنہ میں ڈالنے والی نہ ہو اور مخل بالمقصود نہ ہو) بلکہ میری غرض یہ ہے کہ ایسے مجاز استعمال کرنا کہ مقصود اصلی اور مراد دلی کو فوت کر دے اور بالکل بے قرائن ہو اور ایسی جگہ استعمال میں لاوے کہ معنی حقیقی لینے سے کوئی مانع نہ ہو اور معنی مجازی دل میں لے کر بولے بالکل قبیح ہے اور عقل و نقل کے خلاف۔ اور طرفہ اس پر یہ کہ اکثر جب بولے تو اسی لفظ مجازی کے ساتھ بولے، بلکہ اور الفاظ دیگر بھی کہ جو مباین ہوں اسکے مجاز کے اور معنی حقیقی کی طرف مضطر کرنے والے ہوں، اور طرہ اس پر یہ کہ ایسے بڑے امر میں ہو کہ جس پر ایک جہان کا دارومدار ہے کہ شریعت کے ارکان سے ہیں اور عقاید سے، اور پھر ایک کارخانہ خیالات کا بنا کر کھڑا کر دے۔ ایسے مجاز کہیں کلام عاقل میں نہیں اور کوئی عاقل ایسے مجاز کے استعمال کو پسند نہ کرے گا۔ یہ مجاز کیا ہے بلکہ دھوکہ دہی اور

فریب ہے۔ ایسے مجاز ہرگز کلام شارع نہیں ہو سکتے حاشا وکلا۔ شارع کو ہرگز دھوکہ دہی اور فتنہ میں ڈالنا منظور نہیں اور تضلیل خلائق مقصود نہیں۔ وہ تو امیّین کی ہدایت کے واسطے ہیں، نہ شعبدہ بازوں کے باطل عقیدہ کھولنے کی جگہ۔ چنانچہ یہ پیش گوئی نزول عیسیٰ بن مریم کی ایسی ہی ہے کہ چھوٹا طالب علم بھی الفاظ روایات صحاح پر نظر کر کے معلوم کر سکتا ہے (بعض روایات کا ذکر آتا ہے)۔ اگر میری یہ بات صحیح نہیں، تو بتاؤ کہ ہبوط کے کیا معنی ہیں اور نزول کے ارادہ معنی حقیقی سے کون مانع ہے؟ اصل تو یہ ہے کہ مانع کوئی نہیں، اپنے آپ کو عیسیٰ موعود بنانے کو دل چاہتا ہے۔ اگر احادیث کا صریح انکار کریں تو کافر مطلق کہلاویں تو تدبیر سے کام نکالیں۔

مخفی نہ رہے کہ اس جگہ دجل سے کام لیا گیا ہے وہ یہ کہ دھوکہ دہی عوام کے واسطے لفظ محاورہ عرب کا بول کر (جو حقیقت و مجاز کو عام ہے) چند شواہد مجاز کے پیش کر دیئے اور کہہ دیا کہ محاورہ عرب میں بغیر جسم عنصری و خاکی کے بھی نزول کا استعمال آیا ہے (جس کی حقیقت آگے کھولی جائیگی) حالانکہ یہ عوام کو بڑے دھوکا دینے کی بات کہی، کیونکہ وہ یہ بات تو خیال نہ کریں گے کہ استعمال اگر ہے تو استعمال معنی مجازی کا بھی ہوتا ہے، تو ان مثالوں سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جگہ مجازی ہو جاسکیں اور جہاں چاہیں معنی مجازی لے لیا کریں، چاہے تعذر معنی حقیقی کا ہو، چاہے نہ ہو۔

اور یہ جو کہا کہ انزلنا الحدید .. میں اب کوئی بیان کرے کہ حدید بوجود عنصری آسمان سے اتارا گیا؟ تو میں کہتا ہوں کہ کیا عجب ہے کہ اولاً اللہ تبارک و تعالیٰ نے لوہے کو اوپر سے اتارا ہو۔ چنانچہ ظاہر لفظ قرآن مجید اسی کے مقتضی ہیں اور مؤید اسی کا ہے جو ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ہے جس کو حافظ ابن کثیر نے نقل کیا:

عن ابن عباس قال ثلاثة اشياء نزلت مع آدم السندان و الكبتان والميقعة يعنى المطرقة۔

ایسا ہی جامع البیان اور وجیز میں ہے۔ پس تمہارا استشہاد اس سے صحیح نہیں، والّا استحالہ ثابت کرو لوہے کا بجسدہ اوپر سے اترنے کا۔

اور جب استحالہ ثابت کر دو گے تو ہم کہیں گے کہ بسبب استحالہ معنی حقیقی کے معنی مجازی مراد لئے گئے ہیں۔ پس تب بھی تمہارا مطلب ثابت نہ ہوگا کیونکہ نزول بجسدہ ابن مریم کا محال نہیں والّا نزول بجسدہ ابن مریم کا استحالہ ثابت کرو۔ اگر کہو کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے، جب وفات پا چکے تو جنت میں داخل ہو گئے کیونکہ وہ برگزیدہ نبی تھے۔ قال اللہ تعالیٰ:

قیل ا د خل الجنّة ، و ا د خلی جنّتی

اور جو جنت میں داخل ہوا وہ وہاں سے نہ نکلے گا، قال اللہ تعالی:

و ما ھم منھا بمخر جین۔

پس حضرت عیسیٰؑ کیونکر بذات خود دنیا میں آ سکتے ہیں؟

تو جواب اس کا یہ ہے کہ ثبوت اس امر کا تین مقدموں پر موقوف ہے: ۔اول، وفات عیسیٰؑ، دوسرے موت کے بعد ہی جنت میں داخل ہو جانا، تیسرے، اس دخول کے بعد پھر وہاں سے نکلنا نہیں ۔ جب تک یہ تینوں مقدمے ثابت نہ ہوں تب تک یہ مطلب ثابت نہیں ہو سکتا اور ایک مقدمہ کی انتفاء سے بھی مقصود کا انتفاء ہو جاوے گا۔

تو میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں مقدمے غیر صحیح اور باطل ہیں عدم صحت و بطلان مقدمہ اولی کا تو رسالہ کے اختتام کے قریب آوے گا اور صحیح نہ ہونا مقدمہ ثانی اور ثالث کا کئی وجوہ سے ہے:

وجہ اول یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دخول جنت حشر کے بعد ہوگا چنانچہ اللہ تعالی اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے:

و نفخ فی الصّور فصعق من فی السّما وا ت و من فی الارض.. (الی قولہ).وسیق الّذین اتقوا ربّھم الی الجنّة زمراً حتّی اذا جاؤھا و فتحت ابوابھا و قال لھم خزنتھا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین

اور فرمایا:ھل ینظرون الا السّاعة ان تا تیھم بغتة وھم لا یشعرون ... (الی قولہ) .... اد خلوا الجنّة انتم و ازوا جکم تحبرون

اور فرمایا: و نفخ فی الصّور ذلک یوم الوعید ... (الی قولہ) ... ادخلوھا بسلام ذلک یو م الخلود

اور احادیث میں تو بہت کثرت سے اس کا بیان ہے اور ان میں بتصریح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دخول جنت حشر کے روز ہوگا، پس ضرور ہے کہ قبل اس کے وہ بہشت سے باہر ہوں کیونکہ داخل کے واسطے پھر دخول کیسا ۔ اور یہ بات ظاہر ہے دیکھو شرح جامی میں بھی لکھ دیا ہے:

فانّہ اذا قال الداخل فی البلد دخلت الدّار لا یصحّ ان یّقول دخلت البلد

تو یہ دو حال سے خالی نہیں ۔ یا یہ کہ پہلے کبھی دخول ہوا ہی نہ ہو یا ہوا ہو مگر پھر خروج ہوا ۔ در صورت اول مقدمہ ثانی باطل ہو گیا اور در صورت دوم مقدمہ ثالث باطل ہو گیا ۔

وجہ ثانی: یہ کہ میدان حشر میں سب انبیاء صلحاء حاضر ہوں گے۔ حضرت آدمؑ اور ابراہیمؑ وموسیٰؑ اور عیسیٰؑ، سب موجود ہوں گے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی طویل حدیث باب شفاعت میں بتصریح مذکور ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وجیء بالنّبیین والشّھداء وقضی بینھم بالحقّ وھم لا یظلمون

اور فرمایا: یومئذٍ تعرضون لا تخفی منکم خافیہ (حاقہ:۱۸)

اگر دخول ان کا جنت میں ہو چکا ہے تو پھر کیوں نکالے جاویں گے۔ اگر نکالے گئے تو بطلان مقدمہ ثالث لازم آیا۔

وجہ ثالث: یہ کہ اگر موت کے بعد ہی سے دخول جنت ہو جاوے تو لازم آویگا قیامت میں خروج جنت سے اور خروج جنت سے ممتنع ہے لقولہ تعالیٰ: وما ھم منھا بمخرجین اور مستلزم ممتنع کا ممتنع ہے پس دخول جنت، موت کے بعد ہی ممتنع ہے۔ لہذا مقدمہ ثانی باطل ہو گیا۔

وجہ رابع: یہ کہ سرور کائنات جناب حضرت محمد ﷺ نے فرمایا

اوّل من یقرع باب الجنّۃ انا۔ اخرجہ مسلم۔

اور فرمایا:

آتی باب الجنّۃ یوم القیامۃ فاستفتح فیقول الخازن من انت؟

فاقول محمد۔ فیقول بک امرت لا افتح لاحد قبلک۔ اخرجہ مسلم

یعنی سب سے پہلے جو دروازہ جنت کا کھٹکھٹائے گا وہ میں ہی ہوں۔ قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آکر دروازہ کھلواؤنگا تو اسکا داروغہ کہے گا: تم کون ہو؟ تو میں کہونگا محمد۔ تو وہ کہے گا تیرے ہی واسطے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ تجھ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کسی کے واسطے دخول جنت نہیں۔ پس مقدمہ ثانی باطل ہو گیا۔

وجہ خامس: یہ کہ شب معراج میں حضرت محمد ﷺ حضرت عیسیٰؑ سے دوسرے آسمان پر ملے اور کلام کیا۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بتصریح موجود ہے اور عیسیٰؑ نے اپنے نزول کا بھی ذکر کیا۔ چنانچہ احمد اور ابن ماجہ کی صحیح روایت میں ہے (جس کا ذکر آگے آتا ہے)۔ پھر رسول اللہ ﷺ تیسرے آسمان پر گئے۔ پھر چوتھے آسمان پر، ایسے ہی پانچویں چھٹے ساتویں پر۔ پھر سدرۃ المنتہی جا کر جنت میں داخل ہوئے۔ چنانچہ صحیحین و دیگر کتب حدیث میں موجود ہے دیکھو حضرت عیسیٰؑ جنت میں نہ تھے، بلکہ باہر تھے، وھذا ھو المطلوب

اور یہ جو کہا قیل اد خل الجنّۃ تو اول تو یہ ایک شخص خاص کے واسطے خطاب ہے، یہ کوئی حکم عام نہیں، پھر حضرت عیسیٰؑ کے واسطے یہ بات کیونکر اس سے ثابت ہوئی۔ دوسرے یہ کہ یہ شخص شہید کر دیا گیا تھا، چنانچہ روایات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ پس حضرت عیسیٰؑ کو اس پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے اس واسطے کہ انبیاء شہداء سے افضل ہیں۔ مگر شہید کے واسطے خصوصیات بھی ہیں کہ دوسرے کیلئے نہیں۔ ذرا سی بات ہے دیکھو شہداء کو اموات کہنا ناجائز ہے:

قال اللہ تعالیٰ: و لا تقولوا لمن یّقتل فی سبیل اللّٰہ اموات،

اور انبیاء کے اوپر اطلاق اموات کا جائز ہے: انک میّت و انّھم میّتون۔

اور وما محمّد الّا رسول۔ قد خلت من قبلہ الرّسل افان مات ... الآیۃ۔

پس اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کا دخول جنت کیونکر ثابت ہوسکتا ہے؟

اور یہ جو کہا: و اد خلی جنتی، تو سیاق وسباق کلام سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حشر کے روز کا مقولہ ہے کلّا اذا دکّت الارض دکاً دکّاً سے پڑھ کر دیکھو۔ چنانچہ ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ پس اس آیت سے اور موت کے بعد دخول جنت سے کیا تعلق ہے؟

اور اگر مان بھی لیں کہ یہ آیت اور ایسی ہی آیت سابق بعد موت کے دخول جنت پر دال ہیں، تو میں کہتا ہوں کہ اس سے دخول خلدی جنت میں لازم نہیں آتا۔ یعنی اس سے مراد دخول خلدی نہیں، بلکہ مراد دخول روحی ہے نہ دخول جسدی کہ ہمیشہ رہنے کے واسطے داخل ہوں۔ اور دلیل اس پر وہی محظورات مسطور بالا ہیں۔ اور آیت فاد خلی فی عبادی و اد خلی جنّتی دیکھو خطاب خاص نفس کے ساتھ ہے اور اس بات کو احادیث بھی بتصریح بیان کر رہی ہیں چنانچہ مالک اور احمد اور نسائی نے بسند صحیح کعب بن مالک سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انّما نسمۃ المؤمن طائر یعلق فی شجر الجنّۃ حتی یرجعہ اللّٰہ تعالیٰ الی جسدہ لیوم القیامۃ

اور احمد اور طبرانی نے بسند حسن، ام ہانی سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

تکون النسم طیراً تعلق بالشجر حتی اذا کان یوم القیامۃ دخلت کلّ نفس فی جسدھا۔

ایسے ہی اور بہت سی روایات میں آیا ہے۔ تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ اس وقت

میں جو جنت میں داخل بھی ہوتا ہے تو وہ دخول روحی ہوتا ہے نہ جسدی۔ وہ تو قیامت ہی کے روز ہو گا کہ پھر وہاں سے نہ نکالے جاویں گے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ ارواح مومنین کے رہنے کے واسطے برزخ میں اماکن مختلفہ روایات میں وارد ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا کہ ارواح مومنین کی جنت میں پھر کر عرش کے نیچے قنادیل لٹکتی ہیں اس میں آ کر رہتی ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں آسمان میں جمع ہوتی ہیں تو بعض روایات میں ہے کہ زمین پر جابیہ میں آ کر جمع ہوتی ہیں اور بعض میں چاہ زمزم کا بھی آیا ہے۔ وغیرھا

اور بڑے بڑے ذی شان عالی مراتب نبی، جناب رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں آسمانوں پر موجود پائے۔ کوئی پہلے آسمان پر کوئی دوسرے پر، و قس علی ھذا۔ دیکھو حضرت عیسیٰؑ دوسرے آسمان پر موجود تھے اور اگر فرضاً تسلیم بھی کر لیں کہ مرنے کے بعد سے دخول خلدی ہو جاتا ہے تب بھی ہم کہتے ہیں کہ خلود کو اللہ جلشانہ نے اپنی مشیت پر رکھا ہے چنانچہ فرمایا:

و امّا الّذین سعدوا ففی الجنّۃ خالدین فیھا ما دامت السّماء و الارض الّا ما شاء ربّک۔

(اس آیت کے معنی میں مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے مگر معنی اقرب کو اختیار کرنا چاہیے)۔ دیکھو خلود سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا استثناء کیا ہے، اور اپنے چاہنے کی قدر اس وعدہ سے نکال لیا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے واسطے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور اس کی مشیت اس بات کے ساتھ متعلق ہو چکی ہے کہ ان کو پھر دنیا میں بھیجے۔ چنانچہ شب معراج میں خود انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر زمانہ میں، جب دجال خروج کرے گا، مجھ کو دنیا میں اتارنے کا وعدہ دیا ہے (یہ ایک صحیح حدیث کا مضمون ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے) پھر بھلا اس میں کیا استبعاد ہے اور کونسا محذور لازم آتا ہے۔

پھر دیکھو جناب رسول اللہ ﷺ شب معراج میں جنت کے اندر تشریف لے گئے پھر وہاں سے نکل کر دنیا میں تشریف لائے۔ اور دیکھو حضرت آدمؑ جنت میں داخل ہوئے اور اس میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے اتارے گئے، تو اگر یہ دخول، خروجِ جنت سے ممتنع ہوتا تو یہ کیسے باہر آتے۔ بہر حال کسی صورت سے مطلب محمد احسن امروہی اور ان کے ہم خیالوں کا ثابت نہیں ہوتا، اور کسی طور سے استحالہ نزول ابن مریم کا بجسدہ العنصری پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ پھر بلا وجہ کیوں صرف نصوص کا ظاہر سے کیا جاتا ہے؟ اور کس لئے معنی حقیقی چھوڑ کر مجاز کو اختیار کیا جاتا ہے اور

تحریف کا دروازہ کیوں کھولا جاتا ہے اور الحاد کے طریقوں کو کیوں رواج دیا جاتا ہے؟ اللہ جبار وقہار سے ڈرو اور طریق حق کو اختیار کرو۔..

اسی طرح اور بھی انکے دلائل کا، جن پر فخر کرتے ہیں اور ان کو اپنے براہین قویہ سے سمجھ کر بے شمار جگہ اپنی تحریرات میں لاتے ہیں، موقع موقع جواب باصواب لکھا جاوے گا اگرچہ اعلام الناس میں نہ موجود ہو، تاکہ ناظرین کو فائدہ تامہ حاصل ہو۔

} قولہ: اور دیکھو یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یّواری سوءاتکم و ریشاً۔ کسی نے دیکھا ہے کہ پارچہ اور ملبوسات ...الخ

} اقول۔ معنی انزال کے یہاں پر وہی اتارنا جسم کے ساتھ ہیں (اس کا جواب ہے جو اوپر کہا کہ نزول کے معنی میں یہ ضرور نہیں کہ نزول بجسم عنصری ہوا، اور اس کے لئے یہ دلیل پیش کی)، البتہ مجاز یہاں پر اسناد میں ہے۔ یعنی انزال کی نسبت حقیقی نہیں، مسبب کو بجائے سبب کے بول دیا کہ پانی ہے مثلاً معنی یہ ہوئے کہ اتارا ہم نے پیدائشِ لباس کے سببوں مثلاً پانی ہے کہ بوجودہ العنصری اترتا ہے۔ پس لفظ اپنے اصلی معنی میں مستعمل ہو، الہذا اس سے محمد احسن امروہی کا استشہاد صحیح نہ ہوا۔ اور اگر فرضاً مانیں بھی تو اسی وجہ سے کہ معنی حقیقی متعذر ہیں اور مستشہد لہ میں متعذر نہیں، کما مرّ، پس تب بھی استشہاد صحیح نہیں۔

} قولہ: اور فرمایا قد انزلنا الیکم ذکراً رسولا یتلوا علیکم آیات اللّٰہ مبیناتٍ۔ کیا آنحضرت ﷺ بوجودعنصری آسمان سے نازل ہوئے تھے۔

} اقول: اس آیت سے استشہاد کے واسطے اولاً اس بات کا ثابت کرنا ضروری ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہم کہتے ہیں مراد اس سے جبریل ہیں اور نسبت یتلوا کی ان کی طرف بلا واسطہ ہے یا بواسطہ محمد رسول اللہ ﷺ کے کہ ان کے پڑھنے کو جبریل کا پڑھنا کہہ دیا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا و اذا قرأناہ فاتّبع قرآنہ۔ پس انزال اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے اور تمہارا استشہاد صحیح نہ ہوا۔ اور قرآن مجید بھی مراد ہوسکتا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو مراد لیں، تب بھی انزال اپنے ہی معنی میں رہے گا۔ انزال کی نسبت آپ کی طرف ترشیحا کی گئی۔ پس یہ مجاز نسبت میں ہے نہ لفظ انزال میں۔ فاین المدعی۔ اگر مجاز مانی بھی جائے تو اس وجہ سے کہ حقیقت متعذر ہے اور شاھد لہ میں متعذر نہیں۔ کما مرّ۔ فلا تلبسوا الحقّ بالباطل

} قولہ: اور دیکھو حدیث میں ہے انزل الدّواء الّذی انزل الدّاء۔ کسی شفاخانہ میں

یا عطار کی دکان پر کوئی دوا کسی نے دیکھی کہ آسمان سے بوجود عنصری اتری ہو۔

} اقول: اس میں بھی وہی وجوہ جواب کے، جو پہلے ذکر کئے گئے، جاری ہیں کہ ظاہر ہے۔اعادہ کی ضرورت نہیں۔بہرحال مقصود محمد احسن امروہی صاحب کا ثابت نہیں ہوتا۔

} قولہ: اور فرمایا: انزل النّاس منازلھم

اور آیا ہے: لمّا نزلت بنو قریظه۔

اور آیا ہے: خرج من مکه و نزل یثرب۔

} اقول: چونکہ صاحب رسالہ نے ان تینوں شاہدوں سے وجہ استدلال کو بیان نہیں کیا لہذا ہم بھی بیان جواب سے اعراض کرتے ہیں۔اگر انہوں نے ظہور کے سبب چھوڑ دیا تو ہم بھی جواب ظاہر سمجھ کے چھوڑتے ہیں۔

} قولہ: اگر مرزا صاحب نے نزول کے معنی میں بموجب محاورہ کتاب وسنت کے یہ کہا کہ نزول سے مراد نزول من السّماء بوجود عنصری نہیں تو کیا قصور کیا اور کیا الحاد ہے۔

} اقول: مرزا صاحب نصوص شرعیہ کو اپنے معنی سے خلاف لغت وقواعد جمیع اہل عربیہ کے تحریف کر کے مصداق قول اللہ: یحرّفون الکلم عن مواضعه کے ہو گئے اور فرمایا:

انّ الّذین یلحدون فی آیاتنا لا یخفون علینا ۔ افمن یّلقی فی النّار خیر ام من یاتی آمِناً یوم القیامة ۔(حم سجدہ:۴۰)

} قولہ: اور لفظ ابن مریم کی نسبت یہ عرض ہے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ مسافر کو ابن السبیل بطور استعارہ کے فرمایا ہے۔اب دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا ایک مسافر راہ کا بیٹا ہوتا ہے حقیقتاً۔ یا چاند کو جو عرب میں ابن اللیل کہتے ہیں، کیا چاند، رات کا بیٹا حقیقی ہوتا ہے ..الخ ۔اگر کنیت بلفظ ابن کتب حدیث وغیرہ میں تفحص کیا جائے تو بہت کثرت سے ایسی نکلے گی جو صرف بطور استعارہ کے کسی مناسبت کی وجہ سے وہاں ابن کا لفظ لگا دیا گیا ہوگا، نہ یہ کہ بیٹا حقیقی وہاں مراد ہو۔ اگر مرزا صاحب نے بطور استعارہ لطیفہ کے ابن مریم سے ایسا شخص مراد لیا ہے جو بلا واسطہ آباء ہے، مشائخ زمان کے اس کو علوم لدنیہ حاصل ہوئے ہیں اور بغیر داخل ہونے کے کسی سلسلہ میں سلاسل اولیاء اللہ ماسبق سے اس کو کشوف والہامات اور معارف کتاب وسنت منجانب اللہ اس کو دیئے گئے ہیں، تو کون سا استحالہ لازم آیا ..الخ

} اقول: ابن کا لفظ استعارہ بیان کرنے سے اگر آپ کی یہ غرض ہے کہ مرزا پر ابن مریم

بغیر حذف ومثل حذف کے مانے ہوئے صادق آجاوے، تو یہ ہرگز ممکن نہیں کیونکہ اسی خبر کی بعض روایات میں تو لفظ عیسی بن مریم کا وارد ہے جیسا کہ مسلم کی روایت ہے، اور بعض میں مسیح بن مریم کا آیا ہے چنانچہ احمد کی روایت میں، اور بعض میں روح اللہ عیسی ہے جیسا کہ مستدرک حاکم میں واقع ہے، اور بعض روایات میں لفظ نبی اللہ کا بھی وارد ہے، و الحدیث یفسّر بعضھا بعضاً۔ پس ان الفاظ کو مرزا پر بغیر حذف مانے کیونکر صادق کر سکتے ہو؟ اور اگر تمہاری یہ غرض نہیں کہ بغیر حذف مانے مرزا صاحب پر صادق آتا ہے بلکہ حذف کرنا پڑے گا، پس اس وقت میں یہ استعارہ بیان کرنا بالکل لغو ہے اور بے محل، کیونکہ جب حذف مانوگے تو اس وقت ابن اپنے استعمال حقیقی پر رہے گا نہ مجازی پر، جس کیلئے تم نے اپنی اس قدر علمیت صرف کی۔

دوسرے یہ کہ ابن کا لفظ جو استعمال استعارۃً ہوتا ہے تو اس طرح پر ہوتا ہے کہ ابن کے مصداق کو اس کے مضاف الیہ کے ساتھ ایک مناسبت ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے ابن فلان بول دیتے ہیں، مثلاً ابن السّبیل کہ ابن کے مصداق یعنی مسافر کو اس کے مضاف الیہ یعنی سبیل کے ساتھ ایک مناسبت ہے۔ ایسی ہی ابن اللّیل میں چاند کورات کے ساتھ مناسبت ہے۔ جس کے سبب سے ابن السّبیل اور ابن اللّیل بول دیتے ہیں اور محمد احسن امروہی نے جو وجہ مناسبت بیان کی یعنی (اگر مرزا صاحب نے بطور استعارہ لطیفہ کے ابن مریم سے ایسا شخص مراد لیا ہو جو بلا واسطہ آیا...) تو وجہ مناسبت کی بقول ان کے ساتھ ابن مریم کے ہے نہ مصداق ابن کے ساتھ مریم کے۔ کما لا یخفی فتفکر فانّ فیہ ما فیہ

بہر صورت تمہارا مطلب فاسد بغیر حذف کے ثابت نہیں ہوتا۔ اور بغیر وجہ محذوف وغیرہ ماننا کس قدر نصوص شرعیہ کی تحریف ہے۔ اللہ جبار وقہار سے ڈرو۔ اگر ایسے ہی جہاں چاہیں حذف مان لیا کریں تو ہرگز کسی نص سے کوئی مسئلہ شرعیہ ثابت نہ ہو سکے گا، حتی کہ توحید باری عز اسمہ اور رسالت رسول اللہ ﷺ کی بھی۔ جو نصوص کہ در بارہ نزول حضرت عیسیٰ کے وارد ہیں ان سے اور اس مرزا سے بالکل مناسبت نہیں اور سرموئے موافقت نہیں۔ بڑی بے حیائی کی بات ہے ان کا اپنے آپ کو مصداق کہنا۔ اذا لم تستحی فا صنع ما شئت۔ اگر کوئی دوسرا دعوی کر بیٹھتے تو شائد کچھ چل بھی جاتا، ایسی کھلی بات کے جھوٹ مصداق بنے۔

احادیث درباره مسیحؑ اور دجال

ہر چندکہ احصاء ان احادیث کا، جو درباره نزول مسیح و دجال کے وارد ہیں، محال عادی ہے مگر میں یہاں چند احادیث واسطے افادہ عوام کے مع حاصل ترجمہ کے لکھتا ہوں:

۱۔ اخرج البخاری و مسلم و ابو داؤد و الترمذی عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ و الّذی نفسی بیده لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتی لا یقبله احد حتّی تکون السّجدة الواحدة خیراً مّن الدّنیا و ما فیها ثم یقول ابو هریره فاقرؤا ان شئتم و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته۔

بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بے شک قریب ہے کہ ابن مریم تم میں اتریں منصف حاکم ہوکر، تو صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو ماریں گے اور جزیہ کو اتاریں گے اور مال کی یہاں تک کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے اور ایک سجدہ اس وقت میں دنیا و مافیہ سے بہتر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہؓ بولے، اگر چاہو تو (قرآن سے اس بات کی تصدیق کیلئے) اس آیت کو پڑھ لو و ان من اهل الکتاب...۔

ابو ہریرہؓ کی غرض یہ تھی کہ اللہ تعالی ان کے نزول کا قصہ قرآن میں فرماتا ہے کہ جو فرقہ کتاب والوں میں سے ہے اس پر یقین لاوے گا اس کی موت سے پہلے یعنی جب وہ نزول فرماویں گے اس وقت اس پیشین کا ظہور ہوگا ورنہ پہلے تو ہوا نہیں۔

۲۔ اخرج مسلم عن جابر قال قال رسول الله ﷺ لا تزال طائفة من امّتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیامة فینزل عیسی بن مریم فیقول امیر هم تعال صلّ لنا فیقول لا انّ بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللّه تعالی لهذه الامّة۔

صحیح مسلم میں جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ قتل کرتا رہے گا حق پر غالب رہے گا قیامت تک پس عیسیٰ بن مریم اتریں گے پس کہے گا حاکم ان کا آیئے نماز پڑھایئے، تو وہ جواب دیں گے، نہیں تمہی ایک دوسرے کے سردار ہو، اللہ تعالیٰ کے بزرگی دینے کے سبب سے اس امت کو۔

۳۔ اخرج ابو داؤد عن ابی ھریرہ مرفوعاً لیس بینی و بین عیسی نبی و انّہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ و البیاض ینزل بین ممصرتین کان رأسہ یقطر و ان لم یصبہ بلل فیقاتل النّاس علی الاسلام فیدق الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یھلک اللّٰہ فی زمانہ الملل کلّھا الّا الاسلام و یھلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنۃ ثمّ یتوفّی فیصلّی علیہ المسلمون۔

ابوداؤد میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بیشک وہ اترنے والے ہیں سو ان کو پہچان لینا میانہ قد، سرخی اور سفیدی کے درمیان، اتریں گے دو رنگین کپڑوں میں گویا کہ ان کے سر کے بال ٹپک رہے ہیں اگرچہ ان میں تری نہ پہنچی ہو، تو لوگوں سے اسلام کے لئے لڑیں گے سو صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر جو قتل کریں گے اور جزیہ کو اٹھا دیں گے اور اللہ جل شانہ ان کے وقت میں سوا ملت اسلام کے سب ملتوں کو کھو دے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے وقت میں مسیح دجال کو ہلاک کرے گا، سو وہ زمین پر چالیس برس رہیں گے پھر وفات پائیں گے تو ان پر مسلمان نماز پڑھیں گے۔

ایسے ہی امام احمدؒ نے بھی روایت کیا ہے مگر بعض لفظ کا فرق ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا چنانچہ اکثر الفاظ اس حدیث کے بیان کئے اور کہا روی احمدو ابو داؤد باسناد صحیح

اور اس عاجز نے بھی جو رجال اسناد کی طرف مراجعت کی تو سب راوی اس کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی پائے سوائے عبدالرحمٰن بن آدم کے، وہ صرف مسلم کے رواۃ سے ہیں تو ان کا بھی محتج بہ ہونا اور ثقاہت یقینی ہے۔

۴۔ اخرج الحاکم فی المستدرک بلفظ ان روح اللّٰہ عیسی نازل

فیکم فاذا رأیتموہ فاعرفوہ فانّہ رجل مربوع الی الحمرۃ و البیا ض علیہ ثوبان ممصرا ن کانّ رأسہ یقطر و ان لم یصبہ بلل فیدقّ الصّلیب و یقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ و یدعوا النّاس الی الاسلام فیھلک اللّٰہ فی زما نہ المسیح الد جّال و تقع الامنۃ علی اھل الارض حتی ترعی الاسود مع الابل و النمور مع البقر و الذّئاب مع الغنم و یلعب الصّبیان مع الحیات فیمکث اربعین سنۃ ثمّ یتوفّی و یصلّی علیہ المسلمو ن۔

حاکمؒ نے اپنی کتاب مستدرک میں ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روح اللہ عیسیٰؑ تم میں نزول فرمانے والے ہیں سو جب تم ان کو دیکھنا پہچان لینا میانہ قد، سرخی سفیدی کے درمیان، ان پر دو کپڑے رنگین ہوں گے، گویا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہو اگرچہ تری نہ پہنچی ہو۔ تو صلیب کو توڑ دیں گے، اور خنزیر کو ماردیں گے، اور جزیہ اٹھا دیں گے۔ اور لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلائیں گے تو ان کے وقت میں اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو ہلاک کرے گا اور اہل زمین میں امن ہو جاوے گا کہ شیر اونٹ کے ساتھ چیتے گائے کے ساتھ بھیڑیے بکری کے ساتھ چرنے لگیں گے اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ سو زمین میں چالیس برس رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان پر نماز پڑھیں گے۔

۵۔ اخرج احمد و ابن ماجہ و صححہ الحاکم (کما فی الفتح) وھذا لفظ احمد : عن ابن مسعود عن رسول اللّٰہ ﷺ قال لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم و موسی و عیسی فتذاکروا امر السّاعۃ فردوا امر ھم الی ابرا ھیم فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی موسی فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی عیسی فقال اما وجبتھا فلا یعلم بھا ا حد الّا اللّٰہ و فیما عھد الیّ ربّی عز وجل انّ الدّجال خارج ومعی قضیبان فاذا رآ نی ذا ب کما یذ وب الر صا ص

(و لفظ ابن ماجہ مکان ھذا اللّفظ ھکذا) فذکر خروج الدّجّال قال فانزل فا قتلہ فرجع الناس الی بلا دھم۔ الخ.

قال فیھلکہ اللّٰہ اذا ر أنی حتّی انّ الحجر و الشّجر یقول یا مسلم

انّ تحتی کافراً فتعال فا قتله۔ قال فیلکھم اللّٰه ثم یر جع النّاس الی بلادھم و اوطانھم فعند ذلک یخرج یا جوج و ماجوج و ھم من کلّ حدبٍ ینسلون فیطؤن بلادھم فلا یا تو ن علی شئی ا لا اھلکوہ و لا یمرون علی ماءٍ الّا شربوہ قال ثم یرجع النّاس یشکونھم فادعوا اللہ علیھم فیلکھم و یمیتھم حتی تجوی الارض من نتن ریحھم و ینزل اللہ المطر فیحترف اجسادھم حتی یقذ فھم فی البحر ففیما عھد الیّ ربی عز وجل ان ذلک اذا کان کذلک انّ السّاعۃ کالحامل المتم لا یدری اھلھا متی تفاجئھم بولادھا لیلاً او نھاراً

امام احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات میں ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سے ملا تو انہوں نے قیامت کا ذکر کیا تو پہلے ابراہیم پر چھوڑا سو ابراہیمؑ نے کہا مجھ کو اس کا علم نہیں (یعنی کب ہوگی) پھر موسیٰؑ پر چھوڑا تو انہوں نے کہا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں ۔ پھر عیسیٰؑ پر چھوڑا تو عیسی نے کہا کہ وقت وقوع کا تو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا اور اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ دجال نکلے گا اور میرے ساتھ دو قضیب ہوں گی جب مجھ کو دیکھے گا تو سیسہ کی طرح پگھلنے لگے گا (اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے) کہ عیسی نے دجال کے نکلنے کا کہہ کر کہا کہ پھر میں اترونگا تو اس کو قتل کرونگا، کہا حضرت عیسی نے کہ پس اللہ ہلاک کرے گا اس کو جب مجھے دیکھے گا یہاں تک کہ پتھر اور درخت کہیں گے کہ اے مسلمان میرے نیچے کافر چھپا ہے سو اس کو آ کر قتل کرو۔ تو اللہ سب کفار کو ہلاک کردے گا پھر لوگ اپنی اپنی بستیوں اور گھروں کو لوٹیں گے تو اب یاجوج ماجوج نکلیں گے اور وہ اونچائی سے پھسلتے آویں گے تو ان کی بستیوں کو روندیں گے جس چیز پر جاویں گے اس کو ہلاک کردیں گے اور جس پانی پر پڑیں گے اس کو پی جائیں گے ۔ تو پھر لوگ آ کر ان کی شکایت کریں گے تو میں اللہ سے ان کے لئے بد دعا کرونگا تو ان سب کو اللہ تعالی ہلاک کردے گا اور ان سب کو موت دے گا یہاں تک کہ ان کی بدبو تمام زمین میں بھر جائے گی تو اللہ پانی برسائے گا جس سے وہ تمام دریا میں بہہ جائیں گے، تو اللہ کے اس وعدہ میں یہ ہے کہ جب ایسا ہوگا اس وقت قیامت کا حال ایسا ہوگا جیسے پورے دنوں حاملہ کو معلوم نہیں ہوتا کس وقت رات یا دن میں اچانک بچے کو جنم دیدے۔

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس عاجز نے بھی جو رواۃ اس حدیث کے دیکھے، احمد اور ابن ماجہ دونوں کے، تو سب راوی اس کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی پائے سوائے جبلہ کے اور موثر بن عفارہ کے کہ وہ دونوں بھی ثقہ ہیں جیسا کہ خلاصہ اور تقریب میں ہے۔

۶۔: اخرج مسلم عن النواس بن سمعان ..(یہ حدیث تحریک ختم نبوت حصہ ششم میں مع ترجمہ نقل ہو چکی ہے۔ بہا)

۷: اخرج الحاکم عن ابی هریره مرفوعاً لیهبطن عیسی بن مریم حکماً واماماً مقسطاً و لیسلکن فیها حاجاً او معتمراً ولیا تین قبری حتی یسلم علی و لاردن علیه۔

امام حاکم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک عیسیٰؑ بن مریم اتریں گے حاکم اور انصاف والے پیشوا اور البتہ چلیں گے راستہ میں حج کرتے یا عمرہ کرتے اور البتہ آویں گے میری قبر پر کہ سلام کریں گے مجھ پر اور میں جواب دونگا۔

۸: اخرج مسلم عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه ﷺ لا تقوم السّاعة حتّی ینزل الرّوم بالاعماق او بدابق فیخرج الیهم جیش من المدینة من خیار اهل الارض یومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بیننا و بین الذین سبوا منّا نقاتلهم فیقول المسلمون لا و اللّٰه لا تخلی بینکم و بین اخواننا فیقاتلونهم فیهزم ثلث لایتوب اللّٰه علیهم ابداً و یقتل ثلثهم افضل الشهداء عند الله و یفتح الثلث لا یفتنون ابداً فیفتحون قسطنطنیه فبینماهم یقسمون الغنائم قدعلقوا سیوفهم بالزّیتون اذ صاح فیهم الشیطان انّ المسیح قد خلفکم فی اهلیکم فیخرجون و ذلک باطل فاذا جاؤا الشّام خرج فبینما هم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصّلوة فینزل عیسی بن مریم فامهم فاذا رآه عدو اللّٰه ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لانذاب حتی یهلک ولکن یقتله اللّٰه بیده فیریهم دمه فی حربته۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہ آوے

گی جب تک رومی لوگ (یعنی نصاریٰ) اعماق یا وابق میں نہ اتریں تو ان کی طرف لشکر مدینہ سے نکلے گا جو اپنے زمانہ کے بہترین لوگوں سے ہوں گے تو جب صف باندھیں گے تو رومی کہیں گے کہ ہم میں کے جو لوگ قید کئے ہیں، یعنی غلام جو مسلمان ہو گئے ہیں وہ ہم کو دو ہم ان سے لڑیں (اور یوں بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جنہوں نے ہمارے لوگوں کو قید کیا ہے ان کو ہم سے لڑنا ہے) تو مسلمان کہیں گے کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا وہ ہمارے بھائی ہیں۔ تو ان سے مقابلہ ہو گا پس تہائی لوگ (مسلمانوں کے) بھاگ جاویں گے، کبھی ان کی طرف اللہ متوجہ نہ ہوگا۔ اور تہائی شہید ہو جائیں گے اور وہ اللہ کے نزدیک افضل الشہداء ہیں اور تہائی فتح کریں گے، کبھی وہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں گے۔ تو قسطنطنیہ کو فتح کرلیں گے سو وہ غنائم کو تقسیم کرتے ہوں گے کہ شیطان پکارے گا کہ مسیح (یعنی دجال) تمہارے اہل میں تمہارے پیچھے آ گیا تو وہ نکلیں گے اور یہ بات شیطان کی جھوٹی ہوگی۔ پس وہ شام میں آویں گے تو وہ نکلے گا تو جس وقت وہ قتال کے لئے تیار ہوں گے اور صفیں درست کرتے ہوں گے کہ نماز کے لئے تکبیر ہوگی پس عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں گے تو ان کے امام ہوں گے سو جب ان کو اللہ کا دشمن (یعنی دجال) دیکھے گا تو جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے گھلنے لگے گا۔ سو اگر حضرت عیسیٰؑ اسے چھوڑ دیں تو گھلتے گھلتے ہی ہلاک ہو جاوے، مگر اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ سے اسکو قتل کروائے گا۔ پس حضرت عیسیٰؑ اس کا خون بھالے میں لگوا کر لوگوں کو دکھاویں گے۔

۹: اخرج التّرمذی و احمد عن مجمع بن جاریه عن رسول اللّٰه ﷺ قال یقتل ابن مریم الدجال بباب لدّ۔ وقال الترمذی هذا حدیث صحیح۔ قال و فی الباب عن عمران بن حصین و نافع بن عینیه و ابی برزه و حذیفة بن اسید و ابی هریره و کیسان و عثمان بن ابی العاص و جابر و ابی امامة و ابن مسعود و عبد اللّٰه بن عمر و سمره بن جندب و النواس بن سمعان و عمرو بن عوف و حذیفه بن الیمان

امام احمد اور ترمذی نے مجمع بن جاریہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابن مریم، دجال کو باب لد میں قتل کریں گے۔ ترمذی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کہا کہ اس بارہ میں اتنے صحابیوں سے روایت ہے: عمران بن حصین، نافع بن عینیہ۔ ابی برزہ، حذیفہ ابن اسید، ابی ہریرہ، کیسان، عثمان بن ابی العاص، جابر، ابی امامہ، ابن مسعود، عبداللہ بن عمرو،

سمرہ بن جندب اور نواس بن سمعان، عمرو بن عوف اور حذیفہ بن الیمان، رضوان اللہ علیہم ۔

احادیث جو نزول حضرت عیسیٰؑ میں وارد ہیں اس کثرت سے ہیں کہ جوان میں کے سہل الوصول اور موجود ہیں ان کے لئے ایک بڑا دفتر چاہیے۔ ان چند احادیث کو بطور نمونہ کے سنایا۔ ناظرین منصفین ان احادیث کو دیکھ کر غور کر سکتے ہیں کہ الفاظ رسول ﷺ کیا کہتے ہیں اور منتحل مسیحیت کیسی کیسی تحریف کرتا ہے اور کیسی کیسی صریح احادیث کا پیرایہ تاویل میں انکار کرتا ہے۔ اے اہل اسلام ایسے دعوے جھوٹے کرنے والا تم لوگوں کا نہانی دشمن ہے اس سے بچتے رہو، اپنے نبی رحمت کی کھلی تعلیم کو (جو ان پڑھوں کی تعلیم کے لئے بھیجے گئے تھے) چھوڑ کر دشمن دغا دینے والے کے تابع نہ ہو۔ اللہ کی طرف سے جانچ کا وقت معلوم ہوتا ہے کہ کون اپنی عقل کو شرع کے تابع کرتا ہے اور کون شیطانی وسوسہ کی طرف جاتا ہے ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لّدنک رحمۃ۔ انک انت الوھّاب

علامہ شوکانی بعد نقل احادیث کے اپنی کتاب توضیح میں کہتے ہیں:

و جمیع ما سقناہ بالغ حدّ التواتر کما لا یخفی علی من لہ فضل اطلاع فتقرر بجمیع ما سقناہ فی ھذا الجواب ان الاحادیث الواردۃ فی المھدی المنتظر متواترۃ و الاحادیث الواردۃ فی الدجال متواترۃ و الاحادیث الواردۃ فی نزول عیسی متواترۃ فی ھذا المقدار کفایۃ لمن لہ ھدایۃ و اللّٰہ ولی التوفیق۔

نبوی پیشگوئیوں کا وقوع

{ قولہ: اگر کہا جاوے کہ مرزا صاحب اگر ایسا استعارہ اپنے کلام میں استعمال کرتے تو کوئی قباحت نہ تھی کلام رسول مقبول میں انہوں نے ایسی تاویل کی جو تمام علماء سلف و خلف کو معلوم نہ ہوئی اور صرف مرزا صاحب کو ہی سوجھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جتنے امور مستقبلہ کی خبر مخبر صادق نے دی ہے ان کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت جب تک کہ وہ واقع نہ ہولیں صرف علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتی، البتہ ان پر ایمان لانا جیسا کہ ان کے الفاظ اور معانی ظاہرہ سے مفہوم ہوتا ہے، ضروری ہے۔ اس کی چند نظیریں بطور شواہد کے پیش کرتا ہوں تا کہ اصل مدعا ہر شخص منصف کے سمجھ

میں آجاوے اور اس مقدمہ کا ثبوت بھی اس سے ہو جاوے۔

{ اقول: صاحب رسالہ محمد احسن کی بات کا حاصل یہ ہے کہ نزول ابن مریم کا ان امور مستقبلہ سے ہے کہ جن کی خبر مخبر صادق نے دی ہے اور جتنے امور مستقبلہ کی خبر مخبر صادق نے دی ان کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت جب تک کہ وہ واقع نہ ہولیں صرف علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتی۔ پس نزول ابن مریم کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت جب تک واقع نہ ہولے، صرف علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتی۔ تو واضح رہے کہ اس کلام میں کئی وجوہ سے فساد ہے۔

اول یہ کہ کبری قیاس مسلّم نہیں مطالب بالبرہان ہے یعنی اس بات کا دعوی کہ جتنے امور مستقبلہ کی خبر مخبر صادق نے دی ہے ان کی حقیقت بغیر وقوع کے علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتی، بغیر دلیل مسلّم نہیں۔ اس کی دلیل بیان کرنا چاہیے۔ اور جو شواہد بیان کئے تو اول تو وہ تمہارے مدعا کے موافق نہیں یا خود ان کے ثبوت میں کلام ہے چنانچہ آگے انشاء اللہ ظاہر ہو جاویگا۔

دوسرے یہ کہ بعض افراد پر حکم سے کل افراد پر وہ حکم لازم نہیں آتا کما لا یخفی کہ تمہارا یہ کلیہ ٹھیک ہو جاوے۔ لہذا قیاس منتج نہ ہوگا۔ پس آپ کا مدعا بھی ثابت نہ ہوگا۔

دوسری وجہ فساد کی یہ ہے کہ حقیقت اور پوری پوری ماہیت معلوم نہ ہونے سے دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ غرض ہے کہ طریق وقوع کا علم حاصل نہیں ہوتا کہ جس طرح ظاہر الفاظ خبر کے مقتضی ہیں اسی طرح واقع ہوگی یا دوسری طرح کہ قول مخبر ماول ہو۔ یہ غرض کہ اس کا علم تو ہو جاتا ہے مگر اس کی صورت کما ھی ھی اور پوری پوری حالت بعینہا جو ظہور میں آوے گی بتمامہا معلوم نہیں ہوتی۔

شق ثانی مسلّم ہے کہ جہاں تک خبر نہیں دی گئی اس کی صورت تفصیلی کا حال کیونکر قبل وقوع معلوم ہو جاوے مگر اس کی خصوصیت اخبار مستقبلہ کے ساتھ کیا ہے؟ بلکہ جو اخبار ماضیہ یا موجودہ غیر مشاہد ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔

دوسرے یہ بات تمہارے مدعا کو بالکل مفید نہیں کیونکہ اس سے تو اس قدر نکلتا ہے کہ نزول حضرت عیسیٰؑ روح اللہ نبی اللہ ابن مریم کی صورت کما ھی ھی تفصیلی اور حالت بعینہا معلوم نہیں جب تک کہ وقوع میں نہ آوے اور نزول ان کا بذات خود یقینی ہے، نہ یہ کہ ان کے ذاتی نزول میں شک ہے۔ اور درصورت شق اول یہ قاعدہ مسلّم نہیں کیونکہ جہاں پر الفاظ اخبار مستقبلہ کے باعتبار قواعد عربیہ کے محتمل کئی معانی کے ہیں مثلاً کئی معنی کو مشترک ہیں اور کوئی قرینہ قوی مرجحہ نہیں یا

کوئی مجاز اس لفظ میں ایسی مشہور ہو کہ قریب حقیقت کے ہو مثلاً طویل الید کے معنی سخی کے مشہور ہیں اور وہاں پر کوئی وجہ وجیہ اور سبب قوی اطلاق مجاز پر قائم ہو، تو البتہ وہاں قبل وقوع علم یقینی حاصل نہیں ہوتا۔ اور جہاں پر یہ بات نہیں بلکہ الفاظ قطعی الدلالۃ ہیں تو وہاں پر کوئی شک وشبہ نہیں کیونکہ جب مخبر صادق ﷺ نے ایسے الفاظ فرمائے کہ جن کے معنی میں کسی طرح کا شک اور کسی نوع کا احتمال نہیں باعتبار قواعد عربیہ کے (جو محاورہ اہل زبان کو بتانیوالے اور خادم ہیں کتاب وسنت کے)، پھر اس میں شک کرنا نادانی اور وسوسہ شیطانی ہے، کیونکہ اگر مخبر صادق کو دوسرے معنی مقصود ہوتے تو جو الفاظ صاف قطعی الدلالۃ غیر معنی مقصود ہیں ان کو بول کر، خاص کر معظم امور میں کہ جن سے ایک تختہ دین کا بدلتا ہو، امت کو فتنہ میں ڈالنا ہے اور لوگوں کو حق کا منکر بنانا۔ حاشا وکلا ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ تو یہ پیشینگوئی نزول نبی اللہ عیسی بن مریم کی اسی قبیل سے ہے کہ کس کثرت سے شارع نے اور کیسی کیسی تفصیل اور تاکیدوں اور تشریحوں کے ساتھ صاف الفاظ صریح الدلالۃ کے ساتھ بیان فرما دیا (چنانچہ یہ بات الفاظ احادیث دیکھ کر کم استعداد آدمی پر بھی کھل سکتی ہے) اب اس میں شارع کا کیا قصور؟

پس اس میں باب تحریف باطل اور تاویل فاسد کا کھولنا بڑے الحاد کی بات ہے اللّٰھم احفظنا منہ۔ پس قاعدہ موضوعہ تمہارے مقصود فاسد کو مفید نہ ہوا۔

تیسری وجہ فساد یہ ہے کہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا کہ حقیقت پیشین گوئی کی قبل وقوع کے علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتی تو تمہارے پیر جی جو اس پیشین گوئی کے معنی مثیل کے کرتے ہیں، تو ہم اس کو کس طرح تسلیم کریں؟ کیونکہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا کہ قبل وقوع کے پوری حقیقت نہیں معلوم ہوسکتی تو پھر قطعاً یہ کیسے تسلیم کیا جائے کہ اسکے معنی مثیل کے ہیں۔

اگر کہو کہ مرزا صاحب اس کے مصداق ہو گئے اور پیشین گوئی واقع ہوگئی تو ہم کہیں گے کہ مرزا کا اس پیشین گوئی کا مصداق ہونا موقوف ہے اس پر کہ اس پیشین گوئی کے معنی مثیل کے ہیں۔ اور یہ معنی معلوم ہونا موقوف ہے مرزا کے مصداق ہونے پر (کیونکہ موافق قاعدہ مفروضہ کے معنی معلوم ہونا موقوف ہیں وقوع پر اور وقوع فرض کیا گیا مرزا پر، پس مرزا کا مصداق ہونا موقوف علیہ معنی جاننے کا رہا۔ واللہ اعلم)۔ پس دور لازم آیا، اور وہ باطل ہے اور مستلزم باطل کا باطل ہے۔ پس مرزا صاحب کے یہ معنی کرنا یا تمہارا یہ قاعدہ باندھنا باطل ہے۔

اگر کہو کہ ہمارے پیر جی کو الہام اور علوم باطنیہ سے معلوم ہوا، تو ہم کہیں گے کہ یہ انکے الہامات اور بطنیات ان کی ہی واسطے ہیں دوسروں پر حجت نہیں۔

اگر کہو خارجاً دوسرے طور سے مرزا کا مصداق ہونا معلوم ہوا، تو ہم کہیں گے لاؤ وہ کیا ہے۔ بسبب امکان معنی حقیقی کے اور وسعت زمانی کے واقع ہونا پیشین گوئی کا اپنے معنی اصلی میں خوب ممکن ہے، مجبوری نہیں کہ خواہ مخواہ معنی مجازی لئے جائیں۔ عادل منصف کے لئے اس قدر کافی ہے اور سمجھ دار پر خوب ظاہر ہو گیا کہ منشاء ومبنی جو صاحب رسالہ کا تھا وہ باطل ہو گیا۔ اب چنداں ضرورت جواب شواہد کی نہ تھی مگر اتماماً للحجۃ اور ایضاحاً للحقّ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بیان کر کے جواب دیتا ہوں۔

تو واضح رہے کہ غرض محمد احسن امروہی کی ان شواہد کے بیان کرنے سے دو ہیں:

ایک یہ کہ یہ قاعدہ ثابت ہو جاوے کہ پیش گوئی کی حقیقت اور پوری ماہیت قبل وقوع کے علوم ظاہر سے نہیں معلوم ہو سکتی۔

دوسرے یہ کہ اصل مدعا ہر شخص منصف کے سمجھ میں آ جاوے یعنی یہ بات معلوم ہو جاوے کہ اس پیشین گوئی نزول ابن مریم میں معنی حقیقی مراد نہیں۔

یہ دونوں باتیں انکی عبارت سے ظاہر ہیں مگر بسبب اجمال کے تفصیل کی ضرورت پڑی۔ و نیز یاد رہے کہ ان ہی دو پر جواب شواہد میں بحث کی جاوے گی۔

} قولہ: انجاح الحاجۃ شرح ابن ماجہ میں لکھا ہے:

انّ عثمان لما جمع المصاحف روی له ابو هریره انّه سمع النّبی ﷺ یقول ان اشد امتی جها لی قوم یا تو ن من بعدی یومنون بی و لم یرو نی یعملون بما فی الورق قال ابو هر یره فقلت ای ورق حتی رأیت المصاحف فصرح بذ لک عثمان و اجاز ابا هریره بعشرة آلاف درهم وقال انک لتحفظ علینا حدیث نبینا ۔ دیکھو حضرت ابو ہریرہؓ کو حقیقت و ماہیت ورق معلوم نہ ہوئی۔ الخ

} اقول: یہ روایت انجاح الحاجۃ شرح ابن ماجہ میں نہیں اگر محمد احسن صاحب انجاح الحاجۃ میں نکال دیں، ابھی ہم ان کی علمیت کے قائل ہو جاویں گے بلکہ یہ روایت صباح الزجاجۃ حاشیہ ابن ماجہ میں بیان نزول عیسیٰؑ میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب رسالہ رموز حواشی کی تمیز نہیں رکھتے بھلا یہ رطب و یابس روایتیں مطلب کو کیونکر مفید ہو سکتی ہیں۔ اول قابل احتجاج ہونا روایت کا بیان کرتے، پیچھے اس سے نتیجہ نکالتے۔ نتیجہ فرع ہے روایت کا، جب روایت کا ثبوت نہیں تو نتیجہ کا کیا

ذکر؟ صاحب مصباح الزجاجۃ نے نہ مخرج روایت کا بیان کیا، نہ خود سند بیان کی۔ پھر بے سند بات کیونکر قبول ہوسکتی ہے؟ ابھی ہمیں صحت روایت مسلّم نہیں تو دوسرے جواب کی کیا ضرورت، جب وہ روایت کا ثبوت دیں گے اس وقت ہم بھی جواب اسکا دیں گے۔

} قولہ: عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ھلکۃ امّتی علی یدی غلمۃ من قریش۔ رواہ البخاری۔

باتفاق شارحین حدیث یہ پیش گوئی واقع ہوچکی۔ مراد امت سے صحابہ اور اہل بیت ہیں اور مراد غلمہ قریش سے یزید اور عبداللہ بن زیاد وغیرھا ہیں۔ اب جو شخص غلمہ من قریش کی حقیقی مراد لے اور لفظ امت سے جو معنی متعارف ہیں وہ مراد لئے جاویں تو اس کے نزدیک یہ پیشین گوئی اب تک واقع نہیں ہوئی۔

} اقول: واضح رہے کہ محمد احسن صاحب نے ان شواہد کو دو غرض سے بیان کیا جیسا کہ اوپر ظاہر ہوا۔ تو غرض اول (یعنی قبل وقوع کے حقیقت پیش گوئی کی معلوم نہیں ہوتی) اس روایت سے ذرا بھی ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ اصحاب کو قبل وقوع کے اس کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ بلکہ دیکھو ابوہریرہؓ کہتے ہیں جو صحیح بخاری میں اسی روایت کے ساتھ موجود ہے:

فقال ابو ھریرہ لو شئت ان اقول بنی فلان و بنی فلان لقلت

یعنی ابوہریرہؓ بعد بیان اس حدیث کے کہتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو بتادوں وہ فلانے فلانے کی اولاد ہیں۔ اور ابن ابی شیبہ میں ہے:

انّ اباھریرہ کان یمشی فی السّوق و یقول اللّٰھمّ لا تدرکنی سنۃ ستین و لا امارۃ الصّبیان۔ (یعنی ابوہریرہؓ بازار میں چلتے ہوئے کہتے تھے اے اللہ میں سنہ ساٹھ تک نہ پہنچوں اور نہ لڑکوں کی امارت تک)۔

قال الحافظ ابن حجر و فی ھذا اشارۃ الی ان اوّل الاغلیمۃ کان فی سنۃ ستین...(الی). فان یزید بن معاویہ استخلف فیھا .. الخ۔

ان اقوال ابوہریرہؓ سے یہ بات کھل گئی کہ حقیقت پیش گوئی کی ابوہریرہؓ کو پہلے سے معلوم تھی اور وہ اس کے مصداق و معنی سے قبل وقوع خوب واقف تھے۔ پس اس سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قبل وقوع حقیقت پیش گوئی کی معلوم نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا کہ

دیکھو قبل وقوع کے خوب معلوم تھی اور اس کی ماہیت سے پورے طور پر واقف تھے۔

ثبوت غرض اول کا تو معلوم ہوا، اب غرض ثانی کا حال سنو (یعنی اس پیش گوئی میں مجاز ہونے سے نزول ابن مریم مجاز مانا جاوے):

اقوال ابو ہریرہؓ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جناب نبی ﷺ نے بالتصریح ان کو حقیقت پیشین گوئی پر مطلع فرما دیا تھا ورنہ وہ عالم الغیب تو تھے نہیں، یہ بات کیسے کہتے کہ میں ہر ایک کا نام لیکر بتا سکتا ہوں۔ مگر ابو ہریرہؓ نے مصلحت سے کلمہ مجمل کے ساتھ روایت کی۔ اب آپ بتائیے کب رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا کہ یہ جو ساری علامات اور تشریحات نزول عیسی بن مریم کی بیان کی گئی ہیں ان سے یہ ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ مطلب دوسرا ہے۔ پس یہ کیسا قیاس مع الفارق کرتے ہو۔

حاصل یہ کہ نبی ﷺ نے مجاز غلام کے ساتھ تحقیر کے واسطے بولی۔ چونکہ اس میں ابہام دیکھا تو اپنی مراد سے مطلع فرما دیا۔ اس پیش گوئی نزول عیسی بن مریم میں اگر مجاز مراد ہوتی تو یہاں پر، کہ اس سے زائد ابہام ہے، درصورت ارادہ مجاز کے کہ سب قرائن مقتضی حقیقت کے ہیں، کیوں نہ مطلع فرما دیتے، اور اپنی مراد سے کہ جس کا بغیر اطلاع سمجھنا موافق قواعد کے متعذر ہے، مفصل خبر دے دیتے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ اس پیش گوئی نزول میں مجاز مراد نہیں، اس سے تو خلاف تمہارے مطلوب ثابت ہوا، نہ کہ موافق۔

دوسرے یہ کہ غلام کا استعمال جوان کے معنی میں کلام عرب میں بہت شائع و جاری ہے

قال فی مصباح المنیر وسمعتھم یقولون للکھل غلام وھو فاش فی کلامھم

تم اپنے مجازات میں جو ہزاروں الفاظ حدیثیہ میں تحریف کرتے ہو، ثابت کرو شیوع ان کے استعمال کا ان باطل معنی میں۔

تیسرے یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ غلمہ اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے۔ مراد غلمہ سے اولاد ہیں امراء وقت کی، دیکھو فتح الباری میں ہے: الا ان یکون المراد بالاغیلمۃ اولاد بعض من استخلف فوقع الفساد لسببھم فنسب الیھم۔

یہ ترجمہ باب کی شرح میں لکھا ہے اور آگے لفظ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قولہ فاذا رأیتم غلمانا .. الخ۔ ھذا یقوی الاحتمال الماضی و ان المراد اولاد من استخلف منھم

یعنی یہ لفظ روایت اذا رآھم غلمانا .. الخ۔ پچھلے احتمال کو قوی کرتے ہیں اور

یہ کہ مراد غلمہ سے ان خلفاء کی اولاد ہے ۔

تو اب پیشین گوئی اپنے معنی حقیقی میں ہی رہی اور لفظ غلمہ اپنے اصلی معنی میں مستعمل ہوا ۔ پھر تمہارا مطلب کدھر گیا ۔

امت کے معنی متعارف بیان نہیں کئے گئے ۔ نہ معلوم وہ کیا سمجھ بیٹھے ہیں جس سے یہ گمراہی کا دروازہ کھولنا چاہا ہے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود بھی اس میں متردد تھے لہذا زبان پر نہیں لائے مگر اپنا پیشہ چھوڑا نہیں جاتا ۔ واللہ اعلم

} قولہ:

عن عائشةؓ ان بعض ازواج النّبی ﷺ قلن للنبیّ. (الی).. اسرع بک لحوقاً قال اطولکن یداً فاخذنا القضبة (الی).. فعلمنا بعد انّما کان طول یدها الصدقة کانت اسرعنا لحوقاً به زینب و کانت تحبّ الصّدقة ۔ متفق علیه ولفظه للبخاری

مولوی محمد بشیر صاحب نے مجھ سے یہ حدیث بیان کر کے کہا کہ دیکھو اس پیش گوئی کی تاویل قبل وقوع صحابہ کو معلوم نہ ہوئی ..الخ ۔

} اقول: سلمنا کہ اس پیش گوئی کی تاویل قبل وقوع کے ازواج کو معلوم نہ ہوئی مگر طویل الید سخی کے معنی میں بھی مشہور ہے ۔ (مسلم شریف میں یہ حدیث یوں ہے: عن عائشه ام المؤمنین قالت قال رسول اللہ ﷺ اسرعکنّ لحاقاً بی اطولکنّ یداً ۔ قالت ۔ فکنّ یتطاولن ایتهنّ اطول یداً ۔ قالت فکانت اطولنا یداً زینب لانّها کانت تعمل بیده و تصدّق ۔ مسلم)

دیکھو امام نوویؒ لکھتے ہیں: قال اهل اللغة یقال فلان طویل الید و الباع اذا کان سمحاً جواداً و ضدّه قصیر الید و الباع ۔

اسی کے مثل ہے جو اللہ نے فرمایا: و قالت الیهود ید اللّه مغلولة غلّت ایدیهم و لعنوا بما قالوا بل یداه مبسوطتان ینفق کیف یشاء ۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے مغلولة ای بخیلة اور انہوں نے شان نزول بھی اس آیت کا یہی کہا ہے کہ یہود نے کہا تھا کہ اللہ بخیل ہے خرچ نہیں کر سکتا چنانچہ اپنے موقع میں مبین ہے اور فرمایا: و لا تجعل یدک مغلولةً الی عنقک و لا تبسطها کلّ البسط

تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس معنی مشہور کے اعتبار سے فرمایا اور ازواج کا خیال دوسری طرف گیا۔ چونکہ یہ بات احکام تکلیفیہ میں سے نہ تھی اور اس کے عدم علم سے کوئی موجب فساد دینی کا نہ تھا، بلکہ ایسے امور سے کہ جن کے اظہار کو اللہ تعالی نے مناسب نہ سمجھا اور اس کی تفصیلی کیفیت سے کسی کو مطلع نہ فرمایا، لہذا رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے مجمل الفاظ سے فرمایا کہ وہ بات مبہم رہی۔ اور رزین بن منیر نے یوں کہا ہے:

لما كان السوال عن آجال مقدرة لا تعلم الّا بالوحى اجابهن بلفظ غير صريح و احالهن على ما لا يتبيّن الا بآخره و ساغ ذلك لكونه ليس من الاحكام التكليفيه ۔ انتہی من فتح البارى ۔

پھر بھی لحاظ اس میں اس بات کا رکھا کہ ایسے لفظ کے ساتھ بولے کہ جو معنی مقصود میں مشہور بھی ہیں، نہ یہ کہ ایسی بے تکی بولیں جس سے کلام فہم عقلاء سے خارج ہو جائے جیسا کہ محمد احسن امروہی اور ان کے پیرنے اس پیش گوئی نزول ابن مریم کو سینکڑوں الفاظ حدیثیہ میں مجاز بنا کر اور تاویل باطل کر کے کر دیا، اور ان تنصیصات کو جن کو شارع نے عقاید اور معظم امور اور ایک بڑی دین کی بات جان کر طرح طرح سے تشریح اور صاف علامات کے ساتھ تصریح کر کے فرمادیا تھا، ان کو بے جا تاویلیں اور فاسد مجازیں بنا بنا کر کلام عقلاء وخطاب بلغاء سے خارج کر دیا پس اس پیشین گوئی کو تمہارے مدعا اصلی سے کیا نسبت۔ انتہاء درجہ یہ ہے (موافق رائے بعض علماء کے، جس میں ابھی ہم کو کلام باقی ہے) کہ مجاز کا ایسی جگہ استعمال بلا قرینہ درست ہے جہاں موجب خرابی کا نہ ہو

قال فى الفتح وفيه جواز اطلاق لفظ المشترك بين الحقيقة و المجاز بغير قرينة و هولفظ اطولكنّ اذا لم يكن محذور

اور موضع متنازع فیہ میں جو کچھ محذور ہے اہل علم پر مخفی نہیں، اور کہیں کہیں یہ عاجز بھی تصریح کرتا جاتا ہے۔

تو واضح ہو کہ فرمانا جامع علوم، حاوی فنون، ناصر دین منیر جناب مولوی محمد بشیر صاحب کا صحیح ہے، مگر محمد احسن صاحب کے مطلب کو بالکل مفید نہیں۔ اور محمد احسن صاحب کا ان کے اس قول کو اس جگہ ذکر کرنا عوام کو دھوکہ دہی سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم

} قولہ: میں کہتا ہوں مسلک سلف صالح کا یہی تھا کہ قبل وقوع واقعہ کے کسی مسئلہ میں تحقیق اور چھان بین نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اول بخطاب سائل ھل وقعت دریافت کر کے جواب دیتے

تھے پس جب کہ امور احکامیہ کا یہ حال تھا تو پیشین گوئیوں مستقبلہ کی کرید کرنے کی کیا ضرورت تھی بجز اس کے کہ ان کے الفاظ ظاہرہ پر ایمان لایا جائے۔

} اقول: میں کہتا ہے کہ مسلک سلف صالح کا یہی تھا کہ کسی نص شرعیہ میں تاویل بے جا کر کے اپنی ہوا و خواہش کے موافق نہ بناتے تھے بلکہ جس بات کو محاورہ کے موافق کلام شارع سے پاتے تھے اس کے موافق عمل درآمد کرتے تھے جب نصوص عملیہ میں یہ حال تھا تو جو نصوص عقائد کے ساتھ متعلق ہیں اور جن پر مدار دین کا ہے اس میں تحریف کرنے کی ان کو کیا ضرورت تھی اور کیوں تحریف کر کے ملحد بنتے، پھر اس کے الفاظ و معانی ظاہرہ جو ان سے مستفید ہوتے ہیں ان پر ایمان لاویں۔و من اضلّ ممّن اتبع هواه بغير هدى من اللّه

} قولہ: ایضاً فرمایا اللہ تعالی نے لقد صدق اللّه رسوله الرّؤيا با لحقّ لتدخلنّ المسجد الحرام ان شاء اللّه ۔ الآیہ۔ اس آیت کی شان نزول میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ساتھ اصحاب کے آپ مکہ کو تشریف لے گئے اور وہاں بفراغ خاطر عمرہ کیا..الخ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس پیشین گوئی کی تعیین وقت میں صحابہ کرام سے بھی خطا واقع ہوئی اور آنحضرت ﷺ کی رائے عالی بھی اولاً صحابہ کے ہی موافق رہی، لیکن اصل حال یہ تھا کہ خواب بے شک سچا تھا لیکن اس میں کچھ اسی سال کی تعیین نہ تھی۔

} اقول: آپ نے جو اس شاہد کو اس واسطے پیش کیا کہ قبل وقوع کے پیشین گوئی کی حقیقت نہیں معلوم ہوتی، تو حقیقت نہ معلوم ہونے سے اگر آپ کی یہ غرض ہے کہ وقت وقوع معین طور پر نہیں معلوم ہوتا تو سلّمنا ۔ اگر شارع و مخبر کی جانب سے تعیین وقت نہ ہوتی تو وقت معین کیونکر معلوم ہوسکتا ہے، تو یہ مطلب آپ کے کچھ مفید نہیں۔ کیونکہ یہ قاعدہ آپ نے اس قائل کے جواب میں بیان کیا جس کا اعتراض معنی نہ معلوم ہونے میں ہے نہ کہ تعیین وقت میں ۔ و نیز آپ کے مقصد اصلی کو بھی مفید نہیں کیونکہ یہ کون کہتا ہے کہ وقت معین معلوم ہو گیا۔ نزول ابن مریم کا اگر قیاس کرتے ہو معنی نہ معلوم ہونے کو وقت نہ معلوم ہونے پر، تو یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ وقت نہ معلوم ہونے کی وجہ تو یہ ہے کہ مخبر صادق نے کوئی وقت معین نہیں کیا، بخلاف معنی کے۔ جب الفاظ صریح المعنی قطعی الدلالۃ بتا دیئے تو پھر معنی میں کیا شک رہا۔ اور اگر حقیقت نہ معلوم ہونے سے یہ غرض ہے کہ معنی اصلی معلوم نہیں ہوتے تو اس پیشگوئی کو اس مطلب سے کچھ تعلق نہیں، کیونکہ یہ کہاں

سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ نفس معنی پیشگوئی کو نہ جانتے تھے، بلکہ یہ پیشگوئی تمہارے اس قاعدہ کو توڑتی ہے۔ دو وجہ سے:

وجہ اول یہ کہ دیکھو اصحاب کو قبل وقوع کے حقیقت پیش گوئی کی معلوم ہوگئی تھی کہ اس سے مکہ کو جانا مراد ہے اور کچھ نہیں۔ اسی بنا پر جب آئندہ سال کے واسطے مصالحت ہوگئی (چنانچہ تفصیلی قصہ صحیح بخاری میں مذکور ہے) تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ نے تو فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کو جاویں گے اور وہیں خانہ کعبہ کا طواف کریں گے۔ دیکھو حضرت عمرؓ نے پیشین گوئی کے معنی میں بالکل شک نہیں کیا کہ شاید اس کی کچھ اور حقیقت ہو بلکہ اس کے معنی میں یقین کر کے اور جزماً اس معنی کو مان کر اپنی نظر میں خلف وعدہ دیکھ کر عرض کیا۔

وجہ ثانی: یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ پیشین گوئی کی حقیقت قبل وقوع کے علوم ظاہر سے نہیں معلوم ہوسکتی، تم ابھی کیوں اعتراض کرتے ہو؟ بلکہ ان کے جان لینے کو قبل وقوع کے مسلّم رکھ کر فرمایا کہ کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال میں جاویں گے؟ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ بس جانا ہوگا اور طواف بھی کریں گے۔ تو اس قصہ اور تقریر نبوی سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قبل وقوع کے حقیقت پیشین گوئی معلوم ہو جاتی ہے۔ پس یہ حدیث قاعدہ مطلب محمد احسن امروہی کو مبطل ہے نہ کہ مثبت۔ اس کو محمد احسن امروہی کا اپنا شاہد بنانا بڑے تعجب کی بات ہے۔

پھر واضح رہے کہ محمد احسن امروہی کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ کی رائے عالی بھی اولاً صحابہ کرام کے ہی موافق رہی، جب تک کہ اس کا ثبوت کسی روایت صحیح سے نہ دیں رسول اللہ ﷺ پر افتراء باندھنے میں داخل ہوگا۔ بھلا یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ بھی صحابہ کے ساتھ خطا میں شریک تھے۔ دیکھو نبی ﷺ تو حضرت عمرؓ کے جواب میں فرماتے ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا اولیس کنت تحد ثنا انا سناتی البیت فنطو ف بہ (یعنی آپ تو فرماتے تھے کہ ہم لوگ بیت اللہ جاویں گے اور اسکا طواف کریں گے)۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا بلی فا خبر تک انا نا تیہ العام؟ قلت لا قال فا نک آ تہ و مطوف بہ۔ دیکھو رسول اللہ ﷺ تو فرماویں کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال میں جاویں گے، اور تم کہو کہ پہلے تو رسول اللہ ﷺ کی بھی یہی رائے تھی جو صحابہ کی تھی۔ اگر آپ ﷺ کو بھی یہی خیال ہوتا تو فرما دیتے کہ پہلے میں بھی یہی سمجھا تھا۔ واللہ اعلم

} قولہ: امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے مشکوۃ میں موجود ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عثمانؓ سے فرمایا کہ بیشک اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا، پھر اگر منافقین چاہیں کہ وہ قمیص تم اتارو، تو تم مت اتارنا یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو۔ اس پیشینگوئی میں اگر قمیص کے معنی حقیقی لئے جائیں تو یہ پیش گوئی واقع نہیں ہوئی ..الخ

} اقول: اول الفاظ روایت نقل کرتا ہوں جس سے محمد احسن امروہی کا تصرف ظاہر ہو۔

ابن ماجہ کا لفظ اس طرح ہے:

عن عا ئشه قا لت قال رسول الله ﷺ یا عثمان ان ولاک اللّه هذا الامر یوماً فارادک المنافقون ان تخلع قمیصک الّذی قمصک اللّه فلا تخلعه یقول ذلک ثلا ث مرّا ت ۔

اور لفظ ترمذی کا یوں ہے: یا عثما ن انه لعلّ اللّه یقصمک قمیصاً فان ارادوک علی خلعه فلا تخلعه لهم

تو واضح رہے کہ غرض اول محمد احسن صاحب کی (کہ قبل وقوع حقیقت پیش گوئی کی معلوم نہیں ہوسکتی) بالکل اس سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس سے کہاں یہ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کو قبل وقوع کے حقیقت پیش گوئی معلوم نہ تھی۔ بلکہ اس کے خلاف پر ہم قرینہ سے بتاتے ہیں کہ ان کو معلوم تھی، چنانچہ ابن ماجہ میں اسی روایت کے بعد دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ سے موجود ہے:

فجاء عثمان فخلا به فجعل النّبیّ ﷺ یکلّمه و وجه عثمان یتغیّر

اور یہ ہے: انّ عثمان بن عفان قال یوم الدّار انّ رسول اللّه عهد الیّ عهداً فا نا صا ئر الیه

اور اس کو بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں ذکر کیا اور بعض روایت کو ترمذی نے بھی ذکر کیا اور کہا هذا حدیث حسن صحیح

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ سے رسول اللہ ﷺ اپنے مرض موت میں خلوت میں کچھ فرماتے تھے اور حضرت عثمانؓ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا جب حضرت عثمانؓ کو منافقوں نے گھر میں محبوس کر دیا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد لیا ہے تو میں ویسے ہی کروں گا۔ ابن ماجہ میں ہے قال قیس کا نوا یرونه ذلک الیوم۔ قیس نے کہا لوگ وہ اسی دن کو سمجھے تھے۔

مثل اس کے اور بھی روایتیں آئی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ روایتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عثمانؓ اور دوسرے لوگ بھی پہلے سے اس کو خوب جانتے تھے۔ دور جانے کی کیا ضرورت ہے اسی روایت کو دیکھو جس کو محمد احسن امروہی اپنی دلیل قرار دیتے ہیں۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے ان ولاک اللّٰہ ھذا الامر فرما دیا تھا، تو پھر کیا شبہ رہ گیا۔

پس معلوم ہوگیا کہ اس شاہد سے غرض اول تو ثابت نہیں ہوتی۔ رہی غرض ثانی تو اس کو سنو۔ جب نبی ﷺ نے صاف لفظ ان ولاک اللّٰہ ھذا الامر فرما دیا تو اب مجاز لینے کی کیا ضرورت رہ گئی؟ فرما دیا کہ ادنی درجہ اگر ایک کرتہ جو اللہ تم کو پہنائے وہ بھی اگر منافقین اتارنا چاہیں، تو نہ دینا، تو خلافت چھوڑنا تو بڑی بات ہے۔ پس باوجودیکہ قمیص کے معنی حقیقی مراد لئے گئے پیشین گوئی واقع ہوگئی، تو یہ قول محمد احسن صاحب کا (اگر قمیص کے معنی حقیقی مراد لئے جائیں، پیش گوئی واقع نہ ہوگی) غلط ہے۔

قطع نظر اس سے موافق فہم محمد احسن کے میں کہتا ہوں کہ حسب ترجمہ آپ کے پیشگوئی تو اسی قدر ہے کہ اللہ تعالی تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔ تو ایک کیا اللہ تعالی نے انہیں بیسیوں قمیص پہنائے۔ پھر آگے حکم فرمایا کہ اگر منافقین اتارنا چاہیں تو نہ اتارنا۔ پس قمیص کے معنی حقیقی لے کر پیشینگوئی کیوں نہ واقع ہوئی۔ پھر ہم کہتے ہیں اگر مجاز مان بھی لیں تو قرینہ صارفہ کیسا قوی (یعنی ان ولاک اللّٰہ ھذا الامر اور دوسری تصریحات) موجود ہے۔ آپ کوئی قرینہ صارفہ ضعیفہ ہی پیش کیجئے۔ پس یہ کیا قیاس مع الفارق ہے ولا تلبسوا الحقّ بالباطل و تکتموا الحقّ

} قولہ: تحریر الشہادتین میں لکھا ہے کہ ابن عساکر نے محمد بن عمر بن حسن سے روایت کی ہے کہ ہم کربلا میں حضرت امام حسین کے ساتھ تھے، سوانہوں نے سمرہ کو دیکھ کر فرمایا...الخ

} اقول: بعد تسلیم صحت نقل کے اس روایت کا صحیح ہونا مسلّم نہیں۔ محمد احسن صاحب کا نفس استشہاد جب تک صحت روایت کو ثابت نہ کرلیں صحیح نہیں۔ وجہ استشہاد پر تو نظر پیچھے کی جاوے گی۔ بلکہ اہل علم نے احادیث ابن عساکر کو طبقہ رابعہ سے خیال کیا جن کی اصلح روایت ضعیف محتمل اور اسوء موضوع وغیرہ ہوتی ہیں قال فی حجۃ اللہ البالغہ

و الطّبقۃ الرابعۃ کتب قصد مصنفوھا بعد قرون متطاولۃ جمع ما لم یوجد فی الطبقتین الاولیین و کانت فی المجامیع و المسانید المختفیۃ فنوھوا بامرھا، و کانت علی السنۃ من لم یکتب حدیثہ

المحد ثو ن ككثير من الوعاظ المتشد قين و اهل الاهواء و الضعفاء ،او كانت من آثار الصحابة و التّابعين ،او من ا خبار بنى اسرا ئيل، او من كلام الحكماء و الوعاظ خلطها الرواة بحديث النبى ﷺ سهوا او عمداً، او كا نت من محتملا ت القرآن و الحد يث الصحيح ـ فروا ها بالمعنى قوم صالحو ن لا يعرفو ن غوا مض الروا ية، فجعلوا المعانى ا حاديث مرفوعة ـ او كانت معانى مفهومة من اشارات الكتا ب والسنة جعلوها ا حاديث مستبدة (اى مستقلة) براسها عمداً ، او كانت جملاً شتى فى ا حاديث مختلفة جعلوها حديثاً واحداً بنسق وا حد ، و مظنة هذه ا لاحاديث كتاب الضعفاء لابن حبان و كامل ابن عدى وكتب الخطيب وابى نعيم والجوزقانى و ابن عسا كر و ابن النجار و الد يلمى وكاد مسند الخوا رزمى يكون من هذه الطبقة ، و اصلح هذه الطبقة ما كا ن ضعيفاً محتملاً و اسوؤها ما كا ن مو ضوعاً او مقلوباً شديد النكارة ـ (و هذه الطبقة مادة كتاب الموضوعات لا بن الجوزى)

طبقہ رابعہ کی وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفوں نے بہت مدت کے بعدان روایات کوجمع کرنا چاہا جو پہلے دوطبقوں میں نہ تھیں اور پوشیدہ تھیں ایسے لوگوں کی زبانوں پر تھیں جنکی روایات محدثین لکھتے بھی نہیں جیسے بہت سارے واعظین ہوتے ہیں بڑھا کر بات کہنے والے اور ہوا پرست اور غیر معتبر یا وہ روایتیں اقوال صحابہ تھیں یا اقوال تابعین یا بنی اسرائیل کے اخبار یا عقلمندوں کا کلام یا واعظوں کا، تو اس کو نبی ﷺ کی حدیث کے ساتھ ملا دیا، دھوکے سے یا قصداً یا کوئی احتمالی معنی قرآن یا صحیح حدیث کے تھے یا کوئی اشارہ تھا کہ قرآن یا حدیث سے نکلتا تھا اس کو حدیث بنا دیا یا مختلف مضمون کی حدیثیں تھیں ان کو ایک کر دیا مظنہ اس طرح کی روایات کا ابن حبان کی کتاب الضعفاء اور کامل ابن عدی اور کتب خطیب اور ابی نعیم اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی ہیں اور مسند خوارزمی بھی اسکے قریب ہے اور اس طبقہ کی اصلح روایت وہ ہوتی ہے جو ضعیف محتمل ہوتی ہے اور بدتر وہ جو موضوع یا مقلوب بڑی منکر ہوتی ہے۔

اور اسی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ہے :

و اما الرّابعة فالاشتغال بجمعها او الاستنباط منها نوع تعمق من المتاخّرين، و ان شئت الحق فطوائف المبتدعين من الرّافضة و المعتزلة وغيرهم يتمكنون بادنى عناية ان يلخصوا منها شواهد مذاهبهم،فالانتصار بها غیر صحیح فی معارک العلماء بالحدیث۔

یعنی طبقہ رابعہ کی روایتوں میں اشتغال اس کے جمع کرنے اوران سے استنباط کرنے میں متاخرین کے اوپر بہت مشکل ہے اورحق یہ ہے کہ بدعتیوں کے فرقے جیسے رافضی،معتزلی وغیرہ، ذرا موقع پا کران سے اپنے مذہب کا شواہد بنا کرکھڑا کردیتے ہیں۔پس ایسی روایتوں سے مدد لینا علماء کے مقابلہ میں صحیح نہیں۔

چنانچہ یہ حضرت بھی انہیں میں ہیں جب تک اثبات صحتِ روایت کا نہ کرو گے، کامیاب نہ ہوگے۔پس ابھی ہمیں دوسرے جوابات سے تطویل کی حاجت نہیں۔ واللہ اعلم

} قولہ: نسیم الریاض میں لکھا ہے: بیہقی اور طبرانی اورابن حکیم جنی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک گھر میں ہم دس آدمی تھے جناب نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو تم میں سے پیچھے مرے گا، نار میں ہوگا..الخ

} اقول: اس میں بھی وہی جواب ہے، مستشہد پراثبات مستشہد منہ کا ضرور ہے۔مانع کے لئے اس قدر کافی ہے کہ یہ کتب ایسی نہیں جن کی احادیث سب صحیح ہوں۔ بلکہ طبقہ ثالثہ کی روایات سے ہیں جن کی روایتیں صحیح،حسن،ضعیف،کمزور،غریب،شاذ،منکر،خطا،صواب،ثابت، مقلوب، سبھی طرح کی ہوتی ہیں، چنانچہ حجۃ اللہ وغیرہ میں ہے۔پس مستدل پرایسی روایتوں میں اول نفس ثبوت روایت بیان کرنا ضروری ہے۔

} قولہ: تحریرالشہادتین میں لکھا ہے قال الحسینؑ انی سمعت ابی ...

} اقول: اس کا بھی وہی جواب ہے جو پہلے ذکر کیا۔ بیان نفس ثبوت روایت ضرور ہے بعد ثبوت روایت کے وجہ استدلال میں نظر کی جائے گی۔ابھی تطویل کی ضرورت نہیں۔

} قولہ: بیہقی نے عروہ اورسعید بن مسیّب سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ابی بن خلف سے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کرونگا...الخ۔

آپ ﷺ نے اس کے حلق پر ایک جگہ زرہ سے خالی دیکھ کرایک نیزہ ماردیا ایک زخم پوست خراش لگا کرکہ اس میں سے خون بھی نہ نکلا، مگر وہ گھوڑے سے گر پڑا اور پھر بھاگ کرقریش میں جاملا۔

لوگوں نے کہا تجھے کچھ اندیشہ کی بات نہیں۔لیکن بالآخر اسی زخم سے مکہ کو پھرتے ہوئے واصل جہنم ہوا..الخ

اور ایک شخص کہتا ہے کہ اسے پانی مت دو، یہ مقتول رسول اللہ ﷺ کا ہے ابی بن خلف۔

اس پیشگوئی کے لکھنے سے میری یہ غرض ہے کہ جو معنی ظاہر قتل کے ہیں وہ یہاں پر نہیں پائے گئے۔الخ

} اقول: اس کا بھی وہی جواب سابق ہے، مگر بڑی جائے تعجب ہے کہ محمد احسن صاحب قتل کے معنی کیا سمجھے ہیں کہ کہتے ہیں کہ ظاہری معنی قتل کے نہیں پائے گئے، باوجودیکہ خود لکھتے ہیں کہ اسی زخم سے جو رسول اللہ ﷺ نے مارا تھا وہ مر گیا۔کیا معاً مارنے کے مرے، تب ہی اسکا قتل کہلا وے؟ اگر کچھ دیر لگ جائے جان نکلنے میں، تاہم مرے اسی مار کے سبب سے، تو اس کا قتل نہ کہلا وے گا؟ قال اهل اللّغة قتلة قتلاً ازهقت روحه اور پھر قصہ ابن عمرؓ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ مقتول رسول اللہ ﷺ کا ہے۔دوسرے اخبار میں بھی اس شخص پر مقتول رسول اللہ ﷺ کا اطلاق آیا ہے۔

محدثین پر امروہی کا افتراء

} قولہ: ہدیہ مہدویہ میں لکھا ہے جس کی عبارت بعینہ نقل کی جاتی ہے:

شیخ جلال الدین نے پندرہ سو برس کا تخمینہ قیامت کا کیا ہے..الخ۔

اس عبارت طویلہ کے نقل کرنے سے یہ غرض ہے کہ تمام محدثین سلف وخلف کا خیال، بسبب خلط ہو جانے خیال اہل کتاب کے، یہ تھا کہ عمر دنیا کی ابتداء سے فنا تک سات ہزار برس کی ہے۔اور اس خیال غیر صحیح پر جو کچھ تعریفات کیں وہ سب خلاف نفس الامر نکلیں۔اگر صعود نزول عیسی بن مریم کا آسمان سے بوجود عنصری بسبب خلط روایات وخیالات اہل کتاب کے ان کے ذہن نشین ہو گیا ہو تو کیا استبعاد ہے، لیکن اس خیال کی تصریح متن احادیث صحاح میں کہیں نہیں پائی جاتی اور نہ قرآن مجید سے یہ تصریح ثابت ہوتی ہے۔الخ

} اقول: یہ کہنا کہ تمام محدثین سلف وخلف کا یہ خیال تھا کہ عمر دنیا کی ابتداء سے فنا تک سات ہزار برس ہے، محدثین ارا کین دین پر بڑا افتراء ہے۔ هذا بهتان عظيم۔تمام محدثین سلف وخلف سے تو کیا، تم نصف سے ثابت کردو کہ وہ اس کے قائل تھے۔نصف سے نہیں چوتھائی سے۔ہم کہتے ہیں دو تین ہی معتبر سے ثابت کردو۔

ظاہر بات ہے کون اہل علم میں سے اس بات کو کہے گا کہ انتہاء عمر دنیا کی اور وقت معین قیامت کا معلوم ہوگیا جس کو اللہ اپنے کلام پاک میں جا بجا بالتصریح والتصیص فرمایا ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کو اس کا علم نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا:

یسئلونک عن السّاعة ایّان مر سا ھا۔ قل انما علمھا عند ربّی لا یجلّیھا لوقتھا الّا ھو۔ (تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کس وقت ہے۔ تو کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، نہ ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر وہی)۔

یسئلونک عن السّاعة ایّان مر ساھا فیم انت من ذکرا ھا الی ربّک منتھا ھا (تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کس وقت ہے، تو کس بات میں ہے اس کے مذکور سے، تیرے رب کی طرف ہے اس کی انتہاء۔ یعنی پوچھتے پوچھتے اسی کی طرف پہنچتا ہے بیچ میں سب بے خبر ہیں)

یسئلک النّاس عن السّاعة قل انّما علمھا عند اللّه (یعنی قیامت کا علم تو اللہ ہی کو ہے)

انّ السّاعة آتیة اکاد اخفیھا۔ (بے شک قیامت آنے والی ہے نزدیک ہے کہ میں چھپا ڈالوں اس کو)

الیه یردّ علم السّاعة (اللہ ہی کی طرف حوالہ کیا جاتا ہے علم قیامت کا)

و یقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین۔ قل انّما العلم عند اللّه و انّما انا نذیر مّبین۔ (اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ (یعنی قیامت، چنانچہ ماقبل کی آیت بتاتی ہے) تو کہہ خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا)

اور احادیث میں بے شمار جگہ موجود ہے بطور مثال کہتا ہوں: فرمایا:

فی خمس لا یعلمھنّ الّا اللّه

اور فرمایا: ما المسئول عنھا باعلم من السّائل

غرض کہ یہ بات ایسی ظاہر و مشہور ہے کہ جس سے نہ عالم منکر و بے خبر ہے، نہ عامی۔ پھر کون محدث اس بات کو جزماً کہہ سکتا ہے۔ مگر محمد احسن صاحب کے نزدیک تو تمام محدثین سلف اور خلف منکر صریح کلام الہی اور مکذب تصریح نبوی کے ہوکر دنیا کی عمر حد معلومہ کے قائل ہو گئے، نعوذ باللّه من ذلک۔

پس تمام محدثین پر افتراء کر کے اس خیال کو مرزا کے خیال کے ساتھ تشبیہ دینا اور محدثین پر افترائی خیال کو مرزا کے خیال کا شاہد بنانا بناء فاسد کی فاسد پر ہے و ھو کما تری ۔

دوسرے اگر مانیں بھی کہ کوئی اس بات کا قائل ہو گیا ہو تو بھی تمہارے مطلب کے مفید نہ ہوگا، کیونکہ وہاں تو پہلے باعتبار قواعد شرعیہ کے بڑی باطل بات تھی، پیچھے حق معلوم ہو گیا۔ بخلاف تمہارے مطلب کے کہ پہلا خیال بالکل قواعد شرعیہ کے موافق ہے اور اس میں کوئی محال شرعی یا عقلی لازم نہیں آتا، پھر حقیقت کیوں مہجور ہوگی ۔ پس یہ یعنی شیئ کو اپنی ضد کے ساتھ تشبیہ دے کر اور مخالف کو شاہد بنا کر ثابت کرنا کون عقل کی بات ہے؟ وہاں تو جو پہلا خیال فرض کیا گیا ہے قواعد شرعیہ کے بالکل خلاف ہے اور خیال پچھلا موافق، اور یہاں جو پہلا خیال ہے یعنی نزول ذاتی حضرت عیسیٰؑ قواعد کے موافق ہے اور پچھلا یعنی جو تمہارے پیر اور تم معنی کرتے ہو بالکل مخالف ۔ پس اِس پر اس کو قیاس کرنا کیسا خلاف عقل ہے؟ اگر ایسے قیاسات صحیح ہوں تو چاہیے کہ اخبار مستقبلہ کے جہاں کہیں جو معنی کئے گئے ہیں سب سے رجوع کر لینا چاہیے۔ اس پر قیاس کر کے ایسے ہی کسی نص شرعی میں کوئی نئے معنی ظاہر ہونے سے لازم آوے گا کہ جب نصوص کے جو معنی کئے گئے، چاہے عملی ہوں، چاہے اعتقادی، سب سے رجوع کر لیا جاوے۔ اور ایک جگہ پچھلے معنی غلط ہونے سے سب جگہ معانی غلط ٹھہرائے جائیں ۔ پس یہ شریعت کیا ہنسی کھیل ہوگئی ۔ نعوذ باللّٰہ

کیا فرضاً اگر علماء کا خیال بسبب خلط خیالات اہل کتاب کے نزول عیسیٰ کا بوجود عنصری ہو گیا تو کیا رسول اللہ ﷺ کو بھی اہل کتاب نے بہکا دیا کہ انہوں نے فرمایا کہ خود حضرت عیسیٰؑ اتریں گے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیس بینی و بین عیسی نبیّ و انّه نازل یعنی میرے اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ (یعنی جن کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں) اترنے والے ہیں ۔

اور دوسری روایت صحیح میں اس طرح ہے :

الانبیاء اخوة العلات امهاتهم شتّی و دینهم واحد و انا اولی النّاس بعیسی بن مریم لانّه لم یکن بینی و بینه نبیّ و انّه نازل ،

یعنی انبیاء باپ کی طرف سے بھائی ہوتے ہیں مائیں ان کی مختلف ہوتی ہیں اور دین ایک ہی ہوتا ہے اور میں اولی الناس ہوں عیسیٰ بن مریم کے ساتھ کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں ۔

اور بے شمار حدیثیں ہیں جن میں نبی ﷺ نے نزول حضرت عیسیٰؑ کی تصریح فرمائی ہے چند احادیث اس عاجز نے بھی اوپر نقل کی ہیں۔

اور نیز کیا اہل کتاب نے اپنے خیالوں سے حضرت عیسیٰؑ کو بھی غلطی میں ڈال دیا اور بہکا دیا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں قرب قیامت اتر کر دجال کو قتل کرونگا، مجھے اللہ نے یہ وعدہ دیا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ شب معراج میں ہمارے نبی ﷺ سے انہوں نے یہ بات کہی۔ (چنانچہ اوپر گزر چکا)۔ پس یہ کہنا کہ اس خیال کی تصریح متن احادیث میں کہیں نہیں پائی جاتی، کیسی نادانی کی بات ہے۔ اور قرآن مجید سے بھی اس کا ثبوت عنقریب انشاء اللہ بیان کیا جاوے گا اور ناظرین جان لیں گے کہ یہ قول محمد احسن امروہی صاحب کا کہ قرآن و حدیث میں اس خیال کی تصریح نہیں محض افتراء ہے اللہ اور اس کے رسول پر۔

اللہ و رسول پر امروہی کا افتراء

{ قولہ: اندریں صورت لازم ہے کہ مرزا صاحب کی تکذیب اس دعوی میں ہرگز نہ کی جائے کیونکہ ایسی حالت میں قاعدہ تصدیق اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں یوں فرمایا ہے:

و قد جاء کم بالبیّنا ت من رّبکم و ان یّک کاذباً فعلیه کذ به و ان یّک صاد قاً یصبکم بعض الّذی یعد کم انّ اللّه لا یهدی من هو مسرف کذا ب۔

{ اقول: واضح رہے کہ یہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی قوم میں سے ایک شخص کی حکایت بیان فرمائی ہے چونکہ محمد احسن کو پوری نقل مضر تھی اسلئے تھوڑی نقل کی۔ پوری آیت یوں ہے:

و قال ر جل مّومن من آل فرعون یکتم ایمانه اتقتلون رجلا ان یّقول ربّی اللّه و قد جاء کم با لبیّنا ت من رّبکم و ان یّک کاذباً فعلیه کذبه ... الآیہ: اور بولا ایک مرد ایمان دار فرعون کے لوگوں میں سے جو چھپا تا تھا ایمان اپنا، کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، اور لا یا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی۔ اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس پر پڑے گا اس کا جھوٹ اور اگر وہ سچا ہوگا تو تم پر پڑے گا کوئی وعدہ جو دیتا ہے۔ بے شک اللہ راہ نہیں دیتا اسکو جو ہووے بے لحاظ جھوٹا۔

تو اول تو مرد مومن نے قتل سے منع کیا تھا، نہ کہ تکذیب محض سے ۔ اگر تکذیب محض سے بھی منع کر دیا جائے تو معجزہ کس طرح دیکھنے میں آوے ۔ پس محمد احسن کا یہ کہنا کہ مرزا کی تکذیب اس دعوی میں ہرگز نہ کی جاوے اور اس پر یہ قاعدہ بیان کرنا تدلیس یا سوء فہمی سے خالی نہیں

دوسرے یہ کہ آیت کریمہ میں تو یہ ہے و قد جاء کم بالبیّنات من ربکم یعنی قاعدہ اس وقت کا ہے کہ مدعی دلائل ظاہرہ کے ساتھ آیا ہے، اور تمہارے یہاں ظاہر کیا کوئی غیر ظاہر دلیل بھی نظر نہیں آتی ۔ خالی زبانی جمع خرچ ہے ۔ مگر ہمارے پاس تمہارے دعاوی کے بطلان پر بیّنات ہیں (جن میں سے چند ایک آگے چل کر بیان ہوئی ہیں)

تیسرے یہ کہ تمہارے فہم کے موافق ان دجالین کے مقابلہ میں جن کی خبر نبی ﷺ نے دی ہے کہ ہر ایک ان میں کا نبوت کا دعوی کرتا ہوگا اور مقابلہ میں دجال اکبر کے اس قاعدہ کا کیا جواب ہے ۔ فما جوابکم فیهم فهو جوابنا فی مسیحکم ۔

} قولہ: واضح رہے کہ اگر پیشین گوئیاں جن سے معنی ظاہری قطعاً مراد نہیں بلکہ استعارۃً و کنایۃً دوسرے معانی لطیفہ بطور استعاہ کے مراد ہیں، جمع کی جاویں تو ایک دفتر ہو جاوے ۔ بالفعل انہی دس پر اقتصار کیا گیا و تلک عشرة کاملہ

} اقول: واضح ہو کہ محمد احسن صاحب نے یہ دس جو جمع کی ہیں ان میں سے ایسی ایسی ہیں کہ درجہ اعتبار سے ساقط ہیں، پھر اور کیا جمع ہوں گی کہ درجہ اعتبار میں آویں ۔

تاکیدات کے ساتھ پیش گوئی کیوں؟

} قولہ: اب یہ غرض ہے کہ حدیث متنازع فیہ میں یہ پیشین گوئی بایں تاکیدات کیوں مذکور ہوئی ہے و الّذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم ۔ اول تاکید قسم کے ساتھ، دوسرے لام تاکید اور نون ثقیلہ یہ خطاب نبی ﷺ کا کن لوگوں سے ہے ۔ آیا صحابہ کرام سے ہے یا کل امت اجابت و نیز امت دعوت سے ۔ بہر دو شق تاکیدات لغو ہوئی جاتی ہیں کیونکہ صحابہ کرام اور امت اجابت تو مومنین کاملین ہیں، منکرین معاندین نہیں جو محتاج تاکید ہوں ۔ اور جب کہ نزول عیسی بن مریم بوجود عنصری مراد ہے تو ایسا نزول من السماء جو شخص دیکھ لے گا وہ انکار کیونکر کرسکتا ہے ۔ الخ ۔

پس بہر دو صورت کلام مقتضاء حال کے مطابق نہ ہوا، اور بلاغت وفصاحت سے عاری ہوا کیونکہ ایسے تاکیدات تو خطاب میں کسی بڑے منکر معاند کے چاہیے تھیں۔ الخ

} اقول: تاکیدات جو انکار جواب میں لائی جاتی ہیں، تو یہ کچھ ضرور نہیں کہ انکار تحقیقی ہو بلکہ بہت جگہ بسبب انکار حکمی کے تاکیدیں لاتے ہیں۔ اور غیر منکر کو قائم مقام منکر کے اور غیر سائل کو قائم مقام سائل کے حسب مقتضاء حال کے قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ تصریح اس کی علم معانی میں مذکور ہے اور نیز کلام فصحاء و بلغاء میں ہزاروں جگہ موجود ہے چونکہ یہ قاعدہ مسلّمہ ہے حاجت مثال کی نہ تھی مگر چند مثالیں ابلغ الکلام کلام الملک العلام سے بیان کرتا ہوں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: لئن اشرکت لیحبطنّ عملک۔ کیا رسول اللہ ﷺ کو اس میں شک تھا؟

اور فرمایا حکایت قول ابلیس میں فبعزتک لاغوینّھم۔ کیا نعوذ باللہ اس میں اللہ جل جلالہ کو کچھ انکار یا شک تھا کہ یہ تاکیدیں لائی گئیں۔

اور فرمایا: والضّحی۔ واللّیل اذا سجی۔ ما ودّعک ربّک وما قلی۔ وللآخرۃ خیر لّک من الاولی۔ کیا رسول اللہ ﷺ کو، جو مخاطب تھے، اس میں انکار تھا کہ اس قدر تاکید قسم اور پھر لام کے ساتھ فرمایا؟

اور فرمایا والعادیات ضبحاً۔ فالموریات قدحاً۔ فالمغیرات صبحاً۔ فاثرن بہ نقعاً۔ فوسطن بہ جمعاً۔ انّ الانسان لربّہ لکنود۔ انسان کے ناشکرا ہونے میں کس کو شک یا انکار ہے۔ بلکہ موافق معنی اقرب کے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ انسان خود بھی اس بات پر شاہد ہے چنانچہ فرمایا:

وانّہ علی ذلک لشھید۔ وانّہ لحبّ الخیر لشدید۔

اور فرمایا: لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد ووالدٍ وّما ولد۔ لقد خلقنا الانسان فی کبد۔ اس میں کس کو شک یا انکار ہے کہ اس قدر تاکیدات سے فرمایا گیا۔

اس طرح کی قسمیں اور تاکیدیں تو کلام مجید میں بکثرت وارد ہیں کہ ظاہر میں کوئی متردد یا انکاری نہیں مگر غیر منکر کو منکر کے قائم مقام کر کے حسب مقتضاء حال فرمایا ہے۔

اور فرمایا ولا تحزن علیھم ولا تک فی ضیقٍ مّمّا ینکرون۔ انّ اللّٰہ مع الّذین اتقوا والّذین ھم محسنون کیا رسول اللہ ﷺ، کو جو مخاطب ہیں، اس میں انکار یا شک تھا؟

ایسے ہی وانّ لک لاجراً غیر ممنون۔ وانک لعلی خلقٍ عظیم۔ اور انّا اعطینک

الکوثر ۔ اور و لئن اتّبعت اھوا ئھم من بعد ما جاء ک من العلم انک اذاً لّمن الظّا لمین ۔ بھلا اس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف شک یا انکار کا گمان ہوسکتا ہے؟ مثل اس کے اور بہت ہیں۔جمع کرنے کے لئے ایک بڑا دفتر چاہیے۔

حاصل کلام یہ کہ تاکیدوں کے واسطے انکار تحقیقی ضروری نہیں، بغیر تحقیقی انکار کے بھی تاکیدات حسب مقتضاء حال آتی ہیں۔تو اس پیشینگوئی میں بھی اسی طرح ہے۔ چونکہ یہ ایک بات تعجب کی ہے، لہذا متعجب کو بجائے منکر کے قرار دے کر خبر کو موکد بتاکیدات فرمایا۔

دوسرے ہوسکتا ہے کہ اللہ حکیم وعلیم نے اپنی نبی ﷺ کو تم جیسے منکروں کی خبر دے دی ہو کہ ایسے ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے، اور میرا ظن یہی ہے کہ ضرور خبر دے گئی ہوگی کیونکہ یہ تو بڑا فتنہ عظیم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو اس فتنہ والے تک کی خبر دیدی جسکے ساتھ تین سو آدمی ہوں، قیامت تک جتنے ہوں اسکا نام اور اسکے باپ کا نام اور اسکے قبیلہ کا نام بتا دیا، چنانچہ روایت ہے:

عن حذیفه قال و اللّه ما ادری انسی اصحا بی اکم تناسوا و اللّه ما ترک رسول اللّه ﷺ من قائد فتنة الی ان تنقضی الدّ نیا یبلغ من معه ثلاث مأة فصاعدا الّا قد سمّاہ لنا باسمه و اسم ابیه و اسم قبیلته ۔ (ابوداؤد)

اس کا ذکر مجملاً انہی حضرت حذیفہؓ سے بخاری اور مسلم میں بھی ہے ۔ پس نبی ﷺ نے انہیں منکروں کے واسطے یہ تاکیدیں فرمائیں کہ ہرگز اس میں شک نہ کریں ۔ پس فائدہ تاکید کا ظاہر ہوگیا اور تاکید لغو نہ ہوئی ۔

} قولہ: ہاں بموجب مسلک مرزا صاحب کے محل ان تاکیدات کا بہت درست معلوم ہوتا ہے کہ وہ نزول ایسا ہوگا جس سے تم بسبب اپنے خیالات کے منکر ہوگے اور وہ عیسی بن مریم بھی ایسا ہی ہوگا کہ تم اس کا انکار کروگے ۔

} اقول: یہ تو جب ہوتا کہ مثلاً عبارت حدیث کی اس طرح ہوتی و الّذی نفسی بیدہ لیو شکن ان یخلق فیکم (یا مثل اس کے کوئی اور لفظ) مثیل ابن مریم ۔ اور یہاں تو کچھ اور ہی ہے جو تمہارے مطلب کی بیخ کنی کرتی ہے ۔اور پھر اس پر اکتفاء نہیں بلکہ اور تصریح آخر اور تشریح دیگر کے ساتھ کہ محال ہے صدق اسکا تمہارے مسیح پر ۔ پس مطلب حدیث کجا اور مقصد مرزا کجا، اور فرمان نبوی کجا اور غرض مرزا کجا ؟ فبینھما بعد المشرقین

} قولہ: مگر نفس الامر میں وہ نزول ایسا ہی ہوگا جیسا کہ قد انزلنا الیکم ذکراً رسولاً میں ہے۔

} اقول: بلاشک ایسے ہی نزول ہوگا جو اس آیت میں ہے کہ مراد اس سے جبریل ہیں اور بیان اس آیت کا گزر چکا۔

} قولہ: اندریں صورت علاوہ بلاغت کلام کے ایک دوسری پیشین گوئی اشارۃً اور بھی پیدا ہوگئی اور قاعدہ کلیہ علم معانی کا کہ کل حکم مع منکر یجب توکیدہ بھی منقوض نہ ہوا۔

} اقول۔ یہ بلاغت اور یہ اشارہ دوسری پیشین گوئی کا تو جب ہوتا کہ وہ عبارت ہوتی جو ابھی ہم نے لکھی و این ھذا من ذلک۔

مخفی نہیں کہ غرض امروہی صاحب کی تو یہ ہے کہ تاکیدات کے واسطے ضرور ہے کہ خطاب ہو کسی منکر معاند کے ساتھ، نہ یہ کہ معاند کے مقابلہ میں تاکید ضرور ہے۔ پس اس عبارت قاعدہ کا لانا کل حکم مع منکر یجب توکیدہ، موافق مطلوب نہ ہوگا کیونکہ اس سے تو صرف اس قدر نکلتا ہے کہ حکم مع منکر کے واسطے تاکید ضرور ہے نہ یہ کہ جہاں تاکید ہوگی تو کسی منکر ہی کے مقابلہ میں ہوگی۔ پس یہ قاعدہ کلیہ اس جگہ تو ویسے بھی نہیں ٹوٹتا۔ اس مطلوب کے لئے تو ایسی عبارت لانا چاہیے تھی التّوکید انّما یکون مع المنکر یا مثل اس کے۔ اگر کہا جاوے کہ حکم وجوب تاکید راجع ہے قید کی طرف، تو ہم کہیں گے کہ قطع نظر خلاف ظاہر کے اس سے عدم وجوب در حالت عدم انکار کے نکلے گا، نہ عدم استحسان یا عدم جواز بھی۔ پس بہر حال اس مطلب کیلئے یہ اس عبارت قاعدہ کا لانا مفید مطلب نہ ہوگا بلکہ یہ ایک کھلی دلیل مولف اعلام الناس کے معانی دانی کی ہوگئی۔

تدلیس در معنی امامکم منکم

} قولہ: دوسرے الفاظ صحیحین کے یہ ہیں۔ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔ ان الفاظ میں بھی استفہام تعجبی کا کوئی محل صحیح نہیں معلوم ہوتا ..الخ

لیکن بموجب مسلک مرزا صاحب کے ہی استفہامِ تعجب بھی اپنے محل پر ہے جس کا جواب خود نبی کریم ﷺ نے اپنے کلام پاک میں دے دیا و امامکم منکم جیسا کہ شرح بخاری میں لکھا ہے او وضع المظھر موضع المضمر ..الخ۔ حاصل مطلب یہ کہ ابن مریم تمہیں

میں سے ہوگا ..الخ۔

{ اقول: یہ استعمال لفظ استفہام کا واسطے تعظیم شان حضرت عیسیٰؑ اور ان کے تفخیم حال کے لئے ہے کہ کیا اچھا تم لوگوں کا اس وقت حال ہوگا اور وہ وقت کیسا خوب ہوگا۔ چنانچہ دوسری احادیث میں تفصیل اس کی فرمادی کہ کیسی اسلام کو قوت اور مومنین کو عزت اور کفار کو ذلت اور کفر کی بیخ کنی اور ہلاکت ہو جاوے گی اور مال کی کثرت ایسی ہوگی کہ کسی کو اس کی حاجت نہ رہے گی اور آپس کا حسد اور کینہ اور عداوت سب جاتے رہیں گے۔ اس وقت اللہ ہی کی عبادت کی طرف رغبت ہوگی ایک سجدہ دنیا و ما فیہما سے بہتر ہوگا۔ کوئی دوسرا اس وقت میں نہ پوجا جاوے گا۔ تو اس کلمہ استفہام میں ان خوبیوں کی طرف اشارہ ہے اور اس تعظیم و تفخیم کے لئے لایا گیا ہے۔

پس یہ کہنا کہ اسکا کوئی محمل صحیح نہیں معلوم ہوتا، نادانی کی بات ہے۔ اس طرح کے استفہام کلام عرب میں بکثرت آتے ہیں۔ کہیں تحقیر کے لئے، کہیں تعظیم کے لئے۔ اور علم معانی میں بھی اس کا بیان واضح موجود ہے۔ اور یہ جو کہا کہ بموجب مسلک مرزا صاحب کے یہ استفہامِ تعجب بھی اپنے محل پر ہے، تو یہ تو جب ہوسکتا ہے کہ الفاظ نبوی یوں ہوتے: کیف انتم اذا اتی فیکم یا ولد فیکم مثیل ابن مریم ، و این ھذا من ذلک ...

واضح رہے کہ ان کے پیر نے اما مکم منکم کے معنی یہ کئے کہ وہ تمہارا ایک امام ہوگا جو تم میں سے پیدا ہوگا۔ (دیکھو توضیح مرام کا صفحہ ۱۱)۔ سو اسی کو ان صاحب نے اسی طرح تعبیر کیا کہ وہ ابن مریم تمہیں میں سے ہوگا۔ چونکہ وہ (مرزا) فنون رسمیہ اور علوم آلیہ سے عاری ہیں لہذا ان کو ایسے کھلے باطل معنی کرنے سے عار نہ آئی، مگر یہ (محمد احسن) بہ نسبت ان کے پڑھے ہوئے ہیں تو ان کو صاف صاف کہتے شرم آئی، لہذا مطلب کو زبان دبا کر ادا کیا۔ تو میں کہتا ہوں اما مکم منکم کے یہ معنی کرنا کہ وہ تم میں سے پیدا ہوگا، افتراء ہے رسول اللہ ﷺ پر۔ کیا منکم سے یہ لازم آتا ہے کہ تم میں سے پیدا ہوگا؟ استغفر اللہ۔ یہ کیسا طوفان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا ایّھا الّذین آمنوا لا تتّخذوا الیھود و النّصاری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولّھم منکم فانّہ منھم۔

کیا اس کے یہی معنی ہیں کہ اے ایمان والو، نہ رفیق بناؤ یہود و نصاریٰ کو، اور جو شخص تم میں کا پیدا ہوا ان کو رفیق بنائے، تو وہ انہیں میں پیدا ہو جاوے گا۔

اور جو فرمایا الم تر الی الّذین تولّوا قوماً غضب اللّٰہ علیھم۔ ما ھم منکم و لا

منھم و یحلفون علی الکذبِ و ھم یعلمون ۔ (مجادلہ:۱۴) کیا اس سے یہی غرض ہے کہ وہ لوگ نہ تم میں سے پیدا ہوں نہ ان میں سے پیدا ہوں۔
اورفرمایا و من یر تدّ منکم عن دینہ کیا اسکے معنی یہی ہیں کہ جو تم میں کا پیدا مرتد ہو جاوے؟
اور فرمایا یا ایّھا الّذین آ منوا لا تتخذوا بطا نۃ مّن دونکم کیا اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اے ایمان والو اپنے غیر سے پیدا کو بھیدی نہ بناؤ۔
اورفرمایا و من یّتولّھم منکم فا ولئک ھم الظّا لمون ، کیا اس کے یہی معنی ہیں کہ وہ جو تم میں کا پیدا ہوا، ان کو رفیق بنائے تو وہ ظالم ہے۔
ایسے ہی اور بہت آیات ہیں اور احادیث میں بے شمار جگہ موجود ہے۔
پس بعد فرض تسلیم اس بات کے کہ اقامت مظہر کے موضع مضمر کے ہی یہی معنی ہوں گے کہ وہ تمہارے دین کے موافق عمل در آمد کریں جیسا کہ ان آیات میں یہی معنی ہیں، چنانچہ متقدمین نے بھی ایسے الفاظ کے یہی معنی کئے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: قال ابن ابی ذئب اتدری ما امکم منکم قلت تخبرنی قال فامکم بکتا ب ربکم۔
اور فتح الباری میں ہے: قال ابوذر الھروی حدثنا الجوزقی عن بعض المتقد مین قال معنی قولہ امامکم منکم یعنی یحکم بالقرآن لا بالانجیل قال الطیبی المعنی یؤمکم عیسی حال کو نہ فی دینکم

تحقیق یضع الحرب

{ قولہ: شراح حدیث الفاظ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حکماً والمعنی انّہ ینزل حا کماً بھذہ الشریعۃ فیکسر الصّلیب و المقصود ابطال النصرا نیۃ و الحکم بشر ع الاسلام وکذا قولہ و یقتل الخنز یر ومعناہ تحر یم اقتناء ہ و اکلہ و اباحۃ قتلہ کذا قال الطیبی و یضع الحرب فی روا یۃ الکشمینی الجز یۃ و المعنی انّ الدّین یصیر واحداً فلا یبقی احد من اھل الذّمۃ یؤدی الجز یۃ

حاصل مطلب یہ ہے کہ اس جگہ دو نسخے ہیں۔ اول اور اصل یضع الحرب اور دوسرا

یضع الجزیۃ ۔ درصورت نسخہ اول کے مدعا نہایت واضح ہے کہ اس میں گنجائش تاویل کی نہیں ہے، اور درصورت نسخہ دوم کے اگرچہ تاویل بعید خلاف مقصود بعض نے کی ہے لیکن وہ مقبول نہیں کہ مخالف نسخہ اول و اصل کے ہے ۔اور تفسیر کلام نبوی ایسی چاہیے کہ مصداق ہو یفسّر بعضھا بعضاً کے۔اور دوسری خوبی اس معنی میں یہ بھی ہے کہ منسوخ ہونا احکام شرعیہ خاتم النبیین کا بھی لازم نہیں آتا، بخلاف معنی دوسرے کے، کہ وہ مستلزم ہے نسخ حکم جزیہ کو، مگر بتاویل بعید۔

{ اقول : میں کچھ ابتداء حال نزول عیسی بن مریم کا بیان کرتا ہوں جس سے ناظرین کو محمد احسن امروہی کے مطلب باطل ہونے پر بصیرت ہو۔تو واضح رہے کہ ابوداؤد کی صحیح روایت میں (جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں) یہ ہے فیقا تل النّاس علی الاسلام فیدقّ الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یھلک اللّٰہ فی زمانہ الملل کلّھا الّا الاسلام یعنی حضرت عیسیٰؑ بعد نزول کے لوگوں سے اسلام پر لڑیں گے ،سو صلیب کو توڑ دیں گے اور سؤر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو چھوڑ دیں گے (یعنی شریعت اسلام میں انکے نزول سے قبل تک یہ حکم ہے کہ اہل کتاب اگر جزیہ دیں تو قبول کرلیا جاوے اور لڑائی ان سے موقوف رہے اور جب حضرت عیسیٰؑ نزول فرماویں گے تو اس وقت جزیہ کا حکم نہیں رہے گا ، ان کی لڑائی اسلام ہی سے رفع ہو گی، سوائے اسلام کے کچھ قبول نہ کریں گے۔ پس شعائر نصرانیہ کو بالکل کھو دیں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، سؤر سخت حرام ہے اس کو وہ نصاری برتتے ہیں ، مار ڈالیں گے۔ جب یہ ہوا تو) اللہ کے فضل سے ان کے وقت میں کوئی ملت سوائے اسلام کے باقی نہ رہے گی ۔

اور مسلم شریف میں ہے:

فاذا رأوہ عدوّاللّٰہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لانذاب حتی یھلک و لکن یقتلہ اللّٰہ بیدہ (یعنی جب عیسی اتریں گے تو ان کو عدو اللہ دیکھے گا ،تو جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے، پگھلنے لگے گا۔سو اگر عیسیٰؑ اس کو چھوڑ دیں تو پگھل کر ہلاک ہو جاوے،لیکن اللہ تعالی انہیں کے ہاتھ سے اسے قتل کرا دے گا)۔

اور احمد اور ابن ماجہ کی صحیح حدیث میں ہے (جو پہلے نقل ہو چکی) فا نزل فا قتلہ

اور یہ بھی ہے:

قال فیھلکہ اللّٰہ اذا رأنی حتی انّ الحجر و الشجر یقول یا مسلم انّ تحتی کافراً فتعال فاقتلہ فیھلکھم اللّٰہ ۔(یعنی عیسیٰؑ نے فرمایا کہ میں

اتروں گا تو اس (دجال) کو قتل کروں گا سو اس پر میرے دیکھنے سے ہلاکت پڑے گی یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی کہنے لگیں گے کہ اے مسلمان میری آڑ میں کافر ہے اس کو آ کر قتل کر)

اور امام احمد کی ایک روایت میں ہے (جس کے سب رواۃ مسلم سے ہیں)

و ینزل عیسی بن مریم عند صلوۃ الفجر فیقول امیرھم یا روح اللّٰہ تقدم صلّ فیقول ھذہ الامّۃ امراء بعضھم علی بعضٍ فیتقدم امیرھم فیصلّی حتّی اذا قضی صلا تہ اخذ عیسی حر بتہ فیذ ھب نحو الدّجال ذاب کما یذوب الرّصاص.. (الی) ..فیقتلہ و یھزم اصحابہ فلیس یومئذٍ شیء یواری منھم ا حداً حتی انّ الشجرۃ تقول یا مو من ھذا کا فر ویقول الحجر یا مومن ھذا کا فر

یعنی حضرت عیسیٰؑ فجر کی نماز کے وقت اتریں گے تو مسلمانوں کا امیر کہے گا کہ آپ نماز پڑھایئے تو انکار کریں گے، فرمائیں گے کہ اسی امت کے بعض بعض پر سردار ہیں۔ آخر ان کا امیر نماز پڑھائے گا۔ جب نماز سے فارغ ہوویں گے تو حضرت عیسیٰؑ دجال کو مارنے چلیں گے۔ (باقی ترجمہ پہلی روایت کا سا ہے)

اس حدیث میں اول رسول اللہ ﷺ نے دجال کا بیان کیا کہ اس کے ساتھ ستّر ہزار آدمی ہوں گے۔ اکثر ان کے یہودی اور عورتیں ہوں گی۔ اور یہ بیان فرمایا کہ مسلمانوں پر بہت تکلیف ہوگی اور بھوک کی سخت آفت پڑے گی۔ اس کے بعد عیسیٰؑ اتریں گے تو ایسا ایسا کریں گے۔

اور ابن ماجہ میں ہے (یہ روایت چونکہ مفصل اپنے مطلب کو بیان کرتی ہے اور اسکا مضمون علیحدہ علیحدہ دوسری صحیح روایتوں میں آ چکا ہے یہاں پر متابعۃً دوسری روایات کے اس روایت کو ذکر کر دیا):

فقالت ام شریک بنت ابی الفکر یا رسول اللّٰہ ﷺ فاین العرب یومئذ ۔ قال ھم قلیل و جلّھم یومئذٍ بیت المقدس و امامھم رجل صا لح قد تقدم یصلّی بھم الصّبح اذ نزل عیسی بن مریم فرجع ذلک الامام یمشی القھقری لیتقدم عیسی فیضع یدہ عیسی بین کتفیہ ثم یقول تقدم فصلّ فانّھا لک اقیمت فیصلّی بھم امامھم فاذا انصرف قال عیسی افتحو البا ب فیفتح و رأہ الدجّال معہ سبعون الف یھودی کلّھم ذوسیف محلّی و تاج فاذا نظر الیہ

الدجّال ذا ب کما یذوب الملح فی الماء وینطلق ھارباً فیقول عیسی انّ لی فیک ضر بۃ لن تسبقنی بھا فیدکہ عند با ب لدّ الشر قی فیقتلہ و یھزم الیہ الیھود فلا یبقی شئی مما خلق اللّٰہ یتواری بہ یھودی الا انطلق ذلک الشیء لا حجر ولا شجر ولا حا فظ و لا دا بّۃ الا الغرقد فانّھا من شجرھم لا تنطق الا قال یا عبد اللّٰہ المسلم ھذا یھودی فتعال فا قتلہ ۔

اس کے بعد کچھ دجال کا بیان ہے اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کے بیان میں فرمایا: و تکون الکلمۃ وا حدۃ فلا یعبد الا اللّٰہ و تضع الحر ب اوزا ر ھا ۔ الحدیث ۔

(جب رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا تو ام شریکؓ نے پوچھا کہ اس وقت عرب کہاں ہوں گے، تو فرمایا وہ بہت کم ہوں گے اور اکثر انکے بیت المقدس میں ہوں گے، اور انکا سردار ایک صالح شخص ہوگا۔ صبح کی نماز پڑھانے کیلیۓ آگے بڑھے گا کہ عیسیٰؑ بن مریم اتریں گے۔ تو یہ امام عیسیٰؑ کو امام کرنے کیلیۓ پیچھے ہٹے گا، تو وہ نہ مانیں گے۔ آخر وہی سردار نماز پڑھائیں گے ۔ جب نماز سے فراغت پائیں گے، تو حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے کہ یہ دروازہ کھول دو، تو دروازہ کھول دیا جائے گا، تو اس کے پیچھے دجال ہوگا۔ اسکے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے تاج پہنے ہوئے ہر ایک کے پاس تلوار ہوگی زیور پہنائی ہوئی۔ تو جب حضرت عیسی کو دجال دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا نمک کی طرح اور بھاگنے لگے گا، تو حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے کہ مجھ کو تیرا مارنا ہے ، تو اس سے بچ نہیں سکتا۔ سو باب لد پر پا کر اس کو قتل کریں گے۔ پس شکست دے گا اللہ تعالی یہود کو ۔ سو جہاں کہیں وہ چھپیں گے پتھر یا درخت یا دیوار یا کسی جان دار کی آڑ کی میں، سوا ایک خار دار درخت کے، تو وہ بول اٹھے گا کہ اے اللہ کے بندے مسلمان یہ یہودی ہے اسکو آکر قتل کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے وقت میں سب کا کلمہ ایک ہی ہوگا۔ پس سوا اللہ کے اور کوئی نہ پوجا جائے گا اور لڑائی اپنا راچہ رکھ دے گی)

اور ابن جریر کی روایت میں ہے (جس کے سب رواۃ بخاری اور مسلم سے ہیں سوا دو شخصوں کے، ایک عبد الرحمٰن بن آدم کہ وہ صرف رواۃ مسلم سے ہیں تو انکی بھی ثقاہت میں کلام نہیں، دوسرے بشر بن معاذ کہ وہ بھی ثقہ ہیں چنانچہ خلاصہ وغیرہ میں ہے) یقاتل النّاس علی الاسلا م (لفظ اس روایت کے مثل روایت ابی داؤد مسطورہ بالا کے ہیں) یعنی حضرت عیسیٰؑ لوگوں سے اسلام پر لڑیں گے۔

تو واضح رہے کہ ان روایتوں سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ عیسیٰؑ کو نزول کے بعد مقابلہ کفار کے ساتھ اور قتل وحرب ضرور کرنا ہوگا، گو ان کو چنداں تکلیف نہ اٹھانی پڑے گی۔ پھر سب ملتیں سوائے ملت اسلام کے مٹ جائیں گی، اور اسی ایک ملت حقہ کا دور دورہ رہ جائے گا۔ پھر کس سے حرب ہوگی اور کیوں حرب ہوگی؟ لہذا حرب اٹھ جائیگی۔ انکے وقت میں تحاسد، تباغض جاتا رہیگا۔

ناظرین با انصاف ذرا غور سے ان الفاظ پیش گوئی کو، جن کو نبی ﷺ نے کیسی تصریح سے فرما دیا ہے، دیکھیں۔ اس سے اور مرزا صاحب سے کیا نسبت ہے۔ اس کا اپنے آپ کو مصداق بنانا کیسی صحیح احادیث نبویہ کی تکذیب ہے۔

یہ بیان بطور مقدمہ کے ناظرین کو سنا دیا گیا تو اب محمد احسن صاحب کے اس قول کی حقیقت کو بیان کیا جاتا ہے۔ تو واضح رہے کہ اور الفاظ اس حدیث کے تو مرزا کی غرض کے بالکل مخالف ہیں اور کھلے طور پر اس کے مطلب کو باطل کرتے ہیں، لہذا ان پر علیحدہ علیحدہ مجھ کو کلام کرنے کی حاجت نہیں۔ البتہ چونکہ امروہی صاحب نے یضع الحرب اور یضع الجزیہ میں کلام کیا ہے اور اپنے زعم میں اپنے مطلب کے موافق بنا لیا، تو اس واسطے یہ عاجز بھی ان میں کلام کرکے ان کو انکے مطلب کے خلاف ہونا ظاہر کرتا ہے اور انہیں سے بطلان انکے مقصد کا ثابت کرتا ہے۔

پوشیدہ نہ ہے کہ محمد احسن صاحب نے اول اور اصل نسخہ یضع الحرب کو ٹھہرایا اور یضع الجزیہ کو غیر اصل اور خلاف اول۔ تو میں کہتا ہوں کہ یہ دعوی بلا دلیل ہے، اس کیلئے دلیل بیان کرنا چاہیے، مدعی پر ثبوت ہے۔ شائد اس وجہ سے کہتے ہوں گے کہ بعض بخاری کے نسخوں میں نساخ نے اس نسخہ کو حوض میں لکھا ہے اور دوسرے کو حاشیہ پر، تو میں کہتا ہوں کہ اگر اسی پر اصل اور غیر اصل ہونا ہے، تو جہاں حفص کی قرأۃ کے موافق کلام مجید مطبوع ہوا ہے اور دوسری قرأت ابو بکر وغیرہ کی حاشیہ پر لکھی ہے، تو چاہیے کہ حفص کی قرأۃ اصل ہو جاوے اور دوسرے آئمہ کی غیر اصل۔ اور جہاں دوسرے امام کی قرأۃ کے موافق مطبوع ہوا ہے، تو وہ قرأۃ اصل ہو جاوے اور حفص اور دیگر آئمہ کی غیر اصل۔ ذرہ میں یہ اصل، اور ذرہ میں وہ اصل۔ کہیں یہ بے اصل ہے اور کہیں وہ بے اصل ہے۔ حاشا یہ کیسا جہل ہے۔

دوسرے میں کہتا ہوں دیکھو بخاری مطبوعہ مصری کو کہ اس میں نسخہ یضع الجزیۃ ہی کو حوض میں لیا ہے۔ اور دیکھو علامہ قسطلانی نے اپنی شرح بخاری میں اپنے نسخہ کی کیسی تعریف کرکے اور اپنی اصل کا کیسا وثوق بیان کرکے یضع الجزیہ ہی کو اصل متن میں داخل کیا اور یضع

الحرب کو پیچھے کیا۔ اور صاحب مشکوۃ نے جس حدیث کو بخاری کی طرف نسبت کیا اس میں نسخہ یضع الجزیہ ہی کو اختیار کیا۔ اور مصابیح والے نے بھی اسی نسخہ کو لیا۔ اور ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں جو بخاری کی حدیث کو نقل کیا تو اسی نسخہ کو اختیار کیا، تو تمہارے قاعدہ کی رو سے اس کو ترجیح ہوئی یا اس کو۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ دیکھو بروایت انہی صحابی ابو ہریرہؓ کے اسی حدیث میں صحیح مسلم میں بلا احتمال نسخہ ثانی کے یضع الجزیہ ہے اور اسی طرح ابو داؤد میں ہے اور اسی طرح ترمذی میں ہے کہ بلا نسخہ ثانی کے یضع الجزیہ ہے۔ اور ایسے ہی مستدرک حاکم میں ہے اور مسند احمد میں بھی یہی ہے۔ اور ابن ماجہ میں بھی اسی طرح واقع ہے۔ اور ابو داؤد کی دوسری روایت میں بھی یوں ہی ہے۔ اور بہت روایات ہیں کہ جن میں بلا احتمال دوسرے نسخہ کے یضع الجزیہ وارد ہے۔ پھر ایک نسخہ کو دوسرے پر بلا مرجح ترجیح دینا اور ایک کو اصل اور دوسرے کو غیر اصل بلا دلیل کہنا، حالانکہ اس کے خلاف پر اس قدر قرائن قائم ہوں اور ایسے شواہد موجود ہوں، جہالت صریح یا تدلیس قبیح سے خالی نہیں۔ اور یہ جو کہا ہے کہ: درصورت نسخہ اول کے مدعا نہایت واضح ہے ..الخ

تو میں کہتا ہوں کہ جس کو نسخہ اول کہا وہ یضع الحرب ہے یعنی لڑائی اٹھاویں گے۔ یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ ابتداء ہی سے حرب و قتل کفار کریں ہی نہیں، یا یہ کہ ابتداء میں حرب کریں مگر پھر موقوف ہو جائے اور لڑائی نہ رہے۔ شق اول مسلّم نہیں اس واسطے کہ مخالف ہے ان روایات کے جو ابھی مقدمہ میں لکھی گئیں، اور تفسیر کلام نبوی ایسی چاہیے کہ مصداق ہو تفسیر بعضہ بعضاً کی۔ اور شق ثانی تمہارے مدعا کے بالکل خلاف ہے کہ جس سے مقصد دلی جڑ سے اکھڑا جاتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ درصورت نسخہ اول کے مدعا نہایت واضح ہے کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں، بالکل غلط ہے۔ اس میں اور بھی کلام باقی ہے بقصد اختصار چھوڑا گیا۔

اور یہ جو کہا کہ: درصورت نسخہ دوم کے اگرچہ تاویل بعید خلاف مقصود بعض نے کی ہے ..الخ۔

تو یہ بناء فاسد کی فاسد پر ہے جب اصل نہ رہا تو تفریع اس پر بے اصل ہے، بلکہ مخالف اس کے برعکس کہہ سکتا ہے۔ کما لا یخفی۔

اور یہ جو کہا کہ: منسوخ ہونا احکام شریعہ خاتم النبیین کا بھی لازم نہیں آتا۔

تو اس میں کہتا ہوں کہ اگر نسخ سے یہ غرض ہے کہ نسخ من جانب خاتم النبیین ہی کے ہے تو اس میں کوئی محذور نہیں کہ جس سے بچنا ضرور ہو۔ اور اگر یہ غرض کہ منجانب حضرت عیسیٰؑ کے ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ وہ اس کے ناسخ نہیں بلکہ یہ اسی شریعت کا حکم مقید موقت ایک وقت معین تک

ہے یعنی شارع نے کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ ہیں، اللہ کی طرف سے انہوں نے ایک وقت تک اس حکم پر عمل درآمد کرنے کو فرمایا، اس کے بعد دوسرے پر۔ جب وہ وقت آ گیا اور مدت پوری ہوگئی، تو پہلا حکم اٹھ گیا اور دوسرا جاری ہوا۔ تو یہ انہیں کی طرف سے ہوا نہ کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے۔ پس لازم غیر لازم اور مدعا باطل ہوگیا۔

قال فی الفتح قال النّووی و معنی وضع عیسی الجزیة مع انّها مشروعة فی هذه الشّریعة ان مشروعیتها مقیدة بنزول عیسی لما دل علیه هذا الخبر و لیس عیسی بنا سخ لحکم الجز یة بل نبیّنا ﷺ هو المبیین لنسخ بقو له هذا۔

اسی طرح اور بھی شروح بخاری ومسلم و دیگر سنن میں ہے۔ پس اس کلام محمد احسن صاحب میں کئی وجوہ سے فساد ہے:

اول: یہ کہ بلا وجہ اور بغیر دلیل ایک نسخہ کو اول اور اصل اور ایک کو غیر اصل ٹھہرایا، حالانکہ جو غیر اصل ٹھہرایا گیا اس کی ترجیح کی اس قدر وجوہ موجود ہیں کہ کہنے والا اگر اسی کو اصل ٹھہرائے تو بجا ہے۔

دوسری: یہ کہنا کہ درصورت نسخہ اول کے مدعا نہایت واضح ہے کہ جس میں گنجائش تاویل کی نہیں، حالانکہ وہ ان کے مدعا کے بالکل خلاف ہے۔

تیسری: یہ کہ اس رفع حکم جزیہ کو نسخ ممنوع سمجھا حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ اوپر ظاہر ہوا۔

یہ وہ ہیں جو اوپر مفصلاً بیان ہوچکیں۔ علاوہ اس کے اور بہت سی وجہیں فساد اس کلام کی ہیں جو بوجہ عجلت کے چھوڑی گئیں۔

اس عاجز نے جہاں تک ہو سکا علم استدلالی اور طریق احتجاجی سے کام لیا ہے اور علم تقلیدی اور اقوال ناس سے حجت نہیں پکڑی۔ مگر چونکہ اس جگہ محمد احسن امروہی نے اقوال شراح نقل کیے، لہذا یہ عاجز بھی نقل کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امروہی صاحب تخلیط اور تدلیس کا موقع دیکھتے رہتے ہیں، اسی واسطے بغیر وجہ کے نام کتاب کا جس سے لیتے ہیں (چنانچہ اعلام الناس حصہ ثانی میں زیادہ تر اس سے کام لیا گیا ہے) نہیں لیتے، کیونکہ اگر نام لیں گے تو ناظرین پر ان کا ملایا ہوا جلدی کھل جائے گا۔ لہذا نام کتاب کا نہ لو، کوئی کہاں تک ڈھونڈے گا۔ پس کید کسی پر نہ کھلے گا اور جو کچھ اس میں کتر بیونت ہوگی کسی پر ظاہر نہ ہوگی۔ اگر یہ بات نہیں تو کیوں نہیں جہاں پر کسی کتاب

سے نقل کرتے اس کا نام لے دیتے۔ ان الفاظ کی شرح میں ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

قوله حکماً ای حاکماً و المعنی انه ینزل حاکماً بهذه الشریعة فانّ هذه الشریعة باقیة لا تنسخ بل یکون عیسی حاکماً من حکام هذه الامة۔ الخ۔

و للطبرانی من حدیث عبد الله بن مغفل ینزل عیسی بن مریم مصدقا بمحمد علی ملّته فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر ای یبطل دین النصرانیّة بان یکسر الصلیب حقیقة و یبطل ما تزعمه النصاری من تعظیمه و یستفاد منه تحریم اقتناء الخنزیر و تحریم اکله .. الخ

و یستفاد منه ایضاً تغییر المنکرات و کسر آلة الباطل۔ الخ۔

قوله و یضع الحرب فی روایة الکشمینی الجزیة و المعنی انّ الدّین یصیر واحداً فلا یبقی احد من اهل الذمة یؤدی الجزیة و قیل معناه انّ المال یکثر حتی لا یبقی من یّمکن صرف مال الجزیة له فتترک الجزیة استغناء عنها و قال عیاض یحتمل ان یکون المراد بوضع الجزیة تقریرها علی الکفار من غیر محاباة و یکون کثرة المال بسبب ذلک و تعقبه النووی و قال الصواب ان عیسی لا یقبل الّا الاسلام قلت و یؤیده ان عند احمد من وجه آخر عن ابی هریره و تکون الدعوی واحدة .. الخ۔

قال ابن بطال و انما قبلناها قبل نزول عیسی للحاجة الی المال بخلاف زمن عیسی فانّه لا یحتاج فیه الی المال فانّ المال فی زمنه یکثر حتی لا یقبله احد و یحتمل ان یقال ان مشروعیة قبولهما من الیهود و النصاری لما فی ایدیهم من شبهة الکتاب و تعلقهم بشرع قدیم بزعمهم فاذا نزل عیسی زالت الشبهة بحصول معاینته فیصیرون کعبدة الاوثان فی انقطاع حجتهم و انکشاف امرهم فناسب ان یعاملوا معاملتهم فی عدم قبول

الجزية منهم هكذا ذكر بعض مشا ئخنا احتما لاً ۔و اللّٰه اعلم

اور قسطلانی میں يضع الجزية کی شرح میں لکھا ہے:

يضع الجزية عن اهل الكتاب لانّه لايقبل الّا الاسلام و ليس عيسى بنا سخ لحكم الجزية بل نبيّنا ﷺ هو المبيين للنّسخ بهذا فعدم قبو لها هو من هذه الشريعة لكنه مقيد بنزول عيسى و لابى ذر عن الحموى و المستملے و يضع الحرب بدل الجزية ۔ انتهى مختصراً

اسی کے مثل اور شراح نے بھی لکھا ہے۔ ظاہر بات ہے کسی کا سلف سے خلف تک یہ اعتقاد باطل اور ایسا مطلب قاسد نہ تھا، بلکہ جو لکھتے ہیں تو ایسے ہی لکھتے ہیں جس سے مطلب اصلی محمد احسن امروہی کا حاصل نہیں ہوتا ۔ پس مزید عبارات شروح نقل کر کے طول دینا فائدہ مند نہیں، یہ عبارت بطور نمونہ کے نقل کر دی ۔

مناظرہ مابین امروہی و جیراجپوری

مولانا عبداللہ شاہجہانپوری لکھتے ہیں کہ اس کے بعد محمد احسن امروہی نے اپنی کتاب میں اپنے اس مناظرہ کی کیفیت کو جو کہ جناب عالم جامع خلق وکرم عامل بالسنۃ قامع البدعۃ مولوی سلامت اللہ (جیراجپوری) کے ساتھ ہوا تھا، لکھا اور کچھ اور بھی اس کے متعلق بیان کیا ۔ چونکہ میں پوری کیفیت مناظرہ سے واقف نہیں اور اس میں بحث کر کے رسالہ کو زائد طول دینا مناسب نہیں سمجھتا ،لہذا اس سے اعراض کیا۔ البتہ عالم حقانی جناب مولوی محمد بشیر سہسوانی (کہ جن کی روبکاری میں باقرار محمد احسن امروہی کے مناظرہ واقع ہوا) سے سوال کیا کہ:

اس گفتگو میں حق پر کون تھا؟

اور دلائل و براہین سے غلبہ کو کس کو رہا؟

اور کلمات طعن و تشنیع کس کی طرف سے زائد تھے؟

جناب مولوی محمد بشیر صاحب نے جواب تحریر فرمایا کہ:

حق پر مولوی سلامت اللہ صاحب تھے۔

اور دلائل و براہین سے غلبہ مولوی سلامت اللہ صاحب کو تھا۔

اور کلمات طعن و تشنیع مولوی محمد احسن کے طرف سے زیادہ تھے۔

(جناب محمد اسلم جیراجپوری ایک اور مباحثے کا ذکر کرتے ہیں جو امروہی صاحب اور جناب مولانا سلامت اللہ جیراجپوری کے ہم مجلس علماء کے مابین اتفاقاً ہو گیا تھا۔ محمد اسلم صاحب بتاتے ہیں:

مولوی محمد احسن امروہی بھوپال میں محکمہ مصادرہ کے بخشی تھے جو بالکل ہمارے محل سے متصل تھا۔۔۔ وہ بڑے مشہور مناظر تھے۔ جب ان کے قادیانی ہو جانے کی خبر پھیلی، اس زمانہ میں ایک دن میرے والد (مولانا سلامت اللہ) کے پاس مدرسہ سلیمانیہ میں کسی کام سے آئے۔ وہاں کئی مولوی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے سوال کیا کہ آپ نے کس دلیل سے مرزا کو مسیح موعود مانا؟ مولوی صاحب جلدی یا گھبراہٹ میں بے سوچے بول اٹھے کہ ایک میں کیا، ہزاروں ہیں جو ان کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے کہا اگر یہی دلیل ہے تو عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے سے آپ کیوں انکار کرتے ہیں کیونکہ کروڑوں ہیں جو ان کو ایسا ہی سمجھتے ہیں؟ مولوی محمد احسن ایسے شکنجے میں پھنس گئے کہ کچھ بس نہ چلا۔ جھنجلائے، چہرہ سرخ ہو گیا، گردن کی رگیں پھول آئیں۔ والد، مولانا سلامت اللہ، نے یہ کیفیت دیکھی تو فوراً بحث کو روک دیا۔ مجھے مولوی محمد احسن کی حالت اس وقت بڑا ترس آیا۔ مسلم اہلحدیث گزٹ دہلی اگست ۱۹۳۰ء ص ۱۱)

منارہ شرقی دمشق

{ قولہ: قولہ (یعنی قول الغزنوی) اور صحیح مسلم کی حدیث اذ بعث اللّٰہ المسیح ابن مریم فینزل عند منارۃ البیضاء شرقی دمشق ..الخ۔ یہ مشتے نمونہ از خروار ہے ساری احادیث صحیحہ صریحہ جو در بارہ عیسیٰؑ کے وارد ہیں، انکے لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں اور ادنی طالب علم حدیث ان سے واقف ہے اور اسی طرح مرزا صاحب دجال سے وہی لوگ مراد لیتے ہیں جو حق سے کانے اور مرزا سے منکر ہیں۔ اقول: (یعنی مؤلف اعلام الناس) مجھ کو نہیں معلوم کہ مرزا صاحب اس کا کیا جواب دیں گے مگر یہ ہیچ مدان اس قدر کہتا ہے کہ اس حدیث کی تاویل کا وقت ابھی نہیں آیا۔ یہ کیا ضرور ہے کہ ساری باتیں ایک ہی وقت میں واقع ہو جاویں.. الی آخر قولہ۔

{ اقول (عبداللہ شاہجہان پوریؒ) واضح رہے کہ یہ حدیث جو مولوی عبدالحق غزنوی نے ذکر کی، ٹکڑا ہے اس حدیث طویل کا جس کو میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ حاصل مضمون اس کا یہ ہے کہ

دجال موعود انہی حالات کے ساتھ جو پہلی حدیث سے ذکر کئے گئے، آکر بہت فساد ڈال چکے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالی، مسیح بن مریم کو بھیجے گا تو وہ سفید منارہ کے پاس سے اتریں گے جو شرقی جانب دمشق کے ہے۔ سو وہ اس دجال کو قتل کریں گے ۔الی آخرہ ۔تو یہ حالات نزول سے پہلے کے ہیں اور خاص وقت نزول کے ۔ پس محمد احسن امروہی کے اس قول کے کیا معنی کہ اس حدیث کی تاویل کا وقت ابھی نہیں آیا اور مسیح آگئے۔

جب حالات نزول کے قبل کے ہیں کہ اول دجال نکل کر ایسا ایسا شور و فساد پھیلائے گا اور مومنوں کو ایسا ایسا ستائے گا۔ اس کے بعد فلاں فلاں جگہ پر عیسیٰؑ بن مریم نزول فرماویں گے، اس اس کیفیت کے ساتھ۔ تو پھر یہ کہنا کہ وہی عیسی تو آگئے مگر ابھی ان باتوں کا وقت نہیں آیا، بڑی عقل کی بات ہے ۔اگر کوئی ایسی صفت و کیفیت ہوتی کہ کسی ایسے وقت کے ساتھ مقید نہ ہوتی تو یہ بات کہنا بادی النظر میں قرین قیاس بھی ہوتا، اور یہاں تو محال ہے۔ دوبارہ اگر مسیح تمہارے آویں اور پہلے یہ صفتیں ہو جاویں تب یہ بات کہہ سکتے ہو ۔ پس ان مثالوں پر جو تم نے بیان کیں بحث کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی ۔ اس سے ان سے کیا نسبت ہے؟ اور یہ جو کہا کہ اتمام مہدی یا عیسی کے وقت میں ہوگا تو وہ کون سے عیسی ہیں اور کون مہدی ہیں؟

} قولہ : اور واضح ہو کہ محل نزول حضرت عیسیٰؑ کا مختلف وارد ہوا ہے قال الحافظ ابن كثير و قد ورد فی بعض الاحادیث انّ عیسی ینزل فی بیت المقدس و فی روایة بالاردن و فی روا یة بمعسكر المسلمین ۔ فا للّٰه اعلم ۔ دیکھو حافظ ابن کثیر بسبب تعارض روایات محل نزول کے اس کی تاویل کو حوالہ بعلم الٰہی کرتے ہیں ۔

} اقول : مولوی محمد احسن صاحب نے اس قول ابن کثیر کو مصباح الزجاجہ سے نقل کیا مگر افسوس ہے کہ مطلب کی بات، کہ جس میں تعارض حدیث نبوی میں ثابت ہو، نقل کر لی اور جو اس کے بعد صاحب مصباح الزجاجہ یعنی سیوطی نے ان روایات میں تطبیق دی اس کو چھوڑ دیا۔ وہ یہ ہے

قلت حد یث نزوله ببیت المقدس عند ابن ماجه وهو عندی ارجح ولا ینافی سائر الروایات لانّ بیت المقدس هو شرقی دمشق وهومعسكر المسلمین اذ ذاک و الاردن اسم الكورة كما فی الصّحاح و بیت المقدس دا خل فیه فاتّفقت الرّوا یا ت فان لم یكن فی بیت المقدس الآن منارة بیضاء فلا بدّ ان تحد ث قبل نزوله ۔

ایسے ہی علامہ شیخ علی عزیزی نے بھی کہا۔ پھر تعارض کہاں رہا؟ تم کو چاہیے تھا کہ یا تو علامہ جلال الدین سیوطی کی تطبیق بین الا حادیث کو باطل کر کے پھر تعارض کو ثابت رکھتے اور اپنے مقصد دلی کو پہنچتے، یا اقرار تطبیق اور بیان توافق کرتے۔ یہ بددیانتی ہے کہ حدیث نبوی کا تعارض بیان کر کے چھوڑ دینا اور باوجود تطبیق ہونے کے (کہ سامنے موجود ہے) اس سے منہ موڑ جانا۔ اگر کسی شخص کو تطبیق معلوم نہ ہوئی تو اس سے نفی نفس الامر کی یا دوسرے کے علم کی لازم نہیں آتی۔

} قولہ: ایسی پیشین گوئیوں میں اسلم طریقہ یہی ہے کہ جس قدر علم یا ظن کو احادیث احاد مفید ہوں اس قدر اعتقاد رکھنا چاہیے، باقی تفاصیل کا حوالہ بعلم الٰہی رکھنا چاہیے اور اس کی تاویل کا انتظار کرنا چاہیے جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے کیا۔

} اقول: آپ نے اس پر کہاں عمل کیا؟ جس قدر علم یا ظن کو احادیث مفید ہوں اس قدر اعتقاد رکھنا کیا معنی؟ اس کی ایسی ایسی باطل تاویلیں اور کھلی تحریفیں کیں کہ نصوص شرعیہ کو کلام عقلاء سے ہی نہیں رکھا، بلکہ مجانین کا کلام کر دیا۔

} قولہ: اب یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے اور اکثر علماء کا بھی خیال ہے کہ حضرت عیسیٰؑ منارہ سفید دمشق کے اوپر بوجود عنصری آسمان سے اتریں گے، یہ خیال کن الفاظ سے پیدا ہوا..الخ

} اقول: آسمان سے بوجود عنصری اترنا تو بالتفصیل والتحقیق اوپر دلائل واحادیث سے ثابت کر دیا گیا، اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ منارہ کے اوپر اترنا اس کا بار ثبوت مدعی پر ہے۔

واضعاً کفّیہ علی اجنحۃ ملکین

} قولہ: اور واضعاً علی اجنحۃ ملکین۔ اگر یہ بیان ہے کیفیت اترنے ان کے کا، تو بڑی مشکل یہ ہے کہ جو شخص اوپر سے نیچے کو کسی چیز کے سہارے سے اترتا ہے وہ اس شان سے نہیں اترتا..الخ۔

} اقول: اس میں باقی کیفیت کی تو نفی نہیں کہ جس سے تم یہ کہنے لگے۔ نیز کہہ سکتے ہیں کہ جیسے ان کے اور خوارق عادات اور دوسروں سے ممتاز صفات و حالات ہیں، بے باپ کے پیدا ہونا، مردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد اندھوں کو اچھا کرنا، ماں کی گود میں کلام کرنا، غیر مشاہد موجود حالات کی

خبر دینا، اور بہت سے ہیں، ایسے ہی ایک یہ بھی ہے۔ واللہ اعلم

} قولہ: اور پھر اس حدیث کے کیا معنی ہیں کہ انّ الملائکة لتضع اجنحتها لطالب العلم، پس جو معنی اس کے ہیں وہی اس کے بھی مراد ہو سکتے ہیں تا کہ سب تکلفات سے خلاص ہو۔ چنانچہ لکھا ہے مجمع البحار میں و قیل هو بمعنی التواضع تعظیماً لحقه بلکہ اصل معنی اجنحة ملائکہ کے وہی معلوم ہوتے ہیں جو زبدہ شرح شفا میں لکھے ہیں:

اجنحة الملائكة ليست يتوهم من اجنحة الطير و لكنّها صفات ملائكة

یہاں پر ملائکہ کے بازوؤں سے صفات اور قوائے ملکیہ مراد ہیں۔ اور قیاس نہ کرنا چاہیے ان کو پرندوں کے بازوؤں پر، اس لئے کہ پرندوں کے سوائے دو کے، تین یا چار سے زائد بازو نہیں ہوتے چہ جائیکہ چھ سو ہوں۔ ہاں البتہ بموجب مسلک محدثین کے بازو ملائکہ کے واسطے ثابت کرنا ضروری کرنا ہے لیکن ان کی کیفیت کے بیان کرنے سے باز رہنا چاہیے۔

} اقول: اِس حدیث سے اور اس حدیث سے جو مثال میں لائی گئی ہے کیا نسبت ہے؟ اہل علم کے نزدیک اس محاورہ و ضعت یدی علی اجنحته اور اس محاورہ و ضعت اجنحتی لفلان میں بڑا فرق ہے، دوسرے ہم کہتے ہیں کہ اس وا ضعاً کفیه ..الخ کے وہی معنی ہیں جو اس کے ہیں چنانچہ مجمع البحار میں ہے:

انّ الملائكة لتضع اجنحتها لطالب العلم اى تفرشها لتكون تحت اقدامه اذا مشى و قيل معناه بسط الجناح لتحمله عليها وتبلغه حيث يريد

اور دوسری جگہ کہا:

الملائكة لتضع اجنحتها لطالب العلم لتكون وطاله اذا مشى۔

غرض یہ کہ معنی حقیقی مراد ہیں کہ فرشتے اپنی جناح کو طالب علم کیلئے فرش کر کے بچھا دیتے ہیں کہ اس کے پیروں کے نیچے چلتے میں پڑتے ہیں، اور طالب علم ان جناح پر چلتا پھرتا ہے، تو ایسے ہی یہاں پر مراد ہے۔ پھر صاحب مجمع البحار، قیل کر کے لکھتے ہیں:

و قيل بمعنى التواضع تعظيماً لحقه و قيل اراد بوضع الاجنحة نزولهم عند المجالس و ترك الطيران و قيل اراد به اظلالهم بها

تو دیکھو دونوں جگہ اول وہی معنی بیان کئے جو اصلی معنی ہیں کہ اپنے پر بچھا دیتے ہیں طالب علم کے روندنے کے لئے کہ اس کا فرش ہو جاوے، پھر اس کے بعد قیل کے ساتھ دوسرے

معنی بیان کیئے۔مگر محمد احسن امروہی کو اس سے کچھ کام نہیں، چاہے ضعیف ہو، چاہے باطل، پھر چاہے سرقہ کریں، چاہے تدلیس، مطلب بنانا چاہیے۔ پس جو اس حدیث کے اصلی معنی ہیں وہی اس کے بھی تو خیال کرنا چاہیے کہ خلاصی تکلفات سے اس معنی صریح میں ہے یا ان تاویلات میں کہ جن میں محمد احسن امروہی خلاصی بتاتے ہیں۔ اور حق مذہب محدثین کا ہے، نہ یہ کہ ہر شئے میں تاویلات باردہ کرنا۔ چنانچہ اس کی تحقیق اپنے موقع پر پوری موجود ہے۔

لا یحلّ لکافرٍ یجد من ریح نفسه الّا مات

} قولہ: اور لا یحلّ لکافر یجد من ریح نفسه الّامات سے کیا مراد ہے؟ آیا یہ کرامت اور معجزہ حضرت کا ہمیشہ رہے گا کہ آپ کا دم اور سانس باہر کو آوے تو یہ معجزہ ہر نفس میں پایا جاوے۔ اندریں صورت نہ جہاد کی ضرورت رہی اور نہ قتل کرنے دجال کی حاجت ہے۔ اور پھر باوجود اس معجزہ کے محاصرہ کیا جانا حضرت عیسی کا اور انکے یاروں کا کوہ طور میں کیونکر ہوگا جو اسی حدیث میں مذکور ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ معنی تو ہرگز مراد نہیں ہیں، کوئی دوسرے معنی مراد ہیں، وہ بیان کئے جاویں۔ لیکن وہ معنی دوسرے آپ کو مفید اور مرزا صاحب کو مضر نہ ہوں گے کہ انکے برکات انفاس سے تمام مخالفین اسلام قل موتوا بغیظکم کے مصداق ہورہے ہیں.. الی آخرالقول

} اقول: بطلان شق آخر تردید کا نہ بیان کیا پھر کس طرح یہ نتیجہ نکال لیا (کہ پس معلوم ہوا کہ یہ معنی تو ہرگز مراد نہیں)۔ کیا مخالف کو مجاز اختیار شق ثانی کا نہیں۔ پھر تمہارا نتیجہ کدھر جاوے گا۔

دوسرے یہ کہ بلا شبہ ان کی ریح نفس ایسی ہی ہوگی مگر بسبب مصالح تحصیل فضلیت وغیرہ کے قتل دجال و جہاد کریں گے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

فاذا رآه عدو اللّه ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لانذاب حتی یهلک ولکن یّقتله اللّه بیده فیریهم دمه فی حربته

یعنی حضرت عیسی کو جب عدو اللہ (کہ دجال) دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا جیسا کہ نمک پانی میں پگھلتا ہے سو اگر وہ اسے چھوڑ دیں تو بے شک گھل کر ہلاک ہو جاوے لیکن وہ اسے قتل کر کے اسکا خون اپنے حربہ میں لگا ہوا دکھاویں گے۔

اسی طرح امام احمد کی بھی روایت میں اور ایسے ہی ابن ماجہ کی بھی روایت میں ہے

چنانچہ ہم سب کے لفظ لکھ چکے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ بے قتل کے بھی دجال اور اس کے ہمراہی حضرت عیسیٰؑ کا سامنا نہیں کر سکتے اور ویسے ہی سامنے آنے سے ہلاک ہو جاتے مگر وہ قتل و جہاد کی فضیلت نہ چھوڑیں گے۔ رہے یاجوج ماجوج تو کسی کو سوائے ذات باری کے کمال دائمی نہیں۔ یہ اللہ کا دیا معجزہ تھا جس وقت اللہ تعالی نے چاہا دیا جس وقت چاہا لے لیا۔ بلکہ یہ ہونا تو ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ان حقا علی اللّٰہ ان لا یرتفع شئی من الدنیا الّا وضعه۔ اخرجه البخاری۔ پس اس سے تمہارے گرو مسیح موعود نہیں ہوئے جاتے کہ جو ایسے عقائد و مسائل کو شائع کرتے ہیں جن سے ابلیس اور اس کے ذریات خوشی مناتے ہیں اور آرام پاتے ہیں، بلکہ یہ معنی ایسے اباطیل دعاوی کا استیصال و بیخ کنی کرتے ہیں۔ پھر واضح رہے کہ موت کے معنی جو حقیقی ہیں ایسے مشہور ہیں کہ بیان و نقل سند کی حاجت نہیں۔ دور جانیکی کیا ضرورت ہے انہی کے گرو ازالہ اوہام کے حصہ اول میں بیان وفات مسیح میں لکھتے ہیں: اور موت حقیقی ایک کامل موت ہے۔

پھر کیا شک باقی رہ گیا۔ اور مجمع البحار کی جو عبارت نقل کی گئی تو وہ صاف کہہ رہی اور کھلے طور سے بتا رہی ہے کہ معنی متعارف کے علاوہ یہ معانی مجازی ہیں۔ پس حدیث لا یحلّ لکافر یجد من ریح نفسه الّا مات میں وہی موت حقیقی مراد ہے نہ کوئی دوسرے مجازی معنی کیونکہ حقیقت سے کون صارف ہے کہ مجاز کے تکلفات و تاویلات کو اختیار کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ اور روایتیں صاف صاف بیان کر رہی ہیں اور بتصریح بتا رہی ہیں کہ موت سے سوائے معنی متعارف حقیقی کے کوئی دوسرے معنی مجازی مراد نہیں۔ چنانچہ بعض ان روایت سے ہم نے بھی کئی جگہ ذکر کئے گئے ہیں اور بہت کتب حدیث میں موجود ہیں جس کو منظور ہو دیکھ لے۔

دجال موعود سے مرزا کا انکار

} قولہ: بے شک دجال کے حق میں احادیث صحیحہ کثرت سے وارد ہیں مرزا صاحب ان حدیثوں کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔

} اقول: احادیث صحیحہ صریحۃ الدلالۃ سے یہ بات ثابت ہے کہ دجال اخیر زمانے میں خروج کرے گا۔ اگر مرزا صاحب اس کے منکر نہیں تو پھر ازالہ اوہام حصہ اول کے صفحہ ۳۲۷ میں یہ کیسے لکھتے ہیں کہ: آخری زمانہ میں دجال معہود کا آنا سراسر غلط ہے۔ انتہی بلفظہ۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ انکار کس چیز کا نام ہے۔

دوسرے ہم کہتے ہیں کہ ہم نے مانا کہ مرزا صاحب ان حدیثوں صحیحہ کے منکر نہیں تو انہیں احادیث صحیحہ میں تو یہ بھی ہے کہ پہلے دجال ان اوصاف وحالات کے ساتھ خروج کر کے اپنا کام کرے گا، اس کے بعد مسیح بن مریم نزول فرمائیں گے (چنانچہ یہ بات ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں) تو پھر تمہارے مسیح کیوں دجال سے پہلے خروج کر کے مسیحیت کا دم بھرنے لگے۔ یہ عجب بات ہے اب ہم کو معلوم ہو گیا کہ بے شک یہ مثیل مسیح ہیں۔ یہاں پر مجھ کو یاد آیا کہ ان کے گرو مرزا جی نے اپنی عادت کے موافق صحیح مسلم کی اس حدیث کو جو نواس بن سمعان سے مروی ہے اور ان کے مسیح موعود ماننے کو جڑ سے اکھیڑ دیتی ہے، ضعیف کرنا شروع کیا اور حکمت عملی سے اس کا ضعف لوگوں کے دلوں میں ڈالنے لگے چنانچہ ازالہ اوہام حصہ اول میں لکھتے ہیں:

> یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے۔ انتھی بلفظہ۔

یہ بات ایسی کہی کہ جس سے رونق عیسائیہ اور زینت مسیحیہ کی جاتی رہی۔ بھلا یہ کیونکر معلوم ہوا کہ بخاری نے اس حدیث کو ضعیف سمجھا اس لئے اپنی صحیح میں نہیں لائے۔ کیوں ممکن نہیں کہ یہ حدیث ان کو نہ پہنچی ہو، چنانچہ یہ بات اہل علم و واقف فن حدیث پر مخفی نہیں۔ پس ضعیف و صحیح سمجھنا کیسا۔

دوسرے محض صحیح میں داخل نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کو ضعیف جانتے ہوں ورنہ ثابت کرو کہ انہوں نے کہا ہو کہ جو احادیث میں نے اپنی اس صحیح میں داخل نہیں کیں وہ ضعیف ہیں۔ بلکہ ان سے تو یہ منقول ہے کہ میں نے بہت سی احادیث صحیحہ کو چھوڑ دیا اور اس صحیح میں بسبب خوف طول کے داخل نہیں کیا، چنانچہ مقدمہ بخاری مؤلفہ احمد علی سہارنپوری میں بھی موجود ہے:

> و روی عنی (ای عن الامام محمد بن اسماعیل) قال ما ادخلت فی کتاب الجامع الّا ما صحّ و ترکت کثیراً من صحاح لحال الطول

طرفہ تو یہ کہ چونکہ بے چارے مرزا صاحب اس فن سے بے بہرہ اور نا آشنا ہیں تو یہ بھی خبر نہیں رکھتے کہ امام بخاری کا نام کیا ہے۔ بسبب نادانی کے رواج وقت پر قیاس کر کے ان کا نام محمد اسماعیل رکھ دیا حالانکہ ان کا نام صرف محمد ہے اور اسماعیل ان کے باپ کا نام ہے۔ اس میں کاتب کی غلطی کا بھی گمان نہیں ہو سکتا کیونکہ اسی کتاب میں صفحہ ۹۶ سطر ۵ میں لکھتے ہیں:

> دراصل امام محمد اسماعیل صاحب جو اپنی صحیح بخاری ..الخ۔

اور صفحہ ۴۳ میں لکھا:

امام محمد اسماعیل صاحب بخاری نے اس بارہ میں اشارہ تک نہیں کیا۔ انتہی ۔

اور صفحہ ۵۱۸ میں فرمایا:

یعنی حضرت محمد اسماعیل صاحب صحیح بخاری اور حضرت امام مسلم صاحب صحیح مسلم ...الخ

یہ عبارت اور بھی مضحکہ صبیان ہے اور ان کی لیاقت کی دلیل اور پھر اسی کتاب میں نہیں بلکہ پہلے رسائل میں ایسے لکھ چکے ہیں اور عجب ہے کہ کسی چیلے نے ان کو اس سے آگاہ بھی نہیں کیا شاید اس میں بھی کچھ سوچ رکھا ہوگا۔

} قولہ: اول تو تعدد دجاجلہ کی نسبت احادیث صحیحہ صریحہ بہت وارد ہیں۔ کسی میں تعداد ان کی ثلاثین اور کسی میں قریباً مّن ثلاثین ۔ الخ

} اقول: مولوی عبدالحق غزنوی نے جو دجال کا ذکر کیا ہے تو یہ وہی دجال ہے جس کے بارہ میں حدیث میں الدجال کا لفظ وارد ہے جس کے بارہ میں تمہارے مسیح اشتہار دے چکے ہیں کہ جہاں کہیں بخاری و مسلم میں الدجال کا لفظ وارد ہے اس سے دجال معہود ہی مراد ہے کوئی دوسرا دجال مراد نہیں۔ پھر تمہارا اس کے مقابلہ میں ان دجاجلہ کو ذکر کرنا بڑی خوش فہمی اور اپنے مسیح کی مذہب دانی کی دلیل ہے۔ یہی یاد رہ گیا سب بھول گئے حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء ۔

دوسرے ہم کو ان دجاجلہ کی بحث سے کچھ غرض نہیں۔ ہم کو دجال اکبر کی بحث مقصود ہے جو قبل نزول عیسی خروج کرکے فساد مچائے گا، وہ کہاں گیا؟ تمہارے مسیح نے کیوں پہلے خروج کر دیا؟

} قولہ: آگے رہا دجال اکبر، سو اس کے بارہ میں خود صحیح مسلم وغیرہ میں اس قدر اختلاف ہے کہ تلفیق و توفیق نہایت دشوار ہے۔ الخ۔

اب آپ کہیں کہ ان روایات مختلفہ کی آپ کیونکر توفیق و تطبیق کریں گے۔ اگر قاعدہ اذا تعارضا تساقطا کا مدنظر رہے گا تو اہمال و ترک احادیث کثیرہ کا لازم آئے گا اور اگر کوئی وجہ جامع ایسی پیدا کی جاوے گی جو سب پر اعمال ہو جاوے اور اہمال لازم نہ آوے تو وہی مسلک مرزا صاحب کا اختیار کرنا پڑے گا۔ الی آخر القول۔

} اقول: تطبیق و توفیق اللہ کے فضل سے کچھ بھی مشکل نہیں۔ دیکھو شراح حدیث نے کیسی خوبی کے ساتھ تلفیق و توفیق دے دی ہے اور آپ نے خود بھی شیخ عبدالحق مترجم مشکوۃ سے نقل کر دی تو پھر کیسی جامع نقل آئی اور تمہارے پیر جی کا مسلک کدھر گیا۔ اس سے تو ان کا مسلک باطل ہوا، نہ

ثابت۔ پھر اختیار کرنا کیسا۔ فافھم

{ قولہ: مولوی عبدالحق غزنوی کہتے ہیں کہ:

اور دونوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر یعنی کفر لکھا ہوا ہوگا۔

میں (محمد احسن) کہتا ہوں کہ اس باب میں بھی احادیث صحیحہ مختلف ہیں۔ بعض میں تو وہی ہے جو گزرا اور بعض میں ..الخ۔

ان سب روایتوں کی تطبیق کی وجہ یہی ہے کہ اس کی پیشانی تقدیر میں کفر ازلی لکھا ہوگا جو دور نہ ہوسکے گا جس کو مومن اپنی فراست صادقہ سے پہچانے گا۔ الی آخر القول۔

{ اقول: نص شرعی بیّن الدلالۃ کو ظاہر معنی سے کیوں پھیرا جاتا ہے، کیا اس کو تحریف نہیں کہیں گے؟ اور اس بات کا تو محمد احسن صاحب نے خود بھی آگے چل کر اقرار کیا (چنانچہ تنبیہ اس کی آگے آتی ہے) کہ یہ معنی جو صفات دجال میں لکھے گئے ہیں حقیقی نہیں، تو پھر بلا وجہ یہ مجازات کیوں اختیار کئے جاتے ہیں۔ میں الفاظ روایات کو نقل کرتا ہوں جن سے منصف پر خوب واضح ہو جائے گا کہ یہ معنی محمد احسن امروہی کا بالکل غیر صحیح ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:

و ان بین عینیہ مکتوب کافر۔

اور صحیح مسلم میں اس طرح ہے: الدجال مکتوب بین عینیہ ک ف ر ای کافر۔

اور ایک روایت میں یوں ہے: مکتوب بین عینیہ کافر ثم تھجاھا ک ف ر یقرأہ کل مسلم۔

اور ترمذی کی روایت میں ہے: یقرأہ کل من کرہ عملہ۔

اور احمد کی روایت میں ہے: یقرأہ الامّی و الکاتب۔

اور ابن ماجہ کی روایت میں اس طرح ہے: یقرأہ کلّ مومن کاتب و غیر کاتب۔

اور احمد کی دوسری روایت میں ہے: مکتوب بین عینیہ کافر فھجاہ

غور کا مقام ہے کہ ان روایات سے وہ معنی مفہوم ہوتے ہیں جو محمد احسن امروہی نے لکھے ہیں یا کتابت وقرأت حقیقی۔

علامہ نوویؒ نے کہا ہے:

الصّحیح الّذی علیہ المحققون انّ ھذہ الکتابۃ علی ظاھر ھا و انھا کتابۃ حقیقۃ جعلھا علامۃ من جملۃ العلامات القاطعۃ بکذب

الدجال فیظہر المومن علیھا و یخفیھا علی من اراد شقاوتہ

اور حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری میں لکھتے ہیں:

وقولہ یقرأہ کل مومن کاتب و غیر کاتب اخبار بالحقیقۃ و ذلک ان الادراک فی البصر یخلقہ اللّٰہ للعبد کیف شاء و متی شاء فھذا یراہ المومن بعین بصرہ و ان کان لا یعرف الکتابۃ ولا یراہ الکافر ولو کان یعرف الکتابۃ لانّ ذلک الزمان تنخرق فیہ العادات فی ذلک۔ انتھی ملخصاً

اور لکھتے ہیں:

ولا یلزم من قولہ یقرأہ کل مومن کاتب و غیر کاتب ان لا تکون الکتابۃ حقیقۃ۔ الخ

اور یہ جو امثلہ دیئے گئے ہیں تو ان میں اور ممثل لہ میں بڑا فرق ہے، عاقل پر مخفی نہیں۔ تفصیل بخوف طویل چھوڑی گئی۔

} قولہ: مولوی عبدالحق غزنوی کہتے ہیں: اس کے ساتھ دوزخ اور بہشت ہوگی۔ میں (محمد احسن کہتا ہوں) اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں تو یوں لکھا ہے فیجیء معہ بتمثال الجنّۃ والنّار۔ اور دوسرے نسخہ میں بمثال الجنّۃ و النّار۔ اگر باقی روایات کو روایات بخاری پر محمول کرتے ہو تو فبھا آپ کو کچھ مفید نہیں اور مرزا صاحب کو کچھ مضر نہیں اور اگر صحیح بخاری کی روایت کو تسلیم نہیں کرتے تو ان روایات مختلفہ میں وجہ توفیق کیا ہوگی۔ بیّنوا وتوجروا۔ کسی روایت میں تو ہے کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی اور کسی روایت میں ہے یجیء معہ بمثل الجنّۃ و النّار

} اقول: تعجب ہے کہ تمثال کی صورت میں مرزا صاحب کے کیوں نہیں مضر ہے، یہ تو حال ہے اس دجال کا جو عیسیٰ کے نزول سے پہلے خروج کرے گا تو ہم نے فرض کیا کہ مثال ہی جنت و نار کی ہے، تو وہ کون ہے جو مثال جنت و نار کی لے کر پھرا جس کے قتل کرنے کو تمہارے پیر جی آئے۔ اب وجہ تطبیق سنو۔ دجال کے ساتھ جنت و نار بذات خود ہونگے، کوئی انکی خیالی صورت یا محض مثالی حالت مراد نہیں۔ چنانچہ تصریحات نبویہ بتصریح اس کو بتاتی ہیں دیکھو صحیح مسلم میں ہے:

معہ جنّتہ و نارہ فنارہ جنّۃ و جنّتہ نار

اور صحیح بخاری کے باب ماذکرعن بنی اسرائیل میں ہے :

انّما الدّجال اذا خرج ماء و ناراً فامّا الّتی یری النّاس انّھا النّار فماء بارد و امّا الّتی یری النّاس انّه ماء بارد فنار تحرق فمن ادرک منکم فلیقع فی الّذی یری انھا نار فا نّه عذب بارد

اور صحیح بخاری کی کتاب الفتن میں ہے :

ان معه ماء و نار فناره ماء وماء ہ نار

اور مسند احمد اور طبرانی کی روایت میں اس طرح وارد ہے:

معه وا د یان ا حد ھما جنّة وا لآخر نار فناره جنّة وجنّته نار

اور ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے:

و انّ من فتنته انّ معه جنّة و نار فناره جنّة وجنّته نار فمن ابتلی بناره فلیستغث باللّه والیقرأ فواتح الکھف فتکون علیه برداً و سلاماً کما کانت النّار علی ابرا ھیم

ان روایات سے یہ بات کھل گئی کہ دجال کے ساتھ واقعی جنت ونار ہوگی اور یہ جو صحیح بخاری کی کتاب الانبیاء میں ہے:

وانّه یجیء معه بمثال الجنّة والنّار فا لّتی یقول انّھا الجنّة ھی النّار۔

تو یہ اس وجہ سے فرمایا کہ یہ جنت و نار کہ دجال کے ساتھ ہوگی یہ وہ جنت و نار، کہ موعودہ مومنین وکافرین کیلئے ہے، وہی خاص نہ ہوگی، بلکہ اس معہود کی ایک مثال ہوگی۔ اسی واسطے جہاں پر مثال کے لفظ سے فرمایا تو جنت ونار کوالف لام عہدی کے ساتھ فرمایا اور جہاں پر بغیر لفظ مثال کے وارد ہوا تو بغیر الف ولام کے ہے۔ بلکہ اس میں بعض جگہ اس کی طرف نسبت کر کے یعنی جنّته و ناره کر کے فرمایا کہ جنت ونار، کہ اس کے ساتھ ہوں گے، یہ اسی کے ہیں یہ وہ موعودہ نہیں۔ ماحصل سب روایات کا یہ ہوا کہ اس کے ساتھ جنت ونار ہوگی کہ مثل ہوگی اس جنت و نار موعودہ کے نہ وہی خاص۔ فاتّفقت الرّوا یا ت ۔

دوسری وجہ لفظ تمثال یا مثال فرمانے کی یہ ہے کہ جو نار ہے صورت میں وہ جنت کے ہوگی اور جو جنت ہے تو وہ صورت میں نار کے ہوگی ،تو جو نار ہوگی وہ واقع میں نار نہ ہوگی بلکہ ایک مثالی صورت نار کی ہوگی، ایسے ہی جو جنت نظر آوے گی وہ واقع میں جنت نہ ہوگی بلکہ ایک مثالی

صورت جنت کی ہوگی۔ اس وجہ سے اس کو مثال الجنّة و النّار فرما دیا، نہ یہ کہ واقع میں جنت و نار اسکے ساتھ نہ ہوگی۔ دلیل اس پر یہ ہے کہ اسی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فالّتی یقول انّھا الجنّة ھی النّار۔ تو دیکھو اس کو قطعی طور پر آپ نے نار فرمایا نہ یہ کہ مثال۔ اسی طرح عکس کو خیال کرلو۔

دوسری دلیل اس پر یہ ہے کہ دوسری احادیث صحیحہ میں بکثرت اسی کو نار و جنت فرمایا، پھر اس میں بغیر اس معنی کے لئے لازم آوے گا اہمال بہت احادیث کا۔

تیسرے، مسلم شریف کی روایت میں صاف ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ لأنا اعلم بما مع الدّجالِ منه انّ معه نهرا ن یجریان احدھما رأی العین، ماء ابیض ۔وا لآخر رأی العین نار تا جّج۔

(لأنا اعلم بما مع الدجا ل منه ان معه نهراً من ماء و نهراً من نارٍ ۔ فامّا الّذی ترون انّه نار، ماء ۔ و امّا الّذی ترون انّه ماء ، نار ۔ فمن ادرک ذلک منکم فاراد الماء فلیشر ب من الذی یراہ انّه نار فانّه یجد ہ ماء ۔ مسلم)

اسی کے مؤید اور بھی الفاظ روایت آئے ہیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ ان احادیث کے اصل معنی یہی ہیں کہ اس کے ساتھ واقعی نار و جنت ہو گی، نہ کوئی محض تصویر یا مثالی حالت۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہی میں متعدد جگہ خود نار و ماء کے لفظ موجود ہیں پھر کیوں تسلیم نہیں کرتے؟

} قولہ: اور پھر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس میں کیا استحالہ ہے اللہ پر آسان ہے کہ اپنے وقت پر ایسا ہی دجال پیدا ہو جائے جس میں یہ سارے صفات بطور حقیقت کے بھی پائے جائیں۔ الخ

} اقول: بڑی جائے تعجب ہے، یہ حال تو اس دجال کا ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے نزول سے پہلے نکلے گا اور تمہارے مسیح پہلے ہی نکل پڑے، پھر اب اس کے کیا معنی کہ اپنے وقت پر ایسا دجال پیدا ہو جائے۔ یہ وقت جو گزرا، کیا اب پھر عود کرے گا آپ کے مسیح کے لئے۔ سبحان اللہ! کیا کیجئے تمہارے مسیح یہاں پر چوک گئے۔ اگر کسی فریب سے پہلے آپ گم ہو کر دجال کا کام لے لیتے پھر آپ بھی تشریف لے آتے تو شاید کچھ بات بنانے کو مل جاتی، مگر حق تو پھر بھی نہیں چھپتا۔

تنبیہ۔ مولوی محمد احسن امروہی کے اس قول میں اعتراف ہے اس بات کا کہ یہ معانی جو صفات دجال میں کئے یہ مجازی تاویلات تھیں نہ کہ حقیقی معانی۔ تو میں کہتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ معنی حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی لئے گئے۔ کیا اس کو تحریف نہیں کہتے؟ کیا تمہارے پیر جی نے صرف نصوص

ظاہر سے منع نہیں کیا؟ دیکھو ازالہ اوہام کو، یہ کلمہ حق انہیں پر حجت تمام کرنیکے واسطے اللہ تعالی نے اسکے منہ سے نکلوا دیا۔

{ قولہ: اور مرزا صاحب نے جو معنی دجال کے لکھے ہیں اس کے مصداق وہی ہیں جو زمانہ حال میں پیشہ دجل رکھتے ہیں اور ان کی کثرت احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے۔ کما مرّ

{ اقول: ان دجاجلہ کی بحث سے کیا غرض ہے، وہ دجال کیا ہوا جسکو تمہارے گرو جی مارنے آئے ہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ اگر دجال کو مارنے کو آئے ہوں تو بتائیں، جو اسی کا راستہ صاف کرنے کو آئے وہ کیا بتائے۔ البتہ اگر حضرت عیسیٰؑ کو پائیں تو ان کے ساتھ جو کر سکیں کریں کیونکہ وہ ان کے مقصد اصلی اور مراد دلی مثلیت میں خلل انداز ٹھہریں گے، اور زبانی تو اب بھی نہ چھوڑا۔ اور اس زمانہ کے دجل پیشوں کو ان دجاجلہ کا، جو حدیث میں وارد ہیں، مصداق بنانا نادانی کی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب مسیح آ گئے اور دجال مسیح سے پہلے خروج کرے گا اور یہ دجال اخیر ہوگا ان سب دجاجلہ کا پھر اب بموجب تمہارے عقیدہ کے کہاں ان دجاجلہ کا وقت رہا۔ کیونکہ وہ دجاجلہ تو دجال اکبر سے پہلے ہوں گے چنانچہ حدیث میں ہے:

و لا تقوم السّاعة حتی یخرج ثلا ثون کذاباً آخرھم الاعور الدّجال

اخرجه احمدوالطبرانی واصله عندالترمذی وصححه کمافی الفتح

یعنی قیامت سے پہلے تیس دجال جھوٹے نکلیں گے ان کے اخیر میں وہ دجال اعور نکلے گا۔ پس جب کہ بموجب عقیدہ امروہی صاحب اس دجال اعور کا بھی زمانہ ہو گیا تو اب ان دجاجلہ کا اس وقت میں ہونا اور اس وقت کے دجل پیشوں کو ان دجاجلہ کا مصداق بنانے کے کیا معنی؟

{ قولہ: مولوی عبدالحق غزنوی کہتے ہیں: اور زمین پر چالیس دن ٹھہرے گا۔ پہلا دن برس دن کے برابر ہوگا دوسرا دن ایک مہینے کے برابر اور تیسرا ہفتہ کے برابر اور باقی ایام مثل ان دنوں کے ہوں۔

میں (محمد احسن امروہی) کہتا ہوں کہ اس باب میں بھی احادیث صحیحہ مختلف ہیں۔ بعض میں تو وہ ہے جو گزرا اور دوسری روایت بروایت صحیح مسلم یہ ہے:

خرج الدّجال فی امّتی فیمکث اربعین لا ادری اربعین یوماً او اربعین شهراً او اربعین عاماً

اور تیسری روایت شرح السنہ کی جو مشکوۃ شریف میں موجود ہے:

عن اسماء بنت یزید بن السکن .. الخ۔

شراح حدیث نے تطبیق اس کی یوں کی ہے کہ مراد اول سے ٹھہرنا اس کا ہے ساتھ فتنہ اور خلل اور فساد ڈالنے کے اور اس سے مطلق ٹھہرنا باعتبار شدت کے ایک دن مانند ایک برس کے دراز ہوگا اور باعتبار جلدی گزر جانے کے کم ہوگا حتی کہ ایک دن مانند ایک ساعت کے ہوگا۔ مگر آپ ان روایات میں کیونکر تطبیق کر سکتے ہیں ..الخ

{ اقول ۔ معنی حدیث کے وہی ہیں جو لفظ حدیث کہتے ہیں کہ بڑا ہونا دنوں کا مراد ہے، نہ کوئی استعارہ اور مجاز۔ چنانچہ ظاہر لفظ حدیث کے بتاتے ہیں ۔اسی کا مؤید ہے جو ابن ماجہ میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے دجال کے وقت ایام کا چھوٹا ہونا بیان فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا:

یا رسول اللّٰه کیف نصلّی فی تلک الایام القصارة قال تقدرون فیھا الصّلوة کما یقدرونھا فی ھذہ الایام الطوال۔

تو دیکھو نبی ﷺ نے اس ایام قصار کی نماز کا پوچھنے پر انکار نہ فرمایا کہ یہ مطلب نہیں کہ مقدار دن کی چھوٹی بڑی ہو جاوے گی ،تم کیوں نماز کا پوچھتے ہو۔ بلکہ ارشاد فرمایا کہ جیسا کہ ان بڑے دنوں میں حساب کرنا پڑے گا ایسے ہی ان چھوٹے دنوں میں ۔اس سے اظہر من الشّمس ہوگیا کہ اس میں کوئی دوسرے معنی دنوں کے بڑھنے گھٹنے کی مراد نہیں ۔

پھر دیکھو سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایام قصار کے باب میں فرمایا:

و آخر ایّامه کالشررة یصبح احدکم علی باب المدینة فلا یبلغ بابھاالآخر حتّی یمسی

اس سے کالشّمس فی النھار کھل گیا کہ طول وقصر سے مراد سوائے مقدار گھٹنے بڑھنے کے کوئی دوسرے معنی مراد نہیں۔ کما لا یخفی ۔

اب تطبیق روایات کی سنو کہ مسلم کی حدیث جس میں عدم علم تعیین ہے وہ معارض اس حدیث کے جس میں تعیین ایام کی کر دی ،نہیں ہوسکتی ، کیونکہ غیر علم ،علم کی معارض نہیں۔ علم ،عدم علم پر حجت پر ہے۔ کما ھو ظاھر۔ رہی حدیث شرح السنۃ کی تو پہلے مقابلہ اس کا حدیث مسلم کے ساتھ اور تساوی ثابت کرتے کہ تعارض متحقق ہوتا، پھر تطبیق پوچھتے ۔ جب اس کو حدیث مسلم کے ساتھ مساواۃ اور مقابلہ ہی نہیں پھر تطبیق کی کیا ضرورت ہے ۔

دوسرے یہ کہ دجال کے وقت میں جیسے اور خوارق ہوں گے ایسے ہی یہ بھی ہوگا کہ کبھی دن طویل ہو

جائیں گے اور کبھی قصیر اور کبھی مثل ان ایام کے ۔ چنانچہ روایت ابن ماجہ کی بتصریح اس کو بتاتی ہے:

تقدرون فیها الصّلوة کما تقدرون فی هذه الایّام الطّوال

یعنی جیسے ایام طوال میں اندازہ کرنا پڑے گا ایسے ہی ایام قصار میں بھی کرنا ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ اس کے وقت میں یہ دونوں قسم کے دن ہوں گے پس کچھ تعارض نہ رہا۔ واللہ اعلم

} قولہ: بہرحال جواب مخبر صادق ﷺ کا در جواب سوال صحابہ کرام کے اتکفینا فیه صلوة یوم؟ قال لا اقدروا له قدره کیسا مطابق واقع ہوا یعنی جب صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جب ایک دن برابر ایک برس کے ہوگا تو اس میں نماز ایک دن کی کافی نہ ہوگی؟ تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ لا ، یعنی یہ بات نہیں کہ تم سمجھے ہو کہ دن کی مقدار بڑھ جائے گی۔

} اقول : یہاں پر تو اپنے پیر جی سے بھی بڑھ گئے ، کیونکہ وہ تو بے چارے یہاں پر سیدھے طور پر ترجمہ کر گئے دیکھو ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۵ میں :

ہم نے عرض کیا کہ ان لمبے دنوں میں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ نماز کے وقتوں کی مقدار پر اندازہ کر لینا۔

پھر لکھتے ہیں : آنحضرت ﷺ نے بلحاظ وسعت قدرت الٰہی کے کشفی امر کو مطابق سوال سائل کے ظاہر پر محمول کر کے جواب دیا..الخ

میں کہتا ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا اگر یہی مطلب ہوتا کہ مقدار دن کی بھی رہے گی تو پھر یہ کیوں فرماتے: اقدروا له قدره ۔ پھر کیا حاجت قدر کی رہے گی اور دوسرے دیکھو ابن ماجہ کی روایت میں ہے:

قلنا یا رسول اللّٰه فذلک الیوم الّذی کسنة تکفینا فیه صلوة یوم

قال فا قدروا له قدره

اب یہاں تمہارا مطلب کدھر جائے گا؟ واللہ اعلم بالصواب

} قولہ: مولوی عبدالحق غزنوی کہتے ہیں : اور زمین پر ایسا تیز چلے گا جیسا بادل کہ جس کے پیچھے ہوا ہو۔ پوری پوری احادیث کے بیان کے واسطے بڑا دفتر چاہیے۔

میں (محمد احسن امروہی) کہتا ہوں کہ اس میں کیا استبعاد ہے۔ ریل گاڑی موجود ہوگئی ہے ..الخ۔ چند عرصہ میں تمام دنیا میں پھیل جاوے گی ..الخ

} اقول : یہ عجیب جواب ہے یہ کیفیت تو اس دجال کی ہے جو نزول عیسیٰؑ سے پہلے خروج

کرے گا۔تو اب ریل کا ہونا یا آئندہ کو پھیلنا آپ کے کیا مفید ہے؟ غایۃ مافی الباب، یہی ریل دجال کے واسطے راحلہ ہو جاوے جب خروج کرے پھر عیسیٰ نزول فرماویں گے مگر تمہارے مسیح تو دجال سے پہلے ہی ریل پر سوار ہونے لگے۔

} قولہ: افسوس ہے کہ پہلے قرنوں میں جو پیش گوئی حضرت کی واقع ہوتی تھی سلف صالح اس واقع کو اس کا مصداق قرار دیتے تھے۔ حضرت خدیجہ فرماتی ہیں:

لیکو ن منہ الشئی قد نسیتہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرّجل وجہ الرّجل اذا غا ب عنہ ثم اذا رأہ عرفہ ۔ متفق علیہ ۔

اب یہ حال ہے کہ جو پیشین گوئی مخبر صادق کی ہو بہو واقع ہو جاتی ہے اور کوئی شخص مؤید من اللہ اسکی تصدیق کے درپئے ہوتا ہے، تو علماء زمن اسکی تکذیب کرتے رہتے ہیں۔

} اقول: افسوس صد افسوس ہے کہ پہلے قرنوں میں جب کوئی واقعہ پیش گوئی کے موافق ظہور میں آتا تھا تو سلف صالح اس پیشین گوئی کا مصداق سمجھ لیتے تھے اور جب تک وہ واقعہ فرمان نبوی کے ہو بہو واقع نہ ہو، ہرگز اس کو مصداق بنانے کے لئے فرمان نبوی میں تحریف باطل اور تاویل بے جا سے کام نہیں لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ کا قول اس پر دال ہے کہ جیسے کوئی آدمی کسی آدمی پہچانے ہوئے کو خیال سے اترنے کے بعد دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے بسبب پوری موافقت کے کہ اس آدمی کو اس صورت حاصلہ کے ساتھ ہوتی ہے، ایسے ہی فرمان نبوی سے کہ ایک صورت و کیفیت مفہوم ہوتی تھی، اس کے موافق جب کوئی واقعہ دیکھتے تھے تو مان لیتے تھے کہ یہ وہی ہے جو ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا۔ مگر اس وقت میں یہ حال ہے کہ اگر کوئی دجل پیشہ، تلبیس شیوہ واسطے تخلیط باطل اور خلل اندازی کے ہدایت نبوی میں ان کی تصریحات میں تاویل فاسد و تحریف کرنے لگتا ہے، تو اسکے بھی لوگ پیرو ہونے لگتے ہیں بلکہ اس کی تائید میں دل و جان سے حاضر ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ تو نصوص نبویہ کے ساتھ استہزاء ہے۔

} قولہ: ادھر تو علماء نے مذہب ظاہر پرستی اختیار کر لیا ہے اور ادھر مخالفین اسلام نے اپنی عقل ناقص کی پرستش۔ نہ کسی مذہب کے پابند ہیں نہ کسی کتاب کے پیرو۔ مخالفین تو ایسی پیشگوئیوں کو کیوں تسلیم کرنے لگے لیکن موافقین بھی نہ مانیں گے جب تک کہ ایسا گدھا حقیقی نہ پیدا ہو۔ الخ

} اقول: اگر ظاہر پرستی کے معنی سوائے اتباع قرآن و حدیث کے کوئی اور مراد رکھے ہیں تو یہ تمہارا افتراء ہے علماء پر۔ اور اگر ظاہر پرستی سے یہی مراد ہے کہ جو قرآن و حدیث کی نص ظاہر

مقتضی ہوتی ہے اس پر عمل وایمان رکھتے ہیں تو بے شک یہ ہمارا عین ایمان اور اسلام کی یہی بات ہے ۔ اور جو اس پر طعن کرے اور اس سے منکر ہو، وہ خارج عن ربقۃ الاسلام ہے ۔ یہ بھی ایک آسمانی نشانی ہے کہ تمہاری یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ جو باتیں عین ایمان تھیں ان پر طعن کرنے لگے، اور جس پر اسلام کی بنا ہے اس کو برائی سے یاد کرنے لگے ۔ تصریحات شرعیہ پر اعتقاد رکھنے کو بیوقوفی ٹھہرایا ۔ کیا جو مخالفین اسلام کی صفت بیان کرتے ہو اس کو آپ نے اور آپ کے ہم خیالوں نے اب اختیار نہیں کرلیا؟ کیا اپنی عقل ناقص سے کتاب وسنت کی بات کو نہیں رد کرنے لگے؟ کیا قرآن وحدیث کی تفصیلی باتوں کو محض عقلیات سے مردود نہیں ٹھہراتے کہ وہ عقلیات بھی خلاف عقل ہیں ۔ انکا عقلیات سے نامزد کرنا ٹھیک نہیں بلکہ ان کا نام تو ہوائے شیطانی مناسب ہے ۔ کیا تمہارے پیر جی جب مناظرہ میں کسی قاعدہ ادبی یا اصولی سے قائل کئے جاتے ہیں تو یہ نہیں کہہ دیتے کہ ہم اس کو نہیں مانتے ۔ کیا یہ قاعدے کچھ گھر کی گھڑنت ہیں ۔ پھر نہ کسی مذہب کے پابند نہ کسی کتاب کے پیرو ہوئے کہ نہیں ۔ یہ باتیں جو میں نے لکھیں کچھ جھوٹ نہیں ۔ اگر کوئی صاحب اس کا ثبوت مانگیں تو میں انشاء اللہ بحوالہ صفحہ وسطر ان لوگوں کی تحریرات دے سکتا ہوں ۔

{ قولہ: بے شک اللہ کو سب قدرت ہے آمنّا با للّٰہ انہ علی کلّ شئی قدیر

{ اقول: تو پھر کیوں تاویلات باردہ و توجیہات فاسدہ سے نصوص شرعیہ بگاڑتے ہو ۔ بے شک اللہ تعالی اپنے نبی ﷺ کو سچا کرے گا ۔

{ قولہ: مگر گزارش یہ ہے کہ ایسے کھلے کھلے نشان جب کسی نبی صادق کو بھی نہیں دیئے گئے تو دجال کو جو رسالت کا دعوی کاذب کریگا کیونکر دیئے جاویں گے ۔ اور اگر دیئے جاویں تو نعوذ باللہ اس کا گدھا ناقۃ اللّٰہ سے بھی بڑھ گیا اور تخت سلیمان بھی اس کے روبرو ناچیز رہا، حالانکہ حضرت سلیمانؑ کی یہ دعا مقبول ہو چکی ہے:

وھب لی ملکاً لا ینبغی لاحدٍ من بعدی ۔

ایّھا النّاس ! یہ سب استعارات ہیں جیسے کہ شواہد میں مذکور ہو چکا ہے ۔

{ اقول: واضح رہے کہ بعض خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ نے دجال کے وجود کا انکار کیا اور بعضے ان میں جو دجال کے قائل ہوئے تو کہنے لگے کہ یہ اوصاف اس کے، جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں، یہ خیالی باتیں ہیں حقیقۃً مراد نہیں ۔ اور وجہ اس کی یہ بیان کی کہ اگر خوارق واقع میں ہوں تو پھر انبیاء کے معجزات پر کیونکر اعتماد ہوسکتا ہے ۔ اور نبوۃ حقہ اور دعوی نبوۃ باطلہ میں تمیز کیسے ہو

گی۔ تو وہی اعتراض امروہی صاحب بھی لائے ہیں، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی حکمت سے عنوان بدل کر ظاہر کیا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اگر غرض یہ ہے کہ بغیر دعوی نبوت کے بھی خوارق عادات منع ہیں، تو یہ دعوی باطل ہے اور بہ بداہت یہ مقولہ فاسد ہے، کیونکہ دیکھو عمل سفلی والے کیا کچھ کر دکھاتے ہیں اور کیسی سچی خبریں ایک لمحہ میں دور دور کی بتا دیتے ہیں۔ یہ نظر بند نہیں نظر بند دوسرے ہوتے ہیں۔ اور جادوگر اور ایسے ہی کفار جو ریاضت کرتے ہیں کیسے خوارق دکھاتے ہیں کہ معجزات انبیاء سے کم نظر نہیں آتے۔ مگر یہاں دعوی نبوت نہیں۔ پس کچھ التباس اور باعث حرج نہیں۔ اور اگر یہ غرض ہے کہ حالت دعوی نبوت کاذبہ میں یہ خوارق منع ہیں تو آپ کو اس کا ثبوت دینا چاہیے کہ دجال سے یہ خوارق عادت حالت دعوی نبوت میں سرزد ہوں گے، تب یہ مدعا ثابت ہوگا۔

ہر چند بعض روایات سے، کہ جو متکلم فیہا بھی ہیں، یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلے دعوی نبوت بھی کرے گا پھر الوہیت۔ مگر یہ کسی میں نہیں پایا گیا کہ یہ خوارق دعوی نبوت میں سرزد ہوں۔ بلکہ صحاح احادیث سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے انه اعور و انّ اللّٰه لیس باعور

اور بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے:

الا انّه اعور انّ ربکم لیس باعور۔ انّ بین عینیه مکتوب کا فر۔

اور بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے:

انّ اللّٰه لا یخفی علیکم انّ اللّٰه تعالٰی لیس باعور انّ المسیح الدّجّال اعور عین الیمنی۔

اور سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے:

فان البِس علیکم فا علموا انّ ربکم لیس باعور

غرض یہ کہ فرمادیا کہ اگر اس کے خوارق دیکھ کر دھوکا پڑے تو طریقہ تمیز کا یہ ہے کہ وہ تو آنکھ کا عیب دار ہوگا، اور اللہ تعالی عیب سے پاک ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ الوہیت کے دعوی میں خوارق دکھائے گا جس کے واسطے ہمارے نبی ﷺ نے تصریح فرمادی کہ اس کے خوارق پر نہ جانا، ایک ظاہری عیب اس کی الوہیت کو مانع ہے۔ اگر دعوی نبوت میں دکھاتا کہ موجب التباس ہو تو نبی الرحمۃ ﷺ اس کا بھی جواب تعلیم فرمادیتے۔ اسی جواب پر اقتصار سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ

خوارق اس کے دعوی الوہیت میں ظاہر ہوں گے، نہ دعوی نبوۃ میں ۔

اگر اس سے زیادہ تفصیل چاہو تو صحیح مسلم کی حدیث طویل جو بروایت ابوسعید خدری کے ہے جس میں دجال کے لوگ ایک شخص سے کہیں گے کہ تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا ؟اور دجال اسی مسلمان کو چیرے گا۔ دیکھو ابن ماجہ میں ہے: و انّ من فتنته ان يقول للاعرابی أرأيت ان بعثت لک اباک و امّک و ان تشهد انی ربّک ۔

حاصل یہ کہ یہ روایات قرینہ ہیں اس بات پر کہ یہ خوارق دعوی الوہیت میں دکھائے گا، نہ دعوی نبوت میں ۔ اور جس کو اس کا دعوی ہو کہ دعوی نبوت میں دکھائے گا تو اس پر اس کا بار ثبوت ہے۔ اور دعوی الوہیت میں یہ خوارق کچھ مضر اور موجب التباس نہیں کیونکہ جب اپنے میں ایسے ظاہر عیوب ونقصان ہیں تو چاہے کتنے خوارق دکھائے، اللہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جو اپنے کو چنگا نہ کرسکا وہ الہ کیسا ؟ پس یہ اعتراض بعض خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ اور ان کے پیرو محمد احسن صاحب اور ان کے ہم مذہبوں کا بے کار ہو گیا۔

اور یہ جو کہا کہ جب کسی نبی صادق کو نہیں دیئے گئے، تو دجال کو کیوں دیئے جاوینگے؟ تو اس پر کوئی دلیل نہ بیان کی۔ اس کے منع پر وہی دلیل تھی جو پہلے ہم دوسرے فرق باطلہ سے نقل کر کے بحمد اللہ جواب شافی دے چکے۔

اور حضرت سلیمانؑ کی دعا کا ذکر کیا تو سلیمانؑ کے ملک سے اور اس سے کیا نسبت ہے؟ ذرا سی بات ہے کہ وہ جہاں چاہتے تھے ہوا ان کو لے کر پہنچتی تھی۔ دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہے فسخّرنا له الرّيح تجرى بامره رخاء حيث اصاب ۔ اور مسیح دجال بہتیرا مریں گے کہ مکہ مدینہ میں جاوے ہرگز نہ جاسکے گا دیکھو متفق علیہ حدیث میں ہے:

يا تى الدّجّال و هو محرم عليه ان يّدخل نقا ب المدينة

اور دوسری متفق علیہ روایت میں ہے: ياتى المسيح من قبل المشرق همته المدينه حتى ينزل دبر احدٍ ثم تصرف الملا ئكة و جهه ۔

اور بخاری کی روایت میں ہے: لا يدخل المدينة رعب المسيح الدّجال لها يومئذ سبعة ابوا ب على كل با ب ملكان ۔

اور مسلم کی روایت میں ہے: دجال نے خود کہا :فلا ادع قرية الّا اهبطها فى اربعين ليلة غير مكه و طيبه هما محر متان علىّ كلما اردت ان ا دخل وا حداً

منهما استقبلنی ملک بیدہ السیف صلتاً ۔ الخ

پس حضرت سلیمانؑ سے اور اس سے کیا نسبت ہے؟

دوسرے ان کے شیاطین اور جن سب تابع تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و الشّیا طین کلّ بناء و غوّاص و آ خر ین مقرّ نین فی ا لا صفاد ۔

پھر دیکھو ان کے واسطے اللہ فرماتا ہے هذا عطاء نا فامنن او امسک بغیر حسا ب ۔ بھلا دجال کو اس سے کیا نسبت ہے۔ پھر سلیمانؑ کی مقبول دعا کا کیا خلاف لازم آیا۔ ایّہا النّاس! یہ بات واضح ہوگئی کہ جس قدر نصوص کہ در بارہ نزول عیسیٰؑ کے وارد ہیں اور جتنی تصریحات نبویہ مسیح دجال کے باب میں آئی ہیں، سب اپنی حقیقت پر ہیں اور سب سے مراد وہی معنی ہیں کہ جن پر وہ صریحۃ الدلالۃ اور بیّن المراد ہیں، نہ کوئی مجاز ہے نہ کوئی استعارہ۔ اس میں بلا وجہ مجاز ماننا بالکل تحریف اور موجب الحاد ہے جیسا شواہد میں بالتفصیل گزر چکا۔ چونکہ ہمارا مقصد اسی بات کو ثابت کرتا تھا تو یہ بحمد اللہ خوب ثابت ہوگئی۔ لہذا اب جو آگے تاویل لیلۃ القدر کی (کہ جو انکے پیر نے کی ہے) بیان کی اس میں بحث کر کے کلام کو طول دینا مناسب نہ سمجھا۔

شرائط مباہلہ

{ قولہ۔ اس شخص (عبدالحق غزنوی) کو مسئلہ مباہلہ بھی معلوم نہیں کہ مباہلہ کس وقت میں ہونا چاہیے اور کیا کیا شرائط اس کے کتاب وسنت میں آئے ہیں لہذا واسطے آگاہی مسلمانوں کے وہ شرائط تفسیر فتح البیان سے لکھے جاتے ہیں:

قال فی الجمل وقع البحث عند شیخنا العلامۃ الدوا نی قدس سرّہ فی جواز المباھلۃ بعد النّبیّ ﷺ فکتب رسالۃ فی شروطھا المستنبطۃ من الکتا ب و السنۃ و الآثار و کلام ا لآئمۃ و حاصل کلامه فیھا انّھا لا یجوز الّا فی امر مھم شرعاً وقع فیه اشتباہ و عناد ولا میسر رفعه ا لّا بالمباھلۃ فیشترط کونھا بعد اقامۃ الحجّۃ و السّعی فی ازالۃ الشّبھۃ و تقدیم النّصح و الانذار ۔ الخ

اگر کوئی شخص کہے کہ مرزا صاحب نے خود مولوی اسماعیل ساکن علی گڈھ کو واسطے مباہلہ

کے رسالہ فتح اسلام میں طلب کیا ہے ..الخ

تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب سے اولاً گفتگو زبانی اور بالمواجہ بمقام علی گڑھ مولوی اسماعیل سے ہو چکی ہے اور مرزا صاحب ان کے اعتراض کا جواب شافی دے چکے ہیں ومعہذا مولوی اسماعیل صاحب نے مرزا صاحب پر یہ افتراء کیا کہ ان کے یہاں آلات رصد اور نجوم کے موجود ہیں اس کے ذریعہ سے یہ اخبارات بیان کرتے ہیں۔ الخ .. تب مرزا صاحب نے بعد ایک مدت کے مجبور ہو کر درخواست مباہلہ کی ہے۔ اب تم غور کرو کہ درخواست مرزا صاحب در بارہ مباہلہ مولوی اسماعیل سے کیسی مطابق شرائط ہوئی کہ اس میں ایک شرط بھی فوت ہونے نہیں پائی۔ بخلاف درخواست مباہلہ مولوی عبدالحق کی کہ اس میں ایک شرط مباہلہ بھی نہیں پائی جاتی، بلکہ خلاف سنت ہے۔ اسی واسطے مرزا صاحب بار بار اصرار فرماتے ہیں کہ اولاً ایک جلسہ علماء کا منعقد ہو..الخ۔

مرزا صاحب نے یہ اشتہار بھی دیا ہے کہ جب تک تیسرا رسالہ ازالہ اوہام طبع ہو کر شائع نہ ہولے، تب تک کوئی صاحب علم مخالفانہ تحریر نہ کریں ..الی آخر القول۔

} اقول : واضح رہے کہ مرزا نے جو مولوی اسماعیل علی گڈھی سے درخواست مباہلہ کی تھی تو اسی بات پر کہ انہوں نے بہ نقل ایک ثقہ کے یہ کہا کہ مرزا صاحب کے پاس آلات نجوم ہیں وہ انکے ذریعہ سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ خود مرزا صاحب اپنے رسالہ فتح اسلام کے حاشیہ صفحہ ۳۷ میں مولوی صاحب موصوف کے اس قول کے جواب میں (سید احمد عرب جن کو میں ثقہ جانتا ہوں وہ مجھ سے بلا واسطہ بیان کرتے تھے کہ میں نے دو ماہ تک ان کے پاس، یعنی مرزا قادیانی کے پاس، ان کے معتقدین خاص کے زمرہ میں رہ کر بنظر تجسس وامتحان ہر یک وقت خاص پر حاضر رہ کر جانچا تو معلوم ہوا کہ درحقیقت انکے پاس آلات نجوم ہیں وہ ان سے کام لیتے ہیں) لکھتے ہیں: اقول تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله على الكاذبين۔ میری طرف سے درحقیقت یہی جواب ہے۔ الخ۔

واضح رہے کہ چونکہ محمد احسن امروہی نے اس جگہ مولوی اسماعیل علی گڈھی کے ساتھ مرزا کی گفتگو اور مغلوب ہونے کا ذکر کیا تو مجھ کو ضرور ہوا کہ پہلے اس کی واقعی کیفیت سے مطلع ہو کر قول امروہی پر بحث کروں، تو میں نے مولوی اسماعیل علی گڈھی کو لکھا کہ آپ کے ساتھ جو کچھ گفتگو مرزا صاحب قادیانی نے کی، واقعی طور پر کل سے مطلع فرمائیں۔ تو مولوی اسماعیل نے کہ کسی دوسرے کے نامزد کر کے بیان بقصد طبع تیار کر کے رکھے تھے میرے خط کے پہنچتے ہی مجھ کو روانہ کر دیئے۔

چونکہ وہ بیان بہت طویل ہے کیونکہ سب اول سے آخر تک مرزا صاحب کے علی گڈھ میں آنے کا انہوں نے تفصیلی بیان کیا ہے، لہذا میں اس میں سے کچھ لکھتا ہوں اور انہیں الفاظ کے ساتھ بعینہ نقل کرتا ہوں۔ کوئی حرف اپنی طرف سے زائد نہ کرونگا اور نیز کسی بیان کو شروع کر کے ناقص نہ کرونگا۔ چونکہ تہذیب اس کی غیر کی جانب سے کی ہے لہذا ہر جگہ مولوی اسماعیل صاحب بصیغہ غائب مذکور ہیں۔ تو کیفیت تشریف آوری مرزا صاحب کی علی گڈھ میں لکھ کر لکھتے ہیں: (یہ کیفیت ہم نے جلد ہذا کے آغاز میں مباحثہ علی گڈھ کے زیر عنوان نقل کر دی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائی جائے۔ بہاء)

جب مرزا کے قیام علی گڈھ کی روداد ہدیہ ناظرین ہو چکی تو میں کہتا ہوں کہ محمد احسن امروہی کا یہ کہنا کہ درخواست مرزا صاحب در بارہ مباہلہ مولوی اسماعیل سے کیسے مطابق شرائط ہوئی کہ اس میں ایک شرط بھی فوت نہ ہوئی، بخلاف درخواست مباہلہ عبدالحق غزنوی کے کہ اس میں ایک شرط مباہلہ بھی نہیں پائی جاتی، بالکل غلط ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے:

اول تو یہ شرائط جو فتح البیان سے نقل کیں، ہم لوگ اہل حدیث پر حجت نہیں۔ خود ہی تصریح کر دی ہے کہ کتاب وسنت وآثار واقوال سب ہی لکھے گئے ہیں پھر ہم پر کیا الزام۔ آپ کوئی شرائط کتاب وسنت سے ثابت کر کے مخالفت ان کی جتاتے تو خیر الزام تھا۔

دوسرے بتقدیر تسلیم ہم کہتے ہیں کہ درخواست مباہلہ مرزا کی بالکل ان شرائط کے مخالف ہے، اور مولوی عبدالحق غزنوی کی بالکل موافق۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان شرائط میں کی پہلی شرط یہ ہے لا تجوز الّا فی امر مھمّ شرعاً۔ تو مرزا جی نے اس بات پر درخواست مباہلہ کی کہ میرے الہامات آلات نجوم کے ذریعہ سے نہیں۔ بھلا یہ کون سی مہمات شرع میں سے ہے۔ مہمات سے ہونا دوسری بات ہے، شرع ہونا ثابت کرو۔ یہ کون سی مہمات دین سے ہے کہ مرزا صاحب کی یہ کاروائیاں آلات نجوم کے ذریعہ سے نہیں۔ اگر کہو کہ اس سے یہ لازم آئے گا اور وہ لازم آئے گا، تو ایسے تو جس بات کو چاہو کیسی چھوٹی ہو، کفر تک نوبت پہنچا دو۔ وہاں ایک بات کہو گے کہ ان کو تو مسیح موعود بننا ہے اگر ایسا نہ کریں تو جڑ ہی اکھڑ جائے، تو ہم کہیں گے کیا خوب؟ اصل مطلب پر تو درخواست مباہلہ خلاف شرائط ٹھہرائی جاوے اور اس کی لین ڈوری پر موافق۔

درخواست مباہلہ مولوی عبدالحق کو دیکھو کیسی امر مہم شرعی پر ہے کہ جس کے انقلاب سے ایک تختہ دین کا انقلاب ہے۔ اس مسئلہ کا امر مہم شرعی ہونا تو اظہر من الشّمس ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ درخواست مباہلہ مولوی عبدالحق کی اس شرط کے موافق ہے اور درخواست مرزا کی مخالف۔

ایسے ہی وقع فیه اشتباہ و عناد درخواست مرزا میں امر مہم شرعاً ہے ہی نہیں تو پھر اس کی یہ صفت اور قید کجا؟ جب مطلق کا عدم ہے، تو مقید کا وجود کیسے ہوگا؟ اور مرزا جی کے اس دعویٰ میں جس پر درخواست مولوی غزنوی نے کی ہے جو کچھ عوام میں اشتباہ و عناد واقع ہوا، وہ ظاہر ہے۔ پس اس کے بھی مخالف ہونا مرزا کا اور موافق ہونا مولوی عبدالحق غزنوی کا ظاہر ہوگیا۔

اور ان میں کی ایک شرط یہ ہے فلا میسّر رفعه الّا بالمباهلة۔ تو درخواست مرزا قادیانی کی بالکل اس کے مخالف ہے کیونکہ وہ ایسی بات پر نہیں کہ بغیر مباہلہ کے اس کا رفع نہ ہو سکے۔ دیکھو مرزا جی خود لکھتے ہیں:

> اور جب کہ میں ابھی تک زندہ موجود ہوں اس حالت میں مولوی صاحب دو ماہ تک آپ ہی رہ کر دیکھ لیں کسی دوسرے عربی عجمی کے توسط کی کیا ضرورت ہے۔ (فتح اسلام۔ ص ۲۳ حاشیہ)

یہ تو ایسی بات ہے کہ جس میں چنداں مناظرہ و مباحثہ کی بھی ضرورت نہیں مشاہدات سے ہی دیکھ لینے سے سب عدم و جود کھل سکتا ہے، مباہلہ کو اس سے کیا تعلق ہے۔ اور درخواست مولوی عبدالحق غزنوی کی ایسے امر میں ہے کہ بلا شبہ اس کا رفع ہونا پورے طور پر بغیر مباہلہ کے متصور نہیں کیونکہ جو خدائے قہار و جبار سے ایسے نصوص بیّن الدلالۃ میں تحریف کرنے سے نہ ڈرے اور شرم نہ آئے، تو مناظرہ و مباحثہ کیا اس کو نفع دے گا۔ چنانچہ ابھی عرصہ تقریباً پندرہ بیس روز کا ہوا کہ دہلی میں مناظرہ کے اندر عالم ربانی جناب مولانا مولوی محمد بشیر سہسوانی سے واقع ہوا۔ بجز گریز کے اور کچھ نہ سوجھا اور مناظرہ کے بیچ سے باوجود کیسے عہد و پیمان اور کن کن شرائط کے چل دیئے کہ جس سے شان مسیحیت کا تو کیا ذکر ہے شان مومنیت کو بھی بٹا لگ گیا۔ پھر کیا مناظرہ مفید ہوا اور کون سا اس سے کام نکلا؟ اگر مباہلہ کرتے تو اب تک فیصلہ ہو چکتا اور عوام و خواص سب پر حق کھل جاتا اور اس بات کو مولوی عبدالحق غزنوی خود بھی اشتہار درخواست مباہلہ ثانی میں لکھتے ہیں جو مطبوعہ ۱۷ شعبان ۱۳۰۸ھ ہے:

> اور میرا مطلب یہ ہے کہ جھگڑا طے ہو جائے اور حق، باطل سے جدا ہو کیونکہ تحریر کا سلسلہ تو منقطع نہیں ہوسکتا۔ قلم دوات کاغذ روشنائی بہت ہے اور ملک آزادی کا ہے جس کا جو جی چاہے بک سکتا ہے۔ خصوصاً جس کو خدا کا خوف اور آنکھوں میں حیا کی بو نہ ہو وہ ایک جہان کو درہم برہم سکتا ہے انتہی۔

تو ظاہر ہوگیا کہ درخواست مرزا قادیانی اس شرط کے بھی بالکل مخالف ہے اور

درخواست مولوی عبدالحق غزنوی کی بالکل موافق۔

اوران میں سے ایک شرط یہ ہے فیشترط کونها بعد اقامة الحجّة ۔اول تو اقامت حجۃ مثبت اور مدعی پر ہوا کرتی ہے اور مولوی عبدالحق غزنوی نافی ہیں، چنانچہ ان کے اشتہار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ درخواست اس پر ہے کہ مرزا صاحب، مسیح موعود نہیں اور بادی النظر میں مرزا صاحب بھی اپنی درخواست میں نافی ہیں۔ پس یہ شرط خارج از بحث ہے۔ پس اس سے مولوی عبدالحق صاحب کے اوپر کچھ الزام نہیں۔

دوسرے اگر اقامۃ حجۃ کے یہ معنی ہیں کہ کوئی مجلس مناظرہ کی منعقد کرنا ضروری ہے اور تحریریں جانبین کی سنائی جائیں۔تو اول تو اقامت حجت کے یہی معنی نہیں ہیں۔ دوسرے مرزا نے مولوی اسماعیل علی گڈھی سے جس بات پر درخواست مباہلہ کی اس میں کب مناظرہ کیا اور وہ جو دو ایک بات ہوئیں (جس کو ہم اوپر مفصلاً لکھ چکے ہیں) تو وہ نفس غیر زبان میں الہام ہونے پر تھیں۔ کچھ آلات نجوم یا خاص مرزا کے ملہم ہونے پر بحث نہ تھی۔ ایسے تو مولوی عبدالحق بھی مرزا قادیانی سے توہین انبیاء کے بارہ میں گفتگو کر چکے تھے، چنانچہ ان کے اشتہار ثانی میں مذکور ہے۔تو مرزا جی اس شرط کے خلاف میں پہلے ہی سبقت کر چکے تو پھر مولوی عبدالحق پر کیا الزام ہے؟

اور اگر اقامت حجت سے یہ غرض ہے کہ اپنی حجت بیان کر دے اور دلیل کو قائم کر دے تو مولوی عبدالحق نے اپنی حجت حدیث صحیحین اور دیگر حدیث مسلم سے جو صحیح الثبوت قطعی الدلالۃ ہیں، ثابت کر دی۔ پس تب بھی ان کے ذمہ کچھ الزام نہ رہا اور شرط فوت نہ ہونے پائی۔

تیسرے مخفی نہیں کہ مرزا صاحب نے جو درخواست مباہلہ کی، کی تھی تو اس سے محض نفی مراد نہ تھی کہ آلات نجوم کے ذریعہ سے کاروائی نہیں، بلکہ غرض یہ تھی کہ واقعی الہام ہے کہ آلات نجوم کے ذریعہ سے نہیں۔ اور جو مولوی عبدالحق غزنوی نے درخواست مباہلہ کی تو وہ محض نفی اس بات کی ہے کہ مرزا مسیح موعود نہیں، نہ اثبات کسی شیئے پر۔ کیونکہ اثبات نفس اتیان مسیح کا بھی تو درحقیقت مرزا ہی کے ذمہ ہے۔ اس واسطے کہ بغیر اس کے اس کا مقصد دلی اور غرض اصلی ثابت نہیں ہو سکتی۔ پس مولوی عبدالحق غزنوی کو تو محض نفی مفید مطلب ہے۔ اور مرزا جی کو مولوی اسماعیل علی گڈھی کے مقابلہ میں محض نفی مضر مطلب اور معدم غرض ٹھہرے گی۔ پس ان کو نفی شیئے مع اثبات شئی دیگر کرنا ضرور ہے۔ لہذا مرزا قادیانی پر بار ثبوت ہوا اور اقامت حجت ضرور پڑی، بخلاف مولوی عبدالحق کہ وہ محض نافی ہیں۔ ان پر اقامت حجت نہیں، باوجود اس کے انہوں نے حجت قائم کر دی۔

اور اگر مان بھی لیں کہ مولوی عبدالحق پر بھی بار ثبوت ہے، تب بھی انہوں نے اپنی حجت قائم کر دی۔ اور مرزا جی نے، جس کا ان پر بار ثبوت تھا، اس پر کوئی حجت قائم نہیں کی۔ پس اس شرط کے بھی مرزا مخالف رہے اور مولوی عبدالحق موافق۔ فا فهم فانّه عجيب..

اور ان شرائط میں سے یہ بھی ہے و السّعی فی ازالة الشّبهة و تقديم النّصح و الانذار .. الخ۔ اس پر بھی مرزا صاحب نے عمل نہ کیا اور مولوی عبدالحق غزنوی نے کلمات نصائح اور اشعار اور الہامات کے ساتھ سبھی طور سے کہہ سنایا کہ پھر بھی اگر نہ مانو تو مباہلہ کے واسطے آموجود ہو۔ چنانچہ انکا اشتہار اس سے بھرا ہوا ہے جس کو منظور ہو دیکھ لے۔

اب ناظرین کو خوب معلوم ہو گیا ہو گا کہ درخواست مرزا قادیانی کی شرائط مسلّمہ محمد احسن امروہی کے کیسی مخالف ہے اور خلاف سنت، اور درخواست مولوی عبدالحق غزنوی کی بالکل موافق اور مطابق سنت۔

اور ازالہ اوہام کا تو خالی بہانہ تھا۔ آخر دیکھو جب شائع ہوا تو اس سے کیا ہوا؟ سوا اس کے کہ الحادیات اور زائد شائع ہوئیں۔ ناظرین خود غور فرماویں کہ اگر مرزا ایسے دعوی میں سچے ہوتے تو ہرگز اعراض نہ کرتے کیونکہ مباہلہ کے برابر نہ کسی تقریر میں نفع متصور ہے نہ تحریر میں۔ مگر گھر ہی کے شیر ہیں میدان میں آویں تو حقیقت کھلے۔

} قولہ: البتہ گمراہ وہی ہے جو کوئی درخواست مباہلہ خلاف کتاب و سنت کے کرتا ہے اور مسلمانوں کو تیر لعنت کا نشانہ بنانا چاہتا ہے..

} اقول: بے شک جیسے آپ کے پیر اور ان کے ہم خیال کہ خلاف کتاب و سنت کے درخواست مباہلہ کر کے مسلمانوں کو تیر لعنت کا نشانہ بنانا چاہا۔ چنانچہ آپ کے مسلمات کے موافق ہم نے ثابت کر دکھایا۔ واللہ اعلم۔

} قولہ: حسب اشتہار مرزا صاحب کے کیوں نہیں ایک جلسہ علماء کا منعقد کیا جاتا..(الی قولہ)...مسلمانوں کو خلاف کتاب وسنت تیر ملامت ولعنت کا نشانہ بنانا رفاض کا کام ہے

} اقول: دہلی میں جب جلسہ علماء کا منعقد ہوا، تو مناظرہ کے اندر سے کیوں شرائط توڑ کر چل دیئے۔ اپنی شرائط کے موافق کیوں نہ بحث کی؟ نہ مباہلہ کیلئے مضبوط، نہ بحث میں قائم تو پھر مسلمانوں کو کیوں بہکاتے ہو۔ مسلمانوں کو سیدھی راہ سے بھٹکانا شیطانوں دجالوں کا کام ہے۔

} قولہ: آگے رہی یہ بات کہ صحابہ کرام بھی ان احادیث کا وہی مطلب سمجھے ہوئے تھے جو

یوم الاثنین ۲۶ جمادی الآخر ۱۳۰۸ھ تک آپ لوگوں کے خیال میں ہے۔سو:
اولاً ثبوت اس کا آپ کے ذمہ ہے بہ نقل صحیح تمام صحابہ سے ثابت کیجئے کہ سب نے نزول عیسیٰ ہی کی نسبت یہ کہا ینزل بوجود عنصری من السّماء الخ۔
اور ثانیاً یہ عرض ہے کہ قبل از وقوع ہر ایک پیش گوئی کی ماہیت ...الخ

{ اقول: حدیث کا مطلب سمجھنا فرع ہے نفس حدیث معلوم ہونے کی۔ پس کل صحابہ سے اس حدیث کا یہی مطلب، جو اہل السنۃ والجماعت سمجھے ہوئے ہیں، ثابت کرنا ضرور نہیں بلکہ بروقت مطالبہ کے انہیں سے ثابت کردینا کافی ہوگا جن سے اس نفس احادیث کے علم کا ثبوت ہے۔ تو مخفی نہ رہے کہ جو مطلب ایسا ہے کہ جس پر لفظ حدیث صریح الدلالۃ ہیں اور احتمال دوسرے معنی صحیح کا نہیں، پھر اہل زبان کی طرف بغیر ان کے خلاف تصریح کے یہ کیونکر گمان ہوسکتا ہے کہ وہ ایسے صریح معنی کو چھوڑ کر ایسا مطلب سمجھے ہوں جو کوئی اہل زبان و غیر اہل زبان ان لفظوں سے اس مطلب کو نہیں نکال سکتا۔ اور کوئی اہل علم قواعد سے کہ جو محاورہ اہل زبان کے مبیّن ہیں، اس مطلب کو ان الفاظ کے ساتھ چسپیدہ نہیں کرسکتا۔ اگر اس پر بھی نہ سمجھو تو کتب حدیث میں آثار صحابہ دیکھ کر تسکین حاصل کرلو۔ چنانچہ انہیں آثار میں سے ابو ہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کے آثار کی طرف شوکانی نے بھی اشارہ کیا ہے۔ اور حافظ ابن کثیر نے بھی بہت سے صحابہ اور تابعین سے آثار نقل کئے ہیں اور بعضوں کے نام لے کر چھوڑ دیئے۔ چنانچہ ان میں سے ابن عباسؓ، اور ابو ہریرہؓ اور قتادہ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہیں وغیرھم اور حسن بصری کا یہ قول ذکر کیا:

و اللّٰہ انّہ لحیّ الآن و لکن اذا نزل امنوا بہ اجمعون۔

اور ایسے ہی حافظ ابن حجر نے بھی ذکر کیا۔ ان کے اقوال نہ سہی، تو رسول اللہ ﷺ نے کیسا صاف فرمادیا:

الانبیاء اخوۃ العلات امّھاتھم شتّی و دینھم واحد و انا اولی النّاس بعیسی بن مریم فانّہ لم یکن بینہ و بینی نبیّ و انّہ نازل۔

اور ایسے ہی خود حضرت عیسیٰ نے بھی اپنے نزول کو شب معراج میں رسول اللہ ﷺ سے کہا (جیسا کہ حدیث میں ہے جو اوپر لکھ چکا ہوں) پھر اب کیا شک رہ گیا؟ رہے یہ لفظ ینزل بوجود عنصری .. الخ۔ تو یہ جہالت آمیز لفظ وہ اہل لسان نہیں استعمال میں لاتے تھے۔ اور جو کہ ثانیاً عرض ہے اس کی تحقیق بحمداللہ اوپر گزر چکی۔ فتذکر

} قولہ: ترجمے میں شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں ..الخ

} اقول: یہ فائدہ شاہ صاحب نے تحت اس آیت کریمہ و ما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبیّ الّا اذا تمنی القی الشّیطان فی امنیّته کے لکھا ہے۔آیت سے مطابق کر کے دیکھو ہرگز مفید مطلب نہ پاؤ گے۔

} قولہ : قبل از وقوع پیشگوئی کے صحابہ کرام سے لیکر آج تک سب لوگ مکلّف اس امر کے ہیں کہ ظاہر پر ایمان لائیں اور تاویل اس کی حوالہ علم الٰہی کریں۔اور جب پیش گوئی کسی طرح پر واقع ہو، بشرطیکہ تاویل صحیح سے ہو نہ تاویل فاسد سے، تو اس کی تصدیق کریں، نہ تکذیب۔الخ۔

} اقول : پھر آپ نے کیوں وقوع اس پیش گوئی کا تسلیم کر لیا۔ یہاں تو تاویل فاسد کیا صریح تحریف ہے۔ چنانچہ یہ بات اہل علم کے نزدیک بہت ظاہر ہے اور اس عاجز کی بھی تحریر سے خوب واضح ہو گیا۔

اور یہ جو حدیث منام رسول اللہ ﷺ کی لکھی تو اس میں ہم نے کوئی بات آپ کے مفید مطلب نہیں پائی ۔اگر ہو تو بیان کرو تاکہ اس میں نظر کریں۔

اب آگے مولوی عبدالحق کے الہامات کو ان پر الٹا ہے۔ چونکہ یہ بحث چنداں مفید مطلب نہیں لہذا ہم نے اس میں تفصیلی جواب سے اعراض کیا مگر اس قدر کہتے ہیں کہ ہماری تحریر سے بات واضح ہو گئی کہ کس نے طریقہ سلف صالح کو چھوڑا اور کون ملحد اور محرف کتاب وسنت بنا۔

عیسیٰؑ کا صعود و نزول جسمی

} قولہ: ایّھا النّاس واضح ہو کہ حضرت عیسیٰؑ کا صعود اولی آسمان پر اور نزول آخری آسمان سے بوجود عنصری، جو ہمارے خیالوں میں بسا ہوا ہے، وہ کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت نہیں ہوتا، اور نہ قرآن مجید میں کہیں پایا جاتا ہے۔بلکہ اعجاز نظام یعنی کلام اللہ الملک العلام نے اس شبہ واقعہ کا بکلی رد کر دیا ہے۔قال اللہ : یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ ...
دیکھو لفظ متوفّی کو اول ارشاد فرمایا اور لفظ رافعک کو بعد اس کے . الخ

} اقول: ایّھا النّاس واضح ہو کہ عیسیٰؑ کا صعود اولی آسمان پر اور نزول اخری آسمان سے بوجود عنصری جو سلف صالح سے بلکہ رسول اللہ ﷺ سے اور خود عیسیٰؑ سے ہم تک خیالوں میں

بسا ہوا چلا آتا ہے، بالتصریح والتفصیل احادیث صحیحہ کثیرہ سے جن کو محدثین نے متواتر کہا ہے (چنانچہ ذکر اس تواتر کا اور پر نقل احادیث کے بعد مذکور ہو چکا) اور آیات متعددہ سے ثابت ہے کہ جن میں شبہ اور تاویل بے جا موجب ضلالت والحاد ہے۔ صعود کے بارہ میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

و ما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ ،

ظاہر ہے کہ رفعہ کی ضمیر اسی کی طرف راجع ہے جس کی طرف ضمیر قتلوہ کی راجع ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ قتل روح کا نہیں ہوتا۔ پس قتلوہ کی ضمیر روح کے طرف نہیں۔ لہذا رفعہ کی ضمیر بھی روح کی طرف نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اس سے رفع روح مراد نہیں۔ پس رفع جسمی ہی مراد ٹھہرا۔ فثبت المطلوب

اور فرماتا ہے انّی متوفّیک و رافعک الیّ۔ اس کا بیان آگے آتا ہے۔

اور بیان صعود کا احادیث سے سنو۔ تو اولاً واضح رہے کہ بعد تسلیم دو مقدموں کے جس قدر نصوص کہ نزول پر دلالت کرتی ہیں وہی صعود پر بھی دلالت کرتی ہیں اور اس مطلوب میں بیّن المراد ہیں۔ مقدمہ اول یہ ہے کہ عیسیٰ پہلے زمین پر تھے۔ مقدمہ ثانی یہ کہ نزول سے سوائے نزول ذاتی جسمی کے کوئی دوسرا مطلب مراد نہیں۔

تو مقدمہ اول تو بدیہی الثبوت اور بلا ریب مسلّم ہے۔ اور مقدمہ ثانی کو پہلے ہی ہم بحمداللہ وحسن توفیقہ خوب مفصل ثابت کر چکے ہیں۔ پس جن احادیث سے نزول ان کا ثابت ہوا، انہیں سے ان کا صعود بھی ثابت ہو گیا کیونکہ جب وہ بذات خود آسمان سے اتریں گے اور پہلے اس سے زمین پر تھے، تو لامحالہ قبل اس کے وہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

ثانیاً یہ کہ اثر ابن عباسؓ جس کو بسند صحیح، ابن ابی حاتم نے روایت کیا، چنانچہ حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا:

عن ابن عباس قال لمّا اراد اللّٰہ ان یّرفع عیسی الی السّماء خرج علی اصحابہ و فی البیت اثنا عشر رجلاً من الحواریین یعنی فخرج علیھم من عین فی البیت و رأسہ یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثناعشر مرةً بعد ان آمن بی قال ثم قال ایکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکانی او یکون معی فی درجتی فقام شاب من احداثھم سناً فقال اجلس ثم اعاد علیھم فقام ذلک الشاب فقال

اجلس ثم عاد علیھم فقام الشا ب فقال انا فقال ھو انت فا لقی علیه شبه عیسی و رفع عیسی من روزنة البیت الی السّماء قال جاء الطلب من الیھود فا خذوا الشبیه فقتلو ہ ثم صلبوہ .. الخ ۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالی نے عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھانا چاہا تو وہ اپنے اصحاب کے پاس آئے اور گھر میں حواریوں میں بارہ آدمی تھے، یعنی گھر میں چشمہ تھا اس میں سے نکلے اور ان کے سر سے پانی ٹپکتا تھا۔ تو فرمایا تم میں سے ایسے ہیں کہ میرے اوپر ایمان لانے کے بعد میرے ساتھ بارہ بار کفر کریں گے ۔ ابن عباسؓ نے کہا پھر حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ تم میں سے ایسا کون ہے کہ میرا ہم شکل ہو جانا اختیار کر لے کہ میری جگہ قتل کیا جاوے (یعنی یہود حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنا چاہتے تھے تو ان کی جگہ قتل ہو جاوے اور وہ دھوکے میں رہیں) اور وہ میرے درجہ میں ساتھ رہے، تو ان میں کا نوعمر کھڑا ہوا، تو حضرت عیسیٰؑ نے اس سے فرمایا تو بیٹھ جا۔ پھر عیسیٰؑ نے وہی بات ان لوگوں سے کہی تو وہی جوان پھر کھڑا ہو گیا تو پھر فرمایا تو بیٹھ جا ، تو پھر وہی بات ان لوگوں سے کہی تو پھر وہی جوان اٹھ کھڑا ہوا تو حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اس کام کا تو ہی ہے۔ تو حضرت عیسیٰؑ کی مشابہت اس پر پڑ گئی اور حضرت عیسیٰؑ کے گھر میں روشن دان تھا اس سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ۔ ابن عباسؓ نے کہا اور یہود کے تلاشی لوگ آئے تو انہوں نے اسی ہم شکل کو پکڑ لیا سو اس کو قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا۔

ابن کثیر نے اس روایت کی سند کے متعلق کہا ھذا اسناد صحیح الی ابن عباس پوشیدہ نہ رہے کہ یہ صحیح السند اثر حکم میں حدیث مرفوع کے ہے کیونکہ ایسے صحابی کا قول ہے کہ اہل کتاب سے نہیں لیتے، چنانچہ یہ بات اپنے موقع پر مذکور ہے۔ اور قاعدہ مسلّمہ ہے کہ جو ایسے صحابی کا ایسا اثر ہو کہ جس میں رائے کو دخل نہ ہو، تو وہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے اس میں رائے کو بالکل دخل نہیں۔ بھلا ایسا قصہ کون اپنی رائے سے کہہ سکتا ہے ۔ پس ابن عباسؓ کا کہنا حکماً رسول اللہ ﷺ کا فرمانا ہے ۔ اس سے بھی بالتصریح والتشریح صعود آسمان پر حضرت عیسیٰؑ کا ثابت ہو گیا۔ واللہ اعلم ۔

اور ان کے نزول کے بارہ میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے و ان من اھل الکتا ب ا لّا لیومننّ به قبل موته اور احادیث در باب نزول کے تو اس قدر وارد ہیں کہ ان کا احصاء متعذر ہے ان میں سے چند احادیث صحیحہ صریحہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

پس واضح ہوگیا کہ بہت سی احادیث اور آیات سے صعود اولی آسمان پر اور نزول اخری آسمان سے بوجود عنصری ثابت ہے۔ لہذا یہ کہنا محمد احسن امروہی کا کہ حضرت عیسیٰؑ کا صعود اولی آسمان پر ...الخ ۔محض افتراء ہے اللہ پر اور اس کے رسول پر۔

رہی یہ بات کہ امروہی یا عیسی انّی متوفّیک و را فعک الیّ سے عیسیٰؑ کے فوت ہوجانے پر استدلال کرتے ہیں، تو اس کا جواب سنو۔

واضح رہے کہ ظاہر کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ توفّی دو معنی میں مشترک ہے اور کلام عرب میں استعمال اسکا دو معنی میں جاری ہے، ایک بمعنی استیفاء یعنی پورا لینا دوسرے معنی موت۔ مصباح المنیر میں ہے وتوفیته واستوفیته بمعنی وتوفّاه اللّه اماته

صحاح جوہری میں بھی اسی طرح ہے۔ اور قاموس میں بھی ایسے ہی ہے۔

اور تفسیر جامع البیان میں ہے التوفّی اخذ الشّیء وافیاً

اور فتح البیان میں ہے التّوفّی یستعمل فی اخذ الشّئی وافیاً ای کاملاً

تو معلوم ہوا کہ توفّی کے دو معنی آتے ہیں، ایک استیفاء دوسرے موت۔ استیفاء کے معنی بھی سمجھ لو: مجمع البحار میں ہے و استوفیت حقی ای اخذته تامّا ۔ اور غیاث اللغات میں ہے استیفاء تمام را فرو گرفتن وتمام گرفتن حق از منتخب و کنز و صراح انتہی ۔ پس توفی یہاں پر معنی اول میں مستعمل ہے۔ معنی یہ ہوئے: اے عیسی میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور اٹھانیوالا ہوں ۔ یعنی میں تجھ کو مع جسم و روح سب لے کر اٹھا لوں گا۔ اب یہاں پر نہ تقدیم لفظ کی ضرورت ہے نہ تاخیر کی ۔ آیت بے تکلف اپنے معنی دیتی ہے۔ ممات مسیح کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ ان کی حیات پر دال اور ان کے صعود جسمی کی دلیل ہے اور اس معنی کی ترجیح کے واسطے بہت قرائن ہیں کہ معنی موت کے نہیں بنتے:

اول: یہ کہ آیت بل رّفعه اللّه الیه یہی بتاتی ہے۔

دوم: اور آیات کہ حیات پر دال ہیں اسی کی مقتضی ہیں جیسے و ان من اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته

سوم: اثر ابن عباسؓ کہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہے اور بسند صحیح ثابت ہے جو اوپر مذکور ہوا اسی کا مبیّن ومصرح ہے۔

چہارم: ظاہر احادیث نزول کی اسی معنی کو چاہتی ہیں۔

پنجم: اذ قال اللّٰه، جس کا ظرف ہے یعنی مکر اللّٰه وہ اسی معنی کا مقتضی ہے، نہ موت کا کیونکہ حامی اپنے دوست کو اس وقت میں کہ دشمن اس پر حملہ کیا چاہتے ہوں اور اس کے قتل کے در پئے ہوں ان کے مقابلہ میں اپنی طرف سے موت کی خبر سنا دے تو یہ بات ہرگز باعث تسکین نہ ہوگی اور حمایت نہ ٹھہرے گی۔ ظاہر ہے موت سے طبیعت انسانی کسی کی ہو، نبی کی یا ولی کی، متنفر ہوتی ہے احادیث میں انبیاء کے قصص کو پڑھ دیکھو۔ زیادہ نہیں تو موسیٰ کے قصہ کو دیکھ لو۔ اگر کہا جائے کہ پھر را فعک بے کار ہو جاوے گا تو میں کہتا ہوں را فعک رافع ہے ابہام متو فیک کو کیونکہ استیفاء عام ہے استیفاء بر فع الی السماء و بغیر رفع کو تو را فعک نے اس احتمال غیر مقصود کو دور کر دیا۔ ایسے ہی صرف را فعک بھی محتمل غیر مقصود معنی کا تھا لہذا دونوں ہی لفظ کا فرمانا ضرور تھا۔ پس کوئی کلمہ کلام بلاغت نظام کا بے کار اور خالی از فائدہ نہیں۔ پس یہ آیت کریمہ کھلی دلیل حضرت عیسیٰ کے صعود اور رفع جسمانی کی ہے۔

اب میں اسی معنی کے چند اقوال مفسرین نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ پہلے لوگوں نے بھی ایسے معنی کئے ہیں۔ تفسیر جامع البیان میں ہے:

او متوفّیک من الدّنیا و لیس بوفاۃ موت ای قا بضک من الارض لم ینا له منک شیئاً من توفیت مالی۔

اور جمل حاشیہ جلالین میں ہے:

فیه وجهان اظهرهما انّ الکلام علی ظاهره من غیر ادّعاء تقدیم و تاخیر فیه بمعنی مستوفی اجلک و مؤخرک و عا صمک من ان یّقتلک الکفّار الی ان تموت حتف انفک من غیر ان تقتل بایدی الکفّار و را فعک الی سمائی

اور تفسیر انوار التنزیل میں ہے:

ای مستوفی ا جلک و مؤخّرک الی ا جلک المسمّی عا صماً ایّا ک من قتلهم او قابضک من الارض من توفیت مالی

ایسے ہی تفسیر کشاف میں ہے۔

اور اگر متوفّیک کے معنی ممیتک مان بھی لیں تو اس سے تقدیم موت کی رفع پر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ واؤ سے ترتیب مستفاد نہیں ہوتی۔ ابوالبقاء نے کہا:

الواؤ فی قوله و رافعک لا تفید التّرتیب لانّها المطلق الجمع فلا فرق بین التقدیم و التّاخیر ۔

پس تب بھی ممات مسیح کی اس سے ثابت نہ ہوگی لہذا یہ کہنا امروہی صاحب کا کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات اول ہوئی اور رفع بعد کو، دعوی بلا دلیل اور ادعاء خلاف منشاء قرآنی ہے، کیونکہ اگر وہاں یہ ترتیب مراد ہوتی تو کسی لفظ ترتیبی کے ساتھ فرمایا جاتا۔ و این هذا من ذلک؟

اور ترتیب کلمات قرآنی مستلزم ترتیب زمانی کو نہیں کہ جو نظم مقدم ہے وہ وقوع میں بھی مقدم ہو۔ و من ادعی فعلیه البیا ن ۔

پس اگر مان بھی لیں کہ توفّی کے معنی یہاں پر موت کے ہیں، تب بھی ممات مسیح اس سے کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔ قتادہ وغیرہ نے اس آیت کریمہ کے معنی میں کہا ہے انّی را فعک الیّ و متوفّیک یعنی بعد ذلک چنانچہ حافظ ابن کثیر اور علامہ سیوطی نے اس کو نقل کیا ہے۔ یہ تقدیم و تاخیر باعث نقصان فصاحت و بلاغت نہیں، چنانچہ بہت جگہ کلام بلاغت نظام میں موجود ہے کہ نظم میں مقدم ہے اور معنی میں مؤخر، و بالعکس۔ چند مثالیں آیات سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں:

فرمایا اللہ تعالی نے:

و لولا کلمة سبقت من ربّک لکان لزا ماً وّ اجل مّسمّی ۔

قتادہ نے کہا: هذا من تقا دیم الکلام تقول لولا کلمة و اجل مّسمی لکان لزا ماً

اور اللہ تعالی نے فرمایا: انزل علی عبده الکتا ب و لم یجعل له عوجاً ۔

قتادہ نے کہا هذا من التّقدیم و التّاخیر انزل علی عبده الکتا ب قیما ولم یجعل له عوجاً

اور اللہ تعالی نے فرمایا: و اذ قتلتم انفسکم فادّارأتم فیها ۔

امام بغوی نے کہا: هذا اول القصّة و ان کان مؤخّراً فی التّلاوة

اور اللہ تعالی نے فرمایا: فلا تعجبک اموا لهم ولا اولادهم انّما یر ید اللّه لیعذّ بهم فی الحیوة الدّ نیا

قتادہ نے کہا: هذا من تقادیم الکلام تقول لا تعجبک اموا لهم ولا اولادهم فی الحیوة الدّ نیا انّما یر ید اللّه ان یعذّ بهم فی الآ خرة ۔

و قس علی ھذا۔

میری یہ غرض نہیں کہ یہ تقدیم وتاخیر خالی نفع سے ہے بلکہ سب میں خوبیاں رکھی گئی ہیں بعض بعض کا بیان تفاسیر میں بھی موجود ہے۔

قولہ: پھراب اوردوسری آیت کو دیکھو و اذ قال اللّٰہ یا عیسی أأنت قلت للنّاس... ظاہر ہے کہ قال صیغہ ماضی ہے اوراس کے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے پس ثابت ہوا کہ یہ معاملہ نزول آیت سے زمانہ ماضی کا ہے ...الخ

اقول: اولاً تقریراستدلال امروہی صاحب کی بیان کرتا ہوں۔ آیت فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم سے ممات مسیح نکالتے ہیں۔ بناء استدلال کی دو مقدموں پر ہے۔ اول یہ کہ توفّی بمعنی موت کے ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ سوال و جواب نزول آیت سے زمانہ ماضی میں ہوا ہے۔ یہ قیامت کا قصہ نہیں۔

اس ثانی مقدمہ پرانہوں نے دو دلیلیں بیان کیں۔ پہلی یہ کہ صیغہ ماضی ہے اور اذ کے ساتھ ہے جو مخصوص ماضی کے ساتھ ہے۔ دوسری دلیل یہ کہ اگر یہ قصہ قیامت کا مانا جائے تو اگر توفّیتنی کے معنی امتنی کے ہیں تو جو زمانہ درمیان صعود ونزول کے ہے وہ داخل نہ ہوگا اور اگر رفعتنی کے ہیں تو وہ خلاف محاورہ ولغت ہے اور پھر نزول بعد جب وفات ہوئی وہ زمانہ داخل نہ ہوا۔ پس جواب ناقص رہا۔

جواب میں یہ عاجز (عبداللہ شاہجہانپوری) عرض کرتا ہے کہ مقدمہ اولی کہ توفّی کے معنی اس جگہ موت کے ہیں، مسلّم نہیں، بلکہ معنی توفّتینی کے استوفیتنی کے ہیں جس کو ہم پہلے لغت سے ثابت کر چکے ہیں۔ اور قرائن مسطورہ بالا یہاں بھی قائم ہیں۔ تقریب جب ہی تام ہوگی کہ جو معنی خلاف مقصود ہیں ان کا تعذر ثابت کرو، اور یہاں اس کے خلاف پر قرائن موجود ہیں۔ پس دلیل تمام نہ ہوئی اوراس سے ممات مسیح ثابت نہ ہوئی بلکہ اس سے ان کی حیات نکلتی ہے، چاہے یہ قصہ رفع کے بعد کا کہا جاوے یا روز قیامت کا۔ اور مقدمہ ثانی بھی مسلّم نہیں اور یہ جو کہا ہے کہ صیغہ ماضی اور اذ ہے، تو صیغہ ماضی اور اذ سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ قصہ قیامت کا نہیں بلکہ کلام مجید میں بہت جگہ حالات قیامت کا ذکر اذا اور صیغہ ماضی کے ساتھ آیا ہے۔ چند آیات تمثیلاً لکھتا ہوں۔

اللہ تعالی نے فرمایا: اذ تبرا الّذین اتّبِعوا من الّذین اتّبعوا و رأو العذاب و تقطّعت بھم الاسبا ب۔ و قال الّذین اتّبعوا لو انّ لنا کرّۃ

فنتبرأ منهم کما تبرؤا منّا ۔ (بقرہ :۱۶۶۔۱۶۷)

یہاں چار جگہ صیغہ ماضی اور اذ واقع ہے۔

اور فرمایا: و نا دی اصحا ب الجنّة اصحا ب النّار

اور فرمایا: و نا دوا اصحاب الجنّة ان سلام علیکم

اور فرمایا: و نادی اصحاب الاعرا ف رجالاً . الآیہ ۔ اس رکوع میں چار جگہ صیغہ ماضی بمعنی مستقبل وارد ہے

اور فرمایا: و برزوا للّٰه جمیعاً فقال الضّعفاء اس آیت میں تین جگہ وارد ہے۔

اور فرمایا: و لو تری اذ وقفوا علی ربّهم قال الیس هذا بالحقّ قالوا بلی و ربّنا قال فذوقوا .. الآیہ ۔ اس آیت میں چار جگہ وارد ہے۔

اور فرمایا: و نادوا یا ملک و لیقض علینا ربّک قال انکم ما کثون

اور فرمایا: و لو تری اذ وقفوا علی النار فقا لوا..

اور فرمایا: و نفخ فی الصورفصعق من فی السّما وا ت ، اس رکوع میں آٹھ جگہ صیغہ ماضی بمعنی مضارع ہے۔

اور فرمایا: و سیق الّذین کفروا الی جهنّم زمراً اس رکوع میں متعدد جگہ ہے۔

حاصل یہ کہ کلام مجید میں یہ بات بہت شائع ہے کہ حالات قیامت اور کیفیات آخرت کو، کہ جو زمانہ مستقبل کے ساتھ متعلق ہیں، ماضی کے صیغوں اور ماضی کے لفظوں کے ساتھ بحسب تحقق وقوع یا حکایت حال کے ذکر کیا ہے اور بہت جگہ یہ بات سیاق وسباق سے پہچانی جاتی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بھی یوم یجمع اللّٰه الرّسل فیقول ما ذا اجبتم سے پڑھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا قصہ ہے۔ پس یہ دلیل امروہی صاحب کی ان کو مفید نہ ہوئی اور ان کی تقریب نا تمام رہ گئی۔

اور نا تمامی دلیل ثانی کا بیان سنو:

ہم کہتے ہیں کہ توفّیتنی کے معنی استوفیتنی کے ہیں (یعنی شق ثانی کو اختیار کیا) اور توفی کے معنی استیفاء کے پہلے ہم لغت سے ثابت کر چکے ہیں۔ اور یہ جو کہا کہ نزول کے بعد جب وفات ہوئی وہ زمانہ داخل نہ ہوا، تو واضح رہے کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے کچھ ان کی سوانح عمری اور ان کی سرگذشت کا سوال نہیں بلکہ سوال تو اس قدر ہے کہ تم نے کیا لوگوں کو اپنی اور اپنی

ماں کی عبادت کے واسطے کہا تھا؟ یہ سوال کفار، جو حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں کو پوجتے ہیں، کے رسوا کرنے کے لئے ہوگا، تو حضرت عیسیٰؑ اس کا جواب کئی طور پر دیں گے:۔

اول یہ کہ میں تیری پاکی بولنے والا ہوں کہ تو سب عیبوں سے پاک ہے جو ایسا ہو اس کا کوئی شریک کیونکر ہوسکتا ہے۔ پھر بھلا میں ایسی نالائق بات کیسے ان کو تعلیم کرتا۔

دوسرے یہ کہ اے باری تعالی! آپ تو علام الغیوب ہیں۔ اگر میں ان کو ایسی بات کا حکم کرتا، تو آپ ضرور اس سے واقف ہوتے۔

تیسرے تصریح ہے کہ میں نے تو وہی کہا تھا جو کہنے کا آپ نے حکم فرمایا تھا کہ اے لوگو اس کو پوجو، جو ہم سب کا پروردگار ہے۔

چوتھے یہ کہ جب تک میں ان میں موجود تھا تو ان کی خبر رکھتا تھا اور جب آپ نے مجھ کو لے لیا تو آپ ہی ان کے نگہبان رہے۔ غرض یہ کہ میری موجودگی میں تو آپ کے سوا اور کسی کی، میری یا میری ماں کی، پرستش نہ کرنے پائے۔ میری عدم موجودگی میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ آپ ہی جانیں، میں اس کو کیا جانوں۔ میرے پیچھے انہوں نے جو چاہا سو کیا اگر میری مرضی اور کہنے سے ہوتا تو میرے سامنے بھی کیا جاتا۔

چنانچہ جب اول حضرت عیسیٰؑ زمین پر موجود تھے، تب بھی ان کی پرستش کوئی نہ کرتا تھا یہ تو سب پیچھے شروع ہوا۔ پھر جب نزول فرماویں گے تب بھی سوا رب العالمین کے غیر کی عبادت نہ رہے گی۔ چنانچہ تفصیل اس کی احادیث میں موجود ہے پس جواب حضرت عیسیٰؑ کا بہت ٹھیک اور خوب کامل رہا۔ پس دلیل ثانی بھی صاحب رسالہ (اعلام الناس) کی فاسد ہوگئی۔

دوسرے یہ کہ معظم زمانہ کا ذکر جس میں کفار عباد مسیح و مریم تھے، ذکر کر دیں گے کیونکہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مقصود انہیں کا سنانا ہے اور اس قلیل زمانہ کا ذکر چونکہ مفید مقصود نہیں، چھوڑ دیں گے۔ فلا محذور

تیسرے ہوسکتا ہے کہ وہ اس زمانہ کا بھی ذکر کر دیں، اللہ تعالی نے اس کا ذکر اس جگہ مصلحت سے چھوڑ دیا ہو۔ بہر صورت جواب حضرت عیسیٰؑ کا ناقص نہ ہوا۔

پس دوسری دلیل بھی امروہی کی باطل ہوگئی اور اس آیت کے قصہ قیامت ہونے میں کوئی مانع نہ رہا، بلکہ مخالف اسکے قصہ قیامت ہونے پر سیاق وسباق کو قرینہ قائم کرسکتا ہے۔

دوسری وجہ یہ بیان کرسکتا ہے کہ اللہ علیم وخبیر کو تو سب چیز کی خبر ہے، اس کو پوچھنے کی کیا

ضرورت ہے؟ یہ پوچھنا تو دوسروں ہی کے سنانے کے واسطے ہے۔ وہ کفار ہیں جنہوں نے عیسیٰؑ اور مریم کو خدا بنا رکھا، تو ان کے رسوا کرنے کیلئے پوچھا جاوے گا کہ ان کا معبود جن کی تابعداری کا دم بھرتے تھے وہی ان سے منکر ہو جاویں، تو یہ قیامت ہی کے روز ہوگا جب اولین و آخرین سب جمع ہونگے چنانچہ مؤیداسکی وہ حدیث ہے جسے ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور ابن عسا کر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے:

عن ابی موسی قال قال رسول اللّه ﷺ اذا کان یوم القیامة یدعی بالانبیاء و اممها ثمّ یدعی لعیسی فیذکره نعمته علیه ....(الی) ثمّ یقول أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الهین من دون اللّه فینکر ان یّکون قال ذلک فیوتی بالنّصاری فیسئلون فیقولون نعم هو امرنا بذلک فیطول شعر عیسی حتّی یأ خذ کل ملک من الملا ئکة بشعرة من شعر رأسه و جسده فیحاثیهم یکن یدی اللّه مقدارا کف عام حتّی یو قع علیهم الحجة۔

اور قتادہ وغیرہ سے بھی اس آیت میں قیامت کے دن کا قصہ ہونا منقول ہے پس اس آیت سے ممات مسیح پر استدلال کرنا بالکل باطل ہوگیا۔ و اللّه اعلم و علمه اتمّ ۔

حیات مسیح از دلیلِ وفات بنا بر فہم مرزا

} قولہ: اگر کوئی کہے کہ پھر اس آیت کے کیا معنی ہوں گے کہ ان من اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته ... الخ، تو جواب اس کا یہ ہے کہ ضمیر قبل موته میں راجع طرف کتابی کے ہے۔ الخ۔

اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ہے الّا لیؤمننّ به قبل موتهم بضمّ النّون .. الخ۔ پس تفسیر آیت ایسی چاہیے جو موافق ہو قرأت دوسری کے، نہ ایسی تفسیر جو مخالف.....الخ

} اقول: آپ کے پیر جی (مرزا قادیانی) توضیح مرام کے صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونے کا بتصریح کہیں ذکر نہیں لیکن ان کی وفات پا جانے کا تین

جگہ ذکر ہے۔ اس کے حاشیہ میں تین آیتوں میں سے ایک یہ آیت بھی لکھی ہے و ان من اھل الکتاب .. الخ۔ انتہی۔

اور ازالہ اوہام میں اسی آیت کے ذکر میں لکھتے ہیں:

غرض قرآن شریف میں تین جگہ مسیح کا فوت ہو جانا بیان کیا گیا ہے۔ انتہی

اور ازالہ کے صفحہ ۶۰۳ میں لکھتے ہیں: چوتھی آیت جو مسیح موعود کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته

تو دیکھو آپ کے پیر جی نے ارجاع ضمیر موته کو عیسیٰؑ کی طرف ثابت رکھ کر لفظ میں نسبت موت کی ان کی طرف دیکھ کر اس سے موت مسیح ثابت کر لی۔ جب انہوں نے ممات مسیح کی اس آیت سے ثابت کی اور اس آیت کو ممات مسیح پر دال بتایا تو اس وقت قرأت قبل موتهم کیوں پس پشت ڈالی گئی۔ اور اس وقت یہ قاعدہ کہ تفسیر آیت ایسی ہونی چاہیے جو موافق ہو قرأت دوسری کے، نہ ایسی جو مخالف ہو، کدھر گیا تھا؟۔

واذا دعوا الی اللّٰه و رسوله اذا فریق مّنهم معرضون و ان یکن لهم الحق یاتوا الیه مذعنین افی قلوبهم مرض ام ارتابوا .. الآیة

ہم کہتے ہیں جس وجہ سے مرزا نے موته کی ضمیر کو عیسیٰ کے واسطے خاص رکھا ہے پھر اس سے ممات مسیح نکالی ہے اسی وجہ سے موته کی ضمیر کو ہم بھی عیسیٰؑ کے واسطے خاص رکھ کر قطعی طور پر اس آیت سے حیات مسیح ثابت کرتے ہیں۔

بیان اس کا یہ ہے کہ اس صورت میں معنی آیت کے، کہ جن پر آیت صریح الدلالۃ بیّن المراد ہے، یہ ہوں گے کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔ اور یہ بات قطعی ہے کہ اب تک تمام اہل کتاب ایمان نہیں لائے۔ پس قطعی طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ اب تک نہیں مرے۔ اور ہماری طرف سے قرأت قبل موتهم و امثالها کا وہی جواب ہے جو مرزا قادیانی کی طرف سے ان کے اثبات مطلوب میں اس کا جواب ہے، مگر فرق اس قدر ہے کہ اثبات وفات اس آیت سے بناء بر نافہمی صریح یا تحریف قبیح کے ہے اور اثبات حیات دلالت اصلیہ اور محاورہ عربیہ پر۔ پس بنا بر مقدمہ مسلّمہ مرزا صاحب کے کہ ان کی دلیل کا جزء ہے، یہ آیت قطعی الدلالت ہے حیات مسیح پر و هذا هو المطلوب۔

مسیح اور مرزا میں مماثلت کا فقدان

{ قولہ (امروہی کا کلام): اب میں اس آخر حصہ اول (اعلام الناس) کو مزین کرتا ہوں ساتھ بعض صفات اس مسیح الزمان کے جو حدیثوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ حلیہ تو اس کا صحیح بخاری میں یہ لکھا ہے کہ وہ گندم گوں ہے اور اس کے بال گھونگر والے نہیں اور کانوں تک لٹکتے ہیں۔

{ اقول (شاہجہانپوری کا کلام): میں پوچھتا ہوں کہ یہ صفات جو آپ نے بیان کئے۔ آیا ہر ایک ان میں کا مسیح موعود ہونے کو بالاستقلال ثابت کرتا ہے یا دوسرے اوصاف کے انضمام کی بھی ضرورت ہے۔ شق اول تو باطل ہے، والاّ لازم آئے گا کہ ہر وقت میں ہزاروں مسیح موعود ہوں مثلاً گندم گوں، غیر گھونگر والے بال کانوں تک لٹکتے، اس وقت ہزاروں کے نکلیں گے۔ کیا یہ سب مسیح موعود ہو جائیں گے؟ درصورت شق ثانی، کل اوصاف کے جو قرآن و حدیث میں بتائے گئے ہیں انضمام کی ضرورت ہے یا بعض کی۔ شق ثانی باطل ہے بوجہ مسطور وغیرہ من الوجوہ کما لا یخفی۔

پس متعین ہوا کہ تمام اوصاف کے انضمام کی اور سب کے مصداق بنانے کی ضرورت ہے، تو جب تک کہ سب اوصاف کا مصداق نہ بناویں ہرگز مطلب ثابت نہیں ہوسکتا۔ تو میں کہتا ہوں کہ مرزا کو ان سب اوصاف کا، جو مخبر صادق نے بتائے ہیں، مصداق بنانا ہرگز ممکن نہیں کیونکہ ان اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسیح موعود کے نزول سے پہلے دجال خروج کر کے روئے زمین پر فساد پھیلائے گا، اور یہ یہاں اب ممکن نہیں۔ اور ایسے ہی بہت سی علامات اور صفات ہم احادیث صحیحہ سے مفصلاً بیان کر چکے ہیں کہ ان کا مصداق بنانا مرزا کو ہرگز ممکن نہیں۔ پس یہ صفات کہ امروہی صاحب نے بیان کئے ہرگز مفید مطلب اور فائدہ بخش مدعا نہ ہوں گے لہذا مجھ کو ہر ایک کے علحدہ علیحدہ جواب لکھنے کی حاجت نہ تھی مگر ایضاحاً للحقّ و اتماماً للحجّة ہر ایک کا جواب لکھتا ہوں۔

{ قولہ: نسب اس کا صحیح مسلم وغیرہ میں لکھا ہے:

لو کان العلم معلّقاً با لثّریا لنا لہ رجل من ابناء الفارس

{ اقول: یہ صفت اگر مسیح موعود ہونے کے لئے لکھی ہے، تو یہ بات ہرگز مسیح موعود کے

صفات سے نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ فارس کے صفات سے ہے اور مسیح ؑ فارس سے نہیں۔ پھر اس سے اور مدعا سے کیا نسبت؟ اور اگر کسی دوسری غرض سے لکھی ہے تو اس سے ہم کو اس جگہ غرض نہیں مگر اس جگہ لکھنا بے موقع ہونے سے خالی نہیں۔

} قولہ: ایک مرد مسلمان ہوگا ..الخ۔ اور مسلمانوں میں پیدا ہوگا۔

} اقول: یہ بات ہرگز مسیح موعود کی صفات سے نہیں بھلا یہ کون سی آیت یا حدیث سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود مسلمانوں میں پیدا ہوں گے۔ ایسی باتیں کرنا صریح افتراء ہے اللہ اور اس کے رسول پر و من اظلم ممن افتری علی اللّٰہ...

انعامی چیلنج

مولانا عبداللہ شاہجہانپوری لکھتے ہیں:

مخفی نہ رہے کہ صاحب رسالہ اعلام الناس (محمد احسن امروہی) نے حصہ ثانی کے صفحہ ۹۲ میں اپنی حکمت عملی سے اس بات کا اشتہار دیا کہ جو کوئی صعود و نزول عیسی بن مریم کو بوجود عنصری کسی صحیح مرفوع متصل صریح الدلالۃ حدیث سے نصاً ثابت کر دے تو میں فی حدیث اس کو بیس روپیہ حق المحنت دونگا۔ تو ناظرین پر واضح رہے کہ اس عاجز نے کس خوبی کے ساتھ آیات متعددہ اور احادیث کثیرہ متواترہ سے صعود اور نزول حضرت عیسی بن مریم کو بوجود عنصری ثابت کر دکھایا۔ پس مؤلف اعلام الناس کا صدق اور حق پسندی اور طلب راہ حق سے اسی سے ظاہر ہوسکتا ہے۔

اب میں بذریعہ اشتہار مؤلف اعلام الناس اور ان کے پیرو اور ان کے تمام ہم خیالوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ جو کوئی ان میں کا کسی آیت یا حدیث صحیح مرفوع صریح الدلالۃ سے نصاً اس بات کو ثابت کر دیں کہ مسیح موعود مسلمانوں میں پیدا ہوں گے اور مسیح موعود وہی مسیح ابن مریم نہیں، تو میں اس کو چالیس روپے حق المحنت دونگا اور میرا یہ اقرار بہت سچا اور صحیح سمجھا جاوے۔ والسلام۔ فقط

قتل خنزیر

{ قولہ: اگر کوئی کہے کہ قتل خنزیر اور کسر صلیب کے جو تم نے یہ معنی کئے تو یہ خلاف ظاہر ہیں، تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ معنی صرف ہم نے ہی نہیں کیئے، شروح بخاری کو دیکھو..الخ

{ اقول ۔شروح بخاری کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس قول نبوی کے معنی یہ ہیں کہ نصرانیت کو باطل کریں گے اور کسر صلیب اور قتل خنزیر استعارہ کے طور پر بولا گیا ہے ۔ایسی نص کو بلاوجہ ظاہر سے پھیرنا تو انہیں کا کام ہے جن کو نہ اللہ کا ڈر ہے، نہ لوگوں کی شرم ۔ بلکہ شروح بخاری کی غرض یہ ہے کہ اس قتل خنزیر اور کسر صلیب سے مقصود ابطال نصرانیت ہوگی اور وہ یہ کر کے نصرانیت کو مٹا دیں گے ۔دیکھو فتح الباری میں ہے: فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر ای یبطل دین النّصرا نیة بان یکسر الصّلیب حقیقتاً ...الخ۔

پس اس سے اور آپ کے مسیح سے کیا نسبت ہے۔

{ قولہ : بھلا کوئی بتلا وے تو کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت خاتم النبیین ﷺ تک کسی نبی نے یہ پیشہ اختیار کیا کہ خنزیروں کا شکار کھیلتا پھرے ۔ جب یہ بات عادتاً انبیاء کے خلاف ہے تو پھر حضرت عیسیٰؑ کیونکر خنزیروں کا شکار کریں گے ۔ الخ

{ اقول: یہ کہنا کہ یہ بات عادتاً تمام انبیاء کے خلاف ہے جب صحیح ہو کہ یہ بات ثابت کر دو کہ کسی نبی نے اس کو نہیں کیا، اور یہ بات ثابت نہیں ۔ غایۃ مافی الباب یہ کہا جاوے کہ کسی نبی سے اس کا کرنا منقول نہیں، تو عدم نقل سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں کیا نہ ہو۔ پس جب یہ بات (کہ یہ عادتاً تمام انبیاء کے خلاف ہے) صحیح اور ثابت نہیں تو جو اس پر تفریع ہوگی (کہ پھر عیسیٰؑ کیونکر کریں گے) وہ بھی صحیح اور ثابت نہیں ۔ و ھو المطلو ب

دوسرے میں کہتا ہوں کہ مقدم اور تالی میں ملازمت نہیں، کیونکہ آدم سے لے کر کسی نبی کے نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پھر کوئی نبی اس کو نہ کر سکے، دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہے لکلٍ جعلنا منکم شرعةً و منھاجاً ۔(یعنی ہم نے ہر ایک نبی کیلئے ایک دستور اور راہ بنائی) ۔ اور ظاہر ہے کہ بعض نبی بعض صفت و حکم میں مخصوص ہوئے کہ دوسرے کے واسطے وہ حکم و صفت نہ ہوئی ۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ غنیمت خاص ہمارے (خاتم النبیین ﷺ کے)

وقت میں حلال ہوئی کہ پہلے کسی کے واسطے حلال نہ تھی ۔ ایسے ہی آپ ﷺ ہی کی خاص شریعت میں تمام زمین جائے نماز ہوگئی کہ جہاں چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں ۔ اور زمین پر تیمّم مشروع ہوا کہ پہلے کسی کے واسطے یہ بات نہیں ہوئی تھی ۔ اور جناب خاتم النبیین ﷺ کے واسطے یہ بھی بات خاص ہوئی کہ آپ تمام لوگوں کی طرف رسول کر کے بھیجے گئے اور پہلے نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے ۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی باتیں کہ احادیث کے مطالعہ سے ظاہر ہوتی ہیں ۔ تو اگر آدم سے لے کر کسی نبی نے قتل خنزیر نہ کیا اور حضرت عیسیٰؑ کریں گے تو کونسا محذور لازم آتا ہے؟

تیسرے امروہی صاحب کا مقدمہ مسلّمہ ہے کہ مسیح موعود ایک حاکم ہوں گے ۔ احکام شریعت خاتم النبیین سے اور موافق شریعت محمدی کے عمل درآمد کریں گے ۔ تو میں کہتا ہوں کہ قتل خنزیر بھی ایک حکم ہے ، احکام شریعت خاتم النبیین سے ، کہ مقید ہے ایک وقت خاص کے ساتھ ۔ وہ وقت نزول ابن مریم کا ہے ، اور اس پر دلیل یہی حدیث یقتل الخنزیر ہے ۔ پس حضرت عیسیٰؑ کو اس پر عمل کرنا ضرور ہوگا ، چاہے کسی نبی کی عادت کے موافق ہو چاہے مخالف ، ان کو اس سے کیا کام ، ان کو تو احکام شریعت محمدی کا بجالانا ہے ۔ پس یہ کہنا کہ جب یہ بات عادۃً تمام انبیاء کے خلاف ہے تو حضرت عیسیٰؑ کیونکر کریں گے ، غیر صحیح ہے کما لا یخفی ۔

چوتھے ۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو نہ مروایا تھا ، اور عام طور پر کتے نہ مارے گئے؟ پھر خنزیروں میں کون سا استبعاد ہے ۔ مگر اصلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ سچے مسیح کے جھوٹے تابعدار ہوئے انہیں کو خنزیر محبوب ہے ، تو جن کی اصل ہی جھوٹی ہے یعنی ان کے مسیح ہی جھوٹے ہیں تو ان کو اور بھی احبّ ہوں گے ، پھر بھلا ان کے مارنے کی راہ کیوں نکالنے دیں گے ، اور ایسی سبیل کیوں تجویز ہونے دیں گے جس سے خنازیر قتل ہوں ۔ مگر وہ کچھ بھی کریں اللہ تعالی تو اپنے نبی کی پیش گوئیوں کو ضرور ہی سچا کرے گا گو منکرین کیسے ہی ہاتھ پیر چلائیں ۔

یہاں پر یہ بات بھی قابل دید و غور ہے کہ اب کہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ احادیث صحیحہ کے صریح مضامین پر کھلے کھلے طعن کرنے لگے ۔ کہتے ہیں حضرت عیسیٰؑ کیونکر خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے ۔ سبحان اللہ ! یہ کیسی دیانت ہے؟ نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا

(مرزا قادیانی قتل خنزیر کا تمسخر اڑایا کرتے تھے ، جیسا کہ مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں کہ امام دین سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ مرزا صاحب اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے کہ بقول ہمارے مخالفین کے جب مسیح آئے گا اور لوگ اس کو ملنے کیلئے اس کے گھر پر جائیں گے تو گھر والے کہیں گے کہ مسیح صاحب

باہر جنگل میں سؤر مارنے کیلئے گئے ہوئے ہیں۔ پھر وہ لوگ حیران ہوکر کہیں گے کہ یہ کیسا مسیح ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے اور باہر سؤروں کا شکار کھیلتا پھرتا ہے۔ پھر فرماتے تھے کہ ایسے شخص کی آمد سے تو سانہسیوں اور گنڈیلوں کو خوشی ہوسکتی ہے جو اس قسم کا کام کرتے ہیں، مسلمانوں کو کیسے خوشی ہوسکتی ہے۔ یہ الفاظ بیان کر کے آپ بہت ہنستے تھے یہاں تک کہ اکثر اوقات آپکی آنکھوں میں پانی آجاتا تھا۔ سیرۃ المہدی۔ص ۲۹۱۔۲۹۲۔ جلد سوم۔

اور مفتی صادق قادیانی بتاتے ہیں: ایک دفعہ قادیان میں آوارہ کتے بہت بڑھ گئے اور ان کی وجہ سے شور وغل رہتا تھا۔ پیر سراج الحق نے بہت سے کتوں کو زہر دے کر مار ڈالا۔ اس پر بعض لوگوں نے پیر صاحب کو چڑانے کے واسطے ان کا نام پیر کتے مار رکھ دیا۔ پیر صاحب حضرت مرزا کی خدمت میں شاکی ہوئے کہ لوگ مجھے کتے مار کہتے ہیں۔ حضرت صاحب نے تبسم کے ساتھ فرمایا کہ اس میں کیا حرج ہے۔ دیکھئے حدیث شریف میں میرا نام سؤر مار لکھا ہے کیونکہ مسیح کی تعریف میں آیا ہے کہ یقتل الخنزیر۔ پیر صاحب اس پر خوش ہوکر چلے گئے۔ ذکر حبیب۔ص ۱۶۲۔۱۶۳)

} قولہ: ان کے وقت میں ایسے عوائق شرعیہ پیش آویں گے کہ جہاد ظاہری کا وقت نہ ہووے گا۔

} اقول: کیا یہ محض افترائی دعوی نہیں ہے؟ بھلا یہ کون سی آیت یا حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کے وقت میں ایسے عوائق شرعیہ پیش آئیں گے ..الخ۔ کیا ایسی جھوٹی باتیں بنانے والا خاص کر امور دینیہ میں وعید لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین میں داخل نہیں؟

کثرت مال و رفع تحاسد

} قولہ: چھٹی صفت اس کی یہ کہ یہ لوگوں کو مال کی طرف بلاوے گا اور کوئی قبول نہ کرے گا، پڑھو اس حدیث کو لیدعونّ الی المال فلا یقبلہ احد۔ تم سمجھے اس کے کیا معنی ہیں؟ ایک معنی یہ بھی ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ اس مسیح وقت نے اول تو دس ہزار روپے کا اشتہار مندرجہ براہین احمدیہ تمام دنیا کے اطراف میں مشتہر کیا ..الخ

} اقول: سوائے جواب مذکورہ بالا کے میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے ہرگز یہ معنی نہیں۔ دیکھو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت میں اس طرح ہے و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد۔ یعنی مال کی اس قدر کثرت ہوگی کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا اور احمد کی روایت میں یوں وارد ہے و یعطی المال حتی لا یقبل یعنی لوگوں کو یہاں تک مال دیں گے کہ کوئی قبول

کرنے والا نہ ملے گا۔

ناظرین ذرا غور فرماویں کہ امروہی صاحب نے جو معنی لکھے، بھلا الفاظ نبویہ کے یہ معنی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ حاصل روایات کا تو یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے تو مال کی بہت کثرت ہو جاوے گی اور حضرت عیسیٰؑ لوگوں کو اس قدر مال دیں گے کہ پھر کسی کو حاجت نہ رہے گی اور کوئی قبول نہ کرے گا۔ اور یہاں بھلا اس کا تو ذکر ہی کیا خود ہی مسیح اوروں سے مانگ رہے ہیں۔ دیکھو فتح الاسلام کا صفحہ ۵۰۔ ۵۱۔

} قولہ: ساتواں وصف اس کا یہ ہے کہ شحناء اور تحاسد اور تباغض اس کے سبب سے جاتا رہے گا۔ اس صفت کا بھی شروع ہو چلا ہے جو لوگ اس مسیح وقت سے حسن ارادت رکھتے ہیں ان میں یہ صفات ذمیمہ نہیں پائے جاتے ..الخ

} اقول: علاوہ جواب سابق کے میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم کا لفظ یہ ہے:

و لتذ هبن الشحناء و التّباغض و التّحا سد ۔

اور بروایت مستدرک حاکم یہ مضمون اس طرح ادا کیا گیا ہے:

وضع الامنۃ علی اھل الارض حتی ترعی الاسود مع الابل و النّمور مع البقر و الذّ ئا ب مع الغنم و یلعب الصّبیان مع الحیا ت ۔

یعنی زمین والوں میں امن ہو جاوے گی کہ شیر اور اونٹ، اور چیتے اور بقر، اور بھیڑیے اور بکریاں ایک ساتھ چرنے لگیں گے اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔

تو واضح رہے کہ یہ عداوت اور تحاسد، تباغض کا لوگوں سے اٹھ جانا تو جب ہی ہو گا کہ سب لوگ ایک ملت ہو جاویں گے اور مال کی ایسی کثرت ہو گی کہ کوئی کسی کا محتاج نہ ہو گا، پھر کوئی کسی سے کیوں حسد و بغض و عداوت و جھگڑا کرے گا۔ لہذا تمام لوگوں میں امن ہو جاوے گی۔ پس اس سے اور جو امروہی صاحب نے رفع عداوت وغیرہ بیان کیا ہے، کیا نسبت ہے؟ اور ایسے تو قاعدہ کی بات ہے کہ جب چند لوگ کسی ایک مسلک حق یا باطل پر متفق ہوتے ہیں تو شروع شروع میں ان میں اتفاق اور محبت ہو ہی جاتی ہے، پھر قادیانی سے کیا ہوا۔

اس صفت کا وقوع جب ہی ہو گا کہ تمام لوگ ایک ملت ہو جاویں اور تحاسد اور تباغض جاتا رہے۔ واللہ اعلم

} قولہ: حضرت عالی سیدنا و مولانا ﷺ بطور پیش گوئی کے فرما چکے ہیں کہ اس امت پر

ایک زمانہ ...الخ۔

تب فارس کے اصل میں سے ایک ایمان کا...الخ۔

} اقول: حاصل کلام یہ کہ مرزا نے فتح الاسلام میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بطور پیش گوئی کے فرما چکے ہیں کہ جب میری امت سخت درجہ کی یہودیوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر لے گی تب فارس کے اصل میں سے ایک ایمان کی تعلیم دینے والا پیدا ہوگا۔

تو میں کہتا ہوں کہ کون سی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا۔ کسی روایت سے اس کا ثبوت پہنچا دیں والّا وعید من کذب علیّ متعمداً....الخ میں داخل ہوں گے۔

} قولہ: نواں نشان اس کا یہ ہے کہ کوئی مخالف اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ الخ۔

اور اس کے مقابلہ سے ہر مخالف پر موت سی آجاتی ہے صدق رسولہ الکریم فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الّا مات ..الخ

} اقول: قطع نظر جواب مسطور الصدر کے یہ غرض ہے کہ ابھی عرصہ بیس پچیس روز کا ہوا کہ دہلی کے مناظرہ میں جناب عالم المعی مولوی محمد بشیر سہسوانی کے مقابلہ سے کون بھاگتا نظر آیا۔ افسوس پہلے سے ایسے عہد و شرائط کئے تھے، تو اپنے آپ کو قید ہی کر کے تین روز ٹھہرا لیتے۔ راتوں رات بھاگنے کی کیوں رسوائی اٹھاتے۔ اب یہاں کس پر موت پڑی؟

تنبیہ ۔اب یہاں پر تو تمام مخالفین کو کافر بنا دیا اور جب مخالفین درخواست مباہلہ کرتے ہیں تو یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں سے مباہلہ کیسے کریں۔ سبحان اللہ! کیسی دیانت ہے کہ جس نے شان مسلمانی کو بھی دھبہ لگا دیا۔

واضح رہے کہ تحقیق لا یحلّ لکافر یجد ... الخ کی اوپر بیان ہو چکی ہے۔

} قولہ: دسویں حدیث ما بہ الامتیاز اصل مسیح اور اس مثیل مسیح میں یہ ہے کہ اصل مسیح نے نکاح نہیں کیا تھا، اور نہ اس کی اولاد ہوئی تھی۔ اور مثیل مسیح نکاح بھی کرے گا اور پیدا کی جاوے گی اولاد اس کے لئے۔ یہ نشان بھی اس میں موجود ہے۔

} اقول: دعوی محض باطل ہے۔ بھلا یہ کہاں ہے کہ یہ بات مسیح اور مثیل مسیح میں ما بہ الامتیاز ہے۔ اور بعض حدیثوں میں نکاح کرنے کا جو ذکر ہے، تو اس طرح پر ہے کہ اس وقت میں مسیح نکاح کریں گے چنانچہ لفظ حدیث یہ ہے انّ عیسی اذ ذاک یتزوّج اس سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ وہی مسیح اب نکاح کریں جنہوں نے پہلے نکاح نہ کیا تھا۔

امروہی صاحب نے باقی جو کچھ آخر رسالہ اعلام الناس تک لکھا اس کا جواب اوپر مفصلاً گزر چکا، اعادہ کی حاجت نہیں ۔ الحمد اللہ والمنۃ کہ اس وقت کہ اخیر ربیع الآخر ۱۳۰۹ھ ہے رسالہ اعلام الناس کے مختصر جواب سے فارغ ہو گیا۔ ناظرین اگر نظر غور اور انصاف سے ملاحظہ کرینگے تو یقیناً اس بات کو جان لیں گے کہ مرزا کے یہ دعاوی بحکم شرع محض باطل اور قرآن و حدیث کے بالکل خلاف و فاسد ہیں اور جو شخص ایسے عقائد اور مسائل کا معتقد ہوا بلا شبہ وہ چاہ ضلالت میں پڑ گیا (اسکے بعد مرزا صاحب کے بارے میں آنے والا ایک خواب درج ہے جسے حذف کر دیا گیا ہے۔بہاء)

دلائل عشرہ بر ابطال دعاوی قادیانی

مولانا عبداللہ شاہجہانپوری لکھتے ہیں کہ یہ بات کہ مرزا صاحب مسیح نہیں ہو سکتے میرے اس رسالہ سے بفضلہٖ تعالی پورے طور پر کھل گئی اور متفرق مقاموں میں اس بات کے لئے نشانات بھی بیان کر دیئے مگر اب آخر میں اس بات پر دو چار دلیلیں کہ جو اپنے مطلوب کو یقینی طور پر ثابت کرتی ہوں، بطور خلاصہ کے لکھتا ہوں تاکہ ناظرین طالبین حق کو مزید فائدہ حاصل ہو۔

{ دلیل اول: یہ کہ قبل نزول مسیح موعود کے خروج دجال کا ضروری ہے جب تک دجال انہیں حالات اور اوصاف کے ساتھ جن کو احادیث صحیحہ متواترہ نے مفصلاً بیان کر دیا ہے، خروج نہ کر لے اور اپنا فساد جہان میں نہ برپا کر لے، ہرگز مسیح موعود نہیں آسکتے ۔ چنانچہ جو احادیث میں نے ابتداء تحریر ہذا میں ذکر کی ہیں ان میں سے حدیث پنجم اور حدیث ششم اور حدیث ہشتم کو دیکھو۔ اور یہ بات قطعی ہے کہ اب تک اس صفت کے دجال نے خروج نہیں کیا، لہذا اس وقت تک کوئی مسیح موعود ہو کر نہیں آسکتا پس قطعاً یہ بات معلوم ہو گئی کہ مرزا، مسیح موعود نہیں ہو سکتے ۔ وھو المطلوب۔

{ دلیل دوم: یہ کہ جب تک رومی وابق یا اعماق میں آکر مدینہ کے اسلامی لشکر کے ساتھ نہ لڑیں، پھر تہائی ان مدینہ والوں میں کے بھاگ جائیں، اور تہائی شہید ہوں اور تہائی فتح کر لیں، پھر شیطان غنیمت تقسیم کرتے وقت ان کو مسیح دجال کے نکلنے کی خبر سنا دے، تب تک مسیح موعود نزول

نہ فرمائیں گے۔ دیکھو حدیث ہشتم کو۔اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اب تک نہیں ہوا۔پس ابھی کیسے مسیح موعود آسکتے ہیں۔ لہذا مرزا قادیانی کیونکر مسیح موعود ہو سکتے ہیں۔

} دلیل سوم: یہ کہ مسیح موعود ایسی قوم میں نزول فرماویں گے کہ جن میں حکومت و امارت مسلمان کی ہوگی اوران میں جو حاکم ہوگا وہ حضرت مسیح سے امامت کے واسطے بھی کہے گا۔ دیکھو حدیث دوم اور ہشتم کو۔اوراظہر ہے کہ یہ بات یہاں نہیں۔ پھر مرزا صاحب کیونکر مسیح موعود ہو گئے۔

} دلیل چہارم: یہ کہ مسیح موعود ایسی قوم میں نازل ہوں گے کہ جو جہاد کرتے ہوں گے۔ دیکھو حدیث ہشتم کو۔اور یہاں تو اسکا ذکر ہی کیا بلکہ غالباً خلاف مسلک ہے پھر بھلا مرزا صاحب کس طرح مسیح موعود ہو گئے۔

} دلیل پنجم۔ یہ کہ مسیح موعود کا نزول ہوگا چنانچہ تمام احادیث میں یہ بات تفصیلاً بیان کی گئی ہے اور پھر اس کی ہیئت مخصوصہ بھی جتادی کہ وہ فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے نزول فرمائیں گے۔ دیکھو حدیث سوم، چہارم، اور ہشتم کو۔اور یہاں اس سے بھلا کیا نسبت ہے؟ پھر کیونکر مسیح موعود بن بیٹھے۔

} دلیل ششم: یہ کہ مسیح موعود نبی ہوں گے۔دیکھو حدیث ششم کہ اس میں چار جگہ لفظ نبی اللہ ان پر بولا گیا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔قال اللہ تعالی:

ما کان محمّد ابا احدٍ من رّجالکم و لکن رسول اللّٰه و خاتم النّبیّین

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا نبیّ بعدی۔

پس حضرت محمد ﷺ کے بعد کا کوئی مسیح موعود نہیں ہوسکتا۔ لہذا مرزا قادیانی ہرگز مسیح موعود نہیں ہوسکتے۔ وھوالمطلوب۔

واضح رہے کہ نبی کے جو یہاں پر معنی ہیں، وہاں پر بھی ہیں۔ جو حقیقت شرعیہ ایک جگہ مراد ہے، وہی دوسری جگہ بھی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک جگہ تو اپنی غرض کے لئے ایک معنی مراد لو، اور دوسری جگہ کچھ اور۔اور صرف (یعنی پھیرنا) نص کا حقیقت سے بلا صارف الحاد و تحریف ہے۔

} دلیل ہفتم: یہ کہ مسیح موعود نزول کے بعد کفار سے مقاتلہ اور جہاد کریں گے اور دجال معہود کو ماردیں گے۔ دیکھو احادیث نمبر سوم اور پنجم اور ششم اور نہم کو۔ اور یہ بات یضع الحرب کے معنی میں بھی مفصلاً بیان ہو چکی ہے اور یہاں تو اس سے بکلی انکار ہے پھر بھلا کس طور سے مسیح موعود ہو سکتے ہیں۔

} دلیل ہشتم: یہ کہ مسیح موعود کا نام عیسی مسیح اور ان کی ماں کا نام مریم ہے، دیکھو احادیث مسطورہ بالا کو۔ اور تمام احادیث اس بارہ کی اس بات کو تصریحاً بیان کرتی ہیں۔ اور اظہر ہے کہ نہ مرزا کا نام عیسی مسیح ہے اور نہ ان کی ماں کا نام مریم ہے۔ پھر مرزا کس طرح مسیح موعود ہو سکتے ہیں؟

} دلیل نہم: یہ کہ مقدمہ مسلّمہ ہے کہ مسیح موعود ہادی حق اور متبع شریعت محمدیہ ہوں گے پس جو شخص کہ عقاید کفریہ کا رواج دینے والا، مسائل زندیقیہ کا تعلیم کرنے والا، انبیاء کی شان میں کلمات اہانت کے بولنے والا، اور معجزات (جن کو اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں اپنے انعامات اور احسانات میں شمار کیا ہے) کو سحر اور اپنے نزدیک مکروہ ٹھہرانے والا، اور قرآن وحدیث میں کھلی کھلی تحریف کرنے والا ہو (کہ موجب الحاد ہے)، کیونکر مسیح موعود ہو سکتا ہے۔ ان باتوں کا ثبوت ابتداء رسالہ میں بیان کر چکا ہوں۔

} دلیل دہم۔ یہ کہ مسیح موعود سے وہی خاص مسیح ابن مریم حقیقی نبی (جن پر انجیل نازل ہوئی جو بنی اسرائیل کی طرف نبی کر کے بھیجے گئے تھے) مراد ہیں اور یہ بات تمام احادیث سے ثابت ہوتی ہے۔ دیکھو حدیث سوم اور پنجم کو کہ جن میں جناب رسول اللہ ﷺ نے قطعی تصریح کر دی ہے کہ وہی عیسی نزول فرمائیں گے اور خود عیسیٰؑ نے محمد رسول اللہ ﷺ سے شب معراج میں تصریح کر دی ہے کہ قرب قیامت میں کہ دجال نکلے گا تو میں اتروں گا اور اس کو قتل کرونگا یہ اللہ کا مجھ سے عہد ہے۔ دیکھو اب یہاں کیسی اظہر تشریح موجود ہے کہ مسیح موعود وہی حضرت عیسیٰؑ ہیں۔ پھر ان نصوص میں مثیل مسیح ماننا صریح بے ایمانی اور کھلی بے حیائی اور پوری کتاب وسنت سے مخالفت اور اللہ و رسول سے لڑائی نہیں تو کیا ہے؟

آخر میں مولانا شاہجہانپوری لکھتے ہیں:

اے اہل اسلام ذرا غور کرو کہ اللہ نے اپنے رسول امین ﷺ کی زبان سے نزول عیسی بن مریم کو کیسی کیسی تصریح اور کس کس تشریح سے فرما دیا کہ جس سے مرزا قادیانی کی نسبت تو ذکر ہی کیا ہے، میرے نزدیک اس میں ان کا نام ہی لانا ناروا ہے۔ اے مسلمان بھائیوں میں تم کو محض بسبب ہمدردی اسلام کے نصیحت کرتا ہوں کہ اگر آپ لوگ بنظر انصاف اس تحریر کو دیکھیں گے تو آپ پر کالشّمس فی النّہار ظاہر ہو جاوے گا کہ بحکم شرع شریف مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ دعاوی محض باطل اور فاسد ہیں۔ اور ایسے عقائد و مسائل صرف شیطانی دھوکے اور وساوس ابلیسی ہیں، جو ان باتوں کا معتقد ہوا، بلاشبہ وہ کید دجالی اور جال شیطانی میں پھنس گیا۔ اے حق کے طالبو اور اپنے مولی کی مرضی چاہنے والو! ایسے عقائد و مسائل سے بچتے رہو۔

... و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین

(شفاء للناس کے مصنف مولانا عبداللہ شاہجہانپوری کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں مل سکیں۔ اسی کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ آپ، مولانا کفایت اللہ کے صاحبزادے تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ مولانا ابو یحیی محمد شاہجہان پوری کے بھائی تھے۔ مولانا ابو یحیی نے الارشاد الی سبیل الرشاد لکھی تھی جو اجتہاد و تقلید کے موضوع پر ایک شاندار کتاب ہے۔ اور مولانا کفایت اللہ کے متعلق مولانا ابو یحیی محمد نے اپنی کتاب الارشاد الی سبیل الرشاد میں لکھا ہے کہ جب وہ:

تمام فنون درسیہ سے فارغ ہو گئے اور حدیث کی تحصیل کا عزم کیا تو چونکہ جناب میاں نذیر حسینؒ صاحب اس فن میں نہ صرف کمال کے ساتھ بلکہ اپنے زمانہ میں تقریباً تفرد کے ساتھ مشہور تھے، لہذا انہی کی خدمت میں حاضری کا قصد کیا اور دہلی پہنچے۔ دہلی پہنچنے کے بعد بعض ان کے پرانے احباب اس بات پر مصر ہوئے کہ میاں صاحب سے نہ پڑھیں۔ اس لئے کہ کہیں بگڑ نہ جائیں۔ اور بعض دیگر مولویوں کے پاس جانے کی تحریص کی۔ کہے سنے سے ان (کفایت اللہ) کے ارادے میں بھی تزلزل ہوا اور وہ خود بھی میاں صاحب کے پہلے سے ہم مسلک نہ تھے۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک مقام پر جناب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔ پھر حضور پرنور کی بجائے میاں صاحب نظر آنے لگے۔ اور اب اسی جگہ پر میاں صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس خواب کے بعد انہوں نے انہیں سے استفادہ پر کمر بستہ کی اور وہیں تحصیل حدیث سے فراغت حاصل کی۔)

تائید آسمانی

مرزا غلام احمد قادیانی نے تقریباً ۵۰ صفحات کا ایک کتابچہ نشان آسمانی (یا شہادۃ الملہمین) جون ۱۸۹۲ء میں شائع کیا جس میں گلاب شاہ مجذوب اور نعمت اللہ شاہ کی پیشگوئیاں درج کر کے بتایا کہ ان سے ان کے دعوی کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔ نعمت اللہ شاہ کا زمانہ ۵۶۰ھ ہے اور جس کتاب کے ساتھ ان کی پیش گوئی شائع ہوئی وہ محرم ۱۲۶۸ھ میں شائع ہوئی اور اس کا نام اربعین فی احوال المہدیین ہے۔ مرزا صاحب نے نشان آسمانی میں اس پیش گوئی کے اشعار:

غین و رے سال چون گذشت　　از سال کاروبارے بینم
گر در آئینہ ضمیر جہان　　گرد زنگ و غبار می بینم
تا چہل سال اے برادر من　　دور آن شہسوار می بینم

درج کر کے یہ نوٹ دیا ہے:

یعنی اس روز سے جو وہ امام ملہم ہو کر اپنے تئیں ظاہر کرے گا چالیس برس تک زندگی کرے گا۔ اب واضح رہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ اسّی برس تک یا اس کے قریب تیری عمر ہے۔ سو اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوئی۔ جن میں سے دس برس کامل گذر بھی گئے۔

مرزا صاحب کا یہ کتابچہ منظر عام پر آیا تو تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن، منشی محمد جعفر تھانیسری نے اس کے جواب میں ایک رسالہ تائید آسمانی کے عنوان سے رقم فرمایا۔ ذیل میں اس رسالے کی تلخیص قارئین کی نذر کی جاتی ہے: جناب تھانیسری لکھتے ہیں:

مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو مسیح زمان اور مہدی دوراں اور مجدد الوقت قرار دے کے بیان کریم بخش اور چند اشعار مؤلفہ نعمت اللہ سے اپنے تینوں دعووں پر استدلال کر کے اس شہادت کو نشان آسمانی ٹھہرایا ہے۔ بہ نظر اظہار حق ایک مختصر جواب اس رسالہ کا میں عرض کرتا ہوں:۔

{ پہلی شہادت کریم بخش

اول۔ رنگینی عبارت اظہار گواہ مذکور اور مبالغہ اظہار صداقت اور ہر طرح سخت قسموں کی

بوچھاڑ اور وعید کی شدید بھر مار عقلاً وشرعاً اس بیان کو بے وقعت اور غیر معتبر کر رہی ہے۔

دوم۔ موافق قاعدہ شریعت اور قانون عدالت، پہلے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ گلاب شاہ فقیر، جس کی پیش گوئی کا کریم بخش مذکور راوی ہے، ایسی پیش گوئی کی لیاقت رکھتا تھا یا نہیں؟

سوم۔ چند عادل معتبر لوگوں کی شہادت سے پہلے یہ ثابت ہونا چاہیے کہ کریم بخش مذکور کو مثل دوسرے لوگوں کی دروغ گوئی سے اپنے پیر ومرشد کے دعوی کو ثابت کرانے کا چسکا تو نہیں۔

چہارم۔ ان شکوک کے رفع ہونے کے بعد شرعاً بیان واحد سے کوئی دعوی ثابت نہیں ہو سکتا جب تک دو گواہ اس کی تصدیق نہ کریں واستشهدوا شهيدين من رجالكم خود قرآن مجید میں وارد ہے۔

پنجم۔ مولوی محمد حسن لدھیانوی، جن کو اپنی راست گوئی اور اتقاء پر کریم بخش مذکور گواہ لایا ہے، اپنے کارڈ مورخہ ۲۸ جولائی ۱۸۹۲ء میں تحریر کرتے ہیں کہ میں کریم بخش کے اتقاء اور دیانت اور صداقت اور پیشگوئی کی روایت میں ان میں سے کسی بات پر شہادت نہیں دے سکتا۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ آدمی نمازی ہے۔ سال گزشتہ کے ماہ رمضان میں پیشگوئی کے الفاظ کم سنے گئے تھے جب مرزا قادیانی کا قیام لدھیانہ میں ہوا تو پھر مضمون پیش گوئی کا بڑھ گیا۔ اسکا سبب اللہ کو معلوم ہے۔

ایک طرف تو نواس بن سمعان صحابی آنحضرت ﷺ سے صحیح مسلم میں روایت کر رہا ہے کہ اللہ تعالی مسیح ابن مریم کو بھیجے گا اور وہ مینار سفید مشرقی دمشق پر اتریں گے۔ اور دوسری طرف کریم بخش جمال پوری کہہ رہا ہے کہ مسیح قادیان میں پیدا ہو کر لدھیانہ میں نزول فرمائیں گے۔ پہلی پیش گوئی کے فرمانے والے نبی معصوم ہیں اور دوسری بات کہنے والے ایک مستور الحال اور نیک فقیر ہیں۔ اب مرزا صاحب کے لائق حواری ہی ایمان سے بتلا دیں کہ دونوں متناقض روایتوں میں کون سی روایت قابل تسلیم ہے۔ اگر اس فرقہ کو شریعت محمدی اور قانون عدالت سے ذرا بھی مس ہے تو پھر ایسی لچر اور پوچ شہادت کو ایسے دعوی عظیم کے ثبوت میں پیش نہ کریں گے۔

{ دوسری شہادت از اشعار نعمت اللہ ولی

آٹھ نو برس ہوئے اربعین فی احوال المهديين، جس کے اخیر میں یہ اشعار چھپے ہوئے ہیں، خود میرا بھیجا ہوا عرصہ دراز تک مرزا صاحب کے ملاحظہ میں رہ چکا ہے اور مرزا صاحب نے جس قدر اپنی پیش گوئیوں، تولد فرزند وغیرہ، کے نوٹوں میں زیر اشعار مذکورہ اپنے رسالہ میں تحریر

کیا ہے وہ پیش گوئیاں قریب تمام کے ان اشعار کے ملاحظہ کے بعد مرزا صاحب نے تحریر فرمائی ہیں پس ایسی صورت میں فریق مخالف یہ کہنے کا استحقاق رکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے اسی دن کے واسطے عمداً ان پیشگوئیوں کو لکھ رکھا تھا کہ ان اشعار کے ساتھ وہ ان کو بیان کر کے اپنے مفید مطلب نتیجہ نکال سکیں۔

اب پہلے ہم ان اشعار کی اصلیت اور وقعت پر غور کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے ایام غدر ۱۸۵۷ء کے دیکھے ہیں ان کو یاد ہوگا کہ ایام غدر سے پہلے کسی مفسد نے ایک اور قصیدہ جس کا وزن یہ تھا: شاہ غزنے خوش عنان پیدا شود

از طرف شاہ نعمت اللہ ولی تحریر کر کے اس میں بابر بادشاہ سے لے کر کل شاہان تیموریہ کو نام بنام لکھ کر پھر ذکر حکومت انگریزی اور اس کے بعد ۱۲۶۰ھ میں زوال سلطنت انگلشیہ اور آمد شاہ غزنی قرار دی تھی۔ مگر جب ۱۲۶۰ھ خالی چلا گیا تو پھر اسی ساٹھ کے ستّر اور ستّر کے اسّی سال اس قصیدہ میں تحریف کئے گئے تھے ...اور سارے زمانے موعودہ گذر گئے مگر اب تک شاہ غزنی نہ آیا، اور نہ آوے گا۔ میرے خیال میں یہ اشعار پر بہار بھی جن سے مہدیت اور مسیحیت اور مجددیت پر استدلال کیا ہے غالباً اسی قسم کے ہوں گے کیونکہ مؤلف اشعار تک حسب قاعدہ محدثین سلسلہ روایت ثابت نہیں ہوتا اور یہ اشعار ۱۲۶۰ھ میں شائع ہوئے، اس سے آگے ان کا پتہ نہیں چلتا اور نہ اصل دیوان، جس کا حوالہ جامع اربعین دیتا ہے، ہمارے ملاحظہ سے گذری۔ اور بفرض محال اگر مؤلف اشعار تک بھی سلسلہ روایت قائم ہو جائے تو بھی اس الہام سے کوئی یقینی نتیجہ نہیں نکل سکتا کیونکہ ہماری شریعت میں الہام ایک ظنی چیز ہے اور مومن اور کافر دونوں اس سے مستفید ہوتے ہیں

شاہ نعمت اللہ ولی کے اس قصیدہ میں جو اربعین فی احوال المہدیین میں چھپا ہے کل ۵۵ اشعار ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

قدرت کردگار مے بینم　　حالت روزگار مے بینم
از نجوم ایں سخن نمے گویم　　بلکہ از کردگار مے بینم
در خراسان و مصروشام وعراق　　فتنہ و کار زار مے بینم
ہمہ را حال مے شود دیگر　　گر یکے در ہزار مے بینم
قصہ بس غریب مے شنوم　　غصہء در دیار مے بینم
غارت وقتل لشکرِ بسیار　　از یمین و یسار مے بینم

بس فرو مایگان بے حاصل　　عالم و خواند کار مے بینم
مذہب دین ضعیف می یابم　　مبدعِ افتخار مے بینم
دوستانِ عزیز ہر قومے　　گشتہ غمخوار خوار مے بینم
منصب و عزل تنگ چی عمال ہر یکے را دو بار مے بینم
ترک و تاجیک را بہم دیگر　　خصمی گیر دار مے بینم
مکر و تزویر و حیلہ در ہر جا　　از صغار و کبار مے بینم
بقعہء خیر سخت گشت خراب　　جائے جمع شرار مے بینم
اند کے امن گر بود امروز　　در حد کوہسار مے بینم
گرچہ مے بینم ایں ہمہ غم نیست　　شادیء غم گسار مے بینم
بعد امسال چند سال دگر　　عالمے چون نگار مے بینم
بادشاہ مشام دانائے　　سرورِ باوقار مے بینم
حکم امثال صورتے دگرست　　نہ چو بیدار وار مے بینم
غین و رے سال چون گزشت از سال بوالعجب کاروبار میبینم
گہ در آئینہء ضمیر جہاں　　گرد و زنگ و غبار مے بینم
ظلمتِ ظلم ظالمانِ دیار　　بے حد و بیشمار مے بینم
جنگ و آشوب فتنہ و بیداد　　درمیان و کنار مے بینم
بندہ را خواجہ وش ہمے یابم　　خواجہ را بندہ وار می بینم
ہر کہ او بار یار بود امسال　　خاطرش زیرِ بار مے بینم
سکہ نو زنند بر رخِ زر　　درہمش کم عیار مے بینم
ہر یک از حاکمان ہفت اقلیم　　دیگرے را دو چار مے بینم
ماہ را رو سیاہ مے نگرم　　مہر را دل فگار مے بینم
تا جراز دور دست و بے ہمراہ　　ماندہ در رہگذار مے بینم
حال ہند خراب مے یابم　　جورِ ترک و تتار مے بینم
بعض اشجار بوستان جہاں　　بے بہار و ثمار مے بینم
ہم دلی و قناعت و کنجے　　حالیا اختیار مے بینم

غم مخور زانکہ من دریں تشویش　خرمی و وصلِ یار مے بینم
چوں زمستاں بے چمن بگذشت　شمس خوش بہار مے بینم
دور او چوں شود تمام بکام　پسرش یادگار مے بینم
بندگانِ جناب حضرت او　سربسر تاجدار مے بینم
بادشاہ تمام ہفت اقلیم　شاہ عالی تبار مے بینم
صورت و سیرتش چو پیغمبر　علم و حلمش شعار مے بینم
ید بیضا کہ باد تابندہ　باز با ذوالفقار مے بینم
گلشن شرع را ہمے بوئیم　گل دیں را ببار مے بینم
تا چہل سال اے برادر من　دورِ آن شہسوار مے بینم
عاصیان از امام معصوم　خجل و شرمسار مے بینم
غازی دوستدار دشمن کش　ہمدم و یار غار مے بینم
زینت شرع رونق اسلام　محکم و استوار مے بینم
گنجِ کسری و نقد اسکندر　ہمہ بر روئے کار مے بینم
بعد ازاں خود امام خواہد بود　بس جہاں را مدار مے بینم
اح م و دال مے خوانم　نامِ آں نامدار مے بینم
دین و دنیا ازو شود معمور　خلق زو بختیار مے بینم
مہدی وقت وعیسیٰ ءدوراں　ہر دو را شہسوار مے بینم
ایں جہاں راچو مصر مے نگرم　عدلِ او را حصار مے بینم
ہفت باشد وزیر سلطانم　ہمہ را کامگار مے بینم
بر کفِ دست ساقی وحدت　بادہء خوش گوار مے بینم
تیغ و آہن دلان زنگ زدہ　کند و بے اعتبار مے بینم
گرگ با میش شیر با آہو　در چراگاہ قرار مے بینم
ترک عیار سست مے نگرم　خصم او در خمار مے بینم
نعمت اللہ نشست بر کنجے　از ہمہ بر کنار مے بینم

ان شعروں میں غین رے سال والے شعر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شروع

تیرھویں صدی سے.. عجیب وغریب واقعات ظاہر ہوں گے۔

چون زمستان بے چمن بگذشت ، والے شعر سے چودھویں صدی کے سر پر مرزا صاحب اپنے ظہور کا زمانہ نکالتے ہیں، یہ سراسران کی ہٹ دھرمی اور تحکم ہے اس استنباط کو صرف مرزا صاحب کے سادہ مرید قبول کر سکتے ہیں کیونکہ نہ تو حروف تہجی سے چودھویں صدی نکلتی ہے نہ معنوں اور مطلب سے یہ بات پائی جاتی ہے۔

اور جو : تا چہل سال اے برادر من ، کے نوٹ میں مرزا صاحب اپنی عمر مبارک کے تیس برس بتلا کر اپنے کو مصداق اس شعر کا ٹھہراتے ہیں ۔سو اس دعوی کی صداقت اس وقت ہو سکتی ہے کہ جب (۱۸۹۲ء کے بعد) مزید تیس برس تک مرزا صاحب اس دنیا میں زندہ رہیں..

اور جو : صورت وسیرتش چو پیغمبر، کے نوٹ میں مرزا صاحب اپنے ظاہر و باطن کو نبی کی مانند اور شان نبوت کو اپنے اندر نمایاں بتلا کر اپنے کو اس شعر کا مصداق ٹھہراتے ہیں سو اس لغو تطبیق کو صرف آپ کے سادہ لوح مرید قبول کر سکتے ہیں مگر جنہوں نے حلیہ مبارک رسول کریم ﷺ کا کتابوں میں پڑھا ہے وہ کبھی مرزا صاحب کے اس نوٹ کو تسلیم نہ کریں گے ۔مرزا صاحب کا حلیہ مبارک اور کبوتر کی گردن سیاہ رنگی ہوئی داڑھی بلکہ از سرتا پا مرزا کا لباس اور زریں کلاہ کسی طرح بھی حلیہ اور لباس نبوی سے مشابہ نہیں ہے ۔میرے خیال میں مرزا کے پاس سوائے اس کے اور کوئی جواب نہ ہوگا کہ یہاں صرف روحانی مشابہت مراد ہے نہ کہ ظاہری ۔ رہا مرزا صاحب کا علم اور حلم اور سیرت ، سو مرزا صاحب کے فلسفیانہ اور حکیمانہ اور پیچدار اور لچھے دار عبارت اور آپ کا تبحر علم فلسفہ اور منطق اور کلام اور مناظرہ وغیرہ میں اور گالیاں اور سخت کلامی جو مرزا کی اکثر تحریرات میں موجود ہے ۔اور مرزا کا وہ غصہ اور گرم مزاجی کہ جس سے ایک دم میں ایک لائق اور معزز بیٹا اور ایک محترمہ اور بے قصور بیوی کو طلاق کی نوبت پہنچ گئی اور طرح طرح کے حیلوں سے آپ کی ہر تحریر اور تصنیف میں روپئہ کی طلب اور ھل من مزید کا نقشہ اور ترکہ جمع اور جماعت اور خوش معاملگی یا وعدہ خلافی اشاعت براہین احمدیہ اور سراج منیر اور بہت سی آپ کی دوسری عملی کاروائیاں آپ کو سیرت محمدی سے کوسوں دور پھینک رہی ہیں۔

اور : اح م ودال می خوانم ، میں احمد نام ہے...اور یہ سب جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے نہ کہ احمد ۔ اور غلام آپ کے اسم کا جزو ہے جیسے عبداللہ میں عبد ہے ۔پیشینگوئی کرنے والے پر یہ کیا محال تھا کہ غلام احمد آپ کا پورا نام پیشین گوئی میں بیان کرتا۔

جو : دین ودنیا از وشود معمور ، کو مرزا صاحب اپنی طرف نسبت کر کے ترقی دین کو اپنے ذریعہ سے ہونا بیان کرتے ہیں اور اپنے مریدوں کو وعدہ اقبال اور فلاح دارین کا سناتے ہیں ، اس میں بھی سرا سر انکی ہٹ دھرمی ہے کیونکہ بظاہر حال سید احمد شہید سے دین و دنیا معمور ہوئی ہے نہ مرزا صاحب سے۔ جہاں تک کہ مجھ کو علم ہے میں بیان کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کے جذبہ مسیحی سے آج تک ایک کافر مسلمان نہیں ہوا ، گو ہزاروں روپے بقول مرزا صاحب اجرائے اشتہارات اور اشاعت کتب میں ضائع ہوئے ، اور نہ آج تک کسی بدعتی کو مرزا صاحب کے ہاتھ پرتوبہ نصیب ہوئی حتی کہ مرزا صاحب سے خود ان کے صاحب خانہ اور اولاد اور بھائیوں تک کو بھی ہدایت نہیں ہوئی ، بلکہ ان کے بعض خاص خدمت گار فرض نماز تک نہیں پڑھتے تھے۔ سید احمد شہید کے دروازہ کے ادنی فیض یافتہ اس ملک میں مولوی شیخ عبید اللہ نومسلم اور مولوی عبد اللہ غزنوی ہوئے ہیں جن کے ہاتھ سے ہزاروں خلقت کو ہدایت ہوگئی اور صدہا ہندو مسلمان ہو گئے ۔ ہزاروں خلقت نے ان کی وعظ اور تذکیر اور صحبت سے اپنے آبائی طریق شرک اور بدعت اور فسق و فجور کو چھوڑ دیا۔اور مرزا صاحب کے ہاتھ سے باوجود ایسے عظیم دعوی کے ان لوگوں کے ہزارویں حصہ بھی ہدایت نہیں ہوئی ۔ (سید عبد اللہ غزنوی کی خدمت میں تو مرزا صاحب بھی حاضر ہوتے رہے لیکن چونکہ طبیعت میں صلاحیت نہ تھی اسلئے فیض سے محروم رہے۔ مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

> بیان کیا مجھ سے (میرے بڑے بھائی) مرزا سلطان احمد نے بواسطہ مولوی رحیم بخش ایم اے کہ والد صاحب (یعنی مرزا غلام احمد)، میاں عبد اللہ غزنوی اور سمّاں والے فقیر سے ملنے کیلئے کبھی کبھی جایا کرتے تھے۔ خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کی ملاقات کا ذکر حضرت صاحب نے اپنی تحریرات میں کیا ہے۔ اور سماں والے فقیر کے متعلق شیخ یعقوب علی نے لکھا ہے کہ ان کا نام میاں شرف دین صاحب تھا اور وہ موضع سم نزد طالب پور ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ سم میں ایک پانی کا چشمہ ہے اور غالبًا اسی وجہ سے وہ سم کہلاتا ہے۔ سیرۃ المہدی ج ا۔ص ۲۱۸)

نیز مرزا بشیر احمد کہتے ہیں کہ ان کے ماموں ڈاکٹر اسماعیل نے ان سے بیان کیا :

> حال کے زمانہ کے لوگوں میں آپ (یعنی مرزا غلام احمد) مولوی عبد اللہ غزنوی کو بزرگ سمجھتے تھے۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ اور حضرت مجدد سرہندی، سید احمد بریلوی ، مولوی اسماعیل شہید کو اہل اللہ اور بزرگ سمجھتے تھے مگر سب سے زیادہ سید عبد القادر جیلانی کا ذکر فرماتے تھے۔ منقول

از سیرۃ المہدی۔ص۳۷ جلد سوم۔

اور مفتی محمد صادق قادیانی بتاتے ہیں:

فرمایا (مرزا غلام احمد نے): ایک دفعہ میں مولوی عبداللہ صاحب غزنوی ثم امرتسری سے ملنے گیا، تو ایک شخص نے، جو ان کا مرید تھا، مجھے ایک روپیہ دیا کہ میری طرف سے یہ روپیہ ان کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر دینا۔ جب میں ان سے ملا تو اس شخص کی طرف سے وہ روپیہ دے دیا۔لیکن جب دوبارہ انہیں دنوں میں، میں مولوی صاحب سے ملنے گیا تو انہوں نے خفگی سے کہا کہ تم ہم کو کھوٹا روپیہ دے گئے اور اظہار ناراضگی کا کرنے لگے۔تب میں نے جلدی سے اپنے پاس سے ایک روپیہ نکال کران کے آگے رکھ دیا۔ منقول از ذکر حبیب۔ص ۱۷۶)

مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ جذبات الٰہی سے ہدایت پاکر اور حق اور حقانیت کی طرف ترقی کر کے نفس اور نفسانی امور کو میں نے چھوڑ دیا ہے اور بکلی ظلمت نفس اور جذبات نفسانیہ سے علیحدہ ہو گیا ہوں اور میرا جسم جو تخت گاہ نفس کا تھا ادخنہ جسمانیہ سے پاک ہو کر ایک مصفا قطرہ کی طرح ہو گیا ہے اور خداوند تعالی کی نظر میں فقط ایک مجرد روح میں باقی رہ گیا ہوں...میرا حق ہو گیا ہے کہ مجھ کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا جائے اور اسی سبب سے میرا نام آسمان میں عیسی رکھا گیا ہے۔ اور خداوند تعالی کے خاص ہاتھ سے ایک روحانی پیدائش مجھ کو مل گئی ہے جو جسمانی باپ سے مجھ کو نہیں ملی تھی (دیکھو نشان آسمانی صفحہ ۸)۔اب تعجب ہے کہ ایسے ملائک صفت مجرد روح موسوم بہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ اور آسمانی عیسی سے اپنے اہل بیت تک کو بھی ہدایت نہ ہوئی اور ادخنہ جسمانیہ سے پاک ہو کر اور مجرد روح اور مصفا قطرہ باقی رہ کر پھر باکرہ خواتین کی حرص اب تک باقی ہے....اس سے خوب ثابت ہے کہ مرزا صاحب کا حال مرزا صاحب کے قال کے مطابق نہیں ہے۔ یہ عالی مضامین جو مرزا صاحب اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں ضرور تصانیف ابن عربی یا امام غزالی یا کسی دوسرے اولیاء اللہ کی کتاب سے سرقہ کر کے لکھے جاتے ہیں۔اے اندھے مریدو! میرے اس نوٹ کو غور سے پڑھ کر اس میں فکر کرو ورنہ سخت پچھتاؤ گے اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔مسیح ابن مریم ٹاٹ پہن کر جنگلوں میں رہا کرتے تھے اور ساری عمر میں نہ شادی کی اور نہ گھر بسایا، مسیح ابن مریم جنگلوں کے پھل پھول یا روکھی سوکھی کھا کر یاد خدا میں مست رہا کرتے تھے۔مثیل مسیح کے امیرانہ پوشاک زیب تن رہتی ہے اور باوجود یہ کہ گھر میں دو بیویاں موجود تھیں پھر ایک تیسری کی سخت طلب ہے جس کے نہ ملنے پر بے گناہ اور محترمہ بیوی کو طلاق اور معزز فرزند کو عاق ہونے تک نوبت پہنچی۔اور مثیل مسیح

ایک ایسے پر تکلف مکان میں رہتا ہے جیسے امراء کی شان کے لائق ہے اور بجائے پھل پھول اور روکھی پھیکی روٹی کے مثیل کی خوراک نہایت عمدہ اور لذیذ کھانے ہیں جن پر ہزار ہا روپیہ مریدوں پر خرچ ہوتا ہے۔ مسیح ابن مریم کو کسی شخص نے، اچھے استاد، کہہ دیا تھا اس پر مسیح بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ سوائے خدا کے کوئی بھی اچھا نہیں ہے۔ یہاں مثیل مسیح کی خودستائی کی یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ سوائے درجہ الوہیت کے اور کوئی درجہ خودستائی کا باقی نہیں رہا جب کوئی ظاہری نشان ہدایت اور ترقی اسلام کا اس مثیل میں پایا نہیں جاتا تو اس وقت یہ حیلہ کر دیتا ہے کہ روحی طور پر مجھ سے دین و دنیا کی ترقی ہوگی۔ یہ روحی طور کا حیلہ بھی مرزا صاحب کے واسطے ایک بڑی ٹٹی ہے۔

مرزا قادیانی ایک بڑا متبحر عالم اور سحر البیان اور روبہ بازی سے جھوٹ کو سچ کر دکھانے والا ہے۔ ان کی فلسفیانہ تحریرات اور مذہبی دام کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کو بزرگان دین سے پہلے سابقہ رہا ہو اور اس کے اندر بھی ایک شمع نورانی شناخت حق و ناحق کا موجود ہو ورنہ اس کے مکر اور جال، دجال کی خرق عادات سے کم نہیں ہیں وہ رات دن صدہا تصانیف بزرگان دین کی اپنے سامنے رکھ کر ان میں سے بڑے بڑے عالی اور عمیق بلند پرواز مضامین منتخب کر کے کوئی بطور الہام اور کوئی بطور پند نصیحت وغیرہ وغیرہ شائع کر کے اپنے مریدوں کو خوش کرتا رہتا ہے۔

پھر: بادشاہ تمام ہفت اقلیم شاہ عالی تبار کی نسبت بھی مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں اور بادشاہ ہوں مجھ کو ملک عظیم دیا جائے گا اور مجھ پر زمین کے خزانے کھولے جائیں گے اور اس بادشاہی سے مراد دنیا کی ظاہری بادشاہی نہیں بلکہ روحانی بادشاہی ہے۔ اب ہم روحانی ٹٹی سے سخت حیران ہیں احادیث نبوی اور یہ شعر آواز بلند مہدیؑ کی ظاہری سلطنت اور ہفت اقلیم کی بادشاہی بیان کر کے اس کو ایک سید عالی خاندان بتلا رہی ہیں اور یہاں ایک مغل زادہ اس بشارت کو اپنی طرف لگا کر صرف اپنے شیطانی اوہام کو ثبوت دعوی میں پیش کرتا ہے حالانکہ مغلوں کی نسبت رسول خدا ﷺ خبر دیتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم سے ترک یعنی مغل چھوٹی آنکھوں والے چپٹی ناک والے جنگ کریں گے۔ تواریخ سے پایا جاتا ہے کہ قوم مغل بکری بھیڑ پالنے والے مثل ہمارے ملک کے گڈریوں کے تھے اور چنگڑوں اور ساہنسے اور نٹوں کی طرح سرکیوں اور خیموں میں رہا کرتے تھے اور لوٹ مار ان کا پیشہ تھا۔ چنگیز خان، ہلاکو اور تیمور لنگ یہ تینوں مشہور سفاک اسی قوم سے ہوئے ہیں۔ ان مغلوں نے خلفائے عباسیہ کے وقت مسلمانوں پر بہت حملے کئے۔ لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ بے دریغ کر دیا۔ تیمور سے تھوڑا اوپر یہ قوم مشرف باسلام ہوئی اور بہ برکت

اسلام اس وقت سے ان میں تہذیب اور آدمیت داخل ہو کر شریفوں میں شمار ہونے لگی۔ پھر تعجب ہے کہ بجائے اولاد فاطمہؓ کے اور قرشی الاصل کے ایک مغل کو نبوت اور مسیحیت اور مجددیت اور مہدویت کل عہدے عطا ہو جاویں۔ اور جا بجا مرزا صاحب اپنے کو فارسی الاصل ٹھہرا کر اس حدیث ثریا والی کا ... اپنے کو مصداق ٹھہراتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو علم تواریخ اور جغرافیہ میں پورا دخل نہیں ہے۔ فارسی الاصل تو فارسی قوم ہے نہ کہ مغل۔ نقشہ ایشیاء کا ہاتھ میں اٹھا کر دیکھو، مسکن مغل جس کا صدر مقام سمرقند ہے طہران دارالسلطنت فارس سے کتنے فاصلہ پر ہے۔ تو پھر کیونکر مرزا صاحب فارسی الاصل ہوئے۔ اور

مہدی وقت وعیسی دوران   ہر دو را شاہسوار مے بینم

کی نسبت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ وہ شخص واحد مہدی ہوگا اور عیسی بھی ہوگا اور وہ میں ہوں اور سوائے میرے تیرہ سو برس سے کسی دوسرے آدمی نے عیسی ہونے کا دعوی نہیں کیا۔ اب ناظرین با انصاف غور کریں کہ مہدی وقت اور عیسی دوراں کے بیچ میں جو واؤ عطف کا واقع ہے اور مصرعہ ثانی میں لفظ، ہر دو ، کیا صاف نہیں بتلا رہے ہیں کہ وہ دو شخص ہوں گے۔ ان دونوں لفظوں کی تقدیم تاخیر صاف خبر دیتی ہے کہ مہدی پہلے آوے گا اور پھر عیسیؑ نزول فرمائیں گے۔ اور یہ دونوں بزرگ بڑے عالی رتبہ ہوں گے۔...

عملداری اسلام میں مشکل سے مرزا صاحب یہ طوفان برپا کر سکتے۔ مرزا صاحب شکر کریں کہ اس وقت ایسی آزاد اور لا مذہب گورنمنٹ کی عملداری ہے کہ اگر وہ اپنے کو خداوند تعالی یا اس سے بھی بڑا بتلاویں تو بھی گورنمنٹ ان کو کچھ نہ کہے گی۔...

ایلیا اور یوحنا کا قصہ جس کو بمقابلہ احادیث نبوی مرزا صاحب انجیل سے نقل کرتے ہیں نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، پھر بہ مقابلہ مسلمانوں کے وہ قصہ کس واسطے بار بار ذکر کیا جاتا ہے اگر انجیل سے وہ قصہ لیا جاتا ہے تو اسی انجیل میں بڑی صراحت سے یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح آسمان پر ہے اور بڑی شان وشوکت سے نزول فرما کر یہاں کی بادشاہت کرے گا۔

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ مہدی اولاد فاطمہؓ سے ہوگا اور یہ بھی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ وہ بارہ خلیفے جن میں چند خلیفے ملقب بہ مہدی ہوں گے، قوم قریش سے ہوں گے۔ اب جو مرزا صاحب مہدی ہونے کے دعویدار ہو بیٹھے تو نہ معلوم ان احادیث صحیحہ کی مرزا صاحب نے کیا تاویل یا استعارہ کیا ہے، یا اپنے کو روحی سید یا روحی قریشی قرار دیا ہے۔

اگر ناظرین بانصاف ان چالیس حدیثوں کو جو اربعین فی احوال المہدیین میں چھپی ہیں ملاحظہ فرماویں یا میرے رسالہ برکات اسلام کا باب فیوچر آف اسلام غور سے دیکھیں تو مرزا صاحب کے کل دعاوی باطل نظر آئیں گے۔ میں نے چار برس پہلے سے مرزا صاحب کے کل دعووں کی حقیقت کو اپنے رسالہ برکات اسلام میں بیان کر دیا ہے، وہاں دیکھنا چاہیے۔

اب بظاہر کوئی منصب و مرتبہ اولاد آدم کا باقی نہیں رہا جس کے دعویدار مرزا صاحب نہ ہوئے ہوں۔ نبی، مسیح، مہدی، مجدد الوقت، مرزا صاحب ہو چکے ہیں اور ان کے حواریوں نے ان چاروں منصبوں کی تصدیق کر کے مرتبہ صدیقیت حاصل کر لیا ہے۔ اب صرف درجہ الوہیت باقی ہے جس کی بنیاد مرزا صاحب نے اپنے رسالہ توضیح مرام کے صفحہ ۲۷ میں اس طرح قائم کر دی ہے کہ مسیح اور اس عاجز (یعنی مرزا) کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت یعنی ابن خدا کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں یعنی میں خدا کا بیٹا بھی ہوں ..

مجھ کو مرزا صاحب کی اور چند باتوں پر تعجب آتا ہے ایک تو یہ کہ مرزا صاحب مثل مسیح اور مثل سید احمد کے ہونے کے تو دعوی دار ہیں مگر جیسے حضرت مسیح، حضرت یحی سے اور سید احمد صاحب، مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب سے بیعت ہو کر مرید ہوئے تھے، مرزا صاحب آج تک کسی کے مرید نہیں ہوئے ... یہ مقام افسوس ہے کہ مرزا صاحب تحصیل منطق اور فلسفہ میں تو بٹالہ کے شیعوں کے شاگرد ہوئے اور اس طریق رشد و ہدایت میں آج تک بے پیر رہے۔ اس وقت بھی ہم دوستانہ طور پر مرزا صاحب کو رائے دیتے ہیں کہ سید احمد شہید سے فیض یافتہ لوگ اس وقت بھی ہندوستان میں موجود ہیں اگر اپنا دارین کا بھلا چاہیں تو ان کے سلسلہ میں بیعت ہو کر اور راہ تعلیم اور ہدایت سیکھ کر پھر خلقت کو فیض پہچاویں۔ خودستائی اور تکبر شیطان کا کام ہے اس سے باز آویں۔

(قادیانی لوگ حضرت سید احمد کو مرزا غلام احمد کا ارہاص کہتے ہیں۔ مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں:۔

> خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح حضرت مسیح ناصری سے پہلے حضرت یحی بطور ارہاص کے مبعوث کئے گئے تھی اسی طرح مجھ سے پہلے سید احمد صاحب بریلوی بطور ارہاص کے مبعوث کئے گئے کیونکہ وہ تیرھویں صدی کے مجدد تھے۔ اور حضرت صاحب فرماتے تھے کہ یہ ایک عجیب مشابہت ہے کہ جس طرح حضرت یحی قتل ہوئے اسی طرح سید احمد بریلوی بھی قتل ہوئے اور اس طرح خدا نے دونوں سلسلوں کے مسیحوں میں ایک مزید مشابہت کر دی۔ سیرۃ المہدی ص ۲۴۷ جلد سوم۔

خاکسار (بشیر احمد قادیانی) عرض کرتا ہے کہ ارہاص کے لفظی معنی بنیاد رکھنے یا کسی چیز کو مضبوط کرنے کے ہیں چونکہ اللہ تعالی سلسلہ ارہاص کے ذریعہ نور نبوت کی ابتدائی داغ بیل قائم کرتا ہے اس لئے اس سلسلہ کو یہ نام دیا گیا۔ سیرۃ المہدی۔ ص ۲۴۷۔ ۲۴۸ جلد سوم۔

حضرت یحیٰ تو حضرت عیسیٰ کے ہم عصر تھے۔ دونوں کی باہم ملاقات ہوئی اور وہ باہم دوست تھے۔ لیکن غلام احمد تو سید احمد کے ہم عصر نہیں تھے۔ اور سید احمد کو شہید کرنے والوں کی فوج میں مرزا کے اجداد ملازم تھے۔ حضرت یحیٰ کو رومیوں نے شہید کیا، اس طرح سکھ رومیوں کے قائم مقام بنتے ہیں جنہوں نے سید احمد کو شہید کیا۔ بہاء)

میں نے سید احمد شہید کے گروہ کے بہت سے بزرگوں کو دیکھا ہے اور برسوں تک ان کی صحبت میں رہنے کا مجھ کو اتفاق ہوا ہے۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر راست لکھتا ہوں کہ ان بزرگوں کے سامنے بیٹھنے سے جو دل پر اثر ہو کر اس دنیا ناپائیدار کی حقیقت کھلتی تھی وہ اس وقت تک میرے دل پر چھائی ہوئی ہے اور ان بزرگوں کی نظر ہدایت اثر اور ان کے کلام ہدایت نشان سے ہزاروں بدکاروں اور فاسقوں اور ملحدوں اور کافروں کی کایا پلٹ ہوئی تھی اس کی کیفیت اس وقت تک مجھے یاد ہے۔ جب مرزا صاحب ۱۸۸۴ء کے قریب انبالہ میں رونق افروز ہوئے تھے تو میں بارہا اسی جانچ کے واسطے ان کی مجلس میں جا کر عرصہ دراز تک ان کے سامنے یا قریب بیٹھا رہا اور یہ بھی حلف سے کہتا ہوں کہ مرزا کو ان اوصاف و کمالات سے، جو میں نے اپنے بزرگوں میں دیکھے ہیں، بالکل خالی پایا۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مرزا صاحب ایک عمدہ فلاسفر، خوش تقریر، خوش تحریر اور نہایت دور اندیش اور ڈھنگے عقل مند اور مسکین صورت اور فضول خرچ اور مسرف، خوش پوش اور نفیس خور اور بڑے متواضع اور باوجود پیری اور بے مائیگی کے باکرہ خواتین کے حریص، طرح طرح کے حیلوں سے طلب زر میں مصروف ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو فتوی تکفیر مرزا صاحب پر لکھا گیا ہے میں نے اس کو بہت غور اور تامل سے دیکھا ہے۔ وہ تکفیر مرزا صاحب پر نہیں ہے بلکہ ان مضامین کفریہ کے قائل پر ہے جو سائل نے مفتیوں کے سامنے پیش کئے ہیں۔ مفتی کا کام تحقیقات اور چھان بین کا نہیں وہ منصب قاضی کا ہے۔ مفتی کا منصب یہ ہے کہ جو سوال اسکے سامنے پیش ہو، مطابق اس سوال کے قرآن و حدیث اور فقہ سے اس کا جواب لکھ دے۔ اب اس فتوی یا کسی دوسرے فتوی پر صرف یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ سوال جو مفتی کے سامنے پیش ہوا یا جواب جو مفتی نے دیا ہے وہ مطابق سوال سائل کے

نہیں تھا۔ یا جواب منشاء قرآن وحدیث وفقہ کے برخلاف ہے۔ ان کے سوا کوئی اعتراض کسی مفتی یا فتوی پر قائم نہیں ہوسکتا۔ یہ جو مرزا صاحب اور ان کے نادان مرید مثل عورتوں کے روتے ہیں کہ جس مولوی نے مرزا صاحب پر کفر کا فتوی دیا وہ خود کافر ہوگیا۔ اور حضرت محمد ﷺ نے پیش گوئی کی ہے کہ مہدی کو علمائے مقلدین کافر کہیں گے، مرزا صاحب مہدی ہیں پس اس فتوی کفر سے وہ پیشین گوئی ثابت ہوگئی۔ ایسے اعتراض بے ہودہ اور لایعنی ہیں اور ان سے ان کی کم فہمی اور جہالت ثابت ہوتی ہے اگر حسب تشریح مذکورہ بالا اس فتوی میں کچھ نقص ہے تو اس کو نہیں پیش کرتے۔ اگر دراصل نقص ہوگا تو ایسے مفتیوں کو سخت مشکل ہوگی اور ان کو اپنا فتوی واپس لینا ہوگا۔

تیسرے مرزا صاحب کے ابتدائی حالات سے لے کر جو اس وقت تک غور سے دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب بڑے گہرے عقل مند ہیں اور تحصیل زر کے ایسے عمدہ حیلے آپ کو معلوم ہیں جو کسی بڑے عقل مند سے بھی نہ بن آئیں۔ جب مرزا صاحب کی زمین داری وغیرہ پر ان کے لواحق داخل ہوگئے اور ان کی معاش تنگ ہوگئی تو انہوں نے اول براہین احمدیہ کے لکھنے کا ارادہ ظاہر کر کے جلی قلم سے دس ہزار روپیہ انعام کا اشتہار جاری کیا اور اس سے مسلمانوں کے دلوں پر اپنی ہم دردی اور دل سوزی اور جاں نثاری ثابت کر کے براہین احمدیہ کے مضامین کی خوبی اور اس کے حجم یعنی تین چار سو جز کی تعداد بتلا کر صرف پانچ روپیہ پیشگی قیمت مقرر فرمائی اور اکثر رؤساء اور امراء ہند کے پاس اس کے نسخے بھیج کر نقدی کی مدد ان سے مانگی اور جہاں تک ممکن ہوا بذریعہ اخباروں کے تمام ہندوستان میں ولولہ ڈلوا کر معاونین اور خریداروں سے خوب روپیہ وصول کیا۔ جب دیکھا کہ کتاب مذکور کی خوب شہرت ہوگئی تو مثل انگریزی تاجروں کے بجائے پانچ روپئے کے دس روپئے اس کی قیمت مقرر کر دی اور جب اور بھی اس کی خریداری زیادہ ہوگئی تو بجائے دس روپئے کے ۲۵ روپئے اس کی قیمت بڑھا دی، بلکہ بہت لوگوں سے ایک ایک سو روپیہ فی جلد بھی وصول کیا گیا اور ہر ایک خریدار کو بھی وعدہ دیا گیا کہ تین یا چار سو جزو کی کتاب اس کو چھاپ کر دی جاوے گی اور ساری لکھی ہوئی کتاب تیار ہے۔

جب ہزار ہا روپیہ ان حیلوں اور چالوں سے وصول ہوگیا تو بعد چھاپنے چند جزو کے کل خریداروں کو سوکھا جواب دے دیا گیا۔ اور پیچھے یہ معلوم ہوا کہ سوائے ان جزوں کے جو چھپ چکی ہیں باقی کتاب اب تک لکھی ہی نہیں گئی اور جب کہ مبیعہ دنیا میں موجود نہیں تھی تو اس کی بیع قطعی فاسد اور حرام تھی اور جو روپیہ ایسی فاسد بیع سے وصول ہوا وہ مال بھی حرام تھا...سات آٹھ سال سے

بے چارے مظلوم خریدار مارے مارے پھرتے ہیں۔ نہ حسب وعدہ تین سو جزو کی کتاب ان کو چھاپ کر دی جاتی ہے اور نہ ان کا روپیہ واپس کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد چھ سات برس ہوئے مرزا نے یہ ظاہر کیا کہ ایک رسالہ موسوم بہ سراج منیر جس میں سید احمد خان نجم الہند اور لیکھ رام پنڈت اور دوسرے مرزا کے بڑے بڑے مخالفوں کی تاریخ موت اور حالات نزول آفات اور دوسرے بہت سے حادثات کی اس میں پیش گوئی کی گئی ہے، عنقریب ہفتہ عشرہ میں چھپنے والا ہے، جس سے حقیت اسلام کی پوری حجت قائم ہو جائے گی۔ سب مسلمان اس واسطے چندہ دیں۔ چنانچہ ہزار ہا روپیہ پٹیالہ انبالہ وغیرہ شہروں سے بطور چندہ وصول کر کے مرزا صاحب اپنے حظوظ نفسانی میں خرچ کر بیٹھے اور وہ رسالہ آج تک نہیں چھپا۔

انہیں دنوں میں مرزا صاحب کو معلوم ہوا کہ الہ دیا نام قوم کنچن ساکن انبالہ اپنے برے کاموں اور پیشہ سے تائب ہو کر موحد مسلمان ہو گیا ہے اور اس کے پاس چند ہزار روپے زنا کاری کی کمائی کا موجود ہے جس کو وہ بوجہ اتقاء اور پرہیزگاری کے اپنے کام میں خرچ نہیں کرتا۔ مرزا صاحب نے یہ خبر فرحت اثر سن کر فوراً کہلا بھیجا کہ وہ کل روپیہ ہمارے پاس بھیج دو، ہم اشتہارات وغیرہ میں خرچ کر دیں گے۔ مگر جب الہ دیا مذکور نے دیگر علماء دین دار سے اس کے جواز کا فتوی پوچھا تو انہوں نے منع کر دیا کہ راہ خدا میں ایسے روپیہ دینا ہرگز جائز نہیں۔ اس سبب سے مرزا صاحب کا یہ شکار خالی گیا۔ اس کے بعد اور چند رسالے مرزا صاحب نے چھاپے اور جمع حصول زر کیلئے بعضوں کی عمدہ عمدہ جلدیں بنوا کر اکثر امراء اور رؤساء ہند کے پاس بھیجیں اور عام خریداروں کے واسطے بھی اصلی خرچ سے چوگنی یا چھ گنی قیمت مقرر کر کے خوب نفع کمایا۔ پھر مرزا صاحب کو بزرگ سمجھ کر لوگ دعا کرانے کو آئے تو ان سے پیشگی محنتانہ دعا کرنے کا نقد وصول کر کے آج تک نہ انکا روپیہ واپس دیا، نہ اپنی دعا سے ان کا مطلب حاصل کرایا۔ بعوض دعا نقد لینے کی سنت بھی اسی بزرگ سے جاری ہوئی۔

میر ناصر نواب نقشہ نویس مرزا صاحب کے خسر نے (جن کا توبہ نامہ مرزا صاحب نے مشتہر کرایا تھا) بوجہ اپنی قرابت قریبہ کے مرزا صاحب کی روباہ بازیوں کو تشریح سے لکھا ہے۔ اب یہ بزرگ بمقام پٹیالہ موجود ہیں ان سے مرزا صاحب کی چالوں کو سننا چاہیے، تب اصل حقیقت معلوم ہو گی۔ میرے دوست فتح خان پورٹر بھی ایک زمانہ میں نوکری چاکری چھوڑ کر کئی برس تک مرزا صاحب کے خادم خاص اور راز دار ہو کر رہے ہیں، جب وہ مرزا صاحب کے کل حالات اور عیاری

سے پورا واقف ہوگیا تو اس نے بھی لاحول پڑھ کر مرزا صاحب کی صحبت سے کنارا کیا۔ اب جس کسی کو مرزا صاحب کی روباہ بازیوں اور چالوں کی پوری تفصیل سننی منظور ہو تو وہ فتح خان پورٹر سے جواب کوئٹہ میں مقیم ہے ملاقات کریں یا مرزا صاحب کے دوسرے عزیزوں اور قرابت داروں سے مل کر اس مسیح زمان اور مہدی دوراں اور مجدد الوقت کا پورا حال سنیں۔ صرف مرزا صاحب کی تحریرات پر دھوکہ نہ کھاویں۔ قال کو حال سے ملانا ضروری ہے ورنہ خسر الدنیا و الآخرہ ہوجائے گی۔

مرزا صاحب کی ہر تحریر اور تصنیف میں طرح طرح کے حیلوں سے روپئہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور جب کوئی مرید آپ کی تواضع کرتا ہے تو پھر ورق کے ورق اس کی تعریف اور اس کے جنتی اور صدیق اور پاک روح ہونے میں چھاپ کر اس سے دوسرے مریدوں کو ارسال زر کی ترغیب دی جاتی ہے۔ مبارک وہ شخص ہے جو مرزا صاحب کو روپئہ ارسال کر کے اپنے جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لیوے۔ کتاب چھاپ کر یا اور جائز طور سے منافع کمانا کچھ منع نہیں ہے مگر مذہبی جال بچھا کر اور خلاف واقع بیان کر کے روپئہ حاصل کرنا قطعی حرام ہے۔ میں نے محض بنظر اختصار صرف وہی واقعات بیان کئے ہیں جو رسالہ نشان آسمانی سے متعلق ہیں اگر میں مرزا کی ساری تواریخ یا سوانح در رسالہ تحریر کروں تو اس کے واسطے ایک بڑی کتاب درکار ہوگی۔ میں مرزا صاحب کی لیاقت علمی اور سحر البیانی اور مسکینی شکل کا قائل ہوں۔ میں ان کو ہند میں اول درجہ کا خوش تقریر اور خوش تحریر جانتا ہوں اور جب تک مرزا صاحب مجدد الوقت تھے، گو میں ان کی مجددی کا قائل نہ تھا مگر دوسرے قائلوں سے معترض بھی نہ تھا۔ اور جب مرزا صاحب مسیحیت کے دعویدار ہوئے تو گو میں اس دعوی کو جھوٹا جانتا تھا مگر لوگوں سے یہ کہتا تھا کہ تھوڑی انتظار کرو، اگر مرزا سچا ہے تو اس کا نشان جلی ظاہر ہو جائے گا، ورنہ مثل دوسرے کاذب دعویداروں کے جھک مار کر مر جائے گا۔ اب مرزا غالباً چند ضرورتوں کے سبب سے مہدی وقت ہونے کے دعویدار بھی ہو بیٹھے اور مولانا محمد اسماعیل شہید کی ریمارکوں پر معترض ہو کر ان لوگوں کو نہایت بے خبر اور اپنی اوقات کا ناحق ضائع کرنے والا قرار دے کے ہمارے پیرو مرشد سید احمد پر بھی اپنی فوقیت اور بزرگی ظاہر کرنی شروع کی جس کے جواب میں یہ مختصر رسالہ سفر میں چلتے ہوئے لکھ دیا ہے۔ اس رسالہ کے لکھنے کے وقت اکثر مقبول اوقات میں اپنے رب سے یہ دعا بھی کی ہے کہ اگر تیرے نزدیک یہ دعاوی اس شخص کے غلط ہوں تو میرا سینہ اس کا جواب لکھنے کے واسطے کھول دے اور میری قلم سے وہ تحریر کرا جس میں تیری مرضی ہو اس دعا کی قبولیت کے آثار مجھ پر ظاہر ہو کر میرا سینہ ایسا کھل گیا تھا جس سے بلا تامل فوراً یہ رسالہ میری قلم

سے تحریر ہو گیا۔ اب میں اپنے رب کریم اور رحیم سے دعا کرتا ہوں کہ جیسے اس نے اپنے فضل عمیم سے یہ مضامین میرے سینہ پر وارد کر کے لکھوائے ہیں ویسے اس کے پڑھنے اور سننے والوں کو اس سے ہدایت کر کے راہ راست پر ان کو قائم کر دے اور اس فتنہ سے نجات دے۔ آمین۔... ناظرین سے میری یہ عرض ہے مجھ گنہگار کے حق میں دعا کریں کہ اللہ رب العزت بدولت اس سعی کے میرے گناہ معاف فرما کر جیسے مجھ کو قید فرنگ سے نجات بخشی ویسے ہی اس دنیائے غدار سے باایمان اٹھا کر زیر لواء احمدی روز قیامت میرا حشر کرے۔ آمین یارب العالمین۔

محمد جعفر تھانیسری۔ ۲۳ جولائی ۱۸۹۲ء از بمقام ریاست ارنولی

☆ منشی محمد جعفر تھانیسری مرحوم نے ۱۸۹۲ء میں کہا تھا کہ غین رے والے شعر اور اس قصیدہ سے مرزا صاحب کو فائدہ تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب وہ مزید ۳۰ سال زندہ رہیں۔ ۱۸۹۲ء میں بقول مرزا صاحب انہیں دعوت حق کیلئے مامور ہوئے دس برس ہو چکے تھے اور اس پیشگوئی کے مطابق انہوں نے دعوی کے بعد ۴۰ سال زندہ رہ کر ۱۹۲۲ء تک دعوت دینا تھی۔

اور مفتی صادق قادیانی بتاتے ہیں کہ فرمایا (مرزا نے): میں تو بڑی آرزو رکھتا ہوں اور دعائیں کرتا ہوں کہ میرے دوستوں کی عمریں لمبی ہوں تا کہ اس حدیث کی خبر پوری ہو جائے جس میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں چالیس برس تک موت دنیا سے اٹھ جائے گی۔

فرمایا: اس کا مطلب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تمام جانداروں سے اس عرصہ میں موت کا پیالہ ٹل جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں جو نافع الناس اور کام کے آدمی ہوں گے اللہ تعالی ان کی زندگی میں برکت دے گا۔ منقول از ذکر حبیب۔ ص ۱۶۳۔

اور مرزا قادیانی ۱۹۲۲ء تک زندہ رہنے کی بجائے ۱۴ سال قبل ۱۹۰۸ء میں چل بسے۔ جس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ نافع الناس نہیں بلکہ لوگوں کیلئے مضر تھے۔ جبھی تو ان کی پیش گوئی والی عمر (۱۹۲۲ء تک) میں ۴۰ سال کا اضافہ ہو کر ان کی وفات ۱۹۶۲ء میں نہیں ہوئی بلکہ الٹا کمی ہو کر ۱۹۰۸ء میں ہو گئی۔

قادیانی کے آسمانی فیصلہ پر تبصرہ

مولانا محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ (صفحہ ۲ تا ۱۰۸) میں لکھتے ہیں:۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے مباحثہ لدھیانہ (جولائی ۱۸۹۱ء) میں فاش شکست پائی تو پہلے اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس مضمون کا دعوی کیا کہ میں پھر بمقام لاہور مباحثہ کرنا چاہتا ہوں جس کا جواب اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس کو یہ دیا گیا کہ ہم آپ کے مناظرہ کیلئے ہر وقت حاضر و مستعد ہیں، لاہور میں کریں، خواہ پشاور میں۔ اور اگر خاص مسکن و مولد قادیان میں ہو تو نہایت مناسب ہے تا کہ مقولہ صادقہ، دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید، پر بھی عمل ہو جائے۔.. اس جواب سے اس کے دانت کھٹے ہوئے تو پھر آپ دہلی پہنچے۔ اور وہاں جا کر ایک شیخ وقت اور مستند العصر حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین محدث کے مقابلے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس میں آپ یہ سوچ بیٹھے کہ شیخ وقت تو اپنی بزرگی اور ہماری نااہلی کی نظر سے مجھے مخاطب نہ بنائیں گے، اور ابو سعید محمد حسین اتنی دور نہ آئیں گے کیونکہ دہلی دور است مثل مشہور ہے۔ چلو اس میں کام ہوا۔ ہینگ لگی نہ پھٹکری اور میدان ہاتھ میں آیا۔ مگر بد قسمتی سے ایک نابینا کے کہنے سے اس اشتہار میں، جس میں حضرت شیخ وقت سے مباحثہ کا دعوی کیا تھا، مولوی عبدالحق مؤلف تفسیر حقانی، جو شیخ وقت کے تلامذہ سے ہیں، کا نام بھی درج کر دیا۔ لہذا پہلے تو مولوی صاحب ہی ان کی خدمت گذاری کو حاضر و مستعد ہو گئے۔ پھر خادم قوم دہلی پہنچا، اور اپنے شیخ و شیخ الکل کی طرف سے مباحثہ کے لئے مستعد ہو گیا۔ خاکسار کے دہلی پہنچنے سے پہلے تو قادیانی صاحب مولوی صاحب موصوف سے مباحثہ کرنے کو بظاہر مستعد تھے اور اس کو شروط ناجائز کی آڑ کھڑی کر کے (۱۔ ڈپٹی کمشنر کی خاص اجازت میرے نام سے آوے، ۲۔ جلسہ میں یورپین افسر موجود ہو۔ ۳۔ گفتگو یوں ہو کہ فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے لوگوں کو سنائیں، یہ نہ ہو کہ سوال و جواب زبانی ہوں اور دو منشی ان کو لکھتے جائیں) ٹلا رہے تھے۔ مگر جب یہ خادم دہلی پہنچا تو آپ مولوی عبدالحق کے مکان پر بنفس نفیس حاضر ہو کر مظہر و ملتمس ہوئے کہ میں آپ سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ مجھے حافظ احمد نابینا نے دھوکہ دیا کہ آپکا نام بھی اشتہار میں شامل کر دیا۔ میں تو غیر مقلدین سے بحث کرنا چاہتا ہوں۔ آپ تو ہمارے بھائی ہیں اور ایسے اور ایسے ہیں۔

مولوی صاحب نے یہ سمجھا کہ گرانے سے بھگانا اچھا ہوتا ہے، اور آپ کو یہ جواب دیا کہ تم بذریعہ اشتہار اس مباحثہ سے انکار کرو گے تو ہم بھی دست بردار ہو جائیں گے۔ اس پر مرزا قادیانی نے ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار جاری کیا اور مولوی عبدالحق سے گفتگو کرنے سے انکار کیا اور صرف حضرت شیخ الکل سے مباحثہ کا دعوی قائم رکھا۔ مگر بدقسمتی سے ان کے ساتھ اس خاکسار کا نام بھی شامل کر دیا، جس کی وجہ ہماری ہی ایک حکمت عملی اور تدبیر عقلی تھی جو آپ کے ایک سادہ لوح حواری کے ذریعہ سے عمل میں آئی تھی۔ اس اشتہار میں آپ نے یہ مضمون لکھا:

اس عاجز کے اشتہار ۲۔ اکتوبر میں حضرت مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب کا نام بھی درج کیا تھا، مگر عندالملاقات اور باہم گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب ایک گوشہ گزین آدمی ہیں، اور ایسے جلسوں سے جن میں عوام کے نفاق و شقاق کا اندیشہ ہو طبعًا کارہ ہیں، اور اپنے کام تفسیر قرآن میں مشغول ہیں، اور شرائط اشتہار کے پورا کرنے سے مجبور ہیں کیونکہ گوشہ گزیں ہیں حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتے اور بباعث درویشانہ صفت کے ایسی ملاقاتوں سے کراہت بھی رکھتے ہیں۔ لیکن مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی صاحب جو اب دہلی میں موجود ہیں، ان کاموں کا اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں۔ لہذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہیں تو میرے ساتھ بپابندی شرائط بحث کر لیں۔؛

مگر مرزا قادیانی کا یہ حیلہ کارگر نہ ہوا۔ ادھر مولوی عبدالحق صاحب نے ان کے عذر اور وجہ انکار کو جھوٹا سمجھا اور ۹۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مطبع یوسفی دہلی میں اس عذر کا جواب مشتہر کیا کہ:

گو مولوی عبدالحق صاحب حکام سے نہیں ملتے، مگر بالائی انتظام کرنے کیلئے اوپر کے لوگ موجود ہیں۔ قادیانی صاحب۔ ۱۱۔ اکتوبر کو ٹاؤن ہال میں آئیں۔ اور ان سے مباحثہ کر لیں، ورنہ جھوٹے سمجھے جائیں گے۔

اور ادھر خاکسار نے قادیانی کے اقرار مباحثہ کے جواب میں اشتہار ۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء مشتہر کیا اور اس میں یہ درج کیا:

آپ نے خاکسار اور ہمارے شیخ و شیخ الکل دونوں کو مقابل و مباحث بنانا چاہا ہے۔ اور یہ بات ظاہر و مسلّم کل ہے کہ آخر گفتگو کے وقت ایک ہی شخص بولے گا، نہ یہ کہ دونوں مل کر آپ سے

کلام کریں گے ۔ لہذا یہ قرار پایا ہے کہ پہلے خاکسار آپ سے گفتگو کرے۔ پس اگر آپ کو ساکت اور لا جواب کر دے تو حضرت شیخنا کو کسی تکلیف کی ضرورت نہ رہے ۔ اور اگر خاکسار آپ کے جواب سے ساکت ہو جاوے، تو پھر شیخ الکل سے آپ کے استفادہ کی نوبت پہونچے اور یہی امر بحکم عقل مناسب ہے ۔ شاگردوں کے ہوتے ایک شیخ اور امام وقت کو زیبا نہیں ہے کہ وہ آپ جیسوں کو اپنا مخاطب و مناظر بناویں ۔

اس اشتہار کے آخر میں یہ بھی لکھ دیا کہ

اگر آپ اپنی ہی شرطیں بلا کم و بیش منظور کرانا چاہتے ہیں، تو ہم اس امر کیلئے بھی حاضر ہیں۔ لیجئے بتاریخ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بوقت ۹ بجے دن کے چاندنی محل تشریف لاویں ۔ اور خاکسار سے گفتگو کرلیں ۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں اور آپ کی سبھی شرطیں منظور ہیں ۔

یہ اشتہار چھاپ کر متعدد وسائل سے مرزا قادیانی کے پاس بھیجا گیا اور قادیانی نے اس اشتہار کے مضمون سے کوئی عذر و انکار نہ کیا تو اس سے اس کی رضا و تسلیم سمجھ کر چاندنی محل میں فرش وغیرہ کا انتظام کرایا گیا ، اور بنظر احتیاط ایک خط بھی خاکسار اور مولوی عبدالحق صاحب کی طرف سے ان کے نام بھیجا گیا ، جس کا یہ مضمون تھا :

کل کے اشتہار میں مولوی عبدالحق صاحب نے ٹاؤن ہال میں مباحثہ کے لئے آپ کو بلایا تھا۔ آج باتفاق چاندنی محل قرار پایا ہے ۔ آپ وقت مقررہ پر ضرور تشریف لاویں کیونکہ فرش وغیرہ پر بہت سا روپیہ صرف ہو چکا ہے ۔

اس خط کے بعد قادیانی نے اشتہار ۶ ۔ اکتوبر کے عہد و قرار کو توڑ دیا اور خاکسار کے ساتھ مباحثہ کرنے سے انکار کر دیا اور اصرار کیا کہ میں خاص مولوی نذیر حسین سے گفتگو کرونگا۔ مولوی ابوسعید محمد حسین کی گفتگو سے مجھے بالطبع نفرت ہے ۔ ہاں وہ مولوی سید نذیر حسین صاحب کے مددگار رہیں ۔ ان کو لکھنے میں مدد دیں یا کوئی بھولی بات یاد دلادیں تو مضائقہ نہیں ۔ اور اس اصرار کے پورا ہونے کی شرط سے جلسہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حاضر ہونا منظور کیا۔ جناب حضرت شیخ الکل نے اسکے اس اصرار کو منظور کر لیا اور حسب قرار داد ۱۱۔ تاریخ کو چاندنی محل میں پہونچ کر منظوری شروط و اصرار قادیانی کا متضمن خط اس کے نام بھجوایا۔ اس خط کے پہونچنے پر مرزا قادیانی نے اپنے اس اقرار کو بھی توڑا اور مجلس میں آنے سے صاف انکار کیا اور اس مضمون کا خط لکھا:

چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جوش عوام کا حد سے بڑھا ہوا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اس جوش کی

حالت میں کسی مفسدہ کا اندیشہ ہے۔ ابھی ایک شخص مجھے کہہ گیا ہے کہ میں خیر خواہی کی رو سے کہتا ہوں کہ عوام کی نیت فساد پر ہے۔ لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے کہ غلام قادر صاحب ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر اطلاع دیں، تو پھر ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ ہو۔

اس پر جلسہ برخواست ہوا اور کس و ناکس سکنائے دہلی نے جان لیا کہ قادیانی کو مباحثہ منظور نہیں ہے اور وہ صرف حیلہ و بہانہ سے مباحثہ کوٹلاتا ہے۔ اس واقعہ کی مفصل کیفیت اشتہار ۱۲۔ اکتوبر میں مشتہر ہو چکی ہے۔

اس سے پہلے بھی ایک دفعہ شیخ الکل نے قادیانی کے اس اصرار کو توڑا اور خود بنفس نفیس اس کے شبہات کو دور کرنا چاہا۔ یکم ربیع الاول مطابق ۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک خط اس مضمون کا اسکے پاس بھیج دیا کہ آپ بے تکلف میرے مکان پر آ جائیں، اور اپنے شکوک کا ازالہ کرالیں۔ اس خط کے جواب میں بھی اس نے آنے سے انکار کیا، اور یورپئین افسر کے موجود ہونے کی شرط کو آڑ بنایا۔

حضرت شیخ الکل اور اس خاکسار کے علاوہ بہت سے علماء دہلی نے قادیانی کو مباحثہ کی طرف بلایا، اور اسکی جملہ شروط کو منظور کر کے اس سے مباحثہ کرنا چاہا۔ ازانجملہ ایک مولوی عبدالمجید واعظ دہلی ہیں جنھوں نے کئی اشتہاروں میں قادیانی کو مدعو کیا اور اس کے ثبوت دعوی پر ایک ہزار روپئہ انعام بھی دینا منظور کیا۔ ازانجملہ ایک مولوی رحیم بخش مدرس مدرسۃ القرآن ہیں جنھوں نے بمنظوری جملہ شرائط قادیانی اپنے مدرسہ میں ان کو بلایا۔ ازانجملہ مولوی مجد علی خاں ہیں جنھوں نے ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بمنظوری جملہ شرائط مسجد فتح پوری میں قادیانی سے مباحثہ کا اشتہار دیا۔ ازانجملہ مولوی عبدالحمید ہیں جنھوں نے قادیانی کے عذرات کو اپنے اشتہار ۷۔ اکتوبر میں یوں توڑا کہ آپ اپنے کوٹھے کی چھت پر بیٹھ کر گفتگو کریں۔ میں اس کے مقابل کوٹھے کی چھت پر بیٹھ کر گفتگو کرونگا اور بیچ میں بازار حائل رہے گا اور کسی قسم کا اندیشہ آپ کو باقی نہ رہے گا۔ اور اسی قسم کے اور اشتہار بھی آپ کے مقابلے میں نکلے جن کی تعداد ۱۴ سے زائد ہے، مگر آپ نے کسی شخص سے مباحثہ اور مقابلہ کا حوصلہ نہ پایا اور اپنے گھر سے، جس کے دروازہ پر پولیس کا پہرہ بٹھا رکھا تھا، قدم باہر نہ رکھا۔

مرزا قادیانی کے اس گریز اور فرار اور چاندنی محل کے جلسہ میں آنے سے انکار کا شہر دہلی میں ..شہرہ ہوا.... پھر آپ نے ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار نکالا جس میں دو درجن سے زائد گالیاں حضرت شیخ الکل کو دیں۔ پھر اس کے اخیر میں یہ فریب کا بھرا مضمون درج کر دیا:

اگر شیخ الکل مجھے غلطی پر سمجھتے ہیں تو مجمع عام میں میرے خیالات و دلائل کے جھوٹا ہونے پر قسم اٹھالیں۔

حضرت شیخ الکل و خاکسار اور بعض اہل شوری حضرت شیخ الکل، قادیانی کی اس غرض کو سمجھ گئے اور اس کو مجلس عام میں حاضر ہونے اور اس سیاہی کے دھبہ کو اتارنے کا موقعہ دینا پسند نہ کرتے تھے اور یقیناً جانتے تھے کہ وہ اپنے اقرار پر قائم نہ رہے گا۔ نہ مباحثہ کرے گا اور نہ حضرت شیخ الکل کی قسم پر راضی ہوگا۔ اسی نظر سے اس کے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کا جواب اعلام عام اہل اسلام، کے ضمن میں یہ دیا گیا کہ مرزا قادیانی اس بدگوئی اور سخت زبانی کے ساتھ جناب شیخ الکل کے خطاب کے لائق نہیں رہا۔ ہاں خاکسار اور حضرت شیخ کے دیگر تلامذہ سے جس کو وہ پسند کرے، اس سے گفتگو کرلے۔ اگر مباہلہ ہی کرنا ہے تو صوفی عبدالحق امرتسری سے کرے یا مولوی عبدالمجید دہلوی سے۔ یہ اعلام ۸ صفحہ پر ہے جو ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو چھپ کر شائع ہوا۔ مگر عوام الناس اور بعض خواص نے حضرت شیخ الکل کو جامع مسجد میں جانے کیلئے کہا۔ تب حضرت شیخ الکل نے جامع مسجد میں پہونچ کر نواب سعیدالدین احمد خان رئیس لوہارو، مولوی عبدالمجید و میر بشارت حسین کوتوال شہر کی وساطت سے قادیانی کو یہ پیغام بھیجا کہ میں آپ کے عقائد باطلہ کے غلط اور ناحق ہونے پر قسم کھانے کو تیار کریں۔ ہمارے سامنے آؤ اور اپنے عقائد و دلائل بیان کرو۔ تو قادیانی نے اس سے صاف انکار کیا۔ مباحثہ کی طرف بلایا گیا تو اس سے بھی فرار اختیار کیا۔ (اس مباحثے کیلئے مرزا نے بہت تیاری کی تھی اور اپنے یمین و یسار مدد کیلئے اپنے حواریوں کو دور دراز علاقوں سے بلا رکھا تھا جیسا کہ مرزا صاحب کے درج ذیل خطوط بنام حکیم نورالدین اور پیر سراج الحق نعمانی سے ظاہر ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

مخدومی مکرمی اخویم حضرت مولوی صاحب السلام علیکم۔ چونکہ اس جگہ کے علماء نے حد سے زیادہ شور وغوغا کیا ہے اور تمام دہلی میں ایک طوفان کی صورت پیدا کر دی ہے لہذا مولوی نذیر حسین صاحب سے درخواست کی گئی کہ ایک جلسہ عام کر کے ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء روز اتوار کو اس عاجز کے ساتھ بحث کرلیں .. لہذا مکلّف ہوں کہ آنمکرم جس طرح ممکن ہو ۱۵۔ اکتوبر سے پہلے تشریف لاویں ... آنمکرم جس طرح ممکن ہو دس روز کی رخصت حاصل کر کے تشریف لاویں ...والسلام خاکسار غلام احمد از دہلی بازار بلیماراں کوٹھی نواب لوہارو (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ ص ۱۱۱۔۱۱۲)

پیر سراج الحق نعمانی کو لکھا: مکرمی اخویم صاحبزادہ صاحب سلمہ تعالی۔ ایک بڑی بھاری بحث مولوی نذیر حسین صاحب سے پیش ہے اگر آپ اس بحث پر تین چار روز تک پہونچ سکیں تو عین خوشی ہوگی مگر آنے میں توقف نہیں چاہیے۔ آپ کے آنے سے بہت مدد ملے گی۔ والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء من مقام دہلی بلیماراں کوٹھی نواب لوہارو۔ (مکتوبات احمدیہ۔ ص ۸۲ جلد پنجم نمبر پنجم) اس کی مفصل کیفیت تحریر مطبوعہ ۲۱۔ اکتوبر محررہ مولوی عبداللطیف خلف الصدق مولوی عبدالمجید سے نقل کی جاتی ہے۔ لکھا ہے:

بعد ادائے نماز فریضہ مولوی عبدالمجید وسید بشیر حسین انسپکٹر پولیس و نواب سعید الدین احمد خان ، مرزا صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ آپ لکھ دیں کہ اگر مولانا (شیخ الکل) صاحب نے میرے دلائل بحلف رد کر دیئے تو میں اسی مجمع میں توبہ کرلونگا ۔ مرزا صاحب خاموش رہے ۔ بعض حوارین گھبرا کر کھڑے ہوگئے اور کہا ایک سال کے بعد توبہ کریں گے ، مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اگر مرزا صاحب کی بددعا کا اثر نہ ہو (یعنی اگر ایک سال کے اندر مولانا صاحب کو نصیب دشمناں بخار آ گیا یا دردسر ہوگیا ، تو توبہ نہ کریں گے) ۔ سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ہنس کر کہا کہ یہ تو کوئی کام کی بات نہیں ۔ آپ کی یہ بات کوئی بھی منظور نہیں کر سکتا ۔ مولوی عبدالمجید نے سٹی سپرنٹنڈنٹ سے مخاطب ہوکر کہا کہ ہم آپ کو ثالث مقرر کرتے ہیں ۔ آپ ان سے دریافت کریں کہ آپ اپنے عقائد کا ثبوت بیان کر سکتے ہیں ؟ اور درصورت عدم تسلیم مولانا صاحب کی قسم اور حلف پر اس وقت توبہ کریں گے یا نہیں ؟ ہم بات بڑھانی اور وقت گذارنا نہیں چاہتے ۔ صاحب بہادر ، مرزا صاحب اور انکے اعوان کو عرصہ تک سمجھاتے رہے کہ تم کیوں بات بڑھاتے ہو ایک بات مختصر کہو ۔ مرزا صاحب نے کہا کہ ہم صرف حیات و ممات مسیح میں گفتگو کرنی چاہتے ہیں اور کچھ نہیں ۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ اس مسئلہ حیات و ممات کا بھی اور آپ کے کل عقائد کا ہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں ۔ ہم کیوں ایک ہی مسئلہ کا فیصلہ کریں جب کہ آپکے بہت سے عقائد خلاف اہل اسلام ہیں ۔ بڑا دعوی تو آپ کو مسیحائی کا ہے ، کیا آپ اس کا کچھ ثبوت دے سکتے ہیں ؟

نواب سعید الدین و بخشی اکرام اللہ رجسٹرار و مجسٹریٹ و نواب سید سلطان مرزا آنریری مجسٹریٹ اور تمام معززین و اراکین جلسہ نے کہا کہ ایسا ہی ہونا چاہیے ۔ مرزا صاحب کی طرف سے وہی معمولی جواب ۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ پبلک کی رائے پر آپ کیوں فیصلہ نہیں کرتے ۔ مرزا کے حواریوں نے کہا کہ پبلک تو آپ کے ساتھ ہے ۔ صاحب بہادر نے مرزا سے مخاطب ہوکر کہا کہ آپ مسیح موعود ہیں یا نہیں ؟ اگر ہیں تو ثبوت پیش کریں ۔ فرض کرو کہ مسیح مر گئے تو اس حالت میں سب لوگ برابر ہیں ، آپ کو کیا زیادہ حق ہے کہ مسیح سمجھا جائے ۔ بہرصورت آپ کو اپنے دعوی کا ثبوت دینا ضرور ہے ۔ مرزا صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا ۔ غلام قادر قادیانی حواری نے صاحب بہادر سے مخاطب ہوکر کہا کہ دیکھئے صاحب یہ لوگوں کو سناتے ہیں ۔ صاحب بہادر نے کہا کہ کیوں نہ سنائیں ۔ خواجہ محمد یوسف وکیل علی گڈھ نے منجانب مرزا ، مولوی عبدالمجید کو مخاطب کر کے کہا کہ حضرت ایک شخص مسلمان ہوتا ہے کیوں اسے مسلمان نہیں کرتے ۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ

اگر توبہ کرے تو ہمارا بھائی ہے۔ خواجہ یوسف نے کہا میں ابھی ان سے توبہ لکھوائے لیتا ہوں۔ وہ لکھ دیں گے کہ جو قرآن و حدیث کے خلاف میں نے لکھا ہے وہ مردود ہے اور میں مسلمان ہوں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اگر وہ بغیر کسی مغالطہ کے ایسا لکھیں تو ہم ابھی منظور کرتے ہیں۔ پھر مرزا صاحب توبہ نامہ لکھنے لگے، مگر ویسا ہی لکھا جیسا کہ ۱۲۔ اکتوبر کے اشتہار میں شائع کر چکے ہیں (یعنی محض انکار کہ ہم نے یہ باتیں کہی ہی نہیں۔ نہ یہ کہ کہی ہیں اور ان سے توبہ کرتا ہوں)۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ یہ تو مرزا صاحب پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ لکھنا تو یہ چاہیے تھا کہ جو عقائد خلاف اہل اسلام میں نے فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام میں لکھے ہیں ان سے توبہ کرتا ہوں۔ خواجہ یوسف نے کہا کہ مرزا صاحب نے کوئی امر خلاف اہل اسلام نہیں لکھا مگر سمجھنے کا فرق ہے۔ مولوی عبدالمجید نے کہا، اچھا مرزا صاحب اس میں گفتگو کر لیں کہ ان کے عقاید خلاف قرآن و حدیث ہیں یا نہیں؟ ہم ابھی ان کی کتابیں پیش کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے کہا کہ ہم گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ نے کہا کہ یہ جلسہ اس لئے ہوا ہے کہ آپ اپنے عقائد کا ثبوت بیان کریں مولانا سید محمد نذیر حسین تسلیم کریں یا بحلف ان کا خلاف قرآن و حدیث ہونا بیان کریں تو آپ توبہ کریں۔ مرزا صاحب نے کہا ہم صرف حیات و ممات مسیح میں تحریری ثبوت چاہتے ہیں اور کوئی گفتگو نہیں کرتے۔ اراکین جلسہ نے کہا کہ یہ مجمع تحریروں کے لئے منعقد نہیں ہوا۔ یہ کام تو گھر بیٹھے بھی ہو رہے ہیں۔ جب آپ ثبوت دعویٰ نہیں بیان کرتے، تو خلقت کو رخصت کر دینا چاہیے۔ آخر میں نواب سعید الدین احمد نے اراکین جلسہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اچھا کچھ نہیں تو مرزا صاحب صرف ممات مسیح میں اپنے دلائل بیان کریں۔ مرزا نے کہا ہم تو صرف مولانا صاحب سے تحریری ثبوت چاہتے ہیں۔ اراکین جلسہ نے کہا اگر آپ گفتگو اور فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو مولانا صاحب اور ان کے تلامذہ تیار ہیں۔ خلاف مقصود تحریروں کے لئے یہ جلسہ نہیں ہے۔ خواجہ یوسف نے پبلک کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں مرزا صاحب کی ایک تحریر سناتا ہوں۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ آپ اس بات کے مجاز نہیں۔ خواجہ صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ نہ بولیں، میں سناؤں گا۔ مولوی عبدالمجید نے کہا آپ سنائیں ہم ہر جملہ کا رد کریں گے۔ صاحب بہادر نے خواجہ یوسف کو روک دیا اور کہا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ پھر مولوی عبدالمجید سے کہا کہ آپ لوگوں کو پکار کر کہہ دیں کہ رخصت، سب لوگ جاؤ، مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔ مولوی صاحب نے کہا صاحبو! جلسہ برخواست، مرزا صاحب اپنے دعووں کا ثبوت بیان نہیں کرتے۔ صاحب بہادر نے کہا کہ مولوی نذیر

حسین صاحب سے بھی کہہ دیجئے کہ جلسہ برخواست۔ اس پر مولوی صاحب اور انسپکٹر صاحب نے مولانا کے پاس آکر کہہ دیا کہ جلسہ برخواست، مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔ اس کے بعد صاحب بہادر و انسپکٹر صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ تشریف لے چلئے، اب بیٹھنا بے کار ہے۔ مرزا صاحب اس کو بسا غنیمت سمجھے اور مع حواریین کے جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ صاحب بہادر نے پولیس مینوں کی حفاظت میں ان کی گاڑی تک پہنچا دیا۔...

مرزا صاحب کے دوران قیام جامع مسجد دہلی جب یہ بات ہوئی کہ اگر آپ گفتگو اور فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو مولانا صاحب اور ان کے تلامذہ تیار ہیں۔ مولوی عبدالمجید تو وہاں موجود ہی تھے اور نواب سید سلطان مرزا، میاں صاحب کے پاس آئے اور خواستگار ہوئے کہ آپ اپنے شاگرد کو مباحثہ کے لئے میرے ساتھ بھیج دیں اور پھر حسب الحکم حضرت شیخ الکل خاکسار کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر قادیانی کی مجلس میں پہونچے اور باآواز بلند فرمانے لگے کہ مرزا صاحب آپ کو مناظرہ کا دعوی ہے تو لیجئے یہ مولوی صاحب حاضر ہیں ان سے مباحثہ کر لیں۔ قادیانی کہاں تھے کہ بولتے یا مباحثہ کی طرف رجوع کرتے۔ وہ تو خاکسار کی صورت دیکھتے ہی زرد پڑ گئے اور مباحثہ سے انکار کر گئے۔

اس ہزیمت وشکست جامع مسجد کے بعد آپ نے مولوی محمد بشیر صاحب سے جو حسب استدعا قادیانی بھوپال سے مباحثہ کیلئے آئے تھے گفتگو ٹھہرائی۔ تو آپ نے اپنے خط ۲۲۔ اکتوبر میں ان سے یہ شرط کر لی کہ اس جلسہ میں ابوسعید محمد حسین اور مولوی عبدالمجید شامل نہ ہوں۔ پھر چند روز ان سے گفتگو کر کے اس کو نا تمام چھوڑا (اس بحث سے پہلے یہ شرط ٹھہر چکی تھی کہ جو شخص طرفین سے ترک بحث کرے گا اس کا گریز سمجھا جاوے گا، آپ نے بحث کو نا تمام چھوڑا تو باعتراف خود گریز کیا) اور رات کے تین بجے پنجاب کا قصد کیا (مولانا بشیر سے مباحثہ سے متعلق مرزا صاحب کے چند خطوط حسب ذیل ہیں:

نمبر ۱۔ مکرمی اخویم مولوی احمد صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حسب استفسار آپ کے عرض کیا جاتا ہے کہ مجھے حضرت محمد بشیر صاحب سے مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم میں بحث بدل و جان منظور ہے۔ پہلے بہر حال یہی ہوگی بعد اس کے حضرت مولوی صاحب ان کے نزول کے بارے میں بھی بحث کر لیں۔ بحث تحریری ہوگی۔ ہر ایک فریق سوال یا جواب لکھ کر حاضرین کو سنا دے گا۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔ ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

نمبر ۲۔ مجھے یہ منظور ہے کہ اول حضرت مسیح ابن مریم کی وفات حیات کے بارے میں بحث ہو۔ اس بحث کے تصفیہ کے بعد پھر ان کے نزول اور اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں مباحثہ کیا جائے۔ اور جو شخص طرفین میں سے ترک بحث کرے گا، اس کا گریز سمجھا جائے گا۔

نمبر۳۔ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مجھے آپ کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی۔اور خط آمدہ اخویم مولوی محمد احسن صاحب سے آپ کے اخلاق اور متانت اور تہذیب کا حال معلوم ہوکر دل پہلے ہی سے مشتاق ہو رہا تھا کہ اس مسئلہ میں آپ سے اظہاراً للحق بحث ہو۔سوالحمدللہ آپ تشریف لے آئے۔آج مجھے بوجہ ضروریات فرصت نہیں۔کل انشاءاللہ کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دونگا۔لیکن بحث تحریری ہوگی،تا ہر ایک فریق کا بیان محفوظ رہے اور دور دست لوگوں کو بھی رائے لگانے کا موقعہ مل سکے۔سب سے پہلے مسئلہ حیات و وفات مسیح میں بحث ہوگی۔حیات مسیح کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا۔اس ثبوت کے بعد آپ دوسری بحث کر سکتے ہیں۔آپ کی خدمت میں ایک اشتہار بھیجا جاتا ہے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حیات و وفات مسیح میں کن شرائط کی پابندی سے آپ کو بحث کرنا ہوگا۔والسلام۔خاکسار غلام احمد۔۲۱۔اکتوبر۱۸۹۱ء

نمبر۴۔ مکرمی اخویم مولوی صاحب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔کل دس بجے کے بعد بحث ہو یا اگر ایک ضروری کام سے فرصت ہوئی تو پہلے ہی اطلاع دے دونگا۔ ورنہ انشاءاللہ القدیر دس بجے کے بعد تو ضرور بحث شروع ہوگی۔ صرف اس بات کا التزام ضروری ہوگا کہ بحث اس عاجز کے مکان پر ہو۔اس کی ضرورت خاص وجہ سے ہے جو زبانی بیان کرسکتا ہوں۔جلسہ عام نہیں ہوگا۔صرف دس آدمی جو معزز خاص ہوں آپ ساتھ لا سکتے ہیں،مگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید ساتھ نہ ہوں اور نہ آپ کو ان بزرگوں کی کچھ ضرورت ہے۔والسلام مرزا غلام احمد۲۲۔اکتوبر۱۸۹۱ء

نمبر۵۔جناب مولوی صاحب مکرم بندہ۔السلام علیکم۔میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان تمام شرطوں کو جو میں اپنے کل کے پرچہ میں لکھ چکا ہوں قبول کرنے سے کسی قسم کا انحراف یا میلان انحراف ظاہر نہ کریں گے۔یعنی جن لوگوں کو آنے سے روکا ہے تجربۃً اور مصلحتۃً روکا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ خیر و برکت اسی میں ہے۔بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعداز فراغ نماز جمعہ بحث شروع ہو۔اور شام تک یا جس وقت تک ممکن ہو،سلسلہ بحث جاری ہو۔اور دس آدمیوں سے زیادہ ہرگز ہرگز کسی حال میں آپ کے ساتھ نہ ہوں اور اس لحاظ سے کہ بحث کو بے فائدہ طول نہ ہو، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔ مرزا غلام احمد بقلم خود۔۲۳۔ اکتوبر۱۸۹۱ء۔مکتوبات احمدیہ جلد۶ ص ۲۰۴۔ ۲۰۵)

اثنائے راہ میں پٹیالہ جانے کا آپ کو اتفاق ہوا تو وہاں مولوی محمد اسحاق پروفیسر عربی مہندر کالج نے آپ کو جا پکڑا اور خوب رگڑا اور رگیدا۔ پھر لودہانہ میں آپ کا ورود ہوا تو وہاں میر عباس علی نے، جو آپکے سب سے پہلے حواری تھے،آپ کو سخت ملزم کیا اور مختصر گفتگو کر کے لاجواب کر دیا جس کی مفصل کیفیت مطبع دبدبہ اقبال ربی لدھیانہ میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ یہ متعدد شکستیں اور ہزیمتیں پا کر آپ افسردہ اور پژمردہ ہو کر قادیان پہنچے تو چاروں طرف سے نعرہ لعنت و

ملامت آپ پر بلند ہونے لگا اور آپکی ہزیمت وشکست کا شہرہ عام ہو گیا اور اس سے آپ پر ہموم و افکار کا غلبہ ہوا تو اس غم کو غلط کرنے اور اس شہرت و بدنامی کو حواریوں کی نظر میں کم کرنے کی غرض سے آپ نے آسمانی فیصلہ لکھ مارا جس میں کوئی نئی بات نہیں ہے صرف وہی پرانی باتیں ہیں جو شروع زمانہ دعوی الہام سے آپ کہتے چلے آئے ہیں فرق یہ ہے کہ ان کا پیرایہ بدلا گیا ہے ..اس مقام میں دو باتیں اس کے متعلق کہنی ضروری ہیں ۔ اول یہ کہ اس فیصلہ میں پچھلے مباحثات میں قادیانی نے اپنی فیروزی و فتح مندی ظاہر کر کے آئندہ مباحثہ کرنے کا بھی دعوی کیا تھا۔ فیصلہ آسمانی میں تو صرف شیخ الکل کا نام درج کیا مگر زبانی جلسہ فیصلہ (جس میں پڑھ کر سنایا) اور اس سے آگے پیچھے خاکسار کا نام بھی لیا اور اپنا مباحث بنانا چاہا۔ اس بات کو سکنائے بٹالہ اور اس کے اطراف موضع سیکھوان نے بیان کیا ہے جس پر لاہور و امرتسر وغیرہ شہروں میں یہ چرچا پھیل گیا کہ قادیانی صاحب اب لاہور میں آویں گے اورر مباحثہ کریں گے ۔ یہ چرچا سن کر یہ خاکسار اپنے وطن بٹالہ سے لاہور آ پہنچا اور مباحثہ کیلئے مستعد ہو بیٹھا ۔ خدا خدا کر کے قادیانی صاحب اوائل فروری ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لائے اور منشی میراں بخش میونسپل کمشنر کی کوٹھی میں فروکش ہوئے ۔ ان کے آنے سے دوسرے ہی دن خاکسار کا پیام مباحثہ پہنچا، تو آپ نے اور آپ کے حواریوں نے انکار کیا۔ مگر آپ کی اس بہادری کو دیکھو کہ اس انکار پر بھی آپ نے دوسری مجلسوں میں دعوی مباحثہ نہ چھوڑا ۔ تب ایک نوٹس مباحثہ خاکسار اور تین دیگر علماء شہر لاہور کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا ۔ وہ نوٹس آپ نے نہ لیا، تو چھپوا کر آپ کے دروازہ پر چسپاں کیا گیا ۔ پھر تو آپ نے قیام لاہور کو موجب موت و ہلاکت سمجھا اور مالک مکان سے کرایہ، جو پیشگی دے چکے تھے، واپس لے کر اسی نوٹس کے دن رات کے نو بجے سیالکوٹ کا راستہ لیا۔ وہاں جا کر بھی پرائیویٹ جلسوں میں مباحثہ کا دعوی نہ چھوڑا تو وہاں نوٹس نمبر۲ ان کے نام ۱۷۔ فروری کو بھیج کر ۲۲ تاریخ تک جواب کا انتظار کیا۔ جواب نہ آیا تو خاکسار حسب درخواست رؤساء وسکنائے سیالکوٹ وہاں پہنچا۔ نوٹس پہنچنے کے دن سے آپ کو یہ الہام ہو چکا تھا کہ اب سیالکوٹ سے کوچ کرنا مناسب ہے ۔ خاکسار کے پہونچنے پر تو وہ الہام قطعی واجب العمل ہو گیا اور آپ نے رات کی ٹرین میں وہاں سے کوچ کیا ۔ روانگی سے پیشتر معزز اشخاص کا ڈیپوٹیشن جن میں غلام حیدر خان سررشتہ دار ضلع وغیرہ شامل تھے ان کے پاس پہنچا اور مباحثہ کیلئے بہت کہا مگر انہوں نے اس عذر سے انکار کیا کہ ابوسعید محمد حسین میری تکفیر کا فتوی دے چکے ہیں اور مجھے گالیاں دیتے ہیں، میں ان سے بحث نہیں کرتا ۔ وفد نے کہا کہ وہ فتوی ہنوز عام میں مشتہر نہیں ہوا اور جن

گالیوں کا آپ اندیشہ کرتے ہیں ان کا مجلس مناظرہ میں صدور ہوا تو اس پر فی گالی سو روپیہ جرمانہ دینے کو وہ حاضر ہیں۔ مگر پھر بھی انہوں نے مباحثہ منظور نہ کیا۔ ملک قطب الدین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سیالکوٹ نے لوکل حکام سے اجازت لے کر مباحثہ کی یہ تجویز نکالی تھی کہ فریقین جدا جدا بیٹھیں اور اپنا سوال و جواب بذریعہ تحریر پیش کریں، جس کا مناسب و مطلوب ہونا ایک وکیلوں کی جماعت دیکھے، اور درصورت غیر مطابقت راقم کو واپس کردے اور اس کو الزام یافتہ قرار دے۔ اور اس تجویز سے خاکسار کے سیالکوٹ پہونچنے سے پہلے قادیانی نے بھی رضامندی ظاہر کی تھی، مگر اس عاجز کے پہنچنے کے بعد انہوں نے رضامندی سے انکار کیا اور بوریا بندھنا اٹھایا اور کوچ بولا۔ ایک سبب جلد کوچ کرنے کا قادیانی نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ ہمارے دیر کرنے سے ہماری زمین خراب ہو رہی ہے۔ مگر جب آپ نے کوچ کیا تو کپورتھلہ کا راستہ لیا جہاں ان کی کوئی زمین نہیں ہے۔ وہاں بھی خاکسار کا ایک اشتہار موسوم بددعا نامہ، جس میں کپورتھلہ پہنچ کر آپ سے مباحثہ کرنے کا کہا گیا ہے، آپ کے پاس بھیجا گیا۔ وہاں ادھر سے یہ اشتہار پہنچ گیا اور ادھر علمائے کپورتھلہ اور اس کے قرب و جوار مولوی نظام الدین و مولوی عبدالقادر وغیرہ نے آپ کو جا پکڑا (جس کی کیفیت اشتہار کپورتھلہ میں شائع ہوئی ہے) تو آپ نے معمولی راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ جالندھر کا قصد کیا۔ جالندھر کے بعض احباب نے قادیانی کے مقابلہ کے لئے خاکسار کو بلایا تو یہ عاجز بشرط منظوری مباحثہ از جانب قادیانی جالندھر جانے کو تیار ہوا۔ مگر جالندھر سے ایک خط مرسلہ ماسٹر فتح دین خان و حاجی بدرالدین اس مضمون کا پہنچا کہ وہ آپ سے گفتگو کرنے سے صاف انکار کرتا ہے۔ اب یہ امر پنجاب کے مشہور شہروں میں زبان زد عامہ خلائق ہے کہ قادیانی کو مولوی ابوسعید محمد حسین کے ساتھ مباحثہ کرنے سے صاف اور قطعی انکار ہے۔ اس سے ناظرین اہل انصاف یقین کر سکتے ہیں کہ اس فیصلہ آسمانی اور اپنے بیان زبانی میں اس کا دعوی مباحثہ صرف ابلہ فریبی اور طفل تسلی ہے اور حقیقت میں اس کو مباحثہ منظور نہیں ہے۔

دوسری یہ بات لائق اطلاع عامہ ناظرین ہے کہ مباحثہ میں اس نے پہلے دن سے یہ شرط قائم کر رکھی ہے کہ مباحثہ تحریری ہو، نہ کہ تقریری۔ اور تحریری بھی اس طرز سے کہ آپ جو جی میں آوے اور جس قدر جی چاہے اور جتنے وقت میں ہو، لکھتے جاویں کوئی اس سے مزاحمت نہ کرے۔ اور بوقت قرأت تحریر والا بھی اس پر کوئی ایک کلمہ تک منہ سے نہ نکالے اور اس مجلس میں کوئی منصف بھی نہ ہو جو اپنے منصب کے موافق اس تحریر پر کوئی اعتراض کر سکے۔ اور پرچے بھی محدود ہوں اور

مباحثہ کا بند کرنا بھی آپ ہی کے اختیار میں ہو۔اس شرط سے کس و ناکس بشرطیکہ عقل انسانی رکھتا ہو،سمجھ سکتا ہے کہ اس شرط سے آپ کا مقصود صرف یہ ہے کہ آپ جو چاہیں لایعنی اورفضول باتیں کہتے جائیں اورفریق ثانی فضول گوئی سے تنگ آ کر مباحثہ ترک کرے اوراس مجلس میں آپ کا نام ہوجاوے کہ آپ نے اتنے اوراق لکھے اوراتنی دیر تک بولتے رہے اور باوجود عدم مداخلت علوم رسمیہ کئی دن تک فلاں عالم سے مباحثہ کرتے رہے اوراس سے آپکی شہرت ہو۔ یہ مقصود ان کا ہرگز نہیں کہ کسی مسئلہ میں حق ظاہر ہو یا علمی تحقیقات سے لوگوں کو نفع پہنچے۔

ایک شرط آپ نے مباحثہ لدھیانہ میں زک اٹھا کر یہ قائم کررکھی ہے کہ مبحث مقصود سے پہلے تمہیدی اموراصول موضوعہ پیش نہ ہوں ،جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپ کی فضول گوئی و آزادی کو کوئی مانع نہ ہو۔جس حدیث یا اجماع یا دلیل عقلی یا قاعدہ اصول یا صرف یا نحو یا معانی و بیان کو آپ چاہیں دلیل مانیں جس کو نہ چاہیں اس کو دلیل سے خارج کریں۔اور جس آیت اور حدیث کے جو معنی چاہیں اختیار کریں ،جس معنی کو چاہیں رد کریں ۔ ماضی سے مضارع مراد لیں اور مضارع سے ماضی ،حقیقت کو مجاز ٹھہراویں اور مجاز کو حقیقت۔وعلی ہذا القیاس۔

بناء علیہ طالب حق کو بغرض وامید احقاق حق آپ سے مناظرہ کرنا عبث اور محض فضول ہے۔کوئی ان سے مباحثہ کرنا چاہے تو اس کو یہ امید قطع کر کے صرف اس غرض سے مباحثہ کرنا چاہیے کہ وہ اس کو ملزم کرے اوراس کے علم و دیانت وحق طلبی کی قلعی کھولے۔اسی غرض سے یہ عاجز مدت سے اس کے تعاقب میں ہے اوراپنے دوسرے اسلامی بھائیوں کو بنظر خیر خواہی یہ کہنا مناسب سمجھتا ہے کہ اس خدمت کو اسی عاجز کے سپرد کردیں اور خود اس سے سبک دوش ہورہیں۔خاکسار اس کے الزام اور افحام کے طریق و انداز سے بخوبی واقف ہو چکا ہے اس لئے وہ اپنے سب بھائیوں کی طرف سے کافی ہے۔

یہ دعوی مباحثہ کے متعلق واجب العرض امور تھے جو بیان کئے گئے اور فیصلہ آسمانی کا شان نزول بتایا گیا۔اس فیصلہ کا اصل حال اس کے جواب سے بخوبی ظاہر ہوگا۔انشاء اللہ تعالی

(مولانا بٹالوی فرماتے ہیں) تمہید ختم ہوئی اب جواب فیصلہ آسمانی پڑھو۔

مرزا قادیانی نے اپنے مسلمان ہونے اورالزام کفروالحادوزندقہ وارتداد سے، جو اتفاق رائے علماء پنجاب و ہندوستان سے اس پر قائم ہوا ہے، اپنے بری ہونے کیلئے جوآسمانی فیصلہ مشتہر کیا ہے وہ عدل وانصاف پر مبنی نہیں ۔ اس فیصلہ کے دو حصے ہیں جو سولہ صفحہ میں پورے ہوئے ہیں ۔

پہلا حصہ (جو آٹھ صفحہ میں ہے) محض سبّ وستم ولعن طعن کا مجموعہ ہے جسکی چند تمثیلات نمونہ ازخروار یہ الفاظ وفقرات ہیں جو قادیانی نے ایک آل رسول لخت جگر بتول حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی اور اس خاکسار راقم (محمد حسین) کے حق میں استعمال کئے ہیں :

۱۔اول الکافرین وہی ٹھہرائے گئے ہیں ۔۲۔ دیانت وتقوی بالکل ہاتھ سے چھوڑ دیا۔۳۔ کنارہ کشی کی ذلت ۔۴۔اوباشانہ لاف گزاف ۔۵۔ ان کی مفسدانہ اوراوباشانہ باتیں سن چکا ہوں۔۶۔ ایسے رسوا ہوں گے ۔ ۷۔سخت صدمہ خجالت وشرمندگی کا پہنچ گیا۔۸۔سراسر خیانت و بددیانتی ۔ ۹ ۔ بڑی ذلت کے ساتھ ہمیشہ کیلئے شکست ۔۱۰۔ چوہڑوں اور چماروں کے بھی کان کاٹے ۔۱۱۔ یہ کیسی سفلہ پن کی باتیں ہیں ، میں سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے مہذب ڈوم اور نقال بھی تھوڑا بہت حیا کو کام میں لاتے ہیں اور پشتوں کے سفلے بھی ایسی کمینگی اور شیخی سے بھرا ہوا تکبر اپنے حقیقت شناس کے سامنے زبان پر نہیں لاتے ۔۱۲۔ اس کی کھوپڑی میں ایک کیڑا ہے جس کو ضرور ایک دن خدا تعالی نکال دیگا۔۱۳۔فرعونی رنگ کے تکبر سے ۔۱۴۔منہ کو لگام دیوے ۔۱۵۔ یہ کیا شرارت اور بے حیائی کا بیان ہے ۔ ۱۶۔ میں ان سفلے ملاؤں کو سراسر بے بصیرت سمجھتا ہوں اور بخدا ایک مرے ہوئے کیڑے کے برابر میں انہیں خیال نہیں کرتا ۔ ۱۷۔ میں ان کی گندی گالیوں اور نجاست بھری ہوئی باتوں سے ترساں ہوا۔ ۱۸۔ ہمیشہ شرفاء بدگفتار لوگوں سے ڈرا کرتے ہیں ، اور مہذب لوگ گندی زبان والوں سے پرہیز کر جاتے ہیں ۔شریف از سفلہ نے ترسد بلکہ از سفلگی او مے ترسد۔ ۱۹۔ پردہ دری ۔۲۰۔ بٹالوی کو ایک مجنون درندہ کی طرح تکفیر اور لعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کیلئے چھوڑ دیا۔۲۱۔محض شرارت کی راہ سے کہتے ہیں ۔۲۲۔تحقیر کے شیطانی منصوبوں سے باز آجائیں ۔

اس قسم کے بہت سے الفاظ سبّ وشتم اپنی زبان درافشان سے نکال کر قلم اعجاز رقم کے حوالے کئے ہیں ۔اس درافشانی کی آپ نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس کے مخالفوں نے اس کو کافر، ملحد، دجال وکذاب کہا ہے ۔ اور بٹالوی نے جامع مسجد دہلی میں اس کو فحش گالیاں دیں اور پھلور کے اسٹیشن پر اس کے لئے کتے کی موت تجویز کی ۔ پھر آپ فرماتے ہیں :

> اس لئے مجھے مقابلہ نے کسی قدر درشت الفاظ پر مجبور کیا ورنہ میری فطرت اس سے دور ہے کہ کوئی تلخ بات منہ پر لاؤں ۔

یہ بھی آپ نے فرمایا کہ میں گالیوں کے عوض میں گالیاں نہیں دینا چاہتا، اور نہ کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔جس سے صاف ثابت ہے کہ جس قدر گالیاں آپ کے دل دماغ میں جمع ہیں ان کے

مقابلہ میں یہ گالیاں جوقلم میں لا چکے ہیں، کچھ مقدار نہیں رکھتیں۔ گویا یہ گالیاں ہی نہیں بلکہ یہ آپ کے مسیحی اخلاق و جمالی صفات کا نمونہ ہیں۔

فریق ثانی (بٹالویؒ) کا اس کے مقابلہ میں یہ عذر و جواب ہے کہ انہوں نے نہ تو جامع مسجد دہلی میں فحش گالیاں دیں اور نہ پھلور کے سٹیشن پر قادیانی کیلئے کتے کی موت تجویز کی۔ اس بیان میں مرزا قادیانی نے افتراء کیا اور اپنی عادت قدیم، کذب سے کام لیا ہے۔ ہاں دجال و کذاب و ملحد و کافر اور ان معنی کے اور الفاظ وہ اس کے حق میں ضرور کہتے ہیں مگر اس کے ایک امر واقعی اور حکم شرعی ہونے پر علمائے پنجاب اور ہندوستان ان سے اتفاق رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کا فتویٰ بحق مرزا قادیانی جو عنقریب شائع ہونیوالا ہے، اس بیان پر شاہد عدل ہے۔ اور ایک امر واقعی کے اظہار و بیان کا گالی نہ ہونا قادیانی نے خود تسلیم کیا ہے چنانچہ اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۲ میں کہا ہے:

پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں اپنے مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کیئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جل شانہ اور رسول کریم ﷺ کی بے ادبی کی، اور پر دشنام تالیفات شائع کر دیں۔

قرآن شریف میں صریح حکم وارد ہے کہ مخالفین کے معبودوں کو سبّ اور شتم سے یاد مت کرو، وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدا تعالیٰ کی نسبت سبّ وشتم کے ساتھ زبان نہ کھولیں لیکن اس جگہ برخلاف طریق ماموریہ کے سبّ وشتم سے کام لیا گیا۔

اما الجواب: پس واضح ہو کہ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم ان کے اپنی تالیفات میں استعمال کیئے ہیں اور درحقیقت سبّ وشتم میں داخل ہیں۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جائے۔ بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقع کو ایک صورت میں سمجھ لیتے ہیں۔ اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے۔ بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک امر واقعی کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو، محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے، جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے، دشنام دہی تصور کرتے ہیں حالانکہ دشنام اور سبّ اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقع اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے۔ اور اگر ہر یک سخت اور آزاردہ تقریر

کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذاء رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں، تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔

پھر ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶ تک آپ نے اس اجمال کی تفصیل کی اور بزعم خود قرآن سے یہ ثابت کر دکھایا کہ امور واقعیہ کا بیان گالی نہیں کہلاتا۔

بناء علی ہذا، آپ کو کافر و دجال و کذاب و ملحد و امثال ذلک کہنا ہرگز گالی نہیں ہو سکتا کیونکہ باتفاق علمائے ہندوستان و پنجاب یہ امر واقعی کا بیان ہے۔ ہاں آپ کا اپنے مخالفوں کو اس فیصلہ میں کافر، اور اول الکافرین کہنا، یا بے حیا و بے دیانت قرار دینا آپ کے اصول و اقرار کے موافق گالی ہے کیونکہ آپ اپنی تحریرات میں ان لوگوں کی نیک نیتی کی تعریف کر چکے ہیں۔ اور اس خلاف کو، جو آپ سے وہ ظاہر کر رہے ہیں، ایک خطاء اجتہادی سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے آپ ان کے مقابلہ میں مباہلہ کرنے اور لعنت کہنے پر مستعد نہیں ہوتے۔

قادیانی کے اس حصہ فیصلہ کو، جس میں اس نے گالیوں کی بوچھاڑ کی ہے، راقم غلط سمجھتا ہے مگر یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ ان گالیوں کے بدلے اس کو گالیاں دے۔..

آسمانی فیصلہ کے دوسرے حصہ میں قادیانی نے اپنے کفر و ایمان کیلئے ایک معیار تجویز کیا اور اس معیار سے اپنے مومن ہونے اور کافر و ملحد نہ ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس فیصلہ کو اس نے بحسب عادت قدیم تطویل بلا طائل اور بغرض تلبیس و تغلیط مخاطب، طولانی اور پیچیدہ عبارات میں تحریر کیا ہے جس کو پورا اور بعینہ نقل کرنا نہ صرف فضول بلکہ مخل مطلوب ہے، لہذا یہاں اس کا خلاصہ مطلب بیان کر کے اس کی ترمیم اور بجائے اس کے آسان تجویز با تقویم بیان کی جاتی ہے۔

مرزا قادیانی کے آسمانی فیصلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن و کافر کا امتحان بحکم قرآن مجید چار علامتوں سے ہوتا ہے:

اول بشارات سے، یعنی مومن کو اس کی مرادات اور اس کے دوستوں کے مطلوبات قبل از وقت بتائے جاتے ہیں۔

دوم۔ اطلاع مغیبات سے، یعنی مومنوں کو دنیا کے واقعات متعلقہ غیر پر قبل از وقوع اطلاع دی جاتی ہے۔

سوم: قبولیت دعوات سے، یعنی مومن کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

چہارم: کشف عجائبات قرآن سے، یعنی مومن کو قرآن کے وہ عجائبات معارف دقائق

سجھائے جاتے ہیں جو پہلے کسی مسلمان مفسر صحابی یا تابعی یا امام کو نہ سوجھے ہوں ۔ اور کسی اسلامی کتاب تفسیر میں بیان نہ ہوئے ہوں ۔

ان چہارگانہ علامات ایمان و آلات امتحان میں قادیانی نے از راہ دوراندیشی ایک قید و استثناء بھی لگا دی اور یہ بات کھول کر کہہ دی ہے کہ یہ علامات اکثری ہیں، کلی نہیں ہیں ۔ اور بعض اوقات یہ علامات مومن میں پائی نہیں جاتیں، بلکہ اس کے مقابل کافر میں پائی جاتی ہیں ۔ بعض بشارتیں مومن کو نہیں ملتیں، کافر کو مل جاتی ہیں ۔ بعض واقعات آئندہ مومن پر نہیں کھلتے، کافر پر کھلتے ہیں ۔ بعض دعائیں مومن کی (اس وجہ سے کہ تقدیر مبرم ہیں، ان کی عدم قبولیت لکھی گئی ہے) قبول نہیں ہوتیں، کافر کی ہو جاتی ہیں ۔ بعض اوقات مومن پر قرآن کے عجائبات نہیں کھلتے ۔

یہ قید و استثناء آپ نے اس غرض سے لگائی ہے کہ جن بے شمار اشخاص کیلئے آپ دعائیں کر چکے اور ان کے عوض میں ان سے ہزار ہا روپیہ لے کر ہضم کر گئے ہیں (چنانچہ فتح الاسلام کے صفحہ ۷۹ میں اس امر کے اقراری ہیں، اور اب تک وہ لوگ مطلب کو نہیں پہنچے اور آپ کی دعاؤں سے فائدہ نہیں پائے) وہ اس قاعدہ امتحان کو سن کر کہیں چونک نہ پڑیں اور اپنے حق میں آپ کی دعا ان کے قبول نہ ہونے سے آپ کو کافر سمجھ کر واپسی روپیہ کے خواستگار نہ ہو جائیں ۔ اور چاروں طرف سے دیوانی نالشوں کے نوٹس نہ پہنچنے لگیں ۔ ان کا منہ بند اس استثناء سے بند کر دیا اور ان کو یہ سمجھا دیا کہ ان کی قسمت اور تقدیر مبرم میں حصول مراد مقدور نہ تھا اس لئے ان کے حق میں آپ کی دعاؤں کا اثر نہ ہوا ۔ یہ ان کی قسمت کا قصور ہے، نہ کہ آپ کی دعاؤں کا ۔

ازانجملہ ایک ہمارے شہر لاہور کے معزز رئیس اور ہمارے مہربان دوست سردار بہادر رسالدار پنشنر ہیں جن سے ان کے گھر میں بیٹا پیدا ہونے کے لئے دعا کے وعدہ اور امید پر آپ نے پانچ سو روپیہ یک مشت اور کئی رقمیں متفرق اپنے ایک دلال کے ذریعہ سے وصول کی ہیں ۔ وازانجملہ بعض متعلقین نواب محمد ابراہیم علی خان والی ریاست مالیرکوٹلہ ہیں جن سے دعاء صحت نواب صاحب کے وعدہ و امید پر آپ نے پانچ سو روپیہ وصول کئے مگر وہ اب تک صحت یاب نہ ہوئے ۔ وازانجملہ مولوی جلال الدین ساکن پیرکوٹ علاقہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ ہیں جو مرض نزول الماء سے نابینا ہو کر کئی بار قادیان میں ما حضر لے کر حاضر ہوئے اور اب تک اس مرض سے صحت یاب نہیں ہوئے ۔ و قس علی ھذا ۔

اس قاعدہ سے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے اور اپنے مخالفین کے ایمان کے امتحان کی

یہ تجویز کی ہے کہ:

لاہور میں ایک بڑی انجمن (جنرل کمیٹی) قائم ہو جس کے ممبر قادیانی کے مخالفین بھی ہو سکتے ہیں اگر وہ درخواست کریں۔ ورنہ صرف قادیانی کے حواریین اور موافقین کافی ہیں۔

اور اس کمیٹی کی برانچیں (شاخیں) دور دراز ملکوں (مثلاً مدراس، بمبئی، کلکتہ وغیرہ) میں مقرر ہوں اور کمیٹی یا کمیٹیاں دفتر اور رجسٹر بنا دیں۔

اس دفتر میں قادیانی اور اسکے مخالف مولوی اپنی تحریرات متضمنہ بشارات و پیش گوئیاں متعلقہ واقعات با ثبات شہادات چار کس اہل اسلام ایک سال کے عرصہ تک بھیجتے رہیں۔

اور کمیٹی ان تحریرات کے مطالب کو اپنے رجسٹروں میں درج کر کے ان تحریرات کی رسیدیں با ثبات دستخط تمام ممبران یا کم سے کم پانچ اشخاص کے فریقین کو دیتی رہے۔

اور ان تحریرات کے نتیجہ کے ظہور پر اس کو اپنے رجسٹر ان میں درج کرے اور اس پر جملہ ممبران یا پانچ ممبر اپنے دستخط ثبت کیا کریں۔

ایک سال کے بعد وہ کمیٹی فریقین کے سامنے ان کی بشارات اور پیش گوئیوں کے نتائج کا موازنہ اور مقابلہ کرے۔

پس جس فریق کی جانب کثرت ہو یعنی اس کی بشارتیں اور پیش گوئیاں فریق مقابل کی نسبت زیادہ سچ نکلیں اس کو مومن کامل تصور کیا جائے۔

وہی کمیٹی (یا کمیٹیاں) اہل حاجات مختلف مذاہب اور مختلف مصائب میں مبتلا (مثلاً کوہڑی، اندھے، لنگڑے، یا کسی سخت سزا عبور دریائے شور یا پھانسی کے حکم یافتہ یا اپنے پیارے مفقود الخبر کے غم زدہ یا لا ولد ہونے کی مصیبت میں مبتلا) لوگوں کو اشتہارات کے ذریعہ سے (جن کو آپ کے حواری میاں غلام قادر اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ مفت چھاپ دیں گے) طلب کر کے اکٹھا کریں۔ (یہاں دو باتیں آپ بیان کرنا بھول گئے۔ اول یہ کہ اگر اشتہار و اذن عام کو دیکھ کر ہزاروں کوہڑی جمع ہونے کو تیار ہو جائیں گے تو ان کی سکونت کے لئے کوہڑیخانہ لاہور میں میو ہسپتال کے قریب یا اور کہیں بنوانا پڑے گا، یا خود کمیٹی کو قصبہ ترن تارن ضلع امرتسر پنجاب میں، جہاں کوہڑی بکثرت رہتے ہیں، جا کر ایک مدت تک کوہڑیوں کے ساتھ رہنا ہوگا۔ امر دوم: کہ ان کوہڑیوں کا اگر وہ لاہور میں جمع ہونا چاہیں گے خرچ خوراک کون دے گا۔ کیا وہی میاں غلام قادر یا ان کے ہم زلف آپ کے پہلے اور بڑے حواری حکیم نورالدین جن کے ہاتھ میں خزانہ ریاست جموں کا ایک حصہ ہے، یا یہ خرچ ان بے چارے مولویوں

پر جو قادیانی کے مخالف ہیں ڈالا جائے گا۔ شائدان دونوں امر کی نسبت آپ کو کچھ الہام نہیں ہوا۔ قافیہ الہام تنگ ہو گیا تھا تب ہی ان کے بیان سے تعرض نہیں کیا)

اوران سب اہل مصائب کی درخواستیں لے کرایک صندوق میں جمع کرتی رہے۔ اوران سب کے نام بقید ولدیت وسکونت و پیشہ و مذہب ونوع مصیبت، کمیٹی اپنے رجسٹروں میں درج کرے اورایک مہینہ کی یا جس قدر مدت کے بعد کمیٹی مناسب سمجھے درخواست کنندگان اہل مصائب کی دو فردیں بنا وے۔ اوران کو قرعہ اندازی کے ذریعہ قادیانی اوراسکے مخالف مولویوں میں تقسیم کردے۔ جس فریق کے حصہ میں جس فرد کے اہل مصائب آئیں، روز تقسیم سے ایک سال تک وہ فریق ان کے حق میں دعا کرتا رہے۔ پھر جس فریق کی دعا سے کثرت سے لوگ اچھے ہوں وہ فریق مومن کامل تصور کیا جائے۔

اسی کمیٹی کے سامنے قادیانی اور مخالف مولوی قرآن شریف کے ایسے عجائبات معانی بیان کریں جو پہلے کسی کتاب تفسیر میں بیان نہ ہوں۔ یعنی پہلے کسی مسلمان کو نہ سوجھے ہوں۔ پس جس فریق کے بیان کردہ معارف کمیٹی کے جلسہ میں صحیح وخالی از تکلف ثابت ہوں وہ مومن کامل اور صاحب علم لدنی سمجھا جائے۔

اس امتحان میں مقابلہ کی وجہ قادیانی نے یہ بتائی ہے کہ اگر وہ یک طرفہ نشان دکھائے گا تو اس کے مخالف مولویوں کو اعتبار نہ آئے گا اور عام لوگ چونکہ مولویوں کے تابع ہوتے ہیں لہذا وہ بھی ان نشانوں کو نہ مانیں گے۔ پھر کہا ہے کہ ہاں اگر مولوی لوگ وعدہ دیں کہ ہم قادیانی کا یک طرفہ نشان دیکھ کر اس کو مسلمان مان لیں گے، تو یک طرفہ نشان دکھانے کو بھی آپ حاضر ہیں

اس فیصلہ آسمانی کی دنبالہ میں قادیانی نے علمی مباحثہ کی طرف بھی اپنے مخالفوں کو بلایا اور یہ کہا ہے کہ میرے مخالف میرے دعوی وفات مسیح میں مجھ سے بحث نہ کر سکے اوراس بحث کو ناجائز شروط پیش کر کے ٹلا چکے تو میں نے یہ آسمانی گولہ چلایا ہے۔ وہ اب بھی لاہور میں آ کر مجھ سے بحث کریں تو میں مباحثہ کیلئے بھی حاضر ہوں۔ اوراس کے حواری اس پر یہ حاشیہ چڑھاتے پھرتے ہیں کہ حضرت قادیانی صرف اسی وجہ سے لاہور میں آئے ہیں کہ وہ مولوی ابوسعید محمد حسین سے ان کے بٹالہ چلے جانے سے پہلے بحث کریں۔ حضرت قادیانی کو ان کے بٹالہ چلے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ لاہور میں نہ آتے۔ کئی ضروریات ان کو اس سفر سے مانع تھیں، ان کو ملتوی کر کے وہ لاہور میں اس غرض مباحثہ سے آئے ہیں۔

اس دنبالہ کے اخیر میں آپ نے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ دعوی وفات مسیح میں قرآن اور حدیث آپ کے ساتھ ہے۔ قرآن میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ آنے والا مسیح حقیقی طور پر صلیب توڑے گا اور قتل خنازیر کا حکم دے گا اور اسلامی حکم جزیہ کو منسوخ کرے گا۔ اور بخاری میں یہ نہیں لکھا کہ آنے والا مسیح ناصری بنی اسرائیلی ہوگا، بلکہ اس میں یہ لکھا ہے کہ وہ تم میں سے تمہارا ایک امام ہوگا۔ اور لکھا ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں۔ یہ آپ کے فیصلہ اور اس کے حواشی کا خلاصہ ہے۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا یہ فیصلہ بوجوہ ذیل لائق نسخ و ترمیم ہے۔

وجہ اول: یہ کہ قرآن نے امتحان ایمان کا طریق یہ نہیں بتایا کہ مدعی ایمان کو ان چار علامتوں سے آزمایا جائے۔ بلکہ امتحان ایمان کیلئے آسمانی فیصلہ یہ ہے کہ آسمانی قرآن اور آسمانی وحی خفی حدیث نبوی پر مدعی ایمان کے اقوال وعقائد کو عرض کیا جائے۔ پس اگر وہ اقوال وعقائد قرآن وحدیث کے مطابق ہوں تو اس کو مومن تصور کیا جائے ورنہ کافر۔ سورہ ممتحنہ میں ارشاد ہے:

یا ایّھاالّذین آمنوا اذا جاء کم المؤمنات مھاجرا تٍ فامتحنوھن۔ اللّٰہ اعلم بایمانھنّ ۔ فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفّار۔ لا ھنّ حلّ لھم ولاھم یحلّون لھنّ ۔ و آتوھم ما انفقوا۔

تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آویں تو ان کے ایمان لانے کا امتحان کرو۔ خدا تعالیٰ کو ان کے ایمان کا خوب علم ہے۔ تم ان کو مومن جانو تو ان کو کافروں کی طرف نہ پھیرو، وہ ان کے لئے حلال نہیں اور دو جو انہوں نے دیا تھا۔

یا ایّھا النّبیّ اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن با للّٰہ شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھنّ ولا یاتین ببھتانٍ یفترینہ بین ایدیھنّ و ارجلھنّ و لا یعصینک فی معروفٍ فبا یعھن ..الآیۃ ۔ (ممتحنہ ع ۲)

اے نبی جب تیرے پاس مومن عورتیں اس پر بیعت کرنے کو آویں کہ وہ شرک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، اپنی اولاد قتل نہ کریں گی، اور بہتان نہ لائیں گی، اور کسی امر معروف میں تیری نافرمانی نہ کریں گی، تو ان سے بیعت کر لے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے

انّ عائشۃ زوج النّبی ﷺ اخبرتہ انّ رسول اللّٰہ کان یمتحن من

هاجر الیه من المؤمنات بهذہ الآیة بقول اللّٰه یا ایّھا النّبی اذا جاء ک المؤمنا ت یبا یعنک علی ان لا یشرکن با للّٰه شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھنّ ولا یاتین ببھتانٍ یفترینه بین ایدیھنّ و ارجلھنّ و لا یعصینک فی معروفٍ فبا یعھن واستغفر لھنّ اللّٰه ۔ ان ّ اللّٰه غفور رحیم۔ قالت عا ئشة ممّن اقر بھذا الشّرط من المؤمنات قال لھا رسول اللّٰه قد بایعتک کلاما (صحیح بخاری)

کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کرنے والی عورتوں کا امتحان ایمان خدا تعالیٰ کے اس قول سے جس میں شرک وغیرہ گناہ نہ کرنے کا اقرار لیا گیا ہے، کرتے پھر جو عورت اقرار کرتی اس کو فرما دیتے کہ میں نے تجھ سے بیعت لی۔

و قیل الامتحان ھو ان تشھد ان لا الٰه الا اللّٰه و انّ محمداً رسول اللّٰه فاذا علموا انّ ذلک حق مّنھن لم یرجعن الی الکفّار و اعطی بعلھا فی الکفار الّذین عقد لھم رسول اللّٰه ﷺ صداقھا الّذی اصدقھا و احلّھن للمؤمنین اذا اتوھنّ اجورھنّ قال ابن عباس ۔ و قیل ما کان الامتحان الا بان یّتلو علیھنّ رسول اللّٰه ﷺ الآیة وھی یا ایّھا النّبی اذا جا ئک المؤمنا ت.. الی آخرھا۔ (فتح البیان ج ۹ ص ۲۳)

تفسیر فتح البیان وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس امتحان کی تفسیر میں بعض علماء کا یہ قول ہے کہ آنحضرت ﷺ ان مہاجر عورتوں کو قسم دے کر پوچھتے کہ وہ خاوند سے ناخوش ہوکر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کو پسند کرکے تو نہیں آئیں، بلکہ محض خدا و رسول کی محبت اور دین اسلام میں رغبت کے لئے آئی ہیں۔ جب وہ اس پر قسم کھا لیتیں تو آنحضرت ﷺ ان کو کافر شوہروں کی طرف نہ پھیرتے اور ان کے مہران کو واپس دیتے۔

اور بعض کا قول یہ ہے کہ امتحان یوں ہوا کرتا تھا کہ وہ کلمہ شہادت پڑھتیں۔ جب اس کلمہ سے معلوم ہوتا کہ وہ مسلمان ہیں تو آنحضرت ﷺ ان کو واپس نہ کرتے بلکہ ان کے مہر واپس کر دیتے۔ بعض کا یہ قول ہے کہ امتحان صرف اس طرح ہوتا تھا کہ آپ ان کے سامنے وہ آیت قرآن جس میں شرک وغیرہ گناہ نہ کرنے کا اقرار ہے، پڑھ دیتے۔

یہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اقوال علماء امت محمدیہ بالاتفاق ناطق ہیں کہ

امتحان ایمان کیلئے آسمانی اور قرآنی فیصلہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ مدعی ایمان کے اقوال و اعتقادات کو قرآن و حدیث پر پیش کیا جائے، نہ یہ کہ علامات چہارگانہ مجوزہ قادیانی سے اس کو آزمایا جائے۔ قادیانی نے علامات مذکورہ سے امتحان کرنے کو قرآنی فیصلہ قرار دینے میں نہ صرف انصاف کا خلاف کیا بلکہ خدا اور قرآن پر صریح افتراء کیا ہے۔ قرآن میں اس کی تجویز کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔

اب قادیانی اس افتراء سے تائب ہو۔ اور امتحان وایمان کا محک و معیار قرآن و حدیث سید الابرار کو تسلیم کر کے قرآن و حدیث سے اپنا مسلمان ہونا ثابت کرے۔

ہر چند مرزا قادیانی زبان سے کلمہ شہادت پڑھتا اور منہ سے بھی یہی اقرار کرتا ہے کہ قرآن و حدیث میں جو امور ایمان قرار دیئے گئے ہیں، میں ان کو مانتا ہوں، ولیکن چونکہ اس کی تصنیفات میں اس اقرار کے مخالف صریح انکار پایا جاتا ہے لہذا اس کا صرف کلمہ شہادت پڑھنا اور زبان سے امور ایمان کو تسلیم کرنا لائق اعتبار نہیں اور یہ اس تسلیم و اقرار کی مانند ہے جو منافقین زمانہ حضرت رسالتمآب ﷺ سے وقوع میں آیا اور قرآن نے اس کو صحیح و معتبر نہیں سمجھا، چنانچہ ارشاد ہوا:

اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول اللّٰه واللّٰه یعلم انک لرسوله واللّٰه یشهد انّ المنافقین لکاذبون۔ جب منافق تمہارے پاس (اے رسول) آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ یہ بات خدا تعالیٰ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں، مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ منافق (اس گواہی دینے میں) جھوٹے ہیں، وہ جو کہتے ہیں دل سے نہیں کہتے۔

بناء علیہ قادیانی کو لازم ہے کہ اگر اس کا یہ اقرار اور کلمہ پڑھنا دل سے ہے تو وہ اپنے اس انکار سے رجوع مشتہر کرے اور ان کتابوں کے (جن میں وہ انکار پایا جاتا ہے) پڑھنے سے لوگوں کو روک دے، یا مجمع علماء میں حاضر ہو کر اس انکار کے ایسے معنی بتا دے جو اس اقرار سے موافق مطابق ہوسکیں۔

وجہ دوم: یہ کہ صورت مجوزہ قادیانی سے ایمان کا امتحان بعض اوقات اور بعض حالات میں بحکم عقل ناممکن ہے، جسکے عدم امکان پر قرآن کی شہادت ہی موجود ہے کیونکہ آسمانی نشان ظاہر ہونے میں قادیانی نے بعض اوقات و حالات کی استثناء لگا دی ہے اور یہ بات بتصریح کہدی ہے کہ بعض اوقات مومن کو بشارتیں نہیں ملتیں اور اس پر واقعات آئندہ اور معارف قرآنی نہیں کھلتے۔ اور

دعا کی نسبت تو اس نے یہاں تک کہد یا ہے کہ جو تقدیر حقیقی اور واقعی طور پر مبرم ہو وہ مومن کامل کی دعاؤں سے ہرگز نہیں بدلتی اگر چہ مومن کامل، نبی یا رسول کا رتبہ رکھتا ہو۔

اور اس استثناء سے حالت مقابلہ کی استثناء کہیں ثابت نہیں۔ یعنی یہ بات قرآن وحدیث میں کہیں نہ آئی کہ اگر مومن کامل، کسی کافر یا مومن ناقص کے مقابلہ میں آسمانی نشان دکھانا چاہے گا تو اس حالت وصورت میں نشان دکھانے کا قاعدہ کلیہ اور دائمہ رہے گا۔ اور اس استثناء کا جس کو بعض حالات میں قادیانی نے تسلیم وتجویز کیا ہے، اس میں دخل نہ ہوگا۔ بلکہ قرآن مجید سے اس کا خلاف ثابت ہے اور بعض اوقات عین مقابلہ کی حالت میں نشان دکھانے سے انکار ثابت ہوا ہے اگر چہ اکثر اوقات مقابلہ کے وقت نشان دکھانا بھی قرآن سے ثابت ہے۔

مقابلہ کی حالت میں نشان دکھانے کی تمثیلات کی نقل اس مقام میں ضروری نہیں کیونکہ فریقین کو اس پر اتفاق ہے۔ اور وہ تمثیلات شہرہ آفاق ہیں:

جیسے مشرکین مکہ کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ کا چاند کو دوٹکڑے کر دکھانا،

اور بدر کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ کی دعا سے فرشتوں کا نازل ہونا،

اور آنحضرت ﷺ کے ایک کف دست مٹی اور سنگریزہ پھینکنے سے تمام مشرکین کی آنکھوں اور نتھنوں کا خاک اور کنکروں سے بھر جانا۔ وغیرہ۔

اس مقام میں ایک ایسی مثال کی تفصیل کی جاتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ کا مشرکین کے مقابلہ کے لئے آسمانی نشان چاہنا اور اس پر نشان دکھانے سے انکار پایا جاتا ہے۔ سورہ انعام میں ارشاد ہے:

وان کان کبر علیک اعرا ضھم فان استطعت ان تبتغی نفقاً فی الارض او سلّماً فی السّماء فتاتیھم بآیۃٍ ۔ ولو شاء اللّٰہ لجمعھم علی الھدی فلا تکو ننّ من الجا ھلین ۔ (انعام ع ۴)۔ اگر تجھ پر (اے رسول مشرکین مکہ کا (اسلام سے) منہ پھیرنا ناگوار ہو تو تجھے زمین میں سرنگ لگا کر یا آسمان میں سیڑھی لگا کر کوئی نشان (جو وہ چاہیں) دکھانے طاقت ہے تو ان کو نشان لا دے۔ خدا چاہتا تو ان سبکو ہدایت پر اکٹھا کر دیتا۔...

تفسیر معالم میں لکھا ہے:

وکان رسول اللّٰہ ﷺ یحرص علی ایمان قومہ اشدّ الحرص وکانوا

اذا سألوا لیتاحب ان یر یهم اللّٰه تعالی ذلک طمعا فی ایمانهم فقال اللّٰه عزّ وجل فان استطعت .. الآیة ۔(معالم ۔ص ۳۰۸) کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی قوم کے مومن ہو جانے کی کمال حرص تھی وہ جب کوئی نشانی مانگتے تو آپ خدا سے چاہتے کہ وہ ان کو نشان دکھاوے اس طمع سے کہ وہ لوگ مومن ہو جائیں جس پر خدا تعالی نے یہ (مذکورہ بالا) ارشاد فرمایا۔

اور بیضاوی میں آخر آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

من الجا هلین با لحرص علی ما لا یکو ن ۔ بیضاوی ص۲۵۳۔ جوامر نہ ہو اس کی حرص سے نادان نہ ہو۔

اس قسم کی آیات قرآن مجید میں اور بھی ہیں جن میں مقابلہ کی حالت میں انبیاء سابقین اور آنحضرت ﷺ کا نشان دکھانے سے انکار کرنا پایا جاتا ہے۔مرزا قادیانی نے جو مقابلہ کی حالت میں نشان ظاہر ہونے کو ضروری اور لازمی قرار دیا اور اس کو اپنے استثناء سے مستثنٰی کر دیا ہے، تو اس پر دو آیات قرآن سے تمسک کیا ہے۔ایک وہ آیت جس کا اس نے یہ ترجمہ کیا ہے:

اے مومنو مقابلہ سے ہمت نہ ہارو اور کچھ اندیشہ مت کرو اور انجام کار غلبہ تمہیں کا ہے اگر واقعی مومن ہو۔

دوسری وہ آیت جس کا ترجمہ بایں الفاظ کیا ہے:

خدا تعالی ہرگز کافروں کو مومنوں پر راہ نہیں دے گا۔

مگر اس میں اس نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے اور آیات کا مطلب غلط بتایا ہے۔ان آیات میں ہر وقت اور عام حالات میں مسلمانوں کو کافروں پر ظاہری اور دم نقد غلبہ دینے کا وعدہ نہیں دیا گیا، بلکہ پہلی آیت میں تو ایک خاص موقع (جنگ احد کے بعد جنگ بدر صغری کی تیاری) پر یہ وعدہ دیا گیا تھا۔چنانچہ پہلی آیت کی تفسیر میں معالم میں لکھا ہے:

نزلت هذه الآیة بعد ا حدٍ حین امر النبی ﷺ اصحا به لطلب القوم بعد ما ا صا بهم الجرح فا شتد ذلک علی المسلمین فا نزل هذه ا لآیة ۔ (جب آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کو ابوسفیان کے مقابلہ کا انکے زخمی ہو جانے کے بعد حکم دیا تھا اور وہ حکم ان پر گراں گذرا تھا تب خدا نے اس آیت کو اتارا)

دوسری آیت میں نہ تو خاص کر کے آسمانی نشان دکھانے سے غلبہ کا وعدہ دیا گیا ہے

اور نہ ہرایک وقت اور ہرایک حالت میں مسلمانوں پر کافروں کوراہ نہ دینے کا وعدہ ہے۔ اسی عدم عموم حالت حالات کی وجہ سے اس آیت کی تفسیر میں صحابہ کا اختلاف رہا ہے۔

قال علی فی الآخرۃ و قال عکرمۃ عن ابن عباس ای حجۃ و قیل ظھروا علی اصحاب النبی ﷺ۔ (معالم ص۹۵)۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ آخرت میں خدا کافروں کو مومنوں پر راہ نہ دے گا۔ ابن عباسؓ نے کہا ہے کافر دلائل سے (جو آسمانی نشان کے سوابھی ہوتے ہیں) مسلمانوں پر غالب نہ آئیں گے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب پر غالب نہ ہوں گے۔

یہ تفسیر معالم کا بیان ہے۔ ایسا ہی بیضاوی نے لکھا ہے اور اس میں تخصیص آخرت پر آیت کے سیاق کو دلیل سمجھ کر کہا ہے:

فاللّٰہ یحکم بینکم یوم القیامۃ و لن یّجعل اللّٰہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً حینئذ (پس خدا تم میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا اور خدا کافروں کومومنوں پراس دن راہ نہ دے گا)۔

اوران آیات سے کسی مسلمان سلف یا خلف نے یہ نہیں کہا کہ ان میں مومنوں کو کافروں پر ہر حالت اور ہر وقت میں غلبہ دینے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور واقعہ اور مشاہدہ کی شہادت بھی اس کے برخلاف ہے۔ ہم صاف دیکھتے ہیں کہ بارہا مسلمانوں کا کافروں سے مقابلہ ہوا۔ اور بظاہر کافروں نے غلبہ پایا۔ عام مسلمانوں کا کیا ذکر ہے، خاص انبیاء پر بعض کافروں نے غلبہ پایا اوران کوشہید کیا۔ دیکھو قرآن میں و قتلھم الانبیاء بغیر حقّ۔

مرزا قادیانی بھی دل سے ان آیات کا یہ مطلب نہیں سمجھتا جو یہاں بیان کرتا ہے۔ وہ خود یہ مطلب سمجھتا ہے، تو کیوں دلیری کے ساتھ بلا حفاظت پولیس و حوارین کبھی میدان میں نہیں نکلتا۔ دہلی میں چاندنی چوک کے جلسہ عام اہل اسلام میں نہ آیا اوراس نے صاف اور صریح الفاظ کے ساتھ یہ عذر لکھ بھیجا کہ:

اس جوش کی حالت میں کسی مفسدہ کا اندیشہ ہے۔ ابھی ایک شخص مجھ کو کہہ گیا ہے کہ میں محض خیر خواہی کی رو سے کہتا ہوں کہ عوام کی نیت فساد پر ہے۔ لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے کہ میرے دوست مولوی غلام قادر صاحب ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر آپ کی تحریر ذمہ داری سے اطلاع دے دیں اور یہ بھی التجا و درخواست کریں کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اپنی طرف سے امن قائم

کرنے کے لئے کچھ مدد کریں۔ بعد اطلاع ڈپٹی کمشنر آپ کو اطلاع دی جائے۔

اور آپ نے اشتہار ۱۷۔اکتوبر میں یہ مشتہر کیا ہے کہ

عوام کے مفسدانہ حملوں نے جو ایک ناگہانی طور پر کئے گئے، اس دن مجھے حاضر ہونے سے روک دیا۔صدہا لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ اس جلسہ کے عین وقت پر مفسد لوگوں کا اس قدر ہجوم میرے مکان پر ہو گیا کہ میں انکی وحشیانہ حرکت دیکھ کر اوپر کے زنانہ مکان میں چلا گیا۔ اکثر اس طرف آئے اور گھر کے کواڑ توڑنے لگے اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعض آدمی زنانہ مکان میں گھس آئے۔

ایسا ہی آپ نے تقریر مطبوعہ ۲۳۔اکتوبر (۱۸۹۱ء) میں اور آپ کے حواری میاں غلام قادر نے سیالکوٹ گزٹ ۱۵۔نومبر (۱۸۹۱ء) میں مشتہر کیا ہے۔اس واقعہ کے بعد جتنے دن آپ دہلی میں رہے اپنے گھر پر پولیس کا پہرہ رکھوایا اور جس دن دہلی سے کوچ کیا، رات کے تین بجے ریلوے سٹیشن کا رستہ لیا۔

لاہور میں آپ کا قدم آیا تو یہاں بھی اردگرد حواریوں کا پہرہ رکھوایا اور جس دن سے آپ کے ثانی اثنین مہدی لاہوری (یہ شخص لاہور میں ہے دعوی رسالت بھی کرتا ہے مہدی ہونے کا بھی مدعی ہے۔کلمہ پڑھتا ہے لا الہ الا اللّٰہ مہدی رسول اللہ) نے سر بازار آپ کی خدمت کی، اس دن سے تو آپ نے اکثر زنان خانہ میں خلوت اختیار کی اور بہت کم نیچے کے مکان مردانہ میں نشست فرمائی۔

(اس لاہوری مہدی کا ذکر قادیانی روایات میں بھی ملتا ہے۔سراج الحق نعمانی نے بتایا ہے کہ: ایک شخص لاہور میں تھا کہ گلی کوچوں میں لا الہ الا اللّٰہ مہدی رسول اللّٰہ کا نعرہ لگاتا پھرتا تھا۔ایک دفعہ مرزا صاحب لاہور تشریف لے گئے اور مسجد شاہی میں جاتے تھے اور ہزاروں آدمی ساتھ تھے کہ یہ دیوانہ مہدی بھی آ گیا اور دوڑ کر مرزا صاحب کے گلے میں کپڑا ڈال لیا۔ بمشکل لوگوں نے ہٹایا اور کپڑا آپ کی گردن سے نکالا۔ تذکرۃ المہدی ص ۱۹۲۔

اور مفتی محمد صادق قادیانی نے : دسمبر ۱۸۹۱ء کے واقعات میں بتایا ہے، لاہور میں ایک شخص مہدی ہونے کے مدعی تھے۔ اکثر لوگ ان کو دیوانہ سمجھتے تھے۔ وہ صاحب علم آدمی نہ تھے۔ وہ بازار میں حضرت صاحب سے اچانک آ کر لپٹ گئے اور شور مچانے لگے کہ مہدی تو میں ہوں تم نے کیوں دعوی کیا۔ شیخ رحمت اللہ نے ان کو پکڑ کر پیچھے کیا۔ منقول از، ذکر حبیب۔ص ۱۹)

پس اگر ان آیات کا وہی مطلب آپ کے دل میں ہوتا جو بیان کیا ہے تو یہ امر ایسے وقوع میں نہ آتا۔ ناظرین انصاف و ایمان سے کہنا جس شخص کو خدا کی طرف سے مقابلہ کے وقت غلبہ کا وعدہ دیا جائے وہ خدا پر بھروسہ چھوڑ کر ڈپٹی کمشنر یا پولیس یا اور لوگوں کی پناہ لیتا ہے، ہرگز نہیں

☆ فی دلیل سو روپیہ انعام

اور اگر مرزا قادیانی کو یہ دعوی ہے کہ ان آیات میں ظاہری و جسمانی مقابلہ کے وقت مومنوں کو غلبہ دینے کا وعدہ نہیں دیا گیا، بلکہ باطنی اور روحانی مقابلہ کے وقت یہ وعدہ دیا گیا ہے تو وہ اس کا ثبوت پیش کرے اور نقل صحیح سے یہ بتا دے کہ جس موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں وہ ظاہری اور جسمانی مقابلہ کا موقع نہ تھا بلکہ باطنی اور روحانی مقابلہ کا موقع تھا۔ اس بات کا قادیانی ثبوت دے تو ہم سے ایک دلیل پر سو روپیہ انعام لے۔

ہر چند آیات (اگر عمومات ہوں) اپنے موقع سے مخصوص نہیں ہوتیں مگر یہ تو ضروری اور لازمی امر ہے کہ موقع نزول کو وہ شامل ہوتی ہیں۔ اور یہ امر بالاتفاق ناممکن ہے کہ وہ اپنے معانی کی نظر سے مورد نزول کو شامل نہ ہوسکیں۔ اس بیان سے صاف ثابت ہوا کہ مقابلہ کی صورت میں بھی ہر وقت اور ہر حالت میں مومنوں کو غلبہ دینے اور آسمانی نشان دکھانے کا خدا کی طرف سے وعدہ نہیں دیا گیا، بلکہ بعض اوقات عین مقابلہ کی حالت میں نشان دکھانے سے انکار پایا گیا ہے۔ اور اس قاعدہ نشان نمائی میں جو استثناء قادیانی نے تجویز و تسلیم کی ہے اس سے حالت مقابلہ مستثنی نہیں ہے۔ بناء علی ہذا صورت فیصلہ مجوزہ قادیانی سے بعض حالات میں فیصلہ ناممکن ہے کیونکہ بحکم استثناء مجوزہ مسلمہ قادیانی ممکن ہے کہ مقابلہ کے وقت دونوں فریق یا ایک فریق پر ایک مدت محدود تک (سال تمام کیوں نہ ہو) کسی بشارت یا پیشین گوئی یا عجائبات قرآنی کا انکشاف نہ ہو اور فریقین یا کسی ایک فریق کے فرد اہل حاجات و مصائب میں ایسے لوگ آجائیں جن کے حق میں تقدیر مبرم کا قلم چل چکا ہو۔ اور ان کے حق میں کسی کی دعا مقبول نہ ہو۔ اس حالت میں علامات چارگانہ مجوزہ قادیانی سے فریقین یا احد الفریقین کا کافر یا مومن ہونا ثابت نہ ہوسکے گا اور صورت مجوزہ قادیانی سے فیصلہ ممکن نہ ہوگا۔

وجہ سوم: یہ کہ صورت فیصلہ مجوزہ قادیانی کا وقوع بحکم عادت بھی ناممکن ہے اور اس سے امتحان ایمان قادیانی کا متعذر رہے۔

کوہڑی خانہ کی تیاری کے لئے روپیہ کون دے گا اور مفلس کوہڑیوں کا خرچ روزمرہ

کا، اگر وہ صد ہا لاہور میں جمع ہو گئے ،کون ذمہ وار ہوگا؟ اگر حکیم صاحب جموں کے خزانہ عامرہ کی نظر سے ان کو آسان تصور کیا جائے تب بھی بڑی بھاری مشکل اس تجویز کے وقوع سے مانع ہے کہ کمیٹی ممتحنہ کے ممبر اگر صرف حواریان قادیانی ہوں (جو روپیہ ملنے اور دو وقتہ مفت پر کھانا کھانے کے طمع سے بخوشی ممبر ہو سکتے ہیں) تو ان کے امتحان اور ایمان پر فریق ثانی اور عام مسلمانوں کو اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر اس کمیٹی میں فریق ثانی کے اشخاص ممبر مقرر کئے جاویں تو یہ امر بخیال طوالت میعاد ایک سال کے ناممکن الوقوع ہے۔ وہ لوگ قادیانی کو اس کے ایسے دعاوی کی نظر سے جھوٹا اور فریبی جانتے ہیں اور خود آسمانی نشان دکھانے کے مدعی نہیں ہیں۔ پھر وہ کس امید پر اپنے کام کاج چھوڑ کر ایک سال تک اس کی نوکری میں لگ سکیں گے۔ اسی نظر سے قادیانی نے یہ کمیٹی تجویز کی ہے اور ایک سال ان کی نوکری اور حاضر باشی کی میعاد ٹھہرا دی ہے۔ اس کو اس امر کا یقین حاصل ہے کہ ایک سال کی میعاد مقرر کرنے سے کوئی مسلمان اس کمیٹی میں شامل ہونا پسند نہ کرے گا اور اس قدر عرصہ تک ناحق و بلاضرورت اپنی اوقات کا خون کرنا روا نہ رکھے گا۔

یہ یقین اس کو ان اشتہارات کے جاری کرنے سے ہو چکا ہے جو سابقاً مخالفین اسلام کے مقابلہ میں ایک سال تک حاضری کی شرط پر آسمانی نشان دکھانے کے لئے اس نے جاری کئے تھے اور مخالفین ان اشتہارات کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔ کسی نے اس کو فریبی اور دھوکہ باز سمجھا، کسی نے دیوانہ قرار دیا۔ اور اس نے اپنے احمق اتباع پر اس کا نتیجہ یہ ظاہر کیا کہ کوئی اسکا مقابل نہ ہوا، اور میدان اس کے ہاتھ میں رہا۔ یہی نسخہ اس نے مسلمانوں سے پیچھا چھڑانے اور اپنے احمق اتباع کے سامنے ان پر اپنی فتح ظاہر کرنے کیلئے استعمال کرنا چاہا ہے مگر دانا ہر فرقہ کے خوب سمجھتے ہیں کہ یہ اس کی فتح نہیں، گریز ہے۔ اور ایک ناممکن الوقوع امر کو شرط مقابلہ ٹھہرانا گریز کا ایک بہانہ ہے۔

بھلا اگر قادیانی کو کوئی یہ کہے کہ ایک سال کے عرصہ تک وہ (قادیانی) اس کی خدمت میں حاضر رہے۔ ایک سال کے بعد وہ اس کو خدا تعالی کی ظاہری آنکھوں سے زیارت کرا دے گا، یا اس کو پر لگا کر آسمان پر اڑا کر پہنچا دے گا، تو کیا قادیانی اس امید پر ایک سال تک اس کی خدمت میں رہنا منظور کرے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر وہ مسلمانوں کو (جو اس کو محض فریبی سمجھتے ہیں اور اس سے صدور خوارق و کرامات کو ویسا ہی محال جانتے ہیں) کیوں ایسی بات کہتا ہے؟ ہاں وہ میعاد نشان نمائی ہفتہ دو ہفتہ کر دے، تو مسلمان نہ اس امید پر کہ وہ نشان دکھا سکتا ہے بلکہ صرف اس خیال سے کہ وہ جھوٹا ہے، خدا اس کو جھوٹا کرے گا اور عام لوگوں پر اس کا فریب ظاہر کر دے گا، اس قلیل

مدت تک اپنی اوقات کو صرف کر سکتے ہیں۔ سال بھر تک تو وہ اپنی اوقات کو اس کی تکذیب کے لئے صرف کرنا، کوہ کندن گیا ہے برآوردن کا مصداق سمجھتے ہیں اور اس سے آسان تدبیر تقریر و تحریر کے ذریعہ سے اس کا جھوٹا اور فریبی ہونا ظاہر کر سکتے ہیں۔ لہذا میعاد ایک سال کے لئے ان کا اس کمیٹی کا ممبر ہونا ناممکن الوقوع ہے۔

وجہ چہارم: یہ کہ صورت مجوزہ قادیانی سے فیصلہ وقوع میں آ بھی جاوے تو وہ مشتبہ رہتا ہے کیونکہ بعض علامات جس کو قادیانی آسمانی قرار دیتا ہے، آسمانی نہیں بلکہ شیطانی یا انسانی ہونے کا احتمال رکھتی ہے۔

وہ کشف واقعات آئندہ سے جو بذریعہ علم نجوم و رمل و جفر اور جوتش اور قیافہ شناسی اور پولیٹکس بھی ہو جاتا ہے اور اس قسم کے واقعات کو بطور پیشین گوئی نجومی رملی و پولیٹیشن اشخاص اکثر بتاتے ہیں اور وہ اخباروں میں مشتہر ہوتے رہتے ہیں اور واقعی بھی نکلتے ہیں۔ پس اگر قادیانی (جو علم نجوم میں دخل رکھتا ہے) چنانچہ اس کی عبارات توضیح مرام منقولہ فتوی تکفیر قادیانی سے ظاہر ہے (اور پالیٹیشن اور قیافہ شناس تو پورا ہے) ان علماء اسلام کے مقابلہ میں (جو رمل و نجوم کا علم نہیں رکھتے اور مرزا قادیانی کے برابر وہ قیافہ شناس اور پولیٹیشن بھی نہیں ہیں) کچھ واقعات آئندہ بتا دے جن کی مثل وہ علماء نہ بتا سکیں تو اس سے ان واقعات کے بیان کا نشان آسمانی ہونا کیونکر متیقن ہو سکتا ہے۔

وجہ پنجم: یہ کہ بعض علامات مجوزہ قادیانی یقیناً آسمانی نہیں بلکہ شیطانی ہیں۔ جن کی نظر سے اس فیصلہ کو یقیناً شیطانی کہہ سکتے ہیں۔ وہ آیات قرآن میں اس کی وہ تحریفات ہیں جن کو وہ معارف قرآنی کہتا ہے (جیسے قادیانی کے نزدیک لیلۃ القدر سے رات مراد نہ ہونا بلکہ ایک ظلماتی زمانہ، جس کی ظلمت حد کمال تک پہنچ چکی ہو، مراد ہونا، اور سجود آدم سے حضرت آدم کی طرف ملائکہ کا سجدہ مراد نہ ہونا بلکہ انسان کامل کی خدمت و اطاعت مراد ہونا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے احیائے موتی و شفاء مرضی سے روحانی مردوں اور مریضوں کو ہدایت کرنا، یا عمل مسمریزم کے ذریعہ سے اپنا خیالی اثر حیات و صحت ان پر ڈالنا اور خلق طیور سے کل دار کھلونے بنانا وغیرہ) اور مسلمان ایسے معانی کے بیان کو تحریف و کفر و الحاد و زندقہ و باطنیت سمجھتے ہیں اور اس پر وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ وہ معانی ظاہر نصوص کے (جو باتفاق اہل اسلام واجب الاعتقاد ہے) مخالف ہیں اور سلف صالحین صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین و اکابر محدثین سے مروی و ماثور نہیں، اس امر کا تو قادیانی خود فخر کے ساتھ مدعی ہے اور کہتا ہے کہ وہ معانی کسی کتاب تفسیر میں موجود نہ ہونگے۔ لہذا وہ تحریفات بحکم حدیث من احدث فی امرنا

هذا ما لیس منه فھو رد (یعنی جو شخص ہمارے دین میں ایسی بات نکالے جو اس میں نہیں، یعنی قرون ثلاثہ میں جن کی بہتری کی آنحضرت ﷺ نے شہادت ہے، پائی نہ جاوے، وہ مردود ہے) مسلمانوں کے نزدیک لائق رد ہیں۔ پھر وہ ان تحریفات کو آسمانی نشان کیونکر مان لیں اور اس میں قادیانی کا مقابلہ کس طرح کریں۔ قادیانی کے مقابلہ میں وہ تھوڑی دیر کے لئے کافر نہیں بن سکتے (وہ اس احمق کی نظیر نہیں بننا چاہتے جس نے پرائی بدشگنی کیلئے اپنی ناک کٹائی تھی)

وجہ ششم: یہ کہ صورت فیصلہ مجوزہ قادیانی نہایت طوالت اور مہلت طلب ہے ایک عرصہ انعقاد و تقرری کمیٹی ہائے مختلف علاقوں کیلئے چاہیے۔ اور بعد انعقاد کمیٹی ہا اور شروع کارروائی پھر ایک سال انتظار نتائج دعاؤں اور پیش گوئیوں کیلئے چاہیے۔ حالانکہ یہ کئی سالوں کی راہ ایک دن یا چند دنوں میں طے ہوسکتی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ وہی کمیٹی جو آئندہ دعاؤں اور پیش گوئیوں کے نتائج اور قرآنی معارف کا امتحان کرکے قادیانی کو پاس کرے گی، قادیانی کی گزشتہ دعاؤں اور پیش گوئیوں کے نتائج اور اس کے بیان کردہ قرآنی معارف کا امتحان کرے۔ اس کمیٹی میں قادیانی کے مخالف مولوی بھی شامل ہوسکتے ہیں کیونکہ یہ صرف چند دنوں کا کام ہے، اور اس میں ان کو بنظر کاذب اور مفتری ہونے قادیانی کے اور کذب ہونے اس کی پیش گوئیوں کے اور کفر والحاد ہونے اس کے بیان کردہ معارف کے اپنی کامیابی کی کامل امید ہے۔

اس کمیٹی کے ممبر فریقین سے مساوی منتخب ہوں اور اس کا پریسیڈنٹ نیوٹرل (ثالث غیر طرفدار) ہو۔ یہ کمیٹی قادیانی کی پہلی دعاؤں اور پیش گوئیوں کے نتائج اور قرآنی معارف کو درست اور صحیح اور آسمانی نشان قرار دے تو قادیانی کو مومن کامل تصور کیا جائے، ورنہ کافر دروغگو۔

پہلی دعاؤں میں شائد ان لوگوں کے نام بھی پیش ہوں جن کا ہزارہا روپیہ قادیانی صاحب ہضم کرچکے ہیں اور ان کے کام نہیں ہوئے۔ اور انکی نسبت شائد وہ یہ عذر پیش کریں کہ ان کے حق میں تقدیر مبرم چل چکی تھی اس لئے وہ کامیاب نہ ہوئے۔ لہذا انکی جگہ چند نئے اہل حاجات (جن میں بعض قادیانی کے اتباع سے لنگڑے، کانے وغیرہ بھی شامل ہوں گے) پیش کئے جائیں گے ان کی نسبت پہلے قادیانی صاحب الہام کی دوربین لگا کر لوح محفوظ یا عرش معلیٰ یا علیین سے یہ دیکھ لیں کہ وہ تقدیر مبرم والے تو نہیں۔ وہ ایسے نکلیں تو ان کی جگہ اور لوگوں کو منتخب کرے جو تقدیر مبرم کی لپیٹ میں نہ آئے ہوں۔ اور پھر ان کے حق میں دعا کرکے ایک یا دو ہفتہ میں اس کا اثر دکھادے اور اس کمیٹی سے اور اپنے تمام مخالفین سے اپنے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کرے۔

ہم سب مخالفین، قادیانی کو وعدہ دیتے ہیں کہ اگر وہ غلبہ رائے کمیٹی سے اس امتحان میں پاس ہو گیا تو ہم یہ سمجھیں گے کہ وہ درحقیقت مدعی نبوت نہیں (گو اس کے الفاظ سے یہ دعویٰ قطعاً ثابت ہو۔ اس صورت میں ان الفاظ کی نسبت یہ خیال کیا جائے گا کہ وہ الفاظ اس نے نادانی اور سادہ لوحی سے جس وہ اپنے فیصلہ ۳ فروی ۱۸۹۲ء میں مقر ہوا ہے، بولے ہیں نہ عمداً اور ارادہ معانی حقیقیہ سے) (اس امر کو میں نے آپ کے دیگر مخالف علماء کے پاس ذکر کیا تو انہوں نے منظور کیا۔ آپ اس امر کو منظور کر لیں گے تو ان کی دستخطی تحریر آپ کے پاس بھیجی جائے انشاء اللہ تعالیٰ) اور اس نظر سے وہ کافر نہیں کیونکہ ہم لوگوں اہل سنت کا اصول واعتقاد ہے کہ متنبّی (جھوٹے مدعی نبوت) کے ہاتھ پر خوارق وکرامات کا ظاہر ہونا ممکن نہیں چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۷ میں اس کی تشریح ہو چکی ہے۔

ومعہذا اگر قادیانی سے آسمانی نشان اور کرامتوں کا ظہور ہوا تو سمجھا جائے گا کہ وہ درحقیقت مدعی نبوت نہیں، صرف نادانی اور سادگی سے ایسے الفاظ، جن سے دعویٰ نبوت ثابت ہے، اس کی قلم سے نکل گئے ہیں۔ ہمارے اس وعدہ وتسلیم سے قادیانی کے یہ عذرات:

۱۔ بعض اوقات تقدیر مبرم نشان دکھانے سے مانع ہوتی ہے۔

۲۔ یک طرفہ نشان دکھایا جائے تو مخالف مولوی اس کو نہ مانیں گے اور انکے بہکانے سے عوام بھی اس کا اعتبار نہ کریں گے،۔

اٹھ گئے۔ اب تو وہ سر تسلیم جھکا کر یک طرفہ آسمانی نشان دکھائے، اور سالہا سال کی راہ ایک دن یا چند دنوں میں طے کرنا منظور کرے۔ وہ اس تسلیم کا خود اپنے فیصلے میں ہم سے طالب ہوا تھا۔ ہم نے اس کو منظور کر لیا ہے، تو اب اس کو یک طرفہ نشان دکھانے سے کون سا عذر مانع ہے بس اب میدان میں آئے اور نشان دکھائے، اور روز روز کا قصہ طے کرے۔

یہ قادیانی کے آسمانی فیصلہ کے نسخ وترمیم کی وجوہات ہیں۔ انہیں وجوہات کے ضمن میں اس فیصلہ کی جگہ جو آسان تجویز با تقویم ہمارے خیال میں تھی وہ بیان ہو چکی ہے وہ تجویز وہ آسمانی فیصلہ ہے جو وجہ اول کے ضمن میں بیان ہوئی ہے کہ قادیانی اپنے اقوال واعتقادات کو آسمانی وحی جلی قرآن اور آسمانی وحی خفی حدیث نبوی پر مجمع علماء میں حاضر ہو کر پیش کرے اور اپنے زبانی اقرار کلمہ شہادت اور اظہار تسلیم امور ایمان مندرجہ حدیث وقرآن کو اپنی کتب وتصانیف کے انکار سے مطابق کر دکھائے کیونکہ وہ مسلمانوں کی مجالس اور بعض تحریرات میں یہ تو اقرار کرتا ہے:

۱۔ کہ میں ملائکہ کو نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب نہیں سمجھتا۔

۲۔ان کے بذات خود زمین پر آنے سے انکاری نہیں ہوں۔

۳۔ جبریل کا آنحضرت ﷺ کے پاس اصلی صورت میں چھ سو بازوؤں کے ساتھ آنا مانتا ہوں۔ نہ کہ انبیاء کی خیالی صورت سے۔

۴۔ میں روح القدس روح الامین (جو انبیاء کے پاس آتا) ان کی خدائی صفت محبت کے نتیجہ کو قرار نہیں دیتا بلکہ جبریل فرشتہ کو سمجھتا ہے جو آسمان سے اتر کر انبیاء کے پاس آتا تھا ایک دفعہ جبریل آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تو اس کے کئی سو پر تھے (حکیم صاحب جموں کو مخاطب کر کے فرمایا) بھائی نوردین بتانا کتنے؟ (حکیم صاحب نے جواب دیا) حضرت چھ سو تھے۔

۵۔ میں تثلیث پاک تجویز نہیں کرتا۔

۶۔ میں بطور استعارہ ابن اللہ (خدا کا بیٹا) نہیں کہلاتا۔

۷۔ میں ستاروں کی تاثیر کا قائل ومعتقد نہیں ہوں۔

۸۔ میں نبوت کا دعوی نہیں کرتا بلکہ مدعی نبوت کو کافر جانتا ہوں۔

۹۔ میں اپنی وحی کو وحی انبیاء کی طرح دخل شیطان سے منزہ اور معصوم نہیں سمجھتا۔

۱۰۔ میں معجزات انبیاء اور خوارق کو مانتا ہوں۔

۱۱۔ میں آنحضرت ﷺ کے جسمانی معراج کو حق جانتا ہوں۔

۱۲۔۱۳۔ میں سجود آدم، لیلۃ القدر وغیرہ کو جو قرآن مجید میں وارد ہیں اسی طرح ان کے ظاہری معانی سے مانتا ہوں جس طرح تمام مسلمان مانتے چلے آئے ہیں۔

۱۴۔ میں نصوص کے ظاہری معنی چھوڑنے کو کفر والحاد سمجھتا ہوں۔

۱۵۔ میں مسیح وغیرہ انبیاء کی توہین نہیں کرتا بلکہ اس توہین کو کفر سمجھتا ہوں۔

۱۶۔ میں اپنے اوپر نازل کتاب یا آیات کا مدعی نہیں ہوں۔

۱۷۔ میں تمام لوگوں پر اپنی پیروی واجب اور موجب نجات اور اپنی نافرمانی کو حرام اور مستوجب سزا نہیں جانتا۔

۱۸۔ میں اہل اسلام سلف کو مشرک کافر نہیں سمجھتا بلکہ مومن کو کافر کہنے والے کو کافر جانتا ہوں۔

وعلی ہذا القیاس بہت ایسے امور ہیں جن کا مرزا قادیانی عام مجالس اور بعض تحریرات میں اقرار کرتا ہے۔مگر اس کی کتب مشہورہ تصانیف میں اس اقرار کے برخلاف صریح انکار موجود ہے جو بہ ترتیب امور منقولہ بالا اس کی تصانیف سے نقل کیا جاتا ہے۔

☆۱۔ آپ کا ملائکہ کو نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب قرار دینا، آپ کی درج ذیل عبارات میں پایا جاتا ہے:

توضیح المرام کے صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں:

روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کے اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا ان کو لقب دیں، درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے۔

اور اس کے صفحہ ۴۰ میں لکھتے ہیں:

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبوں کے متعلق ایک روح رکھتے ہیں جن کو نفوس کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں۔

☆۲ تا ۶ آپ کا ملائکہ خصوصاً جبریل و ملک الموت کے بذات خود اور اصلی صورت سے نزول سے انکار کرنا اور صرف نزول تاثیر کا قائل ہونا اور انبیاء کی دیکھی ہوئی صورت کو ان کی خیالی صورت قرار دینا، اور روح القدس روح الامین وغیرہ انسانی صفت محبت کے نتیجہ کو قرار دینا اور تثلیث پاک کو تجویز کرنا اور اپنے آپ کو بطور استعارہ ابن اللہ کہنا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں:

محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اترتے ہیں اور یہ خیال ببداہت باطل بھی ہے مثلاً فرشتہ ملک الموت جو ایک سیکنڈ میں ہزارہا ایسے لوگوں کی جانیں نکالتا ہے جو مختلف بلاد و امصار میں ایک دوسرے سے ہزاروں کوس کے فاصلے پر رہتے ہیں اگر ہر ایک کے لئے اس بات کا محتاج ہو کر اول پیروں سے چل کر اسکے ملک اور شہر اور گھر میں جاوے اور پھر اتنی مشقت کے بعد جان نکالنے کا اسکو موقع ملے تو ایک سیکنڈ کیا اتنی بڑی کارگزاری کیلئے تو کئی مہینے کی مہلت بھی کافی نہیں ہوسکتی۔ کیا ممکن ہے کہ ایک شخص انسانوں کی طرح حرکت کر کے ایک طرفۃ العین کے یا اس کے کم عرصے میں تمام جہان گھوم کر چلا آوے، ہرگز۔

اور اس عبارت منقولہ سابق میں گزر چکا کہ درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام پر مستقر اور قرار گیر ہے۔

اور اس کے صفحہ ۳۸ میں لکھتے ہیں:

اگر ان نفوس طیبہ کا ان ستاروں سے الگ ہونا فرض کر لیا جاوے تو ان کی تمام قوی میں فرق پڑ جاوے گا... وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان ہی کا حکم رکھتے ہیں اور انکے جدا ہونے سے ان کی حالت وجودیہ میں بکلی فساد راہ پا جانا لازی اور ضروری امر ہے۔

اور اس کے صفحہ ۶۸ میں لکھتے ہیں:

سو وہ فرشتہ (جبریل) اگر چہ ہر ایک شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہیے) لیکن اس کے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظروف کے لحاظ سے چھوٹی چھوٹی یا بڑی شکلوں پر تقسیم ہوتا ہے۔

وہ توضیح مرام کے صفحہ ۲۱ میں لکھتے ہیں:

ان دونوں محبتوں (یعنی محبت خدا ومحبت بندہ) کے ملنے سے جو در حقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں ایک مستحکم رشتہ اور شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الٰہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے ..... چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اسلئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن کے ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ کی محبت کے لئے ضروری ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے

اور اس کے صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں:

اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں۔

اور اس کے صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں:

اس وقت جبریل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اس کے اندر لکھدیتا ہے تب جیسے اس فرشتے کا جو آسمان پر مستقر ہے جبریل نام ہے اس کی عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے۔ یا مثلاً اس فرشتے کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے۔ سو یہ نہیں کہ فرشتہ اسکے اندر گھس آتا ہے کہ جیسے مثلاً آئینہ دیکھنے سے یہ نہیں ہوتا کہ تمہارا منہ اور تمہارا سر گردن سے ٹوٹ کر اور الگ ہو کر آئینہ میں رکھ دیا جاتا ہے۔

اوراس کے صفحہ ۷۹ میں لکھتے ہیں :

جب جبریلی نور خدا کی کشش اور تحریک اور نفخہ نورانیہ سے جنبش میں آتا ہے تو معاً اس کی ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا چاہیے محبّ صادق کے دل میں منقش ہوجاتی ہے۔

☆ ۷۔ آپ کا تاثیر ستاروں کا قائل ہونا

آپ توضیح مرام میں صفحہ ۳۳ میں لکھتے ہیں :

جیسے ہمارے اجسام اور ہماری تمام ظاہری قوتوں پر آفتاب اور ماہتاب اور دیگر سیاروں کا اثر ہے ایسا ہی ہمارے دل اور دماغ اور ہماری تمام روحانی قوتوں پر یہ سب ملائک اثر ڈال رہے ہیں۔

اوراس کے صفحہ ۳۸ میں لکھتے ہیں کہ

تمام نباتات اور جمادات اور حیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے۔

اوراس کے صفحہ ۴۰ میں لکھتے ہیں کہ

جیسے کواکب اور سیاروں میں باعتبار انکے قالبوں کے طرح طرح کے خواص پائے جاتے ہیں جو زمین کی ہر ایک چیز پر حسب استعداد اثر ڈال رہے ہیں ایسا ہی ان کے نفوس نورانیہ میں بھی انواع اقسام کے خواص ہیں جو باذن حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن پر اثر ڈالتے ہیں اور یہی نفوس نورانیہ کامل بندوں پر بشکل جسمانی متشکل ہوکر ظاہر ہوجاتے ہیں

☆ ۸۔۹۔ آپکا مدعی نبوت ہونا اور نبیوں کی مانند اپنی وحی کو دخل شیطان سے منزہ ومعصوم سمجھنا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ میں لکھتے ہیں :

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہوکر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی میں نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے، امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں، اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے، اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے، اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے، اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے، اوراس سے انکار کرنے والا مستوجب سزا ٹھہرتا ہے، اور نبوت کے معنی بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔

اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۲ میں آپ لکھتے ہیں:

ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے مگر اس کو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے ۔ ...سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی کہا ، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دو شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اس لئے خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔

اور اس کے صفحہ ۶۷۶ میں لکھتے ہیں:

جیسے اسلام میں سر دفتر الہی خلیفوں کا مثیل موسی ہے جو اس سلسلہ اسلامیہ کا سپہ سالار اور بادشاہ اور تخت عزت کے اول درجہ پر بیٹھنے والا اور تمام برکات کا مصدر اور اپنی روحانی اولاد کا مورث اعلی ہے ﷺ ایسا ہی اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسی بن مریم ہے جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربانی مسیحی صفات سے رنگین ہو گیا ہے اور فرمان جعلنا ک المسیح ابن مریم نے اسکو درحقیقت وہی بنا دیا ہے و کان اللّٰہ علی کلّ شئیٍ قدیر۔ اور اس آنے والا کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی ، اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں ۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے و مبشرا برسول یا تی من بعدی اسمہ احمد ۔ مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جلال و جمال ہیں ۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے، بھیجا گیا ہے

☆ ۱۰۔ آپ کا معجزات سے انکار کرنا اور ان کو قانون قدرت کے مخالف سمجھ کر از قسم شعبدہ بازی و دست کاری و مسمریزم قرار دینا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں:

یہی معجزہ کفار مکہ نے ہمارے سید اور مولی حضرت خاتم الانبیاء ﷺ سے مانگا تھا کہ آسمان پر ہمارے روبرو چڑھیں اور روبرو ہی اتریں اور انہیں جواب ملا تھا قل سبحان ربی یعنی خدا تعالی کی حکیمانہ شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کھلے کھلے خوارق اس دار الابتلاء میں دکھاوے اور ایمان بالغیب کی حکمت کو تلف کرے۔

اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ٦ و ٧ میں آپ لکھتے ہیں:

مشابہت کے لئے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کئے جاتے ہیں (یعنی قادیانی سے) اس بارے میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ احیائے جسمانی کچھ چیز نہیں احیائے روحانی کے لئے یہ عاجز آیا ہے اور اس کا ظہور ہوگا۔ ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں (اس میں صاف تصریح ہے کہ جن معجزات کو مسیح کی طرف مسلمان منسوب کرتے ہیں وہ مفتریات ہیں مسیح سے وہ معجزات سرزد نہیں ہوئے) تو اعجوبہ نظر نہیں آتا۔ بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا؟ اور پیش گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے۔ کیا یہ بھی پیش گوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے، مری پڑے گی۔ لڑائیاں ہوں گی۔ قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں۔

(جس نبی کی ایک الہامی پیش گوئی غلط نکلے اس کے الہام اور وحی اور نبوت کا کچھ اعتبار نہیں۔ بناء علیہ آپ کا حضرت مسیح کی پیش گوئی کو غلط کہنا در پردہ ان کی نبوت سے انکار ہے)۔

یہاں تو آپ نے صرف حضرت مسیح کے معجزات، پیش گوئیوں، پر وار کیا ہے مگر اپنے ازالہ کے صفحہ ٦٢٩ میں اس وار اور طعن میں چار سو اور نبیوں کو بھی شامل کر لیا ہے۔ چنانچہ بحوالہ کتب یہود و نصاریٰ جن پر اہل اسلام کے نزدیک اعتماد حلال نہیں، یہ لکھا ہے:

ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارہ میں پیش گوئی کی تھی اور وہ جھوٹی نکلی۔ اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ اسکا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا، نوری فرشتہ کی طرف سے نہ تھا اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی سمجھ لیا۔

اس بیان کی تائید میں آپ نے قرآن کی ایک آیت کے اس حصہ سے جس میں ذکر ہے کہ جو نبی یا رسول گذرا ہے، اس نے بات کی تو شیطان نے اس میں کچھ ملا دیا، استدلال کیا اور یہ کہا ہے کہ اب خیال کرنا چاہیے کہ جس حالت میں قرآن کریم کی رو سے الہام اور وحی میں دخل

شیطان ممکن ہے اور پہلی کتابیں تورات وانجیل اس دخل کی مصدق ہیں اور اسی بنا پر الہام ولایت یا الہام عامہ مومنین بجز موافقت ومطابقت قرآن کریم کے حجت نہیں، تو پھر ناظرین کیلئے غور کا مقام ہے کہ کیونکر اور کن علامات بینہ سے میاں عبدالحق (غزنوی) صاحب اور میاں محی الدین (لکھوی) صاحب نے اپنے الہامات کو رحمانی الہام سمجھ لیا ہے۔

مگر اس استدلال میں آپ نے تحریف سے کام لیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔

وما ارسلنا من قبلک من رسول الّا اذا تمنّی القی الشّیطان فی امنیّته ۔ فینسخ اللّه ما یلقی الشّیطان ثمّ یحکم اللّه آ یا ته ۔ و اللّه علیم حکیم ۔ (حج : ۵۲)

اس آیت کے پہلے حصہ کو آپ نے لے لیا اور اس کا اخیر حصہ جس میں صاف بیان ہے کہ اللہ ،شیطان کی ملائی ہوئی بات کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیت کو محکم کرتا ہے، چھوڑ دیا

اور طرفہ یہ کہ آپ بہت جگہ اپنی تصانیف میں اس آیت کے آخری حصہ سے اس کے ساتھ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے لفظ و لا محدث شامل کر کے اپنے اور دیگر محدثین کے الہامات کا دخل شیطان سے منزہ ہونا ثابت کر چکے ہیں اور اس حصہ آیت اور حدیث بخاری کو اپنے دعوی نبوت ومحفوظیت کا بڑا بھاری ثبوت خیال کرتے ہیں

اس مقام میں مولوی محی الدین صاحب وصوفی عبدالحق کے الہامات کو، جو قادیانی کے مخالف ہوئے ہیں، جھوٹا بنانے کے لئے اس حصہ آیت اور اس حدیث کو آپ ہضم کر گئے ۔ اور اس آیت کے پہلے حصہ کو کتب یہود ونصاری کا مصدق بنا کر دکھا دیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ اور درحقیقت یہ پوری آیت مضمون کتب یہود ونصاری کے مصدق نہیں مکذب ہے اور کسی آیت یا حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انبیاء اپنی الہامی پیش گوئی میں جھوٹے نکلتے ہیں)

اور اس کے صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں :

اس مقام میں زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں، نہیں دیکھتے کہ وہ کھلے کھلے انکار کئے جاتے ہیں۔

اور اس کے صفحہ ۳۰۱ میں لکھتے ہیں:

دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں

جوالہام الٰہی سے ملتی ہے جیسے حضرت سلیمانؑ کا معجزہ جو صرح ممرد من قوا ریر، ہے جس کو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

اب جاننا چاہیے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ (خلق طیور یعنی مٹی کا پرندہ بنانا) حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا، تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے انکو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے، وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے ان کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے جیسا کہ قرآن کریم ہی اس بات کا شاہد ہے۔ سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے، یا اگر پرواز نہیں تو پیروں پر چلتا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔

اور اس کے صفحہ ۳۰۵ میں آپ لکھتے ہیں:

ماسوائے اس کے یہی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں کیونکہ عمل الترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اس میں پوری پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کر ان چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں...ان کی روح میں کچھ ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی گرمی دوسری چیزوں پر ایک جماد پر جو بالکل بے جان ہے ڈال سکتی ہے۔ تب جماد سے وہ بعض حرکات صادر ہوا کرتی ہیں۔

اور اس کے صفحہ ۳۰۹ میں لکھتے ہیں:

بہرحال مسیح کی یہ تربی کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ

عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ سے قوی امید رکھتا ہے کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم تر نہ تھا۔

اور اس کے صفحہ ۳۱۰ میں آپ لکھتے ہیں:

واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک نہایت برا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع دفع کرنے کیلئے اپنی دلی و دماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے ان روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں، بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔

اور اس کے صفحہ ۳۲۴ میں آپ لکھتے ہیں کہ:

غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کیلئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کے قسم سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔

اور اس کے صفحہ ۴۴۱ میں آپ لکھتے ہیں:

ایسا مردہ تو کوئی زندہ نہیں ہوا کہ وہ بولتا اور اس جہان کا سب حال سناتا۔ اور اپنے وارثوں کو نصیحت کرتا کہ میں تو دوزخ میں سے آیا ہوں تم جلد ایمان لے آؤ۔ اگر مسیح صاف طور پر یہودیوں کے باپ دادے زندہ کر کے دکھا دیتا اور ان سے گواہی دلواتا تو بھلا کس کو انکار کی مجال تھی۔

غرض پیغمبروں نے نشان تو دکھائے مگر پھر بے ایمانوں سے مخفی رہے۔ ایسا ہی یہ عاجز بھی خالی نہیں آیا بلکہ مردوں کے زندہ ہونے کے لئے بہت سا آب حیات خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو بھی دیا۔ بے شک جو شخص اس میں سے پئے گا زندہ ہو جائے گا۔

بلا شبہ میں اقرار کرتا ہوں اگر میری کلام سے مردے زندہ نہ ہوں۔ اور اندھے آنکھیں

نہ کھولیں اور مجذوم صاف نہ ہوں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔

اور اس کے صفحہ ۲ میں آپ لکھتے ہیں:

اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔

(مسمریزم کی حقیقت پر مرزا صاحب کا ایک بیان ہم یہاں نقل کئے دیتے ہیں:۔

پیر سراج الحق نعمانی قادیانی لکھتے ہیں کہ ایک: مولوی نے ایک روز مسجد مبارک (قادیان) میں حضرت مرزا سے دریافت کیا کہ مسمریزم جو آج کل بہت مشہور ہے، یہ کیا چیز ہے۔ آیا اس میں کسی قسم کا اثر بھی ہے یا یوں ہی بچوں کا کھیل تماشا اور وہم اور بے وجہ شئے ہے۔ مرزا نے فرمایا مولوی صاحب! مسمریزم بہت عمدہ کارآمد چیز اور نتیجہ خیز بات ہے۔ یوں تو کوئی شئے بھی خدا نے عبث اور بے فائدہ نہیں بنائی ربّنا ما خلقت هذا باطلا ۔لیکن یہ مسمریزم تو بڑی کارآمد شئے ہے اور خاص اثر رکھتی ہے اور جیسا کہ اسلام نے اس کو لیا اور برتا اور فائدہ اٹھایا ہے اور کسی مذہب یا کسی فرقہ نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ حقیقت اور مغز اسلام کو میسر آیا اور قشر اور پوست دوسروں کے حصے میں گیا۔ کہتے ہیں مسمر ایک انگریز کا نام ہے جس نے اس کو پھیلایا اور مشہور کیا۔ سو اس واسطے اس کے نام پر مسمریزم نام شہرت پکڑ گیا۔ ورنہ دراصل اس کا نام تربی علم ہے۔ ترب مٹی کو کہتے ہیں اور مٹی سے انسان کی پیدائش ہے خلقه من ترا ب ثم قال له كن فيكو ن ۔ میرا لڑکا سلطان احمد بھی ایک میز کہیں سے لے آیا تھا۔ وہ بھی ہاتھ رکھنے سے حرکت کرتی تھی، اللہ تعالیٰ نے ہمیں الہاماً فرمایا کہ یہ عمل الترب ہے۔ مسیح میں بھی یہ قوت تربی اچھی خاصی تھی۔ ہمارے الہام میں ہے هذا هو التّر ب الّذی لا يعلمها الخلق یہ وہ عمل ترب ہے کہ مخلوق اس کی شناخت سے بے خبر ہے۔ پہلے زمانہ میں فقراء کے پاس تھا وہ اس کو پوشیدہ راز سمجھ کر کسی کو نہیں بتلایا کرتے تھے سوائے خاص لوگوں کے۔ صرف ان میں یہی تھا کہ دوسرے شخص کو بیہوش کر دیتے، یہ ان کی کرامت ہوتی تھی، مگر اب مسمریزم کے نام سے لوگ گھبراتے ہیں۔ فقراء صوفیہ کی اصطلاح میں اس کا نام توجہ اور تصور ہے۔ اگر کسی کو مسمریزم کا نام اچھا نہ معلوم ہو تو اس کو توجہ اور تصور کہہ سکتے ہیں۔ غرض اسلام نے اس کو اس طرح سے لیا ہے کہ پہلے مصافحہ اور معانقہ کی صورت میں اگرچہ اوروں میں بھی مصافحہ اور معانقہ ہے لیکن بے اصل یوں ہی دل لگی کے طور سے۔ پھر نماز باجماعت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز باجماعت میں مونڈھے سے مونڈھا اور پاؤں سے پاؤں ملا کر کھڑے ہو اور اپنے درمیان کچھ فاصلہ نہ رکھو کہ خالی جگہ شیطان داخل ہو جائے گا۔ یہ اس بات کو ظاہر کیا کہ ایک شخص کی توجہ جسمانی اور روحانی

دوسرے شخص میں سرایت کر جائے۔ جماعت میں جیسے جسمانی رنگ میں کوئی ضعیف اور کوئی قوی ہوتا ہے ایسا ہی روحانی اور باطنی کیفیات میں بھی ضعف وقوت کا فرق ہوتا ہے۔ تو جب اس میں ایک دوسرے کے ملنے سے ایک دیوار کی طرح ہو جائیں گے اور مل کر کھڑے ہونے سے ایک دوسرے کی تاثیر اور فیوض اور جذب روحانی پھیل کر سب میں پہنچ جاوے گی۔ جب پہلی صف اپنی قوت اور جذب روحانی سے پر ہو جائے گی تو پھر اس صف کا اثر دوسری صف پر پڑے گا اور پھر ان دونوں صفوں کا اثر تیسری پر پہنچے گا۔اس کے سمجھنے کے لئے بجلی کی مشین کی سی ہے جو آج کل نکلی ہے اگر اس بجلی کی مشین یا کل کو کوئی ہاتھ میں پکڑے تو اس کا ہاتھ سن ہو جائے گا اور چھوٹ نہیں سکے گا ایسا ہی اگر دوسرا شخص اس ہاتھ کو پکڑ لے تو اس پر بھی برقی اثر ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر دس اور بیس اور پچاس سو تک ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے جائیں تو وہ برقی اثر سب پر یکساں اثر کرتا چلا جائے گا۔ اگر درمیان میں کچھ بھی فصل رہے گا تو وہ برقی طاقت رک جائے گی اور اس کی قوت جذب کام نہ دے گی اور وہ جدائی جو واقعہ ہوئی ہے وہ اس برقی طاقت کو آگے نہیں چلنے دے گی اور روک ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر نماز کی صف میں کچھ فصل مل کر کھڑے ہونے میں ہو گا تو قوت روحانی یا اثر باطنی جو ایک دوسرے میں سے ہو کر آ رہا تھا وہ رہ جائے گا، اس کا نام اصطلاح شریعت میں شیطان رکھا ہے۔ (ایک صف کا دوسری صف سے ملاپ کب ہوتا ہے؟ درمیان میں تو فاصلہ ہوتا ہے۔ یوں مرزا کی یہ ساری مثال یہیں ختم ہو جاتی ہے اور جو بعد میں بیان کیا وہ بے ربط ہو جاتا ہے۔ بہاء) بس اب یوں خیال کرو کہ اب جو ظہر کی نماز ہماری اس مسجد میں ادا ہوئی تو دوسری مساجد میں بھی جماعتیں ہوئیں اور دوسرے گاؤں اور شہروں میں، یہاں تک کہ تمام جہان میں جماعتیں ہوئیں تو خانہ کعبہ کے چاروں طرف جماعتیں ہوئیں تو تمام جماعتوں اور صفوں کا گول حلقہ بیت اللہ کے اردگرد ہو گیا اور وہ اپنی مدور شکل میں جسمانی حلقہ بندھ کر روحانی طور سے بھی سب کا ایک حلقہ بن گیا۔ اس کی مثال بنٹی کی سی ہے کہ ایک بانس کی لمبی لکڑی کے دونوں سروں پر تیل سے تر کر کے آگ لگا دی جاتی ہے اور ایک مشاق اس کو گھماتا اور چکر دیتا ہے تو اگر چہ وہ دو جگہ علیحدہ علیحدہ آگ روشن ہے مگر گھمانے اور چکر دینے سے اس کا ایک گول حلقہ دکھائی دیتا ہے کہ ایک ذرہ بھی فرق معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام جماعتیں اور صفیں اگرچہ دیکھنے سے الگ الگ مسجدوں میں قائم ہیں، مگر حقیقت میں بنٹی کے حلقہ کی طرح ایک ہی جماعت کے حکم میں روحانی طور پر ہو جاتی ہیں اور وہ سب صفیں جو دست بستہ اپنے مقام پر کھڑی ہیں اپنے جسمانی اتصال اور روحانی اثر سے مؤثر ہو کر بیت اللہ سے فیض یاب ہوتی اور رحمت وفضل الٰہی کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہیں کیونکہ بیت اللہ وہ مقام ہے جو انّ اول بیت وضع للنّاس ہے اور حضرت ابراہیم اور آنحضرت ﷺ کے لئے کامل تجلی الٰہی کا مقام

ہے اور کلام الٰہی کے نزول کی جگہ ہے ۔ ابراہیم کو بھی حکم ہوا کہ یہاں آنے کیلئے اعلان کر دو اور آنحضرت ﷺ کو بھی حکم ہوا اور آپ کے ذریعہ سے تمام لوگوں کو حکم پہنچا اور بڑے بڑے وعدے یہاں سے ہوئے ۔

مولوی صاحب خیال کرو کہ جماعتوں میں ہر زمانہ میں اولیاء ابدال اقطاب صلحا اتقیاء غوث مجدد محدِث محدث ہوتے ہیں اور عام مومنین بھی وہ تمام مل کر بیت اللہ یعنی تجلی گاہ اعظم اللہ تعالی سے فیض رحمت برکت کھینچتے ہیں اور اپنے اندر جذب کرتے ہیں اللہ تعالی نے فرمایا و الّذین جا ھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا یہی سرّ اور رمز ہے جو سب کے سب بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے ہیں تا کہ توجہ الی اللہ پورے طور سے ہو۔ اگر ایک طرف منہ نہ کیا جاوے اور متفرق طور پر اپنی اپنی مرضی سے جدھر چاہیں منہ کر لیں تو کس طرح فساد لازم نہ آجاوے اور کیونکر وحدت ہو سکتی ۔ اگر ایک واعظ کھڑا ہو کر وعظ کرے اور سننے والے وعظ چھوڑ کر دوسری طرف جدھر جس کا دل چاہے منہ کر کے بیٹھ جاویں یا کھڑا ہو جاویں تو کیسی ابتری اور بے ہودگی ہوگی نہ سننے میں اثر ہوگا اور نہ واعظ کی توجہ پوری پوری ان کی طرف ہوگی اور نہ کوئی اس سے فائدہ اٹھائے گا بلکہ الٹا اثر ہوگا ۔

یہی راز بیعت کی حقیقت کو آشکارہ کرتا ہے۔ ظاہری بیعت اور باطنی بیعت پر اثر انداز ہوتی ہے آج کل جو فرقہ بندیاں ہو رہی ہیں اور ایک امام کے تابع نہیں ایک دوسرے کو کافر و مرتد کہتے ہیں اور جس منصب کے وہ مستحق نہیں خود بننا چاہتے ہیں ۔ ہر شخص انانیت کا دم مارتا ہے اور واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً کو چھوڑتا جاتا ہے جو مسمر یزم کی طرف اشارہ ہے تو وحدت کیونکر پیدا ہو۔ سب کے سب متفرق ہو کر یک دم محروم ہو گئے اور کیونکر وصول الی اللہ کی راہیں کھل سکتی ہیں اور کس طرح وہ اولیاء الرحمٰن میں داخل ہو سکتے ۔ فرقوں کے مٹانے کے لئے اور متفرق لوگوں کو ایک جگہ اور ایک طریق پسندیدہ پر اکٹھا کرنے کے لئے خدا نے اپنے وعدے کے مطابق مجھے عین ضرورت پر بھیجا۔ مجھ سے منہ موڑ کر کیا پھل پائیں گے۔ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ وہ مسیح ناصری جو ان کی نظر میں زندہ ہے وہ ہی آئے ، مگر وہ فوت ہو گیا۔ اس کی زندگی اور آنا ایک موہوم اور نرا خیال باطل ہے ۔ نہ کوئی اس طرح پہلے گیا اور نہ آیا اور نہ اتنی مدت زندہ رہا، اب کس طرح خدا کی سنت کے خلاف یہ ان کی امید بر آ سکتی ہے۔ اس مسیح سے انکار کر کے کیا لیا جو میرا انکار کر کے لیں گے (مرزا صاحب تو چلے گئے ۔ سو سال گذر گیا، لیکن جس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے وہ بقول خود بھیجے گئے تھے، فرقہ بندیاں ختم ، لوگوں کو ایک پسندیدہ طریق پر اکٹھا کرنا، وغیرہ وہ تو پورا نہیں ہوا۔ نہ فرقے ختم ہوئے ۔ نہ لوگ ایک طریق پر اکھٹے ہوئے ۔ بہاء)

حضرت موسیٰ کا عصا جو سانپ بن جاتا تھا وہ بھی ان کی توجہ اور قوت قلبی کا اثر تھا انہیں کے ہاتھ

سے سانپ ہو جاتا تھا، دوسرے کے ہاتھ میں نہیں۔ موسیٰ کی وفات کے بعد بھی سوٹا رہا مگر کبھی سانپ نہ بنا اور ان سے پہلے بھی تھا اور کبھی وہ سانپ نہ ہوا سوٹا کا سوٹا ہی رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ کی قدسی قوت اور توجہ کا اثر تھا۔ اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ موسیٰ سانپ بنانے کے وقت دعا کرتے تھے یا اس پر کوئی آیت توریت کی پڑھ کر دم کرتے تھے۔ مسیح بھی اپنی چڑیوں میں اپنی توجہ سے کام لیتے تھے۔ ان میں خدا نے یہ قوت قدسی یہ تاثیر پیدا کر دی تھی اس سے بڑھ چڑھ کر اللہ تعالیٰ نے سید الانبیاء ﷺ میں قوت قدسی اور خاص توجہ رکھی تھی یہ قوت الٰہی تھی جو آپ کو عطا کی گئی تھی جس کا اثر یہ تھا کہ ہاتھوں کی انگلیوں سے اس قدر پانی فوارہ کے طور پر نکلا کہ لشکر سیراب ہو گیا اور چند روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے بہتوں کا پیٹ بھر گیا اور پھر بھی وہ روٹیاں جتنی تھیں بچ رہیں اور آپ کے لعاب دہن مبارک سے کنویں کا پانی میٹھا ہو گیا اور ایک شخص کی لڑائی میں آنکھ نکل پڑی۔ آپ کے دست مبارک رکھنے سے وہ آنکھ اچھی خاصی ہو گئی۔ اسی طرح سینکڑوں آپ کے اقتداری نشان ہیں اور ان سے زیادہ یہ ہے کہ جب چند لوگوں نے آپ سے نشان طلب کر لیا، رات کا وقت تھا، آپ نے فرمایا وہ دیکھو آسمان پر نشان ظاہر ہوا۔ اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اٹھائی تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور آپ نے ایک مٹھی کنکریوں کی کفار پر پھینکی تو وہ سب اندھے اور بدحواس ہو گئے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آپ نے ان نشانوں کے لئے دعا کی تھی یا کلام الٰہی پڑھ کر دم کیا تھا، یہ توجہ باطنی اور قوت الٰہی کا کرشمہ قدرت تھا جو ان میں پہلے ہی ودیعت رکھا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و ما رمیت اذ رمیت و لکنّ اللّٰہ رمی

اس سے ہمیں انکار نہیں کہ تھوڑی بہت یہ قوت ہر ایک میں ہے مگر پھر سب میں برابر نہیں اور یہ لوگ جو مسمریزم یعنی توجہ کرتے ہیں یہ کسبی ہے اور اس کو بھی انہوں نے صحیح طور استعمال نہیں کیا ایک کھیل تماشہ کے طور پر برتا جو سفلی حالت میں رہ گئے۔ مگر خدا کے ماموروں مقبولوں کی یہ کشش یہ توجہ یہ جذب وہبی تھا۔ ایک شخص کسب اور مشق کر کے برسوں میں حاصل کرتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے برگزیدوں میں وہبی طور پر عطا کرتا ہے جس کا کسبی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ذرہ جگنو یعنی کرم شب تاب آفتاب کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے؟

فرمایا بیعت میں بھی یہی راز مضمر ہے کہ مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر جو شخص بیعت کرتا ہے تو اس بیعت کنندہ میں وہ قوت باطنی اور طاقت ایمان پیدا ہو جاتی ہے کہ برسوں کی عبادت میں وہ لذت اور قوت باطنی حاصل نہیں ہوتی۔ رومی صاحب فرماتے ہیں

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا۔

منقول از تذکرۃ المہدی ص ۲۷۶۔۲۸۱۔ ملخصاً)

مرزا قادیانی کی اس طویل تقریر کے بعد ایک اور قادیانی روایت ملاحظہ فرمایئے۔

مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں:

خواجہ عبدالرحمٰن متوطن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ خط بیان کیا کہ میرے والد میاں حبیب اللہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے نماز میں مرزا صاحب کے ساتھ کھڑے ہونے کا موقع ملا اور چونکہ میں احمدی ہونے سے قبل وہابی تھا، میں نے اپنا پاؤں مرزا صاحب کے پاؤں کے ساتھ ملانا چاہا۔ مگر جب میں نے اپنا پاؤں آپ کے پاؤں کے ساتھ رکھا تو آپ نے اپنا پاؤں کچھ اپنی طرف سرکا لیا جس پر میں بہت شرمندہ ہوا اور آئندہ کے لئے اس طریق سے باز آ گیا۔ سیرۃ المہدی از بشیر احمد جلد دوم ص ۲۹)۔

اس روایت سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ مرزا صاحب نے پیر سراج الحق والی روائت میں جس بات کی ہوا باندھی تھی، اور جس غبارے میں ہوا بھری تھی، کہ پاؤں سے پاؤں ملا کر نماز میں کھڑے ہونے سے ایک عالم گیر حلقہ بن جاتا جو کعبہ سے فیض حاصل کرتا ہے اور یہ فیض اس حلقے میں شامل ہر شخص کو پہنچتا ہے کہ وہ پاؤں سے پاؤں ملا کر کھڑے ہوتے ہیں، اور جس طرح بجلی کا کرنٹ ایک دوسرے سے پیوستہ چیزوں میں سے گذرتا ہے اسی طرح وہ فیض گذر جاتا۔ جہاں حلقہ ٹوٹ جاتا ہے وہاں رک جاتا۔ اب مرزا کا عمل بتاتا ہے کہ وہ کسی حلقے میں شامل نہیں۔ اور سلسلہ اور حلقہ ان تک پہنچتا ہے تو ٹوٹ جاتا ہے فیض رسانی کا سلسلہ رک جاتا ہے۔ نہ ان تک فیض پہنچتا ہے کہ وہ پاؤں ملا کر کھڑے نہ ہونے کے باعث حلقہ سے الگ تھلک کھڑے ہیں، اور جب ان تک ہی نہیں پہنچتا تو ان سے آگے، ان کے مریدوں کو کیسے پہنچے گا۔ اور خود ان کا فیض بھی کسی کو اس لئے نہیں پہنچ سکتا کہ وہ الگ تھلگ کھڑے ہیں، کسی مرید کا پاؤں ان کے پاؤں سے چھو نہیں رہا ہے۔ اور پھر مرزائیوں کی روایتوں سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ باجماعت نماز میں بھی کسی صف میں کھڑے نہیں ہوتے تھے، بلکہ امام سے ذرا پیچھے ہٹ کر صف اول سے آگے یکہ وتنہا کھڑے ہوتے تھے۔ ان صورتوں میں مسمریزم کے تصور پر کھڑی کی ہوئی عمارت دھڑام سے نیچے آ گرتی ہے، اور غبارہ سے ہوا نکل جاتی ہے اور مرزا صاحب کی ہوا اکھڑ جاتی ہے۔ بہاء)

☆ ۱۱۔ مرزا قادیانی کا آنحضرت ﷺ کی جسمانی معراج سے انکار کرنا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں:

اب میں کہتا ہوں کہ جو امر (یعنی آسمان پر جانا) آنحضرت ﷺ کے لئے جو افضل الانبیاء تھے جائز نہیں اور سنت اللہ سے باہر سمجھا گیا، وہ حضرت مسیح کے لئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

اور ازالہ اوہام کے ص ۴۷ میں لکھتے ہیں:

اس جگہ کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔

☆ ۱۲۔۱۳،۱۴۔سجود آدم اور لیلۃ القدر کے ظاہری معانی سے انکار کرنا، اور نصوص کے ظاہر معانی چھوڑ کر ان سے استعارات مراد لینا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ یہ سجدہ کا حکم اسوقت سے متعلق نہیں ہے کہ جب حضرت آدم پیدا کئے گئے بلکہ یہ علیحدہ ملائک کو حکم کیا گیا کہ جب کوئی انسان اپنی حقیقی انسانیت کے مرتبہ تک پہنچے اور اعتدال انسانی اس کو حاصل ہوجائے اور خدا تعالیٰ کی روح اس میں سکونت اختیار کرے تو تم اس کامل کے آگے سجدہ میں گرا کرو یعنی آسمانی انوار کے ساتھ اس پر اترو اور اس پر صلوۃ بھیجو۔ سو یہ اس قدیم قانون کی طرف اشارہ ہے جو خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہمیشہ جاری رکھتا ہے۔

اور آپ فتح اسلام، کے صفحہ ۵۴ میں لکھتے ہیں:

تم سمجھتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے؟ لیلۃ القدر اس ظلمانی زمانہ کا نام ہے جس کی ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے وہ زمانہ بالطبع تقاضا کرتا ہے کہ ایک نور نازل ہو جو اس ظلمت کو دور کرے۔ اور اس زمانہ کا نام بطور استعارہ کے لیلۃ القدر رکھا گیا ہے مگر درحقیقت یہ رات نہیں، یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے۔

اور اس کے صفحہ ۱۷ میں آپ لکھتے ہیں کہ

خدا تعالیٰ ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور تعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے۔

اور توضیح مرام کے صفحہ ۱۴ میں حدیث قتل خنازیر اور قطع صلیب اور رفع جزیہ کی تاویل اور تحریف کر کے آپ لکھتے ہیں:

یہ سب استعارے ہیں جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے فہم دیا گیا ہے وہ نہ صرف آسانی سے بلکہ ایک قسم کے ذوق سے ان کو سمجھ جائیں گے ایسے عمدہ اور بلیغ مجازی کلمات کو حقیقت پر

اتارنا گویا ایک خوبصورت معشوق کا ایک دیو کی شکل میں خاکہ کھینچنا ہے۔

☆ ۱۵۔آپ کا مسیح وغیرہ انبیاء کی توہین کرنا

حضرت مسیح کی جو آپ نے توہین کی ہے ان عبارات سے بخوبی ثابت ہے جو آپ کے انکار معجزات مسیحی کی شہادت میں پیش کی گئی ہیں۔

اور اپنے ازالہ میں صفحہ ۶۷۵ سے ۶۷۷ تک آنحضرت ﷺ اور آپ کے جملہ اصحاب اور ان کے تابعین اور سبھی آئمہ دین کی توہین کی ہے۔ان صفحات میں آپ نے فتح سیفی کی (جس کے سبب خدا تعالی نے سورۃ فتحنا میں آنحضرت ﷺ پر احسان جتایا اور آنحضرت ﷺ نے اس پر کمال مسرت کا اظہار کیا اور اس کو تمام دنیا کی نعمتوں سے بہتر اور محبوب تر کہا اور صحابہ نے اس کی خوشی میں اونٹ دوڑائے اور اس خوشی میں ان کو وہ غم جو مقام حدیبیہ میں پہونچے تھے سب بھول گئے) سخت توہین کی ہے اور اس کی نسبت صفحہ ۶۷۶ میں یہ بات بہ تصریح کہدی ہے کہ سیفی فتح کچھ چیز نہیں ہے۔ چندروزہ اقبال دور ہونے سے وہ فتح ہی معدوم ہو جاتی ہے (محض کذب اور مغالطہ ہے۔سیف سے اگر چہ ابتداء اکراہ ہوتا ہے مگر انتہاء وہ اکراہ بانشراح مبدل ہو جاتا ہے اور جب مومن کے دل میں اسلام راسخ ہو جاتا ہے تو وہ پھر کبھی دور نہیں ہوتا ہندوستان کی حالت دیکھو اسلام اس میں کیونکر آیا اور اب کس طرح قائم ہے مسلمانوں کا اقبال نہیں رہا مگر پھر اسلام عیسائیت کی نسبت ترقی پر ہے) سچی اور حقیقی فتح وہ ہے جو اب اسلام کو (یعنی مرزا کے ہاتھ سے) نصیب ہوئی ہے۔

پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۸۷ میں کہا ہے:

اب یہ عذر کہ اگر ہم قرآن کریم کے ایسے دقائق و معارف ہی مان لیں جو پہلوں نے دریافت نہیں کئے تو اس میں اجماع کی کسر شان ہے۔گویا ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کرلیا۔یہ خیال ان ملا لوگوں کا بالکل فاسد ہے انکو سوچنا چاہیے کہ جب کہ یہ ممکن ہے کہ بعض نباتات وغیرہ میں زمانہ حال میں کوئی ایسی خاصیت ثابت ہو جائے جو پہلوں پر نہیں کھلی (نباتات کی نسبت الیوم اکملت لکم کی بشارت وارد ہوتی تو ان کے خواص جدیدہ کی بھی نفی کی گنجائش ہوتی۔ان کی نسبت انتم اعلم با مور دنیا کم وارد ہے اور قرآن اور اسلام کی نسبت الیوم اکملت لکم دینکم وارد ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ فہم جملہ صحابہ کے مخالف اب کسی کو دقائق قرآنی سوجھیں) تو کیا یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کے بعض عجیب حقائق و معارف اب ایسے کھل جائیں جو

پہلوؤں پر کھل نہیں سکے کیونکہ اس وقت ان کے کھلنے کی ضرورت پیش نہیں آئی (اس میں آپ کا آنحضرت ﷺ پر بھی طعن ہے کیونکہ ضرورت کی جو تفصیل آپ نے کی ہے وہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں بھی بخیال آپ کے پیش نہیں آئی لہذا آپ کے نزدیک آنحضرت ﷺ بھی معاذ اللہ ان دقائق سے محروم رہے)۔

پھر اس کے صفحہ ۶۸۰ میں کہا ہے:

سو اب وہی وقت آ گیا۔ اب وہ وقت نادان مولویوں کے روکنے سے رک نہیں سکتا۔ اب وہ ابن مریم جس کا روحانی باپ زمین پر بجز معلم حقیقی کے کوئی نہیں جو اس وجہ سے آدم سے بھی مشابہت رکھتا ہے، بہت سارا خزانہ قرآن کریم کا لوگوں میں تقسیم کرے گا۔

☆ ۱۶۔ آپ کا مدعی نزول آیات ہونا

قرآن کی بہت سی آیات ہیں جن کو آپ اپنے حق میں نازل بتاتے ہیں جن کی تفصیل مجلس فیصلہ میں ہوگی۔ اور اگر وہ مجلس نہ ہوئی تو کسی آئندہ تحریر میں کی جائے گی۔ اس مقام میں ایک ایسی آیت نقل کی جاتی ہے جو علاوہ موجودہ آیات قرآن کے آپ پر بھی نازل ہوئی ہے آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۳ میں لکھتے ہیں:

اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے کہ انّا انزلناه قریباً مّن القادیان و بالحقّ انزلناه و بالحقّ نزل و کان وعد اللّٰه مفعولاً

پھر صفحہ ۷۶ میں لکھتے ہیں:

اس جگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا (آپ محدث کہلاتے ہیں اور محدث کا کشف و الہام آپ کے نزدیک دخل شیطانی سے منزہ ہے لہذا اس آیت کا قرآن میں ہونا آپ کے نزدیک یقینی اور ضروری ہے۔ موجودہ قرآن میں جو یہ آیت موجود نہیں تو شاید آپ کے نزدیک معاذ اللہ حضرت ابوبکر یا حضرت عثمان یا زید بن ثابت کی غلطی ہے) کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا انّا انزلناه قریباً مّن القادیان، تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو، لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن

شریف میں دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا ہے، مکہ اور مدینہ اور قادیان۔

☆ ۱۷۔ آپ کا تمام لوگوں پر اپنی پیروی کو واجب اور نجات کا موجب کہنا

آپ فتح اسلام کے صفحہ ۴۲ میں لکھتے ہیں:

یعنی خدا نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے، تو اس طوفان کے وقت یہ کشتی طیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پائے گا اور جو انکار میں رہے گا اس کیلئے موت درپیش ہے۔

اور بصفحہ ۵۸ فرماتے ہیں:

اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہرطرف سے اسکو موت درپیش ہے اور اس کی لاش ہی سلامت نہیں رہے گی۔

☆ ۱۸۔ آپ کا سلف اہل اسلام کو کافر و مشرک کہنا

آپ نے اشتہار ۲۰ مئی ۱۸۹۱ء میں تمام مسلمانوں کو جو حضرت مسیح کو زندہ سمجھتے ہیں مشرک اور اعتقاد حیات مسیح کو ستون شرک قرار دیا اور یہ لکھا ہے کہ ہمارے گزشتہ علماء نے اس طرف نہیں خیال کیا اور یہ اعتقاد مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں نے برخلاف کتاب اللہ ٹھہرالیا ہے۔ پھر کہا ہے کہ وہ اس ستون کے ٹوٹ جانے سے سخت ناراض ہیں اور در پردہ مخلوق پرستی کے مؤید ہیں

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۶ میں لکھا ہے:

کہ وہ آیات جن میں ایسا لکھا ہے (یعنی وہ آیات جن میں حضرت مسیح کا مٹی سے جانور بنانا مذکور ہے) متشابہات سے ہیں اور ان کے یہ معنی کرنا کہ گویا خدا تعالی نے اپنے ارادہ اور اذن سے حضرت عیسی کو صفات خالقیت میں شریک کر رکھا تھا (ان آیات کے یہ معنی آپ نے ازخود کئے ہیں مسلمان تو یہ کہتے ہیں کہ خالق خدا ہے حضرت مسیح کا مٹی کے جانور میں پھونک مارنا، یا ان کے لئے دعائے حیات کرنا اس خالقیت کے ظہور کا سبب و محرک ہے) صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۷ میں کہا ہے: یہ سراسر مشرکانہ باتیں ہے اور کفر سے بدتر۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۸ میں کہا ہے کہ یہ سراسر فاسد اور مشرکانہ خیال ہے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۱ میں کہا ہے۔ایسے عقائد سراسر باطل اور مشرکانہ خیالات ہیں۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۲ میں کہا ہے۔ غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرند بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔

اسی قسم کے صدہا کفریات آپ کی کتابوں میں موجود ہیں اور یہ کفریات قادیانی کے زبانی کلمہ پڑھنے اور بعض تحریرات میں امور ایمان کا اقرار وتسلیم کرنے کے صریح مخالف ہیں اور اس کلمہ واقرار کو صاف جھٹلا رہے ہیں۔ پس اگر قادیانی اس اقرار وتسلیم میں سچا ہے اور اس کا وہ اقرار دل سے ہے، منافقین کی مانند صرف زبان سے نہیں ہے، تو اس کا فرض ہے کہ وہ ان کفریات کو اس اقرار وتسلیم سے مطابق کرکے دکھاوے۔ یہ نہ ہوسکے تو ان کفریات سے رجوع وتوبہ کا اشتہار دے۔ اور ان کتابوں کو جن میں یہ کفریات درج کیے ہیں، جلا دینے کا حکم شہرہ آفاق کرے

ان باتوں کو کفر ٹھہرانے میں خاکسار متفرد نہیں بلکہ ہندوستان وپنجاب کے علماء شریعت ومشائخ طریقت مختلف مذاہب وطرق (قادریہ، چشتی، حنفیہ واہل حدیث) اس کی رائے سے متفق ہیں۔ خاکسار نے ان باتوں کو بضمن ایک استفتاء کے انکی خدمت میں پیش کیا تو سب نے بالاتفاق وبلاخلاف ان باتوں کو دائرہ اسلام وتسنن سے خارج کیا اور ان باتوں کی نظر سے قادیانی پر کفر، الحاد، زندقہ، ارتداد، بدعت، خروج از ملت ودائرہ سنت کا فتویٰ لگایا ہے۔

وہ فتویٰ اس وقت تک اس غرض سے عام لوگوں میں مشتہر نہیں کیا کہ اگر قادیانی ان عقاید کفریہ وبدعیہ کی نسبت کوئی عذر ہو تو پیش کرلے۔ ان عقاید کو اسلام وتسنن کے موافق کر دکھائے یا ان سے رجوع کرے۔

یہ امر اس کو بارہا اشتہارات دہلی مطبوعہ ۷، اکتوبر ۱۸۹۱ء وغیرہ میں کہا گیا ہے اور اب اس صورت فیصلہ میں ان باتوں کو بیان کرکے آخری دفعہ اس کو موقعہ عذر (تطبیق یا رجوع) دیا گیا ہے۔ اس پر بھی اس نے مجلس عام میں حاضر ہوکر اس فیصلہ کی طرف رجوع نہ کیا تو اس فتویٰ کو عنقریب مشتہر کیا جائے گا۔ اور پھر قادیانی سے ہاتھ ملنے کے سوائے کچھ بن نہیں پڑے گا۔

یہ صورت فیصلہ بھی اگر قادیانی کو منظور نہ ہو تو پھر اس کے امتحان ایمان کے لئے آسان اور سہل الوقوع وہ تجویز ہے جو وجہ ششم کے ضمن میں بیان ہوئی ہے کہ کمیٹی مقررہ فریقین قادیانی کے پچھلے نشانوں کا امتحان کرے اس میں وہ غلبہ رائے کمیٹی سے پاس ہو جائے تو اس کو

مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دیا جائے۔

اس صورت کو بھی آپ منظور نہ کریں، اور ضرور آئندہ ہی نشان آسمانی دیکھنے اور دکھانے پر اصرار کریں، تو اس کو بھی ہم منظور کرتے ہیں، مگر نہ ان صورتوں سے جن کو آپ نے بیان کیا ہے کیونکہ وہ بجز سال ہا سال مدت کے ظہور پذیر نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ ان نئی دو صورتوں میں سے ایک صورت میں، جو ذیل میں معروض ہے:

پہلی صورت یہ ہے آپ خود ہی آئندہ یک طرفہ نشان دکھلائیں۔ کسی کوہڑی کو اچھا کریں، یا کانے کو دوسری آنکھ دیں، یا لکڑی کا سانپ بنادیں، یا آسمان سے من وسلوی یا مائدہ اتار دیں۔ یا جلتی آگ میں کود پڑیں اور بچ جائیں، یا کسی خشک درخت کو سبز کر دکھائیں، یا ایسا ہی کوئی اور نشان جو انبیاء اور اولیاء سے ظاہر ہوا ہو۔

اس یک طرفہ نشان دکھانے میں جو آپ کا عذر تھا کہ:

مخالف مولوی اس کو نہ مانیں گے،۔

اس کو ہم نے اٹھا دیا، اور نشان دکھانے پر مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دینے کا وعدہ کرلیا ہے۔ اور اگر یہ عذر ہو کہ ایسے نشان دکھانا نیچر یا قانون قدرت کے برخلاف ہے (چنانچہ جموں کے ایک مشہور ڈاکٹر صاحب کے جواب میں آپ نے کہا ہے اور ان کو یوں ہی ٹلا دیا ہے) تو یہ عذر فضول ہے اور گریز کا ایک بہانہ ہے۔ یہ عذر ان ہی لوگوں کے سامنے چل سکتا ہے جو اپنے خیالی نیچر یا قانون قدرت کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مسلمان ایسے عذروں کو مکڑی کے جالے سے بھی ضعیف جانتے اور ان کو توڑنے کے لئے تیار ہیں۔

آپ اس امر کے تصفیہ کے لئے پہلے ہم سے بحث کرلیں۔ ہم نے اگر آپ پر ظاہر اور ثابت کر دیا کہ ایسے نشان دکھانا قانون قدرت کے برخلاف نہیں اور اس کا ثبوت آپ ہی تصانیف سابقہ سے نکال دیا تو پھر آپ کو ایسے نشان دکھانا لازم ہوگا، ورنہ ہم کو اپنے سوال کا واپس لینا۔

اس صورت کی نشان نمائی سے بھی اگر آپ گریز کریں تو پھر دوسری صورت معروضہ ذیل سے نشان نمائی کریں یا نشان دیکھیں:

دوسری صورت یہ ہے جو ایک صوفی الہامی مدعی نمائش نشان آسمانی نے تجویز کی ہے اور اس سے ہمارے ایک معزز دوست نے ہم کو اطلاع دی ہے۔ وہ دوست لکھتے ہیں:

میں نے صوفی صاحب ممدوح کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو ازالہ اوہام کے دعوی

نشان نمائی مندرجہ صفحہ ۶۶۰ کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے فرمایا:

مولوی محمد حسین صاحب کو لکھ دو کہ وہ اشاعۃ السنہ میں چھاپ دیں کہ اگر مرزا کو درگاہ الٰہی میں اپنے مقبول ہونے اور دیگر علماء کے مردود ہونے کا زعم ہے تو اس کو واجب ہے کہ وہ کوئی ایسی کرامت دکھلا وے جو اس کے دعوی کی مصدق ہو۔ کرامت ایسی ہونی چاہیے جس کو روئے زمین کے ذی علم وطبعی وفلاسفر بھی کرامت کے نام سے موسوم کرسکیں۔ اور دکھانے سے پہلے یہ ایک ضروری شرط ہے کہ اس کے جزئی وکلی حالات ایسے مشروح طور پر لکھ کر مشتہر کر دیئے جائیں کہ عام وخاص جاہل و عالم اس کی کیفیت اور صورت واقعہ اچھی طرح سے سمجھ لیں۔ حتی کہ سمجھنے اور دیکھنے میں اس کی کیفیت کے اندران کو ذرا بھی اختلاف نہ ہو۔ پس اس شرط کے ساتھ مرزا کوئی آسمانی کرامت ونشان دس ہفتہ میں ہی دکھلا دے۔ اور اگر اس میعاد معینہ کے اندر ایسی کرامت کے دکھلانے سے مرزا عاجز آ جائے تو اس کے اقرار عجز کے بعد انشاء اللہ تعالی میں وہی کرامت اور آسمانی نشان جو مرزا طلب کرے گا اس کو پانچ ہفتہ کے اندر دکھا دوں گا۔ اور ایسا آسمانی نشان دیکھنے کے بعد مرزا پر صرف یہ واجب ہوگا کہ وہ اپنے عقائد مستحدثہ سے توبہ کرے گا اور توبہ نامہ چھاپ دے گا۔

ان حضرت صوفی صاحب کا نام تب بتایا جائے گا جب قادیانی صاحب اس شرط سے نشان دکھلانا یا دیکھنا منظور کر کے کسی اخبار میں اس امر کا اشتہار کر دیں گے۔ پہلے سے ہم ان کا نام مشتہر کریں تو قادیانی صاحب ان میں کسی قسم کی جرح نکال کر اس بات کو ٹلا دیں گے جیسا کہ ان کی قدیم عادت ہے۔ ہم ان کی حکمت عملیوں سے خوب واقف ہیں۔

لیجئے ہم نے آسمانی فیصلہ کی چار صورتیں بیان کیں جو آپ کے مجوزہ صورتوں سے بدرجہا آسان اور سہل الوقوع اور جلدی ظہور پذیر ہیں۔ اب آپ کو لازم ہے کہ اپنے فیصلہ کو واپس لیں اور ہماری مجوزہ صورتوں میں سے ایک صورت کو منظور کر کے آسمانی فیصلہ کر لیں۔ آپ نے ان صورتوں سے گریز کیا اور اپنی ہی صورتوں پر اصرار قائم رکھا تو عام وخاص کو آپکے گریز کا یقین ہوگا۔

یہ آپ کے فیصلہ آسمانی کا جواب ہے۔ اب اس کے ضمنی دعوی گریز از مباحثہ کا جواب دیا جاتا ہے:

اپنے فیصلہ آسمانی کے ضمن میں بصفحہ ۶ آپ کا یہ دعوی کرنا کہ آپ کے مقابل فریق ثانی نے ناجائز شروط پیش کر کے مباحثہ کو ٹلایا ہے، ایک ایسا سفید جھوٹ ہے کہ جس شخص میں ایک

ذرہ بھی فہم وانصاف ہوگا وہ صرف اسی ایک جھوٹ کی نظر سے آپ کو جملہ دعاوی جدیدہ مسیحائیت و محدثیت وغیرہ میں جھوٹا سمجھے گا۔

آپ کے مقابل فریق نے کبھی کسی شرط کو آپ کے مقابل میں پیش نہیں کیا۔ یہ امر تو آپ ہی سے ہمیشہ ظہور میں آتا رہا ہے۔ آپ ہی نے ہر دفعہ شروط کو پیش کیا اور آپ ہی نے ہمیشہ مباحثہ کوٹلایا ہے۔ اس کا ثبوت آپ کی تحریرات میں بحسب تفصیل ذیل پایا جاتا ہے۔

پہلی بار آپ نے تحریر مندرجہ صفحہ ۳۶۹ اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ میں یہ چار شرطیں پیش کیں۔

۱۔ مباحثہ مجمع عام میں ہو؛ ۲۔ مباحثہ تحریری ہو؛ ۳۔ اس مجمع میں الہامی لوگ بھی شامل ہیں؛ ۴۔ گفتگو کے لئے صرف آپ (محمد حسین) منتخب ہوں کیونکہ آپ شائستہ اور مہذب ہیں اور آپ سے بہتر کوئی نہیں۔

بار دوم: آپ نے تحریر نمبری ۸ مندرجہ صفحہ ۵۰۔ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں یہ دھوکہ دینے والی شرط پیش کی کہ مباحثہ تحریری ہو اور وہ صرف دو تحریروں میں ختم ہو جن میں پہلی تحریر چار ورقوں میں خاکسار کی طرف سے ہو، پھر اسی مقدار میں آپ کی طرف سے۔ اور فریقین ایک حرف تک اپنے منہ سے نہ نکالیں۔

بار سوم: اشتہار ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء میں آپ نے یہ چھ شرطیں پیش کیں۔

۱۔ مکان مباحثہ کسی رئیس لدھیانہ کا ہو، جیسے نواب علی محمد خان، شہزادہ نادر شاہ صاحب، خواجہ احسن شاہ صاحب۔

۲۔ مجلس میں کوئی یورپین افسر ہو، یا ہندو مجسٹریٹ اور چند پولیس مین۔

۳۔ فریقین کے سوال وجواب لکھنے کے لئے ہندو منشی ہو۔

۴۔ سوالات وجواب قلم بند ہونے کے بعد لوگوں کو سنائے جائیں۔

۵۔ ان کی ایک ایک نقل فریقین کو دی جاوے۔

۶۔ جلسہ بحث آٹھ بجے سے دس بجے تک ہو، زیادہ ہو تو نماز ظہر تک جلسہ ختم ہو۔

بار چہارم: آپ نے تحریر نمبری ۱۱ مندرجہ صفحہ ۷۶ جلد ۱۳۔ اشاعۃ السنہ میں یہ شرط پیش کی کہ بحث صرف وفات یا حیات مسیح میں ہو کیونکہ میرا اصل دعوی یہی ہے اور دعوی مسیح موعود ہونے کا اس کی فرع ہے اور اس پر مبنی۔ اس کے جواب میں آپ کی تحریرات سے یہ ثابت کیا گیا کہ آپ کا اصل دعوی مسیح موعود ہونے کا ہے، اس میں بحث کریں، یا اس دعوی کو اصل ٹھہرانے میں غلطی کا

اقرار کریں، تو وفات مسیح میں ہی بحث کر لیں، تو آپ نے جواب سے انکار کیا اور گریز اختیار کیا۔

بار پنجم۔ آپ نے پٹیالہ والے بعض معتقدین کے جبر سے پھر مباحثہ منظور کیا تو اس کے لئے یہ گیارہ شرطیں پیش کیں (جو آپکی تحریر مندرجہ صفحہ ۹۴ جلد ۱۳، اشاعۃ السنہ میں موجود ہے)

۱۔ مکان مباحثہ چھ سات ہزار آدمی کے لائق ہو اور ذمہ دار مولوی محمد حسن لدھیانوی ہوں؛

۲۔ فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر سوال و جواب کریں؛ ۳۔ پرچہ سوال و جواب صرف پانچ ہوں؛

۴۔ ہر ایک فریق اپنے پرچہ کی نقل دوسرے کو دے؛ ۵۔ بحث میں کتابوں سے مدد نہ لی جاوے؛

۶۔ تمہیدی امور مجلس میں لکھے جاویں، گھر سے کوئی لکھ کر نہ لاوے؛

۷۔ جلسہ بحث چھ بجے سے گیارہ بجے تک ہو اور تین دن میں ختم ہو؛

۸۔ پرچوں کا وقت مساوی ہونا چاہیے؛ ۹۔ بحث کے دن سے دس روز پہلے اطلاع ہو؛

۱۰۔ بحث جلسہ عام میں ہو؛ ۱۱۔ منصفی حاضرین کی کچھ ضرورت نہیں۔

اس کے جواب میں شروط فاسدہ کو ردّ اور صحیحہ کو تسلیم کیا گیا تو آپ نے جواب سے انکار اور بحث سے گریز کیا۔

بار ششم: جب آپ اوائل ماہ جولائی ۱۸۹۱ء میں امرتسر پہنچے اور وہاں کے بعض معزز رؤساء نے آپ کو خاکسار سے مباحثہ پر مجبور کیا تو آپ نے خط اسمی مولوی احمد اللہ صاحب و خاکسار مورخہ ۷ جولائی ۱۸۹۱ء میں یہ شرطیں پیش کیں:

۱۔ یہ کہ امن قائم رکھنے کے لئے کوئی احسن انتظام کیا جاوے۔ کوئی صاحب ذمہ وار ہو جائیں؛ ۲۔ مباحثہ تحریری ہو، خواہ کوئی اپنے ہاتھ سے لکھے خواہ دوسرے سے لکھا دے۔

ان شروط کی منظوری کے بعد خاکسار نے بٹالہ سے امرتسر پہنچنے کا وعدہ کیا، تو آپ میرے آنے سے پیشتر امرتسر چھوڑ کر لدھیانہ کو سدھارے اور گریز کے مرتکب ہوئے جس کی مفصل کیفیت ہمارے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں ہے۔

بار ہفتم: جب آپ کو خاکسار نے لودہانہ میں جا پکڑا اور آپ کے خسر دوم منشی ناصر نواب نے آپ کو مباحثہ پر مجبور کیا، تو آپ نے تحریر ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء میں (جو اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ میں چھپ چکی ہے)، یہ شروط پیش کیں:

۱۔ گفتگو تحریری ہو؛ ۲۔ پہلی تحریر آپ کے مباحث کی جانب سے ہو؛ ۳۔ مطالب فتح اسلام و توضیح مرام پر اعتراض ہوں؛ ۴۔ خانگی امور کے متعلق اعتراض نہ ہوں۔

پھر شروط کی پابندی سے بارہ روز تک گفتگو ہوئی تو آپ نے نقض شروط کا ناحق الزام قائم کر کے بارھویں دن گفتگو کو ناتمام چھوڑ کر گریز کیا۔ اور اشتہار یکم اگست اور رسالہ الحق میں اس گریز کا بایں الفاظ اقرار کیا: اب ہم اس بے سود بحث کو بند اور ختم کرتے ہیں۔

بار ہشتم: جب آپ نے دہلی جا کر دعوی مباحثہ کیا تو یہ تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ امن قائم رکھنے کے لئے ایک افسر یورپئین مجلس بحث میں موجود ہو۔ (اور متعدد خطوط اسمی مولوی عبدالحق صاحب تفسیر حقانی میں یہ بھی لکھا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی اجازت و اطلاع تقرری یورپئن افسر خاص کران کے نام سے آوے۔؛ یہ شرط آپ نے اس لئے لگائی تھی کہ دہلی کے ڈپٹی کمشنر اس وقت چیوس صاحب تھے جنہوں نے لدھیانہ میں فریقین کو مباحثہ سے روک دیا تھا۔ لہذا آپ کو یقین تھا کہ وہ صاحب ہرگز اجازت مباحثہ نہ دیں گے۔)؛ ۲۔ بحث تحریری ہو اور فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر کریں؛ ۳۔ بحث صرف حیات وممات مسیح میں ہو۔

پھر ان شرائط سے شرط اول کی نسبت جب یہ بتایا گیا کہ دہلی کے ڈپٹی کمشنر اس وقت مسٹر چیوس ہیں جو لدھیانہ کے مباحثہ کو روک چکے ہیں، تب ہی آپ اس شرط پر زور دے رہے ہیں۔ تو آپ نے اس سے منفعل ہو کر اشتہار ۱۷۔ اکتوبر میں اس شرط کو منسوخ کیا اور اس کے بدلے ذمہ داری امن کا وعدہ لے کر مباحثہ منظور کیا۔ مگر تاریخ ومقام مقرر کر کے آپ کو بلایا، تو آپ نے انکار کر دیا اور گریز کیا۔

اب آپ انصاف کو، شرم کو، حیا کو کام میں لا کر کہیں کہ شروط جائز یا ناجائز کو کس نے پیش کیا اور اتنی دفعہ مباحثہ کو کس نے ٹلایا؟ کسی موقع اور کسی دفعہ ہماری طرف سے بھی کوئی شرط ابتداء پیش ہوئی ہے؟ اور ہماری کوئی تحریر آپ کے پاس موجود ہے جس میں کوئی شرط ابتداء پیش کی گئی ہو؟ اگر ہے تو اس کا نمبر اور تاریخ بتا دیں یا اس کو مشتہر کریں۔ نہیں تو کچھ شرم وحیا کو کام میں لا کر بے ہودہ شروط پیش کرنے اور اس ذریعہ سے مباحثہ ٹلانے کا الزام اپنے آپ کو دیں، نہ کہ اپنے مخاطبین کو۔

دعویٰ وفات مسیح کا بٹالوی جواب

فیصلہ آسمانی میں قادیانی نے دعویٰ کیا، یا یوں کہیں کہ حکم لگا دیا ہے، کہ قرآن کریم نے حضرت مسیح کو مردہ قرار دیا ہے اور صحیح بخاری میں بھی لکھا ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ یہ بات محض کذب اور سفید جھوٹ ہے۔ نہ قرآن کریم میں یہ تصریح یا اشارہ ہے، نہ صحیح بخاری یا کسی اور کتاب حدیث میں اس پر تصریح یا اشارہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ قرآن کریم اور حدیث بالاتفاق حضرت مسیح کے آسمان پر زندہ ہونے اور قیامت سے پہلے نزول اجلال فرمانے کو ثابت کر رہے ہیں۔ قادیانی نے اس فیصلہ میں اپنے دعویٰ پر دروغ اور کذب بے فروغ کے ثبوت میں دلائل قرآن وحدیث کو پیش نہیں کیا، صرف دعویٰ بلا دلیل پر اکتفا کیا ہے۔ لہذا اس کے جواب میں ہماری طرف سے بھی مجرد دعویٰ اور مجمل ردّ کافی تھا، ولیکن ہم دلائل قادیانی کا جو، اپنے ازالہ میں وہ بیان کر چکا ہے، نمونہ دکھاتے اور ناظرین کو ان کے ردّ و جواب کی طرف توجہ وشوق دلانے کی غرض سے اسکے بعض دلائل کو، جس کو وہ اپنے زعم میں بہت صریح وصحیح وقوی سمجھتا ہے، نقل کر کے اسکا تفصیلی جواب دیتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ ازانجملہ ایک وہ آیت ہے جس میں خدا تعالیٰ نے مسیح کے خطاب میں فرمایا یا عیسی انی متوفیک و رافعک الیّ (آل عمران۔ ع ۶)۔ اے عیسیٰؑ میں تجھے قبض کرنے والا، یا پورا لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا۔

مرزا قادیانی نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے:۔ اے عیسیٰؑ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

اور اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ مسیح فوت ہو گئے ہیں۔ اور ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی ہے وہ زندہ جسم کے ساتھ آسمان کی طرف نہیں اٹھائے گئے۔ اسکا ثبوت جو قادیانی نے پیش کیا ہے اس میں کذب اور مغالطہ سے کام لیا ہے اور ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

پہلا کذب ومغالطہ اس کا یہ کہنا ہے کہ توفی کے حقیقی معنی وفات دینا ہے، نہ کہ جسم کو قبض کرنا۔ اس کا ثبوت پیش کرنے میں اس نے بہت دلیری سے کام لیا اور حسب عادت تطویل لاطائل وتکرار بلا حاصل اپنے ازالہ اوہام کے بیسیوں صفحات اور متعدد مقامات (ص ۲۴۷، ۲۶۵ لغایت ۲۶۷، ص ۳۲۶ لغایت ۳۳۲۔ ص ۵۹۸ لغایت ۶۰۲، ص ۸۸۵ لغایت ۸۸۸، ص ۸۹۲، ص ۹۱۸ لغایت ۹۲۰،

ص۹۲۲لغایت ۹۲۶ وغیرہ) میں:

ا۔ یہ دعویٰ کیا کہ لفظ توفّی قرآن میں تئیس جگہ وفات دینے کے معنوں میں مستعمل ہوا اور کسی ایک مقام میں بھی اور معنوں میں نہیں بولا گیا۔

۲۔ اور دعویٰ کیا ہے کہ ان تمام کتابوں، صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی، دارمی، مؤطا، شرح السنہ کا صفحہ صفحہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کتابوں میں ۳۴۶ مرتبہ مختلف مقامات میں توفّی آیا ہے۔ ہر جگہ اس کے معنی موت کے سوا کوئی نہیں لئے گئے۔

۳۔ اور دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دہن مبارک سے بعثت کے بعد اخیر عمر تک کم سے کم سات ہزار مرتبہ لفظ توفّی نکلا ہے۔ ہر ایک مرتبہ اس لفظ سے قبض روح کے معنی لئے گئے ہیں۔

۴۔ اور دعویٰ کیا ہے کہ لغت کی کتابوں قاموس، صحاح، صراح میں بھی کوئی فقرہ عرب کے محاورات کا ایسا نہیں ملا جس میں توفّی کے لفظ کو خدا کی طرف منسوب کر کے ذی روح کے متعلق استعمال میں لا کر اس سے سوائے موت کوئی معنی مراد لئے گئے ہوں۔

۵۔ اور دعویٰ کیا ہے کہ جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے، تب سے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفّی کا لفظ کبھی قبض جسم کے معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ کوئی کتاب لغت اس کے مخالف نہیں اور کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کی گنجائش نہیں۔

۶۔ اور دعویٰ اور وعدہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن یا حدیث یا اشعار وقصائد نظم ونثر قدیم وجدید سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفّی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل منسوب بہ ذی روح ہونے کی حالت میں وفات دینے کے سوا قبض جسم کے معنوں میں مستعمل ہوا ہو، تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت فروخت کر کے ایک ہزار روپیہ نقد دونگا۔

۷۔ اور دعویٰ کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ آیت انّی متوفّیک کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے وفات دونگا۔ پھر کہا کہ امام بخاری، حضرت ابن عباس کا قول بطور تائید لائے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ صحابہ کا بھی یہ ہی مذہب تھا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔

ان دعاوی وبیانات کا زور بڑھانے اور ناواقف مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں لانے کی غرض سے مرزا قادیانی نے یہ غضب ڈھایا اور ستم کیا ہے کہ لفظ توفّی سے وفات دینے کے سوا اور معنی قبض یا رفع جسم مراد لینے کو کفر والحاد قرار دیا ہے۔ اور مفسرین سلف وخلف کو جو یہ معنی مراد سمجھتے

ہیں، ملحد و محرف و یہودی بنا دیا۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۴ میں کہا ہے کہ

اول سے آخر تک محاورہ قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ توفی سے موت دینا مراد ہے تو پھر متنازعہ فیہ آیات میں توفّی کے معنی مخالف عام محاورہ قرآن گھڑ لینا الحاد اور تحریف نہیں تو کیا ہے۔

ایسا ہی صفحہ ۲۴۱ میں کہا ہے۔ اور اس کے صفحہ ۶۸۸ میں کہا: بعض علماء نے محض الحاد اور تحریف کی رو سے اس جگہ توفّیتنی سے رفعتنی مراد لیا ہے یہی تو الحاد ہے۔

ایسا ہی ازالہ اوہام کے صفحہ ۹۲۴ وغیرہ میں کہا ہے۔

دوسرا مغالطہ اس کا یہ کہنا ہے کہ رفع سے مراد روح کا اٹھا لینا ہے جیسا کہ عام صالحین کی روح بعد موت خدا تعالی اٹھا لیتا ہے اور ان کا درجہ بلند کرتا ہے، نہ کہ روح کو مع جسم اٹھا لینا۔

اس کے ثبوت میں قادیانی نے کسی جداگانہ دلیل کو پیش نہیں کیا بلکہ سابق دلائل وفات مسیح کو اس کے ثبوت میں کافی سمجھا ہے چنانچہ اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶۳ و صفحہ ۳۶۶ صفحہ ۳۴۱ لغایت ۳۴۶ وغیرہ میں کہا ہے کہ جس حالت میں قرآن شریف اور حدیث کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بلا شبہ فوت ہو گئے ہیں تو پھر اس ثبوت کے بعد رفع سے جسم کے ساتھ اٹھایا جانا مراد سمجھنا کمال درجہ کی غلطی ہے۔

اور کہا ہے جب کہ ضروری طور پر ماننا پڑا کہ ہر ایک مومن کی روح مرنے کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی جاتی ہے تو اس سے صاف کھل گیا کہ رافعک الیّ کے یہی معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی اور اس کی تائید وتنظیر میں ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۹۹ میں حضرت ادریسؑ کا اٹھایا جانا پیش کر کے کہا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت ادریسؑ کو موت دے کر مقام بلند میں پہنچا دیا ہے کیونکہ اگر وہ بغیر موت کے آسمان پر چڑھ گئے ہیں، تو ضرور ہے کہ وہ ایک دن زمین پر اتریں اور فوت ہوں اور زمین میں مدفون ہوں۔ اور یہ امر قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

تیسرا مغالطہ مرزا قادیانی کا رافعک کے ترجمہ میں جعل وتصرف کرنا اور ان الفاظ سے اس کا ترجمہ کرنا ہے: اور پھر تجھے اٹھانے والا ہوں۔

اس میں اس نے واؤ کا ترجمہ، پھر، کیا ہے جو حرف ثمّ کا ترجمہ ہے اور وہ تحریف معنوی کا مرتکب ہوا۔ یا ترجمہ واؤ کے ساتھ ترجمہ حرف ثمّ از خود ملا دیا ہے اور تحریف لفظی کا ارتکاب کیا اس جعل وتصرف پر اس نے ترتیب الفاظ قرآنی کو دلیل ٹھہرایا اور یہ کہا ہے کہ خدا نے پہلے انّی

متو فّیک ، فرمایا پھر را فعک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توفی کا وقوع پہلے ہوا ہے اور رفع کا پیچھے ہوا۔ کیونکہ اگر وقوعِ رفع کو پہلے اور توفی کو پیچھے مان لیا جائے تو اس سے کلام الٰہی کی جس میں توفی کا پہلے ذکر ہے اور رفع کا پیچھے، فصاحت و بلاغت ٹوٹ جاتی ہے اور نیز تجویز تقدیم و تاخر ترتیب طبعی کے برخلاف ہے کیونکہ طبعًا توفی یعنی وفات پہلے ہوتی ہے اور رفعِ روح پیچھے۔

اس دعوی کا زور جتانے اور ناواقف مسلمانوں کو اس کی صحت کا یقین دلا کر دام میں لانے کی غرض سے قادیانی نے سلف وخلف علماء اسلام کے حق میں (جنہوں نے حضرت مسیح کی رفع کا مقدم اور اور توفی کا موخر ہونا تجویز کیا ہے) سخت زبان درازی کی ہے۔ اوران کو یہودی، ملحد، بے حیا، بے ایمان کہا ہے۔ دیکھوازالہ اوہام، قادیانی کا صفحہ ۳۴۶ صفحہ ۹۲۴ لغایت ۹۲۶ وغیرہ۔

مرزا قادیانی کا دعوی وفات مسیح ایک بالو کی دیوار ہے اور اس کے دلائل مذکورہ بالا وغیرہ ہوائی گولے ہیں۔ ان سے حضرت مسیح کا فوت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور اگر بفرض محال وہ اس دعوی میں مصیب بھی ہو اور وہ دلائل صحیح وقوی ہوں، تو اس سے اسکے باقی عقاید کفریہ صحیح و لائق تسلیم نہیں ہو سکتے اوران عقائد کے ساتھ وہ ہرگز جائز الاتباع نہیں ہوسکتا۔

یہ شق ثانی ظاہر البیان اور بین الثبوت ہے۔ اس مقام میں شق اول یعنی اس کے دعوی وفات مسیح کا غیر ثابت اوراس کے دلائل کا ناکافی و بے کار ہونا، ثابت کیا جاتا ہے۔

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس مغالطہ میں جو اس نے یہ دعوی کیا ہے کہ توفّی کے حقیقی معنی وفات دینا ہے، اس کے سوا جو اس کے معنی کئے جاتے ہیں وہ سب غیر حقیقی یعنی مجازی ہیں، یہ محض کذب اور سفید جھوٹ ہے۔ یہ دعوی نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ حدیث سے، نہ کسی لغت کی کتاب سے، نہ محاورات قدیم وجدید عرب سے، نہ کسی مقولہ یا مثال سے۔ اوراس کے ثبوت میں جو ہفت گانہ دلائل قادیانی نے پیش کئے ہیں وہ دلائل نہیں بلکہ وہ بجائے خود نئے دعاوی ہیں جو محتاج ثبوت ہیں اور ان کا بارثبوت قادیانی کے ذمہ ہے مگر اس نے ان کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ صرف دعاوی سے اپنے احمق اتباع کا گھر پورا کر دیا ہے۔

اس کا پہلا دعوی کہ قرآن مجید کے ۲۳ مقامات میں لفظ توفّی وفات دینے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے، ایک جگہ بھی کسی اور معنی پر استعمال نہیں کیا گیا محض کذب ہے کیونکہ منجملہ ان ۲۳ مقامات کے جن کو قادیانی نے ذکر کیا ہے ایک مقام وہ آیت سورہ انعام ہے:

وھو الّذی یتوفّاکم با للّیل و یعلم ما جرحتم با لنّھار ثمّ یبعثکم

فيه ليقضى اجل مّسمّى (انعام ع ٦) خدا تعالیٰ ہی ہے جو تم کو رات کے وقت پورا قبض کر لیتا ہے اور جو تم دن کو کرتے ہو اسکو جانتا ہے پھر تم کو دن میں اٹھاتا ہے تاکہ تمہاری میعاد حیات پوری ہو۔

دوسرا مقام سورہ زمر کی یہ آیت: اللّه يتوفّى الانفس حين موتها والّتى لم تمت فى منامها فيمسك الّتى قضى عليها الموت و يرسل الاخرى الى اجلٍ مّسمّى ۔ (زمر۔ع ۵)۔خدا تعالیٰ موت کے وقت جان کو پورا قبض کر لیتا ہے اور جو نہیں مرتے انکو نیند میں پورا لیتا ہے ان میں جس پر موت کا حکم لگا چکتا ہے اسکو روک لیتا ہے اور دوسرے کو ایک وقت تک چھوڑ دیتا ہے۔

ان دونوں مقاموں میں لفظ توفی باتفاق اہل اسلام اور قادیانی کے نیند کے معنے میں مستعمل ہوا ہے اور فریقین سے کوئی ان آیتوں کے یہ معنی نہیں کرتا کہ رات کو جو شخص سوتا ہے وہ مر جاتا ہے۔اس سے صاف ثابت ہے کہ قادیانی کا دعوی کہ یہ لفظ قرآن میں موت کے سوا اور کسی میں مستعمل نہیں ہوا سفید جھوٹ ہے۔

اس الزام کذب کا قادیانی کو کھٹکا ہوا تو اس نے اپنے ازالہ کے صفحہ ۳۳۳ میں اس کے رفع کرنے کیلئے یہ عذر کیا کہ ان دونوں مقامات میں نیند پر توفّی کے لفظ کا اطلاق ایک استعارہ ہے جو بہ نصب قرینہ نوم استعمال کیا گیا ہے۔ پھر اسی کتاب میں ایک اور جگہ کہا ہے کہ معنی حقیقی وہ ہوتے ہیں جو بلا قرینہ سمجھ میں آویں اور جو معنی کسی قرینہ سے سمجھے جائیں وہ مجازی معنی کہلاتے ہیں اور بناء علیہ وفات دینا توفّی کے حقیقی معنی ہیں کیونکہ وہ بلا قرینہ ان آیات سے سمجھ میں آتے ہیں اور نیند اسکے مجازی معنی ہیں، وہ صرف ان دو آیتوں سے بقرینہ نوم سمجھ میں آتے ہیں۔

مگر اس عذر سے اس کا وہ جھوٹ کہ قرآن میں یہ لفظ توفّی کسی دوسرے معنی میں مستعمل ہی نہیں ہوا، سچ نہیں بن سکتا۔ ہاں اس سے ایک نیا دعوی معہ دلیل پیدا ہوا کہ لفظ توفّی قرآن میں دو معنی سے مستعمل ہوا ہے۔ایک وفات دینا جو اسکے حقیقی معنی ہیں کیونکہ وہ بلا قرینہ سمجھ میں آتے ہیں، دوسرے سلانا جو اس کے معنی مجازی ہیں کیونکہ وہ قرینہ سے، جو مجاز کی علامت ہے، سمجھ میں آتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعوی اور اس کی دلیل بھی کذب و مغالطہ سے خالی نہیں اور حق اور راست یہ امر ہے کہ توفّی کے حقیقی معنی ایک چیز کو پورا لینا ہے اور اس معنی کی کئی صورتیں یا

اقسام ہیں ۔ا۔ مارنا۔ ۲۔سلانا۔ ۳۔ایک چیز کے جسم کو قبض کر لینا۔ وغیرہ۔اور ان سبھی صورتوں یا اقسام سے ہر ایک خاص صورت یا قسم کا اس لفظ سے مراد ٹھہرانا محتاج قرینہ ہوتا ہے۔اور پھر اس قسم یا صورت کو معنی مجازی نہیں کہا جا سکتا ۔جیسے لفظ مشترک (مثلاً عین جو چشمہ جاریہ اور آنکھ کیلئے موضوع ہے) سے بعض معانی مراد ہونا محتاج قرینہ ہوتا ہے (مثلاً عین کے ساتھ دیکھنے کا ذکر ہو تو اس سے آنکھ مراد لی جاتی ہے اور اگر جاری ہونے کا ذکر ہو تو اس سے پانی کا چشمہ مراد لیا جاتا ہے) اور اس لفظ کے ان معنی کو جو قرینہ سے سمجھ میں آویں مجازی نہیں کہا جاتا۔

قادیانی نے صرف قرینہ کو مجاز ہونے کی دلیل سمجھ لیا اور یہ نہ جانا کہ معانی حقیقی بھی اگر وہ متعدد ہوں، محتاج قرینہ ہوتے ہیں اور پھر مجازی معنی نہیں کہلاتے اور اس سے اپنا علم معانی و بیان واصول ومعقول سے جاہل و بے خبر ہونا ثابت کیا ہے۔

اب ہم اپنے بیان کی تصدیق وتائید کے لئے علماء عربیت، ماہرین عربی زبان، متبحرین علم معانی و بیان کے اقوال سے شہادت پیش کرتے ہیں:

تفسیر بیضاوی میں ہے:

التّوفّی اخذ الشّئی وا فیاً و الموت نوع منه ۔ قال اللّٰه تعالی ۔ اللّٰه یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا (بیضاوی ص ۲۴۷)

توفی کسی چیز کے پورا لینے کو کہتے ہیں۔ مارنا اس کا ایک قسم ہے (اور دوسرا قسم نیند۔ان دونوں قسموں کا ذکر اس قول خداوندی میں ہے) کہ خدا تعالی جانوں کو موت کے وقت پورا لیتا ہے (یعنی مارتا ہے) اور جو نہیں مرتے ان کو نیند میں پورا لیتا ہے (یعنی سلا دیتا ہے)

اور تفسیر کبیر (جلد۲) میں ہے:

انّ التّوفّی ھو القبض یقال وفانی فلان دراھمی و اوفانی و توفیتھا منه کما یقال سلم فلان دراھمی الیّ و تسلمتھا منه و قد یکون ایضاً توفی بمعنی استوفی و علی کلا الاحتمالین کان اخراجه من الارض و اصعاده الی السّماء توفیا فان قیل لعلّ ھذا الوجه کان التّوفّی بین الرّفع الیه فیصر قوله و رافعک الیّ تکرارا قلنا قوله انی متوفیک یدلّ علی حصول التّوفّی و ھو جنس تحته انواع بعضھا بالموت و بعضھا بالاصعاد الی السّماء فلما قال بعد و

رافعک الیّ کان ھذا تعیناً للنّوع ولم یکن تکراراً

توفی کے معنی قبض کرنا ہے۔عرب کے یہ محاورات ہیں: وفانی فلان دراھمی ۔ و اوفانی و توفّیتھا منه ۔ یعنی فلاں شخص نے میرے دراہم میرے قبضے میں دے دیئے اور میں نے اس سے قبض کر لئے ۔ (ناظرین دیکھو ان محاورات عرب میں توفی بمعنی قبض دراہم، جو جسم ہے، بولا گیا ہے ۔ یہی قبض جسم ان محاورات میں پایا جاتا ہے جو صحاح، صراح اور قاموس سے عنقریب منقول ہوں گے اور پھر انصاف اور ایمان کو پیش نظر رکھ کر قادیانی کے کذب و جرأت کا کہ محاورہ عرب اور کتب لغت میں کوئی ایسی مثال نہیں پائی جاتی جس میں توفی بمعنی قبض جسم بولا گیا ہو، اندازہ کرو) جیسے یہ محاورات ہیں: سلم فلان دراھمی الیّ و تسلمتھا منه یعنی فلاں نے میرے دراہم میرے سپرد کئے اور میں نے اس سے لے لئے ۔اور کبھی توفی بمعنی استوفی آتا ہے یعنی پورا لینے کے معنی میں ۔ان دونوں معنوں (قبض کرنے اور پورا لینے) سے حضرت مسیح کو زمین سے نکال کر آسمان پر چڑھالے جانا، ان کی توفی ہے ۔اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان معنی کی نظر سے توفی بعینہ رفع جسم ہوا، لہذا متوفیک فرمانے کے بعد رافعک کہنا تکرار بلا فائدہ بنتا ہے (جس سے خدا کی شان پاک ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ متوفّیک فرمانے سے صرف قبض کرنا معلوم ہوا جو ایک جنس اور عام مفہوم ہے اور اس کے نیچے کئی انواع واقسام پائے جاتے ہیں ۔۱۔موت ۔(جس میں صرف روح کا قبض ہوتا ہے) ۲۔جسم کو آسمان پر لے جانا (جس میں روح کی شمولیت بھی پائی جاتی ہے)۔۳۔سلا دینا (جس میں ایک قسم کا قبض روح ہوتا ہے اوراس کا ذکر تفسیر کبیر کی آئندہ عبارت میں ہے) پھر جب متوفّیک فرمانے کے بعد و رافعک الیّ فرمادیا تو اس سے اس جنس کے ایک نوع کا تقرر ہوگیا۔اور تکرار لازم نہ آیا۔

اور تفسیر کبیر جلد۴ میں آیات زیر بحث کی تفسیر میں لکھا ہے:

فامّا قوله الّذی یتوفّاکم باللیل فالمعنی انّه تعالی ینیمکم فی انفسکم الّتی بھا تقدرون علی الادراک و التّمییز کما قال جلّ جلاله اللّه یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا فیمسک الّتی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مّسمّی فاللّه یقبض الارواح من التّصرف بالنّوم کما یقبضھا بالموت ۔

یتوفاکم باللیل کے معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ تم کو رات کے وقت سلا دیتا ہے اور تمہارے ان ارواح کو قبض کر لیتا ہے جن سے تم ادراک اور تمیز کر سکتے ہو جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ جانوں کو موت کے وقت قبض کرتا ہے ..الخ ۔ سو خدا تعالیٰ ارواح کو نیند کے ساتھ قبض کرتا ہے جیسا کہ موت کے ساتھ قبض کرتا ہے ۔

اور لغت کی کتابوں میں سے صحاح میں لکھا ہے :

اوفاه حقّه وفاه بمعنی اعطاه وا فیاً و استوفی حقّه و توفّاه بمعنی ۔ و توفّاه اللّٰه ای قبض روحه و الوفات الموت توا فی القوم تناموا ۔

صحاح ، جوھری

اوفاه حقّه (باب افعال سے) اور وفاه حقّه (باب تفعیل سے) اور استوفاه حقّه (باب استفعال سے) اور توفاه (باب تفعل سے جو زیر بحث ہے) سب ایک ہی معنی رکھتے ہیں کہ اس کا حق پورا دے دیا۔ اور توفاه اللّٰه کے معنی قبض روح کے ہیں ۔ اور توفی کے معنی نیند ہے ۔

اور صراح میں ہے : ایفاء گذاردن حق کسے بہ تمام و یقال منه و اوفاه حقّه و وفاه استیفاء و توفّی تمام گرفتن حق وتوفاه اللہ اے قبض روحہ وفاۃ مردن موافات رسیدن وآمدن و توا فی القوم ای تناموا ۔

اور قاموس میں لکھا ہے :

و (اوفی) فلا ناً حقّه ای اعطاه وافیا کوفاة و اوفاه ۔ فا ستوفاه ۔ و توفّاه ۔ الوفاة الموت ۔ و توفّاه ای قبض روحه ۔ (قاموس ۔ ص ۹۱۳)

کہ اوفی فلا ناً حقّه کے یہ معنی ہیں کہ اس کو حق پورا دے دیا جیسے وفاه اور اوفاه اور استوفاه اور توفاه کے یہی معنی ہیں وفات بمعنی موت ہے اور توفّاه اللّٰه کے یہ معنی ہیں کہ خدا نے اس کی روح کو قبض کیا

ایسا ہی اور کتب لغت میں ہے ۔ یہ تینوں کتابیں لغت کی وہ ہیں جن کا نام لے کر قادیانی نے یہ دعوی کیا تھا کہ ان کتابوں میں کوئی ایسی مثال یا محاورہ پایا نہیں جاتا جس میں لفظ توفی بمعنی قبض جسم بولا گیا ہو۔ ہم نے انہیں تین کتابوں سے محاورہ توفّاه حقّه جس سے درہم و دینار وغیرہ اجسام کا قبض مراد ہے، نقل کر دیا اور اس سے قادیانی کا کذب بخوبی ثابت ہوا۔

اور مجمع البحار (جو لغات اور محاورات قرآن وحدیث کی جامع کتاب ہے) میں ہے:

متوفّیک و رافعک علی التّقدیم و التّاخیر وقد یکون الوفاۃ قبضاً لیس بموت او متوفّیک مستوف کو نک فی الارض و یتوفکم باللیل ینیمکم و یتوفّاکم ملک المو ت یستو فی عددکم و اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و النفس الّتی تتوفی وفات الموت الّتی بھا الحیوۃ والنفس و الحرکۃ و ھی الروح و الّتی تتوفی فی النّوم النّفس الممیزۃ العاقلۃ (مجمع البحار ج ۳ ص ۴۵۴) کہ متوفیک ورافعک میں تقدیم و تاخیر ہے اور کبھی وفات سے وہ قبض کرنا مراد ہوتا ہے جو موت نہ ہو۔ اور متوفیک کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ ہم تیرا زمین میں رہنا یا ہونا پورا کرنے والے ہیں اور یتوفّاکم باللّیل کے معنی یہ ہیں کہ خدا تم کو سلا دیتا ہے۔ اور یتوفّاکم ملک الموت کے معنی یہ ہیں کہ فرشتہ تمہارے شمار کو پورا کر لیتا ہے۔ اور آیت، اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا کے یہ معنی ہیں کہ جو نفس موت سے وفات پا تا ہے اس کی روح کو خدا تعالیٰ قبض کر لیتا ہے جس سے زندگی اور سانس لینا اور حرکت کرنا ہوتا ہے اور جو نفس نیند میں متوفی ہوتا ہے اس کی اس روح کو قبض کر لیتا ہے جس سے عقل وتمیز ہوتی ہے۔

ان عبارات ومحاورات سے ثابت ہوا کہ توفّی کے حقیقی معنی استیفاء وقبض کے ہیں جو ایک جنس ہے اور موت، نیند اور قبض جسم وغیرہ اس کے انواع واقسام ہیں اور یہ بات کس وناکس کو، بشرطیکہ عقلی اور نقلی علوم سے آشنائی رکھتا ہو، معلوم ہے کہ جنس کا اپنے انواع واقسام پر اطلاق و استعمال بطور حقیقت ہوتا ہے نہ کہ بطور مجاز۔

اس سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کا توفّی کے حقیقی معنی وفات کو قرار دینا اور نیند وغیرہ کو اس کے مجازی معنی ٹھہرانا ایک ایسا جھوٹ ہے جس پر نہ قرآن کی شہادت پائی جاتی ہے، نہ محاورات عرب کی، نہ کتب لغت کی۔

اب بشہادت علمائے اصول ومعانی وبیان ثابت کیا جاتا ہے کہ جس لفظ کے اصلی معنی میں کثرت وتعدد ہو، اس کے بعض معنی کا قرینہ کی شہادت سے سمجھ میں آنا حقیقت کے مخالف نہیں اور وہ اس کو مجاز نہیں بنا دیتا۔

کتاب تلویح میں ہے: حکم المشترک التامّل فی نفس الصّیغۃ و

فی غیرھا من الادلّة و الامارا ت.. (الی) ... احد معا نیه ۔(تلویح۔ص ۱۰۰)، مشترک کا یہ حکم ہے کہ اس کے لفظ میں یا اور دلائل وقرائن میں تامل کریں تاکہ اس کے دو یا بہت سے معنی سے ایک معنی کا مراد ہونا معلوم ومتعین ہو۔

اور مطول میں کہا ہے:

الحقیقة الکلم المستعملة فی ما وضعت له فیخرج المجاز لانّ دلالة انّما تکون بقرینة دون المشترک ای فخرج المجاز لا المشترک و ھو ما و ضع المعنین او اکثر وضعاً متعدداً و ذلک لانّه قد عین الدلالةعلی کل من المعنین بنفسه وعدم الدلالة علی ا حد المعنین معارض الا شترا ک لا ینا فی ذلک (مطول ص۵۸۳) حقیقت کی تعریف میں وضع کی قید لگانے سے مجازی معنی نکل گئے اور مشترک چونکہ مجازی صرف قرینہ سے سمجھ میں آتے ہیں نہ لفظ سے اور مشترک کے متعدد معانی اس کے لفظ سے سمجھ میں آتے ہیں کیونکہ وہ ان سب معانی کے لئے وضع کیا گیا ہے اور اس کے کسی خاص معنی کا بلا قرینہ سمجھ میں نہ آنا اس کی حقیقت ہونے کے مخالف نہیں۔ وہ ایک عارضی امر اشتراک کے سبب سے ہے۔

ایسا ہی مختصر المعانی میں ہے۔

ان شہادات سے ثابت ہے کہ مشترک کے بعض معانی قرینہ سے سمجھ میں آتے ہیں ومعہذا وہ حقیقت ہے، نہ کہ مجاز۔ مرزا قادیانی نے جو آیات زیر بحث میں لفظ توفی سے نیند کے معنی قرینہ سے سمجھ میں آنے سے اس کو مجاز بنا دیا ہے، تو اس میں علم اصول و معانی و بیان سے اپنی ناواقفی اور جہالت کا اظہار کیا ہے۔

اب ہم بیان کرتے ہیں کہ لفظ توفّی سے موت کے معنی بھی (ان آیات میں جن کو قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۰ وغیرہ میں نقل کیا ہے) قرائن ہی سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اور وہ قرائن ان آیات کے الفاظ میں موجود ہیں، نہ یہ کہ موت اس لفظ کے متبادر معنے ہیں اور وہ بلاقرینہ سمجھ میں آتے ہیں، جیسا کہ قادیانی نے دعوی کیا ہے اور روز روشن مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنا چاہا ہے۔ ان آیات کو ہم قادیانی کے الفاظ سے اور اپنی ترتیب سے بیان کرتے ہیں اور وہ قرائن بتاتے ہیں جو ان آیات میں توفّی سے معنی وفات مراد ہونے پر پائے جاتے ہیں۔

☆ ثم یتوفّھن الموت۔ نساء ع ۳؛ قل یتوفّا کم ملک الموت ۔ سجدہ۔ ع ۲ ۔پہلی آیت میں حرف ثمّ عثمانی قرآن میں تو نہیں بجائے اس کے حتّی ہے۔ شاید قادیانی قرآن میں ثمّ ہو ۔ ان دونوں آیتوں میں موت کا لفظ صریح قرینہ ہے جس سے قادیانی مسلمانوں کی آنکھیں بند کرنا چاہتا ہے۔

☆ توفّنا مع الابرار ، آل عمران ع ۱ ؛ توفّنی مسلماً و الحقنی بالصّالحین ۔ یوسف ع ۱۱ ؛ انّ الّذین توفیھم الملا ئکۃ۔ نساء ع ۱۴ ؛ تتوفّھم الملائکۃ ظا لمی انفسھم ۔ نحل ع ۴؛ تتو فیھم الملا ئکۃ طیبین ۔ نحل ع ۴؛ توّ فتہ رسلنا ، انعام ع ۷؛ حتی اذا جاء تھم رسلنا یتوفونھم ، اعراف ع ۴؛ تو فتھم الملا ئکۃ ۔ محمد ع ۳؛ یتوفی ۔ انفال ع ۷ ۔ ان ساتوں آیات میں ملائکہ موت کا ذکر توفّی کے معنی وفات پر قرینہ ہے ان میں سے آخری آیت انفال سے مرزا قادیانی نے ذکر ملائکہ کا سرقہ کیا ہے۔

☆ فامّا نرینک بعض الّذی نعدھم او نتوفّینک فالینا یرجعون،(مومن:۷۷)؛ و امّا نرینک بعض الّذی نعدھم او نتوفّینک فالینا مرجعھم ۔(یونس:۴۶) و ان مّا نرینک بعض الّذی نعدھم او نتوفّینک فانّما علیک البلاغ و علینا الحسا ب ۔ رعد :۴۰)۔ ان تین آیتوں کے اخیر میں خدا کی طرف رجوع اور حساب کا ذکر توفی کے معنی موت پر قرینہ ہے۔ ان میں سے آخری آیت کے اخیر کو قادیانی نے سرقہ ہے

☆ و الّذین یتوفّون منکم و یذرون ازوا جاً یتر بّصن با نفسھنّ(۔ بقرہ : ۲۳۴) والّذین یتوفّو ن منکم و یذرو ن ازوا جاً و صیّۃ لازوا جھم (بقرہ : ۲۴۰)۔
ان دونوں آیتوں میں عورتیں چھوڑ جانے کا ذکر قرینہ معنی موت ہے۔

☆ توفّنا مسلمین ۔ اعراف ع ۱۴ ۔ اس آیت سے پہلے صلیب کا اور خدا کی طرف جانے کا ذکر معنی موت پر قرینہ ہے۔

☆ و منکم من یتوفّی ۔الحجر ۔ع ۱ ؛ و منکم من یّتوفّی ۔ مو من ۔ع ۷ ، ثمّ یتوفا کم ۔ نحل ع ۹ ۔ ان تینوں آیتوں میں پیدائش، بچپن اور بڑھاپے کا ذکر توفّی کے معنی موت پر قرینہ ہے ۔ ان آیات سے بھی قادیانی نے ماقبل و مابعد کے قرائن کا سر قلم کیا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

ان الفاظ وقرائن کو جو ہم نے بتائے ہیں ناظرین قرآن مجید سے نکال کر بہ تفصیل ملاحظہ میں لائیں گے تو ہماری پوری تصدیق فرمائیں گے۔

مرزا قادیانی نے ۲۳۔آیات میں لفظ توفّی سے بلاقرینہ موت کے معنی سمجھے جانے کا دعوی کیا تھا۔ پھر ازانجملہ دوآیتوں میں خود ہی توفّی سے نیند کا مراد ہونا تسلیم کرلیا اور ایک آیت سورہ مومن (او نتوفّینک) کو وہ مکرر لایا ہے باقی بیس آیات میں لفظ توفّی سے موت مراد ہونے پر ہم نے قرائن کا موجود ہونا ثابت کردیا ہے۔اس سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ مرزا قادیانی کا یہ دعوی کہ موت لفظ توفّی کے متبادر معنی ہیں اور وہ بلاقرینہ سمجھ میں آتے ہیں، محض دروغ ہے۔ اور درحقیقت اس لفظ سے موت کے معنی سمجھ میں آنے ویسے ہی محتاج قرینہ ہیں جیسے کہ سلا دینے یا قبض جسم کے معنی۔ اور یہ سب معنی اس لفظ سے مساوی نسبت رکھتے ہیں، سبھی اسکے حقیقی معنی ہیں اور سبھی اپنی اپنی تعیین کے لئے محتاج قرینہ ہیں۔

یہاں شاید یہ سوال پیدا ہو کہ جس حالت میں ان سب معانی کو اس لفظ سے مساوی نسبت ہے اور ہر ایک معنی کا مراد متعین ہونا محتاج قرینہ ہے، تو علماء اسلام جو حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر موجود مانتے ہیں اور ان آیات میں وہ لفظ توفّی سے قبض جسم کے معنی مراد لیتے ہیں اس معنی کی تعیین وتخصیص پر کس قرینہ کو دلیل سمجھتے ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس معنی کی تعیین پر قرآن مجید میں لفظ متوفّیک کے بعد لفظ رافعک فرمانا قرینہ ہے جو توفّی کے معنی کو رفع جسم سے مخصوص ومتعین کرتا ہے چنانچہ امام رازی کی عبارت تفسیر کبیر میں بہ تفصیل گذر چکا ہے۔

دوسرا قرینہ خدا تعالی کا سورہ نساء میں یہ فرمانا ہے:

وما قتلوہ وما صلبوہ و لکن شبّہ لھم و انّ الّذین اختلفوا فیہ لفی شکٍ مّنہ ما لہ بہ من علم الّا اتّباع الظّنّ و ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ کہ یہود نے مسیح کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا ہے لیکن ان کو شبہ لگ گیا ہے وہ خود اختلاف میں ہیں۔اس کو انہوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا تعالی اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔

اور یہ امر ظاہری اور محتاج ثبوت نہیں ہے کہ اس آیت میں جس چیز کا قتل نہ ہونا اور صلیب پر چڑھایا نہ جانا بیان ہوا ہے اور وہ ضمیر مفعول رفعہ کا مرجع ہے اور وہ جسم مسیح مع روح ہے نہ صرف روح۔ کیونکہ روح صلیب پر چڑھانے اور قتل کئے جانے کے لائق نہیں ہوتا اور یہ امر جائز نہیں کہ پہلے دوفعلوں کے مفعول کی ضمیر کا مرجع جسم مع روح ہو اور تیسرے فعل کے مفعول کی

ضمیر کا مرجع صرف روح ہو۔

تیسرا قرینہ خدا تعالی کا یہ قول ہے:

و ان مّن اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً ۔ اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا جو حضرت مسیح پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان نہ لائے گا اور حضرت مسیح قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔

اس کی تشریح حدیث میں یوں ہے:

با ب نزول عیسی بن مر یم ۔ قال رسول الله ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنز یر ویضع الحرب و یفیض المال حتّی لا یقبله احد حتّی تکون السّجدة الوا حدة خیر من الدّ نیا و ما فیها ثمّ یقول ابو هریرة و اقرأو ان شئتم و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته و یوم القیامة یکو ن علیهم شهیداً ۔ (صحیح بخاری)

حضرت عیسیٰؑ حاکم عادل امام ہو کر نازل ہوں ہوں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے۔ چنانچہ ابو ہریرہ نے آپ سے یہ قول نقل کیا اور اس کے بعد اس آیت کو پڑھا۔ اور صحیح بخاری میں اس سے حضرت مسیح کا نزول ثابت کیا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ نزول، صعود کی فرع ہے۔ عیسیٰؑ جسم کے ساتھ اٹھائے نہ جاتے، تو خدا اس آیت میں ان کے آنے کی خبر نہ دیتا۔ اور نہ آنحضرت ﷺ اس قول ربانی کی یہ تفسیر فرماتے

اس قسم کے قرائن قرآن مجید میں اس لفظ توفّی سے قبض جسم مراد ہونے پر اور کئی ہیں اور حدیث میں تو ان قرائن کا دریا موج مار رہا ہے مگر ہم اس مقام میں دعوی رفع جسمانی کے اثبات کے درپئے نہیں بلکہ صرف مرزا قادیانی کے اس دعوی کے کہ موت توفّی کے حقیقی معنی ہیں اور متبادر اور بلا قرینہ سمجھ میں آتے ہیں، اور باقی معانی مجازی محتاج قرینہ ہیں، ابطال کے درپئے ہیں۔ سو ہمارے بیان دلائل سے بخوبی ہو چکا۔ رہا یہ کہ اس لفظ توفّی سے قبض جسم مراد ہے، نہ قبض روح، سو اس امر کے ثبوت کے لئے کوئی قرائن ثلاثہ مذکورہ بالا کو کافی نہ سمجھے تو ہمارے دوسرے مضمون کا، جس میں حیات مسیح کا اثبات ہوگا، انتظار کرے۔

یہ مرزا قادیانی کے اس دعوی کا جواب ہے کہ موت کے معنی لفظ توفّی کے متبادر معنی

ہیں جو ۲۳ مقامات قرآن میں اس لفظ سے بلا قرینہ سمجھ میں آتے ہیں۔ اور اس امر کا ثبوت ہے کہ ان مقامات میں سے کسی جگہ بھی یہ معنی اس لفظ سے بلا قرینہ سمجھ میں نہیں آتے۔ ہر جگہ لفظی قرائن معنی موت کو معین کرنے والے قرآن میں موجود ہیں۔

اب ہم اس دعوی قادیانی کے مقابلہ میں یہ دعوی کرتے ہیں کہ قرآن میں ایک جگہ بھی ایسی نہیں جس میں لفظ توفّی سے موت کے معنی بلا قرینہ سمجھ میں آتے ہوں۔ قادیانی ایک ایسی جگہ نکال دے، تو ہم سے سو روپیہ انعام لے۔ یہ نہ ہو سکے، تو اپنے دعوی کو واپس لے اور جرأت وافترا پر جو اس دعوی میں اس سے سرزد ہوا ہے، توبہ کرے۔ اس پر بھی ہم اس کو ۲۵ روپیہ انعام دینگے۔

اس بیان سے قادیانی کے پہلا دعوی کا، جس کو اس نے اپنے مغالطہ اول کے ثبوت میں پیش کیا تھا، کذب ظاہر ہوا۔ اور ثابت ومحقق ہو گیا کہ لفظ توفّی قرآن میں صرف وفات یا موت کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ سلا دینے یا قبض جسم کے معنی میں بھی بولا گیا ہے اور یہ سب کے سب معانی اس کے حقیقی معانی ہیں جو خاص مقامات میں خاص قرائن سے سمجھ میں آتے ہیں۔

اس بیان کے ضمن میں قادیانی کے باقی دعاوی کا جو مغالطہ اول کے ثبوت میں اس نے پیش کئے ہیں نیز ابطال ہو گیا۔ تاہم افہام عوام کی غرض سے اس کے باقی ماندہ دعاوی کے ابطال سے جداگانہ تعرض کیا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی کا دوسرا اور تیسرا دعوی پہلے دعوی سے بڑھ کر کذب وجرأت پر مشتمل ہے۔ قادیانی نے کتب حدیث کا ورق ورق خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا، بلکہ بعض کتابوں کو تو بین الدفتین (جلد کے پٹھوں میں) بھی آنکھ سے نہ دیکھا ہوگا۔ چہ جائے معائنہ ورق ورق۔

اس کا دوسرے دعوی میں یہ کہنا کہ کتب حدیث میں ۳۴۶ جگہ لفظ توفی بمعنی موت وقبض روح بولا گیا ہے، بعینہ اس شخص کے دعوی کی مانند ہے جو زمین پر ایک جگہ انگلی رکھ کر یہ کہہ دے کہ یہ زمین کا مرکز ہے۔ اور اس کے ثبوت میں کہے کہ جو شخص اس دعوی کو جھوٹ سمجھے، وہ زمین کو ناپ کر بتا دے کہ یہ مرکز نہیں تو اور کونسا ہے۔

ایسا ہی اس کا تیسرے دعوی میں یہ کہنا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے زمانہ بعثت نبوت سے آخر عمر تک سات ہزار مرتبہ توفّی کا لفظ بمعنی موت وقبض روح استعمال فرمایا ہے۔ اس میں اس نے یہ بھی چالاکی کی ہے کہ آنحضرت کی دعائیہ تلاوت میں لفظ توفّی دیکھ کر آپ کی سنین عمر کا زمانہ بعثت سے حساب لگا لیا اور اس سے سات ہزار کا شمار نکال لیا۔ نیز یہ آنحضرت ﷺ کی کلام پاک

میں آپ نے سات ہزار مرتبہ کا شمار کیا ہے..ان دونوں کے جواب میں یہ کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ آپ ۳۴۶ مقامات حدیث اور سات ہزار مرتبہ آنحضرت ﷺ کا لفظ توفّی بولنا بہ تفصیل بیان کر کے یہ ثابت کریں کہ ان مقامات میں لفظ توفّی موت کے معنی میں بلا قرینہ استعمال کیا گیا ہے، تو ہم ان مقامات میں قرائن معنی نکال دیں گے۔ یہ نہ ہو سکا تو ہم مان جائیں گے کہ موت وقبض روح لفظ توفّی کے حقیقی معنی ہیں اور باقی معانی، سلانا اور جسم قبض کرنا، اس کے مجازی معنی ہیں۔ یہ آپ سے نہ ہو سکے تو ان گیدڑ بھبکیوں کو ندامت کے ساتھ واپس لیں اور کچھ شرم کو کام میں لاویں۔

اب ہم اس پر ترقی کر کے یہ دعوی کرتے ہیں کہ کتب حدیث اور کلام رسول اللہ ﷺ میں کسی بھی جگہ لفظ توفّی سے معنی موت بلا قرینہ سمجھے نہیں جاتے۔ آپ کوئی ایک مقام بتا دیں تو اس پر بھی ایک سو روپیہ انعام لیں۔ ورنہ اپنے دعوی کو واپس لیں اور اس کذب و افتراء سے توبہ کریں۔ اس پر بھی ہم ۲۵ روپیہ انعام دیں گے۔

آپ کا چوتھا اور پانچواں دعوی پہلے تین دعاوی سے بڑھ کر کذب و جرأت پر مشتمل ہے لغت کی کتابوں صحاح، صراح، قاموس (جن کا آپ نے نام لیا ہے) سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ ان کتابوں میں عرب کے ایسے محاورات موجود ہیں جن میں لفظ توفّی بمعنی قبض جسم درہم و دینار بولا گیا ہے۔ اگر آپ ان محاورات کو محاورات عرب نہیں سمجھتے، اور جس دن سے جزیرہ عرب دنیا میں آباد ہوا اس دن سے پہلے کے محاورات جانتے ہیں تو آپ ذرا تکلیف گوارا فرما کر یہ بتا دیں کہ عرب کا جزیرہ کب سے آباد ہوا ہے؟ اور اس سے کتنے دن پیشتر کے یہ محاورات ہیں جو ان کتابوں میں منقول ہیں۔ یا یہ بیان اور ثابت کریں کہ یہ محاورات غیر زبان کے ان کتابوں میں کب سے درج ہو گئے ہیں، اور کس ظالم نے یہ ظلم کیا ہے۔ اس بیان سے آپ کی تاریخ دانی بھی بخوبی ثابت ہو جائے گی جس کے ثبوت کے ہم مشتاق ہیں۔

رہا اس دعوی چہارم میں آپ کا یہ معما کہ لفظ توفّی خدا کا فعل اور اس کی طرف منسوب ہو اور اس کا مفعول ومتعلق کوئی ذی روح ہو، تو اسکے معنی بجز قبض روح کچھ نہیں ہوتے۔ اس کا حل ابطال دعوی ششم سے ہوتا ہے۔

دعوی ششم میں تو آپ نے کمال غضب کیا اپنی چالاکی اور دھوکہ بازی کا کامل ثبوت پیش کیا اور اس میں اپنا بے نظیر یا یوں کہیں کہ وحدہ لاشریک ہونا ثابت کر دیا اور اپنے تمام ناظرین و مخاطبین کو اندھا کرنا اور دھوکہ دینا چاہا۔

اس دعوی میں آپ کا یہ سوال کہ فعل توفّی کا فاعل خدا ہو اور مفعول و متعلق کوئی ذی روح ہو اور اس حالت میں ان کا بجز قبض روح کسی اور معنی میں مستعمل ہونا کوئی شخص قرآن یا حدیث یا اشعار و محاورات عرب یا کتب لغت سے ثابت کرے، اس صورت میں صحیح اور واجبی ہو سکتا تھا جب کہ خدا، مسیح کے سوا کسی اور ذی روح کو زندہ جسم سے آسمان پر اٹھا لیتا اور پھر اسکی حکایت اپنے کلام میں فرماتا۔ اور جس حالت میں خدا نے مسیح کے سوا کسی ذی روح کو جسم سے آسمان پر نہیں اٹھایا تو پھر کب ممکن تھا کہ کسی اور شخص کے حق میں یہ لفظ معنی قبض جسم بلا قبض روح خدا تعالی فرماتا اور اسکا ذکر خدا و رسول کی کلام میں کہیں آتا اور پھر وہ کلام عرب اور لغت میں منتقل ہو جاتا۔

پھر آپ کا یہ سوال کب جائز ہے اور اسکے جواب کا آپ کو کیا استحقاق ہے۔ اہل اسلام کے اس متفقہ عقیدہ کے ساتھ کہ حضرت مسیح کے سوا اور کوئی شخص زندہ آسمان پر اٹھایا نہیں گیا، جائز و ممکن نہیں کہ یہ لفظ حضرت مسیح کے سوا کسی ذی روح کے حق میں خدا تعالی نے بولا ہو۔ اور اس کا ذکر خدا و رسول ﷺ کی کلام میں آیا ہو۔ پھر اس کلام کے مطابق محاورات و اشعار عرب میں اس کا ذکر ہوا ہو۔ لہذا آپ کا یہ سوال کسی وجہ سے جائز نہیں ہوسکتا۔ اور اس سے بجز دھوکہ دہی اہل اسلام کے کوئی آپ کا مقصود نہیں۔

ہاں اس سوال کا آپ حق رکھتے ہیں (جس کو دعوی پنجم میں آپ پیش کر چکے ہیں) کہ لغت کی کتابوں میں اس لفظ توفّی کا استعمال بمعنی قبض جسم محاورہ عرب میں کہاں ہوا ہے اور کتب لغت میں اس کا ذکر کہاں پایا جاتا ہے؟ سو اس کا جواب ہم آپ کو یہ کافی وافی دے چکے ہیں کہ انہیں کتابوں صحاح، صراح، قاموس، میں (جن میں اس محاورہ کے پائے جانے سے آپ انکار کر چکے ہیں) اس معنی قبض جسم کا محاورہ (توفّاہ حقّہ جس سے جسم دینار کا قبض کرا دینا مقصود ہے) موجود ہے (اور محاورات سے سننا چاہتے ہو تو اور سنو۔ توفّیت ما لی اذا قبضتہ۔ بیضاوی ج ا ص ۱۳۹۔ توفّیت منہ کذا ای تسلمتہ۔ معالم۔ ص ۱۶۲۔ توفّیت الشّئی و استوفیتہ اذا اخذتہ اجمع۔ فتح البیان ج ۲ ص ۱۷۱) اور علاوہ بریں کتب تفاسیر میں ایسے محاورات پائے جاتے ہیں اور انہیں محاورات عرب کے مطابق قرآن مجید میں (جو بزبان عربی نازل ہوا ہے) خدا تعالی نے حضرت عیسی کے حق میں انّی متوفّیک فرمایا ہے۔ اور اس معنی قبض جسم کا ارادہ کیا ہے۔

توفّی کے معانی پر قادیانی کو انعامی چیلنج

مرزا قادیانی کو مخاطب کر کے مولانا بٹالوی فرماتے ہیں:

آپ اس جواب (مذکورہ بالا) کو اس سوال (مندرجہ دعوی پنجم) کا کافی اور صحیح جواب سمجھیں تو ہم آپ کے انعام ہزار روپیہ کو بحکم عطاء تو بلقاء تو معاف کرتے ہیں۔ بلکہ بجائے اس کے اس جواب کی قبولیت پر خود ۲۵ روپے انعام دینے کو حاضر ہیں۔ اور اگر اس جواب کو غیر صحیح ونا کافی قرار دیں تو امور ذیل سے ایک امر کا اثبات کریں:

اول یہ کہ صحاح، صراح اور قاموس، جن کی عبارات ہم نے نقل کی ہیں، وہ کتب لغت نہیں، جن میں ان محاورات کے پائے نہ جانے کا آپ نے دعوی کیا تھا۔

دوم: یہ وہی کتابیں ہیں، تو ان میں وہ عبارات درج نہیں جو ہم نے نقل کی ہیں۔

سوم: وہ عبارات درج ہیں، تو ان میں وہ محاورات موجود نہیں جو ہم نے نقل کئے ہیں۔

چہارم: موجود ہیں تو ان کے معنی یہ نہیں بلکہ اور ہیں۔ مثلاً حق سے درہم، دینار مراد نہیں بلکہ کوئی روحانی امر مراد ہے۔

ان امور کو آپ ثابت کریں تو ہم سے فی مراد سو روپیہ انعام لیں۔ یہ نہ ہو سکے تو کسی اور وجہ سے اس جواب کا غیر صحیح ونا کافی ہونا ثابت کریں۔

لیجئے ایک وجہ معقول اور سہل الحصول ہم بتاتے ہیں اور اس کے ثبوت پر ایک سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ آپ کسی ایک ہی محاورہ عرب یا حوالہ کتب لغت سے یہ ثابت کریں کہ توفّی کے حقیقی معنی صرف قبض روح کے ہیں اور یہ معنی اس محاورہ سے بلا قرینہ عقلی ولفظی ومقالی سمجھ میں آتے ہیں۔ اس سے خود بخود ثابت ہو جائے گا کہ جس محاورہ عرب منقولہ کتب لغات میں یہ لفظ بمعنی قبض جسم درہم دینار بولا گیا ہے اس محاورہ میں بشہادت قرینہ قبض جسم کے معنی اس سے مفہوم ہوتے ہیں۔ لہذا وہ معنی اس کے حقیقی معنی نہیں، مجازی ہیں۔ حقیقی معنی وہی قبض روح ہیں جو بلا قرینہ آپ کے بیان کردہ محاورہ سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس سے ہمارے جواب کا ناکافی ہونا ثابت ہو جائے گا اور سو روپیہ نقد فوراً آپ کو انعام ملے گا۔

لو اب اور کیا چاہتے ہو۔ تھوڑی سے تکلیف کرنے اور ایک محاورہ عرب یا عبارت کتاب لغت نقل کرنے سے سو روپیہ نقد اور مفت کی فتح لیتے ہو۔ بس اب دیر نہ کرو کچھ پاس ہے تو لے آؤ۔

مگر واضح رہے کہ محاورہ وتوفاہ اللّٰه سے، جو قاموس، صحاح و صراح میں منقول ہوا ہے، کہیں ہاتھ نہ مار بیٹھنا۔ اس محاورہ میں ہر چند لفظ توفّی بمعنی قبض روح بولا گیا ہے مگر یہ محاورہ اس محل اور اس موقع پر بولا جاتا ہے جہاں موت پر کوئی قرینہ حالی یا مقالی لفظی یا عقلی موجود ہو۔ اس قسم کے قرائن موجود نہ ہونے کے وقت کوئی کسی شخص کی نسبت توفّاہ اللّٰه نہیں بول سکتا۔ لہذا اس محاورہ سے ہاتھ مارو گے تو سو روپیہ کی جگہ ایک کوڑی بھی وصول نہ پاؤ گے، الٹا شرماؤ گے۔

(مرزائی خاموش نہیں رہ سکتے، کہتے چلے آئے کہ مرزا صاحب نے توفی کے معانی کے متعلق چیلنج کیا تھا اور کسی نے جواب نہیں دیا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے سامنے ایک دفعہ یہ بات ہوئی تو انہوں نے اہلحدیث امرتسر ۲ دسمبر ۱۹۳۲ء میں لکھا:

مولوی اللہ دتہ نے مثل دیگر علماء احمدیہ کے بطور فخر لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے باطل شکن انکشاف کیا ہے کہ توفی کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح۔ اس وقت سوائے موت کے دوسرے معنی نہیں ہو سکتے۔ دوسرے معنی دکھانے پر ایک ہزار روپیہ انعام رکھا مگر کسی مخالف نے نہ دکھایا (الفضل ۱۳ نومبر ۱۹۳۲ء)... ہم مولوی اللہ دتہ کو یاد دلاتے ہیں کہ مباحثہ مونگ گجرات میں آپ، مولوی محمد یار، اور مولوی غلام رسول اور بہت سے علماء مرزائیہ موجود تھے۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ مولوی محمد یار نے بھی ایک ہزاری انعام کا ذکر کر کے کہا تھا کہ علاوہ ایک ہزار مقررہ کے ایک سو روپیہ میں (محمد یار) بھی دونگا۔ جس کے جواب میں خاکسار نے مولانا سیالکوٹی وغیرہ علماء اہل سنت کی موجودگی میں کہا تھا کہ میں اس خدمت کو حاضر ہوں۔ آپ مرزا صاحب کا ایک ہزار اور اپنا ایک سو، جملہ گیارہ سو روپیہ کسی امین کے پاس امانت رکھیں اور فیصلہ کیلئے منصف مقرر کریں، ہم اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ اخیر مباحثہ تک ایسا سوئے کہ: گوئی مردہ اند۔

آج (یعنی دسمبر ۱۹۳۲ء میں) اس واقعہ کو قریباً دو سال گذرے ہوں گے لیکن صدائے برنخواست

مرزا صاحب تو زندہ نہیں جن سے تقاضا کیا جائے۔ البتہ مولوی اللہ دتہ یا کوئی اور جو اس دعوی کا حامی ہو ہمارے سامنے آئے اور فیصلہ کے لئے لاہور کے .... پروفیسر کو منصف مان لیں ہم مرزا صاحب کے تقاضا کو پورا کر دیں گے۔

لیجئے ہمارا بھی تقاضا سن لیجئے: مرزا صاحب نے اس مسئلہ کے متعلق یہ بھی لکھا ہے جو آپ نے شائد نہ پڑھا ہوگا نہ سنا۔ فرماتے ہیں:

علم نحو میں صریح یہ قاعدہ مانا گیا ہے کہ توفی کے لفظ میں جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہو ہمیشہ اس جگہ توفی کے معنی مارنے اور روح قبض کرنیکے آتے ہیں (تحفہ گولڑویہ کلاں ص ۴۵)

کوئی ہے؟ قادیانی ہو یا لاہوری جو مرزا صاحب کے اس دعوی کا ثبوت علم نحو کی کتابوں میں دکھادے؟ کتابوں کی ضرورت ہو تو نحو میر ہم دے دیں گے۔ آپ کو اختیار ہے علم نحو کی کسی کتاب میں دکھائیں اور مرزا صاحب کو قرض سے سبک دوش کریں۔ مگر یاد رہے کہ جب آپ یہ قاعدہ کتب نحو میں دکھادیں گے تو ہم آپ کو بتادیں گے کہ اگر علم نحو میں یہ قانون مسلّم ہے تو ہر طالب اور عالم کو معلوم ہے۔ پھر مرزا صاحب نے بقول خاقانی اس میں کیا تیر مارا:

پس از صد سال ایں معنی محقق شد بخاقانی   کہ بورانی ست بادنجان وبادنجان بورانی)

مذہب ابن عباسؓ

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ ساتویں دعوی میں بھی مرزا قادیانی نے اپنی عادت قدیم ،کذب ومغالطہ، کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ صحیح بخاری سے قول ابن عباسؓ تو نقل کیا کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے وفات دوں گا مگر امام بخاریؒ کے اس قول ابن عباس کو نقل کرنے سے نتیجہ یہ نکال لیا کہ بخاری نے یہ جتایا ہے کہ صحابہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اس میں آپ نے ایک جھوٹ امام بخاری پر باندھا ایک ابن عباسؓ اور عام صحابہ پر۔

حضرت ابن عباسؓ اور عام صحابہ پر جھوٹ باندھنا اس کا یہ کہنا ہے کہ ان کا مذہب یہ تھا حضرت ابن مریم فوت ہو گئے ہیں۔ یہ بات نہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمائی، نہ کسی اور صحابی نے۔ مرزا قادیانی حضرت ابن عباسؓ یا کسی صحابی سے یہ بات ثابت کردے، تو سو روپیہ انعام لے۔ حضرت ابن عباسؓ نے تو صرف متوفّیک کی تفسیر میں لفظ ممیتک فرمایا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے کسی آئندہ وقت میں تیری اپنی موت مارونگا، تو دشمنوں کے ہاتھ سے ہرگز نہ مارا جائے گا۔ اور مرزا قادیانی نے بھی اس کے یہی معنی کئے ہیں۔

(یہ معنی قادیانی نے ازالہ کے صفحہ ۸۹۲ میں کئے ہیں اور اس کے صفحہ ۳۴۱ میں کہا ہے:

جس قدر مبسوط تفاسیر دنیا میں موجود ہیں جیسے کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان، میں زیر تفسیر یا عیسی انّی متوفّیک میں لکھا ہے کہ انّی

ممیتک حتف انفک یعنی اے عیسیٰ میں تجھے طبعی موت سے مارنے والا ہوں بغیر اس کے کہ تو مصلوب یا مضروب ہونے کی حالت میں فوت ہوئے۔

اس عبارت میں بھی آپ نے متوفّیک کے معنی تو وہی بیان کئے ہیں جو کلام ابن عباسؓ کے ہم نے بیان کئے ہیں مگر اس عبارت میں ایک سرقہ اور خیانت اپنی یہ کی ہے کہ ان تفاسیر سے معنی توفّی کے قول حضرت ابن عباسؓ کے موافق تو لے لئے اور وہ دوسرے معنی، قبض جسم حضرت مسیحؑ کے ان میں بیان کئے گئے، وہ چھوڑ دیئے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ اور یہ جتایا کہ اس لفظ متوفّیک کے ایک ہی معنی ان سب تفاسیر میں بیان کئے گئے ہیں۔ دوسری خیانت یہ کہ حضرت مسیحؑ کے مصلوب ہونے کی طرف اشارہ کر دیا اور فرمایا کہ وہ مصلوب ہوئے مگر اس حالت میں فوت نہیں ہوئے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاف فرما دیا ہے کہ وہ مصلوب ہی نہیں ہوئے دیکھو آیت و ما صلبوہ)

ان سب تفاسیر ، کہ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دونگا، سے یہ کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو وفات دے دی اور وہ فوت ہو چکے، جیسا کہ قادیانی نے بیان کیا ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ حضرت ابن عباسؓ نے خود اپنے قول کے ایسے معنی کر دیئے ہیں جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ تفسیر درمنثور میں کہا ہے:

اخرج اسحاق ابن بشر و ابن عساکر من طریق جویبر عن الضّحاک عن ابن عباس فی قولہ انّی متوفّیک و رافعک یعنی رافعک ثمّ متوفّیک فی آخر الزّمان۔

کہ اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے جویبر کی اسناد سے بواسطہ ضحاک حضرت ابن عباسؓ سے تفسیر آیت انّی متوفّیک و رافعک میں نقل کیا ہے کہ میں پہلے تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا، پھر اخیر زمانہ میں تجھے وفات دونگا۔

اور اسی کا مؤید حضرت ابن عباسؓ کا وہ قول ہے جو انہوں نے آیت و انّہ لعلم للسّاعۃ کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ چنانچہ درمنثور میں ہے:

اخرج الفریابی و سعید بن منصور و مسدد و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم الطبرانی من طرق عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ و انّہ لعلم للسّاعۃ قال خروج عیسیٰ قبل یوم القیامۃ و اخرج الحاکم و ابن مردویہ عن ابن عباس عن النّبی ﷺ و انّہ لعلم للسّاعۃ ، قال

هو خروج عیسی بن مریم قبل یوم القیامۃ۔ تفسیر در منثور

فریابی اور سعید بن منصور وعبد بن حمید اور ابن ابی حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اس قول خداوندی سے عیسیٰؑ کا قیامت سے پہلے نکلنا مراد ہے

و اخرج ابن جریر من طرق عن ابن عباس و انہ لعلم للسّاعۃ۔ قال نزول عیسی (تفسیر در منثور)۔

ایسا ہی ابن جریر نے کئی سندوں سے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔

اخرج احمد عن ابن عباس وانّہ لعلم للسّاعۃ قال ہو خروج عیسی بن مریم۔ (تفسیر ابن کثیر) ایسا ہی تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ امام احمد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس قول خداوندی سے حضرت عیسی کا نکلنا مراد ہے۔

و لہذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح۔ فتح الباری)

اور نیز اسکا مؤید حضرت ابن عباس کا وہ قول ہے جو تفسیر آیت و ان من اہل الکتاب الّا لیومننّ بہ ... میں انہوں نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بعد ان کے مرنے سے پہلے لوگ ان پر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کہا ہے کہ ابن عباسؓ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ وہ اسی بات پر یقین رکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کے اپنے قول ممیتک (یعنی اے عیسی میں تجھے مارنے والا ہوں یا وفات دونگا) کے ایسے معنی وتفسیر کر دینے اور وقوع مضمون متوفیک کو مؤخر اور مضمون را فعک کو مقدم تجویز کرنے پر آپ ان کو یہودی اور محرف (معا ذ اللّٰہ و حا شا جنا بھم عن ذلک) کہیں تو کون آپ کو روک سکتا ہے۔ اور آپ کی زبان سے، جو اس وقت حجاج بن یوسف کی تلوار بن رہی ہے، مسلمان سلف وخلف سے کون بچا ہے؟ مگر آپ حضرت ابن عباسؓ کے اس بیان اور تفسیر کلام خود بقول خویش، کے ساتھ یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ حضرت ابن عباسؓ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں اور اب وہ اموات میں داخل ہیں۔

یہ ابن عباسؓ پر مرزا قادیانی کی افتراء پردازی کا ثبوت ہے۔ اسی سے اور صحابہ پر انکا افتراء کرنا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس نے عام صحابہ کو اسی قول ابن عباس کی دستاویز سے موت مسیح کا قائل بنالیا ہے اور کسی صحابی کا قول اس بات میں نقل نہیں کیا۔ تو جب اس قول سے استنباط وفات

مسیح غلط ثابت ہوا، تو وہ مذہب جو اس قول سے اس نے نکالا ہے، نیز غلط ہو گیا۔ علاوہ بریں کتب حدیث اور دواوین سنت میں بہت سے صحابہ سے حضرت مسیح کے آخری زمانہ میں نازل ہونے اور دجال کو قتل کرنے کی احادیث مروی ہیں و ثابت ہیں اور کسی صحابی سے ان احادیث کے مضامین سے انکار وخلاف مروی نہیں۔ بلکہ بعض صحابہ نے تو حضرت عیسیٰؑ کے زمین پر ٹھہرنے کی مدت بھی بتا دی ہے۔ اور انہی کی پیروی میں تابعین وغیرہ آئمہ دین نے یہ بات کہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس وقت زندہ آسمان پر موجود ہیں اور وہ آخری زمانہ میں اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

۱۔ امام ترمذی نے مجمع بن جاریہ سے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث نقل کی ہے:

عن مجمع بن جاریه الانصاری یقول سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول یقتل ابن مریم الدّجّال بباب لدّ ۔ رواہ احمد و الترمذی ۔قال الترمذی و فی الباب عن عمران بن حصین و نافع بن .. و ابی برزہ و حذیفه بن اسید و ابی هریره و کیسان و عثمان بن ابی العاص و جابر و ابی امامة و ابن مسعود و عبد الله بن عمرو و سمره بن جندب و النواس بن سمعان وعمروبن عوف وحذیفة بن الیمان (ترمذی ص ۳۷۴) ابن مریم دروازہ لدّ کے پاس دجال کو قتل کریں گے اور اسکے بعد امام ترمذی نے کہا کہ عمران بن حصین، نافع، ابو برزہ، حذیفہ بن اسید، کیسان، ابو ہریرہ، عثمان بن ابی العاص، جابر، ابو امامہ، ابن مسعود، عبداللہ بن عمرو، سمرہ بن جندب، نواس بن سمعان، عمرو بن عوف اور حذیفہ بن الیمان سے بھی اس باب میں حدیثیں مروی ہیں۔

صاحب فتح الباری نے عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، اور عبداللہ بن مغفل اور انس بن مالک وغیرہ کو اور صاحب حجج الکرامہ نے نافع بن کیسان، وجبیر بن نفیر وعروہ بن روہم کو بھی اس حدیث کے راویوں میں شمار کیا ہے۔

اور تفسیر درمنثور میں ہے:

و اخرج عبد بن حمید عن ابی هریره و انّه لعلم للسّاعة ۔ قال خروج عیسی یمکث فی الارض اربعین سنة تکون تلك الاربعین اربع سنین یحج و یعتمر ۔ و اخرج عبد بن حمید و ابن جریر عن مجاهد و انّه لعلم للسّاعة ۔ قال آیة للسّاعة خروج عیسی بن مریم قبل

يوم القيامة ۔و ا خر ج عبد بن حميد و ابن جر ير عن الحسن و انّه لعلم للسّا عة قال نزول عيسى ۔ و ا خر ج عبد الرزاق و عبد بن حميد و ابن جرير عن قتاده و انّه لعلم للسّاعة قال نزول عيسى۔ و ناس يقولون القرآن علم للسّاعة .... و قال ابن جرير حد ثنى يعقوب حد ثنا ابن عليه حدثنا ابو رجاء عن الحسن و ان من اهل الكتاب ا لاّ ليومننّ به قبل موته قال قبل موت عيسى و اللّه انّه لحىّ الآن عند اللّه ولكن لما نزل امنوا به اجمعون .... واخرج ابن جرير بسند صحيح عن كعب قال لما رأى عيسى قلة من اتبعه و كثرة من كذب شكى ذلك الى اللّه فاوحى اللّه اليه انّى متوفّيك و را فعك الىّ و انّى سابعثك على الاعور الدجال.. (الى) .. قال كعب ذلك تصديق حديث رسول اللّه حيث قال كيف تهلك امة انا فى اولّها و عيسى فى آخر ها (در منثور)

عبد بن حمید نے ابو ہریرہ سے آیت و انّه لعلم للسّاعة کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے اس سے حضرت عیسیٰؑ کا نکلنا مراد ہے وہ چالیس برس زمین میں رہیں گے جو چار سال کے برابر ہوں ان میں وہ حج اور عمرہ کریں گے۔

ایسا ہی عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد اور حسن سے اور قتادہ سے نقل کیا ہے اور ابن جریر نے حسن سے آیت و ان من اهل الكتا ب کی تفسیر میں نقل کیا ہے حضرت عیسی ، اللہ کے پاس زندہ ہیں وہ اتریں گے، تو سب لوگ ان پر ایمان لائیں گے۔

اور ابن جریر نے بسند صحیح کعب سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پیرؤوں کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت کی شکایت کی خدا کے پاس کی، تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں تجھ کو وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ میں عنقریب تجھے قتل دجال کے لئے بھیجونگا پھر تو اسکے بعد ۲۴ سال زندہ رہے گا پھر تجھے اور زندوں کی موت ماروں گا۔کعب نے کہا اس کی تصدیق رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں ہے کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہو جس کے اول میں ہوں اور آخر میں حضرت عیسیٰؑ ہیں۔

صحابہ کی یہ روایات اور آثار، مرزا قادیانی کے اس افتراء پر ایک اور دلیل ہے۔

آثار تابعین کو ہم نے اس مقام میں اس غرض سے نقل کیا ہے کہ ناظرین کو اس بات کا علم و یقین ہو کہ حضرت مسیح کے زندہ ہونے کا اعتقاد صرف حضرت ابن عباسؓ یا حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ صحابہ کے زمانہ تک ہی نہیں رہا، بلکہ تابعین میں بھی وہی اعتقاد متوارث چلا آیا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے زمانہ میں پہلے سرسید احمد خان نے اور پھر ان کی تقلید سے مرزا قادیانی نے اس اعتقاد کو اڑایا،، اور حضرت مسیح کو مار دیا۔

مرزا قادیانی نے اس دعوی میں سرسید احمد پر یہ زیادہ کیا ہے کہ اس اعتقاد میں صحابہ کو بھی اپنے ساتھ ملانا چاہا اور ان پر افتراء کیا۔ یہ جرأت و دلیری سرسید احمد سے نہیں ہوئی۔ اس لئے سرسید احمد خان کو ہم مرزا قادیانی سے بدرجہا کم تر سمجھتے ہیں۔ گو قادیانی صاحب اس قسم کے جملہ دعاوی میں سرسید احمد خان ہی کے پیرو و مقلد ہیں مگر اس جرأت میں، کہ ایک بات از خود بناویں پھر اس کو صحابہ وغیرہ سلف کے ذمہ لگاویں، یہ ان سے بڑھ کر ہیں۔ سرسید احمد ہر نئی بات جو از خود نکالتے ہیں، اس میں وہ کسی کی مخالفت یا موافقت کی پرواہ نہیں کرتے، اور افترا پردازی سے اس میں سلف صحابہ وغیرہ کو اپنا موافق نہیں بناتے اور مرزا صاحب اس افتراء میں اپنا کوئی نظیر نہیں رکھتے۔

امام بخاریؒ پر آپ کا جھوٹ باندھنا یہ ہے کہ ان کو بھی حضرت مسیحؑ کے وفات پا جانے اور اموات کی جماعت میں داخل ہو جانے کا قائل بنا دیا ہے۔ اور اس امر پر ازالہ اوہام کے بہت سے مقامات میں اس نے زور دیا ہے۔ ہم دوسرے مقامات کا زور اس مقام میں توڑیں گے جہاں قادیانی کے اس دعوی پر بحث کریں گے کہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ یہاں قادیانی کا یہ جھوٹ ثابت کرنے کے لئے اس قدر بیان کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں بصفحہ ۴۹۰ ایک باب منعقد کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نزول فرمائیں گے۔ چنانچہ اصل عبارت بخاری پہلے نقل ہو چکی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ نزول فرع ہے صعود کی (اس بات کو قادیانی نے اپنے ازالہ کے صفحہ ۲۶۹ میں تسلیم کیا اور کہا ہے کہ مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان سے اترنا اسکے جسم کے ساتھ چڑھنے کی فرع ہے)۔ لہذا امام بخاری نے نزول عیسیٰؑ کو ثابت کیا، تو بطریق اولی یہ ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ قادیانی نے اپنے پہلے کذب و مغالطہ کے ثبوت میں جو سات دعاوی کئے ہیں وہ اس کے اس کذب کو سچ نہیں بنا سکتے، بلکہ اس کے کذب اور مغالطہ ہونے کو اور پختہ کرتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث یا محاورات عرب یا کتب لغت سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ توفّی کے حقیقی معنی وفات دینا ہے، نہ جسم کو قبض کرنا۔

قادیانی صاحب اور قادیانیو! اسی دعوی اور ان ہی دلائل پر تمہارا فخر تھا؟ کہو ان کا کیسا خاکہ اڑایا گیا؟ اب بھی زبان پر لاؤ گے کہ توفّی کے حقیقی معنی وفات دینے کے ہیں۔ اور قبض جسم کے معنی کسی لفظ آیت یا حدیث یا محاورہ ومثال عرب میں نہیں لئے گئے۔ کچھ شرم ہو تو پھر اس دعوی کا نام نہ لو گے اور یہ تسلیم کرو گے کہ توفّی کے حقیقی معنی قبض یا استیفاء ہے، موت دینے سے ہو، خواہ سلا دینے سے، یا زندہ جسم کو قبض کر لینے سے اور اس آیت متوفّیک میں اس سے قبض جسم ہی مراد ہے جیسا کہ عام اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔

رافعک الیّ کے معانی

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ دوسرے مغالطہ میں قادیانی نے جو دعوی کیا ہے کہ آیت زیر بحث میں رافعک الیّ سے حضرت عیسیٰؑ کی روح کا اٹھایا جانا مراد ہے نہ جسم کا اٹھایا جانا، اس کے ثبوت میں اس نے بجز مضمون کذب ومغالطہ اول کوئی نیا ثبوت پیش نہیں کیا۔ صرف یہ کہا ہے کہ حضرت مسیح بشہادت قرآن وحدیث فوت ہو چکے ہیں، تو پھر آپ کے رفع سے بجز رفع روح کیا مراد، ممکن ومتصور ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کی نظیر حضرت ادریس کا رفع ہے جو فوت ہوئے اور انکی روح آسمان پر اٹھائی گئی۔

لہذا اس کے جواب وابطال میں ہماری طرف سے بھی کوئی نئی بات کہنا ضروری نہیں اور یہ کہنا کافی ہے کہ حضرت مسیح کا فوت ہو جانا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ بلکہ ان کا زندہ آسمان پر موجود ہونا ثابت ہے چنانچہ ابطال کذب ومغالطہ اول قادیانی سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے، تو پھر آپ کے رفع سے بجز رفع جسم کیا مراد ہو سکتا ہے۔ اور حضرت ادریس کا رفع آپ کے رفع کی نظیر نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت ادریس کا زندہ آسمان پر ہونا نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور نہ قادیانی کے نزدیک مسلّم۔ لہذا انکے رفع سے رفع روح مراد ہونا متعین ہے نہ رفع جسم ونفس

تیسرے مغالطہ میں جو آیت و رافعک الیّ کے ترجمہ میں قادیانی نے جعل و تصرف کر کے اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ پہلے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ہوئی پھر ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی، اس میں اس نے ان ہی جھوٹے دعوؤں سے جو پہلے اور دوسرے مغالطہ

میں اس سے سرزد ہوئے ہیں (توفّی بمعنی وفات اور رفع بمعنی رفع روح) کام لیا ہے اور اس کا کوئی نیا ثبوت نہیں دیا۔ لہذا اس کے جواب وابطال میں ہماری طرف سے کوئی نئی بات کہنے کی ضرورت نہیں اور صرف یہ کہنا کافی ہے کہ اس آیت میں لفظ متوفّیک سے حضرت مسیح کا فوت ہو جانا مراد نہیں اور لفظ رافعک الیّ سے صرف رفع روح بلا جسم مراد نہیں بلکہ لفظ متوفّیک سے قبض مراد ہے اور رافعک الیّ کا لفظ اس کی ایک قسم خاص، قبض کا معین کرتا ہے۔ لہذا یہ آیت باوجود اس جعل و تصرف قادیانی کے کہ اس نے واؤ کا ترجمہ، پھر، سے کیا جو ثمّ کا ترجمہ ہے، اس کا دعوی حضرت مسیح کا فوت ہو جانا ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس معنی میں جو ہم نے بیان کئے ہیں ترتیب لفظی یا طبعی کا بھی خلاف نہیں ہوتا۔ اس صورت میں دونوں لفظ سے ایک ہی امر (قبض جسم مسیح) کے وقوع کی حکایت مقصود و مراد ہے، نہ دو امر غیر مرتب کی۔ اور اگر حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق پہلے لفظ متوفّیک سے حضرت مسیح کو وفات دینے کا وعدہ مراد لیں اور آیت کے یہ معنی کریں کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے وفات دینے والا ہوں یا دونگا (چنانچہ قادیانی نے بھی اس کے یہی معنی کئے ہیں) تو اس صورت میں حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے سے ترتیب طبعی کا خلاف نہیں ہوتا کیونکہ جو رفع طبعاً موت کے برابر ہوتا ہے وہ رفع روح ہے، نہ رفع جسم جو حضرت مسیح کے لئے تجویز کیا جاتا ہے۔ قادیانی نے اتنا نہ سوچا کہ یہ رفع جسمانی تو ہر وقت اجسام کو لاحق رہتا ہے، کبھی کوئی جسم نیچے ہوتا ہے کبھی اوپر چڑھ جاتا ہے۔ پھر اس رفع جسمانی کی تجویز سے قائلین رفع جسمانی حضرت مسیح پر الزام خلاف ترتیب طبعی کیونکر قائم ہو سکتا ہے۔

رہا اس صورت پر اس کا یہ اعتراض کہ اگر رفع جسم مسیح ہو چکا ہے اور وفات مسیح کا وقوع قیامت کے قریب ہوگا تو پھر آیت زیر بحث میں وفات کا ذکر پہلے اور رفع کا ذکر پیچھے کیوں ہوا؟ اس سے تو قرآن کی فصاحت ٹوٹ جاتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ فصاحت و بلاغت کے مفہوم سے واقف نہیں، اور نہ کتب معانی و بیان پڑھے ہیں۔ سنی سنائی باتوں یا اپنے نیم ملا حواریوں کے زبانی بیانات پر اعتماد کر کے ایسی باتیں دھر گھسیٹتے ہیں۔ کسی امر یا واقعہ کا جو پہلے ہوا ہو، پہلے ذکر کرنا، اور جو امر یا واقعہ پیچھے ہوا ہے، اس کا ذکر بیان پیچھے لانا، ضروری اور لازمی اور فصاحت و بلاغت کی شرط نہیں، بلکہ بعض اوقات پہلے امر کو پیچھے اور پچھلے کو پہلے بیان کیا جاتا ہے اور اس سے متکلم کی فصاحت و بلاغت میں نقصان واقع نہیں ہوتا۔

اس مقام میں اور فصحاء و بلغاء کی عبارات ومحاورات کو پیش کیا جائیگا تو آپ ان کو غیر فصیح وغیر بلیغ کہدیں گے اور فرمائیں گے کہ ہمارا علم آسمانی اور ہمارا خدا ہمارا معلم اور باپ روحانی ہے ہم زمین والوں کے مقلد نہیں ۔ قرآن کو تو آپ فصیح و بلیغ مانتے ہیں اس میں بہت سے امور و واقعات پیچھے کے پہلے اور پہلے کے پیچھے بیان ہوئے ہیں ۔ جو اسی حرف عطف واؤ سے یا اس کی نظیر حرف او سے بیان ہوئے ہیں ۔ اس مقام میں اس کی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں ۔

۱۔ سورہ نساء میں ارشاد ہے:

انّا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوحٍ و النّبیّین من بعدہ و اوحینا الی ابراھیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب و الاسباط و عیسی و ایّوب و یونس و سلیمان ۔ ہم نے تیری طرف وحی بھیجی ہے جیسی کہ نوح اور اس کے پچھلے نبیوں کی طرف وحی بھیجی ہے ۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور انکی اولاد اور عیسی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف بھیجی ہے ۔

اس میں حضرت عیسیؑ کی وحی کا حضرت سلیمانؑ وغیرہ کی وحی سے پہلے ذکر ہوا ہے حالانکہ یہ پیچھے وقوع میں آیا ۔

۲۔ سورہ انعام میں ہے:

و وھبنا لہ اسحاق و یعقوب ۔ کلاً ھد ینا ۔ و نوحاً ھدینا من قبل ومن ذرّیتہ دا ؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسی و ھارون ۔ وکذلک نجزی المحسنین ۔ و زکریا و یحی وعیسی و الیاس ۔ کلّ من الصّالحین ۔ و اسما عیل والیسع و یونس و لوطاً ۔ کلاً فضّلنا علی العا لمین ۔ (انعام ۔ ع ۱۰) ۔ کہ ہم نے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسی، ہارون، ذکریا، یحی، عیسی، الیاس، اسماعیل، الیسع، یونس کو ہدائت کی ۔

اس آیت میں حضرت داؤد و حضرت سلیمان کی ہدایت کے ذکر کو حضرت موسی وحضرت ہارون پر مقدم کیا حالانکہ وہ ان سے پیچھے ہوئے ۔ اور حضرت یحی و حضرت عیسی کو حضرت اسماعیل وغیرہ پر مقدم کیا حالانکہ وہ ان سے پیچھے تھے ۔

۳۔ سورۃ ص میں ہے:

کذّبت قبلھم قوم نوحٍ وّ عادٍ وّ فرعون ذو الا تاد ۔ و ثمود و قوم لوطٍ

و اصحاب لئیکۃ۔ اولئک الاحزاب (ص۔ ع۱) کہ مکہ والوں سے پہلے قوم نوح اور عاد اور فرعون اور ثمود اور قوم لوط اور ایکہ والوں نے جھٹلایا۔

اس آیت میں تکذیب فرعون کو تکذیب قوم ثمود اور قوم لوط پر مقدم کیا حالانکہ وہ ان سے پیچھے ہوا

۴۔ سورہ ق میں ارشاد ہے:

کذّبت قبلهم قوم نوح وّاصحاب الرّس و ثمود۔ و عاد وّ فرعون و اخوان لوط۔ اصحاب الأیکۃ و قوم تبّعٍ۔ کلّ کذّب الرّسل فحقّ وعید۔ (ق، ع۔ ۱) کہ مکہ والوں سے پہلے قوم نوح اور کنویں والوں نے اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے جھٹلایا اور ایکہ والوں نے جھٹلایا۔

یہاں ثمود کو عاد سے اور فرعون کو اخوان لوط سے مقدم کیا، حالانکہ وہ ان سے پیچھے ہوئے۔

ان آیات میں سے پہلی آیت میں معطوف بحرف عطف مجرور ہے۔ دوسری آیت میں منصوب ومفعول، تیسری و چوتھی آیت میں مرفوع اور فاعل ہے۔ اور ہر ایک کی مزید نظیریں قرآن میں بکثرت موجود ہیں۔ یہ معطوف بحرف واؤ کی مثالیں ہیں اب معطوف بحرف او کی مثالیں سنیں سورہ نساء (رکوع ۳) میں تین جگہ حکم ترکہ میت کے بیان میں وصیت کا ذکر پہلے ہوا ہے اور ادائے دین (قرض) کا بعد میں، حالانکہ ادائے دین مقدم ہے اور وصیت کا نافذ کرنا مؤخر۔

من بعد وصیّۃ یوصین بها او دین

من بعد وصیّۃ توصون بها او دین

من بعد وصیّۃ یوصی بها او دین

یہ مفردات (فاعل، مفعول اور مضاف الیہ) میں وقوع خلاف ترتیب وقوعی کا ثبوت ہے اب جملوں اور حکایات واقعیہ اور واقعات نفس الامریہ کو قرآن مجید کا ترتیب وقوعی برخلاف بیان کرنا ذکر کیا جاتا ہے۔

سورہ بقرہ (ع ۶) میں ہے:

و اذ قلنا ادخلوا هذه القریۃ فکلوا منها حیث شئتم رغداً و ادخلوا الباب سجداً و قولوا حطۃ نغفر لکم خطایاکم۔ و سنزید المحسنین

اور: واذ قلتم یا موسی لن نصبر علی طعامٍ واحدٍ فادع لنا ربک یخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها وقثّائها و فومها و عدسها و

بصلھا۔ قال اتستبد لون الّذی ھو ادنی بالّذی ھو خیر۔ (بقرہ ع ۷)

بنی اسرائیل کا ایک شہر میں داخل ہونے کے وقت بجائے حطة کچھ اور کہنا پہلے بیان ہوا ہے، اور ایک کھانے پر صبر نہ کرنے اور ساگ ککڑی کا سوال کرنے کا ذکر پیچھے ہوا حالانکہ یہ قول، سوال، ان سے پہلے سرزد ہوا۔

و اذ اخذ نا میثا قکم و رفعنا فوقکم الطّور خذوا ما آ تینا کم بقوّۃ و اذ کروا ما فیه لعلکم تتقون ۔(بقرہ)

تو انکو اس شہر میں جانے کا حکم ہوا۔ پھر اس قصہ وسوال و جواب کے بعد رفع طور کا ذکر ہوا جو سب سے پہلے واقع ہوا تھا جب حضرت موسیٰؑ تورات لائے تھے۔

ایسے ہی اور بہت قصص بنی اسرائیل ہیں جن میں ترتیب وقوعی کے برخلاف تقدیم و تاخیر ہے۔

و اذ قال ابرا ھیم ربّ اجعل ھذا بلداً آ مناً و ارزق اھله من الثّمرات من آمن باللّه و الیوم الآخر۔ قال ومن کفر فامتّعه قلیلاً ثم اضطرّہ الی عذا ب النّار و بئس المصیر

و اذ یرفع ابرا ھیم القواعد من البیت و اسماعیل ربنا تقبّل منّا انک انت السّمیع العلیم ۔ (بقرہ۔ع ۱۵)۔

حضرت ابراہیم کو کعبہ کے پاک رکھنے کا حکم دینا پہلے بیان ہوا، جو بناء کعبہ کے بعد متصور ہے، اور قصہ بناء کعبہ کا ذکر بعد میں ہوا جو پہلے وقوع میں آ چکا تھا۔

ان قصص اور واقعات کو ناظرین قرآن اور تفاسیر میں دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ مرزا قادیانی نے اس بیان میں، کہ ایک مقدم چیز کو پیچھے اور موخر کو پہلے ذکر کرنا فصاحت و بلاغت کے مخالف ہے، جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ قرآن مجید کی آیات مذکورہ بالا سے جیسا جواز تقدیم و تاخیر ہم نے سمجھا ہے ویسا ہی علماء سابقین نے سمجھا اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کرکے بیان کیا ہے کہ حرف واؤ مطلق جمعیت کے لئے ہے۔ اس سے ترتیب بلافصل جو حرف ف سے سمجھی جاتی ہے، یا ترتیب بفصل و تراخی جو ثمّ سے مفہوم ہوتی ہے، فہم میں نہیں آتی۔ اسی واسطے واؤ کے ذریعہ سے ایک پچھلی چیز کو پہلے اور پہلی چیز کو پیچھے بیان کیا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ کتب لغت نحو معانی و بیان میں مفصل بیان ہوا ہے۔ قاموس میں ہے:

فا لواؤالمفردة اقسام الاولی العاطفة فتعطف الشیء علی مصاحبه فانجیناه واصحاب السفینة، وعلی سابقه ولقد ارسلنانوحاًوابرا ھیم ، وعلی لا حقه وکذلک یوحی الیک والی الّذین من قبلک ۔

اور شرح ملا مبین میں ہے:

فا لواؤ للجمع مطلقاً لا ترتیب فیھا فقوله لا ترتیب فیھا بیان لا طلاقھا ای لا ترتیب فیھا بین المعطوف و المعطوف علیه ۔ بمعنی انّه لا فیھم ھذا الترتیب منھا وجود او عد ماً و الفاء للترتیب ای للجمع مع الترتیب بغیر مھله و ثم مثلھا اه مثل الفاء فی مطلق الترتیب مقرونة بمھلة و تاخ ،

اور مختصر معانی میں ہے:

نحو جاء نی زید و عمرو فان فیه تقبیلاً للفاعل بانّه زید و عمرو من غیر دلا لة علی تفصیل الفعل بان المجیئین مکانا معاً او مترتبین مع مھلة و بلا مھلة نحو جاء نی زید فعمر ثم عمرو فا لثلا ث تشترک فی تفصیل المسند الّا ان الفاء تدل علی التعقیب من غیر تراخ و ثمّ علی التراخی۔

ناظرین ان کتابوں کو ملاحظہ کریں ۔اس مقام میں شاید یہ سوال ہو کہ اس بیان سے تقدیم وتاخیر کا جائز ہونا اور فصاحت و بلاغت کے مخالف نہ ہونا تو تسلیم ہوا مگر اس میں شک نہیں کہ جن امور کے ذکر و بیان میں خدا تعالی نے کوئی ترتیب اختیار فرمائی ہو اس کیلئے کوئی نہ کوئی وجہ ضروری ہے ۔بس اگر لفظ متو فیک سے بنا بر قول ابن عباسؓ، حضرت عیسیٰؑ کو وفات دینے کا وعدہ مراد ہے اور اس کا وقوع بعد رفع جسم حضرت مسیح ہوگا تو پھر توفّی کو ذکر و بیان میں مقدم کرنے اور رفع کو موخر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی وجہ ایک یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو یہود سے قتل و ایذا کا خوف واندیشہ تھا۔خدا تعالی نے اس خوف کو دور کرنے کے اہتمام کے لئے لفظ متوفّیک کو مقدم کیا ۔اور حضرت عیسیٰؑ کو یہ جتا کر کہ تیرے قتل پر یہود قادر نہ ہوں گے، ہم خود تجھے طبعی موت سے وفات دیں گے، بے خوف ومطمئن کر دیا ۔اس کے بعد ان کے رفع کا مژدہ سنایا۔اور اگر

پہلے وعدہ رفع دیا جاتا تو اس میں ان کو اس سوال کا موقع رہتا کہ یہود تو میرے قتل پر آمادہ و تیار ہیں ، پھر یہ رفع کس کیفیت کا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت زکریا کو وعدہ فرزند مل جانے پر یہ سوال پیدا ہوا کہ میرے یہاں فرزند کیونکر ہوگا، میں تو بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ۔

یہ وجہ مرزا قادیانی کے اس کلام سے، جو بحوالہ جملہ تفاسیر مدارک، کشاف وغیرہ ازالہ اوہام کے ص ۳۴۹ میں موجود ہے، ہم نے نکالی ہے۔

قادیانی کی پہلی دلیل آیت یا عیسی انّی متوفّیک پر بحث ختم ہوئی جس سے یہ بات ناظرین کو بخوبی ثابت ہوگی کہ قادیانی نے جو کہا ہے کہ اس آیت میں توفّی سے حضرت مسیح کا فوت ہو جانا مراد ہے اور رفع سے ان کی روح کا اٹھایا جانا، اس میں محض کذب و مغالطہ سے اس نے کام لیا ہے۔ قرآن وحدیث اور کتب لغت اور محاورات عرب میں اس پر شہادت نہیں پائی جاتی اور سلف وخلف صحابہ وتابعین محدث ومفسر اس اعتقاد و بیان مراد میں اسکے موافق نہیں۔

اس بحث کے بعد مرزا قادیانی کے دوسرے دلائل آیات قرآنیہ کے اوپر بحث کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی، تاہم عوام کی سہولت کی نظر سے ان آیات کو ذکر کر کے ان آیات سے قادیانی کے دعوی کا ثابت نہ ہونا ظاہر کیا جاتا ہے۔

دوسری آیت جس کو قادیانی نے حضرت مسیح کی وفات پر دلیل بنایا ہے وہ آیت سورہ نساء ہے جو اوپر منقول ہو چکی ہے۔ اور اس میں یہ بیان ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا، بلکہ خدا تعالی نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔

قادیانی نے اس آیت کے ابتداء کو مخالف مدعا سمجھ کر اس مقام میں چھوڑ دیا اور سرقہ کیا اور اس کے آخر بل رّفعه اللّه الیه کو اپنی دلیل بنالیا اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۹۹ میں اس کی نسبت کہا ہے کہ

رفع سے مراد اس جگہ موت ہے۔ جو عزت کے ساتھ ہو، جیسا کہ مقربین کیلئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روح علیین تک پہونچائی جاتی ہے۔

اس مراد کا نقلی ثبوت قادیانی نے بجز اس کے کچھ پیش نہیں کیا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے اور فوت شدہ کی صرف روح آسمان پر اٹھائی جاتی ہے، نہ اس کی نعش وجسم۔ اس کے سوا جو کچھ اس نے رفع کے متعلق کہا ہے وہ عقلی ڈھکو سلے ہیں اور نیچری شبہات کہ مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو وہاں سانس کے لئے ہوا کہاں سے لیتے ہوں گے، کھاتے پیتے کیا ہوں گے؟

بول و براز کہاں کرتے ہوں گے، بال وناخن کس سے کٹواتے ہوں گے؟ وغیرہ۔ (دیکھوازالہ اوہام قادیانی ص۲۶۳ لغایت ۲۶۷، نیز صفحہ ۳۲۴ تا ۳۲۸، اور صفحہ ۳۴۳ تا ۳۴۶، اور ۳۸۶ تا ۳۸۸، اور ۵۴۹ تا ۵۵۱، اور ۵۹۹، اور ۹۲۴ وغیرہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ نقلی ثبوت کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ جن الفاظ قرآن وحدیث سے قادیانی حضرت عیسیٰؑ کی وفات نکالتا ہے ان الفاظ سے وفات کا مراد ہونا ثابت وتعین نہیں۔ تو پھر ان کے رفع سے صرف روح کا اٹھایا جانا، جو ثبوت وفات پر موقوف اور اسکی فرع تھا، کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ان الفاظ سے تو حضرت مسیح کی حیات ثابت ہے لہذا ان کے رفع سے بجز رفع جسم کچھ مراد نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بھی بیان کر آئے ہیں کہ اس آیت میں رفع سے صرف رفع روح کا مراد ہونا اس وجہ سے بھی ناجائز ہے کہ اس کے نظائر لفظ ما قتلوہ وما صلبوہ کی ضمیر سے صرف روح مراد نہیں ہوسکتی بلکہ جسم مراد ہے۔ تو رفعہ کی ضمیر سے بھی صرف روح مراد نہیں ہوسکتی وبناء علیہ یہ آیت حضرت مسیح کی حیات کی دلیل ہے، نہ کہ وفات کی۔ اسی نظر سے قادیانی نے اس آیت کے ابتداء کو سرقہ کیا اور صرف اخیر کو معرض استدلال میں پیش کیا۔

رہا اس کے عقلی ڈھکوسلوں اور نیچری شبہوں کا جواب، سو بحث عقلی وفات مسیح میں دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالی

اس مقام میں ناظرین کو مرزا قادیانی کی بے علمی جتانے کی غرض سے یہ بیان کرنا بھی نامناسب نہیں کہ قادیانی نے اس آیت کو دعوی وفات مسیح پر ایک دلیل بنایا ہے اور اس دلیل کے ثبوت پر حضرت مسیح کی وفات کو دلیل ٹھہرایا ہے، اور یہ دور ہے۔ اگر اس کے دعوے و دلیل کی تقریر یوں کریں کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں کیونکہ آیت بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں ان کا فوت ہونا مراد ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ یا یہ مصادرہ علی المطلوب ہے اگر اس کی تقریر یوں کریں کہ بحکم آیت بل رّفعہ اللّٰہ الیہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اس لئے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اور یہ دونوں امر علم منطق وغیرہ سے ناواقفی پر مبنی ہیں۔

اور اگر قادیانی کا یہ خیال ہو کہ دعوی وفات مسیح کی دلیل پہلی آیت انّی متوفّیک ہے اور وہی آیت اس آیت دوم میں رفع سے موت مراد ہونے پر دلیل ہے، تو پھر اس آیت کو مستقل وجداگانہ دلیل نمبر دوم ٹھہرانا اس کی بے علمی کی دلیل ہے۔ یہ آیت پہلی آیت کے سوا بزعم قادیانی وفات مسیح کو ثابت نہیں کرسکتی تو یہ دوسری دلیل کیونکر ہوسکتی ہے۔

فلمّا توفّیتنی

تیسری آیت جس کو قادیانی نے وفات مسیح پر دلیل ٹھہرایا ہے وہ آیت سورۃ مائدہ ہے فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم و انک علی کلّ شئیٍ قدیر (مائدہ)۔ کہ حضرت عیسیٰ، اللہ تعالیٰ کو کہیں گے کہ تو نے مجھ کو قبض کیا تو، تو ان کا نگہبان رہا۔

اس آیت کا قادیانی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ، تو نے مجھے وفات دی تو، تو ہی ان پر نگہبان رہا۔ پھر اس معنی کے ثبوت پر ان آیات کا قادیانی نے اعادہ کیا جو گذر چکی ہیں۔

علاوہ براں ایک دلیل یہ بیان کی ہے کہ یہی لفظ فلمّا توفّیتنی آنحضرت ﷺ حوض کوثر پر فرمائیں گے جس سے آپ کی یہی مراد ہوگی کہ تو نے مجھے وفات دی، تو پھر حضرت عیسیٰؑ کی بعینہ اس کلام سے اور معنی مراد لینا کیونکر جائز ہے۔ اور یہ بیان کیا ہے کہ اس آیت سے پہلے اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ کہا گیا ہے (جس کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ کو خدا تعالیٰ پوچھے گا کہ تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنانا) اور ظاہر ہے کہ قال ماضی کا صیغہ ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص ماضی کے لئے آتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت سے زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا، نہ زمانہ استقبال کا۔ اور ایسا ہی جو جواب حضرت عیسیٰ کی طرف سے ہے وہ بھی بصیغہ ماضی ہے فلمّا توفّیتنی۔ اس کی نظیر خدا کا یہ قول ہے واذ قال ربّک للملائکۃ .. جو قصہ ماضی ہے، نہ بزمانہ آئندہ۔

اور اس بیان پر نازاں ہو کر قادیانی نے یہ بھی کہا ہے کہ جو لوگ اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ یہ نزول حضرت عیسیٰؑ کے بعد کا واقعہ ہے، وہ ایسی تاویل رکیک سے شرم نہیں کرتے (دیکھو ازالہ اوہام۔ ص ۸۹۰ وغیرہ)

اس دلیل کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ پہلی دلیل قادیانی کے جواب میں ثابت ہو چکا ہے کہ توفّی کے حقیقی معنی صرف وفات دینے کے نہیں بلکہ مطلق قبض کے ہیں جس کے کئی انواع و اقسام ہیں، وفات دینا، سلا دینا، قبض کرنا وغیرہ۔ اور یہ سب معانی اس لفظ سے بحسب مقتضائے مقام شہادت قرینہ مراد لئے جاتے ہیں۔ بناء علیہ اس آیت میں توفّیتنی کے لفظ سے بشہادت

قرائن مذکورہ بالا قبض جسم کے معنی مراد ہیں، نہ کہ وفات دینے کے۔ قادیانی نے جو اس معنی وفات کو توفّی کے حقیقی معنے قرار دیئے ہیں اور اس پر بضمن دلیل اول شواہد پیش کئے ہیں، اس کا جواب دنداں شکن دیا گیا ہے۔

اور جو اس مقام میں اس پر اس نے دلیل پیش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے کلام میں یہ لفظ توفّیتنی وارد ہے تو اس کے معنی وفات دینے کے لئے جاتے ہیں۔ پھر حضرت مسیح کے کلام میں بعینہ اس لفظ کے معنی وفات دینے کے کیوں نہ ہوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی حضرت مسیح کی طرح بلاموت زندہ آسمان پر اٹھائے جاتے، تو آپ کے کلام میں بھی وہی معنی قبض جسم لئے جاتے۔ آنحضرت ﷺ وفات پا چکے ہیں، اور زندہ آسمان پر موجود نہیں ہیں، تو پھر آپکے کلام میں اس لفظ سے معنی قبض جسم کس قرینہ سے مراد لئے جائیں؟ آنحضرت ﷺ کا بعینہ مسیح کے کلام کو اپنی کلام میں اختیار فرمانا اس امر کی دلیل نہیں کہ جس معنی سے حضرت مسیحؑ وہ لفظ بولیں گے ان ہی معنی سے آنحضرت ﷺ نے وہ لفظ فرمایا ہے۔

دوسرا جواب: فرض کیا اور مان لیا کہ اس کلام میں حضرت مسیح کے لفظ توفّیتنی سے مطلق قبض کے معنی مراد ہیں جو موت اور قبض روح کو بھی شامل ہیں اور اس لفظ سے آپ کے دونوں زمانوں (زمانہ قبض جسم و قیام آسمان، اور زمانہ قبض روح بعد نزول) کے حال کی حکایت ہے، مگر اس صورت میں بھی اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں کیونکہ اس آیت میں کسی گذشتہ زمانہ میں مسیح کے اس قول کی حکایت نہیں ہے بلکہ آئندہ زمانہ قیامت کے دن کی یہ حکایت ہے کہ خدا تعالی، مسیح سے یہ سوال کرے گا: کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اپنا معبود بنا لینا؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ خداوندا میں نے تو ان کو وہی کہا تھا جو تو نے مجھے حکم دیا تھا، میں جب تک ان میں رہا ان کا نگران رہا اور جب تو نے مجھے قبض کر لیا تو، تو ان پر نگہبان ہوا۔

و اذ قال اللّٰه یا عیسی بن مریم أأنت قلت للنّاسِ اتّخذونی و امّی الٰھین من دون اللّٰه ۔ قال سحا نک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحقّ ۔ ان کنت قلته فقد علمته۔ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک۔ انک انت علّام الغیو ب ۔ ما قلت لھم ا لّا ما امرتنی به ان اعبدوا اللّٰه ربّی و ربکم۔ وکنت علیھم شھیداً مّا دمت فیھم۔ فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم ۔ و انک علی کلّ شئیٍ قدیر (مائدہ۔ع ۱۶)

اور یہ امر ظاہر و مسلّم فریقین ہے کہ اس دن سے پہلے وہ ضرور وفات پا چکے ہوں گے۔ لہذا اس آیت سے ان کی موت ہی مراد ہے، تو قیامت سے پہلے ان کا وفات پا جانا ثابت ہوتا ہے، نہ اس وقت مردہ ہونا۔

ہمارے اس بیان پر کہ اس آیت میں زمانہ قیامت کی حکایت ہے، نہ زمانہ گذشتہ کی، یہ دلیل ہے کہ اس آیت سے پہلے ارشاد ہے کہ جس دن (یعنی قیامت کو) خدا تعالی رسولوں کو اکٹھا کرکے کہے گا کہ تم کو تمہاری امتوں نے کیا جواب دیا، تو وہ جواب میں کہیں گے ہم کو اس کا علم نہیں۔ اس کے بعد حضرت عیسی کو بلفظ اذ قال مخاطب فرما کر ان نعمتوں کو شمار کیا جو ان پر خدا نے انعام کیں اس کے بعد اس سوال و جواب کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد یہ فرمادیا کہ یہ وہ دن ہے:

یوم یجمع اللّٰه الرّسل فیقول ما ذا اجبتم۔ قالوا لا علم لنا۔ انک انت علّام الغیوب (مائدہ۔ع ۱۵)

. قال اللّٰه ھذا یوم ینفع الصّادقین صدقھم۔ لھم جنّات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابداً (مائدہ ع۔ ۱۶)

جس میں سچوں کو ان کا سچ بولنا نفع پہنچائے گا۔ انکے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہ دونوں آیات صریح شاہد ہیں کہ اس سوال و جواب میں بطور پیشین گوئی واقعہ آئندہ روز قیامت کی حکایت مقصود ہے نہ کہ گزشتہ زمانہ کی۔

قادیانی نے جو بڑے فخر اور ناز کے ساتھ اس بیان کو غلط اور موجب شرم قرار دیا ہے، اور اسکے مقابلہ میں اس بات کا دعوی کیا ہے کہ اس آیت میں وقت نزول سے پہلے زمانہ کی حکایت ہے اور اس پر لفظ اذ سے جو ماضی کی ظرف ہے اور لفظ قال اور توفّیتنی سے جو ماضی کے صیغہ ہیں تمسک کیا ہے اور اس کو اذ قال ربّک للملائکۃ کی نظیر سمجھا ہے، یہ کمال شرم کا موجب ہے۔

اگر قادیانی میں کچھ شرم ہو کیونکہ اس آیت کو بنظر لفظ اذ قال گذشتہ واقعہ کی حکایت قرار دینا صرف بعض اشخاص سدی وغیرہ کی ہے، ان کے سوا تمام مفسرین اس رائے کو غلط قرار دیتے ہیں اور اس آیت کو قیامت کے دن کی حکایت کہتے ہیں اور لفظ اذ قال کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ اذ محاورہ قرآن میں مستقبل کیلئے بھی آتا ہے۔ اور اس قصہ کے واقعات کو قال وغیرہ ماضی کے صیغوں سے حکایت کرنا اس امر کے اظہار کیلئے ہے کہ یہ واقعہ آئندہ ایسا یقین الوقوع ہے کہ گویا ہو چکا ہے۔

تفسیر معالم (ص ۳۰۲) میں لکھا ہے: اختلفوا فی هذا القول متی یکو ن فقال السّدی قال اللّٰه تعالی هذا القول لعیسی حین رفعه الی السّماء ولانّ حرف اذ تکو ن للما ضی و قال سا ئر المفسّرین انّما یقول اللّٰه تعالی هذا القول یوم القیامة بد لیل قوله تعالی یو م یجمع اللّٰه الرّسل، و قال من بعد، هذا یوم ینفع الصّادقین صدقهم والمراد بهمایوم القیامه وقد تجیء اذ بمعنی اذا کقو له تعا لی ولو تری اذا فزعوا یوم القیامه.... وان لم تکن بعد.. کا لکا ئنة لانّها آ تیة لا محا لة

اس قول کی نسبت یہ اختلاف ہے کہ یہ کب واقع ہوگا۔ سدی کا قول ہے کہ یہ قول خدا تعالی نے اس وقت کہا تھا جب اسکو آسمان کی طرف اٹھایا تھا۔ اس پر اس کی دلیل یہ ہے کہ حرف اذ ماضی کے لئے آ تا ہے۔ اسکے سوا تمام مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ قول خدا تعالی حضرت عیسی کو قیامت کے دن فر مائے گا۔ انکی دلیل یہ کہ اس قول سے پہلے خدا نے فر مایا ہے کہ خدا تعالی جس دن رسولوں کو جمع کرے گا.. تا آ خر... اور اس کے بعد فر مایا ہے ، یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا ، اور ان دونوں سے قیامت کا دن مراد ہے (لہذا وہ قول جو ان دونوں قو لوں کے بیچ میں ہے ، قیا مت ہی کو کہا جا ئے گا) اور لفظ اذ بمعنی اذا بھی آ تا ہے جو مستقبل کی طرف ظرف ہوتا ہے۔ اس کی نظیر خدا تعالی کا وہ قول ہے جس میں ارشاد ہے : کاش تو انکو دیکھے جب وہ گھبرائیں گے (اس میں آئندہ روز قیامت کے گھبرانے کو لفظ اذا اور صیغہ ماضی سے بیان کیا ہے) اور قیامت اگر چہ اس وقت تک واقعہ نہیں ہوئی مگر چونکہ وہ ضرور ہونے والی ہے اس لئے اس سوال و جواب میں لفظ ماضی اس سے حکایت ہوئی ہے ۔ اور یہ بات جتائی گئی ہے کہ گویا وہ ہو چکی ہے۔

ایسا ہی تفسیر فتح البیان ج ۳ میں ہے جو تفسیر معالم کا خلاصہ مضمون ہے

و اذ ههنا بمعنی اذا کقو له تعا لی و لو تری اذا فزعوا تعبیراً عن المستقبل بلفظ الما ضی تنبیها علی تحقق وقوعه

اور تفسیر کبیر میں ہے:

فهذا الکلام انّما یذ کره لعیسی یوم القیا مة و منهم من قال انّه تعالی قال هذا الکلام لعیسی حین رفعه الیه و تعلق بظاهر قوله و

اذ قال اللّٰه ، و اذ تستعمل للما ضی و القول الاول اصح لانّ اللّٰه عقب ھذہ القصۃ بقولہ ھذا یوم ینفع الصّادقین و المراد بہ یوم القیامۃ وامّاالتمسک لکلمۃ اذ فقد سبق الجواب عنی(ج۳ص۶۹۸)

اخر ج قولہ اذ قال اللّٰہ علی لفظ الما ضی دون المستقبل و فیہ و جوہ : الاول الد لا لۃ علی قریب القیا مۃ حتی کانّھا قامت و وقعت و کل آ تٍ قریب و یقال الجیش قد اتی اذا قرب ایتانھم قال اللّٰہ تعا لی ا تی امر اللّٰہ ۔

الثّانی انّہ ورد علی حکا یۃ الحال و نظیرہ قول الرّ جل کا نک بنا ؟ و قد د خلنا بلدۃ کذا فصنعنا فیھا کذا اذ صا ح صا ئح فترکتنی واجبتہ و نظیرہ من القرآن قولہ تعا لی و لو تری اذ فز عوا فلا فوت و لو تر ی اذ یتوفّی الّذ ین کفروا الملا ئکۃ و تری اذ الظّالمو ن ھو ... عند ر بھم

و الوجہ فی کل ھذہ الآیات ما ذکر ناہ من انّہ خر ج علی سبیل الحکا یۃ من الحا ل (تفسیرکبیرج۳)

کہ یہ کلام حضرت عیسیٰؑ سے خدا تعالی قیا مت کے دن کر ے گا۔بعض کا یہ قول ہے کہ یہ اس وقت کہا تھا جب آ خر میں عیسیٰؑ کو خدا تعالی نے اپنی طرف ا ٹھالیا تھا۔وہ آ یت کے ظا ہر لفظ اذ قال سے لپٹا ہے کیونکہ لفظ اذ قال ماضی کے لئے استعمال کیا جا تا ہے مگر صحیح وہی پہلی بات ہے کیونکہ خدا تعا لی نے اس قصہ کے بعد فر مایا ہے کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو سچ نفع دے گا،سو قیامت کا دن ہے ۔رہا جواب لفظ اذ ، سو گذر چکا ہے اوراس سے پہلے کہا ہے کہ اذ قال اللّٰہ ماضی کے صیغہ سے فر مایا، نہ صیغہ مستقبل سے۔اس کی کئی وجہ ہیں۔پہلی وجہ یہ کہ ماضی کے لفظ سے قیا مت کا قرب مفہوم ہوتا ہے اورعرب میں ہر آ نے والی چیز کو قریب بولتے ہیں۔یہ بھی کہتے ہیں کہ لشکر آ گیا جب اس کا آ نا قریب ہو۔اسی محاورے پر خدا تعالی فر ماتا ہے اتی امر اللّٰہ یعنی خدا کا حکم قیا مت یا عذاب آ گیا۔دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ بطور حکا یت حال بولا ہے یعنی جو حال آ ئندہ واقع ہوگا اس کو واقع شدہ صورت میں بیان کیا گیا ہے۔اسکی نظیر محاورہ عرب میں ایک آ دمی کا دوسرے کو یہ کہنا ہے کہ گو یا میں اور تو ایک شہر

میں داخل ہوئے اور ہم نے ایک کام کیا۔ ناگاہ ایک شخص چلایا تو تو نے مجھے چھوڑ دیا اور میں اس کے پیچھے بھاگا (جس سے مراد یہ ہے کہ آئندہ ایسا ہوگا) اور اس کی نظیریں قرآن میں یہ ہیں۔ و لو تری اذ فزعوا ۔ اذ یتوفّی الّذین کفروا ۔ اذ الظّا لمون ۔ جن کا وقوع آئندہ ہوگا مگر اس کو بلفظ اذ بیان کیا گیا ہے۔

لفظ اذ اور صیغہ ماضی سے آئندہ واقعات کو حکایت کرنا قرآن میں بکثرت ہے اس کی چند مثالیں امثلہ مذکورہ کے علاوہ ایک ہی آیت میں اور سنو۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

اذ تبرا الّذین اتّبِعوا من الّذین اتّبعوا و رأوا لعذا ب و تقطّعت بھم الاسبا ب۔ و قال الّذین اتّبعوا لو انّ لنا کرّۃ فنتبرأ منھم کما تبرؤا منّا ۔ (بقرہ :۱۶۶۔۱۶۷) جب وہ لوگ جن کی پیروی ہوتی ہے ان لوگوں سے بے زار ہوں گے جو ان کے پیرو تھے اور وہ عذاب دیکھیں گے اور ان کے تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور وہ لوگ کہیں گے جو انکے پیرو تھے، کاش ہمارے لئے دنیا کی طرف پھرنا ہوتا تو ہم بھی ان سے بیزار ہوں جیسے وہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں۔

اس آیت میں وہی اذ جو ماضی کی ظرف ہوتا ہے بمعنی مستقبل استعمال ہوا۔ اس کے بعد تبرأ، اور رأو ، اور تقطعت یہ سب ماضی کے صیغے ہیں اور ان سے مضارع کے معنی مراد ہیں۔ ان سب کو بلفظ ماضی لانا اسی غرض سے ہوا ہے کہ ان کا آئندہ وقوع یقینی معلوم ہو اور یہ سمجھا جائے کہ گویا یہ امور واقعہ ہو چکے۔

چھوٹی یا بڑی کتب نحو کو دیکھو گے تو ان میں بھی یہ مسئلہ پاؤ گے کہ اذ کبھی مستقبل کیلئے بھی آتا ہے۔ کافیہ و شرح ملا مبین میں ہے کہ اذ بمعنی ماضی ہوتا اور کبھی مستقبل کیلئے بھی آجاتا ہے جیسا کہ اس قول خداوندی میں کہ شتاب دیکھ لیں گے جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہونگے۔ اس آئندہ واقعہ روز قیامت کو بلفظ اذ حکایت کیا ہے اور اس سے مستقبل کا ارادہ کیا ہے

و منھا اذ الکائنۃ للماضی و قد یجیء للمستقبل لقولہ تعالٰی فسوف یعلمون اذ الاغلال فی اعنا قھم (شرح ملا مبین ص ۲۳۴)

اور جیسا کہ قرآن میں یقینی آنے والے واقعہ کو بلفظ ماضی بیان کیا گیا ہے ایسا ہی یقینی گزشتہ واقعہ ماضی کو بلفظ مضارع اس امر کے اظہار کیلئے بیان کیا گیا ہے کہ وہ واقعہ یقیناً وقوع میں آچکا ہے کہ گویا اب اس کا وقوع نظر آرہا ہے اسکی مثالیں بہت ہیں، ازانجملہ دو بیان کی جاتی ہیں:

و اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل ۔ ربّنا تقبّل منّا۔
انک انت السّمیع العلیم (بقرہ ع ۱۵) جب ابراہیم اور اسماعیل خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھا رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اے خداوند تو ہم سے قبول کر تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس واقعہ ماضی کو خدا تعالی نے بلفظ یرفع ، جو مضارع ہے، حکایت کیا اور اس سے یہ جتایا کہ یہ واقعہ ایسا یقینی الوقوع ہے کہ گویا اب سامنے ہو رہا ہے۔

بیضاوی میں ہے کہ اس قول خداوندی میں حکایت ماضی کی بلفظ مضارع ہوئی ہے۔

اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت حکایة حال ماضیة (بیضاوی)

فتح البیان میں ہے کہ اس سے مقصود اس امر کا اظہار ہے کہ وہ صورت عجیبہ سامنے حاضر ہو رہی ہے: حکایة حال ماضیة استحضار الصور العجیبة۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اذ یقول المنافقون و الّذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللّٰہ و رسولہ الّا غروراً۔ جب کہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے کہتے ہیں کہ ہم کو تو خدا و رسول نے دھوکہ ہی کا وعدہ دیا ہے۔

اس میں واقعہ ماضی کی لفظ مضارع یقول سے اسی غرض استحضار سے حکایت کی ہے۔

فتح البیان، معالم، تفسیر کبیر وغیرہ میں ہے کہ اس سوال سے جو عیسیٰؑ سے خدا تعالی کرے گا، مقصود نصاری کو زجر و الزام دینا ہے۔ یہ مقصود بھی اس امر کا مؤید ہے کہ وہ سوال و جواب قیامت کو ہوگا کیونکہ قیامت سے پہلے وہ اس سوال و جواب کے وقوع کو کب مانتے ہیں اور اس سے انکار جبر و الزام سب مقصود ہے۔ تفسیر معالم (ص ۳۰۳) میں ہے:

فان قیل فما وجہ ھذا السّوال عنہ مع علم اللّٰہ عزّ و جلّ انّ عیسی لم یقلہ ، قیل ھذا السّوال عنہ لتوبیخ قومہ و تعظیم امر ھذہ المقالة

ان شواہد قرآنیہ اور آثار سلفیہ سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت میں واقعہ آئندہ کی حکایت ہے اور لفظ اذ قال اس واقعہ کے آئندہ ہونے سے مانع نہیں۔ و بناء اگر اس آیت سے ایسے ہی معنی کریں جو حضرت عیسیٰؑ کی وفات کو بھی شامل ہوں، تب بھی اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس آیت کے نزول سے پہلے یا اس وقت فوت ہو چکے ہیں۔ بلکہ ان معنی سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت اللہ تعالی کا یہ سوال اور اس کا جواب واقع ہوگا اس وقت سے پہلے وہ فوت ہو چکے

ہوں گے اور یہ امر ہمارے اعتقاد کے مخالف نہیں اور قادیانی کے دعوی کا مؤید وموافق نہیں ہے۔

اب قادیانی صاحب اوران کے اتباع جو علماء کہلا کر علم کے نام کو بدنام کر رہے ہیں کچھ شرم وحیا کو کام میں لاویں اور تھوڑی دیر کے لئے انصاف اختیار کر کے فرمائیں کہ اس آیت کی تفسیر میں رکیک تاویل کس کی ہے۔ آپ کی یا جمہور مفسرین اہل اسلام کی۔ اور اس تاویل سے شرمندہ ہونا کس کا حق ہے، جمہور مفسرین کا یا آپ کا۔

آپ نے سدی کے قول باطل کی تقلید کر کے جمہور علماء اسلام کو شرمندہ کرنا چاہا تھا۔ اب کہو کون شرمندہ ہوا؟ آپ نے سدی کی اسبات میں تو تقلید کی ہے کہ یہ قول خداوندی، حضرت مسیح کو گزشتہ زمانہ میں کہا گیا ہے مگر آپ نے اس قول کی پیروی چھوڑ دی کہ: وہ قول اس وقت کہا گیا تھا جب حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالی نے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔

یہ دوسرا امر آپ کیلئے شرم کا موجب ہے کہ لا تقربوا الصّلوۃ کو لے لیا اور انتم سکاری وچھوڑ دیا اور ا تؤمنون ببعض الکتاب وتکفرو ن ببعض کا خطاب حاصل کیا

ناظرین! مرزا قادیانی کے دعوی وفات پر قرآن کی صرف دو ہی ایسی آیتیں تھیں جن میں حضرت مسیح کا ذکر اور لفظ توفّی کا ورود ہے۔ اس کے سوا جس آیت قرآن کو اس نے ہاتھ مارا، اس سے اپنا بے علم و بے انصاف ہونا ظاہر کیا۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد۱۴۔ ص ۵ تا ۱۰۸)

حجت علی القادیانی

حجت الاسلام کے نام سے ۳۰ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ مرزا قادیانی نے مئی ۱۸۹۳ء میں شائع کیا جس میں عیسائیوں سے امرتسر میں مجوزہ مباحثہ کی شرائط وغیرہ لکھی ہیں، اور انہیں مباہلہ اور نشان نمائی کی دعوت دی ہے۔ اور اہل جنڈیالہ اور ڈاکٹر کلارک اور مرزا کے مابین جو خط و کتابت بابت مباحثہ ہوئی وہ بھی اس میں درج ہے۔ اور اس میں مرزا نے لکھا کہ:

لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کرے جس کو خدا نے اپنے آسمانی نشان سے غالب کیا ہے۔ اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کر دے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف

جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالے کر دے۔

اس حجۃ الاسلام میں مرزا قادیانی نے اپنے مرید مرزا خدا بخش کے ہاتھ یکم اپریل ۱۸۹۳ء کو مولانا بٹالوی کو کچھ اشیاء بھیجنے کا ذکر کیا ہے (مرزا خدا بخش ضلع جھنگ کے تھے۔ لاہور کے ایک کالج میں پڑھا۔ پھر مولوی فاضل، منشی فاضل وغیرہ کیا۔ نواب محمد علی خان کے پرائیویٹ سکرٹری رہے۔ عسل مصفی نامی کتاب لکھی۔ نواب ضمیر مرزا، اور مولوی عبدالوہاب امام مسجد صدر بازر دہلی سے مباحثہ ہوا۔ حکیم نورالدین کے بعد پہلے مرزا محمود کی بیعت کی پھر مخالف ہو کر لاہور چلے گئے جہاں ۱۹۱۴ء میں احمدیہ انجمن اشاعت بنائی۔ ۱۹۳۷ء میں فوت ہوئے۔ یاد رفتگان۔ لاہوری جماعت کی کتاب جو اس جماعت کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر تیار کی گئی)، اور و انّی رأیت انّ ھذا الرجل..الخ..(کہ بٹالوی مجھ پر ایمان لے آئے گا) والی پیشگوئی بھی اس کتابچے میں درج ہے جس کے آخر میں ۴ مئی ۱۸۹۳ء کی تاریخ لکھی ہوئی ہے اور جلال دین شمس قادیانی نے لکھا ہے:

اس رسالہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک رؤیا کی بنا پر یہ پیش گوئی بھی کی کہ وہ میرے ایمان کو مان لے گا اور اپنی موت سے پہلے میری تکفیر سے تائب ہو گا۔ اور یہ پیش گوئی بزبان حال اس وقت پوری ہوئی جب وہ مرزا صاحب کی دعوت مباہلہ پر مباہلہ میں شامل نہ ہوا۔ اور مرزا صاحب نے مباہلہ سے پہلے بذریعہ اشتہار یہ شائع کر دیا تھا کہ:

> اگر شیخ محمد حسین دہم ذی قعد ۱۳۱۰ھ کو مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوا تو اس روز سے سمجھا جائے گا کہ وہ پیش گوئی جو اس کے حق میں چھپوائی گئی کہ وہ کافر کہنے سے توبہ کرے گا، پوری ہو گئی۔

اور سچائی کا اظہار نامی مرزا صاحب کا ایک کتابچہ مئی ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔ اس میں عبداللہ آتھم کا وعدہ بابت اسلام ہے۔ ڈاکٹر کلارک کے اشتہار کا جواب، محمد بخش پاندہ کا جواب کہ میں منکروں کو کافر سمجھتا ہوں۔ اور اس کے صفحہ ۴۷ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے:

> تمام مستند علماء جن کو خدا نے علم و عمل بخشا ہے اور نور فراست ایمانیہ عطا کیا وہ سب میرے ساتھ ہیں اور اس وقت چالیس کے قریب ہیں۔ اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی اور علمی و عملی کمالات سے تہی دست ہیں۔

مزید یہ کہ مرزا نے تین عرب علماء کے خطوط بھی شائع کئے ہیں جنہوں نے بقول ان کے آپ کے دعوی کی تائید کی تھی۔

مولانا بٹالوی، قادیانی کی تازہ دروغ گوئی (عیسائیوں کو امداد) کے زیر عنوان اشاعۃ

السنہ جلد ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی اپنے رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۱۱ میں یہ کہتا ہے:

واضح ہو کہ شیخ صاحب بٹالوی کی خدمت میں وہ اشتہار جس میں بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے ان کو دعوت دی گئی تھی بتاریخ یکم اپریل ۱۸۹۳ء پہنچایا گیا تھا چنانچہ مرزا خدابخش صاحب جو اشتہار لے کر لاہور گئے تھے یہ پیغام لائے کہ بٹالوی صاحب نے وعدہ کرلیا ہے جو یکم اپریل سے دو ہفتہ تک جواب چھاپ کر بھیج دیں گے، سو دو ہفتہ تک جواب کا انتظار رہا اور کوئی جواب نہ آیا۔ پھر دوبارہ ان کو یاد دلایا گیا تو انہوں نے بذریعہ اپنے خط کے جو میرے اشتہار میں چھپ گیا ہے، یہ جواب دیا کہ ہم اپریل کے اندر اندر جواب چھاپ کر روانہ کردیں گے۔ چنانچہ اب اپریل بھی گذر گیا اور بٹالوی صاحب نے دو وعدے کرکے تخلف کیا۔ ہم ان پر کوئی الزام نہیں لگاتے مگر انہیں شرم آنی چاہیے کہ وہ آپ تو دوسروں کا نام کاذب اور وعدہ شکن رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کا کچھ لحاظ نہیں کرتے۔

مولانا بٹالوی، مرزا صاحب کے خطاب میں فرماتے ہیں:

نہ مرزا خدابخش یکم اپریل (۱۸۹۳ء) کو میرے پاس آپ کا اشتہار لایا، نہ میں نے یکم اپریل سے دو ہفتہ تک وعدہ جواب کا کیا۔ مرزا خدابخش تو ۷۔ اپریل کو جمعہ کے دن مجمع عام میں وہ اشتہار لایا جس پر میں نے اس وقت صرف اتنا کہا کہ اس کا جواب سوچ کر دیا جاوے گا۔ اس کے سوا نہ جواب کا وقت مقرر کیا، نہ کسی میعاد کے اندر جواب چھاپ کر بھیجنے کا وعدہ کیا۔ آپ یا آپ کا وکیل خدابخش اپنے بیان مذکور میں سچے ہیں تو اس پر شہادت پیش کریں۔ یہ نہ ہو سکے تو جھوٹے پر حسب عادت قدیم خود لعنت کہیں۔

ہم سے شہادت چاہیں تو ہم اپنے بیان پر شہادت پیش کرنے کو حاضر ہیں اور جھوٹے پر لعنت کہلائیں، تو لعنت کہنے کو بھی مستعد ہیں۔

دوبارہ آپ نے تقاضا جواب کیا، تو اسکے جواب میں جو کچھ ہم نے لکھا تھا وہ آپ کے اشتہار ۱۹۔ اپریل اور ہمارے رسالہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۶۲ میں منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

مگر ہر بات کا جواب واجابت رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں جو ان ہی باقی ماندہ ایام اپریل (۱۸۹۳ء) میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالی

ان الفاظ کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ ان میں نہ جواب مذکور کو اپریل کے اندر چھاپنے کا آپ سے وعدہ ہوا ہے، نہ آپ کے پاس اس کے ارسال کرنے کا ذکر ہے۔ ان میں تو صرف میں

نے اپنے ارادہ کا اظہار کیا ہے (فقرہ: چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں، غور سے ملاحظہ کریں) پھر اس ارادہ کے موافق وقوع وظہور کی امید ظاہر کی ہے (ان ہی باقی ماندہ ایام اپریل میں ہوگا انشاء اللہ تعالی، غور سے پڑھیں) پھر اس ارادہ کے مطابق خاکسار نے اپنا فعل پورا بھی کر دیا۔ یعنی اپریل کے اندر ہی جواب تحریر کر کے کاپی نویس کو دے دیا۔ اور اس امر سے قادیانی کو بذریعہ کارڈ نمبر ۲۱ مورخہ ۳۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء مطلع بھی کر دیا۔ رہا اس جواب کو چھاپ دینا، جو کارکنان مطبع، کاتب و پرنٹر، کا فعل تھا، سو اس کی نسبت بھی میں نے تو ارادہ کیا۔ ان لوگوں کو تقاضا شدید کیا گیا مگر ان سے اس پر عمل نہ ہوسکا۔ انہوں نے عشرہ اوسط مئی میں اس جواب کو طبع کیا اور اس عشرہ اوسط میں وہ جواب بذریعہ پیکٹ نمبری ۲۶۵ قادیانی کے نام بمقام قادیان روانہ کیا گیا اور اس کی نقل بمقام امرتسر، اس خیال سے کہ شاید وہ مباحثہ عیسائیوں کے لئے امرتسر آ گئے ہوں، ارسال کی گئی۔

اب ناظرین داد انصاف دیں اور ایمان سے کہیں کہ اس کاروائی میں مجھ سے کون سی وعدہ خلافی ہوئی۔ میں نے قادیانی کو کون سا وعدہ دیا تھا جس کا خلاف کیا۔ میں نے صرف اپنا ارادہ ظاہر کیا اور اس ارادہ کی نسبت ایک خیال وامید کا اظہار کیا تھا، سو وہ ارادہ وقت پر ظہور پذیر ہوا۔ گو اس خیال وامید کا (جس کو فعلِ غیر سے تعلق تھا) ظہور اپنے وقت پر نہ ہوا۔ پھر آپ کا خاکسار پر دوبار وعدہ خلافی کا الزام قائم کرنا افتراء نہیں، تو پھر افتراء کس چیز کا نام ہے؟ اور یہ افترا پردازی دجالیت نہیں تو صفت دجالیت کی حقیقت کیا ہے؟

آپ پر جو وعدہ خلافی اور عہد شکنی کا الزام قائم کیا گیا ہے وہ بلا تحقیق وخلاف واقع نہیں ہے۔ آپ نے جو وعدہ خلافیاں اور عہد شکنیاں ہم سے کی ہیں وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۴ میں و نمبر ۸ جلد ۱۳ ص ۲۱۴ وغیرہ میں مرقوم ہیں۔ اور جو عام لوگوں سے وعدہ خلافیاں اور عہد شکنیاں کی ہیں، وہ لوگ جانتے ہیں۔ قیمت براہین احمدیہ کا ہزار ہا روپیہ آپ خورد برد کر گئے ہیں۔ اور اس کے طبع و اشاعت کے کئی وعدے دے چکے ہیں مگر کتاب ہنوز دربطن شاعر کا مصداق ہے۔ سراج منیر کو چند ہفتہ کے بعد شائع کرنے کا وعدہ آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں کیا تھا اور لوگوں سے خوب روپیہ بٹورا۔ مگر وہ سراج منیر ہنوز گل ہوا نظر آ رہا ہے۔ آپ میں کچھ شرم وحیا کا مادہ ہوتا تو اب براہین احمدیہ و سراج منیر کے سال ہا سال کے وعدوں اور ٹال مٹولوں کو پیش نظر رکھ کر ہمارے جواب کے چند روزہ توقف طبعی پر زبان درازی نہ کرتے۔ مثل مشہور ہے، چھاج تو بولتا ہے چھلنی کیا بول سکتی ہے جس میں ہزار چھید ہوتے ہیں۔ مگر شرم ہو تب۔ آنحضرت ﷺ نے

فرمایا اذ لم تستحی فا صنع ما شئت جس کا ترجمہ ہے : بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

☆ خاکسار پر اس کا دوسرا تازہ افتراء اس کا اپنے اتباع اور عام اہل اسلام میں یہ شائع کرنا ہے کہ عیسائیوں کے مباحثہ میں محمد حسین بٹالوی، پادریوں کو خفیہ مدد دیتا رہا ہے۔ مرزا قادیانی کے دعوی نشان نمائی پر جو پادریوں نے :

اندھے، کوہڑی وغیرہ مریض قادیانی کے سامنے پیش کر کے درخواست کی تھی کہ آپ اس دعوی میں سچے ہیں تو ان بیماروں کو اچھا کر دکھائیں،

یہ بھی اسی (محمد حسین) کی تعلیم تھی ۔ پادریوں نے جو ایک فہرست آیات بائیبل مسیح کی الوہیت کے ثبوت میں پیش کی تھی ، یہ بھی اسی (محمد حسین) کی ہدایت نشان دہی سے کی تھی ۔

اس قسم کی باتیں مرزا قادیانی نے نہ صرف زبان سے کہیں اور حاضرین جلسہ مباحثہ میں پھیلائی ہیں ، بلکہ چھاپ کر مشتہر کی ہیں اور دور دور تک پہنچائی ہیں جن سے اس کا مقصود یہ ہے کہ اس سے عموماً اہل اسلام اور خصوصاً اس کے دام افتادہ نادانوں کو خاکسار کی نسبت سوء ظنی پیدا ہو اور یہ امر اس کی نسبت حسن عقیدت اور اس کی تقلید کا موجب ہو۔

نیز ، سچائی کا اظہار کے صفحہ ۳ میں یہ افتراء درج کیا کہ:

جب یہ دھڑکا حضرات پادری صاحبوں کو دامنگیر ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ اسلام کی صراط مستقیم کے مقابل پر عیسائی منصوبہ کی ساری قلعی کھل جائے تو یہ کوشش کی جائے کہ یہ بحث کسی طرح ملتوی رہے تو اچھا ہے اور یہ پیالہ کسی طرح ٹل جائے تو بہتر ہے۔ اس غم و ہم کے وقت میں شیخ جی سے ان کو خوب مدد ملی۔ غالباً گمان گذرتا ہے کہ خود شیخ صاحب امداد کی غرض سے پوشیدہ طور پر حضرات پادری صاحبوں کی خدمت میں گئے ہوں گے کیونکہ جو ڈاکٹر صاحب نے مجھ کو خط لکھا ہے اور اشاعۃ السنہ کے بعض مضامین درج فرمائے ہیں ، وہ عبارت شیخ جی کی عبارت سے بہت ہی مشابہ ہے ۔ اگر شیخ جی کو قسم دے کر پوچھا جائے تو غالباً انکار بھی نہیں کریں گے۔ اور پھر جب وہ ضمیمہ نور افشاں جو ۲ مئی ۱۸۹۳ء میں چھپا ہے اور اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے اس کو غور سے دیکھتے ہیں تو وہ بھی گواہی دے رہا ہے۔ چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے :

آپ (اے باشندگان جنڈیالہ) ایک ایسے بزرگ کو (یعنی اس عاجز مرزا قادیانی کو) بحث کیلئے پیش کرتے ہو جن کو اولاً ایک محمدی شخص بھی تصور کرنا مشکل ہے۔ آپ کن خیالوں

میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ کیا آپ نے وہ فتوی جو کہ علماء اسلام پنجاب و ہندوستان نے مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں شائع کیے ہیں، نہیں دیکھے۔ وہ فتاوی مذکورہ میں یوں لکھتے ہیں:

جو کچھ ہم نے سوال سائل کے جواب میں کہا اور قادیانی کے حق میں فتوی دیا ہے وہ صحیح ہے کتاب وسنت واقوال علماء امت اس کی صحت پر شاہد ہیں۔ سب مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے دجال وکذاب سے احتراز کریں اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو کہ اہل اسلام میں باہم ہونے چاہیں نہ اس کی صحبت اختیار کریں اور نہ اس کو ابتداء سلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنون میں بلاویں اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اس کے پیچھے اقتداء کریں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ یہ دین کے چور ہیں، بیماری بڑھاتے ہیں، دجال، کذاب، ملعون، ملحد، دائرہ اسلام سے خارج، کافر بلکہ اکفر، پلید، کھچڑی، ابلیس کا گمراہ کیا ہوا اور اوروں کا گمراہ کرنیوالا، سنت جماعت سے خارج، بڑا بھاری دجال بلکہ عم دجال، اور دین کے ذریعہ سے دنیا کمانے والا۔

اور اگر مفصل دیکھنا ہو تو کتاب اشاعۃ السنۃ النبویہ مولوی ابوسعید محمد حسین سے منگوا کر دیکھ سکتے ہیں۔ ...لاہور سے مل سکتی ہے۔ آپ عجیب غفلت میں پڑے ہیں کہ اب تک اس کتاب کو نہیں دیکھا۔ آفرین آپ پر اور جنڈیالہ کے اہل اسلام کی ہمت پر جس کا جنازہ بھی جائز نہیں اسی کو آپ نے پیشوا مقرر کیا۔ واہ صاحب واہ آپ کی یہ خوش فہمی۔

(مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں) ہر چند مرزا قادیانی کے ان تقریری وتحریری اکاذیب کا خواص اہل اسلام پر کچھ اثر نہ پڑا انہوں نے ان کو دروغ بے فروغ سمجھا، اور ان کو سن کر سبحانک ھذا بھتان عظیم کہہ دیا۔ ازانجملہ ایک ہمارے مکرم دوست مسلمانان امرتسر سے ایک باوقعت رئیس خان بہادر شیخ غلام حسن ہیں، جنہوں نے خاکسار کو بالمشافہ کہا کہ یہ لوگ آپکی نسبت یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ در پردہ پادریوں کو مدد دے رہے ہیں، مگر میں نے اس کے جواب میں یہ کہہ دیا ہے کہ یہ محض بہتان ہے۔ خواہ کوئی اپنے زعم میں اس کے ثبوت میں ایسے قطعی دلائل پیش کرے جیسے دو اور دو چار، تب بھی میں ان باتوں کو صحیح تسلیم نہ کرونگا۔

مگر بعض عوام کالانعام خصوصاً قادیانی کے دام افتادگان ان باتوں کو راست سمجھ کر خاکسار پر افسوس اور مرزا قادیانی کی نسبت حسن ظنی وہمدردی کا اظہار کر رہے ہیں۔ ازانجملہ ایک شخص (جو خود کو مولوی عبدالسبحان خان لکھتے ہیں) اپنے کارڈ مورخہ ۱۳ جون ۱۸۹۳ء میں کہتے ہیں:

اس وقت سب اہل اسلام کس قدر خوش ہوتے کہ آپ جیسے جید فاضل مولوی بھی مرزا صاحب کے حامی ہوکر عیسائیوں کو ہدایت کرتے۔ خیر ہدایت نہ سہی، ہدایت نہ کرتے، پر ان کو پوشیدہ امداد تو نہ کرتے۔ الراقم آپ کا ہادی، مولوی عبدالسبحان خان از شاہپور

ان ہی نادانوں کی سوءظنی رفع کرنے کیلیئے خاکسار نے اس افتراء قادیانی کے ذکر و بیان سے تعرض کیا اور اسکے ردّ و جواب کا قصد کیا ہے اور اگر مرزا قادیانی کا یہ افتراء دستِ خود دہانِ خود، کا مصداق رہتا اور عوام و نادان خواص پر اس کا اثر نہ پڑتا تو اسکے بیان وردّ سے تعرض نہ کیا جاتا واضح ہو کہ زمانہ مباحثہ (امرتسر ۱۸۹۳ء) یا اسکے متصل (من بعد یا ماقبل) نہ خاکسار کی کسی پادری مقابل و مباحث قادیانی سے ملاقات ہوئی، نہ ان سے کسی مسئلہ میں مکاتبت ہوئی، نہ کسی مسئلہ میں انہوں نے مجھ سے مدد چاہی، نہ میں نے خودبخود ان کو مدد دی، نہ میری بتائی ہوئی کوئی بات انہوں نے مباحثہ میں پیش کی۔

کئی سال ہوئے (غالباً ۱۸۸۴ء ہوگا) کہ حاجی غلام حسن اور مولوی غلام نبی وغیرہ احباب ورؤساء وارکان امرتسر کی تحریک وشمولیت سے خاکسار، ڈپٹی عبداللہ آتھم (مباحث قادیانی) کے مکان پر گیا اور ان سے مسئلہ کفارہ مجوزہ عیسائیوں میں مباحث ہوا۔ پھر ڈپٹی صاحب ان ہی دنوں خاکسار کے فرودگاہ پر آئے۔ اس کے بعد نہ میں نے ان کو کبھی دیکھا، نہ انہوں نے مجھے۔ اور نہ اس وقت سے آج تک میری ان کی خط و کتابت ہوئی۔

قادیانی کے دوسرے مباحث ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک میڈیکل مشنری کی تو آج تک میں نے شکل بھی نہیں دیکھی، اور نہ کسی مسئلہ میں میری انکی خط و کتابت ہوئی۔ (بعد ازاں ۱۸۹۴ء میں کلارک کے ساتھ مولانا کی خط و کتابت ہوئی جسے ہم کسی آئندہ مقام پر نقل کریں گے انشاء اللہ۔ بہاء)

ہاں رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۳ جس میں قادیانی کے حق میں فتویٰ علماء پنجاب و ہندوستان شائع ہوا ہے، وہ امرتسر و لاہور کے کتب فروش دکانداروں سے ہر کسی کو مل سکتا ہے۔ خدا جانے کہاں سے ان کے ہاتھ آگیا۔ اس فتویٰ کے چند فقرات والفاظ بحق قادیانی انہوں نے انتخاب کر کے ان کی دست آویز سے محرک سلسلہ مباحثہ میاں محمد بخش پاندہ دیسی مکتب جنڈیالہ ضلع امرتسر کو اپنے اشتہار مورخہ مطبوعہ اختر پریس امرتسر میں یہ الزام دیا کہ

ہم نے تو محمدیوں یعنی مسلمانوں سے مباحثہ کرنا منظور کیا تھا، تم نے ایک ایسے شخص کو مباحثہ کے لئے منتخب کیا ہے جو باتفاق علماء اہل اسلام، کافر وزندیق قرار دیا گیا ہے۔

اس اشتہار ڈاکٹر کلارک کے شائع ہونے پر مرزا قادیانی نے رسالہ سچائی کا اظہار شائع کیا جس میں ان فقرات کو درج کیا جو اوپر نقل ہو چکے ہیں۔

اثناء مباحثہ میں اور اس کے بعد قادیانی اور اس کے اتباع نے یہ کہنا اور شائع کرنا شروع کر دیا کہ ابوسعید محمد حسین، پادریوں کو مسائل و دلائل مباحثہ میں مدد دیتا ہے۔فلاں فلاں بات جو پادریوں نے پیش کی، جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اسی کی بتائی ہوئی ہے۔ وارث دین عیسائی لاہور میں گیا تھا اور اس سے وہ باتیں لکھالایا۔ وعلی ہذا القیاس

ان مفتریات و بہتانات کا ردّ و جواب اول تو وہی ہے جو میں پہلے کہہ چکا ہوں۔اور اب اس کی مزید تشریح کرتا ہوں کہ زمانہ مباحثہ سے اس وقت تک نہ میں کسی پادری یا عیسائی کے پاس گیا، نہ میرے پاس کوئی پادری یا انکا فرستادہ پیغام لے کر آیا۔نہ میں وارث دین عیسائی کو جانتا ہوں، نہ کسی اور ان کے فرستادہ یا وکیل سے چار چشم یا ہم سخن ہوا ہوں۔نہ کسی عیسائی نے مجھ سے کوئی مسئلہ متعلق بحث پوچھا، نہ میں نے خود بخود بلا واسطہ یا بالواسطہ ان کو مسائل و دلائل بحث سے کچھ بتایا، یا لکھایا، یا اشارہ کیا۔

اپنے اپنے بیان میں فریقین میں سے جو شخص جھوٹا ہو، خدا اس پر وہ عذاب ولعنت کرے جو آج تک ملعون و کاذب پر نازل نہ ہوا ہو۔قادیانی اور اس کے دروغ گو اتباع اپنے بیان میں سچے ہیں تو وہ بھی جھوٹے پر ان الفاظ سے لعنت کہیں اور بالمشافہ نہ سہی، تحریری مباہلہ کریں۔

دوسرا جواب یہ کہ مرزا قادیانی کا خاکسار پر یہ الزام کہ در پردہ عیسائیوں کو مدد دی ہے، خاکسار پر ایک کفر یا فسق کا الزام ہے کیونکہ اسلام کے مقابلہ میں مخالفین اسلام کو مدد دینا کفر ہے، اور اس کے فسق ہونے میں تو قادیانی کو بھی شک نہ ہوگا۔اور کفر وفسق کے الزام کے ثبوت کیلئے قادیانی نے ایک نہایت مہذبانہ اور شریفانہ اصول اپنی کتاب دافع الوساوس میں بیان کیا ہے۔ہم قادیانی کے اس الزام کے ثبوت کیلئے اسی مہذبانہ شریفانہ اصول کو پیش کر کے اس مضمون کے مطابق قادیانی سے اس الزام کا ثبوت چاہتے ہیں۔قادیانی نے اپنے دافع الوساوس کے صفحہ ۲۹۲ میں وہ مہذبانہ و شریفانہ اصول ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

> جو شخص متقی اور حلال زادہ ہو، اول تو جرأت کر کے اپنے بھائی پر بے تحقیق کامل کسی کفر و فسق کا الزام نہیں لگاتا، اور اگر لگا دے، تو پھر ایسا کامل ثبوت پیش کرتا ہے کہ گویا دیکھنے والوں کے لئے دن چڑھا دیتا ہے۔

اس اصول کے مطابق خاکسار بڑے ادب وانکسار سے قادیانی کی خدمت میں ملتمس ہے کہ اگر آپ دونوں صفتوں مذکورہ بالا سے متصف ہیں تو آپ کو اس خداوند ذوالجلال کی قسم ہے جس کی قسم پر حضرت نبی ﷺ بھی توجہ کے ساتھ جواب دیتے تھے کہ آپ حسب خیال دعوی خود ثابت کر دکھاویں کہ خاکسار کسی پادری کے پاس گیا، یا کوئی پادری یا اس کا وکیل پیغام لے کر میرے پاس آیا، یا انہوں نے کوئی مسئلہ زیر بحث مجھ سے پوچھا، یا میں نے خود بخود کسی مسئلہ یا اس کی دلیل (مثلاً کوڑھی، اندھے کو پیش کرنا وغیرہ) کی بابت ان کو کچھ کہا، یا بتایا، یا اشارہ کیا۔

ان امور سے کوئی امر آپ روز روشن کی طرح ثابت نہ کر سکیں تو آپ خود ہی خیال کر لیں کہ پھر اپنے شریفانہ مہذبانہ اصول مجوزہ کی رو سے آپ کون بنتے ہیں؟ ہم اس باب میں ایک حرف بھی کہنا نہیں چاہتے۔

آپ نے جو اس الزام کی تقریر میں رسالہ سچائی کا اظہار کے صفحہ ۳ میں لکھا ہے:

غالباً گمان گذرتا ہے کہ شیخ صاحب امداد کی غرض سے پادری صاحبوں کے پاس گئے ہونگے۔

وہ اس الزام کا ثبوت نہیں ہے بلکہ اس ثبوت کی نفی کرتا ہے۔اور صاف بتاتا ہے کہ آپ نے اس اصول شریفانہ کی پابندی سے تحقیق کامل کی طرف رخ نہیں کیا بلکہ صرف ظن اور اٹکل سے کام لیا ہے جو بحکم اصول مذکورہ جس شخص کا کام ہے آپ جانتے ہیں اور جو اسکے ثبوت میں یہ کہا ہے

جو ڈاکٹر صاحب نے مجھ کو خط لکھا ہے اور رسالہ اشاعۃ السنہ کے بعض مضامین درج فرمائے ہیں وہ عبارت شیخ جی کی عبارت سے مشابہ ہے۔

یہ بھی ثبوت نہیں، بلکہ مغالطہ ہے۔ وہ عبارت اور اس کے فقرات والفاظ ہماری عبارت کے مشابہ کیا ہوں گے، وہ تو بعینہ خاکسار کی عبارت والفاظ ہیں۔ اس عبارت والفاظ وفقرات کو ڈاکٹر کلارک صاحب نے ہمارے فتوی سے نقل کیا اور خود ہمارے فتوی کا حوالہ دیا جس کو قادیانی نے عبارت منقولہ میں خود نقل کیا ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خاکسار نے بذات خود بالمشافہ یا بذریعہ تحریر ڈاکٹر کلارک کو وہ الفاظ بتائے ہیں۔

تیسرا جواب: خاکسار پادریوں کو مدد دیتا، تو پھر اپنے محاکمہ میں ان کی ویسی ہی خبر کیوں لیتا جیسا کہ آپ کی خبر لی ہے؟ کیا اس صورت میں اس کو پادریوں سے افشاء راز کا اندیشہ نہ ہوتا۔ (مباحثہ امرتسر پر بٹالوی محاکمہ ہم انشاء اللہ اپنی کتاب کی جلد ہشتم میں نقل کریں گے۔ بہاء)

اگر میں نے حوصلہ اور جرأت کر کے باوجود سابقہ موافقت اور در پردہ اعانت پادریوں

کے ان کے خلاف قلم اٹھایا ہے، تو ضروری ہے اور عصبیت مذہبی کو لازم ہے کہ وہ میرے اس خلاف کی اشاعت پر اس رازموافقت ومخفی اعانت کو فاش کریں اور اس خلاف کا بدلہ لیں اور یہ مشتہر کریں کہ پہلے تو تم نے خود ہی ہم کو یہ مسائل و دلائل بتائے اور تمہاری ہی تعلیم و مدد سے ہم نے وہ مباحثہ میں پیش کئے، اب تم نے خود ہی اس کا خلاف کیا، اور ہم کو ناحق الزام دیا۔ یہ امر اشاعت محاکمہ پر پادریوں سے وقوع میں نہ آیا، اور ہرگز نہ آئے گا انشاء اللہ، تو اس سے کس و ناکس کو (جو قادیانی کی تقلید میں اندھا بہرا نہ ہو گیا ہوگا) یقین ہوگا کہ خاکسار نے درپردہ پادریوں کو مدد نہیں دی۔ اور اس دعوی مدد دہی میں قادیانی مفتری ہے اور یہ امر اس کے دجال ہونے پر بھاری دلیل ہے۔

خدا تعالی پر قادیانی کا ایک تازہ افتراء، خاکسار کی نسبت اس کی وہ پیش گوئی ہے جو اس کے رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۲۲ میں مرقوم ہے کہ

اس کی کشتی گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال معلوم ہوتا ہے و انّی رأیت هذا الرّجل یؤمن بایمانی قبل موته و رأیت کانّه ترک الکفر و تاب و هذه رؤیای و ارجو ان یجعلها ربّی حقاً ۔غلام احمد از قادیان ۔۴۔ مئی ۱۸۹۳ء (میں یعنی قادیانی نے خواب میں دیکھا کہ یہ آدمی، بٹالوی، اپنی موت سے پہلے میرے ایمان پر ایمان لائے گا۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ گویا اس نے مجھے کافر کہنا چھوڑ دیا۔ اور وہ اس سے تائب ہو گیا ہے۔ یہ میرا خواب ہے۔ امید ہے کہ خدا اس کو سچا کرے گا)

اس افتراء کے ذیل وضمن میں صفحہ ۲۱ حجت الاسلام میں اس نے خاکسار اور دیگر علماء اہل افتاء پر ایک افتراء بھی کیا ہے، کہ انہوں نے صرف اس وجہ سے کہ وہ (یعنی قادیانی) مسیح کو فوت شدہ سمجھتا ہے، اسکو کافر بلکہ اکفر کہہ دیا ہے۔ اور انہوں نے مجھ (قادیانی) پر یہ افتراء کیا ہے کہ گویا یہ عاجز (قادیانی) ملائک کا منکر ہے اور معراج نبوی کا انکاری ہے اور نبوت کا مدعی اور معجزات کو بھی نہیں مانتا۔ سبحان اللہ! کافر ٹھہرانے کے لئے اس بے چارہ نے کیا کچھ افتراء کئے ہیں۔ ان ہی غموں میں مر رہا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھ لے۔

اس پیش گوئی کا پہلا حصہ دوسرے حصہ کا مکذب ہے۔ پہلے حصہ میں خاکسار محمد حسین کی جان بری کو محال قرار دے کر ہلاکت یعنی عذاب کا ڈر سنایا۔ دوسرے حصہ میں، جو عربی عبارت میں ہے، ایمان اور توبہ کی بشارت دے کر اس عذاب سے بے ڈر کر دیا، اور خاتمہ بالخیر ہونے کا مژدہ دیا ہے، جو پہلے حصہ کا صریح مخالف ومکذب ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ اس الہام منامی میں

قادیانی نے خدا تعالی پر افتراء کیا ہے۔ خدا تعالی کی شان اس سے اجل وارفع ہے کہ وہ کسی سچے ملہم کو دو الہام متناقض اور ایک دوسرے کا مکذب الہام کرے۔ مرزا قادیانی نے اپنے وساوس کے حاشیہ صفحہ ۳۱۸ میں خاکسار کے دل کی حالت کو بھی ظاہر کر کے ہدایت سے محروم رہنے کی خبر دی ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ کسی کے دل کی حالت سوائے خدا تعالی کسی کو معلوم نہیں ہوتی، اور جو شخص کسی کے دل کی حالت کے علم کا مدعی ہوتا ہے وہ اس باب میں الہام الٰہی کا مدعی ہوتا ہے۔ پس اگر وہ الہام قادیانی سچا ہے تو اس الہام منامی کے کذب وافتراء علی اللہ ہونے پر یہ دوسری دلیل ہے۔

اب ہم اس الہام کے متعلق قادیانی کو ایک نوٹس دیتے ہیں:

اے کذاب قادیانی و دجال لاثانی! تو نے خاکسار کی نسبت الہام منذر کی اشاعت چاہی تھی، سو دو دفعہ دی گئی۔ ایک دفعہ مشروط بشرط اجازت قانونی، دوسری دفعہ اس شرط سے مجرد اور عام اجازت، اس صورت سے کہ وہ الہام پہلے اشاعۃ السنہ میں چھپے اور اس میں اسکے الفاظ و معانی کی تحقیق و تعیین و تشریح و تبیین ہو جائے، پھر جس اخبار میں تو چاہے اس الہام کی اشاعت کا تجھے اختیار ہے۔ مگر تو نے ہماری طرف سے اس اجازت دفعہ ثانی کا انتظار نہ کیا اور ایک الہام میعاد چالیس روز کا خاکسار کی نسبت دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۴ میں شائع و مشتہر کر دیا جس میں خدا تعالی نے تجھے جھوٹا اور روسیاہ کیا۔ چنانچہ صفحہ ۱۲۵ نمبر ۸ جلد ۱۵، اشاعۃ السنہ میں اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ دوسرا یہ الہام منامی رسالہ حجت الاسلام میں شائع کر دیا۔ آئندہ تو نے اس خاکسار کی نسبت کسی قسم کا کوئی الہام اشاعۃ السنہ میں شائع کرانے سے پیشتر کسی رسالہ یا کسی اخبار یا اشتہار میں شائع کیا، تو تجھے ضرور عدالت میں حاضر ہونا، پھر سنٹرل جیل کا نظارہ کرنا ہوگا۔ انشاء اللہ وتقدس۔ بہتر ہے کہ ان گیدڑ بھبکیوں سے باز آ جاؤ ورنہ سخت پچھتائے گا

☆ قادیانی کا قول ہے: کہ علماء اہل افتاء نے اس کو صرف اس وجہ سے کافر بلکہ اکفر کہا ہے کہ وہ حضرت مسیح کو فوت شدہ سمجھتا ہے۔

نیز اس کا یہ قول ہے: ان علماء نے مجھ پر افتراء کیا ہے کہ یہ شخص وجود ملائکہ سے منکر ہے، معراج نبوی سے انکاری ہے، مدعی نبوت ہے، معجزات کو نہیں مانتا، جھٹلاتا ہے۔

مؤخر الذکر قول صاف بتا رہا ہے کہ علماء نے اسکو صرف وفات مسیح کا قائل ہونے کے سبب کافر نہیں کہا بلکہ اس کے اقوال وعقائد مذکورہ (جس کو قادیانی افتراء قرار دیتا ہے اور وہ علماء ان اقوا

ل وعقائد کا ثبوت اس کی کتابوں سے پیش کررہے ہیں) بھی اس تکفیر کے موجب اور وجوہات ہیں۔ قادیانی نے صرف قول واعتقاد وفات مسیح کو سبب تکفیر ٹھہرانے میں محض افتراء سے کام لیا ہے۔ پھر بحکم آنکہ ، دروغ گوئے را حافظہ نباشد، اپنے اس دعوی کا خود خلاف کیا۔ اوراس کے برخلاف یہ بھی اس کی قلم سے چار ہی سطر کے بعد نکل گیا کہ ان علماء نے ازراہ افتراء مجھے پر یہ دفعات کہ یہ مدعی نبوت ہے، وجود ملائکہ معراج نبوی اور معجزات سے انکاری ہے، بھی قائم کئے ہیں۔ جس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان، کافر ٹھہر جائے۔ جو صاف اور صریح اس کہنے کے برابر ہے کہ اعتقاد وفات مسیح سے وہ کافر نہ بنا سکے تو انہوں نے یہ چار جھوٹے دفعات یا جرم مجھ پر قائم کئے اور مجھے کافر بنایا۔ اس کہنے کے ساتھ اس کا وہ کہنا کہ انہوں نے مجھے صرف اعتقاد وفات مسیح کے سبب کافر کہا ہے، افتراء نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ قادیانی کی کلام کا صریح منطوق ومفہوم ہے، اور امر واقعی بھی یہی ہے کہ صرف وفات مسیح کے اعتقاد کے سبب قادیانی کو اہل افتاء نے کافر نہیں ٹھہرایا، اور نہ صرف ایک اس عقیدہ بدعیہ کے سبب وہ کافر ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ وہ صرف اتنی ہی بات میں سلف وخلف کا خلاف کرتا، تو اس کو صرف مبتدع اور گمراہ کہا جاتا۔ اس نے تو اکثر اصول اسلام وتسنن کو الٹ پلٹ کر دیا ہے۔ اور ایک نیا دین قائم کیا، اور اسلام میں وہ باتیں نکالی ہیں جو قدیم اسلام کے بالکل مخالف ہیں۔ ازانجملہ چاروں یہ باتیں بھی ہیں جن کو اس نے خود بیان کر کے علماء اہل افتاء کا افتراء قرار دیا ہے۔ ان ہی باتوں کی نظر سے علماء اہل افتاء نے اس کو کافر واکفر کہا ہے، نہ صرف اعتقاد وفات مسیح کے سبب۔

مرزا قادیانی کا ان باتوں کو افتراء قرار دینا انصاف اور حیا کے خلاف ہے۔ یہ باتیں اس کی کتابوں میں موجود ہیں جن کا پتہ ونشان ہم بارہا بتفصیل بتا چکے ہیں۔ اس مقام میں اس تفصیل کا اجمال نقل کرتے ہیں۔

پہلی بات (وجود ملائکہ سے انکار) ان معنوں میں اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ جبریل وغیرہ ملائکہ کے اصلی وجود سے زمین پر اور انبیاء کے پاس آنے سے انکاری ہے۔ اور اس بات کا قائل ہے کہ جس جبریل یا روح القدس کو انبیاء کے پاس آنے والا اور انکے ساتھ رہنے والا اور ان کو دکھائی دینے والا تسلیم کیا جاتا ہے، وہ ان ہی انبیاء کی اندرونی صفت ہے، اور ان کی محبت کا نتیجہ ہے اور ان ہی کی خیالی صورت ہے، وہ کوئی خارج از انسان جبریل نہیں ہے۔

اور اس کا یہ اعتقاد اس کے رسالہ توضیح مرام کے صفحہ ۲۱، صفحہ ۲۹، صفحہ ۳۳، ۳۸، ۶۸،

۷۰، ۷۹ وغیرہ میں موجود ہے جن کی اصل عبارات بضمن فتوی تکفیر اور بضمن جواب فیصلہ آسمانی منقول ہیں اور اس کی کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۷۲، ۷۷ لغایت ۷۷ میں مرقوم ہے۔ یہاں اس کے چند فقرات بعینہ اس کے الفاظ سے نقل کئے جاتے ہیں:۔

توضیح المرام کے صفحہ ۲۱ میں ہے:

ان دونوں محبتوں (یعنی محبت خدا و محبت بندہ) کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتے ہیں، ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۲۵ میں ہے:

یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے، اس کو روح امین بولتے ہیں، اور اس کا نام شدید القوی اور ذوالافق الاعلی بھی ہے (یہ تینوں نام یا صفات قرآن میں جبریل کے حق میں استعمال ہوئے ہیں۔ قادیانی کہتا ہے ان تینوں سے وہی اندرونی صفت محبت سے متولد جبریل مراد ہے۔ محمد حسین)

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۲۹ میں ہے: محققین اہل اسلام اس بات کے ہرگز قائل نہیں کہ ملائکہ اپنے شخصی وجود کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں۔

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۷۹ میں ہے: جب جبریلی نور جنبش میں آتا ہے تو معاً اس کے ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا چاہیے، محبّ صادق کے دل میں نقش ہو جاتی ہے۔ اور اس کی محبت صادقہ کی ایک عرض لازم بن جاتی ہے۔

ناظرین! انصاف سے کہو، کیا ان عبارات میں جبریل وغیرہ فرشتوں کے اصلی وجود سے زمین پر اور انبیاء کے پاس آنے سے صریح اور صاف انکار نہیں ہے؟ اور کیا یہ تصریح نہیں ہے کہ جو روح القدس انبیاء کے پاس آتی اور رہتی اور دکھائی دیتی ہے وہ ان ہی کے ایک اندرونی صفت محبت کا نتیجہ اور عرض لازم تھی، نہ خارج از انسان کوئی روح القدس۔ اور یہی اعتقاد علماء اہل افتاء نے ہمارے (یعنی قادیانی صاحب) کی طرف منسوب کیا ہے۔ پھر یہ افتراء کیونکر ہوا؟

دوسری بات (معراج نبوی سے انکار) اس لئے آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آپ معراج جسمانی آنحضرت ﷺ کے قائل نہیں اور یہ انکار آپ کے صریح کلام میں بصفحہ ۴۷ وغیرہ ازالہ اوہام کے موجود ہے، جو پورا پورا فتوی تکفیر اور جواب فیصلہ آسمانی میں منقول ہے۔ اس مقام میں اس کا ایک فقرہ نقل کیا جاتا ہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۷ میں ہے:

اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے، تو پھر آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔ تو اس جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔

قادیانی صاحب کیا یہ عبارت آپ کی نہیں اور کیا اس میں معراج جسمانی سے انکار نہیں؟

تیسری بات (قادیانی کا مدعی نبوت بلکہ رسالت ہونا) اس کی صریح کلام میں موجود ہے۔ اور توضیح مرام صفحہ ۱۸ میں و ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳ وصفحہ ۶۷۶ وغیرہ میں مرقوم ہے جن کی پوری عبارات فتوی تکفیر اور جواب فیصلہ آسمانی میں منقول ہیں۔ اس مقام میں اس کے ایک دو فقرات نقل کئے جاتے ہیں۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳ میں ہے:

خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

اور اس کے صفحہ ۶۷۳ میں ہے:

اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے و مبشّراً برسولٍ یاّتی من بعدی اسمه احمد۔ مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں، یعنی جامع جلال جمال ہیں، لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشین گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے، بھیجا گیا ہے۔

قادیانی صاحب کیا آپ نے ان عبارات میں اپنے تئیں نبی اور احمد رسول نہیں کہا؟

چوتھی بات (معجزات سے انکار) اس لئے آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ کے بوجود جسمانی آسمان پر جانے کو خارق عادت سمجھ کر نہیں مانتے اور حضرت مسیح کے معجزات احیاء موتی و خلق طیور وغیرہ سے انکاری ہیں۔ سو یہ انکار آپ کے صریح کلام میں توضیح مرام کے صفحہ ۹، اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۷، اور صفحہ ۲، ۷، ۸، ۳۰۱، ۳۰۵، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۲۳ وغیرہ میں موجود ہے۔ جن کی پوری عبارات فتوی تکفیر اور جواب فیصلہ آسمانی میں منقول ہیں۔ اس مقام میں چند عبارات بطور تمثیل نقل کی جاتی ہیں۔ توضیح مرام کے صفحہ ۹ میں ہے:

یہی معجزہ کفار مکہ نے ہمارے سید رسول حضرت خاتم الانبیاء سے مانگا تھا (آنحضرت ﷺ کو قادیانی کا خاتم الانبیاء کہنا اس معنی کر ہے کہ اب کے بعد کوئی نبی نئی شریعت لے کر نہ

آئے گا۔ مطلق نبوت کو قادیانی ختم نہیں سمجھتا۔ و بناء علیہ وہ خود بھی نبوت کا مدعی ہے۔ توضیح مرام صفحہ ۱۹ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین) کہ آسمان پر ہمارے رو بر چڑھیں۔ جواب ملا قل سبحان ربّی یعنی خدا تعالی کی حکیمانہ شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کھلے کھلے خوارق اس دارالا بتلاء میں دکھاوے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۷ میں ہے :

مسیح کے معجزات اور پیشین گوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔

اور اس کے صفحہ ۳۰۳ میں ہے: سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسی پرواز کرتا ہو، جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس نجاری کا کام بھی کرتے رہے۔

اور اسکے صفحہ ۳۰۵ میں ہے: ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۲ میں ہے :

غرضیکہ یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہرحال یہ معجزہ ایک کھیل کی قسم سے تھا

اور اس کے صفحہ ۲ میں ہے: مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا، جو مجھے دیا گیا ہے، وہ ہرگز نہیں مرے گا۔

قادیانی صاحب! ان عبارات میں کیا آنحضرت ﷺ کے معجزہ معراج جسمانی سے اور حضرت مسیح کے معجزات کے حقائق مشہورہ سے صریح وصاف انکار نہیں ہے؟ پھر علماء نے آپ پر کیا افتراء کیا ہے؟ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ صفحہ ۲۰۵ تا..)

پیش گوئی بابت ڈپٹی آتھم

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ خدا تعالی پر مرزا قادیانی کا دوسرا افتراء اسکی وہ لاف زنی یا بزعم اس کے پیشگوئی ہے جو مباحثہ عیسائیوں کے آخری پرچہ مورخہ ۵ جون ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۷ میں اس نے کی اور وہ بحق اسلام و مسلماناں سخت مضرت رساں ہے۔ وہ یہ ہے :

آج رات جو مجھ پر کھلا ہے، وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع وابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں، تیرے فیصلے کے سوا ہم کچھ نہیں کر سکتے، تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے، اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ ان دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ہوگی۔ اس وقت جب یہ پیش گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے ہو جاویں گے، اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے، اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

یہ قادیانی کی اصلی پیشگوئی ہے۔ اس میں جو فریق مخالف کا ہاویہ میں گرایا جانا بیان کیا ہے اس کی تفسیر اس نے اسی پرچہ میں بایں الفاظ کی ہے :

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے، یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پورا ہوگیا، تو کیا یہ سب آپ کی منشاء کے موافق کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں اور رسول اللہ

ﷺ کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں محکم دلیل ہوجائے گی یا نہیں؟

☆ اس پیشگوئی کے بحق اسلام مضرت رساں، اور اس کے کذب و افترا ہونے کا ثبوت، اور اسلام سے اس کی مضرت کی مدافعت

اسلام کے مخالفین اور اس دین کے طاغین اور پیشوایان اسلام کی اہانت کرنے والے اور مسلمانوں کو ایذا پہچانے والے اگر سب کے سب صفحہ دنیا سے اٹھ جائیں اور ایک آن میں ہلاکت کو پہنچ جائیں تو خس کم جہاں پاک کی مثل صادق آوے اور ہر ایک مسلمان کی آنکھ میں نور اور سینہ میں سرور ہو۔ مگر مسلمان کا خواہ وہ کیسا ہی ولی وملہم ومبشر ہو (بجز حضرات انبیاء کے جو تبلیغ میں معصوم اور خدا کی طرف سے مخبر ومبشر ہوتے ہیں اور اپنی الہامی بشارتوں خبروں اور پیش گوئیوں میں دائماً وابداً صادق و مصدوق ہوتے اور کسی خبر متعلق موت یا حیات وغیرہ میں، جو الہام کی مدد سے وہ دیتے ہیں، کبھی جھوٹے نہیں نکلتے، اور وہ اپنے الہام اور الہامی خبروں پر بغیر کسی آزمائش کے یقین کرنے کے مامور ہوتے ہیں) یہ حق اور منصب نہیں کہ وہ اپنے الہام بشارت کے وقوع وظہور کو اسلام کی سچائی کا معیار قرار دے، اور اپنے الہام و بشارت پر اعتماد کر کے کسی خاص شخص یا فرقہ کی موت کو اسلام کی سچائی کا مدار ونشان ٹھہراوے، اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں یہ کہے کہ اسلام سچا ہے تو ضرور وہ شخص یا فرقہ فوت ہوجاوے گا، اور اگر وہ فوت نہ ہوا تو میں اسلام کو چھوڑ کر مخالف مقابل کا مذہب اختیار کرلونگا، یا اس کے بدلے اپنی جائیداد کا نصف حصہ اپنے مقابل کو اس کے مذہب کی اشاعت وترویج کے لئے دیدونگا، جیسا کہ مرزا قادیانی کیا اور کہا ہے۔ اس نے اس نشان موت کو آنخضرت ﷺ کی صداقت کا نشان ٹھہرایا۔ اور رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۷ میں نشان دکھانے کی شرط یہ تجویز کی ہے کہ اگر میرا نشان سچا نہ نکلا، تو میں مذہب اسلام چھوڑ دونگا، یا تائید مذہب عیسائی کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ دیدونگا۔ چنانچہ قادیانی نے حجت الاسلام کے صفحہ ۳، ۵، ۶ میں یہ بیان کیا ہے کہ مباحثہ سے کوئی بین فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ فریقین اپنی اپنی تحریروں پر حاشیہ چڑھا کر اپنی فتح ظاہر کریں گے۔ پھر صفحہ ۷ میں کہا ہے:

> ان وجوہات کے خیال سے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط رجسٹرڈ یہ صلاح دی گئی تھی کہ مناسب ہے کہ چھ دن کے بعد، یعنی جب فریقین اپنے اپنے چھ دن پورے کرلیں، تو ان میں مباہلہ بھی ہو۔ اور وہ صرف اس قدر کافی ہے کہ فریقین اپنے اپنے مذہب کی تائید کے لئے خدا تعالی سے آسمانی نشان چاہیں۔ اور ان نشانوں کے ظہور کے لئے ایک سال کی معیاد قائم ہو۔ پھر جس

فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو، جو انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہو، جس کا مقابلہ فریق مقابل سے نہ ہو سکے، تو لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کر لے جس کو خدا تعالی نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے، اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالہ کر دے۔

پھر حجت الاسلام کے صفحہ ۸ میں کہا ہے کہ:

اگر یہ سوال ہو کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو، یا دونوں طرف سے ظاہر ہو، تو پھر کیونکر تصفیہ ہوگا؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تئیں مغلوب سمجھے گا اور ایسی سزا کے لائق ٹھہرے گا جو بیان ہوئی ہے۔

اس دعوی و درخواست قادیانی کے جواب میں آپ کے مقابل نے مباہلہ کرنے (جس میں لعنت کرنا لازمی امر ہے) سے تو انکار کیا، مگر یہ وعدہ دیا کہ اگر آپ کوئی نشان یا معجزہ دکھائیں گے تو ہم دین اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۱۳ میں آپ نے قول مخالف و مقابل نقل کیا ہے:

قولہ: بہر کیف اگر جناب کسی معجزہ کے دکھانے پر آمادہ ہیں، تو ہم اس کے دیکھنے سے آنکھ بند نہ کریں گے اور جس قدر اصلاح اپنی غلطی کی آپ کے معجزہ سے کر سکتے ہیں، اس کو اپنا فرضِ عین سمجھیں گے۔

اور سچائی کا اظہار کے صفحہ ۱۵ میں اس کا خط نقل کیا ہے جو ذیل میں منقول ہے:

۹ مئی ۱۸۹۳ء منمقام امرتسر۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

بجواب جناب کے حجۃ الاسلام متعلق بندہ کے عرض ہے کہ اگر جناب یا کوئی اور صاحب کسی صورت سے بھی یعنی بہ تحدی معجزہ یا دلیل قاطع عقلی تعلیمات قرآنی کو ممکن اور موافق صفات اقدس ربانی کے ثابت کر سکیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں گا۔ جناب یہ سند میری اپنے ہاتھ میں رکھیں، باقی منظوری سے مجھے معاف رکھیئے کہ اخباروں میں اشتہار دوں۔ دستخط۔ مسٹر عبداللہ آتھم۔

اسی دعوی و درخواست و تجویز و شرط کی بنا پر اور اسی سلسلہ میں قادیانی کے مقابل نے اس سے نشان طلب کیا تھا، چنانچہ قادیانی نے اپنے آخری پرچہ کے صفحہ ۶ میں کہا ہے:

ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے منکر ہیں اور اس کی پیش گوئیوں سے بھی انکاری ہیں، اور مجھ سے ابھی اس مجلس میں تین بار ٹھٹھا کیا گیا ہے کہ اگر دین اسلام سچا ہے، اور تم فی الحقیقت ملہم ہو تو ان تینوں کو اچھا کر کے دکھاؤ۔

پھر صفحہ ۷ میں اس کے جواب میں کہا:

مگر تاہم میں دعا کرتا ہوں اور آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے ... الخ۔

پھر اس کے صفحہ ۸ میں اس کی تفسیر کر کے ڈپٹی آتھم سے سوال کیا ہے کہ

اگر یہ نشان پورا ہو گیا تو آپ کے منشاء کے موافق یہ کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں، اور اس سے رسول ﷺ کے سچے نبی ہونے پر محکم دلیل قائم ہو گی یا نہیں؟

اس تمام سیاق وسباق سے ناظرین پر واضح ہوگا کہ یہ نشان قادیانی نے اپنی اسی تجویز کے سلسلہ میں پیش کیا ہے اور اس نشان کو دین اسلام اور آنحضرت ﷺ کے صدق وثبوت کا نشان ٹھہرایا ہے۔ لہذا اس میں اس کی وہ شرط کہ اگر یہ نشان ظاہر نہ ہوا تو وہ دین اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو جاوے گا، اور اگر عیسائی نہ ہوا، تو دین عیسائی کی امداد وترویج کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ عیسائیوں کو دے دیگا، اس کی طرف سے ملحوظ و برقرار ہے کیونکہ اس شرط سے اس نے انکار نہیں کیا۔ گو فریق ثانی نے نشان دیکھنے پر صرف اس بات کو مانا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے گا مگر اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ بصورت عدم قبول اسلام وہ نصف جائداد فریق مقابل کو دے گا۔

جو شخص مدعی اسلام کہلا کر مخالفین اسلام کے مقابلہ میں ایسا کرے اور کسی پیش گوئی یا کسی اور نشان کو مدار و نشان و شرط حقیت اسلام قرار دے، وہ درحقیقت مسلمان نہیں بلکہ دشمن اسلام ہے، اور مخالفین اسلام کا چھپا دوست اور ان کا وکیل ہے جو بظاہر مقابلہ کیلئے کھڑا ہو گیا ہے مگر درپردہ اس مقابلہ میں زرگری کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس نشان و دلیل و شرط کے عدم ظہور سے اسلام کا عجز ومغلوب ہونا ظاہر ہو، اور مخالفین اسلام کو غلبہ و فتح حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء زمانہ نبوت سے اس وقت تک کبھی کسی مسلمان ولی، ملہم، مبشر و پیشین گو نے کبھی مخالفین اسلام کے مقابلہ میں پیشگوئی کرنے یا کوئی اور نشان دکھانے کے وقت یہ دعوی نہیں کیا (جو قادیانی نے کیا ہے) کہ اگر میں یہ نشان نہ دکھا سکا تو میں دین اسلام کو چھوڑ دونگا۔ بلکہ اسلام میں اور پہلے دینوں میں جب مخالفوں کی طرف سے نشان نمائی کا سوال ومطالبہ ہوا، تو بسا اوقات نشان نمائی سے صاف انکار ہوا اور یہ ارشاد ہوا: قل انّما الآیات عند اللّٰہ و انّما انا نذیر مّبین جس میں یہ ہدایت وتعلیم ہے

کہ دین کی سچائی نشان نمائی پر موقوف نہیں۔ نشان ظاہر نہ ہو تب بھی دین سچا ہے اور اس کی ذات اپنی صداقت پر دلیل ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب ۔ اور جب کسی مسلمان نے کوئی نشان ظاہر کیا تو اس میں اس شرط کو کہ اگر یہ نشان ظاہر نہ ہوا تو میں دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاؤنگا، تسلیم نہیں کیا۔ اور اگر کسی شرط مخالفین کو مانا تو اسی حد تک مانا کہ اس کا اثر مذہب پر کچھ نہ پڑے۔

اس کا اصل اصول اور اس پر دلیل معقول جس سے کسی باخبر مسلمان کو انکار کی گنجائش نہ ہو، یہ ہے کہ کسی مسلمان ولی، ملہم، مبشر پیش گو کو یہ جائز و حلال نہیں ہے کہ اپنے الہام و بشارت و پیش گوئی کے مضمون کے صدق وتحقق کا ایسا یقین اور اس پر ایسا وثوق و اعتماد کرے کہ درصورت عدم تحقق مضمون پیش گوئی، یا تحقق اس کے خلاف کے، وہ اسلام کو سلام کرے اور دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے (اس کی نظیر حضرت صدیق اکبرؓ کا پیش گوئی فتح روم کے متعلق مشرکین مکہ کی اس شرط کو قبول کرنا ہے کہ اگر ۹ سال کے عرصہ میں روم کو فتح نہ ہوئی تو اس کے بدلے میں سو اونٹ بطور تاوان بھر دونگا۔ اس موقعہ پر آپ نے یہ نہ کہا کہ اگر پیش گوئی قرآن پوری نہ ہوئی تو میں دین اسلام چھوڑ دونگا۔ ملاحظہ ہو تفاسیر معالم، فتح البیان وغیرہ)۔ بلکہ واجب اور لازم ہے کہ درصورت عدم تحقق پیش گوئی یا بشارت یا تحقق خلاف وہ یہ سمجھے کہ میری وہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہ تھی۔ اگر تھی، تو اسکے معنی وہ ظاہری مراد نہ تھے، جو میں نے سمجھے تھے۔ اس پیش گوئی کا وقوع نہیں ہوا، تو اس سے معلوم ہوا کہ میرا وہ الہام جھوٹا اور شیطانی تھا، یا اس کے معنی میں نے غلط سمجھے تھے۔ اس سے اسلام جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ ایسا ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ اسلام اس کے الہام کے تابع ہے، وہ تابع اسلام نہیں، جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہے۔ ہم نے تو اس اصول کو غیر نبی کی ان پیش گوئیوں اور الہامات و بشارات کی نسبت جو بالآخر دین اسلام کی صداقت سے معارض ومزاحم ہوں، بیان کیا ہے۔ مگر طرفہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کی عام پیش گوئیوں اور بشارات کی نسبت یہی جنرل رول قرار دیا اور کہا ہے کہ عموماً آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوا کرتے، اور اگر ان کے ظاہری معنی پر زور ڈالا جائے گا تو درصورت عدم ظہور معانی ظاہری ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۰ میں کہا ہے:

> اور پیش گوئیوں کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ قبل از ظہور پیشگوئی خود انبیاء کو بھی، جن پر وہ وحی نازل ہو، سمجھ میں نہیں آسکتے۔ چہ جائیکہ دوسرے لوگ ان

کو یقینی طور پر سمجھ لیویں ۔ دیکھو جس حالت میں ہمارے سید و مولا آپ اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ بعض پیشگوئیوں کو میں نے کسی اور صورت میں سمجھا اور ظہور ان کا کسی اور صورت میں ہوا ، تو پھر دوسرے لوگ، گوفرض کے طور پر ساری امت ہی کیوں نہ ہو، کب ایسا دعوی کر سکتے ہیں ۔سلف صالح ہمیشہ اسی طریق کو پسند کرتے رہے ہیں کہ بطور اجمالی پیش گوئی پر ایمان لے آویں اور اس کی تفصیل یا اسبات کو کہ وہ کس طور سے ظہور پذیر ہوگی حوالہ بخدا کریں۔اور میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ اقرب بامن، جس سے ایمان سلامت رہ سکتا ہے، یہی مذہب ہے کہ محض الفاظ پیشگوئی پر زور نہ ڈالا جائے ، اور تحکم کی راہ سے یہی دعوی نہ کیا جائے کہ ضرور اس کا ظہور ظاہری صورت پر ہی ہوگا کیونکہ اگر خدانخواستہ انجام کار ایسا نہ ہوا تو پھر پیش گوئی کی صداقت میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہو کر ایمان ہاتھ سے گیا۔ایسی کوئی وصیت پیغمبر خدا ﷺ کی طرف سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی کہ تم پیشگوئیوں کو ظاہر پر حمل کرتے رہنا کسی استعارہ یا تاویل وغیرہ کو ہرگز قبول نہ کرنا۔اب سمجھنا چاہیے کہ جبکہ پیشگوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود انبیاء سے امکان غلطی ہے،تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ۱۴۲ میں کہا ہے:

میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارہ میں عام خیال مسلمانوں نے، گوان میں اولیاء بھی داخل ہوں، اجماع کے نام سے معصوم نہیں ہوسکتا۔مسلمانوں نے صورت پیش گوئیوں کو مان لیا ہے، ان کی طرف سے ہرگز یہ دعوی نہیں ، اور نہ ہونا چاہیے کہ خدا تعالی اس بات پر قادر نہیں کہ شاید اس پیش گوئی کے ایسے تفاصیل مخفی ہوں جو اب تک کھلے نہیں ۔ درحقیقت تمام انبیاء کا یہی مذہب رہا ہے کہ وہ پیش گوئی کی اصل حقیقت کو خدا تعالی کے وسیع علم پر چھوڑتے رہے ہیں ۔اسی وجہ سے وہ مقدس لوگ باوجود بشارتوں کے پانے کے پھر بھی دعا سے دست بردار نہیں ہوتے تھے ۔ جیسا کہ بدر کی لڑائی میں فتح کا وعدہ دیا گیا تھا مگر ہمارے سید و مولا رو رو کر دعائیں کرتے رہے ۔ اس خیال سے کہ شائد پیش گوئی میں ایسے امور مخفی ہوں یا وہ کچھ ایسے شروط کے ساتھ وابستہ ہوں جن کا علم ہم کو نہیں دیا گیا ۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۹۶ میں کہا ہے:

سو ان وقتوں میں نبی کریم ﷺ کو بطور تسلی دہی فرمایا گیا کہ اگرچہ حالت نازک ہے مگر تو باعث ضعف بشریت شک مت کر۔ یعنی یہ خیال مت کر کہ شائد اس پیش گوئی کے معنی اور ہوں گے۔

اس کلام میں قادیانی کے بہت سے اکاذیب وملحدانہ مغالطات پائے جاتے ہیں۔ جیسے اس کا یہ کہنا کہ انبیاء اپنی پیش گوئیوں کے معنی نہ سمجھتے تھے، اور ان میں غلطی کرتے؛ اور یہ کہنا کہ امت محمدیہ کا اتفاق کورانہ اجماع ہے؛ اور یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ جنگ بدر میں اس خیال سے دعا و تضرع کرتے تھے کہ شاید پیش گوئی فتح بدر سے کچھ اور مراد ہو۔

اس مقام میں اس کلام کو اس امر کے اظہار کی غرض سے نقل کیا گیا ہے کہ اس میں قادیانی نے بڑے زور سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے ظاہری معنی کا مراد ہونا یقینی اور ضروری نہیں۔ بعض پیش گوئیوں کے ظاہری معنی کا مراد ہونا یقینی اور ضروری نہیں۔ بعض پیشگوئیوں کے آنحضرت ﷺ نے ظاہری معنی سمجھے تو وہ خطا نکلے۔ لہذا ہر ایک پیشگوئی نبوی کے ظاہری مراد لینے سے زوال ایمان کا اندیشہ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ان ظاہری معنی کا ظہور نہ ہو، اور پھر آنحضرت ﷺ کی نسبت شک پیدا ہو اور اس سے ایمان جاتا رہے۔

قادیانی کے اس بیان پر اس پر یہ الزام قائم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ صادق و مصدوق کی پیش گوئیوں کی نسبت اس کا یہ اعتقاد ہے، تو پھر وہ اپنی پیش گوئیوں کے (جو بطور نشان صداقت اسلام وہ مخالفین کے مقابلہ میں پیش کرتا ہے) ظاہری معنی کا کیونکر یقین ہوسکتا ہے، اور کس طرح ان معنی کے ظہور کو اسلام کی صداقت کی شرط ٹھہرا سکتا ہے؟ کیوں جائز نہیں کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں؟ کیا اس کا الہام آنحضرت ﷺ کے الہام کی نسبت زیادہ یقینی ہے۔ اور کیا وہ اپنے الہام وپیش گوئی کے معنی سمجھنے میں خطا سے معصوم ہے؟

اس کا اگر یہ دعوی ہے تو پھر اس کے کفر میں کیا شک ہے۔ اور اگر وہ یہ دعوی نہ کرے اور اپنے اس اصول اور جنرل رول کو اپنی پیش گوئیوں کی نسبت بھی مان لے، اور یہ اقرار کرے کہ اس کی پیش گوئیاں بھی ظاہری معنے کے یقین کے موجب ومثبت نہیں ہوتیں اور وہ احتمال رکھتی ہیں کہ ان کے ظاہر معانی مراد نہ ہوں، تو پھر اس کا مخالفین اسلام کے مقابلہ یہ کہنا کہ اگر میری پیش گوئی کا وقوع نہ ہوا اور میں نے آسمانی نشان نہ دکھایا تو میں مذہب عیسائی قبول کرلونگا اور دین اسلام چھوڑ دونگا، دیدہ دانستہ التزام وتسلیم کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اور اس صورت میں بھی بحکم اس مسئلہ فقہیہ و علم

عقاید کے کہ جو شخص زمانہ آئندہ میں کفر کا ارادہ کرے وہ دم نقد اور سردست کافر ہو جاتا ہے (دیکھو شرح فقہ اکبر مطبوعہ دہلی۔ص ۱۴۷)۔

اور اگر اس نشان قادیانی کا ظہور نہ ہوا اور ۱۵ مہینے میں اس کا مقابل فوت نہ ہوا، تو اس سے بجز اس کے اور کیا سمجھا جاوے گا کہ اس نے اس مقابلہ اور دعویٰ نشان نمائی میں دیدہ دانستہ مخالفین اسلام کو موقع دیا ہے کہ وہ اس نشان کے عدم ظہور سے اسلام کو جھوٹا (عیاذاً باللہ) کہیں اور اہل اسلام کے مقابلہ میں اپنی فتح ظاہر کریں۔

یہ اس پیش گوئی کے بحق اسلام مضر ہونے کا بیان ہے۔اب اس کا کذب وافتراء ہونا ثابت کر کے اسلام سے اس کی مضرت کی مدافعت عمل میں آتی ہے۔

اس پیش گوئی کے الہامی نہ ہونے پر اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کی شہادت پائی جاتی ہے۔اندرونی شہادت یہ ہے:

ا۔اس کا مضمون (طالب نشان کیلئے موت کی خبر) ہی ایسا ہے کہ وہ ہرگز الہامی رحمانی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ نشان ایک ایسے شخص (ڈپٹی عبداللہ آتھم) کے لئے ہے جو کسی نشان کے دیکھنے پر دین اسلام قبول کرنے اور مسلمان ہو جانے کا اقراری تھا (چنانچہ اس کا اقرار قادیانی نے اپنی تحریرات میں نقل کیا ہے)۔پھر یہ نشان اسی کی موت ہوا، اور اس کا ظہور اس کے مرجانے کے بعد ہوا، تو وہ اس کے لئے کیونکر نشان ہوگا؟ وہ اس کو کیونکر دیکھے گا؟ اور اس کو دیکھ کر اسلام پر ایمان کیونکر لائے گا؟ کیا وہ مرنے کے بعد ایمان لائیگا؟ اور اس کا یہ ایمان شرعاً معتبر ہوگا؟ اور وہ اسی وقت (بعدالموت) قادیانی کے سوال کا جواب دے گا کہ ہاں یہ پیش گوئی میری منشاء کے موافق پوری ہوگئی اور یہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر محکم دلیل قائم ہوگئی۔

نہیں ہرگز نہیں۔ایسے شخص، بظاہر طالب حق و مدعی قبول اسلام، کو ایسا نشان جو اس کے مرنے کے بعد ظہور پذیر ہو، دکھانا، اور اس سے اس کے وقوع پر اسلام اور نبوت پیغمبر ﷺ کی تصدیق چاہنا، ادنیٰ عقل مند انسان کا کام نہیں ہے۔پھر یہ کام خدا تعالیٰ حکیم وعلیم ورحیم کا کیونکر ہو سکتا ہے؟ یہ تو محض تلاعب اور حماقت اور سفاہت ہے جس سے خدا کی شان اجل وارفع ہے۔اور یہ شیطان ہی کا کام ہے، اور وہی قادیانی کو ایسی باتوں کا القاء والہام کرتا ہے اور لوگوں سے اس کی ہنسی وتذلیل کراتا ہے۔اور اگر یہ صرف گیدڑ بھبکی ہے اور اس سے قادیانی کا مقصود یہ ہے کہ وہ شخص موت سے ڈر کر ایمان لے آوے اور اس سے قادیانی کی ولایت اور الہام ثابت ہو، تو بھی خدا

کی شان سے بعید ہے۔ اور ایسے ایمان کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں ہے جو مارے جانے کے ڈر سے اور مجبور ہو کر بغیر یقین اور انشراح صدر کے قبول کیا جائے۔ اللہ نے فرمایا ہے لا اکراہ فی الدّین اور قادیانی نے خود بھی اس مسئلہ کو عیسائیوں کے مباحثہ میں بڑے زور سے بیان کیا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ یہ نشان مار ڈالنے کی دھمکی کا ایک بظاہر طالب نشان و مدعی قبول اسلام و ایمان کے مقابلہ میں آسمانی نشان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ خود اس کا مضمون اس کے نشان نہ ہونے پر قوی دلیل ہے۔

۲۔ اس پیش گوئی میں مقابل مخالف حق ہلاک ہونے والے کی کوئی تعین و تشخیص نہیں ہوئی۔ صرف فریق مخالفِ حق کا ہلاک ہونا بتایا گیا ہے جس سے نہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے فریق عیسائی کے تمام ممبر یا حاضرین جلسہ یا متصدیان و معاونین مباحثہ جن میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کے علاوہ کئی اور اشخاص (پادری جی ایل ٹھاکر داس، پادری عبداللہ، پادری ٹامس ہاول، ڈاکٹر ایچ کلارک وغیرہ) بھی مراد ہیں یا ان میں سے کوئی خاص شخص۔ اس ابہام و عدم تعین سے یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ اگر بحسب اتفاق و انقضاء مدت عمر ڈپٹی عبداللہ آتھم (جن کے پاؤں گور میں لٹک رہے ہیں اور وہ اپنی پیرانہ سالی اور کمال درجہ کی کمزوری کی وجہ سے گویا: اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند، کا مصداق ہو رہے ہیں) اس دنیا سے سدھارے تو ان کو اسکا مصداق بنایا جائے گا، ورنہ یہ کہہ دیا جائے گا کہ گروہ عیسائی سے اور شخص مراد ہے جس کا تمام عیسائیان پنجاب و ہندوستان سے یا خاص کر عیسائیان جنڈیالہ و امرتسر سے (جو مباحثہ میں شریک تھے) پندرہ ماہ میں فوت ہونا ممکن ہے۔

اس پیش گوئی کا یہ ابہام اور اس سے یہ مقصود بھی قطعی دلیل ہے کہ یہ الہام خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ شیطان کی طرف سے ہے جو ہمیشہ اپنے دوستوں کو دھوکہ میں ڈالتا ہے۔

۳۔ اس پیشگوئی میں فریق مخالف حق کے فوت ہوجانے کی صریح لفظ موت سے خبر نہیں دی، صرف یہ کہا ہے کہ وہ ہاویہ میں ڈالا جائے گا۔ پھر اس کی تشریح قادیانی نے اپنی تفسیر میں کی ہے جس سے اس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم یا کوئی اور عیسائی ہندوستان یا پنجاب میں مرگیا تو اس کو اس پیش گوئی کا مصداق ٹھہرا لیا جائے گا۔ اور اگر اس عرصہ میں کوئی بھی نہ مرا تو یہ کہا جائے گا کہ ہاویہ میں گرائے جانے سے مرجانا مراد ہونا ہماری طرف سے بطور تفسیر بالرائے بیان ہوا ہے، اصل الہام و پیش گوئی میں صرف ہاویہ میں گرایا جانا بیان ہوا ہے، جو ضرور وقوع میں آئے گا، جب کوئی ان میں سے مرے گا، اور پھر اٹھایا جائے گا اور آخر جہنم میں جائے گا۔ اس پیش گوئی کا یہ ابہام

اور پھر اس کی تفسیر مذکور بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں ۔ یہ دھوکہ بازی ہے جو شیطان ہی کا کام ہے ، نہ خدائے رحمان کا۔

۴۔ اس میں جو لفظ عمداً کہا گیا ہے یہ بھی اس دھوکہ کی غرض سے کہا گیا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی نہ مرا، تو یہ کہا جائے گا کہ یہ لوگ جو خدا پر افتراء کرتے ہیں ، عمداً نہیں کرتے ، ان کی سمجھ میں غلطی ہے اس لئے وہ ہلاک نہیں ہوئے ۔ اور اگر اس لفظ سے اس دھوکہ دہی کی غرض نہیں تو پھر اس کا ذکر و اظہار لغو ہے ۔ چونکہ اس شرط کی تحقق و عدم تحقق کا علم خدا تعالی کو ہی ہوسکتا ہے ، نہ کسی بشر کو۔ اور عذاب موت بھیجنا بھی اسی کا فعل ہے ۔ پس اگر الہام خدا کی طرف سے ہوتا تو اپنے فعل کی شرط کی تحقق یا عدم تحقق کو وہ خود ہی دیکھ لیتا ۔ بندوں کے سامنے اس شرط کے اظہار کا کیا فائدہ ہوا؟ وہ تو اس شرط کا امتحان بلا اعلام خداوندی کسی صورت سے نہیں کر سکتے ۔ لہذا یہ لفظ بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔

۵۔ اس پیشگوئی کے ظہور کی میعاد جو بلحاظ ۱۵ یوم مباحثہ کے ۱۵ دن تک مقرر کی گئی ہے، یہ بھی مشعر ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں بلکہ افتراء شیطانی ہے ۔ اولاً اس لئے کہ یہ مباحثہ ۱۵ دن نہیں ہوا ۱۳ دن ہوا ہے ۔ اثناء مباحثہ میں دو دن اتوار کے سبب ناغہ اور ترک مباحثہ ہوا ، نہ فعل مباحثہ ۔ پس اگر یہ سزائے موت بلحاظ ایام مباحثہ تجویز ہوئی تھی تو مناسب تھا کہ تیرہ ہی دن میں یہ سزا ملتی ۔

ثانیاً ۔ اس لئے کہ اگر یہ سزا ان دنوں کے (۱۳ ہوں یا ۱۵) لحاظ سے تجویز ہوئی ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مباحثہ میں زیادہ دن لگ جاتے ، پندرہ کے بیس یا تیس دن ہو جاتے ، تو یہ سزا بھی بیس یا تیس دن تک ٹل جاتی اور اس میں تاخیر واقع ہوتی ۔ اور یہ تاخیر سزا بتمادی وقت گناہ مضمون سزا کے مخالف ہے اور ایک قسم کا رحم و حلم و انعام الہی ہے ۔ اور یہ خدا تعالی کی شان نہیں کہ جتنے دن بندہ گناہ میں زیادہ صرف کرے ، اتنے دن خدا تعالی اسکی سزا میں دیر کرے ، اور پھر سزا دے تو وہی جو بصورت جلدی دینا چاہتا تھا ، اور اس میں کچھ زیادتی نہ کرے ۔ وہ سزا میں دیر کرتا ہے تو پھر سخت سزا دیتا ہے۔

یہودیوں نے یہ احمقانہ بات بنا رکھی تھی کہ جتنے دن (۴۰ روز) ہم نے بچھڑے کی عبادت کی ہے اتنے ہی دن ہم کو عذاب ہوگا ، اس سے کم یا زیادہ نہ ہوگا ۔ مگر یہ حماقت کسی یہودی کو بھی نہ سوجھی جو قادیانی یا اس ملہم بے عقل (معلم الملکوت) کو سوجھی ہے کہ جتنے دن گناہ میں دیر کی ہوگی اتنے ہی دن نزول عذاب میں دیر ہوتی رہے گی ۔ اور اگر اس مہلت و بیان مدت سے قادیانی کی یہ

مراد ہے کہ ۱۵ ماہ اخیری حدّ وانتہاء مدت سزا ہے اور وقوع سزا اس سے پہلے ہی ہو جائے گا، تو اس پر یہ دو سخت اور مشکل اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس صورت میں ۱۵ دن کا لحاظ لغو اور بے اثر ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ قریب الوقوع سزا یا نشان کو بعید الوقوع بتانا خدا تعالیٰ کی حکیمانہ شان سے بعید ہے۔ گو اس کا عکس سراسر حکمت ہے۔ چنانچہ اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۱ نمبر ا جلد ۱۵ میں بیان ہو چکا ہے۔

یہ پانچ وجوہات ودلائل اندرونی شہادت کی ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔ اب بیرونی شہادت سنو۔

قرآن کریم اور حدیث کی قطعی شہادت سے ثابت ہے کہ الہام رحمانی اور شرف خطاب و ہم کلامی خداوندی کا محل وہی لوگ ہوتے ہیں، جو اہل کمال ایمان ہوتے ہیں، اور صاحب اخلاق حمیدہ واوصاف جمیلہ۔ نہ کافر، کذاب، بدخلق، خود غرض اور ایسے آفات کے محل۔ اور یہ بات ظاہر اور تصانیف قادیانی سے بخوبی ثابت ہے کہ قادیانی ادنی درجہ کا مسلمان نہیں ہے۔

{ وہ خدا کو اس کی صفت قدرت کاملہ کے ساتھ نہیں مانتا اور خدا کو اس امر سے عاجز جانتا ہے کہ:

> وہ کسی زندہ انسان کو ایک مدت مثلاً ہزار سال تک غذا اور ہوا وغیرہ ضروریات دنیاوی کے بغیر زندہ رکھے۔ اور بناء علیہ وہ حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر موجود ہونے پر یہ سوالات کرتا ہے کہ وہ کرہ زمہریر سے کیوں کر گزر گئے۔ اور آسمانوں پر ان کے سانس لینے کے لئے ہوا کہاں ہے، اور وہ آسمان پر کھانا کہاں سے کھاتے ہوں گے، پائخانہ کہاں پھرتے ہوں، وغیرہ۔

{ اور آنحضرت ﷺ کو ان کی صفت وشان ختم نبوت کے ساتھ نہیں مانتا اور اس ختم نبوت کو توڑ کر وہ خود مدعی نبوت ورسالت بن بیٹھا ہے۔

{ اسی طرح وہ اور اصول واعتقادات اسلامیہ کو نہیں مانتا۔

{ اور اخلاق کا یہ حال ہے کہ اگر کسی پر اس کو بدگوئی کا وہم بھی ہو، تو اس کی وہمی بدگوئی کے مقابلہ میں اس کو دس گنا برا کہتا ہے بلکہ عام مسلمانوں کو گالیاں دیتا ہے۔

{ اور اس کی خود غرضی تو اس کی ہر ایک کاروائی سے عیاں ہے جہاں کوئی بات کہتا یا کوئی تجویز نکالتا ہے وہاں فلوس کا سوال موجود ہے۔ اور ہزار ہا روپیہ مسلمانوں کا خورد برد کر چکا ہے۔ اور ہنوز ھل من مزید کی صدا جاری ہے۔

ان باتوں کا ثبوت اس کی تصانیف و اشتہارات موجود ہے۔ پھر ایسا بداعتقاد و بدخلق خودغرض صاحب الہام وشرف خطاب الٰہی سے مشرف کیونکر ہوسکتا ہے۔ یہ بیرونی شہادت تفصیل طلب ہے اور یہ پیش گوئی مذکور کی افتراء وکذب ہونے پر ان ہی لوگوں کے نزدیک شہادت بن سکتی ہے جن کو قادیانی کے حالات واعتقادات مذکورہ بالا کا تفصیلی علم ہو۔ ناظرین تصانیف قادیانی، فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، دافع الوساوس کو دیکھیں۔ اور ساتھ ہی اشاعۃ السنہ نمبر۱۲ جلد۱۲ وجلد ۱۳ وجلد۱۴ وغیرہ کو بھی ملاحظہ کریں۔ اس سے وہ یقین کرلیں گے کہ یہ شہادت اندرونی شہادت سے بڑھ کر اس پیش گوئی کے کذب وافتراء ہونے پر دلیل ہے۔

اس پیشگوئی کے عدم وقوع کی صورت میں اسکی مضرت کی مدافعت

☆ ناظرین! پیش گوئی مذکور کا وقوع نہ ہوا تو اس عدم وقوع سے کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس سے عدم صداقت اسلام نکال لے اور اسلام کو سلام کر کے عیسائی یا مرتد ہو جائے کیونکہ خدا اور اس کے رسول نے قادیانی کو پیش گوئی کرنے اور اپنی نیابت کا منصب عطا نہیں کیا۔ اور کسی آیت یا حدیث میں نہیں فرمایا کہ ما ینطق القادیانی عن الھوی ان ھو الّا وحی یّوحی (یعنی قادیانی اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا، وہ جو کچھ کہتا ہے، خدا کی وحی ہوتی ہے) اور بناء علیہ یہ نہیں فرمایا کہ اگر اس کی کوئی بات جھوٹی نکلے تو ہم جھوٹے ہوں گے۔ اور نہ کسی عیسائی یا اور مخالف اسلام کا یہ حق ہے کہ وہ اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے پر اسلام پر الزام قائم کرے۔ وہ لوگ انصاف سے کام لے کر سوچیں، اور بتاویں کہ اسلام نے اس قادیانی کو ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے کب منتخب کیا اور اپنا وکیل بنایا۔ اور اس کی شکست والزام کو کب اپنی شکست والزام تسلیم کیا ہے؟ پادری لوگ تو خود جانتے ہیں اور ایک اشتہار مطبوعہ اختر پریس وضمیمہ نور افشان ۲ مئی ۱۸۹۳ء میں اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ شخص باتفاق میجارٹی اہل اسلام، اسلام سے باضابطہ خارج کیا گیا ہے۔ پھر وہ اس کے الزام کو اسلام کا الزام کیونکر بنا سکتے ہیں۔

یہ اس پیشگوئی کے عدم وقوع پر اس کی مضرت کی مدافعت ہے، اب اس کی اس مضرت کی مدافعت کی جاتی ہے جو بصورت اس کے وقوع کے اسلام کے حق میں متصور ہے۔

☆ اگر اس پیش گوئی کا وقوع ہوا، یعنی ۱۵ مہینے کے عرصہ میں ڈپٹی عبداللہ آتھم یا پادری ڈاکٹر کلارک یا کسی اور عیسائی مباحث یا معاون کا انتقال ہوگیا، تو اس سے باقی ماندہ عیسائیوں کا مسلمان

ہو جانا تو متوقع ہی نہیں، کیونکہ اگر یہ پیش گوئی ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت سے پوری ہوگئی تو ان کا ایمان بعد الموت متصور ہی نہیں ۔ رہے باقی عیسائی سو، ان میں سے کسی نے یہ نشان یا کوئی اور نشان دیکھ کر اسلام لانے کی شرط تسلیم نہیں کی ۔ اور اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم کے سوا کوئی اور صاحب فوت ہوئے تو ڈپٹی عبداللہ آتھم یہ عذر کریں گے کہ تم نے اس پیش گوئی میں کسی فوت ہونے والے کی تعیین نہیں کی تھی، اور خارجاً میرے فوت ہونے کی خبر مشہور کی تھی ۔ اب میں تو زندہ ہوں اور اس فوت ہونے والے کو اس پیش گوئی کا اثر کس دلیل سے مان لوں ۔ کیوں جائز نہیں کہ وہ شخص حسب اتفاق اور عام دستور زمانہ کے موافق فوت ہوا ہے۔

ہاں اس کے وقوع سے بہت سے مسلمانوں کے مرتد اور عیسائی (یعنی مرزائی) ہو جانے کا اندیشہ ہے وہ اس سے قادیانی کا ولی وملہم وخطاب الٰہی سے مشرف ہونا سمجھ لیں گے۔

اور اس اعتقاد سے وہ قادیانی کی پیروی اختیار کر کے اس کے عقائد کفریہ کو مان کر مرتد ہو جائیں گے ۔ لہٰذا اس مضرت کی مدافعت زیادہ ضروری ہے اور ان نادان مسلمانوں کے اس ارتداد کی محافظت میں کوشش کرنا ہمارا اسلامی فرض ہے، جو ادا کیا جاتا ہے ۔

ناظرین! یہ پیش گوئی اگر وقوع میں آ گئی تو اس کو آپ الہامی اور قادیانی کے ملہم و ولی ہونے کی نشانی نہ سمجھیں بلکہ وجوہات شہادت اندرونی و بیرونی کو توجہ سے ملاحظہ فرما کر یقین کریں کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہ تھی، بلکہ ایک دروغ گوئی ولاف زنی تھی جو اتفاقاً مطابق واقع نکلی ۔ اور یہ شخص اس لائق نہیں ہے کہ وہ خدا کے کلام وخطاب سے مشرف ہو سکے ۔ اتفاقاً اس کے وقوع پر اگر آپ صاحبوں کو یہ شبہ وسوال پیدا ہو کہ پیش گوئی خدا کی طرف سے اور الہامی نہ تھی، تو یہ واقع کے مطابق کیوں نکلی، تو اس کا حل اور جواب آپ ہمارے ان سوالات سے حاصل کریں جو قادیانی کی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی پر ہم نے کئے ہیں (جو تحریک ختم نبوت کی جلد ۵ میں نقل ہوئے ہیں ۔ بہاء)۔ ان سوالات کو پڑھ کر آپ لوگ جان جائیں گے کہ ایسی پیشگوئیاں، کاہن، نجومی، رملی، جفری، جوتشی، پنڈت، سائنٹفک فلاسفر، مسمریزسٹ، قیافہ شناس اور روحانیات تسخیر کے عالم، اٹکل باز، بھی کرتے ہیں جو بعض اوقات صحیح سچی نکلتی ہیں ۔ جیسا ان دنوں دہلی میں ایک جوتشی پنڈت اس قسم کی پیشگوئیاں علم جوتش کی مدد سے کرتا ہے جو حسب اتفاق سچی نکلتی ہیں چنانچہ اخبار عام لاہور یکم ستمبر ۱۸۹۳ء میں مرقوم ہے :

پنڈت کانشی ناتھ صاحب جوتشی

دہلی کا اخبار لٹن گزٹ لکھتا ہے کہ ناظرین اخبار کے سامنے ہم اس وقت پنڈت صاحب کی غیب دانی کی ایک اور کیفیت جو ۲۰۔ اگست کو گذری ہے بیان کرتے ہیں جو خالی از دلچسپی نہیں لالہ جگن ناتھ صاحب ساہو دہلی نہروالا کے مکان پر جہاں بہت سے رؤسا ہنود اور مسلمان موجود تھے، پانچ بجے ایک کھتری صاحب انگریزی خوان سیاہ کوٹ پتلون پہنے ہوئے آئے اور پنڈت کانشی ناتھ صاحب سے کہا کہ میں آریہ سماج ہوں۔ اگر آپ میرے سوال کا جواب دے دیں تو میں اس علم کو سچا سمجھوں اور اس سماج کو چھوڑ دوں۔ پنڈت صاحب نے کہا ہماری طرف سے کوئی چاہے آریہ مت میں رہے چاہے کسی مت میں رہے، اس بات سے ہم کو کچھ بحث نہیں، ہاں جو سوال تم اپنے دل میں رکھتے ہو اور اس سوال کا جواب ہم نے ٹھیک دیا تو پھر تم کسی محفل یا سبھا یا کمیٹی میں جا کر کسی کا امتحان مت لینا۔ تمہارا سوال یہ ہے کہ کل میرے پاس جو سرکار سے پرچہ آیا ہے بابت امتحان اس میں میں نے کتنے نمبر دیئے ہیں۔ آپ بتلایئے۔ اس لڑکے نے اقرار کیا کہ ہاں میرا سوال یہی تھا اور جو آدمی میرے ساتھ ہیں میں نے ان سے یہی کہہ دیا تھا کہ میں یہ سوال پنڈت صاحب سے کرونگا۔ مگر یہ بتلایئے کہ میں نے نمبروں میں کون سا ہندسہ دیا ہے۔ پنڈت صاحب نے ہندسہ کا بچار کر کے اسی وقت یہ کہا کہ تم نے آٹھ کا ہندسہ دیا ہے۔ اس نے اسی وقت منظور کیا اور کہا کہ بہت درست ہے آٹھ ہی کا ہندسہ میں نے دیا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ مہربانی کر کے میری خطا کو معاف فرماویں کہ میں نے صدہا آدمیوں میں آ کر آپ سے ایسا پرشن کیا، تو پنڈت نے کہا ہمارے ہاں تو سینکڑوں سوال ہر روز ایسے ہوتے رہتے ہیں چنانچہ ابھی ریلوے میں ایک برہمن نوکر ہے پنڈت جی نے کہا کہ تمہارے گھر اسی مہینے کی ۷ تاریخ کو لڑکا پیدا ہوگا۔ سو اسی تاریخ کو لڑکا پیدا ہوا۔ املی کے محلّہ میں ایک پنڈت بنارسی دان کے دو لڑکے چلے گئے تھے پنڈت مذکور نے جوتشی جی مہاراج سے عرض حال کیا چنانچہ آپ نے دو جنتر دیئے جن کی برکت سے دو تین روز کے بعد وہ لڑکے اپنے گھر آ گئے۔ علی ہذا۔ ایک اور مارواڑی کا لڑکا چلا گیا تھا پنڈت جی نے جنتر دیا اور کہا کہ وہ لڑکا جوگمایا کی طرف چلا گیا ہے بعد تین روز کے گھر آجاوے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ایک اور لڑکا رام دھن داس کا چلا گیا تھا۔ سو پنڈت صاحب نے کہا وہ بعد ۵ روز کے آجاوے گا۔ ایک اور زمین دار کا لڑکا چلا گیا تھا پنڈت جی نے فرمایا کہ ۱۵ روز کے بعد خبر آوے گی۔ چنانچہ خبر آ گئی۔ ایک کھتری صاحب کی گھڑی لے کر ایک کہار کا لڑکا بھاگ گیا تھا۔ اس نے آ کر

پوچھا۔ پنڈت جی نے کہا کہ اس کا پتہ لگ جائے گا، سو پتہ لگ گیا۔ ایک مارواڑی کا مقدمہ تھا اس نے فیصلہ باہمی کی نسبت سوال کیا پنڈت جی نے کہا، ہو جائے گا۔ چنانچہ آپس میں فیصلہ ہو گیا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ میرا چچا بمبئی گیا ہوا ہے اس کی کوئی خبر نہیں آئی۔ وہ راضی خوشی تو ہے؟ پنڈت صاحب نے کہا کہ اس کی راضی خوشی کی کل خبر آ جاوے گی۔ دوسرے دن اس کی خبر آ گئی کہ وہ راضی خوشی ہے۔ ایک صاحب بلند شہر سے آئے اور پنڈت جی سے مقدمہ کے بارے میں پوچھا۔ پنڈت جی نے فرمایا کہ آج یہ مقدمہ ملتوی رہ جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غرض کہ ایسی صدہا باتیں ہر روز پنڈت صاحب کی خدمت میں پیش ہوتی رہتی ہیں۔ اس وقت جتنے لوگ اس سبھا میں موجود تھے سب نے پنڈت جی مہاراج کو دھنے باد دیا اور یہ کہا کہ ہم نے ایسے مہاتما کا درشن نہیں کیا تھا، آج کیا۔ خداوند ایسے سجن کو مدت تک سلامت رکھے۔

پنڈت صاحب کو جو کمال حاصل ہے وہ جوتش اور عمل پر مبنی ہے اور وہ یہ دعوی نہیں کرتے کہ ان کو الہام ہوتا ہے اور وہ حضرت فلاں ہے، (شائد یہ قادیانی کی طرف اشارہ ہے) یہ پیشگوئیاں جو پنڈت کی ہیں اگر واقعی سچی نکلتی ہیں تو اس کی وجہ ایک پنڈت اڈیٹر اخبار عام نے خود بیان کر دی ہے کہ یہ علم و عمل جوتش پر مبنی ہے، الہام نہیں ہیں۔ دجال قادیانی کی یہ پیشگوئی پوری ہو گئی تو اس پنڈت کی پیش گوئی سے بڑھ نہ جائے گی۔ ایسا ہی ایک اور جوتشی ملک دکن کی پیشگوئیاں آج کل سچی نکلتی ہیں چنانچہ اخبار عام ۱۵ نومبر ۱۸۹۳ء میں ہے۔

علم جوتش کے محققوں کیلئے یہ خبر خالی از دلچسپی نہ ہو گی کہ تھیوسوفیکل سوسائٹی کے جنرل پریسیڈنٹ اور بانی کرنل آلکاٹ نے اپنا زائچہ شائع کیا اور دکن کے ایک مشہور جوتشی نے ازروئے علم کے اسکی نسبت جو کچھ تعبیر لکھی ہے اس میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کرنل آلکاٹ ۲۳ اکتوبر سے ۵ نومبر 1915ء کے درمیان فوت ہوں گے۔ کرنل کی تاریخ ولادت ۲ اگست ۱۸۳۲ء ہے پس اس وقت ان کی عمر ۶۱ برس کی ہے اور ابھی بائیس برس تک کرنل کو زندہ رہنا باقی ہے۔ یہ بھی بتلایا ہے کہ کرنل کی زندگی میں کیا پیش آیا۔ کب والدہ مریں، کب والد فوت ہوئے، کب شادی ہوئی، کیا اولاد ہوئی، کس قسم کا مزاج ہے، کیا کچھ پیش آیا۔ اور کرنل اس پر یہ رائے دیتے ہیں کہ بالعموم اکثر باتیں ایسی صحیح ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔...اس سے پہلے اور دو جوتشیوں نے ان کا زائچہ دیکھا تھا انہوں نے بھی وہی تاریخ اور سنہ بتلایا تھا۔

مرزا قادیانی کی تو آج تک ایک بھی پیش گوئی ایسی نہیں نکلی جو پنڈت کا نشی ناتھ یا جوتشی

دکن کا مقابلہ کرسکیں اور جب کسی صاحب عقل وفہم کے نزدیک جوتشی ان پیشگوئیوں کے ساتھ الہامی نہیں مانے گئے تو قادیانی کو اس پیش گوئی کے سبب، اگر وہ واقعی نکلی، کیوں کر ملہم کہا جاوے گا۔

جائز ہے کہ قادیانی بھی ان ہی لوگوں میں سے ہو اور رمل ونجوم ومسمریزم وغیرہ علوم میں دخل رکھتا ہے۔ اس امکان کا مؤید یہ امر ہے کہ اشاعۃ السنہ نمبرا جلد ۱۵ میں ہم نے قادیانی سے سوال کیا کہ تم علم رمل وجفر ومسمریزم وغیرہ میں دخل رکھتے ہو یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں اس نے اس علم ودخل سے انکار نہیں (جیسا کہ اور دوتین باتوں سے جن میں گنجائش انکار پائی صاف انکار کیا) جس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ علوم میں ضرور اس کو دخل ہے اور مسمریزم میں تو اس کا دخل اس کے صریح کلام سے ثابت ہے جو ازالہ قادیانی کے صفحہ ۳۰۹ میں موجود ہے کہ

اگر یہ عاجز اس عمل (مسمریزم) کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ اعجوبہ نمانیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

پھر اس کا اس قسم کی پیش گوئیاں علم رمل یا جفر یا مسمریزم کے ذریعہ سے کرنا، اور ان کا صادق نکلنا کون سے تعجب کا محل ہے۔ قوی الایمان مسلمانوں سے کامل امید ہے کہ اگر پیش گوئی کا پورا پورا بحسب معنی مشہور ظہور ہوا، یعنی ڈپٹی آتھم پندرہویں مہینے کے ٹھیک آخری دن فوت ہوجائے، تو بھی وہ اس پیش گوئی کو کچھ چیز قابل وقعت نہ سمجھیں گے۔ اور قادیانی کے اعتقاد وعمل وطریق کی نظر سے اس کو ایک دجال وکذاب خیال کر کے بحکم شہادت اندرونی بیرونی اس پیش گوئی کو ایک رملی یا نجومی یا مسمریزسٹ وغیرہ کی پیش گوئی سمجھ کر اس کی مضرت سے بچ جائیں گے اور اپنے آپ کو ان مسلمانوں کی نظیر بن کر دکھائیں گے جو دجال موعود سے اس قسم کے خوارق اور نشان دیکھ کر بھی اسکو کافر کہیں گے اور اس کے ظاہری بہشت کو چھوڑ کر اس کی آگ میں جانا منظور کریں گے پر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یخرج الدّجال فیوجه قبله رجل من المؤمنین فیلقاه المسا لح مسا لح الد جال فیقولو ن له این تعمد فیقول اعمد الی هذا الّذی خرج قال فیقولون له او ما تؤمن بربّنا فیقول ما بربّنا خفاء فیقولو ن اقتلوه فیقول بعضهم لبعض الیس قد نهاکم ربّکم ان تقتلوا ا حداً دونه فینطلقون به الی

الدجال فاذا رأه المومن قال یا ایّھا النّاس ھذا ا لدجال الّذی ذکر الرسول اللّٰہ ﷺ قال فیامر الدّجال بہ فیشیح فیقول خذوہ و شجوہ فیو سع ظھرہ و بطنہ ضرباً فیقول انت المسیح الکذاب قال فیومر بہ فیوشر باالمنشار من مفرقہ حتی یفرق بین رجلیہ قال ثم یمشی الدجال بینن القطعتین ثم یقول لہ قم فیستوی قائماً ثمّ یقول لہ اتؤمن بی فیقول ما ازددت فیک الّا بصیرۃ قال ثمّ یقول یا ایّھا النّاس انّہ لا یفعل بعدی باحد من النّاس قال فیاخذہ الدجال لیذبحہ فیجعل ما بین رقبتہ الی ترقوتہ نحا ساً فلا یستطیع الیہ سبیلاً قال فیاخذ بیدیہ و ر جلیہ فیقذ ف بہ فیحسب النّاس انما قذفہ الی النّار و انّما القی فی الجنۃ فقا ل رسول اللہ ﷺ ھذا اعظم النّاس شھادۃ عند ربّ العا لمین ۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۲)

کہ دجال نکلے گا تو اس کی طرف مومنوں سے ایک آدمی متوجہ ہوگا۔ اس کو دجال کے مسلح لوگ ملیں گے اور پوچھیں گے تو کہاں کا قصد رکھتا ہے؟ وہ بولے گا اس آدمی کی طرف قصد رکھتا ہوں جو نکلا ہے۔ وہ کہیں گے تو ہمارے رب کو نہیں مانتا؟ وہ کہے گا ہمارا رب چھپا نہیں رہتا۔ وہ بولیں گے اس کو قتل کر ڈالو۔ ان میں بعض کہیں گے کہ کیا تم کو تمہارے رب (دجال) نے اس سے منع نہیں کیا کہ اس کی غیر حاضری میں کسی کو قتل کرو۔ تو وہ اس کو دجال کے پاس لے چلیں گے۔ جب مومن دجال کو دیکھے گا، یہ کہے گا۔ لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ پھر دجال حکم دے گا کہ اس کا سر زخمی کرو۔ پھر وہ اس کو خوب زخمی کریں گے اور اس کی پشت اور پیٹ کو مار مار کر لمبا اور وسیع کر دیں گے۔ پھر دجال اس کو کہے گا (اب بھی) تو مجھ پر ایمان نہیں لاتا؟ وہ بولے گا تو مسیح کذاب ہے۔ تو دجال اس کی چوٹی پر آرہ رکھ کر اس کو دو ٹکڑے کرا دے گا۔ پھر ان دو ٹکڑوں کے مابین چلے گا۔ پھر اس کو کہے گا تو کھڑا ہو جا تو برابر ہو کر کھڑا ہو جائے گا۔ پھر دجال کہے گا کہ (اب تو) تو مجھ پر ایمان لائے گا؟ وہ کہے گا اب میرا یقین تیرے دجال ہونے کی نسبت زیادہ ہو گیا ہے۔ پھر مومن لوگوں سے کہے گا اب اس کو کسی پر اس فعل (قتل) کی قدرت نہ ہوگی۔ پھر اس کو دجال ذبح کرنے کیلئے پکڑے گا تو خدا تعالیٰ اس کی گردن پر تانبہ رکھ دے گا، تو دجال کو اس کے ذبح کرنے کی قدرت نہ ہوگی

پھر وہ اس کے ہاتھ اور پاؤں پکڑ کر لوگوں کے خیال میں آگ میں ڈال دے گا اور درحقیقت وہ بہشت میں ڈالا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ شخص اللہ کے نزدیک شہادت میں سب لوگوں سے بڑا ہوگا۔

اور ایک حدیث میں آیا ہے:

یاتی علی القوم فیدعوھم فیؤمنون به و یستجیبو ن له فیامر السّماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیھم سارحتھم اطول ما کانت ذری واسبغه ضروعاً وامّده خوا صر۔ ثمّ یا تی القوم فیدعوھم فیردون علیه قوله فینصرف عنھم فیصبِحون ممحِلین لیس بایدیھم شیء من اموا لھم و یمرّ با لخزنة فیقول لھا اخرجی کنوزک فتبعه کنوزھا کیعاسیب النحل ثمّ یدعوا رجلاً ممتلیاً شاباً فیضربه بالسّیف فیقطعه جزِلتین ر میته الغر ض ثم ید عوه فیقبل و یتھلل و جھه بضحک۔ صحیح مسلم ص ۴۰۱

کہ دجال ایک قوم کے پاس آئے گا اور ان کو اپنی طرف بلائے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے پھر وہ آسمان کو مینہ برسانے کا اور زمین کو درخت اور کھیتی جمانے کا حکم دے گا تو وہ ویسے ہی ہو جائیں گے اور ان کے جانور بڑے بڑے موٹے تازے، پیٹ بھرے دودھ والے ہوکر آئیں گے۔ پھر وہ ایک اور قوم کے پاس آئیگا اور ان کو اپنی طرف بلائے گا۔ تو وہ اس بات کو رد کریں گے۔ پھر وہ تہی دست ہو جائیں گے۔ ان کے مال ان کے ہاتھ میں نہ رہیں گے۔ پھر وہ کھنڈروں کی طرف گذرے گا اور ان کو حکم دے گا کہ وہ اپنے خزانے نکال دیں تو ان کے خزانے ایسے اس کے پیچھے ہو چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں۔ پھر وہ ایک جوان آدمی کو بلائیگا، اور اس کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دیگا۔ پھر اس کو بلائیگا تو وہ ہنستا ہوا اور اسکا چہرہ چمکتا ہوا، آئے گا

اس قسم کے خوارق دجال موعود کے اور بھی احادیث میں مذکور اور کتب صحاح میں موجود ہیں جن کی نقل سے تطویل متصور ہے۔ اور جب ایسے خوارق دجال موعود دیکھ کر آخری زمانہ کے مسلمان اپنے ایمان کو نہ چھوڑیں گے تو اس زمانہ کے سچے اور باخبر مسلمان اس زمانہ کے ایک دجال کی ایسی خبر کو (جو علم نجوم، جفر، مسمریزم سے بلکہ صرف اٹکل وقیاس ومشاہدہ حالات عمر سے ہوسکتی ہے) سچی اور مطابق واقع کے دیکھ کر اس پر کیونکر ایمان لائیں گے۔ اور اس کے عقاید کفریہ اور اخلاق و

عادات شنیعہ کی نظر سے اس کی اس خبر کو (اگر بالفرض صادق ہو گئے) کیوں نجوم مسمریزم وغیرہ کا نتیجہ قرار نہ دیں گے، جو قادیانی کے مناسب حال ہے۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۵)

(آتھم کے مرنے کی پیشگوئی نے پوری قادیانی امت کو مضطرب کئے رکھا جیسا کہ سیرۃ المہدی میں ہے کہ پیر سراج الحق نے مجھ (بشیر احمد قادیانی) سے بیان کیا کہ جب آتھم کی پیش گوئی کی میعاد قریب آئی تو اہلیہ مولوی نور الدین نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہتا ہے کہ ایک ہزار ماش کے دانے لے کر ان پر ایک ہزار دفعہ سورہ الم تر کیف پڑھنی چاہیے اور پھر ان کو کسی کنویں میں ڈال دیا جائے اور پھر واپس منہ پھیر کر نہ دیکھا جاوے۔ یہ خواب مولوی نور الدین نے مرزا کی خدمت میں عرض کیا اس وقت مولوی عبدالکریم بھی موجود تھے اور عصر کا وقت تھا۔ مرزا صاحب نے فرمایا اس خواب کو ظاہر میں پورا کر دینا چاہیے ..اس پر مولوی عبدالکریم نے میرا اور میاں عبداللہ سنوری کا نام لیا اور حضرت نے پسند فرمایا اور ہم دونوں کو ماش کے دانوں پر ایک ہزار دفعہ سورہ الم تر کیف پڑھنے کا حکم دیا چنانچہ ہم نے عشا کی نماز کے بعد سے شروع کر کے رات کے دو بجے تک یہ وظیفہ ختم کیا ... پیر سراج الحق اور میاں عبداللہ کی روایتوں میں بعض اختلافات ہیں جو دونوں میں سے کسی کے نسیان پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً میاں عبداللہ نے اپنی روایت میں بجائے ماش کے چنے کے دانے بیان کئے ہیں، مگر خواہ ان میں سے کوئی ہو، ماش اور چنے، ہر دو کی تعبیر علم الرؤیا کے مطابق غم واندوہ کی ہے۔ جس میں یہ اشارہ ہے کہ آتھم والے معاملے میں بظاہر کچھ غم پیش آئے گا۔ سیرۃ المہدی۔ جلد دوم ص ۷۔۸۔

میاں خیر دین سیکھوانی نے مجھ (بشیر احمد) سے بیان کیا کہ عبداللہ آتھم کے متعلق پیش گوئی کے دوران میں ایک دفعہ مجھے خواب آیا کہ اس پیش گوئی کی میعاد کے مطابق عبداللہ آتھم کے مرنے کا آخری دن یہ ہے۔ خواب میں وہ دن بھی بتایا گیا۔ اس وقت میں خواب میں بہت غور سے سورج کی طرف دیکھ رہا تھا کہ کہیں عبداللہ آتھم کے مرنے سے پہلے سورج غروب نہ ہو جائے۔ اور خواب میں، میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہونے کے عین قریب ہو گیا اور آتھم کے مرنے کی کوئی خبر نہ آئی۔ پھر میں نے ربنا آتنا فی الدّنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ پڑھنا شروع کیا، مگر سورج غروب ہو گیا اور پھر بھی کوئی خبر نہ آئی۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا اور یہ خواب حضرت (مرزا) صاحب کو سنایا۔ حضور نے حساب لگا کر فرمایا کہ ہاں آخری دن تو وہی بنتا ہے جو آپ کو خواب میں دکھایا گیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی جب اسکے متعلق دعا کرتا ہوں تو دعا میں پورے طور پر توجہ قائم نہیں ہوتی۔ سیرۃ المہدی۔ ص ۲۰۶ جلد ۳)

عرب علماء کی تصدیق کی حقیقت

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے کتابچے ،سچائی کا اظہار، کے سرورق پر لکھا ہے کہ اس رسالہ میں بعض فاضل اور مستند علماء عرب اور شام نے اس عاجز (قادیانی) کی نسبت تصدیق ہے۔
پھر اس کے صفحہ ٦ میں لکھا ہے:

ڈاکٹر مارٹن کلارک کے ایک وہم کا ازالہ

ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب نے اپنے اشتہار ۱۲ مئی ۱۸۹۳ء میں جو بطور ضمیمہ نور افشاں لودیانہ کے شائع ہوا ہے شیخ بٹالوی کی کتاب اشاعۃ السنہ سے یہ دھوکہ کھایا ہے، یا لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا مستند علماء اس عاجز کو کافر قرار دیتے ہیں۔اسلئے عام وخاص کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ تمام مستند علماء اسلام جن کو خدا تعالی نے علم و عمل بخشا ہے اور نور فراست ایمانیہ عطا کیا ہے وہ میرے ساتھ ہیں۔اور اس وقت چالیس کے قریب ہیں۔اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی اور علمی اور عملی کمالات سے تہی دست ہیں۔اگر اس عاجز کا یہ بیان ڈاکٹر صاحب کی نظر میں محمول بر مبالغہ ہو، تو ڈاکٹر صاحب کسی ایسے جلسہ مباحثہ میں جو علماء مخالفین اور اس عاجز کے گروہ کے فاضل علماء میں واقعہ ہو، خود شامل ہو کر دیکھ لیں۔ بلکہ عنقریب ایک ایسا جلسہ مباحثہ ۱۵ جون ۱۸۹۳ء تک ہونے والا ہے۔اس میں فریق مخالف مولوی غلام دستگیر اور ان کے ہم مشرب تمام علماء لاہور ہوں گے اور اس طرف سے کوئی ایک یا دو فاضل مقابلہ کے لئے تجویز کئے جائیں گے۔ پھر پادری صاحب چشم خود دیکھ سکتے ہیں کہ علماء ربانی اور مستند فاضل کس طرف ہیں اور نام کے مولوی اور ژولیدہ زبان کس طرف۔نقل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔(مرزا صاحب نہ اس مباحثہ کیلئے خود لاہور گئے، نہ اپنے کسی مرید کو بھیجا۔ بہاء) ایک دشمن بخیل کی قلم سے جو نکلے وہ یک طرفہ بیان عقل مند کی نظر میں ہرگز وقعت اور عزت نہیں رکھتا۔ بلکہ ہر ایک حقیقت عند الامتحان کھلتی ہے۔ ماسوائے اسکے ڈاکٹر صاحب یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام کے مستند علماء کا تخت گاہ حرمین شریفین ہے زادھما اللّٰہ مجداً و شرفاً و برکتاً اور اسلام میں بلا دعرب

خاص کر کے مکہ و مدینہ دین کا گھر سمجھے جاتے ہیں۔ سو ان متبرک مقامات کے جگر گوشہ اور فاضل مستند بھی اس عاجز کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ بطور نمونہ تین بزرگوں کی تحریرات ذیل میں لکھتا ہوں۔

اخی مکرمی مولوی حافظ محمد یعقوب صاحب ڈیرہ دون سے لکھتے ہیں:

(میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ آپ امام زمانہ ہیں۔ مؤیّد من اللّٰہ ہیں۔ علماء کو اللہ تعالیٰ نے ضرور آپ کا شکار بنایا ہے.. آپ کا مخالف کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ آپ کے خادموں میں زندہ رکھے اور اسی میں مارے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر)۔ ایک عالم عرب اس وقت میرے پاس بیٹھے ہیں۔ شامی ہیں، سید ہیں، بڑے ادیب ہیں۔ ہزاروں اشعار عرب عاربہ کے حفظ ہیں۔ ان سے آپ کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔ وہ متبحر عالم، میں عامی۔ مگر توفّی کے معنیٰ میں کچھ بن نہ پڑا۔ آپ کی عبارت آئینہ کمالات جو عربی ہے ان کو دکھائی گئی۔ کہا

واللہ ایسی عبارت عرب نہیں لکھ سکتا، ہندوستانی کو تو کیا طاقت ہے۔ قصیدہ نعتیہ دکھایا۔ پڑھ کر رو دیا اور کہا خدا کی قسم میں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار کو کبھی پسند نہیں کیا اور ہندیوں کا تو کیا ذکر۔ مگر ان اشعار کو حفظ کروں گا اور کہا واللہ جو شخص اس سے بہتر عبارت کا دعویٰ کرے، چاہے عرب ہی کیوں نہ ہو وہ ملعون مسیلمہ کذاب ہے۔ تم کلامہ

حضرت! میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ کلام ربانی اور تائید مسیحائی کا اعجاز ہے آدمی کا کام نہیں۔ میں نے حضرت کو اپنی جان اور مال اور اپنی اہل اور اولاد میں مالک کر دیا۔

اس کے بعد مرزا قادیانی نے اس کتابچے کے صفحہ ۸ میں اس عرب کا خط نقل کر کے اپنا جواب نقل کیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۲ میں دوسرے عرب کا خط نقل کیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۳ میں تیسرے عرب کے خط سے کچھ عبارت نقل کی ہے۔

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس دعویٰ اور اس کے ثبوت وشواہد میں قادیانی نے جو کچھ کہا ہے وہ اکاذیب ومغالطات کا مجموعہ ہے، ازاں جملہ تین کذبوں کی تفصیل کی جاتی ہے:۔

پہلا کذب اس کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام مستند علماء میرے ساتھ ہیں اور وہ اس وقت چالیس کے قریب ہیں اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی ہیں۔

اس دعویٰ کے دوسرے حصہ حصے کا کذب ہونا تو اظہر من الشّمس ہے۔ مرزا قادیانی کے

تکفیر پر پشاور سے کلکتہ تک کے جن مشاہیر علماء وفضلاء کا اتفاق ہوا ہے، ان کی علمیت وفضیلت عوام وخواص میں مسلم ہے۔ مرزا قادیانی پر وہ مخفی ہے تو یہ اسکی آنکھ کا قصور ہے، نہ کہ علماء کا قصور ہے۔

اوراس دعوی کے پہلے حصہ کا کذب عوام پر (جو قادیانی کے مریدوں کو مولوی سمجھتے ہیں) مخفی ہو تو ہو، خواص تو اس کو کذاب جانتے ہیں، اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ قادیانی کے ساتھ ایک بھی ایسا عالم و فاضل نہیں ہے جسکو علماء کی اصطلاح میں مولوی یا عالم کہا جاسکے۔ قادیانی نے اس رسالہ میں تین اشخاص کو عالم قرار دے کر ان کی عبارتوں اور خطوں کو ان کے علم وفضیلت کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے لہذا ان ہی تین عربی مولویوں کے عالم نہ ہونے سے تعرض کرنا کافی ہے جس کو قادیانی نے اپنے دعوی کا شاہد ٹھہرایا ہے جو کذب دوم مرزا قادیانی کے ردّ و جواب میں عمل میں آتا ہے۔

قادیانی کا دوسرا کذب اس کا یہ دعوی ہے کہ

تخت گاہ حرمین شریفین کے جگر گوشہ اور مستند علماء اس کے ساتھ شامل ہوتے جاتے ہیں۔ ان میں سے بطور نمونہ تین بزرگوں کی تحریرات بطور نمونہ نقل کی ہیں۔

مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

یہ دلیل نہیں، بلکہ عین دعوی ہے۔ قادیانی کا دعوی یہ تھا کہ مستند علماء وفضلاء حرمین میرے ساتھ ہیں اوراس کا ثبوت اس نے یہ دیا کہ تین علماء وفضلاء عرب وشام نے اپنے خطوں میں میری تصدیق کی ہے۔ اور یہ نہ سوچا کہ ان تینوں کا عالم فاضل ہونا ہمارے مخالفوں کے نزدیک کب مسلم ہے کہ ان تینوں کی تصدیق میرے دعوی کی دلیل بن سکے۔ یہ تو وہی دعوی ہے جو میں نے کیا ہے کہ عرب کے مستند علماء وفضلاء میرے ساتھ ہیں۔ ان تینوں کا میری تصدیق میں خطوط لکھنا تب دلیل ہوتا جب کہ ان تینوں کا عالم و فاضل ہونا مخاطبوں میں مسلم ہوتا، یا میں پہلے اس کو بدلائل ثابت کرلیتا۔ اور اگر قادیانی نے اس خیال سے ان تینوں کی تحریر ومقال کو اس دعوی کی دلیل قرار دیا ہے کہ ان تینوں نے عربی میں خطوط لکھے ہیں جو ان کے عالم و فاضل ہونے پر دلیل ہیں۔ اور شامی کو تو ایک مولوی ڈیرہ دون (محمد یعقوب) نے بھی عالم فاضل کہہ دیا ہے، اور اس سے ایسی باتیں نقل کی ہیں جو اس کے فاضل ہونے پر دلیل ہیں، تو یہ قادیانی کی سفاہت و بے علمی پر دلیل ہے۔ ان تینوں خطوں سے ان تینوں کا عالم و فاضل ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ قادیانی کے فرضی مولوی دیرہ دونی کے شامی کو عالم و فاضل کہنے سے یا ان باتوں سے جو اس نے شامی سے نقل کی ہیں، شامی کا عالم وفاضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان خطوط سے ان کی فضیلت تین وجہ سے ثابت نہیں ہوسکتی:۔

وجہ اول: اس پر کوئی دلیل نہیں کہ وہ خط انہوں نے اپنی قلم اور علم سے لکھے ہوں، کیوں جائز نہیں کہ کسی اور سے لکھوائے ہوں۔

وجہ دوم: عربی ان لوگوں کی مادری زبان ہے اور مادری زبان میں کچھ لکھنا یا لکھانا عالم ہونے کی دلیل نہیں۔ علوم سے جاہل بھی اپنی مادری زبان میں نظم ونثر میں اچھی طرح لکھتے ہیں، پھر وہ عالم و فاضل نہیں کہلاتے۔

وجہ سوم، ان خطوں کی عربی عبارت بتا رہی ہے کہ ان کے راقم علوم صرف ونحو ادب وغیرہ سے محض جاہل ہیں اور ان خطوں میں انہوں نے ایسی غلط تک بندی کی ہے جیسے جاہل اہل لسان کیا کرتے ہیں۔ ان تینوں خطوں کی عبارت اول سے آخر تک غلط ہے۔ ہم بطور مثال ان تینوں کی چند غلطیاں، جو ان کی بے علمی پر دلیل ہیں، اہل علم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ کے ص ۲۵۴ سے ۲۶۱ تک ان عربوں کی غلطیاں بیان کی ہیں)۔ پھر صفحہ ۲۶۲ پر لکھا ہے کہ قادیانی اپنے رسالہ، سچائی کا اظہار میں: فاضل عربی کے محبت نامہ کا جواب اس عاجز کی طرف سے، کے عنوان سے اپنا عربی خط نقل کرتا ہے جو درج ذیل ہے:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم السّلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ ۔ امّا بعد فاعلم یامحبّی و مخلصی قد وصلنی کتابکم العزیز و اذا فتحتہ و نظرت الیہ و قرأتہ و فہمت ما فیہ فاذا ہو من حب حفیی و تقیی و فہیم و ذکیی نا قد بصیر ذی رأی صائب و عقل عزیز الی فقیر۔ عرضۃ تکفیرٍ مہجور صغیرٍ و کبیرٍ۔ فحمدت اللّٰہ علی انّہ وھب لیی کمثلک محباً مسلیاً من العرب العرباء و بشّرنی بہ نسیم محبۃ تلک الشرفاء وکنت قد نمقت کتاباً لارسلہ الی دیار العرب والشام لعلی انصرمن تلک الکرام فوجدت مکتوبک فی اسعد الایام و حسبتہ باکورۃ جنی العرب و تفألت بہ لاصلاح الشرق و الغرب ۔ و تاقت نفسی ان اوطنی اللہ ثراک لا فوز بمراک (اوطئنی ۔ شمس)۔

یا اخی ان علماء ہذہ الدیار قد اکفرونی و کذبونی و رمونی بالبھتانات ۔ و تمائلوا علیّ باللعن و الطّعن و الھذیانات۔ فبئرت

من تلک العلماء وعلمهم ۔ و لحقت بمن یشک فی سلمهم و انّی اری خوا طرهم تشابه خوا طر الیهود، فی ظنّ السّوء و التّجاسر امام الرب المعبود ۔ ا صروا علی اکفاری و جاهدوا لاضراری ۔ و کفروا مؤمناً موحداً فی التحریر والتقریر ۔ و ما ندموا علی بادرة التکفیر و ظنوا انّ الوقت لیس وقت ظهور مجدد یجدّد الدّین و یرجم الشیاطین اما رؤا ان الفاسق قد وقب ۔ و مهجة الخیر قد اتنقب ۔ و العدو صال علی حصن ا لاسلام و نقب ۔ و ا خذ الظلام موضع النور و عقب ۔ و ظهر قوم علی الارض یعبد الصلیب ۔ و یتخذالهاً العبد الضعیف الغریب و یضل البعید و القریب ما فی ید یهم الّا المکر وا الزّور ۔ او المال الموفور ۔ فتهوی الیهم العمی والعور۔ و د خل فی شرکهم الزمر و الجمهور۔ وعسی ان یدرک هذا العطب اکثر المسلمین۔ ویفنون من ایدی المغتالین۔ فنظر اللّه الی الامة المرحومة و وجدهم المستضعفین۔ فارسل عبداً من عباده لیجدّد الدّین و یقیم البرا هین۔ یا ا خی انّ هذه الایام لیل دامس۔ و طریق طامس ۔فریء الله تعالی مفاسد هذا الزمان و تطایئر فتن الدوران۔ وظلام الکفر والطغیان وقیام الخلق علی شفاء النیران(شمس قادیانی نے حاشئے میں تصحیح کر کے شفا لکھ دیا ہے۔ بہاء)۔ فاعطی بفضله مصبا حاً یومنهم العثار ..و ینیر السّنن والآ ثار و انّی قصّصت علیکم بعض هذه ا لآلام لتد رککم رقة علی غر بة الاسلام ۔ فانّی ارا ک فتی صالحاً و من المخلصین المحبین و قد اسررتنی بکلمات محبتک و سلّیت باقوال مود تک غریباً مهجور القوم و مورد الطعن و اللوم ۔ فجزا ک الله و ر حمک و هو ار حم الرا حمینؒ آمین ۔

الراقم العبدالضعیف مہجور القوم غلام احمد عفی عنہ

مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس خط کی چند غلطیاں بطور تمثیل بیان کی جاتی ہیں:۔

۱۔اس میں پہلی غلطی لفظ عزیز کو عقل کی صفت میں لانا ہے ۔

۲۔ تما یلوا علیّ تمایل کے معنی باہم دگر ایک کا دوسرے پر جھکنا ہے، نہ کہ سب کا کسی اور پر جھکنا جو قادیانی کا مقصود ہے۔ اس مقصود کے لئے لفظ ما لوا علیّ چاہیے تھا۔

۳۔ مهجه الخیر ۔بفتح اول ۔حائے حطی سے چاہیے، نہ کہ ہوّز سے۔ اور اگر اس لفظ سے مهجة بضم اول وسکون ثانی مراد ہے جس کے معنی خون یا خون دل یا روح کے ہیں تو وہ یہاں بن نہیں سکتے۔ اور اس کے نقب کے کچھ معنی نہیں۔

۴۔۵۔۶۔ قوم کی صفات یعبد و یتّخذ و یضلّ بصیغہ مفرد لانا غلط ہے۔ تمام قرآن میں قوم کی صفات جمع آئی ہیں۔ قوم لا یفقھون؛ قوم یعکفون وغیرہ

۷۔ شفاء النیران شفا بمعنی کنارہ بلا ہمزہ آنا چاہیے۔ وکنتم علی شفا حفرۃٍ مّن النّار

۸۔ اسرر تنی ۔ سرّ مجرد خوش کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ نہ اسرّ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۵)

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ جہاں تک دیرہ دونی کے خط سے شامی صاحب کی فضیلت ثابت کرنے کوشش کی گئی ہے تو عرض ہے کہ دیرہ دونی کا نہ اپنا قول شامی کی فضیلت کا مثبت ہو سکتا ہے نہ اس کی نقل جس میں اقوال شامی منقول ہیں۔ اس کا اپنا قول اس وجہ سے مثبت نہیں ہوسکتا کہ وہ خود عالم نہیں۔ اپنے امی و عامی ہونے کا خود اقراری ہے چنانچہ اس کے خط میں جو قادیانی نے نقل کیا ہے یہ اقرار موجود ہے اور یہ قاعدہ مسلمہ کل ہے کہ کسی کے عالم ہونے کی شہادت اسی شخص کی معتبر ہے جو خود بھی علم رکھتا ہو۔ ایک دانا کا قول ہے:

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

ایک اور دانا کہتا ہے:

صائب دو چیز می سکند قدر شعر را تعریف ناشناس وسکوت قدر شناس

ان دونوں مسلّمات سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ دیرہ دونی کی تعریف شامی کی فضیلت کو توڑتی ہے، نہ کہ جوڑتی۔ اس کی نقل جس میں شامی کے اقوال منقول ہیں، اس لئے مثبت فضیلت نہیں ہوسکتی کہ وہ اقوال علم وعلماء کی شان سے بہت بعید ہیں۔ وہ اقوال واقعی شامی صاحب نے کہے ہیں تو ان سے ثابت ہے کہ شامی صاحب عالم نہیں ہیں۔

ازانجملہ ایک قول یہ ہے جو دیرہ دونی نے شامی سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا:

میں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار کو کبھی پسند نہیں کیا، اور ہندیوں کا تو کیا ذکر ہے۔

یہ قول اگر واقعی شامی کا قول ہے تو یہ یقین دلاتا ہے کہ شامی صاحب کا جوف علم سے خالی

ہے اور بجائے علم اس میں نادانی کی ہوا بھری ہوئی ہے کیونکہ خالی برتن ہی زیادہ بولتا ہے اور وہی برتن اچھلتا ہے جو بھرا ہوا نہ ہو۔

آپ اس زمانہ کے تمام عربوں کے اشعار کو پسند نہیں کرتے، سب ہندیوں کو ہیچ سمجھتے ہیں، اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ آپ شعر گوئی اور ادب کہاں سے سیکھے ہیں؟ اور آپ ہیں کس زمانہ کے؟ کوئی پرانا خرانٹ عرب شاعر وخطیب یہ دعوی کرے، تو زیب بھی دے آپ تو ہنوز بچے ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت بائیس برس کی ہے، چنانچہ آپ نے عند الملاقات بیان کیا۔ اور آپ کا چہرہ دیکھ کر بھی ہر کوئی آپ کی یہی عمر بتائے گا۔ اور جو کچھ آپ نے عربیت اور ادب سے سیکھا ہے اگر وہ عرب میں سیکھا ہے (چنانچہ آپ کا دعوی ہے) تو ضرور ہے کہ آپ کے عربی استاد پرانے شاعر آپ سے فائق ہوں۔ اور اگر مدرسہ عربی سہارن پور وغیرہ میں سیکھا ہے (چنانچہ آپ کے بعض ہم مکتبوں کا بیان ہے۔ وہ میرے ایک عزیز دوست مولوی ثناء اللہ امرتسری ہیں جنہوں نے بذریعہ خط مجھے انہی دنوں اطلاع دی تھی کہ یہ شخص سہارن پور میں میرے ساتھ پڑھتا تھا، میں اس کو خوب جانتا ہوں۔ اسکے بعد شامی صاحب نے بھی عند الملاقات بیان کیا کہ میں سہارنپور پڑھتا رہا ہوں) تو ضرور ہے کہ آپ کے ہندی استاد ادب میں آپ سے برتر ہوں۔ آپ اپنی عمر کے چار پانچ سالوں میں جو بعد بلوغت آپ کو نصیب ہوئے ہیں، ایسے شاعر وادیب کیونکر بن گئے کہ تمام عرب اور ہندیوں کو ہیچ سمجھنے لگے۔ : کے آمدی وکے پیر شدی۔ اے حضرت! بسیار عمر باید تا پختہ شود خامی۔ آپ کی یہ لاف زنی یہ یقین دلاتی ہے کہ آپ عالم نہیں ہیں۔

ازانجملہ شامی صاحب کا یہ قول ہے جو ڈیرہ دونی نے ان سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اس سے (یعنی قادیانی کی عربی کتاب وساوس سے) بہتر لکھنے کا دعوی کرے چاہے، عرب ہی کیوں نہ ہو، وہ ملعون مسیلمہ کذاب ہے۔

یہ قول بھی اگر ان کا ہے تو اور بھی یقین دلاتا ہے کہ شامی صاحب عربیت اور علوم سے محض ناواقف اور اجنبی ہیں۔ کتاب وساوس کی عربی ایسی غلط وکریہہ ہے کہ ادنی طالب العلم، علم نحو کو جاننے والا، اس کی غلطی پر شہادت دے سکتا ہے۔ چنانچہ بعض اغلاط عبارت عربی قادیانی کی فہرست سے (جو عنقریب نقل ہوگی۔ بہاء) سے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ پھر جو شخص اس عبارت کو بے نظیر کہے وہ ناواقف نہیں تو اور کون ہے۔ اور اس کتاب کی عبارت عربی سے بہتر عبارت لکھنے والے کو ملعون ومسیلمہ کذاب کہنا بھی اسی کا کام ہے جو علوم ومسائل دین سے محض ناواقف اور جاہل ہو۔ مسلمان

اہل علم کو اس بات کا کامل یقین ہے کہ یہ رتبہ کہ اس سے بڑھ کر یا اسکے برابر کسی سے بن نہ پڑے، صرف قرآن مجید ہی کو حاصل ہے جس نے فأتوا بسورةٍ مّن مّثله کا اشتہار دیا ہوا ہے۔ اور اس کا مقابلہ و معارضہ بھی بجز مسیلمہ کذاب و دیگر کذابین کسی نے نہیں کیا (جس میں وہ ناکامیاب ہی رہے)۔ پس اگر شامی صاحب قادیانی کی عبارت عربی کو قرآن کی ہم پلہ سمجھتے ہیں تو پھر وہ کون ہوئے۔ ہم خود کچھ نہیں کہتے، ناظرین آپ ہی فتوی لگا دیں گے۔

(مولانا بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ شامی صاحب سے ایک دفعہ میری ملاقات ہوئی تو میں ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے یہ کلمہ کہا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے ہرگز نہیں کہا، یہ مجھ پر افتراء اور کذب ہے۔ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اسکی نقل و بیان میں کاذب و مفتری کون ہے؟ قادیانی یا دیرہ دونی، یا شامی، بہر حال ہمارا جھوٹا کہیں نہیں گیا۔ قادیانی ہو یا دیرہ دونی یا شامی۔ اور یہ کلام پایہ اعتبار سے ساقط ہے اگر شامی صاحب جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی تعریف و تائید قادیانی لائق اعتبار نہیں اور اگر دیرہ دونی نے یہ افتراء کیا ہے تو اس کی نقل پایہ اعتبار سے ساقط ہے، اور اگر یہ قادیانی کی من گھڑت ہے تو ان کے دعاوی حقانیت و مسیحائیت و ولایت و نبوت سب غلط ہوتے ہیں۔ ایسے مفتری کذاب سچے مسیح و ولی نہیں ہو سکتے)

یہ ان تینوں صاحبوں کے عالم ہونے کے دعوی قادیانی اور اس کے شواہد میں کلام ہے۔

اب ان تینوں کے مستند اور جگر گوشہ حرمین شریفین ہونے میں، جسکا قادیانی نے دعوی کیا ہے، گفتگو ہوتی ہے۔ پس واضح ہو کہ حرمین کے مستند ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حرمین اور ان کے ماتحت بلاد کے لوگ ان کے فتوی سے استناد اور اعتماد کریں، اور دین میں ان کی سند لیں۔ اور جگر گوشہ ہونے کے معنی تو ظاہری ہیں کہ وہ جگر کے ٹکڑے ہیں اور حرمین میں ایسے عزیز الوجود یا رکن رکین ہیں جیسے بدن انسان میں جگر ہوتا ہے کہ وہ نہ ہو تو انسان زندہ ہی نہیں رہتا۔

اور ان صفات کا ان تینوں صاحبوں میں پایا جانا کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہے۔ ہزاروں اہل اسلام عرب اور حرمین میں گئے ہیں۔ یہ خاکسار راقم خاص مکہ معظّمہ میں چھ مہینے کے قریب رہ کر آیا ہے۔ کسی گلی کوچہ، مدرسہ، مکتب، دار القضاء، دار الافتاء، بیت الشرفاء میں ان کا نام تک نہیں سنا۔ اور بہت سے فتوے عرب سے ہندوستان میں آئے اور موجود ہیں، کسی فتوی پر ان تینوں کا دستخط یا مہر نہیں ہے۔

دوسرے اور تیسرے صاحب کو تو میں نے نہیں دیکھا مگر پہلے شامی صاحب کو تو ہندوستان و پنجاب کے بہت لوگوں نے دیکھا اور ان کے حالات کو سنا ہے۔ اور وہ اب تک (یعنی ۱۸۹۳ء تک)

پنجاب میں موجود ہیں۔ ان کی صورت اور عمر دیکھ کر کس و ناکس کہہ سکتا ہے کہ وہ ہنوز بچے ہیں اور لائق نہیں کہ عرب کے مستند علماء وفضلاء میں شمار ہوں۔ یہ بھی عموماً دیکھا گیا ہے (اگر چہ خاص کر ان تینوں صاحبوں کی نسبت کچھ نہیں کہا جا سکتا) کہ عرب چھوڑ کر جو لوگ ہندوستان میں آتے ہیں وہ اکثر عامی ہوتے ہیں، جو صرف گداگری کیلئے شہر بشہر پھرتے ہیں۔ وہاں کے نامی علماء اور خاندانی مشائخ و شرفاء اپنے مقدس ملک کو کب چھوڑتے ہیں۔ جن کو ہمارے اس بیان میں نزاع ہو وہ ہم کو بتا دیں کہ کون سا عالم مفتی یا شیخ یا شریف ہندوستان آیا اور وہ در بدر اور شہر بشہر پھرا ہے۔ ایسا کوئی عالم شریف نہ بتا سکیں تو سمجھ جائیں کہ صدہا آوارہ گرد بادیہ نورد عرب سے ہندوستان میں روٹی کمانے آتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے چند فلوس دیکر جو کچھ کوئی چاہے لکھوا سکتا ہے اور اہل دانش و بینش ایسے بے پتہ اشخاص کے قول و فعل کا ہرگز اعتبار نہیں کیا کرتے۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۵)

بٹالوی پیشگوئی کہ قادیانی حج نہیں کریگا

مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ قادیانی نے جو یہ کہا ہے کہ

اسلام کے مستند علماء کا تخت گاہ حرمین شریفین ہے زا ھما اللّٰہ مجداً و شرفاً و برکتاً اور اسلام میں بھی بلاد عرب خاص کر کے مکہ و مدینہ دین کا گھر سمجھے جاتے ہیں۔

اس سے جو اس کا مقصود تھا (کہ علماء حرمین اس کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں) وہ تو جیسا باطل ہوا ہے ناظرین پر مخفی نہ ہوگا، مگر یہ قول آپ کا اگر دل سے ہے، تو اس پر آپ کا دہن مبارک قند و شکر سے بھر کر دینے کا مستحق ہو گیا ہے اور آپکا یہ قول آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

ہم اس قول کی دست آویز سے مرزا قادیانی کو ایسی تدبیر و تجویز بتاتے ہیں جو روز کے جھگڑوں کی جڑ کاٹ دے اور قادیانی کو (اگر وہ اپنے دعووں میں اور نیز اس قول میں سچا ہے) تمام جہان کا عزیز و مخدوم و مقبول بنا وے۔ وہ تدبیر یا تو قیر و تجویز ہر دل عزیز یہ ہے:

قادیانی صاحب ان تینوں فرضی علماء حرمین کی شہادت کو تو واپس لیں اور اسکے بجائے خود بنفس نفیس حرمین شریفین میں تشریف لے چلیں۔ ان کا زاد راہ خاکسار کے ذمہ ہے، جب قصد

کریں فوراً نقد وصول کرلیں ۔ اور وہاں چل کر پہلے کعبہ کا حج کریں اور اس فریضہ اسلام کے ادا کرنے سے جو غالباًدس ہزار روپیہ کی ذاتی جائداد کے مالک ہونے سے اور دس ہزار سے زائد فتوحات کا روپیہ آنے سے ان پر فرض ہو چکا ہوگا، فارغ ہوکر پورے مسلمان بنیں ۔اس کے بعد اپنے عقاید و مقالات کو علماء حرمین شریفین کے حضور پیش کریں۔

ان علماء نے ان عقاید کو اسلامی عقاید قرار دیا اور آپ کو مجدد و امام وقت و مسیح موعود سمجھ کر اپنا مقتداء بنالیا تو پھر ہندوستان کیا تمام روئے زمین کے مسلمانوں میں آپ مخدوم و امام مانے جائیں گے ۔اور آپ کے مخالفین و معارضین، خصوصاً یہ خاکسار اڈیٹر اشاعۃ السنہ، جو اس سفر میں آپ کا ہم رکاب ہوگا، بھی آپ کا لوہا مان لے گا۔ پس اب چلنے کی ہی ٹھہراویں ۔اب تو آپ پر حج بھی فرض ہوگیا، اور عدم استطاعت کا عذر اگر تھا، جاتا رہا۔ایک شخص آپ کے زاد راہ کا ذمہ دار ہوگیا ہے اور آپ کی سچائی کا وہ معیار و قانون جس کو آپ نے بڑے فخر وناز کے ساتھ بیان کیا تھا آپ کے خصم نے مان لیا ہے، اب کیا رہا؟

آپ نے اس تدبیر و تجویز کے تسلیم سے انکار کیا، تو کس ناکس کو یقین ہوگا کہ حرمین اور وہاں کے علماء کی تعریف میں آپ کا وہ بات کہنا محض کذب ہے اور چھپے نفاق پر مبنی ہے۔اور آپ کا یہ دعوی کہ مستند علماء حرمین آپ کے ساتھ ہو جاتے ہیں نیز محض کذب ہے جس سے جہلا عوام کی تسخیر آپ کو مدنظر ہے۔اور آپ کو کامل یقین ہے کہ حرمین شریفین کے علماء آپ کو کافر بلکہ اکفر جانتے ہیں اور اس وجہ سے آپ حرمین کے فتوی و فیصلہ پر ہرگز راضی نہ ہوں گے بلکہ کبھی حرمین جانے کا قصد نہ کریں گے ۔اور یہ جانتے ہوں گے کہ آپ حرمین جاکر اور وہاں پر اپنے عقاید جدیدہ ظاہر کرکے وہاں سے زندہ سلامت واپس نہیں آسکتے اور اس خوف و عذر سے آپ حج خانہ کعبہ بھی اپنے ذمہ سے ساقط کر بیٹھے ہوں گے ۔ ہمارا خیال غلط ہے تو بسم اللہ کیجئے اور حرمین چلنے کی تیاری کرکے جب چاہیے، زاد راہ لیجئے ۔ (اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۵)

(لیکن مرزا نے حج نہیں کیا جیسا کہ مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد کہتے ہیں کہ (میرے ماموں) ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے حج نہیں کیا، اعتکاف نہیں کیا، زکوۃ نہیں دی، تسبیح نہیں رکھی ۔..صدقہ نہیں کھایا، زکوۃ نہیں کھائی، صرف نذرانہ اور ہدیہ قبول فرماتے تھے۔سیرۃ المہدی، جلد۲، ص۵۲)۔

عوام الناس کو علماء قرار دینا

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا اکاذیب میں سے تیسرا کذب قادیانی کا حافظ محمد یعقوب خان مقیم دیرہ دون کو مولوی کہنا اور ان کو اپنا ایسا حواری قرار دینا کہ وہ آپ کو امام وقت مان گئے ہیں، اور اپنی جان اور اہل (یعنی زوجہ اور اولاد) کا مالک بنا چکے ہیں۔

مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ ہم نے قادیانی کے رسالہ سچائی کا اظہار میں حافظ محمد یعقوب خان صاحب کا وہ خط جو قادیانی نے ان سے نقل کیا ہے، پڑھا تو اس پر ہم کو تعجب ہوا کہ ایک شخص مولوی عالم ہو کر قادیانی جیسے بداعتقاد و زندیق کو اپنا امام اور اپنے بیوی بچوں کا مالک بنا رہا ہے۔ اس سے پہلے حکیم نورالدین نے قادیانی کے حق میں ایسے کلمات کہے تھے مگر ان کا ایسا کہنا محل تعجب نہ تھا کیونکہ وہ صاحب غرض ہیں اور قادیانی کے ذریعہ اپنا نیچری مذہب پھیلانا چاہتے ہیں۔ لہذا وہ اس غرض کیلئے جس قدر جھوٹ بولیں اور اس ذریعہ سے لوگوں کو دام میں لاویں، وہ تھوڑا ہے۔ اور نیچریوں کے نزدیک فرقہ خطابیہ کے مانند نصرت مذہب کیلئے جھوٹ بولنا گناہ نہیں۔ اس قسم کا جھوٹ کیا، کوئی گناہ بھی انکے نزدیک گناہ نہیں۔ اور نجات کیلئے ان کے نزدیک صرف خدا کو دل سے خدا مان لینا کافی ہے اور صرف اسی اعتقاد کا نام مذہب اور اسلام ہے دیگر ہیچ۔ مگر کسی صحیح الاعتقاد مسلمان عالم کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ قادیانی کے حق میں ایسے کلمات کہے۔ اس وجہ سے میں نے دیرہ دون کے خریداران اشاعۃ السنہ پیر جی خدا بخش اور ان کے خلف الرشید محمد حنیف سوداگر سے حافظ صاحب کا حال دریافت کیا۔ اس دریافت کرنے پر حافظ محمد یعقوب خاں نے خود ہی اپنا حال اپنے خط میں لکھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس خط سے جیسا کہ حافظ محمد یعقوب خان کا مولوی و عالم نہ ہونا ثابت ہوتا ہے، ویسا ہی یہ ثابت ہے کہ وہ ہنوز پورے عیسائی مرزائی نہیں ہوئے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس وقت تک حنفی المذہب مقلد لکھتے ہیں.... قادیانی کا حافظ محمد یعقوب خان کو اولاً مولوی کہنا، پھر ان کو اپنا فدائی مملوک قرار دینا اپنے اس دعوی کی تصدیق کیلئے کہ، مولوی عالم اسکے ساتھ ہیں جن کی تعداد چالیس کے قریب ہے اور وہ اس کے پیرو ہوتے جاتے ہیں، کذب ہیں اور اس کذب سے اس کی غرض یہ ہے کہ جاہل لوگ خصوصاً اسکے دام میں آجائیں۔ قادیانی کے ایسے

شخصوں کو (جو مولوی ہونے سے خود انکار کریں) مولوی کہنے سے ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اسکے باقی پیرو (جن کی تعداد وہ چالیس کے قریب بتا تا ہے) بھی اسی قسم کے ہوں گے۔ یہ کذب قادیانی کچھ نیا نہیں ہے بلکہ یہ اسکی قدیم سنت ہے۔اس نے اپنے ازالہ اور فیصلہ آسمانی میں منشی غلام قادر اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ کو، اور فیصلہ آسمانی منشی میں محکم الدین مختار امرتسر کو (جنہوں نے آج تک خود مولوی نہیں کہلایا، نہ کسی اور اہل علم نے ان کو مولوی کہا ہے) مولوی لکھ دیا تھا۔

"(منشی غلام قادر بعدازاں مرزا صاحب سے الگ ہو گئے تھے جیسا کہ مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں کہ ڈاکٹر اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ منشی غلام قادر فصیح سیالکوٹی، مرزا کے دعوی مسیح موعود کے بعد جلد بیعت میں داخل ہوئے تھے اور ابتداء میں ہر طرح کا جوش اور اخلاص دکھاتے تھے چنانچہ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب نے ان کا بھی ذکر کیا ہے..ان کو نہ آتھم کے زلزلہ کے وقت ابتلاء آیا اور نہ محمدی بیگم کے نکاح کے فسخ کے وقت ابتلاء آیا۔ بلکہ ابتلاء آیا تو عجیب طرح آیا۔یعنی مرزا صاحب جب چولہ صاحب دیکھنے کیلئے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے اور پھر ست بچن لکھنے کا ارادہ فرمایا، تو ان صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا کہ واہ یہ خوب مسیح اور مہدی ہیں جو ایسی فضول باتوں کیلئے دوڑے پھرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ بابا نانک مسلمان تھے..غرض کہ وہ پھر ایسے الگ ہوئے کہ مرتے دم تک ادھر رخ نہ کیا۔خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ فصیح صاحب آتھم والے مناظرہ میں ہماری طرف سے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے تھے۔اچھے انگریزی خوان تھے مگر افسوس ہے کہ بعد میں ٹھوکر کھا گئے۔سیرۃ المہدی ص۲۷۱ جلد سوم)

(مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے) فہرست مریدان اور حاضرین جلسہ سالانہ ۱۸۹۱،۱۸۹۲ء کی فہرستوں میں کس وناکس کو مولوی لکھ دیا جس سے اس کا مقصود وہی دھوکہ دہی ہے کہ جاہل لوگ مولویوں کا نام سن کر اس کے دام میں پھنسیں۔اسی غرض سے اس رسالہ میں اس نے مولویوں کی تعداد چالیس کے قریب بتائی ہے۔ہم نے اس کی جملہ فہرستوں کے مولویوں کو شمار کیا، تو ان میں سکولوں کے ٹیچر (معلم) اور نام کے مولوی (جن کو بجز قادیانی کسی اہل علم نے مولوی نہیں کہا) ملا کر انکی کل تعداد ۲۶ سے زیادہ نہ پائی۔اس ۲۶ میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو اسکے سالانہ جلسوں میں محض وزیٹروں (تماشائیوں) میں آئے تھے اور وہ اسے گمراہ جانتے ہیں۔اور خاص کر مریدوں کی فہرست میں یہ تعداد قادیانی کے نامزد مولوی اور سکولوں کے ٹیچر ملا کر ۲۲ تک پہنچتی ہے۔اب ہم وہ خط نقل کرتے ہیں جو حافظ محمد یعقوب نے خاکسار نے نام تحریر کر کے ارسال کیا ہے۔

۲۳ مئی ۱۸۹۳ء سہ شنبہ ۶ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ دیرہ دون محلّہ دہامانوالہ

حضرت مخدوم العلماء مولانا صاحب عم فیضکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خاکسار محمد یعقوب سلام مسنون کے بعد آداب مخلصانہ عرض کرتا ہے۔ خاکسار کو اس سے پہلے آپکی خدمت میں عریضہ لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن تقریباً پندرہ برس سے یعنی جب سے یہاں دیرہ دون میں مقیم ہوں آپ کے کمالات فضل وعلم کی شہرت سنتا آیا ہوں اور اس عرصہ میں ہمیشہ تو نہیں مگر اکثر آپ کے رسالہ اشاعۃ السنہ کو دیکھتا رہا ہوں ۔کل ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کو آپ کا ایک خط پیر جی خدا بخش و محمد حنیف کے نام معہ رسالہ اشاعۃ السنہ کے آیا، اس میں خاکسار کے حالات دریافت فرمائے گئے ہیں اسلئے جی میں یہ خیال آیا کہ میں خود ہی اپنے حالات خدمت مبارک میں عرض کروں ، اور میرے خیال میں مجھ سے بہتر طور سے شاید میرے حالات کوئی دوسرا بیان نہ کر سکے گا۔ اسلئے اوقات مبارک کا حرج کر کے سامعہ خراشی کرتا ہوں۔

میں سہارنپور کے نواح کا رہنے والا ہوں ۔آب ودانہ کی کشش نے تلاش معاش کے طور پر یہاں لا ڈالا ہے، اور اتفاقات تقدیر سے یہیں رہ پڑا ہوں۔ میں پڑھے لکھے ہوؤں میں شمار نہیں ہوں کہ یہ بتاؤں کہ کیا کیا پڑھا ہے اور کس کا شاگرد ہوں ۔اردو وغیرہ کی معمولی نوشت وخواند سے کسی قدر واقف ہوں جس سے ایک ادنی حیثیت کی گذران کر سکتا ہوں (سنا ہے آپ انگریزوں کو اردو پڑھاتے ہیں ۔محمد حسین) نہ علماء کے زمرہ میں ہوں نہ طلباء کا نام لیوا، حتی کہ مولوی وغیرہ کے فرضی لقب سے بھی مشہور نہیں ہوں ۔اور نہ صرف مولوی بلکہ منشی وغیرہ الفاظ بھی جو کسی درجہ کے پڑھے لکھے ہونے کا پتہ دیا کرتے ہیں ، میرے نام کے ساتھ مشہور نہیں ۔ کتابیں دیکھنے کا شوق ہے اردو وغیرہ کے رسائل دیکھ سکتا ہوں ان میں سے جو سمجھ میں آ گیا ، آ گیا ، جو مضمون بے علمی کے سبب رہ گیا ، رہ گیا ۔قدیم سے حنفی ہوں ۔آپ کی تصنیفات اور اہل حدیث کے ملنے کا اتنا اثر ہے کہ اہلحدیث اور عمل بالحدیث کو برا نہیں سمجھا کرتا ہوں ۔اور جو جھگڑے اہلحدیث کے ساتھ یہاں ہوئے جن میں بعض عدالتوں اور لڑائیوں تک پہنچے ، ان سب میں میں حنفیوں سے الگ رہا ہوں ۔اور یہ بھی ہے کہ لڑائی جھگڑوں اور مزاحمتوں میں عمائد ومعتبر لوگ شریک ہوا کرتے ہیں ، میں چونکہ احاد الناس سے ہوں ، تو بے کسی وغریبی ترا کہ می پرسد ، کا مصداق بنا رہا ہوں ۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑا کہ آپ نے مجھے مرزا غلام احمد صاحب کا حواری اور اپنے یاروں کا بہکانے والا کیونکر قرار دے لیا ، حالانکہ آپ کو اسی تحریر کے موافق میرا مفصل حال بھی معلوم نہیں ۔ ایسے مجہول الحال کی طرف تو آپ ایسے سر آمد فضلاء کا اعتناء بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مرزا صاحب سب کچھ بنے مگر بقول آپ کے آپ کے سامنے مولوی نہیں بن سکے ۔مولوی محمد احسن اور حکیم نور الدین کی حالت ان سے بھی زیادہ خراب ثابت کی گئی ۔ بھکنے بہکانے کی کیفیت تو یہ ہے کہ پیر جی خدا بخش صاحب میرے والد کے ملنے والوں میں سے ہیں ۔اور میرے والد سے

عمر میں شاید بڑے بھی ہیں ۔ میں محمد حنیف کا ہم عمر ہوں ۔اور چونکہ میں غریب آدمی ہوں ، پیر جی میرے محسن بھی ہیں۔لیکن ان سب باتوں سمیت مجھے وہ تارک تقلید نہیں بنا سکے، اور نہ میں ان کو حنفی بنا سکا۔مرزا غلام احمد کا اشتہار براہین احمدیہ شاید اول اول اشاعۃ السنہ میں دیکھا تھا۔اس سے کتاب دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔اہل مقدرت دوستوں نے کتاب منگوائی ۔دیکھنے میں میں بھی شریک ہوگیا ،مگر وہی کچی پکی سمجھ سے جو سمجھ میں آیا سمجھ لیا۔اور وہ اس طرح کہ جب کوئی حصہ آیا ،اس کو انہیں دنوں دیکھ بھال لیا۔اپنے مِلک کی کتاب ہو،تو آدمی دو بارہ سہ بارہ میں کچھ زیادہ کام نکال لے ۔ میں اس سے بھی محروم ۔ رفتہ رفتہ مرزا صاحب کے حالات زیادہ معلوم ہونے لگے۔بعض اورتحریریں اور اشتہارات آنے کا سلسلہ بندھ گیا ، اور یہ سلسلہ باعث ہوگیا حسن ظنی پیدا ہونے کا ۔ اس پر مولوی محمد احسن تو خاص طور پر اور آپ بھی عموماً مرزا صاحب کی تعریف کیا کرتے تھے ۔ یوں ہی آہستہ آہستہ خط وکتابت سے تعلق پیدا ہوگیا۔اب مرزا صاحب کے دعاوی جدیدہ کے زمانہ میں ہر چند طبیعت اوکھڑی ، چنانچہ اس باب میں مرزا صاحب نے مختصر اور مولوی محمد احسن سے کسی قدر بسط کے ساتھ خط وکتابت میں گفتگو بھی ہوئی ۔ پارسال رمضان میں مولوی صاحب سابق الذکر یہاں تشریف لائے تھے تو زبانی بھی کہنے سننے کا اتفاق ہوا ۔سو بھی ایک آدھ بات میں ۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔دن کو مجھے اپنی نوکری اور گھر کے کاروبار سے فرصت نہ ہوتی تھی ۔ رات کو روزہ کی تکان کے علاوہ قرآن شریف سنایا کرتا تھا ، یہاں پارسال ہیضہ کی کثرت تھی ۔ ملنے ملانے والوں کی عیادت وتعزیت بھی کرنی پڑتی تھی ۔غرض کہ جمعیت واطمینان سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی ۔جس طرح ایک بے علم اپنے من سمجھوتہ کر لیتا ہے اسی طرح اگر کچھ سمجھ بھی لیا ہے تو اس کو دوسروں کے حالات سے کیا علاقہ۔اس کے سوا میں اوپر عرض کر آیا ہوں کہ میں اپنی بے مائیگی علم کے سبب اپنی دانست میں بھی مقتدا بننے کے لائق نہیں ہوں ۔ جیسے ہر شخص ایک رائے رکھتا ہے، میری بھی اس معاملہ میں ایک رائے ہے جو شخصی رائے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی ۔مرزا صاحب کے مثالب کی تحقیق جیسی چاہیے ہو نہیں سکی ۔اور چاہے بے توفیقی سمجھئے خواہ تعصب ، پوری کوشش کی بھی نہیں گئی ۔ مرزا صاحب کے خلاف میں نے کئی رسالہ دیکھے ہیں ۔شفاء للناس ، بیان للناس ۔مناظرہ حضرت مولوی محمد بشیر وغیرہ ۔آپکا رسالہ پارسال جو آیا تھا اس کو بھی میں نے پڑھا ہے، جو کل آیا ہے اس کو بھی دیکھ رہا ہوں ۔ میرا یہ خیال ہر گز نہیں کہ آپ جیسے علماء کو ہم بے علموں کی نصیحت کرنے کا استحقاق نہیں۔ ماننا نہ ماننا توفیق خداوندی سے تعلق رکھتا ہے ۔مرزا صاحب نے مقتداء بننے کا دعویٰ کیا ہے، ان سے آپ خفا ہوں ،تو ایک بات بھی ہے۔ ہم جیسے عامیوں کی شخصی رائے سے آپ کیوں خفا ہوتے ہیں۔شخصی خیالات والوں کے بھکنے سے اتمام حجت کے بعد شائد آپ سے باز پرس بھی نہ ہو۔ میں

نے ایسا سمجھا کہ شائد کسی نے میری نسبت آپ سے یہ کہد یا ہے کہ محمد یعقوب کوئی مولوی یا مرزا صاحب کا کوئی حواری ہے، جس کے معنی میں نائب یا اس کے قریب سمجھتا ہوں ۔آپ تو الاقرب فالاقرب فرماتے ہیں ۔اور اس گروہ کے نام نمود والے آپ کے سامنے نہیں ٹھہر سکے۔من کہ باشم کہ درآئم بہ شمارے بارے ۔میں نے آپ کی کلام سے اکثر دینی نفع اٹھایا ہے اس میں میں آپ کا شکر گزار ہوں اور دعا گو بھی ۔آپ کا حرج نہ ہوا کرے تو گاہے گاہے عزت نامہ سے معزز فرما دیا کیجئے ۔اور اقلاً اسی عریضہ کا جواب مرحمت ہو، زیادہ حد ادب ۔اگر اس عریضہ میں کوئی لفظ خلاف ادب میری قلم سے نکلا ہو تو میں نہایت ادب سے اسکی معافی چاہتا ہوں ۔عریضہ نگار محمد یعقوب خان مدہوش۔تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں ۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہ خط بتاتا ہے کہ حافظ یعقوب نہ تو مولوی ہیں اور نہ قادیانی کے حواری وفدائی ۔قادیانی نے ان دونوں دعاوی میں کذب سے کام لیا اور حافظ یعقوب پر افتراء کیا ہے ۔ رہی اس خط کے اور مضامین سے بحث سو اس مقام میں اجنبی ہے وہ قادیانی کی دروغگوئی آئندہ کے ذیل میں ہوگی انشاء اللہ اور اسی کے ضمن میں حافظ صاحب کی اس درخواست کا کہ اس خط کا جواب دو، جواب دیا جائے گا ۔انشاءاللہ تعالی (اشاعۃ السنہ ج ۱۵ص ۲۷۶ وغیرہ)

فتوی تکفیر سے علماء کے رجوع کی حقیقت

مولانا محمد حسینؒ بٹالوی فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی اپنے خط مورخہ ۱۱ مئی ۱۸۹۳ء مشتہرہ اخبار نور افشان ۲ جون ۱۸۹۳ء میں ڈاکٹر کلارک میڈیکل مشنری کے سوال :

> اراکین اسلام آپ کو دائرہ اسلام سے خارج ٹھہراتے ہیں، (چنانچہ فتوی تکفیر مندرجہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۳ سے ثابت ہوتا ہے) پھر آپ اہل اسلام کی طرف سے مباحثہ کے لئے کیونکر منتخب ہو سکتے ہیں،

کے جواب میں لکھتے ہیں :

> آپ کو (اے ڈاکٹر صاحب) معلوم نہیں کہ بعد اس کے (یعنی فتوی تکفیر لکھے جانے کے بعد) اکثر ان مہر لگانے والوں سے تائب بھی ہو گئے اور نہ صرف تائب بلکہ سخت ناراض ہوئے کہ اس شیخ بٹالوی نے ہم کو سخت درجہ کا دھوکہ دیا تھا.... پس آپ نے (اے ڈاکٹر صاحب) یہ سخت

غلطی کی کہ صرف بٹالوی صاحب کے فتوی کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ گویا تمام علماء اس عاجز کے مخالف ہیں۔ کاش آپ نے کسی باخبر سے پوچھ لیا ہوتا کہ اب بٹالوی کے ساتھ کس قدر مستند علماء شامل ہیں جو اس عاجز کا نام کافر رکھتے ہیں۔

ان فقرات خط میں قادیانی نے یہ دعوی کیا ہے کہ جن مستند علماء ہندوستان و پنجاب نے اس پر فتوی کفر لگایا تھا، ان میں سے اکثر علماء نے اس فتوی سے رجوع کر لیا ہے اور وہ قادیانی کو کافر کہنے سے تائب ہو گئے ہیں۔ اور جو ان میں سے اب تک قادیانی کو کافر کہتے ہیں وہ توبہ کرنے والوں کی نسبت تھوڑے رہ گئے ہیں اور یہ ایسا دروغ بے فروغ ہے جس کو سفید جھوٹ کہا جاتا ہے۔

ناظرین قادیانی اور اس کے اتباع کے اشتہارات و تحریرات کی خوب چھان بین کریں گے اور ان کا ایک صفحہ صفحہ سطر سطر ٹٹولیں گے تو فتوی تکفیر سے رجوع کرنے والوں کی تعداد دو سے زیادہ نہ پائیں گے جن میں ایک حافظ نابینا عظیم بخش ساکن پٹیالہ ہے جس کا رجوع قادیانی کے رسالہ نشان آسمانی کے صفحہ ۲۴ سے ثابت ہوتا ہے۔ دوسرا میاں برہان الدین جہلمی ہے جس کا رجوع اسکے اشتہار مباحثہ مطبوعہ دسمبر ۱۸۹۳ء سے ثابت ہوتا ہے۔ اب انکے مقابلہ میں فتوی کفر قادیانی پر مہر لگانے والوں کی تعداد کو دیکھنا چاہیے کہ کس قدر ہے۔ دو سے کم، یا وہ سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ پھر انصاف سے کہنا چاہیے کہ اس تعداد کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کا ان دو شخصوں کے رجوع کو اکثر لوگوں کا رجوع و توبہ قرار دینا سفید جھوٹ نہیں ہے، تو پھر سفید جھوٹ کس کو کہتے ہیں۔

اس کے جواب میں اگر قادیانی صاحب یہ کہیں کہ اس فتوی تکفیر پر مہر کرنے والوں میں سے عالم مستند یہی دو صاحب تھے، باقی جس قدر لوگ ہیں وہ ان دو کے مقابلہ میں ہیچ، گویا وہ عالم ہی نہیں ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس فتوی پر مہر کرنے والے اور قادیانی کو اب تک کافر و مرتد سمجھنے والے وہ لوگ ہیں جو ان رجوع کرنے والوں کے استاد ہیں۔ حافظ عظیم بخش کے استاد مولوی محمد اسحاق مفتی شہر پٹیالہ، مولوی حافظ غلام مرتضی خان، مولوی غلام محمد، مولوی شیخ کرامت اللہ وغیرہ ہیں۔ اور میاں برہان الدین جہلمی کے استاد حضرت شیخنا و شیخ الکل مفتی و استاد العرب والعجم حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، وغیرہ ہیں۔ اور اگر یہ حضرات عالم مستند نہیں تو پھر ان کے وہ دونوں شاگرد جن کو مرزا قادیانی علماء مستند سمجھتا ہے، کیونکر عالم ہو گئے؟

قطع نظر اس سے فتوی کو پڑھنے والے اور ان علماء ہندوستان و پنجاب کو جن کی اس فتوی پر مہریں اور دستخط ہیں، جاننے والے، اور عظیم پٹیالوی و برہان جہلمی کو پہچاننے والے، خود اس امر کا

فیصلہ کرلیں گے کہ عالم مستند کون ہے۔ یہ دونوں، یا وہ جماعت۔اس بات میں قادیانی کی کون مانتا ہے اور نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔شائد یہاں کوئی شخص یہ سوال کرے اور کہے کہ اس بیان سے یہ تو ثابت ہوا اور مان لیا کہ قادیانی کا اکثر مہر کرنے والوں سے رجوع و توبہ کا دعوی تو سفید جھوٹ اور محض افتراء ہے،مگر اس بیان سے ان دونوں کا رجوع تو ثابت ہوتا ہے۔ پھر کیا ان دونوں کا رجوع کرنا اس فتوی میں ضعف پیدا نہیں کرتا،اور ان دونوں نے رجوع کیا،تو کیوں کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں سے پہلے شخص حافظ عظیم بخش کے رجوع کی وجہ تو اس کے خط میں پائی جاتی ہے جس کو قادیانی نے اپنے نشان آسمانی کے صفحہ ۲۴ میں نقل کیا ہے۔ اس خط میں اس نے قادیانی کو مخاطب کر کے لکھا ہے:

غریب نواز پٹیالہ سے حضور کے تشریف لے جانے کے بعد سکنائے بلدہ نے مجھ کو نہایت تنگ کیا یہاں تک کہ مساجد میں نماز ادا کرنے سے بند کیا گیا۔ میں نے اپنے بعض دوستوں کا ناحق الزام دور کرنے کیلئے یہ لکھ دیا کہ میرا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے موافق ہے اور انکار ختم نبوت اور وجود ملائکہ اور معجزات انبیاء ولیلۃ القدر وغیرہ کو موجب کفر والحاد سمجھتا ہوں۔ وہی تحریر مولوی محمد حسین نے لیکر اپنے کفر نامہ میں، جو آپ کیلئے تیار کیا تھا، درج کردی۔ میں نے خبر پا کر مولوی محمد حسین کی خدمت میں خط لکھا کہ جو میری طرف سے فتوی پر عبارت لکھی گئی ہے وہ کاٹ دینی چاہیے۔مولوی صاحب نے اس کا کچھ جواب نہیں بھیجا، پیچھے مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے میرا نام مکفرین کے زمرہ میں چھاپ کر شائع کر دیا ہے۔

اس بیان میں حافظ عظیم بخش کا صاف اظہار ہے کہ اس نے فتوی پر وہ عبارت تو لکھوائی تھی مگر از راہ تقیہ یعنی لوگوں سے ڈر کر، اور مسجدوں سے نکالے جانے کے سبب لکھوائی تھی، اور درحقیقت وہ قادیانی کے عقاید کفریہ کا (جس کو فتوی میں کفر قرار دے چکا ہے) معتقد تھا۔ ان کفریات کا وہ اب معتقد نہیں بلکہ پہلے ہی سے تھا اور دل سے اس کفر پر قائم رہا ہے۔اب ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ ایسے منافق کی نہ تو تائید وتصدیق سے فتوی کو قوت پہنچ سکتی ہے، نہ اس کے رجوع سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔

وہ فتوی خاکسار نے اپنے بعض احباب اہل پٹیالہ کے پاس دستخطوں اور مواہیر علماء کے لئے بھیجا تھا۔انہوں نے جس شخص سے اپنے خیال میں اس پر دستخط وتصدیق کرانا مناسب سمجھا،اس سے دستخط کرا کے میرے پاس بھیج دیا اور ویسا ہی وہ چھپ گیا۔اور اگر خاکسار خود پٹیالہ میں ہوتا اور حافظ کا یہ حال کہ، اس نے تقیہ سے اور ڈر کر فتوی کی تصدیق میں کچھ لکھوانا چاہا ہے، معلوم کرتا تو اس سے

کچھ نہ لکھواتا اور اگر لکھے جانے کے بعد اور چھپنے سے پہلے علم ہوتا تو اس کا نام فتوی سے کاٹ دیتا۔

حافظ عظیم بخش نے جو لکھا ہے کہ میں نے مولوی محمد حسین کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ جو میری طرف سے فتوی کفر پر عبارت لکھی گئی ہے وہ کاٹ دینی چاہیے، یہ محض کذب ہے۔ واللہ باللہ ثم تاللہ حافظ کا کوئی خط میرے پاس نہیں پہنچا۔ پہنچتا تو میں اس کا نام حرف غلط کی طرح فوراً مٹا دیتا۔

دوسرے صاحب میاں برہان الدین جہلمی کے رجوع کی وجہ بھی ان ہی کی زبان سے بیان ہو چکی ہے جب آپ اخیر دسمبر ۱۸۹۳ء میں قادیانی کے منذر الہام بحق خاکسار کی سفارت میں بشمولیت ڈیپوٹیشن بٹالہ آئے، تو پہلے رات کے وقت آپ اکیلے خاکسار کے مکان پر پہنچے اور دودھ روٹی تناول فرما کر باعث ممنونیت خاکسار ہوئے۔ اس وقت خاکسار نے اس رجوع کا سبب ان سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا ہوں: میں مخبوط الحواس ہوں، میری رجوع سے آپکا (کیا) نقصان ہے؟۔ ہر چند میں نے علمی باتوں، اور مسائل کا سلسلہ ہلایا، اور آپ سے ان کا جواب بہت اصرار کے ساتھ طلب کیا، مگر آپ نے بجز اظہار اسی مخبوط الحواسی اور کمزوری دماغ کے کوئی جواب نہ دیا، اور نہ اس رجوع کی اور کوئی وجہ بیان کی۔ اس وجہ پر ہمارا بھی صاد ہے۔..

میاں برہان الدین جہلم اور اس کے اطراف میں لوگوں کو قرآن اور بعض کتب حدیث کا ترجمہ سنایا کرتا تھا، اور وہ لوگ اسے عالم سمجھتے تھے۔ اب وہ لوگ اس کے سلام کا جواب نہیں دیتے۔ جہاں وہ ایسے اتباع میں جاتا ہے ذلت اٹھاتا ہے۔ اس مقام میں بطور تمثیل ایک جگہ کے بیان اتباع برہان کی تفصیل کی جاتی ہے۔

موضع ہنجانوالی ضلع گوجرانوالا میں آپ ہر سال جایا کرتے تھے۔ وہاں کے مسلمان خصوصاً چودھری امام الدین نمبر دار آپ کی خدمت وتواضع کیا کرتے۔ فتوی سے رجوع کرنے کے بعد آپ ہنجانوالی میں پہنچے اور چودھری صاحب کو سلام علیکم کہا، تو انہوں نے جواب نہ دیا اور یہ کہا کہ بس اور کچھ نہ بولنا، اور زبان کو سنبھال کر رکھنا (یعنی مزاج پرسی بطور اخوت اسلامی یا کچھ وعظ ونصیحت نہ کرنا)۔ نماز کا وقت آیا تو چودھری صاحب نے میاں برہان کو پیچھے رکھا اور خود امام بن گئے۔ میاں برہان نے ان کا اقتداء کیا، تو وہ بھی اجازت لے کر، اور یہ کہہ کر کہ اگر میرا مقتدی بن جانا مفسد جماعت نہ ہو تو میں مقتدی بن جاؤں۔ نہیں تو نہیں۔ رات کو کھانے کا وقت آیا تو چودھری صاحب نے خود کھانے کو نہ پوچھا۔ ان کا کوئی متعلق کھانا لے کر آیا، جس پر میاں برہان نے کہا کہ اگر یہ کھانا چودھری نے بھجوایا ہے تو میں کھاؤنگا، ورنہ نہیں۔ اس شخص نے جواب دیا کہ چودھری نے تو یہ

کھانا نہیں بھجوایا۔تو آپ نے کھانا نہ کھایا اور۔۔(صبح) تڑکے ہی وہاں سے بلا ملاقات کوچ کیا۔

ہماری ان باتوں اور جوابوں کو قادیانی کے اتباع مانیں خواہ نہ مانیں، ان کو یہ تو ضرور ماننا پڑے گا کہ قادیانی نے اس خط مندرجہ نور افشان ۲۔جون ۱۸۹۳ء میں جو لکھا ہے کہ فتوی پر مہر کرنے والوں سے اکثر علماء نے رجوع کرلیا ہے، یہ سفید جھوٹ ہے۔اور رجوع کرنے والے یہی دو شخص، عظیم و برہان ہیں، جو اقل قلیل ہیں، نہ اکثر۔

قادیانی نے اس دروغ گوئی میں یہ جرأت کی تو اس کے خلیفو ں اور مریدوں نے اس کو اور بھی وسعت دی اور وہ جا بجا کہتے پھرتے ہیں کہ اس فتوی پر مہر کرنے والوں میں سے فلاں فلاں مولوی نے رجوع کرلیا ہے بلکہ فلاں فلاں مولوی صاحب نے مہر بھی نہ کی تھی۔ابوسعید محمد حسین نے ان کی مہر از خود لگا دی ہے۔اور اس کے فلاں فلاں دوست اس فتوی کے سبب اس کے دشمن ہو گئے ہیں اور اب لوگ ان کا رسالہ خرید نہیں کرتے۔وعلی ہذا القیاس

ان اراجیف کو شائع کرنے والے اس کے بڑے بڑے برگزیدہ خلیفہ وحواری ہیں اور اس سے وہ اپنے رہے سہے پیروان اور نادان مذبذبوں کو اپنے جھوٹے مذہب پر قائم رکھنا چاہتے ہیں۔انہوں نے جب دیکھا کہ فتوی کا اثر ایسا وسیع ہو گیا ہے کہ بہت سے مخلص اتباع قادیانی نے اس فتوی کو دیکھ کر قادیانی کو چھوڑ دیا اور کافر سمجھ لیا ہے تو ان کو بہ تقلید اس دروغگوئی قادیانی یہ سوجھا کہ اس فتوی کے اثر کو ان اراجیف سے کم کریں اور باقی ماندہ دام افتادوں اور ناواقف نئے پھنسنے والوں کو یوں پھنسائے رکھیں۔

ازانجملہ ایک خلیفہ قادیانی کی اس کاروائی کا ذکر اس مقام میں کیا جاتا ہے۔وہ خلیفہ میر حامد صاحب سیالکوٹی ہیں جن کی تعریف میں قادیانی اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۳ میں کہا ہے :

جس قدر خدا تعالی نے شعرو سخن میں ان کو قوت بیان دی ہے وہ رسالہ فصیح کے دیکھنے سے ظاہر ہوگی۔میر حامد شاہ کے بشرہ سے علامات صدق و اخلاص و محبت ظاہر ہیں۔ان کا جوش سے بھرا ہوا اخلاص اور ان کی محبت صافی جس حد تک مجھے معلوم ہوتے ہیں میں اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔۔

اور انہوں نے مرزا قادیانی کی تائید میں نظم قول فصیح ،قول فیصل وغیرہ رسائل لکھے ہیں..

اور دھوکہ دہی و افترا پردازی میں قادیانی کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔آپ نے حافظ یعقوب مدہوش ساکن دیرہ دون کے نام ایک خط لکھا ہے جس کا وہ حصہ جو خاکسار کے متعلق ہے نقل کیا جاتا ہے:

مکرمی معظمی اخویم : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ...آپ کا کارڈ ملا۔حضرت مخالفین کا آپ کیا

پوچھتے ہو۔ ذلت رسوائی۔ بٹالوی کی حالت دن بدن ابتر ہے۔ سب احباب اور دوست، جن پر اس کو ناز تھا، چھوڑتے جاتے ہیں۔ رسالہ اشاعۃ السنہ کو نکلے بہت دن ہوئے، اب تو اسے کوئی خریدتا ہی نہیں۔ بہت سے خریداروں نے جواب دے دیا۔ تازہ واقع لودھیانہ کا سنیئے۔ مولوی محمد حسن لودھیانوی کو جو رؤسائے شہر میں سے ایک نامی آدمی ہیں آپ بخوبی جانتے ہوں گے۔ ان کے پاس بہت سے مولوی لدھیانہ کے جمع ہو کر گئے (یہ ان دنوں کی بات ہے جب مباہلہ کا اشتہار مرزا نے دیا تھا) اور کہا کہ اب یہ مباہلہ کا اشتہار آیا ہے، کیا صلاح ہے۔ مولوی محمد حسن نے کہا کہ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں صلاح کیسی، جو مکفرین مرزا ہیں ان کو انہوں نے بلایا ہے، وہ جانیں، میں تو مکفر نہیں، اسلئے یہ خطاب مجھے نہیں ہے۔ سب مولوی صاحبان نے یک زبان ہوکر کہا کہ کافر تو ہم بھی نہیں کہتے۔ ان میں سے سعد اللہ نومسلم نے، جو شرک کا مادہ ابھی تک اپنے اندر رکھتا ہے، مولوی محمد حسن کو کہا کہ آپ کی طرف سے فتوی کفر میں آپ کا نام موجود ہے۔ آپ کیسے کہتے ہیں کہ میں مکفرین میں نہیں ہوں۔ مولوی محمد حسن نے کہا کہ محمد حسین بٹالوی نے میرا نام از خود لکھ دیا ہے، حالانکہ میں نے اس کو بذریعہ خط بھی لکھ دیا تھا کہ میرا نام ہرگز نہ لکھنا، میں کافر نہیں کہتا۔ اس واقع کی اطلاع سعد اللہ نے یا کسی اور نے محمد حسین کو لکھی کہ اب تو لودھیانہ کے لوگ بھی مرزا صاحب کی طرف توجہ کرتے جاتے ہیں اور مولوی محمد حسن کا واقعہ بھی لکھا۔ اس خط کے پہنچنے پر محمد حسین نے بٹالہ سے ایک خط بدریافت اس امر کے مولوی محمد حسن کو بھیجا۔ اس خط کا جواب مولوی محمد حسن رئیس لودیانہ نے کچھ نہ دیا۔ اب تھوڑے دن ہوئے کہ مولوی محمد حسین خود وہاں پہنچا مگر بدستور سابق نہ تو کسی نے پیشوائی کی اور نہ اترنے کے کیلئے محمد حسن نے کوئی سامان کیا۔ بے چارہ خود سٹیشن سے اتر کر کس مپرسوں کی طرح وارد شہر ہوا۔ ایسی بے رخی اور عدم توجہی دیکھ کر اس نے محمد حسن سے ملنے کی جرأت نہ کی۔ اگرچہ لوگوں نے بہتیرا کہا کہ گھر پر انکے پاس چلو (اس نے کہا میں) مسجد میں ان سے مل لوں گا چنانچہ مسجد میں بعد فراغت نماز عام مجمع میں جو گفتگو ہوئی وہ یہ ہے:

مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی محمد حسن صاحب لودھانوی سے:

آپ نے میرے خط کا جواب کیوں نہ دیا؟

محمد حسن: میں نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔

بٹالوی: کیوں آپ نے کفر مرزا صاحب سے انکار کیا ہے۔

محمد حسن: میں نے پہلے ہی بذریعہ خط، جو تمہارے نام لکھا تھا، انکار کر دیا۔

آخر میں بہت سی گفتگو کے بعد مولوی محمد حسن نے کہا، سنو مولوی صاحب! مجھ کو بہت سے

مسائل میں مرزا صاحب کے ساتھ اتفاق ہو گیا ہے صرف چند ایک مسائل رہ گئے ہیں جن کو میں نہیں سمجھا۔ مگر تم یہ تو کہو کہ ہم ہمیشہ سے یہ سنتے آئے تھے کہ دہلی کی جامع مسجد میں جمع ہو کر اور سب کچھ واہی تباہی گفتگو کرنے کی بابت عام غنڈوں تک کو بھی اجازت تھی مگر یہ بات عام مشہور ہے کہ لام کاف یعنی لعنت اور کافر کہنے کی غنڈوں تک کو ممانعت تھی۔ اب افسوس ہے کہ بڑے بڑے مولوی آپ جیسے اس لعنت بازی اور کفر بازی پر تل گئے۔ حیف ہے۔ یہ تو فرمایئے کیا مرزا صاحب آیت یا حدیث پیش نہیں کرتے۔ کوئی خاص بات بھی مرزا صاحب ایسی کرتے ہیں کہ اس کی سند میں کوئی آیت یا حدیث یا قول سلف نہ لاویں، پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے دلائل کو رد کر دیا جائے؟ اگر وہی معنی سچے ہوں جو وہ کرتے ہیں تو پھر ہمارا کیا حال ہوگا۔ میں تو اب اس ضد سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اس پر مولوی محمد حسین بٹالوی ایسا خاموش ہوا کہ سارے مجمع کے سامنے اس سے کچھ بن نہ پڑا اور کہا تو اتنا کہ میں اشاعۃ السنہ میں چھاپ دونگا کہ مسلمانوں کے تین فرقے یعنی بدعتی، اہل سنت جماعت اور غیر مقلد مشہور تھے وہ بھی بگڑ گئے۔ مولوی محمد حسن نے کہا جاؤ تمہارا اختیار ہے جو چاہو بکتے پھرو۔ پھر اس گفتگو کے بعد مولوی محمد حسین لدھیانہ میں نہیں ٹھہرا اور سب لوگوں کی طرف سے بے توجہی کے آثار دیکھ کر بوریا بدھنا سنبھال کر واپس ہوا.. عبدالحق غزنوی بھی اب متروک ہو گیا ہے..

خاکسار حامد سیالکوٹی۔ یکم جنوری ۱۸۹۴ء

اس خط میں حامد سیالکوٹی نے ازسر تا پا کذب سے کام لیا ہے اور.. یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ درخت ہمیشہ پھل سے پہچانا جاتا ہے لہذا اس خط کے سراسر کذب ہونے سے یہ ثابت ہوگا کہ مرزا قادیانی بھی ایسے ہی کذاب ہیں اور کذب خلیفہ صاحب کا اسی کذب قادیانی کا اثر ہے جو ان کے خط مشتہرہ اخبار نور افشان ۲ جون ۱۸۹۳ء میں پایا جاتا ہے، اور یہ اسی درخت کا پھل ہے۔

خلیفہ صاحب سیالکوٹی نے جو یہ فرمایا ہے کہ بٹالوی کی حالت دن بدن ابتر ہے، اس سے اگر کوئی ایسی دینی حالت (جس کا اثر آخرت میں ظاہر ہوگا) مراد ہے تو میں اس کے مقابلہ کوئی اپنی حالت ایمانی یا علمی ظاہر نہیں کرسکتا۔ ہاں اس قدر کہنے کی قرآن کی اس آیت و امّا بنعمة ربک فحدّث میں اجازت پاتا ہوں کہ خدا تعالی نے اس قطرہ آب و مشت خاک پر اس سال وہ انعام و اکرام کئے ہیں کہ اگر مجھے روئے زمین کی سلطنت اور تمام دنیا کی دولت حاصل ہو جاتی تو اس سے مجھے اس قدر فرحت و مسرت حاصل نہ ہوتی جس قدر ان انعامات الٰہی سے ہوئی ہے۔

ازانجملہ ایک انعام دولت لازوال حفظ قرآن مجید فرقان حمید ہے کہ میری اس پنجاہ و سہ سالہ عمر میں اور میری اس کثرت اشتغال و قلت فرصت کے ساتھ خدا تعالی نے محض اپنے فضل و

کرم سے، من غیر حولٍ منّی و لا قوۃ ،اس عاجز ناتواں کو عطا فرمائی ۔ اٹھارہ سیپارہ عاجز حفظ کر چکا ہے اور ۱۲ سیپارہ کے حفظ کی عنقریب خدا کے فضل سے امید رکھتا ہے (بعد میں اشاعت السنہ جلد ۱۶ کے ٹائٹل پر بٹالوی صاحب نے لکھا: خدا کے محض فضل و توفیق سے اس عاجز خادم قرآن نے حفظ قرآن مجید ماہ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں ختم کر لیا ہے۔ اس رمضان المبارک کی تراویح میں سنایا جائے گا)

اگر اس حالت سے دنیاوی حالت خلیفہ صاحب کی مراد ہے تو میں صاف اور برملا کہتا ہوں کہ وہ فقرہ خلیفہ صاحب کا سفید جھوٹ ہے کیونکہ دنیاوی حالت غالباً مال اولاد عزت صحت سے دیکھی جاتی ہے اور میں محض خدا کے فضل و کرم سے، من غیر حولٍ منّی ولا قوّۃ، اپنے ان حالات میں اس سال یا اس سے پہلے کئی سالوں سے کمی نہیں پاتا، بلکہ ترقی پاتا ہوں ۔ اور اس پر خدا تعالی کا شکر بجالاتا ہوں ۔ پس اگر اس دنیاوی حالت سے خلیفہ صاحب کی مراد آمدنی زر ہے، تو خدا کے فضل و کرم سے میری سالانہ آمدنی اس سال کی بھی قادیانی کی جائز آمدنی سے کئی حصہ بڑھ کر ہے۔ ہاں قادیانی کی ناجائز آمدنی (جس کو وہ جھوٹے دعوی مسیحائی کے ذریعہ کما رہا ہے) مجھ سے زائد ہے ۔ مگر ناجائز آمدنی کئی برے پیشہ والوں کی قادیانی سے بڑھ کر ہے اگر اس پر خلیفہ صاحب فخر کرتے ہیں اور اسکے مقابلہ میں میری آمدنی کو کم کہتے ہیں تو وہ لائق فخر نہیں بلکہ محل شرم ہے۔

اور اگر اس سے خلیفہ صاحب کی مراد حالت کثرت اولاد ہے تو میری اس حالت میں بھی خدا کے فضل و کرم سے قادیانی کی نسبت کمی نہیں۔ اس سال بھی خدا تعالی نے مجھے فرزند عطا کیا ہے جیسا کہ سال گزشتہ میں، اور اس سے پہلے کئی سالوں سے یہ سلسلہ انعام جاری ہے اور اس وقت خدا کے فضل و کرم سے میں ابو العشر ہوں ۔ قادیانی صاحب اپنی منسوخ اولاد کو (جن کو عاق کر چکے ہیں) ملا کر بھی بمشکل میرے نصف کو پہنچیں گے۔

اور اگر اس حالت سے خلیفہ صاحب کی مراد اعیان قوم و اخوان اہل اسلام میں عزت مراد ہے، تو اس میں بھی خدا کے فضل و کرم سے من غیر حولٍ منّی ولا قوۃ کمی نہیں پاتا، بلکہ ترقی پاتا ہوں ۔ پہلے تو میری خداداد عزت خاص کر اس فرقہ اہل اسلام میں تھی جس کا میں خادم و وکیل ہوں، اعنی فرقہ اہل حدیث ۔ اور جب سے قادیانی کا رد و مقابلہ شروع کیا ہے تب سے وہ خداداد عزت اہل اسلام کے دیگر فرقوں حنفیہ وغیرہ میں بھی ہوگئی ہے ۔ وہ سب کے سب اس خدمت اسلام کے سبب میری توقیر کرتے ہیں ۔ اس پر خلیفہ صاحب یا ان کے اس جھوٹ کے دھوکہ میں آجانے والوں کو کچھ شک ہو تو ایک محضر نامہ خاکسار تیار کرتا ہے جس پر ہزار ہا اہل اسلام مختلف

فرقوں کی شہادات ثبت ہونگی کہ ابوسعید محمد حسین ہمارے دین اسلام کا خادم ہے اور اس وجہ سے وہ ہماری نظروں میں ایسا عزیز ہے۔اس کے مقابلہ میں خلیفہ صاحب یا اور معتقدین قادیانی ایک ایسا محضر تیار کرا دیں جس پر ان کو اچھا جاننے والے اور ان کی عزت کرنے والوں کی شہادتیں ثبت ہوں پھر دونوں جانب کی شہادتوں میں موازنہ کریں اور دیکھیں کہ قوم کی نظروں میں کون عزت رکھتا ہے۔

یہ نہ ہو سکے تو لاہور یا کسی اور صدر مقام میں ایک جلسہ عام کریں اور اس میں فریقین اپنے اپنے اعزاز اور قدر کرنے والوں کو بلاویں پھر دیکھیں کثرت کس طرف نکلتی ہے۔

اور اگر قادیانی صاحب یا ان کے خلیفہ سیالکوٹی اخوان اہل اسلام کی عزت اور ان کی شہادت کو اس عزت کی مثبت نہیں سمجھتے تو گورنمنٹ اور اسکے اعلی عہدہ داروں کی شہادت سے فیصلہ کرلیں۔یہ خاکسار و بے مقدار اس خدا داد عزت کی شہادت میں وائسراؤں لفٹننٹ گورنروں، کمانڈر ان چیف وغیرہ اعلی عہدہ داران گورنمنٹ کی چھٹیات پیش کرے گا۔قادیانی صاحب کسی ضلع کے ڈپٹی کمشنر کی ایک چھٹی پیش کریں جس سے اس کا ذاتی اعزاز ثابت ہو۔اپنے والد مرزا غلام مرتضی کے نام کی کوئی چھٹی پیش کریں گے تو وہ اس کے ثبوت کے لئے کافی متصور نہ ہوگی اور اسکے مقابلہ میں ادھر سے بھی کوئی چھٹی ویسی ہی پیش کی جاوے گی جس سے حکام وقت کا ہمارے والد ماجد شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ کی عزت کرنا اور ان کو درباروں میں بلانا ثابت ہو۔

اور اگر اس حالت سے خلیفہ صاحب کی مراد حالت صحت وتوانائی ہے، تو اس میں بھی خاکسار کمی نہیں پاتا، بلکہ خدا کے محض فضل وکرم سے قادیانی کی نسبت ترقی پاتا ہے۔اس عاجز کی صحت عموماً اچھی رہتی ہے۔امراض شدیدہ میں خاکسار کم مبتلا ہوتا ہے،۱۸۸۴ء میں بمقام لودھیانہ بخار شدید میں مبتلا ہوا تھا، پھر ۱۸۹۱ء میں بمقام لاہور۔ہاں خفیف امراض زکام، نزلہ وغیرہ کبھی کبھی عارض ہوتے ہیں جن میں خاکسار اپنے کاروبار خصوصاً ردّ قادیانی سے بے کار نہیں ہوتا۔اور اس کے مقابلہ میں حضرت قادیانی صاحب ہمیشہ ایسے امراض شدیدہ میں مبتلا رہتے ہیں جو ان کو بیکار کر دیتے ہیں اور موت کی صورت دکھائی دیتی ہے۔اور ایک مرض اختناق الرحم تو ان کو لازم ہو گیا ہے (ناظرین تعجب کریں گے کہ قادیانی صاحب مرد، ان کو یہ رحمی مرض کیسا ؟ حضرات اسکی وجہ آپ ان ہی سے پوچھئے۔اس مرض کا حال آپ نے خود مجھے بتایا تھا، پھر اس پر تبسم فرمایا۔شاید بطور کرامت وخرق عادت آپ کے اندر رحم بھی ہو اور بشیر موعود اسی سے متولد ہو) اس دائم المرض ہونے کی نظر سے رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۱۲ میں آپ کے حق میں یہ اشعار لکھے گئے تھے

آں کس کہ خود ضعیف و مرض لاغری کند　　　ہم دعوی مسیحی و پیغمبری کند
خوش گفت بذلہ سنج کہن سال روزگار　　　او خویشتن گم است کرا رہبری کند
جو طبیب اپنا تھا وہ خود ہی مرض سے زار ہے　　　مژدہ باد اے مرگ عیسی آپ ہی بیمار ہے

توانائی کا مقابلہ کرنا ہو تو خلیفہ صاحب، مرزا قادیانی کا خاکسار سے مقابلہ کرا لیں۔ وہ تو دو قوتوں جسمانی اور روحانی کے مدعی ہیں۔ خاکسار اپنی ایک خدا داد قوت جسمانی سے ان سے وہ معاملہ کرے گا جو آنحضرت ﷺ نے رکانہ سے کیا تھا، جس کا اجمال نسیم الریاض شرح شفا عیاض میں ہے اور تفصیل اخبار نور علی نور کے نمبر ۲۴ جلد ا کے صفحہ ۲ میں ہے۔

ان کیفیات و حالات اربعہ کے سوا کسی اور حالت میں خلیفہ صاحب کو خاکسار کی کمی کا دعوی ہے تو اس کو پیش کر کے اس کا ثبوت دیں۔ اور اگر اس مضمون کو پڑھ کر وہ اس کے جواب میں کچھ نہ کہیں، تو ناظرین خصوصاً دیرہ دون کے ساکنین متر ددین یقیناً جان لیں کہ وہ فقرہ خلیفہ صاحب کا سفید جھوٹ ہے جس سے وہ اپنے دام افتادہ سادہ لوحوں کو اپنے مذہب باطل پر جمائے رکھنا چاہتے ہیں۔

اسی غرضِ خلیفہ قادیانی کے باطل و بے کار کرنے کے لئے یہ حالات بیان ہوئے ہیں ورنہ خدا گواہ ہے، و کفی باللہ شہیداً، خاکسار کو اپنی کسی حالت پر فخر نہیں اور نہ یہ فخر میری تمام عمر کی عادت ہے۔ قادیانی اور اس کے خلیفوں نے اس قسم کے اراجیف (جھوٹی خبروں) کو شائع کر کے لوگوں کو بہکانا شروع کیا۔ اور اس کا اثر بعض ناواقف لوگوں پر پڑتا نظر آیا تب خاکسار نے مجبور ہو کر اس تفصیل حالات کی طرف رجوع کیا۔

اس فقرہ کے بعد جو خلیفہ صاحب نے یہ فقرہ فرمایا ہے کہ سب احباب اور دوست، جن پر اس کو ناز تھا، چھوڑتے جاتے ہیں۔ یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ میرے ایک پرانے دوست نے بھی مجھے نہیں چھوڑا، اور بہت سے نئے دوست پیدا ہو گئے ہیں۔ خلیفہ صاحب کو انسانی شرم یا پرائی غیرت ہے تو کم سے کم ایک ایسا شخص بتا دیں جو میرا دوست ہو اور اس نے مجھے زمانہ مخالفت قادیانی سے اس وقت تک چھوڑا ہو۔ اگر وہ لاہور کے کسی شخص کا نام پیش کریں تو اس میں دو شرطوں کا لحاظ کر لیں ایک یہ کہ وہ شخص مرزائی نہ ہو۔ اور اگر وہ کسی مرزائی کو پیش کریں گے تو میں یہ ثابت کروں گا کہ اس نے مجھے نہیں چھوڑا بلکہ میں نے اس کو چھوڑا۔ میں بحکم فتوی علماء پنجاب و ہندوستان اس کو ابتداً سلام نہیں کرتا اور اگر وہ مجھے سلام کرتا ہے تو میں اس کا جواب (جو مسلمان کا حق ہے) نہیں دیتا۔ دوسری

شرط یہ ہے کہ اس کا مجھے چھوڑنا زمانہ مخالفت قادیانی سے ہو۔ اور اگر وہ کسی ایسے شخص کو پیش کریں گے جس کو میں نے خود مخالفت قادیانی سے کئی سال پہلے اس کے شتر بے مہار ہو جانے اور جاہل ہو کر مجتہد بن جانے کے سبب چھوڑ رکھا ہو، تو اس سے ان کو ندامت اٹھانی پڑے گی۔

اور جو اس کے بعد خلیفہ صاحب نے فرمایا ہے کہ رسالہ اشاعۃ السنہ کو نکلے بہت دن ہوئے، یہ مغالطہ آمیز جھوٹ ہے۔اس میں آپ نے یہ جتایا ہے کہ اشاعۃ السنہ کا نکلنا مخالفت قادیانی کے سبب اب معرض التواء میں پڑ گیا ہے اور یہ محض کذب ہے۔ رسالہ اشاعۃ السنہ ۱۸۸۱ء سے (جب وہ کمیشن تعلیم کی شہادت میں مصروف ہوا تھا) دیر سے نکلتا ہے۔سب سے پہلا اس کا پرچہ نمبر ۱۲ جلد ۱۲ مخالفت قادیانی میں جب نکلا تو اس وقت اس پرچہ کے ساتھ چھ اور پرچے، اور جس میں مسائل سود وغیرہ کی بحث تھی، دیر سے نکلے۔ پھر ۱۸۹۱ء میں ۱۳ پرچے جس میں فتوی وغیرہ مضامین اکٹھے نکلے۔ اس کے بعد ۱۶ پرچے، جن میں قادیانی کے وساوس کا جواب ہے، اکٹھے نکلے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دیر و توقف تازہ اور قادیانی کرامت کا نتیجہ نہیں جیسا کہ خلیفہ صاحب نے جتایا ہے۔

اس کے بعد جو خلیفہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اب تو اسے کوئی خریدتا بھی نہیں، بہت سے خریداروں نے جواب دے دیا۔ یہ ایسا سفید جھوٹ ہے کہ اسکا جھوٹ ہونا خود اس کے مضمون سے ثابت ہے۔اس مضمون کا پہلا فقرہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اب اس کا خریدار کوئی نہیں۔ دوسرا فقرہ کہہ رہا ہے اکثر خریداروں نے جواب دے دیا ہے مگر بعض ہنوز خریدار ہیں، جو پہلے فقرہ کا صریح مکذب ہے۔قطع نظر اس کے یہ امر واقع کے بھی بر خلاف ہے۔

سال گزشتہ میں خریداران اشاعۃ السنہ میں سے صرف تین شخص ہیں جنھوں نے خریداری اشاعۃ السنہ کو قادیانی کی مخالفت کے سبب موقوف کیا ہے۔ایک غلام علی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بندوبست تحصیل حافظ آباد اور دوسرے منشی ناصر نواب خسر دوم قادیانی۔تیسرے ایک اور منشی صاحب جو ایک اسلامی انجمن کے سکرٹری ہیں۔

ان تین کے سوا کسی اور شخص کا خلیفہ صاحب نام بتا دیں تو فی نام پانچ روپیہ انعام لیں۔ نہ بتا سکیں تو اس افتراء کو ندامت کے ساتھ واپس لیں (غلام علی مدت سے مرزائی مشہور ہیں، منشی ناصر نواب توبہ کے بعد پھر مرزائی ہوئے ہیں، منشی صاحب سکرٹری چھپے مرزائی ہیں جن کے مرزائی ہونے پر تین دلائل ہیں۔اول: یہ کہ وہ مطالعہ رسائل قادیانی کے اثر سے اس کا یہ مسئلہ مان گئے ہیں کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں جو قادیانی کے جملہ کفریات کا اصل اصول ہے۔دوسری دلیل یہ کہ انہوں نے قادیانی کے ازالہ اوہام

کی فروخت واشاعت میں خوب سعی کی ۔ پہلے تو انہوں نے انجمن کے مکان میں اس کولا کر رکھا تھا مگر جب راشدممبران انجمن نے اس پر اعتراض کیا تو اس کو اپنے گھر میں لے جا رکھا اور فروخت کیا۔تیسری دلیل یہ کہ انہوں نے ایک کھلے حواری اور خلیفہ خاص قادیانی کو انجمن کے واعظوں میں نوکر رکھا، مگر لوگوں کی دہن بندی کیلئے اس سے شرط کر لی کہ وہ اپنے دورہ وعظ میں قادیانی کے خیالات کی اشاعت نہ کرے۔اور چونکہ یہ شرط ناممکن الوفا تھی اور اپنے خیالات کی اشاعت کسی سے ترک نہیں ہوسکتی، لہذا واعظ مذکور جہاں گیا بٹالہ، فتح گڈھ، پسرور وغیرہ، وہاں اس نے خیالات قادیانی کی تبلیغ واشاعت کی ۔ اس کی اس خلاف ورزی پر خاکسار نے اپنی خاص تحریر کے ذریعہ سے منشی صاحب سکرٹری کو اطلاع دی اور اسکے ساتھ بعض علماء فتح گڈھ کی تحریری شہادت بھی ارسال کی، تومنشی صاحب سکرٹری نے خاکسار کی اس تحریر اور اس شہادت کو نظر توجہ سے نہ دیکھا۔اور اس مرزائی کو اس عہدہ سے موقوف نہ کیا۔اور میری تحریر کا یہ گستاخانہ جواب دیا کہ آپ کی تحریر داخل دفتر ہوگئی ہے یعنی ڈسمس۔

آخر جب اس واعظ پر ایک عورت کے اغوا کا الزام قائم ہوا۔اور اس الزام کو بعض راشد ممبران انجمن نے پرائیویٹلی تحقیق سے ثابت کر دیا تو منشی جی کو مجبور ہو کر اس واعظ کو موقوف کرنا پڑا۔منشی جی کے ان خیالات وحرکات کے سبب خاکسار نے ان کو اپنے تلامذہ اور احباب کے زمرہ سے خارج کر دیا۔اور ایک معاملہ متعلقہ انجمن میں ان کو خط لکھنے کا اتفاق ہوا تو اس میں سلام مسنون نہ لکھا۔اس پر منشی جی ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء کو ملے تو شاکی ومستفسر ہوئے کہ کیا اعتقاد وفات مسیح کے سبب میں کافر خارج از اسلام ہو گیا ہوں کہ مجھے سلام مسنون سے یاد نہیں کیا گیا۔اس کا جواب ان کو اسی وقت یہ دیا گیا کہ اگر چہ صرف اعتقاد وفات مسیح مطلقاً موجب کفر وخروج از اسلام نہیں ہے، مگر جن اصول ولوازم سے قادیانی نے وفات مسیح کا اعتقاد ظاہر کیا ہے ان کا مان لینا بے شک کفر، اور اسلام سے خارج ہونیوالا اعتقاد ہے۔

اس تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ اگر خلیفہ صاحب مجھ کو چھوڑنے والے دوستوں میں سے منشی صاحب سکرٹری کو پیش کریں گے تو اپنا دعوی ثابت نہ کرسکیں گے کیونکہ منشی صاحب سکرٹری نے خاکسار کو نہیں چھوڑا، بلکہ خاکسار نے ان کو مرزائی سمجھ کر چھوڑا ہے۔محمد حسین)

اس دروغ خلیفہ صاحب کے مقابلہ میں یہ کہنا بھی بے موقع نہیں ہے کہ سال گزشتہ میں پچھلے سالوں کی نسبت بہت سے نئے خریدار پیدا ہو گئے ہیں ۔خلیفہ صاحب چاہیں گے تو ہم ان کے نام بھی شائع کر دیں گے اور باوجودیکہ اخباروں میں ہمیشہ زیادتی خریداران کے ساتھ کمی بھی لائق رہتی ہے اور بیسیوں اخبار انکاری ہوکر واپس آتے ہیں، سال گزشتہ میں اشاعت السنہ کا ایک پرچہ

بھی کسی خریدار نے بجز ان تین مرزائیوں کے واپس نہیں کیا۔ یہ اشاعۃ السنہ کی ہر دلعزیزی پر قوی دلیل ہےاور یہ محض تائید غیبی ہے جو اس کو خدا کی طرف سے پہنچتی ہے۔

اشاعۃ السنہ ماہوار رسالہ ہے مگر سال سال کے بعد اکٹھا نکلتا ہے، تب بھی خریداران قدر شناس اسکو نعمت الٰہی سمجھ کر بسر وچشم قبول کرتے اور اس کو عید کا چاند سمجھ کر شوق سے دیکھتے ہیں۔

اس کے بعد جو خلیفہ صاحب نے لودھیانہ کا واقعہ اور مباہلہ کے متعلق مولوی محمد حسن اور منشی سعد اللہ کی گفتگو نقل کی ہے اس کی مفصل کیفیت ناظرین مولوی محمد حسن سے پوچھیں۔ مولوی محمد حسن نے یا کسی اور دوست نے لودھیانہ سے ہم کو اس کی تفصیل سے اطلاع نہیں دی۔ ہم کو جو اس میں سفید جھوٹ نظر آرہے ہیں اس سے ہم ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں۔

ازانجملہ ایک سفید جھوٹ یہ ہے جو مولوی محمد حسن سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ خطاب (یعنی مباہلہ کا) مجھ سے نہیں ہے۔

اس کا سفید جھوٹ ہونا قادیانی کے اعلان مباہلہ مندرجہ رسالہ سچائی کا اظہار سے ثابت ہوتا ہے اس میں صاف درج ہے کہ مولوی محمد حسن بھی اس مباہلہ میں قادیانی کے مخاطب تھے اور یہ اعلان انکے پاس بھی بھیجا گیا تھا اصل عبارت اعلان مندرجہ رسالہ سچائی کا اظہار یہ ہے:

> تاریخ مباہلہ دہم ذی قعد اور یا بصورت بارش وغیرہ کسی ضروری وجہ سے گیارھویں ذی قعد ۱۳۱۰ھ قرار پائی ہے جس سے کسی صورت تخلف لازم نہیں ہوگا اور مقام مباہلہ عید گاہ جو قریب مسجد خان بہادر محمد شاہ مرحوم ہے۔ اور چونکہ دن کے پہلے حصہ میں قریباً بارہ بجے تک عیسائیوں سے دربارہ حقیت اسلام اس عاجز کا مباحثہ ہوگا اور یہ مباحثہ برابر بارہ دن تک ہوتا رہے گا۔ اسلئے مکفرین جو مجھ کو کافر ٹھہرا کر مجھ سے مباہلہ کرنا چاہتے ہیں، دو بجے سے شام تک مجھ کو فرصت ہوگی۔ اس وقت میں بتاریخ دہم ذی قعد یا بصورت کسی عذر کے گیاراں ذی قعد ۱۳۱۰ھ کو مجھ سے مباہلہ کرلیں اور دہم ذی قعد اس مصلحت سے تاریخ قرار پائی ہے کہ تا دوسرے علماء بھی جو اس عاجز کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر ٹھہراتے ہیں شریک مباہلہ ہوسکیں جیسے محی الدین لکھووالے اور مولوی عبدالجبار اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور منشی سعد اللہ مدرس ہائی سکول لودہیانہ اور عبدالعزیز واعظ لدھیانہ اور منشی محمد عمر سابق ملازم ساکن لدھیانہ اور مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ اور میاں نذیر حسین دہلوی اور پیر حیدر شاہ اور حافظ عبدالمنان وزیرآبادی اور میاں عبداللہ ٹونکی اور

مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی شاہ دین اور مولوی مشتاق احمد مدرس ہائی سکول لدھانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد علی واعظ ساکن بوپڑاں ضلع گوجرانوالہ اور مولوی محمد اسحاق اور سلیمان ساکنان ریاست پٹیالہ اور ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ اور مولوی محمد ملازم مطبع کریم بخش لاہور وغیرہ۔ اور اگر یہ لوگ باوجود پہنچنے ہمارے رجسٹری شدہ اشتہارات کے حاضر میدان مباہلہ نہ ہوئے تو یہی ایک پختہ دلیل اس بات پر ہوگی کہ وہ درحقیقت اپنے عقیدہ تکفیر میں اپنے تئیں کاذب اور ظالم اور ناحق پر سمجھتے ہیں... اتمام حجت کیلئے رجسٹری کرا کر یہ اشتہار بھیجے جاتے ہیں تا اس کے بعد مکفرین کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اگر بعد اس کے مکفرین نے مباہلہ نہ کیا اور نہ تکفیر سے باز آئے تو ہماری طرف سے ان پر حجت پوری ہوگئی۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کے وجوہات پیش کریں والسّلام علی من اتّبع الھدی۔ المشتہر مرزا غلام احمد۔ ۳۰ شوال ۱۳۲۱ھ

اس خط کو لکھنے اور اس میں یہ جھوٹ درج کرنے کے وقت خلیفہ صاحب کو قادیانی کا یہ اعلان رسالہ سچائی کا اظہار بحکم دروغ گورا حافظہ نباشد یاد نہ رہا۔ یا دیدہ دانستہ یہ جھوٹ بنایا۔

ازانجملہ ایک سفید جھوٹ یہ ہے جو بجواب منشی سعد اللہ کے اس سوال کے کہ، آپ کی طرف سے فتوی کفر میں آپ کا نام موجود ہے، مولوی محمد حسن سے نقل کیا گیا ہے کہ مولوی محمد حسین نے میرا نام فتوی میں بطور خود لکھ دیا ہے حالانکہ میں نے ان کو بذریعہ خط بھی لکھ دیا تھا کہ میرا نام نہ لکھنا۔

اس کا سفید جھوٹ ہونا اصل فتوی کے ملاحظہ سے اور مولوی محمد حسن (لدھیانوی) سے دریافت کرنے سے ثابت ہوسکتا ہے (مولوی محمد حسن نے اپنے خط دوم میں، جو آئندہ نقل ہوگا، ظاہر کیا ہے کہ اس فتوی پر دستخط میں نے خود کئے ہیں) اصل فتوی پر جو مولوی محمد حسن کی طرف سے عبارت و تصدیق مرقوم ہے وہ مولوی محمد حسن کی خاص قلم سے لکھی ہوئی ہے جس منصف مزاج ومتردد کو شک ہو وہ اصل فتوی ملاحظہ کرے اور مولوی محمد حسن سے بھی اس امر کو دریافت کرے۔

ازانجملہ یہ ایک سفید جھوٹ ہے جو بیان کیا گیا ہے کہ اس گفتگو متعلق مباہلہ کا حال منشی سعد اللہ نے خاکسار کو لکھا اور خاکسار نے اس واقعہ کے متعلق کچھ مولوی محمد حسن کو لکھا اور اس کا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔

نہ منشی سعد اللہ نے گفتگو متعلق مباہلہ سے مجھے اطلاع دی اور نہ میں نے مولوی محمد حسن کو

مباہلہ کے متعلق کوئی بات لکھی اور نہ میرے لدھیانہ پہنچنے پر مباہلہ کی بابت میری ان کی گفتگو ہوئی۔ میں نے صرف یہ سنا تھا کہ مولوی محمد حسن، رسالہ تحذیر منشی محمد احسن امروہی کو دیکھ کر تکفیر قادیانی میں متوقف اور بعض مسائل میں قادیانی کے موافق ہو گئے ہیں۔ اس پر میں نے بواسطہ اپنے دوست منشی محمدی نقشہ نویس ان کے نام ایک خط بغرض دریافت حال لکھا تو منشی صاحب نے یہ جواب دیا کہ یہ خبر محض غلط ہے مولوی محمد حسن کسی مسئلہ میں قادیانی کے موافق نہیں۔ یہی بات مولوی محمد حسن نے لدھیانہ میں عند الملاقات خاکسار کو کہی اور یہی اپنے اس خط میں لکھی جو عنقریب منقول ہوگا۔

اس کے بعد جو خلیفہ صاحب نے خاکسار کے لدھیانہ جانے اور مولوی محمد حسن کے مکان پر نہ پہنچنے اور ان سے مسجد میں گفتگو کرنے اور آخر لدھیانہ سے ناراض ہو کر چلے آنے کی بابت قصہ نقل کیا ہے۔ یہ از سرتا پا دروغ بے فروغ ہے۔ خاکسار لدھیانہ پہنچا تو مولوی محمد حسن کے مکان پر ٹھہرا، اور وہ عادت قدیم کے مطابق خاکسار سے مدارات وتواضع کیساتھ پیش آتے رہے۔

اس امر کی تصدیق میں مولوی محمد حسن لدھیانوی کا خط نقل کیا جاتا ہے جو خلیفہ حامد کے خط کو دیکھ کر انہوں نے خاکسار کے نام ارسال کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

مخدوم ومکرم من السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

میر حامد سیالکوٹی کا خط میں نے دیکھا۔ افسوس لوگ دشمنی اور عداوت کے مارے بہتان باندھتے ہیں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ میں مرزا غلام احمد کے ساتھ کسی ایک مسئلہ میں بھی متفق نہیں چہ جائے کہ میں اکثر مسائل میں متفق ہو گیا ہوں۔ چند مسائل میں جو سمجھ نہیں آئے، صرف توقف ہے۔ میں مرزا کے عقاید مستحدثہ کو ضلالت جانتا ہوں اور ان کی تاویلوں کو تحریف۔ چونکہ وہ مدعی اسلام ہیں اور شاھدین علی انفسھم بالکفر کے زمرہ میں سے نہیں، اس لئے میں ان کو کافر نہیں کہتا۔

جناب لدھیانہ تشریف لائے بدستور قدیم خاکسار نے اور جملہ موحدین نے جناب کا اکرام کیا اور حاضر خدمت رہ کر سعادت اندوزی کرتے رہے۔ میر حامد نے جو لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب کی ملاقات صرف مسجد میں ہوئی تھی کیونکہ بے رخی دیکھ کر مولوی صاحب، محمد حسن کے مکان پر جانے کی جرأت نہ کر سکے، یہ صریح جھوٹ ہے۔ مرزا غلام احمد کی تکفیر اور جواب خط کے بارہ میں مسجد میں ہرگز ہرگز گفتگو نہیں ہوئی جس کو ایک ذرہ عقل اور تمیز ہے وہ جان سکتا ہے کہ یہ قصہ سراسر بہتان وافتراء ہے۔

بھلا دہلی کے شہدوں کی بات سند تھی جو میں گفتگو میں جناب کے روبرو پیش کرتا۔ یہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے مرزا صاحب کے کسی معتقد کے روبرو یہ ذکر کیا تھا کہ دہلی کے شہدے جب آخری جمعہ کا روزہ رکھتے تو نماز کیلئے بھی مسجد میں آتے۔ اپنی پھکڑ بازی کی عادت تو نہ چھوڑ سکتے مگر اتنا التزام کرتے کہ بھیّا لام کاف نہیں کہنا۔

مجھے تو نہ پہلے کسی سے ضد تھی اور نہ اب ہے جو ضد کے بارے میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں اللہ کریم ان کو توفیق توبہ بخشے۔ ۲۷ جنوری ۱۸۹۴ء لودہیانہ۔ خاکسار محمد حسن

اس خط میں میرے عزیز دوست مولوی محمد حسن لدھیانوی نے جو باوصف تسلیم و اظہار اس امر کے کہ قادیانی کے عقاید مستحد ثہ ضلالت ہیں اس کو کافر کہنے سے توقف ظاہر کیا ہے یہی بعض اور علماء کی بھی جن کے فتوی تکفیر قادیانی پر دستخط ثبت ہیں، رائے ہے۔ چنانچہ فتوی کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوسکتا ہے۔ اس توقف کی وجہ ان علماء کے نزدیک یہ ہے کہ اگرچہ بعض عقائد مرزا قادیانی حد کفر تک پہنچ گئے ہیں مگر چونکہ وہ ان کی تاویل کرتا ہے اور تاویل کفر سے بچا لیتی ہے لہذا وہ تکفیر سے بچ جاتا ہے۔ اور وہ ان مسائل کے سبب صرف گمراہ و مبتدع کہلانے کا مستحق ہے۔ اس وجہ توقف میں ان علماء نے اپنے قصور معلومات کی وجہ سے دھوکہ کھایا ہے۔ ان کو تاویل و تکفیر کے اس قانون پر پوری اطلاع نہیں ہے کہ تاویل جو تکفیر سے بچا لیتی ہے وہ تاویل ہے جو مسائل محل و محتمل تاویل میں ہو، اور جو تاویل ایسے مسائل میں ہو جو دین سے قطعاً و ضرورۃً ثابت ہوں (جیسے حشر کو اموات کا جسموں سے اٹھایا جانا اور خدا تعالی کے علم و قدرت کا غیر محدود ہونا وغیرہ) وہ محل تاویل نہیں اور ان مسائل میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔ چنانچہ امام غزالی وغیرہ محققین اسلام کی تصانیف میں بیان ہوا ہے اور اس کا خلاصہ ہمارے اشاعۃ السنہ کے مضمون التفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں منقول ہوا ہے، اور ان کی توجہ اس طرف نہیں ہوئی کہ قادیانی ایسے ہی قطعی مسائل میں تاویل کرتا ہے۔ وہ نزول جبریل، ختم نبوت، وسعت قدرت خداوندی جیسے عقاید و مسائل میں جو دین اسلام میں قطعی تسلیم کئے جاتے ہیں تاویل کرتا ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے گذر چکا ہے۔

میرے عزیز دوست مولوی محمد حسن نے جو اپنے توقف کی یہ وجہ بھی بتائی ہے کہ قادیانی اپنے نفس پر خود کفر کی شہادت نہیں دیتا، یعنی وہ مدعی و ملتزم کفر نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی وجہ ہے جس کا اثر و نشان کسی اور اہل علم کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔ میرے عزیز دوست نے شاید کتب فقہ و حدیث و قرآن مجید میں زنادقہ اور منافقین کا حال اور حکم توجہ سے نہیں پڑھا کہ وہ باوصف ادعاء اسلام اور

اظہار شعائرِ اسلام کا فرق رار دیئے گئے اور ان سے وہ معاملات ہوئے جو کافروں سے ہوتے ہیں۔

میرے عزیز دوست اپنی اس وجہ پر نظر کریں گے اور زندیق کا حکم کتب فقہ اور صحیح بخاری میں ملاحظہ کریں گے تو امید ہے کہ اس وجہ کو واپس لیں گے۔ دجال قادیانی باتفاق میجارٹی زندیق ہے، وہ اپنے کفر پر شہادت نہ دے گا، پھر کیا اس حیلہ سے بچ جائے گا؟ ہر گز نہیں۔

خط کے اخیر میں جو خلیفہ صاحب نے صوفی عبدالحق پر ایک شرارہ چھوڑ دیا اور یہ کہا ہے کہ عبدالحق غزنوی بھی اب متروک ہو گیا ہے، یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ صوفی عبدالحق غزنوی کو امرتسر میں تھوڑے دن ہوئے ہیں، دیکھ کر آیا ہوں۔ وہ جن اعیان اہل اسلام میں جس عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے ان میں اسی عزت سے اب بھی دیکھے جاتے ہیں اور انکے متروک القوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ خلیفہ صاحب اگر کہیں کہ ان کے مباہلہ کا کوئی اثر قادیانی پر ظاہر نہیں ہوا اس لئے ان کے ساتھی مسلمانوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور اثر بد کیا ہو گا کہ اس دن سے قادیانی پر چاروں طرف سے اہل اسلام کی لعنت و ملامت کی زیادہ بوچھاڑ ہو رہی ہے اور عام مسلمان کہہ رہے ہیں کہ قادیانی نے عیسائیوں کے مقابلہ میں کچھ نہ کیا۔ مسلمانوں کی رہی سہی عزت کو کھو دیا اور عیسائیوں کو دلیر کر دیا۔ اور ان کے مباہلہ کا بھی کوئی اثر بد صوفی عبدالحق پر ظاہر نہیں ہوا۔ اس بات کو خلیفہ صاحب تسلیم نہ کریں تو پھر وہی بتا دیں کہ قادیانی کے مباہلہ کا اثر بد صوفی عبدالحق غزنوی پر کیا ظاہر ہوا؟ اب تک اس کا ایک بال بھی بینگا (ٹیڑھا) نہیں ہوا۔ اور ان کے متروک ہونے کا دعوی ایک سفید جھوٹ ہے۔ صوفی عبدالحق نے تو صرف بعض علماء سلف کی سنت پر مباہلہ کیا تھا، اس کے سوا کسی نشان آسمانی کا ان کو دعوی نہ تھا۔ بخلاف قادیانی کہ اس کو تو اپنے مباہلہ سے نشان نمائی کا دعوی تھا، اور دعوی بھی ایسا کہ اگر اسکی جانب سے نشان ظاہر نہ ہوا، یا دونوں جانب سے مساوی نشان ظاہر ہوا، تب بھی وہی (قادیانی) جھوٹا متصور ہو گا چنانچہ حجت الاسلام، قادیانی کے صفحہ ۹ میں یہ دعوی شائع ہو چکا ہے۔ اس دعوی کی رو سے صوفی عبدالحق غزنوی کی طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہوا اور قادیانی پر کوئی عذاب آسمانی نازل نہ ہوا، تب بھی قادیانی ہی جھوٹا متصور ہو گا جب تک صوفی صاحب پر کوئی ایسا اثر ظاہر نہ ہو جس کو کس و ناکس مباہلہ قادیانی کا اثر سمجھیں۔ خلیفہ صاحب نے اس نتیجہ لازم اور الزام غیر مفارق کا تو کچھ لحاظ نہ فرمایا اور اپنے احمق اور ناواقف دام میں آنے والوں کو پھنسانے کے لئے یہ افتراء کا شرارہ صوفی عبدالحق پر چھوڑ دیا۔ اور انصاف و شرم سے کام نہ لیا۔...

حافظ یعقوب صاحب آپ اپنے خط منقولہ بالا میں لکھ چکے ہیں کہ ہم علم نہیں رکھتے لہذا ممکن ہے کہ علمی باتوں میں قادیانی کی دھوکہ دہی کو آپ نہ سمجھتے ہوں گے۔ پھر کیا قادیانی کے ایسے سفید جھوٹوں کو بھی جو واقعات کے متعلق ہیں، نہیں سمجھ سکتے۔ واقعات کی تحقیق صرف مشاہدہ حال اور شہادتوں سے ایک عامی بھی کر سکتا ہے۔ آپکو ان واقعات کی تحقیق سے ثابت ہو کہ قادیانی اور اسکے خلفاء جھوٹے واقعات از خود بناتے ہیں اور جھوٹ بول کر لوگوں کو پھنسانا چاہتے ہیں، تو آپ اپنے تردد کو دور کریں اور قادیانی کو دجال سمجھ کر اس سے علیحدہ ہو جاویں۔ اور ان واقعات کے ثبوت میں آپ کو اشتباہ رہے تو آپ مجھ کو اس سے مطلع کریں۔ یہ آپ کے خط کا جواب ہے جسکا پہلے وعدہ دیا گیا تھا۔ اسکے جواب میں آپ نے قادیانی کا دجال ہونا تسلیم کر لیا یا ان واقعات کی نسبت کوئی عذر معقول پیش کر کے اپنے تردد کو متوجہ کیا تو پھر آپ سے سلسلہ خط وکتابت جاری رہے گا۔

ناظرین! خلیفہ حامد کا یہ خط صرف دیرہ دون پہنچتا اور پرائیویٹ رہتا تو اس کی نقل اور ردّ سے تعرض نہ کیا جاتا۔ یہ خط اور اسکا مضمون پبلک میں مشتہر ہوا اور جابجا اسکا شہرہ ہوا چنانچہ دیرہ دون کے علاوہ لاہور کی ایک مسجد میں (جو سنٹ ہال کے پاس ہے جہاں قادیانی کے کھلے اور چھپے حواری نمازیں پڑھتے ہیں) حواریان قادیانی نے جلسہ عام میں لودھیانہ کا یہ قصہ سنایا کہ مولوی محمد حسین اب کی دفعہ لودہانہ میں گئے تو ان کی خاطر نہ ہوئی وغیرہ اور ایک چھپے حواری قادیانی نے جو صوفی اور صاحب الہام کہلاتے ہیں اور ان کی مقدس ریش دیکھ کر خواجہ خضر یاد آتے ہیں میرے ایک دوست نقشہ نویس ملازم نہر روپڑ کو یہ کہا تھا کہ اشاعۃ السنہ کے خریداران اب اس کو خریدنا موقوف کرتے جاتے ہیں، اسی قسم کی اور باتیں یہ حضرات شائع کر رہے ہیں۔ ان اراجیف کا اثر بد بعض ناواقف لوگوں پر پڑتا نظر آیا تو اس خط اور اس کے جواب کو شائع کرنا ضروری سمجھا گیا۔

☆ مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ تحریر بالا لکھی جا چکی تھی کہ مولوی محمد حسن لدھیانوی کا دوسرا خط خاکسار کے پاس پہنچا۔ اس خط میں انہوں نے گفتگو متعلق مباہلہ کی تفصیل کی ہے جو تفصیل خلیفہ حامد کے کئی بیانوں کے مخالف ہے۔ نیز تکفیر قادیانی میں آپ نے اپنے توقف کی ایک وجہ مزید کی ہے۔ ان دو باتوں کے سوا اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔

وازآنجا کہ گفتگو متعلق مباہلہ کے ہم نے کوئی تفصیل نہیں کی جس کی اس خط دوم سے تصدیق کی ضرورت ہو، بلکہ تفصیل میں خلیفہ حامد کے صرف تین جھوٹ ظاہر کئے ہیں کہ ازانجملہ ایک کا ثبوت قادیانی کے اعلان سے دیدیا ہے اور دوسرے کے ثبوت میں مولوی محمد حسن کا حوالہ دیا ہے

لہذا ہم کو اس گفتگو کے متعلق پوری تفصیل کو نقل کرنیکی ضرورت نہیں بلکہ صرف ان دو ہی باتوں کا جن کی بابت مولوی صاحب کا حوالہ دیا گیا ہے نقل کرنا کافی ہے۔ ہاں جو مولوی صاحب نے عدم تکفیر کی مزید وجہ بیان کی ہے وہ پوری بیان کرنی ضروری ہے شاید مولوی محمد حسن کا اس میں فائدہ ہو۔

اس خط میں عزیز مولوی محمد حسن صاحب لکھتے ہیں:

کچھ دنوں بعد (یعنی گفتگو متعلق مباہلہ کے بعد) پھر منشی سعد اللہ صاحب میرے پاس تشریف لائے۔ میں مولوی محمد احسن امروہی کا رسالہ تحذیر الناس دیکھ رہا تھا۔ اس پر مرزا صاحب کا ذکر شروع ہوا اور میں نے تکفیر سے اپنا توقف ظاہر کیا۔ منشی سعد اللہ نے کہا کہ تو نے پہلے استفتاء پر دستخط کیا تھا اب توقف کا سبب کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے پہلے بھی توقف ہی تھا اور دل میں سوچ رکھا تھا کہ اپنی علیحدہ عبارت لکھ کر دستخط کرونگا۔ چونکہ دستخطوں کا جلسہ بچند وجوہ موجب پریشانی تھا میں اس احتیاط کو بھول گیا اور جلدی میں چلتے چلاتے دستخط کر دیئے۔ مولوی صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد خیال آیا تو مولوی صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا جس کا خلاصہ یہ کہ آپ مجھے اطلاع بخشیں میرے دستخط کس عبارت کے نیچے ہیں۔

یہ قول عزیز مولوی محمد حسن صاحب کا خلیفہ حامد کے دوسرے جھوٹ کا جھوٹ ہونا ثابت کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ عزیز مولوی محمد حسن نے فتوی پر خود دستخط کیا تھا، نہ کہ خاکسار نے۔ اور عزیز مولوی صاحب نے اپنے خط میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ میرا نام نہ لکھنا۔

پھر مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں:

۲۵ جولائی ۱۸۹۳ء کو جناب کا خط میرے نام آیا جس کا مضمون یہ تھا: ہم نے سنا ہے تکفیر میں تجھے شک و تردد ہے۔ کیا یہ تردد پہلے سے تھا یا منشی احسن کا رسالہ دیکھ کر پیدا ہو گیا۔

یہ قول عزیز مولوی صاحب کا خلیفہ حامد کے تیسرے جھوٹ کا جھوٹ ہونا ظاہر کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ میں نے عزیز مولوی صاحب کو مباہلہ کی بابت کچھ نہ لکھا تھا، صرف رسالہ تحذیر کا کچھ ان پر اثر کرنا سن کر اس کی بابت کچھ لکھا تھا۔

پھر عزیز مولوی محمد حسن صاحب مزید وجہ عدم تکفیر کی بابت لکھتے ہیں:

رات کو مسئلہ تکفیر کا ذکر آیا۔ خاکسار نے عرض کیا کہ مجھے توقف ہے اور یہ بھی عرض کیا کہ تکفیر سے غرض یہ ہے کہ عوام بچ جائیں اور ایسے شخص کو چھوڑ دیں۔ مگر اس زمانہ میں ایسے فتووں کا

کچھ اثر نہیں ہوتا۔ لوگ ڈرتے نہیں بلکہ ہنستے ہیں، اور کافر کہنے والوں کو کافر کہد یتے ہیں۔ اس پر لودھیانہ کا ایک قصہ بھی سنایا کہ چند شخصوں کی ہمارے مفتیوں نے تکفیر کی تھی، مگر کچھ اثر نہ ہوا مسجد میں جناب کی اور خاکسار کی اس بارہ میں گفتگو ہرگز نہیں ہوئی۔..

اس مزید وجہ عدم تکفیر سے جو فائدہ مولوی صاحب کا ہے اس کو وہ جانتے ہیں یا اور سمجھنے والے، اس وجہ سے ہم بھی ایک فائدہ اٹھاتے اور اپنے ناظرین کو پہنچاتے ہیں۔ اس وجہ سے ثابت ہے کہ اگر شوکت اسلام ہو اور علماء کے فتووں کا مخالفوں پر بھی اثر پڑے، تو عزیز مولوی محمد حسن صاحب اپنے تردد و توقف کو دور کریں اور قادیانی کا کفر ثابت کر کے اس کو وہ سزا دیں جو خلفاء اسلام کے وقت میں زندیقوں کو مل چکی ہے۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۵)

الیگزنڈر رسل وب کا اسلام

مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ شجرۃ الکذب (جھوٹ کے درخت) قادیانی کا ایک پھل، جو اصل درخت کی حقیقت ظاہر کرتا ہے، وہ ہے جو قادیانی کے ایک خلیفہ اڈیٹر رسالہ موسوم بہ الحق سے ظاہر ہوا ہے۔ اس رسالہ میں بھی خلیفہ صاحب اڈیٹر نے اس قسم کا جھوٹ کہ قادیانی کے اتباع و پیروان میں ترقی و کثرت ہوتی جاتی ہے اور اس کے مخالفوں کو مسکنت ذلت، شائع کیا ہے چنانچہ اس رسالہ کے صفحہ ۲۳ نمبر ا جلد ۲ میں مرقوم ہے:

بڑی بھاری بشارت: نومبر کی چوتھی تاریخ کو حضرت امام زمان مسیح موعود فیروز پور میں تھے۔ آپ کی خدمت میں جناب حاجی عبداللہ اور حاجی عبداللطیف حاضر ہوئے۔ یہ حاجی عبداللہ وہ مشہور سرگرم حامی اسلام ہیں جنہوں نے محمد الیگزنڈر وب مسلمان امریکن مشنری کو اشاعت اسلام کے لئے کئی ہزار روپیہ اپنی گرہ سے دیا۔ حاجی عبداللہ نے بیان کیا کہ حضرت کی قدم بوسی کی تحریک میرے دل میں اس طرح ہوئی کہ میں نے ایک دفعہ جو محمد رسل وب سے سوال کیا کہ اسلام کی بے بہا نعمت آپ کو کیونکر حاصل ہوئی، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بڑا بھاری خداوندی فضل مجھے جناب مرزا غلام احمد صاحب کی بدولت میسر ہوا۔ اسی وقت سے میرے دل میں خیال تھا کہ میں ایسے

واجب القدر حامی اسلام کو دیکھوں جس کے پاک انفاس سے اتنے بڑے زبردست لوگ غیرقوموں سے مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ چند روز ہوئے میرے دل میں جناب مرزا صاحب کی زیارت کی پرزور تحریک پیدا ہوئی ..الخ

اس کے بعد صفحہ ۲۴ میں خلیفہ اڈیٹر نے قادیانی کی طرف مدراسیوں کے رجوع وتوجہ کا مژدہ نقل کر کے کہا ہے:

غرض یہ سب اللہ تعالی کی تائید اورنصرت کا عجیب ثبوت ہے اوراس بات پر کافی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود مؤید من اللہ ہیں۔ افسوس ان یہودی صفت قسی القلب لوگوں پر جواب تک اس پاک سلسلہ کی مخالفت سے باز نہیں آئے وہ خوب سمجھ رکھیں کہ ان کے لئے ذلت مسکنت اورغضب درپیش ہے۔

ہمارے نزدیک اور ایک مبصر ومحقق کے نزدیک پہلے مژدہ کے بیان میں خلیفہ اڈیٹر نے کذب سے کام لیا ہے۔ اس میں جو مسٹر رسل وب امام اہل اسلام امریکہ کا قول نقل کیا، یہ صاحب ممدوح پر محض افتراء ہے۔ صاحب ممدوح کی جو اظہار اسلام سے پہلے قادیانی سے خط وکتابت ہوئی ہے اور وہ قادیانی کے رسالہ شحنہ حق میں چھپی ہے، وہ اس قول کے افتراء ہونے پر دلیل ہے۔ اس مراسلت سے صاحب ممدوح کا قادیانی سے مدد چاہنا تو بے شک ثابت ہے مگر قادیانی کا ان کو مدد دینا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ صرف وعدہ مدد دینا، جس کا قادیانی نے تاہنوز ایفاء نہیں کیا اور نہ آئندہ اس سے اس ایفاء کی امید ہے، جب تک کہ بقیہ براہین احمدیہ، سراج منیر، قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ وغیرہ تصنیف ہوکر شائع نہ ہوں (جو قیامت سے پہلے تصنیف وشائع ہوتی نظر نہیں آتیں)

(مولانا بٹالوی کی یہ پیش گوئی یوں پوری ہوئی کہ خود مرزائیوں کو اقرار ہے کہ یہ کتابیں شائع نہیں ہوئیں۔ مرزا بشیر احمد کہتے ہیں کہ جب مرزا صاحب نے ۱۸۷۹ء میں براہین احمدیہ کے متعلق اعلان شائع فرمایا تو اس وقت آپ براہین احمدیہ تصنیف فرما چکے تھے اور کتاب کا حجم قریباً دواڑھائی ہزار صفحہ تک پہنچ گیا تھا۔ اوراس میں آپ نے اسلام کی صداقت میں تین سو ایسے زبردست دلائل تحریر کئے تھے کہ جن کے متعلق آپ کا دعوی تھا کہ ان سے صداقت اسلام آفتاب کی طرح ظاہر ہو جائے گی اور آپ کا ارادہ تھا کہ جب اس کے شائع ہونے کا انتظام ہو تو کتاب کو ساتھ ساتھ اور زیادہ مکمل فرماتے جاویں۔ اور اس کے شروع میں ایک مقدمہ لگائیں۔ اور بعض اور تمہیدی باتیں لکھیں اور ساتھ ساتھ ضروری حواشی بھی زائد کرتے جاویں۔ چنانچہ اب جو براہین کی چار جلدیں شائع شدہ موجود ہیں ان کا مقدمہ اور حواشی وغیرہ سب دوران

اشاعت کے زمانہ کے ہیں۔اور اس میں اصل ابتدائی تصنیف کا حصہ بہت ہی تھوڑا آیا ہے۔یعنی صرف چند صفحات سے زیادہ نہیں۔اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تین سو دلائل جو آپ نے لکھے تھے ان میں سے مطبوعہ براہین احمدیہ میں صرف ایک ہی دلیل بیان ہوئی ہے اور وہ بھی نامکمل۔ان چار حصوں کے طبع ہونے کے بعد اگلے حصص کی اشاعت خدائی تصرف کے ماتحت رک گئی اور سنا جاتا ہے کہ بعد میں اس ابتدائی تصنیف کے مسودے بھی کسی وجہ سے جل کر تلف ہو گئے۔مرزا نے براہین حصہ چہارم کے آخر میں جو اشتہار ،ہم اور ہماری کتاب، کے عنوان کے نیچے دیا اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ابتداء میں جب براہین احمدیہ تصنیف کی گئی تھی تو اور صورت تھی مگر بعد میں یعنی دوران اشاعت میں جب حواشی وغیرہ لکھے جا رہے تھے اور کتاب طبع ہو کر شائع ہو رہی تھی،صورت بدل گئی ....ص ۱۱۱۔۱۱۲ جلد اول سیرۃ المہدی۔

نیز مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں: بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی نے کہ ایک دفعہ لالہ ملاوامل نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مرزا صاحب نے مجھے ایک صندوقچی کھول کر دکھائی تھی جس میں ان کی ایک کتاب کا مسودہ رکھا ہوا تھا اور آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ بس یہی میری جائیداد اور مال سب یہی ہے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ براہین احمدیہ کے مسودہ کا ذکر ہے۔ص ۱۱۳۔سیرۃ المہدی۔جلد اول۔

نیز مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں کہ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ :

آپ کی تحقیق سے تصنیف و اشاعت استفتاء و سراج منیر ۱۸۹۷ء میں وقوع پذیر ہوتی ہے حالانکہ مرزا صاحب کا اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت ج اول صفحہ ۵۵،اس امر کا مثبت ہے کہ سراج منیر کی تصنیف مارچ ۱۸۸۶ء سے پہلے شروع ہوگئی تھی۔اور اس اشتہار مورخہ یکم مارچ میں اس رسالہ (سراج منیر) کو قریب الاختتام قرار دے کر صرف چند ہفتوں کا کام باقی رہنا ظاہر کیا گیا ہے۔اور اگر اشتہار کی طباعت اول کی تاریخ (آخر اشتہار سے) رکھی جاوے تو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ظاہر ہوتی ہے اور اسی جگہ اسی اشتہار کی تاریخ طباعت بار دوم ۱۸۹۳ء ظاہر کی گئی ہے اور اسی اشتہار کی دوبارہ اشاعت پر نوٹ حاشیہ صفحہ ۵۵ پر اس امر کا اظہار ہے کہ اس رسالہ سراج منیر کی تصنیف واقعی پہلے ہو چکی تھی،اور اشاعت بے شک بعد میں ہوئی ہے۔نیز تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۹۴ کے اشتہار سے بھی سراج منیر کی تصنیف پہلے کی ثابت ہے۔نیز تبلیغ رسالت صفحہ ۱۲۴ حصہ اول میں بھی سراج منیر کی اشاعت کو اس لئے ملتوی رکھنا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہنوز بشیر اول کے متعلق مفصل علم نہ ہوا تھا۔

خاکسار، بشیر احمد جواباً، عرض کرتا ہے کہ یہ اعتراض درست نہیں ہے۔جس سراج منیر کی تصنیف کا ذکر ابتدائی کتابوں اور اشتہاروں میں آتا ہے وہ اور تھی جو طبع نہیں ہوئی (یعنی مولانا بٹالوی کی

پیش گوئی سچ ثابت ہوئی کہ یہ طبع نہیں ہوگی اور نہ براہین کی بقیہ جلدیں) اور جو سراج منیر ۱۸۹۷ء میں آ کر شائع ہوئی وہ اور ہے، چنانچہ خود مؤخر الذکر سراج منیر میں متعدد جگہ اس کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ کتاب ۱۸۹۷ء میں لکھی گئی مثلاً ملاحظہ ہوں صفحہ ۱۷، ۲۱، ۴۸، ۴۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب نے اوائل میں ایک کتاب سراج منیر لکھنے کا ارادہ کیا تھا اور غالباً کچھ حصہ لکھا بھی ہوگا مگر وہ طبع نہیں ہوئی اور پھر اسکے بعد آپ نے ۱۸۹۷ء میں ایک اور رسالہ سراج منیر کے نام سے لکھ کر شائع فرما دیا۔ سیرۃ المہدی۔ص ۱۹۸ جلد سوم)

اور جب صاحب ممدوح بعد اظہار اسلام لاہور تشریف لائے اور حواریان و معتقدین مرزا قادیانی کا ڈیپوٹیشن آپ کے پاس پہنچا اور بکمال اصرار اس امر کا خواستگار ہوا کہ آپ قادیان تشریف لے چلیں اور مرزا صاحب سے ملیں، تو آپ نے قادیان جانے سے صاف انکار کر دیا اور برملا فرما دیا کہ میں قادیانی سے تسلی یافتہ نہیں ہوں۔

یہ حال ہم نے بعض راشد مسلمانان سکرٹریان انجمن حمایت اسلام سے (جس کے صاحب ممدوح مدعو و مہمان تھے) سنا تھا اور اپنے رسالہ نمبرا جلد ۱۵ کے صفحہ ۳ و ۴ میں شائع و مشتہر کر دیا تھا اور اس میں قادیانی اور اس کے حواریوں اور ہوا خواہوں نے کچھ چوں و چرا نہیں کیا تھا۔ ایک صوفی صاحب ان میں سے بولے تو صرف اس قدر بولے کہ اس ڈیپوٹیشن میں (جس نے صاحب ممدوح سے قادیان جانے کی درخواست کی تھی) میں شامل نہیں تھا، میرا نام اس میں کیوں ذکر کیا گیا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت آپ نہ سہی، آپ کے بڑے بھائی صوفی اور دوسرے مفتی جی سہی۔ کام سے کام ہے نہ نام سے۔ نام میں راوی کی غلطی ہوگئی ہوگی اس سے تو آپ کو انکار نہیں کہ ڈیپوٹیشن ان کے پاس گیا اور خواستگار امر مذکور ہوا اور صاحب ممدوح نے انکار کیا، اور وہ قول فرمایا۔

وہ قول مسٹر محمد وب صاحب کا اس نقل خلیفہ اڈیٹر کے افتراء ہونے پر دوسری دلیل ہے اور صاف مشعر و شاہد ناطق ہے کہ اس قصہ میں جو قول صاحب ممدوح سے نقل کیا گیا ہے وہ ان پر محض افتراء ہے، لہذا یہ سارا قصہ نا قابل اعتماد و قبول ہے۔ ہم نے ایک معزز دوست سے، جو علاقہ فیروز پور میں مدرس ہے، سنا ہے کہ فیروز پور میں کوئی گدا صورت عربی، قادیانی کے پاس آیا تھا اسی کو ان حضرات نے عبداللہ عرب بنا لیا اور اس پر یہ قصہ گھڑ لیا۔

اور اگر یہ بھی فرض کر لیا اور مان لیا جاوے کہ وہی شخص عبداللہ عرب تھا جو مشہور مالدار اور نامی تاجر ہے تو پھر اس قصہ میں جو مسٹر رسل دب کا یہ قول درج کر لیا گیا ہے وہ اس قصہ کی ساری رونق و اعتبار کو دور کرتا ہے اور اس کو صاف جھٹلاتا ہے۔

وہ قول صاحب ممدوح جب ان دنوں اشاعۃ السنہ کے ذریعہ شہرہ آفاق ہوگیا تو قادیانی صاحب نے یہ سمجھا کہ یہ قول ہمارے اس دعوی کو کہ امریکہ میں اسلام ہمارے طفیل پہنچا ہے جھٹلا رہا ہے تو اس قول کے ضرر واثر سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ایک افتراء کھڑا کیا اور اس کو اپنے اسی خلیفہ حامد سیالکوٹی کے ذریعہ سے اپنے معتقدین کی پبلک میں پھیلایا (جس کی اطلاع خاکسار کو بھی بعض معزز احباب کے ذریعہ پہنچ گئی) کہ محمد رسل وب صاحب جہاز سے اترے تو قادیانی صاحب نے ان کو بذریعہ خط مطلع کر دیا اور لکھ دیا تھا کہ مسلمان لوگ مجھے زندیق کافر سمجھتے ہیں لہذا آپ میرے پاس نہ آویں ورنہ آپ بھی متہم ہو جائیں گے۔

شاید یہ حضرات اس افتراء قدیم کو اس افتراء جدید مندرجہ الحق کی تائید میں اور ہماری دلیل دوم کے جواب میں پیش کریں، اس کا جواب ہم پہلے ہی دے دیتے ہیں کہ لاہور آؤ اور معزز مسلمانوں سے اس قول صاحب ممدوح کے کہ میں قادیانی سے تسلی یافتہ نہیں ہوں، تصدیق کرلو۔ یا خود صاحب موصوف ہی سے بذریعہ خط دریافت کرلو کہ آپ نے ڈیپوٹیشن کے جواب میں وہ قول فرمایا تھا یا نہیں۔ جس معزز دوست سے ہم کو اس افتراء قدیم قادیانی پر، جو خلیفہ حامد کے ذریعہ شیوع پایا تھا، اطلاع ہوئی ہے ان کی صاحب ممدوح سے بہت خط وکتابت ہے۔ وہی دوست صاحب ممدوح سے دریافت کریں کہ ڈیپوٹیشن کے جواب میں وہ قول فرمایا تھا یا نہیں۔ سوال صرف اتنا ہو، اس سے ایک حرف زیادہ نہ ہو۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر اس وقت قادیانی نے ممدوح کو ملاقات سے منع کیا تھا اور اس امر کو مسلمانوں میں ان کے متہم ہو جانے کا باعث سمجھا تھا، تو ان کا یہ قول (اگر یہ ان پر افتراء نہیں ہے) اب رسالہ میں کیوں چھپوایا۔ کیا اب مسلمان جن سے ممدوح کو انواع اعانت کی امید ہے ان کو متہم نہ کریں گے اور نہ سمجھیں گے کہ وہ درحقیقت قادیانی سے ملے ہوئے ہیں۔ اس قول کی اشاعت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی کا وہ قول جو خلیفہ کے ذریعہ شائع کیا گیا محض بناوٹ ہے۔..

اخیر میں جو خلیفہ اڈیٹر نے قادیانی کے مخالفین کی ذلت ومسکنت کی جھوٹی خبر دی ہے یہ اسی شجرۃ الکذب کا پھل ہے۔ اور یہ ہر ایک خلیفہ قادیانی کی سنت لازمہ وخاصہ شاملہ ہے۔ اسکا سفید جھوٹ ہونا خلیفہ حامد کی دروغ گوئی کے رد میں ثابت کیا گیا ہے اور ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ قادیانی کے مخالفین خدا کے فضل وکرم سے صحت عافیت وعزت وبرکت کے ساتھ خوب دندناتے ہیں اور شب وروز تحریراً وتقریراً قادیانی کی بیخ کنی کیلئے خدا کی طرف سے مؤید وموفق ہیں۔ یہ ذلت اور

مسکنت تو قادیانی ہی کی صفت لازم اور عرض غیر مفارق ہے جسکا منہ صدہا روپیہ کی آمدنی پر بھی سوال سے بند نہیں ہوتا، اور کاسہ گدائی اسکے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ یا اسکے خلفاء اور حواریوں کے نصیب میں آ گئی ہے جو ریاست جموں میں آٹھ سو روپیہ ماہوار کے نوکر تھے اور بطفیل متابعت قادیانی کے اس نوکری سے، اس حکم کے ساتھ کہ اتنے گھنٹوں میں جموں سے نکل جاؤ، خارج و معزول کئے گئے۔ یا جو بھوپال میں ایک سو روپیہ ماہوار کے ملازم تھے اور اب بیس تیس روپیہ چندہ پر گذارا کر رہے ہیں۔ خلیفہ اڈیٹر نے قادیانی کی آئینہ صفت صورت میں انہی حضرات کی یہ صورت دیکھی ہوگی۔

در آئینہ بیند ہر کس رخ خویش (اشاعۃ السنہ جلد ۱۵۔ص ۳۰۵ تا ۳۱۲ مختصراً)

قادیانی کا مباہلہ سے گریز

قادیانیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں جب مولانا عبدالحق غزنوی اور مرزا غلام احمد کا مباہلہ ہوا تو اس وقت مرزا نے مولانا بٹالویؒ (جو موقع پر موجود تھے) سے بھی کہا تھا کہ آؤ تم بھی میرے ساتھ مباہلہ کرلو، لیکن مولانا بٹالویؒ نے اعراض کیا۔ اور اس اعراض کی وجہ سے مرزا کی وہ پیش گوئی پوری ہوگئی کہ بٹالوی صاحب مجھے کافر کہنے سے باز آ جائیں گے۔ وغیرہ تاہم اشاعۃ السنہ میں اس موقع کی جو روئداد نقل ہوئی ہے اس سے معاملہ اس کے الٹ نظر آتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

قادیانی صاحب نے اپنے خلیفہ حامد سیالکوٹی سے رسالہ، جنگ مقدس کا فوٹو، لکھوایا تو اس میں مباہلہ کا قصہ بھی درج کرا دیا اور اس میں بہت سے جھوٹوں کے ساتھ ایک یہ جھوٹ صفحہ ۳۱ میں درج کرایا کہ مولوی محمد حسینؒ کے اس مطالبے پر کہ

> آپ (یعنی مرزا) اس طرح دعا کریں کہ الٰہی میں نے جو اپنی کتابوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے، ملائکہ سے انکار کیا ہے، بہشت و دوزخ سے انکار کیا ہے، اگر ان مفتریات میں جھوٹا ہوں، تو مجھ پر لعنت بھیج۔

> مرزا صاحب نے فرمایا کہ میں تو مسلمان ہوں اور ایسی باتوں کو منہ پر لانا کفر سمجھتا ہوں، پھر یہ کیسے کہوں؟ پھر آپ نے صاف کہدیا کہ ہم یوں کہدیں گے کہ اے اللہ تعالیٰ جو کچھ میں

نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اگر اس سے میرا نبوت کا دعوی ہے یا ملائکہ سے انکار یا معراج سے انکار، تو مجھ پر لعنت بھیج۔ اس پر بھی شیخ جی مباہلہ سے منکر ہو گئے۔

مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

یہ بیان سراسر کذب و بہتان ہے۔ نہ میں نے اس عنوان سے دعا کا سوال کیا، نہ قادیانی نے اس عنوان سے دعا سے پہلے انکار اور پیچھے اقرار کیا۔ میرا سوال یہ تھا کہ اگر آپ واقعی حضرت مسیح کو فوت شدہ سمجھتے ہیں، اور خود کو مسیح موعود، اور مدعی نبوت ہیں اور نفی نزول ملائکۃ اور معراج جسمانی آنخضرت ﷺ کو حق سمجھتے ہیں، تو یوں دعا کریں کہ

الٰہی اگر میں ان اعتقادوں میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر لعنت بھیج۔

اور اگر ان باتوں کے آپ مدعی و قائل نہیں تو یوں دعا کریں کہ

الٰہی ان باتوں کا میں قائل ہوں تو مجھ پر لعنت بھیج۔

مرزا قادیانی نے دونوں صورتِ سوال سے دعا کرنا منظور نہ کیا۔ صرف مجملاً یہ کہنا چاہا کہ جو کچھ میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے وہ سب خدا و رسول کے فرمودہ مطابق ہے۔ اور مباہلہ سے گریز و فرار اختیار کیا۔

مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس مقام میں ہم اہل اسلام حاضرین جلسہ کی شہادت پیش کرتے ہیں جو انہی دنوں میں ہم نے بذریعہ استشہاد حاصل کی تھی۔

مولوی عبداللہ صاحب لکھتے ہیں:

بے شک مولوی محمد حسین نے مرزا قادیانی سے بطریق تفصیل مباہلہ کی خواستگاری کی۔ اور فرمایا کہ اگر تفصیل سے اس کو انکار ہو تو حاضرین مجلس اس انکار کو گریز تسلیم کریں۔ پھر میں اسی اجمال پر ان سے مباہلہ کروں گا۔ مگر قادیانی نے اس امر کو منظور نہ کیا۔ آخرالامر انسپکٹر نے بعد نکال دینے مرزا قادیانی کے عیدگاہ سے مولوی محمد حسین صاحب کا شکریہ ادا کر کے کہا کہ مرزا چلا گیا ہے آپ بھی تشریف لے جاویں۔ عبداللہ عفی عنہ ساکن امرتسر

شیخ عبدالعزیز سکرٹری انجمن حمایت اسلام امرتسر لکھتے ہیں:

میں عیدگاہ میں موجود تھا۔ مولوی ابوسعید صاحب کا میں پیغام لے کر گیا تھا لیکن افسوس کہ مرزا صاحب نے مولوی ابوسعید کی کچھ نہ سنی۔ محمد عبدالعزیز۔

انہی صاحبوں کی تائید و تصدیق بیان میں بہت سے حاضرین و شاہدین جلسہ حسب تفصیل

ذیل اپنے دستخط اور العبد کرتے ہیں:

احمد علی بن عبد الجبار بن عبد اللہ غزنوی۔ حافظ عمر الدین الگجراتی الڈنگوی حال وارد امرتسر عبید الرحمٰن بن عبد الرحمٰن عمر پوری ۔ عبد الملک بن سید احمد غزنوی ۔ عبد الاعلی بن عبد الغفور غزنوی۔ خاکسار محمد اسماعیل ساکن موضع بنبانوالہ۔ ابو المبارک عبد الرحمٰن بریلوی حال وارد امرتسر۔ فضل حق حسین پوری۔ مجید حسن حسین پوری۔

عاجز ہم درمیدان مباہلہ حاضر بود کلام خصمین از باعث کثرت اژدہام بسمعم نہ رسید مگر ازاں اشخاص کہ حاضرین آن مجلس بودند ثقات اند ہمیں شنیدم کہ قادیانی از مباہلہ بالتفصیل انکار کردو فرار نمود۔ احمد بن عبد اللہ غزموی ۔ ابو ادریس عبد لغفور بن محمد بن عبد اللہ غزنوی۔

و بھذا استشھد، عبد الاول بن محمد بن عبد اللہ غزنوی۔

پیر جمال الدین امام مسجد تیلیاں والی۔ امیر بخش خیاط۔ اللہ بخش عرف خدا بخش۔ اللہ بخش۔ قادر بخش۔ غلام قادر۔ عبد اللہ۔ اسد اللہ۔ محمد سلطان ۔ اللہ بخش۔ محمد رمضان خیاط۔ عبد الرحیم ۔ حافظ نور احمد۔ شیر محمد صوفی۔ محمد یونس حسین پوری۔ نور الدین حاضر مجلس۔ غلام مصطفیٰ خان سابق صدر منصرم امرتسر کٹرہ مہاں سنگھ۔ غلام محمد رنگریز ساکن امرتسر کٹرہ آہلو والیاں۔ الٰہی بخش ساکن کٹرہ لوہگڑھ ذات افغان ۔ یہ واقعہ میں نے بھی اس مجلس میں سنا: عبد الواحد المعروف نظام الدین خان محافظ دفتر ضلع امرتسر۔ محمد یامین ٹھیکہ دار حسین پوری، شیخ احمد چپراسی تحصیل امرتسر۔ امانت اللہ بن رحیم بخش۔ اللہ بخش۔ تاج الدین۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۵۔ ص ۳۱۲ تا ۳۱۵)

عربی خطبہ قادیانی کی چند غلطیاں

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے جو خطبہ اور مقاصد دافع الوساوس میں عربی عبارت لکھی ہے اس سے اسکے بعض اتباع اس کا ولی وصاحب الہام ومہبط کلام الٰہی ہونا نکالتے اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے کسی مدرسہ میں عربی کی تعلیم نہیں پائی اور کسی استاد کی عربی میں شاگردی نہیں کی، بایں ہمہ ایسی ادق عربی اس نے لکھ ڈالی ہے تو یہ بجز الہام وتعلیم الٰہی کیونکر ہوسکتی ہے۔ اور بعض جہلاء اس سے اس کا عالم متبحر ہونا ثابت کر رہے ہیں۔ مگر حقیقت شناس اس عبارت سے اس کا جاہل ہونا، اور کوچہ عربیت سے اس کا نابلد اور دعوی الہام میں کاذب ہونا نکالتے ہیں اور وہ

خوب سمجھتے ہیں کہ یہ عبارت عرب کی عربی نہیں اوراس کی فقرہ بندی محض بے معنی تک بندی ہے۔اس میں بہت سے محاورات والفاظ قادیانی نے ازخود گھڑ لئے ہیں،عرب عرباء سے وہ منقول نہیں۔اور جواس کے عربی الفاظ وفقرات ہیں ان میں اکثر صرف ونحو وادب کے اصول وقواعد کی رو سے اس قدر غلطیاں ہیں کہ ان اغلاط کی نظر سے ان کو مسخ شدہ عربی کہنا بے جا نہیں۔

اس مقام میں ہم ان اغلاط کا بیان کرتے ہیں جو بعض اہل علم نے بیان کی ہیں مگر اس سے پہلے ایک تمہید کو ضروری سمجھتے ہیں جس سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ اس اغلاط گیری ونکتہ چینی سے قادیانی کا عربی سے جاہل اور شرف کلام الہام وکلام الٰہی سے عاطل ہونا کیونکر ثابت ہوسکتا ہے۔

یہ مسئلہ مسلّمہ ہے کہ غلطی بڑے بڑے لائق اشخاص سے ہو جاتی ہے اور وہ ان کی لیاقت میں بٹہ نہیں لگاتی۔ خدا تعالی اور اس کے رسول معصوم ومقبول کے بعد کسی شخص کا اپنے کلام میں کوئی غلطی کرنا محل تعجب نہیں بلکہ کسی انسان سے اس کے انسانی کام میں غلطی نہ ہوتو یہ امر موجب تعجب ہے کیونکہ انسان کے لئے سہو ونسیان، جو غلطی کا منشاء ومولد ہے، ایک لازمی امر ہے اور مقولہ اول ناس اول ناس اورمقولہ الانسان یسا وق النسیا ن مسلّمہ مقولے ہیں۔

بناء علیہ کسی لائق انسان کے کلام میں مطلق غلطی اسکے علم وفضل وکمال میں نقصان و زوال کا موجب نہیں ہوسکتی۔ بڑے بڑے شاعر امرء القیس اور اس کے ہم سر ایسے گزرے ہیں کہ ان کے کلام میں دوسروں نے غلطیاں نکالی ہیں اور پھر ان کی شاعری غیر مسلّم نہیں ہوئی۔ اور بہت ادیب خطیب ایسے ہوئے ہیں جنھوں نے محاورات میں لغزش کھائی ہے پر وہ ان کی منقصت کی موجب نہیں سمجھی گئی۔ لہذا غلطی کلام سے متکلم کی بے علمی ونالائقی ثابت کرنے کیلئے کوئی ایسی شرط یا اصول مقرر ہونا چاہیے جس میں معذرت بالا کی گنجائش نہ ہو۔

ہمارے نزدیک اور ہر ایک صاحب خبرت وانصاف کے نزدیک وہ شرط یا اصول یہ ہے کہ غلطی جو کمال میں نقصان یا زوال پیدا کرتی ہے وہ ہے جس کا صدور اہل علم وکمال سے عادۃً محال ہو۔ اور اگر وہ معمولی اور ممکن الوقوع ہو تو اس کا وقوع وصدور اس کثرت سے نہ ہو جس کا نمبر فیصدی پچاس سے بڑھ گیا ہو۔ (مرزا بشیر احمد قادیانی اپنے والد کی عربی نویسی میں اغلاط کا ذکر یوں کرتے ہیں :

بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی نے کہ مرزا صاحب فرماتے تھے کہ ہماری جتنی عربی تحریریں ہیں یہ سب ایک رنگ میں الہام ہی ہیں کیونکہ سب خدا کی خاص تائید سے لکھی گئی ہیں۔ فرماتے تھے بعض اوقات میں کئی الفاظ اور فقرے لکھ جاتا ہوں مگر مجھے ان کے معنی نہیں آتے، پھر لکھنے کے بعد لغت دیکھتا ہوں تو پتہ لگتا ہے۔

نیز مولوی صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب عربی کی کتابوں کی کاپیاں اور پروف حضرت خلیفہ اول اور مولوی محمد احسن کے پاس بھی بھیجا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی جگہ اصلاح ہو سکے تو کر دیں۔ حضرت خلیفہ اول تو پڑھ کر اسی طرح واپس فرما دیتے تھے لیکن مولوی محمد احسن صاحب بڑی محنت کر کے اس میں بعض جگہ اصلاح کے طور پر لفظ بدل دیتے تھے۔ سیرۃ المہدی جلد ا ص ۹۱)

محال ہونے صدور کی مثال عربی کا ایک بڑا فرضی جملہ ہے. ضرب زید عمرو فی الدّار قائم بالخشبة ..(جس ترجمہ ہے کہ زید نے عمرو کو گھر میں کھڑا ہو کر لکڑی سے مارا)۔ اس جملہ میں زید کو جو ضرب کا فاعل ہے، زیر سے پڑھنا اور عمرو کو جو مفعول بہ ہے، پیش سے اور دار کو جو فی کا مجرور اور معرف بلام ہے، تنوین اور پیش لگانا اور قائماً کو جو حال ہے زیریں دینا، خشبہ مجرور کو زبر، ایسی اغلاط ہیں کہ ادنی اہل علم سے جس کو کم سے کم نحو کی پہلی کتاب (نحو میر) بھی آتی ہو ان کا صدور محال ہے۔ اور جس کے منہ سے ایسی غلطی نکلے اس کو کسی اہل علم کا اہل علم سمجھنا ناممکن ہے اور جو ایسے شخص کو اہل علم سمجھے وہ خود جاہل و بے علم کہلاتا ہے۔..

اگر کسی کلام کے الہامی ہونے کا دعوی ہو، یعنی اس کو کلام خدا کہا جائے (رسول ﷺ پر اس کے نازل ہونے کا دعوی ہو خواہ کسی قائم مقام رسول پر، جس کو رسول کی مانند معصوم اور غلطی و خطا سے محفوظ سمجھا جائے) تو اس کلام میں مطلق غلطی نہ ہونا شرط ہے اور اس میں ایک غلطی بھی اس کے الہام ہونے کی مبطل ہے۔ الہامی کلام میں فی صدی یا فی ہزار یا فی لاکھ (مثلاً) ایک غلطی بھی ہوگی تو وہ کلام الہامی نہ سمجھا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالی جو اس کلام کا متکلم فرض کیا گیا ہے اس سہو اور نسیان سے، جو غلطی کا منشاء و مولد ہے، پاک ہے قال اللہ تعالی و ما کان ربک نسیّاً لہذا جس کلام میں غلطی ہو، ایک ہی غلطی کیوں نہ ہو، وہ خدائے پاک اور مقدس کا کلام نہیں۔ اس شرط و اصول کو ناظرین محفوظ و ملحوظ رکھیں گے اور پھر قادیانی کی ان اغلاط کو جو ہم بیان کریں گے، غور و توجہ سے ملاحظہ کریں گے تو یقین اور ایمان لائیں گے کہ وہ اغلاط اس قسم (لائق معافی) سے نہیں ہیں کہ وہ قادیانی کے دعوی علم و کمال ظاہری و باطنی میں خلل انداز نہ ہو سکیں بلکہ وہ ایسی اغلاط ہیں جو قادیانی کے کمال علم و الہام کو خاک میں ملاتی ہیں۔ ان میں بہت سی غلطیاں ایسی ہیں کہ ان کا صدور نحو میر جاننے والے سے بھی ناممکن ہے جیسے اسکے لفظ فوہ کو بحالت جر واو سے لانا، یا افعال متعدی بدو مفعول کے ایک مفعول کو جمع اور دوسرے مفعول کو مفرد لانا یا مبتداء کو جمع اور اس کی خبر کو مفرد لانا، جس کی مثالیں فہرست آئندہ میں موجود ہیں یا اسکا صفحہ ۱۳ سطر ۸ میں جملہ سئمنا

متبحرعاً میں ذوالحال ضمیر سئمنا کو جمع اور اس کے حال متبحرعاً کو مفرد کرنا، یا صفحہ۱۲ سطر۵ و ۶ میں صیغ مضارع یقوم، یخاف، یبالی کو ان کے شرط ہونے کی حالت میں مرفوع کرنا، جزم نہ دینا، جن کی تصحیح اس نے کسی اہل علم کی اصلاح سے غلط نامہ کتاب میں کی ہے اور اس سے یہ بات جتائی ہے کہ اس کی قلم سے یہ اغلاط اس وجہ سے نکل گئیں تھیں کہ اس کو نحو میر کے مسائل بھی نہیں آتے کیونکہ یہ اغلاط کاتب کی اغلاط نہیں ہوسکتیں۔ کاتب اصل لفظ کی جگہ ایسے لفظ تو لکھ دیتا ہے جس کو جاہلانہ شہرت سے صحیح سمجھتا ہو جیسے کسی نے خرّ موسی صعقاً کی جگہ خرّ عیسی لکھ دیا تھا۔ کاتب جاہل سے ایسا نہیں ہوسکتا کہ گو لفظ اس کا ہم شکل نہ ہو، اور اس کے جاہلانہ خیال میں بھی کبھی نہ گزرا ہو اس کی جگہ دوسرا لفظ جیسے متبحر عین کی جگہ متبحرعاً اور یکف کی جگہ یخاف درج کر دیوے، یہ ضرور حضرت مرزا ہی کے اغلاط ہیں۔ آپ کا اصل مسودہ ایک مجلس میں پیش کر کے اس پر آپ سے مباہلہ کرایا جائے تو ضرور چور پکڑا جائے اور جو غلطیاں آپ کی کلام میں معمولی اور اہل علم سے ممکن الصدور ہیں اور اسلئے وہ قابل عفو بھی ہیں جیسے صلابت میں من کی جگہ عن لانا۔ وعلی ہذا القیاس، وہ اس حد کثرت کو پہنچ گئی ہیں کہ اس کثرت کے ساتھ کوئی ممتحن خواہ کیسا ہی متاہل و نرم و رحم دل ہو قادیانی کو پاس نہیں کرسکتا اور اہل علم ہونے کا سرٹیفیکیٹ نہیں دے سکتا اور ان غلطیوں سے (قسم اول سے، خواہ دوم سے) اس کلام کی نسبت الہام کا خیال کرنا تو ایسا ملیامیٹ ہوتا ہے کہ اس میں کسی اہل عقل وانصاف کو شک و تامل نہیں رہتا۔ اسی وجہ سے ہم نے ان اغلاط کی تفصیل و بیان سے تعرض کیا، ورنہ بجز خدا و رسول کے کون شخص ہے جو غلطی نہیں کرتا۔

تمہید ختم ہوئی۔ اب چند غلطیاں بیان ہوتی ہیں (صفحات نمبر دافع الوساوس کے ہیں)

۱۔ صفحہ ۱ سطر ۱۰۔۱۱۔ جعلهم شموس الارض و حجج الدین و حرز الایمان۔ (حصون الایمان ہونا چاہیے۔ کیونکہ) حرز واحد ہے اور یہ محل، محل جمع ہے کیونکہ یہ جعل کا دوسرا مفعول ہے جس کا مفعول اول ضمیر جمع ہے۔

۲۔۳۔ صفحہ ۱، سطر ۱۲۔ جعلهم منهلاً لا یغور ومتاعاً لا یبور (مناهل لا تغور و امتعة لا تبور ہونا چاہیے کیونکہ) یہ دونوں جعل کے دوسرے مفعول ہیں اور پہلا مفعول ضمیر جمع ہے۔

۴۔ ص ۲۔ سطر ۳۔ اخراج غیره عن الحنان (من ہونا چاہیے کیونکہ) خروج واخراج کا صلہ من آتا ہے فخرج منها خائفاً یترقب، اور فاخرجنا منه خضراء۔

۵۔ ص ۳۔ سطر ۴۔۵۔ اطرد النفوس بین وخدٍ و ذمیل (اطرد کی جگہ سیّر ہونا چاہیے

کیونکہ) یہ تمام فقرہ بے معنی تک بندی ہے۔اور خاص اطرد جس معنی (چلانے) کیلئے استعمال کیا گیا ہے وہ اسکے معنی نہیں بلکہ وہ لفظ سیر کے ہیں، اور طرد کے منع دفع کرنے، اور دھتکارنے کے ہیں۔اطراد اس دفع کا حکم دینا۔

۶۔۷۔۸۔ ص۳۔سطر۷۔ ربّا الاشجار حتی استاثر الثمن و تسمّن (استا ثرت بالاثمار و تسمنت ہونا چاہیے کیونکہ) یہ بھی خلاف محاورہ تک بندی ہے۔ومعہذا اس میں ضمیر اشجار فاعل، لہذا اس کے افعال استاثر ت و تسمنت چاہئیں اور بجائے ثمر، اثمار حرف با سے جو اختصاص پیدا کرے۔

۹۔ صفحہ۴ سطر۱۷۔ برزوا السّیوف (صلّوا یا ابرزوا ہونا چاہیے کیونکہ) سیف کے لئے صل ہی مناسب ہے اگر مادہ براز ہی کا شوق وذوق تھا تو ابرزوا باب افعال سے متعدی چاہیے تھا، نہ کہ برزوا لازم۔

۱۰ تا ۱۵ ۔صفحہ۴ سطر۴۔۵۔ فاعطاھم اللّٰہ قلباً متقلباً مع الحقّ و لسا ناً متحلیا بالصّدق و جنا ناً خا لیاً من الحقد ۔ (قلوباً متقلبۃ و السنۃ متخلیۃ و اجنانا خا لیۃ ہونا چاہئیں کیونکہ) یہ الفاظ مع اپنی صفات کے اعطی کے دوسرے مفاعیل ہیں اور اس کا پہلا مفعول ھم ضمیر ہے لہذا یہ الفاظ بھی بصیغہ جمع چائیں۔

۱۶۔ صفحہ۴۔سطر۷۔انھم برھان رسالتہ (برا ھین ہونا چاہیے کیونکہ) یہ اسم ان ضمیر جمع کی خبر ہے، لہذا جمع چاہیے۔

۱۷ تا ۲۱۔ صفحہ۴۔سطر۸۔ کلّ وا حدٍ منھم اوذی و عنّی نی فی ما ولّی و خوّف با لسّیف و السّنا ن ۔ فما وھنوا و ماستکا نوا حتی قضو نحبھم و آ ثروا (فما وھن و ما استکا ن حتی قضی نحبہ واثر ہونا چاہیے کیونکہ) ان افعال کے فاعل اور ضمیر ھم ثانی کا مرجع کل لفظ مفرد ہے، لہذا افعال بھی مفرد چاہئیں جیسے ان کی نظائر سابقہ اذی و عنی و خوف ہیں اور وہ ضمیر بھی مفرد چاہیے۔

۲۲۔ صفحہ۴ سطر۹۔قوم موجع (مو جعون چاہیے کیونکہ)قو م اسم جمع ہے اس کے صفات و افعال قرآن مجید میں صدہا مواضع میں جمع آئے ہیں ، علی قو م کافرین ، انّ القوم استضعفو نی وغیرہ

۲۳۔صفحہ۵ سطر۸ ۔ علی شرّ ھم را صعون (بشرّھم آنا چاہیے کیونکہ) ر صع کا صلہ

حرف با ہے۔ رصع به کفر ۔(دیکھو قاموس، منتہی الارب)

۲۴۔صفحہ ۶ سطر ۵۔ بعقل النا قص (بالعقل ہونا چاہیے کیونکہ) ناقص لغت معرف ہے لہذا اس کا موصوف عقل بھی معرف چاہیے ۔(جلال دین شمس قادیانی نے اس غلطی کو سہو کاتب لکھا ہے۔ کہا بسهو الکاتب ۔ و الصحیح بعقلهم۔ دیکھو روحانی خزائن۔ بہاء)

۲۵۔صفحہ ۶ ۔سطر ۸۔ لا تعطیه الّا لو حیدٍ (و حیداً ہونا چاہیے کیونکہ) اعطیت کے دونوں مفعول بلا واسطہ آتے ہیں ۔نحو میر میں ہے اعطیت زیدا در هماً ۔ایسا ہی قرآن شریف میں ہے اعطی کل شئی خلقه ، انا اعطیناک الکوثر

۲۶۔ صفحہ ۷ سطر ۱۱۔۱۲۔ ما کنت ان آبی من امر ربی (ابی امر ربی ، ہونا چاہیے کیونکہ) ابی کا مفعول بلا واسطہ آتا ہے ۔ یأ بی اللّه ، ابی الشیء یا باه۔

۲۷۔ صفحہ ۸ سطر ۱۰۔ بل هم کا لتر یاق لهذه الوباء و حجّة اللّه علی الاشقیاء و هم خزنة اسرار الشرع و ما هر الاصول (حجج ، ہونا چاہیے) یہ لفظ هم ضمیر جمع کی خبر ہے لہذا جمع چاہیے۔

۲۸۔ صفحہ ۸ سطر ۱۱۔ اسرار الشرع و ماهر الاصول (مهره ہونا چاہیے کیونکہ) یہ لفظ بھی هم ضمیر جمع کی خبر ہے لہذا جمع چاہیے ۔قادیانی نے غلط نامہ میں اس غلطی کو تسلیم کر کے کسی کے بتانے سے اس کی اصلاح کی ہے مگر چونکہ اس کے نظائر حجة وغیرہ کی اصلاح نہیں کی لہذا یہ عفو کے لائق نہیں ۔اپنے علم سے اس کی اصلاح کرتا تو دوسری نظیر کی بھی اصلاح کرتا۔محمد حسین۔

۲۹۔ صفحہ ؟۔ سطر ۱۸ سالتهما من رب الارض و السّماء (سالتهما رب الارض ہونا چاہیے) سأل کے دونوں مفعول بلا واسطہ آتے ہیں۔

۳۰۔ص ۱۵۔سطر ۵۔ بتلک الافتراء (اس کی جگہ بذلک ہونا چاہیے)

۳۱ تا ۳۳۔ص ۱۵۔ سطر ۶۔۷۔ و اللّه لو قتِلت جمیع صبیانی و اولادی و احفادی باعیننی و قطعت ایدی و ارجلی (بعینی ، و یدی و ارجلی ہونا چاہیے)

۳۴۔صفحہ ۱۵ سطر ۱۹۔ اسرو کی جگہ سرو ہونا چاہیے۔وجہ پہلے گزری۔

۳۵۔صفحہ ۱۶ سطر ۳۔فاذا هبت نسیم الهام .. فا مِرت (یہاں امِرت بغیر فاء ہونا چاہیے)

۳۶۔صفحہ ۱۶۔ سطر ۴۔۵۔ انّ مع الجد ب حِصباً ۔ ان مع الجد ب حِصباً (خصباً ہونا چاہیے (شمس قادیانی نے حاشیہ میں لکھا ہے: من سهو الکاتب و الصحیح خصباً)

۳۷۔صفحہ ۱۶۔سطر ۶۔ حدل الناس (حد ل بمعنی قلم ہے، نہ اترنے کی جگہ جو مرزا کی مراد ہے)

۳۸۔صفحہ ۱۷۔سطر ۱۔ لم یا ووہ (لم یو ووہ۔ آوی یا وی لازم فعل ہے۔ او آوی الی رکن شدید۔اور یہاں متعدی ہے آوی یووی سے وآوینا هما الی ربوةٍ)

۳۹۔صفحہ ۱۷۔سطر ۵۔ من فوہ۔ (من فی۔ نحومیر پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں کہ فو حالت جر میں فی بن جاتا ہے)۔

۴۰۔صفحہ ۱۷۔سطر ۱۴۔ اسر اهل الصلاح۔(سر ہونا چاہیے)

۴۱۔صفحہ ۱۷۔سطر ۱۷۔ قبو لیتہ (قبو لہ ہونا چاہیے۔عربی میں قبول خود مصدر ہے۔اس کو اردو میں یا، و، تا لگا کر اردو فارسی خوان جاہل مصدر بناتے ہیں)

۴۲۔۴۳۔صفحہ ۱۷۔سطر ۱۶۔۱۷ والقوم یمکر؛ والقوم یرید (یمکرون، یریدون ہونا چاہیے

۴۴۔صفحہ ۲۰۔سطر ۸۔ قوم یقال لہ الکفار و ذلک حزب یقال لہ الاخوان (حزب بھی قوم کی مانند جمع چاہتا ہے حزب بما لدیهم فرحون)

۴۵۔ص ۲۱۔سطر ۵۔ و من تفوہ بکلمة لیس لہ اصل (لها ہونا چاہیے۔ ہدایت النحو والے بچے بھی جانتے ہیں کہ کلمه عربی میں مؤنث ہوتا ہے)

۴۶۔صفحہ ۲۱۔سطر ۱۳۔۱۴۔ و ان کان الامر خلاف ذلک علی فرض المحال فنبذنا کلہ (فنبذ ناہ ہونا چاہیے)

۴۷۔ص ۲۱۔سطر ۱۹۔ تدبروا فی جوا بی (تد بروا جوا بی ہو چاہیے کیونکہ) تد بر بلا واسطہ متعدی ہوتا ہے۔ افلا یتد برون....

۴۸۔صفحہ ۲۲۔سطر ۳۔ لا تد خلوا فی علم اللّٰہ (لا تخو ضوا۔ہونا چاہیے کیونکہ) کسی کے کلام میں دخل نہ دینا فارسی محاورہ ہے۔عربی میں دخل درمعقولات کیلئے خوض بولتے ہیں۔

۴۹۔صفحہ ۲۲۔سطر ۸۔ان اک کا ذباً فکفی اللّٰہ (کفی بغیر فاء ہونا چاہیے)

۵۰۔صفحہ ۲۳ سطر ۳۔ ارحم علیهم (ارحمهم ہونا چاہیے۔قادیانی نے ہندی محاورہ کا استعمال کر دیا۔عربی میں رحم یرحم بلا واسطہ متعدی ہوتا ہے۔ لو رحمنا هم اور ارحمهما۔

(اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۵۔ص ۳۱۶ تا ۳۲۸ مختصراً)

رسائل اربعہ انجام آتھم وغیرہ کا جواب

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اشاعۃ السنہ کی گذشتہ اشاعت میں ہم نے مرزا جی کو موقوفی جنگ کا اعلان دے دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں، آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کریں گے تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔ مرزا جی نے اس کو غنیمت نہ سمجھا اور پھر بھی ہر ایک تحریر و تصنیف میں ہم کو نشانہ بنایا۔ وہ تو اپنے خیال میں ہم کو مخاطب کرنے میں اپنا فائدہ سمجھتے ہیں اور اس میں اپنی کلام کی باوقاری اور گرم بازاری کی امید رکھتے ہیں مگر درحقیقت ہمیں ان کا بڑا نقصان ہے۔ ان کی چالاکیوں اور کاریگریوں کی حقیقت کھولنے والا (محض خدا کے فضل و توفیق و القاء سے، نہ اپنی ذاتی لیاقت یا علمیت سے) ہمارے معاصرین علماء میں اس خاکسار جیسا ان کے خیال میں بھی کوئی نہیں ہے۔ اور اس امر کا وہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۴۱ و ۲۵۱ و دیگر تصانیف میں بتصریح اظہار اور اقرار کر چکے ہیں کہ:

> ہمارے مخالفوں اور نکتہ چینوں کا رأس و رئیس یہی شخص ہے باقی سب اس کی شاخیں و فروعات ہیں؛

بایں ہمہ ہم کو بار بار چھیڑنا اور ہم سے اپنی حقیقت کھلوانا کون سی دور اندیشی اور عقل مندی کی بات ہے۔ وہ تو صاحب غرض ہیں، ان کے اتباع میں بھی کوئی ایسا عقل مند اور دور اندیش نہیں ہے جو ان کو یہ ضرر سمجھا دے اور اس نقصان سے ان کو بچا وے۔ تاہم وہ نہیں مانتے اور نہ مانیں گے، تو ہم بھی حاضر ہیں۔

اس جنگ کی موقوفی پر ہم کو تین امر باعث ہوئے تھے جن کی نسبت اب خدا تعالی نے ہم کو طریق ارشد و سبیل احسن کا القاء فرمایا ہے لہذا اس چھیڑ چھاڑ پر خدا تعالی سے اجر کی امید ہے۔

امر اول۔ یہ کہ ہم مرزا جی کے تمام اصول و فروع کی بیخ کنی کر چکے تھے اور وہ اپنی تصانیف جدید میں ان ہی اصول و فروع کا بار بار تکرار اور اعادہ کرتے تھے (جیسے بے دیانت عطار ایک ہی عرق یا صرف پانی مختلف بوتلوں میں ڈال کر مختلف ناموں، عرق گلاب، عرق نیلوفر، عرق بادیان کے نام سے بیچتے

اورلوگوں کے مال مارتے ہیں) لہذا ان کے ردّ و جواب سے تعرض کو ہم تحصیل حاصل سمجھ بیٹھے تھے۔

امر دوم۔ یہ کہ آئندہ ہم کو دوسرے مخالفین اسلام وسنت خیرالانام سے مقابلہ کی مہم درپیش تھی۔ اور میرزا جی کے جواب میں مصروف رہنا اس مقابلہ سے مانع نظر آتا تھا۔

امر سوم۔ یہ کہ میرزا جی دن بدن بدگوئی اور دشنام دہی میں ترقی کرتے جاتے تھے گویا آپ کی نبوت کی معراج کا آپ کا یہی فعل ہو گیا تھا اور اس سے طبیعت میں ایک اشتعال پیدا ہوتا تھا جو گاہے انتقام یسیر بقدر عشرعشیر یا اس سے بھی کم تر کا باعث ہو جاتا تھا، گو وہ ان الفاظ سے نہ تھا جو مرزا جی کے حصے میں آئے ہوئے ہیں اور ان کے رجسٹری کرائے ہوئے ہیں، بلکہ ایسے الفاظ سے ہوتا تھا جو قوم کی طرف سے بطور خطاب اور ٹائٹل کے ان کو ملے ہوئے تھے جیسے دجال، کذاب، کافر، ملحد وغیرہ۔ اور یہ امر اپنے نفس اور اخلاق کیلئے مضر ہوتا تھا، اور بعض صلح پسند اور اخلاق مجسم دوستوں پر بھی شاق اور ناگوار گذرتا تھا۔

اب خدا تعالی نے ان تینوں سے امر اول و دوم کی نسبت تو یہ حق سجھایا اور القاء فرمایا ہے کہ اس کے رسائل کے جواب میں مثل سابق تفصیل وتطویل کو چھوڑ دو، اور مختصر الفاظ میں دو حرفی جواب دے دیا کرو، اور اس کی دلیل اور تفصیل کا حوالہ و پتہ اپنی سابق تصانیف سے دے دیا کرو کیونکہ وہ اب کوئی ایسی بات نہیں کہتا جس کا تفصیلی اور با دلیل جواب تمہاری سابق تصانیف چار پانچ سال میں نہ دیا گیا ہو۔

اور امر سوم کی نسبت یہ ہدایت ربانی ہوئی ہے کہ اس کی گالیوں کی آواز سنو، تو کان بند کر لو اور ان کا جواب نہ بقدر عشیر عشیر دو، نہ اقل قلیل۔ اور شرعی خطابات کافر، دجال وغیرہ سے اس کو یاد نہ کرو۔ وہ تمغے قوم کی طرف سے اس کو مل چکے ہیں، تمہارے بار بار ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور جب وہ کوئی ایسی بات کہے جس کو تمہارے محبوب و مرغوب دین سید المرسلین سے تعلق ہو اور اس کے جواب میں اس محبوب کی حمایت متصور ہو، تو اس کو سنو اور اس کا جواب دو اور اس شاعر کے قول پر عمل کرو جو اپنے محبوب کی دھن میں کہتا تھا

اصم اذا نوديت باسمي واننى　　　اذا قيل لي يا عبدها لسميع

تمہید ختم ہوئی اب ان کے رسائل اربعہ کا جواب دیا جاتا ہے۔

جواب رسالہ انجام آتھم

یہ رسالہ ۳۴ صفحہ میں ہے اور اس کا اصل اصول اور اعلی مقصود تو گالیاں ہیں:

شیطان، ملعون، بے حیا، بدذات فرقہ مولویاں، ظالم مولویو، تم نے بے ایمانی کا پیالہ پیا ہے، وغیرہ۔

اس اصلی مقصود کی تبعیت وطفیل میں صرف ایک یہ بات کہی ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم مر گیا، اس سے میری پیش گوئی پوری اور سچی ہوئی ہے۔ مرزا قادیانی کہتا ہے:

میری پہلی پیش گوئی میں وقوع موت کے لئے عبداللہ آتھم کے رجوع بحق نہ کرنے کی شرط تھی اور وہ شرط پہلی میعاد پندرہ ماہ میں پائی نہ گئی تھی کیونکہ عبداللہ آتھم میری پیش گوئی کی ہیبت سے ڈر گیا تھا اور یہی اس کا حق کی طرف رجوع کرنا تھا۔ اور ڈر جانے سے قطعی موعود وموقت عذاب بھی ٹل جایا کرتا ہے جیسا کہ قوم یونس سے عذاب ٹل گیا تھا جس کا ذکر قرآن اور حدیث اور بائیبل کی کتاب یونہ میں پایا جاتا ہے۔ اور یہ عذاب موت عبداللہ آتھم تو پہلے ہی مشروط بشرط عدم رجوع بحق (یعنی خوف) تھا، اس لئے وہ عذاب اس میعاد میں، جس میں وہ ڈرتا رہا، وقوع میں نہ آیا

دوسری پیشگوئی میں نے بذریعہ اشتہار اولاً انعام ایک ہزار تا چار ہزار یہ کر دی تھی کہ اگر عبداللہ آتھم ڈر جانے سے انکار پر قسم نہ کھائے گا تو ایک سال کے اندر مر جائے گا، جو اب اس کے فوت ہو جانے سے پوری ہوگئی۔

مولانا فرماتے ہیں: گالیوں کا جواب تو حسب ہدایت ربانی یہی دیا جاتا ہے:

بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی　جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

آپ بحسب دعوی وبزعم خود خدا کے ملہم، محدث، مخاطب، مہدی مسعود ومسیح موعود، رسول احمد مبشر بلسان عیسی بن مریم، خدا کے بیٹے بلکہ خدا کے باپ ہیں۔ آپ یہ گالیاں نہ دیں تو اور کون دے گا؟ یہ تو آپ کے منصب اور شان سے کم ہیں اور اس قدر قلیل سے آپ کے عالی مرتبہ کی قیمت وصول نہیں ہوتی کچھ اور بھی فرمائیں اور قیمت بڑھاویں

ہر دو عالم قیمت خود گفتہء　نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

پہلی پیشگوئی کے صادق ہونے کا جواب یہ ہے کہ خداتعالی کا قطعی موعود و موقت عذاب ڈر جانے سے کبھی نہیں ٹلا۔ اور حضرت یونس ؑ کی قوم سے قطعی عذاب کا صرف ڈر جانے سے ٹل جانا جو قرآن اور حدیث اور یونہ کی کتاب میں پایا جانا آپ نے بیان کیا ہے، اس میں آپ نے راستی سے کام نہیں لیا جو ایک نبی راست باز کے لئے لازمی امر ہے۔ ہمارے اس دعوی کی دلیل اور اس امر کی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۲ تا ۴ جلد ۱۶ میں صفحہ ۵۴ سے ۱۱۱ تک ۵۸ صفحات میں ہوچکی ہے۔ آپ کا اس تفصیل سے اغماض کرنا، اور اپنے ردّ شدہ دعوی کو بلا دلیل خاکسار کے مقابلہ میں دوبارہ پیش کرنا آپ کے منصب نبوت و رسالت سے (جس کے لئے حیا و غیرت ایسی لازمی صفت ہے جیسے کفر کے لئے بے غیرتی اور بے حیائی) نہایت مستبعد ہے۔ آپ اولاً ہمارے دلائل کا اور اپنے دلائل کے جوابات کا جواب دیں، پھر یہ دعوی منہ سے نکالیں کہ ڈر جانے سے قطعی عذاب ٹل جایا کرتا ہے۔

اب رہا یہ امر کہ عبداللہ آتھم ڈر گیا تھا اور آپ کی پیش گوئی میں موت واقع ہونے کی یہ شرط موجود تھی کہ وہ نہ ڈرے، سو اس کا جواب ہم اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ نمبر ۲ کے صفحہ ۴۷ وغیرہ اور نمبر ۴ کے صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۷ تک دے چکے ہیں۔ اس کے جواب سے بھی آپ کا اغماض کرنا اور پھر اسی ردّ شدہ بات کا اعادہ کرنا آپ کے دعوی نبوت یا محدثیت سے مناسبت نہیں رکھتا۔

ایسا ہی آپ نے جو دوسری پیش گوئی میں خبر موت عبداللہ آتھم دے دینے کا دعوی کیا ہے اس میں بھی آپ نے راستی سے (جو ایک نبی یا محدث کے لوازم ذاتیہ سے ہے) کام نہیں لیا۔ آپ کے ان اشتہاروں میں جن کا صفحہ ۱ و ۲ رسالہ انجام آتھم میں آپ نے اقتباس کیا ہے، کہیں تصریح نہیں ہے کہ اگر عبداللہ آتھم قسم سے انکار کرے گا تب بھی وہ ایک خاص میعاد میں مر جائیگا۔ آپ کے اصل اشتہاروں کے ان فقرات میں، جن کو آپ نے نقل کیا ہے، موت اور اس کی میعاد کا ذکر نہیں۔ موت کو تو آپ اب اپنی طرف سے خطوط وحدانی میں درج کر کے گویا ان الفاظ میں آپ موت کے معنی ڈال رہے ہیں۔

آپ سچ پوچھیں اور انصاف سے سنیں تو آپ کو معلوم ہو کہ عبداللہ آتھم کی یہ موت جو معیاد ایک سال سے پہلے واقع ہوئی ہے، آپ کی دوسری پیشگوئی کی مکذب ہے، نہ کہ مصدق۔ کیونکہ آپ نے اس پیشگوئی میں یہ کہا تھا کہ اگر عبداللہ آتھم قسم کھائے گا کہ میں اس پیشگوئی کی ہیبت سے نہیں ڈرا، تب وہ ایک سال کے عرصہ میں مارا جائے گا۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ قسم نہ کھانے کی صورت میں وہ مارا نہ جائے گا۔ پھر وہ باوجود قسم نہ کھانے کے مارا گیا، تو اس سے اس پیش گوئی کا

مضمون جھوٹا ہوا، نہ کہ سچا۔

یہی باتیں آپ نے اپنے خسر فرضی مرزا احمد بیگ کے فوت ہو جانے اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کے فوت ہونے کی نسبت کی ہیں، جن میں راستی وحق گوئی آپ سے چھوٹ گئی۔ ہم نے مرزا احمد بیگ کے متعلق باوجود اس کے فوت ہو جانے کے آپ کی پیشگوئی کے پوری نہ ہونے کے ثبوت میں آپ سے ۸۵ سوالات جرح کئے ہیں جو رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ا و ۲ جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۵ تا ۳۸ تک شائع ہو چکے ہیں جس سے ہر صاحب فہم وانصاف کو ثابت ہوتا ہے کہ وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی، اگر وہ پوری ہوتی تو بھی وہ یقیناً الہامی نہ سمجھی جاتی۔

اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر جو آپ نے عذرات کئے ہیں کہ وہ بھی ڈر گیا تھا، اور ڈر جانے سے عذاب ٹل جایا کرتا ہے، گو قطعی وغیر مشروط ہو۔ اسکا جواب اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں صفحہ ۱۷۹ سے ۱۹۶ تک ایسا دیا گیا ہے جس میں آپ کو چون و چرا کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ پھر آپ کا اس جواب سے چشم پوشی کرنا، اور اپنے پرانے دعاوی کو بلا دلائل ہمارے مقابلہ میں پیش کرنا آپکے دعوی نبوت یا محدثیت (جس کیلئے غیرت وحیا ایک لازمی امر ہے) کے مخالف ہے۔

دوسرے رسالہ کا جواب

دوسرا رسالہ ۱۱ صفحے کا ہے۔ یہ آپ نے پادریوں کے مقابلہ میں لکھا ہے۔ اس میں ان سے تثلیث کے حق یا ناحق ہونے پر مباہلہ کی درخواست کی ہے۔ اس کا جواب پادریوں کے ذمہ ہے ہم اس کے متعلق صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ اس رسالہ میں سخت گوئی سے کام لیا ہے، جو ایک نبی یا محدث کی شان سے بعید ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اس کے مقابلہ میں آنخضرت ﷺ اور مسلمانوں کو برا کہیں گے۔ یہ برا کہلانے والے مرزا جی ہوں گے بحکم ان نصوص کے جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں اور وہ ہمارے مضمون متعلق قتل لیکھ رام میں مندرج ہیں جو عنقریب نمبر ا جلد ۱۸ میں شائع ہوگا۔ (یہ مضمون تحریک ختم نبوت حصہ پنجم میں نقل کر دیا گیا ہے۔ بہاء)

تیسرے رسالہ دعوت قوم (یا مباہلہ) کا جواب

یہ رسالہ ۲۸ صفحہ میں ہے اور اس میں خاکسار (محمد حسین بٹالوی) کے حق میں بدگوئی اور دشنام دہی کے علاوہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں صاحب الہام ہوں مجھے اس عرصہ میں اس قدر الہام ہوئے ہیں (جن کو سات صفحات میں نقل کیا) اور کہا ہے کہ اگر علماء ومشائخ پنجاب و ہندوستان (جن میں ۶۸ علماء اور ۴۸ مشائخ وصوفیاء کے نام شمار کئے ہیں) مجھے الہامی نہیں مانتے تو مجھ سے مباہلہ کر لیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ کم سے کم دس آدمی میرے مقابلہ میں آویں، اور یہ کہیں کہ اے خدائے علیم وخبیر ہم اس شخص کو جس کا نام غلام احمد ہے درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر جانتے ہیں۔ پس اگر یہ شخص درحقیقت کذاب اور کافر اور مفتری اور بے دین ہے اور اس کے یہ الہام تیری طرف سے نہیں بلکہ اپنا ہی افتراء ہے تو اس کو ایک سال کے اندر ہلاک کر دے۔ اور اگر یہ مفتری نہیں اور تیری طرف سے ہے اور یہ الہام تیرے ہی منہ کی پاک باتیں ہیں، تو ہم پر جو اس کو کافر وکذاب سمجھتے ہیں، دکھ اور ذلت سے بھرا ہوا عذاب ایک برس کے اندر نازل کر۔ اس کے لئے ایک سال میعاد مقرر ہے۔ اور ایک اشتہار میں آپ نے اس معیاد کی نسبت یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ میعاد ایک سال کی مسنون ہے۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے لما حال الحول کا لفظ فرمایا ہے۔

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ صوفی عبدالحق غزنوی نے آپ سے مباہلہ کرنے کو قبول کیا اور اسکا اشتہار دیا، تو اسکے جواب میں آپ نے سکوت محض اختیار فرمایا۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے لاہور پہنچ کر آپ کو مباہلہ کیلئے بلایا، تو آپ نے شروط ہی کی قید میں ان کو ٹلایا۔ اگر ان دونوں صاحبوں سے مباہلہ کرنے میں آپ کو عذر ہے اور اسکی معقول وجہ آپکے پاس ہے تو بدرجہ سوم یہ خاکسار حاضر ہے مگر مباہلہ میں اور خدا کے حضور میں (جو دلوں کی کیفیات جانتا ہے) دعا میں بہت سی قیود لگانا اور لفظوں کی آڑ کی میں اپنے آپ کو بچانا کچھ ضرورت نہیں رکھتا۔ آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ میں ملہم اور مسلمان ہوں، ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ آپ جیسے اعتقاد اور اخلاق واعمال والا کوئی شخص ہرگز ملہم نہیں ہوسکتا۔ ان دونوں فریق کے اعتقادات کو بیان کر کے آپ صرف یہ کہدیں اللّٰھمّ العن الکاذب فی ھذا القول یعنی اے اللہ جو اس قول میں یا اعتقاد میں جھوٹا ہے، اس پر تو لعنت کر۔ اور آپ کا مدمقابل اس کی تائید میں آمین کہے۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۷۔ ص ۳۷۶ تا ۳۸۴)

چند قادیانی روایات

یہ روایات قادیانی حضرات کی سیرۃ المہدی، تذکرۃ المہدی، ذکر حبیب، ریویو آف ریلی جنز اور مکتوبات احمدیہ وغیرہ سے لی گئی ہیں۔ سیرۃ المہدی تین جلدوں میں ہے اور اس کی پہلی جلد مرزا بشیر احمد نے مئی ۱۹۲۱ء میں لکھنی شروع کی، اور اس کی جلد دوم مئی ۱۹۲۴ء میں لکھنا شروع کی جو اسلامیہ سٹیم پریس لاہور سے ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی۔ اس سے پہلے ۱۹۱۴ء کے گرد وپیش پیر سراج الحق نعمانی قادیانی نے تذکرۃ المہدی لکھی۔ بعد میں ذکر حبیب کے نام سے مفتی صادق قادیانی نے مرزا قادیانی کے سوانح سے متعلق روایات لکھیں۔ ریویو آف ریلی جنز قادیانیوں کا رسالہ تھا۔ مکتوبات احمدیہ میں مختلف افراد کے نام مرزا قادیانی کے خطوط جمع کئے گئے ہیں اور اسے بار دیگر مکتوبات احمد کے نام سے شائع کرایا گیا ہے۔ ان کتابوں سے چند روایات واقتباسات مختلف عنوانات کے تحت نذر قارئین کئے جاتے ہیں۔

مرزا قادیانی کا فقہی مسلک

{ مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے عبداللہ سنوری نے کہ اوائل میں، میں سخت غیر مقلد تھا۔ اور رفع یدین اور آمین بالجہر کا بہت پابند تھا۔ اور مرزا صاحب سے ملاقات کے بعد بھی میں نے یہ طریق مدت تک جاری رکھا۔ عرصہ کے بعد ایک دفعہ جب میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کے بعد آپ نے مجھ سے مسکرا کر فرمایا، میاں عبداللہ اب تو اس سنت پر بہت عمل ہو چکا ہے۔ اور اشارہ رفع یدین کی طرف تھا۔ میاں عبداللہ کہتے ہیں کہ اس دن سے میں نے رفع یدین کرنا ترک کر دیا بلکہ آمین بالجہر کہنا بھی چھوڑ دیا۔ (سیرۃ المہدی۔ ج ا۔ ص ۱۶۲)

{ مرزا بشیر احمد کہتے ہیں:

مرزا غلام احمد براہین احمدیہ حصہ چہارم میں صفحہ ۵۲۰ پر لکھتے ہیں .... مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی کہ جو کسی زمانہ میں اس عاجز کے ہم مکتب بھی تھے (ایک طرف تو مرزا صاحب کہتے ہیں

کہ ان کا کوئی دنیاوی استاد نہیں ہے۔ پھر محمد حسین بٹالوی کے ساتھ وہ کس استاد سے پڑھ رہے تھے جو ان کا ہم مکتب ہونا بیان کر رہے ہیں؟ یہ روایت صاف بتا رہی ہے کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ان کا کوئی دنیاوی استاد نہیں تھا۔ نیز مرزا صاحب نے خود ایک دوسرے مقام پر ایک استاد سے تلمذ کا اعتراف کیا ہے ۔وہ اپنے مکتوب بنام مولوی نور احمد لکھوی میں ۱۸۸۴ء میں لکھتے ہیں: ایک بزرگ مولوی فضل احمد جو فیروز والا ضلع گوجرانوالہ میں رہتے ہیں ایام خوردسال میں اس احقر کے استاد بھی تھے۔مکتوبات احمد یہ ج ۲)، جب نئے نئے مولوی ہو کر بٹالہ میں آئے تو بٹالیوں کو ان کے خیالات گراں گذرے، تب ایک شخص نے مولوی صاحب سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کیلئے اس ناچیز کو بہت مجبور کیا۔ چنانچہ اس کے کہنے کہانے پر یہ عاجز شام کے وقت اس شخص کے ہمراہ مولوی صاحب کے مکان پر گیا اور مولوی صاحب کو معہ ان کے والد صاحب کے مسجد میں پایا۔ پھر خلاصہ یہ کہ اس احقر نے مولوی صاحب کی اس وقت کی تقریر کو سن کر معلوم کر لیا کہ ان کی تقریر میں کوئی ایسی زیادتی نہیں کہ قابل اعتراض ہو اسلئے خاص اللہ کیلئے بحث کو ترک کیا گیا۔ (سیرۃ المہدی ص ۲۳۷۔۲۳۸ جلد اول)

} مرزا بشیر احمد کہتے ہیں:

ایک دفعہ قبل دعوی مسیحیت لوگوں نے حضرت مرزا کو محمد حسین بٹالوی کے مقابلہ میں بعض حنفی وہابی مسائل کی بحث کیلئے بلایا اور ایک بڑا مجمع لوگوں کا اس بحث کے سننے کیلئے جمع ہو گیا اور محمد حسین نے ایک تقریر کر کے لوگوں میں ایک جوش کی حالت پیدا کر دی اور وہ مرزا صاحب کا جواب سننے کیلئے ہمہ تن انتظار ہو گئے ۔مگر مرزا صاحب نے سامنے سے صرف اس قدر کہا کہ اس وقت کی تقریر میں جو کچھ مولوی صاحب نے بیان کیا ہے اس میں مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو قابل اعتراض ہو، اسلئے میں اسکے جواب میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ میرا مقصد خواہ مخواہ بحث کرنا نہیں بلکہ تحقیق حق ہے۔آپکے اس جواب نے جو مایوسی اور استہزاء کی لہر لوگوں کے اندر پیدا کی ہو گی وہ ظاہر ہے مگر آپ نے حق کے مقابل میں اپنی ذاتی شہرت و نام ونمود کی پرواہ نہیں کی، اور ڈر گئے، بھاگ گئے، ذلیل ہو گئے، کے طعن سنتے ہوئے وہاں سے اٹھ آئے (سیرۃ المہدی ص ۹۱ جلد دوم)

} مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں کہ

خواجہ عبد الرحمٰن متوطن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ خط بیان کیا کہ میرے والد حبیب اللہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے نماز میں حضرت مرزا کے ساتھ کھڑے ہونے کا موقع ملا اور چونکہ احمدی ہونے سے قبل میں وہابی تھا، میں نے اپنا پاؤں حضرت مرزا کے پاؤں کے ساتھ ملانا چاہا۔مگر

جب میں نے اپنا پاؤں آپکے پاؤں کے ساتھ رکھا تو آپ نے اپنا پاؤں کچھ اپنی طرف سرکا لیا جس پر میں بہت شرمندہ ہوا اور آئندہ کیلئے اس طریق سے باز آ گیا۔ (سیرۃ المہدی۔ جلد۲۔ ص ۲۹)

{ مرزا بشیر احمد اپنے والد مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں بتاتے ہیں:

اصولاً آپ ہمیشہ اپنے آپ کو حنفی ظاہر فرماتے تھے۔ (سیرۃ المہدی۔ ص ۴۹۔ جلد۲)

{ مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

قاضی محمد یوسف پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میں نے حضرت (غلام) احمد کو بارہا نماز فریضہ اور تہجد پڑھتے دیکھا۔ آپ نماز نہایت اطمینان سے پڑھتے۔ ہاتھ سینے پر باندھتے ..آمین آہستہ پڑھتے، رفع یدین کرتے تھے، رفع سبابہ یاد نہیں، اغلباً کرتے تھے (مرزا بشیر احمد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں) خاکسار عرض کرتا ہے کہ میرے علم میں حضرت مرزا رفعیدین نہیں کرتے تھے اور مجھے حضرت صاحب کا رفع سبابہ کرنا بھی یاد نہیں، گو میں نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ آپ رفع سبابہ کرتے تھے۔ (تذکرۃ المہدی۔ ص ۴۸ جلد سوم)

{ مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

حافظ نور محمد ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم نے حضرت مسیح موعود سے مسئلہ دریافت کیا کہ فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین اور آمین کے متعلق کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ طریق حدیثوں سے ثابت ہے اور ضرور چاہیے۔ (اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مرزا بشیر احمد کہتے ہیں) خاکسار عرض کرتا ہے کہ فاتحہ خلف الامام والی بات تو حضرت صاحب سے متواتر ثابت ہے، مگر رفع یدین اور آمین بالجہر والی بات کے متعلق میں نہیں سمجھتا کہ حضرت صاحب نے ایسا فرمایا ہو، کیونکہ اگر حضور اسے ضروری سمجھتے تو لازم تھا کہ خود بھی اس پر ہمیشہ عمل کرتے۔ مگر حضور کا دوامی عمل ثابت نہیں، بلکہ حضور کا عام عمل بھی اس کے خلاف تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب حافظ (نور محمد) صاحب نے حضور سے سوال کیا تو چونکہ سوال میں کئی باتیں تھیں حضور نے پہلی بات کو مدنظر رکھ کر جواب دے دیا۔ یعنی حضور کے جواب میں صرف فاتحہ خلف امام مقصود ہے۔ واللہ اعلم۔ (سیرۃ المہدی۔ ص۶۴۔۶۵ جلد سوم)

{ مفتی محمد صادق قادیانی لکھتے ہیں:

زندگی کے آخری سالوں میں جب کہ مرزا صاحب عموماً باہر تشریف نہیں لا سکتے تھے اس وقت اندر عورتوں میں نماز مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھایا کرتے تھے۔ حضور امامت کے وقت

بسم اللہ بالجہر نہ پڑھا کرتے ۔ اور رفع یدین بھی نہ کرتے تھے ۔ مگر ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے اور تشہد میں سبابہ کی انگلی اٹھاتے تھے ۔ باقی نماز ظاہری طریق میں حنفیوں کے طرز پر ہوتی تھی ۔

(ذکر حبیب ۔ ص ۲۴)

} قادیانی مفتی محمد صادق لکھتے ہیں :

ایک دفعہ ایک واعظ ایسے طرز پر حضرت (مرزا) کے سامنے گفتگو کرتا تھا کہ گویا اس کے نزدیک حضرت بھی فرقہ وہابیہ کے طرف دار ہیں، اور اپنے تئیں بار بار حنفی اور وہابیوں کا دشمن ظاہر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ حق کا طالب ہوں ۔ اس پر حضرت (مرزا) نے فرمایا :

اگر کوئی محبت اور آہستگی سے ہماری باتیں سنے تو ہم بڑی محبت کرنے والے ہیں ۔ اور قرآن اور حدیث کے مطابق ہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں ۔ اگر کوئی اس طرح فیصلہ کرنا چاہے کہ جو امر قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہو، اسے قبول کر لے گا ، اور جو ان کے برخلاف ہو، اسے رد کر دے گا تو یہ امر عین سرور، عین مدعا ہے اور عین آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ۔ ہمارا مذہب وہابیوں کے برخلاف ہے ۔... ذرا سا علم ہونے سے کوئی متابعت کے لائق نہیں ہو جاتا ۔ کیا وہ اس لائق ہے کہ سارے متقی اور تزکیہ کرنے والوں کی تابعداری سے آزاد ہو جاوے ۔ قرآن شریف کے اسرار سوائے مطہر اور پاک لوگوں کے اور کسی پر نہیں کھولے جاتے ۔ ہمارے ہاں جو آتا ہے اسے پہلے ایک حنفیت کا رنگ چڑھانا پڑتا ہے ۔ میرے خیال میں یہ چاروں مذہب اللہ تعالی کا فضل ہیں اور اسلام کے واسطے ایک چار دیوار ۔ اللہ تعالی نے اسلام کی حمایت کے واسطے ایسے اعلی لوگ پیدا کئے جو نہایت متقی اور صاحب تزکیہ تھے ۔ آج کل کے لوگ جو بگڑتے ہیں اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اماموں کی متابعت چھوڑ دی گئی ہے ۔ (ذکر حبیب ۔ ص ۲۷۷)

} ایک قادیانی ، فضل الہی ریڈر سب جج درجہ اول سیالکوٹ، نے ایک خط مرزا محمود احمد قادیانی کو لکھا اور اس کے ہمراہ پنڈت دیوی رام ولد متھرا داس کا حلفیہ بیان بھجوایا ۔ پنڈت دیوی رام کسی زمانے میں نائب مدرس قادیان تھے ۔ مرزا محمود احمد نے یہ بیان برائے اندراج سیرۃ المہدی ، اپنے بھائی مرزا بشیر احمد کو بھجوا دیا ۔

فضل الہی نے لکھا ہے کہ وہ اس پنڈت کے پاس مولوی محمد منیر احمدی کے ہمراہ گیا اور یہ آریہ پنڈت بہت نیک سیرت اور خوب ہوشیار اور حق گو ہے ۔ ساڑھے پانچ گھنٹے اسکا بیان لیا ۔ اور مرزا محمود کو لکھا کہ میں یہ حضور کو تمام بیان ارسال کرتا ہوں ۔ اگر حضور اس کو پڑھ کر پسند کریں تو

میری خواہش ہے کہ میں اس کو پہلے یہاں (سیالکوٹ) چند اخبار مقامی میں چھپواؤں اور پھر الفضل میں اشاعت ہو...فضل الٰہی کا مرزا محمود کے نام یہ خط ۷۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء کا ہے۔ اور بیان سیرۃ المہدی جلد۳۔ صفحہ ۱۷۸ سے شروع ہو کر ۱۸۵ پر ختم ہوتا ہے۔

پنڈت دیوی رام کا بیان درج ذیل ہے:

میں ۲۱ جنوری ۱۸۷۵ء کو نائب مدرس ہو کر قادیان گیا تھا۔ میں وہاں چار سال رہا۔ میں مرزا غلام احمد کے پاس اکثر جایا کرتا تھا اور میزان طب آپ سے پڑھا کرتا۔ آپ کے والد مرزا غلام مرتضی زندہ تھے۔ مرزا غلام احمد ہندو مذہب اور عیسائی مذہب کی کتب اور اخبارات کا مطالعہ کرتے رہتے تھے ..مرزا سلطان احمد پسر مرزا غلام احمد حکمت کی کتابیں اپنے دادا سے پڑھا کرتے تھے اور میں بھی گاہے بگاہے ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد میر ناصر نواب جو محکمہ نہر میں ملازم تھے، ان کا ہیڈ کوارٹر بھی خاص قادیان میں تھا اور وہ وہابی مذہب کے تھے۔ مرزا صاحب اہل سنت والجماعت تھے۔ کبھی کبھی دونوں کو اکٹھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو اکثر اپنے اپنے مذہب کے متعلق بحث ومباحثہ کیا کرتے۔ میں بھی فارسی کی کوئی کتاب سنانے یا میزان طب پڑھنے کیلئے شام پانچ بجے کے قریب مسجد میں چلا جایا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد میر ناصر نواب نے اپنی لڑکی کا نکاح مرزا غلام احمد سے کر دیا۔ ...مرزا نے سنت سنگھ جٹ جو بوٹر کلاں کا رہنے والا تھا اس کو مسلمان بنالیا پادری کھڑک سنگھ سے بھی ایک دفعہ مباحثہ ہوا۔ ۱۸۷۷ء۔ ۱۸۷۸ء میں سوامی دیانند کا بھی شہرہ ہو چکا تھا۔ مرزا صاحب کا ایک تحریری مباحثہ بھی ہوا تھا۔ اخبارات میں انادی اور ورنوں کے متعلق بحث ہوتی رہی۔ آپ کی عمر اس وقت پچیس تیس سال کے درمیان تھی....مرزا (کے والد) قابل حکیم تھے اور پنجاب میں گیارھویں درجہ پر کرسی ملتی تھی..؛ میر ناصر نواب کے ساتھ میرے روبرو رفع یدین، آمین بالجہر، ہاتھ باندھنے کے متعلق، تکبیر پڑھنے کے متعلق بحث ہوتی کہ آیا یہ امور جائز ہیں یا ناجائز۔ ان ایام میں آپ کے دوست کشن سنگھ، کنگھی گھاڑا، شرم پت اور ملاوامل تھے .....

پنڈت دیوی رام بقلم خود ریٹائرڈ مدرس وسابق مدرس قادیان حال وارد قصبہ دودو چک حال اپ پردھان آریہ سماج دودو چک تحصیل شکر گڑھ۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۵ء

خاکسار بہاء الدین کہتا ہے کہ سیرۃ المہدی کی یہ روایت بکف چراغ دارد کی نہائت عمدہ مثال ہے۔ خود مرزائیوں نے اپنے خلاف ایک ایسی شہادت فراہم کی ہے، جو ایک غیر جانبدار فرد کی طرف سے ہے، اور جسے وہ خود ہی ثقہ اور صادق گواہ قرار دیتے ہیں۔ یہ گواہ کہتا ہے کہ

۱۔ مرزا قادیانی (قبل دعوی مسیحیت) اہل سنت والجماعت حنفی تھا۔

۲۔مرزا قادیانی رفع یدین آمین وغیرہ کا عامل نہیں تھا بلکہ ان مسائل پر مخالف سے بحث کیا کرتا تھا

۳۔ یہ گواہ بتاتا ہے کہ جب وہ ۱۸۷۵ء میں قادیان آیا اس وقت مرزا کی عمر پچیس تیس سال کے درمیان تھی ۔ اگر ۱۸۷۵ء میں مرزا صاحب کی عمر ۲۵ سال سمجھی جائے تو ان کی ولادت کا سال ۱۸۵۰ء بنتا ہے۔اور اگر ۳۰ سال سمجھی جائے تو ان کی ولادت کا سال ۱۸۴۵ء بنتا ۔اگر ۲۷ سال سمجھی جائے تو سال ولادت ۱۸۴۸ء بنتا ہے ۔ اگر ۳۳ سال مان لی جائے تو سال ولادت ۱۸۴۲ء بنتا ہے ۱۸۳۵ء میں پیدا ہونے والا شخص ۱۸۷۵ء میں ۴۰ سال کا ہوتا ہے ۔ اور کوئی ایسا شخص (جیسا کہ اس پنڈت کو بتایا گیا ہے) جو مسلسل چار سال تک صبح و شام مرزا قادیانی سے ملتا رہا ہو، بلکہ ان سے پڑھتا بھی رہا ہو، ایک چالیس سالہ شخص کے بارے میں کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی عمر ۲۵ ،اور تیس سال کے درمیان تھی ۔

مرزا قادیانی کی عمر اور موت

{ مرزا بشیر احمد قادیانی کا کہنا ہے:

حضرت خلیفہ اول (حکیم نورالدین) کے گھر سے یعنی حضرت اماں جی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب آخری سفر لاہور میں وفات سے چند روز قبل مرزا صاحب کو یہ الہام ہوا کہ الرحیل ثمّ الرحیل یعنی کوچ پھر کوچ (جو آپ کے قربِ موت کا اشارہ تھا) تو حضرت صاحب نے مجھے بلا کر فرمایا کہ جس حصہ مکان میں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں ، اس میں آپ آ جائیں اور ہم آپ والے حصہ میں چلے جاتے ہیں کیونکہ خدا نے الہام میں الرحیل فرمایا ہے جسے ظاہر میں اس نقل مکانی سے پورا کر دینا چاہیے ۔ اور معذرت بھی فرمائی کہ اس نقل مکانی سے آپ کو تکلیف تو ہو گی مگر میں اس خدائی الہام کو ظاہر میں پورا کرنا چاہتا ہوں ۔ چنانچہ مکان بدل لئے گئے ۔مگر جو خدا کی تقدیر میں تھا وہ پورا ہوا اور چند دن بعد آپ اچانک وفات پا گئے ۔ (سیرۃ المہدی ص ۵۹ ج ۳)

{ مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

خاکسار مختصراً عرض کرتا ہے کہ مرزا صاحب ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے..رات کے پچھلے پہر مجھے جگایا گیا ..تو کیا دیکھتا ہوں کہ مرزا صاحب اسہال کی بیماری سے سخت

بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور ادھر ادھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جب میں نے پہلی نظر مرزا صاحب پر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے۔اس وقت آپ بہت کمزور ہو چکے تھے۔اتنے میں ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔سب سمجھے کہ وفات پا گئے اور یکدم سب پر ایک سناٹا چھا گیا۔مگر تھوڑی دیر کے بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی مگر حالت بدستور نازک تھی اتنے میں صبح ہوگئی ، اور آپ کی چار پائی کو باہر صحن سے اٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے۔ جب ذرا اچھی روشنی ہوگئی تو آپ نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا؟ غالباً شیخ عبدالرحمٰن قادیانی نے عرض کیا کہ حضور ہو گیا۔آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمّم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی مگر آپ اسی حالت میں تھے کہ غشی طاری ہوگئی اور نماز کو پورا نہ کر سکے۔تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ عرض کیا گیا حضور ہو گیا ہے۔آپ نے پھر نیت باندھی مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے یا نہیں۔ اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی۔ غالباً آٹھ ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے۔مگر آپ جواب نہ دے سکتے تھے اس لئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا اور آپ پھر لیٹ گئے۔ یہ آخری تحریر جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصہ پڑھا نہیں جاتا تھا، جناب والدہ صاحبہ کو دے دی گئی۔ نو بجے کے قریب حضرت صاحب کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہو گیا۔غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھچ کھچ کر آتا تھا۔خاکسار اس وقت آپکے سرہانے کھڑا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو، جو اس وقت ساتھ والے کمرے میں تھیں، اطلاع دی گئی وہ مع چند گھر کی مستورات کے آپ کی چار پائی کے پاس آ کر زمین پر بیٹھ گئیں۔اس وقت ڈاکٹر محمد حسین شاہ .... (یہاں کتاب میں نقطے ڈالے ہیں)...لاہوری نے آپ کی چھاتی میں پستان کے پاس انجکشن یعنی دوائی کی پچکاری کی جس سے وہ جگہ کچھ ابھر آئی مگر کچھ افاقہ محسوس نہ ہوا، بلکہ بعض لوگوں نے برا منایا کہ اس حالت میں آپکو کیوں تکلیف دی گئی۔تھوڑی دیر تک غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانسوں کے درمیان وقفہ لمبا ہوتا گیا حتی کہ آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلی کی طرف پرواز کر گئی۔ (سیرۃ المہدی ص ۹-۱۰-۱۱-جلد اول)

(آخری تحریر پڑھی نہیں جاسکی۔ویسے وہ ہے کہاں؟مرزا صاحب کے وہ تمام کاغذات جو ان کی موت کے وقت ان کے بستر یا تکیے کے نیچے سے ملے وہ تو محفوظ کر کے قادیانیوں نے پیغام صلح وغیرہ کی صورت میں شائع کرا دئے تھے۔لیکن مرزا صاحب کی آخری تحریر کو کہاں غائب کر دیا گیا ہے؟ کیا معلوم کہ مرزا نے اس میں یہی لکھا ہو کہ مجھ پر اپنی ہی بد دعا کا اثر ہو رہا ہے،اور اپنے مریدوں کو وصیت کی ہو کہ تم میرے عقائد ونظریات چھوڑ دینا کیونکہ میں نے خود ہی مولوی ثناء اللہ کے مقابل دعا کی ہوئی ہے کہ کاذب سچے کی زندگی میں مرجائے۔ بہاء)

☆ پنڈت آتمانند لکھنو سے، مولوی اللہ دتہ سے چند سوال، کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

سیرۃ المہدی ص ۱۹۷ پر بقول مرزا سلطان احمد صاحب لکھا ہے کہ :

ہندو پنڈت مجھے کہتا تھا کہ میری پیدائش ۱۹۱۳ بکرمی ہے۔اور میں نے سنا ہے کہ والد صاحب کی عمر میری ولادت کے وقت کم وبیش اٹھارہ سال کی تھی۔

اب چونکہ مرزا کی وفات ۱۹۰۸ عیسوی، مطابق ۱۹۶۴ بکرمی میں ہوئی تھی۔لہذا مرزا کی کل ۶۹ سال ہوئی۔(یعنی مرزا سلطان احمد ۱۹۱۳ بکرمی میں پیدا ئے۔ان کے والد ان سے ۱۸ سال بڑے ہوں تو والد کا سال پیدائش ۱۸۹۵ بکرمی ہوا۔ان کی وفات ۱۹۶۴ بکرمی میں ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی کل عمر ۶۹ سال بنتی ہے۔ بہاء) (اہل حدیث امرتسر ۲۷ مئی ۱۹۳۲ء ص ۵)

} مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

سید زین العابدین نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میں ۱۱ستمبر ۱۹۳۵ء کو سیالکوٹ میں تھا۔وہاں مجھے حیات بی بی بنت فضل دین (جو کہ حافظ محمد شفیع قاری کی والدہ ہیں) سے ملنے کا موقعہ ملا اس وقت میرے ہمراہ مولوی نذیر احمد سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ سیالکوٹ، چوہدری عصمت اللہ پلیڈر لائل پور بھی تھے۔ .. مائی صاحبہ کی عمر اس وقت (یعنی ۱۹۳۵ء میں)۱۰۵ سال ہے..انہوں نے بتایا غدر کے زمانہ میں، میں جوان تھی .. مجھے مرزا صاحب سے اس وقت سے واقفیت ہے کہ جب آپ پہلے پہل سیالکوٹ تشریف لائے تھے(یعنی ۱۸۶۴ء میں) اور یہاں ملازمت کے زمانہ میں رہے۔مرزا صاحب کی عمر اس وقت ایسی تھی کہ چہرے پر مس پھوٹ رہی تھی اور آپ کی ابھی پوری داڑھی نہ تھی۔سیالکوٹ تشریف لانے کے بعد مرزا صاحب میرے (یعنی حیات بی بی کے)والد کے مکان پر آئے اور فرمایا میاں فضل دین آپ کا جو دوسرا مکان ہے وہ میری رہائش کے لئے دیدیں۔

میرے والد نے دروازہ کھولا اور آپ اندر آ گئے ...مرزا صاحب کا زیادہ تر ہمارے والد صاحب کے ساتھ ہی اٹھنا بیٹھنا تھا۔ان کا کھانا بھی ہمارے ہاں پکتا تھا۔ (سیرۃ المہدی ص۹۲۔۹۳ جلد۳)

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۴ء میں مرزا قادیانی کی پوری داڑھی نہ تھی، صرف مسیں پھوٹ رہی تھیں۔اگر ان کی ولادت ۱۸۳۵ء شمار کی جائے تو ۱۸۶۴ء میں ان کی عمر ۲۹ سال ہوتی ہے۔اور ۲۹ سال کی عمر کے جوان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی ابھی مسیں پھوٹ رہی ہیں۔ ہاں ایسی بات اس شخص کے بارے میں کہی جاسکتی ہے جسکی عمر ۲۰ سال کے گرد و پیش ہو۔

☆ آتھم کی بحث میں مرزا صاحب کہتے ہیں: میری پیش گوئی میں تھا کہ کاذب صادق کی زندگی میں مر جائے گا، کیا وہ (آتھم) میری زندگی میں نہیں مرا۔اگر پیشگوئی سچی نہیں نکلی تو مجھے دکھاؤ کہ آتھم کہاں ہے۔اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے۔اگر شک ہو تو اس کی پنشن کے کاغذات دفتر سرکاری میں دیکھ لو کہ کب اور کس عمر میں اس نے پنشن پائی۔ پس اگر پیشگوئی صحیح نہیں تھی تو وہ کیوں میرے پہلے مر گیا۔ (بدر ، شعبان ۱۳۲۰ھ) (ایک تو یہ لکھا ہے کہ کاذب صادق کی زندگی میں مرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ ۱۳۲۰ھ میں مرزا کی عمر ۶۴ سال کے قریب تھی۔ اس کے چھ سال بعد وہ فوت ہوئے تو بوقت وفات ان کی عمر ۷۰ سال کے قریب ہوئی)

☆ ایک مقدمہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی عمر کے بارے میں بیان دیا تو جناب امام الدین لاہوری نے بایں الفاظ تبصرہ فرمایا:

پیسہ اخبار مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۰۴ء صفحہ ۴ کالم دوم میں مراسلہ نویس نے مرزا قادیانی کے بیانات عدالت پر ایک لطیفہ لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے عدالت میں اس وقت اپنی عمر ۶۵ برس کی لکھائی ہے (یعنی ۱۹۰۴ء میں ۶۵ سال کے ہوئے تو ۱۹۰۸ء میں بوقت وفات ان کی عمر ۶۹ سال ہوئی۔ بہاء) حالانکہ مرزا صاحب خود اپنی کتاب اعجاز احمدی کے صفحہ ۳ سطر ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ آتھم کے مباحثہ کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال کی تھی جس کو اب پورے دس برس گذر چکے ہیں۔

پس آپ کی تحریر مندرجہ اعجاز احمدی اور عدالت کے بیان کے مطابق دس برس کے بعد آپ کی عمر فقط ایک سال بڑھی۔

پیسہ اخبار میں اس لطیفہ کے پڑھنے سے مرزا صاحب کی نسبت چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ ہمارے کرم فرما میاں علی محمد روغن فروش محلّہ سادھواں کی دکان پر دو تین مرزائیوں نے اخبار پڑھا زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر ان کے چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مرزا کے اس بیان سے نادم ہیں...

تاویلات کا سلسلہ مرزا صاحب ہی سے شروع ہوا ہے اور آپ ہی اس علم کے موجد ہیں کوئی قدردان ہوتا تو قدر کرتا۔ فرمایئے پبلک نے کیا قدر کی؟ یہی نہ کہ عدالت میں چار چار گھنٹہ لگاتار کھڑے ہونا پڑا اور روپئہ کی زیرباری علیحدہ۔ عبداللہ آتھم کے وقت آپ نے کیا جھوٹ بولا تھا؟ پیشگوئی گوئی پوری نہ ہوئی تھی، مگر تاویل نے تو پوری کر دی۔ پبلک نے ہی غلطی کھائی کہ اصل بات اس کی سمجھ میں نہ آئی، ناحق دہائی مچائی۔ اس میں آنجناب کا کیا قصور اور اب بھی عقل کا قصور ہے اور اسی میں سراسر فتور ہے۔ چونکہ بہ باعث مقدمات مرزا جی کو ان دنوں چنداں فرصت نہیں لہذا ہم ہی سردست علم تاویلات کے مطابق دس برس کے اختلافات کا جواب عرض کر دیتے ہیں۔

مرزا صاحب، عبداللہ آتھم کے مباحثہ کے وقت (۱۸۹۳ء میں) واقعی ۶۴ سال کے تھے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب اعجاز احمدی کے صفحہ ۳ سطر ۱۵ میں لکھا ہے اور اب جو دس سال بعد ۱۹۰۳ء میں عدالت میں لکھایا ہے کہ وہ ۶۵ کے ہیں یہ بھی عین سچ ہے کیونکہ دس کے عدد کے ساتھ جو صفر ہے علم حساب میں صفر کی بذات خود کچھ ہستی نہیں۔ اس لئے جناب مرزا صاحب نے اس کو قلم انداز کر دیا۔ پس دس کی بجائے ایک رہ گیا اور علم حساب کے مطابق مرزا صاحب کی عمر، آتھم کے مباحثہ کے وقت سے لے کر ۱۹۰۴ء تک بجائے دس سال کے فقط ایک سال بڑھی ہے۔ دیکھو اس کو کہتے ہیں علم تاویلات۔ اگر کسی کو سمجھ نہ ہو تو مرزا صاحب کا کیا قصور؟

بندہ امام الدین۔ ۲۔ اگست ۱۹۰۴ء (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۹۔ گست ۱۹۰۴ء ص ۱۔۲)

☆ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر کے ۱۵۔ اگست۔ ۱۹۳۲ء کے شمارے میں:

مرزا صاحب کی الہامی عمر کیوں پوری نہیں ہوئی؟

کے عنوان سے ایک مضمون میں بتایا گیا ہے:

...مرزا صاحب نے اپنی عمر کی بابت الہامی خبر دی تھی کہ ۷۴، اور ۸۶ کے درمیان وفات ہوگی... لاہوری جماعت کے آرکن اخبار پیغام صلح نے اس کمی کو پورا کرنے کی عجیب توجیہ کی ہے... پیغام لاہور کا قابل اڈیٹر لکھتا ہے: مولوی ثناء اللہ اور اس کے کاسہ لیس اس بات پر بڑا زور مار رہے ہیں کہ حضرت مرزا نے الہام الٰہی کے مطابق اپنی عمر ۷۵ سے ۸۵ سال کے درمیان بیان فرمائی ہے۔ اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ الہام کے الفاظ ہیں۔ دوم کیا مولوی ثناء اللہ یا میاں حبیب اللہ اس بات سے ناواقف ہیں کہ مسلمان علماء کا ایک گروہ عظیم قرآنی الہامات میں نسخ کا قائل ہے۔ اور پھر کیا وہ اس بات سے بھی ناواقف ہیں کہ حضرت یونس جو ایک نبی تھے ان کو قطعی وحی

ہو جانے کے باوجود وہ وحی خدا نے بدل دی۔قرآن وحدیث کی کس دلیل سے یہ ناجائز ہے کہ خدا تعالی اپنی وحی کو بدل نہیں سکتا۔(پیغام صلح۔۱۱ جولائی ۱۹۳۲ء۔ص ۷)

مولانا ثناءاللہ امرتسری کہتے ہیں کہ پہلے عذر کا جواب تو یہ ہے کہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں: جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو ۷۴ اور ۸۶ کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں (ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۹۷)...اور دوسرے عذر کا جواب یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں قادیانی اور لاہوری پارٹیوں میں ماہر علوم عالم کوئی نہیں اور جو ہیں وہ خاموش ہیں۔ بھلا یہ کسی دینی عالم کا قول ہوسکتا ہے کہ قرآنی الہامات متضمنہ اخبار میں نسخ جائز ہے؟ اس کے یہ معنی ہیں کہ معاذ اللہ خدا نبی کو الہام کرے کہ کل بارش ہوگی،اور نہ کرے تو نسخ کا عذر کردے۔ ہرگز نہیں۔اخبار میں نسخ نہیں ہوتا اخبار میں ایسا ہو تو کذب ہوتا ہے۔ ہاں انشاءات (امر۔نہی) میں چونکہ صدق یا کذب نہیں ہوتا اسلئے ان میں نسخ ہوسکتا ہے۔اخبار میں نسخ وہی کہے گا جو علوم دینیہ اور عقلیہ سے بے بہرہ اور پورا متبع مرزا ہوگا جنہوں آسمانی منکوحہ کے متعلق جملہ خبریہ والے الہام کو منسوخ قرار دیا (حقیقۃ الوحی)

دوسرا جواب: پہلے سے بھی لطیف تر ہے لکھا ہے: (مرزا کے جلد وصال کرنے کی) حکمت یہ ہے کہ ۱۹۰۷ء میں حضرت مرزا نے مولوی ثناءاللہ کے ساتھ بذریعہ مباہلہ فیصلہ کرنا چاہا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں تباہ ہو جائے۔مولوی صاحب نے اسے نامنظور کردیا اور اخبار میں شائع کرادیا کہ یہ اصول خلاف قرآن واسوہء نبویہ ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجائے۔اور اس کے ہم نواؤں نے حضرت نبی کریم ﷺ اور مسیلمہ کذاب کی مثال بھی شائع کردی۔اس لئے خدا تعالی نے، جسے اپنے کلام پاک اور نبی پاک کی سچائی کی غیرت تھی،مخالفین مسیح موعود (مرزا) پر ان کے مسلّمات کی رو سے حجت پوری کردی،اور سچے کی عمر کم کرکے جھوٹے کی زندگی میں اسے وفات دے دی۔ اس لئے اگر جھوٹے کا منہ کالا کرنے کی غرض سے خدا تعالی نے اپنے الہام میں جو عمر کے بارے میں حضرت مسیح موعود (مرزا) پر نازل کیا تھا،تبدیلی کردی تو یہ امر خدا کی شان کے خلاف نہیں۔

پیغام صلح لاہور ۱۱ جولائی ۱۹۳۲ء۔

مولانا کہتے ہیں مباہلہ کی رٹ لگاتے جاؤ اس سے ہمیں مطلب نہیں مگر (یہ بتاؤ کہ) مرزا کو سات سال اور مہلت مل جاتی تو انکی عمر ۷۴ سال کی ہو جاتی۔جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اپنی الہامی عمر کو بھی پہنچ جاتے اور مجھ سے پہلے بھی مرجاتے،اور میں ان سے پیچھے رہ جاتا۔ یہ کیا کیا کہ میری خاطر اتنی جلدی کی کہ اپنی الہامی عمر کا بھی پاس نہ کیا۔(اہلحدیث امرتسر ۵۔اگست ۱۹۳۲ء ص ۵۔۶)

تین کے چار

۱۸۸۰ء کے عشرے کے وسط میں مرزا غلام احمد قادیانی نے تین کو چار کرنے والے بیٹے کی ولادت کے بارے میں پیش گوئی کر رکھی تھی۔ مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں کہ:

۱۸۸۶ء میں (مرزا قادیانی کے ہاں) بچہ پیدا ہوا تو وہ لڑکی تھی۔ اس پر خوش اعتقادوں میں مایوسی اور بد اعتقادوں اور دشمنوں میں ہنسی اور استہزاء کی ایک ایسی لہر اٹھی کہ جس نے ملک میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا.... حضور نے بذریعہ اشتہار اور خطوط اعلان فرمایا کہ وحی الٰہی میں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس وقت جو بچہ کی امیدواری ہے تو یہی پسر موعود ہوگا اور اس طرح لوگوں کی تسلی کی کوشش کی چنانچہ اس پر اکثر لوگ سنبھل گئے اور پیش گوئی کے ظہور کے منتظر رہے۔ کچھ عرصہ بعد یعنی اگست ۱۸۸۷ء میں حضرت کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔ اس لڑکے کی پیدائش پر بڑی خوشی منائی گئی اور کئی لوگ جو متزلزل ہو گئے تھے پھر سنبھل گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ یہی وہ موعود لڑکا ہے، اور خود حضرت صاحب کو بھی یہی خیال تھا۔ گو آپ نے اس کے متعلق کبھی قطعی یقین ظاہر نہیں کیا مگر یہ ضرور فرماتے رہے کہ قرائن سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہی وہ لڑکا ہے۔ واللہ اعلم غرض بشیر اول کی پیدائش رجوع عام کا باعث ہوئی مگر قدرت خدا کہ ایک سال کے بعد یہ لڑکا اچانک فوت ہو گیا۔ بس پھر کیا تھا؟ ملک میں ایک طوفان عظیم برپا ہوا اور سخت زلزلہ آیا۔

(ص ۱۰۶ جلد اول سیرۃ المہدی)

مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں بھی کیسا اخفاء ہوتا ہے۔ پسر موعود کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا، مگر ہمارے موجودہ سارے لڑکے ہی کسی نہ کسی طرح تین کو چار کرنے والے ہیں۔

چنانچہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ

میاں (محمود) کو تو مرزا صاحب نے اس طرح تین کو چار کرنے والا قرار دیا کہ مرزا سلطان احمد اور فضل احمد (مرزا صاحب کی پہلی بیوی سے آپ کی اولاد جن کو آپ نے عاق کر دیا تھا) کو بھی شمار کر لیا اور

بشیر اول کو بھی۔

تمہیں (بشیر احمد) اس طرح پر (تین کو چار کرنے والا) کہ صرف زندہ لڑکے شمار کر لئے (سلطان، فضل اور محمود) اور بشیر اول متوفی کو چھوڑ دیا۔

شریف احمد کو اس طرح (تین کو چار کرنے والہ) قرار دیا کہ اپنی پہلی بیوی کے لڑکے سلطان احمد اور فضل احمد چھوڑ دیئے اور میرے سارے لڑکے زندہ اور متوفی شمار کر لئے۔

اور مبارک احمد کو اس طرح پر (تین کو چار کرنے والہ قرار دیا کہ) میرے صرف زندہ لڑکے شمار کر لئے اور بشیر اول متوفی کو چھوڑ دیا۔ (سیرۃ المہدی ج ا۔ ص ۷۳)۔ یعنی

جناب شیخ کا نقش یوں بھی ہے اور یوں بھی

غسل آتش

مرزا قادیانی کہتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے الہام ہوا تھا اردو زبان میں:

آگ سے ہمیں مت ڈرا، آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔

(بدر قادیان۔ ۲۷ شعبان۔ ۴ رمضان ۱۳۲۰ھ۔ ۲۸ نومبر۔ ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء)۔

مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے چوہدری حاکم علی نے کہ ایک دفعہ کسی ہندو نے اعتراض کیا کہ حضرت ابراہیم پر آگ کس طرح ٹھنڈی ہوگئی۔ اس اعتراض کا جواب حضرت مولوی صاحب خلیفہ اول نے لکھا کہ آگ سے جنگ اور عداوت کی آگ مراد ہے۔ انہی ایام میں ایک دن مرزا صاحب چھوٹی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے..مولوی نورالدین صاحب بھی پاس بیٹھے تھے کہ کسی نے مرزا صاحب کو یہ اعتراض اور اس کا جو جواب مولوی صاحب نے لکھا تھا، سنایا۔ حضرت مرزا نے فرمایا:

اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ ہم موجود ہیں ہمیں کوئی آگ میں ڈال کر دیکھ لے کہ آگ گلزار ہو جاتی ہے یا نہیں۔ (سیرۃ المہدی ج۔ا۔ص ۱۵۰)

..خاکسار (بشیر احمد) کہتا ہے کہ یہ اعتراض دھرم پال مرتد از اسلام نے کیا تھا اور مولوی نورالدین نے اس کی کتاب ترک اسلام کے جواب میں نورالدین کتاب لکھی تھی اس میں آپ نے یہ جواب دیا تھا کہ آگ سے مراد مخالفوں کی دشمنی کی آگ ہے۔ مگر حضرت صاحب تک یہ بات پہنچی

تو آپ نے اس کو ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں اس زمانہ میں ہم موجود ہیں ہمیں کوئی مخالف دشمنی سے آگ کے اندر ڈال کر دیکھ لے کہ خدا اس آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے یا نہیں ...آپکا ایک الہام بھی اس مفہوم کو ظاہر کرتا ہے جس میں خدا تعالیٰ آپ سے فرماتا ہے کہ تو لوگوں سے کہدے کہ: آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔

خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ چوہدری حاکم علی نے اس ذکر میں یہ واقعہ بھی بیان کیا کہ ایک دفعہ کسی شخص نے یہ تماشا دکھانا شروع کیا کہ آگ میں گھس جاتا تھا اور آگ اسے ضرر نہ پہنچاتی تھی۔ اس شخص نے مخالفت کے طور پر حضرت مرزا کا نام لے کر کہا کہ ان کو مسیح ہونے کا دعویٰ ہے۔ اگر سچے ہیں تو یہاں آ جاویں اور میرے ساتھ آگ میں داخل ہوں۔ کسی شخص نے یہ بات باہر سے خط میں مجھے لکھی اور میں نے وہ خط حضرت صاحب کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک شعبدہ ہے۔ ہم تو وہاں جا نہیں سکتے۔ مگر آپ لکھ دیں کہ وہ یہاں آ جاوے۔ پھر اگر میرے سامنے وہ آگ میں داخل ہوگا تو زندہ نہیں نکلے گا۔ چنانچہ میں نے آپ کا یہ جواب لکھ دیا۔ مگر وہ نہیں آیا۔ (سیرۃ المہدی۔ص ۱۵۰۔۱۵۱۔جلد اول)

یاد رہے کہ آگ میں گھس جانے والی بات کسی نامعلوم شخص کے خط تک محدود نہیں تھی بلکہ باقاعدہ اشتہاری چیلنج تھا جو شحنہ ہند میرٹھ میں طبع ہوا تھا اور یہ اخبار قادیان بھیجا جاتا تھا۔ یعنی براہ راست مرزا صاحب کو چیلنج کیا گیا لیکن وہ خاموش رہے۔ جب ان کے کسی مرید نے مرزا کو یاد دلایا کہ اب تو لوگ خطوں کے ذریعہ پوچھتے ہیں کہ اس چیلنج کا جواب کیوں نہیں دیا جاتا، تو آپ نے پھر بھی چیلنج کے جواب میں میدان میں نکلنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے سید شاہ محمد وارثی کا اوٹاوہ سے یہ چیلنج تحریک ختم نبوت حصہ ششم میں صفحہ ۴۸۹ پر نقل کیا ہے۔ اور پشاور سے بھی ایک چیلنج آیا تھا اور وہ بھی شحنہ ہند میرٹھ کے ضمیمے میں شائع ہوا تھا۔ لکھا تھا:

> سید سکندر شاہ پشاوری جو غسل آتشیں کرنے میں مشہور ہیں ڈنکے کی چوٹ للکارتے ہیں کہ مرزا جی آئیں اور مجھے دریائے آتش کی مچھلی بنتے ہوئے دیکھیں اور میرے ساتھ آگ پر چلیں ورنہ دعویٰ مسیحیت سے باز آئیں کیونکہ انبیاء کو خدا تعالیٰ ایسی فوق العادت قوت عطا کر دیتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل پر آگ سرد ہو گئی۔ اگر مرزا جی سچے مسیح موعود ہیں تو ان پر بھی آگ سرد ہو جائے گی۔ ورنہ مرزا جی اپنے دعویٰ سے باز آئین اور میرے ہاتھ پر بیعت کریں۔ (شحنہ ہند ضمیمہ ص ٦)

ان چیلنجوں کا جواب یہ تھا کہ مرزا صاحب فرماتے : تیار رہو میں آ رہا ہوں، لیکن مرزا خاموش رہے۔ مرید نے کہا تو بھی جانے سے انکار کیا۔ بلکہ یوں فرمایا کہ وہ شخص یہاں آئے اور میرے سامنے آگ میں داخل ہو۔ یعنی میں نہیں ہونگا، وہی داخل ہو۔ جبکہ چیلنج یہ تھا کہ دونوں اکٹھے داخل ہوں۔ نیز اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ان چیلنج کرنے والوں کو کسی نے جوابی خط لکھا تھا۔

نون ثقیلہ کی بحث

مرزا صاحب ایک مباحثے میں نون ثقیلہ کی بحث میں اس بری طرح الجھ گئے تھے کہ ان کے مریدوں کو بھی اس بحث کے اثر سے ثقل سماعت ہو گیا۔ انہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ کب یہ بحث ہوئی ؟ ایسے حواس باختہ ہیں کہ ان کے اکابرین تک سمجھ نہیں سکے کہ ان کے ساتھ کیا ہو گیا ؟

مفتی صادق خارق عادت طور پر بخاری کا حوالہ مل جانیکے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ لدھیانہ کا ہے اور اس وقت مرزا کو غالباً نون ثقیلہ یا خفیفہ کی بحث میں حوالہ کی ضرورت پیش آئی تھی۔ سو اول تو بخاری ہی نہ ملتی تھی اور جب ملی تو حوالہ کی تلاش مشکل تھی (ذکر حبیب۔ ص ۴)

اور مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں کہ اس واقعہ کے متعلق پیر سراج الحق نعمانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا:

یہ واقعہ میرے سامنے پیش آیا تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی سے مباحثہ تھا اور میں کاتب تھا۔ یعنی حضرت مرزا کے پرچوں کی نقل کرتا تھا۔ مفتی محمد صادق نے جو یہ بیان کیا ہے کہ غالباً حضرت صاحب کو نون ثقیلہ یا خفیفہ کی بحث میں حوالہ کی ضرورت پیش آئی تھی، اس میں جناب کو غلطی لگی ہے کیونکہ مفتی صاحب وہاں نہیں تھے۔ نون خفیفہ وثقیلہ کی بحث تو دہلی میں مولوی محمد بشیر سہسوانی ثم بھوپالی کے ساتھ تھی، اور تلاش بخاری کا واقعہ لدھیانہ کا ہے۔ بات یہ تھی کہ لدھیانہ کے مباحثہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے بخاری کا ایک حوالہ طلب کیا تھا۔ بخاری موجود تھی لیکن اس وقت اس میں یہ حوالہ نہیں ملتا تھا۔ آخر کہیں سے توضیح تلویح منگا کر حوالہ نکال کر دیا گیا۔ صاحب توضیح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں ہے (یعنی ایک تو بخاری سے خارق عادت نکالنے والی بات من گھڑت ہے۔ دوسرے بخاری سے حوالہ نکال کر دکھانے کی بات بھی من گھڑت ہے۔ بہاء)

اوراسی واقعہ کے متعلق شیخ یعقوب علی عرفانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا کہ:
روایت نمبر ۳۰۶ میں مولوی نورالدین کی روایت سے ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے اور مفتی صادق کی روایت سے اس کی مزید تصریح کی گئی ہے ۔مگر مفتی صاحب نے اسے لدھیانہ کے متعلق بیان فرمایا ہے اورنون ثقیلہ والی بحث کے تعلق میں ذکر کیا ہے، جو درست نہیں ۔مفتی صاحب کو اس میں غلطی لگی ہے ۔لدھیانہ میں نہ تو نون ثقیلہ یا خفیفہ کی بحث ہوئی اور نہ اس قسم کے حوالہ جات پیش کرنے پڑے نون ثقیلہ کی بحث دہلی میں مولوی محمد بشیر بھوپالوی والے مباحثے کے دوران پیش آئی تھی ..اور جہاں تک میری یادمساعدت کرتی ہے اس مقصد کے لئے بھی بخاری کا کوئی حوالہ پیش نہیں ہوا۔الحق دہلی سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے ۔ دراصل یہ واقعہ لاہور میں ہوا تھا۔مولوی عبدالحکیم کلانوری سے حضرت مرزا کی محدثیت اورنبوۃ پر بحث ہوئی تھی ۔مرزا صاحب نے محدثیت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے بخاری کی اس حدیث کا حوالہ دیا جس میں حضرت عمر کی محدثیت پر استدلال تھا۔مولوی عبد الحکیم کے مددگاروں میں سے مولوی احمد علی نے حوالہ کا مطالبہ کیا اور بخاری خود بھیج دی۔مولوی محمد احسن نے حوالہ نکالنے کی کوشش کی، مگر نہ نکلا ۔ آخر مرزا صاحب نے خود نکال کر پیش کیا ..جب مرزا صاحب نے یہ حدیث نکال کر دکھادی تو فریق مخالف پر گویا ایک موت وارد ہوگئی اور عبدالحکیم نے اسی پر مباحثہ ختم کردیا ۔(سیرۃ المہدی جلدسوم ص۴-۶)۔ (مرزا بشیر احمد صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ پھر مرزا صاحب نے معافی نامہ کیوں لکھا؟ کیوں کہا کہ فلاں لفظ میری کتابوں میں سے کاٹا ہوا تصور کریں؟ اور کیوں مرزائیوں نے ان کی کتابوں کی بعد کی اشاعتوں میں سے وہ لفظ نہیں کاٹا؟ اور کیوں اپنے امام و پیر کے حکم کی خلف ورزی کررہے ہیں)۔

خاکسار (بشیر) عرض کرتا ہے کہ مندرجہ بالا روایتوں میں جو اختلاف ہے اسکے متعلق خاکسار ذاتی طور پر کچھ عرض نہیں کرسکتا کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ ہاں اس قدر درست ہے کہ نون ثقیلہ والی بحث دہلی میں مولوی محمد بشیر والے مباحثہ میں پیش آئی تھی اور بظاہر اس سے بخاری والے حوالہ کا جوڑ نہیں ہے۔ پس اس حد تک تو درست ہے کہ یہ واقعہ دہلی والے مباحثہ کا نہیں ہے۔آگے رہا، لاہور اور لدھیانہ کا اختلاف ۔سو اسکے متعلق میں کچھ عرض نہیں کرسکتا (سیرۃ المہدی ص ۶ جلد۳)

تحفہ کابل

مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

ڈاکٹر غلام احمد آئی ایم ایس نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے دادا میاں محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر پولیس بٹالہ کے کاغذات میں سے مجھے ایک مسودہ ان کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا ہے۔ وہ مرزا صاحب کی ایک چٹھی ہے امیر کابل کے نام ہے جو غالباً فارسی زبان میں تھی جس کا اردو ترجمہ میرے دادا نے کیا یا کرایا تھا۔ مرزا صاحب کا خط مختصراً یہ ہے:

بحضور امیر ظل سبحانی مظہر تفضلات یزدانی شاہ ممالک کابل (اللہ اسکو سلامت رکھے)

بعد دعوات سلام ورحمت و برکت کے، باعث اس خط کے لکھنے کا یہ ہے .... جب اخلاق فاضلہ اور عادات کریمانہ اور ہمدردی اسلام و مسلمین اس بادشاہ نیک خصال کی اطلاع ہندوستان میں جا بجا ہوئی اور ذکر پاک پھل اس شجرہ مبارک دولت وسلطنت کا ہر شہر و ملک میں مشہور ہوا اور دیکھا گیا کہ ہر شریف اور نجیب آدمی اس بادشاہ کی مدح میں تر زبان ہے تو مجھے کہ اس قحط الرجال کے زمانہ میں بسبب کمی مردمان اولو العزم کے غم اور اندوہ میں زندگی بسر کرتا ہوں اس قدر سرور اور فرحت حاصل ہوئی کہ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے اس کیفیت کو بیان کر سکوں۔ خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ایک ایسے مبارک وجود سے بے شمار وجودوں کو بہت اقسام کی تباہی سے بچا رکھا ہے۔ اصل میں وہ آدمی بہت خوش قسمت ہیں کہ جن میں ایسا بادشاہ جہاں پناہ نیک نہاد اور منصف موجود ہے اور وہ لوگ بہت خوش قسمت ہیں کہ جنہوں نے بعد عرصہ دراز کے اس نعمت غیر مترقبہ کو حاصل کیا۔....

اے شاہ کابل! اگر آپ آج میری باتیں سنیں اور ہماری امداد کیواسطے اپنے مال سے مستعد ہوں تو ہم دعا کریں گے کہ جو کچھ تو خدا سے مانگے وہ تجھے بخشے...اے بادشاہ! اللہ تجھے اور تجھ میں اور تجھ پر اور تیرے لئے برکت دے۔ پس اپنے واسطے ذخیرہ عاقبت جمع کر لیں کیونکہ میں آپ کو نیک بختوں سے دیکھتا ہوں... الملتمس عبداللہ الصمد غلام احمد ماہ شوال ۱۳۱۳ھ

خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ میں نے جب یہ خط بغرض اطلاع مرزا محمود (خلیفہ

قادیان) کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ کچھ عرصہ ہوا خواجہ حسن نظامی نے شائع کیا تھا کہ ایک دفعہ مرزا صاحب نے امیر کابل کو ایک دعوتی خط لکھا تھا جس پر اس نے جواب دیا کہ لکھ دو کہ ایں جا بیا۔ یعنی اس جگہ چلے آؤ۔

خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ یہ جواب مرزا صاحب کو تو نہیں پہنچا۔ لیکن اگر یہ بات درست ہے تو اس سے امیر کابل کا منشاء یہ معلوم ہوتا تھا کہ تم انگریزی حکومت میں آرام سے بیٹھے ہوئے یہ دعوے کر رہے ہو اور انگریزی حکومت کو سراہ رہے ہو، اگر میرے ملک میں آؤ تو پتہ لگ جائے۔ بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ خود اس کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے خدائی دربار میں گھنٹی بج رہی ہے۔ چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ بچہ سقہ کے ہاتھ سے امیر عبدالرحمٰن کا خاندان معزول ہو کر ملک سے بھاگ گیا اور ان کی جگہ اللہ دوسرے خاندان کو لے آیا۔

(سیرۃ المہدی۔ ص ۸۷۔۸۶)

یہ خط سات صفحات پر مشتمل ہے۔ جو عبارات ہم نے نقل کی ہیں انہیں دوبارہ پڑھ لیں کہ مرزا صاحب امیر کابل کو نیک بخت، سعادت مند کہہ رہے ہیں۔ ان کی ترقی کیلئے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اسکے مال و ملک کی حفاظت کی دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اور پھر مرزا بشیر کا تبصرہ پڑھ لیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کی دعائیں نہ صرف رائیگاں گئیں بلکہ ان کا الٹا اثر ہوا۔

اور ایں جا بیا، کے معانی دیکھ لیجئے کہ ایک بھائی اسے دوستانہ اور مربیانہ دعوت قرار دے رہا ہے کہ یہاں میرے پاس آ جاؤ میں تمہاری یہاں مدد کرونگا۔ اور دوسرا بھائی اسے مخالفانہ کہہ رہا ہے کہ یہاں آؤ تو تمہاری ہڈی پسلی ایک کر دونگا۔ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ اس طرح کے دعاوی کا انجام کتنا بھیانک ہوتا ہے۔

قادیانیوں کا یہی حال ہے اور مرزا صاحب کا بھی یہی حال تھا کہ وہ ایسی بات کرتے تھے جس کے دو مطلب نکلتے ہوں اور وہ بھی باہم مخالف۔ اس لئے لڑکا پیدا ہوتا، تب بھی پیش گوئی پوری سمجھی جاتی ،لڑکی پیدا ہوتی تب بھی پیش گوئی پوری۔ آتھم اختتام مدت کے بعد تک زندہ رہا تب بھی پیش گوئی پوری، آتھم بعد اختتام مدت مرا، تب بھی پیش گوئی پوری۔ محمدی بیگم کی شادی مرزا سے ہونے کی بجائے سلطان محمد سے ہوگئی تب بھی پیش گوئی پوری۔ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی اولاد پیدا ہونے کی بجائے سلطان محمد کی اولاد پیدا ہوئی تب بھی پیش گوئی پوری۔

قادیانی کی دعائیں

قادیانیوں کا کہنا ہے:

مسیح موعود (مرزا) کا یہ دعوی ہے کہ دنیا میں خدا تعالی میری دعا کو سب سے بڑھ کر قبول کرتا ہے اور میری دعاؤں کا جواب دیتا ہے اور ان امور کو کئی دفعہ شائع کر چکے ہیں اور اس کے ثبوت میں وہ بہت دفعہ ایسا بھی کر چکے ہیں کہ ایک خاص امر پر خدا تعالی سے دعا کر کے اس کے جواب کو قبل از وقت شائع کیا اور پھر جس طرح شائع کیا گیا تھا عین اسی طرح وقوع میں آیا.. مسیح موعود کا یہ سچا دعوی ہے کہ دعا کے مقابلہ میں اس کی دعا خدا تعالی یقیناً قبول کرے گا اور اس کے مخالف کی دعا کو رد کر دے گا۔ خواہ ساری دنیا اس کی مخالفت میں اکٹھی ہو۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۱۰۷)

یہ تو دعوی ہے اب حقیقت ملاحظہ فرمائیں:

{ محمدی بیگم سے شادی کیلئے مرزا قادیانی نے ہزاروں دعائیں کی ہوں گی۔ ادھر سلطان محمد نے محمدی بیگم سے شادی کے لئے دعائیں کی ہوں گی۔

جب محمدی بیگم کی سلطان محمد سے شادی ہوگئی تو مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے بیوہ ہونے کی دعائیں کی ہوں گی۔ اور سلطان محمد نے محمدی بیگم کے مرزا کی زندگی میں بیوہ نہ ہونے کی دعائیں کی ہوں گی۔

مرزا قادیانی نے اپنی زندگی میں سلطان محمد کی موت کے لئے دعائیں کی ہوں گی تاکہ محمدی بیگم بیوہ ہو جائے اور ان سے نکاح کی کوئی صورت نکل آئے۔ اور سلطان محمد نے اپنی زندگی کے لئے دعائیں کی ہوں گی۔

مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے بطن سے اپنی اولاد کے ہونے کیلئے دعائیں کی، کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ (نصرت بیگم کے بعد) خواتین مبارکہ اس کے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد بھی ہوگی، اور سلطان محمد نے محمدی بیگم کے بطن سے مرزا کی اولاد نہ ہونے کیلئے دعائیں کی ہوں گی

سوال یہ ہے کہ سلطان محمد اور مرزا غلام احمد قادیانی کی باہم مخالف دعاؤں میں سے کس

کی دعائیں قبول ہوئیں، کیونکہ محمدی بیگم سے سلطان محمد ہی کی شادی ہوئی، وہ سلطان محمد ہی کی بیوی رہی، وہ مرزا قادیانی کی زندگی میں بیوہ نہیں ہوئی، وہ کبھی مرزا قادیانی کے نکاح میں نہیں آئی اور اس نے مرزا قادیانی کا کوئی بچہ نہیں جنا۔

} ڈاکٹر عبدالحکیم نے پیش گوئی کی تھی کہ مرزا قادیانی ان کی زندگی میں مر جائے گا۔ دوسری جانب مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم ان سے پہلے مر جائے گا۔

ڈاکٹر عبدالحکیم نے اپنی پیش گوئی کے سچا ثابت ہونے کے لئے خدا سے دعائیں کی ہونگی اور مرزا صاحب نے راتوں کی تاریکی میں اور اپنے خاص اوقات میں بار بار دعا کی ہوگی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم ان کی زندگی میں مر کر ان کی پیش گوئی کو سچا ثابت کر دے۔

ان مخالفانہ دعاؤں میں سے کس کی دعائیں قبول ہوئیں؟ مرزا ۱۹۰۸ء میں مر گئے تھے اور ڈاکٹر عبدالحکیم اس کے کئی سال بعد فوت ہوئے۔

} مباحثہ امرتسر ۱۸۹۳ء کے بعد ڈپٹی عبداللہ آتھم اور اس کے ساتھیوں کی ذلت و موت کے لئے مرزا صاحب نے سوا سال کے عرصہ میں ہزاروں دعائیں کی ہوگی، کہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک آتھم مر جائے۔ دوسری جانب آتھم اور اس کے ساتھیوں نے دعائیں کی ہوں گی کہ وہ کم از کم ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک زندہ سلامت رہے تا کہ مرزا کی پیش گوئی جھوٹی ثابت ہو۔

ڈپٹی آتھم ۱۸۹۶ء میں فوت ہوا یعنی پیش گوئی کی میعاد کے ایک عرصہ بعد۔ پھر کس کی دعائیں قبول ہوئیں، مرزا قادیانی کی یا اس کے مخالف آتھم اور دیگر عیسائیوں کی؟

} اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار آخری فیصلہ کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری کی موت کیلئے مرزا قادیانی نے سینکڑوں بار دعا کی ہوگی، اور دوسری جانب مولانا ثناء اللہ نے بھی دعائیں کی ہونگی کہ مرزا کے تاحین حیات، خدا ان کی زندگی محفوظ رکھ کر عام مسلمانوں کو آزمائش اور فتنے سے بچائے پھر مرزا کی دعائیں قبول ہوئیں یا ان کے مخالف مولانا امرتسری کی؟

} مرزا قادیانی کا دعوی تھا کہ طاعون اس کا مددگار ہے اور اس کے مخالفوں کو ختم کرنے آیا ہے اور قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا، اور یہ بھی کہ ان کی روحانی چار دیواری میں بھی طاعون نہیں آئے گا۔ یعنی جہاں کوئی احمدی آباد ہے، وہاں طاعون نہیں آئے گا اور مولوی عبدالکریم نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ مرزا کی برکت سے غیر مسلم بھی محفوظ رہیں گے۔ اور و ما کان اللّٰہ لیعذ بھم و انت فیھم کا مطلب بھی یہی ہوسکتا ہے کہ میں ان کو عذاب نہیں دونگا جب کہ تو ان کے درمیان

ہے۔ یعنی کافروں اور منکروں کو تیرے وجود کی برکت سے بچاؤں گا۔اور مرزا بشیر احمد کہتے ہیں:

امام الدین سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس (مرزا) نے بیان فرمایا کہ طاعون دنیا سے اس وقت تک نہیں جائے گی کہ یا تو یہ گناہ کو کھا جائے گی اور یا آدمیوں کو کھا جائے گی۔ (سیرۃ المہدی۔ص ۱۲۸۔جلد سوم)۔

مرزا صاحب نے اپنے ان دعاوی کو سچا ثابت کرنے کے لئے:

۱۔ ہزاروں بار دعا کی ہوگی کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے اور ان کے دشمنوں نے دعائیں کی ہونگی کہ اللہ قادیان میں بھی طاعون وارد کر، تاکہ مرزا کے دعاوی کا کذب ظاہر ہو۔

۲۔ مرزا نے ہزاروں بار دعا کی ہوگی کہ طاعون اس وقت تک ختم نہ ہو جب تک ساری دنیا انہیں مسیح موعود تسلیم نہ کرلے۔اور ان کے مخالفوں نے طاعون کے جلد خاتمہ کیلئے دعائیں کی ہونگی۔

۳۔ مرزا صاحب نے بے شمار دعائیں کی ہوں گی کہ اس کے بڑے مخالف طاعون سے مرجائیں۔ اور بڑے مخالفوں نے دعائیں کی ہونگی کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیں۔

پھر کیا ہوا؟ قادیان میں طاعون دھوم دھام سے آیا۔ جیسا کہ مرزا صاحب خود اپنے مرید نواب محمد علی خان کو لکھتے ہیں:

{ مجی عزیزی اخویم نواب صاحب، السلام علیکم: یہ مضمون پڑھ کر کہ عزیزی عبدالرحمٰن کو پھر بخار ہوگیا ہے، نہایت قلق ہوا... اس جگہ (قادیان میں) طاعون سخت تیزی پر ہے۔ایک طرف انسان بخار میں مبتلا ہوتا ہے اور صرف چند گھنٹوں میں مرجاتا ہے۔خدا تعالی خوب جانتا ہے کہ کب تک یہ ابتلاء دور ہو۔لوگ سخت ہراساں ہو رہے ہیں، زندگی کا اعتبار اٹھ گیا ہے۔ ہر طرف چیخوں اور نعروں کی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ قیامت برپا ہے۔اب میں کیا کہوں اور کیا رائے دوں۔سخت حیران ہوں کہ کیا کروں... والسلام خاکسار مرزا غلام احمد۔مکرر یہ کہ آتے وقت ایک بڑا ابکس فینائل کا جو سولہ یا بیس روپئہ کو آتا ہے ساتھ لے آویں اس کی قیمت اس جگہ دی جاوے گی۔اور علاوہ اس کے آپ بھی اپنے گھر (واقع قادیان) کے لئے فینائل بھیج دیں اور ڈس انفیکٹ کیلئے رسکپور اس قدر بھیج دیں جو چند کمروں کیلئے کافی ہو۔(مکتوبات احمدیہ۔جلد پنجم۔نمبر چہارم۔ص ۱۱۲۔۱۱۳)

{ مجی عزیزی اخویم نواب صاحب، السلام علیکم:..الحمد للہ کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے عزیزی عبدالرحمٰن خان کو صحت بخشی..اب میرے نزدیک تو یہی بہتر ہے کہ جس طرح ہو سکے قادیان میں آجائیں..قادیان کی آب و ہوا بہ نسبت لاہور کے عمدہ ہے۔آپ ضرور ڈاکٹر سے مشورہ لے

لیں ۔اور پھر ان کے مشورہ کے مطابق بلا توقف قادیان میں چلے آویں ۔ باقی اس جگہ زور طاعون کا بہت ہو رہا ہے ۔کل آٹھ آدمی مرے تھے ۔ اللہ تعالی اپنا فضل وکرم کرے ۔ والسلام مرزا غلام احمد ۔

۱۶ ۔اپریل ۱۹۰۴ء (مکتوبات احمد یہ ۔جلد پنجم ۔نمبر چہارم ۔ص ۱۱۳ ۔۱۱۴)

{ مجبی عزیزی اخویم نواب صاحب : السلام علیکم : آپ کا خط آج کی ڈاک میں پہنچا ... قادیان میں ابھی تک (طاعون میں) کوئی نمایاں کمی نہیں ہے ۔ ابھی اس وقت جو لکھ رہا ہوں ایک ہندو بیج ناتھ جس کا گھر گویا ہم سے دیوار بہ دیوار ہے، چند گھنٹہ بیمار رہ کر راہی ملک بقا ہوا ۔ بہر حال خدا تعالی پر بھروسہ کر کے آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ بخیر وعافیت تشریف لائیں ...

والسلام ۔ خاکسار مرزا غلام احمد (مکتوبات احمد یہ ۔جلد پنجم ۔نمبر چہارم ۔ص ۱۱۶ ۔۱۱۷)

{ مجبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ تعالی ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ ...قادیان میں تیزی سے طاعون شروع ہوگئی ہے ۔آج میاں محمد افضل اڈیٹر اخبار البدر کا لڑکا جاں بلب ہے ۔نمونیا پلیگ ہے ۔آخری دم معلوم ہوتا ہے ۔ ہر طرف آہ وزاری ہے، خدا تعالی فضل کرے ۔ ایسی صورت میں میرے نزدیک مناسب ہے کہ آپ اخیر اپریل ۱۹۰۵ء تک ہرگز تشریف نہ لاویں ۔ دنیا پر ایک تلوار چل رہی ہے خدا رحم فرمائے ۔ ..والسلام ۔ خاکسار مرزا غلام احمد ۔

(مکتوبات احمد یہ، نمبر چہارم، جلد پنجم، ص ۱۳۱)

اور مرزا صاحب اپنے مرید سیٹھ عبدالرحمٰن کو لکھتے ہیں:

{ مخدومی اخویم سیٹھ صاحب ....اس طرف طاعون کا اس قدر زور ہے کہ نمونہ قیامت ہے ۔گرمی کے ایام میں بھی زور چلا جاتا ہے ۔ ..والسلام ۔ خاکسار مرزا غلام احمد ۔۲۰ مئی ۱۹۰۲ء

(مکتوبات احمد یہ ۔جلد پنجم نمبر ۱ ۔مکتوب نمبر ۹۱)

{ مخدومی مکرمی سیٹھ صاحب ۔السلام علیکم ...میں اس وقت معہ اپنی جماعت کے باغ میں ہوں ۔ اگرچہ اب قادیان میں طاعون نہیں ہے (یعنی خط لکھنے سے پہلے قادیان میں طاعون موجود تھا ۔بہاء) لیکن میں اس خیال سے کہ جو زلزلہ کی نسبت مجھے اطلاع دی گئی ہے اس کی نسبت میں توجہ کر رہا ہوں اگر معلوم ہوا کہ وہ واقعہ جلد تر آنیوالا ہے تو اس واقعہ کے ظہور کے بعد قادیان میں جاؤنگا ۔... خاکسار مرزا غلام احمد ۱۲ ۔مئی ۱۹۰۵ء ۔ (مکتوبات احمد یہ جلد پنجم نمبر ۱ ۔مکتوب نمبر ۹۳)

اور مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد کہتے ہیں:

چوہدری حاکم علی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب اپریل ۱۹۰۵ء میں بڑا زلزلہ آیا اور مرزا

صاحب نے اپنے باغ میں تشریف لے جا کر ڈیرہ لگا لیا تھا اور، اور بھی اکثر دوست باغ میں چلے گئے تھے ان دنوں میں بھی اپنے اہل وعیال سمیت قادیان آیا ہوا تھا۔ حضرت صاحب باغ میں تشریف لے گئے تو اسکے بعد قادیان میں طاعون پھیل گیا ... حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہم تو یہاں زلزلہ کی وجہ سے آئے تھے لیکن اب قصبہ میں طاعون پھیلا ہوا ہے (سیرۃ المہدی۔ جلد دوم۔ ص ۴۶)

نیز مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں؛

خلیفہ اول (حکیم نورالدین) کے زمانہ میں قادیان میں طاعون پھوٹ پڑی اور مرزا نظام الدین کے خاندان کے بہت سے افراد اس طاعون میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جس طاعون کا اس روایت میں ذکر ہے ۱۹۱۰ء میں پڑی تھی۔ (سیرۃ المہدی ص ۱۴۷ جلد سوم)

نیز مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں:

اللہ تعالی نے یہ اطلاع دی تھی کہ تیری چار دیواری (جسمانی اور روحانی) کے اندر کوئی شخص طاعون سے نہیں مرے گا کیونکہ ایسے تمام لوگ اللہ تعالی کی خاص حفاظت میں ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قادیان میں کئی دفعہ حضرت مرزا کی زندگی میں طاعون آیا اور بعض اوقات ایک حد تک بیماری کا زور بھی ہوا مگر آپکے مکان میں کسی شخص کا اس وبا سے مرنا تو درکنار کبھی چوہا بھی اس بیماری سے نہ مرا حالانکہ آپکے مکان کے چاروں طرف طاعون کا اثر پہنچا اور بالکل ساتھ والے متصل مقامات میں بھی طاعون کے کیس ہوئے مگر آپ کا مکان خدا کے فضل اور اس کے وعدے کے مطابق بالکل محفوظ رہا۔ اسی طرح گو آپکے روحانی مکان کی چار دیواری کی اصل تعیین کا علم صرف خدا کو ہے اور صرف بیعت اور ظاہری حالت سے اس کے متعلق کوئی یقینی قیاس نہیں ہوسکتا لیکن آپکے مخلص اور یک رنگ خادم بالعموم اس بیماری کے اثر سے نمایاں طور پر محفوظ رہے (سیرۃ المہدی جلد دوم ص ۴۷)

بالعموم کا لفظ استعمال کر کے مرزا بشیر احمد نے اقرار کیا ہے کہ کچھ لوگ طاعون سے محفوظ نہیں بھی رہے۔ اور جہاں تک مرزا صاحب کے گھر میں چوہا تک نہ مرنے کی بات ہے تو اس گھر میں تھا ہی کون؟ طاعون نے پڑوس کی دیوار سے جھانک کر دیکھا بھی تھا لیکن گھر والے وہاں موجود نہیں تھے۔ مرزا صاحب مع قبائل گھر چھوڑ کر ایک باغ میں چھپے ہوئے تھے۔ اور چوہے تب مرتے اگر وہ اس گھر میں موجود ہوتے۔ وہاں تو مرزا صاحب نے اتنی بلیاں رکھ چھوڑی تھیں کہ جب ان کی تعداد بے حد ہوگئی تو بعض کو پنجروں میں بند کر کے دور دراز مقامات پر جلا وطن کیا گیا تھا جیسا کہ خود مرزا بشیر احمد کا کہنا ہے:

ڈاکٹر میر اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ جب پنجاب میں طاعون کا دور دورہ ہوا اور معلوم ہوا کہ چوہوں سے یہ بیماری انسانوں میں پہونچتی ہے تو حضرت (مرزا) صاحب نے بلیوں کا خیال رکھنا شروع کر دیا بلکہ بعض اوقات اپنے ہاتھ سے دودھ کا پیالہ بلیوں کے سامنے رکھ دیا کرتے تھے تاکہ وہ گھر میں ہل جائیں۔ خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ ایک زمانہ میں تو ہمارے گھر میں بلیوں کی اس قدر کثرت ہوگئی تھی کہ وہ تکلیف کا باعث ہونے لگی تھیں جس پر بعض بلوں کو پنجروں میں بند کروا کے دوسری جگہ بھجوانا پڑا۔ (سیرۃ المہدی۔ جلد ۳۔ ص ۲۷۴)

بیانات بالا سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ قادیان میں طاعون نہ آنے کی مرزا صاحب کی دعائیں قبول ہوئیں؟ یا قادیان میں طاعون آنے کی مخالفوں کی دعائیں قبول ہوئیں؟

اب دیکھئے کہ مرزا صاحب کے مخالفوں مثل مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، صوفی عبدالحق غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا احمد حسن شوکت میرٹھی، ڈاکٹر ابو محمد جمال الدین پشاور، وغیرھم میں سے کون ہے جو طاعون سے ہلاک ہوا؟ ان میں سے کوئی بھی طاعون سے فوت نہیں ہوا، اور یہ سب مرزا صاحب کے آنجہانی ہونے کے بعد ایسی حالت میں واصل بحق ہوئے کہ طاعون کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اندریں حالات کس کی دعائیں قبول ہوئیں۔ مرزا کی یا اس کے مخالفوں کی؟

پھر مرزا کا کہنا تھا کہ طاعون اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک ساری دنیا انہیں مسیح موعود نہ مان لے۔ اور مرزا صاحب کو دنیا کے عشیر عشیر نے بھی مسیح موعود تسلیم نہیں کیا تھا کہ طاعون چلتا بنا اندریں حالات کس کی دعائیں قبول ہوئیں؟ مرزا صاحب کی یا ان کے مخالفوں کی؟

تلافی مافاۃ

☆ تحریک ختم نبوت حصہ چہارم کے صفحہ ۲۳۷ سطر ۱۴۔۱۵ میں جہاں بین القوسین بتایا گیا ہے کہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ کے صفحات ۲۷۶۔۲۷۷ موجود نہ ہونے کے باعث انکا مضمون نقل نہیں کیا جارہا، وہاں عبارت ذیل سمجھی جائے کیونکہ اب مذکورہ صفحات اب دستیاب ہوگئے ہیں۔

یعنی پہلے ان کے قرارداد کو (جو اختلاف کے ساتھ عمل کے متعلق پائی گئی ہے) مسلم رکھنا اور قبول کرنا اور اس میں علماء پر حسن ظن رکھنا، پھر ان کے قراردادکو (جو اتفاق کے ساتھ اعتقاد کے متعلق

پائی گئی ہے) رد کرنا اور اس میں ان پر بدگمانی کرنا قادیانی میں کچھ عقل وحیا وشرم ہوتی، تو وہ اس اختلاف وتناقض کا مرتکب نہ ہوتا، بلکہ اگر وہ احادیث نبویہ اور اقوال وقرارداد علماء سے بداعتقاد ہے (چنانچہ اس کے لفظ لفظ سے مستفاد ہے، اور اس کی ہر ایک جزء مذہب جدید کی اسی پر بنیاد ہے) تو وہ جملہ احادیث نبویہ، گوعمل کے متعلق ہیں، خواہ اعتقاد کے متعلق، برملا وعلی الاطلاق خیر باد کہتا اور علماء کے عمل واعتقاد دونوں کے قرارداد کو لغو ونا قابل اعتبار قرار دیتا۔ اور اگر وہ احادیث نبویہ واقوال و قرارداد علماء سے حسن ظنی رکھتا ہے (جیسا کہ اس کا ظاہری دعوی ہے، اور اس کے ناواقف دام افتادہ لوگوں کا اس کی نسبت اعتقاد ہے) تو وہ جملہ احادیث صحیحہ، گومتعلق عمل ہیں خواہ متعلق اعتقاد، قبول کرتا، اور ان کی نسبت قبولیت وقرارداد کا، عمل سے وقوع میں آئی ہے، خواہ اعتقاد سے، لحاظ کرتا اور عمل اعتقاد دونوں میں ان پر حسن ظنی رکھتا۔ یہ مقتضائے حیا وعقل نہیں ہے کہ احادیث متعلقہ عمل کو تو وہ قبول کرتا ہے، اور ان کے متعلق علمائے اسلام کی عملی قرارداد کو (گو اختلاف سے ہو) مانتا ہے اور اس میں ان پر حسن ظنی رکھتا ہے۔ مگر احادیث متعلقہ اعتقاد کو وہ واجب القبول نہیں سمجھتا اور ان کے متعلق ان کی اعتقادی قرارداد اتفاقی کو قبول نہیں کرتا۔ اور اس میں ان پر حسن ظنی نہیں رکھتا۔

اس اضطراب واختلاف ورزی کا سبب ومنشاء

اس جواب میں جو قادیانی نے مخالفت اصول اسلام وتسنن وعقل سلیم کے ساتھ خود اپنا خلاف کیا ہے تو اس کا سبب ومنشاء یہ ہے (جو اس کے ہر ایک قول وکردار سے مفہوم ہوتا ہے، و اللّٰہ اعلم بحقیقۃ الحال) کہ درحقیقت وہ کسی مذہب وملت سماوی کا پابند نہیں ہے اور نہ اسلامی اصول دلائل کتاب وسنت واجماع واقوال سلف امت وغیرہ کا پابند ہے۔ بلکہ وہ خود اپنا نیا مذہب و دین قائم کرنا چاہتا ہے۔ مگر وہ یہ بھی جانتا ہے کہ مسلمانوں کو دام میں لانا پرانے اصول سے مطلق انکار اور نئے اصول کے برملا ادعاء واظہار کے ساتھ ناممکن ہے، لہذا وہ اپنے ہر ایک بیان واظہار میں شترمرغی وروباہ بازی اختیار کرتا ہے اور جس موقعہ پر جو داؤ چلے چلا لیتا ہے اور جس ہتھیار سے کام نکلے، اسے کام میں لاتا ہے۔ کبھی زور شور کے ساتھ اعتقاد تسلیم قرآن کا اظہار، کبھی آیات قرآنیہ کے ظواہر قطعیہ سے انکار، کبھی اجماع سے استدلال، کبھی اس کو کورانہ کہہ کر اس کے ردّ کا اقبال۔ وعلی ہذا القیاس۔ پھر فرط تہور وجرأت سے وہ اس اقبال وانکار کے اختلاف کی بھی کچھ پروا نہیں کرتا اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے مختلف اقوال متضمنہ انکار واقبال کا ہر ایک شخص کب موازنہ کرتا ہے۔ پس جس جال میں جو کوئی پھنسا، وہی غنیمت ہے۔ مقابلہ اور موازنہ کرنے والے، پھر

پیچیدہ بات کی تہ کو پہنچنے والے لوگ، شاذونادر ہوتے ہیں ...اس جرأت وخیال سے وہ ایک مقام میں جس بات کا انکار کر چکا ہوتا ہے، دوسرے مقام میں اس کا اقرار کر لیتا ہے۔اور جس بات کا اقرار کیا ہو، اس سے انکار کر جاتا ہے ،اور جو بات نہ کہی ہو اس کے کہنے کا جھوٹا مدعی بن جاتا ہے ، اور جو بات کہہ چکا ہے اسکے کہنے سے منکر ہوجاتا ہے۔اس کی ایک مثال اس کا یہی جواب مندرجہ تمہید ہے جس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ یہ جواب میں تحریر نمبر چہارم وپنجم میں دے چکا ہوں حالانکہ ان تحریرات میں اس کا نام ونشان نہیں ۔ ایک اورعام فہم مثال اس مقام میں ذکر کی جاتی ہے ۔

☆ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ کا صفحہ نمبر ۲۰۰ میرے پاس موجود نہ تھا۔اب مل گیا ہے اس لئے تحریک ختم نبوت حصہ چہارم طبع دہلی کے صفحہ ۴۹۰ پر پانچویں سطر سے شروع ہونے والے پیراگراف کو(اور حصہ چہارم طبع لاہور کے صفحہ ۴۸۹ پر دسویں سطر سے شروع ہونے والے پیراگراف کو) دوبارہ لکھتے ہوئے اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ کے صفحہ ۲۰۰ کی عبارت کو بھی نقل کیا جاتا ہے:

اور کفر سے اتر کر نافرمانی، جوفسق کہلاتی ہے اور وہ اکثر مسلمانوں میں پائی جاتی ہے، توکسی وجہ سے بھی فاسقوں کے مال اور جان کو مباح نہیں کرتی ۔ یہ اباحت کفر سے (جو نافرمان برداری کا اعلی درجہ ہے) نہ ہوئی تو فسق سے (جواس سے کم تر ہے) کیونکر ہوسکتی ہے ۔اور فاسقوں کے مال اور جان صرف اس وجہ سے کہ وہ نافرمان ہیں کیونکر مسلمانوں پر مباح ہو سکتے ہیں ۔معلوم نہیں قادیانی نے یہ طرفہ اصول کس مذہب سے اخذ کیا ہے ۔اسلام میں تو اس کا کہیں اثر ونشان نہیں پایا جاتا ۔اس طرفہ پر طرہ یہ کہ یہ اصول باوجود بے اصل ہونے اور اصول اسلام سے مخالف ہونے کے قادیانی کے اس فعل کو صحیح نہیں بناتا۔اس اصول کی رو سے قادیانی کا فعل تب صحیح ہوسکتا ہے جبکہ خدا تعالی وہ ناجائز مال واسباب بلا واسطہ صاحب مال کے قادیانی کو دلوادیتا۔قادیانی زور شمشیر سے اور اپنے غلبہ وشوکت سے اس پر قبضہ کرتا۔اس صورت میں قادیانی اپنے اس ملحدانہ اصول کی رو سے کہہ سکتا کہ خدا تعالی نے اس مال کوان کی نافرمانی کے سبب ان کے تصرف واختیار سے نکال کر میرے قبضے وتسلط میں کر دیا ہے ۔ وہ مال تو قادیانی نے التجا ومنت اور سوال اور دھوکہ اور فریب دہی سے صاحب مال سے لیا ہے اور اس نے قادیانی کو دیا ہے اور قادیانی اس مال کے تصرف میں اسی کا نائب اور خلیفہ ہے اور اسی کے حکم میں ہے، لہذا اس مال کو قادیانی کا اصل مالک کی اجازت سے استعمال لانا ویسا ہے جیسا کہ اصل مالک کا اس کو اپنے تصرف میں لانا ۔ جو قادیانی

کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ پس بحکم نیابت قادیانی کو بھی اس مال کا اپنے تصرف میں لانا جائز نہیں نہ وہ مال اصول مذکورہ سے مطابق قادیانی کے تصرف میں آیا اور نہ اس اصول کی رو سے اس کا استعمال اس کے لئے جائز ہے۔ اس بات کے سمجھنے کو کسی قدر علم بکار ہے جو لوگ اس کو سمجھ نہ سکیں وہ کسی اہل علم سے پوچھ لیں۔

پولیٹکل نگاہ سے جو اس اصول میں غلطی وفساد ہے اس کو پولیٹیشن اعیان خود سمجھ سکتے ہیں ہم اس مقام میں اس تفصیل کو ضروری نہیں سمجھتے۔

اتنی بات تو کس و ناکس، گو پولیٹیشن نہ ہو، سمجھ سکتا ہے کہ قادیانی کے نزدیک ہندوستان وغیرہ بلاد کا کوئی شخص غیر مذہب (حاکم ہو، خواہ محکوم) معصوم المال والدم نہیں بلکہ خدا کی نافرمانی کے سبب ان کی خونریزی کرنا اور ان کا مال لوٹ لینا مباح اور حلال ہے۔ اور جو اس کے برخلاف قادیانی نے براہین احمدیہ اور کتاب وساوس میں برٹش گورنمنٹ سے لڑنے کو ناجائز کہا ہے، اور گورنمنٹ کی تعریف میں بہت سے اوراق کو سیاہ کیا ہے وہ سب فقرہ بازی ہے اور ایک پولیٹکل چال۔ درحقیقت وہ ہر شخص کو جو اس کے خیال میں خدا ورسول کا نافرمان ہو، مباح المال والدم سمجھتا ہے۔ اور اس اعتقاد کے مطابق عمل کرنے سے وہ اس لئے متوقف ہے کہ ہنوز بے ساز وسامان ہے۔ اگر اس کے دعوی مہدویت کو اس کے اخص خلفاء اور حواریوں کی کوشش سے، جس میں وہ رات دن مصروف ہیں، کسی با اختیار رئیس اور جمہور خلائق نے مان لیا تو وہ سبھی نافرمانوں کو تہ تیغ کرے گا۔ اور اپنے اعتقاد کے موافق عمل کر دکھائے گا۔ اور اگر قادیانی یہ کہے کہ میرا یہ اصول اس ملک کے اشخاص اور گورنمنٹ غیر مذہب کو شامل نہیں، تو استثنا کی وجہ وہ بیان کرے۔ کیا وہ لوگ قادیانی کے نزدیک خدا کے نافرمان نہیں؟ نہیں تو قادیانی نافرمان کی تعریف بتادے جو ان لوگوں پر صادق نہ آوے بلکہ ان کو فرمان بردار خدا ورسول بنا دے۔ ایسی صورت میں وہ اس سوال کا جواب بھی دے کہ اگر اس کے نزدیک نصاریٰ خدا کے فرمان بردار ہیں تو پھر وہ ان سب کو خاص کر ملکہ معظّمہ قیصر ہند کو اطاعت اسلام کی دعوت کیوں کرتا ہے جو اس کی کتاب دافع الوساوس میں بھی موجود ہے۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۵۔ ص ۱۹۹۔ ۲۰۰)

☆ تحریک ختم نبوت حصہ پنجم میں ایک عنوان ، اشتہارات برانجام آتھم ، کا ہے۔ اس عنوان کے تحت اشتہار نمبر ایک نقل نہیں کیا جا سکا تھا کیونکہ میرے پاس اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ کے صفحات نمبر ۹، اور ۱۰ موجود نہیں تھے۔ اب یہ صفحات مل گئے ہیں لہذا تحریک ختم نبوت حصہ ۵ طبع لاہور کے

صفحہ ۱۰۸ کی سطر نمبر ۱۹ کے اختتام سے عبارت کا تسلسل یوں قائم کر لیجئے اور حصہ پنجم دہلی کے صفحہ ۱۰۸ کی آخری سطر کے بعد یہ عبارت تصور فرما لیجئے:

... یہ باتیں محض نیک نیتی سے لکھی گئی ہیں تا کہ آپ (عیسائی) لوگوں میں مذہبی حمیت و ایمانی غیرت پیدا ہو۔ اور آپ لوگ اپنے مذہب اور اپنی کتاب اور اپنے رسول یا (بزعم خود) اپنے خالق و معبود کی ہتک حرمت پر غیرت کریں۔ یہ بات آپ لوگوں کو ناگوار معلوم ہو، تو آپ ہم اہل اسلام کو ہماری نیک نیتی کی وجہ سے معذور سمجھیں اور معاف کریں۔ آریہ ہندو وغیرہ اس لئے خوش ہیں کہ قادیانی ان کو بھی اپنے الہاموں سے ڈراتا رہتا تھا کہ فلاں شخص اتنی مدت میں مرے گا اور فلاں میری پیش گوئی کے مطابق فوت ہو گیا ہے اور ان کو بظاہر اسلام کی طرف اور در حقیقت اپنے مذہب جدید، مخالف اسلام و جملہ سماوی ادیان، کی طرف دعوت کرتا رہتا تھا۔ لہذا اس پیش گوئی میں جھوٹا ہونے کے سبب ان کو بھی یہ حق پیدا ہو گیا ہے کہ وہ اس پر ہنسی اڑائیں اور خوشیاں منائیں اور اس کو صلوتیں سنائیں۔

ان مخالفین اسلام کی زبانوں سے قادیانی کو برا کہلانے میں بھی خدا تعالی کو اسلام و مسلمانوں کی حمایت و تائید منظور ہے۔ لہذا وہ من حیث لا یشعرون، بے قصد دین اسلام کی تائید کر رہے ہیں۔ چنانچہ مضمون آئندہ میں اس کا ثبوت آیات و احادیث سے دیا جائے گا۔

الغرض اس انعام کو ہر ایک فرقہ اپنے حق میں انعام الہی سمجھ رہا ہے اور اس پر خدا تعالی کا شکر یہ ادا کر رہا ہے اور مسلمان تو خصوصیت کے ساتھ رات دن اس احسان کا شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ خدا تعالی نے لاکھوں جاہل مسلمانوں کو اس کافر ظالم کے دام تزویر سے بچا لیا۔ اور اشاعۃ السنہ اور بھی خصوصیت کے ساتھ تہ دل اور بال بال سے اس احسان خداوندی کا شکر یہ ادا کرتا ہے کہ خدا تعالی نے اس کے مقالات و بیانات کا صدق عام اہل اسلام پر ظاہر کیا اور اس دشمن اسلام پر اس کو فتح یاب فرمایا۔ وہ اس شکریہ میں بزبان حال اس رباعی کا ورد کر رہا ہے

اگر ہر موئے من گردد زبانے — زتو رانم بہر یک داستانے
نیارم گوہر شکر تو سفتن — سر موئے ز احسان تو گفتن

ذیل میں اہل اسلام کے ان اشتہارات و اختبارات کا جو اس پیش گوئی کے دروغ ظاہر ہونے پر انہوں نے شائع کئے ہیں، خلاصہ مضمون نقل کرتے ہیں، جس سے دو غرضیں پیش نظر ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے اس خوشی اہل اسلام کا جمہوری ہونا ثابت ہو۔ دوسری غرض یہ کہ اس سے قادیانی کے

اس کذب وتہمت کا کہ: مسلمانوں نے عیسائیوں کی فتح پر مسرت ظاہر کی اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی شکست مان لی ہے.، ازالہ ہو اور یہ ثابت ہو کہ مسلمانوں نے اس پیش گوئی میں ایک کافر (مرزا قادیانی) کے جھوٹے ہونے کو اسلام کی فتح سمجھ کر اس پر خوشی ظاہر کی ہے، عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اہل اسلام تسلیم نہیں کی، اور نہ اس پر مسرت ظاہر کی ہے۔ بلکہ ان اشتہارات میں تو انہوں نے عیسائیوں پر بھی ویسی ہی لے دے کی ہے جیسی کہ قادیانی پر کی ہے۔ اور بعض عیسائیوں کی اس بے انصافی پر کہ انہوں نے اس فتح کو بمقابل اسلام قرار دیا ہے، خوب خبر لی ہے اور ان کی اس شوخی وگستاخی کی، جو بحق اسلام ان سے سرزد ہوئی ہے، کافی سزا دی ہے۔ قادیانی مسلمانوں پر یہ تہمت لگا کر اپنے دام افتادہ جاہل مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اپنا ہمدرد بنانا چاہتا ہے اور فی الواقع مسلمانوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اس پیشگوئی میں قادیانی کے جھوٹا ہونے سے عیسائیوں کو اسلام پر فتح یاب سمجھتا یا کہتا ہو۔

خلاصہ مضامین اہل اسلام متضمن اظہار مسرت بر شکست قادیانی

سب سے پہلا اشتہار اس عنوان کا ہے:

مرزا قادیانی اور آتھم کی لڑائی میں اسلام کی صداقت

انّا نحن نزّلنا الذّکر و انّا له لحافظون

جس کو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے شائع کیا۔ اور اس کے شروع میں کہا ہے:

آج ہم اس آیت کی تصدیق پاتے ہیں کہ خدا اپنے دین اسلام کی کیسی تائید کرتا ہے جو لوگ اس دین کی آڑ میں ہو کر اس دین کو بگاڑنا چاہتے ہیں ہمیشہ ذلیل وخوار رہتے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ تمام مخلوق کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہوا کہ آتھم امرتسری باوجود پیرانہ سالی کے پندرہ مہینے کی مدت میں (جس میں کئی فصول ہیضہ بھی ہوئیں) نہیں مرے۔ نہ صرف آتھم بلکہ ایک اور صاحب بھی (جن کی موت کے بعد مرزا صاحب نے اس کی بیوی سے نکاح کرنا تھا، جس کی مدت حسبِ شہادت شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا صاحب ۳۰۔ اگست ۱۸۹۴ء کو پوری ہوگئی ہے) نہیں مرے۔

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بھگارتے وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کیا آج کوئی نہیں جو مرزا کا ساتھ دیوے۔ حکیم نورالدین کہاں ہیں؟ محمد احسن صاحب کہاں ہیں؟ پنجاب گزٹ کے اڈیٹر کہاں ہیں؟ نوجوان ریاض ہند کے منیجر جو مارے خوشی کے

پھولے نہ سماتے تھے، کہاں ہیں؟ وہ سیالکوٹ کے لکچر معذور جو مسلمانوں کو ابوسفیان کا نقشہ بتلاتے تھے، کہاں ہیں؟ خواجہ صاحب لاہوری کہاں ہیں؟ سچ ہے اور بالکل سچ ہے ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذ ناہ بالیمین مگر افسوس، صد افسوس، عیسائیوں کے حال پر کہ انہوں نے مسلمانوں کا اس میں ناحق دل دکھایا۔ اور اپنی عادت قدیمہ کے موافق بدزبانی سے کام لیا۔ الخ

(مولانا بٹالوی فرماتے ہیں) ناظرین۔ اس عبارت میں غور کرو اور انصاف سے کہو کہ اس اشتہار میں اسلام کی فتح پر خوشی منائی گئی ہے یا عیسائیوں کی فتح پر۔ اور اس میں عیسائیوں کی حمایت پائی جاتی ہے یا ان پر لے دے کی ہے۔

دوسرا اشتہار اس عنوان کا ہے.... (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۶۔ ص ۹۔ ۱۲)

(اس کے بعد ضیاء الاسلام والا اشتہار جو حصہ پنجم کے صفحہ ۱۰۹ پر ہے، اسے پڑھا جائے)۔

☆ تحریک ختم نبوت حصہ ۵ طبع لاہور کے صفحہ ۲۴۶ پر سطر نمبر ۳ کے بعد، اور حصہ پنجم طبع دہلی کے صفحہ ۲۴۶ کی سطر ۲۱ کے بعد یہ عبارت ہونی چاہیے (جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ کے صفحات نمبر ۱۷۲۔۱۷۳ سے نقل کی جارہی ہے):۔

اس سخت مخالفت کے ساتھ بھی حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ کے بیٹے کہلائے۔ اور نوحؑ کا بیٹا ان کا بیٹا۔ اور کوئی ناپاک لفظ و خطاب کا مستحق نہ ہوا۔ جس کا مستحق ان کو قادیانی کا ناپاک محاورہ بناتا ہے۔

۳۔ آنحضرت ﷺ کے جلیل الشان اصحاب جو مولود فی الاسلام نہ تھے، ان میں اکثر اپنے والد کے مذہب کے مخالف تھے۔ یہ حضرات مسلمان ہوگئے اور وہ کافر رہے۔

۴۔ پھر مسلمان جماعت صحابہ وتابعین وآئمہ دین صدہا مسائل فروعی میں باہم متخالف رہے مگر کسی نے اس اختلاف وخلاف کے سبب ان پر اس الہامی لقب قادیانی کا اطلاق جائز نہیں رکھا جو قادیانی ان کے حق میں تجویز کر رہا ہے۔

۵۔ اپنے خاندان کو قادیانی دیکھ لے۔ اس کے اجداد خصوصاً مرزا گل محمد و مرزا عطا محمد بحسبِ ادعاء قادیانی (ازالہ اوہام ص ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۳۱ وغیرہ) مسلمانوں کے قاضی وولی متقی تھے مگر اسکا بیٹا اور قادیانی کا باپ مرزا غلام مرتضی، جس کو میں نے بھی دیکھا ہے اور اس کے دیکھنے والے بہت سے لوگ اس وقت (یعنی ۱۸۹۳ء۔ ۱۸۹۴ء میں) زندہ ہیں، عملاً واعتقاداً اپنے ان آباء واجداد کا مخالف تھا۔ وہ

صرف حکیمانہ مذہب رکھتا تھا۔ اگر کچھ میلان مذہب کی طرف تھا تو تشیع کی طرف تھا۔ اور اس پیرانہ سالی میں جس میں، میں نے اس کو دیکھا ہے اس کو نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ ارکان شرعی کا التزام نہ تھا۔ ممنوعات شرعیہ کے ارتکاب کا حال ہم نہیں لکھتے۔ یہ خود قادیانی سے یا اس کے اور دوستوں سے پوچھنا چاہیے۔ پھر کیا اس مخالفت طریق آبائی کے ساتھ مرزا غلام مرتضی ان کا بیٹا تسلیم نہیں کیا جاتا ہے؟ اور اس مکروہ خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۶۔ اس کے بعد اپنے آپ کو قادیانی دیکھے۔ کیا اس کے آباء واجداد اعلی، مرزا گل محمد و مرزا عطا محمد، کا بھی یہی مذہب واعتقاد تھا جو قادیانی نے ظاہر کیا۔ کیا اس کے باپ مرزا غلام مرتضی کا یہ اعتقاد تھا کہ مسیح موعود یہی ہے جو میرے نطفے سے پیدا ہوا ہے۔ ہرگز نہیں۔ علی ہذا القیاس۔ قادیانی کے اور کفریات ہیں جن کا اس کے آباء واجداد سے کوئی قائل نہ تھا۔ ومع ہذا قادیانی اپنے باپ کا بیٹا اور حلال زادہ کہلاتا ہے۔ اس کا خلاف اس کے خیال میں کبھی نہیں آتا۔

۷۔ اپنے بعد وہ اپنے بیٹوں کو دیکھے۔ اسکا بیٹا مرزا سلطان احمد اس کا کیسا مخالف ہے، حتی کی اس مخالفت کے سبب اس نے اس کو عاق بھی کر دیا ہوا ہے۔ اور اس مضمون کا اشتہار دے دیا ہوا ہے۔ ومعہذا وہ اس کو بیٹا اور حلال زادہ ضرور سمجھتا ہے۔ اس لفظ مکروہ کا اس پر اطلاق نہیں کرتا۔

ان تمثیلات ہفت گانہ سے صاف اور یقینی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے باپ کا بیٹا ہے وہ کسی اختلاف سے اور کسی گناہ سے اور کسی غلطی سے حرامزادہ کہلانے کا مستحق نہیں ہو جاتا۔

ایسا ہی وہ واقع میں حرامزادہ ہونے کا معیار بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص کسی کی منکوحہ (بشرح مذکور) یا کسی کی مملوکہ (بہ تفصیل مذبور) سے متولد نہیں ہے وہ حرامزادہ کہلاتا ہے۔ پھر وہ خواہ کتنا ہی واقعی راست گفتار، نیک کردار و پرہیز گار بن جائے۔ یا ادعائے مجدد و محدث اور خدا کا ملہم ومخاطب کہلائے، اور باوجود ختم ہو جانے نبوت کے پیغمبری کا دعوی کرے۔ اور آدم، عیسی، احمد وغیرہ نبی (علی نبینا وعلیھم السلام) بن بیٹھے اور چند خران بے تمیز اسکی تصدیق بھی کر دیں، تو ان واقعی یا ادعائی کمالات ومحاسن کے ساتھ بھی حرامزادہ کا حرامزادہ ہی رہتا ہے۔ ان عارضی (واقعی ہوں خواہ ادعائی) خوبیوں سے حلال زادہ، مجدد، محدث، نبی، ملہم، آدم، عیسی نہیں بن جاتا۔ صائب نے کہا

بہ نماء بصاحب نظرے گوہر خود را　　عیسی نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

ایک اور بزرگ نے کہا ہے

خرے عیسی اگر بمکہ رود　　چون بیاید ہنوز خر باشد

اور وہ سب قادیانی کی ڈکشنری کے مقابلہ میں یہ کہہ سکتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ (خطوط وحدانی میں اگلی عبارت تحریک ختم نبوت حصہ پنجم میں بھی موجود ہے۔ یہاں بغرض تسلسل دوبارہ نقل کی جا رہی ہے۔ بہا) (اگر یہ معنے اس لفظ کے جو قادیانی نے الہامی ڈکشنری سے نکال کر بیان کئے ہیں صحیح مانے جائیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ سب سے پہلے اس الہامی محاورہ کے محل استعمال اور اس پاک لفظ اور مقدس لغت کے مصداق قادیانی صاحب اور اس کے تمام حواری اور پیرو اور اس محاورہ کو صحیح سمجھنے والے اور اس استعمال قادیانی کو پسند کرنے والے ہوں۔ کیونکہ جھوٹ بولنے میں قادیانی اور وہ لوگ مسلّم کل ہیں۔ کسی کی بات نہ ماننا یا کسی کا خلاف کرنا ان میں ایسا پایا جاتا ہے جس کا ان کو خود بھی اعتراف ہے۔ اور خاص کر اس کا یہ الہامی محاورہ اور اس معنی سے اس پاکیزہ لفظ کو استعمال کرنا یا اس کے استعمال کو جائز سمجھنا ایک ایسا خلافی فعل ہے جس میں کوئی انسان مہذب اہل مذہب ان کا موافق نہیں ہے۔ پھر وہ اس محاورانہ لغت کی شہادت سے خود اس کے مصداق کیوں نہ ہوں۔

ان کے جھوٹ بولنے کی تفصیل

خود حضرت اکذب قادیانی صاحب، خدا تعالی پر افتراء کرنے میں مسلّم کافہ اہل اسلام ہیں۔ جو قدیم اسلام پر ایمان رکھتے ہیں وہ یقین رکھتے ہیں کہ اس کا یہ دعوی کہ مجھے الہام ہوتا ہے، اور فلاں آیت مجھ پر نازل ہوئی ہے، خدا تعالی پر افتراء ہے۔ اور اس کے یہ دعاوی کہ میں نبی ہوں، میں ہی مسیح موعود ہوں، میں ہی وہ احمد ہوں جس کی شہادت حضرت ....)

(اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۶۔ص۱۷۲۔۱۷۴)

کلام منظوم:

منشی سعد اللہ لدھیانوی کا منظوم کلام

بمطالعہ شہزادہ عبدالمجید مرزائی لودیانوی بگذرد

(جن اشعار پر !!! نشان ہے وہ عبدالمجید قادیانی کے ہیں)

الا مفسر قرآن مشو بہ خود رائی
حدیث مصطفوی خوان بہ چشم دانائی
بیان حق ز بیان رسول اگر فہمی
بہ بحکم انّ علینا بیانہ آئی
حدیث مصطفوی چیست وحی پاک خدا
تو در اطاعت آں جدوجہد بنمائی
عطا شد ست چو قرآن پاک با قرآن
بہ مصطفٰی ز کرامات و فضل مولائی
جو اس میں ہو متکبر تو پوچھ قرآن میں
نماز و روزہ کی تفصیل ہے کہاں آئی
کہاں ہے قصّ شوارب ہے ذکر ختنہ کہاں
ممانعت ہے بہ تغیر خلق ایمائی
کہاں ہے لفظ محدث کہاں ہے حرمت خر
گدھا نہ کھا کہ گدھا کھانے میں ہے رسوائی
حدیث ہی نے کہا ہوتے تھے محدث بھی
حدیث ہی نے خبائث کی شرح فرمائی
اسی طریق سے تفصیل کل ہے قرآن میں
نبی کو وحی خفی نے وہ سب ہے سمجھائی

حدیث گفت بہ شان و شکوہ و جاہ وجلال
مسیح بشکند آخر صلیب ترسائی
ابوہریرہ بہ الّا لیؤمننّ بہ
زبان کشودہ بہ تفسیر آن بگویائی
بہ ابن ماجہ روایت شدہ کہ گفت مسیح
دوبارہ آمدنم ہست عہد ایفائی
خدائے قبل قیامت مرا کند نازل
برائے کشتن دجال قوم موسائی
نمردہ عیسےٰ و باز آید آمدہ بہ حدیث
بہ گفتہ حسنؒ بصرہ دیدہ بکشائی
رسول گفت کہ من خاتم النبیّنم
کہ نیست ہیچ پس از من رسول بالائی
ز سی دجاجلہ آگاہ کردہ امت را
پے رسول شدن ہر یکے تمنائی
بہ قادیان شدہ زانجملہ یک ستمکارہ
نبی و مرسل یزدان ز قوم مرزائی
چو دور سیز دہم در زمانہ کرد ظہور
کشید فتنہ دجال سر بہ بالائی !!!
ہیں اوسکے نام کے اعداد تیرہ سو پورے
یہ صنعت اوسنے ازالہ میں خود ہی دکھلائی
ہوا غلام جو موصوف قادیانی کا
وہ مبتداء ہوا دجال ہے خبر پائی
یہ پورا جملہ نبی بن کے قادیانی نے
خروج اپنے کی تاریخ ہم سے لکھوائی

خروج کردہ بہر گو نہ کہ بعد آں کافر
بعشق لعبت تثلیث گشتہ سودائی !!!!
کہ ام محبت انسان و داب صحبت حق
نتیجہ روح قدس در مرام مرزائی
نہیں جدا کوئی روح القدس یہ ہے تثلیث
جو احمقوں کی سمجھ میں ابھی نہیں آئی
باتخاز ولد کرد متہم حق را
باستعارہ ہمان اعتقاد ترسائی
مسیح راہ مرا حاصل ست ابنیت
نگفت ہیچ مریدے چہ ژاژ میخائی
بایں خیال کہ اسلام را فرو بخورد
دہن کشادہ مثال نہنگ دریائی !!!
گرفت چنبر اسلام با ستیزہ و کیں
چنانکہ حلقہ زند اژدہائے صحرائی !!!
فسون و جادوئے مکرش قرار دلہا برد
شدہ مسخر او ہرزہ کار ہرجائی !!!
چناں اسیر بدام فریب او جہال
چنانکہ محو تماشا بود تماشائی !!!
متاع دین کہ چو گنجے بہ بعض دلہا بود
بہ برد جملہ بغارت چوں خواب یغمائی !!!
گروہ بے خبراں خود ستودگان بادے
ستائشس بزنان ہمہ بیکتائی
جماعتے ست فراہم ز اعور و اعرج
کنند بر در وے روز و شب جبیں سائی

ز شور فتنہ تلخ زندگانی خلق
چنانکہ تلخی کام از مواد صفرائی !!!
نخست گفت جمالا منم مثیل مسیح
نمود چندے ازاں رفق مسند آرائی
شریک اس میں یہ عاجز بھی ابتداء سے تھا
جو پیشگوئی مسیحا کے حق میں ہے آئی
کہ وہ تو ہیں مہدی اور ظاہری مصداق
مجھے خدا سے ملی باطنی توانائی
تھے اس درخت کے ہم دونوں پھل مسیح اور میں
و لیک اب ہے مجھے برتری و بالائی
زبان پہ لاؤ نہ اب ذکر ابن مریم کو
ہے اس سے افضل و اعلیٰ غلام مرزائی
کجا مسیح کہ او پا نہد منبر من
ضمیر اس کی یہ کہتے ہوئی نہ شرمائی
کبھی تو لکھتا تھا آئیں گے وہ جلال کے ساتھ
اور آج بکتا ہے گم گشت آں مسیحائی
بنا تھا تو تو جمالی جلال یہ کیسا
لگا جو بکنے چہ، در انتظار عیسائی
تو مدعی تھا کہ عیسیٰ دوبارہ آئیں گے
جہاں میں بات یہ مامور ہو کے پھیلائی
اوسے تو لکھتا ہے ظاہر کیا گیا مجھ پر
وہ کون تھا ترا مظہر یہ کس نے سمجھائی
برے مشابہت تامہ چساں داری
مسیح رفعت بناکامی و بہ پس پائی

تو کامران و ترقی تست روز افزوں
بایں سخن بہ مریدان کنی دل افزائی
بانکسار و توکل بہ غربت و ایثار
نشان زندگی اولین عیسائی
کجا ست زندگی ثانی مسیح اگر
مسیح مرد و نماندش کنون مسیحائی
اشارہ کرتا تھا قرآن سوے نزول جلال
خبر وفات کی تفسیر نیچری لائی
ہے احمدیہ لقب ٹھیک تیرے فرقہ کا
کہ یہ ہدایت اسی نیچری سے ہے پائی
ڈبو دیا تجھے تفسیر نیچری نے ارے
طمع کے دام میں ٹھوکر یہ کیا بری کھائی
وہ دابّہ علماء ہیں سو ہیں ترے مکفر
تو کیوں جمے نہ ترے منہ پہ کفر کی کائی
امید نیست کنوں باز ایستادہ شوی
کہ پیر گشتی دناید ز پیر برنائی
گماں بخویش مبر شیر مرد و برنایم
تو روبہی کہ بہ سلطان و زوجہ برنائی
مگر ز آتھم و پنڈت بزرگ و شیخ و حسین
بگو ز دست رقیبت چسان شکیبائی
چہ غیرتیست کہ از بہر زوجہ است ترا
بہ خصم شاد بہ بینش دول بیاسائی
وہ کیا وفات پدر ہی سے ہوچکی بیوہ
ارے یہ مرگ پدر کیسی بے سری گائی

چرا جدائی ازو باوجود زوّجنک
چو روز و شب ہمہ تن مجو ایں تمنائی
ازیں کہ معنی تجدید نو نمودن شد
مجددی و بیک قول خود نمے پائی
کبھے محدث گہ حارث و گبھے مہدی
گبھے مثیل وے و گاہ خود مسیحائی
مغول ہستی و النقوا است جدہ تو
آلا دہن بہ محمد منم نیالائی
مگو کہ مہدی آل محمد آمدہ ام
ز نسل مرتضوی نیستی مغل زائی
ہر آنکہ مے شنود حیرتش ہمے گیرد
یکے مغل قرشی شد بہ طرفہ رعنائی
شدی محمد و احمد پس از غلامی وے
یقین کہ ہیچ نہء ہر زہ باد پیمائی
خلیل و آدم و نوح آمدی ہمہ یک جا
گذار بو الہوسی و شکستہ پیرائی
بحکم کل جدید لذیذ مفتونان
فدائے عشوہ ہر فتنہ کہ میزائی
توئی کہ حارثی و مہدی و امام زمان
بکبر و مفسدہ ہر لحظہ خامہ فرسائی
نہ دین بدست تو چیزے نہ دولت ایمان
عجیب مہدی و عیسائی بے سر و پائی
یہ بت فروشی ہے بنیاد بت پرستی کی
جو تو نے فوٹو میں تصویر اپنی کھنچوائی

بنا ہے یوں جو بروزی محمد آخرکار
تو صاف نکلا آواگوان کا تولاّئی
یہ معجزات رسل عیب مسمریزم تھے
بدیں سبب تو ز ایمان و دین معرائی
نہ شد حقیقت دجال و دابّہ معلوم
بہ مصطفٰی کہ ز خوانش تو زلہ بربائی
ز حلیہ تو کند دور نقص دجالی
مجاور تو بیک چشمی و بیک پائی
دجاجلہ ہمہ رفتند و آخری باقیست
تو پیش خیمہ آئی بزور و رعنائی

لودہانہ۔۳۔اگست۱۹۰۳ء۔(شحنہ ہندمیرٹھ۔ضمیمہ۔۸۔اگست۱۹۰۳ء ص۲ تا۶)

☆ مرزا قادیانی کے سسر میر ناصر نواب نے دعوت الحق کے عنوان سے ایک نظم لکھی جس کے جواب میں منشی سعداللہ لدھیانوی نے اجابت دعوت لکھی، جو یوں ہے:

واہ مسیح کے سسرے ناصر
دین میں خاسر عقل میں قاصر
ہو دجال سے تیری بیعت
اس پر کرے تو حق کی دعوت
یاد ہے جب تو گھبراتا تھا
لڑکی دے کر پچھتاتا تھا
تو دجال تھا اس کو کہتا
پاس ہمارے روتا رہتا
نسخہ بازی کا تھا شاکی
تو ہی ڈوبا شان خدا کی
مانتا تھا تو حدیث اور قرآن

ختم نبوت پر تھا ایمان
پہلے خاصا مومن تھا تو
کفر کیا پھر تو نے بد گو
پھر ایک بار بنا تو مومن
کافر ہو گیا آخر لیکن
روز بروز اس میں ہے زیادہ
اب مشکل ہے ترا اعادہ
ہو گئی اہل حدیث سے نفرت
ہو گیا منکر ختم نبوت
بن گیا وہ دجال اب مرسل
سچا ہے آج جو کاذب تھا کل
اوس کو نبی اب تو نے بنایا
کچھ بھی خدا کا خوف نہ آیا
سنتا ہے تقریریں اس کی
بیچتا ہے تصویریں اس کی
کاغذی اوس کے بت ہیں بکتے
چھنٹتے ہیں دجالی نکتے
ایک روپیہ چھ آنے قیمت
ہوتی ہے البدر میں شہرت
اک بت گر اک بیچنے والا
کیا روزی کا ڈھنگ نکالا
میر تیری تصویر پرستی
اور ابھی تو ہوگی سستی
ہے مختار تو اس کے گھر کا
بھیدی جھوٹے پیغمبر کا

مِلک و زمین جو تھی دجالی
بیٹی کے نام وہ رہن کرالی
دعوت حق یہ تو نے کیا کی
دین کی شرم نہ کچھ دنیا کی
لوگوں کو تیرا یہہ بلانا
ہے دجال کے دام میں لانا
پنشن ہو گئی تھوڑی تیری
پیٹ کی خاطر ہے یہ دلیری
طبع براہین کے وہ وعدے
سچ کہہ جھوٹے تھے یا سچے
تو نے ہی کھولا بھید یہ ہم پر
جھوٹا ہے یہ دجال سراسر.
مضمون چوتھی جلد سے آگے
لکھا کچھ نہیں جھوٹ ہیں وعدے
تین سو اس کی جزیں بتانا
پیٹ کے بھرنے کا ہے بہانا
لوگو اس کے دم میں نہ آؤ
ہوش کرو دیکھو بچ جاؤ
جب تھا ترا معقول گذارا
گھر میں ملتا تھا خاصا چارا
اوس کی نہیں تھی پروا تجھ کو
بلکہ وہ کچھ کھاتا تھا تجھ کو
اب آخر معذور ہوا تو
دین سے اس لئے دور ہوا تو
اوس کی لگا تعریفیں گانے

بیٹھا در پر ڈھول بجانے
دلی میں بھی میر ہی تھا تو
قادیان میں اب میر بنا تو
حلیہء ظاہر ہے کیا حاصل
ظاہر صورت ہے کیا حاصل
وصف ملیں جب دجالوں سے
حاصل رنگت اور بالوں سے
ایسے بال اور رنگت والے
دنیا میں ہیں بہت منہ کالے
کس کام آئیں بال اور رنگت
اوپر سے جب برسے لعنت
لعنت بھی منہ مانگی پائی
جس سے ہے آگہ ساری خدائی
جھونٹی پیشین گوئیاں کر کے
ہے دجال بچا مر مر کے
رسّا گلے میں اور منہ کالا
ٹوکرا سر پر لعنت والا
جینے کے ہیں کوئی یہ سامان
پر بے شرمی تیرے قربان
جس کے سہارے پر ہیں جیتے
اچھا کھاتے اچھا پیتے
لعنت اس کھانے پینے پر
اس بے شرمی کے جینے پر
کرتا ہے کیا دجال شرارت
دی عیسیٰ نے میری بشارت

نام محمد کا ہے جلالی
میرا ہے احمد نام جمالی
وہ تھا لڑائیاں مارا کرتا
میں ہوں رفق و مدارا کرتا
ذکر جمالی اور جلالی
ہے یہ ایک نئی دجالی
اب جو بنا ہے آپ محمد
کرتا ہے پہلی بشارت کو ردّ
اپنی کشتی آپ ڈبو دی
شیطانی تزویر ہے بودی
نام تھا پہلے غلامِ احمد
پھر لے لیا مقامِ احمد
بن کے مثیل عیسے مرسل
اب کم بخت ہے ان سے بھی افضل
ان کے تو حصے میں ناکامی
اور یہہ مثیل ہے مرسل نامی
جو الہام رسولوں کے تھے
یہ سمجھا وہ آپ نہ سمجھے
اس کا تو کن، کن ہے خدا کا
شرک ہیں لیک اعجاز مسیحا
عیسی بھی تو آنے نہ پائے
اون سے افضل مرسل آئے
ان سے ٹوٹی ختم نبوت
یہ پیدا ہو کچھ نہیں دقت
احمق پھنس گئے اس کی بڑ میں

ماری کلہاڑی اپنی جڑ میں
دین نبی سے کیا تبرّا
خوب دیا دجال نے بھرّا
دیکھو کیسی قسمت پھوٹی
ان پر غضب کی بجلی ٹوٹی
ظالم بنا خدا کا بیٹا
عیسے کو بھی ساتھ لپیٹا
پہلے تھے ایک درخت کے دو پھل
اب ہے ظالم ان سے افضل
دجل فریب دغا اور دھوکا
دل نہیں ایک بدی سے روکا
ہاں یہ سچ ہے کہ نیکوں کی بھی
بعض بروں نے ہے بدگوئی کی
لیکن جس کو برا کہہ دینا
کیا ہے ضرور ضرور ہو اچھا
گر یہ سچ ہے تو سب سے بڑھ کر
چاہیے نیک ابلیس ستم گر
اچھا برا کاموں سے عیاں ہے
ظاہر کب محتاج بیان ہے
ختم رسل کے بعد پیمبر
بننے سے کیا کام ہے بد تر
آپ خدا کا بیٹا بننا
چیلوں سے کہلانا آمنّا
پھر جو مسلمان روکیں اس پر
کافر ان کو بنائے کافر

ناصر میر! بتا دے سچ سچ
بات کی اپنے مت کی جئو پچ
کیا تعلیم مسیح یہی ہے
جس پر تو نے دعوت کی ہے
یا کچھ اور بھی ہے ؟ تو کیا ہے
کیا سیکھا ہے تو نے زیادہ
خام طبیعت عقل کے سادہ
عیسیٰ مر گیا مرزا ہے عیسا
کہتے ہیں نیچری ملحد کافر
عیسا مر گیا سولی چڑھ کر
تم ہوئے اس میں ان کے مضاہی
بکتے ہو یوں واہی تباہی
بڑھ کر کیا بات اور نکالی
ہاں یہ مسیحیت دجالی
سولی پر لٹکا ہے عیسیٰ
چوروں کے ساتھ ملا ہے عیسیٰ
نیچری بڈھا لکھ گیا ہے سب
جو تم کو الہام ہوا اب
وہ الحاد الہام تمہارا
کچھ شرماؤ دل میں خدا را
ما صلبوا، صلبو ٹھہرایا
کی تحریف اور خوف نہ آیا
گاہ اونہیں شام میں دفناتے ہو
پھر کشمیر میں لے جاتے ہو
جھوٹے ہو جھوٹے کا حافظہ کچا

ہے مشہور مقولہ سچا
یا رب ان کے شر سے بچانا
مکاروں کے ضرر سے بچانا
دل سے سنو سعادت مندو
ایک نصیحت رب کے بندو
ختم رسل کا ہے یہ فرماں
جو درماندوں کا ہے درماں
احمد ذی شان مرسل رحماں
جس کا ہدایت نامہ ہے قرآن
مطلبی مدنی اور مکی
جس کی شریعت سب سے پکی
ہے ہر بات یقینی اس کی
حق تعلیم ہے دینی اس کی
ہم پر رؤف رحیم وہ پیارا
جس سے مٹا دکھ درد ہمارا
خیر اندیشی ہے جس کا پیشہ
حق سے صلوۃ و سلام ہمیشہ
یاد رہے یہ تم کو لیکن
میرے بعد نبی نہیں ممکن
ختم نبوت ہو گئی مجھ پر
یعنی حق نے کیا ہے مقرر
آپ کے بعد نہ ہوگا پیدا
کوئی نبوت پانے والا
ہوتا کوئی تو اس کے لائق
سب سے عمر فاروق تھا فائق

جب نہ نبوت پائی عمرؓ نے
پھر کون آئے نبوت کرنے
پہلا ہی کوئی آئے تو آئے
جس کو معین حق فرمائے
ختم نبوت نے فرمایا
ہے یہ صحیح حدیث میں آیا
موسیٰ بھی گر ہوتے جیتے
میرا ہی جام اطاعت پیتے
قبل قیامت عیسیٰ آئیں
اس امت کی شان دکھائیں
اور ان کا آنا پھر ہے ضروری
تا کہ نبوت ہو نہ ادھوری
جیسا ہے ان پہ ہمارا ایمان
لائیں یہود و نصاریٰ ایمان
جب خدمت سے فراغت پائیں
یاں سے پھر رحلت فرمائیں
جن کے مبشر بن کے تھے آئے
قبر میں ہوں ان کے ہمسائے
ہو صدیق و شہید و نبی کا
ساتھی بندہ صالح چوتھا
تیس وہ لعنت پانے والے
جھوٹے نبی کہلانے والے
سب سے جھوٹا ان جھوٹوں کا
کانا دجال آخر ہوگا
جب وہ آئے خدا کہلائے

شعبدے کچھ لوگوں کو دکھائے
جاہل دوڑیں اس کے پیچھے
یا رب امن دے اس کے شر سے
کفر ہو لکھا منہ پر ظاہر
جس کو پڑھیں ایمانی ماہر
حشر میں انپڑھ لوگ بھی جیسے
اپنا عمل نامہ پڑھ لیں گے
عیسی اتریں قتل کو اس کی
چرخ سے فوق منار دمشقی
اور ہو امام مسلمانوں کا
ان سے پہلے زیب مصلا
اس کے پیچھے نماز گزاریں
پھر کانے دجال کو ماریں
دیکھ کے ان کو وہ گلتا جائے
سامنے آنے کی تاب نہ لائے
کھالے آخر ان کا برچھا
ہو کر رہے نوشتہ پورا
یا رب ان فتنوں سے بچالے
ہم کو نہ کی جیبو ہمارے حوالے
ہم ہیں تیرے بندے بچارے
چاہے تو بخشے چاہے مارے
مار سے تیری پناہ ہے تیری
کی جیبو قبول اک عرض یہ میری
رکھ مجھے اپنے حفظ و اماں میں
تجھ سے خوش ہوں دونوں جہاں میں

مجھ میں بل نہیں اور نہ طاقت
کوئی نہ خوبی ہے نہ لیاقت
تو نے وجود عدم سے بخشا
تو نے بنایا میرا نقشہ
پھر ایمان عطا فرمایا
ختم رسل کا بخشا سایا
دیکھ کہ تجھ کو سب سے ارحم
لب پر ہے رب اغفر و ارحم
صادق مومن مجھ کو بنا کر
خاص خزانے میں سے عطا کر
عرض کی تجھ سے حاجت کیا ہے
دل کا بھید بھی تجھ پہ کھلا ہے
ادعونی بھی چونکہ ہے فرمان
اور تکبر موجب حرمان
بندگی اس کی ہے متقاضی
مولا چاہیے ہر دم راضی
پس وہ مانگنا مجھ کو سکھا دے
اور طرف کا دھیان چھڑا دے
تو ہی یاد ہو تجھ کو پکاروں
تیرے ہی در پر آہیں ماروں
یونہی رہوں جب تک رہوں جیتا
چلوں تو جام شہادت پیتا
میں ہوں اوس دم تجھ سے راضی
تو اے مالک مجھ سے راضی
قبر میں جب رکھ جائیں مجھ کو

میرا مونس وحشت تو ہو
آئیں جب کہ نکیر اور منکر
تجھ کو پکاروں آہٹ سن کر
شکل نبی جب سامنے آئے
سعدی تیرا فدا ہو جائے
جا ئیں سلا کر جیسے دلہن
خلد ہو مجھ کو میرا مدفن
محشر میں پھر ہو یوں ساماں
میرا ہاتھ نبی کا داماں
کوثر کا وہ جام پلا دے
جو دل کی سب پیاس بجھا دے
بندوں میں تیرے ہو کر شامل
جنت میں ہو جاؤں داخل
میں اور سارے لواحق میرے
قرب نبی میں لگائیں ڈیرے
ہوں فردوس میں مہماں تیرے
تیری رحمت سب کو گھیرے
باقی کوئی نہ ہو اندیشہ
ہم سے تو راضی رہے ہمیشہ
جنت خلد میں پائیں بسیرا
ہوتا رہے دیدار بھی تیرا
واں کچھ خوف نہ کوئی غم ہو
تیری حمد و ثنا ہر دم ہو

(شحنہ ہند۔ضمیمہ۔۱۶نومبر ۱۹۰۳ء۔ص ۱ تا ۶)

قطعہ تاریخ سزایابی مرزا قادیانی از مولانا محمد دبکاوی
(آخری مصرع سے تاریخ ۱۳۲۲ھ نکالی ہے)

سزایاب جب سے ہوا قادیانی
ہوئی محو مردک کی سب لن ترانی
خفا ہوگیا باپ حیف آسمانی
گیا بھول بیٹے کی گردن چھڑانی
رہائی کی تدبیر اپنی نہ جانی
کہاں گم ہوئی تیری وہ غیب دانی
دریغا پدر نے پسر کو پھنسایا
مگر قدر نااہل کی کچھ نہ جانی
خیال اس کو افسوس یہ بھی نہ آیا
کہ بیٹے کو ہے ضعف اور ناتوانی
نہ امت پھری اپنے جعلی نبی سے
مریدوں نے کچھ بھی نہ کی آنا کانی
مگر چونکہ مردود سب بے بصر ہیں
تو آئے نظر کیا کتاب آسمانی
سیہ رو ہوئے سب سزا مل گئی جب
پھرا سب کے چہروں پہ لعنت کا پانی
بفضل خدا اہل اسلام جیتے
عدوّ کے مقابل ہوئی مہربانی

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ۔ ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء ص ۱)

و صلّی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقہ محمّد و آلہ و صحبہ اجمعین

کتابیات

بیان للناس۔عبدالمجید دہلوی ۔ مطبع انصاری دہلی ۔ ۱۳۰۹ھ
تائید آسمانی ۔محمد جعفر تھانیسری
تذکرۃ المہدی۔ پیر سراج الحق نعمانی قادیانی
حیات قدسی ۔ مولوی غلام رسول راجیکی قادیانی
ختم نبوت اور تحریک احمدیت ۔غلام احمد پرویز۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔ ۱۹۹۶ء
ذکر حبیب۔مفتی محمد صادق قادیانی
سیرۃ المہدی۔ مرزا بشیر احمد قادیانی
شفاء اللناس ۔محمد عبداللہ شاہجہانپوری ۔مطبع انصاری دہلی۔۱۳۰۹ھ۔
یاد رفتگان ۔ یکے از مطبوعات لاہوری جماعت برتقریب پچاسویں سالگرہ
مرزا غلام احمد قادیانی کی درج ذیل کتابیں:
فتح الاسلام؛ توضیح مرام ؛ازالہ اوہام؛ فیصلہ آسمانی؛ نشان آسمانی؛سچائی کا اظہار؛ حجت الاسلام ؛
مجموعہ اشتہارات؛ مکتوبات احمدیہ؛ مکتوبات احمد،اڈیشن دوم ۔ربوہ۔

اخبارات ورسائل:

ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۸، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷
ریویو آف ریلی جنز۔قادیان
ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۹۰۳ء؛ ۱۹۰۴ء
ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر متعدد شمارے
مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی
بدر۔قادیان
الحکم۔قادیان

مکتبہ قدوسیہ

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انّه من سلیما ن و انّه بسم اللّٰه الرّحمن الرّحیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء

جلد ہشتم

محمد بہاء الدین

نام کتاب تحریک ختم نبوت جلد ہشتم

مؤلف محمد بہاءالدین

صفحات ۵۲۸

طبع اول ۲۰۰۸ء

زیر اہتمام

فہرست

اپنی ذات میں انجمن

تحریک ختم نبوت جلد ہشتم کی تکمیل کے ساتھ اس کتاب کا پاکستانی اڈیشن چار ہزار دوسو چالیس صفحات پر پھیل چکا ہے۔ ہندوستانی اڈیشن کے صفحات اس سے بھی زیادہ ہیں جہاں چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور جلد ہفتم اور ہشتم عنقریب طبع ہونے جا رہی ہیں۔ اور مؤلف محترم سے گفتگو کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ انشاء اللہ ابھی مزید دو جلدیں سامنے آئیں گی۔

اس نوعیت کے علمی اور تاریخی کام کرنے کیلئے برسوں پر محیط منصوبے بنائے جاتے ہیں، مقصد سے لگن رکھنے والے اہل علم کے بورڈ بٹھائے جاتے ہیں، فنڈ قائم کئے جاتے ہیں، اپیلیں کر کے مالی وسائل فراہم کئے جاتے ہیں، وظائف کی صورت میں مؤلفین کی معاش کے انتظامات کئے جاتے ہیں، انہیں مددگار فراہم کئے جاتے ہیں، لٹریچر کی فراہمی کیلئے دورے کئے جاتے ہیں، کاتب فراہم کئے جاتے ہیں، طباعت و اشاعت کیلئے رقوم مخصوص ہوتی ہیں۔ غرض کیا کیا کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن جب اللہ سبحانہ و تعالی کو تحریک ختم نبوت پر زیر نظر کام کروانا منظور ہوا تو اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمارے دوست ڈاکٹر بہاء الدین کو ان کی اپنی ذات میں انجمن بنا دیا۔ انہیں پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی محبت سے سرشار کر کے اس عظیم منصوبے پر کام کرنے کی لگن عطا فرمائی، ترتیب و تالیف کی صلاحیتوں سے نوازا، طویل منصوبے کی تکمیل کیلئے ضروری عزم و ہمت سے نوازا، اور ایک بیمار کو اپنے لامتناہی خزانہ سے وقت کی خیرات عطا فرمائی، لٹریچر کی تلاش اور فراہمی کیلئے چند مخلص دوست مہیا کر دیئے، پاکستان میں اس کی طباعت و اشاعت کیلئے ضروری مالی وسائل فراہم کر دیئے۔ ان جیسے بے شمار عطایا و انعامات کے شکریئے میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے شب و روز آقائے نامدار ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کی تاریخ مرتب کرنے میں لگا رکھے ہیں۔ اللہ تعالی اس کام میں برکت ڈال کر اسے حسن قبول عطا فرمائے۔ اور مؤلف اور معاونین کیلئے کفارہ سیئات اور توشہ آخرت بنائے۔

اپنی کاوش کو تو ہر کوئی سراہتا ہے دیکھنا یہ چاہیے کہ دوسرے کیا کہتے ہیں۔ شائد اسی لئے عرب شعراء اپنے قصیدے کو کعبہ شریف میں معلق کر دیا کرتے تھے جو نشر و اشاعت کا ایک طریقہ

ہونے کے علاوہ قصیدے پر دیگر اہل علم وفن کی آراء حاصل کرنے کا بھی ایک ذریعہ تھا۔ اور شائد حدیثِ دیگراں ہی نے عربی ادب میں ان قصائد کا مقام متعین کیا ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو تجویز کیا کہ کتاب ہذا کی مختلف جلدوں پر اہل علم نے جو تقریظات اور تبصرے لکھے ہیں انہیں بھی جلد ہذا میں نقل کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بنا بریں جلد ہذا کے اختتامی حصے کو چند اہل علم کی آراء سے مزین کیا گیا ہے۔

ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے۔ وہ یہ کہ پاکستان میں اس سلسلہ کتب کی طباعت و اشاعت کے مصارف ہمارے مخدوم ڈاکٹر صاحب خود ہی برداشت کر رہے ہیں اور اور مطبوعہ جلدیں اپنے بیٹے سے رابطہ کرنے والے اہل علم کی خدمت میں تحفتاً پیش کئے جا رہے ہیں۔ برصغیر ہندو پاک کی جماعت اہلحدیث کی گذشتہ ایک سو سال کی تاریخ میں اتنی بڑی کتاب کے مؤلف کے اپنے خرچ پر طبع ہو کر یوں تحفتاً تقسیم ہونے کی کم ہی مثالیں ہونگی۔ اللہ تعالی قبول فرمائے۔

محترم م قارئین یہ بھی معلوم رہے کہ اللہ تعالی محسن جماعت ڈاکٹر بہاء الدین صاحب دامت برکاتھم سے جہاں تحریک ختم نبوت پر اتنا وقیع، وسیع اور جامع کام لے رہا ہے وہیں برصغیر میں تاریخ اہل حدیث کو مرتب کرنے کا جو اہم کام کئی عشروں سے زیر التوا پڑا تھا، جو گویا کہ جماعت پر بطور قرض باقی تھا، ڈاکٹر صاحب جماعت کے اس قرض کو بھی اعزازاً وتمنناً ادا کرنے میں جٹ گئے ہیں اب تک تاریخ اہل حدیث کی دو جلدیں (جن کی مجموعی ضخامت ۱۳۵۰ صفحات ہے) مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے شائع ہو چکی ہیں اور تیسری جلد زیر طبع ہے جب کہ دو جلدوں کا مواد ان دنوں زیر ترتیب ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تاریخ اہل حدیث کا یہ سلسلہ بھی دراز سے دراز تر ہوتا چلا جائیگا۔ بس میں اللہ رب العزت کی ذات کریم سے یہی امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی ان دونوں اہم عنوانوں پر ڈاکٹر صاحب سے مکمل کام لے لے۔ اس راہ میں جتنی رکاوٹیں ہیں انہیں دور فرمائے اور اس بے لوث خدمت کے بدلے انہیں جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

(مولانا) شیر خان جمیل احمد عمری ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

۲۔ نومبر ۲۰۰۸ء

آغاز کلام

تحریک ختم نبوت کی زیر نظر جلد میں تحریک کے ابتدائی دور کی گراں قدر تحریریں مثل مولانا محمد ابراہیم میرؒ کی شہادۃ القرآن، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا صحیفہ محبوبیہ، شیخ غلام حیدر کی عشرہ کاملہ اور شحنہ ہند میرٹھ سے مولانا احمد حسن شوکتؒ کی چند تحریریں مثل اتّبعو السّوا الاعظم ، لا یبقی من النّبوّۃ الّا المبشّرات ،وغیرہ ؛ اور مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے اشاعۃ السنہ سے انکے چند مقالات، مثل: آتھم اور قادیانی کے مباحثہ پر ریویو، جلسہ تحقیق مذاہب، پیش گوئی متعلقہ آتھم، جلسہ اعظم مذاہب، حکم ارتداد وغیرہ شامل ہیں۔ ان تحریروں کو من وعن نقل کرنے کی بجائے غیر ضروری عبارات اور مکررات کو حذف کر دیا گیا ہے۔ مناسب مقامات پر حواشی کا اضافہ کیا گیا ہے اور نئے و پرانے حواشی کو متن کے ساتھ ہی باریک خط میں بین القوسین نقل کر دیا گیا ہے۔

پروف ریڈنگ کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکنے کے باعث میں نے خود ہی کمپوز شدہ مسودے کو دو تین بار پڑھ لیا ہے لیکن وہ جو کہتے ہیں کہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آ جاتا ہے لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا، اسلئے مجھے خدشہ ہے کہ بڑی بڑی غلطیاں کتاب ہذا میں باقی رہ گئی ہیں۔ وسائل کی کمی اور ہمت کی پستی کی بنا پر کتاب ہذا میں در آنے والی ایسی غلطیوں پر میں معذرت خواہ ہوں اور قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ مطالعہ کتاب کے دوران انہیں کوئی تنکے یا شہتیر نظر آ جائیں تو مجھے اطلاع دیں، انشاء اللہ کسی آئندہ موقع پر ان کی اصلاح کی کوشش کی جائیگی۔

اس حصہ کی ترتیب وتالیف میں جن محسنین کا تعاون شامل حال رہا ہے ان میں ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری بنارس، مولانا شیر خان جمیل احمد عمری برمنگھم، شیخ عبدالہادی عمری برمنگھم، مولانا محفوظ الرحمٰن جامعہ سلفیہ بنارس، ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج، ڈاکٹر لائق علی خان کاسگنج، مولانا محمد اشرف جاوید فیصل آباد، پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر بہاولپور، مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلی ورکاں، مولانا رئیس الاعظم فیضی دہلی، عزیزم محمد سہیل بوریوالہ، شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب محسنین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب ہذا کو اہل اسلام کیلئے نفع مند بنائے۔

ربّنا تقبل منّا انک انت السّمیع العلیم

فقیر بارگاہ صمدی ۔ **محمد بهاء الدين** ۔ ۳ نومبر ۲۰۰۸ء

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

آتھم اور قادیانی کے مباحثہ پر ریویو

۱۸۹۳ء میں ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کا امرتسر میں مباحثہ ہوا جس کا ذکر ہم کئی جگہ کر چکے ہیں۔ اس مباحثے کے بعد قادیانی حضرات نے اپنے پیرو مرشد کی مناظرانہ صلاحیتوں کے ترانے گائے اور مباحثے میں فریقین کے پرچوں کو شائع کر کے فخر وتعلیٰ کا اظہار کیا۔ قادیانیوں نے ظاہر کیا کہ یہ مباحثہ اسلام اور عیسائیت کے مابین تھا حالانکہ اس وقت کے علماء اسلام اسے نئے اور پرانے عیسائیوں کا باہمی مباحثہ قرار دیتے تھے اور خود عیسائیوں نے بھی مباحثے سے قبل کہہ دیا تھا کہ چونکہ مرزا صاحب کو علماء اسلام دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اس لئے مرزا قادیانی کی فتح وشکست، اسلام کی فتح وشکست قرار نہیں دی جاسکتی۔ مباحثے کے بعد جب قادیانیوں نے فریقین کے پرچے شائع کئے تو مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۶ میں اس پر ایک بسیط اور منصفانہ ریویو کرتے ہوئے بتایا کہ کس موقع پر کس فریق کے دلائل مضبوط تھے اور کس کے کمزور۔ اور جہاں مرزا صاحب نے (مسلمانوں کی طرف سے) کوئی کمزور دلیل پیش کی تھی وہاں مناسب دلیل کون سی ہونا چاہیے تھی، اور مرزا صاحب کو یہ بھی بتایا کہ مسلمانوں کی طرف سے مباحثہ کا صحیح طریق کیا ہونا چاہیے تھا؟ ذیل میں اس مباحثے پر مولانا کا ریویو نقل کیا جاتا ہے۔ کہیں کہیں انگریزی عبارات بائبل کا اضافہ میں نے خود نے کیا ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

(قادیانیوں اور عیسائیوں کی) اس جنگ کے متعلق ایک مختصر رائے ہم اس جنگ کے واقع ہونے سے پہلے ظاہر کر چکے ہیں اور ایک مفصل اب ظاہر کرتے ہیں۔ ہر چند وہ مختصر رائے وقوع جنگ سے پہلے چھپ چکی تھی مگر اہل اسلام امرتسر (جن کے اہتمام میں وہ رائے چھپی تھی) کی غفلت

سے وہ عام طور پر پبلک میں شائع نہیں ہوسکی، صرف خاص خاص لوگوں میں اس کی اشاعت ہوئی اور مرزا قادیانی کے پاس بھی اس کی ایک کاپی اس کے ایک حواری کے ہاتھ بھیجی گئی۔ اور چونکہ وہ رائے باوجود وقت اشاعت گذر جانے کے اب بھی کئی فوائد پہنچاتی ہے۔ مثلاً

۱۔ اس سے مرزا قادیانی کی غرض مباحثہ مسلمانوں کو معلوم ہوگی۔

۲۔ اس مباحثہ کے نتیجہ سے اس میں پیش گوئی کی گئی تھی، اس کی مسلمانوں کو اب تصدیق ہوگی تو وہ رائے اور اس کی پیشگوئی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

۳۔ اس سے کئی دام افتادگان قادیانی کو اس کے دام سے مخلصی ہوگی۔

۴۔ قادیانی کے اشتہار مبلغ پانچ ہزار روپیہ مندرجہ صفحہ ۱۱۶ رسالہ الحق نمبر ۷ جلد ۳ کی یہ دروغ گوئی کہ وہ مختصر رائے مسلمانوں کی لعنت ملامت کے باعث شائع ہونے سے روکی گئی تھی، اور اس کے خلیفہ حامد سیالکوٹی کی صفحہ ۴ فوٹو جنگ مقدس کی یہ دروغ گوئی کہ اس مختصر رائے کی اشاعت مولوی صاحب کو اس لئے ملتوی کرنی پڑی تھی کہ بحث زور شور سے ہو پڑی تھی، مسلمانوں پر ظاہر ہوگی۔ اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچے گی کہ وہ اشاعت کارکنوں کی غفلت سے ملتوی ہوئی تھی، راقم کو اس کا التواء پسند ہوتا اور اس التواء میں وہ فائدہ دیکھتا تو اب اس کی اشاعت رسالہ (یعنی اشاعۃ السنہ جلد ۱۶) میں کیوں کرتا۔

۵۔ مرزا قادیانی کے اشتہار پانچ ہزار روپیہ مطبوعہ ۱۷ مارچ ۱۸۹۴ء کی یہ دروغ گوئی کہ وہ اشتہار (یہ مختصر رائے) مسلمانوں کی لعن طعن کے باعث شائع ہونے سے رگ گیا مسلمانوں پر ظاہر ہوگی اور یہ بات ثابت ہوگی کہ اس التواء کا باعث لعن طعن ہوتا تو اب اس رائے کو کیوں شائع کیا جاتا؟

(مرزا صاحب لکھتے ہیں: بعض دوست یہ اندیشہ نہ کریں کہ ممکن ہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی جو عوام میں مولوی کر کے مشہور ہے، اس وقت بھی ہمارے اس رسالہ کے شائع ہونے پر بالمقابل عربی رسالہ بنانے میں عیسائیوں کی ایسی ہی مدد کرے گا جیسا کہ اس نے جون ۱۸۹۳ء میں ہمارے مباحثہ کے وقت پوشیدہ طور پر ان کی مدد کی تھی اور اپنے اشاعۃ السنہ کا فتویٰ بھیج دیا تھا اور ان کی تائید میں ایک اشتہار بھی چھپوایا تھا جو بعض مسلمانوں کے لعن طعن کے باعث شائع ہونے سے رک گیا جس کی ایک کاپی ایک خاص ذریعہ سے ہم کو مل گئی، جو اب تک موجود ہے۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۲۔ اشتہار معیار الاخیار والاشرار۔ ۱۷ مارچ ۱۸۹۴ء صفحہ ۶ حاشیہ)

وعلی ہذا القیاس اور فوائد ہیں، لہٰذا اس مختصر رائے کا اس مقام میں نقل کرنا مناسب معلوم

ہوتا ہے اور بعض حضرات کے پاس اصل سابق مطبوعہ پرچہ بھی ارسال کیا جائے گی تا کہ ان کو معلوم ہو کہ جو اس میں پیش گوئی کی گئی ہے وہ مرزا قادیانی کی طرح بعد الوقوع نہیں کی گئی۔

☆ وہ مختصر رائے یہ ہے:

پرانے عیسائیوں (حضرت مسیح صادق علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے پیروان) اور نئے عیسائیوں (مسیح کاذب دجال قادیانی علیہ مایستحقہ کے متبعان) (مرزائیوں کو عیسائی کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ غلام احمد قادیانی کو ابن اللہ کہتے ہیں جیسے قدیم عیسائی حضرت مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ اور یہ عیسائیوں کی طرح ایک قسم کی تثلیث اور فدیہ کے بھی قائل ہیں مگر دونوں کی تثلیث اور کفارہ میں کسی قدر فرق ہے۔ محمد حسین) میں ایک جنگ مقدس (مذہبی مباحثہ) قرار پائی ہے (جس کا ذکر قدیم عیسائیوں کے اخبار نور افشاں اور جدید عیسائیوں کے رسالہ حجت میں چھپ کر مشتہر ہوا ہے) مگر مسیح کاذب اپنی عادت قدیم دروغ گوئی وحیلہ جوئی سے جو گریز کیلئے اس کے استاد ملہم (معلم الملکوت) نے اس کو سکھا رکھی ہے جنگ کیلئے ایسی مشکل شرط مباہلے کی پخ لگا دی ہے جس سے وہ جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔

(جس عذر سے پرانے عیسائیوں نے اس جنگ کو موقوف کرنا چاہا تھا اس کا بیان اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ نمبر ۱ میں ہے۔ جو اس عذر کا جواب قادیانی نے پرانے عیسائیوں کو دیا تھا وہ اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۷ نمبر ۱۱ جلد ۱۵ میں منقول ہے۔ اس پر پرانے عیسائیوں نے چشم پوشی کی اور قادیانی کو ایک فرضی طور پر مسلمان قرار دے کر اس سے جنگ منظور کر لی۔ اس باب میں ڈاکٹر کلارک کا ایک خط جو اخبار نور افشاں کے جون ۱۸۹۳ء کے ایک شمارے میں شائع ہوا ہے، اس کی نقل یہ ہے:

> مشفق مہربان مرزا صاحب! بعد ما وجب واضح ہو کہ آپ کا خط پہنچا۔ چونکہ اس امر کی ہمیں کچھ پرواہ نہیں کہ آیا آپ کافر ہیں، یا جنہوں نے آپ کو دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرایا وہ کافر ہیں۔ یہ آپ کے گھر کی باتیں ہیں۔ آپ جانیں اور وہ جانیں۔ فریقین میں سے کون غلطی پر ہے اس کا فیصلہ ہمارے ذمہ نہیں۔ لیکن چونکہ اسلام کے بڑے مستند علماء وارکین دین آپ کو نہ کسی فرقہ محمدی سے، پر دائرہ اسلام سے ہی جس میں کل فرقے ہیں، خارج کرتے ہیں۔ آپ پر خوب روشن ہو گا کہ اس حالت میں آپ اسلام کی طرف سے پیشوا ہو کر اس مباحثہ میں نہیں آسکتے، جنڈیالہ کے محمدیوں نے آپ کو پیش کیا۔ جیسی ان کی عقل ہے، آپ خوب جانتے ہیں۔ چنانچہ آپ خود بھی لکھ چکے ہیں۔ خلاصہ ان ساری باتوں کا یہ ہے کہ اگرچہ شرط آپ سے پوری نہیں ہوسکتی، اور الہام تو درکنار، اتنے ہی میں بموجب شرط ان شرائط کے

ہم آپ کو شکست یافتہ تصور کر سکتے ہیں ۔ اور اہل اسلام کی طرف سے میں آپ کو قبول بھی نہیں کر سکتا ۔ تاہم جس حال میں آپ اپنے آپ کو محمدی قرار دے کر مباحثہ پر آمادہ ہیں، اور قرآن کی رو سے کلام کریں گے تو خاطر خواہ آویں اور مباحثہ ضرور ہووے ۔

راقم ڈاکٹر ایچ ایم کلارک میڈیکل مشنری امرتسر ۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں :اور عبداللہ آتھم کا قادیانی کو فرضی مسلمان سمجھنا اثناء تقریرات مباحثہ میں ہوا ہے ۔ لہذا اب ہم کو حاجت نہیں رہی کہ اس جنگ کے متعلق زیادہ خامہ فرسائی کریں) ۔

ہاں آئندہ اس جنگ کے وقوع کے احتمال وخیال سے دو باتیں، ایک تو مسلمانوں کو اور دوسری عیسائیوں کو، کہہ دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں ۔

مسلمانوں کو یہ بات کہ اس جنگ میں (اگر آئندہ بہ تسلیم شرط مباہلہ یہ وقوع میں آوے) مسلمان شریک نہ ہوں ۔ جو مسلمان اس میں قادیانی کا طرف دار ہو کر شریک ہوگا اس کو عیسائیوں سے ضرور شرمندہ ہونا پڑے گا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر صرف مسائل اختلافیہ مابین اہل اسلام و فرقہ نصرانیہ میں گفتگو ہوتی تو اس وجہ سے کہ اسلام کے اصول ومسائل غالب اور حق ہیں اور الاسلام یعلو و لا یعلی جچا ہوا کلیہ ہے، نہ اس وجہ سے کہ قادیانی کی تقریر یا تحریر میں برکت ولیاقت سے ممکن ومتوقع تھا کہ نئے عیسائیوں کو پرانے عیسائیوں پر فتح ہوگی اور اس کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کو بحکم حدیث انّ اللّٰہ یؤیّد الدّین با لرّجل الفا جر مدد پہنچتی ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ مسیح کاذب نے اس گفتگو کے ساتھ مباہلہ کی پخ لگا دی ہے اور یہ امر کہ قادیانی کے ہاتھ سے نشان آسمانی ظاہر ہو، ایسا ناممکن ہے جیسا سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا عادۃً ناممکن ہے ۔ لہذا وہ فتح بھی ناممکن ہے اور اس لئے مسلمانوں کو جو قادیانی کے طرف دار ہو کر شامل مباہلہ ہونگے ندامت اٹھانا ایک لازمی ولابدی امر ہے ۔

اس امر کی دلیل کہ قادیانی کا نشان آسمانی دکھانا ناممکن ہے، محتاج بیان نہیں ہے، کیونکہ مسلمان یقین رکھتے ہیں اور مرزا قادیانی نے بھی اس یقین کو ظاہر کیا اور مان لیا ہے کہ اس وقت آسمانی نشان بجز اہل اسلام کوئی دکھا نہیں سکتا ۔ اور یہ بات باتفاق جمہور علماء پنجاب و ہندوستان مسلّم ہو چکی ہے کہ قادیانی مسلمان نہیں ہے بلکہ وہ ملحد و مرتد، زندیق اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، تو پھر مسلمانوں کے اعتقاد میں اس کا نشان آسمانی دکھانا کیونکر ممکن ہے؟

جو مسلمان قادیانی کے عقاید سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس کو مسلمان جانتے ہیں وہ

اس اتفاقی دلیل کو نہ مانیں تو ان کیلئے یہ دلیل تسلی بخش ہے کہ اگر قادیانی کے پاس آسمانی نشان دکھانے کی طاقت ہوتی تو اس وقت تک وہ آسمانی نشان دکھا کر ہزاروں بلکہ لاکھوں ہندوؤں، عیسائیوں وغیرہ کو مسلمان کر لیتا۔ اور نہیں تو ڈاکٹر جگن ناتھ ملازم ریاست جموں جیسے مدعیان تسلیم و تصدیق کو ہی نشان دکھا کر اسلام میں لاتا۔ اس سے یہ امر آج تک نہیں ہوا، تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اس کے پاس نشان آسمانی کی طاقت نہیں، جو جو ہر ہے وہ صرف لفاظی، حیلہ سازی، دھوکہ بازی، افترا پردازی ہے دگر ہیچ۔

اس دلیل میں بھی ان مسلمانوں کو شک ہے تو وہ پہلے قادیانی کا کوئی نشان آسمانی جو اس سے پہلے وہ دکھا چکا ہو ہم مسلمانوں پر ظاہر کریں، اس کے بعد وہ قادیانی کے طرف دار ہو کر عیسائیوں سے مباہلہ و مقابلہ کے مدعی بنیں۔ مسلمان اس کے سابق نشانوں کو نہ مانیں گے تو آئندہ وہ عیسائیوں کو کیوں کر نشان دکھا سکے گا۔ وہ مسلمان ہماری اس دلیل و سوال پر غور کرتے وقت اشاعۃ السنہ نمبر الغایت ۸ جلد ۱۵ کو (جس میں اس کے سابق نشانات پر بحث کی گئی ہے) ملاحظہ کریں گے تو امید ہے کہ اس دلیل کو حق جان کر ہمارے سوال کے جواب میں یہی کہیں گے کہ قادیانی نے آج تک کوئی نشان نہیں دکھایا اور نہ آئندہ وہ دکھا سکتا ہے۔

عیسائیوں کو جو بات ہم نے کہنی تھی وہ بات بغیر ہماری ہدایت یا اشارہ کے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میڈیکل مشنری امرت سر نے اپنے ایک مطبوعہ خط اسمی مرزا قادیانی میں کہہ دی ہے کہ قادیانی صاحب آپ باتفاق میجارٹی اہل اسلام دائرہ اسلام سے خارج کئے گئے ہیں لہذا آپ سے مباحثہ کرنا محمدیوں سے مباحثہ متصور نہ ہوگا۔ اور نہ آپ پر الزام مسلمانوں پر الزام سمجھا جاوے گا۔ کوئی محمدی (مسلمان) مباحثہ کرے تو ہم اس سے مباحثہ کریں گے، اور یہ بات بھی اس مباحثہ کی موقوفی کا ایک سبب بن گئی۔

(اس میں مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کی اس تہمت کے ردّ و جواب کی طرف اشارہ ہے جو وہ کہہ رہے ہیں کہ پادریوں کو ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے کہہ کر یہ مباحثہ موقوف کرایا ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کے خلیفہ حامد سیالکوٹی، فوٹو جنگ مقدس میں لکھتے ہیں:

افسوس سے اس بات کا بھی اظہار کیا جاتا ہے کہ اس بحث کے ملتوی ہو جانے اور بے اثر ثابت ہونے میں بہت سا حصہ شیخ بٹالوی نے بھی لیا اور جہاں تک ہو سکا عیسائیوں کے ساتھ اس بحث کے ہونے اور اسلام کی حقانیت ظہور پانے میں انہوں نے روک تھام کی۔

اس مقام پر ہم یہ کہنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ لعنت اللّٰه علی الکاذبین۔قادیانی اوراس کے حواری اپنے خیال ومقال میں سچے ہیں تو اس پربیش باد کہیں اورنعرہ آمین پکاریں اوراگر خلیفہ حامد کہیں کہ اگرتم نے اس بحث کے ملتوی ہوجانے میں حصہ نہیں لیا تو پھراس بحث کے ملتوی ہوجانے کی خوشی میں وہ دوورقہ ،یعنی یہ مختصر رائے ، کیوں چھپوایا؟ اس کے جواب میں ہم پھر وہی کہتے ہیں لعنت اللّٰه علی الکاذبین۔اس دو ورقہ میں نہ موقوفی بحث کی صلاح دی گئی ہے اور نہ موقوفی پرمسرت ظاہر کی گئی ہے۔اس میں تو صرف دو باتیں ،ایک مسلمانوں کواورایک پادریوں کو، کہی گئی ہیں جومتن میں مشرح ہیں۔ پادریوں کو یہ بات کہی ہے کہ قادیانی مسلمان اور مسلمانوں کا وکیل نہیں ہے۔لہذا اس بحث میں جوالزام اس پرقائم ہوگا وہ مسلمانوں پرالزام نہ سمجھا جائے گا۔ خلاصہ ومقصود صرف اتنا ہے کہ قادیانی سے بحث شوق و ذوق سے کرو،مگراس کومسلمان سمجھ کراس کے الزام کومسلمانوں کا الزام قرار نہ دو۔سو اس مقصود کو ڈاکٹر کلارک نے اپنے اس خط میں جومنقول بالا ہے، بخوبی سمجھ اور مان لیا اوراس کو خارج از اہل اسلام تسلیم کر کے اورصرف فرضی طور پرمسلمان قرار دے کراس سے مباحثہ منظور کیا جس کا نتیجہ مفید بحق اہل اسلام یہ نکل رہا ہے کہ اب جو پادری۔مرزا قادیانی پرفتح کا فخر کررہے ہیں یہ فخر بمقابلہ اہل اسلام متصورنہیں ہوسکتا)

پادری صاحب کے اس بات کے کہنے پربعض اسلام کے نادان دوست اور قادیانی کی حقیقت سے ناواقف ہم پر یہ اعتراض کررہے ہیں کہ اشاعۃ السنہ کی سعی وکوشش سے قادیانی اسلام سے خارج تصور کیا گیا تو پادریوں کو یہ بات کہنے کا موقع ملا۔اور یہ کہہ کرانہوں نے قادیانی سے اپنا پیچھا چھڑایا۔ یہ امر اشاعۃ السنہ سے وقوع میں نہ آتا تو قادیانی جیسا کیسا تھا،آج مسلمانوں کے کام آتا ،پادریوں سے ان کو بچاتا ، اسلام کی لاج رکھ لیتا جیسا کہ پہلے سال ہا سال سے مخالفین اسلام سے وہ مقابلہ کررہا ہے خواہ اپنی ذات میں وہ کافر وملحد ہی کیوں نہ ہو۔اب اس کے سوااورکون ہے جواس وقت پادریوں سے مقابلہ کرے اورمسلمانوں کی عزت رکھ لے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ قادیانی نے ابتداء سے آج تک اسلام اورمسلمانوں کی کیا مدد کی ہے کہ آئندہ اس سے امید ہوسکے۔کس مخالف اسلام سے اس نے مباحثہ کر کے اس پرفتح نمایاں پائی؟ کس اصول مخالفین اسلام پراس نے پوری بحث کر کے اس کی بیخ کنی کی ہے؟ کون سی کتاب میں اس نے اسلام کی پوری تائید کی ہے؟ براہین احمدیہ میں اس نے بیان تین سو دلائل حقیت اسلام کا جھوٹا وعدہ دے کراورخلاف واقع طمع دلا کر دس ہزار سے زائد روپیہ مسلمانوں کا کھینچا اورخورد برد کیا اوراس کتاب میں ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی، اورنہ دس برس کے عرصے میں کتاب چھپوائی

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اور اس کے دلائل ہنوز در بطن شاعر کا مصداق ہیں۔

سرمہ چشم آریہ میں ایک آریہ سے مباحثہ کر کے دو پرچوں میں اس کو محدود کر دیا اور اس کو اور بخارات نکالنے کا موقع دے کر ان کو دفع نہ کیا، اور نہ خود جملہ اعتراضات عقلیہ کو بیان کر کے ان کا جواب دیا۔ اس نے رسالے میں تناسخ کی بحث کو چھیڑا تو اس کو بھی ادھورا چھوڑا۔ تحقیقی دلائل عقلیہ سے اس کا کلی استیصال نہ کیا۔

اشتہارات اور متفرق تحریرات میں ہمیشہ آسمانی نشان نمائی کا دعوی کیا مگر شرمناک شروط و قیود پر کیود اور لمبی میعادیں لگا کر آج تک کوئی نشان نہ دکھلایا اور مخالفین اسلام کو اسلام پر ہنسایا۔ اس کی ان کاروائیوں کو اے میرے بھائیو! غور سے دیکھ کر بتاؤ کہ وہ اسلام و مسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے یا سراسر نقصان پہنچا رہا ہے اور ان کی ہتک کر رہا ہے۔

ہاں ان کاروائیوں سے فائدہ تو اس کی ذات خاص کو ہے کہ وہ دس ہزار روپئہ سے زائد لوگوں کا مال کھا کر اس بڑھاپے میں خوب موٹا تازہ بن گیا ہے اور جہلاء عوام اور بعض ناواقف خواص و عوام میں وہ مسیح موعود و مہدی و ولی و پیغمبر تسلیم کیا گیا ہے اور اس وجہ سے اب اس کے کفر کو اسلام اور حقائق سمجھا جاتا ہے۔ اس میں ان بے چارے مسلمانوں کے دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہوا ہے۔ دنیا کا نقصان یہ کہ ہزار ہا روپئہ برباد ہوا۔ دین کا نقصان یہ کہ اسلام چھوٹا، کفر ہاتھ آیا۔ ایسے اشخاص سے آئندہ بھی مباحثہ مخالفین اسلام سے اسلام و مسلمانوں کو یہی فائدہ پہنچے گا جو ابھی بیان ہوا ہے۔ جہلاء میں وہ حامی اسلام متصور ہو کر اور بھی لوگوں کو دام تزویر میں لائے گا اور سیدھی جہنم کی راہ دکھائے گا اور ان کا صد ہا روپئہ اس مباحثے کے بہانہ سے برباد کر دے گا۔ اور آخر آسمانی نشان دکھانے سے عاجز ہو کر خود تو وہ شرمندہ نہ ہوگا، کیونکہ بڑا حوصلہ والا ہے، مگر ان مسلمانوں کو جو اس کے طرف دار ہوں گے ضرور شرمندہ کرائے گا۔

اس اعتراض کے اخیر میں جوان بھولے بھالے مسلمانوں نے یہ سوال کیا ہے کہ قادیانی اس مباحثے کے لائق نہیں تو پھر اور کون بحث کرے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک نہیں بہت سے علماء اسلام اس وقت لاہور و امرتسر وغیرہ بلاد پنجاب میں موجود ہیں اور پہلے ہی سے تحریراً و تقریراً پادریوں سے مباحثے کر رہے ہیں۔ پادری صاحبان کو مباحثہ منظور ہے تو ان میں سے جس سے چاہیں خط و کتابت کریں جیسے کہ وہ اپنی ناواقفی سے یا کسی کی دھوکہ دہی سے قادیانی سے خط و کتابت کر چکے ہیں۔ پھر ہمارے وہ بھولے بھالے مسلمان اور پادری صاحبان دیکھ لیں گے کہ کس قدر علماء

اس مباحثہ کیلئے مستعد ہیں ۔ ان کو اختیار ہے کہ سب سے پہلے خادم دین سید المرسلین ﷺ اڈیٹر اشاعۃ السنہ النبویہ علی صاحبہا الصّلوٰۃ و التّحیّۃ ہی کو اپنا مخاطب بناویں اوراس باب میں اس سے خط وکتابت کر کے امور لائق بحث وشروط مباحثہ کا تصفیہ کریں ۔

(مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں) یہ مختصر رائے کی نقل ہے اس میں جو پیشگوئی کی گئی تھی کہ مرزا قادیانی کا نشان آسمانی دکھانا ناممکن امر ہے لہذا جو مسلمان اس نشان کی امید پر اس کے ساتھ شامل ہونگے ان کو ضرور ندامت اٹھانی پڑے گی، پوری ہوگئی ۔ مرزا قادیانی نے باوجود دعوی نشان نمائی، کوئی نشان نہیں دکھایا اور ان مسلمانوں کو شرمندہ کیا اور جو مرزا قادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کو نشان قرار دیا ہے یہ نشان آسمانی نہیں ہے بلکہ لاف زنی اور مکر شیطانی ہے اس کی نسبت اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں بخوبی ثابت کیا گیا ہے کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم اپنی اجل سے فوت ہو گیا تو اس کو کوئی مسلمان باخبر و صاحب عقل آسمانی نشان نہ سمجھے گا، بلکہ ایک رملی یا جوتشی کی پیشینگوئی سے بڑھ کر نہ سمجھے گا ۔ چہ جائے کہ مخالفین اسلام اس کو آسمانی نشان سمجھ لیں ۔

☆ اب اس جنگ کی نسبت اسلامی مطول رائے بیان کی جاتی ہے:

اس جنگ میں دونوں فریق کا اپنی اپنی فتح ظاہر کرنا اور فریق مقابل کو شکست دینے کا دعوی زبان پر لانا ایک شرمناک جھوٹ ہے ۔ نہ مرزا قادیانی نے اپنے بھائیوں (پرانے عیسائیوں) کے ٹوٹے پھوٹے دلائل کا دندان شکن اور بادلیل جواب دے کر ان کو شکست دی اور نہ پرانے عیسائیوں نے مرزا قادیانی کے ملحدانہ دلائل اور لچر پوچ جواب کو اٹھا کر اس کو لاجواب کیا۔

اسلام کا یہ دعوی کہ مسیح ابن مریم صرف رسول ہیں ، نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے ، ایک ایسا اجلی دعوی ہے کہ اگر کوئی عقلمند اور باخبر بچہ بھی یہ دعوی کرے اور اس کے دلائل عقلیہ اور نقلیہ بڑے بڑے بوڑھے اور پرانے مدعیان علم وفضل عیسائیوں کے سامنے پیش کرے، تو ایک لمحہ میں ان کو لاجواب و عاجز کر دے، مگر نادان (اور بحسب دعوی ہمہ دان) قادیانی نے اس دعوی کا ثبوت پیش کرنے کے وقت صرف ادلہ نقلیہ قرآنیہ اورعقلیہ برہانیہ سے کام نہ لیا بلکہ اس کے ساتھ اپنے ملحدانہ دلائل کا الجھاؤ ڈال دیا اور اس کے جواب ومقابلہ کیلئے اپنے خصوم کو یہ موقع دے دیا کہ وہ اپنی محرف اور کایا پلٹ کتابوں سے جو چاہیں پیش کرتے چلے جائیں اور اس کے ملحدانہ دلائل پر جب تک چاہیں عقلی اعتراضات کرتے رہیں اور بحث کو ختم نہ ہونے دیں اور اپنے عجز کے معترف نہ ہوں ۔

پرانے عیسائیوں کی طرف سے جو مسئلہ رحم بلا مبادلہ یعنی کفارہ اور مسئلہ جہاد و جبر و اختیار کی بابت سوالات پیش ہوئے ہیں وہ ایسے کمزور دلائل اور بے ہودہ پیرایہ میں ہوئے ہیں کہ ادنی طالب العلم اسلامی کتابوں میں نظر رکھنے والا تھوڑی دیر میں ان کا جواب دے کر انہیں لاجواب کر سکتا ہے۔ مگر نادان قادیانی نے ان سوالات کے جواب میں بھی اپنی عقل خام اور بے ہودہ اور طولانی تقریروں سے کام لیا اور اسلامی کتابوں کی طرف رجوع کر کے ان کو مسکت جواب نہ دیا اگر وہ اشاعۃ السنہ ہی کی طرف (جو ہمیشہ سے اسکے پاس جاتا تھا اور وہ اس سے ہمیشہ نفع اٹھاتا رہا ہے) مراجعت کرتا تو اس کے نمبر ا جلد ۹ میں کفارہ مجوزہ نصاری کا جواب اور نمبر ا وغیرہ جلد ۱۲ میں اعتراض جبر کا جواب اور نمبر ۹ جلد ۹ میں اعتراض جہاد کا جواب ایسا پاتا جس سے وہ عیسائیوں کو لاجواب کر دیتا۔

مرزا قادیانی کی بے خردی، بے ضبطی، ملحدانہ دلائل کی طرف رجوع کرنے اور خصوم کو محرفات معنوی و لفظی بائیبل کے پیش کرنے کا موقع دینے کی نظر سے عموماً اہل اسلام کی (جو اہل علم ہیں اور قادیانی کے دام تزویر میں مبتلا نہیں ہیں) اس مباحثہ کی نسبت یہی رائے ہے کہ قادیانی نے اس مباحثہ سے اسلام کو ضرر پہنچایا ہے اس سے کوئی نفع اس کو نہیں پہنچا۔ مولوی تاج الدین احمد لاہوری نے، جو مشہور اہل علم خاندان سے ہیں اور لاہور میں وکالت کرتے ہیں، میرے سامنے فرمایا کہ

> مرزا غلام احمد نے اس مباحثہ سے مسلمانوں کی اس عزت کو کھو دیا ہے جو حافظ ولی اللہ مرحوم کے وقت سے پادریوں کے مقابلہ میں ان کو حاصل تھی۔ یعنی اس رعب داب کو اٹھا دیا جو حافظ ولی اللہ نے عیسائیوں سے مباحثہ کر کے اور ان کو عاجز و لاجواب کر کے ان پر جما رکھا تھا۔

مولوی سید احمد علی مشہور واعظ دہلوی نے (جو مدت سے لاہور میں رہتے ہیں) قادیانی پر بہت ناراضی ظاہر کی اور یہ بات فرمائی کہ اس سے ان آیات بائیبل کے جواب میں جو عیسائیوں نے مسیح کی الوہیت کے باب میں پیش کی ہیں کچھ بن نہ آئی اور ان آیات کی جو عیسائی معنوی تحریف کر کے ان کو مسیح پر جماتے ہیں، صحیح تاویل نہ بتائی گئی۔ بلکہ سید احمد علی صاحب نے اس باب میں ایک تحریر خاکسار کے پاس بھیج دی جس کی اصل عبارت یہ ہے:

> اس مباحثہ کو ہم نے خوب دیکھا اور غور کیا۔ نہ معترض کا اعتراض درست ہے اور نہ مجیب کا جواب۔ یہ مباحثہ محض بے فائدہ ہوا، اسی باعث کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ہر دو فریق نے اپنی اپنی فتحیابی کا ڈنکا بجا دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو مباحثہ کا ڈھنگ یاد نہیں بلکہ مباحثہ بائیبل کے کلام الٰہی ہونے پر کرنا لازم تھا تاکہ عبداللہ آتھم عیسائی کتب بائیبل کا رطب و یابس پیش نہ کر سکتا اور اگر

یہ ہی طرز مرزا کو پسند تھی تو مرزا قادیانی کو عبداللہ آتھم کی پیش کردہ رطب و یابس پر گرفت اور مواخذہ کر کر اس کی غلطی ظاہر کرنا لازم تھا۔ مرزا نے کچھ گرفت نہ کی صرف اپنی طول طویل تقریر کا بار بار بیان کیا کہ بارہ تیرہ روز میں ایک مسئلہ بھی حل نہ ہوا۔ مرزا قادیانی نے جیسے دعوی الہام کا سہل اور آسان سمجھ لیا ہے، ویسے ہی وہ اہل کتاب سے مباحثہ کرنا سہل و آسان سمجھے تھے۔ ان کو سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنی قوم کے کسی مناظر ومباحث سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تو غیر قوم پر کیسے غالب آتے۔ یہ حصہ سلطان المناظرین وواعظین ردّ نصاری مولوی رحمت اللہ مرحوم اوران کے شاگردوں کا ہے۔ یہ ہر ایک کا کام نہیں۔

مولوی غلام نبی امرتسری نے جو پنجاب کے مناظرین اہل کتاب میں مولوی رحمت اللہ صاحب کے قائم مقام ہیں اور مولوی ابوالمنصور دہلوی کی مانند امام فن مناظرہ اہل کتاب کا خطاب پانے کا استحقاق رکھتے ہیں، خاکسار کے اس سوال جواب میں کہ : آپ کی رائے اس مباحثہ کی نسبت کیسی ہے؟ فرمایا ہے کہ

میں پہلے جلسہ مباحثہ میں شریک ہوا تھا، مجھے مرزا غلام احمد کے مباحثہ کا ڈھنگ پسند نہ آیا۔ لہذا میں پھر شریک جلسہ نہ ہوا۔

اور قادیانی کی اس بے عقلی پر بھی افسوس اور خلاف رائے ظاہر کیا کہ

اس نے عیسائیوں کو بائیبل سے آیات الوہیت مسیح پیش کرنے کا موقع دیا اور پھر ان آیات کے مقابلہ میں یہ ثابت نہ کیا کہ یہ آیات مسیح کے حق میں نہیں اور ان سے ان کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

ان سب شہادات سے بڑھ کر شہادت سنو! حکیم نور الدین جمونی بھیروی نے ، اس مباحثہ کو پسند نہیں کیا۔ ہمارے ایک معزز دوست نے (جو ان کا بھی دوست ہے) ہمارے پاس بیان کیا کہ حکیم صاحب نے فرمایا ہے کہ مرزا صاحب کو ان کی (یعنی عیسائیوں کی) کتابوں کی طرف پوری توجہ نہیں ہے۔ بجائے مرزا صاحب میں ہوتا، تو ایک دم میں عیسائیوں کا منہ بند کر دیتا (انکے الفاظ پورے یاد نہیں مفہوم وہی ہے جو یہاں لکھا گیا ہے)

حکیم صاحب اب اس رائے کے ظاہر کرنے سے انکار کریں گے تو ہم ایک مجلس عام اہل اسلام میں اپنے اس دوست کو پیش کریں گے اور جو کچھ ان سے نقل کیا ہے ان سے کہلا دیں گے۔ پھر وہ جانیں اور وہ۔

یہ ہم نے متعدد اشخاص کی رائے پیش کی ہے ناظرین اور جس اہل علم سے (جو مرزائی نہ ہو) اس مباحثہ کی نسبت رائے پوچھیں گے اس سے یہی رائے پائیں گے۔ ہم ان شہادتوں کی زیادہ تفصیل کرتے ہیں تو بہت تطویل ہوتی ہے۔

ذیل میں پہلے قادیانی کی تقریر سوال کو نقل کیا جائے گا پھر اس کے خصم مقابل کے جواب کو۔ اس کے بعد مطول اسلامی رائے بیان ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

} مرزا قادیانی کے پہلے سوال ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کا خلاصہ یہ ہے:

> قرآن کی تعلیم جامع اور مکمل ہے اور اس کا ثبوت قرآن نے خود دیدیا ہے۔ اور اگر تعلیم انجیل کی نسبت عیسائیوں کا یہی دعویٰ ہے، تو وہ پہلے یہ دعویٰ انجیل سے نقل کریں پھر اسی انجیل سے اس کا ثبوت پیش کریں۔

اس سوال کی تقریر میں قادیانی نے ایک یہ اصول مقرر کیا جس کو اس نے سوال مذکور کی دلیل ٹھہرایا ہے کہ الہامی کتاب کی نسبت جو دعویٰ کیا جائے، اس دعویٰ کا اس کتاب میں موجود ہونا ضروری ہے۔ اور اس کی عقلی یا تاریخی دلیل بھی اسی کتاب سے پیش کرنا ایک لازمی امر ہے۔ اور جس کتاب کے کسی دعویٰ کی دلیل عقلی یا تاریخی کتاب میں مذکور نہ ہو وہ کتاب الہامی نہیں ہوسکتی۔

چنانچہ اس پرچہ کے صفحہ ۳ میں لکھا ہے:

> میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے بطور کلام کلی کے اس امر میں جو مناظرہ کی علت غائی ہے انجیل شریف اور قرآن کریم کا موازنہ کیا جائے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ اس مقابلہ و موازنہ میں کسی فریق کو اختیار نہیں ہوگا کہ اپنی کتاب سے باہر جائے یا اپنی طرف سے کوئی بات منہ پر لاوے بلکہ لازم اور ضروری ہوگا کہ جو دعویٰ کریں وہ دعویٰ اس کتاب الہامی کے حوالہ سے کیا جائے جو الہامی قرار دی گئی ہے۔ اور جو دلیل پیش کریں وہ بھی اسی کتاب کے حوالہ سے ہو، کیونکہ یہ بات بالکل سچی ہے اور کامل کتاب کی شان سے بعید ہے کہ اس کی وکالت اپنے تمام ساختہ پرداختہ سے کوئی دوسرا شخص کرے اور وہ کتاب بکلی خاموش ہو۔

اور اس کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے:

> اللہ جل شانہ جو قوی اور قادر نہایت درجہ کے علوم وسیع رکھتا ہے جس کتاب کو ہم اس کی طرف منسوب کریں وہ کتاب اپنی ذات کی آپ قیوم چاہیے۔ انسانی کمزوریوں

سے بالکل مبرا اور منزہ چاہیے کیونکہ اگر وہ کسی دوسرے کے سہارے سے اپنے دعوی اور اثبات دعوی میں محتاج ہے، تو وہ خدا کا کلام ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اس عبارت سے وہ اصول جو ہم نے قادیانی سے نقل کیا ہے بجز اس تفصیل کے کہ وہ: دلیل عقلی ہو یا تاریخی، صاف ثابت ہے۔ اب رہی وہ تفصیل سو اس کے پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء صفحہ ۲ و ۳ اور پرچہ ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۷، اور پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۸، ۹، ۱۰ میں موجود ہے۔ پرچہ ۲۳ مئی کے صفحہ ۲ و ۳ میں لکھا ہے:

میرا مطلب یہ تھا کہ جس کتاب کی نسبت یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ وہ فی حد ذاتہ کامل ہے اور تمام مراتب ثبوت کے وہ آپ پیش کرتی ہے، تو پھر اسی کتاب کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے دعاوی کیلئے دلائل معقول بھی آپ پیش کرے۔ جس کتاب نے اپنے کامل ہونے کا دعوی کیا ہے وہ دعوی بھی بتصریح ثابت کیا جائے اور پھر وہی کتاب اس دعوی کے ثابت کرنے کیلئے معقول دلیل پیش کرے۔

اور پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے:

اگر دلائل معقولی سے یا تاریخی سے سلسلہ استقراء کے مخالف کوئی امر خاص پیش کیا جائے اور اس کو ادلہ عقلیہ یا ادلہ تاریخیہ سے ثابت کرکے دکھلایا جائے تو ہم اس کو مان لیں گے۔

اور اس کی شرح قادیانی نے پرچہ ۲۲ مئی ۱۹۲۳ء کے دوسرے سوال میں بصفحہ ۸، ۹، ۱۰ کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

اگر کوئی شخص مقدس کتاب پیش کرے اور اس میں یہ امر لکھا ہو کہ پہلے زمانہ میں انسان آنکھوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا، کانوں کے ذریعہ بولتا تھا، گو ہم فرض کے طور پر یہ تسلیم کرلیں کہ عجیب تحریروں کے لکھنے والا کوئی مقدس اور راست باز آدمی تھا مگر ہم اس یقینی نتیجہ سے کہاں اور کدھر گریز کرسکتے ہیں جو قیاس استقرائی سے پیدا ہوا ہے۔ میری رائے میں ایسا بزرگ نہ صرف ایک بلکہ کروڑ سے بھی زیادہ ہوں اور قیاس استقرائی سے نتائج یقینیہ کو توڑنا چاہے تو ہرگز توٹ نہ سکیں گے بلکہ اس بزرگ کو ہم درحقیقت ایک بزرگ سمجھتے ہیں اور اس کے ایسے الفاظ میں ایسے ایسے کلمات خلاف حقیقت مشہودہ محسوسہ کے پاتے ہیں تو ہم اس بزرگ کی خاطر سے صرف عن الظاہر کریں گے

اور ایسی تاویل کریں گے جس سے اس بزرگ کی عزت قائم رہ جائے۔ ورنہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ جو حقائق استقراء کے یقینی اور قطعی ذریعہ سے ثابت ہو چکے ہیں وہ ایک روایت سے ٹال دیئے جائیں۔ اگر ایسا کسی کا خیال ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے ...مثلاً اگر ایک ڈاکٹر سے اس بات کا تذکرہ ہو کہ سم الفار اور بیش زہر نہیں ہیں اور اس کا ثبوت یہ دیوے کہ ایک مقدس کتاب میں ایسا لکھا ہے اور راوی معتبر ہے، تو کیا وہ ڈاکٹر صاحب اس مقدس کتاب کا لحاظ کر کے ایک ایسے امر کو چھوڑ دیں گے جو قیاس استقرائی سے ثابت ہو چکا ہے۔،

یہ عبارات صاف ناطق ہیں کہ دلیل سے (جو دعاوی کتاب اللہ کی مثبت ہو سکتی ہے اور اس کے سوائے کوئی دعوی کتاب اللہ کا قادیانی کے نزدیک قابل سماعت نہیں) عقلی یا تاریخی دلیل مراد ہے اور جو کتاب الہامی آسمانی اپنے کسی دعوی کی کوئی دلیل عقلی یا تاریخی، جس کو عقلاء اور تاریخ دان تسلیم کرلیں، پیش نہ کرے وہ کتاب مرزا قادیانی کے نزدیک الہامی نہیں ہو سکتی۔ اسی دلیل اور اصول کی دستاویز سے قادیانی نے فریق ثانی کے دعوی الوہیت مسیح پر پہلا سوال وارد کیا ہے چنانچہ پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۸ میں آیت قرآن مجید کی ماالمسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل و امّه صدّيقه كانا يا كلان الطّعام انظر كيف نبيين لهم الآيات ثمّ انظر انّى يؤفكو ن (یعنی مسیح ابن مریم میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ وہ صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی رسول آتے رہے ہیں) نقل کر کے اس کی ملحدانہ تفسیر وتقریر استدلال میں یہ کہا ہے:

یہ کلمہ کہ اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں، یہ قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاسات کی جمیع اقسام میں سے استقراء کا مرتبہ وہ اعلیٰ شان کا مرتبہ ہے کہ اگر یقینی اور قطعی مرتبے سے اس کو نظر انداز کر دیا جائے تو دین اور دنیا کا تمام سلسلہ بگڑ جاتا ہے۔ اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حصہ کثیرہ دنیا کا اور ازمنہ گذشتہ کے واقعات کا ثبوت اسی استقراء کے ذریعہ سے ہوا ہے۔،

اس کے بعد استقراء کے قطعی ہونے کی تفصیل وتمثیل میں آنکھ سے کھانے اور کان سے بولنے کی مثالیں ذکر ہیں۔ پھر صفحہ ۱۰ میں کہا ہے:

غرض جب کہ قیاس استقرائی دنیا کے حقائق ثابت کرنے کیلئے اول درجہ کا مرتبہ رکھتا ہے تو اسی جہت سے اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے قیاس استقرائی کو ہی پیش کیا

اور فرمایا قد خلت من قبله الرّسل ۔ یعنی حضرت مسیح بے شک نبی تھے اور اللہ جل شانہ کے پیارے رسول تھے مگر وہ انسان تھے ۔ تم نظر اٹھا کر دیکھو کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ اور کلام الٰہی کے نازل کرنے کا شروع ہوا ہے ہمیشہ اور قدیم سے انسان ہی رسالت کا مرتبہ پا کر دنیا میں آتے رہے ہیں یا کبھی اللہ تعالیٰ کا بیٹا بھی آیا ہے ۔،

پھر عیسائیوں کے اس سوال مقدر کا کہ بائیبل میں نبیوں کو بیٹا کہا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹے بھی رسول ہو کر آتے ہیں، یہ جواب دیا ہے :

ہاں اگر بائبل کے وہ تمام انبیاء اور صلحاء جن کی نسبت بائیبل میں یہی الفاظ موجود ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے بیٹے تھے یا خدا تھے، حقیقی معنوں پر حمل کر لئے جائیں، تو بے شک اس صورت میں ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ بیٹے بھی بھیجا کرتا ہے، بلکہ بیٹے کیا کبھی کبھی بیٹیاں بھی ۔ اور بظاہر یہ دلیل تو عمدہ معلوم ہوتی ہے اگر عیسائی صاحبان اس کو پسند فرماویں ۔ اور کوئی اس کو توڑ بھی نہیں سکتا، کیونکہ حقیقی غیر حقیقی کا تو وہاں کوئی بھی ذکر نہیں، بلکہ بعض کو تو پہلوٹا بھی لکھ دیا ۔ ہاں اس صورت میں بیٹوں کی میزان بہت بڑھ جائے گی ۔،

اس کے بعد اسی پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۱۱ میں قادیانی نے اور دلائل کو جو اس آیت سے اس نے نکالے ہیں ذکر کیا اور کہا ہے :

غرض اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے ابطال الوہیت کے لئے یہی دلیل استقرائی پیش کی ہے ۔ پھر اس کے بعد ایک اور دلیل پیش کرتا ہے و امّه صدّيقه ۔ یعنی والدہ حضرت مسیح کی راست باز تھی ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح کو اللہ کا حقیقی بیٹا فرض کر لیا جاوے تو پھر ضروری امر ہے کہ وہ دوسروں کی طرح ایسی والدہ کے اپنے تولّد میں محتاج نہ ہو، جو باتفاق فریقین انسان تھی ۔ کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر اور کھلی کھلی ہے کہ قانون قدرت اللہ جل شانہ اسی طرح واقع ہے کہ ہر ایک جاندار کی اولاد اس کی نوع کے موافق ہوا کرتی ہے ۔ مثلاً دیکھو کہ جس قدر جانور ہیں مثلاً انسان اور گھوڑا اور گدھا اور ایک پرندہ اپنے نوع کے لحاظ سے وجود پذیر ہوتے ہیں ۔ یہ تو نہیں ہوتا کہ انسان سے پرند پیدا ہو جائے ۔ یا پرند انسان کے پیٹ سے نکلے ۔

پھر ایک تیسری دلیل یہ پیش کی ہے :

کانا یاکلان الطّعام ۔یعنی وہ دونوں حضرت مسیح اور آپ کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے ۔آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ انسان کھانا کیوں کھاتا ہے اور کیوں کھانے کا محتاج ہوتا ہے ۔اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ اور جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال پہلا جسم تحلیل پاکر معدوم ہو جاتا ہے ۔اور دوسرا بدن بدل ما یتحلل ہو جاتا ہے ۔اور ہر ایک قسم کی جو غذا کھائی جاتی ہے اس کا بھی روح پر اثر ہوتا ہے کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتا ہے اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے ۔ جیسے اگر روح کو یک دفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشاشت اور چمک چہرہ پر بھی نمودار ہوتی ہے ۔اور کبھی جسم کے آثار ہنسنے رونے کے روح پر پڑتے ہیں ۔اب جب کہ یہ حال ہے تو کس قدر مرتبہ خدا سے یہ بعید ہوگا کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ اڑتا رہے اور تین چار برس کے بعد اور جسم آوے۔ ماسوائے اس کے کھانے کا محتاج ہونا بالکل اس مفہوم کے مخالف ہے جو خدا تعالی کی ذات میں مسلّم ہے ۔اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ان حاجتمندیوں سے بری نہیں تھے جو تمام انسانوں کو لگی ہوئی ہیں ۔پھر یہ ایک عمدہ دلیل اس بات کی ہے کہ وہ باوجود ان دردوں اور دکھوں کے خدا بھی تھے یا ابن اللہ تھے ۔اور درد ہم نے اس لئے کہا کہ بھوک بھی ایک قسم کی درد ہے اور اگر زیادہ ہو جائے تو موت تک نوبت پہنچاتی ہے ۔

یہ سوال اول الوہیت مسیح کے متعلق قادیانی کے پہلے پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کی بلفظہ نقل لے ۔اب اس کے مقابلہ میں اس کے پہلے خصم (اس مباحثہ میں قادیانی کے دو خصم تھے۔اول ڈپٹی آتھم ،دوم ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک) ڈپٹی عبداللہ آتھم کے پہلے پرچہ کی نقل کی جاتی ہے:

} قادیانی کے پہلے خصم اپنے پہلے پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء میں لکھتے ہیں :

اگر یہ جناب کا قول صحیح ہے کہ ہر امر کی حقیقت تجربہ ہی پر مدار رکھتی ہے ۔یعنی جو تجربہ کے برخلاف ہے وہ باطل ہے، تب تو ہم کو صفت خالقیت کا بھی انکار کرنا پڑے گا کیونکہ ہمارے تجربہ میں کوئی چیز خلق نہیں ہوتی ۔اور آدم کا بغیر والدین کے پیدا ہونے کا بھی انکار کرنا پڑے گا ۔اور ہم یہ نہیں جانتے کہ ایسا ہم کیوں کریں ، کیونکہ ناممکن مطلق ہم اس کو کہتے ہیں جو کوئی امر کسی صفت ربانی کے مخالف ہو۔اور یہ چیزیں جو ہمارے تجربہ

کے باہر ہیں مثلاً خلقت کا ہونا، یعنی بلاسامان کے عدم سے وجود میں آنا، اور آدم کا بخلاف سلسلہ موجودہ کے پیدا ہونا، ہم کسی صفت مقدسہ خدا تعالی کے مخالف نہیں دیکھتے

دوم بجواب آپکے دوسرے مقدمہ کے آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ ہم اس شئے مرئی کو جو کھانے پینے وغیرہ حاجتوں کے ساتھ ہے، اللہ نہیں مانتے، بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں اور یہ ایک ایسا مقدمہ ہے کہ

جیسا قرآن میں بابت اس آگ کے جو جھاڑی میں نظر آئی تھی، لکھا ہے کہ اے موسی اپنی نعلیں دور کر کیونکہ یہ وادی طوی ہے۔ اور کہ میں تیرے باپ ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا خدا ہوں۔

موسی نے ان کو تسلیم کیا۔ اب فرمایئے! شئے مرئی تو خدا نہیں ہوسکتی۔ اور رویت مرئی تھی پس ہم اس کو مظہر اللہ کہتے ہیں، اللہ نہیں کہتے بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں۔ کیا یہ ستون جو خشت و خاک کا سامنے نظر کے ہے اس میں سے اگر خدا آواز دے کر کہنا چاہے کہ میں تمہارا خدا ہوں اور میری فلانی بات سنو۔ تو گو تجربہ کے برخلاف یہ امر ہے تو کیا امکان کے بھی برخلاف ہے کہ خدا ایسا نہیں کرسکتا (ہمارے نزدیک تو امکان کے برخلاف نہیں)۔

سوم: ہم نے ابن اللہ کو جسم نہیں مانا ہم تو اللہ کو روح جانتے ہیں جسم نہیں۔

چہارم امر کے بارہ میں ہماری التماس یہ ہے کہ بے شک تاویل طلب امر کو تاویل کرنا چاہیے لیکن حقیقت کو چاہیے کہ تاویل نہ بگاڑے، اگر کوئی حقیقت برخلاف امر واقعی کے ہے تو بالمرہ حکم بطلان کا اس پر دینا چاہیے۔ نہ کہ بطلان کو مروڑ کے حق بنانا۔

پنجم امر کے بارے میں جناب کی خدمت میں واضح ہو کہ لفظ بیٹے اور پہلوٹھی کا بائیبل میں دو طرح پر بیان ہوا ہے۔ یعنی ایک تو یہ کہ وہ یکتن ساتھ خدا کے ہو، دوم یہ کہ یک من ساتھ رضائے الٰہی کے ہو (ایک تن وہ ہے جو ماہیت میں واحد ہو، اور ایک من وہ ہے جو ماہیت کا شریک نہیں بلکہ رضا کا شریک ہو)۔ کس نبی یا بزرگ کے بارے میں بائیبل میں لکھا ہے کہ اے تلوار میرے چرواہے، اور ہمتا پر اٹھ۔ (زکریا۔۱۳۔۷)

اور پھر کس کے بارہ میں ایسا لکھا ہے کہ تخت داؤدی پر یہود صدقنو آوے گا۔ یرمیاہ ۲۳، اور کس نے یہ کہا کہ میں الفاء اومیگا قادر مطلق ہوں۔ اور کس کے بارہ میں یہ لکھا گیا کہ میں جو حکمت ہوں قدیم سے خدا کے ساتھ رہتے تھے۔ اور میرے وسیلہ سے یہ ساری

خلقت ہوئی۔اور یہ کہ جو کچھ خلقت کا ظہور ہے اسی کے وسیلہ سے ہے۔خدا باپ کو کسی نے نہیں دیکھا۔لیکن اکلوتے (خدا) نے اسے ظاہر کر دیا۔یوحنا ۱۔۱۸۔ اب اس پر انصاف کیجئے کہ یہ الفاظ متعلق یک تن ہیں یا یک من کے ۔ نیز یہ بھی ایک بات یاد رکھنے کے لائق ہے یسیعاہ ۹۔۱۔ میں کہ وہ جو بیٹا ہم کو بخشا جاتا ہے،اور فرزند تولد ہوتا ہے، وہ ان خطابوں سے مزین ہے۔یعنی خدا قادر۔اب۔ابدیت شاہ سلامت مشیر عجوبہ تخت داؤدی پر آنے والا جس کی سلطنت کا زوال کبھی نہ ہوگا۔

ششم جو آپ نے قرآن سے استدلال کیا ہے مجھے افسوس ہے کہ میں اب تک اس کے الہامی ہونے کا قائل نہیں ، جب آپ اس کو الہامی ثابت کر کے قائل کر دیں گے تو اس کی سندات آپ کی مانی جائیں گی۔

ہفتم۔ جناب من! فطرت یا خلقت فعل الٰہی ہے۔اور الہام قول الٰہی۔فعل اور قول میں تناقض نہیں ہونا چاہیے۔اگر کوئی کلام مبہم معلوم ہووے یا بادی النظر میں مشکل معلوم ہو تو اس کی تاویل ہم معقولات ہی سے کریں گے۔ ورنہ کہاں جائیں گے۔ چنانچہ جناب نے خود ہی فرمایا ہے کہ امور تاویل طلب کی تاویل واجب ہے اور جناب اس سے بھی بڑھ کر فرماتے ہیں کہ تجربہ کے برخلاف ہم کچھ نہ لیویں گے۔ تو گویا یہ بھی رجوع کرنا طرف فطرت کے ہے جس کے ساتھ ہم کلیۃً متفق نہیں ہیں۔

ہشتم: بجواب آٹھویں کے اتنی ہی عرض ہے کہ جہاں بیٹے حقیقی اور غیر حقیقی کی امتیاز بائبل میں نہ ہو تو ہماری عقل کو روک نہیں کہ ہم اس میں امتیاز نہ کریں اور دوسروں کے ساتھ بھی اگر یہی صفات ملحقہ ہوں جیسے مسیح کے ساتھ ہیں تو ہم ان کو بھی مسیح جیسا مان لیں گے،۔

Awake, O sword, against my shepherd, and against the man that is my fellow, saith the Lord of the hosts; smite the shepherd, and the sheep will be scattered.(Zech 13:7 KJV)

Behold, the days come, saith the Lord, that I will raise unto David a righteous branch, and a king shall reign and prosper, and shall execute judgement and justice in the earth.

In his day Judah shall be saved, and Israel shall dwell safely; and this is his name whereby he shall be called, the Lord Our Righteousness. (Jeremiah 23:5-6. KJV)

No man hath seen God at any time; the 'only begotton Son, which is in the bosom of the father, he hath declared him. (John:1: 18 KJV)

☆ مولانا بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ فریق ثانی کے پہلے پرچہ کی بعینہ نقل ہے۔اب فریقین کے باقی پرچوں کا خلاصہ باختصار نقل کیا جاتا ہے۔اس اختصار کی وجہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے پرچہ اول کے بعد اس کا جو پرچہ نکلا ہے اس میں پرچہ اول کے سوال واصول ودلائل کا بار بار تکرار و اعادہ ہوا ہے۔اور جہاں کوئی نئی بات کہی ہے وہ اصول سوال الوہیت مسیح سے اجنبی ہے۔ایسا ہی فریق ثانی کی طرف سے جو پرچہ اول کے بعد نکلا ہے وہ تکرار مطالب اور اجنبی باتوں کے بیان پر مشتمل ہے۔لہذا فریقین کی اصل کلام کو پورا پورا نقل کرنا عبث اور فضول اور بلا ضرورت اپنی اوقات کا خون کرنا ہے اوران کے نقل میں خلاصہ واختصار واجب ہے۔اس خلاصہ سے ناظرین اس رائے کی تصدیق کریں گے اور خود بخود جان لیں گے کہ اس بحث کو فریقین نے بلا فائدہ طول دیا۔اور اصل بحث سے خروج کیا۔اور وہ اس خلاصہ کو پڑھ کر اس کے متعلق اسلامی ریویو کے منتظر نہ رہیں گے۔ومعہذا ہم اس خلاصہ پر بھی ریویو کریں۔

} خلاصہ پرچہ ۲۳ مئی۔قادیانی:

مرزا قادیانی نے پرچہ اول ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء میں صفحہ ۲ سے ۵ تک اصول دلائل پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء کا بہت تطویل کے ساتھ اعادہ کیا۔پھر صفحہ ۵ میں کہا ہے کہ آدم کا بغیر باپ پیدا ہونا فریقین کے نزدیک مسلّم ہے۔پھر صفحہ ۶ میں کہا کہ استقراء تام کی تسلیم سے خدا کی خالقیت کا انکار لازم نہیں آتا کیونکہ فریقین کی کتاب سے ثابت ہے کہ خدا تعالی نے جیسا زمین آسمان کو پیدا کیا ہے ویسا ہی اس کی مثل پیدا کرسکتا ہے۔اور اس کی قدرت اور قوت جو استقراء سے ثابت ہے اس حد تک ختم نہیں ہوئی۔پھر صفحہ ۷ میں کہا ہے کہ جو پیش گوئیاں ڈپٹی آتھم نے الوہیت مسیح کے متعلق پیش کی ہیں وہ زبردستی ان پر لگائی جاتی ہیں۔ان پیش گوئیوں کو نہ مسیح نے اپنے اوپر لگایا نہ یہودیوں نے ان کو مسیح کے حق میں سمجھا اور نہ ان کے وہ معنی کئے جو عیسائی کرتے ہیں۔آپ پہلے اصل عبرانی زبان میں ان پیش گوئیوں کو نقل کریں پھر ثابت کریں کہ مسیح نے ان کو اپنے اوپر لگایا ہے۔پھر یہ بھی ثابت کریں کہ کل مفسرین اور یہودی ان کے یہی معنی کرتے ہیں،تو ہم اس کو قبول کریں گے۔

} خلاصہ پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء فریق ثانی:

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۳ مئی میں اول استقراء کی شرح کا سوال کیا

ہے۔ پھر قادیانی کے اس اصول کو کہ الہام اپنی شرح آپ کرے، تسلیم کیا۔ مگر اس کے ساتھ یہ ضمیمہ لگایا ہے کہ الہام کو سمجھنے کیلئے عقل ایسی ہے جیسے آنکھ کیلئے خارجی روشنی۔ پھر کہا ہے ان پیش گوئیوں کے معنی سمجھنے کیلئے یہودیوں کا اتفاق کیوں مانگا جاتا ہے؟ عبرانی لغت اور قواعد موجود ہیں جس لفظ پر آپ گرفت کریں گے، پیش کیا جائے گا۔ پھر کہا ہے پہلے نوشتوں میں یہ پیش گوئیاں مسیح پر لگائی گئی ہیں اور اس پر متی ۲۶ باب ۱۳، یسیعاہ ۶ باب ۱ تا ۱۲۔ بمقابلہ یوحنا ۱۲ باب ۴۰۔۴۱ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے اور ۸ سطروں کو ناحق سیاہ کیا کیونکہ ان حوالہ جات میں سے عہد عتیق سے ایک بھی ایسا نہیں جس میں الوہیت کا ذکر یا اشارہ ہو۔ اور جدید سے جو اس الوہیت کا متضمن ہے اس کا ذکر پہلے پرچہ میں ہو چکا ہے۔ اور پھر پرچہ ۲۵ مئی میں مفصل ہوگا، یہاں اس کا مجمل ذکر فضول ہے۔ اخیر میں کتاب اللہ کے کمال اور نجات کی بابت سوال کیا ہے اور ایک اجنبی بحث کو چھیڑ دیا اور قادیانی کو اس میں تطویل کرنے اور اصل بحث سے نکل جانے کا خوب موقع دے دیا۔

} اس کے جواب میں قادیانی پرچہ دوم ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء میں خوب کھل کھیلا ہے اور کہیں کا کہیں نکل گیا۔ اس جواب میں قادیانی نے دس باتیں کہی ہیں۔

۱۔ ڈپٹی آتھم جسم کو صرف مظہر اللہ جانتے ہیں اور اللہ روح کو جانتے ہیں تو کیوں صاف نہیں کہتے کہ ہم مسیح کو خدا جانتے ہیں۔

۲۔ جسم کسی شخص کا اسکا جزء نہیں ہوتا کیونکہ وہ چند برس کے بعد بدل جاتا ہے اور ایک نیا جسم آجاتا ہے۔ تو مسیح کا پہلا جسم جس کے ساتھ انہوں نے تولد پایا تھا کفارہ نہ ہوا اور کسی کام نہ آیا۔

۳۔ اگر عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح درحقیقت خدا تعالی ہے تو مظہر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ہم انسان کو مظہر انسان کہہ سکتے ہیں۔

۴۔ اگر حضرت مسیح کی روح انسانی روح نہ تھی تو اس کا ثبوت دیں کہ انہوں نے مریم کے رحم میں اس طریق اور قانون قدرت سے روح حاصل نہیں کی، جس طرح انسان حاصل کرتے ہیں۔

۵۔ خدا اپنے صفات کاملہ میں تقسیم نہیں ہوسکتا۔ ایک صفت بھی باقی رہ جائے تو اس پر خدا کا لفظ نہیں بولا جاتا۔ پھر خدا تین کیونکر ہو گئے۔ تفریق ناموں کی چاہتی ہے کہ کسی صفت میں کمی بیشی ہو۔ مگر جب عیسائی مان چکے ہیں کہ کسی صفت میں کمی بیشی نہیں تو پھر تینوں اقنوم میں ما بہ الامتیاز کیا ہے۔

۶، جھاڑی کی جو تمثیل پیش کی گئی ہے اس کی نسبت سوال ہے کہ قرآن میں کہاں آیا ہے کہ یہ آواز

کہ : میں تیرا رب ہوں، آگ سے آئی تھی۔

۷۔قرآن میں اس موقع پر کہاں کہا ہے کہ میں اسحاق، ابراہیم کا باپ ہوں۔

۸۔تورات میں یک تن، یک من کی تشریح کہاں ہے۔

۹۔ اگر مسیح کو ابن اللہ کہنے سے یک تن ہونا نکالا ہے، تو اور انبیاء اس لقب کے زیادہ مستحق ہیں جن کو خدا کہا گیا ہے دیکھو یوحنا ۱۰۔ باب ۳۵،۔

۱۰۔ ابن اللہ سے بڑھ کر تعریفوں کے متضمن جو مسیح کے حق میں پیش گوئیاں پیش کی گئی ہیں وہ ہماری شرط کے موافق نہیں۔ نہ یہودیوں نے ان کے وہ معنی کئے جو عیسائی کرتے ہیں۔ نہ حضرت مسیح نے۔ بلکہ حضرت مسیح نے ان کو صاف رد کر دیا ہے چنانچہ یوحنا ۱۰۔ میں ہے۔

My father which gave them to me, is greater than all, and no man is able to pluck them out of my Father's hand.

I and my father are one.

Then the Jews took up stones again to stone him.

Jesus answered them many good works have I shewed you from my Father, for which of those works do you stone me?

The Jews answered him, saying, for a good work we stone thee not; but for blasphemy; and because that thou, being a man, makest thyself God.

Jesus answered them, 'Is it not written in your law, I said, Ye are gods?

If he called them gods, unto whom the word of God came, and the scripture cannot be broken .

Say ye of him, whom the father hath sanctified, and sent into thw world, Thou blasphemest; because I said, I am the Son of God? (John 10: 29-36 KJV)

} اس کے جواب میں ڈپٹی عبداللہ آتھم نے پرچہ اول ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء میں اول قادیانی کے اس امر کو تسلیم کر لینے پر کہ آدم کی پیدائش استقراء سے مستثنی ہے، خوشی ظاہر کی ہے۔ پھر قادیانی کے سوال اول کے جواب سے سکوت اختیار کر کے اس کے دوسرے سوال کے جواب میں کہا ہے کہ ہم انسانی جسم کو مسیح نہیں کہتے، اس کو مظہر اللہ کہتے ہیں، یعنی جائے ظہور اللہ۔ لہذا اس کا قائم ودائم رہنا کفارہ ہونے کیلئے ضروری نہ تھا۔

پھر اسکے تیسرے سوال کے جواب میں کہا کہ انسان میں تین چیزیں (جسم، جان، روح) ، علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مسیح کا خدا یا مظہر اللہ ہونا ان ساری چیزوں سے علیحدہ ہے اور وہ قائم فی نفسہ ہے

پھر اس کی چوتھی بات کے جواب میں کہا ہے کہ مسیح کی انسانی روح قانون قدرت کے موافق پیدا نہیں ہوئی تاہم وہ خلقت میں مساوی ہے۔ اور ایک روح دوسری روح سے حاصل نہیں ہوتی۔ پھر کیوں کہا کہ مسیح کی روح مریم کی روح سے حاصل ہوئی۔ کیوں نہ کہیں کہ وہ نئی مخلوق ہوئی۔ ماسوا اس کے الوہیت سے اس کو علاقہ نہیں۔ ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ مظہر اللہ ماسوا انسانیت ہے۔

پھر بجواب سوال پنجم کہا ہے:

تثلیث ایک صورت میں ایک ہے دوسری صورت میں تین جیسے بیحدی اور بے نظری ہے کہ ان میں ایک مثل بیحدی قائم فی نفسہ ہے دوسری مثل بے نظیری لازم وملزوم۔

پھر جواب سوال ششم قادیانی کے سورہ قصص، سورہ ق، سورۃ طٰہٰ سے جھاڑی سے یہ آواز آنا کہ: میں تیرا رب ہوں، نقل کرکے قادیانی کو شرمندہ کیا۔

پھر بجواب سوال ہفتم قادیانی اپنی غلطی کو مان کر یہ کہا ہے کہ یہ ذکر توریت میں ہے، نہ قرآن میں۔

پھر بجواب سوال ہشتم قادیانی یہ اعتراف کیا کہ یہ ہمارا استنباط واجتہاد ہے، توریت میں یہ صریح الفاظ نہیں ہیں۔

پھر بجواب سوال نہم ودہم قادیانی کہا ہے کہ کسی نبی کے حق میں وہ الفاظ نہیں کہے گئے جو مسیح کے حق میں کہے گئے ہیں۔ اور ذکریا و یسیعاہ یرمیاہ کے مذکورہ بالا کا اعادہ کیا ہے، اور کہا یوحنا ۱۰ باب ۲۵ میں مسیح نے تو ان پیشگوئیوں سے انکار کیا نہ اثبات بلکہ صرف یہودیوں کی دہان بندی کی۔

} اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ ۲۴ مئی میں پہلے استقراء کی وہ شرح کی جو اس کے پرچہ اول سے منقول ہو چکی ہے۔ پھر ڈپٹی آتھم سے اس قاعدہ کو تسلیم کرنے کو نقل کیا ہے کہ الہام اپنی شرح آپ کرے مگر اس ضمن میں ایک ایسی بات ان کے ذمہ لگا دی ہے جو ان کے کلام سابق میں پائی نہیں جاتی۔ (گو اس پر ڈپٹی آتھم کا سکوت کرنا اس کا اس کو قائل بناتا ہے) وہ یہ کہ آپ کے نزدیک الہام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے دعاوی کو آپ دلائل عقلیہ سے ثابت کرے۔ پھر اس بات پر ان کو وہ الزام دیا ہے جو قبل ازیں قادیانی کلام سے نقل ہوا۔ پھر انجیل یوحنا باب ۱۰ کی یہ اصل عبارت نقل کی ہے:

میرا باپ جس نے انہی مجھے دیا ہے سب سے بڑا ہے۔ اور کوئی انہیں میرے باپ کے ہاتھ سے چھین نہیں لے سکتا۔ میں اور باپ ایک ہیں۔ تب یہودیوں نے پھر پتھر اٹھائے کہ اس پر پتھراؤ کریں۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ کے بہت اچھے کام تمہیں دکھائے ہیں۔ ان میں سے کس کام کے لئے تم مجھے پتھراؤ کرتے ہو۔ یہودیوں نے اسے جواب دیا اور کہا کہ ہم تجھے اچھے کام کے لئے نہیں بلکہ اس لئے تجھے پتھراؤ کرتے ہیں کہ تو کفر کہتا ہے۔ اور انسان ہو کے اپنے تئیں خدا بناتا ہے۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو۔ جب کہ اس نے انہیں، جن کے پاس خدا کا کلام آیا، خدا کہا۔ اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو۔ تم اسے جسے خدا نے مخصوص کیا، اور جہاں میں بھیجا ہے، کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے کہ میں نے کہا، میں خدا کا بیٹا ہوں۔،

پھر کہا، اب ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ یہودیوں کا یہ اعتراض اور خیال تھا کہ مسیح اپنے تئیں خدا کا حقیقی بیٹا قرار دیتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ مجھ میں کوئی بات زیادہ نہیں۔ دیکھو تمہارے حق میں تو خدا کا اطلاق بھی ہوا ہے۔ اب ظاہر کہ اگر مسیح درحقیقت اپنے تئیں ابن اللہ جانتے تو اس بحث اور پرخاش کے وقت مردمیدان ہو کر صاف کہتے کہ میں درحقیقت ابن اللہ ہوں اور وہ تمام پیش گوئیاں پیش کر دیتے جو ڈپٹی صاحب نے پیش کی ہیں۔ اور یہ کہتے کہ تم تو صرف خدا کا بیٹا کہنے پر ناراض ہو گئے ہو میں تو بموجب فلاں و فلاں پیشگوئی قادر مطلق بھی ہوں۔ خدا کا ہمتا بھی ہوں۔ کون سا مرتبہ خدائی ہے جو مجھ میں نہیں ہے۔

آخر میں قادیانی نے کہا ہے کہ یہودیوں کا اتفاق اس لئے طلب کیا گیا ہے کہ مسیح نے خود کہا ہے کہ فقیہہ و فریسی موسی کی گدی پر ہیں، وہ جو کچھ تمہیں ماننے کو کہیں وہ عمل میں لاؤ، ولیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں پر کرتے نہیں۔

{ اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ دوم ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء میں انجیل کی فضیلت وکمال اسی انجیل کے حوالوں سے بیان کی جس کو اصل مدعا سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر مرزا قادیانی کے معنی استقراء کو تسلیم کر کے کہا ہے کہ مسیح کا مقدمہ اس سے مستثنی ہے جس پر پیش گوئیاں سابق الذکر دلیل ہیں۔ مزید براں مسئلہ کثرت فی الوحدت عہد عتیق میں موجود ہے۔

اول پیدائش باب ۱ آیت ۲۶ میں کہ خدا نے کہا کہ ہم آدم کو اپنی صورتوں اور اپنی شکلوں پر بنا دیں۔

اور پیدائش۳ باب ۔آیت ۲۲ میں کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا ہے ۔ پھر یہو دیوں سے اور سر سید احمد خان سے جا لپٹے ہیں اور ان کی تاویل کی عدم صحت کے مظہر ہوئے ۔ پھر کہا ،الوہیت مسیح ادراک سے باہر ہے اور ہم نے اس کا امکان عقل سے ثابت کر دیا ۔ آخر میں یوحنا باب ۱۰ کا وہی جواب دیا جو پہلے پرچہ ۲۳ مئی میں دے چکے ہیں ۔

And God said, 'Let us make man in our image. (Genesis 1:26)

So God created man in his own image, in the image of God created he him; male and female created he them. (Genesis 1:27)

And the Lord God said, behold, the man is become as one of us, to know good and evil. (Genesis3:22)

} اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ اول ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں قرآن کے کمال کی بحث کی ہے جس کو اصل سوال الوہیت سے کوئی تعلق نہیں ۔

} اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۵ مئی میں ایک فہرست پیش کی ہے جس میں پہلے الوہیت مسیح کے ثبوت میں یرمیاہ باب ۲۳ آیت ۶ سے نقل کیا ہے :۔

اس کے دنوں جوڈا نجات پاوے گا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا اور اس کا یہ نام رکھا جاوے گا ،خداوند ہماری صداقت اصل میں ہے ۔ یھودا صد قنیو ۔

پھر یسیعاہ ۷ باب ۱۴ سے نقل کیا ہے :۔

دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام ایمانوایل رکھیں گے ۔ تم منصوبہ باندھو پھر وہ باطل ہوگا ۔ حکم سناؤ پر وہ نہ ٹھہرے گا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے ۔

Behold, the days come, saith the Lord, that I will raise unto David a righteous branch, and a king shall reign and prosper, and shall execute judgement and justice in the earth.

In his day Judah shall be saved, and Israel shall dwell safely; and this is his name whereby he shall be called, the Lord Our Righteousness. (Jeremiah 23:5-6. KJV)

Therefore the Lord himself shall give you a sign: behold, a virgin shall conceive, and bear a son and shall call his name Im-man-u-el.

Butter and Honey shall he eat, that he may know to refuse the evil and choose the good (Isaiah

6:14-15)

اوراس کی تائید میں چند حوالے اور دیئے ہیں۔ پھر مسیح کے چند لازمی صفات سے اس کی الوہیت ثابت کی ہے اوراس پر عہد جدید کا حسب تفصیل ذیل حوالہ دیا ہے :

اول ازلیت ۔اس کے ثبوت میں یوحنا ا باب سے یہ عبارت نقل کی ہے:

ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔سب چیزیں اس سے موجود ہوئی ہیں اور کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اس کے ہوئی ہو۔

In the beginning was the word, and the word was with God, and the word was God.

The same was in the beginning with God.

All things were made by him; and without him was not any thing made that was made.

(John1:1-3)

اور یوحنا ۸ باب ۵۸ سے نقل کیا ہے۔:

یسوع نے کہا: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ پیشتر اس سے کہ ابراہام ہو، میں ہوں۔

اور مکاشفات ا باب ۸ سے نقل کیا ہے کہ:

میں الفا اور اومیگا، اول آخر، جو ہے اور تھا، اور آنے والا قادر مطلق ہوں۔

I am Alpha and Omega, the beginning and the ending, saith the Lord, which is, and which was, and which is to come, the Almighty (Revelation 1:8)

دوم خالقیت : اس کے ثبوت میں یوحنا ا باب ۳۔۴ سے نقل کیا ہے:۔

سب چیزیں اسی سے موجود ہوئیں۔کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اس کے ہوئی ہو۔

سوم : محافظ کل ہستی ۔ اس کے ثبوت میں فلسی ا باب ۱۷ سے نقل کیا ہے:

وہ سب سے آگے ہے اوراس سے ساری چیزیں بحال رہتی ہیں۔

چہارم ۔لاتبدیل ۔اس کے ثبوت میں عبرانی ۱۳۔۸ سے نقل کیا ہے :

یسوع مسیح کل اور آج اورابد تک ا یکسان ہے۔

پنجم ۔ ہمہ دانی ۔ اس کے ثبوت میں مکاشفات ۲۔۲۳ سے نقل کیا ہے:

میں وہی ہوں یعنی مسیح جو دلوں اور گردونگا جانچنے والا ہوں اور میں تم میں سے ہر ایک کو اس کے کاموں کا بدلہ دونگا۔

ششم۔حاضروناظر۔(مکانی)۔اس کے ثبوت میں متی ۱۸۔۲۰ سے نقل کیا ہے:۔
جہاں دو یا تین میرے نام پر اکھٹے ہوں وہاں میں ان کے بیچ میں ہوں۔(زمانی)
اس کے ثبوت میں متی ۲۸۔۲۰۔یوحنا ۱۱۔۲۵ کا صرف حوالہ دیا ہے۔
ہفتم قادر مطلق۔اس کے ثبوت میں یوحنا ۵۔۲۱ سے نقل کیا ہے:
جس طرح باپ مردہ اٹھاتا ہے اور جِلاتا ہے بیٹا بھی جنہیں چاہتا ہے جِلاتا ہے۔
اور مکاشفات ۱۔۸ سے قول سابق الذکر نقل کیا ہے۔
ہشتم: جس کو خوش بیانی سے سوم قرار دیا ہے۔المسیح مالک کل ہے:
اس کے ثبوت میں رومی ۱۴ باب ۹ سے نقل کیا ہے کہ:
مسیح اس لئے ہوا، اور اٹھا اور جیا کہ مردوں اور زندوں کا بھی خداوند ہوا۔ تمطاؤس
۶۔۱۵، اعمال ۱۰۔۲۶ وغیرہ۔
نہم (یا بقول آتھم چہارم) مسیح کل عالم کا اختیار رکھتا ہے: اس کے ثبوت میں متی ۲۸،۱۸
سے نقل کیا ہے کہ:
یسوع نے پاس آکر اسے کہا کہ آسمان وزمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا ہے۔
دہم (یا بقول آتھم پنجم) المسیح کی پرستش: اس کے ثبوت میں متی ۲۔۱۱ وغیرہ کو پیش کیا ہے
یازدہم (یا بقول آتھم ششم) المسیح سے دعا مانگی جاتی ہے: اس کے ثبوت میں اعمال
۷۔۵۹ وغیرہ کو پیش کیا ہے۔
دوازدہم (یا بقول آتھم ہفتم) المسیح دنیا کی عدالت کرے گا: اس کے ثبوت میں متی ۱۶۔
۲۷ سے نقل کیا ہے:
مسیح ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق بدلہ دے گا۔
سیزدہم (یا بقول آتھم ششم) المسیح گناہ بخشتا ہے اس کے ثبوت میں متی ۹۔۶ سے نقل کیا:
ابن آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔
چہاردہم (یا بقول آتھم نہم) مسیح اپنے فرشتوں کو بھیجتا ہے۔اس کے ثبوت میں مکاشفات
۱۔اور متی ۱۳۔۴۱ پیش کیا ہے۔
ان حوالہ جات وعبارات کو نقل کرنے کے بعد ڈپٹی آتھم نے ایک نوٹ کے ضمن میں کہا
ہے کہ اگر مسیح محض انسان ہوتا تو صفات مذکورہ بالا جو فقط ذات باری پر عائد ہوسکتی ہیں اس پر کس

طرح عائد ہوسکتیں۔

} اس کے جواب میں مرزا قادیانی پرچہ دوم ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں وہی پرانا رونا رویا ہے کہ یہ پیش گوئیاں میری شرط کے موافق نہیں۔ میری شرط یہ تھی کہ پہلے الہامی کتاب سے دعوی الوہیت پیش کیا جاوے پھر عقلی دلائل سے ان کا ثبوت دیا جاوے اور پیش گوئیاں عقلی دلائل نہیں، بلکہ خود دعاوی ہیں جو محتاج ثبوت ہیں۔ اسکے بعد وہی پرانا قول مسیح کا یوحنا باب ۱۰ سے نقل کیا اور کہا کہ اس قول میں مسیح نے اپنی الوہیت سے صاف انکار کیا ہے۔ اس کے بعد کہا کہ مسیح خدا یا خدا کا بیٹا ہوتا تو یہودیوں کے جواب میں بقول ڈپٹی آتھم ڈر نہ جاتا اور تقیہ نہ کرتا بلکہ صاف الوہیت کا مدعی ہوتا اور اسکے ثبوت میں پیش گوئیاں پیش کرتا۔ اور دوسرا ثبوت اپنی الوہیت کا یہ پیش کرتا کہ میں نے فلاں چیز پیدا کی ہے۔ اسکے بعد ان پیش گوئیوں کے مقابلہ ومعارضہ میں چار مقام انجیل کے پیش کئے ہیں

اول وہ مقام جس میں مسیح نے قیامت کے علم سے لاعلمی ظاہر کی تھی۔

دوم وہ مقام متی ۱۹۔۱۶ جس میں آپ نے اس شخص کو جس نے آپ کو نیک فرمایا تھا، فرمایا ہے کہ کوئی نیک نہیں مگر ایک خدا۔

سوم وہ مقام متی ۲۰۔۲۰ جس میں آپ نے بہشت کے دائیں بائیں بیٹھانے کی درخواست کے جواب میں فرمایا کہ اس میں میرا اختیار نہیں۔

چہارم وہ مقام متی ۲۶۔۳۸ جس میں آپ کا صلیب سے بچنے کے لئے رو رو کر دعا کرنا پایا جاتا ہے۔

پھر قادیانی نے کہا ہے کہ آپ نے حواریوں سے بھی دعا کرائی تھی جیسے عام انسان مصیبتوں کے وقت مسجدوں میں جا کر دعائیں کراتے ہیں، مگر وہ دعا قبول نہ ہوئی۔ پھر کہا اس سے وہ تمام پیش گوئیاں ردّ ہوگئیں۔

آخر میں قادیانی نے یہ کہا کہ اگر آپ مسیح کو قادر مطلق کہتے ہیں تو اس سے نشان طلب کریں۔ اور میں خدا تعالی سے (جو درحقیقت قادر مطلق ہے نہ بگفتن اور وہ مجھ سے بالمقابلہ نشان دکھانے کا وعدہ کر چکا ہے) طلب کرتا ہوں۔ اگر بالمقابلہ میں نشان دکھانے سے قاصر رہا، یا آپنے بھی میرے مقابلہ میں کوئی نشان دکھا دیا تو میں ہر ایک سزا اپنے اوپر اٹھا لوں گا۔

} اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ اول ۲۶ مئی میں اکثر پرانی باتوں کا اعادہ کیا اور بعض جو نئی لکھیں وہ اصل مدعا سے اجنبی لکھیں۔

اول یوحنا باب ۱۰ کا وہی پرانا جواب دیا۔ اس میں اس قدر بڑھا دیا کہ یہ جواب اپنی انسانیت کی نظر سے دیا تھا اور آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی انسانیت سے بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کہوں تو اس سے کچھ زیادہ نہیں کہ تمہارے نبی خدا کہلائے۔

پھر کہا کہ وہ اپنی انسانیت میں بھی مخصوص اور مرسلہ شخص تھا جس کے معنی الوہیت کے کئے گئے ہیں۔

پھر کہا کہ اس نے جو قیامت اور بہشت کے دائیں بائیں بٹھانے کے اختیار کی نفی کی ہے اس کے انسان ہونے کی نظر سے ہے۔ اور ایسے ہی نیک ہونے کی اور اکیلے خدا کے نیک ہونے کا اثبات اس شخص کے خطاب میں دیا جو اس کو نیک نہ سمجھتا تھا۔

پھر کہا کہ قرآن کا راہ نجات میں کمال کیونکر ہے۔

کہا کلمہ توحید سے حصول نجات ناممکن ہے، شیطان بھی خدا کو ایک جانتا اور ایک کہتا تھا

اور کہا کہ صداقت محتاج دلیل نہیں ہوتی لہذا وہ پیش گوئیاں جو خود صداقت و دلائل ہیں، محتاج ثبوت و دلائل نہیں ہیں۔

پھر کہا کہ مسیح نے بحیثیت انسانی کچھ نہیں بنایا مگر بحیثیت الوہیت سب کچھ اس نے بنایا۔ مسیح یہودیوں سے ڈر نہیں گیا بلکہ ان کے غصہ کو فرو کیا۔

پھر کہا کہ مسیح نے مظہر اللہ ہو کر وہ صفات ظاہر کئے ہیں جو اور طرح پر نہ ہو سکتے تھے۔

اور کہا کہ خدا کا باپ ہونا متی سے ثابت ہے:

خدا محبت ہے۔ یوحنا ۳۔۱۶۔ خدا روح ہے۔ یوحنا ۴۔۲۴۔

اور کہا کہ کثرت فی الوحدت توریت میں صاف لکھی تھی اور اس پر آیات منقولہ سابق کا حوالہ دیا۔

اور کہا فریسی اور فقیہوں کے حق میں مسیح کے قول کے (جو قادیانی نے پرچہ ۲۴ مئی میں دیا ہے) یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ مخالف توریت ہیں۔

اور کہا کہ بدن مسیح کے زوال کو کفارہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

} اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ اول ۲۶ مئی میں کمال ونجات کی طولانی اور اجنبی بحث کی ہے اور اس کا ثمرہ نجات یافتہ سے نشان نمائی وصدور کرامات قرار دیا ہے۔ اور اس میں اپنے مخاطب سے چیلنج (طلب موازنہ ومقابلہ) کیا اور کہا کہ اگر آپ نجات پر ہیں تو نشان دکھاویں یا اپنے

عجز کا اقرار کر کے مجھ سے نشان طلب کریں۔ مجھے خدا تعالی نے فتح اور نشان نمائی کا وعدہ دیا ہے میں ضرور نشان دکھاؤنگا اور آپ پر فتح پاؤنگا۔

{ عبداللہ آتھم نے اس کے جواب میں پرچہ ۲۶ مئی یوحنا باب ۱۰ کا وہی پرانا جواب دیا ہے کہ مسیح نے یہودیوں کو یہ کہا تھا کہ میں انسان ہو کر بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کہہ سکتا ہوں۔ اور کہا ہے کہ اس جواب کی نسبت یہ کہنا کہ مسیح نے یہ کیوں نہ کہا کہ میری الوہیت کی تصدیق فلاں فلاں پیش گوئی میں ہے،۔ خدا کی کلام میں چون و چرا کرنا ہے۔ اور یہ کہنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ خدا نے دو آنکھیں پیشانی کے پیچھے کیوں نہ لگا دیں۔

پھر کہا کہ قادیانی نے یہ سچ نہیں کہا کہ مسیح نے حواریوں سے دعا چاہی۔

پھر کہا کہ نشان دکھانے سے ہم عاجز ہیں۔ اپنے اندر اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ لیکن جناب کو اس پر ناز ہے تو آپ نشان دکھاویں۔ یہ تین شخص پیش کئے جاتے ہیں۔ ایک اندھا، ایک لنگڑا، ایک گونگا۔ آپ ان کو اچھا کر دکھائیں۔ اور خلق خدا پر رحم کریں اور اپنا چیلنج پورا کریں۔

پھر کہا کہ نجات کے بارہ میں جو آپ نے کہا ہے اس کی پڑتال ہم آئندہ کریں گے کیونکہ اس کا موقعہ وہی ہے، جب ہمارے حملے شروع ہوں گے (اس قول میں ڈپٹی آتھم نے صاف اقرار کیا کہ اس موقعہ پر نجات کی بحث اجنبی ہے اور یہ نہ سوچا کہ پھر ہم نے اس بحث کو کیوں چھیڑا۔ اور پرچہ ۲۳، و ۲۶ مئی میں کیوں اس کی بابت سوال کیا اور قادیانی کو خروج از بحث کا کیوں موقعہ دیا)۔

{ اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ دوم ۲۶ مئی میں پھر مسیح کا قول یوحنا باب ۱۰ سے پیش کیا۔ اور لفظ مخصوص اور مرسل کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ الفاظ موسی اور ہارون کے حق میں کہے گئے ہیں اور اس پر چند حوالے دیئے۔

پھر نشان نمائی کی درخواست کا جواب یہ دیا ہے کہ ایسے خاص نشان دکھانا مسیحیوں کے لئے حضرت عیسیؑ نشان قرار دے گئے ہیں اور فرما گئے ہیں کہ اگر تم سچے ایماندار ہو تو تمہاری یہ علامت ہے کہ بیمار پر ہاتھ رکھو گے وہ چنگا ہو جائے گا۔ اور حضرت مسیح یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے چلا جا تو وہ چلا جاتا۔ بناء علیہ آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہی ان بیماروں پر ہاتھ رکھ کر انکو چنگا کر دیں۔ ورنہ رائی برابر بھی ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

پھر کہا کہ یہ الزام ہم پر عائد نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن میں ہماری یہ نشانی

مقرر نہیں کی۔ اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تم کو یہ اقتدار دیا جائے گا کہ تم اقتداری طور پر جو نشان چاہو گے دکھاؤ گے بلکہ صاف فرما دیا ہے قل انما الآیات عند اللّٰہ (یعنی ان کو کہدے کہ نشان اللہ کے پاس ہیں)۔ جس نشان کو خدا چاہتا ہے اس کو ظاہر کرتا ہے۔

(یہاں تو یہ تصریح ہے اور کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۶۵۔۶۷ وغیرہ میں اہل کمال کیلئے اقتداری خوارق حاصل ہونے کا دعوی کیا۔ صفحہ ۶۷ میں کہا ہے اور ہمارے ہادی ومقتدی نبی ﷺ نے یہ اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھلائے بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا۔ محمد حسین)

اور کہا حضرت مسیح بھی اقتداری نشان دکھانے سے عاجز رہے، مرقس ۱۸۔ میں ہے کہ اس نے فریسیوں سے آہ کھینچ کر نشان دکھانے سے صاف انکار کر دیا۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ مسیح اسرائیل کا بادشاہ ہے تو صلیب سے اتر آوے، مسیح نہ اتر سکے۔ متی ۱۲۔ ۳۸ میں ہے کہ اس نے کہا کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان مانگتے ہیں۔ پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان نہ دکھلایا جاوے گا۔

اور کہا کہ خدا تعالی نے مجھے جو نشان دکھانے کا وعدہ دیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا نشان ہوگا جو انسانی طاقتوں سے باہر ہوگا۔ معلوم نہیں کہ کس طور کا ہوگا۔ اگر میں اس میں جھوٹا نکلوں تو جو سزا آپ چاہیں مجھے منظور ہے۔ اور اگر مجھ سے ایسے خاص نشان چاہیں گے جیسے حضرت مسیح بھی نہیں دکھا سکے، بلکہ سوال کرنے والوں کو گالیاں سنا دیں تو میرے نزدیک ایسے نشان دکھانے کا دم مارنا کفر ہے (کتاب دافع الوساوس میں اس کفر کا آپ دم مار چکے ہیں۔ محمد حسین)

} اس کے جواب میں آتھم نے پرچہ ۲۷ مئی میں پہلے راہ نجات ونشانی نجات کی بحث کو آئندہ ہفتہ پر ملتوی کیا (اب آپ کو سوجھا کہ اس اجنبی بحث کو ہم نے بے وقت چھیڑا تھا۔ محمد حسین)۔

پھر قول یوحنا باب ۱۰ کی نسبت کہا کہ ہم اس کا جواب بار ہا دے چکے ہیں۔ اس کا اعادہ و تکرار کیوں چلا جاتا ہے۔

پھر لفظ مخصوص ومرسل کے بحق غیر مسیح مانے جانے سے انکار ظاہر کیا۔

پھر کہا کہ عیسائی مذہب میں نشان نمائی کی علامت ہمیشہ کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ کی علامت محبت ہے اور اس پر اعمال ۸۔۱۴؛ اول قرنطی ۱۳ کا حوالہ دیا۔

پھر کہا کہ مسیح نے مطلق نشان دکھانے سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ خاص کر بد اور حرامکار لوگوں کو جو نشان دیکھ کر ٹھٹھا کرنے کو مزید نشان مانگتے تھے، نشان دکھانے سے انکار کیا۔

پھر کہا کہ حرام کار کو بد اور حرام کار کہنا گالی نہیں ۔آپ ایک معصوم نبی کی طرف گالی دینے کو منسوب کرتے ہیں اور آپ اسلام کی موافقت نہیں کرتے ۔

} اس کے جواب میں قادیانی پرچہ ۲۷مئی میں وہی پرانا رونا رویا ہے کہ میرے سوال کا جواب میری شرط کے موافق نہیں دیا۔شرط یہ تھی کہ پہلے انجیل سے دعوی الوہیت مسیح پیش کیا جاوے ،پھراسی انجیل سے اس کے عقلی دلائل نکالے جائیں ۔مگرڈپٹی صاحب نے ایسا نہیں کیا ۔بلکہ بجائے دلائل عقلیہ ،انجیل ہی کی چند پیشگوئیوں کو، جوخود دعاوی ہیں ، نہ دلائل ،پیش کر دیا ہے ۔ایسے دعاوی تو ہندو بھی اپنے پرانوں اور شاستروں سے پیش کرتے ہیں اوران سے برہما ،بشن ،مہادیو، کی الوہیت ثابت کرتے ہیں ۔پھر جب ان کے نقلی دلائل سے برہما ،بشن ،مہادیو کی الوہیت ثابت نہ ہوئی تو ان پیش گوئیوں سے مسیح کی الوہیت کیونکر ثابت ہوسکتی ہے ۔

پھر انجیل یوحنا باب ۱۰ سے قول پیش کیا۔اوراس سے مسیح کا انکارالوہیت نکالا جوقادیانی کی کلام سابق میں نقل ہو چکا ہے ۔

پھران پیش گوئیوں کے مقابلہ میں چند آیات قرآن کو پیش کیا جن میں یہ بیان ہے کہ یہود ونصاری کے معبودعزیرو مسیح واحبار ورہبان لائق عبادت نہیں ہیں ،یہ لوگ کسی چیز کے خالق نہیں

پھراس کے بیچ میں محض اجنبی بات یہ بھی کہدی کہ مسیح نے کہا ہے کہ روح حق آوے تو تمہیں سچائی کی راہ بتاوے اوراس سے آنحضرت ﷺ مراد ہیں نہ روح القدس ۔

پھرڈپٹی آتھم کے اس بات کا کہ، چاندسورج وغیرہ حضرت مسیح نے پیدا کئے ،یہ جواب دیا ہے کہ یہ دعوی ہے نہ کہ دلیل ۔

پھرعیسائیت میں نشان نمائی کے عام ہونے پر یوحنا ۱۴۔۱۲ سے نقل کیا کہ جومجھ پرایمان لاتا ہے، جو میں کام کرتا ہوں وہی کام کریگا۔ پھراس کی دستاویز سے عیسائیوں سے نشان طلب کیا۔

پھرکہا کہ مسیح نے اگرخاص لوگوں کونشان دکھانے سے انکار کیا تھا جودیکھ چکے ہیں تو میں بھی تم کوایک نشان دکھا چکا ہوں جس کا نورافشاں ۱۰مئی ۱۸۸۸ء میں ذکر ہے (یعنی پھر مجھ سے دوبارہ نشان مانگتے ہو تو میں بھی انکارکرسکتا ہوں جیسا کہ مسیح نے کیا تھا) ۔

پھراخیر میں کہا کہ میں آئندہ بھی نشان دکھانے کو تیار ہوں ۔صرف درخواست اورتحریر شرائط کی دیر ہے ۔

پھر گالی دینے کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ الزامی جواب ہے ۔آپ ہی کے مذہب کے

موافق کہا گیا ہے۔ میں حضرت مسیح کو سچا نبی مانتا ہوں۔

{ اس کے جواب میں قادیانی کے دوسرے خصم ڈاکٹر ایچ ایم کلارک ڈپٹی آتھم کی بیماری کی علت سے میدان میں آئے اور انہوں نے بھی اپنے پرچہ اول ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء میں کئی پرانی باتیں آتھم کی کہی ہوئی کہیں۔ اور کچھ نئی کہیں جن میں بعض اصل مقصود سے اجنبی ہیں۔

اول آپ لکھتے ہیں۔ المسیح اور رام چندر، اور جلالی انجیل اور ہندوؤں کی کتابیں یکساں نہیں۔ ایسی تشبیہ گناہ ہے۔

۲۔ مدعیان الوہیت اگر جھوٹے ہوئے ہیں تو ان میں کوئی سچا بھی ضرور ہوگا، جیسے کھوٹے روپئوں میں کھرا بھی ہوتا ہے۔

۳۔ پیش گوئیاں جو پیش کی گئی ہیں خود صداقتیں ہیں نہ دعاوی۔ ان کو عقل سے پرکھنا ہمارا حق نہیں۔ خدا کی شہادت سب سے بڑھ کر ہے۔

۴۔ ان سب پیش گوئیوں کو مسیح نے اپنے اوپر کئی دفعہ لگایا ہے۔ دیکھو متی باب ۲۳۔ ۴۱۔ یوحنا ۵۔ ۲۹۔ متی ۱۱۔ ۱۰ وغیرہ۔

۵۔ یوحنا باب ۱۰ کا جواب کئی بار دیا گیا ہے۔ معلوم نہیں کیوں خیال میں نہیں آتا۔ مسیح نے الوہیت کا دعوائے پختہ کیا آپ نے فرمایا ہے:

ابتدا میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا۔ کلام خدا تھا۔ کلام مجسم ہوا۔ جس کے پاس کلام پہنچا اس کا اتنا درجہ ہوگیا تو تم کلام مجسم کو کہتے ہو، کہ کفر بکتا ہے۔

۶۔ لفظ مخصوص کا غیر مسیح کے حق میں استعمال ہونا جن حوالوں سے آپ نے بتایا ہے ان کا پتہ ندارد ہے۔ لفظ مرسل یا بھیجا گیا مسیح کے حق میں اور ہی طرح تھا۔

یوحنا ۱۶۔ ۱۸ میں ہے: میں باپ سے نکلا ہوں اور پھر باپ کے پاس جاتا ہوں۔

۷۔ مسیح نے جو یوحنا ۱۰ میں کہا ہے اس کی نسبت آپ کا یہ کہنا کہ مسیح نے یوں کیوں کہا، یوں کیوں نہ کہا، اس بزرگ نبی سے اپنے آپ کو دانا کہنا ہے۔

۸۔ بموجب یوحنا باب اول مسیح نے سب کچھ بنایا، آپ نہیں مانتے تو انجیل کو جھوٹی کہیں

۹۔ مسیح نے انکار علم قیامت وغیرہ صفات بشری میں اپنے آپ کو فرو کیا۔

۱۰۔ رائی کے دانہ برابر ایمان ہم لوگوں میں نہ ہونیکے دعوی میں آپ نے ہمارے سر پر پشمینہ میں لپیٹ کر جوتی چلائی ہے۔ اس باب میں جو آپ نے مرقس باب ۱۶ پر بنیاد قائم کی وہ خام

ہے۔اس میں حال کے لوگوں کے لئے نشانی کا بیان ہے نہ آئندہ کے لوگوں کے لئے۔ مسیح نے صاف کہہ دیا ہے کہ دائمی نشان جس سے دنیا جانے گی کہ تم میرے ہو، نہ کرامات ومعجزہ پر، محبت ہے۔ دیکھو یوحنا ۱۳: ۳۴۔۳۵۔ یوحنا ۱۲۔۱۴ میں مسیح حواریوں سے مخاطب تھے نہ آپ سے اور نہ مجھ سے

۱۱۔معجزہ ونشان ابتدا میں تھے تاکہ دینی تعلیم کو کامل کریں نہ ہمیشہ کے لئے کیونکہ جو شئے ایک دفعہ کامل کی گئی اس کو دوبارہ کامل کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱۲۔مسیح معجزہ دکھانے سے انکاری نہیں ہوئے۔ اس وقت بھی انہوں نے یونس نبی کا معجزہ دکھانے کا وعدہ کیا تھا۔

۱۳۔ مسیح کے صلیب سے اتر نہ آنیکی وجہ یہ تھی کہ یہودی سنگدل تھے، وہ ایمان نہ لاتے۔

۱۴۔انسان کا بدن چار سال بعد تبدیل نہیں ہوتا بلکہ سات سال کے بعد ہوتا ہے۔آپ کے نزدیک ایسی تبدیلی کے باعث کفارہ محال ہے تو چاہیے کہ سات برس کے بعد شوہر اپنی بیوی کا خاوند نہ ٹھہرے، نہ باپ بچوں کا والد۔ جب سات برس گذر جائیں دوبارہ نکاح رجسٹریاں کرائیں

} قادیانی نے پرچہ ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء میں اکثر پرانی باتوں کا اعادہ کیا ہے اور جو نئی کہیں وہ اجنبی اور فضول کہیں۔ اولاً آپ کہتے ہیں کہ الوہیت مسیح کی قرآن نفی کرتا ہے۔ پھر اس مضمون کی چند آیتیں اور نقل کیں۔

۲۔ یہودی کسی ایسے مسیح کے منتظر نہ تھے جو دنیا میں خدا بن کر آنے والا ہے باوجودیکہ وہ ان پیش گوئیوں کو دن رات پڑھتے تھے جن سے مسیح کی الوہیت نکالی جاتی ہے کسی نے ان کے وہ معنی نہ سمجھے جو عیسائی کہتے ہیں۔ وہ سب کے سب متعصب نہ تھے۔

۳۔توریت خروج ۲۹ باب ۳ میں صاف لکھا ہے کہ تم زمین کی کسی چیز کو خدا نہ بناؤ۔اور لکھا ہے کہ اگر کوئی نبی معجزہ دکھا کر غیر معبودوں کی پیروی کو کہے تو تم اس کی بات نہ سنو۔

۴۔ مسیح نے خود فرمایا ہے کہ حیات ابدی یہ ہے کہ وہ تجھے اکیلا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تم نے بھیجا ہے جانیں۔ یوحنا ۱۷۔۳۔

۵۔ بھیجا کا لفظ توریت کے کئی مقام میں ان ہی معنوں سے ہے کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کو نبی بنا کر بھیجے۔عیسائی اس لفظ کے اور معنی ثابت کریں تو بطور شرط جو چاہیں وصول کریں۔

۶۔عیسائیوں میں سے فرقہ یونی ٹیرین مسیح کو خدا نہیں مانتے۔کیا وہ انجیل کو نہیں مانتے یا ان پیش گوئیوں سے واقف نہیں۔

۷۔خود مسیح نے یوحنا باب ۱۰ میں اپنے تئیں خدا کہنے میں دوسروں کا ہم رنگ قرار دیا ہے اور قیامت کے علم سے لاعلمی ظاہر کی ہے اور اپنے آپ کو نیک کہنے کی اجازت نہیں دی۔

۸۔مسیح نے کہا ہے کہ پیش گوئیوں کے معنی وہ کرو جو یہودی کرتے ہیں۔

۹۔آپ کے معجزات دوسرے نبیوں سے کم ہوئے ہیں بوجہ اس تالاب کے جس کی مٹی میں صحت امراض کی تاثیر تھی۔

۱۰۔عقل بھی ان نامعقول خیالات کے مخالف ہے۔ پھر اسقدر حملے اس عقیدہ الوہیت پر ہو رہے ہیں تو آپ کو الوہیت مسیح کیلئے ایسا ثبوت دینا چاہیے جس میں کوئی اختلاف نہ کرسکتا۔

۱۱۔یہ پیشگوئیاں ایسی نہیں، ان کی بابت اول یہودیوں سے فیصلہ کیجئے۔ پھر یونی ٹیرین سے، پھر مسلمانوں کے سامنے ان کو پیش کیجئے۔

۱۲۔نشان دکھانا مسیح کے مخاطبوں حواریوں سے مخصوص ہے تو چاہیے کہ تمام انجیل ان ہی سے مخصوص ہو جس کی اخلاقی تعلیم میں حواری ہی مخاطب تھے۔

۱۳۔اخیر میں نشان دیکھنے یا دکھانے کا بڑی تطویل کے ساتھ سوال کیا اور اسی کو پورا فیصلہ ٹھہرایا اور کہا عیسائی مذہب کیوں بے پھل ہے کہ آپ نشان نہیں دکھا سکتے۔

{ اس کے جواب میں ڈاکٹر کلارک نے پرچہ دوم ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء میں بہت سی پچھلی باتوں کا اعادہ کیا اور کچھ نئی باتیں کہیں جن میں بعض اصل مقصود سے اجنبی ہیں۔

اول آپ کہتے ہیں کہ یہودی گمراہ اور سنگ دل تاریکی کے بیٹے پیش گوئیوں کا فیصلہ ان کے سپرد کیوں ہوتا ہے۔

۲۔ یونی ٹیرین کوئی عیسائی فرقہ نہیں۔(عیسائیو! کیا ڈاکٹر کلارک کا یہ قول حق ہے؟)۔

۳۔ ایسی دلیل پیش کرنے سے جس میں کسی کا شک و اختلاف نہ ہو خدا بھی عاجز ہے۔ خدا کے وجود سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز روشن نہیں، ہزاروں احمق اس میں بھی اختلاف کرتے ہیں

۴۔عیسائی مذہب کو بے پھل کہا ہے۔اس میں ہم کو منافق اور ریاکار قرار دیا ہے۔ پہلے تو آپ کا دعوی پیغمبری سنا جاتا تھا، اب آپ دعوی الوہیت کرنے لگے۔ دلوں کی باتیں بتانے لگے

۵۔ اگر خدا کی ذات کو ہم سمجھ لیں تو پھر ہم اس کے مساوی ہو گئے۔ اس لئے میں محمدی توحید کا قائل نہیں۔ اس کو تو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ اس وحدانیت کا کونسا امر سمجھ سے باہر ہے ولیکن کثرت فی الوحدت ایک مسئلہ ہے۔ تو نہ اس کا سمجھنے والا پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔ ذات الٰہی ایک ایسی

چیز ہے کہ نہ عقل سے ثابت کی جاتی ہے نہ عقل سے اس کی تردید کی جا سکتی ہے۔

۶۔ صحیح تعلیم اللہ کی کتابوں کی یہی ہے کہ تین اقنوم اور ایک خدا تعالیٰ ظاہر کرتا رہا ہے کہ میں تمہارا نجات دہندہ ہوں۔ وقت پر کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور تم نے اس کا نام عمانوایل رکھنا۔ فرشتوں کی گواہی، حواریوں کی گواہی، روح القدس کبوتر کی شکل میں اتر آئے۔ دشمنوں نے بھی گواہی دی۔ انجیل میں سب گواہیاں موجود ہیں۔

۷۔ نشان جھوٹے نبیوں سے بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ استثنا ۱۳۔ ۱ و ۲۔ نیز مرقس ۱۳۔ ۲۲ بایں ہمہ آپ نے دعوے کر کے کچھ نہ دکھایا اور تاویل کر کے ٹال گئے۔

۸۔ ہم نے امور ذیل کا اثبات کیا اور آپ کے سوالات کا بخوبی جواب دیا۔ ۱۔ آپ کے استقراء کا یہ جواب کہ مسیح کا رسالت لے کر دنیا میں آنا مستثنیٰ ہے۔ ۲۔ الوہیت مسیح کا عقل سے امکان اور آیات بائیبل سے وقوع ثابت کیا۔ ۳۔ یوحنا باب ۱۰ کا جواب دیا گیا۔ ۴۔ توریت و انجیل سے پیش گوئیاں پیش کی گئیں ہیں، یہودا صدقنو وغیرہ۔ ۵۔ مسیح کا انسان کامل و خدائے کامل ہونا ثابت کیا۔ ۶۔ علم قیامت وغیرہ سے مسیح کے انکار کا جوب دیا گیا۔ ۷۔ قرآن کی آیات کا جواب کہ ہم اس کو مستند نہیں جانتے۔ ۸۔ مرقس ۱۶ باب کا جواب دیا گیا۔ ۹۔ آپ کے دعوی کرامات ونشان نمائی کا جواب دیا گیا۔ مگر آپ نے ہمارے کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ جو کہا ہیچ۔ ۹۔ مباہلہ اور نشان نمائی کا جواب یہ ہے کہ لعنت کہنا تو ہمارا مذہب نہیں۔ نشان آپ نے خوب دکھایا۔ ۱۰۔ آپ کو فتح کا وعدہ دیا گیا تھا مگر آپ سے نہ عقلی دلیل کا مقابلہ ہو سکا نہ نقل کا، نہ الہام و کرامت آپ کے کام آئی۔ مگر فتح کسی اور پر شگفتہ ہوئی۔ یہ فتح اور ہر ایک جنگ میں فتح عیسائیوں کی ہے۔

یہ حصہ اول مباحثہ اور سوال الوہیت مسیح سے متعلق فریقین کی گفتگو کا خلاصہ مطالب ہے

حصہ دوم مباحثہ میں اور سوال متعلق کفارہ و جبر و اختیار میں جو گفتگو ہوئی ہے اس میں بھی شیر بہادر قادیانی الوہیت مسیح کی بحث کو کھینچ کر لے گیا اور آخر فریق ثانی کو بھی ناچار ہو کر اس میں کچھ کہنا پڑا۔ اس حصہ میں سے بھی ہم اس گفتگو کا جو الوہیت مسیح کے متعلق ہوئی ہے یہاں میں خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

{ قادیانی نے پرچہ ۳۰ مئی ۱۸۹۳ء میں کہا ہے کہ ڈپٹی آتھم کے نزدیک حضرت مسیح میں دو روحیں تھیں۔ ایک انسانی دوسری خدائی۔ اس پر ایک یہ سوال ہے کہ مدبر بدن دو روحیں تو ہو نہیں

سکتیں۔ پس اگر ایک ہی خدائی روح مدبر ہے، تو پھر مسیح انسان کامل کیونکر ہوئے۔ جسم کے لحاظ سے تو کوئی انسان انسان نہیں کہلا سکتا کیونکہ جسم معرض تحلل میں پڑا ہوا ہے۔ اور اگر انسانی روح مدبر بدن تھی تو پھر خدائی روح کس کام آئی۔ دوسرا سوال یہ کہ اگر مسیح روح کے لحاظ سے انسان تھے تو پھر خدا نہ ہوئے۔ اور اگر روح کے لحاظ سے خدا تھے تو پھر انسان نہ ہوئے۔

۲۔ عیسائیوں کے نزدیک باپ، بیٹا، روح القدس تینوں کامل تھے تو تینوں کے ملنے سے خدا کا زیادہ کمال ہونا چاہیے۔ جیسے تین تین سیروں کے جمع ہونے سے ۹ سیر ہو جاتے ہیں۔

۳۔ حضرت مسیح کی الوہیت پر عقلی دلائل بیان نہیں ہوئے، صرف پیشگوئیاں بیان ہوئی ہیں جو دعاوی ہیں نہ کہ دلائل۔ اور یہودی ان کے وہ معنی نہیں کرتے جو عیسائی کرتے ہیں۔

{ ڈپٹی آتھم نے اس کے جواب میں پرچہ دوم ۳۰ مئی میں کہا ہے کہ ہم اس مسیح کو جو مرئی و مخلوق ہے، اللہ نہیں کہتے ہیں، بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں اور اس باب میں ہم امکان عقل سے اور وقوع نقل سے ثابت کر چکے ہیں۔ امکان ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ خدا قادر ہے کہ ستون میں سے، جو مٹی اور اینٹوں کا بنا ہوا ہے، جواب دے۔ اس سے کون چیز مانع ہے۔ اور اس سے کون سی صفت الٰہی گھٹتی ہے؟ ایسا ہی اس کا مخلوق میں ظہور ممکن ہے۔ وقوع کلام الٰہی سے بیان کیا ہے۔ آپ اس کو کلام الٰہی نہیں جانتے تو یہ دیگر بات ہے۔

۲۔ مسیح میں دو روحیں نہیں بلکہ مخلوق کامل مسیح میں ایک روح کامل تھی لیکن خدا تعالیٰ اپنی ہستی سے، بجہت اس کے کہ بے حد ہے، ہر جگہ اندر و باہر موجود ہے (یعنی وہ روح مظہر اللہ تھی)۔

۳۔ وزنوں کے بیان میں آپ نے لطیف خدا کو کثیف بنایا۔ ہم خدا کی ذات کو کثیف نہیں جانتے۔ وحدت فی الکثرت کی مثال بے حدی و بے نظیری ہے کہ ایک صورت میں ایک ہے، ایک صورت میں تین۔ ایسے ہی اقانیم ثلاثہ، اقنوم اول قائم فی نفسہ ہے باقی دو اقنوم لازم و ملزوم۔

۴۔ کلام الٰہی (یعنی پیش گوئیوں) کو آپ دعاوی کہتے ہیں اور ان کے ثبوت کے لئے اور دلیل طلب کرتے ہیں۔ کیا آپ اس کے کلام الٰہی ہونے میں متردد ہیں، یقین نہیں رکھتے۔

{ قادیانی نے اس کے جواب میں پرچہ ۳۱ مئی میں کہا ہے۔

۱۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب کے نزدیک مسیح کی روح مخلوق تھی اور جسم بھی مخلوق تھا اور خدا تعالیٰ سے ان کا تعلق ایسا تھا جیسا کہ ہر چیز سے اور ہر جگہ سے ہے تو پھر خاص کر وہ مظہر اللہ کیسے ہوئے؟ ایسی مظہر تو ہر چیز ہے۔

۲۔ روح القدس کے نزول سے وہ مظہر اللہ ہو گئے، تو اس سے بھی آپ کی کچھ خصوصیت نہیں۔ یہ روح القدس اوروں پر بھی نازل ہوئی ہے۔

۳۔ آپ کے نزدیک اقنوم دوم حضرت (عیسی) مجسم خدا تھے۔ اقنوم سوم روح القدس بھی کبوتر مجسم کی شکل میں اترا۔ اقنوم اول خدا تعالی بھی مجسم ہے کیونکہ یعقوب سے کشتی کی۔ یعنی پھر آپ کا خدا کو کثیف نہ ماننا کیا معنی رکھتا ہے۔

۴۔ وحدیت حقیقی و کثرت حقیقی ایک جگہ جمع کیونکر ہو سکتے ہیں۔ ایک کو اعتباری کہنا تو آپ کا مذہب نہیں۔

۵۔ مسیح دائمی طور پر مظہر اللہ تھے یا اتفاقی اور کبھی کبھی ہوتے تھے۔ دائمی تھے تو ان میں دائمی طور پر عالم الغیب و قادر مطلق ہونا پایا جانا ضروری تھا۔ حالانکہ انجیل اس کی تکذیب کرتی ہے۔

۶۔ مسیح کی روح ایک ہی انسانی تھی جس میں الوہیت کی آمیزش نہ تھی اور خدا کی روح اس کے ساتھ ایسی رہتی تھی جیسی ہر چیز کے ساتھ اور ہر جگہ ہے، جیسا کہ لکھا ہے کہ یوسفؑ میں بھی اس کی روح تھی۔ تو پھر حضرت مسیح اپنی ماہیت کے لحاظ سے کیونکر اقنوم دوم اور خدا ٹھہرے۔

۷۔ تینوں اقنوم برابر کامل ہیں تو تینوں کے ملنے سے خدا کی طاقت کیوں زیادہ نہ ہوگئی۔

۸۔ وزنوں کی ہم نے ایک مثال دی ہے، سو بھی آپ کی کتابوں سے ثابت کر دکھائی۔ آپ کثیف جسموں کی طرف ناحق کھینچ کر لے گئے۔

} اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم پرچہ ۳۱ مئی میں لکھتے ہیں:

۱۔ مسیح نزول روح القدس کے وقت مظہر اللہ ہوئے۔

۲۔ ہر سہ اقانیم کا مجسم ہونا آپ نے بہت صحیح نہیں فرمایا تا، ہم مجلس ہونے سے وہ وزنی ہو جاتے (اصل میں ایسا ہی ہے مگر شائد لفظ، نہیں، کاتب سے چھوٹ گیا) جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔

۳۔ ہمارا تثلیث کو ماننا یوں ہے کہ ایک صورت میں ایک، دوسری صورت میں تین۔ اور ان تین میں اس قسم کا علاقہ ہے جیسے بے نظیری بے حدی سے نکل کر زمان و مکان دوسرا نہیں چاہتے تاہم دو صفات کی تعریف علیحدہ علیحدہ ہے اور یہ دونوں صفات ایک جیسے ہیں۔ ایسے ہی اقانیم کی صورت ہے کہ ایک قائم فی نفسہ ہے، دو لازم ملزوم ساتھ اس کے۔

} قادیانی نے اپنے پرچہ دوم ۳۱ مئی میں وہی بات کی ہے کہ آتھم نے سوالات و جواب میری شرط کے موافق پیش نہیں کئے۔ میری شرط یہ تھی کہ ہر یک دعوی انجیل سے پیش کیا جائے اور

دلائل معقول بھی اسی انجیل سے نکالے جائیں، آپ اس شرط کو چھوڑ کر گویا ایک نئی انجیل بنا رہے ہیں

۲۔ پھر کہا کہ آپ کا یہ کہنا کہ روح القدس کے نزول کے وقت سے مسیح مظہر اللہ ہوئے، پہلے مظہر اللہ نہ تھے، اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ تیس برس کی عمر تک مسیح محض اور خالص انسان تھے مظہر اللہ نہ تھے اور یہ آپ پر اقبالی ڈگری ہے۔ اور ہمارے لئے فتح عظیم ہے۔

۳۔ پھر اس روح القدس کے نزول سے مظہر اللہ ہو جانا بھی دعوی بلا دلیل ہے۔ روح القدس تو حضرت یحی وزکریا و یوسف و یوشع پر بھی اتری۔ اور کل حواریوں پر اتری تھی۔ پھر چاہیے کہ وہ بھی سب کے سب خدا ہو جائیں۔

۴۔ پھر کہا آپ کا ہر ایک خدا مجسم ہے تو پھر وزنی نہ ہونیکے کیا معنی۔ کوئی ایسا جسم آپ پیش کر سکتے ہیں جو وزنی نہ ہو۔ مگر شکر ہے آپ نے باپ بیٹے روح القدس تینوں کو مجسم تو مان لیا ہے

۵۔ پھر کہا آپ نے کثرت فی الوحدت اور وحدت کے بلحاظ جہات مختلفہ ایک جگہ پائے جانے کا دعوی کیا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ آپ حقیقت کس کو جانتے ہیں، وحدت کو یا کثرت کو۔

{ اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ یکم جون ۱۸۹۳ء میں کہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ مسیح تیس برس تک الوہیت سے خالی رہے۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ خصوصیت مظہریت تب نمودار ہوئی، جب مسیح ہوئے۔ جب تیس برس کے ہوئے بپتسما پا کر یردن سے نکلے۔ اور یہ آواز آئی کہ میرا پیارا بیٹا ہے میں اس سے راضی ہوں تم اس کی سنو۔ اسی وقت سے وہ مسیح ہیں۔

} قادیانی نے اس کے جواب میں پرچہ یکم جون ۱۸۹۳ء میں ڈپٹی آتھم کے پرچہ ۳۱ مئی کی اصل عبارت نقل کر دی جس میں صاف تصریح ہے کہ مسیح، نزول روح القدس کے وقت مظہر اللہ ہوئے۔ نہ یہ کہ مخفی طور پر وہ پہلے بھی مظہر اللہ تھے، علانیہ تب ہوئے جب روح القدس اترے۔ یہ بات انکی عبارت سے ہرگز نہیں نکلتی۔

{ اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ دوم یکم جون میں لکھا ہے کہ میں نے تیس برس کے بعد مسیح کا مسیح ہونا بیان کیا ہے، نہ یہ کہ تیس برس تک وہ الوہیت سے خالی رہے۔ بے حدی سے تو کوئی چیز خالی نہیں، چہ جائے مسیح۔

۲۔ پھر کہا ہمارے نزدیک مظہر اللہ کے معنی جائے ظہور اللہ کے ہیں۔ واسطے عہدہ مسیحیت کے روح القدس اس امر کی گواہی کے لئے آیا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے، نہ اس لئے کہ وہ اس وقت اس کے اندر آن کر گھس جائے۔

۳۔ پھر کہا کہ آپ نے اس سوال کا جواب نہ دیا کہ جبریل، مریم کے پاس آئے تھے یا نہیں، اور مسیح کی پیدائش معجزہ ہے یا نہیں۔

} اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے پرچہ دو جون میں لکھا ہے کہ ڈپٹی آتھم نے فرمایا ہے کہ بے حدی سے کوئی چیز خالی نہیں، چہ جائے کہ مسیح اس سے خالی رہے۔ یعنی نزول روح القدس سے پہلے بھی مظہر اللہ تھے کیونکہ عام معنوں میں تمام مخلوقات مظہر اللہ ہے اور یہ صاف اقرار ہے کہ مسیح خاص طور پر مظہر اللہ روح القدس کے بعد ہوئے۔ پہلے عام مخلوق کی طرح مظہر تھے

۲۔ پھر کہا کہ تین اقنوم کے ثبوت میں کوئی دلیل عقلی نہیں دی۔ یوں تو ہر ایک نبوت کے سلسلہ میں تین چیزوں (یعنی خدا، روح القدس یعنی فرشتہ و رسول) کا ہونا ضروری ہے۔ آپ صاحبوں نے خوش فہمی سے ان کا نام تین اقنوم رکھ لیا۔

۳۔ روح القدس جیسے مسیح پر آئی، ویسے اور نبیوں پر آئی، مسیح میں نئی بات کون سی تھی۔

} اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲ جون ۱۸۹۳ء میں کہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ پہلے سے بھی مظہر تھے، بلکہ یہ کہا ہے کہ اقنوم ثانی اور انسانیت کا باہم علاقہ رہا۔ مظہر تو وہ تب ہی ہوئے جب مسیح ہوئے۔ یعنی تیس برس کے بعد۔

۲۔ تثلیث کا کافی ثبوت دیا گیا ہے، عقل سے اس کا امکان بتایا گیا، کلام الٰہی سے وقوع

۳۔ بجز حضرت مسیح کس نبی پر روح القدس بشکل کبوتر اترے۔ کون سا نبی اس امر میں ان کا مساوی ہے۔

} اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ دو جون ۱۸۹۳ء میں لکھا ہے کہ

۱۔ مظہریت سے پہلے اقنوم ثانی کا انسانیت سے علاقہ ہونا لائق تسلیم نہیں جب تک صریح نقل انجیل سے اس امر کو ثابت نہ کیا جائے۔

۲۔ پھر کہا کہ عقل سے امکان تثلیث ثابت نہیں کیا گیا۔ عقل کا فیصلہ ہمیشہ کلی ہوتا ہے۔ اگر عقل مسیح کا داخل تثلیث ہونا روا رکھتی ہے تو اوروں کیلئے یہ بھی امکان واجب کرے گی۔

۳۔ پھر کہا کہ کبوتر چھوٹا سا جانور ہے۔ اگر قوی الجثہ ہاتھی یا اونٹ کی شکل پر روح القدس نزول کرتے تو اس پر ناز کی جگہ تھی۔

} اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۳ جون میں اولاً کہا ہے،

۱۔ جناب نے کلام کے مجسم ہونے پر تکرار کیا ہے۔ کلام یعنی اقنوم ثانی انجیل یوحنا کے

پہلے باب میں لکھا ہے کہ کلام مجسم ہوا مگر مظہریت اس کے واسطے تیس برس کی عمر میں ظاہر ہوئے۔

۲۔ پھر کہا کہ آپ تو تثلیث فی التوحید پر بار بار اعتراض کرتے ہیں آپ پہلے توحید مطلق کو تو بدون صفات متعددہ ثابت کریں۔

۳۔ پھر کہا کہ صفت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک قوت ہو جو خاص قسم واحد پر حاوی ہو۔ ذات وہ ہے جو جامع صفات ہو۔ ہم صفت کو اقنوم قرار نہیں دیتے۔ اقنوم شخص معین ہے جو مجموعہ صفات ہے۔ اقانیم ثلاثہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شئے قائم فی نفسہ ہے اور دوسری مساوی اسکے لازم وملزوم۔ اقنوم اول باپ ہے اور وہ قائم فی نفسہ ہے۔ اور دوسرے اقانیم ابن و روح لازم وملزوم۔

۴۔ روح القدس کو قادیانی کے ہاتھی سے نسبت یا تشبیہ دینے پر آتھم نے آنحضرت ﷺ کو سیمرغ سے تشبیہ دی اور آنحضرت ﷺ کی سخت توہین کی جسکا مظلمہ قادیانی پر ہے۔ اس نے آیت لا تسبّو الّذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبّوا اللّٰہ عدواً بغیر علم کو پس پشت ڈال کر عیسائیوں کے ایک معبود (روح القدس) کو ہاتھی بنایا تو انہوں نے اس کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ کو.....۔ بنایا۔ پھر کہا۔

۵۔ سوائے خدا کوئی شخص نیک نہیں، مسیح نے اس شخص کو کہا تھا جو مسیح کو خدا نہیں جانتا تھا۔

In the beginning was the word, and the word was with God, and the word was God.

The same was in the beginning with God.

All things were made by him; and without him was not any thing made that was made.

In him was life; and the Life was light of men.

And the light shineth in the darkness; and darkness comprehended it not (John 1: 1-5)

} اس کے جواب میں قادیانی نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کے پرچے میں کہا کہ

۱۔ آپ کے اس اعتقاد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا جسم بھی خدا تھا۔ لیجئے حضرت یک نہ شد دو شد۔

۲۔ پھر کہا آپ کے اس قول پر کہ اقنوم کے معنی شخص معین کے ہیں اور یہ تین جدا جدا اشخاص ہیں، اور ماہیت ایک ہے، یہ سوال ہے کہ یہ تینوں شخص اور تینوں کامل ہیں تو پھر باوجود اس حقیقی تفریق کے اتحاد ماہیت کیونکر ہے۔ نظیر بے حدی و بے نظیری کی اس مقام سے کچھ تعلق نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہاں حقیقی تفریق قرار نہیں دی گئی۔

۳۔ پھر کہا ستون میں خدا بولنے کا امکان ہے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ستون خدا یا ابن اللہ کہلاوے۔ بلکہ جیسا پہلے تھا ویسا کہلاوے گا۔ نیز ایک ستون میں بولنا دوسرے ستون میں بولنے سے مانع نہیں۔ ایک ہی سیکنڈ میں ہزاروں ستون میں وہ بول سکتا ہے۔ مگر یہ آپ کے اصول کے برخلاف ہے۔

۴۔ مسیح کا بلا پدر پیدا ہونا میری نگاہ میں عجوبہ بات نہیں۔ حضرت آدمؑ کے ماں باپ دونوں نہ تھے۔ آب برسات آتے ہی ضرور باہر جاکر دیکھیں کہ کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے مسیح کی خدائی کا ثبوت نکالنا صرف غلطی ہے۔

{ اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم پرچہ ۵ جون میں کہا ہے مجسم ہونے سے..

(میرے پاس اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ کا صفحہ ۲۴۸۔ ۲۴۹ موجود نہیں۔ شائد ان صفحات پر آتھم کے پرچہ ۵ جون اور قادیانی کے پرچہ ۵ جون کا خلاصہ ہے اور اس کے بعد مولانا بٹالوی نے تبصرہ شروع کیا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے بیان کردہ اس اصول پر تبصرہ ہو رہا ہے:

الہامی کتاب وہ ہے جو اپنے دعاوی کے دلائل خود بیان کرے۔ کوئی دوسرا اس کے دعاوی کے دلائل سے تعرض نہ کرے اور جس کتاب کے دعاوی کے دلائل کو کوئی دوسرا شخص بیان کرے گا اس کتاب کو الہامی تسلیم نہ کیا جائے گا۔

تبصرے کو آغاز کے فقرات موجود نہ ہونیکے باعث حذف کر کے صفحہ ۲۵۰ سے نقل کیا جاتا ہے۔ بہاء)

....تصدیق کا محتاج نہیں ہے۔ اور ایک ملہم کا بیان لاکھ مورخ کے بیان سے مقدم اور احق بالتصدیق ہے اور وہ ان کی شہادت کی ضرورت نہیں رکھتا۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ کسی مسلمان مرد یا عورت کو یہ نہیں پہنچتا کہ جب خدا اور اس کا رسول کسی امر میں فیصلہ فرماویں تو ان کو اس کے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار باقی رہے۔ جو کوئی اللہ اور رسول کا نافرمان بردار ہو وہ، یعنی اس نے اپنا اختیار باقی سمجھا، وہ صاف بھول گیا۔

وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللّٰہ و رسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یّعص اللّٰہ و رسولہ فقد ضلّ ضلا لاً مبیناً۔

احزاب۔ ع ۵۔

ہرچند آسمانی کتابوں خصوصاً قرآن مجید فرقان حمید نے اپنے بہت سے دعاوی و بیانات واحکام و ہدایات کو خود دلائل عقلی سے ایسا مدلل کر دیا ہے کہ اس کو عام اہل عقل یا خواص دقائق شناش

بخوبی سمجھ رہے ہیں ۔ (چنانچہ قرآن کریم میں حرمت خمر و قمار کو اس دلیل سے مدلل فرمایا ہے کہ ان سے آپس میں عداوت اور لڑائی اور خدا کی یاد سے غفلت اور روک پیدا ہوتے ہیں یا ایّھا الّذین آمنوا انّما الخمر و المیسر و الانصاب والازلام رجس مّن عمل الشّیطان فاجتنبوہ لعلّکم تفلحون ۔ انّما یرید الشّیطان ان یوقع بینکم العداوۃ و البغضاء فی الخمر و المیسر و یصدکم عن ذکر اللّٰہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون ۔ مائدہ ع ۱۲ ۔ اور حکم افسری شوہر بہ نسبت زوجہ کو دو دلیلوں سے مدلل فرمایا کہ ایک تو ان کو قدرتی فضیلت ہے دوسری وہ مال خرچ کرتا ہے الرّجال قوّامون علی النّساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علی بعض و بما انفقوا ۔(نساء ع ۵) فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأ تان ممّن ترضون من الشھداء ان تضل ا حدا ھما فتذ کر ا حد ھماا لا خری ۔ بقرہ ع ۳۹)۔؟؟؟ ولیکن کلیت کے ساتھ ان کتابوں کے ہر ایک دعوی میں بیان عقلی دلائل کا التزام پایا نہیں جاتا ۔ اور ان میں بہت سے ہدایات اور بیانات ایسے پائے جاتے ہیں جن کا عقلی یا تاریخی ثبوت نہ ان کتابوں میں پیش کیا گیا ہے اور نہ ان کتابوں کو الہامی ماننے والے اشخاص سے ہر شخص اپنی طرف سے اس کا عقلی یا تاریخی ثبوت پیش کرسکتا ہے ۔

جیسے وجود وصفات ملائکہ ہیں جن پر ایمان لانے کا حکم قرآن میں آچکا ہے ۔ پھر اس کا ثبوت عقلی اس کتاب میں پیش نہیں کیا گیا ۔ اور نہ ہر مسلمان ان کے وجود وصفات پر عقلی دلائل بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہے ۔ یا حکم حرمت نکاح امہات واخوات وحلت نکاح اجانب ہے جو قرآن میں فرمایا گیا ہے مگر اس حکم کا عقلی ثبوت اس میں نہیں دیا گیا ۔ اور نہ عام مسلمانوں سے وہ ثبوت بیان ہوسکتا ہے، گو خواص علماء اسلام نے اس کا کافی ثبوت دے دیا ہے ۔ یا قصہ اصحاب کہف وقصہ ذوالقرنین ہے، جن کے واقعہ ہونے کی نسبت قرآن نے صرف دعوی کیا ہے اور اس کا کوئی تاریخی ثبوت وحوالہ نہیں دیا جس کی وجہ سے قرآن کو (حقیقۃً یا ادعاء) ماننے والے اس کی مختلف تفسیریں کر رہے ہیں (سرسید احمد خان ازالہ الغین میں اس کی تفسیر کچھ کر رہے ہیں ۔ حکیم نورالدین تصدیق براہین احمدیہ میں کچھ اور ۔ اور مولوی ابومحمد عبدالحق صاحب رسالہ ازالۃ الرین میں کچھ اور ۔ اگر قرآن میں اس کا تاریخی ثبوت یا حوالہ ہوتا تو یہ اختلاف کیوں پڑتا؟) جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں ۔ وعلی ہذا القیاس ۔ پھر کیا ان کتابوں کو ماننے والے کی یہ شان اور یہ مقتضائے ایمان ہے کہ ایسے دعاوی و بیانات کی صحت سے انکار کرے ۔ اور ان دعاوی و بیانات کے قرآن میں غیر مدلل ہونے سے اس کے الہامی

ہونے سے منکر ہو جائے؟ نہیں نہیں ہر گز نہیں۔ بلکہ ایسا التزام عام کہ ان کتابوں میں ہر ایک دعوی و بیان و ہر حکم و ہدایت پر عقلی دلائل و تاریخی شواہد کا ایراد ہو، ان کتابوں کے الہامی ہونے کو بٹہ لگاتا ہے۔ اور ان کتابوں کی ہدایات و احکام و اخبار پر ایمان بالغیب کو مٹاتا ہے۔ اور ان کے تسلیم و ایمان کو صرف عقلی و تواریخی دلائل سے مستفاد قرار دے کر شرعی ایمان کی حد سے خارج کرتا ہے۔

الہامی کتابوں کا ہر ایک دعوی و بیان ان ہی کتابوں میں عقلی دلائل و تواریخی شواہد سے مدلل کیا گیا ہوتا تو پھر ان کا الہام کس کام آتا اور اس کا اثر و نتیجہ کیا ہوتا؟ اور جب ان دعاوی و بیانات کو عقلی دلائل و تواریخی شواہد سے مدلل و مستند دیکھ لیتے تو پھر ان کتابوں پر ایمان بالغیب کہاں رہتا۔ اور ایسا ایمان محل تکلیف و موجب اجر و ثواب کیونکر ہو سکتا ہے۔

کیا دو دو نے چار یا ایک کو دو کا نصف مان لینے یا آفتاب کو روشن و شعاع دار تسلیم کرنے کا حاتم طائی کو سخی اور سکندر، دارا بادشاہ کو تاریخی شہادت سے مان لینے کو شرعی ایمان کہا جاتا ہے؟ اور کوئی عاقل اس کو محل تکلیف موجب ثواب قرار دے سکتا ہے۔ نہیں نہیں ہر گز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے احکام و عقاید کے صدہا اسرار علماء اسلام نے ایسے بیان کئے ہیں جن کا بیان صریح قرآن میں نہیں پایا جاتا۔ اور اس امر کو قرآن مجید کے نقائص نہیں سمجھا گیا بلکہ اس کا کمال تسلیم کیا گیا ہے جس کی طرف نص لا تنقضی عجا ئبه مشعر ہے۔ علماء اسلام کا عجائبات و اسرار احکام قرآن کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اگر روئے زمین کے علماء اور عقلاء مل کر اسرار قرآن بیان کریں تو وہ اس کو پورا بیان نہ کر سکیں گے۔ اس کے بعد ایسے علماء و عقلاء اور پیدا ہوں گے کہ وہ بر طبق ہر کہ آمد براں مزید نمود، اور ہی اسرار بیان کریں گے۔

اور اگر بقول قادیانی بیان اسرار دلائل کتاب الہامی کا اسی کتاب میں انحصار ہوتا اور اس کتاب کے پیروان اور حامیوں کا یہ حق نہ ہوتا کہ وہ ان احکام کے اسرار و دلائل اپنے خداداد فکرِ رسا سے بیان کریں تو علماء اسلام احکام قرآن کے دلائل و اسرار کے بیان سے تعرض نہ کرتے اور اپنے اس بیان کو قرآن کا فخر و کمال نہ سمجھتے۔ قرآن کے عدم التزام بیان اسرار دلائل جملہ احکام اور علماء کے تعرض بیان اسرار دلائل احکام قرآن سے صاف ثابت ہے کہ قادیانی نے جو اس کے برخلاف اصول مقرر کیا:

> کہ الہامی کتاب وہ ہے جو اپنے دعاوی کے دلائل خود بیان کرے۔ کوئی دوسرا اس کے دعاوی کے دلائل سے تعرض نہ کرے اور جس کتاب کے دعاوی کے دلائل کو کوئی دوسرا شخص بیان کرے

گا اس کتاب کو الہامی تسلیم نہ کیا جائے گا۔

ملحدانہ اصول ہے جس سے قادیانی کا مقصود یہ ہے کہ اہل مذاہب خصوصاً اہل اسلام جب اپنی کتابوں کے دعاوی و احکام اپنی کتابوں میں موجود نہ پائینگے تو ان کتابوں کی پیروی سے دست بردار ہو جائیں گے اور اپنے مذہب خصوصاً اسلام کو سلام کر کے قادیانی کی طرح ملحد و دہریہ بن جائینگے۔

اس پردہ دری اور افشاء راز دلی پر اگر مرزا قادیانی یہ کہے کہ میرے نزدیک قرآن مجید کا ہر ایک دعوی یا حکم قرآن مجید ہی میں عقلی اور تواریخی دلائل سے مدلل ہے لہذا اس اصول کی تاثیر سے لوگوں کا قرآن اور اسلام سے دست بردار ہو جانا ناممکن ہے۔ تو اس کے جواب میں اس سے یہ سوال کیا جائے گا کہ اگر آپ کا دلی اعتقاد یہی ہے تو براہ مہربانی آپ یہ فرماویں کہ زمانہ قدیم سے اس وقت تک کتنے مسلمان ایسے چلے آئے ہیں، یا اب موجود ہیں، جو قرآن کے ہر ایک دعوی یا حکم کے دلائل عقلی یا تاریخی اس قرآن سے نکال سکتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں وہ ضرور یہی کہے گا کہ تھوڑے اور بہت تھوڑے جو ایک ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کئے جا سکتے ہیں اور اس زمانہ میں تو ہمارے (خود بدولت قادیانی کے) اور ہمارے مخلص احباب حکیم نور دین وغیرہ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو قرآن سے اس کے احکام اور دعاوی کے دلائل عقلی نکال کر بیان کر سکے۔ اس جواب سے صاف نتیجہ نکلے گا کہ اکثر مسلمان جو اس وقت قرآن کے منکر اور اس کے احکام و دلائل کا ثبوت عقلی یا تواریخی نہیں نکال سکتے، اس اصول کے ذریعہ سے قرآن کے منکر اور دین اسلام سے مرتد ہو جائیں گے جب وہ ان دلائل کو اپنے سمجھ و خیال میں قرآن میں نہ پاویں گے۔ اور یہ وہی نتیجہ ہے جو ہم نے آپ کے اس ملحدانہ اصول سے نکالا ہے۔

قادیانی اگر دل سے مسلمان ہوتا اور مذہب سے اس کو کچھ تعلق ہوتا تو بجائے اس ملحدانہ اصول کے کہ:

> کتاب الہامی کے دعوی کی عقل یا تاریخ مصدق ہو تو وہ الہامی کتاب ہو سکتی ہے۔

یہ اصول بیان کرتا کہ:

> الہامی کتاب وہ ہے جس کا کوئی دعوی محال و قرار داہ عقل انسانی کے مخالف نہ ہو، یا واقعات اتفاقیہ تاریخیہ اس کے مکذب نہ ہوں۔

اس اصول سے وہ ان کے عقیدہ الوہیت مسیح یا تثلیث کو آسانی سے باطل کر سکتا تھا۔ اور اسلام کے کسی اصول و مسئلہ پر حملہ آور بھی نہ سمجھا جاتا، اور ملحد و زندیق نہ کہلاتا۔ کیونکہ الوہیتِ

مسیح محال اور فتوی عقلِ انسانی کے مخالف ہے۔ اس لئے اس اصول سے اسکا ابطال ہوسکتا ہے۔ اور اسلام کا کوئی اصول ومسئلہ عقلِ انسانی اور واقعات اتفاقیہ تاریخی کا مخالف نہیں ہے (گو اس کے بعض احکام وعقاید احاطہ ادراک عقل سے خارج ہیں۔ عقل ان کی کنہ اور حقیقت کو نہیں پہنچتی، اور اس وجہ سے ان کی تصدیق وتکذیب دونوں سے قاصر وعاجز ہے) ایسے ہی تاریخ ان کی تصدیق یا تکذیب سے ساکت ہے ولہذا اسلام پر اس اصول کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اور محال اور مجہول الکنہ میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ اول کو عقل جائز نہیں رکھتی بلکہ صاف رد کرتی ہے۔ اور ثانی کے ادراک سے عاجز ہونے کے سبب سے اس کی نہ تصدیق کرتی ہے اور نہ اس کو ردّ کرتی ہے۔ ایسا ہی تواریخ کی تصدیق یا موافقت اور عدم تکذیب یا عدم مخالفت میں فرق ہے۔ تاریخ کسی امر کی تصدیق یا موافقت اسی صورت میں کرتی ہے جب کہ وہ امر تاریخ میں مذکور ہو۔ اور عدم تکذیب یا عدم مخالفت سکوت محض سے بھی ہوسکتی ہے۔ یعنی جس امر سے تاریخ ساکت ہو، اس کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ اس کی مکذب یا مخالف نہیں ہے۔ مگر قادیانی چونکہ فلسفہ ومنطق سے جاہل ہے وہ ان الفاظ اور ان کے مفاہیم میں فرق نہیں کرتا۔ اور ایک کی جگہ دوسرے کو استعمال میں لاتا ہے۔ اور اس سے اپنا جاہل اور زندیق ہونا ثابت کر رہا ہے۔

اس اصول ملحدانہ کی تقریر میں قادیانی نے جو ثانیاً استقراء کو تاریخی سلسلہ کا ایک جزء ٹھہرایا ہے، اس میں اس نے اپنی جہالت کا اظہار کیا ہے اور اتنا نہیں سمجھا کہ استقراء عقلی دلیل ہے (چنانچہ خود قادیانی نے قول آئندہ میں اس کو قیاسات کا یقینی قسم ٹھہرایا ہے) اور تاریخ نقلی سلسلہ ہے۔ پھر امر عقلی، سلسلہ نقلی کا جزء کیونکر ہوسکتا ہے؟

سوال اول کی تقریر میں جو ثالثاً آیت قد خلت من قبله الرّسل سے قادیانی نے استدلال کر کے کہا ہے کہ

> یہ (آیت) قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاسات کی جمیع اقسام سے استقراء کا وہ اعلیٰ شان کا مرتبہ ہے کہ اگر اس کو یقینی اور قطعی مرتبہ سے نظر انداز کر دیا جائے تو دین و دنیا کا سلسلہ بگڑ جائے۔ اسی جہت سے اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے قیاس استقرائی کو پیش کیا ہے اور فرمایا کہ حضرت مسیح بے شک نبی تھے مگر وہ انسان تھے۔ تم نظر اٹھا کر دیکھو کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ احکام اور کلام الٰہی نازل ہونے کا شروع ہوا ہے، تب سے انسان ہی رسول ہو کر آئے ہیں، یا کبھی اللہ کا بیٹا بھی آیا ہے

اس میں قادیانی نے جہالت اور کفر کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ جہالت اس کا اس بات پر زور دینا ہے کہ قیاس استقرائی قطعی و یقینی دلیل ہے۔ قیاس استقرائی سے قادیانی کی جو مراد ہے اس کی تفصیل اس نے پرچہ ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء میں بایں الفاظ کی ہے:

آتھم مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ استقراء کیا چیز ہے اور استقراء کی کیا تعریف ہے۔ اسکے جواب میں واضح ہو کہ استقراء اس کو کہتے ہیں کہ جزئیات مشہودہ کا، جہاں تک ممکن ہو، تتبع کر کے باقی جزئیات کا ان ہی پر قیاس کر دیا جائے۔ یعنی جس قدر جزئیات ہماری نظر کے سامنے ہوں، تاریخی سلسلہ میں ان کا ثبوت مل سکتا ہو تو جو شان خاص اور ایک حالت قدرتی پر وہ رکھتے ہیں اس پر تمام جزئیات کا اس وقت قیاس کر لیں۔

اور پھر اسی مراد سے قیاس استقرائی کو قطعی و یقینی بھی کہہ دیا ہے۔ یہ ایسی جہالت ہے جس پر ادنی طالب علم، جس نے منطق کے کوچہ میں بھولے سے بھی گذر کیا ہو، اور اس کے ابتدائی رسائل ایساغوجی، تہذیب وغیرہ کو دور ہی سے دیکھا ہو، جرأت نہیں کر سکتا۔ ایسا استقراء جس کی مرزا قادیانی نے تفسیر کی ہے باتفاق عقلاء ظنی ہے اور چھوٹی بڑی کتابوں میں اس کے ظنی ہونے پر تصریح موجود ہے۔ ہم قادیانی اور اس کے ان اتباع کو جو کسی قدر علم کہلاتے ہیں، اور پھر اس کی ایسی جاہلانہ باتوں پر اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں (جیسے حکیم نورالدین بھیروی، اور مولوی محمد احسن امروہی) کو نادم کرنے کے لئے منطق کی ایک چھوٹی سی کتاب تہذیب اور اس کی شرح کی عبارت مع ترجمہ و تشریح نقل کرتے ہیں جو اس استقراء کو ظنی قرار دیتے ہیں۔ تہذیب میں کہا ہے:

الاستقراء تصفح الجزئیات لاثبات حکم کلّی ۔ ھو اما تا م یتصفح حال الجزئیات باسرھاوھو یرجع الی القیاس المقسم کقولنا کل حیوان اما ناطق او غیر ناطق و کل ناطق حساس و کل غیر ناطق حساس ینتج کل حیوان حساس و ھذا القسم یفید الیقین و اما ناقص یکتفی فیه بتتبع اکثر الجزئیات کقولنا کل حیوان یحرک فکه الاسفل عند المضغ لانّ الانسان کذلک و الفرس و البقر کذلک الی غیر ذلک مما صادفناہ من افراد الحیوان و ھذا القسم لا یفید الّا اظن اذ من الجائز ان یکون من الحیوانا ت التی لم نصادفه ما یحرک فکه الاعلی ، عند المضغ کما نسمعه فی

التمساح ۔ شرح تہذیب المنطق ۔ کہ استقراء جزئیات کی تتبع وتلاش (جس سے حکم کلی ثابت کرنا مدنظر ہو) کا نام ہے۔اس کی شرح میں کہا ہے کہ استقراء دوقسم ہے۔ایک کامل دوسرا ناقص۔کامل وہ ہے جس میں تمام جزئیات (یعنی نہ صرف اکثر) کا تتبع پایا جائے یہ استقراء قیاس مقسم کی طرف رجوع کرتا ہے (جو قضیہ منفصلہ اور حملیہ سے مرکب ہوتا ہے) جیسا ہمارا یہ کہنا کہ جو حیوان ہے وہ دو حال سے خالی نہیں۔وہ ناطق ہوگا (جیسا انسان ہے) یا غیر ناطق (جیسے گھوڑا) اور جو ناطق ہے وہ دیکھنے والا چھونے سننے والا ہے۔اور جو غیر ناطق ہے وہ بھی دیکھنے یا چھونے سننے والا ۔ اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو حیوان ہے وہ دیکھنے، چھونے، سننے والا ہوتا ہے ۔ یہ قسم استقراء (قیاس مقسم) یقین کا سبب ہوتا ہے۔ناقص وہ ہے جس میں اکثر جزئیات کے حال کا تتبع کیا جاتا ہے اوراس سے تمام جزئیات کا حکم نکال کر اس حکم کو کلی بنایا جاتا ہے(اوراسی استقراء کی قطعیت کا قادیانی کو دعوی ہے)اور یہ قسم استقراء کا بجز ظن کسی امر کے مثبت نہیں ہوسکتا۔ اس کی مثال ہمارا یہ قول وقیاس ہے کہ جو حیوان ہے وہ کسی چیز کو کھانے اور چبانے کے وقت اپنے منہ کا نیچے کا جبڑا ہلایا کرتا ہے جو اس تتبع وتلاش بعض جزئیات سے پیدا ہوا ہے کہ انسان کو دیکھا جاتا ہے تو وہ نیچے کا جبڑا ہلاتا ہے، گھوڑے، گائے، بھینس کو دیکھا جاتا ہے تو وہ نیچے کا جبڑا ہلاتے ہیں۔ایسا ہی جس حیوان کو ہم نے پایا اس کے نیچے کا ہی جبڑا ہلتا دیکھا ہے۔اس سے ہم نے قیاس کیا اور حکم کلی لگا دیا کہ جو حیوان ہے وہ نیچے ہی کا جبڑا ہلاتا ہے مگر یہ قیاس بجز ظن کسی امر کا مثبت نہیں ہوتا کیونکہ اس امر کا جواز وامکان موجود ہے کہ جن حیوانات کو ہم نے نہیں دیکھا وہ نیچے کا نہیں بلکہ اوپر کا جبڑا ہلاتے ہوں جیسا کہ سنسار (جس کو عربی میں تمساح اور فارسی میں نہنگ کہتے ہیں) کا ایسا ہی حال سنا گیا ہے)۔

قادیانی صاحب ! اس عبارت کو پڑھ کر ڈوب مرو۔حکیم نورالدین اور منشی محمد احسن ! اگر قادیانی شرم نہ کرے تو آپ ہی کچھ شرم سے کام لیں اور کچھ کھا کر مرجائیں یا آئندہ ایسے جاہل کا (جو استقراء قیاس غیر مقسم کو قطعی کہتا ہے) ساتھ چھوڑ دیں یا ہم کو کسی چھوٹی بڑی کتاب منطق میں دکھلا دیں کہ ایسا قیاس جسکی قادیانی نے تفسیر کی ہے قطعی ویقینی ہوتا ہے اوراس پر جو چاہیں انعام لیں

اس قول میں جو کفر ہے وہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ خداتعالی نے اس آیت میں قیاس استقرائی سے کام لیا ہے اور تتبع جزئیات کرکے اس پر قیاس کیا ہے، اوراس سے یہ عام اور کلی حکم نکال لیا ہے کہ جو نبی ہوا ہے وہ انسان ہوا ہے۔

اس میں قادیانی کئی کفر بکا ہے:

ا۔ خداتعالی کے علم کو جزئیات سے مستفاد ٹھہرایا ہے۔

۲۔اوراس کے لئے استکمال بالغیر تجویز کیا ہے۔

۳۔ اوراس کے علم کو تابع فروع وحوادث بنا کر حادث ٹھہرایا ہے۔

قرارداداہل اسلام میں خدا تعالی کا علم ذاتی وازلی ہے۔خدا تعالی حوادث جزئیہ کوان کے موجود ہونے سے پہلے جانتا تھا، ان جزئیات سے اس نے علم حاصل نہیں کیا۔ اس آیت میں اس نے اپنے علم ذاتی اور قدیم کا اظہار کیا اوراپنے ذاتی علم سے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی ایسے ہی انسان تھے جیسے پہلے رسول انسان گزرے ہیں۔ یہ ہرگز نہیں ہوا کہ خدا تعالی نے حضرت آدمؑ و حضرت ابراہیمؑ وحضرت موسیٰؑ وغیرہ انبیاءکوانسان دیکھ کران پر قیاس کیا ہواوراس سے نکال لیا ہو کہ دیگر رسول بھی انسان ہی ہونگے۔ یہ قیاس تو انسان کا کام ہے جو جزئیات کی تتبع سے حاصل کرتا ہے نہ کہ خدا تعالی کا جس کی ذات اپنے غیر سے غنی، اس کا علم قدیم ساری صفات قدیم کہ:

علمش قدیم ست وذاتش غنی

عیسائیوں کے اس سوال مقدر کے کہ بائیبل میں مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے، کے جواب میں جو قادیانی نے رابعاً کہا ہے کہ اس صورت میں بیٹوں کی تعداد بڑھ جائے گی کیونکہ بائبل میں اوروں کو بھی بیٹا کہا گیا ہے، بلکہ بعض کو پہلوٹھا۔ یہ جواب درحقیقت لاجواب ہے۔اس میں قادیانی مسلمانوں کے ساتھ رہا اور عیسائیوں سے اس کے جواب میں کچھ بھی بن نہیں پڑا۔

آیت قد خلت من قبله الرّسل سے جو قادیانی نے دوسری دلیل نکالی ہے اور خامساً یہ بات کہی ہے کہ امّه صدّیقه اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت مسیح اگر خدا کے حقیقی بیٹے ہوتے تو اوروں کی طرح اپنے تولد میں والدہ کے محتاج نہ ہوتے۔ یہاں تک تو مرزا قادیانی کا کہنا درست و بجا ہے۔ بے شک مطلق احتیاج وافتقار خواہ کسی چیز کی طرف ہو، الوہیت کے منافی ہے۔خدا تعالی صمد ہے وہ کسی امر میں کسی کا محتاج نہیں۔ اور ہرایک کی حاجت وہ پوری کرتا ہے۔ اس کے بعد جو قادیانی نے سادساً کہا ہے کہ

مسیح کی والدہ انسان تھی تو ضرور ہے کہ حضرت مسیح بھی انسان ہوں، کیونکہ ہر جاندار کی اولاد اس کی نوع کے موافق ہوتی ہے۔اورقانون قدرت خداوندی اسی طرح واقع ہے

اس پر آیت مذکورہ بالا یا تمام قرآن میں کوئی حرف شاہد نہیں اور نہ قرارداداہل اسلام

میں اس کی تائید وتصدیق پائی جاتی ہے۔ نہ قانون قدرت خداوندی اس کا مصدق ہے، نہ عقل اس پر شاہد ہے۔ بلکہ اس کا ماخذ قادیانی کا چھپا مذہب نیچری ہے اور اسی مذہب نیچری سے اس نے یہ بات نکالی ہے کہ ایک حیوان سے اس کی نوع سے مغائر پیدا ہونا قانون قدرت کے برخلاف ہے۔ قانون قدرت سے اسکی مراد یہی نیچر ہے جس کے نام لینے سے اس کو تقیہ مانع ہے۔

قرآن کا تو یہ حکم ہے انّ اللّٰہ علی کلّ شیءِ قدیر یعنی خدا ہر شئے پر (جو صلاحیت وجود و امکان رکھتی ہے اور مشیت ایزدی اس کے متعلق ہوسکتی ہے) قادر ہے۔ وہ چاہے تو مٹی سے انسان پیدا کردے جیسا کہ اس نے پہلے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور آخر حشر کے وقت یونہی زمین سے انسان کو کھڑا کردے گا۔ قرارداد اہل اسلام یہ چلا آیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے حضرت صالح کی اونٹنی کو پہاڑ شق کر کے پیدا کیا، جس سے اس وقت تک کسی مسلمان نے انکار نہیں کیا۔ ہاں اس مسئلہ میں منکر ہیں تو آپ قادیانی صاحب ہیں یا آپ کے پیرو مرشد وہادی ورہبر سرسید احمد خان جنہوں نے اپنی تفسیر میں اس سے انکار کیا ہے۔

قانون قدرت یا (قادیانی کے سمجھانے کو یوں کہو) نیچر محسوس ومشاہد میں بھی ایسا ہی دیکھا گیا ہے کہ بعض حیوان اپنی نوع کے مخالف مادہ سے جفت ہوتے ہیں تو ان سے ایسے مولود پیدا ہوتے ہیں جو نہ تو نر کی نوع سے ہوتے ہیں نہ مادہ کی۔ بلکہ اور ہی نوع کے ہوتے ہیں ازانجملہ ایک خچر ہے جو نہ گدھے کی نوع سے ہے نہ گھوڑے کی نوع سے۔ درختوں میں اس کی نظیر سنگترہ (یا رنگترہ) ہے جو دونوں جانب (نر، مادہ) کی نوع نہیں ہے بلکہ تیسرا نوع ہے۔ رنگترہ پر مٹھے کا پیوند کرنے سے پھر رنگترہ کی نوع کے مخالف مٹھے لگنے شروع ہوجاتے ہیں۔

عقل کے فتوی سے یہ امر کہ ایک چیز سے اس کی نوع سے مغائر چیز پیدا ہوجائے، حدّ امکان میں داخل ہے اور کوئی عقلی دلیل اس امر کے محال ہونے پر قائم نہیں ہے اور نظائر مذکورہ بالا اس امکان کی فعلیت ظاہر کررہی ہیں۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ قادیانی کی وہ بات قرآن اور قرارداد اہل اسلام اور قانون قدرت اور عقل سب کے مخالف ہے ومعہذا اس کو آیت مذکورہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ابطال الوہیت مسیح کے لئے اس بات کے کہنے کی کچھ ضرورت ہے۔ اس ابطال کیلئے یہی بات کافی ہے جو آیت مذکورہ سے سمجھی جاتی ہے (اور قادیانی نے بھی کہی ہے) کہ حضرت مسیح کی والدہ تھیں جس سے وہ پیدا ہوئے اور وہ اپنی پیدائش میں اسکے محتاج تھے وبس۔

آیت مذکورہ سے جو قادیانی نے تیسری دلیل نکالی، اور سابعاً یہ بات کہی ہے کہ حضرت مسیح اوران کی والدہ کھانا کھایا کرتے اوراس کے محتاج تھے۔ اور یہ احتیاج کھانے کی الوہیت کے منافی ہے، یہ بھی درست و بجا ہے۔ بے شک مطلق احتیاج کھانے کی طرف ہو یا کسی اور چیز کی طرف الوہیت کے مخالف ہے۔مگر جو اس کے ساتھ قادیانی نے اپنے خانگی وخیالی فلسفے بگھارے، اور یہ بات کہی ہے کہ انسان کو کھانے کی احتیاج اس لئے ہوتی ہے کہ اس کا بدن تحلیل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ چندسال میں پہلا بدن معدوم ہوکر دوسرا بدن پیدا ہو جاتا ہے، اور کھانا تحلیل شدہ بدن کا بدل بنتا ہے، یہ محض لغو و بے ہودہ بات ہے۔اس کو نہ آیت کے کسی لفظ یا اس کی تفسیر سے تعلق ہے، نہ ابطال الوہیت مسیح اس پر موقوف ہے۔مرزا قادیانی نے یہ اجنبی بات کہہ کر خروج از بحث کیا اور اپنے خصوم کو اس کے متعلق فضول نکتہ چینی کا موقع دیا۔ چنانچہ ملاحظہ اقوال آئندہ فریقین سے ناظرین کومعلوم ہوگا انشاءاللہ۔

یہ قادیانی کی تقریر پرچہ اول کے مطابق اسلامی رائے ہے۔اب فریق ثانی کے پرچہ اول کے متعلق رائے ظاہر کی جاتی ہے۔اس مقام میں گوصرف مضامین پرچہ اول فریق ثانی کا ریویو مدنظر ہے مگر اس فریق کے جملہ متمسکات کا (جوالوہیت مسیح کے متعلق اس فریق نے پیش کئے ہیں اور وہ انکے دوسرے پرچوں میں مذکور ہیں) ریویو بھی اس مقام میں کیا جائے گا تاکہ بار بار اس کے ریویو کی نوبت نہ آوے اورضرورت نہ رہے۔

تقریر اول فریق ثانی کے متعلق اسلامی رائے

آتھم نے جو قادیانی کی تیسری بات کے جواب میں اولاً کہا ہے اسکا مضمون اور مطلب درست ہےاوراس کا جواب قادیانی سے کچھ بن نہیں سکا۔مگر ڈپٹی آتھم کا طرز بیان عمدہ ومطلب خیز نہیں اوراس سے اس کا مطلب بخوبی ادانہیں ہوا۔ڈپٹی آتھم کی جوتحریر وتقریر ہم نے دیکھی ہے وہ ایسی ہی پائی جس کا مطلب اس سے بخوبی سمجھ میں نہ آیا اور وہ مطلبش دربطن شاعر کا مصداق معلوم ہوا ہم اس کا مطلب اپنی عبارت میں ادا کرتے ہیں تاکہ ناظرین کومعلوم ہو کہ وہ مطلب درست ہے، اور جو جواب اس کا مرزا قادیانی نے دیا ہے وہ درست اور مطابق سوال نہیں ہے۔

ڈپٹی آتھم کا یہ مطلب ہے کہ اگر خدا تعالی کی قدرت وافعال واقوال کا امتحان بھی انسانی استقراء سے ضروری ہے اور جو بات خدا کی انسانی استقراء کے موافق معلوم نہ ہو وہ لائق تسلیم نہیں ہے،تو چاہیے کہ خدا کی صفت خالقیت کو بھی نہ مانیں کیونکہ انسانی استقراء وتتبع سے عموماً خلق کی یہی

صورت نظر آئی ہے کہ ایک مادہ (لکڑی یا مٹی یا لوہے وغیرہ) سے ایک چیز بنائی جاوے اور اس کے بنانے کے لئے آلات، اوزار، تیشہ، ہتھوڑا وغیرہ ہوں۔ جو چیزیں انسان بناتا ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جو بغیر مادہ اور بغیر آلات کے بنائی گئی ہو۔ اور خاص کر انسان کی خلق و پیدائش کی صورت انسانی استقراء وتتبع میں یہی نظر آتی ہے کہ مرد و عورت جفت ہوں اور ان دونوں سے بچہ تولد ہو۔ مگر عام خلق خداوندی میں بقول اہل مذاہب سماوی یہ صورت خلق، جو استقراء میں آئی ہے، پائی نہیں جاتی اور نہ خاص خلق آدم و مسیح میں یہ صورت استقرائی خلق کی پائی گئی ہے۔ بلکہ اہل اسلام خصوصاً مسلمان عام صفت خلق کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں

ام خلِقوا من غیر شیء (یعنی بغیر مادہ وآلات) ام ھم الخا لقون ۔(طور۔ ع ۲)،

کہ خدا تعالی نے عالم کو بغیر مادہ کے بنایا اور اس خلق میں آلات واوزار کا محتاج نہیں ہوا۔ اور خلق حضرت آدمؑ کی نسبت مسلمان و اہل کتاب یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آدم کو خدا تعالی نے بغیر کسی مرد و عورت کے صرف مٹی سے پیدا کیا۔ اور خلق حضرت مسیح کی نسبت مسلمان اور نصاری یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کو خدا تعالی نے صرف والدہ سے پیدا کیا۔ اور اگر خدا کی قدرت وافعال میں انسانی استقراء واجب اللحاظ ہے اور جو چیز اس کے موافق معلوم نہ ہو اس سے انکار لازم ہے، تو چاہیے کہ خدا تعالی کی عام صفت خالقیت سے انکار کیا جائے اور حضرت آدم کا بلا مادر و پدر ہونا اور مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا تسلیم نہ کیا جائے۔ حالانکہ اس سے قادیانی کو بھی انکار نہیں ہے۔ وہ بھی مانتا ہے کہ خدا نے عالم کو بغیر مادہ وآلات پیدا کیا اور آدم کو بلا مادر و پدر اور مسیح کو بلا پدر پیدا کیا ہے۔ اور جب کہ خدا کی صفت کی خالقیت اور حضرت آدم وحضرت مسیح کی پیدائش برخلاف صورت استقراء انسانی تسلیم کی گئی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے افعال واقوال میں اس انسانی استقراء کا کچھ لحاظ نہیں ہے اور جس چیز کی نسبت خدا نے فرما دیا ہو کہ ہم نے اسکو ایسا کیا، یا وہ چیز باتفاق کل خدا کا فعل تسلیم کی جائے، اس میں انسانی استقراء کی موافقت کی شرط ایک ڈھکوسلہ ہے اور محض الحاد۔

مسٹر آتھم کا اس قول سے یہی مطلب ہے تو مسٹر آتھم پر واجب ہے کہ اپنے قصور بیانی کا معترف ہو کر آئندہ تقریر وتحریر کا کبھی نام نہ لیں، قلم توڑ دیں، اور کاغذ پھاڑ ڈالیں اور ہمارا شکریہ ادا کریں کہ ہم نے ان کی مردہ تقریر میں جان ڈال دی۔ اور اس کے جواب سے قادیانی کی عاجزی ظاہر کر دی۔ اور اس صورت میں جو کچھ قادیانی نے اس مطلب کے جواب میں کہا ہے وہ ہیچ و پوچ ہے۔ چنانچہ ناظرین کو اس کے جواب کے ملاحظہ سے یقین ہو گا۔ مگر اس سے وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ

جس مدعا کے واسطے انہوں نے یہ تقریر کی تھی ہم نے وہ مدعا مان لیا۔نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ہم نے ان کی تقریر کو شائستہ پیرایہ میں ادا کر کے صرف یہ ظاہر کر دیا ہے کہ خدا کی قدرت وافعال واقوال کے لئے انسانی استقراء معیار و پیمانہ صحت نہیں ہوسکتا اور قادیانی کا مجوزہ استقراء محض ایک ڈھکوسلہ ہے اس سے زیادہ یہ نہیں مانا (اور نہ ڈپٹی آتھم کی کلام میں اس کا ثبوت پایا جاتا ہے) کہ خدا تعالی نے بجز انسان کسی کو رسول بنا کر بھیجا ہے ، یا اپنی پاک کلام میں اس کا اظہار فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے حقیقی بیٹے یا اپنی جزء اور تیسرے حصہ(One of three equal Gods) کو رسول بنایا ہے۔اس باب میں جو کچھ ڈپٹی آتھم یا اس کے ثانی اثنین ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک یا روئے زمین کے کسی عیسائی نے کہا ہے وہ صرف دعوی ہی ہے جس کا کوئی ثبوت انہوں نے نہیں دیا۔اور اس کا خلاف (حضرت مسیح کا خدا یا تیسرا حصہ خدا نہ ہونا) ہمارے اس پرچہ میں اور دیگر تصانیف اہل اسلام اور توحیدی عیسائیوں میں ایسا ثابت ہے کہ اس میں تثلیثی عیسائیوں کو دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔

ڈپٹی آتھم نے قادیانی کی ساتویں بات کے جواب میں جو ثانیاً وثالثاً کہا ہے کہ

ہم مسیح کے جسم کو (جو کھانے پینے کا محتاج ہے) اللہ نہیں جانتے بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں، جیسے وہ جھاڑی تھی جس سے انّی انا اللّٰہ کی آواز آئی تھی ،

اور یہ امر کہ خدا ستون میں سے آواز دے کر کہے کہ میں تمہارا خدا ہوں ،

ممکن ہے گو تجربہ یعنی ہمارے مشاہدہ واستقراء کے مخالف ہے۔ہم نے ابن اللہ کو جسم نہیں مانا۔ہم تو اللہ تعالی کو روح جانتے ہیں جسم نہیں ۔ یہ ایسا قول ہے جس کے معنی اور تو کوئی کیا سمجھے گا، ڈپٹی آتھم خود ہی نہیں سمجھے۔اور طرفہ یہ کہ قادیانی بھی اس کا مطلب کچھ نہیں سمجھا اور اس کا جواب اس نے کئی دفعہ دیا ہے۔جیسے کسی عقل مند نے اپنے مخاطب سے کہا تھا کہ میں تیرا سوال تو سمجھا نہیں مگر جواب اس کے دو دیتا ہوں ،۔ ہم اس قول کے قائل (آتھم) اور اس قول کے مجیب (قادیانی) سے چند سوال کرتے ہیں اور اس قول اور اسکے جواب کا مطلب ان سے پوچھتے ہیں۔

ڈپٹی صاحب کی مراد مظہر سے اگر مظہر ذات ہے اور جسم مسیح کے مظہر خدا ہونے سے یہ مقصود ہے کہ خدا کی ذات نے جسم مسیح میں ظہور کیا اور وہ بذات خود مجسم ہوکر اس جسم وشکل میں ظاہر ہوا جس کو مسیح کہا جاتا تھا (چنانچہ یوحنا باب اول بیان کہ کلام خدا تھا اور کلام مجسم ہوا، مشعر ہے۔اور ڈپٹی آتھم نے بھی اس کو پرچہ ۳ جون وغیرہ میں تسلیم کیا ہے) تو اس صورت میں آتھم سے یہ سوالات ہیں۔

ا۔اس حالت میں آتھم نے اس پرچہ میں اور پرچہ ۳۰ مئی میں جسم مسیح کو خدا ماننے سے کیوں انکار کیا

۲۔ اگر اب اس جسم کو خدا مان لو، اور اس معنی کر اس کو مظہر اللہ جانتے ہو، تو جب سے وہ جسم پیدا ہوا ہو تب ہی سے کیوں اس کو مظہر اللہ نہیں مانتے۔ اور پرچہ ۳۱ مئی ۱۸۹۳ء میں کیوں لکھا کہ مسیح روح القدس کے نازل ہونے کے وقت سے مظہر اللہ ہوئے۔ اور پرچہ یکم جون میں کیوں کہا کہ جب تیس برس کے ہو کر وہ بپتسما پا کر یردن سے نکلے تو مظہر اللہ اور مسیح ہوئے۔

۳۔ اس صورت میں جھاڑی کی مثال کی تمثیل تمہارے لئے کب دستاویز ہوسکتی ہے۔ جھاڑی کی نسبت قرآن یا تورات میں کہاں وارد ہے کہ وہ جھاڑی خدائے مجسم تھی۔

۴۔ اس صورت میں آپکا ستون میں سے خدا کے آواز دینے کا امکان پیدا کرنا کیا فائدہ دیتا ہے۔ کیا اس ستون کو بھی آپ خدائے مجسم مان لیں گے۔

۵۔ اس صورت میں ان اعتراضوں کا کیا جواب ہے جو خدا کے جسم ہونے پر، اور جسم کے کھانے پینے کی طرف محتاج ہونے پر وارد ہوتے ہیں۔ اور ان کو آپ بھی اس پرچہ میں مان چکے ہیں۔

۶۔ اس صورت میں ہندو جو اپنے اوتاروں کو مجسم خدا مانتے ہیں، آپکے نزدیک کیوں محل اعتراض ہیں۔ آپکے مسیح کو مجسم خدا ماننے اور ہندوؤں کے رام چندر کو خدائے مجسم ماننے میں کیا فرق ہے۔

اور اس صورت میں قادیانی سے یہ سوال ہے کہ آپ نے ڈپٹی آتھم سے مظہریت کے یہ معنی تسلیم کرا کے اس کو انہی اعتراضات کا، جو خدا کے مجسم ہونے پر وارد ہوتے ہیں، کیوں مورد نہ بنایا اور اس سے اس کو کیوں لاجواب نہ کیا۔ اور مظہریت کے دوسرے معنی تجویز کر کے بحث کو ناحق کیوں طول دیا؟

اور اگر مظہر سے مراد مظہر صفات خالق و قدرت خداوندی ہے اور جسم مسیح کے مظہر خدا ہونے سے یہ مقصود ہے کہ وہ پاک جسم خدا کی قدرت کا مظہر تھا، تو پھر اس صورت میں ڈپٹی آتھم سے یہ سوالات ہیں۔

۱۔ اس مظہریت سے مسیح کا خدا یا ابن اللہ بمعنی سوم حصہ یا جزء خدا (ون آف تھری ایکیوئل گاڈز) ہونا کہاں ثابت ہوتا ہے۔ یہ مظہریت تو باعتراف آپ کے پرچہ دوم ۳۰ مئی اور پرچہ دوم یکم جون کے ہر شئے میں پائی جاتی ہے۔ اس سے تو کوئی چیز بھی خالی نہیں ہے۔ پس چاہیے کہ ہر چیز زمین آسمان اور دیوار کو ابن اللہ یا خدا کہیں، حالانکہ آپ اس کے قائل نہیں بلکہ اس ابنیت یا الوہیت کو مسیح سے مخصوص کرتے ہیں۔

۲۔ اس معنی کر مظہریت تو مسیح کے جسم اور روح دونوں کو ہر وقت اور ہر آن حاصل تھی چنانچہ آپ کا

پرچہ دوم ۳۰ مئی مظہر ہے۔ پھر آپ نے اس پرچہ ۲۳ مئی میں اس مظہریت سے جسم کو کیوں خاص کیا اور پرچہ ۳۱ مئی ۱۸۹۳ء اور یکم جون ۱۸۹۳ء میں حضرت مسیح کے تیس برس کی عمر تک پہنچنے اور مسیح ہو جانے کے وقت کو اس مظہریت سے کیوں مخصوص کیا۔

۲۔ وہ جھاڑی جس سے انّی انا اللّٰہ کی آواز آئی تھی، اور ستون جس سے آپ کے نزدیک خدا آواز دے کر کہہ سکتا ہے کہ میں خدا ہوں، اسی معنے مظہریت سے انّی انا اللّٰہ کہتے تھے اور آواز دے سکتے ہیں۔ اور اس قول و آواز سے اس جھاڑی اور ستون کا خدائے مجسم ہونا آپ کی مراد نہیں تو دو مثالوں کا ذکر کس غرض سے ہے۔ اس معنی کر تو ہر چیز اور ہر ذرہ مظہر خدا ہو سکتا ہے۔

اس صورت میں قادیانی سے یہ سوال ہے کہ اس مظہریت سے تو حضرت مسیح کے ابن اللہ یا خدا یا سوم حصہ خدا ہونے کی صاف نفی ثابت ہوتی ہے۔ پھر تم نے کیوں اس قسم کے الزامات سے ڈپٹی آتھم کا منہ بند نہ کیا اور ان فضول سوالات سے کہ کیا مسیح میں دو روحیں تھیں؟ اور کیا وہ تیس برس کی عمر تک مظہریت سے خالی رہے؟ اور کیا وہ خدا مجسم تھے؟ جو پرچہ ۳۰۔ ۳۱ مئی اور یکم و دوم جون ۱۸۹۳ء میں وارد کئے ہیں کیوں بحث کو طول دیا۔

ڈپٹی آتھم نے مرزا قادیانی کے ملحدانہ اصول کی تمثیل اور بپاس قیاس استقراء نصوص کتب الہامی میں تاویل کے جواب میں جو رابعاً کہا ہے کہ:

> بے شک تاویل طلب امر کو تاویل کرنا چاہیے لیکن حقیقت کو چاہیے کہ تاویل نہ بگاڑے اور اگر کوئی حقیقت برخلاف امر واقعی کے ہو تو بالمرہ حکم بطلان اس پر دینا ہے، نہ بطلان کو مروڑ کر حق بنانا۔

یہ بھی ایسا قول ہے جس کا مطلب نہ قائل (آتھم) نے سمجھا نہ مجیب (قادیانی) نے۔ اور اس کا پہلا حصہ اخیر حصہ کے مخالف ہے اور اس سے متناقض ہے۔ اس کے پہلے حصہ میں تاویل کو جائز رکھا گیا ہے اور آخری حصہ میں کہا گیا ہے کہ تاویل ایسی ہو جو حقیقت کو نہ بگاڑے۔ اور یہ غور نہیں کیا گیا کہ تاویل جو ہوتی ہے وہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو مراد قرار دیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک تاویل میں حقیقت کو توڑ مروڑ کر غیر حقیقت یعنی مجاز کو اس کی جگہ ٹھہرایا جاتا ہے۔ تاویل ہوئی تو پھر حقیقت کہاں رہی۔

ڈپٹی آتھم نے تو پیرانہ سالی کے سبب یا حقیقت و مجاز و تاویل کے معنی سے بے علمی و ناواقفی کے سبب اپنی کلام کو نہ سمجھا تھا اس لئے پہلے بحسب موقع تاویل کو جائز تسلیم کر کے آخر اسکو ردّ

کر دیا۔ مگر قادیانی کے سکوت سے اور اس کلام کے ردّ نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کلام کو نہیں سمجھا۔ سمجھتا تو ضرور اس کا یہ نقص و تناقض جو ہم نے بیان کیا ہے، بیان کرتا۔

ڈپٹی آتھم نے جو خامساً کہا ہے اس کے متعلق ہم اس کے قول ششم ہفتم و ہشتم کے متعلق رائے ظاہر کرنے کے بعد اظہار رائے کریں گے کیونکہ وہ قول بہت بسیط اور طویل بحث کا خواہاں ہے لہذا اس کا علیحدہ بیان کرنا مناسب ہے۔

ڈپٹی آتھم نے قادیانی کے استدلال آیت قرآن کے جواب میں جو سادساً کہا ہے کہ میں قرآن کے الہامی ہونے کا قائل نہیں ہوں، یعنی پھر میرے سامنے قرآن کو کیوں پیش کیا گیا ہے اس سے ڈپٹی آتھم نے یہ جتایا ہے کہ ان کے فہم وشعور میں پیرانہ سالی کے سبب نقصان واقع ہو گیا ہے اور اس قول کے بعد قادیانی کو (اگر وہ کچھ فہم وشعور رکھتا) ہرگز مناسب نہ تھا کہ ان سے پھر وہ کلام بحث کرتا اور ان کو اپنا مخاطب بناتا۔ مگر قادیانی بھی ان ہی کی مانند بے شعور و نافہم ہے۔ وہ ایسی باتیں سن کر بھی ان کے بحث وخطاب سے دست بردار نہ ہوا۔

ڈپٹی آتھم اتنا نہ سمجھ سکے کہ قادیانی کا آیت قرآن سے استدلال اس کے اس ملحدانہ اصول کی بنا پر ہے کہ جو شخص اپنی الہامی کتاب کی نسبت کوئی دعوی کرے وہ پہلے اس دعوی کو اس کتاب سے نقل کرے، پھر اس کا عقلی یا تاریخی ثبوت اس کتاب سے نکال کر پیش کرے۔ نہ اس نظر سے کہ ڈپٹی آتھم قرآن کو الہامی مانتے ہیں، ولہذا وہ اس آیت سے موردالزام ہو سکتے ہیں۔

ڈپٹی آتھم نے جو سابعاً و ثامناً کہا ہے، اس کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ بائیبل میں جہاں غیر مسیح کے حق میں بیٹا بیٹی کا لفظ آیا ہے وہاں تاویل واجب ہے۔ ان اقوال میں ڈپٹی آتھم نے مرزا قادیانی کے اس اصول تاویل کو تسلیم کر لیا ہے جس سے قول چہارم میں انکار کیا تھا اور اس سے یہ جتایا ہے کہ وہ اپنی کلام کا مطلب خود نہیں سمجھتے۔

پرچہ اول ڈپٹی آتھم کے جملہ مطالب پر ریویو ہو چکا ہے اب صرف قول خامس کا ریویو باقی ہے جو ذیل میں کیا جاتا ہے:۔

ڈپٹی آتھم نے مرزا قادیانی کے جواب سوال مقدر کہ بائیبل میں اور صالحین کو بیٹا کہا گیا ہے، کے جواب میں جو خامساً کہا ہے کہ بیٹے کا لفظ بائیبل میں دو معنی میں مستعمل ہوا یعنی: ا۔ یک تن ۔۲۔ یک من ۔ اور مسیح کے حق میں اس کا استعمال بمعنی یک تن ہوا ہے چنانچہ بائیبل کے فلاں فلاں مقامات شاہد ومصدق ہیں، یہ محض دعوی ہی دعوی ہے اور ان مقامات بائیبل میں ایک

مقام بھی ایسا نہیں ہے جس سے مسیح کا خدا تعالی سے ہم تن ہونا ثابت ہو۔ اس تمام مباحثہ میں صرف یہی ایک مضمون اس لائق تھا کہ ڈپٹی آتھم اس کو مدلل کرتے اور قادیانی اس کا مفصل و مدلل جواب دیتا۔ مگر افسوس نہ آتھم نے اس کا کافی ثبوت بہم پہنچایا اور نہ قادیانی سے اس کا جواب مفصل و مدلل ہوسکا۔ ہم اس مقام میں اس مضمون پر ایسی تفصیلی بحث کرتے ہیں جس سے آتھم اور قادیانی دونوں قائل ومنفعل ہوں۔ آتھم اس لئے کہ اس تفصیل سے ان کو معلوم ہوگا کہ ان کے پیش کردہ مقامات بائیبل سے مسیح کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ قادیانی اسلئے کہ اس تفصیل کے ملاحظہ سے اس کو واضح ہوگا کہ ان مقامات بائیبل کا جواب مسکت یہ ہے جو یہاں دیا گیا ہے، نہ وہ جو قادیانی نے دیا ہے۔

اس قول (پنجم) میں جو مقامات عہد عتیق کے نقل کئے گئے ہیں ان کی نسبت ہم اجمالی رائے محقق عیسائیوں کی نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ عہد عتیق میں حضرت مسیح کی الوہیت یا تثلیث پر کوئی تصریح نہیں ہے، جو ہیں بزعم عیسائیوں کے اشارات ہیں جن سے عیسائی لوگ عہد جدید کی مدد سے الوہیت مسیح یا تثلیث کا استنباط کرتے ہیں۔ پھر ہر ایک مقام پر تفصیلی بحث کر کے ثابت کریں گے کہ ان مقامات سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

اجمالی رائے کی نقل: بشپ ہیوبرج کہتے ہیں:۔

اگرچہ پرانے عہد نامہ میں تثلیث کا اشارہ اکثر آیا ہو، تاہم بغیر نئے عہد نامہ کے اس کو درست طور پر سمجھنا ایک امر دشوار ہے۔ چنانچہ باوجودیکہ یہودیوں کے درمیان توریت تین ہزار برس سے اور انبیاء دو ہزار برس سے ہیں، تو بھی آج کے دن تک وہ اس کو (یعنی تثلیث کو) اپنے ایمان کا رکن ہرگز نہ بنا سکے۔ بلکہ مثل محمدیوں کے اب تک مقر ہیں کہ خدا اقنوم میں اور ذات میں واحد مطلق ہے۔

پادری فنڈر صاحب مفتاح الاسرار میں لکھتے ہیں:

تثلیث کی تعلیم توریت میں صرف اشارہ کے طور پر ذکر ہوئی ہے، انجیل میں واضحۃً بیان ہوئی ہے۔ اسی سبب سے جب تک کوئی انجیل کو نہ سمجھا ہو تو توریت کے اکثر مطلبوں کو، جیسا کہ چاہیے، نہ سمجھے گا۔

بشپ برہٹ شرح عقائد دینی میں لکھتے ہیں:

عہد عتیق کو بغیر عہد جدید لو، تو یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ مسئلہ تثلیث کو اس سے ثابت کرنا آسان کار نہیں ہے۔

ان اقوال ثلاثہ کو مسٹر اکبر مسیح توحیدی عیسائی نے رسالہ تنقیح الوہیت مسیح میں اپنے اس دعوی کی تائید میں نقل کیا ہے کہ :

پرانے عہد نامہ میں خالص وحدت کی تعلیم ہوئی ہے۔ احکام عشرہ کا پہلا حکم یہ ہے : میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہووے۔ سن اے اسرائیل خداوند تمہارا اکیلا خداوند ہے۔ (استثناء۔ ۵:۷، ۶:۴)۔ اس وحدت میں کثرت کی تعلیم مطلق نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کا عقیدہ بھی اس پر شاہد ہے۔ کسی یہودی نے کبھی خدا کی وحدت میں کثرت کا خیال نہیں کیا۔ ،

Thou shall have none other gods before me (Deut: 5:7)

Hear, O Israel: 'The Lord our God is one Lord. (Deut :6:4)

اور بعد نقل اقوال ثلاثہ مذکورہ کہا ہے :

پس جب کہ صرف انجیل ہی کی روشنی میں پرانے عہد نامہ سے کثرت فی الوحدت کی تعلیم اخذ ہوسکتی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اگر انجیل میں کثرت فی الوحدت کی روشنی نہ مل سکے تو پرانا عہد نامہ کثرت کی تعلیم کی نسبت بالکل تاریک رہیگا۔ اس لئے ہم اس رسالہ (تنقیح الوہیت مسیح) میں (ابطال الوہیت مسیح کے لئے) پرانے عہد نامہ پر مطلق بحث نہ کریں گے۔ صرف انجیل پر غور کر کے دیکھیں گے کہ آیا یہ تعلیم اس میں ہے یا نہیں۔ اگر انجیل میں کثرت فی الوحدت کی تعلیم نہ ملی تو پھر اس کے ڈھونڈنے کیلئے پرانے عہد نامہ کی طرف رجوع کرنا بالکل عبث ہوگا۔

اس کے بعد مسٹر اکبر مسیح نے انجیل میں حضرت مسیح اور انکے رسولوں کی تعلیم سے خالص توحید بلا تثلیث کو ثابت کیا۔ پھر اسی انجیل سے حضرت مسیح کی الوہیت کا ابطال کیا ہے اور اس میں لیاقت وقابلیت وتحقیق وحق پسندی کا کافی ثبوت دے دیا ہے۔

تفصیلی بحث۔ منجملہ ان مقامات عہد عتیق کے جن کو آتھم نے قول پنجم میں پیش کیا ہے، ایک مقام ذکریا ۱۳:۷ ہے جس میں یہ بیان ہے کہ اے تلوار تو میرے چرواہے پر، اس انسان پر، جو میرا ہمتا ہے بیدار ہو۔ رب الافواج فرماتا ہے اس چرواہے کو مار کہ گلہ پراگندہ ہو جائے۔

Awake, O sword, against my shepherd, and against the man that is my fellow, saith the Lord of the hosts; smite the shepherd, and the sheep will be scattered.(Zech 13:7 KJV)

ڈپٹی آتھم اور اس کے دوسرے بھائی غیر محقق وناانصاف عیسائی خیال کرتے ہیں کہ اس مقام میں حضرت مسیح کے مارے جانے کی پیش گوئی کی گئی ہے جس میں اس کو خدا کا ہمتا کہا گیا ہے۔

مگر انصاف وتحقیق کی آنکھ سے اصل عبرانی کتاب ذکر یا کو دیکھنے والے بخوبی جانتے اور یقین رکھتے ہیں کہ۔۱۔اس میں نہ حضرت عیسیٰؑ یا کسی اور شخص کو خدا کا ہمتا کہا گیا ہے۔۲۔نہ حضرت عیسیٰؑ کے قتل ہونے کی خبر ہے۔

امر اول کا ثبوت:۔ اس پیش گوئی میں جس لفظ کے معنی ہمتا کئے گئے ہیں وہ عبرانی عمنی ثی ہے جس کے معنی ہم نشین یا ہم صحبت کے ہیں۔(چنانچہ کتاب لغات عبرانی ولیم ہو پر کے صفحہ ۲۹۱ سے معلوم ہوتا ہے) اور وہ نبی میں پائے جاتے ہیں اور اس وجہ سے جس شخص کی اس مقام میں پیش گوئی ہے وہ صرف خدا کا نبی ہوسکتا ہے، نہ کہ خدا۔ اور اس سے اس کی نبوت ثابت ہوسکتی ہے نہ کہ خدائی۔اس لفظ عمنی ثی کے معنی ہمتائے خدا کے نہیں ہیں اور واقعہ میں بھی کوئی انسان یا کوئی اور مخلوق خدا کا ہمتا نہیں ہوسکتا۔عہد عتیق وعہد جدید کے متعدد مقامات میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ خدا کا کوئی ہمتا نہیں اور اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

عہد عتیق کی شہادت۔کتاب استثناء کے باب ۴ آیت ۳۵ میں ہے:

یہ سب تجھے دکھایا گیا تاکہ تو جانے خداوند تو خدا ہے،اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

اور اس باب کی آیت ۳۹ میں ہے:

پس آج کے دن جان اور اپنے دل میں غور کر کہ خداوند خدا وہی خدا ہے جو اوپر آسمان میں اور نیچے زمین میں ہے اور کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

اور اس کتاب کے باب ٦ کی آیت ۴ میں ہے:

سن لے اے اسرائیل! خداوند تمہارا خداوند اکیلا خدا ہے۔

اور اس کتاب کے باب ۳۲ آیت ۳۹ میں ہے:

اب دیکھو کہ میں، ہاں میں ہی وہ ہوں۔اور کوئی معبود میرے ساتھ نہیں۔میں ہی مارتا ہوں اور میں ہی جِلاتا ہوں۔میں ہی زخمی کرتا ہوں اور میں ہی چنگا کرتا ہوں۔اور ایسا کوئی نہیں جو میرے ہاتھ سے چھوڑاوے۔

Unto thee it was shewed, that thou mightest know that the lord he is God; there is none else besides him. (Deut 4:35)

Know therefore this day, and consider it in thine heart, that the lord he is God in heaven above, and upon the earth beneath: there is none else. (Deut 4:39)

See now that I, even I, am he, and there is no god with me; I kill, and I make alive. I wound, and I heal: neither is there any that can deliver out of my hand . (Deut 32: 39)

اور کتاب دوم سموئیل کے باب ۷، آیت ۲۲ میں ہے:

سو تو اے خداوند خدا بزرگ ہے۔ اس لئے کہ کوئی تیری مانند نہیں ہے۔ اور تیرے سوا جہاں تک کہ ہم نے اپنے کانوں سے سنا ہے کوئی خدا نہیں ہے۔

اور کتاب اول سلاطین باب ۸ آیت ۲۲ میں ہے:

اور کہا اے خدا اسرائیل کے خدا تجھ سا کوئی خدا نہ اوپر آسمان میں ہے نہ نیچے زمین میں

اور زبور باب ۱۸ آیت ۳۱ میں ہے:

خداوند کے سوا خدا کون ہے۔ اور ہمارے خدا کو چھوڑ کر چٹان کون ہے۔

اور زبور باب ۷۷ آیت ۱۳ میں ہے:

اے خدا تیری راہ مقدس ہے۔ کون معبود خدا کی مانند بڑا ہے۔

اور کتاب یسیعاہ کے باب ۴۴ آیت ۶۔۷۔۸ میں ہے:

۶۔ خداوند اسرائیل کا بادشاہ اور اس کا نجات دینے والا رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ میں اول ہوں اور آخر ہوں۔ اور میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ ۷۔... : ۸۔ کیا میرے سوا کوئی خدا ہے؟

اور اس کتاب کے باب ۴۵ آیت ۵ تا ۷ میں ہے:

۵۔ میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میں نے تیری کمر باندھی۔ اگر چہ تو نے مجھے نہ پہچانا۔ ۶۔ تاکہ لوگ سورج نکلنے کے اطراف سے غروب کے اطراف تک جانیں کہ میرے سوا کوئی نہیں۔ ۷۔ میں ہی روشنی بناتا ہوں اور تاریکی پیدا کرتا ہوں۔ میں ہی سلامتی کو بناتا ہوں اور بلا کو پیدا کرتا ہوں۔ میں ہی خداوند ان سبھو نکا بنانے والا ہوں۔

Thus saith the Lord the King of Israel, and his redeemer the Lord of hosts; I am the first, and I am the last, and beside me there is no God

And who as I shall call, and shall declare it, and set it in order for you, since I appointed the ancient people and the things that are coming, and shall come, let them shew unto them.

Fear ye not neither be afraid; have not I told thee from that time, and have declared it? ye are even my witnesses, is there a God beside me? yes there is no God; I know not any..(Isaiah 44: 6-8)

I am the Lord and there is none else, there is no God beside me; I girded thee, though thou hast not known me .

That they may know from the rising of the sun, and from the west, that there is none beside me. I am the lord, and there is none else.

I form the light, and create darkness; I make peace, and create evil; I the Lord do all these things. (Isaiah 45:5-7)

یہ دس مقام عہد عتیق کے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کے واحد، بے مثل و بے ہمتا ہونے پر تصریح ہے۔ اب عہد جدید کی شہادت سنو۔

انجیل متی کے باب ۱۹ آیت ۱۶۔۱۷ میں ہے:

۱۶۔اور دیکھو ایک نے آ کے اسے (مسیح کو) کہا۔ اے نیک استاد میں کون نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ ۱۷۔ اس نے اسے کہا تو مجھے نیک کہتا ہے، نیک کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ پر اگر تو زندگی میں داخل ہوا چاہے، تو حکموں پر عمل کر۔

اور انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹۔۳۰ میں ہے:

یسوع نے اسے جواب میں کہا کہ سب حکموں سے اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند کو، جو تیرا خدا ہے، اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر، اول حکم یہی ہے۔

اور انجیل یوحنا کے باب ۱۷، آیت ۱و۳ میں حضرت مسیح سے نقل کیا ہے کہ:

انہوں نے آسمان کی طرف اپنی نگاہیں اٹھا کر کہا اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وی تجھ کو اکیلا سچا خدا، اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے، مانیں۔

اور پولوس کے پہلے خط بنام قورنتیان کے باب ۸ آیت ۵۔۶ میں ہے:

۵۔ کیونکہ ہر چند افلاک وزمین میں بہت ہیں جو خدا کہلاتے ہیں (چنانچہ بہتیرے خدا اور بہتیرے خداوند ہیں) ۶۔ لیکن ہمارا ایک خدا ہے جو باپ ہے جس سے ساری چیزیں

ہوئیں اور ہم اسی کے لئے ہیں۔ اور ایک خداوند ہے جو یسوع مسیح ہے جس کے سبب سے ساری چیزیں ہوئیں۔ اور ہم اس کے وسیلہ سے ہیں۔

And behold, one came and said unto him, "Good Master, what good thing I shall do, that I may havee entenal life?

And he said unto him, Why callest thou me good? There is none good but one, that is God; but if thou wilt enter into life, keep the commandments. (Matthew 19:16-17)

And Jesus answered him, The First of all the commandments is, "Hear, O Israel: The Lord our God is one Lord.

And thou shalt love the Lord thy God with all thy heart, and with all thy soul, and with all thy mind, and with all thy strength; this is the first commandment. (Mark 12:29-30)

These words spake Jesus, and lifted up his eyes to heaven, and said; glorify thy Son, that thy son also may glorify thee.

As thou hast given him power over all flesh, that he should give eternal life to as many as thou hast given him.

And this is life eternal that they might know thee the only true God, and Jesus Christ, whom thou hast sent. (John 17:1-3)

For though there be that, are called gods, whether in heaven or in earth (as there be gods many, and lords many)

But to us there is but one God, the Father, of whom are all things, and we, in him; and one Lord Jesus Christ, by whom are all things, and we by him. (1 Corinthians 8:5-6)

ان چار مقامات عہد جدید ، اور دس مقامات مذکورہ بالا عہد عتیق کو چشم بینا سے دیکھنے والے یقین رکھتے ہیں کہ لفظ عمنی تی کتاب زکریا کے معنی ہمتا کے نہیں ہیں۔ اور خدا کا ہمتا کوئی نہیں ہے۔ اس بات کو کوئی بے انصاف نہ مانے اور اس کے معنی ہمتا کرے، تو پھر اس آیت زکریا اور ان آیات توحید و بے ہمتائی خدا تعالی میں تعارض و تناقض واقع ہوگا۔ اور اس سے ایک جانب کا کذب یا غلط ہونا لازم آئے گا جس کو کوئی عیسائی بھی پسند نہ کرے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ

عمنی ثی کا ترجمہ غلطی سے کیا گیا ہے۔اور درحقیقت میں اس کا ترجمہ ہم نشیں یا ہم صحبت ہے جس سے بجز نبوت اس شخص کے جس کے حق میں پیش گوئی کی گئی ہے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔

(بائیبل کی زیر بحث آیت کا ایک جدید ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے:

The Lord Almighty says, " Wake up, sword, and attack the shepherd, who works for me! kill him, and the sheep will be scattered (Zech 13: 7 GNB)

اس ترجمے میں ہمتا ہونے کی طرف کسی بھی قسم کا اشارہ نہیں ملتا۔بہاء)۔

امر دوم کا ثبوت: اس آیت کے جو معنی (صحیح یا غلط) کرو،ان کو حضرت مسیح سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ آیت آپ کے حق میں پیش گوئی نہیں کیونکہ اس میں ایسے شخص کی نسبت پیش گوئی کی گئی ہے جو تلوار سے مقتول ہوا ہے۔ یہ شخص یوحنا بپتسمہ دینے والا ہو جس کے سر کاٹنے کی خبر انجیل متی کے باب ۱۴ میں ہے، یا کوئی اور نبی جو تلوار سے شہید ہوا ہو،حضرت مسیح تو باتفاق عیسائیوں کے تلوار سے مقتول نہیں ہوئے۔لہذا وہ اس کے مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے۔

اب مسٹر آتھم اور اس کے ہم خیال وحامیوں کو مناسب ہے کہ اس پیش گوئی کو انفعال و ندامت کے ساتھ واپس لیں اور اس سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت ہونے کا خیال دل سے نکال دیں۔ یا ہمارے دلائل کا جواب دیں۔

ازانجملہ دوسرا مقام کتاب یرمیاہ کا باب ۲۳ آیت ۵۔۶ ہے جس میں یہ بیان ہے:

دیکھو وے دن آتے ہیں خداوند کہتا ہے کہ میں داؤد کے لئے صداقت کی ایک شاخ نکالوں گا۔اور ایک بادشاہ بادشاہی کرے گا اور اقبال مند ہوگا اور عدالت صداقت زمین پر کرے گا۔ اور اس کے دنوں میں جوڈا نجات پاویگا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا اور اسکا نام یہ رکھا جائے گا: خداوند خدا ہماری صداقت۔

عبداللہ آتھم اور اسکے دوسرے بے انصاف عیسائی خیال کرتے ہیں کہ یہ پیش گوئی بھی حضرت عیسیٰؑ کے حق میں ہے۔ اور اس میں حضرت عیسیٰؑ کے حق میں کہا گیا ہے: خداوند ہماری صداقت،جس کا عبرانی لفظ یہوواہ صدیقنو ہے۔

مگر انصاف و تحقیق کی آنکھ رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو اس پیشگوئی سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔اس میں ایک بادشاہ کی نسبت پیش گوئی ہے کہ وہ تخت داؤدی پر بیٹھ کر بادشاہی کرے گا اور اقبال مند ہوگا اور عدالت کرے گا۔اور حضرت مسیح کو دنیا میں بادشاہی نصیب

نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی عمر فقیری اور بے نوائی میں گذری ہے چنانچہ وہ خود اپنے حق میں فرماتے ہیں

لوٹریوں کی بِلّیں اور ہوا کے پرندوں کے واسطے بسیرے ہیں، پر ابن آدم کو سر ٹکانے کو جگہ نہیں، (متی باب ۸ آیت ۲۰)

And Jesus saith unto him, The foxes have holes, and the birds of the air have nests, but the son of man hath not where to lay his head. (Matthew 8:20)

اور یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ میری بادشاہی اس جہان کی اور دنیا کی بادشاہی نہیں ہے۔ لہذا وہ اس پیش گوئی کے مصداق ہرگز نہیں ہوسکتے۔...

اے حضرات پوادر! کتب تواریخ اور بائیبل میں نظر کرنے سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یرمیاہ باب ۲۳ میں تو لہراسپ شاہ ایران کی نسبت یا اس کے وائسرائے کورش داماد داریوش اول کی نسبت (جس کا نام بائیبل میں خورش بیان ہوا ہے) یا داریوش ثانی کی نسبت (جس کو بائیبل میں دارا بادشاہ لکھا گیا ہے اور وہ کورش اور اس کے جانشین احشوروش کے بعد لہراسپ شاہ ایران کی طرف سے بابل کا وائسرائے ہوا تھا) پیش گوئی ہوئی ہے۔ جن کے عہد حکومت میں جوڈا اور اسرائیل بابل سے نکلے اور بخت نصر اور اس کے بیٹے کی قید سے رہائی پاکر یروشلم میں آباد ہوئے۔ اور ان بادشاہوں کے حکم واجازت اور حکی نبی کی ترغیب سے زروبابل اور یشوع وغیرہ اعیان بنی اسرائیل نے ہیکل بیت المقدس کو، جو بخت نصر نے ڈھائی تھی، از سر نو بنایا۔ اور جوڈا اور اسرائیل کو شاہان مذکور کی طرف سے آزادی ملنے کے سبب نجات وامن حاصل ہوا، اس وقت جوڈا اور اسرائیل کے ہر شخص کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا یھووا صد قنیو۔ یعنی خداوند ہمارا سچا ہے جس نے ہم کو ستر برس کی قید بخت نصر سے چھوڑا کر یروشلم میں آباد کیا۔ جس کلمہ کو اب عیسائی زبردستی حضرت مسیح پر لگاتے ہیں۔ اس مقام میں ہم بائیبل سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی ان بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کی نسبت تھی اور وہ حضرت مسیح سے پانچ سو برس پہلے پوری ہو چکی ہے۔ حضرت مسیح سے اس کا تعلق بشہادت بائیبل حد امکان سے خارج ہے۔

پس اولاً ہم اس پیش گوئی کے معنی مذکورہ بالا اسی بائیبل کی شہادت سے بیان کرتے ہیں پھر اسی بائیبل کی شہادت سے یہ ثابت کر دکھائیں گے کہ اس معنی کر یہ پیش گوئی حضرت مسیح سے پانچ سو برس پہلے پوری ہوچکی ہے۔

واضح ہو کہ کتاب یرمیاہ کے باب ۲۳ میں جو شاخ نکالنے اور عدالت وصداقت سے

ایک بادشاہ کے بادشاہی کرنے اور جوڈا اور اسرائیل کی نجات وسلامتی پانے کا اجمالی ذکر ہوا ہے اس کی تفصیل میں کتاب یرمیاہ کے باب ۳۰ میں یوں فرمایا ہے:

۱۔وہ کلام جو خداوند کی طرف سے یرمیاہ کو پہنچا۔۲اور اس نے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے، ساری باتیں جو میں تجھ سے کہوں، تو کتاب میں لکھ۔۳۔ دیکھ کہ وہ دن آتے ہیں خداوند کہتا ہے کہ میں اپنی قوم اسرائیل اور جوڈا کی اسیری کو موقوف کرونگا اور میں ایسا کرونگا کہ وے اس زمین میں جسے میں نے ان کے باپ دادوں کو دیا تھا، پھر آویں اور مالک ہوویں۔

۱۰۔اسلئے دیکھ میرے بندے یعقوب مت ڈر۔خداوند کہتا ہے اور اے اسرائیل مت گھبرا کہ دیکھ میں تجھے دور سے اور تیری اولاد کو اسیری کی سرزمین سے چھوڑاؤنگا اور یعقوب پھرے گا اور وہ چین کرے گا اور آسودہ ہوگا۔

۱۸۔خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں یعقوب کے خیموں کو جو اسیری میں ہیں پھیر لاؤنگا۔اور اس کے مسکنوں پر رحمت کرونگا۔اور شہر اپنے ٹیلے پر بنایا جائے گا۔اور قصر اپنے ہی مقام پر آباد ہو جائے گا۔

The word that came to Jeremiah from the Lord saying.

Thus speaketh the Lord God of Israel, saying, "Write thee all the words that I have spoken unto thee in a book.

For, lo, the days come, saith the Lord, that I will bring again, the captivity of my people Israel and Judah, saith the Lord: and I will cause them to return to the land that I gave to their fathers, and they shall posses it .(Jeremaih 30: 1-3)

10. Therefore fear thou not, O my servant Jacob, saith the Lord; neither be dismayed, O Israel: for , lo, I will save thee from afar , and thy seed from the land of their captivity; and Jacob shall return, and shall be in rest, and be quiet, and none shall make him afraid.

18. Thus saith the Lord; Behold, I will bring again the captivity of Jacob's tents, and have mercy on his dwelling places; and the city shall be builded upon her own heap, and the palace shall remain after manner thereof. (Jeremiah 30: 10 and 18)

اور اسکے باب ۳۱ میں کہا ہے:

۳۔سو خداوند قدیم سے مجھ پر ظاہر ہوا اور کہا کہ میں نے بڑے ابدی عشق سے تجھے پیار کیا اس واسطے میں نے اپنی شفقت تجھ پر بڑھائی ۔۴۔میں تجھے پھر بنا کرونگا اور تو بنا کی جائے گی۔

And the Lord hath appeared of old unto me, saying, Yea, I have loved thee with an everlasting love; therefore with loving kindness have I drawn thee

Again I will build thee, and thou shall be built, O virgin of Israel: thou shalt again be adorned with thy tabrets, and shalt go forth in the dances of them that make merry. (Jeremiah 31: 3-4)

ان آیات میں اس اجمال یرمیاہ ۲۳ باب کے کہ جوڈا نجات پائے گا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا، یہ تفصیل ہوئی ہے کہ جوڈا اور اسرائیل قید بخت نصر سے (جو ستر سال رہی) رہائی پائیں گے اور ہیکل بیت المقدس، جو بخت نصر نے ڈھائی تھی، از سر نو بنائیں گے۔

ایسی ہی اس اجمال کی تفصیل کتاب زکریاہ میں ہوئی ہے جسکے باب اول میں ہے۔

دارا (داریوش) کے دوسرے برس کے آٹھویں مہینے خدا کا کلام زکریاہ بن برکیاہ کو پہنچا۔

اور اس نے کہا خداوند تمہارے باپ دادوں سے بے نہایت ناراض ہوا

اس لئے تو ان سے کہہ کہ رب الافواج فرماتا ہے کہ تم میری طرف پھرو۔رب الافواج فرماتا ہے تو میں تمہاری طرف پھرونگا۔

۱۲۔پھر خداوند کے فرشتے نے جواب دے کر فرمایا کہ اے رب الافواج تو یروشلم پر اور جوڈا کے شہروں پر، جن پر تو ستر برس سے غضب نازل کرتا ہے، کب تک رحم نہ کرے گا ۔۱۳۔ اور خداوند نے اس فرشتے کے جواب میں جو مجھ سے گفتگو کرتا تھا ملائم اور دلپذیر باتیں کہیں ۔۱۶۔ اس لئے خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں رحمت کر کے یروشلم میں پھر آیا ہوں ۔اس میں میرا گھر بنایا جائے گا۔۱۷۔میرا شہر اقبال مندی سے لبریز ہوں گے۔

In the eighth month, in the second year of Darius, came the word of the Lord unto Zechariah, the son of Ber-e-chiah, the son of Id-do the prophet, saying,

The lord hath been sore displeased with your fathers.

Therefore say thou unto them, Thus saith the Lord of hosts; turn ye unto me, saith the Lord of

hosts, and I will turn unto you, saith the Lord of Hosts. (Zechariah 1: 1-3)

12. Then the angel of the Lord appeared and said, "O Lord of hosts, how long wilt thou not have mercy on Jerusalem and on the cities of Judah, against which thou hast had indignation these three score and ten years.

13 And the Lord answered the angel that talked with me with good words and comfortable words.

16.Therefore thus saith the Lord; I am returned to Jerusalem with mercies: my house shall be built in it, saith the Lord of hosts, and a line shall be stretched forth upon Jerusalem.

17. Cry yet, saying, Thus saith the Lord of hosts: my cities through prosperity shall yet be spread abroad; and the Lord shall yet comfort Zion, and shall yet choose Jerusalem. (Zech 1:12,13,16,17)

اور اس کے باب ۳ کی آیت ۷۔۸ میں ہے:

رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ اگر تو میرے راہوں پر چلے گا اور میری شریعت کو حفظ کرے گا، تو تو میرے گھر پر حکومت کرے گا اور میرے صحنوں کی نگہبانی کرے گا اور میں تجھے ان میں سے جو یہاں پاس کھڑے ہیں ایسے لوگ ہیں جو کہ تیری رہنمائی کریں ۸۔ اب اے یشوع سردار کاہن سن تو اور تیرے رفیق جو تیرے آگے بیٹھتے ہیں کیونکہ یہ اشخاص بطور نشانی کے ہیں۔ دیکھ میں اپنے بندے شاخ نامی کو پیش لاؤنگا۔

7. Thus saith the Lord of hosts; if thou wilt walk in my ways, and if thou wilt keep my charge, then thou shalt also judge my house, and shalt also keep my courts, and I will give thee places to walk among these that stand by.

8. Hear now, O Jushua the high priest, thou and thy fellows that sit before thee, for they are men wondered at: for behold, I will bring forth my servant the BRANCH. (Zech 3:7-8)

(بائبل کے ایک جدید ترجمہ میں ان آیات کا ترجمہ بایں الفاظ کیا گیا ہے۔ بہاء

Then the angel told Joshua that the Lord Almighty had said: "If you obey my laws and perform the duties I have assigned to you, then you will continue to be in charge of my Temple and its courts, and I will hear your prayers, Just as I hear the prayers of the angels who are in my

presence. Listen then, Joshua, you who are the High Priest; and listen, you fellow priests of his, you are the sign of a good future: I will reveal my servant, who is called The Branch.(Zech 3:6-8)

اور اسکے باب ٦ کی آیت ۱۲ میں ہے :

دیکھ اور اس سے یوں کہہ کہ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ دیکھو وہ شخص جس کا نام شاخ ہے اور وہ اپنی جگہ سے اگے گا اور وہ خداوند کے ہیکل کو بناویگا
اور وہ صاحب شوکت ہوگا اور وہ اپنے تخت پر بیٹھ کر حکومت کرے گا اور وہ اپنے تخت پر جلوس کرکے کاہن بھی ہوگا اور سلامتی کی مشورت دونوں کے درمیان ہوگی
اور وے تاج حیلم اور طوبیاہ اور جیڈایاہ اور حین بن صفنیاہ کی طرف سے ہوں گے تا کہ وہ خداوند کی ہیکل میں ایک یادگار ہوویں اور وے جو دور دور کے ہیں سو آویں گے اور خداوند کی ہیکل تعمیر کرینگے ۔

12. And speak unto him, saying, Thus speaketh the Lord of hosts, saying, behold the man whose name is The BRANCH; and he shall grow up out of his place, and he shall build the temple of the Lord.

13. Even he shall build the temple of the Lord; and he shall bear the glory, and shall sit and rule upon his throne; and he shall be a priest upon his throne; and the counsel of peace shall be between them both

14. And the crowns shall be to He-lem. and to Tobiah, and to Jedai-ah, and to Hen son of Zeph-a-ni-ah for a memorial in the temple of the Lord.

15. And they that are far off shall come and build in the temple of the Lord, and ye shall know that the Lord of Hosts hath sent me unto you. And this shall come to pass, if ye will dilligently obey the voice of the Lord your God. (Zech 6 :12- 15) .

اور اس کے باب ۷، آیت ۴ میں کہا :

تب رب الافواج کا کلام مجھے پہنچا کہ مملکت کے سارے لوگ اور کاہنوں سے کہہ کہ جب تم لوگوں نے پانچویں اور ساتویں مہینے میں ان ستر برس تک روزہ رکھا اور ماتم کیا، تو کیا کبھی میرے لئے روزہ رکھا تھا۔

رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ تم سچی عدالت کرو۔ اور ہر کوئی اپنے بھائی پر کرم اور رحم کیا کرے۔

4.Then came the word of the Lord of Hosts unto me saynig.

5.Speak unto all the people of the land, and to the priests, saying, When ye fasted and mourned in the fifth and seventh month, even those seventy years, did ye at all fast unto me even to me .

9. Thus speaketh the Lord of the hosts, saying, Execute true judgment, and shew mercy and compassions every man to his brother. (Zech 7: 4 -5 & 9)

اور اس کے باب ۸ آیت ۳ میں کہا ہے :

۳۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں جیحوں میں پھر آیا اور یروشلم کے درمیان سکونت کرونگا۔ اور یروشلم کا کام سچائی کی بستی ہوگا۔ اور رب الافواج کا پہاڑ مقدس کہلائے گا۔

۴۔ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ پھر بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یروشلم کے کوچوں میں بیٹھی ہوئی ہونگی۔

۵۔ اور شہر کے کوچے لڑکے لڑکیوں سے معمور ہوں گے جو کوچوں میں کھیلتے ہوں گے۔

۷۔ رب الافواج فرماتا ہے دیکھ کہ میں اپنے لوگوں کو سورج کے نکلنے کے ملک اور اس کے غروب ہونے کے ملک سے چھوڑا لاؤنگا۔ اور میں انہیں لاؤنگا اور وے یروشلم کے درمیان سکونت کریں گے۔ اور وے میرے لوگ ہوں گے اور میں سچائی اور صداقت سے ان کا خدا ہونگا۔

3.Thus saith the Lord: I am returned unto Zion, and will dwell in the midst of Jerusalem; and Jerusalem shall be called a city of Truth; and the mountain of the Lord of Hosts, the holy mountain.

4. Thus saith the Lord of Hosts; There shall yet old men and old women dwell in the streets of Jerusalem, and every man with his staff in his hand for very age.

5. And the streets of the city shall be full of boys and girls playing in the streets thereof.

.7. Thus saith the Lord of hosts; Behold I will save my people from the east country and from the west country.

8. And I will bring them, and they shall dwell in the midst of Jerusalem, and they shall be my people, and I will be their God, in truth and in righteousness. (Zech 8 : 3-8)

ان آیات میں شاخ (Branch) کی یہ تفصیل ہوئی کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو ہیکل تعمیر کرے گا اور نجات وسلامتی وعدل کی یہ تفصیل ہوئی ہے کہ لوگ بے کھٹکہ و بے روک ٹوک یروشلم میں رہیں گے اور عدل و رحمت سے باہمی سلوک کریں گے۔ اور کلمہ یہوواہ صدقنیوہ کی یہ تفصیل ہوئی کہ یہ کلمہ خداتعالی کی نسبت کہا جائے گا اور خداتعالی ہی خداوند صداقت کہلائے گا۔ اور جب کہ اس پیش گوئی کے معنی بائیبل کی شہادت سے صاف طور پر وہ ثابت ہوئے جو ہم نے بیان کئے ہیں تو اب ہم بائیبل کی شہادت سے ثابت و بیان کرتے ہیں کہ اس معنی کر اس پیش گوئی کا وقوع حضرت مسیح سے پانچ سو برس پیشتر ہو چکا ہے۔

عذرا (حضرت عزیر) نبی کی کتاب کے پہلے باب میں لکھا ہے: (جس کا سنہ حاشیہ میں پانچ سو چھتیس برس مسیح سے پیشتر بیان کیا گیا ہے)

اور شاہ فارس خورس کی سلطنت کے پہلے برس میں اس خاطر کہ خداوند کا کلام جو یرمیاہ کے منہ سے نکلا تھا پورا ہووے (حضرات پادر! اپنی کتاب مقدس کے لفظ پورا ہووے ،کو چشم انصاف سے دیکھو اور شرم کو کام میں لا کر کہو کہ یہ لفظ پیش گوئی یرمیاہ کا وقوع پانچ سو برس قبل از مسیح ظاہر کر رہا ہے یا اس پیش گوئی کو وقت ظہور مسیح تک معلق کرتا ہے) خداوند نے شاہ فارس خورس کے دل کو ابھارا کہ اس نے اپنی تمام مملکت میں منادی کروائی۔ اور اسے قلم بندبھی کر کے یوں فرمایا:

۲۔شاہ فارس خورس یوں فرماتا ہے کہ خدا آسمان کے خدا نے زمین کی ساری مملکتیں مجھے بخشیں اور مجھے حکم کیا کہ یروشلم کے بیچ جو یہوداہ میں ہے اس کیلئے ایک مسکن بناؤں۔

۳۔ پس اس کی ساری قوم میں سے تمہارے درمیان کون کون ہے؟ اس کا خدا اس کے ساتھ ہووے اور وہ یروشلم کو جو شہر یہوواہ ہے جاوے اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گھر بناوے (کہ وہی خدا ہے) جو یروشلم میں ہے۔

۴۔اور ہر ایک جو باقی رہا ہوان مقاموں سے جہاں کہیں وہ پردیسی ہوا ہو،سو اسی مقام کے لوگ سونا چاندی سے اور مال مویشی سے اس کی مدد کریں اور اس کے سوا وہ خدا کے گھر کے لئے جو یروشلم میں ہے اپنے جی کی خواہش سے ہدیئے گذرانیں۔

۵ ۔ تب یہودا اور بنیا مین۔۔اور کاہن اور لاوی ان سبھوں کے ساتھ جن کے دلوں کو خدا نے ابھارا اٹھے کہ جا کے یروشلم میں خدا کا گھر بنائیں۔

۶ ۔ اور ان سب نے جو انکے پڑوس میں تھے چاندی کے برتن اور سونے کے اسباب اور مویشی اور قیمتی چیزوں سے ان کی دستگیری کی ۔ اس کے سوا اپنی خوشی سے ہدیئے دیئے۔

۷ ۔ اور خورس بادشاہ نے بھی خداوند کے گھر کے برتنوں کو جنہیں بنوکدنضر (بخت نصر) نے یروشلم میں سے لے لیا تھا اور اپنے دیوتاؤں کے گھر میں رکھا تھا، نکال لایا۔

۸ ۔ اور شاہ فارس خورس نے اپنے خزانچی متردات کے ہاتھ سے نکلوایا اور اس نے انہیں یہوداہ کے امیر شیش بضار کو گنوادیا (پھر ان کی تعداد بیان کی)۔

Now in the first year of Cyrus king of Persia, that the word of the Lord by the mouth of Jeremiah might be fulfilled, the lord stirred up the spirit of Cyrus king of Persia, that he made a proclamation throughout all his kingdom, and put it also on writing, saying,

2 . Thus saith Cyrus the king of Persia, The Lord God of heaven hath given me all the kingdoms of the earth; and he hath charged me to build him a house at Jerusalem, which is in Judah.

3.Who is there among you of all his people? his God be with him, and let him go up to Jerusalem, which is in Judah, and build the house of the Lord, God of Israel (he is the God) which is in Jerusalem.

4 . And whosoever remainneth in any place where he sojourneth, let the men of his place help him with silver, and with gold, and with goods, and with beasts, beside the freewill offering for the house of God that is in Jerusalem.

5. Then rose up the chief of the fathers of Judah and Benjamin, and the priests and Levites, with all them whose spirit God had raised to go up to build the house of the Lord which is in Jerusalem.

6. And all they that were about them strengthened their hands with vessels of silver, with gold, with goods and with beasts, and with precious things, beside all that was willingly offered.

7.Also Cyrus the king brought forth the vessels of the house of the Lord, which Nebuchadnezzar

had brought forth out of Jerusalem, and had put them in the house of his gods;

8. Even those did Cyrus King of Persia bring forth by the hand of Mithredath the treasurer, and numbered them unto Shesh-baz-zar, the prince of Judah (Ezra 1:1-8)

اور اس کے باب ۲ میں ان لوگوں کی تفصیلی فہرست لکھی جس کو شاہ بابل بخت نصر قید کر کے لے گیا تھا اور وہ اس بادشاہ فارس کے وقت میں یروشلم کو واپس آئے۔ اور اخیر میں اس کی میزان بیالیس ہزار تین سو ساٹھ بتائی۔

پھر باب ۳، آیت ۸ اور ۱۲ میں بیان کیا ہے کہ:

پھر خدا کے گھر کو یروشلم میں آ پہنچنے کے بعد دوسرے مہینے میں زروبابل بن سیالشیل اور یشوع بن یوصدق اور اس کے باقی بھائی کاہنوں اور لاویوں نے اور سب نے جو اسیری سے رہائی پا کے یروشلم کو آئے تھے، شروع کیا۔

۱۲۔ لیکن بہت لوگ ان کاہنوں اور لاویوں اور ... میں سے جو بوڑھے تھے جنہوں نے اس گھر کو دیکھا تھا جب اس گھر کی بنیاد ان کے دیکھنے میں ڈالی گئی تو وہ بڑی آواز سے چلا کر رونے لگے لیکن بہتیرے خوشی سے للکارے۔

8. Now in the second year of their coming unto the House of God at Jerusalem, in the second month, began Zerubbabel the son of She-al-ti-el , and Jesu-u-a the son of Jo-za-dak, and the remanant of their brethren the priests and the Levites, and all they that were come out of the captivity unto Jerusalem; and appointed the Levites, from twenty years old and upward, to set forward the work of the house of the Lord

12. But many of the priests and Levites and chief of the fathers, who were ancient men, that had seen the first house, when the foundation of this house was laid before their eys, wept with a loud voice, and many shouted aloud for joy .(Ezra 3: 8 & 12)

پھر باب ۴ میں بیان کیا ہے کہ:

جب یہوداہ اور بنیامین کے دشمنوں نے سنا کہ وے جو اسیر ہوئے تھے خداوند اسرائیل کے خدا کی ہیکل کو بناتے ہیں، تو وے زروبابل اور (بڑوں) کے پاس آئے اور انہیں کہا کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ تعمیر کرنے دو۔ انہوں نے انکار کیا۔ تو ان دشمنوں نے بادشاہ

ارتخششتا کے پاس اس مضمون کی عرضی بھیجی کہ بنی یہودا اس شہر اور گھر کو بنائیں گے، تو یہ سرکار سے باغی ہو جائیں گے اور مال گزاری نہ دیں گے۔ تب بادشاہ ڈر گیا اور اس گھر کا کام دارا کی سلطنت کے دوسرے برس تک موقوف رہا۔

پھر باب ۵ میں کہا ہے کہ:

حجی نبی اور زکریاہ بن عیدو کی نبوت (یعنی ہدایت) سے زروبابل اور یشوع اٹھے اور خدا کے گھر کو یروشلم میں بنانے لگے اور دارا بادشاہ کے سخت اور تاکیدی حکم سے وہ گھر بنا اور اس بادشاہ کی سلطنت کے چھٹویں سال تیار ہوا۔

پھر باب ۷ میں بیان کیا:

۹۔ ارتخششتا بادشاہ کی سلطنت کے ساتویں برس حضرت عزرا یروشلم میں آئے۔

اور بادشاہ کا فرمان اس مضمون کا انکو عطا ہوا۔

۲۵۔ اے عزرا کہ تو اپنے خدا کی اس دانش کے مطابق جو تجھے عنایت ہوئی ہے حاکموں اور قاضیوں کو مقرر کر کہ نہر کے پار سب لوگوں کا جو تیرے خدا کی شریعت کو جانتے ہیں انصاف کریں اور تم ان کو جو نہ جانتے ہوں سکھلاؤ۔

۲۶۔ اور جو کوئی تیرے خدا کی شریعت پر اور بادشاہ کے فرمان پر عمل نہ کرے گا اس پر فی الفور سزا کا حکم کیا جاوے گا۔ خواہ وہ قتل کا یا دیس نکالنے کا یا مال کی ضبطی کا یا قید ہو۔

Now when the adversaries of Judah and Benjamin heard that the children of captivity builded the temple unto the Lord God of Israel.

Then they came to Zerubbabel, and to the chief of the fathers, and said unto them, Let us build with you; for we seek your God, as ye do; and we do sacrifice unto him since the days of E-sar-had-don, king of Assur, which brought us up hither.

But Zerubbabel and Jeshua, and the rest of chief of the fathers of Israel, said unto them, Ye have nothing to do with us to build an house unto our God, but we ourselves together will build unto the Lord God of Israel, as king Cyrus the king of Persia hath commanded us.

Then the people of the land weakened the hands of the people of Judah, and troubled them in building

And hired counsellers against them, to frustrate their purpose, all the days of Cyrus king of Persia, even until the reign of Darius king of Persia.

And in the reign of A-has-u-e-rus, in the beginning of his reign, wrote they unto him an accusation against the inhabitants of Judah and Jerusalem.

And in the days of Ar-ta-xerx-es wrote Bish-lam, Mithi-re-dath, Tab-ed, and the rest of their companions unto Ar-ta-xerx-es king of persia, and the writing of the letter was written in the Syrian tongue, and interpreted in the Syrian tongue.

11. This is the copy of the letter that they sent unto him, even unto Ar-ta-xerx-es the king; Thy sevants the men on this side of the river, and at such a time.

12 Be it known unto the king, that the Jews which came up from thee to us are come unto Jerusalem, building the rebellious and bad city, and have set up the walls thereof, and joined the foundations.

13. Be it known unto the king, that, if this city be builded, and the walls set up again, then will they not pay toll, tribute, and custom and so thou shalt endamage the revenues of the kings.

24.Then ceased the work of the house of God which is at Jerusalem. So it ceased unto the second year of the reign of Darius king of Persia. (Ezra 4:1.7 &11-13 &24)

7: 9. For upon the first day of the first month began he to go up from Babylon, and on the first day of the fifth month came up to jerusalem according to the good hand of his God upon him.

10. For Ezra had prepared his heart to seek the Law of the Lord, and to do if, and to teach in Israel statutes and judgments.

13. I (Ar-ta-xerx-ex king) make a decree that all they of the people of Israel, and of his priests and Levites, in my realm, which are minded of their own freewill to go up to Jerusalem, go with thee (Ezra).

25. And thou Ezra, after the wisedom of the God, that is in thine hand, set magistrates and judges,

which may judge all the people that are beyond the river, all such as know the laws of thy God; and teach ye them that know them not.

26. And whosoever will not do the law of thy God, and the law of the king, let judgment be executed speedily upon him, whether it be upto death, or to banishment, or to consfiscation of goods, or to imprisonment .

ان آیات میں صاف و تصریح کے ساتھ بیان ہوا کہ پیش گوئی یرمیاہ کی حضرت مسیح سے پیشتر خورس بادشاہ کے عہد میں پوری ہوگئی اور جوڑیا، کونجات اور اسرائیل کوسلامتی حاصل ہوئی۔اور ان میں صداقت عدالت حضرت عزیرؑ کے یروشلم میں آنے کے بعد قائم ہوگئی اور اسی وقت میں یہوواہ صدقنیوا کا کلمہ کہا گیا تھا جوخدا تعالی عزوجل کی نسبت اوراس کے حق میں صادق آتا تھا۔ عیسائی بے انصافی کرتے ہیں کہ اس کلمہ کوحضرت مسیح کے حق میں قرار دیتے ہیں اور جواس کلمے کے ساتھ حالات وقت بیان ہوئی ہے ان کا حضرت مسیح میں پایا نہ جانا اپنے خیال میں نہیں لاتے اور انصاف کا خون کررہے ہیں۔

ازانجملہ تیسرا مقام کتاب یسیعاہ کا باب ۹ آیت ۶۔۷ ہے جس میں یہ بیان ہے کہ وہ جو بیٹا ہم کوبخشتا ہے اورفرزندتو لد ہوتا ہے وہ ان خطابوں سے مزین ہے۔خدائے قادر،اب،ابد یت ،شاہ سلامت،مشیر،عجوبہ تخت داؤدی پرآنے والا جس کی سلطنت کا زوال کبھی نہ ہوگا۔

یہ پرچہ اول آتھم کے منقولہ الفاظ میں اصل کتاب اردو یسیعاہ میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ اس کی سلطنت کے اقبال اورسلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی ۔

6. For unto us a child is born, unto us a son is given; and the government shall be upon his shoulder; and his name shall be called Wonderful, Counseller, The mighty God, the everlasting father, the Prince of peace

7. Of the increase of his government and peace there shall be no end, upon the throne of David, and upon his kingdom, to order it, and to establish it with judgment and with justice from henceforth even for ever. The zeal of the Lord of hosts will perform this. (Isaiah 9 :6-7)

اس پیشگوئی کوبھی عیسائی زبردستی حضرت مسیح پر جماتے ہیں ..درحقیقت یہ پیشگوئی خرقیا بن آخز بادشاہ کے حق میں ہے جوحضرت یسیعاہ کے وقت میں پوری ہوچکی ہے۔ عیسائیوں نے اس

پیش گوئی کے بیان میں تحریف سے کام لیا ہے اور اس پیش گوئی کے مصداق میں ایسی صفات والفاظ کو از خود ملا دیا ہے کہ ایک انسان بادشاہ پر صادق نہ آسکیں وہ یہ چار الفاظ وصفات ہیں۔

اول، خدائے قادر۔ دوم، اب ابدیت۔ سوم، جس کی سلطنت کو کبھی زوال نہ ہوگا، تا ابد تک رہے گی۔ چہارم، لا انتہا۔

مگر یہ الفاظ عیسائیوں کی تحریف کا نتیجہ ہے اور اصل پیشگوئی میں یہ الفاظ نہیں کہے گئے ہم اس مقام اصل عبارت عبرانی اس پیش گوئی کی نقل کرتے ہیں پھر ثابت کر دکھاتے ہیں کہ یہ الفاظ واوصاف تحریف سے ملائے گئے ہیں۔ اور جو الفاظ اصل پیش گوئی میں ہیں وہ خرقیاہ بادشاہ میں پائے جاتے ہیں اور اس نظر سے وہ پیش گوئی ان کے حق میں صادق ہو چکی ہے۔ اصل عبارت عبرانی بخط عبرانی یہ ہے .....(عبرانی الفاظ میں نے حذف کر دیئے ہیں۔ بہاء)

عربی عبارت میں اس کے الفاظ ....

کی یلد یلّد لا تو بین بیّن لا ئق و حی همّراه علی شکمو و تقروا شمو فل یو عیص ایل گبّور ، ابی عد، سر شالوم لسر بهه همسّراه و لشالوم این قیص علی کِتا داؤد و عل مملکتو لها کین اتاه و لسعا داه بمشبا ط و بصدا قاه معتاه و عد عولام قن ا ث ..

اس کا ترجمہ: ہمارے لئے ایک لڑکا پیدا ہوا اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اس کے کاندھے پر ہوگی اور وہ اس نام سے کہلائے گا۔ عجیب مشیر پہلوان یا زور آور اور اپنے وقت کے لوگوں کا مربی اور سلامتی کا شہزادہ اس کا اقبال حکومت اور سلامتی طاقتور با مقصد ہوگی داؤد کے تخت اور اس کی مملکت پر وہ درستی سے سنبھالے گا عدالت اور صداقت سے آج سے مدت دراز تک قابض رہے گا۔ (معلوم نہیں عبرانی کی عربی نقل میں کس قدر غلطیاں ہیں۔ بہاء)

اس عبارت میں جو اس لڑکے کو عجیب اور سلامتی کا شہزادہ کہا گیا ہے یہ حضرت حزقیاہ پر اچھے طور پر صادق آچکا ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے بیان سے جو آپ کے وقت میں وقوع میں آیا ہے وہ اسی کتاب یسیعاہ اور کتاب سلاطین وتواریخ سے نقل کیا جائے گا، یہ امر بخوبی ثابت ہے۔ ایسا ہی پہلوان یا زور آور ہونا اور اپنی قوم کا مربی ہونا اور اس کی سلطنت کا ایک مدت طویل تک طاقتور یا با مقصد رہنا بھی اس پر صادق آچکا ہے۔ کتاب دوم تواریخ اور دوم سلاطین اس پر شاہد ہے۔ عیسائیوں نے جو بجائے ان الفاظ وصفات کے وہ چار لفظ اس پیش گوئی میں درج کئے ہیں اس میں

انہوں نے تحریف سے کام لیا ہے۔

ان کا پہلا لفظ نتیجہ تحریف لفظ، خدائے قادر، ہے جس کو انہوں نے عبرانی لفظ ایل گبور کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف معنوی سے کام لیا ہے۔ یہاں ایل گبور کا صحیح ترجمہ پہلوان یا زور آور یا سردار ہے۔ عبرانی میں لفظ ایل چار معنی میں استعمال ہوا ہے۔ زور، زور آور، الہ، اللہ۔ دیکھو لغات عبرانی پادری ولیم ہو پر پرنسپل ڈیونٹی کالج لاہور مطبوعہ الہ آباد مشن پریس ص ۱۲۔ اور لفظ گبور تین معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ زور آور، پہلوان، سردار۔ (دیکھو لغات عبرانی مذکور ص ۵۹) اور چونکہ اس پیش گوئی میں یہ الفاظ ایک لڑکے کے حق میں، جو انسان سے تولد ہونیوالا تھا، استعمال کئے گئے ہیں لہذا ان الفاظ کے یہی معنی مناسب مقام و متعین ہیں جو انسان میں پائے جاتے ہیں یعنی پہلوان یا زور آور یا سردار، نہ وہ معنی جو خالق سے مخصوص ہیں یعنی اللہ یا الہ یا خدا۔ ایسے معنی مخصوص بخدا تعالی کو اس مقام میں مراد قرار دینا محض غلطی اور تحریف معنی ہے۔

ان کا دوسرا تحریفی لفظ اب ابدیت ہے جس کو انہوں نے لفظ ابی عد کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف معنوی سے کام لیا ہے اور درحقیقت ابی عد کا ترجمہ مناسبِ مقام، وقت کا باپ، ہے یعنی اپنے وقت کے لوگوں کا مربی۔

اب کے معنی عبرانی میں باپ کے ہیں جیسا کہ عربی میں اور بحالت اضافت یا سے بولا جاتا ہے اور عد تین معنوں میں مستعمل ہو چکا ہے۔ وقت، ابد، لوٹ۔ دیکھو لغات عبرانی مذکور صفحہ ۲۷۸۔ وازانجا کہ یہ لفظ ایک انسان بادشاہ کے حق میں مستعمل ہوا ہے لہذا اس کے معنی وہی اول، مناسب مقام اور متعین ہیں۔ دوسرے معنی جو خدا سے مخصوص ہیں مراد ٹھہرانا تحریف معنوی ہے۔

ان کا تیسرا لفظ نتیجہ تحریف لفظ ،انتہاء نہ ہونے، کا ہے جس کو انہوں نے این قیص کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف سے کام لیا ہے اس مقام میں این کے معنی طاقت ور کے ہیں دیکھو صفحہ ۱۳ لغات عبرانی ولیم ہو پر۔ اور قیص کا ترجمہ با مقصد ہے دیکھو صفحہ ۳۵۷ لغات مذکور۔

ان کا چوتھا لفظ تحریف، سلطنت کے لازوال یا ابدی ہونے کا ہے جس کو انہوں نے عولام کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف معنوی سے کام لیا۔ اور درحقیقت اسکا ترجمہ طویل مدت ہے۔ عد کے معنی ابھی بیان ہوئے ہیں اور عولام کے معنی، بڑی مدت، کے اس مقام کے مناسب ہیں دیکھو لغات مذکور صفحہ ۲۹۰۔

یہ اس پیشگوئی کے الفاظ کی تحقیق ہے جس سے یہ پیشگوئی حزقیاہ کے حق میں صادق آسکتی

ہے ۔اب یسیعاہ اورسلاطین اورتواریخ سے پیشگوئی کا حزقیاہ پر صادق ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔

پس اولاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس باب نہم کتاب یسیعاہ میں پیش گوئی کی گئی ہے اس سے پہلے آٹھویں باب آیت ۷ میں شاہ اسور کے چڑھائی کرنے اور لوگوں کے تنگی وتاریکی میں پڑ جانے کی پیش گوئی کی گئی ہے ۔ پھر باب نہم میں اس تنگی وتاریکی کے دور ہو جانے کی بشارت کے ضمن میں اس لڑکے کی پیش گوئی کی گئی ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کے وقت اور عہد حکومت وسلطنت میں وہ تاریکی دور ہو جائے جو شاہ اسور کی چڑھائی سے پیدا ہوگی۔

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ بائیبل کی شہادت سے وہ کون لڑکا ہے جس کے وقت اور عہد سلطنت میں وہ تنگی وتاریکی دور ہوئی ہے۔سو شاہ حزقیاہ ہے، جو اس پیش گوئی کے بعد تخت داؤدی پر تخت نشین ہوا اور اس کی سلطنت کے چوھویں برس سنخریب نے جوڈا کے شہروں پر چڑھائی کی جس سے تمام جوڈا پر تنگی وتاریکی چھا گئی ۔تب حزقیاہ کی دعا سے لشکر سنخریب پر یہ آفت آئی کہ خدا کے فرشتے نے ان کے بڑے بڑے بہادروں اور سرداروں اور رئیسوں کو فنا کیا۔ایک شب میں ایک لاکھ پچاسی ہزار آدمیوں کو واصل جہنم کیا۔ یہ عجیب وغریب فتح وسلامتی ہوئی جس کے سبب سے حزقیاہ سلامتی اور عجیب کہلایا ہے۔اب ہم اپنے اس بیان کی تصدیق کے لئے بائیبل کی عبارت نقل کرتے ہیں۔یسیعاہ باب ۸ آیت ۷ میں کہا ہے:

اب دیکھ خداوند دریا کے سخت شدید سیلاب کو یعنی شاہ اسور اور اس کی ساری شوکت کو ان پر چڑھا لائے گا۔ ۲۱۔تب وے خراب حال بھوکے ہوکے سرزمین میں گزریں گے۔اور ایسا ہوگا کہ جب وہ بھوکے ہوں تو وے اپنی جان سے بیزار ہونگے ۔اور اپنے بادشاہ اور خدا پر لعنت کریں گے اور وے اوپر تاکیں گے۔۲۲۔ پھر زمین کی طرف گھوریں گے۔اور کیا دیکھتے ہیں۔تنگی اور تاریکی کو کہ وہ سیاست ہی سے تاریک ہو جائے گی اور تیرگی میں کھدیڑی جائیں گی۔

7.Now therefore, behold, the Lord bringeth up upon them the waters of the river, strong and many, even the king of Assyria, and all his glory, and he shall come up over all the channels, and go over all his banks.

21. And they shall pass through it, hardly bestead and hungry, and it shall come to pass, that when they shall be hungry, they shall fret themselves, and curse their king and their God, and look upward.

22 And they shall look unto the earth; and behold trouble and darkness, dimness of anguish; and they shall be driven to darkness. (Isaiah 8: 7 & 21 & 22)

پھر اس کے باب ۹ میں کہا ہے:

لیکن تیرگی وہاں نہ رہے گی ۔ ۲۔ وے لوگ جو تاریکی میں چلتے تھے بڑی روشنی دیکھتے اور ان پر جو موت کے سایہ کے ملک میں رہتے تھے نور چمکتا۔

1. Nevertheless the dimness shall not be such as was in her vexation, when at the first he lightly afflicted the hand of Ze-bu-lum and the hand of Naph-ta-li, and afterward did more grievously afflict her by the way of the sea, beyong Jordan, in the Galilee of the nations.

2. The people that walked in darkness have seen a great light: they that dwell in the land of the shadow of death, upon them hath the light shined. (Isaiah 9:1.2)

اس کے بعد آیت ۶ میں اس لڑکے کی وہ پیشگوئی ہے جس کو عیسائی مسیح کے حق میں لگاتے ہیں۔ پھر اس کے باب ۱۰ آیت ۱۲ میں شاہ اسور کی گستاخی پر سزا یابی کی پیش گوئی ہے۔

Wherefore it shall come to pass, that when the Lord hath performed his whole work upon mount Zion and on Jerusalem, I will punish the fruit of the stout heart of the King of Assyria, and the glory of his high looks. (Isaiah 10:12).

So shall the king of Assyria lead away the Egyptians prisoners, and the E-thi-o-pi-ans captives, young and old, naked and barefoot, even with their buttocks uncovered, to the shame of Egypt. (Isaiah 20:4)

Then shall the Assyrian fall with the sword, not of the mighty man; and the sword, not of a mean man, shall devour him, but he shall flee from the sword, and his young men shall be discomfited. (Isaiah 31:8).

پھر اس کے باب ۲۰ آیت ۴ میں مصریوں کے شاہ اسور کے قید میں آجانے کا ذکر ہے۔ پھر اس کے باب ۳۱ آیت ۸ میں اسوری کے گر جانے کی پیش گوئی ہے۔ پھر اس کے باب ۳۶ میں کہا ہے:

اور حزقیاہ کی سلطنت کے چودھویں سال یوں ہوا کہ شاہ اسور سنخریب، یہودا کے سب

حصین شہروں پر چڑھا اور انہیں لے لیا۔۲۔ اور شاہ اسور نے رب ساقی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ
لکبیس سے حزقیاہ کے پاس یروشلم بھیجا۔۳۔تب الیا قیم بن خلقیاہ جو گھر کا مختار تھا، اور شہنہ متصدی
اور محاسب یواخ بن آسف نکل کے اس پاس آئے۔۴۔اور رب ساقی نے انہیں کہا تم تو حزقیاہ سے
یہ کہو بادشاہ عظیم اسور کا بادشاہ یوں فرماتا ہے۔وہ کون سی امید ہے جسے تو ایسا کہہ کے رکھتا ہے۔۵۔
مجھ میں لیکن فقط منہ کی بات ہے۔مصلحت اور جنگ کی قوت موجود ہے،سو اب تو کس پر اعتماد کرتا ہے
، جو تو نے مجھ سے سرکشی کی۔٦۔ دیکھ تجھے اس ٹوٹی ہوئی چھڑی پر مصر کے نل پر بھروسہ ہے۔۱۸۔
حزقیاہ تمہیں فریب دینے نہ پاوے جو کہتا ہے کہ خدا ہم کو چھوڑا دے گا۔ بھلا کیا گروہوں کے معبودو
ں میں سے کسی نے بھی اپنی سرزمین کو اسور کے بادشاہ کے ہاتھ سے بچایا ہے۔۱۹۔ حمایت زور
ارفاد کے معبود کہاں ہیں۔سفر دائم کے معبود کہاں ہیں۔کیا انہوں نے سمروں کا ملک میرے ہاتھ
سے بچالیا۔۲۰۔ان سارے ملکوں کے معبودوں کے درمیان وہ کون ہے جس نے اپنا ملک میرے
ہاتھ سے بچایا۔ جو خدا بھی یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچاوے گا۔ ۲۲۔ الیاقم اور شبنہ اور یواخ
حزقیاہ کے پاس آئے اور اپنے کپڑے چاک کئے ہوئے رب ساقی کی باتیں اس سے بیان کیں۔

Now it came to pass in the fourteenth year of king Hez-e-ki-ah, that Sen-nach-er-ib king of Assyria came up against all the defenced cities of Judah, and took them.

And the king of Assyria sent Rab-sha-keh from La-chish to Jerusalem unto king Hez-e-ki-ah with a great army. and he stood by the conduit of the upper pool in the highway of the fuller field.

Then came forth unto him E-li-a-kim, hil-ki-ah's son, which was over the house, and Sheb-na the scribe, and Jo-ah, A-saph's son, the recorder.

And Rab-sha-keth said unto them, Say ye now to Hez-e-ki-ah. Thus saith the great king, the king of Assyria. What confidence is this wherein thou trustest?

I say, sayest thou, (but they are but vain words) I have counsel and strength for war: now on whom dost thou trust, that thou rebellest against me?

Lo, thou, trustest in the staff of this broken reed, on Egypt; wherein if a man lean, it will go into his hand, and pierce it, so is Pharaoh king of Egupt to all that trust in him .

18. Beware lest Hez-e-kiah persuade you, saying. The Lord will deliver us. Hath any of the gods

of the nations delivered his land out of the hand of the king of Assyria?

19. Where are the gods of Ha-math and Ar-phad? where are the gods of Se-phar-va-im? and have they delivered Sa-mar-i-a out of my hand.

20. Who are among all the gods of these lands that have delivered their land out of may hand, that the Lord should deliver Jerusalem out of my hand?

12. But they held their peace, and answered him not a word; for the King's command was, saying, answer him not .

22. Then came E-li-a-kim, the son of Hil-ki-ah, that was over the household, and Sheb-na the scribe, and Jo-ah, the son of A-saph, the recorder, to Hez-e-ki-ah with their cloths rent, and told him the words of Rab-sha-keh. (Isaiah 36)

پھر باب ۳۷ میں کہا ہے:۔

اور ایسا ہوا کہ حزقیاہ بادشاہ نے یہ سنکر اپنے کپڑے پھاڑے اور ٹاٹ اوڑھا اور خداوند کے گھر میں گھس گیا۔ ۲۔ اور اس نے الیاقم اور شبنہ اور کاہنوں کے بزرگوں کو ٹاٹ اوڑھا کے یسیعاہ بن اسوس کے پاس بھیجا۔۳۔ اور انہوں نے اس سے کہا کہ حزقیاہ یوں کہتا ہے کہ آج کا دن دکھ اور ملامت اور تہمت کا دن ہے۔۴۔ شائد کہ خداوند تیرا خدا ربساقی کی سب باتیں سنے گا جسے اسکے صاحب شاہ اسور نے بھیجا ہے کہ خدائے حی کی تحقیر کریں۔ اور ان باتوں کے سبب جو خداوند میرے خدانے سنی ہیں تنبیہہ دے گا۔ پس تو ان باقیوں کے واسطے خدا سے دعا مانگ۔۵۔ پس شاہ حزقیاہ کے ملازم یسیعاہ کے پاس آئے تب یسیعاہ نے انہیں فرمایا تم اپنے آقا سے کہو خداوند یوں فرماتا ہے کہ تو ان باتوں سے جنہیں شاہ اسور کے جوانوں نے کہہ کر میری تحقیر کی ہے ہراساں مت ہو۔ دیکھ میں اس میں روح ڈالونگا۔ اور وہ ایک افواہ سن کے اپنی مملکت کو پھر جائے گا۔ اور میں اسے اس ہی کی زمین میں تلوار سے مروا ڈالوں گا۔

پھر اس باب ۳۷ کی آیت ۱۱ وغیرہ میں بیان کیا ہے کہ

۱۱۔ شاہ اسور نے پھر حزقیاہ کو دھمکایا اور ڈرایا۔

۱۴۔ حزقیاہ نے خدا سے دعا مانگی کہ اے خدا تو ہم کو اسور کے ہاتھ سے بچالے۔

۲۱۔ میں کہا ہے کہ حضرت یسیعاہ نے حزقیاہ کو کہلا بھیجا کہ خدا تعالی نے تیری سن لی۔

۳۳۔ سوخدا شاہ اسور کے حق میں فرماتا ہے کہ وہ اس شہر میں نہ آئیگا۔ نہ اس کے اندر تیر چلاویگا۔
۳۴۔ بلکہ جس راہ سے آیا ہے اسی راہ سے پھر جاوے گا۔
۳۶۔ پس خداوند کے فرشتہ نے جا کے اسوریوں کے لشکر گاہ میں ایک لاکھ پچاسی ہزار آدمی جان
سے مارے اور جب لوگ صبح سویرے اٹھے تو دیکھو کہ وہ سب مرے پڑے تھے۔
۳۷۔تب سنخریب شاہ اسور نے کوچ کیا اور چلا گیا۔اور پھر گیا اور نینواہ میں آ رہا۔
۳۸۔ اور ایسا ہوا کہ جس وقت وہ اپنے معبود نسروک کے گھر میں پوجا کرتا تھا آدرم ملک اور شارا ضر
اس کے بیٹوں نے اسے تلوار سے قتل کیا۔ اور وے بھاگ کر اراراط کی سرزمین کو گئے اور اس کا بیٹا
اسرحدون اس کی جگہ بادشاہ ہوا۔

1.And it came to pass, when king Hez-e-ki-ah heard it, that he rent his cloths, and covered himself with sackcloth, and went into the house of the Lord.

2, And he sent E-li-a-kim, who was over the household, and Sheb-na the scribe, and the elders of the priests covered with sackcloths, unto Isaiah the prophet the son of Amoz.

3. And they said unto him, Thus saith Hez-e-ki-ah, This day is a day of trouble, and of rebuke , and of blasphemy; for the children are come to the birth, and there is not strengththo bring forth.

4.It may be the Lord thy God will hear the words of Rab-sha-keh, whom the king of Assyria his master hath sent to reproach the living God, and will reprove the words which the Lord thy God hath heard; wherefore lift up thy prayer for the ramnant that is left.

5 . So the servants of king Hez-e-ki-ah came to Isaiah.

6. And Isaiah said unto them, Thus shall ye say unto your master. Thus saith the Lord. Be not afraid of the words that thou hast heard, wherewith the servants of the king of Assyria have blasphemed me.

7. Behold I will send a blast upon him, and he shall hear a rumour, and return to his own land; and I will cause him to fall by the sword in his own land.

11. Behold, thou hast heard what the king of Assyria have done to all lands by destroying them utterly; and shalt thou be deliverd.

14. And Hez-e-ki-ah received the letter from the hand of the messengers, and read it; and Hez-e-ki-ah went up unto the house of the Lord, and spread it before the Lord.

15. And Hez-e-ki-ah prayed unto the Lord saying.

16. O Lord of Hosts, God of Israel, that dwellest between the cher-u-bims, thou art God, even thou alone, of all the kingdoms of the earth: thou hast made heaven and earth.

17. Incline thine ear O Lord, and hear; open thine eyes. O Lord and see, and hear all the words of Sen-nach-er-ib which hath sent to reproach the living God .

21.Then Isaiah the son of Amoz sent unto Hez-e-ki-ah, saying, Thus saith the Lord God of Israel, Whereas thou hast prayed to me against Sen-nach-er-ib king of Assyria;

33. Therefore thus saith the Lord concerning the king of Assyria. He shall not come into the city, nor shoot an arrow there, nor come before it with shields, nor cast a bank against it.

34. By the way that he came, by the same shall he return, and shall not come into the city, saith the Lord.

35 For I will defend this city to save it for mine own sake, and for my servant David's sake .

36. Then the angel of the Lord went forth, and smote in the camp of the Assyrians and hundred and fourscor and five thousand; and when they arose early in the morning, behold they were all dead corpses.

37. So Sen-nach-er-ib king of Assyria departed, and went and returned, and dwelt at Nin-e-veh.

38. And it came to pass, as he was worshipping in the house of Nis-roch his god, that A-dram-me-lech and Sha-re-zer his sons smote him with the sword; and they escaped into the land of Ar-me-ni-a; and E-sar-had-don his son reigned in his stead. (Isaiah)

ایسا ہی دوم تواریخ کے باب ۳۱ و ۳۳ میں اور دوم سلاطین کے باب ۱۸ و ۱۹ میں بیان ہوا ہے۔ان کتابوں کے ان بیانات سے صاف اور یقینی طور سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لڑکا جس کی پیش گوئی یسیعاہ باب ۹ میں ہوئی ہے وہی شاہ حزقیاہ ہے جس کی دعا سے خدا تعالی نے شاہ اسور کے لشکر میں ایک لاکھ پچاسی ہزار کی جان ایک رات میں لے لی اور اس سے شاہ اسور کو ہزیمت اور شاہ

حزقیاہ کو عجیب فتح نصیب ہوئی اور پیشگوئی اس وقت پوری ہوگئی۔عیسیٰؑ کے متعلق یہ کسی طرح نہیں ہوسکتی۔عیسائی ظلم و ناانصافی کرتے ہیں کہ اس پیش گوئی کو ناحق و بلاوجہ عیسیٰؑ پر جماتے ہیں۔

وازانجملہ چوتھا مقام یسیعاہ باب ۷ آیت ۱۴، اور باب ۸ آیت ۱۰ میں ہے جس کو آتھم نے پرچہ ۲۵ مئی میں ۱۸۹۳ء میں بضمن ایک فہرست کے پیش کیا ہے جسکا مضمون آتھم نے بیان کیا:

دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اسکا نام ایمانوئیل رکھیں گے تم منصوبہ باندھو پر وہ باطل ہوگا۔حکم سناؤ پر وہ ٹھہرے گا۔کہ خداوند ہمارے ساتھ ہے۔اس جگہ لفظ ایمانوئیل ہے۔

اس پیش گوئی حضرت یسیعاہ کو بھی عیسائی زبردستی حضرت عیسیٰؑ پر لگاتے ہیں۔اور اس پیش گوئی کے مضمون اور متعلقات سے آنکھ بند کر کے اپنے آپ کو بے انصاف بنا رہے ہیں۔اور درحقیقت یہ پیش گوئی حضرت یسیعاہ کے خود اپنے وقت میں پوری ہوگئی۔شاہ احاس بن یوتام (جس کو بائیبل میں اخذ بن یوتام کہا گیا ہے) کے دشمنوں شاہ ارام رضین وغیرہ نے اس پر چڑھائی کی تو اس سے احاس ڈر گیا۔تب حضرت یسیعاہ نے اس کو بشارت دی۔اور یہ پیش گوئی کی کہ ایک جوان عورت لڑکا جنے گی جس کا نام وہ خود عمانوایل رکھے گی۔وہ ہنوز سن تمیز کو نہ پہنچے گا کہ وہ زمین ان بادشاہوں سے جو اس پر چڑھائی کرتے ہیں چھوڑائی جائے گی اور ایسا ہی وقوع میں آگیا۔وہ لڑکا شاہ احاس کے وقت میں پیدا ہوا اور اسی وقت شاہ احاس کے مخالفوں کو پس پا کیا گیا۔یہ بات اسی کتاب یسیعاہ کے باب ۷ وغیرہ اور کتاب سلاطین دوم کے باب ۱۶ وغیرہ میں بتفصیل مذکور ہے مگر حضرات عیسائی اس تفصیل سے آنکھ بند کر کے اس پیش گوئی کو حضرت عیسیٰؑ پر لگاتے ہیں۔اور اس میں اپنی سنت قدیم تحریف سے بھی کام لے چکے ہیں کہ جوان عورت کی جگہ کنواری عورت بنا دیا۔اور بجائے اس فقرہ کے اس لڑکے کی والدہ ...

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ کے صفحات ۲۸۸۔۲۸۹ موجود نہ ہونیکے باعث ان کی عبارت مجبوراً حذف کی جارہی ہے۔صفحہ ۲۹۰ پر بھی اسی پیش گوئی کا مضمون چل رہا ہے اور یسیعاہ باب ۷ کی آیات نقل ہورہی ہیں۔بہاء)

..... لاؤ گے تو یقیناً قائم نہ رہو گے۔۱۰۔ پھر خداوند نے اخز سے خطاب کر کے کہا۔۱۱۔خداوند اپنے خدا سے کوئی نشان مانگ۔خواہ نیچے زمین خواہ اوپر بلندی میں۔۱۲۔پھر اخز نے کہا میں نہیں مانگنے کا۔اور میں خداوند کو نہیں آزمانے کا۔۱۳۔تب نبی نے کہا اے داؤد کے خاندان اب تم سنو انسان کو تھکانا ہمارے آگے نہایت چھوٹی بات ہے۔سو کیا تم میرے خدا کو بھی تھکاؤ گے؟ ۱۴۔ باوجود اس کے خداوند آپ تم کو نشان دے گا۔(بے انصاف عیسائیو! دیکھو اس نشان کے دکھانے کا کس

کو وعدہ دیا گیا؟ کیا اسی بادشاہ خاندان داؤدی شاہ اخزیا احاس کو جو حضرت یسعیاہ کے وقت میں تھا یہ وعدہ نہیں دیا گیا) دیکھو کنواری (یہ عیسائیوں کی من گھڑت اور تحریف ہے اصل میں جوان عورت کہا گیا ہے چنانچہ ثابت ہو چکا ہے) حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام امانوایل رکھے گی۔ (عیسائیو! اس لفظ کو بھی دیکھو اور خیال کرو کہ تم نے اس کو کیا بنا لیا؟ اور بجائے اس کے انجیل میں یہ داخل کر دیا کہ لوگ اس کا نام امانوایل رکھیں گے)۔ ۱۵۔ وہ دہی وشہد کھاوے گا جس وقت وہ برا ترک کرنے کا اور بھلا پسند کرنے کا امتیاز پاوے گا۔ ۱۶۔ پھر اس سے آگے کہ یہ لڑکا بد ترک کرنے کا اور نیک پسند کرنے کا امتیاز پاوے، یہ زمین جسے تو برباد کرتا ہے اپنے دونوں بادشاہوں سے چھوڑ دی جائے گی۔

1. And it came to pass in the days of Ahaz, the son of Jo-tham, the son of ...., king of Judah, that Re-zin the king of Syria, and Pe-kah the son of the Rem-a-li-ah, king of Israel, went up towards Jerusalem to war against it, but could not prevail against it.

2. And it was told the house of David, saying, Syria is confederate with E-phra-im. And his heart was moved, and the heart of his people, as the trees of the wood are moved with the wind.

3. Then said the Lord unto Isaiah, Go forth now to meet Ahaz, thou, and She-ar-rash-ub thy son, at the end of the conduit of the upper pool in the highway of the fuller field.

4. And say unto him, Take heed, and be quiet, fear not, neither be faint-hearted for the two tails of these smoking firebrands for the fierce anger of Re-zin with Syria, and of the son of Rem-a-li-ah.

5. Because Syria, E-phra-im, and the son of Rem-a-li-ah, have taken evil counsel against thee saying,

6. Let us go up against Judah, and vex it, and let us make a breach therein for us, and set a king in the midst of it, even the son of Ta-be-al:

7. Thus saith the Lord God, It shall not stand, neither shall it come to pass.

8. For the head of Syria is Damascus, and the head of Damascus is Re-zin; and within threescore and five years shall E-phra-im be broken, that it be not a people.

9. And the head of E-phra-im is Sa-mar-i-a, and the head of Sa-mar-ia is Rem-a-li-ah's son. If ye will not believe, surely ye shall not be established.

10. Moreover the Lord spake again unto Ahaz, saying,

11. Ask thee a sign of the Lord thy God; ask it either in depth, or in the height above.

12. But Ahaz said, I will not ask, neither will I tempt the Lord.

13. And he said, hear ye now, O house of David; Is it a small thing for you to weary men, but will ye weary my God also.

14. Therefore the Lord himself shall give you a sign; behold, a virgin shall conceive, and bear a son, and shall call his name Im-man-u-el.

15. Butter and honey shall he eat, that he may know to refuse the evil, and choose the good.

16. For before the child shall know to refuse the evil, and choose the good, the land that thou abhorrest shall be forsaken of both her kings. (Isaiah 7: 1.16)

ان آیات میں صاف تصریح ہے کہ یہ پیشگوئی یسیعاہ نے شاہ احاس کی تسلی کیلیئے کی تھی اوراس کوبطور نشان نمائی یہ بشارت دی تھی کہ ایک جوان عورت سےلڑکا پیدا ہوگا اوراسکے زمانہ ہوش سنبھالنے سے پہلے تیرے مخالف بادشاہوں کی بربادی ہو جائے گی ۔ لہذا پرضرور تھا کہ وہ لڑکا اس کے وقت میں پیدا ہوتا اوراداس کے پیدا ہونے کے بعد اپنے مخالفوں کی بربادی کا مشاہدہ کرلیتا۔

اب رہا یہ سوال کہ وہ لڑکا کونسا تھا۔سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہودی یوں کہتے ہیں وہ لڑکا حضرت یسیعاہ کے گھر میں انہیں کی جوان عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اوراس پر وہ کتاب یسیعاہ کے باب ۸ آیت ایک وغیرہ سے دست آویز کرتے ہیں ۔

۱۔ پھر خدا نے مجھے کہا کہ ایک بڑی تختی لے اور آدمی کی قلم سے اس پرلکھ مہیر شالال حاش بز کیلیئے۔

۲۔اور کہ میں دیانت دار گواہوں یعنی عوریاہ کاہن اور ذکریا بن .. برکیاہ کومقرر کروں ۔

۳ ۔ اور میں نبیہ کے پاس گیا وہ پیٹ سے ہوئی اور ایک بیٹا جنی تب خداوند نے مجھے کہا کہ تو اس کا نام مھیر شالال حاش بز رکھ۔

۴ ۔ کہ اس سے پیشتر کہ یہ لڑکا ۔ اے میرے باپ اے میری ماں بول سکے، دمشق کا مال اور سمرون کی لوٹ کو اٹھوا کے شاہ اسور کے حضور میں لے جاویں گے ۔

۹ ۔ ارے قوموں دھوم مچاؤ پر تم ٹکڑے ٹکڑے کیئے جاؤ گے ۔ اور اے تم سب جو زمین کے دور اطراف میں ہو اسے سنو اپنی کمریں باندھو پر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کیئے جائیں گے ۔ اپنی کمریں کسو

پر تمہارے پرزے پرزے کئے جائیں گے۔
تم منصوبہ باندھو۔ پر وہ باطل ہوگا۔ حکم سناؤ پر وہ نہ ٹھہرے گا کہ خداوند تمہارے ساتھ ہے۔

1. Moreover the Lord said unto me. Take thee a great roll, and write in it with a man's pen concerning Ma-her.shal-al-hash-baz.

2. And I took unto me faithful witnesses to record C-ri-ah the priest, and Zech-a-riah the son of Je-ber-e-chi-ah.

3. And I went unto the prophetess, and she conceived, and bare a son. Then said the Lord to me, Call his name Ma-her.shal-al-hash-baz.

4. For before the child shall have knowledge to cry, My father, and my mother, the riches of Damascus and the spoils of Sa-mar-i-a shall be taken away before the king of Assyria.

5. The Lord spake also unto me again, saying.

6. Forasmuch as this people refuseth the waters of Shi-lo-ah that go softly, and rejoice in Re-sin and Rem-a-liah's son.

9. Associate yourselves, O ye people, and ye shall be broken in peaces; and give ear, all ye of far countries; gird yourselves, and ye shall be brokenin pieces, gird yourselves, and you shall be broken in pieces.

10. Take counsel together, and it shall come to nought, speak the word, and it shall not stand; for God is with us. (Isaiah 8: 1-10)

یہ اخیر کا جملہ اس لڑکے کے دوسرے نام عمانوایل کی طرف مشعر ہے۔ جیسا کہ اس کا پہلا نام مھیر شالال حاش بز ہے۔ اور دوم تواریخ کے باب ۲۸، اور دوم سلاطین کے باب ۱۶ میں بیان ہوا ہے کہ شاہ احاس نے ارامی رضین اور شاہ اسرائیل سے تنگ ہوکر شاہ اسور کی طرف التجا کی اور اس سے مدد مانگی چاہی۔ (تواریخ ۲۔ ۲۸:۱۶)۔ تب شاہ اسور نے اس کی بات مانی اور اس نے دمشق پر لشکرکشی کر کے اسے لے لیا۔ اور یہ وہاں کے لوگوں کو اسیر کر کر کے قید میں لایا اور رضین کو قتل کیا۔ تب اخذ بادشاہ، شاہ اسور تگلت پلاسر کی ملاقات کو چلا (سلاطین دوم ۱۶: ۷۔۹۔۱۰) وغیرہ۔

7. Ahaz sent messengers to Tig-lath-pi-le-ser king of Assyria, saying, I am thy servant and thy

son; come up and save me outof the hand of the king of Syria, and out of the hand of the king of Israel, which rise up against me .

8. And Ahaz took the silver and gold that was found in the house of the Lord, and in the treaurers of the king's house, and sent it for a present to the King of Assyria.

9. And the King of Assyria hearkened unto him: for the king of Assyria went up against Damascus and took it and carried the people of it captive to Kir and slew Re-zin

10. And king Ahaz went to Damascus to meet Tig-lath-pi-le-ser king of Assyria, and saw an alter that that was at Damascus; and king Ahaz sent to C-ri.jah the priest the fashion of the alter, and the pattern of it, according to all workmanship thereof. (2 Kings 16: 7-10)

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ پیش گوئی حضرت یسیعاہ، شاہ احاس کے وقت میں پوری ہوگئی ۔ اور وہ لڑکا وہی ہے جو حضرت یسیعاہ کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔ عیسائی حضرات، موعود لڑکا حضرت یسیعاہ کے لڑکے کو نہ مانیں تو وہ کوئی اور لڑکا تجویز کر لیں مگر وہ لڑکا ایسا ہونا چاہیے جو حضرت یسیعاہ کے وقت اور شاہ احاس کے دشمنوں سے نجات پانے سے پہلے پیدا ہو چکا ہو کیونکہ حضرت یسیعاہ کے وقت اس پیش گوئی کے پورا ہو جانے میں ان کو دم مارنے اور انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا اس لڑکے کا بھی اس وقت میں پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ پیش گوئی نجات شاہ احاس تو اسی وقت پوری ہو جاوے اور وہ لڑکا جس کی پیدائش کو اس نجات کی علامت قرار دیا گیا تھا حضرت مسیح ہو جو ۷۴۲ برس کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ عیسائیوں کی فہم وانصاف کو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی موٹی بات نہیں سمجھتے اور زبردستی اس پیش گوئی کا مصداق حضرت مسیح کو بناتے ہیں۔

وازانجملہ پانچواں مقام یسیعاہ باب ۴۰ آیت ۳ ہے جس کو ڈپٹی آتھم نے اس پرچہ ۲۵ ۱۸۹۳ء میں پیش کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے:

بیابان میں ایک منادی کرنے والے کی آواز تم خداوند کی راہ درست کرو۔ اور اس کے راستوں کو سیدھا بناؤ۔

اس پیش گوئی کو بھی حضرت عیسیٰؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ پیش گوئی بشہادت انجیل متی یوحنا بپتسما دینے والے کے مسیح کے حق میں ہے۔ متی باب ۳ میں آیت ۱ سے ۳ تک کہا ہے

ان دنوں یوحنا بپتسما دینے والا یہودیہ کے بیابان میں ظاہر ہو کے منادی کرنے۔ ۲۔ اور

یہ کہنے لگا توبہ کرو کیونکہ آسمانی بادشاہت نزدیک ہے۔۳۔کہ یہ وہی ہے جس کا ذکر یسیعاہ نبی نے یہ کہہ کے کیا کہ جنگل میں ایک پکارنے والے کی آواز ہے کہ خداوند کی راہ درست کرو اور اس کے راستوں کو سیدھا بناؤ۔

1. In those days came John the Baptist preaching in the wilderness.

2. And saying, Repent ye; for the kingdom of heaven is at hand.

3. For this is he that was spoken of by the prophet E-sai-as saying, The voice of one crying in the wilderness, Prepare ye the way of the Lord, make his path straight. (Matthew 3: 1-3)

ایسا ہی باقی انجیلوں مرقس لوقا یوحنا میں ہے۔افسوس عیسائی ان انجیلوں کو بھی توجہ سے نہیں دیکھتے اور اس کے برخلاف عہد عتیق کی پیش گوئیوں کی بے جا تاویلیں کر کے ان کو حضرت مسیح پر جماتے ہیں اور اتنا بھی نہیں سوچتے اور سمجھتے کہ ایسی پیش گوئیاں حضرت مسیح کے حق میں تسلیم بھی کر لی جاویں تو بھی ان سے ان کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔پھر ہم دعوی الوہیت کی تائید وثبوت میں ان کو کیوں پیش کرتے ہیں۔

ازانجملہ پانچواں مقام ملاکی باب ۳ آیت ا ہے جس کو ڈپٹی عبداللہ آتھم نے اسی پرچہ ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء کی فہرست میں پیش کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے:

دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجونگا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا۔،

1. Behold, I will send my messenger, and he shall prapare the way before me; and the Lord, whom ye seek, shall suddenly come to his temple, even the messenger of the covenant, whom ye delight in: behold, he shall come, saith the Lord of hosts. (Malachi 3:1)

اس پیشگوئی کو بھی مسیح کی الوہیت یا ابنیت (جسکے ثبوت میں اسکو پیش کیا گیا ہے) کوئی تعلق نہیں ہے۔اگر اس میں مسیح کی بابت کچھ کہا گیا ہے تو اس سے مسیح کی صرف رسالت ثابت ہوتی ہے ، نہ کہ الوہیت۔متی باب ۱۱ آیت ۱۰ میں اور مرقس باب ا آیت ۲۔۳ میں اور لوقا باب ۷ آیت ۲۶ و غیرہ میں ہے کہ مسیح نے اس پیشگوئی کو اپنے اوپر اور یوحنا بپتسمہ دینے والے پر لگایا ہے اور یہ کہا ہے:

پھر تم کیا دیکھنے کو گئے۔کیا ایک نبی ہاں میں تم سے کہتا ہوں کہ نبی سے بڑا۔ ۷۔یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ دیکھ میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ کو درست کرے گا۔۲۸۔کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ ان میں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں یوحنا بپتسما

دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا۔

26. But what went ye out for to see? A prophet? Yea, I say unto you, and much more than a prophet.

27. This is he, of whom it is written, Behold I sent my messenger before thy face, which shall prepare thy way before me.

28. For I say unto you, Among those that are born of women there is not a greater prophet than John the Baptist; but he that is least in the kingdom of God is greater than he. (Luke 7 : 6-28)

یہ قول مسیح اگر عیسائیوں کی من گھڑت نہیں تو اس سے بجز اسکے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ عیسیٰؑ نے یوحنا کو اپنے پہلے آنے والا رسول اوران کی راہ درست کرنے والا کہا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ عیسیٰؑ بھی ان کے بعد آنے والے رسول ہیں اور اگر عیسائی اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ یوحنا، حضرت عیسیٰؑ کا رسول ہے اور عیسیٰؑ اس کے بھیجنے والے خدا ہیں تو پھر انکی غلط فہمی یا بے انصافی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے تو اسی یوحنا سے بقول عیسائیوں کے بپتسما پایا اوران کے شاگرد و مرید ہوئے اگر وہ خود خدا اور یوحنا کے بھیجنے والے ہوتے تو ان کے مرید و شاگرد کیوں بنتے۔

ازانجملہ چھٹا مقام کتاب پیدائش کا باب اول آیت ۲۶، اور باب ۳ آیت ۲۲ ہے جن کو عبداللہ آتھم نے ۲۴ مئی کے پرچہ میں نقل کیا ہے اوراس میں یہ بیان ہے کہ خداوند نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں گے (پیدائش ۱۔۲۶)

اور خداوند نے کہا: دیکھو کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ (پیدائش ۳۔۲۲)

آتھم نے پہلی آیت کی عبرانی عبارت اردو میں نقل کر کے اسکا ترجمہ یوں کیا ہے:

کہا الوہیم خدا نے ہم بناویں آدم کو او پر صورتوں اپنیوں اور او پر شکلوں اپنیوں کے۔

اور یہ خیال کیا کہ اس آیت میں لفظ الوہیم جمع کا لفظ ہے جو خدا تعالی کے حق میں بولا گیا ہے۔ اور یہ خیال کیا کہ جن الفاظ کے معنی صورتوں اور شکلوں کے کئے گئے ہیں یعنی لفظ ؟؟؟ اور لفظ کدموثینو، وہ بھی جمع کے ہیں۔ ان تینوں الفاظ کا اطلاق خدائے واحد پر ہوا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی ذات میں باوجود وحدیث کثرت بھی پائی جاتی ہے۔

پھر آپ نے جمعیت لفظ الوہیم کی نسبت سر سید احمد کا جواب نقل کیا ہے کہ لفظ الوہیم میں

جمع تعظیمی ہے، یعنی نہ تعدادی۔ پھر اس کا یہ جواب دیا ہے کہ الوہیم خاص خدا تعالی کا نام ہے اور اسماءِ خاص یا ناموں میں تعظیم کی نظر سے جمع نہیں بنائی جاتی۔ سید احمد خان کو سید احمدان نہیں کہا جاتا

اور دوسری آیت کا صرف ایک لفظ عبرانی (کاحد ممنو) عربی حروف میں نقل کر کے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے: ہم میں سے ایک کی مانند۔، یعنی آدم نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ اور یہ خیال کیا کہ (ممنو) صیغہ متکلم مع الغیر ہے۔ یہ لفظ خدا تعالی نے اپنے حق میں استعمال کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی ذات واحد میں کثرت بھی پائی جاتی ہے۔

پھر آپ نے اس خیال کے مخالف یہودیوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس لفظ متکلم مع الغیر میں خدا تعالی نے فرشتوں کو اپنے ساتھ لے لیا اور ان کی نظر سے، ہم میں سے، کا لفظ بولا ہے پھر اس کے جواب میں کہا ہے کہ فرشتوں کا ذکر متن کتاب میں آگے پیچھے کہیں نہیں ہے۔ پھر اس ضمیر متکلم مع الغیر کا رجوع فرشتوں کی طرف کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اگر ذکر ہو تو بھی فرشتوں کا علم خدا کے علم کی مانند ذاتی نہیں ہے، بلکہ کسبی ہے۔ جو ان کو ناپاک کر دیتا ہے لہذا فرشتے اس لائق نہیں کہ خدا ان کو اپنے ساتھ لے کر ان کی نظر سے لفظ، ہم میں سے، بولے۔

پھر آپ نے سر سید احمد سے نقل کیا ہے کہ لفظ، ممنو، متکلم مع الغیر کا صیغہ نہیں بلکہ جمع غائب ہے اور اس سے مراد آدم طبقہ ہائے ماقبل آدم معروف ہے اور اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آدم طبقہ ہائے ماقبل آدم معروف کا ذکر متن کتاب میں تو درکنار جیالوجی اور سائنس میں بھی نہیں ہے۔

ہم نے ڈپٹی آتھم کی اس بحث کے جواب میں ایک ایسی تحریر کی تھی جس میں اصل عبرانی عبارت توریت وعبرانی لغات وصرف ونحو سے یہ ثابت کیا تھا کہ لفظ الوہیم ذات باری تعالی کا خاص نام نہیں بلکہ یہ وصفی اسم ہے جس کے معنی سردار یا زور آور کے ہیں اور ان ہی معنی کی نظر سے جیسا کہ اس لفظ کا اطلاق خدا تعالی پر ہوا ہے ویسا ہی حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ وحضرت عیسیٰؑ اور ایک فرقے اور ایک بادشاہ کا فر بخت نصر پر ہوا ہے (جن کی ذات میں کثرت کا خیال کسی کے دل میں نہیں گذرتا) اور اس پر آیات خروج ۷:۱؛ ۴:۱۶ اور، قاضی،، زبور، اور حزقیل کی بعض آیات کا حوالہ دیا۔

And the Lord said unto Moses, See, I have made thee a god to Pharaoh; and Aaron thy brother shall be thy prophet. (Exodus 7:1)

And he shall be thy spokesman unto the people; and he shall be to thee instead of a mouth, and thou shalt be to him instead of God. (Exodus 4:16)

اور یہ ثابت کیا گیا تھا کہ یصیلمینواور کد ممنو کے معنی جمع کے نہیں ہیں بلکہ مفرد ہیں یہی وجہ ہے کہ موجودہ بائیبل میں ان الفاظ کا ترجمہ، اپنی صورت اپنی مانند ، کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔اور ثابت کیا گیا تھا کہ لفظ ،ممنو ،توریت میں متکلم مع الغیر کے معنی میں کہیں نہیں آیا جہاں لفظ وارد ہے وہاں واحد غائب کے معنی مراد ہیں۔

ازانجملہ پیدائش۲:۱۷، ۳:۳ ہے جن میں اس لفظ کا اطلاق اس درخت پر ہوا ہے جس کے کھانے سے آدم کو منع کیا گیا تھا۔

17. But of the tree of the knowledge of good and evil, thou shalt not eat of it: for in the day that thou eatest thereof thou shalt surely die (Genesis 2:17)

But of the fruit of the tree which is in yhe mist of the garden, God hath said, Ye shall not eat of it, neither shall ye touch it, lest ye die. (Genesis 3: 3)

ایسے اور بہت مقام ہیں جن کی تفصیل سے تطویل ہے۔

عبرانی گرامر میں بھی اس لفظ کو ضمیر واحد مذکر غائب قرار دیا ہے اور اس مقام میں جو لفظ کا حد ،کا اس لفظ سے الحاق ہوا ہے اس سے بھی اس کی جمیعت ثابت نہیں ہوتی۔اس لفظ کے معنی یکتا اور وحید کے ہیں اور اگر اس لفظ کو بقرینہ لفظ کا حد جمع تسلیم کرلیا جائے تو بھی وہ لفظ جمع غائب کا صیغہ ہوگا نہ جمع متکلم کا۔ ولہذا اس لفظ سے متکلم یعنی خدا تعالی میں کثرت ثابت نہ ہوگی بلکہ ان غائب اشخاص کی جن کی نظر سے یہ لفظ بولا گیا ہے۔

اور اگر اس لفظ کا توریت میں اور عبرانی زبان میں واحد وجمع غائب ومتکلم سبھی معانی میں استعمال تسلیم کیا جاوے تو بھی مقام متنازع فیہ میں اس لفظ کے بمعنی متکلم مع الغیر ہونے اور اس سے ذات خدا میں کثرت ثابت ہونے کا بار ثبوت عیسائیوں کے ذمہ پر ہے۔کیوں جائز نہیں کہ وہ لفظ اس مقام میں بمعنی واحد غائب مراد ہو۔اور بفرض جمیعت کیوں جائز نہیں کہ وہ بمعنی جمع غائب ہو اور بفرض جمع متکلم کیوں جائز نہیں کہ اس میں خدا تعالی نے اپنے ساتھ فرشتوں کو شامل کرلیا ہو جیسا کہ یہودی کہتے ہیں۔اور فرشتوں کا ذکر بھی متن کتاب میں موجود ہے۔ان سب احتمالات کے ساتھ عیسائیوں کا اس آیت سے استدلال بحکم اذا جاء الاحتمال بطل الا ستدلال باطل ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۱۶۔ص۲۰۵ تا ۲۹۶)۔

محمدیوں کے مقابلہ سے عیسائیوں کی گریز

۱۸۹۳ء میں جب مسلمانوں اور عیسائیوں کی مباحثے کی بات شروع ہوئی تو مباحثے کے منتظمین اہل جنڈیالہ کو مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ نے مشورہ دیا تھا کہ اس مباحثے میں مسلمانوں کی طرف سے مرزا قادیانی کی بجائے کسی مسلمان اہل علم کو پیش کیا جائے۔ اہل جنڈیالہ قادیانی کے جھانسے میں آئے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے مولانا کی تجویز کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور مرزا قادیانی کو پیش کرنے پر اصرار کیا۔ دوسری طرف عیسائیوں نے بھی یہی کہا کہ چونکہ مرزا صاحب کو اہل اسلام کی اکثریت دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہے اسلئے وہ ہمارے صحیح مخاطب نہیں ہو سکتے۔ تاہم اہل جنڈیالہ اور مرزا قادیانی کے اصرار پر انہوں نے یہ مباحثہ قبول کرلیا جو بعد ازاں امرتسر میں منعقد ہوا۔ اور جس پر محاکمہ سابقاً نقل ہو چکا ہے۔

مولانا بٹالوی ؒ نے مباحثے سے قبل اور مابعد عیسائیوں پر واضح کیا کہ چونکہ ہم مرزا قادیانی کو مسلمان نہیں سمجھتے اس لئے اس کی شکست اسلام اور مسلمانوں کی شکست نہیں ہوگی۔ مسلمانوں کو الزام دینا مقصود ہو تو عیسائی حضرات کسی مسلمان اہل علم سے مباحثہ کریں، اور عیسائی مناسب سمجھیں تو وہ خود بھی ایسے مباحثے کے لئے تیار ہیں۔

مباحثہ امرتسر کے بعد مولانا نے عیسائیوں سے اس معاملے پر خط وکتابت بھی فرمائی۔ چونکہ اس خط وکتابت کا منشاء قادیانی ہی کے دعوی اسلام کی تردید تھا اس لئے اس مراسلت کو ہم تحریک ختم نبوت کی تاریخ کے صفحات ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ لکھتے ہیں:

جون ۱۸۹۴ء میں خاکسار کو فتح گڈھ جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں خاکسار کی مجلس وعظ میں پادری فتح مسیح مشنری آئے اور بعض شکوک پیش کر کے ان کے جوابات شافیہ پا کر ساکت و منفعل ہوئے۔ اس انفعال کو دور کرنے کی غرض سے وہ اپنے بڑوں سے مباحثہ کرانے کے خواستگار ہوئے۔ ان سے مراسلت ہوئی تو وہ بھی آخر ساکت ہوئے۔ اس باب میں جو مراسلت ہوئی ہے وہ

ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ پادری فتح مسیح لکھتے ہیں:

} جناب مولوی محمد حسین ابوسعید صاحب!

آپ جب فتح گڈھ تشریف لائے تھے تو مسجد میں وعظ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ اسلام ہر طرح سے غالب ہے۔ وغیرہ۔

میری عرض یہ ہے کہ مسجدوں اور گھروں میں بیٹھ کر اس طرح کے نعرے مارنا بہت آسان ہے۔ اگر آپ کو اظہار حق کا کچھ پاس ہے اور سمجھتے ہیں کہ قرآن حقیقتاً کلام الٰہی ہے، تو ذرا باہر میدان میں نکل کر اس کا ثبوت دیجئے۔

امرتسری مباحثہ کی بابت تو آپ خود ہی گواہی دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے عیسائیوں کے مقابل اچھے جواب نہیں دیئے اور شکست کھا گیا ہے۔ علاوہ بریں آپ لوگ اس کو مسلمان بھی نہیں سمجھتے۔ پس اب اگر آپ چاہیں تو عیسائی آپ لوگوں سے مباحثہ کرنے کو تیار ہیں۔ آپ خود مقابل آویں یا اپنے میں سے کسی کو انتخاب کر کے مسیحوں کے پیش کریں۔ علی ہذا القیاس۔ مسیحی لوگ اپنے میں سے کسی کو منتخب کر کے آپ لوگوں کے پیش کر دیں گے۔

پس آپ کو اگر مباحثہ کرنا ہے یا کرانا منظور ہو تو جلدی اطلاع فرماویں۔ بعدہ شرائط اور مکان مباحثہ برضامندی طرفین تجویز ہو جائے گا۔ امید ہے آپ مرزا قادیان کی طرح ادھر ادھر کی باتیں بنا کر مباحثہ کو ٹال نہ دیں گے اور یونہی لایعنی باتیں پیش نہ کر دیں گے (جیسے اکثر مرزا کرتا ہے) جن کا فیصلہ امر محال ہو اور مباحثہ ملتوی ہو جائے۔

زیادہ سلام۔ آپکا نیازمند فتح مسیح از فتحگڈھ تحصیل بٹالہ ۲۳ جولائی ۱۸۹۴ء

} بٹالہ دفتر اشاعۃ السنہ۔ ۲۵ جولائی ۱۸۹۴ء (نمبر ۱۴)۔

مشفقی پادری فتح مسیح صاحب!

آپکا خط مورخہ ۲۳ جولائی ۱۸۹۴ء متضمن درخواست مباحثہ میں نے مسرت سے پڑھا۔ میں نے آپ کی درخواست سے پہلے ہی پادریوں سے مباحثہ کی درخواست اپنے رسالہ میں درج کر کے چھاپ دی ہے (دیکھو اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۱۳ نمبر ۷ ج ۱۶) جس کا پروف ملاحظہ کے لئے مرسل ہے۔ اور اس درخواست کے ساتھ مباحثہ تحریری کی بنا بھی قائم کر دی ہے۔ یعنی الوہیت مسیح اور تثلیث پر اپنے رسالہ میں بحث شروع کر دی ہے۔ اس رسالہ کو دیکھ کر اور اس بحث کو پڑھ کر پادری

صاحبوں کی تسلی نہ ہوئی، اور پھر بھی ان کی خواہش تقریری بحث کے لئے ہوئی تو وہ جس وقت بحث کی درخواست کریں گے میں اس کو منظور کرونگا اور شرائط سے ان کو اطلاع دونگا۔

چونکہ آپ حال ہی میں نئے پادری ہوئے ہیں اور آپ کی معلومات مذہبی اور تجارب انتظامی ہنوز کم ہیں، اور اپنی سوسائٹی میں آپ کا ہنوز وہ اعتبار نہیں ہے جو پرانے پادریوں کا ہے لہذا مناسب ہے کہ وہ درخواست مباحثہ صرف آپ کی طرف سے نہ ہو بلکہ کسی مشہور اور پرانے اور تجربہ کار پادری کی طرف سے ہو، گو آپ کا نام بھی اس میں شامل رہے۔

آپ کا خیر خواہ۔ ابوسعید محمد حسین۔

{ جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب!

آپ کا خط مورخہ ۲۵ جولائی ملا۔ مشکور ہوں۔ آپ نے خوب کیا کہ مباحثہ کی درخواست پادری صاحبان سے پہلے کر دی ہوئی ہے۔ جزاک اللہ۔ خدا حق کی مدد فرمائے۔ آمین۔

آپ کا یہ فرمانا کہ مسیحی لوگ آپ کی تحریری بحث کو پہلے پڑھیں، اگر تسلی نہ ہو تو پھر تقریری مباحثہ ہو۔ اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ تحریریں تو بہتیری دونوں طرف سے دھری پڑی ہیں۔ وہی پرانے سوال دوسرے الفاظ میں افراط وتفریط کے ساتھ ادا کئے جاتے ہیں۔ اب زمانہ آ گیا ہے کہ خدا حق کو غالب کرے، سو تقریری مباحثہ کی منظوری فرمائیں۔

اور واضح ہو کہ مباحثہ کی درخواست میری ہی طرف سے آپ خیال نہ فرماویں۔ بلکہ جناب ڈاکٹر کلارک صاحب اور جناب ڈاکٹر پادری وائٹ بریخٹ صاحب وغیرہ بزرگوں کی طرف سے سمجھیں۔ ہم سب مسیحی مدت سے دیکھ رہے ہیں کہ کوئی شخص محمدیوں میں سے اٹھے تا کہ محمدی مذہب کی حقیقت زیادہ کھل جاوے شکر ہے کہ آپ نے مباحثہ کی درخواست پہلے ہی کر دی ہوئی ہے

اب مناسب ہے کہ اہل اسلام کی طرف سے دو چار معتبر شخص چنے جاویں اور اسی طرح سے عیسائی صاحبان اپنے میں سے دو چار شخص چن لیں اور باتفاق رائے طرز مباحثہ اور مکان اور تاریخ وغیرہ مقرر کئے جاویں۔ مسیحی دین کے بزرگوں کی طرف سے دو چار شخص شرائط وغیرہ قائم کرنے کے لئے اور ایک مباحثہ کرنے کے لئے منتخب کیا جاوے گا۔

باقی جو آپ نے میری نسبت لکھا ہے کہ تم نئے پادری ہو اور اپنی سوسائٹی میں بھی تمہارا وہ اعتبار نہیں جو پرانے پادری کا ہے۔ ایسی باتوں کا جواب دینے سے اس وقت میں اغماض کرتا ہوں اس لئے کہ مبادا گفتگو کا رخ اور طرف پلٹ جاوے۔ صرف اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ آئندہ ایسی

باتوں سے پرہیز کریں تو بہتر ہوگا۔ آپ کا نیازمند۔ فتح مسیح ۲۹ جولائی ۱۸۹۴ء۔

نیز آپ اگر اجازت دیں تو جو خطوط فیما بین مباحثہ کی بابت لکھے جاویں وہ چھپوائے جاویں، خواہ اخبار میں، یا الگ۔ بندہ فتح مسیح۔

} بٹالہ ۳۱ جولائی ۱۸۹۴ء۔ (نمبر ۵۳۲)

مشفق پادری فتح مسیح صاحب!

آپ کا دوسرا خط مورخہ ۲۹ جولائی ۱۸۹۴ء میں نے آج وصول کیا۔ اس پہلے خط کی نسبت مجھے زیادہ مسرت حاصل ہوئی ہے کیونکہ اس میں آپ نے یہ تحریر کیا ہے کہ مباحثہ کی درخواست میری ہی طرف سے آپ خیال نہ فرماویں بلکہ جناب ڈاکٹر کلارک اور جناب ڈاکٹر پادری وائیٹ بریخت وغیرہ بزرگوں کی طرف سے سمجھیں۔ میں بھی اسی کا خواہاں تھا کہ مباحثہ ہو تو کسی ایسے شخص سے ہو جو نامی ومشہور تجربہ کار ہو۔ کسی نو آموز یا نئے پادری سے نہ ہو۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ نامی وتجربہ کار پادری کا انفلوئنس (Influence) قوم میں زیادہ ہوتا ہے اور اس کا ساختہ پرداختہ قوم میں منظور کیا جاتا ہے، لہذا اس مباحثہ کا اثر تمام قوم پر پڑتا ہے۔ اور کسی نئے شخص اور نو آموز سے مباحثہ ہو تو اس کا اثر قوم پر نہیں پڑتا۔ قوم یہ کہہ دیتی ہے کہ وہ شخص بچہ تھا، نو آموز تھا، نا تجربہ کار تھا، لہذا اس کا الزام یا سکوت یا تسلیم، قوم کا الزام یا سکوت یا تسلیم نہیں ہوسکتی۔ اب آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ یہ درخواست مباحثہ پادری کلارک و پادری وائٹ بریخت کی جانب سے سمجھیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور ان صاحبوں نے اس درخواست میں آپ کو اپنا نائب یا وکیل بنایا ہوگا اور یہ ہی میرا مدعا تھا، پھر میں اس سے کیوں خوش نہ ہوتا۔ پس میں بڑی مسرت کے ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے ان دونوں صاحبوں سے مباحثہ منظور ہے۔

اگر پادری وائٹ بریخت خواستگار وشائق مباحثہ ہیں تو یہ مباحثہ بہت آسانی سے ہوسکتا ہے۔ میں اور وہ دونوں ایک شہر میں رہتے ہیں۔ لہذا وہ جیسے باوصف مشنری ہونے کے ایک دنیاوی میونسپل کمیٹی کے کام میں اپنی اوقات صرف کرتے ہیں، ویسے ہی اس مذہبی کام میں جو ان کا اصل فرض منصبی ہے وہ ہر روز یا تیسرے دن یا ہفتہ میں ایک دن کا کوئی وقت مباحثہ مقرر کردیں اور اس وقت ایک دن وہ خاکسار کے مکان پر آویں اور ایک دن میں ان کے مکان پر جاؤنگا۔ اس طور پر مہینوں تک بلا تکلیف و بلاحرج مباحثہ جاری رہے گا اور اس کا انجام اچھی طرح خوش اسلوبی اور

سیری سے ہوگا۔

اور اگر ڈاکٹر کلارک خواستگار وشائق مباحثہ ہیں تو بجائے ہر روز، ہر ہفتہ یا ہر مہینے میں چار یا آٹھ دن وہ مقرر کر سکتے ہیں جن میں نصف ایام میں امرتسر میں ان کی جگہ میں پہنچوں گا اور نصف ایام ان کو بٹالہ میں آنا ہوگا۔

اور ہر جلسہ کے انتظام کا ذمہ دار وہ شخص ہوگا جس کے مکان پر جلسہ ہوگا۔

اور تعداد اشخاص طرفین مساوی ہوگی۔

سوال و جواب کی پہلے زبانی تقریر ہوگی۔ پھر جب باتفاق میجارٹی جواب مطابق سوال سمجھا جاوے گا، تب اس کو دو کاتبوں کے ذریعہ سے قلم بند کیا جائے۔ سابق جنگ مقدس امرتسر (مباحثہ قادیانی و آتھم) کی طرح یہ ہرگز نہ ہوگا کہ جو کچھ کسی کے دل میں آوے لکھا تا جاوے اور خارج از مبحث و فضول باتوں میں مصروف ہو کر بحث کو کہیں سے کہیں لے جاوے۔ اور فریقین کی اوقات کا خون ہوتا رہے۔

یہ شروط مباحثہ ہیں۔ اب مبحوث عنہ کی تعیین کی جاتی ہے۔

بحث توحید و تثلیث یا الوہیت مسیح اور کفارہ میں ہوگی اسی سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ اس وقت خالص کتاب آسمانی اور حقانی قرآن مجید ہے جو توحید سکھاتا ہے اور اس کفارہ کی نفی کرتا ہے۔ یا توریت وانجیل ہے جن سے عیسائی تثلیث یا الوہیت مسیح نکالتے ہیں۔

اس بحث سے پہلے فریقین کو یہ اختیار ہوگا کہ چند اصول موضوعہ یا علوم متعارفہ کی تمہید کر لیویں تاکہ انہی اصول وعلوم سے امور متنازعہ فیہ کا تصفیہ کریں۔

لیجئے ہم نے شرائط بھی لکھ دیئے اور امور بحث بھی متعین کر دیئے۔ اب آپ ان دونوں صاحبوں میں سے کسی صاحب سے منظوری بحث وشرائط تحریر کرا کے براہ راست ارسال کرائیں اور کاروائی شروع کرادیں۔

مگر یہ یاد رہے کہ بجائے ان صاحبوں کے آپ بذات خود جواب خط ومنظوری بحث کی تکلیف نہ اٹھاویں اور اگر اب بھی آپ ہی وکیل بن کر جواب خط منظوری بحث وتقرر شروط کے متصدی ہوئے تو اس طرف سے آپ کی تحریر کا کوئی جواب نہ دیا جائے گا، جس کی وجہ وہی ہے جو شروع خط میں بیان ہوئی ہے۔

آخر خط میں جو آپ نے خطوط چھپوانے کی اجازت چاہی ہے، میری طرف سے آپ کو

ان چاروں خطوط کی اشاعت کی اجازت ہے مگر اس شرط سے کہ ان پر اور کچھ نہ بڑھاویں اور نہ ان پر حاشیہ لگاویں ۔ اور اگر پادری صاحبان موصوف الصدر نے بحث کو منظور کر لیا تو پھر ان خطوں میں خود بخود مباحثہ کا رنگ آجاوے گا اور ضرور ان کو شائع کرنا پڑے گا ۔

اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ان چار خطوں کے ساتھ پانچواں اپنا جواب الجواب لکھ کر ان کو چھپوا دیں اور اپنے آپ کو میرا مقابل مباحث بنا دیں اور خاص اپنی ذات سے مباحثہ کی بنا قائم کریں تو میں اس اشاعت کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ میں آپ کو مقابل مباحث بنانا نہیں چاہتا جس کی وجہ شروع خط میں بیان ہو چکی ہے، اور اس وجہ سے آپ ناراض نہ ہوں کیونکہ وہ کمال نیک نیتی سے لکھی گئی تھی ۔ ابوسعید محمد حسین

} مشفقی جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب !

آپ کا خط مورخہ ۱۳ جولائی ۱۸۹۴ء جو آپ نے بنام پادری فتح مسیح صاحب بھیجا ہے مجھے ملا اور اس کے مطالعہ سے طبیعت شاد ہوئی ۔ خصوصاً اس بات سے کہ آپ جیسے بزرگ نامور عالم صرف تحقیق حق کے لئے انجیل اور قرآن مقابل رکھ کر تصفیہ چاہتے ہیں ۔ میں نہایت خوشی سے آپ کے اس مبارک پیام مناظرہ کو قبول کرتا ہوں ۔ لیکن میرے خیال میں بحث کو اتنا طول دینا کہ ہفتوں اور مہینوں تک ہوتی رہے فضول ہے، اس لئے کہ اول تو کوئی معزز شخص ایسا عدم الفرصت نہ ہوگا جو اتنی لمبی بحث میں ہمیشہ شامل ہو سکے ۔ اور دوسرے یہ کہ ... کیا ضرورت ہے کہ فریقین کبھی ادھر، کبھی ادھر آویں جاویں ۔ بہتر ہو کہ مختصر سوال دو چار مقرر کئے جاویں اور ان کے جواب بھی عام فہم قطعی فیصلہ کرنے والے تحریر ہوں، جن کو دیکھ کر علاوہ حاضرین اور لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں ۔

مقام مباحثہ کے لئے آپ خود دانا ہیں ۔ بٹالہ اور امرتسر میں سے جو مقام آپ مفید عام جانیں اور پسند کریں اس سے اطلاع دیں ۔ میرے خیال میں تو امرتسر مناسب ہے کیونکہ بڑی جگہ ہے ۔ آئندہ جو آپ کی رائے مبارک میں آئے اس سے بندہ کو مطلع فرماویں ۔ اور نیز یہ کہ شرائط کی تکمیل ہو جاوے ۔ فقط والسلام ۔ ۷ ۔ اگست ۱۸۹۴ء ۔

دستخط بحروف انگریزی ۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ۔

{ بٹالہ اشاعۃ السنہ آفس ۔۸۔اگست ۱۸۹۴ء۔(نمبر ۵۵۵)۔

ڈیئر ڈاکٹر صاحب ۔آپ کا خط مورخہ ۷۔اگست ۱۸۹۴ء میں نے مسرت سے پڑھا اگر آپ خیال کرتے ہیں کہ یہ مباحثہ ایک دو روز میں طے ہو سکے گا تو بسم اللہ کیجئے بندہ حاضر ہے۔

۲۔مقام کی بابت آپ مجھے اختیار دے چکے ہیں، بٹالہ کو منتخب کروں خواہ امرتسر کو، لہذا میں بٹالہ کو ترجیح دیتا ہوں۔آپ جب چاہیں غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر مباحثہ شروع کر دیں اور اگر زیادہ دن لگ گئے تو پھر میں حسب وعدہ خط سابق جہاں آپ جائیں گے آپ کے مکان پر حاضر ہونگا۔انشاء اللہ

آپ جب قصد بٹالہ کریں اس سے تین چار روز پیشتر اطلاع دیں تا کہ میرے احباب اہل لاہور وامرتسر بھی اس مجلس میں شریک ہوسکیں۔اور اگر میرے امرتسری دوستوں نے مجھے امرتسر آنے پر مجبور کیا تو میں آپ کو اس تبدیلی سے اطلاع دونگا۔انشاء اللہ تعالی۔

۳۔شرائط کی تو میں خط سابق میں تکمیل کر چکا ہوں آپ اس میں کچھ بڑھانا چاہتے ہیں تو اس سے اطلاع دیں۔

۴۔آپ کے خط سے یہ معلوم نہ ہوا کہ مباحثہ کے لئے آپ منتخب ہونگے یا پادری وائٹ بریخٹ صاحب؟ جو صاحب ہوں ان کا ساختہ و پرداختہ دوسرے صاحب کو منظور کرنا ہوگا۔

۵۔چونکہ پادری فتح مسیح صاحب نے آپ دونوں صاحبوں کی طرف سے شوق مباحثہ ظاہر کیا تھا، اور میں نے بھی آپ ہی دونوں صاحبوں سے مباحثہ منظور کیا ہے لہذا امید ہے کہ اب اس کا خلاف نہ ہوگا، اور کوئی اور صاحب اس مباحثہ کے لئے منتخب نہ ہوں گے۔ہاں جن کو آپ دونوں صاحب اپنے سے بڑھ کر اہل علم و تجربہ کار اور قوم میں ذی اعتبار سمجھ کر اس کا ساختہ پرداختہ منظور کرلیں وہ صاحب بھی آپ کی جگہ منتخب ہو سکتے ہیں۔

آپ کا خیر خواہ۔ابوسعید محمد حسین۔اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ

{ مشفقی جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب سلامت۔

بعد سلام کے واضح رائے روشن ہو کہ آپ کا خط مورخہ ۸۔اگست ملا۔چونکہ ان دنوں میں بخار کا سخت غلبہ ہے، بباعث کثرت کار کم فرصتی میں خط مذکورہ کے جواب دینے سے قاصر رہا۔امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔

کمال خوشی کی بات ہے کہ آپ مناظرہ کے لئے بالکل تیار ہیں۔ مکان مناظرہ کی بابت ہم نے شریفانہ طور پر آپ کو تحریر کیا تھا کہ امرتسر ہر صورت سے بہتر ہے۔ آپ کو اختیار نہیں دیا گیا تھا کہ آپ قطعی جو چاہتے ہیں سو کریں۔ آپ میرے خط کو ملاحظہ فرماویں۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ امرتسر بہتر ہے۔ یہاں زیادہ مفید عام ہوگا۔

مناظرہ کی بابت واضح ہو کہ آپ کو محمدیت کی صداقت ظاہر کرنی منظور ہے اور برعکس اس کے ہمیں مسیحیت کی صداقت۔ لہذا کوئی ہمارا ذاتی جھگڑا یا کام نہیں۔ اظہار حق سے تعلق ہے نہ کسی خاص شخص سے۔ چونکہ اہل اسلام کی طرف سے آپ موجود ہیں یا جس کو آپ چاہیں آپ پیش کرسکتے ہیں۔ نیز از جانب مسیحیان میں جس کو مناسب سمجھوں پیش کرونگا، یا خود پیش ہو جاؤں گا۔ اور اگر کسی کو پیش کروں خاطر جمع رکھئے کوئی لائق ہی ہوگا۔ امید ہے کہ اس بات کو آپ قبول فرماویں گے کہ ایسے مبارک موقع پر اپنی شان کے خواہاں نہیں، مگر راستی اور صدق دل سے اللہ تعالی کی صداقتوں کا اظہار چاہتے ہیں۔

دیگر عرض یہ ہے کہ اب خط وکتابت کو طول دینے سے چنداں فائدہ نہیں ہے۔ میں اپنی طرف سے ڈاکٹر فخر الدین صاحب میڈیکل مشن امرتسر اور نیز پادری فتح محمد صاحب فتح گڈھ کو ایلچی مقرر کرتا ہوں اور اسی طرح آپ بھی جس کسی کو چاہتے ہیں مقرر کیجئے تا کہ باہمہ اتفاق سے شرائط مباحثہ قرار پائیں۔ اور جو شرائط تجویز کی جاتی ہیں وہ آپ کی اور میری منظوری کے لئے پیش ہوں تا کہ اگر ہم کسی قسم کی ترمیم کرنا چاہیں تو کرسکیں۔ اور بعد از نظر ثانی اور ہمارے دستخط منظوری کے شرائط مذکورہ پختہ جانی جائیں گی اور ان کے بموجب مناظرہ ہوگا۔

اور جب شرائط تجویز کئے جاتے ہیں تو جس کسی نے ہماری طرف سے پیش ہونا ہے خواہ میں خواہ کوئی دیگران کا نام لکھا دیا جائے گا۔ اب شرائطوں کی آپ جلد تدارک فرمائیں۔ فقط زیادہ سلام۔ دستخط انگریزی۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک۔

} اشاعۃ السنہ آفس۔ بٹالہ ۲۹۔ اگست ۱۸۹۴ء۔ (نمبر ۶۰۶)

عنایت فرمائے من ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک صاحب!

آپ کا خط مورخہ ۲۸ مارچ ۱۸۹۴ء میں نے تعجب اور مایوسی کے ساتھ پڑھا۔

۲۔ تعجب کی ایک وجہ یہ کہ آپ اپنے خط مورخہ ۷۔ اگست ۱۸۹۴ء میں صاف تحریر کر

چکے ہیں:

مقام مباحثہ کے لئے آپ خود دانا ہیں بٹالہ اور امرتسر میں سے جو مقام مفید عام جانیں اور پسند کریں اس سے مطلع فرماویں ۔ میرے خیال میں تو امرتسر مناسب ہے کیونکہ بڑی جگہ ہے آئندہ جو آپ کی رائے مبارک میں آوے اس سے بندہ کو مطلع فرماویں ۔

اب آپ خط ۲۸۔ اگست میں لکھتے ہیں:

مکان کی بابت میں نے شریفانہ طور پر آپ کو تحریر کیا تھا کہ امرتسر بہرصورت بہتر ہے آپ کو اختیار نہیں دیا گیا تھا کہ آپ قطعی جو چاہتے ہیں، سو کریں ۔

میرے نزدیک آپ کی یہ تحریر، تحریر سابق کے برخلاف ہے ۔ سابق تحریر میں آپ نے تعین مکان کی نسبت اپنی رائے ظاہر کر کے آئندہ شریفانہ طور پر اختیار انتخاب دے دیا تھا ۔ جب کسی کو اپنی رائے کے برخلاف کسی کی بات مان لینی منظور ہوتی ہے تو اس وقت شریفانہ محاورہ سے وہ یوں کہتا ہے کہ فلاں امر میں میری رائے تو ایسی ہے مگر آئندہ جو رائے آپ کی ہو اس سے اطلاع دیں، جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس رائے کو تسلیم کرنے کو میں حاضر ہوں، صرف آپ کی اطلاع دہی کا منتظر ہوں ۔ اب آپ اس اختیار دینے سے انکار کرتے ہیں ۔ اگر آپ کو اس محاورہ کے معنی تسلیم کرنے میں تامل ہو تو آپ اصل مباحثہ سے پہلے اسی امر کو طے کرلیں، اور اہل لسان سے اس کا تصفیہ کرائیں ۔ خاص کسی شخص یا اشخاص کو منصف بنائیں، یا اس سوال کو اخبار میں چھپوا کر اس پر پبلک کی رائے حاصل کریں ۔

ہر چند یہ امر اصل مبحث سے چنداں تعلق نہیں رکھتا مگر جب ہمارے فہم ایسے موٹے الفاظ کے معانی سمجھنے میں اس قدر اختلاف کریں اور ایک فریق دھوکا کھا جاوے تو ہمارے لئے ضرور ہے کہ ہم اپنے فہموں کا ایگزامینیشن کرائیں تاکہ ہم آئندہ مباحث مقصودہ میں غلطی نہ کھاویں ۔

۳ ۔ دوسری وجہ تعجب یہ ہے کہ میں اپنے خط نمبری ۵۳۲ میں اپنی شرائط کی تفصیل کر کے خط نمبری ۵۵۵ کے فقرہ نمبر۳ میں صاف لکھ چکا ہوں کہ شرائط کی میں تو خط سابق میں تکمیل کر چکا ہوں آپ ان میں کچھ بڑھانا چاہتے ہیں تو اس سے اطلاع دیں ۔

اس کے جواب میں آپ نے نہ تو ہماری شرائط پر کوئی نکتہ چینی کی نہ اپنی شرائط کی اطلاع دی، اور تصفیہ شرائط کے لئے ایک کمیٹی مقرر کرنی چاہی ۔

اے صاحب! اگر آپ کو ہماری شرائط کے قبول کرنے میں کوئی عذر تھا تو پہلے اس کو پیش

کرتے اور اگر اپنی طرف سے شرائط بڑھانا منظور تھا تو پہلے ان شرائط سے اطلاع دیتے۔ پھر جب میں اس عذر کو نہ مانتا، یا ان شرائط کے تسلیم سے انکار کرتا، تو آپ تصفیہ کے لئے کمیٹی مقرر کرتے۔ بلا بیان عذر و شرائط آپ نے یہ سوال پیش کیا ہے تو میری طرف سے اس کا یہی جواب ہے کہ یہ سوال قبل از وقت ہے۔

۴۔ تیسری وجہ تعجب یہ ہے کہ میں نے اپنے خط نمبر ۵۵۵ کے فقرہ نمبر ۵ میں حسب منشاء خط پادری فتح مسیح مورخہ ۲۵ جولائی ۱۸۹۴ء صاف لکھ دیا تھا کہ : مباحثہ میں آپ خود پیش ہو سکتے ہیں یا پادری وائٹ بریخٹ صاحب اور اگر تیسرے صاحب پیش ہونگے تو وہ اس شرط سے پیش ہو سکیں گے کہ آپ دونوں صاحب ان کو علم و تجربہ و اعتبار میں اپنے سے بڑھ کر سمجھیں اور ان کا ساختہ پرداختہ منظور کر لیں۔

آپ نے میری اس شرط کو نام آوری اور شان خواہی و عزت طلبی پر مبنی سمجھا۔ اور اسکے جواب میں یہ لکھ دیا کہ جس کو ہم مناسب سمجھیں گے ہم پیش کرینگے، جسکو آپ چاہیں آپ پیش کریں

اے صاحب! نام آوری و جاہ طلبی کے خیال کو اسلام نے ریا قرار دے کر شرک ٹھہرایا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کا قول ہے ان یسیر الریا شرک (ترجمہ: تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے) ہمارا مقصود اس شرط سے صرف یہ ہے (چنانچہ خط نمبری ۵۳۲ میں ہم ظاہر کر چکے ہیں) کہ لائق شخص کا قوم پر اثر پڑتا ہے، اور ان کا ساختہ پرداختہ تسلیم کیا جاتا ہے اور یہ کام ہر ایک کا نہیں ہے۔ لہذا اب بھی میں وہی شرط پیش کرتا ہوں اور آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر آپ خاص مجھ سے مباحثہ چاہیں تو آپ اس شرط کو مان لیں۔ اور اگر آپ بلا پابندی شرط مذکور کسی کو پیش کریں گے تو ادھر سے بھی کوئی ایسا ہی پیش کیا جائے گا۔ آپ قبل از مباحثہ، مباحثہ کرنے والے کا نام لیں تا کہ اس طرف سے بھی ویسا ہی مباحث مقرر کیا جاوے۔

۵۔ چوتھی وجہ تعجب یہ ہے۔ میں نے اپنے خط نمبری ۵۳۲ میں مبحث کی تعیین کر دی ہے کہ بحث توحید تثلیث یا الوہیت مسیح و کفارہ میں ہوگی اور اسی سے یہ بات ثابت ہو جاوے گی کہ اس وقت خالص کتاب آسمانی اور حقانی قرآن مجید ہے جو توحید سکھاتا ہے یا توریت و انجیل جن سے عیسائی تثلیث و الوہیت مسیح و کفارہ نکالتے ہیں۔ اس کے مقابلہ آپ مجمل صداقت محمدیت و عیسائیت کو محل بحث ٹھہراتے ہیں اور بحث کو عام کرنا چاہتے ہیں۔

اے صاحب! بحث خاص ان ہی مسائل میں ہوگی۔ جب تک ان کا تصفیہ نہ ہوگا کوئی

اور بحث شروع نہ ہوگی۔

۶۔ مایوسی کی وجوہات بھی یہ ہی وجوہات ہیں۔ جب ان مبادی میں آپ کی طرف سے ایسے عذرات پیش ہو رہے ہیں جو اصل مبحث مقصود کے مانع ومزاحم ہیں اور وہ ہماری جائز شروط کو پورا نہیں ہونے دیتے، تو پھر آپ کی طرف سے اصل بحث کے وقوع کی کب امید ہوسکتی ہے۔ ہماری طرف سے مستعدی اور تیاری کو تو آپ اپنے خطوں میں مان چکے ہیں اور اس پر خوشی ظاہر کر چکے ہیں لہذا اب آپ نہیں کہہ سکتے کہ التوائے بحث آپ (یعنی محمد حسین) کی طرف سے ہے۔

آپ کا خیر خواہ۔ابوسعید محمد حسین۔

} کرم فرمائے بندہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب۔

بعد سلام کے واضح رائے شریف ہو کہ آپ کا خط مورخہ ۲۹۔ اگست ۱۸۹۴ء تعجب اور مایوسی سے بھرا ہوا مجھے ملا۔ آپ کا تعجب اور مایوسی دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ آپ لفظ شریفانہ سے ایسے پریشان ہوئے کہ قبل از مباحثہ اس کا تصفیہ ہونا ضروری سمجھا اور وہ بھی بذریعہ اخبارات، تو پھر مجھے حیرت ہے کہ شہرت و نام آوری (جس کا آپ نے اپنے خط میں انکار کیا ہے) کس کو کہتے ہیں۔

خیر جب آپ خود مقر ہیں کہ یہ امر بحث سے چنداں تعلق نہیں رکھتا تو میرے خیال میں بہتر ہے کہ اس لفظی نزاع کی طرف آئندہ توجہ نہ کی جائے جو میری نیت ومراد ان لفظوں سے تھی میں نے صاف باطنی سے آپ پر ظاہر کر دی۔ خیال رکھئے کہ یہ مباحثہ ہے، نہ آپ نے میرا کوئی احسان ماننا ہے اور نہ میں نے آپ کا۔ ممکن نہیں کہ میں آپ کو یک طرف اختیار دیتا کہ آپ جو چاہیں سو کریں۔ سب سے پہلے مرضی آپ کی یہ ہے کہ مناظرہ میں آپ کے بالمقابل میں پیش ہوں یا پادری وائٹ بریخٹ صاحب۔ سو جناب من میں خود حاضر ہوں، آپ مطلع رہیں۔ آپ کی جانب سے سوال توحید وتثلیث والوہیت مسیح وکفارہ میں ہونگے لیکن یہ آپ کیا فرماتے ہیں کہ اور کسی بارہ میں بحث نہ ہوگی۔ کیا میں قرآن و محمدیت پر سوال کرنے کا حق نہیں رکھتا؟ آپ سے مخفی نہ ہوگا کہ مباحثہ میں فریقین کو اختیار سوال وجواب ہوتا ہے۔ آپ قصداً یا سہواً اس کو فراموش نہ فرمائیں۔

پادری فتح محمد صاحب سے جو آپ کی خط وکتابت ہوئی ہے اس سے اب کچھ واسطہ نہیں اب آپ مجھ سے غرض و واسطہ رکھیں۔ کمیٹی تصفیہ شرائط کیلئے اس واسطے مناسب سمجھی گئی ہے کہ ان کاغذی گھوڑوں سے فیصلہ ہونا دشوار ہے۔ کمیٹی سے سہولت وآسانی ہے۔ اپنے سفیروں کی معرفت جس قسم کا آپ انتظام چاہیں ظاہر کر سکتے ہیں۔ نیز ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔ جو قواعد وہ ٹھہرا لیں،

بعد نظر ثانی اور آپ کے اور میرے دستخط ہونے پر وہ پختہ سمجھے جائیں گے اور انہیں قواعد کے بموجب مناظرہ ہوگا۔اب انہیں کی دیری ہے کیونکہ جب تک شرائط مقرر نہ ہوں مباحثہ بھی بے فائدہ ہے۔ ہر امر کے لئے پابندی قواعد ضروری ہے۔

مقام مباحثہ اگر آپ امرتسر پسند نہیں کرتے تو اتنا تو ضرور کرنا ہوگا کہ جو دن میرے سوال کرنے کے ہیں وہ آپ امرتسر میں تشریف لا کر گذاریں اور جو دن میرے جواب دینے کے مقرر ہوں وہ میں آپ کے شہر بٹالہ میں بسر کروں۔لیکن اس میں خلق اللہ کو ناحق تکلیف ہوگی۔بہتر تو یہ ہے بالکل مناظرہ امرتسر ہی میں ہو۔نہ معلوم کہ ایک صدر اور عالی شان مقام کو چھوڑ کر ایک گوشہ اختیار کرنے سے آپ کی کیا غرض ہے۔غالباً مناظرہ کے شائق محمدی وعیسائی جماعت امرتسر ہی کو ترجیح دے۔ ۳۱۔اگست ۱۸۹۴ء۔دستخط انگریزی ہنری مارٹن کلارک۔

{ اشاعۃ السنہ آفس بٹالہ ضلع گورداسپور۔۴ستمبر۱۸۹۴ء (نمبر۶۱۲)۔

آپ کا خط مورخہ ۳۱۔اگست ۱۸۹۴ء میں نے دوسری ستمبر کو ۴ بجے کے قریب ایسے وقت میں پایا جو میرا ہوا خوری کا وقت تھا۔تیسری ستمبر کو میں بیمار رہا اسلئے جواب میں ایک روز کا توقف ہوا

۲۔آپ کے اس خط نے میرے تعجب کو بڑھایا اور مایوسی کو زیادہ کیا۔

۳۔میں اس خط کے ایسے فقرات کہ : آپ لفظ شریفانہ سے ایسے پریشان ہوئے، شہرت و نام آوری کس کو کہتے ہیں، وغیرہ سے چشم پوشی کرتا ہوں تاکہ اصل مطلب سے دور نہ پڑ جاؤں۔مگر اس قدر کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آئندہ آپ ایسی باتوں سے قلم کو روکیں۔آپ یورپئین ہیں، ایشیائی محاورے میں یہ الفاظ موہم رنج ہیں۔ ایشیائی مخاطبوں سے ان کے محاورہ کے موافق خطاب مناسب ہے۔

۴۔آپ کہتے ہیں کہ کیا میں قرآن و محمدیت پر سوال کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

اے صاحب! کون کہتا ہے کہ آپ سوال کا حق نہیں رکھتے۔بے شک رکھتے ہیں مگر انہیں تین مسائل مندرجہ خطوط سابق میں، بلکہ ازانجملہ صرف اس ایک مسئلہ کے دائرہ کے اندر کہ مسیح خدا یا ثالث ثلاثہ (One in equal three Gods ون ان تھری ایکوئل گاڈز) ہے یا نہیں۔اسی ایک مسئلہ میں محمدی عیسائی پر یہ سوال کرسکتا ہے کہ تمہاری انجیل میں مسیح کو خدا، یا ثالث ثلاثہ کہا گیا ہے اس لئے وہ انجیل بتمامہ خدا کا کلام نہیں ہوسکتی۔اور عیسائی مسلمان پر یہ سوال کرسکتا ہے کہ تمہارے قرآن میں اس مسئلہ کی نفی کی گئی ہے اس لئے عیسائیوں کو اس کے کلام خدا ہونے میں تامل ہے۔

اب آپ کو اختیار ہے کہ خود سائل بنیں اور مجھ سے اس جواب لیں، اور اس امر کا ثبوت طلب کریں کہ قرآن اس مسئلہ کی نفی کرتا ہے، پھر وہ کلام خدا کیونکر ہوسکتا ہے۔ یا مجھے سائل بننے کی اجازت دیں اور خود مجیب بنیں اور یہ ثابت کریں کہ جو انجیل یہ مسئلہ سکھاتی ہے وہ کلام الٰہی کیونکر ہوسکتی ہے۔

وازآنجا کہ یہ مسئلہ اپنی ایک ایک شق نفی یا اثبات کے ساتھ دونوں مذہب محمدیت و عیسائیت میں اصل اصول مانا جاتا ہے، محمدیت نفی کو اصل اصول تسلیم کرتی ہے عیسائیت اثبات کو۔ لہٰذا اسی ایک مسئلہ تحقیق سے کس و ناکس کو جو فہم وانصاف رکھتا ہوگا، واضح ہو جائے گا کہ مذہب حق کون سا ہے، محمدیت یا عیسائیت؟ اور خالص کتاب آسمانی کون سی ہے، قرآن یا انجیل؟ پھر معلوم نہیں کہ آپ قصداً یا خطاء اس امر پر کیوں اصرار فرماتے ہیں کہ فریقین کو سوال وجواب کا عام اختیار ہوگا۔ اے صاحب! آپ اس اصرار کو واپس لیں۔ یہ اختیار کسی کو نہ ہوگا اور ہرگز نہ ہوگا صرف ایک ہی مسئلہ میں مباحثہ ہوگا۔ ہاں یہ مسئلہ طے ہو جائے گا، تو اس کی تکمیل وتوضیح کے لئے اس کی فروعات میں بھی مباحثہ ہوسکے گا۔

۵۔ آپ فرماتے ہیں پادری فتح محمد (فتح مسیح مراد ہے) سے جو آپ کی خط وکتابت ہوئی ہے اس سے اب کچھ واسطہ نہیں، اب آپ مجھ سے غرض و واسطہ رکھیں۔ اس سے آپ کی شاید مراد یہ ہے کہ خاکسار کے خط نمبری ۵۳۲ میں جو تعیین بحث ہوچکی ہے وہ منسوخ ہو جائے۔

اے صاحب! اس خط کو آپ نے ریسیو (receive) کیا اور اسکے مندرجہ مضمون و پیغام کو قبول کر کے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ یہ تعیین مبحث آپ کو منظور نہ ہوتے تو اس خط کے جواب میں آپ صاف فرماتے ہم کو یہ تعیین منظور نہیں۔ آپ نے ایسا نہیں فرمایا اور اس کو بلاتفصیل منظور کیا تو اب اس خط سے آپ واسطہ قطع نہیں کرسکتے اور اسکے مضمون تعیین مبحث کو منسوخ نہیں فرما سکتے۔

قطع نظر ان وجوہات سے بحکم عقل بھی مباحثہ میں متنازع فیہ ومبحوث عنہ ایک ہی کوئسچن (question سوال) ہونا چاہیے۔ اس کی ایک شخص نفی کرے، دوسرا اثبات۔ نہ یہ کہ ایک تو کسی چیز مثلاً کونین کی خوبی پر بحث کرے، دوسرا دوسری چیز مثلاً کسٹر آئل کی خوبی پر۔

یہ قاعدہ مباحثہ کہ پہلے چند روز عیسائی، مذہب محمدی پر سوالات کریں۔ پھر محمدی، عیسائی مذہب پر چند اور قسم کے سوالات کریں (جیسا کہ امرتسر کی جنگ مقدس میں ہوا ہے) صرف جاہل دجال قادیانی کا ایجاد واحداث ہے۔ میرے علم وخیال میں یہ طریق مباحثہ کسی کتاب فن مناظرہ میں پایا نہیں جاتا۔ لہٰذا ہمارے لئے لازم بلکہ جائز بھی نہیں کہ ہم اس جاہل دجال کی تقلید کریں اور جہان

کے عقلاء کا خلاف۔

۶۔تقرری کمیٹی تصفیہ کیلئے آپ نے پھر اصرار فرمایا ہے۔اے صاحب میرے خط نمبری ۶۰۶ پر نظر ثانی کریں اور اس کو توجہ سے پڑھیں۔ میں اپنی شرائط اپنے خط نمبر ۵۳۲ میں بیان کر چکا ہوں جس پر آپ نے اپنے خط مورخہ ۷۔اگست میں کوئی اعتراض نہیں کیا۔گویا ان کو تسلیم کر لیا۔

اور آپ نے اپنے شروط کو ہنوز پیش نہیں کیا تا کہ دوسری جانب سے ان کے تسلیم میں عذر واقع ہوتا،اور تصفیہ کے لئے کمیٹی کی ضرورت پیش آتی۔ پھر آپ کمیٹی تصفیہ کس ضرورت کے لئے مقرر کرنا چاہتے ہیں۔اور ایسی باتوں کے بیان ورد وقبول کیلئے کیوں کا غذی (گھوڑے) دوڑاتے ہیں۔آپ پہلے اپنی شرائط کو تو بیان کریں۔ممکن ہے میں ان کو مناسب سمجھوں اور قبول کرلوں اور کسی کمیٹی کی ضرورت نہ ہو۔اور اگر مجھے ان کے قبول کرنے سے عذر ہو تب آپ کو تقرر کمیٹی کا اختیار ہے۔اس وقت بھی میں کسی کو اپنا وکیل نہ بناؤنگا، بلکہ بذات خود کمیٹی میں شامل ہونگا میں یہ نہیں چاہتا اور نہ اس امر کو جائز سمجھتا ہوں کہ اپنی رائے کا مالک دوسرے کو بنا دوں۔اور اس کا مملوک ہو کر خود بے اختیار ہو جاؤں۔آپ کو اختیار ہے جس کو چاہیں اپنا وکیل مقرر کریں۔آپ کے وکیلوں کی رائے اور میری رائے کا اختلاف ہوا،تو اس کا تصفیہ کسی ثالث سے کرایا جاوے گا۔ بالجملہ آپ پہلے شرطیں تحریر کریں پھر تقرر کمیٹی کا نام لیں۔

میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے بٹالہ میں تشریف لانا منظور کیا ہے جس کے عوض میں بحسب نوبت میں بھی اتنے دن، جتنے دن آپ بٹالہ میں بسر کریں گے، امرتسر میں بسر کرونگا۔میں نے اسی نظر سے آپ کے فقرات مذکورہ شروع خط سے اغماض کیا ہے اور یہ سمجھا ہے کہ میرا مدعا حاصل ہو گیا ہے۔اب ان فقرات کے متعلق ایسی بحث کرنا جو اصل مقصود سے اجنبی ہے فضول ہے۔ ابوسعید محمد حسین۔

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ اس خط کا ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جواب نہیں دیا، یہ مباحثہ سے عجز وگریز نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم الہامی نہیں اور قادیانی کی سی الہام بازی اپنا شعار نہیں۔صرف عقل سے کہتے ہیں کہ کوئی تثلیثی عیسائی ہم سے کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔کرے گا،تو الزام کھائے گا اور زک اٹھائے گا۔انشاءاللہ۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۶۔ص ۳۴۹ تا ۳۶۰)

جلسہ تحقیق مذاہب

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک دفعہ قادیان میں جلسہ تحقیق مذاہب کے انعقاد کا منصوبہ بنایا اور ایک اشتہار میں لکھا:

میں نے یہ تجویز کی ہے کہ اس کام کے انجام دینے کے لئے ایک مہذبانہ جلسہ مذاہب متفرقہ کا اسی جگہ یعنی قادیان ضلع گورداسپور میں انعقاد پاوے اور اس جلسہ کے متعلق جو قواعد ہیں جن کی پابندی ہر ایک کو ضروری ہو، بتفصیل ذیل ہیں۔

اول یہ کہ جہاں تک ممکن ہو اس جلسہ میں ہر ایک قوم کے اکابر علماء میں سے ایک نامی فاضل تشریف لاویں۔ یعنی موسوی مذہب کا ایک فاضل، اور عیسائی مذہب کا ایک فاضل، اور آریہ مذہب کا ایک فاضل اور مجوسی مذہب کا ایک فاضل اور برہمو مذہب کا ایک فاضل اور جین مذہب کا ایک فاضل اور بدھ مذہب کا ایک فاضل اور سناتن دھرم کا ایک فاضل اور دہریوں میں سے ایک فلاسفر اور ہماری طرف سے ہم۔ (قادیانیوں کی طرف سے یا مسلمانوں کی طرف سے؟ اگر قادیانیوں کی طرف سے ہیں تو پھر مسلمانوں نمائندگی کون کریگا۔ اور اگر مسلمانوں کی طرف سے ہیں تو مسلمانوں کی اکثریت تو آپ کو مسلمان نہیں سمجھتی ؟ بہا)

۲۔ دوسرے یہ کہ بزرگان مذاہب کا تعہد مہمانداری اخیر تک ہمارے ذمہ رہے گا اور وہ پاک چیزیں جن پر شرع اور تہذیب کا اعتراض نہ، ہر یک فریق کے مذہب کے موافق ان کیلئے میسر کر دی جائینگی

۳۔ تیسرے یہ کہ ان بزگوں کی آمدورفت کا کرایہ، اگر وہ آپ ادا کرنے میں خوشی ظاہر نہ کریں، ہمیں دینا ہوگا اور جو کرایہ قادیان تک پہنچنے کے لئے کافی متصور ہوگا اسی قدر آمدورفت کے حساب سے دیا جائے گا۔ اور ان میں سے ہر ایک صاحب اختیار رکھتے ہیں کہ وہ اپنی قوم سے جس قدر آدمی چاہیں ساتھ لے آویں مگر ہماری طرف سے صرف ایک شخص کے حساب سے ان کو کرایہ دیا جائے گا ۔ (مرزا صاحب سفر کرتے تھے تو ان کے حاشیہ بردار سکرٹری، خدام ساتھ ہوتے تھے۔ اور انکے بغیر وہ کہاں جا سکتے تھے؟ اسی طرح دوسرے مذاہب کے اکابرین کو تصور کر لیا جائے۔ صرف ایک ہی فرد کا کرایہ دینا

اسے عملاً شرکت سے روکنا ہے۔ اگر وہ ۱۰ خدام کا کرایہ دے سکتا ہے، تو اپنا یعنی گیارھویں کا بھی دے سکتا ہے) اور مہمان داری میں بھی حفظ انتظام کے لئے یہی قاعدہ ملحوظ رہے گا۔ اور جو بزرگ آمدورفت کا کرایہ ہم سے طلب کرنا چاہیں ان پر لازم ہوگا کہ وہ پہلے سے اطلاع دے دیں تا ان مصارف کا کل روپیہ ایک جگہ جمع رہ کر ہر یک خواستگار کو رخصت کے وقت دے دیا جائے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ فروکش ہونے کے مکانات کا کرایہ بھی ہمارے ذمہ رہے گا اور اس کا تمام انتظام بھی جو رہنے کے لئے کافی ہو ہمیں ہی کرنا ہوگا۔

۵۔ پانچویں یہ کہ یہ جلسہ برابر ایک ماہ تک رہے گا اور مہینہ کے تیس دن تمام تقریر کرنے والوں میں مساوی طور پر تقسیم کئے جائیں۔ مثلاً اگر تقریر کرنے والے دس ہوں تو ہر ایک متکلم کے حصے میں تین تین آئیں گے اور اگر چھ ہونگے تو پانچ پانچ دن حصہ میں آئیں گے۔

۶۔ چھٹے یہ کہ ہر ایک صاحب کی تقریر کرنے کی ترتیب یہ ہوگی جن صاحبوں کو اپنے مذہب کے اول ہونے کا دعوی ہو، یعنی جو صاحب اپنی کتاب کی نسبت تقدم زمانی کے مدعی ہوں جیسے آریہ صاحبان یہی صاحب پہلے دن میں تقریر کریں۔

۷۔ ساتویں یہ کہ ہر یک تقریر کرنے والا دوسرے مذہب کا ذکر ہرگز نہیں کرے گا بلکہ صرف اپنے مذہب کی اور اپنے اصول کی خوبیاں بیان کرے گا۔ ہاں اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ جو اعتراض اس کے مذہب پر غیر قومیں کرتی ہیں نرمی اور تہذیب سے اس کا جواب دے (اس شرط کا اول و آخر آپس میں متناقض ہیں۔ اور شرط ناقابل عمل ہے۔ بہاء)

۱۴۔ ہر ایک صاحب جو جلسہ مذاہب میں تقریر کرنے کی غرض سے شامل ہونا چاہیں ان کو چاہیے کہ اپریل ۱۸۹۶ء کے اخیر تک ہم کو اپنے اس ارادہ سے اطلاع دیں اور اگر کسی ایک قوم کی طرف سے درخواست کرنے والے کئی صاحب ہونگے تو ان میں سے صرف ایک ایسا شخص انتخاب کیا جائے گا جو اس قوم کی کثرت رائے سے تجویز کیا گیا ہو (اس تجویز کی رو سے مرزا صاحب تو ختم۔ اور دوسروں کے بارے میں کثرت رائے قوم کا کیونکر پتہ چل سکے گا۔ کون ووٹ شماری کرے گا اور کیسے۔ بہاء)....میں دوبارہ اس بات کو یاد دلانا مناسب سمجھتا ہوں کہ چونکہ غرض اظہار حق ہے اس لئے مناسب ہے کہ یہ جلسہ ایک ماہ تک رہے۔ دنیا کے ادنی مقدمات جب عدالتوں میں دائر ہوتے ہیں تو حکام وقت تحقیق اور تفتیش کی غرض سے کئی مہینوں کے بعد ایک پیچیدہ مقدمہ کو فیصلہ کرتے ہیں۔ مگر دین کے مسائل تو دنیا کے مقدمات کی نسبت نہایت دقیق در دقیق ہیں اور طالب حق پر لازم ہے جو ان کو

بار بار سوچ ..سوان وجوہات کے باعث ایک ماہ اس جلسہ کیلئے ضروری طور پر قرار پایا......اگر اس اشتہار کے شائع ہونے کے اخیر اپریل تک کسی فریق کی طرف سے کوئی درخواست نہ پہنچی تو نہایت افسوس کے ساتھ التواء جلسہ کا باعث اشتہار کے ذریعہ شائع کر دیا جائے گا۔

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی ۲۹ دسمبر ۱۸۹۵ء (مجموعہ اشتہارات۔جلد دوم۔ ص ۱۹۲۔۱۹۹)

مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ اس تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے:

یہ بیان کیا ہے کہ یہ جلسہ قادیان میں منعقد ہوگا اور اس میں نو مذاہب مخالفہ اسلام۔ موسوی،عیسائی ، آریہ، برہمو، مجوسی ،جین، بدھ، سناتن دھرم ، دہریہ،فلاسفہ کے فاضلوں کو جو اپنے مذہب کی زبانیں ، عبرانی، سنسکرت وغیرہ سے واقف و ماہر ہوں،تشریف لائیں گے اور اسلام کی طرف سے خود بدولت (قادیانی) پیش ہوں گے اور یہ جلسہ ایک مہینے تک رہے گا اور آنے والوں کا خرچ مہمان داری وکرایہ مکانات فروکش ہونے کا مرزا قادیانی کے ذمہ ہوگا اور جو صاحب کرایہ آمدورفت چاہیں وہ بھی مرزا قادیانی دے گا وغیرہ وغیرہ۔ معلوم نہیں موضع قادیان میں کرایہ کا مکان بجز مکانات قادیانی کون سا ہے جس میں وہ لوگ فروکش ہوں گے۔

ناظرین ! اس تجویز سے آپ کا اصل مقصود صرف یہ ہے کہ اپنے دام افتادہ احمقوں سے اخراجات مہمان داری وکرایہ مکانات اور آمدورفت کے بہانہ سے ٹکے وصول کرے۔ وبس۔اس امر کے اشتہار سے کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔

قادیانی کو اس امر کا یقین ہے کہ اس کی دعوت پر نہ کوئی بمبئی ، کلکتہ سے عبرانی دان یہودی آوے گا، نہ چین یا برما سے مذہب بدھ کا فاضل، اور نہ یورپ کے دہریوں سے کوئی فلاسفر اور نہ ہندوستان و پنجاب سے کوئی برہمو، آریہ وعلی ہذا القیاس۔

اس یقین کی وجہ کا بھی قادیانی کو علم ہے۔وہ خوب جانتا ہے کہ مجھے بہت لوگ جھوٹا اور فریبی جانتے ہیں ۔ایسا کم سے کم کوئی ایک بھی نہیں جو مجھے صحیح مخاطب سمجھتا ہو اور عالم فاضل ومحقق اور طالب حق سمجھ کر مجھ سے مباحثہ اور احقاق حق کا خواہاں ہو کر میرے گھر پر آوے۔

یہ یقین اس کو اس تجربہ کے ذریعہ سے حاصل ہوگیا ہے کہ اس نے بارہا لوگوں کو اپنے مقابلہ کے لئے اشتہار دیئے ہیں اور ان اشتہاروں میں علاوہ زاد راہ کے سال بھر تک دوسو روپیہ ماہوار تنخواہ دینے کے بھی وعدے کئے مگر اکثر لوگوں نے اس کو فریبی یا پاگل سمجھ کر اس کے اشتہاروں کا جواب تک نہ دیا۔بعض نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ ہم نے تیرے اشتہار کو آگ میں ڈال دیا ہے

اس تجربہ سے اس کو وہ یقین ہو گیا ہے، اس لئے اس نے بے دھڑک یہ اشتہار جلسہ تحقیق مذاہب جاری کر دیا ہے جس سے وہ مقابلہ مخالفین سے تو بے فکر ہے اور اس امر کی امید رکھتا ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نہ کچھ روپیہ وصول ہو ہی جائے گا۔ وہ سمجھتا ہے کہ ہمارے مخالف مولوی ہزار بار عام لوگوں کو ہمارے فریبوں پر آگاہ کریں مگر جہان احمقوں سے خالی نہیں، نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ شیخ چلی مر گیا ہے تو کیا ہوا اس کی ذریات کا تو اختتام نہیں ہوا۔ غرض حصول زر کے سوا اس اشتہار سے کوئی نتیجہ نکلے تو ہماری پیش گوئی کی غلطی کی جو مالی سزا قادیانی تجویز کرے ہم بھگتنے کو حاضر ہیں۔ اور اگر ہمارا کہنا درست نکلا تو آئندہ قادیانی لن ترانیاں ہانکنے اور ان کے ذریعہ سے عام مسلمانوں کو (حمقاء اتباع قادیانی کا ذکر نہیں) دام میں لانے کا خیال دماغ سے نکال دے۔ امام محدث دار قطنیؒ نے بغداد والوں کو کہا تھا کہ یا اھل بغداد لا تطمعوا فی الکذب علی رسول اللّٰہ ﷺ ما دمت حیاً (اے اہل بغداد جب تک میں زندہ ہوں تم آنحضرت ﷺ پر جھوٹی حدیثیں وضع کر کے افتراء کرنے کی طمع نہ رکھو)۔ میں بھی دار قطنی کی طرح قادیانی کو کہتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں آپ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور دام میں لانے کی طمع چھوڑ دیں۔

اب ہم قادیانی سے ایک سوال کرتے ہیں کہ بفرض محال یہ جلسہ منعقد ہو گیا اور مذاہب مذکورہ کے فاضل چین، برما، یورپ وغیرہ بلاد سے جمع ہو کر قادیانی کے مقابلہ کے لئے مستعد ہو کر اس امر کے مستفسر ہوئے کہ آپ جو اسلام کی طرف سے وکیل ہو کر ہم سے مخاطب ہوتے ہیں اور مباحثہ کرنا چاہتے ہیں، آپ کے پاس اس امر کی کیا دلیل و دستاویز ہے کہ آپ مسلمانوں کے وکیل ہیں اور آپ کے ساختہ پرداختہ کو مسلمان اپنا ساختہ پرداختہ سمجھیں گے۔ اسلامی دنیا میں تو یہ مشہور ہے کہ آپ باضابطہ مسلمانوں کے گروہ سے خارج کئے گئے ہیں اور پشاور سے کلکتہ و مدراس و بمبئی تک آپ کے کفر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے پر اسلام کے مختلف فرقوں کے علماء فتوی لگا چکے ہیں، تو اس کے جواب میں آپ کیا فرمائیں گے؟ کیا صرف یہی کہ ہم کو حکیم نور الدین جمونی بھیروی نے کافر نہیں کہا۔ یا منشی محمد احسن امروہی نے رسالہ تحذیر میں ہم کو کفر سے بچا لیا ہے۔ اس کے جواب میں وہ پھر اسی فتوی کو پیش کریں گے اور کہیں گے کہ وہ بھی آپ کی متابعت کے سبب اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ کیا ارشاد فرمائیں گے۔ بینوا وتوجروا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶۔ ص ۳۷۶۔ ۳۷۸)

پیش گوئی متعلقہ آتھم

۱۸۹۳ء میں عیسائیوں کے ساتھ امرتسر میں ہونے والے مباحثے کے اختتام پر مرزا قادیانی نے ۵ستمبر۱۸۹۴ء تک اپنے مدمقابل ڈپٹی آتھم کی موت کی پیش گوئی کی تھی۔خدا تعالی نے آتھم کو اس مدت کے اختتام تک زندہ رکھا اور پیش گوئی غلط ثابت ہوگئی لیکن مرزا صاحب نے تاویلات کے زور پر اپنے مریدوں کی نظر میں اسے سچا کر دکھایا۔مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ

ایک پادری فتح مسیح سے قادیانی نے نقل کیا ہے کہ اس نے ایک خلیفہ قادیانی کو کہا کہ آتھم کی موت کے متعلق پیشگوئی قادیانی کو سچی جاننے والی ایک حقیر جماعت اتباع قادیانی ہے جس کی تعداد چار پانچ یا زیادہ سے زیادہ پندرہ آدمی ہونگے۔پھر اسکے جواب میں قادیانی نے کہا ہے کہ وہ (پادری) کس قدر ایسے آدمیوں کے دستخط چاہتے ہیں جو اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ درحقیقت یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔اور اگر ہم پندرہ سو یا دو ہزار یا تین ہزار یا چار ہزار کے دستخط کرا دیں گے تو ان کا دعوی باطل ہوگا یا نہیں؟

مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

اس چال سے قادیانی کی کیا غرض ہے؟ اے حضرات! یہ غرض اس سیاہی کو دھونا ہے جو عبداللہ آتھم کے (تا اختتام مدت) فوت نہ ہونے سے آپ کے منہ مبارک پر جمی ہوئی ہے،اور اس لعنت کے طوق کو اپنے گلے سے اتارنا ہے جو اس دن سے زیب گلو ہو رہا ہے تاکہ اس ذریعہ سے پھر وہ فتوحات مالی جاری ہوں جو اس پیش گوئی کے جھوٹا ہونے سے مسدود ہو رہی ہیں۔

مولانا محمد حسین بٹالوی مزید فرماتے ہیں:

ہم اس مضمون میں اس نئے پادری کی تصدیق و تائید نہیں کرتے اور نہ اس کا یہ بیان کہ اس پیش گوئی کو سچی جاننے والی جماعت قادیانی میں صرف پندرہ آدمی ہیں، لائق تصدیق ہے۔اور نہ یہ شخص کسی اور بیان میں مسلمانوں کی تائید کے لائق ہے۔یہ شخص جب سے نیا پادری بنایا گیا ہے تب سے آنحضرت ﷺ کی عالی جناب میں ناپاک الفاظ استعمال میں لاتا ہے اور اپنی معمولی باتوں میں بھی راست گوئی کا ملتزم نہیں ہے۔ہم سے اس کی خط و کتابت ہوئی تو اس میں اس نے راستی و دیانت سے کام نہیں لیا۔چنانچہ اس خط و کتابت کے درج رسالہ ہونے سے ناظرین کو یقین ہوگا

(یہ جلد ۱۶ میں بصفحہ ۳۵۳ وغیرہ درج ہو چکی ہے ۔اس کو اس نئے پادری نے اخبار نور افشاں میں درج کرایا تو اس میں بہت تصرف کیا۔ ازانجملہ یہ کہ اپنے خط مورخہ ۲۹ جولائی ۱۸۹۴ء کے آخری فقرہ کو خورد برد کر کے اس کا جواب جو ہماری طرف سے تھا اخبار میں نہ چھپوایا) لہذا ایسا شخص اس لائق نہیں کہ کوئی مسلمان اس کی تائید کرے بلکہ اس لائق ہے کہ ہر مسلمان اس کی واجبی خدمت گذاری کرے۔

بلکہ اس مقام میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس تعداد کے بیان میں جیسا کہ یہ نیا پادری جھوٹا ہے ایسا ہی قادیانی جھوٹا ہے اور اس دروغ کے سبب ہر دو ملامت کے مستحق ہیں۔ نیا پادری اس لئے کہ اس نے قادیانی جماعت میں پیشگوئی کو سچی جاننے والوں کی تعداد بہت کم بتائی ہے۔ اتباع قادیانی جو اس پیشگوئی کو سچا جانتے ہیں، سو سے بھی زیادہ ہیں۔ اور قادیانی اس لئے جھوٹا ہے کہ اس نے جھوٹ کا طوفان باندھ دیا اور اس قدر تعداد کے بیان میں جھوٹ کو انتہاء تک پہنچا دیا۔

اس نفی سے ہماری یہ مراد نہیں کہ وہ چار ہزار آدمیوں کے نام مشتہر نہیں کرسکتا۔ نام تو دس ہزار اشخاص کے گن سنائے گا۔ ہماری مراد اس نفی سے یہ ہے کہ وہ اس تعداد کے ایسے لوگوں کو پیش نہیں کرسکتا جو قانون شریعت یا عدالت کی رو سے شہادت میں قبول کئے جانے کے لائق ہوں۔

ہم مرزا قادیانی سے اس قسم کے لوگ اور اہل اسلام سے نہیں چاہتے اور اس قدر کے تعداد کی بھی اس کو تکلیف نہیں دیتے بلکہ خاص کر اسی کے اتباع ومعتقدین میں سے بجائے چہار ہزار صرف چار اشخاص کی شہادت پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر وہ جلسہ عام اہل اسلام میں بالاتفاق حلف کے ساتھ شہادت دیں گے کہ پیش گوئی متعلق موت آتھم سچی ہوگئی ہے تو ہم ان چار کی شہادت کو آپ کے اتباع سے چار ہزار کی شہادت تسلیم کریں گے اور قادیانی کو اس دعوی میں سچا اور اس تعداد کے بیان میں صرف نئے پادری کو جھوٹا کہیں گے۔ وہ چار اشخاص یہ ہیں:

آپ کے خلیفہ اول حکیم نورالدین جمونی بھیروی۔ ۲۔ آپ کے خلیفہ دوم منشی یا مولوی محمد احسن امروہی بھوپالی۔ ۳۔ آپ کے بڑے مالی حواری محمد علی خان رئیس مالیرکوٹلہ۔ ۴۔ آپ کے چھپے حواری حافظ محمد یوسف ضلعدار، یا ان کی جگہ منشی الہی بخش اکونٹنٹ یا منشی عبدالحق پنشنر۔ یہ چاروں حضرات بالاتفاق اس پیش گوئی کو سچا کہیں گے تو ہم مرزا قادیانی کے اس دعوی کو مان لیں گے۔

یہ چاروں حضرات یا ان میں سے کوئی صاحب اس پیش گوئی کو سچا کہنے سے انکار کریں گے تو ہم چار اشخاص اور یا کسی ایک منکر کی جگہ ایک اور صاحب کو منتخب کریں گے وعلی ہذا القیاس۔ اس ترتیب وترکیب سے اتباع قادیانی سے جملہ سنجیدہ اشخاص اس پیش گوئی کے منکر ثابت ہونگے۔

اور اس سے قادیانی صاحب اپنے اس دعوی میں جھوٹے ٹھہریں گے۔

ہم کو امید نہیں کہ قادیانی، ان چاروں حضرات یا دیگر سنجیدہ اشخاص کو اس شہادت میں پیش کرینگے۔ یا ان کا انکار اس شہادت سے پیش کر کے دیگر لوگوں کے انتخاب کی اجازت دیں اس لئے ہم آپ صاحبوں کی اطلاع کیلئے اس راز کو آشکارا کرتے ہیں کہ محمد علی خان اس پیشگوئی کو ایک مجلس خاص اتباع قادیانی ساکنان لدھیانہ میں جھوٹا کہہ چکے ہیں اور یہ بات لودھیانہ میں کس و ناکس کو معلوم ہے۔ وہ ہرگز اس شہادت میں شامل نہ ہونگے (محمد علی خان نے تو مرزا کو اس مضمون کا ایک خط بھی لکھ دیا تھا جو تحریر ہذا کے وقت مولانا بٹالویؒ کے علم میں شائد نہیں تھا۔ مرزا صاحب اس خط کو پڑھ کر بہت ناراض ہوئے تھے اور انہوں نے محمد علی کو جواباً لکھا: محبی اخویم نواب سردار محمد علی خاں ...آپ کا عنایت نامہ مجھ کو آج کی ڈاک میں ملا۔ آتھم کے زندہ رہنے کے بارے میں میرے دوستوں کے بہت خط آئے لیکن یہ پہلا خط ہے جو تذبذب اور تردد اور شک اور سوء ظن سے بھرا ہوا تھا.... میرے خاص دوستوں کو آپ کے اس خط سے اس قدر افسوس ہوا کہ اندازہ سے زیادہ ہے۔ یہ کلمہ آپکا کہ، مجھے ہلاک کیا، کس قدر اس اخلاص سے دور ہے جو آپ سے ظاہر ہوتا رہا... خاکسار غلام احمد۔ مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۴ ص ۶۵۔۶۹)۔ ایسا ہی خلیفہ اول قادیانی، حکیم صاحب بھی ایک کارڈ میں اس پیشگوئی کو جھوٹا لکھ چکے ہیں۔ وہ بھی امید ہے کہ اس شہادت کی طرف رخ نہ کرینگے۔ ان دونوں صاحبوں کی شہادتِ خلاف دیگر اشخاص جماعت قادیانی کے دو ہزار اشخاص کے برابر ہے۔ اسکے مقابلہ میں قادیانی کے دو ہزار کی شہادت تو کان لّم یکن، و بے اعتبار ہے۔ دو ہزار سے زیادہ اشخاص وہ گن سنائے گا تو ہم دو اشخاص ایسے ہی اور پیش کریں گے۔ ذیل میں وہ کارڈ نقل کیا جاتا ہے جو حکیم نور الدین نے بابو غلام محی الدین کلرک دفتر لوکو سپرنٹنڈنٹ ریلوے لاہور کے نام ۱۵ دسمبر ۱۸۹۴ء کو بہاولپور سے لکھا تھا۔ وہ بعینہ ہمارے پاس موجود ہے: وہ یہ ہے:

السلام علیکم۔ پیشگوئی میرے خیال میں پوری نہیں ہوئی۔ اب اسکا کیا سرّ ہے انشاء اللہ چندروز کے بعد میں ظاہر کرسکونگا۔ چندروز تامل فرماویں۔ میں کسی کام میں جلدی کو پسند نہیں کرتا۔ نوردین از بہاولپور۔ دولت خانہ۔

ناظرین ان دونوں شہادتوں کو انصاف سے پڑھیں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ قادیانی دعوی شہادت پندرہ سو یا چار ہزار میں کس قدر راستی پر ہے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۶۔ ص ۳۷۹۔۳۸۱)

تقریری مقابلہ

مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

مرزا قادیانی کے خلیفہ اول حکیم نور الدین اور خلیفہ دوم میاں کریم بخش سابق ٹیچر امریکن مشن سکول سیالکوٹ (جس کو قادیانی نے مولوی کا خطاب دیا ہے) نے مل کر علماء مسلمین کے نام عموماً اور خاکسار کے نام خصوصاً ایک اشتہار جاری کیا ہے اور اس میں یہ درخواست اور تحدی ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ سالانہ یا کسی اور مجلس میں لاہور جیسے مشہور مقام میں ان سے بالمقابلہ فضائل اسلام کے بیان میں تقریر کریں یا لیکچر دیں۔

ناظرین! آپ جانتے ہیں کہ ان حضرات کا اس چال سے کیا مقصود ہے اور دونوں صاحبوں نے مل کر کیوں اشتہار جاری کیا ہے۔ حضرات! اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے تین دفعہ یہ خاکسار محض بتائیداللہ حکیم نورالدین صاحب کو زک دے کر بھگا چکا ہے۔

ایک دفعہ ۱۸۹۱ء میں ایک مجمع علماء لاہور میں عرصہ دو گھنٹہ میں آپ کو ملزم کیا۔ تسپر آپ راجہ جموں کی ملاقات کے بہانہ سے پھر گفتگو کرنے کا وعدہ کر کے بھاگے اور پھر سامنے نہ آئے اور لودہیانہ جا براجے۔ وہاں سے آپ کو تار کے ذریعہ بلایا گیا تو آپ نے قادیانی کو پیش کرنا چاہا۔ آخر وہ بھی مقابلہ میں نہ آیا اور نہ مباحثہ وقوع میں آیا جسکی تفصیل اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں موجود ہے۔ دوسری دفعہ ۱۸۹۳ء میں ریل کے سفر میں آپ قابو میں آگئے اور لاہور سے امرتسر پہنچنے تک پھنسے رہے۔ آخر ساکت ہوئے۔ اور ریل گاڑی سے اتر کر جان چھڑائی۔ اس کا حال اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ میں چھپ چکا ہے۔ تیسری دفعہ (پھر) ریل گاڑی میں آپ قابو آئے مگر گفتگو سے صاف انکاری ہو کر مقام پھلور میں فراری ہوئے۔ اس وجہ سے آپ بمصداق، ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، کریم بخش سیالکوٹی کو ساتھ لے کر میدان میں نکلے ہیں۔

یہ تو ان کی معیت کی وجہ ہے۔ اب مقابلہ کی خواہش کی وجہ سنو۔

اس اشتہار میں آپ نے اپنے ان مسائل میں، جن میں مباحثہ کرنے سے بھاگے تھے،

مقابلہ نہیں چاہا بلکہ قدیم اسلام کے فضائل بیان کرنے میں مقابلہ چاہا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے مسائل مذہب قادیانی نے تو آپ کو اور آپ کی جماعت کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کر دیا ہے۔علمائے ہندوستان و پنجاب نے آپ لوگوں پر فتوی کفر لگا رکھا ہے۔اب آپ ان مسائل کفریہ کو عام مجمعوں میں چھپانا اور بجائے ان مسائل کفریہ کے اتفاقی مسائل اسلام بیان کرنا چاہتے ہیں تا کہ مسلمانوں میں مسلمان کہلائیں اور اس سیاہی کو جو فتوی کفر نے آپ پر لگا رکھی ہے، دھو ڈالیں، مگر خاکسار چونکہ آپ کی نبض کو خوب پہچانتا ہے اس لئے اس تقیہ اور نفاق کو ظاہر کرتا ہے اور اس غرض میں آپ کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

پس بجواب آپ کے اشتہار کے عرض رساں ہے کہ میاں کریم بخش کو تو میں کوئی اہل علم مخاطب صحیح نہیں سمجھتا، ہاں آپ کے مقابلہ کیلئے حاضر ہوں جس وقت چاہیں اور جس جگہ (بجز قادیان کہ وہ دار الشیطان ہے اور بقول قادیانی یزیدیوں کا مکان) آپ چاہیں خاکسار کو بلالیں۔ خاکسار آپ کے مقابلہ میں تقریر کرنے کو، لیکچر دینے کو، آپ سے مباحثہ کرنے کو حاضر ہے۔مگر ایسا ہرگز نہ ہونے پائے گا کہ آپ تقیہ اختیار کر کے اپنے مسائل کفریہ مذہب قادیانی کو چھپائیں اور قدیم اسلام کے اصول و مسائل کے اظہار سے اپنے اسلام کو حاضرین پر ظاہر و ثابت کریں جیسا کہ قادیانی نے مباہلہ عبدالحق غزنوی میں کیا تھا اور اس ذریعہ سے بعض مسلمانوں کو مونڈ لیا۔ بلکہ آپ جن مسائل میں کچھ کہنا چاہیں گے اور ان میں طلاقت ولیاقت دکھائیں گے وہ خاصۃً و مجرداً آپ کے مسائل مذہب قادیانی ہوں گے اور ان کے جواب میں اس طرف سے بھی انہی مسائل میں کچھ عرض کیا جائے گا۔ یہ شرط منظور ہے تو بسم اللہ آیئے اور جہاں چاہیے خاکسار کو بلایئے۔

حضرات اس تحریر کے چھپنے میں توقف نظر آتا تھا اس لئے خاکسار نے اس اشتہار کے جواب میں حکیم صاحب کے نام ایک قلمی خط بذریعہ رجسٹری ۱۶ جنوری ۱۸۹۶ء کو روانہ کر دیا تھا۔اس خط کے جواب میں حکیم صاحب کا کارڈ بھی آیا مگر اس میں قبولیت مباحثہ و مقابلہ کی نسبت ایک حرف تک نہ لکھا۔اس خط کے مضمون میں مباحثہ کے جواب میں لکھا تو صرف یہ لکھا ہے کہ کریم بخش کا نام حسین بخش سے بہتر ہے۔جس کا جواب ترکی بترکی دیا گیا۔آج ایک کارڈ حکیم صاحب کا متضمن مطالبہ کتاب مطالب عالیہ اور آیا ہے اس میں بھی قبولیت مباحثہ کا حرف نہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب کا وہ اشتہار صرف ایک گیدڑ بھبکی تھا۔آپ کو بالمقابلہ تقریر کرنی منظور نہیں ہے۔

ذیل میں یہ خط و کتابت نقل کی جاتی ہے:

} بٹالہ ۱۶ جنوری ۱۸۹۶ء، مشفق حکیم صاحب ۔ سلام علی من اتبع الہدی ۔

آپ کا اشتہار اور آپ کے پیرو مرشد قادیانی کے چند اشتہارات جس روز میں نے وصول کئے اسی روز ان کے جوابات تحریر کر دیئے کہ وہ چھپ کر آپکے پاس پہنچیں گے انشاء اللہ تعالی ۔ شائد ان کے چھپنے میں دیر ہو، اس لئے آپ کے اشتہار کے جواب کا خلاصہ قلمی ارسال کرتا ہوں ۔ کریم بخش سابق ٹیچر اسکول سیالکوٹ (جو مولوی عبدالکریم کہلاتا ہے) کو تو میں مخاطب صحیح نہیں سمجھتا۔ آپ کے مقابلہ میں تقریر کرنے کو، لیکچر دینے کو، آپ سے بحث کرنے کو ہر وقت اور ہر جگہ (بجز قادیان) تیار ہوں جہاں آپ چاہیں مجھ سے مقابلہ کر لیں بشرطیکہ مذہب نیچری قادیانی کے مسائل و رسائل قادیانی فتح، توضیح، ازالہ، وساوس وغیرہ میں بیان ہوئے ہیں، بیان کریں اور ان کا ردّ مجھ سے سنیں ۔ اور اگر آپ تقیہ ونفاق کے طور پر صرف وہ قدیم مسائل بیان کریں جو اہل اسلام کے مسائل و عقائد ہیں اور اپنے مذہب نیچری قادیانی کے مسائل کو زبان پر نہ لاویں تو اسکے مقابلہ میں کسی مسلمان کو کچھ کہنا ضروری نہیں ہے ۔ اور اپنے علم وتقریر ولیاقت وخوش بیانی کی نمائش اور ریا مسلمان کا کام نہیں ہے ۔ آپ کا پرانا خدمت گار۔ ابو سعید محمد حسین ۔

} اس کا جواب حکیم صاحب کی طرف سے:

کریم بخش، حسین بخش سے بہر حال بہتر ہے۔ نور دین ۔

} اس کا جواب خاکسار کی طرف سے:

مشفق حکیم صاحب۔ سلام علی من اتبع الہدی ۔

کریم بخش کے صرف نام پر اعتراض نہ تھا بلکہ اس کے مولوی کہلانے پر تھا ۔ اس اعتراض کو حسین بخش کا نام نہیں اٹھا سکتا جب کہ حسین بخش کے خداداد علم میں کریم بخش شریک و مماثل نہ ہو۔ آپ نے یہ نہ سوچا اور جواب لکھ مارا ۔ اس سے میرے اس گمان کو مصدق اور محقق کیا کہ آپ لوگوں میں صحبت قادیانی کی برکت سے فہم وانصاف، للّٰہیت، حقانیت کا شمہ نہیں ہے، جو ہے نفسانیت، جہل وجدل وغیرہ ہے ۔ اس اعلام کا شکر یہ آپ کی کل جماعت پر واجب ہے ۔ قبولیت مباحثہ اور تقریر بالمقابلہ کا آپ نے جواب نہ دیا۔ کیا پھر بھاگے جیسے ایک دفعہ لاہور میں اور دو دفعہ ریل میں بھاگے تھے ۔ ابو سعید محمد حسین ۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۶۔ ص ۳۸۱ تا ۳۸۴)

جلسہ اعظم مذاہب

دسمبر ۱۸۹۶ء میں لاہور میں مختلف مذاہب کا ایک مشترکہ جلسہ منعقد کروانے کا پروگرام ایک ہندو سادھو کی طرف سے بنایا گیا اور اس میں مختلف مذاہب کے علماء شریک ہوئے۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا محمد حسین بٹالویؒ شریک ہوئے اور قادیانیوں کی طرف سے مرزا غلام احمد کا ایک مضمون جلسے میں پڑھ کر سنایا گیا۔ چونکہ جلسے کی تنظیمی کمیٹی میں قادیانی بھی شریک تھے اس لئے مرزا صاحب کے مضمون کو انہوں نے بہت اہمیت دی اور ان کا مضمون پڑھے جانے کے دن دور و نزدیک سے قادیانی سامعین اکٹھے کر کے خوب نعرے لگوائے گئے اور نہ صرف بعد میں ان لوگوں کی طرف سے اخباروں میں مرزا صاحب کے مضمون کی خوب ہوا باندھی گئی، بلکہ جلسہ کے انعقاد سے پہلے ہی پوری منصوبہ بندی کر کے مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا تھا:

جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶ تا ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارہ میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے.... مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا... اور مجھے یہ الہام ہوا انّ اللّٰہ معک ان اللّٰہ یقوم اینما قمت یعنی خدا تیرے ساتھ ہے۔ خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ خاکسار غلام احمد از قادیان۔ ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء

(انجام آتھم ضمیمہ۔ حاشیہ ص ۲۹۹ تا ۳۰۱)

اور اس جلسہ کے بعد مرزا صاحب نے لکھا:

ایک اور پیشگوئی ہے جو ابھی ظہور میں آئی ہے یعنی وہ جلسہ مذاہب جو لاہور میں ہوا تھا اس کی نسبت مجھے پہلے سے خبر دی گئی کہ وہ مضمون جو میری طرف سے پڑھا جائیگا وہ سب مضمونوں پر غالب رہے گا۔ چنانچہ میں نے قبل از وقت اس بارے میں اشتہار دے دیا.. اور اس الہام کے موافق میرے اس مضمون کی جلسہ مذاہب میں ایسی قبولیت ظاہر ہوئی کہ مخالفوں نے اقرار کیا ہے کہ وہ مضمون سب سے اول رہا ہے اور یہ اشتہار الہامی محمد حسین بٹالوی اور احمد اللہ اور ثناء اللہ مولویان

امرتسر اور عیسائیوں کو بھی قبل از وقت بھیجا گیا تھا۔ (انجام آتھم ضمیمہ۔ص ۲۹۹۔۳۰۱)

اور اس جلسے اور مقررین کی تقاریر کی بابت مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

مدت ہوئی مرزا غلام احمد قادیانی نے اس مضمون کا اشتہار دیا تھا کہ مختلف مذاہب کے سرکردہ فاضل جمع ہو کر اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ میں اسلام کی طرف سے پیش ہو کر اسلام کی خوبیاں بیان کرونگا۔ اس اشتہار سے ان کا مقصود و خیال یہ تھا کہ جو میرے عقائد جدیدہ کی وجہ سے علماء اسلام نے مجھ پر فتوی کفر لگا دیا ہے اور اس کے سبب عام اہل اسلام کو مجھ سے وحشت و نفرت ہوگئی ہے۔ خصوصاً اس روز سے کہ عبداللہ آتھم اور میری منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کی موت کے متعلق میری پیش گوئی جھوٹی ہو چکی ہے، اس کا اثر اٹھ جائے یا کم ہو۔ اس مجمع میں عام مسلمان بھی مجتمع ہو جائیں گے انکے سامنے ایسے عقاید مسلّمہ اہل اسلام ظاہر کرونگا جن سے مجھے لوگ مسلمان جان لیں گے اور میری طرف رجوع کریں گے۔ (جیسے کہ پہلے چند میرے دام میں پھنسے ہوئے ہیں) جب وہ مجھے مسلمان سمجھ کر میرے دام میں آ جائیں گے تو پھر وہ میرے عقائد جدیدہ کو بھی مان لیں گے جیسا کہ پہلے دام افتادہ سادہ لوحوں نے مان لئے ہیں۔ اس اشتہار کی طرف کسی نے توجہ نہ کی اور اس کو مرزا کی معمولی لاف زنی وفریب دہی قرار دیا تو مرزا کا خیال دل ہی دل میں رہ گیا۔

اسی اثنا میں ایک ہندو سادھو شوگن چندر نے اسی قسم کے جلسہ کا اشتہار دیا تو مرزا جی نے اس کو از بس غنیمت جانا اور اس کو اپنے اس مدعا کے حصول اور اپنے جدید عقاید مندرجہ رسائل کے برخلاف عقائد اسلامیہ کے اظہار کا کافی وسیلہ خیال کیا۔ یہ سوچ کر انہوں نے اس سادھو اور اس کی ہندو کمیٹی اور معاونوں کو (جن کے مضمون اشتہار کو نہ اکثر ہندو آریہ نے قبول کیا تھا نہ عیسائیوں اور پادریوں نے۔ اور وہ منتظر اور محتاج تھے کہ کوئی ان کی دعوت اشتہار کو قبول کرے) اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ان کی کمیٹی کے ممبروں اور منتظموں میں اپنے حواریوں اور خلفاء کو شامل کیا۔ ان کے اول خلیفہ حکیم نور الدین اس کمیٹی کے چھ ماڈریٹروں (منتظموں یا میرمجلسوں) میں سے ایک ماڈریٹر بنائے گئے۔ دوسرے خلیفہ رشید الدین ڈاکٹر چکراتہ، اس کمیٹی کے سکرٹریوں میں سے ایک سکرٹری بن گئے تیسرے خلیفہ میاں کمال الدین پروفیسر انجمن حمایت اسلام کالج، ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبر بن گئے وعلی ہذا القیاس اور لوگ داخل وشریک ہوئے (وہ لوگ سپیکر یعنی مقرر بن گئے از انجملہ منشی ناصر نواب نقشہ نویس خسر مرزا ہیں، ایک مبارک علی امام مسجد صدر بازار سیالکوٹ، جن کا سپیکروں میں شامل ہونا اس غرض

سے تھا کہ وہ اپنا وقت بھی مرزا قادیانی کو دیدیتے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا)۔ سادھو مذکور قادیان بھی بلوائے گئے اور وہاں ان کو اپنے مدعا کے موافق تعلیم و تلقین ہوئی اور ایک اشتہار بعنوان اشتہار واجب الاظہار بھی بنا دیا گیا جو لفظ بلفظ و حرف بحرف مرزا کا بنایا ہوا ہے، کسی دوسرے کے ایک لفظ کا اس میں دخل معلوم نہیں ہوتا، اور وہاں اپنے ہی مطبع میں مرزا نے اس کو چھپوا کر شائع و مشتہر کیا۔

غرض اس جلسہ کو مرزا جی نے گویا اپنا جلسہ بنا لیا اور اس کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ بھی خیال عام اور اس کا احتمال تام ہے کہ یہ سوالات خمسہ جو جلسہ کی طرف سے مشتہر کئے گئے ہیں یہ بھی مرزا جی کی تجویز سے مشتہر کئے گئے ہیں۔ مرزا نے ان کو وہی سوالات تجویز کر کے دیئے جن کے جوابات وہ مدت سے لکھ رہے تھے اور ان کو وہ نئی روشنی کے مطابق عام پسند بنا چکے تھے۔

جب اس کمیٹی کا پہلا اشتہار متضمن سوالات و درخواست جواب کمیٹی کی طرف سے خاکسار کے پاس بمقام بٹالہ پہنچا تو میں نے سکرٹریوں میں مرزا کے خلیفہ رشیدالدین ڈاکٹر چکراتہ کا نام پڑھ کر فوراً سمجھ لیا کہ اس جلسہ سے مرزا جی اپنا وہ کام نکالنا چاہتے ہیں (جس سے وہ اپنا اشتہار جاری کرنے کے بعد ناکام رہے تھے) اور عام مسلمانوں کے سامنے اپنی مسلمانی جتانے اور فتوی کفر و تکذیب پیش گوئی متعلقات موت آتھم اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کو مٹانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ سمجھ کر میں کمیٹی کی درخواست قبول کرنے میں متوقف و متردد ہو گیا۔ ایک تو یہ خیال آیا کہ اس جلسہ میں مرزا نے اپنے عقاید جدیدہ کے برخلاف عقاید قدیمہ اسلامیہ کا اظہار کیا، تو اس سے لوگوں کو دھوکہ لگے گا۔ لوگ ان کو مسلمان سمجھ جائیں گے اور ان کے دام میں آئیں گے۔ دوسرا یہ خیال کہ اگر میں یا کوئی اور عالم مسلمان اس جلسہ میں شریک و شامل نہ ہوا تو جلسہ میں مرزا قادیانی کا یک طرفہ بیان وہی اثر بد پیدا کرے گا۔

میں اسی تردد میں تھا کہ کارسپانڈنس سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کا خط اس مضمون کا میرے پاس پہنچا کہ انجمن حمایت اسلام نے اسلام کی طرف سے سوالات جلسہ کا جواب دینے کے لئے آپ کو وکیل منتخب کیا ہے۔ اسی مضمون کا ایک خط مسلمانان وزیرآباد کی طرف سے مولوی حافظ عبدالمنان کا پہنچا اور ایک خط انجمن اسلامیہ جہلم کی طرف سے منشی الٰہی بخش سکرٹری انجمن کا پہنچا۔

ان خطوط نے میرے اس تردد کو رفع کر دیا اور مجھے اس جلسہ میں شریک ہونے اور اسلام کی وکالت کرنے پر مامور و مجبور کیا۔ میں نے کمیٹی جلسہ کے نام جواب لکھ دیا کہ میں جلسہ میں شامل ہوں گا اور سوالات کے اسلام کی طرف سے جوابات دوں گا۔ انشاء اللہ تعالی

پھر میں جلسہ کے قریب لاہور پہنچا تو عمائد وفضلاء اسلام کی ایک جماعت میرے پاس پہنچی اور مجھے اس جلسہ میں شامل ہونے سے اسی وجہ اور عذر سے کہ یہ جلسہ مرزا اور اس کے اتباع و خلفاء کے ہاتھ میں آ چکا ہے، اور اس میں ان ہی لوگوں کا پورا اختیار و دخل ہے، روکا۔ میں نے اس جماعت کو بھی وہی اپنا دوسرا خیال کہ میرے شامل نہ ہونے سے مرزا قادیانی کا یک طرفہ بیان اثر بد پیدا کریگا، سنایا اور یہ بھی کہا کہ وعدہ کر لینے کے بعد میرا شامل جلسہ نہ ہونا اور بھی نامناسب امر ہے

۱۷۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کو مرزا کے خلیفہ رشید الدین صاحب کا خط اس مضمون کا میرے نام پہنچا کہ آپ اپنے بیان کے لئے کس قدر وقت لینا چاہتے ہیں۔ میں نے اس کا جواب اسی تاریخ ان کو لکھ دیا کہ مجھے اپنے بیان کے لئے تین گھنٹہ وقت بکار ہے۔ اور اگر آپ مجھے اس سے کم وقت دیں گے تو میں اتنے ہی وقت میں اپنا بیان ختم کر دونگا۔ اس کا جواب مجھے مرزا کے خلیفہ نے نہ دیا تو میں نے سکوت کو رضا سمجھ کر چالیس صفحہ کا مضمون (جس میں اکثر صرف نوٹ تھے) تیار کیا۔

پھر جب جلسہ کا پروگرام (اشتہار تقسیم اوقات) شائع ہوا تو اس میں میں نے اپنے بیان کے لئے صرف ایک گھنٹہ وقت پایا (یہ مرزائی پارٹی کا پہلا حملہ خاکسار پر ہوا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مرزا کے سوا کسی دوسرے کو بھی پورا وقت ملے، اور سچائی ومحاسن اسلام کے اظہار کا کافی موقعہ ہاتھ آوے، اور حاضرین جلسہ پر اس کا اثر نیک ظاہر ہو) تو میں نے اس کمی وقت کی شکایت ایک معزز ماڈریٹر (پریذیڈنٹ یا میر مجلس) کی معرفت سکرٹری صاحب کے پاس لکھ کر بھیج دی۔ اس پر میر مجلس نے زور سے یہ سفارش کی کہ دو گھنٹہ اول روز اور ایک گھنٹہ ۲۸ دسمبر کو وقت ملنا چاہیے۔ سکرٹری جلسہ نے (اس میر مجلس کی) سفارش پر مجبور ہو کر مجھے پہلے دن دو گھنٹہ اور آخری دن میں بشرط گنجائش ایک گھنٹہ وقت دینا منظور کر لیا (یہ حملہ مرزائی پارٹی کا خدا کے فضل سے اور اس میر مجلس کی سعی سے یوں خطا ہوا)

پھر جب خاکسار اپنے وقت پر جلسہ میں پہنچا اور ایک تمہید کے بعد چند آیات قرآن کو میں نے پڑھا تو مرزائی پارٹی نے کانا پھوسی شروع کر دی، پھر ان کی آپس میں رقعہ بازی شروع ہو گئی۔ اس میں انہوں نے بعض کارکن ہندوؤں کو، جو ان کے ہاتھ میں تھے، نیز شامل کر لیا اور اس معزز میر مجلس کو جنہوں نے توسیع وقت کی سفارش کی تھی، اور حسن اتفاق سے اس وقت اجازت تقریر کے وہی انچارج ومہتمم تھے، بار بار اس مضمون کے رقعات لکھ کر دکھانا شروع کیا کہ تقریر کنندہ حدود سوالات جلسہ سے باہر ہو کر تقریر کر رہا ہے۔ جس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ خاکسار کو تقریر کرنے سے روک دیں (یہ دوسرا حملہ مرزائی پارٹی کا مجھ پر ہوا) مگر چونکہ وہ میر مجلس خدا کے فضل سے سمجھ دار اور

تجربہ کار تھے اور وہ یقین رکھتے تھے کہ خاکسار جو کچھ کہہ رہا ہے سوالات جلسہ کے عین مطابق کہہ رہا ہے لہذا ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے، پر ان لوگوں کی حکمت عملی سے دہان بندی وتسلی کرتے رہے۔ مجھے انہوں نے ایک مرتبہ بھی ایماء نہ کی کہ آپ سوالات جلسہ سے باہر جا رہے ہیں۔ایک دفعہ آپ اپنی کرسی سے اٹھ کر میری کرسی کے پاس آئے تو صرف اس امر کے خواستگار ہوئے کہ یہ بیان آپ کا نبوت عامہ کے ثبوت میں ہے، اب نبوت خاصہ محمدیہ کے ثبوت کا خلاصہ بھی پیش کرنا چاہیے، اس لئے کہ آپ کا وقت اب صرف آدھ گھنٹہ باقی رہ گیا ہے (یہ حملہ مرزائی پارٹی کا بھی خدا کے فضل اور میر مجلس موصوف کے انصاف وعدل کی برکت سے دفع ہوا) خاکسار نے اپنے وقت کو پورا کر کے اپنی تقریر (جس میں تمام مضمون سے کسی حصہ کا خلاصہ وانتخاب اور کسی حصہ کی تفصیل تھی) کو نا تمام چھوڑ دیا اور باقی کا حوالہ آئندہ جلسہ پر کیا۔

میرے بیان کا اثر جلسہ پر کیا ہوا؟ اس سوال کا جواب اور اس اثر کا بیان کرنا میرا کام نہیں ہے اور نہ مجھے یہ خواہش کرنا جائز ومباح ہے کہ ناظرین وسامعین اس کی داد دیں اور میری تقریر و بیان کو اچھا کہیں اور میری تحسین کریں۔ میں اس خواہش کو گناہ سمجھتا ہوں اور اس کو شرک وریا خیال کرتا ہوں۔ اور اسی وجہ سے میں قبل از بیان وتقریر حاضرین جلسہ کی خدمت میں بادب التماس کر چکا تھا کہ میرا بیان سن کر یا اس کی اثنا میں حاضرین وسامعین داد نہ دیں تالیاں نہ بجاویں چیئرز نہ دیں۔ مرحبا، جزاک اللہ نہ کہیں جیسا کہ اس جلسہ میں ہر ایک کی تقریر کے وقت اور ہر ایک جلسہ میں جو نئے فیشن کے مطابق ہوتا ہے یہی دستور ہو رہا تھا۔ میری اس عاجزانہ درخواست کو ارباب جلسہ نے قبول کیا اور تمام جلسہ میں میرے بیان کے وقت سکوت وسناٹا رہا صرف اختتام تقریر پر بابو پرتول چندر اور ایک وکیل ہائی کورٹ الہ آباد مسٹر بینرجی وغیرہ نے تالیاں بجائیں کیونکہ وہ اختتام تقریر کے قریب آئے تھے انہوں نے میری اس عرض ممانعت کو نہ سنا تھا۔ بناء علیہ اگر اب میں کسی سے اپنے بیان کی خود تحسین کراؤں یا دوسرے سے آفرین اور اپنی تحسین چاہوں تو پھر میں اسی شرک اور ریا میں مبتلا ہوتا ہوں۔ ہاں اس قدر کہنے کو میں شرک وریا اور اپنے نفس کی مدح وثنا نہیں سمجھتا کہ ان آیات کا جو میں نے پڑھیں اور جو انکا ترجمہ وتفسیر میں نے کی، صرف اس وجہ سے کہ وہ خدا کا کلام اور اس کا مطلب تھا (نہ اس وجہ سے میرے الفاظ وتقریر و بیان اور لب، لہجہ والحان اچھا تھا) حاضرین وسامعین پر عجیب اثر تھا۔ اس اثر سے حاضرین جلسہ میں بجز چند اتباع مرزا قادیانی کوئی خالی نہ تھا۔ اتباع مرزا سے بھی بعض اشخاص پر وہ اثر تھا۔ ازانجملہ ایک شخص میاں کمال الدین

پروفیسر انجمن حمایت اسلام کالج ہیں جنہوں نے اس اثر کا اظہار جلسہ کے تیسرے دن ان الفاظ سے کیا (جو مخبر دکن مطبوعہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۴ میں مشتہر ہوئے ہیں):

مولوی صاحب! جب آپ نے ابتداء تقریر میں قرآنی آیات پڑھیں تو میں نہایت ہی خوش ہوا چونکہ وہ سوالات کے متعلق تھیں۔

میاں کمال الدین کا یہ اظہار اس اثر پر کامل شہادت ہے کیونکہ میاں کمال الدین کو مرزا کی وجہ سے اس خاکسار سے سخت مخالفت ہے اور یہ امر بطور مثل مسلّم ومشہور ہے الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ (یعنی بزرگی وہ ہے جس کا دشمن بھی اقرار کریں)۔ اس اظہار کے بعد جو میاں کمال الدین نے اسی مخالفت کی وجہ سے خاکسار کی توجہ دوسری طرف منعطف ہو جانے پر افسوس بھی ظاہر کیا ہے۔ اس کا جواب اس جلد کے مضمون، مخبر دکن کی جھوٹی مخبری، میں دیا جائے گا کہ خاکسار کی توجہ ایک لمحہ اور طرف نہیں ہوئی۔

حاضرین اہل اسلام کے علاوہ اقوام غیر کے فہمیدہ وسنجیدہ اشخاص پر بھی ان آیات اور ان کے مطالب کا بڑا اثر تھا جو اس وقت ان کے بشاش چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا۔ ازانجملہ دو صاحبوں نے زبان سے بھی اس کا اظہار کیا۔ ایک صاحب رائے بروا کینٹھ تھیوسوفیکل پنجاب کے سکرٹری تھے جو اس وقت میرے بعد تقریر کرنے کو اٹھے اور صاف اقراری ہوئے کہ جیسا بیان مولوی (محمد حسین) صاحب نے کیا ہے مجھ سے ایسا نہ ہوگا۔ اور علاوہ برآں وہ صریح الفاظ جو انبیاء کے مصدق ہوئے۔ دوسرے صاحب ماسٹر درگا پرشاد پریذیڈنٹ کا رکن کمیٹی جلسہ تھے جو اسی جلسہ کے دن شام کے قریب مجھے بازار سید مٹھہ میں ملے اور اس خاکسار کے بیان آیات کی تعریف کرتے ہوئے بولے کہ ہم کو اسلام کی یہ حقیقت معلوم نہ تھی جو آج معلوم ہوئی۔

اس بیان خاکسار کے بعد یہ عام آوازہ ہو گیا کہ مسلمان میدان لے گئے۔ یہ امر مرزائی پارٹی پر نہایت شاق گذرا انہوں نے اسی وقت سے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ فلاں شخص کا مضمون سوالات جلسہ کا جواب نہ تھا بلکہ ایک معمولی وعظ تھا جس کو سوالات جلسہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مگر خواص اہل علم اور عام اہل فہم وفراست نے ان کی بات کا اعتبار نہ کیا اور اس بیان آیات قرآن کو سراسر مؤثر اور متعلق سوالات جلسہ تسلیم کیا۔

دوسرے دن صبح کو میر مجلس موصوف مہتمم اجازت تقریر خاکسار کے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس وقت میں آپ کے مکان پر نہ آتا کیونکہ رات کسی قدر علیل رہا ہوں۔ میں

صرف اس واسطے آیا ہوں کہ آپ کو مبارک دوں۔ کہ آپ کا بیان بہت عمدہ ہوا ہے۔

دوسرے دن مرزا کا مضمون پڑھا جانا تھا اس میں مرزا کے اتباع و خلفاء کا خوب جمگھٹا ہوا جو دور دور کے مقامات، سیالکوٹ، جموں، وزیر آباد، لودھیانہ، بھوپال، امروہہ تک سے بلائے گئے تھے۔ انہوں نے اس مضمون پر خوب چیئرز دی اور تالیاں بجائیں جن میں عام لوگ بھی ان کے شریک ہو گئے۔ خاکسار تو سوائے وقت اپنے بیان کے جلسہ میں نہیں پہنچا اور نہ مرزا کا مضمون اپنے کان سے سنا، مگر سنجیدہ اور فہمیدہ لوگوں نے آ کر بیان کیا ہے کہ وہ مضمون نئے فیشن نئی تعلیم نئی روشنی کے موافق تھا اور عوام کو خصوصاً سکولوں کے طلباء کو خوش کرنے والا۔ مگر خواص اور خصوصیت کے ساتھ علماء اسلام اس سے سخت ناراض آئے اور اس امر کے شاکی بھی ہوئے کہ اس مضمون میں مرزا نے ایسی باتیں بھی بیان کی ہیں جو شریعت اور تحقیق کے برخلاف ہیں بلکہ بعض کفر ہیں۔ ہم اس پر ابھی اپنی رائے کچھ ظاہر نہیں کرتے جب تک کہ وہ مضمون چھپ کر شائع نہیں ہوتا۔ جب وہ شائع ہوگا تو لوگ خود دیکھ لیں گے اور ہم بھی اس پر مفصل ریویو کریں گے انشاء اللہ تعالی۔

اس جلسہ میں مرزا کے خلفاء نے مرزا کا وہ اشتہار شائع کیا جس میں انہوں نے اپنے مضمون کے غالب رہنے کی پیشگوئی کی تھی جس کی وجہ عموماً یہ خیال کی جاتی ہے کہ سوالات جلسہ انہی کے مجوزہ سوالات تھے اس وجہ سے وہ یقین رکھتے تھے کہ نئے خیال کے لوگوں میں وہی جواب پسند ہوگا۔ اس مضمون کے پڑھے جانے کے بعد وہی میر مجلس مہتمم اجازت تقریر خاکسار سے کئی دفعہ ملے تو پھر بھی اس امر کے مظہر ہوئے کہ گو عوام میں مرزا کے مضمون کی تحسین ہوتی ہے مگر میں تو اب بھی آپ ہی کے بیان کو (جو قرآن کا بیان تھا) ترجیح دیتا ہوں اور عمدہ کہتا ہوں۔

مگر مرزائی پارٹی نے مرزا کے مضمون کی صفت و ثنا میں شور و غل مچا دیا ہے بلکہ خود سرگروہ پارٹی مرزا جی نے بھی رسالہ انجام آتھم کے ضمیمہ میں اس مضمون کی تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے اور اپنے بیان کی تائید و شہادت میں ان ہی اخباروں کا حوالہ دیا ہے جن میں ان کے اتباع و خلفاء نے ان کی تعریف اور دوسروں کی مذمت چھپوائی ہے۔ از انجملہ ایک اخبار مخبر دکن ہے جس نے نہ صرف اپنی رائے قائم کرنے میں غلطی کی ہے بلکہ واقعات کے بیان میں دروغ گوئی جائز رکھی۔ لہذا ہم، مخبر دکن کی جھوٹی مخبری، میں اس دروغ گوئی کا اظہار کریں گے اور اسی کے مقبولہ و مسلّمہ گواہوں کی شہادت سے ثابت کر دیں گے کہ اس کے بیان میں دروغ گوئی پائی جاتی ہے۔ اس کی طرف سے یا اس کے نامہ نگار یا رپورٹر کی طرف سے۔

ایک چیز کے اچھے یا برے ہونے کی نسبت جو رائے اخبار نویس یا عام اہل الرائے قائم کریں وہ محل تعجب و اعتراض نہیں ۔ مگر واقعات کی از خود تولید اخبار نویس کا منصب نہیں ہے، اور نہ اس کارسپانڈنٹ کا ہی ہے ۔ جو ایسا کرے گا وہ ضرور پکڑا جائے گا ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے منجملہ ان اخباروں کے جنہوں نے اس معاملہ میں خلاف صواب کیا ہے صرف مخبر دکن سے سے تعرض کیا ہے ۔

باقی حصہ مضمون کے لئے جو مجھے آخری دن وقت دینے کا سکرٹری کمیٹی نے وعدہ دیا ہوا تھا وہ بھی مرزائی پارٹی نے (جس کے ہاتھ میں کمیٹی کی باگ تھی) منسوخ کرا دیا ۔ اس دن کا پروگرام شائع ہوا تو اس میں میرے بیان کے لئے وقت نہ تھا (یہ تیسرا حملہ مرزائی پارٹی کا مجھ پر ہوا) مگر یہ حملہ بھی خدا کے فضل سے اور اسی میر مجلس سابق الذکر کی توجہ سے اور مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر عربی اورئینٹل کالج لاہور کی مہربانی سے دفع ہوا اور مولوی عبداللہ صاحب نے تیسرے دن اپنا وقت جو ڈیڑھ گھنٹہ ان کیلئے مقرر تھا (کچھ مجھے عنایت کر دیا ۔ اور میرے بیان کا اس قدر اثر ہوا کہ) مرزائی پارٹی میں خوف پیدا ہوگیا ۔ اس اثر کی وجہ سے اور اپنے مضمون کا غلبہ ظاہر کرنے کی غرض سے انہوں نے اس بیان میں بہت روک تھام کی اور جو اس میں کسر رہ گئی تھی وہ جھوٹی خبروں اور رپورٹوں کو بازاروں اور اخباروں میں شائع کرنے سے نکال لی ۔ آئندہ ناظرین دونوں مضمونوں کو پڑھنے اور ان میں موازنہ کرنے سے داد حق و انصاف دیں گے انشاءاللہ تعالی

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۷ ۔ ص ۲۳۷ ۔ ۲۴۴)

مولانا بٹالوی مرحوم کا یہ لیکچر صفحہ ۲۴۵ سے ۳۶۸ جلد ۱۷، اشاعۃ السنہ میں خطبہ کے عنوان سے منقول ہے ۔ اور اس خطبہ کے آخر میں صفحہ ۳۶۶ میں آپ نے فرمایا ہے:

صاحبان ! جو لوگ ان اخلاق (جن کا مولانا نے اپنے خطبہ میں ذکر کیا ہے) میں کامل ہوتے ہیں وہی اس علم لدنی کے محل ہوتے ہیں ۔ اور اس قسم کے لوگ امت محمدیہ میں دنیا میں ہر زمانہ میں پائے گئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے، گو بعض ملکوں یا شہروں میں ہم کو نظر نہ آئیں ۔ (لیکن) اس علم لدنی کے محل وہ لوگ نہیں ہوتے:

جو تحریر و تقریر میں جھوٹ بولیں ۔

جھوٹ اشتہاروں سے اپنی ولایت و کمالات و الہامات ظاہر کریں ۔

ہزار ہا پیش گوئیاں اور آسمانی نشان دکھانے کے مدعی ہوں اور ایک بھی دکھا نہ سکیں ۔

جو شخص انکے دعویٰ کو نہ مانیں اسکو گالیاں دیں اور موت یا بیماری اور خواری پہچانے کی دھمکیاں دیں۔
بازاری گالیاں، حرام زادہ، بدذات وغیرہ ان کا تکیہ کلام ہو۔
مال مردم خوری ان کا شیوہ ہو، خاص دینی کتابوں کی اشاعت کیلئے لوگوں سے ہزار ہا روپیہ چندہ کرا کے یا قیمت کے طور پر لیں اور اس روپیہ سے بیویوں کا زیور اور لباس بنا دیں۔ اور بادام روغن میں پکے پلاؤ متنجن اوڑاویں، اور ان کتابوں کے چھاپنے کا نام نہ لیں۔
نوافل تہجد تو کجا پانچوں وقت خصوصاً فجر کی نماز و جماعت میں التزام کے ساتھ نہ مل سکیں۔
ہزار ہا روپیہ کی مِلک کا دعویٰ کریں اور آمدنی کا اقرار کریں اور ادائے فریضہ حج کا نام نہ لیں۔
اور بولنے لگیں تو گھنٹوں بولتے چلے جاویں، نماز شروع کریں تو ضعف دماغ کے عذر سے قل ھو اللّٰہ احد اور انّا اعطیناک الکوثر پر اکتفا کریں۔
وظائف و اوراد شبانہ روزی کجا نمازوں کے بعد تینتیس تینتس بار سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ و اللّٰہ اکبر کہنا نصیب نہ ہو۔ اور حرامزادہ، بدذات وغیرہ گالیوں کا وظیفہ جس تعداد سے چاہو ان کی زبانوں سے سن لو اور ان کی تصانیف میں دیکھ لو (یہ تیرھویں صدی کے پیغمبر اور چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف اشارہ ہے جن میں حالات مذکورہ بلاکم وبیش پائے جاتے ہیں)
ایسے اخلاق و عادات کے لوگوں کا مورد علم لدنی ہونا ایسا محال ہے جیسے سوئی کے ناکے سے اونٹ نکل جانا محال ہے۔ (تاہم) علم لدنی کے ایسے (جھوٹے) مدعی بھی ہر زمانہ میں ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور اس وقت بھی موجود ہیں جن کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں سابق (سچے) اہل علم لدنی یہ کہہ گئے ہیں:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　پس بہر دستے نباید داد دست
کار شیطان مے کند نامش ولی　　گر ولی ایں است لعنت بر ولی
حرف درویشاں بدزدد مرد دوں　　تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں
زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر　　تا بگیرد مرغ را آں مرغ گیر
ہمسری با انبیاء برداشتند　　اولیاء را ہم چو خود پنداشتند

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۷)

مالیرکوٹلوی، امروہی مراسلت ۱۸۹۸ء

قادیانی اخبار الحکم میں ۱۸۹۸ء میں مالیرکوٹلہ کے مولانا محمد عبداللہ، کا ایک خط بنام نواب محمد علی رئیس مالیرکوٹلہ (جو قادیان میں رہا کرتے تھے) شائع ہوا جس میں مولانا عبداللہ نے نواب محمد علی کو مسائل متنازعہ پر بحث و گفتگو کی دعوت دی۔ یہ خط مختصراً حسب ذیل ہے۔

☆ ...کوئی مرزائی ایسا بحّاث معلوم نہیں ہوتا جس کا دباؤ علماء پر پڑے۔ علماء عدم فرصتی اور ان امور کے قابل توجہ نہ ہونے کے سبب ان بحثوں میں پڑنا نہیں چاہتے ...اگر حیات مسیح کا مسئلہ قرآن میں نہیں، تو مثیل مسیح کا بھی نہیں۔ اگر کچھ ہمت ہو تو اس کو بھی نہ مانو۔ توفی کا مسئلہ کچھ بہت بڑا بھاری مسئلہ نہیں بہت ہی ہلکا ہے جس کے ساتھ کہو ہم نپٹ سکتے ہیں لیکن مہذبانہ تقریر ہو اور شرائط مقرر ہوں۔ اور ہم ہار جائیں تو مرزائی ہو جائیں اور مرزائی ہار جائیں تو تمہیں مرزا کو چھوڑنا ہوگا۔ خواہ تحریری سوال و جواب کرلو، خواہ مناظرہ۔ یہ تمہیں اختیار ہے۔ (الحکم ۱۳ مارچ ۱۸۹۸ء ص ۲)

نواب محمد علی نے اس خط کا جواب نہیں دیا بلکہ ان کے ایک وظیفہ خوار مولوی محمد احسن امروہی (جو مخاطب نہ تھے) نے جواب ارسال کر دیا۔ جواباً مولانا عبداللہ نے امروہی کو لکھا کہ آپ کو میں نے مخاطب نہیں بنایا، جن کو مخاطب کیا ہے انہیں میرے خط کا جواب دینا چاہیے۔ انکے یکم فروری ۱۸۹۸ء کو بنام محمد احسن، قادیان آنیوالے خط کی تلخیص قادیانیوں نے بایں الفاظ کی ہے:

۱۔ امروہی صاحب کے خط میں چند اشعار ایسے ہیں جو قابل توجہ ہیں۔

۲۔ چند اغلاط متعلق املاء کے ہیں اور اکثر الفاظ بے محاورہ ہیں۔

۳۔ کیمپ انبالہ کا قصہ بابت سکوت مولوی صاحب کے محض افتراء اور بہتان ہے بلکہ قضیہ برعکس ہے

۴۔ تمام پنجاب و ہندوستان کے علماء کے ساتھ بحث مباحثہ اور ان کا سکوت مسئلہ توفی وغیرہ میں افتراء اور بہتان ہے۔

۴۔ امروہی صاحب سے اب گفتگو کرنا مرے کو مارے شاہ مدار والا مضمون ہے۔

۶۔ اگر کہو تو آپ کی اغلاط اخبار میں چھپوا دیں۔

۷۔ چند الفاظ نامہذب امروہی صاحب کے خط میں موجود ہیں۔

۸۔ میرے مخاطب نواب محمد علی خان ہیں، تم کیوں کود پڑے۔

۹۔ جب نواب محمد علی خان بحث منظور کر لیں گے اور شرائط بھی طے ہو جاویں گی تو مجھے کسی مرزائی سے کوئی خوف نہیں، امروہی صاحب سے کیا خوف؟

۱۰۔ نواب محمد علی خان انکار کر دیں تو پہلی تحریک موقوف۔ از سر نو ترتیب یوں بحث ہو گی:۔

مرزا صاحب سے بحث ہو گی اگر وہ آمادہ ہوں۔

مرزا صاحب آمادہ نہ ہوں تو مولوی نور الدین صاحب سے بحث ہو گی۔

اگر وہ بھی قبول نہ کریں تو مولوی عبد الکریم سیالکوٹی سے۔

وہ بھی قبول نہ کریں تو مولوی عبد القادر سے۔

پھر مولوی کمال الدین سے پھر خواجہ کمال الدین سے۔ پھر کوئی اور مرزائی جس کو مرزائی پسند کریں۔

۱۱۔ امروہی کا نمبر تمام مرزائیوں کے بعد ہو سکتا ہے جب کوئی شرائط قبول نہ کرے۔

۱۲۔ براہ مستقیم امروہی صاحب کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ تحریر ہو، نواب صاحب کی معرفت ہو اور میعاد لگانے کی ضرورت نہیں۔

۱۳۔ صرف اس خط کا جواب بھیج کر نواب محمد علی صاحب کی معرفت سلسلہ جنبانی کریں۔

۱۴۔ قادیان میں جو آپ گفتگو کو کہتے رہے، چونکہ ایک مرتبہ آپ انبالہ میں ذلیل ہو چکے تھے لہذا دوبارہ آپ سے گفتگو نہ ہوئی۔ فقط۔

☆ اس کے جواب میں مولوی محمد احسن امروہی نے مولانا عبد اللہ کو جو خط لکھا اسے الحکم نے بایں الفاظ نقل کیا ہے:

آپ کو یاد ہو گا کہ تخمیناً چار سال گزرے ہوں گے جو یہ مشتاق، بابو محمد کے مکان پر اس غرض سے فروکش ہوا تھا کہ جن صاحب کو خصوصاً آپ کو اگر حضرت عیسی کی وفات میں کچھ شک وشبہ ہو تو اس کو صاف فرما لیویں مگر جب آپ نے محض سکوت فرمایا تو خود یہ مشتاق ہی شکوک وشبہات مخالفین کی طرف سے بیان کر کے ان کے شافی جواب دیتا رہا تا ہم آپ نے محض سکوت اختیار کیا ....اور نیز مدت ہوئی کہ آپ نواب (محمد علی) صاحب بہادر کے ساتھ قادیان تشریف لائے اس وقت یہ مشتاق بھی اس جگہ حاضر تھا.. تحریکات مسائل متنازعہ فیھا کسی قسم کی تحریک آپ کو پیدا نہ ہوئی .... مدت گزری حضرت اقدس نے مسئلہ توفی کی نسبت مخالفین کے لئے ایک ہزار روپیہ کا اشتہار دیا ہے۔ بعد ازاں دیگر اشتہارات وغیرہ بھی اس بارہ میں بکثرت شائع ہوتے رہے ہیں لیکن فریق ثانی کی طرف سے صدائے برنخواست کا مضمون واقع ہے۔ اس مشتاق نے پنجاب سے لے کر

مدراس وغیرہ تک اسی واسطے سفر کیا کہ کہیں علماء کا مہر سکوت ٹوٹے اور تمام نامی علماء سے اس بارہ میں گفتگو کرنا چاہا لیکن کوئی صاحب اپنے پرانے خیالات کے حامی پیدا نہ ہوئے۔ شیخ بطالوی صاحب نے بھی اشتیاق اس مشتاق کو پورا نہ کیا، باوجودیکہ وہ آپ کی جماعت کے اس بارہ میں مقتداء ہیں، اوران کو ید طولی حاصل ہے....اس مشتاق کو وہ بھی یہی لکھتے رہے کہ مجھ کو ایسی فرصت نہیں، بعد انفراغ تمہارا اشتیاق بھی پورا کیا جائے گا۔

ایک بے چارے محمد بشیر سب کی طرف سے مباحثہ دہلی میں فدیہ ہوئے تھے جو حضرت اقدس نے ان کا فدیہ ہونا قبول کر لیا تھا۔ اگر آپ نے الحق دہلی ملاحظہ فرمایا ہوگا تو وہ حال اس فدیہ کا آپ کو بھی معلوم ہوا ہوگا۔ بعدہ اس مشتاق نے انہوں سے فیصلہ چاہا۔ جب اس مشتاق نے بموجب ان کی درخواست کے نون ثقیلہ کا مقدمہ ایسا خفیفہ کیا تو ان کو نہایت درجہ کی خفت حاصل ہوئی .... جب آپکے پاس مسئلہ توفی وغیرہ میں علوم کا خزانہ مخفی ہے تو پھر کیا اہل اسلام کا آپ پر حق نہیں؟ ..(خط طویل ہے اور اس میں توفی پر دلائل بھی ہیں)۔ محمد احسن ۳ فروری ۱۸۹۸ء (الحکم ۱۳ مارچ ۱۸۹۸ء)

☆ محمد احسن امروہی نے ایک اور خط میں یہ بھی لکھا:

بعد از سلام مسنون آنکہ عاجز کو از نمبر چہاردہ گانہ میں سے کسی نمبر کی شکایت نہیں ... جناب سے ان دلائل کا مطالبہ کرتا ہوں جن سے بمقام کیمپ انبالہ مسئلہ توفی وغیرہ میں ساکت کیا ذلیل کیا اور تمام کیمپ انبالہ میں اس سکوت اور ذلت کو شہرت حاصل ہوگئی۔ ان دلائل مسکتہ کے مطالبہ کی سخت ضرورت اس وجہ سے ہے کہ اول تو یہ عاجز ان براہین ساطعہ کو بسبب طول مدت اور نقصان حافظہ بھول گیا.... ۱۵ فروری ۱۸۹۸ء کا خط۔ (الحکم ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء)

☆ ۱۵ مارچ ۱۸۹۸ء کو ۹ مارچ کا لکھا ہوا مولوی عبداللہ صاحب کا خط آیا۔ اور اڈیٹر الحکم نے لکھا کہ اس میں بازاری گفتگو ہے جس کا جواب دینا مولوی محمد احسن صاحب خلاف شان سمجھتے ہیں۔ (الحکم ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء ص ۲)

(کسی نے شرائط کا تقرر نہیں کیا۔ محمد احسن نے پہلے ہی بحث شروع کر دی۔ ہونا یہ چاہیے کہ مناظر مقرر ہوں، پرچوں کی تعداد مقرر ہو، فیصلے کی کیا صورت ہوگی۔ اور فیصلہ ہونے کی صورت میں اس پر عمل درآمد کون کرے گا اور کیسے کرے گا۔ کسی نے یہ نہیں بتایا کہ مرزائی ہار جائیں تو وہ کیا کریں گے۔ مرزا کو چھوڑیں گے۔ قادیانیت سے تائب ہوں گے، یا محض کوئی جرمانہ ادا کریں گے۔ اور جو اصل مخاطب تھا وہ پردے میں چھپا بیٹھا رہا۔ اور جب کوئی جواب بن نہ آیا تو کہہ دیا مالیر کوٹلوی نے بازاری گفتگو کی ہے)۔

بٹالوی وقادیانی مراسلت ۱۸۹۸ء

☆ مرزا غلام احمد قادیانی کا خط بنام مولانا بٹالویؒ

شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی۔ ہداکم اللہ

مجھے زبانی جبی مولوی قطب الدین صاحب معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کسی مصلحت سے آپ کے مکان پر گئے اور ہم دردی انسانی سے چاہا کہ آپ کو حق کی طرف دعوت کریں۔ مگر آپ نے علاوہ کئی الفاظ سبّ وشتم کے جو میری نسبت استعمال کئے ، یہ بھی کہا کہ میں نماز میں ان پر لعنت بھیجا کرتا ہوں۔ ان تمام باتوں کے سننے سے اگر چہ آپ کی صلاحیت سے نومیدی ہوتی ہے مگر جیسا کہ میں نے بعض بشارات میں دیکھا ہے امید کی جاتی ہے کہ آپ پر عنقریب وہ زمانہ بھی آئے گا کہ آپ کی آنکھ کھلے اور آپ ان گستاخیوں اور شوخیوں اور بداندیشیوں سے توبہ کریں۔ اس لئے میں نے ایک ضروری امر پر آپ کو مطلع کرنے کے لئے یہ چند سطریں لکھی ہیں... میں نے مباہلہ کے ساتھ بھی آپ سے فیصلہ کرنا ہا مگر آپ وہاں سے بھی بھاگ گئے (پھر کرسی والے معاملے کا ذکر کیا ہے).. آپ مجھے مفتری کہتے ہیں مگر بتلا نہیں سکتے کہ ابتداء دنیا سے آج تک کوئی مفتری ایسا آپ نے دیکھا جس کو خدا تعالی نے روز دعوی الہام سے میری طرح ۲۵ برس تک مہلت دی ہو، جو خدا پر افتراء کرے وہ تو کتے کی عمر بھی نہیں پاتا اور جلد پکڑا جاتا ہے اور ہلاک کیا جاتا ہے اور میں تو ۲۵ برس سے برابر خدا تعالی کا الہام پیش کررہا ہوں۔ براہین ہی کا زمانہ دیکھو جواب ۱۸ برس کے قریب پہنچ گیا۔.....گواہان مولوی عبدالکریم سیالکوٹی۔ کمال الدین۔ سیٹھ عبدالرحمٰن۔ حاجی اللہ رکھا مدراس۔ سیٹھ اسماعیل بمبئی۔ محمد احسن امروہی۔ قطب الدین۔ میاں معراج الدین ٹھیکیدار لاہور۔ یعقوب علی اڈیٹر الحکم۔ مولوی نورالدین بھیروی۔ (الحکم قادیان ۶ مارچ ۱۸۹۸ء ص ۴۔۵)

☆ مقام بٹالہ۔ ۲۸ فروری ۱۸۹۸ء نمبر ۱۱۴۔

میاں غلام احمد۔ خدا آپ کو راہ راست پر لاوے اور ضلالت والحاد سے نجات بخشے

والسلام علی من اتبع الہدی۔ آپ کا خط ۲۸ فروری ۱۸۹۸ء کو پہنچا جس کو میں نے تعجب اور افسوس سے پڑھا۔ افسوس آپ کے مرید میاں قطب الدین پر آیا کہ وہ کیا پیغام وسوال لے کر گئے

تھے اور کیا جواب لائے۔ اور نہ سمجھے کہ وہ میرے پیام وسوال کا جواب نہیں ہے۔....تعجب آپ پر کہ آپ نے اس خط میں اپنے ان ہی پرانے ڈھکوسلوں کا اعادہ کر دیا اور شرم سے کام نہ لے کر یہ خیال نہ کیا کہ جن باتوں کا اعادہ کرتا ہوں ان کو تمہارا مخاطب بار ہا دلائل سے ردّ کر چکا ہے۔ پھر میں انکا اعادہ کیوں کرتا ہوں۔

اس افسوس اور تعجب کے بعد ..سوال کا اعادہ کرتا ہوں کیونکہ میاں قطب الدین صاحب دوبارہ میرے پاس آئے ہیں اور آپ کی اس چال کو میرے سمجھانے سے سمجھ گئے ہیں۔اور اس وجہ سے اس خط کے ذریعہ میرا پیام دوبارہ پہنچانے کا وعدہ کر گئے ہیں۔

آپ نے کتاب البریہ کے صفحہ ۱۱، ۱۴، ۱۵ میں تین دعوے کئے ہیں:۔

اول یہ کہ محمد حسین نے ڈپٹی کمشنر سے کرسی طلب کی اور کہا کہ اس کو عدالت میں کرسی ملتی ہے جس پر ڈپٹی کمشنر نے اس کو تین مرتبہ جھڑکیاں دیں اور کہا کہ تو جھوٹا ہے بک بک مت کر۔

دوسرا یہ دعوی کہ پھر وہ باہر کے کمرہ میں ایک کرسی پر بیٹھا تو کپتان پولیس کی نظر اس پر جا پڑی اور اسی وقت کنسٹیبل کی معرفت جھڑکی کے ساتھ اس کرسی سے اٹھایا گیا۔

تیسرا دعوی یہ ہے کہ پھر وہ ایک شخص کی چادر لے کر اس پر بیٹھ گیا تو اس شخص نے چادر نیچے سے کھینچ لی اور کہا کہ ایک مذہبی مقدمہ میں جو بناوٹی ہے پادریوں کی گواہی دیتا ہے اور میری چادر پر بیٹھتا ہے۔میں اپنی چادر پلید نہیں کرانی چاہتا۔

میرے نزدیک یہ تینوں دعوی محض دروغ ہیں جس میں راستی کا شمہ دخل اور شائبہ نہیں ہے۔آپ ان دعووں میں سچے ہیں تو ایک جلسہ عام میں (جو بمقام لاہور یا گورداسپور یا بٹالہ میں ہو) ان ہی لوگوں سے جن کے نام اپنے خط میں درج کئے ہیں صرف دو یا تین اشخاص کو جن کو میں منتخب کروں پیش کریں اور ان سے وہ شہادت دلوائیں۔پس اگر وہ آپ کے بیان کی تصدیق کریں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو آپ کے مقابلہ میں شکست یافتہ سمجھ کر آپ کے رد و جواب سے قلم وزبان کو بند کرلونگا۔اور اگر ان گواہوں نے آپ کے بیان والفاظ کی تصدیق نہ کی تو اس صورت میں آپ اپنے ملحدانہ دعاوی، مسیحائی مجددیت مہدویت نبوت وغیرہ سے تائب ہو کر خالص اسلام کے پابند بن جائیں۔

یہ پیام تھا جس کے جواب میں آپ نے صرف دعوی (کا اعادہ) کر دیا اور نہ سوچا کہ دعوی تو آپ نے پہلے بھی کیا تھا اس دعوی کا ثبوت بذریعہ شہادت مطلوب تھا، نہ اعادہ دعوی۔اب

بھی توجہ کریں اور جواب بمطابق سوال دیں ورنہ آپ کا خط اور یہ جواب عنقریب رسالہ میں مشتہر ہوگا۔ راقم۔آپ کا خیر خواہ قدیم۔ابوسعید محمد حسین۔(الحکم مذکور۔ص ۵)

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی ؒ کو خط نہیں لکھا۔جلسہ عام کے انعقاد کا اعلان نہیں کیا۔ بٹالوی صاحب کو یہ نہیں کہا کہ ان کے گواہوں میں سے دوتین کے نام دوتا کہ میں انہیں لے کر جلسہ میں آ ؤں ۔اور یہ نہیں کہا کہ اگر گواہی مرزا کے خلاف نکلی تو وہ دعوی میسیحیت و مہدویت وغیرہ چھوڑ کر مسلمان ہو جائیں گے ۔ بلکہ انہوں نے الحکم میں ایک طویل مضمون لکھ مارا جس میں پھر وہی دعوی دہرا دیا کہ وہاں یہ ہوا تھا اور وہ ہوا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔اور تم خود گواہوں سے گواہی لکھواؤ اور جلسہ مقرر کر کے وہ تحریریں وہاں لے کر آ ؤ تو میں ان تحریروں کا معائنہ کروں گا۔

ایسا کیونکر ہوسکتا تھا؟ گواہ تو مرزا کے تھے اور اس کے مرید وحواری تھے۔ان پر بٹالوی صاحب کا کیا زور تھا؟ یہ تو مرزا صاحب کا کام تھا کہ ان میں بٹالوی صاحب کے منتخب کردہ دوتین افراد کو لے کر کسی مجلس میں آتے ، جہاں بٹالوی صاحب ان سے بیان لیتے ۔اور اگر وہ لوگ مرزا کی تصدیق کرتے تو بٹالوی صاحب مخالفت سے باز آ جاتے ۔ یہ تو مرزا کیلئے بہت ستا سودا تھا اگر انہیں اپنی صداقت کا یقین اور گواہوں پر بھروسہ ہوتا تو ضرو ایسا کرتے۔لیکن مرزا ایسی مجالس میں آتے نہیں تھے جیسا کہ رفعت اللہ خان شاہجہانپوری نے اپنے چچا شرافت اللہ مرزائی شاہجہانپوری کے ذریعہ مرزا کو دعوت دی کہ: اگر ملہم (مرزا) صاحب کو کچھ مادہ ہے تو آ جائیں، علماء کا سامنا کرے، وہ ڈرے نہیں غیر مقلد جو چند مرتبہ اسکی سرکوبی کر چکے ہیں، سامنا نہیں کرینگے، مقلدین کا سامنا کرے دہلی یا شاہجہان پور میں آ جاوے۔اگر بحث تقریری میں علماء ساکت ہو گئے تو اس کے کل خرچہ کا میں ذمہ دار ہونگا اور پھر بیعت بھی کرلونگا۔اور اگر وہ زک اٹھا کر بھاگا تو ہمارے خرچہ کا وہ ذمہ دار ہو اور اپنے دعوی سے دست بردار ہو۔

مجلس علماء میں شرکت کا یہ دعوتی خط اندازاً ۱۸۹۸ء کا ہے جب رفعت اللہ خان حنفی المسلک تھے، بعد میں آپ محمدی ہو گئے تھے جیسا کہ خود لکھتے ہیں: . میں مقلد تھا ..مگر اب اہلحدیث ہوں اور میرے نزدیک ایک صدی میں کئی مجدد بھی ہوئے ہیں۔اپنے خطوط میں مولانا عبدالحی کو میں نے اس صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے۔مگر اب تحقیق سے معلوم ہوا کہ تجدید مولانا سید نذیر حسین سے بڑھ کر کسی نے نہیں کی۔ مجھ کو مولانا عبدالحی کی تجدید کا انکار نہیں۔ وہ بھی ہیں اور دوسرے علماء بھی ہوں، مگر حضرت مولانا (میاں صاحب مرحوم سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ (شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ یکم نومبر ۱۹۰۳ء ص ۱۔۲)

مبارک علی کا مباحثے سے گریز

قادیانی اخبار الحکم میں، قصبہ فتح گڈھ میں شیخ محمد حسین بٹالوی اور مبارک علی قادیانی میں اتفاقی مباحثہ، کے عنوان سے ایک واقعہ کا اندراج ہوا ہے جو تحریک ختم نبوت سے متعلق ہونے کے باعث باختصار درج ذیل کیا جاتا ہے۔ واقعہ چونکہ قادیانی روایت سے مروی ہے اس لئے اس میں انہوں نے حسب منشاء نمک مرچ لگایا ہے اور پورے واقعہ کے صرف وہی حصے نقل کئے ہیں جو ان کے مفید مطلب تھے۔ لیکن اس کے باوجود ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت کیا ہے۔

الحکم میں بیان کردہ واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح گڈھ نامی قصبہ (شائد یہ فتح گڈھ چوڑیاں ضلع امرتسر ہے) میں مسلمانوں کے کسی جلسے میں خطاب کے لئے تشریف لے گئے جہاں مبارک علی نے سوالات شروع کر دیئے۔ اور الحکم کے مطابق سوالات و جوابات یوں ہوئے:

} مبارک علی: مولوی صاحب! حضرت عیسی بن مریم کی حیات جسمانی اور بجسد عنصری صعود الی السماء کے لئے ثبوت پیش کریں۔

} محمد حسین: قبل اسکے کہ میں اس کا جواب دوں، دو امر آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اول یہ کہ آپ کا یہ سوال بطور استفادہ ہے یا بطور مباحثہ۔ دوم یہ کہ آپ کا اعتقاد در باب حیات و مماۃ مسیح کیا ہے؟ کیا آپ اس کو مردہ سمجھتے ہیں؟ اگر مردہ سمجھتے ہیں تو پھر آنے والہ کس شخص کو جانتے ہیں۔ یا اس امر کا اعتقاد ہی نہیں رکھتے کہ کوئی مسیح آئے گا۔

} مبارک علی: میں آپ سے بطور استفادہ کچھ دریافت کرنا نہیں چاہتا اور نہ اس امر میں آپ کو مفید اور اپنے آپ کو مستفید قرار دیتا ہوں۔ امر دوم کی نسبت صرف آپ کو دو حرفی جواب دینا چاہیے کہ مسیح زندہ ہیں یا نہیں؟ اگر زندہ ہیں تو اس کا کیا ثبوت ہے۔ اور میں ان کو داخل اموات سمجھتا ہوں۔ آنے والے مسیح کا فیصلہ بعد میں ہوگا۔ خلط مبحث کی کوئی ضرورت نہیں۔

} محمد حسین: امر اول کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا ہے اس کا جواب میں پھر دونگا۔ بالفعل میں آپ کو امر دوم کی نسبت یہ جتانا مناسب سمجھتا ہوں کہ سوال سے نہ کوئی بحث کرنی منظور ہے نہ

خلط مبحث ہوتا۔ میں یہ صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا اعتقاد آنے والے مسیح کی نسبت کیا ہے؟ تاکہ معلوم ہو کہ جس بحث کو آپ چھیڑنا چاہتے ہیں اس میں اپنے اعتقاد کی تائید کرتے ہیں یا اپنے اعتقاد کے خلاف حامی بنتے ہیں۔

} مبارک علی۔ آنے والے مسیح کی بحث آپ بے فائدہ چھیڑتے ہیں۔اس امر میں مانتا ہوں کہ ایک مسیح امت محمدیہ میں آنے والا ہے مگر اس کو وفات مسیح کے مسئلے کا موقوف علیہ ٹھہرانا ایک بے معنی بات ہے،اور اس کا منشاء صرف آپ کا ادعائی اعتقاد معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بجسدہ العنصری آسمان پر چڑھ گئے اور پھر وہی کسی زمانہ میں واپس آئیں گے۔اس میں شک نہیں کہ ایک مسیح آئے گا مگر بات تو صرف یہ ہے کہ وہ آنے والا وہی حضرت مسیح ابن مریم ہے۔اور یہ بات آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے جب تک پہلے آپ ان کی حیات جسمانی اور صعود الی السماء بجسدہ العنصری ثابت نہ کریں۔ پس صعود کی بجائے نزول کے مسئلہ کو چھیڑنا خلط مبحث نہیں تو کیا ہے؟ اگر آپ کا یہ منشاء ہے کہ نزول کے ماننے سے صعود خود مانا جائے گا تو یہ قضیہ عکسیہ ہے بلکہ صعود ثابت ہونے سے نزول خود ثابت ہو جائے گا۔ بات دو حرفی ہے،صعود کا ثبوت دیجئے۔

{ محمد حسین: مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے جواب میں بے فائدہ تطویل کی۔ نہ میرے سوال کو سمجھا اور نہ اپنے جواب کے الفاظ کے معنی سمجھتے ہیں۔ میں آنے والے مسیح کی بابت کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا صرف آپ کا اعتقاد پوچھتا ہوں۔آپ بتانا چاہتے ہیں تو بتائیں ، ورنہ صاف کہیں کہ نہیں بتاؤنگا۔ پھر میں کلام ختم کرتا ہوں۔

} مبارک علی۔ میں نہایت افسوس سے کہتا ہوں کہ آپ نے اپنی قدیم عادت کے مطابق اس بحث کو ناتمام چھوڑنا چاہا ہے۔ میں نے اپنے اعتقاد کو بھی ظاہر کر دیا ہے اور آنے والے مسیح کی بابت بھی تصفیہ کر دیا ہے۔افسوس آپ نے ناحق میرے وقت کا خون کیا اور اصل بات سے گریز کی ۔اب بندہ آپ سے اپنے سوال کے جواب کی کوئی امید نہیں رکھتا اور اس سلسلہ بحث کو ختم کرتا ہوں

{ محمد حسین: آپ نے اپنا اعتقاد آنے والے مسیح کی نسبت کہ وہ کون ہے؟ ظاہر نہ فرمایا اور آئندہ سوال و جواب کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ اب میں آپ کو مخاطب نہیں کرتا۔اور آپ کے سوال کے متعلق قرآن وحدیث سے جو بات ثابت ہے وہ حاضرین سامعین کے سامنے پیش کرتا ہوں ان سامعین کے ساتھ آپ بھی چاہیں،تو سنیں۔ نہ چاہیں تو اختیار ہے۔مگر سننے کی حالت میں آپ کو بولنے کا اختیار نہ ہوگا۔ جب تک کہ آپ میرے سوال کا صاف الفاظ میں جواب نہ دیں گے کہ آنے

والے مسیح آپ کے اعتقاد میں کون ہیں۔

اس کے بعد مبارک علی نے کہا کہ میں آپ کی تقریر خاموشی سے سنتا ہوں بشرطیکہ کہ بعد میں آپ بھی میری تقریر خاموشی سے سنیں۔ بٹالوی صاحب نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔

(الحکم، قادیان ۶۔۱۳ جولائی ۱۸۹۸ء ص ۷۔۹)

یہ مرزائی رپورٹ ہے، اور ساتھ اڈیٹر الحکم نے خوب حاشئے بھی لگائے ہیں جو ہم نے نقل نہیں کئے۔ اس رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی باقاعدہ مباحثہ نہیں تھا۔ نہ موضوع کا تعین کیا گیا، نہ شرائط طے ہوئیں، نہ ثالث مقرر ہوا، نہ پرچوں کی تعداد، نہ پرچہ لکھنے کا وقت طے ہوا۔ بلکہ مولانا بٹالوی کسی جگہ خطاب کیلئے گئے کہ مبارک علی نے رقعہ بازی شروع کر دی۔ مولانا نے موضوع اور حدود وشرائط کے تعین کی کوشش کی تو مبارک علی صاحب بدک گئے اور مولانا کے سوال کا جواب دینے، یعنی موضوع کے تعین ہی سے انکار کر دیا۔ اور بحث ختم کر دی۔

ادھر چونکہ مولانا نے خطاب کرنا تھا جس کے لئے آپ وہاں تشریف لے گئے تھے، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ اب چونکہ تم موضوع اور شرائط وغیرہ کے تعین نہ کر سکنے کے باعث بحث سے خود ہی کنارہ کش ہو چکے ہو، اس لئے اب میں جو کچھ کہنے والہ ہوں وہ تمہارے خطاب میں نہیں۔ اگر تم چاہو تو چلے جاؤ اور چاہو تو عام سامعین کی طرح بیٹھ کر سنو۔ مبارک علی نے جواب میں کہا کہ بعد ازاں میں بھی تقریر کروں گا۔ یعنی تمہاری تقریر پر بحث کروں گا۔ (یعنی مباحثہ، جس سے وہ کترا چکے تھے، پھر سے شروع)۔ مولانا بٹالویؒ نے فرمایا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یا تو تم میرے سوال کا جواب دو، اور بحث کو آگے بڑھاؤ اور اگر جواب دینے کی ہمت نہیں ہے تو چپ کر کے بیٹھو۔ جلسہ ہمارا ہے، آپ لوگوں کا نہیں اور نہ ہی تم کسی دعوت مباحثہ کے جواب میں یہاں آئے ہو۔ (یاد رہے مبارک علی، حکیم نورالدین کے بعد قادیانیوں کے مخالف ہو کر لاہوری جماعت میں شریک ہو گئے تھے)

ناظرین کو معلوم رہے قادیانی حضرات اپنے جلسہ قادیان میں غیر احمدیوں کو سٹیج پر سے اپنے خلاف تقریروں کی اجازت نہیں دیتے تھے جیسا کہ حافظ عنایت اللہ اثری کی درج ذیل روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ حافظ صاحب بتاتے ہیں:

مولانا عبدالرحمٰن گورنمنٹ پنشنر (ناظم انجمن اہلحدیث گجرات) کے نام ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا کہ آپ ہمارے سالانہ جلسہ میں شامل ہوں جو کہ دسمبر

۱۹۴۶ء میں ہو رہا ہے۔ جس کا موصوف نے فوراً جواب دیا جو درج ذیل ہے۔

{ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بخدمت جناب ناظر صاحب دعوت وتبلیغ ۔

السلام علینا و علی عباد اللّٰہ الصّا لحین ۔ و السّلام علی من اتّبع الھدی

جناب کا ملفوف گرامی موصول ہوا ۔ آپ نے جو اپنے سالانہ جلسہ قادیان میں مجھے دعوت دے کر یاد فرمایا ہے اس کے لئے میں جناب کا شکر گزار ہیں اور جواباً معروض ہوں کہ مجھے اپنے مشاغل سے اتنی فرصت نہیں کہ میں جلسہ میں حاضر ہوسکوں ۔ ہاں یہ تجویز ہے کہ کوئی مطبوعہ یا قلمی مضمون جناب کی خدمت میں روانہ کردوں جسے آپ اپنے جلسہ میں پڑھ کر سنا دیں تا اس طرح پر میرا بھی کوئی دنیوی حرج نہ ہو اور جلسہ میں شمولیت بھی ہو جائے ۔ اگر میرا مضمون آپ کے خلاف ہو تو سنا کر اس کی تردید کا آپ کو حق حاصل ہے کہ جلسہ آپ کا ہے۔ نیز مضمون کے ہمراہ میں چند سوالات بھی روانہ کروں گا جن کا جواب بہر حال خاص میاں (محمود احمد) صاحب کے قلم سے مطلوب ہے۔ اگر آپ ان دونوں باتوں کا پختہ وعدہ فرمائیں تو فوراً اطلاع دیں کہ وقت تنگ ہے ۔

۲۰ دسمبر ۱۹۴۶ء

اس خط کا درج ذیل جواب ناظر صاحب کی طرف سے مولانا صاحب کو موصول ہوا :

{ بخدمت شریف مکرم جناب عبدالرحمٰن ظفر گورنمنٹ پنشنر۔ سرکلر روڈ گجرات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آپ کی چٹھی مورخہ ۲۰ دسمبر موصول ہوئی ۔ جواباً تحریر ہے کہ افسوس ہے کہ ہمارے جلسہ میں غیروں کے مضامین معترضانہ نہیں سنائے جا سکتے ہیں ۔ نہ آپ کے سوالات جلسہ کے پروگرام میں شامل کئے جا سکتے ہیں ۔ ہمارا جلسہ دینی جلسہ ہے اور اس میں دینی مضامین مقررین بیان کرتے ہیں ۔ جلسہ کا پروگرام بہت عرصہ پہلے مرتب ہو کر شائع ہو جاتا ہے ۔ آپ اگر کوئی مضمون یہاں بھیجیں گے اور سوالات تحریر فرمائیں گے تو ان کے جوابات آپ کو تحریری انشاء اللہ دیئے جائیں گے ۔... والسلام ۔ ۷ جنوری ۱۹۴۷ء

دستخط بحروف انگریزی (برائے) ناظر دعوت وتبلیغ قادیان

(قطع الوتین (۲) من بشیر الدین)

عشرہ کاملہ

شیخ غلام حیدر ہیڈ ماسٹر انگریزی بورڈ سکول چکوال ضلع جہلم نے ایک دفعہ چند سوالات حکیم نورالدین بھیروی سے کیئے جن کے جواب انہوں نے اخبارالحکم میں دیئے۔ شیخ غلام حیدر ان جوابات سے مطمئن نہ ہوئے۔ پھرانہوں نے مولوی عبدالکریم سیالکوٹی قادیانی کوعشرہ کاملہ کے عنوان سے ایک مطبوعہ مراسلہ بھیجا جسے سطور ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

شیخ غلام حیدر، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کومخاطب کر کے لکھتے ہیں:

آپ کا نوازش نامہ مورخہ ۱۱ستمبر۱۹۰۱ء موصول ہوکر باعث راحت جان ہوا۔آپ اسلامی محبت کے جوش میں تحریر فرماتے ہیں (کاش آپ اس منہاج میں غور کرتے جس پر خدا کا برگزیدہ چل رہا ہے جواس کام کے مناسب قوی لے کر کاروائی کر رہا ہے مگر خدا کے فضل کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ خداتعالی آپ کے ساتھ ہو) میں اس ایمائے مخلصانہ کا از حد ممنون ومشکور ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ عرصہ آٹھ نو سال سے جب سے بندہ صادق تائب ہوا ہے برابر اس کوشش میں مصروف ہے کہ کہاں تک آپ کا جدید منہاج اس اسلام کے مطابق ہے جس کی ہم کوقرآن اور پیغمبر ﷺ اور قرون ثلاثہ کے علماء وصوفیہ کرام کی تصانیف سے اطلاع پہنچی ہے۔اوراگرچہ میں بلحاظ اسلامی علم کے محض ایک طالب علم ہوں مگر چونکہ بہت سا حصہ اپنی عمر کا اسلامی کتب کے مطالعہ وصحبت علماء و فقراء میں گذارا ہے اس لئے مجھ کوآپ کے منہاج کے بعض خیالات سے اتفاق نہیں۔اگر محض مجھ کو ہی آپ سے اختلاف ہوتا تو چنداں تعجب وحیرت کا مقام نہ تھا لیکن جب میں دیکھتا ہوں کہ موجودہ اسلامی دنیا میں اکثر آپ کے منہاج پرحرف گیر ہیں اوران میں مجھ سے بڑھ کر جو اسلام کوسمجھتے ہیں وہ بھی داخل ہیں تو کیونکر آپ کے منہاج کو الّذین یومنون بالغیب کی طرح قبول کرلوں۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض کی طرح آپ لوگوں پراس درجہ بدظن بھی نہیں کہ بدگوئی کیا

کروں اور تکفیر کے فتوے میں شامل ہو جاؤں۔ مرزا صاحب اور ان کی جماعت کی بعض تصانیف کے چند نکات واقعی قابل قدر ہیں اور صرف انہی کی بدولت اب تک میں تکفیر کے فتوی میں شامل نہیں ہوا۔ مگر خالص دودھ یا شہد میں خواہ کیسا ہی مرغوب الطبع کیوں نہ ہو اگر زہر کی آمیزش کا اندیشہ ہو تو ایسی چیز کے استعمال کے پہلے ضرور متامل ہونا پڑتا ہے، مگر تریاق کی مدد سے آپ کے شہد اور دودھ کو استعمال کیا، اور ہر ایک کتاب مرزا صاحب کی اور اکثر ان کی جماعت کی پڑھیں اور خوب پڑھیں۔ دوستوں اور علماء کے ڈرانے سے نہ ڈرا، مگر میں بڑے افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ ان کی صداقت بعض ان خیالات میں جو اسلامی دنیا میں بالکل نئے طرز کے ہیں میرے دل پر اس درجہ تک مؤثر نہ ہو سکی کہ میں بھی مرزا صاحب کے خالص مریدوں میں شامل ہونے کو فخر سمجھتا..... اب میری ملازمت تیس سال پوری ہو چکی ہے اگر میرے لواحقین کے گزارے کا معقول بندوبست اللہ تعالی نے کر دیا تو آپ لوگوں میں آنا میرے واسطے آسان ہو جائے گا۔ دس امور متنازعہ آپ کے منہاج کے جن کی بابت بندہ کو کافی اطمینان نہیں ہوا بطور نمونہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ اور گزارش ہے کہ ہر ایک امر مندرجہ کا جواب تحریر فرماویں جو کافی بھی ہو اور مختصر بھی۔ کوئی استدلال آیت اور صحیح حدیث یا تاویل مسلّمہ اہل سنت و جماعت اور واقعات یا عقل کے خلاف نہ ہو۔ اس کام کا اللہ تعالی آپ کو اجر دے گا۔ اور یہ ممکن ہے کہ آپ کے مدلل بیان سے میں اور میرے اکثر بھائی جو میرے ہم خیال ہیں ان شکوک وشبہات سے نجات پاویں اور آپ کی سعی موجب ثواب دارین ہو۔

۱۔ مجدد اسلام

نبوت بے شک ختم ہو چکی ہے مگر دوسرا سلسلہ بعد وفات آنحضرت ﷺ ہمیشہ سے ہر صدی میں قائم ہے۔ مگر کسی مجدد اسلام نے اپنے مجدد ہونے کی نسبت نبوت کی طرح اس سے پہلے اعلان عام نہیں دیا۔ نہ اپنے عہدہ کی فضیلت امت محمدیہ سے منوانے کے لئے مباہلہ کی درخواست تک نوبت پہونچائی، اور نہ مدعی ومخالفین کی نوبت غیر اسلامی عدالت تک پہونچی۔ جمہور علماء نے جس شخص میں مجدد کے لوازمات پورے پورے دیکھے اس کو خود بخود لقب مجدد کا دے دیا۔ اگر سلف کے مجدد مرزا صاحب کی طرح اپنے عہدے کا گھر گھر اعلان کرتے تو آج ہم ہر صدی کے مجدد کا نام لے کر پورے تیرہ تک گن سکتے مگر چونکہ بعض ظاہر ہیں اور بعض پوشیدہ، اسی واسطے وثوق سے آج اسلامی دنیا میں کوئی بھی نام لے کر تیرہ تک گن نہیں سکتا۔ ہر صدی میں متعدد علماء نے دین اسلام کی

تائید میں کما حقہ کوشش کی۔ پس اس کثیر تعداد میں مبہم طور پر عہدہ مجدد کا مخفی رہا۔ وجہ اس اجمال کی جو قدرت کو منظور تھی یہ ہے کہ انسان جن امور پر تفصیلاً ایمان لانے کے واسطے مکلّف ہے انہی کا اعلان معرفت نبی کا یا رسول کے ضروری شرط ہے مگر مجدد پر مجملاً ایمان لانا ہی کافی ہے۔ نبی کے وقت میں نبی کا منکر معذب اور معتوب ہے مگر کسی نبی کا تابع اگر چند قرائن سے کسی کو مجدد تسلیم نہ کرے تو نجات سے محروم نہیں ہوسکتا کیونکہ ایسے بھی ہزاروں مسلمان ایک زمانہ میں موجود ہوتے ہیں جن کو پچھلی صدی کے مجدد کی تو کلی یا جزوی اطلاع ہوتی ہے مگر نئی صدی کے مجدد کا اس وقت ابھی ظہور بھی نہیں ہوتا یا چند وجوہات سے باوجود ظہور کے مجدد کے تسلیم کرنے میں موانعات حائل ہوجاتے ہیں پس اللہ تعالی ایک ایسے امر مجمل کی خاطر اتنے مومنین کی جانیں ضائع نہیں کرتا جو خاتم النبیین کی تابع ہوں اور یہ بھی لازم نہیں کہ کسی مجدد کی عین حیات میں ہی اس کے عہدہ کا نبوت کی طرح فیصلہ ہوجائے۔ ہاں اگر قرینہ سے جمہور علماء کا اتفاق ہوجائے کہ فلاں شخص مجدد ہے اور اس میں تمام یا اکثر وہ علامات بھی موجود ہوں جو مجددیت کو چاہتے ہیں تو یہ اور بھی عمدہ بات ہے۔ مگر یہ نہیں کہ : تو جان نہ جان میں تیرا مہمان ، اپنی مجددیت منوانے کے لئے اس طرح سے جدوجہد کرنا یا باقی علمائے اسلام سے ناشائستہ الفاظ سے مخاطب ہونا کسی مجدد کے واسطے اگر سلف میں بھی ضروری ہوتا تو کسی نہ کسی تصنیف سے ضرور اس بات کا پتہ لگتا۔ اگر مرزا صاحب کی کل تصانیف کی تشخیص کی جائے تو اس میں اسلام کی خالص حمایت ایک چہارم حصہ بھی بمشکل نکلے گی۔ باقی تین حصوں میں ان کے نئے خیالات اور دعوی کے متعلق بحث و تائید ہے۔ اگر اس قدر بھی اسلام کی حمایت میں اپنا قلم نہ اٹھاتے تو اسلامی گروہ سے بہت ہی کم مرید بنتے۔ کہیں تو گورنمنٹ پر انگریزی تراجم کے ذریعہ سے یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ کل وہ علمائے محمدی غلطی پر ہیں جنہوں نے خونی مہدی کو مانا ہوا ہے۔ صرف میں ہی وہ شخص ہوں جس نے ایسے فرقہ کی بنیاد ڈالی ہے جس کا یہ عقیدہ نہیں۔ کہیں گورنمنٹ پر اپنے خاندان کی خدمات روشن کر رہے ہیں۔ کہیں گورنمنٹ کو یہ جتلا رہے ہیں کہ میں نے اپنے خرچ سے ہزاروں کتب اور رسالے اس خونی مہدی کے فاسد عقیدہ کی بیخ کنی کے واسطے اسلامی ممالک میں بھیجے ہیں۔ جب ہم مرزا صاحب کی اس قسم کی کاروائی کو دیکھتے ہیں تو تعجب آتا ہے کہ یا اللہ سلف میں بھی کسی خالص برگزیدہ نے حکام وقت کو اپنی خدمات خاص اللہ کے کام میں جتلائی ہیں، تو اس وقت بے ساختہ یہ سوال منہ پر آجاتا ہے کہ آیا اللہ سے اجر پانے کے لئے مرزا صاحب یہ اسلامی خدمت بجا لا رہے ہیں یا گورنمنٹ کے ہاں اپنا ذاتی اعتبار قائم کر رہے ہیں جس سے آئندہ کی

پیری مریدی کے سلسلے پر گورنمنٹ بدظن نہ ہو جائے جیسا کہ نیا فرقہ قائم کرنے سے اس کے بانی پر گورنمنٹ کا بدظن ہونا ممکن ہے گورنمنٹ کے احتمالی مواخذے سے مذکورہ ذریعے سے خلاصی پا کر اب دین اسلام میں جہاں جہاں گنجائش دیکھی وہاں نئے نئے خیالات بھرتی کر کے اپنی تاویلوں اور تحریروں سے بہت درجہ تک کامیابی حاصل کر لی۔ اسلامی امام اور مجدد کی حیثیت سے تو یورپ کے بادشاہوں کی طرف دعوت اسلام پر رجسٹری شدہ مراسلات بھی ارسال کر دیئے مگر نزدیک کے مقامی حکام کو ان مراسلات کا بھیجنا قرین مصلحت نہ سمجھا کہ آخر انہی سے نباہ ہے۔ کہیں بنی بنائی پٹڑی بھی نہ اکھڑ جائے۔ اگر مقامی حکام کو بھیجا تو کیا بھیجا۔ انگریزی پمفلٹ جن میں علمائے اسلام پر بدظنی اور مرزا صاحب پر حسن ظنی پیدا ہونے کا مصالح بھرا پڑا تھا۔ مرزا صاحب اطمینان فرماویں کہ اہل اسلام نے جس مہدی کو مانا ہوا ہے وہ ہندوستان یا زیر حکومت برطانیہ انگریزی رعایا سے نہیں ہوگا کیونکہ یہ ضروری ہے کہ جس طرح خاتم نبوت جزیرہ عرب میں پیدا ہوئے اسی طرح خاتم ولایت بھی، جو ان کا ظل ہے، اسی جزیرہ نما میں اپنا ظہور کرے۔ نہیں معلوم کب ہوگا اور اسکا گورنمنٹ کو کیا خدشہ ہے۔ اور نہیں معلوم مرزا صاحب اس مسئلہ سے ناحق خونی مہدی کا نتیجہ نکال کر اپنی کون سی خاص ذاتی غرض پورا کرنے پر آمادہ ہیں۔ مسلمانوں کے مہدی آپ اطمینان فرماویں ایسے نہیں ہوں گے کہ ظالم خونی کی طرح کسی قوم سے بلا چھیڑے خود بخود جا کر لڑائی شروع کر دیں گے۔ بلکہ ہاشمی ہوں گے اور اپنے ملک کی حفاظت میں بشرط ضرورت امداد دیں گے۔ اور یہ محض ایک پیشینگوئی ہے جس کا ظہور نہیں معلوم کس زمانے میں ہوگا۔

اب مرزا صاحب کی تصانیف اور امامت سے غیر مذاہب کے لوگوں نے کہاں تک اسلام کی طرف رجوع کیا۔ یہ ایسا سوال ہے کہ جسکا جواب قریب قریب صفر کے ہوتا ہے۔ لورپول اور امریکہ میں سلف کی اسلامی تصانیف کے یمن و برکت سے ہی اسلام نے اپنا ظہور کیا۔ ہندوستان میں بھی مرزا سے پہلے جو کچھ علماء کی تصانیف اور وعظ سے غیر قوموں میں اثر ہوا، اس کا ہزارواں حصہ بھی مرزا صاحب کے طفیل ڈھونڈنا بے فائدہ ہے۔ جس قدر اور جو جو تصانیف اسلام کی صداقت اور اسرار میں اور غیر مذاہب و نصاریٰ کے جواب میں اسلامی ممالک اور ہندوستان کے علماء نے تصنیف کی ہیں مرزا صاحب کی قلم میں وہ ڈھونڈنا بے جا ہے۔ اسلامی ممالک میں امام غزالی اور ہندوستان میں شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصانیف مشت نمونہ خروار پر ہی غور کیا جائے تو اس امر کی راستی کا کچھ پتہ مل سکتا ہے۔ امہات المومنین (نامی کتاب) جس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کے برخلاف

شاید ہی کوئی گندی کتاب شائع ہوئی ہوگی مرزا صاحب کے در دولت پر بہت عرصہ جواب کا تقاضا کرتی رہی مگر ان کو جواب کی جرأت نہ پڑی، حالانکہ صلیب توڑنے کے مدعی بھی ہیں۔ آخر علمائے اسلام نے ہی اس کے متعدد جواب الگ الگ دیئے۔ اور ہزاروں دلوں کو ٹھنڈا کیا (امہات المؤمنین یا دربار مصطفائی کے اسرار نامی کتاب ڈاکٹر احمد شاہ عیسائی پادری نے لکھی مطبع آر پی مشن گوجرانوالہ سے ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی۔ الحکم۔ ۶۔۱۳ مئی ۱۸۹۸ء؛ اور ۱۳ مارچ ۱۸۹۸ء)۔ قرآن کا ترجمہ اردو موجودہ زمانے کی ضرورت کے واسطے کافی نہ رہا تھا۔ اس ضرورت کو بھی حافظ نذیر احمد ایل ایل ڈی ہی نے پورا کیا۔ اسلامی خدمات یوں ہوا کرتی ہیں۔ انگریزی تراجم کے ذریعہ علمائے اسلام پر گورنمنٹ کو بدظن کرانا خدمت اسلام نہیں ہوتی۔ اسلامی علوم اور معارف کی عربی زبان میں سینکڑوں تصانیف اس قسم کی ہیں کہ اگر مرزا صاحب اور ان کی جماعت ان کا ترجمہ کر کے اہل ہند کو نفع پہنچائے جب بھی ایک بات ہو۔ قاضی محمد سلیمان وکیل ریاست پٹیالہ کی تائید الاسلام کے ہر دو حصوں کا جواب اب تک ان کی جماعت سے کوئی نہیں دے سکا اور نہ ہرگز امید ہے کہ کوئی معقول جواب اس کا دے سکیں بلکہ ایسی کتاب کو دیکھنا بھی فضول سمجھتے ہیں۔ شمس الہدایت کا جواب جامروہی صاحب نے دیا ہے اس میں شائستگی کو بالائے طاق رکھ کر کام لیا ہے۔ ایسے روکھے اور بے تہذیب جواب کوئی نیک نتیجہ پیدا نہیں کرتے۔ مرزا صاحب نے بحیثیت مجدد کے اسلام کو تازہ نہیں کیا بلکہ آیات اور احادیث کی نرالی تاویلات سے گویا یہ جتلا دیا ہے کہ تیرہ سو برس سے بعض مسائل میں کل علمائے اسلام نے سخت غلطی کھائی ہے اور کھا رہے ہیں اور ان کا اجماع کورا نہ ہے۔ صرف ہم پر ہی بعض اسلامی اسرار کا الہام ہوا ہے جس سے سلف کے کل مسلمان محروم رہے حالانکہ بموجب صحیح حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل، علماء راسخون امت محمدیہ کے بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثیل ثابت ہیں۔

۲۔ امام اسلام

جس امامت کے تسلیم نہ کرنے پر صحیح حدیثوں کی رو سے جاہلیت کی موت نصیب ہوتی ہے وہ امامت تو محض اسلامی ممالک کی امامت ہے جس کو ان ہی حدیثوں میں امارت کے لفظ سے بھی بیان کیا گیا ہے اور قرآن کے بموجب بھی ایسا امام اولوالامر منکم میں داخل ہے۔ بے شک ایسے امام سے گو وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو منحرف ہونا اسلامی ریاست میں موجب فساد اور فتنے کا ہے۔ مرزا صاحب کی اس امامت والی حدیث سے اکثر ایسے اشخاص کو جن کو حدیث کے علم سے واقفیت

نہیں سخت غلط فہمی ہوئی ہے۔ دوسری وہ امامت ہے جو دینی علم اور فضیلت کے لحاظ سے جمہور اہل اسلام نے بعض اسلامی برگزیدوں کے واسطے جائز رکھی ہے اور بعض ایسے برگزیدوں کی حین حیات میں بعض کے بعد ان کی وفات کے تقلید اور متابعت کو موجب ترقی درجات سمجھا۔ مثلاً امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرھم۔ لیکن یہ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ان میں سے کسی نے بھی اپنے منہ سے اپنے آپ کو امام کہا ہو یا اپنے عہدہ کی فضیلت منوانے کیلئے اپنی قوم سے مرزا صاحب کی طرح قلمی ہاتھا پائی کی ہو یا مرزا کی طرح کل اسلامی دنیا کے علماء اور اولیاء موجودہ سے اس امر کا جھگڑا کیا ہو کہ تم لوگ میری متابعت سے اگر انکار کرو گے تو انوار و برکات سے محروم ہو جاؤ گے اور یہ بھی کسی سلف کے دینی امام نے نہیں کہا کہ اس زمانہ کے کل برکات ہمارے ہی طفیل ہیں اور بلعم کی نظیر پیش کر کے بیعت سے انکار کرنے والوں کو راندہ درگاہ الٰہی ہو جانے کی دھمکی دی۔ اس قسم کی حقیقی امامت کا محض نبی یا رسول ہی مستحق ہے اور اسی کی بیعت کا انکاری محل خطر میں ہے مگر خالص دینی امام جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے نبی کے خود تابع ہوتا ہے اور نبی کے تابعین پر ہرگز یہ حجت نہیں کر سکتا کہ بلا میری بیعت کے تم اسلام سے کٹ جاؤ گے۔ آئمہ اربعہ نے اسی واسطے یہ کہہ دیا کہ جو قول ہمارا کتاب اور سنت کے برخلاف پاؤ اس کو ہرگز قبول نہ کرو۔ ان میں سے تو اکثر ایسے ہیں کہ ان کی وفات کے بعد ہی بوجہ خاص علامات کے لقب امام کا جمہور اسلام نے دے دیا۔ اس قسم کی امامت تسلیم کرنا جمہور اہل اسلام کے ہاتھ ہے اور بے شک عوام کو تقلید کے بغیر کچھ چارہ نہیں۔ ان کیلئے وہی امام ہے جس کی امامت فی الدین پر امت کا اجماع ہو، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مجدد کی طرح ہر صدی میں دینی امام بھی پیدا ہو جائے اور یوں بھی واقع ہوا ہے کہ ایک ہی زمانہ میں ایک سے زیادہ بھی اس قسم کے امام پیدا ہو گئے ہیں۔ ہاں حسب عقاید شیعہ اگر یہ کوئی ایسا عہدہ ہے جس کا اعلان نبوت کی طرح ضروری ہے اور جسکا عدم تسلیم ایک نبی کے تابع کو معذب و معتوب بناتا ہے تو کسی آیت یا صحیح حدیث سے اس کا ثبوت پیش کرنا چاہیے۔ ورنہ گھر کی تاویلات اور دلائل سے سلف کی محکم بنیاد نہیں ہل سکتی۔ خلفاء راشدین کے بعد بھی دینی خلافت یا امامت جب اسلامی ریاست میں بھی پورے طور پر جلوہ گر نہیں تو ہندوستان جیسے غیر اسلامی ملک میں تو بالکل محالات سے ہے۔ ہاں البتہ کسی مسلمان کا علم، زہد تقوی، اگر کمال کو پہنچ جائے تو جمہور اہل اسلام کو وہ بلا اکراہ و بلا کوشش مدعی (جیسے کہ ہمیشہ سنت اللہ جاری ہے) اپنی طرف کھینچنے اور امامت قبول کرانے کی خود بخود قابلیت رکھتا ہے۔ پس جب مسلمان ایسے شخص کو ہر زمانے میں اپنا امام اور پیشوا تسلیم کرتے آئے

ہیں تو از خود در پئے ہو کر کسی کا اپنے تئیں امام منوانا کمال فخر اور خود فروشی کو ظاہر کرتا ہے

۳۔ وفات حضرت عیسیٰؑ

مرزا صاحب کو جب اپنا مدعا ثابت کرنے کا وقت پیش آ جاوے تو مجذوبوں کے الہام، اناجیل اور ضعیف احادیث اور اعداد جمل تک سے بھی بڑے وثوق کے ساتھ تمسک کر لیتے ہیں اور عجیب وغریب تاویلات سے کام نکالنے کی سعی کرتے ہیں مگر جب دیکھتے ہیں کہ بعض آیات وصحیح احادیث ہمارے مدعا کے خلاف ہیں تو ان کے بیچ میں سے نہ صرف جملوں کے جملے اڑا جاتے ہیں بلکہ اپنی طرف سے زائد جملے بھی ترجمہ میں ناحق داخل کر دیتے ہیں اور تاویل سے عاجز آ کر صحیح احادیث تک بھی قبول نہیں کرتے اور اگر کچھ حصہ بھی حدیث کا ان کے حق میں مفید بنتا نظر آ سکے تو اس کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیتے ہیں خواہ اس کا باقی حصہ ان کے دعوی اور مطلب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اور ایسے موقع پر لاچار ہو کر (امت کا کورانہ اجماع) بولتے ہیں حالانکہ بحوالہ صحیح مسلم امت محمدیہ کا اجماع غلطی پر ناممکن ہے۔ مرزا صاحب کے نزدیک بعد قرآن مجید کے صحیح بخاری سے زیادہ تر کوئی کتاب معتبر نہیں انہوں نے باب نزول مسیح مقرر کیا جس کی سالم حدیث کا ترجمہ بحذف اسمائے راویان خطوط ہلالی میں یہاں لکھا ہے۔ مگر افسوس مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مخالفین کے واسطے ہرگز ممکن نہیں کہ اپنے خیالات کی تائید میں صحیح بخاری سے بابت حیات ونزول مسیح کوئی بھی حدیث پیش کر سکیں اور یہ بھی قابل افسوس ہے کہ مرزا صاحب دیدہ دانستہ اس حدیث کا آخری حصہ چھپانا چاہتے ہیں:

(ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی مجھ کو قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بے شک عنقریب ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں گے صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ موقوف کریں گے مال کی کثرت یہاں تک ہوگی کہ اسے کوئی قبول نہ کرے گا یہاں تک کہ دنیا اور دنیا بھر کے مال ومتاع سے صرف ایک سجدہ اچھا معلوم ہوگا۔ اس کے بعد ابو ہریرہ نے کہا: اگر تم اس پر دلیل قرآنی بھی چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو و ان من اهل الكتاب الّا ليؤمنن به قبل موته)۔ اب دیکھئے آنحضرت ﷺ کا بیان، امام بخاری کا مذہب، ایک صحابی کا مذہب، قرآن کی آیت کی تفسیر۔ حیات ونزول مسیحؑ کے بارے میں ایک ہی حدیث بخوبی ثابت ہے۔ تفسیر ابن عباس بھی موته سے مراد عیسیٰؑ کی موت ہے۔ اور یہی مذہب ابی بن کعب نے اختیار کیا۔ امام یوطی بھی جن کی نسبت

مرزا کو اقرار ہے کہ کشفی طور پر آنحضرت ﷺ سے احادیث کو صحیح کر لیتے تھے اپنی تفسیر اکلیل میں اسی طرح لکھتے ہیں۔ تفاسیر زخرف، کبیر، کشاف، معالم، بیضاوی میں (انّه لعلم للسّاعة کے ضمیر عیسیٰ کی طرف راجع ہے اور ان کی حیات ونزول کو ثابت کرتی ہے۔ بعد اس قدر اجماع ثقات کے جس میں دو صحابی کا مذہب بھی گواہ ہے کسی اور تابعی وغیرہ کے قول کو ترجیح دینا صریح ظلم ہے۔

اب جس طرح پر ہم نے حیات ونزول عیسیٰ بن مریم کو ثابت کیا ہے اس کے بالمقابل آپ بھی کم از کم دو صحابی اور پانچ مفسروں کا نام بتلا دیں جنہوں نے آیت وصحیح حدیث کی رو سے خاص حضرت عیسیٰؑ کے فوت ہو چکنے پر استدلال کیا ہو اور یہ بھی واضح ہو کہ سوائے بخاری کے بہت سے صحیح احادیث ایسی بھی موجود ہیں جن سے حیات ونزول عیسیٰؑ نصف النہار کی طرح ثابت ہو رہا ہے اور یہ احادیث بوجہ طوالت یہاں درج نہیں کی گئیں۔ اگر محض صحیح بخاری پر ہی سرمایہ شریعت محمدی کا دارو مدار ہے تو پھر سینکڑوں مسائل شرعی کے استدلال کا دروازہ مسدود ہو جاتا ہے اور جو سعی بلیغ اکابران دین نے باقی صحیح احادیث کی فراہمی میں کی ہے اور جس سے سینکڑوں مسائل شرعی کا دروازہ کھل گیا ہے بے کار ہو جاتی ہے۔ امام بخاریؒ اپنی کتاب صحیح بخاری کے دیباچہ میں خود اقرار کرتے ہیں (کہ میں نے ایک لاکھ صحیح حدیث اور دو لاکھ غیر صحیح حدیث کو حفظ کیا) مگر مقام غور ہے کہ ان کی کتاب میں ایک لاکھ صحیح حدیثوں میں سے تین ہزار سے زیادہ مندرج نہیں۔ مرزا صاحب قرآن مجید میں الفاظ کی تقدیم وتاخیر کو الحاد سمجھتے ہیں حالانکہ معنوی (نہ کہ لفظی) تقدیم وتاخیر کو ابن عباسؓ جیسے صحابی ورئیس المفسرین نے بعض مواقع پر قرآن میں جائز رکھا ہے۔ قتادہ بھی اس امر میں ان کے ہم مذہب ہیں۔ اب مرزا صاحب ایک ہی شخص کے مذہب کو قبول بھی کرتے ہیں اور انکار بھی۔ پس استدلال کے وقت ان کا کوئی اصول یا قاعدہ کلیہ نظر نہیں آتا۔ امام بخاری کے مذکورہ حدیث کی رو سے جو علامات نزول مسیح بن مریم سمجھے جاتے ہیں وہ مرزا کے زمانہ پر کسی طرح بھی منطبق نہیں ہوسکتیں۔ صرف مال ہی کی کثرت کو مشت نمونہ از خروارے لو کہ مال اس کثرت سے ہوگا کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ مرزا صاحب تو دعا کرنے کے واسطے بھی ڈاکٹر کی طرح فیس چارج کرتے ہیں۔ اپنے منارہ اور مدرسہ کے واسطے روپیہ کی ضرورت کا اعلان دیتے ہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ نزول مسیح کا زمانہ یہی ہے۔ ان کی تاویل یہ ہے کہ مال سے معارف دین مراد ہیں۔ اب نہ کسی لغت کی کتاب سے یہ معنی نکلتے ہیں نہ کسی کتاب میں سلف سے خلف تک مال کی تاویل ان معنوں میں دیکھی گئی ہے نہ عرب کے محاورہ میں اس کا ثبوت ہے۔ خیر بفرض محال اگر مال

سے معارف دین کی مراد لی جاوے تو اس وقت بھی ہزاروں مسلمان علم دین کی طلب میں اسلامی دنیا میں کوشاں اور ساعی نظر آتے ہیں۔ اس تاویل سے بھی کام نہ نکلا۔ اگر مال سے مرزا صاحب کے نئے خیالات کے معارف مراد ہوں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے خالص مرید پیاسی روح کی طرح ان کو لیتے ہیں۔ اس طریق سے بھی مطلب حاصل نہ ہوا۔ غرض کہ ہزاروں تاویلیں کریں ان کا مقصود ہرگز پورا نہیں ہوسکتا اگر اسی طرح آیات اور حدیثوں میں تاویل کی گنجائش ہوا کرے تو بعد وفات آنحضرت ﷺ تیرہ سو برس سے اب تک مرزا صاحب جیسے مجدد مہربان اسلام کو کچھ کا کچھ بنا دیتے اور اللہ تعالی اور شارع کا مدعا ایسا مبہم کر دیتے جیسا کہ اب بھی بعض وحدت وجود کے قائل کہتے ہیں کہ نماز سے مراد یاد اللہ ہے خواہ کسی طریق پر ہو اور طہارت سے مراد دل کی صفائی ہے۔ ظاہر کی ناپاکی اس کو مکدر نہیں کرسکتی۔ یاد اللہ میں مردار کھانا بھی شہد وشکر کی طرح ہے۔ اور بھی اس طرح کی سینکڑوں تاویلیں کرتے ہیں۔ مگر ہزار ہا شکر اس پاک ذات کو سزاوار ہے جس نے اس دین کو اب تک اپنی حفاظت کے سایہ میں محفوظ رکھا اور علمائے راسخین نے ہر زمانہ میں غلط پٹڑی پر چلنے والے کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی کسوٹی سے ایسا پرکھا جیسا صرّاف طلاء کو پرکھتا ہے اور ان کی پیروی سے بصیرت والا گروہ سلامت رہا۔ ایلیا نبی کے قصہ مندرجہ انجیل پر مرزا کا بڑا تمسک ہے۔ اب جس انجیل کی رو سے ایلیاء کے دوبارہ آسمان سے آنے کو مسیح نے بروزی طور پر یوحنا نبی میں بتلایا اسی انجیل کی رو سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یوحنا نے بروزی ایلیا ہونے سے صاف انکار کیا۔ اب کیا حضرت مسیح جھوٹے تھے، یا حضرت ایلیاء۔ دونوں نبی سچے تھے۔ قصہ محض الحاقی ہے۔

حضرت مسیح کی وفات پر مرزا صاحب کا ایک اور عجیب استدلال ہے۔ کہ نسخہ مرہم عیسی کا یہودیوں عیسائیوں اور مجوسیوں کی ہزار ہا طب کی کتب میں درج ہے اور یہ مرہم عیسی کے زخموں اور ضربوں کے واسطے بنائی گئی تھی۔ پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ کس کو معلوم تھا کہ مرہم عیسی کا نسخہ صد ہا طبی کتابوں میں لکھا ہوا پیدا ہو جائے گا۔ اب پہلے بیان میں نسخہ کا عام ہونا اور دوسرے بیان میں نسخہ کا اپنے وقت میں پیدا ہونا نہیں معلوم کیا فصاحت اور لطف اپنے اندر رکھتا ہے۔ بہرصورت جن یہودیوں کی کتابوں میں یہ نسخہ اور یہ وجہ درج ہے انکے اور ان کے مصنفوں کے ناموں اور عبارتوں کی نقل فرما دیتے تا کہ یہود کے قول انّا قتلنا المسیح عیسی بن مریم کا کذب انہی کی مسلّمہ تصانیف سے بخوبی ظاہر ہوجاتا۔ مقام غور ہے کہ اللہ تعالی تو یہودیوں کا یہ عقیدہ ظاہر فرماتا ہے کہ وہ عیسیٰ کے قتل کے مدعی ہیں اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ یہودی اطبا اس نسخہ کی بابت لکھتے

ہیں کہ وہ زندہ صلیب سے بچ گئے اور یہ نسخہ اس وقت بنایا گیا تھا۔ اب کس کی شہادت کو معتبر خیال کیا جائے۔ آیا اللہ تعالیٰ کی شہادت کو یا مرزا صاحب کی تحریر کو؟ عیسائیوں کی جن کتابوں میں یہ نسخہ اور وجہ تحریر ہے ان کے اوران کے مصنفوں کے ناموں اور عبارتوں کی نقل ضروری تھی کیونکہ اس سے کفارہ کے مسئلہ کو خوب شکست ملتی۔ یہ امر بھی مرزا صاحب نے ذہن نشین نہیں کیا کہ جب ہر ایک عیسائی کفارہ کا قائل ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی مصنف دین عیسوی کا معتقد ہو کر ایسی وجہ لکھ سکتا تھا جس سے اس کے عقیدہ کی تکذیب لازم آتی ہو۔ ایک اور قباحت یہاں یہ بھی پیدا ہو رہی ہے کہ اگر بقول مرزا صاحب یہ تسلیم کیا جائے کہ مسیحؑ صلیب سے زندہ تو بچ گئے مگر ان کو چوٹیں اور زخم صلیب پر ضرور پہنچے تھے جو اس مرہم سے درست ہو گئے تھے تو معاذ اللہ قرآن کریم کی بھی تکذیب ساتھ ہی لازم آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے (وما قتلوہ وما صلبوہ۔ الآیہ) (یعنی یہود نے حضرت عیسیٰ کو نہ قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا..) اب بقول مرزا صاحب اگر یہود کا اس قدر کامیاب ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے کہ گو قتل تو نہیں کیا مگر صلیب پر انہیں زخم اور چوٹیں تو ضرور لگا دی تھیں، تو ایک نبی اللہ کی کافی بے عزتی اور ذلت ثابت ہو سکتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح کے حق میں (انّی متوفّیک و را فعک الیّ۔ الآیہ) کا وعدہ فرماتا ہے پس مرزا صاحب حضرت مسیح کو جو رفعت کا وعدہ رحمانی تکلیف کے وقت ملا تھا، اس کو ذرا بھی پورا ہونے نہیں دیتے اور گو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ٹوٹے، مگر مرہم عیسیٰ کا ثبوت ضرور بہم پہنچے۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کا صلیب پر زخمی ہونا تسلیم کیا جائے تو رفعت کس چیز کا نام ہوا۔ یہ تو ایسی مثل ہے جیسے ایک حاکم نے اپنے وزیر سے وعدہ کیا کہ ہم تم کو دشمنوں کے ہاتھ سے قتل اور بے عزت ہونے ہرگز نہیں دیں گے۔ مگر خیر ٹکٹکی پر ان سے چند ضرب بید ضرور لگوا دیں گے اور پھر مرہم پٹی سے اچھا بھی کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی حمایت تو جبھی ثابت ہو کہ ان کو صلیب پر چڑھانے کی نوبت ہی نہ پہنچ سکے اور اہل سنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر مطلقاً نہیں لٹکائے گئے تھے۔

ایک اور استدلال بھی مرزا کا وفات مسیح پر قابل ذکر ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خاتم نبوت کو تو اللہ تعالیٰ نے بوقت ہجرت تین میل کے فاصلہ پر ایک غار میں چھپا لیا اور یہودیوں سے اس قدر ڈر گیا کہ مسیحؑ کو زمین سے آسمان پر لے گیا۔ اب افسوس ہے کہ باوجود دعویٰ قرآنی معارف کے مرزا صاحب کو اتنا بھی نہ سوجھا کہ آنحضرت ﷺ کو کسی نے گرفتار نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے خود ہجرت کی تھی حالانکہ مسیح کو یہودیوں نے گرفتار کر کے ایک کوٹھے میں بند کر دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو

ایسے غار میں پناہ دینا جو کفار کا دیکھا بھالا ہوا، اور ان کے اس قدر قریب تھا، درحقیقت رفع الی السماء سے بڑھ کر معجزہ ہے۔ ہجرت اختیاری کے واسطے زمینی پناہ اور گرفتاری اضطراری کے واسطے آسمانی پناہ۔ دونوں اعلیٰ نشانات قدرت ہیں اس سے عیسیٰؑ کی فوقیت ثابت کرنا بے سود ہے۔ حضرت عیسیٰ کو بعض امور میں خاتم النبوت سے خصوصیت ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰؑ کی ماں صدیقہ تھیں، وہ بے باپ پیدا ہوئے تھے، انہوں نے طفولیت میں کلام کیا، وہ مردوں کو زندہ اور اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کرتے تھے۔ اب آنحضرت ﷺ ان امور میں ایک کے بھی مصداق نہیں تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ان پر شرف حاصل نہیں اور وہ افضل الانبیاء نہیں۔ جب مسیحؑ کی پیدائش اور طفولیت نرالی ہے تو ان کے انجام کے نرالا ہونے میں کون سا استبعاد لازم آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کون مانع ہے کہ جو نشان قدرت کاملہ کا اس کو دکھلانا منظور ہو اس کے پورا کرنے سے اسے روک دے۔ اب ایسے خانہ زاد استدلالوں پر تمسک کرنا اور امت محمدیہ کے اجماعی عقیدہ کو جو پختہ بنیاد پر مبنی ہے کورانہ اجتماع کہنا کیسا سراسر خلاف عقل و انصاف ہے۔ مرزا صاحب کی وفات مسیح پر دفتر سیاہ کرنے سے اسلامی دنیا کو عملی فائدہ کیا پہنچا۔ اس سے نہ اسلام کی کمزور دینی حالت کو تقویت پہنچی ہے نہ دنیاوی حالت میں کچھ ترقی ہوئی ہے۔ اس مسئلہ کو اسلام میں نجات سے کیا تعلق ہے۔ تیرہ سو برس سے عام مسلمان تو ایک طرف رہے ہزاروں ولی اللہ ایسے بھی فوت ہو چکے ہیں جن کا عقیدہ اس مسئلہ کے برخلاف تھا۔ جو کچھ علمائے سلف نے آیات اور صحیح حدیثوں سے اس مسئلہ کی بابت استدلال کیا ہے وہ مرزا صاحب کے برخلاف ہے اس لئے ہم جمہور امت کے عقیدہ کو چھوڑ کر اس نئے طرز کے مسئلہ کی طرف رجوع کرنا اپنا تضیع اوقات سمجھے۔ چونکہ یہ مسئلہ اصول نجات سے نہیں ہے اس لئے ہم اس پر مجملاً ایمان لا کر اصلی اور کامل علم اس کا اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے صرف ان امور کی طرف آمادہ ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتے ہیں جن کے کرنے سے ہم اہل جنت میں داخل ہوں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میں ہوں اپنے دلائل و براہین سے صلیب کو توڑ رہا ہوں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود ان کے اس دعویٰ کے نصاریٰ کا دین ترقی پر ہے اور پادری لوگ مشن کے کروڑہا روپیہ سے جابجا مدارس اور شفا خانے کھولتے ہیں، وعظ تصنیف رسالہ جات میں از حد سرگرم ہیں، اور مرزا صاحب کی جماعت میں پچاس نامور عیسائی بھی اپنے عقیدہ سے تائب ہو کر داخل نہیں ہوئے، تو ہم بلاشک نتیجہ نکالتے ہیں کہ عملی طور پر کسر صلیب خاک بھی نہیں ہوئی بلکہ ان کے وقت میں ہندوستان میں پادریوں نے تصانیف

میں اسلام کے برخلاف سابق سے بھی زیادہ سرگرمی سے کوشش کی ہے۔اس قسم کی بلکہ اس سے بڑھ کر کسر صلیب تو علمائے اسلام ہمیشہ سے کرتے رہے ہیں۔نہیں معلوم مرزا صاحب کی اس سعی سے دین عیسوی کو کونسا عملی ضعف پہونچا۔عیسائی دنیا تو مرزا صاحب کے اس مسئلہ پر مضحکہ اڑاتی ہے۔ زیادہ تر کوشش مرزا صاحب نے کی تو یہ کی کہ مسیح کی موت کے ثبوت میں اپنا نصف سے زیادہ وقت بسر کیا اور پھر آخر کشمیر میں انکی قبر دریافت کر کے فتح کا ڈنکا بجا کے خوش ہو بیٹھے ہیں کہ اب عیسائیوں کا مسیح ایک سو بیس برس کی عمر پا کر فوت ہو چکا اور تیرہ سو برس سے یہ مسئلہ یوں ہی لاحل پڑا رہا آخر ہم نے ہی اس الہام کو کھولا ہے۔اب بھی نصاری کے رسالے اور تصانیف برخلاف اسلام کے یورپ اور ہندوستان میں اور دیگر ممالک میں جا بجا اس قدر پھیلے پڑے ہیں کہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت اگر ایک سو سال تک اور بھی زندہ رہے تو ان کے اثر سے دنیا کو نہیں چھوڑا سکتی۔پس اگر مرزا صاحب کے وجود باجود کا کچھ عملی اثر ہم دیکھتے تو دلائل اور تاویلات سے کسر صلیب کا مسئلہ بھی حل ہوتے سن کر کچھ اندازہ لگا سکتے مگر افسوس کہ جس قدر وقت وفات مسیح کے ثبوت میں ضائع کیا اتنا وقت اگر نصاری کے رسالوں کی انگریزی اور اردو میں تردید کے بنانے اور بنوانے میں خرچ کرتے تو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوتی۔علی ہذا القیاس جس قدر روپیہ اور کاموں میں خرچ کیا ہے اور اب بھی کر رہے ہیں اگر وہی روپیہ اس مذکورہ کام میں صرف کریں اور ایسے رسالے نصاری کے گھر میں مفت اور باقیمت تقسیم کریں تو جب بھی قلم کے ذریعہ کسر صلیب کا کچھ رستہ تیار ہو

۴۔ معجزہ یا خرق عادت

جب تک تو مرزا صاحب اپنے نئے دعوی سے الگ رہے معجزے کے اسی طرح قائل رہے جس طرح جمہور اہل اسلام، جیسا کہ ان کی کتاب سرمہ چشم آریہ سے ظاہر ہے مگر جدید دعوی کے ساتھ ہی یک قلم معجزات کی تاویل میں سرسید احمد کے قریب قریب ہم خیال ہو گئے۔آسمان پر رفع جسمانی بالکل غیر ممکن ہے۔آنحضرت ﷺ کا معراج جسمانی نہ تھا۔مردہ ہرگز زندہ نہیں ہوسکتا ۔قرآن میں جس نبی کو مار کر اللہ تعالی نے زندہ کیا وہ خواب کی کیفیت ہے۔ملائکہ کا وجود ہرگز زمین پر نہیں آسکتا (گو قرآن سے ملائکہ کا، حضرت مریم، حضرت ابراہیم، حضرت لوط اور صحیح حدیث سے حضرت جبریل کا آنحضرت ﷺ کے پاس بصورت انسان انسان اظہر من الشمس ہے) حضرت مسیح کے معجزات ناچیز حقیر مسمریزم اور عمل الترب کے شعبدے ہیں۔

میرے ایک سوال کے جواب میں مولوی حکیم نورالدین اخبار الحکم میں فرماتے ہیں کہ پرندوں کی مورت بنا کر زندہ کرنے والا معجزہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ کرتے تھے از روئے شریعت اسلام اب مکروہ اور حرام ہے اور اسی واسطے مرزا صاحب ایسے معجزات کو ناچیز اور قابل نفرت خیال کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے کوڑھیوں کو تندرست اور اموات کو حضرت عیسیٰ جو زندہ کرتے تھے اس کے مکروہ اور حقیر ہونے کا کچھ جواب نہیں دیا۔

سبحان اللہ! مولوی صاحب، مرزا صاحب کے پاسِ شریعت کے تو اس قدر مداح ہوں مگر مرزا صاحب کی تصویر اور اس کی فروخت کا اشتہار اخبار الحکم میں برملا اس پاسِ شریعت کی دھجیاں اڑائے۔ آپ اللہ تعالیٰ تو قرآن میں یہ فرمائے کہ مسیح اللہ کے حکم سے اموات کو زندہ کرتے تھے، کوہڑیوں اور نابیناؤں کو تندرست کرتے تھے، اور ان کو یہ نشانات الٰہی عطا ہوئے تھے، مگر مرزا صاحب کی رائے میں ایسے اولوالعزم نبی کے ہاتھ سے ان نشانات کا ظاہر ہونا، مداری کے تماشے کی کیفیت سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

(حکیم صاحب) یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس مسیح کو اسرائیلی مسیح پر ایک جزئی فضیلت حاصل ہے کیونکہ اس کی دعوت عام ہے اور اسکی خاص تھی اور اس کو طفیلی طور پر تمام مخالف فرقوں کے اوہام دور کرنے کے واسطے ضروری طور پر وہ حکمت و معرفت سکھائی گئی جو ابن مریم کو نہیں سکھائی تھی۔

اگر یہ عاجز اس عمل (معجزات مسیح) کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی تھی کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ یہ مودبانہ کلمات تو مرزا صاحب کے ایک اولوالعزم نبی حضرت عیسیٰؑ کی نسبت ہیں۔ اب آنحضرت ﷺ خاتم نبوت کی نسبت جو حسن ظنی کے الفاظ وہ استعمال کرتے ہیں ان کا بھی ملاحظہ ہو (اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونے کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں) سبحان اللہ! آنحضرت ﷺ پر حقیقت دجال وغیرہ کی عدم اظہار کو ممکنات سے تصور کر کے اپنے لئے اس حقیقت کے انکشاف کی قابلیت ظاہر فرمائی۔ جس شخص پر قرآن نازل ہوا اور جسکے واسطے (الم نشرح لک صدرک) کی خوش خبری سنائی گئی۔ جس کو معراج میں قدرت کے غیبی نشانات مشاہدہ کرا کر عین الیقین کا مرتبہ بخشا گیا اس کی ذات کی نسبت مرزا صاحب کا حسن ظن اس طرح کا ہے، حالانکہ ان کی محبت کا سب سے بڑھ کر دم بھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ایسے عقیدہ سے نجات بخشے۔

۵ ۔ اباحت صلوۃ و درود

جس قدر مرزا صاحب کے اور خیالات اور تاویلات پر حیرت آتی ہے اباحت صلوۃ اور درود کے بارہ میں وہ کچھ کم نہیں ۔ اب تیرہ سو برس سے اس قدر علماء و مجدد و امام اسلام گزر چکے ہیں مگر تحریر اور ذکر میں کسی نے بھی صلوۃ کو بجز تبعیت رسول اللہ ﷺ کسی پر الگ استعمال نہیں مگر اس طریق پر کہ پہلے آنحضرت ﷺ پر صلوۃ بھیج کر بعد ان کی آل اور اصحاب و مومنین صالحین پر اس کلمہ کا استعمال کیا ہے جیسا کہ دلائل الخیرات سے ثابت ہوتا ہے ۔ مگر یہ کلمہ اکیلا آل آنحضرت ﷺ پر نہ اصحاب اور مومنین پر سلف سے خلف تک مستعمل ہوتا دیکھا گیا ہے ۔ مرزا صاحب (ھو الّذی یصلّی علیکم) والی آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ کلمہ اکیلا مومنین پر بھی جائز ہوسکتا ہے ۔ اب غور کا مقام ہے کہ یہ خاص مژدہ اللہ تعالی کا ہے جس کو بحیثیت رحمان ہونے کے اپنے بندوں کی تسلی کے واسطے فرماتا ہے اگر اس سے ہر ایک مسلمان فرداً فرداً ایک دوسرے پر اس کلمے کا جواز سمجھتا تو کیا تیرہ سو برس سے اس قسم کا استدلال مخفی رہ سکتا تھا اور کیا اس قدر عرصہ سے اسلامی دنیا میں ایک بھی اس علمیت کا پیدا نہ ہوسکا جو آیت مذکورہ سے اس کی اباحت پر استدلال کر کے بلا اول آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کے دوسروں کے حق میں اکیلا اس کلمے کو استعمال کرنا روا رکھ سکتا ۔ حقیقت میں اس کلمہ کے کہنے کا مجاز وہی ہوسکتا ہے جو از روئے رحمانیت یا تو اسکا خود لائق ہے یا جو از روئے اقتدار مطلق جس کے واسطے اور جس طریق پر چاہیے تجویز کرے اور کرا دے ۔ اللہ تعالی کو کون منع کرسکتا ہے کہ وہ جس پر چاہے درود نہ بھیجے اور بھجوائے مگر بندوں میں وہ کون ایسا دلیر ہے جو بلا اجازت اس صلوۃ خداوندی کو جہاں چاہے تجویز پڑا کرے ۔ اللہ تعالی کی طرف سے یہ کلمہ اس کی رحمت کی خوش خبری کا ہے اور بندوں کی طرف سے یہ کلمہ دعا کا ہے مگر برمحل مذکور ۔ علیحدہ مومنین کو آپس میں دعا و عافیت کے اظہار کے واسطے اور کلمات کے استعمال کی اجازت ہے اب جب امت میں صحابہ تک کو بھی اس کلمے کا الگ استحقاق حاصل نہ ہوا اور کسی نے اس کو استعمال بھی نہ کیا تو دوسرے کے واسطے اکیلا اس کا مدعی بننا اسلامی عصمت پر حملہ کرنا ہے ۔

۶۔ اباحت تصویر

جہاں تک اسلام کی گہری نگاہ خلق اللہ کی بھلائی میں پہنچی ہے اور جہاں تک اسلام نے اپنے پیروؤں کی بت پرستی سے بچنے کا انتظام کیا ہے اور جہاں تک گزشتہ ازمنہ میں دیگر قوموں کے خدا پرستی کے بعد بت پرستی میں پڑنے کی اسلام کو سوجھی ہے اس کی نظیر کہیں بھی ڈھونڈنا بے فائدہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے شجر بیعت رضوان کو صرف اس خاطر اکھڑوا دیا تھا کہ لوگ اس جگہ کی عزت کرنے کے واسطے وہاں جمع ہو کر جلسہ کرنے لگ پڑے تھے۔ شارع مقدس ﷺ نے قبر تک کا بوسہ لینے کو خواہ وہ کیسی ہی متبرک اور ولی کی کیوں نہ ہو اور کسی سے اپنی تعظیم کھڑے ہو کر کروانا ناجائز قرار دے دیا۔ جاندار کی تصویر کا بنانا یا گھر میں رکھنا مطلق منع کر دیا۔ مگر وہ سر کٹی یا دھڑ کٹی ہو یا جہاں پاؤں کے نیچے یا فرش یا پائدان پر بچھی جاوے تو بکراہت اس کی اجازت دے دی۔ اب اس کے بعد کسی عذر یا بہانہ سے جاندار کی تصویر کی اباحت کو قائم کرنا اس اسلام کی نقد صداقت پر حملہ اور دلیری کرنا ہے جو تیرہ سو برس سے برابر محفوظ ہے۔ اس کی اباحت کے واسطے سلف سے انبیاء کے افعال اور شریعت کا حوالہ دینا گویا اس اسلامی شریعت پر جو کل سابقہ شریعتوں کی ناسخ ہے صریح ظلم کرنا ہے اور اپنے سادہ لوح مریدوں کو رومن کیتھولک کے منہاج کے واسطے تیار کرنا ہے۔

اس مسئلہ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے محض نیک نیتی سے اپنی تصویر بنوائی ہے تا کہ اہل یورپ قیافہ سے میرے صادق یا کاذب ہونے کو پرکھیں۔ سبحان اللہ! معارف دانی ہو تو ایسی ہو کہ نیک نیتی کے ساتھ ممنوع یا غیر مشروع فعل کے ارتکاب کو جائز قرار دیا جاوے۔ کیا چوری اس نیت سے جائز ہوسکتی ہے کہ اس روپئہ سے مسجد بنوائی جاوے۔ اسلام کی ممنوع چیزیں نیک نیتی کے لحاظ سے ہرگز جائز نہیں ہوسکتیں۔ حرام میں اللہ تعالیٰ نے کوئی برکت نہیں رکھی۔ میرے ایک واقف نمازی مسلمان عہدہ دار کے پاس اپنے مرشد کی تصویر تھی وہ صبح کو بلا اس کے دیکھنے اور سلام کرنے کے کسی کام کو ہاتھ نہ لگاتے تھے جب ان سے کبھی اس بات کا ذکر ہوتا کہ اسلام میں یہ کام جائز نہیں تو اکثر یوں کہہ دیا کرتے تھے کہ تصوف کے گہرے اسرار کو تم کیا جانو۔ بعد وفات مرزا صاحب ان کے مرید اپنے مرشد کی تصویر دیکھنا ہی بس غنیمت سمجھیں گے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کے مرید اپنے مرشد کے فوٹو کو اب بھی شاید کس نگاہ سے دیکھتے ہوں گے۔ اسلام نے پیر پرستی، قبر پرستی، بت پرستی تینوں کو اپنے دائرہ سے ایسا خارج کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

ابلیس کو اپنی حضوری سے۔ اب دیکھئے اگر اسلام کے اقوال میں کچھ بھی صداقت ہے تو یہ اباحت مرزا صاحب کے گروہ کو کیا تماشا دکھاتی ہے۔ معمولی لوگوں کی تصاویر جن سے ہم کو اس قدر گہرا تعلق نہیں ہوتا جیسی ڈکشنریوں میں ہوتی ہیں جن کو ہم چنداں وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اس قدر بت پرستی کی طرف ہم کو دھکیل کر لے جانے کی قابلیت نہیں رکھتیں جس قدر کہ پیشوائے دین کی تصویر میں خطرہ اور احتمال ہے۔ مولوی نور الدین میرے ایک سوال کے جواب میں اخبار الحکم میں فرماتے ہیں کہ فوٹو کی جاندار تصویر کا کیا مضائقہ ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر عکسی تصویر حرام ہے تو کیا آپ نے آئینہ دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔ اب مسلمان بھائی ایمان اور علم کی بصیرت سے انصاف کریں کہ مولوی صاحب کے اس جواب سے کہاں تک اطمینان ہو سکتا ہے۔ فوٹو کی تصویر آئینہ کے عکس سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتی۔ فوٹو سے عکس مستقل طور پر کاغذ پر جم جاتا ہے اور بعد ازاں ہاتھ سے مصالحوں کے ذریعہ اس کی کمی پوری کی جاتی ہے حالانکہ آئینہ کے عکس میں یہ دونوں مفقود ہیں۔ سبحان اللہ ! مرزا صاحب کے فیض صحبت کے اثر سے ان کے خاص الخاص مرید معارف اور اسرار دین کے موتیوں کی لڑیوں کو کس طرح پروتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی فیض سے قادیان میں رنگین ہونے کے واسطے مدعو کیا جاتا ہے۔

۷۔ الہام

تبلیغ رسالت کے واسطے جو الہام نبی یا رسول کو ہوتا ہے صرف وہی مامون و مصئون ہے باقی الہاموں میں غلطی کا احتمال ہے جیسا کہ خود مرزا صاحب قائل ہیں کہ الہام میں غلطی ممکن ہے اب جب کہ حق سے باطل شامل ہو گیا تو ایسا الہام پایہ اعتبار سے ساقط ہو گیا۔ خاتم رسالت نے تبلیغی الہام کا دروازہ بالکل بند کر دیا ہے اور اس دین کو اماموں اور مجددوں کے الہام سے مستغنی کر دیا ہے صادق الہام پرکھنے کے لئے کتاب اللہ اور سنت کی کسوٹی موجود ہے۔ اور اس مسئلہ میں سلف اور خلف کا اجماع ہے جناب پیر پیراں شیخ عبد القادر جیلانیؒ و قاضی ثناء اللہ صاحب و ابو سلیمان دارانی یہی فرماتے ہیں کہ الہام اور کشف پر عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ کتاب و سنت اجماع اور قیاس صحیح کے مخالف نہ ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ جیسے صحابی نے جن کی رائے کے مطابق بعض آیات قرآن کا نزول مانا گیا ہے آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اور صدیقؓ کے زمانے میں اور اپنی خلافت کے زمانے میں اپنی کئی غلطیوں سے رجوع کیا حالانکہ وہ حضرت خاتم النبوۃ ﷺ کی طرف سے

محدث کا لقب پا چکے تھے۔کئی مسائل میں اوروں سے مشورہ کرتے اور دوسرے بھی ان سے بحث کرتے ۔اوران کا یہ کہنا کہ اگر حضرت علیؓ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا ،صاف ثابت کرتا ہے کہ جب ایسے جلیل القدر صحابی اور محدث کا یہ حال ہے تو دوسرا کون شخص ایسا دلیر ہے جو یہ کہے کہ میرا الہام غلطی سے مبرا ہے اور اگر میری نہیں مانو گے تو خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ٹھہرو گے اور تم سے ایمان سلب ہو جائے گا۔غلطی آمیز الہام پڑے ہوا کریں اسلام کا کیا حرج ہے۔

مرزا فرماتے ہیں کہ اگر میں خدا تعالی سے الہام پانے کا جھوٹا دعوی کرتا ہوں تو ہلاک کیوں نہیں ہو جاتا جیسا کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے (لو تقوّل علینا۔۔ الآیہ)جناب من !جس جھوٹے الہام پر اللہ تعالی ہلاک کرنے کا وعید فرماتا ہے وہ الہام نبوت وتبلیغ فی الرسالت ہے اس کا دروازہ مدت سے مسدود ہو چکا ہے اور ہندوستان تو آج کل الہام کا مدعی ہونے کیلئے سب سے بہتر جگہ ہے۔کوئی کچھ پڑا بنے ،مزے کیا کرے۔مرزا صاحب کا الہام پہلے تو کسی سے نہیں ڈرتا تھا مگر اب بے چارہ حکام مجازی کے قانونی شرائط کے ماتحت چلنے کی چال سیکھ گیا ہے اور طرفہ یہ کہ پھر بھی مرزا صاحب یہی فرماتے جاتے ہیں کہ میں تم میں حاکم عادل ہوکر مبعوث ہوا ہوں۔ایسے الہام کا کس کو حسد ہے۔جب مکھی پر بھی اللہ تعالی الہام کرسکتا ہے تو مرزا صاحب تو آخر اہل قبلہ ہیں ان پر الہام ہونے میں کیا تعجب ہے۔حق اور باطل کو تمیز کرنے والا آخری دن بھی ضرور آئے گا۔اس وقت سب حالات روشن ہو جائیں گے۔

۸۔گرو نانک کا مسلمان ہونا

مرزا صاحب اپنی کتاب ست بچن پوتھی میں بیان کرتے ہیں کہ نانک صاحب کے بہت شلوک قرآن کے مطابق ہیں جن کا ماخذ کوئی ہندو کتاب نہیں ہوسکتی۔ایک مسلمان ولی کے مزار کے پاس چلہ بھی کیا۔چولا صاحب پر بھی قرآنی آیات لکھی ہیں۔ان قرائن سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ ضرور مسلمان تھے۔اب یہ واقعہ مسلّمہ ہے کہ ان کی وفات پر مسلمانوں نے کہا کہ یہ مسلمان ہے اور ہندوؤں نے اصرار کیا کہ یہ ہندو ہے۔تجربہ اور مشاہدہ اس امر کی تائید کرتا ہے کہ مسلمان بے نماز، زانی، شرابی، قمار باز بھی فوت ہو جائے تو اہل اسلام اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے بلکہ مسلمان کی طرح اس کا جنازہ پڑھتے ہیں، مگر اہل ہنود جب دیکھ لیں کہ ایک شخص مسلمانوں کی طرح مسجد میں نمازیں پڑھتا ہے اور قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو ایسے شخص کا ہندو ہونا

ہرگز نہیں مانتے اور نہ ہی اس کے ہندو ہونے پر اصرار کرتے ہیں۔ یہ ایک ہی واقعہ ایسا زبردست ثبوت اپنے پاس رکھتا تھا کہ اس کے بالمقابل مرزا صاحب یا بعض انگریزوں کی رائے، کہ گورو نانک مسلمان تھا، کچھ وزن نہیں رکھتی۔

آپ یہ صرف یہ ثابت کردیں کہ جب سے ہندوستان میں اسلام نے اپنا ظہور کیا اور ہزاروں ہندو غریب بھی اور امیر بھی اور کم علم بھی اور صاحب علم بھی اسلام میں بخوشی داخل ہوئے ہیں مگر کبھی کسی کی وفات پر ہندوؤں نے یہ بھی جھگڑا کیا ہے کہ یہ متوفی ہندو تھا اور ہم اس کو دفن نہیں ہونے دیں گے بلکہ ہندو رسم کے موافق اس کو آگ سے جلائیں گے، نیز یہ بھی تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ ہندو لوگ ایک معمولی کلمہ گو مسلمان کو بھی ہندو کہنا اپنے دھرم کی ہتک سمجھتے ہیں۔ پس ایسے شخص کے واسطے جو بقول مرزا صاحب ہندو مذہب سے بالکل بے زار ہوکر ظاہر و باطن میں ایک سچا مسلمان ہوکر باکرامت ولی کے مرتبہ تک پہونچ گیا تا اہل ہنود نے اسکی وفات پر کیا بلا وجہ ہی شور مچا دیا تھا کہ باوا نانک ہندو تھا اور ہم اس کو آگ میں جلائیں گے۔ اگر نانک صاحب نے کسی مسلمان ولی کے مزار کے پاس چلہ کیا تو کیا قباحت ہے، ہندو فقیروں میں بھی کئی قسم کے چلے ہوا کرتے ہیں۔ وہ محض خدا پرست موحد تھے اور صوفی منش مسلمانوں میں بے روک ٹوک بیٹھتے اور باتیں سنتے اور سناتے تھے جیسا کہ اب بھی اور ہمیشہ سے اس مشرب کے لوگوں کا وتیرہ ہے۔ چولا صاحب بھی کسی صوفی نے ان کو بطور تحفہ دے دیا ہوگا چونکہ ظاہری کل مذاہب سے نانک صاحب کی نگاہ اٹھ گئی تھی اس عطیہ کو بڑی خوشی سے قبول کیا اور اپنے پاس رکھا۔ ہندوستان میں اکثر مسلمان صوفی صاحب تصنیف گذرے ہیں اور ان کی تصنیف میں جا بجا ہزاروں اسلامی طرز کے الفاظ بھرے پڑے ہیں جو دوسرے کو صاف بتلا دیتے ہیں کہ اس کتاب کا مصنف بے شک مسلمان ہے مگر برائے خدا یہ تو بتلا دیں کہ نانک صاحب کے اشلوکوں میں اسلامی الفاظ سے کہاں تک کام لیا گیا ہے۔ اگر وہ کہیں ہیں بھی تو ضرورۃً جیسے بلھے شاہ صاحب کی کافیوں اور سی حرفیوں میں اہل ہنود کی طرز کے بعض الفاظ مندرج ہیں۔ جو شخص ظاہر و باطن میں مسلمان ہوگیا اس کے تمام اقوال اہل ہنود کی طرز سے رنگین ہوا کرتے ہیں قرآن سے ان کے بعض اقوال کا مطابق ہونا ان کو مسلمان نہیں بنا سکتا۔ صوفیوں کی مجلس میں اکثر اقوال انہوں نے سنے اور ان میں توحید اور تصوف کی بو پائی۔ پس اپنی بولی میں بھی اسی طرح کہہ دیئے۔ صوفی منش شخص کے واسطے ایسا کر دینا موجب عار و شرم نہیں ہوا کرتا۔ دارا شکوہ صاحب نے بھی بعض ہندو تصوف کی کتابوں کا فارسی میں اسی شوق کی بنا پر ترجمہ کیا

تلسی داس، بھگت کبیر وغیرہ کے شلوکوں میں بھی توحید اور تصوف کی بو آتی ہے۔ مگر ان کا طرز بیان ہندو مذاق کے الفاظ میں ہے۔ ایسے لوگ ہر ایک مذہب کے بزرگوں کا ادب کرتے ہیں اور کئی باتیں سیکھنے کے لائق ان سے سیکھتے بھی ہیں۔ میں نے بچشم خود بہت سے ایسے ہندو دیکھے ہیں جو بہ سبب ایک مسلمان پیر کے مرید ہونے کے اپنے پیر بھائیوں سے کھا پی بھی لیتے ہیں۔ اکثر ہندو پیر کی گیارھویں بھی دیتے ہیں بعض قرآن کی بعض سورتوں کے عامل بھی ہیں۔ پنجاب میں شمسی زرگر مشہور ہیں وہ آمدنی کا برابر دسواں حصہ اپنے پیر کو دیتے ہیں اور اکثر ان میں قریب قریب شیعوں کے عقیدہ رکھتے ہیں۔ محرم کے دن ماتم میں بھی شامل ہوتے ہیں اور کھانا اور شربت تقسیم کرتے ہیں مگر باوجود ان امور کے بھی یہ لوگ ہندو کہلاتے ہیں اور ہندوؤں کی طرح آگ سے جلائے جاتے ہیں اور نہ کبھی کوئی ہندو یہ کہتا ہے کہ فلاں متوفی مسلمان تھا اس کو مت جلاؤ اور نہ کبھی کوئی ہندو یہ کہتا ہے کہ یہ ہندو تھا اسکو مت دفن کرو کیونکہ ہر ایک شخص کے متعلق جو بدیہات اور واقعات ہوتے ہیں وہ بلا تنازع اپنے غلبہ کی وجہ سے جزوی دلائل پر حکم ناطق رکھتے ہیں۔ پس کچھ تعجب نہیں کہ نانک صاحب نے بھی بوجہ صحبت صوفیہ اسلام بعض اسلامی عقائد کو قبول کر لیا ہو کیونکہ ہر ایک انسان کی فطرت میں توحید کی سرشت موجود ہے گورو نانک صاحب کی قبر کا ثبوت ندارد، ہندوؤں کے سامنے مسجدوں میں ایک مسلمان کی طرح نمازیں پڑھنا اور قرآن کی تلاوت کرنا پایہ ثبوت سے ساقط۔ ہندو بیوی، ہندو اولاد سے تعلق کی عدم تردید بھائی بالا ہندو جاٹ کا ان کا حضوری کا چیلا اور ان کی لائف کا مؤلف ہونا۔ ان کا گرنتھ ہندوؤں سے جا بجا پڑھا جانا۔ سکھوں کی دس گدیوں یعنی سلسلہ مرشد کا گرونانک صاحب سے شروع ہونا۔ ان کل معاملات میں محض اہل ہنود کا ہی انٹرسٹ لینا اور اہل اسلام کا ان سے ہر امر میں قطع تعلق کرنا یہاں تک کہ اور مسلمان صوفیہ اور اولیاء کے ساتھ اپنی کتب میں ان کے تذکرہ سے بھی پرہیز کرنا حالانکہ بقول مرزا صاحب نانک صاحب ایک مسلمان باکرامت ولی تھے، پچاس مسلمانوں کا بھی ان کا الگ مرید یا نام لیوا نہ ہونا۔ ان کے شلوکوں کا خالص صوفی مسلمان کی کتاب کی طرح اسلامی الفاظ کی رنگت سے مبرا ہونا۔ قرآن کی تعریف اور خوبی میں جو کتاب اسلام کا اعلیٰ سرمایہ نجات و ایمان ہے نانک صاحب کے چار شلوک تک بھی موجود نہ ہونا۔ ان کا مرتے دم تک رباب اور سرندی کے ذریعہ سے بھجن اور شلوک سننا، انکی وفات پر مسلمانوں اور ہندوؤں کا آپس میں مذہب کی بابت تنازع پیدا ہونا یہ کل ایسے بدیہی واقعات ہیں کہ گورونانک صاحب کے خالص اسلام کو محل شبہ میں ڈالتے ہیں اور ان کا ظاہر و باطن میں صادق

مسلمان ہونا ثابت نہیں ہونے دیتے۔ مگر تعجب ہے کہ باوجود ان کل بدیہات کے بھی مرزا صاحب ان کے مذہب کی ڈگری مسلمانوں کو ہی دیئے جاتے ہیں۔ ہاں البتہ نانک صاحب ایک موحد خدا پرست صوفی منش اسلام اور ہندو دونوں مذاہب کی ظاہری قیود سے آزاد شخص ضرور ثابت ہوتے ہیں اور مرزا صاحب کا استدلال ان کے خالص اسلام پر بالمقابل مذکورہ بدیہات اور واقعات کے محض ظنی ہے اور ظن صداقت کے مرتبہ تک نہیں پہونچ سکتا۔

۹۔صراط مستقیم

اگر سوائے مرزا صاحب کے منہاج کے سب کے منہاج غلط ہیں تو تیرہ سو برس سے جس قدر مسلمان اور برگزیدگان اسلام مرزا صاحب کے عقیدے کے برخلاف اس جہان سے کوچ کر گئے ہیں ان کی نجات کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا وہ صراط مستقیم جو قرآن اور رسول کی معرفت ہم کو پہونچا ہے اور جس کے پابند ہمارے بھائی سلف میں عرصہ تیرہ سو برس سے رہ چکے ہیں ہماری نجات کا ذمہ اٹھانے سے عاجز اور قاصر ہے۔ بالخصوص جب ہم اپنی بدکرداریوں سے تائب ہو کر کسی نیک بندہ کی بیعت میں بھی داخل ہو جائیں۔ آپ براہ مہربانی اپنے اس نئے منہاج کے بغیر ایک مسلمان کے بشرائط مذکورہ نجات سے محروم رہنے کی دھمکی اور مسئلہ کی صداقت کو بوضاحت ثابت کر دیں اور یہ بھی واضح کر دیں کہ سلف میں مرزا صاحب کے عقیدہ کے برخلاف کوئی بھی اہل نجات، ملہم، مستجاب الدعوات اسلامی دنیا میں گزرا ہے یا نہیں۔ اس امر کی بھی تشریح مطلوب ہے کہ آیا اسلام کو سوائے مرزا صاحب کے تیرہ سو برس سے کسی اور مسلمان نے بھی اس طرح سمجھا ہے، یا نہیں، جس طرح کہ اللہ تعالی اور شارع کا مدعا اور منشاء تھا جب تک آپ ان امور کے ثبوت قاطع اور مدلل نہیں دیں گے تب تک تو آپ کے نئے خیالات کا منہاج قابل توجہ نہ ہوگا اور جو کچھ آپ اس منہاج کی خاص فضیلت کو مانے ہوئے ہیں وہ سلف کے دیگر متعدد مہدیوں اور مسیحوں سے زیادہ حقیقت اور وقعت نہیں رکھ سکتی۔

۱۰۔ قطعی فیصلہ

سلف کے بعض صوفیہ کرام نے بھی بوقت استغراق اور محویت انا الحق اور انا اللّٰہ

کے کلمات بولے مگر ان کلمات کے کہنے سے وہ ہرگز حقیقی خدا نہیں بن سکتے۔ مگر باوجود اس امر کے بھی صوفیہ کرام نے ان کو مومنین کے گروہ میں داخل رکھا ہے۔ اسی طرح مرزا صاحب بھی انا المسیح و انا المھدی کہتے ہیں تو بخدالایزال ہم بھی ان کو بالکل معذور رکھتے ہیں۔

(مولوی عبدالکریم صاحب!) راقم مراسلہ کی یہ گزشتہ تحریر بھی کسی ضد اور بحث کی خاطر نہیں لکھی گئی بلکہ صادق طلب کی عین حالت کا تقاضا ہے اور اگر آپ سچے طالب کے دستگیر ہیں اور واقعی اسلامی خیرخواہی اپنے اندر رکھتے ہیں تو ایک بھائی کی طرح تسلی بخش جواب عنایت فرماویں نہ کہ جیسا آپ کی جماعت کا دستور ہے ملامت اور طنز آمیز کلمات سے کام لیں۔ مگر قبل ازیں کہ آپ جواب مخلصانہ کے واسطے قلم اٹھائیں، یہ بھی مودبانہ گذارش ہے کہ بلاتعصب حق کے صادق طالب کی طرح غایت المرام کے ہر دو حصص (مصنفہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری) اور کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان (شیخ احمد مالک مطبع احمدی لاہور سے) منگوا کر بخوبی ملاحظہ فرمالیویں تاکہ شاید آپ کو تدبر اور تفکر میں حقیقت کی طرف رہنمائی ہو اور یا آپ کو یا بندہ خاکسار کو اپنے موجودہ عقیدہ سے توبہ نصیب ہو۔

الراقم۔ خاکسار شیخ غلام حیدر ہیڈ ماسٹر اینگلو ورنیکولر بورڈ سکول چکوال ضلع جہلم

رپورٹ مردم شماری ۱۹۰۱ء پر قادیانی اعتراض

قبل ازیں بتایا جا چکا ہے کہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ میں یہ ذکر ہوا تھا کہ مرزا قادیانی کا بنیادی کام خاکروبوں کی اصلاح تھا، اور جب یہ رپورٹ سامنے آئی تو مرزا صاحب نے اس پر شدید احتجاج کیا تھا۔ اب ہمیں اس درخواست کی نقل دست یاب ہوگئی ہے جو اس سلسلے میں حکومت پنجاب کو لکھی گئی تھی۔ ملاحظہ فرمائیں:

The Punjab Census Report contains a very serious error with regard to the antecedents of the leader and guide of the Ahmadia sect, for the removal of which the Promised Messiah has called the attention of the Government in a petition, dated the 27th January, which runs as follows:-

1. That in the Punjab Census Report, Part 1 (Census of India 1901, Volume XVII) Chapter III, paragraph 39, page 143, it is said of me that I began my work "as a Moulvi with a special mission to the sweepers."

2. That this statement is altogether false and groundless, and most injurious and harmful to my honor and reputation.

3. That the man who claimed a special mission to the sweepers is quite a different man, Imam-ud-Din by name, whose principles are altogether opposed to Islam and hated by me as well as all true Muhammadans as detestable doctrines, and that he has been my bitterest opponent for over thity years, and that it is most unjust and unfair to attribute his principles to me notwithstanding that I hate them.

4. That the sweeper-class is specially associated with crimes and to represent me as connected

with that class when there is not the slightest foundation for such a charge is to represent me as being in a state generally considered disgraceful. The sweepers in this country are looked upon as the most degenerate class of people, and the statement made in the Census Report is calculated to do the greatest harm to my reputation and to hurt the feelings not only of myself but also of thousands of the most loyal respectable subjects of the Government who follow me as their guide and leader in all religious and spiritual matters.

5. That my principles and doctrines which I have beed preaching since the very beginning are morally so sublime and spiritually so exalted that they are not suited to, and accepted by, even Muhammadans of a low type and morals, to say nothing of the sweepers, and that they are accepted only by intelligent and noble-minded men who lead pure and angelic lives, and that my followers actually include in their number Raises, Jagirdars, respectable Government Officials, Merchants, Pleaders, Learned Maulvis and highly educated young men.

6. That a similar statement regarding me had been made in the Gurdaspur Gazetteer and that attention of the Government being called to it, the Government was kind enough to reply in its letter No 93, dated 16th March 1901 (just at the time when the Census Operation were over) Home Dept., Sub-Head petition, File No nil, that the passage shall be excised from the Gazetteer at the time of revision and that the Deputy Commissioner Gurdaspur had been instructed accordingly.

7 . That the statement has now been inserted in a volume where it will do the greatest harm to my reputation and honor if allowed to remain uncontradicted, as the Census Report shall be taken as a reliable authority throughout the world.

8. That the statement has even now been published in the Civil & Military Gazette upon the authority of the Census Report, in the issue of 23rd January 1903, under the heading of the Punjab Census Report-11, and that similar statements will no doubt appear in all the papers if the statement is not contradicted immediately, and thus I shall be misrepresented and associated with

a very low class of society which I have not, nor ever had, the least connection.

9. That I belong to a family of Chiefs which the Government has always honored on account of the valuable service which it has been doing to the cause of the Government and that such a misrepresntation regarding me is calculated to cast a slur and a discredit on the honor and reputation of this noble family.

10. That the Government can assertain the absulute falsity and groundlessness of this statement so far as I am concerned through District Officers.

The closing words of the report with regard to the Ahmadia sect are:

" The sect however emphatically repudiates the doctrine that the Mahdi of Islam will be a warrior and relies on the Sahih Bokhari, the most authentic of the traditions, which says " he shall wage no wars but discontinue war for the sake of religion.". In his voluminous writings the Mirza has combated the doctrine of Jehad, and the sect is thus opposed to the extreme section of the Ahl-i-Hadis." (Review of Religions. pp 83.84)

مباحثہ مدّ

۱۹۰۲ء میں مدّ نامی گاؤں میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا قادیانیوں سے ایک مباحثہ ہوا تھا جس کی روداد ہم کتاب ہذا کے حصہ دوم میں بیان کر چکے ہیں۔ جب قادیانی مناظرین مباحثے کے بعد قادیان پہنچے تو انہوں نے مباحثے کی روداد مرزا صاحب کے سامنے بیان کی۔ مرزا صاحب نے یہ روداد کئی روز تک قسطوں میں سنی اور اپنے مناظرین کو بتایا کہ انہوں نے کہاں کہاں غلطی کی ہے، اور انہیں دراصل کیا کرنا اور کیا کہنا چاہیے تھا۔ مرزا صاحب کے یہ نصائح بدر قادیان میں شائع ہوئے جہاں سے ہم مختصراً نقل کرتے ہیں۔

یکم نومبر (۱۹۰۲ء)... سید سرور شاہ اور عبداللہ کشمیری جو کہ موضع مد میں تبلیغ اور مباحثہ کے لئے تشریف لے گئے تھے بخیر و عافیت واپس آئے اور حضرت اقدس (مرزا) کی نیاز حاصل کی اور وہاں کے جلسہ مباحثہ کی مختصر تفصیل سنانے لگے۔ حضرت اقدس نے اختصار کے ساتھ ان تمام باتوں کا اعادہ کیا جو کہ آپ نے (گزشتہ) سیر میں فرمائی تھیں کہ مباحثہ میں ہماری جماعت کو کیا پہلو اختیار کرنا چاہیے پھر تمام کیفیت سننے کیلئے شام کا وقت مقرر ہوا۔...

بعد ادائے نماز مغرب حضرت اقدس نے جلوس فرماتے ہی حکم صادر فرمایا کہ مباحثہ موضع مد کی کاروائی سنائی جائے چنانچہ عبداللہ کشمیری صاحب اٹھ کر سنانے لگے۔ سب سے اول مرزا کو اس امر پر گراں افسوس ہوا کہ فریقین نے صرف بیس بیس منٹ اپنے اپنے دعاوی کے متعلق دلائل لکھنے کے لئے قبول کئے۔ مرزا نے فرمایا کہ ایسی صورت میں ہرگز مباحثہ قبول نہیں کرنا چاہیے تھا یہ تو ایک قسم کا خون کرنا ہے۔ جب ہم مدعی ہیں تو ہمیں اپنے دلائل کے واسطے تفصیل کی ضرورت ہے جو کہ وقت چاہتی ہے ..حضرت نے اس بات کو بالکل ناپسند فرمایا کہ وقت میں کیوں تنگی اختیار کی گئی۔

پھر عبداللہ کشمیری نے وہ تمام تحریریں پڑھ کر سنائیں۔ ہماری جماعت کی طرف سے مذکورہ بالا دو اصحاب تھے اور فریق مخالف کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب تھے۔ مباحثہ اس

طریق سے ہوا تھا کہ مصدق فریق نے وفات مسیح، نزول مسیح اور مرزا کے مسیح موعود ہونے کے دلائل اپنے ذمہ لئے تھے اور مکذب فریق نے اس کی تکذیب کے دلائل اپنے ذمہ لئے تھے۔ ہر ایک فریق ہر ایک امر پر بیس بیس منٹ تک لکھتا تھا اور سنا دیتا تھا۔ پھر ایک دوسرے کا دونوں جواب الجواب لکھتے تھے۔ بہرحال فریق مکذب نے اس مباحثہ میں قرآن کی طرف مطلق رجوع نہ کیا اور مصدق فریق نے جو جو معیار صداقت قرآن کریم پیش کئے تھے ان کا ان سے کوئی جواب بن نہ آیا۔ چنانچہ پریذیڈنٹ جلسہ نے اٹھ کر علانیہ بیان دیا کہ فلما توفیتنی کا جواب مولوی ثناء اللہ سے کوئی بن نہیں آیا ۔اس کی روئداد سننے پر حضرت پھر انہیں امور کا بار بار اعادہ فرماتے رہے جو کہ سیر میں مناظرہ اور مباحثہ کے متعلق فرماتے تھے تا کہ سامعین کے ذہن نشین وہ باتیں ہو جائیں ۔ پھر اس کے بعد نماز عشاء ادا کر کے حضرت تشریف لے گئے۔

۲ نومبر (۱۹۰۲ء) سیر کے بعد پھر اس مناظرہ پر حضور نے گفتگو شروع کی ..آپ نے فرمایا کہ آج کل ان مولویوں کا دستور ہے ہے کہ چالیس پچاس جھوٹ ایک دفعہ ہی بیان کر دیتے ہیں اب ان سب کا فیصلہ تین چار منٹ میں دوسرا فریق کس طرح کرے ..ایسے وقت میں یہ طریق اختیار کرنا چاہیے کہ ایک اعتراض چن لیویں اور اول اس پر فیصلہ کر کے پھر آگے چلے اور دوسرا لیوے۔ اول قواعد مقرر کئے جائیں یہ امر بھی دیکھا جائے کہ منہاج نبوت کو مانتا ہے کہ نہیں۔ اس نے بار بار آتھم کی پیش گوئی کا تکرار کیا کہ وہ پوری نہ ہوئی اگر منہاج نبوت کا فیصلہ اول کر لیا جاتا تو اس طرح کا دھوکہ کب دے سکتا تھا۔ یونس نبی کی پیش گوئی موجود تھی اس میں کوئی شرط بھی نہ تھی۔ درمنثور میں بھی حدیث ہے کہ یونس نے کہا لن ارجع کذابا یعنی میں جھوٹا کہلا کر واپس نہ جاؤنگا۔ دیکھو اس میں کوئی شرط نہ تھی وعید میں خدا کو حق لازم نہیں آتا کہ ضرور عذاب نازل کرے ....منہاج نبوت کو دیکھا جائے تو صریح نظر آتا ہے کہ انبیاؤں سے اجتہادوں میں غلطیاں ہوتی ہیں ....پیغمبر خدا نے حدیبیہ کا سفر کیا تو حضرت عمر کو ابتلاء آیا خود آنحضرت ﷺ کا اجتہاد اس طرف دلالت کرتا تھا کہ ہم فتح کرلیں گے مگر وہ اجتہاد صحیح نہ نکلا۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ نے سمجھا تھا کہ ہجرت یمامہ کی طرف ہوگی مگر یہ بات درست نہ نکلی کیونکہ یہ آپ کا اجتہاد تھا، خدا پر یہ امر لازم نہ تھا کہ ہر ایک باریک امر آپ کو بتلا دیوے۔ پس بحث مباحثہ میں اول مخالف سے منہاج نبوت قبول کروا کر اس کے دستخط کروا لینے چاہییں۔ پھر آتھم والی پیش گوئی کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں تو یہ

لکھا ہوا ہے بشرطیکہ اس کی طرف رجوع نہ کرے۔ یہ تو نہیں لکھا کہ بشرطیکہ مسلمان ہو جاوے۔...عوام الناس سے ہمیشہ موٹی موٹی باتیں کرنی چاہییں۔ خدا تعالی نے جو معجزت نبوت کی جز ور کھے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام فائدہ اٹھاویں کیونکہ خواص کے لئے معجزات کی ضرورت نہیں ہوتی ان کے لئے تو حقائق و معارف ہی کافی ہیں۔...

نماز مغرب کے بعد ..مباحثہ مدہ کے حسن و قبح پر تذکرہ کیا کہ یہ لوگ عوام کو بھڑ کانے کے واسطے عجیب عجیب حیلہ گھڑتے ہیں اور حق رسی سے ان کو کوئی کام نہیں ہوتا۔ ..(اڈیٹر کا کہنا ہے کہ). ہمیشہ مباحثہ میں اس امر کا خیال رکھیں کہ لوگوں کے فہم کے مطابق باتیں کریں جو لوگ باریک بین اور نکتہ رس نہیں ہوتے ان کے رو بر باریک در باریک حقائق اور معارف بیان کرنے گو یا دیدہ دانستہ مخالف کو ڈگری دینی ہوتی ہے۔

۳ نومبر (۱۹۰۲ء) صبح سیر میں ...آپ (مرزا) نے تذکرہ فرمایا کہ مباحثات میں ہمیشہ یہ امر مدنظر رکھنا چاہیے کہ فریق مخالف اپنی روباہ بازی سے سامعین کو دھوکہ نہ دے جائے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سامعین کے باطل عقائد کے مطابق یہ لوگ ہماری طرف سے ایسی باتیں انکو سناتے ہیں جن سے وہ لوگ معاً بھڑک جاویں اور برانگیخت ہو جاویں۔ ایسی صورت میں پھر خواہ ان کے آگے کچھ ہی کہو وہ لوگ ایک نہیں سنتے۔ ....ان ہمارے مخالفوں کو غلطیاں نکالنے کا کوئی حق نہیں پہونچتا جب تک وہ اپنا منصب عربی دانی کا ثابت نہ کریں تب تک ان کو غلطی نکالنے کا حق نہیں ہے۔ اعتراض کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اول زبان پر پورا احاطہ ہو اگر ان لوگوں کو عربی کا علم ہے تو ہم جو دس سال سے رسالہ لکھ لکھ کر مقابلہ پر بلا رہے ہیں انہوں نے آج تک دس سطریں ہی دکھائی ہوتیں ور نہ جہالت سے تکذیب کرنے سے کیا بنتا ہے۔ یہ خدا کی قدرت ہے کہ یہ لوگ بالمقابل لکھ نہیں سکتے ورنہ املاء کیا مشکل امر ہے مگر ہمارے مقابلہ میں خدا نے ان کی زبانوں کو بند کر دیا ہے۔...

ظہر کے بعد تھوڑی دیر مجلس کی مدّ کے مباحثہ کا ذکر ہوتا رہا کہ درحقیقت تو ہم نے فتح پالی ہے صرف اتنی بات ہے کہ وہ دیہات کے لوگ تھے ان کو باریک باتوں کی سمجھ نہیں آئی مجھے خوشبو آتی ہے کہ آخر کار فتح ہماری ہے۔ دسمبر (۱۹۰۲ء) کے آخر تک جو نشان ظاہر ہونے والے ہیں شاید یہ بھی ان میں سے ایک عظیم الشان نشان ہو جاوے یہ اللہ تعالی کی عادت ہے جیسے فرمایا و العاقبۃ للمتّقین آنخضرت ﷺ کو بھی ۱۳ برس تک مکروہات ہی پہونچتے رہے۔...

عصر کے بعد بھی حضرت اقدس تشریف لا کر پھر مباحثہ کے متعلق ذکر کرتے رہے۔ ...
مغرب وعشاء کے بعد پھر مرزا، مدّہ کے مباحثہ کا ذکر کرتے رہے۔.. پھر فرمایا کہ اس دن ہم نے مناسب سمجھا تھا کہ یہ مباحثہ کی کاروائی الحکم وغیرہ میں نہ چھپے مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا...

۵ نومبر (۱۹۰۲ء)...محمد یوسف اپیل نویس نے بیان کیا کہ حضور موضع مدہ کے مباحثہ میں ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا تھا کہ مرزا صاحب تمہاری آنکھ کیوں نہیں اچھی کر دیتے۔ مرزا نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک اندھا تھا جیسے کہ لکھا ہے عبس و تولی ان جاء ہ الاعمی، وہ کیوں نہ اچھا ہوا حالانکہ آپ تو افضل الرسل تھے۔ اور بھی اندھے تھے۔ (مثیل مسیح ہونے کا دعوی مرزا کا تھا، آنحضرت ﷺ کا نہیں۔ اور پھر ایسے معجزے کی آنحضرت ﷺ سے درخواست ہی نہیں کی گئی تھی۔ درخواست ہوتی تو شائد اللہ تعالی اپنے حبیب کے ہاتھ سے یہ معجزہ صادر کروا دیتا۔ بہاء) ... مباحثہ کے ذکر پر فرمایا کہ شریر آدمیوں کا کام ہے کہ آنکھ کان ناک اور ٹانگ وغیرہ کاٹ کر پھر کلام کو ایک مسخ شدہ صورت میں پیش کرتے ہیں یہ مباحثہ بھی ہمارے لئے ایک فتح حدیبیہ کی صلح کی طرح کسی فتح کی بنیاد نظر آتا ہے۔ (بدر ۱۳ شعبان ۱۳۲۰ھ۔ ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

اوپر کی روداد مرزائی روایات سے مرزائی اخبار سے نقل ہوئی ہے اور اس میں صاف نظر آرہا ہے کہ قادیانیوں کو شکست ہوئی ہے اور مرزا صاحب اپنے مناظرین کو بتا رہے ہیں کہ انہیں شکست کیوں ہوئی ہے۔ اور انہیں بعد وقوعہ تنبیہ کر رہے ہے کہ تم یوں نہ کرتے، بلکہ یوں کرتے۔ یہ بات نہ کرتے، بلکہ یہ بات کہتے۔ فلاں بات کو یوں نہ کہتے بلکہ یوں کہتے۔ اور (اس شکست پر) گھبراؤ نہیں آخری فتح ہماری ہی ہے۔

شحنہ ہند قادیانیوں کی نظر میں

شحنہ ہند میرٹھ میں رد قادیانیت پر اہل علم کی نگارشات شائع ہوتی رہتی تھیں، اور اس کا حلقہ اشاعت کافی وسیع تھا۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین بڑے جاندار اور مؤثر ہوتے تھے اور قادیانیوں کیلئے پریشانی کا موجب۔ بدر میں مرزا صاحب کی ایک مجلس کی روداد میں لکھا ہے:

خواجہ کمال الدین صاحب بی اے پلیڈر پشاور سے کوہاٹ ہوتے ہوئے تشریف لائے اور نماز مغرب سے پیشتر مسجد میں حضرت اقدس (مرزا) سے نیاز حاصل کی۔ خواجہ صاحب نے پشاور اور کوہاٹ کا ذکر سنایا کہ وہاں پر اکثر اشتہارات جو کہ ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ میں حضور کی مخالفت میں شائع ہوتے ہیں اس نظر سے پڑھے جاتے ہیں کہ گویا وہ حضور کے اشتہارات ہیں۔ اسی مغالطہ سے سرحد کے لوگوں کے دلوں میں آپ کی طرف سے یہ خیالات ذہن نشین ہیں کہ نعوذ باللہ جناب نے روزے اپنے خدام کو معاف کر دیئے ہیں اور نبی کریم کی ہتک کی ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہ ایک جھوٹا نبی تھا میں اس سے افضل ہوں۔

یہ اشتہارات اس وضع اور عنوان سے لکھے ہوئے ہیں کہ عوام الناس کو دھوکہ لگتا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ کشتی نوح وہاں کثرت سے تقسیم کر دی جائے یہی کافی ہے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ ایک ذی وجاہت شخص کو میں نے دیکھا ہے کہ اس نے اسے پڑھ کر کہا کہ کتاب تو عمدہ ہے اگر آخر میں مکان کے چندہ کا ذکر نہ ہوتا۔ میں نے اسے جواب دیا کہ کیا تم سے بھی مرزا نے مانگا ہے یا تم نے دیا ہے۔ مرزا صاحب نے تو ان لوگوں کو مخاطب کیا ہے جو ان سے تعلق ابنیت کا رکھتے ہیں۔ باپ اپنے بیٹوں سے دو ہزار اس لئے طلب کرے کہ اسے ایک مکان بنانا ہے تو کیا یہ فعل اس کا قابل اعتراض ہوگا۔ اسپر وہ خاموش ہوگیا۔ پھر میں نے کہا کہ ہاں انجمن حمایت اسلام کا حق نہیں ہے کہ وہ اس طرح طلب کرے کیونکہ اس کا تعلق اپنے ممبروں سے وہ نہیں ہے جو کہ مرزا صاحب کا اپنے خدام سے ہے۔ (اور یہی خواجہ کمال الدین ہیں جنہیں مرزا صاحب کے چندہ مانگنے پر قادیانی جماعت سے اختلافات ہوئے تھے اور خود مرزا صاحب کے سامنے بھی انہوں نے اختلاف کا اظہار کیا تھا بلکہ بقول مرزا محمود، مرزا صاحب کی زندگی کے آخری روز موت سے چند گھنٹے پہلے انہوں نے مرزا

کے سامنے مالی معاملات میں بے ضابطگی ہی کا اعتراض کیا تھا جس پر مرزا لال پیلے ہوکر لاہور میں اپنے زنان خانہ میں جا گھسے تھے۔ بہاء)۔(بدر قادیان ۳۰ شعبان ۱۳۲۰ھ۔بدر قادیان ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

☆ ۱۳ نومبر ۱۹۰۲ء۔ پھر وہابیوں کا ذکر چل پڑا۔اڈیٹر الحکم نے بتایا کہ شحنہ ہند نے وہابی لفظ پر محمد حسین بٹالوی کے برخلاف بہت کچھ لکھا ہے۔مرزا نے ان وہابیوں نے اخلاق وآداب رسول پر ایک ذکر اپنا سنایا کہ ایک دفعہ جب آپ امرتسر میں تھے تو غزنوی گروہ کے چند مولویوں نے آپ کو چائے دی۔ چونکہ حضرت اقدس کے داہنے ہاتھ میں بچپن سے ضرب آئی ہوئی ہے اور ہڈی کو صدمہ پہنچا ہوا ہے، آپ نے بائیں ہاتھ سے پیالی لی تو اس پر غزنوی صاحبان نے فوراً بلا وجہ دریافت کئے کہنا شروع کیا کہ خلاف سنت ہے۔آپ نے ان کو سمجھایا کہ آداب اور روحانیت بھی سنت ہے۔ پھر ان کو اصل وجہ بتلا دی گئی۔..فرمایا میرا دل ان لوگوں (وہابیوں) سے کبھی راضی نہیں ہوا اور مجھے یہ خواہش کبھی نہیں ہوتی کہ مجھے وہابی کہا جاوے اور میرا نام کسی کتاب میں وہابی نہ نکلے گا میں ان کی مجلسوں میں بیٹھتا رہا ہوں ہمیشہ لفاظی کی بو آتی رہی ہے یہی معلوم ہوا کہ ان میں نرا چھلکا ہے مغز بالکل نہیں ہے۔محمد حسین نے خود حدیث کی نسبت اپنے اشاعۃ السنہ میں یہ بات لکھی ہے کہ ایک صاحب الہام یا اہل کشف صحیح حدیث کو ضعیف یا ضعیف کو صحیح قرار دے سکتا ہے کیونکہ وہ کشفی حالت میں آنحضرت ﷺ سے اس کی تصحیح کرا لیتا ہے۔تاہم میں نے یہ التزام رکھا ہے کہ میں اپنے کشوف والہامات پر تحمل نہیں کرتا جب تک کہ قرآن اور سنت اور صحیح حدیث اس کے ساتھ نہ ہو۔محمد حسین سے پوچھا جاوے کہ جب عبداللہ غزنوی احادیث میں اس طرح دخل دے سکتے تھے تو پھر حکم نے کیا گناہ کیا ہے کہ اسے ہر ایک رطب و یابس ماننے پر مجبور کیا جاتا ہے (عبداللہ غزنوی کو تو دوسروں کے علاوہ خود تم بھی ولی اللہ اور صاحب الہام مانتے ہو، لیکن تمہیں مرزائیوں کے سوا اور کون ملہم اور حکم مانتا ہے کہ تمہیں محمد حسین کی اس بات سے کوئی فائدہ پہنچ سکے؟ بہاء) شحنہ ہند نے جو مخالفت محمد حسین کی ہے اس پر فرمایا کہ جو لوگ نفسانی اغراض کے پرستار ہوتے ہیں ان میں دوستی نہیں ہوتی۔ اگر ہو تو جلد جاتی رہتی ہے۔خدا کے واسطے دوستی ہو، تو وہ ذات پاک قدوس ہے وہی دلوں میں پاکیزگی بھرتا ہے اور سینوں کو کدورتوں سے صاف کرتا ہے (پھر لاہوری، قادیانیوں کے کیوں مخالف ہوئے؟ بہا)۔ (بدر، قادیان ۔ ۲۰ شعبان ۱۳۲۰ھ)

فاضل امروہی کے کلام میں تناقض

مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

مولوی محمد احسن امروہی صاحب کا رقیمۃ الوداد ۲۴۔ اگست ۱۹۰۳ء کے الحکم میں چھپا ہے جو کسی سائل کے خط کے جواب میں ہے جس نے چند سوالات کئے تھے۔ اپنے موعود کے دعووں کے ثبوت میں آپ فرماتے ہیں:

> اگر یہ پیشگوئیاں مخبر صادق ﷺ کی جس کا مصداق یہ مسیح موعود ہے نہ بھی ہوں تب بھی یہ مجدد اسلام اپنی ذات میں ایک ایسا مجمع نشانوں الٰہی کا ہے جس کی تصدیق کے لئے قرآن و حدیث ہم کو مجبور کر رہے ہیں۔

مولانا احمد حسن فرماتے ہیں: اول تو لفظ اگر سے جو حرف شرط اور تشکیک پیدا کرنے والا ہے، یہ نکلتا ہے کہ مسیح موعو کی نسبت آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیاں قطعی اور یقینی نہیں ہیں۔ اس صورت میں موعود موعود نہ رہا، حالانکہ وہ حدیثوں ہی کو اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کرتا ہے مثلاً انّ اللّٰہ یبعث لھذہ الامّۃ علی رأس کلّ مأۃ من یّجدد لھا دینھا۔ اگرچہ یہ اس پر منطبق نہ ہو کیونکہ اس صورت میں آنحضرت ﷺ کی وفات سے لے کر اب تک ۱۳ مجدد ہونے چاہییں جنھوں نے نبی، مہدی مسعود، مسیح موعود، امام الزمان، خاتم الخلفاء ہونے کا دعوی کیا ہو کیونکہ آپ کے نزدیک مجدد تو وہی ہے جو مذکورہ بالا صفات کا مجموعہ ہو۔ اور اگر آپ تاویل سے ثابت کریں کہ ۱۲ مجدد تو اس شان کے نہ تھے بلکہ مرزا جی سے گھٹیل تھے۔ اول تو حدیث میں نہیں لکھا کہ وہ مجددین مراتب میں ناقص اور یہ کامل ہونگے، یعنی ۱۲ مجدد تو ناقص اور تیرھواں مجدد سب سے اکمل اور خاتم الخلفاء ہوگا۔ اور اس صورت میں خود ۱۲ مجددوں ہی کی نفی ہوتی ہے کیونکہ ناقص فی الکمال یا فی الدین ہرگز مجدد نہیں ہوسکتا۔ پھر خدا کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے کامل دین کے لئے ناقص مجدد بھیجتا، سب کو کامل ہی بنا کر کیوں نہ بھیجا۔ اور اگر مولوی محمد احسن یہ کہیں کہ سب کامل تھے اور قیامت تک کامل ہی مجدد پیدا ہوں گے تو مرزا جی کی کوئی خصوصیت نہ رہی اور دعوی خاتمیت خلفاء بھی باطل ہو

گیا کیونکہ آپ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ حدیث: من یجدد لھا دینھا کا وہی مجدد ہوگا خواہ خلیفہ اول صدیق اکبر ہوں یا مسیح موعود خاتم الخلفاء ومہدی مسعود ہو، لیکن صدیق اکبر تو خاتم الخلفاء نہ تھے، ورنہ مرزا جی خاتم الخلفاء ہرگز نہ ہوتے۔ اور اگر یہ کہو کہ مرزا جی حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے افضل ہیں کیونکہ وہ خلیفہ اول تھے اور مرزا جی خلیفہ آخر اور خاتم الخلفاء ہیں تو اب قیامت تک کسی اور مجدد کی بعثت نہ ہونی چاہیے جو حدیث مذکور کے منطوق واجب الوثوق کے بالکل خلاف ہے کیونکہ حدیث میں علی رأس کلّ مأۃ وارد ہے یعنی ہر صدی کے شروع میں ایک مجدد ہوگا۔ یہ نہیں لکھا کہ چودھویں صدی کے شروع میں جو مجدد پیدا ہوگا وہ خاتم المجددین ہوگا۔

آگے چل کر آپ (محمد احسن) دفع دخل کے لئے فرماتے ہیں:

ہاں یہ مجددین سب کے سب یکساں اور متساوی فی الدرجہ نہیں ہیں بلکہ بحکم تلک الرّسل فضّلنا بعضھم علی بعض۔ امت محمدیہ میں بھی یہ حکم فضیلت جاری ونافذ ہے۔

یہاں رسولوں کی فضیلت کا ذکر ہے نہ کہ مجددوں کی فضیلت کا تاکہ حدیث مذکور سے مطابقت ہو۔ اگر آپ وہی گنجی اور لنگڑی تاویل کریں کہ تمام مجدد رسول ہیں تو یہ آیت خاتم النبیین کا انکار ہے گو آپ کو اس کی کچھ پرواہ نہ ہو اور دائرہ اسلام سے خارج ہونا پڑے۔ اگر مجدد سے مراد نبی ہوتی تو یہ حدیث اس طرح وارد ہوتی:

انّ اللّٰہ یبعث لھذہ الامّۃ علی رأس کلّ مأۃ نبیّاً یجدد لھا دینھا

آپ کا یہ فرمانا کہ سب مجدد یکساں اور متساوی فی الدرجہ نہیں اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ مرزا جی سب سے افضل ہیں اور رسولوں سے بھی افضل ہیں کیونکہ آیت تلک الرّسل فضّلنا .... کا پیش کرنا اسی غرض سے ہے۔ اس سے آپ کا اور تمام مرزائیوں کا عقیدہ اچھی طرح کھل گیا خواہ آپ اپنے عقیدہ پر کیسا ہی پردہ ڈالیں۔ (شحنہ ہند ضمیمہ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۲۔۳)

لم یبق من النّبوّۃ الّا المبشّرات

مولانا احمد حسن شوکت میرٹھی لکھتے ہیں:

محمد احسن امروہی نے الحکم (قادیان) میں شائع ہونے والے اپنے ایک طویل مضمون میں آیات واحادیث ختم رسالت کی تاویل کر کے مرزا جی کی نبوت ثابت کی ہے۔ اور ضدین اور نقیضین کو جمع کر کے دیا ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ خاتم النبیین بھی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد دیگر انبیاء بھی آتے رہیں گے۔ یعنی آپ خاتم النبیین ہیں بھی اور نہیں بھی۔ آپ نے تکملہ مجمع البحار سے حضرت عائشہؓ کا قول اور مذہب یوں نقل کیا ہے۔ عن عائشہ قولوا انّہ خاتم الانبیاء و لا تقولوا لا نبیّ بعدہ۔ (یعنی یہ تو کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا)۔ اگر یہ قول بالفرض حضرت عائشہ کا ہے تو آنحضرت ﷺ کی ان احادیث کا معارض نہیں ہوسکتا جو صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی فضیلت کے باب میں آپ ﷺ نے فرمائی ہیں کہ میرے بعد نبی ہوتے تو فلاں فلاں ہوتے۔ امروہی صاحب فرمائیں کیا حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث آنحضرت ﷺ کے چند ارشادات کی ناسخ ہے؟

آنحضرت ﷺ نے حضرت امیر المؤمنین علیؓ کی نسبت فرمایا انت منّی بمنزلۃ ھارون من مّوسی الّا انّہ لا نبیّ بعدی (یعنی تجھ کو مجھ سے ایسی نسبت ہے جیسے ہارون کو موسیٰ سے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔ لا نبیّ میں نکرہ تحت النفی ایسا ہی ہے جیسا لا الہ میں یعنی بجز خدا تعالیٰ کے کوئی سچا یا جھوٹا معبود موجود نہیں۔

خلفاء اور صحابہ میں سے تو کبھی کسی نے اپنی نبوت کا دعویٰ نہ کیا۔ نہ ایسی تاویلیں چھانٹیں جیسے مرزا اور ان کے حواری چھانٹتے ہیں۔ (شحنہ ہند ضمیمہ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۷۔۸)

معلوم نہیں امروہی صاحب کیوں تاویل کا لٹھ لے کر اپنے بروزی نبی کی نبوت کے پیچھے پڑے ہیں کیونکہ آیات کلام مجید جو مکرر اب (مرزا پر) بطور وحی نازل ہوتی ہیں مثلاً

ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدی۔ اور یاتی من بعدی اسمہ احمد،

ان سے مرزا جی کے نبی کامل اور رسول برحق ہونے میں امروہی صاحب کو کیوں شک ہے؟ کیا وجہ ہے کہ وہ قرآن کو چھوڑ کر حدیثوں کوٹٹو لتے ہیں اور ان کی تاویل کرتے ہیں کہ مبشرات سے نبوۃ نکال کر مرزا کی نبوت نکالنے کیلئے گدی کے پیچھے ہاتھ لے جا کر ناک پکڑتے ہیں۔

قرآن تو قطعی اور یقینی وحی ہے۔ جب وحی پر ایمان نہیں تو اپنے بروزی نبی (مرزا) کی نبوت پر ہی ایمان نہیں۔ پس امروہی صاحب آپ اپنی تکفیر کرتے ہیں۔

وہ کیوں شور مچاتے ہیں کہ آنخضرت ﷺ نبی کامل تھے اور ہمارا بروزی نبی ناقص ہے، ناقص ہے ناقص ہے، جب کہ نبی کیلئے ایک ہی قرآنی وحی موجود ہے۔ بھلا خدا تعالی جس کی شان میں یہ قطعی وحی نازل کرے کہ ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدی ، تو وہ کیونکر نبی ناقص ہوسکتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک ہی وحی پیغمبر عرب وعجم ﷺ کو تو کامل نبی بنائے اور وہی وحی جب کسی اور پر نازل ہو تو اسے ناقص نبی بنائے۔ کیا قرآنی وحی کی دو قسمیں ہیں، ایک ناقص دوسری کامل۔

پھر وہی ایک آیت جب آنخضرت ﷺ پر نازل ہوئی تھی تو کامل تھی اور مرزا جی پر نازل ہوئی تو ناقص ہوگئی۔ اس حماقت آمیز تعارض کا کون جواب دہ ہے۔ اگر امروہی یا انکا کوئی پیر بھائی بلکہ خود مرزا جی اس اعتراض کا جواب دیں تو ہم دوسو روپیہ دینے کو تیار ہیں۔

بحث اس میں تھی کہ امروہی صاحب نے حدیث مندرجہ عنوان پیش کر کے مبشرات سے نبوت تراشی ہے اور استثناء متصل ومنقطع پر بحث کی ہے حالانکہ آپ دونوں سے نابلد ہیں جیسا کہ ہم ثابت کر دیں گے۔ استثناء متصل تو اس لئے نہیں کہ نبوت اور شئی ہے اور مبشرات اور شئی۔ ورنہ استثناء الشّئی عن نفسہ لازم آئے گا یعنی یہ معنی ہونگے کہ لم یبق من النّبوّۃ الّا النّبوّۃ ، حالانکہ امروہی صاحب نے استثناء متصل ہی بنایا ہے۔ اور منقطع مانا جائے گا تو امروہی کو اپنے ہاتھوں اپنا تھوکا چاٹنا پڑے گا کیونکہ مبشرات نبوت کی جنس نہ ٹھہرے گی۔ بھلا جب ہم یہ فقرہ موزوں کریں کہ لم یبق من النّاس فی القادیان الّا الحمر، تو کیا یہ معنی ہوں گے کہ آدمیوں میں سے قادیان میں کوئی باقی نہ رہا مگر گدھے رہ گئے، یا یہ معنی ہونگے کہ نہ قادیان میں آدمی رہے نہ گدھے۔ دونوں معنی میں سے کوئی معنی قبول کر کے اطلاع دیجئے تاکہ ہم بحث کریں کہ یہاں استثناء متصل ہے یا منقطع۔

اگر امروہی نے کتاب شرح ملاں کسی استاد سے پڑھی ہوتی تو ضرور سمجھ جاتے کہ لا الہ الّا اللّہ میں نہ استثناء متصل ہے نہ منقطع، بلکہ الا صفت کا بمعنی غیر ہے۔ یہی ترکیب حدیث بالا کی

ہے۔ یعنی نبوت میں سے کوئی شئی جو ان احکام کے سوا ہو جن میں مومنوں کو جنت الخلد اور عیش دوام کی بشارتیں دی گئیں باقی نہیں رہی ۔ یہ معنی اس صورت میں ہونگے جبکہ مبشرات اسم مفعول جمع مؤنث سالم ہو، اور اگر اسم فاعل مراد لیا جائے گا تو یہ معنی ہونگے کہ نبوت میں سے کوئی شئے بجز قرآن وحدیث کے احکام ونصوص کے باقی نہیں رہی جو اعمال صالحہ پر مومنین متقین کو نعیم جنت کی بشارت دینے والے ہیں۔ کس کا رؤیا صالحہ اور کہاں کی پیش گوئیاں اور الہامات جن کی آڑ میں ہر ایک مکار معلن یا غیر معلن فاجر و فاسق کہہ سکتا ہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ مجھے حمل ہے اور اس حمل سے ہاتھی کا پاٹھا لمبی سونڈ نکالے پیدا ہوا اور منفذ ومبرز حمل ویسا ہی تنگ اور غیر وسیع ہے جیسا پہلے تھا۔ اور ایک سادھو بچہ پیشینگوئی کرسکتا ہے کہ مجھ پر فلاں شخص کے مرنے کا الہام ہوا ہے۔ یا جب ملک میں وبا پھیلے تو وہ یاد دلائے کہ مجھ پر تو پہلے ہی انکشاف ہو چکا ہے کہ جو لوگ مجھے نہ مانیں گے ضرور وبا سے ہلاک ہوں گے۔

ہر ایک مومن کا اس امر پر یقین و اعتقاد ہے کہ قرآن وحدیث سے بڑھ کر کوئی بشارت دینے والا نہیں۔ خواہ ولی ہو خواہ قطب ہو یا غوث ہو، جو مرزا جی کے نزدیک انبیاء ناقص میں داخل ہیں کیونکہ کامل نبوت ان کے نزدیک بھی ختم ہو چکی ہے۔

حدیث سے ختم نبوت کی جانب اشارہ ہے نہ کہ بقاء نبوت کی جانب۔ یعنی نبوت باقی نہیں رہی صرف آیات واحادیث باقی رہ گئیں جو مومنوں کو بشارت دینے والی ہیں۔

ذرا یہ بھی غور سے دیکھنا چاہیے کہ حدیث میں لفظ نبوت وارد ہوا ہے یعنی یوں نہیں فرمایا کہ لم یبق من الانبیاء الا المبشّرون ۔ لفظ انبیاء اور نبوت میں بہت فرق ہے۔ نبوت کے لفظ سے مرزا جی کا تھم اکھڑتا ہے، ہاں نبوت وابوت کا منارہ ضرور نصب ہوتا ہے۔ پھر اس حدیث میں المبشّرات صفت ہے جس کا موصوف مقدر ہے۔ ہم نے تو موصوف بیان کردیا یعنی آیات المبشرات یا الاحکام المبشرات۔ ذرا امروہی صاحب بھی اپنے دعوی کے موافق موصوف بیان کریں خدا نے چاہا تو بھاگتے راہ نہ ملے گی۔

(شحنۂ ہند ضمیمہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۳ تا ۴)

اتّبعوا السّواد الاعظم

مولانا احمد حسن شوکت میرٹھی لکھتے ہیں:

الحکم (قادیان) ۱۷۔۲۴ نومبر ۱۹۰۳ء میں ایک سوال و جواب متعلق حدیث مندرجہ عنوان نظر سے گزرا۔ سوال کا مطلب یہ ہے کہ جب مرزائی جماعت قلیل ہے تو کیوں اس کا اتباع کیا جائے؟ محمد احسن امروہی صاحب نے اس کا جو کچھ جواب دیا ہے اگر کوئی کچھ بھی عقل و شعور رکھتا ہے تو خوب ہنسے گا۔ امروہی صاحب بایں دعوی ہمہ دانی و شملہ بمقدار علم مقولہ کیف و کم کی ماہیت سے بھی ناواقف ہیں۔ حدیث میں اتّبعوا السّواد الاکثر وارد نہیں ہوا بلکہ اتّبعوا السّواد الاعظم وارد ہوا ہے۔ عظمت مقولہ کیف سے ہے اور کثرت مقولہ کم سے۔ پس امروہی صاحب کا آیات و قلیل مّا ھم، اور قلیل مّن عبادی الشّکور پیش کرنا صاف بتا رہا ہے کہ آپ قلت و کثرت کے تقابل سے بھی محض نا آشنا ہیں۔ یعنی قلت کی سند اس وقت صحیح ہوتی جب کہ حدیث مندرجہ بالا میں لفظ اکثر ہوتا جو کثرت سے مشتق ہے۔ پس جیسا سوال ویسا ہی جواب۔

السواد الاعظم سے مراد اعظم درجۃً عند اللّٰہ ہے جو کیفاً ہے نہ کہ کماً۔ اور وہ کون ہیں، صحابہ اور تابعین اور جمہور مجتہدین محدثین مفسرین متبعین کتاب وسنت۔ مگر امروہی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ جماعت مرزائیہ ہے جو متبع کتاب وسنت ہے۔ سبحان اللہ! کیا کہنا ہے۔ گویا تیرہ سو سال تک یہ حدیث معلق رہی اور یہ معنی ہوئے کہ تیرہ سو برس کے بعد جب موضع قادیان میں ایک مدعی نبوت پیدا ہو، تو اس کی امت کے سواد اعظم کا اتباع کرو۔ اور ۱۳ سو برس تک جتنے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور جمہور علماء اسلام گزرے، سب گمراہ اور من شذّ شذّ فی النّار میں داخل ہیں۔ الامان من ھذا البھتان۔

پھر آنحضرت ﷺ نے ایسا حکم دیا جس کی تعمیل تکلیف ما لا یطاق تھی۔ کیا معنی کہ حکم تو دیا آج اور تعمیل ۱۳ سو برس بعد۔ موجود اور معدوم سب اس حکم کی تعمیل سے آزاد اور کورے رہے۔

امروہی صاحب کا مطلب شاید یہ ہو کہ جس طرح صحابہ اور تابعین کتاب وسنت کے متبع

تھے مرزائی جماعت بھی ویسی ہی متبع ہے، تو ہم پوچھتے ہیں کہ صحابہ اور تابعین میں سے کس نے تصویریں بنا کر فروخت کیں اور کرائیں، اور کس نے گھروں میں تصویریں رکھنے اور ان کی عظمت کرنے کی ہدایت کی۔ کس نے دعوی نبوت کیا اور کس نے تصویر کو ابلاغ و تبلیغ کا آلہ بنایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ تو فرما دیا لا تقولوا لا نبیّ بعدہ مگر ۱۳ سو برس تک ایک بھی نبی پیدا نہ ہوا۔ نہ صحابہ اور تابعین اور اولیاء اللہ میں کسی نے نبوت کا دعوی کیا، پھر حضرت عائشہ کی حدیث نے کیا فائدہ دیا۔ اب فرمایئے اس صورت میں مرزائی جماعت کیونکر مثل صحابہ و تابعین متبع کتاب وسنت ہوئی۔ صحابہ و تابعین میں سے کس نے اپنے قصبہ کو مکہ اور مدینہ قرار دے کر حج کا فرض ساقط کرایا۔ کس نے پیش گوئیاں کیں، کس نے غیب دانی کا دعوی کیا۔ خود آنحضرت ﷺ نے بھی کبھی ایسا دعوی نہیں کیا کہ مجھ پر اس لئے ایمان لاؤ کہ میں غیب دان ہوں اور لوگوں کی موت کی پیش گوئی کرتا ہوں بلکہ غضبناک ہو کر خود ان کو مارتا اور جلاتا ہوں۔

فرمایئے آپ کی جماعت کیونکر متبع کتاب وسنت اور صحابہ اور تابعین کے سواد اعظم میں داخل ہوئی۔ خاتم النبیین کے یہ معنی کس نے کیے کہ نبوت کاملہ تو ختم ہوگئی مگر نبوت ناقصہ کا وجود تا قیامت باقی ہے اور مسلمان نبوت کاملہ کو چھوڑ کر نبوت ناقصہ پر ایمان لائیں۔ شرم نہیں آتی کہ اپنے کو ناقص اور اسفل بھی بتاتے ہیں اور مسلمانوں کو اس پر ایمان لانے کا جنرل آرڈر بھی سناتے ہیں۔

اتباع کتاب وسنت کے دعوی کی یوں درگت ہو رہی ہے کہ عیسی کو قرآن کی رو سے مارا تو جاتا ہے مگر قرآن سے موعود مسیح کا آنا ثابت نہیں کیا جاتا۔ صحیح حدیثیں جو بروزی نبوت کے خلاف ہیں (آپ کے نزدیک) بالکل منسوخ ہیں اور کسی طرح قابل احتجاج نہیں۔ ضعیف بلکہ موضوع حدیثیں اور عمرو زید کے اقوال جو (آپ کے) بروزی مطلب کے موافق ہیں سب صحیح۔ اور آیات کلام الہی کی تاویل بلکہ ایک معنی سے تنسیخ۔ قرآن میں تو بت پرستی اور شرک کی ممانعت ہے، تصویر پرستی کی ممانعت کہاں ہے۔۔۔ بات یہ ہے کہ جو آیتیں اور حدیثیں (آپ کے) مطلب کے موافق ہیں وہ واجب العمل اور باقی منسوخ۔

دجالون ثلاثون والی حدیث بھی غت ربود۔ ان کا کبھی ذکر نہیں اور کیوں ہو وہ مرزا جی کے ہم جنس بھی ہیں۔ ۳۰ دجالوں میں سے اب تک ایک بھی نہیں آیا اور مہدی اور مسیح آ کودے۔ دجال تو یہی انگریزی ریلیں ہیں جن کے فنا کرنے کو مرزا جی آئے ہیں۔ دجال تو قیامت تک نہ آئیں ہاں نبی آتے رہیں گے۔ حدیثوں کا یہی مطلب ہے اور اسی کا نام عمل بالسنہ ہے۔ مرزا جی

دجالوں (جھوٹے مسیحوں اور مہدیوں) کی تکذیب کریں تو خود بھی کاذب بن جائیں کیونکہ کوئی دلیل اس پر قائم نہیں کر سکتے کہ وہ بھی ان کی طرح جھوٹے نہیں۔ پس ان کا ذکر شربت کے گھونٹ کی طرح پی جاتے ہیں۔

مرزا جی گذشتہ دجالوں کو تو کیا جھوٹا کرینگے اپنے ہم عصروں اور ہم پیشوں، ہم کرتبوں، مسٹر پکٹ اور ڈاکٹر ڈوئی ہی کو جھوٹا ثابت کر دیں۔

ابوبکر صدیقؓ، عمرؓ بن الخطاب، علی مرتضیٰؓ، ان میں سے کوئی نبی نہ ہو اور مرزا جی تیرہ سو برس کے بعد نبی بن کر خروج کریں۔ حضرت عائشہ چیخیں اور غل مچائیں مگر کوئی ان کا حکم نہ مانے اور نبوت کا خلعت نہ پہنے حالانکہ نبوت کسے بری لگے۔ اس میں دنیا کی بہاریں ہیں، مزے ہیں، روغن بادام اور زعفران میں دم کئے ہوئے پلاؤ سقنقوری اور جند بیدستری مقوی اور مبہی معجونیں ہیں، شہوات ولذات کے سمندر میں جہاز رانی ہے۔ بروزی نبی کے سوا یہ کسے نصیب اور کس کی ایسی قسمت؟ مگر بچہ جی دنیا میں تو جو چاہو کر لو، نبی بن جاؤ، امام الزمان بن جاؤ، کوہ الوند سے بھی بلند تر منارہ بنا لو لیکن چند ہی روز میں دیکھنا کیا ہوتا ہے

پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت　　چغد نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۱ تا ۳)

شھادۃ القرآن

باعلی النداء بانّ المسیح رفع حیّاً الی السّماءِ

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کی ردقادیانیت میں مشہور کتاب شہادت القرآن کا پہلا حصہ رجب ۱۳۲۱ھ میں مرزا غلام احمد کی قادیانی کی زندگی میں طبع ہوا۔(دوسری مرتبہ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق فروری ۱۹۱۲ء میں طبع ہوا اور تیسری مرتبہ ذی قعد ۱۳۴۶ھ مطابق مئی ۱۹۲۸ء میں۔ اور طبع سوم کے ایک نسخہ میں طبع چہارم کے لئے مصنف نے جگہ جگہ ضروری اضافے فرمائے اور اس تحریر پر ۲۸ جنوری ۱۹۵۰ء مطابق ۹ ربیع الآخر ۱۳۶۹ھ کی تاریخ درج فرمائی)۔اور شہادۃ القرآن کا دوسرا حصہ (جس میں مرزا صاحب کے دلائل وفات مسیح کا جواب ہے)۔ مرزا صاحب کی زندگی میں رمضان ۱۳۲۳ھ میں طبع ہوا (دوسری بار باہتمام مولانا ثناء اللہ ذی الحج ۱۳۴۰ھ مطابق اگست ۱۹۲۲ء میں طبع ہوا)۔مرزا صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ، مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بمقام لاہور فوت ہوئے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں شہادۃ القرآن کا جواب لکھنے کیلئے کئی سال کی مہلت ملی لیکن نہ تو جناب مرزا صاحب آنجہانی کو ہمت ہوئی اور نہ ان کی زندگی میں ان کی جماعت کے کسی واقعی عالم یا مدعی علم کو جرأت ہوئی۔

مولانا میرؒ بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب کی وفات کے کئی ماہ ان کے ایک حواری مولوی ظہورالدین اکمل نے اس کے پہلے باب کا جواب بنام شہادت الفرقان چھپوایا۔لیکن حقیقت میں وہ شہادت القرآن کا جواب نہیں ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔اول یہ کہ مولوی اکمل شہادۃ القرآن کے مطالب عالیہ اور لطائف علمیہ کو سمجھ نہیں سکے۔ بلکہ جن امور کو بالتصریح بیان کیا گیا ہے ان کو بھی خیال میں نہیں رکھ سکے، بلکہ جو باتیں ان کی جماعت اور خود مرزا صاحب اس سے قبل مسئلہ حیات و مماۃ حضرت مسیح کے متعلق بیان کیا کرتے تھے، وہی دہرا دی ہیں۔ حالانکہ شہادت القرآن میں ان عذرات کی تردید صراحۃً یا اشارۃً موجود ہے۔اسلئے جواب الجواب کیلئے شہادت القرآن سے باہر

نہیں جانا پڑا۔ اور موقع بموقع اکمل کا جواب خاص شہادت القرآن ہی کی تصریحات اور اشارات سے دیا ہے ۔(اس جواب کو میں نے باریک خط میں متن کے ساتھ حسب موقع نقل کر دیا ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ صفحہ ۴۴۹ تک تمام ضمنی عنوانات شہادۃ القرآن کے ہی ہیں اور ایک مقام پر بائیبل سے انگریزی عبارت میں نے نقل کی ہے: بہاء)

مقدمہ اولی در بیان امکان خرق عادت

خرق عادت (معجزہ وکرامت) کے متعلق مدت سے اختلاف چلا آتا ہے کہ آیا یہ ممکن ہے یا نہیں۔ ایک فریق تو یہ کہتا ہے کہ اس کارخانہ قدرت میں جو کچھ ہم روزمرہ دیکھ رہے ہیں اور اس کا جو نظام ہم سمجھ چکے ہیں، اس کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوتا اگر کوئی بات قرآن وصحیح حدیث میں اسکے برخلاف وارد ہو، تو اس کی تاویل کی جائے گی اور ظاہری معنی نہ لئے جائینگے۔ انکے مقابلہ میں دوسرا فریق ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہم مقدورات باری کا احاطہ نہیں کر سکتے اور نہ قوانین قدرت پر ہمیں پوری اطلاع ہے، اور نہ ہوسکتی ہے ۔ نظام قدرت کے سمجھنے کا دعوی تو اس صورت میں کریں کہ اسکا اجراء ہمارے ہاتھ میں ہو۔ خلق الانسان ضعیفاً (نساء)(انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے) ہماری بناہےاور و لا یحیطون بشیء من علمہ الّا بما شاء (بقرہ)(خدا کے علم میں کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر اسی قدر جتنا وہ چاہے) ہماری بساط ۔ جب قدسیان درگاہ سبحانک لا علم لنا الّا ما علّمتنا انّک انت العلیم الحکیم (بقرہ)(خداوندتو پاک ہے ہمیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھا دیا کچھ بھی معلوم نہیں، بے شک تو ہی علیم کل اور حکیم مطلق ہے) پکار اٹھے تو ہم کون ہیں کہ اسکی حکمتوں کے احاطہ کا دعوی کرسکیں؟ حافظ شیرازی اسی معنی میں فرماتے ہیں:

حدیث از مطرب و مئے گو در از دہر کمتر جو — کہ کس نکشود ونکشائد بحکمت ایں معمارا

مرزا صاحب قادیانی دعوائے مسیحیت سے پہلے تو اس دوسرے فریق کے ساتھ تھے جیسا کہ ان کی کتاب سرمہ چشم آریہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن جب مسیحیت کا دعوی کرنے کی سوجھی اور حضرت عیسی کی حیات ورفع سماوی رستے میں حائل نظر آئی تو پٹڑی ہموار کرنے کے لئے جھٹ پہلے فریق کے ساتھ ہو گئے

معشوق ما بمذہب ہر کس برابر است — با ما شراب خورد و بزاہد نماز کرد

چنانچہ مرزا صاحب اپنی بنیادی کتاب ازالہ اوہام (طبع اول، ص ۴۵) میں فرماتے ہیں:

ماسوا اس کے اور کئی طریق سے ان پرانے خیالات پر سخت سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہیں، ازانجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے

حالانکہ مرزا صاحب دعویٰ مسیحیت سے پہلے سال ہا سال تک عیسیٰؑ کے نزول آسمانی کے برابر قائل رہے اور اپنی تصانیف میں جب کہ آپ کو الہام کا بھی دعویٰ تھا اس کی تصریح کرتے رہے چنانچہ براہین احمدیہ (حصہ۴ ص ۴۹۸ حاشیہ) میں فرماتے ہیں:

اور جب حضرت عیسیٰؑ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا کو عیسیٰؑ کی رفع سماوی اور آمد ثانی قرآن وحدیث کی رو سے محال وغلط ثابت ثابت نہیں ہوئی بلکہ اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھنے کے لئے زمین صاف کی ہے۔

اللہ نے انسان کی طبیعت میں ایک ایسا امر ودیعت کر رکھا ہے جو اسے ہر امر کی لم (کیوں) اور کیف (کس طرح) کی نسبت سوال کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ یہ سوال دو طرح پر ہوتا ہے:

اول استفساراً، جس کو دوسرے لفظوں میں اطمینان قلب کے لئے کہنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے احیائے موتی کی کیفیت کی نسبت یہ سوال کیا تھا:

ربّ ارنی کیف تحی الموتی ۔ قال اولم تؤمن ؟ قال بلی و لکن لّیطمئنّ قلبی (بقرہ)(خداوند! مجھے دکھا کہ تو کس طرح مردوں کو جلا کھڑا کرتا ہے۔ خدا تعالی نے فرمایا، تو اس پر ایمان نہیں رکھتا؟ (ابراہیمؑ نے) کہا کیوں نہیں، لیکن اس لئے دریافت کرتا ہوں کہ میری دل کو (عینی شہادت سے) اطمینان ہو جائے)

اسی لئے امام بخاریؒ نے اس آیت کو اپنی صحیح میں ایمان کے کم وزیادہ ہونے کی دلیل میں پیش کیا ہے۔

دوم اس طرح کہ جس امر کی بابت سوال ہے اس کی نسبت دل غبار شبہات سے مکدر ہے جیسا کہ منکرین حشر اجساد قیامت کی نسبت استبعادی سوال کرتے ہیں:

قال من یحی العظام و ھی رمیم ۔ (یس۔۷۸) یعنی وہ کافر انسان کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو ان کے بوسیدہ ہونے پر کون زندہ کرے گا۔

چونکہ معجزہ اور کرامت کی نسبت ایک زمانہ وساوس میں قصور علم وفتور ایمان کے سبب مبتلا

ہو رہا ہے، کوئی تو پہلی صورت میں زیادتِ علم اور جوابِ منکرین کے لئے تحقیقات میں لگا ہے اور کوئی دوسری صورت میں شبہات میں پھنس کر انکار پر مصر ہے۔ کوتاہ اندیش انسان خدا کی قدرت کے ناپیدا کنار سمندر کو چلوؤں سے ماپنا چاہتا ہے۔ اور ایاز قدر خود بشناس کی نصیحت کو سامنے نہیں رکھتا اس لئے خاکسار نے مناسب جانا کہ بقدر اس وسعت و ہمت کے جو مجھے خداوند تعالیٰ نے عطا کی ہے جہالت و غلط فہمی کے پردے کو اٹھا کر کشف حقیقت کر دوں۔ و ما توفیقی الّا باللّٰہ

سو معلوم ہو کہ فلاسفہ کی طرف سے جو اعتراض تمام مادی و فعلی خوارق عادات پر آ سکتا ہے اس کی بنا علت و معلول، سبب و مسبب، اور خواص اشیاء کے مسئلہ پر ہے۔ جو فلسفی خرق عادت کے منکر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ کارخانہ قدرت تمام کا تمام سلسلہ علت و معلول، سبب و مسبب، تاثیر و تاثر سے وابستہ ہے۔ آگ جلاتی ہے، مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، پانی تر کرتا ہے، کوئی چیز بغیر علت و سبب کے وجود میں نہیں آ سکتی، اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ علت تامہ موجود ہو اور معلول نہ پایا جائے، اور معجزہ اور کرامت کے مان لینے سے یہ لازم آتا ہے کہ کوئی چیز بغیر سبب و علت (معتادہ) کے وجود میں آ گئی۔ مثلاً حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بلا باپ۔ یا اس کی ماہیت بدل گئی، جیسے کہ موسیٰؑ کا عصا سانپ بن گیا۔ یا غیر علت، علت بن گئی، جیسے موسیٰؑ نے پتھر پر عصا مارا تو اس پتھر سے پانی پھوٹ پڑا۔ یا یہ کہ کسی چیز کی خاصیت موجود ہوتے وہ اپنے فعل سے بے کار رہ گئی مثلاً یہ کہ ابراہیمؑ جلتی آگ میں ڈالے گئے لیکن جلے نہیں، وغیرہ ذلک۔ بس یہی ایک اصولی و جامع اعتراض ہے جو تمام فعلی و مادی معجزات و کرامات پر وارد ہو سکتا ہے اور جس کے حل ہونے پر اس کا حل موقوف ہے۔

خدائے قدیر نے نظام عالم ایسا مضبوط بنایا ہے کہ ہم اسے توڑ نہیں سکتے اور نہ اس نے اشیاء میں ایسے خواص رکھے ہیں کہ وہ ان سے منفک نہیں کئے جا سکتے۔ لیکن یہ بھی تو اسی نظام میں سے ہے کہ اس نے ایک چیز کے مقابلہ میں دوسری اس کی ضد بنائی ہے جو پہلی کے اثر کو باطل کر دیتی ہے۔ اور یہ اضداد کچھ تو ہمارے علم میں آ گئی ہیں اور جو علم میں نہیں آئیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ اور کسی شئے کی جو علت ہمارے علم میں آ چکی ہے ضرور نہیں کہ کارخانہ قدرت میں اس کی وہی علت ہو، اور اس کے علاوہ دیگر کوئی نہ ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی ہو۔ پس اتنے ناقص علم کی بنا پر سلسلہ کائنات کے احاطہ کا دعویٰ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔

حقیقت میں سلسلہ علت و معلول اور سبب و مسبب ایک ایسا پیچیدہ گورکھ دھندا ہے کہ اس کی پیچیدگیوں کو کھولنا نہایت ہی دشوار ہے، کیونکہ جو کچھ انسان کے علم میں آیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے

اور جو اس سے پوشیدہ ہے اس کی کوئی حد نہیں۔ پس محدود سے بے حد پر رائے لگانی درست نہیں۔

اے گرفتار سبب از مسبب غافلی　　سوئے ایں روتاب، ازاں سو مائلی

(مولانا شبلی الکلام، حصہ دوم، صفحہ ۱۲۴، میں لکھتے ہیں: ۱۸۹۱ء میں جو علمی کانفرنس منعقد ہوئی اس کے ایک جلسہ میں پروفیسر لودج نے، جو بہت بڑا ریاضی دان ہے، ایک لیکچر دیا اور روح کے متعلق تقریر کرتے وقت کہا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ مادی اور روحانی عالم میں اب تک جو حدّ، فاصل تھی وہ ٹوٹ جائے۔ جس طرح اور بہت سی حدیں ٹوٹ گئیں، اس طریقہ سے ثابت ہو جائے گا کہ ممکنات کی کچھ انتہاء نہیں اور یہ کہ جس قدر ہم جانتے ہیں وہ بمقابلہ ان چیزوں کے جو ہم کو معلوم نہیں ہیں کچھ بھی نسبت نہیں رکھتا)۔

امام غزالی نے ایک کتاب بنام تہافۃ الفلاسفۃ لکھی ہے، اس میں اصولی طور پر بقدر ضرورت فلسفیوں کے تمام علوم کا ذکر کر کے ان میں سے چار مسئلے مخالف اسلام قرار دیئے ہیں جس کا ذکر ہم علت و معلول یا سبب و مسبب کے نام سے کر رہے ہیں۔ چنانچہ امام ممدوح فرماتے ہیں:

و انّما نخالفهم من جملة هذه العلوم فی اربعة مسائل (الاولی) حکمهم بانّ هذا الاقتران المشاهد فی الوجود بین الاسباب و المسبّبات اقتران تلازِم بالضّرورة فلیس فی المقدور ولا فی الامکان ایجاد السّببِ دون المسبّب ولا وجود المسبّب دون السّبب و اثر هذه الاختلاف یظهر فی جمیع الطّبیعا ت (ص ٦٤)

(ہم ان فلسفیوں سے ان علوم میں سے صرف چار مسائل میں مخالفت کرتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ اقتران جو اسباب و مسببات میں دیکھا جاتا ہے، ضروری و لازمی ہے۔ پس ممکن نہیں کہ کوئی سبب بغیر مسبب کے موجود ہو یا کوئی مسبب بغیر سبب کے پایا جائے اور اس اختلاف کا اثر جمیع طبیعات میں ظاہر ہوتا ہے)۔

پھر ہر چہار اختلافی مسائل کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ویلزم النّزاع فی الاولی من حیث انّه ینتفی علیها اثبات المعجزاتِ الخارقةِ للعادةِ من قلب العصا ثعباناً و احیاءِ الموتی و شقّ القمر ومن جعل مجاری العادا ت لازمةً لزوماً ضروریاً ا حال جمیع ذلک و اوّلوا ما فی القرآن من احیاءِ الموتی وقالوا اراد به ازالة الجهل بحیات العلم و اوّلو تکقّف العصا لسحر السّحرة بابطال الحجّة

الالٰهیة الظّاھرة علی ید موسی شبهات المنکرین و امّا شقّ القمر فربّما انکروا وجوده و زعموا انّه لم یتوا تر (ص ۶۵)۔

(پہلے مسئلہ سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کی بنا پر معجزات کا اثبات نہیں ہوسکتا جو عادت کے خلاف ہوتے ہیں، یعنی عصا کا سانپ بن جانا، اور مردوں کا زندہ ہوجانا، اور چاند کا پھٹ جانا اور جو ان امور عادیہ کو ضروری و لازم گردانتے ہیں وہ ان سب کو محال جانتے ہیں اور قرآن شریف میں مردوں کے زندہ ہونے کی بابت جو کچھ وارد ہوا ہے اس کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے مراد جہالت کی موت کو علم کی زندگی سے زائل کرنا مراد ہے۔ اور جادوگروں کے جادو کو (موسیٰؑ کے) عصا کے نگل جانے کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی حجت نے جو موسیٰؑ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی، منکرین کے شبہات کو باطل کردیا۔ باقی رہا شق القمر، سو کبھی تو اس کا انکار ہی کردیتے ہیں کہ یہ خبر متواتر نہیں)۔

علمائے اسلام نے فلسفیوں کے اس اعتراض کے جواب میں دو طریق اختیار کئے ہیں۔

طریق اول کا بیان یہ ہے کہ اسلام نے تمام مسببات و معلولات کی حقیقی علت ارادہ خداوندی کو قرار دیا ہے اور تمام عالم کو اس کے امر تکوینی کا محل تصرف اور مظہر قدرت گردانا ہے، اور بغیر اس کے کسی سبب و علت میں قدرت موثرہ تسلیم نہیں کی۔ چنانچہ فرمایا:

الا له الخلق والامر تبارک اللّٰه ربّ العالمین۔ (اعراف)۔ یعنی خلق و امر صرف ذات باری کا خاصہ ہے وہ رب العالمین بہت برکت و عظمت والا ہے۔

امام رازیؒ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

احتجّ اصحابنا بھذہ الآیة علی انّه لا موجد ولا مؤثر الّا اللّٰه (تفسیر کبیر۔ ج ۴۔ ص ۲۳۹) کہ ہمارے اصحاب، اہل سنت، نے اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ خدا کے سوا کوئی موثر و موجد نہیں ہے۔

اسی کے مطابق امام غزالیؒ نے یہ جواب دیا ہے:

الاقتران بین ما یعتقد فی العادة سببا وما یعتقد مسبباً لیس ضروریاً عندنا بل کلّ شیئین لیس ھذا ذاک ولا ذاک ھذا ولا اثبات احدھما متضمّن لاثبات الآخر ولا نفیه متضمّن لنفی الآخر فلیس من ضرورة وجود احدھما وجود الآخر ولا من ضرورة عدم احدھما

عدم الآخر۔ تہافتہ الفلاسفۃ ص ۶۵۔

(جس چیز کو عادت میں سبب مانا جاتا ہے اور جس چیز کو سبب سمجھا جاتا ہے ہمارے نزدیک ان میں اقتران ضروری نہیں۔ بلکہ ہر دو میں سے نہ یہ وہ ہے اور نہ وہ یہ (یعنی حقیقت میں نہ تو سبب سبب ہے اور نہ مسبب اس کا مسبب) اور نہ ان میں سے ایک کا اثبات دوسرے کے اثبات کا متضمن ہے۔ اور نہ ایک کی نفی دوسرے کی نفی کی متضمن ہے۔ پس ایک کے وجود سے دوسرے کا وجود ضروری نہیں، اور نہ ایک کے عدم سے دوسرے کا عدم ضروری ہے)۔

امام غزالی نے اس امر کو بہت تفصیل سے مع مثالوں کے بیان کیا ہے جو بخوف طوالت ہم درج نہیں کر سکتے۔ اسی طرح حضرت حجۃ الہند شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں کہا ہے:

والقول بالمعجزات یتوقّف علی انکار اللّزوم العقلی بین الاسباب و المسبّبات (حجۃ اللہ البالغہ جلد ا ص ۹) (اور معجزات کا اقرار، اسباب و مسببات میں لزوم عقلی کے انکار پر موقوف ہے)

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ اسباب و مسببات میں اقتران بطور تلازم نہیں بلکہ بطور عادت ہے جس کا خرق و خلاف ممکن و جائز ہے لیکن ہر امر کے لئے ارادہ الٰہی شرط ہے۔

دوسرے طریق کا بیان اس طرح ہے کہ معجزات و کرامت اور خوارق عادات کے بھی اسباب ہوتے ہیں لیکن وہ مخفی ہوتے ہیں اور عام انسانی رسائی سے بالا ہوتے ہیں کیونکہ عجائبات قدرت کی کوئی حد و انتہا نہیں اور وہ بالتمام ہمارے احاطہ علم میں ہیں بھی نہیں۔ پس اگر ہم کو اپنے قصور علم کے سبب کسی امر کی علت معلوم نہیں ہوئی، تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ واقعہ میں بھی اس کی علت کوئی نہیں کیونکہ عدم علت اور عدم علم بالعلت میں فرق ہے۔ امام غزالیؒ نے اس طریق پر بھی جواب دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

(اماالثانی) فھو ان نقول ذلک یکون باسباب وّ لکن لیس من شرطہ ان یکون السّبب ھو المعھود بل فی خزانۃ المقدورات عجائب و غرائب لم یطّلع علیھا، ینکرھا من یّظنّ ان لّا وجود الّا لما شاھدۃ کما ینکرطائفۃ السحر والنّار نجیّاتِ و الطّلسماتِ و المعجزاتِ و الکراماتِ وھی ثابتۃ بالاتّفاق باسباب غریبۃٍ لا یطّلع علیھا بل لّو لم یر انسان المِقناطیس و جذبہ لِلحدید و حکی لہ

ذلک لاستنکرہ و قال لا یتصوّر جذب الحدید الّا بخیطٍ یشدّ علیه و یجذب فانّه المشاهد فی الحسّ حتّی اذا شاهده تعجّب منه و علّم انّه قاصر عن الاحاطة بعجائب القدرة (تہافۃ الفلاسفہ۔ص ۸۸)

(دوسرے طریق کا بیان یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس کے اسباب تو ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ اسباب وہی ہوں جو ہمیں معلوم ہیں بلکہ الٰہی خزانوں میں ایسے ایسے عجائبات بھی ہیں جن پر کسی کو اطلاع نہیں۔ ان امور کا انکار وہی کرتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ صرف وہی کچھ ہوسکتا ہے جو میرے مشاہدے میں آجائے۔ جس طرح کہ بعض لوگ سحر (جادو) اور عجوبہ نمائی اور طلسمات اور معجزات اور کرامات کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان سب کا ہونا بالاتفاق ایسے نادر و مخفی اسباب سے ثابت ہے جن پر عام طور پر اطلاع نہیں، بلکہ اگر کسی شخص نے کبھی سنگ مقناطیس کا لوہے کو کھینچنا نہ دیکھا ہو اور اس کے پاس اس بات کا ذکر کیا جائے تو وہ ضرور انکار کرے گا اور کہے گا کہ لوہے کا کھینچا جانا ممکن نہیں، مگر اس صورت میں کہ اس سے ڈورا باندھا جائے اور اسے کھینچا جائے کیونکہ مشاہدے میں یہی آیا ہے۔ حتی کہ جب وہ اس امر کا مشاہدہ کر لے تو اس سے حیران رہ جائیگا اور سمجھ لے گا کہ میں عجائبات قدرت کے احاطہ کرنے سے قاصر و عاجز ہوں)

اسی طرح علامہ خواجہ زادہ نے بھی اپنی کتاب تہافۃ الفلاسفہ کی فصل ہشتم (جلد دوم ص ۷۵) میں بحث طبیعات میں اعجوبہ نمائیوں اور اسرار قدرت کی بعض مثالیں جن کے اسباب مخفی یا باریک ہیں، بیان کر کے لکھا ہے:

وما انکار هذا الّا بضیق الحوصلة والانس بالموجودا ت الغالبة و الذهول عن اسرار اللّٰه تعالی فی الخلقة ومن استقرأ عجائب العلوم لم یستبعد من قدرة اللّٰه تعالی ما یحکی من معجزات الانبیاء علیهم السلام بحالٍ من الاحوال۔ (اور معجزات کا انکار (ایمانی) حوصلہ کی تنگی اور اکثر موجودات سے مانوس ہونے اور اللہ تعالی کی مخلوقات کے اسرار سے غفلت و بے خبری کی وجہ سے ہے اور جو کوئی علوم (عقلیہ) کے عجائبات کا استقرأ کرے گا وہ ان امور کو جو انبیاء کے معجزات میں مروی ہیں ہرگز ہرگز کسی حال میں بھی خدا کی قدرت سے بعید نہیں جانے گا)

اسی طرح الشیخ الرئیس بوعلی سینا اپنی کتاب اشارات کے اخیر میں معجزات و خوارق عادات کے ذکر کے بعد بعنوان نصیحت فرماتے ہیں:

ایّاک وان تکون تکیّسک و تبرّءک عن العامّۃھو ان تبرء منکراً لکلّ شیءٍ فذلک طیش و عجز و لیس الخرق فی تکذیبک ما لم تستبنِ لّک بعد جلیّۃٍ دون الخرق فی تصدیقک ما لم تقم بین ید یک بیّنۃ بل علیک الاعتصام بحبل التّوقّف وان ازعجک استنکار ما یوعاہ سمعک ما لم تتبرھنّ استحالتہ لک فالصّوا ب ان تسرح امثال ذلک الی بقعۃ الامکان ما لم یذدک عنہ قائم البرھان و اعلم انّ فی الطّبیعۃ عجائب و للقوی العالیۃ الفعّالۃ القوی السّافلۃ المنفعلۃ اجتماعات علی غرا ئب (شرح اشارات مطبوعہ مصرج ۲ص ۱۴۳)

(اے عقلمند! تو اس امر سے پرہیز کر کہ عام لوگوں سے تیری ہوشیاری و برأت کی امتیازی صورت یہ ہو کہ تو ہر امر سے انکاری بریت کرے کیونکہ یہ طیش و عاجزی ہے اور تجھے جس امر کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی اس کی تکذیب کر دینا اس بات کی تصدیق کرنے سے کم (بے عقلی) نہیں ہے جس کی دلیل تیرے نزدیک قائم نہیں ہوئی، بلکہ تجھ پر لازم ہے کہ تو توقف کی رسی سے اپنا بچاؤ کر لے، اگر چہ تجھے ان باتوں کا انکار، جو تیرے کان میں پڑی ہیں، پھسلا وے۔ جب تک کہ تجھے اس کا محال ہونا صاف طور پر واضح نہ ہو جائے (محال دو قسم پر ہے، عقلی و عادی، عقلی ممتنع ذاتی یعنی ناممکن ہوتا ہے مثلاً اجتماع ضدین اور ارتفاع نقیضین اور شریک باری، لیکن عادی ممکن بالذات ہوتا ہے۔ اگر علل واسباب موجبہ کے ساتھ خدا کا ارادہ منضم ہو گیا تو وہ صادر و حادث ہو گیا ورنہ نہیں ہوتا، مگر اپنی ذات میں ممکن ہی رہتا ہے) پس ٹھیک یہ ہے کہ تو ایسی باتوں کو امکان کے میدان میں لے جائے جب تک کہ تجھے یقینی دلیل وہاں سے نہ روکے، اور خوب جان رکھ کہ طبیعت میں بڑے بڑے عجائبات ہیں اور اوپر کے اثر کرنیوالے قوائے اور نیچے کے اثر کرنیوالے قوائے اجتماع میں بڑے بڑے نادر نتائج ظاہر ہوتے ہیں)۔

اس کی توضیح یوں ہے کہ ہم کو دو امر معلوم ہیں۔ اول معلول کا وجود، دوم معلول کا بغیر علت کے موجود نہ ہو سکنا۔ اگر معلوم نہیں تو صرف یہ کہ اس معلول کی علت کونسی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ ساری علتیں ہمارے علم میں نہیں آ گئیں، بلکہ قدرت کے ہزار ہا بلکہ بے شمار ایسے اسرار ہیں جن کی علتیں ہمارے احاطہ علم اور پرواز ادراک سے پرے ہیں۔ پس اس نقصان علم کے ساتھ کسی معلول کی علت کے معلوم نہ ہونے سے اس معلول کے وجود و وقوع سے انکار کرنا اس

اصول پر مبنی ہوگا کہ مجہول سے معلوم کا انکار ہوسکتا ہے، حالانکہ یہ بالکل خلاف قاعدہ ہے۔ استدلال کا صحیح طریق یہ ہے کہ معلوم سے مجہول کا علم حاصل کیا جائے نہ یہ کہ مجہول کی جہالت کی وجہ سے معلوم کا انکار کیا جائے۔ امام رازی وأتو البیوت من ابوا بھا (بقرہ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

تفسیرہ انّ الطّریق المستقیم المعلوم ھوان یّستدل بالمعلوم علی المظنون فامّا الاستدلال بالمظنون علی المعلوم فذلک عکس الواجب و ضدّ الحقّ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۵۲) (اس کی تفسیر یوں ہے کہ سیدھا اور معلوم طریق استدلال یہ ہے کہ معلوم کے ذریعے مظنون کو معلوم کیا جائے اور مظنون سے معلوم (کے انکار) پر استدلال کرنا اس بات کا عکس ہے جو واجب اور حق کی ضد ہے)

حاصل کلام یہ کہ اس نازک مقام پر عدم العلم اور علم العدم میں فرق کرنا واجب ہے، اور اسی کے ملحوظ نہ رکھنے سے لوگ غلطی کھاتے ہیں۔ یعنی یہ کہ علت تامہ کا موجود نہ ہونا امر دیگر ہے اور اسکا ہمارے علم سے مخفی ہونا امر دیگر ہے، اسی اصول کی بنا پر قرآن اپنے منکرین کی نسبت فرماتا ہے:

بل کذّبوا بما لم یحیطوا بعلمہ و لمّا یأتھم تاویلہ (یونس) (یعنی ان منکرین نے اس شئے کو جھٹلایا جس کے علم کا ان کو احاطہ نہیں ہوا اور ابھی تک ان کو اس کی حقیقت یا انجام بھی معلوم نہیں ہوا)۔

اسی طرح علامہ ابن رشد (۵۲۰ھ۔ ۵۹۵ھ) جن کو فلسفہ یونانی کے سمجھنے میں بے مثل مانا گیا ہے، اور فرانس وغیرہ ممالک مغرب میں ان کی وفات کے صدیوں بعد تک بھی انکی تحقیقات پر اضافہ کرنا منع خیال کیا جاتا رہا ہے، فرماتے ہیں:

امّا الکلام فی المعجزات فلیس فیہ للقدماء من الفلاسفۃ قول لانّ ھذہ کانت عندھم من الاشیاء الّتی لا یجب ان یتعرّض للفحص عنھا و تجعل مسائل فانّھا مبادی الشرائع و الفاحص عنھا و المشکک فیھا یحتاج الی عقوبۃِ عندھم (تہافتہ الفلاسفہ ص ۱۲۱) (معجزات کی بابت تو یہ ہے کہ قدیم فلسفیوں کا (انکاری) قول ان کے متعلق کچھ بھی نہیں کیونکہ یہ باتیں انکے نزدیک ان چیزوں میں سے تھیں، جنکے اعمال کی نسبت کرید وپڑتال انکو مسائل (نظریہ) بنانے کیلئے واجب نہیں تھی کیونکہ یہ شریعتوں کے ابتدائی (مسلّمہ) امور ہیں اور ان میں بحث و کرید کرنے والا شک کرنے یا ڈالنے والا ان کے نزدیک سزا کا مستوجب ہے)

پھر ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:

و امّا ما حکاہ فی اثبات ذلک من الفلاسفة فھو قول لا اعلم ا حداً قال به الّا ابن سینا (ص۱۲۲) اور (غزالی نے) اثبات معجزات میں جو کچھ فلسفیوں سے نقل کیا ہے سو وہ ایسی بات ہے جسکی بابت مجھے معلوم نہیں کہ ابن سینا کے سوا کسی نے کہی ہو۔

ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:

ولذلک لا تجد احدا مّن القدماء تکلّم فی المعجزات مع انتشارِھا و ظھورِھا فی العالم لانّھا مبادی تثبیتِ الشرائع و الشّرائع مبادی الفضائل (ص۱۲۴۔۱۲۵) (اور اسی لئے تو قدیم فلسفیوں میں سے کسی کو بھی نہ پائے گا کہ اس نے معجزات میں (انکاری) کلام کیا ہو باوجود اس کے کہ معجزات کی اشاعت وظہور تمام عالم میں تھا کیونکہ وہ سب شریعتوں کے ابتدائی امور (مسلّمہ) ہیں اور شریعتیں (حصول) فضائل کے مبادی ہیں)

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ قدیم حکماء معجزات کو مبادی مان کر ان میں خوض نہیں کرتے تھے بلکہ منکر کو قابل سزا جانتے تھے، اس امر میں معقول ومنقول کی تطبیق کی روش الشیخ الرئیس بوعلی سینا نے نکالی ہے۔

علامہ ابن رشد نے اس مسئلہ میں جو امام غزالی سے اختلاف کیا ہیوہ اصل مسئلہ یعنی امکان معجزہ میں نہیں، بلکہ طریق استدلال میں کیا ہے جس کی بِنا مذاق طبع پر ہے کیونکہ امام غزالی بہ سبب ایشیائی ہونے کے ابن سینا کی روش پر تھے، اور ابن رشد کا مذاق فلسفہ بہ سبب یورپی (سپینی، اندلسی) ہونے کے ابن سینا کے تابع نہ تھا بلکہ وہ خود بالاستقلال یورپ کا ابن سینا تھا۔

اسی طرح شرح مواقف جو علم کلام کی مشہور درسی کتاب ہے اس میں سید شریف فرماتے ہیں:

و امّا الفلاسفة فقالوا ھو منِ اجتمع فیه خواص ثلاث (احدا ھا) ان یکو ن له اطّلاع علی المغیبات۔ (و ثا نیھا) ان یّظھر منه الافعال الخارقة للعادۃ تکون عالم العناصر مطیعة منقادۃ لتصرّفاته انقیاد بدنه لنفسه ۔ (وثالثھا) ان یّری الملائکة مصوّرۃ وّ یسمع کلامھم وحیاً (شرح مواقف، استنبول۔ ج ۳ ص ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶) (فلسفیوں کے نزدیک نبی و رسول وہ ہے جس میں تین خواص جمع ہوں۔ ایک یہ کہ اسے غیب کی باتوں پر اطلاع ہو۔ دوسرا

یہ کہ اس سے ایسے افعال ظاہر ہوں کہ وہ عام عادت کے خلاف ہوں اس وجہ سے کہ عالم عناصر اس کے تصرفات کیلئے اس کا ایسا مطیع ومنقاد ہو جیسا کہ اس کا بدن اس کی روح کے تابع ہوتا۔

اور تیسرا یہ کہ وہ (نبی ورسول) فرشتوں کو دیکھے اور بذریعہ وحی ان کا کلام سنے)

علماء وحکمائے اسلام بھی انبیاء علیھم السلام میں ان ہرسہ امور کے قائل ہیں۔قرآن مجید میں انبیاء کے بیانوں میں جابجا ان امور کا ذکر موجود ہے فرق یہ ہے کہ فلسفیوں کے نزدیک نبوت کا حصول کسبی ہے اوران امور عجیبہ کا ان میں پایا جانا ان کی ریاضت وتقدس کا نتیجہ ہے اور اسلامیوں کے نزدیک نبوت ایک وہبی چیز ہے۔یعنی خدا کی بخشش سے حاصل ہوتی ہے۔خدا اپنے علم وحکمت سے جسے چاہتا ہے، منصب نبوت کے لئے چن لیتا ہے اور اسے تقدس و پاکبازی کی حالت پر خاص حفاظت سے، جسے عصمت کہتے ہیں، قائم رکھتا ہے۔اور یہ امور عجیبہ ان کو بطور دلیل کے عطا کرتا ہے جن کا اظہار ان کے بس میں نہیں ہوتا بلکہ جب خدا چاہے اسے ظاہر کرے اور جب مصلحت نہ دیکھے نہ ظاہر کرے، ہر دوامر کے لئے آیت ذیل ملاحظہ ہو:

قالت لهم رسلهم ان نّحن الّا بشر مّثلكم و لكنّ اللّه يمنّ على من يّشاء من عباده وما كان لنا ان نأتيكم بسلطانٍ الّا باذنِ اللّه (ابراہیم)

(ان (کفار) کوان کے پیغمبروں نے کہا، ہم تو تمہاری طرح بشر ہونے کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (اسے رسول بنا کر) احسان کر دیتا ہے اور ہم میں تو یہ طاقت نہیں کہ (باختیار خود) خدا کے حکم کے بغیر کوئی نشان (معجزہ) لاسکیں)

اس مضمون کی آیات اور بھی ہیں لیکن ہم بنظر اختصار اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ نام کے معقولیوں کے پاس معجزات وکرامات کے انکار میں کوئی ایسی یقینی دلیل نہیں ہے کہ ہم اس پر اعتماد کرسکیں بلکہ ہم تو یہ بھی دیکھتے ہیں کہ فلسفہ جس حد تک کہ ہر زمانہ میں اس کی ترقی ہوتی رہی ہے خود فلسفیوں کے نزدیک بھی ہمیشہ ظنی رہا ہے چہ جائے کہ انبیاء علیھم السلام کی تعلیم کے مقابلہ میں ان کی تحقیقات ومعلومات وقواعد کو کوئی جگہ دے سکیں کیونکہ انبیاء کا علم خدا کی وحی کے سبب سے یقینی ہے اور ظنی کو یقینی پر ترجیح دینا درست نہیں۔

کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہر قرن کے فلسفی اپنے متقدمین کی تغلیط کرتے اور انکی تحقیقات پر مضحکہ اڑاتے رہے ہیں۔ جو امور فلاسفہ متقدمین نے بڑی عرق ریزی اور غور وفکر سے معلوم کئے تھے اور انکی وجہ سے وہ اپنے زمانہ میں اور کچھ عرصہ بعد بھی استاد کامل تسلیم کئے گئے تھے وہ متاخرین

کے نزدیک جہل و نادانی سے زیادہ قبیح القاب پاتے ہیں۔ مثلاً حکمائے یونان نے آگ، ہوا، پانی اور مٹی کو عنصر (بسیط) قرار دیا تھا اور اسی اصل پر اتنے اصول وفروع متفرع کئے تھے کہ گویا قدرت الٰہیہ کا احاطہ کر بیٹھے ہیں، حال کے فلسفیوں نے ان کو مرکب ثابت کر کے اس پرانی عمارت کو بالکل منہدم کر دیا اور بمصداق ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت اصول جدید وضع کئے۔ اکثر فلاسفہ پیشین، فلک کو متحرک اور تعداد میں نو جانتے تھے۔ حال کے نازک خیال سرے سے وجود آسمان ہی سے منکر ہیں۔ کوئی ان میں سے قدم عالم کا قائل ہے اور کوئی وجودِ واجب الوجوب ہی سے منکر۔ کوئی نبوت کو نہیں مانتا اور کوئی قیامت پر یقین نہیں لاتا۔ اس قدر اختلاف و بداعتقادی کے ہوتے کس کے مقلد بنو گے اور کس کو جاہل قرار دو گے؟ جب ان کی تحقیق مسلّم ہے تو قدم عالم کا اقرار اور نبوت سے انکار کیوں نہیں کرتے؟ پس جب ان امور مذکورہ میں ان کو پیشوا نہیں جانتے تو تعلیم الٰہی کی تصدیق کے لئے ان کی آرائے فاسدہ اور اہوائے کاسدہ کی طرف کیوں رجوع کرتے ہو؟

اللہ نے اپنی مرضیات و نامرضیات کی بابت انبیاء پر وحی نازل کی ہے فلاسفہ کو اس کی اطلاع نہیں کی بلکہ فلاسفہ پر بھی اتباع اور اطاعتِ انبیاء فرض کی ہے۔ جب انبیاء پر وحی نازل ہونے کا ایمان ہے، تو ان امور کا، جو انبیاء نے بوحی الٰہی تعلیم کئے ہیں، فلسفیوں کے اوہام باطلہ اور مغالطات عاطلہ کی بنا پر کیوں انکار کرتے ہو؟ کیا انبیاء کی وحی پر ان کی تحقیق کو، جو حقیقت میں ظن ہے، ترجیح ہے کہ اندھا دھندان کے قدموں پر دوڑے جاتے اور آثار نبویہ کو چھوڑے جاتے ہو؟

اللہ تعالی نے اس فرقہ کے احوال سے قرآن شریف میں اکثر مقامات پر خبر دی ہے اور ان کے اہوا کو ضلالت اور بے علمی اور ظن اور خرص (اٹکل پچو لگانا) فرمایا ہے اور صرف وحی کو حکم مقرر کیا ہے۔ چنانچہ سورۃ انعام میں فرمایا:

افغیر اللّٰہ ابتغی حکماً وھو الّذی انزل الیکم الکتاب مفصّلاً (اے پیغمبر ان سے کہو، کیا میں خدا کے سوا کسی اور کو منصف قرار دوں حالانکہ وہی تو ہے جس نے تمہاری طرف یہ کتاب مفصل کر کے نازل کی ہے)

اس کے بعد یوں فرمایا:

و ان تطع اکثر من فی الارض یضلّوک عن سبیل اللّٰہ ان یّتّبعون الّا الظّنّ و ان ھم الّا یخرصون (۶:۱۱۷) (اے پیغمبر! اگر تو نے دنیا کے اکثر لوگوں کی اطاعت کی تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں گے۔ وہ تو صرف ظن کے پیچھے لگے ہیں۔ اور ان

کے پاس سوائے اٹکل کے کچھ نہیں)

حقیقت میں سیلِ اسلامی کے سامنے ان کے اوہام باطلہ ایک تنکے کی بھی حقیقت نہیں رکھتے اور ایسے ہی ان کی تاویلات رکیکہ۔

۱۔ رفع الی السّماء کے مقابلہ میں کشش ثقل کے ہزار عذر پیش کرتے ہیں۔ مگر جب انسان ضعیف البنیان اپنے ناتواں بازو سے ایک پتھر اوپر کو پھینک دے تو ہرگز انکار نہیں کرتے۔ کیا یہ رمی حجر (پتھر پھینکنا) اس امر کا مشعر نہیں کہ جب انسان اس قلیل مقدار خداداد طاقت سے زمین کی بے حد طاقت کو مغلوب کر لیتا ہے، تو کیا وہ عزیز ومقتدر مالک الملک حضرت مسیح وحضرت محمد ﷺ کو ان کے مبارک جسموں سمیت اٹھا نہیں سکتا؟ بلی و هو علی کلّ شیء قدیر و انا علی ذلک من الشّاهدين (کیوں نہیں، وہ ضرور ہر شئے پر قادر ہے۔ اور میں اس بات پر منجملہ گواہوں کے ہوں)

۲۔ پرندے باوجود کثیف الجسم ہونے کے جوّ سماء (فضاء) میں اڑتے پھرتے، آسمان کی طرف چڑھتے اور پھر اترتے ہیں۔ مگر یہ متعقل اتنا بھی تو نہیں سمجھتے کہ جس قادر ذوالجلال نے پرندوں کو یہ جناح (پر) دیئے ہیں اور یہ طاقت طیران (پرواز) بخشی ہے اس نے فرشتوں کو بھی اولی اجنحة مثنی و ثلاث و رباع (دو دو، تین تین، چار چار) پر دیئے ہیں تو ان کے نزول وصعود کو کون مانع ہے اور جس طرح وہ پرندوں کو اوپر جانے کی طاقت دینے پر قادر ہے حضرت مسیحؑ اور رسول اللہ ﷺ کو بھی اوپر لے جانے پر قادر ہے۔

(مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں معراج جسمانی کے انکار میں لکھا ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں۔ جلد اول ص ۴۷۔ اللّٰهمّ انّا نعوذ بک من سوء الادب۔

اکمل صاحب نے عجیب گل افشانی کی ہے۔ کہتے ہیں: کیا کوئی پرندہ آسمان پر موجود ہے؟ اور سوال کیا ہے: پرندوں کے اوپر جانے کو صعود سے کیا نسبت ہے۔ ص ۶۔ جواب قرآن شریف میں سورہ نحل میں یہ امر خدا کی وسعت قدرت کی مثالوں کے سلسلہ میں مذکور ہے چنانچہ پہلے انّ اللّٰه علی کلّ شیء قدیر کہا ہے۔ پھر ماں کے پیٹ سے بچے کا دل، آنکھ، کان والا کر کے نکالنے کا ذکر کیا۔ اس کے بعد پرندوں کا بحکم خدا جوّ آسمان میں اڑنا ذکر کیا۔ ہم نے بھی اسی مناسبت سے خدا کی قدرت کی وسعت کا ذکر کر کے اس سے حضرت عیسیٰؑ کے رفع آسمانی کا ممکن ہونا ثابت کیا ہے حضرت ابراہیمؑ کے مناظرہ نمرود میں ربّی الّذی یحی و یمیت کے بعد فانّ اللّٰه یأتی بالشّمس من المشرق فأت بها من المغرب(بقرہ) کے لانے میں جو ربط ہے اسے سمجھو تو شہادت القرآن کا یہ مقام بھی سمجھ لوگے۔ فافهم)

۳۔ کرّہ ہوائی سے باہر جا کر ہوا کے بغیر زندہ رہنے کو محال سمجھتے ہیں اور اذ انتم اجنّۃ فی بطون امّھا تکم پر غور کر کے نہیں سمجھتے کہ جنین کا منہ بند ہوتا ہے اور اسے خوراک ناف کے راستے پہنچتی ہے (یعنی کہ جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں جنین تھے۔ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ جنین کی پرورش کے لئے منہ کے سوائے ایک خاص صورت بنا دیتا ہے اسی طرح اس نے حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت ﷺ کو آسمان پر اٹھانے کیلئے کرہ ہوائی سے آگے جانے کی کوئی خاص صورت بنادی۔ اکمل صاحب اسے سمجھ نہیں سکے تو کہتے ہیں: اس آیت کو کرہ ہوائی سے باہر جا کر زندہ رہنے کی تائید میں پیش کرنا فضول ہے ص ٦۔ جواب۔ کرہ ہوائی کے اندر یا باہر ہونا ملحوظ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا اپنے ارادہ کے پورا کرنے میں قادر مطلق وحکیم مطلق ہونا ملحوظ ہے، جو آپ نہیں سمجھ سکے)

۴۔ ہزار ہا حیوان بے مادر و پدر پیدا ہوتے ہیں بلکہ یہ متعقل اپنے ہی بطون (پیٹوں) سے خارج ہوتے دیکھتے ہیں مگر عیسیٰ کا بے پدر پیدا ہونا ان کی باریک عقل میں نہیں سما سکتا۔ چنانچہ فرمایا: سنریھم فی الآفاق و فی انفسھم حتی یتبیّن لھم انّہ الحقّ۔ (حم سجدہ) (ہم ان کو اپنے نشانات آفاق میں بھی اور ان کے اپنے نفسوں میں بھی ضرور دکھاتے رہیں گے حتی کہ ان کو ظاہر ہو جائے گا کہ وہ برحق ہے)

طریق ثبوت معجزات:

انسان یا تو اپنے مشاہدہ وتجربہ یا استدلال سے علم حاصل کرتا ہے یا کسی مخبر صادق کی خبر سے۔ پہلی صورت کی نسبت یہ تفصیل بھی یاد رکھنی ہوگی کہ بعض مشاہدات وتجربات مختص بمرد مان ہوتے ہیں کہ خاص اشخاص ان کو دیکھ کر فائدہ حاصل کرتے ہیں اور بعض مختص بمکان ہوتے ہیں کہ ان حوادث کا وقوع خاص مقامات پر ہوتا ہے۔ اور بعض مختص بزمان ہوتے ہیں کہ ان کا وقوع ایک زمان خاص سے متعلق ہے۔ پس بنی آدم کے مشاہدات وتجربات آپس میں مساوی نہیں ہو سکتے۔

پھر یہ بھی کہ طبائع جو علم حاصل کرنے کا وسیلہ ہیں، استعداد میں متفاوت ہیں اور یہ امر فلسفیوں میں مسلّم ہے۔ اس لئے ہر شخص کے کسی امر کو حاصل کرنے کی کیفیت اور اس کے ادراک کی حقیقت بھی یکساں نہیں۔ پس اگر کسی وقت کسی جگہ کوئی امر عجیب حادث ہو، جس پر ہمارا سابق علم حاوی نہ ہو، تو ہم اسے خارج از قانون قدرت کہہ کر ٹال نہیں دیں گے بلکہ لازماً واقعہ کی تصدیق کریں گے اگرچہ اس کی علت وسبب ہمارے علم میں نہ آئے۔

ہاں جن لوگوں نے اسے اپنے مشاہدے سے نہیں دیکھا۔ ان کے اعتبار کے لئے سچی خبر کی ضرورت ہے۔ جس طرح کہ ہم دوسری بن دیکھی چیزوں کو محض خبر سے مانتے ہیں اور باطل و بے ثبوت کی پیروی سے بچنے کیلئے اس کی صداقت کو بھی جانچتے ہیں، پس اسی طرح معجزات کی خبروں کو بھی ان کے مخبروں کی حیثیت سے پرکھیں گے۔ سو قرآن کی نسبت تو مزید تحقیقات کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ قطعاً و یقیناً کلام الٰہی ثابت ہو چکا ہے، لہذا جو معجزات یا عجائبات قدرت اس میں مذکور ہیں، وہ بلاتردد و تامل اسی طرح ماننے پڑیں گے جس طرح کہ قرآن منوائے، ورنہ معاذ اللہ کذب باری لازم آئے گا، یا قرآن کی صحت وقطعیت میں فرق آئے گا، اور یہ دونوں باتیں داخل کفر ہیں۔

باقی رہے وہ معجزات جو احادیث میں وارد ہیں، ان کی نسبت بھی یہی قاعدہ جاری ہوگا کہ اگر وہ روایات صادق و متقی اور حافظ و ضابط راویوں کے متصل سلسلہ سے خدا کے پاک رسول ﷺ تک پہنچ جائیں، تو ان کے ماننے میں بھی کلام نہ ہوگا۔ صحابہ کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا:

وکذلک جعلنا کم امّۃ وّسطاً لّتکونوا شھداء علی النّاس۔ بقرہ۔۱۴۳ (اس طرح ہم نے تم کو عادل امت بنایا کہ تم (دیگر) لوگوں پر گواہ بنو)۔

کنتم خیر امۃٍ اخرجت للنّاس (آل عمران۔۱۰۹) تم بہترین امت ہو جو (دیگر) لوگوں کے لئے (بطور نمونہ) چنے گئے ہو)

اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی انکو حجۃ الوداع میں خطبہ منٰی میں مخاطب کر کے فرمایا تھا:

لیبلّغ الشّاھد الغائب منکم (بخاری کتاب العلم) (تم جو اس وقت حاضر ہو، ان کو جو تم میں سے حاضر نہیں، پہنچا دینا)

اس سے صاف ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ نے تبلیغ دین کے لئے صحابہ کو بعد کی امت کے لئے وکیل و مبلغ قرار دیا ہے۔ لہذا سب اصحاب عادل و صادق ہیں۔ اور واقعات میں بھی ایسا ہی پایا گیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف عمداً غلط بات منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ جس کسی لفظ میں ان کو تردد و شک ہو، اس میں بھی پرہیز کرتے تھے اور ظاہر کر دیتے تھے کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا تھا یا یوں فرمایا تھا۔

تنبیہ: لہذا معجزات حدیثیہ بھی مثل قرآن شریف واجب الاعتقاد ہیں۔ خلاصہ یہ کہ معجزات وخوارق کے ثبوت کے لئے مخبر صادق کی سخت ضرورت ہے۔ امکان معجزات سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام ہر ممکن امر کو محض امکان کی بنا پر واقعہ کی صورت میں بھی منواتا ہے۔ نہیں، بلکہ اس

کے امکان کے بعد اس کے وقوع کے لئے اس خبر کا پرکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ سچی ہے یا کیسی؟ سچی ثابت ہو جانے پر اس کی تسلیم و تصدیق سے اپنے خیالات و قیاسات سے جن کی بنا قصور فہم یا عدم علم یا نقص علم پر ہے ان کا انکار نہ تو عقلاً صحیح ہے اور نہ شرعاً درست ہے۔ و اللّٰہ الھادی

مقدمہ ثانیہ در تشریح سنۃ اللہ

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم اس کارخانہ قدرت میں ایک خاص نظام دیکھتے ہیں جس کا نام سنۃ اللہ بھی ہے اور خدا فرماتا ہے و لن تجد لسنّۃِ اللّٰہ تبدیلاً (فتح) (خدا کی سنت، روش، بدلا نہیں کرتی) پس معجزہ و کرامت جن کی صورت سنۃ اللہ کے خلاف ہے، ممکن نہیں۔

اس کے جواب کی دو صورتیں ہیں۔ اول نظام قدرت کو ملحوظ رکھ کر عقلی جواب۔ دوم یہ کہ آیت پیش کردہ کا مطلب وہ نہیں جو منکرین معجزہ و کرامت نے سمجھا۔

پہلی صورت کے لحاظ سے کچھ جواب تو پہلے مقدمہ میں گزر چکا اور کچھ اس جگہ بھی بحسب ضرورت مقام لکھا جاتا ہے۔ سو معلوم ہو کہ کسی قاعدہ کو سنۃ اللہ یا خدا کا قاعدہ قرار دینے کے دو طریقے ہیں۔ ایک نقلی دوسرا عقلی۔ نقلی یہ کہ قرآن شریف یا حدیث صحیح میں اسے سنۃ اللہ کہا ہو، اور عقلی یہ کہ ہم اس کارخانہ قدرت کے انتظام کے سلسلہ پر نظر کر کے کسی امر کو سنۃ اللہ قرار دے لیں، اسے علم منطق میں استقراء کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ تام اور ناقص۔ استقرائے تام اسے کہتے ہیں کہ تمام ہم قسم جزئیات پر نظر کریں اور ان میں ایک مشترک نظام پائیں اور اسے قاعدہ قرار دیں۔ ناقص یہ کہ چند جزئیات پر نظر کر کے ایک امر کو قاعدہ قرار دیں۔ استقرائے تام جو عقلاً سب جزئیات کا حصر کرے، مفید یقین ہوتا ہے اور استقرائے ناقص، مفید ظن ہوتا ہے (مستفاد از ملا مبین بحث استقراء ص ۲۴۹ ج ۲۔ نیز شرح مطالع مطبوعہ استنبول ص ۳۴۸ بحث استقراء) کیونکہ تمام جزئیات کا حصر نہیں ہوا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض دیگر جزئیات جو ہمارے علم میں نہیں آئیں، اس نظام و قاعدہ کے ماتحت نہ ہوں جو ہم نے سمجھ رکھا ہے۔ پس اس قرارداد کو قاعدہ کہنا درست نہیں کیونکہ قاعدہ وہ ہے جو جمیع جزئیات میں منطبق ہو، لہٰذا وہ ہمارا سمجھا ہوا قاعدہ سنۃ اللہ نہ رہا۔

(اکمل صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کارخانہ قدرت پر نظر کر کے کسی امر کو سنۃ اللہ نہ کہنا چاہیے ص ۶۔ بس جب یہ مسلّم ہے تو پھر جھگڑا کیا رہا؟)

اب سوال یہ ہے کہ جس امر کو ہم نے سنۃ اللہ قرار دیا ہے، آیا اس کے متعلق خدا نے یا اس کے رسول ﷺ نے کہا ہے کہ یہ امر سنۃ اللہ ہے؟ یا جو قاعدہ ہم نے اپنے استقراء سے بنایا ہے وہ سب جزئیات کو دیکھ بھال کر بنایا ہے؟ اور ہم اس کی مخلوقات کا احاطہ کر چکے ہیں؟ اور اس کی قدرت کے اسرار کو اور اس کے نظام کو کامل طور پر سمجھ چکے ہیں؟

(اکمل صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کسی امر کو اپنی سنت کہے، کے ساتھ یہ ایزاد کر لیجئے: کسی امر کو بطور کلیہ فرمانا بھی سنت ہے۔، اچھا جناب! تو پھر کیا؟ آپکے مدعا کے مطابق تو قرآن مجید میں کوئی کلیہ نہیں۔ ہے تو یہی ہے کہ انّ اللّٰہ علی کلِّ شیءٍ قدیر، جو آپ کے مدعا کے خلاف ہے)

قرآن و حدیث کا واقف اور نظام قدرت پر صحیح نظر رکھنے والا بے شک گردن جھکا دے گا اور اس امر کو تسلیم کرے گا کہ ان قواعد کو جو ہم نے بنائے ہیں، خدا و رسول نے ہرگز سنۃ اللہ نہیں کہا ہے، اور ہمارا استقراء بالکل ناقص ہے (حاصل یہ کہ ہم اپنے ناقص تجربہ و مشاہدہ کی بنا پر کسی امر کو سنۃ اللہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ مخلوقات و صنائع خالق کا استقرائے کلی ناممکن ہے اور استقرائے ناقص مفید ظن ہوتا ہے، نہ مفید یقین) کیونکہ مخلوقات الٰہی اور اس کے عجائبات قدرت انسان کے احاطہ علم سے باہر ہیں۔ ہمیں و ما یعلم جنود ربّک الّا ھو (مدثر) (تیرے رب کے لشکروں کو اس کے اپنے سوا کوئی نہیں جانتا) اور و ما اوتیتم من العلم الّا قلیلاً (بنی اسرائیل: ۸۵) (تم کو صرف تھوڑا سا علم عطا کیا ہے) کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ آیت و لن تجد لسنّۃِ اللّٰہ تبدیلاً (فتح) اور اس کے دیگر نظائر کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ ان آیات میں سنۃ اللہ سے انبیاء کی نصرت اور ان کے دشمنوں کی تعذیب و خذلان و ناکامی مراد ہے۔ سو اس امر کی نسبت اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میری یہ قدیمی روش ہے اس میں تبدیلی نہ ہوگی۔

(اکمل صاحب فرماتے ہیں: سنۃ اللہ کے معنی عذاب الٰہی کسی لغت سے دکھائے ہوتے۔ ص

۶۔ جواب:۔ جناب والا! سنت کے معنی ہیں عادت و سیرت۔ چنانچہ صراح میں ہے: سنۃ بالضّم روش، اور قرآن شریف میں خدا تعالی فرماتا ہے کہ میں ہمیشہ گذشتہ امتوں میں یہ کرتا آیا ہوں کہ منکرین انبیاء کو عذاب کروں، تو اب بھی ایسا ہی کرونگا اور یہ میری سنت ہے۔ مصنفین کتب لغت پر یہ واجب نہیں کہ لفظ سنت کے ذیل میں سب قسم کی عادتوں کو لکھ دیں، یہ تو متکلم کے کلام سے مفہوم ہوگا۔ گو آپ کا سوال بالکل جاہلانہ ہے لیکن خدا کی قدرت کہ اس نے اپنے ایک بندے سے آپ کا مطالبہ بھی پورا کر دیا۔ دیکھئے قاموس میں سنۃ الاولین کی نسبت لکھا ہے: ای معائنۃ العذاب۔ اسی طرح لسان العرب میں بھی

ہے، جو انشاء اللہ آگے مذکور ہوگا۔

پھر اکمل صاحب لکھتے ہیں: لا مبدّل لکلماته میں لا نفی جنس کو دیکھو، ہر بدلانے والے کی نفی ہے۔ص ٦۔ جواب۔کیا آپ کا مدعا یہ ہے کہ پھر خدا بھی نہیں بدل سکتا؟ جناب! یہ بات آپ نے بے علمی کی وجہ سے لکھی ہے۔ کلمے کی اضافت جب خدا کی طرف کی گئی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ خدا کے سوا خدا کے کلمات کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ دیکھئے تفسیر ابوالسعود میں اسی آیت کے ضمن میں لکھا ہے لا قادر علی تبدیله و تغییره غیره، کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا اس کی تبدیلی وتغیر کر قدرت نہیں رکھتا)۔

اس بات کے سمجھنے کا آسان طریق یہ ہے کہ یہ آیات جہاں جہاں قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں طالب مشتاق ان مواقع کو نکال کر ماقبل و مابعد پر نظر کرے تو ساتھ ہی انبیاء کی نصرت اور ان کے دشمنوں پر خدا کی مار اور پھٹکار کا ذکر موجود ہوگا۔ پس قاعدہ نظم وارتباط قرآن حکیم اس کو مجبور کردے گا کہ وہ تسلیم کرلے کہ اس جگہ سنۃ اللہ سے مراد پیغمبروں کی نصرت اوران کے دشمنوں کی تعذیب وخذلان ہے۔ چنانچہ ہم وہ سب مواقع علی الترتیب مع ان کے ماقبل کے نقل کرکے فیصلہ ناظرین کے فہم رسا پر چھوڑتے ہیں۔

(۱) و ان کادوا لیستفزّونک من الارض لیخرجوک منها و اذ لّا یلبثون خلفک الّا قلیلاً سنّة من قد ارسلنا قبلک من رّسلنا ولا تجد لسنّتنا تحو یلاً (سورہ بنی اسرائیل (٦ے۔ے ے)(اور تحقیق یہ لوگ نزدیک ہیں کہ تجھ کو دل برداشتہ کرکے اس سرزمین سے نکال دیں۔ پھر یہ بھی اس میں تیرے پیچھے تھوڑی ہی مدت بسیں گے۔(یہ) سنت ہے ان پیغمبروں کی جن کو ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا اور تو ہماری سنت کیلئے تحویل (ٹال دینا) نہ پاوے گا)

اس موقع پر صاف مذکور ہے کہ کفار مکہ پیغمبر ﷺ کو مکہ شریف سے خارج کرنا چاہتے تھے ،حق تعالی نے آپ کی تسلی فرمائی کہ اگر آپ کو نکال دیں گے تو خود بھی نہ رہیں گے کیونکہ انتقام انبیاء از اعداء ہماری سنت قدیمہ ہے اور یہ کبھی محول نہ ہوگی۔

اس آیت کے ذیل میں تفسیر کبیر میں ہے انّ کلّ قوم اخرجوا نبیّهم سنّة اللّه ان یّهلکهم۔یعنی خدا تعالی کی اس سے مراد یہ ہے کہ جس کسی قوم نے اپنے نبی کو نکالا، انکے متعلق خدا کی سنت یہی ہے کہ ان کو بس ہلاک ہی کردے۔ اور آیت لا تجد لسنّتنا تحو یلاً پر کہا ہے و المعنی انّ ما اجری اللّه تعالی بدا العادة لم تتهیّا لاحدٍ ان یّقلب تلک

العادۃ۔ یعنی ان کے معنی یہ ہیں کہ جس امر کو خدا اپنی عادت ٹھہرا لے تو کسی سے بھی نہیں ہوسکتا کہ اس عادت کو بدل ڈالے۔ اسی طرح تفسیر ابوالسعود میں لکھا ہے کہ خدا کی یہی سنت ہے کہ جو امت اپنے رسول کو اپنے علاقہ سے نکال دے، خدا تعالی اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

اسی سورہ بنی اسرائیل (۱۰۳۔۱۰۴) میں فرماتا ہے:

فاراد ان یستفزّھم من الارض فاغرقناہ ومن مّعہ جمیعاً وقلنا من بعدہ لبنی اسرائیل اسکنوا الارض (پس ارادہ کیا (فرعون نے) کہ دل برداشتہ کرے ان کو اس سرزمین سے، تو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو ڈبو دیا اور اس کے بعد بنی اسرائیل کو کہا کہ اب تم اس زمین میں با اختیار ہو کر سکونت اختیار کرو)

گویا سنّۃ من قد ارسلنا قبلک من رّسلنا کی ایک مثال بھی ذکر فرما دی۔

(۲) لئن لّم ینتہ المنافقون فی قلوبھم مّرض و المرجفون فی المدینۃ لنغرینّک بھم ثمّ لا یجاورونک فیھا الّا قلیلاً ۔ ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا ۔ سنّۃ اللّٰہ فی الّذین خلوا من قبل و لن تجد لسنّۃ اللّٰہ تبدیلاً (احزاب ۶۰۔۶۲) (اگر منافق اور وہ جن کے دل میں مرض (شک) ہے اور وہ جو شہر میں بری خبریں اڑاتے پھرتے ہیں، باز نہ آئیں گے، تو ہم تجھ کو ان پر مسلط کر دیں گے۔ پھر وہ اس شہر میں تیرے نزدیک تھوڑے ہی دن رہیں گے۔ لعنت مارے ہوئے ہو کر جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں گے۔ جو لوگ پہلے گذرے ہیں ان میں (بھی) خدا کا (یہی) دستور رہا ہے اور اے پیغمبر! تم خدا کے دستور میں ہرگز (کسی طرح کا) ردّ و بدل نہ پاؤ گے)

اس میں بھی عذاب الٰہی کا صاف ذکر ہے چنانچہ تفسیر ابوالسعود میں لکھا ہے:

سنّ اللّٰہ ذلک فی الامم الماضیۃ سنّۃ وھی ان یّقتل الّذین نافقو الانبیاء علیھم الصّلوۃ و السّلام و سعوا فی توھین امرھم بالارجاف و نحوہ اینما ثقفوا۔ یعنی گزشتہ امتوں میں خدا تعالی کی سنت یہی رہی ہے کہ ان لوگوں کو جو انبیاء سے منافقت کریں اور ان کے امر (دین) کے ضعیف کرنے میں ارجاف (غلط پروپیگنڈہ) کرنے یا اس کی مثل (اور شرارتوں کی) سعی کریں، تو اللہ تعالی ان کو ٹکڑے ٹکڑے ہی کر دیتا رہا ہے)

اسی طرح تفسیر کبیر میں بھی یہی مضمون ہے۔اسی طرح لسان العرب میں ہے۔

ای سنّ اللہ ذلک فی الّذین نافقو الانبیاء و ارجفوا بھم ان یّقتلوا این ثقفوا ای وجدوا۔اس کے بعد سنۃ الا ولین (سورہ کہف) کی نسبت کہا ہے قال الزّجا ج سنّۃ الاوّلین انّھم عاینوا العذا ب۔(لیجئے اکمل صاحب لغت کی کتاب سے بھی سنۃ اللہ سے مراد عذاب اللہ ثابت ہوگیا۔اب تو قادیانی کو چھوڑ یئے)

(۳) و لا یحیق المکر السّیّء الّا باھلہ فھل ینظرون الّا سنّۃ ا لاوّلین فلن تجد لسنّۃ اللّہ تبدیلاً و لن تجد لسنّۃ اللّہ تحویلا (فاطر: ۴۳)

(اور بری تدبیر (کا وبال) صرف اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے۔تو یہ لوگ سوائے پہلوں کی سنت کے اور کچھ انتظار نہیں کرتے۔پس تو ہرگز خدا کی سنت میں تبدیلی نہ پائے گا اور نہ خدا کی سنت میں تحویل (ٹالنا) پائے گا)

چنانچہ تفسیر ابوالسعو د میں کہا ہے:

ای سنّۃ اللّہ فیھم بتعذیب مکذّبیھم۔یعنی ایسے لوگوں کے بارے میں خدا کی سنت یہ ہے کہ مکذبین کو عذاب کرے۔

اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے:

لیس لھم بعد ھذا الّا انتظار الاھلاک و ھو سنّۃ الاوّلین۔یعنی ان بداندیشوں کے لئے اس کے بعد سوائے ان کی ہلاکت کے کسی چیز کا انتظار نہیں ہے اور یہی پہلے لوگوں میں خدا کی سنت ہے)

(۴) ولو قاتلکم الّذین کفروا لولّوا الادبار ثمّ لا یجدون ولیّاً وّلا نصیراً۔سنّۃ اللّہ الّتی قد خلت من قبل ولن تجد لسنّۃ اللّہ تبد یلاً (فتح: ۲۲۔۲۳) (اور اگر کفار تم سے لڑیں تو پیٹھ پھیر جائینگے۔پھران کو کوئی بھی حامی و مددگار نہ ملے گا (یہ) خدا کی سنت (ہے) جو پہلے گزر چکی اور تو ہرگز خدا کی سنت میں تبدیلی نہ پائیگا)

چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے سنّۃ اللّہ نصرۃ رسولہ و اھلاک عدوّہ یعنی خدا کی سنت یہ ہے کہ اپنے رسول کی مدد کرے اور اس کے دشمن ہلاک کرے۔

اسی مضمون،عدم تبدیل عذاب الٰہی،کو مواقع کثیرہ میں بالفاظ دیگر بیان کیا گیا ہے گویا وہ آیات تفسیر ہیں سنۃ اللہ کی۔چنانچہ فرمایا سورہ انعام (۱۴۸) میں ولا یردّ بأسہ عن القوم

المجرمین (اوراس کا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جا سکتا)۔ نیز سورہ یوسف (۱۱۰) میں فرمایا و لا یردّ بأسنا عن القوم المجرمین (اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاتا)۔ اور سورہ مومن کے اخیر میں (۸۵) فرمایا فلم یک ینفعھم ایمانھم لمّا رأوا بأسنا سنّة اللّٰه الّتی قد خلت فی عبادہ و خسر ھنا لک الکا فرون (پس جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا تو ان کو ان کے ایمان نے کچھ بھی فائدہ نہ دیا (یہ) خدا کی سنت (ہے) جو اس کے بندوں میں گزر چکی اور اس وقت کفار خسارے میں ہوئے)

(اکمل صاحب نے ان آیتوں میں سنۃ اللہ سے عذاب الٰہی مراد نہ ہونے میں بہت بے سود کوشش کی ہے۔ اس کا صحیح و درست جواب یہ ہوسکتا تھا کہ آپ قرآن شریف میں سے کوئی پانچویں جگہ نکال دیتے جہاں سنۃ اللہ کو غیر مبدل کہا ہو، اور سابقاً یا لاحقاً عذاب و نکال کا ذکر و قرینہ نہ ہو، کیونکہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتی ہے۔ مگر آپ کو یہ باتیں بتائے کون؟ مسیح قادیانی تو خود ان علوم سے ناواقف تھا، مرید کیا جانیں گے؟ اور کلمۃ اللہ کے متعلق ایک بات آپ کو بتاؤں کہ یہاں پر مراد خدا کے وعدے ہیں جو قادیانی سے کبھی بھی پورے نہیں ہوئے۔ سمجھ میں نہ آئے تو محمدی بیگم کا نکاح، ڈاکٹر عبدالحکیم اور عبداللہ آتھم کی موت، مولوی ثناء اللہ صاحب سے آخری فیصلہ کے مواعید سمجھ لیں)

اس بیان و تفصیل سے طالب ذکی پر واضح ہوگیا کہ انکار خرق عادت کے لئے و لن تجد لسنّة اللّٰه تبدیلاً سے تمسک کرنا مراد الٰہی کے بالکل خلاف ہے۔

مقدمہ ثالثہ دربیان خصائص حضرت عیسیٰؑ

قادر و قیوم کا طریق تعلیم اسی نہج پر چلا آیا ہے کہ جب لوگ مسبب حقیقی سے غافل ہوکر اسباب کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو وہ عزیز حکیم ان کے مزعومات کو باطل کرنے کے لئے اپنی قدرت کے کرشمے ظاہر کیا کرتا ہے۔ حضرت مسیح کی ولادت باسعادت کے وقت طب اور فلسفہ کا بڑا چرچا تھا (اور ظاہر ہے کہ ان علوم کا مدار اسباب ہی پر ہے) شب و روز کے توغّل نے انکے اذہان قاصرہ میں یہی کچھ مزین کر دیا تھا کہ کوئی چیز بغیر سبب (یعنی وہ سبب جو انسانی علم میں آچکا ہے) و علاج اور بدون ترکیب و مزاج کے پیدا نہیں ہوسکتی۔

اے گرفتارِ سبب از مسبب غافلی — سوئے این روتاب زاں سو مائلی

سو اللہ تعالی نے انکے اس واہی خیال کے ابطال کیلئے مسیح کو خلاف عادت بے باپ پیدا کیا۔ اور آپ کو طفلی میں خلاف عادت نطق فصیح کی طاقت دی (یہ کلام سورہ مریم آیات ۳۰ تا ۳۳ میں صاف مذکور ہے) اور ایسے مریضوں کو جن کے علاج سے اطباء عاجز ہوں، بغیر اسباب معتادہ کے ان کے ہاتھ پر شفا دی۔ اور معجزہ احیائے موتی جو طاقت بشری سے باہر ہے، ان کے ہاتھ پر ظاہر کیا۔ اور مٹی کی مورت میں آپ کی پھونک سے زندگی کی روح پھونک دی، جو اس سے بھی عجیب تر ہے۔ اور صعود الی السماء، جسے فلاسفر محالات میں شمار کرتے ہیں، حضرت مسیح کو آسمان پر چڑھا کر واقعتاً محقق کر دیا۔ اور فلاسفہ کے اس خیال کو کہ گردش زمانہ کے اثر سے ہر چیز متغیر و مستحیل ہو جاتی ہے، حضرت مسیح کے مسئلہ نزول سے باطل کیا۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے:

قال کثیرمّن العلماء بعث اللّٰہ کلّ نبیّ من الانبیاء بما ینا سب اھل زمانہ فکان الغالب علی زمان موسیٰؑ السّحرو تعظیم السحرۃ فبعثہ اللّٰہ بمعجزۃ بھت الابصار وحیرت کل سحار فلما استیقنوا انھامن عند العظیم الجبار انقادوا للاسلام و صاروا من عباد اللّٰہ الابرار۔وامّا عیسیٰؑ فبعث فی زمن الاطبّا و اصحا ب علم الطّبیعۃ فجاء ھم من الآیات بما لا سبیل لاحد الیہ الّا ان یکو ن مؤیداً من الّذی شرع الشّریعۃ فمن این للطبیب قدرۃ علی احیاء الجماد او علی مداواۃ الاکمہ و الابرص و بعث من ھو فی قبرہ رھین الی یوم التناد ۔ و کذلک محمد ﷺ بعث فی زمان الفصحاء والبلغاء و تجارید الشعراء فاتاھم بکتا بٍ مّن اللّٰہ عزّوجلّ فلو اجتمعت الانس والجنّ علی ان یاتوا بمثلہ او بعشر سورٍ مّن مثلہ او بسورۃٍ من مثلہ لم یستطیعوا ابداً ۔ و لو کان بعضھم لبعضٍ ظھیراً ۔ وما ذلک الا ان کلام الرّبّ عزّ وجلّ لا یشبہ کلام الخلق ابداً (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۲۷۔۲۲۸) (بہت سے علمائے امت نے کہا ہے کہ اللہ نے ہر نبی کو اس (نشان) کے ساتھ مبعوث کیا جو اس کے زمانہ کے لوگوں کے مناسب تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں جادو اور جادوگروں کی تعظیم کا بہت چرچا تھا۔ پس خدا نے آپ کو ایسے معجزے (عصا) سے مبعوث کیا جس نے آنکھوں کو حیران اور ہر جادوگر کو مبہوت کر دیا۔ پس جب انہوں نے یقین کر لیا

کہ وہ معجزہ خدائے بزرگ و جبار کی طرف سے ہے، تو اسلام کے مطیع ہو گئے اور خدا کے نیک بندے بن گئے ۔ (اسی طرح) حضرت عیسیٰؑ اطبا اور علم طبیعیات والے لوگوں کے زمانہ میں مبعوث کئے گئے ۔ پس وہ ان کے پاس ایسے نشانات لائے جن کی نسبت سوائے اس کے کوئی اور گمان نہیں ہوسکتا کہ یہ سب اس ہستی کی طرف سے ہیں جس نے یہ شریعت مقرر کی ہے۔ پس کوئی طبیب مردوں (اموات) اور جمادات کے زندہ کرنے، یا مادر زاد اندھے اور برص کے علاج پر، اور اس شخص کے اٹھا کھڑا کرنے پر جو اپنی قبر میں قیامت کے دن تک کیلئے مرہون ہو، کہاں سے قدرت لائے ؟ اسی طرح حضرت محمد ﷺ بڑے بڑے نامی فصحاء اور بلغاء وشعراء کے زمانہ میں مبعوث کئے گئے ۔ پس آپ خدا کی طرف سے ایسی کتاب لائے کہ اگر تمام انسان اور جنّ اس امر پر مجتمع ہو جائیں کہ اس کی مثل یا اس کی دس سورتوں کی مثل یا ایک سورت کی مثل لائیں، تو کبھی نہ لاسکیں گے، اگرچہ بعض بعض کے مددگار بن جائیں اور یہ اسی لئے ہے کہ خدا کا کلام مخلوق کے کلام سے ہرگز نہیں ملتا)

تشریح لفظ آیت : آیت کے معنی علامت ہیں چنانچہ لسان العرب میں ہے: و الآیة العلامة ۔ قرآن شریف میں اس کا اطلاق کئی امروں پر آیا ہے کہ ایک ان میں سے عجائبات قدرت ہیں ۔ چنانچہ فرمایا:

ام حسبت انّ اصحاب الکھف و الرّقیم کانوا من آ یاتنا عجباً ۔
(کہف :۹) (کیا تو نے گمان کیا کہ غار والے اور تختی والے ہمارے نشانات میں سے کوئی انوکھی چیز تھے)۔

اسی کے موافق لسان العرب میں کہا ہے: آ یات اللّٰہ عجائبه ۔ اسی معنی کے لحاظ سے حضرت عیسیٰؑ کے لئے قرآن شریف میں متعدد مقامات میں آیت کا لفظ وارد ہے۔ چنانچہ فرمایا:

و لنجعله آ یةّ للنّاس (مریم:۲۱) (تا کہ ہم اسے (ابن مریم کو) لوگوں کیلئے (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنائیں)۔

و جعلناھا و ابنھا آ یةّ للعالمین ۔ (انبیاء:۹۱) (اور ہم نے اسے (مریم کو) اور اس کے بیٹے (مسیح) کو جہان والوں کے لئے (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنا دیا)۔

و جعلنا ابن مریم و امّه آیةً (مومنون:۵) (اور ہم نے ابن مریم کو اور اس کی ماں کو (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنایا)۔

و جعلناہ مثلاً لّبنی اسرا ئیل (زخرف:۵۲) (ہم نے اسے (ابن مریم کو) بنی اسرائیل کے لئے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا)۔

ان آیات میں خدا تعالی حضرت عیسیؑ کو آیت اور مثل یعنی نشان و نمونہ قدرت فرمایا ہے۔ پس اگر ان کے متعلق قرآن و حدیث میں کوئی ایسی بات وارد ہو جو عام عادت کے خلاف نظر آئے اور لوگوں کو اس سے تعجب پیدا ہو، تو قرآن و حدیث پر ایمان رکھنے والوں کو اس سے کچھ بھی تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جسے خدا نے عام عادت کے خلاف بلا باپ پیدا کیا ہو اور اسے اپنی قدرت کا ایک نشان قرار دیا ہو، اس کے حالات عام نظام کے ماتحت نہ ہوں، تو کوئی تعجب نہیں۔ حضرت عیسیؑ کی ولادت، ان کا طفلی میں حکیمانہ تکلم فی المھد، ان کے معجزات ان کی رفع سماوی اور پھر آسمان سے ان کا نزول سب باتیں اس نظام سے بالکل الگ ہیں جو انسان کے علم میں آیا اور جس پر اس کی معلومات کی چکی گردش کر رہی ہے۔

(قاضی اکمل معجزات مسیحیہ پر اعتراض لکھتے ہیں: اگر حضرت عیسیؑ نے معجزے کے پرند اڑائے یا بقول آپ کے خلقِ حیات کیا، تو کیا حضرت موسیؑ کا عصا سانپ نہیں بن گیا تھا؟ ص ۴۔

جواب۔ ہاں جناب! بن گیا تھا۔ لیکن اس سے آپ کو کیا فائدہ؟ اور ہمیں کیا نقصان؟ اس میں بھی تو ہماری تائید ہے۔

اور یہ جو آپ نے کہا؛ بقول آپ کے خلق حیات کیا۔ جناب! یہ مجھ پر افتراء ہے آپ تو لکھتے ہیں: شہادت القرآن حصہ اول اس وقت میرے سامنے ہے۔ص۲۔ بھلا اس میں کہیں دکھایئے تو کہ اس میں کہاں لکھا ہے کہ حضرت عیسیؑ نے خلقِ حیات کیا۔ جناب اس میں تو صاف لکھا ہے: اللہ سبحانہ وتعالی نے خلقِ حیات حضرت مسیح کے ہاتھ پر اپنی قدرت کاملہ سے کر دکھایا۔، اسی طرح اعادہء حیات کو بھی خدا ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ دیکھو شہادت القرآن طبع ثانی ص ۱۲)۔

پس حضرت عیسیؑ کے متعلق رفع نزاع و اختلاف کے لئے یہ طریق نہایت سادہ اور سلامت روی کا ہے اور ایک مومن کے لئے اس میں کوئی بھی اینچ پیچ نہیں ہے۔

سوال: آیات مذکورہ بالا میں حضرت مریم کی شان میں بھی لفظ آیت وارد ہے، تو حضرت مریمؑ میں یہ امر کہاں پائے جاتے ہیں؟

جواب: کسی امر کے ثبوت کے لئے قرآن و حدیث میں اس کے اصل کا وجود ضروری ہے۔ پس جس امر میں حضرت مریم کو آیت کہا گیا ہے بے شک وہ اس میں آیت (نشان قدرت) ہیں، اور جو امر

ان کے حق میں مذکور ہی نہیں وہ زیر بحث ونزاع آ ہی نہیں سکتے ۔ ان میں ان کو آیت قرار دینے کے کیا معنی؟ اس لئے ہم نے اوپر کی عبارت میں نزاع واختلاف کی قید لگائی ہے۔

نکتہ : سورت انبیاء اور سورت مومنون کی آیات میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ دونوں کی نسبت لفظ آیت بصیغہ وحدت وارد ہے حالانکہ دو کیلئے صیغہ تثنیہ ہونا چاہیے ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس امر میں یعنی ولادت بلا پدر میں دونوں کا حال مجموع ایک آیت (نشان) ہے ۔ چنانچہ لسان العرب میں زیر لفظ آیت و جعلنا ابن مریم وامّه آية (مومنون) کو ذکر کر کے کہا ہے:

و قال ابو منصور لانّ الآية فيهما معا آية وّواحدة و هى الولادة دون البعل۔ جلد ۱۸ ص ۶۶) (ابومنصور نے کہا یہ اس لئے ہے کہ دونوں میں معاً ایک ہی نشان ہے اور وہ ولادت بغیر مرد کے)

خاکسار کہتا ہے کہ اس کی نظیر آیت هنّ امّ الكتاب (آل عمران: ۶) ہے۔گو هنّ جمع کی خبر امّ واحد ہے کیونکہ مجموع آیات محکمات ایک شئے ہے اور مجموع آیات متشابہات ایک شئے (مستفاد از تفسیر کبیر)۔پس حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ میں ایک امر مشترک ہے اور دیگر امر حضرت عیسیٰؑ کی نسبت ثابت ہیں اور حضرت مریمؑ کی نسبت نہیں ۔

امّا الاشتراک ففى انها و لدته من غير بعل بمحض قدرةِ اللّه و امّا الافتراق ففى التكلم فى المهد و المعجزات الدّالّة على صدق النّبوّة و الرّفع الى السّماء حيّاً و النّزول منها فى آخر الزّمان (میر سیالکوٹی)

(اشتراک اس امر میں ہے کہ حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو صرف خدا کی قدرت سے، بغیر خاوند کے جنا۔اور ان میں فرق ان امور میں ہے: ماں کی گود میں خلاف عادت باتیں کرنا، اور معجزات جو صدق نبوت پر دلالت کرتے ہیں اور آسمان پر زندہ اٹھایا جانا اور آخری زمانہ میں وہاں سے نازل ہونا)

حاصل کلام یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کو قرآن میں آیت کہا گیا اور امور خمسہ مذکورہ بالا ان کی نسبت قرآن وحدیث میں بطور خرق عادت ذکر کئے گئے ۔ پس آپ ان سب میں آیت اللہ ہیں ۔ ایسا نہیں کہ چونکہ آپ کو آیت کہا گیا ہے اسلئے پانچوں امور مذکورہ بالا ان میں بغیر قرآن وحدیث میں وارد ہونے کے بطور خرق عادت مانے جائیں کیونکہ یہ نتیجہ بحسب واقعہ ذکر ہے نہ بحسب علاقہ ولزوم ۔اسی لئے ہم اس کو بطور قضیہ اتفاقیہ (ملا مبین نے شرح مسلّم میں بحث شرطیات میں لفظ اتفاقاً

پرلکھا ہے بحیث یکون کلا النّسبتین واقعتین فی نفس الامر من غیر علاقة بینھما یعنی دونوں نسبتیں نفس الامر میں واقع ہوں اور ان میں علاقہ لزوم و تصانیف نہ ہو) قرار دیتے ہیں نہ بطور قضیہ لزومیہ کے ۔

(قاضی اکمل اس لفظ آیت پر لکھتے ہیں : دوسرے امور کیلئے آیت ٹھہرانا ضروری ہو، تو کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہوا؟

جواب ۔ جناب یہ تو اللہ تعالی سے پوچھئے کہ اس نے کیوں نہیں کہا ۔ ہم نے تو صاف لکھ دیا تھا کہ قرآن میں مذکور ہونے کے سبب نشان کی صورت مقرر کی ہے اور ولادت بلا پدر اس کی مؤید لیکن آپ اسے سمجھے نہیں)

تذییل : اسی طرح فرعون کی نسبت وارد ہے لتکو ن لمن خلفک آ یة (یونس : ۹۲) اور وہ صرف اس کے دریا میں ہلاک ہونے اور پھر ذلت کے ساتھ ساحل پر پڑے رہنے میں ہے جیسا کہ سباق آیت اس پر شاہد ہے ۔ نیز اسی کے حق میں فرمایا:

فا خذہ اللّٰہ نکال ا لآخرة و الاولی انّ فی ذلک لعبرةً لّمن یّخشی (نازعات : ۲۵۔۲۶) (اس (خدا) نے اس (فرعون) کو دنیا اور آخرت (ہر دو جہان) کے عبرتناک عذاب میں پکڑا ۔ بے شک اس امر میں (خدا سے) ڈرنے والے کے لئے (بڑی بھاری) عبرت ہے)

اسی طرح حضرت عزیر کی شان میں فرمایا و لنجعلک آیة للنّاس (بقرہ : ۲۵۹) یعنی ،تا کہ ہم تجھ کولوگوں کے لئے ایک نشان (قدرت) بنائیں) (قرآن میں اس موقع پر حضرت عزیرؑ کا نام مذکور نہیں ۔مفسرین کی ایک بھاری جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ قصہ حضرت عزیر کا ہے، سو بنا بر مشہور لکھا گیا واللّٰہ اعلم بحقیقة الحال) سو یہ بھی صرف اس امر میں ہے کہ مردوں کو پھر زندگی بخش دینا خدا کی قدرت میں داخل ہے جیسا کہ اس سے پہلے انّی یحی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا فاماتہ اللّٰہ مأة عامٍ ثم بعثه ۔ (یعنی خدا اس بستی کے مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا ۔ پس خدا نے اسے سو سال تک مارے رکھا ، پھر زندہ کیا ۔۲:۲۵۹) اور اس کے بعد فلمّا تبیّن له قال اعلم انّ اللّٰہ علی کلّ شیءٍ قدیر (پس جب سب کچھ اس کے سامنے ظاہر ہو گیا تو کہنے لگا میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا ہر شئے پر قادر ہے ۔۲:۲۵۹) سے ظاہر ہے ۔

خلاصہ مطلب یہ کہ چونکہ خصوصیات مسیحیہ حضرت مریمؑ اور حضرت عزیرؑ میں اور فرعون

کے حق میں وارد نہیں ہوئیں ۔اس لئے ہم نہ تو ان کو ان امور میں آیت اللہ کہہ سکتے ہیں اور نہ ان کے متعلق یہ سوال اٹھ سکتا ہے۔

(قاضی اکمل صاحب اس پر لکھتے ہیں : یہی لفظ (آیت) حضرت مریم کے حق میں بھی وارد ہوا ہے اور حضرت عزیرؑ کے حق میں بھی اور پھر فرعون کے بارے میں بھی آیا ہے ص ۳۔

جواب ۔ ہاں جناب، آیا ہے ۔لیکن اس اعتراض میں آپکا کیا کمال ہے؟ یہ سوال تو میں نے خود ذکر کر کے اس کا کافی جواب دیدیا ہے، جسے آپ سمجھ نہیں سکے ۔اگر اعتراض کرنا تھا تو اس جواب پر کرتے)

تنبیہ در بارہ طریقِ بیان

اثبات مدعا کے لئے صرف قرآن شریف سے تمسک کیا گیا ہے اور رفع تنازع کے لئے کوئی امر ایسا نہیں لکھا جس کی تائید کتاب اللہ یا حدیث رسول اللہ ﷺ یا زبان عرب سے نہ ہوتی ہو۔خواہ اسے کسی تفسیر سے لکھا ہو، خواہ استعداد خدا داد سے سمجھا ہے ۔ غرض جو کچھ لکھا ہے، مراد کتاب اللہ کے موافق لکھا ہے، خلاف نہیں لکھا ۔مفسرین کے اقوال صرف اسلئے ذکر کئے ہیں کہ اس زمانہ جہالت میں کفران نعمت کی صنعتِ مذموم بڑھتی جاتی ہے ۔بنا بر آں بعض مصنف تو تحقیقات کو اپنی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں اور اپنے ماخذ کا پتہ نہیں بتاتے اور بعض آئمہ مفسرین کے اقوال کو نظر عزت سے نہیں دیکھتے ۔لیکن خاکسار ان دونوں امروں میں ان لوگوں کے ساتھ نہیں ۔جس امر کو کسی کتاب سے لیا ہے اس کا نام لکھ دیا اور مفسرین کے جس قول کو اختیار کیا ہے اس کی تائید قرآن وحدیث یا لغت عرب یا قواعد علمیہ سے کر دی ہے ۔ پس جب قدر نا شناس لوگ سلف صالحین کے اقوال کو قرآن وحدیث اور لغت عرب اور قواعد علمیہ سے مؤید پائینگے تو انشاء اللہ بدظنی دور ہو جائے گی ۔ دوسرے اس غرض کے لئے کہ اپنے موافقین کو زیادت اطمینان حاصل ہو اور اپنے پر سے ظن تفسیر بالرائے دور ہو جائے ۔ تیسرے اس لئے کہ نازک خیالی کے مدعی جو حقیقت میں تفسیر بالرائے کرتے ہیں، جان لیں کہ وہ سلف صالحین اور متقدمین اسلام کے فہم وادراک کو نہیں پہنچ سکتے ۔

(قاضی ظہور الدین اکمل نے اپنی کتاب شہادۃ الفرقان کے شروع میں خاکسار کی اس کتاب کے متعلق لکھا ہے : نام تو شہادت القرآن ہے مگر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، شہادۃ تفاسیر ہے ۔ ص ۳۔

جواب یہ ہے کہ قادیانیوں کی سمجھ کو خدا جانے کیا ہو گیا ؟ تفاسیر کے حوالہ جات جس غرض کے لئے دیئے گئے ہیں وہ صاف صاف بیان کر دی گئی ہے، پھر بھی کہتے ہیں شہادۃ تفاسیر ہے)۔

فصل اول در بیان عدم مصلوبیت عیسیٰؑ

چونکہ مرزا صاحب قادیانی نے حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کا افتتاح مسئلہ صلیب سے کیا ہے اور یہ مسئلہ ان کے نزدیک بمنزلہ بناء کے ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ہم بھی پہلے اس کی تحقیق کریں کہ آیا یہ واقعہ صلیب حضرت عیسیٰؑ کی نسبت درست ہے یا نہیں؟ سو اس کے لئے بیان ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

اس بات کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اب سے تقریباً دو ہزار سال قبل کے واقعہ کی صحت و صداقت کے لئے کسی زبردست قابل اعتبار شہادت وسند کی ضرورت ہے۔ اسلامی نقطہ خیال سے اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اول یہ کہ قرآن مجید یا حدیث صحیح مرفوع میں اس کی تصریح ہو۔ دوم یہ کہ نزول قرآن سے قبل کی کتابوں یا روایتوں میں اس کا ذکر ہو، بشرطیکہ وہ قرآن و نبی ﷺ کی تصریح کے خلاف نہ ہوں، اور زمانہ کے دست برد، لوگوں کے جعل وتصرف اور ان کے ردّ و بدل اور تحریف وتبدیل سے محفوظ چلی آئی ہوں۔ اور ان کے مصنفین تک ان کا سلسلہ روایت صحت سند سے پہنچتا ہو اور پھر ان مصنفین نے اسے معتبر ذرائع وقابل وثوق وسائل سے معلوم کر کے درج کیا ہو۔ سو قرآن شریف میں تو صاف طور پر و ما صلبوہ (نساء) مذکور ہے جس کے خلاف ایک مسلمان کسی بھی دیگر شہادت کو ہرگز نہیں مان سکتا۔ اور نہ اسکے بعد تحقیقات کی کوئی ضرورت باقی رہتی ہے۔ ہاں بے شک مسیحی اسفار میں صلیب کا واقعہ حضرت مسیح کی نسبت اثبات میں مذکور ہے۔ اور ان ہی کی بنا پر سر سید احمد علی گڈھی نے صلیب و وفات مسیح کا واقعہ لکھا (دیکھو تفسیر القرآن مصنفہ سر سید احمد خان۔ سورہ آل عمران) جن کی پیروی میں مرزا صاحب بھی باضافہ دعوی مسیحیت، صلیب و وفات مسیح کے قائل ہوئے۔ ان مسیحی کتابوں کے سوا دونوں صاحبوں کے ہاتھ میں اسلامی کتب میں سے کچھ بھی نہیں اور یہ محقق ہو چکا ہے کہ یہ کتابیں محض جعلی ہیں اور ان کے بیانات ہرگز قابل وثوق نہیں۔

چونکہ ہم نے اس کتاب میں التزام کیا ہے کہ اپنے دعوی اور دلیل کی بنا قرآن کریم پر رکھیں، اس لئے ہم قرآن شریف کی چند آیات سے ثابت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت واقعہ صلیبی محض دروغ ہے۔

☆کسر صلیب کی پہلی آیت:

و مکروا ومکر اللّه و اللّه خیر الما کرین (آل عمران : ۵۴) (یہود نے (حضرت عیسیٰ کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی) تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تدبیر کی، اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے)

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ امام رازیؒ نے (تفسیر کبیر ج ۲ میں) اس آیت مندرجہ عنوان کے ذیل میں لفظ مکر کی تحقیق میں فرمایا ہے:

لانّه عبارة عنِ التّدبیر المحکم الکامل ثمّ اختصّ فی العرف بالتّدبیر فی ایصال الشّر الی الغیر (مکر سے تدبیر محکم اور کامل مراد ہے۔ پھر عرفِ عام میں یہ لفظ ایسی تدبیر میں خاص ہو گیا جو کسی دوسرے کو ضرر پہنچانے کیلئے کی جائے)

امام رازی کا یہ قول بالکل صحیح ہے اور کتاب اللہ اس کی تصدیق کرتی ہے چنانچہ فرمایا:

و الّذین یمکرون السّیّئات لهم عذاب شدید و مکر اولئک هو یبور (فاطر : ۱۰) (اور جو لوگ بداندیشیاں کرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہو گا اور انکا مکر ہی تباہ ہو گا)

فلمّا جاء هم نذ یر مّا زا دهم ا لّا نفوراً ۔ ناستکباراً فی الارض و مکر السّیّء ولا یحیق المکر السّیّء الّا با هله (فاطر : ۴۲۔۴۳) (پس جب ان کے پاس ڈرانے والا آ گیا تو ان کو سوائے نفرت و بھاگنے کے اور کچھ حاصل نہ ہوا، بوجہ زمین میں بڑائی چاہنے کے اور بداندیشی کرنے کے اور بداندیشی کا وبال اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے)

پہلی آیت میں تو سیّئات کو فعل یمکرو ن کا مفعول گردانا۔ اور دوسری میں دو دفعہ مکر کو سیّ سے موصوف کیا، جس سے صاف ثابت ہے کہ اصل لغت میں مکر کے معنی صرف تدبیر کرنے کے ہیں۔ نیز اس آیت زیر بحث ومکروا ومکراللّه کو واللّه خیر الما کرین پر ختم کرنا بھی اس امر کی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ تدبیر الٰہی عیسیٰؑ کے حق میں خیر ثابت ہوئی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے شرّ اعداء سے بالکل محفوظ رکھا اور آسمان پر اٹھا لیا اور یہود کے حق میں شرّ ہوئی کہ ان کو مکر میں ناکام رکھا۔ اور ان میں سے ایک شخص پر عیسیٰؑ کی شباہت ڈال دی جس کو پکڑ کر انہوں نے

صلیب پر چڑھایا اور قتل کیا جیسا کہ مفصل مذکور ہوگا۔ انشاء اللّٰہ تعالیٰ

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جملہ مکر اللّٰہ میں مکر کو خدا تعالیٰ طرف نسبت کرنے میں کوئی بھی قباحت و اعتراض نہیں۔

سوال: مکروا میں ضمیر فاعلی کس کی طرف راجع ہے؟

جواب: کفار بنی اسرائیل کی طرف جن سے عیسیٰؑ نے احساس کفر کیا تھا چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے الواو لکفّار بنی اسرائیل الّذین احسّ منھم الکفر (کشاف۔ج ۱)۔ ایسا ہی دیگر تفاسیر مثل سراج منیر، بیضاوی، خازن، مدارک، جلالین، معالم، جامع البیان، ابن کثیر، ابی السعود، عباسی اور تفسیر فیضی میں ہے۔

مفسرین کا یہ قول بالکل راست اور مطابق قرآن مجید ہے جیسا کہ سورہ مائدہ میں ہے

و اذ کففت بنی اسرائیل عنک .....(مائدہ: ۱۱) (اے عیسیٰؑ جب ہٹائے رکھا میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو) (اس آیت کی پوری تفسیر آگے آئے گی۔ انشاءاللہ)

سوال: یہود کا یہ مکر کس امر کے لئے تھا؟

جواب: اس امر کے لئے کہ حضرت عیسیٰ کو قتل کر ڈالیں۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے و مکرھم انّھم وکّلوا بہ من یّقتلہ غیلۃ یعنی یہود کا مکر یہ تھا کہ انہوں نے عیسیٰؑ پر ایک ایسا شخص مقرر کیا جوان کو فریب سے قتل کر ڈالے۔ اور غیلہ بالکسر کی تعریف سراج منیر میں یہ لکھی ہے کہ کوئی کسی کو دھوکے سے کہیں لے جائے۔ جب وہاں پہنچے تو اسے قتل کر ڈالے: و ھی بالکسر ان یخدع غیرہ فیذھب بہ الی موضعٍ فاذا صار الیہ قتلہ (تفسیر السراج المنیر جلد اول) اسی طرح دیگر تفاسیر مثل رحمانی، سواطع، جلالین، جامع البیان، معالم، ابن کثیر، ابی السعود، لباب التاویل، کبیر، انوار التنزیل، عباسی، میں بالاتفاق یہی لکھا ہے کہ یہود کا مکر یہ تھا کہ عیسیٰؑ کو قتل کر ڈالیں۔ بلکہ ابن کثیر اور مدارک میں قتل کے ساتھ صلب کو بھی ضم کیا ہے، چنانچہ تفسیر مدارک میں ہے:

حین اراد قتلہ و صلبہ (جب انہوں نے آپ کو قتل کرنے اور سولی دینے کا ارادہ کیا)۔

(اکمل صاحب لکھتے ہیں: آپ نے خود ہی تسلیم کر لیا کہ یہ مکر عیسیٰؑ کے قتل کیلئے تھا۔ بس جناب اس پر صلیب کے حاشئے نہ چڑھایئے۔ ص ٦۔

جواب۔ قتل ایک ایسا فعل ہے جس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک ان میں صلب بھی ہے۔ موسیٰؑ کے مکے سے جو قبطی مرا تھا اس پر بھی قتل کا لفظ آیا ہے۔ خضرؑ نے جس لڑکے کو مارا تھا اس پر بھی، اور

میدان جنگ میں جو مارے جاتے ہیں ان پر بھی قتل کا لفظ آیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے قتل کی صورت صلب تھی اور اسے مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں پھر خدا جانے اکمل صاحب انکار کیوں کرتے ہیں۔ لطف یہ کہ آگے چل کر خود بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ دیکھو صفحہ ۱۲۔۱۳، ان کی کتاب کا کہ کتنی جگہ صلب کو قتل کے ساتھ ضم کیا ہے۔ جناب والا! جب آپ کے نزدیک صلب کے معنی صلیب پر قتل کرنے کے ہیں تو ساتھ قتل کیوں لکھتے جاتے ہیں)

سوال: یہ مکر اور تدبیر قتل وصلب کس کے حق میں کی گئی؟

جواب: حضرت عیسیٰؑ کے حق میں۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں ہے: ای کفّار بنی اسرائیل بعیسی۔ اسی طرح دیگر تفاسیر مثل ابن کثیر، مفاتیح الغیب، ارشاد العقل السلیم، لباب التاویل، مدارک، کشاف الحقائق، عباسی، تبصیر الرحمٰن، سواطع الالہام، جامع البیان، معالم، فتح البیان، السراج المنیر، انوار التنزیل، میں بالاتفاق یہی لکھا ہے۔ کسی میں اسم ظاہر ہے اور کسی میں صرف ضمیر پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مفسرین کا یہ قول بالکل حق اور مطابق کتاب اللہ ہے جیسے سورہ مائدہ میں وارد ہے کہ قیامت کو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ سے خطاب کر کے فرمائے گا

و اذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتهم بالبیّنات فقال الّذین کفروا منهم ان هذا الا سحر مّبین۔ (مائدہ: ۱۱) (اے عیسی وہ وقت یاد کر) جب میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو دور ہٹائے رکھا۔ جب تو ان کے پاس روشن دلائل لایا تو ان میں سے منکروں نے کہا کہ یہ تو صریح جادو کے سوا کچھ بھی نہیں)

سوال: یہود نے یہ مکر اور تدبیر قتل آپ کے حق میں کیوں کی؟

جواب: یہود نے آپ کے معجزات کو جادو قرار دے کر آپ کو جادوگر ٹھہرایا اور پھر قتل کا حکم لگایا اور اس کی صورت صلیب پر کھینچنا تجویز کی۔ چنانچہ اوپر کی آیت میں معجزات کو جادو قرار دینا صاف مذکور ہے اور آیت مندرجہ عنوان کے قبل بھی ذکر معجزات اس امر پر دلالت کر رہا ہے اور فلمّا احسّ عیسی منهم الکفر کے یہی معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے کفار یہود سے مکر قتل کا احساس کیا۔ اس جگہ کفر بمعنی قتل من باب تسمیة الشیء باسم سببه ہے یعنی کسی شئے کے لئے وہ نام بولنا جو اس کے سبب کا نام ہے۔ چنانچہ مطول میں لکھا ہے:

رعینا الغیث ای النّبات الّذی سببه الغیث (چرائی ہم نے بارش یعنی نباتات

جس کے اگنے کا سبب بارش ہے)۔

اسی طرح آیت و ما انزل اللّٰہ من السّماء من رزق (جاثیہ:۵) میں رزق بمعنی مطر یعنی بارش ہے، سبب ہے رزق کے پیدا ہونے کا۔ پس رزق مسبب ہے۔

اسی طرح اس کے نظائر قرآن شریف میں بکثرت موجود ہیں اور کتب بلاغت میں اس قاعدے کی تصریح موجود ہے۔ دیگر یہ کہ کفر کا احساس کے ساتھ ذکر کرنا بھی اس امر کا مؤید ہے کہ اس جگہ کفر سے مراد قتل ہے کیونکہ احساس ایسے مواقع میں اس جگہ مستعمل ہوتا ہے جہاں کوئی خوفناک امر ہو جیسے آیت فلمّا احسّوا بأسنا (انبیاء) اور نیز آیت اذ تحسّونھم (آل عمران) ای تقتلونھم ذریعاً من احسّہ اذا اعدم حسّہ اھلاکاً

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ فلمّا احسّ عیسی منھم الکفر میں کفر بمعنی قتل ہے۔ پس مکر یہود کی صورت ارادہ قتل وصلب عیسی متعین ہوگئی۔

سوال: کیا مفسرین کے اس قول کی تائید قرآن شریف سے ہوسکتی ہے کہ مکر سے مراد قتل ہے؟

جواب: کیوں نہیں؟ بے شک مفسرین کے بیان کی تائید میں کئی آیات ہیں: منھا قول تعالی حاکیاً عن اخوۃ یوسف:

اقتلوا یوسف او اطرحوہ ارضاً (یوسف:۹) (یوسف کو قتل کر ڈالو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو)۔

اور اس تدبیر قتل کا نام مکر رکھا۔ چنانچہ اسی سورہ میں ہے وھم یمکرون (یوسف:۱۰۲) فرمایا اور نیز سورہ نمل میں صالح کے بیان میں فرمایا:

و کان فی المدینۃ تسعۃ رھط یفسدون فی الارض ولا یصلحون قالوا تقاسموا باللّٰہ لنبیّتنّہ و اھلہ لنقولنّ لولیّہ ما شھدنا مھلک اھلہ و انّا لصادقون (نمل: ۴۸-۴۹) (اور اس شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ خدا کی قسم کھاؤ کہ اس (صالح) کو اور اس کے اہل کو راتوں رات قتل کر ڈالیں گے۔ پھر اس کے ولی کو کہیں گے کہ ہم تو اس کے قتل کے موقع و وقت پر حاضر نہ تھے اور ہم ضرور سچے ہیں)

یعنی نو مفسدوں نے آپس میں منصوبہ باندھا اور اس پر قسمیں کھانے کو کہا کہ صالحؑ اور ان کے اہل کو راتوں رات قتل کر ڈالیں۔ ان کی اس تدبیر شر کی نسبت اللہ تعالی نے اس سے آگے

فرمایا و مکروا و مکراً ..یعنی انہوں نے بڑا بھاری مکر کیا۔یعنی پوشیدہ طور پر نبی صالح کوقتل کرنے کی تدبیر کی ۔اسی طرح حضرت سید المرسلین ﷺ کی نسبت کفار نے جو مشاورت کی اسکی نسبت فرمایا:

و اذ یمکر بک الّذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک و یمکرون و یمکر اللّه و اللّه خیر الما کرین (انفال:۳۰) (اور جب کفار تدبیر کرتے تھے کہ تجھے قید کرلیں یا جلا وطن کردیں یا قتل کر ڈالیں، وہ بھی تدبیر کرتے تھے اور خدا بھی تدبیر کرتا تھا، اور خدا بہتر تدبیر کرنے والا ہے)۔

اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نسبت کفار نے جو مشورہ کیا اس کی نسبت فرمایا:

فما کان جواب قومه الّا ان قالوا اقتلوه او حرّقوه (عنکبوت:۲۴) (اوراس کی قوم سے کوئی جواب نہ آیا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا اسے قتل کر ڈالو یا آگ میں جلا ڈالو)۔

اوران کے منصوبہ کا نام کید رکھا۔ چنانچہ سورہ انبیاء میں فرمایا:

و ارادوا به کیداً فجعلنا هم الاخسرین (انبیاء:۷۰) (انہوں نے اس کی نسبت خفیہ تدبیر کی پس ہم نے انہی کو نہایت زیاں کار کردیا)۔

اور مکر اور کید مترادف ہیں چنانچہ مصباح میں ہے: کا ده، مکر به ۔

سوال: کفار ماکرین کے ساتھ سنت الہیہ کیا ہے اوران کے مکر کا انجام کیا ہوا کرتا ہے؟

جواب: ماکرین کو ہلاک کرنا اوران کے مکر کا وبال انہی پر نازل کرنا اور اپنے عباد مرسلین کو ان کے مکر سے بچالینا۔ اس کی دلیل اللہ تعالی کے یہ فرامین ہیں:

و الّذین یمکرون السیّئات لهم عذاب شدید و مکر اولئک هو یبور (فاطر)۔(جو لوگ بری تدبیریں اور منصوبے باندھتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا اور ان کا مکر ہی ہلاک ہوگا)

و لا یحیق المکر السیّء الّا باهله (فاطر)(بری تدبیر کا وبال اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے)

و همّت کل ا مّةٍ برسولهم لیأخذوه فاخذ هم فکیف کان عقاب (مومن)(ہر امت نے اپنے رسول کو ماخوذ کرنے پر کمر باندھی۔پس میں نے انہی کو عذاب میں گرفتار کیا۔پس میرا عذاب ان پر کیسا سخت ہوا)

و اردوا به کیداً فجعلنا هم ا لا خسرین (انبیاء) (انہوں نے اس ابراہیم، کے ساتھ ایک بھاری مکر کرنا چاہا۔ پس ہم نے انہیں کو سخت زیاں کار کر دیا)

فارادوا به کیداً فجعلنا هم الاسفلین (صافات) (انہوں نے اس، ابراہیم، کے ساتھ بھاری مکر کرنا چاہا، پس ہم نے انہیں سخت پست اور ذلیل کر دیا)

قد مکر الّذین من قبلهم فاتی اللّه بنیانهم من القواعد فخرّ علیهم السّقف من فوقهم و آتهم العذاب من حیث لا یشعرون (النحل) (کفار مکہ کے پیشتر بہت لوگوں نے مکر اور تدابیر کیں۔ پس اللہ تعالی نے ان کی عمارات کو بنیادوں سے گرا دیا اور ان پر چھت ان کے آ پڑے اور ان کو ایسی جگہ سے عذاب آیا جہاں سے ان کو شعور بھی نہ تھا)

و قد مکروا مکرهم و عند اللّه مکرهم وان کان مکرهم لتزول منه الجبال فلا تحسبنّ اللّه مخلف وعده رسله انّ اللّه عزیز ذو انتقام کفار مکہ نے جہاں تک ان سے ہو سکا بہت سی تدبیریں کیں اور اللہ کو انکی سب تدبیریں معلوم ہیں، اگر چہ انکی تدابیر اور مکر ایسے محکم اور زبردست ہوں کہ ان سے زوال جبال یعنی پہاڑوں کا گر جانا ممکن ہو سکے، تو بھی ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ کبھی بھی اس وعدے کے خلاف کریگا جو اس نے اپنے رسولوں سے کیا ہوا ہے کیونکہ اللہ بڑا غالب ہے اور اعداء سے بدلہ لینے والا ہے)

و لقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ۔ انّهم لهم المنصورون (صافات) (بے شک ہمارا اپنے عباد مرسلین سے پہلے ہی وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ منصور ہونگے)

کتب اللّه لاغلبنّ انا و رسلی انّ اللّه قوی عزیز (مجادلہ) اللہ نے یہ امر مقرر کر دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہینگے کیونکہ اللہ بڑی قوت والا اور بڑا غالب ہے)

و کان فی المدینة تسعة رهط یفسدون فی الارض و لا یصلحون۔ قالوا تقاسموا باللّه لنبیّتنّه واهله ثم لنقولنّ لولیّه ما شهدنا مهلک اهله و انّا لصادقون ۔ و مکروا مکراً و مکرنا مکراً وهم لا یشعرون۔ فانظر کیف کان عاقبة مکرهم انّا دمّرناهم و قومهم اجمعین فتلک بیوتهم خاویة بما ظلموا انّ فی ذلک لایةً للقوم یّعلمون و

انجینا الّذین آ منوا و کانوا یتّقون (النمل) اس شہر میں نو شخص مفسد اور غیر مصلح تھے انہوں نے آپس میں کہا کہ صالح اور آپ کے اہل بیت کو راتوں رات قتل کرنے پر قسمیں کھاؤ اور اس پر بھی کہ پھر اس کے ولی یعنی حامی و وارث کو کہیں گے کہ ہم تو اس کے اہل بیت کے مرنے کے موقع اور وقت پر حاضر ہی نہ تھے اور ہم ضرور سچے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ انہوں نے بڑا بھاری مکر کیا تھا اور ہم نے بھی مکر (تدبیر محکم) کیا اور وہ ہماری تدبیر کا شعور نہ رکھتے تھے۔ پس دیکھ ان کے مکر کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے ان نو مفسدوں اور ان کے باقی حامی کاروں سب کو بالکل ہلاک کر دیا۔ پس یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب اجڑے پڑے ہیں۔ بے شک اس معاملہ میں علم والے یعنی سمجھ والے لوگوں کیلئے (رسولوں کی نصرت اور ان کے دشمنوں کی ذلت کا) بڑا بھاری نشان ہے اور ہم نے مومنین اور متقین یعنی اتباع صالحؑ کو بچا لیا)

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں رسل اللہ کے برخلاف کفار کے مکر کا ذکر ہے اس جگہ یہی مراد ہے کہ اللہ تعالی پیغمبروں کو ان کے مکر اور شر سے محفوظ رکھتا ہے اور الٹا ماکرین ہی پر وبال نازل کیا کرتا ہے۔ سو اسی طرح حضرت مسیحؑ کے حق میں بھی اسی طرح کی آیت آئی ہے جیسے حضرت صالحؑ اور حضرت سید المرسلین ﷺ کے حق میں وارد ہے۔ یہ کس قدر غلط اور لغو بات ہے کہ جو الفاظ دیگر رسولوں کے محفوظ رہنے پر دلالت کریں انہی الفاظ کے ہوتے حضرت روح اللہ اس قدر ذلت اور خواری سے صلیب پر کھینچے جائیں کہ آپ کی مبارک رانوں میں میخیں لگائی جائیں اور آپؑ کے پاک ہاتھوں میں کیلیں ٹھونکی جائیں اور آپکے مقدس سر پر کانٹوں کی ٹوپی پہنائی جائے۔ اور آپ کے خزانہ حکمت کی پسلی میں تیر مارا جائے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ جس امر کی تاکید کیلئے اللہ تعالی اس قدر تاکید فرمائے اور با نظام بیان کرے، اسی امر کو برخلاف مراد الہی اپنا عقیدہ بنایا جائے۔

سوال: و مکر اللّٰہ یعنی اللہ تعالی نے بھی تدبیر کی، یہ تدبیر الہی کیا تھی؟

جواب: یہود کے خلاف اللہ تعالی کا مکر یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا اور انہی میں سے کسی کو آپ کا ہم شکل بنا دیا جس کو یہود نے صلیب پر چڑھا کر قتل کیا۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے:

و مکر اللّٰہ انّ رفع عیسی الی السّماء و القی شبھہ علی من اراد اغتیا لہ حتّی قتل (یعنی اللہ کا مکر اور اس کی تدبیر یہ تھی کہ عیسی کو آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی شکل اور شباہت اس شخص پر ڈال دی جس نے آپ کو دھوکے سے قتل کرانا چاہا تھا حتی

کہ وہ قتل کیا گیا)۔

اسی طرح تفسیر جلالین میں بھی ہے:

و مکر اللّٰہ بھم بان القی شبہ عیسی علی من قصد قتلہ فقتلوہ و رفع عیسی (اور خدا کا مکر ان سے یہ تھا کہ عیسیٰؑ کی شباہت اس پر ڈال دی جس نے آپ کے قتل کا قصد کیا تھا سو انہوں نے اسے قتل کیا اور خدا نے عیسیٰؑ کو اوپر اٹھا لیا)

اور اسی طرح تفسیر علامہ ابی السعود میں بھی ہے:

با ن رفع عیسی و القی شبھہ علی من اغتیا لہ حتّی قتل (کہ خدا نے عیسیٰؑ کو اوپر اٹھا لیا اور ان کی شباہت اس پر ڈال دی جس نے آپ سے فریب کا قصد کیا تھا چنانچہ وہ قتل کیا گیا)

(اکمل اس پر اعتراض کرتے ہیں: ان میں سے کسی کا قتل ہونا بھی ضروری تھا تو ثابت کرتے کہ ابراہیم کی جگہ بھی کوئی آگ میں ڈالا گیا اور ہماری سرکار ﷺ کے غار میں رہنے کے عوض کوئی اور غار میں رہا۔ص ۸۔؛ جب کہ ایک رسول کی شکل ایک کافر پر ڈالی گئی اور ظلم ہمیشہ ظاہر پر کیا جاتا ہے ص ۸ ملخصاً۔

ان دونوں کا جواب بصراحت سوال کر کے دے دیا تھا لیکن اکمل نے عشوہ نمائی نہ کی۔ جناب! عالم امکان میں ممکنات کی صورتیں بہت ہوتی ہیں۔ ہر ممکن درجہ و جوب میں آنے سے پہلے ہر صورت کا احتمال رکھتا ہے، لیکن جب واقع ہو جائے تو بس اسی کو ماننا پڑتا ہے۔ پھر اس میں اتباع دلیل و خبر کی ہوتی ہے جب واجب ہو گیا تو باقی سب احتمالات اور امکانی صورتیں جاتی رہیں۔ اور ظاہر پر حکم تب ہوتا ہے جب حقیقت معلوم نہ ہو، جب حقیقت ما صلبوہ و لکن شبّہ لھم سے معلوم ہو چکی تو ظاہر باطل ہو گیا)

اور اسی طرح تفسیر مدارک میں ہے:

با ن رفع عیسی الی السّماء و القی شبھہ علی من اراد اغتیا لہ حتّی قتل (کہ خدا نے عیسیٰ کو آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی شباہت اس پر ڈال دی جس نے آپ سے فریب کا ارادہ کیا تھا چنانچہ وہ قتل کیا گیا)

اور اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں بھی ہے:

فلما احاطوا بمنزلہ و ظنّوا انّھم ظفروا بہ نجّاہ اللّٰہ تعالی من بینھم و رفع من روزنۃ ذلک البیت الی السّماء و القی شبھہ علی رجل ممّن کان عندہ فی المنزل فلمّا دخل اولئک اعتقدوہ فیظلمۃ اللّیل

عیسی فاخذوہ و صلبوہ و وضعوا علی رأسہ الشوک و کان ھذا مکراللّٰہ بھم فانہ نجی نبیّہ و رفعہ من بین اظھرھم و ترکھم فی ضلا لھم یعمھون (ابن کثیر ج ۳) (جب یہود نے آپ کے مکان کو گھیر لیا اور گمان کیا کہ آپ پر غالب ہو گئے، تو خدا نے انکے درمیان سے آپ کو نکال لیا اور اس مکان کی کھڑکی سے آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی شباہت اس پر ڈال دی جو مکان میں آپ کے پاس تھا۔ سو جب وہ اندر گئے تو اس کو رات کے اندھیرے میں عیسیٰؑ خیال کیا۔ پس اسے پکڑا اور سولی دیا اور سر پر کانٹے رکھے۔ اور انکے ساتھ خدا کا مکر یہی تھا کہ اپنے نبی کو بچا لیا اور اسے انکے درمیان سے اوپر اٹھالیا اور ان کو ان کی گمراہی میں حیران چھوڑ دیا)

اور اسی طرح تفسیر بیضاوی میں بھی ہے:

حین رفع عیسی و القی شبھہ علی من قصد اغتیالہ حتّی قتل (جب عیسیٰؑ کو اوپر اٹھا لیا اور آپ کی شباہت اس پر ڈال دی جس نے آپ کو فریب سے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا، حتی کہ وہ قتل کیا گیا)

اسی طرح دیگر تفاسیر مثل رحمانی، فتح البیان، معالم، سراج منیر، فیضی، عباسی، کبیر، جامع البیان میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔ تفسیر کبیر میں رازی نے پانچ وجہیں ذکر کی ہیں۔ پہلی تین میں بالتصریح حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے اور کسی پر آپکی شباہت ڈالے جانے کا ذکر کیا، اور چوتھی میں کسی ظالم بادشاہ کا بنی اسرائیل پر مسلط کر دینا مکر الٰہی ٹھہرایا۔ ناقد بصیر پر ظاہر ہے کہ یہ وجہ منافی وجوہ سابقہ نہیں بلکہ انکے ساتھ ضم کی جا سکتی ہے۔ پانچویں وجہ علی سبیل الاحتمال یہ فرمائی:

یحتمل ان یکون المراد انّھم مکروا فی اخفاء امرہ وابطال دینہ و مکر اللّٰہ بھم حیث اعلی دینہ و اظھر شریعتہ و قھر بالذّل و الدّناء ۃ اعداء ہ و ھم الیھود (تفسیر کبیر ج ۲) (احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے امر مخفی رکھنے اور آپ کے دین کے ابطال میں تدبیر کی اور خدا نے ان سے یہ تدبیر کی کہ آپ کے دین کو بلند کیا اور شریعت کو غالب کیا اور نہایت ذلت اور پستی سے آپ کے دشمنوں کو مغلوب کیا اور وہ یہودی ہیں)۔

اول تو اس وجہ کی تضعیف خود امام رازی نے کلمہ احتمال سے کر دی ہے دیگر یہ کہ اس وجہ اور قول جمہور مفسرین میں منافاۃ نہیں۔ کیونکہ ان میں نسبت سبب اور نتیجہ کی ہے کیونکہ نبی برحق کا

آسمان پر اٹھایا جانا اس نبی کی فضیلت کا مستلزم ہے اور دشمنوں کی ذلت و ناکامی کا موجب ہے۔

فلا منافاۃ بینھما اصلاً (ان دونوں میں ہرگز کوئی منافات نہیں)

سوال: مفسرین نے یہ جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر یہ تھی کہ ایک اور شخص کو جس نے عیسیٰؑ کو پکڑوانا چاہا تھا، صلیب پر چڑھوا کر قتل کرایا اور حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ کیا ان ہر دو امر کی تائید قرآن شریف سے ہو سکتی ہے؟

جواب: بے شک مفسرین نے یہ سب کچھ قرآن شریف ہی سے لکھا ہے۔ امر اول کا بیان و لکن شبّہ لھم میں مصرح ہے اور فقاتلوا آئمۃ الکفر اس کا مؤید ہے۔ اور امر ثانی کی تصریح میں انّی متوفّیک و رافعک الیّ اور بل رفعہ اللّٰہ موجود ہیں۔ ان کی تفصیل موقع پر کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

سوال: و اللّٰہ خیر الماکرین میں بجائے اسم مضمر کے اسم ظاہر کیوں اختیار کیا گیا ہے؟ و ھو خیر الماکرین کیوں نہیں کہا گیا؟

جواب: قرآن شریف میں اللہ جل جلالہ کے اسماء حسنیٰ بکثرت ہیں اور وجہ اس کثرت کی یہ ہے کہ چونکہ قرآن شریف کی آیات مثل دعاوی مع بینات کے ہیں اس لئے ذکر ہر اسم کا حسب اقتضائے مقام ہوتا ہے۔ اور وہ اسم بمنزلہ دلیل و علت کے ہوتا ہے۔ چونکہ آیت ما نحن فیھا موقع نصرت حضرت روح اللہ رسول برحق اور ذلت اعداء میں وارد ہے اس لئے اسم جلالۃ (اللہ) کو بوجہ مہابت و اثبات رسالت و حفاظتِ رسول کمال مناسبت ہے جیسا کہ سورہ مجادلہ میں ہے:

کتب اللّٰہ لا غلبنّ انا و رسلی انّ اللّٰہ قویّ عزیز (مجادلہ: ۲۱) (اللہ نے مقرر کر دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہینگے کیونکہ اللہ بڑا قوی اور غالب ہے)

چونکہ یہ آیتِ سورہ مجادلہ بھی کفار پر رسول کو غالب کرنے کی بابت وارد ہے اس لئے ذکر اسم جلالۃ (اللہ) کا کیا اور آخر میں اسم جلالۃ کے ساتھ قوت اور غلبہ کا بھی ذکر کیا ہے جو بمنزلہ علت کے ہے۔

و لا یخفی امثال ذلک علی المتامل ومن لم یعط حظاً من ذلک فلا یلومن الّا نفسہ و ھمتہ (اور ایسی باتیں اس پر مخفی نہیں۔ جو تامل کرنے والا ہو اور جس کو اس ملکہ میں سے حصہ نہ ملا ہو، وہ سوائے اپنے نفس کے کسی کو ملامت نہ کرے)

چنانچہ تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم میں علامہ ابوالسعود اسعدہ اللّٰہ

با لفوز بجنّت النّعیم، اسی آیت میں فرماتے ہیں:

و اظہار الجلالۃ فی موضع الاضمار لتربیۃ المہابۃ و الجملۃ تذییل مقرر لمضمون ما قبلہ (موضع اضمار میں اسم جلالۃ کو ظاہر لانا تربیت مہابت کے لئے ہے اور یہ جملہ تذییل ہے جو مضمون ماقبل کی تقریر اور اثبات کرتا ہے)۔

سوال: و اللّٰہ خیر الماکرین کی تفسیر کس طرح پر ہے؟

جواب: اس آیت سے مقصود اس امر کا اظہار ہے کہ اللہ قدیر کی تدبیر کے مقابلہ میں مخلوق عاجز کی تدبیر کارگر نہیں ہوسکتی۔ اور اس کی تدبیر اپنے رسولوں کے حق میں خیر ہوتی ہے، اسی طرح عیسیٰؑ کے حق میں بھی تدبیر خیر کی کہ ان کو آسمان پر اٹھالیا

(اکمل صاحب اس پر لکھتے ہیں: رسولوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر بے شک خیر ہی ہوتی ہے مگر تدبیر خیر سے خواہ مخواہ آسمان پر اٹھا لینا مراد لینا ہٹ دھرمی ہے۔ص ۷۹ حاشیہ نمبر ا۔

جواب۔ خواہ مخواہ مراد نہیں لی بلکہ بیان قرآنی سے لی ہے۔ اسے آپ ہٹ دھرمی کہتے ہیں تو پڑے کہیں اور یاد رکھئے لزوم واقعہ اور وقوع واقعہ میں فرق ہوتا ہے)

سوال: بے شک ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ ماکرین مکر میں ناکام رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ الٹا ان ہی پر عذاب نازل کرتا ہے مگر قرآن شریف میں یہود کے بعض انبیاء کے قتل کا جو ذکر آیا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: قرآن کریم میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں شرک پھیلنے کے بعد رسل اللہ تین طرح پر بھیجے گئے ہیں۔ اول وہ رسول جو اصحاب شرائع ہیں اور وہ پانچ ہیں: نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور محمد ﷺ جیسا کہ فرمایا:

شرع لکم من الدّین ما وصّی بہ نوحاً و الّذی اوحینا الیک وما وصّینا بہ ابراھیم و موسی و عیسی (شوریٰ:۱۳) (خدا نے تمہارے لئے وہ دین مقرر کیا ہے جس کی تاکید نوح کو کی تھی۔ اور جو (اے پیغمبر) ہم نے تیری طرف وحی کیا اور جس کی تاکید ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو کی تھی)

واذ ا خذنا من النّبیّین میثاقھم و منک ومن نوحٍ وّ ابراھیم و موسی و عیسی ابن مریم (احزاب:۷) (اور جب ہم نے سب نبیوں سے اور (اے پیغمبر) تجھ سے بھی اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بن مریمؑ سے بھی اقرار لیا)

آیت احزاب میں تخصیص بعد تعمیم کا فائدہ مزید کرامت اور زیادہ شرافت ہے اور وہ ان کا اصحاب شرائع ہونا ہے جیسا کہ آیت سورۃ شوریٰ میں مصرح ہے۔

دوسرا وہ گروہ ہے جو اپنی اپنی قوم کی طرف بالاستقلال رسول بنا کر بھیجے گئے اگرچہ صاحب شریعت نہ تھے، ہاں ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوئے۔ اور ان کی قوم بہ سبب تکذیب کے معذب ہوئی۔ مثل صالحؑ اور ہودؑ اور لوطؑ اور شعیبؑ۔

تیسری وہ جماعت جو حکمت اور نبوت دیئے گئے لیکن اتباع تورات کے مامور تھے اور یہ وہ ہیں جو بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰؑ کے بعد بھیجے گئے۔ چنانچہ فرمایا:

انّا انزلنا التّورا ت فیھا ھدی وّ نور یحکم بھا النّبیّون الّذین اسلموا للّذین ھادوا (مائدہ) (ہم نے ہی توریت کو نازل کیا تھا اس میں ہدایت اور نور تھا۔ اس کے مطابق خدا کے فرمانبردار اور انبیاء قوم یہود کے لئے فیصلہ کرتے تھے) (مائدہ:۴۴)۔

مثل یحیٰؑ اور زکریاؑ کی۔ پس محاورہ قرآنی میں نبی اور رسول (مصداق میں) مترادف اور متبادل ہیں۔ ہر نبی رسول ہے اور ہر رسول نبی ہے، صاحب شریعت ہو یا نہ ہو، جیسے کہ موسیٰؑ کی شان میں رسولاً نبیّاً (پارہ ۱۶) فرمایا اور اسماعیلؑ کی شان میں رسولاً نبیّاً فرمایا۔ اور معلوم ہے کہ موسیٰؑ صاحب شریعت تھے اور اسماعیلؑ صاحب شریعت نہ تھے۔ پس بعض علماء کا یہ قول کہ رسول وہ ہے جس پر کتاب اترے اور ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں، اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ حسب التزام قرآن کریم ہے بلکہ یہ ان کی اصطلاح ہے، ولا مشا حۃ فی الاصطلاح (اور اصطلاح میں کوئی جھگڑا نہیں ہوتا)، چنانچہ بعض علماء نے ہماری طرح تحقیق کیا (حاشیہ شرح ملا ص ۴)

(اکمل صاحب اس پر اعتراض کرتے ہیں: کیا آپ کے علماء قرآن کے برخلاف اصطلاحات کے گھڑ لینے کے مجاز ہیں۔ ص ۱۹۔

جواب: جناب قرآن کے خلاف تو کوئی بھی مجاز نہیں، لیکن آپ کو سمجھ نہ ہو تو کوئی کیا کرے۔ قرآن نے جس امر کا التزام نہیں کیا، اسے کوئی گروہ اپنی اصطلاح میں کسی خاص معنی میں مقید کر لے تو اسے خلاف قرآن نہیں کہتے۔ دیگر یہ کہ میں نے تو اس اصطلاح کی پابندی بھی توڑ دی اور حاشیہ شرح ملا کا حوالہ بھی دے دیا۔ آپ نے نظر انداز کیوں کر دیا؟ دیکھئے وہاں لکھا ہے و الرّسول امّا مترا دف للنّبیّ .... و الیہ ذھب جماعۃ ص انمبر۴۔ اسی طرح مرزا صاحب بھی اپنے آپ کو رسول بھی کہتے ہیں اور نبی بھی اور پھر غیر تشریعی بھی کہتے ہیں۔ فافھم)

نتیجہ اس تمہید کا یہ ہے کہ قسم اول و دوم کے رسولوں کے مقابلہ میں ماکرین مکر میں ناکام رہتے ہیں کیونکہ ان کا قتل شریعت اور رسالت میں شبہ ڈالتا ہے بخلاف جماعت ثالثہ کے کہ ان کا قتل کتاب اور شریعت میں خلل انداز نہیں ہوتا۔ اس لئے جرم قتل انبیاء سوائے قوم یہود کے کسی امت سے سرزد نہیں ہوا۔ اگر چہ ہر امت نے اپنے رسول کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ مفسرین آیت یقتلون النّبیّین ، وامثالھا میں حضرت یحیٰؑ اور زکریاؑ کو بالاتفاق مثال میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں کئی مواضع پر اور نیز تفسیر کبیر میں زکریاؑ و یحیٰؑ لکھا ہے اور تفسیر کشاف، معالم، مدارک، جامع البیان، خازن، سراج منیر بیضاوی فتح البیان، رحمانی، ابی السعود ان سب تفاسیر میں حضرت شعیاؑ اور حضرت زکریاؑ اور حضرت یحیٰؑ لکھے ہیں۔ پس چونکہ حضرت عیسیٰؑ صاحب شرع و معجزات رسول ہیں اس لئے یہود آپ کو صلیب پر نہیں کھینچ سکتے تھے۔

کسر صلیب کی دوسری آیت:

وقولھم انّا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللّٰہ وما قتلوہ وما صلبوہ (نساء: ۱۵۷) (اور ان کے اس قول کے سبب بھی کہ انہوں نے کہا کہ بے شک ہم نے مسیح عیسی بن مریم رسول اللہ کو قتل کر ڈالا ہے اور انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا)۔

یہ آیت نفی صلیب کے لئے نص صریح اور دلیل قطعی ہے، اس کا منکر کافر ہے۔ یہ آیت دو وجہ سے نفی صلیب پر دلالت کرتی ہے۔ الوجہ الاول۔ قولہ تعالیٰ بالتصریح و ما قتلوہ و ما صلبوہ یعنی یہود نے عیسی کو نہ تو قتل کیا اور نہ انہوں نے آپ کو صلیب پر چڑھایا۔

اشتہار بنام مرزا قادیانی:

محرر سطور (محمد ابراہیم میر) نے ایک مطبوع اشتہار مرزا صاحب قادیانی کو بھیجا تھا جسکی نقل حسب ذیل ہے:

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الّذین اصطفی۔

جناب مرزا صاحب!

بندہ جمیع اہل السنہ والجماعۃ سلف وخلف کی طرح اس بات کا قائل ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے اور اب تک فوت بھی نہیں ہوئے۔ آپ اگر قرآن کریم

سے مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا ثابت کر دیں، اور اگر صلیب پر چڑھایا جانا ثابت نہ کر سکیں تو بعد از اقرار عدم مصلوبیت قرآن شریف میں سے بدلائل قطعیہ ان کی وفات ثابت کر دیں، تو بندہ اس بات کا حلفی اقرار کرتا ہے کہ آپ کی تحقیق کا بہت ہی ممنون و مشکور ہو کر مسیح کی وفات کو تسلیم کر لے گا۔ اس امر کے فیصلے کیلئے خواہ آپ مجھے قادیان میں حاضر ہونے کیلئے فرماویں اور کسی عام مجلس میں اس مرحلہ کو طے کریں، خواہ کسی اور جگہ پر تشریف لا کر مجھے اطلاع بخشیں۔ خواہ آپ سیالکوٹ میں قدم رنجہ فرما کر بندے کو ممنون فرماویں۔ بندہ ہر طرح حاضر ہے۔ آپکے سیالکوٹ آنے کی صورت میں ذاتی اخراجات کا متحمل بندہ ہوگا۔ اگر آپ بندے کو قادیان میں طلب نہ فرمائیں اور کسی اور جگہ بھی بسبب کسی خفی وجہ کے خود تشریف نہ لا سکیں تو وہاں قادیان ہی میں بیٹھے بیٹھے اس بار کو برداشت کریں، بندہ اس پر سر تسلیم نہیں پھیرے گا۔ اس عریضہ کے جواب میں آپ کا یہ فرما دینا کہ ہم نے یہ مسئلہ ازالہ اوہام میں بہ بسط لکھا ہوا ہے، بندہ کے لئے جواب باصواب نہیں ہوگا، کیونکہ وہ دلائل جو آپ نے ازالہ اوہام میں بیان کئے ہیں، بندہ کے نزدیک قطعیت چھوڑ مفید ظنیت بھی نہیں ہو سکتے۔ اس عریضہ کی قبولیت و عدم قبولیت سے بندہ کو ایک ہفتہ کے اندر اندر بدستخط خاص قلمی یا بذریعہ اشتہار طبع شدہ اطلاع بخشیں اور اس کی تعمیل کی میعاد ایک ماہ سے زائد نہیں ہونی چاہیے۔ ۸ جون ۱۹۰۲ء

یہ اشتہار رجسٹری کرا کر مرزا قادیانی کی خدمت میں ارسال کیا گیا جس کی رسید بھی آ گئی تھی مگر جواب ندارد۔ ہاں انکے ایک مرید بلکہ استاد زادے مولوی مبارک علی سیالکوٹی نے اسکا جواب لکھ کر اپنی لیاقت کا اظہار کیا۔ سو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً اس کی بھی تردید ہو جائے۔

اس رسالہ نام کا جواب باصواب ہے اور اس میں مولوی مبارک علی نے حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کے ثبوت پر زور مارا ہے۔ اور آپ کو دلائل مزبورہ پر بڑا ناز ہے۔ چنانچہ لوح کے اندرونی صفحہ میں بڑے فخر سے فرماتے ہیں: سوال اور اسکے جواب میں غور فرما کر حسن کلام اور خوبی جواب اور طرز استدلال کی داد دیں۔

نیز نظم دلچسپ میں یوں رقم طراز ہیں:

گو دیکھنے میں چھوٹی سی یہ اک کتاب ہے
اس کا ہر ایک نکتہ مگر لاجواب ہے

جواب باصواب کا جواب

اس رسالہ میں مصنف نے اپنی تحقیقات کی داد ان دوامروں کی صحت پر مانگی ہے:۔

امر اول: صلب کے معنی صلیب پر مارنا ہیں، لہذا ما صلبوہ کے معنی . یہود نے حضرت مسیح کوصلیب پرنہیں مارا، ہوئے۔ چنانچہ صفحہ ۱۴ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ اصل لغت میں مصلوب ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کی موت صلیب پر واقع ہو جائے۔ دیکھو قاموس اور اقرب الموارد، وغیرہ اور جس شخص کی موت صلیب پر واقع نہ ہو، اس کولغت کی رو سے مصلوب کہنا جائزنہیں۔ انتہی۔

اور صفحہ ۲۴ میں یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں:

کیونکہ عرف لغوی میں مصلوب اسے کہتے ہیں جس کی موت صلیب پر واقع ہو جائے اور جس کی موت واقع نہ ہو، اسے مصلوب نہیں کہتے۔

امر دوم: کلمہ لکن اس وہم کے دفعیہ کے لئے آتا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہو اور اللہ تعالی نے و لکن شبّہ لھم اس لئے فرمایا کہ ما صلبوہ کی نفی سے مطلق سولی پر چڑھانے کی نفی بھی سمجھی جاتی تھی (حق بر زبان جاری) مگر چونکہ فعل سولی پر چڑھانا درست تھا اور سولی پر مرجانا غلط، اس لئے و لکن شبّہ لھم سے اس وہم کو دور کیا اور ظاہر کر دیا کہ نفی صلب سے مراد نفی نتیجہ صلب (موت) ہے۔یعنی سولی پر مرے نہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۶ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

پس اس قاعدے کی رو سے ثابت ہوا کہ آیہ زیر بحث کے جملہ اولی منفیہ میں ایک وہم ہے جو جملہ ثانیہ مثبتہ سے بواسطہ حرف استدراک متضمن معنی استثناء رفع کیا گیا ہے اور وہ وہم یہ ہے کہ نفی قتل بعلت صلب سے نفی وقوع صورت صلب موہوم ہوتی ہے جو مناقض اور مغائر نتیجہ صلب (موت) کی ہے۔پس اللہ تعالی نے اس کو حرف استدراک متضمن معنی استثناء سے یوں ظاہر کیا کہ قتل اور صلب کا نتیجہ واقع نہیں ہوا اور صورت صلب پیش آگئی۔ پس جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں آیہ شبّہ لھم میں مشتبہ حضرت مسیح ہے اور مشبّہ بہ یہود کا زعمی مصلوب یا وہ مقتول ومصلوب جو بعلت تصلیب معہود فی الذہن ہوتا ہے۔انتہی۔

اقول: یہ دونوں امر بالکل غلط اور ناشی از جہالت ہیں اور ان کا قائل لیاقت علمیہ سے

بے بہرہ اور علوم رسمیہ سے بالکل نابلد ہے۔

امر اول، یعنی صلب کے معنی سولی پر چڑھا کر مارنا تین وجوہ سے باطل ہے۔ وجہ اول: غیاث اللغات اور صراح میں ہے۔ صلب بردار کردن۔ بلکہ غیاث اللغات میں لفظ صلیب کے ذیل میں کہا ہے: بمعنی بردار کردہ شدہ۔ وجہش آنکہ چوں عیسیٰ علیہ السلام را بر آسمان بردند، طرسوس نام شخصے را کہ ہم شکل عیسیٰ بود، بردار کشیدند، و بعد ازاں واقعہ ترسایاں آنرا عیسیٰ پنداشتہ شکل دار باعیسیٰ از چوب تراشیدہ درگلو آویختند و تعظیمش کردند۔ اور سب تراجم اردو فارسی میں صلب کے معنی سولی پر چڑھانا ہی لکھے ہیں۔

ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: و نہ کشتند او را و بردار نکردند اورا۔

ترجمہ شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ: اور نہیں مارا اس کو اور نہ سولی دی اس کو۔

ترجمہ شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ: اور نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا۔

ترجمہ حافظ نذیر احمد صاحب: نہ تو انہوں نے ان کو سولی چڑھایا۔

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ صلب کے معنی لغت اور تراجم میں سولی پر چڑھانا لکھے ہیں اور موت اس کے لئے لازم نہیں۔ اگر صلب کے معنی کسی لغت کی کتاب یا کسی محاورے میں یا کسی شعر میں سولی پر چڑھا کر مارنا آئے ہیں تو مصنف صاحب پر واجب تھا کہ اس کتاب کی عبارت نقل کر دیتے۔ صرف آپکا اتنا کہہ دینا کہ عرف لغوی میں فلاں لفظ کے معنی یہ ہیں، سند نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ کہیں کہ صفحہ کے حاشیہ میں قاموس اور اقرب الموارد کا نام لکھ دیا ہے بلکہ اس پر وغیرہ کا بھی پشتہ چڑھا دیا ہے تو اس عذر سے شرم چاہیے۔ مولوی صاحب! جہاں قاموس وغیرہ میں آپ کی تائید کی تصریح کی گئی ہے مہربانی کر کے وہ عبارت ہی نقل کر دی ہوتی تا کہ آپ پر دھوکے کا الزام عائد نہ ہوتا۔ مولوی صاحب! یاد رکھئے لغت کی کسی کتاب میں آپ کی تائید نہیں اور ہرگز نہیں ہے اور ہرگز نہیں ہے۔ یہ صرف آپ ہی کا اختراع ہے اور مصنفین گزشتہ پر افتراء

(اکمل نے بہت محنت سے لسان العرب میں سے عبارت تلاش کر کے نکالی و الصّلب هذه القتلة المعروفه..الخ۔ اور کہا ہے لسان العرب میں صلب کے معنی قتل کے لکھے ہیں ص ۱۱۔

جواب: فعلة بالکسر کا وزن عربی زبان میں نوعیت ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے۔ چنانچہ شافیہ میں ہے و بکسر الفاء للنّوع نحو ضِربة و قِتلة۔ پس صلب کے ضمن میں لسان العرب میں جو القتلة المعروفه لکھا ہے سو اس کے معنی یہ ہیں کہ صلب بھی قتل کا ایک ذریعہ ہے۔ کیونکہ قتل عام ہے،

چاہے کس طرح مارا جائے اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ایک ان میں سے صلیب بھی ہے۔اسی لئے قرآن میں ما قتلوہ کے بعد ما صلبوہ کی تصریح کی ضرورت پڑی کہ یہود قتل مسیح کی صورت صلیب پر چڑھا کر مارنا کہتے تھے۔پس خدا تعالی نے ما قتلوہ سے تو قتل محض کی نفی کر دی اور ما صلبوہ سے صلیب پر چڑھانے کو رد کر دیا۔پس ما صلبوہ میں فعل صلب جو منفی ہے وہ صلیب پر چڑھانے کے معنوں میں ہوا، نہ کہ صلیب پر مارنے کے معنی میں۔کیونکہ مارنے کی نفی تو ما قتلوہ میں ہو چکی ہے باقی رہا صلیب پر چڑھایا جانا سو ما صلبوہ سے مردود ہو گیا)

اچھا اگر عربی زبان میں صلب کے معنی سولی پر چڑھا کر مارنا اور مصلوب کے معنی سولی پر چڑھایا جا کر مارا ہوا ہیں، تو صرف سولی پر چڑھانے اور سولی پر چڑھائے ہوئے کیلئے کیا لفظ ہیں؟ جب آپ نے یہ لکھا تھا کہ جس شخص کی موت صلیب پر واقع نہ ہو اس کو لغت کی رو سے مصلوب کہنا ناجائز ہے، تو کیا اس وقت ایسے شخص کیلئے جو لفظ اس زبان میں موضوع ہے، لکھنا ہی یاد نہ رہا تھا، یا خود بدولت کو یاد ہی نہ تھا؟ یا زبان ہی میں کوئی لفظ نہیں؟ براہ کرم وہ لفظ تو لکھ دیا ہوتا، تا کہ آپ کی تحریر کچھ تو مفید پڑتی۔پہلی دو صورتوں میں آپ کا قصور ہے اور تیسری صورت میں زبان کا نقص۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنے پر الزام سہہ لیں گے اور زبان عرب میں نقص کے قائل نہ بنیں گے۔

وجہ دوم: جو الفاظ افعال کیلئے موضوع ہیں وہ صرف ان کی ابتدائی صورت کیلئے ہیں، نتیجہ ان میں داخل نہیں ہوتا۔نتیجہ پر دلالت ترکیب سے ہوتی ہے، یا زیادت سے۔آپ قواعد فقہ یا علم بیان کی کوئی کتاب پڑھیں پھر معلوم ہو جائے گا اور اس سے پہلے ایسی تحقیق کو چھوڑ دیں۔

وجہ سوم: مثل مشہور ہے دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔رسالہ جواب باصواب کے مصنف نے صلب کے معنی سولی پر چڑھا کر مارنا کرنے میں اپنی مطلب برآری کے لئے بہت زور مار کر تصرّف فی اللّغہ کیا ہے اور بموجب مثل مندرجہ عنوان انکی اپنی بہت سی عبارات اسی رسالے میں موجود ہیں جن میں صلب بمعنی مطلق صلیب پر چڑھانا استعمال کیا گیا ہے وہ مواقع یہ ہیں:

ا۔حاشیہ صفحہ ۱۴، ما قتلوہ یقیناً۔ اے ما وقع موتہ بقتلہ صلباً۔ یعنی قتل بعلت صلب سے نفی وقوع صورتِ صلب موہوم ہوتی ہے۔

۲۔صفحہ ۱۶، جو مناقض اور مغائر نتیجہ صلب (موت) کی ہے۔

صفحہ ۱۷، اب اس صورت میں یہ معنی ہوئے کہ مسیح کے صلب کا نتیجہ تو واقع نہیں ہوا۔

۴۔صفحہ ۱۷، اور دونوں جملوں کے ملانے سے عدم وقوع نتیجہ صلب کا اثبات۔

۵۔صفحہ ۱۸۔ پس ان دونوں آیتوں سے ثابت ہو گیا کہ آیت و ما قتلوہ وما صلبوہ و لکن شبّہ لھم میں مطلق نفی مقصود نہیں، بلکہ نتیجہ صلب و قتل کی نفی مقصود ہے اور وقوع صورت صلب کا اثبات مطلوب ہے،۔

ہم ان عبارات پر کچھ زیادہ توضیح نہیں کرتے۔صرف ناظرین کے فہم رسا اور انصاف پر چھوڑتے ہیں اور ان کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ ان عبارات میں صلب بمعنی سولی پر چڑھانا مستعمل ہوا ہے یا نہیں۔ والانصاف اولی الاوصاف (انصاف کرنا سب سے بہتر وصف ہے) اگر مصنف اس اشارے سے اپنی بے علمی کا اعتراف نہ کریں تو نتیجہ اور سبب کی مغائرت سے سمجھ لیں۔ الفقیہ تکفیہ الاشارۃ و السّفیہ لا تفیدہ العبارۃ (دانا کو بس ایک اشارہ ہی کافی ہے اور نادان کو (لمبی) عبارت بھی مفید نہیں)

امر دوم: یعنی بحث کلمہ لکن کی نسبت یہ عرض ہے کہ مولوی صاحب خود اس وہم میں پڑے ہیں اور عوام کو اوہام میں ڈالتے ہیں۔ فضلّ و اضلّ۔مولوی صاحب نے لکنّ (مثقلۃ النون) کے قاعدہ میں دو عبارتیں نقل کی ہیں اور ان عبارات سے مولوی صاحب کو کچھ فائدہ نہیں۔ ہاں اتنا فائدہ ضرور ہے کہ مرزائی پارٹی یہ جانے گی کہ مولوی صاحب علم نحو سے واقف ہیں۔مگر علم نحو کے ماہرین کے نزدیک یہ امر شاہد ناطق ہے کہ مولوی صاحب علم نحو سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ آپ نے کتب نحو کی عبارات تو نقل کر دیں کہ لکن ازالہ وہم کے لئے آتا ہے مگر تعیین وہم کی سند میں کسی تفسیر سے عبارت کیوں نقل نہ کی۔مخالف پر کسی کتاب کا حوالہ دے کر وہ امر آشکارا کیا جاتا ہے جس میں اس کو خلاف ہو۔کلمہ لکن کے ازالہ اوہام کیلئے موضوع ہونا تو فریقین کے نزدیک مسلّم ہے، اختلاف تو تعیین وہم میں ہے۔ جو وہم آپ کو ہوا ہے اس کی صحت کے لئے کسی کتاب کی عبارت لکھنی چاہیے تھی یا اسے مدلل طور پر ثابت کرنا تھا۔مگر افسوس مولوی صاحب نے غیر ضروری امر ہی پر اپنا سارا زور بل لگا دیا اور جس امر کو دلیل سے ثابت کرنا تھا وہاں پہنچ کر بے دم ہو گئے۔ مولوی صاحب! معاملہ ایسا نہیں جیسا آپ کو وہم ہوا ہے۔ سنئے و ما قتلوہ و ما صلبوہ کے معنی تین طریق سے ہو سکتے ہیں۔

اول: اگر نفی قتل کو مفعول متصور رکھیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے: اور یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ اس کو صلیب پر چڑھایا۔ و ھذا الوجہ ھو الحقّ (اور یہی وجہ درست ہے)۔

دوم: اگر نفی قتل کو فاعل پر متصور رکھیں تو معنی یہ ہوں گے کہ مسیح کو یہود نے قتل نہیں کیا اور نہ اس کو سولی

پر چڑھایا۔اس کے خلاف یہ ہوگا کہ یہود کے سوا کسی اور نے مارا۔ اور یہ وجہ باطل ہے۔اس کی تفصیل انشاءاللہ آگے آئے گی۔

سوم :اگرنفی کوافعال مذکورہ پرمتصورکریں تو معنی یہ ہوں گے : مسیح کو یہود نےقتل نہیں کیااور نہ صلیب پر چڑھایا ہے۔اس کے خلاف یہ ہوگا کہ کسی اورطرح مرگیا۔اور یہ وجہ بھی باطل ہے۔

ناظرین انصاف سے دیکھیں کہ ان ہرسہ وجوہ میں سے و لکن شبّہ لھم کوکس وجہ سے تعلق ہے۔اگرانصاف سےغورکیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ و لکن شبّہ لھم کو ان وجوہ میں صرف پہلی ہی صورت سے مناسبت ہے اور جمیع مفسرین نے بالاتفاق یہی معنی کئے ہیں۔صورت دوم اس لئے درست نہیں کہ اس صورت میں فعل کی اسناد اس کے فاعل کی طرف نہیں کی گئی اور نیز اس لئے کہ اس صورت میں یہود کا ذکر باسم ظاہر چاہیے تھا، یاضمیر مرفوع متصل لانی چاہیے تھی۔صورت سوم اس لئے باطل ہے کہ جب اس صورت کے خلاف یہ تھا کہ وہ کسی اورطرح مرگے، تو پھرفعل کی نفی یہود کی طرف اشارہ کرکے نہ کی جاتی، بلکہ عام طور پر کہا جاتا کہ اس کوکسی نے نہیں مارا، وہ تو اپنی موت سے بستر پر مرا ہے، کیونکہ اس صورت میں لفظ احد (بمعنی کوئی) بہ سبب معین نہ ہونے کے نکرہ اور عام ہے اور یہوداس کی نسبت خاص، اورخاص کی نفی عام کی نفی نہیں ہو سکتی۔باقی رہی صورت اول، سواس کو جملہ و لکن شبّہ لھم سے پورا پورا تعلق ہے، اوروہ یہ ہے کہ یہود نے مسیح کوقتل نہیں کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب پر چڑھایا لیکن کسی ایسے شخص کوصلیب پر چڑھایا جوان کیلئے از روئے مکر کے مسیح کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا کیونکہ جب اللہ تعالی نے ما قتلوہ وما صلبوہ سے مسیح سے مصلوبیت ومقتولیت کی نفی کردی تو وہم ہوسکتا تھا، اوروہ وہم معقول تھا کہ قتل اورصلب حسی امرہیں وہمی اورخیالی نہیں، اس لئے کوئی نہ کوئی ضرورمصلوب ومقتول ہوا تھا۔اگر وہ مسیح نہیں تھا تو اورکون تھا؟ سوضرورتھا کہ اس کا جواب دے کرازالہ وہم کیا جاتا۔پس و لکن شبّہ لھم سے اللہ تعالی نے اس وہم کودفع کیا اورحقیقت امرکھول دی کہ وہ کوئی اورشخص تھا جوکہ یہود کے لئے مکراً بھم مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔

اس میں شائدکوئی کوتاہ نظری سےسوال کرے کہ فعل شبّہ کی اسنادکس کی طرف ہے کیونکہ اسے مسیح کی طرف مسندکیا جائے تو مسلمانوں کے اعتقاد میں مسیح مشبّہ بہ ہیں اور یہاں ذکر مشبّہ کا ہے اوراگرکسی اورمقتول ومصلوب کی طرف اسنادکی جائے تو اس کا اوپر ذکرنہیں۔

ھذا تقریر السّوال

اس کا ایک جواب باتفاق جمہور مفسرین یہ ہے جو امام رازیؒ نے دیا ہے :

ان یسند الی ضمیر المقتول لانّه قوله وما قتلوه و ما صلبوه یدلّ علی انّه وقع القتل علی غیره فصار ذلک الغیر مذکوراً بھذا الطّریق فحسن اسناد شبّه الیه (کہ یہ فعل مسند ہے طرف ضمیر کی جو مقتول کی طرف پھرتی ہے کیونکہ قول و ما قتلوه و ما صلبوه اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کسی اور شخص پر قتل واقع ہوا۔ پس اس طریق سے وہ مقتول مذکور ہوا اور شبّه کی اسناد اس کی طرف ٹھیک ہوئی)۔

اور نیز انّا قتلنا المسیح سے بھی اس مقتول کا ذکر سمجھ میں آ سکتا ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے فرمایا: او الی ضمیر المقتول لدلالة انّا قتلنا علی انّ ثمّ قتیلاً (یا اس فعل کی اسناد ضمیر مقتول کی طرف ہے کیونکہ انا قتلنا المسیح اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہاں کوئی تو ضرور مقتول تھا)

مولوی صاحب نے شبّه کی توجیہ میں تفسیر بیضاوی کی عبارت نقل کر کے عوام کو یہ دھوکہ دینا چاہا کہ گویا اس توجیہ میں پہلے مفسر بھی ان سے متفق ہیں۔ اچھا مولوی صاحب! اگر قاضی بیضاوی کی عبارت آپ کے مفید ہے، تو قاضی بیضاوی ہی سے پوچھ لیجئے کہ مسیح کے رفع کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ مولوی صاحب! تفسیر بیضاوی درسی کتاب ہے اور آپ نے نہیں پڑھی تفسیر بیضاوی آپ جیسے ماہروں سے حل نہیں ہو سکتی۔

(مولوی مبارک علی سیالکوٹی، جناب مرزا قادیانی کے استاد مولوی فضل احمد مرحوم کے بیٹے تھے۔ فقہ وغیرہ کی چند ابتدائی کتابیں حافظ محمد سلطان سیالکوٹی سے پڑھیں۔ حدیث کی کچھ کتابیں استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی سے پڑھیں۔ کسی ناگفتہ بہ شرارت پر جناب حافظ صاحب نے سخت سزا دی وہاں سے بھاگ آئے۔ پھر قادیانی ہو گئے۔ مولوی نورالدین کے بعد لاہوری جماعت میں شامل ہوئے۔ آخر گوجرانوالہ میں طاعون سے فوت ہوئے)۔

مولوی صاحب! آپ مفسرین کے اقوال سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے مفسرین کے آیت ذیل میں کئی اقوال کے نقل کرنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ اقوال آپس میں متضاد ہیں اور ان سے نتیجہ ایک نہیں نکلتا۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ ہر صورت میں نتیجہ ایک ہی ہے، اس کے اثبات کی کئی صورتیں ہیں۔ اور جس قول سے نتیجہ الٹ نکلتا ہے اس کی تضعیف کر دیتے ہیں۔ آپ ذرا غور کریں کہ اگر

شبّہ کی اسناد جار مجرور کی طرف کرنے یا ضمیر مقتول کی طرف کرنے سے نتیجہ ایک نہیں نکلتا تو مفسرین پر یہ الزام عائد ہوگا کہ وہ قول راجح اور مرجوح اور ضعیف اور قوی میں تمیز نہیں کر سکتے تھے صرف مختلف اقوال کا نقل کر دینا جانتے تھے اور ان میں قوت فیصلہ نہ تھی۔ یا یہ نتیجہ نکلے گا کہ معاذ اللہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے کہ اسکے مضامین کے بیان میں اتفاق رائے نہیں۔ اگر ان اختلافات کو اس طریق پر جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، سمجھا جائے تو مفسرین کی بھی علوّ شان ثابت ہوتی ہے اور قرآن کی بھی۔ مفسرین کی اس طرح کہ گویا وہ ایسے وسیع النظر اور ماہر ہیں کہ ایک امر کو کئی وجوہ سے ثابت کر سکتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی اس طرح کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے مضامین کے اثبات کے لئے اپنے اندر ہی کئی دلائل رکھتی ہے۔ فافھم

اب ہم بفضلہٖ تعالیٰ شبّہ کی اسناد کی نسبت مفسرین کے اقوال نقل کر کے مولوی صاحب کے فہم سے وہم کو دور کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ ہر صورت میں نتیجہ یہی ہے کہ کوئی اور شخص مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا اور وہی صلیب پر کھینچا جا کر مارا گیا تھا چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے:

و شبّہ مسند الی الجار والمجرور کأنّہ قیل و لکن وقع لھم التّشبیہ بین عیسی و المقتول (شبّہ جار مجرور یعنی لھم کی طرف مسند ہے گویا یہ کہا گیا، لیکن ان کو عیسی اور اس مقتول میں مشابہت نظر آئی)

مولوی صاحب اس توجیہ کی طرف صفحہ ۱۵ کے حاشیہ میں یوں اشارہ کرتے ہیں:

بعض مفسرین نے شبّہ کا اسناد جار مجرور کی طرف بھی مانا ہے۔ جس کے یہ معنی ہوئے و لکن وقع لھم التّشبیہ ای شبّہ علیھم الامر او جعِل الامر مشتبھاً لھم۔

مولوی صاحب نے اس ایک سطر عبارت کے نقل کرنے میں جو خیانت کی ہے وہ ناظرین پر ظاہر ہوگئی ہوگی۔ اگر جار مجرور کی طرف اسناد کرنے سے معنی آپ کے مطلب کے موافق تھے، تو آپ نے اگلی عبارت پوری نقل کیوں نہ کی، اور بین عیسی و المقتول کی خیانت کیوں کی اور اپنی طرف سے اس کے معنی شبّہ علیھم الامر او جعل الامر مشتبھاً لّھم عربی عبارت عربی خط میں لکھ کر کیوں عبارت لمبی کی گئی اور کیوں لوگوں کو دھوکہ دیا گیا؟ ایمانداری تو یہ تھی کہ آپ کتاب کی عبارت پوری نقل کر دیتے، پھر سمجھنے والے خود سمجھ لیتے کہ یہ عبارت آپ کے موافق ہے یا مخالف۔ مولوی صاحب نے وقع لھم التّشبیہ کے معنی شبّہ علیھم الامر او جعل الامر مشتبھاً لّھم کر کے اپنی لیاقت کا ایک اور نمونہ دکھایا ہے۔ سبحان اللہ!

کہاں کی کہاں لگا دی۔ آپ پر تشبیہ اور اشتباہ، مشتبہ ہو گئے اور صلہ علی سے نظر ہی عالی پرواز ہو گئی اور صرف اسی پر بس نہیں کی بلکہ پھر یہ فرمایا:

پس بجائے صلہ علی کے صلہ لام کا اختیار کرنا، یہ ایک دقیق بلاغت کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ لام عربی میں انتفاع کے لئے آتا ہے۔ ص ۱۲۔

جواب: مولوی صاحب! آپ کیوں ایسے امور میں دخل انداز ہوتے ہیں جن کے آپ اہل نہیں۔ آپ ناحق لغت اور نحو کا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔ آپ لغت اور نحو نہیں جانتے۔ آپ کو کسی استاد کے اس مصرع سے نصیحت کی جاتی ہے؛ نکتہ داں نشود کرم گر کتاب خورد۔ اس عبارت کو بغور پڑھیں۔

اشتباہ اور تشابہ وغیرہ کا صلہ جب علی آئے تب ان کے معنی التباس کے ہوتے ہیں دیکھئے: انّ البقر تشابه علینا (سورہ بقرہ) (بے شک گائے موصوفہ مشتبہ ہو گئی ہم پر)۔

اور فتشابه الخلق علیهم (سورہ رعد: ۱۶) (پیدائش مشتبہ ہو گئی ان پر)۔

اور: و للبسنا علیهم (سورہ انعام: ۹) (اور البتہ مشتبہ کرتے ہم اوپر ان کے)۔

اور شبّه علیه الامر تشبیهاً لبس علیه (قاموس) (معاملہ اس پر مشتبہ ہو گیا)

آپ نے ناحق شبّه علیهم الا مر اور وقع لهم التشبیه کو ایک بنا کر اپنی بے بضاعتی پر ہنسایا۔ پھر آپ نے مطولات کا مطالعہ نہیں کیا۔ اگر کیا ہوتا تو ضرور جانتے کہ عربی میں لام کئی معنوں کے لئے آتا ہے۔ ایک ان میں ضرار ہے جیسے اس آیت میں ہے: فیکیدوا لک کیداً (یوسف) (پس وہ تیرے ضرر کی تدبیر کریں گے)۔

ایسے ہی و لکن شبّه لهم میں بھی ضرار کے لئے ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا و مکروا و مکر اللّه۔ پس یہود کا مکر یہ تھا کہ مسیح کو مصلوب کر کے قتل کر ڈالیں۔ اللہ تعالی کا مکر ان کے مقابلہ میں یہ ہوا کہ انہی میں سے ایک شخص کو مسیح کا ہم شکل بنا کر ان کے اپنے ہاتھ سے مصلوب کرا کے مقتول کرایا۔ جن کا ضرر انہی پر پڑا بحکم آیت سورہ فاطر ولا یحیق المکر السّیّء الّا باهله؛؛ (بداندیشی کا وبال اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے) (فاطر: ۴۳)

دیکھو دونوں آیتوں میں مکر اور کید کے لفظ ہیں جو آپس میں مترادف ہیں۔

دیگر یہ کہ جار مجرور کی طرف اسناد کرنے سے الامر کہاں سے نکال لیا۔ دراصل آپ مفسرین کے اقوال سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے۔ بیضاوی میں عبارت مذکورۃ الصدر کے آگے لکھا ہے:

او فی الامر علی قول من قال لم یقتل احدٌ و لکن ارجِف بقتله

فشاع بين النّاس (یا اس معاملہ میں ان کیلئے تشبیہ واقع ہوئی۔ اس قائل کے قول پر کہ مقتول کوئی بھی نہیں تھا۔ لیکن عیسیٰؑ کے قتل کی جھوٹی افواہ اڑ گئی اور لوگوں میں شائع ہوگئی)

اس عبارت میں سے في الامر کو دیکھ کر پہلی توجیہ سے ملا لیا اور ایک الگ عبارت بنا کر مفسرین کے ذمہ لگانی چاہی۔

واضح ہو کہ آپ نے یہ عبارت بھی صفحہ ۱۷ میں نقل کی ہے اور اس میں یہ خیانت کی ہے کہ في الامر کی جگہ الی الامر لکھ کر اپنے مطلب کے موافق معنی گھڑ لئے ہیں۔ زیادہ اطمینان کیلئے تفسیر ارشاد العقل السلیم کا مطالعہ کریں تاکہ آپ کو سمجھ آ جائے کہ صحیح عبارت في الامر ہے، نہ کہ الی الامر۔

مطلب اس عبارت کا پہلی عبارت کو ملا کر یہ ہے کہ یہود کے لئے مسیح اور مقتول میں تشبیہ واقع ہوگئی۔ یعنی ان کی نظر میں وہ مقتول مسیح نظر آیا (حاصل مطلب یہ ہے کہ یہود نے جس شخص کو صلیب پر چڑھا کر قتل کیا، انہوں نے اس کی نسبت یہ گمان کیا کہ وہ حضرت مسیحؑ ہے حالانکہ وہ کوئی اور تھا)، یا اس معاملے میں ان کیلئے تشبیہ واقع ہوئی۔ او في الامر کا عطف عبارت متقدمہ بين عيسى والمقتول پر ہے۔ گویا عبارت یوں ہے او وقع لهم التّشبيه في الامر .. الخ۔ اور یہ عبارت بعطف تردیدی کوئی نئی ترکیب نہیں جیسا کہ مولوی صاحب نے خوش فہمی سے سمجھا ہے بلکہ شبّه کی جار مجرور کی طرف اسناد کرنے میں جو دوسرے معنی ہو سکتے تھے، وہ ذکر کئے ہیں اور ان معنوں کے ضعف کی طرف بھی على قولِ من قال سے اشارہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو تفاسیر کے مطالعہ اور تدریس کی توفیق بخشی ہے وہ خوب پہچانتے ہیں کہ یہ قول شاذ ہے اور پھر بھی اس میں مسیح کی عدم مصلوبیت کی تصریح ہے اور رفع جسمی کی نفی نہیں۔

مفسرین کا دوسرا قول شبّه کی اسناد کی نسبت وہ ہے جو پہلے امام رازی اور قاضی بیضاوی کی تفاسیر سے گزر چکا ہے۔

ناظرین ان دونوں قولوں کو سامنے رکھ کر انصاف سے نظر کریں کہ دونوں ترکیبوں سے نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے یا الگ الگ؟ اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ مسیح کے سوا کوئی اور شخص مصلوب ہو کر مقتول ہوا۔ یہ سارا بیان مولوی (مبارک علی) صاحب کی وجہ پر ردّ ہے، جو ضمناً کیا گیا۔

مفسرین کی یہ ترکیب کہ شبّه کی اسناد ضمیر مقتول کی طرف ہے نہایت ٹھیک اور قواعد لسان کے بالکل مطابق ہے

لما قال ابن هشام معرّباً الی ابن مالک انّه لکن غیر عاطفةً وّ الوا ؤ عاطفة بجملةٍ حذِف بعضها علی جملهٍ صرِح بجمیعها قال فالتّقدیر فی نحوها ما قام زید وّ لکن عمر ولکن قام عمر وّ فی و لکن رّسول اللّه و لکن کا ن رسول اللّه (مغنی جلد دوم) (چنانچہ امام ابن ہشام نے ابن مالک نحوی کی طرف نسبت کر کے کہا کہ و لکن میں لکن غیر عاطفہ ہوتا ہے۔ اور واؤ ایسے جملہ کو جس میں سے کچھ محذوف ہو، ایسے جملہ سے جو پورا مصرح ہے، عطف کرتی ہے۔ پس مثال قام زید .. الخ میں تقدیر یہ ہے و لکن قا م عمرو اور آیت و لکن رّسول اللّه میں تقدیر عبارت یوں ہے و لکن کان رسول اللّه)

مولوی صاحب بے چارے علم نحو میں ایسے کم فہم ہیں کہ کسی کتاب کی عبارت نقل کرتے وقت امر مقصود اور غیر مقصود میں بھی تمیز نہیں کر سکتے۔ لکنّ مشددۃ النون کا قاعدہ لکھا اور چونکہ شبّہ لھم میں لکن مخففۃ النون مع الواؤ تھا اس لئے اعتراض سے بچنے کے لئے ایک عبارت کے پیچھے اتنا دنبالہ لگا دیا۔ یجوز معها ای لکن مشددة او مخففة الوا و و ھی امّا لعطف جملة علی جملة و اما اعترا ضبة (شرح جامی) اور اس دنبالہ نے آپ کی سخت تفضیح کی، کیونکہ لکن پر واؤ کے داخل ہونے میں تو کوئی خلاف ونزاع نہیں۔ نزاع تو اس میں ہے کہ جس لکن مخففۃ النون پر واؤ داخل ہو، اس کا حکم کیا ہے؟ آپ اتنا تو سوچ لیتے کہ جب آیت میں لکن مخففۃ النون مع واؤ ہے تو اس کا بھی کسی کتاب سے قاعدہ دیکھ لیں، مبادا اس میں خصم کے مذہب کی کوئی تائید ہو، اور پھر ندامت اٹھانی پڑے۔ اور مزید براں نہایت جرأت سے مولوی صاحب نے آیت سورہ احزاب و لکن رّسول اللّه ....کی ترکیب لکھ دی اور خیال نہ فرمایا کہ آئمہ نحو نے اس کی ترکیب کس طرح کی ہے؟ شائد وہ ترکیب خصم کے مذہب کی مؤید ہو۔ مولوی صاحب! اب تو خوب دیکھ لیا یا نہیں کہ جس طرح ما قا م زید و لکن عمرو میں قام محذوف ہے اور آیت و لکن رسول اللّه و خاتم النّبیّین میں کان محذوف ہے اور کان اور قام وہی افعال ہیں جو پہلے جملوں میں نفیاً مذکور ہیں اسی طرح ما قتلو ہ و ما صلبوہ و لکن شبّه لھم میں تقدیر عبارت یوں ہے و لکن قتلوا و صلبوا من شبّه لھم (لیکن انہوں نے اس شخص کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا جو ان کے لئے مسیح کے مشابہ بنایا گیا تھا)۔

تفسیر کشاف جو قرآن مجید کی عربیت اور فصاحت و بلاغت کے ذکر کرنے میں سب

تفسیروں کی استاد ہے، اس میں یوں لکھا ہے: و لکن شبّه لهم من قتلوه (لیکن شبیہ بنایا گیا واسطے ان کے جس کو قتل کیا انہوں نے)۔ اور یہی الفاظ بعینھا تفسیر مدارک میں بھی ہیں اور تفسیر رحمانی جو نکات و معارف قرآنیہ میں لا ثانی ہے، اس میں لکھا ہے و لکن قتلوا و صلبوا من القی علیه شِبهه (لیکن انہوں نے اس کو قتل کیا اور صلیب دی جس پر مسیح کی شباہت ڈالی گئی تھی)۔

اس قاعدہ کی دوسری مثال:

ما کان لبشرٍ ان یّؤتیه اللّٰه الکتاب و الحکم و النبوّة ثم یقول للنّاس کونوا عباداً مّن دونِ اللّٰه و لکن کونوا ربّانیّین (آل عمران: ۷۸)

(کسی بشر کو جسے خدا کتاب اور فہم شریعت اور نبوت عطا کرے، لائق نہیں کہ وہ لوگوں سے یہ کہے کہ خدا کے سوائے میرے بندے بن جاؤ لیکن (یہ کہتا ہے) کہ رب کے بندے بنو)

اس میں تقدیر عبارت یوں ہے ولکن یّقول کونوا ربّانیّین۔

اسی طرح اس قاعدہ کی مثالیں قرآن و حدیث و کتب ادب میں بکثرت ہیں۔ دیکھو تفسیر جلالین و جامع البیان، بیضاوی، مدارک، خازن، سراج منیر، کبیر، ابوالسعود، رحمانی، کشاف، فتح البیان، ابن کثیر (مولوی محمد علی ایم اے لاہوری نے اس قاعدہ سے انکار کیا ہے چونکہ وہ عربی زبان سے ناواقف ہیں اس لئے ان کا انکار غیر جائز ہے)

اب آپ برائے خدا اپنی ہی پیش کردہ آیت سورہ احزاب کی مثال سے اس آیت کو سمجھیں اور امام ابن مالک اور ابن ہشام اور علامہ نسفی اور علامہ علی مہائمی اور فارسِ میدانِ فصاحت علامہ جار اللہ زمخشری کی ترکیب کو تسلیم کر کے حزب اللہ میں داخل ہو جائیں اور قادیانی کے عقائد سے جلد توبہ کر کے اس کے مکائد سے بچ جائیں کیونکہ آیت سورہ احزاب ختم نبوت و رسالت پر نص قطعی ہے اور قادیانی مدعی رسالت ہے اور آپ اس کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی نظم دلچسپ میں سے ایک شعر پیش کیا جاتا ہے

ہے مقتداء امام و رسول خدا ہے وہ   صادق ہے اور امین ہے عالی خطاب ہے

(حیرانی ہے کہ مولوی مبارک علی نے یہ شعر مرزا صاحب کی زندگی میں لکھا اور ان کی زندگی بھر اس پر قائم رہے۔ پھر مولوی نورالدین کی خلافت کے زمانہ میں بھی اس پر قائم رہے، لیکن لاہوری پارٹی قادیان سے بدر کی گئی اور انہوں نے لاہور میں اپنا الگ شاخسانہ بنا لیا اور مولوی مبارک علی ان کے ہاں مدرسہ میں ملازم ہوئے، تو مولوی محمد علی ایم اے کی موافقت میں، جو عربی زبان سے ناواقف ہیں، قادیانی رسالت سے

تائب ہو گئے اور اپنا شعر بھی بھول گئے اور اسی حالت میں طاعون سے مر گئے)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ جواب باصواب کے باقی بعض قابل اعتراض مقامات پر بھی بنظر تحقیق نقض کیا جائے:۔

قولہ: صفحہ ۱۹ میں ان کے اپنے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ صلیب پر ضرور کوئی ایسا شخص چڑھایا گیا ہے جس کے ناک، کان، آنکھ وغیرہ تمام اعضا مسیح کے اعضاء کے مشابہ تھے۔ گویا ہو بہو وہی تھا۔ انتہی

اقول۔ اس نامعقول قول سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ مجیب صاحب کا دماغ سمجھ سے خالی ہے کیونکہ مشابہت صوری سے اتحاد ذوات لازم نہیں آتا، جیسے کہ حضرت مریم کے پاس جبریل کے بصورت بشری آنے کی نسبت اللہ تعالی نے فرمایا فتمثل لھا بشراً سویّاٍ (مریم) یعنی پس وہ (جبریل) اس (مریم) کے پاس پورے (توانا) بشر کی شکل میں آیا)۔ پھر حضرت جبریل کا جواب ذکر کیا انّما انا رسول ربّکِ (یعنی میں تو تیرے رب کا فرشتہ ہوں)۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ باوجود بشری صورت میں ہونے کے حقیقتِ ملکیت ان سے منتزع نہیں ہوئی تھی، بلکہ فرشتے کے فرشتے ہی تھے۔ اسی طرح جو شخص حضرت مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا اس کی ذات اور حقیقت وہی رہی تھی جو شباہت پڑنے سے پیشتر تھی، گو حضرت مسیح کی صورت اس پر ڈال دی گئی تھی۔ اس کے نظائر و امثال کتب حدیث و واقعات اولیائے عظام میں بکثرت ہیں اور اصطلاح صوفیا کرام میں اسے خلع کہتے ہیں۔ مثلاً حضرت جبریل کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بارہا بصورت بشری آنا (خصوصاً آنحضرت ﷺ کے اصحاب میں سے حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں آنا) صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن نسائی وغیرہ کتب حدیث میں مصرح ہے اور حضرت ابراہمؑ اور لوطؑ کے پاس جو فرشتے بصورت بشری آئے تھے ان کا ذکر بھی قرآن شریف میں متعدد مقامات میں مذکور ہے۔ چنانچہ سورۃ ہود میں ان سے حکایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا یا لوط انّا رسل ربّک (اے لوط ہم تیرے رب کے فرشتے ہیں)۔ اس بیان وتفصیل سے صاف معلوم ہو گیا کہ القائے شبہ سے ذات ملقی علیہ متغیر نہیں ہو جاتی بلکہ حقیقت برحال قائم رہتی ہے کیونکہ حلیہ اور شکل مثل لباس کے عوارض میں سے ہے داخل حقیقت نہیں۔

قولہ: دنیا کی دو کثیر التعداد قومیں یہود و نصاری تواترِ قومی کے طور پر اس بات پر اتفاق رکھتی ہیں کہ مسیح کو صلیب پر ضرور لٹکایا گیا۔

اقول: جناب! یہود کے قول کو تو اللہ تعالی نے وما قتلوہ و ما صلبوہ سے باطل کر دیا، اور انہیں اس قولِ زور کے سبب ملعون قرار دیا۔ اور آپ ابھی تک ان کے تواتر پر اترا رہے ہیں۔ اور

نصاری کے مذہبی اختلافات کی بابت آپ کو کیا معلوم ہے؟ یہ کس جاہل سے سیکھا تھا کہ نصاری مسیح کے مصلوب ہونے پر اتفاق رکھتے ہیں۔ آپ ان کی کتب خلافیات کا مطالعہ کریں پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ نصاری کے قدیم فرقے یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ ایک اور شخص صلیب پر لٹکایا گیا تھا جس پر حضرت عیسیٰؑ کی شکل ڈال ڈالی گئی تھی (حضرت عیسیٰؑ کا مصلوب ہونا تو پولوس نے کھڑا جس نے منافقت سے آپ کا دین بگاڑا۔ دیکھو رومیوں کے خطوط، قرنتیوں وغیرہ کے نام۔ پھر اس پر کفارہ کی بنیاد ڈالی) چنانچہ جارج سیل صاحب قرآن کریم کے ترجمہ انگریزی میں بذیل آیت و مکروا و مکراللّٰه واللّٰه خیر الماکرین، جو لکھتے ہیں وہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ ناظرین انصاف سے غور کریں اور رائے دیں کہ کیا حضرت روح اللہ کا مصلوب ہونا عیسائیوں کا اتفاقی اعتقاد ہے۔

خلاصہ مطلب عبارت انگریزی جارج سیل:

یہود کے خلاف اللہ تعالی کا مکر یہ تھا کہ عیسی کو آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی مشابہت ایک اور شخص پر ڈال دی جو آپ کی بجائے گرفتار کر کے صلیب دیا گیا۔ یہ مسلمانوں کا متواتر مسئلہ ہے۔ بعض (عیسائی) لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ قصہ القائے شباہت کا (معاذ اللہ) محمد رسول اللہ ﷺ کی اپنی اختراع ہے، مگر وہ لوگ یقیناً غلطی پر ہیں کیونکہ پیغمبر صاحب کے زمانے سے بہت مدت پہلے عیسائیوں کے بہت سے فرقوں کا یہی اعتقاد تھا۔ چنانچہ فرقہ بیسلیڈین، جو عیسائیت کے نہایت شروع میں تھا، مسیح کے مصلوب ہونے سے انکار کرتا تھا اور ان اعتقاد یہ تھا کہ سائمن آپ کی جگہ صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ ایسے ہی فرقہ سیر نتھین جو ان سے بھی پیشتر تھا، اور کارپاکریشن، جو مسیح کو صرف انسان ہی مانتے ہیں، ان کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ حواریوں میں سے ایک شخص کو جو آپ کا ہم شکل تھا، صلیب دیا گیا۔ مصنف فوٹین کہتا ہے کہ میں نے ایک کتاب بنام رسولوں کے سفرنامے پڑھی جس میں پطرس، یوحنا، اندریاس، طامس اور پولوس کے اعمال مندرج تھے، اور منجملہ دیگر امور کے ایک امر یہ بھی تھا کہ:

مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ آپ کی بجائے کوئی اور شخص صلیب دیا گیا تھا۔ اور اس لئے حضرت مسیح ان لوگوں پر ہنسے جنہوں نے اپنے زعم میں آپ کو صلیب پر چڑھایا تھا۔

اس کے بعد جارج سیل نے انجیل برنبارس کی عبارت نقل کی ہے جس کا مطلب یہ ہے:

جب یہود حضرت مسیح کو پکڑنے کے لئے جا رہے تھے آپ بوساطت چار فرشتگان (جبریل،

مکائیل، اسرائیل، یوریل) تیسرے آسمان پر اٹھا لئے گئے کہ آپ آخر دنیا تک نہ مریں گے اور آپ کی بجائے یہودہ اسکر یوطی صلیب دیا گیا۔ اللہ تعالی نے اس مکار کو یہود کی نظروں میں حضرت مسیح کا ایسا ہم شکل کر دیا کہ یہود اس کو پکڑ کر پلاطوس کے پاس لے گئے ۔ یہ مشابہت صوری ایسی عجیب تھی کہ اس سے حضرت مریم اور حواری بھی بھول گئے مگر حضرت مسیح اللہ تعالی سے اجازت لے کر ان کو تسلی دینے کے لئے پھر نازل ہوئے۔ اس پر برنباس جو عیسیٰ کا ایک حواری تھا، اس نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے ہم کو اور اپنی والدہ ماجدہ کو کیوں غم اور تکلیف میں رکھا کہ آپ ایسی بری موت مرے، گو یہ تھوڑی دیر کے لئے تھی۔ حضرت مسیح نے اس پر یہ جواب دیا: اے برنباس! سچ جانیو کہ گناہ خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو، اللہ تعالی کے نزدیک سزا کے لائق ہوتا ہے کیونکہ اللہ گناہ سے ناراض ہے۔ میری والدہ ماجدہ اور مومن حواریوں نے مجھے نفسانی پیار کی آمیزش سے محبت کی، اس لئے اللہ تعالی نے ان کو اس موجودہ غم سے سزا دی تاکہ پھر دوزخ کی سزا نہ ہو۔ اور میری تو یہ بات ہے کہ اگر چہ میں دنیا میں بے عیب رہا ہوں مگر چونکہ اور لوگوں نے مجھے خدا اور خدا کا بیٹا کہا اس لئے اللہ تعالی نے، کہ میں قیامت کے دن شیطانوں سے مضحکہ نہ کیا جاؤں، یہودہ اسکر یوطی کی موت سے مجھ پر یہ مضحکہ کرا دیا کہ مسیح صلیب پر مارا گیا اور یہ مضحکہ محمد ﷺ کے آنے تک رہے گا۔ وہ دنیا میں آکر ہر اس شخص کو اس غلطی سے نکالیں گے جو اللہ تعالی کی شریعت کا متبع ہو۔ انتہی

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کی عدم مصلوبیت کا اعتقاد نصاری کے قدیم فرقوں میں مسلّم تھا اور ان کی قدیم تصانیف بھی اس امر کی شہادت دیتی ہیں اگر چہ وہ کسی غرض سے ان کو مخفی رکھیں مگر بجوائے: انّ اللّه يؤيّد هذا الدّين بالرّجل الفاجر (خدا اس دین اسلام کی مدد فاجر آدمی سے بھی کرا لیتا ہے) اللہ تعالی نے اعدائے اسلام سے بھی اسلام کی تائید کرائی جس طرح کہ موسیٰ کی تربیت فرعون کے گھر میں کرائی۔

انجیل برنباس کے متعلق ایک اور نکتہ ہے کہ مرزا قادیانی دعوی نبوت سے پیشتر عیسائیوں کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت ثابت کرنے میں اسی انجیل برنباس سے انہیں ملزم کیا کرتے تھے، اب ان کے اپنے ہی الزام سے ہم ان کو ملزم کرتے ہیں کہ یہ عبارت جو وہ عیسائیوں کو سناتے تھے خود پڑھیں۔ مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت کیلئے رسول اللہ ﷺ کے اثبات نبوت کو بھی جھٹلا دیا۔ قاتلهم اللّه انّى يؤفكون (خدا ان کو غارت کرے کدھر بھٹکتے پھرتے ہیں)

قولہ: بحکم احالۃ العادۃ تواطئھم علی الکذب، عادۃً ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال ہو،

اقول: جناب مولوی صاحب! آپ کتب درسیہ کے سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے لہذا نقل عبارات سے اپنی تفضیح نہ کرایا کریں۔ شرح نخبہ میں سے یہ عبارت تو دیکھ لی مگر تواتر کے افادہ یقین کی شروط کے لئے اگلے صفحہ کو الٹ کر نہ دیکھا۔ اگر تواتر کا مدار صرف کثرت پر ہے تو افواہ اور اخبار بے سرو پا کس کا نام ہے؟ پھر تو آپکے نزدیک عوام ہندؤوں کا یہ قول کہ راون کے دس سر تھے اور ہنومان نے پہاڑ اٹھا لیا، اور ایسے باتیں جو ان میں ذائع وشائع ہیں، سب متواترات میں سے ہوں گے کیونکہ ان امور کو ہزاروں لوگ روایت کرتے چلے آئے ہیں۔ جناب من! تواتر کے افادہ یقین کے لئے ایک یہ شرط ہے کہ منتہی اس کا حسّ ہو، دیکھئے شرح نخبہ کے اگلے صفحہ پر ہے:

فاذا جمع ھذہ الشروط الاربعۃ وھی عدد کثیر احالت العادۃ تواطئھم و توافقھم علی الکذب و رووا ذلک عن مثلھم من الابتداء الی الانتھاء و کان مستند انتھائھم الحسّ وانضان الی ذلک ان یّصحب خبرھم افادۃ العلم لسامعہ فھذا ھو المتواتر (ص ۸ مطبوعہ دہلی ۱۹۱۴ء) (پس جب یہ چاروں شرطیں پوری ہو جائیں ا۔ یہ کہ اتنی بڑی جماعت روایت کرے کہ عادت کی رو سے ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال سمجھا جائے۔ ۲۔ یہ کہ ابتداء سے انتہاء تک سارا سلسلہ عادل ضابط راویوں کا ہو۔ ۳۔ یہ کہ ان کے انتہاء کی استناد امر حسّی ہو۔ ۴۔ یہ کہ ان کا خبر دینا سامع کو یقین کا فائدہ دیوے تو اسے متواتر کہتے ہیں)

اور اسی طرح علامہ سخاوی نے فتح المغیث میں بعد ذکر دیگر شروط کے فرمایا:

ھذا کلّہ مع کون مستند انتھائہ الحسّ من مشاھدۃ او سماعٍ لانّ ما لا یکون کذلک یحتمل دخول الغلط فیہ (یہ سب باتیں تب معتبر ہیں کہ اس خبر کا انتہاء حس ہو یعنی اگر مشاہدہ کے متعلق ہے تو مشاہدہ ہو اور اگر سماع کے متعلق ہے تو سماع ہو۔ کیونکہ جو اس طرح پر نہ ہو اس میں غلطی کے داخل ہو جانے کا احتمال ہو سکتا ہے)

پس اگر آپ عقیدہ مردودہ صلیبیہ کے زعمی تواتر کو حسب ہدایاتِ عبارات مذکورہ تحقیق کرینگے تو آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ حضرت روح اللہ کی نسبت یہود ونصاریٰ کا قول صلیب بالکل غلط اور مردود ہے۔ شرح عقائد نسفی میں اس امر کی تصریح ہے کہ مصلوبیت حضرت مسیح کا تواتر ممنوع ہے (کیونکہ صدر اول میں اس کی بابت چشم دید شہادت دینے والا ایک شخص بھی نہیں بلکہ حضرت عیسی

کی گرفتاری کے وقت آپ کے سب حواری بھاگ گئے تھے۔ ملاحظہ ہو انجیل متی اور انجیل مرقس۔ پس عہد واقعہ میں واقعہ کا گواہ ہی کوئی نہیں تو زمانہ مابعد کی کثرت کسی کام کی نہ رہی)

قولہ: صفحہ ۷ پر لکھا: مسیح تو کیا مسیح سے بھی عالی درجت انبیاء آنحضرت ﷺ کے خدام کی منزلت نہیں رکھتے،۔ اور نیز کہا: مسیح تو ایک معمولی انسان ہے اور اس قابل نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے خدام کی برابری کر سکے۔

اقول: رسول اللہ ﷺ کے امتی غایت مافی الباب ولایت کے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پر پہنچ سکتے ہیں، نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ آیت و خاتم النّبیین مانع ہے اور ولی کو نبی پر فضیلت دینا اہلسنت کے نزدیک کفر وضلالت ہے۔ اللہ کا نبی متبوع ومطاع ہوتا ہے اور امتی تابع ومطیع۔ تابع، متبوع سے کس طرح بڑھ سکتا ہے؟ اور مطیع مطاع سے کیسے افضل ہوسکتا ہے؟ مجیب صاحب علم اسلامی سے ایسے بے خبر ہیں کہ اہل سنت کے مشہور عقائد بھی آپ کو معلوم نہیں۔ قصیدہ امالی میں ہے:

و لم یفضل ولیّ قطّ دھراً نبیّاً او رسولاً فی انتحا لی

یعنی ولی کبھی کسی نبی یا رسول سے افضل نہیں ہوسکتا۔

اور ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

و ذلک لانّ الولیّ تابع للنّبیّ ولا یکون التّابع باعلی مرتبةٍ من المتبوع و لانّ النّبیّ معصوم مامون العاقبة و الولیّ یجب ان یکون خائفاً عن الخاتمة ولانّ النّبیّ مکرّم بالوحی ومشاھدةِ الملائکةِ الکرام و الرّسول مامور بتبلیغ الاحکا م و ارشاد الانام بعد اتصافه بکمالات الولیّ فی المقامات الفخام فما نقِل عن بعض الکرامیّة من جواز کون الولیّ افضل من النّبیّ کفر و ضلالة و عبارة النسفی فی عقائده ولا یبلغ ولیّ درجة الانبیاء اولی من عبارة الناظم لافادتھا نفی المساوات ایضاً۔ (اس کا سبب یہ ہے کہ ولی نبی کے تابع ہوتا ہے اور کوئی پیرو اپنے پیشوا سے افضل رتبہ پر نہیں ہوسکتا۔ نیز اس لئے کہ نبی معصوم ہے اور خاتمہ سے امن میں ہے، اور ولی کے لئے ضروری ہے کہ خاتمہ سے ڈرتا رہے۔ نیز اس لئے کہ نبی وحی سے اور ملائکہ مقربین کے مشاہدے سے مشرف ہوتا ہے اور رسول احکام الٰہی کی تبلیغ اور خلقت کے ارشاد کا مامور ہوتا ہے۔ بعد ازاں کہ ولی کے کمالات سے بھی نہایت عالی

مقامات پر موصوف ہو۔ پس بعض کرامیہ سے جو نقل کیا گیا ہے کہ جائز ہے کہ کوئی ولی کسی نبی سے افضل ہو، کفر اور ضلالت ہے۔ اور امام نسفی کی یہ عبارت کہ، کوئی ولی انبیاء کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا، اس ناظم کی عبارت سے اولی ہے کیونکہ اس میں مساوات کی بھی نفی کا فائدہ ہے

اسی طرح تمہد ابی الشکور سالمی میں ہے:

قال اهل السنّة و الجماعة انّ النّبیّ افضل من ولیّ وان کانت درجته ادون من درجات النّبوّة و قال المنقشفة من الکرامیة انّه یجوز ان یّکون الولیّ افضل من النّبیّ و هذا کفر۔ (اہل سنت والجماعت کا قول یہ ہے کہ ہر نبی ہر ولی سے افضل ہوتا ہے خواہ وہ نبی درجات نبوت کے کسی ادنی درجے پر ہو اور کرامیہ میں منقشفہ کہتے ہیں کہ ولی کا نبی سے افضل ہونا جائز ہے اور یہ کفر ہے)

اسی طرح دیگر کتب عقائد میں بھی مذکور ہے۔ پس مولوی صاحب کا اس کے خلاف لکھنا ان کی جہالت بین دلیل ہے۔

قولہ۔ صفحہ ۸۔ اگر وہ بقول مشتہر صاحب صلیب پر چڑھا ہی نہیں سکے تو پھر مکر کون سا ہوا جس کو خدا تعالی نے اپنی کتاب عزیز میں ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ کیا اللہ تعالی نے بلا وقوع کسی امر کے اس کا وقوع ان کی طرف منسوب کر دیا ہے؟

اقول: یہ امر بھی مجیب صاحب کی بے لیاقتی ظاہر کر رہا ہے کیونکہ مکر کہتے ہیں تدبیر محکم کو، جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ یہود نے حضرت روح اللہ کو صلیب پر چڑھانے کی صرف تدبیر ہی کی تھی، سو اللہ تعالی نے اس ارادہ بد کو ان کی طرف منسوب کیا اور جس شخص کو علوم درسیہ میں ادنی سی ممارست بھی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ارادہ انسانی کو وقوعِ فعل لازم نہیں۔ پس یہ ضرور نہیں کہ جب تک فعل صلب کا وقوع نہ ہو، تب تک یہود کی طرف ارادہ وتدبیر ایصال شر منسوب نہ کر سکیں۔ فافھم

مجیب صاحب اگر اپنی ہی عبارت کو محفوظ رکھتے تو ایسی فاش غلطی نہ کرتے چنانچہ آپ اسی صفحہ کی سطر دوم میں فرماتے ہیں کہ یہود نے ایک منصوبہ بنایا۔، اور تیسری سطر میں، چاہا، لکھتے ہیں اور سطر ششم میں پھر، منصوبہ، تحریر کرتے ہیں۔ آپ غور کریں اور انصاف سے کہیں کہ کیا منصوبہ بنانے اور چاہنے کے یہی معنی ہوا کرتے ہیں کہ وہ امر بالضرور واقع بھی ہو جائے۔ جناب من! ارادہ امر دیگر ہے اور صدور فعل امر دیگر۔

قولہ: صفحہ ۱۱۔ لیکن دعوی کی تکذیب نہیں کی؛۔

اقول: حضرت! اس آیت افلا یتدبّرون القرآن ام علی قلوبٍ اقفالھا (کیا یہ لوگ قرآن کو تدبر سے نہیں پڑھتے یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں) کے مصداق بھی تو پائے جانے چاہییں۔ اگر آپ کو یہود کے دعوائے قتل مسیح کی تردید و تکذیب معلوم نہیں ہوئی تو اس میں قصور کس کا ہے؟

اللہ تعالی نے یہود کی لاف، قتل مسیح، کو ان الفاظ میں بیان کیا:

انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ۔ نساء: ۱۵۷۔ (ہم نے ضرور عیسی بن مریم، رسول اللہ کو قتل کر ڈالا ہے)،

اس میں دو امر ملحوظ ہیں:۔

اول، دعوی قتل مسیح کو بطور مفاخرت ذکر کرنا، کیونکہ نفس قتل امر فخر نہیں تھا بلکہ ان کے زعم میں قتل محل خاص میں واقع ہوا اس لئے مفعول یعنی المسیح کو موصوف ذکر کیا اور یہی مفاخرت یہود اس امر کی مؤید ہے کہ ما قتلوہ و ما صلبوہ میں نفی قتل و صلب کو مقصور علی المفعول کیا جائے۔

دوم، لفظ انّما سے اس زعم پر یہود کا جزم۔

سو اللہ تعالی نے اس امر اول کی تکذیب و تردید ما قتلوہ و ما صلبوہ سے کر دی اور ان کے فخر کو خاک میں ملا دیا اور امر دوم یعنی ان کے جزم کا ابطال و ما قتلوہ یقیناً سے فرمایا اور حقیقت امر کو و لکن شبّہ لھم اور بل رّفع اللّٰہ الیہ سے کھول دیا کہ کوئی اور شخص مصلوب ہو کر مارا گیا اور حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالی نے آسمان پر اٹھا لیا سبحان اللّٰہ ما احکم کلامہ

دوسری وجہ جس سے آیت قولھم انّا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللّٰہ (ان کے اس قول کے سبب بھی، ہم نے ان پر لعنت کی، کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے ضرور مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر ڈالا) عقیدہ ملعونہ صلیبیہ کی تردید کرتی ہے، یہ ہے کہ جن جرائم کے سبب اللہ تعالی نے یہود پر لعنت کی منجملہ ان کے ان کا قول بہ قتل و صلب مسیح تھا۔

(اکمل صاحب کہتے ہیں، یہ صلب آپ نے کہاں سے ملا لیا؟

جواب: ما قتلوہ کے بعد ما صلبوہ سے، یعنی قتل کی نفی کے بعد صلب کی نفی کرنے سے معلوم ہوا کہ یہود اس امر کے مدعی تھے کہ ہم نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھا کر مار دیا سو اللہ تعالی نے دونوں باتوں کی الگ الگ نفی کر دی)۔

ان جرائم میں سے بعض تو محض اقوال ہیں اور بعض افعال جیسا کہ فبما نقضھم میثاقھم و قولھم انّا قتلنا تک غور کرنے سے واضح ہوتا ہے۔

افعال یہ ہیں: اول نقض میثاق کیونکہ خلاف میثاق فعل صادر ہوتا ہے۔ دوم کفر بآیات اللہ، کیونکہ یہ فعل تحریف کلمات اللہ وقتل انبیاء واخذ رشوت وسود جیسے افعال قبیحہ کی طرف کھینچنے والا ہوا۔ سوم قتل انبیاء، یہ اگرچہ کفر ہی کا نتیجہ ہے مگر چونکہ باصلہ ایک مستقل کفر ہے اس لئے علیحدہ ذکر کیا گیا۔

اور اقوال یہ ہیں: اول، ان کا قلوبنا غلف کہنا۔ دوم حضرت عیسیٰؑ کے بے پدر پیدا ہونے پر قدرت قادر عزیز سے انکار کرنا اور چونکہ ان کا کفر دو زمانوں میں ہوا، اول قبل مبعث عیسیٰؑ، پھر بعد آپ کی ولادت اور بعثت کے، اس لئے کفر کو مکرر ذکر کیا۔ اور اسی نکتہ کے لئے اعادہ جار بھی کیا۔ سوم مریم صفیۃ اللہ پر بہتان لگانا۔ چہارم ان کا یہ کہنا کہ ہم نے حضرت مسیح کو مارڈالا ہے۔

ناظرین قرآن کریم کی فصاحت اور حسن بیان پر غور کریں کہ اللہ نے ان کے اقوال و افعال میں کس طرح فرق کیا ہے۔ جملہ افعال کو نسبت صدوری وقوعی سے ذکر کیا کہ بے شک ان سے یہ افعال قبیحہ سرزد ہوئے۔ کما یشھد بذلک طریق البیان (جیسا کہ طریق بیان اس کی شہادت دیتا ہے) اور جملہ اقوال کو مردود و مکذوب فرمایا چنانچہ قولھم قلوبنا غلف کو بل طبع اللّٰہ علیھا بکفرھم سے رد کیا اور حضرت مسیح کی ولادت باسعادت کے بارے میں جو اقوال مردودہ آپ پر اور حضرت صفیۃ اللہ (مریم) پر کہے تھے انکو لفظ بہتان سے اور نیز انّ مثل عیسی عند اللّٰہ کمثل آدم (بے شک عیسیٰ کا معاملہ خدا کے نزدیک آدم کی طرح ہے) اور نیز قال انّی عبد اللّٰہ (مریم) (کہا میں خدا کا کامل بندہ ہوں) سے اور نیز و الّتی احصنت فرجھا (انبیاء) سے رد فرمایا اور دعوی قتل کو و ما قتلوہ و ما صلبوہ (اور نہیں قتل کیا انہوں نے اس کو اور نہ اس کو صلیب پر چڑھایا) سے مکذوب کیا۔

اس بیان و تفصیل سے واضح ہو گیا کہ اگر فعل صلب صورتِ فعلیہ میں صادر ہوا ہوتا تو اللہ تعالی فعل کو سبب لعنت قرار دیتا، نہ مجرد قول کو۔ اور پھر عبارت و قولھم انّا قتلنا المسیح کی بجائے و بصلبھم المسیح ہوتی، کیونکہ صلیب پر چڑھانا اور معاذ اللہ، رسول برحق کے پاک ہاتھوں میں میخیں لگانا وغیرہ زیادہ سخت جرم ہے، مجرد افتراء و بہتان سے۔ اس قول بقتل المسیح کے سبب یہود کو ملعون و مردود گرداننے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالی کو حضرت مسیح کو آسمان پر مرفوع کیا اور اس وقت تک زندہ رکھا اور پھر آخری زمانے میں دنیا میں نازل کرے گا۔ اس قول مردود سے اس حکمت کا ابطال و بطلان لازم آتا ہے۔ پس اگر اب بھی کوئی شخص حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے اور ان کی موت قبل النزول کا قائل ہو تو چونکہ وہ بھی اللہ تعالی کی حکمت بالغہ کو باطل

کرنا چاہتا ہے اس لئے اس کا حکم بھی یہود کا حکم ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ایک اور نکتہ ہے کہ چونکہ اس ذکر سے پہلے اللہ تعالی نے یہود کے بعض انبیاء کو قتل کرنے کا ذکر کیا اور حضرت مسیح کی نسبت بھی یہود وبعض فرق نصاری کا یہی قول تھا کہ وہ مصلوب ہو کر مقتول ہوئے اور حقیقت الامر اس کے خلاف تھی، اس لئے اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کے قتل وصلب کی نفی علیحدہ طور پر کر دی تا کہ کوئی حقیقت ناشناس آپ کو بھی ان انبیاء کے زمرہ میں شمار نہ کر لے جو یہود کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ اور اس طرز بیان کو التّخصیص بعد التّعمیم لاخراج الخاص عن حکم العام کہتے ہیں۔ پس اس آیت سے ملحدین کی صلیب بالکل منہزم ومنکسر ہوگئی۔ و الحمد للّٰہ علی ذلک

کسر صلیب کی تیسری آیت:

و اذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبیّنات فقال الّذین کفروا منھم ان ھذا الّا سحر مّبین (مائدہ: ۱۰) (اللہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ کو فرمائے گا کہ میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھیں۔ منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ جب تم بنی اسرائیل کے پاس معجزات لائے اور انہوں نے ان معجزات کو جادو کہا، اور تم پر دست درازی کرنی چاہی تو ہم نے ان کا ہاتھ تم سے روکے رکھا، یعنی تمہارے پاس تک نہ آنے دیا)۔

یہ آیت بالصراحت صلیب ملحدین کو توڑ رہی ہے کیونکہ اللہ تعالی یہود کو حضرت عیسیٰؑ سے روکنے کو حضرت عیسیٰؑ پر نعمت فرماتا ہے اور آپ کو امتناناً یاد کراتا ہے۔ معاذ اللہ اگر حضرت مسیح، یہود کے ہاتھ سے صلیب پر چڑھائے جائیں تو اس صورت میں اس امتنان سے کذب باری لازم آتا ہے اور ایسا اعتقاد کفر ہے۔ اعاذ نا اللّٰہ من ذلک۔

اسی سورت مائدہ میں صحابہ کو ایسے ہی کلمات طیبات سے نعمت یاد کرائی ہے چنانچہ فرمایا:

یا ایّھا الّذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم اذ ھمّ قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم فکفّ ایدیھم عنکم ...(مائدہ: ۱۱) (اے مسلمانوں! تم اللہ کی وہ نعمت یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب قوم کفار نے تم پر دست درازی کرنی چاہی تو ہم نے ان کے ہاتھ تم سے روکے رکھے)

جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے حق میں یہود نے مکر ایصال شر کیا اور اللہ تعالی نے ان کو

آپ تک نہ پہنچنے دیا اسی طرح حضرت محمد ﷺ رسول اللہ حبیب خدا اشرف انبیا کے حق میں بھی طائفہ یہود بنی نضیر نے ارادہ کیا اور اللہ تعالی نے آپ کو ان کے شر سے بالکل محفوظ رکھا (ابن کثیر سورہ مائدہ) اور الٹا ان ہی پر وبال جلاوطنی نازل کیا (ابن کثیر، سورہ حشر)۔ یہ آیت اس نعمت عظمی کی تذکیر و یاددہانی کیلئے ہے۔

سبحان اللہ! جس طرح حضرت مسیح کو خطاب یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک فرمایا اسی طرح اپنے حبیب ﷺ اور آپ کے اصحاب کو یا ایھا الّذین آ منوا اذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم سے خطاب کیا اور جس طرح حضرت عیسیٰؑ کو و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنک سے نعمت یاد دلائی اسی طرح اپنے حبیب ﷺ اور آپ کے اصحاب کو اذ ھمّ قوم ان یّبسطوا الیکم ایدیھم فکفّ ایدیھم عنکم سے انعام یاد کرایا۔ پس جس طرح اس واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کو کوئی گزند نہیں پہنچی، اسی طرح عیسیٰؑ کو بھی صلیب کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑی۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ کفّ کے متعلق ایک دقیق نکتہ یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنک (اور جب ہٹا رکھا میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو) اور یہ نہیں فرمایا و اذ نجّیناک من بنی اسرا ئیل (یعنی جب بچایا تجھ کو..) جیسے کہ دوسرے مقام پر بنی اسرائیل کو اپنی نعمت یاد کرائی واذ نجّینا کم من آل فرعون یسومونکم سوء العذا ب (بقرہ: ۴۹) (اور جب بچایا ہم نے تم کو آل فرعون سے پہنچاتے تھے تم کو بہت برا عذاب)۔ کیونکہ اس صورت میں وہم پڑ سکتا تھا کہ یہود نے حضرت عیسی کو گرفتار کر لیا ہوگا اور آپ کو کچھ اذیت بھی پہنچائی ہوگی مگر آخر کار اللہ نے آپ کو ان کے ہاتھ سے بچا لیا ہوگا جیسا کہ عقیدہ ملعونہ ذکر کیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ بنی اسرائیل فرعون کے ملک میں غلام تھے اور وہ ان کو ہر طرح کی تکلیف پہنچاتا تھا مگر آخر کار اللہ نے ان کو اس کے ظلم سے نجات دی۔ لیکن پہلی صورت میں یعنی قرآن کے الفاظ میں اس وہم کی سراسر تردید ہے۔ یعنی اول تو نجات پانا کی بجائے لفظ کفّ (ہٹا رکھا) استعمال کیا۔ دوم یہ کہ کفّ کا مفعول بنی اسرائیل کو کیا نہ ک ضمیر مخاطب کو جو عیسیٰؑ کیلئے ہے۔ یعنی یہ نہیں کہا کففتک عن بنی اسرا ئیل (ہٹا رکھا تجھ کو بنی اسرائیل سے) کیونکہ ارادہ ضرر پہنچانے کا یہود کا تھا، پس انہی کو ہٹا رکھنے کا ذکر مناسب ہے۔ سوم یہ کہ کفّ کا صلہ عن ذکر کیا جو بعد (دوری) کے لئے آتا ہے۔ پس جب اللہ تعالی نے اپنے رسول برحق سے دشمنوں کو بالکل دور ہٹائے رکھا اور آپ کے پاس بھی پھٹکنے نہ دیا تو پھر وہ کس طرح آپ کو کوئی اذیت پہنچا سکتے تھے اور کیسے صلیب پر کھینچ سکتے تھے۔

(اکمل صاحب فرماتے ہیں: باوجود وعدہ و اللّٰہ یعصمک من النّاس کے حضرت رسول کریم ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا... کففت کا لفظ یعصمک سے زیادہ نہیں۔

جواب: اولاً تو یہ ہے کہ و اللّٰہ یعصمک من النّاس دانت مبارک کے شہید ہونے کے بعد نازل ہوئی۔ ثانیاً یہ کہ عصمت کا لفظ اس موقع پر بولا جاتا ہے جب کوئی گرفتار مصیبت ہو اور پھر اس سے بچا لیا جائے۔ دیکھو سورہ ہود میں ہے کہ نوح کے بیٹے نے طوفان میں مبتلا ہونے کے وقت کہا سآوی الی جبلٍ یعصمنی من الماء اور حضرت نوحؑ نے اس کے جواب میں کہا لا عاصم الیوم من امرِ اللّٰہ۔ پس کف کا لفظ عصمت کی نسبت زیادہ ہوا)۔

یہی آیت یعنی و اذ کففت دوسری آیت و مطھّرک من الّذین کفروا (کافروں سے تجھے پاک رکھنے والا ہوں) کی صحیح تفسیر ہے کہ اس میں بھی تطہیر سے مراد یہی ہے کہ عیسیٰؑ یہودیوں کے ہاتھ سے پاک رہیں گے۔ جملہ معتبر تفاسیر میں اس آیت و اذ کففت... کے ذیل میں ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ اللہ نے عیسیٰؑ کو یہود کے ہاتھ گرفتار نہیں ہونے دیا اور کوئی گزند پہنچنے نہیں دیا بلکہ مبسوط تفاسیر میں رفع الی السّماء کی بھی تصریح ہے چنانچہ تفسیر فتح البیان میں ہے:

> و لما اتی عیسی بھذہ الآیات البیّنات قصد الیھود بقتلہ فخلّصہ اللّٰہ منھم و رفعہ الی السّماء (فتح البیان ج ۲) (اور جب حضرت عیسیٰؑ نے یہ روشن نشانات (معجزات) دکھلائے تو یہود نے آپ کے قتل کا قصد کیا۔ سو خدا تعالیٰ نے آپ کو ان میں سے صاف نکال لیا اور آسمان کی طرف اٹھا لیا)

اور اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں یہ لکھا ہے:

> ای واذکر نعمتی علیک فی کفّی ایّاھم عنک حین جئتھم بالبراھین والحجج القاطعۃ علی نبوّتک و رسالتک من اللّٰہ الیھم فکذّبوک و اتّھموک بانّک ساحر و سعوا فی قتلک و صلبک فنجّیتک منھم و رفعتک الیّ و طھّرتک من دنسھم و کفیتک شرّھم (ابن کثیر زیر آیت ہذا) (اے مسیح تو وہ نعمت یاد کر جو ان یہود کو تجھ سے دور ہٹا رکھنے کے بارے میں کی، جب تو ان کے پاس یقینی دلائل اور قطعی ثبوت اپنی نبوت اور رسالت کے لایا تو انہوں نے تیری تکذیب کی اور تجھے تہمت لگائی کہ تو جادوگر ہے اور تیرے قتل و عذاب میں سعی کرنے لگے تو ہم نے تجھ کو ان میں سے نکال لیا اور اپنی طرف اٹھا لیا اور تجھے ان کی

میل سے پاک رکھا اور ان کی شرارت سے بچا لیا)

اور اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے:

روی انّه علیه الصّلوٰة والسّلام لمّا اظهر هذه المعجزات العجیبة قصد الیهود قتله فخلّصه اللّٰه منهم حیث رفعه الی السّماء (مروی ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے یہ معجزات مذکورہ دکھلائے تو یہود نے آپ کے قتل کا قصد کیا تو خدا نے آپ کو ان میں سے اس طرح صاف نکال لیا کہ انہیں آسمان پر اٹھا لیا)

اور اسی طرح تفسیر خازن میں ہے:

وذلک انّ عیسیٰ لمّا اتی بهذه المعجزات العجیبة الباهرة قصد الیهود قتله فخلّصه اللّٰه منهم و رفعه الی السّماء (اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب عیسیٰؑ ایسے عجیب اور روشن معجزات لے کر آئے تو یہود نے آپ کے قتل کا قصد کیا۔ پس اللہ نے آپ کو ان میں سے اس طرح صاف ہی نکال لیا کہ انہیں آسمان پر اٹھا لیا)

مرزا قادیانی نے اپنے رسالہ ازالہ اوہام میں ان آیات تذکیر انعامات میں کہا ہے کہ اگر حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو ایسا بھی انعام ان نعمتوں میں کیوں معدود نہیں ہوا؟ جواباً معروض ہے کہ اگر چشم حق بین سے دیکھیں تو واذ کففت بنی اسرائیل عنک اسی نعمت جلیلہ کی تذکیر کیلئے کافی ہے کیونکہ جب بیان قرآنی کی رہنمائی سے مفسرین نے صورت واقعہ کو ملحوظ رکھ کر اس آیت سے سمجھ لیا تو جس شخص پر یہ انعام وارد ہوا، وہ کیوں نہ سمجھے گا۔

سوال: حضرت ابراہیم کو کفار نے آگ میں ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس آگ سے بچا لیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہود نے حضرت روح اللہ کو صلیب پر چڑھا دیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ رکھا اور ان کے ہاتھ سے مرنے نہ دیا، تو اس میں کیا حرج ہے؟

جواب: مصنف رسالہ جواب باصواب کو بھی صفحہ ۱۰ میں یہی خبط ہوا ہے۔ جناب! وقائع اور امور تاریخیہ میں قیاس کو بالکل دخل نہیں ہوتا بلکہ ان کا مدار صرف روایت وشہادت ہی پر ہوتا ہے۔ وقائع میں قیاسات کے مفید نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وقوع حوادث کی صورت واحد دون آخر نہیں ہوتی، پس عیسیٰؑ کے واقعہ کو قیاس محض سے واقعہ ابراہیمؑ کا ہم رنگ بنانا جہالت و سفاہت ہے کیونکہ صورت نجات اسی ایک طریق میں منحصر نہیں ہے کما لا یخفی علی من له ادنی تامّل۔ دیگر یہ کہ ہمارا دین سماعی ہے قیاسی نہیں۔ یعنی جو امر جس طرح قرآن وحدیث میں وارد ہے اسے اسی

طرح تسلیم کرتے ہیں اور اپنے قیاسات نحیفہ اور خیالات ضعیفہ پر مدار نہیں رکھتے۔ چونکہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کا آگ میں پڑنا اور پھر سلامت رہنا ذکر کیا گیا ہے اسلئے اس واقعہ کو اسی طرح مانتے ہیں اور چونکہ حضرت عیسیٰؑ کا صلیب پر نہ چڑھایا جانا اور یہود کا آپ کو مسّ تک بھی نہ کرسکنا مذکور ہے اسی لئے اسی طرح یقین رکھتے ہیں، اپنے خیال وقیاس سے کچھ نہیں کہتے۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے واقعہ نار کی بابت سورہ انبیاء میں فرمایا:

قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراھیم و ارادوا به کیداً فجعلنا ھم الاخسر ین (انبیاء: ۷۰) ہم نے کہا اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا اور انہوں نے ابراہیم سے داؤ کرنا چاہا، پس ہم نے انہی کو نہایت زیاںکار کردیا

اور سورہ صافات میں الاسفلین (نہایت پست) فرمایا۔ سوان آیات میں امر یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراھیم مشعر اس امر کا ہے کہ آپ آگ میں ڈالے گئے تھے کیونکہ امر یا نار کونی برداً و سلاماً نہیں ہوسکتا جب تک آگ موجود نہ ہو اور علی ابراھیم صادق نہیں ہوسکتا جب تک حضرت ابراہیمؑ اس میں واقع نہ ہوں (وجود خارجی بھی ہوتا ہے اور ذہنی بھی۔ خدا کے امر میں دونوں برابر ہیں۔ صورت اس کی یہ ہے کہ اگر خدا کے امر کے وقت مامور خارج میں موجود نہ ہو بلکہ خدا کے علم میں ہو تو خدا تعالیٰ اس صورت علمیہ کو امر کرتا ہے تو لزوماً خارج میں اس کا وجود ہو جاتا ہے چنانچہ فرمایا انّما امره ا ذا اراد شیئاً ان یّقول له کن فیکون۔ یٰس :۸۲)۔ علاوہ اس کے حدیث میں رفعاً وارد ہوا:

عن ابی ھریره قال قال رسول اللّٰه ﷺ لمّا القی ابرا ھیمؑ فی النّار قال اللّٰھم انّک واحد فی السّماء و انا فی الارض وا حد اعبد ک (ابن کثیر) یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تو آپ نے کہا اے خدا تو آسمان میں واحد (لاشریک) ہے اور (اس وقت) زمین میں صرف میں اکیلا تیری (خالص) عبادت کرتا ہوں..)

نیز صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے موقوفاً وارد ہے:

عن ابن عباس قال کان آخر قول ابراھیم حین القی فی النّار حسبی اللّٰه و نعم الوکیل (بخاری، کتاب التفسیر، سورہ آل عمران) یعنی حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں ڈالے گئے تو آخری بات جو آپ نے کی وہ یہ تھی حسبی اللّٰه و نعم الوکیل

یعنی مجھے صرف اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے)

پس اس سے آگ کا واقعہ صاف ثابت ہوگیا۔

نیز یہ کہ کفار کو اخسرین اور اسفلین کر دینا، فرمایا اور خاسرین و سافلین نہ فرمایا کیونکہ اسم تفضیل پر از روئے معنی زیادتی ہوتی ہے جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ پس کفار الاخسرین یعنی سخت زیان کار اور الاسفلین یعنی نہایت پست اور ذلیل تب ہی ہو سکتے ہیں جب اپنا سارا زور بل لگا چکیں اور اپنے اسباب کو استعمال میں لا چکیں اور پھر اپنے ارادے میں ناکام رہیں۔ جیسا کہ سورہ کہف کے اخیر میں فرمایا:

قل هل ننبّئكم بالاخسرين اعمالاً۔الّذين ضلّ سعيهم فی الحيوة الدّنيا و هم يحسبون انّهم يحسنون صنعاً (کہف: ۱۰۳۔۱۰۴) (کہو کیا ہم تم کو بتائیں کہ اپنے اعمال میں کون نہایت زیانکار رہتے ہیں؟ ایسے لوگ وہ ہوتے ہیں جن کی سعی اسی زندگی میں اکارت جائے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نیک کام کرتے ہیں)

اس سے ظاہر ہے کہ اخسر اس کو کہتے ہیں جس کی سعی اکارت جائے۔ نیز فرمایا:

فما كان جواب قومه الّا ان قالوا اقتلوه او حرّقوه فانجاه اللّه من النّار (عنکبوت: ۲۴) (یعنی ان کی قوم سے کوئی جواب اس کے سوائے بن نہ آیا کہ وہ کہنے لگے کہ اسے قتل کر ڈالو یا اسے آگ میں جلا دو۔ پس خدا نے اسے اس آگ سے نجات دی)

اس آیت میں حضرت ابراہیمؑ کے خلاف آپ کی قوم کی دو تجویزیں ذکر کی گئی ہیں، قتل یا آگ میں جلانا۔ پھر آگ سے بچا لینے کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ کفار آگ میں ڈالنے کی تجویز کو عمل میں لائے تھے، لیکن خدا نے آپ کو اس کے گزند سے محفوظ رکھا۔ دیگر یہ لفظ نجات جو اس آیت میں وارد ہے اس جگہ بولا جاتا ہے جہاں کوئی مبتلائے مصیبت ہو اور پھر اس سے بچ جائے۔ چنانچہ فرمایا قل من ينجّيكم من ظلمات البرّ و البحر.. (انعام: ۶۳) اور نیز یہی وجوہات مذکورہ اس امر کی مؤید ہیں کہ کفار کا کید حضرت خلیل اللہ کے خلاف صرف تدبیر تک ہی نہ رہا تھا بلکہ صورت فعلیہ میں سرزد ہوا تھا اور پھر وہ اس میں ناکام رہے بخلاف حضرت مسیح کے کہ کفار یہود کا مکر صورت فعلیہ میں صادر نہیں ہوا جیسا کہ و مطهّرك من الّذين كفروا اور وما قتلوه وما صلبوه اور و اذ كففت بنی اسرائيل عنك سے ظاہر ہے۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ دیگر رسولوں کو انہی اسباب ارضیہ سے اسی زمین میں مکائد کفار سے نجات دیتا

رہا جیسے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کو ارض مقدسہ کی طرف اور اپنے حبیب ﷺ کو مدینہ طیبہ میں ہجرت کرائی تو حضرت عیسیٰؑ کو کیوں آسمان پر اٹھا لیا۔ کیا زمین پر نہیں بچا سکتا تھا؟

جواب: مصنف رسالہ جواب با صواب کو بھی یہی خبط ہوا ہے چنانچہ بڑے مبہوت ہو کر صفحہ ۱۰ میں یہی سوال کرتے ہیں اور نیز صفحہ ۱۳ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کی اس محصوریت سے نجات اس عالم میں ارضی اسباب اور قدرتی تائیدات سے ہوگئی تھی ...الخ۔

سو اس کا تفصیلی جواب بل رفعه اللّٰه اليه کی تفسیر میں ذکر کیا جائے گا۔ انشاءاللہ

کسر صلیب کی چوتھی آیت:

و جیهاً فی الدّنیا والآخرة (آل عمران:۴۴)

(صاحب وجاہت ہوگا دنیا و آخرت میں)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو صفت و جیهاً فی الدّنیا و الآخرہ سے موصوف کیا اس لئے آپ مصلوب نہیں ہو سکتے کیونکہ مصلوبیت اس عالم دنیوی میں لحوق ذلت و خزی کا سبب ہے۔ اور خزی وخذلان منافی وجاہت ہے جیسا کہ سورہ مائدہ (آیت ۳۳) میں بعد ذکر تصلیب وغیرہ کے فرمایا ذلک لهم خزی فی الدّنیا (یہ ان کیلئے اس زندگی میں خواری ہے) معاذ اللہ اگر حضرت روح اللہ صلیب پر لٹکائے جائیں تو وہ وجاہت باقی نہیں رہتی خواہ وہ صلیب سے زندہ اتارے جائیں کیونکہ لحوق خزی کیلئے مجرد صلیب پر لٹکایا جانا کافی ہے، موت بالصلیب ضروری نہیں۔ و حاشا شان روح اللّٰه الوجيه فی الدّ نیا و الآ خرة عن ذلک۔ پس عقیدہ ملعونہ صلیبیہ بالکل مردود ہے۔

سوال: حضرت مسیح اور آپ کی والدہ ماجدہ کی شان میں یہود نے کیسے کیسے ناشائستہ کلمات کہے، کیا یہ امر وجاہت کے منافی نہیں؟

جواب: جھوٹے طعن اور بہتان سے شان بری میں کوئی قدح واقع نہیں ہوتا کیوں کہ اذی بالقول اور وجاہت میں منافات نہیں، چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی شان میں فرمایا:

فبرّأه اللّٰه ممّا قالوا وكان عند اللّٰه وجيهاً (احزاب:۶۹) (پس خدا نے موسیٰؑ کو، اس سے جو انہوں نے کہا تھا، بری کیا اور وہ خدا کے نزدیک صاحب وجاہت تھا)۔

پس جس طرح حضرت کلیم اللہ کو مضمون مقولہ یہود سے بری کیا اور آپ کی وجاہت میں کوئی نقص نہ آیا اسی طرح حضرت روح اللہ اور کلمۃ اللہ کو معجزہ تکلم فی المھد سے طعن یہود سے بری کیا، پس آپ کی وجاہت میں بھی کوئی فرق نہیں آ سکتا۔ فافھم و تدبّر

فصل ثانی در اثباتِ حیات و رفع عیسیٰ

عیسیٰؑ کی حیات اور رفع الی السّماء بنصوص قطعیہ ثابت ہے۔ چنانچہ پہلی آیت یہ ہے:

اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ انّی متوفّیک و رافعک الیّ و مطھّرک من الّذین کفروا (آل عمران: ۵۴) (جب کہا اللہ نے اے عیسیٰؑ میں ہوں تیرا بھر لینے والا اور اٹھانے والا تجھ کو اپنی طرف اور پاک رکھنے والا تجھ کو کافروں سے)

اس آیت معنونہ کا آیت مقدمہ سے ارتباط اس طرح ہے کہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے مکر (تدبیر محکم) کا ذکر تھا، اس آیت میں اس مکر کے وقتِ وقوع اور صورتِ وقوع کا ذکر کیا۔ نیز یہ کہ پہلی آیت میں جس اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت خیر الماکرین فرمائی تھی اس آیت میں مکر (تدبیر محکم وکامل) کی ایک مثال ذکر کی جو اسی قصہ کے متعلق تھی۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے:

و اذ قال اللّٰہ تعالیٰ ظرف لّخیر الماکرین او مکر اللّٰہ۔ (اذ قال اللّٰہ ظرف ہے خیر الماکرین کا یا مکر اللّٰہ کا)

اسی طرح دیگر تفاسیر میں بھی ہے، مثلاً بیضاوی، سراج منیر وغیرہ۔ غرض مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت جملہ مکر اللّٰہ کی تفسیر کرتی ہے اور واضح طور پر کیفیت اور صورتِ مکر یعنی تدبیر الٰہی کو بیان کرتی ہے اور چونکہ اللہ نے اپنی صفت خیر الماکرین فرمائی، اس لئے لامحالہ اس کی تدبیر رسول برحق کی شان میں خیر ہونی چاہیے اور اعداء الرسول کے حق میں مضر۔ ظاہر ہے کہ کفار نابکار کے ناپاک ہاتھوں سے صلیب پر چڑھایا جانا رسول مؤید بالمعجزات کی شان میں خیر نہیں ہے بلکہ رفع الی السّماء خیر الخیرات واحسن التدبیرات سے ہے۔

وقوع مکر یعنی رفع الی السّماء سے پیشتر یا عیسیٰ انّی متوفّیک و رافعک الیّ کی یہ ضرورت تھی کہ چونکہ کفار نے حضرت عیسیٰؑ کے قتل وصلب میں از حد کوششیں کیں اور آپس میں منصوبے باندھے اور آپ کے منزل مہبطِ رحمت الٰہیہ کا محاصرہ کرلیا، اس لئے ایسے نازک وقت

میں تسلی کیلئے بشارتِ تخلیص از مکرِ اعداء ضروری تھی کہ اے عیسیٰؑ میں ان کافروں کو ان کے مکر میں کامیاب نہ ہونے دوں گا، بلکہ تجھ کو اپنی طرف پورا پورا اٹھالوں گا، ایسا کہ ان کے ہاتھ میں تیرا ایک بال بھی نہ آئے۔ چنانچہ تفسیر رحمانی میں ہے:

اذ قال اللّٰہ یا عیسی اعلاماً لّٰہ بمکرہ بالاعداء و تخلیصہ عن مکرھم (جب اللہ نے عیسیٰؑ کو اپنی اس تدبیر پر واقف کرنے کیلئے کہا، جو اس نے آپ کے دشمنوں سے کرنی تھی اور ان کے مکر سے آپ کو سلامت نکال لینے کے متعلق تھی)

تحقیق لفظ توفّی

واضح ہو کہ توفّی کی نسبت مرزا قادیانی کا یہ دعوی ہے کہ یہ لفظ صرف موت اور قبض روح کیلئے موضوع ہے اور یہ امر اس کے علوم رسمیہ اور لیاقت علمیہ سے بالکل بے بہرہ اور عاری ہونے کی دلیل بیّن ہے کیونکہ لفظ توفّی لفظ وفا سے ماخوذ ہے۔ اور وفا کے معنی ہیں پورا کرنا۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے الوفا ضدّ الغدر یقال وفی بعھدہ و اوفی بمعنی (جلد ہشتم) یعنی وفا غدر کی ضد ہے چنانچہ محاورہ ہے کہ فلاں شخص نے اپنا عہد پورا کیا اور اوفی (باب افعال) اسی کا ہم معنی ہے۔ پس توفی باب تفعل ہے اسی مادہ وفا سے۔ اس کے معنی ہوئے اخذ الشیء وافیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔ چنانچہ تفسیر کبیر، خازن، جامع البیان، بیضاوی، سراج منیر، ابی السعود اور فتح البیان میں اس امر کی تصریح موجود ہے اور دیگر ابواب جو مادہ وفا سے آئے ہیں ان سب میں بھی یہی معنی ملحوظ ہیں اور جس طرح سے مادہ کے حروف ہر صیغہ میں باقی رہتے ہیں اسی طرح مادہ کے معنی بھی ہر باب وصیغہ میں باقی رہتے ہیں۔ علم صرف میں ادنی مہارت رکھنے والا بھی اسے بخوبی جانتا ہے۔ چنانچہ ہم ناظرین کی سہولت اور مزید تسلی کیلئے اس مادہ وفی سے جو باب زبان عرب میں مستعمل ہیں ان سب کو مع مثالوں کے لکھتے ہیں جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ ہر باب کے ہر معنی میں اس کے مادی معنی یعنی، پورا کرنا، ملحوظ ہے:

☆ باب مجرد ثلاثی۔ مادہ وفا سے مصدر وفآء معنی مصدری، پورا کرنا، اس کی مثال۔

امّا ابن طوق فقد اوفی بذ متہ كما وفی بقلا ص النجم ھادیھا

یعنی ابن طوق نے تو اپنا ذمہ پورا کر دیا..الخ۔

لسان العرب اور مصباح میں زیر لفظ وفی اس شعر کو اس نے ذکر کیا ہے کہ مجرد و فیٔ اور مزید فیہ اوفی دونوں ہم معنی ہیں۔

☆ باب ثلاثی مجرد میں مادہ وفا سے مصدر وفاء ،مصدری معنی پورا کرنا، نبھانا۔

مثال: لسان العرب میں یہ بھی ہے و فی الحدیث :

فمررت بقوم تقرض شفاھھم کلما قرضت وفت ای تمّت و طالت

یعنی حدیث میں آیا ہے کہ میں دوزخیوں کی ایک قوم پر گذرا جن کے ہونٹ کاٹے جا رہے تھے جب جب کاٹے جاتے تھے پھر پورے ہو جاتے تھے۔

☆ باب افعال مزید فیہ۔ ایفاء۔ پورا کرنا۔ پورا دینا۔ مثالیں:

اوفوا بعھدی اوفِ بعھدِکم (بقرہ) اے بنی اسرائیل تم میرا عہد، جو مجھ سے کیا ہے پورا کرو، میں تمہارا عہد، جو تم سے کیا ہے، پورا کرونگا۔

و اوفوا الکیل و المیزان بالقسط (انعام:۱۵۳) اور پیمانے اور ترازو کو عدل سے پورا کرو، یعنی پورا پورا ماپ کرا اور تول کر دو۔

اذغدرت حسناء اوفت بعھد ھا ومن عھدھا ان لّا یدوم لھا عھد

جب خوبصورت محبوبہ عہد شکنی کرے تو وہ اپنے عہد کو پورا ہی کرتی ہے کیونکہ اس کے عہد میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا عہد دامی نہ ہو۔ (متنبّی)

☆ باب تفعیل میں مادہ وفا سے مصدر توفیۃ ،معنی پورا دینا۔ مثالیں:

فیوفّیھم اجورھم (آل عمران:۵۶) (پس خدا ان کو ان کے اجر پورے دے گا)

و انّما توفّون اجورکم یوم القیامۃ (آل عمران:۱۵۴) (سوائے اس کے نہیں کہ تمہارے اجر پورے پورے تم کو قیامت کے دن دیئے جائیں گے)

و ابراھیم الّذی وفّی (النجم:) (اور ابراہیم جس نے پورا کر دکھایا)۔

لسان العرب میں یہ بھی لکھا ہے: وفی با لشّیء و اوفی و وفّی بمعنی وا حدٍ یعنی اس کا مجرد اور باب افعال اور باب تفعیل (تینوں) ہم معنی ہیں۔

☆ باب استفعال میں مادہ وفا سے مصدر استیفآء کے معنی پورا پورا لے لینا۔ مثالیں:

ا ذا اکتا لوا علی النّاس یستوفون (تطفیف:۲) (جب لوگوں سے ماپ کر لیتے

ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں)۔

توفّیت منه دراھمی (میں نے اس سے اپنے درہم پورے وصول پائے) یہ محاورہ تفسیر کبیر، خازن، سراج منیر میں زیر آیت انّی متوفّیک لکھا ہے۔

☆ باب تفعّل میں مادہ وفا سے مصدر توفی معنیٰ موافقت۔ باب استفعال یعنی توفی و استیفاء دونوں کے ایک ہی معنی ہیں کامل اور پورا لے لینا۔ مثالیں:

استوفاہ و توفّاہ استکمله (اساس البلاغہ)۔ استوفاءاور توفّاہ کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اسے کامل اور پورا لے لیا۔

توفّیت المال منه و استوفیته اذا اخذته کلّه (لسان العرب ج ۲۰) یعنی توفّیت المال اور استوفیته دونوں کے یہ معنی ہیں کہ اس نے پورا پورا لے لیا اور اس سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔

و توفّاہ ھو منه و استوفاہ لم یدع منه شیئاً (لسان العرب ج ۲۰) توفّاہ اور استوفاہ دونوں کے یہ معنی ہیں کہ اس نے پورا پورا لے لیا اور اس سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔

توفّیته و استوفیته بمعنی یعنی توفّیت اور استوفیت دونوں ہم معنی ہیں (مصباح المنیر للعلامہ الفیومی)

استیفاء توفّی تمام گرفتن حق، یعنی دونوں کے معنی ہیں حق پورا لے لینا۔

☆ باب تفعل میں مادہ وفا سے مصدر توفّی معنی پورا پورا گن لینا۔ مثالیں:

توفّیت عدد القوم اذا عددتھم کلّھم (لسان العرب ج ۲۰) (یعنی میں نے سب قوم کی گنتی پوری لے لی)۔ اس کی شہادت کے لئے لسان العرب میں یہ شعر لکھا ہے:

انّ بنی الادردِ لیسوا من احد ولا توفّاھم قریش فی العدد

(تحقیق بنی ادرد کسی میں سے نہیں ہیں اور قریش نے ان کی گنتی پوری نہیں کی)

مجازاً سلا دینا بقرینہ لیل اور منام وکری (نیند) وغیرہ۔ مثالیں:

و ھو الّذی یتوفّاکم باللّیل (انعام:۶۰) (خدا ایسی ذات ہے کہ تم کو رات کے وقت پورا لیتا ہے یعنی سلا دیتا ہے)

اللّه یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا (زمر:۴۲) (خدا ہی پورا پکڑتا ہے جانوں کو ان کی موت (جسم اور روح کی مفارقت) کے وقت اور جو

(ابھی) نہیں مریں (ان کو پورا پکڑتا ہے) ان کی نیند کے وقت، یعنی سلا کر)

فلمّا توفّاه رسول الکری و دبّت العینان فی الجفن

(جب اسے نیند کے فرشتے نے پکڑ لیا..الخ۔ یعنی وہ سو گیا)

لسان العرب میں کہا ہے: توفّی النّائم فهذا استیفاء دبت عقله و تمییزه الی ان نام

☆ باب تفعّل میں مادہ وفا سے مصدر توفّی کے (مجازی معنی) مار لینا بقرینہ موت و ملک الموت وغیرہ۔ مثالیں:

اللّه یتوفّی الانفس حین موتها (زمر:۴۲) (یعنی خدا ہی جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت، یعنی مارتا ہے)

قل یتوفّاکم ملک الموت (اے پیغمبر ان سے کہو تم کو قبض کرے گا ملک الموت، یعنی تم کو مارے گا)

حتّی یتوفّاهنّ الموت (النساء:۱۵) (حتی کہ قبض کرے ان کو موت یعنی وہ مر جائیں)

نوٹ: ان سب آیات میں توفّی سے موت مراد لینے کے لئے موت اور ملک الموت قرائن ہیں اور یہ معنی مجازی ہیں۔ چنانچہ آئندہ واضح ہوگا۔ انشاء اللہ۔

واضح ہو کہ توفّی بمعنی موت مجازاً ہے نہ حقیقتاً و وضعاً جیسا کہ اساس البلاغۃ میں ہے:

و من المجاز .. توفّی فلان و توفّاه اللّه و ادرکته الوفاة ۔یعنی یہ مجازات ہیں۔

(اکمل صاحب اپنی شہادت الفرقان کے صفحہ ۲۰ میں خاکسار کو الزاماً کہتے ہیں:

موت کے معنی کو مجاز کہنا آپ ہی کی ایجاد ہے۔

جواب: مرزا صاحب خود اور ان کی جماعت بھی علوم عربیہ سے بالکل بے بہرہ ہے۔ میں تو علامہ زمخشری کا حوالہ دیتا ہوں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ آپ ہی کی ایجاد ہے۔ چہ خوش)۔

اور لسان العرب میں اس کی وجہ میں کہا ہے:

توفّی المیّت استیفاء مدّ ته الّتی وفیت له و عدد ایّامه وشهوره و اعوا مه فی الدّنیا (میت کی توفّی سے مراد ہے اس کی مقررہ مدت اور اس کے دنیا میں رہنے کے دنوں مہینوں اور برسوں کی گنتی کو پورا کرنا)۔

آئمہ لغت اور آئمہ تفسیر بلا خلاف مادہ وفا کے باب تفعّل و استفعال کو ہم معنی ذکر کرتے

ہیں چنانچہ علامہ فیومی مصباح میں فرماتے ہیں: توفّیته و استوفیته بمعنی ترجمہ توفّیته اور استوفیته ہم معنی ہیں یعنی دونوں کے معنی ہیں، میں نے اسے پورا لے لیا۔ و استوفاہ و توفّاہ استکمله۔ اسی طرح تفسیر کبیر اور خازن اور معالم میں بھی ان کو ہم معنی ذکر کیا گیا ہے۔ اور صراح اور قاموس میں بھی ایسا ہی بیان ہے۔ اور اساس البلاغۃ میں لکھا ہے کہ استوفاہ اور توفاہ دونوں کے معنی ہیں: اس نے اسے کامل لے لیا۔

مرزا قادیانی نے دافع الوساوس کے صفحہ ۵۶۴ میں جہاں اپنے آپ کو خدا بنایا ہے استوفانی لکھا ہے اور اس جگہ فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور مفعول خود مرزا صاحب ذی روح۔ اور اس سے مراد موت نہیں ہے۔ پس مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ لفظ توفّی سوائے قبض روح کے کسی معنی میں مستعمل نہیں ہوتا، بالکل غلط اور مردود ٹھہرا کیونکہ جب بتصریح آئمہ لغت و تفسیر ثابت ہو چکا ہے کہ توفّی اور استیفاء ہم معنی ہیں تو جس طرح استیفاء سوائے معنی موت کے مستعمل ہوتا ہے، اسی طرح توفّی کے سوائے معنی موت کے استعمال کو کون مانع ہے؟ خصوصاً جب محاورہ توفّیت منه دراهمی مندرجہ تفسیر کبیر جلد۲ صفحہ ۴۸۱ (میں نے اس سے اپنے درہم پورے بھر پائے) زبان عرب میں ذائع و شائع ہو۔

پس جب آئمہ لغت و تفسیر بالاتفاق لکھتے ہیں کہ اس مادہ کے باب تفعل اور استفعال کے معنی ایک ہی ہیں اور قرآن مجید اور لغت میں سے استیفاء کے معنی پورا پورا لینا ثابت کیا گیا ہے تو اب توفّی کے معنی پورا پورا لینا کرنے میں کیا تردد باقی رہا۔ علاوہ بریں جب علم اشتقاق و تصریف سے بھی واضح ہو گیا کہ یہ لفظ توفّی مادہ وفا کا مزید فیہ ہے اور وفا کے معنی بحسب الوضع موت نہیں، بلکہ پورا لینے کے ہیں، تو پھر بھی باوجود اتنی تصریحات کے کوئی شخص بے تکی ہانکتا جائے کہ توفّی موت اور قبض روح کیلئے موضوع ہے، تو کیا اس کی لیاقت علمی ہنسی کے قابل نہیں ہوگی؟

باقی رہا یہ امر کہ یہ لفظ قرآن شریف میں بمعنی موت مستعمل ہوا ہے، سو ہم اس سے انکار نہیں کرتے کیونکہ معنی مستعمل فیہ اور موضوع لہ میں فرق ہوتا ہے۔ استعمال سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ لفظ اصل موت کیلئے وضع کیا گیا تھا اور اسکے حقیقی معنی بس قبض روح ہی کے ہیں۔ جس قدر محاورات میں لفظ توفّی جن معنوں میں مستعمل ہوا ہے اگر ان میں سے کسی میں بھی کوئی مدعی علم و فضل ہم کو اس کے وضعی اور حقیقی معنوں (پورا پورا لے لینا) سے باہر ثابت کر دے تو بے شک ہم اسکے بے دام غلام ہیں۔ اس لفظ کا اطلاق موت کے معنی پر بھی صرف اس لئے ہے کہ موت بھی ایک قسم کی توفّی

یعنی پوری پوری گرفت ہوتی ہے، نہ اس اعتبار سے کہ یہ لفظ بمعنی موت موضوع ہے۔

(اکمل صاحب علمی باتوں کے نہ سمجھنے میں بہت کامل ہیں۔ہم نے جو تفاسیر معتبرہ کی عبارات سے موت کو توفّی کی ایک نوع ثابت کر کے ظاہر کر دیا کہ توفّی موت کیلئے موضوع نہیں تو ہمارے اکمل صاحب ایسی بات کو بھی نہ سمجھ کر اس پر لکھتے ہیں:

جب موت توفّی کی قسم سے ہے، تو بھی وضعی معنی ہوئے نہ کہ مجازی۔ص ۲۰۔

جواب: بریں اکملیت بباید گریست۔ جناب من! قسم اور مقسم کی وضع ایک نہیں ہوتیں لہذا کوئی لفظ اپنے مفہوم کلی اور اس کی انواع ہر دو کیلئے موضوع نہیں ہوتا۔ فافھم)

چنانچہ تفسیر بیضاوی میں زیر آیت فلمّا توفّیتنی لکھا ہے: التوفّی اخذ الشّیء وافیاً و الموت نوع منه (توفی کے معنی کسی چیز کا پورا پورا لینا ہے اور موت اس کی ایک نوع ہے) اسی طرح توفّی کا اطلاق قرآن شریف میں نیند پر بھی آیا ہے، یہ بھی اسی لئے ہے کہ نیند بھی ایک قسم کی توفّی یعنی پوری پوری گرفت ہوتی ہے اور عیسیؑ کے مقدمہ میں جو توفّی کے معنی رفع الی السّماء لئے جاتے ہیں تو اسی اعتبار سے کہ یہ بھی ایک قسم کی توفّی یعنی پوری پوری گرفت ہے۔ اور قرض وصول کر لینے پر بھی اس کا اطلاق محاورہ زبان عرب میں پایا گیا، تو وہ بھی اسی لحاظ سے کہ قرض پورا پورا لے لیا جاتا ہے۔ الغرض توفّی کے جس قدر محاورات و استعمالات ہیں خواہ وہ قرآن مجید میں ہیں، خواہ حدیث شریف میں، خواہ دواوین عرب میں، ان سب میں اس کے وضعی اور حقیقی معنی اخذ الشّیء وافیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا ہی ملحوظ ہیں، اور بس۔ اور ظاہر ہے کہ جس لفظ کے کئی معنی یا کئی استعمالات ہوں اس کو ایک معنی میں معین کرنے کیلئے ضرور کوئی قرینہ موجود ہونا چاہیے کیونکہ متکلم کی مراد ایک وقت میں اس لفظ سے ایک ہی ہے۔ پس توفّی کے ساتھ اگر موت اور اس کے لوازمات کا ذکر ہوگا تو اس کے معنی موت ہوں، اور اگر نیند اور اس کے مقتضیات مذکور ہوں تو توفّی کے معنی سلا دینا ہوں گے۔ اور اگر اس کے ساتھ ذکر رفع کا ہوگا تو اس سے مراد رفع ہوگی اور اگر اس کے ساتھ درہم و دینار وغیرہ اشیاء کا ذکر ہوگا تو اس کے معنی ان کا قبض کرنا ہوں گے اور اگر اس کے ساتھ عدد اور گنتی کا ذکر ہوگا تو اس کے معنی پورا پورا گن لینا ہوں گے۔

ثانیاً: برائے اثبات جہالت قادیانی:

سورہ زمر میں ہے:

اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا فیمسک الّتی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجلِ مّسمّی (زمر: ۳۹۔۴۲) (اللہ ہی پورا پکڑتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو ابھی نہیں مریں ان کو (پورا پکڑتا ہے) ان کی نیند کے وقت۔ پس اس جان کو بند رکھتا ہے جس پر موت کا حکم جاری کیا اور دوسری کو چھوڑ دیتا ہے مقررہ مدت تک)

سورہ انعام میں ارشاد فرمایا:

وھو الّذی یتوفّاکم باللّیل و یعلم ما جرحتم بالنّھار ثمّ یبعثکم فیه لیقضی اجل مّسمّی (انعام: ۶۰) (اللہ وہ ہے جو تم کو رات کے وقت پوری گرفت کرتا ہے اور جو کچھ تم دن کو کرتے ہو، جانتا ہے۔ پھر تم کو دن میں اٹھا کھڑا کرتا ہے، تاکہ اجل مسمی پوری کی جائے)

ان آیتوں میں توفّی کی دو انواع، موت اور منام، مذکور ہوئی ہیں:۔

توفّی بالموت کی صورت قبضِ روح مع الامساک ذکر کی گئی ہے اور توفّی بالنّوم کی صورت قبضِ روح مع الارسال بیان کی گئی ہے۔ پس قبض روح جو دونوں میں مشترکہ ہے جنس ہے امساک اور ارسال فصل ہے۔ والّذی یمیز الشّیء عمّا یشارکه فی الجنس (کتب منطق) (یعنی فصل اسے کہتے جو کسی چیز کو اس چیز سے متمیز کرے جو جنس میں اس کی شریک ہو)

پس بموجب مذہب مرزا صاحب توفّی صرف قبض روح کیلئے موضوع ہے، نہ موت اور قبض روح ہر دو کیلئے، کیونکہ ان دونوں میں نسبت عموم وخصوص ہے اور کوئی لفظ معنی اعم و اخص ہر دو کیلئے موضوع نہیں ہوتا

(اکمل صاحب نے اس عموم وخصوص کے متعلق ایک خاص علمی کمال دکھایا ہے۔ فرماتے ہیں:

حالانکہ قبض روح عین موت کا مترادف ہے۔ ص ۲۱۔

جواب: بندہ خدا! عام وخاص میں ترادف کہاں؟ ترادف تو اتحاد و مساوات کا لحاظ ہوتا ہے اور عام وخاص میں کمی بیشی ہوتی ہے پس ان میں ترادف کا ادعاء باطل ہے)

ثالثاً: اگر مرزا قادیانی صرف قبض روح ہی کو مدلول وضعی قرار دیں تو یہ بھی انکی بے علمی و بے استعدادی پر دلیل ظاہر ہوگی کیونکہ توفّی لفظ مفرد ہے اور قبضِ روح مرکب۔ زیرا کہ ثانی میں جزءِ لفظ جزءِ معنی پر دال ہے۔ یعنی قبض دال ہے اخذ پر، اور روح دال ہے شئے مقبوض پر،

بخلاف اول کے کہ اس میں جزءِ لفظ، جزءِ معنی پر دلالت نہیں کرتی۔ لہذا لفظ توفّی مفرد کا مدلول قبضِ روح جو مرکب ہے درست نہیں، اسی لئے سورہ زمر کی آیت میں صرف یتوفّی نہیں کہا، بلکہ یتوفّی الانفس کہا ہے تا کہ توفّی دلالت کرے اخذ پر اور انفس، کہ مدلول اس کا ارواح ہے، دلالت کر کے شئے مقبوض پر۔ اور بعد ترکیب کے معنی مرکب پیدا ہوں اگر توفّی (مفرد) کے معنی قبضِ روح (مرکب) ہیں تو لفظ نفس کی کیا ضرورت تھی۔ پس ثابت ہوا کہ توفّی کے حقیقی معنی مطلق قبض کے ہیں، نہ قبض روح کے۔ و ھذا ھو المراد۔

رابعاً: بالفرض اگر مان بھی لیں کہ توفّی کے حقیقی معنی قبض روح ہیں تو پھر بھی آیت انّی متوفّیک و رافعک الیّ سے عیسیٰؑ کی موت ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ جب قبض روح کی کیفیتیں دو ہیں، ایک مع الامساک اور دوسری مع الارسال، تو انّی متوفّیک و رافعک الیّ میں توفی بقرینہ رافعک الیّ جو رفع جسمی پر روز روشن کی طرح دلالت کر رہی ہے بمعنی نیند ہوگی کیونکہ منام اور رفع جسمی میں منافاۃ نہیں بلکہ ان میں جمع ممکن ہے جیسا کہ ایک جماعت مفسرین اس طرف بھی گئے ہیں چنانچہ خازن میں ہے:

> (الثّانی) المراد بالتّوفّی النّوم ومنه قوله تعالی یتوفّی الانفس حین موتها والّتی لم تمت فی منامها فجعل النّوم وفاة وکان عیسی قد نام فرفعه اللّه وهو نائم لئلّایلحقه خوف (تفسیر خازن) (اس جگہ) توفی سے مراد نیند ہے اور اسی سے ہے آیت اللّه یتوفّی الانفس..پس اس میں خدا تعالی نے نیند کو بھی وفات کہا ہے۔ پس انّی متوفّیک سے مراد یہ ہوئی کہ عیسیٰؑ سو گئے تھے پس خدا نے آپ کو نیند ہی میں اوپر اٹھا لیا تا کہ آپ کو خوف لاحق نہ ہو)

اور اسی طرح دیگر تفاسیر مثل درمنثور، ابن کثیر، فتح البیان، معالم، تفسیر کبیر میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔ پس اب تو مرزا کا سارا تانا بانا ٹوٹ گیا اور ان کے ہاتھوں سوائے ابلہ فریبی و تاویلات باطلہ و تحریفات کا سدہ کے اور کچھ نہ رہا کیونکہ صاف ثابت ہو گیا کہ توفّی کے معنی اخذ الشّیء وافیاً ہیں، اس پر زیادۃ بالنظر الی المتعلق والقرائن کی جائے گی، نہ بحسب الوضع۔ پس توفّی کا متعلق یا تو صرف جسم ہوگا، یا صرف روح، یا جسم مع روح۔ پھر اگر روح ہے تو یا تو مقبوض مع الامساک ہوگا، اسے موت کہیں گے، یا مع الارسال ہوگا، اسے نیند بولیں گے۔ ان ہر دو میں دو دو امر علاوہ مفہوم توفّی کے اعتبار سے کئے گئے ہیں۔ موت میں روح اور امساک، اور منام

میں روح اور ارسال ۔ پس مرکب معانی کے لئے ترکیبِ الفاظ بھی ضروری ہے لہذا اس ترکیب کے لئے ضروری ہوا کہ متعلق توفّی اور قرائن کی طرف نظر کی جائے ۔

ا ۔قبض روح مع الامساک اور قبض روح مع الارسال کی مثال سورہ زمر کی وہ آیت ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے ۔یعنی

اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا فیمسک الّتی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مّسمّی (اللہ ہی روحوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت (مفارقت روح و بدن) کے وقت اور جو روحیں ابھی نہیں مریں ان کو قبض کرتا ہے ان کی نیند میں پس جس پر موت کا حکم جاری کیا ہے اس کو تو روک رکھتا ہے اور دوسری (نیند والی) کو مدت مقرر (موت) تک بھیجتا رہتا ہے)

اس آیت میں ہر معنی کیلئے ایک لفظ مذکور ہے ، یعنی قبض کیلئے یتوفّی اور روح کیلئے الانفس، مرنے کیلئے موت، امساک کیلئے یمسک ، نیند کیلئے منام اور ارسال کیلئے یرسل ۔

۲ ۔صرف قبض جسم کی مثال محاورہ عرب شائعہ فی اللسان مندرجہ تفسیر کبیر ، خازن وغیرہ توفّیت منہ دراھمی (میں نے اس سے اپنے درہم پورے لئے)

۳ ۔قبض جسم مع روح یعنی زندہ چیز کو اخذ کرنے کی مثال آیات:

انّی متوفّیک و رافعک الیّ

اور فلمّا توفّیتنی بقرینہ رافعک الیّ

اور بل رّفعہ اللّٰہ الیہ ۔

سوال: بے شک علم تصریف اور علمی تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ توفّی کے معنی پورا پورا لے لینا ہیں ، لیکن لغت کی بعض کتابوں میں جو توفّی بمعنی موت کہا ہے ،اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: کتب لغت میں حقیقی منقولی اور مجازی ہر طرح کے معنی لکھے ہوتے ہیں مگر ان کی تعین حسب قرائن حالیہ و مقالیہ سلسلہ عبارت سے مفہوم ہوتی ہے ۔تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ ابتداء میں لفظ جس معنی کیلئے وضع کیا گیا تھا اسے اس کے حقیقی اور وضعی معنی کہتے ہیں ۔ پھر یا تو لفظ کا ایک ہی معنی ہوگا یا زیادہ ۔ پھر زیادہ یا تو بحسب الوضع ہوں گے ، اسے مشترک کہتے ہیں ، مثلاً عین جو بمعنی زر ، زانو ، چشمہ آب اور آنکھ ہے ، یا وضع میں تو ایک معنی تھا مگر اس کے مفہوم میں کئی چیزیں پائی گئیں ، اسے جنس کہتے ہیں ۔ اور ہر اس چیز کو جس پر اسکا اطلاق ہو سکتا ہے اسکی نوع کہتے ہیں ۔مثلاً حیوان

کہ جنس ہے اور گھوڑا اور گدھا اس کی انواع ہیں صرف اس اعتبار سے کہ وہ جاندار ہیں، نہ اس لئے کہ حیوان بحسب الوضع ان سب کیلئے موضوع ہے۔ اور یا کثرت بہ سبب دیگر معانی میں منقول ہونے کے ہوگی۔ پھر اگر عرفِ عام نے نقل کیا تو اسے منقولِ عرفی کہتے ہیں مثلاً دابہ کہ اصل میں موضوع ہے ہر جاندار کیلئے جو زمین پر چلے، اور غالب معنی اس کے سواری کے جانور ہیں، اور اگر اس کی ناقل شرع ہے، تو اسے منقول شرعی کہتے ہیں۔ مثلاً صوم و زکوۃ و حج کہ لغت میں ان کے وضعی معنی اور ہیں مگر شریعت میں یہ الفاظ اور معانی میں مخصوص ہیں۔ اور اگر اس کا ناقل کوئی خاص طائفہ ہے تو اسے منقول اصطلاحی کہیں گے، مثلاً مصطلحات علمیہ و کتب منطق قطبی وغیرہ۔ اب ظاہر ہے کہ توفّی بحسب الوضع بمعنی موت موضوع نہیں کیونکہ اس کا ماخذ و مادہ وفا ہے اور نہ یہ لفظ مشترک المعنی ہے کہ اس کے معانی متعددہ میں سے ایک موت بھی ہوا، اور نہ منقول شرعی ہے کیونکہ ایسے الفاظ میں تصرف کرنے سے شریعت کو کچھ تعلق نہیں اور نہ منقول اصطلاحی ہے کیونکہ یہ کسی علم اور فن کی اصطلاح نہیں۔ اگر ہے تو یہی کہ یہ لفظ بروئے علم اشتقاق وفا سے ماخوذ ہے اور اس کے حقیقی اور وضعی معنی اخذ الشّیء وافیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا پکڑ لینا، ہیں اور چونکہ اس کے مفہوم میں رفع اور موت اور نیند بھی داخل ہیں کیونکہ یہ بھی پوری پوری گرفت ہیں، اس لئے اس لفظ کا اطلاق رفع اور موت اور نیند پر بھی درست ہوگا۔ صرف اس اعتبار سے کہ توفّی جنس ہے اور رفع اور موت اور نوم اس کی انواع ہیں، نہ اس لئے کہ یہ لفظ بحسب الوضع موت کے لئے موضوع ہے۔ توفّی کے جنس اور رفع اور موت اور نیند کے انواع ہونے پر تفاسیر معتبرہ شاہد ہیں، چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازیؒ فرماتے ہیں:

> قوله انّی متوفّیک یدلّ علی حصول التّوفّی وهو جنس تحته انواع بعضها بالموت و بعضها بالاصعاد الی السّماء فلمّا قال بعده و رافعک الیّ کان هذا تعییناً للنّوع و لم یکن تکراراً (خدا تعالیٰ کا قول انّی متوفّیک صرف حصول توفّی پر دلالت کرتا ہے اور وہ جنس ہے جس کے تحت کئی انواع ہیں۔ کوئی بالموت اور کوئی بالرفع الی السّماء۔ پس جب خدا تعالیٰ نے اس کے بعد و رافعک الیّ فرمادیا تو یہ نوع کی تعیین کیلئے ہوا نہ کہ تکرار)

(اکمل صاحب نے تفسیر کبیر کے اس حوالہ پر بہت غضب ڈھایا ہے کہ امام رازی کی شان میں حقارت آمیز طریق بیان اختیار کیا ہے۔ افسوس اکمل صاحب نے یہ کتاب مرزا صاحب آنجہانی کی وفات

کے بعد لکھی، اگر وہ ان کی زندگی میں لکھتے تو ہم امام رازی کی کسی کتاب کا کوئی ورق مرزا صاحب کے سامنے رکھ کر کہتے کہ جناب اسے حل کیجئے۔ پھر اگر وہ اپنے مددگاروں سمیت اسے حل فرما دیتے تو جانتے۔ اگر چہ امام رازی کی تصنیف کا امتحان کیلئے بھی مرزا صاحب کے سامنے پیش کرنا امام رازی کی تصانیف کی بے قدری ہے۔ سبحان اللہ! کجا رام رام کجا ٹین ٹیں!)

اسی طرح تفسیر بیضاوی و سراج منیر میں بذیل آیت فلمّا توفّیتنی لکھا ہے:

توفّیتنی بالرّفع الی السّماء لقوله تعالی انّی متوفّیک و رافعک الیّ و التّوفّی اخذ الشّیء وافیاً والموت نوع منه قال اللّٰه تعالی، اللّٰه یتوفّی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منامها

(فلمّا توفّیتنی کے معنی یہ ہیں کہ خدایا جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا بدلیل انّی متوفّیک و رافعک الیّ، کیونکہ توفی کے معنی ہیں کسی شیء کو پورا پورا لے لینا اور موت اس کی ایک نوع ہے۔ چنانچہ خدا تعالی نے فرمایا اللّٰه یتوفّی الانفس... الآیة)

حاصل مطلب یہ کہ لفظ توفّی بحسب الوضع موت کے لئے موضوع نہیں ہے، صرف اس کا استعمال اس نسبت سے جو جنس اور نوع میں ہوا کرتی ہے بمعنی موت ہے اور بس۔ اور چونکہ تعیین نوع کیلئے حاجت قرینہ کی پڑا کرتی ہے لہذا سلسلہ عبارت میں قرائن حالیہ و مقالیہ پر نظر کریں گے جیسے عین کہ یہ موضوع ہے معانی معتددہ مثل زر، چشم، زانو اور چشمہ آب کیلئے (بالاوضاع المختلفه) تو اب ہر جگہ اس کا ایک ہی معنی نہ ہوگا، اور نہ ایک جگہ سارے معنی مراد ہوں گے، بلکہ حسب حال مضمون عبارت والفاظ عبارت جس معنی کو اس جگہ مناسبت ہوگی وہ اس جگہ معین ہو جائے گا، چنانچہ آیت فانفجرت منه اثنتا عشرة عیناً میں عین کے معنی چشمہ آب ہیں کیونکہ اس جگہ استسقاء یعنی طلب آب اور انفجار یعنی پانی کا پھوٹ پڑنا اور مشرب یعنی پانی کے گھاٹ کا ذکر ہے۔ ان قرائن حالیہ و مقالیہ نے اسے اس جگہ چشمہ آب کے معنوں میں کر دیا۔ اور آیت فی عینٍ حمئة میں قرینہ حمئة نے اس سے چشمہ آب مراد ہونے پر دلالت کی، اور ام لھم اعین لا یبصرون بھا میں قرینہ بصارت نے جارحہ (بمعنی عضو) یعنی آنکھ پر دلالت کی۔ اسی طرح جنس کو اس کی کسی نوع میں معین کرنے کیلئے حاجت قرینہ کی ہوتی ہے۔ ورنہ مضمون و مفہوم میں خلل پڑتا ہے۔ پس چونکہ انّی متوفّیک کو و رافعک الیّ کے ساتھ ضم کیا، اس لئے عیسی کی توفی بالرّفع الی السّماء ہوئی۔ مزید تفصیل لفظ توفّی کی اس وقت کی جائے گی جب

آیات قرآنیہ جن میں لفظ توفّی کے مشتقات آئے ہیں، ان کا ذکر ہوگا اور ہر ایک کے ساتھ اس کے قرینہ صارفہ کا ذکر کیا جائے اور عنقریب آئے گا انشاءاللہ تعالی۔

کسی لفظ کے کسی معنی میں زیادہ مستعمل ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ ان معنوں سے مخصوص ہوگیا ہے اور اس کے دیگر معانی و اطلاقات متروک و مہجور ہوگئے ہیں۔ مثلاً قاموس میں دابّہ کی نسبت لکھا ہے:

و الدّابّۃ ما دبّ من الحیوان و غلب علی ما یرکب۔ دابہ اصل میں ہر جاندار چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر چلے اور غالب استعمال اسکا سواری والے جانوروں پر ہوتا ہے

تو قاموس کے لکھنے سے آیت وما من دابّۃٍ فی الارض الّا علی اللّٰہ رزقھا (ہود:۶) (زمین میں کوئی جانور نہیں جس کا رزق خدا کے ذمہ نہ ہو) کے یہ معنی نہ ہوں کہ اللہ تعالی صرف سواری کے جانوروں کا رازق ہے۔ بلکہ یہ لفظ اپنے اصلی وسیع معنوں میں لیا جائے گا کہ جو چیز زمین پر حرکت کرنے والی ہے ان سب کا رزق حسب وعدہ اللہ تعالی کے ذمہ ہے۔ اسی طرح اگر کتب لغت میں توفّی کا ستعمال بمعنی موت لکھا ہوا ہے، تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتیا کہ یہ لفظ انہی معنوں کے لئے موضوع ہے، یا انہی معنوں میں محصور ہے، بلکہ کتب لغت میں ہر قسم کے معانی وضعی مجازی اور منقولی خواہ منقول شرعی ہوں، خواہ عرفی خواہ اصطلاحی سب لکھے ہوتے ہیں، ان میں سے کسی خاص مقام پر معانی مخصوصہ کا چسپاں ہونا سلسلہ عبارت اور قرائن حالیہ و مقالیہ پر موقوف ہے اور یہ ضروری نہیں کہ جملہ قرائن کتب لغت میں مصرح ہوں کیونکہ قرائن محصور نہیں ہو سکتے بلکہ حسب مقام سلسلہ عبارت و مفہوم کلام میں قرائن مختلف ہوتے ہیں۔

چنانچہ حصول المامول (جو شوکانی کی کتاب ارشادالفحول کا اختصار ہے) میں لکھا ہے:۔

ولا یشترط النقل فی احاد المجاز بل العلاقۃ کافیۃ و المعتبر نوعھا و الیہ ذھب الجمھور وھو الحقّ و لم یأت من اشترط ذلک بحجۃٍ یّصلح لذکرھا و تستدعی التعرض لدفعھا و کلّ من لہ علم و فھم یعلم انّ اھل العربیۃ ما زالوا یخترعون المجازات عند وجود العلاقۃ و نصب القرینۃ و ھکذا من جاء بعد ھم من اھل البلا غۃ فی فنّی النظم والنّثر و یتمارحون باختراع الشیء الغریب من المجازات عند وجودِ الّمصحح للتّجوزّ۔ (اور مجاز کے افراد میں (اہل لغت

سے) نقل ضروری نہیں بلکہ صرف علاقہ کافی ہے اور (زیادہ تر) اس کی نوع کا اعتبار ہے اور جمہور حکماء کا یہی مذہب ہے اور یہی حق ہے اور جس نے اس کے (نقل کو) ضروری قرار دیا ہے اس نے ایسی حجت کوئی بھی پیش نہیں کی جو ذکر اور تردید کے لائق ہو، یعنی بالکل قابل التفات نہیں۔ اور جو شخص علم اور فہم رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اہل عربیت ہمیشہ علاقہ کے پائے جانے پر مجازات اور قرائن کا مقرر کرنا اختراع کرتے رہے ہیں اور اسی طرح نظم اور نثر کے علمائے بلاغت جو ان سے بعد ہوتے آئے ہیں (وہ بھی اس بارہ میں اختراعات کرتے رہے ہیں) اور صحت مجاز کے قرینہ کے وقت کسی نادر مجاز کے اختراع کے سبب ایک دوسرے پر فخر کرتے رہے ہیں)

حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ جس جگہ توفّی کے ساتھ موت اور اس کے لوازمات کا ذکر ہو، اس جگہ توفّی کی تعیینِ نوع موت میں ہوگی اور جہاں نیند اور اس کے مقتضیات موجود ہوں گے وہاں اس کی تعیینِ نوع نوم میں ہوگی اور جس مقام پر قرینہ رفع مذکور ہو اس جگہ یہ لفظ نوع رفع میں معین ہوگا جیسا کہ عنقریب آیات توفّی سے ظاہر ہوگا انشاء اللہ۔ غرض کتب لغت میں توفّی بمعنی موت لکھا ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ یہ لفظ موت کیلئے موضوع ہے کیونکہ علم تصریف اس کا برملا انکار کررہا ہے اور نہ یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ اپنے اصلی معنوں سے ہٹ کر بمعنی موت مخصوص ہوگیا ہے کیونکہ اہل لغت کا اس کو مجاز لکھنا اس کی صریح تردید کررہا ہے چنانچہ تاج العروس شرح قاموس میں ہے:

و من المجاز ادرکته الوفاة ای الموت و المیتة و توفّی فلان اذا مات و توفّاه اللّٰه عزّ وجلّ اذا قبض روحه (اور مجاز میں سے ایک یہ ہے ادرکته الوفاة یعنی اسے موت نے پالیا یا پکڑ لیا اور توفّی فلان وہ پورا ہوگیا کے معنی ہیں وہ مرگیا تو توفّاه اللّٰه (خدا نے اسے پورا کرلیا) کے معنی ہیں خدا نے اس کی روح قبض کرلی)

اور اسی طرح اساس البلاغۃ، زمخشری میں لکھا ہے:

ومن المجاز توفّی فلان و توفّاه اللّٰه و ادرکته الوفاة۔ (توفّی فلان اور توفّاه اللّٰه اور ادرکته الوفاة سب مجاز ہیں)

(اکمل صاحب بھی عجب کمال کے پتلے ہیں کہ باوجود آئمہ لغت کی تصریح کے کہ توفّی بمعنی موت مجازاً ہے، الزاماً لکھتے ہیں: موت کے معنی کو مجاز کہنا آپ کی ہی ایجاد ہے۔ ص ۲۰۔

جواب۔ کیا تاج العروس اور اساس البلاغۃ میری تصانیف ہیں؟)

اور مجاز بولنا تب ہی درست ہے جب حقیقی معنی متروک نہ ہوں چنانچہ قطبی میں بعد تقسیم لفظ باعتبار معانی جو اوپر گزر چکی ہے، یہ لکھا ہے کہ:

و ان لم یترکِ الاول بل یستعمل فیه ا یضاً سمّی حقیقة ان استعمِل فی الاوّل وهو المنقول عنه و مجاز ان استعمِل فی الثّانی وهو المنقول الیه (قطبی ص ۴۴ مطبع رحیمیہ دیوبند) (اگر معنی اول متروک نہ ہوں بلکہ اس میں اس لفظ کا استعمال ہو تو اسے حقیقت کہتے ہیں۔ جب پہلے معنوں میں مستعمل ہو اور وہ اس کا معنی منقول عنہ (جس سے نقل کر کے مجازی معنی لئے گئے ہوں) ہے اور اگر دوسرے معنوں میں مستعمل ہو تو اسے مجاز کہتے ہیں اور وہ معنی منقول الیہ ہے (نقل کر کے جو معنی مراد لئے گئے ہیں)

آئمہ لغت کے توفّی کو مجازاً بمعنی موت لکھنے سے صاف ثابت ہو گیا کہ توفّی کے اپنے وضعی معنی اخذ الشّیء وافیاً متروک نہ ہوں گے۔ آسان طریق جو جلدی راہ راست پر لاوے وہ یہ ہے کہ توفّی کو کتب لغت سے تلاش کرو۔ اگر یہ لفظ و فا کے ضمن میں مذکور ہو، تو اسے وفا سے ماخوذ سمجھو، ورنہ نہیں اور پھر جملہ تصریفاتِ وفا پر نظر کرو تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس کے معنی پورا کرنے کے ہیں اور جو معنی مجازی ہوں گے وہ باعتبار اس علاقہ کے ہوں گے جو حقیقت اور مجاز میں ضروری ہے۔ چنانچہ حصول المامول (ص ۲۔ مصری) میں ہے:

لا بدّ من العلاقة فی کل مجاز فی ما بینه و بین الحقیقة و العلاقة هی اتصال المعنی المستعمل فیه بالمو ضوع له (ہر مجاز میں اس علاقہ کا ہونا ضروری ہے جو اس میں اور حقیقت میں ہوتا ہے اور علاقہ اس اتصال (معنوی) کو کہتے ہیں جو معنی مستعمل فیہ (مجازی) اور معنی موضوع لہ (حقیقی) میں ہوتا ہے)

اور چونکہ علاقات اور اتصالات معنی مستعمل فیہ اور موضوع لہ میں حسب اقتضائے مقام مختلف ہوتے ہیں اسلئے ان کی تقریر کتب لغت میں ضروری نہیں۔ چنانچہ حصول المامول میں گذر چکا ہے کہ علاقات مقتضیہ مجاز کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کسی کتاب میں مذکور ہوں بلکہ وہ علاقہ جس سے معنی مستعمل فیہ و موضوع لہ میں نسبت پیدا ہو سکے، کافی ہے۔

آیات توفّی مع بیان قرینہ

پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ توفّی کے معنی اخذ الشّیء وافیاً ہیں اور یہ بھی محقق ہو چکا ہے کہ توفّی جنس ہے اور رفع اور موت اور نینداس کی انواع ہیں۔اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ تعیین نوع کے لئے وجود قرینہ یا تعذرِ حقیقت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ بغیر اس کے مراد متکلم (کہ ان معانی و انواع میں سے کون سی نوع اس کی مراد ہے) معین نہیں ہوسکتی۔لہذا قرآن شریف کی وہ سب آیات جن میں مشتقات توفّی (باب تفعل) وارد ہوئے ہیں، لکھ کر پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی قرائن صارفہ پر بھی اشارات کرتے جاتے ہیں۔

۱۔ و الّذین یتوفّون منکم و یذرون ازواجاً یتربّصن بانفسھنّ اربعة اشھر و عشراً (تم میں سے جو قبض کئے جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں۔ان کی بیویاں، دوسرے نکاح کے لئے، چار مہینے دس دن رات کا انتظار کریں)۔(بقرہ:۲۳۴)

۲۔و الّذین یتوفّون منکم و یذرون ازواجاً وصیة لازوا جھم متاعاً الی الحول غیر اخراج (بقرہ۔۲۴۱)

بیان قرینہ یہ ہے: ان ہر دو آیات نمبر ا اور ۲ میں عورتیں بیوہ چھوڑ نا اور عدت حالتِ بیوگی اور وصیت، توفی سے موت مراد لینے کے قرینے ہیں۔

۳۔ حتّی یتو فّاھن الموت (نساء:۱۵) (حتی کہ قبض کرے ان کو موت)

۴۔ انّ الّذین توفّاھم الملائکة ظالمی انفسھم (نساء:۹۷) (جن کو فرشتے قبض کرتے ہیں حالانکہ وہ (فرشتے) ان (کفار) کی جانوں پر سختی کرتے ہیں)

۵۔ حتّی اذا جاء احدکم الموت توفّته رسلنا (انعام:۶۱) (حتی کہ جب تم میں سے ایک کی موت آجاتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں)

۶۔حتّی اذا جاء تھم رسلنا یتوفّونھم (اعراف:۳۷) (حتی کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے آجاتے ہیں تو ان کو قبض کر لیتے ہیں)

۷۔ و لو تری اذ یتوفّی الّذین کفروا الملائکة یضربو ن وجو ھھم و

ادبارھم (انفال:۵۰) (کاش تو دیکھے جب قبض کرتے ہیں فرشتے کفار کو، مارتے ہیں ان کے چہروں اور پشتوں پر)

۸۔ فکیف اذا توفّتھم الملائکۃ یضربون وجوھھم و اد بارھم (محمد) (پس کس طرح ہوگا جب قبض کریں گے ان کو فرشتے مارتے ہوئے ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر)

۹۔ الّذین تتوفّاھم الملائکۃ ظالمی انفسھم (نحل:۲۸) (جن کو قبض کرتے ہیں فرشتے سختی کرتے ہیں ان کی جانوں پر)

۱۰۔ الّذین تتوفّاھم الملائکۃ طیّبین (نحل:۳۲) (جن کو قبض کرتے ہیں فرشتے خوشحالی میں)

۱۱۔ قل یتوفّاکم ملک الموت الّذی وکّل بکم (الم سجدہ:۱۱) (اے پیغمبر! ان سے کہو تم کو قبض کرے گا ملک الموت جو تم پر مقرر کیا گیا ہے)

بیان قرینہ۔ نمبر۳ سے ۱۱ تک ان نو آیات میں توفّی سے موت مراد لینے کیلئے ملائکہ موت اور جان کندن کے وقت کفار کو عذاب کرنا اور مومنوں کو سلام اور بشارت جنت سنانا، صاف اور صریح قرینے ہیں۔ احادیث میں ان کی تفصیل موجود ہے۔

۱۲۔ و امّا نرینّک بعض الّذی نعد ھم او نتوفّینّک (یونس:۴۶)۔(اگر ہم تجھ کو اپنے وعدے کے ایک حصہ کی باتیں دکھادیں، یا تجھ کو قبض کرلیں)

۱۳۔و امّا نرینّک بعض الّذی نعدھم او نتوفّینّک (۱۳:۴۰)

۱۴۔فامّا نرینّک بعض الّذی نعدھم او نتوفّینّک (مومن:۷۷)

بیان قرینہ آیات نمبر ۱۲ تا ۱۴ کا یوں ہے کہ ان میں توفیّ بمقابلہ نر ینّک آئی ہے جو معنی موت کے لئے قوی قرینہ ہے کیونکہ وعدہ نرینّک زندگی چاہتا ہے۔ پس نتوفّینّک ضرور اس کی ضد یعنی موت ہونا چاہیے۔ دیگر یہ کہ سورت زخرف (آیت ۴۱۔۴۲) (فامّا نذ ھبنّ بک فا نّا منھم منتقمو ن ۔ او نرینّک الّذی وعد ناھم فانّا علیھم مقتدرون) میں نتوفّینّک کی بجائے نذ ھبنّ بک وارد ہے جو کنایہ ہے فنا سے۔

۱۵۔ و اللّٰہ خلقکم ثم یتوفّاکم و منکم من یردّ الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا (نحل:۷۰)

۱۶۔ یا ایّھا النّاس ان کنتم فی ریبٍ مّن البعث فانّا خلقنا کم من تراب ٍ ثمّ من علقةٍ ثم من مضغةٍ مخلّقةٍ و غیر مخلّقةٍ لنبیّن لکم و نقرّ فی الارحام ما نشاء الی اجلٍ مسمّی ثمّ نخرجکم طفلاً ثمّ لتبلغوا اشدّکم ومنکم من یّتوفّی ومنکم من یردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علمٍ شیئاً (حج ۵) اے لوگو! اگر تم (دوبارہ) جی اٹھنے سے شک میں ہو تو (سوچو) ہم نے (پہلے) تو تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے، پھر جمے خون سے، پھر پورے بنے ہوئے اور نہ بنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے سے، تاکہ تم کو بتائیں، اور ٹھہرائے رکھتے ہیں ہم رحموں میں جو چاہیں مدت مقرر تک۔ پھر تم کو بچے کی صورت میں باہر نکالتے ہیں پھر (تم کو زندہ رکھتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور بعض تم سے (پہلے) قبض کئے جاتے ہیں اور بعض ارذل عمر تک پہنچائے جاتے ہیں تاکہ جاننے کے بعد بھی کچھ نہ جانیں

۱۷۔ ھو الّذی خلقکم من ترابٍ ثمّ من نطفةٍ ثمّ من علقةٍ ثم یخرجکم طفلاً ثمّ لتبلغوا اشدّکم ثمّ لتکونوا شیوخاً و منکم من یّتوفّی من قبل ولتبلغوا اجلاً مّسمّی (مومن: ۶۷) (جس نے پیدا کیا تمیں مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر جمے خون سے، پھر تم کو بچے کی صورت میں نکالتا ہے، پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔ پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔ اور بعض تم میں سے (پہلے بھی) قبض کر لیے جاتے ہیں۔ اور تا کہ تم (اپنی) اجل مقررہ کو پہنچو)

قرینہ ان آیات نمبر ۱۵ تا ۱۷ میں یہ ہے کہ جس جس موقع پر لفظ توفّی وارد ہوا ہے سورت مومنون رکوع نمبر ایک میں اس موقعہ پر لفظ میّتون (۱۵:۲۳) وارد ہوا ہے۔ پس صاف معلوم ہوگیا کہ یہ آیت توفی کی تفسیر موت سے کرتی ہے۔ علاوہ بریں یہ کہ قبل پیدائش سے موت تک جس قدر مختلف قدرتی استحالات انسان پر وارد ہوتے ہیں ان آیات میں ان سب کا بالتفصیل ذکر ہے۔ مثلاً پہلے مٹی، پھر نطفہ، پھر علقہ، پھر مضغہ (گوشت کا ٹکڑا)، پھر ہڈی پر گوشت، پھر مدت حمل تک رحم میں رہنا، پھر طفل ہو کر پیدا ہونا، پھر بڑھنا، پھر جوان ہونا، پھر بوڑھا ہونا، پھر اجل مقرر تک پہنچ کر مرنا۔ یہ سب حالتیں اس بات کے قرائن ہیں کہ ان مقامات پر توفّی سے مراد موت ہے کیونکہ موت بھی ایک حالت ہے۔ پچھلی آیت (سورہ مومن کی) میں ایک اور نکتہ ہے کہ چونکہ جملہ معللہ لتبلغوا اشدّ کم کا عطف خبر یہ یخرجکم پر نہیں ہوسکتا اس لئے لامحالہ

یبقیکم مقدر نکالنا پڑے گا (جامع البیان زیر آیت ہذا) لہذا ابقا کے مقابلے میں جو توفّی ہوگی، ضرور اس سے مراد موت ہوگی۔

۱۸۔ ربّنا فاغفرلنا ذنوبنا و کفّر عنّا سیّئاتنا و توفّنا مع الابرار (آل عمران: ۱۹۲) (خداوندا! ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں دور کردے اور ہم کو نیکوں کے ساتھ قبض کرنا)۔

۱۹۔ ربّنا افرغ علینا صبراً و توفّنا مسلمین (اعراف: ۱۲۶) خداوندا ہم پر فضل انڈیل دے اور قبض کر ہم کو مسلمان کرکے)

۲۰۔ انت ولیّ فی الدّنیا والآخرۃ و توفّنی مسلماً و الحقنی بالصّالحین (یوسف: ۱۰۱) (تو ہی میرا مددگار ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ قبض کرنا مجھے مسلمان کرکے اور ملانا مجھے صالحین سے)

آیات ۱۸ تا ۲۰ میں قرینہ صارفہ موجود ہے اور وہ دعائے لحوق بالصّالحین والابرار ہے کیونکہ یہ الفاظ کنایہ ہیں موت سے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اوّلکنّ لحوقاً بی اطو لکنّ یداً۔ اور نیز صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مرض الموت میں مع الّذین انعم اللّٰہ علیھم .. (الآیہ) پڑھا، اور نیز اللّٰھم اغفرلی و ارحمنی و الحقنی بالرّفیق اور نیز آخر کلمہ آپ کا اللّٰھم الرّفیق الاعلی تھا۔ ان سب احادیث سے ثابت ہوا کہ دعائے لحوق بالصالحین والابرار والرفیق الاعلی سے موت بخاتمہء حسنہ مراد ہوتی ہے۔ لہذا یہ آیات بھی قرینہ سے خالی نہیں۔

۲۱۔ وھو الّذی یتوفّاکم باللّیل و یعلم ما جرحتم بالنّھار ثمّ یبعثکم فیہ لیقضی اجل مّسمّی (انعام: ۶۰) (خدا وہ ذات ہے جو تم کو رات کو قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم دن کو کرتے ہو۔ پھر تم کو دن کے وقت اٹھا کھڑا کر دیتا ہے تاکہ زندگی کی مدت مقرر پوری جائے)

۲۲۔ اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا والّتی لم تمت فی منامھا فیمسک الّتی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مّسمّی (زمر: ۴۲)۔ (خدا ہی قبض کرتا ہے جانوں کو موت (روح اور جسم کی مفارقت) کے وقت اور جو ابھی نہیں مریں ان کو (قبض کرتا ہے) ان کی نیند میں، پس جس پر موت (کا حکم) جاری کیا

ہے اس کو تو بند رکھتا ہے اور دوسری (نیند والی) کو مدت مقرر (موت) تک بھیجتا رہتا ہے)

آیات ۲۱، اور ۲۲ میں بھی قرائن موجود ہیں۔ پہلی آیت میں توفّی سے مراد نیند ہے کیونکہ قرینہ لیل موجود ہے اور پھر ساتھ ہی پھر دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا اور کام کاج کرنے کا ذکر ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس توفّی سے جورات کے وقت ہو اور پھر اس کے بعد دن کو کھڑے ہوں، نیند ہے۔ اسی طرح دوسری آیت میں پہلے موقع پر توفّی سے مراد موت ہے بقرینہ حین موتها، دوسرے موقع پر جو بقاعدہ عطف محذوف ہے اس سے مراد نیند ہے بقرینہ منامها۔ اس پچھلی آیت میں ایک اور نکتہ ہے کہ جس نفس کی توفّی بالموت ہوتی ہے اس کیلئے اللہ نے فیمسک الّتی قضی علیها الموت فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ توفی کے وضعی معنی صرف اخذ الشّیء وا فیاً ہیں کیونکہ امساک سے مراد ابقاء ہے اسی حالت ماخوذہ پر نہ تجدد۔ اور اسی لئے قضا بالموت کی تصریح ضروری ہوئی۔ اس آیت میں دوسری شق میں جہاں توفّی سے مراد نیند ہے، علاوہ قرینہ فی منامها کے یرسل الاخری الی اجلٍ مّسمّی قرینہ ہے توفّی سے نیند مراد لینے پر، کیونکہ اس کے معنی وہی ہیں جو پہلی آیت سورہ انعام میں ثمّ یبعثکم فیه لیقضی اجل مّسمّی کے ہیں۔ غرض ان آیات میں حسب قرائن لیل و منام و بعثت فی النهار (دن کو اٹھا کھڑا کرنا) توفّی سے مراد نیند ہے اور یہ توفّی کی دوسری نوع ہے۔ گذشتہ آیات میں توفّی کی ایک نوع موت آئی تھی بقرائن موجبہ معنی موت اور اس جگہ بقرائن موجبہ معنی نیند توفّی کی دوسری نوع نیند ثابت ہوئی۔ کیا اب بھی توفّی کے جنس اور موت اور نیند کے انواع ہونے میں شک باقی رہا ہے؟

تنبیہ: واضح ہو کہ نیند کے موقع پر قبض روح کا لفظ بولنے سے کسی کو یہ دھوکا نہ لگ جائے کہ نیند موت ہوتی ہے نفی کے لئے اسی آیت سورت زمر میں والّتی لم تمت موجود ہے مرزا صاحب قادیانی نے اس آیت میں لفظ لم تمت چھوڑ دیا ہے تاکہ کسی کو یہ خبر نہ ہو جائے کہ سوئے ہوئے کا حکم لم تمت ہے، یعنی یہ کہ وہ مردہ نہیں اور حدیث شریف میں جو احیانا بعد ما اماتنا آیا ہے وہ اس آیت کے معارض نہیں کیونکہ قرآن شریف میں نفی حقیقتِ موت کی گئی ہے اور حدیث میں نیند کو موت مجازاً کہا گیا ہے بموجب اس تحقیق کے جو ہم نے ذکر کی نہ مطابق زعم مرزا صاحب قادیانی کے۔ اور اہل علم پر روشن ہے کہ حقیقت و مجاز کی رو سے نفی و اثبات کا فرق ہو تو ان میں تعارض و تناقض نہیں ہوتا کیونکہ ہر دو میں ذوات مختلف ہیں۔

۲۳۔ قل یا ایّھا النّاس ان کنتم فی شکٍ مّن دینی فلا اعبد الّذین تعبدون من دون اللّٰه و لکن اعبد اللّٰه الّذی یتوفّاکم و امرت ان اکون من المؤمنین (یونس:۱۰۴) (اے پیغمبر، کہو اے لوگو! اگر تم میرے دین سے شک میں ہو تو (سن رکھو) میں تو ان کو، جن کو تم پوجتے ہو، کبھی نہیں پوجوں گا۔ ہاں میں تو صرف اللہ کی عبادت کروں گا جو تم کو قبض کرتا اور مجھے حکم ہوا ہے کہ ایمان داروں میں سے ہوں)۔

۲۴۔ یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ و مطھّرک من الّذین کفروا (آل عمران: ۵۴) (اے عیسی! میں ہوں تیرا بھر لینے والا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لینے والا اور کافروں سے تجھے پاک رکھنے والا)۔

آیات نمبر ۲۳، ۲۴ سے مراد یہ ہے کہ میں تو اپنا معبود اس ذات برحق کو بناتا ہوں جس کے قبضہ واختیار میں تمہارا ایجاد وابقاء اور اعدام وافنا اور ارجاع ہے جیسا کہ آیت کیف تکفرون باللّٰہ و کنتم امواتاً فاحیاکم ثمّ یمیتکم ثمّ یحییکم ثمّ الیه ترجعون (بقرہ:۲۸) وامثالہا سے ظاہر ہے۔ اور صرف اعدام وافنا کے ذکر پر اکتفا کی یہ وجہ ہے کہ علوم عقلیہ میں ثابت شدہ ہے کہ ذکر احد الضدین کا استلزاماً ضد آخر پر دلالت کرتا ہے جیسے نور کہ اس کے ذکر سے اس کی ضد ظلمت کا بھی تصور حاصل ہوتا ہے اور اسی طرح سواد سے بیاض۔ پس اسی طرح ذکر اعدام استلزاماً ایجاد کا مشعر بھی ہے۔ قرآن شریف میں اس کی نظائر بہت ہیں دیکھو تفسیر کبیر وکشاف وابی السعود تحت آیت سرابیل تقیکم الحرّ مجرد گرمی کے ذکر سے اس کی ضد سردی بھی معلوم ہوسکتی ہے اور نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری باب ذکر الملائکۃ میں تحت ثم یعرج الیه الّذین باتوا فیکم مسطور ہے کہ اس سے الّذین ظلموا پر بھی دلالت ہوسکتی ہے، پس ثانی کو استغناء حذف کیا لانّ ذکرا احد الضدّین تنبیه علی الضد الآخر۔ نیز اس لئے کہ تحقیق افناء واعدام بغیر تحقیق ایجاد کے متصور نہیں ہوسکتا۔ پس جو توفّی بمقابلہ ایجاد مذکور ہو، لابدّ اس سے مراد اعدام ہوگی و ھو الموت۔ اور باوجود ہر شئے کے قبضہ قدرت باری عزاسمہ میں ہونے کے، جیسا کہ فسبحان الّذی بیدہ ملکوت کلّ شیء سے ثابت ہے، صرف مخاطبین یعنی کفار ہی کو متعلق توفی گردانے میں تہدید کفار ملحوظ ہے جیسا کہ سباق سے ظاہر ہے اور یہی امر موید ہے تخصیص ذکر توفّی کا دون ذکر نعمة الایجاد لانّ المقام مقام تخویف و تھدید یعنی ایجاد وخلق کی نعمت کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ یہ مقام تخویف وتہدید کا ہے اور اصل بلاغت یہی ہے کہ مقتضائے

حال کا لحاظ کیا جائے ۔ اور نیز چونکہ اس آیت ما نحن فیھا سے پہلے اہلاک کفار اور انجاء رسل اللہ ومومنین کا ذکر ہے اس لئے مراد اس پارہء آیت سے یہ ہو گی کہ میں اسی ایک معبود برحق کی پرستش کرتا ہوں جس نے مجھ سے تمہاری ہلاکت اور میرے بقاء کا وعدہ کیا ہے ۔ پس اس طریق سے بھی توفّی بمقابلہ ابقاء مذکور ہوئی ۔ فثبت القرینۃ و اندفعت الرّیبۃ ۔

مضمون مذکور تفاسیر معتبرہ مثل تفسیر کبیر، ابن کثیر، فتح البیان، ابی السعود، رحمانی، کشاف وغیرہ سے ماخوذ ہے ۔

آیت ۲۳ اور ۲۴ میں توفی سے مراد رفع جسمی ہے بقرینہ صریحہ را فعک الیّ و مطھّرک من الّذین کفروا (اٹھا لینے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف) اور آیت: بل رفعہ اللّٰہ الیہ (نساء: ۱۵۸) اور بموجب حدیث نزول کے بتصریح من السماء (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی، نیز کنز العمال) کما سیجیء ذکر ذلک ۔

بس اب قرآن شریف کی جملہ آیات توفّی کا پورا بیان ہو چکا اور ایک نیک باطن پاک طینت صاحب بصیرت کے لئے کوئی گنجائش انکار باقی نہ رہی ۔ اور مرزا صاحب قادیانی کے طعن کا جواب، جس میں انہوں نے اپنے ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۵ میں کل علمائے سلف وخلف کو ملحد و محرف قرار دیا ہے، کافی طور پر ہو چکا کہ دیگر مواقع پر توفّی سے موت اور نیند مراد لینے کی یہ وجوہ ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں توفّی سے رفع مراد لینے کی وجہ یہ ہے ۔ لہذا مرزا قادیانی کو کوئی حق نہیں کہ ناحق علمائے اسلام کی شان میں بدزبانی کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرے ۔ (اب تو برزخ میں اس بدزبانی کا مزہ چکھ رہے ہوں گے)

چوں خدا خواہد کہ پردہء کس درد   میلش اندر طعنہء پاکاں کند

اگر کوئی لفظ کئی معنوں میں اطلاق پذیر ہے، خواہ وہ معنی حقیقی ہوں خواہ منقولی باقسامہا تو قرآن شریف میں اس کے مواضع کثیرہ میں ایک ہی معنی میں مستعمل ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ دیگر مواضع میں بھی اس کے یہی معنی لگیں گے کیونکہ ایسی کئی مثالیں ہیں کہ سارے قرآن شریف میں کسی لفظ کے ایک ہی معنی ہیں اور صرف ایک جگہ پر اس لفظ کے اور معنی ہیں ۔ یہاں صرف پانچ مثالوں پر اکتفا کی جاتی ہے زیادہ تحقیقات کے لئے تفسیر اتقان کو ملاحظہ فرماویں ۔

اول: لفظ اصحاب النار قرآن میں جس جگہ آیا ہے اس کے معنی دوزخ میں جلنے والے کفار و فساق ہیں، سوائے سورہ مدثر کے کہ اس میں اس کے معنی وہ فرشتے ہیں جو دوزخ پر مقرر ہیں ۔

دوم: بعل کے معنی سورہ بقرہ اور نساء میں شوہر ہیں اور سورہ صافات میں نام ہے اس بت کا جسے وہ قوم پوجتی تھی جن کی طرف حضرت الیاسؑ بھیجے گئے تھے۔

سوم: عود اور عادۃ کے معنی سارے قرآن میں تکرار فعل کے ہیں بجز آیت والّذین یظاھرون من نّسائھم ثم یعودون لما قالوا (مجادلہ: ۵۸) کے کہ اس میں توبہ اور پشیمانی مراد ہے۔

چہارم: ریب کے معنی ہر جگہ شک ہیں مگر ریب المنون (طور: ۵۲) میں حوادث زمانہ مراد ہیں۔

پنجم: بروج سے مراد ہر جگہ کواکب ہیں، مگر بروج مّشیّدۃ (نساء: ۷۸) میں اونچے اور محکم محل مراد ہیں۔

و رافعک الیّ

لفظ توفّی کی نسبت کافی طور پر تحقیق ہو چکی اور علم تصریف اور کتب لغت اور تفاسیر معتبرہ سے بہ بسط محقق ہو چکا کہ لفظ توفی اخذ الشّیء وافیاً، کسی چیز کو پورا پورا لینے کیلئے موضوع ہے، اور موت اور نیند اور رفع اس کے انواع ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ کسی ایک نوع کی تعین کیلئے حاجت قرینہ کی ہوتی ہے۔ پس قول الٰہی یا عیسی انّی متوفّیک سے رفع جسد الی السّماء مراد لینے کے لئے پہلا قرینہ و رافعک الیّ ہے۔ اور رافعک الیّ سے رفع روح اور عزت کی موت مراد نہیں ہے جیسا کہ مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں بلکہ مراد اس سے رفع جسم الی السماء ہے، لا غیر۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ صراح میں لکھا ہے

رفع برداشتن و ھو خلاف الوضع۔ یعنی رفع کے معنی اوپر کے طرف اٹھانا ہیں برخلاف لفظ وضع کے کہ اس کے معنی نیچے رکھنا، ہیں۔

اسی طرح المصباح المنیر میں لکھا ہے: رفعتہ رفعاً خلاف خفضتہ۔

لغت کی کسی کتاب میں رفع کے معنی، عزت کی موت، نہیں لکھے۔ اور نہ کسی محاورہ میں اس کا استعمال اس معنی میں پایا گیا ہے۔ یہ صرف مرزا صاحب کا تصرف فی اللغۃ ہے جس طرح چاہتے ہیں قرآن و حدیث اور لغت کو اپنی مرضی کے تابع کر لیتے ہیں

(اکمل قادیانی رفع الی اللّٰہ سے عزت کی موت مراد لینے کی وجہ میں فرماتے ہیں: اگر کہیں عزت کی موت (مرزا نے) لکھا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ توفّی کے معنی موت اور رفع الی

اللّٰه سے مراد عزت دونوں ملا کر حاصل مطلب عزت کی موت ہوا۔ صفحہ ۲۷۔

جواب: جناب عیسیٰؑ کی نسبت توفی اور رفع الی اللّٰه ہر دو مستقل بالمفہومیہ اور متساوق ہیں، ایک کو دوسرے کا ضمیمہ بنا کر معجون مرکب نہیں بنا سکتے)

اگر کہا جائے کہ جب رفع کا صلہ الی آتا ہے تو یہ کنایہ ہوتا ہے اعزاز و اکرام سے جیسا کہ محاورہ رفعته الی السّلطان صراح میں موجود ہے (جیسا کہ مبارک علی سیالکوٹی نے القول الجمیل میں لکھا ہے) تو اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ اس محاورے سے تمسک کرنے سے مرزا کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ تو رفع الی اللّٰه سے عزت کی موت مراد لیتے ہیں۔ پس جب تک محاورہ رفعته الی السّلطان میں عزت کی موت مراد نہ ہو، تب تک اس سے ان کو کوئی فائدہ نہیں۔

ثانیاً یہ کہ محاورہ رفعته الی السّلطان کو رفع جسمی کے انکار میں پیش کرنا استعداد علمی سے عاری ہونے کا نتیجہ ہے کیونکہ صراح کی پوری عبارت یوں ہے:

ونزدیک گردانیدن کسے را بکسے صِلتهٗ بِالِی و من ذلک قولھم رفعته الی السّلطان۔

جب عبارت نزدیک گردانیدن کسے را بکسے، موجود ہے تو اس سے ذی علم وفہم کو یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ اس جگہ رفع سے مراد صرف رفعت منزلت ہے کیونکہ کسی کو کسی کے نزدیک کرنے میں قرب جسمی ملحوظ ہوتا ہے۔ پس محاورہ رفعته الی السّلطا ن کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس شخص کو گھر بیٹھے بٹھائے عزت دلا دی، بلکہ معنی تو یہ ہیں کہ میں اس کو بادشاہ کے حضور لے گیا، عزت اور ذلت سے اس میں کوئی بحث نہیں۔ اگر وہ شخص منظور نظر شاہی ہے، تو حضور شاہی میں اسکی عزت ہوگی اور اگر کوئی مجرم ہے تو مورد سخطات شاہی ہوگا، کیونکہ بادشاہ اور حاکم کی حضوری میں عزت و ذلت اپنی استعداد کے لحاظ سے ہے، نہ باعتبار بادشاہ کے قریب جانے کے۔ چنانچہ فتح الباری جز ۹ صفحہ ۴۳۱ میں محاورہ و رفعه الی الحاکم کے معنی جو ہر طرح سے رفعته الی السّلطان کا ہم پلہ ہے احضره للشکوی یعنی شکایت کے لئے حاکم کے حضور لے جانا لکھے ہیں۔

ثالثاً یہ کہ صراح کی عبارت کا مطلب عندارادۃ الاعزاز یہ ہے کہ بر تقدیر ارادہء معنی اعزاز و مرتبہ رفع کا صلہ الی آنا چاہیے، نہ یہ کہ جس جگہ رفع کا صلہ الی ہو اس سے بغیر اعزاز و اکرام کے اور کچھ ارادہ ہی نہیں کر سکتے تاکہ رفع جسمی ممنوع خیال کیا جائے اور مخالف کو کامیابی ہو، بلکہ الی کے صلہ ہونے کے وقت نظر بر اصل واقعہ کہیں رفع جسمی اور اعزاز دونوں مجتمع ہو سکتے

ہیں۔ چنانچہ محاورہ و رفعتہ الی السّلطان میں جس صورت میں کہ متکلم نے مفعول کو اصالۃً یا وکالۃً بجسمہ لے جا کر سلطان کے ہاں معزز بنایا ہو اور ظاہر ہے کہ معنی وضعی اور معنی کنائی کا اجتماع ممتنع نہیں بخلاف حقیقی اور مجازی کے کما سیجیء۔ اور کسی جگہ صرف رفع جسمی بغیر ارادہ اعزاز کے پایا جاتا ہے جیسا کہ امثلہ ذیل اس امر کی مشعر ہیں:

المثال الاوّل: المصباح المنیر میں بذیل لفظ رفع لکھا ہے رفعت الزّرع الی البیدر، اور اس کے معنی صراح میں یوں کئے ہیں، برداشتم غلہ درودہ و بخرمن گاہ آوردم۔ یعنی میں کھیت کو کاٹ کر اور غلہ اٹھا کر خرمن گاہ میں لے آیا۔

ایسا ہی قاموس میں ہے:

و الزرع حملوہ بعد الحصاد الی البیدر۔

رفعوا الزرع کے یہ معنی ہیں کہ کسان کھیت کاٹنے کے بعد اٹھا کر خرمن گاہ میں لے آئے

اسی طرح اساس البلاغۃ میں بھی ہے۔

المثال الثّانی: صحیح بخاری باب اذا وکّل رجلاً فترک الوکیل شیئًا میں حدیث وکالۃ ابی ہریرہ بحفظ زکوۃ رمضان میں الفاظ لارفعنّک الی رسول اللّٰہ ﷺ وارد ہیں۔ اور فتح الباری باب الوکالۃ جزء ۹ صفحہ ۴۳۱ میں لارفعنّک کے ذیل میں لکھا ہے:

لاذھبنّ بک اشکوک یقال رفعہ الی الحاکم اذا احضرہ للشّکوی

یعنی ابو ہریرہؓ نے (شیطان سارق غلہ خیرات کو کہا کہ) آج تو میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی جناب میں تیری (بدعملی) کی شکایت کیلئے لے چلوں گا۔

اور اسی طرح یہ محاورہ ہے رفعہ الی الحاکم یعنی وہ اس کو حاکم کے حضور میں اس کی (بدعملی کی) شکایت کیلئے لے گیا۔ اگر رفع کے معنی بوقت صلہ الی صرف اعزاز و اکرام ہوتے ہیں تو کیا معاذ اللہ حضرت ابو ہریرہؓ نے شیطان سارق (چور) کو عزت دلانی چاہی تھی َ اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی جناب پاک میں؟ نعوذ باللّٰہ من ذلک

المثال الثّالث: صحیح بخاری باب فضل الکھف و نزول السکینۃ و نیز مشکوۃ المصابیح صفحہ ۱۷۶ حدیث قراۃ اسید بن حضیر، سورۃ الکھف میں رفع رأسہ الی السّماء (اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا) اور نیز فرفعت رأسی الی السّماء (پس میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا)، وارد ہے۔ اس حدیث میں بھی دو دفعہ رفع کے ساتھ صلہ الی آیا ہے اور دونوں جگہ

رفع جسمی مراد ہے بغیر ارادہ رفعِ منزلت کے۔

المثال الرابع: صحیح بخاری وصحیح مسلم و نیز مشکوۃ کتاب الجنائز باب البکاء علی المیّت صفحہ ۱۴۲ میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ زینبؓ کے فرزند ارجمندؓ کے فوت ہو جانے کی حدیث میں فرفع الی رسول اللّٰہ ﷺ الصّبیّ یعنی وہ لڑکا (رسول اللہ ﷺ کا نواسہ) آپ کے پاس اٹھا کر لایا گیا۔ سبحان اللہ! رفع جسمی کے لئے کیا عمدہ مثال ہے۔ موت کا وقت بھی ہے اور پھر یہاں عزت کی موت مراد نہیں۔

المثال الخامس: اللہ تعالیٰ نے سورہ فاطر میں فرمایا:

الیہ یصعد الکلم الطّیّب و العمل الصّالح یرفعہ (فاطر:۱۰)

(کلمہ طیب خدا ہی کی طرف چڑھتا ہے اور نیک عمل کو خدا بلند کرتا ہے)

تفسیر فتح البیان میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

(الیہ) تعالیٰ لا الی غیرہ (یصعد الکلم الطّیّب) الصّعود ھو الحرکۃ الی فوق وھو العروج ایضاً وموضع الثّواب فوق و موضع العذاب اسفل ومعنی صعودہ الیہ قبولہ لہ او صعود الکتبۃ من الملائکۃ بما یکتبونہ من الصّحف (کلمہ طیب صرف خدا ہی کی طرف چڑھتا ہے اور صعود اس حرکت کو کہتے ہیں جو اوپر کی جانب ہو، اور اسے عروج بھی کہتے ہیں۔ اور ثواب کی جگہ اوپر کو ہے اور عذاب کی جگہ نیچے کو ہے، اور خدا کی طرف کلمہ کے صعود کے معنی ہیں خدا کا اس کو قبول کر لینا، یا اس کے معنی ہیں کراماً کاتبین فرشتوں کا ان صحیفوں کو لے کر چڑھنا، جو وہ لکھتے ہیں)

صورت ثانیہ یعنی ملائکہ کا اعمال عباد کو کتابت میں لا کر صعود الی السّماء کرنا حدیث شریف کے بالکل موافق ہے جیسا کہ اسی تفسیر میں آگے بروایت ابن مسعودؓ ذکر کیا ہے:

انّ العبد المسلم اذا قال سبحان اللّٰہ و بحمدہ و الحمد اللّٰہ و لا الہ الّا اللّٰہ واللّٰہ اکبر وتبارک اللّٰہ قبض علیھنّ ملک فضمّھنّ تحت جناحہ ثمّ یصعد بھنّ الی السّماء فلا یمرّ بھنّ علی جمعٍ من الملائکۃ الّا استغفر لقائلھنّ حتّی یحیّ بھنّ وجہ الرّحمن ثم قرأ: الیہ یصعد الکلم الطّیّب۔ الآیہ۔ (جس وقت کوئی مسلمان سبحان اللّٰہ و بحمدہ ...الخ۔ پڑھتا ہے تو ایک فرشتہ (جو ان کلمات پر مؤکل ہوتا ہے) ان کلمات کو لے

لیتا ہے اور اپنے بازؤوں کے نیچے لگا کر آسمان پر لے چڑھتا ہے۔ پس فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے وہ گزرتا ہے وہ سب اس کے قائل کے لئے دعائے استغفار کرتے ہیں، حتی کہ اللہ تعالی کی جناب پاک میں تحفۃً پیش کئے جاتے ہیں (عبداللہ ابن مسعودؓ نے یہ حدیث سنا کر) پھر آیت الیہ یصعد الکلم الطّیّب ..الخ۔ پڑھی۔

اور اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں بھی اس آیت کے ذیل میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور یہ معنی دیگر کئی احادیث سے بھی ثابت ہیں چنانچہ صحیح بخاری باب ذکر الملائکۃ میں کراماً کاتبین کی نسبت ثم یعرج الیہ الّذین باتوا فیکم (پھر وہ جو رات کو تم میں رہے خدا کی طرف اوپر چلے جاتے ہیں) وارد ہے۔ نیز معلوم رہے کہ اس جگہ بھی عروج جو صعود کا مترادف ہے اس کا صلہ الی آیا ہے اور مراد عروج حقیقی ہے، نہ کنائی نہ مجازی۔

دیگر یہ کہ صعود الی اللّٰہ سے قبولیت مراد رکھنا بنا بر ارادہ معنی لازمی ہے اور ممارس کتب فن پر ظاہر ہے کہ لازمی معنوں کے ساتھ حقیقی معنوں کا ارادہ جائز ہے جیسا کہ آگے بحث کنایہ میں مفصل طور پر مطوّل سے نقل کیا جائے گا، انشاء اللہ کیونکہ کلمات طیبات مکتوب ہو کر آسمان کی طرف مرفوع ہوتے اور جنابِ خدا میں قبول ہوتے ہیں۔

المثال السّادس : صحیح مسلم میں ہے:

یرفع الیہ عمل اللّیل قبل عمل النّھار

(رات کا عمل خدا کی طرف مرفوع ہو جاتا ہے، پیشتر اس کے کہ دن کا عمل صادر ہو)

اس میں بھی رفع کا صلہ الی آیا ہے اور صورت صعود اعمال کی اوپر مثال میں گزر چکی۔ گویا یہ حدیث من وجہ تفسیر ہے آیت الیہ یصعد الکلم الطّیّب کی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ میں اس حدیث کی شرح یوں فرماتے ہیں:

یرفع الیہ عمل اللّیل قبل عمل النّھار یعنی برداشتہ میشود و بالا بردہ میشود بسوئے درگاہِ وے عملہائے بندگان کہ در شب مے کنند پیش از عملہائے کہ در روزے کنند و عمل النھار قبل عمل اللّیل و برداشتہ میشود عملِ روز پیش از عمل شب یعنی ہنوز روز نشدہ و عملے درآں واقع نشدہ کہ عمل شب بالا می برند و شب نرسیدہ کہ عمل روز برند و دریں مبالغہ است در مسارعت ملائکہ موکل باعمال عباد و امتثال امر و سرعت عروج ایشاں بمحالِ عرض و مصاعدِ سماوات ایشاں بر رفع اعمال درادنی ساعت چہ فرق میان روز و شب جز آنی و جز ولا یتجزی نبود

ایسا ہی امام نووی ؒ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے:

فانّ الملائکة الحفظة یصعدون باعمال ا للّیل بعد انقضائه فی اوّل النّهار و یصعدون باعمال النّهار بعد انقضائه فی اوّل اللّیل

(ملائکہ محافظین رات کے اعمال اس کے گزر جانے پر دن کے اول وقت میں لے چڑھتے ہیں اور (اسی طرح) دن کے اعمال اس کے گزرنے پر رات کے شروع میں لے چڑھتے ہیں۔

المثال السّابع: مجمع البحار میں زیر لفظ رفع لکھا ہے:

فرفعه الی یده ای رفعه الی غایة طول یده لیراه النّاس فیفطرون

(جلد ثانی ص۲۳) (آنحضرت ﷺ نے پیالہ اپنے دست مبارک کی لمبائی کے برابر اوپر اٹھایا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں اور روزے افطار کریں)

المثال الثّامن: مجمع البحار جلد۲ ص۲۳ یر فعه الی النّبیّ ﷺ۔ اس میں بھی صلہ الی آیا ہے اور مراد اس سے مدخول الی کی طرف بات کو نسبت کرنا اور اس تک پہنچانا ہے۔

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ جب رفع کا صلہ الی آتا ہے تو اس کے معنی شیء مذکور کو مدخول الی کی طرف اٹھانا، ہوا کرتے ہیں بغیر ارادہء معنی موت واعزاز واکرام کے، خواہ وہ شئے جوہر ہو خواہ عرض۔

خلاصہ یہ کہ لغت میں رفع کے حقیقی اور وضعی معنی، اوپر کو اٹھانا، ہیں، برخلاف وضع اور خفض کے کہ ان کے معنی نیچے رکھنا ہیں۔ پس جہاں رفع کا مفعول کوئی جسم ہوگا وہاں اس سے مراد نیچے سے اوپر کو حرکت دینا ہوگی اور اگر اس کا متعلق ومعمول کوئی معنی ہوگا، تو اقتضائے مقام پر محمول ہوگا جیسے محاورہ رفعته الی الحا کم میں اگر ضمیر منصوب سے مراد کوئی جسم ہو، تو اس سے مراد رفع جسمی ہوگی اور اگر کوئی امر و معاملہ ہو تو صرف اس امر کا پیش کرنا مراد ہوگا۔ اس بیان کی تصدیق کیلئے المصباح المنیر کی عبارت ذیل ملاحظہ ہو تاکہ اللہ ظلمات شکوک سے نجات دے:

فالرّفع فی الاجسام حقیقة فی الحرکة و الانتقال فی المعانی علی ما یقتضیه المقام (لفظ رفع جسموں کے متعلق حقیقی معنی کی رو سے حرکت اور انتقال کے لئے ہوتا ہے اور معانی کے متعلق جیسا موقع ومقام ہو، ویسی مراد ہوتی ہے)

مصباح کی اس تصریح سے واضح ہوگیا کہ رفع کے حقیقی اور وضعی معنی نیچے سے اوپر کو حرکت و انتقال کے ہوتے ہیں اور نیز محاورات سابقہ سے روشن ہوگیا کہ رفع کا صلہ جب الی

آئے تو اس کے معنی شئے مذکور کا مدخول الی کی طرف مرفوع ہونا، ہوا کرتے ہیں۔ پس اس بیان و تحقیق سے و را فعک الیّ سے یہ محقق ہوا کہ عیسیٰ بجسدہ زندہ مرفوع الی السّماء ہوئے کیونکہ را فعک میں ضمیر مخاطب راجع بطرف منادی یعنی عیسیٰؑ ہے۔ اور اسمائے اجسام مع ارواح کے ہوا کرتے ہیں نہ مجرد ارواح کے اور نہ مجرد اجسام کے اور کلمات الی اللّٰہ اور الی السّماء ہر دو سے ایک ہی مقصود ہے علی ما سنبیّن انشاء اللّٰہ (جیسا کہ ہم جلد ہی بیان کرینگے)۔

ثالثاً! یہ کہ کنایات بغیر ارادہ معنی کنائی و بغیر مطابقت باصل واقعہ کے اور مجازات بغیر تعذر حقیقت یا وجود قرینہ صارفہ کے مراد نہیں لئے جا سکتے۔ مثلاً کشف السّاق جو کنایہ شدت اور مستعدی سے ذکر کیا جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ محاورہ اپنے معانی حقیقیہ یعنی پنڈلی کو برہنہ کرنا، پر کبھی بھی دال نہیں ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پانی سے گذرنے کے وقت یا کسی اور تقریب سے اپنی ساق (پنڈلی) کو فی الواقع برہنہ کرلے تو یہ الفاظ معانی حقیقیہ پر محمول ہوں گے جیسے کہ سورہ نمل میں و کشفت عن ساقیھا کہ بلقیس نے (شیش محل میں جاتے وقت شیشے کے فرش کو پانی خیال کر کے اپنے پائینچوں کو سمیٹا اور) اپنی پنڈلی کو ننگا کیا (علی قولٍ) اور اگر حالات اس امر کے مقتضی ہیں کہ اس شخص نے اپنی پنڈلی برہنہ نہیں کی اور متکلم نے بھی اس معنی کا ارادہ نہیں کیا تو یہی الفاظ کنایہ ہوں مستعدی یا شدت سے جیسا کہ تفسیر اتقان میں ہے:

اصبر عناق انّہ شر باق

قد سنّ لی قومک ضرب الاعناق

و قامت الحرب بنا علی ساق

مع ہذا معنی حقیقی اور معنی کنائی دونوں جمع ہو سکتے ہیں بر خلاف مجاز کے کہ یہ حقیقت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ اور کنایہ اور مجاز میں یہی فرق ہے جیسا کہ مطوّل میں بالتصریح موجود ہے:

الکنایۃ لفظ ارید بہ لازم معناہ مع جواز ارادتہ معہ ای ارادۃ ذلک المعنی مع لازمہ کلفظ طویل النجاد المراد بہ لازم معناہ اعنی طول القامۃ مع جواز ان یّراد حقیقۃ طول النّجاد ایضاً فظھر انّھا تخالف المجاز من جھۃ ارادۃ المعنی الحقیقی للفظ مع ارادۃ لازمہ لارادۃ طول النجاد مع ارادۃ طول القامۃ بخلاف المجاز فانّہ لا یصح فیہ ان یّراد المعنی الحقیقی (کنایہ ایک ایسا لفظ ہے جس سے اسکے لازمی

معنی کا ارادہ کیا جائے، اور اس لازمی معنی کے ساتھ اس لفظ کے اصلی معنی کا ارادہ بھی جائز ہو۔ مثلاً لفظ طویل النجاد کہ اس سے اس کے لازمی معنی یعنی قد کی درازی مراد ہیں اور ساتھ ہی اس کے حقیقی معنی (شرافت نسب) بھی مراد لینے جائز ہیں۔ پس ظاہر ہو گیا کہ کنایہ اور مجاز میں یہی فرق ہے کہ کنایہ میں حقیقی اور لازمی ہر دو معنی جمع ہو سکتے ہیں بخلاف مجاز کہ اس کے ساتھ حقیقی معنی جمع نہیں ہو سکتے)۔

اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں را فعک الیّ کے معنی حقیقی یعنی رفع جسمی جو بالکل حق ہیں اور معنی کنائی (فرضی) یعنی رفع منزلت جو مراد نہیں ہیں، ان دونوں میں تبائن کلی و منافات نہیں ہے بلکہ دونوں معاً مجتمع و متحقق ہو سکتے ہیں کیونکہ رفع جسمی بہ نسبت عبدِ صالح مستلزم اعزاز و اکرام ہوتی ہے جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے و رفع ابویه علی العرش یعنی حضرت یوسفؑ نے اپنے والدین کو تخت پر چڑھا بٹھایا۔

خصوصاً مسئلہ ما نحن فیھا یعنی رفع مسیح الی السماء میں رفعت قدر و منزلت بھی بطریق اولی احسن پائی جاتی ہے۔ پس معنی کنائی ہم کو مضر نہیں جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ ارادہ معنی کنائی کے وقت ارادہ معنی حقیقی بالضرور ممنوع ہے اور معنی مجازی کی نسبت یہ جواب ہے کہ ارادہ مجازات بغیر حقیقت کے ممنوع ہونے کے یا بغیر قرینہ موجود ہونے کے ممنوع ہے جیسا کہ علم اصول اور بیان میں مصرح ہے۔

اسی لئے قرآن شریف میں جہاں کہیں رفع سے مراد رفع بحسب الدرجہ مراد ہے وہاں بالضرور قرائن صارفہ موجود ہیں مثلاً آیات: رفع بعضھم درجات (بقرہ:۲۵۳) اور نرفع درجات من نّشاء (انعام و یوسف) اور رفع بعضکم فوق بعضٍ درجات (انعام) اور رفعنا بعضھم فوق بعض درجات (زخرف) میں لفظ درجات بالتصریح موجود ہے پس چونکہ و را فعک الیّ میں ارادہ رفع جسم الی السماء کے لئے نہ تو تعذر حقیقت لازم آتا ہے اور نہ کوئی قرینہ موجود ہے اس لئے اس جگہ محض رفع منزلت مراد نہیں لے سکتے۔

عوام کے افہام کے لئے اس قدر کافی ہے کہ وہ آیت جو کہ حضرت یوسفؑ کے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھانے کے بارے میں ہے، یاد رکھیں کہ جس طرح اس آیت میں مفعول رفع کا مدخول علی پر حقیقۃً بالجسد مرفوع ہونا مراد ہوتا ہے اسی طرح یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ میں حضرت مسیح کا بجسدہ العنصری مرفوع الی السماء ہونا مراد ہے

اوراسی طرح آیت الیه یصعد الکلم الطّیّب و العمل الصّا لح یرفعه (فاطر) میں مفعول یصعد یعنی کلمہ طیب کا مدخول الی یعنی جنابِ باری تعالیٰ عزاسمہ میں آسمان پر مرفوع ہونا مراد ہے جیسا کہ اس کی تفصیل حدیث شریف میں وارد ہے اوراس کی کچھ شرح پہلے گذر چکی ہے۔ نیز آیت ثانیہ سورہ فاطر سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ ارتفاع الی اللّٰہاور صعود الی السّماء متساوق فی المعنی ہیں۔ کیونکہ صورت صعود کلمات طیبات کی یہ ہے کہ کراماً کاتبین اعمال عباد لکھ کر آسمان پر جنابِ باری عزاسمہ میں پیش کرتے ہیں۔

جملہ تفاسیر معتبرہ مثل تفسیر کبیر، معالم، جلالین، سواطع الالہام، جامع البیان، رحمانی (جو بیان نکات قرآنی میں بے مثل ولا ثانی ہے)، فتح البیان،، ابن کثیر، مدارک، درمنثور، بیضاوی، خازن ،السراج المنیر ،کشاف، ابی السعود اور عباسی، ان سب منقولی ومعقولی تفاسیر میں بلاخلاف رافعک الیّ سے رفع الی السّماء مرادلکھا ہے۔ چنانچہ بعض کی عبارات تحریر میں یوں ہیں:

تفسیر رحمانی میں لکھا ہے:

(و) لا ادع لک شهوة طعام و شراب فتحتاج الی مسا کنة الارض (را فعک الیّ) ای الی سمائی (و) انّما ارفعک لانّی (مطهّرک من) جوا ر (الّذین کفروا) لئلایصل الیک من آ ثارهم شیء (و) کما اجعلک فوق اهل الارض فانا (جاعل الّذین اتّبعوک) من المسلمین و النّصاری (فوق الّذین کفروا) لک من الیهود یغلونهم (الی یوم القیامه) (اور میں تجھے کھانے پینے کی خواہش ہی باقی نہ رکھوں گا کہ تجھے زمینی سکونت کے اسباب کی حاجت پڑے کیونکہ میں تجھے اپنے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں کہ تجھے کفار کی مصاحبت سے پاک رکھوں تا کہ تجھے ان کے ہاتھ سے کوئی گزند نہ پہنچے اور جس طرح تجھے زمین والوں سے اونچا کروں گا اسی طرح تیرے تابعداروں کو (جو مسلمان اور عیسائی ہیں) تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھونگا)۔

علامہ علی مہائمی نے اس عبارت جامعہ میں منکرین کے شبہ کا بھی ازالہ کر دیا ہے کہ اگر حضرت روح اللہ آسمان پر موجود ہیں تو کھاتے کہاں سے ہیں؟

اسی طرح تفسیر کشاف اور مدارک میں ہے:

(و را فعک الیّ) ای الی سمائی (و مِقرِّ ملائکتی)(تجھ کو اپنے آسمان

اور اپنے فرشتوں کی قرار گاہ میں اٹھا لینے والا ہوں)

سبحان اللہ! علامہ جار اللہ زمخشری باوجود اہل اعتزال کا امام ہونے کے اپنی اس تفسیر میں جو قرآن مجید کی عربیت بیان کرنے میں سب کی استاد تسلیم کی گئی ہے را فعک الیّ میں حقیقی معنی رفع الی السماء کو چھوڑ کر تاویل نہیں کر سکے۔ اگر ان کو عربیت اجازت دیتی تو وہ ضرور تاویل کرتے۔ اسی طرح تفسیر بیضاوی وسراج منیر اور ابی السعود میں بھی ہے۔

و مطھّرک من الّذین کفروا

و متوفّیک سے رفع جسم مراد لینے کے لئے دوسرا قرینہ الفاظ مطھّرک من الّذین کفروا ہیں۔ اس جگہ تطہیر سے مراد کفار کے ہاتھ سے صاف بچا لینا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے مشرکین کو نجس اور پلید قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا: انّما المشرکو ن نجس (توبہ: ۲۸) (مشرکین، بوجہ خباثت شرک، نجس ہیں) ابن جریر اپنی تفسیر میں حضرت ابن جریج رومی سے نقل کرتے ہیں:

عن ابن جریج قوله انّی متوفّیک و را فعک الیّ و مطھّرک من الّذین کفروا قال فرفعه ایّاه الیه توفّیهِ ایّاہ و تطھیرہ من الّذین کفروا (ج ۳ ص ۱۴۷۔۱۴۸) (کہ انہوں نے قول الٰہی انیّ متوفّیک .. الخ کے بارے میں کہا کہ خدا کا عیسیٰؑ کو اپنی طرف اٹھا لینا ہی آپ کی توفّی ہے، اور یہی کفار سے تطہیر ہے)

(اکمل صاحب اس مقام پر سخت حیران ہیں۔ کبھی تو تطہیر سے مراد تخلیص مان جاتے ہیں، گو الٹی طرف سے ناک پکڑ کر اور کبھی صاف انکار کر جاتے ہیں اور کبھی نہایت سادگی سے کہتے ہیں: مگر یہ تخلیص و انجاہ کیا آسمان پر جانے ہی سے ممکن ہے؟ کیا دوسرے ملک میں چلے جانے سے ممکن نہ تھی؟ صفحہ ۳۱۔

جواب: جناب معقولات جانے آپ کی بلا۔ سنئے! ممکنات میں سے جب ایک صورت واقع ہو جائے، تو وہ ممکن درجہ وجوب میں آ جاتا ہے پس اس کے علاوہ دوسری ممکن صورتوں کے امکان کی وجہ سے اس واجب کا انکار سفاہت ہے۔ اور اس جگہ تطہیر سے مراد تخلیص بنا بر موقع ذکر ہے اسے اصطلاح علمائے اصول میں، سوق کلام، کہتے ہیں جو آپ نہیں جانتے اور قرائن حالیہ و مقالیہ اس کے مؤید ہیں)

جملہ تفاسیر معتبرہ کیا معقولی اور کیا منقولی مثل تفسیر کبیر و معالم وجلالین و تفسیر فیضی و رحمانی و فتح البیان و جامع البیان و مدارک وسراج منیر و خازن و کشاف و ابی السعود و عباسی و بیضاوی و ابن

کثیر میں و مطھّرک من الّذین کفروا کے معنی کفار کے ہاتھ سے خلاصی اور نجات لکھے ہیں بلکہ تفسیر فتح البیان اور ابن کثیر میں اس جگہ رفع الی السّماء بھی ذکر کیا ہے۔

پس آیت انّی متوفّیک ... کے صحیح معنی یہ ہوئے کہ اے عیسی میں تجھے پورا پورا لے لوں گا اور تجھے اپنی طرف آسمان پر اٹھا لوں گا اور تجھے کفار کے شرّ سے صاف بچا لوں گا۔

(اکمل صاحب نہایت بے باکی سے لکھتے ہیں: اور پندرہ تفاسیر کا حوالہ جو دیا کہ ان میں اس آیت کے معنی کفار کے ہاتھ سے خلاصی ونجات کے لکھے ہیں، وہ برابر ہمارے اعتقاد کی تصدیق کر رہے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی کو ان کے ہاتھوں سے خلاصی ونجات دی اور کشمیر چلے آئے ص ۳۷۔

جواب: اکمل صاحب مفسرین پر یہ افتراء کیسا؟ ان میں سے جس تفسیر میں کشمیر کی تصدیق لکھی ہے بھلا کسی مجلس میں دکھائیں تو سہی۔ ہاں سماء کے معنی کشمیر کر لیں تو امر دیگر ہے)

تعجب ہے کہ قرآن کی صاف تصریحات کے برخلاف ایک مسلمان کس طرح تسلیم کر سکتا ہے کہ یہود نے آپ کو پکڑوا کر صلیب پر چڑھوا دیا اور آپکے سر پر (استھزاءً) کانٹوں کا تاج پہنایا گیا اور آپکے ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونکی گئیں اور آپ کی پسلی میں نیزہ مارا گیا نعوذ باللّٰہ

(یہ سب امور نصاری کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں جن کے اعتبار سے سرسید احمد خان اور مرزا قادیانی تصلیب مسیح کے قائل ہوئے ہیں۔ نہ تو یہ کتابیں معتبر ہیں اور نہ انکے بیانات قابل اعتبار ہیں۔

اول: اس وجہ سے کہ ان کتابوں کے مصنفین تک ان کی سند متصل نہیں اور نہ ان کی طرف ان کی نسبت کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دوم: اس وجہ سے کہ جن مصنفوں نے بھی ان کو لکھا انہوں نے واقعات مندرجہ کی کوئی سند نہیں بیان کی اور نہ سلسلہ روایت کو ذکر کیا۔

سوم: اس وجہ سے کہ ان میں یہ بھی مرقوم ہے کہ جب سپاہی حضرت مسیح کو گرفتار کرنے آئے تو آپ کے شاگرد بھاگ گئے۔ دیکھو متی ۲۶:۵۶ اور مرقس ۱۴:۵۰۔ پس جب واقعہ کے وقت کوئی بھی مومن موجود نہیں تھا تو کس کی شہادت سے اس کا اعتبار کیا جائے؟

چہارم: اس وجہ سے کہ واقعہ صلیب اور اس کے ضمیمہ جات کی نسبت انہی مصنفین اناجیل میں کئی قسم کی اختلاف بیانیاں ہیں مثلاً

ا۔ متی ۲۶:۴۸ اور مرقس ۱۴:۴۴ اور لوقا ۲۲:۴۷ میں مرقوم ہے کہ یہوداہ اسکریوطی نے آپ کی پیشانی پر بوسہ دے کر آپ کو شناخت کرایا۔ لیکن اس کے برخلاف یوحنا ۱۸:۵ میں مرقوم ہے کہ خود حضرت مسیح نے سپا

ہیوں کو اپنے آپ بتایا کہ میں مسیح ہوں اور انہوں نے آپ کو گرفتار کیا۔

۲۔اسی طرح متی ۳۲:۲۷ اور مرقس ۲۱:۱۵ اور لوقا ۲۶:۲۳ میں مسطور ہے کہ سپاہیوں نے ایک دیہاتی شخص شمعون کرینی کو، جو دیہات سے آرہا تھا، بیگاری میں پکڑا اور اسے حضرت مسیح کی صلیب اٹھوائی اور وہ اسے اٹھا کر مقام گلگتا تک، جہاں وہ صلیب دیئے گئے، لے گیا۔لیکن اس کے برخلاف انجیل یوحنا ۱۷:۱۹ میں مسطور ہے کہ صلیب خود حضرت مسیح نے اپنے کندھوں پر اٹھائی اور مقام گلگتا تک لے گئے۔

۳: اسی طرح متی ۵:۲۷ میں اس روپیہ کی بابت جو یہوداہ اسکریوطی نے حضرت مسیح کو پکڑوانے کی رشوت میں لیا، یہ لکھا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد یہوداہ وہ روپیہ مقدس میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر اپنے آپ کو پھانسی دی لیکن اس کے برخلاف کتاب، رسولوں کے اعمال ۱۸:۱ میں لکھا ہے کہ اس نے روپئے سے ایک کھیت حاصل کیا اور سر کے بل گرا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اس کی ساری انتڑیاں نکل پڑیں۔

پس ایسے صاف اختلافات کے ہوتے ان کا بیان ہرگز قابل اعتبار نہیں رہتا اور صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ خدا تعالی نے جو فرمایا و انّ الذین اختلفوا فیه لفی شکّ مّنه ما لھم من علم الّا اتّباع الظّنّ ۔ نساء ۔ بالکل حق ہے، یعنی جن لوگوں نے اس امر میں (حق سے) اختلاف کیا ،وہ بالضرور شک میں ہیں ۔ان کو سوائے گمان کی پیروی کے کوئی بھی علم نہیں)

اگر کوئی کہے کہ اس جگہ تطہیر سے مراد ان الزاموں سے بری کرنا ہے جو یہود آپ کی ولادت بلا پدر کے بارے میں لگاتے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالی نے آپ کو ان سب الزاموں سے پاک کیا اور بری بیان کیا اور یہ امر قرآن شریف میں متعدد مقامات پر اشارۃً صراحۃً مذکور ہے لیکن خاص اس مقام پر تطہیر سے مراد سوائے ان کے مکر سے بچا لینے کے اور کچھ نہیں

(اکمل صاحب لفظ مکر کی اس تشریح کو جو ہم نے سابقاً کئی صفحوں میں بیان کی ہے نظر انداز کر کے فرماتے ہیں، مکر کیا تھا؟ آپ خود ہی حسب قول اپنے بول اٹھے، قتل، بس اس سے اللہ نے نجات دے دی۔ص ۳۰۔

جواب: جناب والاً! اس جگہ مکر سے مراد قتل مع اس کے اسباب کے ہے کیونکہ قتل کے لئے کوئی نہ کوئی صورت اور اس کے اسباب ضروری ہیں اور وعدہ مطھّرک میں قتل اور اس کے اسباب سے بالکلیہ صاف صاف بچا لینا مقصود ہے۔پس نہ قتل ہوا اور نہ اسباب قتل جن کا انہوں نے منصوبہ باندھا تھا، منعقد ہو سکے ۔اسی لئے ما قتلوہ کے بعد ما صلبوہ کی تصریح ضروری ہوئی کہ صلیب پر چڑھانا قتل کا ذریعہ اور سبب تھا پس اس کی بھی نفی کر دی فا فھم و لا تکن من الغا صرین)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مطھرک کا وعدہ بوقت تبلیغ رسالت ہے، جب یہود آپ کے قتل کے در پئے تھے، جیسا کہ سابقاً فلما احسّ عیسی منھم الکفر اور مکروا و مکر اللّٰہ کی تفسیر میں مذکور ہو چکا، اوران الزامات سے برأت اس سے پیشتر تکلم فی المھد سے ہو چکی تھی اور جو امر پہلے گذر چکا ہو اس کا آئندہ وعدہ نہیں ہوسکتا کیونکہ وعدہ ہمیشہ اس امر کا کیا جاتا ہے جو حاصل نہ ہو۔ پس وعدہ مطھّرک من الّذین کفروا جو تکلم فی المھد سے کئی سال بعد ہوا، اس سے برأت ازطعن مراد نہیں ہوسکتی اور چونکہ بالکلیہ صاف بچا لینا تھا اسلئے مبالغۃً اس معنی کو لفظ تطہیر سے بیان کیا۔ چنانچہ اس کی کچھ تفصیل متوفیک کی بحث میں گذر چکی اور کچھ ابھی مذکور ہو گی۔

(اکمل صاحب نے اس موقع پر عجیب کمال دکھایا ہے کہ صلیب پر کئی ایک مصیبتیں اٹھا کر اور نیم مردہ ہو کر صرف موت سے بچ رہنے کی بابت بھی لکھتے ہیں: صاف بچ نکلے۔.

جواب: سبحان اللہ! صاف بچنے کی یہ صورت قادیان والے ہی سمجھتے ہوں ہوں گے۔ بندہ ء خدا! کیوں عقل کے پیچھے ٹوٹ کر پڑے ہو اور جس امر کو خدا تعالی نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ وما صلبوہ، خواہ مخواہ اس کے خلاف کیوں باتیں کرتے ہو)

اگر کہا جائے کہ تطہیر ازطعن، محمد رسول اللہ ﷺ کی معرفت قرآن شریف میں کی جانے کا وعدہ ہوسکتا ہے، تو اس جواب یہ ہے کہ قرآن شریف نے صرف حکایۃً مضمون بیان کیا ہے جو عیسیٰؑ نے عادۃً کلام نہ کرنے کی عمر میں بیان کیا تھا، پس اصل برأت تو اس سے ہو گی اور کوئی فعل نقل کرنے والے کی طرف اصالۃً منسوب نہیں ہوسکتا، پس یہ عذر بھی درست نہیں۔

(اکمل صاحب نے یہاں نئی توجیہہ نکالی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: وعدہ تطہیر علاوہ اس کے اس الزام کے متعلق ہے جو لعنتی موت کا یہود لگاتے تھے۔ ص ۳۱۔

جواب: جناب من! علاوہ کا علاوہ کیوں ساتھ رکھ دیا۔ اس کی تو کافی تردید ہو چکی، کچھ جواب تو بن آیا نہیں اور علاوہ یونہی لکھ مارا۔ دیگر یہ کہ ؛ لگاتے تھے ؛ کیسے دھر گھسیٹا۔ ذرا سوچو تو یہ بشارت تو آپ کو زندگی میں واقعہ صلیب سے قبل ہو رہی ہے۔ واقعہ صلیب سے پیشتر لعنتی موت کا الزام کیسے متصور ہوسکتا ہے کہ آپ نے ؛ لگاتے تھے ؛ صیغہ ماضی لکھ مارا۔

دیگر یہ کہ صلیب پر چڑھایا جانا، یا اس سے قتل کیا جانا کوئی گناہ نہیں کہ موجب الزام ہو سکے، پس اس تطہیر کی کیا ضرورت ہے؟ اگر کہا جائے کہ یہود کے خیال میں صلیب کی موت لعنتی تھی جیسا کہ کتاب استثنا میں مذکور ہے، پس اس نظر سے صلیب کی موت موجب الزام ہوسکتی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ

کتاب استثنا کے اس حوالہ سے یہ نتیجہ نکالنا قادیانی ایجاد ہے۔ وہاں کہیں بھی مذکورنہیں کہ مطلقاً صلیب پر لٹکایا ہوالعنتی ہوتا ہے۔ بلکہ خاص اسی شخص کوملعون کہا گیا ہے جوکسی جرم واجب الصلیب کی سزا میں مصلوب ہو، جیسا کہ نفس عبارت میں مذکور ہے۔ دیکھو کتاب استثنا باب ۲۱۔ آیت ۲۲ میں مکتوب ہے:

اگر کسی نے ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو...الخ)

اس جگہ رفع الی السّماء کو توفّی سے تعبیر کرنے میں ایک خاص نکتہ ہے جو تفسیر کبیر اور خازن میں مذکور ہے کہ:

ان التوفّی ا خذ الشّیء وافیاً و لمّا علم اللّه انّ من النّاس من یّخطر بباله انّ الّذی رفعه اللّه هو روحه لا جسده ذکر هذا الکلام لیدلّ علی انّه علیه الصّلوة و السّلام رفع بتمامه الی السّماء بروحه و بجسده (تفسیر کبیر ج ۲) (توفّی کے معنی ہیں کسی چیز کو بتمامہ لے لینا، اور چونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ کسی شخص کے دل میں یہ بھی گزرے گا کہ اللہ نے عیسیٰؑ کی (صرف) روح کو اٹھایا تھا اور جسم کو نہیں اٹھایا تھا اس لئے اللہ نے یہ کلام، انّی متوفّیک، فرمایا تا کہ اس امر پر دلالت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتمامہ مع جسم اور روح کے (زندہ) آسمان پر اٹھالیا)

سبحان اللہ! قرآن شریف کیسا معجز کلام ہے اور امام رازی بھی قرآن شریف کے کیسے رمز شناس ہیں کہ جو بات مرزا جی کئی صدیوں بعد کہنے والے تھے اس کی تردید پہلے ہی فرما دی۔ یہ ایک عظیم الشان پیش گوئی ہے جو پوری پوری واقع ہوئی۔

کشف مغالطہ: صحیح بخاری میں مذکور ہے:

قال ابن عباس متوفّیک ممیتک (کتاب التفسیر سورہ مائدہ) یعنی ابن عباس متوفّیک کے معنی ممیتک کرتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کو الہام بافی کے علاوہ مغالطہ دہی میں خاص کمال تھا اور کسی سیدھی بات کو بھی الٹا کر کچھ کا کچھ کر دکھانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا پس اس ممیتک سے پہاڑ سر پر اٹھالیا اور ایک طوفان برپا کر دیا کہ لو جی! حضرت ابن عباس بھی وفات مسیح کے قائل تھے اور امام بخاری کا بھی یہی مذہب تھا۔ (ازالہ اوہام)

جناب مرزا صاحب نے نہ تو صحیح بخاری کسی استاد حدیث سے پڑھی کہ اسے سمجھتے اور نہ اس کے سمجھنے کی قابلیت ہی رکھتے تھے، بلکہ جیسا کہ وہ خود اقرار کرتے ہیں علم حدیث سے مناسبت ہی

نہ رکھتے تھے (حمامۃ البشریٰ و تبلیغ مصنفہ مرزا صاحب) پھر علم حدیث میں ان کے قول کا کیا اعتبار؟

کسی روایت کی تشریح کے لئے ضروری ہے کہ اس کی صحت معلوم کرنے کے بعد اول تو اس کے جملہ طرق جمع کئے جائیں، پھر اس مضمون کی جملہ روایات کو سامنے رکھ کر علوم آلیہ کی مدد سے اسے حل کیا جائے۔ مرزا جی کی علمی بضاعت جاننے والے اصحاب جانتے ہیں کہ مرزا جی کی نظر علم روایت میں بہت ناقص تھی اور فہم قاصر۔ پھر خود غرضی کا بھوت سر پر سوار۔ مزید برآں کذب و افتراء اور مغالطہ سے بے خوفی۔ پھر وہ ایک مضمون کی جملہ روایات اور ایک روایت کے جملہ طرق کو کس طرح اور کیوں جمع کریں، بالخصوص جب اس طرح کی تحقیقات کا نتیجہ اپنے ادعاء اور مدعا کے خلاف ہو۔ وہ تو صرف لا تقربوا الصّلوۃ جانتے تھے اور انتم سکاری سے ان کو کچھ واسطہ نہ تھا۔ چنانچہ ہم خدا کے فضل سے انکے ہر دو مغالطات کو دور کر کے حقیقت الامر کو منکشف کرتے ہیں۔

پہلا مغالطہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ وفات مسیح کے قائل تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سراسر افتراء ہے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کے قائل ہرگز نہ تھے۔ صحابہ میں حضرت عیسیٰؑ کی رفع آسمانی کی بیشتر روایات حضرت ابن عباسؓ اور ان کے شاگردوں ہی سے مروی ہیں چنانچہ تفاسیر مبسوط ان سے بھری پڑی ہیں۔ آپ نے جو متوفّیک سے مراد ممیتک بتائی ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ مر چکے ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آئندہ زمانہ میں کسی وقت فوت کرے گا کیونکہ متوفی اسم فاعل کی وضع میں زمان مستقبل ہوتا ہے کیونکہ اس کا اشتقاق فعل مضارع سے ہوتا ہے۔ چنانچہ صراح میں ہے اسم الفاعل و ھو اسم مشتق من المضارع۔ اور اس امر کا لحاظ قرآن میں بھی کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا ولا تقولنّ لشیءٍ انّی فاعل ذلک غداً الّا ان یّشاء اللّٰہ (کہف: ۲۳۔۲۴)۔ اس آیت میں فاعل سے جو اسم فاعل کا صیغہ ہے، لفظ غداً منضم کیا ہے جس کے معنی کل آئندہ کے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ ممیتک سے مقصد یہ ہے کہ میں تجھے آئندہ زمانہ میں ماروں گا۔ پس ابن عباسؓ اس آیت کے اجزاء میں تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں جیسے کی مفسرین کی ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے کہ اگر اس جگہ توفّی سے مراد موت بھی لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ توفّی بالموت کا تحقق و وقوع بعد آسمان سے نازل ہونے کے ہوگا (جیسا کہ ابن عباسؓ کی روایت سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان (مذکورہ) واقعات کے بعد میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے اترے گا۔ مختصر کنز العمال) اگرچہ آیت میں مقدم ہے اور رفع الی السماء کا

تحقق و وقوع قبل موت کے ہو چکا اگر چہ ذکر میں موخر ہے، کیونکہ ترتیب ذکری اور ترتیب وقوعی میں مطابقت ضروری نہیں اس لئے کہ واؤ عاطفہ ترتیب کیلئے نہیں ہوتی بلکہ صرف جمع کیلئے آتی ہے (کافیہ میں ہے: وللواؤ للجمع المطلق لا ترتیب فیھا)۔ چنانچہ امام رازی اس آیت میں تقدیم و تاخیر کی بحث میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس میں تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں ان کا قول یہ ہے کہ

قالوا ان قوله و رافعک الیّ یقتضی انّه رفعه حیاً والواؤ لا یقتضی التّرتیب فلم یبق الّا ان یّقول فیھا تقدیم و تاخیر و المعنی انّی رافعک الیّ و مطھّرک من الّذین کفروا ومتوفّیک بعد انزالی ایّاک فی الدّنیا ومثله من التّقدیم و التّاخیر کثیر فی القرآن (تفسیر کبیر ج ۲)

(قول الٰہی و رافعک الیّ تقاضا کرتا ہے کہ اللہ نے آپ کو زندہ اٹھالیا اور واؤ (عاطفہ) ترتیب کی مقتضی نہیں پس سوائے اس کے اور کچھ نہ رہا کہ کہا جائے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور معنی یہ ہیں کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں اور کفار سے بالکل پاک صاف رکھنے والا ہوں اور تجھے دنیا میں نازل کرنے کے بعد فوت کرنے والا ہوں۔ اور اس قسم کی تقدیم و تاخیر قرآن شریف میں بکثرت ہے)

اور اس سے پیشتر فرماتے ہیں؛

(الوجه الرّابع) فی تاویل الآیة انّ الواؤ فی قوله متوفّیک و رافعک الیّ لا تفید التّرتیب فالآیة تدلّ علی انه تعالی یفعل به هذه الافعال فاما کیف یفعل و متی فالامر فیه موقوف علی الدّلیل و قد ثبت الدّلیل انّه حیّ و ورد الخبر عن النّبیّ ﷺ انّه سینزل و یقتل الدّجّال ثمّ انّه تعالی یتوفّاه بعد ذلک (تفسیر کبیر جلد ۲۔ سورہ آل عمران)

(چوتھی وجہ یہ ہے کہ واؤ عاطفہ جو متوفّیک و رافعک الیّ میں ہے وہ مفید ترتیب نہیں۔ پس یہ آیت صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ سب معاملے کرے گا۔ لیکن کس طرح کرے گا، اور کب کرے گا، پس یہ سب کچھ کسی اور دلیل پر موقوف ہے۔ اور اس کی دلیل ثابت ہو چکی ہے کہ آپ زندہ ہیں اور نبی ﷺ سے حدیث وارد ہے کہ آپؑ ضرور اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے پھر اللہ تعالیٰ آپ کو اسکے بعد فوت کرے گا)

امام رازی کے حوالہ میں جو یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید میں تقدیم و تاخیر کی مثالیں بکثرت

ہیں بالکل درست ہے۔ مثلاً اسی مقام سے تھوڑا پیشتر سلسلہ ذکر مریم میں آیت یا مریم اقنتی لربّک و اسجدی و ارکعی مع الرّاکعین (آل عمران:۴۲) میں سجدہ کو رکوع سے پہلے ذکر کیا حالانکہ ترتیب خارجی و عملی میں متاخر ہوتا ہے۔ اس کی دیگر مثالوں کے لئے اتقان فی علوم القرآن کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ اس میں مستقل طور پر ایک خاص فصل اس امر کیلئے مقرر کی گئی ہے۔

(ہر چند کہ تقدیم و تاخیر کی مثالیں قرآن میں بکثرت ہیں لیکن اکمل قادیانی کبھی تو اسے غیر معقول کہہ دیتے ہیں اور کبھی الٹی طرف سے ناک پکڑ کر تسلیم کر لیتے ہیں، مگر شاباش ان کی ہمت پر کہ اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے۔ سوان کے لئے حضرت سعدی کا یہ شعر مناسب ہے

آنکس کہ بقرآن وخبر زندہی   آنست جوابش کہ جوابش ندہی)

اب معتبر کتابوں سے حضرت ابن عباسؓ کا مذہب در بارہ رفع اور توفّی حضرت مسیح بیان کیا جاتا ہے؛

امام سیوطی، تفسیر الدرالمنثور میں فرماتے ہیں:

عن الضّحاک عن ابن عباس فی قولہ انّی متوفّیک و رافعک الیّ، یعنی رافعک ثمّ متوفّیک فی آخرالزّمان (حضرت ضحاک تابعی حضرت ابن عباسؓ سے قول الٰہی انّی متوفّیک و رافعک الیّ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مراد اس جگہ یہ ہے کہ تجھے اٹھالوں گا پھر آخری زمانہ میں فوت کروں گا)

(باوجود اس کے کہ ابن عباسؓ تصریح کرتے ہیں اور ہم سب کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عیسی آخری زمانہ میں فوت ہوں گے پھر بھی اکمل صاحب کہتے ہیں: جب قیامت کے بعد تک موت نہ ہوئی تو اچھے خاصے خدا بن گئے۔ ص ۳۴۔

جواب: جناب والا! پھر روح بھی خدا ہوئی کیونکہ اسے بھی فنا نہیں۔ غالبًا اسی لئے مولوی سید سرور شاہ احمدی قادیانی نے مباحثہ سیالکوٹ میں پادری عبدالحق مسیحی مناظر کے جواب میں کہا تھا کہ خدا روح ہے۔ معاذ اللہ۔ ان لوگوں کو نہ علم ہے نہ عقل)

اسی طرح ابی السعود میں ہے:

و الصّحیح انّ اللّٰہ تعالی رفعہ من غیر وفات ولا نوم کما قال الحسن و ابن زید وھو اختیار الطبری وھو الصّحیح عن ابن عباس (کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو بغیر موت اور نیند کے اٹھالیا جیسے کہ حضرت حسن بصری

اور ابن زید تابعین نے کہا اور یہی امام ابن جریر طبری نے اختیار کیا ہے اور یہی حضرت ابن عباسؓ سے صحیح ،طور پر ثابت، ہے)

اسی طرح تفسیر ابن کثیر اور تفسیر فتح البیان میں بذیل و انّه لعلم للسّاعة (زخرف :۶۱)(یعنی تحقیق وہ (عیسیٰؑ) قیامت کا ایک نشان ہے)۔حضرت ابن عباس کا مذہب دوبارہ نزول عیسیٰؑ مذکور ہے کہ وہ اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کو قرب قیامت کی ایک نشانی جانتے تھے

(اکمل قادیانی اس مقام پر اعتراض کرتے ہیں: اگر نزول ثانی کے اعتقاد کا ذکر ہے،تو آپ نے اسے مفصل کیوں نہ لکھا۔ص ۳۴۔

جواب: جناب مفصل اس لئے نہ لکھا کہ اس کتاب کا موضوع نزول مسیح نہیں۔ فافہم)

اسی طرح محدث ابن جریر نے و ان مّن اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته (نساء : ۱۵۹) کی تفسیر میں عن سعید بن جبیرعن ابن عباس وان مّن اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته ، قال قبل موت عیسی (ابن جریر۔ج ۵ص۱۲) (ابن عباسؓ کے شاگرد سعید بن جبیر تابعی کی روایت سے) ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا کہ قبل موته سے مراد قبل موت عیسی ہے۔

نیز فتح الباری ،ارشاد الساری اور عمدۃ القاری ہر سہ شروح صحیح بخاری میں آیت وان مّن اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته میں قبل موته کی ضمیر کے بارے میں لکھا ہے کہ بسند صحیح ابن عباسؓ سے یہی ثابت ہے کہ یہ ضمیر عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے اور ان سے جو یہ مروی ہے کہ یہ ضمیر کتابی کی طرف پھرتی ہے اسے ضعیف لکھا ہے کیونکہ اس کی اسناد میں ایک راوی خصیف ہے جو ضعیف ہے۔(فتح الباری)

پس تصریحات بالا سے ثابت ہوگیا کہ حضرت ابن عباسؓ کا اعتقاد یہی تھا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

(ابن عباسؓ کا مذہب ہم نے بدلائل ثابت کردیا کہ وہ نزو ل من السماء اور بعدِ نزول کے وفاتِ مسیح کو مانتے ہیں۔اس پر اکمل صاحب سے کچھ بن نہ پڑا،تو فرماتے ہیں: ان کا اپنا مذہب خواہ کیا ہوایک اہل زبان اور پھر صحابی کی شہادت تو مل گئی کہ توفّی کے وضعی معنی موت کے ہیں۔ ص۳۳۔

جواب: اس وقت زیر نزاع یہی امر ہے کہ ابن عباسؓ کا مذہب در بارہ وفات ونزول مسیح کیا ہے؟ پس جب ثابت ہوگیا کہ وہ رفع ونزول ہردو کے قائل ہیں، اور وفات بعدالنزول مانتے ہیں جو اہل سنت کا مذہب

ہے، تو آپ کے مرزا صاحب کا مغالطہ کہ حضرت ابن عباسؓ وفات قبل النزول کے قائل ہیں، طشت از بام ہوگیا اور یہ جو آپ نے لکھا کہ توفّی کے وضعی معنی موت ثابت ہو گئے یہ آپ کی علمی بے کمالی ہے اس سے بعض اوقات موت مراد ہونا تو محل کلام نہیں، محل تحقیقات تو یہ ہے کہ اس سے مراد موت از روئے حقیقت ہے یا از روئے مجاز۔ سو ابن عباس والی روایت میں اس امر کا کوئی فیصلہ نہیں۔ پھر ثابت کس طرح ہوگیا؟)

اور آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے اور اس کے بعد فوت ہوں گے چنانچہ ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: فعند ذلک ینزل اخی عیسی بن مریم من السّماء (مختصر کنز العمال) (پس ان، مذکورہ، واقعات کے وقت میرا بھائی عیسی بن مریم آسمان سے اترے گا)

(اکمل صاحب اس نزول کی بابت فرماتے ہیں: نزول سے مراد کسی چیز کا بروزی طور سے آنا ہے یعنی اس کی روح وقوت میں۔ ص ۳۴۔

جواب: جناب والا پھر تناسخ کیا ہوا؟)

باقی رہا دوسرا مغالطہ کہ امام بخاری بھی وفات مسیح کے قائل تھے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پہلے سے بھی بڑا دلیرانہ افتراء ہے۔ امام بخاری آئمہ محدثین سے ہیں وہ خلاف قرآن و حدیث و اجماع صحابہ کوئی اعتقاد کیسے رکھ سکتے ہیں؟ یہ مرزا کا افتراء ہے اور عوام کو دھوکہ ہے۔

اول اس وجہ سے کہ ابن عباسؓ کی روایت کے معنی معلوم ہو چکے کہ محدثین کے نزدیک کیا ہیں، پس امام بخاری کا قول بھی بوجہ امام و حافظ حدیث ہونے کے وہی ہے، نظر بر روایات دیگر

دوم: اس وجہ سے کہ نقل قول صحابی مستلزم اعتقادِ ناقل نہیں۔

سوم: یہ کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں نزول عیسیٰؑ کا مستقل باب باندھا ہے اور اس کے ذیل میں صحیح حدیث نزول کی ذکر کی ہے اور اسی حدیث کو سب محدثین نے نزول عیسیٰؑ کے لئے اصل دستاویز بنایا اور دیگر سب روایات کو اس کے تابع رکھا۔

چہارم: یہ کہ امام بخاری نے اسی موقع پر آیت و اذ قال اللّٰہ یا عیسی أأنت قلت .. الخ۔ کی تفسیر میں کہا کہ اذ صلہ ہے اور قال بمعنی یقول یعنی بمعنی مستقبل ہے اور اس صورت میں معاملہ قیامت پر جا پڑتا ہے (مزید تفصیل شہادت القرآن حصہ دوم میں ہوگی) اور امام بخاری اہل سنت کے ساتھ رہتے ہیں، پس امام بخاری وفات قبل النزول کے قائل ہرگز نہیں ہو سکتے۔ لہذا مرزا صاحب کا دعوی بالکل بے بنیاد ہے۔ و اللّٰہ الموفق

تذییل وتتمہ

اب ذیل کی سطور میں بطور تتمہ کے ان کتابوں کا نام لکھا جاتا ہے جن میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ واؤ عاطفہ ترتیب کے لئے نہیں بلکہ مطلق جمع کے لئے آتی ہے۔ یہ اس لئے کہ اگر بالفرض توفّی سے موت مراد بھی لی جائے تو بھی رفع ونزول سے پیشتر عیسیٰؑ کی موت کا واقع ہونا ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ واقعات کی صورت یوں ہوگی کہ پہلے رفع آسمانی ہوئی، پھر قرب قیامت میں نزول ہوگا، پھر اس کے چندسال بعد وفات ہوگی۔ جیسا کہ ابن عباسؓ، ضحاک اور آئمہ مفسرین کا مذہب ہے کیونکہ آیت بل رفعه اللّٰه اليه رفع آسمانی میں نص قطعی ہے۔

(اکمل صاحب انّى متوفيک ...کی ترتیب کی حکمت میں فرماتے ہیں: پھر حضرت عیسیٰ کو چونکہ یہ خیال تھا کہ مشابہ بالمصلوب کی حالت پیش آنے کا فائدہ اٹھا کر یہود میری لعنتی موت کی خبر اڑادیں گے تو اس کے جواب میں فرمایا کہ میں تجھے کفار کے الزام سے پاک رکھوں گا۔ص ۳۱۔

جواب: جناب والا! صلیب سے قبل حضرت عیسیٰؑ کو کیا معلوم تھا کہ مجھے نیم جان اتارا جائے گا اور یہ پروپیگنڈہ بنایا جائے گا)

اور مجموع احادیث نزول جن میں حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول اور انکے بعض کام اور حج وعمرہ اور مدت اقامت اور وفات اور مدفن کا ذکر ہے اسی ترتیب کو چاہتی ہیں۔ چنانچہ محدث ابن جریر طبری توفّی کی مختلف صورتیں نقل کرنے کے بعد بطور فیصلہ لکھتے ہیں:

قال ابو جعفر واولى هذه الاقوال بالصّحة عندنا قول من قال معنى ذلک انّى قابضک من الارض و رافعک الىّ لتوا تر الاخبار عن رسول اللّٰه ﷺ انّه قال ينزل عيسى بن مريم فيقتل الدّجال ثمّ يمكث فى الارض مدّة ذكرها اختلف الرّوايا ت فى مبلغها ثمّ يموت فيصلّى عليه المسلمون (جلد۳ص۱۸۴) (ابوجعفر، محدث ابن جریر، کہتا ہے کہ ان سب اقوال میں سے ہمارے نزدیک اولی بصحت ان کا قول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں تجھے زمین سے لے لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ سے متواتر حدیثیں مروی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عیسیٰؑ بن مریم اتریں گے

اور دجال کوقتل کریں گے پھر زمین میں اتنی مدت رہیں گے جو آپ نے ذکر کی، اور اس کی تحدید میں مختلف روایتیں ہیں، پھر مریں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے اور ان کو دفن کرینگے

اس کے بعد امام ممدوح نے بعض احادیث نزول ذکر کی ہیں جن کی بنا پر انہوں نے فیصلہ بالا دیا ہے۔ اب ہر فن کی کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں جن میں لکھا ہے کہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہوتی۔

علم نحو: کافیہ، شرح جامی، رضی شرح کافیہ، زینی زادہ، ترتیب سعیدی، تکملہ عبدالحکیم سیالکوٹی، الفیہ ابن مالک، حاشیہ الفیہ، شرح الفیہ لابن عقیل، مفصل للزمخشری۔ الفیہ للسیوطی

علم اصول: حصول المامول، ارشاد الفحول، اصول شاشی، حواشی، حسامی، نورالانوار، اصول بزدوی، آیات بینات، شرح جمع الجوامع، منہاج للبیضاوی، شرح الاسنوی، مسلّم الثبوت، فواتح الرحموت، توضیح تلویح حاشیہ للفزی، تحریر لابن الہمام۔ تقریر لابن امیر الحاج۔

علم بلاغت: مختصر المعانی۔ مواہب المفتاح، عروس الافراح، نہایۃ، الایجاز (رازی)

علم ادب: شرح سبعہ معلقہ قصیدہ لبید بن ربیعہ میں مولوی فیض الحسن سہارن پوری، جو ہندیوں میں زبان عربی کے ماہر ادیب مانے گئے ہیں، اس کی تصریح میں فرماتے ہیں:

اغلی السّباء بکلّ ادکن غاتق　　او جونۃٍ قدِحت و فضّ ختامھا

اس شعر میں شراب کا نکالنا پہلے مذکور ہوا اور ڈاٹ کا کھولنا پیچھے، حالانکہ ترتیب واقعی و عملی میں معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ یعنی بوتل کا ڈاٹ پہلے کھولا جاتا ہے اور شراب یا جو کچھ بوتل کے اندر ہو، پیچھے نکالا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں سورہ نحل میں فرمایا:

و اللّٰہ اخرجکم من بطون امّھاتکم لا تعلمون شیئاً وجعل لکم السّمع والابصار والافئدۃ لعلّکم تشکرون (نحل: ۲۸) (اور خدا نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں خارج کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر کرو)

اس آیت میں ماں کے پیٹ سے نکالنا پہلے ذکر کیا گیا اور دل اور آنکھ اور کان کا بنانا پیچھے۔ لیکن ترتیب واقعی میں معاملہ اس کے برعکس ہے، یعنی وہ اعضا پہلے بنتے ہیں اور بہت مدت بعد بچہ پیٹ سے خارج ہوتا ہے۔

۲۔سورہ بقرہ میں ہے:

و ادخلوا الباب سجّداً و قولوا حطّة ۔ یعنی خدا نے یہود کو حکم دیا کہ دروازہ شہر میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور (زبان سے) کہنا بخشش (بقرہ: ۵۸)

اسی مضمون کو سورہ اعراف میں یوں بیان کیا:

و قولوا حطّة و ادخلوا الباب سجّداً (اعراف:۱۶۱)

اس جگہ اوپر کے مقام کی ترتیب کے خلاف کلمہ حطّه کا کہنا پہلے ذکر کیا اور شہر کے دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کا ذکر پیچھے کیا، حالانکہ واقعہ ایک ہی ہے۔ چنانچہ شرح رضی میں اسی آیت کی بنا پر کہا ہے کہ:

و لو کانت للتّرتیب لناقض قوله تعالی و ادخلوا الباب سجّداً و قولوا حطّة ، قوله فی موضع اخری وقولوا حطّة وادخلوا الباب سجّداً اذا القصّة واحدة (رضی شرح کافیہ ص۵۰۳) (اگر واؤ ترتیب کے لئے ہو تو اللہ کا قول و ادخلو الباب سجداً ..الخ، اس قول کو جو دوسری جگہ بالفاظ و قولوا حطّة ...الخ وارد ہے، توڑ دیوے کیونکہ ہر (دو آیات میں) قصہ ایک ہی ہے)

۳۔سورہ مومنون میں فرمایا:

نموت و نحیا وما نحن بمبعوثین (مومنون: ۳۷) (یعنی ہم مرتے ہیں اور زندہ رہتے ہیں اور (اس کے بعد) ہم (دوسری دفعہ) زندہ نہیں کئے جائیں گے)

یہاں مرنے کو پہلے ذکر کیا اور زندہ رہنے کو پیچھے، حالانکہ ترتیب خارجی میں پہلے جینا ہوتا ہے، پیچھے مرنا۔ علامہ رضی اس آیت کو بھی واؤ عاطفہ کے ترتیب کیلئے نہ ہونے پر شاہد لائے ہیں قرآن میں اس کی مثالیں اس قدر ہیں کہ انکے نقل کرنے سے خوف طوالت ہے۔ غرض جمہور آئمہ نحو واصول نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ واؤ عاطفہ ترتیب کیلئے نہیں ہوتی اور نیز یہ کہ ترتیب ذکری اور ترتیب خارجی یا وقوعی و عملی میں مطابقت ضروری نہیں۔ پس جب اس قدر شواہد واسناد سے یہ مسئلہ پایہ یقین کو پہنچ گیا تو حضرت ابن عباسؓ کا مذہب کہ آیت انّی متوفّیک و رافعک میں تقدیم وتاخیر ہے، خلاف محاورہ زبان عرب نہ ہوا۔

☆ **دوسری آیت** جس سے حضرت عیسیٰ کی حیات اور رفع آسمانی قطعی طور پر ثابت ہے آیت سورہ نساء ہے:

و قولھم انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ وما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبّہ لھم و انّ الّذین اختلفوا فیہ لفی شکٍ مّنہ ما لھم بہ من علم الّا اتّباع الظّنّ و ما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ و کان اللّٰہ عزیزاً حکیماً (نساء: ۱۵۷) (اور ہم نے ان کو اس قول کے بدلے (بھی ملعون کیا) کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم رسول خدا کو قتل کر دیا، حالانکہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ اس کو صلیب پر چڑھایا۔ لیکن (انہوں نے) اس شخص کو قتل کیا اور صلیب دیا، جو ان کے لئے مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔ اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا البتہ وہ اس سے شک میں پڑے ہیں۔ ان کو اس کا کوئی بھی علم نہیں سوائے ظن کی پیروی کے اور انہوں نے اس کو ہرگز ہرگز قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اس کو اوپر اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے)

و قولھم انا قتلنا المسیح کی تفسیر، اور و ما قتلوہ و ما صلبوہ کی تشریح اور و لکن شبّہ لھم کی توضیح و تنقیح بیان ہو چکی ہے اور حوالہ جارج سیل منقول ہو چکا، اس سے ظاہر ہو چکا کہ حضرت روح اللہ کے واقعہ صلیبی کی نسبت فرق نصاری ہی مختلف الآراء ہیں۔ لہذا ان الّذین اختلفوا فیہ سے یہی نصاری مراد ہیں دون الیھود، کیونکہ یہود تو اپنے زعم میں قتل حضرت روح اللہ پر جزم رکھتے ہیں۔ کما ھو واضح من قولہ انّا قتلنا المسیح ... میں گزر چکا کہ و ما قتلوہ یقیناً سے یہود کے اس جزم کا ابطال اور اس کی تردید منظور ہے۔ فلا تکرار حینئذٍ (پس اس صورت میں اس میں تکرار نہیں)

اب بل رفعہ اللّٰہ الیہ کی صحیح مراد بیان کی جاتی ہے کہ یہ آیت در بارہ حیات و رفع مسیح الی السماء نص قطعی بعبارۃ النص ہے۔ سو واضح ہو کہ مرزا قادیانی کا یہ قول ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے تو گئے مگر زندہ اتارے گئے اور پھر خفیہ طور پر علاج کراتے رہے اور بعد ازاں بھاگ کر کشمیر میں آ گئے جہاں ۸۷ سال زندہ رہ کر فوت ہو گئے۔ اور مرزا صاحب بل رفعہ اللّٰہ الیہ سے کبھی رفع روح بتاتے ہیں اور کبھی عزت کی موت مراد رکھتے ہیں۔

مرزا صاحب کی صلیب تو فصل اول سے بالکل منکسر ہوگئی اور معنی کنائی کی تردید رافعک الیّ میں بالاستیفاء ہوچکی۔ اور ہجرت الی کشمیر کی تردید ابھی آگے مذکور ہوگی۔ انشاء اللہ

چونکہ مرزا صاحب قادیانی رفعه اللّٰه الیه سے رفع روح مراد لیتے ہیں اور اہل سنت والجماعت سلفاً وخلفاً مطابق مراد الٰہی رفع جسم پر یقین رکھتے ہیں اس لئے بہر دو صورت رفع کے معنی تو حقیقی ہی لئے گئے اور نیز چونکہ مرزا صاحب بھی رفع روح الی اللہ کی صورت رفع الی السماء ہی بتاتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں اس آیت کے ذیل میں بالتصریح لکھا ہے اور اہل سنت بھی رفع الی اللہ اور رفع الی السماء کو متساوق فی المعنی جانتے ہیں جیسا کہ رافعک الیّ میں محقق ہو چکا ہے، اس لئے الیه سے الی السّماء مراد ہونا بھی مسلّم فریقین ہوگیا۔ پس تنازع صرف جسم وروح کے مرفوع ہونے میں رہا اور بس۔ لہذا رفع روح کا ابطال اور رفع جسم کا اثبات مدلل طور پر کیا جاتا ہے و اللّٰه الموفّق و هو نعم المعین۔

(اکمل صاحب رفع الی اللّٰه اور رفع الی السّماء کے تساوق کو نہ سمجھ کر فرماتے ہیں: ایسا کہنا خداوند کریم کو مکانی بنانا ہے جو کفر ہے۔ ص ۳۶۔

جواب: جناب عالی! پھر أأمنتم من فی السّماء وغیرہ آیات میں کیا فرمائیں گے۔ کیا قرآن بھی کفر سکھاتا ہے۔ سنئے خداوند کریم کے لئے جہت فوق کی طرف ماننا تقاضائے فطرت ہے لیکن اسے کسی جہت میں ماننا اور ہے، اور یہی کفر ہے۔

پھر اکمل صاحب فرماتے ہیں: رفع روح الی اللہ کو رفع الی السّماء بنانے سے یہ مطلب ہے کہ روح کی رفع الی اللہ ہو تو وہ عند اللہ عند الملائکۃ فی السماء چلا جاتا ہے نہ یہ کہ رفع الی اللّٰه اور ما الی السّماء کے معنی ایک ہیں۔ ص ۳۶۔

جواب: جناب والا! بات تو پھر بھی وہی رہی کہ روح خدا کے پاس آسمان پر چلی گئی۔ بس یہی تو مقصود تھا کہ مرزا صاحب بھی روح آسمان پر جانا مانتے ہیں حالانکہ آسمان کا لفظ موجود نہیں۔ آپ نے بھی اسے بحال رکھا، ہاں کمال یہ کیا کہ تسلیم کر کے سرکھسک گئے، مان کر بگڑ جانا اسے ہی کہتے ہیں)۔

وجہ اول برائے ابطال رفع روحانی واثبات رفع جسمی

چونکہ یہودیوں کا قول انّا قتلنا المسیح ہے اور ظاہر ہے کہ قتل وصلب کے قابل جسم ہے نہ کہ روح، اس لئے مزعوم یہود قتل جسد ہوا نہ کہ قتل روح۔ بنا برآں وما صلبوه اور ما

قتلوہ یقیناً میں بھی نفی قتل وصلب جسم ہی سے کی گئی ہے۔ پس چونکہ جملہ ضمائر منصوب و متصل جو افعال منفیہ و فعل مثبت کے ساتھ ہیں یعنی جو وما قتلوہ وما صلبوہ اور وما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں واقع ہیں، ان سب کا مرجع المسیح ہے۔ اس لئے لا محالہ جسد مسیح مرفوع ماننا پڑے گا، بنا بر اتحاد مرجع، اور پھر چونکہ رفعہ اللّٰہ الیہ میں رفع کو بصیغہ ماضی تعبیر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ زمانہ کی ماضویت واستقبال اضافی امور سے ہے ذاتی نہیں، یعنی ایک ہی زمانہ بہ نسبت ایک کے ماضی ہوسکتا ہے اور بہ نسبت دوسرے کے استقبال۔ اس لئے رفع کی ماضویت بھی کسی کی نسبت سے ہوگی اور وہ ماقبل بل ہے، یعنی واقعہ صلیبی، جس طرح کہ آیات ذیل سے ظاہر ہے:

۱۔ ام یقولون بہ جنّۃ بل جاء ھم بالحقّ (مومنون: ۷۰) (کیا یہ کفار کہتے ہیں کہ اسے (پیغمبر ﷺ) کو جنون ہے۔ نہیں بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے)

۲۔ و یقولون أئنا لتارکوا آ لھتنا لشاعرٍ مّجنون بل جاء بالحق (صافات: ۳۶) (اور یہ (دوزخی) کہتے تھے کہ کیا ہم اس شاعر مجنون کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں (ہمارا پیغمبر شاعر و مجنون نہیں) بلکہ وہ تو حق لے کر آیا)

واقعہ میں مجیء بالحق کا تحقق پہلے ہوا، بعد ازاں ان کفار بدکردار نے آپ ﷺ کی نسبت زعم جنون کیا۔ اور

۳۔ و قالوا اتّخذ الرّحمن و لداً سبحانہ بل عباد مّکرمون (انبیاء) (اور یہ کہتے ہیں کہ خدا نے اولاد بنائی، وہ پاک ہے، بلکہ (وہ تو) اسکے معزز بندے ہیں)

واقعہ میں تکریم بعض عباد اللہ کا تحقق پہلے ہوا۔ پیچھے مشرکین نے انکی نسبت زعم الوہیت کیا۔ اسی طرح بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں بھی یہی ملحوظ ہے کہ ماقبل بل یعنی واقعہ صلیبی پر بزعم یہود بہ نسبت مسیح پیچھے ہوا اور اس سے پیشتر اللہ نے آپ کے جسد مبارک کو مرفوع الی السماء کر لیا تھا اور چونکہ واقعہ صلیبی کے پیشتر حیات مسیح عند الخصم بھی مسلّم ہے اسلئے اللہ نے جسد مسیح کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا اور یہود کے ہاتھ میں ہرگز نہ آنے دیا اور یہی امتنان باری و اذ کففت بنی اسرائیل عنک میں مذکور ہے اور یہی تھا وعدہ الٰہی انّی مطھّرک من الّذین کفروا (میں تجھ کو کفار سے بالکل پاک رکھوں گا)

(اکمل صاحب بات تسلیم کر کے بھی سرکھسکا جاتے ہیں چنانچہ صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں:

رفع کی ماضویت آپ نے پوچھی وہ واقعہ صلیبی کی نسبت ہی سہی تو معنی یہ ہوئے کہ واقعہ صلیبی

سے پہلے ہی مسیح مرفوع الشان عنداللہ تھے۔

جواب: اکمل صاحب نے کمال دکھلانا چاہا تھا لیکن بات نہ بن سکی کیونکہ مرزا صاحب کا ساختہ پرداختہ سب برباد ہو گیا، یعنی رفع الی اللّٰہ سے مراد عزت کی موت ہے)

نیز اس لئے کہ چونکہ وما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں ہر دو منصوب متصل ضمیریں المسیح کی طرف راجع ہیں اور المسیح معتبر ہے جسد مع روح سے، اس لئے صرف اسی ضمیر سے رفع جسد مع روح ثابت ہوسکتا ہے کیونکہ ارواح مجردہ بغیر تعلق بالبدن کے قابل تسمیہ نہیں ہوتے اور نہ جسم بے روح حامل اسم ہوتا ہے۔

شق اول: (یعنی مجرد ارواح کا نام نہ رکھا جانا) آیت و اذ اخذ ربّک من بنی آدم من ظھورھم ذرّیّتھم (اعراف) (علی قول) اور باب صحیح بخاری الارواح جنود مّجنّدۃ سے ثابت ہے جس سے معلوم ہوا کہ خلق ارواح کا تحقق خلق اجسام سے متقدم ہے اور اس حالت میں ان کے نام نہیں ہوتے۔

شق ثانی یعنی مجرد جسم کا نام نہ رکھا جانا، مسئلہ فقہیہ عدم تسمیہ صبی درصورت غیر مستہل ہونے سے ظاہر ہے۔

پس واضح ہوگیا کہ اللہ تعالی نے المسیح یعنی جسم مع روح کو جس کا نام المسیح عیسی ابن مریم تھا، آسمان کی طرف اٹھالیا اور یہ امر بشارتِ مریم سے بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے علی لسان الملائکہ فرمایا تھا یا مریم انّ اللّٰہ یبشّرک بکلمۃٍ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم (آل عمران: ۴۴)۔ اس سے واضح ہوگیا کہ مسمی بالمسیح عیسی بن مریم ہونا بعد تحقق اثر کلمہ کن کے ہے اور وہ کیا ہے؟ ولادت مسیح فثبت المراد فالحمد للہ۔ اور ایسا ہی انا نبشّرک بغلام اسمہ یحی (مریم:۷) سے ظاہر ہے فافھم و تدبر و تامّل و لا تعجل

وجہ ثانی برائے ابطال مزعوم قادیانی

آیت بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں قتل وصلب کی نفی کے بعد اثبات رفع بواسطہ حرف بل کیا گیا ہے اور ماہرین علم اصول ونحو پر روشن ہے کہ بل ابطالیہ کے اطراف متضاد فی الحکم ہوتے ہیں اور باہم متحقق نہیں ہوسکتے کیونکہ اجتماع ضدین عقلاً محال ہے جیسا کہ آیات ذیل سے واضح ہے:

۱۔ و قالوا اتّخذ اللّٰہ ولداً سبحانہ بل لہ ما فی السّماوات و الارض

(بقرہ: ۱۱۶) (اور یہ مشرک کہتے ہیں کہ خدا نے فرزند اختیار کیا۔ وہ پاک ہے۔ بلکہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملک ہے)

۲۔ و قالوا اتّخذ الرّحمن ولداً بل عباد مّکرمو ن (انبیاء: ۲۶) (اور یہ کہتے ہیں کہ خدا نے فرزند اختیار کیا۔ وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں)

ان آیتوں میں ولدیت وعبودیت میں کلمہ بل سے تضاد وتنافی ظاہر کر کے تنزیہہ باری سبحانہ از اتّخاذ ولد کی گئی ہے۔

۳۔ ام یقولون به جنّة بل جاء هم با لحقّ (مومنون: ۷۰) (کیا یہ منکر کہتے ہیں کہ اسے (پیغمبر کو) جنون ہے، (نہیں، بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا ہے)

۴۔ و یقولون أ أنّا لتارکوا آ لهتنا لشاعرٍ مّجنون بل جاء بالحق و صدّق المرسلین (صافات: ۳۶۔۳۷) (اور یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم اس شاعر مجنون کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں (ہمارا پیغمبر شاعر و مجنون نہیں) بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا اور دیگر رسولوں کی تصدیق کی)۔

ان آیتوں میں کلمہ بل سے رسول اللہ ﷺ سے نسبت مجنونیت وشاعریت کا ابطال اور آپ کے مجیء با لحق و تصدیق المر سلین کا اثبات کیا گیا ہے کیونکہ جب آپ اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں اور دیگر مرسلین کی تصدیق کرتے ہیں تو پھر آپ کی نسبت مجنونیت وشاعریت بالکل باطل ٹھہری۔ اگر کلمہ بل کو افادہ مذکور کے لئے مفید تسلیم نہ کیا جائے تو معاذ اللہ پھر تقریب نا تمام رہتی ہے۔ پس آیت معنونہ میں بھی ماقبل بل یعنی مقتولیت ومصلوبیت اور مابعد بل یعنی مرفوعیت میں منافات وعدم اجتماع فی التحقق پایا جانا چاہیے۔ اگر رفعه اللّٰه اليه سے مراد رفع روح یا اعزاز واکرام لیا جاوے تو ناقد لبیب پر اس کا بطلان ظاہر ہے کیونکہ مابین مقتولیت و مصلوبیت اور رفع روح و اعزاز واکرام کے اصلاً منافاۃ نہیں کیونکہ شہداء جو ظلماً مقتول ہوتے ہیں ان کے ارواح عالم بالا کو مرفوع ہوتے ہیں اور وہ جناب باری عز اسمہ میں بغایت معظم ومکرم بھی ہوتے ہیں۔ پس بمقتضائے کلمہ بل ارادہ رفع روح باطل ٹھہرا اور چونکہ مقتولیت ومصلوبیت اور رفع جسمی بحالت زندگی میں منافاۃ ہے اور ہر دو معاً متحقق نہیں ہو سکتے، لہذا لابدّ ارادہ رفع جسمی تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ جب زندہ جسم مرفوع الی السماء ہو گیا تو پھر اس کو صلیب پر نہیں چڑھا سکتے۔

سوال: مرزا قادیانی مقتولیت مسیح کے قائل نہیں۔ لہذا تقریب بالا ان کے مذہب کے

خلاف موثر نہیں۔ اور نیز بموجب ان کے مذہب کے مابعد بل یعنی رفع جو کنایہ ہے اعزاز و اکرام سے، اس میں اور ماقبل بل یعنی قتل بالصلیب میں جو بحکم توریت مستلزم لعن ہے، تنافی و تضاد متصور ہے، کیونکہ ملعون عند اللہ معزز نہیں ہو سکتا۔

اما الجواب عن الشق الاول: پس واضح ہو کہ تقریر بالا گو رداً بزعم الیہود ہے کیونکہ وہی بالجزم اس کے خلاف کہتے تھے مگر اس میں من وجہٍ مرزا قادیانی کے اعتقاد فاسد کا ابطال و استیصال بھی بکمال وضوح عیاں ہے اگرچہ انہوں نے یہودیت و نصرانیت کے رنگ میں ایک الگ مسلک اختیار کیا ہے۔ وہ مسلک یہ ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھائے تو گئے مگر اس سے مرے نہیں۔

(اکمل اسے تسلیم تو کرتے ہیں، لیکن کہتے ہیں: اس بروز محمد (مرزا) نے دو قوموں میں بطور حکم فیصلہ کر دیا۔ ایک گروہ قائل تھا کہ صلیب پر چڑھائے گئے اور قتل ہو گئے، دوسرا گروہ کہتا تھا کہ نہ قتل ہوئے نہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ آپ، مرزا، نے فرمایا صلیب پر چڑھائے تو گئے، مگر قتل نہیں ہوئے ص ۳۶۔

جواب: اکمل صاحب اپنی تحریر سے آپ ہی پھنس گئے۔ اس کی توضیح یوں ہے کہ وہ ایک گروہ کی نسبت تو فرماتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح کی نسبت قتل وصلیب ہر دو کا قائل ہے۔ لیکن دوسرے کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ ہر دو سے منکر تھا۔ سو معلوم ہے کہ پہلے قول کے قائل یہود و نصاری ہیں اور قادیانی علماء اس واقعہ کے تواتر کے ثبوت میں یہی دلیل پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ مولوی مبارک علی سیالکوٹی احمدی کا قول مع تردید پہلے گذر چکا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دوسرا گروہ جو قتل وصلیب میں سے کسی بات کا بھی قائل نہیں وہ کون سا ہے؟ ماننا پڑے گا کہ وہ دوسرا گروہ مسلمانوں کا ہے جو بحکم ما قتلوہ وما صلبوہ حضرت مسیح کو ہر دو سے بری و محفوظ مانتے ہیں۔ پس اکمل صاحب نے تسلیم کر لیا کہ مرزا قادیانی سے پیشتر حضرت مسیح کے مقتول نہ ہونے اور صلیب پر نہ چڑھائے جانے، پر امت مرحومہ کا اجماع ہو چکا تھا۔ لہذا مرزا صاحب کا یہ قول کہ: حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے، اجماع امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ٹھہرا۔ صاحبان آپ اسی کتاب میں میرے اشتہار بنام مرزا صاحب پر ایک نظر پھر ڈالیں جہاں لکھا ہے: جناب مرزا صاحب بندہ جمع اہل سنت والجماعت سلف وخلف کی طرح اس بات کا قائل ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے اور اب تک فوت بھی نہیں ہوئے۔

الحمد للہ کہ اب ہمارے اکمل صاحب نے بھی خود ہی مان لیا کہ مرزا صاحب سے پیشتر مسلمانوں کا یہی اعتقاد تھا۔ دیگر یہ بھی بالکل صاف ہو گیا کہ چونکہ یہود حضرت عیسیٰؑ کے قتل وصلب ہر دو کے قائل تھے اس لئے خدا نے ہر دو امر کی تردید کیلئے فرمایا وما قتلوہ وما صلبوہ کہ نہ تو انہوں نے مسیح کو قتل

کیا اور نہ سولی دی)

تفصیل اس کی یوں ہے کہ مضمون کسر صلیب میں متحقق ہو چکا ہے کہ صلیب کے معنی صرف سولی پر لٹکانے کے ہیں۔ پس چونکہ مرزا صاحب مصلوبیتِ حضرت مسیح کے قائل ہیں اسلئے تقریب بالا سے ان کے مذہب کا بھی ابطال ہوا کیونکہ بل رفعه اللّٰه الیه میں ابطال مصلوبیت بھی ملحوظ ہے بوجہ بل کے قبل مذکور ہونے کے چنانچہ خازن میں بل رّفعه اللّٰه کی تفسیر میں لکھا ہے:

والمعنی انّهم لم یقتلوا عیسی و لم یصلبوه و لکنّ اللّٰه عزوجل رفعه اللّٰه (خازن ص ۴۲۰) اس کے معنی یہ ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰؑ کو نہ تو قتل کیا اور نہ اسے صلیب دیا۔ بلکہ اس کو خدا نے اپنی طرف اٹھالیا۔

(کلمہ بل کے استعمال کی تحقیق و تدقیق سے اکمل صاحب کے سارے پیچ بل نکل گئے اور انہوں نے بلا تردد اسے تسلیم کرلیا۔ چنانچہ میری عبارت نقل کر کے تصدیق فرماتے ہیں: بل رفعه اللّٰه الیه میں ابطال مصلوبیت بھی ملحوظ ہے۔ بے شک۔ ص ۳۷۔ لیکن اس کے بعد پھر مکر نے کی راہ نکالتے ہیں اور لکھتے ہیں:

مگر مصلوبیت کے معنی صلیب پر موت واقع ہونے کے ہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ لاصلّبنّکم اور او یصلّبوا میں بھی صرف صلیب پر چڑھانا مراد ہے۔ ص ۳۷۔

جواب: جناب والا مصلوب کی تحقیق سابقاً مبارک علی کے جواب باصواب کی تردید میں مفصل گذر چکی اس سے عشوہ نمائی کیوں کی۔ اور جو آیات آپ نے لکھی ہیں ان میں بھی وہی تحقیق ملحوظ ہے)۔

اور شق ثانی کے جواب میں اول تو یہ معروض ہے کہ کتب محرفہ سے استدلال وتمسک کرنا اور بیان قرآنی میں تحریف کرنا سب سے زیادہ موجب لعن ہے۔ جو توریت موسیٰ کلیم اللہ پر نازل کی گئی تھی وہ تو صفحہ دنیا پر نظر نہیں آتی ہے اور اس کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔ جو پانچ کتابیں بنام توریت مجموعہ بائیبل کے ابتداء میں منضم ہیں وہ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ کسی مورخ نے حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بہت دیر بعد وقائع و شرائع موسویہ کو تاریخی طور پر جمع کیا جیسا کہ اس کی اندرونی شہادات سے ثابت ہے۔ مثلاً کتاب استثنا باب اخیر واقعہ وفات حضرت کلیم اللہ اور اسی طرح کئی دیگر مواضع (مرزا قادیانی نے اپنی آخری کتاب چشمہ معرفت میں صفحہ ۲۵۵ میں خود ان کتابوں کو لچر پوچ اور محرف مبدل لکھا ہے)۔

دیگر یہ کہ توریت اور انجیل شریف اور قرآن عظیم غرض جملہ کتب سماویہ میں اللہ تعالیٰ کا یہی وعدہ ہے کہ شہداء بمراتب عالیہ فائز ہوں گے، چنانچہ سورہ توبہ میں فرمایا:

انّ اللّٰه اشترای من المؤمنین انفسھم و اموالھم بانّ لھم الجنّۃ یقاتلون فی سبیل اللّٰه فیقتلون و یقتلون وعداً علیه حقاً فی التّوراۃ و الانجیل و القرآن (توبہ: ۱۱۱)(بے شک خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال ،جنت کے بدلے خرید لئے ہیں تو (کبھی تو فریق مقابل کو) قتل کرتے ہیں اور (کبھی) خود قتل ہو جاتے ہیں خدا نے حق وعدہ کیا ہے تورات میں بھی انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی)

دیگر یہ کہ توریت موجودہ میں بھی مطلقاً قتل بالصلیب کو مستلزم لعن قرار نہیں دیا گیا بلکہ خاص اسی شخص کو ملعون کہا گیا ہے جو کسی سخت جرم واجب الصلیب کی سزا میں مصلوب ہو، جیسا کہ سیاق وسباق بلکہ صریح عبارت سے ظاہر ہے:

اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے، اور تو اسے درخت پر لٹکا دے

تو اس کی لاش رات بھر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اسی دن اسے گاڑ دے کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے اس لئے چاہیے کہ تیری زمین میں جس کا وارث خداوند تیرا خدا تجھ کو کرتا ہے ناپاک نہ کی جاوے۔ (استثنا ۲۱: ۲۲۔۲۳)

And if a man have committed a sin worthy of death, and he be to be put to death, and thou hang him on a tree.

His body shall not remain all night upon the tree, but thou shalt in any wise bury him that day; (for he that is hanged is accused of God;) that thy land be not defiled, which the Lord thy God giveth for an inheritance. (Deuteronomy 21:22-23)

مزید برآں ظاہر ہے کہ کافر مجرم کا مقتول بالصلیب ہونا ہی موجب لعن نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شریعت حقہ کے حکم سے کسی اور طریق سے بھی قتل کیا جائے یا سزا دیا جائے تو پھر بھی وہ زمرہ مردودین میں معدود ہوگا جیسا کہ آیت مائدہ سے ثابت ہے:

انّما جزاء الّذین یحاربون اللّٰه و رسوله ویسعون فی الارض فساداً ان یّقتّلوا او یصلّبوا او تقطّع ایدیھم و ارجلھم من خلافٍ او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدّنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم (مائدہ: ۳۳)۔(سوائے اس کے نہیں کہ ان لوگوں کی جزا جو خدا اور اس کے رسول سے لڑتے

ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، یہ ہے کہ ان کو خوب قتل کیا جائے یا صلیب پر لٹکایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹے کاٹ دیے جائیں یا ان کو جلا وطن کیا جائے۔ یہ ان کیلئے دنیا میں خواری ہے اور آخرت میں ان کو بڑا عذاب ہوگا)

اور یہ بھی یاد رہے کہ مومن عاصی کے لئے حدود کفارہ ہوتی ہیں جیسا کہ حدیث صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ پس اس بیان سے واضح ہوگیا کہ عنداللہ ملعون و غیر ملعون اور مردود و مقبول ہونا مادہ صلاح وفساد کے سبب ہے نہ کہ قتل وصلب کے سبب۔

پس جب ثابت ہو چکا کہ توریت موجودہ میں بھی مطلقاً مقتولیت بالصلیب کو موجب لعن قرار نہیں دیا گیا بلکہ وہ حکم مجرم فی الواقع کی نسبت ہے، تو چونکہ حضرت عیسیٰؑ فی الواقع غیر مجرم تھے لہذا بنا بر واقعہ ما قبل بل یعنی قتل بالصلیب اور ما بعد بل یعنی رفع اعزازی میں تنافی وتضاد متحقق نہ ہوا، بلکہ مومن جو ظلماً مقتول ہو وہ عنداللہ معزز ہوتا ہے پس تقریب کلمہ بل بعد ابطال تاویل قادیانی رفع جسمی میں محکم رہی۔

اور اگر مسیح کو معاذ اللہ بزعم یہود مجرم خیال کر کے تنافی پیدا کی جائے تو ماہر ذکی پر ظاہر ہے کہ و ما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ قصر قلب ہے جس میں مزعوم مخاطب کو برعکس ما یذکرہ المتکلم ظاہر کر کے رد کیا جاتا ہے اور چونکہ صورت اعتراضیہ میں بحسب علم المتکلم بھی وصف مزعوم مخاطب کا وجود متصور ہے و ہذا خلف۔ لہذا قول قائل باطل ہوا۔

ثانیاً یہ کہ سابقاً بوضوح متحقق ہو چکا ہے کہ وما قتلوہ و ما صلبوہ میں نفی قتل و صلب مقصور علی المفعول ہے یعنی قتل وصلب کی نفی صرف بہ نسبت حضرت مسیح کی گئی ہے دون غیرہ بلکہ ولکن شبّہ لھم سے وہی قتل وصلب غیر مسیح کیلئے ثابت کیا گیا ہے اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ مفعول قتلنا یعنی المسیح کو موصوف رسول اللّٰہ ذکر کرنا بنا بر اظہار مفاخرتِ یہود ہے جو قصر مذکور کیلئے مؤید قوی ہے۔ پس ماہر ذکی پر ظاہر ہو سکتا ہے کہ کلام الٰہی وما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ جو کلام قصری ہے وہ من باب القصر الموصوف علی الصفۃ ہے و ھو ان لا یتجاوز الموصوف تلک الصفۃ اری اور پھر قصر قلب ہے لوجود موجبہ ولیس قصر افراد ولا تعیین للفقدان موجبا تھا۔ اور پھر قصر کے طرق اربعہ مشہورہ میں سے قصر بالعطف ہے لانّہ اشتمل علی کلمۃٍ بل الّتی تقتضی ثبوت ضدّ حکم ما قبلہ لما بعدہ۔ اور چونکہ قصر تمیز بین الخطا والصواب ملحوظ ہوتی ہے اور قصر قلب میں متکلم پر واجب ہوتا ہے کہ مثبت ومنفی

کو منصوص ذکر کرے کیونکہ اس میں نفی غیر اور اثبات مذکور بطریق حصر بیان کرنا پڑتا ہے، تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خطا ہے اس کی تردید بھی ہو جائے اور یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یذکرہ المتکلم ہے، خصوصاً قصر بالعطف میں تو کسی صورت میں بھی ترک تصریح بالمراد جائز نہیں کیونکہ پھر مابعد عاطفہ کا حکم ماقبل کی ضد ثابت نہیں ہوسکتا۔

(اکمل صاحب نے ہمارے اس بیان قصر قلب کو مان لیا ہے اور اس قاعدے کی رو سے ہم نے جتنی تصریحات کا ضروری ہونا ذکر کیا ہے ان سب کو بھی تسلیم کر لیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

قصر قلب جس میں مزعوم مخاطب کو برعکس ما یذکرہ المتکلم ظاہر کر کے رد کیا جاتا ہے، بے شک! چنانچہ اس آیت میں بھی مزعوم مخاطب کے برعکس ہی کیا گیا ہے کیونکہ مجرم زعمی کا مدار قتل بالصلیب تھا جس کی نفی کی گئی۔ اور اصل حال بتا دیا کہ مسیح صلیب پر چڑھائے گئے اور مشبہ بالمصلوب ہو گئے۔ مگر یونس نبی کی طرح قبر میں زندہ ہی رکھے گئے اور پھر وہاں سے نکل کر لمبا سفر کیا اور کشمیر میں شاہزادہ نبی کہلائے اور باعزت وہاں رہے اور کامیابی کے ساتھ دنیا سے بھجوائے فلمّا توفّیتنی اٹھائے گئے۔ بل رّفعه اللّٰه الیه میں یہ سارا مضمون بالتصریح بتلایا گیا ہے ص ۳۹۔

حضرات! اکمل صاحب نے ہمارے بیان کو حرف بحرف تسلیم کر لیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ سب امور مذکورہ بل رّفعه اللّٰه میں بالتصریح بتلا دیئے گئے ہیں اور ہم عرض کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں ان امور کا ذکر مطلقاً نہیں۔ اب آپ خود انصاف کر لیں کہ آیا قرآن میں یہ امور مذکور ہیں یا نہیں۔ اگر مذکور ہیں تو بہتر، ورنہ سمجھ لیں کہ قادیانی دعاوی اسی طرح بے بنیاد ہوتے ہیں)

بعد تمہید اس تقریب کے واضح ہو کہ اگر رفع الی اللّٰه سے موت طبعی بعد از واقعہ صلیب بعرصہ دراز بملک کشمیر مراد لی جائے جیسا کہ مزعوم مرزا صاحب ہے تو بمقتضائے تمہید مذکور تصریح و ما قتلوہ بالصّلیب بل بقی حیاً زماناً طویلاً اماته اللّٰه و رفعه الیه (مطابق مذہب مرزا لکھا ہے) ضروری ہے۔ کیونکہ جب مزعوم یہود قتل مسیح بالصلیب تھا اور مراد الٰہی اثبات واقعہ صلیبی مگر برعکس زعم یہود ابطال قتل بالصلیب اور اثبات حیات بعد واقعہ صلیب بعرصہ دراز تھا، تو اتنی تصریحات کا ترک کر دینا حسب قواعد معانی و بیان، فصاحت و بلاغت کے بالکل منافی ہے اور شان قرآن کریم کے ہرگز شایان نہیں۔ پس چونکہ بنا بر مذہب مرزا صاحب بوجہ فقدان نص علی المثبت یعنی واقعہ صلیبی و حیات بعرصہ دراز بعد ازاں یہود کے زعم باطل کا ابطال ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ مدعائے الٰہی کا اثبات۔ اس لئے لامحالہ قول مرزا صاحب باطل ٹھہرے گا اور چونکہ

بموجب مذہب فرقہ حقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کے نص علی المثبت والمنفی موجود ہے یعنی ابطال واقعہ صلیبی بہ نسبت مسیح ما صلبوہ میں منصوص ہے اور رفع الی السماء بل رّفعه اللّٰه الیه میں مصرح ہے اور قتل وصلب غیر مسیح جس پر آپ کی شباہت ڈالی گئی و لکن شبّہ لهم میں مذکور ہے بل رفعه اللّٰه الیه سے سوائے رفع جسد کے اور کچھ مراد لینا ہرگز جائز نہیں۔

ثالثاً یہ کہ اس سے اوپر انہی یہود کی نسبت کہا گیا ہے و قتلهم الانبیاء بغیرالحق اور وہ مقتول انبیاء عنداللہ ماجور ومرفوع الدرجات ہوئے اور ہیں اگر چہ وہ یہود کے نزدیک مجرم و لائق قتل تھے۔ پس اس مقام پر رفعت درجہ اور قتل بالظلم جمع ہو گئے اسی طرح اگر حضرت مسیح ان کے ہاتھ سے قتل بھی ہو جاتے تو پھر بھی عنداللہ مرفوع الدرجات ہی ہوتے کیونکہ آپ نبی صادق ہیں اور مثل دیگر نبیوں کے ناحق قتل کئے جاتے۔

لیکن ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت مسیح کے واقعہ کو دوسرے انبیاء ئے مقتولین کی شمولیت میں بیان نہیں کیا بلکہ ان سے جدا طور پر کیا ہے جو بل رّفعه اللّٰه الیه ہے اور سابقاً اچھی طرح بدلائل واضح ہو چکا ہے کہ بل ابطالیہ کے ماقبل و مابعد میں جمع ممکن نہیں اور مرزا صاحب قادیانی ان کو واقعاً جمع کرتے ہیں، لہٰذا ان کا قول باطل ہے اور بموجب مذہب اہل سنت جمع ممکن نہیں کیونکہ جب آپ واقعہ صلیبی سے پیشتر آسمان کی طرف اٹھائے گئے تو پھر صلیب پر کس طرح چڑھائے جاسکتے ہیں جیسا کہ سابقاً محقق ہو چکا ہے۔

رابعاً یہ کہ وجہ اول میں بالدلیل ثابت ہو چکا ہے کہ رفع کی ماضویت بہ نسبت ماقبل بل یعنی واقعہ صلیبی کے لئے ہے تو اگر رفعه اللّٰه الیه سے موت طبعی بعداز مدت مدید مراد لی جائے تو معاذ اللہ کلام باری سبحانہ میں کذب لازم آتا ہے کیونکہ جب موت مسیح قبل از واقعہ صلیبی واقع ہی نہیں ہوئی تو پھر اس کو قبل از واقعہ ذکر کرنا کذب نہیں تو اور کیا ہے؟ حاشا شانه عن ذلک

بعداز قطع احتمالات مردودہ مذکورہ آیت بل رفعه اللّٰه الیه رفع جسمی میں محکم ٹھہری اور مخالفت کے لئے اس میں کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ اس لئے صحابہ کرام جو اہل لسان تھے اور اپنی عربی زبان کے محاورات کو خوب سمجھتے تھے اور انہوں نے قرآن من اوّله الی آخره رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں شب و روز اقامت کر کے آپ ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے مع اس کے بیان وتفسیر کے سیکھا تھا۔ اور علمائے عظام، کیا متقدمین اور کیا متاخرین، جو اکثر علوم عربیہ کے موجد اور مجدد اور میدان فصاحت کے فارس اور بحر بلاغت کے غواص تھے، اور جن کی مساعی جمیلہ

سے آج کل علوم عربیہ زندہ نظر آتے ہیں، ان میں سے ایک سے بھی اس آیت میں اختلاف مروی نہیں۔ اور کسی نے بھی سوائے رفع جسمی کے مراد نہیں لی چنانچہ تفسیر کبیر میں رازیؒ فرماتے ہیں:

رفع عیسی الی السّماء ثابت بهذه الآية و نظير هذه الآية قوله فی آل عمران انّی متوفّیک و رافعک الیّ و مطهّرک من الّذین کفروا۔ واعلم انّه تعالی لمّا ذکر عقیب ما شرح انّه وصل الی عیسی انواع کثیرة من البلاء والمِحنة انّه رفعه الیه دلّ ذلک انّ رفعه الیه اعظم فی باب الثّواب من الجنّة ومن کلّ ما فیها من اللّذّات الجسمانیّة و هذه الآیة تفتح علیک باب معرفةِ السّعادات الرّوحانیّة

(اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے اور اس کی نظیر سورہ آل عمران کی آیت انّی متوفّیک.. الخ ہے۔ اور جان لو کہ جب خدا تعالی نے اس کے بعد کہ عیسیٰؑ کو کئی قسم کی تکالیف اور مصائب پہنچیں، یہ ذکر کیا کہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا تو اس امر نے یہ بتایا کہ حضرت عیسیٰؑ کا خدا کی طرف مرفوع ہونا جنت وغیرہ ہر جسمانی لذت کے ثواب سے زیادہ ہے۔ اور یہ آیت تجھ پر سعادات روحانیہ کی معرفت کا دروازہ کھول دے گی)

(امام رازی نے جو فرمایا کہ یہ آیت تجھ پر سعادت روحانیہ کی معرفت کا دروازہ کھول دے گی تو اکمل صاحب نے یہ سمجھ لیا کہ بس حضرت عیسیٰؑ کی رفع روحانی ہے، چنانچہ ص ۴۱ میں فرماتے ہیں: تفسیر کبیر میں پیش کردہ عبارت تفتح علیک ... الخ میں اشارہ ہے رفع روحانی کی طرف۔

جواب: حالانکہ اس میں عبارت کے شروع میں الی السّماء کی تصریح موجود ہے پھر بھی کہتے ہیں کہ اشارہ ہے رفع روحانی کی طرف ۔صحیح مطلب امام رازی کی عبارت کا یہ ہے کہ حضرت عیسی کو رفع آسمانی کی جو نعمت ملی وہ دیگر جسمانی نعمتوں سے برتر ہے اس سے قبولیت اور قرب الٰہی کی حقیقت معلوم ہو کر سعادت روحانی حاصل کی جاسکتی ہے)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جسم خاکی کا آسمان کی طرف صعود کرنا ممتنعات و محالات میں سے ہے اور نیز یہ کہ جب اللہ تعالی دیگر رسولوں کو انہی اسباب معتادہ سے بچا کر اسی کرہ ارض میں بساتا رہا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ اور لوطؑ کو ارض مقدسہ اور آنحضرت ﷺ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرائی، تو حضرت روح اللہ کو کیوں آسمان پر اٹھالیا اور کس لئے اتنی دیر تک زندہ رکھ کر پھر زمین میں نازل کرے گا؟

سوال کی شق اول کا جواب حسب وعدہ اولاً تو یہ ہے کہ امر خارق عادت کے وقوع میں شک بدو وجہ ہوسکتا ہے۔ اول واقع کرنے والے کے نقص علم کی نظر سے۔ دوم اس کے عجز ونقص قدرت کے اعتبار سے۔ اور یہ امر عندالخصم بھی مسلّم ہے کہ اللہ تعالی ان ہر دونقصوں سے مبرا ومنزہ ہے۔ اسی لئے اللہ نے بل رّفعه اللّه اليه میں رفع کو اپنی طرف منصوب کیا کیونکہ صعود الى السّماء اگرچہ عیسیٰؑ کی اپنی حول وقوت سے بعید ہے مگر اللہ عزیز کی قدرت کاملہ کے سامنے کچھ بھی نہیں اور اسی طرح اللہ سبحانہ نے اسراء نبوت ﷺ کو اپنی طرف نسبت کیا اور فرمایا سبحان الّذى اسرى بعبده ليلاً .. الآيه (بنی اسرائیل: ۱) (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات سیر کرائی) یعنی اتنی مسافت بعیدہ اتنے تھوڑے وقت میں طے کرنا اگرچہ بہ نسبت محمد رسول اللہ ﷺ کی قدرت سے متعذر ہے مگر اللہ سبحانہ کی قدرت کے سامنے بالکل سہل ہے۔

كما قال الامام الرّازى تحت قوله تعالى .. وكان اللّه عزيزاً حكيماً ۔ حيث قال و المراد من العزّة كمال القدرة و من الحكمة كمال العلم فنبه بهذا على ان رفع عيسى من الدّنيا الى السّماوات و ان كان كالمتعذر على البشر لكنه لا تعذر فيه بالنّسبة الى قدرتى و الى حكمتى۔ و هو نظير قوله تعالى: سبحان الّذى اسرى بعبده ليلاً ۔ فانّ الاسراء وان كان متعذراً بالنّسبة الى قدرة محمد ﷺ الا انّه سهل بالنّسبة الى قدرة الحقّ سبحانه (چنانچہ امام رازی نے وكان اللّه عزيزاً حكيماً کے ذیل میں کہا ہے کہ اس آیت میں عزت سے کمال قدرت مراد ہے اور حکمت سے کمال علم مراد ہے۔ پس اس سے خدا نے اس امر پر متنبہ کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کا دنیا سے آسمان پر اٹھایا جانا اگرچہ بشر کی طاقت سے بالا ہے لیکن میری قدرت اور حکمت کی نسبت کوئی چیز بھی نہیں۔ اور یہ دوسری آیت سبحان الّذى اسرى بعبده کی نظیر ہے کہ اسراء اگرچہ آنحضرت ﷺ کی قدرت کی نسبت مشکل ہے مگر حق سبحانہ کی قدرت کے آگے بالکل سہل ہے)

اور اسی نکتہ عجیبہ کیلئے بل رّفعه اللّه اليه میں اسم جلالۃ (اللہ) کا ذکر کیا کیونکہ یہ اسم دلالت کرتا ہے اس ذات پر جو مجتمع صفات کمال ہو۔ وهو اللّه الّذى لا اله الّا هو۔

مزید براں اسی دقیق لطیفہ کے لئے اپنی اور دو صفتیں جو کمال علم اور کمال قدرت کی مظہر و مثبت ہیں ذکر کیں، جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ چونکہ قرآن عظیم کی آیات مثل دعاوی مع بینات

کے ہیں، اس لئے ذکر ہر اسم اور صفت کا حسب اقتضائے مقام ومفہوم کلام ہوتا ہے اور وہ اسم منزلہ علت مضمون ہوتا ہے۔ پس چونکہ رفع الی السّماء میں وہم واستبعاد ووسوسہ عبثیت واقع ہوسکتا تھا اس لئے اس کے ازالہ کیلئے و کان اللّٰہ عزیزاً حکیماً فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ مجتمع صفات کمال اپنے ارادے پر غالب اور قادر ہے، جو کچھ چاہتا ہے کرسکتا ہے، لہٰذا حضرت روح اللہ کو آسمان پر چڑھا سکنا اس کے دائرہ قدرت سے خارج نہیں، اور چونکہ وہ حکیم ہے اس لئے آپ کا رفع الی السماء اور حیات سماوی اور نزول بعینہ عبث اور خلاف حکمت نہیں ہے۔

دیگر یہ کہ سائنس اس کمال پر پہنچ گیا ہے اور نئی نئی انسانی ایجادات اور عجائب المخلوقات کے نئے نئے انکشافات اس حد تک ہو چکے ہیں کہ گذشتہ زمانہ کے بہت سے محالات عادیہ مشاہدات وواقعات ثابت ہو چکے ہیں جن پر قیاس کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دیگر امور بھی اسی طرح ممکنات سے ہیں اور اس ذہنیت کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ ہر محال عادی ممکن بالذات ہوتا ہے۔

اسفل (نیچے) سے اعلیٰ (اوپر) کی طرف حرکت کرنے کو صعود کہتے ہیں انسان طبعی طور پر اپنے ارادہ وقوت سے ایک چھلانگ سے زیادہ ایسی حرکت نہیں کرسکتا، لیکن ایروپلین نے ثابت کر دیا کہ کسی تدبیر وحکمت عملی سے انسان پرواز بھی کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ تدبیر ہمارے علم میں آجائے اور ہم عملی طور پر اس پر قدرت وقابو رکھ سکیں۔ سلیمانؑ کا تخت ہوا میں اڑتا تھا اس کیلئے بھی عالم اسباب میں کوئی سبب ہوگا جسکا ہم کو علم نہیں لیکن ہم ایروپلین سے سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ممکن ہے۔

اسی بنا پر خداوند عز وجل نے حضرت عیسیٰؑ کی رفع کے ساتھ فرمایا و کان اللّٰہ عزیزاً حکیماً۔ یعنی سمجھایا کہ میں حکیم ہوں، مجھے سب تدبیریں آتی ہیں، اور عزیز ہوں سب تدبیریں اور حکمتیں میرے احاطہ قدرت میں ہیں۔ جس امر کا ارادہ کروں اس کے وجود میں لانے سے کوئی امر مجھے عاجز نہیں کرسکتا۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا:

> و ما کان اللّٰہ لیعجزہ من شیء فی السّماوات ولا فی الارض انہ کان علیماً قدیراً (فاطر:۴۴) (کہ خداوند عز وجل ایسا نہیں ہے کہ اسے کوئی شئے بھی آسمانوں یا زمین میں عاجز کر دیوے، بے شک وہ سب کچھ جانتا اور بڑی قدرت والا ہے)

صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث سے ثابت ہے کہ معراج کی رات سرور عالم آنحضرت ﷺ کی سواری کیلئے براق لایا گیا۔ یہ کیا تھا؟ خدا تعالیٰ نے جب چاہا کہ اپنے حبیب ﷺ کو بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کرائے اور تجلیات ونشانات قدرت دکھائے تو اس کے اس ارادہ کے فعل

میں آنے کی ایک عملی تدبیر تھی، اور صحیح بخاری میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ثمّ اخِذ بیدی فعرِج بی الی السّماء (کتاب الصلوۃ) (پھر جبریلؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے چڑھا)۔ یہ بھی عالم اسباب میں سے ایک سبب تھا کہ ایک فرشتہ، جس کیلئے اوپر چڑھنا اس کی طبیعت کے برخلاف نہیں، ایک انسان کو جو طبعی طور پر اپنے ارادہ وقوت سے آسمان پر نہیں چڑھ سکتا، چڑھا کر لے گیا۔ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰؑ کو حضرت جبریلؑ کے ذریعہ آسمان پر اٹھا لیا ہو، چنانچہ امام رازیؒ و ایّد ناہ بروح القدس (بقرہ:۲۵۳) کی تفسیر میں اس امر کے بیان میں کہ عیسیٰؑ کو جبریل سے دیگر انبیاء کی نسبت مزید اختصاص ہے، فرماتے ہیں:

لانّہ ھو الّذی بشّر مریم بولادتہ وانّما ولد عیسیٰؑ بنفخۃ جبریلؑ وھو الّذی ربّاہ فی جمیع الاحوال وکان یسیر معہ حیث سار وکان معہ حین صعد الی السّماء (ج ا ص ۴۲۶) (اس لئے کہ جبریل ہی نے حضرت مریم کو عیسیٰؑ کی پیدائش کی بشارت دی تھی اور حضرت عیسیٰؑ، حضرت جبریل ہی کی پھونک سے پیدا ہوئے، اور اسی نے سارے احوال میں آپ کی تربیت کی اور جہاں آپ جاتے تھے جبریل بھی ساتھ ہوتے اور وہ اس وقت بھی آپ کے ساتھ تھے جب آپ آسمان کو چڑھے)...

ثانیاً یہ کہ کسی امر کا امکان شئے دیگر ہے اور اس کا وقوع شئے دیگر۔ عقل کے متعلق صرف اثبات امکان ہے، نہ وقوع۔ جس طرح کہ وقوع صرف رویت یا نقل یعنی مخبر صادق کی روایت وخبر کے متعلق ہے نہ کہ عقل کے۔ پس برہان عقلی سے صعود الی السّماء کے امکان کا بیان اس طریق سے ہے کہ ممتنعات دو قسم پر ہیں، بالذات و بالغیر، اور ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہوتا ہے کیونکہ عرف میں امکان بدو معنی مستعمل ہوتا ہے اور ان میں سے امکان ذاتی ہے کہ اس کا وجود وعدم بالنظر الی ذات الممکن متساوی ہوتا ہے۔ گو بلحاظ امور خارجیہ از علل موجبہ یا موانع وعوائق احدھما واقع بلکہ واجب ہو۔ اور یہ (امکان ذاتی) جامع ہوتا ہے وجوب بالغیر اور امتناع بالغیر کو یعنی واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر عین حالت وجوب وامتناع بالغیر کو، یعنی واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر عین حالت وجوب وامتناع میں ممکن ذاتی ہوتے ہیں کیونکہ عین حالت وجوب وامتناع میں بھی اس کا وجود وعدم متساوی ہوتا ہے اگرچہ بلحاظ امور خارجیہ احدھما واجب ہوگیا ہو۔ پس چونکہ صعود ونزول سماوی ممتنع بالذات نہیں ہے بلکہ واجب بالغیر ہے لثبوت صعود الملائکۃ و نزولھم اس لئے بہ نسبت بشر کے ممتنع بالغیر ہوگا۔ با لنظر الی الامور الخارجیہ۔ مثل عدم استعداد در

فطرت انسان و عدم صعودِ فردے از افراد بنی آدم قبل از مسیح اور تمہید بالا سے متحقق ہو چکا کہ ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہوتا ہے کیونکہ امکانِ ذاتی جامع ہوتا ہے وجوب بالغیر اور امتناع بالغیر کو، اس لئے صعود البشر الی السّماء ممکن بالذات ہوا۔

(اس مقام پر امکان و امتناع اور وقوع ولا وقوع کی بحث ایسی صفائی اور سہولت سے بیان کی گئی ہے کہ معقولات میں کچھ بھی دسترس رکھنے والا آسانی سے سمجھ سکتا ہے لیکن اکمل صاحب اس سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

آپ (ابراہیم میر) نے صعود کو ممتنع بالغیر ثابت کیا ہے۔ بہت اچھا۔ اب فرمائیے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ممتنع بالغیر کے لئے امکان وقوعی نہیں ہوتا۔ ص ۴۲۔

اکمل سے کون کہے کہ جب ممتنع بالغیر ہوا تو اس کا وقوع کیوں ممکن نہیں کیونکہ ممتنع بالغیر اسے کہتے ہیں جو اپنی ذات میں تو ممکن ہو لیکن موانع وعوائق کے سبب وجود میں نہ آیا ہو اور چونکہ ہر ممکن کا وجود وجودِ علت موجبہ اور رفع موانع وعوائق کے وقت واقع ہو جاتا ہے اس لئے ہر ممتنع بالغیر بھی وقوع میں آ سکتا ہے کیونکہ امکان ذاتی جامع و شامل ہوتا وجوب بالغیر اور امتناع بالغیر کو جیسا کہ متن میں مدلل ومفصل بیان ہو چکا ہے، ہاں وقوع کی دلیل کا سوال باقی رہ جاتا ہے۔ سو اس کیلئے ہم نے شروع تقریر میں صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ اثبات وقوع صرف رویت یا نقل (یعنی مخبر صادق کی خبر و روئت یا شہادت) کے متعلق ہے نہ کہ عقل کے اور وہ خبر وشہادت آیت بل رّفعه اللّٰه اليه میں مذکور ہے جسکی تفسیر وتوضیح ہم کر رہے ہیں)

دیگر یہ کہ صعود البشر الی السّماء محالات عادیہ میں سے ہوگا نہ کہ عقلیہ میں سے اور محالات عادیہ کا ممکنات ذاتیہ میں سے ہونا ظاہر ہے لتعذّرِ الاحاطة بقدرةِ الحق سبحانه۔ پس جب صعود البشر الی السّماء ممکن بالذات ٹھہرا، اور یہ امر عندالخصم بھی مسلّم ہے کہ اللہ تعالی ہر ممکن پر قادر ہے، تو رفع مسیح الی السّماء بہر دو طریق تحت قدرت باری عزاسمہ ثابت ہوا۔ یعنی اس نظر سے بھی کہ اللہ تعالی نے حضرت مسیح کی فطرت میں بنفخ روح قدسی مادہ ملکیت پیدا کیا تھا اور حضرت عیسیٰؑ بلکہ کل بنی آدم کی فطرت میں مادہ ملکیت یا ان کو مثل ملائکہ پیدا کر لینا داخل قدرت باری عزاسمہ ہے، کیونکہ جب الوف الوف ملائکہ کو پیدا کر لیا تو ان کی مثل پیدا کر لینے پر بھی قادر ہے جیسا کہ ضمن ذکر مسیح ہی میں فرمایا:

و لو نشاء لجعلنا منكم ملائكة فى الارض يخلفون (زخرف:٦) (اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے پیدا کرتے جو زمین میں آباد ہوتے)

(ہم نے لجعلنا منکم ملا ئکه کا ترجمہ کیا ہے ہم (چاہتے تو) تم میں سے فرشتے پیدا کرتے، اس پر اکمل صاحب فرماتے ہیں: لجعلنا منکم کے معنی تمام معتبر تفسیروں میں بدلاً منکم لکھے ہیں، یہ تو نہیں کہ تم میں سے فرشتے پیدا ہونے لگ جائیں۔

جواب: ان تفاسیر کے نام سنیں جن میں اس کے معنی، تم میں سے فرشتے پیدا کردیں یا کردیتے، لکھے ہیں:

تفسیر کشاف جو بلحاظ عربیت کے سب سے اول نمبر پر ہے اس میں بھی یہی معنی لکھے ہیں دیگر یہ کہ امام زمخشری کے بعد امام رازی، قاضی بیضاوی، امام خطیب شربینی۔ نواب صدیق حسن اور علی مہائمی نے بھی یہ معنی ذکر کئے ہیں بلکہ نواب صاحب نے امام سمین سے اسی کو مشہور نقل کیا ہے)

اور اس اعتبار سے بھی کہ افراد بنی آدم میں سے حضرت مسیح کو اپنی قدرت کاملہ کا نمونہ بنانے کے لئے مخصوص کیا جیسا کہ فرمایا:

ولنجعله آية للنّاس (مریم:۲۱) (اور تاکہ ہم اسکو اپنی قدرت کا ایک نشان بنائیں)

نیز: ان هو الّا عبد انعمنا عليه و جعلناه مثلاً لبنی اسرا ئيل (زخرف: ۵۹) (وہ تو ہمارا ایک بندہ ہی ہے جس پر ہم نے انعام کیا اور اسکو بنی اسرائیل کیلئے نمونہ بنایا)

اور اس نظر سے بھی کہ صعود الی السّماء ممکن بالذات ہے اور ہر ممکن بالذات تحت قدرت باری تعالی ہے چنانچہ اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

اگر سوال کیا جائے کہ باوجود قادر ہونے کے صرف مسیح ہی کو کیوں مثل ملائکہ پیدا کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی قادرِ مختار ہے، قادرِ مجبور نہیں جیسا کہ آریوں کے خیال سے لازم آتا ہے اور فاعل مختار، فعل کی کسی خاص صورت کو اختیار کرلے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں، خصوصاً جب کہ وہ علیم کل اور حکیم مطلق بھی ہو جیسا کہ فرمایا:

و ربّک يخلق ما يشاء و يختار ما كان لهم الخيرة (قصص:۶۸) (اور تیرا رب جو کچھ چاہے پیدا کرے اور جو کچھ چاہے پسند کرے اس میں غیروں کا کوئی اختیار نہیں)

نیز فرمایا: لا يسئل عمّا يفعل وهم يسئلون (انبیاء:۲۳) (جو کچھ خدا کرے اس کی بابت اس سے کوئی پرسش نہیں اور دیگر سب کو پرسش ہے)

اور نیز فرمایا انّ ربّک فعّال لّما يريد (ھود: ۱۰۷) (بے شک تیرا رب کرلینے والا ہے اس امر کو جسے وہ چاہے)

(اکمل، حضرت عیسی کو مثل ملائکہ کہنے پر سخت ناراض ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: پھر عیسی کس طرح

فرشتہ ہو سکتے ہیں، جو عورت کے پیٹ میں حسب معمول نو ماہ خون حیض سے پرورش پاتے رہے۔ ص ۴۲

جواب: میں اکیلا حضرت روح اللہ کو مثل ملائکہ نہیں کہتا بلکہ شاہ ولی اللہ اور ان سے پہلے مخدوم علی مہائمی بھی میرے ساتھ ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب تو تاویل الاحادیث میں حضرت عیسیٰؑ کے حال میں فرماتے ہیں کان عیسی کانہ ملک یّمشی علی وجہ الارض۔ ص ۵۹۔ یعنی عیسی گویا ایک فرشتہ تھے جو روئے زمین پر چلتے تھے۔ اور مخدوم صاحب تفسیر رحمانی میں فرماتے ہیں: و کیف لا یکون ملکیّۃ (وا نّہ لعلم للسّاعۃ) ای من اشرا طھا ینزل بقربھا و البشر المحض لا یبقی الی ھذہ المدّۃ۔ (سورہ زخرف) (یعنی عیسیٰؑ میں ملکیت کس طرح نہ ہو کیونکہ وہ تو قیامت کا ایک نشان ہیں کہ اس کے قریب نازل ہوں گے اور بشر محض اتنی مدت تک زندہ نہیں رہتا)

مرزا صاحب قادیانی نے اس مقام پر ایک اور غلطی کی ہے کہ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں آیت و کان اللّہ عزیزاً حکیماً کے ذیل میں عزیز کا ترجمہ عزت والا یعنی آبرو والا کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالی بڑی عزت والا ہے مگر اس کی صفت عزیز سے مراد غلبہ وقدرت ہے چنانچہ علامہ فیومی مصباح میں فرماتے ہیں:

عِزّ الرجل بالکسر و عزازۃ فالفتح قوی و عزّ یعزّ من باب تعب لغۃ فھو عزیز و جمعہ اعزّۃ و الاسم العزّۃ و تعزز قوی و عززتہ بآخر قویتہ با لتثقیل و التخفیف من با ب قتل۔

مصباح کا سارا بیان قرآن کے بالکل مطابق ہے چنانچہ سورہ یس میں ہے فعزّزنا بثالث (یس: ۱۴) اور سورہ فتح میں اسی معنی میں اشدّاء علی الکفار (فتح: ۲۹) فرمایا، اور مواضع متعددہ میں صفت عزیز کو صفت قوی کے ساتھ جمع کیا۔ مثلاً سورہ حج، احزاب، شوری اور مجادلہ میں۔ اس بیان سے واضح ولائح ہو گیا کہ اسم الٰہی عزیز کے معنی الغالب علی ما یرید ہیں۔

(اکمل صاحب اس کا جواب دیتے ہیں کہ جب عزت کے معنی غلبہ ہیں تو مرزا صاحب کی عبارت میں عزت کے معنی، آبرو والا، کیوں کئے جائیں۔

جواب: جناب اس لئے کہ اردو زبان میں عزت بمعنی غلبہ مستعمل نہیں ہے۔ اگر مرزا کے خیال شریف میں عزت کے معنی غلبہ تھے، تو وہ خطوط ہلالی میں ظاہر کر دیتے)۔

سوال کی دوسری دونوں شقوں کے جواب میں اللہ سبحانہ نے اپنی صفت حکیماً فرمائی کیونکہ جب فعل رفع، اللہ عزیز حکیم کی طرف منسوب ہوا تو اگرچہ اللہ تعالی حضرت عیسیٰؑ کو شریہود

سے محفوظ رکھ کر اسی سطح زمین پر زندہ رکھنے پر بھی قادر تھا مگر بحکم فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ ضرور ہے کہ اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہ ہو کیونکہ صفات الٰہیہ میں سے ایک صفت حکیم بھی ہے اور وہ ہر شئے کو اس کے مقام مناسب پر رکھتا ہے اور ہر شخص سے اس کے مادہ فطری کے موافق اور استعداد نفس ناطقہ کے مطابق سلوک کرتا ہے۔ لہٰذا مقتضائے حکمت یہی ہوا کہ چونکہ حضرت روح اللہ کی پیدائش پر اسباب ارضیہ منعقد نہیں ہوئے بلکہ آپ کی پیدائش نفخ روح القدس سے عالم الامر میں سے ہے یعنی کلمہ کن سے ہوئی ہے، پس آپ کو کمال تشبه بالملا ئکه ایک خاص طور پر حاصل ہے، لہٰذا آپ کو مرفوع الی السّماء کر کے آسمان کو آپ کا مقر بنا دینا بمقابلہ آپ کے مادہ فطری کے مقام تعجب و خلاف حکمت نہیں ہے۔ اسی تاثیر جبریلی سے معجزہ تکلم فی المھد ظاہر ہوا۔ اور یہی تاثیر روح القدسی احیائے موتی اور دیگر معجزات کا باعث ہوئی۔ اسی لئے قرآن میں خبر سعادت اثر و ایّد ناہ بروح القدس (بقرہ: ۲۵۳) آپ ہی سے مخصوص ہے اور یہی تائید جبریلی صعود الی السّماء کے وقت آپ کے ہم رکاب تھی جیسا کہ امام رازی نے اسی آیت کے ذیل میں بیان کیا، جو سابقاً گذر چکا۔

(اکمل صاحب لکھتے ہیں کہ تمہاری عبارت بالا سے : یہ ثابت ہوا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کا مادہ فطرتی اور استعداد نفس ناطقہ ایسی نہ تھی ورنہ وہ بھی مقرّ ملائکہ یعنی آسمان پر مرفوع ہوتے۔ ص ۴۳

جناب! آنحضرت ﷺ بھی آسمان پر مرفوع ہوئے لیکن آپ اسے بھی نہیں مانتے۔ شب معراج میں نبی کریم ﷺ اپنے جسم پاک سے آسمان پر لے جائے گئے اور حضرت عیسیٰؑ کے مقام سے بہت آگے گئے، جہاں پر رفیق راہ بھی رہ گئے۔ بوستان میں سعدی مرحوم فرماتے ہیں

چناں گرم درتیہ قربت براند　　　　که درسدرہ جبریل زد باز ماند

دیگر یہ کہ شہادت القرآن کی اگلی سطروں میں آپ نے حضرت مسیح کی خصوصیت میں الفاظ ، خاص طور پر ، کی طرف نظر نہیں کی حالانکہ آپ اپنی کتاب کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں: شہادۃ القرآن حصہ اول اس وقت میرے سامنے ہے۔

اسی طرح ہم آدمؑ کے بھی آسمان پر رہنے کے قائل ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ قیامت کو لوگ آدم کے پاس جا کر شفاعت کیلئے التجا کریں گے تو آپ کی تعریف میں یہ بھی کہیں گے و اسکنک جنۃ (مشکوۃ) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے بہشت میں بسایا۔ اور معلوم ہے کہ جنت آسمان پر ہے بدلیل: عند سدرۃ المنتھی عند ھا جنّۃ الماوی اور حدیث بخاری میں ہے کہ سدرۃ المنتہی ساتویں

آسمان پر ہے۔

پھر اکمل صاحب کی تاثیر جبریلی کا بھی انکار کرتے ہیں حالانکہ امور خارقہ کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ میں اپنے سے بہت پیشتر کے دو بڑے بڑے بزرگوں کے کلام پیش کرتا ہوں۔ شاہ ولی اللہ تاویل الاحادیث میں فرماتے ہیں فحصلت فی جبلّته ملكة راسخة شبيهة بجبريل و هذا معنى تا ئيد اللّه له بروح القدس (ص ۵۹)۔ (یعنی حضرت جبریل کے نفخ کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کی جبلت میں جبریل کے مشابہ پختہ ملکہ پیدا ہو گیا اور یہ ہیں معنی خدا تعالی کے آپ کی تائید روح القدس سے کرنے کے۔

اور حضرت شیخ اکبر فصوص الحکم میں فرماتے ہیں وما كان فيه من قوة الاحياء والابراء فمن جهة نفخ جبريل عليه السّلا م ۔ ص ۲۵۴۔ مع شرح بالی آفندی مطبوعہ مطبع عثمانیہ۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ میں مردوں کو زندہ کرنے اور بیماروں اور کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کرنے کی قوت نفخ جبریل کی جہت سے تھی)

دوسری حکمت الٰہیہ حضرت روح اللہ کے زندہ رکھنے اور دنیا میں نازل کرنے میں یہ ہے کہ نظر بر کمالات انبیاء چار وصف ایسے معلوم ہوتے ہیں جن کا حصول بہ نسبت انبیاء اولوالعزم کے ضروری ہے، گو ان میں سے کسی کی نسبت کوئی وصف بباعث عدم ضرورت ذکر قرآن میں مذکور نہ ہو، یا بسبب موانع وعوائق خارجیہ مثل عدم ضرورت ظہور بالفعل ظاہر نہ ہوا، مگر بالقوۃ وہ سب ان صفات اربعہ سے متصف ہیں۔

اول: مبشر بہ (بصیغہ اسم مفعول)، اس اعتبار سے کہ اس پیغمبر کے ہونے کی بشارت پہلے دی جاتی ہے جیسے حضرت روح اللہ کی نسبت علی لسان الملائکۃ حضرت مریم کو بشارت دی گئی:

يا مريم انّ اللّه يبشّرک بكلمةٍ مّنه اسمه المسيح عيسى ابن مريم (آل عمران: ۴۴) (اے مریمؑ خدا تجھ کو اپنے کلمہ کی، جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا، بشارت دیتا ہے۔)

اور نیز و رسولاً الی بنی اسرا ئيل (آل عمران: ۴۸) (اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف)۔

پس حضرت مسیح مبشر بہ ہوئے۔ دوم: مصدق، سوم مبشر۔ ہر دو بصیغہ اسم فاعل۔ مصدق اس نظر سے کہ وہ رسول اپنے سے پہلے رسولوں کی تصدیق کرتا ہے اور مبشر اس لحاظ سے کہ وہ

رسول کسی دیگر رسول کے آنے کی بشارت سناتا ہے جیسے عیسی روح اللہ اور موسی کلیم اللہ اور محمد رسول اللہ حبیب اللہ صلوۃ اللہ علیھم کی نسبت حکایۃ عن روح اللہ سورہ صف میں ذکر کیا:

و مصدّقاً لّما بین یدی من التّوراۃ و مبشّراً برسولٍ یأتی من بعدی اسمہ احمد (صف:۶) (تصدیق کرنے والا توریت کی جو میرے آگے ہے اور بشارت دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا)

اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کے دونوں وصف یعنی مصدق ومبشر ہر دو بصیغہ اسم فاعل ثابت ہوئے۔ اور حضرت موسیٰؑ کا مصدق ہونا (بصیغہ اسم مفعول) جو وصف چہارم ہے کیونکہ تصدیق کتاب مستلزم ہے تصدیق رسول کی۔ اور آنحضرت سرور عالم ﷺ کا مبشر بہ ہونا۔ اور وصف چہارم جناب رسالتمآب ﷺ کی نسبت سورہ صافات میں فرمایا:

بل جاء با لحق و صدّق المرسلین (صافات:۳۷) (بلکہ وہ حق لے کر آیا اور رسولوں کی تصدیق کرتا ہے)

اس میں آپ ﷺ کا وصف مصدق اسم فاعل مذکور ہوا اور چونکہ حضرت روح اللہ بھی زمرہ مرسلین میں سے ہیں اس لئے ان کی صفت مصدق بصیغہ اسم مفعول ثابت ہوئی۔ پس اس سلسلہ میں حضرت روح اللہ کے چاروں وصف ثابت ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے صرف دو یعنی مبشر بہ صیغہ اسم مفعول اور مصدق بصیغہ اسم فاعل۔ آنحضرت ﷺ کے لئے بوجہ سیادت اور ختم رسالت ان اوصاف اربعہ کا ظہور بالفعل ضروری ہے پس اگر آپ کے اوصاف کی تکمیل بالفعل کے لئے کوئی نیا رسول پیدا کیا جاتا تو خاتم النبیین کا شرف باقی نہیں رہتا اور بلحاظ ختم نبوت مجرد کے تو اوصاف بلحاظ مبشر بصیغہ اسم فاعل اور مصدق بصیغہ اسم مفعول کا ظہور نہیں ہوتا، جو شان سیادت کے شایان نہیں۔ اس لئے اللہ حکیم کی حکمت بالغہ اس امر کی مقتضی ہوئی کہ حضرت عیسیٰؑ کو زندہ رکھا جائے جن کی آمد ثانی کی بشارت سے آپ کا لقب مبشر بصیغہ اسم فاعل ظاہر ہو جائے اور حضرت مسیح دنیا میں آ کر اس امر کی تصدیق کریں کہ محمد رسول اللہ ﷺ حق ہے، حق ہے، اور آپ ﷺ کی صفت مصدق بصیغہ اسم مفعول بالفعل ظاہر ہو جائے۔ پس اس طریق حکیمانہ سے ختم نبوت بھی قائم رہی کیونکہ حضرت مسیح آپ ﷺ سے پہلے رسول بن چکے ہوئے ہیں اور اسی نبوت سے پھر آئیں گے اور نیز رسول اللہ ﷺ کے اوصاف اربعہ بھی پورے ہو گئے۔ چنانچہ فتح الباری (ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ میں اس شرح میں جو حدیث لاؤں گا وہ صحیح ہو گی یا حسن۔ مقدمہ ص ۴) میں باب

نزول عیسی ابن مریم میں بتخریج طبرانی من حدیث عبداللہ بن مغفل مذکور ہے :

ینزل عیسی بن مریم مصدقاً بمحمّد علی ملّته (عیسیٰ بن مریم، محمد ﷺ کی تصدیق کے لئے نازل ہوں گے)۔

اسی طرح تفسیر رحمانی میں اس آیت میں حکیماً کی تفسیر کے متعلق لکھا ہے:

و هی حفظه لتقوية دين محمد ﷺ حين انتهائه الی غاية الضّعف لظهور الدّجال فيقتله (۱۷۳) (حضرت عیسیٰ کے رفع میں یہ حکمت ہے کہ خدا نے آپ کو دین محمدی کی تقویت کے لئے محفوظ رکھا، جب کہ وہ (دین محمدی) دجال کے ظہور سے بہت ہی ضعف میں ہو جائے گا، تو آپ اس (دجال) کو قتل کریں گے)

حضرت مسیح کو اس نعمۃ جزیلہ ومنحۃ جلیلہ کے لئے، اس واسطے مخصوص کیا گیا کہ آپ کی نسبت حضرت مریم کو آپ کی ولادت سے پیشتر ہی بشارت سنا دی گئی تھی و لنجعله آيةً للنّاس (مریم) (تاکہ ہم اس کو لوگوں کے (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنائیں)۔لہذا آپ اس انعام کے زیادہ مستحق ہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

انا اولی النّاس بعيسی ابن مريم (رواہ البخاری وغیرہ) (مجھے عیسی بن مریم کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ نسبت ہے)

الحمد للہ کہ اس کے فضل غیر متناہی اور حسن توفیق سے آیت بل رّفعه اللّه اليه و كان اللّه عزيزاً حكيماً کی تفسیر معقولاً ومنقولاً پوری ہوئی۔اور بدلائل قاہرہ و براہین ظاہرہ باہرہ و حجج قاطعہ حضرت عیسیٰ کا صعود الی السماء اوراب تک زندہ رہنا ثابت کر دیا گیا۔

اب مختصراً دیگر آیات ودلائل مثبتہ رفع وحیات آسمانی بیان کی جاتی ہیں۔

و ان من اهل الكتاب الّا ليؤمننّ به

تیسری آیت جس سے حضرت عیسیٰ کی حیات الی الآن اورنزول فی آخرالزمان ثابت ہوتا ہے، یہ ہے:

و ان من اهل الكتاب الّا ليؤمننّ به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً (نساء:۱۵۹) (اورنہیں ہوگا کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لے آئے گا اس پر، اس کی موت سے پہلے اور وہ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوگا)

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ لیؤمننّ میں لام قسم کا اور نون تاکید کا ہے اور متون و شروح کتب نحو میں مصرح ہے کہ نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے اور ماضی اور حال کے لئے نون تاکید نہیں آتا۔ اس مسئلہ میں کسی نحوی کو خلاف نہیں اور نہ کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی یا کلام عرب عرباء میں اس کے خلاف نون تاکید کا استعمال پایا گیا ہے، چنانچہ امام ابن ہشام نحوی مغنی میں تحریر کرتے ہیں:

و امّا المضارع فان کان حالاً لم یؤکّد بھما و ان کان مستقبلاً اکّد بھما و جوباً فی نحو: تا للّٰہ لاکیدنّ اصنامکم۔ (مغنی ج ۲ ص ۲۲) (اگر مضارع حال کے معنی میں ہو تو ان ہر دو (نون خفیفہ وثقیلہ) سے اس کی تاکید نہیں کی جاتی اور اگر مستقبل کے معنی میں ہو تو اس (مستقبل) کی تاکید آیت تا للّٰہ لاکیدنّ کی مثل میں، یعنی جب فعل کے اول میں قسم کا کوئی حرف ہو، ان ہر دو (نون ثقیلہ یا خفیفہ) میں سے کسی کے ساتھ واجب ہوتی ہے)

اسی طرح علامہ رضی، شرح کافیہ میں فرماتے ہیں:

و امّا فی المستقبل الّذی ھو خبر محض فلا یدخل الّا بعد ان یّدخل علی اوّل الفعل ما یدلّ علی التّوکید ایضاً کـ لام القسم (لیکن اس مستقبل میں جو محض خبری ہو نون تاکید (خفیفہ یا ثقیلہ) داخل نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ فعل کے اول میں کوئی تاکید کا کلمہ بھی داخل ہو مثلاً لامِ قسم)

بعد اس تمہید کے واضح ہو کہ چونکہ آیت ما نحن فیھا میں لیؤمننّ مع لام قسم اور نون تاکید ثقیلہ کے ہے پس حسب تصریحات بالا یہ خالص استقبال کا صیغہ ہے، اسلئے مراد الٰہی اس آیت مبارکہ سے یہ ہوئی کہ آئندہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں سب اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ پر آپ کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے اور آپؑ ان پر قیامت کے دن شاہد ہوں۔

موافق محاورہ کتاب وسنت وقواعد نحو وکلام عرب عرباء اس آیت کے صحیح معنی یہی ہیں، اور جتنے معنی اس کے سوا ہیں وہ سب غلط اور باطل ہیں (اس کی مفصل بحث شہادت القرآن حصہ دوم میں کی گئی ہے)۔ پس چونکہ ابھی تک اتفاق اہل کتاب قاطبۃً (سب کے سب) عیسیٰ پر ایمان لانے پر متحقق نہیں ہوا لہذا آپ ابھی تک فوت نہیں ہوئے و ھذا ھو المراد

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ والّذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الحرب و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدّنیا ثمّ یقول ابوھریرہ و اقرأو ان شئتم و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً (بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسی بن مریم) (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ البتہ عنقریب تم میں ابن مریم صاحب عدل و انصاف حاکم ہو کر اتریں گے۔ پس صلیب کو توڑیں گے اور خنزیروں کو قتل کروا دیں گے اور لڑائی موقوف کر دیں گے اور مال اس قدر کثرت سے ہو جائے گا کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا یہاں تک کہ ایک سجدہ ساری دنیا (کے مال و متاع) سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو و ان من اھل الکتاب. الخ)

ارشاد الساری شرح بخاری میں اس حدیث کے ذیل میں اس آیت کا مفہوم یوں ادا کیا گیا ہے:

ای و ان من اھل الکتاب احد الّا لیؤمننّ بعیسی قبل موت عیسی و ھم اھل الکتاب الّذین یکونون فی زمانہ فتکون الملّۃ واحدۃ و ھی ملّۃ الاسلام و بھذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید ابن جبیر عنہ باسناد صحیح (اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہ ہوگا مگر حضرت عیسیٰؑ پر، حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے ایمان لے آئے گا اور وہ، وہ اہل کتاب ہوں گے جو ان (عیسی) کے زمانہ (نزول) میں ہوں گے۔ پس صرف ایک ہی ملت اسلام ہو جائے گی۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے اسی پر جزم کیا ہے، اس روایت کے مطابق جو ابن جریر نے ان سے سعید بن جبیر کے طریق سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کی)

اس آیت کو اپنے ماقبل سے دو ارتباط ہیں۔ اول یہ کہ جب آیت بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں مسیح کا صعود الی السماء مذکور ہوا تو سامع کے دل میں ایک سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ حضرت مسیح آسمان سے کبھی نازل بھی ہوں گے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے بطور استینافِ بیانی (جوابِ سوال مقدر) فرما دیا کہ زمانہ اخیر میں آپ نزول فرما ہوں گے

(اکمل قادیانی نے اس مقام پر ایک سوال کیا ہے کہ یہ کس آیت کا ترجمہ ہے ص ۴۴۔

جناب والا! صحیحین کی احادیث نزول اور سلسلہ کلام کو ملحوظ رکھ کر مراد الٰہی سمجھائی گئی ہے اس لئے استیناف بیانی کا ذکر کیا گیا ہے، جسے آپ غالباً نہیں جانتے)

اور ان کے نزول کے وقت یہ ہوگا کہ اہل کتاب بالاتفاق آپ پر ایمان لے آئیں گے

(اکمل صاحب دریافت کرتے ہیں کہ: سب اہل کتاب کس طرح ایمان لائیں گے جب کہ جنگ میں تقریباً سب کے سب ہلاک ہو چکیں گے؟۔

جواب: سب اہل کتاب کا جنگ میں ہلاک ہونا کسی آیت یا حدیث میں وارد نہیں ہوا۔ ہاں سوائے ملت اسلام کے باقی سب ملتوں کی ہلاکت کا ذکر حدیث ابی داؤد میں آیا ہے۔ سو ملت کی ہلاکت دیگر امر ہے اور اہل ملت کی ہلاکت دیگر۔ دیکھئے آنحضرت ﷺ کے وقت کچھ کفار جنگوں میں مارے گئے اور باقی سب اسلام لے آئے۔ پس حجاز سے کفر مٹ گیا اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے نزول پر ہوگا۔

نیز اکمل صاحب فرماتے ہیں کہ سب اہل کتاب کا ایمان لے آنا آیت و القینا بینھم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیامۃ کے برخلاف ہے۔ ص ۴۴۔

جواب: ایمان اور عداوت میں منافاۃ نہیں ہے کہ دونوں یکجا جمع نہ ہوسکیں۔ نہ سمجھ سکیں تو قادیانی اور لاہوری پارٹی کے حالات سے سمجھ لیں۔

دیگر یہ کہ الی یوم القیامۃ سے مراد قرب یوم القیامۃ ہے کیونکہ فنائے عالم کے بہت عرصہ بعد قیامت ہوگی۔ پس جب کوئی آدمی ہی زندہ نہ ہوگا تو دشمنی کس میں ہوگی؟ پس لامحالہ اس سے قرب یوم القیامۃ مراد لینی پڑے گی اور جب قرب یوم القیامت مراد ہوئی تو اس سے مراد زمانہ نزول عیسی ہے چنانچہ صحیح مسلم میں وارد ہے کہ عیسیٰؑ کے نزول پر بغض اور عداوتیں جاتی رہیں گی۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ یہودیوں میں آپس میں اور عیسائیوں میں آپس میں بغض رہیں گے جب تک وہ یہودیت و نصرانیت پر رہیں گے اور وہ اس حالت پر عیسیٰؑ کے نزول تک رہیں گے۔ جب وہ نازل ہوں گے تو یہ سب ان پر ایمان لا کر مسلمان ہو جائینگے پس عداوتیں بھی نہ رہینگی کیونکہ اس وقت وہ یہودی اور عیسائی نہ ہونگے)

دوم یہ کہ چونکہ اس مضمون کا شروع یسئلک اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتاباً من السّماء .. الآیہ سے ہے اور اس میں اہل کتاب یہود کا سرور کائنات ﷺ کی جناب میں اقتراحاً یہ سوال پیش کرنا مذکور ہے کہ ہم آپ پر تب ایمان لائیں گے جب آپ ہم پر آسمان سے کتاب نازل کر دکھلائیں جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے و لن نؤمن لرقیّک حتّی

تنزّل علینا کتا باً نقرأہ (یہ کفار کہتے ہیں کہ ہم تیرے (آسمان پر) چڑھنے ہی کو تسلیم نہیں کریں گے جب تک تو ہم پر کوئی کتاب نہ اتارے جسے ہم خود پڑھ لیں) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اس سوال کے دو جواب تعلیم فرمائے۔ اول یہ ظاہر کیا کہ ایسے ایسے مقترحات کا پیش کرنا ان کی موروثی اور جدی عادت ہے چنانچہ انہوں نے باوجود حضرت موسیٰؑ پر ایمان رکھنے کے آپ سے اس سے بھی بھاری سوال کیا یعنی کہا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ ظاہراً دکھا۔ اور انہوں نے فلاں شرارت کی اور وہ فلاں فعل قبیح اور خلق شنیع کے مرتکب ہوئے۔ اسی سلسلہ ذکر شناعات یہود میں ان کا یہ قول بھی ذکر کیا کہ وہ فخر سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کر ڈالا۔ حالانکہ مسیح کو نہ تو انہوں نے قتل کیا اور نہ اسے صلیب پر چڑھایا۔ ولیکن اس شخص کو سولی پر چڑھا کر قتل کیا جس پر حضرت مسیح کی شکل وشباہت ڈالی گئی تھی.. الی قولہ ... بل رّفعہ اللّٰہ الیہ و کان اللّٰہ عزیزاً حکیماً۔

پس اس ذکر کے ضمن میں اول تو آیت ما نحن فیھا میں اس طور پر تقریع و تبکیت یہود پائی گئی کہ جس رسول کی نسبت یہود فخر سے بے باکانہ یہ اخبار بے سروپا اور افواہ بے بنیاد اڑا رہے ہیں کسی زمانہ میں یہود اس نبی برحق روح اللہ کے سامنے سخت پست اور ذلیل ہو کر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ تفسیر رحمانی میں اسی آیت کے متعلق لکھا ہے:

ثمّ اشار الی من کان یفتخر بقتلہ سیتذال لہ قبل موتہ (رحمانی۔ص ۱۷۲) (پھر خدا نے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کے قتل پر فخر کرتے ہیں وہ عنقریب اس کی موت سے پہلے اس کے تابع ہو کر اس کے سامنے عاجز و ذلیل ہوں گے)۔

(ہر چند ہم نے نہایت وضاحت سے ان آیات کا ربط مضمون سابق سے بیان کر دیا اور تائید کیلئے تفسیر رحمانی کا حوالہ بھی دے دیا، جو ربط آیات میں لاثانی ہے لیکن اکمل صاحب لکھتے ہیں:

سوال تو یہ ہے کہ آسمان سے کوئی کتاب نازل ہو اور جواب یہ ہے کہ مسیح اتر کر تمہاری خوب خبر لے گا۔ پھر وہ بھی ان کی نہیں کیونکہ وہ تو مر چکے ہوں گے، بلکہ ان کی اولاد کی کسی آخری پشت کی۔

جواب: شائد ہمارے الفاظ تقریع اور تبکیت پر آپ کی نظر نہیں پڑی۔ جناب من! قرآن میں اس کی نظائر بکثرت ہیں۔ ہم سے تفسیر جلالین پڑھیں ہم آپ کو اس طریقِ جواب کی تصریح دکھا دیں گے۔ ہاں یہ خوب کہا کہ ان کی اولاد کو ڈرا وا دیا گیا۔ جناب! یہ بھی قرآن میں بکثرت ہے یا بنی اسرائیل اذکروا والے رکوع پڑھیں۔ اور افسوس کہ آپ نے مولوی نورالدین کو یہ بات نہ سمجھائی، ورنہ وہ بھی مرزا صاحب کی پشت سے کسی لڑکے کا نکاح محمدی بیگم کے بطن سے کسی لڑکی کے ساتھ تجویز نہ کرتے)

ثانیاً اس طور پر کہ جو کتاب ہم اپنے حبیب ﷺ پر بواسطہ رسول امین یعنی جبریل نازل کر رہے ہیں وہ اسی طریق پر نازل ہوتی رہے گی۔ یہود کے اقتراحِ بے جا پر اس طریق تنزیل کو بدل نہیں دیں گے۔ ہاں ہم زمانہ اخیر میں مسیح ابن مریم کو ان کی سرکوبی اور تذلیل کے لئے پھر نازل کریں گے۔ یہ تو جواب اول کی تقریر ختم ہوئی۔ حاصل یہ کہ یہود کے ایسے جا مقترحات سے دل تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ان کی عادت متوارثہ ہے۔

جواب ثانی یہ تعلیم فرمایا:

انّا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح و النّبیّین من بعدہ (نساء: ۱۶۳)

(بے شک ہم نے تیری طرف ٹھیک اسی طرح وحی کی ہے جس طرح نوحؑ کی طرف اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف کی تھی)

یہ طریق جواب احسن الخطابات میں سے ہے۔

☆ و انّہ لعلم للسّاعۃ

چوتھی آیت سورہ زخرف کی آیت نمبر ۶۱ و انّہ لعلم للسّاعۃ ہے جس سے حضرت عیسیٰ روح اللہ کی رفع اور نزول اور حیات الی الآن ہر سہ امور ثابت ہیں۔ اس آیت کا معنی ہے: حضرت عیسیٰؑ کا نزول علامات قیامت میں سے ہے)

(اکمل صاحب ہمارے اس ترجمہ پر چند سوالات کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

کیوں جناب! یہ عیسیٰ (ضمیر کے مرجع میں اختلاف ہے) اور پھر اس کا نزول کہاں سے نکالا؟ اور پھر علم بمعنی علامات کونسی سی لغات میں دیکھا؟ اور ساعت کے معنی عذاب کی گھڑی بھی موافق محاورہ قرآن مجید ہو سکتے ہیں، یقیناً قیامت کیونکر ہوئے؟ ص ۴۴۔۴۵۔

جوابات: اس آیت سے پیشتر اور بعد، حضرت عیسیٰؑ کا ذکر صریح الفاظ میں موجود ہے۔ دیکھئے و لمّا ضرب ابن مریم مثلاً (الی قولہ) و لمّا جاء عیسی با لبیّینات۔ الآیۃ۔ اور قابل لحاظ وہ اختلاف ہوتا ہے جو ناشی از دلیل ہو اور اس میں فیصلہ کی قوی دلیل نہ ہو۔ ورنہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ وجود باری تعالیٰ اور نبوت محمدیہ ﷺ سے بھی انکار نہ کر دیں کہ ان میں بھی اختلاف ہے۔ محققین نے اس ضمیر کے مرجع کی نسبت صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ سوائے عیسیٰؑ کے سب مرجع ضعیف اور بعید

ہیں کیونکہ سابقاً ولاحقاً انہی کا ذکر ہے اور نزول، حدیث ابن مسعودؓ سے لیا ہے۔ اور یہاں علم بمعنی علامت لسان العرب میں مرقوم ہے۔

دیکھئے ہر سہ امور بالا کی نسبت علامہ ابن منظور افریقی فرماتے ہیں:

و فی التّنزیل صفۃ عیسیؑ و انّہ لعلم للسّاعۃ وھی قرأۃ اکثرالقراء وقرأ بعضھم وانّہ لعلم للسّاعۃ المعنی ان ظھور عیسی و نزولہ الی الارض علامۃ تدلّ علی اقترا ب السّا عۃ (لسان العرب۔ج ۱۵ص ۳۱۴)۔

اوراسی طرح تفسیر ابن کثیر میں مسطور ہے:

و انّ عیسی لعلم للسّاعۃ ای شرط من اشراطھا تعلم بہ فسمّی الشرط الدّال علی الشیء علماً لحصول العلم بہ و قرأ ابن عباس لعلم و ھو العلامۃ

اور ایک دوسری حدیث میں جو حضرت حذیفہؓ سے تفسیر ابن جریر میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کو آیات قیامت میں گنایا ہے۔ ہاں! آپ نے یہ خوب کہا کہ:

چونکہ ساعۃ بمعنی عذاب کی گھڑی بھی قرآن میں وارد ہے اسلئے اس کے معنی یقیناً قیامت نہیں لے سکتے۔

جناب والا! جب مرزا قادیانی نے اس مقام کی نسبت ساعۃ کے معنی میں یہ حجت نکالی تھی تو ہمیں اس وقت سوجھا تھا کہ یہ انکار قیامت کی پیش بندی ہے کیونکہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جس لفظ مفرد سے چند ایک معنی مراد لئے جائیں تو کوئی معنی بھی کسی مقام پر یقینی نہیں ہوسکتا تو جہاں جہاں قیامت مراد ہوگی وہاں وہاں پر آپ کہہ سکیں گے کہ چونکہ ساعۃ کے معنی عذاب کی گھڑی بھی ہیں اسلئے یقیناً قیامت کیونکر ہوئے؟ العیاذ باللہ۔ جب ایمان کمزور ہوجاتا ہے تو حجت باز طبیعت کوئی نہ کوئی وجہ تراش لیتی ہے)

ابن مسعود سے سنن ابن ماجہ میں موقوفاً اور مسند امام احمد میں مرفوعاً مروی ہے کہ:

عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال لمّا کان لیلۃ اسری برسول اللّٰہ ﷺ لقی ابراھیم و موسی و عیسی فتذاکروا السّاعۃ فبدؤا بابراھیم فسألوہ عنھا فلم یکن عندہ منھا علم۔ ثم سألوا موسی فلم یکن عندہ منھا علم۔ فردّ الحد یث الی عیسی بن مریم فقال قد عھد الیّ فیما دون وجبتھا فا ما و جبتھا فلا یعلما الّا اللّٰہ فذکر خروج

الدّجّال قال فانزل فاقتله (الحدیث واللفظ لابن ماجہ ص ۳۰۹ باب فتنۃ الدجال و خروج عیسی بن مریم) (جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوئی، آپ حضرات ابراہیم وموسی وعیسی سے ملے تو قیامت کے متعلق تذکرہ ہوا۔ اور حضرت ابراہیمؑ سے سوال شروع ہوا تو ان کو قیامت کا کوئی علم نہ تھا (کہ کب ہوگی) پھر موسیٰؑ سے سوال ہوا، تو ان کو بھی اس کا کوئی علم نہ تھا پس حضرت عیسیٰؑ کی نوبت آئی تو آپؑ نے کہا کہ قیامت کے وقوع کا علم تو سوائے خدا کے کسی کو نہیں، لیکن خدا نے مجھ سے قیامت کے نزدیک کا عہد کیا ہوا ہے۔ پس آپ نے دجال کا ذکر کیا اور کہا میں نازل ہوں گا اور اس کو قتل کروں گا)

(مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دیگر انبیاء کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ سے بھی ملاقات کی۔ پس جس طرح دیگر انبیاء فوت ہو کر آسمان پر ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰؑ بھی ہیں۔ اس کا مفصل جواب شہادت القرآن حصہ دوم میں دے دیا گیا ہے۔ مختصراً یہ کہ ملاقات کی تین صورتیں ہیں: دونوں طرف سے جسمانی؛ دونوں طرف سے روحانی؛ ایک طرف سے روحانی دوسری طرف سے جسمانی۔ جیسا کہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم میں ہے کہ دو قبروں میں آپ ﷺ نے عذاب ہوتے دیکھا۔ اس وقت صحابہ کے ساتھ آپ کی ملاقات ہر دو جانب سے جسمانی تھی اور اموات کے ساتھ آپ کی طرف سے جسمانی اور ان کی طرف سے عالم برزخ کی۔ اسی طرح شب معراج میں حضرت عیسیٰؑ سے آپکی ملاقات ہر دو جانب سے جسمانی تھی، اور دیگر انبیاء سے آپ کی طرف سے جسمانی اور ان کی طرف سے عالم برزخی)

اس آیت کی تفسیر میں نزول عیسی کا قرب قیامت کی علامت ہونا حضرات ابن عباسؓ، ابو مالکؒ، عوفؒ، مجاہدؒ، قتادہؒ، سدیؒ، ضحاکؒ اور ابن زیدؒ سے مروی ہے۔ (ابن جریر) چنانچہ ضحاک کے الفاظ یہ ہیں:

خروج عیسی بن مریم و نزوله من السّماء قبل یوم القیامة (ابن جریر۔ سورہ زخرف) یعنی قیامت سے پیشتر عیسیٰؑ کا آسمان سے نازل ہونا قیامت کی علامت ہے۔

جب اس آیت اور حدیث سے پیشتر حضرت عیسیٰؑ کا نزول ثابت ہوگیا تو چونکہ نزول مستلزم صعود ہے اذ لا یمکن و لا یتصور نزول البشر من السّماء الّا بعد صعوده الیها یعنی کیونکہ کسی بشر کا آسمان سے نازل ہونا ممکن و متصور نہیں مگر بعد اس کے کہ وہ اس سے پیشتر آسمان پر چڑھا ہو۔ اس لیے یہ آیت مثبت صعود (رفع) بھی ہے اور چونکہ زمان ماقبل النزول میں حیات بھی ضروری ہے اس لئے یہ آیت مثبت حیات بھی ہے۔

☆ **و من المقرّبین**

پانچویں آیت جس سے حضرت عیسیٰؑ کا رفع الی السّماء ثابت ہے آیت و من المقرّبین (آل عمران : ۴۴) ہے ۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ صفت مقرب قرآن میں تین مواقع پر وارد ہے ۔ اول اسی آیت میں مسیح کی شان میں ۔ دوم، فرشتوں کیلئے آخر سورہ نساء میں ذکر رفع مسیح کے تھوڑا آگے فرمایا : لن یّستنکف المسیح ان یّکو ن عبداً للّٰہ ولا الملائکۃ المقرّبون (نساء : ۱۷۲) (نہ تو مسیح خدا کا بندہ بننے کو عار سمجھتا ہے اور نہ ملائکہ مقربین)۔ سوم، جنتیوں کیلئے سورہ واقعہ میں فرمایا : او لئک المقرّبون فی جنّت النّعیم (واقعہ ۱۱۔۱۲) (نعمت کے باغوں میں وہی مقرب ہوں گے) ان ہر سہ مقامات میں قرب جسمی ، حسّی ، سماوی ملحوظ ہے نہ فقط رتبی ۔

(اکمل قادیانی اس پر فرماتے ہیں : قرب جسمی ، حسّی ، سماوی کہاں سے نکالا ؟

جواب : جناب والا ! فرشتے اپنے اجسام سے آسمان پر ہیں ۔ اور جنتی بھی اپنے اجسام سے جنت میں ہوں گے اور جنت آسمان پر ہے ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ بھی اپنے جسم سے آسمان پر ہیں ۔ آپ اپنے دماغ سے اکملیت کا دھواں نکال دیں تو یہ باتیں خود بخود سمجھ میں آجائیں گی ۔ دیگر یہ کہ آپ نے شہادت القرآن کی عبارت ہی نہیں سمجھی ، وہاں تو صاف لکھا ہے ، قرب جسمی ، حسی ، ملحوظ ہے ، نہ فقط رتبی ۔ لیکن جناب نے اس لفظ ملحوظ کا لحاظ بالکل نہیں کیا ۔ اور نہ الفاظ ، فقط رتبی ، کا خیال کیا ۔ پھر یہ کہ تفہیم ناقصین کیلئے اس کے بعد معنی کنائی اور معنی حقیقی کا باہم جمع ہوسکنا بھی ذکر کر دیا گیا ۔ ورنہ محصلین جن کی نظر حمد اللہ وغیرہ معقولی کتب پر ہو ان کے لئے الفاظ ، ملحوظ ہے نہ فقط رتبی ، ہی کافی تھے ۔

اکمل صاحب نے ایک اور کمال دکھایا ہے کہ قرب سماوی پر ایک اعتراض حاشیہ میں بھی جڑ دیا چنانچہ فرماتے ہیں : اس سے مکانی ہونا اللہ کا لازم آتا ہے ۔ حاشیہ نمبر اص ۴۵ ۔ جناب ! آپ نہ تو قرآن جانیں نہ حدیث ، نہ فطرت اللہ کو سمجھ سکیں ۔ سنئے مکانی ہونا تو لازم آئے جب اسے محصور ومحاط مانا جائے اور اگر حد واحاطہ کے تصور کے بغیر فوق العرش اس کی کیفیت سے مانا جائے جو اس کی شان کے لائق ہے ، تو اس سے مکانی ہونا لازم نہیں آتا ۔ ورنہ معاذ اللہ تمام سلف صالحین کو مثبت مکان ماننا پڑے گا ۔ کسی حافظ قرآن سے پوچھئے کہ آیت أأمنتم من فی السّماء کہاں ہے ؟ اور کسی حدیث دان سے دریافت کیجئے کہ وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک لونڈی سے پوچھا تھا این اللّٰہ یعنی خدا کہاں ہے ؟ تو اس نے کہا تھا فی السّماء ۔ یعنی آسمان میں ۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا انھا مؤمنۃ یعنی

بے شک یہ لونڈی ایماندار ہے۔ اور کسی باہوش دعا گو سے پوچھئے کہ دعا کے وقت تمہاری توجہ اور خیال کدھر کو ہوتا ہے اور ساتھ ہی قرآن دان سے معلوم کرلیں کہ آنحضرت ﷺ تحویل قبلہ کی آرزو میں آسمان کی طرف کیوں دیکھتے رہتے تھے کہ اللہ نے فرمایا: قد نری تقلّب و جھک فی السّماء۔ اس کے بعد امام ابن تیمیہ کی عبارت ذیل پڑھیں تو آپ کو حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ خدا تعالیٰ کو اوپر ماننا جبلی وفطری ہے۔

انّ ھذا الامر فطروا علیه و جبلوا علیه کما قال الشّیخ ابوجعفر الھمدانی لبعض من اخذ ینکرا الاستوا و یقول لو استوی علی العرش لقامت به الحوادث فقال ابوجعفر معناه انّ الاستواء علم بالسّمع فی قلوبنا و لو لم یرد به لو نعرفه وانت تتاوله فدعنا من ھذا واخبرنا من ھذه الضّرورة الّتی نجدھا فی قلوبنا فانّه ما قال عارف قطّ یا اللّه الّا و قبل ان ینطق لسانه یجد فی قلبه معنی یطلب العلوّ یلتفت یمنة و یسرة فھل عندک من حیلة فی دفع ھذه الضّرورة عن قلوبنا فلطلم المتکلم و قال حیر الھمدانی۔

اور اس سے تھوڑا آگے ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

و ایضاً فمن المعلوم انّ القرآن ینطق بالعلوّ فی مواضع کثیره جداً حتی قیل انّھا ثلث مأة موضع و السّنن متواتره عن النّبی ﷺ بمثل ذلک و کلام السّلف المنقول عنھم بالتّواتر یقتضی اتّفاقھم علی ذلک۔ (منہاج السنہ۔ جلد ا۔ ص ۲۶۳)

و لو اردنا به لازم معناه فلا یضرّنا لانّ المعنی الحقیقی للّفظ یجمتع معه لازم معناه وھذا الرّسم ھو المصطلح عند علماء البیان بالکنایة کما ھو مصرّح فی کتب البلاغة و قد مرّ ذلک آنفاً فلا فائدة فی الاعادة (اور اگر ہم اس (قرب) سے لازمی معنی بھی مراد لیں تو بھی ہمیں مضر نہیں کیونکہ لازمی معنی حقیقی معنوں کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اور اس رسم کا نام علماء بیان کی اصطلاح میں کنایہ ہے جیسا کہ کتب بلاغت میں مصرح ہے اور اس کا حوالہ ابھی گذر چکا ہے۔ پس مکرر ذکر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں)

عیسیٰؑ کو جو بکلمہ تبعیض من المقرّبین فرمایا تو مراد ان مقربین سے ملائکہ مقربین

ہیں، جو آیت سورہ نساء میں بالتخصیص مذکور ہیں۔ چنانچہ وہ آیت ان شاء اللہ ابھی مذکور ہوگی۔ اور یہ بات مسلّم ہے کہ فرشتوں کا مقرّ طبعی آسمان ہے۔ پس جب عیسیٰؑ ان میں سے ایک فرد ہوئے تو آپ کا صعود ثابت ہوگیا۔ تفاسیر معتبرہ مثل کبیر، ابی السعود، مدارک، خازن، بیضاوی، سراج منیر، کشاف اور فیضی میں اس آیت کے ذیل میں رفع الی السّماء کو ذکر کیا ہے چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے:

وکونه من المقرّبین رفع الی السّماء و صحبته للملائکة (مقربین میں سے ہونے کے معنی ہیں آپ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا اور فرشتوں کے ساتھ رہنا)۔

اور تفسیر سواطع الالہام میں ہے:

لصعوده مصاعد السّماء و ادراکه مدارک الملک (کیونکہ آپ آسمان پر اٹھائے گئے اور آپ فرشتوں کے مقام پر پہنچے)

☆ لن یّستنکف المسیح

چھٹی آیت مثبت رفع عیسیٰؑ یہ ہے:

لن یّستنکف المسیح ان یّکون عبداً للّٰه ولا الملائکة المقرّبون (نساء : ۱۷۳)۔ (نہ تو مسیح خدا کا بندہ ہونے کو عار جانتا ہے اور ملائکہ مقربین)

وجہ استدلال یہ ہے کہ بنائے شرک نصاری تین امر ہیں اور انہیں کے سبب نصاری کو وہم الوہیت مسیح پیدا ہوا۔ اول: ولادت مسیح بلا پدر۔ دوم: ظہور معجزات عجیبہ۔ سوم: رفع الی السماء۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ہر سہ امور یا تو صحیح ہیں یا نہیں۔ اگر صحیح نہیں تو قرآن شریف میں حسماً لمادّة شرک النّصاری (نصاری کے شرک کا مادہ نابود کرنے کیلئے) ان سب کا ابطال و تردید چاہیے اور اگر صحیح ہیں تو پھر یہ ثابت کرنا چاہیے کہ یہ امور مقتضی الوہیت نہیں ہو سکتے۔ ناقد ممارس کتاب اللہ پر ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے ان امور کو باطل نہیں کہا بلکہ ان کو ثابت رکھ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ امور مقتضی الوہیت نہیں ہو سکتے

(مطلب بالکل صاف ہے کہ اگر یہ تینوں امر نفس الامر میں خدا کے نزدیک غلط تھے، تو چاہیے تھا کہ خدا صاف فرما دیتا کہ یہ امر غلط ہیں، افتراء ہیں۔ لیکن خدا نے بجائے ابطال و تردید کے ان کو ثابت کر دکھایا اور نصاری کی تردید اس طرح کہ یہ باتیں مثبت الوہیت نہیں ہوسکتیں۔ اکمل صاحب ایسے صاف

بیان کو بھی نہیں سمجھ سکے چنانچہ فرماتے ہیں:

رفع جسمانی کا تو ضرور ابطال ہونا چاہیے کیونکہ یہی سب سے بڑا بھاری ثبوت ہے نصاری کے پاس الوہیت مسیح کا۔ صفحہ ۴۶۔

جناب من! قرآن نے رفع جسمانی کا ابطال نہیں کیا بلکہ نصاری نے جو اسے وجہ الوہیت بنایا تھا، اس کا ابطال ولا الملائكة المقرّبون سے کیا جیسا کہ اگلی سطور میں مفصل و مدلل مذکور ہے)

چنانچہ وجہ اول یعنی ولادت بلا پدر کو آدم کی پیدائش سے توڑا اور فرمایا:

انّ مثل عیسی عند اللّٰه کمثل آدم خلقه من ترابٍ ثمّ قال له کن فیکون (آل عمران: ۵۸) (عیسیٰ کی مثال تو خدا کے نزدیک آدم کی طرح ہے کہ اسے خدا نے مٹی سے بنایا تو پھر اسے کہا ہو جا، تو وہ ہو گیا)

اور یہ من باب تمثیل الغریب بالاغرب ہے۔

وجہ دوم یعنی ظہور خوارق کی نسبت فرمایا:

ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل ..(مائدۃ :۷۵)۔(مسیح تو صرف ایک رسول ہیں اس سے پیشتر کئی رسول ہو چکے ہیں)

اس میں ظاہر کیا کہ ظہور خوارق دیگر انبیاء کے ہاتھ پر بھی ہوا ہے۔ اس لئے یہ وجہ بھی مثبت لاہوتیت نہیں ہوسکتی۔ مثلاً موسیٰؑ کے معجزہ سے آپ کے عصا کا سانپ بن جانا، عیسیٰؑ کے معجزہ احیائے موتی سے اعجب ہے، کیونکہ میت وہ چیز ہے جو کسی وقت زندہ ہو اور پھر اس سے حیات منتزع ہو، اور لکڑی ایسی چیز ہے جس کی شان میں حیات نہیں ہے۔

وجہ سوم یعنی رفع الی السّماء کو آیت لن یّستنکف المسیح ... الآیه سے توڑا اور ظاہر کیا کہ ملائکہ مقربین اور حاملین عرش رفع آسمانی میں حضرت روح اللہ سے ارفع ہیں۔ پس یہ بھی وجہ بھی مقتضی لاہوتیت نہیں ہوسکتی۔

بادنی تامل ظاہر ہوسکتا ہے کہ اس پچھلی آیت میں ان ہر سہ وجوہ کا جواب ہے کیونکہ ملائکہ کی پیدائش بھی بغیر اسباب کے محض کلمہ کن سے ہے اور اظہار خوارق میں بھی وہ بشر سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں اور رفع سماوی میں اکثر ان میں حضرت عیسیٰؑ سے زیادہ بلند ہیں۔ پس عیسیٰؑ کا رفع مع دیگر خوارق کے اسی ایک آیت سے بھی ثابت ہے۔ اس آیت کے ذیل میں رفع عیسی کو ذکر کرنے میں بندہ منفرد نہیں ہے بلکہ علامہ ابوالسعود تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم میں

یہی لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو عبارت ذیل:

انّ مناط کفر النّصاری و رفعهم له علیه السلام عن رتبة العبودیة کما کان اختصاصه علیه السلام و امتیازه عن سائر البشر بالولادة من غیر اب و بالعلم بالمغیبات و بالرّفع علی السّماء عطف علی عدم استنکافه عن عبودیته تعالی عدم استنکاف من هو اعلی درجة منه فیما ذکر فان الملائکة مخلوقون من غیر اب و امّ و عالمون بمالا یعلمه البشر من المغیبات و مقارهم السّماوات العلی (ابی السعود۔ زیر آیت لن یستنکف ...الخ)

(نصاری کے کفر اور ان کے حضرت عیسیٰؑ کو رتبہ عبودیت سے برتر جاننے کا مناط و مدار اس وجہ سے ہے کہ آپ بلا باپ پیدا ہوئے اور (خدا کے جتانے سے بعض) مغیبات کے جاننے اور آسمان پر چڑھائے جانے میں دیگر بشروں سے ممتاز ہیں۔ اس لئے اللہ تعالی نے آپ کی اس بات پر کہ آپ کو اللہ تعالی کی عبودیت سے عار نہیں ان لوگوں (فرشتوں) کے عدم استنکاف کو عطف کیا جو ان امور مذکورہ میں حضرت عیسیٰؑ سے اعلی و ارفع ہیں کیونکہ فرشتے بغیر باپ اور بغیر ماں کے پیدا شدہ ہیں اور وہ (خدا کے جتانے سے) ان مغیبات کو بھی جانتے ہیں جو انسان کے علم میں نہیں ہیں، اور بلند آسمان ان کے رہنے کی جگہ ہے)

☆ و یکلّم النّاس فی المهد و کهلا

ساتویں آیت مثبت حیات روح اللہ یہ ہے:

و یکلّم النّاس فی المهد و کهلا و من الصّا لحین (آل عمران:۴۵) (اور کلام کرے گا لوگوں سے گہوارے میں اور کہولت (کی عمر) میں بھی اور صالحین میں سے ہوگا)

وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں حضرت مسیح کو تکلّم فی المهد اور تکلّم فی الکهولة کی بخشش سے نوازنا ذکر کیا اور یہ دونوں اعجازی امر ہیں جیسا کہ سورہ مائدہ کی آیات تذکیر انعامات سے واضح ہے:

اذ ایّد تک بروح القدس تکلّم النّاس فی المهد و کهلا (مائدہ:۱۱۰)

(جب میں نے تیری تائید روح القدس سے کی کہ تو نے لوگوں سے اپنے گھوارے میں بھی اور کہولت میں بھی کلام کیا)

جب یہود نے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت پر حضرت مریمؑ کی عصمت پر شک کیا تو حضرت عیسیٰؑ بحکم خدا اپنی ماں کی گود سے بول اٹھے:

انّی عبد اللّٰه آتانی الکتاب و جعلنی نبیّاً ... الخ ۔(مریم: ۳۰) (میں خدا کا بندہ ہوں خدا نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا)

پس جس طرح تکلّم فی المھد امر اعجازی اور خلاف عادت ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ کا تکلم فی الکہولت بھی امر خارق عادت ہے۔اگر چہ یہ بظاہر کوئی امر عجیب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ کہولت کی عمر میں سب بولنے والے کلام کیا کرتے ہیں۔پس اس معجزہ عیسویہ کی صورت یہ ہے کہ رفع آسمانی کے بعد ایک زمانہ دراز تک بغیر خوراک معتاد کے زندہ رہنا اور اسی حالت میں بغیر کسی قسم کے تغیر واستحالہ (حالت کے بدلنے) کے نازل ہونا امر خارق عادت ہے۔ورنہ تخصیص مسیح کی کوئی وجہ نہیں۔توضیح اس کی یوں ہے کہ آسمان پر حضرت عیسیٰؑ کا مایہ زندگی بوجہ آسمان پر ہونے کے اور فرشتوں کی صحبت میں ہونے کے ذکر وعبادت ہے۔چنانچہ تفسیر رحمانی میں ہے:

(انّی متوفّیک) ای اخذ بکلیتک (و) لا ادع لک شھوۃ طعام ولا شرا ب فتحتاج الی مسا کنۃ ا لارض لانّی (را فعک الیّ) ای الی سما ئی) (آ ل عمران)

اور زمانہ رفع ونزول کے درمیان خواہ کتنی ہی مدت مدید وہ آسمان پر رہیں ان کے جسم میں کوئی بھی تغیر واستحالہ نہیں ہوگا بلکہ جس حالت میں وہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے،اسی حالت پر نزول فرمائینگے کیونکہ آسمان محل تاثر واستحالہ نہیں جیسے جنتیوں کے اجسام میں باوجود مدت ہائے دراز دردراز کے کوئی تغیر واستحالہ نہیں ہوگا۔

(اکمل صاحب کہتے ہیں: (اللہ تعالی نے) احسان تو یاد کرائے اور اصلی نعمت جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہ دی گئی وہ نہ جتائی۔ص ۴۷۔

جواب۔جناب والا! و کھلاً میں اسی نعمت کی طرف اشارہ ہے۔چونکہ حضرت عیسیٰؑ پر یہ نعمت (آسمان پر اٹھالینا) گزری ہوئی ہے اس لئے وہ تو اسی اشارہ سے سب کچھ سمجھ جائیں گے الفقیه تکفیه الا شارہ۔لیکن قادیانی اصحاب کچھ بھی نہیں سمجھیں گے و السّفیه لا تفیده العبارۃ کیونکہ

وہ انکار کے درپے ہیں فما کانوا لیؤ منوا بما کذ بوا من قبل ذلک کذ لک یطبع اللّٰہ علی قلوب الکا فرین۔اعراف: ۱۰۱۔مگر یہ لوگ نہ تھے کہ جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے ہوں معجزے دیکھ کران پر ایمان لے آئیں۔

پھر اکمل صاحب تکلّم فی الکھولۃ کی نسبت فرماتے ہیں:

اور تکلم الناس سے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بعمر کہولت بھی لوگوں سے کلام کرتے رہے ہوں اور آپ (ابراہیم میر) کے اعتقاد کے موافق توان پر کہولت کا زمانہ آسمان پر آیا ہے وہاں کون سے انسانوں سے کلام فرماتے ہیں۔ص ۴۷۔

جواب: ہاں جناب! ہم حضرت عیسیٰؑ کے تکلّم فی الکھولت کو تو بلا ریب وشک مانتے ہیں اور اسی امر کا یہاں بیان ہے۔لیکن اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ دائماً پایا جائے کہ اب ان کے آسمان پر ہونے کے وقت کرنے کے لئے وہاں کئی ایک انسان بک کرا کر بھیجنے پڑیں۔کیونکہ یہ قضیہ مطلقہ ہے اور اطلاق میں اعتبار لا دوام کا ہوتا ہے جیسا کہ جملہ کتب منطق میں مرقوم ہے اور فعلیۃ نسبت سے ضرورۃ نسبتہ یا دوام نسبتہ لازم نہیں آتا۔بلکہ ثبوت کے لئے اس کا وجود بالفعل وفی الجملہ احد ازمنہ ثلاثہ میں کافی ہوتا (قطبی۔سلّم۔حمداللہ) جس طرح کہ تکلّم فی المھد میں دوام نہیں تھا اسی طرح تکلّم فی الکھولۃ میں بھی دوام ضروری نہیں۔پس جب زمانہ نزول میں اس کیفیت سے جو متن میں مذکور ہے اس کا تحقق ووقوع ہو جائے گا،تو پھر اس کے صدق میں کیا کلام؟ سچ سمجھئے کہ قادیانیوں کے سامنے ایسی باتیں کرنا بھینس کے آگے بین بجانا ہے۔لیجئے تفسیر ابن جریر میں ابن زید کا قول ہے قال قد کلّمھم عیسی فی المھد و سیکلّمھم اذا قتل الدّجّال و ھو یومئذ کھل (جلد۳ص ۱۵۹)۔

اور تفسیر معالم میں ہے قال الحسن بن الفضل (و کھلاً) بعد نزولہ من السّماء ص ۱۵۹۔دیکھئے!اب تو معقولاً ومنقولاً ہر دو طریق مطلع صاف ہوگیا۔

پھر اکمل صاحب فرماتے ہیں: مسیح کی فطرت جن حوائج کی مقتضی تھی،جب اس سے بوجہ رفع علی السّماء کے بے نیازی ہوگئی تو یہ مستلزم صمدیت والوہیت ٹھہری۔اس سے نصاری ثبوت دے سکتے ہیں کہ ان کی فطرت میں ہی الوہیت تھی ص ۴۷۔

جواب: بندہءخدا! آپ الفاظ،مسیح کی فطرت،قلم سے تو لکھتے جاتے ہیں لیکن دماغ سے نہیں سمجھتے کہ کہتے کیا ہیں؟ سنئیے! فطرۃ مصدر ہے اور یہاں مسیح کی طرف مضاف ہونے سے مصدر مجہول ہے پس اس کے معنی یہ ہوں گے کہ مسیح جس حالت پر مفطور ہوئے۔پس آپ ہی کے الفاظ سے ثابت ہوگیا کہ

حضرت مسیح صمد نہیں ہیں کیونکہ صمد وہ ہے جو اپنے وجود و بقاء میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ دیگر سب اس کے محتاج ہوں۔ ملاحظہ ہو عبارت ذیل آیت اللہ الصمد کے ذیل میں:

ثمّ (بیّن) صمدیّته المقتضّیة لاستغنائه الذّاتی عمّا سواہ و افتقار المخلوقات الیه فی وجودھا و بقائھا و سائر احوالھا (ابوالسعود) یعنی پھر صاف صاف بیان کی بے نیازی جو اپنے ماسوا سے اپنے ذاتی استغنا اور تمام مخلوقات کے اپنے وجود اور اپنی بقا کے لئے اور تمام احوال میں اس کی طرف محتاج ہونے کی مقتضی ہے۔

دیگر یہ کہ اگر حضرت عیسیٰؑ اب آسمان پر بحکم اللہ تعالیٰ بعض حوائج بشریہ (کھانا پینا) سے بے نیاز ہیں تو اس سے بھی خدا نہیں بن سکتے کیونکہ موجب الوہیت وہ بے نیازی ہے جو ذاتی ہو اور جو خدا کی عطا سے ہو وہ موجب الوہیت نہیں، جیسے معجزات جو حقیقت میں خدا کے افعال ہیں لیکن خدا کے حکم سے نبی برحق کے ہاتھ پر ان کا ظہور ہوتا ہے۔ دیگر یہ کہ کانا یا کلا ن میں لفظ ماضی ذکر کیا جس میں اس امر پر دلالت ہو سکتی ہے کہ زمان گذشتہ میں وہ کھانا کھایا کرتے تھے لیکن اب نہیں کھاتے۔ پس کھانے سے استغنا تو قرآن شریف سے ثابت ہوا۔ آپ اس کا انکار کس طرح کر سکتے ہیں)

☆ فلمّا توفّیتنی

آٹھویں آیت مثبت حیات ورفع نزول حضرت روح اللہ یہ ہے:

و کنت علیھم شھداً مّا دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّ قیب علیھم و انت علی کلّ شیء شھید (مائدہ: ۱۱۷) (اور میں ان پر شاہد رہا جب تک میں ان میں رہا۔ جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو، تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر شئے پر شاہد ہے)

آیت انّی متوفّیک و را فعک الیّ اور بل رّفعه اللّٰه الیه کی تفسیر میں امور مندرجہ بہ بسط محقق ہو چکے ہیں:

اول یہ کہ توفّی کا مدلول (معنی) وضعی موت نہیں ہے۔ اس کے معنی ہیں اخذ الشّیء وافیاً یعنی کسی چیز کا بتمامہ لے لینا۔

دوم یہ کہ چونکہ اس اخذ و قبض کے انواع متعدد ہیں اس لئے تعیین یک نوع کیلئے وجود قرینہ ضروری ہے۔

سوم یہ کہ آیت را فعک الیّ اور بل رفعه اللّٰه الیه، رفع الی السّماء کے لئے نصوص قطعیہ ہیں کیونکہ رفع الی اللّٰه اور رفع الی السّماء متساوق فی المعنی ہیں جیسا کہ آیت الیه یصعد الکلم الطّیّب و العمل الصّا لح یر فعه (فاطر:۱۰) سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں بل رّفعه اللّٰه الیه کی توضیح کے ضمن میں الیه سے الی السّماء مراد لی ہے۔ پس آیات را فعک الیّ اور بل رّفعه اللّٰه الیه مسیح کی توفی سے رفع آسمانی مراد لینے کیلئے قرائن قویہ ہیں لہذا نظر بر آیات مثبتہ رفع فلمّا توفّیتنی سے مراد فلمّا رفعتنی الی السّماء ہوگی نہ کچھ اور۔

جملہ تفاسیر معتبرہ میں توفّیتنی سے مراد رفعتنی لکھا ہے۔ سالک شاہراہ یقین کیلئے اس بیان میں کفایت ہے مگر متعسف کجرو پر اتمام حجت کیلئے مزید توضیح حصہ دوم میں کی جائے گی۔

(اکمل صاحب غلط گوئی میں خاص کمال رکھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں : فلمّا توفّیتنی کی تحقیق کو کسی اگلے حصے پر ٹالا ہے۔ ص ۴۷۔

جواب : بندہ خدا کبھی تو درست لکھا کرو تحقیق تو ساری پوری پوری کر کے یہاں اس کا خلاصہ بھی کر دیا گیا کہ کم علم لوگوں کو پچھلا پڑھا ہوا یاد آ جائے۔ اگلے حصے پر تو صرف مزید توضیح چھوری گئی تھی نہ کہ تحقیق۔ دیگر یہ کہ دوسرا حصہ بھی آپ کی تصنیف سے کئی سال پیشتر قادیان میں پہنچ چکا تھا، ذرا تکلیف کر کے اٹھا کر اسے بھی مطالعہ فر کر دیکھا ہوتا کہ اس میں کیا مزید توضیح کی گئی ہے۔ پھر دونوں حصوں کی توضیح کا مقابلہ کر کے نظر کی ہوتی کہ پہلے حصے میں امر مقصود (رفع عیسوی) کے متعلق کیا کسر باقی چھوڑی گئی ہے۔

اکمل صاحب کی یہ ستم ظریفی دیکھئے کہ عجب ناز و ادا سے لکھتے ہیں : کسی اگلے حصے پر،۔

جناب! یہ ،کسی، تنکیر کا کلمہ کیسا؟ جناب مرزا صاحب آنجہانی کی وفات سے پیشتر ڈھائی سال اور آپ (اکمل) کی تصنیف سے سوا تین سال پیشتر دوسرا حصہ قادیان میں پہنچ چکا تھا اور ملک میں شائع ہو چکا تھا۔ اس پر بھی آپ کلمہ تنکیر ،کسی، فرمارہے ہیں۔ گویا آپ کو اس کا نہ علم ہے نہ علم کی ضرورت ہے۔

دیگر یہ کہ لکھتے ہیں: ٹالا ہے،۔

جناب! جس کے پاس قرآن و حدیث صحیح اور قواعد زبان عرب ہوں وہ ٹالے کیوں؟ ٹالے تو وہ جسے ان ہر سہ سے واسطہ نہ ہو یا ان کا علم نہ ہو)

مرزا قادیانی کا یہ مذہب ہے کہ مسیح نے معاذ اللّٰه اہانت صلیب برداشت کرنے کے بعد (جو وجاہت کے منافی ہے) کشمیر کی طرف ہجرت کی اور وہاں ۸۷ سال زندہ رہ کر فوت ہو

گئے۔ یہ سراسر باطل اور دروغ ہے کیونکہ کلمہ فلمّا توفّیتنی، سوال الٰہی أأنت قلت للنّاس .. الآیة، کے جواب میں واقع ہے۔ پس اس جگہ توفّی سے مراد موت نہیں ہوسکتی کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کو اہل کشمیر نے الٰہ نہیں ٹھہرایا بلکہ اہل شام اور اس کے قرب و جوار کے اشخاص نے۔

پس اہل شام جنہوں نے حضرت عیسی کو معبود بنایا تھا، ان کی خبر بموجب قول مرزا، حضرت عیسی کو بوجہ ھجرت الی الکشمیر آپ کی وفات سے ۸۷ سال پیشتر منقطع ہو چکی ہے (عدم اطلاع کا ذکر مرزا صاحب کے قول کے مطابق ذکر کیا گیا چنانچہ شہادت القرآن حصہ دوم میں بھی بنا بر عدم اطلاع کا عذر کیا گیا، ورنہ ہماری تحقیق میں اس سے مراد اظہار برأت ہے چنانچہ شہادۃ القرآن حصہ دوم میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے) اور اس ۸۷ سال کی حیات مزعومہ مرزا صاحب میں عیسی کو اہل شام کے تغیر عقائد کی کوئی خبر نہیں کہ پیچھے انہوں نے کیا بنالیا۔ پس سوال أأنت قلت للنّاس کے جواب میں عذر موت صحیح نہیں ہے بلکہ عذر خروج الی الکشمیر چاہیے۔

جب بدیں صورت ایک پیغمبر برحق تعلیم کردہ حضرت حق جلّ وعلا کے جواب میں قدح واقع ہوتی ہے تو بالضرور معلوم ہوا کہ یہاں توفّی سے مراد موت نہیں اور چونکہ حضرت عیسی کا مرفوع الی السّماء ہوکر اقوال نصاری سے بے خبر ہو جانا جواب باصواب ہے

(اکمل صاحب فرماتے ہیں، یہ نہیں بتایا کہ عذر موت کن وجوہات سے باطل ہے۔ ص ۴۸۔

جواب: جناب بتا تو دیا۔ لیکن گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

پھر اکمل صاحب سوال کرتے ہیں کہ جب وہ دنیا میں آئیں گے تو یہ لاعلمی کیسی؟ ص ۴۸۔

جواب: یہ سوال تو میں نے حصہ دوم میں از خود کر کے اس کا کافی ووافی جواب دے دیا ہے جو اکمل صاحب کی تصنیف سے سوا تین سال پیشتر قادیان پہنچ چکا تھا۔ لیکن وہ اس سے عشوہ نمائی کریں تو کسی کا کیا قصور؟ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے نصاری وغیرہ کے اقوال وافعال پر مطلع ہونے کے دو مواقع ہیں۔ اول آسمان پر اٹھائے جانے سے پیشتر تبلیغ رسالے کے وقت۔ دوم، آسمان سے نازل ہونے کے بعد۔ اور یہ مسلّم ہے کہ نصاری کے اعتقاد ان دونوں زمانوں کے درمیان یعنی زمانہ رفع میں بگڑے۔ سو آپ کا قول و کنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم۔ ان دونوں زمانوں پر شامل ہے۔ چنانچہ آیت نزول میں فرمایا: و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً (نساء: ۱۵۹)۔ فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیهم سے زمانہ مرفوعین مراد ہے جو دونوں زمانوں کے درمیان ہے (جمعاً بین الا دلّة) اور حضرت عیسیٰؑ کی مراد اس سے اظہار برأت ہے۔ چنانچہ شہادت القرآن حصہ دوم میں

تصریح کردی گئی ہے)

اور یہ ثابت بھی ہوچکا ہے کہ عیسیٰ کی توفّی بالرّفع الی السّماء ہوئی ہے، تو اس لئے توفّیتنی کے معنی رفعتنی الی السّماء ہیں نہ کچھ اور۔ چنانچہ سواطع الالہام میں ہے:

(فلمّا توفّیتنی) اراد اعلاء ہ مصاعد السّماء خدا تعالیٰ نے اس سے آسمان کی بلندیوں پر اٹھالینا مراد رکھا ہے۔

اور تفسیر کبیر اور خازن میں ہے:

(فلمّا توفّیتنی) یعنی فلمّا رفعتنی الی السّماء یعنی جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا۔ اسی طرح دیگر تفاسیر میں بھی ہے۔

☆ و جعلنی مبارکاً اینما کنت

نویں آیت مثبت رفع الی السماء یہ ہے:

و جعلنی مبارکاً اینما کنت (مریم :۳۱) (اور خدا نے مجھ کو برکت والا بنایا جہاں کہیں میں ہوں)

وجہ استدلال یہ ہے کہ برکت خیر کثیر اور علو کو کہتے ہیں جیسے آیت لفتحنا علیھم برکا تٍ من السّماء و الارض (اعراف :۹۶) میں برکت سے مراد خیر کثیر اور زیادت نعمت ہے اور آیات صفات مثل فتبارک اللّٰہ ربّ العا لمین (اعراف) اور فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین (مومنون) اور تبارک الّذی بیدہ الملک (ملک) اور تبارک الّذی نزّل الفرقان (فرقان) اور بورک من فی النّار (نمل) میں مراد علو ہے۔ اور واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ میں یہ ہر دو امر باحسن وجہ پائے جاتے ہیں۔ خیر کثیر۔ مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے اور نزول مائدہ کی دعا کے قبول ہونے سے ظاہر ہے۔ (قرآن مجید)

اور وہ برکات و خیرات جو آپ کے نزول پر ہوں گی مثلاً دشمنی و بغض اور حسد کا دور ہو جانا اور مال کا کثرت سے ہو جانا اور لوگوں میں دنیا کی نسبت عاقبت کی طرف رغبت کا زیادہ ہونا اور پھلوں اور دودھ کا معمول سے بہت زیادہ ہو جانا اور شیر اور بکری کا امن سے باہم چرنا وغیرہ ذلک (صحیح مسلم و دیگر کتب حدیث)

اور معنی علوّ آیت بل رفعه اللّٰه میں مصرح ہے وہ بھی آپ کو حاصل ہے۔ پس جعلنی مبارکاً اینما کنت احوال ثلاثہ یعنی قبل رفع اور زمان رفع (عہد مرفوعیت) اور بعد نزول کے ہرسہ سے عاکی ہے اسی لئے اینما کنت فرمایا جس کا مفاد اتساع ہے۔ اس آیت کے ذیل میں رفع الی السّماء کی تصریح تفسیر کبیر اور تفسیر سراج منیر میں موجود ہے۔

(بورک من فی النار میں اگر من سے مراد ذات سبحانہ ہو جیسا کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے تو برکت سے مراد علو ہوگا اور اگر موسیٰ یا ملائکہ ہوں تو دوسرے معنی یعنی خیر کثیر مراد ہیں۔ اکمل صاحب اس پر کہتے ہیں کہ بورک من فی النّار کے آگے ومن حولها بھی آیا ہے۔ مدارک میں لکھا ہے و من حول مکانها ای موسی۔ تو کیا موسیٰ بھی آسمان پر چڑھے تھے۔ ص ۴۸۔

جواب: موسیٰؑ تو آسمان پر نہیں چڑھے لیکن آپ سمجھ نہیں سکے۔ اگلی سطروں میں صاف لکھا ہے کہ معنی ثانی یعنی علو، بل رّفعه اللّٰه الیه میں مصرح ہے۔

پھر اکمل صاحب فرماتے ہیں: اگر خیر کثیر سے مراد کوڑھیوں کا ہی چنگا کرنا ہے تو آسمان پر کون سے مردوں کو زندہ کر رہے ہیں اور کون سے اندھوں کو آنکھیں دے رہے ہیں؟ ص ۴۸۔

جواب: بندہ خدا! قضیہ مطلقہ میں اعتبار لادوام ہوتا ہے جیسا کہ حواشی سابقہ میں گزر چکا۔ اور اس کا ثبوت بالفعل وفی الجملہ احد ازمنہ ثلاثہ میں کافی ہوتا ہے۔ نبی صادق عیسیٰ تبلیغ رسالت کے وقت دلیل صداقت میں یہ امر واقعات کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اصدق القائلین اپنے کلام میں سے نقل کرتا ہے اور قیامت کے دن بھی واقعات گذشتہ کی صورت میں بطور امتنان حضرت عیسیٰؑ کو جتائے گا۔ پس اس کے ثبوت میں کیا شک رہا؟ لیکن چونکہ مرزا صاحب قادیانی ان معجزات کے قائل نہ تھے وہ انہیں مسمریزم اور عمل الترب جانتے تھے۔ ازالہ اوہام حصہ اول۔ اس لئے آپ ان کی تصدیق نہیں کر سکتے و من یّتبدّل الکفر بالایمان فقد ضلّ سواء السّبیل۔ اور سنئیے جناب مرزا صاحب نے بھی ان معجزات عیسویہ سے بنا بر علم وتحقیق انکار نہیں کیا بلکہ ایک مشکل سے بچنے کے لئے حیلہ نکالا ہے۔ چنانچہ وہ اس کی سرخی اس مضمون کی باندھتے ہیں کہ مسیح بن مریم نے مردوں کو زندہ کیا، کوڑھیوں کو چنگا کیا، اس کے مقابلے میں مثیل مسیح نے کیا کیا؟ شروع ازالہ اوہام۔ پھر اس کے ضمن میں ان معجزات کا انکار کیا ہے۔ پس مرزا صاحب کا یہ انکار اس شعر کا مصداق ہے

زاہد نہ داشت تاب وصال پری رخان کنجے گرفت وخوف خدا را بہانہ ساخت

ہاں یہ بھی سن لیجئے کہ جناب مرزا صاحب ان معجزات کی نسبت یہ رائے بھی رکھتے تھے:

اگر میں ان عملیات کو مکروہ و قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں مسیح بن مریم سے کم نہ رہتا۔ ازالہ اوہام۔ ملخصاً۔

پھر بھلا آپ ان معجزات کی حقیقت پر کس طرح ایمان رکھ سکتے ہیں

ما مریداں روبسوئے کعبہ چوں آریم چوں — روبسوئے خانہء خمار دارد پیر ما)

(پھر اکمل صاحب نہایت شوخی سے لکھتے ہیں:

و جعلنی مبارکاً میں آسمان کا رفع کس طرح ثابت ہو جب کہ آپ ہی کے ہم خیالوں کی طرف سے آواز آرہی ہے۔ آپ عمر بھر میں نصاب کے مالک نہیں ہوئے۔ پس دنیاوی برکات کا حصہ مال اولاد کے سوا اور کیا ہے اور یہاں اولاد تو درکنار، خیر سے آپ کی عورت ہی کوئی نہ تھی۔ نہ صاحب نصاب، نہ رہنے کو مکان۔ ص ۴۸۔

جواب: ۔ا۔ جناب رفع آسمان سے انکار سے ان امور کا کیا تعلق؟

۲۔ جناب والا! ہمارے ہم خیال یہ امور اس طریق پر بیان نہیں کرتے۔ یہ طریق قادیانیوں ہی کو مبارک ہو۔ از خدا خواہیم توفیق ادب۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب۔ اور جو اس طریق پر بیان کرے وہ ہمارا ہم خیال نہیں۔

۳۔ نبی صادق کے مناسب حال تقلیل یا ترک لذائذ اور زہد و درویشی ہے۔ اکمل صاحب کو زہد و درویشی منجملہ مصائب و نقائص نظر آئے ہیں کیونکہ ان کے نبی و رسول قادیان کے ہاں لذائذ کا استعمال بکثرت تھا۔ لیکن اہل اللہ کیلئے زہد و درویشی صرف مناسب حال ہی نہیں بلکہ ان کو ان سے اکتساب فضائل میں بہت مدد ملتی ہے اور سلوک الی اللہ میں سہولتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ما سوائے اللہ کے شغل سے چھوٹے رہتے ہیں فتفکر فا نہ لطیف جدّاً پس اگر یہ اسباب دنیا حضرت عیسیٰؑ کے پاس نہ تھے تو اس میں آپ کی منقبت ہے، نہ کہ منقصت۔

۴۔ اہل اللہ اور انبیاء اللہ کے مبارک ہونے کی یہ صورت نہیں ہوتی کہ خود ان کے پاس عطاء دنیوی کے انبار لگے رہیں بلکہ ان کی برکت کا اثر لوگوں پر پڑتا ہے اور بعض تفاسیر سے جو آپ نے مبارک کے معنی نفّاعاً للخیر نقل کئے ہیں اس کے یہی معنی ہیں۔ لیکن آپ اس کو سمجھتے نہیں۔ حدیث میں ہے: خیر النّاس من یّنفع النّاس۔ مشکوۃ۔

۵۔ نصاب کے مالک تو آنحضرت ﷺ بھی نہیں ہوئے۔ اب سنایئے کیا ارشاد ہے۔ فرعون نے بھی موسیٰؑ پر یہی طعن کیا تھا کہ وہ مالدار نہیں فلو لا القی علیہ اسورۃ مّن ذھب۔ (زخرف)

اور آنحضرت ﷺ پر بھی مکہ کے مشرکوں نے یہی اعتراض کیا تھا۔ زخرف۔ فرقان۔ بنی اسرائیل۔ ہود۔ یہی حال چال قادیانیوں کا ہے۔

پھر اکمل صاحب فرماتے ہیں:

یہ لفظ برکت حضرت عیسیٰؑ ہی سے خاص نہیں دیکھو حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم کے لئے و بارکنا علیه و علی اسحاق یعنی دونوں نبی مبارک تھے، کیا یہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے؟

پھر فرماتے ہیں حضرت! یہ لفظ تو اکثر مقامات کے بارے میں بھی آیا ہے الارض الّتی بارکنا فیھا .. الخ۔ ص ۴۸۔

جواب: ہاں حضرت! لفظ برکت حضرت عیسیٰؑ سے خاص نہیں بلکہ بل رّفعه اللّٰه الیه تو ان سے خاص ہے۔ آپ شہادۃ القرآن کے اس مقام کو مطلقاً نہیں سمجھے جناب میں نے تو بالتصریح لکھ دیا تھا کہ معنی ثانی یعنی علوّ آیت بل رّفعه اللّٰه الیه میں مصرح ہے۔ اس پر بھی آپ نہ سمجھیں تو کوئی کیا کرے... اچھا ایک دفعہ اور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں جائیں۔ سنئے شہادت القرآن کے اس مقام کا حل یوں ہے کہ برکت کے دو معنی ہیں: خیر کثیر اور علو۔ یہ دونوں باتیں حضرت عیسی کو حاصل تھیں۔ خیر کثیر کی تفصیل میں قرآن و حدیث میں فلاں فلاں امور مذکور ہیں۔ اور علوّ کا ذکر آیت بل رّفعه اللّٰه الیه میں سے ہے۔ گویا یہ سب مقامات قرآنیہ و حدیثیہ آیت جعلنی مبارکاً کے اجمال کی تفصیل ہیں۔ پس اس کی تفسیر قرآن و حدیث میں مذکور ہے اس کی رو سے یہ مراد لی گئی۔ اور چونکہ یہ سب باتیں تین حالات میں پوری ہوئی ہیں اور ان کے مواقع مختلف ہیں اس لئے اینما کنت جو مفید اتساع ہے، فرمایا گیا۔ اب سنایئے اب بھی سمجھے یا نہیں؟ اور چونکہ حضرت ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کے لئے قرآن میں علوّ کی یہ صورت مذکور نہیں اس لئے ان کی برکت کی بھی یہ صورت نہیں ہوگی۔

مولانا میرؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں رفع الی السّماء کے ذکر کی تصریح کے لئے تفسیر کبیر اور تفسیر سراج منیر کے نام لکھے ہیں اس پر بھی اکمل صاحب فرماتے ہیں:

برکت میں علوّ اور علوّ بھی جسمانی کا ثابت کرنا ایجاد بندہ سے کم نہیں۔ ص ۴۸۔

جواب: میں نے تو دو تفسیروں کے نام لکھ دیئے تھے۔ پھر ایجاد بندہ کے الزام کے کیا معنی؟)

دلیل کی دوسری قسم مثبتہ حیات مسیح

دوسری قسم دلیل کی جس سے ہر سہ امور یعنی صعود الی السّماء اور حیات الی الآن اور نزول فی آخرالزّمان ثابت ہیں، احادیث مرفوعہ صحیحہ صریحہ ہیں جو بموجب آیات مندرجہ ذیل واجب القبول ہیں:

۱۔ و ما کان لبشرٍ ان یّکلمه اللّٰه الّا وحیاً او من وّراء حجاب او یرسل رسولاً فیوحی باذنه ما یشاء ۔انّه علیّ حکیم (شوریٰ:۵۱) (اور کوئی بشر اس لائق نہیں کہ خدا اس سے (بالمشافہ) ہم کلام ہو۔مگر وحی کے طور پر (ہم کلام ہوتا ہے) یا از پس پردہ۔یا وہ کوئی فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کے حکم سے جو کچھ کہ وہ (خدا) چاہتا ہے وحی کرتا ہے بے شک وہ (اللہ) بڑا عالی ذات اور حکمت والا ہے)

اس آیت میں نبی برحق کے پاس فرشتے اور آواز غیبی کے سوا بھی وحی (پیغام الٰہی) پہنچنے کا ذکر ہے جو الہام قلبی کی صورت میں ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی امر جو اسے بتانا منظور ہو نبی برحق کے دل پر القاء کر دیتا ہے۔

۲۔ و ما ینطق عن الهوی ان هو الّا وحی یّوحی ۔(النجم: ۴) (اور یہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا، جو کچھ بھی بولتا ہے وہ وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے)

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے دینی نطق کو وحی کہا گیا ہے۔

۳۔ و ما آتاکم الرّسول فخذوہ وما نهاکم عنه فانتهوا و اتّقوا اللّٰه انّ اللّٰه شدید العقاب (حشر:۷) (اور جو کچھ تم کو ہمارا رسول دے وہ لے لو، اور جس سے روکے اس سے باز رہو۔اور خدا سے ڈرو۔بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے)

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی خلاف ورزی کو موجب عذاب گردانا ہے۔

۴۔ ثمّ انّ علینا بیانه (القیامہ:۱۹) (پھر اس کا بیان وتفسیر بھی ہمارا ہی ذمہ ہے)

اس آیت میں فرمایا کہ ہم اپنے رسول کو اپنے کلام کی تفسیر بھی خود ہی سمجھائیں گے۔

۵۔ و ما انزلنا علیک الکتاب الّا لنبیّن لهم الّذی اختلفوا فیه (نحل:

۱۴) (اور ہم نے تم پر کتاب صرف اس لئے نازل کی ہے کہ تم دیگر لوگوں کو وہ باتیں واضح کر کے سمجھا دو، جن میں انہوں نے اختلاف کیا ہے)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اختلاف کے وقت حق اس طرف ہوگا جس طرف رسول اللہ ﷺ کا بیان ہوگا۔

۶۔ وانزلنا الیک الذّکر لتبیّن للنّاس ما نزّل الیھم ولعلّھم یتفکّرون (نحل: ۴۴) (اور ہم نے تمہاری طرف یہ نصیحت نامہ اس لئے نازل کیا کہ تم لوگوں کو وہ (حکم) جو ان کے لئے اتارا گیا خوب واضح کر کے سمجھا دو)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حدیث نبوی آیت قرآنی کی تفسیر ہوتی ہے اور مراد الٰہی کی مبین۔ پس اگر کوئی شخص کسی آیت قرآنی کی ایسی تفسیر کرے جو کسی حدیث نبوی کے خلاف ہو تو اس کی وہ تفسیر غلط اور ناقابل اعتبار ہوگی۔

پس ان آیات کی رو سے احادیث ذیل میں اس امر کا فیصلہ ہے کہ نازل ہونے والا مسیح وہ ہے جو ابن مریم رسول اللہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے اور یہ کہ وہ آسمان سے نازل ہوگا اور نزول کے کئی سال بعد فوت ہوگا اور مدینہ میں داخل حجرہ نبویہ علی صاحبھا السلام والتحیۃ مدفون ہوگا۔

حدیث اول: عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ و الّذی نفسی بیدہ لیوشکنّ ان یّنزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر ویضع الحرب و یفیض المال حتّی لا یقبلہ احد حتّی تکون السّجدۃ الوا حدۃ خیراً من الدّنیا وما فیھا ثمّ یقول ابو ھریرہ و اقرؤا ان شئتم: وان من اھل الکتا ب الّا لیومننّ بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا (صحیح بخاری باب نزول عیسیٰ) (ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم عنقریب ابن مریم تم میں اتریں حاکم عادل ہو کر پھر وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کرا دیں گے اور جہاد موقوف کر دیں گے۔ اور مال اتنا فراواں ہو جائے گا کہ کوئی شخص قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ ساری دنیا کی نعمتوں سے بہتر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہؓ نے کہا تم اس کی تصدیق چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو کہ: ہر ایک اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے گا....)

اس حدیث اور اس کے بعد کی احادیث کا جس قدر تعلق مسئلہ نزول مسیح سے ہے اسے ہم

کسی اور رسالہ کے لئے چھوڑتے ہیں۔ یہاں پر صرف حیات و رفع سماوی کا اثبات مقصود ہے اس لئے صرف انہی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سو واضح ہو کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جو اس حدیث کی تصدیق میں یہ آیت پڑھی اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک اس حدیث میں اس مسیح کے نزول کی خبر ہے جس کا ذکر آیت وان من اھل الکتاب .. الخ میں ہے اور یہ مسلّم فریقین ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ بن مریم نبی اللہ کا ذکر ہے۔ پس اس حدیث میں بھی اسی عیسی بن مریم نبی اللہ کے نازل ہونے کی خبر ثابت ہوئی۔ اور چونکہ زمان قبل النزول میں حیات ضروری ہے اس لئے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰؑ اس وقت تک زندہ ہیں و ھذا ھو المقصود

دیگر یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک اس آیت میں قبل موته کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کے لئے ہے چنانچہ امام نووی شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

ففیه دلالة ظاھرة علی مذھب ابی ھریره فی الآیة انّ الضّمیر فی موته یعود علی عیسی (ص ۸۷ ج ۱۔ باب نزول عیسی) (اس میں حضرت ابو ہریرہؓ کے مذہب کی صریح دلیل ہے کہ اس آیت میں موته کی ضمیر عیسیٰؑ کی طرف جاتی ہے)

اسی طرح حافظ ابن حجر، فتح الباری میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

و ھذا مصیر من ابی ھریرة الی ان الضمیر فی قوله لیؤمننّ به و کذلک فی قوله قبل موته یعود علی عیسی ای لیومننّ بعیسی قبل موت عیسی و بھذا جزم ابن عباس فیما رواه ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح و من طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسی و اللّٰه انّه ا لآن الحیّ و لکن اذا نزل آمنوا به اجمعون (فتح الباری طبع دہلی جز ۱۲ ص ۲۸۱) ((اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کا مذہب یہ کہ قول الٰہی لیؤمننّ به میں اور اسی طرح قول الٰہی قبل موته میں ضمیر (ہ) حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے۔ پس معنی اس آیت کے یہ ہوئے کہ (سب اہل کتاب) حضرت عیسیٰؑ پر حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پیشتر ایمان لے آئیں گے اور اسی بات پر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے جزم کیا ہے مطابق اس کے جو امام ابن جریر نے آپ سے بطریق سعید بن جبیر باسناد صحیح روایت کیا ہے اور نیز بطریق ابی رجاء حضرت حسن بصری

سے روایت کیا کہ انہوں نے (اس کے متعلق) کہا کہ حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے (ایمان لے آئیں گے) خدا کی قسم آپ اس وقت بالضرور زندہ ہیں۔ جب آپ نازل ہوں گے تو سب (اہل کتاب) آپ پر ایمان لے آئیں گے)

چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ اقرأو ان شئتم جمع کے صیغوں سے کہتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مجمع عام میں پکار کر یہ آیت پڑھا کرتے تھے اور کسی روایت میں مذکور نہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے کسی نے بھی انکار کیا ہو۔ اس لئے سب جماعت صحابہ وتابعین کا یہی مذہب سمجھا جائے گا کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے اور یہ کہ وہ زندہ ہیں۔ اور زمانہ اخیر میں نازل ہوں گے اور یہ بھی اجماع سکوتی کی ایک صورت ہے۔

۲۔ اگرچہ ابو ہریرہؓ کے اس آیت پڑھنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ اس حدیث میں جس مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے وہ وہی مسیح ہے جس کا ذکر ان من اھل الکتاب ... الخ میں ہے لیکن ہم اس کے علاوہ ایک اور حدیث بھی ذکر کرتے ہیں جس سے علاوہ حیات مسیح کے ثبوت کے یہ بھی ظاہر ہوجاتا ہے کہ آنیوالا مسیح وہی نبی اللہ ہے جو عیسیٰ بن مریم ہے نہ کہ ان کا کوئی مثیل۔

دوسری حدیث: عن ابی ھریرہ عن النّبیّ ﷺ قال لیس بینی و بینه یعنی عیسی نبیّ و انّه نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرة و البیاض بین محصّرتین کان رأسه یقطر وان لم یصبه بلل فیقاتل النّاس علی الاسلام فیدق الصّلیب و یقتل الخنزیر ویضع الجزیة و یھلک اللّه فی زمانه الملل کلّھا الّا الاسلام و یھلک المسیح الدجّال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفّی فصلی علیه المسلمون (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۸) (حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور تحقیق وہی اترنے والے ہیں۔ پس جب تم ان کو دیکھو تو (یوں) پہچان لینا کہ ان کا چہرہ سرخی سفیدی لئے ہوگا درمیان دو رنگ دار چادروں کے، ان کا سر (چمک سے) قطرے گراتا معلوم ہوگا اگرچہ اسے تری نہ پہنچی ہو۔ پھر وہ اسلام کی حمایت میں لوگوں سے قتال کریں گے۔ پس صلیب کو پاش پاش کردیں گے اور خنزیروں کو قتل کروادیں گے اور جزیہ موقوف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا سب مذاہب (باطلہ) کو تباہ کردے گا اور آپ دجال کو قتل کریں گے پھر چالیس

سال تک زمین پر رہیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آنے والا مسیح وہی نبی اللہ ہے جس کے بعد آنحضرت ﷺ نبی ہوئے ہیں اور یہ بھی مصرح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نازل ہونے کے بعد فوت ہوں گے۔

یہ حدیث مسند امام احمد میں موجود ہے اور اس کے سب راوی ثقہ اور مقبول ہیں۔ اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی اسناد کو صحیح لکھا ہے۔

تیسری حدیث: عن عبد اللّٰه بن عمرو (بن العاص) قال قال رسول اللّٰه ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوج و یولد له و یمکث خمساً و اربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر (رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء، (مشکوۃ باب نزول عیسی بن مریم۔ ص۴۷۲)

(عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسی بن مریم زمین پر اتریں گے۔ پس نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور ۴۵ سال تک رہیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور میرے پاس میرے مقبرے میں دفن ہوں گے پھر میں اور عیسی بن مریم ایک ہی مقبرے سے اٹھیں گے ابوبکر اور عمر کے درمیان)

(اس حدیث میں میعاد ۴۵ سال اور حدیث نمبر ۲ میں ۴۰ سال اور بعض دیگر میں کم مذکور ہے اس اختلاف کی وجہ اختلافات لحاظات و اضافات ہے حضرت مسیح کے نزول پر بہت سے واقعات عظیمہ واقع ہوں گے پس کسی واقعہ کے بعد مدت کتنی ہوگی اور کسی کے بعد کتنی۔ ھذا دقیق فخذ به)

(اس جگہ قبر بمعنی مقبرہ ہے۔ یعنی مصدر بمعنی اسم ظرف، مرقاۃ۔ اشعۃ اللمعات۔ اور مصدر کا اپنے مشتقات کے معنوں میں آنا مسلّم کل ہے جیسے زید عدل۔ اور قاموس میں نہر کے معنی لکھے ہیں مجری الماء یعنی پانی جاری ہونے کی جگہ یعنی مصدر بمعنی اسم ظرف)

(روضہ اطہر میں قبور ثلاثہ، آنحضرت ﷺ کی اور حضرت ابوبکر اور عمر کی قبروں کے درمیان ایک قبر کی جگہ خالی پڑی ہے اور مشکوۃ شریف میں حضرت ابو مودود مدنی تابعی سے مروی ہے کہ روضہ اطہر میں ایک قبر کی جگہ باقی پڑی ہے (جہاں حضرت مسیح دفن ہوں گے)

اس حدیث میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زمین پر نازل ہونیکے بعد فوت ہوں گے اور آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر میں مدفون ہوں گے۔

اس حدیث میں ایسا نہایت لطیف نکتہ بھی ہے جس سے بلا ریب ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسی ابھی تک فوت نہیں ہوئے۔ وہ یہ کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا فیدفن معی یعنی حضرت ابن مریم فوت ہونے کے بعد میرے پاس (میرے پہلو میں) دفن کئے جائیں گے۔ اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ کی وفات آنحضرت ﷺ کی وفات سے متاخر ہو گی کیونکہ مقام لحوق پر ملحق یا لاحق ملحق بہ سے متاخر ہوتا ہے۔ یعنی پیچھے سے ملنے والا پہلے سے متاخر ہوتا ہے۔ پس جب زمانہ نبی کریم ﷺ تک حضرت عیسیٰ کی وفات واقع نہیں ہوئی اور آپ کی وفات کے بعد بھی ابھی تک نہیں ہوئی تو اب ہم اس حدیث کے برخلاف کس کے کہنے سے مان لیں کہ وہ (مسیح) آنحضرت ﷺ سے پہلے فوت ہو چکے تشکّر و خذ به فانّه لطیف جداً

(اس حدیث کی صحت پر مرزا قادیانی کے بھی دستخط ہیں۔ وہ اس طرح کہ مرزا صاحب نے کہیں دیکھ لیا یا سن لیا کہ اس حدیث میں عیسیٰ کے نکاح اور ان کے ہاں اولاد ہونے کا بھی ذکر ہے۔ ادھر مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے متعلق الہام شائع کر رکھا تھا کہ میرے نکاح میں آئے گی جس کے انتظار میں دن رات با چشم گریاں و دل بریاں گذرتے تھے۔ اور تحصیل مطلب کے لئے کئی قسم کے اندرونی اور بیرونی ڈورے بھی ڈال رکھے تھے۔ آپ موقع شناس تو تھے ہی، جھٹ لکھ مارا کہ اس پیش گوئی یا نکاح کی تصدیق خود آنحضرت ﷺ نے بھی کر دی ہوئی ہے، اور اس نکاح کو مسیح موعود کی صداقت کی علامت قرار دیا۔ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳۔ شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا۔

اگرچہ زندگی بھر مرزا صاحب کی یہ آرزو بر نہ آئی اور محمدی بیگم کا نکاح مرزا صاحب کی وفات سے سالہا پیشتر دوسرے شخص سے ہو گیا جسے مرزا صاحب نے اپنے حق میں ایک تلوار قرار دیا تھا۔ لیکن اس پیش گوئی سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے اس حدیث کی صحت پر مہر لگا دی کیونکہ مرزا صاحب نے اس حدیث کو اپنی پیش گوئی کی تصدیق کے لئے بطور دلیل گذارا۔ اور مستدل مقام احتجاج میں وہ دلیل پیش کیا کرتا ہے جو اس کے نزدیک صحیح ہو۔ پس یہ حدیث مرزا صاحب کے نزدیک صحیح ٹھہری۔ اسلئے مولوی غلام رسول آف راجیکی مبلغ قادیانی نے اپنی کتاب تنقید میں اگرچہ اس حدیث کی تاویلات فاسدہ سے زمین و آسمان کے قلابے ملانے چاہے ہیں لیکن اس کی صحت کو کان دبا کر تسلیم کر گئے)

چوتھی حدیث: عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السّماء فیکم و اما مکم منکم (کتاب الاسماء والصفات للامام بیهقی ص ۳۰۲) (حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کیسے (اچھے

حال میں) ہو گے جب تم میں عیسیٰؑ بن مریم آسمان سے اتریں گے اور اس وقت تمہارا امام تم ہی میں سے ایک ہوگا) ۔

اس حدیث میں آسمان سے نازل ہونے کی تصریح خود آنحضرت ﷺ کے الفاظ طیبہ میں موجود ہے۔

پانچویں حدیث: عن ابن عباس فی حدیث طویل فعند ذلک ینزل اخی عیسی بن مریم من السّماء (مختصر کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد) (ایک لمبی حدیث میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب یہ یہ باتیں واقع ہونگی تو اس وقت میرا بھائی عیسی بن مریم آسمان سے نازل ہوگا)

اس حدیث میں بھی آسمان سے نازل ہونے کی صراحت ہے ۔

(اکمل قادیانی کا ان احادیث پر آکر بالکل دم ٹوٹ گیا اور انکے متعلق غلط یا صحیح روایۃً یا درایۃً کوئی بھی اعتراض نہ لکھ سکے۔ اس نیم تسلیم پر ہم انکو مبارک باد کہتے ہیں ۔ تاہم تعجب وافسوس کے قابل مرزا صاحب کی دلیری ہے کہ بلا دیکھے بھالے اور علم حدیث پڑھے بغیر اپنی کتاب چشمہ معرفت میں نہایت بے خوف ہو کر لکھتے ہیں کہ کسی ضعیف حدیث میں بھی مذکور نہیں کہ حضرت عیسی آسمان سے نازل ہوں۔ ملخصاً

مولوی غلام رسول قادیانی کی جرأت قابل ستائش ہے کہ اصالۃً تو اس حدیث نمبر ۴ کا انکار نہیں کر سکے لیکن اس کو صحیح ماننے سے انکار کر دیا حالانکہ بحیثیت ایک احمدی ہونے کے مرزا صاحب کی تحریر کے خلاف وہ صحت کا مطالبہ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ مرزا صاحب سلب کلی کر رہے ہیں یعنی صحیح وضعیف ہر طرح کی ایسی حدیث سے انکار کر رہے ہیں جس میں حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے اترنا مذکور ہو۔ اور غلام رسول ان کے برخلاف سلب جزئی کرتے ہیں جس سے طرف مقابل میں ایجاب جزئی پایا جاتا ہے۔ یعنی صرف صحیح حدیث میں وارد ہونے کا انکار کرتے ہیں اور ضعیف حدیث کا انکار نہیں کرتے۔ لیکن یہ حدیث نمبر ۴ جو امام بیہقی کی روایت سے ہے وہ ایسی ہے جس میں غلام رسول کا بھی مطالبہ پورا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بالکل صحیح ہے کیونکہ بیہقی نے اسے بطریق امام بخاری روایت کیا ہے اور امام بخاری سے اوپر وہی راوی ہیں جو صحیح بخاری میں ہیں۔ غلام رسول اس حدیث کی صحت میں یہ عذر کرتے ہیں کہ بیہقی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے: رواہ البخاری ، حالانکہ صحیح بخاری کے کسی نسخہ میں من السّماء کے الفاظ موجود نہیں

سو اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی غلام رسول نے علم حدیث کسی ماہر استاد حدیث سے نہیں پڑھا حقیقت الامر یہ ہے کہ امام بیہقی نے اس حدیث کو بالاستقلال اپنی روایت سے ذکر کیا ہے اور وہ فن روایت

کے مستقل صاحب روایت ہیں ۔ امام بخاری تک پہنچ کر اوپر کے سب شیوخ وہی ہیں جو امام بخاری کے ہیں گو امام بخاری کی روایت میں من السّماء کے الفاظ نہ ہوں لیکن امام بیہقی کی روایت میں موجود ہیں اور محدثین کے نزدیک حافظ وثقہ راوی کی زیادت مسلّم ومقبول ہے ۔ چونکہ امام بیہقی کے سب شیوخ ضابط ثقہ ہیں اس لئے ان کی روایت میں من السّماء کی تصریح، جو بخاری سے زائد ہے، وہ مقبول ومسلّم ہوئی ۔

اور امام بخاری کی طرف اس روایت کو اس لئے منسوب کیا کہ اصل اس کی صحیح بخاری میں بھی موجود ہے اور امام بخاری کے بعد کے محدثین کا دستور رہا ہے کہ وہ کسی ایسی روایت کو توثیق وتصحیح کے لئے جس کا اصل مضمون صحیح بخاری میں موجود ہو، کہہ دیا کرتے ہیں اصلہ فی البخاری ۔ یا اسی طرح کے اور الفاظ ۔ اگرچہ الفاظ میں کمی بیشی ہو ۔

دیگر یہ کہ بعض احادیث میں تطابق معنوی طور پر دیا جاتا ہے اور مضمون مشترک کے لحاظ سے حوالہ کسی ایک کتاب کا دے دیا جاتا ہے، حالانکہ الفاظ میں کمی بیشی یا تقدیم وتاخر ہوتا ہے ۔ اگر مولوی غلام رسول، کتاب مشکوۃ المصابیح بھی کسی ماہر محدث سے پڑھتے تو اس کی قریباً ہر فصل اول میں ان کو کئی ایک احادیث ایسی ملتیں جن میں حوالہ متفق علیہ ہے لیکن الفاظ ان میں سے ایک کے ہیں ۔ اسی طرح کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم جو صحیح بخاری میں ہیں اور الفاظ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السّماء فیکم جو امام بیہقی کے ہیں، ان میں از روئے معنی کوئی فرق نہیں اور مضمون مشترک دونوں میں ایک ہی ہے ۔ دور نہ جایئے خاتمۃ الحفاظ حضرت حافظ ابن حجر فتح الباری میں باب نزول عیسی بن مریم کی شرح میں وہ حدیث جو ہم نے متن میں نمبر۲ پر بروایت امام ابوداؤد لکھی ہے، بروایت احمد وابی داؤد نقل کرتے ہیں، اور حدیث کو جن الفاظ میں نقل کرتے ہیں وہ الفاظ امام احمد کی روایت میں موجود ہیں، اور ابوداؤد کی روایت میں پورے نہیں ہیں ۔

امام احمدؒ کی روایت میں مضمون زیادہ ہے اور امام ابوداؤد کی روایت میں مختصر ہے ۔ لیکن حافظ صاحب حوالہ دونوں کتابوں کا دیتے ہیں ۔ اسی طرح امام بیہقی کی روایت میں الفاظ زیادہ ہیں اور امام بخاری کی روایت مختصر ہے پس امام بیہقی نے اصل مضمون کے لحاظ سے اپنی روایت کے بعد امام بخاری کی روایت کا بھی حوالہ دے دیا کہ اس کی تصحیح وتوثیق میں کسی جاننے والے کو کلام نہ رہے ۔ اور کوئی محدثین کے طریق روایت کو نہ جانتا ہو اور وہ انکار کردے تو بلا سے)

دلیل کی تیسری قسم : اجماع امت

کسی مسئلے کے اثبات کے لئے دلیل کی تیسری قسم اجماع امت ہے اور ذیل کی آیت اور حدیث میں اس کی شہادت موجود ہے:

کنتم خیر امةٍ اخرجت للنّاس (آل عمران:۱۰۹) (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے (نمونہ) بنائے گئے ہو)

لا تجتمع امتی علی الضّلا لة (مشکوۃ) (میری امت گمراہی پر اجماع نہیں کرے گی یعنی جس امر پر میری امت کا اجماع ہوگا وہ امر ضلالت نہیں ہوگا)

حجیت اجماع کے لئے ضروری ہے کہ وہ اجماعی امر قرآن وحدیث سے ثابت ہو چنانچہ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

فانّھم اتّفقوا علی القول بالاجماع الّذی مستندہ الکتاب و السنّة او الاستنباط من احد ھما) حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ج اص ۱۲۰) (علمائے (اہل سنت) کا اس اجماع پر اتفاق ہے جس کی سند (اصالۃً) قرآن وحدیث میں موجود ہو۔ یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے مستنبط ہو)

ہم سابقاً نہایت تفصیل سے آیات قرآنیہ اور احادیث مرفوعہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ اٹھائے گئے اور آپ قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوں گے اور چونکہ جمیع صحابہ اور جمیع آئمہ اہل بیت اور جمیع آئمہ اہل سنت حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے قائل ہیں۔ اور کوئی بھی ان میں کا نزول مثالی و بروزی کا قائل نہیں۔ اس لئے یہ عقیدہ قطعاً حق اور پسندیدہ خدا اور رسول ﷺ ہے اور اس میں کسی طرح کی گمراہی کا شائبہ نہیں۔ چنانچہ تفسیر وجیز میں ہے:

الاجماع علی انه حیّ فی السّماء ینزل و یقتل الدجّال و یؤیّد الدّین (حاشیہ ص۳ جامع البیان متعلق آیت یا عیسی انّی متوفّیک) (اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہیں جو نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور دین کی مدد کریں گے)

اور نواب صدیق حسنؒ، امام شوکانیؒ سے نقل کرتے ہیں:

فهذه تسعة و عشرون حديثاً تنضم اليها احاديث ا خر ذكر فيها نزول عيسى منها ما هو مذكور فى احاديث الدّجال و منها ما هو مذكور فى ا حاديث المنتظر و تنضم الى ذلك ايضاً الآثار الواردة عن الصّحابة فلها حكم الرّفع اذ لا مجال للاجتهاد فى ذلك . و جميع ما سقناه با لغ حدّ التّواتر كما لا يخفى على من لّه فضل اطلا ع فتقرر بجميع ما سقناه فى هذا ان الاحاديث الواردة فى المهدى المنتظر متواترة و الاحاديث الواردة فى الدّجال متواترة و الاحاديث الواردة فى نزول المسيح متوا ترة و فى هذا المقدار كفاية لمن لّه هدا ية (حجج الكرا مه ص ـ ۴۳۴)

(پس یہ ۲۹ حدیثیں ہیں جن کے ساتھ دیگر حدیثیں بھی جن میں نزول عیسیٰؑ کا ذکر ہے ملائی جا سکتی ہیں ان میں سے بعض احادیث دجال میں اور بعض احادیث مہدی منتظر میں مذکور ہیں اور اسی طرح وہ آثار بھی ضم کئے جا سکتے ہیں جو صحابہ سے مروی ہیں وہ بھی حکماً مرفوع ہیں کیونکہ اس امر میں اجتہاد کا دخل نہیں (بلکہ صرف آنحضرت ﷺ سے سننے پر موقوف ہے) اور جو کچھ ہم نے بترتیب بیان کیا وہ حد تواتر کو پہنچ چکا ہے جیسا کہ اس شخص پر جسے روایات پر کافی عبور ہے، مخفی نہیں۔ پس اس سے جو ہم نے بیان کیا مقرر و ثابت ہو گیا کہ جو احادیث امام مہدی منتظر کے بارے میں وارد ہیں وہ بھی متوتر ہیں۔ اور جو احادیث نزول عیسی میں وارد ہیں وہ بھی متواتر ہیں اور اس مقدار میں اس شخص کے لئے جسے (خدا کے فضل سے) ہدایت حاصل ہے کفایت ہے)۔

اسی طرح مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی حاشیہ خیالی میں فرماتے ہیں:

اور شارح التفتازانی نے صرف حضرت عیسیٰؑ کے ذکر پر اکتفا کی کہ ان کی حیات اور ان کا زمین پر نازل ہونا اور پھر زمین پر آپ کا رہنا صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے اس بارے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ گیا۔ اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں، (حاشیہ خیالی ۔ص ۲۵۴)

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حیات مسیح کا مسئلہ بموجب آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ و اجماع امت محمدیہ ﷺ ثابت ہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو کچھ اس کے برخلاف و

فات مسیح کے متعلق لکھا ہے وہ محض شبہات ومغالطات ہیں جو قواعد علمیہ کے بھی برخلاف ہیں۔

(اکمل قادیانی لکھتے ہیں: ہم اجماع امت کے قائل ہیں چنانچہ صحابہ کرام نے سب سے پہلے وفات مسیح پر ہی اجماع کیا تھا۔ ص ۶۹۔

جواب: یہ محض کذب وافتراء ہے ایک صحابی سے بھی وفات مسیح قبل النزول منقول نہیں اس کی کچھ حقیقت سابقاً اس حصہ شہادت القرآن میں اور کچھ حصہ دوم میں قد خلت من قبله الرسل کے تحت مذکور ہے)

(مولوی محمد علی لاہوری اپنی کتاب ،عیسویت کا آخری سہارا، میں سلسلہ ذکر میں فرماتے ہیں:

> مجمع البحار میں لفظ حکم کی بحث میں نقل کیا ہے قال مالک مات۔یعنی حضرت امام مالک قائل تھے کہ حضرت عیسیٰؑ مر گئے۔اور بہت سے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ تھوڑی دیر کیلئے حضرت عیسیٰؑ وفات پا گئے تھے۔مثلاً ایک قول یہ ہے کہ تین گھنٹے آپ مرے رہے۔اور ایک قول ہے کہ تین دن تک مرے رہے اور یہ سب اقوال تفاسیر میں موجود ہیں۔ ص ۹۔

جواب: ہم مولوی محمد علی کی زحمت ورق گردانی کی قدر کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ علوم عربیہ سے ناواقف ہیں اور تقلید مرزا کی آفت ان پر سوار ہے، اس لئے وہ صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے۔ اس تحریر میں، جو انہوں نے تفاسیر کے حوالے سے لکھی ہے، کئی ایک دھوکے دیئے یا بوجہ کم علمی کے کھائے۔سو پہلے ہم ان اقوال کی حقیقت واضح کرتے ہیں اس کے بعد امام مالکؒ کے قول کی حقیقت سمجھنی آسان ہو جائیگی۔

قولہ: بہت سے لوگ...

اقول: یہ محض دھوکہ ہے۔ان بہت سے لوگوں میں دس بیس کے نام تو گنائے ہوتے۔

قولہ: ایک قول ہے کہ تین گھنٹے .... اور برصفحہ دیگر

اقول: اول تو یہ کہ اس روایت کے راویوں میں سے ایک راوی کا نام معلوم نہیں (ابن جریر)۔پس یہ روایت درجہ صحت سے گر گئی۔ثانیاً یہ کہ اخیر میں یہ بھی مذکور ہے ثمّ ا حیاه ثمّ رفعه الیه۔خازن، معالم، یعنی پھر خدا تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کو زندہ کیا پھر اپنی طرف اوپر اٹھا لیا۔ مولوی صاحب نے یہ عبارت نقل کیوں نہیں کی؟ اس لئے کہ یہ اپنے مطلب کے خلاف ہے۔

قولہ: ایک قول ہے کہ سات گھنٹے ...الخ

اقول: اس روایت کے نقل کرنے میں تو مولوی محمد علی نے یہودیوں کے بھی کان کتر دیئے۔اور فنا فی المرزا ہونے کا پورا ثبوت دے دیا کیونکہ تفاسیر میں تو صاف لکھا ہے کہ یہ قول نصاری کا ہے۔پس اس

نسبت کو چھوڑ دینا اور کسی مسلمان امام کا قول جتانا سخت دھوکہ ہے۔ دوم یہ کہ اسکے آگے بھی صاف لکھا ہے ثمّ احیاہ و رفعہ الیہ، خازن و معالم۔ یعنی پھر خدا نے آپ کو زندہ کیا اور اپنی طرف اوپر کو اٹھالیا۔

اس تفصیل سے صاف معلوم ہو گیا کہ آئمہ اہل سنت کی طرف یہ نسبت کرنا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں، ضعیف ہے اور اس میں بھی زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے جو مرزا صاحب اور ان کی امت کے دعوے اور عقیدے کے بالکل خلاف ہے کیونکہ جب تک آئمہ اہل سنت سے نزول عیسیٰؑ کا انکار ثابت نہ ہو، تب تک مرزا صاحب کو ان روایتوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں۔ یہی حال امام مالکؒ کی طرف منسوب کرنے کا ہے کہ اس میں کوئی سند نہیں۔ و من ادّعی فعلیہ الاتیان اور نہ ان سے نزول عیسیٰؑ کا انکار مروی ہے۔ اسی طرح علمائے مالکیہ سے بھی کوئی بھی حیات سماوی اور نزول عینی کا منکر نہیں)

شہادۃ القرآن حصہ دوم

مولانا میرؒ فرماتے ہیں کہ شہادۃ القرآن کے اس حصہ میں ان تیس آیتوں سے کئے جانے والے استدلال کا جواب ہے جو مرزا صاحب نے اپنے رسالہ ازالہ اوہام میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ اس حصہ کے لکھنے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ پہلے حصہ میں اپنا عقیدہ حیات و رفع عیسیٰؑ کو قرآن شریف سے ثابت کیا گیا ہے اور چونکہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں بہت زور سے کہا ہے کہ قرآن کریم سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت ہے اور اس سے قرآن کے مضامین میں اختلاف و تعارض پایا جاتا ہے، اس لئے ضروری ہوا کہ اپنے عقیدہ کی تائید کیلئے مخالف کے دلائل کو توڑا جائے اور ضعیف بلکہ باطل اور غلط ثابت کیا جائے۔

مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام تقطیع خورد جلد ۲ کے صفحہ ۵۹۸ سے صفحہ ۶۲۷ تک وہ تیس آیتیں ذکر کی ہیں جن سے ان کا مقصود بر خلاف مراد الٰہی حضرت عیسیٰؑ کی موت قبل النزول ثابت کرنے کا ہے۔ سو واضح ہو کہ وہ بیان کردہ آیات تین قسم کی ہیں۔ اول وہ آیات جن میں خاص حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہے۔ دوم: وہ آیات جو دیگر انبیاء کی وفات پر دلالت کرتی ہیں اور مرزا صاحب نے اس خیال سے کہ مسیح بھی ایک پیغمبر تھے، ان آیتوں سے آپ کی وفات ثابت کرنی چاہی ہے۔ سوم: وہ آیتیں جن میں نہ تو حضرت مسیح کی وفات کا خاص طور پر ذکر ہے، اور نہ ضمنِ عموم میں، بلکہ

مرزا صاحب نے اپنی اختراع سے ان سے تمسک کیا ہے۔

ان سب کا جواب حسب ترتیب تقسیم بیان کیا جاتا ہے، ناظرین دونوں کو بغور ملاحظہ کریں اور انصاف کریں کہ موافق کتاب اللہ ومطابق بیان رسول اللہ ﷺ کس کی دلیل ہے اور قرآن شریف کی صحیح مراد کو کون پہنچا ہے۔ فاقول بحول اللّٰہ و قوّتہ

جواب آیات قسم اول پیش کردہ قادیانی

قسم اول سے پہلی آیت:

یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ و مطهّرک من الّذین کفروا وجاعل الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیامۃ (آل عمران ۵۳۔۵۴) (ترجمہ مرزا صاحب مندرجہ ازالہ اوہام: یعنی اے عیسیٰؑ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں)

مرزا صاحب کا یہ ترجمہ اور اس سے عیسیٰؑ کی موت قبل النزول پر استدلال از روئے آیات قرآن ولغت عرب کئی وجوہ سے باطل ہے۔

وجہ اول: آیت انّی متوفّیک کے متعلق حصہ اول شہادۃ القرآن میں کافی تحریر ہو چکی ہے جس میں بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ توفّی کا اصل وفا ہے اور اس کے اصلی اور وضعی معنی اخذ الشّیء وافیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا پکڑ لینا ہیں اور رفع یعنی اوپر کو اٹھا لینا اور نیند اور موت اور تعداد اور وصولی قرض سب اسکی انواع ہیں۔ اور یہ امر مسلّم ہے کہ مختلف انواع میں سے ایک نوع معین کرنے کیلئے قرینے کا ہونا ضروری ہے۔ پس جہاں توفّی کے ساتھ موت اور اسکے لوازمات کا ذکر ہوگا اس جگہ توفّی سے مراد موت ہوگی، اور جہاں نیند اور اس کے مقتضیات مذکور ہونگے وہاں نیند مراد ہوگی۔ قل یتوفّاکم ملک الموت الّذی وکّل بکمّ (الم سجدہ:۱۱) یعنی اے پیغمبران سے کہہ دو کہ تم کو ملک الموت جو تم پر مقرر کیا ہوا ہے پورا پورا پکڑ لے گا۔ نیز اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منامها (زمر: ۴۲) یعنی اللہ ہی جانوں کو ان کی موت کے

وقت قبض کرتا ہے اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا۔ ان کو ان کی نیند میں (قبض کرتا ہے) ۔ اور نیز آیت و هو الّذی یتوفّاکم با للّیل (انعام:۶۰) یعنی اللہ تم کو رات کے وقت قبض کر لیتا ہے ۔ اور نیز شعر: فلمّا توفّاه رسول الکری .. الخ ۔ یعنی جب اس کو نیند کے ایلچی نے پورا پورا پکڑ لیا۔

ان مثالوں میں ملک الموت اور موت توفّی سے موت مراد لینے کے قرینے ہیں ۔ اور منام اور لیل اور کری (نیند) اس سے نیند مراد لینے کے ۔ اسی طرح اس آیت مذکورہ زیر بحث میں اگر توفّی کے متصل موت کا ذکر ہے تو اس سے مراد موت ہوگی اور اگر نیند کا ذکر ہے تو پھر نیند مراد ہوگی ۔ اور اگر رفع بمعنی اوپر اٹھانے کا ذکر ہے تو پھر اس توفّی سے مراد رفع یعنی اوپر کو اٹھانا ہوگا۔ پس چونکہ اس آیت میں توفّی کے ساتھ سوائے رفع کے ذکر کے اور کچھ مذکور نہیں لہذا اس جگہ توفّی سے سوائے رفع کے اور کچھ مراد نہیں ہو سکتی جیسا کہ حصہ اول میں بحوالہ تفسیر کبیر گذر چکا ہے:

قوله انّی متوفّیک یدلّ علی انّی متوفّیک حصول التوفّی و هو جنس تحته انواع بعضها بالموت و بعضها بالاصعاد الی السّماء فلمّا قال بعده و را فعک الیّ کان تعیناً للنّوع و لم یکن تکراراً (کبیر۔ ج ۲) اللہ کا قول انّی متوفّیک صرف توفّی کے حاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور توفّی جنس ہے جسکی کئی انواع ہیں، بعض موت کے ساتھ اور بعض آسمان پر اٹھائے جانے سے ۔ پس جب اسکے بعد را فعک الیّ آیا تو یہ تعیین نوع کیلئے قرینہ ہوا، تکرار نہ ہوا

مفسرین کا اس امر پر اتفاق اور اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کی دلیل ہے۔

اس جگہ انواع توفّی (رفع ، موت ، نیند) میں سے توفّی کو خواہ کسی نوع میں معین کریں رفع جسمی ہی ثابت رہے گا۔ تفصیل اس اجمال کی اس طرح ہے کہ اگر توفّی کو نوع موت میں معین کریں تو بموجب مذہب ابن عباسؓ آیت میں تقدیم و تاخیر ہوگی جیسے کہ حصہ اول میں درمنثور سے گزر چکا ہے کہ ابن عباسؓ را فعک ثمّ متوفّیک فی آخرالزّمان فرماتے ہیں کہ: میں پہلے تجھے اوپر اٹھالوں گا پھر بعد مدت کے (دنیا میں نازل کرکے) آخر زمانے میں ماروں گا۔

اور نیز تفسیر معالم میں ضحاکؒ شاگرد ابن عباسؓ سے اس کی تصریح موجود ہے کہ

انّ فی الآیة تقدیماً وتاخیراً معناه انّی رافعک الیّ ومطهّرک من الّذین کفروا و متوفّیک بعد انزالک من السّماء (معالم) (اس آیت میں

تقدیم وتاخیر ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ میں تجھ کو اپنی طرف اوپر اٹھاؤں گا اور کفار سے تجھے صاف بچا لوں گا اور پھر آسمان سے اتارنے کے بعد ماروں گا)

اور اگر اس آیت میں توفّی کو اس کی دوسری نوع نیند میں معین کیا جائے تو بھی اس سے عیسیٰؑ کی موت قبل النزول ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ پھر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے عیسیٰ! میں تجھے سلا دونگا (اور اس نیند کی حالت میں) تجھ کو اپنی طرف اوپر اٹھا لوں گا جیسا کہ تفسیر خازن، ابن کثیر، درمنثور، فتح البیان، معالم، کبیر وغیرہ میں ہے کہ

(الثّانی) المراد با لتّوفّی النّوم و منه قوله اللّٰه یتوفّی الانفس حین موتها والّتی لم تمت فی منامها فجعل النوم وفاة کان عیسی قد نام فرفعه اللّٰه و هو نائم لئلا یلحقه خوف (خازن) (اس آیت کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ توفّی سے مراد نیند ہے جیسا کہ اس آیت اللّٰه یتوفّی الا نفس .. الآیة میں مستعمل ہے (پس اس سے یہ مراد ہوئی) کہ عیسیٰؑ سو گئے تھے اور پھر اللہ نے آپ کو سوتے ہوئے اوپر اٹھایا تا کہ آپ کو خوف لاحق نہ ہو)

اور اگر اس آیت میں توفّی سے اس کی تیسری نوع رفع مراد لی جائے جو بالکل حق اور مطابق واقع ہے اور جو جمہور مفسرین کا قول ہے تو اس سے رفع جسمی بالکل ظاہر ہے۔

غرض اس جگہ توفّی کو اس کی انواع رفع، نیند، موت میں سے جو قرآن مجید میں آچکی ہیں، جس نوع میں معین کیا جائے حضرت عیسیٰؑ کا رفع جسمی ثابت ہی رہتا ہے اور اس امر پر علمائے سلف وخلف مفسرین، محدثین وفقہاء مجتہدین سب کا اتفاق واجماع ہے۔

دوسری وجہ۔ مرزا صاحب نے اس آیت میں واؤ کا ترجمہ، پھر، کیا ہے۔ اس میں انہوں نے لغت، بلاغت، نحو واصول، جملہ علوم کا خلاف کیا ہے۔ خواہ دیدہ دانستہ خواہ غلطی وسہو سے۔ اسکی تفصیل حصہ اول میں گزر چکی ہے۔ خلاصہ مطلب یہ کہ واؤ صرف عطف مطلق جمع کیلئے موضوع ہے، اس میں ترتیب نہیں ہوتی۔ چنانچہ کافیہ میں ہے الواؤ للجمع المطلق لا ترتیب فیها یعنی واؤ مطلق جمع کیلئے ہے اس میں ترتیب نہیں ہوتی، اور اسی طرح دیگر کتب نحو میں ہے

امام فخر الدین رازیؒ نے اس آیت کے ذیل میں اس امر کی تصریح کی ہے:

انّ الواو فی قوله انّی متوفّیک و را فعک الیّ (لا تفید التّرتیب فالآیة تدلّ علی انّه تعالی یفعل به هذه الافعال فاما کیف یفعل و

متی یفعل فالامر فیه موقوف علی الدّلیل و قد ثبت بالدّلیل انّه حیّ و ورد الخبرعن النّبیّ ﷺ انّه سینزل و یقتل الدّجال ثمّ انّه تعالی یتوفّاہ بعد ذلک (تفسیر کبیر ج ۲) (واؤ ترتیب کا فائدہ نہیں دیتی، یہ آیت صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالی، عیسیٰؑ کے ساتھ یہ یہ معاملات کریگا۔ مگر یہ بات کہ کس طرح کریگا اور کب کریگا؟ سو یہ دلیل پر موقوف ہے اور بے شک یہ بات دلیل سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ زندہ ہیں اور اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے حدیث بھی آچکی ہے کہ آپؑ ضرور اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور پھر اسکے بعد اللہ آپ کو فوت کرے گا)

تیسری وجہ: مرزا صاحب نے اس آیت میں رافعک الیّ کا ترجمہ، عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، کیا ہے اور اس سے عزت کی موت مراد لی ہے۔ یہ بھی ان کی سخت غلطی ہے۔ اول اس لئے کہ اس آیت کے معنی میں عزت کا لفظ از خود بڑھا دیا ہے حالانکہ قرآن میں اس کیلئے کوئی لفظ نہیں ہے۔ اور اگر مفہوم رفع سے سمجھ کر لکھا ہے تو بھی اس سے موت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ رفع جسمی اور اعزاز میں مخالفت نہیں، بلکہ یکجا جمع ہو سکتے ہیں جیسے آیت و رفع ابویہ علی العرش میں ہے۔ یعنی حضرت یوسفؑ نے اپنے والدین کو (عزت کے ساتھ) تخت کے اوپر بٹھایا پس اس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کو عزت کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیا۔

دیگر یہ کہ: عزت کے ساتھ اٹھا لینا، سے موت مراد لینی تو لغت کی کسی کتاب سے ثابت نہیں۔ نہ محاورہ زبان اس کی تائید کرتا ہے اور نہ قرآن میں اس کی شہادت ہے۔ یہ صرف مرزا صاحب کی اپنی من گھڑت بات ہے۔ حصہ اول میں اس آیت کی تفسیر میں اسکی تفصیل گذر چکی ہے۔

چوتھی وجہ: مرزا صاحب نے مطھّرک من الّذین کفروا سے تہمت سے پاک کرنا مراد بتائی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی برائت تو بے شک مسلّم و ثابت ہے مگر اس آیت میں اس تطہیر سے مراد یہ نہیں، بلکہ کفار کے مکروں سے پیغمبر برحق کو محفوظ و پاک رکھنا مراد ہے۔ اس کی تفصیل بھی حصہ اول میں اس آیت کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔

اس بیان و تفصیل سے ثابت و روشن ہو گیا کہ مرزا نے اس آیت کے جو معنی کئے تھے اور جو مراد بتائی تھی، وہ باطل و غلط ہے۔ پس اس آیت سے عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول ثابت نہ ہوئی۔

قسم اول سے دوسری آیت :

و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم و انت علی کلّ شیء شھید (مائدہ:۱۱۷)

حصہ اول میں آیت انّی متوفّیک و رافعک الیّ اور آیت بل رّفعہ اللّٰہ الیہ کی تفسیر میں امور مندرجہ ذیل بڑے بسط اور تفصیل سے محقق طور پر بیان ہو چکے ہیں:

۱۔ توفّی کے حقیقی اور وضعی معنی موت نہیں بلکہ اس کے معنی اخذ الشّیء وا فیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا قبض کر لینا اور لے لینا ہیں۔

۲۔ چونکہ اس پورا پورا لینے کی کئی کیفیتیں اور نوعیں ہیں اس لئے توفّی کو ایک نوع میں معین کرنے کے لئے قرینہ کا ہونا ضروری ہے۔

۳۔ آیات رافعک الیّ اور بل رّفعہ اللّٰہ الیہ قطعی طور پر عیسیٰؑ کے رفع جسمی پر دلالت کرتی ہیں اور نیز یہ کہ رفع الی اللّٰہ اور رفع الی السّماء کے ایک ہی معنی ہیں۔ جیسا کہ آیت الیہ یصعد الکلم الطّیّب و العمل الصّالح یرفعہ (فاطر:۱۰) سے ثابت ہے۔

پس قرآن شریف میں جو توفّی حضرت عیسیٰؑ کے حق میں وارد ہے اس کو اس کی نوع رفع میں معین کرنے کے لئے رافعک الیّ اور بل رّفعہ اللّٰہ صریح قرینے ہیں۔ پس جب ثابت ہو چکا کہ حضرت عیسیٰؑ کی توفّی رفع آسمانی سے ہوئی تو اب آیت زیر بحث یعنی فلمّا توفّیتنی ...میں بھی توفّی سے مراد رفع آسمانی ہی ہے، نہ کچھ اور کیونکہ یہ اسی قاعدہ انّی متوفّیک و رافعک الیّ کے تحقق و وقوع کی حکایت ہے۔

منصف مزاج ہوشمندوں کے لئے تو اتنا بیان ہی کافی ہے مگر کمزور طبیعت کو سمجھانے اور کجرو مخالف پر حجت پوری کرنے کے لئے اس کی خوب بسط سے تفصیل کی جاتی ہے۔ سو واضح ہو کہ مرزا صاحب کا یہ قول ہے کہ حضرت مسیح نے (معاذ اللہ، اہانتِ) صلیب کے بعد (جو وجاہت کے بالکل منافی ہے) کشمیر کی طرف ہجرت کی اور یہاں ۸۷ سال زندہ رہ کر فوت ہوئے اور شہر سری نگر کے محلّہ خان یار میں دفن کئے گئے۔ جہاں ابھی تک ان کی قبر شہزادہ یوز آسف کی قبر کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیان سے مرزا صاحب نے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا مارا، اور اپنے برخلاف حجت پوری کرائی۔ اس اجمال کا بیان اس طرح ہے کہ کلمہ فلمّا توفّیتنی، سوال الٰہی أأنت قلت

للنّا س کے جواب میں واقع ہے۔ پس اس جگہ توفّی سے مراد موت نہیں لے سکتے کیونکہ آپ کو اہل کشمیر نے خدا اور خدا کا بیٹا قرار نہیں دیا بلکہ اہل شام اور اس کے قرب و جوار کے لوگوں نے۔ پس بموجب قول مرزا صاحب اہل شام (جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کے سوائے معبود جانا) کی خبر حضرت عیسیٰؑ سے آپ کی وفات سے ۸۷ سال سال پیشتر منقطع ہو چکی تھی اور اس عرصہ ۸۷ سال کی حیات (مزعومہ مرزا صاحب) میں آپ کو اہل شام کے عقائد باطلہ کی کوئی خبر نہیں کہ پیچھے انہوں نے کیا بنا لیا۔ پس سوال أأنت قلت للنّاس کے جواب میں عذر موت صحیح نہیں بلکہ ہجرت کشمیر کا عذر کرنا چاہیے۔ جب اس صورت میں ایک خدا ے سکھائے ہوئے پیغمبر برحق کے جواب میں قدح و ضعف واقع ہے، تو بالضرور معلوم ہوا کہ اس جگہ توفّی سے مراد موت نہیں۔ اور چونکہ حضرت مسیح کا بوجہ آسمان پر اٹھائے جانے کے نصاری کے باطل اعتقادوں سے بے خبر ہو جانا ایک صحیح عذر اور باصواب جواب ہے، اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ عیسیٰ کی توفّی آسمان پر اٹھائے جانے سے ہوئی تو اب توفّیتنی کے معنی رفعتنی ہوں گے یعنی آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے الٰہی! جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا تو اس عرصہ مرفوعیت میں مجھے ان کے عقاید کی کچھ خبر نہیں تھی۔ جملہ تفاسیر معتبرہ میں اس مقام پر توفّیتنی سے مراد رفعتنی لکھا ہے۔ اس سے کسی کو خلاف نہیں۔ ہم بہت خوشی سے قبول کریں گے اگر مرزا صاحب کسی صحابی سے توفّیتنی سے سوائے رفعتنی کے کچھ اور مراد نقل کر کے دکھائیں گے۔ اب ذیل میں چند معتبر تفاسیر کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جن میں توفّیتنی کے معنی جو اس آیت میں ہے، رفعتنی لکھے ہیں:

۱۔ (فلمّا توفّیتنی) بالرّفع الی السّماء کما فی قولہ تعالی انّی متوفّیک و رافعک الیّ فان التّوفی اخذ الشّیء وافیاً و الموت نوع منہ قال تعالی یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا۔ (تفسیر علامہ ابی السعود)

یہی عبارت تفسیر بیضاوی وسراج منیر میں ہے

۲۔ (فلمّا توفّیتنی) بالرّفع الی السّماء و التّوفی اخذ الشیء وافیاً (جامع البیان)

۳۔ (فلمّا توفّیتنی) اراد اعلامہ مساعد السّماء (تفسیر فیضی)

۴۔ (فلمّا توفّیتنی)۔ یعنی فلمّا رفعتنی الی السّماء فالمراد بہ وفاۃ

الرفع لا الموت ۔(تفسیر خازن)

۵۔فلمّا توفّیتنی و المراد منه وفاۃ الرّفع الی السّماء من قوله تعا لی انّی متوفّیک و را فعک الیّ ۔(تفسیر کبیر)۔

۶۔(فلمّا توفّیتنی) قبضتنی و رفعتنی۔(معالم)

ان سب عبارات کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں توفّی سے مراد آسمان کی طرف اٹھالینا ہے،موت نہیں کیونکہ توفّی کے معنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا ہے۔اور موت اس کی نوع ہے اور چونکہ آیت انّی متوفّیک و را فعک الیّ سے ثابت ہو چکا ہے کہ عیسیٰؑ کی توفّی سے مراد ان کا آسمان پر اٹھایا جانا ہے تو اب اس آیت کے معنی بھی وہی ہوں گے۔اگر یہ سوال کیا جائے کہ :

> جب عیسیٰؑ بموجب عقیدہ اہل سنت دوسری دفعہ نزول فرما ہونگے تو نصاری کے افتراؤں اور برے اعتقادوں سے باخبر ہو جائیں گے۔اور اہل سنت کے نزدیک یہ سوال و جواب بھی قیامت کو ہوں گے، تو پھر اس صورت میں قول کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم سے عدم اطلاع کا عذر صحیح نہیں۔لہذا ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے،اور نیز یہ کہ یہ سوال و جواب قیامت کو نہیں ہوگا، بلکہ عالم برزخ میں ہو چکا ہے اور عیسیٰؑ اپنی وفات کا اقرار کر چکے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے نصاری وغیرہ بندوں کے اقوال وافعال پر مطلع ہونے کے دو موقع ہیں اور دونوں قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔اول، آسمان پر اٹھائے جانے سے پیشتر تبلیغ رسالت کے وقت۔دوم، آسمان سے نازل ہونے کے بعد۔اور یہ امر ظاہر و مسلّم ہے کہ نصاری کے اعتقادان دونوں زمانوں کے درمیانی مدت میں بگڑے ہوئے ہیں۔سو آپ کا قول و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم ۔(یاالٰہی جب تک میں ان میں رہا انکے اقوال و افعال کو دیکھتا رہا)۔ان دونوں زمانوں پر شامل ہے۔اور فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم (جب تونے مجھے آسمان پر اٹھالیا تو پھر تو ہی ان کا نگہبان رہا)(یعنی اس عرصہ کی بابت مجھے کچھ علم نہیں) سے درمیانی زمانہ (یعنی پہلی اور دوسری بار کی درمیانی مدت رفع میں) نصاری کے اقوال وافعال سے واقف نہ ہونے کا اظہار مقصود ہے۔حضرت عیسیٰؑ کی حیات اور نزول ثانی اور اسکے بعد قیامت کو یہود ونصاری پر آپ کی شہادت کے لئے یہ آیت قرآن میں موجود ہے: و ان من اھل الکتاب

الّا لیؤمننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً (نساء: ۱۵۹) (اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں ہوگا مگر حضرت عیسیٰؑ پر آپ کی موت سے پیشتر ایمان لے آئے گا۔ اور آپ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوں گے)

صحیح بخاری باب نزول عیسی بن مریم میں اسی آیت کو دلیل نزول ثانی ذکر کیا گیا ہے چنانچہ حدیث ہے:

عن ابی هریره قال قال رسول اللّه ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکنّ ان یّنزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتّی لا یقبله احد حتی تکون السّجدة الواحدة خیراً من الدّنیا وما فیها ثمّ یقول ابو هریره فا قرؤ ان شئتم و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً (بخاری ج ۲) (ابو ہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ وقت قریب آتا ہے کہ عیسی بن مریم تم میں ضرور ضرور اتریں گے۔ فیصلہ کرنے والے ہوکر منصف ہوکر۔ پس صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیروں کو قتل کرائیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال و دولت اس کثرت سے ہو جائے گی کہ اس کو کوئی قبول بھی نہ کرے گا حتی کہ ایک سجدہ دنیا کی سب چیزوں سے بہتر خیال کیا جائے گا پھر ابو ہریرہؓ کہتے ہیں اگر تم چاہو تو (اس حدیث کی تصدیق کیلئے) یہ آیت پڑھ لو و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته)

(یہاں مولانا محمد ابراہیم میرؒ نے طویل حاشیہ رقم فرمایا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

ناظرین نے ملاحظہ فرمالیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جو حدیث روایت کی ہے اس کے مضمون کی تصدیق کے لئے وہی آیت قرآنی پیش کرتے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ مسیح موعود وہی ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے نہ کہ کوئی دیگر مثیل۔ پس چونکہ اس آیت میں عیسی نبی اللہ کا ذکر ہے اس لئے مرزا صاحب مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔

مرزا صاحب، حضرت ابو ہریرہؓ کے اس استدلال کے قبول کرنے میں دو عذر پیش کرتے ہیں۔ اول یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا اپنا فہم ہے اور صحابی کا فہم حجت نہیں ہوتا۔ دوم یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ و ان شئتم کہتے ہیں اور کلمہ ان شرطیہ شک کے لئے ہوتا ہے۔ عذر اول کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کا

اس حدیث کی تصدیق کیلئے اس آیت کو پیش کرنا دو حال سے خالی نہیں ۔ یا تو آنحضرت ﷺ سے سن کر کہا ہے اور یا اپنے فہم و اجتہاد سے ۔ پہلی صورت میں تو مرزا صاحب کو انکار کی مجال نہیں ۔ ہاں دوسری صورت میں وہ کچھ گنجائش سمجھتے ہیں، سواس کا بیان یہ ہے کہ قرآن میں سے حدیث نبوی کا ماخذ بیان کرنا اور ان میں آپس میں تطبیق وتوفیق دینا ایک موہوبی اور خدا داد ملکہ ہے جو عارفان کتاب اللہ و واقفان حدیث رسول اللہ ﷺ سے مخفی نہیں اور علم دینی کا کمال اور طبیعت کی ذہانت الٰہی وصف سے ہے چنانچہ ابن قیم جو اسی مذاق کے ہیں اپنی کتاب زادالمعاد میں فرماتے ہیں:

و كان الصحابة احرص شيءٍ على استنباط احاديث رسول اللّه ﷺ من القرآن و من الزم نفسه ذلك و قرع بابه و وجه قلبه اليه و اعتنى به بفطرة سليمة و قلبٍ زكيٍّ رأى السنة كلها تفصيلاً للقرآن و تبييناً لّدلالته و بياناً لمراد اللّه منه وهذا اعلى مراتب العلم فمن ظفر به فليحمد اللّه و من فاته فلا يلومنّ الّا نفسه و همّته و عجزه (زادالمعاد ۔ ج ۲ ص ۱۷۵) اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس امر کے بہت حریص تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا قرآن سے استنباط کیا کریں اور جو کوئی اس کو لازم پکڑے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اپنے دل کو اس طرف متوجہ کرے اور فطرت سلیمہ اور پاکیزہ دل کو اس کی تلاش میں لگائے تو جان لے کہ سنت نبویہ ساری کی ساری قرآن کی تفصیل ہے۔ اور اسکے معنی اور مرادوں کا بیان ہے یہ امر علم کے مراتب میں سے اعلیٰ مرتبہ کا ہے پس جو اس سے کامیاب ہوا سے چاہیے کہ خدا کا شکر کرے ۔ اور جسے ہاتھ نہ لگے وہ اپنے نفس اور ہمت اور کمزوری کے سوائے کسی اور کو ملامت نہ کرے

واقفان حدیث نبوی پر مخفی نہیں کہ آنحضرت ﷺ بسا اوقات کوئی مسئلہ بیان فرما کر اسکے موافق قرآن کی آیت پڑھ دیا کرتے تھے ۔ اسی طرح صحابہ کی بھی عادت تھی کہ اس حدیث کو مع اس آیت کے حوالہ کے روایت کر دیا کرتے تھے اور یہ بات چنداں نظر کی محتاج نہیں کیونکہ یہ امر کہ نبی ﷺ کسی مسئلہ کی تصدیق کیلئے آیت قرآنی پڑھا کرتے تھے تب ہی معلوم ہوا کہ جب صحابہ نے ویسی حدیث کی روایت کی ۔

اسی طرح ماہرین حدیث پر یہ بھی پوشیدہ نہیں کہ حضرت ابوہریرہ جس طرح روایت کی رو سے سب سے اول نمبر پر ہیں اسی طرح اس وصف یعنی تصدیق حدیث کیلئے آیت کے بیان کرنے میں بھی آپ ایک خاص مذاق رکھتے تھے ۔ آپ کی روایات میں اکثر جگہ قرآن کی آیت سے استدلال کرنا پایا جاتا ہے ۔

کسی جگہ تو اس آیت کا حوالہ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کسی جگہ آیت کے حوالہ پر بس کرتے ہیں اور اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ ان دونوں طریقوں پر غور وفکر کرنے سے ایک سوچنے والا ہوش مند آدمی نکال سکتا ہے کہ جس طرح حضرت ابو ہریرہؓ حدیث کو خاص پیغمبر ﷺ سے بالمشافہ روایت کرتے ہیں اسی طرح روایت کا حوالہ بھی نبی ﷺ کی زبان مبارک سے روایت کرتے ہیں ، چاہے کی اس تصریح کردیں چاہے نہ کریں۔ کیونکہ غیر مصرح بھی اسی کے قریب ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سن کر ایسا کہا کیونکہ صحابہ بغیر نبی ﷺ سے سننے کے کچھ بات اپنی طرف سے کرنے سے بہت پرہیز کیا کرتے تھے جیسا کہ کتب حدیث کے مطالعہ کرنے والوں پر واضح ہے۔ خصوصاً ایسے امور میں جن میں رائے محض اور اجتہاد و قیاس کو دخل نہیں۔ مثلاً پیش گوئی وغیرہ، ان میں تو صحابی کا قول حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔ پس اس حدیث نزول عیسیٰ بن مریم کی تصدیق کیلئے ابو ہریرہ کا آیت قرآن و ان من اھل الکتاب سے استدلال کرنا علاوہ بہت باریک نکتہ ہونے کے نبی پاک ﷺ کے ارشاد سے باہر نہیں

اب ذیل میں چند احادیث بطور نمونہ ذکر کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ تصدیق حدیث کیلئے آیت قرآنی کا حوالہ دینا حضرت ابو ہریرہؓ کے خاص مذاق میں تھا اور نیز یہ کہ ابو ہریرہؓ کسی حدیث میں اس حوالہ آیت کو نبی ﷺ کی منسوب کردیتے ہیں اور کبھی صرف حوالے ہی پر اکتفا کرتے ہیں:

حدیث اول: عن ابی ھریرہ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لا تقوم السّاعۃ حتّی تطلع الشّمس من مغربھا فاذا طلعت وراھا النّاس امن من علیھا فذلک حین لا ینفع نفساً ایمانھا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا (مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۱) ابو ہریرہؓ سے روایت کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک آفتاب مغرب سے نہ چڑھے۔ پس جب چڑھے گا اور لوگ اس کو دیکھ لیں گے تو سب لوگ ایمان لائیں گے پس وہ وقت ہوگا کہ کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا۔ جو پہلے ایمان نہ لایا تھا یا جس نے اپنے ایمان میں نیکی نہ کی تھی۔

حدیث دوم: عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ما من مولود یولد الّا نخسہ الشیطان فیستھل صارخاً من نخسۃ الشّیطان الّا ابن مریم و امّہ ثمّ قال ابو ھریرہ اقرأو ان شئتم انّی اعیذ ھا بک و ذریتھا من الشّیطان الرّجیم (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے

کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو کوئی پیدا ہوتا ہے، شیطان پیدائش کے وقت اس کو ایذا دیتا ہے پس وہ چیختا ہے مگر ابن مریم اور اس کی ماں کو شیطان یہ ایذا نہیں دے سکا۔ پھر ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو انّی اعیذ ھا بک .. الآیۃ۔

حدیث سوم: عن ابی ھریرہ انّ رسول اللّٰہ قال تفضل الصّلوۃ فی الجمیع عن صلوۃ الرّجل وحدہ خمساً و عشرین و یجتمع ملائکۃ اللّیل و ملائکۃ النّھار فی صلوۃ الفجر ثم یقول ابو ھریرہ اقرأو ان شئتم و قرآن الفجر انّ قرآن الفجر کان مشھوداً (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا با جماعت نماز اکیلے شخص کی نماز سے ۲۵ درجے بڑھ کر ہے اور فجر کی نماز میں دن اور رات کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر ابو ہریرہ کہتے ہیں اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو و قرآن الفجر ... الخ۔

حدیث چہارم: فی حدیث طویل رواہ ابوھریرہ عن النّبی ﷺ انّہ سئل عن الحمر فقال ما انزل اللّٰہ علیّ فیھا الّا الآیۃ الفاذّۃ الجامعۃ من یّعمل مثقال ذرۃٍ خیراً یّرہ و من یّعمل مثقال ذرۃٍ شراً یّرہ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳) ابو ہریرہؓ سے روائت ہے کہ نبی ﷺ سے گدھے کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مجھ پر اس بارے میں کوئی خاص حکم نازل نہیں ہوا۔ مگر یہی ایک جامع آیت فمن یعمل مثقال ذرۃٍ خیراً ..الخ۔

حدیث پنجم: عن ابی ھریرہ عن النّبیّ ﷺ قال انّ اللّٰہ خلق الخلق حتی اذا فرغ من خلقہ قالت الرحم ھذا مقام العائذ بک من القطعیۃ قال نعم اما ترضین ان اصل من وصلک و اقطع من قطعک فقالت بلی یا ربّ قال فھو لکِ۔ قال رسول اللّٰہ ﷺ فاقرأوا ان شئتم فھل عسیتم ان تولّیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم (بخاری۔ کتاب الادب باب من وصلہ اللہ) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (مثالی طور پر) فرمایا کہ جب اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا تو رحم (رشتے داروں کے ساتھ پیوند رکھنے کا علاقہ) نے کہا کہ الٰہی میں تیرے ساتھ رشتہ قطع کرنے والوں سے پناہ مانگنے والا حاضر ہوں۔ اللہ نے فرمایا تو اس پر راضی نہیں کہ میں اپنی رضا اس پر رکھوں جو تیرے

پیوند کو قائم رکھے، اور جو تجھے قطع کرے، میں بھی اس سے قطع کروں؟ کہا ہاں اے میرے رب۔ فرمایا پس یہ ہو چکا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر چاہو تو آیت قرآنی پڑھ لو فھل عسیتم ان تولّیتم ... الآیۃ۔

ناظرین! خود غور فرمالیں کہ ان احادیث سے وہ سب اہم امور جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں، ثابت ہوتے ہیں یا نہیں؟

باقی رہا دوسرا عذر یعنی ان شرطیہ شک کیلئے آتا ہے لہذا یہ استدلال شکی ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت ابو ہریرہؓ کے کلمہ ان شئتم کہنے سے اس استدلال کو شک کی طرف نسبت کر سکتے ہیں تو یہی کلمہ ان شئتم اسی طرح تصدیق حدیث کے لئے آیت قرآنی کا حوالہ دیتے وقت خاص رسول اللہ ﷺ سے بھی منقول ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے پانچویں حدیث میں صلہ رحم میں گزر چکا ہے۔ پس اس نظر سے تو معاذ اللہ، رسول اللہ ﷺ ناطق بالوحی کے استدلال کو بھی شک کی طرف نسبت کر سکنا منع نہ ہوگا۔ و ھل ھذا جرأۃ عظیمۃ و فریّۃ فخمیۃ۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے موقع پر کلمہ ان شئتم اس بات کیلئے نہیں ہوتا کہ متکلم کو اپنے کلام کی تصدیق میں شک و تردد ہے بلکہ مخاطبین کے حال کی نسبت یہ خیال کر کے کہ وہ زیادہ علم اور دلیل کے طالب ہیں ان کے مزید اطمینان کیلئے آیت قرآنی کو پیش کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے سوال میں ولکن لّیطمئنّ قلبی۔ یعنی یا الٰہی اس لئے نہیں پوچھتا کہ مجھے مردوں کے زندہ ہو جانے میں کچھ شک ہے۔ نہیں زیادہ اطمینان اور تسلی دل کیلئے پوچھتا ہوں۔

جو لوگ علوم میں گہری نگاہ رکھتے ہیں اور مذاق صحیح اور فطرت سلیم والے ہیں وہ اس مسئلہ کو خوب پہچانتے ہیں اور اس سے لطف اٹھاتے ہیں لیکن جن لوگوں کی سلامتی اپنے حال پر نہیں رہی اور کجروی اور تعصب سے ان کا مذاق صحیح جاتا رہا ہے، ان کی سمجھ میں نہ آنے سے یہ بات غلط نہیں ہو سکتی۔)

اس آیت میں و ان من اھل الکتاب کو نزول عیسیٰ سے بدیں وجہ تعلق ہے کہ آیت و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم (میں ان کے اعمال و اقوال کو دیکھتا سنتا رہا جب تک ان کے بیچ رہا) سے صاف ثابت ہے کہ شاہد کا اس جماعت میں ہونا ضروری ہے جس پر اس نے شہادت دینی ہو۔ پس جب آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ علیھم شھیداً (یعنی نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لے آئے گا عیسیٰؑ پر پیشتر عیسیٰ کی موت کے اور عیسیٰؑ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوں گے) سے ان اہل کتاب پر جو زمانہ اخیر میں ہوں گے اور عیسیٰؑ پر سچا ایمان لے آئیں گے بروز قیامت عیسیٰؑ کی شہادت سے تو ثابت ہے،

تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ اخیر زمانہ کے لوگوں میں آئیں گے۔

اب اس سوال کی دوسری شق یعنی اللہ کے حضرت عیسیٰؑ کو سوال أأنت قلت للنّاس قیامت کے روز کہنے کی مزید تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

مثال اول۔ اذ اور اذا دو کلمے ظروف زمانیہ میں سے ہیں اذ ماضی کے لئے آتا ہے اور کبھی بمعنی مستقبل بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ اذا مستقبل کے لئے اور کبھی ماضی کے لئے بھی آتا ہے۔ چنانچہ مغنی میں بحث اذا میں لکھا ہے:

احدھما ان تجیء للماضی کما تجیء اذ للمستقبل۔

مثال اذا بمعنی اذ آیت و اذا رأوا تجارةً او لھو ن انفضّوا الیھا و ترکوک قائماً (جمعہ: ۱۱) (اور جس وقت انہوں نے تجارت یا کھیل کا سامان دیکھا تو اس کی طرف اٹھ گئے اور تجھے کھڑے چھوڑ دیا)

اور نیز آیت حتّی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت و ضاقت علیھم انفسھم (توبہ: ۱۱۸) (حتی کہ جس وقت زمین ان پر باوجود فراخ ہونے کے تنگ ہوگئی، اور ان کی جانیں بھی ان کو گراں معلوم ہوئیں)۔

مثال اذ بمعنی اذا یعنی مستقبل، آیت فسوف یعلمون اذ الاغلال فی اعناقھم (مومن: ۷۰) (پس یہ لوگ اس وقت ضرور جان لیں گے جب ان کی گردنوں میں طوق پڑیں گے) کیونکہ سوف جو خاص استقبال کے لئے موضوع ہے قرینہ موجود ہے۔

مثال دوم: (از مفصل زمخشری)

اذ ما دخلت علی الرّسول فقل له

حقّا علیک اذا اطمأنّ المجلس

کیونکہ صیغہ امر اس بات کا قرینہ موجود ہے کہ اذ بمعنی اذا ہے۔

مثال سوم:

ثمّ جزاک اللّٰه عنّی اذ جزی

جنّات عدنٍ فی السماوات العلی

(جب خدا جزا دینے لگے تو تجھ کو میری طرف سے اونچے آسمانوں میں جنتیں عطا کرے)۔

اس جگہ اذ بمعنی اذا مستعمل ہوا ہے بقرینہ جنات عدن کیونکہ یہ سب قیامت کو ہوگا۔ اور

قیامت زمان مستقبل میں ہوگی نہ کہ ماضی میں ہو چکی ہے (تفسیر خازن وقسطلانی شرح صحیح بخاری)

اسی طرح قرآن و حدیث و کتب ادب میں اس کی بہت مثالیں ہیں کہ اذ بمعنی اذا مستعمل ہوتا ہے اور اذا بمعنی اذ۔ کتب نحو بھی اس کی تائید سے بھری پڑی ہیں۔ طالب تفصیل شرح ملا جامی، رضی شرح کافیہ، تکملہ عبدالحکیم سیالکوٹی۔

وجہ دوم: مضمون آیت و اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الھین من دون اللّٰہ عطف ہے مضمون آیت اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک .. الآیۃ پر اور اس سے پہلے جہاں سے یہ ذکر شروع ہوتا ہے، یہ ہے

یوم یجمع اللّٰہ الرّسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لا علم لنا انّک انت علّام الغیوب (مائدۃ:۱۰۹) (جس دن اللہ کل رسولوں کو جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ لوگوں نے تم کو کیسے قبول کیا اور کیا کچھ کہا تو وہ کہیں گے کہ الٰہی (ہم کو لوگوں کی نیتوں کی حقیقت اور ان کے دلوں کے رازوں کا) کوئی علم نہیں۔ ہر بات کی حقیقت و راز سے واقف ہونا تیرا ہی خاصہ ہے)

پھر اللہ تعالی، حضرت عیسیٰؑ کو خاص طور پر خطاب کر کے کہے گا کہ مریم کے بیٹے عیسیٰؑ میری وہ خاص نعمتیں یاد کر جو میں نے تجھ پر اور تیری والدہ پر انعام کیں۔ اس کے بعد اللہ نے وہ سب نعمتں ذکر کی ہیں۔ اور نعمتوں کے ذکر کے بعد اصل مقصود کا بیان فرمایا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ! کیا لوگوں کو تو نے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود مقرر کر لو۔ (مائدہ:۱۱۶)

اب یوم یجمع اللّٰہ الرّسل سے تو صاف معلوم ہو گیا کہ یہ سارا معاملہ اس دن ہوگا جس دن اللہ کل رسولوں کو جمع کرے گا اور وہ دن سوائے قیامت کے کون سا دن ہو سکتا ہے۔ اس کے نظائر قرآن شریف میں بکثرت ہیں مثلاً:

فلنسئلنّ الّذین ارسل الیھم و لنسئلنّ المرسلین (اعراف:۶)
(جن لوگوں کی طرف ہم نے رسول بھیجے ہیں ان کو اور خود رسولوں کو بھی ہم ضرور پوچھیں گے)

اور یوم ندعوا کل اناسٍ بامامھم (بنی اسرائیل:۷۱) (جس دن ہم لوگوں کو ان کے امام، نبی وقت، سمیت بلائیں گے)۔

اور یوم یحشرھم وما یعبدون من دون اللّٰہ فیقول أأنتم اضللتم

عبادی ھٰؤلاء ان ھم ضلّوا السّبیل (فرقان: ۱۷) (جس دن اللہ ان مشرکین کو اورجن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں، ان سب کو جمع کرے گا، تو ان سے کہے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود گمراہ ہو گئے تھے)

اور و یوم یحشرھم جمیعاً ثمّ یقول للملائکۃ ھٰؤلاء ایّا کم کانوا یعبدون (سبا: ۴۰) (جس دن اللہ ان مشرکین کو جمع کرے گا تو فرشتوں سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟)

یہ سب آیتیں اس امر کی شاہد ہیں کہ جو لوگ اللہ کے سوا معبود بنائے گئے ہیں، ان کو یہ سوال قیامت کو پوچھا جائے گا۔ اور اس دن پیغمبروں کو بھی تبلیغ اور لوگوں کی قبولیت کی بابت پوچھا جائے گا تو چونکہ حضرت عیسیٰؑ بھی پیغمبر برحق ہیں اور نیز اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بھی مانے گئے ہیں، اس لئے ان کو یہ سوال بروز قیامت ہو گا نہ کہ اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ دیگر یہ کہ اس سارے مذکور کے بعد ھٰذا یوم ینفع الصّادقین صدقھم (مائدہ: ۱۱۹) موجود ہے یعنی یہ وہ دن ہے جس دن صادقوں کو ان کا صدق نفع پہنائے گا۔ اور یہ بھی قیامت ہی کا روز ہے۔

لوگوں اور رسولوں سے یہ سوال کرنے کی حکمت یہ ہے کہ رسولِ وقت کے سامنے اس کی امت پر تبلیغ رسالت ثابت کر کے ان پر حجت پوری کی جائے تا کہ عذاب میں گرفتار ہونے کی صورت میں کوئی عذر نہ کر سکیں۔ ورنہ خدا تعالیٰ بطور استفہام سوال کرنے سے پاک ہے۔ پس اسی طرح نصاریٰ کے سامنے عیسیٰؑ کو یہ سوال کرنا کہ: کیا تو نے ان کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوائے معبود مان لو؟ اس میں بھی یہی حکمت ہے کہ عیسیٰؑ ان کے روبرو تبلیغ رسالت اور تعلیم توحید کی شہادت دیں۔ اور نصاریٰ مشرکین پر الزام قائم ہو کر حجت پوری کی جائے۔ پس ضروری ہے کہ عیسیٰؑ اور ان کی امت دونوں حاضر ہوں اور یہ حاضری اور سوال و جواب قیامت سے پہلے نہیں ہو سکتے۔ کیا (معاذ اللہ) رسول برحق حضرت مسیح بری از الزام کو شرمندہ کرنا مقصود ہے کہ ان کی امت کی غیر حاضری میں عالم برزخ میں سوال کیا جائے۔ پس ان سب اگلے اور پچھلے قرائن اور دلائل سے صاف روشن ہو گیا کہ یہ سوال قیامت کو ہو گا اور سب سے بڑھ کر آیت سورہ نسا و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً (عیسیٰؑ قیامت کے دن ان، اہل کتاب، پر شاہد ہوں)، تصریح روز قیامت میں ایسی عیاں ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ اس سے زیادہ صراحت کیا ہو کہ اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ لفظ فرما دے۔ سبحان ربّنا۔ ربّنا آمنّا

وجہ سوم: اس سوال کے قیامت کو ہونے کی صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت اذ قال اللّٰه یا عیسی أأنت قلت للنّاس میں قال بمعنی یقول ہے یعنی بمعنی مستقبل ہے۔ اور جمہور مفسرین نے بھی اس امر کو تحقیق کیا ہے مثلاً تفسیر خازن، تفسیر سراج منیر وغیرہ اور شارحین صحیح بخاری مثلاً ابن حجر اور علامہ قسطلانی اور علامہ عینی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے بلکہ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں ایک مرفوع حدیث بھی لکھی ہے کہ

قال رسول اللّٰه ﷺ اذا کا ن یوم القیامة دعی بالانبیاء و اممهم ثمّ یدعی یا عیسی ابن مریم فیذ کّره اللّٰه نعمته علیه فیقرّ بها فیقول یا عیسی ابن مریم ا ذکر نعمتی علیک و علی وا لدتک.. الآیة ۔ ثمّ یقول أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الهین من دون اللّٰه فینکر ان یّکون قال ذلک (الحدیث)۔ (ابن کثیر) (جب قیامت کا دن ہوگا کل نبیوں کو بلایا جائے گا۔ پھر خاص طور پر عیسیٰ کو پکارا جائے گا۔ پس اللہ وہ نعمتیں جو اس نے ان پر کی ہیں، ان کو یاد کرائے گا اور عیسیٰ ان سب کا اقرار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: اے عیسیٰ ابن مریم میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تجھ پر اور تیری ماں مریم پر انعام کیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود مان لو؟ پس عیسیٰ اس بات کے کہنے سے انکار کریں گے)

پس جب خود اللہ قرآن میں یوم القیامة کی تصریح کردے اور اس کا رسول بھی فرمادے اور علماء بھی اس کی تحقیق کریں، اور کتب نحو اور آیات قرآنی اور محاورات زبان بھی اذ کے معنی مستقبل ہونے کی شہادت دیں، تو اب اس کا انکار سوائے ضلالت کے اور کیا ہوسکتا ہے؟

سوال: اگر کوئی یہ سوال کرے کہ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ روز قیامت کے ذکر میں فرماتے ہیں:

یؤخذ برجالٍ من اصحابی ذا ت الیمین و ذات الشّمال فاقول اصحابی ۔ فیقال انّهم لم یزالوا مرتد ین علی اعقا بهم منذ فارقتهم فاقول کما قال العبد الصّالح عیسی ابن مریم و کنت علیهم شهیداً مّا دمت فیهم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیهم ۔ الآیة (بخاری) (لوگوں کو دائیں بائیں سے پکڑا جائے گا تو میں کہوں گا، ہیں؟ یہ تو میری امت کے لوگ

ہیں۔تو مجھے کہا جائیگا کہ نہیں یہ وہ ہیں کہ جب سے تو ان سے جدا ہوا (یعنی فوت ہوا) یہ دین سے برگشتہ ہوکر (موت تک) مرتد ہی رہے۔تو میں کہوں گا جس طرح کہا ہوگا عبد صالح عیسی ابن مریم نے کہ الٰہی میں تو ان پر شاہد اس وقت تک رہا جب تک میں ان کے بیچ میں موجود رہا، جب تو نے مجھے بھرلیا تو صرف تو ہی ان پر نگہبان تھا)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ سے یہ سوال و جواب ہو چکا ہوا ہے کیونکہ الفاظ حدیث یہ ہیں فا قول کما قال اور قال فعل ماضی ہے۔اور نیز اس حدیث سے یہ حاصل ہوا کہ عیسیٰ کی توفی موت سے ہوئی کیونکہ جو الفاظ یعنی فلمّا توفیتنی عیسی سے منقول ہیں وہی نبی ﷺ کہیں گے۔اور معلوم ہے کہ نبی ﷺ کی توفّی موت سے ہوئی۔ھذا تقریر السّوا ل۔

جواب :اس سوال کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔اول یہ کہ الفاظ فاقول کما قال میں قال کو بلفظ ماضی ذکر کرنا بنا بر حکایت ہے اس قول سے جو قرآن شریف میں مذکور ہے۔پس معنی یہ ہوں گے کہ: کہوں گا میں جس طرح کہ عیسی کی نسبت قرآن میں کہا گیا ہے کہ وہ یہ کہیں گے۔

دیگر یہ کہ صحیح بخاری ہی سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس جگہ قال بمعنی یقول یعنی ماضی بمعنی مستقبل ہے پس معنی یہ ہوں گے : پس میں کہوں گا جس طرح کہے گا عبد صالح عیسی۔

دیگر یہ کہ جب صحیح بخاری سے ثابت ہو چکا کہ اس جگہ ماضی بمعنی مستقبل ہے تو قیامت کو رسول اللہ ﷺ کا قول عیسی کے قول سے پہلے ہوگا یا پیچھے۔اگر پہلے ہوگا تو یہ معنی ہوں گے :،کہوں گا میں جس طرح کہے گا عیسیٰ ۔ اور اگر پیچھے ہوگا تو معنی یہ ہوں گے: کہوں گا میں جس طرح کہا ہوگا عیسی نے ۔ ، پس اس صورت میں حضرت عیسیٰ کا قول بہ نسبت نبی ﷺ کے قول کے قیامت ہی کو زمانہ ماضی میں ہو چکا ہوگا۔پس قال کو ماضی کے صیغے سے ذکر کرنے سے اس قول کا قیامت سے پیشتر واقع ہونا ثابت نہ ہوا۔

دیگر لفظ ماضی کو مستقبل کے معنی میں لینا خلاف قاعدہ نہیں بلکہ یہ تو زبان کا ایک عام قاعدہ ہے کہ جو امر ضرور واقع ہو جانا ہو اس کو صیغہ ماضی سے بیان کرتے ہیں۔گویا اس کو دوسرے کی نظر میں ہوا ہوا جتانا مقصود ہوتا ہے۔اس کی مثالیں قرآن اور دیگر کتابوں میں بکثرت ہیں اور نحویوں کے نزدیک اس مسئلہ کا نام نفخ فی الصّور ہے یعنی جس طرح نفخ فی الصّور میں نفخ فعل ماضی ہے اور معنی اس کے ینفخ فعل مستقبل کے ہیں۔یہ لفظ جو فعل ماضی سے مستعمل ہوا ہے ایسا ہی ہے۔

مستقبل کو بہ سبب تحقق و وقوع کے لفظ ماضی سے تعبیر کرنا زبان عربی ہی کا خاصہ نہیں بلکہ ہر زبان میں یہ محاورہ عام پایا جاتا ہے جیسے ہماری اپنی ہندی زبان میں جب کوئی کسی کو بلاتا ہے تو دوسرا شخص ان لفظوں سے جواب دیتا ہے ۔ جی آیا جی ۔ حالانکہ وہ ابھی اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب کوئی کسی کو کسی کام پر بھیجے اور سخت تاکید سے کہے کہ جلدی جانا اور شتاب واپس آنا، تو اس کی تسلی کے لئے اور اپنی مستعدی اور شتابی ظاہر کرنے کے لئے اس کو یہ کہا جاتا ہے : بس جی! یہ گیا اور وہ آیا۔ حالانکہ وہ اس کے روبرو ہی یہ سب کچھ کہہ سن رہا ہوتا ہے ۔ یہ صرف اس لئے ہوتا ہے تا کہ مخاطب کو اس امر کا ضرور ضرور واقع ہو جانا متیقن ہو جائے ۔ پس آیت اذ قال اللّٰہ میں بھی صیغہ ماضی کا ذکر کرنا اسی قبیل سے ہے ۔

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام جو کچھ فلمّا توفّیتنی میں لکھا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ اذ جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اس کے معنی ماضی کے ہوتے ہیں۔ اگر ان کی یہی مراد ہے تو ظاہر ہے کہ مرزا صاحب علم نحو میں پختہ نہیں ہیں ۔ صرف سادے طور پر چند مسائل جانتے ہیں اور اس علم کی باریکیوں سے واقف نہیں ہیں ۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ اذ کے مدخول علیہ کی ماضویت کی کوئی خصوصیت نہیں خواہ اس کا مدخول علیہ صیغہ ماضی ہو، خواہ صیغہ مضارع ۔ یہ لفظ بحسب الوضع معنی ماضی میں ہوتا ہے جیسے اذ یقول المنافقون و الّذین فی قلوبھم مرض (احزاب: ۱۲) اور کبھی مصروف عن المعنی الوضعی ہو کر بمعنی اذ مستعمل ہوتا ہے جیسے کہ اذا موضوع ہے مستقبل کے لئے اور کبھی بمعنی ماضی مستعمل ہوتا ہے (اس کی مثالیں پہلے بیان ہو چکی پس اب طول دینے کا فائدہ نہیں)

اگر کہا جائے کہ تمہارے اس بیان سے معلوم ہوا کہ اگر اذا مضارع بھی آئے تب بھی اس کے معنی ماضی ہوتے ہیں تو اگر اذ قال اللّٰہ یا عیسی میں قال کو بمعنی یقول کہیں تو پھر بھی وہ مضارع ماضی کے معنی میں ہو سکتا ہے ، تو اس کا جواب دو وجہ سے ہے ۔ اول یہ کہ اذ مضارع کے لفظ پر داخل ہو کر اس کو ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے نہ مضارع کے معنی پر داخل ہو کر۔ اسی لئے تقریر میں صیغہ مضارع کہا گیا ہے اور یہاں آیت میں تو قال لفظ مضارع نہیں بلکہ ماضی بمعنی مضارع ہے اور اس قال کو مضارع کے معنی میں ہونے کی وجہیں پہلے گذر چکی ہیں ۔

دوم یہ کہ صحیح بخاری میں اس امر کی بابت لکھا ہے کہ یہ اذ صلہ یعنی زائد ہے ۔ غرض کسی طرح لو، اس قول کا وقوع قیامت ہی کو ہو گا ۔

باقی رہی سوال کی شق ثانی یعنی ہر دو پیغمبروں کے لئے لفظ توفّی کا آنا اور اس پر لفظ کما کا داخل ہونا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ کلمہ کما کے ماقبل و مابعد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ہر طرح اور ہر وصف اور ہر حکم میں ایک جیسے ہوں بلکہ بسا اوقات ان کی کیفیتوں میں بہت مغائرت ہوتی ہے مثلاً آیت کما بدأنا اوّل خلقٍ نعیدہ (انبیاء:۱۰۴) (جس طرح ہم نے پہلی دفعہ پیدا کرلیا تھا اسی طرح پھر دوسری دفعہ بھی پیدا کرلیں گے) جو اسی حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اس پہلی دفعہ کی پیدائش اور قیامت کی پیدائش کو کلمہ کما (جس طرح) سے ذکر کیا، تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلے گا کہ پہلی دفعہ ماں کے پیٹ سے باپ کے نطفے سے پیدا ہوئے تھے، تو پھر قیامت کو بھی اسی طرح پیدا ہوں گے۔ معاذ اللہ۔ پہلی اور پچھلی پیدائش کی مماثلت صرف اس امر میں جتلائی گئی ہے کہ یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہیں جس طرح پہلی دفعہ کی پیدائش کو تم دیکھ چکے ہو اسی طرح دوسری دفعہ موت کے بعد زندہ کرنا بھی اس خالق علیم کی قدرت سے باہر نہیں۔ بلکہ اس میں داخل ہے۔ اسی طرح فا قول کما قال العبد الصّالح میں جو لفظ کما مذکور ہے، وہ تو صرف اس بات کے اظہار کیلئے ہے کہ جس طرح عیسیٰؑ شرک کی تعلیم سے برأت حاصل کرینگے اسی طرح میں بھی برأت حاصل کرونگا اور اسکے نظائر قرآن و حدیث اور کتب ادب میں بکثرت ہیں

اگر کہا جائے کہ ہم نے مان لیا کہ کلمہ کما کے ماقبل و مابعد کا ہر طرح سے ایک دوسرے کا مماثل و مشارک ہونا ضروری نہیں، مگر جب کہ دونوں پیغمبروں کے لئے ایک ہی لفظ توفّی آیا ہے تو اب ہم کس دلیل سے رسول اللہ ﷺ کی توفّی کو تو موت کہیں اور حضرت عیسیٰ کی توفّی کو رفع آسمانی سے تعبیر کریں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شہادۃ القرآن کے حصہ اول میں بہت تفصیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ توفّی جنس ہے اور موت اور رفع وغیرہ اس کی انواع ہیں۔ پس جس لفظ کے مفہوم میں کئی معنی ہوں اس کو ایک معنی میں معین کرنے کیلئے قرائن اور حالات مخصوصہ اور دلائل خارجیہ پر نظر کرنی پڑتی ہے جیسے کہ اسی آیت فلمّا توفّیتنی سے پیشتر تعلم ما فی نفسی و لا اعلم ما فی نفسک (مائدہ:۱۱۶) (یا اللہ! میرے نفس میں جو کچھ ہے تو اسے خوب جانتا ہے لیکن جو کچھ تیرے نفس میں ہے میں اسے ہرگز نہیں جانتا) میں عیسیٰؑ اور اللہ پاک کیلئے ایک ہی لفظ نفس وارد ہوا ہے۔ تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ معاذ اللہ! عیسیٰؑ کا نفس، اور پاک و بے مثل نفسِ الٰہی ایک جیسے ہیں۔ معاذ اللّٰہ تعالیٰ عن ذلک علوّا کبیراً۔ اسی طرح گو ایک ہی لفظ (توفّی) دونوں پیغمبروں کے لئے مستعمل ہے مگر ہر دو کے حالات مخصوصہ جو دلائل خارجیہ سے

ثابت ہیں، ان پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی توفّی رفع آسمانی سے ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کی توفّی، موت سے ہوئی۔

عیسیٰؑ کی توفّی بالرّفع ہونے کے دلائل شھادۃ القرآن حصہ اول میں بہ بسط مذکور ہو چکے ہیں جیسے آیت انّی متوفّیک و رافعک الیّ۔ اور بل رّفعه اللّٰه الیه (طالب تفصیل حصہ اول کا مطالعہ کرے) اور رسول اللہ ﷺ کی توفی بالموت کی دلیل حدیث صحیح بخاری جو باب وفات النبی ﷺ و مرضہٖ میں موجود ہے، اور نیز دیگر احادیث مثلاً نبی ﷺ کے غسل اور کفن اور جنازے کی۔

پس آیت فلمّا توفّیتنی سے بھی مرزا صاحب کی مراد کے موافق حضرت عیسیٰؑ کی موت ثابت نہ ہوئی، بلکہ اس کے خلاف رفع آسمانی ثابت ہوا۔ فالحمد للّٰہ۔

قسم اول سے تیسری آیت

بل رّفعه اللّٰه الیه ہے۔ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کے رفع آسمانی کیلئے نص قطعی ہے اور اس کی پوری تفصیل حصہ اول میں ہو چکی ہے۔ اور اس کے متعلق مرزا صاحب کے سب خیالات کو عقلی اور نقلی طریق سے غلط ثابت کر دکھایا ہے۔ اس کے جواب میں اگر مرزائی صاحبان مدتوں سر دھنتے رہیں اور زمانوں کوشش کرتے رہیں، تو بھی کبھی کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ انشاء اللہ تعالی۔

مرزا صاحب کے طریق استدلال پر تعجب آتا ہے کہ کیسی دلیری اور بے باکی سے آیت بل رفعه اللّٰه الیه کو حضرت عیسیٰؑ کی موت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں حالانکہ اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کی موت ثابت کرنا ایسا ہے جیسے بعض عیسائیوں نے قرآن سے حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت ثابت کرنی چاہی ہے۔ جب ہم اس آیت کے متعلق مرزا صاحب کی تقریر پڑھتے ہیں تو ہمیں بے اختیار ہنسی آتی ہے اور خیال آتا ہے کہ مرزا صاحب کی حالت دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو آپ علوم عربیہ سے ناواقف ہیں یا جان بوجھ کر ان علوم کا خلاف کرتے ہیں۔ دوسری صورت پر ظن غالب ہے کیونکہ بالفرض اگر خود ناواقف بھی ہوں تو بھی متبحر علماء کے اتنی مدت تک مفید کتابیں تصنیف کرنے سے ایک کم علم انصاف پسند بھی صحیح مراد سے واقف ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ مرزا صاحب ہوں جو معارف قرآنیہ کے سب سے بڑے مدعی ہیں۔

مرزا صاحب نے اس آیت سے موت ثابت کرنے کے لئے جو طریق اختیار کیا ہے وہ

غلط اور ضعیف ہونے کے علاوہ خود ان کے مقصود کے بھی خلاف ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ اس رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو اور جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے و رفعناہ مکاناً علیاً۔

پھر تحریر فرماتے ہیں:

لہذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے۔ مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔ فی مقعد صدقٍ عند ملیکٍ مقتدر۔ انتہی۔

مرزا صاحب کا اصل مقصود یہ ہے کہ اس آیت بل رّفعه اللّٰه الیه سے حضرت عیسیٰؑ کی رفع آسمانی ثابت نہ ہو۔ اسی لئے کئی دفعہ کہا کرتے ہیں کہ جسم عنصری کے اٹھائے جانے کی کوئی دلیل نہیں اور نہ آسمان کی تصریح ہے۔ تو پھر ضرور رفع روحانی اور عزت کی موت مراد لی جائیگی ازالہ اوہام کی جو عبارت اوپر نقل کی گئی ہے اس سے اس امر کا فیصلہ آسانی سے ہوسکتا ہے کہ رفع کے معنی اٹھانا اور الیہ کے معنی آسمان کی طرف مرزا صاحب کے نزدیک مسلّم ہیں کیونکہ آپ جب ارواح کے اٹھائے جانے کے قائل ہیں تو اس صورت میں رفع کے حقیقی معنی اٹھانا ثابت ہیں اور چونکہ ارواح کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ آپ بھی اسے علیّین کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اس لئے آیت بل رّفعه اللّٰه الیه میں آسمان کی طرف حقیقی طور پر اٹھایا جانا آپ کے نزدیک مسلّم ٹھہرا۔ اب تنازع صرف اس امر میں رہا کہ کیا چیز اٹھائی گئی؟ آیا خود مسیح مع جسم اٹھائے گئے یا صرف آپ کی روح؟ سو اس کا صاف بیان اس طرح ہے کہ اللہ نے فرمایا:

و قولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰه و ما قتلوہ و ما صلبوہ (نساء: ۱۵۷) (کہ یہودیوں پر ان کے اس قول کے سبب لعنت پڑی کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے ضرور ضرور مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا اور انہوں نے اس کو نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب پر کھینچا)

اور ظاہر ہے کہ قتل کرنے اور صلیب پر کھینچنے کے قابل جسم ہوتا ہے، نہ کہ روح۔ پس یہود کا دعویٰ قتل مسیح کے جسم کی نسبت ہوا۔ اور اللہ نے بھی قتل اور صلب کی نفی جسم مسیح کی نسبت کی۔ پس چونکہ سب منسوب ضمیریں جو و ما قتلوہ وما صلبوہ اور وما قتلوہ یقیناً بل رّفعه اللّٰه الیه میں پائی جاتی ہیں ان سب کا مرجع المسیح ہے، اس لئے ضرور ضرور مسیح کے جسم کا

اٹھایا جانا ماننا پڑے گا کیونکہ جس چیز کی نسبت یہود دعوی کرتے تھے کہ ہم نے اس کو قتل کر دیا اسی کی نسبت تردید کے طور پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے اسے آسمان پر اٹھالیا اور چونکہ ان کا دعوی جسم کے قتل وصلب کی نسبت تھا اسلئے اللہ نے بھی جسم ہی کو ان کی گزند سے بچانے کیلئے اٹھایا جیسا کہ فرمایا ومطهّرک من الّذين کفروا (آل عمران: ۵۵) (میں تجھ کو کفار سے پاک رکھوں گا)

اس مقام پر مرزا صاحب کا آیت و رفعناه مکاناً عليّاً کو پیش کرنا بالکل بے محل ہے اور اس سے ان کا مقصود بالکل حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ رفع کے معنی عزت کی موت، نہ تو بشہادت لغت ثابت ہے اور نہ یہ لفظ عرف عام اور عرف شرع میں ان معنوں میں پایا گیا ہے۔ اور نہ یہ کسی فن کی اصطلاح ہے، تو پھر مرزا صاحب کس قاعدے سے اس سے عزت کی موت مراد لیتے ہیں۔ لغت میں رفع کے معنی ہیں، برداشتن۔ یعنی اوپر اٹھانا۔ اور اس کی ضد ہے وضع اور خفض یعنی نیچے رکھنا جیسا کہ صراح اور نیز مصباح میں لکھا ہے اور اس کی تحقیق شهادة القرآن حصہ اول میں بالتفصیل گزر چکی ہے۔ باقی رہی حضرت ادریسؑ کے رفع کی صورت۔ سو قرآن نے انہی لفظوں میں اس کا بھی فیصلہ کر دیا ہے کہ اس سے مراد رفعت منزلت ہے کیونکہ جب رفع کے ساتھ کوئی لفظ جو بلندی رتبہ پر دلالت کرے، مذکور ہو تو اس کے مجازی معنی بلندی درجہ کے، لئے جاتے ہیں جیسے کہ آیت و رفعنا بعضهم فوق بعضٍ درجات اور اس جیسی دیگر آیات سے ظاہر ہے۔ پس چونکہ اس کے آگے ہی مکاناً عليّاً کی تصریح مذکور ہے اسلئے اس کے معنی اس قرینے سے یہ ہوں گے کہ عزت دی ہم نے اس کو بلند رتبے پر۔

اس بیان سے دو امر برخلاف مقصود مرزا صاحب ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ رفع کے معنی عزت کی موت نہیں ہوتے۔ دوم یہ کہ رفع سے مراد بلندی رتبہ تب لئے جاتے ہیں جب اس کے ساتھ کوئی قرینہ پایا جائے ورنہ نہیں۔

مرزا صاحب نے مقربین کی ارواح کے علیین تک اٹھائے جانے میں یہ آیت پیش کی ہے فی مقعد صدقٍ عند مليکٍ مقتدر۔ مرزا صاحب کا یہ استدلال بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اس سے پیشتر یہ ہے:

انّ المتّقين فی جنّاتٍ وّ نهر فی مقعد صدقٍ عند مليکٍ مقتد۔ (قمر: ۵۴۔۵۵) (پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے اقتدار والے بادشاہ کے پاس صداقت کے گھر میں)۔

پس پہلی آیت کے ساتھ ملانے سے واضح ہوگیا کہ اس میں پرہیز گاروں کے لئے جنت میں داخل ہونے کی بشارت ہے اور یہ سب کچھ بروز قیامت ہوگا۔ پس مرزا صاحب کا اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ موت کے وقت پرہیز گاروں کی روحیں علیین پر پہنچائی جاتی ہیں، صحیح نہ ہوا کیونکہ اس آیت میں اس امر کا ہرگز ذکر نہیں۔

قسم اول سے چوتھی آیت

و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً۔(نساء:۱۵۹)

مرزا صاحب نے برخلاف مراد الٰہی اس آیت سے بھی عیسیٰؑ کی موت قبل النزول ثابت کرنی چاہی ہے حالانکہ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کی حیات کیلئے قطعی الدلالۃ آیت ہے۔اور نیز آپ کے نزول کی صاف شہادت دیتی ہے جیسا کہ عنقریب ثابت کیا جائے گا انشاء اللہ۔مرزا صاحب نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے؛

> اور کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا (ازالہ اوہام۔جلد۱۔ص ۱۸۸ تقطیع کلاں)

ناظرین! پیشتر اس کے کہ ہم اس آیت کی صحیح تفسیر ذکر کریں اور آپ کو ثابت کر دکھائیں کہ مرزا صاحب کا استدلال بالکل غلط بلکہ باطل ہے (کیونکہ اس میں تو مرزا صاحب کی مراد کے خلاف عیسیٰؑ کی زندگی کا بیان ہے اور نیز ان کے دعوی مسیحیت کے خلاف عیسی کے نزول کا ذکر ہے)، ہم آپ کی باانصاف توجہ اس ترجمہ کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں جو ہم نے ازالہ اوہام تقطیع کلاں صفحہ ۱۸۷۔۱۸۸ جلد اول میں سے اوپر نقل کیا ہے۔مرزا نے نہ تو قواعد و محاورات زبان کا خیال کیا ہے اور نہ قرآن شریف کے الفاظ کا لحاظ کیا ہے، بلکہ اپنے خیال کے پیرو ہو کر جو کچھ جی میں آیا کہہ دیا ہے۔اگر خواہش نفسانی یہ نہیں تو پھر کس چیز کا نام ہے اللہ اکبر! اگر قرآن کا ترجمہ اسی طرح کرنا درست قرار دیا جائے کہ ایک امر کو پہلے اپنے جی میں ٹھان لیں اور پھر الفاظ کو موڑ توڑ کر اس کے مطابق کرنے کی کوشش کریں، تو پھر شائد کسی الٹی سے الٹی اور باطل سے باطل بات کو بھی ثابت کر لینا مشکل نہیں ہوگا۔مخاطب و سامع کیلئے ضروری ہے کہ اپنے خیال کو متکلم کے الفاظ کے

تابع رکھے، نہ یہ کہ متکلم کے الفاظ کو اپنے خیال کے پیچھے پیچھے جدھر چاہے کھینچ لے جائے۔ ترجمہ کرنے کا صحیح طریق یہی ہے کہ پہلے مفردات کے معانی پر غور کیا جائے اور پھر ان کی باہمی ترکیب و تعلق کو زیر نظر رکھ کر مراد کو سمجھا جائے۔ مرزا صاحب اس طریق کے بالکل خلاف چلتے ہیں تب ہی رفع اور حیات اور نزول کے ثابت کرنے والی آیات سے موت سمجھتے ہیں۔

جہاں تک میں نے مرزا صاحب اور آپ کی پارٹی کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے اور جہاں تک مجھے ان کی پارٹی کے بعض مولویوں سے بحث کرنے کا اتفاق ہوا ہے، میں نے دیکھا ہے کہ ان کی جماعت میں ابھی تک تین آیتوں کے ترجمہ کا فیصلہ نہیں ہوا۔ ہمیشہ ان کے ترجمہ میں تنسیخ و ترمیم ہوتی رہتی ہے جس سے دفع الوقتی کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور بات کسی ٹھکانے نہیں لگتی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان آیتوں میں مرزا صاحب کے مذہب اور دعوی کی تردید صاف طور پر مصرح ہے۔ پس ان کو ہمیشہ اس بات کی فکر لگی رہتی ہے کہ ان آیتوں کے مطالب کو پھیر پھار کر ایسے طریق سے بیان کیا کہ اپنے اوپر حجت پوری نہ ہو اور چونکہ جو معنی وہ کرتے ہیں وہ بلحاظ قواعد مقررہ کسی صورت سے ٹھیک نہیں بیٹھتے اس لئے ہر وقت ان کے رد و بدل کی نسبت ان کی طبیعت میں تردد رہتا ہے اور ہمیشہ گرگٹ کی طرح نئے رنگ بدلتے ہیں۔

اول ان تین آیتوں میں سے و لکن شبّہ لھم، دوم یہی آیت و ان مّن اھل الکتاب، سوم، سورہ زخرف کی آیت و انّہ لعلم للسّاعۃ

حصہ اول شہادت القرآن میں گذر چکا ہے کہ آیت و ان من من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً کے صحیح معنی یہی ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا وقت آنے والا ہے جس میں سب اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ پر ضرور آپ کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے اور آپ ان پر قیامت کے دن شاہد ہوں گے۔

موافق محاورہ زبان عرب وقواعد علم نحو اس آیت کے صحیح معنی یہی ہیں اور جتنے معنی اس کے سوا ہیں وہ سب غلط ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ لیؤمننّ میں نون ثقیلہ لام تاکید کے ساتھ آیا ہے اور جملہ کتب نحو، کیا متن اور کیا شروح، سب میں بالاتفاق مذکور ہے کہ نون تاکید مضارع کو خاص استقبال کے لئے کر دیتا ہے اور ماضی اور حال کے لئے نہیں آتا۔ اس مسئلہ میں کسی امام لغت ونحو کو خلاف نہیں۔ نہ کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی یا کلام عرب میں اس کے خلاف نون تاکید کا استعمال پایا گیا ہے۔ چنانچہ امام ابن ہشام نحوی، مغنی اللبیب میں فرماتے ہیں:

و امّا المضارع ان کان حالاً لم یؤکّد بھما و ان کان مستقبلاً اکّد بھما وجوباً نحو قولہ تا للّٰہ لاکیدنّ اصنامکم (مغنی جلد۲ ص۲۲)

یعنی مضارع کا صیغہ (جو حال و استقبال دونوں کیلئے آتا ہے) جب حال کے معنی میں ظاہر ہو تو نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ اس پر نہیں آسکتے۔ اور اگر مستقبل کے معنی میں ہو، تو پھر نون کے ساتھ اسکی تاکید ہوتی ہے جب کوئی کلمہ قسم کا آیا ہو۔

اسی طرح علامہ رضی شرح کافیہ میں تحریر کرتے ہیں:

و امّا فی المستقبل الّذی ھو خبر محض فلا یدخل الّا بعد ان یّدخل علی اوّل الفعل ما یدلّ علی التوکید ایضاً کـ لام القسم

یعنی جو مستقبل صرف خبری ہی ہو، اس پر نون تاکید کا نہیں آتا، مگر اس وقت جب کہ فعل کے پہلے کوئی ایسا کلمہ ہو جو تاکید پر دلالت کرے جیسے لام قسم۔

اسی طرح اس قاعدہ کی نسبت مفصل زمحشری اور کافیہ ابن حاجب اور الفیہ ابن مالک اور شرح ملا جامی اور تکملہ مولانا عبدالحکیم وغیرہ جملہ کتب نحو میں ایسا ہی مذکور ہے۔

مرزا صاحب نے اس آیت کے جو معنی کئے ہیں وہ تو اوپر بیان ہو چکے ہیں اور ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ وہ علاوہ قواعد زبان عرب کی رو سے غلط ہونے کے الفاظ قرآن سے بھی کس قدر دور اور نرالے ہیں۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے متعلق مولوی محمد احسن امروہی اور مولوی مبارک علی سیالکوٹی نے جو گل کھلائے ہیں اور قواعد نحویہ کی جو رعایت رکھی ہے، اس کو بیان کیا جائے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ مرزائی پارٹی اس آیت کے ترجمے میں کیسی حیران وسرگردان ہے۔

مولوی مبارک علی سیالکوٹی قادیانی اپنے رسالہ القول الجمیل میں صفحہ ۲۸ میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح لکھتے ہیں:

> اور ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کیلئے ضروری ہے کہ اس بات کو اپنے جانے کے پیشتر ہی تسلیم کرے (کہ مسیح کی ہڈی نہیں توڑی گئی اس لئے وہ صلیب پر نہیں مرا) ورنہ یہ تو آخر کو ہونا ہی ہے کہ مسیح جس کی نسبت یہ وہم وگمان بھرے ہوئے اعتقادیات اہل کتاب نے تسلیم کر رکھے ہیں ان کا حال بتلا دے گا۔ اور ان کے برخلاف قیامت کے دن اظہار دے گا۔ اس وقت سب اپنی غلطی سے واقف ہو جائیں گے۔

ناظرین! علاوہ اس امر کے کہ مولوی صاحب کا یہ ترجمہ قرآن شریف کے الفاظ اور قواعد زبان سے کس قدر اجنبی ہے، آپ اپنی توجہ اس طرف مبذول فرمائیں کہ یہ ترجمہ مرزا صاحب کے اپنے ترجمہ سے کیسا صاف نرالا ہے۔ یہ عجیب امر ہے کہ رسول قادیانی کچھ ترجمہ کرتا ہے اور اس کے امتی کچھ اور ہی راگنی گاتے ہیں۔ ان کا آپس ہی میں اتفاق نہیں تو ہم کس کی مانیں؟ یہ ظاہر ہے کہ مولوی صاحب نے اس مقام پر لیؤمنن کے معنی صیغہ امر کے کئے ہیں کیونکہ انہوں نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے: ضروری ہے کہ اس بات کو تسلیم کیا جائے،۔

جہاں تک ہمیں تجربہ ہے مولوی صاحب ہمارے بیان سے تو ضرور چڑیں گے اور بوجہ مخالفت کے سیدھے کو بھی ٹیڑھا جانیں گے اور اپنی غلطی کا ہرگز اعتراف نہ کریں گے، اسلئے ناظرین میں سے کوئی صاحب ان سے پوچھیں کہ مولوی صاحب! آپ نے کس قاعدے سے پہچانا کہ لیؤمنن صیغہ امر غائب موکد بنون تاکید ہے؟ سچ ہے کہ جان بوجھ کر حق کے خلاف چلنے اور تعصب سے باطل کی پیروی کرنے سے علم وعقل دونوں جاتے رہتے ہیں۔ مولوی صاحب! یہ امر کا صیغہ نہیں۔ آپ صرف میر وغیرہ ابتدائی کتابوں کا مطالعہ کریں کہ امر کا لام مکسور ہوتا ہے اور آیت میں تو مفتوح ہے۔

اسی طرح فاضل امروہی نے اور ہی گل کھلایا اور اپنی فضیلت کی پگڑی کو داغ لگایا ہے۔ چنانچہ مباحثہ دہلی کے متعلق آپ بعنوان بحث لام تاکید با نون تاکید لکھتے ہیں (دیکھو الحق سیالکوٹ ج ۱ نمبر ۸ ص ۱۲۱):

> ازہری وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ لام تاکید کا حال کے واسطے آتا ہے۔ اب تسلیم کیا کہ فقط نون تاکید صرف استقبال کے واسطے ہے لیکن جب کسی صیغہ میں لام تاکید بھی موجود ہو جو حال کے واسطے آتا ہے اور نون تاکید بھی ہو چنانچہ ما نحن فیه میں ہے، تو وہاں خالص استقبال بالضرور ہونے کی کیا وجہ۔ اس کی کوئی دلیل مولوی صاحب (یعنی فاضل بےنظیر مولانا محمد بشیر سہسوانی جن سے دہلی میں مرزا صاحب کا مباحثہ ہوا تھا۔ اور مرزا صاحب اسی نون ثقیلہ کے بوجھ سے ایسے گھبرائے کہ برخلاف شرائط مقررہ بحث کو ناتمام چھوڑ کر بھاگ آئے تھے۔ ابراہیم میر) نے نحو سے ارشاد نہیں فرمائی اور تقریب دلیل محض ناتمام رہی۔ یہ مانا کہ صرف نون تاکید استقبال کے واسطے نحو میں لکھا ہے۔ امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض، وغیرہ ان میں صرف نون تاکید ہوتا ہے بغیر لام تاکید کے۔ پس ان صیغوں میں صرف استقبال

ضرور مراد ہوسکتا ہے لیکن جس صیغہ میں لام تاکید بھی ہو اور نون تاکید بھی، اس میں خالص ہونے استقبال کی کیا دلیل ہے۔ انتہی۔

فاضل امروہی صاحب کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ن ثقیلہ کا مضارع کو استقبال کے معنوں میں کر دینا تو مسلّم ہے مگر چونکہ لام تاکید کا حال کے واسطے آتا ہے اور لیؤمننّ پر لام تاکید اور نون تاکید ہر دو آئے ہیں، اس لئے اس صیغہ کو حال اور استقبال دونوں کیلئے سمجھنا چاہیے، نہ کہ خالص استقبال کے لئے۔

جب علم نحو کے ابتدائی مسائل میں مولوی محمد احسن امروہی جیسے جید علماء کو ایسا التباس و اشتباہ واقع ہو، جو علوم رسمیہ میں خود مرزا صاحب اور مولوی حکیم نورالدین سے کئی درجے زیادہ لائق ہیں، تو ہم اس پارٹی کی لیاقت علمی اور عقل و دانش کے کیسے قائل ہوں۔ بھلا مولوی مبارک علی کی نسبت تو یہ گمان بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ناواقفی کی وجہ سے لیؤمننّ کو امر کا صیغہ سمجھ لیا ہے مگر مولوی محمد احسن کی فضیلت میں ایسا گمان تو بہت بعید ہے۔ ان کو اس لام قسم اور لام حال میں کیوں اشتباہ ہوا؟ آخر ماننا پڑے گا کہ فاضل امروہی نے جان بوجھ کو خلق خدا کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے۔ لیجئے ہم فاضل امروہی کو ایک ایسی بات یاد کراتے ہیں جو وہ بوجہ پیری کے بھول گئے ہیں۔

امروہی صاحب! لیؤمننّ میں لام بمعنی حال نہیں ہے بلکہ یہ لام قسم کا ہے۔ اور استقبال خبری پر نون تاکید آنے کے لئے اس سے پہلے کوئی ایسا کلمہ ضروری ہے جو قسم پر دلالت کرے۔ کیونکہ جو استقبال محض خبر ہو، اس پر نون تاکید بغیر اس کے نہیں آسکتا کہ اس سے اول میں ایسا کلمہ ہو جو تاکید پر دلالت کرے، اور جو لام حال کیلئے آتا ہے اس کے ساتھ نون تاکید نہیں آسکتا کیونکہ نون تاکید استقبال کیلئے آتا ہے اور حال کی تاکید نہیں ہوسکتی چنانچہ اس کی مفصل بحث شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں اس طرح ہے کہ:

و اعلم انّ الاصل فی نون التّاکید ان تلحق بآخر فعل مستقبل فیه معنی الطّلب الامر و النّهی و الاستفهام و التمنی و العرض نحو اضربن زید او لا تضربن و هل تضربنه و لیتک تضربن مثقلة و مخففة و اختص بما فیه معنی الطّلب لانّ وضعه للتّاکید والتاکید انّما یلیق بما یطلب حتی یوجد ویحصل فیفتنم هو بوجدان المطلوب ولا یلیق بالخبر المحض لانّه قد وجد و حصل

فلا يناسبه التّاكيد و اختصّ بالمستقبل لانّ الطّلب انّما يتعلق بما لم يحصل بعد ليحصل و هو المستقبل بخلاف الحال و الماضى لحصولهما والمستقبل الّذى هو خبر محض لا تلحق نون التّا كيد بآخره الّا بعد ان يّد خل على اوّل الفعل ما يدلّ على التّاكيد كـ لام القسم وان لم يكن فيه معنى الطّلب لانّ الغالب انّ المتكلّم يقسم على مطلوبه (نون تاکید کے متعلق اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل مستقبل میں طلب کے معنی پائے جائیں اس کے آخر میں آئے ۔مثلاً امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض ۔اور یہ طلب کے معنی والے فعل سے اس لئے مختص ہے کہ اس کی وضع تاکید کے لئے ہے اور تاکید اس کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے جس میں طلب پائی جائے تاکہ وہ حاصل اور موجود ہو۔اور محض خبر کے مناسب نہیں کیونکہ وہ حاصل وموجود ہوتی ہے اور مستقبل کے ساتھ اس لئے مختص ہے کہ طلب اس کے متعلق ہوتی ہے جو ابھی حاصل نہ ہو اور یہ بات مستقبل میں پائی جاتی ہے، برخلاف حال اور ماضی کے کہ وہ دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ اور جو مستقبل محض خبر ہو اس کے آخر نون تاکید نہیں آتا مگر اس صورت میں کہ فعل کے پہلے کوئی ایسا کلمہ ہو جو تاکید پر دلالت کرے، جیسے لام قسم اگرچہ اس میں طلب کے معنی نہ پائے جائیں کیونکہ غالباً متکلم ایسے امر پر قسم کھاتا ہے جو مطلوب ہو)

فاضل امروہی اس عبارت پر غور کریں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ لیؤمنن میں لام قسم کا ہے نہ کہ بمعنی حال (دیکھو تفسیر بیضاوی وغیرہ) پس آپ کا اسے حال اور استقبال دونوں کے لئے سمجھنا ٹھیک نہیں ہے۔

پس ہم تشریح اور بسط کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ نون تاکید (ثقیلہ یا خفیفہ) مضارع کو خاص استقبال کیلئے کر دیتا ہے اور نیز یہ کہ لیؤمننّ میں لام قسم کا ہے جس کا ہونا استقبال خبری پر نون تاکید داخل ہونے کیلئے ضروری ہے۔پس آیت و ان من اهل الكتاب الّا ليؤمننّ به قبل موته کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ نہیں ہوگا اہل کتاب میں سے کوئی مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے پہلے مرنے حضرت عیسیٰؑ کے ۔ ، اور حاصل ترجمہ یہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ سب اہل کتاب اس میں حضرت عیسیٰؑ پر حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔ پس چونکہ ابھی تک اہل کتاب یہود ونصاری کا اتفاق حضرت عیسیٰؑ

پر ایمان لے آنے کے بارے میں نہیں پایا گیا اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ ابھی تک زندہ ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی موت اہل کتاب کے ایمانی اتفاق کے بعد ہونی ہے، اور جب کہ اب تک وہ ایمان میں متفق نہیں ہوئے تو آپ کی موت بھی واقع نہیں ہوئی۔

اس آیت کے جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں، محاورہ زبان عرب اور قواعد نحو اور محاورہ کتاب وسنت کی رو سے یہی ایک صحیح ہیں، اور اس کے سوائے جس قدر احتمالات ہیں وہ سب غلط اور باطل ہیں کیونکہ کسی معنی کی بنا پر لیؤمنن کا لفظ خاص استقبال کے لئے باقی نہیں رہتا۔

اگر جناب مرزا صاحب یا فاضل امروہی ایک آیت یا ایک حدیث یا کوئی کلام عرب عرباء کا ایسا پیش کریں جس میں نون تاکید حال یا ماضی کے لئے یقینی طور پر آیا ہو، یا علم نحو کی کسی معتبر کتاب کی کوئی عبارت جس میں امر مذکور کی تصریح ہو، تو میں اس مقدمہ نون کو جس کی رو سے اوپر ترجمہ کیا گیا ہے، غیر صحیح تسلیم کرلوں گا۔

واضح ہو کہ اس آیت و ان من اهل الکتاب میں موته کی ضمیر کی بابت دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے جیسا کہ اوپر مفصل گزر چکا۔ دوم یہ کہ کتابی کی طرف پھرتی ہے۔ پھر اس کے معنی اس طرح ہوں گے: نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ایمان لاتا ہے حضرت عیسیٰؑ پر اپنے مرنے سے پیشتر،۔ یعنی جان کندن کے وقت۔ اس تقدیر پر لیؤمنن کا خالص استقبال کیلئے رہنا صاف ظاہر ہے کیونکہ اہل کتاب اس آیت کے نزول سے پہلے بھی مرتے تھے اور اس کے نزول کے وقت بھی۔ پس یہ کتابی کی طرف ضمیر کو پھیرنا ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے۔

اگر کہا جائے کہ مفسرین کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ یہ ضمیر کتابی کی طرف پھرتی ہے اور نیز یہ ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی احتمال کے ذکر سے اس احتمال کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ دوم یہ کہ جب ثابت ہو چکا کہ کتابی کی طرف ضمیر پھرنے کی صورت میں لیؤمنن خالص استقبال کیلئے نہیں رہتا، اور یہ امر قواعد نحو یہ اور محاورہ زبان عرب کے بالکل خلاف ہے تو اب اس قول کو ضعیف ماننے میں کیا تامل ہے؟ سوم یہ کہ جن لوگوں نے اس ضمیر کو کتابی کی طرف مانا ہے انہوں نے اس کے عیسیٰؑ کی طرف پھرنے سے انکار نہیں کیا اور نہ حیات ونزول عیسی سے انکار کیا ہے، بلکہ پھر بھی وہ اسی آیت سے حیات ونزول عیسیٰؑ کے قائل ہیں۔ دیکھو شروح بخاری فتح الباری وعمدۃ القاری وغیرھما۔

پس اس سے مرزا صاحب کا مقصود حاصل نہیں ہوسکتا ۔ باقی رہی روایت حضرت ابن عباسؓ ، سووہ ضعیف ہے، اور بروایت صحیح ان سے بھی یہی مروی ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے چنانچہ فتح الباری میں اس ضمیر کے حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرنے کے ذکر کے بعد لکھا ہے :

و بهذا جزم ابن عباس فيما رواه ابن جرير عن طريق سعيد بن جبير عنه باسناد صحيح ومن طريق ابى رجاء عن الحسن قال قبل موت عيسى و اللّٰه انه الآن لحيّ و لكن اذا نزل امنوا به اجمعون و نقله عن اكثر اهل العلم و رجحه ابن جرير و غيره (فتح الباری . كتاب بدء الخلق باب نزول عيسى .

(کہ ابن عباسؓ نے اسی پر جزم کیا ہے جیسا کہ علامہ ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ان سے روایت کیا ہے ۔ اور نیز ابورجاء کے طریق سے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے ، کہا عیسیٰ کی موت سے پہلے ۔ خدا کی قسم اب تک وہ زندہ ہیں، لیکن جس وقت نازل ہوں گے اس وقت سب اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے اور اس بات کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے اور اسی کو ابن جریر وغیرہ مفسرین نے ترجیح دی ہے)

صحیح بخاری کی دیگر شروح مثلاً عمدۃ القاری اور ارشاد الساری وغیرھما میں بھی یہی لکھا ہے اور اسی امر کو ترجیح دی ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف پھرتی ہے چنانچہ شرح قسطلانی میں ہے :

ای وان مّن اهل الكتاب احد الّا ليؤمنن بعيسى قبل موت عيسى و هم اهل الكتاب الّذين يكونون فى زمانه فتكون الملّة واحدة وهى ملّة الاسلام و بهذا جزم ابن عباس فيما رواه ابن جرير من طريق سعيد بن جبير عنه باسناد صحيح (ارشاد الساری) (کوئی اہل کتاب میں سے نہ ہوگا مگر البتہ ایمان لے آئے گا ساتھ عیسیٰؑ کے عیسیٰؑ کی موت سے پہلے اور یہ وہ اہل کتاب ہوں گے جو آپ کے زمان نزول میں موجود ہوں گے ۔ پس صرف ایک ہی مذہب یعنی مذہب اسلام باقی رہ جائے گا اور اس پر ابن عباسؓ نے جزم کیا ہے جیسا کہ ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ان سے باسناد صحیح روایت کیا ہے)

محقق مفسرین و شارحین حدیث ہر زمانے میں حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کو یعنی کتابی کی طرف ضمیر کے پھرنے والی روایت کو ضعیف کہتے چلے آئے ہیں اور ابن عباسؓ سے

اسی امر کو صحیح وثابت قرار دیتے چلے آئے ہیں کہ اس ضمیر کا مرجع عیسیٰؑ ہیں اور بس۔

دیگر یہ کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے اس آیت کی تفسیر کی گئی ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسی کی طرف پھرتی ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ پس جب ابو ہریرہؓ اس آیت کو نزول عیسیٰؑ کی حدیث کی تصدیق کیلئے سب صحابہ کے سامنے پڑھتے ہیں اور ان کو باواز بلند پکار کر کہتے ہیں فاقرأو ان شئتم اور کوئی صحابی ان کے اس استدلال کا انکار نہیں کرتا اور نہ ان کے خلاف قائم ہو کر اس ضمیر کو کتابی کی طرف پھیرنے کیلئے کہتا ہے تو اب ثابت ہو گیا کہ صحابہ میں اس ضمیر کا حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرنا بلانکیر مانا گیا ہے اور اس پر ان کا اجماع واتفاق ہے۔ کیا مرزا صاحب یا مولوی محمد احسن امروہی کہیں سے بسند صحیح ثابت کر سکتے ہیں کہ کسی صحابی نے حضرت ابو ہریرہؓ کے اس استدلال کی تردید یا ان سے خلاف کیا؟ ہرگز نہیں، اور کبھی نہیں۔

اس آیت کے معنی جو ہم نے مضبوط دلائل سے ثابت کر دکھلائے ہیں مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام میں ان کے متعلق چار اعتراض کئے ہیں۔ ان سب کے جواب کیلئے نون ثقیلہ کا قاعدہ جو جمیع آئمہ علم نحو کا اتفاقی واجماعی ہے اور اوپر بیان ہو چکا ہے، کافی ہے۔ لہذا تطویل کی ضرورت نہیں۔ اگر مرزا صاحب کے لئے اتنی تحریر کافی نہ ہوئی اور انہوں نے اس کتاب کا جواب لکھا تو انشاء اللہ جواب الجواب میں زیادہ تفصیل کے ساتھ ان کا منہ بالکل بند کر دیا جائے۔

بیان مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ آیت و ان مّن اھل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته میں عیسیٰؑ کی موت قبل النزول کا واقع ہونا مذکور نہیں، بلکہ برخلاف اس کے آپ کے زندہ ہونے کا صاف ثبوت ہے۔ اب اس لطیف نکتہ کا بیان کیا جاتا ہے جس کی رو سے ابو ہریرہؓ نے علاوہ قبل موته کی ضمیر کے اس آیت کو حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی حدیث کی تصدیق کیلئے سب صحابہ کے سامنے پیش کیا اور ان میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہ کیا۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے سورہ مائدہ کے اخیر میں فرمایا کہ قیامت کو جب حضرت عیسیٰؑ کو سوال ہوگا کہ کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدائے واحد کے سوا معبود بنالو؟ تو عیسیٰؑ اپنی برأت کیلئے عرض کریں گے کہ یا الہی میں نے تو ان کو وہی کچھ کہا تھا جو تو نے مجھے حکم کیا و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم (مائدہ: ۱۱۷) (اور میں تو ان پر تب تک ہی شاہد رہا جب تک میں ان کے بیچ میں رہا) اس سے معلوم ہوا کہ شاہد کا مشہود علیھم کی جماعت میں ہونا ضروری ہے۔

اب اس آیت و ان مّن اھل الکتاب میں دیکھیں کہ اللہ تعالی ان اہل کتاب کی

نسبت جو عیسیٰ کے زمان نزول میں ان پر ایمان لائیں گے، فرماتا ہے:

و ان مّن اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً (نساء:۱۵۹)

عیسیٰ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوں۔ پس جب عیسیٰ اس اخیر زمانے کے اہل کتاب پر شہادت دیں گے، تو پہلی آیت کو مدنظر رکھ کر ثابت ہوا کہ آپ اخیر زمانہ کے لوگوں میں نزول فرما کر ہوں گے۔ تمّ و الحمد للّٰہ علی حسن توفیقہ

حضرت عیسیٰ کی اس شہادت سے مرزا صاحب کا اعتراض بھی دور ہو گیا کہ اگر عیسیٰ زمان اخیر میں نازل ہوں گے تو اہل کتاب کے عقاید سے خبردار ہو جائیں گے، پھر جناب باری میں کیوں نہ کہہ دیں گے کہ الٰہی جب میں پھر دنیا میں گیا تھا تو اب کو ایسا ایسا سمجھا دیا تھا۔

ناظرین! آپ تھوڑا سا غور کریں گے تو آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً میں اسی شہادت کی خبر ہے۔ پس مرزا صاحب کا اعتراض بالکل دور ہو گیا۔

قسم اول سے پانچویں آیت

ما المسیح ابن مریم الّا رسول ۔ قد خلت من قبلہ الرّسل و امّہ صدّیقۃ کانا یاکلان الطّعام (مائدہ:۷۵) ۔

مرزا صاحب اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

مسیح صرف ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں اور ماں اس کی صدیقہ ہے۔ جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے۔

اس کے بعد آگے پھر لکھتے ہیں:

یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے۔ ہاں کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے جیسا کہ کانا کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے جو حال کو چھوڑ کر گذشتہ زمانہ کی خبر دیتا ہے اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مریم طعام کھانے سے اسی وجہ سے روکی گئی کہ وہ فوت ہو گئی اور چونکہ کانا کے لفظ میں جو تثنیہ کا صیغہ ہے حضرت عیسیٰ بھی حضرت مریم کے ساتھ شامل

ہیں اور دونوں ایک ہی حکم کے نیچے داخل ہیں، لہذا حضرت مریم کی موت کے ساتھ ان کی موت بھی ماننی پڑی کیونکہ آیت موصوفہ بالا میں ہرگز یہ بیان نہیں کیا گیا کہ حضرت مریم تو بوجہ موت طعام کھانے سے روکی گئی لیکن حضرت ابن مریم کسی اور وجہ سے۔

پیشتر اس کے کہ ہم مرزا صاحب کے استدلال کو غلط ثابت کریں اور اس آیت کی صحیح تفسیر و مراد بتائیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی عبارت منقولہ میں سے علمی اغلاط اور مغالطے ظاہر کریں جس سے معلوم ہو جائے کہ مرزا صاحب اپنی مطلب براری کیلئے قرآن شریف کے الفاظ اور سیاق وسباق آیت کا ہرگز لحاظ نہیں کرتے، اور نہ دیگر علوم کو جو قرآن شریف کی صحیح مراد کو سمجھنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں، زیر نظر رکھتے ہیں۔

جناب مرزا صاحب! کانا یاکلان الطّعام کا ترجمہ آپ نے یہ کیا ہے:

جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے۔

حضرت! قرآن سے ایسی دل لگی نہیں چاہیے۔ جب وہ دونوں زندہ تھے، کس لفظ کے معنی ہیں؟ قرآن کی آیت کا ترجمہ تو ذرا ہوش اور خدا کے خوف سے کیا کرو۔ تعجب ہے کہ آپ اس آیت کو موت کے ثبوت کیلئے نص صریح اور تصریح کہتے ہیں۔ کیا علم اصول میں نص اور صریح کی یہی تعریف ہے کہ اس میں مقصود کا ذکر تک نہ ہو۔ مرزا صاحب! یہ کیسا معاملہ ہے؟ کیا آپ علم اصول سے ناواقف ہیں یا عمداً لوگوں کو غلط بیانی سے ایسا کہہ دیتے ہیں؟ فاضل امروہی صاحب! آپ نے تو علم اصول پڑھا ہوا ہے، برائے خدا آپ ہی بتائیں کہ یہ آیت حضرت عیسی کی موت کیلئے نص صریح ہے۔ و لا تکتموا الشّھادۃ ومن یکتمھا فانّہ آ ثم قلبہ (شہادت مت چھپاؤ اور جو کوئی شہادت چھپائے گا۔ پس ضرور ضرور اس کا دل گنہگار ہوگا)

مرزا صاحب! اگر یہ آیت موت پر نص صریح ہوتی تو کیا تیرہ سو برس تک امت کے علماء اور امام اس سے بے خبر رہتے؟ اگر مفہوم کا نام نص صریح ہے تو پھر آپ مفہوم کس کو قرار دیں گے اور جہاں سچ مچ تصریح ہوگی، اس کا نام کیا رکھیں گے؟

اب ہم اس آیت کا اصل مطلب بیان کرتے ہیں اور ثابت کر دیتے ہیں کہ مرزا صاحب قرآن کو سمجھنے سے کوسوں دور ہیں۔ قرآن، منظوم اور مربوط کلام ہے اس کا کلمہ کلمہ اور آیت آیت ایک دوسرے کے ساتھ عجیب طور سے وابستہ ہے۔ لہذا ضرور ہے کہ اس سے پہلے کی آیات پر نظر کریں تا کہ ظاہر ہو کہ اس سے مقصود خداوندی کیا ہے۔ سو یہ مضمون یہاں سے شروع ہوتا ہے:

لقد کفر الّذین قالوا انّ اللّٰه ثالث ثلاثۃ وما من الٰہ الّا الٰہ وا حد و ان لم ینتھوا عما یقولو ن لیمسّنّ الّذین کفروا منھم عذاب الیم افلا یتوبون الی اللّٰہ و یستغفرونہ واللّٰہ غفور رحیم ۔ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبلہ الرّسل و امّہ صدّیقۃ کانا یاکلان الطّعام انظر کیف نبیّن لھم الآیات ثم انظر انّی یؤفکون مائدہ:۷۳۔۷۵

(بے شک جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالی تین میں سے تیسرا ہے، انہوں نے یہ کفر کا کلمہ کہا اور معبود تو سوائے ایک معبود کے اور کوئی نہیں ۔اور اگر یہ لوگ اس قول سے باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا ۔کیا (یہ لوگ اصرار کرتے ہیں) پس اللہ کی طرف لوٹ کر نہیں آتے اور اس سے بخشش نہیں مانگتے حالانکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔مسیح ابن مریم تو صرف رسول ہیں ، ان سے پیشتر کئی رسول گذر چکے ہیں اوران کی ماں صدیقہ ہے ۔ وہ تو کھانا کھایا کرتے تھے ۔(اے پیغمبر) دیکھو ہم ان کے لئے کیسی واضح طور پر آیتیں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو یہ لوگ کدھر کو بھٹکے جاتے ہیں)

ناظرین! آپ کے ذہن نشین ہو گیا ہو گا کہ آیات سے مقصود خداوندی صرف اثبات توحید اور ابطال الوہیت مسیح ہے ، نہ کچھ اور ۔ اثبات توحید اور تردید تثلیث کیلئے اللہ نے فرمایا ما من الٰہ ا لّا الٰہ وا حد یعنی الٰہ تو صرف ایک ہی ہے ۔کیونکہ الٰہ اس کو کہتے ہیں جسے غایت کمال حاصل ہو اور ظاہر ہے کہ غایت درجے کا کمال صرف ایک ہی ذات میں ہوسکتا ہے ، متعدد میں نہیں ہوسکتا ۔ پس توحید ثابت ہوگئی ۔ اور تثلیث باطل اور مسیح کی الوہیت کے ابطال میں فرمایا ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبلہ الرّسل وامّہ صدّیقۃ کانا یاکلان الطّعام یعنی مسیح ابن مریم تو صرف رسول ہے (خدا نہیں ہے) اس سے پیشتر کئی رسول گذر چکے ہیں ۔اور اس کی ماں صدیقہ تھی ۔ وہ تو دونوں کھانا کھایا کرتے تھے ۔ اس آیت میں اللہ تعالی نے علاوہ اس بات کے کہ عیسیٰؑ ایک عورت سے پیدا ہوئے ہیں ، اس بات سے ان کی الوہیت کا رد کیا کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے ۔ کھانے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ بدن کی پرورش ہوتی رہے تاکہ کچھ مدت تک بقا حاصل ہو ۔ پس جب مسیح اور انکی والدہ اپنے بقا میں کھانے کے محتاج تھے تو پھر انکو معبود ماننا بالکل باطل ہے کیونکہ خدا تو کسی چیز کا محتاج نہیں اور نہ معبود برحق کیلئے کسی چیز کا محتاج ہونا جائز ہے کیونکہ پھر یہ نہیں کہہ سکتے کہ غایت کمال حاصل ہے ۔ پس مسیح اور ان کی والدہ الٰہ نہیں ہوسکتے

اس آیت میں اللہ نے حضرت عیسیٰؑ اور آپ کی والدہ صدیقہؑ کے متعلق باوجود ان کے

بہت سی اشیاء کے محتاج ہونے کے صرف ایک امر احتیاج طعام کا ذکر کیا ہے ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مقصود صرف احتیاج ثابت کرنے کا ہے، نہ حاجتوں کے گننے کا ۔ اثبات مدعا کیلئے بطور مثال صرف ایک امر کا بیان کافی ہوتا ہے لہذا سب کے ذکر کی ضرورت نہیں ۔ ناظرین! اس بیان سے آپ یہ بھی سمجھ جائینگے کہ اس ذکرِ احتیاج کو زندگی یا موت سے کچھ بھی تعلق نہیں کیونکہ اس کا ذکر خواہ محتاج کی زندگی میں کیا جائے خواہ اس کی موت کے بعد، مقصود ہر دو حالت میں یکساں حاصل ہے ۔ پس مرزا صاحب کا اس آیت کو عیسیٰؑ کی موت کے لئے نص صریح کہنا عجیب قسم کی بے سمجھی ہے ۔

اس آیت میں حضرت مریمؑ کا ذکر بھی اس لئے کیا کہ عیسائیوں کے بعض فرقوں کے نزدیک حضرت مریم بھی خدائی کے رتبے تک پہنچائی جاتی ہیں، جیسا کہ اسی سورت میں وارد ہے أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الهین من دون اللّه ۔ یعنی اے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوائے مجھے اور میری ماں کو معبود جانو؟ (مائدہ:۱۱۶)

پس اس مقام پر حضرت مریمؑ کی الوہیت کی تردید کا بھی ساتھ ہی ذکر کیا تاکہ تثلیث کا اچھی طرح ابطال ہو جائے اور توحید ثابت ہو جائے کیونکہ اوپر اللہ نے ذکر کیا کہ جن لوگوں نے خدا کو تینوں میں سے تیسرا خدا مانا ہے وہ کفر پر ہیں ۔ اور اس کے بعد عیسیٰؑ اور مریم کی الوہیت کی تردید کی ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض نصاری کے نزدیک تثلیث کے ارکان یہ ہیں ۔ اللہ تعالی ۔ عیسی ۔ اور مریم ۔ اور جب ثابت ہو گیا کہ عیسی اور مریم بوجہ محتاج ہونے کے اله نہیں ہو سکتے تو بس صرف ایک اللہ ہی باقی رہا جو سچا معبود ہے اور خدائی کے لائق ہے ۔ کیا ہی خوب کہا گیا ہے

خدایا جہانِ پادشاہی تراست　　　　زما خدمت آید خدائی تراست

واضح ہو کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کے لئے مرتبہ رسالت بیان کیا اور حضرت مریمؑ کے لئے مرتبہ صدیقیت کا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نصاری کو حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ کی نسبت الوہیت کا خیال و وہم ان کے معجزات و کرامات پر نظر کرنے سے ہوا ہے سو اللہ تعالی نے اس کی تردید اس طرح کی کہ اظہار معجزات و کرامات سے انسان مرتبہ رسالت سے بڑھ نہیں سکتا ۔ پس حضرت عیسیٰؑ جو اپنے معجزات کی رو سے منجملہ دیگر رسولوں کے ایک رسول ہیں اور حضرت مریم بوجہ کرامات صدیقہ ہیں، خدا کس طرح بن گئے ۔ اسی لئے اللہ تعالی نے قد خلت من قبله الرّسل فرمایا یعنی اس سے پیشتر کئی رسول گذر چکے ۔ اس ذکر سے یہی مقصود ہے کہ جس طرح دیگر پیغمبروں کو خاص خاص معجزات عطا کئے گئے اور وہ ان کے سبب سے خدا نہیں بن گئے بلکہ رسول ہی

رہے، اسی طرح مسیح بھی بوجہ ظہور معجزات خدا نہیں بن سکتے بلکہ صرف رسول ہی ہو سکتے ہیں۔ دیکھو موسیٰؑ کو جو معجزے عطا کئے گئے وہ حضرت عیسیٰؑ کو نہیں دیئے گئے۔ مثلاً عصا کا سانپ بن جانا اور ید بیضا وغیرہ۔ حالانکہ موسیٰؑ کا باذن الٰہی عصا کا سانپ بنا دینا حضرت عیسیٰؑ کے باذن الٰہی مردے کو زندہ کر دینے سے زیادہ عجیب ہے۔ ان دلائل کے ذکر کرنے کے بعد اللہ نے فرمایا کہ انظر کیف نبیّن لھم الآیات ثمّ انظر انّی یؤفکون (اے پیغمبر) دیکھو ہم کس طرح صاف صاف توحید کے دلائل بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھو یہ لوگ راہ راست سے کدھر بھٹکے جاتے ہیں اور باطل پر ضد اور اصرار کرتے ہیں اور حق کو قبول نہیں کرتے۔

پس ناظرین! اصل مقصود اور صحیح مراد اس آیت کی یہ ہے جو بیان کی گئی ہے۔ نہ اس میں عیسیٰؑ کی موت کا ذکر ہے اور نہ کچھ اور مذکور ہے۔ مفسرین نے اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے جو ہم نے کی ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ استدلال کہ:

> کانا ماضی کا صیغہ ہے اور نیز تثنیہ کا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دونوں زمان گذشتہ میں کھانا کھایا کرتے تھے اور اب نہیں کھاتے۔ اور جس طرح بوجہ موت کے حضرت مریم کھانے سے روکی گئی ہیں، اسی طرح موت ہی سے حضرت عیسیٰ بھی روکے گئے ہیں۔

سو یہ استدلال نہایت ہی ضعیف اور مضحکہ اطفال ہے۔ علماء کے نزدیک مرزا صاحب ایسے ہی استدلالات کی وجہ سے ہلکے شمار کئے گئے ہیں۔ اول اس لئے کہ کسی امر کے کسی زمانے میں مذکور ہونے سے دوسرے زمانے میں اس کی نفی لازم نہیں آتی، بلکہ قاعدہ یہی ہے کہ جس امر کو جس زمان میں ثابت کیا گیا ہے یا اسکی نفی کی گئی ہے اسے اس زمانے کے متعلق ویسا ہی جانیں اور باقی زمانوں کیلئے اسکی نسبت دلائل خارجی پر نظر کریں۔ انکی رو سے جیسا ثابت ہو ویسا اعتقاد رکھیں۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے کھانے کی نسبت زمان ماضی کا صیغہ استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نصاریٰ لوگ اب عیسیٰؑ کو ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد کھانے کا محتاج نہیں جانتے لیکن یہ مانتے ہیں کہ زمین پر ہونے کے ایام میں کھاتے تھے۔ پس اگر زمان حال کو بھی ساتھ شامل کیا جاتا تو ان پر حجت پوری نہیں ہوسکتی تھی، لہذا زمان حال کو ترک کر کے زمان ماضی کا ذکر کیا۔ اور اس زمان ماضی میں حضرت مریم کو بھی اس لئے ذکر کیا کہ وہ بھی اس کھانے کی احتیاج میں ان کی شریک تھی۔ پس ایک ہی لفظ اور ایک ہی امر سے دونوں کی الوہیت کے وہم کو دور کر دیا۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ کا زمان حال میں کھانا، سو اس سے اس آیت میں بحث ہی نہیں اور نہ

اس کے ذکر کی ضرورت ہے ۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ جس طرح یعنی موت سے حضرت مریم کھانے سے روکی گئی ہیں اسی طرح موت سے حضرت عیسی بھی روکے گئے ہیں ۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بھی مرزا صاحب کی علونظری کی وجہ سے ہے ۔ مرزا صاحب! آیت میں کانا یا کلان وارد ہوا ہے اور آپ ان کے نہ کھا سکنے کی کیفیت کو ایک نہج پر لانے کا استدلال کرتے ہیں ۔ عقل تو یہ کہتی ہے کہ کانا یا کلان جس میں ان دونوں کی مشارکت وصفِ کھانا میں صاف مذکور ہے اس میں بھی ایک کیفیت پر ہونا ضروری نہیں کیونکہ تثنیہ کے صیغے سے صرف اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس حکم میں فاعل کے ساتھ ایک اور بھی شریک ہے اور اس حکم میں ان دونوں کی کیفیت اور حیثیت خارجی دلائل کے ثبوت پر موقوف ہوتی ہے ۔ اس کی نظائر قرآن وحدیث اور ہر زبان کے روزمرہ میں بکثرت ہیں ۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ کل زید اور بکر میرے پاس دونوں آئے تھے لیکن آج نہیں آئے، تو کیا اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ جو وجہ زید کے آج نہ آنے کی ہے، وہی بکر کے نہ آنے کی بھی ہے؟ ہرگز نہیں ۔ ایسا استدلال مرزا صاحب کی نازک خیالی کہو تو، اور علوم رسمیہ سے ناواقفی کہو تو، بہرصورت من گھڑت ہے ۔ عقل سلیم اور قواعد مقررہ اس کا انکار کرتے ہیں ۔

حاصل کلام یہ کہ اول تو ضرور نہیں کہ ہم تسلیم کرلیں کہ عیسیٰؑ آسمان پر کھانا نہیں کھاتے، کیونکہ یہ کہہ سکتے کہ ان کو جنت سے کھانا پہنچتا ہے ۔ اور اگر مان بھی لیں کہ حضرت عیسیٰؑ اب کھانا نہیں کھاتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اب بوجہ آسمانی رہائش کے اور صحبت ملائکہ کے ان کا مایہ حیات ذکر وعبادت الٰہی ہے، نہ طعام اہل دنیا ۔ پس حضرت مریم کا کھانے سے باز رہنا دوسرے سبب سے ہے اور حضرت عیسیٰؑ کا کھانے سے باز رہنا دوسرے سبب سے ۔ پس حضرت عیسیٰؑ کے کھانے سے باز رہنے سے آپ کی موت کا نتیجہ ضروری نہیں کیونکہ کھانے سے باز رہنے کی صورت اور وجہ صرف موت ہی نہیں، بلکہ انبیاء اور اکابر اولیاء کرام کے لئے ذکر وعبادت الٰہی بھی طعام کا فائدہ دے کر ان کے لئے مایہ حیات بن جاتی ہے جیسے نبی ﷺ وصال کے روزوں میں کچھ نہ کھاتے تھے، اور پھر توانا بھی رہتے تھے ۔ چنانچہ اسی کی نسبت فرمایا ابیت عند ربّی فھو یطعمنی و یسقینی ۔ یعنی میں رات کو اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں وہی مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے ۔

اس بیان سے مرزا صاحب کا وہ وہم بھی دور ہوگیا جو ان کو آیت و ما جعلنا ھم جسداً لا یأکلون الطّعام میں پڑا ہے ۔ تمّ و اللّٰہ الموفق

قسم اول سے چھٹی آیت:

و اوصانی بالصّلوۃ و الزّکوۃ ما دمت حیّاً (مریم:۳۱) یعنی حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے نماز اور روزہ کا حکم کیا ہے، جب تک میں زندہ رہوں۔

مرزا صاحب کو اس آیت کے متعلق دو وہم ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کو زندگی بھر تک نماز اور زکوۃ کا حکم ہو رہا ہے اور جب وہ آسمان پر زندہ ہیں تو اس حکم کی تعمیل کس طرح کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کو انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کا حکم ہے اور اگر وہ آخری زمانہ میں نازل ہو کر اس امت میں داخل ہوں گے تو آپ کو مسلمانوں کے مطابق نماز پڑھنی پڑے گی۔ اور نتیجہ ان ہر دو وہموں سے یہ نکالتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہوئے ہیں کیونکہ پھر ہر دو اعتراض مذکور میں سے کوئی بھی عائد نہیں ہوتا۔

ہم ذیل میں ان دونوں وہموں کو دور کر کے اس آیت کی صحیح تفسیر بیان کرتے ہیں جس سے ناظرین کو علاوہ مرزا صاحب کے استدلال کے ضعیف بلکہ غلط ہونے کے اس امر کا بھی علم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب اسرار شریعت سے ناواقف تھے ورنہ ان کو ایسے وہم پیش نہ آتے۔

پہلے وہم کا ازالہ کئی طریق پر ہے۔ اول یہ کہ ان احکام شریعہ کے مکلّف وہ لوگ ہیں جو زمین پر آباد ہیں، نہ وہ جو آسمان پر ہیں۔ کیا فرشتے بھی ان ہی احکام کے اسی طرح مکلّف ہیں، جس طرح ہم ہیں؟

دوم یہ کہ آسمان پر عبادت کا ہو سکنا کیوں بعید نظر آتا ہے۔ کیا آسمان میں جائے عبادت نہیں؟ اور شب و روز فرشتے تسبیح و ذکر الٰہی میں مشغول نہیں رہتے؟ اسی طرح اگر عیسیٰؑ بھی ان فرشتوں کی جماعت میں عبادت کریں تو کیا تعجب ہے؟

سوم یہ کہ اس آیت میں زکوۃ سے مراد صدقہ مفروضہ نہیں، بلکہ طہارت و صلاحیت مراد ہے جیسے کہ اس سے پیشتر حضرت یحیٰؑ کے ذکر میں فرمایا و حنانا من لّدنّا و زکوۃ یعنی ہم نے یحیٰؑ کو اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی۔ اس جگہ تو قطعاً زکوۃ سے صدقہ مفروضہ مراد نہیں ہے۔ اور نیز چونکہ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت اس سے پیشتر بشارت دی گئی تھی لاھب لک غلاماً زکیاً حضرت جبریل نے حضرت مریم کو کہا کہ میں تیرے پاس اس لئے آیا ہوں ہوں تا کہ تجھے ایک لڑکا عطا ہونے کی بشارت سنا کر اس بخشش کیلئے ایک نوع کا سبب بن سکوں۔ اس

لئے اگر اس آیت و اوصانی بالصّلوة و الزّکوة ما دمت حیّاً کے یہ معنی کئے جائیں کہ اللہ نے مجھے حکم کیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں، نماز ادا کرتا رہوں اور پاکیزہ رہوں ۔تو بالکل لغت اورقرآن کے مطابق ہوں گے، بلکہ اس صورت میں تو قرآن ہی سے اس کا ثبوت ہے، پھر جائے انکار ہی کیا ہے؟ اگر کہا جائے کہ قرآن میں جہاں کہیں نماز کے ساتھ زکوۃ کا ذکر آیا ہے، اس جگہ زکوۃ سے مراد یہی صدقہ مفروضہ ہوتا ہے نہ کہ لغوی معنی یعنی پاکیزگی ۔تو اس کا جواب کئی طرح سے ہے ۔اول یہ کہ یہ استدلال استقرائی ہے اور استقرا ظنی دلیل ہوتی ہے، یقینی نہیں ہوتی ۔پس اس سے اتنا تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ بے شک قرآن شریف میں اکثر جگہ ایسا ہی وارد ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس نماز کے ساتھ زکوۃ کا ذکر آئے اس جگہ خواہ مخواہ صدقہ مفروضہ ہی مراد لیا جائے کیونکہ لغت اور عقل اس کی شہادت نہیں دیتے ۔دوم یہ کہ معترض کے قاعدے کو تسلیم کر کے بھی اس جگہ زکوۃ سے طہارت مراد لینی خلاف محاورہ قرآن شریف نہیں ہے کیونکہ قرآن میں نماز کے ساتھ کسی جگہ ایسی عبادت کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کے سوائے ہے جیسے صدقہ مفروضہ اور کسی جگہ ایسی عبادت کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کی جزو اور اس کی جنس سے ہے ۔مثلاً آیت فصل لربّک وانحر میں اگر نحر سے مراد قربانی لی جائے تو یہ پہلی صورت یعنی نماز کے علاوہ زکوۃ کی طرح مالی عبادت ہے ۔اور اگر اس سے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا یا رکوع کے وقت رفع یدین کرنا مراد لیا جائے (جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے) تو یہ دوسری صورت یعنی نماز کے افعال میں سے ایک فعل ہے۔ پس جس طرح اس آیت میں نماز کے ساتھ اس کے بعض امروں کا ذکر مستحسن ہے اسی طرح عیسیٰؑ کے حکم کے متعلق بھی نماز کے ساتھ طہارت وصلاحیت کا ذکر ممنوع نہیں کیونکہ طہارت و پاکیزگی نماز کے لئے ضروری اور شرط ہے۔

اور زکوۃ کے دوسرے معنی یعنی صلاحیت تو نماز کے ساتھ بہت ہی چسپاں ہیں کیونکہ صلاحیت اور صلوۃ میں عموم وخصوص کی نسبت ہے۔

اس آیت میں زکوۃ سے مراد جو طہارت وصلاحیت بتائی گئی ہے اس کو تاویل نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ زکوۃ کے لغوی معنی یہی ہیں جیسا کہ

قال صاحب القاموس و الزّکوة صفوة الشیء و اما اخرجنه من مالک لتطهره به و قال صاحب المصباح زکا الرّجل یزکوا اذا صلح و قال اللّه صدقة تطهّرهم و تزکیهم بها فضم التزکیة

بالتطهیر وقال صاحب الصّراح زکوۃ ۔ (تزکیۃ زکوۃ دادن و پاکیزہ کردن وستودن خودرا وزکوۃ از کسے گرفتن قولہ تعالی تزکیھم ای تطھّرھم ۔ انتھی ما فی الصّراح)۔

(قاموس میں ہے کہ زکوۃ کسی شئے کے صاف کرنے اور اس شئے کو کہتے ہیں جو پاک صاف کی گئی ہو ۔اور جو کچھ مال میں سے پاکیزگی کیلئے نکالا جائے ۔اور مصباح میں ہے کہ زکا الرجل کے معنی یہ ہیں کہ وہ مرد صلاحیت والا ہو گیا ۔اور فرمایا اللہ نے کہ اے پیغمبران سے صدقہ لو جس ے تم ان کو پاک صاف کرو ۔اور صراح میں ہے کہ تزکیہ کے معنی زکوۃ دینا اور پاک کرنا اور اپنے آپ کو سراہنا اور کسی سے زکوۃ لینا ہیں جیسے کہ قرآن میں ہے تزکیھم یعنی ان کو پاک کرے)

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ لغت میں زکوۃ کے معنی پاکیزگی اور صفائی کے ہیں اور شریعت محمدیہ میں جو اس سے ایک مخصوص مالی عبادت مراد رکھی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عبادت طہارت و پاکیزگی کا سبب بنتی ہے یعنی بخل اور مال کی محبت سے دل پاک وصاف ہو جاتا ہے ۔اور یہ امر مسلّم ہے کہ لغوی اور منقولی مضمون میں مناسبت ضرور ہوتی ہے ۔پس بیان بالا سے واضح ہو گیا کہ واوصانی بالصّلوہ و الزّکوۃ میں زکوۃ سے طہارت وصلاحیت مراد لینی لغت اور قرآن کے بالکل مطابق بلکہ مؤید بالقرآن ہے

اس اعتراض کا تیسرا جواب جو بہت معقول اور محکم ہے یہ ہے کہ اگر اس آیت زیر بحث میں زکوۃ سے صدقہ مفروضہ ہی مراد لیں تو بھی اس سے مرزا صاحب کی مراد کے موافق عیسیٰؑ کی وفات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ علم اصول کا مسلّمہ عقیدہ ہے کہ امر کی تعمیل اس وقت واجب ہوتی ہے جب اس کی شرائط پائی جائیں ۔اور شرطیں موجود نہ ہونے کی صورت میں واجب نہیں ہوتا ۔ اور یہ بھی مسلّم ہے کہ زکوۃ کے وجوب کیلئے نصاب (یعنی اتنا اور ایسا مال جو وجوب کی حد تک پہنچ جائے) شرط ہے ۔پس جب عیسیٰؑ آسمان پر مالک نصاب نہیں تو ان پر زکوۃ بھی واجب نہیں ۔غور و فکر کو کام میں لایئے اور انصاف کیجئے کہ عیسیٰؑ پیدا ہونے کے ساتھ ہی باذن الٰہی اس امر کو ظاہر کر رہے ہیں کہ مجھے اللہ نے زندگی تک نماز پڑھنے اور زکوۃ کا حکم دیا ہے ۔کیا آپ پر اس وقت بھی نماز اور زکوۃ فرض تھے؟ کیونکہ بچپن بھی تو زندگی میں داخل ہے ۔پس جس طرح آپ عیسیٰؑ پر بچپن میں اس حکم کی تعمیل واجب نہیں جانتے اسی طرح آسمان پر بھی اس حکم کی تعمیل ان پر واجب نہیں ۔

باقی رہا مرزا صاحب کا یہ وہم کہ عیسیٰؑ کو انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کا حکم ہے اور اگر وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے تو اس امت میں داخل ہوں گے تو آپ کو مسلمانوں کے مطابق نماز پڑھنی ہوگی۔ سو اس کا ازالہ اس طرح ہے کہ مرزا صاحب جب تک انجیلی اور قرآنی نماز میں فرق ثابت نہ کرلیں تب تک ان کو اس اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ قرآن میں شریعت محمدیہ کی نماز کے ارکان قیام رکوع اور سجود بتائے گئے ہیں اور یہی ارکان حضرت مریمؑ کی نماز کے بتائے گئے ہیں جیسا کہ (آل عمران: ۴۳ میں) فرمایا:

یا مریم اقنتی لربّک واسجدی وارکعی مع الرّاکعین (اے مریم! اپنے پروردگار کے لئے قیام کر اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے)

پس قرآن سے تو پہلی امتوں کی نماز اور ہماری امت کی نماز میں کوئی فرق ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں مرزا صاحب اگر اپنے الہام سے فرمادیں تو یہ دیگر امر ہے۔

دوم یہ کہ اگر بالفرض انجیلی نماز اور قرآنی نماز میں کسی نوع کا فرق بھی ہو تو کوئی ڈر نہیں کیونکہ دین کی اصل توحید ہے اور عبادت اس کا ایک عملی نشان ہے۔ اس کے لئے ضروری نہیں کہ ہر نبی کے زمانہ میں اس کی ایک ہی کیفیت پائی جائے بلکہ جس کیفیت سے خدا چاہے اپنی عبادت کے لئے حکم دے۔ پس اگر عیسیٰؑ نزول کے بعد انجیلی کیفیت عبادت کو بوجہ اس کے منسوخ ہو جانے کے ترک کر دیں اور شریعت محمدی کی کیفیت سے نماز ادا کریں تو اس میں کیا جائے اعتراض ہے؟ اس کی نسبت تو اللہ نے شریعت موسیٰؑ اور شریعت عیسویؑ کے ذکر کے بعد فرما دیا ہے کہ

لکلّ جعلنا منکم شرعةً و منهاجاً ولوشاء اللّٰه لجعلکم امةً واحدةً ولکن لّیبلوکم فیما آتاکم فاستبقوا الخیرات (ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ طریقہ اور شریعت مقرر کی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک شریعت پر جمع کر دیتا مگر (اس میں ایک حکمت ہے) کہ تم کو ہر زمانہ میں اپنی فرمودہ شریعت کی تعمیل کی بابت آزمائے۔ پس تم نیکیوں میں بڑھو) (مائدہ: ۴۸)

اس آیت سے دو مفید امر ثابت ہوتے ہیں جن کا ذکر اس مقام پر چھوڑنا گویا ناظرین کو موقع پر بڑے بھاری فائدے سے محروم کرنا ہے۔ اول نسخ کی حقیقت کہ کس امر میں واقع ہوتا ہے۔ دوم نسخ کی حکمت کہ کیوں کیا گیا۔

نسخ اصول دین میں نہیں ہوتا اور نہ ہوسکتا۔ ہاں دستور العمل ضابطے اور قانون اور

عبادت کی کیفیت میں ہر زمانے کے لوگوں کے لئے ان کی حالت کے مناسب اگر تبدیلی کی جائے تو اس کی کوئی قباحت نہیں، بلکہ عین حکمت ہے۔ نسخ میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ سچے مطیع دوسروں سے متمیز ہو جاتے ہیں اور فرمان برداری کے عادی، حیلے بہانے کرنے والوں سے الگ ہو پڑتے ہیں۔ عبادات کی کیفیتوں میں فرق ہونے سے کوئی بھی قباحت لازم نہیں آتی کیونکہ جب خود عبادت کئی انواع پر ہے، تو اس کی انواع کی کیفیت میں فرق میں کیا اعتراض ہے۔ یہ ایک بہت باریک راز ہے جس سے مرزا صاحب بے خبر معلوم ہوتے ہیں ورنہ ایسا اعتراض نہ کرتے۔ پس اس آیت سے مرزا صاحب کی مراد کے موافق مسیح کی وفات ثابت نہ ہو سکی اور نہ ان کے نزول کے انکار کی کوئی وجہ نکل سکی کیونکہ اس کی بنا صرف انہی دو وہموں پر تھی جن کا ازالہ ہو چکا ہے۔

قسم اول سے ساتویں آیت:

والسّلام علیّ یوم ولدتّ ویوم اموت و یوم ابعث حیّاً (مریم:۳۳)

یعنی حضرت مسیح کہتے کہ، میں جس دن پیدا ہوا ہوں اس دن بھی مجھ پر سلام ہے اور جس دن مروں گا اس دن بھی، اور جس دن میں پھر زندہ کھڑا کیا جاؤں گا اس دن بھی)

اس آیت کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اس آیت میں واقعات عظیمہ جو حضرت مسیح کے وجود سے متعلق تھے صرف تین بیان کئے گئے ہیں، حالانکہ اگر رفع اور نزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو ان کا بیان بھی ضروری تھا۔ کیا نعوذ باللہ، رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الٰہی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ سو اس جگہ پر خدا تعالیٰ کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا، جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے، صاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقعہ ہے، بلکہ وہ رفع یوم اموت میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔

مرزا صاحب کے اس وہم کا ازالہ دو طریق سے ہے۔ اول یہ کہ سب عقلاء کے نزدیک مسلّم ہے اور معقولات میں مصرح ہے کہ کسی امر کے مذکور نہ ہونے سے اس کے وقوع کی نفی نہیں کر سکتے اور قرآن وحدیث میں بلکہ ہر شخص کے روزمرہ میں اس کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ یہ آپ کی نئی منطق ہے کہ کسی امر کے مذکور نہ ہونے سے اسکے عدم وقوع کا نتیجہ نکالتے ہیں۔ (حالانکہ براہین ص ۵۴۵ میں لکھ چکے ہیں کہ عدم علم سے عدم شیء لازم نہیں آتا۔ ابوالوفاء ثناء اللہ)

ہاں اگر قرآن میں رفع کا ذکر مطلقاً کہیں بھی نہ ہوتا تو بھی آپ کہہ سکتے تھے، مگر جب دوسرے مقام پر اس کی تصریح موجود ہے، تو اس سے کیوں انکار کیا جاتا ۔ تصریح کو چھوڑ کر خلاف عقل ونقل خود ساختہ قاعدے سے تمسک کرنا ھوی اور تفسیر بالرائے نہیں تو پھر تفسیر بالرائے اور خواہش کی تابعداری کسے کہیں گے؟ دیکھئے اللہ نے عیسیٰؑ اور مریمؑ ہی کے ذکر میں فرمایا کانا یاکلان الطّعام یعنی وہ دونوں کھانے کے محتاج تھے ، تو صرف طعام کی احتیاج کے مذکور ہونے اور کسی دیگر احتیاج کے مذکور نہ ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ وہ کسی اور چیز پانی وغیرہ کے محتاج نہ تھے۔ مرزا صاحب کے قاعدہ کے مطابق تو یہاں احتیاج کی جمیع جزئیات اور جملہ انواع شمار کردینی چاہییں کیونکہ اس جگہ ان کے محتاج ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوم: یہ کہ آیات انّی متوفّیک و رافعک الیّ مسیح کے رفع جسمانی کو ثابت کررہی ہیں اور آیت وان مّن اھل الکتاب... انکے نزول کی شہادت دے رہی ہے تو اب دوسرے مقام پر اسکے مذکور نہ ہونے سے کیا حرج لازم آیا؟ اور تصریحات کے مقابلہ میں مرزا کو اس عدم ذکر سے انکار کا حق کس طرح حاصل ہوا؟ ثبوت رفع جسمانی کیلئے دیکھو شہادت القرآن کا حصہ اول اور ثبوت نزول کیلئے دیکھو حصہ دوم بذیل آیت و ان مّن اھل الکتاب .. الآیہ۔

سوم: یہ کہ آیت زیر بحث سے پیشتر رفع کا ذکر موجود ہے جو مرزا صاحب کو قرآن میں تدبر نہ کرنے وجہ سے معلوم نہیں ہوسکا۔ چنانچہ فرمایا و جعلنی مبارکاً اینما کنت ۔ یعنی عیسیٰ کہتے ہیں کہ اللہ نے مجھے مبارک کیا ہے جہاں کہیں میں ہوں۔ اس آیت کی تفسیر حصہ اول میں گذر چکی ہے کہ لغت میں برکت کے معنی خیر کثیر یعنی بہت سی بھلائی اور علو یعنی بلندی ہے جیسا کہ آیات ذیل سے بھی ثابت ہے:

لفتحنا علیھم برکاتٍ مّن السّماء والارض (۷:۹۶) یعنی ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں ۔

اور فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین

اور فتبارک اللّٰہ ربّ العالمین

اور تبارک الّذی بیدہ الملک میں برکت سے مراد علو اور بلندی ہے۔

برکت کے یہ دونوں معنی عیسیٰؑ میں باحسن وجہ پائے جاتے ہیں ۔ خیر کثیر تو مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے اور نزول مائدہ یعنی آسمان سے تیار

کھانے اترنے کی دعا کے قبول سے ظاہر ہے اور وہ برکات وخیرات جو آپ کے نزول پر ہوں گی مثلاً دشمنی اور بغض اور حسد کا دور ہو جانا اور مال کا کثرت سے ہو جانا اور پھلوں اور دودھ کا معمول سے زیادہ ہو جانا (جو صحیح مسلم میں وارد ہے) صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اور دوسرے معنی یعنی بلندی آیت بل رفعه اللّٰه اليه میں بالتصریح مذکور ہے۔ پس جعلنی مبارکاً اینما کنت میں ہر سہ اقوال قبل رفع اور زمان رفع اور بعد نزول مذکور ہیں۔ اسی لئے اینما کنت جس کے معنوں میں بہت وسعت ہے، فرمایا۔ میں اس آیت سے رفع آسمانی ثابت کرنے میں اکیلا نہیں ہوں اور نہ یہ کوئی تفسیر نئی ہے بلکہ مفسرین برابر لکھتے چلے آئے ہیں۔ دیکھو تفسیر کبیر و تفسیر سراج منیر۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ اس آیت سے عیسی کے رفع اور نزول سے انکار کرنا محض جہالت ہے چہ جائیکہ اس کو دلائل وفات میں پیش کیا جائے۔

اس مقام پر عیسیٰؑ کی بعض برکتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور چونکہ مرزا صاحب بھی مدعی مسیحیت ہیں اس لئے مناسب کہ آپ کے ظہور پر جو کچھ، برکتیں، ظاہر ہوئیں ان کا بھی کچھ ذکر کیا جائے تا کہ ایک سوچنے والے کے لئے دونوں میں مباینت بلکہ ضدیت کی نسبت ظاہر ہو۔

۱۔ عیسیٰؑ کی برکتوں میں دشمنی، حسد اور بغض کا دور ہو جانا جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے و لتذ هبنّ الشحناء و التّباغض و التّحاسد (مسلم، مشکوۃ باب نزول عیسی)۔

مرزا صاحب کی شامتیں یہ ہیں۔ ہندوستان کے عام باشندوں خصوصاً مسلمانوں میں دشمنی، حسد اور بغض کی آگ لگ جانا اور ایسی عداوت کا پیدا ہو جانا جس سے ایک دوسرے سے جدائی اور قطع تعلق بلکہ قطع رحم نتائج نکل رہے ہوں۔

۲۔ عیسیٰؑ کی برکتوں میں مال کا کثرت سے ہوجانا، حتی کہ زکوۃ کے قبول کرنے والے نہیں ملیں (بخاری ومسلم) و یفیض المال حتی لا یقبله احد۔ (مشکوۃ باب نزول عیسی)۔

مرزا صاحب کی شامت: مسلمانوں کا سخت محتاجی اور فقر کی حالت میں ہونا، اگر ایک شخص خیرات کا دروازہ کھولے تو اس کثرت سے فقراء کا جمع ہو جانا کہ اسے دروازہ بند کرنا پڑے اور بعض کا افلاس کے مارے بے دینی کی طرف مائل ہوجانا۔

۳۔ عیسیٰؑ کی برکتوں میں، دلوں میں آخرت کی تیاری کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی کا پیدا ہو جانا (مسلم) حتّی تکون السّجدة الواحدة خیراً مّن الدّنیا و ما فیها (مشکوۃ)

مرزا صاحب کی شامت سے لالچ اور طمع نفسانی کا بڑھ جانا، حتی کہ حلال وحرام میں

تمیز نہ رہنا، رشوت ستانی اور خیانت اور غبن کا کثرت سے وقوع میں آنا اور بعض کا لالچ کے مارے بے دینی اختیار کر لینا، عاقبت کو بھلا دینا اور دنیوی فائدوں کو پیش نظر رکھنا۔

۴۔ حضرت عیسیٰؑ کی برکت سے کثرت سے بارش کا ہونا اور دودھ اور پھلوں کا معمول سے زیادہ ہونا اور جو امر عام خلق اللہ کے حق میں مضر ہوں ان کا رک جانا۔

مرزا صاحب کی شامت سے خشک سالی اور ہر جنس کی گرانی، اور آئے دن نئی بیماریاں اور وبائیں اور طاعون اور زلزلے اور بہت سی مصیبتیں، دنیا میں عام طور پر بدامنی کا ہونا۔

جواب آیات قسم دوم پیش کردہ قادیانی

قسم اول کی سب آیتوں کا بیان ہو چکا اب قسم دوم کی آیتیں ذکر کی جاتی ہیں۔ قسم دوم میں وہ آیتیں ہیں جو مرزا صاحب کے خیال میں عموماً دیگر انبیاء کی وفات پر دلالت کرتی ہیں لیکن اس نظر سے کہ مسیح بھی ایک نبی ہیں لہذا وہ ان آیتوں کے حکم میں داخل ہیں۔ ایسی سب آیتوں کے جواب کے لئے تمہیدی طور پر علم اصول کے دو قاعدے بیان کرنے ضروری ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب قواعد علم اصول سے کس قدر دور چلتے ہیں اور اپنی مطلب براری کے لئے اس علم کو کیسے بھلا دیتے ہیں۔

پہلا قاعدہ یہ ہے کہ ایک امر صراحت کے ساتھ منطوق عبارت سے ثابت ہو، تو اس کے خلاف کسی عبارت میں سے بطور اشارہ یا دلالت استدلال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مقابلے کے وقت منطوق کا اعتبار مفہوم پر مقدم ہوتا ہے۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ کوئی امر کسی خاص دلیل سے ثابت ہو تو اس کے خلاف عام دلیل سے تمسک کرنا جائز نہیں۔

یہ دونوں قاعدے نہایت معقول ہیں اور علم اصول کی کتابوں میں ان کی تصریح موجود ہے۔ پس ان کے متعلق زیادہ تفصیل اور نقلِ عبارت کی ضرورت نہیں۔

قسم دوم سے پہلی آیت :

و ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (آل عمران:۱۴۴) (یعنی محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں۔ان سے پیشتر کئی رسول ہو چکے ہیں۔پس اگر یہ فوت ہو جائیں، یا مارے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر لوٹ جاؤ گے)

اس آیت سے مرزا صاحب نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ جب محمد ﷺ سے پہلے رسول سب کے سب فوت ہو چکے ہیں تو بس مسیح بھی ان میں آ گئے۔

اس آیت کے جواب کے لئے چار امروں کی تحقیق ضروری ہے۔اول تحقیق لغت لفظ خلت کہ لغت میں اس کے کیا معنی ہیں۔دوم من قبله بترکیب کیا واقع ہوا ہے۔سوم الرّسل کا الف لام کیا ہے۔چہارم، اگر ان ہر سہ امور کو مرزا صاحب کی مراد کے موافق تسلیم کر لیں تو کیا اس آیت سے حضرت مسیح کی وفات بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

لفظ خلت مشتق ہے خلو سے اور موضوع مکان کی صفت کے لئے ، اور مراد اس سے جگہ خالی کرنا ہے۔چنانچہ لسان العرب میں ہے :

(خلا) خلا المکان و الشّیء یخلوا خلوّا و خلاء و اخلی اذا لم یکن فیه احد ولا شیء فیه و هو خال۔

اسی طرح قاموس اور صراح میں بھی ہے۔اور قرآن شریف میں بھی نقل مکان کے لئے آیا ہے۔جیسے و اذا خلوا الی شیاطینهم۔(یعنی جس وقت یہ منافق اپنے بڑے شیطانوں یعنی رئیسوں کے پاس جاتے ہیں)۔اور اسی طرح اس آیت زیر بحث سے تھوڑا سا پیشتر ہے و اذا خلوا عضّوا علیکم الانامل من الغیظ (آل عمران:۱۹۹)(یعنی منافق لوگ جس وقت تم سے الگ ہوتے ہیں تو تم پر غیظ وغضب کے مارے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں)۔اور اسی طرح یہ آیت فخلّوا سبیلهم ۔(یعنی مشرک لوگ جب ایمان لے آئیں اور احکام اسلامی کے پابند ہو جائیں ،تو اس کا راستہ خالی کر دو ، یعنی ان سے تعرض نہ کرو)۔

ان سب آیات میں معنی ایک جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جانا ہے، جسے انتقال مکانی

کہتے ہیں۔ دوسرے معنی لفظ خلو کے جو زمانے کے متعلق ہوتے ہیں، گذرنا ہیں جیسے آیت بما اسلفتم فی الایّا م الخا لیۃ (یعنی جو کچھ تم نے ایام گذشتہ میں کیا اس کے عوض میں جنت کی نعمتوں میں رہو)۔ اور ہر ذی علم سمجھ سکتا ہے کہ، گذرنا، زمانے کی صفت بالذات ہوا کرتی ہے۔ اور جن چیزوں پر زمانہ گذرتا ہے۔ یہ معنی یعنی گذرنا بعلاقہ ظرفیت ومظروفیت ان چیزوں کی صفت بھی ہوسکتا ہے۔ مگر بالذات نہیں بلکہ بالعرض۔ پس بہر تقدیر آیت زیر بحث کے معنی یہ ہوں گے کہ، جگہ خالی کر گئے اور گزر چکے ہیں پیشتر اس کے کئی رسول،۔ اور یہ معنی زندوں اور مردوں (اموات) ہر دو پر آسکتے ہیں کیونکہ جگہ خالی کرنے اور گذرنے کی کیفیت صرف موت ہی میں منحصر نہیں بلکہ یہ لفظ خلو مردوں (اموات) کے حق میں انتقال بالموت کے معنوں میں معین ہوگا اور زندوں کے حق میں جگہ تبدیل کرنے کے معنوں میں۔ جس طرح ہم کہا کرتے ہیں کہ: اس شہر میں ایسے حاکم کئی ہوگزرے ہیں۔، پس جس طرح یہ جملہ خواہ وہ حاکم مرگیا ہو، خواہ وہاں سے تبدیل ہوکر دوسری جگہ چلا گیا ہو، ہر دو حال میں صحیح المعنی رہتا ہے۔ اسی طرح آیت قد خلت من قبلہ الرّسل میں حضرت عیسیٰؑ کے حق میں بدلالت آیت بل رفعہ اللّٰہ الیہ وغیرہ دوسرے معنی یعنی جگہ تبدیل کرنے میں معین ہوگا۔

خلو کے معنی مرنا اور معدوم ہونا نہیں کیونکہ پھر آیات سنّۃ اللّٰہ الّتی قد خلت من قبل اور آیت ولن تجد لسنّۃ اللّٰہ تبد یلا میں تناقض واقع ہوگا کیونکہ بموجب مذہب مرزا صاحب پہلی آیت کا مفاد یہ ہے کہ سنت اللہ معدوم ہوچکی ہے اور دوسری آیت کا یہ کہ سنت الٰہی تبدیل بھی نہیں ہوسکتی۔ یعنی اسے ہمیشہ کے لئے اپنے حال پر بقا حاصل ہے۔ پس خلت سے موت اور عدم مراد سمجھنا بالکل باطل ہیں۔

امر دوم یعنی من قبلہ کو مرزا صاحب اور مولوی محمد احسن امروہی نے الرّسل کی صفت بنایا ہے۔ چنانچہ اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ: جو پیغمبر محمد ﷺ سے پیشتر تھے وہ مرگئے۔، یہ ان کی صریح غلطی ہے اور علم نحو سے ناآشنا ہونے یا دیدہ دانستہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی صاف شہادت ہے کیونکہ آیت میں من قبلہ لفظ الرّسل پر مقدم ہے اور مبتدی بھی جانتے ہیں کہ موصوف صفت سے پہلے ہوتا ہے۔ پس مرکب من قبلہ لفظ الرّسل کی صفت نہیں ہو سکتا بلکہ محل ظرف میں واقع ہے اور متعلق ہے فعل خلت کے کیونکہ ظرف کے لئے ضروری ہے کہ کسی فعل کے متعلق ہو۔ پس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ: اس سے پیشتر کئی رسول گذر چکے،۔

امر سوم ، یعنی الرّسل کے الف لام کی تحقیق اس طرح ہے کہ مرزا صاحب اور مولوی محمد احسن امروہی اس الف لام کو استغراقی قرار دیتے ہیں اور اس بنا پر اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ، چونکہ آنحضرت ﷺ سے پیشتر کے سب رسول فوت ہو چکے ہیں ، ۔

فاضل امروہی اور مرزا صاحب کے اس قیاس کی بنا غلط مقدمات پر ہے ۔ اور اس الف لام کو استغراقی قرار دینے میں انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے اور الرّسل کی صفت نہیں ہے ۔ پس یہی ترکیب اس الف لام کے استغراقی نہ ہونے کے لئے کافی حجت ہے کیونکہ اگر من قبله کو خلت کے متعلق ظرف ٹھہرائیں ، جو بالکل درست ہے ، اور الرسل کے الف لام کو استغراقی مانیں جو بالکل غلط ہے ، تو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اندریں صورت پہلے قضیہ ما محمّد الّا رسول کے خلاف رسول اللہ ﷺ جماعت مرسلین سے خارج ہوں گے ، کیونکہ پھر تو اس آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ جتنے اشخاص صفت رسالت سے موصوف تھے وہ محمد ﷺ سے پیشتر فوت ہو چکے ہیں ۔ پس آپ ﷺ معاذ اللہ ، رسول برحق ثابت نہ ہوں گے ۔ اور ظاہر ہے کہ جس معنی سے قرآن کی آیات میں تعارض واقع ہو ، خصوصاً کسی نبی برحق کی رسالت کا انکار لازم آتا ہو ، وہ معنی بالکل باطل ہیں ۔ دیگر یہ کہ یہی الفاظ قد خلت من قبله الرسل سورہ مائدہ میں حضرت عیسیٰؑ کے حق میں در بارہ نفی الوہیت وارد ہوئے ہیں ۔ پس اگر جہالت سے الف لام کو استغراقی مانا جائے تو لابد تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نزول کے وقت فوت ہو گئے تھے ، اور یہ باکل باطل ہے ۔ یا معاذ اللہ انکار نبوت محمدی وعیسوی لازم آئے گا جیسا کہ پہلے گذر چکا کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ سب رسول حضرت عیسیٰؑ سے پیشتر فوت ہو گئے ہیں حالانکہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت مسیح کی رفع کے کئی زمانے بعد پیدا ہوئے اور شرف نبوت سے ممتاز ہوئے اور اس آیت کے نزول کے وقت زندہ موجود تھے کیونکہ یہ آیت آپ ﷺ ہی پر اتری ۔ یہ ایک دقیق نکتہ ہے ، اس کا ادراک کسی علم نحو کے مذاق سے خالی اردو خوان کا کام نہیں ۔

اس تقریر کے جواب میں جلدی کر کے من قبله کو الرّسل کی صفت نہ کہہ دینا چاہیے ، کیونکہ اس کا ابطال ہم پہلے ظاہر کر چکے ہیں ۔

دوسری وجہ : جس سے الرّسل کے الف لام کو استغراقی کہنا غلط ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ اس آیت و ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل کا شان نزول یہ ہے کہ آن سرور ﷺ کی نسبت جنگ احد میں غلط خبر اڑ گئی کہ شہید ہوئے ۔ اور بعض لوگوں نے نبوت اور

موت میں منافات سمجھی اور ارتداد کا راستہ اختیار کرنے لگے۔ اللہ نے ان کے خیال کو باطل ثابت کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور ظاہر کر دیا کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں کیونکہ جس طرح بعض دیگر رسولوں کے حق میں ان کے مرجانے سے ان کی نبوت میں کوئی قدح واقع نہیں ہوتی، اسی طرح اگر آنحضرت ﷺ بھی طبعی موت سے فوت ہو جائیں، یا میدان جنگ میں شہید ہو جائیں تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ آپ ﷺ نبی برحق نہیں۔ پس چونکہ اس آیت سے اللہ تعالی کا مقصود یہ ہے کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں اس لئے استغراق افراد یعنی سب رسولوں کو فوت شدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں صرف ایک رسول یا چند رسولوں کی موت کے ذکر سے مقصود حاصل ہوسکتا ہے۔ پس الرّسل کا الف لام استغراق کا نہیں ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سے پیشتر کئی رسول ہو چکے ہیں۔ اور الف لام جنسی ہے کیونکہ اسم پر الف لام داخل ہو کر ہمیشہ استغراق کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ تین معانی میں سے کسی معنی میں سے ہوتا ہے عہد استغراق اور تعریف جنس جیسا کہ علم نحو کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے الرّسل کا الف لام عہدی اس لئے نہیں کہ اس سے اوپر ان رسولوں کا ذکر نہیں ہے اور اس کے استغراقی نہ ہونے کیلئے من قبله اور شان نزول کا مانع ہونا بیان ہو چکا ہے۔ پس بقاعدہ تردید و دوران جنسی ہوا اور یہی ہماری مراد ہے۔

(معقولی طور پر اس کا بیان اس طرح ہے کہ مشککین کا قول سالبہ کلیہ ہے کہ کوئی نبی مر نہیں سکتا اور خدا تعالی کو اس کی تردید منظور ہے۔ اور معلوم ہے کہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے نہ کہ موجبہ کلیہ۔ پس الف لام الرّسل کا استغراق کیلئے نہ ہوا بلکہ تعریف جنس کیلئے ہوا۔ اور چونکہ الرّسل کلی ہے اور اس پر کوئی کلمہ حاصر نہیں اس لئے قد خلت من قبله الرّسل قضیہ مہملہ ہوا۔ اور معلوم ہے کہ مہملہ قوت جزئیہ میں ہوتا ہے۔ لہذا آیت کے معنی ہوئے: تحقیق گذر چکے ہیں، پیشتر اس کے کئی رسول ۔ ، قادیانی خلافت سے پہلے مولوی حکیم نور الدین نے بھی اس آیت کا ترجمہ اپنی کتاب فصل الخطاب میں یہی کیا ہے جو ہم نے کیا ہے۔ پس الف لام کے استغراقی نہ ہونے کے سبب سب رسول فوت شدہ ثابت نہ ہوئے بلکہ بعض رسول۔ لہذا یہ آیت حضرت عیسیؑ کی وفات قبل النزول کی دلیل نہ ہوسکی)

اگر یہ کہا جائے کہ الف لام جمع کے صیغے پر جب کبھی آتا ہے تو مفید استغراق ہی ہوتا ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر ثابت کر دیا ہے کہ الف لام ہمیشہ استغراقی نہ ہونے کے لئے آیت و لقد آتینا موسی الکتاب و قفّینا من بعده بالرّسل کو غور سے پڑھنا چاہیے کہ یہی لفظ الرّسل بصیغہ جمع با الف و لام موجود ہے اور یہاں استغراق افراد قطعاً باطل ہے کیونکہ اس آیت

کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کے آئین پر کئی رسول بھیجے۔ نہ یہ کہ سب رسول حضرت موسیٰ کے بعد بھیجے گئے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ سب سے پہلے رسول نہیں ہیں بلکہ کئی رسول آپ سے پہلے ہوئے ہیں اور کئی آپ کے بعد۔ پس ہر دو آیت میں الرّسل سے مراد کئی پیغمبر ہیں، نہ کہ سارے۔ فافھم ۔

اسی طرح قرآن شریف میں کئی مقام پر جمع کا لفظ الف لام کے ساتھ آیا ہے اور وہاں استغراق افراد مراد نہیں بلکہ کثرت کے معنی ہیں جیسے اذ جاء تھم الرّسل (حم سجدہ) اور و قد خلت من قبلھم المثلات میں خلت اور من قبلھم اور المثلات صیغہ جمع با الف لام سب کچھ موجود ہے اور مرزا صاحب قادیانی اور فاضل محمد احسن امروہی کی تحقیق ان سب کے خلاف ہے (کیونکہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے)۔

اس آیت کے متعلق مرزا صاحب نے ایک اور گل کھلایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

> اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کیلئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو آج تک زندہ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی، صحیح نہیں ہوگی۔

مرزا صاحب! یہ نئی منطق کہاں سے پڑھی؟ کیا الہام سے تو نہیں سیکھی؟ آپ ہر علم دینی و دنیوی میں تجدید کرتے ہیں، خواہ اسے جانیں یا نہ جانیں۔ ایسی منطق سے تو آپ نے معلم اول (ارسطو) اور معلم ثانی (ابونصر فارابی) اور بوعلی سینا کو بھی مات کر دیا۔

حضرت! واقعہ اور لوگوں کو زیر نظر رکھ کر آیت کی صحیح مراد یہ ہے کہ میدان جنگ میں نبی ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات کا گمان کر کے ارتداد کی راہ اختیار کرنی چاہی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ان کے زعم کی تردید میں نازل کی۔ پس اس کا ماحصل یہ ہوا کہ اگر رسالت اور موت میں منافات ہوتی تو کوئی رسول بھی نہ مرتا۔ کیونکہ جب یہ مقصود ہے کہ وصف رسالت اور موت میں منافات کے گمان کو دور کیا جائے تو خواہ ایک رسول فوت شدہ کو بطور نظیر پیش کریں خواہ زیادہ کو، بہر دو صورت مقصود حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ پس آپ کا یہ وہم، کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر دلیل صحیح نہ ہوگی، باطل ہے، اس لئے کہ جب کئی رسول فوت ہو جائیں اور ایک زندہ رہے تو اس کا زندہ رہنا دوسرے کی زندگی کیلئے علت موجبہ نہیں ہوسکتا، اور نہ وصف رسالت اور موت میں منافات ہو سکنے کی وجہ بن سکتا ہے۔ بلکہ اس سے تو

منافات کا ابطال صاف ظاہر ہے کیونکہ اگر منافات ہوتی تو کوئی شخص بھی جو وصف رسالت سے موصوف ہو، نہ مرتا۔ حالانکہ ایسے کئی شخص جو اس صفت سے موصوف ہیں مر چکے ہیں (کیونکہ منافات ہونے کی صورت میں سلب کلی ضروری ہے اور جب معلوم ہو چکا کہ بعض فوت ہو چکے ہیں تو کلیت ٹوٹ گئی اور منافات کا دعویٰ باطل ہو گیا اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہونیکے یہی معنی ہیں)

اس بیان سے یہ بھی واضح ہوا کہ قضیہ قد خلت من قبله الرّسل کلیہ نہیں بلکہ مہملہ ہے جو جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ پس امروہی صاحب نے جو منطقی طور پر اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت کرنی چاہی ہے وہ بالکل غلط ہے (دیکھو رقیمۃ الوداد نمبر سوم صفحہ ۳۰۔ جو رسالہ دافع البلاء مصنفہ مرزا، مطبوعہ سیالکوٹ کے ساتھ شامل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ہاں بپاس خاطر طلبہ و مدرس صاحب کے قیاس منطقی ہم یہاں لکھے دیتے ہیں۔ سو واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ ہم نے نہایت بسط کے ساتھ شمس بازغہ میں شکل اول بدیہی الانتاج سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت کر دی مگر یہاں پر نہایت اختصار کے ساتھ صرف دو تین سطروں میں شکل اول کو لکھ دیتے ہیں عیسی بن مریم کان نبیّاً من النّاس الّذین کانوا قبل نبیّنا و مات النّاس الّذین کانوا قبله کلّهم حتّی الانبیاء فعیسی ابن مریم ایضاً مات مقدمہ صغریٰ تو اس کا مسلّم فریقین ہے اور مقدمہ و ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبلهم الرّسل سے بھی ثابت ہو چکا) کیونکہ شکل اول کے انتاج کے لئے کلیت کبریٰ شرط ہے جیسا کہ کتب منطق میں مصرح ہے و شرط انتاجه ایجا ب الصّغری و کلیة الکبری۔ پس جب شکل اول کی رو سے قیاس کے صحیح ہونے کی ایک شرط موجود نہ ہوئی، تو قیاس صحیح نہ ہوا قد خلت من قبله الرّسل کے کلیہ نہ ہونے کی وجوہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ الرّسل میں الف لام استغراقی نہیں کیونکہ من قبله جو خلت سے متعلق ہے، اس کا انکار کرتا ہے۔ نیز یہی آیت حضرت مسیح کے حق میں وارد ہے قد خلت من قبله الرّسل۔ نیز بل رفعه اللّٰه الیه اس کی مخصص موجود ہے۔ نیز شان نزول اور زاعمین کے زعم پر نظر رکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ قضیہ قد خلت من قبله الرّسل موجبہ جزئیہ ہے۔

پہلے تین امروں کی تحقیق بخوبی ہو چکی ہے جس سے صاف ثابت ہو گیا کہ قد خلت من قبله الرّسل کے یہ معنی نہیں کہ جو پیغمبر، رسول اکرم ﷺ سے پیشتر تھے وہ سب مر گئے ہیں، بلکہ اس کے معنی جو لغت عرب اور قواعد نحو اور علم منطق کے لحاظ سے صحیح ہیں، یہ ہیں کہ، تحقیق گذر چکے پیشتر اس کے کئی رسول۔

اب امر چہارم کی تحقیق کی جاتی ہے کہ اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس کے معنی مرزا کی غلط تحقیق کے موافق ہیں تو بھی اس سے مرزا صاحب کی مراد یعنی حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ پھر بھی یہ آیت وفات مسیح کے بارے میں عام رہے گی، خاص نہ ہوگی۔ لیکن آیات الٰہی متوفّیک و رافعک الیّ اور بل رّفعه اللّه ، و ان مّن اهل الکتاب الّا لیؤ منّن به قبل موته (جن کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے) آپ کی رفع آسمانی اور نزول بار ثانی کیلئے خاص دلائل اور نصوص قطعیہ ہیں جن کے مقابلے میں مرزا صاحب کا استدلال، جو اس آیت زیر بحث کے عموم سے کیا گیا ہے، مفید مطلب نہیں کیونکہ ہم اس آیت کے شروع میں دوسرے قاعدے میں بیان کر آئے ہیں کہ دلیل خاص کے مقابلے میں اسکے خلاف عام دلیل سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً سورہ دہر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا انّا خلقنا الانسان من نطفة امشاج (دہر:۲) یعنی ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا۔ اور چونکہ آدم بھی انسان ہیں اس لئے بموجب محمد احسن امروہی صاحب کی منطق کے آدم کی پیدائش بھی مادہ نطفہ سے ثابت ہوئی (جو بالکل باطل ہے) کیونکہ بروئے شکل اول اس کا قیاس اس طرح ہے: آدم انسان ہے اور سب انسان نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں، پس آدم بھی نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔

اس وہم کا ازالہ اس طرح ہے کہ آدم کی پیدائش دوسرے مقام پر دلیل خاص سے ثابت ہے کہ مادہ مٹی سے ہوئی۔ اور اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش نفخ روح القدس سے ہوئی۔ پس آدم اور حوا، اور عیسی، جن کی پیدائش کی کیفیت خاص دلیل سے اور طرح پر ثابت ہے، اس آیت سورہ دہر سے مستثنیٰ رکھے جائینگے اور ان کے علاوہ دوسرے انسانوں پر اس آیت کا حکم لگایا جائے گا کہ وہ مادہ منی سے پیدا ہوئے۔ اس بیان سے مرزا صاحب اور فاضل امروہی انکار نہیں کر سکتے۔ پس اسی طرح جب دوسرے مقام پر حیات عیسیٰؑ خاص دلیل سے ثابت ہے تو عیسیٰؑ اس آیت قد خلت من قبله الرّسل کے عموم سے باہر رہیں گے۔ پس آپ کی وفات ثابت نہ ہوسکی اور مرزا صاحب کی مراد پوری نہ ہوئی۔

اس آیت کے متعلق مرزا صاحب اور مولوی محمد احسن امروہی ایک اور مغالطہ دیا کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات شریف پر یہی آیت پڑھ کر آپ کی وفات ثابت کی اور لوگوں کے دلوں سے شبہ دور کیا جو یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ اس وہم کے ازالہ کیلئے بیان بالا کافی ہے۔ مگر نیا سوال ہونے اور عام لوگوں کی تسلی کیلئے اس کو کچھ تفصیل

سے لکھتے ہیں کہ جو وہم بعض لوگوں کو جنگ احد کے دن پڑا تھا (کہ رسول کو مرنا نہیں چاہیے) اسی طرح کا وہم بعض کو آنحضرت ﷺ کی وفات پر ہوا کہ آپ وفات نہیں پا سکتے۔ خواہ نبی ﷺ کی وفات کا واقعہ عظیمہ کے سبب طبیعت پر سخت صدمہ گذرنا اس کا موجب ہوا ہو یا کچھ اور۔ غرض وہم یہی تھا کہ آنحضرت ﷺ پر موت نہیں آ سکتی۔ پس ابوبکرؓ کا اس وہم کو دور کرنے کیلئے اس آیت کو پڑھنا اسی طرح کا ہوا جیسے خدا نے نازل کی تھی۔ اور معلوم ہو چکا ہے کہ اس سے مراد خداوندی صرف یہی ہے کہ رسالت اور موت میں منافات نہیں ہے۔ پس جس طرح اس آیت سے عیسیٰؑ کی وفات ہرگز ثابت نہیں ہوتی اسی طرح خطبہ صدیقی سے بھی نبی ﷺ کیلئے موت کا آ سکنا ثابت ہوا، نہ کہ عیسیٰؑ کی وفات، جسے مقصود سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ ہاں امکان ثابت ہوسکتا ہے مگر وقوع نہیں۔

دوم یہ کہ اسی آیت میں آگے افان مات او قتل موجود ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کی نظر آنحضرت ﷺ کی موت کے ممکن ہونے کیلئے ان مات پر ہے کہ اللہ تعالی آپ کے حق میں موت کو ممکن فرماتا ہے۔ اس وجہ کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابوبکرؓ نے اسی وقت حاضرین کو پڑھ کر سنائی تھی۔ وہ آیت یہ ہے انّک میّت و انّھم میّتون ۔ (زمر:۳۰)

دیکھو اس آیت میں اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ پر میّت کا لفظ فرمایاہے۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا استدلال افان مات سے ہے، نہ کہ قد خلت من قبلہ الرّسل سے کہ وفات مسیح کیلئے ضعیف اور غلط طور پر بھی مفید ہو سکے۔

سوم یہ کہ دجال کا خروج اور عیسیٰؑ کا نزول ایک طرح سے آپس میں ایسے لازم وملزوم ہیں کہ ایک کا ماننے والا ضرور دوسرے کا مصدق ہے۔ پس جب ابوبکرؓ، دجال کے خروج کی حدیث کے راوی ہیں تو آپ نزول عیسیٰؑ سے کب غافل ہیں۔ دیکھو ابن ماجہ باب خروج الدجال۔

چہارم یہ کہ حضرت ابوبکر کی غرض ان آیات کے پڑھنے سے اس وہم کا ازالہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فوت نہیں ہو سکتے۔ پس چونکہ وصف نبوت وموت میں منافات کے ہونے کو علی سبیل الحکایت باطل کرنا مقصود بالذات ہے، پس خطبہ صدیقی اس امر پر تو بعبارۃ النص دلالت کرتا ہے لیکن یہ امر کہ سب انبیاء مر چکے ہیں، نہ تو خطبہ صدیقی کا مفاد ہے اور نہ اس پر مخاطبین کے مزعوم کی تردید موقوف ہے۔ (کیونکہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے نہ کلیہ) پس اس سے وفات مسیح پر اجماع صحابہ کا دعوی کرنا خلاف روایت بلکہ درائت بھی ہے کیونکہ بخاری میں

ابو ہریرہؓ کی روایت بالتصریح بتارہی ہے کہ وہ سب صحابہ کے درمیان و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته میں موته کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ کو قرار دیکر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابی نہ تو نفس مضمون یعنی نزول حضرت مسیح سے انکار کرتا ہے اور نہ ابو ہریرہ کے ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے، اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔ پس اجماع حیات ونزول عیسیٰؑ پر ہوا نہ کہ وفات پر۔ قطع نظر اس سے کہ یہ روایت صحیح بخاری حضرت عیسیٰؑ کے حیات ونزول پر اجماع صحابہ کو ثابت کر رہی ہے، ابو ہریرہؓ کا اس آیت کا حیات ونزول عیسیٰؑ کے بارے میں حدیث کی تصدیق کیلئے پڑھنا کم سے کم مولوی محمد احسن کے خیالی اجماع کے توڑنے کیلئے تو کافی ہے۔

قسم دوم سے دوسری آیت

تلك امّة قد خلت لها ما كسبت و لكم ما كسبتم و لاتسئلون عمّا كانوا يعملون (پارہ اول)

اس آیت کا ترجمہ مرزا صاحب اس طرح کرتے ہیں:

اس وقت سے جتنے پیغمبر پہلے ہوئے ہیں، یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہوگیا۔ ان کے اعمال ان کے لئے تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ اور ان کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ مرزا صاحب قرآن شریف کے ترجمے میں الفاظ کی رعایت بالکل نہیں رکھتے اور سلسلہ عبارت اور ماقبل و مابعد کو بالکل بھلا دیتے ہیں اور الفاظ قرآن کو موڑ توڑ کر اپنے ٹھانے ہوئے مطلب کے پیچھے لے جاتے ہیں۔ زبان کے قواعد پر نظر اور اصول ترجمہ سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ ترجمہ کرنے کا یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور تفسیر بالرائے اور اتباع ھوی یعنی اپنے خیال ورائے سے تفسیر کرنا اور اپنی خواہش کی پیروی کرنا اسی کو کہتے ہیں۔ ناظرین انصاف سے قرآن مجید کے الفاظ اور مرزا صاحب کے ترجمہ پر نظر کریں تو ان کو ہماری تصدیق کرنی پڑے گی۔

جناب مرزا صاحب! اس وقت سے جتنے پیغمبر پہلے ہوئے، کس عبارت کا ترجمہ ہے اور قرآن میں اس کیلئے کون سے الفاظ ہیں؟ آپ ترجمہ میں اور پھر قرآن کے ترجمہ میں ایسی صریح

بے دلیل زیادتیاں کرتے ہیں اور ذرا نہیں جھجکتے۔ کیا دنیا میں آپ کے سوائے کوئی دوسرا شخص عربی زبان نہیں سمجھتا کہ آپ ایسے دھوکے سے مطلب براری چاہتے ہیں۔

خلت کے معنی مرزا صاحب نے اس جگہ بھی ، فوت ہوگئے ہیں، کیے ہیں۔ اس کی تحقیق پہلی آیت میں گزر چکی ہے اس مقام پر مرزا صاحب سے صرف اتنا پوچھا جاتا ہے کہ خلو کے معنی موت کس زبان کا محاورہ ہے؟ اور کون سی کتاب اس کی شاہد ہے؟

اس آیت کو عیسیٰؑ کی موت وغیرہ سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ عموماً اور نہ خصوصاً کیونکہ لفظ تلک (یہ) جو اس آیت کے شروع میں ہے اس کا اشارہ ان کی طرف ہے جو اس سے پیشتر مذکور ہیں اور وہ حضرت ابراہیم اور انکے بیٹے اور یعقوبؑ اور ان کے بیٹے ہیں اور بس۔

اس آیت کی صحیح تفسیر اس طرح ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ حضرت یعقوبؑ وصیت کر گئے تھے کہ یہودیت نہ چھوڑنا۔ اور نیز اس بات پر بڑا فخر کرتے تھے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد میں سے ہیں، ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔ خدا نے ان کے ان دونوں وہموں کو دور کرنے کیلئے پہلے تو فرمایا کہ ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے تو اپنے اپنے بیٹوں کو اسلام کی وصیت کی تھی۔ خاص کر یعقوبؑ نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا تھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا ہم اسی ایک معبود کی عبادت کریں گے جس کی عبادت آپ اور آپ کا باپ اسحاق اور چچا اسماعیل اور دادا، ابراہیم کرتے رہے اور ہم اسی کے فرمان بردار رہیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالی نے یہود کے دوسرے وہم کو دور کرنے کیلئے فرمایا کہ ان لوگوں (یعنی ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ) کے اعمال ان کیلئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے۔ آیت کا صحیح مطلب یہ ہے جو بیان کیا گیا ہے اور مرزا صاحب کچھ اور کا اور ہی مطلب لے اڑتے ہیں اور اپنی رائے سے قرآن کے مطالب بگاڑ بگاڑ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ناظرین! قرآن میں سے یہ مقام نکال کر شروع مضمون سے اخیر تک مطالعہ کریں اور انصاف سے حق کی داد دیں۔

اگر خلت کی رو سے اس آیت کو کسی کی موت سے کچھ تعلق ہے بھی تو اول، چونکہ عیسی تلک کے مشار الیھم میں داخل نہیں ہیں، اسلئے اسے انکی وفات کی دلیل گردانا بالکل باطل ہے۔

دوم، یہی آیت اس سے آگے پارے کے اخیر پر بھی آئی ہے اور اس سے پہلے تلک کے مشار الیھم حضرات ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور انکے بیٹے ہیں اور عیسیؑ ان میں داخل نہیں۔ اس سے پیشتر حضرت ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور ان کی اولاد اور موسیؑ اور

عیسیٰ کا ذکر ہے اور وہاں خلت یا موت وغیرہ کا کوئی ذکر تک نہیں۔ پس جس جس مقام پر اللہ نے خلت کا لفظ فرمایا ہے وہاں عیسیٰ کا ذکر نہیں اور جہاں ان کا ذکر ہے وہاں لفظ خلت نہیں۔ پس یہ آیت عیسیٰ کی موت پر دلیل نہ ہوئی۔

سوم، یہ کہ اگر کسی طرح سے عیسیٰ کو اس آیت کے عموم میں داخل بھی سمجھ لیں تو پھر بھی یہ آیت عام رہے گی۔

پس بموجب قاعدہ دوم یہ دلیل و ان من اھل الکتاب الآیۃ ...اور اس جیسی دیگر آیتیں جو عیسیٰ کی زندگی پر شاہد ناطق ہیں، ان کے مقابلہ میں ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ دلیل خاص کے مقابلہ میں دلیل عام کا اعتبار نہیں ہوتا۔

قسم دوم سے تیسری آیت

وماجعلنا لبشرٍ مّن قبلک الخلد افأن متّ فھم الخالدون (انبیاء:۳۴)

اس آیت کا بیان مرزا صاحب اس طرح کرتے ہیں:

ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو زندہ اور ایک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا۔ پس کیا اگر تو مر گیا تو یہ لوگ باقی رہ جائیں گے۔

اس آیت کو حضرت مسیح کی موت سے کوئی بھی تعلق نہیں کیونکہ اس میں ہمیشہ رہنے کی نفی ہے اور ہم عیسیٰ کے ہمیشہ زندہ رہنے کے قائل نہیں بلکہ بموجب حدیث صحیح اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ بعد نازل ہونے دنیا میں آباد رہ کر فوت ہوں گے اور مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے۔ قادیانی کی مماثلت کی تردید اور حضرت عیسیٰ کے نزول کی تائید میں یہ حدیث کافی ہے۔ پس عیسیٰ کی موت قبل النزول ثابت نہ ہوئی۔

جواب آیات قسم سوم پیش کردہ قادیانی

تیسری قسم کی وہ آیتیں ہیں جن کو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں ہے، نہ عموماً اور نہ خصوصاً، اور نہ علم اصول کی رو سے ان سے اس امر پر استدلال جائز ہے بلکہ صرف مرزا صاحب کی اپنی اختراع ہے۔ ان سب کی تردید کے لئے صرف وہی دو قاعدے جو ہم نے پہلے بیان کئے ہیں کافی ہیں کہ جب کوئی امر خاص اور صریح دلائل سے ثابت ہو جائے تو ان کے مقابلہ میں ان کے خلاف عام دلائل اور قیاسی ڈھکو سلے نہیں چل سکتے، کیونکہ پھر متکلم کی تصریح کا کوئی فائدہ و اعتبار نہیں رہتا۔ مگر ناظرین کی تفہیم کے لئے ان آیات کو بھی ایک ایک کر کے بیان کرتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کے استدلال کس قدر ضعیف ہیں۔

تیسری قسم سے پہلی آیت

و لکم فی الارض مستقرٌ وّ متاع الی حین (بقرہ: ۳۶)۔

مرزا صاحب اس آیت کا بیان اس طرح فرماتے ہیں:

تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ زمین پر ہی رہو گے یہاں تک کہ اپنے تمتع کے دن پورے کر کے مر جاؤ گے۔ یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر لے جانے سے روکتی ہے کیونکہ لکم جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا، بلکہ زمین سے ہی نکلا اور زمین میں ہی رہے گا اور زمین میں ہی داخل ہو گا۔

اس بیان سے ہر ذی علم مرزا صاحب کی قوت استدلال کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ کس قدر بڑھی ہوئی ہے۔ استدلال کی صحت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ قرآن و حدیث کی تصریح کے خلاف نہ ہو، مگر مرزا صاحب اس امر کی ہرگز پرواہ نہیں کرتے اور اپنی بے تکی ہانکے جاتے ہیں۔

مرزا صاحب! بے شک اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے مستقر طبعی زمین ہی بنائی ہے اور اسی میں وہ دفن کئے جاتے ہیں اور اسی سے قیامت کو اٹھائے جائیں گے۔ مگر اس سے وفات مسیح پر

استدلال ٹھیک نہیں کیونکہ اصلی اور طبعی طور پر کسی جگہ کا جائے رہائش ہونا امر دیگر ہے اور عاضی طور پر کچھ مدت کیلئے کسی اور جگہ کا جائے رہائش ہونا امر دیگر ہے۔ مثلاً ملائکہ کا طبعی اور اصلی مستقر آسمان ہیں مگر باوجود اس کے وہ زمین پر آمدورفت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اگر عیسیٰؑ بھی عارضی طور پر کچھ عرصہ تک کرہ زمین سے باہر دوسرے کرّے میں رہیں تو کوئی جائے تعجب نہیں۔

اس کے علاوہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا بھی ان کے مادہ طبعی وفطرتی کے سبب سے ہے کیونکہ آپ کی پیدائش عام اسباب معتادہ کے خلاف نفخ روح القدس سے ہوئی ہے۔ علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیسیٰؑ کو پیدائشی طور پر ملائکہ سے مشابہت تھی۔ پس عیسیٰؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا اور اس آیت کے حکم سے خارج ہونا ان کے اپنے مادہ فطرتی کے لحاظ سے ہے جو دوسرے انسانوں کو حاصل نہیں ہے۔

مرزا صاحب اس آیت کے بیان میں فرماتے ہیں کہ لکم اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے۔ بے شک لکم اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے مگر یہ تو آپ کے مدعا کے خلاف ہے، آپ نے اسے کیوں معرض دلیل میں پیش کیا۔ اسی کو قواعد سے ناواقفی کہا کرتے ہیں کہ اپنے مطلب کے خلاف دلیل بیان کی جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کو کہنا یہ چاہیے تھا کہ اس جگہ فی الارض ظرفِ مقدم ہے اور یہ تخصیص کا فائدہ دیتا ہے۔

اس کے جواب میں اول تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر فی الارض کی تقدیم سے آپ حصر کا فائدہ اٹھا کر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ صرف زمین ہی آدمی کیلئے جائے قرار ہے اور اس کے سوائے اور کوئی جگہ نہیں تو اسی طرح لکم بھی مقدم واقع ہے جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ زمین صرف انسانوں ہی کیلئے جائے قرار ہے، کسی دیگر حیوان کیلئے نہیں۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ ناظرین انصاف کریں کہ لکم کی تخصیص مرزا صاحب کو مفید ہوئی یا مضر؟ حقیقت الامر اس طرح ہے کہ جو حصر، فی الارض سے حاصل ہوتا ہے، جو بہ نسبت استقرار اصلی کے ہے اور تخصیص لکم سے حاصل ہوئی ہے وہ اس بنا پر ہے کہ آدم اور ان کی اولاد باذن الٰہی زمینی اشیاء میں خلیفے اور متصرف ہیں۔ لہٰذا ان کو زمین کی آبادی میں ایک ایسی خصوصیت حاصل ہے جو دوسرے حیوانوں کو نہیں۔ اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے کیا اوروں کا نہ کیا۔ علاوہ اس کے یہ کہ روئے سخن بھی انہی کی طرف ہے اور علم معقول پر نظر رکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ ایسی صورت میں جہاں جعل تکوینی پایا جائے اس کا مجعول الیہ لازم نہیں ہوتا بلکہ عارض ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

و جعلنا اللّیل لبا ساً و جعلنا النّهار معا شاً (نبا ۔۱۰۔۱۱) ہم نے رات کو آرام کا وقت بنایا اور دن کو معاش کمانے کا۔

و من رّحمته جعل لکم اللّیل والنهار لتسکنوا فیه و لتبتغوا من فضله و لعلّکم تشکرو ن (قصص:۷۳) اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات کو اور دن کو بنایا تا کہ تم اس میں آرام کرو۔اور اس کا فضل تلاش کرو)

تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ دن کو آرام نہیں کر سکتے اور رات کو معاش کیلئے کام کاج نہیں کر سکتے کیونکہ روز مرہ کے معاملات اس کے خلاف شہادت دے رہے ہیں ۔ اسی قرآن میں اس کی کئی مثالیں ہیں کہ کسی چیز کو اللہ نے کسی فائدہ کیلئے بنایا ہے تو وہ فائدہ اس سے مخصوص نہیں بلکہ کسی دوسری چیز سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ ہاں اصلی طور پر اور عارضی طور پر ہونے میں فرق ہوتا ہے ۔مثلاً اسی دن اور رات کو معاش اور آرام کا وقت بتانے میں یہی قول ٹھیک ہے کہ معاش کا اصلی وقت دن ہے مگر عارضی طور پر رات کو بھی کما سکتے ہیں ۔اور آرام اور نیند کا اصلی وقت رات ہے مگر عارضی طور پر دن کو بھی آرام و نیند کر سکتے ہیں ۔ پس اسی طرح اس آیت زیر بحث میں ہے کہ رہائش کا اصلی مقام انسان کیلئے زمین ہے اور اگر اللہ تعالی کسی شخص کو عارضی طور پر کسی خاص مدت تک آسمان پر رکھے تو کیا تعجب ہے۔خصوصاً اس وقت جب کہ کسی شخص کا مادہ فطرتی بھی اس انعام کے قابل ہو، اور اس میں اللہ تعالی کی کئی حکمتیں بھی ہوں جیسا کہ حصہ اول میں بیان ہوئی ہیں ۔ پس مرزا صاحب کا اس آیت کو وفات مسیح کے لئے پیش کرنا بالکل بے جا ہے۔

قسم سوم سے دوسری آیت

کلّ من علیها فانٍ وّ یبقی وجه ر بک ذوالجلام و الاکرا م (رحمٰن: ۲۶۔۲۷) (ہر ایک چیز جو زمین میں موجود ہے اور زمین سے نکلتی ہے وہ معرض فنا میں ہے ۔ یعنی دمبدم فنا کی طرف میل کر رہی ہے)۔

اس آیت کو زیر بحث وفات مسیح سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مسیح آخرکار فوت ہوں گے، جس سے ہم کو انکار نہیں، کیونکہ ہر شئے کے قیام کیلئے اللہ تعالی نے وقت مقرر کیا ہوا ہے اسی طرح جو وقت عیسیٰؑ کی موت کا ہے آپ ضرور اسی وقت فوت ہوں گے ۔ نہ اس سے آگے نہ اس سے پیچھے۔ چنانچہ یہ امر مرزا صاحب کے اپنے الفاظ ، معرض فنا ،

سے بھی ثابت ہے۔ اوراس کے بعد آپ کا یہ فرمانا:

فان کا لفظ اس لئے اختیار کیا اور یفنی نہیں کہا تا کہ معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں ایک دفعہ واقع ہوگی، بلکہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے۔

فانٍ کا نکتہ نہ سمجھنے اور اپنے لکھے ہوئے، معرض فنا میں ہے، کو بھول جانے کے سبب سے ہے کیونکہ فانٍ پر کوئی شخص اعتراض کرسکتا ہے کہ جو چیز دنیا پر قائم اور موجود نظر آرہی ہیں ان کو صفت فنا کی حاصل نہیں تو پھر ان کے لئے بھی فانٍ کیوں فرمایا۔

اس اعتراض کا جواب اس طرح ہے کہ صفت کا حاصل ہونا دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک بالفعل، دوم بالقوت۔ اگرچہ سب موجودات پر بالفعل کا لفظ نہیں آسکتا مگر اس لحاظ سے کہ ہر ایک چیز سوائے معبود حقیقی کے معرض فنا میں ہے اور آخر کار فنا ہو جائے گی، سب کیلئے فانٍ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

اسم فاعل اور فعل مضارع کے صیغے میں فرق کر کے جو نکتہ آپ نے بیان کیا ہے وہ اسم فاعل اور فعل مضارع کی مشابہت کو نظر انداز کر کے لکھا گیا ہے۔ اگر آپ اس طرف توجہ کریں گے تو پھر ایسے نکتے بیان نہ کریں گے۔ پس جب قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی موت کا وقت قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونے کے بعد ہے، تو پھر قبل نزول کے اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کی موت پر استدلال کرنا بالکل غلط ہے۔

قسم سوم سے تیسری آیت

و منکم من یتوفّی و منکم من یّردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من علم شیئا (نحل:۷۰)۔

اس آیت کا بیان مرزا صاحب یوں کرتے ہیں:

اس آیت میں خدا فرماتا ہے کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے۔ بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں۔ یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف ردّ کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں

مرزا صاحب نے ترجمہ بالکل غلط کیا ہے اور قرآن کے مطلب کو بالکل بدل دیا ہے اس کا بیان آئے گا۔

قسم سوم سے چوتھی آیت

و من نّعمرہ ننکّسہ فی الخلق (یٰس: ۲۸)۔یعنی جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں تو اس کی پیدائش کو الٹا دیتے ہیں۔

قسم سوم سے پانچویں آیت

اللّٰہ الّذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعفٍ قوۃً ثم جعل من بعد قوۃٍ ضعفاً و شیبۃً (روم: ۵۴)۔یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے تمہیں ضعف سے پیدا کیا۔پھر ضعف کے بعد قوت دی۔پھر قوت کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی دی۔

قسم سوم سے چھٹی آیت

انّما مثل الحیوۃ الدّنیا کماءٍ انزلناہ من السّماء فاختلط بہ نبات الارض ممّا یأکل النّاس و الانعا م .. (یونس: ۲۴)۔ یعنی اس زندگیء دنیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے اس پانی کی مثال ہے جس کو ہم آسمان سے اتارتے ہیں۔ پھر زمین کی روئیدگی اس سے مل جاتی ہے۔ پھر وہ روئیدگی بڑھتی اور پھولتی ہے اور آخر کار کاٹی جاتی ہے۔

قسم سوم سے ساتویں آیت:

ثمّ انکم بعد ذلک لمیّتون (مومنون: ۱۵) یعنی اول رفتہ رفتہ خدا تعالی نے تم کو کمال تک پہنچایا اور پھر تم اپنا کمال پورا کرنے کے بعد زوال کی طرف میل کرتے ہو یہاں تک کہ مر جاتے ہو۔

قسم سوم سے آٹھویں آیت

الم تر انّ اللّٰہ انزل من السّماء ماءً فسلکہ ینابیع فی الارض ثمّ یخرج بہ زرعاً مختلفاً الوا نہ ثم یھیج فتراہ مصفرّاً ثم یجعلہ حطاماً انّ فی ذلک لذکری لا ولی الالبا ب (زمر:۲۱)

ان آیتوں میں حضرت عیسیٰؑ کی موت کا ذکر نہ تو صراحتاً ہے اور نہ اشارۃ۔ مرزا صاحب اپنی الٹی منطق سے ان کو بھی وفات مسیح ہی کے دلائل سمجھتے ہیں ان کے طریق استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ ان آیتوں میں انسان کی ترقی و کمال اور پھر تنزل و زوال کا بیان ہے ۔ پس ضرور ہے کہ عیسیٰؑ پر بھی بوجہ انسان ہونے کے یہ سب حالات گذریں۔ وہ بوڑھے بھی ہوں اور پھر بڑھاپے کے بعد فوت بھی ہوں، کیونکہ ان آیتوں میں ان کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ نیز فرماتے ہیں کہ بڑھاپے کی انتہاء تک پہنچ کر انسان کے حواس جاتے رہتے ہیں اور وہ عالم کے بعد نادان محض ہو جاتا ہے جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے و منکم من یّردّ الی ار ذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً یعنی بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف رد کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ۔

نیز مرزا صاحب فرماتے ہیں :

> اور اگر پھر فرض کے طور پر اب تک زندہ رہنا ان کا تسلیم کرلیں تو کچھ شک نہیں کہ اتنی مدت کے گذرنے پر پیر فرتوت ہو گئے ہوں گے اور اس کام کے ہرگز لائق نہ ہوں گے کہ کوئی خدمت دینی ادا کرسکیں (ازالہ اوہام، تقطیع کلاں ۔ج ا ص ۲۶)

یہ ہے مرزا صاحب کے استدلال کا طریق جس کی بنا بالکل قیاسی ڈھکوسلوں اور آیات کو غیر محل پر استعمال کرنے پر ہے۔ اب اس کی تردید اور جواب سنیں ۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ان آیتوں میں انسان کے کمال و ترقی و تنزل و زوال کا ذکر ہے اور عیسیٰؑ کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ اسکے جواب میں اول تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم عیسیٰؑ کو ہمیشہ کیلئے موت سے بچنے والا نہیں جانتے، بلکہ مانتے ہیں کہ آخر وقت وہ بھی فوت ہونگے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ میرے پاس دفن کئے جائینگے ۔ ہاں ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ مرزا صاحب ان آیتوں کی رو سے جب چاہیں کسی پر موت لے آئیں اور جیتے جی اس کو مردہ بنا دیں، کیونکہ خدا نے (جس کے قبضے میں موت اور زندگی ہے) ہر ایک کیلئے ایک وقت مقرر کیا ہے جس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ اور ہم کو مرزا صاحب کی تحریروں سے تجربہ ہو چکا ہے کہ جب وہ کسی خاص میعاد تک کسی کے مرنے کی خبر دیتے ہیں تو وہ اس مدت کے بعد تک زندہ رہتا ہے۔ مثلاً مسٹر آتھم عیسائی کی موت کی نسبت آپ نے بڑے زور سے پیش گوئی کی تھی کہ وہ پانچویں ستمبر ۱۸۹۴ء تک مرجائے گا، مگر وہ اس معیاد کے بعد تک مذہب عیسائی پر لوگوں میں زندہ موجود رہا۔ اور اسی طرح آپ نے

اپنے رقیب اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر مرزا سلطان محمد کی نسبت پیشگوئی کی تھی کہ وہ روز نکاح سے عرصہ اڑھائی سال تک مر جائے گا اور مسماۃ محمدی بیگم آپ کے پاس آئے گی کیونکہ اللہ تعالی نے اسے آپ کی زوجہ بنا دیا ہوا ہے، مگر آج (ستمبر۱۹۲۲ء) تک وہ زندہ موجود ہے اور آپکی منکوحہ آسمانی سے اللہ تعالی نے مرزا سلطان محمد کو اولاد عطا فرمائی ہے (مرزا صاحب نے بڑی تحدی سے کہا تھا: شیخ محمد حسین کو حلفاً پوچھنا چاہیے کہ کیا یہ قصہ صحیح نہیں کہ یہ عاجز اس شادی سے پہلے جو دہلی میں،، نصرت بیگم سے ، ہوئی اتفاقاً اس کے مکان پر موجود تھا۔ اس نے سوال کیا کہ کوئی الہام مجھ کو سناؤ۔ میں نے ایک تازہ الہام جوانہیں دنوں میں ہوا تھا اور اس شادی (محمدی بیگم کی سلطان محمد کے ساتھ) اور اس کی دوسری جزو پر دلالت کرتا تھا اس کو سنایا۔ اور وہ یہ تھا کہ بکر و ثیّب یعنی مقدر یوں ہے کہ ایک بکر سے شادی ہوگی اور پھر بعدہ ایک بیوہ سے۔ میں اس الہام کو یاد رکھتا ہوں مجھے امید نہیں کہ محمد حسین نے بھلا دیا ہو۔ مجھے اس کا وہ مکان یاد ہے جہاں کرسی پر بیٹھ کر میں نے اس کو الہام سنایا تھا اور احمد بیگ کے قصہ کا ابھی نام نشان نہ تھا اور نہ ابھی اس دوسری شادی کا کچھ ذکر تھا۔ پس اگر وہ سمجھے تو سمجھ سکتا ہے کہ خدا کا نشان تھا جس کا ایک حصہ اس نے دیکھ لیا اور دوسرا حصہ جو ثیّب یعنی بیوہ کے متعلق ہے دوسرے وقت میں دیکھ لے گا۔ ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۹۸۔ یہ تحدی مرزا صاحب کے گلے میں پھنس گئی۔ بہاء)۔ ان واقعات سے ہمیں کامل یقین ہے کہ مرزا صاحب کسی کی اجل وقت سے پیشتر نہیں لا سکتے پس حضرت عیسیٰ کا آخرکار مرنا امر دیگر ہے اور اس وقت قبل نزول فوت شدہ ہونا امر دیگر ہے۔ پس ان آیات سے بھی آپ کی وفات زیر بحث ثابت نہ ہوئی اور مرزا صاحب کا مدعا پورا نہ ہوا۔

دوم یہ کہ صورتِ مستثنی کیلئے ضروری نہیں کہ اسی عبارت میں موجود ہو بلکہ سارے قرآن وحدیث میں جہاں کہیں جس امر کو کسی عام حکم سے مستثنی کیا گیا ہو وہ مستثنی ہی شمار کیا جاتا ہے خواہ عبارت کے ساتھ ہو، خواہ کسی اور جگہ پر۔ کیونکہ سارا قرآن مجید اور ساری حدیث شریف کلمةٍ واحدةٍ یعنی مثل ایک کلمہ کے ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی نظیریں بکثرت ہیں، خوف طوالت سے صرف چند ذکر کی جاتی ہیں:

اول: دوسرے پارے میں اللہ تعالی نے فرمایا و المطلّقات یتربّصن بانفسهنّ ثلا ثة قروء، یعنی طلاق والی عورتیں دوسرے نکاح کے لئے تین حیض تک انتظار کریں۔ اب ظاہر ہے کہ المطلّقات جمع کا لفظ ہے اور حاملہ اور غیر حاملہ، اور شوہر دیدہ اور شوہر نا دیدہ سب قسم کی مطلقہ عورتیں اس لفظ میں داخل ہیں۔ تو بس مرزا صاحب کی منطق کی رو سے ان سب کی

عدت یہی تین حیض ہونی چاہیے۔ اور یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حاملہ اور شوہر نادیدہ مطلقہ عورتیں اور جن کو حیض نہیں آتا، اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، اور ان کا حکم دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ غیر ممسوسہ یعنی شوہر نادیدہ کی نسبت سورہ احزاب پارہ بائیس میں فرمایا:

یا ایّھا الّذین آمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلّقتموھنّ من قبل ان تمسّو ھنّ فما لکم علیھنّ من عدّۃ تعتدونھا ۔ (اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو اور پھر ان کو مجامعت سے پہلے طلاق دے دو، تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم کو گن کر پورا کرنا پڑے)۔ (احزاب: ۴۹)

دیکھئے اس آیت میں شوہر نادیدہ مطلقہ کی عدت بھی مقرر نہیں کی۔ ایک طرف سے طلاق ہو اور دوسری طرف نکاح کر لینے کا اختیار دیا ہے۔ اسی طرح سورہ طلاق میں وہ مطلقہ عورتیں جواب بڑھاپے کی وجہ سے حیض سے مایوس ہیں اور جن کو ابھی حیض آیا ہی نہیں، اور جو حاملہ ہیں ان کی نسبت (سورہ طلاق: ۴) فرمایا:

و الّئی یئسن من المحیض من نساء کم، ان ارتبتم فعدّ تھن ثلا ثۃ اشھر و الّئی لم یحضن۔ و اولات الاحمال اجلھنّ ان یّضعن حملھنّ (یعنی تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو جائیں اگر تم کو شبہ رہ گیا ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ایسے ہی جن کو ابھی حیض نہیں آیا۔ اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے محرمات کے بیان میں (نساء: ۲۳) فرمایا:

ان تجمعوا بین الاختین (یعنی دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے)۔

اور سب محرمات کے ذکر کے بعد فرمایا و احلّ لکم ما وراء ذلکم (یعنی ان مذکورہ عورتوں کے سوائے تم پر حلال ہیں) حالانکہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

ان مثالوں سے صاف ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ چونکہ حضرت عیسیٰؑ کو ان آیتوں میں مستثنیٰ نہیں کیا، اسلئے ان کے حکم میں وہ بھی داخل ہیں، معقول وجہ نہیں کیونکہ آیات یا عیسی انّی متوفّیک و را فعک الیّ اور بل رّفعہ اللّٰہ الیہ، اور وان مّن اھل الکتا ب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ اور انّہ لعلم للسّاعۃ، و تکلّم النّاس فی المھد و کھلا، آپ کے آسمان میں اب تک زندہ موجود ہونے اور قرب قیامت میں نازل

ہونے اورتب تک بوڑھے نہ ہونے پر دلائل واضحہ ہیں جن سے کسی منصف کوانکارنہیں ہوسکتا۔ ان آیات کی تفسیر تفصیل واختصار سے پیچھے گذرچکی ہے لہذا دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں ۔اسی طرح احادیث صحیحہ جو عیسیٰؑ کے آسمان پر نازل ہونے پر بالصراحۃ شہادت دیتی ہیں اور بعد اس کے آپ کی وفات ظاہر کرتی ہیں، اور آپ کا مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونا بیان کرتی ہیں ،آپ کو ان زیر بحث آیات کے حکم سے مستثنی کر رہی ہیں۔

ان آیات زیر بحث میں سے پہلی آیت یعنی و منکم من یّردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً کا ترجمہ ایسا کیا ہے جو قواعد زبان کی رو سے غلط اور اصول اسلام کے بالکل خلاف ہے ۔اور مرزا صاحب نے اس میں ہر دو امر کا لحاظ نہیں کیا۔مرزا صاحب اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں :

> اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارزل عمر کی طرف رد کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہوجاتے ہیں۔

یہ ترجمہ قواعد عرب کی رو سے اس لئے غلط ہے کہ مرزا صاحب نے لکیلا یعلم میں لکے کے معنی کئے ہیں: اس حد تک نوبت پہنچتی ہے،۔ حالانکہ کتب نحو میں مصرح ہے کہ کے پر جو لام داخل ہوتا ہے وہ علت کیلئے ہوتا ہے (دیکھو مغنی اللبیب)۔پس اس آیت کے صحیح معنی یہ ہیں: بعض تم میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ارذل عمر کی طرف پھیرے جاتے ہیں تا کہ وہ بعد جاننے کے کچھ بھی نہ جانیں ۔ یعنی بعض شخصوں کو اللہ اس لئے بوڑھا کرتا ہے کہ وہ اپنی جانی ہوئی باتیں بھول جائیں اور سب اشیاء میں خدا تعالی کا تصرف ظاہر ہو ۔ دیکھئے امام رازی تفسیر کبیر میں سورہ نحل کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> فقوله و منكم من يّردّ الى ارذل العمر لكيلا من بعد علم شيئاً ، يدلّ على انه تعالى انّما ردّه الى ارذل العمر لاجل ان يزيل عقله .. اللہ جو بعض انسانوں کو نکمی عمر تک پہنچاتا ہے تو اسکی علت یہ ہوتی ہے کہ اسکی عقل کو زائل کردے۔

پس جب عیسیٰؑ کو اللہ نے اپنی قدرت اور حکمت کے اظہار کیلئے آسمان پر اٹھایا اور قرب قیامت تک ان کی حیات مقرر کی جیسا کہ حصہ اول میں و کان اللّٰه عزیزاً حکیماً کی تفسیر میں گذر چکا ہے، تو مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اگر بالفرض عیسیٰؑ اتنی مدت تک زندہ بھی رہیں ،تو پیر فرتوت ہوجانے کے باعث ان کا نزول کچھ مفید نہیں ہوگا ، بالکل باطل ہے کیونکہ اللہ تعالی نے

حضرت عیسیٰؑ کو اتنی لمبی عمر اس لئے نہیں دی کہ وہ اپنا علم بھول جائیں بلکہ کئی مفید امروں اور حکمتوں کیلئے دی ہے ۔ نہایت بڑھاپے کو پہنچ کر بھی علم نہ بھولنا اور عقل کا زائل نہ ہونا حضرت آدم اور حضرت نوح کے ہزار ہزار برس تک لمبی عمر پانے سے ثابت ہے اور اسی طرح رسول اللہ کے صحابہ میں سے بعض کا سوسو سال اور اس سے زیادہ تک عمر پانا اور ان کے حواس کا برابر ٹھیک رہنا اور اسی طرح مقبولان بارگاہ رب العالمین حضرات بابرکات محدثین کا بڑی بڑی لمبی عمریں پانا ، اور حدیث نبوی کی تدریس میں برابر مشغول رہنا ، واقفان سنت نبویہ پر پوشیدہ نہیں ہے ، خاص کر ہمارے زمانہ میں حضرت شیخنا وشیخ الکل ناصر سنت سید الثقلین ناشر حدیث رسول رب الخافقین سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی نور اللہ ضریحہ کا طویل عمر پانا اور آخر وقت تک حدیث نبوی ﷺ کی تعلیم کرتے رہنا چھوٹے بڑے پر ظاہر ہے ۔ ہائے افسوس ! پھر مرزا صاحب کے قلم سے کس طرح نکلا کہ اللہ تعالی نبی برحق خاص خدا تعالی کے سکھائے ہوئے پیغمبر حضرت روح اللہ عیسی بن مریم اتنی لمبی عمر پانے سے پیر فرتوت ہو کر نادان محض ہو جائیں گے اور کسی کام کے نہ رہیں گے ۔

اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ مرزا صاحب کا ترجمہ بالکل غلط ہے اور حضرت عیسیٰؑ اس آیت کے حکم سے مستثنی ہیں ۔ اب یہ امر بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا یہ ترجمہ اصول وعقائد اسلامیہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ مرزا صاحب عمر طبعی کے قائل ہیں اور اس کے بعد موت کو ضروری جانتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب موت کو ایک عدمی امر جانتے ہیں ۔ علم عقائد پر نظر رکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ عمر طبعی کو ماننا اور اس کے بعد موت کا ضروری ہونا ، اور موت کو ایک عدمی امر جاننا ، حکمائے یونان کا مذہب ہے ، نہ کہ مسلمانوں کا ۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی نے سورہ نحل کی تفسیر میں عمر طبعی کے متعلق حکماء کا مذہب اور ان کے دلائل ذکر کئے ہیں اور پھر عقلی دلائل سے بہت تفصیل کے ساتھ ان کا ردّ لکھنے کے بعد فرمایا :

> ایک دن میں سورہ المرسلات پڑھ رہا تھا جن آیت الم نخلقکم پر پہنچا اور ویل یومئذٍ لّلمکذّبین پڑھا (یعنی قیامت کے روز جھٹلانے والوں کیلئے ویل ہوگا) تو میں نے کہا بے شک ان مکذبین سے مراد وہی لوگ ہیں جو حیوانات کے بدن کی ساخت کو طبیعت کی طرف اور رطوبت اور حرارت کے اثر کرنے کی طرف نسبت کرتے ہیں (اور کہا) اے رب العزت میں سچے اور پختہ دل سے ایمان رکھتا ہوں کہ یہ تدابیر طبیعت کے اثر سے نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ تیرا فعل ہے جو خالق اور علیم اور احکم الحاکمین اور اکرم الاکرمین ہے ۔

اوراس کے بعد ثمّ یتوفّاکم کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ہم نے (اس سے اوپر) بیان کر دیا ہے کہ حکماء نے موت کا سبب جو ذکر کیا ہے وہ فاسداور باطل ہے اوراس سے دور لازم آتا ہے اور جب ثابت ہوگیا کہ حکماء کا مذہب باطل ہے تو ظاہر ہوگیا کہ زندگی اورموت اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے اور مقدر کرنے سے ہوتی ہے۔

میں (ابراہیم میر) کہتا ہوں امام رازی کے اس قول کی تصدیق قرآن شریف میں کئی جگہ موجود ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ ملک میں الّذی خلق الموت و الحیات یعنی خدا نے موت اورزندگی کو پیدا کیا۔(ملک:۲)۔

اس کے بعدرازی و منکم من یردّ الی ارذل العمر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ہم نے (اوپر) بدلائل بیان کر دیا کہ انسان کے حالاتِ کمال سے نقصان اورقوت سے ضعف کی طرف انتقال کرنے کی علت (فاعلی) طبیعت نہیں ہے۔پس قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ انسان کا حالتِ جوانی سے بوڑھا ہو جانا اورعقل کامل کے بعد پیرانہ سالی کی وجہ سے نادان ہو جانا بمقتضائے طبیعت نہیں ہے بلکہ اللہ فاعلِ مختار کے فعل سے ہے(اس کے بعد انّ اللّٰہ علیم و قدیر کی تفسیر میں فرماتے ہیں) کہ یہ بات یعنی اللہ علم والا،قدرت والا ہے،جو کچھ ہم نے بیان کیا،اس کی اصل اصول ہے کیونکہ طبیعت تو ایک جاہل چیز ہے جو مصلحت اور فساد کے وقت میں تمیز نہیں کرسکتی۔اس لئے سب انتقالات جو انسان میں ہوتے ہیں ان کو اس کی طرف منسوب نہیں کر سکتے۔لیکن سب جہان کا معبود اور تدبیر کرنے والا اورسب کو پیدا کرنے والا (خدا) اپنے علم اورقدرت میں کامل ہے۔پس اپنے کمال علم کی رو سے بہتری اور خرابی کے اندازوں کو جانتا ہے اورکمال قدرت کی رو سے بہتری عطا کرنے اورخرابی کے دور کرنے پر قادر ہے۔پس ضرورضرور حیوانات کی بناوٹ کو اس معبود حقیقی کی طرف منسوب کرنا چاہیے اورطبیعت کی طرف منسوب کرنا ممکن نہیں ہے۔

مرزا صاحب! دیکھئے قرآن شریف کے نکتے ایسے ہوتے ہیں جو امام رازی فرماتے ہیں نہ کہ جو آپ بیان فرماتے ہیں اور محاورات عرب اوراصول اسلام کے بھی خلاف ہوتے ہیں۔

قسم سوم سے نویں آیت

و ما جعلناھم جسداً لّا یاکلون الطّعام (انبیاء:۸)۔

مرزا صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو۔

ناظرین! خیال فرما سکتے ہیں کہ یہ ترجمہ قرآن کے الفاظ سے کس قدر اجنبی ہے۔

قسم سوم سے دسویں آیت

و ما ارسلنا من قبلک من المرسلین الّا انّھم لیاکلو ن الطّعام ویمشون فی الاسواق (فرقان:۲۰)۔یعنی ہم نے تجھ سے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔

ان دونوں آیتوں سے مرزا صاحب، حضرت مسیح کی وفات اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ انسان بغیر کھانے کے زندہ نہیں رہ سکتا اور چونکہ حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر کھانا نہیں مل سکتا، اس لئے وہ فوت ہو چکے ہیں۔

مرزا صاحب معارفِ قرآنی تو در کنار، مراد قرآنی کے سمجھنے سے بھی کئی منزلیں دور رہتے ہیں۔ نہ سمجھتے ہیں نہ سوچتے ہیں اور نہ سلسلہ کلام پر نظر کرتے ہیں۔ بس اپنی بے تکی ہانکتے ہیں ۔ان آیتوں کی صحیح مراد یہ ہے کہ کفار نے رسول اللہ ﷺ کے کھانے پینے اور بازاروں میں چلنے پر اعتراض کیا تھا کہ یہ کام منصب نبوت کے منافی ہیں جیسا کہ اللہ نے ذکر کیا:

و قالوا ما لھذا الرّسول یاکل الطّعام و یمشی فی الاسواق (فرقان: ۷) (کہتے ہیں کہ یہ رسول کیسا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے)۔

گویا کفار نے رسول برحق کیلئے ضروری مانا ہوا تھا کہ وہ کھانے اور بازاروں میں چلنے سے پاک ہو۔اللہ نے اس کا جواب فرمایا کہ اے پیغمبر! ہم نے تجھ سے پیشتر جس کسی کو اپنا رسول کر کے بھیجا ہے، ان میں بھی یہ باتیں پائی جاتی تھیں ۔ جب وہ باوجود ان باتوں کے رسول تسلیم کئے جاتے ہیں تو اگر تم میں بھی یہ اوصاف پائے گئے ہیں، تو انکار کی کیا وجہ ہے ؟

دوسرا جواب یہ دیا:

و ما جعلنا هم جسداً لّا یاکلو ن الطّعام یعنی ہم نے اپنے رسولوں کو بے جان دھڑ نہیں بنایا کہ ان کے لئے نہ کھانا ضروری ہو۔

جس کا ترجمہ مرزا صاحب یوں کرتے ہیں:

کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو۔

دیکھئے یہ ترجمہ الفاظ و مراد قرآنی سے کس قدر اجنبی ہے۔ علاوہ بریں اس طرف خیال فرمائیے کہ ان آیتوں کو اور اس مضمون کو حضرت مسیح کی موت قبل النزول سے کیا تعلق و نسبت ہے؟

آیئے مرزا صاحب! ہم آپ کو ایک نکتہ بتاتے ہیں، اگر خود نہ سمجھ سکیں تو فاضل امروہی کو پاس بٹھا کر سمجھ لیں کہ و ما جعلنا هم جسداً لا یاکلون الطّعام میں جملہ لا یاکلون الطّعام صفت ہے جسداً کی اور جسد اور جسم آپس میں ہم معنی ہیں اور دلیل انکے ہم معنی ہونے کی یہ ہے کہ دونوں کے فا کلمہ اور لام میں جیم اور سین ہے۔ پس اس آیت سے یہ حاصل ہوا کہ اللہ نے جسد محض (بے جان دھڑ) سے بالضرورت طعام سے فائدہ مند ہونے کی نفی کی ہے اور اس کیلئے نہ کھانا ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن زندہ جسد سو اس کیلئے یہ ضروری نہیں کہ کھائے، اور نہ یہ ضروری ہے کہ نہ کھائے، کیونکہ لغت میں جسد انسانوں اور فرشتوں اور جنوں سب کے جسم کیلئے ہے جیسا کہ قاموس میں ہے الجسد محرکۃ جسم الانسان و الجنّ و الملائکۃ اور معلوم ہے کہ فرشتے فطرۃً طعام وغیرہ حاجات بشریہ کے محتاج نہیں ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس آیت میں یہ ہرگز ملحوظ نہیں کہ ہر زندہ چیز کیلئے کھانا ضروری ہے۔ ہاں یہ ضرور ملحوظ ہے کہ ہر بے جان جسم کیلئے ضروری ہے کہ وہ نہ کھائے۔ سو اس کو حضرت مسیح کی وفات سے کچھ تعلق نہیں۔

پس جب آسمان پر فرشتے بغیر طعام کے زندہ ہیں تو حضرت مسیح بھی جو پیدائش کے لحاظ سے فرشتوں کے مشابہ ہیں اور اسی مشابہت کی وجہ سے آسمان پر اٹھائے گئے ہیں بغیر طعام کے زندہ رہ سکتے ہیں۔

مرزا کا یہ ترجمہ کہ کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو، علاوہ اس کے قرآن کے الفاظ کا ترجمہ نہیں ہے، اپنے مضمون کے لحاظ سے بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ فرشتے اجسام ہی ہیں اور زندہ بھی ہیں اور ان پر جسد کا لفظ بولا بھی جاتا ہے اور پھر وہ کھانا نہیں کھاتے۔

اس آیت پر اور زیادہ بھی لکھ سکتے ہیں مگر اتنا بیان کافی معلوم ہوتا ہے۔

قسم سوم سے گیارھویں آیت

و الّذین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون ۔ اموا ت غیر ا حیاء وما یشعرون ایّان یبعثون (نحل:۲۰۔۲۱) ۔یعنی جو لوگ بغیراللہ کے پرستش کئے جاتے اور پکارے جاتے ہیں، وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں ۔مر چکے ہیں، زندہ بھی تو نہیں، اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے ۔

مرزا صاحب اس آیت سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کے سوائے پرستش کیا جاتا ہے ان سب کو اللہ مردہ کہتا ہے اور چونکہ عیسائی، حضرت عیسیٰ کو خدا مانتے ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ وہ بھی فوت شدہ ہیں ۔

مرزا صاحب نے نہ تو آیت کا ترجمہ ٹھیک کیا ہے اور نہ اس کی مراد صحیح کو پہنچے ہیں ۔ جناب مرزا صاحب! بغیراللہ کے، میں ب کس قسم کی ہے؟ اور اس کے کیا معنی ہیں؟ آیا آپ غیر اللہ اور بغیراللہ میں فرق نہیں جانتے؟

اس آیت کو مرزائی پارٹی مسیح کی وفات کیلئے جلالی آیت کہا کرتی ہے (دیکھو الدلیل الصریح از مبارک علی سیالکوٹی بر حاشیہ صفحہ اخیر) مگر جس طرح سے مرزا صاحب محاورات عربیہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں، اسی طرح ان کے مرید بھی اس کمال سے بے بہرہ ہیں ۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت بتوں کے حق میں ہے ۔ان کی نسبت اللہ فرماتا ہے کہ کفار مکہ، اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ بے جان ہیں ۔ کیونکہ سورت نحل (جس کی یہ آیت ہے) مکی ہے ۔لہذا یہ آیت کفار مکہ کی تردید کیلئے نازل ہوئی نہ کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی تردید کیلئے ۔ اس پر مرزائیوں کی طرف سے یہ جواب ہوا کرتا ہے کہ آیت میں الّذین کا لفظ ہے جو ذوی العقول کیلئے آیا کرتا ہے ۔ پس اس میں عیسائیوں اور یہودیوں کی تردید ہے جن کے معبود ذوی العقول اشیاء میں سے ہیں، یعنی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عزیرؑ ۔ ہم کہتے ہیں الّذین کا ذوی العقول سے مخصوص ہونا کسی کتاب علم نحو یا لغت میں تو نہیں لکھا ۔ اور زبان عربی میں الّذی اور اس کی مؤنث الّتی کا استعمال جاندار، وغیر جاندار، ذوی العقول وغیر ذوی العقول دونوں طرح کی اشیاء پر آیا ہے ۔ ملاحظہ ہوں آیات ذیل:

پہلی آیت: ثمّ آتنیا موسی الکتاب تماماً علی الّذی احسن و تفصیلاً لّکلّ شیء (انعام:۱۵۴) ((پھر (سنا ان کو کہ) دی ہم نے موسیٰ کو کتاب پوری کر کے

ایسے طریق سے جو بہت خوبصورت ہے اور تفصیل ہر شئے کی)

اس آیت میں احسن کی نسبت مفسرین کے دوقول ہیں۔ اول یہ کہ یہ اس جگہ صیغہ ماضی معلوم از باب افعال ہے۔ دوم یہ کہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ پس احسن کو صیغہ ماضی جاننے سے الّذی ذی عقل کیلئے ہوگا اور اسکے اسم تفضیل ہونے پر اس کا غیر عاقل کیلئے ہونا صاف ظاہر ہے مغنی اللبیب باب الموصول ص ۱۳۷ جلد دوم میں اس آیت کی نسبت لکھا ہے ویکون احسن حینئذٍ اسم تفضیل لا فعلا ماضیاً وفتحته اعراب لا بناء و هی علامة الجر

دوسری آیت و لا تقربوا مال الیتیم الّا بالّتی هی احسن (انعام:۱۵۲۔ بنی اسرائیل:۳۴) (یعنی یتیم کے مال کے نزدیک نہ جاؤ مگر ایسے طریق سے جو بہتر ہو)

تیسری آیت ولا تؤتوا السّفهاء اموا لکم الّتی جعل اللّه لکم قیاماً (نساء:۵) (اپنے وہ مال جو اللہ نے تمہارے لئے گذران کا سبب بنائے ہیں بے عقلوں کو نہ پکڑا دو)

اسی طرح الّذی کا غیر ذوی العقول کے لئے بھی مستعمل ہونا شعرا کے کلام سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ متنبّی کہتا ہے:

والّذی تنبت البلاد سرور　　　　و الّذی تمطر السّحاب مدا م

(اب جو کچھ شہروں کی زمین میں اگے گا، وہ شراب ہی ہوگا اور وہ جو کچھ بادل برسا رہے ہیں وہ بھی شراب ہی ہوگا)

اسی طرح دیوان ابی العتاہیہ میں ہے:

الهی لا تعذبنی فا نّی　　　　مقرّ بالّذی قد کان منّی

(اے اللہ مجھے عذاب نہ کر، کیونکہ جو کچھ مجھ سے ہو چکا ہے، میں اس کا اقرار کرتا ہوں)

اسی طرح رضی شرح قافیہ باب موصول بیان ذوالطائیہ میں ہے:

فانّ الماء ماء ابی و جدّی　　　　و بِئری ذو حضرت و ذو طویت

(کیونکہ وہ پانی تو میرے باپ دادا کا ہے، اور کنواں بھی میرا ہے جو میں نے کھودا اور سنوارا تھا)

اس شعر میں بنی طے کی لغت پر ذو بمعنی الّذی ہے اور غیر جاندار کیلئے مستعمل ہوا ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ آیت زیر بحث میں الّذین سے کفار مکہ کے بت مراد لینے محاورہ عرب کے خلاف نہیں۔ اگر کہا جائے کہ من دون اللّه عام ہے، چاہے جاندار ہو، چاہے بے جان، سب کیلئے بولا جاتا ہے۔ پس اس میں کفار مکہ کے بت بھی شامل ہیں اور ان کے سوائے اور بھی مثلاً حضرت مسیح اور عزیزؑ اور دیگر باطل معبود جو کسی قوم نے ٹھہرایا ہو۔ کیونکہ اس آیت میں دو

لفظ اموات اور غیر احیاء فرمائے گئے ہیں۔یعنی جو جاندار اللہ کے سوائے معبود مانے گئے ہیں ان کیلئے تو اموات فرمایا، پس اس میں حضرت مسیح اور حضرت عزیر اور دیگر جاندار آ گئے، اور غیر احیاء میں بے جان معبود بت وغیرہ آ گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک کلمہ من دون اللّٰہ عام ہے، جاندار اور بے جان دونوں پر بولا جاتا۔ اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ کے سوا ہر قسم کے باطل معبودوں کی تردید ہے لیکن اس آیت کی رو سے یہ کہنا کہ وہ سب جاندار و ذوی العقول معبود جن کو لوگ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں، اس آیت کے نزول کے وقت مردہ تھے، یا فی الحال مرے ہوئے ہیں، ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اس آیت کے نزول کے وقت کفار مکہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے جیسا کہ قرآن میں یہ مضمون کئی مقامات میں مذکور ہے۔ حالانکہ فرشتے جن کو کفار پکارتے تھے، اس آیت زیر بحث کے نزول کے وقت زندہ تھے اور اب تک زندہ ہیں۔ پس اگر اس آیت کی رو سے جملہ معبودانِ باطلہ فی الحال مردہ ثابت ہوتے ہیں تو فرشتوں کی نسبت کیا جواب ہوگا؟ جیسا کہ پارہ ۱۴ رکوع ۱۳، اور نیز پارہ ۲۵ رکوع ۷، اور نیز پارہ ۲۳ رکوع ۹، اور پارہ ۲۷ رکوع ۴ میں مذکور ہے کہ کفار مکہ فرشتوں کو خدا تعالی کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔

دیگر یہ کہ اگر کوئی شخص یا قوم اس وقت کسی زندہ شخص کو معبود قرار دے لے تو اس کو اس آیت کی رو سے جیتے جی کس طرح مردہ تسلیم کر سکتے ہیں۔ پس آیت اپنے مطلب میں غیر کافی رہے گی جس سے قرآن شریف پاک ہے۔

اموات کے متعلق اصل نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے سوا ان سب معبودوں پر جو اس وقت مردہ ہیں اور جو اس وقت زندہ ہیں، دونوں پر صادق آ سکتا ہے۔ فوت شدوں پر اس طرح کہ وہ موت چکھے ہوئے ہیں اور مردہ خدائی کے لائق نہیں۔ اور جو زندہ ہیں ان پر اس طرح کہ جو آخر کار مر جائے گا وہ بھی خدائی کے لائق نہیں کیونکہ جو اپنی بقا اور زندگی پر قادر نہیں وہ کس طرح معبود ہو سکتا ہے۔ دیکھئے قرآن شریف میں زندوں پر بھی میّت کا لفظ آیا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان سب کو انجام کار موت چکھنی ہوگی جیسا کہ فرمایا اللہ سبحانہ نے سورہ زمر میں:

انک میّت و انّھم میّتون (زمر:۳۱) (تو بھی میت ہے اور یہ بھی میت ہیں)

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو میّت کہا گیا حالانکہ آپ ﷺ اس آیت کے نزول کے وقت صفحہ دنیا پر موجود تھے اور اسی طرح آپ کے مخالفین کفار کو بھی میّت کہا گیا حالانکہ وہ بھی

زندہ موجود تھے۔ پس زندوں پر بھی اس لحاظ سے میّت کا لفظ بولنا جائز ہے کہ وہ سب انجام کار اپنے مقررہ وقت پر مر جائیں گے۔ پس اسی طرح حضرت مسیح اس آیت زیر بحث کے حکم میں اس لحاظ سے داخل ہیں کہ وہ بھی آخرکار مر جائیں گے جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے، نہ اس لحاظ سے کہ وہ اس وقت یا اس آیت کے نزول کے وقت مر چکے تھے۔ حاشا وکلا۔ قرآن شریف کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے۔ اس آیت کو حضرت مسیح کی زندگی وموت ہر دو سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ لفظ میّت کا اطلاق جیسا کہ ہم نے قرآن شریف سے ثابت کر دکھایا ہے مردوں اور زندوں دونوں پر جائز ہے۔ پس اگر کسی خارجی دلیل سے حضرت عیسیٰؑ کی موت ثابت ہے تو بے شک آپ اس آیت میں اس لحاظ سے داخل ہیں کہ آپ مر چکے ہیں۔ لیکن چونکہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کسی خارجی دلیل سے ثابت نہیں اس لئے آپ مرے بھی نہیں۔ اور اگر کسی خارجی دلیل سے آپ کی حیات ثابت ہے، تو بے شک آپ اس آیت میں اس لحاظ سے داخل ہو سکتے ہیں کہ آپ آخرکار مر جائیں گے اور چونکہ آپ کی زندگی قرآن وحدیث ہر دو سے ثابت ہے (جیسا کہ اس کتاب کا پہلا حصہ بلند آواز سے شہادت دے رہا ہے) اس لئے آپ ابھی مرے نہیں۔

پس مرزا صاحب کا اس آیت زیر بحث کو حضرت مسیح کی وفات کی دلیل سمجھنا عجب طرح کی الٹی منطق اور غلط استدلال ہے۔

امام فخر الدین نے اس آیت کے حکم میں فرشتوں کو بھی داخل کیا ہے اور اس کی وجہ یہی بتائی ہے کہ آخرکار وہ بھی مر جائیں گے چنانچہ فرمایا کہ:

الثّالث ان یّکون المراد بقولہ و الّذین یدعون من دون اللّٰہ، الملائکۃ وکان ناس من غیر احیاء ای غیر باقیۃ حیا تھم (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۱۱) (تیسرا جواب یہ ہے کہ الّذین یدعون من دون اللّٰہ سے مراد فرشتے ہیں اور کفار میں سے کئی لوگ ان کی بھی پرستش کرتے تھے۔ پس اللہ نے فرمایا کہ وہ اموات ہیں یعنی موت سے ان کو بھی بچاؤ نہیں، وہ غیر احیا ہیں یعنی انکی زندگی ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے)

قسم سوم سے بارھویں آیت

اللّٰہ الّذی خلقکم ثمّ رزقکم ثمّ یمیتکم ثمّ یحییکم (روم: ۴۰) (یعنی اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم کو رزق دیا۔ پھر تم کو مارے گا۔ پھر تم کو زندہ کرے گا)

مرزا کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ نے اپنا قانون قدرت بتلایا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں۔ پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے پھر تکمیل اور تربیت کیلئے روحانی اور جسمانی رزق مقسوم اسے ملتا ہے۔ پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے اب ظاہر ہے کہ ان آیات میں کوئی ایسا کلمہ استثنائی نہیں جسکی رو سے مسیح کے واقعات خاصہ باہر رکھے گئے ہیں

قسم سوم سے تیرھویں آیت

اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروجٍ مّشیّدۃ (یعنی جس جگہ بھی تم ہو، اسی جگہ تمہیں موت پکڑے گی۔ اگرچہ تم بڑے مرتفع برجوں میں بودو باش اختیار کرو۔ (نساء:۷۸)

مرزا کہتے ہیں کہ ، چونکہ اس آیت میں حضرت مسیح کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اس لئے مسیح مر گئے۔

ان دونوں آیتوں سے جس طریق سے مرزا صاحب نے استدلال کیا ہے اس کا تفصیلی جواب سابقاً گذر چکا ہے کہ استثنا کے لئے ضروری نہیں کہ اسی عبارت میں ہو، بلکہ قرآن میں جہاں کہیں کسی امر کی تصریح پائی جائے اور وہ کسی حکم عام کے خلاف نظر آئے تو وہ اس عام حکم سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے اور اس کی نظیریں بھی گذر چکی ہیں۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ انسان کیلئے یہ چاروں مراتب ہیں، اور اس سے عمر طبعی کے الحاد کا ستدلال کرنا، سو یہ بھی اچھی طرح سے باطل ثابت ہو چکا ہے اور اگر بالفرض یہ آیتیں کسی طرح اشارۃً یا دلالۃً حضرت مسیح کی موت پر دلالت بھی کریں، تو بھی بمقابلہ تصریحات کے جو انّی متوفّیک و رافعک الیّ اور بل رّفعہ اللّٰہ الیہ اور وان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ میں آپ کی زندگی اور رفع آسمانی کے بارے میں موجود ہیں، کچھ مفید نہیں۔ کیونکہ دلیل خاص عام پر مقدم ہوتی ہے اور عبارت النص کے مقابلہ میں اشارۃً اور دلالۃً اعتبار نہیں ہوتا اور اسی طرح منطوق کے مقابلہ میں مفہوم کو پیش نہیں کر سکتے۔

قسم سوم سے چودھویں آیت

یا ایّتھا النّفس المطمئنّۃ ارجعی الی ربّک راضیۃً مرضیۃً فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی (فجر: ۲۷۔۳۰)،

مرزا صاحب اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے

راضی ۔ پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جا جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں اور میری بہشت کے اندر آ۔

اور پھر اس سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات پر اس طرح استدلال کرتے ہیں:

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گذشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتا۔لیکن معراج کی حدیث سے جس کو بخاری نے بھی مبسوط طور پر اپنی صحیح میں لکھا ہے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہیں لہذا حسب دلالت صریحہ اس نص کے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ضروری طور پر ماننا پڑا

قسم سوم سے پندرھویں آیت

انّ الّذین سبقت لھم منّا الحسنی اولئک عنھا مبعدون لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم خا لدون (انبیاء:۱۰۱۔۱۰۲)۔

مرزا صاحب اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

جو لوگ جنتی ہیں اور ان کا جنتی ہونا ہماری طرف سے قرار پا چکا ہے وہ دوزخ سے دور کیے گئے ہیں اور وہ بہشت کی دائمی لذت میں ہیں۔

اور پھر مرزا صاحب کہتے ہیں:

اس آیت سے مراد حضرت عزیر اور حضرت مسیح ہیں اور ان کا بہشت میں داخل ہو جانا اس سے ثابت ہوتا ہے جس سے ان کی موت بھی بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔

قسم سوم سے سولھویں آیت

انّ المتّقین فی جنّت و نھر فی مقعد صدقٍ عند ملیکٍ مّقتدر (قمر:۵۴۔۵۵)۔

مرزا صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

یعنی متقی لوگ جو خدا تعالی سے ڈر کر ہر ایک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد جنات اور نہر میں ہیں۔صدق کی نشست گاہ میں با اقتدار بادشاہ کے پاس۔

فوت ہو جانے کے بعد، کے الفاظ مرزا صاحب نے از خود بڑھائے ہیں،قرآن میں

اس موقع پر ان کے لئے کوئی لفظ نہیں۔

ان تینوں آیتوں سے حضرت مسیح کی وفات پر استدلال کرنے کے جواب میں اول تو یہی کافی ہے کہ ان آیتوں میں حضرت مسیح کی وفات کا ذکر نہیں ہے، مرزا صاحب نے اپنی رائے و قیاس سے نتیجہ نکالا ہے اور ان کا یہ قیاس ان آیات کے منطوق کے خلاف ہے جو خاص طور پر حضرت عیسیٰؑ کی زندگی اور نزول ثابت کر رہی ہیں۔ لہذا یہ استدلال درست نہیں۔ لیکن تفصیلی جواب یہ ہے کہ بہشت میں داخل ہونا روز قیامت کو ہوگا نہ کہ مرنے کے ساتھ ہی۔ اگر یہ درست ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی بہشت میں دخول ہو جاتا ہے تو پھر قیامت کس لئے ہے؟ پس یہ آیتیں مرزا کو کسی طرح بھی مفید نہیں کیونکہ اللہ کے علم میں جو لوگ جنتی ہیں ضرور نہیں کہ وہ اس وقت بھی مردہ ہوں

مرزا صاحب نے پہلی آیت کے ساتھ حدیث معراج کو ملا کر جو استدلال کیا ہے، وہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اول تو مرزا صاحب معراج جسمانی کے منکر ہیں جیسا کہ وہ اپنے ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں: سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔

دیگر یہ کہ مرزا صاحب نے معراج کی سب حدیثوں پر نظر نہیں کی۔ اگر کرتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ بعض حدیثوں میں آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰؑ کی اپنی زبان مبارک سے نزول ثانی کو بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے موقوفاً اور مسند امام احمد میں مرفوعاً صحیح سند سے مروی ہے:

عن عبد اللّه بن مسعود قال لما كان ليلة اسرى برسول لقى ابرا هيم و موسى و عيسى فتذاكروا السّاعة فبدؤا با براهيم و سألوه عنها فلم يكن عنده منها علم ثم سألوا موسى فلم يكن عنده منها علم فردّ الحد يث الى عيسى ابن مر يم فقال قد عهد اليّ فيما دون و جبتها فا ما و جبتها فلا يعلمها الّا اللّه فذ كر خرو ج الدّ جّال قال فانزل فاقتله ۔ ابن ما جه باب فتنة الدجال و خروج عيسى و خروج يا جوج ما جوج) (جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کرایا گیا اس رات آپ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات کی تو ان سب میں قیامت کی بابت ذکر چلا۔ سب سے پہلے ابراہیمؑ سے پوچھا گیا۔ آپ کو قیامت کے وقوع کی بابت کوئی خبر نہ تھی۔ پھر موسیٰؑ سے پوچھا گیا انہیں بھی کچھ معلوم نہ تھا۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کی باری آئی تو

آپ نے کہا کہ ہاں قیامت کے نزدیک اللہ کا مجھ سے عہد ہے لیکن قیامت کے واقع ہونے کا وقت سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا اور کہا پھر میں نازل ہوں گا اور اس کو قتل کروں گا)

اس حدیث سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ عیسیٰؑ، جناب رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرب قیامت میں نازل ہونے کی بابت ذکر کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب چاہے کیسے استدلال پیش کریں اور نصوص کو چاہے کیسے بعید احتمال سے رد کریں، اس حدیث کی تصریح کے مقابلہ میں ان کے مفید مطلب کوئی بات بن نہیں پڑتی۔

اگر کہا جائے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرات ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ تینوں سے ملاقات کی تو بہرحال تینوں کو ایک حال میں ماننا پڑے گا خواہ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کو عیسیٰؑ کی طرح زندہ مانو، خواہ عیسیٰؑ کو ان کی طرح فوت شدہ تسلیم کرو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ملاقات تین طرح پر ہوتی ہے۔ اول ہر دو جانب سے بدنی ملاقات و مصاحبت ہو۔ دوم یہ کہ ہر دو جانب سے روحانی ہو۔ سوم یہ کہ ایک طرف سے روحانی اور دوسری طرف سے بدنی۔ سو معراج کی رات میں رسول اللہ ﷺ پر یہ تینوں کیفیتیں پوری کی گئیں تا کہ آپ کو ہر طرح کا کمال حاصل ہو۔ حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ سے آپ کو قسم سوم کی ملاقات ہوئی یعنی آپ کی طرف سے بدنی ملاقات تھی اور ان کی طرف سے روحانی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو معراج جسم مبارک کے ساتھ کرایا گیا تھا جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اور موسیٰؑ کی وفات قرآن وحدیث صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ پس ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی طرف سے روحانی ملاقات تھی اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے جسمانی۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کی آپس میں قسم دوم کی ملاقات تھی یعنی دونوں طرف سے روحانی اور ان کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو نبی ﷺ کی طرح قسم سوم کی ملاقات تھی یعنی حضرت عیسیٰؑ کی رفع جسمانی قرآن شریف سے ثابت ہے (جیسا کہ اسی کتاب کا پہلا حصہ بآواز بلند قرآنی شہادت سے پکار رہا ہے)۔ باقی رہی آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰؑ کی ملاقات سو یہ قسم اول میں سے تھی یعنی دونوں طرف سے جسمانی کیونکہ حضرت رسول اللہ اور حضرت روح اللہ دونوں کا معراج جسمانی قرآن سے ثابت ہے۔ پس معترض کا اعتراض باطل ہوا۔ ملاقات کی تقسیم جو اوپر کی گئی ہے، مرزا صاحب کی طرح ازخود نہیں بنائی گئی بلکہ اہل اللہ کے نزدیک مسلّم ہے۔ اور حدیث بخاری سے ماخوذ ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

عن ابن عباس قال مرّ النبی ﷺ بقبرین فقال انهما لیعذّ بان وما یعذّ بان فی کبیر امّا احدهما فکان لا یستتر من البول و امّا ا لآخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ جریدة رطبة فشقّها نصفین فغرز فی کلّ قبرٍ واحدة ۔ قالوا یارسول اللّه لم فعلت؟ قال لعلّه یخفف عنهما ما لم یبسا (بخاری ۔ کتاب الوضو)

(ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان مردوں کو عذاب ہو رہا ہے اور جس گناہ کی بابت ان کو عذاب ہو رہا ہے اس سے بچنا کوئی بڑی بات نہیں ۔ ایک تو پیشاب سے پرہیز نہیں کیا کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھا تا پھرتا تھا ۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ہری ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے ۔ ایک کو ایک قبر پر گاڑا اور دوسرے کو دوسری پر ۔ صحابہ نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ ! آپ نے ایسا کس لئے کیا؟ فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہو جائیں ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا)

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے ۔ پس یہ متفق علیہ ہونے کی وجہ سے اول درجہ کی صحیح حدیث ہے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کے ساتھ قسم اول کی ملاقات تھی یعنی ہر دو جانب سے بدنی مصاحبت تھی اور ان اموات کے ساتھ قسم سوم کی ۔ یعنی آپ ﷺ کی طرف سے بدنی اور ان کی طرف سے روحانی ۔

اسی طرح جنگ بدر کے مقتول کافروں کو جب گڑھے میں ڈالا گیا تو آپ ﷺ نے کنارے پر کھڑے ہو کر ان کے نام مع ولدیت کے پکار کر کہا کہ کیا اب تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے یا نہیں، کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی ۔ ہم نے تو اپنے رب کا وعدہ سچا دیکھ لیا ۔ کیا تم نے بھی وہ وعدہ جو عذاب کے بارے میں تم سے کیا جاتا تھا، سچا پالیا یا نہیں؟ جب آپ ﷺ نے ان لاشوں سے ایسی باتیں کیں تو پاس سے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایسے جسموں سے باتیں کرتے ہیں جن میں روح نہیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم ! جس کے قبضے میں میری جان ہے تم اس بات کو، جو میں کہتا ہوں ، ان سے زیادہ نہیں سنتے ۔ یعنی وہ اس وقت بہ سبب صاحبِ حال ہونے کے میری بات کو بالکل حق الیقین کے مرتبے پر سنتے ہیں ۔ یا یہ کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی آواز ان کو بطور معجزہ کے سنا دی ۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے اور اس سے بھی تقسیم مذکور واضح ہے ۔ پس مرزا صاحب کا

آیات زیر بحث کے ساتھ حدیث معراج کو ملا کر حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا وہم کرنا صحیح نہیں۔

قسم سوم سے سترھویں آیت

ما كان محمّد ابا احدٍ مّن رّجالكم و لكن رّسول اللّه و خاتم النّبيّين

(محمد ﷺ تم سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا)۔

(احزاب:۴۰)

اس آیت کے تحت مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آ سکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبریل حاصل کرے اور ابھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔ اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا اور یہ خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مر گیا۔

مرزا صاحب کا یہ استدلال حضرت مسیح کی موت اور ان کے نازل نہ ہونے کے بارے میں تو بالکل غلط ہے کیونکہ یہ استدلال محض قیاسی ہے اور حضرت عیسیٰؑ کی رفع آسمانی اور زندگی اور نزول قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ ہاں اس آیت سے مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت ضرور جھوٹا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ انشاء اللہ مذکور ہوگا۔

مرزا صاحب کا اس آیت سے منشا یہ ہے کہ اگر عیسیٰؑ دوبارہ آئیں تو یا تو آپ منصب نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے یا نبی ﷺ خاتم النبیین نہ رہیں گے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی جدید نبی منع ہے جیسا کہ آپ کے بعد مرزا صاحب اور آپ کے دوسرے ہم مشربوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر کوئی پچھلا نبی جس کو آپ سے پیشتر نبوت مل چکی ہو، پھر آئے تو وہ اس کی رو سے منع نہیں، جیسے کہ عیسیٰؑ کہ ان کو آپ ﷺ سے پیشتر نبوت مل چکی ہوئی ہے۔ اور جب پھر نازل ہوں گے تو ان کی نبوت وہی ہو گی جو پہلے تھی نہ کہ مرزا کی طرح نئی نبوت۔ احادیث نبویہ سے ایسا ثبوت ہے چنانچہ مسند امام احمد میں ہے کہ:

عن انس بن مالك قال قال رسول اللّه انّ الرّسالة والنّبوّة قد

انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبیّ۔ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک رسالت اور نبوت ختم ہوچکی ہے۔ پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی)

مسند امام احمد میں بروایت ابی بن کعبؓ ایک اور حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک حویلی تعمیر کرائے مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ جائے (جب وہ اینٹ لگے تو وہ حویلی پوری ہو) پس میں پیغمبروں میں اس آخری اینٹ کی مانند ہوں)

ان احادیث اور ان کی مانند دوسری احادیث کو زیر نظر رکھنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہی فرماتے ہیں کہ مجھے نبوت عطا ہونے کے بعد اب کسی اور شخص کو منصب نبوت نہیں ملے گا۔ نیز مفسرین نے اس خدشہ کو اسی طرح دور کیا ہے چنانچہ تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم میں آیت خاتم النبیین کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

ولا یقدح فیه نزول عیسی بعده علیهما السّلام لانّ معنی کونه خاتم النّبیّین انّه لا ینباء احد بعده و عیسی ممّن نبِیء قبله و حین ینزل اما ینزل عاملاً علی شریعة محمد ﷺ مصلّیاً الی قبلته کانّه بعض امّته (آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے میں عیسیٰؑ کے نزول سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا کیونکہ آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی اور عیسیٰؑ تو ان میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے گئے ہیں۔ دیگر یہ کہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ﷺ ہی کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ ہی کے قبلے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھیں گے گویا کہ وہ آپ ﷺ کی امت میں سے ہیں (پس اس لحاظ سے بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوا)

اسی طرح اور تفاسیر میں ہے۔ مثلاً بیضاوی، خازن، مدارک، اور فتح البیان۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کے نزول سے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت میں کچھ حرج ہوتا ہے تو کیا مرزا صاحب کے دعوی نبوت سے حرج نہیں ہوتا۔ اور اگر مرزا صاحب بروز (جو باطل ہے) کا عذر کرکے اس زد سے بچ سکتے ہیں تو کیا عیسیٰؑ کی طرف سے یہ عذر کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں اور آیت میں اور حدیث میں کسی نئے نبی کی بابت نفی ہے، صحیح نہیں؟ انصاف! انصاف! انصاف!

اگر عدل وانصاف سے سوچا جائے تو جس صورت سے مرزا صاحب نے اور آپ کے متقدمین دجالوں نے نبوت کا دعوی کیا ہے، قرآن وحدیث میں اسی کی تردید ہے جیسا کہ صحیح بخاری

اور صحیح مسلم میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ میری امت میں سے قریباً تیس دجال نہ ہولیں، جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں ۔ اس حدیث کو حدیث لا نبیّ بعدی اور آیت خاتم النبیین کے ساتھ رکھ کر انصاف کریں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعوی نبوت وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ ان مدعیان نبوت کو دجال اور کذاب کہتے ہیں ۔ پس آیت زیر بحث کی رو سے آپ کا دعوی غلط نکلا ، نہ کہ عیسیٰؑ کا نزول۔

حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے انکار میں مرزا صاحب کے پاس کوئی معقول وجہ اور دلیل نہیں ۔ صرف شکوک وشبہات ہیں جن سے لوگوں کو بہکاتے اور اپنا الوسید ھا کرتے ہیں ۔ اسی طرح ایک شبہ یہ بھی ڈالا کرتے ہیں کہ جب عیسیٰؑ پھر نازل ہوں گے تو کیا ان کی نبوت چھینی جائے گی ؟ اور وہ کس شریعت پر عمل کریں گے ؟ عیسوی شریعت پر یا محمدی پر ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت چھینی نہیں جائے گی کیونکہ اہل سنت کے نزدیک نبوت ایک ایسا منصب ہے جو چھینا نہیں جاتا (دیکھو تمہید ابی الشکور سالمی) اور نہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت منسوخ ہوگی ۔ بلکہ حضرت عیسیٰؑ اسی اپنی پچھلی نبوت سے نازل ہوں گے ۔ اور شریعت محمدی پر عمل کریں گے اور اسی کے مطابق فیصلے کریں گے ۔ اس کی حکمت اور راز پہلے حصہ میں بیان ہو چکا ہے ۔ نیز یہ کہ ایک وقت میں دو نبیوں کا ہونا اور ایک امام کا ہونا اور دوسرے کا تابع ہونا، ممنوع نہیں، بلکہ قرآن سے بالتصریح ثابت ہے۔ جیسے کہ موسیٰؑ و ہارونؑ دونوں ایک وقت میں ہوئے ہیں اور دونوں نبی تھے۔ حضرت موسیٰؑ اصل صاحب شریعت اور امام تھے اور حضرت ہارونؑ آپ کے تابع اور خلیفہ تھے۔ چنانچہ فرمایا:

و لقد آتینا موسی الکتاب و جعلنا معه اخاه هارون نبیّاً (فرقان: ۳۵) (ہم نے موسی کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو اس کا وزیر بنایا)۔

اور و قال لا خیه هارون اخلفنی فی قومی (اعراف: ۱۴۱) (جب موسی کوہ طور پر جانے لگے تو اپنے بھائی ہارون کو کہنے لگے کہ میرے بعد میری قوم میں میرا خلیفہ رہنا)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ ، حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں اور قوم کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ حضرت ہارونؑ بھی نبی تھے جیسا کہ فرمایا :

و و هبنا له من رحمتنا اخاه هارون نبیّاً (مریم: ۵۳) (ہم نے موسی کو اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی کر کے بخشا)

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ دونوں ایک ہی وقت میں ہوئے ہیں اور

دونوں نبی تھے۔حضرت ابراہیمؑ اصل صاحب شریعت اور امام تھے اور حضرت لوطؑ باوجود نبی ہونے کے ان کے تابع تھے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ کی نبوت ورسالت کی نسبت فرمایا:

وانّ لوطاً لمن المرسلین (صافات:۱۳۳)

(بے شک حضرت لوط بھی رسولوں میں سے ہیں)

اوران کے حضرت ابراہیمؑ کے تابع ہونے کی بابت فرمایا:

فامن له لوط ۔(عنکبوت:۲۶)۔(یعنی (لوط) ابراہیمؑ پر ایمان لائے)

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحیٰؑ دونوں ایک وقت میں نبی تھے۔حضرت عیسیٰؑ امام تھے اور حضرت یحیٰؑ ان کے تابع، جیسے کہ اللہ تعالی نے حضرت یحیٰؑ کی صفات میں فرمایا:

مصدّقاً بکلمةٍ من اللّٰه (آل عمران:۳۹)

(یعنی حضرت یحی کلمۃ اللہ یعنی حضرت عیسی کی تصدیق کرنے والے ہوں گے)

پس اسی طرح جب عیسیٰؑ نازل ہوں گے تو اس وقت شریعت محمدی ﷺ منسوخ نہیں ہو جائے گی بلکہ اصل صاحب شریعت اور امام جناب رسول اللہ ﷺ ہی ہوں گے اور حضرت عیسیٰؑ آپ ﷺ کے خلیفہ اور وزیر اور تابع بھی ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے۔ اسی لئے صحیح مسلم کی حدیث جو حضرت نواسؓ بن سمعان کی روایت سے ہے، اس میں آپ کو چار دفعہ نبی اللہ کہا گیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ ایسے نبیوں کی بابت ہے جو ایک زمانے میں دنیا پر موجود تھے، مگر حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی صورت میں یہ بات نہیں پائی جاتی کیونکہ نبی ﷺ دنیا میں تشریف نہیں رکھتے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی صورت میں تو یہ امر بطریق اولی جائز ہے کیونکہ جب حقیقتاً دو نبی اکٹھے ہوسکتے ہیں تو زمانہ اور زندگی کے لحاظ سے یہ کیوں منع ہے۔یعنی یہ کہ ایک تو باعتبار زمان نبوت کے ہو اور دوسرا اپنی حقیقی زندگی میں موجود ہو تو کوئی حرج نہیں۔لو آپ کی تسلی کے لئے ہم یہ امر بھی قرآن سے ثابت کرتے ہیں: اللہ نے فرمایا:

و لقد آتینا موسی الکتاب و قفّینا من بعده بالرّسل (بقرہ:۸۷)

(ہم نے موسی کو کتاب دی اور اس کے بعد اس کے قدم بقدم کئی رسول بھیجے)

اسی طرح فرمایا:

انّا انزلنا التّوراة فیها هدیً وّ نور یحکم بها النّبیّون الّذین اسلموا (مائدہ:۴۴) (ہم نے توریت نازل کی اس میں ہدایت اور نور تھا۔ اسکے مطابق فیصلے کرتے

تھے، خدا کے فرمانبردار نبی)

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت موسیٰؑ کے تابع کئی رسول مبعوث کئے گئے۔ وہ سب حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد ہوئے۔ پس حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد ان کے آئین و شریعت پر کئی نبیوں کے ہونے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عیسیٰؑ کے نازل ہو کر دنیا میں زندہ موجود ہونے میں کوئی فرق نہیں، اور رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰؑ کے نازل ہونے کی حکمت وضرورت سابقاً بیان ہو چکی ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ نہ یہ کہ حضرت عیسیٰؑ جن کو آپ سے پیشتر نبوت مل چکی ہوئی ہے، نہیں آئیں گے۔ بلکہ اس آیت سے مرزا صاحب کی نبوت صاف جھوٹی ثابت ہوتی ہے اور ان لوگوں جیسی ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے دجال اور کذاب کہا ہے اور ان تعداد تیس کے قریب بتلائی ہے جن میں سے بہت سے گذر چکے ہیں۔

قسم سوم سے اٹھارویں آیت

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (۲۱:۷)

مرزا صاحب اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

> یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں پر نظر ڈالو تا کہ اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے۔ سو جب ہم نے موافق حکم اس آیت کے اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ کیا اگر کسی نبی گذشتہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو، تو وہی آجاتا ہے یا ایسی عبارتوں کے کچھ اور معنی ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اسی امر متنازعہ فیہ کا ہم شکل ایک مقدمہ حضرت مسیح ابن مریم آپ ہی فیصل کر چکے ہیں اور ان کے فیصلے کا ہمارے فیصلے کے ساتھ اتفاق ہے۔ دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل جو ایلیا کا دوبارہ آسمان سے اترنا کس طور سے حضرت مسیح نے بیان فرمایا ہے۔ انتہی بلفظہ

مرزا کی عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہم کو اہل کتاب کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے کا حکم کرتا ہے۔ پس اس آیت کے حکم سے ہم نے بائیبل پر نظر کی تو اس میں حضرت ایلیا کا آسمان سے اترنا پایا۔ مگر اس کی صورت حضرت مسیح نے یہ بیان فرمائی کہ ایلیا کا آنا حضرت یحییٰؑ کے

آنے سے پورا ہو گیا۔ پس اسی طرح احادیث میں جو مسیح کا آسمان سے اترنا آیا ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ کوئی شخص مثیل مسیح آئے گا۔ چنانچہ وہ میں آ گیا ہوں اور مسیح فوت ہو چکے ہیں۔

مرزا صاحب کا استدلال بالکل غلط ہے اور وہ آیت کے صحیح مطلب کو ہرگز نہیں سمجھے۔ اس آیت زیر بحث کی صحیح تفسیر انشاء اللہ ہم بعد میں کریں پہلے مرزا صاحب کی مراد کے موافق فرض کر کے ان کے استدلال کو غلط ثابت کرتے ہیں۔

اول، اس طرح کہ اللہ نے ہم کو اہل کتاب کی طرف رجوع کرنے کا حکم اس شرط سے کیا ہے کہ ہم کو اپنی شریعت میں وہ بات معلوم نہ ہو جیسا کہ صاف ارشاد ہے: ان کنتم لا تعلمون (یعنی اگر تم نہیں جانتے)۔ پس جب آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ سے عیسیٰؑ کی حیات حقیقی اور رفع آسمانی اور نزول عیسیٰؑ ثابت ہے اور ہمیں اس میں کوئی تردد اور بے علمی کا خدشہ نہیں تو ہم اہل کتاب کی کتابوں کی طرف کیوں رجوع کریں؟ کیا آسمانی اور حق اور محفوظ اور غیر محرف کتاب کو چھوڑ کر بندوں کی بنائی ہوئی اور محرف کتابوں کے پیچھے لگنا اتستبدلون الّذی ھوادنی بالّذی ھو خیر (بقرہ:۶۱) (کیا تم بہتر چیز کے بدلے ادنی چیز کو لیتے ہو؟) کا مصداق نہیں؟

دوم اس طرح کہ الیاسؑ کے آسمان پر جانے اور وہاں سے پھر اترنے کا مسئلہ قرآن وحدیث سے کہیں بھی ثابت نہیں۔ نہ حقیقۃً اور نہ مثالاً۔ پس مرزا صاحب اس پر اپنی مماثلت کی بنا نہیں رکھ سکتے۔ قرآن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت الیاسؑ کے دوبارہ آنے کی بابت کبھی کوئی پیش گوئی نہیں کی گئی۔ یہ یہودیوں کا من گھڑت عذر تھا اور نیز یہ بھی کہ یحیؑ، حضرت الیاسؑ کے مثیل نہ تھے کیونکہ اللہ نے زکریا کو یحی کی پیدائش سے پہلے ان کی تعریف ان لفظوں سے سنائی تھی:

ان اللّٰہ یبشّرک بیحی مصدّقاً بکلمۃٍ من اللّٰہ و سیّداً و حصوراً وّ نبیاً مّن الصّالحین (آل عمران: ۳۹) (اے زکریا، اللہ تجھ کو ایسے لڑکے کی بشارت دیتا ہے جسکا نام یحی ہوگا وہ کلمۃ اللہ (عیسی) کی تصدیق کرنے والا ہوگا اور اپنی قوم کا سردار ہوگا اور عورتوں سے علیحدہ رہنے والا اور بہت پاکباز ہوگا اور صالحین انبیاء میں سے ہوگا)

پس اگر خدا تعالی کی طرف سے حضرت الیاسؑ کے نزول کی پیش گوئی ہوئی ہوتی اور اس کا پورا ہونا حضرت یحیؑ کے آنے سے ہوتا تو یہ امر حضرت زکریا کو ضرور معلوم ہوتا کیونکہ اس وقت آپ ہی بوجہ نبی ہونے کے کامل العلم تھے اور دوسرے لوگ آپ کے علم کے محتاج تھے۔ لہذا ضروری تھا کہ اللہ تعالی آپ کو حضرت یحی کی بشارت یوں سناتا کہ یہ وہ مولود مسعود ہے جو مدتوں

سے منتظر و موعود ہے۔ تا کہ حضرت زکریاؑ اپنے بیٹے سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے سے زیادہ خوش ہوں۔ مگر چونکہ اللہ نے باوجود سبب کے موجود ہونے کے اس امر کا اشارہ نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ نہ الیاسؑ کا نزول خدا کی طرف سے بتلایا گیا تھا اور نہ یحیٰؑ کا ان کا مثیل ہونا درست ہے۔

اسی طرح سورہ مریم میں حضرت یحیٰ کی صفت میں فرمایا:

لم نجعل له من قبل سميّاً (مریم: ۷) ہم نے اس سے پیشتر اسکا ہم نام بنایا ہی نہیں

سمّی کے معنی نظیر وشبیہ اور مثیل کے بھی ہیں جیسا کہ اسی سورت میں آگے آتا ہے هل تعلم له سميّاً (مریم: ٦٥) (کیا تو کوئی ایسا شخص جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا نظیر ہو) پس جب اللہ نے یحیٰؑ سے پیشتر ان کا ہم نام ومثیل بنایا ہی نہیں تو اب مرزا صاحب ان کو حضرت الیاسؑ کا مثیل کس طرح قرار دیتے اور کس طرح اس پر اپنے دعوائے مماثلت کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔

سوم اس طرح کہ انجیل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یحیٰؑ نے نہ تو مثیل الیاسؑ ہونے کا دعویٰ کیا، اور نہ وہ تھے۔ بلکہ یہودیوں کے پوچھنے پر اس سے صاف انکار کیا جیسا کہ انجیل یوحنا باب اول آیت ۱۹ سے ۲۱ میں لکھا ہے:

اور یوحنا کی گواہی یہ تھی۔ جب کہ یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں کہ تو کون ہے۔

اور اس نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔

تب انہوں نے اس سے پوچھا کہ پھر تو کون ہے؟ کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا، میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا، نہیں۔

اس عبارت اور اس سے بعد کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت یحیٰ، جن کا انجیلی نام یوحنا ہے، کاہنوں کے سوال پر اپنے مثیل الیاسؑ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں۔ پس مرزا صاحب کا دعویٰ مماثلت بالکل بے بنیاد ہے۔ اگر یہ عذر کیا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ نے یہودیوں کے اعتراض پر حضرت الیاسؑ کی پیشین گوئی کے پورا ہونے کی بابت حضرت یحیٰ کا آنا پیش کیا تھا، تو اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ یہ انجیل سے ثابت نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی زبان سے حضرت یحیٰ کو پیش کیا۔ دوم اگر تسلیم بھی کر لیں تو حضرت یحیٰ کے اپنے انکار کے مقابلے میں ہو بہو مدعی سست گواہ چست کا معاملہ نظر آتا ہے، کیونکہ خود حضرت یحیٰ اپنے آپ کو مثیل الیاس قرار دے سکتے تھے۔ اگر کہا جائے کہ کیا پھر حضرت مسیح نے غلط جواب دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ

یہ معاملہ بالکل من گھڑت ہے۔

چہارم اس طرح کہ اگر بالفرض اسے تسلیم بھی کر لیں کہ حضرت الیاسؑ کی نسبت پیشینگوئی کی گئی تھی اور وہ حضرت یحیٰ کے آنے سے پوری ہوئی، تو پھر بھی یہ ایک نظیر ہی بنے گی، نہ کہ علت موجبہ کہ اس کی رو سے یہ ضروری قرار دیا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیشین گوئی بھی اسی رنگ میں پوری ہو۔ یہ نکتہ اہل علم پر مخفی نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ دوسرا واقعہ خواہ مخواہ پہلے کی مانند ہو۔

اس سارے بیان سے واضح ہو گیا کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوائے مماثلت کے متعلق جس امر کو بنا قرار دیا تھا وہ بالکل غلط ہے اور ان کو کسی طرح مفید نہیں۔ پس اس آیت زیر بحث سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت نہ ہو سکی۔

اب ہم اس آیت فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کا صحیح مطلب بیان کر کے ناظرین کو قرآنی نکتوں سے مسرور کرتے ہیں۔ اس آیت اور اس کے بعد کی آیتوں کے متعلق ہم صرف وہی کچھ نقل کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں جو علی مہائمی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

> (اے پیغمبر) ہم نے تو تجھ سے پیشتر جو رسول بھیجا ہے وہ (انسانوں میں سے) مرد ہی تھا اور بشریت اور رسالت میں کس طرح منافات ہو سکتی ہے۔ کیونکہ رسالت کیلئے تو آسمان سے اترنا شرط نہیں بلکہ صرف اسقدر کافی ہے کہ ہم ان کی طرف فرشتہ بھیجنے سے ان کو وحی کرتے رہے ہیں۔ پس اگر یہ معاملہ شیطان کے نزول سے ملتبس ہو جائے تو تم اھل الذکر کو، جو بڑے پائے کے علماء ہیں، پوچھ دیکھو اگر خود قصور نظر کے سبب اس میں فرق نہیں جان سکتے۔ اور انبیاء پر فرشتے نازل ہونے میں یہ بھی شرط نہیں کہ وہ بشریت سے بالکل باہر ہو جائیں کیونکہ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ جسد یعنی بے جان ہو۔ اور یہ باطل ہے کیونکہ ہم نے ان پیغمبروں کو پتھروں کی طرح بے جان جسم نہیں بنایا کہ کھائیں نہیں۔ کیونکہ جمادات کو ملائکہ سے کوئی نسبت نہیں۔ پس صرف طعام ترک کے کر دینے سے ان کی مناسبت کامل نہیں ہو سکتی، اور یا یہ صورت ہو کہ وہ پیغمبر حیات کے کمال کی رو سے ایسے ہوں کہ مریں نہیں۔ لیکن وہ ہمیشہ رہنے والے بھی نہیں (پس کفار کا اعتراض درست نہیں)۔ پیغمبروں کیلئے تو یہی شرط ہے کہ دلائل کی رو سے ان کی سچائی ثابت کی جائے، سو ہم نے ایسا کر دیا۔ پھر ہم نے ان کے متعلق اپنے وعدوں کے سچا کرنے سے بھی ان کو سچا ثابت کر دیا کہ ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا اور اس پر یہ دلیل ہے کہ ان کو ہم نے بچا لیا باوجود اس کے کہ وہ بھی ان ہلاک شدوں کے بیچ میں بستے

تھے اوران کے ساتھ مومنوں کو بھی بچالیا (جنکے بچانے کے متعلق ہماری مشیت ہوا کرتی ہے)

آیت فا سئلوا اهل الذکر کے متعلق صحیح تفسیر یہی ہے جو لکھی گئی۔ مرزا صاحب اس کا نہ صحیح مطلب سمجھے اور نہ انکا استدلال صحیح ہے۔ بلکہ اس آیت میں مرزا صاحب کی صریح تکذیب پائی جاتی ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ ان وعدوں کا سچا ہونا ضروری فرماتا ہے جو پیغمبروں کے ساتھ ان کے دشمنوں کی ہلاکت کے متعلق کیے جاتے ہیں۔ اور یہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ مرزا صاحب جب کسی کو ڈر سناتے ہیں تو وہ اس سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اگر تجربہ سے طاعون کے دنوں میں کچھ ہلچل مچا کر لوگوں کو اپنی طرف کرنا چاہتے ہیں تو ان کے اپنے مخلص مرید بھی اس کا شکار ہو جاتے ہیں، جس سے آپ کا جھوٹا ہونا عام لوگوں میں مشہور اور واضح ہو چکا ہے۔ اور اسی طرح کبھی آپ زلزلہ کو دیکھ کر، کچھ اپنے تجربہ سے، اور کچھ تجربہ کار لوگوں سے سن کر دوبارہ اور سہ بارہ اعلان کر دیتے ہیں اور مریدوں کو گھروں سے باہر نکلنے کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی باہر نکل جاتے ہیں تاکہ آپ کے ایسے فعل اور تاکیدی حکم سے دوسرے لوگوں پر کچھ اثر پڑے، مگر نہ زلزلہ آتا ہے اور نہ کچھ اور ہوتا ہے اور مفت میں آپ فضیحت اٹھاتے ہیں۔ بلکہ اس سے لوگ آپ کی تکذیب پر مزید مضبوط ہو جاتے ہیں اور ان کا ایمان سلامت رہتا ہے۔

قسم سوم سے انیسویں آیت

ما آتاکم الرّسول فخذوه و ما نهاکم عنه فانتهوا (حشر:۷) (رسول ﷺ جو کچھ تمہیں علم اور معرفت عطا کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو)

اس آیت کی رو سے مرزا صاحب نے بعض احادیث نبویہ ﷺ سے استدلال کیا ہے اور اپنی الٹی منطق سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مر گئے ہیں۔

پہلی حدیث یہ ہے عن ابی هريره قال قال رسول اللّٰه ﷺ اعمار امّتی ما بین السّتّین الی السّبعین و اقلّهم من یجوز ذلک۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ (مشکوۃ) یعنی اکثر عمریں میری امت کی ساٹھ سے ستر برس تک ہوں گی اور ایسے لوگ بہت کمتر ہوں گے، جو ان سے تجاوز کریں۔

اس کے بعد مرزا صاحب فرماتے ہیں:

یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے ہیں پھر اتنا فرق

کیونکر ممکن ہے کہ اور لوگ تو ۷۰ برس تک مشکل سے پہنچیں اور ان کا یہ حال ہو کہ دو ہزار کے قریب ان کی زندگی کے برس گذر گئے اور اب تک مرنے میں نہیں آتے۔ بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ دنیا میں آکر پھر چالیس پینتالیس برس زندہ رہیں گے۔

دوسری حدیث مرزا صاحب نے یہ پیش کی ہے:

عن جابر قال سمعت النّبیّ ﷺ یقول قبل ان یموت بشهر تسئلونی عن السّاعة و انّما علمها عند اللّه و اقسم باللّه ما علی الارض من نفسٍ مّنفوسة یأتی علیها مأة سنة وهی حیّة ۔ رواہ مسلم

(روایت ہے جابر سے کہ کہا، سنا میں نے پیغمبر ﷺ سے کہ وہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ کوئی ایسا زمین پر مخلوق نہیں کہ اس پر سو برس گذریں اور وہ زندہ رہے)

چونکہ مرزا صاحب جانتے ہیں کہ یہ حدیث بوجہ علی الارض کی قید کے ہمارے مفید مطلب نہیں بیٹھ سکتی اس لئے اس کے معنی بدلنے اور خلاف مراد تاویل کرنے میں انہوں نے بہت زور لگایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص زمین کی مخلوقات میں سے ہو، وہ شخص سو برس کے بعد زندہ نہیں رہے گا اور ارض کی قید سے مطلب یہ ہے تا کہ آسمان کی مخلوقات اس سے باہر نکالی جائے لیکن ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم آسمان کی مخلوقات میں سے نہیں ہیں، بلکہ وہ زمین کی مخلوقات اور ما علی الارض میں داخل ہے۔

اس آیت زیر بحث اور دونوں حدیثوں کے جواب میں اول تو یہ عرض ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی رفع آسمانی اور آپ کا نزول آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہے اور ان آیات و احادیث میں ان کی موت کا کوئی ذکر نہیں۔ مرزا صاحب کا اپنا نیا اجتہاد اور رائے و قیاس نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں پیش نہیں ہوسکتا۔

دیگر یہ کہ اس آیت کے ترجمے میں مرزا صاحب نے علم و معرفت کی تخصیص کہاں سے نکالی؟ کیونکہ اگر آیت کے ماقبل پر نظر کریں تو ذکر فئے اور غنیمت کا چلا آ رہا ہے۔ پس اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ غنیمت اور فئے میں جو کچھ تم کو رسول اللہ ﷺ دیں، اسے لے لو۔

اور اگر کلمہ ما کے ابہام اور عموم پر نظر کریں، تو ہر معاملہ میں خواہ علم کے متعلق ہو، خواہ عمل کے، خواہ کسی امر کے فیصلے کے ہو، اس آیت کا حکم لیا جائے گا۔ پس اس آیت کی رو سے تو

عیسیٰ کا آسمان پر ہونا اور اس سے نازل ہونا ثابت کر سکتے ہیں کیونکہ احادیث میں آپ کے آسمان سے نازل ہونے کی تصریح موجود ہے۔ لہذا یہ آیت ہمارے مفید مطلب ہوئی، نہ کہ مرزا کے۔

سوم یہ کہ ساٹھ ستر سال عمر کی حدیث سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت کرنی عجب طرح کی بے استادی ہے کیونکہ اول تو حدیث میں صاف کہا گیا ہے کہ بعض کی عمر اس سے زیادہ بھی ہوگی۔ اور اس زیادتی کی انتہائی حد نہیں بتائی کہ عیسیٰ کی عمر کو اس سے متجاوز سمجھ کر آپ کو فوت شدہ تصور کر لیں، اور عمر طبعی کی تردید پیچھے مفصل گزر چکی ہے۔ دیگر یہ کہ امتی کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ سب کچھ اپنی امت کے لوگوں کی بابت فرما رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ آپ کی امت کے لوگوں میں سے نہیں ہیں، بلکہ وہ مستقل نبی ہیں اور نزول کے وقت نبی ہی ہوں گے۔ مطلق خلافت دیگر امر ہے اور امت میں سے ہونا دیگر امر ہے۔ حضرت عیسیٰ کا امت میں سے نہ ہونا حدیث صحیح مسلم سے بصراحت ثابت ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ حق پر رہے گا اور اپنے مخالفوں کے مقابلے میں غالب رہے گا، پس حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے تو جو شخص اس وقت مسلمانوں کا امیر ہوگا وہ کہے گا کہ آیئے حضرت ہمیں نماز پڑھایئے۔ حضرت عیسیٰ جماعت کرانے سے انکار کریں گے اور کہیں گے کہ تمہارا امام تم ہی سے ہے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے اسی امت کو بخشی ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ اس امت کے لوگوں میں سے نہیں ہوں گے، ورنہ (امامت نہ کرانے کا) یہ عذر ٹھیک نہیں۔ اس حدیث سے مرزا صاحب کی مماثلت کا رنگ بھی اڑ گیا کیونکہ مسیح موعود اس امت کے لوگوں میں سے نہیں۔ اور مرزا صاحب اس امت کے لوگوں میں سے تھے۔ پس اس حدیث کی رو سے حضرت عیسیٰ کی عمر کو کم سمجھنا سخت غلطی ہے۔ دیگر یہ کہ عیسیٰ کی آسمانی زندگی زمینی زندگی میں معدود نہیں جیسا کہ وکھلاً میں اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ کے اس امت میں سے نہ ہونے کے بارے میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے مرزا بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ بات ان کی اپنی عبارت سے ظاہر ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

یہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسی بن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے ہیں۔

شمار ہی میں آ جانا اور فی الحقیقت ہونے میں فرق ظاہر ہے۔ پس ہمارا مطلب ثابت ہے دیگر یہ کہ اگر بالفرض مرزا کی اس بارے میں ساری باتیں مان بھی لیں تو بھی ان کی مراد پوری نہیں ہو سکتی کیونکہ اس حدیث کی رو سے وفات مسیح کی بنا مرزا صاحب کے قیاس ورائے پر ہے اور آپؑ

کے نزول عینی کی بنا صحیح حدیث کی تصریح سے ہے پس عیسیٰؑ اس حدیث کے حکم سے مستثنٰی رہیں گے۔

دوسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں کلمہ علی الارض شہادت دے رہا ہے کہ یہ حکم ان زندہ چیزوں کے بارے میں ہے جو زمین پر موجود ہیں اور عیسیٰؑ آسمان پر ہیں اس لئے اس حدیث کے حکم میں نہیں آسکتے۔ اور مرزا صاحب کا علی الارض کے معنی زمینی مخلوق کرنا زبان عربی کے محاورات کے خلاف ہے۔ مرزا صاحب نے لکھتے وقت صحیح مسلم کی شرح پر تو نظر کر لی ہوتی تا کہ آپ کو علی الارض کے استعمال کا موقع معلوم ہو جاتا۔ مرزا صاحب خوب پہچانتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد کسی طرح پوری نہیں ہوسکتی اس لئے ادھر ادھر سے کھینچ تان کر کے حدیث کے مطلب کو بگاڑنا چاہا ہے۔ مگر اہل علم پر آپ کا دھوکہ اور مغالطہ مخفی نہیں رہتا۔

قسم سوم سے بیسویں آیت

قل سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رّسولاً

(یعنی کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر دکھلا۔ تب ہم ایمان لائیں گے۔ ان کو کہہ دے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار الابتلاء میں کھلے کھلے نشان دکھلا وے۔ اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوں مگر ایک آدمی)

مرزا صاحب نے اس آیت کے ترجمہ میں اپنی طرف سے زیادتی کی ہے اور قرآن مجید کے الفاظ کی پابندی نہیں کی۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ کسی جسم خاکی کو آسمان پر لے جائے۔ اب اگر جسم خاکی کے ساتھ ابن مریم کا آسمان پر جانا مان لیا جائے تو یہ جواب مذکورہ بالا سخت اعتراض کے لائق ٹھہرے گا۔ اور کلام الٰہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا لہٰذا قطعی اور یقینی امر یہی ہے کہ مسیح بجسدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ موت کے بعد آسمان پر گئے۔

اس کے بعد مرزا صاحب نے حضرت یحیٰؑ اور حضرت آدمؑ اور حضرت ادریسؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسفؑ کا ذکر کر کے کہا ہے کہ:

جس طرح معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کو یہ نبی ملے اسی طرح عیسیٰؑ بھی ملے۔ پس جس طرح موت کے بعد یہ سب اٹھائے گئے اسی طرح عیسیٰؑ بھی موت کے بعد اٹھائے گئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے معراج کی رات میں دیگر انبیاء سے ملاقات کرنے اور حضرت عیسیٰؑ سے بھی ملاقات کرنے کا بیان بالتفصیل پہلے گذر چکا ہے۔اب اس آخری آیت زیر بحث کا جواب سنئے کہ مرزا نے اس آیت کے ماقبل پر نظر نہیں کی اور نہ اسکی صحیح تفسیر سمجھی ہے،صرف اپنی پرانی عادت یعنی خواہش نفسانی سے جس طرح چاہا،قرآن مجید کے مطلب کو بگاڑ کر اپنا مطلب پورا کرنا چاہا ہے تفصیلی بیان اس اجمال کا یہ ہے کہ سوالات کفار جن کے جواب میں کلمہ جامعہ ھل کنت الّا بشراً رّسولاً تعلیم کیا ہے، یہ ہیں:

و قالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً او تکون لک جنّة مّن نّخیل و عنبٍ فتفجر الانهار خلالها تفجیراً او تسقط السّماء کما زعمت علینا کسفاً او تاتی باللّه و الملائکة قبیلاً او یکون لک بیت من زخرفٍ او ترقی فی السّماء و لن نؤمن لرقیّک حتّی تنزل علینا کتاباً نقرؤه ۔ قل سبحان ربّی هل کنت الّا بشراً رّسولا (بنی اسرائیل: ۹۰۔۹۳) (کفار کہتے ہیں کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ تو ہمارے لئے زمین سے چشمے جاری کردے۔ یا تیرے پاس کھجور اور انگور کا باغ ہو اور اس کے نیچے نہریں جاری ہوں، یا تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا برسادے جیسا کہ تو کہا کرتا ہے۔ یا اللہ اور فرشتوں کو ضامن لے آئے یا تیرے لئے کوئی گھر سونے کا بنایا ہوا ہو۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کو نہیں مانیں جب تک کہ وہاں سے کوئی ایسی کتاب نازل نہ کرے جسے ہم خود پڑھ لیں۔اے پیغمبر ان کو ان کے سوالات کے جواب میں یہی کہہ دو کہ میرا رب پاک ہے (کہ کوئی اس پر زور و تحکم کرے) میں تو صرف ایک بندہ اور رسول ہوں)

ان آیات میں کفار کی ان اقتراحات کا ذکر ہے۔اول،آنحضرت ﷺ کا اعجازی قوت سے زمین میں چشمے جاری کرنا۔ دوم۔ آپ کیلئے خرما و انگور کے باغ کا موجود ہونا۔اور اس میں نہروں کا بہتے ہونا۔سوم، آسمان کا ٹکڑا عذاب کیلئے گر پڑنا۔ چہارم، اللہ اور ملائکہ کی ضمانت، تصدیق یا ان کو سامنے لانا۔پنجم آپ ﷺ کیلئے سونے کا محل ہونا۔ششم،آپکا آسمان پر چڑھ جانا اور وہاں سے کتاب اتارنا جسے کفار پڑھ لیں۔

یہ بالکل بدیہی امر ہے کہ ان سب سوالات کے جوابات میں ایک ہی کلمہ سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رّسولاً تعلیم کیا ہے۔اگر یہ جواب امر ششم یعنی آسمان پر چڑھ جانے

کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے تو باقی سب امور بھی مستبعد و ناممکن ماننے پڑیں گے کیونکہ جملہ سوالات کا ایک ہی جواب سکھایا ہے۔ پس واضح ہو کہ ان کل امور کا ممکن اور غیر ممتنع ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے اور ایسے خوارق کا ذوات بابرکات انبیاء سے باذن الٰہی واقع ہونا محل استبعاد نہیں کیونکہ معجزہ یعنی خرق عادت ممکن ہے۔ پہلے ہم ان سب امور کا قرآن سے ممکن ہونا ثابت کرتے ہیں اور پھر قل سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رّسولاً کی صحیح تفسیر بیان کرینگے اور اس کے بعد یہ ذکر کرینگے کہ باوجود ان امور کے ممکن ہونے کے پھر کفار کی طلب پوری کیوں نہ کی گئی۔

امر اول۔ یعنی پیغمبر برحق کے معجزے سے زمین میں سے چشموں کا پھوٹ پڑنا آیت فانفجرت منه اثنتا عشرة عیناً (بقرہ: ۶۰) سے ثابت ہے۔ یعنی موسیٰؑ کے معجزہ سے پتھر پر عصا مارنے سے بارہ چشمے پھوٹ پڑنا، اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے فوارے جاری ہو پڑنا، اور نیز حضرت اسماعیلؑ کی ایڑیوں کی ضربوں سے آب زمزم کا پیدا ہونا امر مطلوب کے ممکن ہونے کی بڑی بھاری دلیل ہے۔ اور ان ہر دو واقعات کا ذکر صحیح بخاری میں موجود ہے۔

امر دوم اور پنجم یعنی پیغمبر برحق کیلئے باغات و انہار و محلات کے میسر ہونے کی دلیل بھی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورہ فرقان میں کفار کے اس سوال کو ذکر کر کے فرمایا:

تبارک الّذی ان شاء جعل لک خیراً من ذلک جنّات تجری من تحتها الانهار و یجعل لّک قصورا (فرقان: ۱۰) (وہ اللہ بہت برکت والا ہے جو اگر چاہے تو تیرے لئے ایک چھوڑ کئی باغات ان باغوں سے بہتر مہیا کر دے کہ ان کے نیچے نہریں بھی چلتی ہوں اور تجھے ایک چھوڑ کئی محل بھی میسر کر دے)

نیز حضرت سلیمانؑ کی بادشاہی اور ان کیلئے جڑاؤ شیش محل کا میسر ہونا سورہ نمل میں مذکور ہے۔ اور اسی طرح شیاطین کا آپ کیلئے مسخر ہونا اور آپ کیلئے سمندروں میں سے بیش بہا موتی نکالنا اور طرح طرح کے مکلّف اسباب خانگی تیار کرنا سورہ انبیاء، سبا اور ص میں مذکور ہے۔

سبحان اللہ! انبیاء تو بہترین خلائق ہوتے ہیں ان کیلئے خزانہ الٰہی میں کس چیز کی کمی ہے یہ اسباب تو دیگر افراد بنی نوع بلکہ کفار کیلئے بھی اس دنیا میں میسر ہو سکتے ہیں بلکہ بعض کو حاصل ہیں چنانچہ سورہ زخرف میں فرمایا:

ولولا ان یّکون النّاس امةً وّاحدة لّجعلنا لمن یّکفر بالرّحمن لبیوتهم سقفاً من فضّةٍ ومعارج علیها یظهرون و لبیوتهم ابوا باً و سررا

علیھا یتکئون و زخرفا (زخرف: ۳۳۔۳۵) (اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ کفر ہی پر کمر باندھ لیں گے تو ہم منکرین کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں اور دروازے اور تخت اور تکیہ گاہ سب کچھ چاندی کے کر دیتے اور اسی طرح دیگر اسباب بھی کچھ سونے کا عطا کر دیتے)

اس آیت میں کفار کیلئے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں اور دروازے اور تخت اور تکیہ گاہ اور دیگر اسباب طلائی میسر ہو سکنے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ ان اسباب کا حاصل کر لینا (بتوفیقہ تعالی) طاقت بشری سے خارج نہیں ہے۔ پس جب عامہ خلائق کیلئے ممکن ہوا تو انبیاء جو خواصِ دربار ایزدی ہوتے ہیں ان کے حق میں کس طرح محال ہوگا۔ خواص کا ایسے اسباب فانیہ کو محبوب نہ جاننا امر دیگر ہے اور ان کے حق میں معاذ اللہ محال و مستبعد ہونا امر دیگر ہے۔

امر سوم، یعنی آسمان سے کوئی ٹکڑا عذاب کے طور پر نازل ہونا کفار کے مقولہ کما زعمت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ان کو اس عذاب سے ڈرایا تھا جس پر کفار نے مطالبہ کے وقت اس کا حوالہ دیا اور وہ ڈر جو ان کو سنایا تھا سورہ سبا میں مذکور ہے:

ان نشأنخسف بھم الارض او نسقط علھم کسفاً من السّماء (سبا: ۹) (اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا آسمان سے کوئی ٹکڑا بطور عذاب نازل کر دیں)

اسی طرح سب آسمانوں اور زمین کا سقوط و زوال ممکن ہونا کئی آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

انّ اللّٰہ یمسک السّماوات والارض ان تزولا ولئن ذالتا ان امسکھما من احدٍ من بعدہ۔ (فاطر: ۴۱) (آسمان اور زمین کو صرف اللہ تعالی ہی نے تھاما ہوا ہے اور اگر وہ نہ تھامے اور وہ گرنے کو ہوں تو کوئی بھی نہ تھام سکے)

بلکہ قیامت کو یہ سب آسمان و زمین فنا کر دیئے جائیں گے اور یہ امر قرآن میں کئی جگہ مذکور ہے۔ چنانچہ تبدیل زمین و آسمان کی نسبت سورہ ابراہیم میں فرمایا:

یوم تبدّل الارض غیر الارض و السّماوات (ابراہیم: ۴۸) (جس دن زمین و آسمان نئے تبدیل کئے جائیں گے)

پس آسمان سے کوئی ٹکڑا بطور عذاب نازل ہونا بھی ناممکن و محال نہ ہوا۔

امر چہارم: یعنی اللہ اور ملائکہ کو ضامن کر کے صداقت نبوت کو ثابت کرنا، اس میں کوسا استبعاد ہے۔ قرآن اس سے بھرا پڑا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

لکنّ اللّٰه یشهد بما انزل الیک انزله بعلمه و الملائکة یشهدون و کفی با للّٰه شهیداً (نساء: ۶۶) (اللہ تعالی تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے اس قرآن کو تجھ پر اپنے علم سے سچ سچ نازل کیا ہے اور فرشتے بھی شہادت دیتے ہیں اور شہادت کے لئے تو اللہ ہی کافی ہے)

اور اگر قبیلاً بمعنی قبلاً سمجھیں تو بھی مستبعد نہیں کیونکہ اتیان باری بکیفیة تلیق بشانه العظیم ممتنع بالغیر ہے اور ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہوتا ہے جیسا کہ اس کتاب کے حصہ اول میں ثابت ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات:

هل ینظرون الّا ان یأتیهم اللّٰه فی ظلل مّن الغمام و الملائکة (بقرہ:۲۱)

اور

جاء ربّک و الملک صفّاً صفّاً (فجر:۲۲)

وغیرھا، اور احادیث نزول باری سبحانہ۔

امر ششم۔ یعنی آسمان پر بارادہ ءالٰہیہ چڑھ سکنا عامہ بشر بلکہ کفار کے حق میں بھی ممکن ہے۔ چنانچہ سورہ حجر کے شروع میں فرمایا:

و لو فتحنا علیهم باباً مّن السّماء فظلوا فیه یعرجون لقالوا انّما سکّرت ابصارنا بل نحن قوم مّسحورون (حجر:۱۴۔۱۵) (اور اگر ہم کفار پر آسمان کا دروازہ بھی کھول دیں اور وہ اس میں دن ہوتے چڑھ بھی جائیں تو پھر بھی کہیں گے کہ ہم پر کسی نے جادو کر دیا ہے)

پس عباد صالحین و حضرات مرسلین جو بہت اعز و اکرم ہیں، ان کے لئے کس طرح محال ہوسکتا ہے۔

اسی طرح کتاب کا لکھی ہوئی صورت میں آسمان سے اتر سکنا سورہ انعام کی آیت سے ثابت ہے، جیسا کہ فرمایا:

ولو نزّلنا علیک کتاباً فی قرطاسٍ فلمسوه بایدیهم لقال الّذین کفروا ان هذا الّا سحر مّبین (انعام:۷) اور اگر ہم تجھ پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل کریں اور یہ کفار اس کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹول بھی لیں تو بھی کہیں گے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

الغرض یہ سب آیات صاف بتلا رہی ہیں کہ امور مسئولہ کفار ممکن و غیر ممتنع ہیں۔ تو پھر

آیت سبحان ربّی ھل کنت الّا بشرا رّسولاً سے عذر استحالہ کس طرح بجا ہے؟ اس صورت میں تو قرآن حکیم میں تعارض ہوگا و ھذا باطل۔ اگر اسی آیت کو بغور دیکھیں تو اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار معترضین کو اس امر کا علم تھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ معراج جسمانی کے مدعی ہیں او ترقی فی السّماء کے بعد و لن نؤمن لرقیّک حتّی تنزّل علینا کتا باً نقرأہ اسی لئے کہا کہ آپ پچھلے معراج کا حوالہ نہ دے دیں۔ مزید برآں کفار کا سوال کرنا ہی اس امر پر دال ہے کہ وہ امور خارقہ عادات کا ظہور ذوات بابرکات انبیاء سے ممکن جانتے تھے اسی لئے یہ امور پیش کئے کہ اگر آپ ان ممکنات کو واقعات کر دکھائیں تو آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی رسالت کی تصدیق کریں گے۔

پھر اگر یہ سوال ہو کہ اگر سب امور مقترحہ ممکنات میں سے ہیں تو سبحان ربّی ھل کنت الّا بشرا رّسولاً کی صحیح تفسیر، جس سے یہ جواب ہر امر کے ساتھ منطبق ہو جائے، کس طرح ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی صحیح تفسیر جس کی دوسری آیات مؤید و مصدق ہیں، یہ ہے جو تفسیر ابن کثیر و سراج منیر سے نقل کی جاتی ہے:

و قولہ تعالی: سبحان ربّی ھل کنت الّا بشرا رّسولاً۔ ای سبحانہ و تعالی و تقدس ان یتقدم احد بین یدیہ فی امر من امور سلطانہ و ملکوتہ بل ھو الفعال لما یشاء ان شاء اجابکم الی ما سألتم وان شاء لم یجبکم وما انا الّا رسول الیکم ابلّغکم رسالات ربّی و انصح لکم و قد فعلت ذلک و امرکم فیما سألتم الی اللّٰہ عزّ و جلّ (ابن کثیر)

(اس آیت سبحان ربّی ... کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی اس امر سے پاک ہے کہ کوئی شخص اس کی بادشاہی میں پیش دستی یا اس کے سامنے بڑھ کر بات کر سکے، بلکہ جس امر کو چاہتا ہے خود کرتا ہے۔ پس اگر وہ چاہے گا تو تمہارا سوال قبول کرے گا ورنہ نہیں۔ اور میں تو صرف اس کے حکم کا مطیع اور اس کا رسول ہوں۔ میرا کام صرف تبلیغ رسالت ہے جو میں کر چکا اور جو کچھ تم نے سوال کئے ہیں ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہے)

اسی تفسیر سراج منیر میں بھی بوضاحت اس امر کو محقق کیا ہے:

و لما تم تعنتھم و کان لسان الحال طالباً من اللّٰہ تعالی الجواب عنہ امر اللّٰہ تعالی بجوابھم بقولہ قل ای لھٰؤلاء البعداء الا شقیاء

شبحان ربّی ای تعجباً من اقترا حا تهم تنز یهاً للّه من ان یا تی ا حد یتحکم علیه او یشارکه ا حد فی القدرة و قرأ ابن کثیر...بصیغة الماضی والبا قون قل بصیغة الامر و هل کنت الا بشراً رّسولّا کما کان من قبلی من الرّسل وکانوا لا یأتون قومهم الا بما یظهره اللّه علی ایدیهم بما یلائم حال قومهم ولم یکن امر الآیات الیهم و لا لهم ان یتحکموا علی اللّه حتّی یتخیروها هذا هو الجواب المجمل و اما التّفصیل فقد ذکر فی آیات اخر کقوله تعالی ولو نزّلنا علیک کتا باً فی قرطاسٍ فلمسوه باید یهم و لو فتحنا علیهم با باً ۔ و نحو ذلک

(اور جس وقت کفار کی سرکشی اور کج بحثی حد کو پہنچ گئی تو آپ ﷺ کی زبان حال اللہ تعالی سے اس بات کا جواب طلب کر رہی تھی ۔ پس اللہ نے جواب سکھا یا کہ ان بدبختوں سے کہو کہ اللہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی شخص اس پر حکم وزور کر سکے یا قدرت میں اس کا شریک ہو سکے میں اپنے اختیار سے یہ امر نہیں کرسکتا کیونکہ میں تو ایک رسول ہوں اور مجھ سے پہلے جتنے رسول ہوئے تھے اپنے اختیار سے کوئی بھی معجزہ نہ دکھا تا تھا بلکہ صرف وہی جو اللہ تعالی ان کے ہاتھ پر ظا ہر کرے اور ان کی قوم کے حال کے موافق ہوں ۔اور معجزات کا دکھانا رسولوں کے اختیار میں نہیں ہوتا تھا ۔اور نہ ان کو یہ قدرت ہوتی تھی کہ اللہ تعالی پر حکم اور زور کر کے اپنی مرضی سے معجزے طلب کریں ۔ اس آیت میں یہ جواب مجمل دیا گیا ہے اور تفصیل کے ساتھ دیگر مقامات میں مذکور ہے مثلاً آسمان سے کتاب اتارنے کا جواب سورہ انعام میں فرمایا گیا کہ اگر ہم تجھ پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل کرتے اور منکر لوگ اس کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹول بھی لیتے تو بھی یہ منکر اس کو جادو کہہ کر انکار کر دیتے ۔اور آسمان پر چڑھنے کا جواب سورہ حجر میں فرمایا : کہ اگر ہم ان کفار کے لئے آسمان کا دروازہ بھی کھول دیں اور یہ لوگ اس پر چڑھ بھی جائیں تب بھی یہ منکر کہیں گے کہ ہم پر کسی نے جادو کر دیا ہے ۔اور اسی طرح اور سوالات کے تفصیلی جواب دیگر آیات میں دیئے ہیں)

تفسیر سراج منیر نے تو بے شک ظلمات و وساوس وشبہات کو دور کر دیا اور قلب مومن کو منور کر دیا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ یہ امر ممتنعات میں سے نہیں بلکہ اعراض صرف ان کے تعنت کی وجہ

سے ہے۔اور نیز یہ کہ یہ جواب مجمل سب امور مسئولہ عنھا کا جواب ہے اور ہر امر کا بالتفصیل جواب دیگر آیات میں مذکور ہے ۔ چنانچہ مثال کے طور پر دو امر صعود الی السّماء اور تنزیل کتاب کے امکان میں وہی آیتیں ذکر کیں جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور باقی امور کے جواب کی تفصیل کی طرف و نحو ذلک سے اشارہ کر دیا کہ طالب تفصیل خود قرآن میں تدبر کر کے ڈھونڈ لے ۔

تفسیر کبیر میں بھی اس جواب کی اسی طرح تقریر کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ان یّقال اما ان یّکون مرادکم من ھذا الاقترا ح انکم طلبتم الاتیا ن من عند نفسی بھذہ الا شیاء او طلبتم من ان اطلب من اللّٰہ تعا لی اظھارھا علی یدی لتدلّ علی کونی رسولا حقاً من عند اللّٰہ والاول باطل لانّی بشر والبشر لا قدرۃ لہ علی ھذہ الاشیاء الثّانی ایضاً باطل لانّی قد اتیتکم بمعجزۃ واحدۃ وھی القرآن والدّلالۃ علی کونھا معجزۃ فطلب ھذہ المعجزات طلب لما لا حاجۃ الیہ ولا ضرورۃ فکان مجری التعنت و التحکم و انا عبد مامور لیس لی ان اتحکم علی اللّٰہ فسقط ھذا السّوال فثبت ان قولہ قل سبحان ربّی ھل کنت الا بشرا رّسولاً جوا ب کاف فی ھذا البا ب

(اس جواب کی تقریر اس طرح ہے کہ کفار کے سوال کی دو صورتیں ہیں ۔ اول یہ کہ ان امور کو اپنے اختیار سے کر دکھاؤں ۔ دوم یہ کہ اللہ سے طلب کروں کہ وہ میری صداقت کیلئے ان امور کو ظاہر کرے ۔ پس یہ دونوں صورتیں باطل ہیں ۔ پہلی تو اس لئے کہ میں بشر ہوں اور اپنے اختیار سے ان اشیاء پر قادر نہیں ہوں ۔ اور دوسری اس وجہ سے کہ معجزہ تو میں تمہارے پاس لا چکا ہوں کیونکہ یہ قرآن میری نبوت کی تصدیق کیلئے کافی معجزہ ہے پس تمہاری معجزہ کی طلب محض تعنت اور تحکم ہے اور میں تو اللہ تعالی کا مطیع بندہ ہوں ۔ میں اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ تحکم اور زور سے کوئی امر اس سے طلب کروں ۔ پس یہ سوال کفار مردود ہے۔ اور ثابت ہو گیا کہ قل سبحان ربّی ھل کنت الّا بشرا رّسولاً اس بارے میں کافی جواب ہے)

جو تقریر مفسرین سے اس جواب کے بارے میں نقل کی گئی ہے وہ بالکل حق اور مراد الٰہی کے عین مطابق ہے اور دیگر آیات اس کی تائید کرتی ہیں۔ پس یہ تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن ہے۔ اصل اس سارے مضمون کا و ما کان لرسولٍ ان یّأ تی بآیۃ الّا باذن اللّٰہ (مومن: ۷۸)

(کوئی رسول بغیر اذن الٰہی کوئی نشان ومعجزہ نہیں دکھا سکتا) ہے کیونکہ معجزہ مقدور بشر سے خارج شئے کا نام ہے اور رسول بھی بوجہ بشر ہونے کے بذات خود بالاستقلال خرق عادت پر قادر نہیں ہوتے۔

ایسے امور جن سے دیگر عاجز ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے رسول برحق کے دست مبارک پر ظاہر کرتا ہے اور وہ اس کی صداقت کے دلائل ہوتے ہیں۔ مثلاً حضرت روح اللہ اپنی رسالت کی صداقت کے بارے میں انّی اخلق لکم من الطّین .. الآیۃ اور موسیٰؑ اپنی رسالت کی تصدیق میں فرعون کے سامنے او لو جئتک بشیءٍ مبین فرماتے ہیں۔ اور فرعون اس پر طلب کرتا اور کہتا ہے فأت بہ ان کنت من الصّادقین۔ ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کے وسیلے کچھ عجائب جو مقدورِ بشر سے خارج ہوں، ظاہر کیا کرتا ہے۔ یہ ان کے صدق پر دلیل ہوا کرتے ہیں اور ایسے عجائب کوئی رسول بغیر اذنِ الٰہی کے دکھا نہیں سکتا۔

اب قرآن کے چند مقامات ذکر کیے جاتے ہیں جن میں اسی طرح کفار نے اقتراحی آیات کا مطالبہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہی جواب تعلیم کیا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ میرا کام اتباع وحی اور تبلیغ رسالت ہے۔ معجزات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ چاہے تو دکھائے ورنہ نہ دکھائے۔ اس میں اس پر میرا کوئی تحکم وتغلب تو نہیں کہ بزور معجزہ طلب کروں چنانچہ فرمایا:

و اذا لم تأتہم بآیۃٍ قالوا لولا اجتبیتہا قل انّما اتّبع ما یوحی الیّ من رّبّی ہذا بصائر مّن رّبکم و ہدی وّ رحمۃً لقوم یؤمنون و اذا قریء القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون (اعراف: ۲۰۲-۲۰۴)

(جس وقت تم ان کو ان کی طلب کے موافق کوئی معجزہ نہیں دکھاتے تو یہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں ازخود بنا لیتا۔ ان کو جواب دو کہ میں تو صرف وحی الٰہی کا تابع ہوں۔ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے کافی معجزہ ہے اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت کا سبب ہے اور جب میں اس کو پڑھا کروں تو تم اس کو چپ چاپ غور سے سنا کرو کہ تم بھی مومن ہو کر رحمت میں داخل ہو جاؤ)

دیکھو اس آیت میں کیسے صاف طور پر فرمادیا کہ ان سے کہہ دو کہ میں امر الٰہی کے تابع ہوں۔ اپنی حول و قوۃ سے کچھ نہیں دکھا سکتا۔ اور منصب تبلیغ رسالت سے ہرگز سرمو تجاوز نہیں کرسکتا اور اگر تمہاری غرض طلب آیات سے طلب حق ہے اور ہدایت حاصل کرنا ہے تو تصدیق رسالت کیلئے قرآن کافی دلیل ہے۔ اسے غور سے چپ چاپ سنتے رہو امید ہے کہ تم کو ہدایت نصیب ہو جائے گی۔ اسی طرح دوسری جگہ سورہ عنکبوت میں فرمایا:

وقالوا لولا انزل علیه آیة من ربّه قل انّما الآیات عند اللّٰه و انّما انا نذ یرمّبین او لم یکفھم انّا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم انّ فی ذلک لرحمة وّ ذکری لقوم یّومنون (عنکبوت: ۵۰۔۵۱) (اور یہ کفار کہتے ہیں کہ اس پر کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوا۔اے پیغمبر! تم ان سے کہہ دو کہ معجزات تو اللہ تعالی کے اختیارات میں ہیں۔میں تو ایک ڈرسنانے والا۔اے پیغمبر ﷺ! کیا ہم نے ان پر ایسی کتاب نازل نہیں کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے اوران کو تصدیق رسالت کے لئے اعجازی رہبری کرتی ہے۔پس وہ رسالت کا کافی ثبوت ہے اورمومنین کے لئے موجب رحمت ونصیحت ہے)

ناظرین! غور کریں کہ سورہ اعراف کی آیات اور یہ آیات کیسے بالاتفاق ایک ہی مضمون کو ادا کرتی ہیں۔اور یہ جواب کچھ ہمارے رسول ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ انبیائے سابقین سے بھی یہی منقول ہے۔اورانہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ہم اپنی مرضی سے بغیر اذن الٰہی نشان نہیں دکھا سکتے۔چنانچہ سورہ ابراہیم میں فرمایا:

و ما کان لنا ان نأ تیکم بسلطان الّا باذن اللّٰه (ابراہیم:۱۱)

(ہم بغیر اذن الٰہی کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے)۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوگیا کہ کفار کے اقتراح آیات کے جواب میں قل سبحان ربّی ھل کنت الّا بشرا رسولا کی تعلیم کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ یہ امور ناممکن تھے بلکہ یہ تعلیم کیا گیا کہ اللہ تعالی اس امر سے پاک ہے کہ اپنی سلطنت میں کسی کی مرضی پر انتظام کرے یا کوئی شخص اس پر تحکم کرے اور حسب اقتراح اس سے آیات طلب کر۔اگر غرض ان کفار کی طلب حق ہے تو تصدیق رسالت کیلئے کافی دلائل ظاہر ہو چکے ہیں اور دلیل کافی پر زیادتی طلب کرنا تعنّت وتحکم ہوتا ہے۔پس اس سے اعراض کرنا چاہیے اور منصب رسالت کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔مطلب اس آیت کا یہ تھا جو بیان کیا گیا۔خوش فہم لوگوں نے اور کا اور سمجھ لیا اور کہاں کی کہاں بے تکی ہانک دی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب یہ امور ممکن تھے اور نبی برحق کے معجزہ سے بعید نہ تھے تو پھر کیوں ان کو پورا نہ کر دکھایا تو اس کا جواب وہ ہے جو اجمالاً اوپر گذر چکا،اور وہ خود قرآن شریف نے تعلیم کیا ہے کہ قرآن شریف تصدیق رسالت کے لئے کافی ثبوت ہے، اس پر غور کرو تو تمہارا مطلب ومقصود پورا ہو جائے گا۔یہ ضرور نہیں کہ جو کچھ تم کہتے جاؤ اور احتمالات بعیدہ سے رد کرتے جاؤ، میں ہر روز اسے پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔دیکھنا تو یہ ہے کہ رسول مدعی رسالت جو کچھ

پیش کرتا ہے اسے دعوائے رسالت سے مناسبت وتعلق ہے یانہیں۔ اور وہ اثبات نبوت کیلئے کافی ہے یانہیں۔ اگر ہے تو پھر اس پر زیادتی کیوں طلب کی جاتی ہے۔ معجزے سے غرض تو یہ ہے کہ تصدیق رسالت کی طرف ہدایت ہوسکے۔ پس قرآن شریف اپنے اعجاز سے تم کو ساکت وملزم کررہا ہے اور تصدیق رسالت کیلئے بصدائے بلند پکار رہا ہے محمّد رسول اللّٰہ۔

آیات مذکورہ سے ناظرین کے خاطرنشین ہوگیا ہوگا کہ کفار مکہ کے متعنتانہ سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے تصدیق رسالت محمدی کیلئے قرآن شریف کو پیش کیا ہے۔ آپ کے مزید اطمینان کیلئے اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ سورہ بنی اسرائیل میں جن سوالات کے جواب میں سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رسولاً تعلیم کیا گیا ہے ان آیتوں کے پہلے بھی قرآن مجید کے معجز اور بے مثل ہونے کو بڑے ہی پرزور دعویٰ اور تحدی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: اے پیغمبر ﷺ ان کو سنادو:

قل لّئن اجتمعت الانس و الجنّ علی ان یّأتوا بمثل ھذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضھم لبعضٍ ظھیراً و لقد صرّفنا فی ھذا القرآن للنّاس من کلّ مثل فابی اکثر النّاس الّا کفو راً ۔ و قالوا لن نّؤمن لک حتی تفجر لنا من الا رض ینبوعا ۔ او تکون لک جنّة من نخیل وعنب فتفجّر الانھار خلالھا تفجیراً ۔ او تسقط السّماء کما زعمت علینا کسفاً او تأ تی با للّه و الملا ئکه قبیلاً ۔ او یکون لک بیت مّن زخرف او ترقی فی السّماء ۔ ولن نؤ من لرقیّک حتی تنزل علینا کتابا نقرأه۔ قل سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رّسولاً (بنی اسرائیل: ۸۸۔۹۳)

(اگر تمام انسان اور جنّ جمع ہوکر اور ایک دوسرے کی امداد پر کمر باندھ کر کوشش کریں کہ اس قرآن کی نظیر بھی لاسکیں تو ہرگز نہیں لاسکیں گے۔ بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کیلئے ہرطرح کی مثالیں بیان کی ہیں ہے مگر اکثر لوگ انکار ہی اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیری بات ہم کبھی نہ مانیں گے جب تک تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ نہ جاری کردے یا کھجوروں اور انگوروں کے تیرے باغ ہوں پھر تو ان کے درمیان نہریں چیر چیر کر جاری کردے۔ یا جیسا تو کہتا ہے آسمان ہم پر گرادے یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لاکر کھڑا کردے۔ یا تیرا

گھر سونے کا بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ہم تیرے اوپر چڑھنے کو بھی باور نہ کرینگے جب تک تو اوپر سے ایک کتاب ہمارے پاس نہ لاوے جس کو ہم پڑھیں۔اے پیغمبران کو کہہ دو کہ میرا رب پاک ہے، میں تو صرف ایک بندہ اور اس کا رسول ہوں)

آیت ماقبل کو ساتھ ملانے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ سورہ بنی اسرائیل میں بھی سورہ اعراف اور سورہ عنکبوت کی طرح طلب معجزات کے جواب میں قرآن شریف ہی پر کفایت کی گئی ہے۔ پس اس جواب سبحان ربّی هل کنت الّا بشراً رّسو لاً کو جن معنوں میں مرزا صاحب نے لیا تھا وہ ہرگز صحیح نہیں۔اس جواب کا صحیح مطلب وہی ہے جو تفسیر کبیر وغیرہ سے پیشتر گذر چکا ہے۔

تمّ و الحمد للّٰه الّذی بنعمته تتمّ الصّا لحات۔

(شهادة القرآن مصنفہ حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی کی مختصراً نقل مکمل ہوئی۔ بہاء)

حکم ارتداد

ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی اکیسویں جلد میں مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کا ایک مقالہ بعنوان

اسلامی حکم سیاسی متعلق جہاد وقتل مرتد

شائع ہوا جس میں ان مسائل پر مرزا غلام احمد اور اس دور کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کی آراء پر ریویو کیا گیا تھا۔ چونکہ اس مقالے کا تعلق ردقادیانیت کے لٹریچر اور تحریک ختم نبوت سے ہے لہذا، اسے ذیل میں مختصراً نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد اور اس کے ایک حواری نے اس قسم کے مضامین سول وملٹری گزٹ ۷ مئی ۱۹۰۷ء میں شائع کئے تھے جن میں یہ جتایا تھا کہ برٹش گورنمنٹ سے اس کی موجودہ حالت نیوٹریلٹی (عدم مداخلت مذہبی) میں مذہبی جہاد کو ناجائز جاننا خاصۃً اور صرف مرزائی پارٹی کا اعتقاد ہے جس میں مسلمان عموماً اور امیر افغانستان خصوصاً ان کے مخالف ہیں۔ اسی مخالفت کی وجہ سے اس کا ایک مرید کابل میں قتل کیا گیا ہے۔

سید محمد اڈیٹر اخبار الحق کراچی نے ان کے مضامین کو عام مسلمانوں اور خاص کر امیر افغانستان پر غیر شریفانہ حملہ قرار دے کر سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۲ مئی (۱۹۰۷ء) میں ان کا یہ جواب دیا ہے۔ جو دو فقروں میں منقول ذیل ہے:۔

اول۔ گورنمنٹ کی موجودہ حالت نیوٹریلٹی میں اس سے مذہبی جہاد کرنا تمام فاضل مسلمانوں کے نزدیک ناجائز ہے۔ بلکہ اصول اسلام کے مخالف ہے۔ لہذا مرزا غلام احمد کا یہ الزام عام مسلمانوں پر محض اتہام ہے۔ اور خاص ہز میجسٹی امیر پر، جو برٹش گورنمنٹ کے سچے دوست ہیں، مصالح ملکی کی نظر سے بھی بے جا اور نامناسب ہے۔

دوم ۔ مرزا قادیانی کے مرید کا کابل میں قتل کیا جانا اس وجہ سے نہیں ہوا کہ مرزا، گورنمنٹ سے جہاد کو ناجائز بتاتا تھا، بلکہ وہ اس وجہ سے ہوا تھا کہ مرزا قادیانی، اسلام سے مرتد ہو کر خاتم المرسلین ﷺ اور کل انبیاء (جن میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں اور اعتقاداہل اسلام میں قابل عزت و توقیر ہیں) کی توہین کرتا، اور ان کو گالیاں دے چکا تھا اور خود مدعی نبوت بن بیٹھا تھا۔ اور اس کی ان باتوں کو تسلیم کرنے کی وجہ سے اس کا وہ مرید (جو قتل کیا گیا ہے) مرتد ہو چکا تھا۔

اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے پھر قلم اٹھایا اور سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۸ مئی ۱۹۰۷ء میں ایک مضمون مشتہر کیا جس میں درج ذیل چار باتیں لائق بحث ونظر ہیں۔

۱۔ میں اور میرے مرید، آرتھوڈاکس (راسخ) مسلمان ہیں۔ خدا کو اور رسول کو اور قرآن کو مانتے ہیں، اس لئے ہم مرتد نہیں ہیں۔ پھر جو ہم کو اسلام سے مرتد قرار دیا گیا ہے اور ہمارے مرید کو قتل کیا گیا ہے تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں ہے کہ ہم اس مہدی اور مسیح موعود کے منکر ہیں جو بزور شمشیر اسلام پھیلائیں گے۔ اور اسی بنا پر ہم جہاد کے بھی منکر ہیں جو عام مسلمانوں کے خیال میں مانا گیا ہے۔

۲۔ جو سلوک ہم سے کابل میں کیا گیا ہے یہی سلوک مکہ اور مدینہ اور تمام اسلامی سلطنتوں میں ہمارے ساتھ جائز سمجھا جاتا ہے۔ اور ہماری جانوں اور مال اور مذہب کو بجز سلطنت برٹش گورنمنٹ کسی جگہ امن نہیں ہے اس لئے جیسے ہم اس سلطنت کے خیر خواہ اور دوام قیام کے طالب ہیں، کوئی دوسرا مسلمان نہیں ہوسکتا۔

۳۔ ہم مسلمانوں کے اس مقدس مسئلہ کو کہ مہدی و مسیح آئیں گے اور بزور شمشیر اسلام پھیلائیں گے، خطرناک سمجھتے ہیں اور یہی مسائل سرحدی مسلمانوں کی تباہی کے باعث ہوتے ہیں جب جاہل لوگوں کے دلوں میں ایسے خیال جگہ پکڑ لیتے ہیں تو بجز داس کے کہ کوئی شخص مہدی ہونے کا دعوی کرے اور تلوار ہاتھ میں لے، تعصب کی آگ شعلہ زن ہو جاتی ہے۔ جاہلوں کی کثیر تعداد اس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتقادات غلط ہیں، مذہب اسلام کی صادق اور روشن تعلیم کی موجودگی میں کسی جہاد کی ضرورت نہیں ہے۔ مسلمانوں میں جو دانا ہیں وہ ایسے اعتقادات کو آہستہ آہستہ چھوڑتے جاتے ہیں۔

۴۔ میں یہ نہیں کہتا کہ راسخ مسلمانوں سے جو ہمارے مخالف ہیں، وہ حکومت کے وفادار نہیں ہیں۔ وہ وفادار تو ہیں، لیکن اگر وہ ایسے اعتقادات کو چھوڑ دیں تو زیادہ بہتر ہے۔

ناظرین! میں (محمد حسین) ان دونوں (سید محمد اور غلام احمد کے) خیالوں پر منصفانہ محاکمہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو کچھ سید محمد اڈیٹر الحق نے کہا ہے، سچ اور بالکل صحیح ہے۔ اس کے فقرہ اول کی صداقت پر ایک تو میرا رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد شاہد عدل ہے۔ دوسرا گواہ اس سے پیشتر کا رسالہ ڈاکٹر سرسید احمد خان بجواب رسالہ ڈاکٹر ہنٹر ہے۔ ان دونوں کے ہوتے تیسرے گواہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ رسالہ سرسید احمد خان امید ہے ناظرین کے ملاحظہ سے گذرا ہوگا۔ اگر اس کی ضرورت ہو تو وہ بھی حاضر ہے۔

اور اس کے فقرہ دوم کے پہلے حصہ کی (کہ اس کے مرید کو مرتد قرار دے کر قتل کیا گیا ہے) صداقت پر خود مضمون مرزا کا فقرہ دوم ناطق گواہ ہے۔ رہا اس کا پچھلا حصہ (کہ اس کو انبیاء کی توہین و دشنام دہی اور دعوی نبوت کی وجہ سے مرتد قرار دیا گیا ہے، نہ مسئلہ جہاد کی وجہ سے)، اس کی صداقت پر بھی دو گواہ ہیں۔ ایک مرزا غلام احمد کی تصانیف جن میں اس نے نبوت کا دعوی کیا اور نبی آخر الزمان ﷺ اور حضرت مسیح ؑ کی توہین کی ہے، جو اسکے اپنے الفاظ سے یہاں نقل کی جاتی ہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۳ میں وہ لکھتا ہے:

خدا تعالی نے اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔

اور ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵ میں حضرت مسیح کا ذکر کر کے اس نے کہا ہے:

آپکی عقل موٹی تھی، آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کرنے کی اکثر عادت تھی، جس پر یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے، آپکو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔

اور اس ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے:

آپ (یعنی مسیح) کا خاندان نہایت پاک مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں زنا کار تھیں، کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا کنجریوں کی طرف میلان، اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔

اور رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۱۳ میں کہا ہے:

میں اسرائیلی مسیح ابن امریم سے شان میں بڑھ کر ہوں۔

دوسرا گواہ ایک معزز عہدہ دار سطنت کابل (جو اس دربار میں، جس میں مرید مرزا پر مرتد ہونے کا حکم لگایا گیا تھا، شامل وشریک تھا) کی دستخطی تحریر ہے جو مضمون سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۸ مئی کو پڑھ کر اس نے میرے پاس پشاور سے ارسال کی ہے۔ اس میں وہ عہدہ دار لکھتا ہے:

میں خود اس جلسہ میں، جو مسجد شاہی کابل میں ہوا تھا، موجود تھا۔ جہاد کا ذکر مطلق نہ ہوا تھا۔ صرف ارتداد کا فتوی دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل نہ تھا۔ اور مرزا (اس کے پیر) نے حضرت مسیحؑ کے حق میں دشنام و توہین کے لفظ استعمال کئے تھے۔

میں کہتا ہوں ایسے مرتد کو جو نبیوں کو گالی دے اور انکی توہین کرے، قتل کرنے کی فلاسفی اور پولٹکل وجہ یہ ہے کہ اسکے ان افعال سے تمام اہل المذہب میں اشتعال پیدا ہو کر اس سے کشت و خون ونقض امن عامہ خلائق کے وقوع کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام میں ایسے فتنہ انداز مرتد کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ جیسے کہ دنیا کی تمام سلطنتوں میں بادشاہوں کی اہانت کرنیوالوں اور بغاوت پھیلانے والوں کو پھانسی یا عبور دریائے شور کا حکم دیا جاتا ہے۔

اس قتل کی وجہ صرف مذہبی مخالفت یا ایک جزئی حکم جہاد سے انکار نہیں ہوسکتی۔ اگر یہ وجہ ہوتی تو کوئی مخالف مذہب، مسلمان بادشاہوں کی تلوار سے نہ بچتا اور ان کے ماتحت رعایا میں امن و آزادی سے نہ رہ سکتا۔ حالانکہ شروع اسلام سے اس وقت تک اسلامی سلطنتوں کے ماتحت غیر اسلامی لوگ برابر امن و آزادی سے رہتے چلے آئے ہیں امیر افغانستان ہی کی سلطنت کو دیکھو کہ اس میں ہندو، عیسائی، ارمنی وغیرہ، مسلمانوں کی طرح امن و آزادی سے عیش بسر کر رہے ہیں۔ حتی کہ ساٹھ ستّر ہندو شاہی دربار میں شرف یاب ہیں۔ اس ملک ہندوستان میں ہز میجسٹی (امیر حبیب اللہ) تشریف لائے تو اس ملک کے ہندوؤں اور عیسائیوں سے بھی اسی سلوک سے پیش آئے جیسے مسلمانوں سے پیش آئے۔ عید کے شاہی دربار دہلی میں جیسے مسلمان رؤساء مدعو و مشرف ہوئے، ویسے ہی ہندو رؤساء مدعو ہوئے۔ ہندوؤں کے معابد و مشاہد کی بھی امیر نے ایسے ہی داد دہش سے اعانت وعزت کی جس سے مسلمانوں کی مساجد و مشاہد وسکولوں اور کالجوں کی۔

(امیر حبیب اللہ والی افغانستان نے اس دورہ ہندوستان میں جامع مسجد پشاور کی مرمت کیلئے دس ہزار روپیہ، سرہند میں مجددؒ الف ثانی کے مقبرے کو ایک ہزار روپیہ اور وہاں گوردوارہ کو دوسو روپیہ دیا۔ علی گڈھ کالج کو بیس ہزار روپیہ یک مشت کے کرنسی نوٹ اور چھ ہزار روپیہ نقد پیشگی بابت سن رواں، یعنی ۱۹۰۷ء، عطا کیا۔ دہلی میں خواجہ نظام الدینؒ اولیاء کے مقبرے پر ۲۲۔ اشرفیاں اور دو روپیہ نذر کئے اور سلطان بختیار اوشیؒ کے مزار پر ۲۴ اشرفیاں نذر کیں۔ جوگ مایا پر چھ سو روپیہ دیا۔ اجمیر میں خواجہ معین الدینؒ کے مزار کے دیوان کو پانچ سو روپیہ، متولی کو پانچ سو روپیہ اور پانچ سو روپیہ مدرسہ اسلامیہ اجمیر کو دیا۔ ایک

ہزار روپیہ مول چند کے مندر کو دیا۔ دہلی عید گاہ کے پیش امام کو دو ہزار کا خلعت دیا اور سید محمد امام جامع مسجد کو دو ہزار روپیہ کا خلعت عطا کیا۔ شاہی مسجد لاہور کے امام کو ایک ہزار روپیہ کا خلعت عطا کیا۔ امرتسر میں دربار صاحب کو ایک ہزار دوسو پندرہ روپیہ دیا، خدام کو متعدد عطایا عنایت کیئے اور خالصہ کالج کو چھ ہزار روپیہ دیا۔ اسلامیہ کالج لاہور کو چھ ہزار روپیہ سالانہ عطیہ سابقہ کے علاوہ چھ ہزار سالانہ مزید یتیموں کی پرورش کیلئے مقرر فرمایا اور بیس ہزار روپیہ تعمیر کالج کیلئے عطا کیا۔

منقول از حصہ سوئم حیات لودی معروف بہ شوکت افغانی ص ۲۱۷ تا ۲۴۵۔ بہاء)

اور جو کچھ مرزا غلام احمد نے اپنے مضمون میں کہا ہے اس میں سے صرف فقرہ دوم تو صحیح ہے جو خیال سید محمد کا مصدق ہے اور ہمارا بھی اس پر صاد ہے کہ بے شک آپ کو بجز سلطنت برطانیہ کہیں جائے امن نہیں ہے کیونکہ آپ کے مذہبی خیالات روئے زمین کے مسلمانوں کے مخالف ہیں۔ اور باقی تینوں فقرے مضمون سے محض خلاف واقعہ اور بالکل غلط وسراسر مغالطہ ہیں۔

☆ پہلے فقرے میں جو اس نے کہا ہے کہ ہم خدا اور رسول وقرآن کو مانتے ہیں، ہم کو مرتد کہنا صرف اعتقاد آمد مسیح ومہدی سے انکار کی وجہ سے ہے، وہ بالکل سفید جھوٹ ہے۔ مرزائی پارٹی کا بظاہر خدا ورسول وقرآن کو ماننا ایسا ہے جیسا کہ اس کے تمام مخالف مسلمانوں کا سچے دل سے خدا ورسول اور قرآن کو ماننا۔ ومعہذا جیسا کہ مرزا غلام احمد ان سب مسلمانوں کو کافر ومرتد سمجھتا ہے اور اپنی پارٹی کا ان سے میل جول رکھنا، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں رکھتا۔

(مولوی نورالدین خلیفہ قادیان کی ایک نظم مرزا قادیانی کی موت کے پونے تین ماہ بعد اخبار الحکم قادیان بابت ۱۷۔ اگست ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی تھی جس کے منقول ذیل دو شعروں میں بھی مرزا قادیانی کو نہ ماننے والے لوگوں کو کافر کہا گیا ہے:

اسم او را اسم مبارک ابن مریم می نہند　　آں غلام احمد ست ومیرزائے قادیاں

گر کسے آرد شکے درشان آں کا فراست　　جائے او باشد جہنم بیشک درریب وگمان (حیات ثنائی ص ۴۰۹)

ان دنوں اس نے کتاب حقیقۃ الوحی شائع کی ہے تو اس کے صفحہ ۱۲۸ میں ایک بڑے پکے مسلمان ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کو جو خدا ورسول وقرآن کو مانتا ہے، صرف اس جھوٹے بہانہ سے کہ وہ رسول کے ماننے کو ضروری نہیں جانتا، مرتد قرار دیا ہے، جس کا جھوٹ ہونا ڈاکٹر عبدالحکیم نے اخبار وطن مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء میں شائع کر دیا ہے۔ ایسا ہی اگر تمام مسلمانوں نے ان سچے اور واقعی عذرات سے کہ مرزا خود مدعی نبوت بن بیٹھا اور انبیاء کی توہین کرتا ہے، اس کو

مرتد قرار دیا تو یہ کون سی شکایت کا محل ہے۔ اور اس حکم ارتداد کو آمد مہدی و مسیح سے انکار پر مبنی کیوں ٹھہرایا گیا ہے؟ کیا مرزا کے سوائے آمد مسیح و مہدی سے منکر اور کوئی مسلمان نہیں ہے؟ اور اگر ہے تو کیا اس پر حکم ارتداد لگایا گیا ہے؟ ہم بہت سے مسلمانوں کی نشان دہی کرتے ہیں جو مرزا کی مانند آمد مسیح و مہدی کے منکر ہیں۔ اور وہ راسخ مسلمانوں کے نزدیک کافر و مرتد قرار نہیں دیئے گئے بلکہ صرف بدعتی وغیر سنی قرار دیئے گئے ہیں۔

مسلمانوں کا ایک قدیم فرقہ جہمیہ اور بعض معتزلہ مسیح کی آمد سے منکر چلے آئے ہیں چنانچہ شرح صحیح مسلم کے صفحہ ۴۰۳ میں منقول ہے۔ اور معتزلہ کے انکار حیات مسیح کو (جو آمد کیلئے شرط ہے) مرزا نے بھی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۰ میں نقل کیا ہے۔ پھر ان لوگوں کو کوئی راشد مسلمان اس انکار کی وجہ سے مرتد قرار نہیں دیتا۔ امام مہدی کی آمد کے متعلق احادیث سے ایک بڑے مورخ اور سنی محدث ابن خلدون نے کتاب العبر فی دیوان المبتداء و الخبر میں انکار کیا ہے۔ اس کو بھی اس انکار کے سبب کسی نے مرتد نہیں کہا۔ دور نہ جاؤ۔ اس زمانی کے معتزلہ (نیچریہ) سرسید احمد خان اور ان کے فالورز Followers نے مسیح اور مہدی دونوں کے آنے سے انکار کیا ہے۔ ان کو اس انکار کی وجہ سے مرتد نہیں سمجھا گیا۔ پھر اس انکار کی وجہ سے راشد مسلمانوں کا مرزا غلام احمد اور مرزائیوں کو مرتد قرار دینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟

مذہبی جہاد کی نسبت کسی پڑھے لکھے راشد مسلمان کا یہ خیال نہیں کہ وہ جبراً اور بزور شمشیر اسلام پھیلانے کے لئے ہے بلکہ تمام واقف کار مسلمانوں کے نزدیک مذہبی جہاد صرف ڈی فینسو Defensive ہے۔ پھر اس سے انکار کی وجہ سے مسلمانوں کا مرزا غلام احمد کو مرتد سمجھنا کیونکر ممکن ہے

☆ فقرہ سوم میں جو مرزا نے کہا ہے وہ بھی محض غلط اور مغالطہ ہے۔ مذہبی جہاد کی نسبت جو کچھ واقف کار مسلمانوں کا خیال ہے، وہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔ مسیح موعود اور امام مہدی کے آنے کے متعلق بھی واقف کار مسلمانوں کا خیال یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ بزور شمشیر اسلام پھیلانے کیلئے آئیں گے۔ مسیح ابن مریم کی نسبت صحیح بخاری کے صفحہ ۴۹۰ میں مسیح کی نسبت صاف آچکا ہے یضع الحرب (یعنی جب وہ آئیں گے، لڑائی جہاد کو موقوف کر دیں گے) جسکی وجہ یہ ہے کہ وہ صرف آسمانی نشانات وکرامات سے تمام زمین میں دین اسلام کو پھیلا دیں گے۔ تمام زمین پر کافر ایک بھی نہ رہے گا اور جب کافر کوئی نہ رہا تو پھر جہاد کس سے ہوگا۔ اور چونکہ امام مہدی کی آمد بھی اسی زمانہ میں ہوگی لہٰذا وہ بھی بحکم حدیث مذکور، جہاد کے ذریعہ نہیں بلکہ روحانی و آسمانی برکات

سے اسلام پھیلائیں گے۔ یہی بات مرزا صاحب نے خود مسیح موعود مہدی مسعود بن کر اپنے لئے تجویز کر لی تو پھر اگر یہی اعتقاد مسلمانوں کا واقعی اور اصلی مسیح اور مہدی کی نسبت ہو تو پھر ان کی آمد کا اعتقاد کیوں خطرناک بتایا جاتا ہے۔ بناء علیہ مسیح موعود اور مہدی کی آمد کا اعتقاد کسی خطرہ کا محل نہیں ہے۔ ہاں بجائے اس کے محل خطرہ آپ جیسے لوگوں کا دعوی مسیحائیت و مہدویت ہے جو نہ واقعی مسیح موعود ہیں اور نہ اصلی مہدی۔ اور کسی قسم کی کرامات اور آسمانی برکات اپنے ساتھ نہیں رکھتے اور پھر خود ہی مسیح موعود اور خود ہی مہدی مسعود بن بیٹھے ہیں۔

☆ چوتھے فقرہ میں جو کچھ مرزا نے کہا ہے اس میں بھی بالکل مغالطہ سے کام لیا ہے۔ راسخ مسلمان رعایا کو پہلے تو اس نے گورنمنٹ کا وفادار تسلیم کیا اور پھر اس میں بھس ملا دیا ہے کہ اگر وہ اعتقادات مہدی و مسیح کو چھوڑ دیں گے تو پورے و بہتر وفادار بنے گی ...اس کے مقابلہ میں مسلمان مرزا کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب کہ تم دافع الوساوس کے صفحہ ۱۰۶ میں صاف لکھ چکے ہو کہ:

> جب انسان خدا تعالی کا نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک (خدا) کی طرف عود کرتی ہے اور پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا توسط رسل، نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے۔ یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری نازل فرماوے، ایک ہی بات ہے۔

اور تمہارے نزدیک گورنمنٹ بھی بلحاظ مذہب خدا کی نافرمان ہے۔ اسی واسطے تم نے اپنے انگریزی اشتہاروں میں گورنمنٹ کو اپنے مذہب کی طرف بلایا۔ اور عذاب اخروی سے ڈرایا ہے۔ لہذا اس عبارت میں آپ نے اس امر کو جائز رکھا ہے کہ خدا چاہے تو تمہارے ذریعہ گورنمنٹ کی جان و مال کو تلف کر دے اور یہی بعینہ جہاد کا مفہوم اور اس کا لازمی نتیجہ ہے۔...

(مولانا محمد حسین کہتے ہیں کہ میرا) یہ مضمون سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۹ جولائی (۱۹۰۷ء) میں درج ہو کر شائع ہوا تو مرزا کی پارٹی میں کھل بلی مچ گئی اور ۲۱ جولائی کو ان کے ہیڈ کوارٹر قادیان میں ایک جنرل میٹنگ ہوئی جس میں شور وغل برپا ہو گیا۔ کوئی کہتا اس کا جواب سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع کیا جائے۔ اس کو یہ جواب ملا کہ سول اس کو نہیں چھاپے گا۔ کوئی کہتا اس کے جواب سے بالکل سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ اس پر مرزا جی نے خوف زدہ ہو کر یہ اعتراض کیا کہ اس صورت میں گورنمنٹ ہم پر بدظن ہو جائے گی۔ اور آخر یہ قرار پایا کہ اسکے جواب میں ایک مستقل پمفلٹ چھپوا کر اعلی افسران گورنمنٹ کے پاس بھیج دینا چاہیے۔ اور محمد احسن امروہی یا حکیم نورالدین

کو یہ کام سپرد ہوا کہ نواب بھوپال کی تالیفات جمع کر کے ان سے آمد مہدی کے متعلق خیالات نواب کونقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ چونکہ راقم مضمون (محمد حسین) نے نواب صاحب کو امام و پیشوا تسلیم کیا ہوا ہے، لہذا اسکا اعتقاد بھی آمد مہدی کی نسبت وہی ہوگا جو نواب صاحب نے ظاہر کیا ہے

یہ حال تشویش اور ارادہ جواب نویسی اس پارٹی کا سن کر خاکسار نے مرزا جی کے نام اس مضمون کا خط لکھا کہ اگر اس مضمون کا جواب آپ لکھنا چاہیں تو خاکسار آپ کی مدد کرنے کو حاضر ہے۔نواب صاحب کی تالیفات سے جو کتاب مطلوب ہو، خاکسار سے مستعار طلب کریں۔اور میرا رسالہ اشاعۃ السنہ (جس میں نواب صاحب کے خیالات پر بحث ہے اور وہ اردو وانگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہو چکا ہے) قیمتاً طلب کریں۔اس خط کے روانہ ہو جانے کے بعد مرزا جی کے آرگن اڈیٹر الحکم بٹالہ آئے اور وہ خاکسار کا رسالہ جہاد اردو فارسی معہ نقل سرٹیفیکیٹس لے گئے۔دیکھئے ان کا پمفلٹ کب شائع ہوتا ہے (قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا بٹالوی مرحوم کی یہ تحریر اگست ستمبر ۱۹۰۷ء کی ہے۔بہاء)۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۱ ص ۳۴۵۔۳۵۷ مختصراً)

صحیفہ محبوبیہ

(مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ ایک کتاب موسومہ صحیفہ آصفیہ یعنی تبلیغ بحضور نظام، قادیانی مشن سے نکلی جس میں حکیم نورالدین کی طرف سے نظام دکن کی خدمت میں حوادث ارضی وسماوی عموماً اور واقع طوفان بلدہ حیدرآباد خصوصاً یاد دلا کر ممدوح کو قادیانی مشن کی تبلیغ کی گئی کہ ان واقعات حادثہ کی خبر مرزا قادیانی نے پہلے سے دی تھی اس لئے وہ مامور من اللہ اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہیں۔ خاکسار نے شاہ دکن کی طرف سے صحیفہ آصفیہ کا جواب لکھا تاکہ عوام پر اصل حال منکشف ہوسکے اور اس رسالہ کا نام صحیفہ محبوبیہ رکھا ہے۔ یہ رسالہ ذیل میں بعض نئے حواشی کے ساتھ ملخصاً نقل کیا جاتا ہے۔ بہاء)۔

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں:

حکیم نورالدین قادیانی نے صحیفہ آصفیہ میں دو باتوں کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ دنیا میں بدکاری کثرت سے ہے جو ان آفات ارضی اور سماوی کی موجب ہے۔

۲۔ چونکہ مرزا صاحب قادیانی نے ان واقعات کی پیش از وقت خدا سے علم پا کر خبر دی ہے لہٰذا وہ ملہم ربانی اور خلیفہ سبحانی تھے۔

امر اول کی بابت تو کسی کو انکار نہیں، نہ انکار کی گنجائش ہے کہ دنیا کی آبادی میں کوئی نسبت نہیں ملتی کہ نیک اور بد کو ممتاز کر سکے۔ حدیث میں آیا ہے کہ بنی آدم میں فی ہزار، نوسو ننانوے جہنمی ہوں گے اور ایک جنتی۔ زمانہ حال پر نظر کرنے سے اس حدیث کی تصدیق یوں ہوتی ہے کہ شائد زمانہ سلف کے صلحا کو ملا کر یہ نسبت ہوسکے ورنہ فی الحال تو، فی لاکھ بھی یہ نسبت پیدا نہیں ہوسکتی ہر ایک طبقے کے لوگ اپنے اپنے فرائض سے غافل ہیں۔

اور چونکہ یہ امر واقعی ہے کہ اہل دنیا اپنے فرائض سے غافل ہی نہیں بلکہ انہیں توڑ رہے ہیں اس لئے حکیم صاحب کی تحریر کے اس حصے پر کسی طرح کی تنقید کی حاجت نہیں۔ البتہ آپ کی تحریر کا دوسرا پہلو کہ مرزا صاحب کو خدا کی طرف سے غیوب پر اطلاع ہوتی تھی قابل غور ہے چنانچہ اسی پہلو پر ہم غور کریں گے۔

حکیم صاحب نے جو واقعات اور حوادث پیش کئے ہیں ان کی تحقیق تو ہم آگے چل کر

کریں گے سردست ہم حکیم صاحب کو اہل علم کا اور خود مرزا صاحب کا مسلّمہ اصول بتلاتے ہیں کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتا ہے۔ یعنی کسی مدعی کے صدق کیلئے جملہ امور میں سچا ہونا ضروری ہے اور کذب کیلئے بعض امور بھی کافی ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب خود بھی لکھتے ہیں:

ممکن ہے کہ ایک خواب سچی بھی ہو اور پھر بھی شیطان کی طرف سے ہو اور ممکن ہے کہ ایک الہام سچا ہو اور پھر بھی شیطان کی طرف سے ہو (حقیقت الوحی)

پس ہم چند الہام مرزا کے بطور نمونہ دکھاتے ہیں جن کی بابت ان کو خود اقرار ہے کہ ان کے صدق سے میں صادق اور ان کے کذب سے میں کاذب۔ چنانچہ آپ کے اصلی الفاظ یہ ہیں:

ماسوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینہ تک، اور پنڈت لیکھ رام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے۔ اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں کیونکہ احیاء اور اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو خدا تعالی اس کی خاطر سے کسی اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ سو پیشگوئیاں کوئی معمولی بات نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشگوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے (شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا ص ۸۰۔۸۱)

پس ضروری ہے کہ اس اعلان کے مطابق پہلے ہم آپکی ان پیشگوئیوں کی تحقیق کریں۔

پیش گوئی بابت ڈپٹی آتھم

مرزا نے جون ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر عیسائیوں سے مباحثہ کیا تھا۔ عیسائیوں کی طرف سے عبداللہ آتھم مناظر تھے۔ مباحثہ کے خاتمہ پر مرزا نے ایک پیش گوئی بالفاظ ذیل کی تھی:

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں

دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشین گوئی ظہور میں آوے گی، بعض اندھے سوجاکھے کیے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے (جنگ مقدس۔ص ۱۸۸۔۱۸۹)

اس عبارت کا مدعا صاف ہے کہ فریق مقابل یعنی عبداللہ آتھم جس نے ۱۵ روز تک مرزا صاحب سے مباحثہ کیا تھا، تاریخ اظہار پیش گوئی سے ۱۵ ماہ تک مر جائے گا۔ اس مقام کے علاوہ اور بھی کئی ایک مقامات پر مرزا صاحب کو اعتراف ہے کہ آتھم والی پیش گوئی میں موت مراد تھی چنانچہ رسالہ کرامات الصادقین میں لکھتے ہیں:

فبینما انا فی فکرہ لا جل ظفر الاسلام و افحام اللیام فاذا بشّرنی ربّی بعد دعوتی بموتہ (آتھم) الی خمسۃ عشر اشھر من یوم خاتمۃ البحث (سرورق صفحہ اخیر) (یعنی آتھم کی موت ۱۵ ماہ میں ہوگی)

اور سنیئے! مرزا صاحب فرماتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ موت کی پیش گوئی اس (آتھم) کے حق میں کی گئی تھی اور اس پیش گوئی کی ۱۵ مہینے میعاد تھی۔ (تریاق القلوب۔۵۴)

اور سنئے! مرزا صاحب فرماتے ہیں:

یاد رکھنا چاہیے کہ عبداللہ کی نسبت بھی موت کی پیش گوئی تھی۔ (حقیقت الوحی۔ص ۱۸۶)

یہ تینوں حوالے یکے بعد دیگرے مختلف اوقات کی شہادتیں ہیں۔ موخرالذکر سب سے آخری اقرار ہے کیونکہ جس کتاب (حقیقت الوحی) میں یہ اعتراف ہے وہ ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی تھی گویا اس بارے میں مرزا صاحب کی آخری تصنیف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا کہ مرزا صاحب آخری عمر تک اس پیش گوئی کو موت ہی کے معنی میں سمجھتے رہے تھے۔ اور بس۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم مقررہ مدت کے اندر مرا؟ ہرگز نہیں۔ ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء

تک میعاد تھی مگر وہ ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو مرا (مرزا صاحب کا رسالہ انجام آتھم صفحہ املاحظہ ہو) یعنی میعاد کے بعد ایک سال دس مہینے کچھ دن کامل زندہ رہا۔

لطیفہ: مرزا صاحب کے الہام کا کوئی شخص قائل ہو یا نہ ہو مگر حافظہ اور روایت کا تو ضرور قائل ہوگا۔ آپ کو کسی روایت کے بیان کرنے میں ذرہ جھجک نہ ہوتی تھی بلکہ روایت کو بھی ایسا ہی تصنیف کرلیا کرتے تھے جیسا کسی کتاب کو۔ لطف یہ ہے کہ خواہ وہ روایت آپ کے خلاف بلکہ آپ کے بیان کے بھی مخالف اور متناقض ہو۔ چنانچہ آتھم کی موت کی تاریخ آپ نے رسالہ انجام آتھم میں ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء بتلائی ہے جو انقضاء میعاد سے دو سال کے اندر ہے مگر رسالہ تریاق القلوب میں آتھم کی موت کی نسبت لکھتے ہیں کہ: اس (آتھم) کے رجوع کی وجہ سے دو برس سے بھی کچھ زیادہ اور مہلت اس کو دیدی۔ (صفحہ ۱۰۱)

حکیم صاحب مشہور مقولہ .... حافظہ نہ باشد، آپ نے بھی سنا ہوگا؟ اسی حکمت کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے: لوکان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ (قرآن خدا کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا)

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ ہے اصل مطلب یہ ہے کہ آتھم جو میعاد مقررہ میں نہ مرا تو مرزا صاحب نے اس کا کیا جواب دیا؟ آپ نے اس کے جواب دو طرح سے دیئے:

۱۔ آتھم کی پیش گوئی میں چونکہ یہ قید تھی کہ: بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔، آتھم نے رجوع کیا لہذا وہ میعاد کے اندر فوت نہ ہوا۔ چنانچہ مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

> بھلا تم میں سے کوئی تو ثابت کر کے دکھلا دے کہ آتھم پیش گوئی کی میعاد میں اپنی پہلی عادات پر قائم اور مستقیم رہا اور پیش گوئی کی دہشت نے اس کو مبہوت نہ کیا۔ اگر کوئی ثابت کرسکتا ہے تو کرے ہم قبول کرنے کو تیار ہیں ورنہ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین۔ کیا یہ رجوع نہیں تھا کہ نہ صرف آتھم بدزبانی سے باز آیا بلکہ پیش گوئی کی تمام میعاد یعنی ۱۵ مہینے ڈرتا رہا اور بے قراری اور خوف کے آثار اس کے چہرہ پر ظاہر تھے اور اس کو کسی جگہ آرام نہ تھا۔ (تریاق القلوب۔ ص ۱۱)

یہ توجیہہ مرزا صاحب کی ایسی مشہور ومعروف اور پسندیدہ ہوئی کہ مرزا صاحب کی سیرت لکھنے والے معتقدین نے بھی اسی کو پسند کیا چنانچہ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی اپنی کتاب سیرت مسیح موعود میں لکھتے ہیں:

> (آتھم) پندرہ ماہ کے اندر اسلام کیخلاف ایک لفظ نہ بولا اور سراسیمگی اور دہشت کی حالت

میں شہر بشہر مارا پھرا کہ کسی طرح ملک الموت کے پنجہ سے نجات پاوے اس عرصہ میں اسے کئی دفعہ خونی فرشتے بھی نظر آئے ۔اسکی قوت واہمہ نے اس پر ایسا اثر کیا کہ کہیں اس کی نظر میں بشکل اصل مجسم سانپ نمودار ہونے لگے۔ کہیں خونی فرشتے حملہ کرتے ہوئے دکھائی دیئے ... ایسی سراسیمگی گھبراہٹ اور خشیت کی حالت میں جو ایک قسم کا رجوع الی الحق تھا شرط الہام کے موافق اللہ تعالی نے قہری موت سے محفوظ رکھا۔ (ص ۱۲۵)

ان دونوں حوالوں کا مطلب صاف اور سیدھا ہے کہ آتھم نے رجوع کیا اور اس کے رجوع کے معنی یہ ہیں کہ اس نے پیش گوئی سن کر پریشانی ظاہر کی ۔ اپنے اصلی وطن (امرتسر) کو چھوڑ کر دوسرے مقامات میں جا کر ایام زندگی پورے کیئے ۔ وغیرہ

بہت اچھا! تو اس رجوع کا نتیجہ اس کو یہ ملنا چاہیے تھا کہ (بقول مرزا جی) ہاویہ سے بچ جاتا ۔مگر ناظرین تعجب سے سنیں گے کہ جناب مرزا نے اس کو پھر بھی ہاویہ میں گرایا اور بری طرح گرایا۔ چنانچہ اس کا ثبوت مرزا صاحب کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

توجہ سے یاد رکھنا چاہیے کہ ہاویہ میں گرایا جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورے کئے اور جن مصائب میں اس نے اپنے تیئں ڈال لیا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ ان کے دامن گیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا، یہی اصل ہاویہ تھا اور سزائے موت اس کے کمال کیلئے ہے جس کا ذکر الہامی عبارت میں موجود بھی نہیں۔ بے شک یہ مصائب ایک ہاویہ تھا جس کو عبداللہ آتھم نے اپنی حالت کے موافق بھگت لیا۔ (انوار الاسلام۔ص ۵)

اور سنیئے! فرماتے ہیں:

اے حق کے طالبو! یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیش گوئی پوری نکلی اور اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی ۔ ہاں اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنے پر جزع فزع کا اثر نہ ہونے دیتا اور اپنے افعال سے اپنی استقامت دکھاتا اور اپنے مرکز سے جگہ جگہ بھٹکتا نہ پھرتا اور اپنے دل پر وہم اور خوف اور پریشانی غالب نہ کرتا بلکہ اپنی معمولی خوشی اور استقلال میں ان تمام دنوں کو گذارتا تو بے شک کہہ سکتے تھے کہ وہ ہاویہ میں گرنے سے دور رہا۔مگر اب تو اس کی یہ مثال ہوئی کہ قیامت دیدہ ام پیش از قیامت، اس پر وہ غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جو اس نے اپنی تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی ۔ پس کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا

اگر تم ایک طرف ہماری پیش گوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اس کے مصائب کو جانچو جو اس پر وارد ہوئے تو تمہیں کچھ بھی اس بات میں شک نہیں رہیگا کہ وہ بے شک ہاویہ میں گرا، ضرور گرا۔ اور اس کے دل پر وہ رنج اور غم اور بدحواسی وارد ہوئی جس کو ہم آگ کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اعلیٰ نتیجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور ہماری تشریحی عبارات میں درج ہے، یعنی موت، وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارد نہیں ہوا کیونکہ اس نے عظمت اسلام کی ہیبت کو اپنے دل میں دھنسا کر الٰہی قانون کے موافق الہامی شرط سے فائدہ اٹھالیا مگر موت کے قریب قریب اس کی حالت پہونچ گئی اور وہ درد اور دکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آ گیا۔ پس یقیناً سمجھو کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ بالا ہوا اور کلمہ اسلام اونچا ہوا، اور عیسائیت نیچے گری۔ فالحمد للہ علی ذلک (انوار الاسلام)

ناظرین! اہل منطق کہا کرتے ہیں ضدین یا نقیضین کا اجتماع نہیں ہوسکتا۔ یہ سن کر کسی زندہ دل شاعر نے ایک رباعی لکھی ہے

مثالے را کہ در شرطیہ گفتہ بگو با منطقی کیں ہست مردود
رخ و زلفانِ یارم را نگاہ کن کہ شمس طالع ست و لیل موجود

(یعنی منطقی جو کہتے ہیں کہ سورج اور رات باہمی نقیضین ہیں اس لئے جمع نہیں ہو سکتے، یہ غلط ہے۔ دیکھو میرے دوست کا چہرہ تو سورج ہے اور اس کی زلفیں رات ہیں، پھر یہ جمع کیوں ہیں؟)

یہ تو ایک شاعرانہ رنگ تھا مگر مرزا صاحب نے اس کو واقعی صحیح کر دیا۔ رجوع اور ہاویہ میں وہی نسبت ہے جس کو نسبت تضاد کہیں یا تناقض۔ یعنی رجوع، جس صورت میں ہوگا اس میں ہاویہ نہ ہوگا، اور جس میں ہاویہ ہوگا، اس میں رجوع کا تحقق نہ ہوگا۔ باوجود اس کے مرزا صاحب نے آتھم کے حق میں دونوں کو تسلیم کیا ہے۔

لطف یہ ہے کہ آتھم کا ایک ہی فعل ہے جس کو (بقول مرزا) گھبراہٹ کہیے یا بے چینی نام رکھیئے، وہی اس کا رجوع ہے اور وہی اس کا ہاویہ۔

مرزا جی کے دوستو! ام تامرکم احلامکم بھذا ام انتم قوم طاغون

حکیم صاحب! ایک ہی محل میں دو متضاد حکموں کا جمع ہونا کبھی ہوا؟

اہل علم سے مخفی نہیں کہ مباحثات میں جب کوئی فریق اپنی نسبت حق کا، دوسرے کی نسبت ناحق کا لفظ بولتا ہے تو اس سے مراد اس کی اولاً بالذات وہ مسئلہ ہوتا ہے جس میں دونوں فریق کا

مباحثہ ہو۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

فریق مقابل جو انسان کو خدا بناتا ہے ۱۵ مہینے میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

اس کا مطلب صاف ہے کہ آتھم اگر الوہیت مسیح کے خیال سے تائب ہو کر خالص اسلامی توحید کی طرف آ گیا تو ۱۵ ماہ کی میعاد میں مرنے سے بچ جائے گا۔ چونکہ یہ مفہوم ایسا صاف ہے کہ ایک نابلد بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا، مرزا صاحب بڑے ہشیار تھے اس لئے ان کا ضمیر (کانشنس) ان کو ایسے رجوع کرانے سے رجوع کرنے کی ترغیب دیتا ہوگا، لہذا انہوں نے سب سے آخری جواب جو دیا وہ پہلے جواب سے بھی لطیف تر ہے۔ آتھم کے ذکر میں آپ فرماتے ہیں:

اگر کسی کی نسبت یہ پیش گوئی ہو کہ وہ ۱۵ مہینہ تک مجذوم ہو جائے گا۔ پس وہ اگر بجائے ۱۵ کے بیسویں مہینہ میں مجذوم ہو جائے اور ناک اور تمام اعضا گر جائیں، تو کیا وہ مجاز ہوگا کہ یہ کہے کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس واقعہ پر نظر چاہیے۔ (حقیقت الوحی۔ حاشیہ ص ۱۸۵)

یہ اقتباس بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ مرزا صاحب نے اس جواب میں عدم رجوع کی شق (صورت) اختیار کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اس کوشش میں ہیں کہ پندرہ ماہ کی میعاد ٹوٹنے سے خرابی لازم نہ آئے۔ یہ ہے اس ملہم ربانی کے بیانات کا نمونہ جنکو حکیم نورالدین نے صحیفہ آصفیہ میں کئی ایک مقامات پر سلطان القلم لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ مخالفین اسلام، احمدی قوم کا لوہا مان گئے ہیں حکیم صاحب! آپ کی طبع ناساز کے لحاظ سے میں اس پیش گوئی کے واقعات کو مختصر ہی لکھ کر چھوڑ دیتا ہوں۔ مفصل دیکھنے ہوں تو میرا رسالہ الہامات مرزا ملاحظہ فرماویں

گفتگو آئین درویشی نبود ورنہ با تو ماجرا ہا داشتیم

(بعد ازاں مرزا صاحب نے بات بدل کر وہ بات کہہ دی جس کا فسانے میں کہیں ذکر ہی نہ تھا۔ فرمایا: میری پیش گوئی میں تھا کہ کاذب صادق کی زندگی میں مر جائے گا، کیا وہ (آتھم) میری زندگی میں نہیں مرزا۔ اگر پیشگوئی سچی نہیں نکلی تو مجھے دکھاؤ کہ آتھم کہاں ہے۔ پس اگر پیشگوئی صحیح نہیں تھی تو وہ کیوں میرے پہلے مر گیا۔ (بدر، شعبان ۱۳۲۰ھ)

کوئی مرزا صاحب یا ان کے مریدوں سے پوچھے کہ آتھم والی پیش گوئی میں کہاں لکھا تھا کہ کاذب صادق کی زندگی میں مرتا ہے۔ بہاء)۔

پیش گوئی بابت منکوحہ آسمانی

آغاز کتاب میں حوالہ منقولہ از شہادت القرآن مصنفہ مرزا قادیانی میں تین پیش گوئیوں کا ذکر ہے۔ ایک کا بیان تو ہو چکا دوسری کا بیان شروع ہوتا ہے۔

دوسری پیش گوئی سے ہماری مراد اس جگہ منکوحہ آسمانی والی ہے جسکے متعلق مرزا صاحب نے بڑی تفصیل سے مزے لے لے کر الگ الگ اجزاء بتلائے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

اس (پیش گوئی متعلقہ نکاح آسمانی) کے اجزاء یہ ہیں۔

۱۔ کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے، اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو

۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جاوے۔

اور ظاہر ہے یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں (شہادۃ القرآن۔ص ۸۱)

(یہاں مرزا صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ، تا اس نئی بیوی سے ان کی اولاد نہ ہو جائے، کیونکہ ان کی یہ پیش گوئی بھی موجود تھی کہ (نصرت بیگم کے بعد بھی) مبارک خواتین سے ان کا نکاح ہوگا اور اولاد ہوگی۔ بہاء)

اس پیش گوئی کی میعاد سہ سالہ پوری ہوگئی اور مرزا صاحب کی جان ضغطے میں آئی تو آپ بڑی خفگی کے لہجے میں معترضین کو ڈانٹ بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

سوچاہیے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ ساری باتیں پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائینگے۔ ان بے وقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جاوے گی اور ذلت کے سیاہ داغ انکے منحوس چہروں کو بندروں اور سؤروں کی طرح کر دیں گے۔ سنو! اور یاد رکھو! کہ میری پیشگوئیوں میں کوئی ایسی بات نہیں کہ جو خدا کے نبیوں اور رسولوں کی پیشگوئیوں

میں ان کا نمونہ نہ ہو۔ بے شک یہ لوگ میری تکذیب کریں۔ بے شک گالیاں دیں۔لیکن اگر میری پیش گوئیاں نبیوں اور رسولوں کی پیش گوئیوں کے نمونہ پر ہیں تو ان کی تکذیب انہیں پر لعنت ہے۔ چاہیے کہ اپنی جانوں پر رحم کریں اور روسیاہی کے ساتھ نہ مریں۔کیا یونس کا قصہ انہیں یاد نہیں کہ کیونکر وہ عذاب ٹل گیا جس میں کوئی شرط بھی نہ تھی اور اس جگہ تو شرطیں موجود ہیں۔اور احمد بیگ کے اصل وارث جن کی تنبیہہ کیلئے یہ نشان تھا اسکے مرنے کے بعد پیش گوئی سے ایسے متاثر ہوئے تھے کہ اس پیشگوئی کا نام لے لے کر روتے تھے اور پیشگوئی کی عظمت دیکھ کراس گاؤں کے تمام مرد وعورت کانپ اٹھے تھے اور عورتیں چیخیں مار کر کہتی تھیں کہ ہائے وہ باتیں سچ نکلیں۔ چنانچہ وہ لوگ اس دن تک غم اور خوف میں تھے جب کہ ان کے داماد سلطان محمد کی میعاد گزر گئی پس اس تاخیر کا یہی سبب تھا جو خدا کی قدیم سنت کے موافق ظہور میں آیا۔ خدا کے الہام میں جو توبی توبی انّ البلاء علی عقبک ۱۸۸۶ء میں ہوا تھا اس میں صریح شرط توبہ کی موجود تھی۔اور الہام کذبوا بآیاتنا اس شرط کی طرف ایماء کر رہا تھا پس جب کہ بغیر کسی شرط کے یونس کی قوم کا عذاب ٹل گیا تو شرطی پیش گوئیوں میں ایسے خوف کے وقت میں کیوں تاخیر ظہور میں نہ آتی۔ یہ اعتراض کیسی بے ایمانی ہے جو تعصب کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔میں نے نبیوں کے حوالے بیان کر دیئے حدیثوں اور آسمانی کتابوں کو آگے رکھ دیا،مگر یہ نابکار قوم ابھی تک حیا اور شرم کی طرف رخ نہیں کرتی۔یاد رکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جزء (یعنی آسمانی نکاح کی تنفیذ) پوری نہ ہوئی تو میں ہر یک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتی۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔اسکی سنتوں اور طریقوں کا تم میں علم نہیں رہا اس لئے تمہیں یہ ابتلاء پیش آیا۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ص۵۳۔۵۴)

اسی مقام کے حاشیہ پر مزید تائید کیلئے مرزا صاحب یہ بھی فرماتے ہیں:

اس پیش گوئی کی تصدیق کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوّج و یولد لہ یعنی وہ مسیح بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے،اس میں کچھ خوبی نہیں، بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور

نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (حاشیہ ص ۵۳ ضمیمہ انجام آتھم)

ناظرین! عبارات مرقومہ بالا میں کوئی تاویل ہوسکتی ہے؟ صاف صاف الفاظ میں اظہار مدعا ہے اور کھلے کھلے لفظوں میں لکھا ہے کہ ایسا نہ ہونے سے میں تمام بدوں سے بدترین ہونگا زندگی میں وعدے تو ہوتے رہے مگر خاتون معلومہ ابھی تک (یعنی ۱۹۰۹ء میں) زندہ سلامت ہے اور مرزا صاحب ہمیشہ کے لئے تشریف لے گئے۔ مرزا جی کے دوستو! مرزا صاحب کا حوالہ مذکورہ بالا دیکھو: میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔

ناظرین! مرزا صاحب کو آپ لوگ الہامی نہیں مانتے، نہ مانیں مگر ان کی لیاقت اور ہوشیاری کی تو آپ کو داد دینی ہوگی خصوصاً جب ہم ان کے واقعات آپ لوگوں کو بتلا دیں گے تو انکار کی گنجائش نہ ہوگی۔ مرزا صاحب نے دیکھا کہ باوجود میرے مختلف حیلوں کے نکاح میں کامیابی نہیں ہوئی تو آپ نے ایک اور چال نکالی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

احمد بیگ کے مرنے سے بڑا خوف اس کے اقارب پر غالب آ گیا، یہاں تک کہ بعض نے ان میں سے میری طرف عجز و نیاز کے ساتھ خط بھی لکھے کہ دعا کرو۔ پس خدا نے انکے اس خوف اور اسقدر عجز و نیاز کی وجہ سے پیش گوئی کے وقوع میں تاخیر ڈال دی (حقیقت الوحی ص ۱۸۷)

اس مقام میں تو تاخیر ہی لکھی مگر کتاب مذکور کے خاتمہ تک پہونچتے ہوئے آپ کے قوی بھی غالباً کمزور ہو گئے ہوں گے، اس لئے اس کتاب کے تتمہ میں آپ یوں گویا ہوئے کہ:

یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھایا گیا، یہ درست ہے مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ ایتها المرأة توبی توبی فانّ البلاء علی عقبک پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ (تتمہ حقیقت الوحی۔ ص ۱۳۳۔۱۳۴)

اللہ اکبر! کہاں اتنا زور کہ اس کے عدم وقوع پر میں (مرزا) ہر ایک بد سے بدتر ہونگا، پھر اسی پر قناعت نہیں بلکہ حضور سید الانبیاء ﷺ فداہ ابی وامی کی ذات والا صفات پر بھی بہتان لگانے کی کوشش کی کہ آپ نے بھی اس نکاح کی بابت پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے، جس کا آخر نتیجہ یہ

ہوا کہ : نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ سبحان اللہ! اسی کو کہتے ہیں کوہ کندن وکاہ برآوردن

حکیم صاحب! آپ تو حکیم ہیں، مولوی ہیں، مناظر اور مصنف ہیں، کیا ایسی پیشگوئیوں سے مخالفوں پر حجت قائم ہوسکتی ہے کہ ایک وقت میں تو بڑے زور شور سے کہا جاوے کہ یہ ہوگا، وہ ہوگا، نہ ہو تو میں ہر ایک بد سے بدتر ہوں گا، مگر آخر کار خاتمہ اس پر ہو کہ یہ حکم منسوخ یا ملتوی ہوکر بعد موت منسوخ ہی ٹھہرا۔ سچ ہے

اذا غدرت حسنآء اوفت بعهدها و من عهدها ا لا يدوم لها عهد

ہاں یاد آیا کہ حکیم صاحب اس نکاح کو نہ منسوخ کہتے ہیں نہ ملتوی، بلکہ اس کی ایک اور ہی تاویل کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

> ایک لڑکی کے متعلق کہ اس سے آپ کی شادی ہوگی، اور ایک عورت سے زلازل کے پہلے ایک لڑکا ہوگا، اور پانچویں اولاد کی بشارت پر جو اعتراض ہیں ان کا للہ و باللہ قرآنی جواب یہ ہے کہ کتب سماویہ کا طرز ہے کہ مخاطب سے گا ہے خود مخاطب ہی مراد ہوتا ہے اور گا ہے وہ اور اس کا جانشین (جانشین تو حکیم صاحب تھے، تو کیا حکیم صاحب بھی اس پیش گوئی میں شامل تھے۔ حکیم صاحب کی تو مرزا صاحب کے بعد محمدی بیگم یا کسی بھی دیگر خاتون سے شادی نہ ہوئی۔ بہاء) اور اس کی اولاد بلکہ اس کا مثیل مراد ہوتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ زمانہ نبوی میں فرماتا ہے اقيموا الصّلوة و آتو الزّكوة ۔ اس حکم الٰہی میں خود مخاطب اور انکے مابعد کے لوگ شامل ہیں جو ان مخاطبین کی مثل ہیں (اس کے بعد قرآنی تمثیلات دے کر لکھتے ہیں) اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد، مخاطب کے جانشین، اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی یا اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہوسکتی؟ اور کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات کو حکم بنات نہیں مل سکتا؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں؟ میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہو جائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آئے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آسکتا۔ پھر یہی وجہ بیان کی و الحمد للّٰه رب العا لمين
>
> (ریویو آف ریلیجنز جلد ۷ نمبر ۷ ص ۲۷۶۔۲۷۹)

ماشاء اللہ کیا معقول جواب ہے، مطلب اسکا یہ ہے کہ قیامت تک مرزا کی اولاد میں سے یا افراد امت میں سے کسی کا محمدی بیگم کی اولاد در اولاد سے نکاح ہوگیا تو بھی پیشگوئی سچی ہے۔

کیوں نہ ہو آخر آپ حکیم ہیں فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ ۔اس جواب کی معقولیت میں تو شک نہیں مگر افسوس ہم اس کے سمجھنے ہی سے قاصر نہیں بلکہ الہامی تصریحات کے بھی اس کو خلاف پاتے ہیں ۔مرزا صاحب کا قول ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ یہ نکاح میری زندگی میں ہوگا، بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ بموجب حدیث شریف اس زوجہ سے میری اعجازی اولاد ہوگی ۔ہاں یہ بھی مرزا جی کا قول ہے کہ: ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا ۔اور نہ کسی کا حق ہے جو اس کے مخالف کہے (تتمہ حقیقت الوحی ص ۷)۔اسی اصول کے مطابق آپ نے ۱۹۰۷ء میں بمقام لاہور آریہ کانفرنس میں مرزا جی کے مضمون میں الہاموں کا ترجمہ کرتے ہوئے مکرر سہ کرر کہا تھا کہ میرا ترجمہ کسی طرح حجت نہیں ہوگا بلکہ اصل ترجمہ وہی ہوگا جو صاحب الہام کرے گا۔ جب ترجمہ کرنے میں آپ کو یہ خوف دامن گیر ہوا اور آپ نے باوجود عربی دانی کے اپنے ترجمہ کو بھی ہیچ قرار دیا تو اب آپ کو یہ حق کس نے دیا کہ آپ صاحب الہام کی تصریح کے مخالف تشریح اور تفسیر کریں؟

حکیم صاحب آیئے میں آپ کو مرزا صاحب کا ایک اور کلام سناؤں ۔مرزا صاحب کی زندگی میں یہ سوال پیش ہوا تھا ۔پس وہ سوال اور مرزا جی کا جواب سنئے ۔غور سے نہیں بلکہ ایمان سے خدا کو حاضر و ناظر جان کر سنیئے ۔۳۰ جون ۱۹۰۵ء کے اخبار الحکم میں مرزا جی کا ایک خط کسی کے جواب میں چھپا ہے اس میں مذکور ہے:

اعتراض پنجم: مسماۃ محمدی کو دوسرا شخص نکاح کر کے لے گیا ۔اور وہ دوسری جگہ بیاہی گئی ۔

الجواب: وحی الٰہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی بلکہ یہ تھا کہ ضرور ہے کہ اول دوسری جگہ بیاہی جائے ۔سو یہ پیشگوئی کا حصہ تھا کہ دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا ۔الہام الٰہی کے یہ لفظ ہیں فسیکفیکھم اللّٰہ و یردّھا الیک ۔یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی جائے گی خدا اس کو تیری طرف لائے گا ۔جاننا چاہیے کہ ردّ کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں کہ ایک چیز ایک جگہ ہے اور وہاں سے چلی جاوے اور پھر واپس لائی جاوے ۔پس چونکہ محمدی (بیگم) اقارب میں بلکہ قریب خاندان میں سے تھی یعنی میری چچا زاد ہمشیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری طرف قریب رشتہ میں ماموں زاد بھائی کی لڑکی تھی یعنی احمد بیگ کی ۔پس اس صورت میں ردّ کے معنی اس پر مطابق آئے کہ پہلے وہ ہمارے پاس تھی ۔اور پھر وہ چلی گئی اور قصبہ پٹی میں بیاہی گئی ۔اور وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی ۔سو ایسا ہی ہوگا۔ (الحکم مذکور کالم ۲ ص ۲)

مرزا جی کے دوستو! عبارت بالا غور سے دیکھو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہارے داؤ گھات سے بے خبر ہیں۔ ہم تمہارے رازوں سے اس قدر واقف ہیں کہ تم کو اس کا علم نہیں۔

قادیان میں طاعون نہ آنے کی پیشگوئی

اس پیش گوئی سے مرزا صاحب کی غرض تو یہ تھی کہ طاعون کے زمانہ میں لوگ بھاگ بھاگ کر قادیان میں آئیں اور اسی بہانہ سے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر مستفیض ہوں۔ ایک حد تک مرزا صاحب کی یہ غرض پوری بھی ہوئی کہ بعض سادہ لوحوں نے طاعون سے نجات کا ذریعہ بس یہی سمجھا کہ چلو قادیان میں چل رہیں۔ مرزا صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں رہتا تھا ...خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو (مرزا) ان میں رہتا ہے۔ (دافع البلاء۔ ص ۵، ۷)

اس مختصر الہامی کلام کی شرح مرزا جی کے پیش امام عبدالکریم سیالکوٹی نے مرزا جی کی زندگی میں انکی مرضی سے بڑی شرح وبسط کے ساتھ تھی جو بہت ہی لطف خیز ہونے کے علاوہ قادیانی مسیح کا حال بھی بخوبی روشن کرتی ہے اس لئے ہم اسے یہاں کلقاً طلقاً نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے:

مسیح موعود اور قادیان دارالامان:

پیسہ اخبار مطبوعہ ۵۔ اپریل ۱۹۰۲ء نے آٹھویں صفحہ میں، قادیان کے اخبار کی گالیاں اور قادیان کے مذہب کا نمونہ، عنوان جما کر لاہور کی نسبت لکھا ہے کہ لاہور میں انجمن حمایت اسلام کے جلسہ پر صدہا آدمی طاعون زدہ ہواؤں سے آئے۔ پھر لاٹ صاحب کی تقریب وداع پر اسی قسم کے لوگوں کا بہت بڑا ہجوم ہوا۔ پھر بھی لاہور طاعون سے محفوظ رہا اور امید ہے کہ محفوظ رہے گا اور پھر بڑی جرأت اور شیخی سے لکھتا ہے:

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لاہور قادیان سے ایمان داری میں فائق ہے۔

پیسہ اخبار کی یہ امید یا پیش گوئی اور یہ نتیجہ خوفناک حملے ہیں، خدا غیور کی اس عظیم الشان وحی پر جو کئی دفعہ الحکم میں شائع ہوئی انہ آوی القریۃ یعنی یہ یقینی بات ہے کہ خدا تعالی نے اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لے لیا اور اس وحی پر کہ لولا الاکرام لھلک المقام یعنی سلسلہ احمدیہ کا پاس اور اکرام اگر خدا کو نہ ہوتا تو یہ مقام بھی ہلاک ہو جاتا۔ اب سننے والے سنیں اور

دیکھنے والے دیکھیں کہ ایک طرف پیسہ اخبار ایک زمینی کیڑا اپنے جوش نفس اور ارضی مادہ کی ابخرات کی تحریک سے پیش گوئی کرتا اور ذمہ لیتا ہے کہ لاہور طاعون سے محفوظ رہے گا اور دوسری طرف خدا کا مامور، مرسل، جری اور مسیح موعود خود خدائے حکیم علیم قدیر کی وحی انّہ آوی القریۃ کی بنا پر ساری دنیا کے طبیبوں فلسفیوں اور مٹیر لیسٹوں کو کھول کر سناتا ہے کہ قادیان یقیناً اس پراگندگی، تفرقہ، جزع فزع اور موت الکلاب اور تباہی سے محفوظ رہے گا اور بالضرور محفوظ رہے گا جس میں دوسرے بلاد مبتلا ہیں اور بعضے ہونے والے ہیں۔

پیسہ اخبار نے خدا کی جلیل الشان وحی کی کسر شان کیلئے ایسا جھوٹا دعوی کیا اور امید ظاہر کی اور ناپاک نتیجہ نکالا ہے۔ پیسہ اخبار کا دل اور کانشنس گواہ ہیں کہ اس کی امید کی بنیاد کسی مضبوط چٹان پر نہیں وہ ان زمینی قوتوں پر بھروسہ کر کے آسمان کے خدا اور اس کے کلام کی ہتک کرتا ہے جواب تک ہر سیلاب کے مقابل بند لگانے میں خس و خاشاک سے بھی بڑھ کر کمزور اور ہیچ ثابت ہوئی ہیں۔ پیسہ اخبار میں ذرا بھر بھی خدا شناسی کا، یا کم سے کم دور اندیشی کا مادہ ہوتا تو وہ کانپتے دل اور پرآب آنکھوں سے اس پرتحدی کلام کو دیکھتا اور بالبداہت اس نتیجہ پر پہنچ جاتا کہ زمین زادہ اور تاریکی کا فرزند ایسا دعوی کرنے اور کلام کرنیکا دل گردہ نہیں رکھتا۔ اس زمانہ میں جب کہ زمین کے غلیظ بخاروں یعنی علوم مادیہ ڈاکٹری اور طبعی تحقیقات اور خردبینی تکشیفات نے اپنے تئیں کمال عروج پر پہنچا لیا ہے اور یورپ کے دلیر اور پرحوصلہ فرزند خدائی کی کل ہاتھ میں لے لینے کیلئے بحر و بر کو زیر و زبر کر رہے ہیں اور با ایں ہمہ اس بلائے جانستاں کے قابل جہل اور نادانی کا اعتراف کرتے ہیں۔ ایک شخص جو پرشغب اور پرہنگامہ اور پرتمدن شہروں سے ایک دور کے کنارہ میں رہتا ہے کس قدر قوت اور غیر متزلزل شوکت سے دعوی کرتا ہے کہ اگرچہ طاعون تمام بلاد پر اپنا پرہیبت سایہ ڈالے گی مگر قادیان یقیناً یقیناً اسکی دست برد.. سے محفوظ رہے گا۔ اور وہ دیکھتا اور جانتا ہے کہ قادیان کے چاروں طرف طاعون پھیلتا جاتا ہے اور قریب قریب کے اکثر گاؤں مبتلا ہو گئے ہیں اور جوق در جوق لوگ متاثر جگہوں سے قادیان میں آتے ہیں اور روک کا کوئی بھی سامان اور مقدرت نہیں۔ اس پر بھی وہ یہ بلند دعوی کرتا اور اقرار کرتا ہے کہ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ یہ خدا کا کلام ہے جو میں پہنچاتا ہوں۔ مگر افسوس پیسہ اخبار نے راستی کے تمام مکذبوں کی طرح سخت شتاب کاری اور گستاخی اختیار کر کے چاہا ہے کہ خدا کے کلام کو پیروں کے نیچے کچل دے مگر کیا پیسہ اخبار کی ذمہ داری

لا ہور کیلئے اور قادر علیم خدا کی ذمہ داری قادیان کیلئے ایک مضحکہ آمیز بات یا بازاری گپ کی مانند غیر ممیّز رہ جائے گی؟ نہیں نہیں عنقریب ظاہر ہو جائے گا کہ زمین کے کمزور کیڑے کی بات میں اور فاطر ارض وسما کے مقتدر کلام اور دعوی میں کیا فرق ہے۔

سنو! اے زمین کے فرزندو! اور کان لگاؤ اے آسمان سے انقطاع کر کے مادیات پر جھک جانے والو! پھر سنو! اے خدا کے مامور مرسل کی بے عزتی کرنے والو! اور راستیوں سے عداوت کرنے کے ٹھیکہ دارو! کہ انّه آوی القریة اس خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ پر توریت نازل کی اور حضرت خاتم النبیین ﷺ پر خاتم الکتب قرآن کریم کو اتارا۔ ہم آسمان وزمین کی خاطر خدا کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ یہ وحی ویسی ہی سچی ہے جیسے قرآن کریم کی وحی۔ اس لئے کہ یہ اسی کی تائید وتصدیق میں اتری ہے اور یہ ضرور پوری ہوگی اور ضرور ہوگی۔ انّه آوی القریة کا مفہوم صاف لفظوں میں تقاضا کرتا ہے کہ اس میں اور اس کے غیر میں بین امتیاز ہو اور یہ نہیں ہوسکتا جب تک کم ازکم وہ شہر طاعون میں مبتلا نہ ہوں جنہوں نے سب سے زیادہ جنگ خدا کے سلسلہ سے کی اور جہاں پیسہ اخبار سا دشمن حق بود وباش رکھتا ہے غیور خدا اپنے کلام کے اکرام واعزاز کیلئے ایسا کرنے والا ہے تو کہ اڈیٹر پیسہ اخبار کی امید اور پیش گوئی کی آنکھ میں خاک ڈال دے اور آدم کے دشمنوں کی آنکھیں نیچی کروا کر اقرار لے کہ کیا یہ صحیح نہیں کہ قادیان دارالامان ہے؟ پھر سن لو، ازبس ضروری ہے کہ یہ بلا عام طور پر محیط ہو اس لئے کہ کوئی کہنے کا موقع نہ پا سکے کہ قادیان ہی محفوظ نہیں فلاں فلاں جگہ بھی محفوظ ہے۔ خصوصاً خدا کی غیرت کا حملہ ان جگہوں پر ہے جہاں بڑے بڑے آئمۃ الکفر رہتے ہیں اور ممکن بلکہ غالب امید ہے کہ وہ بہتیرے کس مپرس ناتواں دیہات بچ رہے ہیں جہاں سے تابڑتوڑ توبہ اور استغفار اور بیعت کے خطوط آرہے ہیں اور وہ چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ یا مسیح الخلق عدوانا

....اگر اب تک پیسہ اخبار اور لاہور کے لوگ اپنی استہزاء اور تعلّی اور تکبر پر اصرار کرتے اور ان باتوں کو کذب اور افتراء سمجھتے ہیں تو ان کیلئے بڑا عجیب موقعہ ہے کہ خدا کی قدرت نمائی کے جلی اور صاف صاف پڑھے جانے والے نشان دیکھ لیں۔ ایک طرف حضرت مسیح موعود نے اپنی راستی اور شفاعت کبری کا یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ قادیان کی نسبت تحدی کردی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور اپنی جماعت کے علاوہ اس جگہ کے ان تمام لوگوں کو جو اکثر دہریہ طبع کفار

مشرک اور دین حق سے ہنسی کرنے والے ہیں، خدا کے مصالح اور حکمتوں کی وجہ سے اپنے سایہ شفاعت میں لے لیا ہے جیسے کہ برسوں اس سے قبل خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں خبر دی تھی کہ و ما کان اللّٰہ لیعذّ بھم و انت فیھم یعنی خدا ان کو عذاب سے ہلاک نہ کریگا جب کہ تو ان کے درمیان ہے ۔غرض ایک طرف تو اس بڑے بھاری دعوی کے مدعی نے اپنی بستی کی نسبت یہ دعوی کیا ہے اور دوسری طرف یہ دعوی کیا ہے کہ لاہور اور اسکی مثل وہ مقامات جن میں آئمۃ الکفر رہتے ہیں طعمہ طاعون ہونے سے ہرگز نہ بچیں گے اور حضرت ممدوح نے لکھا ہے اور بار بار فرماتے ہیں کہ جہاں ایک بھی راست باز ہوگا اس جگہ کو خدا تعالی اس مشتعل غضب سے بچالے گا.... حضرت مرزا غلام احمد کا یہ دعوی ۲۵ برس سے ہے کہ ان کی تکذیب پر آخر کار دنیا میں طاعون پڑنا تھا اور پھر خدا نے اس اکیلے صادق کی طفیل قادیان کو جس میں اقسام اقسام کے لوگ تھے، اپنی خاص حفاظت میں لے لیا....وقت آگیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک عالم کے نزدیک مسیح موعود اور مہدی مسعود یقیناً ثابت ہو جائیں اور التباس اور شک کا سارا پردہ اٹھ جائے ۔

اے نیچر یو! اور اے بے باک زندگی کی چال کو پسند کرنے والو! اور اے مذہب اور خدا کو پرانے زمانہ کا مشغلہ کہنے والو! اور اے یورپ کی عقل اور سائنس کو خدا کے لاکھوں راست بازوں کے سچے فلسفہ پر ترجیح دینے والو! اور اے خدا کی صفت تکلم اور پیش گوئیوں پر ہنسی اڑانے والو! اور اپنی ہوا و ہوس کے بتوں کے پرستارو! بولو اور سوچ کر بولو کیا تمہارے نزدیک مسیح موعود کے اس دعوی اور پیش گوئی میں خدا کی ہستی پر، قرآن کی حقیقت پر، خدا کے متصف بصفات کاملہ ہونے پر، یعنی ازل سے ابد تک متکلم ہونے اور مدبر بالارادہ ہونے اور قادر مطلق ہونے پر اور بالآخر میرزا غلام احمد قادیانی کے منجانب اللہ ہونے پر چمکتی دلیل نہیں؟ اب خدا کا ارادہ ہے کہ تم میں سے بہتوں کو جگائے جو غفلت کی نیند میں اینڈے پڑے سوتے تھے اور بہتوں کے منہ اپنی قدرت نمائی سے بند کر دے جو بہت جلدی خدا کی باتوں پر ہنس دیتے تھے اور وقت آگیا ہے کہ خدا کی اس وحی کی صداقت ظاہر ہو جائے جو آج سے ۲۲ برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھی گئی اور وہ یہ ہیں:

دنیا میں ایک نذیر آیا، دنیا نے اسے قبول نہ کیا پر خدا اسے قبول کرے گا اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔

یہ وہی خدا کے زور آور حملے ہیں جو اس کی سچائی کے اظہار کیلئے ہو رہے ہیں اور ہنوز خدا معلوم کب تک ان کا سلسلہ جاری رہے۔ آج وہی سعید ہے جو ہوا سے محسوس کرے کہ پیچھے زور سے برسنے والا بادل آ رہا ہے و انّ فی ذلک لآیۃ لّقوم یؤمنون

... پادری صاحبان! غور کا مقام ہے کہ قادیان سے دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون تاخت و تاراج کر رہی ہے اور قادیان ایک جزیرہ کی طرح اس موجزن خونخوار سمندر میں بن رہا ہے اور روک اور حفاظت کا کوئی قہری اور جبری سامان نہیں۔ گورنمنٹ حفاظت سے دست کش ہو چکی ہے اور طاعون زدہ مقامات سے بے روک ٹوک براتیں اور گنوار قادیان اور اس کے بازار میں آتے جاتے ہیں۔ با ایں ہمہ ایک شخص علی الاعلان کہہ رہا ہے کہ خدا تعالی مجھ سے بولا اور اس نے مجھے کہا انّہ آوی القریۃ۔ لو لا الا کرام لھلک المقام۔ آپ لوگوں کے پاس کس قدر سامان ہیں؟ آپکے کنووں میں کرم کش دوائیں چھڑکی جاتی ہیں اور طاعون کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے بڑی ہتھیار بندی کی جاتی ہے اور آپ ہزاروں ہزار تنخواہیں گورنمنٹ سے یا گورنمنٹ کی قوم سے پاتے ہیں۔ احسان کا معاوضہ دینے اور مذہب عیسیٰ کی صداقت ظاہر کرنے کا امتحان اور میدان تو اب پیش آیا ہے۔ یہ موقعہ آپ ہاتھ سے جانے نہ دیجئے۔ اگر آپ نے بالمقابل کچھ شائع نہ کیا تو یسوع مسیح کی موت پر دوہری مہر لگ جائے گی اور ایک جہان پر روشن ہو جائے گا کہ نصرانیت مردہ مذہب ہے اور حضرت عیسیٰ عاجز انسان اور خدا کا عاجز بندہ تھا جو اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح فوت ہو گیا۔

عبدالکریم از قادیان۔ ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۲ء

ناظرین آپ غور کریں کہ مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے امام نے کس زور کی تحدی کی ہے اور کس قدر اپنے دماغ اور قلم کا زور اس پر خرچ کیا ہے۔ آخر کار اس تحدی اور دعوی کے بعد کیا ہوا؟ یہ کہ قادیان میں ایسا طاعون آیا کہ الامان والحفیظ۔ اس کا ثبوت ہم اور جگہ سے کیوں دیں خود مرزا صاحب کی تحریریں موجود ہیں۔ مرزا صاحب اپنی آخری تصنیف حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں

پھر طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا، میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا۔ (ص ۸۴)

ان دونوں کلاموں سے نتیجہ کیا نکلا؟ ہم سے کوئی پوچھے تو ہم یہ کہیں گے کہ

تکبر عزازیل را خوار کرد بزندان لعنت گرفتار کرد

ناظرین! یہ نمونہ ہے قادیانی مشن کی پیش گوئیوں اور غیب دانیوں کا، ورنہ ان کے علاوہ اور بہت سی پیش گوئیاں ہیں جو سراسر غلط ثابت ہوئیں۔ اس کے بعد کچھ ضروری نہ تھا کہ قادیانی مشن کے متعلق ہم مزید تحقیق کرتے لیکن حکیم نورالدین خلیفہ قادیان نے اپنے رسالہ صحیفہ آصفیہ میں جن واقعات کا ادھورا بلکہ غلط ذکر کیا ہے، ان کی قدرے تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

حکیم نورالدین صاحب نے صحیفہ آصفیہ میں دو طرح سے مرزا صاحب قادیانی کی نبوت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک تو واقعات وحوادث بتا کر لکھا ہے:

> ایک طرف تو یہ امر متحقق ہے کہ دنیا کی اخلاقی حالت بہت گر چکی ہے اور اصلاح کی محتاج ہے اور دوسری طرف کل اہل دنیا یک زبان ہو کر بول اٹھی ہے کہ یہ حادثات مختلفہ معمولی اور اتفاقیہ مصائب نہیں بلکہ یہ تو منتقم حقیقی کا غضب اور واحد القہار کا عذاب ہے جو اہل دنیا کی سزا کے لئے نازل ہوا ہے۔ لہذا اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا تعالی نے اپنی لاتبدیل سنت کے مطابق کوئی پاک نفس انسان ہم میں مبعوث کیا جو دنیا پر عذاب نازل ہونے سے پہلے دنیا کیلئے نذیر ہو کر آیا۔ اس کے جواب میں، میں عرض کرونگا کہ ہاں خدا تعالی نے اپنی قدیم سنت کے مطابق اس زمانے کو خواب غفلت سے جگانے اور غافلوں کو ان کی ہلاکت سے پہلے آئندہ عذاب سے ڈرانے کے لئے ایک مقدس انسان ہم میں پیدا کیا جس نے سب سے پہلے اپنی قوم کو اور پھر کل دنیا کو پیش از وقت آئندہ عذاب سے اطلاع دے کر ان میں روح اور راستی پیدا کرنی چاہی لیکن اس کے ساتھ اہل ملک نے وہی سلوک کیا جو دیگر مرسلین کے ساتھ اپنی اپنی قوم کے اکثر افراد نے کیا یا حسرةً علی العباد۔ ما یا تیھم من رسولٍ الّا کانوا به یستھزؤن (صحیفہ آصفیہ۔ ص ۷)

اس کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے جو قرآن مجید میں خداوند عالم نے خود دیا ہے۔ غور سے سنیئے ما ارسلناک الّا کافةً للنّاس (اے نبی ہم نے تجھ کو سب لوگوں کیلئے بھیجا ہے)۔ پس سنت اللہ کے مطابق نبوت اور ہدایت محمد یہ سب کیلئے کافی ہے۔ جدید نبوت یا رسالت کا دعوی کرنا نص قرآنی کے مخالف ہے جو یہ ہے:

ما کان محمّد ابا احدٍ من رّجالکم و لکن رسول اللّٰه و خاتم النّبیین

(حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء اور خاتم المرسلین ہیں)

پس ایسی نص قرآنی اور فرمان رحمانی کے ہوتے ہوئے کس مسلمان کی جرأت ہے کہ نبوت یا رسالت کا مدعی ہو یا کسی مدعی سے ایسا دعوی سن سکے۔

اسی آیت قرآنی کی بنا پر علماء اسلام کا بالا جماع عقیدہ ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے نبوت کا دعوی کرنے والا کافر ہے۔علماء کے اس اجماع پر مرزا صاحب قادیانی کے بھی دستخط ثبت ہیں، چنانچہ وہ اپنی کتاب حمامۃ البشری میں فرماتے ہیں:

ما کان محمّد ابا احدٍ من رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیّین ، الا تعلم ان الرّب الرّحیم المتفضل سمّی نبیّنا ﷺ خاتم النّبیّین بغیر استثناء و فسّرہ نبیّنا فی قولہ لانبیّ بعدی ببیان وا ضح للطّالبین۔ و لو جوزنا ظھور نبیّ بعد نبیّنا ﷺ لجوز نا انفتا ح با ب وحی النّبوّۃ بعد تغلیقھا و ھذا خلف کمالا یخفی علی المسلمین و کیف یجیء نبیّ بعد رسولنا ﷺ و قد انقطع الوحی بعد وفاتہ و ختم اللّٰہ بہ النّبیّین (حمامۃ البشری ص ۲۰) (حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالی نے ہمارے نبی کا نام بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیاء رکھا ہے جس کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔اگر ہم کسی نبی کا بعد آنحضرت ﷺ کے آنا جائز قرار دیں تو وحی نبوت کا دروازہ باوجود بند ہونے کے ہم نے کھولنے کی اجازت دی۔ یہ امر خلاف اسلام ہے جیسا کہ مسلمانوں پر مخفی نہیں۔کس طرح کوئی نبی بعد ہمارے نبی ﷺ کے آسکتا ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد وحی نبوت بند ہو چکی ہے اور اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نبیوں سلسلہ ختم کر دیا ہے)

اسی کتاب حمامۃ البشری کے ایک اور مقام پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

وما کان لی ان ادعی النّبوّۃ و ا خرج عن الاسلام و الحق بقوم کافرین۔ (ص ۷۹) (یعنی یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں نبوت کا دعوی کر کے اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں سے جاملوں)

باوجود نصوص قرآنیہ اور تصریحات مرزائیہ کے حکیم صاحب کا مرزا کی نسبت نبوت کا ادعا کرنا گویا آپ کو اور مرزا کو خود ہی کافر بنانا ہے۔چنانچہ آپ صحیفہ آصفیہ صفحہ ۱۹۔۲۰ میں لکھتے ہیں:

حضور والا نے قرآن کریم ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ علم غیب کے راز کسی نجوم یا جفر کا نتیجہ نہیں ہوتے

بلکہ وہ انہیں پر ظاہر ہوتے ہیں جو خدا کے برگزیدہ ومرسل ہوتے ہیں۔ اور نہ کوئی زید وبکر اس طاقت اور تحدی کے ساتھ بغیر خدا کے بلائے بول سکتا ہے جیسے قرآن مجید فرماتا ہے: و ما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب و لکنّ اللّٰہ یجتبی من رّسلہ من یّشاء۔ (آل عمران: ۱۷۹)۔ اور عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احد الّا من ارتضی من رسول۔ (جن۔ ع ۲) یعنی اللہ کسی کو غیبی امور سے اطلاع نہیں دیا کرتا مگر مجتبیٰ رسولوں میں سے جسے چاہے اسے بتلا دیتا ہے، وہی عالم الغیب ہے اور رسولوں میں سے صرف انہیں کو غیب سے اطلاع دیتا ہے جو اسے پسند ہوں۔ یعنی بجز خدا کے علم دیئے کوئی غیب کی بات نہیں بتلا سکتا اور خدا کسی خاص اپنے رسول کو ہی علم دیتا ہے۔

اس عبارت میں حکیم صاحب نے صاف طور پر مرزا صاحب کی نسبت ادعاء نبوت کا اظہار کیا ہے جو مرزا کی اپنی سابقہ تحریرات کے بموجب چاہ ضلالت اور وادی کفران میں گرنا ہے۔ اسی ضمن میں حکیم صاحب نے مرزا صاحب کی طرف سے کئی ایک پیش گوئیاں قبل از وقوع بھی بیان کی ہیں لہٰذا ہم اس بحث سے ہاتھ اٹھا کر ان پیش گوئیوں کی تحقیق کرتے ہیں۔

پیش گوئی بابت پنڈت لیکھ رام

اس پیش گوئی کو بڑے فخر سے حکیم صاحب نے لکھا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ صحیح واقعات کو غلط اور خلط ملط کر دیا ہے۔ جناب مرزا صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ:

ہم اپنی اجتہادی باتوں کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے۔ ہمیں ملزم کرنے کے لئے ہمارا کوئی الہام پیش کرنا چاہیے۔ (تریاق القلوب۔ ص ۱۴)

پس اس اصول عامہ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو مرزا صاحب کی پیشگوئی متعلقہ پنڈت لیکھ رام غلط اور بالکل غلط ثابت ہوئی۔ اصل اشتہار اس پیش گوئی کا وہی ہے جو حکیم صاحب نے بھی صحیفہ آصفیہ کے صفحہ ۱۶۔ ۱۷ پر نقل کیا ہے مگر افسوس ہے کہ فرط محبت میں بحکم حبّک الشیء یعمی و یصمّ حکیم صاحب نے اس کو بغور نہیں دیکھا۔ ہم اس کے بعض ضروری فقرات یہاں درج کرتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

اب میں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص (لیکھ رام) پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا

عذاب نازل نہ ہو جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں اور نہ اسکی روح سے میرا یہ نطق ہے۔ (صحیفہ آصفیہ ص ۱۷۔ حاشیہ)

یہ الفاظ اپنا مدعا بتلانے میں صاف ہیں کہ چھ برس کے عرصہ میں پنڈت لیکھ رام پر خرق عادت یعنی خلاف عادت کوئی عذاب نازل ہوگا۔ ایسا نہ ہو تو مرزا صاحب کا دعوی غلط۔ پس امر تنقیح طلب یہ ہے کہ کیا ایسا ہوا؟ صحیح جواب جو واقعات پر مبنی ہے یہ ہے کہ نہیں۔ اسلئے کہ پنڈت لیکھ رام گو چھ سال کے عرصے میں چھری سے مارا گیا، لیکن اس کا مارا جانا کوئی خرق عادت عذاب نہیں بلکہ اس قسم کے قتل وخون آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ یہ قتل تو بڑی سازش سے ہوا ہوگا، اسی شہر لاہور میں دن دہاڑے کئی دفعہ انگریزوں کو قتل کیا گیا۔ غرض اس قسم کے واقعات بلاد پنجاب میں عموماً پیش آتے رہتے ہیں جن کو کوئی فرد بشر بھی خرق عادت نہیں کہتا، نہ جانتا ہے۔

حکیم نورالدین صاحب نے اپنی بات بنانے کو مرزا صاحب کا ایک عربی شعر نقل کیا ہے جس سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس شعر میں لیکھ رام کے قتل کا دن بھی بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ صحیفہ آصفیہ صفحہ ۱۸ میں حکیم صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ:

پھر آپ نے اپنی عربی تصنیف موسومہ کرامات الصادقین میں دعا متعلق لیکھ رام کا ذکر کرتے ہوئے ذیل کا شعر لکھا ہے کہ لیکھ رام کی موت عید کے دن کے قریب ہوگی

و بشّرنی ربّی و قال مبشراً — ستعرف یوم العید والعید اقرب

اس کے جواب میں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اصل قصیدے سے اس شعر کا سیاق وسباق بتلانے کو ادھر ادھر کے چند شعر نقل کریں۔ ناظرین بغور سنیں:

الا ایها الواشی الام تکذب — و تکفر من هو مومن و تونب
والیت انی مسلم ثم تکفر — فاین الحیا انت امرء و عقرب
الا اننی تبر و انت مذهب — الا اننی اسد و انت ثعلب
الا اننی فی کل حرب غالب — فکدنی بما زورت فالحق یغلب
فبشرنی ربی و قال مبشراً — ستعرف یوم العید و العید اقرب
و نعمنی ربی فکیف اردّه — و هذا عطاء الله و الخلق یعجب
وسوف تری انی صدوق مؤید — و لست بفضل الله ما انت تحسب

اشعار مذکورہ صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ کلام کسی ایسے شخص کے جواب یا خطاب میں ہے

جو مرزا جی کا مکفر ہے یعنی خود مسلمان ہے اور مرزا صاحب کو کافر کہتا ہے ۔ اس کو مرزا جی ڈانٹ بتلاتے ہیں کہ تو بے حیا ہے، بچھو ہے، میں نیک ہوں ، تو طمع ساز ہے۔ میں شیر ہوں تو لونبڑ ہے۔ میں ہر ایک لڑائی میں غالب ہوں ۔ مجھے خدا نے بشارت دی اور کہا کہ تو عید کو پہچانے گا اور عید قریب ہے ۔ میرے خدا نے مجھے نعمتیں دی ہیں لوگ تعجب کرتے ہیں تو دیکھ لے گا کہ میں سچا ہوں اور جیسا تیرا گمان ہے ویسا نہیں ہوں ۔

اس سے آگے صاف اور صریح لکھتے ہیں :

و قا سمتهم ان الفتا وی صحیحه　و علیک وزر الکذ ب ان کنت تکذ ب

و هل لک من علم ونص محکم　علی کفر نا او تخرصن و تتعب

(تو نے ان لوگوں سے قسم کھا کر بتلایا کہ یہ فتوی ، جو مرزا پر لگائے گئے ہیں، صحیح ہیں ۔ اگر تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے

کیا تیرے پاس قطعی علم یا مضبوط نص ہمارے کفر پر ہے ، یا تو محض اٹکل اور تکلف کرتا ہے)

صاف بات ہے کہ اس قصیدے میں نہ لیکھ رام کا ذکر ہے نہ آتھم کا بلکہ صریح خطاب علماء مکفرین سے ہے، نہ کسی اور سے ۔ نہیں معلوم ایسے صحیح واقعات کو غلط اور مصنوعی واقعات سے مکدر کرنا اگر لبس حق نہیں تو کیا ہے ؟ حکیم صاحب ! بہت سے امور اور مسائل میں اختلاف ہوتا ہے، مگر دیانت اور راست بازی میں کسی کا اختلاف نہیں پھر آپ کو بھی اس میں خلاف نہیں ہونا چاہیے۔

اگر ہم حسب قول حکیم صاحب اس شعر کو پنڈت لیکھ رام کی تاریخ قتل سے متعلق مان لیں تو بھی مرزا صاحب کی تکذیب لازم آتی ہے پہلے شعر مذکور مکرر سنئے

و بشّرنی ربّی و قال مبشراً　ستعرف یو م العید و العید اقرب

غور طلب بات یہ ہے کہ اقرب صیغہ تفضیل کا ہے جس کیلئے ایک تو مفضل علیہ کی ضرورت ہے دوئم مقرّب الیہ کی ، یعنی کس سے زیادہ قریب اور کس کے قریب ۔ اول یعنی مفضل علیہ تو زمان بعد از عید ہے اور مقرب الیہ مخاطب خاص یا عام ہیں ۔ پس معنی یہ ہیں کہ :

مجھے اللہ نے خوش خبری دیتے ہوئے کہا کہ تو عید کے دن کو پہچانے گا اور عید بہت قریب ہے ۔

یہاں عید ہی کو تعرف کا مفعول بہ بنایا اور عید ہی کو اقرب کا محکوم علیہ ۔ اس سے اگر کوئی بات ثابت ہوئی تو یہ کہ کوئی واقع عید کے دن ہوگا جس کا متکلم کو انتظار ہے اور مخاطب کا انتظار رفع کرنے کو متکلم کہتا ہے و العید اقرب (عید بہت قریب ہے) ۔ اس کی نظیر خود قرآن مجید میں بھی ملتی

ہے ۔غور سے سنئیے: انّ موعد ھم الصّبح الیس الصّبح بقریب۔ حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ہے کہ فرشتوں نے ان کو قوم کی تباہی کے لئے صبح کا وقت بتلا کر رفع انتظار کے لئے کہا، کیا صبح قریب نہیں ہے، یعنی الصّبح قریب ۔اس کے نظائر اور بھی بہت ہیں ۔پس مطلب صاف ہے کہ جو کچھ ہونا ہے وہ عید کے روز ہونا ہے، نہ اس سے آگے نہ پیچھے ۔لیکن لیکھ رام کا واقع عید کے روز نہیں ہوا بلکہ دوسرے روز ہوا ہے۔ پھر پیش گوئی کے کذب میں کیا شک ہے؟ہاں جو شخص پندرہ دن کی میعاد لگا کر چالیس دن میں واقع ہونے سے بھی سچا ہی بنتا ہو اسکا کوئی جواب ہی نہیں ہوسکتا۔

پیش گوئی بابت طاعون پنجاب

حکیم صاحب ! آپ نے غور نہیں فرمایا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں آپ کے خلاف ہے۔ آپ نے مرزا صاحب کا اشتہار متعلقہ طاعون پنجاب نقل کیا ہے جس کے ضروری فقرے یہ ہیں:

> میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالی کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو ملک میں عنقریب پھیلنے والی ہے۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔ (صحیفہ آصفیہ۔ص۲۲)

اس خواب کو ہم صحیح بھی مان لیں اور اس کی آخری مدت بھی قرار دیں تو بھی پنجاب میں طاعون کا غلبہ ۱۹۰۰ء میں کمال تک ہوجانا چاہیے تھا حالانکہ خدائے ذوالجلال کی غیرت نے یہ کرشمہ دکھایا کہ آپ خود بھی مانتے ہیں کہ:

> ۱۹۰۱ء میں کشف مذکورہ بالا کے طاعونی درخت پنجاب میں کسی قدر بارور ہونے لگے۔(صحیفہ آصفیہ۔ص۲۳)

اس، کسی قدر، کے لفظ کو دیکھئے اور مرزا جی کی عبارت منقولہ بالا میں، بہت پھیلے گا، کے لفظ کو ملاحظہ کرکے بتلائیے کہ ان دونوں لفظوں میں وہی نسبت ہے یا نہیں جو شیر قالین اور شیر نیستاں میں ہے؟ مرزائی خواب میں صاف تصریح ہے کہ غایت سے غایت ۱۹۰۰ء میں طاعون کی خوفناک اشاعت پنجاب میں ہوجائے گی حالانکہ بقول آپ کے ۱۹۰۱ء میں بھی کسی قدر (دبی زبان

سے) ہوا جو قریب قریب عدم کے تھا۔ چونکہ واقع بھی یہی ہے کہ پنجاب میں ۱۹۰۲ء سے طاعون کا شیوع ہوا اسی لئے پنجاب یو نیورسٹی نے ۱۹۰۲ء ہی میں طلبا کو سرکلر دیا تھا کہ داخلہ امتحان سے پہلے ٹیکہ طاعون کرا کر آنا ہوگا اور آپ کو بھی اس کا اعتراف ہے چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں کہ :

وہ سیاہ درخت جو سرزمین پنجاب میں ۱۸۹۸ء کے شروع میں لگائے گئے تھے ۱۹۰۲ء کی بہار میں آ کر ثمر دار ہو گئے ۔(صحیفہ آصفیہ ص ۲۵)

حکیم صاحب ! آیئے ! ہم آپ کی خاطر اس جواب کو صحیح مان لیں اور انہی معنی میں لیں جو مرزا اور آپ کے حسب منشاء ہے لیکن اس کا کیا علاج ہو کہ جناب مرزا خود ہی لکھتے ہیں کہ :

یہ عجیب حیرت نما امر ہے کہ بعض طوائف یعنی کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہیں، سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں ۔ اور بعض پلید اور فاسق اور حرام خور اور کنجروں سے بدتر اور بد دین اور ملحد جو اباحتیوں کے رنگ میں زندگی بسر کرتے ہیں اپنی خوابیں بیان کیا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہا کرتے ہیں کہ بھائی میری طبیعت تو کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ میری خواب کبھی خطا ہی نہیں جاتی اور اس راقم کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں ۔(تحفہ گولڑ ویہ ۔ حاشیہ ص ۴۸)

پس ایک آدھ خواب کی سچائی سے ہم کیونکر تسلیم کر لیں جب تک تمام واقعات کی تصحیح نہ ہولے کیونکہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتا ہے جس کا مطلب (بقول مرزا صاحب) دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ کنجروں اور بھڑووں کے بھی بعض خواب سچے ہو جاتے ہیں ۔

پیش گوئی بابت زلزلہ ۱۹۰۵ء

ہمارا تو دعوی ہے کہ جب سے آتھم کا واقع مرزا صاحب کے خلاف منشاء ہوا، مرزا جی نے کبھی کوئی پیش گوئی تعیین سے نہیں کی ۔ چنانچہ زلزلہ کے متعلق جو آج حکیم صاحب اور حکیم صاحب سے قبل خود جناب مرزا صاحب بھی زور دیتے رہے ہیں، یہ سب نکتہ بعد الوقوع ہے ۔ حکیم صاحب نے زلزلہ کے متعلق مرزا صاحب کے اشتہار سے اقتباس کیا ہے جو درج ذیل ہے :

میں نے اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے ۔ میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ

رہی ہے، کہ میں بیدار ہو گیا اور اسی وقت جو ابھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے میں نے یہ اشتہار لکھنا شروع کر دیا ہے۔ دوستو! اٹھو! ہشیار ہو جاؤ کہ اس زمانہ کی نسل کے لئے نہائت مصیبت کا وقت آ گیا ہے اب اس دریا سے پار ہونے کے لئے بجز تقوی کے اور کوئی کشتی نہیں۔

(صحیفہ آصفیہ طبع اول ص ۲۹)

ناظرین! اس اقتباس کو ذہن نشین رکھیں اور اصل اشتہار مرزا کا بھی ملاحظہ فرماویں جس سے یہ اقتباس کیا گیا ہے۔ تا سیاہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

مرزا صاحب ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کے اشتہار میں لکھتے ہیں:

دوستو! خدا تعالی آپ لوگوں کے حال پر رحم کرے۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے آج سے قریباً نو ماہ پہلے الحکم اور البدر میں جو قادیان سے اخباریں نکلتی ہیں، خدا تعالی کی طرف سے اطلاع پا کر یہ وحی الہی شائع کرائی تھی کہ عفت الدّیار محلھا و مقامھا یعنی یہ ملک عذاب الہی سے مٹ جانے کو ہے، نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی امن کی جگہ، یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی، دیکھو اخبار الحکم پرچہ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸ جلد ۸ کالم ۳۔ اور اخبار البدر نمبر ۲۰۔۲۱ صفحہ ۱۵ مورخہ ۲۴ مئی و یکم جون ۱۹۰۴ء۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت قریب آ گیا ہے۔ میں نے اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ الہام الہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے کہ میں بیدار ہو گیا اور اسی وقت جو ابھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے میں نے یہ اشتہار لکھنا شروع کیا۔ دوستو! اٹھو اور ہشیار ہو جاؤ کہ اس زمانہ کی نسل کے لئے نہائت مصیبت کا وقت آ گیا ہے اب اس دریا سے پار ہونے کے لئے بجز تقوی کے اور کوئی کشتی نہیں۔ مومن خوف کے وقت خدا کی طرف جھکتا ہے کہ بغیر اس کے کوئی امن نہیں۔ (اشتہار الوصیت ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء)

حضرات! آپ لوگ غور سے اس اشتہار کو پڑھیں، مکرر بلکہ سہ کرر پڑھیں۔ آپ کو بغیر اس کے کوئی مطلب معلوم نہ ہوگا کہ یہ اشتہار اور اس میں جتنی پیش گوئیاں ہیں طاعون کی تباہی کے متعلق ہیں۔ اخبار الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء کا حوالہ موجود ہے اس میں بھی الہام عفت الدیار محلھا و مقامھا لکھ کر ساتھ ہی لکھا ہے، طاعون کے متعلق ہے۔ باوجود اس تشریح اور تصریح کے پھر اسی الہام کو زلزلہ سے متعلق کرنا کون کہہ سکتا ہے کہ دیانت ہے یا شرافت ہے؟

حکیم صاحب! آیئے میں آپکو ایک خوشخبری سناؤں۔ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے کہ اس کے مخالف کہے (تتمہ حقیقت الوحی۔ص ۷)

اصل یہ ہے کہ مرزا صاحب ایسے کچھ کلمات کے الہامات سنا دیا کرتے تھے جن کو موم کی گولی کی طرح سب طرف لگا سکیں چنانچہ فروری ۱۹۰۵ء تک یہی الہام عفت الدیار محلھا و مقامھا طاعون پر چسپاں ہوتا رہا۔لیکن جونہی ایک مہینے بعد ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں زلزلہ عظیمہ آیا تو قادیانی پارٹی نے اس سے فائدہ حاصل کرنے کو فوراً سے پہلے جھٹ زلزلہ عظیمہ پر اس کو چسپاں کر دیا، جو کچھ تعجب انگیز امر نہیں بلکہ ان لوگوں کی روزمرہ کی عادت ہو کر بائیں ہاتھ کا کھیل ہو رہا ہے۔لیکن ہم تو مرزا صاحب کے اصول عامہ کو نہیں چھوڑ سکتے کہ الہام کی تشریح ملہم جو کردے وہ مقدم ہے۔

پیش گوئی بابت زلزلہ ثانیہ

زلزلہ عظیمہ واقعہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کی بابت تو ہم بتلا آئے ہیں کہ کوئی الہام مرزا کا نہیں ہے، جو کچھ ہے وہ یاروں کی خوش اعتقادی ہے اور بس۔ اس زلزلہ کے علاوہ بھی کوشش کی جاتی ہے کہ مرزا صاحب کے الہام سے اور زلزلوں کا وجود ثابت کیا جائے چنانچہ حکیم صاحب فرماتے ہیں:

ایک طرف جاپانی ماہر طبقات الارض نے اپنے علم وتجربہ کی بنا پر بعد از تحقیق دقیق اہل ہند کو یقین دلایا کہ آج سے دوصد برس تک ہند میں ہیچ قسم کے زلزلے کی امید نہیں۔ دوسری طرف پھر الہام الٰہی نے یکم فروری ۱۹۰۶ء کو اطلاع دی کہ صدیاں تو درکنار دنوں میں اسی موسم بہار کے شروع میں ایک اور زلزلہ آنے والا ہے جو پہلے زلزلہ کے ہم رنگ ہوگا۔ ملک کو ان دو پیشگوئی کرنے والوں کے متقابلہ حیثیت پر ابھی غور کرنے کا موقع نہ ملا ہوگا کہ خدا نے اپنے الفاظ ۲۹ فروری ۱۹۰۶ء کو پورے کر دکھائے جب کہ رات کے دو بجے ۴۔ اپریل کا سا زلزلہ وادی ہمالہ میں نمودار ہوا اور اس طرح اس زلزلہ نے ذیل کے ان الفاظ کو سچ کر دکھایا جو المسیح الموعود نے اپنے تیسرے اشتہار موسومہ البلاغ مجریہ ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء میں ان سائنٹفک مکذبین الہام الٰہی کی تردید میں درج فرمائے تھے وھو ہذا:

یہ خدا تعالیٰ کی خبر اور اس کی خاص وحی ہے جو عالم الاسرار ہے اس کے مقابل پر جو لوگ

یہ شائع کر رہے ہیں کہ کوئی سخت زلزلہ آنے والا نہیں ہے، وہ اگر منجم ہیں، یا کسی اور علمی طریق سے اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے۔ (صحیفہ آصفیہ صفحہ ۳۱ طبع اول)

حضرات! اشتہار ۲۹۔ اپریل کے ساتھ بھی حکیم صاحب نے وہی برتاؤ کیا جو ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء والے اشتہار سے کیا ہے۔ جس کا ذکر گذر چکا۔ ہم اس اشتہار کی تمام عبارت نقل کرتے ہیں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

آج ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالی نے مجھے دوسری مرتبہ کے زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے سو میں محض ہمدردی مخلوق کے لئے عام طور پر تمام دنیا کو اطلاع دیتا ہوں کہ یہ بات آسمان پر قرار پا چکی ہے کہ ایک شدید آفت سخت تباہی ڈالنے والی دنیا پر آوے گی جس کا نام خدا نے بار بار زلزلہ رکھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا کچھ دنوں کے بعد خدا تعالی اس کو ظاہر فرماوے گا، مگر بار بار خبر دینے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بہت دور نہیں ہے۔ یہ خدا تعالی کی خبر اور اس کی خاص وحی ہے جو عالم الاسرار ہے اس کے مقابل پر جو لوگ یہ شائع کر رہے ہیں کہ کوئی سخت زلزلہ آنے والا نہیں ہے، وہ اگر منجم ہیں یا کسی اور علمی طریق سے اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گزرا۔ بجز توبہ اور دل پاک کرنے کے کوئی اس کا علاج نہیں

(اشتہار ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء)

ناظرین خدارا فقرہ: جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا.... ، کو ملاحظہ فرمایئے اور بتلایئے کہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ عظیمہ کے بعد ایسا زلزلہ کوئی آیا ہے؟ ۲۹ فروری ۱۹۰۶ء کوئی دور نہیں کوئی صاحب بتلا دیں کہ اس زلزلہ کی یاد کسی کے ذہن میں ہے؟ اے آسمان کے رہنے والو! اے زمین کے باشندو! پچھّم دکن اتر میں رہنے والو! خدارا بتلاؤ! کہ ۲۹ فروری ۱۹۰۶ء کو تم لوگوں نے ایسا کوئی زلزلہ دیکھا یا سنا جس کی بابت مرزا جی فرماتے ہیں: پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے دل پر گزرا، گویا ۴۔ اپریل کے زلزلہ عظیمہ سے بہت بڑا۔

حکیم صاحب! بخدا میں سچ کہتا ہوں آپ کے اس دعوی کی تصدیق نہ ہو سکے گی گو مرزا صاحب بھی قبر سے تشریف لے آویں۔

ہاں ہم مانتے ہیں کہ زلزلہ عظیمہ کے بعد مرزا صاحب ایسے کچھ خوف زدہ ہوئے تھے کہ آپ کو ہر وقت زلزلوں ہی کے خواب آتے تھے چنانچہ آپ ہی کے خوابوں اور ایسے الہاموں کی وجہ سے آپ کے معتقدین نے (جن میں راقم صحیفہ آصفیہ بھی تھا) بہت دنوں تک خیموں میں بسیرا کیا اور چھتوں کے نیچے نہ سوئے

(جیسا کہ مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد نے لکھا ہے: خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب ۱۹۰۵ء کا زلزلہ آیا تو میں بچہ تھا اور نواب محمد علی خان کے شہر والے مکان کے ساتھ ملحق مرزا صاحب کے مکان کا جو حصہ ہے اس میں ہم دوسرے بچوں کے ساتھ چار پائیوں پر لیٹے سو رہے تھے۔ جب زلزلہ آیا تو ہم سب ڈر کر بے تحاشا اٹھے اور ہم کو کچھ خبر نہیں تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے صحن میں آئے تو اوپر سے کنکر روڑے برس رہے تھے۔ ہم بھاگتے ہوئے بڑے مکان کی طرف آئے، وہاں مرزا صاحب اور والدہ صاحبہ کمرے سے نکل رہے تھے ہم نے جاتے ہی حضرت کو پکڑ لیا اور آپ سے لپٹ گئے۔ آپ اس وقت گھبرائے ہوئے تھے اور بڑے صحن کی طرف جانا چاہتے تھے مگر چاروں طرف بچے چمٹے ہوئے تھے اور والدہ صاحبہ بھی۔ کوئی ادھر کھینچتا تھا تو کوئی ادھر۔ اور آپ سب کے درمیان میں تھے۔ آخر بڑی مشکل سے آپ اور آپ کے ساتھ چمٹے ہوئے ہم سب بڑے صحن میں پہنچے۔ اس وقت تک زلزلے کے دھکے بھی کمزور ہو چکے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ہم کو لے کر اپنے باغ میں تشریف لے گئے۔ دوسرے احباب بھی اپنا ڈیرا ڈنڈہ اٹھا کر باغ میں پہنچ گئے۔ وہاں حسب ضرورت کچھ کچے مکان بھی تیار کروالئے گئے اور کچھ خیمے منگوا لئے اور پھر ہم سب ایک لمبا عرصہ باغ میں مقیم رہے ان دنوں میں مدرسہ بھی وہیں لگتا تھا گویا باغ میں ایک شہر آباد ہو گیا تھا۔ سیرۃ المہدی ج اص ۲۶)

پیش گوئی بابت طوفان حیدر آباد (دکن)

اس طوفان کے متعلق بھی مرزا نے کوئی پیش گوئی نہیں کی تھی آج جو کچھ بتایا جاتا ہے محض حکیم صاحب اور انکے اتباع کے دماغ کا نتیجہ ہے۔ اسی لئے تو حکیم صاحب نے بھی اس واقع کے متعلق کوئی خاص پیشگوئی نہیں لکھی بلکہ ایک اٹکل پچو بات سے کام لیا ہے چنانچہ آپکے الفاظ یہ ہیں:

اس نے اپنے بھیجے ہوئے نذیر کی خاطر جس کی آواز حیدر آباد میں پہونچ کر وہاں ہنسی ٹھٹھہ کا باعث ہو چکی تھی، حیدر آباد میں وہی کیا جو اس نے اس طوفانی واقعہ سے دو سال پہلے کہا تھا:

دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برساؤنگا۔ پر وہ جو تیری مخالفت کرتے ہیں پکڑے جاویں گے، صحن میں ندیاں چلیں گی۔ سخت زلزلے آئیں گے۔ میں تجھے ایک عجیب طور پر عزت

دونگا۔ اوراس کے ساتھ دنیا پر بڑا رعب ڈالوں گا..

چنانچہ اس واحد القہار نے آسمان اور زمین سے پانی نکالا۔ اس نے گھروں کے صحنوں میں ندیاں چلائیں۔ اس نے اس آباد معمورہ کو جو صدیوں سے شہر نظام ہو رہا تھا، آن کی آن میں ان کو گور کر دکھایا۔ اور اس طرح اسکے وہ الفاظ پورے ہوئے جو اس نے اس بلدہ کی تباہی کے متعلق کچھ عرصہ پہلے بطور پیش گوئی اپنے ملہم پر کے القاء کئے تھے۔

دبدبہ خسروی ام شد بلند　　　زلزلہ در گور نظامی فگند

اس نے وہ سیلاب بھیجا جس سے کوئی کوشش کسی کو نہ بچاسکی اور اس طرح وہ کلام پاک لفظاً لفظاً پورا ہوا جو مسیح وقت نے بطور انذار اس طوفان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

سونے والو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے　　　جو خبر دی وحی حق نے اس سے دل بے تاب ہے

زلزلے سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر　　　وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے

ہے سرہ پر کھڑا نیکوں کے وہ مولا کریم　　　نیک کو کچھ غم نہیں گو بڑا گرداب ہے

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے　　　حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب سے

(صحیفہ آصفیہ صفحہ ۴۳، ۴۴ طبع اول)

اقتباسات مذکورہ بالا میں حکیم صاحب نے تین الہام لکھے ہیں اس لئے ہم ہر ایک کی الگ الگ پڑتال کرتے ہیں۔ پس غور سے سنئے:

ا۔ الہام اول کہ، دیکھ میں آسمان سے برساؤنگا، اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا محض زبانی بات ہے جس کا اعتبار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اصل مقام کا حوالہ نہ ہو۔ بعد تصحیح حوالہ کہا جائے گا کہ اس میں کسی خاص مقام کا ذکر نہیں بلکہ یہ وہی موم کی گولی ہے کہ جدھر چاہو پھیر لو۔ اس کی مثال دینے کو آپ ہی کے قادیانی اخبار بدر کی ایک عبارت پیش کرنا کافی ہوگا۔ اڈیٹر بدر نے ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا: الہامی پیش گوئی اور اٹکل بازی میں فرق۔

اس بیان میں لائق اڈیٹر نے منجموں، پالیٹیشنوں اور اٹکل بازوں کی پیشگوئیوں کو الہامی پیش گوئیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے اٹکل بازوں کی پیش گوئی کی مثال دی تھی کہ:

مثلاً فلاں شخص کو کچھ خوشی پیش آئے گی، یا کچھ تکلیف پہنچے گی۔ اسی قسم کے فقرے جو بالکل گول مول اور ہر ایک پہلو سے مڑے ہوتے ہیں تاکہ پردہ رہ جائے... برخلاف اس کے رسولوں کی پیش گوئیاں کثرت سے ایسی ہوتی ہیں جو بالکل صاف اور کھلا کھلا غیب اپنے اندر رکھتی ہیں

اوران میں تحدی اورشوکت ہوتی ہے۔ (بدر۔ ۸۔ اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ کالم ۳)

ناظرین! یہ عبارت کیا معیار بتلاتی ہے؟ یہ کہ الہامی پیش گوئی اپنا مصداق اپنے لفظوں میں بتلایا کرتی ہے جس کی مثال قرآن مجید سے سنو غلبت الرّوم فی ادنی الارض وھم من غلبھم سیغلبون فی بضع سنین (روم کی سلطنت ابھی مغلوب ہوئی ہےاور وہ بہت جلد چندسالوں میں غالب ہونگے)

حکیم صاحب! آیئے میں آپ کو بتلاؤں کہ درصورت صحیح ہونے کے بھی یہ الہام آپ کے امام کا غلط ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ: جو تیری مخالفت کرتے ہیں پکڑے جائیں گے۔

بڑے مخالف تو وہ ہیں جن کو مرزا صاحب نے رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کیلئے نام بنام بلایا اوران کو آئمۃ الکفر کہا۔تو کیا آپ بتا سکتے ہیں حیدرآباد کے طوفان میں ان مخالفوں میں سے کون پکڑا گیا۔پس اگر یہ قاعدہ الشّیٔ اذا ثبت ثبت بلوازمہ (یعنی جب کوئی چیز موجود ہوتو اس کے لوازم بھی ساتھ ہوتے ہیں جیسے سورج کے ساتھ روشنی) صحیح ہے، جو بالکل صحیح ہے،تو آپ کے امام کی یہ پیش گوئی غلط ہے کیونکہ اس میں جونشان تھا کہ مخالف پکڑے جائیں گے وہ متحقق نہیں۔

دوسرے الہام کا آپ نے ایک شعرنقل کیا ہے جو یہ ہے

دبدبہ خسروی ام شد بلند زلزلہ درگور نظامی فگند

افسوس ہےاس الہامی شعر کے سمجھنے سے ہم ہی قاصرنہیں بلکہ عرفی اور خاقانی بھی اس کو نہیں سمجھ سکتے۔لفظی ترجمہ تو یہ ہے:

میری حکومت کا دبدبہ جب بلند ہوا تو نظامی کی قبر میں زلزلہ آیا

چونکہ لفظی ترجمہ مہمل تھا کہ کہاں دبدبہ حکومت اور کہاں نظامی (مصنف سکندرنامہ) کی قبر۔اس لئے حکیم صاحب نے اس کی تشریح میں یوں اشارہ کیا کہ نظامی سے مراد حضور نظام اور گور سے مراد لیا بلدہ حیدرآباد۔پس معنی یہ ہوئے کہ خدا کے حکم سے حیدرآباد میں طوفان آیا۔کیا کہنے ہیں۔ماشاءاللہ چشم بددور۔کیا سچ ہے؟

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا

ہم حیران ہیں کہ ان معقول پسندوں کی تردید کن لفظوں میں کریں۔ایسی بےاصولی قوم جو آسمان بول کر زمین مراد لیں اور زمین بول کر خدا کہدیں،ان سے کون پورا ہوسکتا ہے؟

حکیم صاحب! آپ حلفیہ کہہ سکتے ہیں کہ قبل از طوفان حیدرآباد اس شعر کے معنی مرزا

نے یا آپ نے یہی سمجھے تھے جو آج ظاہر کر رہے ہیں۔اگر سمجھے تھے تو بتلایئے کیونکر؟ اگر نہیں سمجھے تھے تو کیا یہ شعر کسی جنی زبان میں تھا؟ مانا کہ الہامی تھا لیکن جنی تو نہ تھا۔الہام بھی تو آخر فارسی ہی تھا جس کے سمجھنے والے آج دنیا میں سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں، کروڑوں موجود ہیں۔ پھر کیا کوئی بھی آپ کا شریک حال ہوسکتا ہے کہ نظام سے مراد حضور نظام ، اور گور سے مراد حضور نظام کا دارالسلطنت بلدہ حیدر آباد۔

حکیم صاحب آیئے میں آپکو علماء کا ایک متفقہ اور آپکا مسلّمہ اصول آپ ہی کے الفاظ میں سناؤں تا آپکو ایسی حرکت مذبوحی کرنے سے کچھ تو رکاوٹ ہو۔غور سے سنیئے آپ فرماتے ہیں:

> ہر جگہ تاویلات وتمثیلات سے استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر یک ملحد منافق بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الٰہی کلمات طیبات کو لاسکتا ہے۔اسلئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے
>
> (خط ملحقہ بازالہ اوہام۔ص ۸)

بتلایئے یہاں دونوں لفظوں (نظامی اور گور) کے مجازی معنے لینے کے اسباب قویہ کیا ہیں؟ ہاں یاد آیا کہ پنجابی میں ایک مثل ہے کہ: کنویں میں بیل گرے تو وہاں ہی خصی کر دینا چاہیے۔ یہ اس موقع پر بولتے ہیں جب کوئی ایسا کام پیش آجائے کہ اس وقت تو سہل ہوسکتا ہو اور دیر کرنے سے مزید تکلیف کا خطرہ ہو۔سو اس مثال کے مطابق قادیانی مشن نے سمجھا کہ آج کل حیدر آباد کے طوفان کا چرچا ہے، باشندگان دکن عذاب الٰہی سے خوف زدہ ہو رہے ہیں، بس یہ وقت ہے کہ ایک چٹکلا ان میں چھوڑ دیں شائد کوئی ازلی بدبخت دام میں آجائے۔

تیسرا الہام بھی بالکل آپ کی کھینچ تان ہے جس اشتہار سے یہ ابیات نقل کئے ہیں اس کا نام ہے النداء من وحی السماء۔یعنی ایک زلزلہ عظیمہ کی نسبت پیش گوئی وحی الٰہی سے۔

اس اشتہار کا تمام مضمون اس امر کی بابت ہے کہ ۴۔اپریل کے زلزلہ عظیمہ کے بعد ایک اور زلزلہ آئے گا چنانچہ اس اشتہار کا شروع یوں ہے:

> ۹۔اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے جو نمونہ قیامت اور ہوشربا ہوگا چونکہ دو مرتبہ مکرر طور پر اس علیم مطلق نے اس آئندہ واقعہ پر مجھے مطلع فرمایا ہے اس لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ عظیم الشان حادثہ جو محشر کے حادثہ کو یاد دلا دے گا دور نہیں ہے۔ مجھے خدائے عزوجل نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دونوں زلزلے تیری سچائی ظاہر کرنے کے لئے دو

نشان ہیں انہیں نشانوں کی طرح جو موسیٰؑ نے فرعون کے سامنے دکھلائے تھے اور اس نشان کی طرح جو نوحؑ نے اپنی قوم کو دکھلایا تھا۔

تمام اشتہار پڑھ جایئے کہیں ایک لفظ بھی ان معنی کا نہیں پاوینگے کہ کوئی طوفان ملک میں خصوصاً حیدر آباد میں آئے گا۔ مرزا صاحب اور انکے قائم مقاموں کی عادت ہے کہ نکتہ بعد الوقوع بہت نکالا کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی ایک ہے۔

حکیم صاحب! آپ تمام اشتہار پڑھ کر ہمارے سامنے کسی لفظ پر نشان لگا دیں کہ یہ لفظ طوفان حیدر آباد کی طرف اشارہ ہے تو ہم بھی آپ کو اپنا خلیفہ بنا لیں گے۔ یاد رہے کہ متکلم کے خلاف منشاء تفسیر ہم نہیں سنیں گے نہ کوئی دانا اس کو مانے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ اور آپ کے معتقدین، گورنظامی، کے لفظ میں نظامی سے، حضور نظام، اور گور سے شہر حیدر آباد مراد لیں، مگر ہم ایسی مرادوں سے سوال نہیں کرتے بلکہ سیاق کلام چاہتے ہیں۔ غضب ہے متکلم (مرزا) تو اپنا مدعا اس اشتہار سے دوسرا زلزلہ عظیمہ بتلاتا ہے اور کھلے لفظوں میں کہتا ہے کہ: یہ دونوں زلزلے میری سچائی ظاہر کرنے کے لئے دو نشان ہیں۔ مگر حکیم صاحب اس کو طوفان پر چسپاں کریں تو اس طوفان بے تمیزی کا کیا انتظام؟

ہم حکیم نورالدین اور دیگر معتقدین مرزا کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ مرزا صاحب کی کوئی ایک پیش گوئی کھلے کھلے لفظوں میں حیدر آباد کی بابت دکھا دیں تو ہم سے منہ مانگا انعام پاویں۔

پیش گوئی بابت ڈاکٹر ڈوئی

امریکہ میں ایک شخص ڈاکٹر ڈوئی جو (بقول مرزا صاحب) مدعی نبوت تھا، مرزا صاحب کی زندگی میں مرا تھا۔ اس کی بابت حکیم صاحب لکھتے ہیں:

> ہندوستان میں لیکھ رام اور امریکہ میں کاذب مدعی نبوت ڈاکٹر ڈوئی اس کی تیر دعا کا نشانہ بن کر ہلاک ہوا۔ اور ہندوستان اور امریکہ اور یورپ میں اس مصدوق انسان کی دو زبردست پیشگوئیوں کو پورا کر کے اسکے دعاوی کی صداقت پر مہر لگا گیا۔ (صحیفہ آصفیہ صفحہ ۴۶ طبع اول)۔

ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ڈوئی کے متعلق کوئی پیش گوئی نہیں کی تھی، جو کی تھی وہ بھی غلط نکلی۔ مرزا صاحب اور حکیم صاحب کی طرح ہم صرف زبانی باتیں کرنے کے عادی نہیں بلکہ واقعات پیش کرتے ہیں۔

مرزا صاحب نے ڈاکٹر ڈوئی کو ایک دفعہ دعوت دی جس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیش گوئی نہ سناویں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کریں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے کیونکہ وہ یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی جانتا ہوں۔ اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔ چاہیے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہونچے گی تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کرونگا اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھدونگا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے اور تمام عیسائیوں کیلئے حق کی شناخت کیلئے ایک راہ نکل آئے گی

(ریویو آف ریلی جنز بابت ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۳۴۴)

اس عبارت کو دیکھ کر ہر ایک عالم اور جاہل سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے ڈوئی کی نسبت کیا لکھا ہے، کوئی دعا یا مباہلہ نہیں کیا۔ بلکہ درخواست ہے کہ تم ایسا کرو۔ اس کے ایسا کرنے کی صورت میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارةً میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیا فانی کو چھوڑے گا۔

(ریویو، اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۴)

پس اب تنقیح طلب امر صرف یہ ہے کہ کیا ڈوئی نے ایسا کیا؟ یعنی حسب منشاء مرزا صاحب اس نے مباہلہ کیا؟ اس کے جواب میں بھی ہم اپنی نہیں کہتے بلکہ مرزا جی کے ماہور رسالہ ریویو سے اصل حال بتلاتے ہیں، جو یہ ہے

باوجود کثرت اشاعت پیش گوئی کے ڈوئی نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اپنے اخبار لیوز آف ہیلنگ میں اس کا کچھ ذکر کیا۔ (ریویو۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۲)

پس اب مطلع بالکل صاف ہے کہ مرزا صاحب نے ڈوئی کو جو شرطیہ دعوت دی تھی وہ اس نے قبول نہیں کی۔ یعنی حسب مراد مرزا صاحب ڈوئی نے دعا موت نہیں کی لہذا وہ مرزا صاحب کی نہ دعا کے ماتحت آیا نہ پیش گوئی کی زد میں پھنسا۔ ہاں مرزا صاحب کے اس شرطیہ کلام سے کہ:

ڈوئی میری درخواست قبول کرے گا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت سے دنیا کو چھوڑیگا،

یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ بغیر قبول کرنے دعوت مرزائیہ کے ڈوئی کا مرزا جی کی زندگی میں

مرجانا مرزا جی کی کافی تکذیب کرتا ہے مگر سمجھنے کو دل و دماغ صحیح چاہیے۔

حکیم صاحب یا کوئی صاحب ہم کو مرزا جی کی کسی تحریر سے ڈوئی کے متعلق صاف الفاظ میں کسی قسم کی پیش گوئی دکھا دیں تو ہم تسلیم کرینگے اور کچھ انعام بھی دیں گے۔

مرزا جی کے دوستو! ہمت کرو، مرد میدان بنو۔ سامنے آؤ۔ منہ نہ چھپاؤ۔

دیوانے کی بڑ

قادیانی پارٹی کو تصنیف کتب میں ایسا ملکہ ہے کہ واقعات بھی اپنی طرف سے تصنیف کر لیتے ہیں حالانکہ واقعات کسی کے تابع نہیں ہوتے۔ اگر اس کی مثال واقعات میں ہم نہ بتلا دیں تو پھر ہمارا دعوی بھی، دیوانے کی بڑ، سے کم نہ ہوگا۔ اس لئے ہم قادیانی صحیفہ آصفیہ ہی سے واقعات پیش کرتے ہیں۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں:

> آپ (مرزا) کی بعثت سے آپ کے وصال تک صدہا مکذب آپ کے مقابل اٹھے جنہوں نے آپکی توہین پر کمر باندھی لیکن خدا تعالی نے انہیں ذلیل وخوار کیا جو آپکے مقابل آیا ہلاک ہوا جس رنگ میں کسی نے آپکی ذلت کا ارادہ کیا اسی طرح کی ذلت اسے نصیب ہوئی۔ آپکے مکفرین یکے بعد دیگرے قریباً کل کے کل دنیا سے اٹھائے گئے (صحیفہ آصفیہ ص ۵۳ طبع اول)

یہ ایک ایسا سفید جھوٹ ہے کہ شاعرانہ مبالغہ بھی اس کی حد تک نہیں پہنچ سکتا۔ واقعات صحیحہ اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ پنجاب میں بڑے مکذب اور سخت مخالف آپکے اصحاب ذیل تھے:

۱۔ مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔

۲۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی۔

۳۔ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی مقیم امرتسر۔

۴۔ مولوی صوفی عبدالحق صاحب غزنوی مقیم امرتسر۔

۵۔ شمس العلماء مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی مقیم لاہور۔

۶۔ مولوی اصغر علی صاحب روحی مقیم لاہور۔

۷۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ۔ اور

۸۔ یہ خاکسار ابوالوفاء ثناء اللہ جس کی بابت مرزا صاحب تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۳۰ میں لکھتے ہیں:

> مولوی ثناء اللہ صاحب آج کل ٹھٹھے ہنسی اور توہین میں دوسرے علماء سے بڑھے ہوئے ہیں۔

حکیم صاحب! آپ خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب مکذبین مر گئے۔

قادیانی مشن کے ممبرو! یہ سب لوگ خدا کے فضل سے (۱۹۰۹ء میں) زندہ ہیں۔ گو ان میں سے بعض (یعنی ڈاکٹر عبدالحکیم خان اور ابوالوفاء ثناء اللہ) کی موت دیکھنے کی ہوس تمہارا مسیح موعود دل میں رکھتا تھا، جس کا اظہار بھی اس نے کئی ایک دفعہ کیا مگر آخر کار نتیجہ وہی ہوا جو قرآن مجید نے بتلایا ہے یعنی لا یحیق المکر السیّ الا باھلہ (یعنی چاہ کندرا چاہ درپیش) جس کی مختصر کیفیت کسی زندہ دل کے کلام میں یوں ہے

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

ناظرین! یہ ہیں قادیانی مشن کی ابلہ فریبیاں اور دھوکہ بازیاں کہ واقعات کو از خود تصنیف کر لیتے ہیں۔ اسی طرح یہ دعوی بھی قادیانی مشن ہی کی ایجاد ہے کہ:

اسلام کے کل مخالفوں نے مرزا صاحب کو سلطان القلم قرار دیا۔ (صحیفہ آصفیہ ص ۱۴)

محض کذب اور صریح جھوٹ ہے سچے ہو تو کسی مخالف کی شہادت پیش کرو۔ ہاں ہم بتلاتے ہیں کہ اسلام گرونانک پر مرزا کی تحریر کا جواب جو سکھوں نے دیا تھا اس میں لکھا تھا کہ:

مرزا صاحب کی تحریرات کسی شریف آدمی کے پڑھنے کے لائق نہیں۔

شائد قادیانی اصطلاح میں سلطان القلم ہونے کی سند یہی ہے۔ اگر یہی ہے تو ہمیں بھی انکار نہیں۔

عقائد مرزا

اخیر رسالہ میں ہم مختصر لفظوں میں بتلاتے ہیں کہ مرزا اپنے حق میں کیا کہتے تھے:

۱۔ جس مسیح موعود اور مہدی مسعود کے آنے کی حدیثوں میں خبر آئی ہے وہ میں ہوں۔ (ازالہ اوہام)

۲۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے (دافع البلاء)

۳۔ اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسی کجاست تابنہد پابمنبرم (ازالہ اوہام)

منم مسیح زمانم منم کلیم خدا منم محمد واحمد کہ مجتبی باشد (تریاق القلوب)

۵۔ فلا یقیسونی باحدٍ ولا احداً بی (پس مرا بدیگرے قیاس مکنید ونہ دیگرے رابمن مقائیسہ نمائید۔ مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو، اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ) (خطبہ الہامیہ ص ۵۲)

۶۔ وشمس لا یحجبھا دخان الشماس (آفتابے ہستم کہ دخان دشمنی وکینہ اورانمی پوشد۔ میں سورج ہوں جس کو دشمنی اور کینہ کا دھواں چھپا نہیں سکتا)۔ (خطبہ الہامیہ ص ۵۲)

انا خاتم الا ولیاء لا ولی بعدی الا الّذی ھو منّی (میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں ہوگا مگر وہ جو مجھ سے ہوگا، یعنی میری امت سے ہوگا)۔(خطبہ الہامیہ)

قد می علی منارۃ ختمت بھا کل رفعۃ (میرا قدم ایک ایسے منارے پر ہے جس پر ہر ایک بلندی ختم ہے (یعنی میں رتبے میں سب سے بڑا ہوں) (خطبہ الہامیہ)

۹۔جو میری بیعت میں آتا ہے وہ حضرت محمد ﷺ کے اصحاب میں شامل ہو جاتا ہے (خطبہ الہامیہ)

۱۰۔قرآن شریف میں جو آیت ہے یا تی من بعدی اسمہ ا حمد، اس احمد سے مراد میں ہوں ۔(ازالہ اوہام۔ ص ۶۷۳)

مباحثہ رام پور

ہز ہائی نس نواب صاحب رام پور کے ملازموں میں ایک صاحب (منشی ذولفقار علی) قادیانی تھے۔ان کے چچیرے بھائی حافظ احمد علی خان ان کے مخالف تھے۔اسلئے دونوں بھائیوں میں ہز ہائی نس کے سامنے تکرار رہتی، تو ہز ہائی نیس نے حکم دیا کہ سرکاری خرچ پر دونوں فریق اپنے اپنے علماء کو بلاؤ ہم مباحثہ کرائیں گے۔ چنانچہ ۱۵ جون کو میدان مباحثہ میں ہز ہائی نیس نواب صاحب کے حضور میں فریقین کے علماء پیش ہو گئے۔قادیانی جماعت کے چیدہ چیدہ ممبر سب موجود تھے ادھر علماء اسلام بھی بکثرت شریک تھے۔مناظرہ کے لئے راقم آثم منتخب ہوا۔حضور نواب صاحب بنفس نفیس تمام ایام مباحثہ میں جلوہ فرمارہے۔مباحثہ تقریری تھا اس لئے روئداد تو شائع نہ ہوئی۔ ہز ہائی نیس نے خاکسار کو جو سرٹیفکیٹ عنایت فرمایا اس سے کیفیت مناظرہ معلوم ہوسکتی ہے جو ناظرین کی اطلاع کے لئے درج ہے:

> رام پور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفا محمد ثناءاللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی۔مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں، اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی، اسے بدلائل ثابت کیا۔ہم ان کے بیان سے محظوظ و مسرور ہوئے۔ دستخط۔محمد حامد علی خان (والی رام پور)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ابوالوفا ثناءاللہ۔ ۱۹ شوال ۱۳۲۷ھ۔۳ نومبر ۱۹۰۹ء۔ (صحیفہ محبوبیہ ملخصاً ختم ہوا۔بہاء)

تبصرے و تقریظات

☆ تحریک ختم نبوت حصہ سوم (طبع دسمبر ۱۹۰۵ء، ناشر۔ مکتبہ ترجمان دہلی) پر تبصرہ فرماتے ہوئے محترم جناب ابن احمد نقوی لکھتے ہیں:

قادیانیت..کو افرنگی استعمار نے وہابیوں کے جذبہ جہاد کو سرد کرنے اور تحریک جہاد حریت کو ناکام بنانے کے لئے پرورش کیا اپنے آغاز سے ہی شجر خبیثہ کی طرح ما لھا من قرار کا مصداق بنی رہی۔ غیر ملکی حکمران یہ سمجھتے تھے کہ قادیانی نبوت کی طرف سے جہاد کی منسوخی کے اعلان کے بعد مسلمان اپنی تحریک ختم کر دیں گے اور پھر ان کے سب سے بڑے دشمن وہابیوں کے بے لچک موقف اور انگریزوں سے ان کی نفرت کا دور ختم ہو جائے گا، لیکن وہ جو کہتے ہیں کہ امیدیں گھوڑے نہیں ہوتیں کہ سب ان پر سواری کریں، استعماری سازش کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام مسلمان مسلکی اختلافات کو فراموش کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر پر متفق ہو گئے۔ اس اجماع سے قادیان کا وہ پودا، جسے غلام احمد قادیانی برٹش سرکار کا خود کاشتہ پودا کہتے تھے، سر اٹھاتے ہی مرجھانے لگا۔...

چونکہ قادیانی نبوت وہابیوں کی تحریک جہاد کے خلاف برپا کی گئی تھی اس لئے وہابیوں نے ہی سب سے زیادہ مہلک وار اس پر کئے۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے سب سے پہلے غلام احمد قادیانی کے کفر کا جملہ علمائے کرام سے فتوی حاصل کیا اور شیخ الاسلام علامہ امرتسری اور ان کے مؤقر جریدہ اہل حدیث نے قادیانی نبوت کے خلاف جو علم بلند کیا، اس نے مرزائے قادیان کو اس درجہ حواس باختہ کیا کہ مباہلہ کا چیلنج دیا۔ اور اپنی بددعا سے خود ہلاک ہو گیا۔...

اس سلسلے میں ایک بڑی عبرت کی بات یہ ہے کہ جہاں مسلمان متفقہ طور پر قادیانیت کی نبوت کاذبہ کے خلاف سر پر کفن باندھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے وہیں بعض غیر مسلم حضرات نے قادیانیت کی حمایت پر کمر باندھی۔ لاہور کے ایک ڈاکٹر بنارسی داس نے ایک مضمون میں قادیانیت کی حمایت میں دلائل دیتے ہوئے لکھا کہ اگر مسلمان قادیانیت کو قبول کر لیتے ہیں تو اس سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں میں ہندوستانی قومیت پر فخر کا جذبہ بیدار ہوگا۔ وہ عرب کی طرف دیکھنے کی بجائے ہندوستان کی طرف دیکھیں گے اور سچے ہندوستانی قوم پرست بنیں گے۔ جو لوگ

یہ نیا دین قبول کریں گے ان کے لئے مکہ و مدینہ کی بجائے قادیان مرکز عقیدت ہو گا۔ قادیان پنجاب میں ہے اور پنجاب ہندوستان کا صوبہ ہے اس لئے ہندوستان دنیا بھر کے قادیانیوں کا مرکز ہو گا۔ اور ہم سب ہندوستانیوں کے لئے خوشی کی بات ہو گی کیونکہ ہندوستان روحانی مرکز بن کر ابھرے گا۔ اس طرح ڈاکٹر بنارسی داس دن میں اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر سنہرے سپنے دیکھتے رہے۔ حالات کی نیرنگی دیکھئے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو جو خود ملحد تھے، یعنی مذہب کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے، وہ بھی قادیانیت کی حمایت میں میدان میں کود پڑے۔ جب علامہ اقبال نے قادیانیت کے رد میں انگریزی مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا تو پنڈت جی نے قادیانیت کے حق میں اور علامہ اقبال کی تردید میں مضامین لکھنے شروع کئے۔ یہ ایک معمہ ہے کہ جواہر لعل نہرو جیسا شخص جو خود اپنے مذہب یعنی ہندو دھرم سے بھی عملاً بے نیاز تھے، انہیں قادیانیت کی حمایت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ شاید پنڈت نہرو جی بھی ڈاکٹر بنارسی داس کی طرح ہندوستان کو روحانی مرکز دیکھنے کے متمنی تھے، یا شائد وہ علامہ اقبال جیسے عبقری وقت کو چیلنج کر کے اپنی روشن خیالی اور وسیع المشربی کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے، بہرکیف قادیانی پنڈت جی کی اس حمایت پر ان کے اس قدر شکر گزار ہوئے کہ جب وہ لاہور گئے تو ریلوے سٹیشن پر قادیانی رضا کاروں نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔

لیکن باطل کبھی دیرپا نہیں ہوتا ان الباطل کان زھوقا افرنگی استعمار کی سرپرستی یا ہندوستان کے روشن خیالوں کی حمایت و ہمدردی قادیانیت کو بیساکھیاں فراہم نہ کر سکیں اور وہ خلیفہ مرزا محمود جو قادیان میں کھڑے ہو کر اعلان کرتا تھا کہ اب مکہ مدینہ ویران ہو چکے ہیں اور صرف قادیان ہی شاداب ہے، وہ خود خوار و رسوا ہو کر مرا...قادیانی جن کا پاکستان میں وہ دبدبہ کہ محمد علی جناح کے مرنے کے بعد ظفر اللہ خان پاکستان کا گورنر جنرل بننے کا مدعی تھا اور اسے اس وقت بھی ایسا اقتدار حاصل تھا کہ تحریک ختم نبوت کے کارکنان نے جب وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین سے مطالبہ کیا کہ وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کو وزارت سے نکال دیا جائے تو خواجہ صاحب نے انہیں سمجھایا کہ اس قسم کا قدم اٹھانے پر امریکہ پاکستان کو گیہوں دینا بند کر دے گا، یعنی افرنگی استعمار کی سرپرستی ختم ہو جانے پر قادیانیوں کو امریکی سرپرستی حاصل ہو گئی محض اس لئے کہ قادیانیت اسلام کی حریف بن کر ابھری تھی اور تثلیث ہر اسلام دشمن کو اپنا دوست اور جگر گوشہ سمجھتی ہے۔ لیکن انجام کار پاکستان نے چودھری ظفر اللہ خان سے یوں پیچھا چھڑایا کہ اسے عالمی عدالت کا جج بنوا کر ہیگ بھیج دیا۔ اس کے بعد بھی پاکستان کے ہر شعبہ پر قادیانیوں کی مضبوط گرفت تھی۔ فوج، انتظامیہ، عدلیہ، مقننہ ہر

جگہ ان کے مقتدر افراد موجود تھے اور وہ قادیانیت کو ہی اصل اسلام سمجھتے اور قرار دیتے تھے اور دنیا میں اس کی تبلیغ کرتے تھے۔ لیکن جب حکومت پاکستان نے قانون کے ذریعہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تو ان کی جڑیں ٹوٹ گئیں ان کا خلیفہ مع اپنے رفقاء کے پاکستان سے بھاگ کر انگلینڈ چلا گیا۔ اب وہیں ان کا ہیڈ کوارٹر ہے۔

قادیانیوں کے پاس اپنی صداقت کے لئے کوئی ثبوت نہیں ہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید نے لکھا تھا کہ قادیانی بتائیں کہ مرزا غلام احمد کی نبوت سے امت یا انسانیت کو کون سا اخلاقی، روحانی، مادی و معاشرتی فائدہ پہنچا۔ مسلمانوں کا کون سا مسئلہ تھا جو اس نبوت کے سر اٹھانے سے دب گیا یا ختم ہو گیا۔ قادیانی صرف اپنی ضد اور مرزا کے دعاوی کی پاسداری میں ایک ایسے مسلک سے وابستہ ہیں جس کا کوئی مستقبل نہیں۔ نہ ایسا ماضی ہے جس پر فخر کیا جائے نہ حال میں انہیں کوئی اعزاز و اکرام حاصل ہے پھر بھی وہ ایک فاسد عقیدہ کا مردار پرندہ اپنی گردن میں ڈالے ہوئے ہیں۔ مرحوم انوار علی خان سوز جامعہ ملیہ اسلامیہ میں انگریزی کے استاد تھے، دین کا گہرا شعور رکھتے تھے، ایک بار وہ قادیان گئے اور قادیانیوں کے مقامی سربراہ سے بات کی اور کہا کہ آخر آپ اسلام کے دائرہ میں واپس کیوں نہیں آ جاتے۔ سربراہ کا اصرار تھا کہ ہم مسلمان ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے قائل بھی لیکن اگر ہم مسلمانوں کے سواد اعظم میں لوٹ جائیں تو یہ ہماری امتیازی شناخت عقیدہ اور مسلک ہے اس سے ہمیں دستبردار ہونا پڑے گا اور یہ بات کوئی احمدی قبول نہیں کرے گا۔ یعنی اصل مسئلہ اپنی امتیازی شناخت (قادیانی نبوت سے وابستگی) کا ہے اور محض ان کی خاطر یہ سارا کارخانہ چلایا جا رہا ہے۔

قادیانیت کے رد میں جس قدر لٹریچر اہل حدیثوں نے فراہم کیا ہے کوئی دوسرا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ صرف مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ کے اسماء گرامی ہی اتنے اہم ہیں کہ ابطال قادیانیت کے لئے ان سے بڑے نام نہیں ہیں۔ رد قادیانیت یا تحریک ختم نبوت میں کے سلسلے میں علامہ احسان الٰہی شہید کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ ان کی کتابیں القادیانیہ اور اردو میں مرزائیت اور اسلام بڑی وقیع ہیں اور عالمی سطح پر ان کی اشاعت نے قادیانیت کے بڑھتے ہوئے قدم روکنے میں اہم کام کیا ہے۔ خصوصاً براعظم افریقہ کے ممالک میں القادیانیۃ نے صداقت کو عام کرنے میں قابل تحسین کام کیا ہے۔

(زیر نظر کتاب) تحریک ختم نبوت بھی اسی سلسلے کی اہم کتاب ہے۔ اس سیریز کے چار

حصے منظر عام پر آ چکے ہیں اور یہ ایک قاموسی انداز کا کام ہے اور اس میں قادیانیت کا ابطال خود مرزا اور اس کے خلفاء کی تحریروں کے حوالے سے کیا گیا ہے اس طرح یہ ناقابل تردید حقائق ہیں اور ان واعظین اور مبلغین کیلئے بطور خاص مفید ہیں جو ردقادیانیت کیلئے تصنیفی یا تقریری طور پر سرگرم ہونا چاہتے ہیں۔ کتاب (جلد سوم) کے آخر میں ان گراں مایہ شخصیتوں کا تعارف اور خدمات پیش کی گئی ہیں جنھوں نے تحریک ختم نبوت میں سرفروشانہ حصہ لیا۔ ظاہر ہے کہ ان میں سب سے بڑا نام شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسری کا ہے اور سوانحی خاکہ میں بڑی تفصیل سے شیخ الاسلام کی گراں قدر خدمات کو بیان کیا گیا۔ اس سے کتاب کی اہمیت وافادیت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے اور بعض ایسے علماء اور افراد کے تذکرے بھی آ گئے ہیں جنہیں لوگ فراموش کر چکے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب ان بھولے ہوئے علماء اور مجاہدین تحریک ختم نبوت کی بازیافت کی دستاویز بھی بن گئی ہے اور ہماری ماضی قریب کے کئی گوشے بھی ان عظیم المرتبت علماء کے تذکرے کے تحت فروزاں ہو گئے ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ امرتسری کے مؤقر جریدہ اہل حدیث میں قادیانی مشن کے نام سے ایک مستقل کالم ہوتا تھا جس میں قادیانیت کی تردید میں بڑی اہم علمی باتیں ہوتی تھیں۔ اگر قادیانی مشن کے تحت مطبوعہ شذرات کو یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تو تحریک ختم نبوت کے ایک تاریخی باب کی تالیف ہوگی۔ غالباً جمعیت اہلحدیث پاکستان اور الاعتصام کے دفتر میں اہل حدیث امرتسر کے پرانے شمارے دستیاب ہوں یا پھر پنجاب یونیورسٹی لائبریری یا دیگر اہلحدیث علماء یا افراد کے پاس اس کی فائلیں ہوسکتی ہیں۔ ان کی تالیف بڑا معرکہ آراء کام ہوگا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند یا جمعیت اہل حدیث پاکستان کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے اگر ابھی تک یہ کام نہیں ہوا ہے تو اب اسے ضرور پایہ تکمیل کو پہنچایا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تحریک ختم نبوت سے متعلق لٹریچر کو ہندی اور انگریزی میں منتقل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ بدقسمتی سے (ہند میں) ہماری نئی نسل اردو سے بہت حد تک بے بہرہ ہوچکی ہے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے طلباء انگریزی جانتے ہیں یا ہندی، اس لئے ان تک قادیانیت کی اصلیت کا پیغام پہونچانے کے لئے یہ تراجم نہایت ضروری ہیں۔ پاکستان سے پسپا ہونے کے بعد اب قادیانیت ہندوستان میں پھر اپنا جال پھیلانے کی کوشش کر رہی ہے اور چونکہ ان کا شکار عام طور یہی نوجوان ہوتے ہیں جنہیں دین کا صحیح شعور اور معلومات نہیں ہیں وہ مرزائی مبلغین کیلئے آسان شکار مانے جاتے ہیں۔ ان نوعمر تعلیم یافتہ افراد میں دینی جذبہ ہوتا ہے، اس

لئے وہ اپنی سادہ لوحی سے تبلیغی جماعت کے چلّوں میں شریک ہوتے ہیں یا اسلام کے نام پر قادیانی تدلیس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے وقت کی اہم ضرورت یہ ہے کہ ملت کے ان نوجوانوں کو ان خرافات سے بچایا جائے اور دین کا صحیح شعور ان کے اندر پیدا کیا جائے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو علاقائی اور دیگر زبانوں میں تحریک ختم نبوت یا ردقادیانیت کے بارے میں علماء خصوصاً اہلحدیث علماء کی خدمات سے باخبر کرنا چاہیے اسی کے ساتھ قادیانیت کے اصلی چہرے سے دین کی نقاب نوچ پھینکی جائے۔ اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ردقادیانیت پر جمعیت کے ہندی اور انگریزی جرائد میں سلسلہ وار مضامین شائع کئے جائیں اور انہیں خاص طور پر ان علاقوں میں پہنچایا جائے جہاں قادیانی زیادہ سرگرم ہیں۔ اخباروں میں یہ خبریں آچکی ہیں کہ قادیانیوں نے دوردراز کے ان دیہی علاقوں کو اپنا نشانہ بنایا ہے جہاں غریب ناخواندہ یا نیم خواندہ مسلمان بستے ہیں اور دین کی صحیح فہم یا شعور سے بہت زیادہ واقف نہیں ہیں۔ مغربی ملکوں میں قادیانیوں کے پاس وسائل بھی ہیں اور سرمایہ بھی اور وہ فراخ دلی سے اپنے مبلغین کی کفالت کرتے ہیں ... جب کہ تقسیم (ہند) کے بعد مسلمان فنا اور بقاء کے مراحل میں ایسے الجھے ہوئے ہیں کہ دوسری طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہوسکتے۔ لیکن یہ بنیادی کام ہے اور ملت کو اسے بھی اپنی جہد للبقاء کا ایک حصہ سمجھنا چاہیے۔ اگر قادیانی اسلام کے نام پر اپنی دسیسہ کاریوں میں کامیاب ہو گئے تو ملت اور دین کا یہ ناقابلِ تلافی نقصان ہوگا۔ تقسیم ہند سے پہلے جماعت اہل حدیث اس محاذ پر سب سے زیادہ سرگرم تھی اور اس کا ماضی بے حد تابناک ہے لیکن اب ہر دینی تنظیم حالات کے جبر کا شکار ہے، اور اہل حدیثوں کو خاص طور پر آزمائشوں اور چیلنجوں کا سامنا ہے۔ لیکن نامساعد حالات کے باوجود جماعت اور جمعیت کو اپنے ماضی کی روشن روایات کو زندہ رکھنا چاہیے۔ عالمی سطح پر اہل حدیث قادیانیت کے خلاف جو کام کر رہے ہیں ان کوششوں کو مربوط کرنا اور زیادہ مؤثر اور منصوبہ بند طریقہ پر بروئے کار لانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ ہماری جماعت کے جو لوگ اس میدان میں سرگرم عمل ہیں جمعیت کو ان کی تصنیفی کاوشوں سے استفادہ کرنا چاہیے اور اپنے تصنیفی پروگرام میں انہیں شامل کرنا چاہیے۔ آج مسلمان، عیسائی یا بہائی یا دیگر مذاہب کے مبلغین کا شکار نہیں ہوتے لیکن قادیانیت کو اصل اسلام سمجھ کر ارتداد کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہم سب کو اس طرف توجہ کرنا چاہیے یہ پوری امت کی ذمہ داری ہے۔ کسی خاص مسلک یا جماعت تک یہ محدود نہیں۔ ہم سب اس کیلئے مسئول اور مامور ہیں۔

(جریدہ ترجمان دہلی۔ جون ۲۰۰۷ء)

☆ تحریک ختم نبوت حصہ سوم (طبع دسمبر ۲۰۰۵ء ناشر مکتبہ ترجمان دہلی) اور حصہ چہارم (طبع ۲۰۰۶ء، ناشر مکتبہ ترجمان دہلی) پر تبصرہ فرماتے ہوئے محترم جناب ابن احمد نقوی لکھتے ہیں :

.....قادیانی اپنے چہروں پر مسلمان ہونے کا نقاب ڈالے رہتے ہیں۔ اسلام کا نام لے کر اپنی بے اصل تبلیغ کا جال پھیلاتے ہیں اور سادہ لوح افراد کو اپنے دام ہم رنگ زمین میں اسیر کرتے ہیں۔ لیکن مسلمان بھی غافل نہیں ہیں۔ انہوں نے شروع سے آخر تک قادیانیوں کے دجل وکذب کا پردہ فاش کیا اور اس جہاد اکبر میں جماعت اہل حدیث کے اکابر صف اول میں رہے ہیں حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ اور ان کے ممتاز شاگرد مولانا محمد حسین بٹالویؒ، ان کے شریک کار علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ فاتح قادیان، علامہ محمد بشیر سہسوانی تلمیذ حضرت میاں صاحب کا ذکر کئے بغیر رد قادیانیت کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی۔ خود مرزا غلام احمد کی تحریریں ان کے ذکر سے پر ہیں۔ انہی اکابر نے مرزا کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ پھر علامہ احسان الٰہی ظہیر نے یہ میدان سنبھالا اور... وہ عصر حاضر میں قادیانیت کے خلاف جہد و جہاد کے امیر کبیر بن گئے۔ انہوں نے جس بے باکی سے قادیانیت کو عریاں کیا، ان کے قلم کی آتش فشانی سے مرزائی لاہوری اور مرزائی قادیانی دونوں کباب ہوگئے۔ اللہ نے انہیں زبان وقلم کا وہ زور بخشا تھا کہ شمشیر برہنہ کی طرح کام کرتے تھے۔

اب ان اہل قلم میں ایک نام ڈاکٹر محمد بہاء الدین کا بھی شامل ہوگیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو قاموسی انداز کی تحریریں لکھنے میں مہارت ہے۔ وہ جب لکھتے ہیں تو پوری تفصیل سے جزئیات کا احاطہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ تحریک ختم نبوت کی یہ سلسلہ وار کتب ان کے وسعت مطالعہ، ژرف نگاہی اور اصل مواد تک ان کی کامل دسترس کی شاہد ہیں۔ تحریک ختم نبوت جلد سوم اور چہارم ایک ہزار سے زائد صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں اور یہ تحریر ایک مستند تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ حصہ اول اور دوم کو سامنے رکھا جائے تو یہ انسائکلو پیڈیا بن جائے گی۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے یہ دونوں حصے (سوم اور چہارم) شائع کئے ہیں جو اس کے اشاعتی پروگرام کا ایک اہم حصہ ہیں۔ اس سلسلہ کی اشاعت کیلئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم اعلی حضرت مولانا اصغر علی سلفی نے خود مؤلف سے رابطہ قائم کرکے ان سے جمعیت کے لئے یہ کتابیں حاصل کیں۔ فاضل مؤلف نے افتتاحیہ میں اس کا اعتراف کیا ہے..

جماعت اہل حدیث نے قادیانیت کی بیخ کنی میں جو سرفروشانہ جدو جہد کی ہے وہ

ہماری ملی تاریخ اور عالمی اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے۔اس تناظر میں ناظم عمومی کا اس سلسلہ کتب کی مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند کے زیراہتمام شائع کرنے پر اصرار ایک فطری امر تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ مؤلف ڈاکٹر بہاء الدین نے بھی اس جذبہ کو سمجھا اور جمیعت اہل حدیث ہند کو ردقادیانیت میں ایک اور سنگ میل قائم کر کے سعادت حاصل ہوئی۔

جمیعت اہل حدیث نے اسی سلسلہ اشاعت کے تحت علامہ ثناء اللہ امرتسری کی کتاب تاریخ مرزا اور مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے فتاوی (جوانھوں نے تکفیر مرزا پر علماء امت سے حاصل کئے)، کو بھی شائع کیا ہے۔اور اس طرح اس موضوع پر ہمہ جہت اور مبسوط لٹریچر فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔تحریک ختم نبوت پر وسیع معلومات حاصل کرنے کیلئے اور ان فضلاء کیلئے جو اس عنوان پر تحقیق و تحریر کا کام کرنا چاہتے ہیں یہ کتابیں بے حد مفید اور کارآمد ہیں۔ اور دینی جامعات میں انہیں منتہی طلبہ کے مطالعہ کیلئے خصوصی طور پر رکھا جانا چاہیے۔...(جریدہ ترجمان دہلی یکم مارچ ۲۰۰۸ء)

☆ مولانا محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آبادی لکھتے ہیں:

انیسویں صدی کے آخر میں برصغیر کے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور ان کے درمیان مذہبی منافرت پیدا کرنے اور انہیں دعوت و جہاد کے پاکیزہ مشن سے دور رکھنے کیلئے انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے روپ میں جھوٹی نبوت کا دعویدار کھڑا کیا۔ جماعت اہلحدیث کی اوّلیات میں سے ہے کہ مرزا قادیانی کے خلاف پہلا فتوی تکفیر مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے مرتب کیا اور اس پر سب سے پہلے شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ نے دستخط ثبت کئے۔ پھر جس اہل حدیث عالم دین نے مرزا قادیانی کا مقابلہ کیا انہیں دنیا فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے نام سے جانتی ہے۔پاکستان میں سب سے پہلے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی بات مولانا محمد حنیف ندویؒ نے کی تھی۔...بلاشبہ علمائے اہل حدیث نے قادیانی تحریک کے خلاف بحث و مباحثے مناظروں مجادلوں اور تقریر وتحریر سے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔تاریخ کا یہ ایک روشن باب ہے اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ردّ قادیانیت کے سلسلے میں ایک عرصے سے بعض النّاس کی طرف سے تاریخی حقائق کو مسخ کر کے نہ صرف علمائے اہلحدیث کی ختم نبوت کے حوالے سے خدمات کو تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے بلکہ صحیح حالات واقعات سے دانستہ چشم پوشی کر کے اپنے بزرگوں کو ہیرو بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ان حالات میں ضرورت تھی کہ کوئی صاحب نظر اس

صورت حال کوملحوظ رکھ کر علمائے اہل حدیث کی ردقادیانیت کے سلسلے کی خدمات کو اجاگر کرے۔ اللہ تعالی جزائے خیر دے اور صحت وسلامتی سے رکھے ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کو کہ انہوں نے اس کام اور خدمت کو نہایت محنت، توجہ اور خوش اسلوبی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا، اور تحریک ختم نبوت کے نام سے پانچ جلدوں پر مشتمل کتاب حوالہ قرطاس کر دی۔ اس قابل قدر کتاب کی تین جلدیں قریباً تیرہ سوصفحات پر پاکستان میں مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں، اور باقی زیر طبع ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی اس کتاب میں سنین کے اعتبار سے تحریک ختم نبوت کا جائزہ لیتے ہوئے اس دور کے واقعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے اس کے افکار ونظریات، عقائد باطلہ، ہفوات وکذبات اور قادیانی نبوت کی جھوٹی پیشگوئیوں اور اس سے متعلقہ دیگر باتوں کو بیان کر کے اس کی سخت گرفت اور نکیر کی ہے

مبارک باد کے مستحق ہیں محترم ڈاکٹر صاحب کہ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر جماعت اہل حدیث کی طرف سے قرض ادا کیا ہے۔ اللہ تعالی ان کی تحریری کاوش کو، جو کہ تحریک ختم نبوت کے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے، اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا کر کے اسے ان کی اخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔ (صحیفہ اہل حدیث کراچی۔ ۲۰۰۷ء)

☆ جناب ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث ایٹہ (یوپی۔ ہند) اس عاجز کے نام اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۱۶ نومبر ۲۰۰۶ء میں فرماتے ہیں:

میں نے دہلی سے کتاب تحریک ختم نبوت کی دوسری وتیسری جلد منگا کر پڑھی۔ اللہ پاک آپ کو جزائے خیر دے کہ خارج از اسلام فرقہ کا قلع قمع کرنے میں جن اسلاف نے خدمات انجام دی ہیں، آپ نے ان کا ذکر خیر احسن انداز میں کیا ہے بلکہ کتاب کے مطالعہ سے ایسا لگنے لگتا ہے کہ اگر ہمارے سامنے کوئی قادیانی آجائے تو اس سے مناظرہ، مباہلہ وغیرہ فوراً کرنے لگیں۔ کتاب کا انداز تحریر قاری کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کتاب میں اردو ادب کی بھی چاشنی موجود ہے جن میں سے کچھ کی نشان دہی کر رہا ہوں۔ جلد دوم (طبع دہلی) کے صفحہ ۳۸ پر آپ نے سید ابوالحسن تبتی کا بیان کہ: اس روسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر کے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جاوے اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپے کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں۔

صفحہ۷۳ پر آپ نے لکھا کہ مکہ و مدینہ کے درمیان ریل کا جاری نہ ہونا ۹۴ سال (اب ۹۸ سال) کے بعد بھی مرزا کے جھوٹ کو بیان کر رہا ہے۔

صفحہ۷۴ پر آپ نے خوب لکھا کہ : ۹۴ سال کا عرصہ گزر گیا۔ کیا کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ براہین احمدیہ کی جلد ششم کہاں اور کب شائع ہوئی، اور جلد ہفتم کب اور کہاں شائع ہوئی اور جلد ۴۵ اور ۴۹ کہاں اور کب شائع ہوئیں؟

صفحہ۷۷ پر کیا خوب لکھا ہے کہ : (مرزا صاحب) ۵۰ میں سے ۴۶ جلدوں کا مسودہ اپنے کفن میں لپیٹ کر قبر میں جا سوئیں تو وہ بھی نشان صداقت۔

ص ۱۵۹ تا ۱۶۳ پر (بسلسلہ جلسہ لاہور اور مقابلہ تفسیر نویسی) پیر مہر علی گولڑوی کی خدمات اور اہلحدیث اسلاف کی خدمات کو ایمان داری سے بیان کر دیا۔ جزاک اللہ

صفحہ ۲۰۵ سے ازالہ اوہام کی خوب تشریح کی ہے۔ صفحہ ۲۳۱ تا ۲۳۷ پر توفی کے معنی کی خوب وضاحت کی ہے۔ صفحہ ۲۳۷ تا ۲۹۵، یعنی ۵۷ صفحات پر براہین احمدیہ کے تعلق سے خوب تشریح کی۔

جلد سوم کے صفحہ ۹ پر حرف آغاز کے تحت میں اپنا نام دیکھ کر خوش ہوا کہ شائد قارئین مجھے بھی آپ کے ساتھ ساتھ دعاؤں میں یاد رکھیں لیکن اپنا نام بڑے بڑے علمائے کرام کے ساتھ دیکھ کر مجھے بڑی شرم آئی۔ آپ کو یہ لکھنا چاہیے تھا کہ قصبہ کا سکنج میں میرا ایک خادم رہتا ہے، میں اسے حکم کرتا ہوں تو وہ میرے حکم کو حتی الامکان بجا لانے کی کوشش کرتا ہے لہذا اس خادم کو بھی دعا میں شریک رکھیں۔ خیر اللہ آپ کو اجر عظیم سے نوازے۔

ص ۴۷ پر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور ان کی کتاب شہادۃ القرآن کا ذکر معلومات افزا ہے۔

ص ۵۳ پر عبدالحکیم پٹیالوی کے بارے میں معلومات ہوئیں۔ ۱۵۸ پر : اور اگر اجتہادی طور پر کہنے کے وقت بفرض محال مرزا صاحب کا الہام کنندہ سویا ہوا تھا یا کسی اور مصروفیت کے باعث مرزا صاحب کی طرف سے بے خبر تھا۔ بہت ہی چبھتا ہوا ہے۔ صفحہ ۱۳۸ تا ۱۴۸، اخبار اہلحدیث امرتسر کی لائف کے بارے اچھی جان کاری ہوئی

صفحہ ۱۶۶ پر خوب لکھا ہے: (پانچ اور پچاس کو برابر قرار دینے پر) ہمیں تو حیرت ہے کہ ان کے کسی مرید نے اس کلیہ کے پیش کرنے پر ان کا نام نوبل پرائز کے لئے تجویز کیوں نہیں کیا؟

صفحہ ۱۷۴ پر یہ پڑھ کر بہت ہی ہنسی آئی : مرزا برانڈ بنی فاطمہ کا خون۔

صفحہ ۲۰۳ پر لکھا کہ : پیش گوئی ایسی منحوس ثابت ہوئی کہ مرزا صاحب نے جس پر بھی چسپاں کی، اس

کی جان لینے سے باز نہیں آئی۔

صفحہ ۲۲۸ پر لکھا: ہاتھیوں کی لڑائی میں گھاس خواہ مخواہ روندا گیا۔

صفحہ ۳۷۳ پر لکھا: ایک طرف یہ عمر کا الزام بھی نامہ اعمال کے ساتھ نتھی ہو گیا۔

صفحہ ۲۹۲ کا یہ پیراگراف پڑھ کر بہت محظوظ ہوا:

وہ ہوائی جہاز میں سفر کر کے کسی شہر میں اتر کر فرماتے کہ دیکھو میں آسمان کے بادلوں سے آیا ہوں اس لئے میں ہی وہ مسیح موعود ہوں جس کا ذکر مسیح کی زبان سے انجیل متی میں ہوا ہے.

تینوں جلدوں میں شخصیات کے ذکر سے کتاب میں چار چاند لگ گئے ہیں کیونکہ ہمیں اپنے اتنے اسلاف کی جان کاری ایک ہی موضوع کی کتاب میں مل گئی۔ اللہ پاک آپ کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں، میں بھی وہی بات لکھوں گا جو امیر محترم مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی مدظلہ العالی نے لکھی ہے کہ:

ڈاکٹر صاحب سے میری گذارش ہے کہ ان کا قلم چل پڑا ہے تو اسے مت روکیں اور اس طرح کے دیگر علمی گوہر بھی تلاش کر کے اہل علم کی ضیافت طبع کا اہتمام کریں۔

والسلام۔

☆ جناب ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث ایٹہ (یوپی۔ ہند) اس عاجز کے نام اپنے مکتوب گرامی مورخہ یکم فروری ۲۰۰۷ء میں جلد چہارم کی نسبت فرماتے ہیں:

میں نے ۳۰ دسمبر ۲۰۰۶ء کو کتاب تحریک ختم نبوت جلد ۴ دہلی سے منگا کر دو مرتبہ مطالعہ کیا جو آج ۳۱ جنوری ۲۰۰۷ء کو بفضلہٖ تعالیٰ مکمل کیا۔ ایک مرتبہ سرسری مطالعہ کیا دوسری مرتبہ تدبر کے ساتھ۔ آپ نے اس جلد میں اصل ماخذوں سے کتاب کو مزین کیا ہے۔ آپ نے ۱۱۶ سال پرانے ماخذوں سے نئی نسل کو روشناس کرایا۔ واقعی یہ کام اللہ کے فضل وکرم سے ہی یہاں تک پہنچا ہے اور آئندہ بھی اللہ پاک اس کام کو تکمیل تک پہنچانے میں مدد فرمائے گا انشاء اللہ۔ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے جس کا اعتراف شیخ اصغر علی امام مہدی حفظہ اللہ نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ:

سب سے اہم یہ کہ اصل حقائق کی روشنی میں تاریخ کی ان کڑیوں کو ملانا بہت جان جوکھم کا کام ہے، کیونکہ ان جرائد ومجلّات کا کہیں یکجا طور پر حاصل ہو جانا بے حد

مشکل ہے، بہت سے مجلّات و جرائد کے اہم شمارے نہیں ملتے۔ رسائل مل بھی گئے تو کرم خوردگی کی وجہ سے استفادہ مشکل اور بعض اوراق ایسے کہ فرسودگی کی وجہ سے اس سے استفادہ نہایت مشکل۔ بعض اجزاء اور شمارے ہندوستان میں مل رہے ہیں تو بعض کا وجود پاکستان میں،

گویا کہ در در کی خاک چھاننے کے بعد ہی یہ کام آج ہمارے سامنے ۲ ہزار صفحات کی شکل میں آیا ہے۔ یہ کام بقول شیخ ثناء اللہ سیالکوٹی مدظلہ العالی آپ نے جنون کی حد تک محنت کر کے انجام دیا ہے اللہ پاک آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

صفحہ ۱۱ پر آپ کا یہ لکھنا کہ : محسوس ہوتا ہے کہ شائد یہ سلسلہ ابھی جاری رہے ؛ اس پر میں یہ اضافہ کروں گا کہ اللہ پاک اس سلسلہ کو ۱۹۱۲ء سے بھی آگے بڑھا دے۔ مجھے امید ہے کہ ۱۹۱۲ء کے بعد کے واقعات کی ایک جلد تو اخبار اہل حدیث امرتسر کے ان شماروں سے ان شاء اللہ تیار ہو جائے گی جو میں نے آپ کو ۱۶ نومبر ۲۰۰۶ء کو بھیجے ہیں، اور آئندہ بھی آپ کی خدمت کرنے کو تیار ہوں۔ بس میں اسی دعا پر آمین کہتا ہے جو صفحہ ۶ پر مولانا اصغر علی صاحب نے لکھا ہے کہ : اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

جلد چہارم کے صفحہ ۱۲ تا ۴۰ پر آپ نے اس مراسلت کا ذکر تفصیلاً کیا ہے جو تحریک ختم نبوت کا نقطہ آغاز ہے۔ اس مراسلت کا ذکر اجمالاً جلد اول میں ہوا ہے، اب تفصیلاً۔

ہر کام میں اللہ کی حکمت و مصلحت ہوتی ہے پہلی ۳ جلدوں میں تحریک ختم نبوت کے تعلق سے جو واقعات درج ہوئے کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً آسان پیرائے میں درج ہیں۔ اب چوتھی جلد سے واقعات تفصیلاً درج ہیں، بات سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی انشاء اللہ کیونکہ تین جلدوں کے مطالعہ سے قارئین کا ذہن بن چکا ہے۔ اگر ڈائریکٹ ہی واقعات تفصیلاً لکھے جاتے جیسے مباحثہ لدھیانہ یا فتوی تکفیر، تو ہوسکتا تھا کہ کچھ قارئین اکتاہٹ محسوس کرتے کیونکہ ان میں کچھ علمی نکات بھی ہیں جو شائد شروع میں سمجھ نہ آتے لیکن اب بہت سی باتیں سمجھ میں آ چکی ہیں اس لئے اب ان موضوعات کو تفصیلاً سمجھنا آسان ہو گیا۔ صفحہ ۴۱ تا ۲۸۵ مناظرہ لدھیانہ اصل ماخذوں سے نقل کر دیا ، شائد ہی کسی نے ماضی قریب میں پوری روئیداد اس مناظرہ کی نقل کی ہو۔ .. پھر اس میں جو حاشیے مولانا بٹالویؒ اور آپ نے لکھے ہیں، انہیں پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔

صفحہ ۲۸۶ تا ۳۵۵ فتوی تکفیر مرزا، اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۳ سے نقل کیا ہے، یوں اشاعۃ السنہ

کے متعلقہ صفحات محفوظ ہو گئے ہیں۔ صفحہ ۳۶۲ سے مولانا بٹالویؒ کی مراسلت بنام قادیانی کا تذکرہ اور صفحہ ۳۷۹ سے سوالات جرح خوب ہیں۔ صفحہ ۳۹۵ سے ۴۴۰ تک محمد احسن امروہی کی بٹالہ و لاہور میں مباحثے سے گریز کی تفصیل معلوم ہوئی۔ صفحہ ۴۴۱ سے ۱۸۹۳ء میں حکیم نورالدین سے بٹالوی مرحوم کے مباحثہ کی تفصیل معلوم ہوئی۔ (ایک تجویز ہے کہ) ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو جو مباحثہ حکیم جی سے (لاہور میں) ہوا تھا، جسے وہ ادھورا چھوڑ گئے تھے، اگر اس کی تفصیل بھی مل جائے اور شائع ہو جائے تو بہتر رہے گا کیونکہ اس کے بعد کا مباحثہ جو ریل میں ہوا وہ آپ نے مذکورہ بالا صفحات میں درج کر دیا ہے (اپریل ۱۸۹۱ء میں حکیم صاحب سے ہونے والا نامکمل مباحثہ جلد ہفتم میں نقل ہو گیا ہے۔ بہاء)۔ ایسے ہی اکتوبر ۱۸۹۱ء میں جو مناظرہ مولانا محمد بشیر سہسوانی اور مرزا قادیانی کے مابین ہوا تھا اس کی روئیداد بھی اصل ماخذ سے مل جائے اور شائع ہو جائے تو نئی نسل بھی مستفید ہو جائے (یہ مباحثہ جلد ششم میں درج کر دیا گیا ہے۔ بہاء)

صفحہ ۴۷۳ پر آپ نے بھی خوب حاشیہ لکھا کہ: اور مولانا بٹالویؒ کی یہ پیش گوئی یوں پوری ہوئی کہ اس پونے دو سال کے دوران مرزا صاحب کے ہاں کوئی موعود یا غیر موعود لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ اور مرزا صاحب کی ۱۸۸۶ء والی وہ پیش گوئی کہ نو سال کی مدت میں ان کے یہاں موعود لڑکا پیدا ہوگا، کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔

صفحہ ۴۹۳ سے مولانا بٹالویؒ کے وہ مکتوبات آپ نے درج کئے ہیں جو مرزا کی وفات سے ایک سال قبل کے ہیں۔ اور ان لوگوں کو دندان شکن جواب دیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مولانا بٹالویؒ اس تحریک سے الگ ہو گئے یا نعوذ باللہ مرزائی ہو گئے تھے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ مجھے امید ہے کہ مولانا بٹالویؒ کی کوئی تحریر مئی ۱۹۰۷ء اور مئی ۱۹۰۸ء کے درمیان کی بھی مل جائے گی بلکہ مئی ۱۹۰۸ء اور بٹالوی مرحوم کی وفات یعنی ۱۹۲۰ کے درمیان کی بھی تحریر ضرور مل جائے گی۔ انشاءاللہ ویسے مولانا بٹالوی کی وفات پر قادیانی اخبار کا لکھنا ہی کافی ہے کہ وہ آخر تک قادیانی کا ناک میں دم کئے رہے۔ حقیقۃ الوحی پر بھی خوب ریویو کیا اور فرخ تیلی کی مثال خوب دی ہے۔ آخر میں آپ نے مرزا قادیانی کی سیاست کی بھی خوب خبر لی ہے۔

میں آپ سے ایک گذارش کرونگا کہ آپ کے پاس مولانا بٹالویؒ کے جو مکتوبات موجود ہوں، چاہے وہ بنام قادیانی ہوں، یا بنام علمائے اہل حدیث ہوں یا بنام عوام اہلحدیث، کو یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیں جیسے مکاتیب نذیریہ وغیرہ ہیں۔ یہ بھی تاریخ اہل حدیث اور اردو ادب

کی خدمت ہو گی۔

ایک دن میں مولانا محمد اسحاق بھٹی کی کتاب کاروان سلف پڑھ رہا تھا۔ اس میں آپ کا بھی تذکرہ پڑھا۔ بھٹی صاحب آپ کا تذکرہ بہت محبت سے کرتے ہیں۔

آپ مجھے یہ لکھیں کہ آپ کے پاس اشاعۃ السنہ کے کون کون سے شمارے موجود ہیں۔ ان کے علاوہ شمارے مجھے کہیں سے بھی دستیاب ہوں گے تو انہیں آپ تک فوٹو کاپی یا سی ڈی کی شکل میں پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ انشاء اللہ۔ ..۔ والسلام۔

☆ مولانا اصغر علی سلفی ناظم اعلی جمیعت اہل حدیث ہند جلد پنجم پر حرف چند کے عنوان سے لکھتے ہیں۔ (ملخصاً)

اللہ تعالی جزائے خیر دے علماء اسلام کو خصوصاً علماء اہل حدیث کو اور بالخصوص امام ہمام محدث دوراں شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین دہلویؒ اور ان کے تلامذہ اور اصحاب کو جنہوں نے (مرزا غلام قادیانی کے دعاوی) کی سرکوبی اور بطلان کا بیڑہ اٹھایا اور تقریری وتحریری مناظروں کے ذریعہ اس عدوئے نبوت و رسالت اور خادع امت کی قلعی کھول دی اور اس کو ہر مقام پر شکست و ریخت سے دو چار کیا۔ بالاخص علامہ محمد حسینؒ بٹالوی شاگرد خاص حضرت میاں صاحبؒ نے سب سے پہلے اس پر ضرب کاری لگا کر اس کے مدوجزر باطل کو روک دیا۔ علامہ بٹالوی کی تحریروں پر سرسری نگاہ ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس قدر عظیم الشان اور کثرت سے تحریر کسی اور کی نہیں ہے اور نہ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں کوئی کسر چھوڑی ہے۔ گویا ما ترک الاوّل للآخر شیئاً

لیکن آپ کے اس عظیم کارنامے کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ٹھہرتا ہے جو تاریخ کا منفرد باب ہے اور آب زر سے لکھنے کا مستحق ہے۔ علامہ بٹالویؒ نے سب سے پہلے خود مناظرہ بذریعہ زبان وقلم کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کے گھر تک پہنچانے کے ساتھ بلا تفریق مذہب ومسلک تمام علمائے اسلام کے اجتماعی فتاوی کے ذریعہ اسے کافر قرار دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے سب سے پہلے ایک جامع استفتاء تیار کیا اور اسے اپنے استاد گرامی شیخ الکل میاں صاحبؒ کی خدمت میں پیش فرمایا۔ میاں صاحبؒ نے اس پر مکمل ومفصل فتوی صادر فرمایا۔ اس کے بعد علامہ بٹالویؒ نے اس وقت کے اہم علماء اسلام سے فتاوی حاصل کئے اور اسے بڑے پیمانے پر شائع فرمایا اور یوں اجتماعی طور پر مرزا غلام احمد قادیانی کو اسلام سے خارج کرنے کا کام انجام دیا۔...

علامہ بٹالوی ؒ کے علاوہ بہت سے دیگر علماء اہل حدیث نے بھی قادیانیت کی سرکوبی کی لائق تحسین وتقلید کوشش کی اور شیخ الاسلام امرتسری ؒ اور محمدیہ پاکٹ بک کے مؤلف مولانا عبداللہ معمار ؒ کی خدمات بے شمار ولازوال ہیں اور اس طائفہ منصورہ اور پاکباز گروہ اور ان کے علماء کی کوششوں، جدو جہد اور دفاع عن ناموس مصطفیٰ ورسالت محمدی ﷺ کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ لیکن اصل فتنہ کے فروکرنے میں جو کارہائے نمایاں اور خدمات جلیلہ وعظیمہ اس جماعت حقہ کے ربانی علماء اور اولیاء اللہ نے بلا خوف لومۃ لائم اور سلطان جائر انجام دیں، وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

اس سلسلہ تحریک ختم نبوت اور ناموس رسالت کی حفاظت وصیانت اور ختم نبوت و رسالت محمدیہ ﷺ کے دفاع کی تاریخ عظیم وجلیل کو مدوّن کرنے کا کام ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کر رہے ہیں۔ آپکا قلم رواں اور سیّال، حافظہ بے پناہ، مطالعہ وسیع، شوق فراواں اور ذوق فزوں تر اور ولولہ عظیم اور عزم جواں اور حوصلہ بلند وبالا ہے۔ آپ نے جس طرح جماعت اہلحدیث کی تاریخ بے مثال اور خدمات وجہود مبارکہ کے بحر بیکراں سے موتیوں کو چنا ہے اور سنگریزوں کو لؤلؤ ومرجان سے الگ رکھنے کی سعی مسعود کی ہے اس پر آپ ہر طرح کی مبارکباد اور دعاء خیر کے مستحق ہیں۔

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا احسان عظیم ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے (ہندوستان میں) اس کی نشرواشاعت کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ اب تک اس کی متعدد جلدوں کی اشاعت کے بعد ہمیں بڑا حوصلہ ملا ہے۔ اسلامی لائبریری میں اس اضافہ کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تحریک ختم نبوت کی تاریخ نویسی اور اس کی نشرواشاعت کو، اور اس سلسلہ کے ذریعہ خود اس تحریک کو توانائی کا باعث بننے کو، سعادت عظمی سمجھتی ہے اور اس پر اللہ کا شکر بجالاتی ہے۔

من لّم یشکر النّاس لم یشکر اللّٰہ کے تحت ڈاکٹر صاحب کے شکریہ کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے دنیا وآخرت میں ان کی کامرانی اور صحت یابی اور فوز وفلاح کے لئے دعاگو ہوں۔ ساتھ ہی اس سلسلہ کو پایہ تکمیل پہنچانے میں سرگرداں اور پروف ریڈنگ کے جانگسل مراحل میں معاون خاص کرم فرما محترم مولانا شیر خان جمیل احمد کا شکریہ ادا کرنا فرض سمجھتا ہوں جن کی عنایات موجب توجہات والتفات لائق ستائش ہیں۔ نیز آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو علالت وپیری میں اس عظیم وہمہ جہت جماعتی اور تاریخی وعلمی کام کیلئے پیہم ترغیب دلاکر اس عظیم کام کے لئے مکمل طور پر آمادہ کیا، اور اس سلسلے میں ہر ممکن تعاون کے لئے ہمہ وقت تیار

رہتے ہیں اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جماعت کے کاز کو آگے بڑھانے میں آپکا بڑا دخل ہے۔

(مولانا) اصغر علی سلفی ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند

☆ ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کا سگنج۔یوپی سے جلد پنجم کے متعلق لکھتے ہیں:

تحریک ختم نبوت کی پانچویں جلد مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند سے شائع ہو کر منظر عام پر آ گئی ہے جسکی اشاعت پر جمعیت کے ذمہ داران شکریہ کے مستحق ہیں اللہ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

اب تک تحریک ختم نبوت کے شائع شدہ صفحات کی مجموعی تعداد ڈھائی ہزار سے زیادہ ہو چکی ہے اور یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے ذریعہ ایک گمراہ فرقہ کی بیخ کنی میں علمائے اہل حدیث کی خدمات کو اجاگر کروایا، جب کہ یہ خدمات نئی نسل کے لوگوں سے اوجھل ہو گئی تھیں۔ڈاکٹر بہاء الدین کو اس پہلو پر کام کرنے کے کیا اسباب بنے؟ یہ تو ڈاکٹر صاحب بہتر جانتے ہیں لیکن میرا خیال ہے اس پروجیکٹ کے پس پشت درج ذیل وجوہ بھی کارفرما ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر صاحب نے چوتھی جلد میں لکھا ہے کہ جن بزرگوں نے تحریک ختم نبوت کے تاریخی پہلو پر لکھا ہے ان میں ماسوا ایک آدھ کے سب مؤلفین نے فلٹر لگائے رکھے اور مرزائی لٹریچر یا مرزا غلام احمد کے معاصر لٹریچر میں سے کوئی ایسی تحریر (الا ماشاءاللہ) اپنی تالیفات میں نہیں آنے دی جس سے ظاہر ہوتا کہ تحریک اٹھانے والے اور چلانے والے کون تھے۔

۲۔مولانا محمد اسحاق بھٹی کی یہ نصیحت بھی کام کر گئی ہوگی جو وہ اکثر اپنی تحریروں میں لکھا کرتے ہیں کہ

> اپنے اکابر کے کارناموں کو عام کرنے اور ان کے عمل وحرکت کو نمایاں کرنے سے دامن کشاں رہنے کے مرض میں اہلحدیث کے کسی ایک ہی خاندان کے اصحاب علم مبتلا نہیں ہیں، بلکہ یہ متعدی مرض تقریباً تمام اہلحدیث حضرات کو لاحق ہے۔کسی نے اپنے بزرگوں کے سوانح حیات قلم بند نہیں کئے اور کسی کو یہ سوچنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی کہ ان کے فضل وکمال کے مختلف گوشوں کو واضح کرنے کے لئے قلم کو حرکت میں لایا جائے۔

یہ جلد پنجم ۵۱۱ صفحات پر مشتمل ہے۔شروع میں ۴ صفحے کا مولانا اصغر علی سلفی حفظہ اللہ کا مقدمہ ہے جس میں مولانا نے ڈاکٹر بہاء الدین کی خدمات کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے

> اسی سلسلہ تحریک ختم نبوت اور ناموس رسالت کی حفاظت وصیانت اور ختم نبوت ورسالت محمد ﷺ کے دفاع کی تاریخ عظیم وجلیل کو مدون کرنے کا کام ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے

کیا۔ آپ کا قلم رواں اور سیال، حافظہ بے پناہ، مطالعہ وسیع، شوق فراواں اور ذوق فزوں تر اور ولولہ عظیم اور عزم جواں اور حوصلہ بلند و بالا ہے۔

ایسے ہی ہندوستان کے دیگر اہل علم بھی آپ کی کوششوں کو اچھی نظر سے دیکھ رہے ہیں، جیسے ایک جگہ علامہ ابن احمد نقوی تحریک ختم نبوت کے معروف قلمکاروں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اب ان اہل قلم میں ایک نام ڈاکٹر بہاء الدین کا بھی شامل ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو قاموسی انداز کی تحریریں لکھنے میں مہارت حاصل ہے۔ وہ جب لکھتے ہیں تو پوری تفصیل سے اور جزئیات کا احاطہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ تحریک ختم نبوت کی یہ سلسلہ وار کتب ان کے وسعت مطالعہ، ژرف نگاہی اور اصل مواد تک ان کی کامل دسترس کی شاہد ہیں۔

مولانا اصغر علی نے ڈاکٹر بہاء الدین کے معاون خاص مولانا شیر خان جمیل احمد عمری کے بارے میں حقیقت بیان کی کہ:

ڈاکٹر صاحب موصوف کی علالت و پیری میں دوبارہ اس عظیم و ہمہ جہت جماعتی اور تاریخی و علمی کام کے لئے پیہم ترغیب دلاتے رہے اور اس عظیم کام کے لئے مکمل طور پر آمادہ کیا اور اس سلسلے میں ہر ممکن تعاون کے لئے تیار رہتے ہیں۔

مجھے بھی مولانا شیر خان جمیل احمد کی کاوشوں کا کچھ کچھ علم ہے۔ مثال کے طور عرض کرتا ہوں کہ ۵ ستمبر ۲۰۰۷ء کو انہوں نے مجھے فون پر بتایا کہ ختم نبوت کے تعلق سے فلاں فلاں کتابیں مل جائیں تو تحریک ختم نبوت کی ۱۹۱۲ء تک کے واقعات پر مشتمل ساتویں جلد تیار ہو جائے گی، اس لئے ان کتابوں کو تلاش کرنا ضروری ہے۔ اس حکم کے بعد میں نے ادھر ادھر رابطے کئے اور مولانا کو بتایا کہ یہ کتابیں جامعہ سلفیہ بنارس کی لائبریری میں موجود ہیں۔ مولانا نے فوراً ڈاکٹر مقتدی حسن ازھری صدر جامعہ سلفیہ بنارس اور مولانا محفوظ الرحمٰن لائبریرین جامعہ سلفیہ بنارس سے رابطہ کر کے ان کتابوں کے سلسلے میں تعاون کی درخواست کی۔ نتیجتاً مولانا محفوظ الرحمٰن نے اپنے تمام کام مؤخر کر کے ۳ دن میں ان کتابوں کی سی ڈی تیار کروا کر مجھے ارسال کر دی جسے میں نے ای میل کے ذریعہ ڈاکٹر بہاء الدین تک پہنچا دیا۔ پھر اللہ کا کرم ایسا ہوا کہ ہند و پاک سے دیگر معاونین نے ڈاکٹر صاحب تک اور کتابیں پہنچائیں، تو اب خیال ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے تحریک ختم نبوت کے ۱۹۱۲ء کے تک واقعات پر آٹھویں جلد بھی تیار ہو جائے گی انشاء اللہ۔ ایسے ہی احباب کا تعاون جاری رہا اور اللہ سے ڈاکٹر صاحب کی صحت یابی کی دعا کرتے رہے (حدیث میں ہے کہ ایک مسلمان

بھائی کی دعا دوسرے کے حق میں قبول ہوتی ہے) تو وہ انشاء اللہ ۱۹۱۲ء کے بعد کے واقعات بھی ترتیب دے سکتے ہیں ۔ بہر حال مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ مولانا شیر خان جمیل احمد عمری اس پروجیکٹ کی تکمیل میں اہم رول ادا کر رہے ہیں ۔ اللہ تعالی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے ۔ آمین ۔

ڈاکٹر صاحب کو اللہ جزائے خیر دے کہ انہوں نے ۱۱۷ سال پرانے لٹریچر سے استفادہ کر کے علمائے اہل حدیث کی خدمات کو ہم تک پہنچایا ورنہ ابھی تک اہل حدیثوں کی اکثریت یہ سمجھتی رہی کہ اس محاذ پر فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری کی ہی خدمات ہیں اور یہ کہ مرزا قادیانی، مولانا امرتسریؒ سے مباہلہ میں مارا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کی کتاب سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ رد قادیانیت میں مولانا امرتسری کی معیت میں اور ان سے پہلے کئی دیگر بزرگوں نے بھی بے پناہ کام کیا ہے، وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ قادیانی کا ایک ہی مباہلہ ہوا ہے جو ایک اہل حدیث عالم مولانا عبدالحق غزنوی سے ہوا تھا۔ مولانا امرتسری سے قادیانی کا کوئی مباہلہ نہیں ہوا بلکہ مرزا صاحب نے انکے بارے میں یک طرفہ دعا کی تھی ۔

صفحہ ۹ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے اور بتایا ہے کہ جب جنوری ۱۸۹۱ء میں قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو پے در پے فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، دافع الوساوس نامی کتابیں لکھیں، جن کے بارے میں بٹالوی مرحوم نے فرمایا ہے:

> فتح اسلام میں تھوڑا سا کفر ظاہر کیا۔ پھر اس کے عذر میں توضیح مرام لکھا، تو اس میں کفر کا ڈربہ کھول دیا۔ پھر اس کی معذرت میں ازالہ اوہام لکھا تو اس میں کفر کا ایک دریا بہا دیا۔ اس کی معذرت میں دافع الوساوس لکھی ہے تو اس میں کفر کا طوفان برپا کر دیا ہے اور اس قدر زہر اگلا اور اپنے عقائد کو اسلامی ثابت کرنے کے لئے مکائد و وساوس سے اس دلیری سے کام لیا ہے کہ اپنے کذاب ہونے کا مکمل ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔

مرزا صاحب کی پہلی تین کتابوں کا تفصیلاً ردّ گزشتہ جلدوں میں ہو چکا ہے ۔ اب مرزا کی دافع الوساوس کا ردّ پانچویں جلد میں مولانا بٹالوی مرحوم کے ۱۲۰ صفحے کے مقالے سے استفادہ کر کے ۱۲ مختلف عنوانات کے تحت کیا گیا ہے۔

نمبر ایک کے تحت دافع الوساوس کی عربی تحریر کے بارے میں لکھا ہے کہ بقول بٹالویؒ یہ عبارت عرب کی عربی نہیں قادیانی عربی ہے جس کے غلط کریہہ اور غیر مانوس الفاظ سے جی متلاتا ہے۔ نمبر ۲ میں تائید غیبی کے عنوان سے بٹالویؒ نے عام لوگوں کو عقلی دلائل کی روشنی میں سمجھایا ہے کہ

قادیانی، خداتعالی کا ہم کلام ومخاطب نہیں ہوسکتا۔ نمبر ۳ میں نقل کیا ہے کہ یہ شخص اسلام کا بڑا ہمدرد بن کر عوام سے روپئے اینٹھتا ہے جیسے کوئی بچے کو ہوّے سے ڈرا کر اس کی ٹوپی اتارے۔ نمبر ۴ کے تحت حیات مسیح کے عنوان سے اہل اسلام کے متفقہ عقیدہ حیاۃ عیسیٰؑ کے مقابلہ میں مرزا قادیانی نے جو مغالطے دیئے ہیں ان کا ذکر ہے۔ اور بتایا ہے کہ قادیانی کا کہنا ہے کہ عیسیٰؑ آسمان زندہ ہوں اور نبی ﷺ زیر زمین مدفون ہوں، تو اس سے نبی ﷺ کی توہین لازم آتی ہے۔ مولانا بٹالویؒ نے اسکے جواب میں لکھا ہے:

اس توہین کی تجویز کے وقت مرزا قادیانی کو یہ خیال نہ آیا کہ نبی ﷺ فوت ہوکر زیر زمین مدفون ہیں اور میں زمین پر زندہ پھرتا اور توہین کرتا ہوں اور کیوں کر نہیں مرجاتا؟

نمبر ۵ کے تحت مرزا قادیانی نے اہل اسلام کو یہ مغالطہ دیا کہ: میں ولایت کے اعلیٰ درجہ (لقاء) پر فائز ہوں۔ جواباً بٹالوی مرحوم نے لکھا کہ

قادیانی صاحب! آپ کو درجہ لقاء حاصل ہے تو پھر آپ نے ان بے چارے اہل حاجات کا، جن سے پیشگی فیس لے چکے ہیں، اس وقت (یعنی بوقت لقاء) کیوں کام پورا نہ کردیا اور اپنی گردن کو ان کے حق سے کیوں سبک دوش نہ کیا۔

نمبر ۶ کے تحت معجزات مسیح کے عنوان سے دکھایا ہے کہ قادیانی نے مسیح کے معجزات کا انکار ازالہ اوہام میں کیا اور دافع الوساوس میں گھما پھرا کر اقرار کیا ہے۔ لیکن آپ لوگوں کو مناسب ہے کہ اس کے داؤ میں نہ آویں اور یقین کریں کہ یہ شخص منافق ہے۔ نمبر ۷ پر بٹالویؒ نے لکھا کہ: ناظرین انصاف کرو کہ ہم نے خدا کے فضل وتوفیق سے قادیانی کے ملمع تعظیم وتوہین کو کیسا کھولا ہے۔ نمبر ۸ کے تحت مرزا نے میاں نذیر حسین محدثؒ اور بٹالویؒ پر بسلسلہ عقاید جو بہتان باندھا تھا اس کا جواب بٹالویؒ نے اس ڈھنگ سے دیا ہے: جس شخص کا یہ اعتقاد ہو اس پر ہزار لعنت۔ مرزا قادیانی اس اعتقاد کو ہماری طرف منسوب کرنے میں سچا ہے تو وہ جھوٹے پر ہزار لعنت کہے۔ نمبر ۹ کے تحت بٹالویؒ نے قادیانی کے کئی مکائد کا جواب دیا ہے۔ نمبر ۱۰ کے تحت نزول جبریلؑ کے تعلق سے قادیانی کی گمراہی واضح کی ہے اور صفحہ ۸۳ پر لکھا ہے: تو پھر اس کا یہ اعتراض در پردہ آنحضرت ﷺ پر اعتراض ہے۔ اور اس ذریعہ سے وہ لوگوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نسبت شبہ ڈالنا اور اپنی نبوت کا اعتقاد جمانا چاہتا ہے۔ خدا اس کو اس خیال میں ناکامیاب اور رسوا کرے۔

نمبر ۱۱ میں قادیانی نے شیخ عبدالحق محدث پر افتراء کیا تو اسکے جواب میں بٹالویؒ نے لکھا:

اگر آپ لوگوں نے یہ ثابت کر دیا کہ شیخ عبدالحق کی کلام مذکورہ کا مطلب ادا کرنے میں قادیانی نے جعل وافتراء سے کام نہیں لیا تو میں آپ لوگوں (حافظ یوسف، مرزا خدا بخش وغیرہ) کو وعدہ دیتا ہوں کہ میں صرف اسی ایک بات پر آئندہ قادیانی کے خلاف لکھنا چھوڑ دونگا۔

نمبر۱۲ کے تحت جبریلؑ کے حقیقی یا تمثیلی نزول پر بحث ہے اور اس میں قادیانی کی خرافات کو اجاگر کرتے ہوئے مولانا بٹالویؒ نے قادیانی کو انعامی چیلنج بھی کیا۔

اس کے بعد پھر ڈاکٹر صاحب نے دافع الوساوس کا خلاصہ بٹالویؒ کی تحریر سے نقل کیا ہے۔ اور صفحہ۱۰۴ سے ۲۳۷ تک بٹالوی مرحوم کی تحریر کی روشنی میں آتھم عیسائی کے متعلق قادیانی کی پیش گوئی (کہ آتھم روز مباحثہ امرتسر ۱۸۹۳ء سے ۱۵ ماہ میں مرجائے گا) کے متعلق بہت دلچسپ انداز میں قادیانی کے ذلیل ہونے کو بیان کیا ہے۔اس پیشگوئی کے جھوٹے نکلنے پر ہندی مسلمانوں نے اشتہارات کے ذریعہ قادیانی کو ذلیل کیا جن کی عبارات پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں جیسے:

یہ بن بلایا مہمان ان احمق مسلمانوں کے سر چڑھ ہی گیا اور جلسہ مباحثہ میں مان نہ مان میں تیرا مہمان، جا کودا۔

اور ایک نظم کا شعر: ارے او بے وفا غدار مرزا ارے پر فتنہ ومکار مرزا

پھر بٹالویؒ نے قادیانی کے ان عذرات کا رد کیا ہے جو اس نے اس پیشگوئی کو درست ثابت کرنے کیلئے کئے ہیں اور صفحہ۱۳۳ پر کہا:

آفرین اے قادیانی تیری جرأت وحیا پر کہ جس منہ سے تو نے (آتھم کی) موت کو اصل الہام سے غیر اور اس کی تفسیر قرار دے کر اس کے تحقق کو غیر ضروری ٹھہرایا تھا اور اس تفسیر کو اصل الہام سے متحد سمجھنے کو وسوسہ شیطانی بتایا تھا، اسی منہ سے تو نے پھر اس کو ہاویہ کا فرد ٹھہرایا اور متحقق بتایا

صفحہ۱۹۳ پر قادیانی کے ایک سیالکوٹی مرید کے تفہیم حق نامی رسالے کا بھی جواب بٹالویؒ نے دیا۔ ایک جگہ آپ نے لکھا: قادیانی کے احمق ملہم کو اتنی خبر نہیں کہ ایسا استغفار تو تمام پادری اور خاص کر آتھم اکثر اوقات اور خاص کر نمازوں میں کرتے رہے ہیں۔ صفحہ۱۹۶ پر قطعی موعود عذاب، کے عنوان سے لکھا کہ: قادیانی کا یہ کہنا کہ کسی قدر ڈر جانے سے عذاب قطعی موعود ٹل جاتا ہے، تو اس ڈر جانے پر طبعی اور فطری مثالیں دیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں اور جن کا دنیا میں کوئی انکار نہیں کرسکتا۔صفحہ۲۰۱ پر قادیانی کے آتھم سے مطالبہ قسم پر بٹالویؒ نے عیسائیوں کے ایک اشتہار کو نقل کیا ہے جس میں کہا گیا ہے:

اگر مرزا صاحب مجمع عام میں ایک لقمہ خنزیر کے گوشت کا سبھوں کے سامنے کھا کر کہیں کہ میں مسلمان ہوں تو ہم یقین کرینگے کہ علمائے اسلام کا فتوی غلط ہے اور یہ درحقیقت مسلمان ہیں۔

صفحہ ۲۳۷ سے ۲۵۰ تک قادیانی کی شریف الہامی زبان کے بارے میں بتایا کہ وہ اپنے مخالف کو فوراً حرام زادہ کہہ دیتا تھا۔ اور ایک جگہ بٹالویؒ سے نقل کیا کہ:

تمام مسلمان یہ سمجھ جائیں گے کہ آپ کا یہ محاورہ الہامی نہیں بلکہ شیطانی ہے اور آپ باوصف دعوی نبوت والہام ومجددیت ومسیحائیت، عام بازاریوں کی طرح لوگوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ اوراس وجہ سے آپ نبی، مجدد و محدث تو کجا، مسلمان یا مہذب انسان بھی نہیں ہوسکتے۔

صفحہ ۲۵۱ سے ۲۶۸ تک مرزا سلطان محمد کی موت وحیات کے تعلق سے قادیانی پیش گوئی پر ڈاکٹر صاحب نے بٹالوی کی تحریریں نقل کی ہیں (اس موضوع پر ڈاکٹر صاحب جلداول میں بحث کر چکے ہیں تاہم یہاں اس سے زائد چیزیں ہیں)۔ آخر میں بٹالویؒ سے نقل کیا کہ:

ایسی پیش گوئی اگر کوئی آپ کی موجودہ منکوحہ کی نسبت کردے کہ آپ کے مرنے کے بعد وہ اس کے نکاح میں آوے گی، تو اس سے آپ اس کو ملہم یا مسیح وغیرہ ہرگز نہیں کہیں گے۔

صفحہ ۲۶۹ سے پنڈت لیکھ رام کے قتل کے بارے میں بحث ہے۔ قادیانی کہتا تھا کہ وہ اس کی پیشگوئی کی وجہ سے مرا ہے۔ بٹالویؒ لکھتے ہیں:

آپ مسلمانوں پر رحم فرماویں اور اپنے الہام کا ٹیلی فون یا ٹیلی گراف لگا کر خدا تعالی سے پوچھ کر بتادیں کہ (لیکھ رام کا) قاتل کون ہے جس کے سبب سے تمام مسلمان بدنام ہورہے ہیں۔

اور ایک جگہ نے لکھا: یہ اعلام یا الہام کیا ہوا، موم کی ناک ہوئی جس کو جدھر چاہا پھیر دیا

صفحہ ۳۰۵ پر بٹالویؒ نے قادیانی کے چیلنج قسم ومباہلہ کا جواب دیتے ہوئے قسم اٹھانے پر اپنی تیاری کا اظہار کیا ہے۔ صفحہ ۳۱۵ پر بشیر ایمانوایل والی قادیانی پیشگوئی پر بٹالویؒ سے نقل کیا:

۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کولڑکے کے تولد کی میعاد نو برس مقرر کی تھی اور اس وقت یعنی ۱۸۹۷ء میں اس وعدہ سے بارھواں سال گذر رہا ہے اور وہ لڑکا جو ماں کے پیٹ یا باپ کی پشت میں یا آسمان پر ہے، وہیں سے نہیں اترا۔ کیا اب بھی اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے میں کوئی شبہ باقی رہا۔

صفحہ ۳۳۶ سے طاعون کے متعلق قادیانی کی پیش گوئی پر طویل بحث ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ حکیم نورالدین وغیرہ نے ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے قادیانی کو شہید کہا (حدیث میں ہے کہ دستوں سے مرنے والا شہید ہے) تو صفحہ ۴۴۱ پر ڈاکٹر بہاءالدین نے جواباً کہا

اگر مولانا ثناء اللہ دستوں کی بیماری سے مرزا کی زندگی میں فوت ہو جاتے تو کیا وہ بھی شہید ہوتے؟ اگر حکیم نورالدین کی منطق تسلیم کر لی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانی نے جب مولانا ثناء اللہ کے ہیضہ سے مرنے کی دعا کی تھی، تو کیا یہ دعا مولانا کے لئے رتبہ شہادت کے حصول کی دعا تھی؟

طاعون کی بحث صفحہ ۴۵۰ تک پھیلی ہوئی ہے۔ صفحہ ۴۶۷ سے زلزلہ کے متعلق قادیانی پیش گوئی پر بٹالوی بحث ہے اور صفحہ ۴۷۵ پر نقل کیا ہے:

معلوم ہوتا ہے آپ کا ملہم (جو یقیناً معلم الملکوت ہے) احمق ہے یا مسخرہ ہے جو سال ہا سال سے الہاموں کے معنی در بطن خود رکھتا ہے آپ کو ان معنوں کی اطلاع نہیں دیتا۔ اسی واسطے آپ ہمیشہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں اور جیسے واقعات پیش آتے ہیں ویسے معنی آپ بنا لیتے ہیں۔

اور پھر ایک جگہ بٹالویؒ سے نقل کیا:

آپ (مرزا) کی پیش گوئی سچی بھی ہو جائے تو آپ کو نجومی مان لیا جائے گا، نہ کہ نبی۔

پوری کتاب ایسی ہی دل چسپ تحریروں سے بھری پڑی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کی بقیہ جلدیں بھی جلد منظر عام پر آ جائیں تا کہ لوگ ان سے استفادہ کر سکیں۔ اللہ اس پروجیکٹ کی تکمیل میں لگے ہوئے تمام معاونین کو دین و دنیا کی بھلائی عطا فرمائے۔ آمین۔ فقط۔

ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج۔ یوپی۔ ۲۸۔ جولائی ۲۰۰۸ء

☆ تحریک ختم نبوت جلد پنجم پر تبصرہ فرماتے ہوئے مولانا محمد سلیم چنیوٹی لکھتے ہیں:

زیر تبصرہ کتاب (تحریک ختم نبوت جلد پنجم، ۵۱۰ صفحات، مضبوط جلد، اچھا کاغذ، اچھی طباعت، کمپیوٹر کمپوزنگ) ۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء کے عہد پر مشتمل ہے اور آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

مرزا قادیانی کی ان تحریروں کا جواب شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالویؒ نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کیا تھا۔

مرزا غلام احمد کی کہانی جب سے شروع ہوئی، یعنی اس نے اپنے آپ کو انگریزوں کی پشت پناہی حاصل کر کے عقیدہ ختم نبوت و رسالت میں نقب لگائی تھی، تو اسی وقت اہل حدیث کے

سرخیل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلویؒ اور ان کے شاگرد رشید علامہ محمد حسین بٹالویؒ نے اس کا پیچھا شروع کر دیا تھا، اور استاد شاگرد دونوں نے مرزا کی ہر تحریر، ہر چیلنج، ہر فتوی اور ہر قول کا جواب دیا اور اس طرح مرزا قادیانی کا ناطقہ بند کیئے رکھا کہ وہ ان کے سامنے دلائل دیتے دیتے پٹڑی سے اتر جایا کرتا تھا..۔اس کا ثبوت مرزا قادیانی کی تحریروں سے بہ آسانی مل سکتا ہے۔

شیخ الکل سید نذیر حسین دہلویؒ اور علامہ محمد حسین بٹالویؒ کے دور میں مرزا قادیانی اپنے آپ کو سچ اور حق ثابت نہیں کر سکا۔ پھر ایک تیسرے اہلحدیث سپوت اور فاتح قادیان شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے تو قادیانیت کے تابوت میں ایسے کیل ٹھونکے کہ مرزا کی ککڑوں کوں، بول اٹھی تھی۔ اللہ تعالی کے فضل وکرم اور اس کے احسان عظیم سے اس اہل حدیث سپوت نے اپنے مناظرانہ، عالمانہ، مفکرانہ، داؤ پیچ ایسے استعمال کیئے کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک اشتہار کے ذریعہ اللہ تعالی سے حق و سچ کا فیصلہ طلب کر لیا اور دعا کی کہ اے اللہ سچے کی زندگی میں جھوٹے کو ہلاک کر۔ یہ دعا قبول ہوئی اور مرزا قادیانی لاہور کی برانڈرتھ روڈ پر واقع احمدیہ بلڈنگز میں اپنے میزبان کے گھر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گیا۔ یعنی جھوٹا (مرزا قادیانی) سچے (مولانا ثناء اللہ) کی زندگی میں اپنی جان کی بازی ہار گیا اور علامہ امرتسریؒ اپنی زندگی کے مزید چالیس سال گزار کر ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں آسودہ رحمت ہوئے۔ اللھم ادخلہ جنۃ الفردوس

زیر تبصرہ کتاب کے مؤلف جناب ڈاکٹر بہاء الدین ایک دلچسپ شخصیت ہیں اور انہوں نے بڑے ذوق شوق کے مظاہر پیش کر کے ایک بڑا مفید کام کر دکھایا ہے۔ یہ کتاب مرتب کر کے انہوں نے نئی نسل کو اس دور کی سیر کروا دی ہے کہ جب مرزائیوں کے بانی کو ہمارے اکابر نے رگیدا تھا اور جب قاری اس کتاب کو پڑھے گا تو وہ محسوس کریگا کہ وہ مرزا کی تحریروں کا اثر کیسا دیکھتا ہے اور طائفہ منصورہ اہلحدیث کا جواب کیسا محسوس کرتا ہے۔ اس کتاب کا خاصہ یہ بھی ہے کہ مرزائیوں کی تحریروں کا فونٹ قدرے باریک رکھا گیا ہے جبکہ اسکا جواب قدرے موٹے فونٹ میں ہے۔

ڈاکٹر بہاء الدین کی مرتب کردہ تحریک ختم نبوت (جو شائد آٹھ جلدوں پر مشتمل ہوگی)، پاکستان میں مکتبہ قدوسیہ لاہور، ہندوستان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث، اور برطانیہ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث نے اسے منصۂ شہود پر لانے کی سعی بابرکت فرمائی ہے۔....

ڈاکٹر بہاء الدین شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے ہمارے اکابر اور اس دور مرحومہ کی یاد تازہ کروائی جس میں مرزا غلام احمد سے دست بدست پنجہ آزمائی ہوتی تھی، اور ہمارے اکابر فتح مند

ہوا کرتے تھے۔اس کتاب میں مرزا قادیانی کے دعاوی، غلط الہامات، انکارمعجزات، انکاروحی و نزول جبریل، انکارختم نبوت واضح جھلکتا نظر آئے گا اوراس دور میں جن علماء مشائخ عظام نے مرزا کا پیچھا کیا ان کے کام اورنام سے آشنائی قارئین کو ہوگی۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ ہمارے جن اکابر نے فتنہ قادیانیت کے خلاف جدوجہد فرمائی اور اب تک فرمارہے ہیں اللہ کریم قبول فرمائے اور خصوصاً ڈاکٹر بہاءالدین کو اللہ کریم اجرعظیم سے نوازے کہ انہوں نے دیرآید درست آید کے مصداق ایک مفید کام کیا ہے۔

یہ ہرلائبریری اور قادیانیت کو سمجھنے والوں کیلئے بڑی ضروری دستاویز کہی جاسکتی ہے۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ ۱۷۔اکتوبر ۲۰۰۸ء)

مولانا ثناءاللہ سیالکوٹی امیر جمعیت اہلحدیث برطانیہ جلد ششم پر تاثرات لکھتے ہیں

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔(مسلم)

حضرت صادق المصدوق کی اس پیش گوئی کے مطابق جب جھوٹے نبیوں نے نبوت کا دعوی کیا تو اللہ نے لکلّ فرعون موسی ، کے مطابق ایسے افراد پیدا کردیئے جنہوں نے ان کی نبوتوں کو خاک میں ملا دیا۔جھوٹے نبیوں کا قلع قمع کرنے کی سعادت سب سے پہلے حضرت ابوبکرصدیق ؓ کو حاصل ہوئی۔آپ نے مسیلمہ کذاب، اسودعنسی ،طلیحہ اسدی کے خلاف جہاد کرکے ان کا خاتمہ کردیا۔کسی مسلمان کے لئے اس سے بڑی سعادت اورکیا ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی جان اپنا مال اپنی تلوار اپنا قلم ختم نبوت کے دفاع کے لئے وقف کردے۔خوش قسمت ہیں وہ علماء و سکالر جنہوں نے اپنی زندگیاں اس مقصد کے لئے صرف کردیں۔

ان تیس کذابین میں سے ایک نے جب ہندوستان میں نبوت کا دعوی کیا،تو اس کی نبوت کا پردہ چاک کرنے کے لئے علماء اہل حدیث میدان میں آئے۔ان علماء کو سابقین کا درجہ حاصل ہوا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ جو کہ مرزا صاحب کے قریب (ہی بٹالہ میں) رہتے تھے،انہوں نے اپنا رسالہ اشاعۃ السنہ مرزا صاحب کی تردید کے لئے وقف کر یا تھا۔انہوں نے تقریر اورتحریر کے ذریعہ مرزا صاحب کو اس قدر رگیدا کہ وہ انہیں کافر کہنے اور گالیاں دینے پر مجبور ہوگیا۔مولانا نے ان پر

کفر کا فتوی لگانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔مولانا بٹالوی ؒ اور دیگر علماء نے اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ مرزا صاحب قادیانی کو اتنا زچ کیا کہ وہ بددعا کرنے پر مجبور ہوئے ، اور انجام کار خود ہی اس دعا کی لپیٹ میں آگئے۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے جب ۱۹۹۶ء میں تحریک ختم نبوت پر کام کا آغاز کیا، کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ کام اتنی وسعت اختیار کر جائے گا۔اس وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ تحریک کے ابتدائی دور (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) تین ہزار صفحات لکھے جا چکے ہیں۔آگے دیکھئے اور کتنا کچھ ہوتا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے تحریک ختم نبوت کے گمنام لوگوں کے کارناموں کو بھی اجاگر کیا ہے اور ان کی خدمات کو منظر عام پر لائے ہیں ۔ پھر اشاعۃ السنہ کے کرم خوردہ اوراق کو، جو مختلف کتب خانوں میں زمانے کی ناقدری کا گلہ کر رہے تھے، ڈھونڈ ڈھونڈ کر عوام کے سامنے لائے ہیں ۔ یوں انہوں نے احیاء التراث کا فریضہ انجام دینے کے ساتھ ان اوراق کی نشاۃ ثانیہ کے ذریعے ہمیں بتایا ہے کہ ہمارے اکابرین نے اس وقت اتنا کام کیا جب لکھنے پڑھنے اور طباعت و اشاعت کی وہ سہولتیں میسر نہ تھیں جو آج ہیں ۔ یوں ڈاکٹر صاحب نے گلستان ختم نبوت میں بڑے نایاب پودے لگائے ہیں، پھر انہوں نے پھولوں کو گلدستہ کی شکل میں کتاب میں پیش کیا ہے جو ہر لائبریری کی زینت بن سکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے یہ سعادت بھی حاصل کی ہے کہ ختم نبوت کے دفاع میں ہزاروں صفحات لکھ کر اپنا نام بھی ختم نبوت کے لکھاریوں میں شامل کر لیا ہے یہ اتنا بڑا اعزاز ہے جس پر جتنا بھی رشک کیا جائے، کم ہے ۔ یہ کام آنحضرت ﷺ کے ساتھ عقیدت کے بغیر نہیں ہو سکتا ۔ قیامت کے دن جب بارگاہ ایزدی میں انہیں اس کا صلہ دیا جائے گا ، ان سے گذارش ہے اس وقت راقم الحروف کو بھی یاد رکھنا ۔ ان کی خدمت میں یہ شعر تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ حاضر ہے:

ہمارا کام بھی شامل ہے تحریر گلستان میں ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

دعا ہے اللہ تعالی ڈاکٹر محمد بہاء الدین صاحب کی اس محنت کو قبول و منظور فرمائے اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے ۔

(مولانا) ثناء اللہ سیالکوٹی ۔ امیر، مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

مولانا شیر خان جمیل احمد عمری، جلد ششم پر بایں الفاظ اپنے تاثرات لکھتے ہیں:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر ہمارے مخدوم، محسن جماعت ڈاکٹر محمد بہاء الدین صاحب متعنا اللّٰہ بطول حیاتہ الطّیّبۃ کا قلم آج سے تقریباً بارہ برس قبل چل پڑا اور آپ کی تحریریں ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم میں قسط وار شائع ہونا شروع ہوئیں۔ ابھی دو ڈھائی سو صفحات ہی منظر عام پر آئے تھے کہ کئی احباب کے ہوش اڑتے نظر آئے۔ حقائق کے انکشافات اور بددیانتیوں کے راز افشا ہونے پر اغیار نے تو پریشان ہونا ہی تھا، بعض اپنے بھی حالات زمانہ کی نزاکت کا واسطہ دے کر جلد سے جلد اس سلسلہ کی آخری قسط کے منتظر رہنے لگے...... بہرحال تحریک ختم نبوت کی پہلی جلد جب منظر عام پر آئی تو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ یہ سلسلہ اتنا دراز ہو جائے گا کہ ماشاء اللہ اب اس کی چھٹی جلد مکمل ہو کر آپ کے سامنے موجود ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے تین ہزار صفحات مکمل ہو چکے ہیں اور یہ صرف ۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء تک کی داستان ہے جو کہ ابھی جاری ہے۔ انشاء اللہ ساتویں جلد بھی (جس پر ان دنوں کام ہو رہا ہے) عنقریب منظر عام پر آ جائے گی۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ سلسلہ کتب، احیاء التراث بھی ہے کہ اس میں کئی بھولی بسری بیمثال تحریریں کم وبیش ایک سو سال کے بعد قارئین کے سامنے پیش ہو رہی ہیں۔ نیز یہ ابتدائی کارکنان تحریک ختم نبوت سے مؤلف محترم کی محبت وعقیدت کا مظہر بھی ہے کہ عہد حاضر کے قارئین کو ایسے اعیان امت سے متعارف کرایا ہے جو مرورِ ایام سے اٹھنے والے گرد وغبار میں نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ نیز ان کارکنان تحریک ختم نبوت کا تعارف ان کی تحریروں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ ان بزرگوں کی تحریریں پڑھ کر بے اختیار دل سے دعا نکلتی ہے جزا ھم اللّٰہ عنّا و عن جمیع المسلمین احسن الجزاء ۔ بلاشبہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے طیراً ابابیل کی طرح دفاعی کام کر کے ابرھہء قادیان اور اس کے ہاتھیوں کو کعصفٍ مأکول بنا دیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب ایک دیانتدار مؤرخ کا کردار ادا کرتے ہوئے جہاں اہلحدیث بزرگوں کی خدمات کی داستان بیان کر رہے ہیں، وہیں ان سابقون الاولون کے نقش قدم پر چل کر اس میدان میں کام کرنے والے دیگر مکاتب فکر کے بزرگوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ ایسی بے تعصبی اور دیانت داری کی مثالیں بہت کم ہی ملتی ہیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے بر صغیر (پاک وہند) کے دور دراز مقامات سے تحفظ ختم نبوت کی تاریخ کے گمشدہ اوراق جمع کئے ہیں جو بذات خود ایک مہنگا اور صبر آزما کام ہے۔ پھر ان اوراق کی جھاڑ پونچھ کا مشکل ترین مرحلہ طے کیا۔ قدیم اشاعتوں کی کتابت کو سمجھ کر طباعتی اغلاط کو درست کیا جو کہ موضوع پر مکمل عبور کے بغیر آسان نہیں تھا۔ پھر پرانی تحریروں کے لباس کہنہ کو لباسِ جدید سے تبدیل کیا، جو نئی تحریر کی تخلیق سے مشکل تر کام ہے۔ پھر ان قدیم تحریروں سے وقتی، ہنگامی اور غیر ضروری مواد کو اس خوبی سے حذف کیا ہے کہ متون کی اصل باقی رہی۔ پھر خود ہی کمپوزنگ سے آراستہ کیا جو علم اور ہمہ جہت صلاحیتوں کے علاوہ طویل وقت کا بھی محتاج ہے۔ یوں خرابی صحت کے باوجود ڈاکٹر صاحب کا یہ کارنامہ جہاں بالعموم اسلامی تاریخ کا اور بالخصوص تاریخ اہل حدیث کا نہ مٹنے والا حصہ بنے گا، وہیں ڈاکٹر صاحب کی سید ولد آدم خاتم النبیّین والمرسلین نبینا محمد ﷺ سے سچی محبت وعقدت کا بیّن ثبوت بھی ہے۔

اس گراں مایہ علمی، تحقیقی اور تاریخی نوعیت کی دستاویز کی تیاری کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے الحمد للّٰہ الذی ھدانا لھذا و ما کنّا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللّٰہ۔ اور

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

میری دعا ہے کہ اللہ جلّ شانہ اس سلسلہ کتب کو، جسے مؤلف نے بارگاہ رسالت ﷺ میں ہدیہ عقیدت کے طور پر پیش کئے جانے والے گلدستے سے تعبیر کیا ہے، قبول فرمائے، قارئین کے لئے مفید اور مؤلف محترم کے لئے توشہ آخرت بنائے۔ آمین

شیر خان جمیل احمد عمری۔ ناظم تعلیمات مرکزی جمیعت اہل حدیث برطانیہ

☆ پروفیسر ڈاکٹر عبدالروف ظفر ڈائریکٹر سیرت چیئر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور لکھتے ہیں:

مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی امیر جمیعت اہل حدیث برطانیہ نے کتاب ہذا کی جلد اول پر اظہار تشکر کے عنوان سے لکھا تھا:

> ہم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ہندوستان پاکستان اور برطانیہ کے کتب خانوں سے علمی موتی چن کر انہیں ایک تسبیح میں پرو دیا ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں بڑی محنت اور جانفشانی سے وہ تمام کتب حاصل کی ہیں جن کی اس موضوع پر لکھنے والے کو ضرورت ہو سکتی ہے۔..اور حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب

نے اس موضوع پر جنون کی حد تک کام کر کے وہ قرضہ ادا کر دیا ہے جو اکابرین کا جماعت اہل حدیث کے ذمہ تھا۔ انہوں نے اس علمی تشنگی کو بھی دور کر دیا ہے جسے جماعت کا ہر فرد محسوس کرتا تھا اور جماعت کا ہر فرد اس بات پر ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔

بحمد اللہ اب اس کتاب کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور بات ادائیگی قرض سے بہت آگے نکل چکی ہے۔

دوسری طرف مولانا محمد اسحاق بھٹی کا کہنا ہے کہ مرزائیت کے متعلق اہلِ حدیث کی بہت سی اولیات ہیں جو ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہیں۔

ہمارے دوست ڈاکٹر بہاء الدین کی زیر نظر کتاب سے اس تقاضے کی تکمیل ہوتی نظر آرہی ہے۔ اس میں مرزا غلام احمد کے حالات بھی ہیں اور تحریک ختم نبوت کا پورا پس منظر و پیش منظر بھی، اور ان حضرات کی تحریری و تقریری خدمات کا احاطہ بھی ہے جنہوں نے تحریک کے ابتدائی دو عشروں (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) میں کسی نہ کسی طرح اس میں حصہ لیا ہے۔

۱۸۹۱ء-۱۸۹۶ء کے واقعات پر مشتمل ۳۸۲ صفحات کی جلد اول میں بانی قادیانیت کے مختصر حالات کے بعد تحریک ختم نبوت کے آغاز (مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے ایک خط بنام مرزا غلام احمد کو آغاز گردانا گیا ہے جو انہوں نے مرزا قادیانی کو ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء کو لاہور سے لکھا تھا)؛ مقابلہ تفسیر نویسی؛ مباہلہ امرتسر (۱۸۹۳ء)؛ مولانا غلام دستگیر اور ردّ قادیانیت؛ مرزا غلام احمد اور محمدی بیگم؛ ایک منذر الہام بابت محمد حسین بٹالوی؛ غلام احمد قادیانی کے آتھم عیسائی سے مناظرے کا ذکر کر کے ان شخصیات میں سے چند ایک کا ذکر ہے جنہوں نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ ان میں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ، قاضی محمد سلیمان منصورپوریؒ، منشی محمد جعفر تھانیسریؒ، میر عباس علی لدھیانویؒ، غزنوی علماءؒ، مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد اسماعیل علی گڑھیؒ۔ مولانا عبدالرحمٰن لکھویؒ، منشی سعد اللہ لدھیانویؒ، مولانا محمد حسن لدھیانویؒ، مولانا ابوالحسن سیالکوٹیؒ شامل ہیں۔ آخر میں مراجع و مصادر درج کئے ہیں جن کی تعداد سو (۱۰۰) سے زائد ہے۔

دوسری جلد (طبع دہلی ۴۴۵ صفحات، طبع لاہور ۳۶۷ صفحات) ۱۸۹۶ء تا ۱۹۰۵ء کے احوال و واقعات پر محیط ہے۔ اس میں مولانا بٹالوی اور چیلنج مباہلہ ۱۸۹۶ء کا ذکر ہے؛ براہین احمدیہ کی قیمت کا تذکرہ ہے؛ قادیانیت کے بارے میں بعض تفصیلات ہیں۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب کی

بعض پیش گوئیوں (مثل حجاز ریلوے، عذاب کی تین سالہ پیش گوئی، زلزلے وغیرہ) کے تنقیدی جائزے کے علاوہ ۱۹۰۰ء کے جلسہ لاہور، مباحثہ مدّ، اور فتح قادیان، کا ذکر ہے۔ نیز ازالہ اوہام اور براہین احمدیہ کے بعض مضامین پر نقد و تبصرہ ہے۔ آخر میں تحریک کے چند کارکنوں کا تعارف ہے جن میں حافظ محمد لکھوی، مولانا رحیم بخش لاہوری، مولانا عبدالرحمٰن مئوی، مولانا عبدالغفار مہدانوی، مولانا محمد ابراہیم آروی، مولانا عبدالمجید دہلوی، شیخ حسین بن محسن انصاری، علامہ شمس الحق محدث ڈیانوی، مولانا محمد اشرف ڈیانوی، مولانا لطف اللہ علی گڑھی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا عبدالجبار عمرپوری، سید احمد حسن دہلوی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، حافظ عبداللہ محدث غازی پوری، سید شہید الدین احمد بنارسی، مفتی محمد عبداللہ ٹونکی، مولانا محمود حسن دیوبندی، حکیم عبدالمجید بنارسی، مولانا حیات محمد بنارسی، قاضی عبدالاحد خانپوری، قاضی محمد خانپوری، قاضی یوسف حسین خانپوری، مولانا احمد حسن کانپوری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی، مفتی کفایت اللہ دہلوی شامل ہیں۔

جلد سوم (طبع لاہور ۶۷۵ صفحات، طبع دہلی ۶۲۰ صفحات) کا آغاز مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب الوصیت سے ہوتا ہے۔ بہشتی مقبرہ، تقسیم بنگال، علم الدرمان، شہادۃ القرآن، ڈاکٹر عبدالحکیم، طاعون، مباہلہ سے فرار، منشی الٰہی بخش، دعائے آخری فیصلہ، اخبار اہلحدیث، حقیقت الوحی، بشیر اول، دعائیں جو قبول نہ ہوئیں، کذبات مرزا، یوم الرحیل، عمر مرزا، اسمہ احمد۔ مباحثہ رام پور، مباحثہ لدھیانہ ۱۹۱۲ء، بحث متعلق آخری فیصلہ، دانیال کی پیش گوئی، مسیح موعود، اور دجال، کے عنوانات کے تحت قادیانیت کا مالہ وماعلیہ اور تحریک ختم نبوت کے احوال بیان کئے ہیں۔

تحریک کے کارکنوں میں مولانا غلام علی قصوری، مولانا احمد اللہ امرتسری، مولانا حفیظ اللہ خان، محمد بشیر سہسوانی، مولانا سلامت اللہ جیراج پوری، مولانا عبدالوہاب دہلوی، قاضی احتشام الدین مراد آبادی، شاہ علی نعمت پھلواروی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا غلام حسن سیالکوٹی، سید عبدالسلام دہلوی، مولانا سید عبدالواحد غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی، سید ابوالحسن تبّتی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی شامل ہیں۔ اسکے علاوہ آخر میں کارکنوں کی ایک مفصل فہرست دی گئی ہے۔

۶۷۵ صفحات پر مشتمل جلد چہارم میں مولانا بٹالوی کی مرزا غلام احمد کے ساتھ ۱۸۹۱ء والی مراسلت کی تفصیل دی ہے۔ مولانا بٹالوی کے استفتاء دربارہ تکفیر مرزا، اور سید نذیر حسین محدث کے

جواب استفتاء کو شامل کیا ہے۔اسی طرح مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء، مباحثہ بٹالہ اور مباحثہ لاہور کے عنون سے مولوی محمد احسن امروہی قادیانی سے مولانا بٹالوی کے مباحثوں کی تفصیلات ہیں۔ نیز حکیم نورالدین صاحب سے دوران سفر مولانا بٹالوی کے ایک مباحثے کی تفصیلات ہیں۔اس کے بعد مولانا بٹالوی کی مرزا صاحب سے ہونے والی ۱۸۹۳ء کی مراسلت بھی مکمل نقل کی گئی جس کے ضمن میں درخواست مباہلہ، الہام منذر کی اشاعت، عربی تفسیر کے معاملات بھی زیر بحث آئے ہیں۔ دیگر عنوانات میں، بٹالوی مکتوب مفتوح، حقیقۃ الوحی پر ریویو، کھوٹہ سکہ، ذولقرنین، بے ادب، تحصیل دار، چاپلوس، حرز سلطنت وغیرہ شامل ہیں۔ کتاب کے آخر میں کتابیات، تبصرے اور تقریظات ہیں۔

۵۱۰ صفحات پر مشتمل جلد پنجم میں مولانا محمد حسین بٹالوی کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی مختلف جلدوں سے بعض مضامین اپڈیٹ شدہ شکل میں نقل کئے گئے ہیں نیز تحریک کے بعض دوسرے کارکنوں مثل منشی سعد اللہ لدھیانوی، مولانا احمد حسین میرٹھی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دیگر علماء کے مضامین نقل ہوئے۔ چند عنوانات درج ذیل ہیں۔

دافع الوساوس کی اشاعت، قادیانی عربی، حیات مسیح، معجزات مسیح، نزول جبریل، مس شیطان، جبریل کا حقیقی یا تمثلی نزول، قادیانیوں کو انعامی چیلنج، پیش گوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم، تجزیہ عذرات بابت انجام آتھم، مرزا قادیانی کو انعامی چیلنج، حلال زادہ، سلطان محمد کی حیات وموت ،لیکھ رام کی موت، تین کو چار کرنے والا لڑکا، محافظ سلطنت، پیش گوئی طاعون، قادیان پر ثنائی یلغار، محمد احسن امروہی کو چیلنج، قسمیہ تکذیب قادیانی، رسالہ دافع البلاء کا تجزیہ، رسالہ کشتی نوح کا تجزیہ، مواہب الرحمٰن کا تجزیہ، پیش گوئی زلزلہ، مکتوب مفتوح بنام وائسرائے۔ وغیرہ

ڈاکٹر بہاؤالدین مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے دیارِ مغرب میں بیٹھ کر اپنے دوستوں کے تعاون سے اور زر کثیر صرف کر کے ہندوستان، پاکستان اور برطانیہ کے معروف اور غیر معروف کتب خانوں سے ایسی نادر معلومات جمع کر کے کتابی شکل میں اہل علم تک پہنچادی ہیں جن کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے جس جاں فشانی سے کام لیا ہے وہ قابل تحسین وستائش ہے۔ بلکہ اگر یہ کہہ دوں کہ انہوں نے جماعت اہلحدیث کی طرف سے ایک بہت بڑا قرض ادا کردیا ہے، تو بے جا نہ ہوگا۔

زیر نظر کتاب رطب و یابس، اور اکابر پرستی سے پاک ہے۔ انداز تحقیقی اور علمی ہے۔

زبان نہایت عمدہ ہے اور اسلوب بیان نہایت دل کش ہے۔ ہر بات با حوالہ لکھی گئی ہے۔اور یہ بھی کتاب کے محاسن میں سے ہے کہ اسے کسی خاص مکتب فکر کی خدمات تک ہی محدود نہیں رکھا گیا بلکہ برصغیر کے تمام مکاتیب فکر کے علماء ومشائخ اور عام کارکنوں کی ان دوعشروں میں انجام دی جانے والی خدمات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کے مواد کو جمع کرنے میں بہت عرق ریزی سے کام لیا ہے۔اور کتاب میں کی گئی محنت صاف نظر آتی ہے۔اور یوں یہ کتاب ہمارے دینی ادب کی ایک عظیم علمی اور مستند دستاویز بن گئی ہے۔

جس طرح سر سید احمد نے الطاف حسین حالی کی ''مسدس'' کو اپنے نامہ اعمال کیلئے کافی سمجھا، اسی طرح ہوسکتا ہے کہ ختم المرسلین سید الانبیاء حضرت رسول اکرم ﷺ کی نبوت پر ڈاکے ڈالنے والوں کے پردوں کو چاک کرنے اور اس میدان کے ہراول دستے کا ذکر تفصیل سے کرنے کی ڈاکٹر بہاء الدین کی یہ خدمت بھی بارگاہ محمدی میں شرف قبولیت حاصل کرے۔ اللھم زد فزد۔

آخر میں ڈاکٹر صاحب سے میری گزارش ہے کہ وہ اپنے گرامی قدر والد محترم حضرت مولانا محمد عبد اللہ گورداسپوری مدظلہ العالی کے ذکر جمیل سے بھی صفحہ قرطاس کو زینت بخشیں کیونکہ ردّ قادیانیت اور برصغیر میں مسلک اہل حدیث کی ترویج میں ان کی خدمات کا عرصہ اب سات عشروں سے تجاوز کر چکا ہے اور کتاب ہذا بھی درصل اسی سلسلۃ الذھب کی ایک کڑی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی، دین حقہ کیلئے ان کی خدمات قبول فرمائے۔اور خاص طور پر اس کتاب کو باپ بیٹے کے لئے توشہ آخرت بنائے۔ آمین۔

☆ ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں تحریک ختم نبوت جلد چہارم طبع لاہور پر تبصرہ کرتے ہوئے محترم مولانا محمد سلیم چنیوٹی لکھتے ہیں:

...مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں جن حضرات نے اولین بحث مباحثہ کر کے اور جن کے علمی معرکے برپا ہونے سے مرزائی عقائد ونظریات کی بیخ کنی ہو کر طشت از بام ہوئی، ان شخصیات میں اہلحدیث علمائے کرام ہراول دستے میں شامل ہوئے اور انہوں نے سب سے پہلے مرزائی عقائد کے خلاف فتوی دے کر اور قادیانی امت کو امت محمدیہ علی صاحبہا الصّلوۃ و السّلام سے الگ کر دیا۔

..چنانچہ اس دور میں اہل حدیث کے سرخیل مولانا سید نذیر حسینؒ صاحب کے محدث

دہلوی اور انکے تلمیذ رشید جناب مولانا محمد حسینؒ صاحب بٹالوی نے مرزا قادیانی کے متصادم اسلام عقاید کی وجہ سے فتوی تکفیر جاری کر دیا۔ اس فتوے کی تصدیق کے لئے مولانا محمد حسینؒ بٹالوی کو برصغیر کے دور ونزدیک کے تمام علمائے اسلام (بلا تفریق مسلک ومشرب) کے دستخط اس فتوی پر لینے پڑے۔ یہ فتوی تکفیر مولانا بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۳ میں درج کر کے شائع کر دیا تھا۔ پھر ۱۹۸۰ء کے عشرے میں دارالدعوۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور نے اس فتاوی کو مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف برصغیر کے علمائے اسلام کا اولین فتوی تکفیر، کے نام سے شائع کیا۔

زیر تبصرہ کتاب تحریک ختم نبوت جلد چہارم ۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۲ء کے درمیان کے عہد کی ہے یوں تو مرزا قادیانی کے خلاف لٹریچر لکھنے والے زعمائے اسلام کی بیش بہاء کتب ولٹریچر خوانندگان تحریک ختم نبوت کو میسر آئے گا مگر مرزا قادیانی کے خلاف اہل حدیث کی اولیات کے بارے میں بڑا غلط پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ تحریک ختم نبوت، کی کل چھ جلدیں مرتب نے ترتیب دی ہیں۔ زیر تبصرہ چوتھی جلد ہے اور اس سے قبل تین جلدیں چھپ کر چکی ہیں۔ ۲۰۰۱ء سے اس کتاب کا سفر شروع ہو چکا ہے ہندوستان پاکستان برطانیہ میں یہ چھپ کر مارکیٹ میں آ چکی ہیں۔

مرتب موصوف جماعت اہل حدیث کے بزرگ خطیب ومبلغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری کے صاحب زادہ گرامی قدر ہیں۔ عرصے سے برطانیہ میں مقیم ہیں۔ تصنیف وتالیف کے علاوہ اسلامی تاریخ پر ان کی گہری نظر ہے۔ اہل حدیث مسلک کی محبت اور اس مسلک کی خدمات کو اجاگر کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ تاریخ اہل حدیث پر بھی خامہ فرسائی فرما رہے ہیں۔ ان کی یہ کتاب بھی زیر ترتیب ہے اور بصورت مضامین ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم سے قسط وار شائع ہو رہی ہے۔ مرتب موصوف نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ مولانا محمد حسین بٹالوی کی مراسلت اور علمی وتحقیقی مباحثے اور تحریروں کے اقتباسات بھی شائع کئے ہیں جن سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علمائے اہل حدیث نے ہر جگہ مرزا غلام احمد کا ناطقہ بند کئے رکھا۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے والد گرامی قدر حضرت گرداسپوری، فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری کے آخری زمانے کے رفیق ہیں اور شیر اسلام مولانا امرتسری کے جنازے میں شریک ہونے کا شرف بھی انہیں حاصل ہے۔ ختم نبوت کے مجاہد ہیں اور اس حوالے سے قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ ۱۹۴۹ء سے بورے والا میں ایک ہی مسجد میں امامت وخطابت فرما رہے ہیں۔ مولانا امرتسری کے واقعات وحالات اور ان کے رفیق سفر ہونے کے ناطے ان کا بڑا

مقام ہے۔ اللہ تعالی انہیں صحت کاملہ سے نوازے۔ آمین۔

تبصرہ کے ضمن میں ہے کہ یہ کتاب تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں اصل اور صحیح معلومات پر مبنی ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے زمانے میں اور اس کے ساتھ براہ راست مباحثوں و تحریروں پر مشتمل واقعات پر مشتمل ہے۔

۵۷۶ صفحات کی اس کتاب میں زبان اردو نہایت شستہ اور عام فہم ہے اور بزرگان اسلام کی مساعی پیش کر کے تحریک ختم نبوت کو بڑے جچے تلے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ جمعیت اہلحدیث برطانیہ کے عالم دین مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی، مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی اور جمعیت اہلحدیث ہند کے ناظم اعلی مولانا اصغر علی سلفی کی تقاریظ و تبصرے بھی زینت کتاب ہیں۔

ایسی کتاب کا مرتب ہونا بہت پہلے ضروری تھا مگر دیر آید درست آید کے مصداق بڑی مفید اور نافع کتاب منظر عام پر آ گئی ہے۔ اسے ہر اہل حدیث صاحب ذوق فرد اور لائبریری کی زینت بننا چاہیے۔ ہم جہاں مؤلف موصوف کو اس تاریخی کتاب کی تصنیف پر مبارک باد پیش کرتے ہیں وہاں ناشر کی اس عظیم خدمت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ جن کی مساعی جمیلہ سے یہ کتاب شائع ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(محمد سلیم چنیوٹی۔ الاعتصام لاہور۔ ۱۵۔ اگست ۲۰۰۸ء)

☆ مورخ عصر مخدوم محترم حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی مدظلہ العالی، تحریک ختم نبوت جلد ہفتم پر حرفے چند کے عنوان سے لکھتے ہیں:

ہمارے عزیز دوست جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے کتاب تحریک ختم نبوت کا جو سلسلہ کئی سال پیشتر پہلی جلد سے شروع کیا تھا اب وہ چلتے چلتے ساتویں جلد تک پہنچ گیا ہے اور آثار بتاتے ہیں کہ یہ سلسلہ مزید آگے بڑھے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے اس سلسلے کی ترتیب میں بے حد محنت کی ہے اور کر رہے ہیں۔ سو سال سے زائد عرصے کے اخبارات و رسائل اور اس موضوع کی بے شمار کتابوں میں سال ہا سال سے پھیلے ہوئے معلومات کو جمع کرنا اور پھر مناسب عنوانات کے ساتھ انہیں ترتیب دینا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ سب سے بڑی بات مرزا قادیانی اور ان کے، امتیوں، کی بد ذوقی پر مبنی عبارات کو پڑھنا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی ہمت قابل داد ہے کہ وہ برسوں سے ایسی کتابوں کا مطالعہ

کر رہے ہیں جن کا ادب وانشاء سے دور ونزدیک کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم نے قادیانی لٹریچر کو جب بھی پڑھنے کی کوشش کی اس میں کامیاب نہ ہو سکے اسے ہاتھ لگایا، دو چار سطریں پڑھیں اور رکھ دیا۔ لیکن ہمارے دوست ڈاکٹر بہاء الدین پر احقاق حق اور ابطال باطل کا جذبہ پر خلوص اس قدر غالب آچکا ہے کہ انہوں نے اپنے مطلب کا مواد تلاش کرنے کے لئے قادیانی لٹریچر کے مطالعہ کو اپنے آپ پر ضروری قرار لیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پہلے وہ جلد اول سے چھٹی جلد تک پہنچے اور اب ساتویں جلد سے بھی آگے بڑھنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔

یہ ساتویں جلد جو خوانندگان محترم کے زیر مطالعہ ہے، قادیانیت سے متعلق چند مباحث کا دلچسپ اور معلومات افزاء مجموعہ ہے۔ فاضل مصنف نے جن عنوانات کے تحت یہ کتاب ترتیب دی ہے، ان میں چند عنوانات یہ ہیں: مباحثہ علی گڑھ ۱۸۸۹، مرزا قادیانی کا دہلی میں مباحثہ سے اعراض۔ حکیم نورالدین کا لاہور میں مباحثہ سے اعراض، دہلی میں مرزا قادیانی کو یک ہزاری چیلنج، محمد احسن امروہی کو بھوپال میں دعوت مباحثہ، مرزا قادیانی کو دعوت مناظرہ ومباہلہ، الحادات مرزا، احادیث در بارہ مسیح اور دجال، نبوی پیشگوئیوں کا وقوع۔ یہ ضخیم جلد اس طرح کے بہت سے عنوانات کو اپنے دامن صفحات میں لئے ہوئے ہے۔ ہمیں امید ہے کہ جس طرح قارئین کرام کی طرف سے اس کی پہلی جلدوں کو پذیرائی حاصل ہوئی ہے اسی طرح اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کو بھی اپنے مطالعہ میں لائیں گے اور قادیانیت سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ڈاکٹر صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ وہ مرزائیت کے ہر پہلو سے لوگوں کو باخبر کرنے کا عزم کر چکے ہیں اور اس کی تکذیب کے لئے انہیں ایسے مواد سے آشنا کر رہے ہیں جو طویل مدت سے کتب ورسائل کے ڈھیر میں دبا ہوا تھا۔

دعا ہے اللہ تعالی ڈاکٹر صاحب کی کوششوں کو قبول فرمائے، ان کی کتاب کے مطالعہ سے متاثر ہو کر وہ لوگ قادیانیت کے دائرہ سے باہر نکلیں اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی سعادت حاصل کریں جو اس سے وابستہ ہیں۔ آمین یارب العالمین۔

محمد اسحاق بھٹی۔ اسلامیہ کالونی۔ ساندہ۔ لاہور۔ ۱۱۔ اگست ۲۰۰۸ء

☆ مولانا محمد داؤد ارشد، جلد ہفتم پر اپنے تاثرت میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالی نے ایمان کے اس ڈاکو (مرزا قادیانی) کے تعاقب کیلئے بڑے بڑے لوگ پیدا فرمائے جو اس کی تاویلات فاسدہ اور تحریفات سے عوام الناس کو مطلع کرتے رہے ہے۔ اللہ تعالی بانیان تحریک کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے جنھوں نے اللہ کی توفیق سے ختم نبوت کی حفاظت کا کام باحسن طریق ادا کیا۔ اس سلسلہ مروارید اور سموط ذہبیہ کی کڑی محبی واخی الشیخ محمد بہاء الدین حفظہ اللہ ہیں جنھوں نے تاریخ کے ابتدائی ادوار پر ایک مفصل تصنیف کی بنیاد رکھی ہے جسکی چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں تحریک کا پس منظر، بانیان تحریک، اور اس کے مخلص کارکنوں کا تذکرہ ہے تحریک کے ابتدائی ادوار میں کام کرنے والے دیو بندی بریلوی اور اہل حدیث علماء کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کی خدمات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ کسی جگہ ڈنڈی مارنے کی کوشش نہیں کی کہ تاریخ نویسی کا یہی اسلوب ہے اور اس ڈھنگ سے ہٹ کر تاریخ سازی اور اپنی رائے سے تاریخ کے حقائق کو مسخ کرنا، تاریخ کے طالب علم کا کام نہیں، بلکہ متعصب و جاہل دوست کا فعل ہے۔ تحریک کے حوالے سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو طائفہ منصورہ کی مٹھی بھر جماعت کی اولیات ہیں ان کا تذکرہ بھی کہیں کہیں موجود ہے تاکہ نئی پود ان تاریخی حقائق کو بھی پیش نظر رکھے لیکن یہ تذکرہ بھی بر سبیل ہی ہوا ہے تاکہ قاری اسکو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھ لے۔ بہر حال یہ تاریخ کی امانت ہے جس کا اعتراف ماضی میں تحریک میں کام کرنے والے ہر مکتب فکر کے منصفین کیا ہے چنانچہ دیو بندی حضرات کے ایک صاحب علم محترم محمد شفیع خالد (ایم ایس خالد) وزیر آبادی فرماتے ہیں:

> میرا تو ایمان ہے کہ اگر ہمارے مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری فاتح قادیان کا اس طرف رجحان نہ ہوتا تو یقینی امر تھا کہ دنیا کبھی کی گمراہ اور مرتد ہو گئی ہوتی (نوشتہ غیب صفحہ ۳۳۔ مندرجہ احتساب قادیانیت جلد ۲۳ ص ۴۶۳۔ مطبوعہ ملتان ۲۰۰۸ء)

محترم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے دیار غیر میں بیٹھ کر اس اہم تاریخی کام کا بیڑا اٹھایا اور مختلف اشخاص اور غیر معروف کتب خانوں سے نادر معلومات کو جمع کر کے ایک گل دستہ کی صورت میں شائع کر کے صاحب علم لوگوں کو ایک نادر علمی تحفہ دیا ہے۔

بلاشبہ انہوں نے پوری کوشش اور محنت سے ان تاریخی حقائق کو جمع کیا اور پوری امانت و دیانت کے ساتھ حوالہ قرطاس کر دیا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ انہوں نے حق ادا کر دیا ہے اور پوری امت

مرحومہ بالخصوص طائفہ منصورہ کی طرف سے وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ کتاب کا انداز بیان سلجھا ہوا، مجادلہ مکابرہ کی بجائے علمی وتحقیقی ہے۔ کتابت وطباعت عمدہ ہے، ظاہری و باطنی خوبیوں کی حامل یہ کتاب تاریخ کے طالب علم کے لئے ایک نادر علمی تحفہ ہے۔ اللہ تعالی محترم مؤلف کے علم وعمل میں برکت ڈالے اور ان کے مال اولاد اور گھر بار میں برکات وانوار کی بارش برسائے۔ اللہ تعالی محترم کے کام میں برکت ڈالے اور اندھیروں کے سوداگروں کے لئے مشعل راہ بنائے اور فاضل دوست کیلئے توشہ آخرت اور کفارہ سیّئات۔ آمین یا ربّ العالمین

ابوصہیب محمد داؤد ارشد۔ کوٹلی ورکاں نزد نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ۔ ۶ ستمبر ۲۰۰۸ء

☆ مولانا محمد رمضان یوسف سلفی (فیصل آباد) لکھتے ہیں:

فتنہ قادیانیت کے خلاف علمائے اہلحدیث کی مساعی جاننے کیلئے محترم ڈاکٹر بہاءالدین کی کتاب تحریک ختم نبوت کا مطالعہ بہت مفید ہے اس کتاب کی پانچ ضخیم جلدیں ہندوستان میں شائع ہوئی ہیں اور پاکستان میں (اس کی چھ جلدیں) مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور کی طرف سے شائع کی گئی ہیں۔ یہ کتاب آٹھ جلدوں میں مکمل ہوگی۔ اس علمی وتحقیقی کتاب میں محترم ڈاکٹر بہاءالدین نے فتنہ قادیانیت کی تردید اور اس کی بیخ کنی کے آغاز کی تاریخ اور مرزا قادیانی کی راہ میں حائل شخصیات کا تذکرہ، سب سے پہلے مرزا قادیانی کے خلاف فتوی تکفیر کی داستان اور تحریک ختم نبوت کے حقیقی اولین بانی اور قائدین کے حالات وخدمات کو نہایت تحقیق کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ حضرت ڈاکٹر صاحب نے فتنہ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد کی اپنی تحریریں اور مکتوبات بھی دلیل کے طور پر پیش کئے ہیں، اس لحاظ سے یہ کتاب تحریک ختم نبوت پر ایک مستند، مدلل اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ (ماہنامہ الاخوہ لاہور اکتوبر ۲۰۰۸ء)۔

وصلی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقه محمّد و آله واصحابه اجمعین

کتابیات

اس کتاب کی تیاری میں قرآن پاک کی متعدد تفاسیر اور صحاح ستہ کے علاوہ درج ذیل کتب ورسائل سے مدد لی گئی ہے۔

Holy Bible, Authorised King James Version

Good News Bible, 2nd Edition 1994,

حیات ثنائی، مولانا محمد داؤد راز، نور ایمان دہلی طبع اول ۱۹۷۸ء اغلباً

حیات لودی معروف بہ شوکت افغانی مصنف ومطبع نامعلوم۔ طبع اغلباً بیسویں صدی کا عشرہ اول

سیرۃ المہدی۔ مرزا بشیر احمد قادیانی

شھادۃ القرآن۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ نعمانی کتب خانہ لاہور۔ جنوری ۲۰۰۱ء

صحیفہ محبوبیہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ امرتسر۔ دسمبر ۱۹۰۹ء۔

عشرہ کاملہ۔ شیخ غلام حیدر ہیڈ ماسٹر بورڈ سکول چکوال، مطبع گلزار محمدی لاہور۔

قطع الوتین (۲) من بشیر الدین۔ حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی۔ طبع دوم ۱۹۶۱ء

تصانیف مرزا غلام احمد قادیانی:

براہین احمدیہ، ازالہ اوہام، دافع الوساوس، جنگ مقدس، دافع البلاء، تریاق القلوب، کرامات الصادقین، ضمیمہ انجام آتھم، انوار الاسلام، تحفہ گولڑویہ، خطبہ الہامیہ، حمامۃ البشری، سرمہ چشم آریہ، چشمہ معرفت، حقیقت الوحی، مکتوبات احمدیہ، مجموعہ اشتہارات۔

اخبارات ورسائل:

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶، ۱۷، ۲۱؛۔ ہفت روزہ شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۹۰۳ء

الحکم، قادیان؛۔ بدر، قادیان؛۔ ریویو آف ریلی جنز قادیان

ہفت روزہ الاعتصام لاہور؛۔ پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

صحیفہ اہل حدیث کراچی؛۔ ماہنامہ الاخوہ، لاہور

مکتبہ قدوسیہ

تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انّہ من سلیما ن و انّہ بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

حصہ نہم

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

مکتبہ قدوسیہ

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ نہم
مؤلف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین
صفحات	۵۴۴
طبع اول	۲۰۰۹ء
زیر اہتمام	مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

فہرست

تحریک ختم نبوت

ایک عظیم تاریخی دستاویز

الحمد للّٰہ ربّ العا لمین و الصّلوۃ و السّلام علی سیّد المر سلین محمّد و علی آ لہ و صحبہ اجمعین ۔ امّا بعد۔

اللہ سبحا نہ وتعا لی، اللہ تبارک وتعا لی ، رب العا لمین ، احکم الحا کمین ، اللہ عز وجل وحدہ لا شریک لہ ، تمام بادشا ہوں کا بادشاہ اور زبر دستوں کا زبر دست ، حا کم اعلی اور ساری کا ئنات کا ، اور اس کا ئنات کے ایک ایک ذرے کا ، ہر چیز کا پیدا کر نے والا ، اور اس پر پورا پورا اختیار رکھنے والا ، اور مختار کل ، حاجت روا ، مشکل کشا ہے ۔ مصا ئب اور پر یشا نیوں کو دور کر نے والا ہے ۔ وہ صرف اللہ تبارک وتعالی کی ذات ہے جس کے لئے ساری تعریفیں ساری حمد وثنا ہے ۔ اور کروڑوں درود وسلام حضرت محمد ﷺ پر کہ جنہیں اللہ تبارک وتعالی نے لوگوں کی ہدایت کے لئے اس کا ئنات میں مبعوث فر ما یا۔ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت محمد ﷺ کو بے پناہ عظمت ، اوصاف وکمالات اور فضائل و مناقب سے بہرہ مند فر ما یا ۔ اس کے علاوہ دنیا وآخرت کی ان گنت نعمتوں سے نوازا ۔ آپ علیہ السلام سید ولد آدم ، امام الانبیاء اور خاتم النبیین ہیں ۔ اللہ تعالی قرآن حکیم میں ارشاد فر ما تا ہے

ما کان محمّد ابا احدٍ مّن رّ جا لکم و لکن رّسول اللّٰہ و خا تم النّبیین ۔ و کان اللّٰہ بکلّ شیء علیماً (الاحزاب : ۴۰) تمہارے مردوں میں سے محمد (ﷺ) کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالی ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔

امام عبدالستار محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے فوائد ستاریہ میں لکھا ہے کہ :

یہ آیت نص ہے اس میں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب نبی کی نفی ہوئی

تو رسول کی نفی بطریق اولی ثابت ہوئی کیونکہ رسالت کا مقام نبوت کے مقام سے زیادہ خاص ہے، تو عام کی نفی سے خاص بھی منفی ہو جاتا ہے لیکن خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی ۔ ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا میری مثال اور پیغمبروں میں ایسی ہے جیسے کسی نے ایک اچھا کامل گھر بنایا لیکن ایک اینٹ کی جگہ اس میں خالی چھوڑ دی تو لوگوں نے اس کی عمارت کو پسند کر کے خالی جگہ پر تعجب کیا۔ پس وہ خالی جگہ میں نے آ کر پر کر دی ۔ میرے آنیکے بعد نبوت کا محل مکمل ہو گیا۔ قرآنی آیات اور بے شمار احادیث میں ختم نبوت کا مسئلہ ثابت ہو چکا ہے (قرآن مع فوائد ستاریہ ص ۶۷۵

مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف صاحب (تفسیر احسن البیان ۔ص ۵۵۴) لکھتے ہیں :

خاتم مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل ہی کو کہا جاتا ہے ۔ یعنی آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعوی کرے گا وہ نبی نہیں ، کذاب و دجال ہوگا۔ احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے ۔ قیامت کے قریب حضرت عیسیؑ کا نزول ہوگا جو صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے تو وہ نبی کی حیثیت سے نہیں آئینگے بلکہ نبی ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے، اس لئے ان کا نزول عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔

حضرت عرباضؓ بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

انیّ عند اللّٰہ مکتوب خاتم النّبیین و ان آدم لمنجدل فی طینتہ

(مشکوۃ للالبانی رقم الحدیث ۵۷۵۹) ۔ میرا خاتم النبیین ہونا اس وقت اللہ تعالی کے ہاں طے ہو گیا تھا جب آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ترجمہ) مجھے دوسرے انبیاء کے مقابل چھ باتوں پر فضیلت دی گئی ہے ا ۔ مجھے جوامع الکلم دیئے گئے ہیں ۔۲۔ دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے ۔۳ ۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا ۔۴ ۔ ساری زمین میرے لئے پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنائی گئی ہے ۔ ۵ ۔ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے ۔۶ ۔ و ختم بی النّبییون اور نبوت کا سلسلہ مجھ پر ختم ہو گیا ہے (رواہ مسلم)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

و الّذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسی فاتبعتموہ و ترکمتمونی

لضللتم عن سواء السّبیل و لو کان حیّا و ادرك نبوّتی لاتّبعنی ۔
(دارمی)۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر آج موسیٰؑ تشریف لے آئیں اور تم لوگ میرے بجائے ان کی اتباع شروع کر دو، تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے
ایک موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

لو کان بعدی نبیّ لکان عمر بن الخطاب ۔ رواہ ترمذی ۔ میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ عمرؓ بن خطاب ہوتے۔

قرآنی آیات اور مذکورہ بالا احادیث سے نبی ﷺ کا خاتم النبیین ہونا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ ان قطعی دلائل کے باوجود اگر کوئی ختم نبوت کے مسئلے کو نہیں سمجھتا تو وہ سراسر گمراہی کے راستے پر چل رہا ہے۔ اسے اپنی اصلاح کرنا چاہیے۔

تحریک ختم نبوت کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا جب اسود عنسی جیسے ملعون نے اپنی جھوٹی نبوت کا دعوی کیا تھا۔ پھر مختلف ادوار میں کئی جھوٹے پیدا ہوئے جنھوں نے ختم نبوت کی چوکھٹ میں نقب لگانے کی کوشش کی اور ذلیل وخوار ہوئے۔ عرب سے یہ فتنہ برصغیر میں بھی آیا اور انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں پنجاب کے ضلع گورداسپور کے ایک قصبے قادیان سے مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں یہ فتنہ پھیلا اور اس نے بڑھ چڑھ کر اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا اور آئے روز اپنے جھوٹے دعووں اور لایعنی پیش گوئیوں سے امت مسلمہ میں انتشار پھیلانے کی کوشش کی۔ مرزا قادیانی کے دعوی نبوت پر اسلامی حلقوں نے بے پناہ نفرت کا اظہار کیا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے عالم دین تھے جو خم ٹھونک کر مرزا کے مقابلے پر آئے اور انہوں نے مرزا کو آڑے ہاتھوں لیا اور اس کی جھوٹی نبوت اور جھوٹے دعووں کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ پھر قادیانی فتنے کی بیخ کنی کے لئے فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحریری تصنیفی اور مناظروں کے ذریعہ بے پناہ خدمات سرانجام دیں اور وہ اس میدان میں اس قدر آگے نکل گئے کہ مرزائی انہیں اپنا سب سے بڑا مخالف سمجھنے لگے۔

ان علمائے کرام کے علاوہ دیگر اہل حدیث علماء نے بھی مختلف ادوار میں مرزائیت کا خوب رد کیا اور مرزائی مبلغوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ جن دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مجدد، مسیح، مہدی اور نبی ہونے کا دعوی کیا تھا اس دور میں ہمارے دادا مولانا عبدالوہاب محدث

دہلوی، دہلی میں فروکش تھے اور انہوں نے وہاں اپنے مدرسہ دارالکتاب والسنہ صدر بازار دہلی میں درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کو دیکھ کر اپنے وعظ وتقریر میں اس کی خوب تردید اور مخالفت کی تھی اور مرزا قادیانی کو یہود ونصاری کا ایجنٹ اور امت مسلمہ کا دشمن قرار دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی نے جن علمائے اسلام کو ایک اشتہار میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا، اس اشتہار میں اس نے مولانا عبدالوہاب دہلوی مرحوم کا نام ۳۵ ویں نمبر پر لکھا تھا۔

پھر اسی طرح ہمارے والد گرامی حضرت مولانا عبدالستار محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زندگی بھر ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے لئے سرگرم عمل رہے اور انہوں نے اس سلسلے میں مرزائیوں سے کئی کامیاب مناظرے بھی کئے اور حیات مسیح کے نام سے ایک بہت ہی عمدہ کتاب بھی لکھی

بلا شبہ تحریک ختم نبوت کی داستان بڑی طویل اور دلچسپ ہے اور بہت سے تاریخی حقائق و واقعات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ علمائے اہل حدیث نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ایک عرصے سے ضرورت تھی کہ تحریک ختم نبوت کی صد سالہ تاریخ کو صحیح حقائق کی روشنی میں مرتب کر دیا جائے۔ اس مبارک کام کیلئے اللہ تبارک وتعالی نے تحریک ختم نبوت کے بانی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے اول المکفرین، مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاقے سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کو توفیق دی اور انہوں نے کئی جلدوں پر محیط ،تحریک ختم نبوت ، کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب کر دی۔ اس وقت اس کتاب کی طبع شدہ ابتدائی چھ جلدیں میرے سامنے ہیں۔ ان میں ۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۲ء تک کی تحریک ختم نبوت کے اہم واقعات، تاریخی حقائق، اس تحریک کا پس منظر، مرزا غلام احمد کی کتابوں سے اس کے کفریہ عقاید ونظریات، افکار، ہفوات، کذبات کو نقل کر کے اس کا ردّ کیا گیا ہے۔ اس دور کے اولین مجاہدین ختم نبوت کا خوب صورت تذکرہ کیا گیا ہے۔ مرزا قادیانی کے خلاف پہلا فتوی کفر مرتب کرنے والے مولانا محمد حسین بٹالوی کے فتوی کفر کی تفصیل دے دی گئی ہے۔ علمائے اہلحدیث کی مرزائیت کے خلاف تحریری، تقریری اور مناظرانہ سرگرمیوں کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ مولانا بٹالوی کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کا بہت سا حصہ، جو مرزائیت کے رد میں تھا، اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اخبار اہل حدیث سے مرزائیت کے رد میں شائع ہونے والا بہت سا مواد اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ علمائے اہل حدیث کی بہت سی نادر اور نایاب

تحریریں اس کتاب میں شامل کر دی گئی ہیں۔ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے جو انہوں نے یہ کتاب لکھ کر انجام دیا ہے۔قاموسی نوعیت کی اس تاریخی دستاویز کو پڑھ کر علماء اہلحدیث کی دین اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے لئے کی گئی مساعی کا خوب صورت پہلو نکھر کر سامنے آتا ہے۔

جنوری ۲۰۰۹ھ محرم ۱۴۳۰ھ کے صحیفہ اہل حدیث کراچی میں مولانا محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آبادی کا ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے حالات و واقعات اور تصنیفی خدمات پر ۲ قسطوں میں مضمون پڑھنے سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے تاریخ اہل حدیث پر بھی کام شروع کر رکھا ہے اور اس کی پانچ جلدیں تیار کر چکے ہیں جب کہ اس کی ابتدائی دو جلدیں، جو ۱۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہیں، مکتبہ ترجمان دہلی، ہندوستان سے شائع ہو چکی ہیں۔اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے جماعت اہل حدیث کے عقائد، دین خالص کا تعارف، قرآن و حدیث کی اولیت و اہمیت، سلفیت کا مفہوم، اہل حدیث کی تعریف، اہلحدیث کے عقاید وغیرہ پر عمدگی سے گفتگو کی ہے اور اہل حدیث کے عقاید کو اکابرین جماعت کی کتابوں سے کھول کر بیان کیا ہے۔

تاریخ اہل حدیث اور تحریک ختم نبوت لکھ کر ڈاکٹر بہاء الدین نے جماعت اہل حدیث پر احسان عظیم کیا ہے۔امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے قلم کو رواں رکھیں گے اور ان کا رہوار قلم جماعت اہل حدیث کی مساعی اور علمائے اہل حدیث کے کارناموں کو ضبط کتابت میں لانے کے لئے حرکت میں رہے گا۔میں ان دونوں کتب کی تصنیف و اشاعت پر اپنی جماعت کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و سلامتی اور ایمان کی حالت میں رکھے۔آمین

(مولانا) حافظ عبدالرحمٰن سلفی

امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان

تحریک ختم نبوت

ڈاکٹر محمد بہاء الدین کی عظیم تاریخی خدمت

عقیدہ ختم نبوت ہر مسلمان پر واضح ہے، امت مسلمہ کی اجتماعیت اسی عقیدے سے وابستہ ہے۔ اگر کوئی شخص ختم نبوت کی نفی کرتا ہے یا اس میں کمی بیشی کا مرتکب ہوتا ہے تو گویا وہ اسلام کی خوبصورت عمارت میں نقب زنی کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے و لکن رسول اللّٰه و خاتم النّبیین (الاحزاب) کہ حضور مکرم محمد مصطفیٰ ﷺ نہ صرف اللہ کے رسول ہیں بلکہ تمام انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں، اور خود آپ ﷺ نے فرمایا ہے: انا خاتم النّبیین لا نبیّ بعدی (الحدیث) (میں انبیاء کے ختم کرنے والا ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔

اللہ تعالی اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے ان فرامین کے تحت تمام امت کا ختم نبوت کے عقیدہ پر اجماع واتحاد ہے جس سے اختلاف یا انحراف متفقہ طور پر دائرہ اسلام سے اخراج ہے۔ پوری امت کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کے بعد نبی ہونے کا دعوی کرے گا تو وہ جھوٹا اور کذاب ہے۔ امت اس پر بھی متفق ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جنہیں زندہ آسمانوں پر اٹھایا گیا ہے، انہی کا نزول دوبارہ ہوگا۔

سرزمین ہند میں جب قادیان کے مرزا غلام احمد نے جھوٹی نبوت کا دعوی کیا تو علمائے امت نے اس فتنہ کے سد باب کے لئے بھر پور کردار ادا کیا، اور اس عظیم جد و جہد میں علمائے اہلحدیث کی خدمات سرفہرست اور امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ آغا شورش کاشمیری مرحوم نے اپنی زندگی کی آخری تصنیف تحریک ختم نبوت میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کی سب سے پہلے سرکوبی کرنیوالے مولانا محمد حسینؒ بٹالوی اہل حدیث تھے جنہوں نے جگہ جگہ مرزا کا پیچھا کر کے اس کے مذموم عقائد اور دعاوی کو باطل ثابت کیا۔ انہوں نے اپنے استاد گرامی میاں نذیر حسینؒ محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر ایسے غلط عقائد اور دعوے کرنے والے شخص کے بارے میں کفر کا فتوی حاصل کیا جب کہ دیگر مکاتب فکر ابھی سوچ بچار کر رہے تھے اور مرزا کے گمراہ کن عقائد کے صغرے کبرے بنانے میں مصروف تھے۔ انہی دنوں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے تو قادیان جا کر مرزا کو للکارا لیکن اسے مولانا موصوف کا سامنا کرنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ اس سلسلہ میں مولانا قاضی محمد سلیمان

منصور پوریؒ اورمولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی کی تحریری وتقریری کاوشوں کوکون نظرانداز کرسکتا ہے..

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا سید محمد داؤدغزنویؒ (جواس تحریک کی مجلس عمل کے جنرل سکرٹری تھے)،مولانا محمد اسماعیلؒ سلفی گجرانوالہ،مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ،علامہ محمد یوسف کلکتویؒ، مولانا معین الدین لکھوی،مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزاد گوجرانوالا۔مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری، مولانا عبیداللہ احرارؒ، حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ،حافظ عبدالقادرروپڑیؒ، حافظ محمد اسماعیل ذبیحؒ،حافظ محمد ابراہیم کمیرپوریؒ،مولانا احمد دین گکھڑویؒ،مولانا محمد صدیقؒ کا کردارنمایاں تھا۔راقم الحروف بھی اپنی صغرسنی میں والدحاجی عبدالرحمٰن پٹویؒ کے ہمراہ چند ہفتے جیل میں رہا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء سے شروع ہوئی اوراس میں فیصل آباد کے علماء مثل مولانا محمد صدیق،مولانا محمد اسحاق چیمہ،مفتی زین العابدین،مولانا تاج محمود،مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف،اورراقم الحروف سرگرم رہے۔ملکی سطح پرمیاں فضل حق،علامہ احسان الٰہی ظہیر، حافظ عبدالقادرروپڑی،حافظ عبدالحق صدیقی ساہیوال،مولانا محمد حسین شیخوپوری،مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری،شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ گوجرانوالہ قیادت کرتے رہے۔اور صرف تین ماہ دس دن میں اسے اللہ تعالی نے کامیابی سے ہم کنار کردیا اور ےستمبر ۱۹۷۴ءکو قادیانیوں کوغیر مسلم اقلیت قراردے دیا گیا۔اس واقعہ کی یاد میں ایک مکتب فکر کے حضرات ےستمبر کو یوم فتح کے طور پر ہرسال مناتے ہیں اورزبان وقلم پراس روزطرح طرح کی کہانیاں زورشور سے لاتے ہیں لیکن اسے کم ظرفی وتنگ دلی یا تجاہل عارفانہ کہیں کہ تحریک کے آغاز وپس منظراورمحرکین کے نام تک نہیں لیتے کیونکہ ان میں اہل حدیث علماء کا کردارسرفہرست ہے۔

اکابرعلمائے اہل حدیث نے قادیانی فتنے کے خلاف جوتگ وتاز کی اس کی تفصیل سے ان علماء کی تصانیف اوررسائل وجرائد بھرے پڑے ہیں اللہ تعالی جزائے خیردے ہمارے دیرینہ دوست ڈاکٹر محمد بہاء الدین کوجنہوں نے دیارمغرب میں بیٹھ کران سب کوتحریک ختم نبوت کے نام سے کئی جلدوں میں ایک مبسوط صورت میں نہ صرف یک جاکردیا بلکہ اپنی کمال ذہانت وفطانت سے مرزا کے اکاذیب پرایسی گرفت کی کہ اس کی نظیرقبل ازیں دیکھنے میں نہیں آئی۔اندازتحریربھی ایسا سلیس ودلآویزکہ جس کی چاشنی سے لطف دوبالا ہوہوجاتا ہے۔اللہ کرے زورقلم اورزیادہ

فتنہ مرزائیت کے خلاف علمائے اہل حدیث کی خدمات پرمشتمل ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی مؤلفہ تحریک ختم نبوت کی چھ جلدیں اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔۱۸۹۱ء سے۱۹۱۲ءتک

کے دور کی چھ ضخیم جلدوں کی یہ تاریخ ہندوستان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے دہلی سے شائع کی ہے اور پاکستان میں مکتبہ قدوسیہ لاہور کے زیر اہتمام ڈاکٹر صاحب نے خود شائع کروائی ہے۔مزید دو جلدیں زیر طبع ہیں اور تین جلدیں اس وقت ترتیب وتسوید کے مختلف مراحل میں ہیں۔

محترم ڈاکٹر محمد بہاء الدین کی زیر نظر تاریخی تالیف ،تحریک ختم نبوت ، کی آخری جلد میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تذکرہ کیا جائے گا اور اس سلسلہ کی آخری جد و جہد اور محنت بھی یقینی طور پر اہل حدیث علماء ہی کی ہے جن کی مساعی حسنہ کی زیادہ تفصیل ڈاکٹر صاحب کے علم و وسیع مطالعہ میں ہوگی ۔ بلا ریب ڈاکٹر صاحب کی یہ قابل قدر کاوش موضوع کے لحاظ سے ایک انسائیکلو پیڈیا کی حامل ہوگی ہمارے اکابر کی ان گنت تحریروں کو جمع کرنا اور انہیں ماہ و سال کی ایک ترتیب وتزئین سے آراستہ گلدستہ تیار کرنا بڑے جان جوکھوں کا کام تھا اور پھر انگلینڈ کے بھی ایک دور افتادہ مقام پر رہائش پذیر ہو کر سارا مواد اکٹھا کرنا اور بھی کارے دارد تھا جسے ڈاکٹر صاحب بڑی جانفشانی سے انجام دے رہے ہیں۔اللہ تعالی انہیں صحت کے ساتھ ہمت وتوفیق عطا فرمائے کہ وہ اسے اپنے عزم وارادہ کے مطابق اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔

آج سے قریباً نصف صدی پیشتر ڈاکٹر صاحب کے جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں قیام کے دوران ان کی نگارشات وعلمی ادبی مجالس سے ہم مستفید ہوتے رہے ہیں :

یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

جامعہ سلفیہ میں تدریسی اور تنظیمی وانتظامی کئی ایک امور کی نگرانی کے ساتھ ساتھ تصنیفی طور پر ان کی اس دور کی کاوشوں کی حسین یادداشتیں اب بھولی بسری یادوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ جامعہ کے بعد بہاولپور یونیورسٹی میں جا کر ان کی صلاحیتوں کو بفضلہ تعالی چار چاند لگ گئے جس کا پورا پورا اظہار بقول اقبال : مغرب کی وادیوں میں گونجی اذان ہماری ، کے مصداق اس طرح ہوا کہ اللہ تعالی نے اس ظلمت کدہ میں انہیں اسلام کی روشنی کے ایک مینار کے طور پر اجاگر فرما دیا اور آج کے دور انحطاط میں عظیم الشان دینی کاز کی انجام دہی کی توفیق مرحمت فرما دی :

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(مولانا) محمد یوسف انور فیصل آباد

نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان

تعارف مؤلف

تحریک ختم نبوت کے مؤلف ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ جماعت اہل حدیث کے اس گروہ با صفا سے تعلق رکھتے ہیں کہ جنھوں نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ دینی و جماعتی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کا شمار عصر رواں کے نامور قلم کاروں میں ہوتا ہے اور انہوں نے قلم و قرطاس کے ذریعہ تاریخ کے سینے پر ان مٹ نقوش ثبت کئے ہیں، اب ان کا شمار برصغیر پاک و ہند اور برطانیہ کی جماعت اہل حدیث کے چوٹی کے مصنفین میں ہونے لگا ہے اور لوگ انہیں تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث کے محقق و مورخ کے طور پر جاننے لگے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب برصغیر پاک و ہند کی مذہبی و سیاسی تحریکوں کے بارے میں وسیع معلومات رکھتے ہیں اور ان سے متعلق موضوعات پر انہیں کامل دستگاہ حاصل ہے۔ ان کا مطالعہ وسعت پذیر اور ذہن اخاذ ہے۔ اللہ تعالی نے ان کو علم و تحقیق کے جوہر سے خوب بہرہ مند فرمایا ہے۔ مسلک اہل حدیث سے انہیں بے پناہ شیفتگی ہے اور آپ بابائے تبلیغ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ کے صاحبزادہ گرامی قدر ہیں۔ اپنے عالی قدر باپ کی طرح علم و فضل میں صاحب کمال ہیں۔ تقسیم ہند سے کچھ عرصہ قبل دھاریوال ضلع گرداسپور (ہند) میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد بوریوالہ میں شعور کی آنکھ کھولی اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے دینی تعلیم کے ساتھ سکول و کالج میں عصری تعلیم بھی حاصل کی۔ بورے والا ڈگری کالج میں ۱۹۶۸ء میں اول آنے پر گولڈ میڈل سے نوازے گئے۔ پھر پنجاب یونیورسٹی لاہور میں دو سال زیر تعلیم رہ کر علوم اسلامیہ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور پورے پنجاب کے طلبا میں امتحان میں اول پوزیشن حاصل کرنے پر یونیورسٹی گولڈ میڈل سے نوازے گئے۔ (یاد رہے کہ اس وقت پاکستانی پنجاب میں ایک ہی یونیورسٹی ہوا کرتی تھی)۔ اس کے بعد اسی یونیورسٹی میں ایک سال مزید زیر تعلیم رہ کر عربی میں ایم اے کیا۔

ایم اے عربی کی تعلیم کے دوران ہی انہیں جامعہ سلفیہ لائل پور (حال فیصل آباد) میں انگریزی زبان کے استاد کی حیثیت سے متعین کر دیا گیا اور یوں وہ لاہور اور فیصل آباد کے درمیان

تقسیم ہو گئے۔ جامعہ سلفیہ میں بی اے کرنے کے خواہشمند طلباء کو انگریزی پڑھانے کے علاوہ جامعہ کی لائبریری کا انچارج بھی انہیں بنا دیا گیا اور انکی کوشش سے یہ لائبریری مدارس اسلامیہ کی بڑی اور منظّم لائبریریوں میں شمار ہونے لگی۔

کچھ عرصہ بعد انہوں نے سرکار کے محکمہ تعلیم سے منسلک ہوکر سیالکوٹ کے ایک کالج میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ بعد ازاں لاہور کے ایک مشہور کالج میں پڑھایا۔ کچھ عرصہ بہاولپور یونیورسٹی میں تاریخ اسلام اور تقابل ادیان کے مضامین پڑھاتے رہے۔ برطانیہ کی اڈنبرا یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہ کر ڈاکٹریٹ کی۔ بعد میں چندسال وہ اسی یونیورسٹی میں پوسٹ ڈاکٹورل فیلو کی حیثیت سے تحقیقی کاموں میں منہمک رہے۔ ۱۹۹۰ء کے عشرے کے ابتدائی برسوں میں انہوں نے لیسٹر یونیورٹی میں زیر تعلیم رہ کر سوشل ورک میں ایم اے کیا۔اس کے بعد بحالی مجرمین کے ایک محکمے میں کچھ عرصہ خدمات انجام دینے کے بعد خرابی صحت کی بنا پر ریٹائر ہو گئے۔

ڈاکٹر صاحب نے زمانہ طالب علمی میں ہی قلم وقرطاس اور تحریر وتقریر سے ناطہ جوڑ لیا تھا۔ ہائی سکول میں تعلیم کے دوران انہیں بہترین مقرر Best Orator کا سرٹیفکیٹ عطا کیا گیا۔ بورے والہ ڈگری کالج کے میگزین الفرید کے اڈیٹر رہے۔ بہاولپور یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ کے مجلّہ بصائر کے انچارج رہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر کے ترجمان الحدیث لاہور کی مجلس ادارت میں کچھ عرصہ شامل رہے۔

ڈاکٹر صاحب بہت اچھے مضمون نگار اور صاحب علم محقق ہیں۔ ان کے علمی وتحقیقی مضامین معروف رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔جن میں سے چندایک عنوان یہ ہیں: شریف مکہ (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۷ جنوری ۱۹۷۱ء)؛ سرگذشت یہود (کئی اقساط پر مشتمل سلسلہ مضامین)؛ یہود کا مذہبی لٹریچر (کئی اقساط پر مشتمل سلسلہ مضامین)؛ کنعان کنعانیوں کا ہے (کئی اقساط پر مشتمل مضمون ۔ ماہنامہ محدیث لاہور جلد ۸، ۱۳۹۸ھ)؛تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد حسین بٹالوی کی خدمات ۔ (ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور)؛ حضرت عیسیٰؑ انجیل کے آئینے میں (ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور)؛حضرت عیسیٰؑ تاریخ کے آئینے میں ؛ (ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور)؛(عہد رسالت ﷺ کے قریش کی حربی صلاحیت (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک)؛ عبدالمطلب اور بنوخزاعہ کا باہمی معاہدہ اور عہد رسالت میں اس کے اثرات (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک)؛ تحریک آزادی کی تاریخ مسخ کرنے کی کوشش؛ (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک)؛شاہ احمد رضا خان (الحق اکوڑہ خٹک میں تحریک آزادی پر شائع ہونے

والے ان کے ایک طویل مضمون کو مولانا عطاء اللہ حنیف نے مختصر کتابچے کی صورت میں شائع کروایا)؛ خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق، کتب شیعہ کی روشنی میں (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک)؛انیسویں صدی کی واحد سیاسی جماعت؛ پیغمبر ﷺ کا وصی کون؟ (کتب شیعہ کی روشنی میں۔ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک ستمبر۱۹۷۶ء)؛ سیدہ ام کلثوم بنت محمد ﷺ (ماہنامہ محدث لاہور)؛ امام دارالہجرۃ؛ (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور)؛حضرت خضر علیہ السلام (ہفت روزہ احدیث لاہور ۶۔اپریل۱۹۷۳ء)؛ ذکر و محبت (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور)؛ برطانوی ہند میں جہاد کی بحث (دوماہی اشاعۃ السنہ دہلی، ماہنامہ البلاغ ممبئی)؛ اہل الرائے اور اہل الحدیث (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۱۲مارچ، ۱۹مارچ ۱۹۷۱ء)؛ حضرت موسیٰؑ کے حالات زندگی (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور۲۳، ۳۰مارچ ۱۹۷۳ء)؛ قبل بدر مہمات کے شرکاء اور مقاصد؛ سید احمد شہید کا سر کہاں دفن ہے؟ (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور)؛تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دو سال؛ تحریک ختم نبوت کے گم شدہ اوراق (ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور ۱۹۷۸ء کئی اقساط)؛ تحریک ختم نبوت کا میر کاروان کون۔ مہر علی گولڑوی یا محمد حسین بٹالوی؟ (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۱۷۔اگست ۲۰۰۱ء)؛ (تحریک ختم نبوت میں) قصہ ایک کرسی کا (ہفت روزہ الاعتصام لاہور)؛ (تحریک ختم نبوت کے دوران) جلسہ لاہور ۱۹۰۰ء (ہفت روزہ الاعتصام لاہور)؛مباحثہ دیوبند ۱۸۸۵ء (ہفت روزہ الاعتصام لاہور)؛ مدرسہ رحیمیہ دہلی (ماہنامہ محدث لاہور)؛کیا حضرت عمرؓ نے سزائے قطع ید منسوخ کر دی تھی؟؛ تحریک ختم نبوت کے بانی (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۲۔اکتوبر۱۹۸۴ء)؛ کوفیوں کے خطوط بنام حضرت امام حسینؓ کہاں گئے؟ (ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم)؛؛ جامع اموی دمشق (ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم)؛ اصحاب ثلاثہ (حافظ محمد لکھوی، سید عبداللہ غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی) کا سفر دہلی (ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم)؛ الطاف حسین حالی کی ،حیات جاوید، سے ایک اقتباس (ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم)؛ آیا تھا جب مزاج ترا امتحان پر؛ شیخ الکل کا سفر حج اور مقلدین کا متحدہ محاذ (ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور)؛ بالاکوٹ سے چمرقند؛ آمادہ بقتل من آں شوخ ستم گارے؛ شیخ الکل کی سیاسی زندگی؛فضل حق خیر آبادی (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک) وغیرہ۔

تحریک ختم نبوت پر ان کا لکھا جانے والا مضمون کئی سال تک ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم میں شائع ہوتا رہا اور ہند و پاک کے چند جماعتی جرائد میں بھی اس کی جستہ جستہ اقساط شائع ہوتی رہیں، اور اس کے بعض حصوں کو ہندی اور عربی میں ترجمہ کر کے بھی شائع کیا گیا۔تقسیم ہند سے قبل اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان از مولانا عزیز الدین مراد آبادی کے بعد اہل حدیث کی صحافتی

تاریخ کا شائد یہ طویل ترین مضمون ہے۔

ان عنوانات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ موضوع کس قدر اہمیت کے حامل ہیں اور محترم ڈاکٹر صاحب نے ان مضامین میں خوب داد تحقیق دی ہے اور اپنی وسعت معلومات سے تاریخی حقائق کھول کر بیان کئے ہیں۔ کسی صاحب ذوق کو چاہیے کہ ان مقالات کو رسائل سے نکال کر ترتیب دے کر شائع کر دے، یہ بہت بڑی دینی و علمی خدمت ہوگی۔

ڈاکٹر بہاءالدین تصنیف و تالیف کا بڑا صاف ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں عقیدے کی پختگی، فکر کی بلندی، تاریخی حالات و واقعات کی صحت و ثقاہت، توحید و سنت کا احیاء اور مسلک اہل حدیث کی حقانیت کے پہلو نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ قلم کی زبان نہایت شستہ و سلیس اور ندرت کا پہلو لئے ہوئے ہے ان کی تحریر میں علمی شان اور مؤرخانہ بصیرت واضح دکھائی دیتی ہے ۔ڈاکٹر صاحب کے رواں اور پر بہار قلم سے جو علمی تاریخی اور تحقیقی کتب معرض وجود میں آئی ہیں اس کی تفصیل یہ ہے:

☆ تحریک ختم نبوت۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ نہایت بلند پایہ تاریخی کتاب ہے اس میں انہوں نے علماء اہل حدیث کی فتنہ مرزائیت کے خلاف خدمات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۲ء تک کے دور کی تاریخ پر مشتمل اس کتاب کی چار ہزار صفحات پر مشتمل ۸ جلدیں تیار ہو چکی ہیں ۔ان میں سے ۶ جلدیں ہندوستان میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں اور پاکستان میں آٹھ جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ یہ قاموسی انداز کا تاریخی نوعیت کا کام ہے جس میں تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے واقعات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی اس ضمن میں انہوں نے مرزا قادیانی اور اس کے قریبی لوگوں کی کتابوں سے اس کے افکار ونظرت عقائد باطلہ، ہفوات و کذبات اور اس کی پیش گوئیوں کو نقل کر کے اس کی سخت گرفت اور نکیر کی ہے اور زیر نظر دور میں ان موضوعات پر پیدا ہونے والے لٹریچر کے احیاء کی کوشش کی ہے۔ اپنے موقف کی تائید میں سینکڑوں حوالے دیئے ہیں اور اس کے علاوہ بعض جلدوں میں شخصیات کا عنوان دے کر اس دور کے مجاہدین ختم نبوت کی مساعی کا دل آویز تذکرہ کیا ہے ۔اس کتاب میں علمائے اہل حدیث کی ردّ قادیانیت پر نادر و نایاب تحریریں بھی شامل کر دی گئی ہیں جو کہ مرور زمانہ کے سبب ناپید ہوتی دکھائی دیتی تھیں

مرزا قادیانی کے خلاف جاری ہونے والے پہلے متفقہ فتویٰ تکفیر کو اس میں شامل کر دیا گیا ہے اور اس فتویٰ کے مرتب کرنے والے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کا

ایک تہائی حصہ جو کہ ردّ قادیانیت پر تھا، اڈیت کر کے تلخیص و اختصار کے ساتھ اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔ (چند سو صفحات کا مواد تا حال میسر نہیں ہو سکا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی عنایات کے نتیجے میں وہ مواد میسر آ گیا تو اسے بھی کسی آئندہ جلد میں شامل کرنے کا ارادہ ہے)۔ اسی طرح شحنہ ہند میرٹھ کے ضمیمہ سے ردّ قادیانیت پر قیمتی مواد، اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تائید الاسلام اور غایۃ المرام، مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی کی اعلاء الحق الصریح. اور مولانا محمد بشیر سہسوانی کی الحق الصریح فی حیاۃ المسیح اور مولانا عبدالمجید دہلوی کی بیان للناس، مولانا عبداللہ شاہجہان پوری کی شفاء للناس، مولانا محمد جعفر تھانیسری کی تائید آسمانی، شیخ غلام حیدر کی عشرہ کاملہ، مولانا ثناء اللہ کی شاہ انگلستان اور مرزا، اور ان کی تفسیر ثنائی سے ردّ قادیانیت کے مضامین، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی الخبر الصحیح، اور شہادۃ القرآن ملخصاً، اس کتاب میں شامل کر دی گئی ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ کے اخبار اہل حدیث سے بیسیوں واقعات اور حوالے جو مرزائیوں کے خلاف تھے اس کتاب میں دیئے گئے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھ کر قاری کو صحیح حقائق اور قادیانیت کے خلاف علمائے اہل حدیث کی مساعی سے کامل آگاہی ملتی ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ لائق مصنف نے تاریخی حقائق بیان کرنے میں مسلکی تعصب سے کام نہیں لیا بلکہ وسعت ظرفی سے کام لیتے ہوئے اس دور میں بعض دوسرے مسالک کے بزرگوں کی خدمات کو بھی بیان کیا ہے جن میں مولانا غلام دستگیر قصوری، ، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی، مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا خلیل احمد سہارن پوری، مولانا کرم الدین بھیں، مفتی کفایت اللہ دہلوی، ، مولانا انور شاہ کشمیری، ، مولانا احمد رضا خان بریلوی، وغیرہ شامل ہیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں فتنہ قادیانیت کی تردید، اسکی بیخ کنی کے آغاز کی تاریخ، مرزا قادیانی کی راہ میں حائل شخصیات کا تذکرہ، سب سے پہلے مرزا قادیانی کے خلاف متفقہ فتویٰ تکفیر کی داستان اور تحریک ختم نبوت کے حقیقی اولین بانی اور قائدین کے حالات و واقعات پر بڑی تحقیق کے ساتھ ضبط کتابت میں لانے کی سعی کی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب تحریک ختم نبوت پر ایک مستند مدلل اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، اور اس کی کیفیت و کمیت کے لحاظ یہ کہنا درست قطعاً مبالغہ نہیں ہوگا کہ زیر نظر موضوع پر ایسی کتاب اس سے پہلے مرتب نہیں ہوئی۔

ہندوستان میں یہ کتاب مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند شائع کر رہی ہے اور پاکستان میں کتابت و طباعت کے جملہ محاسن سے آراستہ کر کے مکتبہ قدوسیہ کے زیر اہتمام ڈاکٹر صاحب

اپنے مصارف پر خود شائع کروا رہے ہیں۔

☆ تاریخ اہل حدیث: ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی طرف اس کتاب کی ترتیب و تدوین جماعت کیلئے بڑی خوش آئند ہے۔ایک عرصے سے تاریخ اہل حدیث پر جامع اور مستند کتاب کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی اس سلسلے میں مرکزی جمعیت اہل ہند نے اس کام کی اہمیت و افادیت پر سنجیدگی سے توجہ کی اور اس کام کے لئے مولانا اصغر علی سلفی نے چار پانچ سال پیشتر اپنے ایک دورہ برطانیہ کے دوران ڈاکٹر بہاء الدین صاحب سے ملاقات کر کے انہیں اس اہم ذمہ داری کی انجام دہی پر راضی کیا۔ڈاکٹر صاحب تاریخ اہل حدیث جلد اول کے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں:

جناب اصغر علی امام مہدی اپنے تبلیغی تحریکی تنظیمی اسفار کے باعث جہاں گشت بن چکے ہیں چند ماہ قبل وہ برطانیہ تشریف لائے تو جناب شیر خان جمیل احمد عمری کی مدد سے اس فقیر بے نوا کو ڈھونڈ نکالا۔ جمعیت اہل حدیث ہند جیسی بڑی تنظیم کے ناظم اعلی کا ہزاروں میل کا سفر کر کے میرے غریب خانے پر پہنچ جانا پیادہ کے گھر سالار کی تشریف آوری سے کم نہ تھا۔ میں اپنی خوبی قسمت پر ناز ہی کر رہا تھا کہ انہوں نے یہ بتانا شروع کر دیا کہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کو قائم ہوئے ایک سو سال ہو رہے ہیں لیکن ابھی تک تاریخ اہل حدیث مرتب نہیں ہو سکی اس لئے آپ اپنی دیگر مصروفیات مؤخر کر کے یہ قرض چکا دیجئے اور جمعیت اہل حدیث ہند کو اس کے حقوق دے کر ہمیں اس کی اشاعت کا شرف دے دیجئے۔

یوں جناب اصغر علی امام مہدی سلفی کی تحریک و تشویق سے یہ مرحلہ طے ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے تاریخ اہل حدیث پر لکھنا شروع کیا تو ان کا اشہب قلم چوکڑیاں بھرنے لگا اس کتاب کی پہلی دو جلدیں تیرہ پچاس صفحات کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور مکتبہ ترجمان دہلی سے شائع ہو چکی ہیں ۔تیسری جلد عنقریب پریس میں جا چکی ہے، اور چوتھی اور پانچویں جلدوں کی تیاری ان دنوں مختلف مراحل میں ہے۔

☆ تاریخ اہل حدیث کی جلد اول میں اہل حدیث کے عقائد، دین خالص کا تعارف، قرآن و حدیث کی اولیت اور اہمیت ،سلفیت کا مفہوم ، اور بعض سلفی اکابر کے حالات اجمال و تفصیل سے بیان کئے ہیں ۔اس میں قارئین گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را کا لطف اٹھا سکتے ہیں اور وہ قارئین جو جماعت اہل حدیث سے متعارف ہونا چاہتے ہیں وہ اس کے مطالعہ سے اس کے بنیادی عقائد اور تاریخ و خدمات سے واقف ہو سکتے ہیں ۔ اس کتاب میں سلفیت سے

متعلق ہر پہلو کا احاطہ کیا گیا ہے۔توحید وسنت اور سلفی منہج پر اختصار کے ساتھ بڑی مستند اور جامع معلومات دی گئیں ہیں۔عہد صحابہ،عہد تابعین میں عمل بالحدیث پر گفتگو،اہل حدیث کی تعریف،اہل حدیث کے عقاید۔مقام صحابہ، بدعت حسنہ،سواد اعظم ، شرک کی اقسام،رفع الیدین آمین بالجہر فاتحہ خلف الامام،طلاق ثلاثہ، سینے پر ہاتھ باندھنا،اقسام حدیث وغیرہ اس کتاب کے اہم عنوانات ہیں اور شاہ فاخر کے رسالہ نجاتیہ، شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ سے چندضروری مباحث ، شاہ اسماعیل کی تقویۃ الایمان ملخصاً ، اورتنویر العینین ملخصاً،مولانا ولایت علی صادقپوری کی عمل بالحدیث مکمل ،مولانا محمد حسین بٹالوی کے اشاعۃ السنہ سے بعض ضروری مباحث،مولانا ثناء اللہ امرتسری کی اہل حدیث کا مذہب مختصراً،مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی ہدایۃ المعتدی مکمل، مولانا محمد ابراہیم میر کی تاریخ اہلحدیث سے چندضروری مباحث اس جلد میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ بلاشبہ تاریخ اہلحدیث کی یہ جلد مرتب کر کے ڈاکٹر صاحب نے جماعت اہلحدیث پر احسان عظیم کیا ہے۔

☆ تاریخ اہل حدیث کی دوسری جلد ۶۵۶ صفحات کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس کے شروع میں مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی ناظم اعلی جمیعت اہل حدیث ہند،ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری صدر جامعہ سلفیہ بنارس، شیخ عبدالمعید مدنی اڈیٹر الاستقامہ دہلی،،مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی امیر جمیعت اہل حدیث برطانیہ ،ڈاکٹر عبدالعلی ازہری پروفیسر مسلم کالج لندن ،مولانا شیرخان جمیل احمد عمری ناظم تعلیمات جمیعت اہل حدیث برطانیہ کے تاثرات ہیں۔اس کے بعد تاریخ اہل حدیث کے بارے ڈاکٹر بہاء الدین کا نہائت پرمغز اور جامع پیش لفظ ہے جس میں تاریخ اہل حدیث کے مختلف پہلو وں کو اشارۃً بیان کیا گیا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اس جلد کو مختلف ابواب میں منقسم کر کے ان پر قرآنی آیات سے لطیفانہ استدلال کئے ہیں اس سے لائق مصنف کے اعلی ذوق کی عکاسی ہوتی ہے۔آغاز میں برصغیر میں اسلام کی آمد اور اس خطے میں آنے والے اہل حدیث حضرات کے متعلق تفصیل دی گئی ہے۔ظلمات بعضها فوق بعض ، کے تحت اس خطے میں فقہی جمود،ارکان اسلام پر ہندی فقہاء کی مشق ستم ، عائلی زندگی پر ہندی فقہاء کی نظر کرم، فقہاء ہند کی قرآن وسنت سے بے اعتنائی کو احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے۔مصابيح الليل کا عنوان دے کر ایسے علماء آئمہ شیوخ کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے ہند کے صنم کدہ ظلمت میں توحید وسنت کی ضیا پاشیاں کیں اور لوگوں کو صراط مستقیم دکھائی۔افنجعل المسلمين كالمجرمين ما لكم كيف تحكمون ام لكم كتاب فيه تدرسون کے تحت تکفیری مہم ،باب تاویل اور احناف کی کتب احادیث میں

تحریف کے مجرمانہ فعل کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ جماعت اہل حدیث نے ہند میں اہل حدیث کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ابتدائی دور میں احناف سے جو مباحثے کئے اس کی بھی اچھی خاصی تفصیل بیان کردی ہے اور بہت سے مباحثات کی تفصیل دے دی ہے اور اس پر انہوں نے کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة با ذن الله کا عنوان قائم کیا ہے۔ اس خطے میں جماعت اہل حدیث پر بہت سے جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور انہیں مختلف طریقوں سے تنگ اور پریشان کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب نے ۲۰ کے قریب معروف مقدمات کا ذکر کیا ہے اور بعض مقدمات کے فیصلوں کا متن (اردو ترجمہ) بھی دے دیا ہے (اور بعض عدالتی فیصلوں کا انگریزی متن بھی نقل کردیا ہے)۔ ان مباحث کے علاوہ اس جلد میں ڈاکٹر صاحب نے فقہی مذاہب، اس خطے میں فقہ حنفی کی ترویج کے اسباب، فقہی جمود اور تقلیدی غلو، اہل حدیث پر جبر وتشدد اور اخراج عن المساجد، اشتہار مسائل عشرہ اور ادلہ کاملہ، مباحثہ فرید کورٹ ۱۸۸۳ء سے متعلق غلط بیانی وغیرہ کے عنوانات پر حقائق، مستند حوالہ جات کی روشنی میں پیش کردیئے ہیں۔ یہ جلد اپنے مشمولات کے اعتبار سے بہت سی تاریخی معلومات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے، اس کے مطالعہ سے تحریک اہل حدیث کا خوب صورت پہلو نکھر کر سامنے آتا ہے اور قاری کو معلوم ہوتا ہے کہ اس خطے میں توحید وسنت کے احیاء کے لئے جماعت اہل حدیث نے کس قدر جد وجہد کی اور کتنی قربانیاں پیش کی ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب واشاعت پر ڈاکٹر صاحب اور ان کے رفقاء بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالی ڈاکٹر صاحب کو صحت وسلامتی سے رکھے کہ وہ اس کتاب کی بقیہ جلدیں بھی جلد از جلد حوالہ قرطاس کرسکیں۔ آمین

۱۹۷۰ء کے عشرے کے ابتدائی برسوں میں ڈاکٹر صاحب تین سال جامعہ سلفیہ سے منسلک رہے۔ آپ جامعہ میں بی اے کرنے کے خواہشمند طلبا کو انگریزی پڑھاتے تھے اس کے ساتھ آپکو جامعہ سلفیہ کی لائبریری کا انچارج بھی بنا دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی کوشش اور توجہ دلانے پر میاں فضل حق مرحوم صدر جامعہ سلفیہ کمیٹی نے لائبریری کے لئے ماہانہ فنڈ منظور کیا۔ یوں لائبیریری کے لئے تسلسل کے ساتھ نئی کتب خریدی جانے لگیں۔ اس خدمت کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے کوشش کر کے مرحوم علماء کے وارثوں سے ان کے کتب خانے جامعہ سلفیہ میں منتقل کرانے شروع کئے اور اس سلسلے میں جماعت اہل حدیث کے دو مشہور مناظرین مولانا ملک عبدالعزیز ملتانیؒ اور مولانا احمد دین گکھڑویؒ کے کتب خانے ڈاکٹر صاحب نے خود ان کے ورثا سے حاصل کر کے جامعہ

سلفیہ کی لائبریری میں شامل کئے ۔اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے جامعہ سلفیہ میں نشر و اشاعت اور طبع و تالیف کا ایک شعبہ بنوایا۔اس کے تحت ہر ماہ باقاعدگی سے چھوٹے چھوٹے خوبصورت کتابچے شائع کئے جاتے تھے۔ اسی شعبہ کے تحت ڈاکٹر صاحب کے تین معروف کتابچے، شیخ محمد بن عبدالوہاب اور انکی دعوت، برصغیر پاک و ہند میں تعلیم و ترویج حدیث، اور ہمارے اکابر، شائع ہوئے ۔اسکے علاوہ مولانا غلام احمد حریریؒ اور مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کے مقالات بھی شائع ہوئے ۔

جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں قیام کے دوران ڈاکٹر صاحب کی تجویز پر یہ طے ہوا کہ تحقیق کا م کے خواہش مند طلباء اپنی تعلیم کے آخری سال کسی منتخب موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھا کریں ۔اور پھر ڈاکٹر صاحب کی نگرانی اور موجودگی میں کئی مقالات لکھے گئے ،اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے ۔

ڈاکٹر بہاء الدین نہایت با اخلاق ملنسار اور نیک انسان ہیں ۔مسلک اہل حدیث سے محبت اور شیفتگی انہیں ورثہ میں ملی ہے ۔ علمائے سلف اور اکابرین جماعت سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے ہیں ۔انہوں نے راقم الحروف کو بتایا ہے کہ جب علمائے کرام، والد صاحب کو ملنے ہمارے ہاں بورے والا تشریف لایا کرتے تھے تو مجھے ان کی گفتگو سننے اور ان کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ان علماء میں مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ،مولانا عبدالستار امام جماعت غرباء اہل حدیث، حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب اوڈانوالہ وغیرہم شامل ہیں۔ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب جماعت کا عظیم سرمایہ ہیں، انہوں نے تصنیف و تالیف سے جماعت کے لئے گراں قدر خدمات سر انجام دی ہیں ۔ اگست ۲۰۰۵ء میں جمعیت اہل حدیث ہند نے انہیں مورخ عصر کے خطاب سے نوازا،اور فریوائی اکیڈیمی (ہند) نے ان کی خدمات کے اعتراف میں ۲۰۰۸ء کے لئے ابوہریرہ ایوارڈ سے نوازا ہے ۔ دعا ہے اللہ تعالی ڈاکٹر صاحب کو صحت و سلامتی سے رکھے اور ان کا راہوار قلم جماعت کے لئے لؤلؤ و لالہ بکھیرتا رہے۔ آمین

(مولانا) محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آباد

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد:

کتاب ہذا کی جلد ششم میں ۱۸۹۱ء میں دہلی میں ہونے والے مباحثہ مابین سہسوانی و قادیانی میں فریقین کے تین تین پرچے نقل ہوئے تھے۔ مرزا غلام احمد چونکہ اپنا تیسرا پرچہ پیش کرنے کے بعد مباحثہ سے گریز کر گئے تھے۔ حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ نے جب مباحثے کی روداد بعنوان الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح شائع فرمائی تو انہوں نے اس میں اپنا چوتھا پرچہ بھی شامل کیا اور ایک مقدمہ بھی لکھا۔ ۱۳۰۹ھ میں شائع ہونے والی اس دستاویز کی فوٹو کاپی ہمیں مولانا محمد داؤد ارشد (کوٹلی ورکاں) سے حاصل ہوئی اور جلد ہذا کا آغاز ہم مولانا سہسوانیؒ کے مقدمہ الحق الصریح اور ان کے چوتھے پرچے سے کر رہے ہیں۔

یاد رہے کہ اس مباحثے میں مرزا صاحب نے سارا زور اس بات پر لگایا تھا کہ سورہ نساء کی آیت وان مّن اھل الکتاب الّالیؤمننّ بہ قبل موتہ۔ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً (اور اس کے مرنے سے پہلے پہلے سب اہل کتاب اس کو مان جائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کی شہادت دے گا) میں موتہ کا مرجع حضرت عیسیٰؑ ہیں یا اہل کتاب میں سے کوئی۔ حضرت مولانا سہسوانیؒ کا موقف تھا کہ موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے، اور مرزا صاحب کو اس سے انکار تھا۔ اور ساتھ ہی مرزا صاحب نے کہا تھا کہ فریقین (یعنی سہسوانی اور مرزا قادیانی) کے:

پرچے شائع ہو جائیں گے تو فریقین کے سچ جھوٹ کا فیصلہ لوگ خود کر لیں گے۔

مولانا محمد داؤد ارشد نے توجہ دلائی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے، چوتھے قادیانی خلیفہ مرزا طاہر احمد نے قرآن پاک کا جو ترجمہ کیا ہے، اس میں سورہ نساء کی مذکورہ آیت کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے یقیناً اس پر ایمان لائے گا

اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

(ترجمہ قرآن از مرزا طاہر احمد قادیانی۔ طبع ربوہ۔۲۰۰۰ء ص ۱۶۳)۔

یہ ترجمہ شھد شاھد مّن اھلھا کی تعبیر ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے اور اس کی گدی کے وارث نے مباحثہ دہلی کے ۱۰۹ سال بعد حضرت مولانا سہسوانیؒ کے حق میں اور اپنے دادے کے خلاف علی رؤس الاشہاد فیصلہ سنایا ہے۔ اس ترجمے کے بعد مرزا صاحب کے مباحثہ دہلی کے تمام پرچے، اور حیات مسیح کے خلاف اور وفات مسیح کے اثبات پر ان کے سب مقالات حرف غلط کی طرح مٹ گئے ہیں۔

یاد رہے کہ اس سے قبل قادیانیوں کے دوسرے سربراہ مرزا محمود احمد اس آیت کے ترجمہ میں لکھ چکے ہیں:

اہل کتاب میں سے ایک بھی نہیں جو اس (واقعہ) پر اپنی موت سے پہلے ایمان نہ لاتا رہے، اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔ (تفسیر صغیر از مرزا محمود احمد۔ص ۱۳۶)

اور مرزا محمود احمد کے ماموں میر محمد اسحاق اس آیت کے ترجمہ میں یوں لکھ چکے ہیں:

اور نہیں کوئی اہل کتاب مگر البتہ ضرور ایمان لاوے گا اس (واقعہ قتل پر) پہلے موت اپنی کے اور بروز قیامت وہ (مسیح) ہوگا خلاف ان کے گواہ۔

(ترجمہ قرآن از میر محمد اسحاق قادیانی۔ص ۱۴۹)

مرزا محمود احمد اور میر محمد اسحاق کے تراجم کو سامنے رکھ کر قادیانیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد قادیانی کا کیا ہوا ترجمہ پڑھئے اور دیکھئے کہ حق کس طرح بالآخر آشکار ہوا ہے۔

تحریک ختم نبوت کے زیر نظر حصہ میں ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۸ سے حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی کئی تحریریں نقل کی گئی ہیں جن میں مرزا صاحب کے چیلنجوں کا جواب بھی ہے اور مرزا صاحب کو انعامی چیلنج بھی کیے گئے ہیں۔

اور ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۲۲ سے مولانا بٹالویؒ کا مقالہ بعنوان آسمانی مسیح اور اسکا رفیق مہدی نقل کیا گیا ہے۔ مولانا مرحوم کا کہنا ہے کہ عام متداول روایات (قطع نظر صحت وضعف) سے جو تصور مہدی عوام میں موجود ہے، مرزا کی مسیحیت اور مہدویت اس پر بھی منطبق نہیں ہوتی۔

یاد رہے کہ ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں ردّ قادیانیت کا موضوع اس کی جلد ۱۲ کے ربع آخر سے شروع ہوتا ہے جو ۱۸۹۱ء کے نصف اول میں شائع ہوئی تھی۔ اور ہم نے جلد ۱۲، جلد ۱۳، جلد ۱۴،

جلد ۱۵، جلد ۱۶، جلد ۱۸، جلد ۲۰، جلد ۲۱، جلد ۲۲ میں موجود ردّ قادیانیت سے متعلق مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی بیشتر تحریریں تلخیص واختصار اور مناسب اڈیٹنگ کے بعد اپنے اس سلسلہ کتب میں شامل کر دی ہیں۔ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۷ ہمارے پاس موجود ہے لیکن وہ کسی اور موضوع پر ہے۔ اور اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ کا صرف ربع آخر ہمیں دستیاب ہوا ہے جس میں ردّ قادیانیت پر کچھ نہیں ہے۔ اس کے ربع اول، دوم اور سوم کی تلاش جاری ہے۔ دست یابی کی صورت میں ان میں موجود ردّ قادیانیت کے مضامین بھی انشاءاللہ نذر قارئین کئے جائیں گے جس کے ساتھ اشاعۃ السنہ کے اس ایک تہائی حصہ کا احیاء ہو جائے گا جو تحریک ختم نبوت سے متعلق ہے۔

- ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر کے ۱۹۱۲ء کے شماروں سے مولانا عبداللہ پٹنوی کا ایک مقالہ نقل ہوا ہے جس کا تعلق ردّ قادیانیت سے ہے۔

- ۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء کے دور میں اہل حدیث علماء کے علاوہ احناف نے بھی تحریک ختم نبوت میں خوب کام کیا ہے اور ہمیں ان کی تحریروں کی تلاش رہی ہے۔ فتاوی قادریہ سے کشف الغطا کے عنوان لدھیانہ کے حنفی علماء کی ایک تحریر ہم حصہ ششم میں ملخصاً نقل کر چکے ہیں۔ نیز پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے شمس الہدائت اور سیف چشتیائی سے اقتباسات بھی حصہ ششم میں نقل کر چکے ہیں۔ زیرنظر حصے میں الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو شامل اشاعت کیا گیا ہے جو تحریک کے زیرنظر دور کا لٹریچر ہے۔ اس کتاب کو مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ جلد پنجم میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی تصنیف قرار دے کر اس پر نقد و جرح کی ہے اور کئی صفحات سیاہ کئے ہیں۔

نیز شاہ احمد رضا خان کی دو تحریریں شامل اشاعت ہیں جو تحریک ختم نبوت کے زیرنظر دور (۱۸۹۱۔۱۹۱۲ء) کا لٹریچر ہے۔ پہلی تحریر انکا ایک فتوی ہے جو علماء امرتسر کے ایک فتوے پر السوء العقاب علی المسیح الکذاب کے عنوان سے ان کی تائیدی وتصدیقی تحریر ہے۔ دوسری تحریر ان کا رسالہ قهر الدیان علی مرتدٍ بقادیان ہے جو زیرنظر دور سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ دونوں تحریریں ہم نے فتاوی رضویہ سے ملخصاً نقل کی ہیں۔

ردّ قادیانیت پر پنجابی شعراء، واعظین اور علماء مثل مولانا خدا بخش واعظؒ اور مولانا محمد ابوالحسن سیالکوٹیؒ نے بھی بہت کام کیا ہے کیونکہ تردید قادیانیت پر پنجابی اشعار پنجاب میں زبان زد عام رہے ہیں، لیکن ابھی تک کوئی پنجابی تصنیف ہمارے اس سلسلہ کتب میں شامل نہ ہوئی تھی۔

اللہ تعالی کی مہربانی سے مولانا ابوالحسنؒ کی پنجابی منظوم کتاب ،بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی ،فوٹو کاپی کی شکل میں ضلع سیالکوٹ (پاکستان) سے دست یاب ہوگئی ہے جو پانچ ہزار سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے ۔ہم نے اس کا انتخاب (جو کل کتاب کا کم وبیش نصف ہے) شامل اشاعت کیا ہے۔

جلد ہذا کی تیاری میں استعمال ہونے والے بیشتر لٹریچر کی فراہمی کے لئے میں مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلی ورکاں ، جناب عبدالحفیظ مظہر ڈسکہ، جناب محمد فاروق ریحان چیمہ ضلع سیالکوٹ، مولانا محمد یحی گوندلوی (مرحوم) حافظ شفیق اختر سیالکوٹ،عزیزم محمد سہیل بورے والا، جناب محمد رئیس الاعظم فیضی دہلی، ڈاکٹر عبدالوہاب کاسگنج ، ڈاکٹر صہیب حسن لندن،جناب محمد اشرف جاوید فیصل آباد، کا ممنون ہوں۔اللہ تعالی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔برادرم شیر خان جمیل احمد عمری کا شکر یہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس موزوں الفاظ نہیں ہیں۔مواد کی فراہمی، تنقیح وترتیب اور تخریج وتصحیح میں ان کا تعاون ان مول ہے۔اللہ تعالی دین ودنیا کی سعادتوں سے ان کے دامن بھر دے آمین۔

اللہ تعالی کی عنایت سے اس سلسلہ کتب کے حصہ دہم کا کام بھی بڑی حد تک مکمل ہو چکا ہے اوراس میں قاضی فضل احمد لدھیانوی کی کلمہ فضل رحمانی، مولانا ثناء اللہ امرتسری کی الہامات مرزا، اورڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کے رسائل (الذکرالحکیم نمبر۴، المسیح الدجال،کانا دجال) کی تلخیص اور زیر نظر دور کا کچھ مزید لٹریچر نذر قارئین کیا جائے گا۔انشاء اللہ۔ قارئین سے دعائے خیر کی درخواست ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

فقیر بارگاہ صمدی **محمد بہاء الدین** ۱۲مئی ۲۰۰۹ء

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح

مولانا محمد بشیر سہسوانی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے درمیان دہلی میں ۱۸۹۱ء میں ہونے والے مباحثے کے فریقین کے تین تین پرچے قادیانی رسالہ الحق سے جلد ششم میں نقل ہو چکے ہیں قادیانی حضرات نے چونکہ تین تین پرچے ہی شائع کئے تھے اس لئے ہم بھی انہی تک محدود رہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس مباحثے کی جو روداد مولانا محمد بشیر نے الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح کے نام سے چھپوائی تھی اس میں مولانا کا چوتھا پرچہ بھی شامل ہے۔ نیز مولانا کی شائع کردہ روداد میں ایک بسیط مقدمہ بھی شامل ہے جس میں مباحثے کا پس منظر، چند دلائل فریقین کا اختصار اور مباحثے سے قبل فریقین میں ہونے کی خط وکتابت بھی شامل ہے۔ مولانا نے یہ مکمل روداد ۱۳۰۹ھ میں شائع کروائی تھی اور اس کا ٹائٹل صفحہ کچھ یوں ہے:

الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح

مشتمل بر کیفیت مناظرہ دہلی جو مابین حامی سنت سید المرسلین قامع اساس مبتدعین فاضل عدیم النظیر مولانا محمد بشیر صاحب سہسوانی اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مثلیت مسیح کے حیات و وفات حضرت مسیح ابن مریم کے باب میں واقع ہوا۔

در مطبع انصاری واقع دہلی باہتمام مولوی محمد عبدالمجید صاحب حلیہ طبع پوشید سنہ ۱۳۰۹ھ

اپنے سلسلہ کتب میں اس مباحثے کو مکمل کرنے کی خاطر مولانا سہسوانیؒ کا مقدمہ اور ان کا پرچہ چہارم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ مولانا سہسوانیؒ مقدمۃ الکتاب میں لکھتے ہیں:

یہ کیفیت ہے اس مناظرہ کی جو میرے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیحیت کے درمیان بمقام دہلی واقع ہوا۔ مرزا صاحب نے دہلی میں آ کر دو اشتہار، ایک مطبوعہ ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء ،دوسرا مطبوعہ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بمقابلہ جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلی مدظلہم العالی کے شائع کئے اور طالب مناظرہ ہوئے، اور وہ دونوں اشتہار خاکسار کے بھی دیکھنے میں آئے۔ خاکسار نے محض بنظر نصرت دین وسنت وازالہ الحاد و بدعت قصد مناظرہ مصمم کر کے جواب اشتہار مرزا صاحب کے پاس بوساطت جناب حاجی محمد احمد صاحب دہلوی کے بھیجا اور اس جواب میں مرزا صاحب کے سب شروط کو تسلیم کر کے صرف شرط ثالث میں قدرے ترمیم چاہی۔ مرزا صاحب نے بھی اس ترمیم کو قبول کیا۔ بعد ترمیم کے یہ تین شرطیں قرار پائیں:۔

اول: یہ کہ امن قائم رکھنے کے لئے سرکاری انتظام ہو۔

دوسری: یہ کہ فریقین کی بحث تحریری ہو۔ ہر ایک فریق، مجلس بحث میں سوال لکھ کر اور اس پر اپنے دستخط کر کے پیش کرے اور ایسا ہی فریق ثانی لکھ کر جواب دے۔

تیسری: یہ کہ اول بحث، حیات مسیح علیہ السلام میں ہو۔ اگر حیات ثابت ہو جائے تو مرزا صاحب مسیح موعود کا دعوی چھوڑ دیں گے۔ اور اگر وفات ثابت ہو، تو مرزا صاحب کا اصل دعوی عدم نزول حضرت عیسیٰؑ اور مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہو گا، پھر حضرت مسیح کے نزول اور مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے میں بحث کی جائے گی۔ اور جو شخص ترک بحث کرے گا اس کا گریز سمجھا جاوے گا۔

جب تصفیہ شرائط کا ہو گیا تو جناب حاجی محمد احمد صاحب نے حسب ایماء مرزا صاحب کے خاکسار کو طلب کیا۔ چنانچہ شب شانزدہم ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کو میں بھوپال سے روانہ ہو کر روز سہ شنبہ تاریخ شانزدہم ماہ مذکور.. دہلی میں داخل ہوا۔ اور مرزا صاحب کو اطلاع اپنے آنے کی دی تو مرزا صاحب نے مختلف رقعوں کے ذریعہ سے شروط میں تبدیلی ذیل فرمائی:

حیات مسیح کا ثبوت آپ کو دینا ہو گا۔

بحث اس عاجز (مرزا) کے مکان پر ہو۔

جلسہ عام نہیں ہو گا اور صرف دس آدمی جو معزز خاص ہوں، آپ ساتھ لا سکتے ہیں مگر شیخ (محمد حسین) بٹالوی اور مولوی عبدالمجید (دہلوی) ساتھ نہ ہوں۔

پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔

ان سب شروط کا قبول کرنا، نہ تو خاکسار پر لازم تھا اور نہ میرے احباب کی رائے ان کے تسلیم کرنے کی تھی، مگر محض اس خیال سے کہ مرزا صاحب کو کوئی حیلہ مناظرہ سے گریز کا نہ ملے، یہ سب باتیں منظور کی گئیں۔ بعد اس کے تاریخ نوز دہم ربیع الاول (۱۳۰۹ھ) بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مناظرہ شروع ہوا۔

خاکسار نے ان کے مکان پر جا کر مجلس بحث میں پانچ ادلّہ حیات مسیح کے لکھ کر حاضرین کو سنا دیئے اور دستخط اپنے کر کے مرزا صاحب کو دیدیئے۔ مرزا صاحب نے مجلس بحث میں جواب لکھنے سے عذر کیا۔ ہر چند حاجی محمد احمد صاحب وغیرہ نے ان کو الزام نقض عہد ومخالفت شروط کا دیا مگر مرزا صاحب نے نہ مانا اور یہ کہا کہ میں جواب لکھ رکھوں گا۔ آپ لوگ کل دس بجے آ یئے۔

ہم لوگ دوسرے روز دس بجے گئے، تو مرزا صاحب مکان کے اندر تھے۔ اطلاع دی گئی تو مرزا صاحب باہر نہ آئے اور کہلا بھیجا کہ ابھی جواب تیار نہیں ہوا۔ جس وقت تیار ہوگا اس وقت آپ کو بلا لیا جائے گا۔

پھر غالباً دو بجے کے بعد ہم لوگوں کو بلا کر جواب سنایا اور یہ کہا کہ اب مجلس بحث میں جواب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، آپ مکان پر لے جائیں۔ چنانچہ میں اس تحریر کو مکان پر لے آیا۔ اسی طرح چھ روز تک سلسلہ بحث جاری رہا۔

چھٹے روز کہ تین پرچے میرے ہو چکے تھے اور تین پرچے مرزا صاحب کے، مرزا صاحب نے پہلی ہی بحث کو ناتمام چھوڑ کر مباحثہ قطع کیا، اور یہ ظاہر کیا کہ اب مجھے زیادہ قیام کی گنجائش نہیں ہے، اور زبانی فرمایا کہ میرے خسر بیمار ہیں۔ اس وقت ایک مضمون جو پہلے سے بنظر احتیاط لکھ رکھا تھا اور وہ متضمن تھا اس امر پر کہ مرزا صاحب کی جانب سے نقض عہد ومخالفت شروط ہوئی، مرزا صاحب کی موجودگی میں سب حاضرین کو سنا دیا گیا۔ حاضرین جلسہ مرزا صاحب کو الزام دیتے تھے مگر مرزا صاحب نے ایک نہ سنی اسی روز تہیہ سفر کر کے شب کو دہلی سے تشریف لے گئے۔

مرزا صاحب کے یہ افعال اول دلیل ہیں کہ ان کے پاس اصل مسئلہ یعنی ان کے مسیح موعود ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اصل بحث کے لئے دو سدّیں انہوں نے بنا رکھی ہیں۔ ایک بحث حیات ووفات مسیح، دوسرے نزول عیسی۔ جب دیکھا کہ ایک سدّ جو ان کے زعم میں بڑی راسخ تھی، ٹوٹنے کے قریب ہے، اس کے بعد دوسری سدّ کی جو ضعیف ہے، نوبت پہنچے گی، پھر اصل قلعہ پر حملہ ہوگا، وہاں کچھ ہے ہی نہیں تو قلعی کھل جائے گی، اس لئے فرار مناسب سمجھا۔

بعد انقطاع مباحثہ اور چلے جانے مرزا صاحب کے احقر دو روز دہلی میں متوقف رہ کر روز شنبہ کو ڈاک گاڑی میں روانہ بھوپال ہوا۔

اب بنظر فائدہ عام یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قبل نقل ان رقعوں اور پرچوں کے جو مباحثہ کے متعلق ہیں، ادلہ حیات مسیح پر جو مرزا صاحب کے مباحثہ میں پیش کئے گئے ہیں، اور نیز دیگر ادلّہ واضح طور پر عام فہم عبارت میں لکھ دیئے جائیں تاکہ ہر خاص و عام سمجھ سکے۔ اور مرزا صاحب کی طرف سے جو اعتراضات ان پر ہوئے وہ بھی بطور خلاصہ لکھ دیئے جائیں۔ اور مرزا صاحب نے جو اپنی اخیر تحریر (سوم) میں دو دلیلیں وفات کی لکھی ہیں وہ، اور جو کچھ جواب اس کا خاکسار نے لکھا اس کا بھی خلاصہ لکھ دیا جائے۔ اللّٰھم انت عضدی و نصیری و بک احول

دلیل اول: حیات مسیح کے باب میں سورہ نساء کی یہ آیت ہے:

و ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته و یوم القیامة یکون علیھم شھیداً۔

اس آیت کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب نے یوں کیا ہے:

ونباشد ہیچ کس از اہل کتاب الاالبتہ ایمان آورد بہ عیسی پیش از مردن عیسیٰ و روز قیامت باشد عیسی گواہ برایشان۔

فائدہ میں لکھا ہے: مترجم گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ راالبتہ ایمان آرند۔

شاہ رفیع الدین صاحب نے ترجمہ اس طرح کیا ہے:

اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس طرح ترجمہ کیا ہے:

اور جو زندہ ہے کتاب والوں میں سے سو اس پر ایمان لاویں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان کا بتانے والا۔

فائدہ میں یہ لکھا ہے: حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاری سب ان پر ایمان لاویں گے کہ یہ مرے نہ تھے۔

یہ آیت قطعیۃ الدلالت حیات مسیح پر ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ موتہ کی ضمیر میں مفسرین کے دو ہی قول ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ کی طرف پھرتی ہے دوسرا یہ کہ اہل کتاب کی

طرف پھرتی ہے۔ پہلی صورت میں تو قطعاً مطلب حاصل ہے کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ابھی مرے نہیں، لیؤمنن کو خواہ خالص مستقبل کے لئے لیجئے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر اتفاق ہے سب نحویوں کا، اور خواہ حال یا استمرار کے لئے لیجئے جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں، اگرچہ اس تقدیر پر معنی فاسد ہوتے ہیں، مگر ہمارا مطلب فوت نہیں ہوتا ہے اور ماضی کے معنی لینا بالبداہت باطل ہے کیونکہ ایسا مضارع جس کے اول میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو بمعنی ماضی نہیں آتا ہے ومن یدعی فعلیه البیان۔

اور ایسا ہی به کی ضمیر کو خواہ عیسیٰؑ کی طرف عائد کیجئے یا اللہ کی طرف یا آنحضرت ﷺ کی طرف، اگرچہ اول ہی صحیح ہے مگر ہمارا مطلب ہر صورت میں حاصل ہے۔ مفسرین کا اختلاف اس ضمیر میں ہمارے مطلوب میں کچھ خلل نہیں ڈالتا ہے۔

دوسرے قول پر، یعنی اگر ضمیر موته کی اہل کتاب کی طرف پھیری جائے، ہمارا مطلب حاصل ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس وقت ہم پوچھتے ہیں کہ به کی ضمیر کس کی طرف پھیرو گے۔ اگر آنحضرت ﷺ یا اللہ کی طرف پھیرتے ہو، تو یہ باطل ہے تین وجوہ سے:

اول یہ کہ سب ضمیریں واحد کی جو اس سے قبل و بعد آئی ہیں بالاجماع حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہیں۔ پس ظاہر نص یہی ہے کہ ضمیر به کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع ہو۔ فان النّصوص تحمل علی ظواهرها و صرف النّصوص عن ظواهرها بغیر صارف قطعی الحاد۔ اور یہاں کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا ہے و من یدعی فعلیه البیان۔

دوم: ظاہر ضمیر غائب میں یہ ہے کہ غائب کی طرف پھرے اور آنحضرت ﷺ مخاطب ہیں اسی لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل و بعد جتنی ضمیریں آنحضرت ﷺ کی طرف پھرتی ہیں وہ سب ضمیریں مخاطب کی ہیں، وہ یہ ہیں یسئلک ان تنزل الیک من قبلک۔ اگر یہ ضمیر آنحضرت ﷺ کی طرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا لیؤمنن بک۔ علاوہ اس کے اس مقام پر آنحضرت ﷺ کے لئے کوئی اسم ظاہر نہیں آیا ہے کہ وہ مرجع اس ضمیر کا قرار دیا جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ متکلم ہے اسی لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل و بعد جتنی ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں وہ سب ضمیریں متکلم کی ہیں وہ یہ ہیں، فعفونا، آتینا، قلنا، اخذنا، حرمنا سنؤتیهم۔ اگر یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا لیؤمنن بی، یا، لیؤمنن بنا، اور صرف عن الظاہر بغیر صارف قطعی غیر جائز ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی نہیں۔

و من يد عى فعليه البيان۔

سوم ۔ اس تقدیر پر اس آیت میں کچھ ذکر حضرت عیسیٰؑ کا نہ ہوگا اور حالانکہ قبل و بعد حضرت عیسیٰؑ کا قصہ مذکور ہے۔اور اجنبی محض کا بلا فائدہ درمیان میں لانا خلاف بلاغت ہے اور اس اجنبی کا یہاں کوئی فائدہ نہیں ہے و من يد عى فعليه البيان۔

پس ثابت ہوا کہ به کی ضمیر قطعاً حضرت عیسیٰؑ کی طرف عائد ہے۔

بعد اس تمہید کے میں کہتا ہوں کہ اس تقدیر پر سب ضمیریں واحد غائب کی موته کے پہلے کی اور بعد کی راجع ہوئیں طرف حضرت عیسیٰؑ کے۔ پس ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر موته بھی راجع ہو طرف حضرت عیسیٰؑ کے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں و من يد عى فعليه البيا ن۔

پس جس تقدیر پر ضمیر کا عائد ہونا کتابی کی طرف فرض کیا گیا تھا اس تقدیر پر بھی ضمیر کا عائد ہونا طرف حضرت عیسیٰؑ کے لازم آیا۔.... یہ محذور اس سے ناشی ہو کہ ضمیر موته کی کتابی کی طرف پھیری گئی پس ثابت ہوا کہ ارجاع ضمیر مو ته کا طرف کتابی کے باطل ہے ۔پس متعین ہوا کہ ضمیر مو ته کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع ہے و هو المطلو ب

دوسری وجہ اس بات کی کہ موته کی ضمیر کتابی کی طرف عائد کرنا باطل ہے، یہ ہے کہ اس تقدیر پر ایمان سے جو ليؤمنن میں ہے، کیا مراد ہے۔آیا وہ ایمان جو زہوق روح کے وقت ہوتا ہے اور وہ جو شرعاً غیر معتد بہ و غیر نافع ہے جیسا کہ مفسرین نے اس تقدیر پر اس کے ارادہ کی تصریح کی ہے تو یہ باطل ہے، اس لئے کہ استقراء آیات قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں سب جگہ لفظ ایمان سے وہ ایمان مراد ہے جو قبل زہوق روح کے ہوتا ہے اور جو شرعاً معتد بہ اور نافع ہے مگر جہاں قرینہ صارفہ قطعیہ ہے چند مقامات بطور نظیر لکھے جاتے ہیں۔

بقرہ: يؤمنو ن بالغيب ؛ يؤمنو ن بما انز ل اليک ؛ لا يؤمنو ن ؛آ منا با لله ؛ ما هم بمؤمنين ؛ يخا دعو ن الله و الذين آ منوا ؛ و اذا قيل لهم آ منوا كما آمن الناس قا لوا انؤمن كما آ من السفهاء ؛ و اذا لقوا الذ ين آ منوا قالوا آ منا ؛ فاما الذ ين آ منوا فيعلمو ن .. الحق من ر بهم ؛ وآ منوا بما انز لت ؛ ان الذين آمنوا و الذ ين ها دوا و النصارى و الصا بئين من آ من با لله ؛ ا ذا لقو الذين آمنوا قا لوا آ منا ؛ و الذ ين آ منوا و عملوا الصا لحا ت ؛ و اذا قيل لهم آ منوا

بما انزل اللہ قا لوا ؟ نؤمن بما انز ل علینا ۔ ان کنتم مؤمنین ؛قل بئسما یا مر کم بہ ایما نکم ان کنتم مو منین ؛ و لو ا نھم آ منوا و اتقوا ؛ یا ایھا الذ ین آ منوا لا تقولوا را عنا ؛ و من یتبد ل الکفر با لا یما ن ؛لو یر دو نکم من بعد ایما نکم ؛ او لئک یؤمنو ن بہ؛ و ارزق اھلہ من الثمرات من آمن با للہ ؛ قولوا آ منا باللہ؛ فان آ منوا بمثل ما آ منتم بہ ؛ ما کا ن اللہ لیضیع ا یما نکم؛ یا ایھاالذین آ منوا استعینوا با لصبر و الصلوۃ؛ والذ ین آ منوا اشد حباً للہ؛ یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبا ت ما رز قنا کم؛ و لکن البر من آ من با للہ؛ یا ایھا الذ ین آمنوا کتب علیکم الصیا م؛ و الیؤمنوا بی؛ یا ایھا الذین آ منوا ادخلوا فی السلم ؛ و ... من الذین آ منوا ؛ والذین آ منوا معہ ؛ ان الذین آ منوا والذین ھاجروا ؛ و لا تنکحواا لمشر کین حتی یؤمنوا و لعبد مومن؛ و بشر المؤمنین؛ من کا ن منکم یؤمن با للہ؛ ان کنتم مؤمنین؛ فمنھم من آ من؛ و یؤمن با للہ؛ اللہ ولی الذین آ منوا ؛ قا ل او لم تؤمن؛یا ایھا الذین آ منوا لاتبطلوا ؛ولا یؤمن با للہ؛ یا ایھا الذین آ منوا انفقوا ؛ ان الذین آ منوا و عملوا الصا لحا ت؛ یا ایھا الذین آ منوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الر بوا ان کنتم مؤمنین؛آمن الرسول بماانز ل الیہ من ر بہ و المؤمنو ن کل آمن با للہ

پس ظا ہر ایمان سے وہ ایمان ہے جو قبل زھوق روح کے ہوتا ہے اور صرف نص کا ظا ہر سے بغیر صا رف قطعی جا ئز نہیں اور یہاں کو ئی صا رف قطعی مو جود نہیں۔ و من ید عی فعلیہ البیان ۔

علاوہ اس کے اس وقت لفظ قبل کو ظا ہر معنی سے صرف کر کے بمعنی عند یا وقت کے لینا پڑے گا اور کوئی صا رف قطعی یہاں مو جود نہیں ہے و من ید عی فعلیہ البیا ن ۔اس وقت بجا ئے قبل موتہ کے عند موتہ یاحین موتہ یا وقت موتہ کہنا مقتضا ئے حال تھا اس سے عدول کر نے کی کیا وجہ ہے۔

یا مراد لیؤمنن میں ا یما ن سے مرا د وہ ہے جو قبل ز ہوق رو ح کے ہوتا ہے پس اس صورت میں یا یہ حکم عا م ہے ہر کتا بی کے لئے تو کذ ب صریح حق تعا لی کے کلام میں لا زم آ تا ہے کیونکہ ہم بالبدا ہت د یکھتے ہیں کہ صد ہا ہزار اہل کتا ب مر تے ہیں اور اپنے مر نے سے پہلے یعنی

قبل زہوق روح کے وہ ایمان شرعی کو معتد بہ اور نافع ہے نہیں لاتے، تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔

اور کسی خاص زمانہ کے اہل کتاب کے لئے یہ حکم ہے تو قید قبل موتہ کی لا طائل ہوتی ہے۔ یہ کلام تو بعینہ ایسا ہوا کہ کوئی کہے کہ:

آج میں نے اپنی موت سے پہلے نماز پڑھ لی؛

آج میں نے اپنی موت سے پہلے کھانا کھا لیا؛

آج میں نے اپنی موت سے پہلے سبق پڑھ لیا؛

آج میں اپنی موت سے پہلے کچہری گیا۔

ظاہر ہے کہ یہ کلام مجنونانہ ہے ایسا ہی اللہ تعالی کے کلام کا کلام مجنونانہ ہونا لازم آتا ہے تعالی اللہ عما یقولہ الظالمون۔

مرزا صاحب خود بھی اپنی کتاب توضیح المرام اور ازالہ اوہام کے چند مواضع میں ضمیر موتہ کا حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرنا تسلیم کر چکے ہیں۔ اب اگر تسلیم کرتے ہیں تو مدعا ہمارا حاصل ہوا اور اگر نہیں تسلیم کرتے تو اس کی وجہ بیان کریں کہ توضیح المرام اور ازالہ اوہام میں کیوں حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیری۔

اب بدلیل تحقیقی والزامی ثابت ہو گیا کہ مرجع ضمیر موتہ کا حضرت عیسیٰؑ ہیں اور اس تقدیر پر ہمارا مدعا یعنی حیات مسیح قطعاً ثابت ہوا۔ فتح البیان میں ہے کہ سلف میں ایک جماعت کا یہی قول ہے اور یہ ظاہر ہے اور بہت سے تابعین وغیرھم اسی طرف گئے ہیں۔ فتح الباری میں ہے ابن جریر نے اس قول کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے اور ابن جریر وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ حدیث بخاری و مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرہؓ کا یہی قول ہے ابن عباسؓ سے بھی بسند صحیح یہی منقول ہے اور اس کے برخلاف جو روایت ان سے ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ فتح الباری وغیرہ میں مرقوم ہے۔ ابن کثیر میں ہے کہ ابو مالکؒ و حسن بصریؒ و قتادہؒ و عبدالرحمٰنؒ بن زید بن اسلم وغیر واحد کا یہی قول ہے اور یہی حق ہے۔

مرزا صاحب کی طرف سے اس دلیل پر دو اعتراض ہوئے۔ ایک یہ کہ یہ آیت ذوالوجوہ ہے، چند احتمالات مفسرین نے اس کے معنی میں لکھے ہیں، پس یہ آیت کیسے قطعی الدلالۃ ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب خاکسار کی طرف سے دیا گیا کہ آیت کا ذوالوجوہ ہونا اور اس کے معنی میں چند احتمالات

کا ہونا منافی قطعیۃ نہیں ہے کیونکہ ہم نے سب وجوہ واحتمالات مخالفہ کو دلیل الزامی وقطعی سے باطل کر دکھایا ہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہوا کہ اثر ابن عباسؓ وقرأت ابی بن کعبؓ اس پر دال ہے کہ مرجع موته کا کتابی ہے نہ حضرت عیسیٰؑ۔ اس کا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ یہ اثر وقرأت مجروح ہیں، احتجاج کے لائق نہیں ہیں، چہ جائے کہ صارف قطعی ہوں۔ ایک طریق اثر مذکور میں ایک راوی ابوحذیفہ ہے۔ یہ ابوحذیفہ یا موسی بن مسعود ہے یا یحی بن ہانی بن عروہ کا شیخ۔ پہلا سیّ ء الحفظ ہے دوسرا مجہول ہے اور اس طریق میں عبداللہ بن ابی نجیح الیسار؟ مکی ہے وہ مدلس ہے اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہیں۔ دوسرے طریق میں محمد بن حمید رازی ہے وہ ضعیف ہے۔ تیسرے طریق میں عتاب بن بشیر وخصیف واقع ہیں۔ روایات عتاب کی خصیف سے مناکیر ہیں اور خصیف میں بہت جرح ہے۔ چوتھے طریق میں سلیمان بن داؤد طیالسی ہے وہ کثیر الغلط ہے۔ ہزارا احادیث کی روایت میں اس نے خطا کی۔ قرأت ابی بن کعب کی روایت میں بھی عتاب وخصیف واقع ہیں۔ عبارات ان راویوں کے متعلق تحریر چہارم میں منقول ہیں (جوعنقریب نقل ہورہی ہے۔ بہاء)۔

☆ دلیل دوم۔ سورہ نساء کی یہ آیت ہے:

و ما قتلواه یقیناً بل رفعه اللہ الیه وکان اللّٰه عزیزاً حکیماً

شاہ ولی اللہ صاحب اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وبیقین نہ کشتہ اند اورا بلکہ برداشت اورا خدا تعالی بسوئے خود وہست خدا غالب استوار کار

شاہ رفیع الدین اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

اور نہ مارا اس کو بیقین بلکہ اٹھالیا اس کو اللہ نے طرف اپنی اور ہے اللہ غالب حکمت والا

شاہ عبدالقادر نے یوں ترجمہ کیا ہے:

اور اس کو مارا نہیں بے شک بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے طرف اپنے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

فائدہ میں لکھتے ہیں: فرمایا کہ اس کو ہرگز نہیں مارا حق تعالی نے اس کی ایک صورت ان کو بنا دی اس صورت کو سولی پر چڑھایا۔ انتھی ملخصاً

وجہ استدلال یہ ہے کہ مرجع رفعه کی ضمیر کا مسیح بن مریم رسول اللہ ہیں اور مراد مرجع سے قطعاً روح مع الجسد ہے کیونکہ مورد قتل روح مع الجسد ہے نہ صرف روح اور ایسا ہی ضمائر و ما قتلوہ و ما صلبوہ یقیناً سے بھی مراد قطعاً روح مع الجسد ہے اور جس کے قتل کا یہود دعوی

کرتے تھے اسی کے قتل وصلب کی نفی اور رفع کا اثبات حق تعالی کو منظور ہے۔ پس ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ رفعه سے مراد رفع روح مع الجسد ہے۔ رفعه کی ضمیر صرف روح کی طرف عائد کرنا یا مضاف مقدر ماننا یعنی تقدیر عبارت یوں کرنا بل رفع روحه، صرفِ نص لا ظاہر سے ہے اور صرف النص عن الظاہر بغیر صارف قطعی کے جائز نہیں اور صارف قطعی یہاں غیر متحقق ہے ومن یدعی فعلیه البیان۔ اور مؤید اس کی یہ بات ہے کہ بل رفعه میں بل اضراب کا ہے۔ پس وہ رفع مراد ہونا چاہیے جو مقابل ہو قتل کا۔ یعنی قتل کے ساتھ جمع نہ ہوسکے اور رفع روحانی کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ عموماً اہل اسلام جانتے ہیں کہ شہداء جو اللہ تعالی کی راہ میں قتل ہوتے ہیں ان کیلئے بھی رفع روحانی ہوتا ہے۔ پس متعین ہوا کہ مراد رفع سے رفع روح مع الجسد ہے۔ و ھو المطلوب۔

اور یہ بات بھی اس کی مؤید ہے کہ رفع کا لفظ صرف دو نبیوں کے لئے آیا ہے۔ ایک حضرت عیسیٰؑ دوسرے حضرت یونسؑ ۔ اس تخصیص کی کیا وجہ ہے، رفع روحانی کو تو کچھ ان دونبیوں کے ساتھ خصوصیت نہیں ہے۔ یہ رفع تو سب نبیوں بلکہ عامہ صالحین کے لئے بھی ہوتا ہے۔ اثر صحیح ابن عباسؓ جس کے رجال، رجال صحیح ہیں، اور حکماً وہ مرفوع ہے رفع الروح مع الجسد پر قطعی طور پر دلالت کرتا ہے۔ اس کی عبارت آئندہ نقل کی جائے گی۔ فا نتظر

مرزا صاحب نے اس دلیل کے جواب میں یہ لکھا کہ اس آیت میں اس وعدے کے ایفاء کی طرف اشارہ ہے جو دوسری آیت میں ہو چکا ہے اور وہ آیت یہ ہے یا عیسی انی متوفیک و رافعک الیّ ۔ گویا مرزا صاحب نے آیت یا عیسی انی متوفیک و رافعک الیّ کو صارف ٹھہرایا ظاہر معنی وما قتلوہ یقیناً بل رفعه الله الیه سے۔ لیکن اس آیت کا صارف ہونا اس وقت ہوسکتا ہے کہ توفّی سے مراد قطعاً موت ہو اور یہ متوقف اس پر ہے کہ حقیقی معنی توفّی کے موت کے ہوں بلا قرینہ یہ معنی متبادر ہوتے ہوں۔ حالانکہ ہم نے تحریر چہارم میں ثابت کر دیا کہ توفّی کا استعمال جس جگہ بمعنی موت قرآن مجید میں آیا ہے وہاں قرینہ قائم ہے اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ حقیقی معنی توفّی کے اخذ الشیء وافیاً کے ہیں یعنی کسی چیز کا پورا لینا۔ اس آیت کو اگر چہ خاکسار نے تحریر اول میں غیر قطعیة الدلالة لکھا ہے مگر اب میری رائے یہ ہے کہ آیت بھی قطعی الدلالة ہے۔

☆ حیات مسیح کی تیسری دلیل سورۃ آل عمران کی یہ آیت ہے:

و مکروا و مکر الله و الله خیر الماکرین ۔اذ قال الله یا عیسی انی

متو فّیک و رافعک الیّ و مطھّر ك من الّذ ین کفروا و جا عل الّذین اتّبعو ك فوق الّذ ین کفروا الی یوم القیامۃ ۔

ترجمہ شاہ ولی اللہ:

....خدا قوی تر است از ہمہ بدسگالاں آنگاہ کہ گفت خدا. اے عیسی ہر آئینہ برگیرند توام و بردارندہ توام بسوئے خود و پاک کنندہ توام از صحبت کسانی کہ کافر شدند گرداننده و تابعان توام بالائے کافراں تا روز قیامت

شاہ رفیع الدین نے یوں ترجمہ کیا ہے:

اور مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر ہے مکر کرنے والوں کا۔ جس وقت کہا اللہ نے اے عیسی تحقیق میں لینے والا ہوں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو کہ پیروی کرینگے تیری اوپر ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے قیامت کے دن تک ۔

شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ:

اور فریب کیا ان کافروں نے اور فریب کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے جس وقت کہا اللہ نے اے عیسی میں تجھ کو بھر لوں گا اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا کافروں سے اور رکھوں گا تیرے تابعوں کو منکروں سے اوپر قیامت کے دن تک

فائدہ میں شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں:

یہود کے عالموں نے اس وقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے، توریت کے حکم کیخلاف بتاتا ہے۔ اس نے لوگ بھیجے کہ کہ ان کو پکڑ لاویں ۔ جب وہ پہنچے حضرت عیسی کے یار سرک گئے ۔ اس شتابی میں حق تعالی نے حضرت عیسی کو آسمان پر اٹھا لیا اور ایک صورت ان کی رہ گئی اسی کو پکڑ لائے پھر سولی پر چڑھایا۔

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ توفّی کے اصلی و حقیقی معنی اخذ الشّیء وافیاً کے ہیں جیسا کہ بیضاوی وقسطلانی و فخر رازی وغیرھم نے لکھا ہے۔ عبارات ان کی تحریر چہارم میں منقول ہیں ۔ اور موت توفی کے معنی مجازی ہیں نہ حقیقی۔ اسی واسطے بغیر قیام قرینہ کے موت میں استعمال نہیں ہوتا ہے۔ تحقیق اس کی تحریر چہارم میں بیان کی گئی اور یہاں کوئی قرینہ موت کا قائم نہیں ہے و من یدعی فعلیہ البیان ۔ اس لئے اصل و حقیقی معنی یعنی اخذ الشّئی وافیاً مراد لئے

جاویں گے اور انسان کا وافیاً لینا یہی ہے کہ مع روح وجسم کے لیا جائے۔ و هو المطلوب ۔

یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے حیات مسیح پر۔ مرزا صاحب اوران کے اتباع اس آیت کو قطعیۃ الدلالۃ وفات مسیح پر سمجھتے ہیں مگر اللہ تعالی نے محض اپنے فضل سے اس کا قطعی الدلالۃ ہونا حیات مسیح پر اس عاجز سے ثابت کرا دیا۔

اگر کہا جائے کہ توفّی اس وقت عین رفع ہوئی تو قول اللہ تعالی کا و رافعک تکرار ہوگا تو جواب اس کا یہ ہے کہ توفّی کا لفظ چونکہ بمعنی موت ونوم بھی آتا ہے اس لئے لفظ رافعک سے تعیین مراد مقصود ہے۔ اب تکرار نہ ہوئی جیسا کہ آیت ثمّ بعثنا کم من بعد موتکم میں بعث کو موت کے ساتھ مقید کیا ہے اسلئے کہ بعث ، اغمار ونوم سے بھی ہوتا ہے اور جیسا کہ حتی یتوفھن الموت میں موت کا لفظ تعیین مراد کے لئے ہے۔

☆ چوتھی دلیل: سورہ مائدہ کی یہ آیت ہے:

و کنت علیهم شهیداً مّا دمت فیهم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیهم۔

شاہ ولی اللہ کا ترجمہ:

و بودم بر ایشاں نگاہبان مادامیکہ درمیان ایشاں بودم پس وقتیکہ برگرفتی مرا تو بودی نگہبان بر ایشاں ۔

فائدہ میں لکھتے ہیں: یعنی بر آسمان بردی

شاہ رفیع الدین کا ترجمہ:

اور تھا میں اوپر ان کے شاہد جب تک میں رہا بیچ ان کے پس جب قبض کیا تو نے مجھ کو تھا تو ہی نگہبان اوپر ان کے۔

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ:

اور میں ان سے خبردار تھا جب تک میں ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی خبر رکھتا تھا ان کی ۔

وجہ استدلال وہی ہے جو اوپر کی آیتمیں گذری یعنی معنی حقیقی توفّی کے اخذ الشّئی وافیاً ہیں اور صرف حقیقت سے مجاز کی طرف بغیر صارف کے جائز نہیں اور صارف یہاں موجود نہیں ہے بلکہ ایک لفظ تعیین مراد کرنے والا یعنی رافعک آیت سابقہ میں موجود ہے ۔ مخفی نہ رہے

کہ حق تعالی نے آیت انی متوفّیک و را فعک الیّ میں توفّی و رفع کو جمع کیا ہے اور بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں رفع پر قصر کیا ہے اور فلمّاتوفّیتنی میں توفّي پر قصر کیا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ توفی و رفع ایک چیز ہے، مقصود زیادت لفظ سے صرف تعیین مراد ہے۔ یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے حیات مسیح پر۔

مرزا صاحب اور ان کے اتباع اس آیت کو بھی قطعی الدلالۃ وفات پر سمجھتے ہیں مگر اللہ تعالی نے محض اپنی رحمت سے اس آیت کا قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر ہونا اس ہیچ مدان پر ظاہر فرمایا۔ الحمد للّٰہ علی ذلک

پانچویں دلیل۔ سورہ آل عمران کی یہ آیت ہے:

و یکلّم النّاس فی المھد و کھلا و من الصّالحین۔

شاہ ولی اللہ کا ترجمہ:

وسخن گوید با مردماں در گھوارہ و وقت معمری و باشد از شائستگان۔

شاہ رفیع الدین کا ترجمہ:

اور وہ باتیں کرے گا لوگوں سے بیچ جھولے کے اور ادھیڑ اور صالحوں سے ہے۔

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ:

اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب ماں کی گود میں ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا، اور نیک بختوں میں سے ہوگا۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اصل سن کہولت میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک تیس ہے بعض کے نزدیک بتیس اور بعض کے نزدیک تینتیس اور بعض کے نزدیک چالیس۔ قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

اولھا ثلاثون و اثنتان و ثلاثون او ثلث و ثلاثون او اربعون و آخرھا خمسون او ستون ثمّ ید خل فی سنّ الشیوخۃ۔

شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتا ہے:

اول سن الکھولۃ ثلاثون و قیل اثنان و ثلاثون و قیل ثلث و ثلاثون و قیل اربعون آخر سنھا خمسون و قیل ستون ثمّ ید خل الانسان فی سنّ الشیخوخۃ۔

اور ہم مامور ہیں اس بات کے ساتھ کہ جب اختلاف ہو تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف ردّ کریں ۔ قال اللہ: فان تنازعتم فی شئی فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول۔ موافق اس کے اب ہم رجوع حدیث کی طرف کرتے ہیں، تو حدیث ابو ہریرہؓ میں اہل جنت کے حق میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا لا یفنی شبا بہ ۔ رواہ مسلم۔ اور حدیث ابوسعید خدری و ابو ہریرہ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا ۔ ان لکم ان تشبوا فلا تھرموا ابداً ، رواہ مسلم ۔ نمبر ۲۸۳۷ اور اس باب میں احادیث بکثرت ہیں۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ اہل جنت کا شباب کبھی زائل نہ ہوگا اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ ۳۳ برس کی عمر کے ہوں اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ۳۳ برس کی عمر میں اٹھائے گئے، اس کے ثبوت کے لئے تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت کافی ہے:

فانّہ رفع ولہ ثلاث و ثلا ثون سنۃ فی الصحیح و قد ورد فی حد یث فی اھل الجنۃ انّھم علی صورۃ آدم و میلاد عیسی ثلث و ثلا ثین سنۃ ۔

اور تفسیر ابن کثیر میں سورہ واقعہ کی تفسیر میں تحت آیت ..اصحاب الیمین کے مرقوم ہے:

و روی الطبرا نی و اللفظ لہ من حد یث حماد ... عن علی بن زید بن جدعان عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ید خل اھل الجنۃ جرداً مرداً بیضاء... ابناء ثلث و ثلا ثین ھم علی خلق آدم ستون زراعاً فی عرض سبعۃ اذرع و روی التر مذی من حد یث ابی دا ئود الطیالسی عن عمرا ن بن القطان عن قتادہ عن شھر بن حوشب عن عبد الر حمن بن غنم عن معا ذ بن جبل انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال ید خل اھل الجنۃ الجنۃ جر داً مر داً ... ثلث و ثلا ثین سنہ ثمّ قال حسن غر یب قال ابن و ھیب .....

پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ۳۳ برس کا سن سن شباب ہے نہ سن کہولت ور نہ فنا شباب اہل جنت لازم آتا ہے و ھو خلاف ما ثبت بالا حا دیث الصحیحہ۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ سن شباب میں اٹھائے گئے نہ سن کہولت میں ۔ علاوہ اصل معنی کہل کے من .. الشیب و رأیت ایجا لہ ہیں جیسا کہ قاموس وصراح وغیرہ میں ہے کہ کہل وہ شخص ہے جس کے

بالوں میں سفیدی مخلوط ہو جائے اور دیکھی جائے اس کے لئے بزرگی ۔اور اقوال مختلفہ جو اول میں کہولت میں منقول ہیں وہ فی الواقعہ مختلف نہیں ہیں بلکہ یہ اختلاف مبنی ہے اختلاف قوی اشخاص پر۔ جو اعلیٰ درجہ کی قوت رکھتا ہے اس کا اول سن کہولت چالیس یا قریب چالیس کے ہوتا ہے۔ اختلاف زمانہ کو اختلاف قوی میں بہت دخل ہے۔ جس قدر زمانہ کو خلق آدم سے بعد ہوتا جاتا ہے اس قدر قوی ضعیف ہوتے جاتے ہیں۔ اس پر مشاہدہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ ناطق ہیں، ان میں سے حدیث ابی ہریرہؓ جو مرفوع و متفق علیہ ہے فلم یزل الخلق ینتقص بعدہ حتی الآن ۔ یہ عمدہ صورت ہے اقوال مختلفہ میں توفیق کی ۔

بعد اس تمہید کے میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ سے تجاوز کر گئی تھی لیکن آپ کے سر مبارک اور ریش مبارک میں گنتی کے بیس بال سے کم سفید تھے۔ بخاری و مسلم میں انسؓ سے روایت ہے:

و توفّاہ علی رأس ستین سنۃ و لیس فی رأسہ و لحیتہ عشرون شعرۃ بیضاء وعن ثا بت قال سئل انس عن خضاب رسول اللہ فقال انہ لم یبلغ ما یخضب لو شئت....

حضرت عیسیٰؑ آپ ﷺ سے چھ سو برس پہلے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اس زمانے کے قوی بہ نسبت آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے ضرور قوی تر ہوں گے۔ پس ہرگز یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ ۳۳ برس کی عمر میں حضرت عیسیٰؑ کے بالوں میں سفیدی مخلوط ہو گئی ہو...

... ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ جس سن میں حضرت عیسیٰؑ اٹھائے گئے ہیں وہ سن شباب تھا نہ سن کہولت ۔ مرزا صاحب نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ کہل کے لفظ سے درمیان عمر کا آدمی مراد لیتے ہیں، مگر یہ صحیح نہیں، صحیح بخاری اور قاموس اور تفسیر کشاف وغیرہ میں کہل کے معنی جوان مضبوط کے لکھے ہیں ۔ اس کا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہے کہ صحیح بخاری میں تو ہے و قال مجاھد الکھل الحلیم ۔ جوان مضبوط اس سے کس طرح سمجھا جاتا ہے۔ اس کا جواب مرزا صاحب نے یہ دیا کہ حلیم وہ ہے جو بلغ الحلم کا مصداق ہو اور جو حلم کے زمانہ تک پہنچے وہ جوان مضبوط ہی ہوتا ہے۔ اس کا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ یہ حصر غیر مسلّم ہے کیونکہ قرآن مجید میں صفت غلام کی آئی ہے۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے فبشّرناہ بغلام حلیم ۔ اور غلام کے معنی کودک صغیر کے ہیں کما فی الصراح ۔ پس محتمل ہے کہ حلیم اس جگہ پر ماخوذ ہو حلم سے جو آہستگی

اور بردباری کے معنی میں ہے۔اس کا جواب مرزا صاحب نے کچھ نہیں دیا۔

اب میں کہتا ہوں فتح الباری میں ہے:

و قد قال ابو جعفر النّحاس ان هذا لا یعرف فی اللّغة و انّما الکهل عند هم من ...الاربعین او قاربها و قیل من جاوز الثلاثین و قیل ابن ثلث و ثلاثین....

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ کہل کے معنی جوان مضبوط کے نہ صحیح بخاری میں ہیں اور نہ قاموس اور نہ کشاف میں۔ اور کہل کے معنی جوان کے کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ شباب اور کہولت میں تضاد ہے ...اور ہر عاقل جانتا ہے کہ اجتماع ضدین محال ہے۔

☆ چھٹی دلیل سورہ زخرف (٦١) کی یہ آیت ہے

و انّه لعلم للسّاعة۔ فلا تمترنّ بها و اتبعون۔ هذا صراط مستقیم

ترجمہ شاہ ولی اللہ:

ہر آئینہ عیسی نشان است قیامت را پس شبہ نہ کنید در قیامت و بگو یا محمد پیروی من کنید ایں است راہ راست۔

شاہ رفیع الدین کا ترجمہ:

اور تحقیق وہ البتہ علامت قیامت کی ہیں پس مت شک کرو ساتھ اس کے اور پیروی کرو میری، یہ ہے سیدھی راہ۔

ترجمہ شاہ عبدالقادر:

اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا سو اس میں دھوکہ نہ کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے

فائدہ: حضرت عیسیٰؑ کا آنا نشان ہے قیامت کا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

و قوله سبحانه و تعالی و انه لعلم للسّاعة تقدم تفسیر ابن اسحاق انّ المراد من ذلک ... عیسی علیه السلام من احیاء الموتی و ابراء الاکمه و الابرص و غیر ذلک من الاسقام و فی هذا نظر و ابعد منه ما حکاه قتاده عن الحسن البصری و سعید بن جبیر ان الضمیر فی و انّه ، عائد علی القرآن بل الصحیح انّه عائد علی

عیسی فان السیاق فی ذکرہ ثم المراد بذ لک نزولہ قبل یوم القیامۃ کما قال تبارك و تعا لی و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ ای قبل موت عیسی علیہ الصّلوۃ والسّلام ثمّ یوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا و یؤیّدھذا المعنی القرأۃ الاخری و انّہ لعلم للسّاعۃ ای امارۃ و دلیل علی وقوع السّاعۃ قال مجا ھد و انّہ لعلم للسّاعۃ ای آ یۃ للسّاعۃ خروج عیسی بن مریم قبل یوم القیامۃ و ھکذا روی عن ابی ھر یرہ و ابن عباس و ابی العا لیۃ و ابی ما لک و عکر مۃ والحسن و قتادہ و ضحا ك و غیر ھم و قد توا تر ت ا لاحا دیث عن رسول اللہ ﷺ انہ ا خبر بنزول عیسی قبل یوم القیا مۃ اماماً عا دلاً و حکماً مقسطاً ۔

۔ اور بھی اس میں ہے و قال ا لاما م ا حمد حد ثنا ھاشم ..

بیضاوی میں ہے:۔

و انّہ ، و ان عیسی لعلم للسّاعۃ لان حدوثہ و نزولہ من اشراط السّا عۃ یعلم بہ .... ولان ا حیاء ہ الموتی یدل علی قدرۃ اللّہ علیہ و قریء العلم ای علامۃ و لذ کر علی تسمیۃ ما یذ کر بہ ذکرا و فی الحد یث ینز ل عیسی اعلی ثنیۃ بالا ر ض المقدسۃ ۔

تفسیر ابوالسعو د میں ہے:

و انّہ و ان عیسی لعلم للسّا عۃ ای انّہ بنز ولہ شر ط من اشرا طھا و تسمیۃ ... یجدونہ بغیر اب او با حیاء الموتی دلیل علی صحۃ البعث الّذی ھو معظم ما ینکرہ الکفرۃ من ا لامور الوا قعۃ فی السّاعۃ۔

جلالین میں ہے: و انّہ ای عیسی لعلم للسّا عۃ لعلم بنزولہ ۔

جمل میں ہے: و المعنی و ان نز ولہ علامۃ علی قرب السّاعۃ ۔

تفسیر مدارک میں ہے: ای و ان نز ولہ علم للسّاعۃ ۔

تفسیر جا مع البیان میں ہے:

و انّہ عیسی لعلم للساعۃ ای علامتھا فانّ نزولہ من اشراطھا

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ انہ کی ضمیر میں مفسرین نے تین احتمالات لکھے ہیں۔ایک یہ کہ وہ عاید ہے طرف حضرت عیسیٰؑ کے۔دوسرا یہ کہ وہ عاید ہے طرف قرآن مجید کے۔تیسرا یہ کہ وہ عاید ہے طرف آنحضرت ﷺ کے۔احتمالین اخیرین بالبداہت باطل ہیں کیونکہ قرآن مجید و آنحضرت ﷺ کا اوپر کہیں ذکر نہیں بخلاف حضرت عیسیٰؑ کے کہ ان کا ذکر قبل و بعد موجود ہے۔پس یہ بات متعین ہوئی کہ مرجع انّہ کا حضرت عیسیٰؑ ہیں۔

اب یہاں تین احتمالات ہیں: یا نزول مقدر مانا جاوے، یا معجزات یا حدوث۔احتمالین اخیرین صحیح نہیں اوران کی عدم صحت کی وجہ تحریر اول خاکسار میں موجود ہے اور مرزا صاحب نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ علاوہ اس کے یہ دونوں احتمال غیر ناشی عن الدلیل ہیں اور نزول کے مقدر ماننے پر دلیل موجود ہے۔اول حدیث ابن عباسؓ جس کو امام احمدؒ نے موقوفاً اور حاکم اور ابن مردویہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔دوسری حدیث حذیفہ بن الاسید غفاریؓ،

قال اطلع النّبیّ ﷺ علینا و نحن نتذاکر فقال ما تذکرون قالوا نذکر السّاعۃ قال انّھا لن تقوم حتّی تروا قبلھا عشر آیات فذکر الدّخان و الدّجال و الدّابۃ و طلوع الشّمس من مغربھا و نزول عیسی بن مریم۔ الحدیث۔ رواہ مسلم۔

و دیگر احادیث صحیحہ بخاری و مسلم و غیرھا کہ جو بکثرت نزول عیسیٰؑ میں وارد ہوئی ہیں اور یہی قول ابن عباسؓ و ابو ہریرہؓ و مجاہد و ابو العالیہ و ابو مالک و عکرمہ و حسن و قتادہ و ضحاک و سدی و غیرھم کا ہے اور سب مفسرین نے اس احتمال کو ترجیح دی ہے۔

یہ دلیل اگر قطعی نہیں تو قریب قطعی کے تو ضرور ہے مرزا صاحب نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ:

اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے شکی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں اور خواہ نخواہ تحکم کے طور پر اس جگہ نزول مسیح مراد لیا جائے اور وہی نزول ان لوگوں کے لئے جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں تھے نشان قیامت ٹھہرایا جاوے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا اور جن کو یہ خطاب کیا گیا کہ مسیح آخری زمانہ میں نزول کر کے قیامت کا نشان ٹھہرے گا اب تم باوجود اتنے بڑے نشان کے قیامت سے کیوں انکاری ہوتے ہو، وہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ

دلیل تو ابھی موجود نہیں پھر یہ کہنا کس قدر عبث ہے کہ اب قیامت کے وجود پر ایمان لے آ ؤ، شک مت کرو ہم نے پختہ دلیل قیامت کے آنے کی بیان کر دی۔

میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے شکی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں، آنحضرت ﷺ وابن عباسؓ وابو ہریرہؓ ومجاہد وابو العالیہ وابو مالک و عکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک وسدی وسائر مفسرین پر جنھوں نے اس آیت سے نزول عیسیٰ سمجھا ہے جہالت کا الزام لگانا ہے۔ اعاذنا اللّٰه منه۔

اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ :

اگر نزول مسیح مراد لیا جائے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا۔ الخ،

نہائت ہنسی کے لائق ہے۔ مرزا صاحب آیت کا مطلب ہی نہیں سمجھے اور منشاء غلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلا تمترنّ بها میں جو فاء سببیہ آئی ہے وہ چاہتی ہے اس امر کو کہ اس کا ماقبل سبب ہو اور مابعد مسبب۔ پس نزول عیسیٰؑ کا قیامت کی نشانی ہونا سبب ہوا قیامت میں نہ شک کرنے کا اور نزول ابھی متحقق ہی نہیں ہے پس کیسے کہا جا سکتا ہے کہ پس قیامت میں شک نہ کرو۔

جواب اس کا یہ ہے کہ نفس تحقق نزول عیسیٰ قطع نظر اس سے کہ اللہ نے اس کے علم ساعۃ ہونے کی خبر دی ہے کسی طرح پر قیامت یا قرب قیامت پر دلالت نہیں کرتا ہے، ہاں حق تعالیٰ کا یہ خبر دینا کہ نزول عیسیٰ، علم ساعۃ ہے البتہ قطعاً وقوع قیامت پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ اگر قیامت کا وقوع نہ ہو، تو نزول عیسیٰ کا علم ساعۃ ہونا باطل ہوا جاتا ہے۔ پس عیسیٰؑ کا علم ساعت ہونا اس جہت سے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے، بے شک سبب ہے عدم امتراء بالقیامۃ کا، اور اس کے نظائر قرآن مجید میں بکثرت ہیں کہ ماقبل فاء سببیت کا بنظر نفس ذات اپنی کے سبب نہیں ہے مابعد کا لیکن اس اعتبار سے کہ حق تعالیٰ نے اس ماقبل کی خبر دی ہے وہ سبب ہے مابعد کا۔

سورہ بقرہ میں ہے: الحقّ من رّبک فلا تکوننّ من الممترین۔ یہاں مراد استقبال کعبہ کا حق ہونا ہے اور یہ بغیر حق تعالیٰ کے اخبار کے سبب عدم امتراء کا نہیں ہو سکتا۔

سورہ آل عمران میں ہے: الحق من رّبک فلا تکن من الممترین۔

سورہ نساء میں ہے:

انّما المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ و کلمته القاھا الی مریم و روح منه فآمنوا باللہ و رسله و لا تقولوا ثلاثه انتھوا ھو خیر لکم

سورہ شعراء میں ہے: انّی لکم رسول اللّٰہ فا تّقوا اللّٰہ

سورہ فاطر میں ہے: انّ الشّیطا ن لکم عدوّ فاتخذوہ عدوّا۔

سورہ حم سجدہ میں ہے:

قل انّما انا بشر مّثلکم یو حی الیّ انّما الھکم الہ واحد فاستقیموا الیہ و استغفروہ

سورہ تغابن میں ہے:

زعم الّذین کفروا ان لّن یّبعثوا ۔قل بلی و ربّی لتبعثنّ ثم لتنبئونّ بما عملتم۔ و ذلک علی اللّٰہ یسیر۔ فآ منوا با للّٰہ و رسولہ و النّور الذی انز لنا۔

سورہ کوثر میں ہے: اعطینا ك الکوثر۔ فصلّ لربک و انحر

☆ ساتویں دلیل: سورہ حشر کی آیت ہے:

و ما آ تا کم الرّسو ل فخذوہ و ما نھا کم عنہ فا نتھوا

شاہ ولی اللہ کا ترجمہ:

و ہر چہ بدہد شمارا پیغامبر بگیرید و ہر چہ منع کند شمارا ازاں باز ایستید

شاہ رفیع الدین کا ترجمہ:

اور جو کہ دیوے تم کو رسول پس لے لو اس کو اور جو کچھ کہ منع کرے تم کو اس سے پس باز رہو

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ:

اور جو دیوے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو۔

موافق اس آیت کے جو احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کی گئی تو بکثرت اس باب میں احادیث صحیحہ موجود ہیں جن کا تواتر مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۵۷ میں تسلیم کیا ہے ان میں سے ہے حدیث متفق علیہ حضرت ابو ہریرۃؓ کی:

قال قال رسول اللّٰہ و الّذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مر یم حکماً عد لاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجز یۃ و یفیض المال حتّی لا یقبلہ ا حد حتی تکون السّجدۃ الوا حدۃ خیر من الدّ نیا وما فیھا ثم یقول ابو ھر یرہ فا قرؤا ان شئتم و ان من اھل

الکتا ب الّا لیؤمننّ بہ قبل مو تہ .. الآ یہ ۔

ترجمہ۔کہاابو ہریرہؓ نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نےقسم ہےاس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہےالبتہ بے شک قریب ہے یہ کہ اترے گا تم میں بیٹا مریم کا حاکم منصف ہوکر پھرتوڑے گا صلیب کواورقتل کرے گا سؤرکواورموقوف کرے گا جزیہ کواور بہے گا مال یہاں تک کہ نہ قبول کرے گا اس کو کوئی، یہاں تک کہ ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا و مافیہا سے ۔ پھر کہتے تھے ابو ہریرہؓ پس پڑھوتم اگر چاہوتم یہ آیت و ان من اہل الکتا ب ....یعنی اورنہیں ہوگا اہل کتاب میں سے کوئی مگرالبتہ تحقیق وہ ایمان لاوے گا عیسیٰؑ پرقبل مرنے ان کے۔

تقریراستدلال کی یہ ہے کہ معنی حقیقی ابن مریم کے خودعیسی بن مریم ہیں قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں بکثرت یہ لفظ وارد ہوا ہےاورسب جگہ حضرت عیسی (اصل) مراد ہیں مثیل ایک جگہ بھی مرادنہیں و النّصو ص تحمل علی ظوا ھر ھا و صرف النّصو ص عن ظواھر ھا بغیر صارف قطعی الحاد ۔ اور یہاں کوئی صارف قطعی موجودنہیں ہے۔

پس ان احادیث سے نزول خودحضرت عیسیٰؑ کا قطعاً ثابت ہوتا ہے۔مرزاصاحب نے اس دلیل کا اپنی کسی تحریر میں جواب نہیں دیا۔اگرکہا جائے کہ اخیر کی تین دلیلوں سے نزول حضرت عیسی بن مریم ثابت ہوتا ہےاورمقصودثبوت حیات تھا پس تقریب تمام نہ ہوئی،تو جواب یہ ہے کہ مقصود بالذات اثبات نزول ہےاورحیات مقصود بالعرض ہے۔پس اگرنزول موقوف حیات پر ہے اورمستلزم ہے حیات کو،تو ملزوم کے ثابت ہونے سے لازم خود ثابت ہوگیا،پس حیات ثابت ہوئی و ھو المطلو ب فی ھذا المقا م ۔اوراگرنزول حیات کومستلزم نہیں ہےتو اگرچہ حیات ثابت نہ ہوئی لیکن جومقصود بالذات تھا یعنی نزول خودحضرت عیسیٰؑ وہی ثابت ہوگیا جس کے لئے حیات عیسی ثابت کی جاتی تھی پس اثبات حیات کی کچھ حاجت نہ رہی۔

☆ آٹھویں دلیل : صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے:۔

عن ابن عباس قال خطب رسول اللّٰہ ﷺ فقال یا ایھا النّاس انکم محشورو ن الی اللّٰہ حفاۃ و عرا ۃ... ثمّ قال کما بد أ نا اوّل خلق نعیدہ وعداً علینا انّا کنا فاعلین .. الخ ۔ ثمّ قال الا وان اول الخلائق یکسی یوم القیا مۃ ابرا ھیم الا و انہ ... بر جال من ا متی لیؤخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصحابی فیقال انک لا تدری

ما ا حدثوا بعدك۔ فاقول کما قال العبد الصالح و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّ قیب علیھم فیقال ان ّھؤلا ء لم یزا لوا مر تد ین علی اعقا بھم منذ فارقتھم ۔

تر جمہ۔روایت ہے ابن عباسؓ سے کہا کہ خطبہ پڑھا رسول اللہ ﷺ نے، پس فر مایا اے لوگو بے شک تم جمع کئے جاؤ گے اللہ کی طرف ننگے پاؤں ننگے بدن بغیر ختنہ کئے۔ پھر پڑھی یہ آیت کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعداً علینا انا کنا فا علین الی آخر الا یۃ ۔ پھر فر مایا کہ آ گاہ ہو جاؤ کہ سب مخلوق سے پہلے قیامت کے دن حضرت ابرا ہیم کو کپڑے پہنا ئے جائیں گے ۔آ گاہ ہوجاؤ اور بے شک لا ئے جاویں گے چند مرد میری امت میں سے، پھر لے جاویں گے ان کو بائیں طرف ۔ پھر میں کہوں گا ، اے رب یہ میرے چھوٹے ساتھی ہیں۔ پس کہا جائے گا بے شک تو نہیں جانتا ہے کہ کیا نئی چیز یں نکالیں انہوں نے بعد تیرے۔ پس کہوں گا میں مانند کہ کہا بندہ صالح (یعنی عیسیٰ) نے و کنت علیھم شھیدا .. الخ۔ پس کہا جاوے گا کہ بے شک یہ لوگ پھر گئے اپنی ایڑیوں پر جب سے کہ چھوڑا تو نے ان کو۔

وجہ استد لا ل یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنے قول کو تشبیہ دی ساتھ قول حضرت عیسیٰؑ کے اور یہ نہیں فر مایا کہ فا قول ما قال العبد الصّا لح، یعنی پس میں کہوں گا جو کہا بندہ صالح نے ۔ اور مشبہ اور مشبہ بہ میں مغا ئرت ہو تی ہے نہ عینیت ۔ پس معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے توفّی اور حضرت عیسیٰؑ کے توفّی میں مغا ئرت ہے نہ عینیت ۔ اور آنحضرت ﷺ کے توفی تو قطعاً بذ ریعہ موت کے ہوئی پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کی توفی بذ ریعہ موت کے نہیں ہوئی بلکہ بذ ریعہ رفع واصعاد کے ہوئی جو مشابہ وہم شکل موت کا ہے اور یہی مدعا تھا۔

☆ نویں دلیل ۔اثر ابن عباس ہے جو حکماً مرفوع ہے۔ فتح البیان میں ہے:

ا خر ج سعید بن منصور و النسا ئی و ابن ابی حا تم و ابن مر دویہ عن ابن عباس قال لما اراد اللّٰہ ان یّرفع عیسی الی السّماء خر ج الی ا صحا بہ و فی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین فخر ج علیھم من عین البیت و رأسہ یقطر ماء فقال ان منکم من یّکفر بی اثنی عشرۃ مرۃ بعد ان آ من بی ثمّ قال ایّکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکا نی فیکون معی فی در جتی فقال شا ب من ا حد ثھم سناً

فقال له اجلس ثم اعاد عليهم ثم قام الشّاب فقال ا جلس ثمّ اعاد عليهم فقام الشّاب فقال انا ، فقال انت ذاك۔ فالقى عليه شبه عيسى و رفع عيسى من روزنة فى البيت الى السّماء و جا ء الطّلب من يهود فاخذوا الشّبه فقتلوه ثمّ صلبوه فكفر به بعضهم اثنى عشر مرّة بعد ان آ من به و افترقوا ثلاث فرق فقالت طائفة كان اللّه فينا ما شاء ثمّ صعد الى السما ء فهؤلا ء اليعقوبيه۔ و قالت فر قة كان فينا ابن اللّه ما شا ء ثمّ رفعه اللّه اليه و هؤلا ء النسطوريه۔ و قا لت فرقة كان فينا عبد اللّه و رسوله و هؤلا ء المسلمون۔ فتظاهر ت الكافرتان على المسلمة فقتلوا فلم يز ل الاسلام طامساً حتّى بعث اللّه محمّدا ﷺ فا نزل اللّه عليه فآ منت طا ئفة من بنى اسرائيل يعنى الطائفة التى آمنت فى زمن عيسى و كفرت طائفة يعنى التى كفرت فى زمن عيسى فايّدنا الّذين آمنوا فى زمن عيسى با ظهار محمّد دينهم على دين الكا فر ين ۔ قال ابن كثير بعد ان سا قه بهذا اللفظ عند ابن ابى حا تم قال ثنا ا حمد بن سنان ثنا ابو معا وية عن الاعمش عن المنهال ابن عمرو عن سعيد بن جبير عن ابن عباس فذ كروه و هذا اسناد صحيح الى ابن عباس و صدق ابن كثير فهؤلا ء كلّهم من رّجال الصحيح و ا خر جه النّسائى من حديث ابى كر يب عن ابى معا و ية بنحوه

ترجمہ : روایت کیا سعید بن منصور ونسائی وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے کہا انہوں نے جب ارادہ کیا اللہ نے یہ کہ اٹھاوے حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف ، نکلے حضرت عیسیٰؑ اپنے یاروں کی طرف اور گھر میں بارہ مرد تھے حواریوں میں سے۔ پس نکلے ان پر ایک چشمہ سے جو گھر میں تھا اور سر سے ان کے پانی ٹپکتا تھا۔ پس فرمایا کہ تحقیق بعض تم میں سے وہ ہے کہ کفر کرے گا میرے ساتھ بارہ بار بعد اس کے کہ ایمان لایا مجھ پر۔ پھر فرمایا کہ کون ہے تم میں سے کہ ڈالی جائے اس پر شبیہہ میری ۔ پھر قتل کیا جاوے وہ میری جگہ اور ہو میرے ساتھ میرے درجہ میں۔ پس کھڑا ہوا ایک جوان نوعمروں میں سے ۔ پس فرمایا واسطے

اسکے بیٹھ جا۔ پھر اعادہ کیا ان پر اس بات کا۔ پھر کھڑا ہوا وہی جوان۔ پھر فرمایا کہ بیٹھ جا۔ پھر اعادہ کیا ان پر اس بات کا۔ پھر کھڑا ہوا وہی جوان۔ پس کہا اس نے میں۔ پس فرمایا کہ تو وہی ہے۔ پس ڈالی گئی اس پر شبیہہ عیسی کی اور اٹھائے گئے عیسی روشن دان سے جو گھر میں تھا آسمان کی طرف۔ اور آئے تلاش کرنے والے یہود کی طرف سے۔ پس پکڑ لیا انہوں نے شبہ کو پس قتل کیا اس کو پھر سولی پر چڑھایا اس کو۔ پس کفر کیا ساتھ ان کے بعض ان کے نے بارہ بار بعد اس کے کہ ایمان لایا ان پر۔ اور متفرق ہو گئے تین فرقے۔ پس کہا ایک فرقہ نے رہا اللہ ہم میں جب تک کہ چاہا اس نے پھر چڑھ گیا آسمان کی طرف، پس یہ یعقوبیہ ہیں۔ اور کہا ایک فرقہ نے تھا، ہم میں بیٹا اللہ کا جب تک کہ چاہا اس نے پھر اٹھالیا اس کو اللہ نے اپنی طرف اور یہ نسطوریہ ہیں۔ اور کہا ایک فرقہ نے تھا ہم میں بندہ اللہ کا اور رسول اس کا، یہ مسلمان تھے۔ پھر چڑھائی کی کافروں نے مسلمانوں پر، پس قتل کیا ان کو پس ہمیشہ رہا اسلام مٹا ہوا یہاں تک کہ بھیجا اللہ نے محمد ﷺ کو پس اتاری اللہ نے ان پر یہ آیت فآمنت طا ئفة من بنی اسرا ئیل یعنی پس ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل میں سے یعنی وہ گروہ جو ایمان لایا حضرت عیسیؑ کے زمانہ میں اور کفر کیا ایک گروہ نے یعنی اس نے کہ کافر ہوا حضرت عیسیؑ کے زمانہ میں۔ پس تائید کی ہم نے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے زمانہ میں حضرت عیسیؑ کے اس طرح پر کہ محمد ﷺ نے ان کے دین کو کافروں کے دین پر غالب کیا۔ کہا ابن کثیر نے بعد اس کے کہ چلایا اس حدیث کو اس لفظ سے نزدیک ابن ابی حاتم کے کہا حدیث کی ہم کو احمد بن سنان نے حدیث کی ہم کو ابومعاویہ نے اعمش سے انہوں نے منہال بن عمرو سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباسؓ سے پس ذکر کیا اس کو اور یہ سند صحیح ہے ابن عباسؓ تک اور سچ کہا ابن کثیر نے پس یہ کل رجال رجال صحیحین میں سے ہیں اور روایت کیا اس کو نسائی نے حدیث ابی کریب سے انہوں نے معاویہ سے مثل اس کے۔

کہتا ہوں میں اس ناچیز نے سب رجال کو دیکھا تو سب رجال، رجال بخاری و مسلم کے ہیں سوائے منہال بن عمرو کے کہ وہ صرف رجال بخاری سے ہے اور اس اثر کے حکماً مرفوع ہونے پر یہ عبارت سخاوی کی دال ہے:

قال شیخنا فیه انّ ابا هریرة لم یکن یا خذ عن اهل الکتا ب و ان الصّحابی الّذی یکون کذلک اذا اخبر بمالامجال الرأی و الاجتهاد

فيه يكون للحديث حكم الرفع۔ انتهى۔

و هذا ليقتضى تقييد الحكم بالرفع بصدوره عن من لم يا خذ عن اهل الكتاب۔ انتهى۔

اور بھی اس میں ہے و اصرح منه منع ابن عباس .... لو وافق كتابنا و قال لا حاجة و كذا نهى عن مثله ابن مسعود و غيره من الصحابة۔

☆ دسویں دلیل: حدیث مرسل حسن کی تفسیر ابن کثیر میں ہے:

و قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد الله بن ابی جعفر عن ابيه حدثنا الربيع بن انس عن الحسن انه قال فی قوله تعالی انی متوفيک يعنی وفاة المنام رفعه الله فی منامه قال الحسن قال رسول اللّٰه لليهود انّ عيسى لم يمت و انّه راجع اليكم قبل يوم القيامة۔

(کہا حسن نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہود سے کہ تحقیق عیسیٰ نہیں مرے اور بے شک وہ رجوع کرنے والے ہیں تمہاری طرف دن قیامت سے پہلے)۔

اگر کہا جاوے کہ یہ حدیث مرسل ہے تو جواب یہ ہے کہ اس مرسل کی تقویت چند طرح پر ہوگئی ہے۔ اول یہ کہ حضرت حسن بصریؒ نے قسم کھا کر یہ بات کہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

قال ابن جرير حدثنا يعقوب حدثنا ابن عليه حدثنا ابو رجاء عن الحسن و ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موت عيسى و اللّٰه انّه لحیّ الآن عند اللّٰه و لكن اذا نزل آمنوا به اجمعون۔

پس معلوم ہوا کہ یہ مرسل حسن کے نزدیک قوی ہے و الّا قسم نہ کھاتے۔ دوم تہذیب میں ہے

و قال يونس بن عبيد سألت الحسن قلت يا ابا سعيد انک تقول قال رسول الله ﷺ و انک لم تدركه قال يا ابن اخی لقد سألتنی عن شیء ما سألنی عنه قبلک و لولا منزلتک عنی ما اخبرتک فی... لما تری وكان فی عمل الحجاج كل شیء سمعتنی اقول قال رسول الله ﷺ فهو عن علی بن ابی طالب غير انی فی

زما ن لا استطیع ان ا ذ کر علیاً ۔

نیز تہذیب میں ہے:

قال محمد بن ا حمد بن محمد بن ابی بکر المقد می سمعت علی بن المد ینی یقو ل مر سلات یحی بن ابی کثیر شبه الر یح ومر سلات الحسن البصری التی روا ھا عنه الثقا ت صحا ح اقل ما یسقط منها

خلا صہ میں ہے:

قال ابو زرعه کل شیء قال الحسن قا ل رسو ل اللّه ﷺ و جد ت له اصلاً .... خلا ار بعة ا حا دیث ۔

جا مع تر مذی کی کتاب العلل میں ہے:

حد ثنا سوار بن عبد اللّه العنبری قال سمعت یحی بن سعید القطان یقول ما قال الحسن فی حدیثه قال رسول اللّه ﷺ ا لا وجدنا له ا صلاً ا لّا حد یث او حد یثین ۔

سوم یہ مرسل معتضد ہے ساتھ تین آ ثار ابن عباس کے ۔ایک بیان میں کیفیت رفع عیسی کی ، دوسرا تفسیر آ یت و ان من اھل الکتا ب ا لّا لیؤمنن به قبل مو ته میں ،تیسرا تفسیر آیت و انه لعلم للسّا عة میں، کما تقدم ۔اور ان آ ثار میں سے دو کے رجال ، رجال صحیحین ہیں اور ایک حکماً مرفوع ہے اور ایک کو بعض مخرجین نے مرفوع کیا ہے اور معتضد ہے ساتھ ا ثر ابو ہریرہؓ کے جو سند کے ساتھ صحیح بخاری میں مذکور ہے اور معتضد ہے ساتھ حد یث مرفوع ابن عباس کے جو مسنداً صحیح بخاری میں مروی ہے اور معتضد ہے ساتھ آیت و ان مّن اھل الکتا ب ا لّا لیؤمننّ به قبل مو ته اور دیگر آیات شریفہ کے جو ا ثبات حیات کے لئے بیان کی گئی ہیں اور مرسل اس سے کم میں قا بل ا حتجا ج ہو جا تا ہے ۔

الفیہ میں ہے:

لکن ا ذا صح لنا مخر جه مسند او مرسل یخر جه من .. یر وی عن رجال ا لاول نقبله ۔

سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں:

و کذا یعتضد بما ذکر مع مذ ھب الشا فعی کما سیأتی من موا فقة

قول الصحابی او فتوی عوام اھل العلم ۔

پس اس مرسل کے قوی وقابل احتجاج ہونے میں کیا شک باقی رہا۔ تلک عشرۃ کاملہ۔ یہ پوری دس دلیلیں ہوئیں حیات مسیح علیہ السلام پر۔

مخفی نہ رہے کہ جو عبارات مفسرین کی تحریر چہارم میں نقل کی گئی ہیں ان سے صاف واضح ہے کہ سب اہل اسلام آنحضرت ﷺ کے وقت سے لے کر اس زمانہ تک صحابہ وتابعین وتبع تابعین وفقہاء اہل حدیث وعامہ مفسرین سب کا اعتقاد یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ مع الجسد موجود ہیں یہ کوئی نہیں کہتا کہ وہ مردہ ہیں اگرچہ اہل اسلام کا اس میں اختلاف ہے کہ اٹھائے جانے سے پہلے ان پر موت طاری ہوئی یا نہیں، جمہور اہل اسلام کا یہ مذہب ہے کہ موت طاری نہیں ہوئی اور یہی صحیح ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ موت طاری ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر زندہ کر کے مع الجسد اٹھالیا ۔ یہ کوئی بھی نہیں کہتا ہے کہ اب وہ مردہ ہیں پس جو مذہب مرزا صاحب نے احداث کیا ہے یہ قول کسی کا اہل اسلام میں سے نہیں ہے۔

مولانا سہسوانی فرماتے ہیں: اب یہاں سے شروع کی جاتی ہے نقل ان رقعوں کی جو مباحثہ دہلی کے متعلق طرفین سے لکھے گئے۔

نقل جواب اشتہارات مرزا صاحب از جانب راقم

جناب مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے اتباع پر مخفی نہ رہے کہ آپ کے اشتہارات مؤرخہ ۲۔ اکتوبر و مورخہ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء جو بمقابلہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی کے شائع ہوئے ہیں دیکھنے میں آئے۔ معلوم نہیں کہ جناب میاں صاحب نے کیا جواب دیا مگر یہ خاکسار محض بنظر احقاق حق وابطال باطل صرف حق تعالیٰ کی نصرت پر اعتماد کر کے آپ کے ساتھ مناظرے کے لئے تیار ہے اور شروط مسلّمہ مندرجہ اشتہار ۶۔ اکتوبر کو تسلیم کرتا ہے لیکن شرط ثالث میں تھوڑی سی ترمیم چاہتا ہے وہ یہ کہ یہ تو آپ خود ہی حلفاً اقرار کرتے ہیں کہ اگر میں اس بحث وفات عیسیٰ میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعوی خود چھوڑ دونگا اس میں اور زیادہ کر دیجئے کہ اگر میں اس بحث وفات عیسیٰ میں صواب پر نکلا تو صرف اتنی بات سے میرا اصل دعوی یعنی عدم نزول حضرت عیسیٰ اور میرا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہوگا بعد اختتام بحث وفات عیسیٰ کے ان دونوں امور میں بھی بلا عذر بحث کی جائے گی اور جو کوئی بھی طرفین میں سے عذر کرے گا تو گریز پر حمل کیا جائے گا اور نزول حضرت عیسیٰ صرف

ثبوت وفات عیسی سے باطل متصور نہ ہوگا۔آپ کا دعوی جو تمام اہل اسلام کے مخالف سمجھا جاتا ہے وہ تو یہی دعوی عدم نزول عیسی اور دعوی آپ کے مسیح موعود ہونے کا ہے ۔...

المعلن خاکسار محمد بشیر عفی عنہ از بھوپال محلّہ گوجر پورہ ۔۹ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

جواب مرزا صاحب:

مجھے یہ منظور ہے کہ اول حضرت مسیح ابن مریم کی وفات حیات کے بارے بحث ہو۔اس بحث کے تصفیہ کے بعد پھر ان کے نزول اور اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں مباحثہ کیا جائے اور جو شخص طرفین میں سے ترک بحث کرے گا اس کا گریز کرنا سمجھا جائے گا۔

رقعہ مرزا صاحب موسومہ حاجی محمد احمد :

مکرمی اخویم مولوی محمد احمد صاحب سلمہ ۔

...حسب استفسار آپ کے عرض کیا جاتا ہے کہ مجھے حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سے مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم میں بحث کرنا بدل و جان منظور ہے ۔پہلی بہر حال یہی بحث ہوگی بعد اس کے حضرت مولوی صاحب ان کے نزول کے بارے میں بھی بحث کر لیں۔ بحث تحریری ہو گی، ہر ایک فریق سوال یا جواب لکھ کر حاضرین کو سنا وے گا۔

خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

رقعہ اول از جانب راقم جو دہلی پہنچ کر لکھا گیا

جناب مرزا غلام احمد صاحب ...خاکسار حسب طلب جناب کے آ گیا ہے اور جناب کی سب شروط کو پہلے ہی تسلیم کر چکا ہے اور آپ بھی میری ترمیم کو قبول فرما چکے ہیں ۔آپ تاریخ و وقت واسطے مناظرہ کے تجویز فرما کر خاکسار کو مطلع کیجئے تا کہ واسطے مناظرہ کے حاضر ہو۔..

محمد بشیر عفی عنہ۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

جواب رقعہ اول:

حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ....

مجھے آپ کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی اور خط آمدہ اخویم مولوی سید محمد احسن

صاحب سے آپ کے اخلاق اور متانت اور تہذیب کا حال معلوم ہو کر دل پہلے سے ہی مشتاق ہو رہا تھا کہ اس مسئلہ میں آپ سے اظہاراً للحق بحث ہو سو الحمد للہ آپ تشریف لے آئے۔ آج مجھے بوجہ ضروریات فرصت نہیں کل انشاء اللہ القدیر کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دونگا لیکن بحث تحریری ہو گی تا ہر ایک فریق کا بیان محفوظ رہے اور دور دست کے لوگوں کو بھی رائے لگانے کا موقع مل سکے۔ سب سے اول مسئلہ حیات و وفات مسیح پر بحث ہو گی۔ حیات مسیح کا آپ کو ثبوت دینا ہو گا اس ثبوت کے بعد آپ دوسری بحث کر سکتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں ایک اشتہار بھی بھیجا جاتا ہے جس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ حیات و وفات مسیح میں کن شرائط کی پابندی سے آپ کو بحث کرنا ہو گا۔

خاکسار عبداللہ الصمد غلام احمد۔ ۲۱ مارچ ۱۸۹۱ء

رقعہ دوم:

جناب مرزا صاحب ... دیروز آپ کا رقعہ مورخہ ۲۱۔ اکتوبر وصول ہوا آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ کل انشاء اللہ کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دونگا اب تک آپ کے ایفاء وعدہ کا انتظار رہا۔ اب گذارش ہے کہ آپ اس وعدہ کا ایفاء ضرور فرمایئے۔ آپ کی یہ بات کہ بحث تحریری ہو گی خاکسار پہلے ہی تسلیم کر چکا ہے اور یہ بھی کہ سب سے اول مسئلہ حیات و وفات میں بحث ہو گی۔ اب آپ کا یہ ارشاد ہے کہ حیات مسیح کا آپ کو ثبوت دینا ہو گا، یہ بھی بسر و چشم قبول کرتا ہوں اور اس کے بعد نزول حضرت مسیح میں بحث کی جائے گی من بعد آپ کے مسیح موعود ہونے میں اور آپ بھی پہلے اس کو تسلیم فرما چکے ہیں...

خاکسار محمد بشیر عفی عنہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ۔

جواب رقعہ دوم:

مکرمی اخویم مولوی صاحب ... کل دس بجے کے بعد بحث ہو یا اگر ایک ضروری کام سے فرصت ہوئی تو پہلے ہی اطلاع دے دونگا ورنہ انشاء اللہ القدیر دس بجے کے بعد تو ضرور بحث شروع ہو گی صرف اس بات کا التزام ضروری ہو گا کہ بحث اس عاجز کے مکان پر ہو اس کی ضرورت خاص وجہ سے ہے جو زبانی بیان کر سکتا ہوں۔ جلسہ عام نہیں ہو گا صرف دس آدمی تک جو معزز خاص ہوں آپ ساتھ لا سکتے ہیں مگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید ساتھ نہ ہوں۔ اور نہ آپ کو ان بزرگوں کی کچھ ضرورت ہے۔....

مرزا غلام احمد۔ ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

جواب رقعہ سوم (جوگم ہوگیا)

جناب مولوی صاحب ... میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان تمام شرطوں کو جو میں اپنے کل کے پرچے میں لکھ چکا ہوں قبول کرنے سے کسی قسم کا انحراف یا میلان انحراف ظاہر نہ کریں گے۔ میں نے جن لوگوں کو آنے سے روکا ہے تجربۃً اور مصلحۃً روکا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ خیر و برکت اسی میں ہی بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعد از فراغ نماز جمعہ بحث شروع ہو اور شام تک یا جس وقت تک ممکن ہو سکے سلسلہ بحث جاری ہو اور دس آدمیوں سے زیادہ ہرگز ہرگز کسی حال میں آپ کے ساتھ نہ ہوں اور اس لحاظ سے کہ بحث کو بے فائدہ طول نہ ہو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔

مرزا غلام احمد بقلم خود ۲۳۔اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ ص ۲۷ (الحق الصریح ص ۱ تا ۲۷)

اور پھر فریقین میں مباحثہ ہوا جس کے متعلق مرزا غلام احمد کے فرزند مرزا بشیر لکھتے ہیں:

مولوی محمد بشیر صاحب کے ساتھ مباحثہ ہوا جس میں باہم فیصلہ ہوا تھا کہ فریقین کے پانچ پانچ پرچے ہوں گے لیکن جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ مولوی بشیر صاحب کی طرف سے اب وہی پرانی دلیلوں کا جو غلط ثابت کی جا چکی ہیں اعادہ ہو رہا ہے اور وہ کوئی نئی دلیل پیش نہیں کرتے تو آپ نے فریق مخالف کو یہ بات جتا کر کہ اب مناظرہ کو آگے جاری رکھنا تضیع اوقات کا موجب ہے تین پرچوں پر ہی بحث کو ختم کر دیا اور فریق مخالف کے طعن و تمسخر کی پرواہ نہیں کی۔

(سیرۃ المہدی ص ۹۰۔۹۱ جلد دوم)

اور مولانا محمد بشیر سہسوانی لکھتے ہیں:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم: الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید الھادین و علی آلہ واصحابہ الراشدین المھدیین۔ اما بعد بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں نے سب شرطیں اور ضدیں مرزا صاحب کی منظور کیں اور مرزا صاحب نے پھر بھی اپنے تحریر و تقریر کے خلاف کیا۔ حضرات سامعین و ناظرین آپ کو یاد رہے کہ مجھ کو مرزا صاحب نے بوساطت حاجی محمد احمد صاحب طلب کیا۔ میں آیا تو مرزا صاحب نے تحریری بحث کی شرط کی۔ میں نے منظور کی۔ مرزا صاحب نے پہلے مجمع عام میں بحث کا وعدہ کر کے پھر اپنے مکان پر

تخلیہ کی قید لگائی وہ بھی میں نے منظور کی ۔ پھر اس تخلیہ میں بھی یہ شرط کی کہ مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی عبدالمجید صاحب نہ ہوں میں نے اتماماً للحجۃ یہ بھی قبول کیا، حالانکہ یہ امر نہ مجھ کو زیبا تھا نہ مرزا صاحب کے لئے قابل اظہار تھا۔ مرزا صاحب نے گفتگو تحریری بالمواجہ ٹھہرائی تھی مگر جس وقت میں نے اپنا دعوی ان کے مکان پر لکھ کر پیش کیا، تو کہا اس کو چھوڑ جاؤ، کل دس بجے جواب دونگا ۔ میں نے یہ بھی منظور کیا ۔ اور دوسرے دن دس بجے مرزا صاحب کے مکان پر گیا اور تھوڑی دیر بیٹھا رہا مرزا صاحب کو اطلاع کرائی گئی تو خود نہ آئے اور کہلا بھیجا کہ ابھی پورا لکھا نہیں گیا ، دو پہر کو آنا۔ مرزا صاحب نے خود ہی اپنی تحریر میں لکھا تھا کہ جانبین کی پانچ پانچ تحریریں ہوں گی تا کہ بحث میں طول نہ ہو، میں نے یہ بھی منظور کیا، مگر ہنوز میری اور مرزا صاحب کی تیسری تحریر ہے اور آپ بحث ختم کرتے ہیں ۔

مرزا صاحب کے ذمہ بار ثبوت تھا، باوجود ادعاہائے چناں وچنیں میرے ذمہ رکھا۔ میں نے یہ بھی منظور کیا اور ثبوت حیات مسیح قرآن و حدیث سے پیش کیا۔ مرزا صاحب نے نہ اس کو قبول کیا اور نہ اسکا جواب حسب قاعدہ مناظرہ دیا بلکہ فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع کیا جس سے عموماً ناظرین اور سامعین نتیجہ بحث سمجھ سکتے ہیں ۔ آخر میں یہ بھی کہنا نا مناسب نہیں سمجھتا کہ قطع بحث باوجود ان تمام امور مذکورہ بالا کے مرزا صاحب ہی کرتے ہیں اور اپنے تمام رقعات کو ردّی کرتے ہیں جن میں یہ وعدہ لکھ چکے ہیں کہ اول بحث وفات و حیات مسیح میں ہو گی، پھر نزول مسیح میں اور تیسری بحث میرے (مرزا) مسیح موعود ہونے میں، جو کوئی ان میں انکار کرے اس کی گریز متصور ہو گی ۔ پس سب صاحب ایماناً اور انصافاً کہہ دیں کہ فی الواقع مرزا صاحب اپنے خیالات اور مقالات اور ایفاء وعدہ میں کس قدر سچے اور پکے اور مضبوط و قائم ہیں ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔(مرزا صاحب کو جواب تحریر سوم کے لینے پر اصرار کیا گیا لیکن حضرت نے نہ مانا مجبوراً خاکسار کی طرف سے یہ مضمون بعینہ سنایا گیا اس پر بھی مرزا صاحب نے ....اور کچھ جواب نہ دیا اور رات کو روانہ ہو گئے)

(منقول از، الحق الصریح)

مولانا محمد بشیر سہسوانی کا چوتھا پرچہ

(یعنی تحریر چہارم جو بعد انقطاع مناظرہ ۱۳۰۹ھ میں لکھی گئی۔ ربط کے لئے دیکھئے مرزا صاحب کا پرچہ سوم تحریک ختم نبوت حصہ ۶ ص ۱۶۱۔۱۷۷)

الحمد للّٰه الّذی هدانا للاسلام و ماکنّا لنهتدی لولا ان هدانا اللّٰه۔

و الصّلوة و السّلام علی سیّدنا محمّد و علی آله و صحبه اجمعین ۔

قولہ (مرزا قادیانی): امابعد اے ناظرین آپ صاحبوں پر واضح ہے کہ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب نے مجھ سے تحریری مباحثہ شروع کر کے اس بات کا ثابت کرنا اپنے ذمہ لیا تھا کہ حضرت عیسی بن مریم زندہ اپنے خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور آسمان پر اس خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔

اقول (محمد بشیر): حضرت مسیح بن مریم کا زندہ اپنے خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا آسمان پر اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود ہونا اگر چہ میرے نزدیک حق ہے مگر ابھی تک مرزا صاحب کے مقابلہ میں یہ دعوی میں نے نہیں کیا۔ بالفعل جو دعوی مرزا صاحب کے مقابلہ میں کیا گیا ہے وہ صرف یہی ہے کہ حضرت مسیح خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں مرزا صاحب نے یہ تدلیس دعوی کی شاید اس غرض سے کی ہے کہ آیت و ان من اهل الکتاب سے تو صرف حیات ثابت ہوتی ہے نہ خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا اور نہ آسمان پر اس خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہونا و هذا بعید من التقوی و الدیانة

قولہ (قادیانی): پھر چار آیتوں کو تو خود اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دیا کہ ان سے حضرت مسیح کا جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا یعنی کئی احتمال رکھتے ہیں اور قطعیۃ الدلالۃ نہیں ہیں

اقول (محمد بشیر): مخفی نہ رہے کہ قطعی الدلالۃ کی دو قسمیں ہیں ایک قطعی الدلالة لذاتها اور دوسری قطعیة الدلالة لغیرها۔ پہلی آیت تو قطعیة الدلالة لذاتها ہے اور دوسری آیات قطعیۃ الدلالۃ لغیرھا ہیں یعنی بضمن آیت و ان من اهل الکتاب۔ اور اس امر کی تصریح پہلی ہی تحریر میں خاکسار کر چکا ہے۔ پس مرزا صاحب کا عموماً اور مطلقاً یہ قول کہ پھر چار آیتوں کو تو خود اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دیا کہ ان سے حضرت مسیح کا جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا، محض افتراء بہتان ہے کیونکہ جس اعتبار اور حیثیت سے ان کو میں نے قطعی کہا ہے

اس اعتبار سے میں نے ان کو ہرگز نہیں چھوڑا۔ میں ان کو اب بھی قطعی کہتا ہوں۔

قولہ: اور فرماتے ہیں کہ جو حضرت ابن عباسؓ وغیرہ صحابی نے اس کے مخالف معنی کئے ہیں؟

اقول: اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں سے سوا ابن عباسؓ کے دوسروں نے بھی اس کے مخالف معنی کئے ہیں حالانکہ تفاسیر معتبرہ میں سوا ابن عباسؓ کے دوسرے کا قول منقول نہیں و من یدعی فعلیه البیان ۔ اگر کہا جائے کہ ابی بن کعب کی قرأۃ میں قبل موتھم ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی بن کعب کے نزدیک بھی معنی آیت کے وہی ہیں جو ابن عباسؓ کے نزدیک ہیں تو جواب یہ ہے کہ اس قرأۃ سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ معنی آیت کے ابی بن کعبؓ کے نزدیک بھی وہی ہوں جو ابن عباسؓ سے منقول ہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ اہل کتاب موجودہ زمانہ حضرت عیسیٰؑ پر اپنی موت سے پہلے ایمان لائیں گے نہ یہ کہ نزع روح کے وقت ہر ایک اہل کتاب ان پر ایمان لاتا ہے اور مجرد موته کی ضمیر کتابی کی طرف عائد کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس کے قائل کے نزدیک یہ معنی ہوں کہ ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے نزع روح کے وقت حضرت عیسیٰ پر ایمان لاتا ہے بلکہ محتمل ہے کہ ان قائلین کی یہ مراد ہو کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد ہر کتابی ان پر اپنے مرنے سے پہلے ایمان لائے گا سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے تصریح اسکے خلاف کی کردی ہے

قولہ: مولوی صاحب کی اس تقریر کا حاصل کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابن عباسؓ اور عکرمہ اور ابی بن کعب وغیرہ صحابہ نحو نہیں پڑھے ہوئے تھے۔

اقول: ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ عکرمہ صحابہ میں سے ہیں، حالانکہ یہ غلط محض ہے۔ عکرمہ تو تابعین میں داخل ہے۔ علاوہ اس کے یہ قول دلالت کرتا ہے اس پر کہ سوائے ابن عباسؓ اور ابی بن کعبؓ کے اور صحابہ نے بھی یہ معنی کئے ہیں حالانکہ یہ بھی غلط محض ہے و من ید عی فعلیه الا ثبات

قولہ: اور اگر مولوی صاحب نحوی غلطی کا ابن عباس پر الزام قائم نہیں کرتے تو پھر کیا کوئی اور بھی وجہ ہے جس کی رو سے مولوی صاحب کے خیال میں ابن عباسؓ کے وہ معنی اس آیت متنازع فیہ میں رد کے لائق ہیں جن کی تائید میں ایک قرأۃ شاذہ بھی موجود ہے۔

اقول: مخفی نہ رہے کہ ابن عباس سے جو معنی منقول ہیں اس سے ابن عباس پر الزام نحوی غلطی کا نہیں لگایا جاتا ہے بلکہ اس معنی کے رد کی اور وجوہ ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جو معنی ابن عباس سے منقول ہیں اس میں دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ، نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے خواہ زمانہ ماضی میں ہو یا حال میں یا استقبال میں مگر وہ ایمان لاتا ہے حضرت عیسیٰؑ پر اپنے مرنے سے پہلے زہوق روح کے وقت

دوم یہ کہ ، نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے جو زمانہ نزول آیت میں زندہ موجود تھے مگر وہ ایمان لاوے گا حضرت عیسیٰؑ پر اپنے مرنے سے پہلے زہوق روح کے وقت۔

پہلے معنی کے موافق الزام نحوی غلطی کا آتا ہے نہ دوسرے معنی کے موافق۔ پس محتمل ہے کہ ابن عباس نے دوسرے معنی مراد لئے ہوں۔ پس الزام نحوی غلطی کا ان کی طرف عاید نہ ہوگا۔ ہاں جو لوگ کلام ابن عباس سے پہلے معنی سمجھے ہیں جیسے نووی، صاحب تفسیر مظہری وغیرھما ان پر البتہ الزام نحوی غلطی کا عائد ہوگا۔ رہی یہ بات کہ کوئی اور بھی وجہ ہے کہ جس کی رو سے ابن عباسؓ کے یہ معنی رد کے لائق ہیں، تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ابن عباسؓ کے یہ معنی علاوہ ضعیف روایت کے قابل تسلیم نہیں بچند وجوہ۔ اول وہ وجہ جو تحریر دوم میں خاکسار نے بیان کی ہے اور مرزا صاحب نے اپنی تحریر دوم وسوم میں اس کا کچھ جواب نہیں دیا پس بمقتضائے، السکوت فی معرض البیان بیان کے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے اس کو تسلیم کر لیا۔ محصل اس کا یہ ہے کہ اس معنی کا مناط اس پر ہے کہ احتضار کے وقت ہر شخص پر وہ حق کھل جاتا ہے جس کو وہ نہ جانتا تھا اور یہ امر نفس الامر میں تینوں زمانوں کو شامل ہے۔ اب آیت کو اگر خالص استقبال کے لئے لیجئے گا تو یہ شبہ پیدا ہوگا کہ یہ امر زمانہ ماضی وحال کو شامل نہیں ہے اور یہ خلاف نفس الامر ہے۔ پس اس کلام میں یہ عیب ہوا کہ خلاف نفس الامر کا موہم ہے اور فائدہ کوئی نہیں اگر بجائے لیؤ منن لفظ یومن یا آمنون اختیار کیا جاتا تو وعید اور تحریض جو مطلوب ہے وہ بھی حاصل ہوتی اور اختصار بھی۔ پس قرآن مجید کی بلاغت جو حد اعجاز کو پہنچ گئی ہے اس کے خلاف ہے کہ ایسی عمدہ عبارت چھوڑ کر بجائے اس کے لیؤ منن اختیار کیا جاوے کہ جس میں ابہام خلاف نفس الامر ہے اور اطناب بلا فائدہ۔ دوم وہ وجہ ہے کہ جس سے سب معانی کا بطلان جو ہمارے مدعا کے مثبت نہیں ہیں ثابت ہوتا ہے خواہ وہ معانی ہوں جو اگلے مفسرین نے آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے اب تک لکھے ہیں خواہ وہ جو اس زمانہ میں مرزا صاحب اور ان کے اتباع نے اختراع کئے ہیں یا آئندہ قیامت تک کوئی اختراع کرے، اور یہ وجہ میرے نزدیک اقوی الوجوہ ہے اخیر تحریر کے لئے میں نے اس کو رکھ چھوڑا تھا اگر مرزا صاحب خلاف معاہدہ کے مباحثہ کو ناتمام چھوڑ کر دہلی سے نہ چلے جاتے تو ان شاء اللہ چوتھی یا پانچویں تحریر میں ذکر اس کا ضرور کرتا، اب میں اس کو لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی دو حال سے خالی نہیں، یا تو راجع ہے طرف حضرت عیسیٰؑ کے تو مطلوب حاصل ہے یعنی ثبوت حیات مسیحؑ، خواہ لیومنن کو استقبال کیلئے خاص کیجئے یا نہیں۔ بر تقدیر استقبال تو ثبوت مدعا

ظاہر ہے اور بر تقدیر حال، قطع نظر اس احتمال کے صحت وفساد سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ نزول آیت تک حضرت عیسیٰؑ زندہ تھے جو زمانہ رفع عیسیٰؑ سے چھ سو برس سے زائد کے بعد آیا ہے، اور اس زمانہ کے بعد وفات پر کوئی دلیل نہیں ہے، پس حیات ثابت ہوئی۔ اور بر تقدیر استمرار قطع نظر اس احتمال کے صحت وفساد سے ثبوت مدعا اظہر من الشّمس ہے اور لیؤمنن کو ماضی کیلئے لینا قطع نظر اس احتمال کے صحت وفساد سے صریح البطلان ہے کیونکہ ایسا فعل مضارع جس کے اول میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو کہیں بمعنی ماضی نہیں آیا ہے و من یدعی فعلیه البیان۔ اور یا ضمیر قبل موته کی طرف راجح طرف کتابی کے ہے۔ پھر یہاں تین احتمالات ہیں یا تو ضمیر به کی راجع ہے طرف عیسیٰؑ کے، پس ضمائر ماقبل یعنی ضمائر و ما قتلوه و ما صلبوه؛ فیه؛ منه؛ به؛ و ما قتلوه؛ بل رفعه؛ به، یہ سب آٹھ ضمائر راجع ہوئے طرف حضرت عیسیٰؑ کے اور ضمیر مابعد یعنی ضمیر یکون بھی راجع ہے طرف عیسیٰؑ کے اور صرف نص کا ظاہر سے بلا صارف قطعی جائز نہیں کما تقرر فی الاصول و الکلام۔ اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں ہے۔ اگر کہا جائے کہ بعض ضمائر ماقبل یعنی ضمیر الیه راجع طرف اللہ تعالیٰ کے ہے نہ طرف عیسیٰؑ کے، تو جواب یہ ہے کہ یہاں صارف موجود ہے۔ اثر ابن عباسؓ صارف قطعی ہو نہیں سکتا ہے کیونکہ اول تو حدیث موقوف حجت ہی نہیں ہے چہ جائے کہ قطعی ہو، دوم اس اثر کا معارض دوسرا اثر ابن عباس کا صحیح موجود ہے:

قال ابن کثیر فی تفسیره (ج ۱ ص ۴۷۶) ذکر من قال ذلک حدثنا بن بشار حدثنا عبد الرحمن عن سلیمان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس و ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته قال قبل موت عیسی ابن مریمؑ و قال العوفی عن ابن عباس مثل ذلک۔

اس اثر کے سب رجال، رجال صحیحین ہیں۔

سوم، اثر مذکور کی رواۃ مجروح ہیں۔ بیان اس کا یہ ہے کہ اثر چند طرق سے منقول ہے۔ پہلا طریق یہ ہے: حدثنا ابو حذیفه حدثنا سهیل عن ابن ابی نجیح عن مجاهد فی قوله: الا لیؤمنن به قبل موته، کل صاحب کتاب لیؤمنن بعیسی، قبل موته: قبل موت صاحب الکتاب و قال ابن عباسؓ لو ضربت عنقه لم

تخرج نفسه حتى يومن بعيسى (تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۵۷۶)۔

اول راوی ابو حذیفہ ہے۔ یہ ابو حذیفہ یا موسی بن مسعود ہے یا شیخ ہے یحی بن ہانی بن عروہ کا۔ موسی بن مسعود کا حال یہ ہے، تقریب (راوی ۷۰۱۰۔ تقریب التہذیب ص ۵۵۴) میں ہے:

صدوق سئی الحفظ و کان یصحف ،من صغار التاسعة ما ت سنة عشرين او بعدها و قد جاوز التسعين و حد يثه عند البخاری فی المتا بعا ت ۔

میزان لاعتدال جلد ۴ صفحہ ۲۲۱ میں ہے:

تکلم فيه احمد و ضعفه الترمذی و قال ابن خز يمة لا يحتج به و قال عمرو بن علی لا يحد ث عنه من يبصر الحد يث وقال ابو ا حمد الحا کم ليس بالقوی عند هم و قال ابرا هيم بن يعقو ب سمعت احمد يقول کان سفيان الذ ی يحد ث عنه ابو حذ يفه ليس هو سفيان الذی يحد ث عنه الناس و قال ابو حا تم صدوق معروف با لثوری کان سفيان لما نزل البصرة ينفذه فی حوا ئجه ولکن کان يصحف ۔

اور یحی بن ہانی بن عروہ کا شیخ مجہول ہے ۔ تقریب صفحہ ۴۰۱ میں ہے:

ابو حذ يفه منسو ب شيخ يحی بن ها نی بن عر وة مجهول من السادسة

اور طریق میں عبداللہ بن ابی نجیح یسار المکی ابو یسار الثقفی واقع ہے، وہ مدلس ہے۔

تقریب صفحہ ۱۹۱ میں ہے: و ربما يد لس من السا دسة ۔

میزان جلد ۲ ص ۵۱۵ میں ہے: قال يحی القطان لم يسمع التفسير کله من مجا هد بل کله عن القا سم بن ابی بذة ۔

اور عنعن مدلس کا مقبول نہیں ہے۔

دوسرا طریق یہ ہے: حد ثنا ابن حميد حد ثنا ابو تميلة يحی بن واضح حد ثنا حسين بن واقد عن يز يد النحوی عن عکرمة عن ابن عباس قا ل لا يمو ت اليهودی حتی يشهد عيسی عبد الله و رسوله و لو عجل عليه با السلا ح (ابن کثیر ص ۵۷۷ ج ۱)۔

پہلا راوی اس کا محمد بن حمید رازی ہے وہ ضعیف ہے۔ تقریب صفحہ ۲۹۵ میں ہے:

محمد بن حميد بن حيا ن الرازی حا فظ ضعيف ۔

کاشف میں ہے:

محمد بن حمید الرازی الحافظ عن یعقو ب بن بشیر کثیر المنا کیر و قال البخاری فیه نظر و قال النسا ئی لیس ثقة ۔

خلاصہ جلد۲ صفحہ ۳۹۶ میں ہے:

کذ به الکو سج و ابو زرعة و صا لح بن محمد و ابن فرا ش ۔

میزان الاعتدال صفحہ ۵۳۰ جلد۳ میں ہے:

محمد بن حمید الرازی الحافظ عن یعقو ب القمی و ابن المبارك من بحور العلم و هو ضعیف قال یعقوب بن شیبه کثیر المنا کیر و قال البخاری فیه نظر و کذ به ابو زرعة و قال فضلک الرازی عند ابن حمید خمسو ن الف حد یث ولا ا حد ث عنه بحرف و روی محمد بن شاذان عن اسحاق الکوسج قال قرأ علینا ابن حمید کتا ب البخاری عن سلمة فقلت اقرأه علیه ابن حمید یعنی عن سلمه فیتعجب علی و قال سمعه محمد بن حمید منّی و عن الکو سج قال اشهد انه کذا ب و قال صا لح جزرة کنا نتهم ابن حمید فی کل شئی یحد ثنا ما رأیت اجرء علی اللّه منه کان یاخذ احادیث النّاس فیقلب بعضه علی بعض و قال ابن فرا س ثنا ابن حمید و کان و اللّه یکذب و جاء عن غیر واحد ان ابن حمید کا ن یسرق الحد یث و قال النسا ئی لیس بثقة و قال صا لح الجذ ری ما ر أیت احذ ق با لکذ ب من ابن حمید و من ابن الشاذ کو فی و قال ابو علی النیشا بوری قلت لا بن خز یمة لوحد ث الاسناد عن ابن حمید فان احمد بن حنبل قد احسن الثناء علیه قال انه لم یعرفه و لو عرفه کما عر فناه لما اثنی علیه اصلاً و قال ابوا حمد الغسال سمعت فضلک الرزای یقول دخلت علی محمد بن حمید و هو یر کب الاسا نید علی المتون ۔

تیسرا طریق یہ ہے (تفسیر ابن کثیر۔ ج ا ص ۵۷۷):

حد ثنی اسحاق بن ابرا هیم بن حبیب بن الشهید حد ثنا عتاب بن

بشير عن خصيف عن سعيد بن جبير عن ابن عباس و ان من اهل الکتا ب الا لیومننّ به قبل موته قال هی فی قرأة ابی قبل موتهم لیس یهودی یمو ت ابداً حتی یومن بعیسی الحد یث کذا

اس میں راوی عتاب بن بشیر ضعیف ہے اور وہ خصیف سے روا یت کرتا ہے اور اس کی خصیف سے منکر ہیں۔ کاشف میں ہے:

قال ا حمد ا حا دیثه عن خصیف منکر ة ۔

ایسا ہی خلاصہ جلد۲ صفحہ ۲۵۸ میں ہے۔

اور اس طریق میں دوسرا راوی خصیف ہے اور وہ بہت مجروح ہے، تقریب صفحہ ۹۲ میں ہے:

الخصیف بالحا ء المهملة مضعرا ابن عبد الر حمن الجوزی ابو عون صدوق سیٔ الحفظ خلط بآ خره و رمی با لا ر جا ء من الخا مسة

کاشف میں ہے:

خصیف بن عبد الرحمن الجوزی ابو عو ن مولی بنی امیه عن سعید بن جبیر و مجاهد و عنه (اصل میں لفظ عن ہے۔ داؤد ارشد) سفیان و ابن فضیل صدوق سیّی الحفظ ضعفه ا حمد ۔

میزان جلد ا صفحہ ۶۵۳ میں ہے:

ضعفه ا حمد و قال مر ة لیس بقوی و قال ابو حا تم تکلم فی سوء حفظه و قال ا حمد ا یضاً تکلم فی الا ر جاء ۔

چوتھا طریق یہ ہے:

روی ابو دا ؤد الطیالسی عن... وشعبه عن ابی هارو ن الغنوی عن عکر مة عن ابن عباس ۔

اس میں راوی سلیمان بن داؤد الطیالسی ہے اس نے بہت احادیث کی روایت میں خطا کی ہے۔ تقریب صفحہ ۱۳۳ میں ہے:

سلیمان بن دا ؤد بن الجارود ابو دا ؤد الطیا لسی البصری ثقه حافظ غلط فی ا حا دیث من التا سعة ۔

میزان (جلد۲ صفحہ ۲۰۳) میں ہے:

قا ل ابرا هیم بن سعید الجوھری ا لحافظ اخطاء ابو دا ؤد فی الف حد یث و قا ل ابو حا تم ابو دا ؤد محد ث صدوق کثیر الخطا ء و قا ل محمد بن المنھال الضریر کنت اتھم ابا دا ؤد و قال لی لم اسمع من ابن عون ثم سا لت بعد سنۃ اسمعت من ابن عون قال نعم نحو عشرین حد یثاً

پا نچویں طر یق میں علی بن ابی طلحہ راوی ہے اس نے ابن عباسؓ سے تفسیر نہیں سنی ہے اور یہ راوی بھی ضعیف ہے اور قر أۃ شا ذہ ابی بن کعب بھی صارف قطعی نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ اس میں دو راوی ضعیف ہیں، ایک عتاب بن بشیر، دوم خصیف۔ اگر کہا جائے کہ آیت انی متوفّیک و رافعک الیّ (آل عمران آیت ۵۵) اور آیت فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّ قیب علیھم (المائدۃ آیت ۱۱۷) اس کی صارف قطعی ہے، تو جواب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں کی بحث تحریر ہذا کے آخر میں انشاء اللہ بیان کی جائے گی۔ اور اگر ضمیر بہ کی عائد کی جائے طرف اللہ تعالیٰ یا محمد رسول اللہ ﷺ کے تو ان دونو ں تقدیرو ں پر آیت و ان من اھل الکتا ب الّا لیومننّ بہ قبل موتہ (نساء آیت ۱۵۹) کو حضرت عیسیٰؑ کے قصہ سے کچھ تعلق نہیں ہوتا ہے بلکہ اجنبیت محض ہے اور حالانکہ ماقبل و مابعد میں بیان حضرت عیسیٰؑ کا ہے اور اجنبی کلام کا وسط قصہ میں بغیر کسی فائدہ کے لانا نظم قرآن کو بلاغت سے گرانا ہے۔ علاوہ اس کے ان دونوں تقدیروں کے ابطال کے اور وجوہ بھی ہیں (جو مقدمہ میں بیان کئے گئے ہیں) پس کتابی کی طرف ضمیر کے راجع کرنے میں تین احتمالات تھے وہ تینوں باطل ہوگئے۔ پس متعین ہوا کہ ضمیر قبل موتہ کی عائد طرف حضرت عیسیٰؑ کے ہے اور اس پر اور بھی دلیل ہے (جو مقدمہ میں بیان ہوئی ہے) اور یہ امر باطل ہے ابن عباس کے معنی مذکور کا وھو المطلوب

وجہ سوم، لیؤمننّ میں ایمان کا لفظ واقع ہے اور یہ لفظ سارے قرآن مجید وا حادیث میں اس ایمان کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو شرعاً نافع ومعتد بہ ہے یعنی ایمان قبل زہوق روح ۔کسی ایک جگہ بھی قرآن وحدیث میں بغیر قرینہ صارفہ کے ایمان باس کے لئے نہیں آیا۔ پس ظاہر ایمان سے ایمان قبل الباس ہے اور صرف آیت کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی کے جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی پا یا نہیں جا تا اور بالا ظاہر ہوا کہ اثر ابن عباسؓ اور قرأت شاذہ ابی بن کعبؓ مطلق صارف ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی ہے چہ جائے آنکہ صارف قطعی ہو اور ابن عباسؓ کے

معنی مذکور کے موافق ایمان سے ایمان باس مراد ہے۔

چہارم، ابن عباسؓ کے معنی مذکور کے موافق قبل موتہ کی قید لغو ہوتی ہے کیونکہ اس تقدیر پر موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف عائد ہوگی اور ظاہر ہے کہ ہر ایمان لانے والا اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا ہے بعد الموت تو متصور ہی نہیں۔ یہ قید اس تقدیر پر کلام الٰہی کو ایسا لغو کئے دیتی ہے جیسا فارسی کا یہ شعر:

دنداں تو جملہ در دہان ست چشمان تو زیر ابروان ست

پنجم: ابن عباس کے اس معنی کے موافق صرف لفظ قبل کا ظاہر معنی سے لازم آتا ہے کیونکہ ظاہر قبل موتہ کا عام ہے اس سب زمانہ کو شامل ہے جو موت سے پہلے ہے اور مقصود زمانہ زہوق روح ہے اس پر بجائے قبل موتہ کے عند موتہ یا وقت موتہ یا حین موتہ مناسب تھا۔

ششم: یہ معنی ابن عباس کے مبنی ہیں روایت مذکورہ پر اور روایت مذکورہ کے سب طرق ضعیف ہیں۔ کما مرّ آنفاً

قولہ (قادیانی): فرض کرو کہ وہ قرأت بقول حضرت مولوی صاحب کے ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے، یہ ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افتراء ہے۔ پس کیا وہ ابن عباس کے معنوں کو ترجیح دینے کے لئے کچھ بھی اثر نہیں ڈالتی۔

اقول (محمد بشیر): اگرچہ حدیث ضعیف تائید کے لئے کافی ہے لیکن ظاہر نص قرآنی یہ ہے کہ ضمیر بہ، و موتہ کی عائد طرف حضرت عیسیٰؑ کے ہے اور صارف نص کا ظاہر سے قطعی چاہیے اور روایت اس قرأۃ کی قطعی نہیں ہے۔

قولہ: ابن عباس اور عکرمہ پر یہ الزام دینا کہ وہ نحوی قاعدہ سے بے خبر تھے میری سمجھ میں نہیں آتا۔

اقول: میں نے ابن عباسؓ اور عکرمہؒ پر ہرگز یہ الزام نہیں دیا ہے یہ تو عوام کو فریب دینے کیلئے آپ کی چالاکی ہے، خدا سے ڈریئے اور ایسے افتراء سے پرہیز کیجئے۔ میں نے تو صرف ابن عباسؓ کی ایک روایت کو ضعیف و غیر معتبر کیا ہے اور اسی کے ایک معنی پر اعتراض کیا ہے کہ اس معنی کی بنا پر مخالفت قاعدہ نحویہ اجماعیہ کی لازم آتی ہے پس کیا ضرور ہے کہ بر تقدیر ثبوت اس روایت کے ابن عباسؓ کی وہی مراد ہو، ہوسکتا ہے کہ ابن عباسؓ کی مراد دوسرے معنی ہوں جو اوپر مذکور ہوئے۔ ہاں دوسرے معنی کو بھی ادلہ سے میں نے رد کیا ہے مگر اس کو الزام مخالفت قاعدہ نحویہ سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ بالجملہ میں نے ابن عباسؓ اور عکرمہؒ پر ہرگز الزام نحوی قاعدہ سے بے خبری کا نہیں دیا ہے میں

نے صرف تین کام کیئے ہیں۔ایک تکلم کیا ہے اس روایت کے رواۃ میں ۔ دوسرے اس روایت کے ایک معنی پر الزام دیا ہے مخالفت قاعدہ نحو یہ کا ، تیسرے اس روایت کے دوسرے معنی کو باطل کیا ہے با دلہ قاطعہ صریحہ۔اوران امور میں سے کوئی امر سبب طعن نہیں ہوسکتا ہے۔

﴿قولہ: اگر وہ اپنے معنوں کوقطعی الدلالۃ بنانا چاہتے ہیں تو ان کا فرض ہے کہ ان دونوں باتوں کا قطعی طور پر پہلے فیصلہ کرلیں کیونکہ جب تک ابن عباسؓ اور عکرمہ کے مخالف معنوں میں احتمال صحت باقی ہے اور ایسا ہی گو قرأت شاذہ بقول مولوی صاحب کے ضعیف ہے مگر احتمال صحت رکھتی ہے، تب تک مولوی صاحب کے معنی باوجود قائم ہونے ان تمام احتمالات کے کیونکر قطعی ٹھہر سکتے ہیں۔ ناظرین آپ خود سوچ لیں کہ قطعی معنی تو ان ہی معنوں کو کہا جاتا ہے جن کی دوسری وجوہ سرے سے پیدا نہ ہوں، یا پیدا تو ہوں لیکن قطعیۃ کا مدعی دلائل شافیہ سے ان تمام مخالف معنوں کو توڑ دے۔

﴿اقول (محمد بشیر): مخفی نہ رہے کہ اس ناچیز نے اللہ تعالی کی توفیق سے وہ تمام معانی جو مخالف میرے مدعا کے مباحثہ ہذا کے زمانہ میں ظاہر ہوئے تھے دلائل شافیہ سے توڑ دیئے ۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے اب تک مفسرین نے اس آیت کے دو ہی معنی لکھے ہیں و لا ثالث لھما۔ ایک یہ کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف عاید کی جائے۔ عام اس سے کہ بہ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف عاید ہو یا اللہ تعالی کی طرف آنحضرتﷺ کی طرف سب مآل کا ایک ہے یعنی آئندہ زمانہ میں ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب اللہ تعالی اور نبی اکرمﷺ اور حضرت عیسیٰؑ پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لاویں گے۔ یہی معنی میں نے اختیار کئے ہیں اور یہی مثبت حیات مسیح ہیں۔ دوسرے یہ کہ ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف عائد ہو، عام اس سے کہ بہ کی ضمیر اللہ تعالی کی طرف پھرے یا محمد ﷺ کی طرف پھرے یا حضرت عیسیٰؑ کی طرف، مآل ایک ہے، یعنی ہر اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے زہوق روح کے وقت اللہ تعالی وآنحضرت ﷺ وحضرت عیسیٰؑ پر ایمان لاتا ہے، اس معنی کو مع دونوں احتمالوں کے خاکسار نے باطل کر دیا اور مرزا صاحب سے اس کا کچھ جواب نہ ہوسکا اور وہ تین معانی جو مرزا صاحب اور ان کے اتباع کے مخترعات سے تھے وہ بھی باطل کر دیئے کہ جن کا کچھ جواب مرزا صاحب کی طرف سے نہ ہوسکا۔ پھر ایک تقریر آپ کے مسلمات کی بنا پر ایسی لکھی گئی ہے جس سے سارے معانی جو مخالف میرے دعوی کے ہیں، عام اس سے کہ حضرت ﷺ کے زمانہ سے اب تک کسی مفسر نے لکھے ہوں یا حال کے زمانہ میں کسی نے ایجاد کئے ہوں یا آئندہ قیامت تک کوئی ایجاد

کرے، باطل ہوگئے اور آپ سے اس کا کچھ جواب نہ ہوسکا۔ اب تحریر ہذا میں ایک دلیل تحقیقی طور پر ایسی لکھی گئی ہے جس سے معانی ماضیہ موجودہ و آیندہ و تمام احتمالات عقلیہ جو مخالف میرے دعویٰ کے ہیں قطعاً باطل ہوجاتے ہیں اس دلیل کا تحریر چہارم یا پنجم میں لکھنے کا ارادہ تھا مگر چونکہ مرزا صاحب مباحثہ ناتمام چھوڑ کر فرار کر گئے لہذا نوبت لکھنے کی نہ آئی اس لئے تحریر ہذا میں لکھی گئی الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ علی حق الحق و ابطل الباطل فما ذا بعد الحق الا الضلال

اب ناظرین با انصاف، انصاف سے فرمائیں کہ احتمالات معانی مخالفہ کا توڑنا مافوق اس کے متصور ہے جیسا کہ حق تعالی نے محض اپنے فضل سے اس عاجز کے واسطے توڑ کر ظاہر کر دیا۔

﴿قولہ: مجرد ضعیف حدیث کا بیان کرنا اس کو بکلی اثر سے روک نہیں سکتا۔

﴿اقول: مسلّم ہے کہ بکلی اثر سے روک نہیں سکتا مگر صارف قطعی ہونے سے روکتا ہے، بغیر صارف قطعی صرف نصوص عن الظواہر جائز نہیں۔

﴿قولہ: امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ فخر الآئمہ سے مروی ہے کہ میں ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں۔

﴿اقول: امام بزرگ نے تو صرف یہی کہا ہے کہ ضعیف حدیث کے ساتھ قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں، یہ تو نہیں کہا کہ ضعیف حدیث کے ساتھ ظاہر نص قرآنی کو میں چھوڑ دیتا ہوں۔ فاین ہذا من ذاک

﴿قولہ: اب کیا جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں بہ باعث ضعف راویوں کے قابل جرح یا مرسل یا منقطع الاسانید ہیں وہ بالکل پایہ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض ہیں اور کیا وہ محدثین کے نزدیک موضوعات کے برابر سمجھی جاتی ہیں۔

﴿اقول: یہ سب بے اعتبار محض اور موضوعات تو نہیں ہیں لیکن صارف قطعی بھی نہیں ہوسکتیں۔

﴿قولہ (قادیانی): ازانجملہ ایک یہ ہے کہ اہل کتاب کا لفظ اکثر قرآن کریم میں موجودہ اہل کتاب کے لئے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے بیان فرمایا گیا ہے ...الی قولہ... پھر مولوی (محمد بشیر) صاحب کے پاس باوجود اس دوسرے معنی ابن عباسؓ اور عکرمہ کے کونسی قطعی دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذکر اہل کتاب سے وہ لوگ قطعاً باہر رکھے گئے ہیں۔

﴿اقول: دلیل اس پر یہی ہے کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ دونوں ضمیریں بہ و موتہ کی حضرت عیسی کی طرف ہی عائد ہیں اور کوئی یہاں صارف قطعی پایا نہیں جاتا اور اصول و کلام میں ثابت ہے

کہ النصوص تحمل علی ظواھرھا و صرف النصوص عن ظواھرھا الحاد

قولہ (قادیانی): ازانجملہ ایک یہ کہ مولوی صاحب نے تعیین مرجع لیو منن بہ میں کوئی قطعی ثبوت پیش نہیں کیا۔

اقول (محمد بشیر): قطعی ثبوت یہی ہے کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر بہ کی عائد ہے طرف حضرت عیسیٰؑ کے اور کوئی صارف یہاں متحقق نہیں ہے۔ و قد مرّ تفصیلہ ۔ فتذکر۔

قولہ: کیونکہ تفسیر معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں حضرت عکرمہ وغیرہ صحابہ سے یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر بہ کی جناب خاتم الانبیا ﷺ کی طرف پھرتی ہے۔

اقول: ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ عکرمہ صحابہ میں داخل ہیں حالانکہ یہ غلط محض ہے۔ اس روایت کی سند اگرچہ عکرمہ تک نہایت صحیح ہے مگر یہ قول تابعی مخالف ہے ظاہر نص قرآنی کے اور قول تابعی صارف نص کا ظاہر سے ہو نہیں سکتا ہے۔ علاوہ اس کے اس تقدیر پر و ان من اھل الکتاب الا لیومننّ بہ قبل موتہ کو حضرت عیسیٰؑ کے قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے بلکہ اجنبیت محضہ ہے حالانکہ ماقبل و مابعد میں ذکر حضرت عیسیٰؑ کا ہے اور اجنبی کے ساتھ بلا فائدہ فصل خلاف بلاغت ہے۔ بالجملہ اس معنی کے رد کیلئے بھی وہ دلیل تحقیقی جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں جو سارے معانی و احتمالات مخالفہ کو رد کرتی ہے، کافی ہے۔

قولہ: اور یہ روایت قوی ہے کیونکہ مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات نہیں ٹھہر سکتا۔

اقول: بعد نزول مسیح ابن مریم کے مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات ہے اس لئے کہ بعد نزول کے حضرت مسیح، خاتم الانبیاء ﷺ کے متبع ہو کر رہیں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے پس مسیح پر ایمان لانا مستلزم ہے خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانے کو اور خاتم الانبیاء پر ایمان لانا بلاشبہ موجب نجات ہے کیونکہ وہ ایمان تمام نبیوں پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔

قولہ: اور بموجب روایت عکرمہ برعایت آپ کے نحوی قاعدہ کے یہ معنی ٹھہریں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب نبی خاتم الانبیاء ﷺ پر اپنی موت سے پہلے ایمان لے آئینگے جس ایمان کے طفیل مسیح ابن مریم پر بھی ایمان لانا انہیں نصیب ہو جائیگا

اقول (محمد بشیر): یہ معنی باطل ہیں بچند وجوہ:

اول یہ کہ ظاہر قرآن یہ ہے کہ ضمیر بہ و موتہ کی راجع طرف حضرت مسیح کے ہے اور صارف قطعی یہاں کوئی موجود نہیں ہے اور بغیر صارف قطعی صرف النص عن الظاہر غیر جائز ہے۔

دوم ۔ قبل موته کی قید اس وقت لغو ہوتی ہے کیونکہ ہر ایمان لانے والا اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا ہے ایمان بعد الموت متصور نہیں اس وقت اسی قدر کہنا کافی تھا وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به ۔

سوم یہ کہ آیت ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً ۔ (النساء ۱۵۹)۔ میں ضمیر یکون قطعاً حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع ہے اور ضمیر علیهم کا مرجع یقیناً وہ اہل کتاب ہیں جن کے ایمان لانے کا ذکر اس آیت میں ہے اور گواہ ہونا جب ہی ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ انکے ایمان لانے کے زمانہ میں زندہ موجود ہوں ۔

چہارم ۔ اگر ضمیر به کی آنحضرت ﷺ کی طرف ہوتی تو واجب تھا کہ به کی بجائے بک ہوتا کیونکہ آنحضرت ﷺ کیلئے ماقبل اس آیت کے ضمیر خطاب کی ہے قال اللہ تعالی : يسئلك اهل الكتاب ان تنزل عليهم كتاباً من السّماء (النساء ۔۱۵۳) اور مابعد یہی ضمیر خطاب کی ہے قال اللہ تعالی : لكن الرّا سخون فى العلم منهم و المؤمنون يؤمنون بما انزل اليك و ما انزل من قبلك (نساء :۱۶۲) وقال اللہ تعالی : انّا او حينا اليك (نساء : ۱۶۳) وقال اللہ تعالی : و رسلاً قد قصصنهم عليك من قبل و رسلاً لم نقصصهم عليك (نساء ۱۶۳)۔ وقال اللہ تعالی : لكن اللّه يشهد بما انزل اليك (النساء :۱۶۶)...

پنجم ، جب ضمیر به و موته کی غیر عیسیٰؑ کی طرف راجع ہوئی تو اس کو کچھ علاقہ حضرت عیسیٰؑ کے قصہ سے نہ ہوا اور حالانکہ ماقبل و مابعد حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہے پس درمیان میں بلا فائدہ کلام اجنبی کا لانا خلاف بلاغت ہے ۔

ششم ، روایت عکرمہ کے یہ معنی جو آپ نے کہے ہیں اس کے لئے کوئی سلف نہیں ۔ خود عکرمہ کا لفظ بھی صراحتاً اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے ۔ ابن کثیر (جلد ۱ ص ۵۷۷) میں ایک روایت ہے قال عكرمة لا يموت النصرانى و لا اليهودى حتى يؤمن بمحمد ﷺ ۔ اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ہر اہل کتاب اپنے مرنے کے وقت آنحضرت ﷺ پر ایمان لاتا ہے یعنی زہوق روح کے وقت ۔ پس وہ معنی جو آپ نے بیان کئے ہرگز صحیح نہیں ہو سکتے ہیں ۔ بالجملہ اس معنی کے رد کے لئے وہی دلیل تحقیقی جو اوپر لکھی گئی ، کافی ہے ۔

قولہ : اور اگر آپ اپنی ضد نہ چھوڑیں اور ضمیر ليؤمنن به کو خواہ نخواہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف ہی پھیرنا چاہیں تو باوجود اس فساد کے جس کا نقصان آپ کی طرف عائد ہے ہماری طرز بیان کا کچھ بھی

حرج نہیں کیونکہ ہمارے طور پر برعایت خالص استقبال کے پھر اسکے یہ معنی ہوں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئیں گے ...(الی قولہ) ...اب اگر ہماری اس تاویل میں آپ کوئی جرح کریں گے تو وہی جرح آپ کی تاویل میں ہوگا۔

اقول: یہ معنی بھی آپ کے باطل ہیں بچند وجوہ:

اول یہ کہ اس معنی پر صرف نص کا ظاہر سے لازم آتا ہے بغیر صارف کے کیونکہ ظاہر نص یہی ہے کہ ضمیر قبل موته کی راجع ہے طرف عیسیٰؑ کے اور صارف قطعی کوئی یہاں پایا نہیں جاتا ہے۔

دوم، قبل موته کی قید اس وقت لغو ہوتی ہے کیونکہ ایمان لانے والا اپنے مرنے سے پہلے ہی ایمان لاتا ہے ایمان بعد الموت تو متصور ہی نہیں، اس وقت یہ کلام مجانین کا سا کلام ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے مرنے سے پہلے نماز پڑھ لی ہے اور مرنے سے پہلے کھانا کھا لیا اور مرنے سے پہلے کچہری گیا اور مرنے سے پہلے سبق پڑھا وقس علی ہذا۔ تو کیا اس کو کوئی شخص عاقل سمجھے گا۔ ہرگز نہیں۔

قولہ: پس گو ابن جریر یا ابن کثیر کا اپنا مذہب کچھ ہو یہ شہادت تو انہوں نے بڑے بسط سے بیان کر دی ہے کہ اس آیت کے معنی اہل تاویل میں مختلف ہیں اور ہم اوپر ثابت کر آئے کہ مسیح ابن مریم کے نزول اور حیات پر قطعی دلالت اس آیت کی ہرگز نہیں اور یہی ثابت کرنا تھا۔

اقول: اگرچہ اس آیت کی تاویل میں اختلاف ہے مگر مجرد اختلاف، قطعیۃ کو ردّ نہیں کر سکتا ہے۔ ہم نے اوپر ثابت کر دیا کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر به و موته کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف عائد ہے اور اس ظاہر سے کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا ہے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں بلکہ الحاد ہے اور بقیہ احتمالات ومعانی کو تحقیقی والزامی دونوں طور پر بفضلہ تعالی باطل کر کے ہم نے دکھلا دیا۔ الحمد لله علی ذلک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه کما یحب و یرضی

قولہ: واضح ہو کہ قرآن میں یا عیسی انی متوفیک و رافعک الیّ (آل عمران۔ ۵۵) موجود ہے۔ قرآن کریم کے عموم محاورہ پر نظر ڈالنے سے قطعی یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام قرآن میں توفّی کا لفظ قبض روح کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے یعنی اس قبض روح میں جو موت کے وقت ہوتا ہے۔ دو جگہ قرآن مجید میں وہ قبض روح بھی مراد لیا ہے جو نیند کی حالت میں ہوتا ہے لیکن اس

جگہ قرینہ قائم کردیا ہے جس سے سمجھا گیا ہے کہ حقیقی معنی توفّی کے موت ہی ہیں۔

اقول: یہ کلام دوامر پر دال ہے

اول یہ کہ توفّی کے معنی حقیقی موت ہی ہیں اور دیگر مجازی ہیں۔

دوم یہ کہ موت کے ارادہ کیلئے قرینہ قائم نہیں کیا جاتا اور دیگر معنی کیلئے قرینہ قائم کیا جاتا ہے۔

اور یہ دونوں مسطور فیہ ہیں۔ بیان اسکا یہ ہے کہ توفی کے اصل معنی نہ موت کے ہیں نہ اس قبض روح کے جو موت کے وقت ہوتا ہے بلکہ اصل معنی اس لفظ کے قبض بتمامہ کے ہیں۔

بیضاوی میں ہے: و التّوفّی اخذ الشئی وافیاً و الموت نوع منہ۔

اور بھی بیضاوی میں ہے: فان اصلہ قبض الشئی بتمامہ

تفسیر ابوالسعود میں ہے: التّوفّی اخذ الشئی وافیاً و الموت نوع منہ

تفسیر کبیر میں ہے: التّوفی اخذ الشّیء وافیاً و الموت نوع منہ

اور بھی اسی میں ہے: التوفّی جنس تحتہ انواع بعضھا بالموت و بعضھا بالاصعاد الی السّماء۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے: و اصلہ قبض الشیء بتمامہ

تفسیر کبیر میں ہے: فثبت انّ الموت النوم یشترکان فی کون کل واحد منھا توفیاً للنفس

قسطلانی میں ہے: و التّوفّی اخذ الشیء وافیاً و الموت نوع منہ۔

اورموت ونوم کو توفّی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اخذ الشّئی پایا جاتا ہے۔ پس معنی حقیقی و اصل موضوع لہ توفّی کا یہ معنی کلی ہیں اور موت ونوم وغیرہا معنی حقیقی وموضوع لہ کے افراد ہیں اور علم اصول و بلاغت میں ثابت ہوا ہے کہ وہ لفظ جو ایک معنی کلی کیلئے وضع کیا گیا ہے جب بعض افراد میں استعمال کیا جائے گا تو یہ استعمال مجازی ہوگا اور وہ بعض افراد معنی مجازی قرار پائیں گے بلا قرینہ صارف وہ معنی کلی ہی سمجھے جائیں گے اور بعض افراد کیلئے قرینہ کی ضرورت ہوگی اسی لئے قرآن مجید میں جہاں توفّی کا لفظ بمعنی موت آیا ہے وہاں قرینہ قائم کیا گیا ہے جیسا کہ نوم کیلئے قرینہ قائم کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب نے خود ازالہ اوہام میں صفحہ ۳۳۰ سے ۳۳۳ تک تئیس مقامات قرآن مجید کے لکھے ہیں جن میں لفظ توفّی بمعنی موت آیا ہے انہی کو ہم نے بہت غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ سب جگہ قرینہ قائم ہے۔ وہ مقامات حسب تفصیل ذیل ہیں:۔

مقام اول: سورہ نساء جز ۴۔ حتی یتوفّا ھنّ الموت ۔(اس کو مرزا صاحب نے یوں نقل کیا ہے: ثمّ یتو فاھن الموت)۔ یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تو فی سے مراد اخذ الشّئی وافیاً ہے نہ موت۔ ورنہ لفظ موت بے کار ہے اور اگر لفظ موت قرینہ تعیین موت کا ٹھہرایا جائے تو معلوم ہوا کہ توفی کے معنی موت سمجھنا محتاج قرینہ ہے۔

مقام دوسرا: سورہ آل عمران جز ۴۔ و توفّنا مع الا برار پر یہاں مع الابرار قرینہ ہے ارادہ موت کیلئے۔و ھذاظاھر

مقام تیسرا: سورہ سجدہ میں ہے قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکّل بکم ۔ یہاں لفظ ملک الموت قرینہ ہے ارادہ موت کے لئے۔

مقام چوتھا: سورہ نساء جز ۵ میں ہے: ان الذین تو فا ھم الملا ئکۃ ظا لمی انفسھم ۔ یہاں لفظ ملائکہ قرینہ موجود ہے۔

۵۔سورہ مومن۔ فامّا نر ینک بعض الّذی نعد ھم او نتوفّینّک فا لینا یرجعون۔ یہاں لفظ امّا ،اور ، او ، جوکلمہ حصر ہے قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۶۔ سورہ نحل جز ۱۴۔ الذین تتو فا ھم الملا ئکۃ ظالمی انفسھم

۷۔ نیز اس (سورہ نحل) میں ہے الّذین تتوفا ھم الملا ئکۃ طیبین۔ (مرزا صاحب نے تتو فا ھم کی جگہ توفھم لکھا ہے)۔ یہاں لفظ ملائکہ بلکہ سارا قصہ قرینہ ہے ارادہ موت کا۔

۸۔حسب تحریر مرزا صاحب سورہ بقرہ جز ۱ میں ہے، یتوفون منکم۔ یہ مقام خاکسار کو نہیں ملا (یہ مقام سورہ بقرہ آیت ۲۳۴ میں ہے اور اس میں وہی قرینہ ہے جس کا بیان آگے نمبر ۹ میں آ رہا ہے۔محمد داؤد ارشد)

۹۔سورہ بقرہ جز ۲ میں ہے : و الّذین یتوفّون منکم و یذرون ازوا جاً یتربّصن بانفسھنّ اربعۃ اشھر وعشراً۔ یہاں لفظ و یذ رون ازوا جاً یتربّصن بلکہ سارے احکام جو اس مقام پر مذکور ہیں قرینہ ہیں ارادہ موت پر۔ اسی سورہ و پارہ میں دوسری جگہ ہے و الّذ ین یتوفّو ن منکم و یذرو ن ازوا جاً وصیّۃً لّازواجھم متا عاً الی الحول غیر ا خراج (بقرہ آیت ۲۴۰) ہے۔ یہاں بھی لفظ یذ رو ن اور سارے احکام قرینہ ہیں ارادہ موت پر۔ مخفی نہ رہے کہ آٹھویں مقام میں شاید سہو کاتب سے ازالہ اوہام میں بجا ۲ (دو) کے ۱ (ایک) لکھا گیا ہے۔

مقام دسواں: سورہ انعام جز ۷ میں ہے: حتی ا ذا جا ء ا حد کم الموت تو فتہ ر سلنا و ھم لا یفرطو ن۔ یہاں لفظ موت و رسل قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام گیارھواں: سورہ اعراف جز ۸ میں ہے: حتی اذا جاء تھم رسلنا یتوفّونھم ۔ یہاں لفظ رسل بلکہ سارا قصہ قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۱۲۔سورہ اعراف جز ۹ میں ہے: توفّنا مسلمین ۔ یہاں سارا قصہ قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۱۳۔سورۃ توبہ جز ۱۰۔ یتوفّی باوجود تلاش کے خاکسار نے نہیں پایا (ازالہ اوہام ص ۳۳۱ میں سہو کاتب سے انفال کی بجائے التوبہ درج ہے جیسا کہ حاشیہ روحانی خزائن ج ۳ ص ۲۶۸ میں عبدالحی ناظر اشاعت ربوہ نے صراحت کی ہے۔اور اس میں جان کندن کے وقت ملائکہ کا کفار کو عذاب کرنا، قرینہ، موجود ہے۔محمد داؤد ارشد)

۱۴۔سورہ محمد جز ۲۶۔ فکیف اذاتو فتھم الملا ئکۃ یضربو ن و جوھھم و ادبارھم ۔ یہاں لفظ ملائکہ اور یضربون و جو ھھم و اد بارھم قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۱۵۔ یونس ۱۱ جز۔و اما نرینک بعض ا لّذ ی نعد ھم او نتوفینک فا لینا مر جعھم ۔ یہاں کلمہ حصر قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۱۶۔ سورۃ یوسف جز ۱۳۔ توفّنی مسلماً و الحقنی با لصّالحین ۔ یہاں حالت دعا و لفظ مسلماً و الحقنی با لصّالحین قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۱۷۔سورہ رعد ۔آیت ۴۰۔ و ان مّا نر ینک بعض الذی نعد ھم او نتو فینک یہاں کلمہ حصر دلیل ہے ارادہ موت پر۔

۱۸۔سورہ مومن جز ۲۴۔ و منکم من یتو فی من قبل ۔ یہاں ما قبل اس کا یعنی ثمّ لتبلغوا اشدّ کم ثم لتکونوا شیو خاً قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۱۹۔ سورہ مومن جز ۲۴۔او نتو فینک ۔ازالہ اوہام میں یہاں دو غلطیاں ہیں۔اول بجائے پارہ ۲۴ کے پارہ ۱۴ لکھا ہے، دوم یہ آیت پہلے ہو چکی ہے یہاں مکرر لکھی گئی ہے۔

مقام بیسواں ۔نحل جز ۱۴۔ و اللّٰہ خلقکم ثم یتوفّا کم و منکم من یردّ الی ارذل العمر۔ یہاں ومنکم من یرد الی ارذل العمر قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام اکیسواں ؛ حج ۔ جز ۱۷۔ و منکم من یتوفی ومنکم من یردّ الی ار ذل العمر ۔ یہاں و منکم من یرد الی ا ر ذل العمر قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام بائیسواں ۔ سورۃ زمر۔ جز ۲۲۔ اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا ۔ یہ آیت اول دلیل ہے مرزا صاحب کے خلاف مطلوب پر، یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ توفّی کا لفظ موت ونوم دونوں کیلئے آتا ہے اور دونوں استعمالوں میں قرینہ کی حاجت ہے۔

موت کیلئے یہاں قرینہ لفظ حین موتھا ، اور نوم کے لئے والتی لم تمت فی منامھا موجود ہے ۔

مقام تیسواں ۔ الانعام ۔ جزء ۷ ۔ و ھو الذی یتوفاکم باللیل یہاں توفّی سے نوم مراد ہے اور قرینہ لفظ باللیل ہے یہاں سے بخوبی ثابت ہوا کہ لفظ توفّی کا موضوع لہ معنی کلی یعنی اخذ الشئی وافیاً ہے اور موت اور نوم کے معنی کیلئے قرینہ کی حاجت ہے ۔ پس جب تک کوئی قرینہ قطعیہ قائم نہ ہوگا تو اسکے معنی کلی سے صرف نہ کیا جائے گا کیونکہ النصوص تحمل علی ظواھرھا و صرف النصوص عن ظواھرھا الحاد قاعدہ مقررہ ہے اور یہ بھی اپنی جگہ ثابت ہوا ہے کہ اللفظ یحمل علی الحقیقۃ ما لم یصرف عنھا صارف ۔

﴾قولہ : بہرحال جب کہ تمام قرآن میں لفظ توفّی کا قبض روح کے معنوں میں آیا ہے اور احادیث میں ان تمام مواضع میں جو خدا تعالی کو فاعل ٹھہرا کر اس لفظ کو انسان کی نسبت استعمال کیا ہے جابجا موت ہی کے معنی لئے ہیں تو بلا شبہ یہ لفظ قبض روح اور موت کے لئے قطعیۃ الدلالۃ ہوگیا ۔

﴾اقول (محمد بشیر) : اس میں کلام ہے بدو وجہ ۔ اول یہ کہ اگرچہ لفظ توفّی قرآن و احادیث میں بہت جگہ موت کے معنی میں آیا ہے مگر کوئی ایک جگہ بھی ایسی نہیں کہ قرینہ وہاں قائم نہ کیا گیا ہو اور معنی حقیقی ہونا موت کا جب ثابت ہو کہ کوئی ایسی جگہ قرآن وحدیث میں آپ بتائیے کہ بلا قیام قرینہ یقینی طور وہاں موت مراد ہو ۔ دوم یہ کہ یہ آیت ذوالوجوہ ہے اور مفسرین قدیماً وحدیثاً اسکے معنی میں چند تاویلات لکھتے چلے آتے ہیں اور جو معنی آپ نے کہے وہ کسی نے نہیں کہے ہیں ۔ اور جب آپ نے آیت و ان من اھل الکتاب کا اس وجہ سے کہ وہ ذوالوجوہ ہے قطعیۃ الدلالۃ ہونا تسلیم نہیں کیا حالانکہ وہ معنی بھی تفسیروں میں موجود ہیں جو احقر نے بیان کئے ۔ پس آیت انی متوفیک کو جو ذوالوجوہ ہے اور آپ کے مخترعہ معنی ایک تفسیر میں بھی نہیں لکھے ہیں ، یعنی مخترع کو قطعی الدلالۃ کہنا بڑی جسارت و جرأت ہے حدیث اذا لم تستحی فاصنع ما شئت (بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب ۵۴ ۔ الحدیث ۳۴۸۳، ۳۴۸۴ ۔ یعنی جب تم کو شرم نہیں تو جو چاہے سو کرو) کو یاد کر لیجئے ۔ اور وعید من فسر القرآن برأیہ فلیتبوّأ مقعدہ من النار (یعنی جو قرآن کی تفسیر اٹکل سے کرے وہ اپنی جگہ دوزخ میں سمجھ لے) (ترمذی کتاب التفسیر باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ ، بالفاظ مختلفۃ ، الحدیث ۲۹۵۰، ۲۹۵۱ ۔ وابوداؤد کتاب العلم باب الکلام فی کتاب اللہ بلا علم ۔ الحدیث ۳۶۵۲ ۔ سند ضعیف ہے اور جو الفاظ مؤلف مرحوم نے نقل کئے ہیں ان الفاظ سے یہ روایت غزالی نے احیاء العلوم ج ا ص ۳۸ میں ذکر کی ہے اور علامہ عراقی نے ترمذی وغیرہ کا حوالہ دیا ہے مگر المغنی عن حمل الاسفار ج ا

ص ۳۸۔ترمذی میں یہ روایت تو موجود ہے مگر الفاظ مختلف ہیں۔مولانا سہسوانی نے فقط الفاظ نقل کئے ہیں حوالہ وغیرہ نہیں دیا۔اوران الفاظ سے مجھے یہ روایت نہیں ملی ۔ واللہ اعلم۔ داؤدارشد) کا بھی لحاظ رکھے۔اب ہم اس آیت کے ذوالوجوہ ہونے کے لئے چند تفاسیر کی عبارت نقل کرتے ہیں:

معالم میں ہے:

و اختلفوا فی معنی التوفی منها قال الحسن والکلبی و ابن جر یج انّی قا بضک و را فعک من الدّنیا الیّ من غیر موت بد نک یدل علیه قوله تعالی فلمّا توفّیتنی اے قبضتنی الی السّماء وانا حیّ لانّ قو مه انّما تنصروا بعد رفعه لا بعد موته فعلی هذا للمتوفی تاویلان ا حد هما انّی را فعک الیّ وا فیاً لم ینا لوا منک شیئاً من قولهم توفّیت منه کذا و کذا و استوفیته اذا اخذ ته تا ماً ۔ و الآخر انّی متسلمک من قولهم توفیت منه کذا ای تسلمته و قال الر بیع بن انس المراد با لتّوفّی النّوم وکان عیسی قد نام فرفعه اللّٰه نا ئماً الی السّماء معنا ها انی منیمک و را فعک الیّ کما قال اللّٰه تعا لی و هو الّذی یتوفّا کم با للیل ای ینیمکم وقال بعضهم المراد بالتوفّی الموت و روی علی بن طلحة عن ابن عباسؓ انّ معناه انّی ممیتک یدل علیه قوله تعا لی قل یتوفّا کم ملک الموت فعلی هذا له تا ویلان۔ ا حدهما ما قاله وهب تو فّی اللّٰه عیسی ثلاث ساعات من النّهار ثمّ ا حیا ہ و رفعه اللّٰه الیه قال محمد بن اسحاق انّ النّصاری یزعمون انّ اللّٰه تعالی توفّاه سبع ساعا ت من النّهار ثمّ احیاه و رفعه الیه والآخر ما قاله الضحا ك و جماعة ان فی هذه الآیة تقدیماً و تاخیراً و معناه انّی را فعک الیّ و مطهّرك من الّذین کفروا و متو فّیک بعد انزا لک من السّماء ۔

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ بعض نے متو فیک کے معنی یہ کئے ہیں کہ تجھ کو زندہ اٹھا لونگا اور بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ نیند میں اٹھا لونگا اور بعض نے یہ تفسیر کی کہ موت چکھا کر زندہ اٹھا لونگا۔

تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۶۶ میں ہے:

اختلف المفسّرون فی قولہ تعالی انّی متوفّیک و را فعک الیّ ، فقا ل قتادہ و غیرہ ھذا من المقدم و المؤخر تقدیرہ انّی را فعک الیّ و متوفّیک یعنی بعد ذ لک و قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس انّی متوفیک ای ممیتک و قال محمد بن اسحاق عمن لا یتھم عن و ھب بن منبہ قال تو فاہ اللّٰہ ثلاث ساعا ت من اوّل النھار حین رفعہ اللّٰہ قال ابن اسحاق و النصاری یزعمو ن انّ اللّٰہ توفّاہ سبع ساعا ت ثمّ ا حیاہ قال اسحاق بن بشیر عن ادریس عن و ھب اماتہ اللّٰہ ثلا ثہ ایّام ثمّ بعثہ ثمّ رفعہ قال مطر الوراق انّی متوفّیک فی الدّ نیا و لیس بوفات موت وکذا قا ل ابن جریر توفیہ ھو رفعہ و قال ا لا کثرو ن المراد بالوفاۃ ھنا النوم کما قال اللّٰہ تعالی : و ھو الّذی یتوفّا کم باللیل.. الآ یۃ ۔ و قال : اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا۔ الآیۃ ۔ و کان رسول اللہ ﷺ یقول اذا قام من النّوم الحمد للّٰہ الّذی احیانا بعد مااماتنا۔ الحدیث ۔

حاصل ترجمہ اس کا بھی وہی ہے جو اوپر گزرا۔ غرض مرزا صاحب کے معنی سلف میں سے کسی نے نہیں کئے ۔

تفسیر بیضاوی میں ہے :

یا عیسی انّی متوفّیک، ای مستوفی اجلک و مؤخرك الی اجلک المسمّی عا صماً ایّاك من قتلھم او قابضکم من الارض من توفیت الیّ او متوفّیک نا ئماً اذ روی انہ رفع نا ئماً او ممیتک عن الشّھوا ت العا ئقۃ عن العرو ج الی عالم الملکو ت و قیل اماتہ اللّٰہ سبع ساعا ت ثمّ رفعہ الی السّماء و الیہ ذھب النّصاری ۔

کشاف جلد ا صفحہ ۳۶۶ میں ہے:

انّی متوفّیک ای مستوفی ا جلک و معناہ انّی عا صمک من ان یقتلک الکفار و مؤخرك الی ا جل کتبتہ لک و ممیتک حتف انفک لا قتلاً باید یھم و را فعک الیّ الی سما ئی و مقر ملا ئکتی و

مطهّرك من الّذ ین کفروا من سوء جوا رهم و خبث صحبتهم ۔ وقیل متوفّیک، قابضک من الارض من توفیت مالی علی فلان اذا استوفیته ۔ و قیل ممیتک فی وقتک بعد النّزول من السّماء و رافعک الآن ۔و قیل متوفی نفسک بالنّوم من قوله و الّتی لم تمت فی منامها و را فعک و انت نا ئم حتی لا یلحقک خوف و تستقیظ و انت فی السماء امن مقر ب۔

تفسیر کبیر میں ہے:

انّی متوفّیک ونظیره قوله تعالی حکایة عنه فلما توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیهم و اختلف اهل التّاویل فی ها تین الآیتین علی طریقین۔ ا حد هما اجراء الآیة علی ظاهرها من غیر تقدیم ولا تاخییر فیها۔ و الثّا نی فر ض التقدیم و التاخیر فیها۔ اما الطر یق الا ولی فبیا نه من و جوه ۔

الاوّل معنی قوله انّی متوفّیک ای انّی متمّم عمرك فحینئذ توفیک ؟ فلا اترکهم حتی یقتلوك بل انا را فعک الی سمائی و مقرّبک بملائکتی و ا صونک عن ان یّتمکنّوه من قتلک و هذا تاویل حسن ۔ و الثّانی متوفّیک ای ممیتک وهو مروی عن ابن عباس و محمد بن اسحاق قالوا و المقصود ان لا یصل اعداه من الیهود الی قتله ثمّ انّه بعد ذلک اکرمه بانّ رفعه الی السّما ء ثمّ اختلفوا علی ثلا ثه اوجه احدها قال وهب توفّی ثلاث ساعا ت ثمّ رفع ، ثا نیها قال محمد بن اسحاق توفّی سبع ساعا ت ثمّ ا حیاه اللّه و رفعه۔ الثّا لث : قال الرّبیع بن انس انّه تعالی توفّاه حین رفعه الی السّما ء قال تعالی: اللّه یتوفّی الانفس حین موتها والّتی لم تمت فی منا مها ۔ الو جه الرا بع فی تا ویل ا لآیة انّ الوا ؤ فی قو له متوفّیک و را فعک لا یفید التّر تیب فالآ یة تد لّ انّه تعالی یفعل به هذه الافعال فاما کیف یفعل و متی یفعل فالامر فیه موقوف علی

الدّ لیل و قد ثبت با لدلیل علی انّه حیّ و ورد الخبر عن النّبی ﷺ انّی سینزل و یقتل الدّ جال ثمّ انّه یتوفّاه بعد ذ لک ۔ الوجه الخامس فی التّاویل ما قاله ابوبکر الواسطی وھو ان لمراد انّی متوفّیک عن شھوا تک و حظوظ نفسک ثمّ قال و را فعک الیّ و ذ لک لا ن من یصرف اینا؟؟ عما سوی اللّٰه لا یکو ن له و صول الی مقام معرفة اللّٰه وایضاًفعیسی لما رفع الی السّما ء صار حا له کحال الملا ئکة فی زوا ل الشّھوة و الغضب و الاخلاق الذ میمة ۔ و الوجه السّادس ان التّوفّی ا خذ الشئی وافیاً و لما علم ان من الناس من یخطر ببا له انّ الّذی رفعه اللّٰه و رو حه لا جسده ذکرھذا الکلام لیدل علی انه علیه الصّلوة و السّلام رفع بتمامه الی السّماء بروحه و بجسده و یدلّ علی صحة ھذا التاویل قوله تعالی وما یضرو نک من شئی ۔ و الو جه السابع انّی متوفّیک ای اجعلک کا لمتو فّی لانّه اذا رفع الی السّماء و انقطع خبره و ا ثره عن ا لارض کان کالمتوفّی و اطلاق اسم الشئی علی ما یشابه فی اکثر خوا صه و صفا ته جائز حسن ۔ الوجه الثّامن المتوفّی ھو القبض یقال و فانی فلان درا ھمی و اوفانی و توفینا منه کمایقال اسلم فلان درا ھمی الیّ و تسلمنا منه و قد یکون ایضاً توفّی بمعنی استوفی و علی کلا الو جھین کان ا خرا جه من ا لارض و اصعاده الی السّما ء تو یاً له ۔ فان قیل فعلی ھذا الو جه کان التّوفّی عین الرفع الیه فیصیر قوله و را فعک الیّ تکرار ، قلنا قو له: انّی متوفّیک یدلّ علی حصول التّو فّی و ھو جنس تحته انوا ع بعضھا بالموت و بعضھا بالاصعاد الی السّماء فلما قا ل بعده و را فعک الیّ کا ن ھذا تعیینا للنوع و لم یکن تکراراً ۔ الوجه التا سع ان یقدر فیه حذ ف المضا ف و التقدیر متو فی عملک بمعنی مستو فی عملک و را فعک الیّ ای رافع عملک الیّ و ھو کقو له الیه یصعد الکلم الطیب و المراد من ھذه

الآ ية انه تعا لی بشره بقبو ل طا عته و اعما له و عر فه ان ما یصل الیه من المتا عب و المشاق فی ثمثیة ؟؟ دینه و اظهار الشر یعة من الاعداء فهو لا یضیع اجره و لا یهدم ثوا به فهذه جملة الو جوه المذکوره علی قو ل من یجر ی الآ یة رلی ظاهرها الطر یق الثا نی و هو قو ل من قا ل لا بد فی الآ یة من تقدیم و تا خیر من غیر ان رفعه حیاً و الواو لا یقتضی التر تیب فلم یبق ا لا ان یقو ل فیها تقدیم و تاخیر و المعنی انی را فعک و مطهر ك من الذین کفروا و متو فیک بعد انزا لی ایا ك فی الد نیا و مثله من التقدیم و التا خیر کثیر فی القر آن و اعلم ان الو جوه الکثیرة التی قد منا هاتغنی عن التزا م مخا لفة الظا هر و الله اعلم ۔

(خلا صہ اس کا یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں دس اقوال ہیں جو سب کے سب مرزا صا حب کے معنی کے مخالف ہیں۔جنھوں نے متو فیک کے معنی موت کے کئے ہیں انہوں نے ساتھ ہی را فعک کے معنی رفع جسمانی اور حیات مسیح کی تصریح کر دی ہے)

فتح البیان میں ہے:

قال الفراء انّ فی الکلام تقد یماً و تاخیراً تقدیره انّی را فعک و مطهّرك بعد انزا لک من السّماء قال ابو زید متوفّیک قابضک و قیل الکلام علی حاله من غیر ادعاء تقدیم و تاخیر فیه؟ و المعنی کما قال فی الکشّاف مستوفی ا جلک و معناه انّی عا صمک من ان یقتلک الکفّار و مؤخّر اجلک الی ا جل کتبته لک و ممیتک حتف انفک لا قتلاً بایدیهم عن مطر الوراق قال متوفّیک من الدنیا لیس بوفاة موت و انّما احتاج المفّسرون الی تا ویل الوفاة بما ذکر لانّ الصحیح انّ اللّه تعا لی رفعه الی السّماء من غیر وفاة کما رجحه کثیر من المفسّرین و اختاره ابن جریر الطبری وجه ذلک انه قد صح فی الاخبار عن النّبی ﷺ نزوله و قتله الدجال و قیل انّ اللّه سبحانه توفّاه ثلاث ساعات من نهار ثمّ رفعه الی السّماء وفیه

ضعف وقیل المراد با لوفاۃ ھنا النوم و مثلہ : ھو الّذی یتوفّا کم باللیل، اے ینیمکم و بہ قال کثیرون و قیل الواو فی قولہ و رافعک لا تفید الترتیب لانھا المطلق الجمع فلا فر ق بین التقدیم و التا خیر قا لہ ابن البقاء قال ابو بکر الواسطی المعنی انّی متوفّیک عن شھوا تک و خطو ظ نفسک و ھذا با لتحر یف اشبہ منہ با لتفسیر

یہاں سے ذو الو جوہ ہو نا اس آ یت کا ثا بت ہوا اور یہ بھی ثا بت ہوا کہ جو معنی مرزا صاحب نے کہے وہ کسی مفسر نہیں لکھے۔ مفسرین کے دو ہی مذہب اس با ب میں ہیں ۔ یا تو یہ کہ زندہ اٹھائے گئے ۔ یا یہ کہ اللہ تعالی نے ان کو مار پھر زندہ کیا اور زندہ اپنی طرف اٹھا لیا۔ یہ کسی کا مذہب نہیں کہ وہ اب بھی مردہ ہیں ۔ اگر کہا جا وے کہ ان تفا سیر سے معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ نے تفسیر انّی متوفّیک کی انّی ممیتک کے سا تھ کی ہے تو جوا ب یہ ہے کہ اہل تفسیر نے ابن عباسؓ کے اس قول کی تا ویل کی ہے اور تا ویل ضروری ہے اس کہ وہ اثر ابن عباسؓ کے (اور آیت و انہ لعلم للسّا عۃ کی تفسیر خروج عیسی بن مریم قبل یوم القیامۃ ابن عباس سے موقو فاً و مرفو عاً نقل ہو چکی ہے ۔ پس جب ان تین آ یتوں میں ابن عباسؓ رفع جسمانی و نزول کو پکار رہے ہیں تو پھر تفسیر ممیتک کی جس میں واؤ مطلق جمع کے لئے ہے مرزا صاحب کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی ۔ یہ تین اثر ابن عباسؓ کے صریح بتلا رہے ہیں کہ ابن عباسؓ حیات مسیح کے قائل ہیں اور یہ بھی کہ ان کے نزدیک آیت متو فّیک و را فعک میں تر تیب زمانی نہیں) کے جو بسند صحیح مروی ہیں اس اثر کے معارض (یعنی جب اس کو مرزا کے فہم کے مطابق لیا جائے) و مخا لف ہیں ۔

اول وہ جو ابن کثیر و غیرہ میں مرقو م ہے عن ابن عباس وان من اھل الکتاب الالیؤ مننّ بہ قبل موتہ قال قبل موت عیسی ابن مر یم علیہ السلام (یعنی سب اہل کتاب حضرت عیسی کے مرنے سے پہلے ایمان لے آ ویں گے)،اور اس کی سند او پر مرقوم ہوئی ۔

دوم وہ جو فتح البیان وغیرہ میں مرقوم ہے:

ا خر ج سعید بن منصور و النسا ئی و ابن ابی حا تم و ابن مردویہ عن ابن عباس قال لمّا اراد اللّٰہ ان یرفع عیسی الی السّماء خرج الی ا صحا بہ و فی البیت ا ثنا عشر ر جلاً من الحوا ر یین فخرج علیھم من عین فی البیت و رأسہ یقطر ماءً فقال ان منکم من یکفر بی اثنی

عشر مر ةً بعد ان آ من بی۔ ثمّ قال ا یّکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی و یکون معی فی در جتی فقام شا ب من ا حد ثهم سناً فقال له اجلس۔ ثمّ اعاد علیهم فقام الشّا ب فقال اجلس۔ ثمّ اعاد علیهم فقام الشّاب فقال انا۔ فقال انت ذا ك۔ فالقی علیه شبه عیسی و رفع عیسی من روزنة فی البیت الی السّماء قال و جاء الطّلب من الیهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثمّ صلبوه فکفر به بعضهم اثنی عشر مرةً بعد ان آمن به و افتراقوا ثلث فر ق فقالت طائفة کان اللّه فینا ما شاء ثمّ صعد الی السّما ء فهؤلاء الیعقوبیه و قالت فرقة کان فینا ابن اللّه ما شاء ثمّ رفعه اللّه الیه و هؤلا النسطوریه و قالت فرقة فینا عبداللّه و رسوله وهؤلا ء المسلمون۔ فتظاهرت الکافرتان علی الملةفقتلوها فلم یزل الاسلام طا مساً حتّی بعث اللّه محمد ﷺ فانزل اللّه علیه فآمنت طائفة من بنی اسرائیل یعنی طائفةالتی آمنت فی زمن عیسی و کفر ت طائفة الّتی کفرت فی زمن عیسی فایّدنا الّذین آمنوا فی زمن عیسی با ظهار محمد دینهم علی دین الکا فرین قال ابن کثیر بعد ان سا قه بهذا ا للفظ عند ابی حا تم قال حد ثنا ا حمد بن سنان حد ثنا ابو معاویه عن الاعمش عن المنها ل بن عمر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فذ کره و هذا اسناد صحیح الی ابن عباس و صدق ابن کثیر فهؤلا ء کلّهم رجال الصحیح وا خرجه النسائی من حد یث ابی کر یب عن ابی معا ویه بنحوه و قد رویت قصة علیه السلام من طرق بالفاظ مختلفة و ساقها عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر علی صفة قر یبة مما فی ا لانجیل ۔ (اسکا تر جمہ پہلے گذر چکا۔ خلا صہ اس کا یہ ہے کہ ابن عباسؓ آیت رفعه اللّه کی تفسیر یوں بیان کر تے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالی نے بجسدہ العنصر ی آسمان پر زندہ اٹھالیا)

یہاں سے تا ویل کی ضرورت ثا بت ہوئی اب اگر کوئی کہے کہ اگر چہ یہ آیت ذوالو جوہ ہے مگر مرزا صا حب نے سب و جوہ واحتما لا ت با طل کر دیئے اس طر ح پر کہ معنی حقیقی توفّی کے

موت کے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اوپر معلوم ہوا کہ توفی معنی حقیقی موت کے ہرگز نہیں بلکہ معنی حقیقی اخذ الشّیء وا فیاً ہیں اور موت معنی مجازی توفّی کے ہیں۔ اسی واسطے جس جگہ قرآن مجید و حدیث میں توفّی بمعنی موت آیا ہے تو وہاں قرینہ قائم ہے۔ علاوہ اس کے آیت و ان من اھل الکتاب میں بھی جتنے احتمالات ہمارے مخالف تھے سب ہم نے بفضلہٖ تعالیٰ الزامی و تحقیقی طور پر باطل کر دیئے۔ خواہ وہ احتمالات ہوں کہ زمان نزول آیت سے آج تک مفسرین لکھتے چلے آئے ہیں خواہ وہ جو مرزا صاحب اور ان کے اتباع نے فی زماننا تراشے ہیں، خواہ وہ جو قیامت تک آئندہ نکالے جاویں۔ پس اس آیت کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

قولہ (قادیانی): اور بخاری جو اصح الکتب ہے اس میں بھی تفسیر آیت فلما توفیتنی کی تقریب میں متوفیک کے معنی ممیتک لکھا ہے۔

اقول (محمد بشیر): جواب اس کا بدو وجہ کے۔

اول یہ کہ یہ روایت معارض و مخالف ہے ان دو روایتوں صحیح کے جن کا ذکر اوپر ہوا، اسی ضرورت سے علما نے اس روایت کو مأوّل کیا۔

دوم راوی اس کا علی بن طلحہ ہے۔ قسطلانی میں ہے:

و قال ابن عباس فیمارواہ ابن ابی حاتم من طریق علی بن طلحہ عنہ فی قولہ تعالیٰ یا عیسی انّی متوفّیک ، معناہ ممیتک

اور علی بن ابی طلحہ کو ابن عباسؓ سے ملاقات نہیں ہے اور ضعیف ہے۔ تقریب میں ہے:

علی بن ابی طلحہ سالم مولی بنی العباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس و لم یرہ ، من السّادسہ صدوق قد یخطی ۔

خلاصہ میں ہے:

عن ابن عباس مرسلاً و عن مجاھد و القاسم و عن ہثور بن یزید و معمر و الثوری قال احمد لہ اشیاء منکرات و قال القسوی ضعیف

کاشف میں ہے: قال احمد لہ اشیاء منکرات

میزان میں ہے:

قال احمد بن حنبل لہ اشیاء منکرات و قال دحیم لم یسمع علی بن ابی طلحہ التفسیر عن ابن عباس انتھی ملخصاً

اور بخاری جو اصح الکتب ہے اس سے مراد بخاری کی وہ احادیث مرفوعہ ہیں جو سند کے ساتھ بخاری اپنی صحیح میں لاتا ہے نہ تعالیق۔ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں:

و بما تقدم تاید حمل قول البخاری ما ادخلت فی کتابی الّا ما صح علی مقصوده به و هو الاحادیث الصحیحة المسندة دون التعالیق و الآثار الموقوفة علی الصّحابة فمن بعدهم و الاحادیث المترجم بها و نحو ذالک۔

قولہ: اور اگر کوئی کہے کہ رافعک مقدم اور متوفیک مؤخر ہے یعنی رافعک آیت کے سر پر اور متوفیک فقرہ جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا کے بعد اور بیچ میں یہ فقرہ محذوف ہے ثم منزلک الی الارض۔ سو یہ ان یہودیوں کی طرح تحریف ہے جن پر بوجہ تحریف کے لعنت ہوچکی ہے کیونکہ اس صورت میں آیت کو اس طرح پر زیر وزبر کرنا پڑے گا

یا عیسی انّی رافعک الی السّماء و مطهرك من الّذین کفروا و جاعل الّذین اتّبعوك فوق الّذین کفروا الی یوم القیامة ثمّ منزل الی الارض و متوفّیک

اقول: ایک جماعت سلف میں سے اس تقدیم و تاخیر کی قائل ہوئی ہے ان میں سے ہیں ابن عباس وضحاک وقتادہ وفراء وغیرھم۔ ضحاک وقتادہ وفراء کا قائل تقدیم و تاخیر تو مصرح ہے اور ابن عباس کا اس لئے کہ ابن عباسؓ سے تفسیر متوفیک، ممیتک مروی ہے اور حالانکہ موت قبل الرفع معارض ہے اثرینِ صحیحین کے جو ابن عباس سے منقول ہوئے تو وجہ توفیق جز نہیں؟؟ ہے مگر یہی قول بالتقدیم والتاخیر۔ پس اب یہ کہنا کہ یہودیوں کی طرح تحریف ہے ان سب سلف پر تحریف کا الزام لگانا ہے۔ ناظرین برائے خدا غور فرماویں کہ کیا مرزا صاحب اس بات کے مجاز ٹھہر سکتے ہیں کہ ابن عباسؓ وقتادہ وضحاک وفراء وغیرھم جلیل الشان اکابر کو یہودیوں کی سی تحریف کا الزام دیویں۔ ان اکابر پر یہودیوں کی سی تحریف کا الزام دینا میری سمجھ میں نہیں آتا، آپ نے جو کچھ ان بزرگوں کی عزت و مرتبہ کا پاس نہ کیا جو تفسیر قرآن کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے۔ علاوہ اس کے مجرد تقدیم و تاخیر موجب تحریف نہیں ہے موجب تحریف وہ تقدیم و تاخیر ہے جو خلاف قواعد اس زبان کے ہو جس میں وہ کتاب نازل ہوئی ہے اور اس کے نظائر کتاب اللہ میں نہ پائے جاتے ہوں اور کوئی دلیل اس پر نہ ہو اور اس تقدیم میں تاخیر میں کوئی قاعدہ موافق علم بلاغت کے نہ ہو اور یہاں چاروں

امور غیر متحقق ہیں۔ خلاف قاعدہ تو اسلئے نہیں کہ (واؤ) لغت عرب میں ترتیب کے لئے نہیں آتا ہے ۔مطلق جمع پر دلالت کرتا ہے۔نظائر اس تقدیم وتاخیر کے بکثرت قرآن مجید میں موجود ہیں۔تفسیر کبیر میں ہے و مثلہ فی التقدیم و التاخیر کثیر فی القرآن (یعنی جیسا کہ اس آیت میں تقدیم وتاخیر معنوی ہے ایسا ہی قرآن کریم میں بہت جگہ ہے) ۔دلیل اس پر آیت و ان من اہل الکتاب الالیومنن بہ قبل موتہ۔ واثر ابن عباس جو حکماً مرفوع ہے، موجود ہے۔اس تقدیم وتاخیر میں فائدہ موافق علم بلاغت کے یہ ہے کہ چونکہ کفار درپئے قتل وصلیب تھے اس لئے توفّی جو واقع میں بعد رفع ہونے والی تھی اس کا ذکر اہم تھا۔مقصود یہ کہ ہم تم کو تمہاری اجل معلوم کے وقت ماریں گے، کفارتم کو قتل نہ کرسکیں گے، ان کے قتل سے ہم تم کو بچائیں گے۔ اور بالفرض اگر یہ معنی آپ کے نزدیک خطا تھے، تو تخطیہ کافی تھا، الزام تحریف ابن عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو اور دیگر بزرگوں کو کمال سوء ادب ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منہ

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنہ پاکاں برد

﴿قولہ: اگر جسمانی طور پر رفع مراد لیا جائے تو سخت اشکال پیش آتی ہے ...الی قولہ ...تو کیا خدا تعالی دوسرے آسمان پر بیٹھا ہوا ہے، تا دوسرے آسمان میں ہونا را فعک الیّ کا مصداق ہو جائے۔

﴿اقول: اس اشکال کو خصوصیت رفع جسمانی کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ اشکال تو رفع روحانی پر بھی وارد ہوتا ہے اور تقریر اس کی بعینہ یہی ہے جو آپ نے کی، یعنی احادیث صحیحہ بخاری سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح معہ اپنے خالہ زاد بھائی کے دوسرے آسمان پر ہیں، تو کیا خدا تعالی دوسرے آسمان میں بیٹھا ہوا ہے تا دوسرے آسمان میں ہونا را فعک الی کا مصداق ہو جائے۔اور حل اس اشکال کا یہ ہے کہ فوقیت واستواء علی العرش کی صفت اللہ تعالی کے لئے بادلہ کتاب وسنت ثابت ہے اور کیفیت اس کی مجہول ہے۔پس فوق السماوات وعرش کی طرف اٹھانا اللہ تعالی کی طرف اٹھانا ہے اس سے اللہ تعالی کا دوسرے آسمان میں بیٹھا ہونا کہاں لازم آتا ہے۔ یہ جواب تو موافق مذہب سلف کے ہے جو آیات صفات میں تاویل نہیں کرتے اور موافق خلف کے وہ تاویل ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ہے۔لفظ بیضاوی یہ ہے: الی محل کرامتی و مقر ملائکتی۔ شیخ زادہ اس کے تحت میں لکھتا ہے:

لما کان ظاہر الآیۃ ،شعراً بکونہ تعالی متمکناً فی مکان یستعلی علیہ بین انّ المراد برفعہ رفعہ الی مکان رفیع الّا انّہ عبر عن رفعہ

اللّٰه برفعه الی نفسه تشریفاًلذ لک المکان و تعظیماً کما قال ابراهیم علیه السلا م انّی ذا هب الی ربّی و انما ذهب علیه السلام من العرا ق الی الشّا م و یسمّی الحجا ج زوار اللّٰه و المجاورون جیران اللّٰه ،کل ذ لک لتعظیم ا لاما کن و تفخیماً فکذا هذا۔

قولہ: یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ خدا تعالی کے فاعل ہونے اور انسان کے مفعول ہونے کی حالت میں بجز قبض روح کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔اس بنا پر میں نے ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دیا ہے۔

اقول: او پر ہم نے ثابت کر دیا کہ جس مقام پر توفّی کے معنی موت کے آئے ہیں وہاں قرینہ موجود ہے جو علامت مجاز کی ہے پس مجھے جھوٹا اشتہار دینا تو منظور نہیں لیکن میں یہ سچا اشتہار دیتا ہوں کہ اگر آپ قرآن مجید میں توفّی بمعنی موت کے بغیر قرینہ مقالیہ یا حالیہ کے ایک جگہ بھی ثابت کر دیں تو میں آپ کو اس دعوی میں کہ یہ آیت قطعیۃ الدلالۃ ہے حیات مسیح پر صادق مان لونگا، پھر اس میں بحث رہے گی کہ کوئی دوسری آیت قطعیۃ الدلالۃ اس کے معارض ہے یا نہیں۔

قولہ: اب اگر یہ آیت مسیح ابن مریم کی وفات پر قطعیۃ الدلالۃ نہیں تو دلائل مذکورہ بالا اور نیز دلائل مفصلہ مبسوطہ ازالہ اوہام کا جواب دینا چاہیے۔

اقول: دلائل مذکورہ بالا کا تو جواب بفضلہٖ تعالی ہو گیا، رہے دلائل مفصلہ مبسوطہ ازالہ اوہام ان کا جواب بھی انشاء اللہ تعالی جلد ہونے والا ہے۔ فا نتظر

قولہ: تو آپ کو ایک ہزار روپیہ بھی مل جائے اور اپنے بھائیوں میں علمی شہرت بھی حاصل ہو جائے

اقول: تعجب کہ آپ باوجود ادعائے مسیحیت خاکسار کو طمع روپیہ وشہرت کی دیتے ہیں خاکسار کی تو یہ دعا ہے کہ حق تعالی مجھے اور آپ کو اور سب اہل اسلام کو طمع روپیہ وشہرت سے بچائے۔

قولہ: دوسری دلیل مسیح ابن مریم کی وفات پر خود جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے جس کو امام بخاری اپنی کتاب التفسیر میں اس غرض سے لا یا ہے کہ تا ظاہر کرے کہ: لما توفیتنی کے لما امتنی ہے ..الی قولہ...اس میں تو کچھ شبہ نہیں کہ ہمارے نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں آپ کا مزار ہے پھر جب کہ آنحضرت ﷺ نے وہی لفظ فلما توفیتنی کا حدیث بخاری میں اپنے لئے اختیار کیا ہے اور اپنے حق میں ویسا ہی استعمال کیا ہے جیسا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے حق میں مستعمل تھا تو کیا اس بات کے سمجھنے میں کچھ کسر رہ گئی کہ جیسا کہ آنحضرت ﷺ وفات پا گئے ایسا ہی حضرت مسیح ابن مریم بھی وفات پا گئے۔

اقول: اس مقام پر یا تو آپ نے بڑا مغالطہ کھایا ہے یا دیا ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ لفظ صحیح بخاری کا یہ ہے فاقول کما قال العبد الصّالح و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّ قیب علیھم۔ یہاں کاف تشبیہہ ہے جو مغایرت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر حضرت ﷺ یوں فرماتے: فاقول ما قال العبد الصالح، تو استدلال آپ کا درست ہوتا جب حضرت ﷺ نے کاف تشبیہہ اس پر داخل کیا تو یہ دلیل مغایرت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کے توفی اور حضرت عیسیٰؑ کے توفی میں ایک مشابہت تو ہے مگر عین نہیں ہے حضرت عیسیٰ کی توفی تو بطور اصعاد ہوئی اور حضرت ﷺ کی توفّی بطور موت سبحان اللہ۔ اللہ تعالی نے حضرت ﷺ کی زبان سے کیسا لفظ نکلوایا کہ جس سے حیات مسیح میں شبہ کرنیوالوں کے شبہ کا استیصال کلی ہوگیا۔ الحمد للّٰہ علی ذلک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ دیکھو اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کے قول سورہ مائدہ میں یوں حکایت کی ہے ما قلت لھم ا لّا ما امرتنی بہ ان اعبدوااللّٰہ ربّی و ربّکم۔ یہاں حضرت عیسی نے کما امرتنی نہیں کہا۔ پس معلوم ہوا کہ ما امر تنی اور کما امرتنی میں فرق ہے، ایسا ہی ما قال العبد الصالح اور کما قال العبدالصا لح میں فرق ہے۔ و من لم یفرق بینھما فقد اخطأ خطأ فاحشاً۔ پس یہ استدلال آپ کا اوھن من نسج العنکبوت نکلا۔ الحمد للّٰہ علی ذلک۔

قولہ: کیا قطعیۃ الدلالۃ اسی کو کہتے ہیں کہ کوئی اس کے ضمیر خدا کی طرف پھیرے اور کوئی ہمارے سید و مولا نبی عربی خاتم الانبیاء ﷺ کی طرف اور کوئی حضرت عیسیٰؑ کی طرف اور کوئی قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیرے اور کوئی کتابی کی طرف۔

اقول: اوپر ثابت ہوا کہ کتابی کی طرف قبل موتہ کی ضمیر پھیرنا باطل ہے اور حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیرنا متعین ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ارجاع ضمیر قبل موتہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف اثبات مدعی کیلئے کافی ہے۔ ضمیر بہ کی خواہ حق تعالی کی طرف پھیری جائے یا آنحضرت ﷺ کی طرف یا حضرت عیسیٰؑ کی طرف، اختلاف ضمیر بہ قطعیۃ میں کچھ مخل نہیں ہے

قولہ: اور پھر اہل کتاب کے لفظ میں بھی یہی تفرقہ اور اختلاف ہے کہ وہ کس زمانہ کے اہل کتاب ہیں۔

اقول: جتنے احتمالات مخالف مطلوب ہیں ان سب کا ابطال اوپر ہو چکا۔ فتذ کر

قولہ: پھر بقول آپ کے ایمان لانے والوں کا زمانہ بھی ایک نشان دہی کے ساتھ مقرر اور معین نہیں

اقول: منتہاء اس زمانہ کا تو لفظ قبل موتہ سے سمجھا جاتا ہے اور مبدء قرینہ حالیہ سے، یعنی بعد

نزول حضرت عیسیٰؑ بالجملہ وہ زمانہ بعد نزول وقبل الموت کے درمیان ہوگا، اس سے بڑھ کر اور کیا تعیین ہوگی۔ علاوہ اس کے زمانہ کا عدم تعیین قطعیۃ الدلالۃ ہونے میں مخل نہیں ہوسکتا ہے دیکھو قیامت کا زمانہ کوئی معین نہیں ہے حالانکہ نصوص دالہ علی القیامۃ قطعی ہیں۔

﴿قولہ: قرآن کریم کے کتنے مقامات سے ثابت ہوا ہے کہ اس دنیا کے زوال تک کفار اہل کتاب باقی رہیں گے۔

﴿اقول: آپ نے اس باب میں اپنی تحریر اول میں دو آیتیں لکھی ہیں ایک: و جاعل الّذین اتّبعوك فوق الّذین کفروا الی یوم القیا مۃ۔ دوسری۔ و اغر ینا بینھم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیا مۃ۔ پہلی آیت کا خاکسار نے اپنی تحریر دوم میں دو طرح پر جواب دیا۔ اول یہ کہ آیت و ان من اھل الکتاب ا لاّلیومننّ بہ قبل مو تہ، اس کی مخصص ہے۔ دوم، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قبل قیامت سب شریر رہ جائیں جن پر قیامت قائم ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ عام مخصوص البعض ہے۔ اور دوسری آیت کا یہ جواب دیا کہ یہ آیت بھی عام مخصوص البعض ہے۔ آپ نے اپنی تحریر دوم سوم میں اس جواب پر کچھ اعتراض نہیں کیا اور پھر بار بار ان ہی آیات کو جن کا جواب ہو چکا ہے لکھے جاتے ہیں۔ یہ امر داب مناظرہ کے خلاف ہے۔ اگر آپ کے نزدیک جواب میرا صحیح تھا تو استدلال ان آیات کے ساتھ ترک کرنا واجب تھا اور اگر غیر صحیح تھا تو اس کے عدم صحت کی وجہ لکھنا واجب تھی اور اگر صرف یہ ہی وجہ ہے کہ آیت و ان من اھل الکتا ب ذوالوجوہ ہے قطعیۃ الدلالۃ نہیں ہے اس لئے مخصص نہیں ہوسکتی ہے، تو جواب یہ ہے کہ اوپر ہم نے آیت کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا دلیل الزامی و تحقیقی سے ثابت کر دیا۔ فتذکر۔ علاوہ اس کے ان دونوں آیتوں کی دلالت اس معنی پر کہ اس دنیا کے زوال تک کفار اہل کتاب باقی رہیں گے، صرف آپ کا فہم ہے یا سلف وخلف میں سے کسی نے یہ معنی بھی لکھے ہیں؟ اگر کسی نے لکھے ہیں تو سند لائیے، اور اگر صرف آپ کا فہم عالی ہے تو ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ آپ تو فہم معانی آیات میں بہت خطا کیا کرتے ہیں۔ دیکھئے اسی آیت: ا غر ینا بینھم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیا مۃ، میں بینھم کا مرجع آپ نے یہود ونصاریٰ کو تحریر اول میں ٹھہرایا ہے حالانکہ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے۔ مفسرین نے اس کو قیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اصل مرجع اس کا نصاریٰ کے فرقے ہیں، سیاق قرآن مجید بھی اسی پر دال ہے کیونکہ اس سے قبل یہ آیت ہے انّ الّذین قا لوا انا نصاری ا خذ نا میثا قھم فنسوا خظاً مما ذکروا بہ۔ مطلب پہلی

آیت کا یہ ہے کہ میں تیرے تابعداروں کو کافروں پر قیامت تک غالب رکھونگا، یعنی وقت وعدہ سے لے کر قیامت تک جس زمانہ میں یہ دونوں پائے جاویں گے (اسی محاورہ کے مطابق صحیح بخاری میں حضرت عمر کا یہ قول ہے لا اقضی قضاء غیر ذلک حتی تقوم السا عۃ یعنی میں قیام قیامت تک سوائے اس کے کچھ فیصلہ نہیں کرونگا یعنی جب تک میرا وجود ہے۔ بموجب فہم مرزا صاحب کے اس سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت عمرؓ اور مخاطبین قیامت تک) تیرے تابعدار غالب رہیں گے نہ یہ کہ ان دونوں کا قیامت تک پایا جانا بھی ضرور ہے۔ اور مطلب دوسری آیت کا یہ ہے کہ ہم نے نصاری کے فرقوں میں عداوت و دشمنی لازم کر دی ہے قیامت تک یعنی جس زمانہ میں یہ فرقت پائیں جاویں گے تو ان میں عداوت بھی رہے گی، نہ یہ کہ ان سب فرقوں کا قیامت تک پایا جانا بھی ضرور ہے۔

اس معنی کی مؤید وہ حدیث ابو ہریرہؓ ہے جس کو باسناد صحیح امام احمد و ابوداؤد نے روایت کیا ہے:

> قال الحافظ فی الفتح و روی احمد و ابو داؤد باسناد صحیح من طریق عبد الرحمن بن آدم عن ابی هریره مثله مرفوعاً و فی هذا الحدیث ینزل عیسی علیه ثوبان ممصران فیدق الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یدعو الناس الی الاسلام و یهلک اللّٰه فی زمانه الملل کلّها الّا الاسلام و تقع الامنة فی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل و تلعب الصّبیان بالحیات و قال فی آخره ثم یتوفّی و یصلّی علیه المسلمون ۔ (خاص ترجمہ اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت عیسی جب نازل ہوں گے تو اسلام کے سوا کوئی مذہب نہ رہے گا پھر حضرت عیسیٰ فوت ہوں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے)

قولہ: پھر وہب اور محمد بن اسحاق اور ابن عباسؓ واقعہ موت کے قائل ہیں۔

اقول: وہب و محمد بن اسحاق اگرچہ واقعہ موت کے قائل ہیں مگر اس امر کے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالی نے پھر زندہ کر کے مع الجسد ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ اس سے بھی حیات ثابت ہوئی۔ اور ابن عباس کا واقعہ موت کا قائل ہونا کہیں مصرح نہیں، ہاں تفسیر متوفّیک کی ممیتک البتہ ان سے منقول ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ واقعہ موت کے وہ قائل ہیں۔ محتمل ہے کہ وہ آیت میں مانند قتادہ وضحاک وغیرہ کے تقدیم وتاخیر کے قائل ہوں بلکہ راجح یہی ہے بدلیل اثرین صحیحین کے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ علاوہ اس کے آپ کے نزدیک لفظ ممیتک کا دلیل موت حقیقی پر نہیں جیسا کہ

ازالۃ الاوہام میں مصرح ہے اور ابن عباسؓ کی اس روایت میں جو جرح ہے وہ اوپر بیان کی گئی۔

قولہ (قادیانی): اور رسول اللہ ﷺ موت مسیح پر صریح شہادت دیتے ہیں۔

اقول (محمد بشیر): یہ غلط محض ہے کیونکہ حدیث صحیح البخاری میں صرف یہی ہے اقول کما قال العبد الصّالح۔ پس کاف تشبیہہ دلالت تغائر مقولین پر کرتا ہے نہ عینیت پر۔ اور تغائر میں دو احتمال ہیں۔ یا تو لفظی یا معنوی۔ لفظی کی صورت یہ ہے کہ مثلاً آنحضرت ﷺ لفظ تو فیتنی نہ فرما ویں بلکہ بجائے اس کے لفظ امتنی فرما ویں اور معنوی کی یہ صورت کہ آنحضرت ﷺ لفظ توفّیتنی ہی فرما ویں مگر لفظ توفّیتنی سے امتنی مراد لیں۔ دونوں تقدیر پر موتِ مسیح پر شہادت مفقود ہے۔

قولہ: اور امام بخاری خود اپنا مذہب بھی یہ ہی ظاہر کرتے ہیں۔

اقول: امام بخاری نے ہرگز اپنا یہ مذہب ظاہر نہیں کیا۔ سبحا نک ھذا بھتان عظیم۔ البتہ امام بخاری نے سورہ مائدہ کی تفسیر میں یہ لکھا ہے ۔ و قال ابن عباس متوفّیک ممیتک ۔ اور اسی سورۃ کی تفسیر میں باب وکنت علیھم شھیداً مّا دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّ قیب علیھم و انت علی کل شیء شھید ، میں حدیث ابن عباسؓ لا یا ہے جس میں یہ لفظ ہے فاقول کما قال العبد الصالح و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الر قیب علیھم ۔ اس سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ امام بخاری کا یہ مذہب ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں بلکہ امام بخاری کا مذہب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ زندہ ہیں۔

دلیل اس پر یہ ہے کہ بخاریؒ نے کتاب احادیث الانبیاء میں اپنا قول نزول عیسی ابن مریم لکھا ہے ابوذر کی روایت میں بغیر لفظ باب کے ہے اور غیر ابوذر کی روایت میں باب ہے (دیکھو صحیح بخاری باب نزول عیسی بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم) اس باب میں امام بخاریؒ نے دو حدیثیں لکھی ہیں۔ ان میں سے پہلی حدیث ابوہریرۃؓ کی و الّذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم ،جس میں یہ لفظ موجود ہے:

ثمّ یقول ابو ھریرہ و اقرأو ان شئتم : و ان مّن اھل الکتا ب الّا لیومننّ بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً۔

امام بخاری کا اس حدیث کو لانا دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ حضرت مسیح، امام بخاری کے

نزدیک زندہ ہیں۔

قولہ: تو پھر باوجود ان مخالفانہ ثبوتوں کے قبل موتہ کی ضمیر کیونکر قطعی طور پر حضرت عیسیٰؑ ہی کی طرف پھر سکتی ہے۔

اقول: اوپر ہم نے دلیل الزامی و تحقیقی سے ثابت کر دیا کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰؑ ہی کی طرف پھرتی ہے نہ کتابی کی طرف۔ اگر ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف ہو تو مراد ایمان سے یا وہ ایمان ہے جو زہوق روح کے وقت ہوتا ہے، تو لفظ قبل موتہ محض بے محل ہے بجائے اس کے حین یا عند یا وقت چاہیے، یا وہ ایمان جو اس سے پہلے ہوتا ہے، یعنی ایمان نافع ومعتد بہ، تو اس وقت قبل موتہ کی قید لاطائل ہوتی ہے، کلام الٰہی کو معاذ اللہ سفہاء کا کلام بنا دیتی ہے۔

قولہ: اور میں نے آپ کے خالص مستقبل کا بھی پورا پورا فیصلہ کر دیا ہے۔

اقول: مخفی نہ رہے کہ ہم نے اوپر ثابت کر دیا کہ ہمارے مدعا کے اثبات کیلئے صرف یہ ہی امر کافی ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہو، لیؤمنن کو خالص مستقبل کے کیلئے لیجئے یا نہ لیجئے خالص مستقبل کی بحث تو صرف اس لئے کی گئی تھی کہ بغیر مستقبل کے معنی فاسد ہوتے ہیں اور فساد معنی درصورت حال واستمرار ظاہر ہے۔ اور احتمال ماضی تو صریح البطلان ہے۔

قولہ: اگر آپ کے ساتھ کوئی عامی اور بے خبر مفسر ہوگا ہمارے ساتھ اللہ جل شانہ اور اس کا پیارا اور برگزیدہ رسول ہے۔

اقول: سب مفسرین کو جن میں صحابہ میں سے ابن عباسؓ وابو ہریرہؓ اور من بعد الصحابہ میں سے حسن بصری وضحاک وابن جریج و ربیع بن انس وقتادہ ومطر وراق وابو مالک وعبدالرحمٰن بن زید ابن اسلم و وہب بن منبہ ومحمد بن اسحاق وابن جریر وابن کثیر اور صاحب تفسیر درمنثور، وکشاف ومعالم التنزیل و بیضاوی ومدارک وغیرھم سب داخل ہیں ان سب کو عامی وبے خبر کہنا نہایت گستاخی وبے ادبی ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اور ہم نے اوپر ثابت کر دیا کہ نہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور نہ اس کا رسول۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ ہیں۔

قولہ: کیا اس حدیث کے موافق جو کتاب التفسیر میں امام بخاری نے لکھی ہے.. الی قولہ.... لیکن ایسا نہ کریں کہ آیت لیومنن کی طرح کوئی ذوالوجوہ اور محجوب المفہوم حدیث پیش کر دیں۔

اقول: ان سب امور کے جواب سے بفضلہٖ تعالیٰ ہم فارغ ہوگئے الحمد للّٰہ علی ذلک۔

اب ہم اس مقام پر اپنی دلیل کا آپ کی دلیل سے موازنہ کرتے ہیں تاکہ سب اہل انصاف پر ظاہر ہو جائے کہ آپ کی دلیل کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر آپ کی دلیل کی ترجیح کی یہ وجہ ہے کہ توفی سے ظاہر موت ہے تو ہم ابھی اوپر ثابت کر آئے کہ ظاہر آیت و ان مّن اھل الکتاب الّالیومنن به قبل موته سے حیات ہے اور اگر یہ وجہ ہے کہ انّی متوفّیک کی تفسیر جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیث بخاری میں اس طرح فرمائی ہے کہ فاقول کما قال العبد الصّالح، تو میں کہتا ہوں کہ حدیث بخاری میں تفسیر و ان مّن اھل الکتاب، کی جناب رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمائی ہے و الّذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتّی لا یقبله احد حتّی تکون السّجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیھا، کیونکہ اس حدیث سے صاف خود حضرت عیسیٰ کا نزول جسمانی ثابت ہوتا ہے اور نزول فرع صعود کی ہے، تو ثابت ہوا کہ صعود بھی جسمانی ہوا۔ پس یہ حدیث صعود جسمانی کے اثبات کے لئے کم نہیں ہے۔ حدیث فاقول کما قال العبد الصالح سے اثبات وفات کے لئے اگر کہا جاوے کہ حدیث نزول بسبب معارضہ آیت انّی متوفّیک کے مصروف عن الظاہر ہے تو ہم کہیں گے کہ حدیث: فاقول کما قال العبدالصّالح بھی بسبب معارضہ آیت و ان مّن اھل الکتاب کے مصروف عن الظاہر ہے۔ اگر وجہ ترجیح یہ ہے کہ بخاری میں ہے کہ ابن عباسؓ نے متوفیک کی تفسیر ممیتک کی ہے تو بخاری میں ہے کہ ابوہریرہؓ نے و ان مّن اھل الکتاب کی ایسی تفسیر کی ہے کہ جس سے قطعی حیات ثابت ہوتی ہے۔

اب ہماری دلیل کی وجہ ترجیح سنئیے۔ ہم نے قطعی طور پر ثابت کر دیا کہ ضمیر قبل موته کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف ہے جس سے قطعاً حیات ثابت ہے اور آپ سے لفظ توفی کا بمعنی موت حقیقی ہونا ثابت نہ ہو سکا کیونکہ مدار اس کا اس امر پر ہے کہ آپ کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش کریں کہ وہاں بلا قیام قرینہ موت مراد ہو۔ و انی لکم ھذا؟

حدیث والّذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم، صاف نزول جسمانی پر دلالت کرتی ہے اور آیت انّی متوفّیک اس کے معارض نہیں ہے بخلاف فاقول کما قال العبد الصالح کے کہ یہ وفات پر مطلق دلالت ہی نہیں کرتی کیونکہ اس میں لفظ تشبیہ موجود ہے اور بفرض دلالت آیت و ان من اھل الکتاب اس کی معارض وصارف عن

الظاہر ہے۔اور تفسیر ابن عباس (اور جب بسند صحیح ابن عباس سے رفع بہ جسد عنصری اور نزول ثابت ہے اور واؤ مطلق جمع کیلئے ہے اور مطلق موت سے کوئی منکر نہیں تو کسی قسم کا تخالف ہی نہ رہا) پر تفسیر ابو ہریرہ کو دو طرح پر ترجیح ہے۔ اول تو تفسیر ابن عباس کو بخاری تعلیقاً لایا ہے اور تفسیر ابو ہریرہ کو مسنداً۔ دوم یہ کہ راوی تفسیر ابن عباسؓ کا علی بن طلحہ ہے اور وہ مجروح ہے۔ بالجملہ ہماری دلیل کو آپ کی دلیل پر تین وجہوں سے ترجیح ہے۔

قولہ: آپ جانتے ہیں کہ آیت لیؤمننّ کے متعلق چندروز کس قدر ہم دونوں کا وقت ضائع ہوا اور آخر آپ کا دعوی قطعیۃ الدلالۃ صریح باطل نکلا۔

اقول: آیت کے متعلق بحث میں بنظر احقاق حق جو وقت صرف ہوا، اس کو ضائع کہنا آپ ہی کا کام ہے۔ میں تو اللہ تعالی کے فضل سے امید اجر رکھتا ہوں آپ کو نہ ہو تو نہ سہی۔ اور ظاہر بھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آیت کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا ثابت ہوگیا اور حجت آپ پر اور آپ کے اتباع پر تمام ہوگئی ۔ حجت الزامی تو آپ پر عین مناظرہ ہی میں تمام ہوگئی تھی اور قریب تھا کہ تحریر چہارم یا پنجم میں بحث تحقیقی بھی جو تحریر ہذا میں لکھی گئی ہے لکھی جاتی مگر آپ اس کے خوف سے پہلے ہی خلاف معاہدہ وشرط مباحثہ ناتمام چھوڑ کر تشریف لے گئے۔

قولہ: اور آپ نے جن پانچ دلیلوں پر حصر کیا تھا وہ ھباءً منثوراً کی طرح نابود ہوگئیں۔

اقول: سبحانک ھذا بھتان عظیم ۔ وہ کون کلمہ حصر کا ہے اگر آپ سچے ہیں تو ارشاد فرمائیے۔ میرے پاس بفضلہ تعالی اور بھی ادلہ سوائے ان پانچ کے موجود ہیں (جن کو مقدمہ میں لکھا ہے)۔ان پانچ میں سے ایک کی تو قطعیۃ میں نے ثابت کر دی جس کی قطعیت کا دعوی کیا گیا تھا اور باقی ادلہ گو قطعی نہ سہیں مگر ادلہ ظنیہ تو ہیں ،ظنی طور پر اثبات مدعی کے لئے کافی ہیں ۔ دلیل ظنی کا منکر اگرچہ کافر نہیں مگر مبتدع تو ہے۔

قولہ: حضرت آپ ناراض نہ ہوں ۔ اگر پہلے سے آپ سوچ لیتے تو میرا عزیز وقت ناحق آپ کے ساتھ ضائع نہ ہوتا۔

اقول: آپ اپنے وقت کو اس مباحثہ میں ضائع سمجھتے ہیں تو آپ کا وقت ضائع ہوا ہوگا لیکن حضرت من ! اس کا سبب میں نہیں ہوا بلکہ اس کا سبب آپ کا پہلے سے باطل پر ہونا اور بعد تبیین و ظہور حق کے اس کا نہ تسلیم کرنا ہے ۔آپ اگر پہلے سے سوچ لیتے یا بعد ظہور حق کے تسلیم کر لیتے تو یہ وقت آپ کا ضائع نہ ہوتا۔ میں بھی آپ کے اس قول سے اتفاق کرتا ہوں کہ فی الواقع آپ کا وقت

ضائع ہوا عند اللہ اسلئے کہ بعد ظہور حق کے باطل پر آپ اڑے رہے اور عند الناس اس لئے کہ آپ کو شکست فاش اس مباحثہ میں ہوئی کہ زبانی عذر بار دمرض خسر صاحب خود کا کر کے پہلے ہی بحث کو ناتمام چھوڑ کر چل دیئے ذلک ھو الخسران المبین ۔ اور میرا وقت تو اللہ تعالی کے فضل سے ضائع نہیں ہوا بلکہ میرے مخالف پر حجت تمام ہو گئی اور مجھ کو نا صر حقیقی نے فتح نمایاں نصیب کی ۔الحمد للہ علی ذلک ۔اور چونکہ احقر نے حتی الوسع اس مناظرہ کو محض احقاق حق کیلئے کیا، ریا وسمعہ یا کسی اور غرض دنیوی ونفسانی کے ساتھ مشوب ہونے سے اس کو بقدر استطاعت بچایا و اللّٰہ علی ما نقول وکیل اسلئے مجھ کو اپنے رب سے امید قوی ہے کہ اس کا اجر آخرت میں انشاء اللہ تعالی مجھے ملے گا و ما توفیقی الا باللہ و لا حول و لا حول قوۃ الا باللہ

قولہ: اب جب کہ آپ کے ان اول درجہ کے دلائل کی جن کو آپ نے تمام ذخیرہ سے چن کر پیش کیا تھا آخر میں یہ کیفیت نکلی تو میں کیونکر اعتبار کروں کہ آپ کے دوسرے دلائل میں جان ہوگی۔

اقول: یہاں سے آپ نے تمہید گریز کی شروع کی ہے اصل بات یہ ہے کہ جب وہ پانچ ادلہ جو سرسری طور سے جلسہ واحدہ میں بالمشافہ لکھوا کر آپ کو دیئے گئے اور اس جلسہ میں ان کا جواب آپ سے نہ ہو سکا اور مہلت آپ نے طلب کی اور شرط بالمشافہ تحریر کو آپ نے حذف کر دیا اور غائبانہ جو جواب آپ نے لکھا وہ سراسر باطل اور ہیچ اور لغو محض اس لئے آپ کو یہ دھڑکہ پیدا ہوا کہ ان ادلہ سرسری کے جواب میں تو یہ حال ہے پس اگر دوسرے ادلہ جو اطمینان سے لکھے جاویں گے تو اس کا جواب دہ میں کیوں کر ہو سکونگا ۔اور جب بحث حیات و وفاۃ میں جس کو میں اپنی دلیل قوی سمجھتا تھا یہ حال ہے تو بحث نزول و بحث مسیح موعود میں کیا حالت گزرے گی ۔اس لئے آپ نے ذلت فرار کو اختیار فرمایا مگر یہ خیال نہ کیا کہ یہاں تو فرار کرکے اپنی جان بچالی لیکن رب السماوات والارض سے جان بچا کر کہاں جایئے گا اگر آپ کو کچھ حیا و غیرت یا خوف حق تعالی کا ہے تو پھر آپ دہلی میں تشریف لایئے اور مباحثہ حیات و وفات کو حسب معاہدہ وشرط تمام کیجئے اور اس کے بعد نزول مسیح میں موافق عہد وشرط کے مباحثہ کیجئے اور پھر موافق وعدہ کے مباحثہ اپنے مسیح موعود ہونے میں ۔اگر آپ سچے مسیح موعود ہیں تو ضرور یہ ابحاث آپ کو پورے کرنے چاہیے ۔ورنہ یہی علامت آپ کے مسیح کاذب ہونے کے لئے کافی سمجھی جاوے گی فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین ۔

مخفی نہ رہے کہ آپ دنیا پر یہ ظاہر کیا ہے کہ خاکسار نے پانچ دلیلوں پر حصر کیا تھا مگر

یہاں آپ کے اقرار سے ثابت ہوا کہ آپ کے گمان میں میرے پاس دوسرے دلائل بھی موجود ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ قصداً بھی جھوٹ بولا کرتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ میں نے خلاف اپنی عادت کے کچھ کلمات سخت یہاں آپ کو لکھے ہیں مگر وہ کلمات آپ کے کلمات طیبہ کے مقابلہ و موازنہ میں کچھ سخت نہیں ہیں۔ اگر آپ فرمائیے گا تو موازنہ کر کے دکھا دیا جائے گا با ایں ہمہ اس قدر سختی بھی میں اپنی جبلت کے خلاف سمجھتا ہوں۔ میں گمان کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے اس حکمت و مصلحت سے یہ لکھوائے ہیں کہ آپ غیرت میں آ کر پھر تینوں ابحاث کے لئے تیار ہو جاویں گے تو آپ کا دجل وتمویہ کھل جاوے گا۔

❁قولہ: اور آج جیسا کہ آپ کی طرف سے تین پرچے لکھے جا چکے ہیں میری طرف سے بھی تین پرچے ہو گئے۔ اب یہ پرچے ہم دونوں کی طرف سے بجنسہ چھپ جانے چاہییں پبلک خود فیصلہ کر لے گی

❁اقول: جب مباحثہ ابھی ناتمام ہے تو پبلک کیسے فیصلہ کر سکتی ہے۔

❁قولہ: چونکہ مساوی طور پر ہم دونوں کے پرچے تحریر ہو چکے ہیں تین آپ کی طرف سے اور تین میری طرف سے، اس لئے یہی پرچے بلاکم وبیش چھپ جائیں گے اور ہم دونوں میں سے کسی کو اختیار نہیں ہوگا کہ غائبانہ طور پر کچھ اور زیادہ یا کم کرے۔

❁اقول: یہ عجیب آپ کا انصاف ہے آپ اپنے رقعہ مورخہ ۲۳۔ اکتوبر میں لکھ چکے ہیں:

اور اس لحاظ سے کہ بحث کو بے فائدہ طول نہ ہو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔

اس کلام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے پانچ پرچوں تک کی احقر کو اجازت دی تھی اور مدعی بھی احقر کو بنایا تھا اور طبعی طور پر یہ امر ثابت ہے کہ مدعا علیہ کا پرچہ ایک کم ہونا چاہیے۔

آپ نے اپنے خط موسومہ مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی مورخہ ۶ جون ۱۸۹۱ء میں خود لکھا ہے: پرچے پانچ ہونے چاہئیں جو صاحب اول لکھیں ایک پرچہ زائد ان کا حق ہے۔

اس خاکسار نے اول لکھا ہے اسلئے ایک پرچہ زائد میرا حق ہے اور آپ کا ایک پرچہ کم ہونا چاہیے۔ پس احقر کو پانچ کی اجازت ہوئی تو آپ کو چار کی۔ اب اگر اس سے کم پر مقرر کرنا منظور تھا تو اس کی تین صورتیں تھیں۔ یا تو ہر واحد کو مستقل کم کرنے کا اختیار دیا جاتا تو اس صورت میں تو مناظرہ متصور نہیں کیونکہ احد المناظرین مثلاً اگر دو تحریروں پر قصد کرنا چاہتا ہے اور دوسرا تین پر یا احد المناظرین تین پر اور دوسرا چار پر یا احد المناظرین چار پر اور دوسرا پانچ پر، تو مناظرہ کیسے ہوسکتا

ہے، اس لئے کہ اجتماع اضداد محال ہے۔ اور اگر احد المناظرین کو اختیار دیا جاوے نہ دوسرے کو، تو ترجیح بلا مرجح خلاف عدل ہے، یا دونوں کو باتفاق رائے کم پر قصر کرنے کا اختیار ہے یہی شق متعین ہے اور یہ آپ نے اختیار نہیں کی۔ اگر آپ کو میری تین تحریروں پر قصر کرنا تھا تو آپ کو دو امر واجب تھے۔ اول یہ کہ قبل قطع مباحثہ تراضی طرفین حاصل کر لیتے۔ دوم جس تقدیر پر احقر تین پر چوں پر راضی ہو جاتا تو آپ اپنے دو ہی پرچے رکھتے تیسرا نہ لکھتے۔ جب آپ نے دو واجبوں کا ترک کیا تو اب نقض معاہدہ ومخالفت آپ سے صادر ہوئی اسلئے اب مجھے عقلاً وشرعاً وقانوناً آپ کی اخیر تحریر کے جواب لکھنے کا اختیار باقی رہا۔ ہاں جو تحریرات مباحثہ میں ہوئی ہیں وہ ان شاء اللہ تعالی بجنسہ محفوظ رہیں گی اس میں کچھ کم وبیش نہ کیا جاوے گا۔ علاوہ اس کے وفات کی دلیل آپ نے اخیر پرچے میں لکھی اور وہ لکھ کر آپ چل دیئے اور احقر کو مطلق موقع جواب کا نہ دیا۔ کیا یہی انصاف ہے۔ اگر آپ کو تیسرے پرچہ پر قطع بحث منظور تھی تو دلیل وفات دوسرے ہی میں لکھ دی ہوتی۔ کیا مسیح موعود کی ایسی دیانت ہونی چاہیے۔ ہاں مسیح کاذب کیلئے یہی زیبا ہے۔

سوائے اس کے آپ تحریر اخیر میں چند امور کا مطالبہ فرماتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

بلکہ اگر وہ اپنے معنوں کو قطعیۃ الدلالۃ بنانا چاہتے ہیں تو ان پر فرض ہے کہ ان دونوں باتوں کا قطعی طور پر فیصلہ کر لیں۔ انتھی

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

پھر مولوی صاحب کے پاس باوجود اس دوسرے معنی ابن عباس اور عکرمہ کے کون سی دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذکر اہل کتاب سے وہ لوگ قطعاً باہر رکھے گئے ہیں اور کون سی حجت شرعی یقینی قطعیۃ الدلالۃ اس بات پر ہے کہ اہل کتاب سے مراد اس زمانہ نامعلوم کے اہل کتاب ہیں جس میں تمام وہ لوگ حضرت عیسی پر ایمان لائیں گے۔

تیسری جگہ لکھتے ہیں:

اب فرمایئے کیا اس تحریف پر کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل مل سکتی ہے؟ انتھی

چوتھی جگہ لکھا ہے:

اگر کسی حدیث صحیح میں ایسی تحریف کی اجازت ہے تو بسم اللہ دکھلایئے۔ انتھی

پانچویں جگہ لکھا ہے:

آپ اگر سچے ہیں تو اس کتاب اصح الکتب سے کوئی حدیث اس پایہ کی پیش کریں۔

ان مقامات میں چند امور کا آپ مطالبہ کر رہے ہیں اور یہاں ارشاد ہے کہ :

یہی پرچے بلاکم وبیش چھپ جائیں گے اور ہم دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا کہ غائبانہ طور پر کچھ اور زیادہ یا کم کریں۔

یہ اجتماع المتخالفین کیسا ہے۔

قولہ: یہ بھی یاد رہے کہ تین پرچوں پر طبعی طور پر فریقین کے بیانات ختم ہو گئے ہیں۔

اقول: یہ غلط محض ہے اور دعوی بلا دلیل اور کذب صریح ہے، عقل ونقل کے مخالف، کیونکہ میرے بیانات کا ختم ہونا آپکو کیسے معلوم ہوا؟ علاوہ اس کے ابھی تک اس خیال سے کہ یہ مقدمہ آپ کے مسلمات سے ہے کہ قبل موت کا مرجع حضرت عیسیٰؑ ہیں دلیل تحقیقی اس پر قائم نہیں کی گئی تھی، آپ کے مسلمات پر بنا رکھی گئی تھی۔ اور یہ ارادہ تھا کہ اگر آپ مطالبہ دلیل تحقیقی کا کریں گے تو دلیل تحقیقی بیان کی جاوے گی۔ سو آپ نے صفحہ ۴ تحریر اخیر میں مطالبہ تو کیا اور جواب کا انتظار آپ نہیں کرتے۔ کیا یہی طبعی طور پر فریقین کے بیانات کا ختم ہونا ہے۔ یہ تو صریح ظلم ہے و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔علاوہ اس کے باوجود مطالبہ آپ نے کسی پرچہ میں دلیل وفات مسیح تحریر نہیں فرمائی، ہاں پرچہ اخیر میں دو دلیلیں لکھی ہیں تو اب مہلت آپ جواب کی نہیں دیتے۔ کیا یہی طبعی طور پر فریقین کے بیانات کا ختم ہونا ہے۔ اس سے صریح آپ کی چالا کی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کو کتمان حق و دجل وتمویہ مقصود ہے اظہار صواب واحقاق حق ہرگز مطلوب نہیں اگر احقاق حق منظور ہوتا تو ایسے امور کا ارتکاب آپ ہرگز نہ کرتے آپ اگر سچے ہیں تو پھر دہلی میں آکر مباحثہ حیات و وفات کو ختم کیجئے اور اس کے بعد نزول مسیح میں پھر اپنے مسیح موعود ہونے میں بحث کیجئے ورنہ آپ مسیح کاذب تصور کئے جاویں گے۔

قولہ: اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک کی طرف سے منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور ثالثوں کے ذریعہ سے صحیح رائے جو حق کی مؤید ہو، پیدا ہو جائیگی تو اس تصفیہ کے بعد آپ تحریری طور پر دوسرے امور میں بحث کر سکتے ہیں۔

اقول: یہ امر معاہدہ وشرط کے خلاف ہے کیونکہ آپ تین رقعوں میں تحریر فرما چکے ہیں کہ :

پہلے مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم میں بحث ہوگی ،اس کے بعد نزول مسیح ابن مریم میں اور عاجز کے مسیح موعود ہونے میں ،

یہ قید جواب آپ نے زیادہ کی ہے یعنی اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک

کی طرف سے منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور ثالثوں کے ذریعہ سے صحیح رائے جو حق کی مؤید ہو پیدا ہو جائے گی، انتہی ۔کسی رقعہ میں نہیں تحریر فرمائی ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دفع الوقتی مقصود ہے احقاق حق سے کچھ کام نہیں ۔ بھلا یہ تو فرمائیے کہ وہ پبلک کون ہو گی اور وہ ثالث کون ہونگے ۔اگر میری جماعت نے فیصلہ کیا تو آپ اس کو تسلیم نہ کریں گے اور آپکی جماعت نے فیصلہ کیا میں اس کو تسلیم نہ کرونگا۔پھر وہ فیصلہ کرنے والی جماعت کون ہو گی ۔ میرے نزدیک اگر جماعت پر ہی فیصلہ رکھا جاوے تو یہ شکل عمدہ معلوم ہوتی ہے کہ میری چاروں تحریریں اور آپ کی تین تحریریں ایک جماعت کے سامنے پیش ہوں کہ ان میں دو آدمی میرے مذہب کے میری پسند کے موافق ہوں اور دو آدمی آپ کے مذہب کے آپ کی پسند کے مطابق اور ایک وہ شخص ہو کہ نہ میری جماعت میں داخل ہو اور نہ آپ کی جماعت، جیسے کوئی عیسائی عالم یا کوئی آریہ سماج عالم یا کوئی نیچری عالم مانند سید احمد خان صاحب وغیرہ کے اور اس کا منتخب کرنا بھی ہم دونوں کے اتفاق سے ہو۔ پھر کثرت رائے پر فیصلہ کیا جائے اس کے سوا اور کسی طرح پر کسی جماعت کا فیصلہ قابل قبول نہیں معلوم ہوتا ۔

قولہ: لیکن اس تحریری بحث کیلئے میرا اور آپ کا دہلی میں مقیم رہنا ضروری نہیں جب کہ تحریری بحث ہے تو دور رہ کر بھی ہو سکتی ہے۔

اقول: یہ امر بھی معاہدہ وشرط کے خلاف ہے کیونکہ معاہدہ وشرط یہ ہے کہ تحریری بحث بالمشافہ ہو، ورنہ آپ کا دہلی میں آنا عبث تھا اور مجھ کو دہلی میں طلب فرمانا بھی عبث ۔اگر آپ پہلے سے یہ سوچ لیتے تو مجھے اور آپ دونوں کو دہلی کے جانے کی تکلیف کیوں کرنی پڑتی ۔ پس آپ کی اس تحریر سے ہر منصف مزاج بخوبی آپ کی گریز تسلیم کر لے گا اور غالباً آپ کو بھی اس تحریر کے بعد جس سے صریح گریز ٹپک رہی ہے پشیمانی ہوئی ہو گی اور آئندہ آپ کسی سے مناظرہ کا نام نہ لیں گے اور نہ کوئی اہل علم آپ کو بایں پریشان خیالی مناظر بنانا چاہے گا جب تک کہ آپ کے حیلہ جوئیوں کا پورا بندوبست نہ کر لے۔ الحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین و صلی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین ۔ تمت (منقول از حق الصریح فی اثباۃ حیاۃ المسیح طبع دہلی ۱۳۰۹ھ)

جلسہ اعظم مذاہب

لاہور ۱۸۹۶ء

اس جلسہ کے کچھ حالات ہم کسی گذشتہ جلد میں بیان کر چکے ہیں ۔ یہ جلسہ لاہور میں ۱۸۹۶ء کے آخری دنوں میں منعقد ہوا تھا اور اس میں مختلف مذاہب کے اہل علم نے مقالات پڑھے تھے اور جلسے کے بعد قادیانیوں نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ ان کے مرزا صاحب کا مضمون اول نمبر پر رہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ پروپیگنڈہ بھی کیا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کا مضمون سوالات جلسہ سے غیر متعلق تھا اور پسند نہ کیا گیا ۔ اس مطلب کے انہوں نے مختلف اخبارات میں مراسلے اور آرٹیکل چھپوائے ۔ان اخبارات میں حیدرآباد دکن کا ایک اخبار مخبر دکن بھی تھا جس میں میاں کمال الدین کے مراسلے شائع ہوئے ۔مولانا بٹالوی نے ، مخبر دکن کی جھوٹی مخبری، کے عنوان سے ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں اس پروپیگنڈے کی قلعی کھولتے ہوئے لکھا:

روئیداد جلسہ اعظم مذاہب کے بیان میں مخبر دکن نے اپنے پرچہ ہائے ۱۴ جنوری ، ۲۵ فروری اور ۱۷ مارچ ۱۸۹۷ء میں جو کچھ کہا ہے اس میں دروغگوئی سے کام لیا ہے اور وہ دروغگوئی نہ صرف ہمارے حق میں اور ہمارے مضمون کی نسبت اس سے عمل میں آئی ہے بلکہ دوسرے اسلامی وکیلوں مولوی عبداللہ پروفیسر اورئینٹل کالج اور مولوی ثناء اللہ مدرس مدرسہ تائید الاسلام امرتسر اور دیگر مذاہب کے وکیلوں (ہندوؤں سکھوں) وغیرہ کے بیانات کی نسبت بھی اس سے سرزد ہوئی ہے ۔ہم اس مقام میں..اپنے مضمون کی نسبت اس کی چار دروغ گوئیوں کو ذکر کر کے ان کے دروغ ہونے کی وجہ ثبوت بیان کرتے ہیں ۔اس پر اڈیٹر مخبر دکن نے (جو ایک مدراسی سلطان محمود مرزائی کے دھوکہ میں آئے ہوئے ہیں) اپنے بیان کی اصلاح نہ کی ،تو پھر زیادہ تفصیل کریں گے ۔اور نیز اس وقت تو ہم اس دروغ گوئی کا مرتکب صرف مخبر دکن کے نامہ نگار کو جو (جو الہامی قاتل اور خونی مسیح کے

ایک حواری میاں کمال الدین صاحب ہیں یا خود حضرت اعلیٰ ان دروغ گوؤں کے پیشوا، چنانچہ ان کے بیانات وتحریرات آئندہ سے معلوم ہوتا ہے) قرار دیتے ہیں اور اگر ہمارے دلائل اور وجہ ثبوت کو سن کر اڈیٹر مخبر دکن نے داد انصاف نہ دی اور سلطان محمود کی تقلید سے آزاد ہو کر اپنے نامہ نگار کی تکذیب نہ کی تو ہم ان کو بھی اس دروغ گوئی میں شریک قرار دے کر ان کی خدمت میں بھی کچھ التماس کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

وہ دروغ گوئیاں یہ ہیں:

پہلی دروغ گوئی مخبر دکن کا پرچہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے کہ

ایک دو عالم صاحبوں نے جلسہ میں قدم رکھا مگر الٹا، اس لئے کہ انہوں نے یا تو مقرر کردہ مضامین میں گفتگو نہ کی، یا بے سروپا کچھ بول دیا؟ ہر ایک مذہب کے مقرر کو اپنے اپنے بیانات کی عمارت کو اپنی اپنی کتب مقدسہ کے استدلالات پر مبنی کرنا نہایت ہی ضرور تھا اور اس امر کو بجز مرزا صاحب اور کسی نے پورا نہ کیا، نہ سوائے مرزا صاحب کے کسی وکیل مذہب نے پانچوں سوال کا جواب دیا۔ خلقت حیران تھی کہ مولوی (محمد حسین) صاحب کس اصول مجوزہ سے جواب دے رہے۔ آپ کا بیان اثبات نبوت، خوابوں کی حقیقت، اشیا کی فلسفیت، غسل جنابت کی علت اور جہاد کی اہمیت اور دیگر مسائل کے متعلق تھا۔

مولوی صاحب کا بیان علی وجہ التجر گو کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ کل حاضرین ایک طرف اور کارکنان و پریذیڈنٹ صاحبان دوسری طرف حیرت میں تھے کہ مولوی صاحب کو کس نے ان امور پر وعظ فرمانے کے لئے بلایا تھا۔ یہ وہ مولوی صاحب ہیں جن پر آج کل اہل اسلام کو بھروسا تھا۔ مگر مولوی صاحب نے مسلمانوں کی امیدیں خاک میں ملا دیں۔ ان کو کس نے کہا تھا کہ وہ جہاد کے مسائل سنائیں اور جہاد سے متعلق اسلام پر سے اعتراضات کو دور کریں۔ مولوی صاحب نے مجوزہ پانچ سوالات کو شائد (لغو؟) سمجھا اور ان دو گھنٹوں کو موقعہ سمجھ کر ان مسائل کو سنانا شروع کیا جن میں ان کو دسترس تھا۔

اس بیان کے کذب ہونے کی وجہ ثبوت:

اس بیان کے کذب ہونے کی وجہ ثبوت اول تو ہمارا وہ مضمون ہے جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۷ میں اور مستقل طور پر بعنوان خطبہ (یا لیکچر) شائع ہو گیا ہے۔ ناظرین اس کو پڑھیں گے تو یقین کر

لیں گے کہ اس میں جلسہ کے پانچوں سوال کا جواب ہے جس میں اولاً آیات قرآن سے استدلال ہے پھر اس کی تائید میں احادیث نبویہ سے استشہاد ہے اور کوئی مسئلہ منجملہ مسائل محل اعتراض مخبر دکن سوالات مجوزہ جلسہ سے اجنبی اور بے تعلق نہیں ہے۔

دوسری وجہ ثبوت خود مخبر دکن کے اعترافات منقولہ ذیل ہیں جن میں صاف اور صریح طور پر اس نے مان لیا ہے کہ جو آیات اس خاکسار نے پڑھی ہیں وہ سوالات جلسہ کے عین مطابق ہیں:

۱۔ پرچہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء ص ۴، ۵ میں میاں کمال الدین صاحب کا یہ اعتراف:

مولوی صاحب جب آپ نے ابتداء تقریر میں قرآنی آیات پڑھیں تو میں نہائت ہی خوش ہوا کیونکہ وہ ہمارے سوالات کے متعلق تھیں لیکن نہایت افسوس سے کہتا ہوں کہ جناب کی توجہ بعد پر کسی اور طرف منعطف ہوگئی اور آیات قرآنی کو معرض بیان میں آنے کا موقعہ نہ ملا۔

۲۔ پرچہ ۱۱ فروری ۱۸۹۷ء کے ص ۲ میں آپ کا یہ بیان واعتراف:

مولوی صاحب نے پہلے اس بات پر زور دیا کہ میرے گذشتہ بیان کے متعلق لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس میں سوالات مشتہرہ سے کچھ تعلق نہ تھا، یہ غلط ہے، میں نے جس قدر آیات پڑھیں بالکل سوالات کے متعلق تھیں،۔

مولوی صاحب کا یہ فرمانا بالکل ٹھیک تھا لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں آپ نے اپنے بیان کو ان قرآنی آیات کے صرف معنی بیان کرنے میں محدود نہ رکھا۔ آپ کیوں صرف ایک دفعہ آیات کا ترجمہ کر کے ادھر ادھر بھٹکتے رہے۔

۳۔ اس پرچہ کے صفحہ ۳ میں آپ کا بیان واعتراف:

مولوی صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے اس دن نبوت کا بیان شروع کیا تھا تو وہ اس لئے تھا کہ انسان کی اعلیٰ روحانی حالت نبوت ہے۔

مولوی صاحب کا یہ فرمانا بھی درست تھا مگر کاش کوئی سلسلہ اس بیان میں ہوتا ۔یعنی یہ کہ مولوی صاحب پہلے مجوزہ سوال کی طرف حاضرین کو متوجہ کر کے انسان کی جسمانی اور اخلاقی حالت کا ذکر فرماتے اور بعد پر روحانیت کا مضمون چھیڑ کر نبوت کی طرف آتے ۔مگر مولوی صاحب سے یہ نہ ہو سکا اور بے جوڑ طریق پر نبوت کا قصہ شروع کر دیا۔

یہ تینوں اعتراف مخبر دکن کے اس امر پر روشن دلائل ہیں کہ جو پہلے بیان کیا دوسرے بیان میں اس نے ان کے برخلاف کہا ہے،..اور ہمارے مضمون میں جلسہ کے سوالات کا پورا جواب تھا وہ عین مطابق تھا اور اس میں کتاب مقدس قرآن کی آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔

اعتراف اول کے اخیر میں جو آیات قرآن کے معرض بیان میں نہ آنے یعنی ان کی تشریح کرنے کا موقع نہ ملنے پر افسوس ظاہر کیا گیا ہے اسکا اظہار خود ہم نے اپنے ریمارک میں شروع خطبہ سے پہلے کیا ہے کہ ہم کو کافی وقت دیتے جس میں ہم پوری تشریح آیات کرتے (چونکہ وقت ناکافی تھا) لہذا ہم نے انتخاب سے کام لیا اور جو اس افسوس کے بعد یہ افسوس ظاہر کیا ہے کہ مولوی صاحب کی توجہ دوسری طرف منعطف ہوگئی اور ایسا ہی اعتراف دوئم سوئم میں کہا ہے کہ مولوی صاحب ادھر ادھر پھرتے رہے اور نبوت کا سلسلہ وار ذکر نہ کیا، بے جوڑ طریق پر کیا، اس میں سفید جھوٹ سے کام لیا گیا ہے خاکسار ایک منٹ دوسری طرف متوجہ نہیں ہوا اور نہ ادھر ادھر پھرا اور نہ ذکر نبوت بے جوڑ کیا۔اس امر کا یقین ناظرین کو مضمون خطبہ (یا لیکچر) کے ملاحظہ سے بخوبی ہوسکتا ہے ہم کیا کہیں: مشک آنست کی خود ببوید نہ کہ عطا بگوید

دوسری دروغ گوئی مخبر دکن کا بحوالہ میاں کمال الدین صاحب پرچہ ۱۴ جنوری میں یہ بیان ہے کہ مولوی صاحب (محمد حسین) نے آپ کے پاس مرزا جی کے مضمون کی تعریف کی تھی اور اس مضمون کی نظر سے فتح اسلام کا اقبال کیا اور کہا کہ کل یعنی مرزا قادیانی کے لیکچر کے دن مجھے ماسٹر درگا پرشاد ملے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں مرزا صاحب کا مضمون سن کر اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی، اور یہ بیان کیا کہ کمال الدین نے مرزا صاحب کے مضمون کی کیفیت مذکور بالوضاحت بیان کی اور خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج نے اس کی تصدیق وتائید فرمائی۔

یہ دروغ گوئی الہامی ہے۔اولاً اس دروغ گوئی کا الہام مرزا صاحب کو معلم الملکوت کی طرف سے ہوا ہے .. پھر یہ الہام دروغ بحکم خلافت وبطور وراثت آپ کے خلیفہ میاں کمال الدین کے حصہ میں آیا اور درحقیقت میں نے قادیانی کا مضمون نہ سنا اور نہ اس کی نسبت اپنا کوئی خیال اچھا یا برا اس کے پاس ظاہر کیا اور نہ ماسٹر درگا پرشاد مجھے قادیانی کے لیکچر کے بعد ملے اور نہ انہوں نے اس مضمون کی نسبت اپنا کوئی خیال میرے پاس ظاہر کیا۔

میں نے جو کچھ میاں کمال الدین کے پاس کہا تھا وہ اپنے مضمون کی نسبت اور اسی کی نظر سے کہا تھا، اور اسی مضمون کی نسبت ماسٹر درگا پرشاد کا قول نقل کیا تھا۔اسی لیکچر خاکسار کے دن اور

اسی کے بعد شام کے قریب وہ میری فرودگاہ کے قریب سید مٹھہ میں مجھے ملے تھے اور اسی مضمون کی نسبت انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ہم واسلام کی یہ حقیقت معلوم نہ تھی جو آج یہ مضمون سن کر معلوم ہوئی ہے۔

اسکی وجہ ثبوت: اس بیان مخبر دکن کا مستند ومنتہی چونکہ ماسٹر درگا پرشاد کا قول ہے لہذا اس کے صدق وکذب ان ہی کی شہادت میں منحصر کیا جاتا ہے۔ میاں کمال الدین اپنے بیان مذکور میں سچے ہیں تو وہ ماسٹر درگا پرشاد سے میرے سامنے کہلوادیں کہ وہ مجھے مرزا قادیانی کا لیکچر سننے کے بعد ملے تھے اور اسی لیکچر کی انہوں نے میرے پاس تعریف کی تھی۔ اور اسی کو سن کر وہ کلمہ کہا تھا جو میاں کمال الدین نے نقل کیا ہے۔ اور اگر انہوں نے یہ نہ کہا بلکہ اس کے برخلاف یہ کہا کہ میں ابوسعید محمد حسین کو اسی دن ملا تھا جس دن انہوں نے اپنا مضمون سنایا تھا اور اس مضمون کی نسبت میں نے وہ کلمہ کہا تھا جو مجھ سے نقل کیا گیا ہے تو اس سے اہل بصیرت وانصاف کو یقین ہوگا کہ میاں کمال الدین کا بیان محض دروغ بے فروغ ہے۔

تیسری دروغ گوئی مخبر دکن کا پرچہ ۱۱ فروری ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے:

گیارہ بجے پر ان کا (محمد حسین) کا وقت ختم ہوگیا۔ ایگزیکٹو کمیٹی نے خان بہادر شیخ خدا بخش کی معرفت مولوی صاحب کو ٹھہرا دینے کیلئے بہت تقاضا کیا مگر آپ نے کسی کی ایک نہ سنی۔ پھر بھی خان بہادر ممدوح کی موجودگی نے آپ کو زبردستی بیٹھائے جانے کی ذلت (نوبت) سے بچا دیا۔ لیکن آخر کار خان بہادر بھی تنگ آ گئے اور مولوی صاحب کو بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔ مولوی صاحب نے جب اور وقت کا مطالبہ کیا اور سکرٹری کا محولہ بالا وعدہ یاد دلایا، خان بہادر تعلق قریبہ کے باوصف یہ کہنے سے نہ رک سکے کہ مولوی صاحب! کیا آپ نے وقت کا ٹھیکہ لے لیا ہے؟ اگر کوئی وعدہ ہو بھی تو آپ نالش کیجئے۔

یہ دروغ گوئی بھی سفید جھوٹ ہے۔ نہ مجھے کسی نے بٹھلایا اور نہ میں نے اپنا وقت پورا کر کے اور کچھ کہنا چاہا۔ اور نہ توسیع وقت کا کسی وعدہ کو یاد دلا کر خواستگار ہوا۔ جب میرا وقت پورا ہوا میں نے بغیر کسی کے کہنے کے اپنے بیان کو ختم کر دیا۔

اس کی وجہ ثبوت: اس دروغ گوئی میں آپ نے خان بہادر شیخ خدا بخش جج لاہور اور ماڈریٹر انچارج جلسہ (جو اس وقت مہتمم اجازت وممانعت تقریر تھے) کا ذکر کیا ہے۔ پہلی دروغ گوئی میں بھی بشمول ماڈریٹران جلسہ ان کی طرف اشارہ کیا ہے لہذا اس دروغ گوئی کے دروغ ہونے کے

ثبوت میں ہم اس سے زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجھتے کہ میاں کمال الدین یا قادیانی کے دوسرے خلیفہ جو لاہور میں آپ کے ایجنٹ ہیں اور وہ اس مضمون مخبر دکن کو سچا سمجھتے ہیں، خان بہادر شیخ صاحب سے اولاً میرے سامنے کہلوا دیں اور ان کی قلم سے لکھوا دیں پھر اس کو لاہور کے اخباروں میں چھپوا دیں کہ میں نے ابوسعید محمد حسین کو مجبوراً بٹھا دیا تھا اور وہ کلمہ کہا تھا جو ان سے نقل کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ان سے کہلوا دیں جس کا دروغ گوئی اول میں آپ کو دعوی ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اپنے بیان میں غیر متعلق اور اجنبی امور کی طرف رخ کیا تھا اور ان کا مضمون، جواب سوالات جلسہ کے مطابق نہ تھا اور الہامی صاحب کا مضمون ان کے مضمون سے بہتر تھا تو اس صورت میں بیان مخبر دکن صادق سمجھا جائے۔ اور اگر شیخ صاحب موصوف نے اس بیان مخبر دکن کو سچا نہ کیا بلکہ اس کے برعکس ہمارے بیان کو تصدیق کیا تو اس صورت میں مخبر دکن کو ماننا پڑے گا کہ اس بات میں اس کا بیان جھوٹا اور اس کا نامہ نگار میاں کمال الدین یا اور جو کوئی ہو، جھوٹا، ان سب کا امام الہامی قاتل جھوٹا اور یہ جماعت سب جھوٹی۔

چوتھی دروغ گوئی مخبر دکن پرچہ ۱۱ مارچ ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے کہ مولوی (محمد حسین) صاحب نے نبوت الہام کا ذکر کرتے ہوئے بڑے جوش سے یہ کہہ دیا کہ افسوس روئے زمین پر اسلامی دنیا میں کوئی ولی نہیں ہے جو اپنے الہامات کا عملی ثبوت دے۔ اب مرزا صاحب کی اسلامی وکالت پر نظر انصاف ڈال کر دیکھئے کہ انہوں نے الہام کی حقیقت کھولتے ہوئے اس کو دین اسلام کا خاصہ ٹھہرایا ہے اور اپنے کو اس میں صاحب تجربہ بتایا۔

یہ بھی محض دروغ ہے۔ میں نے روئے زمین سے وجود اولیاء کی نفی نہیں کی، بلکہ اپنی رؤیت کی نفی کی تھی اور یہ بات کہی تھی کہ دعوی کرنے والے تو بہت ہیں (جو الہامی قاتل کی طرف اشارہ تھا) مگر دکھانے والے آنکھوں سے غائب ہیں۔

اس کی وجہ ثبوت: اس دروغ گوئی کے دروغ ہونے کی وجہ اولاً تو خاکسار کے چھپے ہوئے مضمون یا لیکچر میں بصفحہ ۲۹۷ نمبر ۱۰، اشاعۃ السنہ جلد ۱۷ میں خاکسار کے الفاظ شاہد ناطق موجود ہیں اور علاوہ براں اس مضمون میں بصفحہ ۳۶۲ رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۱۷ میں صاف کہا گیا ہے کہ اس قسم کے لوگ امت محمدیہ میں دنیا میں ہر زمانہ میں پائے گئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے گو بعض ملکوں اور شہروں میں ہم کو نظر نہ آویں۔

اور اگر یہ بہتانی ان الفاظ کی نسبت یہ کہیں کہ یہ الفاظ اس وقت نہ کہے گئے تھے بلکہ

روئے زمین سے نفی وجود اولیاء کی گئی تھی تو وہ اس کی شہادت بھی شیخ صاحب موصوف سے (جو اس وقت انچارج تقریر جلسہ تھے) دلوا دیں اور یہ کہلا دیں کہ روئے زمین سے وجود اولیاء کی نفی کی گئی تھی۔ شیخ صاحب سے یہ شہادت نہ دلوائیں تو ہمارے الفاظ مندرجہ خطبہ ان کے کذب پر بلا مزاحمت شاہد عدل متصور ہوں گے اور یہ لوگ جھوٹے ٹھہریں گے۔

بقول مخبر دکن الہامی صاحب نے جو اپنے بیان میں الہام کو خاصہ اسلام ٹھہرایا پھر اپنے الہامات کو اس کی تمثیلات بتایا ہے تو اس میں مخالفین اسلام کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقع دیا۔ آپ کے الہامات وکرامات تو سب کے سب اس بیت کے مصداق ہیں:

این کرامت ولی راچہ عجب
گر بہ شاشید گفت باراں شد

مخالفین اسلام آپ کے اس بیان میں آپ کو سچا سمجھیں گے تو اسلام کو بھی ان ہی ذلیل کرامات اور جھوٹے الہامات کا محل ومظہر قرار دیں گے اور صاف کہیں گے کہ جیسے کرامات والہامات وکیل نے دکھائے ہیں کہ خبر تو دیں لڑکا پیدا ہونے کی اور نکل آوے لڑکی، اور پھر نو برس کی میعاد میں ایک آسمانی لڑکے کی پیش گوئی کریں اور ۱۱ سال گزر جائیں اور وہ لڑکا وجود میں نہ آوے، ویسی ہی کرامات آپ کے مؤکل نے دکھائی ہوں گی۔

ایسا اقبال الہام وکرامت اسلام کے لئے باعث عار ہے نہ موجب فخر۔ اس اقبال سے تو اپنی رؤیت کا انکار ہزار درجہ بہتر ہے جو کسی اعتراض کا محل نہیں ہوسکتا۔

اب ہم اس مضمون کو ان ہی دروغ گوئیوں کے بیان پر ختم کرتے ہیں اور منتظر ہیں کہ ہمارے نادیدہ دوست سید عبدالقادر صاحب اڈیٹر اخبار مخبر دکن بتقلید سلطان محمود مرزائی ان دروغ گوئیوں کو سچ بتانے کے لئے کوئی تاویل کرتے ہیں یا ان کو جھوٹ جان کر اپنے نامہ نگار کی تکذیب اور اپنے بیان کی اصلاح عمل میں لاتے ہیں۔ ان کے حق میں بہتر ہے کہ وہ سلطان محمود کے دھوکہ میں آکر حق کا مقابلہ نہ کریں بلکہ حق کے آگے جھک جائیں اور اگر سلطان محمود ان کو مقابلہ پر آمادہ رکھے تو پہلے اشاعۃ السنہ چار سال کی گذشتہ جلدیں منگا کر دیکھ لیں کہ اس مقابلہ کا صلہ ان کے امام قادیانی نے کیا پایا ہے، اسی کا حصہ ان کو بھی ملے گا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ ص ۱۰۲۔۱۱۰ ملخصاً)

قسم کی منظوری سے قادیانی گریز

مولانا بٹالویؒ، پیش گوئی متعلق قتل لیکھ رام کے جھوٹی ہونے پر قسم کھانے کے لئے مستعد ہوئے اور اس مضمون کو رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر جلد ۱۸ کے صفحہ ۵۳ میں بہ تفصیل درج کر کے اس کے خلاصہ سے انوں نے بذریعہ اشتہار مرزا قادیانی کو مطلع کیا تو مرزا صاحب نے اپنی ناجائز شروط سابقہ اور ایک نئی شرط کی پناہ اور آڑ لے کر اس قسم کی منظوری سے انکار کر دیا۔ اس پر مولانا بٹالوی نے، ہماری قسم کی منظوری سے الہامی قاتل اور خونی مسیح کی گریز، کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں بتایا کہ:

وہ مدت کا شور اور جوش وخروش اشتہار مستعدی قسم کے شائع ہونے کے بعد ایک منٹ بھی نہ ٹھہرا اور

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

کا مصداق بن گیا۔ پہلے تو آپ نے قلمی خط مورخہ ۲۶۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں چند گالیوں اور مکروہ الفاظ (غبی، حمق، سفاہت وغیرہ) سے یاد فرما کر تین شرطیں پیش کیں۔ اول وہی پرانی شرط کہ میعاد عذاب ایک سال کی مقرر ہوگی۔ دو وجہ سے، اول یہ کہ یہ شرط الہامی ہے اور الہامی شرط کو ملہم بدل نہیں سکتا، دوسری یہ کہ یہ میعاد مسنون ہے۔ اور کہا کہ یہ سچ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے برس کا نام لے کر یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر وہ مباہلہ کرتے تو بلاتوقف عذاب نازل ہو جاتا۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ خدا تعالی نے اپنے نبی کو برس تک عذاب کے نزول کا وعدہ دے کر پھر اس خاص زمانہ سے اطلاع بھی دے دی جو برس کے اندر مگر بہت قریب اور بلاتوقف ظہور میں آنے والا تھا۔

دوسری شرط (جو نئی شرط آپ نے بڑھائی ہے) یہ ہے کہ قبل اس کے کہ آپ قسم کھاویں ٹھیک دو گھنٹہ بالمواجہہ تقریر سے میں آپ کے پاس اپنے اسلام اور الہام اور لیکھ رام والی پیش گوئی کے متعلق وجوہات مفصل بیان کروں۔ پھر پوچھوں گا کہ کیا آپ کو اس سے انکار ہے۔ اور اس کے جواب میں آپ صرف اس قدر کہنے کے مجاز ہوں گے کہ مجھے انکار ہے۔ پھر تین دفعہ اپنے مشتہرہ

الفاظ سے قسم کھائیں گے اور بجائے فوری عذاب کے ایک سال بیان کریں گے۔

تیری شرط یہ کہ اگر سال کے اندر اس جھوٹی قسم کا کوئی عذاب آپ پر نازل ہوا تو ضرور ہوگا کہ میں بذریعہ اشتہار اس کا اظہار کروں۔

پھر آخر خط میں لکھ دیا کہ یہ تمام شرائط قطعی ہیں ان کو کم وبیش کرنا جائز نہ ہوگا۔

پھر اس مضمون کا ایک اشتہار مورخہ یکم مئی ۱۸۹۷ء آپ نے شائع کیا اس میں بھی دل کھول کر گالیاں بالفاظ حماقت، شرارت، خباثت، لعنت، منہ پر تھوکنا وغیرہ دے کر ان ہی شرائط پر اصرار کیا۔ اور شرط دوم میں یہ فقرہ بڑھا دیا کہ آپ کو میرے دو گھنٹے کی تقریر کے مقابلہ میں کچھ بولنے کا اختیار نہ ہوگا۔ میت کی طرح چپ رہنا ہوگا اور شرط کی نسبت کہا کہ یہ گریز نہیں، اور چور کی داڑھی میں تنکا کی مثل پر عمل کر دکھایا۔ اور اس سے مقصود صرف رفع شبہ و اتمام حجت بتایا۔ اور جو مقصود اپنے پہلے قلمی خط میں بتا چکے تھے کہ ہم اپنے اسلام کی وجوہات بیان کریں گے، اس کو اس اشتہار میں چھپایا۔ اور شرط سوم کی تفصیل اور عذاب کی تشریح میں بضمن حاشیہ کہا کہ وہ عذاب ایسا ہوگا جس کا مزہ آپ نے پہلی زندگی میں نہ چکھا ہوگا، خواہ وہ زمین سے ہو، خواہ آسمان سے، خواہ آپ کی مالی حالت پر ہو، خواہ عزت، پر خواہ ہمارے لئے ایسا نشان ظاہر ہو جس سے لوگ آپ پر لعنت کریں گے اور تھوکیں گے۔

ان شرائط کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا آخری اشتہار ہے ان شرائط کو آپ نہ مانیں گے تو آئندہ ہم آپ کو مخاطب نہیں کریں گے۔

(اشتہار کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

اشتہار واجب الاظہار: شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعت السنہ کا ایک اشتہار جس پر کوئی تاریخ نہیں اور جس کا عنوان یہ ہے، الہامی قاتل مرزا غلام احمد .الخ۔ میری نظر سے گذرا۔ شیخ صاحب کا یہ اشتہار بھی ان بے جا نیش زنیوں اور مفتریانہ حملوں سے بھرا ہوا ہے کہ جو ہمیشہ وہ اپنی سرشت اور خاصیت کی وجہ سے کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت ان ناپاک اتہامات کا جواب دینا ضروری نہیں۔ ہم انکے دشمن اسلام رسالہ کے نکلنے کے منتظر ہیں۔ تب انشاء اللہ کما حقہ ان شیطانی وساوس کو دور کیا جائے (اشاعۃ السنہ جلد ہژدہم بابت ۱۸۹۵ء نمبر ۵ تا ۱۲، ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا۔ الحکم قادیان نے لکھا ہے کہ مولانا بٹالوی نے محمد بخش چوغطہ قوم اعوان ساکن ہموں گکھڑ ضلع سیالکوٹ کے ہاتھ مرزا قادیانی کو بھیجا۔ مرزا صاحب نے اس کے ٹائیٹل پر یہ لکھ کر محمد حسین کو واپس بھجوا دیا:

ربّ ان کان ھذا الرجل صا دقاً فی قولہ فاکرمہ و ان کان کاذباً فخذہ۔

الحکم ۲۰۔۲۷ جولائی ۱۸۹۸ء ص ۵)

بالفعل جس مطلب کے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ صاحب مقدم الذکر اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ لیکھ رام والی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور نیز ارقام فرماتے ہیں کہ میں اس بارے میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں ۔مگر ایک برس کی میعاد سے ڈرتے ہیں ایسا نہ ہو کہ اس قدر مدت میں مرجائیں یا کوئی اور عذاب نازل ہوجائے ۔لیکن میں مکرران کو سمجھا تا ہوں کہ ایک شخص کے ساتھ کہ اپنی ذکر کردہ میعاد کی بنیاد الہام ٹھہراتا ہے،ضد کرنا حماقت ہے ۔ صاحب الہام کے لئے الہام کی پیروی ضروری ہوتی ہے ۔ ہاں اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کہ چند ہفتہ میں ان پر عذاب نازل کرے مگر ہماری طرف سے ایک برس ہی کی میعاد ہوگی ۔اب اس سے ان کا منہ پھیرنا اپنے دروغ گو ہونے کا اقرار کرنا ہے۔

اے شیخ بٹالوی صاحب ! آپ تسلی رکھیں کہ اگر آپ اپنی قسم میں سچے ہوں گے تو کوئی عذاب نازل نہیں ہوگا ۔لیکن اگر قسم میں کوئی چھپی ہوئی بے ایمانی ہوگی،تو خدا تعالی آپ کو ضرور سزا دے گا، تا دوسرے مولوی عبرت پکڑیں۔مگر یہ شرط ضروری ہوگی کہ قسم کھانے سے پہلے آپ جلسہ قسم میں چپ بیٹھ کر دو گھنٹے تک میری وہ وجوہات سنیں جو میں اپنے الہام اور پیش گوئی کے صحت وقوع کے بارے میں بیان کرونگا اور آپ کو اختیار نہیں ہوگا کہ کچھ چون و چرا کریں بلکہ میت کی طرح عالم خاموشی میں رہ کر سنتے رہیں گے اور پھر اٹھ کر اسی عبارت کے ساتھ جو آپ اشتہار میں لکھ چکے ہیں تین مرتبہ قسم کھائیں گے اور ہم آمین کہیں گے ۔صرف اس قدر عبارت میں تبدیلی ہوگی کہ بجائے فوراً کے ایک برس کا نام لیں گے ۔اور اگر اب آپ نے پہلو تہی کی اور بیہودہ شرائط اور پیچ در پیچ حیلہ حوالے کی باتوں کو شروع کردیا جیسا کہ آپ کی عادت ہے تو سب پر کھل جائے گا کہ آپ کی نیت صحیح نہیں ہے اور آپ اپنی پہلی شامت اعمال کی محافظت میں لگے ہوئے ہوئے۔

غرض یہ ہمارا آخری اشتہار ہے ۔اگر آپ اپنی ملّا نہ حیلہ بازیوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کے ساتھ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے اور نہ پھر ہم آپ کو مخاطب کریں گے۔....

ایک سال کی شرط بوجہ رعایت سنت اور الہامات متواترہ کے ہے۔اور محمد حسین کے لئے جو یہ شرط ٹھہرائی گئی کہ قسم کھانے سے پہلے دو گھنٹے تک ہمارے الہام اور پیش گوئی لیکھ رام والی کے متعلق دلائل سنے، یہ گریز نہیں بلکہ یہ امر مسنون ہے کہ تا خدائے تعالی کی حجت بالمواجہ پوری ہوجائے۔

حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اے شیخ صاحب! یہ سزا اور عذاب جو قسم کے بعد ایک برس تک آپ پر وارد ہوگا اس میں معجزانہ شرط ہم نے رکھ دی ہے کہ وہ ایسا عذاب ہو کہ آپ نے اپنی زندگی میں اس کا مزہ نہ چکھا ہو، خواہ زمین سے ہو خواہ آسمان سے اور خواہ آپ کی مالی حالت پر وارد ہو اور خواہ عزت پر اور خواہ جان پر۔ اور خواہ اس عرصہ میں ہمارے لئے خدا تعالی کی طرف سے کوئی اور عظیم الشان اور فوق العادت نشان ظاہر ہو جائے جس سے ہزار ہا لوگ آپ پر لعنت بھیجیں اور آپ کے منہ پر تھوکیں کہ اس نے شرارت اور خیانت سے صادق کا مقابلہ کیا۔ مگر ہر ایک عذاب فوق العادت ہونا ضروری ہوگا۔ یکم مئی ۱۸۹۷ء۔

منقول از مجموعہ اشتہارات۔ ج ۲ ص ۴۰۵ تا ۴۰۸)

اس کے جواب میں خاکسار (محمد حسین) نہایت عجز و کمال ادب سے گذارش کرتا ہے کہ گالیوں کا جواب تو وہی ہے جو بار ہا دیا گیا:

بدم گفتی و خورسندی عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

آپ الہامی ہیں، یہ گالیاں بھی الہامی ہوں گی۔ ان کا مقابلہ وہ کرے جو آپ جیسا الہامی ہو (خدا کسی مسلمان کو ایسا نہ کرے)۔ میعاد کے مسنون ہونے کا دعوی تو آپ کو پہلے بھی تھا ہمارے اشتہار میں اس کی دلیل کا مطالبہ ہوا تھا۔ آپ نے کوئی دلیل تو پیش نہ کی اپنے دعوی کا اعادہ کر دیا جو شرم و حیا کے بالکل مخالف ہے۔

آپ کا اس امر کو سچ تسلیم کر کے کہ،

نصاری نجران کیلئے آنحضرت ﷺ نے بلا توقف عذاب نازل ہونے کیلئے خبر دی تھی،

یہ کہنا کہ خدا تعالی نے اپنی نبی کو برس تک نزول عذاب کا وعدہ دیا تھا اور یہ امر حدیث لما حال الحول سے سمجھ میں آتا ہے، ایک اور دعوی دروغ ہے۔ اس حدیث میں یہ ذکر نہ صراحۃً ہے نہ اشارۃً کہ اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کو دعوت مباہلہ کے وقت اور گریز نصاری سے پہلے سال بھر تک عذاب آنے کی خبر دی تھی اور نہ یہ آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مباہلین نصاری کو بطور شرط پہلے سے یہ بات کہدی تھی، یا آنحضرت ﷺ نے اپنے پیرو مسلمانوں کو یہ خبر دے دی تھی کہ ان (عیسائیوں) پر برس کے اندر عذاب نازل ہوگا۔ اس حدیث میں جو برس گذرنے سے پہلے نصاری پر عذاب نازل ہونے کا آنحضرت ﷺ نے ذکر کیا ہے وہ تو نصاری نجران کے

مباہلہ سے گریز کر جانے کے بعد ذکر فرمایا تھا جس سے ہرگز یہ ثابت و مفہوم نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالی نے پہلے بھی آنحضرت ﷺ کو اس میعادی عذاب کی خبر دی تھی، یا آنحضرت ﷺ نے بطور شرط مباہلین سے یہ بات کہدی تھی۔

الہامی صاحب نے اس حدیث سے اس مفہوم کو نکالنے میں دروغ گوئم برروئے تو، پر عمل کیا ہے اور : چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ، کا مصداق بن کر دکھایا ہے۔

پھر یہ ذکر مابعد بھی کل (یعنی تمام دنیا یا کل عرب کے) نصاری کی نسبت ہوا تھا کیونکہ مقابلہ میں نکل کر مباہلہ کرنے والوں کی نسبت تو صاف فرمایا گیا ہے کہ وہ وہاں سے بچ کر نہ جاتے اور اس جنگل میں آگ لگ جاتی جس سے درختوں پر جانور بھی نہ بچتے۔ یعنی ان پر بلا توقف عذاب نازل ہو جاتا جس کا الہامی قاتل صاحب کو بھی اعتراف ہے۔

شرط میعاد کے الہامی ہونے اور اس وجہ سے اس کے تبدیل نہ ہوسکنے کا دعوی بھی کمال شرم کا موجب ہے۔ یہ آپ اس شخص سے کہہ سکتے تھے جو آپ کو ملہم اور آپ کی شرط کو الہامی جانتا ہو اور جو شخص آپ کو دعوی الہام میں کذاب اور دجال جانتا ہو اس کے سامنے یہ عذر پیش کرنا شرم کا مقام ہے۔ اگر منکر کے سامنے بھی اپنے الہام کو بطور حجت و دستآویز پیش کرنا جائز ہے تو وہ بھی آپ کو کہہ سکتا ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ شرط میعاد ایک سال کی ناجائز اور شیطان کی تجویز کردہ شرط ہے، اس کو قبول کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔ پس جو جواب آپ اس کو دیں گے وہی جواب آپ کو واپس کر دے گا۔

خاکسار محمد حسین کا میعاد ایک سال کو منظور نہ کرنا اور فوراً عذاب کا مطالبہ کرنا، میعاد ضروری ہو تو صرف تین دن کی میعاد منظور کرنا، اس وجہ سے نہیں کہ میں آپ کے الہام سے ڈر گیا ہوں۔ اگر میں آپ کے الہام سے ڈرتا تو آپ سے یہ سلوک و خدمت گذاری نہ کرتا جو عرصہ پانچ سال سے کر رہا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک سال کے عرصہ میں آپ بہت سے انسانی منصوبوں اور چند بدمعاش مریدوں کے ذریعہ جس کو چاہیں قتل کرا سکتے ہیں۔ چنانچہ عبداللہ آتھم کیلئے آپ نے ایسا کیا (جس کا عبداللہ آتھم کو دعوی تھا) اور بقول ہندوؤں کے لیکھرام کیلئے بھی آپ نے ایسا کیا اور یہ امر بنظر آپ کی فریب بازیوں اور حیلہ سازیوں کے کچھ بعید نہیں ہے۔ اگرچہ اس پر ظاہری کوئی دلیل اب تک قائم نہیں ہوئی۔ تین دن اپنی حفاظت آپ جیسے خونی قاتل سے ہر کوئی کرسکتا ہے گھر میں چھپ کر یا کہیں نقل مکانی کر کے۔

امرت سر کے ایک اخبار کے اڈیٹر یعقوب حواری الہامی قاتل صاحب جنہوں نے ہماری عدم منظوری شرط ایک سال کو گریز قرار دیا تھا۔اب بھی ہماری یہ دلیل سن کر اسکو گریز کہیں گے ؟ کیا ان کے نزدیک ایسے اقبالی خونیوں کے دست تظلم سے اپنی جان کی حفاظت نہ کرنا اور سال بھر تک اس کو سازشوں کا موقع دینا عقل مندی کا کام ہے؟

دو گھنٹہ تک قسم سے پہلے وعظ کرنے کی شرط سے آپ کا جو مقصود ہے اس کو آپ نے قلمی خط میں صاف الفاظ میں بتا دیا ہے کہ آپ حاضرین کو منافقانہ اقرار اصول اسلام و مسائل اسلام کرنے سے اپنا مسلمان ہونا جتا دیں اور عقاید کفریہ ملحدانہ زندیقانہ کو چھپا کر اپنے مقدس دامن سے داغ فتوی تکفیر کو جو بالاتفاق علماء پنجاب و ہندوستان لگ چکا ہے مٹا دیں۔.. پھر جو اشتہار یکم مئی ۱۸۹۷ء میں چند شبہات و اتمام حجت کا بہانہ بھی گھڑ لیا ہے، اور اس کے ساتھ دعوی کیا ہے کہ یہ رفع شبہ اور وعظ مباہلہ سے پہلے مسنون ہے، یہ محض دروغ بے فروغ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تمام عمر میں کسی سے مباہلہ نہیں کیا اور نہ کسی مجلس مباہلہ میں آپ کو رفع شبہات مباہلین کا اتفاق ہوا ہے۔ پھر یہ امر کیونکر مسنون ہوسکتا ہے۔اور رفع شبہات اور اتمام حجت کی یہ صورت بھی نہیں ہے کہ آپ جو چاہیں دو گھنٹہ تک بولتے چلے جائیں اور آپ کا خصم کچھ نہ بولے اور میت کی طرح چپ رہے۔ آپ اس دعوی ...رفع شبہات اور اتمام حجت میں سچے ہیں تو مباہلہ اور قسم سے پہلے ایک مجلس مناظرہ منعقد کریں اور اس میں اپنے اسلام اور الہام و پیش گوئی متعلق لیکھ رام کے وجوہات وغیرہ وغیرہ .. بیان کریں اور اپنے خصم سے اس پر اعتراضات سنیں اور اس کا جواب اس کو دیں۔اور اگر اس مجلس مباہلہ و قسم میں ان وجوہات کے بیان کا ضروری ہونا ثابت کر دیں، تو پھر اسی مجلس میں اپنے خصم کو بھی دو گھنٹہ کے مقابلہ میں دو گھنٹہ تقریر کرنے کا موقع دیں۔آپ ایسا نہ کریں گے تو اس سے صاف ثابت ہوگا کہ آپ کا مقصود اس دو گھنٹہ وعظ سے صرف وہی ہے جس کو آپ قلمی خط میں ظاہر کر چکے ہیں کہ ناواقف مسلمانوں کو (جو آپ کے مجموعہ کفریات تصانیف کو نہیں دیکھتے) یہ جتا دیں کہ میں مسلمان ہوں اور اسلامی عقاید کو مانتا ہوں، اور علماء پنجاب و ہندوستان جو مجھے کافر کہتے ہیں وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں۔

شرط سوم کی تفصیل اور عذاب کی تشریح میں جو کچھ آپ نے کہا ہے اس میں صاف اقرار کرلیا ہے کہ آپ اور آپ کا ملہم قسم کھانے والے پر کوئی غیر معمولی عذاب نہیں لا سکتے، جو ہوگا صرف یہ ناٹک ہوگا کہ کسی معمولی امر کو عذاب آسمانی بنا لیا جائے گا۔آپ کے مخالف کے کپڑے میلے

ہو گئے یا کرتہ کی کھونڈی ٹوٹ گئی، تو آپ کہہ دیں گے کہ یہی عذاب ہے جس کا ہمارے ملہم نے وعدہ کیا تھا۔ زیادہ کریں گے تو یہ کریں گے کہ چند بد معاش مریدوں کو کہد یں گے کہ فلاں شخص کو برسر بازار گالیاں دو اور ایک مکا لگا دو اور کپڑے اتار لو۔ پھر اشتہار آ ویں گے کہ ہم نے کہا تھا بعینہ وہی ہوا۔ اس شخص کی مان و جان و عزت تینوں کو ایسا نقصان پہنچا کہ اس کا مزہ اس نے آ گے نہ چکھا ہو گا۔ اور یہ امر اگر ہو گا تو ہو گا بھی واقعی ہو گا کیونکہ اس سے پہلے ہم نے اپنی ہوش و اختیار کے زمانہ میں نہ کبھی کسی سے ہاتھا پائی کی، اور نہ برسر بازار گالیاں سنیں، اور نہ کپڑا اتروایا۔ اس سے بھی زیادہ کریں گے تو میرے مقابلہ میں ایک رسالہ یا اشتہار شائع کر دیں گے اور اس میں معمول سے زیادہ گالیاں دیں گے اور اس کے ذریعہ سے اپنے مریدوں سے گالیاں دلوائیں گے اور اسی کو آسمانی نشان قرار دیں گے جیسا کہ جلسہ مذاہب اعظم میں اپنے بیان کو آسمانی نشان فرمایا۔ آخر میں جو آپ نے کہا ہے کہ آئندہ ہم آپ کو مخاطب نہ کریں گے اس میں آپ نے گریز کا صاف اقرار فرمایا ہے جس پر آپ تعریف کے مستحق ہیں۔ اس سے زیادہ تعریف کا مستحق آپ کا اشتہار ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء آپ کو بنا رہا ہے جس میں آپ نے صاف طور پر قسم لینے اور اس کے مقابل میں کرامت دکھانے سے انکار کیا ہے اور اپنے منکروں اور مخالفوں کو اپنے سامنے بلانے سے معافی دے کر یہ کہد یا ہے کہ وہ اپنی جگہ پر رہیں، میں اپنی جگہ پر، خدا کی جناب میں دعا کریں اور اس کے بدلے، کسی قسم کا عذاب دکھانے سے دست بردار ہو کر صرف یہ دعوی کیا ہے کہ میری تائید میں کوئی نشان فوق العادت ظاہر ہو گا۔ چونکہ یہ اشتہار آپ کا آخری اشتہار ہے لہذا اس سے آپ کی اس دعوت بالمشافہ قسم کو جس میں آپ نے رسالہ سراج منیر کے صفحہ ۴۹ میں سے نو اشخاص، (خاکسار، سرسید، مولانا وشیخنا سید محمد نذیر حسین صاحب وغیرہ) کو مخاطب کر کے حکم دیا تھا کہ قادیان میں آئیں اور دو گھنٹہ تک خاموش رہ کر میرا وعظ سنیں اس کے بعد قسم کھائیں۔ پھر اکتالیس دن میں عذاب کا مزہ پاویں، منسوخ کر دیا ہے۔ اب تو کس و ناکس کو معلوم ہو گیا ہے اور عموماً کہا جاتا ہے کہ آپ کوئی عذاب نہیں دکھا سکتے اس لئے آپ اشتہار ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء میں بظاہر سب کو حاضری سے اور بالمشافہ قسم کھانے سے معافی دیتے ہیں۔ درحقیقت خود معافی چاہتے ہیں۔ دیکھئے آئندہ کیا الہامی حکم ہوتا ہے۔ غائبانہ قسم کھانے کا جواب ہم آئندہ دیں گے۔ انشاء اللہ۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۸۔ص ۱۱۲ تا ۱۱۸)

استفتاء کا جواب

استفتاء نامی قادیانی رسالے کے جواب میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب دیکھا کہ متعدد اشخاص نے اس کی پیش گوئی متعلق قتل لیکھ رام کے جھوٹی ہونے پر قسم کھانے کا عزم بالجزم کر لیا ہے اور اس قسم پر اس کی دھمکی عذاب کو گیدڑ بھبکی سمجھ لیا ہے اور اس سے کوئی نہیں ڈرا، اور اس کے یا اس کے ملہم (معلم الملکوت) کے اختیار میں کوئی عذاب نہیں ہے جو قسم کھانے والوں پر نازل ہو، اور اس سے اس کی نبوت یا ولایت قائم ہو، تو اس نے قسم لینے سے فرار و استتار (پردہ نشینی) کو اختیار فرمایا اور ظاہراً اس کا بہانہ یہ بنایا کہ یہ لوگ ہماری شرطوں کو نہیں مانتے لہذا ہم بخوف خدا ان کے خطاب سے منہ پھیرتے ہیں اور اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے اور اس فرار و استتار کو اس بیت کا مصداق بن کر دکھایا:

زاہد نداشت تاب وصال پری رخان
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ اس سکوت و گوشہ نشینی سے ہمارا کام نہیں چلے گا اور اس سے پیشگوئی مذکور کا جھوٹا ہونا سمجھا وے گا۔ جو مرید اس قسم کی پیش گوئیوں کو سچا سمجھ کر ہمارے دام میں ہیں، روٹھ جائیں گے، پھر سونا چاندی روپئہ پیسہ کہاں سے آوے گا..۔ یہ سوچ کر آپ نے اس پیش گوئی کو سچا اور اس ذریعہ سے ان مریدوں کو دام میں پھنسائے رکھنے کے لئے یہ مخفی تدبیر نکالی کہ ایک مختصر رسالہ ..خاص خاص لوگوں میں جو آپ کے مرید ہیں یا ایسے مسلمان جو آپ کے عقاید کفریہ والحادیہ اور تصنیفات پر از تلبیسات سے آگاہ نہیں، متداول کیا اور اس میں اس پیش گوئی کے صادق ہونے کی ان وجوہات کو جن کے پورے پورے جوابات ہم اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ہذا (۱۸) میں دے چکے ہیں، درج کر کے ان لوگوں سے یہ استفتاء سوال کیا کہ وہ اس پیش گوئی کے صادق ہونے کی شہادت دیں اور اپنے اپنے دستخط اور مواہیر اس پر ثبت کریں۔ اس تجویز کی جرأت آپ سے اس امید پر ہوئی کہ آپ کے زعم میں آپ کے آٹھ دس ہزار چیلوں اور پجاریوں میں بہت لوگ ایسے ہیں کہ وہ بے سوچے سمجھے آپ کی ہر بات پر واہ سبحان اللہ کہہ دیتے ہیں۔ آپ دن کو رات کہیں تو وہ ستارے بتانے اور گنوانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ اس استفتاء پر بلا فکر و تامل دستخط کر دیں گے

اوران کو دیکھ کر صدہا ناواقف مسلمان بھیڑ چال اختیار کر کے پھنس جائیں گے کیونکہ دنیا میں ایسے سمجھ دار کم ہیں جو اپنی عقل اور تحقیق سے کام لیں اور بھیڑ چال نہ چلیں، اس صورت میں وہ دام افتادہ الّو اس پیش گوئی کو سچا سمجھتے رہیں گے اور دام سے نہ نکلیں گے۔

از آنجا کہ مرزا قادیانی، اسلام اور مسمانوں کا پکا دشمن ہے اوران سے اپنی پیش گوئیوں کی صداقت منوا کر ان کو اپنا حامی اسلام ہونا جتا کر ان کو اپنے دام میں لانا.. چاہتا ہے اور اکثر مسلمان اس کے مکائدو تزویرات سے واقف نہیں لہذا بحکم

اگر بیند کہ نابینا و چاہ است

اگر خاموش بنشیند گناہ است

محض حسبۃً للہ وخالصاً نصحاً لخلق اللہ مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس مکار کے اس دام تزویر سے بچیں، اسکے دعوی حمایت اسلام سے دھوکہ میں آکر بے سوچے سمجھے اس کے استفتاء پر دستخط نہ کریں..اور اس پیش گوئی کو پرکھنے اور اس کی وجوہات مفسرہ رسالہ استفتاء مذکور کو جانچنے کے لئے ہمارے رسالہ نمبر ۱ تا ۳ جلد ہذا (۱۸) کو ملاحظہ کریں اس میں اس کے جملہ وجوہات کا جواب دیا گیا ہے اور دلائل قطعیہ سے اس پیش گوئی کا جھوٹا ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

اس رسالہ استفتاء میں مرزا قادیانی کی غرض مذکور کے علاوہ کئی اور مفتریانہ راز واسرار بھی ہیں جن کا افشاء واظہار ضروری ہے اوران کی طرف پبلک اور گورنمنٹ کو توجہ دلانا لازم ہے اور وہی رسالہ استفتاء کا جواب ہے۔

ازانجملہ اول یہ ہے کہ آپ نے رسالہ کے صفحہ ۳ میں کہا ہے کہ مولوی ابوسعید محمد حسین حب اڈیٹر اشاعۃ السنہ نے ایک خط میری طرف بھیجا ہے، جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ:

میں نے اپنی نیک نیتی سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

پھر خاکسار کے اس قول کی تفسیر اپنی طرف سے بایں الفاظ کی ہے:

یعنی لیکھرام کی موت صرف ایک اتفاقی امر تھا جس میں خدا کا کچھ دخل نہیں۔

اور پھر کہا کہ مولوی صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ

کیوں یہ امر ثابت شدہ مان لیا جائے کہ پیش گوئی سچی ہوئی، اور کیوں نہ قبول کیا جائے کہ ایک اتفاقی موت ہے جو پیش گوئی کے زمانہ میں وقوع میں آگئی۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے اس مقام میں یہ فقرہ (میں نے اپنی نیک نیتی سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ

یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی) بے شک خاکسار کا قول ہے اور جو لفظ، یعنی ، سے اس کی تفسیر کی ہے اور جو بات اس کے بعد کہی ہے وہ سراسر مجھ پر افتراء ہے جس کا سرّ اور اس سے آپ کا دلی مقصود یہ ہے کہ آپ خاکسار کو بحسب اتفاق اس پیش گوئی کا قائل بنا دیں اور عام مسلمانوں کو یہ جتا دیں کہ یہ شخص باوجود مخالفت کلی اس پیش گوئی کے اپنے وقت پر صادق اور واقعہ ہونے کا قائل ہو گیا ہے گو اس کو ایک اتفاقی امر سمجھتا ہے تاکہ یہ سن کر وہ لوگ مجبور ہو جاویں اور وہ اس پیش گوئی کی تصدیق کر کے اس استفتاء پر اپنے اپنے دستخط کر دیں۔ اور وہ درحقیقت میرے فقرہ بالا کی تفسیر نہیں ہوسکتی میں نے اس فقرہ میں اس پیش گوئی کے سچے ہونے کی نفی کی ہے اور یہ تفسیر اس پیش گوئی کے صادق اور واقع ہو جانے کو (گو بحسب اتفاق) اثبات کرتی ہے۔ پھر وہ اس کی تفسیر کیونکر ہوسکتی ہے۔ ناظرین غور کریں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ آپ نے میرے فقرہ مذکور کی تفسیر کی ہے یا اس میں تحریف کی ہے۔ میں تو یہ کہوں کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی جس کے صاف اور صریح معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے وقت پر واقع نہیں ہوئی، اور نہ اپنے مضمون کے مطابق وقوع میں آئی ہے چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ہذا (۱۸) میں اس معنی کی بخوبی تشریح ہو چکی ہے اور آپ اس کی یہ تشریح و تفسیر کریں کہ یہ پیشگوئی اپنے زمانہ میں اور اپنے وقت کے اندر حسب اتفاق واقعہ ہوگئی ہے۔ دروغ گوئم بر روئے تو، کی مثل سنا کرتے تھے مگر اس کا پورا عمل آپ نے یہ تفسیر کر کے کر دکھایا۔ چہ دلاور است دز دے کہ بکف چراغ دارد، زبان زد خلائق عام ہے مگر ہم نے اسکا پورا مصداق آپ ہی کو پایا ہے۔

دوم: اپنے رسالہ کے صفحہ ۴ میں آیت و ان یک صا دقاً یصبکم بعض الّذی یعد کم .. نقل کر کے اس کی تفسیر میں کہا ہے، یعنی صادق کی نشانی یہ ہے کہ اس کی بعض پیش گوئیاں پوری ہو جاتی ہیں۔ بعض کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ وعید کی پیش گوئیوں میں رجوع اور توبہ کی حالت میں عذاب کا تخلف جائز ہے کہ کوئی بھی شرط ہو جیسا کہ قوم یونس کے لئے ہوا۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ اس قول میں آپ نے خدا اور اس کے رسول پر افتراء کیا ہے جس کا سرّ اور اس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپ کی پیش گوئیاں جو کھلم کھلا جھوٹی نکلی ہیں (جیسے تولد فرزند آسمانی بشیر عنموائیل میعاد نو سال میں، اور وفات عبداللہ آتھم اندرون پندرہ ماہ میں، اور وفات شوہر ثانی منکوحہ آسمانی) پر پردہ پڑ جائے اور ان کی نظیر انبیاء کی پیش گوئیوں میں نکل آوے۔

درحقیقت یہ آپ کا خدا تعالیٰ پر اور اس کے تمام رسولوں پر افتراء ہے۔ رسولوں کی پیشگوئیوں اور دوسرے لوگوں کی پیشگوئیوں میں جو جفر یا نجوم یا جوتش وغیرہ سے کرتے ہیں یہی فرق

ہے کہ رسولوں کی لاکھ بلکہ جملہ پیش گوئیوں میں سے ایک بھی جھوٹی نہیں نکلتی بخلاف اورلوگوں کے کہ ان کی بعض پیشگوئیاں جھوٹی بھی نکلتی ہیں۔اوراس آیت کی تفسیر جو آپ نے کی ہے وہ بھی سراسر افتراء وتحریف ہے اس آیت میں خدا تعالی نے مومن آل فرعون (جو فرعونیوں سے ڈرکر اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اوران کے سامنے صاف صاف الفاظ میں حضرت موسیٰ کی تائید نہ کرسکتا تھا) کا قول نقل کیا ہے جس کا پورا ترجمہ یہ ہے:

فرعون کے لوگوں میں سے ایک شخص جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا بولا کیا تم ایک ایسے آدمی (موسیٰ) کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے پاس نشان (ید بیضاء عصا وغیرہ) بھی لایا ہے۔اب اگر وہ (دعوی نبوت میں) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر پڑے گا اوراگر وہ سچا ہے تو تم کو بعض (کچھ) عذاب کا جو وہ وعدہ کرتا ہے پہنچ کر رہے گا۔

(و قال رجل من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللّٰہ و قد جاء کم بالبیّنات من ربکم و ان یک کاذباً فعلیہ کذبہ و ان یک صادقاً .. الخ.. غافر ۲۸)

اس قول میں مومن کا (فرعونیوں کو) صرف بعض عذاب کے پہنچنے سے ڈرانا تو اس وجہ سے ہے کہ وہ فرعونیوں سے ڈرکر کسی قدر عذاب سے ڈراتا تھا، پورے عذاب سے ڈرا نہیں سکتا تھا وہ کہتا ہے کہ اگر حضرت موسیٰ صادق ہیں تو کم سے کم کچھ تو عذاب تم کو پہنچے گا۔اس میں مخاطبوں کے نزدیک اس کا منصف اور غیر متعصب ہونا ثابت ہوتا ہے۔اسی ڈر کی وجہ سے اور بے تعصبی جتانے کی غرض سے اس نے موسیٰ کے کاذب ہونے کا احتمال پہلے ذکر کیا اور صادق ہونے کا پیچھے۔یا اس کی مراد یہ ہے کہ یہ شخص حضرت موسیٰ (جو دنیا وآخرت دونوں جگہ کے عذاب سے ڈراتا ہے) سچا ہے تو عذاب دنیا تم پر آجائے گا جو اس کے بتائے ہوئے عذاب کا کچھ حصہ ہے۔اس حصہ عذاب دنیوی سے ان کو اس لئے ڈرایا کہ ان کے اعتقاد میں اس دنیا کے عذاب کا ہی ظاہری احتمال تھا، اسلئے ان کو دنیا کے عذاب سے ڈرایا آخرت کے عذاب کا ڈر نہ سنایا۔ یہی معنی اس آیت کے عامہ تفاسیر بیضاوی، معالم، فتح البیان، کبیر، جلالین وغیرہ میں بیان کئے ہیں اورکسی کتاب اسلامی چھوٹی یا بڑی نئی یا پرانی میں اس آیت کے یہ معنی نہیں لکھے اور نہ اس آیت سے مفہوم ہوسکتے ہیں کہ اس میں خدا نے صادقوں کی پیش گوئی کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ بعض سچی ہوتی ہیں اور بعض جھوٹی نکلتی ہیں جن کے مخاطب ڈر جائیں یا توبہ کریں۔

یہ بات کسی اور آیت یا حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتی جیسے اس آیت سے مفہوم نہیں ہوتی اور قطعی اور موعود عذاب کسی قوم سے کبھی نہیں ٹلا خواہ .. کیسا ہی انہوں نے رجوع و توبہ و اظہار ایمان کیا ہو۔

قوم یونس کا جو الہامی قاتل بار بار اپنی تصانیف میں ذکر کرتا ہے اس میں وہ عقل و نقل سب کا مقابلہ کرتا ہے۔ حضرت یونس کی قوم کو خدا کی طرف سے قطعی عذاب کا وعدہ نہ دیا گیا تھا اس لئے ان کا عذاب ان کی توبہ سے ٹل گیا ہے۔ اور آثار دیکھنے کے بعد ان کا ایمان مقبول ہو گیا۔ اس کی تفصیل ہم اشاعۃ السنہ جلد ۱۶، نمبر ۲، ۳، ۴ میں کر چکے ہیں۔

مرزا قادیانی بڑا دلیر اور بڑا بہادر شیر ہے کہ ہماری تحریر و دلائل کے جواب سے تعرض نہیں کرتا اور بار بار حضرت یونس کی قوم سے عذاب ٹل جانے کا ذکر تحریر میں لاتا ہے اور اپنے احمق اتباع کو بہکاتا ہے۔

سوم۔ اس رسالہ استفتاء کے ص ۵، ۶، ۷ میں آپ نے لیکھ رام کے پانچ خط نقل کر کے آخری معاہدہ کا یہ خلاصہ بیان کیا ہے کہ جو پیش گوئی الہامی صاحب بیان کریں گے وہ سچی نکلے گی تو پنڈت لیکھ رام اسلام قبول کرے گا ورنہ الہامی صاحب آریہ دھرم قبول کریں گے یا تین سو ساٹھ روپیہ جرمانہ دیں گے۔ خاکسار (محمد حسین) کہتا ہے کہ ان پانچ خطوط کو بالفاظہا نقل کرنا اور اس آخری معاہدہ کا جو مدار کار ہے صرف خلاصہ بیان کرنا الہامی صاحب کی قدیم چال کی طرف نظر کرنے سے یقین دلاتا ہے کہ یہ خلاصہ بھی افتراء سے خالی نہ ہوگا۔

مگر ہم اس مقام میں اس خلاصہ کو صحیح تسلیم اور فرض کر کے اس کے متعلق دو باتوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ ایک کی طرف اہل اسلام کی پبلک کو دوسری کی طرف حکومت کو۔ اہل اسلام کی توجہ کے لائق اس فیصلہ میں مرزا صاحب کا یہ اقرار ہے کہ اگر پیش گوئی سچی نہ نکلے گی تو وہ آریہ دھرم کو قبول کر کے آریہ بن جائیں گے یا تین سو ساٹھ روپیہ جرمانہ دیں گے (جس کو آریہ اپنے دھرم کی اشاعت میں خرچ کریں گے۔ یہ مصرف اگرچہ آپ نے اس فیصلہ میں بیان نہیں کیا مگر عبداللہ آتھم کے فیصلہ میں جو اس کا ہم رنگ ہے، یہی مصرف بیان کیا ہے چنانچہ آپ کے رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۷ سے اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ میں منقول ہوا)۔ یہ اقرار صاف مشعر ہے کہ الہامی صاحب کو دین اسلام کے حق ہونے کا یقین نہیں ہے اور اس کا دعوی اسلام محض منافقانہ دعوی ہے۔ کسی صادق الاسلام مسلمان سے ہرگز ممکن و متصور نہیں کہ وہ کسی عیسائی یا یہودی یا ہندو کو بطور شرط یہ کہدے کہ میری فلاں بات سچی نہ نکلے تو میں اسلام

چھوڑ کر عیسائی یا یہودی یا ہندو بن جاؤنگا۔ جو مسلمان ایسا کہے اور ایسا وعدہ آئندہ کے لئے کرے وہ دم نقد اور فی الحال کافر ہو جاتا ہے اس مسئلہ کی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۳۴ سے ۲۴۰ تک ہو چکی ہے۔

حکومت کی توجہ کے لائق اس فیصلہ میں مرزا قادیانی کا یہ بیان ہے کہ لیکھ رام نے اس سے ایسے نشان اور پیش گوئی کا سوال کیا تھا جس کو دیکھ کر وہ مسلمان ہو سکے۔

ایسا نشان طلب کرنیوالے کی نیت و مراد اس کی موت نہیں ہو سکتی۔ اپنی موت کو کون دیکھ سکتا ہے اور اسکو دیکھ کر وہ ایمان کب لا سکتا ہے؟ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ موت کی پیشگوئی کی نشان نمائی کیلیئے پنڈت کی طرف سے مرزا قادیانی کو اجازت نہ تھی۔ اور جو قادیانی نے مشہور کر رکھا ہے اور اپنے کئی اشتہارات میں مشتہر کیا ہے کہ یہ پیش گوئی پنڈت کی اجازت سے کی گئی تھی محض دروغ و مغالطہ ہے لہذا اب حکومت کا فرض ہے کہ اس پیش گوئی کو اجازت پنڈت کے بغیر قرار دے کر اس کا نوٹس لے اور اس کو زیر دفعہ ۵۰۸ تخویف مجرمانہ میں داخل کر کے اس کے مطابق قادیانی سے سلوک کرے۔

یہی بات قادیانی نے عبداللہ آتھم کے حق میں پیش گوئی کرنے کے وقت کہی تھی اور ہم نے بھی اسی وقت اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں یہ بات جتا دی تھی کہ بخیال ہدایت یابی طالب نشان کے لئے موت کی نشان نمائی آسمانی نشان نہیں ہے بلکہ شیطانی کام ہے جس سے لوگوں کو ڈرانا مقصود ہے۔ حکومت نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو قادیانی نے یہ دھمکی بہت لوگوں کو دی جس سے آخر پنڈت کا قتل واقعہ ہونے کی نوبت آئی۔ اب بھی حکومت اس طرف توجہ نہ کرے گی تو حکومت کی نسبت یہ بات عموماً خیال کی جائے گی کہ یہ جس قدر قادیانی کی الہامی تلوار چل رہی ہے اور خون ریزی ہو رہی ہے یہ حکومت کی رضامندی سے ہو رہی ہے اور حکومت کو برملا یہ بات کہی جائے گی:

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تست

عام لوگ یہ بھی کہیں گے کہ گورنمنٹ سیر و تماشا دیکھ رہی ہے اور اس نے بدمست اور ایک خونی ہاتھی یا سانڈھ اس غرض سے چھوڑ رکھا ہو کہ وہ لوگوں کو دھمکاوے اور ڈراوے اور ان پر الہامی تلوار چلا کر ان کا خون کرتا رہے جیسے بعض ظالم و بے رحم دولت مندوں اور امیروں کا دستور ہے کہ وہ شکاری چیتے کو عاجز بکری پر چھوڑ کر اس کی جان مروا ڈالتے ہیں۔..

چہارم اس رسالہ کے صفحہ ۹ کے حاشیہ میں آپ نے کہا ہے کہ لیکھ رام کے متعلق ایک

پیش گوئی تھی، یقضی امرہ فی ست" یعنی چھ دن میں اس کا کام تمام کیا جائے گا۔ اب تک مجھے معلوم نہیں کہ ہمارے کسی اشتہار یا کتاب یا کسی دوست کی تالیف میں چھپ گئی ہے یا نہیں۔ لیکن ہماری جماعت میں اس کی عام شہرت ہے اور یقین ہے دوسروں تک بھی یہ پیش گوئی پہنچ گئی ہوگی۔ جیسا آریوں میں عید کی پیشگوئی پہنچ گئی کیونکہ ہماری کوئی بات راز کے طور پر نہیں رہتی۔ اس پیشگوئی کا جیسا کہ مفہوم ہے ویسا ہی ظہور میں آیا یعنی لیکھ رام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو شدید زخمی ہوا اور چھٹے گھنٹے میں زخمی ہوا۔ بٹالوی صاحب اگر اس زبانی روایت سے انکار کرتے ہیں تو حدیثوں کے قبول کرنے میں انہیں بڑی مشکل پڑے گی کیونکہ وہ صرف زبانی روائتیں نہیں بلکہ کم سے کم سوڈیڑھ سو سال کے بعد لکھی گئی ہیں۔ (اڈیشن دیگر استفتاء کا ص ۱۷ حاشیہ)

خاکسار محمد حسین کہتا ہے اس قول میں بھی آپ نے کئی افتراء بازیاں کی ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ وہ حدیث کے زبانی سلسلہ روایتوں کو جن میں ایک ثقہ، عادل، ضابط، صادق، امین اپنے مثل دوسرے ثقہ سے جو زمانہ صحابہ و تابعین وغیرہ میں پایا گیا ہے روایت کرتا ہے، اپنی جماعت کے کذابین دجالین کی روایت کے مانند قرار دیتا ہے جو کسی مسلمان کا کام ہرگز نہیں ہوسکتا اور اس افتراء کا سرّ اور اس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپکی امت میں آپ کی جماعت کذابین کی مرویات کا بھی وہی اعتبار ہو جائے جیسا کہ اہل اسلام میں احادیث نبویہ کا اعتبار ہے اور احادیث نبویہ و آثار صحابہ کو کوئی امتیاز و اعتبار و خصوصیت نہ رہے۔ مگر ہم ان مفتریات سے آنکھ بند کر کے اس قول کی ایک بات کی طرف .. پبلک اہل اسلام کی توجہ دلاتے ہیں کہ اس میں صراحت کے ساتھ اقرار کیا گیا ہے کہ: چھکڑیوں والی پیش گوئی ہم نے کسی کتاب یا اشتہار میں مشتہر نہیں کی۔، اس سے ہمارے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے جو ہم اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ہذا (۱۸) میں کر چکے ہیں۔ اب بھی ناواقف مسلمان، مرزا قادیانی کو دھوکہ باز نہ کہیں گے؟ اور اس بات پر ایمان نہ لائیں گے کہ یہ صاحب جھوٹ بول کر اپنی پیش گوئی متعلق قتل لیکھ رام کو صادق اور واقع کے مطابق بتا رہے ہیں اور ہمارے اس سوال کے جواب میں کہ پیش گوئی آپ نے کہاں مشتہر کی ہے جو آپ نے سکوت کیا اور آپ پیروان مہر نبی بخش بٹالوی وغیرہ نے دعوی کیا کہ، ہم نے بچشم خود دیکھی ہوئی ہے ہم اس کو کل پیش کریں گے،، یہ محض جھوٹ اور مغالطہ تھا۔

پنجم: اس رسالہ کے صفحہ ۱۷ میں آپ نے کہا ہے۔ اب سید صاحب (آنرایبل سرسید کو کہتے ہیں جو انکو مستجاب الدعوات نہیں مانتے اور ان کے پیرو نہیں بن جاتے) کا فرض ہے کہ اپنی رائے ناقص کو

بدل دیں، ایسا نہ ہو کہ ایک شخص کی جان تو گئی اور سید صاحب وہیں کے وہیں رہے۔

خاکسار کہتا ہے کہ اس قول میں آپ نے سرسید کو اشارۃً دھمکی دی ہے کہ اگر اب بھی وہ اپنی رائے نہیں بدلیں گے اور الہامی صاحب کو مستجاب الدعوات نہیں مانیں گے تو جیسے لیکھ رام کی جان گئی ، ان کی جان بھی نہیں بچے گی۔

ہر چند یہ دھمکی بھی اس کی معمولی گیدڑ بھبکی ہے مگر سرسید کو اس سے بے فکر نہ رہنا چاہیے سرسید مسلمانوں کی دنیاوی ترقی کے حامی ہیں اور حکومت کے بھی خیر خواہ خادم ۔حکومت ان ہی لحاظ سے مرزا قادیانی کی ایسی باتوں کا نوٹس لے اور سرسید احمد خان کو ان کی الہامی تلوار سے بچائے۔ ابھی مسلمانوں کو بھی اس بڈھے نا خدا کی ضرورت ہے اور حکومت کیلئے بھی وہ پیر مرد کارآمد ہے۔

ششم: اس رسالہ کے صفحہ ۲۱، ۲۲، ۲۳ میں آپ نے ان تین پیش گوئیوں کو نقل کیا ہے جو براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۱، ۵۱۰، ۵۵۶ میں آپ کو معلم الملکوت کی طرف سے وحی ہوئی تھیں۔ازانجملہ پیش گوئی صفحہ ۲۴۱ کو پادریوں کا فتنہ قرار دیا ہے اور پیش گوئی صفحہ ۵۱۰ کو فتنہ علماء مکفرین اور پیش گوئی صفحہ ۵۵۶ کو فتنہ لیکھ رام۔

خاکسار کہتا ہے کہ آپ کا یہ بیان اس بیان کے مخالف ہے جو اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں آپ نے کیا ہے۔اس اشتہار کے متن میں آپ نے پیش گوئی صفحہ ۲۴۱ کو قتل لیکھ رام کے متعلق کیا ہے اور اس کے حاشیہ میں پیش گوئی صفحہ ۵۵۷ کو قتل لیکھ رام کے متعلق اور آریوں کا فتنہ قرار دیا ہے۔ اور اس رسالہ استفتاء میں پیش گوئی صفحہ ۵۵۶ کو قتل لیکھ رام کے متعلق اور آریہ کا فتنہ قرار دیا ہے۔ یہ اختلاف واضطراب اس بات پر کامل دلیل ہے کہ آپ ان پیش گوئیوں کو بحسب خواہش خود موقعہ پر جمانے اور ان کے ذریعہ واقعہ قتل لیکھ رام کو ۱۷ برس کی الہامی پیش گوئی بنانے کا مورد بنانے میں آپ کذب سے کام لے رہے ہیں۔ یہ تضاد ومخالفت اس امر پر کامل دلیل ہے کہ وہ پیش گوئیاں آپ کی من گھڑت ڈھکوسلے ہیں، خدا کی طرف سے نہیں۔

ہفتم: اس رسالہ کے صفحہ ۲۷ کے حاشیہ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ شیخ ابوسعید محمد حسین نے میرے پر افتراء کیا ہے کہ اور بھی بعض پیش گوئیاں جھوٹی نکلی ہیں۔ پھر اس کے جواب میں لعنت سنا کر کہا ہے:

> ہم شیخ مذکور کو فی پیشگوئی ایک سوروپیہ نقد دینے کو تیار ہیں، اگر وہ ثابت کرینگے کہ فلاں پیش گوئی خلاف واقعہ ظہور میں آئی ہے ...مگر کیا وہ بات سن کر تحقیقات کی درخواست کریگا

نہیں اس کو نخوت نے اندھا کر دیا ہے۔

خاکسار کہتا ہے کہ یہ قول بھی آپ کا افتراء سے خالی نہیں ،جس کا سرّ اور اس سے مقصود آپ کا یہ ہے کہ آپ کے دام افتادہ احمق یہ سمجھ لیں کہ حضرت اقدس تو مولوی صاحب کو پیشگوئیوں کی تحقیق کی طرف بلاتے ہیں مگر وہ اس طرف رخ نہیں کرتے۔

میں اس کے جواب میں لعنت اللہ علی الکاذبین کیوں کہوں؟ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہر وقت برس رہی ہے۔ میں تحقیقات کی درخواست اب کیا کرونگا ،میں پہلے سے بارہا کر چکا ہوں اور آپ کی پیش گوئیوں کو جھوٹا بتلا کر ثابت کر چکا ہوں مگر آپ بڑے صاحب حوصلہ وحیا ہیں، میری درخواست وتحقیقات کو شِیرِ مادر کی طرح غٹ غٹ کر کے نوش جان فرما کرڈکار بھی نہیں لیتے۔صفحہ ۶۵ نمبر۲ جلد ہذا (۱۸) میں آپ کی پیش گوئی متعلق تولد فرزند آسمانی بشیرعنوائیل کے جھوٹے ہونے کی تحقیق موجود ہے۔اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں عبداللہ آتھم کے متعلق آپ کی پیشگوئی کے کذب ہونے کی تفصیل موجود ہے، اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ نمبر ۶ میں شوہر ثانی زوجہ آسمانی جناب کے متعلق آپ کی پیش گوئی کی تکذیب موجود ہے۔ لیکھ رام کے متعلق آپ کی پیش گوئی پر اس جلد (۱۸) میں کچھ گذارش ہو چکا ہے۔آپ زندہ ہیں اور کچھ شرم وغیرت رکھتے ہیں تو ان پیش گوئیوں کو سچی ثابت کرنے کے لئے مجلس مناظرہ میں قدم رکھیں۔ یہ نہ ہو سکے اور ہرگز نہ ہوگا،تو پھر بذریعہ تحریر ہی ہمارے مضامین کا جواب دیں۔ یہ نہ ہو سکے اور ہرگز نہ ہوگا (یہ بھی الہامی پیش گوئی ہے) تو بالفعل مبلغ چارسو روپیہ نقد حسب وعدہ مرحمت فرماویں۔ باقی پھر سہی۔

اس چارسو روپیہ میں سے ہم اپنے ذاتی خرچ میں ایک پیسہ بھی نہ لائیں گے۔ تین سو روپیہ تو مدرسہ نعمانیہ کی ہم ملک کرتے ہیں۔مولوی تاج الدین صاحب وکیل رکن مدرسہ ہمت کریں تو آپ سے وصول کریں۔اور ایک سو روپیہ ہم زیور کے لئے آپ کی محبوبہ بی بی کو دینگے ان سابق شاگردانہ تعلقات کی وجہ سے جو اس کے والدین کو مجھ سے حاصل تھے اور وہ اس تعلق کی وجہ سے بارہا غریب خانہ سے نان ونمک کھا گئے ہیں اور معہ عزیزہ وغیرہ ذریات غریب خانہ پر رہ گئے ہیں۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۸۔ ص ۱۱۸۔ ۱۳۰ مختصراً)

سراج منیر کا جواب

سراج منیر نامی قادیانی رسالے کے جواب میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

یہ رسالہ ۷۶ صفحہ کا ہے اور یہ وہ رسالہ ہے جس کو آپ نے براہین احمدیہ کی موجودہ (۴) جلدیں چھپوانے کے بعد ۱۸۸۶ء میں تصنیف کرنے اور چند ہفتوں میں ختم کر کے چھاپ دینے کا وعدہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مشتہر کیا تھا۔ آپ نے براہین کی لاف زنیوں (پیش گوئیوں) کو تسخیر حمقاء اتباع کے لئے ناکافی سمجھ کر اس رسالہ میں اور پیش گوئیوں کا ان احمقوں کو لالچ دیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ان سے روپیہ خوب بٹورا۔ مگر اب ۱۸۹۷ء میں وہ رسالہ چھاپا تو اس میں ۳۷۔ ایسی پیش گوئیاں درج کی کہ وہ بجز ایک پیش گوئی ازالہ اوہام و چند پیش گوئیاں اشتہارات ۱۸۹۷ء، سب کی سب اسی براہین کی پرانی لن ترانیاں ہیں۔ الغرض کسی نئی پیش گوئی کا اس میں نام ونشان نہیں ہے اور اس طرفہ پر طرہ یہ کہ پانچ ہزار پیشگوئیوں میں سے (جن کا آپ کو دعوی ہے) اس رسالہ میں صرف ۳۷ پیشگوئیاں بمشکل آپ نے درج کی ہیں، سو بھی اس حیلہ اور فریب سے کہ ایک ایک پیشگوئی کو کئی کئی بار ذکر کیا، اور ان کا نمبر شمار جداگانہ بنالیا، مثلاً پیشگوئی متعلق عبداللہ آتھم و لیکھ رام کو کئی بار ذکر کر کے ان کا نمبر ۱۳، ۱۵، ۳۰، ۳۲، ۳۳ بنالیا۔ وعلی ہذا القیاس۔..

اس مقام میں مرزا قادیانی کی لاف زنیوں اور چند لن ترانیوں کا جواب دینا ضروری ہے جو ذیل میں دیا جاتا ہے۔

اول: اس رسالہ کے صفحہ ۳ میں یہ اعتراف ہے کہ مرسل و نبی ہونے کا مجھے دعوی ہے مگر نہ حقیقی معنی سے بلکہ مجازی معنی سے جیسا کہ حدیث میں مسیح موعود کے حق میں مجازی معنی سے نبی کا لفظ بولا گیا ہے۔

الجواب: قرآن وحدیث میں غیر رسول و غیر نبی کو رسول و نبی نہیں کہا گیا۔ آپ میں ذرہ شرم وحیا ہو، تو ایک آیت یا حدیث ایسی بتادیں جس میں غیر نبی کو خدا کا رسول یا خدا کا نبی کہا گیا ہو حضرت مسیح موعود کے حق میں جو لفظ نبی بولا گیا ہے وہ حقیقی طور پر بولا گیا ہے۔ فتوی تکفیر ملاحظہ کریں اور اس دھوکہ بازی سے شرماویں۔

دوم: اس کے صفحہ ۴ میں آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں خدا کا فضل اپنے پر مسیح سے کم نہیں دیکھتا۔

جواب: آپ نے جو انبیاء کی توہین کی وہ ہم اپنے رسالے میں کئی جگہ بیان کر چکے ہیں ہم ان سب توہینات سے قطع نظر کرلیں تو آپ کی تکفیر کے لئے تو یہی توہین کافی ہے جو آپ کے اس قول میں پائی جاتی ہے کہ میں مسیح سے کم نہیں۔

سوم: اس کے صفحہ ۵ میں آپ نے کہا ہے:

اے عقلمندو! میرے کاموں سے مجھے پہچانو۔

جواب: ہم نے آپ کے یہی کام دیکھے ہیں:

۱۔غیر مذاہب کے لوگوں اور ان کے معبودوں کو گالیاں دینا اور ان کے بدلے آنحضرت ﷺ کو گالیاں دلوانا۔

۲۔اور مسلمان علماء ومشائخ کو لعنتیں کہنا، اور بدذات حرامزادہ وغیرہ گالیاں دینا۔

۳۔تقریر وتحریر میں سچ نہ بولنا۔

۴۔اسلام کے وکیل بن کر جھوٹی پیشگوئیاں کرنا اور مخالفوں سے اسلام کی ہنسی کرانا۔

انہیں کاموں سے ہم نے آپ کو پہچانا ہے کہ آپ بڑے کذاب ہیں۔ زیادہ کیا کہیں..

چہارم: اس کے صفحہ ۴۹ میں آپ نے کہا ہے کہ ابوسعید محمد حسین بٹالوی وسید احمد خان اور فلاں وفلاں اشخاص قادیان میں آویں اور دو گھنٹہ تک چپ رہ کر میرا وعظ سنیں اور پھر قسم کھاویں کہ پیش گوئیاں متعلق آتھم ولیکھ رام وغیرہ دروغ گوئیاں ہیں اور اکتالیس روز میں عذاب کا مزہ پاویں

جواب: ان نو اشخاص میں سے اور تو کوئی بھی آپ کی لن ترانیوں کی طرف توجہ نہیں کرتا ہاں ایک میں ہی آپ کا گاہک ہوں جو آپ کی خوش قسمتی سے آپ کے ردّ خیالات ومقالات کے جوش وولولہ میں، قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند کا مصداق ہو رہا ہوں۔ اور میں حاضر ہوں جب حکم ہوگا قادیان میں حاضر ہو جاؤنگا، بشرطیکہ آپ میرے رسالہ نمبر۴ جلد ہذا کو ملاحظہ کر کے میری جائز شرائط کو مان لیں اور اپنی ناجائز شروط کو واپس لیں یا میرے اعتراضات کا جواب دے کر اپنی شرائط کی ضرورت ثابت کریں۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۸۔ص ۱۳۰ تا۔۱۳۲ مختصراً)

جواب: اشتہار قطعی فیصلہ ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے اس اشتہار کے متعلقہ حصے یوں ہیں:

...اگر مخالف مولوی یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر..اور چاہتے ہیں کہ حق کھل جائے اور باطل معدوم ہو تو اس طریق کو اختیار کرلیں۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنی جگہ پر اور میں اپنی جگہ پر خدا تعالی کی جناب میں دعا کریں۔ان کی طرف سے یہ دعا ہو کہ یاالہی اگر یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعوی کرتا ہے تیرے نزدیک جھوٹا اور کاذب اور مفتری ہے اور ہم اپنی رائے میں سچے اور حق پر اور تیرے مقبول بندے ہیں،تو ایک سال تک کوئی فوق العادت امر غیب بطور نشان ہم پر ظاہر فرما اور ایک سال کے اندر ہی اس کو پورا کردے۔اور میں اسکے مقابل پر یہ دعا کرونگا کہ یاالہی اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور درحقیقت مسیح موعود ہوں تو ایک اور نشان پیش گوئی کے ذریعہ سے میرے لئے ظاہر فرما اور اس کو ایک سال کے اندر پورا کر۔

پھر ایک سال کے اندر ان کی تائید میں کوئی نشان ظاہر ہوا اور میری تائید میں کچھ ظاہر نہ ہوا تو میں جھوٹا ٹھہرونگا۔اور اگر میری تائید میں کچھ ظاہر ہوا مگر اس کے مقابل پر ان کی تائید میں بھی ایسا ہی کوئی نشان ظاہر ہوگیا،تب بھی میں جھوٹا ٹھہرونگا۔لیکن اگر میری تائید میں ایک سال کے عرصہ تک کھلا کھلا نشان ظاہر ہوگیا اور ان کی تائید میں نہ ہوا،تو اس صورت میں میں سچا ٹھہرونگا۔

اور شرط یہ ہوگی کہ اگر تصریحات متذکرہ بالا کی رو سے فریق مخالف سچا نکلا تو میں ان کے ہاتھ پر توبہ کرلوں گا اور جہاں تک ممکن ہوگا میں اپنی وہ کتابیں جلا دوں گا جن میں ایسے دعوی یا الہامات ہیں ..نہ صرف اسی قدر بلکہ اپنے موجودہ اعتقاد کے برخلاف یقینی طور پر سمجھ لوں گا کہ محمد حسین بٹالوی اور عبدالجبار غزنوی اور عبدالحق غزنوی اور رشید احمد

گنگوہی اور محمد حسین کا پیارا دوست محمد بخش جعفر زٹلی اور دوسرا پیارا دوست محمد علی بو پڑی یہ سب اولیاء اللہ اور عباد الصالحین ہیں...لیکن اگر تصریحات بالا کی رو سے خدا نے مجھے سچا کر دیا تو چاہیے کہ محمد حسین بٹالوی اور عبدالحق غزنوی اور رشید احمد گنگوہی میرے ہاتھ پر توبہ کریں اور میرے دعوی کی تصدیق کر کے میری جماعت میں داخل ہوں...

اس اشتہار کے مخاطب محمد حسین بٹالوی ،عبد الجبار غزنوی،عبدالحق غزنوی، رشید احمد گنگوہی ہیں۔ یہ چاروں اپنے تئیں مومن ظاہر کرتے ہیں اور مومن خدا کے نزدیک ولی ہوتا ہے اور بہر حال کافر اور دجال کی نسبت مومن کی دعا جلد قبول ہوتی ہے...

پس چاہیے کہ فریق مخالف مجھے خاص اشتہار کے ذریعہ اطلاع دے کر پھر اپنے گھروں میں دعائیں کرنی شروع کر دیں اور ابتداء سال کا اشتہار کی تاریخ اشاعت سمجھا جائے۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ چاروں مولوی مقابلہ کریں بلکہ جو شخص ان میں سے ڈر کر بھاگ جائے اس نالائق کو جانے دو۔ وہ اس بات پر مہر لگا گیا کہ وہ جھوٹا ہے اور گریز کی لعنت اس کے سر پر ہے۔

اور یہ ضروری ہوگا کہ جو امر غیب ان چاروں میں سے کسی پر ظاہر ہو اس کو بذریعہ اشتہارات مطبوعہ لوگوں پر ظاہر کر دے اور ان میں سے ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری میرے پاس بھیج دے اور جو امر مجھ پر ظاہر جو پہلے ظاہر نہیں کیا گیا، مجھ پر بھی لازم ہوگا کہ بذریعہ اشتہار اس کو شائع کروں اور ایک ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری چاروں صاحبوں کی خدمت میں یا جس قدر ان میں سے مقابلہ پر آویں بھیج دوں۔

اس طریق سے روز کے جھگڑے طے ہو جائیں گے ہم دونوں فریقوں میں سے جو ملعون ہے اس کا ملعون ثابت ہو جائے گا..اور اگر امرت سر اور لاہور کے رئیس اس فیصلہ کے لئے مولویاں مذکورین کو مستعد کریں تو ان کی ہمدردی اسلامی قابل شکر گذاری ہوگی اور بالخصوص انجمن اسلامیہ کے سکرٹری خان بہادر برکت علی خان اور انجمن حمایت اسلام کے سکرٹری منشی شمس الدین اور انجمن نعمانیہ کے سکرٹری منشی تاج الدین کی خدمت میں گزارش ہے کہ ضرور اس طرف توجہ فرماویں۔..

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات جلد۲ص ۴۱۱۔۴۱۴)

مولانا بٹالویؒ اس اشتہار کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ خاکسار تعمیل حکم اشتہار ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء کو تیار ہے جیسا کہ تعمیل حکم رسالہ سراج منیر، حاضری قادیان کے لئے تیار ہے، دیر صرف یہی ہے کہ آپ بیان کر دیں کہ قادیان میں نہ آنے کا حکم (قبل ازیں) ہوا تھا اس حکم سے منسوخ ہوا یا ان دو متخالف حکموں کے اجراء میں الہام غلطی کھا گیا۔ اور ایک بات جو رہ گئی ہے کہ آپ نے وہ نشان جو ایک سال کے عرصہ تک آپ دکھلائیں گے متعین نہیں کیا اس کسر کو بھی نکال دین تا کہ ایسا نہ ہو کہ میرے کرتہ کی گھنڈی ٹوٹ جائے یا کپڑے میلے ہو جاویں، تو آپ اسکو اپنے لئے نشان آسمانی نہ بنا لیں۔ یا اپنے پاجامہ میں سے ایک چوزہ نکال کر مار دیں یا ایسا ہی کوئی اور نشان دکھا دیں جو اس بیت کا مصداق ہو:

ایں کرامت ولی راچہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ ص ۱۳۲ ملخصاً)

خواجہ غلام فرید کے خطوط بنام قادیانی

نواب بہاولپور کے پیر و مرشد خواجہ غلام فرید آف چاچڑاں کے چند خطوط بنام قادیانی، مرزا صاحب کی تصانیف میں ملتے ہیں جن میں خواجہ صاحب نے مرزا صاحب کو نیک مسلمان قرار دیتے ہوئے ان کی کافی تعریف کی ہوئی ہے۔ وہ خطوط درج ذیل ہیں:

من فقیر باب اللّٰہ غلام فرید سجادہ نشین

الی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الحمد للّٰہ رب الارباب والصلوۃ علی رسولہ الشفیع بیوم الحساب وعلی آلہ والاصحاب والسلام علیکم من اجتھد واصاب امّا بعد قد ارسلت الیّ الکتاب وبہ دعوت الی المباھلۃ و طالبت بالجواب و انّی و ان کنت عدیم الفرصۃ و لکن رأیت جزءہ من حسن الخطاب و سوق العتاب اعلم یا اعز الاحباب انّی من بدو حالک واقف علی مقام تعظیمک لنیل الثواب و ما جرت علی لسانی کلمۃ فی حقک الّا بالتجبیل و رعایۃ الاداب و الان اطلع لک بانّی معترف بصلاح حالک بلا ارتیاب و موقن بانک من عباد اللّٰہ الصّالحین وفی سعیک المشکور مثاب و قد اوتیت الفضل من الملک الوھاب و لک ان تسئل من اللّٰہ تعالی لی خیر عاقبتی و ادعو لکم حسن مآب ولو لا خوف اطناب لازددت فی الخطاب۔ و السلام علی من سلک سبیل الصواب۔ فقط

۲۷ رجب ۱۳۱۴ھ من مقام چاچڑاں ۔فقیر غلام فرید

(سراج منیر۔ص ۸۸۔۸۹)

خواجہ غلام فرید صاحب کا دوسرا خط :

بخدمت جناب میرزا صاحب عالی مراتب مجموعہ محاسن بیکراں مستجمع اوصاف بے پایاں مکرم معظم برگزیدہ خدائے احد جناب میرزا غلام احمد متع اللہ الناس ببقائہ و سرّنی بلقائہ و انعمہ بآلائہ۔

پس از سلام مسنون الاسلام وشوق تمام و دعائے اعتلائے نام وارتقائے مقام واضح و لائح باد، نامۂ محبت ختامہ الفت شامہ مشحون مہربانی ہائے تامہ معہ کتاب مرسلہ تسیدہ چہرہ کشائے مسرت تازہ وفرحت بے اندازہ گشت۔ مخفی مبادا کہ ایں فقیر از بدو حال خود بتقاضائے فطرت درعربدہاں افتادن وبیضرورت قدم درمعارک مناقشات نہادن پسند ندارد چندانکہ مے تواند خودرا از مداخل طوفان نزاع بے معنی برمے آرد چوں اکثر مردم را موافقت ہوا ازطلب حق باز داشتہ است وتعصب مجاری تحقیق را بخاک جہل فراانباشتہ براں بکنہ گفتار ہا نارسیہ وغایت کارہا نادیدہ غوغائے برمے انگیزند و ہماں غبارِ جہالت کہ بہوائے عناد برداشتہ بسرخویش مے پیزند ورنہ ثمر کارہا برنیت صحیح است و دلالت کنایات البلغ ازتصریح پوشیدہ نماند کہ دریں جزو زمان کسانے ازعلمائے وقت ازفقیر مطالبہ جواب کردہ اند کہ ہم چو کسے را (یعنی آن صاحب را) کہ باتفاق علماء چنیں و چناں ثابت شدہ است چرا نیک مرد پنداشتہ اند واز چہ رودروئے حسن نظر داشتہ چوں تحریر ایشاں مملو بود از کمال جوش وترکیب الفاظ ایشاں با برق طپش ہا ہم آغوش نظر برآنکہ مضامین شان برغلیاں دلہا گواہ است و برنیت ہرکس خدائے دانا ترآگاہ و بہ ہیچ کس گمان بد بردن شیوہ اہل صفا نیست و بے تحقیق کسے را منافق یا مطیع نفس دانستن روانہ، فقیر را در کارشان ہم گماں بدگراں مے نمود زیراآنکہ اگرنیت صادق داشتہ باشند غلط شاں بمشابہ خطا فی الاجتہاد خواہد بود ورنہ گوش محبت نیوش ہرقدر کہ از غایت کارآں مکرم ذخیرہ آگاہی انباشت دل الفت شامل زیادہ ازاں درا خلاص افزود کہ داشت دعا ست کہ ازعنایت حق سببے بہتر پیدا آید وساحتے نیکو روئے نماید کہ حجاب مباعدت جسمانی ونقاب مسافت طولانی ازمیاں برخیزد واگر بارسال مضمونیکہ درجلسہ مذاہب پیش کردہ اند مسرور فرمایند منت باشد۔

والسلام مع الاکرام فضائل وکمالات مرتبت مولوی نورالدین صاحب سلام شوق مطالعہ فرمایند۔ وصاحبزادہ محمد سراج الحق صاحب نیز۔
الراقم فقیر غلام فرید الچشتی النظامی من مقام چاچڑان شریف۔ ۲۷ ماہ شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ

(سراج منیر۔ آخر کتاب)

خواجہ غلام فرید صاحب کا تیسرا خط

بخدمت جناب معانی آگاہ معارف پناہ حقائق نگاہ شریعت انتباہ المستظہر باللہ المعرض ماسوا المؤید من اللہ الصمد جناب مرزا غلام احمد صاحب مکارم لا تعد سلمہ اللہ الاحد۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جوش اشتیاق ہمچوں مکارم اخلاق آں سلالہ انفس وآفاق از حد بیروں ست ومحبت باآں مجاہد فی سبیل اللہ روز افزوں۔ منت جواد بی غنت؟ کہ اوقات ایں فقیر رابعنایت بے غایت۔ برمجاری عافیت ظاہر و باطن جاوی فرمود۔ و تائید آں مرضیۃ الشمائل محمودۃ الخصائل از جناب عزت خطابش مسئول ومقصود۔ سلک لآلی آبدار محبت و وداد و عقد جواہر تابدار صداقت واتحاد عن نامہء اخلاص ختامہ مملو بمواد خلوص وصفا ومحشو بذخائر خلت واصطفا ورود کرم آمود نمودہ مسرو نا محصور فرمود وفقیر از الفاظ الفت آمیز ومعانی انبساط خیز ومعارف حیرت انگیز آں غواص بحار معالم ذخیرہء اختظاظ قلب فراہم نمود۔ و ورود مضمون جلسۃ المذاہب مرسلہ آں صاحب کہ باوجود آذوقہ حقائق گرانبہا جدّت ادا را مشتمل بود۔ دل از مستمعان درربود۔ ہموارہ بایں مجاہدات رفیع الغایات بعنایات غیبیہ وتفضلات لاریبیہ مؤید مکرم باشند وفقیر را مستخبر حالات مسرت سمات دانستہ بارسال فضائل رسائل وارقام کرائم رقائم مبتہج میفرمودہ باشند۔ ۴ شوال المکرّم ۱۳۱۴ھ ہجریہ قدسیہ۔
الراقم فقیر غلام فرید الچشتی النظامی سجادہ نشین از جاچڑاں شریف۔

(سراج منیر۔ آخر کتاب)

مرزا صاحب نے ان خطوط کو اپنی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا اور انہیں خوب مشتہر کیا۔ جب یہ خطوط سامنے آئے تو مناسب تحقیق احوال کے بعد مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ نے ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں :

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں
اور مرزا غلام احمد الہامی قاتل وخونی مسیح قادیان

کے عنوان سے ایک مضمون لکھا اور بتایا کہ:

الہامی قاتل وخونی مسیح ،مسیلمہ زمانی مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلامی دنیا میں ایک نیا جال پھیلانا اور اس میں مشائخ کرام کو پھنسانا چاہا تھا۔ رسائل انجام آتھم میں اس نے اپنا پرانا ڈھکوسلہ درج کیا تو اس میں علمائے اسلام کے ساتھ مشائخ عظام پنجاب و ہندوستان کو بھی اپنا مخاطب بنالیا۔

اس کی اس گیدڑ بھبکی کو اکثر علماء ومشائخ ہندوستان و پنجاب نے تو لا شئے سمجھا اور اس کی طرف نگاہ التفات سے نہ دیکھا مگر ایک گوشہ نشین وخلوت گزین بزرگ نے جو اہل زمانہ کی چالاکیوں اور مکاروں کی دھوکہ بازیوں سے واقف نہیں اور ذکر وشغل و ارشاد طلاب وتلقین خاص احباب میں مصروف رہتے ہیں (یعنی خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں) نے محض دفع شر ورفع ضرر کی غرض سے قادیانی کو اس کی درخواست مباہلہ کے جواب میں اس مضمون کا عربی میں خط لکھوایا کہ مجھ کو آپ سے پرخاش نہیں ہے مجھے اس خطاب سے معاف رکھیں۔ قادیانی نے خواجہ صاحب کے اس قدر اعراض کو از بس غنیمت سمجھا اور اس کو اپنی توثیق قرار دے کر ضمیمہ انجام آتھم میں چھاپ کر مشتہر کر دیا اور اس کے شکریہ میں ایک طولانی خط عربی خواجہ صاحب کی تعریف وتوصیف میں لکھ کر ان کے حضور میں بھیج دیا۔ اس کے بعد اور دو خط فارسی خواجہ صاحب کی طرف سے مرزا قادیانی کے نام بھیجے گئے جن میں پہلے خط کی نسبت قادیانی کی تائید وتعریف بھی پائی جاتی ہے۔ ان خطوں کو مرزا قادیانی نے اپنی برأت وتوثیق کا کافی ذریعہ سمجھا اور ایک عمدہ سرٹیفکیٹ خیال کر کے رسالہ سراج المنیر میں مشتہر کیا۔

ان خطوں کے شائع ہونے سے مسلمانوں میں، خصوصاً ان اصحاب میں جو مشائخ کرام

و اولیائے عظام سے حسن عقیدت رکھتے ہیں، کمال تشویش و تردد پیدا ہوا اور انہوں نے بالواسطہ و بلاواسطہ مراسلت کے ذریعہ اپنی تشویش و تردد کا خواجہ صاحب کے حضور میں اظہار کیا۔ ایک مولوی صاحب (مولانا غلام دستگیر قصوری کی طرف اشارہ ہے، بہاء) ضلع لاہور سے بذات خود خواجہ صاحب کے حضور میں حاضر ہوئے اور تدارک مافات اور اصلاح فساد قادیانی کے درپئے سعی ہوئے۔ ان کو اپنی تحقیق و تفتیش سے یہ معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب بذات خود قادیانی کی تحریرات و اشتہارات کو ملاحظہ نہیں فرماتے، ان کے بعض خدام ایسے ہیں جو قادیانی کے رسائل و اشتہارات دیکھ کر اس کے دام میں پھنس گئے ہیں، وہی لوگ خواجہ صاحب کے حضور میں قادیانی کی خدا پرستی و بزرگی کی تعریفیں کر کے اس مراسلت کے موجب ہوئے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ چاہا لکھا اور خواجہ صاحب کی طرف سے قادیانی کے نام پر روانہ کیا۔

مولوی صاحب موصوف نے ہر چند کوشش کی کہ وہ عقاید و مکائد قادیانی اس کی اصل تحریرات سے نکال کر خواجہ صاحب کے حضور میں پیش کریں اور خطوط مذکورہ کے برخلاف ان کی رائے قائم کرائیں مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہوئے۔

ازآنجا کہ اظہار عقاید و مکائد قادیانی و اصلاح فساد اس مسیلمہ ثانی کا قرعہ اس خاکسار کے نام ڈالا گیا ہے اور اس عاجز کو اس کام کے اہتمام میں ایک خاص ملکہ عطا کیا گیا ہے لہذا خدا تعالی نے اس عاجز کے دل میں یہ القاء کیا کہ یہ ناتواں خود خواجہ صاحب کے حضور میں حاضر ہو کر عقاید و مکائد قادیانی اس کی اصلی تصانیف سے دکھا کے خواجہ صاحب کی رائے رزین ان کی نسبت ظاہر کرائے۔ بناء علیہ خاکسار وسط محرم الحرام ۱۳۱۵ھ میں ڈیرہ نواب صاحب بہاول پور میں پہنچا اور خواجہ صاحب کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ اور مرزا قادیانی کے عقاید و مکائد اصل تصانیف سے نکال کر خواجہ صاحب موصوف کو دکھائے جن کو دیکھ کر خواجہ صاحب، مرزا قادیانی سے سخت متنفر اور بے زار ہوئے اور معلوم ہوا کہ حضرت ممدوح نے جو کچھ قادیانی کے حق میں کہا تھا وہ محض دفع شر و رفع مضرت پر مبنی تھا۔۔ اور اگر حضرت ممدوح کو کسی قدر قادیانی کی نسبت نیک گمان تھا تو اس وجہ سے تھا کہ قادیانی مسلمان کہلاتا تھا اور حضرت ممدوح کو مسلمان سے حسن ظن تھا اور اس کی اصلی تصانیف دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا اس حسن ظنی اور عدم

اطلاع تصانیف قادیانی کی وجہ سے آپ نے اس کے حق میں کلمہ خیر فرمایا تھا اور شیخ سعدی کے اس قول پر عمل کیا تھا:

مرا پیر دانائے مرشد شہاب   دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکے در خویش خود بین مباش   دگر آنکہ بر غیر بد بیں مباش

حضرت ممدوح نے اصل تصانیف قادیانی میں اس کے عقاید و مقالات دیکھے تو اس پر بہت آشفتہ ہوئے اور اسکی شوخیوں اور بے ادبیوں پر (جو حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی عالی جناب میں اس سے سرزد ہوئیں) کلمہ استغفر اللہ زبان پر لائے اور فرمایا کہ یہ شخص اہل اللہ اور مؤید من اللہ نہیں ہے اور کمال درجہ کا بے ادب ہے اور خود ستائی کرنے والا اور نام آوری اور شہرت کا طالب ہے اور اپنے دعاوی میں سچا نہیں ہے۔ حضرت کے بعض خدام حضار مجلس نے حضرت کے سامنے فرمایا کہ آئندہ حضرت اس شخص سے خط و کتابت نہ کریں گے اور حضرت نے اس پر سکوت فرما کر اس کو تسلیم کر لیا۔ اس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے کہ وہ خطوط ثلاثہ جو حضرت کی طرف سے قادیانی کو پہنچے ہیں قادیانی کی برأت و توثیق کے دلائل نہیں ہو سکتے اور نہ وہ اس کے لئے سرٹیفکیٹ تسلیم کئے جا سکتے ہیں۔

قادیانی اب بھی لن ترانیاں ہانکے اور حضرت ممدوح کو اپنا مصدق و موافق قرار دے تو اس کو لازم ہے کہ وہ اسی مضمون کا ایک اور خط حضرت ممدوح سے حاصل کرے اور اپنے کسی رسالہ میں چھپوائے۔ یہ امر اس سے نہ ہو سکے گا اور ہرگز نہ ہو سکے گا انشاء اللہ تعالی ، تو اہل اسلام معتقدین مشائخ کرام یقین کریں کہ خواجہ صاحب اس کے مصدق و مؤید نہیں ہیں اور اس کے دعاوی سے ناخوش ہیں۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۸ ص ۱۳۷۔ ۱۴۱ مختصراً)

قادیانی بدزبانی بحق خلیفہ عثمانی

۱۸۹۷ء میں خلافت عثمانیہ کے سفیر جناب حسین کامی ہندوستان تشریف لائے جہاں انہوں نے اپنے دوران قیام مختلف وفود، جماعتوں اور افراد سے ملاقاتیں کیں۔ آپ قادیان بھی گئے جہاں انہوں نے مرزا صاحب قادیانی سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کے بعد مرزا صاحب نے سلطان ترکی اور ان کے عمال حکومت پر تنقید کرتے ہوئے ایک اشتہار شائع کیا۔ ہندوستان کے اسلامی حلقوں میں اس اشتہار کے شائع ہونے پر احتجاج ہوا تو مرزا صاحب نے معذرت پر مبنی ایک اشتہار شائع کیا۔ اس سلسلہ واقعات کی روداد مولانا محمد بٹالویؒ نے مرتب کر کے شائع فرمائی جو مختصراً ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ مولانا کی تحریر پڑھنے سے پہلے مرزا قادیانی کے اشتہار، **حسین کامی سفیر سلطان روم**، سے ایک انتخاب ملاحظہ کیجئے۔ مرزا صاحب نے لکھا:

> پرچہ اخبار ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء ناظم الہند لاہور میں جو ایک شیعہ اخبار ہے سفیر مذکور العنوان کا ایک خط چھپا ہے جو بالکل گندہ اور خلاف تہذیب اور انسانیت ہے ...اور اس خط کے عنوان میں یہ لکھا ہے کہ سفیر صاحب متواتر درخواستوں کے بعد قادیان میں تشریف لے گئے ..... مجھے دنیاداروں اور منافقوں کی ملاقات سے اس قدر بیزاری اور نفرت ہے جیسا کہ نجاست سے۔ مجھے نہ کچھ سلطان روم کی طرف حاجت ہے اور نہ اس کے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے میرے لئے ایک سلطان کافی ہے جو آسمان اور زمین کا حقیقی بادشاہ ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے کہ کسی دوسرے کی طرف مجھے حاجت پڑے اس عالم سے گذر جاؤں .... میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گزاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی میں کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اسکے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔ شاید بہت سے لوگ اس فقرہ سے ناراض ہوں گے مگر یہی حق ہے۔ سفیر مذکور نے خلوت کی ملاقات کے لئے خود التجا کی۔ اگرچہ مجھ کو اس کی اول

ملاقات میں ہی دنیاپرستی کی بد بو آئی اور منافقانہ طریق دکھائی مگرحسن اخلاق نے مجھے بوجہ مہمان ہونے اس کی اجازت دینے کیلئے مجبور کیا۔ نامبردہ نے خلوت کی ملاقات میں سلطان روم کے لئے ایک خاص دعا کرنے کی درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ آئندہ اس کے لئے جو کچھ آسمانی قضاوقدر سے آنے والا ہے، اس سے وہ اطلاع پاوے۔ میں نے اس کو صاف کہہ دیا کہ سلطان کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ یہی وہ باتیں تھیں جو سفیر کو اپنی بدقسمتی سے بہت بری معلوم ہوئیں۔ میں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے اور خدا سچے تقوی اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔ تو بہ کروتا نیک پھل پاؤ۔ مگر میں اس کے دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت ہی برا مانتا تھا اور یہ بات ایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ سلطنت روم کے اچھے دن نہیں ہیں۔ اور پھر اس کا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے کہ زوال کی علامات موجود ہیں۔ ماسوا اس کے میرے دعوی مسیح موعود اور مہدی معہود کے بارے میں کئی باتیں درمیان آئیں۔ میں نے اس کو بار بار سمجھایا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور کسی خونی مسیح اور خونی مہدی کا انتظار کرنا جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے یہ سب بے ہودہ قصے ہیں۔ اس کے ساتھ میں نے یہ بھی اس کو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں۔ اور میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعہ فرمایا تھا، وہی کہا تھا۔ پھر ان تمام باتوں کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کا بھی ذکر آیا اور جیسا کہ میرا قدیم سے عقیدہ ہے میں نے اس کو بار بار کہا کہ ہم گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکرگذار ہیں کیونکہ اس کے زیرسایہ اس قدر امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز امید نہیں کہ وہ امن حاصل ہوسکے۔ کیا میں اسلامبول میں امن کیساتھ اس دعوی کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے کی سب روائتیں جھوٹ ہیں۔

کیا یہ سن کر اس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کرینگے اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کریگا کہ ان کی مرضی کو مقدم رکھا جائے پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ

ان سب باتوں کو سفیر مذکور نے تعجب سے سنا اور حیرت سے میرا منہ دیکھتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خط میں جو ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے میرا نام نمرود، شداد اور شیطان رکھتا ہے اور مجھے جھوٹا اور مزوّر اور مورد غضب الٰہی قرار دیتا ہے...:

(پھر مرزا صاحب فرماتے ہیں)

نقل اس خط کی جو سفیر کی جانب سے اخبار ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے:۔

بحضور سید السادات العظام و فخر النجباء الکرام مولانا سید محمد ناظر حسین صاحب ناظم ادام اللّٰہ فیوضہ و ظل عاطفتہ۔ سیدی و مولائی، التفات نامہ ذات سامی شما بدست تجبیل و احترام ما رسید الحق ممنونیت غیر مترقبہ عظمی بخشید۔ فدایت شوم کہ استفسار احوال غرائب کادیان و کادیانی (قادیان و قادیانی) را فرمودہ بودید۔ اکنوں ما بکمال تمکین ذیلاً بخدمت والا نہمت و عالی بیان وافادہ می کنم کہ ایں شخص عجیب و غریب از صراط المستقیم اسلام برگشتہ قدم بر دائرہ علیھم الضالین گذاشتہ و تزویر محبت حضرت خاتم النبیین را در پیش گرفتہ و بزعم باطل خویش باب رسالت را مفتوح دانستہ است شائیستہ ہزاراں خندہ است کہ فرق در بین نبوت و رسالت پنداشتہ است و معاذ اللہ تعالیٰ می گوید کہ خداوند عالم رسول ﷺ را آگاہیدر فرقان حمید و قرآن مجید بعنوان خاتم المرسلین معنن نکردہ است فقط بخطاب خاتم النبیین اکتفا فرمودہ است۔ القصہ اینکہ اول ؟؟ و در اول ملہم می گفت بعدہ مسیح موعود گشتہ آہستہ آہستہ بقول مجرد خود صعود بمرتبہ عالیہ مہدویت کردہ استعیذ باللّٰہ تعالیٰ خود را از خود رائے بپائے معلائے رسالت رسانندہ است۔ بنا علی ہذا ظن غالب ما براں است کہ ترقی پنجمیں قدم بر سر شریر شدّاد و نمرود نہادہ کلاہ الوہیت بر سر سرکش خود کہ کاں خیالات فاسہ و معدن مالیخولیا و ہذیانات باطلہ است میگزارد و عجب ست کہ شاعر معجز بیان درحق ایں ضعیف الاعتقاد و البنیان چندیاں سال قبل ازیں گویا بطور پیش گوئی تدوین ایں شعر در دیوان اشعار آبدار خود کردہ است۔

سال اول مطرب آمد سال دویم خواجہ　　　بخت گر یاری کند امسال سید می شود

خلاصہ ازیں سخنہا در گزرید و او را بر شیطنش پسرید و ما را از پریشان نویسی معاف دارید

عزیز اسلام مارا بجناب شریعت مدار مولوی ابوسعید محمد حسین و جناب داروغہ عبدالغفور خاں برسانید وسانٹمٹر پائی خودرا گرفتہ بصوب ماروانہ کنید تا کہ از دارالخلافہ اسلامبول کفش مسجدے مطابق آن بطلبم و در ہر خصوص برزات عالی شما تقدیم مراسم احترامکاری کردہ مسارعت براستبنا می طبع عالی می نمائم۔ والسلام۔ الراقم حسین کامی۔

(منقول از اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء مجموعہ اشتہارات جلد ۲ ص ۴۱۴۔۴۱۹)

مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

قادیانی نے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں حضرت سلطان المعظم (عثمانی خلیفہ) کی توہین و بدگوئی کر کے گورنمنٹ کو دھوکہ دیا اور یہ جتایا کہ وہ سلطان روم اور سلطنت ترکی کا بدخواہ و دلی دشمن ہے۔اس لئے وہ برٹش گورنمنٹ کا خیرخواہ متصور ہونا چاہیے اوراشتہار ۱۵ جون ۱۸۹۷ میں اس توہین و بدگوئی کا انکار کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور یہ جتایا کہ اس نے حضرت سلطان معظم کی توہین نہیں کی بلکہ سلطنت ترکی اوراس کے ارکان کی بدگوئی کی ہے اس لئے مسلمانان محبین و معتقدین سلطان المعظم اس کو اسلام و مسلمانوں کا دشمن قرار نہ دیں۔

پھر جب بعض اسلامی اخباروں نے اس کی خبر لی اوراس کے اس دھوکہ کی قلعی کھل گئی اور ایک مقدمہ میں عدالت ضلع گورداسپور میں اس کی طلبی ہوئی اور دوران سوالات و جوابات میں اس کے مخالف گورنمنٹ ہونے کی حقیقت کھلنے لگی تو پھر اس نے وہی کارستانی کی اور عدالت کو یہ بات جتائی کہ وہ سلطان روم کا بدگو و مخالف ہے اس لئے مسلمان اس کے دشمن بن گئے ہیں۔اور اشتہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں اپنی اسی کارستانی و بدگوئی و بدزبانی کی سند پیش کر کے اس سے سلطنت ترکی سے اپنی مخالفت اور برٹش گورنمنٹ کی خیرخواہی وموافقت ثابت کی۔..

اس نے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کے جن فقرات میں سلطنت ترکی کی عداوت کا اظہار اور حضرت سلطان المعظم کی توہین کا ارتکاب کیا ہے وہ یہ ہیں جو معہ تشریح وتوضیح وحدانی خطوط میں (یعنی بین القوسین اور باریک خط میں) نقل کئے جاتے ہیں:

۱۔ مجھے دنیاداروں اورمنافقوں کی ملاقات سے اس قدر نفرت ہے جیسا کہ نجاست سے۔

(یہ کلمات بظاہر سفیر کے حق میں ہیں اور در پردہ حضرت سلطان المعظم کے حق میں کیونکہ ان کو بھی قادیانی صرف دنیا دار بادشاہ سمجھتا ہے، نہ دیندار اورخلیفۃ المسلمین چنانچہ فقرہ مابعد اشتہار ہذا اورفقرہ آئندہ اس کے اشتہار جشن جوبلی کا اس پر شاہد ہے)

۲۔ نہ مجھے سلطان روم کی طرف کچھ حاجت ہے نہ اس کے سفیر کی ملاقات کا شوق (حضرت سلطان المعظم سے اپنی استغنا و بے پرواہی ظاہر کرنا، اور ان کو مفرد الفاظ بلاتعظیم سے یاد کرنا حضرت ممدوح کی صریح اہانت ہے۔ حضرت سلطان المعظم کی، جو مسلمانوں کے مذہبی پیشوا ہیں اور ان کے معابد و مشاعر مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ وغیرہ مشاہد کے خادم و محافظ، ہر ایک مسلمان کو مذہبی حاجت ہے۔ ان سے استغنا و بے پروائی ظاہر کرنا در پردہ مکہ و مدینہ سے بے پروائی ظاہر کرنا ہے جو کسی مسلمان کا کام نہیں، بلکہ ان ہی کافروں کا کام ہے جو قادیان کو مکہ سمجھتے ہیں اور اس کو خطاب دارالاماں، جو مکہ کا خطاب ہے، سے یاد کرتے ہیں اور حج کعبہ کی جگہ اسی قادیان کا حج کرتے اور اس کو بجائے حج کعبہ کافی سمجھتے ہیں)

۳۔ میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گزاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کاروائی میں کر رہا ہوں۔

(گورنمنٹ انگریزی کو سلطنت ترکی کے مقابلہ میں واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور قابل شکر گزاری کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ سلطنت ترکی واجب التعظیم و واجب الاطاعت اور قابل شکر گزاری نہیں ہے اور یہ صاف اور صریح سلطنت ترکی کی توہین ہے جو کسی مسلمان کا کام نہیں ہے۔ بے شک گورنمنٹ انگریزی مسلمانان رعایا گورنمنٹ کے نزدیک دنیاوی امور میں اور پولیٹکل نظر سے واجب التعظیم واجب الاطاعت اور قابل شکر گزاری ہے مگر مذہبی امور اور مذہبی نظر سے سلطنت ترکی مسلمانوں کے لئے واجب الاطاعت واجب التعظیم اور قابل شکر گزاری ہے اور جو شخص مسلمان کہلا کر مذہبی امور کی نظر سے، جو مسلمانوں کو حج و زیارت کے سفر میں پیش آنے لازم ہیں، سلطنت ترکی کی تعظیم اور اطاعت اور شکر گزاری کو واجب نہیں سمجھتا، وہ در پردہ سخت کافر (ناشکر) ہے وہ اپنے مذہبی پیشوا کی اہانت کرتا ہے جس کی توہین خدا تعالیٰ کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے: السّلطان ظلّ اللّٰہ فی الارض من اکرمه اکرمه اللّٰہ و من اهانه اهانه اللّٰہ۔ مشکوۃ ص ۳۱۴ و ۳۱۵ وغیرہ۔ کہ سلطان زمین میں خدا کا سایہ ہے جو اس کی عزت و توقیر کرتا ہے خدا اس کی عزت کرتا ہے، جو اس کی اہانت کرتا ہے خدا اس کی اہانت کرتا ہے۔

اس توہین آسمانی کا یہ اثر ہے جو قادیانی پر ظاہر ہو رہا ہے کہ جب سے اس نے سلطان المعظم کی توہین کی ہے اسلامی دنیا میں اس کی توہین ہو رہی ہے اور چاروں طرف سے لعنت کی بوچھاڑ پڑ رہی ہے جس کا کسی قدر بیان آئندہ ہوگا)

۴۔ ٹرکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے۔

(یہ صاف اور صریح طور پر سلطنت ترکی کی توہین ہے اور اس کی فتوحات روز افزوں کو کان لم یکن سمجھنا اور ان پر حسرت و رنج ظاہر کرنا ہے۔ قادیانی ان فتوحات کو فتوحات سمجھتا اور دل میں ان پر ماتم نہ کرتا تو یہ کلمہ خبیثہ کہ وہ شامت اعمال بھگت رہی ہے، زبان پر لانے سے شرماتا، اور یہ خیال کرتا کہ ان دنوں سلطنت ترکی کو وہ ترقی نصیب ہوئی ہے

جواس سے دوسو برس پہلے نہ ہوئی تھی اور یہ روز افزوں برکت ہے، نہ اعمال کی شامت ہے)

۵ ۔ نامبردہ (سفیر حضرت سلطان المعظم) نے خلوت کی ملاقات میں سلطان روم کے لئے ایک خاص دعا کرنے کیلئے درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ آئندہ کیلئے جو کچھ آسمانی قضا وقدر سے آنے والا ہے اس سے وہ اطلاع پاوے ۔میں نے اس کو صاف کہہ دیا کہ سلطان کی سلطنت کی حالت اچھی نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں ہوتا ۔ یہ وہ باتیں تھیں جو سفیر کو اپنی بدقسمتی سے بری معلوم ہوئیں ۔

(یہ بھی صریح اور صاف طور پر سلطنت ترکی کی توہین ہے ۔اور فتوحات سلطنت کو کا ن لم یکن سمجھنا ۔اور ان پر دل سے ناخوش ہونا اور ماتم کرنا ہے ۔ان فتوحات کو وہ فتوحات سمجھتا اور ان پر خوش ہوتا تو موجودہ حالت کی نظر سے آئندہ ترقی کی امید دلاتا ۔ بدانجامی سے نہ ڈراتا ۔

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ یہ تو اس (مرزا) کی توہین سلطنت کی تشریح و توضیح ہے ۔ اب ہم اس کے مستجاب الدعوات اور صاحب کشف اور مطلع دیوان آسمانی قضا وقدر ہونے کے دعوی پر جو اس فقرہ میں پایا جاتا ہے، ریمارک کرتے ہیں کہ اس دعوی کو دیکھ کر ہم کو ہنسی آتی ہے اور آپ کی جرأت و جسارت زعفران زار تعجب وحیرت میں لے جاتی ہے ۔

قادیانی صاحب ! آپ اس لائق کب ہوئے کہ آپ سے کوئی دعا کرائے اور مراد پائے ۔یا کوئی آسمانی قدر وقضا کا حال پوچھے تو آپ کشف سے اس کو بتا دیں ۔آپ صاحب کشف اور دفتر قضا وقدر کے ناظر ہوتے تو اپنی بیوی کے پہلے حمل رہنے کے وقت کشف سے جان جاتے کہ اس حمل سے لڑکی ہوگی ، اور لڑکا ہونے کی پیش گوئی نہ کرتے ۔ پھر دوسرے حمل سے لڑکا بشیر پیدا ہونے پر جان جاتے کہ وہ جلد مر جائے گا اور اس کو بشیر موعود قرار نہ دیتے ۔ پھر تیسرے اور چوتھے اور پانچویں حمل (جن سے محمود، بشیر اور شریف پیدا ہوئے) کے وقت معلوم کر لیتے کہ فرزند موعود ان حملوں سے پیدا ہوگا اور اس کی تعیین کر کے پیش گوئی کرتے ۔اور چھٹے یا ساتویں حمل سے اس کے پیدا ہونے کی امید نہ رکھتے ، پھر اس چھٹے یا ساتویں حمل کے وقت جان جاتے کہ اس سے لڑکی ہوگی ، نہ لڑکا ۔اور ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۹ میں یہ دعوی نہ کرتے کہ فرزند موعود اب پیدا ہوگا ، جو تین کو چار کرنے والا ہوگا ، باوجودیکہ وہ زائد المیعاد بھی ہو چکا تھا کیونکہ فرزند موعود کے لئے نو برس کی میعاد تھی اور وہ حمل بارہویں سال ہوا تھا ۔

ایسا ہی آپ عبد اللہ آتھم کی نسبت جان لیتے کہ وہ ۱۵ ماہ کی میعاد میں رجوع بحق کرے گا اور فوت نہ ہو گا ۔اور مرزا سلطان محمد بیگ کی نسبت جو آپ کی منکوحہ آسمانی سے عیش اڑا رہا ہے .. یہ جان لیتے کہ اس کے وارثوں کی معذرت کی وجہ سے اس کی موت کو ٹلایا جائے گا اور ڈہائی برس میں اس کی موت کی پیش گوئی نہ کرتے (یہ بھی محض آ

پ کا دعوی ہے۔ اور درحقیقت اس کے وارثوں نے معذرت نہیں کی۔ دیکھو اشاعۃ السنہ ج ۱۶)

اور اگر آپ مستجاب الدعوات ہوتے تو پہلے اپنے لئے دعا کرتے اور جو اطراف و اکناف عالم سے آپ پر لعنت و تکفیر کی بارش ہو رہی ہے اس سے اپنے آپ کو بچاتے۔ پھر سردار بہادر سید امیر علی شاہ رسالدار پنشنر کے لئے دعاء تولد فرزند کی (جس کے عوض ۵۰۰ روپیہ پیشگی عبدالحق پنشنر اکاونٹنٹ والہی بخش اکونٹنٹ کی معرفت لے کر ہضم کر چکے ہیں) دعا کرتے اور اس میں کامیاب ہوتے۔ اور نواب صاحب مالیر کوٹلہ کی صحت کے لئے جس کے عوض میں ۵۰۰ روپیہ ان کی والدہ ماجدہ سے لے کر خورد برد کر چکے ہیں، دعا کرتے اور کامیاب ہو کر آج وزیر ریاست ہوتے۔ گذشتہ را صلوۃ اگر آپ صاحب کشف اور مستجاب الدعوات ہیں تو سابق پیش گوئیوں میں سے صرف ایک پیش گوئی متعلق اپنی منکوحہ آسمانی کی نسبت کشف کا ٹیلی فون لگا کر بتا دیں کہ آپ کی منکوحہ، جو غیر کی فراش ہے، آپ کے پلنگ پر کب آئے گی اور جناب فضائل مآب الہامات انتساب ملا محمد بخش صاحب قادری لاہوری کی نسبت جو آپ کی موجودہ محبوبہ پر اپنے الہام کی بشارت وشہادت سے نکاح کی ٹھان بیٹھے ہیں، اور نکاح خوانی کیلئے برطبق مثل: تو مان نہ مان میں تیرا مہمان، اس ناتوان کو مقرر کر چکے ہیں، جیسے کہ آپ بے چارہ مرزا سلطان محمد بیگ کی منکوحہ کے نکاح کا دعوی رکھتے ہیں، بتا دیں کہ اگر وہ اس دعوی الہام میں نادرستی پر ہے تو اس کا کام کب تمام ہے۔ اور آپ کو اور آپ کی بیوی کو اس سے اور اس کے الہامات سے کب امن حاصل ہوگا۔

ان امور کے متعلق آپ کشف سے قضا وقدر کا فیصلہ کچھ نہ بتائیں اور اپنا مستجاب الدعوات ہونا ثابت نہ کریں، تو پھر حضرت سلطان المعظم یا ان کی سلطنت یا کسی اور شخص یا قوم کی نسبت کشف بیانی یا مستجاب الدعا ہونے کے دعوی سے کیوں شرم وحیا سے کام نہیں لیتے۔ اگر آپ اس کے جواب میں یہ عذر کریں کہ یہ دونوں امور ہماری ذات سے متعلق ہیں اور ہم تن برضا وتسلیم قضا وقدر دے چکے ہیں، ہماری منکوحہ آسمانی کو مرزا سلطان محمد بیگ استعمال کر رہا ہے تو ہم راضی ہیں ہماری موجودہ محبوبہ منکوحہ پر ملا محمد بخش نظر رکھتا ہے تو اس میں بھی ہم کو بجز تسلیم چارہ نہیں ہے، اور ہمارے جیسے باخدا عارف اور بزرگ اپنے نفع و ذاتی فائدہ سے دوسرے کے نفع کو مقدم سمجھتے ہیں اور اپنے نقصان میں تن برضا سپرد کرتے ہیں اور ان دو بیتوں پر کاربند رہتے ہیں:

نیم نانے گر خورد مرد خدا — بذل درویشاں کند نیمے دگر

دل بدست آور کہ حج اکبر است — از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

لہذا ہم (یعنی مرزا قادیانی) مرزا سلطان محمد بیگ اور ملا محمد بخش کے لئے بد دعا نہیں کرتے۔ اول الذکر ہماری منکوحہ آسمانی سے شوق سے نفع اٹھاوے۔ اور ثانی الذکر کو اگر الہام میں وعدہ نکاح ہو چکا ہے تو وہ بھی امیدوار رہے، تو اسکے جواب میں اولاً ہم کہیں گے کہ یہ رضا وتسلیم نہیں جو اہل اللہ وصاحب دلاں باخدا کا کام ہے۔ بلکہ یہ

دیوثی کہلاتی ہے جو بے غیرت و بے حیا لوگوں کا شیوہ ہے۔اور ثانیاً یہ گذارش کریں گے کہ اگر آپ کا الہام اس دیوثی کی آپ کو اجازت دیتا ہے اور آپ کو ان لوگوں کے متعلق دعا بد کرنے سے مانع ہے تو ہم اور دو شخصوں آپ کے اہل تعلق کو پیش کرتے ہیں۔۱۔ سردار بہادر سید امیر علی شاہ رسالدار پنشنر لاہور۔۲۔نواب صاحب والی ریاست مالیر کوٹلہ ۔آپ سردار صاحب کے حق میں بیٹا پیدا ہونے کے لئے دعا کریں۔اور نواب صاحب مالیر کوٹلہ کے لئے صحت کی دعا کریں۔اور دیوان قضا و قدر ملاحظہ فرما کر ان دعاؤں کے وقت قبولیت سے اطلاع دیں۔مگر وقت ایسا لمبا نہ بتاویں اور اس میں کوئی ایسی پیچدار شرط نہ لگاویں جس میں آپ کی قدیمی حکمت عملی کا دخل ہو۔اور اگر آپ اس میں یہ عذر کریں کہ جو پانچ پانچ سو روپیہ ان لوگوں یا ان کے بعض متعلقوں سے ہم لے چکے ہیں وہ مدت ہوئی خورد برد ہوکر ایسا ہضم ہو گیا ہے کہ اب اس کا اثر بدن میں باقی نہیں رہا، پھر دعا کے لئے جوش کیوں کر پیدا ہو۔وہ لوگ پانچ پانچ سو اور روپیہ پیشگی داخل کریں تو اس سے پلاؤ متنجن کھا کر بدن میں حرارت و جوش پیدا ہو،تب ان کے لئے جوشیلی دعا دل سے نکلے،تو اس کے جواب میں بادب عرض کیا جائے گا کہ نواب صاحب مالیر کوٹلہ تو ایک مدت سے مرض دیوانگی کے سبب اپنی ریاست سے علیحدہ ہیں اور ان کی جگہ ایک اور صاحب رئیس ریاست لہارو کے کام کرتے ہیں جن سے خاکسار کو ذاتی واقفیت وآشنائی نہیں۔ان سے آپ یہ سوال اپنے مرید خاص محمد علی صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی معرفت کریں۔ہاں سید امیر علی شاہ سردار بہادر میرے عنایت فرما اور بے تکلف دوست ہیں۔ان سے پانچ سو نہیں ہزار روپیہ پیشگی دلوا سکتا ہوں بشرطیکہ آپ باضابطہ اقرار نامہ لکھ دیں کہ قریب عرصہ میں آپ کی دعا کا اثر ظاہر نہ ہوا اور قضا و قدر کے دفتر سے آپ کو کچھ پتہ نہ لگا تو پھر آپ سے وہی سلوک کیا جائے گا جو عبداللہ آتھم کی عدم وفات پر آپ نے خود اپنے لئے تجویز کیا تھا۔جو آپ ہی کے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔آپ جنگ مقدس کے صفحہ اخیر میں لکھتے ہیں:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے،تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانیکے لئے تیار ہوں۔مجھ کو ذلیل کیا جائے،روسیاہ کیا جائے،میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے،مجھ کو پھانسی دیا جاوے،ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔

اس شرط سے آپ ڈر جائیں اور ان صاحبوں کے لئے دعا کا اثر دکھانے سے انکار کریں تو آپ کے مستجاب الدعوات اور ناظر دیوان قضا و قدر ہونے کے ثبوت کے لئے ایک اور نئی و عام پسند مثال پیش کی جاتی ہے۔اگر آپ دیوان قضا و قدر میں نظر رکھتے ہیں تو اس دیوان کو ملاحظہ فرما کر بذریعہ اشتہار بتا دیں کہ قحط سالی اس ملک سے کب رفع ہوگی اور کس کس تاریخ کافی وعمدہ بارش ہوگی۔اور غلہ کا نرخ کب ارزاں ہوگا اور اگر آپ مستجاب الدعوات ہیں تو خدا تعالی سے عام و کافی بارش کیلئے دعا مانگیں اور یہ کہ غلہ گندم فی روپیہ کم سے کم ایک من پختہ ہو جائے اور اس

دعا کی قبولیت کے وقت سے بذریعہ اشتہارات پبلک کو اطلاع دیں پھر تو تمام ملک آپ کا تابع ہو جائے گا اور مذہبی سرداری کے علاوہ پولیٹکل سرداری بھی (جس کے دھن میں آپ مدت سے لگے ہوئے ہیں) آپ ہی کے ہو جائیگی۔

اس کے جواب میں شائد آپ یہی عذر کریں گے ہم ایسی دعاؤں، امن آسائش و عافیت کیلئے، نہیں بھیجے گئے۔ بلکہ ہم مارنے مروانے کیلئے مبعوث ہوئے ہیں اس کی سند میں یہ شعر پیش کریں

درکوئے نیک نامی ما را گذر ندارند　　　گر تو نمے پسندی تبدیل کن قضارا

چنانچہ اپنے اشتہار پیش گوئی متعلق راج اندر سنگھ میں آپ فرما چکے ہیں، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ پھر آپ فقرہ نمبر ۵ میں اور دیگر مقامات میں مطلق مستجاب الدعوات ہونے کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں اور ناواقف خلق اللہ کو کیوں گمراہی میں ڈال رہے ہیں۔ خدا کے تو آپ قائل معلوم نہیں ہوتے، عقلاء دنیا ہی سے شرم کریں اور ایسی لن ترانیاں چھوڑ دیں۔ اب ان لن ترانیوں کا موقعہ نہیں رہا۔ عبداللہ آتھم وشوہر ثانی منکوحہ آسمانی جناب کے نہ مرنے اور لیکھ رام کے موافق میعاد وحسب مضمون پیش گوئی قتل نہ ہونے اور فرزند موعود بشیر عمانوایل کے اب تک پیدا نہ ہونے سے آپ کا حال کس وناکس پر کھل گیا ہے اب ملاحظہ قضا وقدر واستجابت دعا کا نام نہ لیا کریں)

۶۔ میں نے کئی اشارات میں اس بات پر زور دیا ہے کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے اور خدا، سچے تقوی اور عبادت اور نوع انسانی کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔

(یہ فقرہ بھی صراحت کے ساتھ سلطنت روم کی توہین اور اس پر حملہ کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ موجودہ حالت سلطنت کو (جس میں ترقی اور فتوحات حاصل ہوئیں) اور مفروران اور مجروحان یونان کے ساتھ سلطنت ترکی کی انسانی ہمدردی کو (جس کو اقوام مخالفین نے بھی مان لیا ہے) آپ اچھا نہیں سمجھتے، اور دل سے اس پر ناخوش ہیں۔ آپ کے اس اعتراض: ترکی سلطنت میں تقوی وطہارت وعبادت وانسانی ہمدردی نہیں پائی جاتی، اس لئے وہ سلطنت برباد ہوگی.. کا جواب اخبار چودھویں صدی نے کافی ووافی دے دیا، لہذا ہم اس باب میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے اسی جواب کو عنقریب نقل کر دیں گے انشاء اللہ)

۷۔ مگر میں اس کے (سفیر روم) دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو (جو فقرہ نمبر ۵، ۶ میں کہی گئی ہیں) بہت ہی برا مانتا تھا اور یہ ایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ سلطنت روم کے اچھے دن نہیں

(بل بے دلوں کے محرم اسرار، تو دلوں کے بھید جان لیتا ہے، تو ہم جناب فضیلت مآب الہام انتساب ملا محمد بخش قادری لاہوری کو تیرے پاس قادیان بھیج دیتے ہیں، جو ارادے اس کے دل میں گذرتے ہیں اور ان میں سے وہ کچھ ظاہر بھی کر چکے ہیں، وہ تو بتا اور اس پر جو چاہے انعام پا۔ اے صاحب حیا تو ایسا مطلع القلوب ہوتا تو سفیر صاحب کے سامنے

یا ان کے خط کے جواب مقابلہ میں اپنے اشتہار کے ضمن میں ایسی باتیں نہ کہتا جن سے تجھے پشیمانی اور شرمندگی کے ساتھ رجوع کرنا پڑا جس کا ثبوت تجھے عنقریب ملے گا۔

اس فقرہ میں بھی تو نے سلطنت اور اس کی فتوحات پر صریح حملہ کیا۔ اور ایک شخص کے اس قصور کے بدلے کہ اس نے تیری ان باتوں کو برا سمجھا، عام سلطنت کا برا چاہا۔ اور ان آیات کا جس میں ارشاد ہے کہ ہر کسی کا کمایا اسی پر پڑتا ہے، اور ایک شخص کا بوجھ دوسرا شخص نہیں اٹھاتا۔

۸۔ پھر اس کا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے کہ زوال کے علامات موجود ہیں۔

(خاکت بدہاں اے مردک بدزباں، بدگوئی ایک شخص کرے اور اس کے بدلے تو زوال تمام سلطنت پر لاوے۔ یہ کس خبیث ناپاک مذہب کا اصول ومسئلہ ہے؟ اسلام اور قرآن تو یہی فرماتے ہیں کہ ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرے پر نہیں پڑتا۔ پھر اس کے برخلاف تیرا ایک شخص کی بدگوئی سے سلطنت کا زوال چاہنا بے حیائی و بے ایمانی وخیرہ چشمی و بدزبانی نہیں تو اور کیا ہے۔

اے صاحب حیا! اگر تو ایسا ہی صاحب تصرف ہے کہ جو تیری بدگوئی کرے وہ اور اس کی تمام قوم زوال پکڑے، تو ملا محمد بخش قادری لاہوری اور سائیں لادھڑک شاہ چشتی امرتسری کے لئے زوال کا حکم کیوں نہیں کرتا جنہوں نے تیری جورو بیٹی کو نہیں چھوڑا۔ اور اپنے الہام کی شہادت سے تیری بدگوئی کو انتہاء تک پہنچا دیا۔ یہ تیری گیدڑ بھبکیاں اور دھمکیاں ان ہی لوگوں کے مقابلہ میں ہیں جو اپنے علو مراتب کی نظر سے تجھے مخاطب نہیں بناتے اور تیری بکواس کو سن کر اعراض فرماتے ہیں اور سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ ملا محمد بخش اور سائیں لادھڑک شاہ کی متعدد تحریرات واشتہارات کے جواب سے تو کیوں ساکت ہو رہا ہے؟ اسی وجہ سے کہ وہ تیرا گھر پورا کر دیتے ہیں لہذا مسلمانوں کو یہی چاہیے کہ تیری ایسی بکواس کے مقابلہ میں خود کچھ نہ بولیں۔ ملا محمد بخش یا سائیں لادھڑک شاہ کو پیش کر دیا کریں۔ اور روپیہ پیسہ سے ان کو مدد دیا کریں)

۹۔ میں نے یہ بھی اس (سفیر صاحب) کو کہا کہ خدا تعالیٰ نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں مجھ سے علیحدہ رہے گا، وہ کاٹا جائے گا، بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں۔ اور میں اپنی طرف سے نہیں، بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعے فرمایا وہی کہا تھا۔

(یہ حضرت سلطان المعظم کی ذات پر اس نالائق دشمن اسلام کا صریح حملہ ہے۔ بادشاہ سے اس کی مراد حضرت سلطان المعظم سب سے پہلے ہیں اور دوسرے اسلامی بادشاہ ان کے بعد۔ اسلام کی قید اس الہام (شیطانی) میں اس نے اس غرض سے لگا دی ہے کہ اس کاٹنے کی دھمکی سے برٹش گورنمنٹ چونک نہ پڑے۔.. مگر اس احمق کو اتنی سمجھ نہیں ہے کہ یہ

گورنمنٹ کرم سنگھ کی طرح بے وقوف نہیں ہے کہ وہ اس کی جھوٹی خوش آمد سے اس کو اپنا خیر خواہ سمجھ لے گی ۔..یہ گورنمنٹ اور دیگر مخالفین مذہب کے حق میں اپنی کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰۱ میں صاف کہہ چکا ہے:

نافرمان کا مال اور اس کی جان اس کے مِلک سے خارج ہو کر خدا کے مِلک میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا واسطہ رسولوں کے ان کے مال کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے (یعنی ہلاک کرے) اور یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری (ہلاکت) نازل کرے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے جملہ مخالفین مذہب کے مال و جان کو گورنمنٹ ہو خواہ غیر، معصوم نہیں جانتا اور ان کے تلف کرنے کے فکر میں ہے۔ دیر ہے تو صرف جمعیت وشوکت کی دیر ہے۔

اس کے اس فتویٰ وحکم قطعی کے ساتھ اس فقرہ میں اسلام یا مسلمانوں کی قید لگا دینا گورنمنٹ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ بلکہ صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ لفظ گورنمنٹ کو دھوکہ دینے کی نیت سے لکھا گیا ہے۔ اور درحقیقت یہ شخص ہر شخص یا قوم کا جو اس کی پیروی نہ کرے مخالف ہے اور اس کے کاٹے جانے کی فکر وآرزو میں ہے۔..

یہ تو اس فقرہ کے لفظ اسلام یا مسلمانوں کی تشریح ہے، اب ہم اس فقرہ کے مضمون پر یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ سے علیحدہ رہنے والے مسلمانوں کو کاٹ دینے کا ارادہ خدا نے کر لیا ہے تو وہ لوگ جو آپ کے ابتداء زمانہ الحاد ودہریت سے آپکی خدمت گذاری میں ایسے مصروف تھے، جیسے ملائکہ موت برے کی جان لینے میں مصروف ومستغرق رہتے ہیں، اب تک کیوں کاٹے نہیں گئے۔ بلکہ برعکس وہ آپ کی ایسی جڑھ کاٹ رہے ہیں اور بنیاد اکھاڑ رہے ہیں جس کو آپکا جی جانتا ہے۔

اخیر فقرہ میں جو آپ نے دعویٰ الہام کیا ہے اور یہی آپ کا قدیم طریق وشیوہ ہے کہ جو کچھ کسی کو برا بھلا کہا اس کو الہام بنا لیا۔ اس کے مقابلہ وجواب کیلئے اس طرف سے بھی ایک آپ سا ملہم محمد بخش قادری لاہوری پیدا ہو گیا ہے مشہور کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے ایسا ہی ایسے الہاموں کی بیخ کنی الہام سے ہوسکتی ہے۔ ہم ایسے الہاموں سے عاری تھے اسلئے آپ دن بدن سر اٹھاتے جاتے تھے اب اس طرف بھی آپ جیسا ملہم پیدا ہو گیا ہے جس سے امید ہے کہ آپ کے الہامات کا مقابلہ بخوبی کر لیا کرے گا۔ بہتر ہے آپ اب الہام بازی چھوڑ دیں ورنہ الہام کے مقابلہ میں الہام کی گولہ باری تیار ہے۔ ملّا صاحب کو مدت سے بڑے بڑے لمبے چوڑے موٹے تازے الہام ہو رہے ہیں جو آپ کے الہاموں کو چکنا چور کر رہے ہیں ضمیمہ اخبار جعفر زٹلی میں مضمون مرزا قادیانی کی نسبت تازہ پیش گوئیاں، ناظرین کے ملاحظہ میں آیا ہوگا۔ مضمون: جشن ڈائمنڈ جوبلی کی عجیب یادگار، انہوں نے دیکھا ہوگا)

۱۰۔ کیا میں اسلامبول میں امن کے ساتھ اس دعویٰ کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں۔ اور یہ کہ تلوار چلانے والی روائتیں جھوٹ ہیں۔ کیا یہ سن کر اس جگہ کے درندے مولوی

اور قاضی حملہ نہیں کریں گے۔ اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کرے گا کہ ان کی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ؟ ان سب باتوں کو سفیر مذکور نے تعجب سے سنا اور حیرت سے میرا منہ دیکھتا رہا یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خط میں جو ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے میرا نام نمرود اور شداد اور شیطان رکھتا ہے اور مجھے جھوٹا اور مزوّر اور مورد غضب الٰہی قرار دیتا ہے

(اس فقرہ میں سلطان المعظم کی صریح توہین ہے اور ان کی سلطنت کے جملہ علماء و قضاۃ و مشائخ مکہ و مدینہ وغیرھما کو درندہ کہہ کر گالی دی گئی ہے اور حضرت سلطان المعظم کو ان ہی درندوں کی مرضی کو مقدم رکھنے والا کہہ کر ان کی توہین کی گئی ہے۔ ان توہینات کے ساتھ اپنے عقائد باطلہ و دعاوی عاطلہ کی نسبت قادیانی نے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ اسلام کے عالموں اور قاضیوں کے نزدیک عقاید صحیحہ و دعاوی حقہ نہیں ہو سکتے اس سے اس کے جاہل پیرو عبرت کا سبق حاصل کریں اور ان عقاید و دعاوی کو عقائد باطلہ و دعاوی عاطلہ تصور کر کے ان سے دست بردار ہو جائیں۔

جب وہ اسلام بول اور اس کے ماتحت مکہ و مدینہ کے علماء و قضاۃ کے نزدیک اسلامی عقاید تسلیم نہیں کئے جاتے تو پھر وہ اسلامی عقاید کیونکر ہو سکتے ہیں۔ قادیانی کے عوام اتباع کے لئے جو علوم سے محروم ہیں اور وہ اپنی تحقیق سے کسی عقیدہ کا حق یا ناحق ہونا نہیں پہچان سکتے، یہی دلیل ان کے عقاید کے باطلہ ہونے پر بس ہے)

مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ ان دس فقرات میں سے بعض فقرات (نمبر ۲، ۵، ۹، ۱۰) میں ڈائریکٹ (بلا واسطہ) اور صراحت کے ساتھ اور بعض فقرات (بقیہ نمبروں) میں ان ڈائریکٹ (بالواسطہ) اور در پردہ حضرت سلطان المعظم کی قادیانی نے توہین کی ہے۔

اس توہین سے بڑھ کر اس نے اپنے پرچہ جلسہ شکریہ جشن جوبلی میں جناب ممدوح کی توہین کی ہے جو ۷ جون ۱۸۹۷ء کو چھاپ کر اس بے نصیب نے مشتہر کیا ہے۔

(اس اشتہار میں مرزا صاحب نے فرمایا:

....بعض نادان مسلمانوں نے ہم پر اعتراض کیا ہے کہ جو ترکی سفیر کے خط کا ردّ بذریعہ اشتہار شائع کیا گیا ہے اس میں سلطان روم کی بے ادبی کی گئی ہے اور وہ خلیفۃ المؤمنین ہے اور نیز اس اشتہار میں مداہنہ کے طور پر انگریزوں کی تعریف کی گئی ہے۔ لیکن یہ باتیں کوتہ اندیشی اور بخل کی وجہ سے ہمارے مخالفوں کے منہ سے نکل رہی ہیں۔ ہم نے سلطان کو کچھ برا نہیں کہا اور نہ بے ادبی کی بلکہ ہمیں اس میں افسوس ہے کہ جس شخص کے ایسے سفیر ہوں اور ایسے ارکان ہوں اس کی حالت قابل رحم ہے...

رہی یہ بات کہ سلطان روم خلیفۃ المؤمنین ہے، اس کے ارکان کی نسبت ایسے سوءِ ادب

کے الفاظ منہ پر لانا بے با کی اور گستاخی میں داخل ہے، سو یہ سراسر نا سمجھی ہے اور درحقیقت جو شخص مجھے ایک کا فر دجال بے ایمان کا ذب خیال کرتا ہے وہ بے شک میری اس تقریر سے سخت ناراض ہوگا جو میں نے اشتہار مورخہ ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کی ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ ذرہ اپنے دلوں میں فرض کرلو کہ اگر یہ تقریر اس شخص کی طرف سے ہو جو خدا کی طرف سے تیرہ سو برس کے وعدہ موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہے اور خدا کا نائب ہے جس کو نبی ﷺ نے سلام کہا ہے، تو کیا سلطان روم کی عظمت کو اس کے مقابل یاد کرنا اور اس کی عظمت کو بالکل بھلا دینا بے ایمانی ہے یا نہیں۔ جن دلوں پر خدا کی لعنت ہے ان کا تو کچھ علاج نہیں لیکن عقل منداور ایمان دار جانتے ہیں کہ ایسے شخص کے ساتھ جس کو خدا تعالی نے آسمانی خلافت دے کر ایک عظیم الشان کام کے لئے بھیجا ہے، روم کے ایک ظاہری فرمانروا کو کیا نسبت ہے؟ (حاشیہ میں مرزا صاحب کہتے ہیں: ابن سیرین کا قول ہے کہ مہدی موعود بعض نبیوں سے بھی افضل ہے۔ پس ایسے لوگوں کی حالت پر سخت افسوس ہے جو ایک بادشاہ کیلئے جو دنیوی زندگی رکھتا ہے مجھ کو جو اپنے مہدی موعود ہونے کا دلائل کے ساتھ ثبوت دیتا ہوں گالیاں دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ سراسر دنیا کے کیڑے ہو گئے ہیں خدا اور رسول پر ان کا ایمان نہیں رہا)

یادرکھو کہ خدا کے فرستادہ کی توہین خدا کی توہین ہے۔ چاہو تو مجھے گالیاں دو تمہارا اختیار ہے کیونکہ آسمانی سلطنت تمہارے نزدیک حقیر ہے۔ سلطان کا خلیفۃ المؤمنین ہونا صرف اپنے منہ کا دعوی ہے لیکن وہ خلافت جس کا آج سے سترہ پہلے براہین احمدیہ اور نیز ازالہ اوہام میں ذکر ہے حقیقی خلافت وہی ہے۔ کیا وہ الہام یاد نہیں؟ اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ خلیفة اللّٰه السلطا ن۔ ہاں ہماری خلافت روحانی ہے اور آسمانی ہے، نہ زمینی۔

(منقول از مجموعہ اشتہارات۔ ج ۲۔ ص ۴۲۲۔۴۲۴)

مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں:

قادیانی کا حضرت سلطان المعظم کی (جن کو ۲۶ کروڑ مسلمان مذہبی خلیفہ مانتے ہیں) خلافت کو حضرت ممدوح کا اپنے منہ کا دعوی قرار دینا اور اپنی خلافت کو (جو دراصل شیطان کی خلافت ہے) الہامی اور آسمانی اور روحانی خلافت کہنا۔ اور اسپر دلیل برطبق: دست خود دہان خود، اپنی ہی کتاب مجموعہ اباطیل ... براہین کے ایک الہام (شیطانی) کو پیش کرنا اسی قادیانی کا کام ہے (جس پر کوئی صاحب شرم و حیا جرأت نہیں کرسکتا) اور اپنے منہ سے خود میاں مٹھو بننا ہے اور پھر اسکا الزام واتہام حضرت سلطان

المعظم پر رکھنا۔ اس سے کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت سلطان المعظم نے اپنی زبان مبارک سے کہاں دعوی خلافت کیا ہے۔ ان کو تو ۲۶ کروڑ مسلمانوں نے مذہبی خلیفہ تسلیم کیا اور تو اپنے ہی منہ سے میاں مٹھو و خلیفۃ اللہ بنتا ہے اور اس پر اپنے ہی ایک گوز شتر مندرجہ براہین کی سند لاتا ہے اور پھر اس الزام سے شرم نہیں کرتا۔

پھر انجمن حمایت اسلام کے جلسہ ۲۷ جون ۱۸۹۷ء میں اس کے ایک نائب میاں کریم بخش سابق ٹیچر سیالکوٹ سکول کا (جو زمانہ نبوت قادیانی سے مولوی عبدالکریم کہلاتا ہے) برملا یہ دعوی کہ

> حضرت اقدس مرزا صاحب نے سلطان المعظم کی توہین میں کوئی فقرہ یا لفظ نہیں کہا، جو مدعی ہو وہ ایک فقرہ یا لفظ ان کے اشتہارات میں دکھاوے،

سن کر تعجب پر تعجب ہوتا اور غیظ پر غیظ بڑھتا ہے۔ اور مصرع: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، یاد آتا ہے۔ اور ان دروغ گوؤں کے دعوی انکار کے معنی بجز اس کے کچھ سمجھ میں نہیں آتے کہ جس قدر توہین حضرت سلطان المعظم کی انہوں نے کی، یہ تھوڑی ہے اور کچھ بھی نہیں ہے اور جس قدر آپ کے دل میں ہے یہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے، جو کمال تعجب و افسوس کا محل ہے۔

انجمن حمایت اسلام کے کارکن ممبر جو مرزائی نہیں (کیونکہ مرزائی ممبر کسی افسوس کا محل نہیں وہ جس قدر توہین حضرت سلطان المعظم یا اورا کابر اسلام کی انجمن کے مکان میں یا انجمن کے جلسوں میں کرتے ہیں وہ اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں) بھی افسوس و شکایت کے محل ہیں کہ اولاً انہوں نے قادیانی کے نائب کریم بخش سیالکوٹی کو قادیانی کی تقریر پڑھنے کے لئے انجمن کے ہال میں جگہ کیوں دی اور اگر انہوں نے عنوان تقریر سے کہ اس میں ایک عیسائی کے سوالات کا جواب دینا مقصود ظاہر کیا تھا دھوکہ کھایا تھا تو پھر عین اس مجلس میں جب کہ کریم بخش نے توہین کے ارتکاب سے انکار کیا تھا ان فقرات کو جو ہم نے اس مضمون میں نقل کئے کیوں پڑھ کر نہ سنایا۔ کیا اس وقت جلسہ میں کوئی کارکن ممبر انجمن موجود نہ تھا جو لکھا پڑھا ہو اور اس نے ان فقرات اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء و ۷ جون ۱۸۹۷ء کو دیکھا ہو۔ کیوں نہیں؟ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ ایک نہیں کئی حضرات ہوں گے۔ پھر وہ کچھ نہ بولے اور نائب قادیانی اپنا کام کر کے چل دیئے، تو وہ ممبران کیونکر محل افسوس و شکایت نہ ہوں۔

امید ہے انجمن ہماری اس شکایت کا ازالہ اور اس نقصان کا جبر و کفارہ عمل میں لائے گی اور آئندہ کسی مرزائی کو انجمن کے مکان میں ایسی تقریر کرنے کا موقعہ نہ دیں گے جس میں وہ اسلام یا مسلمانوں کی توہین یا دل آزاری کرسکیں۔ اس سے مسٹر حفیظ سالم صاحب لاہوری کی واجبی شکایت

کا بھی ازالہ ہو جائے گا جس کو انہوں نے پرچہ ۱۰ جولائی ۱۸۹۷ء میں ملّا صاحب کے اخبار جعفر زٹلی لاہور میں پیش کیا ہے۔ وہ یہ ہے:

مسلمان اور متبعین مرزا، اور انجمن حمایت اسلام لاہور

۲۷ جون ۱۸۹۷ء کو بروز اتوار اسلامیہ کالج لاہور واقعہ شیرانوالہ دروازہ میں ایک جلسہ ہوا جس میں قادیانی علیہ اللعنۃ کی طرف سے اس کے ایک مرید نے سراج الدین بی اے (جو کچھ مدت سے عیسائی ہو گیا ہے) کے چار سوالوں کے جواب پڑھ کر سنائے۔ چونکہ ہم پہلے ہی تاڑ گئے تھے کہ مرزا ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتا ہے اور غالباً اس آڑ میں وہ مخرب اسلام اپنے زہریلے اور خلاف اصول اسلام خیالات ظاہر کرنے سے باز نہ آئے گا اس لئے ہم اس جلسے میں شامل نہیں ہوئے لیکن معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے کہ ہمارا خیال درست نکلا۔ مرزا نے جا بجا اپنے مشن کے متعلق بکواس کی ہوئی تھی۔ اور حاضرین میں سے ان کو جو اسے کاذب، مخرب اسلام اور شیطان بصورت انسان خیال کرتے ہیں سخت رنج ہوا۔ ظاہر ہے کہ مسیح الدجال کو مسیح موعود ماننے والوں کی تعداد بہت تھوڑی اور نسبتاً وہ جماعت جو اسے جھوٹا سمجھتی ہے کئی گنا زیادہ ہے، بلکہ جہاں تک ہمارا خیال ہے فقط لاہور کے مسلمانوں کی تعداد میں سے اگر مخالفین مرزا صاحب کا صحیح اندازہ کیا جائے تو قادیانی کے تمام چیلوں سے ہزار گنا زیادہ ہوں گی اور اگر متبعین مرزا کی اس تعداد کو جو لاہور میں ہے اسی نسبت سے دیکھا جائے تو اور بھی زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور نے کیونکر چند آدمیوں کی خاطر ہزارہا اہل اسلام کی دل شکنی جائز رکھ کر اپنے مکان میں ایسے جلسہ کی اجازت دی۔ یہ تمام الزام انجمن حمایت اسلام کے کارکن ممبروں اور خاص کر سکرٹری پر آتا ہے کہ انہوں نے معدودے چند گم کردہ راہ لوگوں کو جن کے ساتھ ان کا ذاتی تعلق ہے خوش کرنے کے لئے ہزارہا مسلمانوں کا دل دکھایا..

مسٹر حفیظ سالم کی شکایت بجا ہے مگر ہم نے سنا ہے کہ آئندہ انجمن کے مکان میں مرزائی دجالوں کو اپنے کفریات کے بیان سے ممانعت ہو گئی ہے۔ اس تجویز سے مسٹر سالم حفیظ کی شکایت کا ازالہ ہو گیا۔ و الحمد للّٰہ علی ذلک۔

اس بیان کو پڑھ کر اور یہ حالات و مقالات قادیانی سن کر ناظرین یقین کریں گے کہ

مرزا قادیانی کے دل میں سلطنت ترکی کی سخت عداوت ہے اور اسی وجہ سے اس نے حضرت سلطان المعظم اور ان کی سلطنت کی سخت توہین کی ہے جس کے سبب وہ واقعی دشمن اسلام کہلانے کا مستحق ہے۔اس طعن وتوہین کے جواب میں جو کچھ ہم نے خطوط وحدانی میں کہا ہے اس سے بڑھ کر اسلامی اخباروں نے کہا اور حضرت سلطان المعظم کی طرف سے کافی جواب دیا ہے۔اس مقام میں ان اخبارات کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۲۱ جون ۱۸۹۷ء میں ہے:

مرزا قادیانی کے جھوٹے دعاوی اور انبیاء کی نسبت اہانت آمیز تحریریں اگرچہ وقتاً فوقتاً مدت سے سچے مسلمانوں کی نہایت دل آزاری کا باعث ہو رہی تھیں مگر اب جو اس نے ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کو اپنے اس اشتہار میں جس کو، حسین کامی سفیر سلطان روم کے، عنوان سے شائع کیا ہے اور اس میں خواہ مخواہ خلیفۃ المؤمنین حضرت سلطان المعظم روم اور ان کی سلطنت پر بیجا حملہ کر کے نہایت بے ادبی استعمال کی ہے، اس سے ہندوستان کے ہر طبقہ کے مسلمانوں کو نہایت درجہ کا صرف رنج ہی نہیں ہوا بلکہ صریحاً ثابت ہو گیا ہے کہ یہ شخص نہ صرف ان علمائے کرام اور فضلائے عظام کا ہی دشمن ہے کہ جو اس کے دعاوی باطلہ اور اقاویل کاذبہ کے مخالف ہیں بلکہ کل روئے زمین کے مسلمانوں اور سچے اسلام کا جانی دشمن ہے اور جس طرح یورپ میں مسٹر گلیڈسٹون سلطنت روم اور اسلام کا دشمن ہے ویسے ہی ہندوستان میں یہ شخص اس کا مقلد ہو کر محض اس وجہ سے سلطنت مذکورہ کا بدخواہ بنا ہے کہ اس کے سفیر نے اپنے ذاتی مشاہدہ سے اس کے برخلاف کیوں رائے دی جو بعینہ ناظم الاخبار لاہور مطبوعہ ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں درج ہو گئی۔افسوس وہ خلیفۃ المؤمنین روئے زمین جو محافظ حرمین شریفین ہے حیف وہ اعلیٰ حضرت سلطان المعظم جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں اور اسلام کو عزت وشوکت اور فخر حاصل ہے اسکی نسبت یہ بے باک مقلد گلیڈسٹونی کمال بے ادبی سے چھوٹا منہ بڑی بات اس طرح پر تحریر کرے کہ:

ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں .... میں نے سفیر کو صاف کہہ دیا کہ سلطان کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں، میں نے کئی

اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں کی قصوروار ہے اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔

جن صاحبوں کو ابتداء سے اخبارات پڑھنے کا شوق ہے وہ اس اقتباس سے فوراً معلوم کر سکتے ہیں کہ ترکی سلطنت کی نسبت مرزا قادیانی کے فقرات متذکرہ بالا دراصل وہی فقرات ہیں جو اس سے پہلے یورپ کا بوڑھا مخبوط الحواس اور اس کے پیروکار کرتے ، اور اپنی دلی بغض و کینہ سے جو ان کو اسلام سے ہے ترکی سلطنت اور وہاں کے مسلمانوں کو بدنام کیا کرتے تھے جن کو اب روم و یونان میں ترکی سلطنت نے اپنی اعلیٰ درجہ کی شجاعت و لیاقت سے عملی طور پر صرف جھوٹا ہی ثابت نہیں کیا بلکہ مخالفین مذکور کا مارے خجالت و ندامت کے ناطقہ بند کر دیا ہے عین حالت جنگ میں اپنی جان کے دشمنوں کو کھانا کھلانا میدان جنگ میں دشمنوں کے مردوں کو اپنے پاس سے کفن دے کے عزت سے دفن کرنا قیدیوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا، ان کے عیال و اطفال اور مال کی حفاظت کرنا اور زخمی دشمنوں کا ہمدردی سے علاج کرنا، ترکوں کی یہ ایسی ملکی صفات ہیں کہ جن کی اب وہی مخالفین اسلام شہادتیں دے رہے ہیں اور ترکوں کی تعریف میں رطب اللسان ہیں ۔اب غور کرنا چاہیے کہ ان اوصاف سے زیادہ اور کون سا سچا تقویٰ اور طہارت اور انسانی ہمدردی ہوسکتی ہے کہ جس سے ترک بزعم قادیانی عاری ہیں ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ترکی سلطنت زنا شراب بد اعتقادی اور کفر کی باتوں کی مفت دشمن ہے اور ان کے مرتکبین کیلئے ..سخت سزائیں مطابق احکام الٰہی اور شرع محمدی مقرر کی ہوئی ہیں۔ قادیانی کے نزدیک اگر ترکی سلطنت صرف انہی باتوں سے قصوروار ہے کہ وہ سزاؤں کے اجراء سے منہیات اور کفر و شرک کی کیوں روک ٹوک کرتے ہیں اور اس کے کفریہ بکواس کی جس کو وہ اپنے زعم میں، برعکس نہند نام زنگی کافور، راستی سمجھتا ہے ، آزادی کیوں نہیں دیتی تو یہ صریحاً احکام ربانی کی مخالفت اور ...شرع محمدی پر اعتراض کرنا ہے اور ..لعنت ہے اس شخص پر جو باوجود باوجود دعویٰ اسلام کے ایسا اعتقاد فاسد رکھے۔

قادیانی کے اس لکھنے سے کہ میں نے سفیر کو یہ بھی کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جاوے گا، بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ،

ثابت ہوتا ہے کہ اس کا الہام کرنے والا خدا بھی صرف بے چارے مسلمانوں ہی کا دشمن اور ان کے خون کا پیاسا ہے اور جو لوگ اس کے پیارے رسول اور بانی اسلام کی وقتاً فوقتاً اپنی تحریروں وتقریروں میں ہتک و بے عزتی کرتے رہتے ہیں ان سے وہ صرف راضی اور خوش ہی نہیں ہے بلکہ اس دنیا میں بھی قادیانی اور اس کے گروہ کے ساتھ باقی رکھنے کے لئے انہیں لوگوں کو اس نے منتخب کیا ہے۔ مگر قادیانی صاحب کو خوب واضح رہے کہ عیسائی و ہنود ایسے نادان نہیں ہیں جو ان کی چاپلوسی پر غرہ ہو کر ان کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے۔ الخ۔

اخبار چودھویں صدی مطبوعہ ۱۵ جون ۱۸۹۷ء میں قادیانی کے جواب میں بڑا بسیط مضمون نکلا ہے۔ ہم اس مقام میں اس کا انتخاب کرتے ہیں، اسکے پانچویں صفحہ میں کہا ہے:

مرزا صاحب کی نسبت معلوم نہیں کن وجوہات سے گورنمنٹ یا اس کے بعض حکام کو کچھ بدگمانی پیدا ہوگئی ہے یہ بات عموماً بیان کی جاتی ہے اور اس امر سے سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے اسی بنا پر ایک دو دفعہ مرزا صاحب کی مخالفت کی اور گورنمنٹ کو کہا کہ ان سے ہشیار رہنا چاہیے، تائید ہوتی ہے ہم نے سول کی اس بے بنیاد بدظنی کی مخالفت کی تھی اور لکھا تھا کہ مرزا صاحب پر کوئی ایسا اشتباہ کرنا نہائت سخت غلطی ہے مگر باایں ہمہ مرزا صاحب کو یہ امر.. معلوم ہوگا کہ وہ کس قدر مشکوک خیال کئے جاتے ہیں اور مرزا صاحب اکثر اس شک کے رفع کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں چنانچہ حال ہی میں انہوں نے ایک رسالہ ۳۲ صفحہ کا تحفہ قیصریہ کے نام سے چھپوایا ہے جس میں انگریزی گورنمنٹ کی برکتوں میں جو ہندوستان کو حاصل ہوئی ہیں ایک یہ سب سے بڑی برکت بیان کی ہے کہ ہندوستان مفلس ہوگیا ہے اور یہ ہندوستان کی روحانی اصلاح کے واسطے نہایت ضروری تھا، اسی طرح ملکہ معظّمہ کے حضور میں اپنے آپ کو حضرت مسیح کا ایلچی بنا کر پیش کیا ہے اور اس رسالہ میں جواب انگریزی میں ترجمہ کر کے شائع کئے جانے والا ہے، اور گو یہ تمام ایک فضول اور بے فائدہ امر ہے لیکن مرزا صاحب نے اپنی طرف سے صفائی پیش کرنے کی کوشش اچھی طرح کر لی ہے۔ اب سفیر کی ملاقات کے معاملہ میں مرزا صاحب کو ایک ایسی ہی بڑی مشکل پھر پیش آ گئی جسکا ان کو پہلے سے کچھ خیال نہ تھا اور نہیں ہوسکتا تھا۔ سفیر مذکور لاہور میں رہے اور وہاں مسلمانوں نے اسقدر دھوم

دھام اور شان وشوکت سے ان کا استقبال اور مہمان داری کی کہ اس کی نظیریں بہت کم موجود ہوں گی اسی طرح امرتسر میں .. خاطر تواضع ہوئی مگر اس عرصہ میں لاہور یا امرتسر کے مسلمانوں کی نسبت کوئی خیال کسی قسم کا پیدا نہیں ہوا لیکن جس روز سفیر نے قادیان میں قدم رکھا اسی روز اخبار پاؤنیر اور سول اینڈ ملٹری گزٹ نے، جو نیم سرکاری اخبارات ہیں، یہ فقرہ چھاپ دیا کہ سفیر قادیان گیا ہے اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک خفیہ رپورٹ تیار کر رہا ہے۔ سفیر کی نسبت یہ فقرہ اس بدگمانی نے کہلوایا جو کم سے کم بعض انگریزوں کو مرزا صاحب کی نسبت ہے اور غیر متوقعہ ریمارک سے وہ زخم جس کا مرزا صاحب اندمال کرنے کی کوشش کر رہے تھے پھر تازہ ہو گیا اور مرزا صاحب کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے مریدوں نے مرزا صاحب کے ایماء سے یا بغیر ان کے اشارہ کے سفیر کو قادیان جانے کی اس واسطے ترغیب دی تھی تاکہ مرزا صاحب کی کوئی وہ پیش گوئی جس میں لکھا ہے کہ ان کے دروازہ پر سلاطین کے سفیر حاضر ہوں گے پوری ہو جائے۔ مگر جب نماز چھوڑانے کی کوشش میں روزے گلے پڑ گئے تو مرزا صاحب نے اپنی اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کو فی الحال ملتوی کر دینا اور اس الزام سے اپنی بریت کرنا مقدم خیال کیا جو ان دونوں انگریزی اخباروں نے ان پر جڑ دیا تھا اور یہ اشتہار جس میں سلطان المعظم کو ناحق طور پر برا بھلا کہا گیا ہے اور انگریزی سلطنت کی بلا ضرورت اور بے موقع تعریف کی گئی ہے، ان واقعات کا نتیجہ ہے۔ لوگوں کو بلاشبہ الہام نہیں ہوتا ہے اور وہ صرف مرزا صاحب کا حصہ ہے لیکن جن لوگوں نے یہ واقعات سنے ہیں ان سے یہی استدلال کیا ہے اور یہی نتیجہ نکلا ہے اس سے زیادہ علم خدا کو ہے یا مرزا صاحب کو ہوگا جو فرماتے ہیں کہ خدا ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور وہ سب باتیں ان کو بتا دیتا ہے جو صدیوں پہلے ان لوگوں کو بھی معلوم تھیں، اور انہوں نے کہہ دی تھیں جو اس خاص الہام اور ہم کلامی کے مدعی تھے۔

اور پھر اس کے صفحہ ۶ میں کہا ہے، مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:

میں نے اس (سفیر) کو کہا کہ خدا نے یہ ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں اور میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے

الہام کے ذریعہ فرمایا تھا وہی کہا تھا۔

اور ہم کو یقین ہے کہ مرزا صاحب کی یہ باتیں ہر ایک مسلمان کے دل میں تیر کی طرح لگیں گی، جو اس نام اور اس نام سے پکارے جانے والوں کے ساتھ ایک ذرہ بھر بھی محبت اور ہمدردی رکھتا ہو اور مرزا صاحب کے اس الہام کو ایک مجنون اور مخبوط الحواس شخص کے ہذیان سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں سمجھا جائے گا۔ مرزا کو الہام کرنیوالے خدا کو صرف مسلمانوں سے دشمنی ہے اور وہ مسلمانوں ہی کے خون کا پیاسا ہے۔ تمام دنیا کے کفار پر اس کو کوئی غصہ نہیں آتا ہے صرف دنیا کے چالیس یا پچاس کروڑ مسلمان مرزا صاحب اور ان کی مبارک جماعت کے واسطے قربانی پر چڑھائے جانے والے ہیں اور دنیا میں مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے ساتھ باقی رکھنے کے واسطے دنیا کے کفار ہی منتخب ہی کئے گئے ہیں مگر ان کفار کو بھی اپنی اس خوش قسمتی پر بہت نازاں نہیں ہونا چاہیے اگر مرزا صاحب کو پھر غصہ آ گیا تو ان کو بھی کٹوا دیں گے اور دنیا کے واسطے اپنے وجود باجود اور اپنی اشرف واعلی جماعت کو کافی سمجھیں گے۔

پھر اسی پرچہ کے صفحہ ۷، ۸ میں کہا ہے:

امیر المؤمنین حضرت سلطان المعظم غازی عبدالحمید خان کی نسبت مسٹر گلیڈسٹون اور کینن میکال اور ان کے چیلوں جیسے درندے دشمن اسلام اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے موجود تھے۔ مرزا صاحب کو کوئی پیش گوئی کرنے کی تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں تھی۔ مرزا صاحب نے تحفہ قیصریہ میں اس امر کی اچھی طرح تشریح فرمادی ہے کہ حضرت مسیح کی روح نے ان میں حلول کیا ہے اور حضرت مسیح پرت اول اور یہ ان کے مثنی ہیں۔ پس جب تک پرت اول کی امت میں مسلمانوں کے ایسے خونخوار دشمن موجود ہیں جیسے گلیڈسٹون اور کینن میکال اور ان کی بے شمار امت ہے اور وہ اپنے فرض اور کام کو اچھی طرح سے پورا کر رہے ہیں تو جناب مثنی صاحب کو جب کہ وہ سوائے چند الفاظ بد کہنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے ہیں اس تکلیف کے کرنے کی کیا ضرورت تھی خصوصاً اس حال میں جب کہ ان کا الہام اصلی نہیں تھا بلکہ سیکنڈ ہینڈ اور براہ راست ترکی سے نہیں آیا تھا بلکہ گلیڈسٹون اور میکال اور ایسے ہی لوگوں کے دماغ اور زبان کی وساطت اور ذریعہ سے حضرت مثنی کے مغز شریف پر نازل ہوا تھا۔ ترکی کے حالات واقعی اور اصلی کو وہ اس

لاش سے زیادہ نہیں جانتے جو ایک دو صد یاں پہلے زمین کے نیچے دفن کر دی گئی ہو۔ دولت علیا عثمانیہ کی نسبت جو لوگ ایک عام اور سرسری واقفیت بھی رکھتے ہیں وہ اس کو بخوبی جانتے ہیں کہ یورپ میں صدیوں تک ترکوں کی فتح وظفر کی موجیں اٹھتی رہی ہیں۔ بار ہا تمام یورپ نے متفق ہوکر ان کا مقابلہ کیا مگر اس سیلاب کو نہ روک سکے آخر کار صرف مسلمان سلاطین کی باہمی خانہ جنگیوں اور ترکی فتوحات کی موج افریقہ کی طرف پھر جانے سے یورپ کو نجات مل گئی اس زمانہ میں یورپ نے جدید علوم وفنون جنگ اور ہر ایک قسم کے اسلحہ میں ترقی کی اور ترکوں نے ان ترقیات کو اختیار کرنے کی پرواہ نہیں کی اور یہی امر ترکی سلطنت کے ضعف کا باعث ہو گیا۔ روس انگلستان اور فرانس تینوں نے متفق ہو کر سمندر میں ترکوں پر غلبہ حاصل کیا اس کے بعد بھی ترکوں نے اپنی وہ کمی جو جدید سامان جنگ کے مقابلہ میں تھی پوری کرنے کی سعی نہیں کی اور جب کوشش کی گئی تو ایک نقصان عظیم اٹھانا پڑا۔ یعنی فوج ینگ چری کو نیست و نابود کر کے کامیابی ہوئی۔ اور اس سے اس وقت موجودہ کے واسطے اور کمزوری ہوئی۔ اور اس کے سلاطین کی ذاتی کمزوری سے سلطنت کا حال اور بھی خراب ہو گیا۔ گو ترکوں کی شجاعت اور بہادری کو کوئی چیز کم نہیں کر سکتی تھی جنگ روم وروس میں صرف بعض ترکی افسروں کی نالائقی سے ترکی کو نقصان اٹھانا پڑا۔ مگر اس تمام تاریکی میں جو ٹرکی سلطنت پر چھا گئی تھی خداوند کریم نے ایک روشن اور درخشاں آفتاب پیدا کر دیا وہ آفتاب سلطان عبدالحمید خان غازی تھے۔ اس جواں مرد، جواں ہمت، ثابت قدم اور مستقل مزاج سلطان نے اپنے ملک کی ضروریات کو کماحقہ سمجھ لیا اور ایسی سرگرمی اور جوش اور استقلال کے ساتھ ان کے مہیا کرنے میں مصروف ہوا کہ اپنی ذات کے واسطے اس نے آرام اور آسائش کو حرام کر لیا۔ چار معزز عیسائی شخصوں نے جن میں دو سفیر انگریزی اور دو سفیران امریکہ ہیں اپنے اپنے تجربوں سے یہ شہادت دی ہے کہ سلطان عبدالحمید خان اپنے تمام ہم عصر سلاطین میں سب سے بزرگ شاہنشاہ ہے (دیکھو انگلینڈ اینڈ ...مورخہ ۱۷مئی ۱۸۹۷ء لارڈ ڈفرن نے اپنے تجربات زمانہ سفارت کے بعد یہ بیان کیا کہ سلطان عبدالحمید خان اپنی جفاکشی نفس کشی شاقہ محنت برداشت اور اپنے ملک اور قوم کی اصلاح کی کوششوں میں تمام سلاطین عثمانیہ سے سب سے بزرگ مرتبہ رکھتا ہے۔ اس

قسم کی ہزار ہا شہادتیں اس بزرگ شخص کی تعریف میں موجود ہیں جو اس کی مسلمان رعایا نے نہیں بلکہ غیر ممالک عیسائیوں نے اپنے اپنے تجربات سے دی ہیں، اور صرف چند الفاظ نہیں بلکہ اس کے حالات پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

سلطان المعظم کے ان اوصاف حمیدہ اور ان بزرگ کوششوں کا نتیجہ تمام دنیا نے دیکھ لیا ہے۔ ایک شخص کام کرنے والا اور جو نتائج اس کے کام نے پیدا کئے ہیں اس کی نظیر دنیا کی تاریخ کے صفحوں میں بہت کم ملے گی۔ سب سے پہلے اور بڑی کوشش تعلیم اور ہر ایک قسم کے علوم وفنون کی اشاعت کے واسطے کی گئی اور ہر ایک قسم کی جدید اور قدیم تعلیم نے اس قدر حیرت انگیز طور پر ترقی کی ہے کہ اس کو سن کر دولت عثمانیہ کے دشمنوں کے دل پھٹ جانے چاہییں۔ اعلیٰ تعلیم کے واسطے صرف قسطنطنیہ میں آج سے پانچ سال پہلے ہر ایک قسم کے علوم وفنون کی تعلیم کے بارہ کالج موجود تھے اور اس کے بعد جتنے جدید دار العلوم جدید تعلیم کے قائم ہونے کی خبریں سنی ہیں وہ سب ملا کر بیس تک پہنچ گئے ہیں۔

یہ دار العلوم یورپ کے کسی ملک کے کالجوں اور یونیورسٹیوں سے کسی امر میں کم نہیں ہیں۔ ابتدائی اور درمیانی تعلیم کے مدرسوں کا تو اندازہ کرنا مشکل ہے ہر ایک گاؤں اور قصبہ تک میں مدرسے قائم ہو چکے ہیں اور تعلیم کا خرچ سالانہ تین کروڑ روپیہ سے بھی زائد ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ عربوں کی تعلیم کے واسطے ایک عظیم الشان کالج عرصہ سے کھلا ہوا ہے اور جس اہتمام سے عربوں کو تعلیم دی جا رہی ہے اس کی کوئی نظیر عرب کی گزشتہ تاریخ میں موجود نہیں ہے۔ قدیم تعلیم کا اہتمام اس کے علاوہ ہے۔ اور یہ تمام سلطان عالی کی کوششوں اور علمی ترقی کے شوق کا نتیجہ ہے۔ آج کل اخبارات میں مشتہر ہوا کہ حضرت سلطان نے سسلیؔ میں، جو تازہ مفتوحہ صوبہ ہے، مدارس کھول دیئے جانے کا حکم دے دیا ہے۔ ہر ایک قسم کے علوم وفنون ... کے ساتھ کے ساتھ جس دوسری چیز کا حضرت سلطان کو فکر ہو رہا ہے اور جس کام کو وہ ویسی ہی سرگرمی سے کرتے رہے ہیں وہ ترکی فوج کو جدید اصول جنگ کے مطابق تربیت اور مسلح کرنا تھا اس امر میں جو اس اپنی قوم کی عزت اور آبرو کے عاشق اور شیدا سلطان کو کامیابی حاصل ہوئی ہے اس کو تمام دنیا نے تسلیم کر لیا ہے۔ دس لاکھ سپاہی تربیت یافتہ اور جدید اسلحہ سے مسلح ترکی نے تیار

کر دیا ہے جس میں ترکوں کے علاوہ عربوں کردوں چرکسوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی داخل کر لی گئی ہے اور ان کی تربیت کو تمام یورپ کی طاقتوں نے صرف تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ اپنے سپاہیوں کے اخلاق اور تربیت پر نظر ڈال کر شرمندہ ہوتے ہیں۔

ترکوں نے جو شجاعت بر داشت حسن اخلاق اور نیکی اور احسان اور فیاضی مغلوب دشمن کے ساتھ ظاہر کیا ہے اس کی بھی کوئی نظیر کسی لمبی چوڑی تہذیب کی مدعی قوم نے ظاہر نہیں کی۔ ہم کو اپنی سرحد کے تازہ واقعات کے حالات معلوم ہیں کہ مسلمانوں کی لاشیں اور داڑھیاں جلائی جاتی تھیں ان کی بے پناہ عورتوں کو بے آبرو کیا جاتا تھا اور ایسے ایسے ظلم کئے جاتے تھے جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ غرض دولت علیہ عثمانیہ کی نسبت جہاں تمام یا اکثر یورپ کی طاقتوں کو اس کی تازہ جنگی زندگی پر سخت تعجب اور حیرت ہوئی ہے وہاں اس امر کو بالاتفاق تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ترکی نے اپنی عزت اور رتبہ پھر دنیا کی سب سے بڑی سلطنتوں کے برابر قائم کر لیا ہے اور یورپ کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت تنہاء اور بعض صورتوں میں دو اور تین بھی ترکی بال بینگا نہیں کر سکتی۔ ایک عیسائی سلطنت نے چند روز ہوئے ایک دوسری سلطنت کو اس امر پر آمادہ کیا کہ درہ دانیال سے گذر کر سلطان کو پکڑ لیا جائے لیکن اب ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ یہ کوشش صرف ان کی تباہی کا باعث ہوتی کیونکہ درہ دانیال کے تمام قلعوں کے سلسلہ پر اندر اور باہر کی طرف بارہ ہزار توپیں پڑی ہوئی ہیں جو وہاں سے گذرنے کی کوشش کرنے والے کے واسطے کافی ہیں کیونکہ وہ توپیں زنگ خوردہ نہیں ہیں بلکہ وہ ان کے ہم رنگ ہیں جنہوں نے ایک لاکھ یونانیوں کو ایک ہفتہ میں ان کے گھر پہنچا دیا ہے۔ ترکی کی یہ حیرت انگیز اور عظیم الشان ترقی اور یہ تازہ زندگی صرف عبد الحمید خان کی سر توڑ اور ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس بزرگ کی تمام عمر اسی فکر اور غم اور اندیشے میں گذر گئی ہے۔ ایک مسلمان کا اس وقت دل بھر آتا ہے جب وہ سلطان کی نسبت سنتا ہے کہ اس کے زرد چہرہ پر غم اور اندیشہ کے آثار ہر وقت پائے جاتے ہیں یہ غم اور اندیشہ صرف اس کھوئی ہوئی عزت اور آبرو کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوششوں کا ہے۔ یہ غم اور اندیشہ اپنے ملک اور قوم اور اسلام کی عزت اور آبرو کو پھر دنیا میں قائم کرنے کا ہے۔ وہ غم اور اندیشہ اسلام کے قدیم اور تاریخی دشمن عیسائیوں سے اسلام اور مسلمانی کو بچا لینے کا ہے

اس کے سوا کسی اور چیز کا نہیں ہے۔ ترکوں کی قوم ہمیشہ اپنی شجاعت اور حسن اخلاق کے واسطے مشہور ہیں لیکن سلطان المعظم کے اخلاق حمیدہ نیکی فیاضی اور جب قوم کے خیالات کے نمونہ نے تمام قوم کو ان اوصاف میں دنیا کے سامنے ایک نمونہ بنا دیا ہے۔ حضرت سلطان بذات خود جس قدر نیکی اور فیاضی اور احسان کے کام کرتے ہیں وہ اپنا نظیر ہی نہیں رکھتے۔ اس قدر یتیموں اور بیواؤں اور عاجزوں اور درماندوں غریب الوطن مسافروں اور حاجیوں کی خدمت اپنی جیب خاص سے کرتے ہیں کہ اس کا شمار نہیں ہوسکتا اور یہی احسانات عیسائی رعایا کے ساتھ مرعی رکھے جاتے ہیں۔ یورپ کے ممالک سے جتنی دفعہ مظلوم یہودی عیسائیوں کی شائستگی اور ہمدردی نوع انسان کے ثبوت میں بے خانماں اور خانہ ویراں ہوکر ان کے بال بچوں کے ساتھ نکال دیئے گئے سلطان عبدالحمید سے بڑھ کر کس سلطان اور کس شخص نے ان کو پناہ ملک زمین اور گھر رہنے کے واسطے دیئے ہیں۔ لکھوکھہا مسلمان جو ہر سال عیسائی سلطنتوں اور ریاستوں کے ظلم سے اپنے گھر بار اور املاک چھوڑ کر آوارہ اور مصیبت زدہ نکل آتے ہیں ان کو کون پھر گھر جائدادیں زمینیں اور آرام اور پناہ دیتا ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ٹرکی کی ان کو اچھی حالت نہیں نظر آتی۔ انجام اچھا نہیں نظر آتا۔ وہ خدا کے نزدیک کئی باتوں کی قصوروار ہے۔ تقوی اور طہارت اور نوع انسان کی ہم دردی اس میں نہیں ہے اس واسطے وہ برباد ہونے والی ہے۔ یہ تمام مہمل جملے اس قسم کے ہیں جو ایک ہشیار جاہل اور چالاک ناواقف شخص کی زبان سے نکلتے ہیں جو صاف طور پر کہنے کی جرأت نہیں کرتا۔ زیادہ سے زیادہ ان سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ظالم عیسائیوں نے جو پچھلے دنوں میں آرمینیا میں سلطان اور ترکوں پر جھوٹے اور بے اصل الزام لگائے تھے اور جن کی خود عیسائیوں کی ایک تحقیقات کرنے والی جماعت نے تکذیب اور تردید کر دی تھی ان کی طرف اشارہ ہے مگر ان حالات کی تحقیق کے بعد اب صرف کینن میکال اور گلیڈ سٹون کا چیلہ ہی جس کو اپنی عمیق خونی سازش میں ناکامی ہوئی تھی پھر ان جھوٹے الزامات کا نام لے سکتا ہے۔ انصاف کرنا چاہیے کہ سلطان اور ترکوں کو اپنی رعایا آرمینیا سے بہت دشمنی تھی اور ان کی جان کے دشمن تھے لیکن یونانی عیسائی جو فوجیں لے کر چڑھ آئے تھے ان کو فتح کرنے کے بعد انہی ظالم اور بے رحم

ترکوں کوصرف رحم اور احسان کرنا ہی آنا تھا اور ایک سال چھ مہینے میں بھی ان کی فطرت تبدیل ہوگئی تھی (کہ انہوں نے یونانیوں سے وہ سلوک کیا جس کے دشمن بھی ثنا خوان ہوئے)

اب رہی نوع انسانی کی عام ہمدردی وہ معلوم نہیں ہمارے رسول جدید کی فہم اور رائے میں کیا چیز ہوتی ہے ۔ کیا وہی ہم دردی ہوتی ہے جو روس نے لکھوکھہا (لوگوں) کی نسبت پولینڈ میں ظاہر کی تھی اور سائبیریا میں ہمیشہ ظاہر کی جاتی ہے کیا وہی ہمدردی ہوتی ہے جو تمام عیسائی قومیں اور سلطنتیں افریقہ کے بے زبان نوع انسان کی نسبت ظاہر کر رہے ہیں جن کو خشک گھاس کی طرح کاٹا جا رہا ہے جن کو سیخوں پر چڑھا کر بھونا جاتا ہے جن کے خون سے تمام افریقہ کی زمین سرخ ہوگئی ہے ۔ کیا وہی ہم دردی ہوتی ہے جو آرمینیا کے عیسائیوں کی جھوٹی سازشوں اور مفسدوں کے واسطے جوش میں آ گئی تھی لیکن اس ہمدردی کی پھوٹی ہوئی آنکھوں کے سامنے کریٹ کے مظلوم مسلمانوں کو ذبح کر ڈالا ہزار ہا مسلمان عورتیں بچے بوڑھے گھروں میں پہاڑ کی غاروں میں بند کر کے جلا دیئے گئے اور لکھوکھہا مسلمان اپنے گھروں سے بے گھر خانہ ویراں اور سرگرداں جنگلوں اور پہاڑوں میں ٹکراتے اور مصیبت اور فاقوں سے جان دیتے پھر رہے ہیں ۔

اس نوع انسان کی ہم دردی کی مثالیں خود ہمارے ملک کی زمین سے لوگ کافی جمع کر دیں گے ۔ عیسائیوں کی نوع انسان کی ہم دردی ایک جھوٹا فقرہ اور جھوٹا جملہ ہے جو ان کی زبان سے نکلتا ہے ۔ ہر ایک کو صرف اپنے مدعا اور اپنی غرض سے ہم دردی ہے اور بڑے پیمانہ میں سوائے عیسائیت کے تمام دنیا کو غارت کر دینے سے روس سے جب ستم رسیدہ یہودی نکالے گئے تھے پولینڈ اور سائبیریا کے قصے تمام جہان میں مشتہر کئے گئے تھے تو کون سی عیسائی طاقتیں ان کی ہم دردی کے واسطے کھڑی ہوئی تھیں یا کس نے اس کو ٹوکا بھی تھا ۔ آج افریقہ میں ایک دوسرے کے مظالم کو مشتہر کرنے بڑھ کر کیا کیا جاتا ہے ہم کو کوئی ایک واقعہ اس قسم کا بتا دیا جائے کہ عیسائی سلطنتوں اور عیسائیوں نے کسی قسم اور فرقہ کے جو عیسائی نہیں تھا خود مختارانہ اور بے غرضانہ ہمدردی کی ہو ۔ گذشتہ ایک ہزار برس میں ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ جس قدر خون ریزی عیسائیوں نے کی اور کرائی ہے اس کا ایک ہزارواں لاکھواں حصہ بھی مسلمانوں نے نہیں کی اور نہیں کرائی ۔ پس عیسائیوں کی قوم اور عیسائی طاقتوں کی یہ انسانی ہم دردی ہے جس کی وجہ سے

ہمارے رسول جدید کے الہام کی رو سے ان کو کوئی آنچ نہیں آنے والی ہے تمام عیسائی دنیا میں بےخلش رہ جانے والے ہیں لیکن مسلمانوں کی ایک ہی بزرگ سلطنت اس ہمدردی کے نہ ہونے کے سبب سے برباد ہو جانے والی ہے۔

ہم دعوی کرتے ہیں اور اس دعوی کو ہر شخص کے سامنے ثابت کر دینے کو تیار ہیں کہ جس قدر نیکی اور فیاضی اور احسان اور غرباء پروری اور محتاجوں کی خدمات اور یتیموں اور بیواؤں کی پرورش اور دریا دلی اور مظلوموں سے رحم اور ہمدردی سلطان عبدالحمید خان نے اپنی ذات سے کی ہے اس کے مقابلہ میں ان کے ہم عصر سلاطین میں سے کسی شخص نے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا ہے۔ حضرت ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کی ذات ستودہ صفات کی جس قدر تعریفیں بلحاظ اس اقبال مندی اور فتوحات ملکی اور امن و آسائش کے جوان کی رعایا کو نصیب ہوئیں کی جائیں وہ بہت کم ہیں لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ انگلستان اور ہندوستان کی رعایا سے کوئی نیکی بدی دور کرنے کا ان کو براہ راست اختیار اور موقع نہیں ہے۔ اگر ممدوحہ کی نیک نیتی کی تھیوری میں مرزا صاحب نے تحفہ قیصریہ میں کئی صفحات لکھے ہیں تو ایک لفظ تو اس ایک دوسرے نیک نہت سلطان کے واسطے کہد یا ہوتا، مگر وہاں مقصود ہی کچھ اور ہے۔

ٹرکی سلطنت کی بربادی کا ایک باعث تقوی اور طہارت کی ضرورت مرزا نے بیان کی ہے۔ ان لفظوں کے بھی جو معنی فی بطن قائل ہوں ان کا تو ہم کو علم نہیں لیکن مسلمان جس کو تقوی اور طہارت کہتے ہیں وہ صرف اسی بزرگ اسلامی سلطنت میں پایا جانا چاہیے، اور پایا جا سکتا ہے۔ کیا سوائے ٹرکی کے کسی سلطنت میں خداوند ذوالجلال وحدہ لاشریک کا نام مسجدوں میں اس کثرت سے لیا جاتا ہے؟ کیا کوئی سلطنت سوائے ترکی کے اس بزرگ نام اسلام کی حمایت وحفاظت کرتی ہے؟ کیا اسلامی تقوی اسلامی طہارت کسی عیسائی سلطنت میں پایا جاتا ہے اور پایا جا سکتا ہے؟ کیا کسی اور سلطنت میں اس تقوی اور طہارت کی تعلیم ہوتی ہے؟ کیا سوائے ٹرکی کے کوئی اور سلطنت حرمین الشریفین کی خادم اور محافظ ہے؟ کیا سوائے ٹرکی کے کوئی سلطنت اور سادات مکہ کو لکھو کھہا روپیہ پرورش کے واسطے دیتی ہے؟ کیا کسی اور سلطنت میں سرور کائنات ﷺ فخر موجودات کے نام کی عزت اور ادب کو قائم رکھنے اور اس پاک نبی کے کام اور احکام اور مشن اور

مدعا کی حمایت وحفاظت کی جاتی ہے۔ پس غور کرنا چاہیے کہ یہ ترکی سلطنت تو بربادی چاہتی ہے اور باقی دنیا کی کافر سلطنتیں آبادی اور سرسبزی چاہتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ ٹرکی سلطنت کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے تو تمام دنیا اور ایک عام سے عام آدمی بھی جانتا ہے کہ وہ اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ وہاں تقویٰ و طہارت نہیں ہے بلکہ اس سبب سے کہ عیسائی سلطنتیں صرف اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے درپئے ہیں۔

اور پرچہ چودھویں صدی مطبوعہ ۸ جولائی ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے:

جب مرزا صاحب اور ان کے تمام الہامات اور ان کی امت شامل ہوکر ترکی گورنمنٹ کے ارکان اور عمائد اور وزراء کے عیوب تفصیلاً ہم کو بتائیں گے ان میں تقویٰ اور طہارت کی کمی کو ثابت کر دیں گے اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ یہ سب کچھ مرزا صاحب کے اپنے نور فراست اور الہام سے کہا گیا تھا یا مسٹر گلیڈسٹون اور کینن میکال کی نور فراست اور الہام یہاں بھی کام کر رہے تھے۔ اگر مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں کامیاب نہ ہوئے تو ان کی پردہ دری کامل درجہ تک پہنچ جائے گی اور پھر کسر باقی نہ رہے گی۔

اور اس کے صفحہ ۶ میں کہا ہے:

یہ نوع انسان کی ہمدردی وہی ہے جو گلیڈسٹون نے مرزا صاحب کو سکھلائی ہے اور یہی ترکی میں نہیں ہے۔ حماقت تو یہی ہے کہ ایک عام شخص کے حال کے اچھا یا برا ہونے پر سلطنت روم کی قسمت کا فیصلہ کر دیا گیا۔ مگر اب تماشہ تو دیکھئے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سلطان کی ذاتیات سے کوئی بحث نہیں کی۔ اگر نہیں کی تو یہ کیا؟ کیا مسلمانوں کے ساتھ اس کی ذات کی وجہ سے محبت ہے۔ یا اس کی سلطنت کی وجہ سے اس کی ذات کی خیر منائی جاتی ہے یا اس کی سلطنت کی۔ اے نادان شخص مسلمانوں کو سلطان کی ذات سے اور سلطان سے صرف اس کی اسلامی سلطنت کی وجہ سے محبت ہے اگر خدا نخواستہ وہ سلطنت نہ رہے تو سلطان سے محبت کی کون سی وجہ باقی رہ جائے گی۔ سلطان کی ذات کو برا کہنے میں کچھ کسر باقی رہ جاتی ہے جب اس کی سلطنت کی بربادی اور زوال منایا جائے، یہ تو وہ کیفیت ہوگئی کہ ایک شخص کو کہا جائے کہ تیرے بچے مر جائیں تیرا خانہ خراب ہو جائے۔ اور پھر یہ عذر پیش کیا جائے کہ میں نے تیری ذات سے کوئی بحث نہیں کی۔ صرف تیرے بچوں اور گھر سے بحث کی ہے۔ اس ٹیڑھی اور نو ایجاد منطق

سے بریت نہیں ہوسکتی مگر مرزا سے اس کے سوائے کسی چیز کی توقع کرنا ہی غلط ہے۔

رہا ٹیڑھا مثال نیش کژدم   کبھی کج بحث کو سیدھا نہ پایا۔

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ:

ایسے ہی اور اسلامی اخباروں میں قادیانی کی خدمت گزاری ہوئی اور اسلامی دنیا میں دھوم مچ گئی کہ قادیانی نے حضرت سلطان المعظم کی بلا وجہ و ناحق سخت توہین کی ہے جس سے اس کے کئی پیرو اور اس پر حسن ظن رکھنے والے (جو اس کے اندرونی اور پورے ہمراز اور اس کے اصل مشن کے مشیر نہ تھے بلکہ وہ صرف اصول و مسائل اسلام سے ناواقفی یا اس کی ملمع سازی سے اس کے دام محبت و اعتقاد میں پھنسے ہوئے تھے) چونک پڑے اور بدظن ہو گئے اور عام مجلسوں اور خاص دوستوں میں اپنے انحراف اور بدگمانی کے مظہر ہوئے۔ ان کے اس مضمون کے کئی خط شملہ و بلوچستان و غیرہ سے ہم جیسے مخاطبین قادیانی کے پاس آئے ہوئے موجود ہیں تو ضرور ہے کہ خود اس کے پاس بھی پہنچے ہوں گے اور قادیانی کے چھپے حواری ... نے تو ایک مجلس عام میں برملا اس کے حق میں یہ شعر پڑھ سنایا

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنہ پاکاں برد۔

چنانچہ اسی اخبار چودھویں صدی میں لکھا ہے:

: مرزا صاحب نے سلطان المعظم غازی عبدالحمید خان کی نسبت ایسی ناسزا باتیں کہی اور نہایت.. ظلم اور بیرحمی کی ہے اور مسلمانوں کا دل دکھایا ہے اور ایسی حرکات خود مرزا صاحب کے واسطے کچھ اچھی پیشین گوئی نہیں ظاہر کرتے۔ ہمارے اور ہماری قوم کے ایک بزرگ اور مخدوم نے جب یہ اشتہار پڑھا تو باوجود اس خاص عقیدت کے جو وہ مرزا صاحب سے رکھتے تھے اور اب وہ کچھ روز سے اور پختہ ہو چلی تھی یہ شعر بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا:

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اور یہ پرچہ مرزا قادیانی کی نظر سے گذرا، تب آنکھ کھلی اور دام افتادہ الوؤں اور کرائے کے ٹٹوؤں کیلئے آٹے دال کی اور اپنے نفس نفیس و حرم شریف کیلئے گوشت پلاؤ سونے چاندی اور کستوری آمیز یاقوتیوں کی فکر پڑی کہ معتقد بگڑے تو پھر لنگر کہاں سے چلے گا اور اپنی قوت قائم رکھنے کا مصالحہ کہاں سے آئے گا۔ یہ سوچ کر آپ نے ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار جاری کیا۔

اس کے پہلے صفحہ میں ہے:

آج کل ہمارے مخالفوں کو گالیاں دینے کے لئے یہ نیا بہانہ ہاتھ آگیا ہے کہ انہوں نے ہمارے ایک اشتہار کے الٹے معنی کر کے یہ مشہور کر دیا ہے کہ گویا ہم سلطان روم اور اس کی سلطنت اور دولت کے سخت مخالف ہیں اور اسکا زوال چاہتے ہیں اور انگریزوں کی حد سے زیادہ خوش آمد کرتے ہیں اور انگریزی سلطنت کی دولت اور اقبال کے لئے دعائیں کر رہے ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر حصوں میں بعض پر افتراء اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ سے یہ خیال بہت پھیلایا گیا ہے اور عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں محرف اور مبدل کر کے لکھی گئی ہیں اس طرح پر بیوقوں کے دلوں کو جوش دلانے اور ابھارنے کے لئے کاروائی کی گئی ہے اور ہم اگرچہ جعل سازوں اور دروغ گوؤں کا منہ تو بند نہیں کر سکتے اور نہ ان کی بدزبانی اور گالیوں اور ڈوموں کی طرح تمسخر اور ٹھٹھے کا مقابلہ کر سکتے ہیں تا ہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ظالمانہ بدزبانی کو خدا تعالی کی غیرت کے حوالہ کر کیان کے اصل مدعا کو جو دھوکہ دہی ہے نادانوں پر اثر ڈالنے سے روکا جائے ۔ پس اسی غرض سے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے ۔

ہر ایک مسلمان عقل مند بھلامانس نیک فطرت جو اپنی شرافت سے سچی بات کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اس بات کو متوجہ ہو کر سنے کہ ہم کسی ادنی سے ادنی مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے ، چہ جائے کہ ایسے شخص سے کینہ ہو جس کے ظلّ حمایت میں کروڑ ہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں ۔ اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالی نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے ۔ سلطان کی شخصی حالت اور اس کی ذاتیات کے متعلق نہ ہم نے کبھی کوئی بحث کی اور نہ اب ہے ۔ بلکہ اللہ جل شانہ جانتا ہے کہ ہمیں اس موجودہ سلطان کے بارہ میں اس کے باپ دادے کی نسبت زیادہ حسن ظن ہے ۔ ہاں ہم نے گذشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اس کے بعض عظیم الدخل اور خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزراء کے، نہ بلحاظ سلطان کی ذاتیات کے، ضرور اس خدا داد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو خود ان کے مفہوم کے خوفناک اثر سے ہمارے دل پر ایک عجیب رقت اور درد طاری ہوتی ہے ۔ سو ہماری تحریر جیسا کہ گندے خیال والے سمجھتے ہیں کسی نفسانی جوش

پر مبنی نہ تھی بلکہ اس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی جو رحمت الٰہی نے ہمیں بخشا ہے۔ اگر ہمارے تنگ ظرف مخالف بدظنی پر سرنگوں نہ ہوتے تو سلطان کی حقیقی خیر خواہی اس میں نہ تھی کہ وہ چوہڑوں اور چماروں کی طرح گالیوں پر کمر باندھتے بلکہ چاہیے تھا کہ آیت و لا تقف ما لیس لک بہ علم پر عمل کرکے اور نیز بعض الظنّ اثم کو یاد کرکے سلطان کی خیر خواہی اس میں دیکھتے کہ اس کے لئے صدق دل سے دعا کرتے۔ میرے اشتہار کا بجز اس کے کیا مطلب تھا کہ رومی لوگ تقوی اور طہارت اختیار کریں کیونکہ آسمانی قضا وقدر اور عذاب سماوی کے روکنے کیلئے تقوی اور توبہ اور اعمال صالحہ جیسی اور کوئی چیز نہیں۔ مگر سلطان کے نادان خیر خواہوں نے بجائے اسکے مجھے گالیاں دینی شروع کر دیں اور بعضوں نے کہا کہ کیا سارے گناہ سلطان پر ٹوٹ پڑے۔ اور یورپ مقدس اور پاک ہے جس کے عذاب کیلئے کوئی پیشین گوئی نہیں کی جاتی۔ مگر وہ نادان نہیں سمجھتے کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ کفار کے فسق و فجور اور بت پرستی اور انسان پرستی کی سزا دینے کیلئے خدا تعالی نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئے گا اور ایسی قوموں کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتیں اسی دنیا میں مورد عذاب کرنا خدا تعالی کی عادت نہیں ہے بجز اس صورت کے کہ وہ لوگ اپنے گناہ میں حد سے تجاوز کریں۔ اور خدا کی نظر میں سخت ظالم اور موذی اور مفسد ٹھہر جائیں جیسا کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ مفسد قومیں ..... کرکے مستوجب سزا ہوگئی تھیں لیکن خدا تعالی مسلمانوں کی بے باکی کی سزا کو دوسرے جہان پر نہیں چھوڑتا بلکہ مسلمانوں کو ادنی ادنی قصور کے وقت اسی دنیا میں تنبیہہ کی کاتی ہے۔

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اپنی وہی پرانی لن ترانیاں ہانکی ہیں کہ میں مسیح موعود ہوں اور میں نے فلاں نشان دکھائے۔ مسلمان میرے نشانوں کو دیکھ کر میرے پیرو ہوتے نہ یہ کہ لعنتیں سناتے۔ پھر اس کے صفحہ ۷ میں کہا ہے:

افسوس کہ پرچہ چودھویں صدی ۱۵ جون ۱۸۹۷ء میں بھی بہت سی جزع فزع کے ساتھ سلطان روم کا بہانہ رکھ کر نہایت ظالمانہ توہین وتحقیر واستہزاء اس عاجز کی نسبت کیا گیا ہے اور گندے اور ناپاک اور سخت دھوکہ دینے والے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور سراسر شرارت آمیز افتراء سے کام لیا گیا ہے، مگر کچھ ضرور نہیں کہ میں اس کے ردّ میں

تضیع اوقات کروں کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے جس کے ہاتھ میں حساب ہے لیکن ایک عجیب بات ہے جس کا اس وقت ذکر کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ جب یہ اخبار چودھویں صدی میرے روبرو پڑھا گیا تو میرے روح نے اس مقام میں بددعا کیلئے حرکت دی جہاں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے جب یہ اشتہار (اس عاجز کا) پڑھا تو بے ساختہ ان کے منہ سے یہ شعر نکل گیا

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　　میلش اندر طعنہ پاکاں برد

میں نے ہر چند اس روحی حرکت کو روکا اور دبایا اور بار بار کوشش کی کہ یہ بات میری روح میں سے نکل جائے مگر وہ نہ نکل سکی۔ تب میں نے سمجھا کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ تب میں نے اس شخص کے بارے میں دعا کی جس کو بزرگ کے لفظ سے اخبار میں لکھا گیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ دعا قبول ہوگئی۔ اور وہ دعا یہ ہے کہ یاالٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں کذاب ہوں اور تیری طرف سے نہیں اور جیسا کہ میری نسبت کہا گیا ہے، ملعون ومردود ہوں اور کاذب ہوں، اور تجھ سے میرا تعلق اور تیرا مجھ سے نہیں تو میں تیری جناب میں عرض کرتا ہوں کہ مجھے ہلاک کر ڈال۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور تیرا بھیجا ہوا ہوں اور مسیح موعود ہوں تو اس شخص کے پردے پھاڑ دے جو بزرگ کے نام سے اس اخبار میں لکھا گیا ہے لیکن اگر وہ اس عرصہ میں قادیان میں آکر مجمع عام میں توبہ کرے تو اسے معاف فرما کہ تو رحیم وکریم ہے۔

یہ دعا... میں نے اس بزرگ کے حق میں کی مگر مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ بزرگ کون ہے، کہاں رہتے ہیں اور کس مذہب اور قوم کے ہیں جنہوں نے مجھے کذاب ٹھہرا کر میری پردہ دری کی پیش گوئی کی، اور نہ مجھے جاننے کی کچھ ضرورت ہے۔ مگر اس شخص کے اس کلمہ سے میرے دل کو دکھ پہنچا اور ایک جوش پیدا ہوا تب میں نے دعا کر دی اور یکم جولائی ۱۸۹۷ء سے یکم جولائی ۱۸۹۸ء تک اس کا فیصلہ کرنا خدا تعالیٰ سے مانگا۔

پھر اسی قسم کی اورلن ترانیاں ہانک کر ص ۱۱ میں کہا ہے:

اگر میں سلطان کی نسبت کچھ نکتہ چینی بھی کرتا تب بھی میرا حق تھا کیونکہ اسلامی دنیا کے لئے مجھے خدا نے حکم کر کے بھیجا ہے جس میں سلطان؟ بھی داخل ہے اور اگر سلطان خوش قسمت ہو تو یہ اس کی سعادت ہے کہ میری نکتہ چینی پر نیک نیتی کے ساتھ توجہ کرے اور

اپنے ملک کی اصلاحوں کیطرف جد و جہد کے ساتھ مشغول ہو اور یہ کہنا کہ ایسے ذکر سے کہ زمین کی سلطنتیں میرے نزدیک ایک نجاست کی مانند ہیں، اس میں سلطان کی بہت بے ادبی ہوئی، یہ ایک دوسری حماقت ہے۔ بیشک دنیا خدا کے نزدیک مردار کی طرح ہے اور خدا کو ڈھونڈنے والے ہرگز دنیا کو عزت نہیں دیتے یہ ایک لا علاج بات ہے جو روحانی لوگوں کے دلوں میں پیدا کی جاتی ہے کہ وہ سچی بادشاہت آسمان کی بادشاہت سمجھتے ہیں۔ اور کسی دوسرے کے آگے سجدہ نہیں کر سکتے۔ جس قدر ہم ہر ایک منعم کا شکر کریں گے ہمدردی کے عوض ہمدردی دکھائیں گے اپنے محسن کے حق میں دعا کریں گے عادل بادشاہ کی خدا تعالیٰ سے سلامتی چاہیں گے، گو وہ غیر قوم کا ہو، مگر کسی سفلی عظمت اور بادشاہت کو اپنے لئے بت نہیں بنائیں گے۔

مولانا اس اشتہار (جو مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۴۳۱ تا ۴۴۲ پر موجود ہے) سے ضروری عبارات نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس معذرت قادیانی کا از سرتا پا دروغ بے فروغ وسراسر نفاق باخلاف وشقاق ہونا خواص ناظرین اصل اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء اور اس کے فقرات عشرہ منقولہ بالا پر مخفی نہیں۔ اس مقام میں اس کی بعض دروغ گوئیوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں: ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں محرف اور مبدل کر کے لکھی گئی ہیں۔

ہم کہتے ہیں لعنت اللّٰہ علی الکاذبین۔ منقولہ بالا دس فقرے بلا تبدیل و تغییر ایک طرف کے آپ کے اشتہار کے الفاظ و فقرات ہیں اور ان ہی فقرات والفاظ سے آپ کے اشتہار کو نقل کیا ہے جن نے نقل کیا ہے۔ آپ میں کچھ صدق و حیا کا ادعاء ہے تو بتاویں کونسا لفظ یا فقرہ آپ کا بدلا گیا ہے اور کس نے بدلا ہے؟ ہمارے علم میں خاکسار کے پہلے آپ کے اشتہار کو بتمامہ صاحب اخبار چودھویں صدی نے نقل کیا ہے اور اسکا خلاصہ پہلے حضرت ملا قادری لاہوری صاحب اخبار جعفر زٹلی نے، پھر صاحب سراج الاخبار جہلم نے نقل کیا۔ ان میں سے کسی نے ایک حرف کا تبدل تغیر نہیں کیا۔ آپ ان اخبارات میں تبدیل شدہ الفاظ بتائیں گے تو ہم فی حرف ایک روپیہ آپ کو انعام دیں گے خواہ کسی نے اس کو بدلا ہو۔

آپ لکھتے ہیں: ہم کسی ادنی مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے چہ جائے ایسے شخص سے جس کے ظل حمایت میں کروڑ ہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہوں اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہو۔

ہم کہتے ہیں اس قول میں آپ نے کذب و نفاق دونوں کو جمع کر دیا ہے۔ کذب تو یہ ہے کہ مجھ (مرزا) کو کسی ادنی مسلمان سے کینہ نہیں۔ روئے زمین کے مسلمانوں سے جو آپ سے علیحدہ ہیں، آپ خون کے پیاسے ہیں، اور ان کے کاٹنے کی فکر میں ہیں، اکابر علماء و مشائخ پنجاب و ہندوستان کو آپ بے ایمان بے حیا وغیرہ گالیاں دے کر کہتے ہیں۔ شیخ العرب والعجم فخر الہند و السندھ حضرت شیخنا و مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کو آپ ہامان کہیں اور جناب مولوی رشید احمد گنگوہی کو جو جماعت عظیمہ مسلمانان احناف ہند میں ایک مقدس بزرگ تسلیم کئے گئے ہیں آپ غول اعمی کا خطاب دیں اور ملعون کہیں ایسے ہی اور اکابر اسلام ہیں جن کو اپنے مجموعہ رسالہ انجام آتھم وغیرہ میں گالیوں سے یاد کیا ہے پھر آپ کہیں کہ ہمارے دل میں کسی ادنی کلمہ گو مسلمان سے کینہ نہیں ہے۔ یہ حضرات آپ کے نزدیک ادنی کلمہ گوؤں سے خارج ہیں تو پھر ادنی کلمہ گو کون ہیں اور اگر ان حضرات کی بے ادبی بدگوئی آپ سے بلا کینہ ہوئی ہے تو پھر کینہ کا اثر کیا ہوتا ہے۔

اور اپنا نفاق حضرت سلطان المعظم تعریف و اظہار ہمدردی میں آپ نے ظاہر کیا ہے جس کی تشریح و توضیح چودھویں صدی کی آئندہ عبارت میں بخوبی ہو چکی ہے لہذا ہم اس مقام میں اس کی تشریح نہیں کرتے اسی کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں: ہم نے سلطان کو برا نہیں کہا اس کی سلطنت کو برا کہا ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ بھی کذب و نفاق ہے۔ سلطنت کو برا کہنا خود حضرت سلطان المعظم کو برا کہنا ہے کیونکہ سلطنت ان سے جدا نہیں ہے۔ وہ اس سلطنت کے رکن رکین و اعلی صدر نشین ہیں اور خاص کر حضرت سلطان کو برا کہنا اور آپ کی توہین کرنا آپ کے فقرات نمبر ۲، ۵، ۹، ۱۰ وغیرہ میں پایا جاتا ہے پھر اب اس بدگوئی سے انکار کرنا کذب و نفاق کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں: کہ کافروں کی سزا دہی کے لئے آخرت مقرر ہے اور مسلمانوں کو دنیا میں سزا دی جاتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ آپ کا عمل و اعتقاد اس کے برخلاف ہے لہذا اس قول میں بھی آپ نے کذب و نفاق سے کام لیا ہے۔ عبداللہ آتھم وغیرہ عیسائیوں و لیکھ رام وغیرہ ہندوؤں کو آپ نے ایسا ہی دنیاوی عذاب سے ڈرایا، اور بزعم خود یہ دنیاوی عذاب چکھا دیا۔ جیسا کہ مسلمانوں کو آپ اس سے ڈراتے اور دھمکاتے ہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا یہ قول و قاعدہ محض کذب و صرف مغالطہ ہے۔ ہاں یہ کہو کہ جو شخص (مسلم ہو خواہ کافر) آپ سے جدا رہے گا وہ ضرور دنیا میں

ہلاک کیا جائے گا اور جس کو آپ اپنا مخالف نہ سمجھیں اور اس سے کوئی طمع یا امید رکھیں (مسلم ہو یا کافر) وہ عیش و آرام کرے گا۔ کفر و اسلام سے آپ کو اور آپ کے ملہم اور فرضی خدا کو کوئی بحث نہیں ہے۔

آپ لکھتے ہیں: کہ جس بزرگ نے میری نسبت پردہ دری کی پیش گوئی کی ہے، ایک سال کے عرصہ میں اس کی پردہ دری ہو جائے گی۔

ہم کہتے ہیں یہ آپ کی پرانی گیدڑ بھبکی ہے جس کی تشریح چودھویں صدی نے بخوبی کر دی ہے ہم اس کا نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں جو عنقریب ہوگا۔

اخیر میں آپ (مرزا) نے کہا ہے کہ دنیا دار اور دنیاوی اور زمینی سلطنتیں میرے نزدیک مردار اور نجاست کی مانند ہیں۔ ہم سفلی عظمت اور بادشاہت اپنے لئے بت نہیں بنائیں گے۔

ہم کہتے ہیں: یہ بھی آپ کا محض کذب و مغالطہ ہے اور سراسر نفاق و تقیہ۔ برٹش سلطنت کو باوجودیکہ وہ دنیاوی اور زمینی سلطنت ہے نہ روحانی و آسمانی، اپنا معبود بنا کر اس کے آگے اپنے خدا کو جھکا دیا ہے اور اشتہار عریضہ مؤرخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں صاف کہہ دیا کہ خدا کا منہ بھی اسی گورنمنٹ کی طرف ہے جس کی طرف میرا منہ ہے اور تحفہ قیصریہ میں اس سے زیادہ مبالغہ کیا ہے۔

ان فقرات مغالطات آمیز نفاق خیز قادیانی کی تشریح اخبار چودھویں صدی نے پرچہ ۸ جولائی ۱۸۹۷ء اچھی طرح کر دی ہے اس مقام میں اس کا انتخاب مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس کے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں:

> مرزا صاحب نے ایک اشتہار اور چھاپ کر شائع کیا ہے اور گو اس میں حسب معمول دور از کار غیر متعلق واہی تباہی اور بے مرکز باتیں جو مرزا صاحب کی تحریروں سے مخصوص ہیں بہت سی لکھ دی گئی ہیں یا یہ کہا جائے کہ تبلیغ رسالت کے موقع کو ہاتھ نہیں دیا گیا اور یا یہ کہ ابلہ فریبی کی ضرورت نے کچھ ادھر ادھر کی باتیں ان کو کہنے پر مجبور کیا ہے۔ لیکن ہم کو اس امر سے خوشی اور طمانیت حاصل ہوئی ہے کہ حضرت سلطان المعظم کی سلطنت اور مسلمانوں کی نسبت جو دل شکن باتیں مرزا صاحب نے اپنے پہلے اشتہار میں کہی تھیں اور مسلمانوں کو ناراض کیا تھا اب ان کو واپس لے لیا ہے۔ صرف تھوڑی سی ہٹ دھرمی اور کج بحثی باقی رہ گئی ہے اور اس کے چھوڑ دینے کی مرزا صاحب سے توقع کرنا گویا ان سے ان کی رسالت کے چھڑانے کی امید کرنا ہے جو بہت زیادہ ہے۔

مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں (یہاں قادیانی کے فقرہ اول اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو نقل

کیا اور اس کے بعد کہا ہے) مرزا صاحب کے ان الفاظ کا اگر ان الفاظ سے جو پہلے سلطان المعظم کی نسبت لکھتے ہیں مقابلہ کیا جاوے تو مرزا صاحب کے موجودہ قول اور ان کے الہام کی حقیقت کی قلعی کھل جاتی ہے۔ درحقیقت مرزا صاحب کے الہام اندھے کی لاٹھی ایک دوسری چیز ہے اور عقل اور ہوش سے کام لینا اور شعور سے بات کرنا کچھ اور ہنر ہے ۔مرزا صاحب نے جو الفاظ اب لکھے ہیں، اگرچہ وہ پہلے کی نسبت نرم ہیں مگر ان میں سے بھی جو معقولیت ٹپکتی ہے وہ کھول کر دکھائی جا سکتی ہے اور فی الواقعہ اس قدر ہٹ بھی نہ کئے جائیں تو ان کے مریدان کی رسالت سے ان کو جواب دیں گے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ان کو کسی مسلمان کلمہ گو سے کینہ نہیں ہے، حالانکہ بہت سے مسلمانوں کے وہ خون کے پیاسے ہیں۔ بہتوں کی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔صرف ایک شخص کے ساتھ ناراض ہونے کی وجہ سے حضرت سلطان کی سلطنت کو زوال اور بربادی کے قریب پہنچا دیا۔ تمام اسلامی دنیا کے غارت کرنیکی فکر میں ہیں۔ جو مسلمان ان کے ساتھ شریک نہیں ہونے والے ہیں وہ کاٹ ڈالے جانے والے ہیں اور اب اسی اشتہار میں ایک بزرگ مسلمان کی پردہ دری کے درپئے ہو رہے ہیں اور ایک سال تک اس مقدمہ کی پیروی میں منہمک رہنے والے ہیں اور بایں ہمہ ان کو کسی کلمہ گو سے کینہ نہیں ہے۔ اگر کینہ ہوتا تو خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کیا کرتے۔

سلطان کے ظل حمایت میں کروڑ ہا اہل قبلہ کا زندگی بسر کرنا اور مقدس مقامات کا ان کی سپردگی میں ہونا مرزا صاحب کو ہمارے اخبار کے پڑھنے سے معلوم ہوا ہے اس وقت یاد نہ تھا جب حضور نے پہلا اشتہار لکھا ہے۔ اور تعجب ہے کہ اب مرزا صاحب کے دل میں اہل قبلہ کی کچھ وقعت بھی پیدا ہو گئی ہے شائد وہ خدا کا ارادہ اب ان کو یاد نہیں رہا کہ جو مسلمان ان کے ساتھ شریک نہیں ہوں گے وہ کاٹ ڈالے جائیں گے ۔ اگر یہ اہل قبلہ سب کشتنی ہی ہیں تو ان کی حفاظت اور حمایت کی وجہ سے جو وقعت اور فائدہ حضرت سلطان کو پہنچ سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں: کہ سلطان کی شخصی حالت اور اس کی ذاتیات کے متعلق ہم نے کوئی بحث نہیں کی اور نہ اب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو ایک لفظ اس بزرگ شخص کی شخصی حالت کی نسبت معلوم تھا۔ اس کی سلطنت آپ کے الہام کی رو سے

برباد ہونے والی ہے اور پھر ابھی اس کی شخصی حالت سے کوئی بحث نہیں کی گئی۔

اے حضور والا! ملکہ معظّمہ کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے تو آپ کے نزدیک ان کی سلطنت کو فروغ اور عروج ہوا ہے اور سلطان کی ذاتی خوبیوں اور اوصاف کی وجہ سے اگر ان کا کوئی علم آپ کو ہوتا تو اسی سلطنت کے قیام یا بربادی میں کوئی دخل نہیں تھا۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ہاں ہم نے گزشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اس کے بعض عظیم الدخل اور خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزراء کے، نہ بلحاظ سلطان کی ذاتیات کے، ضرور اس خداداد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں..الخ

اب ہم مرزا صاحب کے نور اور فراست اور الہام کو چیلنج کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ وہ کون سے بعض عظیم الدخل خراب ارکان اور عمائد اور وزراء ہیں جن کی وجہ سے سلطنت ترکی برباد ہونے والی ہے۔براہ مہربانی ایک مفصل کیفیت ان سب کی مسلمانوں کو بتا دیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ درحقیقت مرزا صاحب کا نور فراست اور الہام کوئی چیز ہے اور ان کی تحریر کسی نفسانی جوش پر مبنی نہیں تھی۔اور اگر اس تمام نور فراست اور الہام کی حقیقت اتنی ہی ہے کہ وہ ایک شخص حسین کامی پر ناراض ہو گئے یا اس میں ان کو بعض عیوب ملے ہیں اور ان کی بنا پر انہوں نے سلطان کے ارکان اور عمایداور وزراء پر حکم لگا دیا ہے اور سلطنت کی بربادی کا فیصلہ کر دیا ہے، تو اس سے بڑھ کر کوئی حماقت اور نادانی نہیں ہوسکتی خواہ وہ الہام کی روہی سے کیوں نہ کی جائے۔اور ایسے الہام ہمارے نزدیک گوزشتر سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتے ہیں۔مرزا صاحب نے ہم کو یہ نہیں بتایا کہ ترکی سلطنت کے اجزاء کی خرابی کا حال ان کو کب سے معلوم تھا اور یہ الہام ان کو حسین کامی کا منہ دیکھنے پر ہی ہوا تھا یا اس سے پہلے کا ہوا تھا اور مرزا صاحب نے حسین کامی سے بگڑنے تک اس کو ترکی سلطنت کی ہمدردی کی وجہ سے محفوظ رکھا ہوا تھا۔مرزا صاحب کی یہ ہشیاری اور ابلہ فریبی ان کے مریدوں کے واسطے تو ان کی رسالت کا ثبوت ہے مگر ہم اس کی حقیقت کو جانتے ہیں اور جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچا کر چھوڑیں گے۔ہم کو یقین ہے کہ ترکی سلطنت کے خراب ارکان وعمایدوزراء کی مفصل کیفیت ہم کو مرزا صاحب اسی ہفتہ میں بتا دیں گے اور بہت عرصہ تک مسلمانوں

کومنتظر نہ رکھیں گے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ترکی سلطنت کی خیرخواہی اس میں نہ تھی کہ چوہڑوں چماروں کی طرح گالیاں دی جائیں بلکہ سلطان کے واسطے صدق دل سے دعا کرنی۔ غنیمت ہے، کہ جو کام اور مسلمانوں نے نہیں کیا وہ مرزا صاحب نے تو کیا۔یعنی انہوں نے چوہڑوں چماروں کی طرح گالیاں نہیں دیں بلکہ شب و روز سلطان کے واسطے صدق دل سے دعا مانگنے میں مصروف رہے ہیں۔مرزا صاحب کو ابھی یہ بھی معلوم نہیں ہوا ہے کہ سلطان کے واسطے کسی نے ہندوستان میں دعائیں مانگی بھی ہیں یا نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرے اشتہار کا بجز اس کے کیا مطلب تھا کہ رومی لوگ تقوی اور طہارت اختیار کریں جناب من! آپ کا کچھ اور بھی مطلب تھا جس کی ہم اچھی طرح سے گزشتہ پرچہ میں تشریح کر چکے ہیں۔ یہ تقوی اور طہارت کا فقرہ تو اس مطلب کے ساتھ ابلہ فریبی کی غرض سے لگا رکھا ہے، اور یہ ایک دوسرا سوال مرزا صاحب کے واسطے جواب دینے کو ہے کہ ترکی سلطنت میں انہوں نے کیا کچھ تقوی اور طہارت کے خلاف دیکھا ہے۔کیا تمام سلطنت کی حالت کا اندازہ انہوں نے ایک شخص کے دیکھنے سے کرلیا ہے۔مرزا صاحب اس کی تشریح کرتے وقت یہ بھی بتاویں گے کہ ہارون اور مامون اور اکبر اور جہانگیر کے زمانہ میں موجودہ ترکوں کے مقابلہ میں تقوی اور طہارت زیادہ تھی۔ہم آئندہ پرچہ میں اس مضمون پر مفصل بحث کرنے والے ہیں کہ ترکی سلطنت کی ترقی کا تنزل کا باعث تقوی اور طہارت کی بیشی اور کمی ہوئی ہے یا زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنا یا نہ کرنا ہوا ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ کفار کے فسق و فجور اور بت پرستی کی سزا دینے کے لئے خدا تعالی نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئے گا لیکن خدا تعالی مسلمانوں کو ادنی قصور کے وقت اسی دنیا میں تنبیہ کرتا ہے۔ یہ سنت اللہ ضرور ہے مگر سنت مرزائیہ نہیں ہے۔ یہاں لیکھ رام اور عبداللہ آتھم اور سلطان احمد (محمد) اور اس کے اور بھائی مسلمان ایک ہی وقت میں اسی دنیا میں سزا پاتے ہیں۔سنت مرزائیہ میں کافر اور مسلمان کی کوئی تمیز نہیں ہے۔اور مسلمانوں کے واسطے ان کے قصوروں کی سزائیں اس ارادہ کے موافق جو مرزا صاحب کو

بتا دیا گیا ہے جو خدا نے تجویز کی ہیں وہ بہت ہی مختصر ہیں یعنی اس تمام قوم کو سوائے چند مرزائیوں کے کاٹ ڈالا جانے کو ہے۔ اس سنت اللہ کے معنی بھی مرزا صاحب سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکا اور نہیں سمجھ سکے گا۔،

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں پھر اس کے صفحہ ۵ میں اس بزرگ کی توصیف میں جس کے حق میں قادیانی نے پردہ دری کی پیش گوئی کی ہے، کہا ہے:

ہم اس بزرگ کا نام ابھی ناظرین کو صاف طور پر نہیں بتاتے مگر اتنی بات بتا دیتے ہیں کہ جن سے ان کی تعریف اچھی طرح سے معلوم ہو جائے اور مرزا صاحب کی پیشینگوئی کی حقیقت باوجود ان کی ہشیاری کے تمام دنیا پر کھل جائے۔ تمام دنیا بیوقوف نہیں ہے اور سب کو بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا۔ مرزا صاحب کی پیشینگوئی یہ ہے کہ خدا اس بزرگ کے پردے پھاڑ دے لیکن ضرور ہے کہ پیشین گوئی اور زیادہ صاف ہو جائے۔ دنیا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ہر ایک انسان کے واسطے تکلیف اور آرام دونوں لازمی ہیں کسی شخص پر مصیبت آتی ہے کہ کہ اس کی بیوی جس کا نکاح اس کے ساتھ آسمان پر ہو چکا ہوتا ہے وہ ایک دوسرے شخص کے ساتھ رہتی ہے اور کسی کے لڑکے جو اس کی خلافت اور وراثت کے وارث ہونیوالے ہوتے ہیں فوت ہو جاتے ہیں (جیسا کہ مرزا کا بیٹا بشیر اول فوت ہوا) کسی کی اس طرح پردہ دری ہوتی ہے کہ اس کو اپنے بعض الہامات کچھ کج بحثی کے ساتھ واپس لے لینے پڑتے ہیں (جیسا کہ مرزا نے سلطان معظم کے متعلق اپنے الہامات اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کو اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء میں واپس لیا) اب اس بزرگ کی پردہ دری کی بھی تشریح ہونی چاہیے۔

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس کے بعد صاحب اخبار چودھویں صدی نے اپنے اس بزرگ کی بہت لمبی چوڑی تعریف کی ہے، وازانجا کہ ہم کو اس تعریف سے کلی اتفاق نہیں لہذا ہم اس تعریف کو اس کے مبالغہ آمیز الفاظ سے بعینہ نقل نہیں کر سکتے صرف اس کا خلاصہ اس مقام میں بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے: وہ بزرگ ایک علاقہ کا مالک و زمین دار سرکاری عہدہ دار مسلمان عابد نیکوکار نمازی روزہ دار قرآن خواں وغیرہ ہے۔

اس کے بعد اخبار چودھویں صدی نے لکھا ہے:

اب اگر ایک ایسے نیک مسلمان بزرگ مرزا صاحب کی ناراضی کی وجہ سے پردہ ہونے

والی ہے اور مرزا صاحب کے خدا کا قانون مرزا صاحب کے مقدموں کے فیصلہ کے واسطے ایسا ہی عجیب ہے تو ابلہ فریبی اور چالا کی کو چھوڑ کر صاف طور پر اس پردہ دری کی نوعیت بتا دینی چاہیے آیا ان کا علاقہ ان سے چھین لیا جائے گا۔ وہ اپنے عہدہ سے موقوف ہو جائیں گے، رشوت ستانی کا ان پر الزام لگے گا، عبادت و نیکوکاری ان سے چھوٹ جائے گی، مسلمان نہ رہیں گے، قرآن کریم ان کو بھول جائے گا، نماز روزہ چھوڑ بیٹھیں گے۔ آخر وہ کیا بلا آئے گی جس کا نام پردہ دری ہوگا جو مرزا صاحب کی رسالت اور مسیحیت کا آخری نشان ہوگا۔ مثل مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے، مرزا صاحب کی رسالت کا ثبوت بھی مسلمانوں کی پردہ دری ہی موزوں ہوسکتا تھا۔ مگر ہم کو یقین ہے کہ مرزا صاحب ہمارے اس سوال کا جواب از روئے مہربانی دے دیں گے۔ ہم یہ ہشیاری نہیں چلنے دیں گے کہ ایک ایسا مہمل اور بے معنی جملہ کہہ دیا جائے اور ایسی پیش گوئی کی جائے جس کے صاف طور پر کچھ معنی نہیں ہیں اور کسی ایک اتفاق کا نام پردہ دری رکھ دیا جائے۔ مرزا صاحب جس طرح پیش گوئیاں خود پورا کر دیا کرتے ہیں وہ تمام دنیا کو معلوم ہے اگر مرزا صاحب نے ہمارے اس سوال کا صاف جواب نہ دیا تو ان کی اس پیش گوئی کی ہی ایک ہفتہ عشرہ میں پردہ دری ہو چکی ہوگی۔

مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

ہر چند صاحب اخبار چودھویں صدی کے اس سوال کے جواب سے کہ مرزا صاحب قادیانی اس بزرگ کی پردہ دری کی نوعیت بتا دے، ورنہ ایک ہفتہ عشرہ میں اس کی پردہ دری ہو چکی ہوگی، کوئی جواب نہیں دیا اور کچھ نہ بتایا کہ وہ پردہ دری کیونکر ہوگی جس سے صاحب اخبار چودھویں صدی نے قادیانی کی پردہ دری ثابت کر دکھائی اور اپنے پرچہ ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء میں مضمون ذیل کی اشاعت کر دی۔

مرزا صاحب کی پردہ دری: ہمارے بزرگ کی کرامت:

ہم روزانہ پیسہ اخبار لاہور مؤرخہ ۹ جولائی ۱۸۹۷ء کے صفحہ اول سے وہ مضمون ذیل میں نقل کرتے ہیں جو عقیدہ قادیانی سے بیزاری کے عنوان سے چھاپا ہے چونکہ یکم اور دوم جولائی کو یہ پردہ دری ہوئی ہے اس واسطے وہ مرزا صاحب کی مقرر کردہ تاریخوں کے اندر ہے لیکن یہ امر کہ مرزا صاحب اس واقعہ کو فی الحال اپنی پردہ دری کے واسطے کافی

خیال کرتے ہیں یا نہیں ، یہ انہیں کے فیصلہ کرنے کی بات ہے کیونکہ بعض غیرت مند لوگ ایک تھوڑی سی بات کو کافی خیال کر لیتے ہیں اور بعض دوسرے بے عزت لوگ بڑے بڑے حادثوں کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتے ۔ ایک شخص کسی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اہل مجلس نے اس کو وہاں سے نکال دیا، تو آپ کہتے ہیں کہ یہ ایک حقیر مجلس ہے ہم بڑی بڑی مجلسوں سے نکالے گئے ہیں ۔ الغرض وہ عبارت مختصر حسب ذیل ہے :

۲ جولائی ۱۸۹۷ء کو ایک ۱۷ سالہ لڑکے مسمی سید عالم طالب علم ایف اوایل کلاس نے مسجد شاہی میں بعد نماز جمعہ عقیدہ مرزا قادیانی سے تبرا کیا ۔ اور بیان کیا کہ اس کی طرف سے جو اشتہار، رؤیائے صادقہ ، کے عنوان سے چھپا ہے وہ فقط جعل سازی تھی ۔ ایک سفید کاغذ پر اس کے دستخط کروالئے گئے اور مضمون خود لکھ لیا گیا تھا جس کی تردید اس نے یکم جولائی کو بذریعہ اشتہار کی ۔ علاوہ ازیں اس موقعہ پر مرزا قادیانی کی ان کتابوں میں سے جن کو وہ الہامی بیان کرتا ہے وہ باتیں جو عقیدہ اسلام کے بالکل خلاف ہیں پڑھ کر سنائی گئیں جن کو سن کر اہل اسلام نے جو اس وقت موجود تھے جناب باری میں دعا کی کہ خدا ان کو ایسے مخرب اسلام کے فتنہ سے محفوظ رکھے ۔ (لوکل رپورٹر) ۔

(اخبار چودھویں صدی ۔ راولپنڈی ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء)

مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ تعجب وافسوس سے ذکر کیا جاتا ہے کہ چودھویں صدی کے بزرگ نے فرضی بزرگی چھوڑ کر اپنی واقعی خوردی ظاہر کر دی اور اپنے اس فعل کی کہ اس نے قادیانی کے حق میں پردہ دری کا متضمن شعر پڑھا تھا خود ہی تغلیط وتکذیب کر دی اور اسی اخبار میں اپنی معذرت چھپوا کر اپنی مرزائیت ثابت کر دکھائی ۔ ہم کو اس مقام میں اس کے سابق انحراف اور تازہ معذرت سے خصوصیت کے ساتھ بحث مقصود نہیں ۔ .. ہمارے نزدیک ایسے شخص کا قادیانی سے ظاہری انحراف یا باطنی معذرت وعقیدت دونوں کان لم یکن ہیں اور گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی ۔ اس مقام میں ہمارا مقصود صرف یہ تھا کہ قادیانی کے حضرت سلطان المعظم کو برا کہنے نے اس کے بعض مریدوں پر بھی اثر کیا تھا جس کی وجہ سے قادیانی کو جھوٹی معذرت کرنی پڑی سو یہ امر اس بزرگ چودھویں صدی کی معذرت سے بھی ثابت ہوتا ہے ۔

معذرت قادیانی کے جھوٹی اور منافقانہ ہونے پر قادیانی کا پھر اس کارستانی کی طرف رجوع کرنے کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے عدالت گورداسپور میں برملا بیان کیا کہ میں نے سلطان روم

کے برخلاف اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء شائع کیا اور پھر وہ اشتہار عدالت میں پڑھا گیا اور پھر کہا کہ اس وجہ سے مسلمان میرے مخالف ہو گئے ہیں اور اس کے بعد اس کے وکیل ایک سنی حنفی مولوی نے خاکسار سے جو اس مقدمہ میں شہادت کے لئے عدالت میں طلب کیا گیا تھا سوالات کر کے یہ کہلوایا کہ : میں نے سلطان روم کی تائید اور ہمدردی میں ایک آرٹیکل لکھا تھا اور مرزا نے سلطان روم کے برخلاف لکھا ہے۔

پھر مرزا قادیانی نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ اشتہار واجب الاظہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں اس مخالفت کا اچھی طرح اظہار کیا اور اس سے اپنا خیر خواہ گورنمنٹ ہونا ثابت کیا۔ چنانچہ اس اشتہار کے صفحہ ۸ و ۹ میں اس نے کہا ہے کہ

> حال میں جب حسین کامی سفیر روم قادیان میں میری ملاقات کے لئے آیا اور اس نے مجھے اپنی گورنمنٹ کی اغراض سے مخالف پا کر ایک سخت مخالفت ظاہر کی ، وہ تمام حال بھی میں نے اشتہار مورخہ ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کر دیا ہے۔ وہی اشتہار تھا جس کی وجہ سے بعض مسلمان اڈیٹروں نے میری مخالفت ظاہر کی اور بڑے جوش میں آ کر مجھے گالیاں دیں کہ یہ شخص سلطنت انگریزی کو سلطان روم پر ترجیح دیتا ہے۔ اور رومی سلطنت کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص پر خود قوم ایسے ایسے خیالات رکھتی ہے اور نہ صرف اختلاف عقاید کی وجہ سے بلکہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے سبب سے بھی ملامتوں کا نشانہ بن رہا ہے کیا اس کی نسبت یہ ظن ہو سکتا ہے کہ وہ سرکار انگریزی کا بدخواہ ہے۔ یہ بات ایسی واضح تھی کہ ایک بڑے سے بڑے دشمن کو جو محمد حسین بٹالوی ہے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور میں اس مقدمہ ڈاکٹر ہنری کلارک میں اپنی شہادت کے وقت میری نسبت یہ بیان کرنا پڑا کہ یہ شخص سرکار انگریزی کا خیر خواہ اور سلطنت روم کا مخالف ہے۔

قادیانی نے اس بیان زبانی وتحریری اشتہار واجب الاظہار میں صاف اقبال کیا ہے کہ وہ سلطان روم اور سلطنت روم کا مخالف ہے۔ اس سے مسلمان یقین کر سکتے ہیں کہ اس کی وہ معذرت جھوٹی اور منافقانہ معذرت تھی اور درحقیقت وہ سلطان روم اور سلطنت ترکی سے وہی دشمنی رکھتا ہے جس کو اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں ظاہر کر چکا ہے۔

اب رہا یہ امر کہ اس بیان میں اس نے جو یہ دعوی کئے ہیں:

کہ اس خیر خواہی گورنمنٹ انگریزی کی وجہ سے اخبار والوں نے اس کو برا کہا۔

کہ اس کے خیر خواہ برٹش گورنمنٹ ہونے کو اس خاکسار نے عدالت میں مان لیا ہے،

سچے دعوے ہیں یا ان میں اس نے جھوٹ بولا ہے؟

یاد رہے کہ کسی اسلامی اخبار نے قادیانی کو اس وجہ سے برا نہیں کہا اور نشانہ ملامت نہیں بنایا کہ وہ برٹش گورنمنٹ کی خیر خواہی کیوں کرتا ہے اور نہ کوئی ایسا باغی اخبار نویس ہے جو صرف گورنمنٹ کی خیر خواہی سے اس کو برا کہتا ہو۔ کوئی ایسا ہوتا اور اس کو خیر خواہی گورنمنٹ کے سبب برا کہتا تو وہ کبھی کا جیل خانہ کی سیر کرتا جیسے بعض ہندو اخبار نویس اور بعض مسلمان واعظ بعض مضامین و الفاظ مخالف گورنمنٹ لکھنے اور بولنے سے جیل خانہ میں جا چکے ہیں۔

قادیانی اس دعوی میں سچا ہے تو کم سے کم سے ایک اخبار نویس کی کوئی ایسی عبارت نقل کرے جس میں اس نے گورنمنٹ کی خیر خواہی کے سبب قادیانی کو برا کہا ہو۔ یہ امر اس سے نہ ہو سکے تو گورنمنٹ اس دروغ گو کی بات کو دھوکہ دہی سمجھے۔ ہاں بعض اخبار نویسوں نے سلطنت ترکی کی بدگوئی کی وجہ سے اس کو برا کہا ہے اور گورنمنٹ کے حق میں اس کی خوش آمد کو ابلہ فریبی اور جھوٹی خوش آمد قرار دیا ہے۔ سو یہ اور بات ہے۔

اور اس کا یہ کہنا کہ عدالت گورداسپورہ میں خاکسار نے اس کو سرکار انگریزی کا خیر خواہ مان لیا ہے، سفید جھوٹ ہے۔ گورنمنٹ مثل مقدمہ ملاحظہ فرمائے اور دروغ گو کی دروغ گوئی کا یقین کرے۔ میں نے صاف اور صریح الفاظ یہ بیان کیا تھا کہ اس وقت (یعنی جب کہ میں ریویو براہین احمدیہ لکھا تھا) مرزا کے خیالات اچھے تھے۔، جس کے صاف اور صریح معنی یہ ہیں کہ اس وقت اس کے خیالات گورنمنٹ کی نسبت اچھے نہیں۔، اس امر کو میں نے عدالت میں کھول بیان کیا اور اپنے رسالہ نمبر ۳ ج ۱۸ کے صفحہ ۸۰، ۸۱ کا بھی حوالہ دیا مگر معلوم نہیں عدالت نے اس بیان کو کیوں درج اظہار نہ کیا۔

اس مقام میں عبارت صفحہ ۸۰، ۸۱ کو نقل کرنا مناسب ہے:

> پیش گوئی ہشت سال ان کی امید کا ذریعہ ہے جس کی طرف ہم گورنمنٹ کو توجہ دلا چکے ہیں۔ ہم نے اس فقرہ آئینہ کمالات کو اپنے رسالہ میں کئی دفعہ نقل کیا ہے الہامی صاحب نے اس کا جواب تو کبھی کچھ نہیں دیا ہاں ہمارے اس خیال کے مقابلہ میں ہمارے ریویو براہین احمدیہ کی عبارت رسالہ نمبر ۶ جلد ۷، اشاعۃ السنہ سے نقل کر کے آپ نے

گورنمنٹ کو جتایا ہے کہ یہ شخص (محمد حسین بٹالوی) اپنے ریویو مذکور میں ہماری طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن و بے فکر کر چکا ہے اب اس کے برخلاف اس کے قول وخیالات کا کیا اعتبار ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خاکسار نے اس وقت گورنمنٹ کو آپ کی طرف سے مطمئن کیا تھا جب کہ آپ نے موعود مسیح اور مہدی ہونے کا دعوی نہیں کیا تھا اور اس اطمینان کی ایک یہ دلیل بیان کی تھی کہ آپ مغل ہیں اور امام مہدی کا سید ہونا مسلّم ہے لہذا ممکن نہیں کہ آپ مہدی ہونے کا دعوی کریں۔ آپ نے میری اس دلیل اور خیال کو توڑ کر مہدی ہونے کا بھی دعوی کر دیا تو آپ میرے اس ریویو کے محل کیوں کر رہ سکتے ہیں۔ اور اس ریویو کے مضمون سے کیونکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور آپ کی طرف سے گورنمنٹ کیونکر مطمئن ہوسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ میں تب ہی سے گورنمنٹ کو جتا رہا ہوں کہ یہ شخص محل خوف ہے اس سے گورنمنٹ کو مطمئن نہ رہنا چاہیے اور اب یہ میرے اس ریویو کا محل نہیں رہا اب یہ کچھ کچھ کا بن گیا ہے اب یہ وہ مرزا غلام احمد نہیں رہا جس کی طرف سے میں نے ریویو میں گورنمنٹ کو مطمئن کیا تھا۔

میرے اس بیان سے اور اس فقرہ سے جو اظہارات میں درج ہے صاف ثابت ہے کہ میں اب اس کے خیالات کو اچھا نہیں سمجھتا اس کی تعریف و خیر خواہی گورنمنٹ کو جھوٹی خوش آمد اور منافقانہ دعوی خیر خواہی سمجھتا ہوں۔..

اہل اسلام سے امید ہے کہ بدگوئی حضرت سلطان روم اور سلطنت ترکی کی وجہ سے اس کو ویسا ہی دشمن اسلام و مسلمانان خیال کریں گے جیسا کہ پرچہ ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کے وقت خیال کرتے تھے اور اس کی معذرت پرچہ ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو جھوٹی معذرت قرار دیں گے..

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ ص ۱۴۱ تا ۱۹۴ ملخصاً ومختصراً)

جواب درخواست قادیانی

(۲۵ جون و ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء)

مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ ذیل میں اس درخواست کا جواب ہے جس میں مرزا قادیانی نے آخری حیلوں و مذبوحی حرکات (جھوٹے خوابوں اور مصنوعی الہامات) کی طرف رجوع کیا اور اس سے پہلے بطور تمہید ایک شخص سید عالم طالب العلم ایف۔ او۔ ایل پر ایک خواب کا افتراء کیا۔ اور دو فرضی ملہموں کے دو جھوٹے الہام شائع کر دیئے۔

مولانا فرماتے ہیں:

مرزا قادیانی نے اپنا باطل مذہب چلانے اور اس ذریعے سے دنیا کا عیش اڑانے کے لئے کئی حیلے کئے اور کھیل نکالے مگر وہ کارگر نہ ہوئے۔ سب سے پہلے آپ نے اسلام کے وکیل بن کر اسلام کی طرف سے اقوام غیر سے مقابلہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور ایک کتاب براہین نام کی تصنیف کا اشتہار دیا۔ اور اس کے ذریعے باقرار خود دس ہزار روپئہ کے قریب شائقین تائید اسلام سے بٹورا۔ پھر جب دیکھا کہ منجملہ تین سو دلائل کے، جو قرآن ہی سے نکال کر اس کتاب میں پیش کرنے کا میں نے اشتہار میں وعدہ دیا ہے، ایک دلیل بھی بیان نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہوں، تو اسی کتاب کی تیسری جلد سے الہام بازی شروع کر دی اور اپنی مجددیت اور بہت سے پہلے اکابر اولیاء پر فوقیت کے دعوی کی پڑی جمادی۔ اس سے دکان اچھی طرح نہ چلی تو پھر مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کے دعوی کا جھنڈا گاڑ دیا اور معجزات ونشان نمائی کا نعرہ مارنا شروع کر دیا۔ اور ان سب دعاوی کے اثبات کے لئے کبھی مناظرہ کی طرف رجوع کیا کبھی مباہلہ کی طرف لوگوں کو بلایا۔ کبھی کوئی رسالہ یا قصیدہ اردو یا فارسی میں بنا کر اس میں لن ترانیاں ہانکیں۔ کبھی عربی میں نثر یا نظم لکھ کر اپنے ملہم مؤید من اللہ ہونے کی دلیل بنائی۔ معجزہ ونشان آسمانی کسی نے چاہا تو اسی کی موت کو یا اس کے زمرہ احباب کے موت یا مصیبت کو نشان قرار دیا اور جس کی نسبت کوئی نشان نہ بن سکا اس کو گالیوں اور بدعاؤں سے ڈرانا اور دھمکانا اختیار کیا۔

وازآنجا کہ بحکم لکلّ فرعون موسی ، ہر گمراہ کے مقابلہ کیلئے حق گو بھی چلے آئے ہیں لہذا خدا تعالی نے اس گمراہ کے مقابلہ میں علماء اسلام کو موفق و مامور کیا جنہوں نے اس کے ہر کید کو ظاہر کر دکھلایا۔ اور خاص کر خادم قوم مؤلف اشاعۃ السنہ کو تو اس اہتمام سے موفق کیا کہ اس نے حسبۃً للّٰہ و نصحاً لخلق اللّٰہ اظہار وابطال مکائد قادیانی کو حد کمال تک پہنچا دیا اور ۱۸۸۹ء سے سنہ رواں تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ اس کی ہر ایک بات کا اچھی طرح اظہار وابطال کیا۔ اس کے دعوی وکالت وحمایت اسلام اور تصنیف کتاب براہین کی نسبت یہ ثابت کر دیا کہ یہ محض اس کا فریب وڈھکوسلا ولاف زنی ہے۔ نہ اس نے ایسی کوئی کتاب (جس میں تین سو دلائل عقلیہ ہوں) تائید اسلام میں بنائی اور نہ آئندہ بنا سکتا ہے۔ اور اس کے دعوی الہام مجددیت مسیحائی ومہدیت کی نسبت یہ ثابت کر دیا کہ ایسا شخص خدا کا ملہم اور دین اسلام میں مجدد ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اور اس کا مسیح موعود ومہدی مسعود ہونا تو ایسا محال ہے جیسے سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا محال ہے۔ اور نشان آسمانی نہ اس نے آج تک کوئی دکھایا اور نہ آئندہ دکھا سکتا ہے۔ اور جن لوگوں کی نسبت اس نے موت یا عذاب کی خبر دی تھی ان کی نسبت اس کی خبروں کا جھوٹ بخوبی ظاہر ہوگیا ہے۔ اس کے دعوی مناظرہ کو لودھیانہ میں اس کو خوب رگڑا اور لتاڑا، اور دہلی ،لاہور، سیالکوٹ وغیرہ میں خوب چھتاڑا اور بھگایا۔ تب مجبوراً اسے اپنے حق میں الہام گھڑنا پڑا۔ یا علی دعھم و انصارھم و زرا عتھم۔ (اے علی ان مولویوں اوران کے پیروؤں کو چھوڑ دے)۔ یعنی ان سے مباحثہ نہ کر، جس کو اس نے کتاب آئینہ کمالات اسلام میں درج کر کے مشتہر کیا ہے۔

اس کے دعوی مباہلہ کو یوں اس سے چھڑایا کہ بارہا اس سے مباہلہ کرنے کو مستعدی کا اظہار کیا اور اس کی شرائط مباہلہ کا فساد ظاہر کر کے ان شروط کو بالائے طاق رکھ کر مباہلہ کرنے پر اس کو مجبور کیا۔ ان حیلوں کو توڑ کر اس کو بے دست و پا کیا گیا تو اس نے ایک حیلہ یہ نکالا جس کو اس نے اشتہار قطعی فیصلہ ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء میں مشتہر کیا ہے کہ فریقین اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کر دعائیں کریں۔ اس امر کو بھی منظور کیا گیا اور اس حیلہ کو توڑا گیا تو اب آپ نے آخری حیلہ یہ نکالا ہے جس کو درخواست ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء کے ذریعہ سے مشتہر کیا ہے اور کہا ہے:

(اتمام حجت کے لئے ایک اور تجویز خیال میں آئی ہے... اور وہ یہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء اور مردان باصفا کی خدمت میں اللہ جل شانہ کی قسم دے کر التجا کی جائے کہ وہ میرے بارے میں اور میرے دعوی کے بارے میں دعا

اور تضرع اور استخارہ سے جناب الٰہی میں توجہ کریں۔ پھر اگر ان کے الہامات اور کشوف اور رؤیا صادقہ سے، جو حلفاً شائع کریں، کثرت اس طرف نکلے کہ گویا یہ عاجز کذاب اور مفتری ہے تو بے شک تمام لوگ مجھے مردود اور مخذول اور ملعون اور مفتری اور کذاب خیال کرلیں ....لیکن اگر کشوف اور الہامات اور رؤیا صادقہ کی کثرت اس طرف ہو کہ یہ عاجز من جانب اللہ اور اپنے دعوی میں سچا ہے تو پھر ہر ایک خدا ترس پر لازم ہوگا کہ میری پیروی کرے اور تکفیر سے باز آے .... لہذا میں تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء پنجاب اور ہندوستان کو اللہ جل شانہ کی قسم دیتا ہوں ... کہ وہ میرے بارے میں جناب الٰہی میں کم سے کم اکیس روز توجہ کریں۔ یعنی اس صورت میں کہ اکیس روز سے پہلے کچھ معلوم نہ ہو سکے اور خدا سے انکشاف اس حقیقت کا چاہیں کہ میں کون ہوں؟... پھر ایسی الہامی شہادتوں کے جمع ہونے کے بعد جس طرف کثرت ہوگی وہ امر من جانب اللہ سمجھا وے گا۔ مجموعہ اشتہارات۔ ج ۲ ص ۴۴۹۔۴۵۰)

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ قادیانی کا مقصود وغرض یہ ہے کہ لوگ اس طرف متوجہ ہوں گے اور اپنی خوابوں کو لائق دستاویز اور شرعی دلائل سمجھ لیں گے، تو پھر میں بھی ان کے مقابل اپنی اور اپنے گروہ کی جھوٹی خوابوں اور الہاموں کو مشتہر کردونگا اور ان خوابوں والہاموں کی کثرت سے تمسک کرونگا اور حجت مسلمہ فریق ثانی کے ذریعہ سے اپنی جانب کے الہاموں اور خوابوں کا غلبہ ثابت کرونگا۔

چنانچہ اس قسم کے دو بناوٹی الہام اس درخواست سے چند روز پہلے اور ایک ... خواب اس درخواست کے پیچھے آپ نے شائع کردیئے جو بعض ناواقفوں کی گمراہی کا باعث ہوگئے۔

اس درخواست سے پہلے ایک بناوٹی الہام اس نے اپنے ایک خاص مرید فتح محمد پوسٹ ماسٹر لیہ ضلع ڈیرہ غازی خان اور اس کی ہمشیرہ کے نام سے مشتہر کیا ہے جس کی نقل یہ ہے:

اشتہار واجب الاظہار۔ و کفی باللّٰہ شهيداً محمد رسول اللّٰه

اے جماعت مومنین اہل اسلام میری عرض کو متوجہ ہو کر سنو۔ آپ آخرت میں اللہ تعالی سے ملاقات کرنے پر ایمان رکھتے ہو۔ آپ لوگوں کو اسی خدا وحدہ لاشریک کی قسم پر اعتماد کرنا چاہیے اور میری شہادت حق کو غور سے سنو اور پڑھو۔ میں ایک عورت امّی، عربی فارسی سے محض بے خبر ہوں۔ یہ خدا تعالی کی صریح کرامت ہے کہ عربی میں مجھے الہام

ہوتے ہیں اور الہام اور کشف کی رو سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی مسیح موعود اور مہدی مشہود ہونے کی خبر مجھے ہو چکی ہے۔ اور وہ الہامات یہ ہیں:

و یکبر احمد ۔۲۔ الم یأتکم نذ یر ۔۳۔ فلا ... اللّٰہ فلاغالب له الّا ھو ۔۴۔ من یکذّ ب با لدین ۔۵۔ صدیق صادقاً ۔۶۔ وعده مفعولاً ۔ ۷،۔ا حمد دار السّلام ۔

اور کشف میں مجھے مرزا غلام احمد صاحب دکھلایا گیا ہے اور ایک آواز دینے والے نے مکرر سہ کرر پکار کر کہا کہ مرزا صاحب کی فتح ہوئی ہے۔ جو لوگ مرزا صاحب کو کافر اور دجال کہتے تھے اب اس فتح کے عوض میں وہ لوگ خود دجال بن گئے ۔ یہ سب دجال آگ میں جلائے گئے ہیں ۔ اور پھر ایک ہندو برہمن نظر آیا۔ قریب آ کر رکوع کرنے کی شکل میں جھک گیا۔ اور یہ الہام ہوا ۔ عباد اللّٰه و جھکم ۔ اور مولویوں نے امت محمدیہ میں تفرقہ ڈال رکھا ہے اور اہل حق کا نام کافر رکھ دیا ہے ۔ اس لئے میں خدائے تعالی سے اطلاع پا کر گواہی دیتی ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی حق پر ہے اور تمام مولوی ان کو کافر اور مفتری کہنے والے باطل پر۔ اب اگر کوئی میری گواہی مانے یا نہ مانے لیکن میرے الہام کی سچائی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ جس زبان میں مجھے الہام ہوتا ہے، یعنی عربی میں، میں اس سے بے خبر ہوں۔ لہذا یہ اشتہار بطور شہادت و صداقت بذریعہ اپنے بھائی حقیقی فتح محمد بزدار کے شائع کرتی ہوں تا کہ امانت خدا تعالی کو لوگوں میں پہنچا دوں ۔ فصاحت لیو م کرا متبررت فلعلک باخع نفسک فحرض المؤمنین کذا لک حقت کلمة ربک علی الذین فسقوا انهم لا یؤمنون

عاجزہ غلام فاطمہ بنت محمد خان بزدار سکنہ خاص شہر لیہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان بذریعہ برادر حقیقی خود فتح محمد بزدار ۔ دہم ذوالحجہ ۱۳۱۳ھ، مطابق ۱۳ مئی ۱۸۹۷ء

دوسرا بناوٹی الہام اس نے ایک مجذوب فقیر کے نام سے گھڑ کر شائع کیا ہے جس کی نقل ذیل میں ہے:

ایک گواہی: یہ اشتہار ایک مجذوب نے جو سیالکوٹ میں تقریباً بارہ سال سے مقیم ہے ہمارے (یعنی قادیانیوں کے) پاس شائع کرانے کے لئے بھجوایا ہے لہذا ہم اس جگہ اس کی نقل مطابق ا

صل بلفظہ کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   اشتہار واجب الاظہار

خدا کے فضل اور الہام سے روح جناب رسول مقبول ﷺ سے روح کل شہداء سے، روح کل انبیاؤں سے، روح کل اولیاء سے جو زمین پر ہیں اور ان روحوں سے جو چودہ طبقوں کی خبر رکھتے ہیں، یعنی ان سب سے الہام اور گواہی پائی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اللہ جل شانہ نے بھیجا ہے۔ رسول مقبول ﷺ کے دین میں سخت فتنے برپا ہو گئے اور حد درجہ کا ضعیف ہو گیا۔ ہزاروں ملعون فرقے جیسے نصاری اور رافضی پیدا ہو کر لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوئے۔ اس لئے مسیح موعود کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ اس وقت یہ خوفناک فتنے پیدا ہوئے، ان کی اصلاح ایک بھاری نبی کا کام تھا مگر چونکہ رسول مقبول کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا، خدا تعالی نے حضرت مرزا صاحب کو جو رسول مقبول کی دستار مبارک میں بھیجا۔ جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسی اس جسم سے زندہ آسمان پر اٹھائے گئے، وہ جھوٹے ہیں۔ کوئی آسمان پر موت کا مزہ چکھے بغیر اور جسم کے ساتھ نہیں گیا۔ اے علماء گدی نشینوں! اے فقراء گدی نشینو! اے اہل بیت گدی نشینو! سن رکھو! عنقریب آسمان سے بڑی بھاری جلالی گواہی اس سلسلہ کی سچائی کی ظاہر ہونے والی ہے۔ یا خود خدا بڑے زور سے گواہی دے گا۔ پھر تم اس مخالفت میں بڑے ذلیل اور شرمندہ ہو گے۔ یہ میرا اشتہار سچا ہے۔ یہ لوح محفوظ کی نقل ہے۔ میں دیکھتا ہوں اس مخالفت سے خدا تعالی تم پر سخت ناراض ہے۔ رسول مقبول ﷺ تم سے حد درجہ بیزار ہے۔

المشتہر۔ فقیر محمد۔ سیالکوٹ برلب ایک باغ بستی والا۔ ۲۸ مئی ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

وہ بناوٹی خواب، جس کو اس (قادیانی) نے اپنے خاص مریدان اور حواریان لاہور کی معرفت چھپوا کر مشتہر کیا ہے۔ یہ ہے:

و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذباً او کذّب بآیاتہ انّہ لا یفلح الظّالمون ۔ اس سے ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ باندھتا ہے۔ یعنی دروغ گوئی کے طور پر مورد الہام ورؤیا اپنے آپ ٹھہراتا ہے۔ یا خدا کے نشانوں کو جھٹلاتا ہے۔ ایسے بھلا نہیں پاتے۔

رؤیائے صادقہ : میں مندرجہ بالا آیت کے نازل کرنے والے خدا تعالی کو حاضر و ناظر جان کر اور اس بات پر کامل ایمان رکھ کر کہ اس آیت کا مصداق ضرور ہلاک ہوگا، ذیل کا رؤیا جو مجھے ہوا، بطور گواہی مسلمان بھائیوں کو سناتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالی اپنے وعدے کے مطابق ..اس اظلم کو ہلاک کرے جو باوجود مورد الہام و رؤیا نہ ہونے کے اپنے آپ کو ملہم مشتہر کرے۔ وہ رؤیا یہ ہے:

میں ۱۹ جون ۱۸۹۷ء کو تقریباً ۷ بجے شام کے سید مٹھہ بازار میں جا رہا تھا کہ چند آدمی خربوزہ فروش کی دکان پر بیٹھے تھے اور سرسید احمد خاں صاحب اور مرزا صاحب قادیانی کی توہین کر رہے تھے۔ میں وہاں کھڑا ہو گیا تو تمام باتیں سنیں۔ انہوں نے مرزا صاحب کو دشنام بھی دیں اور بدگوئیاں کیں (ناگفتہ بہ)۔ میں چونکہ مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے بالکل برخلاف تھا سن کر نہایت خوش ہوا اور واپس چلا آیا۔ اخیر رات تک مجھے یہ خیال نہ بھولا۔ جب میں رات کو سویا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں جنگل میں جا رہا ہوں اور جنگل ہی میں ایک مسجد آئی ہے جس کے باہر کی دیواریں بہت چھوٹی ہیں اور اس میں ایک مجمع عام ہے اور دو تین آدمی دیوار کے ساتھ لگے کھڑے ہیں۔ میں بھی وہاں جا کر کھڑا ہو گیا چند آدمیوں نے ہمیں دیکھ کر کہا کہ بھائی اندر آ کر بیٹھو۔ حسب الحکم میں اور وہ آدمی شریک مجمع ہوئے۔ میں نے سب سے ذی عزت صاحب کی طرف اشارہ کر کے ایک صاحب سے کہا کہ یہ صاحب کون ہیں۔ اس نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ میں باغ باغ ہو گیا کہ زیارت نصیب ہوئی۔ پھر میں نے دوسرے درجہ کے ذی عزت صاحب کی بابت استفسار کیا تو اس نے کہا کہ یہ مرزا صاحب قادیانی ہیں۔ یہ سن کر میں نے رات کی گرم جوشی میں جو الفاظ ان آدمیوں سے سنے تھے وہ کہہ دیئے، تو تمام حاضرین مجلس نے شور و غل کیا اور ناراض ہو کر مجھے نکالنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس سے میں نے یقین کیا کہ یہ تمام آدمی جو مقرب ہیں وہی صاحب ہیں جو مرزا صاحب کو مسیح موعود سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں۔ خیر اتنے میں رسول کریم ﷺ نے بڑے حلم اور نرمی سے مجھ غریب کو بلایا اور بذریعہ ترجمان جو وعظ و نصیحت کی وہ بعینہ درج ذیل کرتا ہوں:

بزرگوں کو دشنام دینا بہت برا ہے۔ تم کسی بزرگ کو دشنام نہ دو۔ کیونکہ جس شخص کو

تم باطل خیال کر کے از روئے تعصب کے گالی دیتے ہو وہ سچا میری طرح مرسل ہے، اور سچا مسیح موعود ہے جس کا گواہ وہی (قانون اسلام ہے) جو کلام الٰہی سے موسوم ہے۔ آیات قرآن کے بموجب یہی مسیح موعود ہے۔ اگر لوگ اس کو برا جانتے ہیں تو کچھ بھی مضائقہ نہیں اس سے بھی بڑھ کر مجھ پر طعن وطنز ہوئی، اور انہی خطابوں کا مورد ہوا جس کے مرزا صاحب ہوتے ہیں، لیکن میں نے کچھ بھی پرواہ نہ کی اور اپنے دین کو کامل کر دیا۔ اب یہ شخص اپنے وعدے کے مطابق آیا ہے، لوگ اس کو نہ مانیں گے تو جہنم میں گرائے جائیں گے۔ اور میرے مقرب اور اللہ کے پیارے وہی شخص ہوں گے جو مرزا صاحب کے مقبول ہوں گے۔ اور ضرور ہے کہ تمام لوگ ان پر ایمان لا کر جنت کے مستحق ہوں گے۔ اور قریب ہے کہ خداوند کریم ان لوگوں پر جو ان کو برا خیال کرتے ہیں عذاب نازل کرے گا۔ اور وہ لوگ توبہ کریں گے اور انہی پر یقین لائیں گے۔

میرا یہ بیان حلفیہ ہے جو میں نے دیکھا اور سنا لکھ دیا۔ میں مرزا صاحب کے مخالفین میں سے تھا۔ اب اس اشتہار کے ذریعہ توبہ کرتا ہوں وما علینا الا البلاغ

راقم: خاکسار محمد سید عالم۔ ایف۔ او۔ ایل۔ کلاس اورئینٹل کالج لاہور متوطن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

اس درخواست قادیانی کا جواب اور اس کے بناوٹی الہامات اور جھوٹے خوابوں کا (جس کی اشاعت وہ کر چکا ہے یا آئندہ کریگا) ردّ وابطال ایسے مسلّمہ اصول سے پیش کیا جاتا ہے جن میں اسے مجال مقال نہ ہو۔

جواب درخواست:

ہم خدا کے فضل وتوفیق سے الہام کے مثبت ہیں اور اس کا اثبات دلائل عقلیہ ونقلیہ سے نمبر ۱۰، ۱۱ جلد ۷ اشاعۃ السنہ میں بضمن ریویو براہین احمدیہ کر چکے ہیں جس پر آج تک ہم کو قیام و ثبات ہے (گو براہین کو ایک مدت سے، جب سے قادیانی اسلام سے مرتد ہو کر کفر بکنے لگا ہے، مجموعہ خرافات و اباطیل اور اس کے مندرجہ الہامات کو احتلامات شیطانیہ وگوزشتر جانتے ہیں اور ان کو اپنے اصول دلائل کا جو ریویو میں بیان کر چکے ہیں مورد ومحل نہیں سمجھتے)

ایسے ہی ہم رؤیا صالحہ (سچی خوابوں) کے قائل ومثبت ہیں۔ اور ان کا اثبات ہم بضمن خطبہ (یا لیکچر) جلد ۱۷، اشاعۃ السنہ میں کر چکے ہیں ولیکن غیر نبی کو الہام یا رؤیا (خواب) کو ہم حجت

شرعی نہیں جانتے ۔اوران کے ہرایک الہام کوتلبیس ابلیس سے محفوظ نہیں سمجھتے ۔اوراس کی قبولیت کی یہ شرط لازم مانے ہوئے ہیں کہ وہ ظاہر دلائل شریعت کا مخالف نہ ہواوراس کا مورد (صاحب الہام) متقی و پرہیزگار ہو، فاسق فاجراوراخوان الشیاطین سے نہ ہو۔اوراپنے اس اعتقاداورتحقیق کو ہم اسی ریویو براہین احمدیہ میں بصفحہ ۳۰۱ نمبر ۱۰ جلد ۷ میں صاف لکھ چکے ہیں۔

یہ اصول تو مسلّم ہیں کہ

۱۔ ملہم (غیر نبی) اپنے سبھی الہامات میں معصوم نہیں ہوتا اس کے بعض الہامات میں تلبیس ابلیس کا امکان واحتمال ہے۔

۲۔ اور وہ خود بھی اپنے ہرایک الہام پر (جب تک کہ ان کا مخالف شریعت نہ ہونا ثابت نہ کرلے) یقین کرنے کا شرعاً مجاز نہیں۔

۳۔اوراس کا یقین (جواس کواپنے الہام پرخودبخود حاصل ہوتا ہے) شرعی حکم نہیں۔

۴۔اور بناء علیہ، اس کا ہرایک الہام خوداس کے حق میں بھی ایسی دلیل شرعی (جس پر اہل اسلام کا اتفاق ہو) نہیں ہے، چہ جائے کہ وہ اوروں کے حق میں دلیل شرعی قطعی واجب العمل ہو۔

ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵، ۶، جلد ۲ وغیرہ میں انہی اصول کی تائید وتسلیم کے متضمن عبارات احیاء العلوم، میزان کبری، وفرقان وغیرہ منقول ہوئی ہیں، جن کی تسلیم سے ہم کواب بھی انکار نہیں ہے۔

اوراس سے پہلے بصفحہ اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۸۳ نمبر ۹ جلد ۷ بدست آویز هل انبّئكم علی من تنزل الشیاطین بیان کر چکے ہیں کہ جھوٹے اور بدکار شیطان کے ملہم ہوتے ہیں ،نہ خدا کے ۔اوراس سے پہلے اشاعۃ السنہ جلد ۲ کے صفحہ ۱۵۲ میں جو ۱۸۷۹ء میں شائع ہوئے ہیں یہ بھی لکھ چکے ہیں:

امام غزالی جو بڑے کشفی والہامی مشہور ہیں جن کی عبارت مثبتہ الہام تائید سوال میں مسطور ہے اسی عبارت کے متصل جلد ۳، احیاء میں فرماتے ہیں:

بیان تسلط الشیطان علی القلب بالوسواس و معنی الوسوسة و سبب غلبها

ثم ضرب المقلب مثلاً مفاده تصویر دخول الوساوس الیه ثم ذکر مداخل الوساوس الیه من الحواس الخمسة الظاهرة و القوی

الباطنة من الشهوة والغضب وغيرهما وفسر الوسوسة والالهام والملک والشيطان والتوفيق والخذلان ۔ثمّ قال ولما کان لا يخلوا قلب عن شهوة وغضب وحرص وطمع وطول امل الى غير ذلک من الصفات البشرية المنشعبة عن الهوى لا جرم لم يخل قلب عن ان يکون الشيطان فيه جولان بالوسوسة ۔ ولذلک قال رسول الله ﷺ ما منکم من احدٍ الّا وله شيطان ۔ قالوا وانت يا رسول الله۔ قال وانا الا ان الله اعاننى عليه فاسلم فلا يامر ۔ (احیاء العلوم ۔ ج ۳ ص ۱۶)

(ترجمہ: دل پر شیطان کی سلطنت اور معنی وسوسہ اوراس کے غلبہ کے سبب کا بیان ۔ پھر امام غزالی نے دل کی ایک ایسی مثال جس میں وسوسے آنے کی صورت کا بیان ہے بتلائی ۔ پھر وسوسہ کے راستوں کو ذکر کیا جو ظاہری حواس ہیں اور باطنی قوتیں جیسے شہوت وغضب وغیرہ ومعنی وسوسہ و الہام وفرشتہ وشیطان اور توفیق وخذلان کو بیان کیا ۔ پھر کہا جب کوئی اہل شہوت وغضب وحرص وطمع، اور لمبی امید وغیرہ صفات بشریہ سے جو ہوائے نفسانی کی شاخیں ہیں، خالی نہ ہوا، تو ضرور ہوا کہ کوئی دل اس بات سے خالی نہ ہو کہ شیطان کو اس میں وسوسہ کے ساتھ جولانی ہو۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے ساتھ شیطان نہ ہو۔ صحابہ نے کہا، آپ بھی ایسے ہیں ۔ فرمایا، ہاں میں بھی ایسا تھا، لیکن اللہ تعالی نے مجھے شیطان پر غلبہ دے دیا ہے وہ میرے تابع ہوگیا ہے، مجھے بجز خیر کچھ نہیں کہتا)۔

اور امام غزالیؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ شیطان کو عرش اور لوح محفوظ کی صورت بن جانے کی قدرت ہے جس کے مشاہدہ سے صاحب کشف یہ گمان کرتا ہے کہ میں نے عرش یا لوح سے علم حاصل کیا ہے اور واقع میں وہ شیطان ہوتا ہے۔

ایسا ہی امام شعرانی کہ وہ بھی بڑے صوفی والہامی مشہور ہیں اور مشاہدہ عین شریعت و دوزخ وبہشت کے اپنے ان آنکھوں سے مدعی اور کشف والہام کے بڑے بھاری معتقد میزان کبری میں فرماتے ہیں :

فان قلت فلاى شيء لم يوجب العلماء بالله تعالى العمل بما اخذه العالم من طريق الکشف مع کونه ملحقاً بالنّصوص فى الصّحة

عند بعضهم ۔ فالجواب لیس عدم ایجاب العلماء وعمل بعلوم الکشف من حیث ضعفها و نقصها عمّا اخذه العالم من طریق النقل الظاهر ۔ و انّما ذلک للاستغناء عن عدّه فی الموجبات بصرائح ادلة الکتاب و السنّة عند القطع بصحته ای ذلک الکشف فانه حینئذ لا یکون ا لاّ موافقاً لها ۔ اما عند عدم القطع بصحته فمن حیث عدم عصمته ۔ الآخذ لذ لک العلم فقد یکون د خله التلبیس من ابلیس فانّ اللّه تعالی قد اقدر ابلیس کما قال الغزا لی علی ان یقیم للمکاشف صورة المحل الذی یأخذ علمه منه من سماء او عر ش او کر سی او قلم او لو ح ۔ فربما ظنّ المکاشف ان ذلک العلم عن اللّه تعا لی فا خذ به فضلّ و ا ضلّ ۔

فمن ھھنا اوجبوا علی المکاشف ان یعرض ما اخذه من العلم من طر یق کشفه علی الکتاب و السنة قبل العمل به فان وافق فذلک و الّا حرم علیه العمل به

(میزا ن کبری ص ۱۳ ۔ منقول از اشاعة السنه جلد ۲ ص ۱۵۴۔۱۵۵)

ترجمہ: اگر تو سوال کرے کہ جس بات کو طریق کشف سے کوئی عالم حاصل کرتا ہے باوجودیکہ وہ بعضوں کے نزدیک حکم صحت میں نصوص (آیت یا حدیث) سے ملحق ہے، پھر اس پر عمل کرنے کو علماء نے کیوں واجب نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا اس پر عمل کرنے کو واجب نہ کہنا اس سبب سے نہیں کہ وہ ضعیف ہے، اور اس علم کی نسبت (جو علماء طریق ظاہری نقل سے اخذ کرتے ہیں) ناقص ہے، وہ تو فقط اس لئے کہ ہے کتاب وسنت کے ہوتے کشف کو (جو صحیح قطعی ہو) حجت و دلیل ٹھہرانے کی حاجت نہیں ۔ اس لئے کہ وہ قطعی ہونے کی صورت میں کتاب وسنت کے موافق ہوگا، یعنی پھر اس کو حجت مستقل ٹھہرانے کا کیا فائدہ؟ اور اگر کشف کی صحت کا یقین نہ ہو اور اس جگہ ہے جہاں اس کے حاصل کرنے والے میں عصمت نہیں تو وہاں تلبیس ابلیس کا دخل ہے ۔ یہ اس لئے ہے کہ خدا تعالی نے شیطان کو، چنانچہ غزالی وغیرہ نے کہا ہے، یہ قدرت دی ہے کہ وہ صاحب کشف کے سامنے اس کے محل کشف کی، جس سے وہ علم لیتا ہے، آسمان کی صورت بنادے یا عرش کی یا کرسی کی یا قلم کی یا لوح محفوظ کی ۔ پھر

بسا اوقات صاحب کشف سمجھتا ہے کہ میں نے خدا سے علم حاصل کیا ہے، سو اس کو لے لیتا ہے ۔پس آپ بھی گمراہ ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے ۔ اسی جگہ سے علماء نے صاحب کشف پر واجب کیا ہے کہ وہ اپنی اس بات کو جو طریق کشف سے لیتا ہے عمل کرنے سے پہلے قرآن و حدیث پر پیش کرے پس اگر موافق پاوے تو اس پر عمل کرے ورنہ اس پر عمل کرنا حرام ہے ۔

اور قادیانی صاحب بھی ہمارے ان اصول کو مان چکے ہیں اور ہمارے اس ریویو کو (جس میں یہ اصول بتائے ہیں) اپنا مؤید سمجھ کر سر اور آنکھوں پر رکھ چکے ہیں اور ہم کو خوب یاد ہے کہ جب یہ ریویو شائع ہوا ہے، تو انہوں نے منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ کی معرفت ہمارے پاس ۵۰ روپئہ بھجوا کر یہ لکھا تھا کہ اس ۵۰ روپئہ کے عوض اشاعۃ السنہ کے وہ نمبر جن میں یہ ریویو درج ہے لوگوں کو مفت تقسیم کئے جائیں اور ہم نے اس روپئہ کے عوض لودہانہ میں معرفت آپ کے سابق حواری میر عباس علی صوفی کے (جو آخر آپ کی مکاری دیکھ کر آپ سے منحرف ہو گئے اور تائب ہو کر اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں) اور دیگر مقامات میں وہ رسائل مفت تقسیم کئے گئے ۔

اور طرفہ یہ کہ ہم نے تو غیر نبی کے الہامات کو محتمل بتلبیس ابلیس قرار دے کر ان کی شرعی حجت سے انکار کیا ہے، قادیانی نے اپنی ذات کے سوا اور نبیوں کے الہامات کو بھی محل دخل و تلبیس ابلیس قرار دیا ہے چنانچہ ازالہ اوہام (ص ۶۲۸ ۔۶۲۹) میں قادیانی نے لکھا ہے :

یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے اس کی طرف اللہ جل شانہ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسولٍ و لانبیّ الّا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته .. الخ ۔ ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے ۔ دیکھو خط دوم قرنتیان باب ۱۱، آیت ۱۴ ۔ اور مجموعہ تورات میں سے سلاطین اول، باب ۲۲ میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبیوں نے اس کی فتح کے بارہ میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے ۔ اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا ۔ سبب اس کا یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح سے تھا ۔ نوری فرشتے کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی الہام سمجھ لیا تھا ۔

ایسا ہی ہم غیر نبی کے خوابوں کو محتمل تلبیس ابلیس جانتے ہیں اور اپنے مضمون خطبہ (یا لیکچر) میں اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۷ میں لکھ چکے ہیں کہ خوابیں پانچ قسم ہوتی ہیں جن میں صرف ایک قسم

الہام الٰہی ہوتا ہے (جو رؤیا صالحہ اور مبشرات کہلاتے ہیں) باقی چار قسم غیر الہامی ہیں جن میں ایک شیطانی وسوسہ بھی ہے۔اس بات کے تسلیم کرنے سے بھی قادیانی کو انکار نہیں ہے۔اور جب کہ غیر نبی کے الہاموں اور خوابوں کا یہ حال ہے اسی وجہ سے علماء اسلام نے غیر نبی کے الہامات اور خوابوں کے قبول کرنے کے لئے علاوہ اور شروط کے ایک شرط لگا دی ہے کہ وہ صریح احکام مستفاد کتاب وسنت مخالف نہ ہوں جس کی تسلیم میں قادیانی کو بھی بظاہر کوئی عذر نہیں ہے،تو اب ہم درخواست قادیانی کے جواب میں کہتے ہیں کہ آپ کے اور آپ کے معتقدات کی نسبت جو خواب یا کشف یا الہام کسی شخص کو ہوا ہے یا آئندہ ہوسکتا ہے اور ہوگا، وہ دو حال سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔ یا تو وہ خواب یا کشف یا الہام آپ کا مؤید اور آپ کے معتقدات وخیالات کا مصدق ہوگا۔

۲۔ اور یا ایسا ہوگا کہ وہ آپ کا مخالف اور آپ کے اعتقادات کی تکذیب کرتا ہوگا۔

پس اگر وہ خواب یا الہام یا کشف قسم دوم سے نکلا تو وہ آپ کے حق میں مفید نہ ہوگا۔ پھر اس حیلہ سے آپ کو کیا فائدہ حاصل ہوا؟ اور اگر وہ قسم دوم سے نکلا، اور اس سے یہ مفہوم اور ثابت ہوا کہ آپ سچے رسول اور مسیح موعود اور مہدی مسعود (جیسا کہ آپ کے متمسکات ثلاثہ مذکورہ میں پایا جاتا ہے) اور آپ کے مقالات ومعتقدات حق ہیں تو اس صورت میں وہ خواب یا الہام ظاہر آیات واحادیث کا مخالف قرار پائے گا کیونکہ آپ کے یہ دعاوی باطلہ وعقائد فاسدہ کہ میں مسیح موعود ہوں اور مہدی مسعود اور نبی اور مرسل ہوں وغیرہ صریح آیات قرآن واحادیث نبویہ کے مخالف ہیں۔ چنانچہ فتوی علماء ہندوستان و پنجاب میں ثابت ہو چکا ہے، اور اس وجہ سے وہ خواب یا الہام بحکم مسلّمات فریقین لائق دستاویز وسند نہ ہوگا۔ بلکہ بحکم اصول مسلّمہ فریقین وہ وسوسہ شیطانی سمجھا جائے گا۔ اس صورت میں اس خواب یا الہام سے تمسک کرنا نہ صرف آپ کیلئے غیر مفید بلکہ گمراہی وضلالت تصور کیا جائے گا، اور اس کی طرف رجوع کرنا ایسا ہوگا جیسا کوئی مسلمان کہلا کر شراب یا خنزیر کو حلال کہہ دے یا نماز روزہ باطل کر کے اس کے ثبوت وتائید کیلئے اپنے یا کسی دوسرے ملحد کے خواب یا الہام پیش کرے، اور یہ دعوی کرے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے انہوں نے (نعوذ باللّٰہ) فرمایا ہے کہ شراب مباح اور خنزیر حلال طیب ہے۔ اور نماز روزہ واہیات حرکات ہیں، جس کو کوئی مسلمان قبول نہیں کرتا۔ اور اس شخص کو جو احکام مذکورہ کے مقابلہ میں اپنا خواب پیش کرے ملحد زندیق باطنی کا خطاب دیا جاتا۔ اور جو شخص ایسے شخصِ ملحد کے خوابوں یا الہاموں کو قبول کر لیتا ہے اور اس کو دلیل شرعی سمجھ لیتا ہے وہ شریعت کو ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے اور اپنے دین کو کھو

بیٹھتا ہے .... ڈاڑھی منڈے اور بھنگ نوش فقیر ایسے دلائل پیش کرتے ہیں اور جاہل عوام اور احکام شریعت سے بے خبران کے قابو میں آجاتے ہیں۔

قادیانی بھی اب چاہتا ہے کہ لوگ قرآن اور حدیث وغیرہ دلائل شرعیہ کو طاق میں رکھ دیں اور میری جھوٹی خوابوں اور مصنوعی الہاموں کی پیروی اختیار کر کے میری طرح ملحد دہریہ بن جاویں۔ لہذا خواص علماء کو چاہیے کہ اس کے دھوکہ میں آ کر خوابوں یا ایسے الہاموں کی طرف رجوع نہ کریں اور اس دجال کو جال کے پھیلانے کا موقعہ نہ دیں۔ مجھے اس وقت ایک نقل یاد آئی جو میں نے اس سے تیس برس پہلے زمانہ طالب علمی میں شیخنا و شیخ الکل و شیخ العرب والعجم شمس العلماء وزین الفقہاء حضرت سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی سے سنی تھی کہ دہلی میں ایک جاہل صوفی شراب پیا کرتا تھا اور ایک محدث مولوی (مگر بھولے، جو صوفی بھی کہلاتے تھے) ان کو منع کیا کرتے تھے۔ جب وہ اس کو منع کرتے تو وہ کہتا کہ آؤ ہم تم مراقبہ میں بیٹھیں۔ اور اس مراقبہ میں آنحضرت ﷺ کی حضوری ہو تو آپ ﷺ سے حکم شراب، حلت وحرمت پوچھ لیں۔ صوفی محدث (اپنے بھولا پن سے) اس کے دام میں آگئے اور اس کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت کے نام سے جو غالباً شیطان ہوگا مشاہدہ میں آیا اور وہ کہتا ہے، اشرب، یعنی شراب پیا کر۔ اس پر جاہل صوفی غالب ہوا اور محدث صوفی مغلوب ہوئے۔ مگر پھر وہ بہت روئے اور خدا کی جناب میں گڑگڑا کر دعا مانگ کر دوبارہ اس جاہل صوفی کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھے، تو آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا: لا تشرب۔ یعنی شراب نہ پیو۔ تب وہ محدث صوفی غالب ہوئے اور جاہل صوفی مغلوب۔ خاکسار اور ایک محقق ومبصر کے نزدیک محدث صوفی کی وہ غلطی اور بھولا پن تھا کہ وہ شراب کی حلت وحرمت پوچھنے کیلئے قرآن کو چھوڑ کر مراقبہ اور اپنے الہاموں کی طرف متوجہ ہوئے جس میں پہلی دفعہ مغلوب ہوگئے۔ اور اگر وہ دوسری دفعہ غالب نہ ہوتے تو اس حکم شریعت حرمت خمر کو جاہلوں کی نظروں سے کھو بیٹھتے۔

ایسا ہی جو شخص قادیانی کے دام میں پھنس کر اس کے عقاید کفریہ ومقالات بدعیہ کو پرکھنے کیلئے کتاب وسنت کو چھوڑ کر خوابوں کی طرف رجوع کرے گا وہ دین کو کھو بیٹھے گا اور مرزا قادیانی کی طرح دہریہ وملحد بن جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس درخواست کے جواب میں، خوابوں کی طرف رجوع کرنے کو جائز نہیں رکھا اور نہ اپنے اور دوسرے دوستوں اور اکابر کی خوابوں کو اس کے مقابلہ میں پیش کیا۔ ورنہ ہمارے پاس اپنی اور اپنے دوستوں اور بزرگوں کے ایسے خواب اور

الہامات اور مکاشفات موجود ہیں جن میں قادیانی کا حال ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ ملحد اور گمراہ ہے۔

میں نے دو دفعہ خواب میں اس کو بری حالت میں دیکھا۔ ایک دفعہ مسخ شدہ صورت (بندر کی صورت میں جس کو اشاعۃ السنہ کے کسی پرچے میں بیان بھی کر دیا تھا) دوسری دفعہ داڑھی منڈے فقیر کی صورت میں۔ میرے بڑے بھائی شیخ محمد علی نے خواب میں اس کو بھالو (ریچھ) کی صورت میں دیکھا۔ اور توکل شاہ مرحوم ساکن انبالہ نے ان کو اس خواب کی ایسی تعبیر بتائی جس سے معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے۔

مولوی عبدالرحمٰن مرحوم صوفی ساکن لکھو کے ضلع فیروز پور کو کئی دفعہ قادیانی اور اس کے اتباع کی نسبت الہامات ہوئے کہ: وہ جھوٹا ہے؛ شیطان اس کو دھوکہ دیتا ہے؛ جس کا شیطان ہم نشین ہے برا ہمنشین ہے؛ وہ میری آیات اور رسولوں سے ہنسی کرتا ہے وغیرہ۔ ان کے یہ الہامات رسالہ ایقاظ (یعنی سوانح عمری مولوی محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی از خدا بخش واعظ ۔ بہاء) کے صفحہ ۲۲ میں منقول ہیں۔ ان کے حق میں ان الہامات کو قادیانی نے بھی اپنے ازالہ اوہام میں نقل کیا اور پھر ان کے جواب میں کہا ہے کہ یہ شیطانی الہامات ہیں اور اس کے ثبوت میں وہ من گھڑت ڈھکوسلہ بیان کیا ہے جو ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۲۹ میں درج ہے۔

ہانسی حصار میں ایک مجذوب شاہ سیف الرحمٰن نام رہتے ہیں انہوں نے قادیانی کی نسبت حالت جذب میں ایسے کلمات فرمائے ہوئے ہیں جس سے اس کا گمراہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ میر احمد شاہ سکرٹری میونسپل کمیٹی لدھیانہ ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

> حامداً ومصلیاً: مجھے ماہ جون گزشتہ میں حصار جانے کا اتفاق ہوا وہاں میرے ایک دوست غلام حسین صاحب جمعدار بندوبست ہیں، میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہاں پر کوئی شخص بزرگ بابرکت ہوں تو مجھے ان کی خدمت میں لے چلو۔ صاحب موصوف نے فرمایا: ایک صاحب شاہ سیف الرحمٰن صاحب مجذوب ہیں اور جذبہ کی حالت میں خود بخود بہت سی باتیں کیا کرتے ہیں اور ان کے سامنے اظہار حال کی کچھ ضرورت نہیں جو دریافت کرنا ہو اپنے دل میں رکھیں وہ خود بخود ان کی گفتگو میں جو مخلوط ہوتی بیان کر جاتے ہیں اور صرف سائل ہی جو بات اس کے متعلق ہوتی ہے سمجھ جاتا ہے ۔ میں اور وہ دونوں شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچے اور شاہ صاحب اس وقت کچھ باتیں مقدمات کی کر رہے تھے۔ میں نے بیٹھتے ہی اپنے دل میں خیال کیا کہ مرزا

صاحب قادیانی کا شور وغل کیا ہے۔ اکثر لوگ اور علماء ان کو اپنے دعوی میں صادق نہیں جانتے، مگر اصلیت کیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ضمن گفتگو میں فرمانے لگے کہ ایک تو انگریزوں کا عیسی بن گیا اور ایک چوہڑوں کا پیر بن گیا۔ اس کے بعد الفاظ سخت فرمائے اور نہایت غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور ایک حجرے میں چلے گئے ... لمن الملک الیوم للّٰہ الواحد القھار تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پڑھ کر پھر غصہ کے لفظ فرماتے۔ میں ایسی حالت چھوڑ کر اپنے دوست کے ساتھ آ گیا اور راستہ میں میرے دوست نے دریافت کیا کہ تم نے کیا بات سوچی تھی کہ شاہ صاحب ایسا غصہ ظاہر فرماتے تھے۔ میں نے جب قصہ سنایا تو کہنے لگے کہ انگریزوں کا عیسی وغیرہ جو الفاظ کہے میں نہیں سمجھتا تھا۔ نہ سمجھنے کی وہ وجہ ہوئی کہ میں نے جاتے وقت راستہ میں ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ ...کوئی مضمون مرزا صاحب کے لئے متعین ہوگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل دل لوگوں کے نزدیک مرزا صاحب کا دعوی غلط ومحض بے بنیاد ہے اور شاہ صاحب کی یہ ایک نئی بات نہیں ہے میں نے اور بھی بہت سی باتیں ان کی حصار میں سنی ہیں جن سب کو اپنے اس واقعہ چشم دید کی جہت سے سچ اور بلا شائبہ ریب سمجھتا ہوں۔ مجھے اطمینان کلی ہے اور حاجت تفصیل نہیں جو صاحب شک کریں خود حصار جا کر جو بہت دور نہیں ریل موجود ہے مشرف زیارت ہو کر خود تجربہ کر لیں۔ اچھے لوگ باوجود لائق ہونے کے مرزا صاحب جیسا دعوی نہیں کیا کرتے اور پھر ایسے دعوے جو متقدمین و متاخرین سب کے مخالف ہیں راقم احمد شاہ لودھانوی۔ ۱۴ جنوری ۱۸۹۲ء (یا ۱۸۹۳ء)

☆ قادیانی کے متمسکہ دونوں بناوٹی الہام اور تیسری جھوٹی خواب کا ردّ و ابطال

دونوں الہام اور تیسرا خواب جو قادیانی نے مشتہر کئے ہیں باوجودیکہ ان کا ناقابل اعتبار ہونا جواب درخواست سے ثابت ہو چکا ہے، اس وجہ سے بھی باطل اور واجب الردّ ہیں کہ یہ تینوں محض من گھڑت ڈھکوسلے ہیں۔ دونوں الہام حضرت قادیانی کے اپنے من گھڑت ہیں اور خواب ان کے حواریوں کی بناوٹ، ومعہذا ان کے مضامین ظاہر شریعت (کتاب وسنت) اور واقعہ کے مخالف ہیں۔ اس خواب کو تو خود صاحب خواب (محمد سید عالم) نے بعض حواریان قادیانی کا افتراء قرار دیا ہے اور اس مضمون کے متعدد اشتہارات شائع کر دیئے ہیں۔ اور ۴۔ جولائی ۱۸۹۷ء کو وہ

خاکسار کی فرودگاہ لاہور میں آئے اور خاکسار کے سامنے اس خواب کو جھٹلایا اور اس کی تکذیب میں بقلم خود ایک پرچہ لکھ کر خاکسار کے حوالہ کیا جو ذیل میں منقول ہے:۔

میں نے ایک جلسہ اعظم میں اس حلیہ کا ایک آدمی دیکھا جس کے ہونٹ موٹے رنگ گندمی چہرہ پر چیچک کے داغ آنکھیں موٹی سر پر کلہ کی دہاری کا نشان خشخشے بال سیاہ وسفید اس کے پاس مرزا قادیانی بھی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ حلیہ بالا والا آدمی کون شخص ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول کریم ہیں۔ میں نے مرزا کی نسبت کہا، ایسا مردود، کافر، دجال، ملعون، حضرت کا مقرب کیونکر ہوگیا۔ اس پر تمام نے شوروغل کیا، تا اس شخص نے مجھے اپنے پاس بلایا، اور کہا کہ بزرگوں کو گالی دینا برا ہے۔ جو شخص بزرگوں کو برا جانتا ہے جہنمی ہوتا ہے۔ میں نے یہ واقعہ بذریعہ خط مرزا قادیانی کو لکھا۔ اس نے وہ خط اپنے مریدوں کے پاس بھیجا۔ وہ خط مجھے دیکھایا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اس خط کو چھپوا دیں۔ میں نے کہا چھپوا دو۔ انہوں نے دوسرے دن مجھے دستخط کرنے کو بلایا۔ اور انہوں نے کہا کہ وہ خط تو تاج الدین کے مکان میں گم ہوگیا ہے، تم دستخط کردو، ہم کو وہ مضمون یاد ہے، ہم لکھ لیں گے۔ انہوں نے ایک اور رؤیا صادقہ کی عبارت لکھ کر کہا میری طبیعت کچھ خراب ہے آپ دستخط کر جائیں ہم لکھ لیں گے۔ میں نے دستخط کر دیئے اور انہوں نے از جانب خود ایک مضمون رؤیائے صادقہ بنا کر شائع کر دیا۔ اور اس میں مرسل اور مسیح موعود کا لفظ اپنی طرف سے لگا لیا اور اس زیادتی کا وہ اقرار کر چکے ہیں۔ اور رشوت دینے کا بھی اظہار کیا، جو ان کی کلام سے صاف پایا جاتا ہے۔ محمد سید عالم۔ ایف۔ او۔ ایل۔ اورئینٹل کالج لاہور

اس سے پہلے وہ یکم جولائی ۱۸۹۷ء ایک اشتہار چھاپ چکے ہیں جس کی نقل یہ ہے۔

میری طرف سے ایک رؤیائے صادقہ کے نام سے اشتہار... جون ۱۸۹۷ء کو شائع کیا ہے وہ فی نفسہ میری طرف سے نہیں ہے۔ میں خدائے وحدہ لاشریک کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میرا یہ خواب جو ایک خیالی وسوسہ تھا، وہ رؤیائے صادقہ کے نام سے محض بدنیتی وشرمناک فائدہ اٹھانے کی غرض سے اپنے پاس سے چھپوا کر شائع کیا گیا ہے۔ افتراء باندھنے والوں اور جھوٹ پھیلانے والوں پر خدائے جل شانہ کا قہر نازل ہو مجھ سے حضرت ختمی مرتبت (ﷺ) نے مرزا کو ہرگز ہرگز مرسل نہیں کہا۔ وہ حضرت خود ختم

الرسل وختم النبی ہیں ۔ میری اصل عبارت یہ ہے جو اس اشتہار میں لکھ رہا ہوں ۔ میں نے اپنی عمر میں رؤیا صادقہ کے معنی بھی ابھی سنے ہیں ۔ میری عمر اس وقت سترہ سال کی ہے ۔ اس عمر کے لڑکے سے اپنی تصدیق کرانی دنیا کو دھوکے میں ڈالنا ہے ۔ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک بڑی ہلاکت سے بچا لیا اور میری گردن پر خلق خدا کو دھوکہ ڈالنے کا بوجھ نہ رہنے دیا ۔ اے خدا تو مجھ سے میرے اس گناہ عظیم کی پاداش سے معاف کر اور میری عاقبت کو بخیر کر تو گواہ رہنا کہ میں اشتہار کے ذریعے تیری جناب میں اپنے اس گناہ کے متعلق اشتہار کر کے تمام مسلمانوں کی آگاہی کیلئے اپنا مافی الضمیر شائع کرتا ہوں ۔ میرے وہ مسلمان بھائی جنہیں میرے اسم فرضی سابقہ اشتہار نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے، اس اشتہار پر بالکل خیال نہ فرماویں اور محض بالکل باطل ہے ۔

وقل جاء الحق و زھق الباطل انّ الباطل کان زھوقاً

الراقم محمد سید عالم ایف اوایل کلاس اورئینٹل کالج لاہور متوطن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

مورخہ یکم جولائی ۱۸۹۷ء

اور اس سے پہلے ۳۰ جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار انہوں نے اور چھاپ کر مشتہر کیا جس کی نقل یہ ہے:

دھوکے کا انجام رسوائی : میں چند جملے ۱۹ جون کے جعلی اشتہار پر جو برائے نام میرے نام پر مشتہر ہوا ہے بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں ۔ اور تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں خصوصاً علمائے دین سے اور وہ عرض یہ ہے کہ رؤیائے صادقہ کے معنی مجھے ابھی تک معلوم نہیں جو اشتہار میں لکھے گئے ہیں، اور مرسل کا لفظ مرزا صاحب کا اپنا فخر ہے، مسیح موعود کا لفظ انہوں نے اپنے دعوی کی تصحیح کے لئے مشتہر کیا ہے، ورنہ میرا خواب جو اصل تھا وہ بے شبہ وشک مؤثر تھا اور اگر وہ بعینہ وہی چھپتا تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ اس کا اثر اس جعلی اشتہار سے زیادہ ہوتا اور اس سچی خواب کا یقین بھی ان کی نماز شریف نے جو ہمارے مذہب اسلام کے بالکل خلاف ہے باطل کیا ہے ۔ میں جمعہ کے دن جعلی خواب کے مشتہر ہونے پر شاہی مسجد میں تمام اہل اسلام کے روبرو مرزائیوں کی قلعی کھولوں گا اور اپنا حال بیان کرونگا ۔ سب اہل اسلام سے درخواست ہے کہ شاہی مسجد میں ضرور تشریف لائیں ۔ راقم محمد سید عالم ایف اوایل کلاس اورئینٹل کالج لاہور

متوطن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ مورخہ ۳۰ جون ۱۸۹۷ء

اس جعلی خواب کی تکذیب پیسہ اخبار لاہور، و چودھویں صدی راولپنڈی میں بھی ہوگئی ہے۔ چودھویں صدی کی عبارت صفحہ ۸۸ نمبر ۶ جلد ہذا میں نقل ہو چکی ہے اس میں پیسہ اخبار کا بھی حوالہ ہے۔ اخبار جعفر زٹلی لاہور مطبوعہ ۱۰ جولائی ۱۸۹۷ء میں اس واقعہ حیرت انگیز کی نسبت ایک مفصل مضمون چھپا ہے اس مقام میں اس کا خلاصہ بھی نقل کرنا مناسب ہے۔

ہمارے الہاموں کی سچائی اور قادیانی کی رسوائی

میں نے کشفی طور پر ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کی رات کو دیکھا تھا کہ قادیانی ہمارے سچے الہاموں سے اطلاع پا کر ہمّ وغم و رنج والم میں مبتلا ہو کر اپنی جورو کے آگے رو رو کر ہاتھ باندھ کو کچھ عرض معروض کر رہا ہے اور اپنی بے وقوفی اور بے دینی سے یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح خدا کے سچے الہاموں کو وقوع میں آنے سے روک دے۔ اور ہم کو خدا نے مامور کیا ہے کہ ہم خدا کے سچے الہاموں کو اس کی مخلوق کے سامنے پیش کر کے اس کے فرائض سے سبک دوش ہوں۔ منجملہ ان سچے الہاموں اور کشفوں کے ایک یہ بھی ہمارا الہام تھا کہ خداوند تعالی نے قادیانی کی نسبت ارادہ فرمایا ہے کہ اسکا منہ کالا اسی کے مریدوں کے ہاتھوں سے کرے۔ چنانچہ وہ الہام یہ تھا:

اے قادیانی کم بخت دیکھ ہم جلدی ملا محمد بخش کے سچے الہاموں کو پورا کر کے تیرا منہ تیرے ہی مریدوں کے ہاتھوں سے کراویں گے۔

جس شخص کو ہمارے اس الہام کی نسبت کچھ شک ہو وہ ہمارے مشتہرہ الہاموں مؤرخہ ۲۳ جون ۱۸۹۷ء کے پرچہ کو جو ڈائمنڈ جوبلی کی یادگار کے نام سے موسوم ہو کر چھاپا گیا تھا اس کا صفحہ دوم سطر ۲۰ ملاحظہ کر کے تسلی کر سکتا ہے۔ اب وہ الہام کہ قادیانی کا منہ کالا اس کے مریدوں کے ہاتھوں سے ہو جاوے گا بعون ایزد متعال ۲ جولائی ۱۸۹۷ء بروز جمعہ پورا ہوا یعنی قادیانی کا منہ کالا اس کے مریدوں کے ہاتھوں سے ہوگیا۔ تفصیل اجمال کی یہ ہے کہ قادیانی کے مریدوں نے ایک بناوٹی اشتہار موسومہ برؤیاء صادقہ ایک غریب طالب العلم مسمی سید عالم ایف اوایل کلاس اورئینٹل کالج لاہور متوطن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ تاریخ ندارد کے نام سے مشتہر کیا، جس کا لب لباب یہ ہے کہ اس طالب علم کو گویا خواب میں زیارت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نصیب ہوئی کہ حضور پرنور ایک مسجد

میں تشریف رکھتے تھے اور ان کے دوسرے مرتبہ پر ایک شخص بیٹھا تھا جس کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ مرزا قادیانی ہے اور میری طرح یہ بھی مرسل ہے اور سچا مسیح موعود ہے، جو اس کی نہ مانے گا وہ جہنم میں گرایا جائے گا وغیرہ۔ چنانچہ وہ بناوٹی اشتہار اپنی ہی گرہ سے چند پیسے خرچ کر کے چھپوا کر جا بجا شہر لاہور اور اس کے مضافات میں تقسیم کرا دیئے گئے۔ جب کہ یہ بناوٹی اشتہار سید عالم طالب علم کی نظر سے گذرا تو اس نے فی الفور ۳۰ جون ۱۸۹۷ء کو بذریعہ اشتہار، بنام دھوکے کا انجام رسوائی، چھپوا کر عوام الناس کو مطلع کیا کہ وہ ۲ جولائی ۱۸۹۷ء بروز جمعہ جامع مسجد میں تمام حاضرین اہل اسلام اور علمائے دین کے سامنے اصل واقعہ کو پیش کر کے مرزائیوں کی قلعی کھول کر اپنی سرخروئی حاصل کرے گا امید ہے کہ سب مسلمان جامع مسجد میں تشریف لا کر صدق دل سے اصل واقعات کو سن کر مرزا قادیانی کی جعل سازی پر لاکھ نفرین کریں گے۔ چنانچہ تاریخ مقررہ بالا پر جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ سب سے پہلے محمد حفیظ صاحب سالم نے خوب مؤثر تقریر کی جس پر تمام حاضرین اہل اسلام نے تحسین و آفرین کی۔ پھر اسی مجمع میں سید عالم کی طرف سے بیان کیا گیا کہ اصل واقعہ خواب کا اس طرح پر ہے کہ میں ۱۹ جون ۱۸۹۷ء کو بازار سید مٹھہ میں جا رہا تھا کہ ایک خربوزہ فروش کی دکان پر چند اشخاص سر سید احمد صاحب کو اور مرزا قادیانی کو برا کہہ رہے تھے چونکہ میں بھی کچھ کچھ قادیانی کے برخلاف تھا، ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔ اسی اثنا میں ایک شخص وہاں سے گذرا اور کہنے لگا کہ کسی کو برا نہیں کہنا چاہیے۔ رات کو بھی یہی خیال شاید میرے دماغ میں رہا اور اسی طرح میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں خربوزہ فروش کی دکان پر مرزا کی بابت کچھ گفتگو کر رہا ہوں اور ایک شخص جس کا حلیہ ہے چیچک کے داغ، سر کے بال انگریزی فیشن پر کٹے ہوئے، سر پر کلاہ رکھنے کی علامت ایک گول دھاری، حبشیوں کی طرح ہونٹ بڑے بڑے، داڑھی کے بال سیاہ و سفید، مجھے کہتا ہے کہ کسی کو برا نہیں کہنا چاہیے۔

اس خواب میں آنحضرت ﷺ کا جو حلیہ بتایا گیا ہے یہ واقعہ کے برخلاف ہے۔ یہ حلیہ کسی مرزائی شیطان کا ہے، نہ رسول رحمٰن کا۔ یہ حلیہ بتا رہا ہے کہ اصل خواب بھی شیطانی ہے نہ رحمانی اور اس پر حواریان قادیانی کی جعل سازی اور افتراء پردازی طرہ پر طرہ ہوئی۔

اس خواب میں ان حضرات کی جعل سازی و افترا پردازی ناظرین کو ثابت ہوئی تو اسی سے ان دونوں الہاموں کے افتراء ہونے کا یقین کر سکتے ہیں۔ بایں ہمہ ہم ان کے وجوہات ہونے کے جداگانہ بیان کرتے ہیں:

پہلے الہام کے افتراء ہونے کی وجوہات۔

اول: اس اشتہار کے مشتہر فتح محمد پوسٹ ماسٹر کے حقیقی خالو (یا ماموں) منشی امام بخش سابق منشی ریاست بہاولپور نے.. اس اشتہار کو دیکھا تو اس کو صاف اور کھلے الفاظ میں ردّ کیا اور کہا کہ یہ محض افتراء ہے اور اپنے بھانجے فتح محمد کے حق میں ایسے الفاظ کہے جس کو ہم اس مقام میں نقل نہیں کر سکتے۔

دوم۔ اس اشتہار کا مشتہر فتح محمد پوسٹ ماسٹر لیہ مرزا قادیانی کے خاص مریدوں اور حواریوں سے ہے۔ قادیانی نے اپنے مریدوں کی فہرست میں اس کا نام مشتہر کیا ہوا ہے۔ آخری فہرست جلسہ جوبلی کا چندہ دینے والوں کی فہرست میں بھی اس کا نام موجود ہے اور اس کی دیانت و امانت کا حال یہ ہے کہ ۱۸۸۹ء سے قیمت اشاعۃ السنہ کی چار روپئے اس کے ذمہ ہے۔ بار ہا بیرنگ خطوں کے ذریعہ مطالبہ ہوا، نہ قیمت ادا کی نہ پرچے واپس کئے باوجودیکہ واپسی کا وعدہ بھی کیا۔ اس وقت اس کے تین خط ہمارے پاس موجود ہیں۔ ایک میں قیمت کی تفصیل سے تصحیح کراتا ہے، دو میں واپسی پرچوں کا وعدہ کرتا ہے۔ مگر اب تک نہ پرچے واپس کئے نہ روپئہ ارسال کیا۔ اب اہل انصاف، انصاف کریں کہ ایسے خداترس اور راست باز کی روایت کا جس کو وہ اپنی ہمشیرہ سے نقل کرتا ہے کیا اعتبار ہے؟

وجہ سوم: اس الہام کی عربی عبارات غلط و بے معنی ہیں۔ فقرہ نمبر۲ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ فقرہ نمبر۵، و۶ میں صادقاً و مفعو لاً کی دو زبریں غلط و بے وجہ ہیں۔ فقرہ عباد اللّٰہ و جھکم ..الخ بے معنی ہے آخری فقرہ جو آیت قرآن سے پہلے ہے، غلط و بے معنی ہے۔..

وجہ چہارم: اس الہام کی عبارت اردو وعربی صاف ناطق و شاہد ہیں کہ یہ قادیانی کی عبارات ہیں جو شخص قادیانی کی عبارات اردو وعربی میں نظر رکھتا ہوگا وہ اس اشتہار کی عبارات کو پڑھ کر فوراً شہادت دے گا کہ یہ اسی کی عبارات، اسی کی طبع زاد ایجاد ہیں نہ کسی اور کی۔

دوسرے الہام کے من گھڑت ہونے کی وجوہ:

دوسرا الہام بھی قادیانی کا من گھڑت ہے اور وجہ چہارم منجملہ وجوہات مذکورہ اس پر کافی دلیل ہے۔ یہ تک بندی اور منشیانہ عبارت آرائی جو اس اشتہار میں پائی جاتی ہے، ایک مجذوب سے ہرگز ممکن و متصور نہیں جو مدعی خلاف ہو وہ ہم کو ایسی کوئی ایک بھی نظیر دنیا میں بتا دے کہ ایک شخص مجذوب ہو اور پھر وہ ایسی تک بندی و انشا پردازی کرے۔ مجذوب تو بڑ مار دیا کرتے ہیں کوئی کلمہ کیسا ان کے منہ سے نکل جاتا ہے کوئی کیسا۔ اور اس سے کچھ کچھ مطلب نکال لیتے ہیں۔ ایسا مجذوب کوئی کسی نہ دیکھا اور نہ سنا ہوگا کہ ایک تحریر بعنوان اشتہار واجب الاظہار لکھ کر اور اس میں پوری فقرہ بندی وانشا پردازی عمل میں لا کر اور کسی شخص کے حق میں آداب عرفی کے مطابق (جیسے مرزا صاحب وغیرہ) الفاظ استعمال کر کے اخیر میں بذیل لفظ مشتہر اپنا نام و پتہ وتاریخ وسنہ انگریزی وغیرہ پورے قاعدہ سے لکھ کر اسی شخص کے پاس چھاپنے کے لئے بھیج دے۔ کیا یہ مجذوبوں کا کام ہے؟ ہرگز نہیں ۔ دنیا میں اس کی کوئی نظیر ہے ؟ کہیں نہیں ہے۔

مولانا بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ یہ مضمون لکھ کر ہم کو شملہ جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک صاحب بابو اللہ بخش نامی سے جو محکمہ آب و ہوا کے ہیڈ کلرک ہیں اور وہ میاں فقیر محمد سیالکوٹی کے خاص مرید ہیں، اس اشتہار کا ذکر آیا۔ انہوں نے اس کو صاف اور صریح الفاظ سے جھوٹا قرار دیا۔ اور فرمایا کہ ہمارے مرشد ایک یا دو سال سے مجذوب نہیں رہے، سالک ہیں۔ اور ایک دوست ساکن جھنگ نے جو اسی محکمہ میں ملازم ہیں خاکسار کے پاس یہ ذکر کیا کہ تھوڑا عرصہ ہوا کہ میاں فقیر محمد شملہ میں بابو اللہ بخش کے پاس آئے تھے اور وہ ہوش وافاقہ میں تھے۔ اسی دوست کے ذریعہ سے ہمارا یہ مضمون بابو اللہ بخش صاحب نے دیکھا اور پڑھا، تو اس کو پسند کیا۔

ان کے بیان سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ الہام شیطانی من گھڑت قادیانی ہے جس کو اس نے فقیر صاحب کے نام سے چھپوا دیا ہے مجذوب کا یہ کام نہیں کہ ایسی انشا پردازی کرے ۔ اور اس کو اشاعت کے لئے حسب دستور عقلاؤ وکلاء پریس میں بھیج دیں۔ قطع نظر اس سے الہام کا مضمون خلاف شریعت، جو خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔ یہ قادیانی ہی کا مضمون ہے جن کو کفر و اسلام کی کچھ پرواہ نہیں۔

ایک بات اس اشتہار میں خلاف شریعت یہ لکھی ہے کہ میں نے فلاں فلاں ارواح سے جو، چودہ طبق کی خبر رکھتے ہیں، الہام پایا ہے۔ شریعت کی رو سے سچا الہام خدا کی طرف سے ہوتا

ہے۔ اور اگر اس میں کوئی واسطہ ہوتا ہے تو وہ فرشتہ کا ہوتا ہے اور جھوٹا الہام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ خدمت الہام کرنے کی صالحین اور بزرگوں کو سپرد نہیں ہے اور نہ صالحین میں سے ایسا کوئی شخص ہے جس کو وہ چودہ طبق (ساتوں زمین ساتوں آسمان) کے جملہ امور کی خبر ہے۔ یہ علم محیط خدا تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے۔

دوسری بات خلاف شریعت اس میں یہ لکھی ہے کہ مرزا صاحب رسول مقبول کی دستار مبارک ہیں جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کے سرتاج ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کی صریح توہین اور کفر ہے۔ آنحضرت ﷺ تو تمام دنیا کے سردار ہیں۔ اور مرزا صاحب بحکم اس خبیث والہام شیطانی کے ملہم کے آنحضرت ﷺ کے سرتاج ہوئے، تو گویا سب نبیوں کے سرتاج ٹھہرے۔ اس سے بڑھ کر توہین انبیاء اور کفر معلوم نہیں اور کیا ہوگا؟

تیسری بات اس میں واقعہ کے برخلاف یہ لکھی ہے کہ رافضی ونصاری پیدا ہو گئے تو خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب کو بھیجا۔ اس الہام کے ملہم کو اتنی خبر نہیں کہ نصاری کب سے پیدا ہوئے اور رافضی کب سے ہیں، اور مرزا دجال کب پیدا ہوا، اور کس عمر میں اس نے دعوی مبعوث ومرسل ہونے کا کیا۔ سچ کہا گیا ہے دروغ گو را حافظہ نباشد۔ ارے احمق اس الہام شیطانی کے مشتہر دنیا سے پوچھ اور واقعات کی خبر لے کہ مرزا کب پیدا ہوا اور کب مبعوث ومرسل بنا، اور نصاری اور رافضی کب سے ہیں؟ اور اس مثل مشہورہ کا مصداق نہ بن:

چندیں مدت خدائی کردی　　　　تا ہنوز گاؤ خر را نشناختی

ایسے ہی کفریات ولغویات اس اشتہار میں اور ہیں مگر ان کی تفصیل کا نہ وقت ہے نہ ضرورت ہے۔ ان وجوہات سے ان الہاموں کا جھوٹ وافتراء اور مرزا قادیانی کی من گھڑت ہونا کس وناکس پر واضح ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور جواب شافی درخواست پہلے معروض ہو چکا ہے۔

اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور قادیانی کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ یہ آخری حیلہ بھی آپ کا بے کار رہا۔ اب کوئی اور حیلہ نکالیں اور پھر اس کا ابطال دیکھ لیں

انّ اللّٰه لا یھدی کید الخائنین (خدا تعالیٰ گمراہوں کے مکر کو راست نہیں لاتا)۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ ص ۱۹۵۔ ۲۲۰ مختصراً)

قادیانی مجسٹریٹ کے حضور

۱۸۹۷ء میں عیسائیوں نے قادیانی کے خلاف الزام ارادہ قتل کا ایک مقدمہ دائر کیا۔ اس مقدمہ میں مرزا صاحب کی طرف مولوی فضل الدین پلیڈر تھے جو حنفی المسلک تھے اور مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو عدالت نے بطور گواہ کے طلب کیا تھا۔ اس مقدمہ کی کاروائی ہم مختصراً اپنی کتاب کی جلد دوم میں بیان کر چکے ہیں۔ مقدمہ کی کاروائی کے دوران عدالتی کرسی کا ذکر ہوا تھا اور مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ اسے عدالت میں کرسی ملی، مولانا بٹالوی کو نہیں ملی بلکہ انہوں نے خود مانگی تو عدالت سے جھڑکیاں ملیں وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ جلد دوم کی ترتیب کے وقت ہمارے پاس ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۸ موجود نہ تھی جس میں مولانا بٹالوی نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے، اس لئے ہم نے کرسی سے متعلق واقعہ پر اپنے قیاسات کی بنا پر کچھ تبصرہ کیا تھا۔ اب چونکہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ ہمارے سامنے ہے اس لئے اس واقعہ کو خود مولانا مرحوم کی روایت سے بیان کیا جا رہا ہے، اور محترم قارئین سے گذارش کی جاتی ہے کہ ہمارے سابقہ بیان کی جو بات مولانا بٹالوی کے بیان کے مخالف ہو، اسے قلم زد تصور کریں۔

مولانا محمد حسین بٹالویؒ مقدمہ ۱۸۹۷ء پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرات! فریق جنگ ایک تو سچے اور مردوں کو زندہ کرنے والے حضرت مسیح بن مریم کی پیرو عیسائی گورنمنٹ ہے جو بواسطہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میدان جنگ میں اتری تھی۔ دوسرا فریق جھوٹا اور خونی مسیح، زندوں کو مارنے والا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت ہے جو نئے عیسائی مرزائی کہلاتے ہیں اور وہ بڑی جمیعت اور ٹھاٹھ کے ساتھ پنجاب کے اکثر شہروں لاہور، گجرات، جہلم وغیرہ سے آ کر گورنمنٹ اور دیگر عیسائیوں کے مقابلہ کیلئے بٹالہ میں جمع ہوئے تھے۔

درحقیقت تو مقابلہ و مقدمہ جوڈیشیل تھا مگر دجال قادیانی نے اپنے گروہ اور ناواقف مسلمانوں کو اشتعال دلانے کی غرض سے اس کو مذہبی جنگ بنا لیا۔ اور اپنے ایک نائب کی قلم سے اس کا نام جنگ مقدس رکھ کر ایک پمفلٹ کی صورت میں اس کو چھاپنا شروع کر دیا۔ ان کی اصطلاح کی پیروی و اتباع سے ہم نے بھی اس کا نام جنگ مقدس رکھا ورنہ ہمارے نزدیک ایک جوڈیشیل

مقدمہ ہے، نہ مذہبی جنگ۔

اس تعریف فریقین کو سن کر ناظرین جنہوں نے ہمارے مضمون، عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے، اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں نہ دیکھا ہو تعجب سے یہ سوال کریں گے کہ اتباع قادیانی تو اس معنی سے عیسائی ہوئے کہ وہ جھوٹے عیسی وخونی مسیح کی امت ہے، خود بدولت دجال صاحب جو فریق مخالف گورنمنٹ کے رئیس ورئیس ہیں کیونکر عیسائی کہلانے کے مستحق ہوئے۔ وہ تو خود عیسی ہیں پھر وہ کیونکر عیسائی کہلا سکتے ہیں اور اپنی ہی ذات کی طرف ان کی نسبت کیونکر جائز ہے؟

حضرات ان کے باوجود خود عیسی ہونے کے عیسائی کہلانے کی وجہ ایک اور ہے جو ذیل میں معروض ہوتی ہے۔

حضرات! قادیانی اگرچہ درحقیقت کوئی مذہب نہیں رکھتا اور وہ لا مذہب، باطنیہ، دہریہ ہے اور اس کا ایک مدت سے دعوی مسلمانی کرنا اور اسلام کی حمایت ونصرت میں مخالفین اسلام کے مقابلہ کا دم بھرنا محض دام تزویر ہے جس سے عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے مسلمانوں کو پھنسانا اور ان سے ٹکے وصول کر کے عیش اڑانا اس کا مقصود ہے۔ مگر تاہم مذاہب مشہورہ سے اس کو کچھ نسبت ومناسبت ہے، تو صرف عیسائی مذہب سے ہے کیونکہ عیسائی مذہب میں حضرت عیسی کو خدا کا بیٹا مانا جاتا ہے اور تثلیث وکفارہ کا اعتقاد اس مذہب کا جزء ہے۔ ایسا ہی دجال قادیانی اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتا ہے اور ایک معنی سے تثلیث پر (اس کو پاک کہہ کر) اور ایک قسم کے کفارہ پر اعتقاد رکھتا ہے۔ اس کا رسالہ فتح اسلام، اور توضیح مرام ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے تو ہمارے اس بیان پر یقین لائیں گے۔ جن کو اس امر کا علم ہے کہ اہل اسلام سے سلف سے خلف تک کوئی ایک بھی ایسا نہیں گذرا جس نے خدا کے کسی پیارے (نبی ہو یا فرشتہ) کو خدا کا بیٹا کہا ہو، یا تثلیث کو پاک بنا کر اور کفارہ کو تجویز کیا ہو۔ مسلمان کہلا کر یہ کام قادیانی ہی نے کیا ہے۔ اس لئے ہم نے اگر بطور تشبیہ ومماثلت اس کو عیسائی کہا ہے تو یہ اس کے حال پر ہماری کمال مہربانی ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے پہلے جنگ مقدس میں جو ۱۸۹۳ء میں اس میں اور اس کے بڑے بھائیوں عیسائیوں ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک و عبد اللہ آتھم وغیرہ میں ہوئی تھی، اور حال کے جوڈیشیل جنگ میں جس کو اس نے مقدس بنا لیا، عیسائی کہا ہے۔ اور ان جنگوں کو عیسائیوں کے باہمی جنگ سے قرار دیا ہے۔ امید ہے اس وجہ کو سن کر ناظرین داد دیں گے۔ انٹروڈکشن ہو چکا اب اصل مدعا کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

اس جنگ کی تفصیل بیان کرنا اور پھر کسی جانب کی تائید کرنا ہم کو پسند ومنظور نہیں ہے

کیونکہ نہ ہم کو کسی فریق سے مذہبی ہم دردی ہے، اور نہ اس کی وجہ سے طرف داری کا خیال ہے، اور نہ اصل واقعات کی نسبت ہم کو خارجی علم اور ذاتی واقفیت ہے، اور نہ عدالت میں بیانات واظہارات فریقین پر ہم کو پورا بھروسہ واعتماد ہے، اس لئے ہم اس واقعہ کی نسبت پوری پوری رائے ظاہر نہیں کر سکتے۔ اور اسی وجہ سے اس کی پوری تفصیل بیان کرنا بھی فضول جانتے ہیں۔ ہاں اس کی مجمل کیفیت بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میڈیکل مشنری امرت سر نے پولیس میں رپورٹ کی کہ ایک شخص عبدالحمید نامی قادیانی کی طرف سے میرے قتل یا نقصان کیلئے مامور ہوکر میرے پاس آیا تھا جس پر سرکار مدعی ہوئی اور ڈاکٹر کلارک سرکار کی طرف سے پیروکار اور قادیانی ملزم ومستغاث علیہ ٹھہرایا گیا۔ اور پہلے مجسٹریٹ امرتسر کی کچہری میں بذریعہ وارنٹ ضمانتی چالیس ہزار روپیہ اس کا حاضر ہونا تجویز ہوا۔ پھر مجسٹریٹ ضلع گورداسپور کی کچہری میں بذریعہ سمن طلب ہوکر بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور حاضر عدالت مجسٹریٹ ہوا۔ اور مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی۔ عبدالحمید مذکور نے دونوں مجسٹریٹوں (مجسٹریٹ امرتسر ومجسٹریٹ گورداسپور) کے سامنے بیان ڈاکٹر کلارک کی تائید کی۔ اور جب تک کہ وہ مشنری عیسائیوں کے ہاتھ میں رہا، اس پر پختہ وقائم رہا۔ جب وہ ڈسٹرکٹ پولیس گورداسپور کی تحویل میں گیا، تو وہ پھر اپنے بیان سے پھر گیا اور صاف بول اٹھا کہ مجھے عیسائیوں نے بہکایا اور سکھایا تھا کہ میں ایسا بیان کروں۔ جس پر مجسٹریٹ کو اشتباہ ہوگیا اور قادیانی الزام قتل سے بری کیا گیا۔

اس کے اس تبدیل بیان کی وجہ جو لوگ بیان کرتے ہیں ہم اس کو تحریر میں نہیں لا سکتے جو سننے کے شائق ہوں وہ بٹالہ ضلع گورداسپور میں آئیں اور اس کی عام گلی کوچوں میں سن لیں۔ اسی نظر سے ہم ان بیانات کو مشتبہ کہتے ہیں اور انکی نسبت اپنی قطعی رائے کو ظاہر نہیں کر سکتے کہ فریقین میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق پر۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ جس فریق نے جھوٹ بولا ہے وہ دنیا میں لعنت اور آخرت میں جہنم کا مستحق ہوگیا ہے۔ اور جو سچا ہے وہ دنیا میں آفرین اور آخرت میں اجر کا مستحق ہے۔

ہر چند مرزا قادیانی اس مقدمہ میں الزام قتل سے بری کیا گیا ہے مگر مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اس کے مشن کو اس سے چھین لیا اور اس کی نبوت کو ختم کر دیا اور اس کے الہاموں کے مخرج پر آہنی میخ یا فولادی بولٹ کا ڈاٹ کا لگا کر الہامی گوئی کو بند کر دیا اور اس سے عہد لے لیا اور لکھوا لیا کہ وہ آئندہ فتنہ انگیز اور اشتعال خیز الفاظ (جن میں اس کے ڈرانے والے الہامات بھی داخل ہیں)

تحریرات و مباحثات میں استعمال نہ کرے گا اور ان کی اشاعت عمل میں نہ لائے گا۔

یہ بات اس کے اخص مریدوں اور وکیلوں نے شائع کی ہے اور بعض اخبارات میں بھی مشتہر ہو چکی ہے (اخبار جعفر زٹلی لاہور ۲۸ ستمبر ۱۸۹۷ء میں عنوان، قادیانی کی پردہ دری، قائم کر کے لکھا ہے : مرزا قادیانی نے ڈپٹی کمشنر کے روبرو اقرار کر لیا ہے بلکہ دستخط کر دیئے ہیں کہ میں آئندہ کوئی پیش گوئی نہیں کرونگا اور کسی کو موت کا پیغام بھیج کر ڈرانے اور دھمکانے کی کوشش نہیں کرونگا۔ اور کوئی ایسی تحریر میری طرف سے شائع نہ ہوگی)۔ جس سے اس کو پوری شکست ہوئی، اور اس کے مقابل عیسائیوں بلکہ محمدیوں اور دیگر مذاہب کے ان مخالفوں کو جن کو وہ ایسے الفاظ سے ڈرایا اور دھمکایا کرتا تھا، اس پر فتح حاصل ہوئی ۔ وہ بے دست و پا ہو گیا ہے اور اس کو الہامی قبض لاحق ہے ..صاحب مجسٹریٹ ضلع اس سے نبوت اور الہامات کو چھین کر اس کو یہ شکست فاش نہ دیتا تو وہ الزام قتل سے بری ہونے کے وقت سے اس وقت تک اپنے جملہ مخالفوں اور مخاطبوں کو صدہا ڈرانے والے الہامات کو سنا کر زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا اور ہزاروں نئے جانوروں (عقل کے اندھوں اور گانٹھ کے پوروں) کا شکار کرتا اور بیسیوں رسالے اور صدہا اشتہارات شائع کر دیتا۔ اس وقت تک جو وہ چپ ہے اور ایک آدھ دفعہ بولا ہے تو برعکس روش قدیم یہی بولا ہے کہ آئندہ میں کسی کے حق میں ڈرانے دھمکانے والے الہام شائع نہ کرونگا۔ اور کسی کی دل آزاری بھی نہ کرونگا۔ آئندہ میرے مرید بھی کسی کی دل آزاری نہ کریں، نرمی اور تہذیب سے کام لیں ورنہ وہ مجھ سے جدا ہو جائیں گے، تو اس کی وجہ وہی شکست فاش ہے جس کی جگہ وہ خدا ترسی و نرم دلی کو اختیار کرنا وجہ بیان کرتا ہے اور اس بیت کا مصداق بن گیا ہے :

زاہد نہ تاب داشت وصال پری رخاں　　　　کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

مگر اے حضرات ناظرین اس کی اور اس کے بعض اتباع کی جرأت و دلاوری و حیا و شیر بہادری کو دیکھو کہ وہ اس شکست کو فتح مشہور کر رہے ہیں۔ اور الزام قتل سے برأت کو فتح بنا بیٹھے ہیں اور ان کے مشن اور نبوت کے حکماً بند ہو جانے سے (جو ان کو ہزیمت حاصل ہوئی ہے) اس کو شِیرِ مادر کی طرح غٹ غٹ کر کے نوش کر گئے ہیں اور اس کا ڈکار بھی نہیں لیتے بلکہ برعکس یہ مشہور کر رہے ہیں کہ ڈرانے والے الہامات کی اشاعت کو ہم نے اپنی مرضی سے بند کر دیا ہے۔ عدالت مجسٹریٹ سے اس کی ممانعت کا کوئی حکم نہیں ہوا۔ چنانچہ ان دروغ گوئیوں کے امام قادیانی نے اپنے اس اشتہار کے صفحہ ۹ میں جس کو ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں اس نے چھاپ کر مشتہر کیا ہے اور اس پر پریس کا نام (جس میں وہ اشتہار چھاپا ہے) درج نہیں کیا (یہ اشتہار مجموعہ اشتہارات جلد دوم کے صفحہ ۴۵۶ سے ۴۷۳ پر موجود ہے۔

بہاء)،لکھا ہے کہ

چونکہ باوجود اجازت دینے کے پھر ڈاکٹر کلارک صاحب نے ان پیشگوئیوں کا ذکر کیا، اور اصل واقعات کو چھپایا، اس لئے آئندہ میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی درخواستوں پر کوئی انذاری پیش گوئی کی جاوے بلکہ آئندہ ہماری طرف سے یہ اصول رہے گا کہ اگر کوئی ایسی انذاری پیش گوئی کے لئے درخواست کرے تو ان کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی جب تک وہ ایک تحریری حکم اجازت صاحب مجسٹریٹ ضلع کی طرف سے پیش نہ کرے۔

پھر اس کے حاشیہ میں آپ نے لکھا ہے:

بعض ہمارے مخالف جن کو افتراء اور جھوٹ بولنے کی عادت ہے، لوگوں کے پاس کہتے ہیں کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آئندہ پیش گوئیوں سے سخت ممانعت کی ہے سو واضح رہے کہ یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں ہم کو کوئی ممانعت نہیں ہوئی۔ اور عذابی پیش گوئیوں میں جس طریق کو ہم نے اختیار کیا ہے، یعنی رضا مندی لینے کے بعد پیش گوئی کرنا، اس طریق پر عدالت اور قانون کا کوئی اعتراض نہیں۔ (مجموعہ اشتہارات جلد۲ص ۴۶۶)

لیکن جاننے والے جان گئے ہیں کہ آپ کی یہ خلوت نشینی وعزلت گزینی یعنی آئندہ انذاری پیش گوئی سے کف لسانی اور نرم زبانی کا وعدہ بلاجہ نہیں ہے۔ مجسٹریٹ ضلع آپ کو اس سے نہ روکتا تو آپ کبھی نہ رکتے۔ مجسٹریٹ صاحب کا آئندہ فتنہ انگیز واشتعال خیز الفاظ سے جن میں انذاری پیش گوئیاں بھی داخل ہیں آپ سے عہد لے لینا آپ کے اعترافات وعبارات آئندہ سے روز روشن کی طرح کی عیاں ہے مگر بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نباشد آپ کو اپنی کلام کا مابعد و ماسبق کچھ یاد نہیں رہتا۔ لیجئے ہم آپ کو یاد دلاتے ہیں اور آپ کی اصل عبارات نقل کرتے ہیں۔ اسی اشتہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں بصفحہ ۱۱، آپ فرماتے ہیں:

جیسا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ پر مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ آئندہ اشتعال کو روکنے کے لئے مباحثات میں نرم اور مناسب الفاظ استعمال کئے جائیں، میں اس پر کاربند رہنا چاہتا ہوں۔ اور اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنے تمام مریدوں کو جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت رکھتے ہوں نہایت تاکید سے سمجھاتا ہوں کہ وہ بھی اپنے مباحثات میں اس طرز کے پابند رہیں اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ سے پرہیز کریں۔ (مجموعہ اشتہارات۔ج ۲ص ۴۶۸)

پھر اس اشتہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۱۳ میں آپ کہتے ہیں:

اور یاد رہے کہ یہ اشتہار مخالفین کیلئے بطور نوٹس ہے۔ چونکہ ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے عہد کر لیا ہے کہ آئندہ سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے، اس لئے حفظ امن کی تکمیل کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام مخالف بھی اس عہد کے پابند ہوں

(مجموعہ اشتہارات۔ج ۲۔ص ۴۷۰)

اب ہم قادیانی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس عہد میں جو سخت الفاظ اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ آپ نے بولا یہ انذاری پیش گوئی کو شامل ومحیط ہے یا نہیں۔ ہے تو انہوں نے کیا افتراء کیا جنھوں نے کہا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آپ کو انذاری پیشگوئیوں سے منع کر دیا ہے۔ اور اگر وہ لفظ انذاری پیش گوئیوں کو شامل نہیں تو پھر آپ نے انذاری پیش گوئیوں کو کیوں بند کر رکھا ہے۔ آپ کو روک نہیں ہوئی، تو انفصال مقدمہ کی تاریخ سے اس وقت تک کوئی تو الہامی گولہ چلایا ہوتا۔ اگر آپ کی طبیعت اور عادت اس کو پسند نہیں کرتی، جیسا کہ صفحہ ۱۱ اشتہار مذکور میں آپ نے دعوی کیا ہے، تو پہلے یہ طبیعت اور عادت کہاں چلی گئی تھی۔ اور اگر اخلاق یا تہذیب مانع ہے جس کا آپ اس اشتہار کے صفحہ ۱۰، ۱۱ میں دعوی کرتے ہیں تو پہلے اس تہذیب واخلاق کو کون لے گیا تھا۔ اور اگر قانون عدالت مانع ہے جن سے آپ اس اشتہار کے حاشیہ صفحہ ۹ میں ڈرتے ہیں تو پہلے وہ قانون کہاں تھا۔

ان سب موانع کے موجود ہونے کے ساتھ اپنی تمام الہامی زندگی اور پوری پیغمبری عمر کو انہیں انذاری الہاموں میں صرف کیا ہے، تو آپ کا اس سے یکا یک رک جانا اور بذریعہ تحریرات بار بار عدالت اور گورنمنٹ سے عہد کرنا، اور اپنے مریدوں کو وہ عہد یاد دلانا صاف یقین دلاتا ہے کہ یہ روک مجسٹریٹ ضلع کے حکم اور اس عہد کا (جو اس کے سامنے آپ نے کیا ہے) نتیجہ ہے اور مجسٹریٹ ضلع آپ کے ملہم سے زبردست اور غالب نکلا جس نے آپ کے الہامات پر آئندہ کیلئے قفل یا ڈاٹ لگا دیا اور آپ کی نبوت کو آپ سے چھین لیا۔ اس سے اہل فہم وبصیرت نے یقین کر لیا ہے کہ آپ نے باوجود بری ہو جانے کے الزام قتل سے اس جنگ میں شکست فاش کھائی ہے اور پھر آپ کا اس شکست کو فتح سے مشہور کرنا، آپ کی دلیری اور بہادری ہے جو آپ جیسے ملہموں کا ہی خاصہ ہے۔

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں: اب اس مقدمہ میں بعض مسلمانوں کی کشمکش وکشش ومجبورانہ شراکت کو بیان کیا جاتا ہے۔

پس واضح ہو کہ منجملہ ان مسلمانوں کے جن کو اس مقدمہ میں مجبوراً کشش ہوئی، ایک یہ خاکسار راقم مضمون (محمد حسین) ہے جس کو مجبوراً اس مقدمہ میں مجسٹریٹ کے حکم طلبی نے بطور گواہ شامل کیا۔

عدالت میں پیش ہونے سے پہلے ۱۰۔ اگست (۱۸۹۷ء) کو مرزا قادیانی کا ایک نائب وشاگرد (مگر جھوٹ بولنے اور اس پر مواخذہ دنیوی واخروی کی شرم وخوف نہ رکھنے میں اس کا استاذ ومرشد) جس نے کیفیت مقدمہ کو بعنوان دوسرا جنگ مقدس چھاپا ہے، میری ہوا خوری کے وقت سڑک پر مجھے ملا اور بولا کہ اس مقدمہ میں ہمارے مرزا صاحب آپ کی شہادت پیش کرانے والے ہیں اور یہ بھی کہا کہ سنا ہے فریق ثانی نے بھی آپ کو گواہ لکھوایا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ میرے پاس اس وقت تک کوئی سمن نہیں آیا اور اگر عدالت نے مجھے طلب کیا تو مجھے شہادت دینے میں کوئی عذر نہ ہوگا کیونکہ جو بات میں اپنے رسالے میں لکھ چکا ہوں اس کے بیان میں اور حق کے اظہار میں کیا عذر ہے۔ پھر ۱۳۔ اگست ۱۸۹۷ء کے ۱۲ بجے تک نہ میرے پاس کوئی سمن آیا اور نہ مجھے کوئی پختہ خیال شہادت کا تھا۔ اس تاریخ کے ایک بجے کے قریب جب کہ میں نماز جمعہ پڑھانے کے لئے تیار تھا میرے پاس ڈپٹی کمشنر کا چپراسی آیا اور زبانی یہ پیغام لایا کہ ڈپٹی کمشنر آپ کو یاد کرتے ہیں۔ اس کے ہاتھ میں کوئی سمن یا خط نہ تھا، اس وجہ سے مجھے اس وقت تک معلوم نہ ہوا کہ فریقین میں سے، جو مجھے گواہ بنانا چاہتے تھے، کس کی طرف سے گواہ بنایا گیا ہوں اور کس نے مجھے طلب کرایا ہے۔ پیچھے کر معلوم ہوا کہ قادیانی ہی میرے طلب کرانے کے موجب ومحرک ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس مقدمہ کو میرے ہی سر تھوپا تھا اور کہا تھا کہ یہ شخص میرا دشمن ہے، اسی نے ترغیب ومشورہ دے کر اور تجویز کر کے یہ مقدمہ ناحق مجھ پر قائم کرایا ہے۔ ڈاکٹر کلارک پیرو کار سرکار نے اس کے جواب میں کہا کہ میں نے مولوی محمد حسین کو ۱۸۹۵ء سے کبھی نہیں دیکھا، پھر ان کی ترغیب وتجویز کے کیا معنی اور ان سے مشورہ لینا کیونکر ممکن تھا۔ لہٰذا اس امر کے دریافت کرنے کے لئے عدالت نے مجھے بلایا۔ اس سے ناظرین خود سمجھ لیں گے کہ مجھے عدالت میں کس نے بلوایا اور میں کس کا گواہ تھا۔ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر میں چپراسی کے ساتھ عدالت کے دروازہ پر پہنچا تو میں نے اپنا وزٹ کارڈ (ملاقاتی ٹکٹ) ڈپٹی کمشنر کے پاس بھجوایا۔ صاحب نے اردلی کو حکم دیا کہ ان کو بٹھاؤ اور کرسی دو (یہ بات خاکسار محمد حسین کو ڈاکٹر کلارک کے خط سے اور زبانی پیچھے کو معلوم ہوئی) اس وقت اردلی نے مجھے کرسی دے دی اور صرف یہ بات کہی کہ ہم نے آپ کا ٹکٹ دے دیا، صاحب نے کہا ہے کہ بٹھاؤ۔ جب ڈپٹی کمشنر

پہلے گواہ کا اظہار لینے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا۔ جب میں عدالت کے کمرہ میں داخل ہوا تو بلا توقف ایک منٹ کے میرا اظہار شروع ہوا۔حسب ضابطہ عدالت نام ولدیت قومیت وعمر کے بعد سوالات شروع ہوئے:۔

ا۔ پہلا سوال مجھ سے یہ ہوا کہ آپ مرزا غلام احمد کو جانتے ہیں؟ میری طرف سے اس کا جواب تھا۔ ہاں میں جانتا ہوں اور خوب جانتا ہوں۔

سوال۲۔ اس نے کوئی پیش گوئی کی ہے۔ جواب: ہاں بیس پچیس اشخاص کے حق میں پیش گوئیاں کی ہیں۔

سوال۳۔انجام آتھم کے صفحہ۴۴ پر جو عبارت درج ہے کہ جھوٹ کی بیخ کنی خدا کرے گا، اس کا کیا مطلب ہے۔ (ناظرین اس سوال سے ڈاکٹر کلارک صاحب کا یہ مقصود تھا کہ شاید میں ان کے اس دعوی کی تائید کرونگا کہ اس عبارت میں ان کے مارے جانے یا بیخ کنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وازانجا کہ میرے خیال سے اس عبارت کا یہ مطلب نہ تھا لہذا میں نے ڈاکٹر کلارک کے مقصود کو پورا نہ کیا اور اپنے ایمان اور صداقت سے کام لے کر اس سوال کا جواب دجال قادیانی کے حق میں مفید حسب ذیل دیا)

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ ضائع ہوگا۔اس عبارت سے میں یہ نہیں سمجھتا کہ کوئی خاص ذاتی دشمنی مرزا کی کلارک سے ہے۔

سوال۴۔مرزا غلام احمد سے تمہاری موافقت ہے یا مخالفت۔

جواب۔ مرزا سے میری ذاتی کوئی مخالفت نہیں، ہاں مذہبی معاملات میں اس سے اتفاق نہیں۔

سوال ۵۔کیا مرزا فتنہ انگیز آدمی ہے (یہ سوال ڈاکٹر کلارک نے کیا تھا)۔

جواب: بیشک وہ فتنہ انگیز آدمی ہے۔اس نے ہندو اور مسلمانوں اور عیسائیوں میں فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے ہیں۔ یہ اس کی تعلیم کا اثر ہے۔اس کی تعلیم یہ ہے جو آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰۱ میں اس نے کی ہے کہ:

> نافرمان انسان کی جان اور مال اس کے مِلک سے خارج ہوکر خدا کے مِلک میں داخل ہوجاتی ہے پھر جس کے ہاتھ سے خدا چاہے ان کو تلف کرادے،

اور اشتہار متعلق حسین کامی سفیر روم میں اس نے کہا ہے کہ:

> خدا تعالی نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ،

عبارت آئینہ کمالات اور اس عبارت اشتہار کا مطلب یہ ہے کہ نافرمان انسان خصوصاً

جو مرزا سے جدا رہے وہ کاٹے جانے کے لائق ہے۔ جس کا اثر یہ ہے کہ اس کے پیرو اسکے مخالفوں کو کاٹنے کے لائق سمجھتے ہیں اور ان کے خون کے پیاسے ہیں۔

(عبارت آئینہ کمالات اس وقت پڑھ کر سنائی گئی اور عبارت اشتہار متعلق سفیر روم بھی عدالت میں پڑھی گئی مگر معلوم نہیں عدالت نے اظہارات میں کیوں عبارت آئینہ کمالات کا حوالہ صفحہ درج کیا اور عبارت اشتہار متعلق سفیر روم کا ذکر تک نہ کیا)۔

عبارت آئینہ کمالات کی قادیانی نے حسب عادت قدیمہ خود عدالت کے سامنے یہ تاویل کی ہے کہ یہ بات حضرت موسیٰؑ کی حمایت اور اس الزام سے ان کی برأت کے لئے لکھی گئی ہے جوان پر لگایا جاتا ہے کہ وہ مصر سے نکلنے کے وقت فرعونیوں کے زیورات و برتن لے نکلے تھے۔ اور قادیانی نے کہا کہ کیا پیغمبر حضرت موسیٰ کو اس الزام سے بری نہ کیا جاتا۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے (جس کو سن کو مجسٹریٹ صاحب مسکرائے)، یہ عبارت اس نے اپنے اوپر سے اس الزام کو اٹھانے کے لئے لکھی ہے جو اس پر ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۵ لگایا گیا ہے کہ کیا تم نے اللہ دیا طوائف کے خبیث مال زنا کی کمائی کے دوسو روپے نہیں لئے۔ اور کیا جو شخص ناجائز کمائی کھائے وہ خدا کا ملہم ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس الزام کو اس نے آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰۰ میں نقل کیا ہے اور پھر اس کے جواب میں یہ بات کہی ہے جو اس کتاب کے صفحہ ۶۰۱ سے نقل کی ہے۔

(عدالت نے اس سوال و جواب کو درج اظہارات نہ کیا اور صرف آئینہ کمالات کے صفحات ۶۰۰، ۶۰۱ کا حوالہ دیدیا)

(مولوی شمس الدین صاحب پلیڈر باوجودیکہ وہ پکے حنفی کہلاتے ہیں قادیانی کی حمایت میں کھڑے ہو گئے اور بولے کہ اس عبارت سے یہ بات نہیں نکلتی کہ قادیانی اور اس کے پیرو اس کے مخالفوں کی جان و مال کو معصوم ومحفوظ نہیں سمجھتے اور ان کو کاٹنے اور تلف کرنے کے لائق سمجھتے ہیں۔ اس عبارت کو نقل کیا جائے تاکہ دنیا اس کا فیصلہ کرے۔ ہم نے اس عبارت کو اس مقام میں اور صفحہ ۱۵۲ میں اسی غرض سے نقل کر دیا ہے صفحہ ۲۶۳ میں اس کے معنی کی تشریح بھی کر دی ہے۔ اب ہمارے حنفی بھائی صاحب پلیڈر اس عبارت کی تشریح کسی اخبار میں کر کے دنیا کو سمجھا دیں کہ کیوں اس سے وہ بات نہیں نکلتی جو ہم نے کہی ہے۔ ہمارے دوست پلیڈر صاحب اس عبارت کے ایسے معنی کسی اخبار میں کریں گے تو ہم ان کے شکر گذار ہوں گے)

سوال ۶۔ محمدیوں کے مذہبی خیالات سے آپ واقف ہیں؟

جواب: ہاں میں محمدیوں کے مختلف مذہبی خیالات سے واقف ہوں۔

سوال ۷۔ ڈاکٹر کلارک مرجائیں تو کیا مرزا کا اس سے فائدہ ہوگا؟

جواب: بے شک ۔ ڈاکٹر کلارک مر جائیں تو بے شک مرزا کا اس سے فائدہ ہوگا۔ اس سے مرزا کی کرامت ثابت ہوگی کیونکہ عبداللہ آتھم بعد میعاد مقررہ قادیانی فوت ہوا تو بھی مرزا نے اس کو اپنی کرامت جتایا اور انجام آتھم میں لکھ دیا ہے کہ وہ میری پیش گوئی کے مطابق فوت ہوا ہے۔

(ناظرین! اس جواب میں لفظ کرامت مثل میں موجود ہے (جس کی نقل حسب ضابطہ سرکاری اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے) قادیانی کے نائب نے اپنی جنگ مقدس کے نمبر۳ میں میرے اظہارات کو چھاپا تو اس میں لفظ کرامت کو شراکت بنالیا۔ باوجودیکہ اسی پرچہ نمبر۳ میں سوال نمبر۲۰ کے جواب میں اس نے میرا صریح یہ قول نقل کیا ہے کہ میں مرزا کو لیکھ رام کا قاتل نہیں کہتا اور نہ اس کی سازش کا قائل ہوں، صرف نشان دہی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہوں، اس احمق نائب قادیانی کو یہ خیال نہ آیا کہ وہاں تو میں نے دعوی سازش کی نفی اس گواہ سے نقل کی ہے پھر یہاں کرامت کا شراکت بنالینا کیا فائدہ دے گا۔ اور مثل مشہور دروغ گورا حافظہ نباشد کو اپنے اوپر صادق کر کے دکھا دیا)۔

سوال ۔۸ ۔ آپ ڈاکٹر کلارک کو ملے تھے یا نہیں؟

جواب: ۱۸۹۵ء میں ڈاکٹر کلارک کو ملا تھا اس کے بعد کبھی نہیں ملا، بلکہ مجھے ان سے شکائت اور رنج ہے کہ ایک خاص امر کے واسطے ان کو ۱۸۹۵ء میں ملا تھا اور انہوں نے میری ہمدردی نہ کی۔ اس کے ثبوت پر میرے پاس چٹھیات موجود ہیں جن کو میں عدالت میں پیش کرسکتا ہوں۔

سوال ۹ ۔ آپ کے بھائی ان سے ملے؟

جواب: میرے علم میں وہ بھی اس کو نہیں ملے۔

سوال ۱۰ ۔ لیکھ رام کے قتل کی بابت آپ کا کیا خیال ہے۔

جواب: اس بات میں بھی میں نے ۸۰ صفحہ کا ایک آرٹیکل لکھا ہے جو رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ نمبر ایک تا تین میں درج ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لیکھ رام کے قتل کی نشان دہی کا مرزا قادیانی ذمہ دار ہے کیونکہ وہ بقول خود اللہ تعالی کو سو دفعہ بلاتا ہے تو خدا اسکا جواب دیتا ہے۔ پھر وہ خدا سے کیوں پوچھ نہیں دیتا کہ لیکھ رام کا قاتل کون ہے۔

سوال ۱۱: ڈاکٹر کلارک کے حق میں مرزا نے سوائے اس پیش گوئی کے جو انجام آتھم کے صفحہ ۶۲ میں کی ہے، کوئی اور پیش گوئی بھی ہے۔

جواب: اس مضمون کی اور پیش گوئی نہیں کی۔ ہاں ایک اور مضمون کی پیش گوئی ڈاکٹر کلارک کی نسبت بشمول دیگر عیسائیوں کے کی ہے۔ (مگر عدالت نے اس کی طرف توجہ نہ کی نہ ڈاکٹر کلارک نے اس کو سنا، لہذا پیش گوئی درج اظہارات نہ ہوئی)۔

ذیل میں وہ سوالات اور ان کے جوابات درج ہوتے ہیں جو ہمارے دوست مولوی فضل الدین پلیڈر نے قادیانی دجال والا مذہب کی تائید کی غرض سے خاکسار پر کئے تھے۔

سوال ۱۲: بلحاظ مذہب آپ کون ہیں ؟

جواب : میں سنی اہل حدیث ہوں۔

سوال ۱۳: کیا ان لوگوں میں سے جن کو پہلے وہابی کہا جاتا ہے؟

جواب : ہاں جن کو پہلے غلطی سے وہابی کہا جاتا تھا۔

سوال ۱۴: وہابیوں کے برخلاف دیگر مذاہب کے مسلمان حنفی شیعہ وغیرہ ہیں یا نہیں؟

اس سوال پر میں نے اپنے دوست پلیڈر صاحب کو کہا کہ آپ کو جس حالت میں پہلے سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو غلطی سے وہابی کہا جاتا تھا وہ اہل حدیث ہیں، تو پھر آپ نے اس لفظ وہابی کو جو دل آزار سمجھا گیا ہے اور گورنمنٹ نے اس لفظ کو دل آزار تسلیم کر کے سرکاری کاغذات میں اس کے استعمال کی ممانعت کر دی ہے، دوبارہ کیوں بولا، آئندہ آپ یہ لفظ بولیں گے تو (صاحب مجسٹریٹ سنتے ہیں) میں آپ پر نالش کر دونگا۔ میرے اس قول کی تائید میں مجسٹریٹ نے بھی ان کو اس لفظ کے استعمال سے منع کیا، تو آپ نے سوال کو بدل کر یہ سوال کیا کہ اہل حدیث کے برخلاف دیگر مذاہب کے مسلمان شیعہ وحنفی وغیرہ ہیں یا نہیں۔ ۔ پھر بھی عدالت نے اس سوال کو نامنظور کیا اور مجھ سے جواب کا مطالبہ نہ کیا۔

(اس مقام میں ہم اپنے دوست پلیڈر صاحب کو دوستانہ نصیحت کرنے اور اس کی طرف ان کو توجہ دلانے کی غرض سے یہ کہنا ضروری جانتے ہیں کہ پلیڈر صاحب کو جب کبھی خوش قسمتی سے کسی مقدمہ میں اہل حدیث کے مقابلہ کا موقعہ ملتا ہے تو آپ بڑے شوق وذوق سے حنفیت کا جوش دکھانے کے لئے اہل حدیث کو وہابی کے لفظ سے یاد فرمایا کرتے ہیں چنانچہ انارکلی لاہور کے مقدمہ مسجد متعلق جھگڑوں کے وقت بھی بار بار یہی لفظ آپ کے دہان مبارک سے نکلتا تھا باوجود یکہ وہ بھی آفیشل موقع تھا، نہ پرائیویٹ۔ اس موقع پر وکیل صاحب کے اہل حدیث کو وہابی کہنے پر خاکساران اور کل اعیان اہل حدیث کو کمال رنج پہنچا اور ان کی دل آزاری ہوئی جس پر بعض احباب نے ہم کو استغاثہ کی رغبت دلائی مگر ہم کو یہ شعر یاد آیا جس نے استغاثہ سے روک دیا تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی۔ لہذا ہم نے بجائے اس کے کہ عدالت کی طرف رجوع کریں وکیل صاحب کی اس دل آزاری اور رنج دہی کا اپیل ان ہی کے سامنے پیش کرنا، اور دوستانہ ریمارک کے ذریعہ آئندہ ان کو اس لفظ کے استعمال سے رک جانے کی سفارش کرنا مناسب اور کافی سمجھا۔ وکیل صاحب سے امید ہے کہ وہ آئندہ کسی آفیشیل کاروائی میں اہل حدیث کو اس دل آزار لفظ وہا

بی سے یاد نہ فرمائیں گے۔ گورنمنٹ کے قانون واحکام کی تعمیل وتعظیم وکیلوں سے زیادہ ہونی چاہیے۔ وکیل ہی اس کا خلاف کریں گے تو اوروں سے اس کی تعمیل کیونکر ہوگی وکیل صاحب کو معلوم ہے کہ گورنمنٹ نے استعمال وہابی بحق اہل حدیث دل آزار سمجھ کر حکماً بند کر دیا ہے)

سوال ۱۵: خون کے پیاسے ہونے سے آپ کی کیا مراد ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب پہلے ادا ہو چکا۔

سوال ۱۶: براہین احمدیہ پر ریویو آپ کی تصنیف ہے اور اس میں ص ۱۷۰ تا ۱۸۸ کی عبارت جس پر حرف ٹی کا نشان ہے آپ کی عبارت ہے (یعنی جس میں مرزا غلام احمد کی طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن کیا گیا ہے، اور مرزا کے والد نے غدر میں سرکار انگریزی کو مدد دی تھی)۔

جواب: بے شک براہین احمدیہ پر ریویو میں نے لکھا اور اس کی عبارت زیر نشان حرف ٹی میری عبارت ہے۔ مگر میرا یہ خیال مرزا کی نسبت اس وقت تھا جب کہ اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ نہ کیا تھا۔ اور جب سے یہ مہدی بن گیا ہے میرا خیال ان کی نسبت اچھا نہیں رہا جس کو میں اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر۳ جلد ۱۸ میں، اور اس سے پہلے بارہا ظاہر کر چکا ہوں۔ پھر میں نے اپنے رسالہ مذکور اور اس کی عبارت کا جس میں میں نے خیال مذکور ظاہر کیا ہے حوالہ ونشان دیا اور وہ رسالہ شامل مثل کیا گیا۔(مگر وکیل صاحب نے قادیانی کو گورنمنٹ کی مخالفت سے بری کرنے کی غرض سے میری اس تشریح کے جواب میں فرمایا کہ ہم نے اس تشریح کا سوال نہیں کیا۔ اور اس وجہ سے میری وہ تشریح درج اظہارات نہیں ہوئی)۔

سوال ۱۷۔ مرزا کی نسبت آپ نے کفر کا فتویٰ (جو جلد ۱۳۔ اشاعۃ السنہ میں درج ہے) اور اس پر حرف یو کا نشان ہے، لکھا ہے؟

جواب: وہ فتویٰ علمائے پنجاب وہندوستان کا ہے۔ میں صرف اس کا جمع کرنے والا اور رسالہ کا اڈیٹر ہوں اور میں خود بھی مرزا کو مسلمان نہیں جانتا، دہریہ سمجھتا ہوں۔

سوال ۱۸: مولوی غلام قادر حنفی آپ کو فتنہ انگیز اور اہل حدیث کو کافر نہیں کہتے؟

جواب: مولوی غلام قادر مجھے فتنہ انگیز اور اہل حدیث کو کافر نہیں کہتے۔ وہ جب بھی مجھے ملتے ہیں محبت سے ملتے ہیں سلام ومصافحہ کرتے ہیں۔

سوال ۱۹: آپ لوگوں کی تحریرات اور تعلیمات کی وجہ سے لوگوں میں تنازعات برپا نہیں ہوتے؟

جواب: تنازعات ہوتے ہیں مگر ایسے نہیں جن سے خون ہو۔ عدالت میں مقدمات بھی ہوتے ہیں مگر فروعی اور جزئی اختلافات کی وجہ سے، نہ اختلاف اصول مذہب کی وجہ سے جس سے ایک

دوسرے کا جانی دشمن ہو جاتا ہے۔

سوال ۲۰: آپ نے سلطان روم کی تائید میں کوئی کتاب لکھی ہے اور کیا مرزا نے سلطان روم کے برخلاف لکھا ہے؟

جواب: میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی بلکہ ایک آرٹیکل لکھا ہے جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ میں چھپا ہے ۔

(وہ یہ ہے: امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سلطان المعظم کی ہمدردی کا مشورہ: ایک مدت سے (جب سے کہ آرمینیا، کریٹ، وغیرہ کا ہنگامہ برپا ہوا ہے) انگریزی اخبارات ولایت نے حضرت سلطان المعظم کی عالی جناب کی نسبت بے باکی اور دریدہ دہنی سے بدگوئی اختیار کی ہوئی ہے اور یہ امر نہ صرف مسلمانوں کی دل آزاری اور رنجش کا موجب ہے بلکہ سلطنت برطانیہ کے لئے بھی محل خوف واندیشہ ہے کیونکہ اس سے مسلمانان رعایا برٹش گورنمنٹ کے دلوں میں .. یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس بدگوئی میں برٹش گورنمنٹ خوش ہے تب ہی ان اخبار نویسوں کو جو اس کے ماتحت ہیں، اس بدگوئی سے منع نہیں کرتی ۔اس خیال سے ان کے دلوں میں گورنمنٹ کی اطاعت اور جان نثاری ...میں کمی پیدا ہونے کا احتمال ہے اور بعض اوقات مسلمانوں کی قلم یا زبان سے ایسے الفاظ بھی نکل جاتے ہیں جن سے رنجش کی بو آتی ہے ۔ وازآنجا کہ ہم کو اولاً اپنے دین و مذہب اسلام سے کمال ہمدردی ہے اور اس کی نظر سے حضرت سلطان المعظم سے، پھر برٹش گورنمنٹ سے ہمدردی ہے اور بلحاظ پولیٹکل تعلقات کے اس سلطنت کے والی سے ہم دردی ہے۔لہذا ہم اپنے برادران اعیان اہل اسلام کو اور ان کی پبلک کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ حضرت سلطان المعظم کی ہمدردی کے جلسے کریں اور اس مضمون کے ریزولیوشن پاس کریں کہ وہ قومی حمیت کے ساتھ اپنی گورنمنٹ کے حضور میں اس مضمون کے میموریل روانہ کریں کہ حضرت سلطان معظم کو کل طبقات مذہب اسلامیہ بلحاظ مذہب اپنا خلیفہ جانتے ہیں اور اس وجہ سے ان کی توہین کو اپنے مذہب اسلام کی توہین سمجھتے ہیں ۔گورنمنٹ ان اخباروں کو اس بدگوئی وتوہین سے روک دے اور اپنی مسلمان رعایا کے رنج رسیدہ دل کو خوش کرے، اور ان کے رنج وملال کی تلافی کرے ..... اور اپنی اس ارادت وعقیدت کی اطلاع حضرت سلطان المعظم کو بھی بذریعہ ایک جمہوری یاداشت سے دیں ۔

بعض انگریزی اخباروں نے اور ان کی تقلید سے مسلمان مگر ناواقف ونادان اخبار نویسوں نے جو لکھ دیا ہے کہ حضرت سلطان المعظم کو بعضے اسلامی فرقے اپنا خلیفہ نہیں سمجھتے یہ ان کی غلطی ہے جو غلط فہمی پر مبنی ہے شائد سب سے اشاعۃ السنہ کی جلد ششم وغیرہ میں یہ مسئلہ تو بیان ہوا ہے کہ حضرت سلطان المعظم خلیفہ نہیں کیونکہ خلیفہ کا قریش سے ہونا ضروری ہے اور آپ ترک ہیں قریش نہیں مگر اس مسئلہ کے یہ معنی نہیں ہیں حضرت سلطان المعظم بلحاظ مذہب بھی مسلمانوں کے خلیفہ نہیں بلکہ اسکے معنی تو اسی جلد میں یہ بتائے گئے ہیں کہ وہ پولیٹکل تعلقات اور ملکی امور میں مسلمانان ہند کے خلیفہ نہیں، یہ تعلق مسلمانان ہند کو برٹش گورنمنٹ سے ہے ۔

پس اگر ان اخبار نویسوں نے اشاعۃ السنہ کے اس مسئلہ سے دھوکہ کھایا اور سمجھ لیا تھا کہ حضرت سلطان المعظم مسلمانوں کے مذہبی خلیفہ نہیں ہیں تو وہ اس خیال کو واپس لیں اور یقین کر لیں کہ اشاعۃ السنہ حضرت سلطان المعظم کو بلحاظ مذہب اپنا ویسا ہی خلیفہ جانتا ہے جیسے کہ عرب اور ترکی میں وہ خلیفہ تسلیم کئے جاتے ہیں، گو پولیٹکل طور پر وہ ہندوستانیوں کے خلیفہ نہیں ہیں۔

اس معنی کی مزید تشریح ہم عنقریب ایک مستقل مضمون لکھ کر کریں گے انشاء اللہ تعالی۔ بالفعل ہم اس قدر لکھنا چاہتے ہیں کہ.......... اس خلافت کے مذہبی حصہ کی نظر سے ہر ایک ملک کے مسلمانوں کو ان سلطنتوں (ترکی افغانستان وغیرہ) کے والیوں سے تعلق ہے اور ان کی ہمدردی واجب ہے ان سب میں سے بڑھ کر حضرت سلطان المعظم ہیں جو کہ روئے زمین کے مسلمانوں کے متبرک معابد و مزارات اور ان کے شعائر مذہبی حج وعمرہ کے محافظ ہیں۔ ان سب امور کی نظر سے کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ ان کو اپنا خلیفہ وامیر وسردار نہ سمجھتا ہو)

اور مرزا نے سلطان روم کے برخلاف ایک اشتہار لکھا ہے جو، حسین کامی سفیر سلطان روم، کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ وہ اشتہار اس وقت پڑھا گیا اور عدالت کو جتایا گیا کہ مرزا سلطان کے مخالف ہے اور خاکسار موافق۔

(اس سوال سے اگر پلیڈر نے عدالت کو یہ جتانا چاہا ہے کہ یہ گواہ سلطان روم کا موافق ہے اور مرزا ان کا مخالف ہے اس وجہ سے مرزا کو لائل اور اس گواہ کو ڈس لائل (غیر وفادار) سمجھ کر مرزا کے حق میں اس کی شہادت قبول نہ کرنی چاہیے تو یہ امر دوستانہ شکایت اور کمال افسوس کا موجب ہے اور اس صورت میں تعجب سے کہا جا سکتا ہے کہ اس سوال میں پلیڈر صاحب نے اپنی حنفیت چھوڑ، اسلام کا بھی پاس نہ کیا اور سلطان روم کی ہمدردی کو ڈس لائلٹی ٹھہرا دیا اور فرط حمیت قادیانی نے ان سے اپنی اس ہمدردی سلطان المعظم کو بھلا دیا جو جلسہ عام اہل اسلام یکم جون ۱۸۹۷ء میں ان سے سرزد ہوئی تھی جس کا ذکر اخبار چودھویں صدی کے پرچہ ۲۳ جون ۱۸۹۷ء میں ہے جس کی نقل یہ ہے:

روئداد جلسہ ہمدردی سلطنت روم منعقدہ لاہور: یکم جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار، جنگ روم و یونان کے متعلق مسلمانوں کو مژدہ، کے عنوان سے منشی محمد ضیاء الدین خان صاحب ..محمڈن ایجوکیشنل کلب لاہور کی طرف سے شائع ہوا اور اسی روز شام کو ٦ بجے ...قریباً دو ہزار مسلمان ..جمع ہوئے جس میں اکثر رؤسائے عمائد اور علماء وفضلاء اور بیرسٹر و وکلاء وغیرہ بھی شریک تھے۔ ٦ بجے کاروائی جلسہ شروع ہوئی۔ پہلے مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے وعظ فرمایا اس کے بعد. بیرسٹر کی تحریک اور منشی محرم علی چشتی کی تائید. سے. مولوی محمد فضل الدین پلیڈر و میونسپل کمشنر لاہور پریذیڈنٹ قرار پائے۔ مولوی صاحب موصوف نے ایک مختصر اور جامع تقریر میں اس عقیدت ومحبت کا جو کل مسلمانوں کو اعلی حضرت سلطان المعظم کے ساتھ ہے ذکر کیا اور مختصر طور پر جنگ کے واقعات بیان کئے اور

مولوی صاحب ممدوح نے ترکوں کے اس شفقت آمیز اور نیک سلوک کا جن کی تعلیم اسلام نے دی ہے اور جو انہوں نے ہزیمت خوردہ اور مفتوح یونانیوں سے کیا ہے، خاص طور پر ذکر فرمایا اور بڑے زور سے فرمایا کہ ہم کو اپنی مہربان گورنمنٹ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہیے جس نے اپنی مہربانی سے ہمیں ایسی آزادی دی ہے کہ ہم اپنے مذہبی اور قومی فرائض کو بہ آزادی تمام انجام دے سکتے ہیں اور جس کی وجہ سے آج ہم اپنے خلیفہ وقت کی فتح پر اظہار مسرت کے واسطے جمع ہوئے ہیں۔

مولوی صاحب نے اپنی فاضلانہ تقریر میں ان نوجوانوں کا خاص طور پر ذکر کیا جنہوں نے اس جلسہ کا اشتہار وغیرہ دیا اور انتظام کیا ہے اور فرمایا کہ چونکہ وقت بہت کم ہے اسلئے جو صاحب ریزولیوشن پیش کریں یا تائید کریں وہ اپنی تقریر میں بہت اختصار کو ملحوظ رکھیں۔ اس کے بعد مولوی صاحب بیٹھ گئے اور مفصلہ ذیل ریزولیوشن پاس ہوئے۔ اخیر پر ۳۱ گولے آتش بازی کے چلائے گئے اور شاہ ایران جو بیمار ہیں ان کی صحت وتندرستی کے واسطے دعا کی گئی۔ آخر پر تین چیئرز حضرت سلطان المعظم کے واسطے دیئے گئے اور تین حضور قیصرہ ہند کے واسے اور جلسہ برخاست ہوا۔ ریزولیوشن اول: پیش کیا منشی محرم علی چشتی نے تائید کی منشی شمس الدین شائق مالک شمس الہند واڈیٹر اینگلو ورنیکولر پیپر نے: یہ جلسہ مسلمانان پنجاب کی طرف سے اعلیٰ حضرت خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید خان ثانی کے ساتھ اس جنگ کے متعلق دلی ہمدردی ظاہر کرتا ہے جو اعلیٰ حضرت کو یونان کی زیادتی کے باعث مجبوراً کرنا پڑا۔ اور جو دلی عقیدت ومحبت وارادت مسلمانوں کو اعلیٰ حضرت خلیفۃ المسلمین کے ساتھ ہے اس کے لحاظ سے اس نمایاں فتح ونصرت پر صدق دل سے مبارکباد عرض کرتا ہے جو حضور ممدوح کو یونانیوں کے مقابل حاصل ہوئی ہے اور یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ اس مضمون کی مبارک باد حضرت سلطان المعظم کی خدمت میں بھیجی جائے۔ دوسرا ریزولیوشن پیش کیا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب اڈیٹر اشاعۃ السنہ نے اور تائید کی مولوی تاج الدین احمد مختار عدالت سکرٹری انجمن ...لاہور، نیز منشی محمد حفیظ نے۔ یہ جلسہ حضرت سلطان المعظم کی اس کاروائی کو نہایت قابل تحسین سمجھتا ہے کہ اس نے یونانیوں کے وحشیانہ سلوک کے انہوں نے حسب الحکم حضور ... یونانی ہزیمت خوردہ افواج اور قیدیوں، مفتوح شہروں کے باشندوں پوری پوری اسلامی احکام کے مطابق نرمی اور شفقت سے سلوک کیا اور اس طرح اسلام کی خوبیوں کا ایک زندہ نمونہ غیر اسلامی اقوام کے سامنے پیش کیا۔ تیسرا ریزولیوشن منشی محمد شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے پیش کیا اور شیخ الٰہی بخش نے تائید کی چوتھا ریزولیوشن منشی عبدالرشید چشتی نے پیش کیا اور منشی اعجاز حسین بی اے نے تائید کی۔

مذکورہ بالا روداد کے باوصف پلیڈر کو یہ خیال نہ آیا کہ حضرت سلطان روم کی ہم دردی برٹش گورنمنٹ کی ڈس لائلٹی کیونکر ہوسکتی ہے۔ جس حالت میں ہم ازخود بدولت یہ ہمدردی ایک جلسہ عام میں ظاہر کرچکے ہیں اور وہ اخباروں میں شائع ہوچکی ہے۔ کیا اس سوال کے وقت موکلانہ حمایت یا کسی کثیر فیس نے پلیڈر صاحب کا دلی خیال

اور کانشنس ان سے چھین لیا اور اس بیت کا مصداق بنا دیا:

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد   صد حجاب اندل بسوئے دیدہ شد

یا اس سوال سے ان کی غرض کوئی اور ہے)

سوال ۲۱۔ لیکھ رام کے قتل کی بابت جو کچھ آپ نے کہا ہے کہاں سے اخذ کیا ہے؟

جواب: لیکھ رام کے قتل کی بابت جو کچھ میں نے کہا ہے وہ میں نے مرزا کی تحریروں سے اخذ کیا ہے میں مرزا کو لیکھ رام کا قاتل نہیں کہتا اس کی سازش کا مدعی نہیں، وہ نشان دہی کا ذمہ دار ہے (چنانچہ ایک پہلے سوال کے جواب میں کہا گیا)

سوال ۲۲۔ مرزا کے مریدوں کی تعداد کس قدر ہے۔

جواب: اس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مرید و پیروان کی تعداد بموجب ایک فہرست کے تین سو تیرہ ہے ایک تحریر میں ۳۲۷۔

سوال ۲۳۔ سوائے ان مریدوں کے تمام مسلمان لوگ ہندوستان میں مرزا کے برخلاف ہیں تو یہ ان کو کیوں کر کاٹ سکتے ہیں؟

(اس سوال کو عدالت نے نامنظور کیا۔ تاہم میں نے اس وقت یہ جواب دیا کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ وہ کاٹ سکتے ہیں، صرف یہ کہا ہے کہ وہ کاٹنے کو جائز رکھتے ہیں۔ کاٹنا اس وقت ہوسکتا ہے جب جمیعت وشوکت ہو۔ یہ جواب اس لئے اظہارات میں درج نہیں ہوا کہ وہ سوال غیر متعلق سمجھ کر عدالت نے رد کر دیا تھا)۔

سوال ۲۴۔ عبدالحمید کو آپ نے دیکھا؟

جواب: میں نے ۸ (یا ۹) اگست کو اس کو ایک عیسائی کے ساتھ دیکھا تھا اس سے میری بات چیت کوئی نہیں ہوئی۔

سوال ۲۵۔ ڈاکٹر کلارک کے مرنے سے مرزا کو فائدہ ہوگا؟

جواب: ڈاکٹر کلارک کے متعلق مرزا کی پیش گوئی ہو یا نہ ہو مرزا اس سے فائدہ اٹھائے گا کہ یہ میرا مخالف تھا اس لئے فوت ہوگیا جیسا کہ عبداللہ آتھم کے مرجانے کا فائدہ اٹھایا تھا باوجودیکہ وہ اس کی میعاد مقررہ کے بعد فوت ہوا۔ ایسا ہی وہ میرے مرجانے سے فائدہ اٹھائیگا اور اپنی کرامت بنالیگا

سوال ۲۶۔ کیا آپ عیسائی مذہب کے برخلاف ہیں۔

جواب: میں عیسائی مذہب کے برخلاف ہوں، مگر نہ ایسا کہ صرف مخالفت مذہبی کی وجہ سے ان کو کاٹ ڈالنے کا فتوی دوں یا ان کی جان و مال کو تلف کرنے کو تجویز کروں۔ بلکہ میں اس مخالفت کی

وجہ سے ان کے خیالات کو رد کرتا ہوں اور کرونگا ان کو وعظ کے ذریعہ سے فہمائش کرونگا خواہ سو برس تک مخالف رہیں۔

(پلیڈر صاحب نے اس سوال سے اگر عیسائی مذہب کی مخالفت کو بھی ایک عیب موجب جرح ٹھہرا کر عیسائی مجسٹریٹ کو یہ جتانا چاہے کہ یہ شخص تمہارے مذہب کا مخالف ہے، اس کی شہادت کو وقعت نہ دینی چاہیے تو اس میں اپنے کانشنس و اسلام اور اپنے خدا دادا یمان کو، جو وہ رکھتے ہیں، خلاف کیا اور یہ نہ سوچا کہ میں تو بھی عیسائی مذہب کا مخالف ہوں اور میرے مذہب حنفی کے کل اشخاص عوام وخواص عیسائی مذہب کے مخالف ہیں۔ پھر میں عیسائیت کی مخالفت کو عیب کیوں ٹھہراتا ہوں۔ اور اگر اس سوال سے وکیل صاحب کی کوئی اور غرض ہے تو اس کو بیان کر کے ہم کو ممنون کریں اور اس احتمال اول الذکر کو دور کریں جو ظاہر اس کے سوال سے پیدا ہوتا ہے)۔

☆ اور منجملہ ان مسلمانوں کے جو مجبورانہ کشش سے اس مقدمہ میں بحیثیت گواہ شامل ہوگئے ہیں دوسرے شخص بھی وکیل صاحب ہیں جن کو ان کے پیشہ وکالت اور غالباً فیس نے یا کسی اور وجہ نے مجبور کیا کہ وہ اس لا مذہب کے وکیل و حامی بن گئے ورنہ ان کا مذہب حنفی اس وکالت و حمایت کی اجازت نہ دیتا تھا۔ پلیڈر صاحب کی اس وکالت سے بہت سے مسلمان ناراض اور شاکی ہوئے اور اب تک ہیں جن کے خیالات کا اظہار اخبار جعفر زٹلی لاہور ۲۸ ستمبر ۱۸۹۷ء میں ہوا ہے چنانچہ اس میں لکھا ہے:

> اخیر میں ہم اپنے معزز دوست مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر سے دوستانہ گلہ کرنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے کیوں ایسے ملعون کی پیروی کی جس حالت میں کہ وہ خود اس کے خیالات کے مخالف اور پکے مسلمان ہیں ہم نے مانا کہ ان کا پیشہ ہی ایسا ہے کہ بعض اوقات انہیں مسلمانوں کے مخالف اور غیر اہل اسلام کی طرف سے عدالت میں پیش ہونا پڑتا ہے لیکن وہ اور معاملہ ہے اور وہ دنیا کے لوگ کہلاتے ہیں اور اسلام سے دشمنی نہیں رکھتے اور نہ وہ مقدمات مذہبی ہوتے ہیں۔ گو یہ مقدمہ بھی مذہبی مقدمہ نہ تھا لیکن ایک دشمن اسلام کا مقدمہ ضرور تھا اس واسطے مولوی صاحب کو ایسے آدمی سے جیسا کہ ہمیں یقین ہے کوئی دلی ہمدردی نہیں ہم بہت خوش ہوتے اگر مولوی صاحب اپنے فائدہ کو چھوڑ کر ایک مخرب اسلام کو بچانے کی کوشش نہ کرتے۔

ان لوگوں کی ناراضی کی ایک وجہ تو یہی ہے جو اخبار زٹلی لاہور میں بیان ہوئی ہے کہ وہ مسلمان پھر سنی حنفی ہو کر کیوں اس مرتد کے حامی اور وکیل بنے۔ دوسری وجہ وکیل صاحب کی وہ باتیں

جو انکے اس خیال و اعتقاد کے مخالف اور حق کے برخلاف اس دجال کی حمایت میں ان کی زبان سے نکلے ہیں جن کی تشریح بضمن بعض سوالات بالا ہو چکی ہے۔

وکالت کا جبر نقصان تو اب ممکن نہیں ہاں ان باتوں سے جو اختلاف پیدا ہوا اور مسلمانوں کو رنج پہنچا ہے اس کا جبر و کفارہ ممکن ہے (اگر وکیل صاحب توجہ کریں) اور وہ یوں ہو سکتا ہے کہ وکیل صاحب اب اسلامی اخباروں میں مشتہر کر دیں کہ

۱۔ بے شک عبارت آئینہ کمالات سے قادیانی کا خوفناک ہونا ثابت ہوتا ہے۔اور

۲۔ ہندوستان کے اہل حدیث، وہابی نہیں ہیں۔اور

۳۔ حضرت سلطان روم کی ہمدردی برٹش گورنمنٹ کی لائلٹی کے مخالف نہیں۔ یہ ہمدردی ہم خود کر چکے ہیں۔اور

۴۔ عیسائی مذہب سے ہم کو اور کل اشخاص مسلمانوں کو مخالفت ہے مگر اس مخالفت کا کوئی خوفناک نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا۔خوفناک نتیجہ اسی مخالفت کا ہے جو قادیانی کو اپنے مخالفین سے ہے جس پر اس نے مخالفین کا کاٹا جانا اور ان کے جان و مال کو تلف کرنا تجویز کیا ہوا ہے۔

اور منجملہ ان مسلمانوں کے جو اس مقدمہ کی وجہ سے کشمکش میں مبتلا ہو گئے ہیں اکثر عوام ہیں جو نہ اسلام کے اصول و مسائل سے واقف ہیں اور نہ قادیانی کے خیالات و مقالات پر اطلاع رکھتے ہیں وہ اپنی اسی ناواقفی کی وجہ سے کبھی تو قادیانی کو ایک مسلمان سمجھ کر اور اس کے مقابل فریق کو عیسائی سمجھ کر ہماری شہادت پر اپنا افسوس اور رنج ظاہر کرتے ہیں اور کبھی ہمارے خادم الاسلام اور خیر خواہ اہل اسلام ہونے کے اعتقاد و خیال سے ہمارے فعل کے حامی اور مصدق ہو جاتے ہیں۔ ان حضرات کے رفع تذبذب اور تردد کی غرض سے ہم اس قدر کہنا ضروری جانتے ہیں کہ اول تو خاکسار اس شہادت کے لئے اختیار سے عدالت میں نہیں پہنچا۔ بلکہ عدالت کے اجبار سے جو درحقیقت قادیانی کی طرف سے ہوا تھا (چنانچہ اوپر بیان ہو چکا ہے)، پیش ہوا تھا۔اور اگر میں اپنے ارادہ اور اختیار سے پیش ہوتا تو بھی محل اعتراض نہ تھا کیونکہ قادیانی گو بظاہر مدعی اسلام ہے مگر درحقیقت وہ منکر اسلام و لا مذہب و زندیق ہے جس کے کفر و ارتداد پر جمہور علمائے پنجاب و ہندوستان کا اتفاق ہو چکا ہے چنانچہ فتوی مندرجہ جلد ۱۳، اشاعۃ السنہ اس پر شاہد ہے۔اس فتوی میں اس کے کفر و ارتداد کی وجوہات کافی و مفصل بیان ہوئی ہیں۔ حضرات معترضین و مترددین ان وجوہات کو ملاحظہ فرمائیں تو یقین کریں گے اور ایمان لاویں گے کہ یہ شخص مسلمان نہیں ہے بلکہ مرتد و لا مذہب ہے

جس کا ضرر بھی بحق اسلام ان مخالفین اسلام سے بڑھ کر ہے جو علانیہ مخالفت اسلام کے مدعی ہیں۔

اس مقام میں ہم اس فتویٰ کی طرف ناظرین کی توجہ دلانے کی غرض سے بطور مشتے نمونہ خرواراند کسے از بسیار اس کی بعض وجوہات کفر بیان کرتے ہیں:

۱۔ یہ زندیق و مرتد اپنے ازالہ اوہام میں نبوت و رسالت کا مدعی کا اور صاف لکھ چکا ہے کہ جس احمد رسول کی بشارت انجیل میں آئی ہے وہ میں ہوں، جو صرف احمد ہوں، نہ محمد رسول اللہ ﷺ جو احمد ہونے کے ساتھ محمد بھی کہلاتے ہیں۔

۲۔ اور یہ زندیق و مرتد اپنے ازالہ اوہام میں یہ کفر بکتا ہے کہ آنخضرت ﷺ، دجال وخر دجال، و دابۃ الارض وابن مریم و یاجوج ماجوج کی حقیقت کما حقہ نہیں جانتے تھے، جو میں جانتا اور بیان کر چکا ہوں۔

۳۔ اور یہ زندیق ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵ و ۷ میں حضرت مسیح کے حق میں یہ الفاظ لکھ چکا ہے کہ ان کی تین نانیاں اور دادیاں کسبیاں تھیں۔ اور وہ جھوٹ بولتے تھے اور لوگوں کو گالیاں دیا کرتے تھے

۴۔ اور یہ زندیق اپنے ازالہ میں یہ کفر بک چکا ہے کہ ابن مریم کے مشہورہ معجزات مردوں کو زندہ کرنا اور مٹی سے جانور بنانا وغیرہ مسمریزم کا عمل تھا میں اس فعل کو مکروہ و قابل نفرت نہ سمجھتا تو اس فعل میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ وعلیٰ ہذا القیاس

اس کی ان باتوں کو سن کر اور اس کی ناپاک تصانیف میں ان کو ملاحظہ فرما کر ہر ایک مسلمان جو قرآن اور پہلی کتابوں پر اور آنخضرت ﷺ اور پہلے انبیاء پر یقین و ایمان رکھتا ہو، یقین کرے گا کہ یہ مرتد انبیاءؑ کی سخت توہین کرنے والا ہے اور آنخضرت ﷺ پر رسالت ختم ہونے کا منکر ہے۔ اس کی ان باتوں کو سننے اور اسکی کتابوں میں دیکھ لینے کے بعد اس کو مسلمان سمجھنے والا خود مسلمان نہیں رہتا۔ اور یہ دجال اسلام کو ضرر پہنچانے میں یہودیوں نصرانیوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ کھلے دشمن اسلام ہیں جن کے ضرر سے ہر مسلمان بچ سکتا ہے اور یہ چھپا دشمن اسلام ہے جس کے ضرر سے بچنا ناواقف مسلمانوں کے لئے سخت دشوار ہے۔ چنانچہ آیت

انّه یرا کم هو و قبیله من حیث لاترو نهم ۔(اعراف۔ ع ۳)، قال مالک بن دینار ان عدواً یرا ك و لا تراه لشدید المؤنتة الّا من عصم اللّه ۔(معالم التنزیل)

کہ شیطان اور اس کی جماعت تم کو وہاں سے دیکھ رہے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے۔ مالک بن دینار نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جو دشمن دیکھے، اور تم اس کو نہ دیکھو، اس سے بچنا

نہایت مشکل ہے۔

اور منجملہ ان مسلمانوں کے جو اس مقدمہ کے سبب کشمکش میں پڑے ہیں وہ لوگ بھی ہیں جو خاکسار کی شہادت کے متعلق دجال قادیانی کی مشہور کردہ یہ باتیں کہ اس کو عدالت میں کرسی نہیں ملی، اور پھر وہ خود بخود کرسی پر جا بیٹھا، تو پولیس نے کرسی چھین لی، پھر وہ کسی کی چادر لے کر اس پر بیٹھ گیا، تو وہ بھی چادر والے نے اس کے نیچے سے کھینچ اور نکال لی، اور عدالت میں اس کی توہین ہوئی، اس سے قادیانی کی وہ پیش گوئی صادق ہوئی جو اس کے حق میں قادیانی نے کی تھی انی مھین من اراد اھا نتک وغیرہ سن کر تذبذب اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں اور اب تک بذریعہ چھٹیات و زبانی سوالات خاکسار سے اس کی اصلیت وکیفیت پوچھ رہے ہیں۔

ان حضرات کے رفع تردد و کشمکش کے لئے خاکسار یہ بیان کرنا ضروری جانتا ہے کہ یہ سب بہتانات و ہذیانات اسی قادیانی کے من گھڑت ڈھکوسلے ہیں جو اس نے پہلے اپنے نائبوں کے ذریعے پھر اپنی کتاب البریۃ میں مشتہر کرائے ہیں، جو ازسرتاپا کذب و دروغ بے فروغ ہیں۔ خدا تعالی ان باتوں کے گھڑنے والے اور ان کو شائع کرنے والوں سب پر لعنت کرتا ہے ۔ یلعنھم اللّٰہ و یلعنھم اللاعنون ۔ اور حقیقت الامر ان مفتریات کے برخلاف یہ ہے کہ جب خاکسار عدالت کے احاطہ میں پہنچا تو میں نے اپنا وزٹ کارڈ مجسٹریٹ کے پاس بھجوا دیا۔ اس وقت دوسرے شخص کے اظہار ہو رہے تھے۔ اس لئے مجسٹریٹ نے اردلی کو حکم دیا کہ ان کو باہر کے کمرے میں کرسی دے کر بٹھاؤ (یہ بات مجھے اس وقت اردلی نے بتائی تھی اور اس کے بعد ڈاکٹر کلارک کی ایک چٹھی سے بھی معلوم ہوئی اور پھر جب دسمبر ۱۸۹۷ء میں بمقام امرتسر اور اپریل ۱۸۹۸ء میں بمقام بٹالہ ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے زبانی بھی کہی)۔

جب میں عدالت میں پیش ہوا تو حسب دستور عام (جو اظہارات کے وقت ہر شخص سے خواہ وہ کیسا ہی عالی رتبہ ہو برتا جاتا ہے، وہ اظہار کے وقت کھڑے ہو کر اظہار دیتا ہے اور ایسا ہی قادیانی کو تھوڑے ہی دنوں بعد جب وہ ملتان کی عدالت میں ناظم ہند کی شہادت میں گیا تھا، پیش آیا تھا) میں نے کھڑے ہو کر اظہار لکھوایا۔ پھر جب میں اظہار سے فارغ ہوا تو پہلے کی طرح کرسی پر آ بیٹھا۔ اتنے میں نماز عصر کا وقت آ گیا تو میں نے اپنے بھائی صاحبوں سے نماز پڑھنے کے لئے فرش منگوایا۔ انہوں نے ایک شخص کا جو ان کا آشنا تھا کپڑا لے کر بھیج دیا۔ میں نے کرسی چھوڑ کر اس کپڑے پر نماز کو ادا کیا۔ بعد نماز میں اس خیال سے کہ میری کرسی کے پہلو میں حکیم نور الدین و شیخ رحمت اللہ (جو قادیانی کے پیرو ہو جانے سے پہلے ہمارے

آشنا تھے) زمین پر دری بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے ،بنظر عام اصول اخلاق کرسی چھوڑ کر اسی کپڑے پر بیٹھا رہا۔ اتنے میں وہ شخص کپڑے کا مالک آیا اور بولا کہ میں اپنی جگہ کو جانے والا ہوں اس لئے اپنا کپڑا لینا چاہتا ہوں، تو میں نے کپڑا اسکو دے دیا۔ اور پھر مجبوراً اس اخلاقی اصول کا خلاف کر کے اسی کرسی پر جا بیٹھا۔ یہ امر دجال قادیانی کی پارٹی پر جو وہاں جمع تھے بڑا شاق گذرا اور غالبًا انہوں نے پولیس کے ایک سپاہی کو بھگایا تو وہ آکر بولا کہ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس رانا صاحب آئے ہیں ان کیلئے کرسی کی حاجت ہے آپ اجازت دیں تو میں یہ کرسی ان کے واسطے لے جاؤں۔ میں نے وہ کرسی چھوڑ دی اور تھوڑی دور اسی کرسی کے متصل دوسری کرسی پڑی تھی اس پر جا بیٹھا۔ پھر میں نے یہ خیال کیا کہ غالبًا اس سپاہی نے وہ کرسی کسی مرزائی کی شرارت اور حرامزدگی سے مجھ سے لے لی ہے، وہ دوسری خودبخود چھوڑ دی اور ایک اور کپڑا منگا کر اس پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ نے سکو رخصت کر دیا۔ کرسی کا اصلی حال ہے جس کو ان بے حیاؤں نے کچھ کا کچھ بنالیا اور اپنی تحریرات کے ذریعہ جابجا مشتہر کیا۔

حضرات ناظرین میں کہیں کا جاگیردار نہیں ، بڑا مالدار نہیں، سرکاری ملازم نہیں، بلکہ ایک گوشہ نشین قومی خادم ہوں تاہم عام مسلمانوں کا خادم اور فرقہ اہل حدیث کا ریپریذنٹیٹو سمجھ کر گورنر جنرل، لفٹنٹ گورنر اور ان کے ماتحت حکام مجھے کرسی دیتے ہیں۔ اور ان کے درباروں میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو وہاں بھی کرسی ملتی ہے، پھر اگر عدالت میں بوقت اظہار مجھے کرسی نہ ملی (جو کسی کو بھی نہیں ملتی ، اور خود قادیانی کو بھی عدالت ملتان میں نہیں ملی) تو اس میں کون سی توہین ہوئی جس کو قادیانی اور اس کے اتباع اس پر نمک مرچ لگا کر اور بغلیں بجا کر شہرت دے رہے ہیں ۔

توہین تو وہ ہے جو اس غلط تشہیر کے تھوڑے ہی دنوں بعد قادیانی کو نصیب ہوئی اور:

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

کی تصدیق ہوگئی ۔ یہ قادیانی ملتان کی شہادت سے فارغ ہوکر لاہور پہنچا اور لکھی طوائف کی بیٹھک میں سنہری مسجد کے متصل ٹھہرا، اور ملا محمد بخش مہتمم اخبار جعفرزٹلی اور منشی امام الدین نے اسے اس کے کفریات پر بحث کیلئے للکارا، تو دم دبا کر بھاگ گیا اور اس کے بھاگنے پر شہر کے لڑکے اس کے پیچھے ہو لئے اور تالیاں بجاتے ، اور وہ بھاگا ، پکارتے ہوئے دہلی دروازہ سے باہر نکال کر واپس ہوئے چنانچہ پرچہ اخبار جعفرزٹلی لاہور میں کہا ہے ۔

مرزا قادیانی لاہور میں : مرزاجی دورہ کرتے ہوئے ۲۹۔ اکتوبر (۱۸۹۷ء) کو لاہور میں

پہنچے۔ سنہری مسجد کے سامنے لکھی کے مکان پر اترے۔ ہر چند میں نے ان کو مباحثہ کے لئے کہا مگر وہ اپنی کرتوتوں سے مقابلہ میں نہ آئے اور نہ کسی قسم کے مسئلہ کا جواب دے سکے۔ بات یہ ہے کہ مرزا جی زیادہ تر زبانی جمع خرچ اپنے پیٹ کے لالچ سے ہر وقت کرتے رہتے ہیں اور اپنے دعوی کے ثبوت میں تین کانے بھی نہیں رکھتے۔ غرض مرزا جی جیسے آئے تھے ویسے ہی بیک بینی و دو گوش گاڑی میں بیٹھ کر رفو چکر ہوئے۔ لاہور کے عام ہندو مسلمان تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں نے آپ سے سخت نفرت ظاہر کی اور آپ کا چہرہ دیکھنا بھی پسند نہ کیا۔ جب مرزا جی سوار ہوئے تو لڑکوں نے تالیاں پیٹیں اور یہ کہنا شروع کیا کہ: مرزا کی بو...الخ

اب ہم قادیانی اور اس کے اتباع سے جو الہام (شیطانی) انی مھین من اراد اھانتک کو بار بار پڑھتے تھے پوچھتے ہیں کہ یہ الہام کس کے حق میں ہوا تھا اور کس پر صادق آیا۔ وہ کچھ شرم و حیا کا شمہ رکھتے ہوں تو صاف الفاظ میں جواب دیں کہ وہ قادیانی کو اپنے ہی حق میں ہوا۔ اور بر طبق دست خود دہان خود اسی پر صادق آیا۔

قصہ کرسی کے متعلق قادیانی کے اشتہار ۷ مارچ ۱۸۹۸ء کا ذکر و جواب

قصہ کرسی کے متعلق قادیانی کے مفتریات مذکورہ اور اسی قسم کی اور چند جھوٹی باتیں اس کی کتاب البریہ میں مشتہر ہوئیں تو ایک خط نمبر ۱۱۲ مورخہ ۲۸ فروری کے ذریعہ اس سے ان باتوں کے ثبوت پر شہادت طلب کی گئی اور کہا گیا کہ ایک مجلس میں بمقام لاہور یا بٹالہ یا گورداسپور، منجملہ ان اشخاص کے جن کو وہ اپنا گواہ بناتا ہے دو یا تین شخصوں کی شہادت پیش کرے۔ اس کے جواب میں اس نے اشتہار ۷ مارچ ۱۸۹۸ء جاری کیا جس میں ہماری بات و سوال کا تو ذکر تک نہ کیا اور بجواب اس کے یہ لکھا کہ میری گواہوں سے تم خود ہی شہادت طلب کر کے کسی جلسے میں پیش کرو یا مجھ پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کرو۔

ہر چند اس کا جواب نا معقول اور بلا صواب تھا کیونکہ کسی گواہ کی شہادت پیش کرنا اسی شخص کا کام ہے جو اس کو اپنا گواہ بنا وے، نہ اس کے مقابل کا کام، اور نالش کرنا بھی حق پر ہونے کا لازمہ نہیں۔ بہت شریف دنیا میں ایسے ہیں جو لوگوں سے مال و آبرو کا نقصان اٹھاتے ہیں پر عدالت کے دروازہ تک نہیں جاتے۔ تاہم خاکسار نے بعض لوگوں سے جن کا نام اشتہار میں درج

کیا تھا بذریعہ خطوط اور بعض کو اپنے پاس بلا کر شہادت حاصل کی۔ اور وہ شہادت تحریری میرے پاس موجود ہے اور میری صلاح پختہ ہوگئی تھی کہ اس پر نالش دائر کروں اور اسکو جیل خانہ کی سیر کراؤں۔ مگر مجھے حضرت علی مرتضی کا وہ مشہور قصہ یاد آ گیا کہ آپ نے اپنے ایک دشمن کافر سے مقابلہ کیا تو اس کو نیچے گرا دیا۔ جب اس کی چھاتی پر بیٹھ کر اس کو قتل کرنے لگے تو اس کم بخت نے آپ کے منہ مبارک پر تھوک دیا، تب آپ نے اس کو صاف چھوڑ دیا جس سے وہ متعجب ہوا اور پوچھا تو آپ نے فرمایا جب تک تو نے مجھ پر تھوکا نہ تھا، میرا تجھ سے مقابلہ اور غصہ محض خدا کے لئے تھا، اور جب تو نے تھوکا تو مجھے اپنے بغض کی وجہ سے غصہ آ گیا، لہذا میں نے اس کا نافذ کرنا پسند نہ کیا اور تجھے چھوڑ دیا۔ آپ کا یہ فعل اس دشمن کافر کے اسلام کا باعث ہو گیا۔

اس قصہ کو خیال میں لا کر میں نے سوچا کہ اس سے پہلے تو اس قادیانی سے مقابلہ محض للّٰہ اور صیانۃً لدین اللہ تھا، اور اب کرسی کے قصہ میں اس دجال نے میری ذات پر حملہ کیا ہے تو مجھے اس سے اپنا ذاتی رنج بھی پیدا ہو گیا ہے لہذا باقتداء حضرت علی مرتضی اس سے درگذر کرنا مناسب ہے۔

یہی بات بعینہ (بلا ذکر قصہ حضرت علیؓ) ڈاکٹر مارٹن کلارک نے کہی کہ مجھے قادیانی کی جھوٹی باتوں کے مقابلہ میں عدالت میں شہادت دینے سے کوئی عذر نہیں مگر اس مقدمہ کو جس میں آپ کا ذاتی تعلق ہو گیا ہے عدالت میں لے جانا آپ کی شان سے بعید ہے۔ مجھے ڈاکٹر صاحب کے اس قول سے زیادہ شرم آ گئی کہ ایک شخص غیر مذہب اور قادیانی کا مخالف ہو کر مجھے یہ نصیحت کرتا ہے تو اب میرے لئے عدالت میں جانا مناسب نہیں ہے۔ یہ بھی مجھے خیال آ گیا کہ لاہور میں اس دجال کے پیچھے تالیاں بجیں، لڑکوں نے اس کی گت بنائی اور اخبار جعفر زٹلی میں ہمیشہ اس کی خدمت ہوتی رہتی ہے پھر یہ دجال ہو کر، کافر مرتد کہلا کر، صبر کرتا ہے اور نالش کا نام نہیں لیتا تو ہم کو مسلمان اور مسلمانوں کے وکیل ہو کر صرف اس کی ذاتی بدگوئی کے سبب نالش کی طرف متوجہ ہونا کب مناسب ہے۔ اور اگر قادیانی میرے اس اعراض کو اپنی حقانیت اور میرے ناحق ہونے پر دلیل بنا لے اور پھر وہ اشتہار کے ذریعہ سے نالش کی درخواست کرے تو ناچار بنظر احقاق حق و ابطال باطل عدالت کی طرف رجوع کیا جائے گا انشاء اللہ تعالی، اگر مخلص دوست اس امر کی اجازت و مشورہ بذریعہ تحریر دیں۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ ص ۲۵۴۔۲۸۴)

بجلی آسمانی

برسر دجال قادیانی

بجلی آسمانی پنجابی شعروں میں منظوم کتاب ہے اورتحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کا لٹریچر ہے۔اس کے متعلق مولانا اللہ وسایا ڈیروی لکھتے ہیں :

حضرت نے یہ کتاب مرزا قادیانی کی زندگی میں تحریر کی اس کے دو حصے ہیں پہلا حصہ ۱۱۶ صفحات اور دوسرا ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ چند سطری اردو عبارت میں مرزائیوں کا اعتراض نقل کرکے اس کا پنجابی اشعار میں جواب دیا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں تین سو قادیانی اعتراضات کے جوابات ہیں ہزاروں پنجابی اشعار پر مشتمل یہ کتاب رد قادیانیت میں منفرد شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس میں احادیث شریفہ متعلقہ ختم نبوت، حیات عیسیٰ کا پنجابی اشعار میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ بہت ہی قابل قدر اور عظیم الشان کتاب ہے۔

یہ کتاب مرزا صاحب کی زندگی میں شائع ہوئی۔ہمیں اس کے اڈیشن دوم طبع ۱۹۰۶ء کی فوٹو کاپی دست یاب ہوئی ہے جس کے کئی مقامات پر اشعار پڑھے نہیں جا سکے۔اور چونکہ یہ ایک مسلسل نظم ہے اس لئے نہ پڑھے جا سکنے والے اشعار کے سیاق وسباق کو بھی ترک کرنا پڑا ہے۔ نیز جن اشعار میں معانی کا تکرار تھا وہ بھی حذف کر دیئے گئے۔ اور رد قادیانیت سے متعلق چند بحثیں بغرض اختصار بھی حذف کی گئی ہیں۔ نیز سرسید احمد خان اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کے نظریات کے ردّ میں جو کچھ اس کتاب میں شامل ہے اسے بھی ہم نے حذف کر دیا ہے۔ بایں طریق پانچ ہزار سے زائد اشعار کی کتاب سے بطور انتخاب کم وبیش ڈھائی اشعار ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

بجلی آسمانی حصہ اول

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

قادیاں ہے ایک قصبہ چھوٹا آکھن پاس وٹالے
ڈھا نہ میں اج تک اسنوں نہ رب اگاں وکھالے
مغلاں دا اک بچہ کچا ہے ناخلف نہ ہویا
اس جاگہ ہے ایس زمانے اندر پیدا ہویا
ہے گستاخ دلیر زبانوں ایسے سخن الاوے
عجب نہ جان زمین دا اس تھیں پاٹ کلیجا جاوے
خاکی دا آسمانی جاون اوہ مردود نہ منّے
اصل اصول شرع دے جتنے سارے نے اس بھنّے
حضرت دے معراجوں بے شک ہے ایہہ منکر ہویا
آکھے ہے سی آنحضرت نوں ہویا کشفی رؤیا
نہ منّے عیسیٰ دا زندہ آسماناں تے جانا
نہ فر قرب قیامت اس دا اسماناں توں آنا
نہ کوئی دین نہ مذہب اس دا ہے ایہ بھارا دہری
دشمن ہے اللہ دا بے شک نبیاں دا ہے ویری
نبیاں نوں ایہ کوڑا ساحر جادوگر ٹھہراوے
معجزیاں نوں مسماریزم جادو کھیل بتاوے
بن مریم دیاں معجزیاں نو آکھے کھیل تماشا
خلق طیور وغیرہ اندر آکھے سچ نہ ماشا
ملہم تے ما مور من اللہ آکھے اپنے تائیں
آکھے کر پیغمبر مینوں بھیجیا ہے رب سائیں
ہے دجال تے جو بن مریم وچہ حدیثاں آیا
دابہ تے یاجوج وغیرہ جو حضرت ﷺ فرمایا
ایہ سب چیزاں آنحضرت نوں آکھے سمجھ نہ آیاں

ایہ سب گلاں اصلی وچوں آکھے میں ہن پایا ں
دین اسلام تائیں اس جھوٹھے لایا بھارا وٹّا
دشمن ہے ایہ دین نبی دا وچوں کافر کٹّا
جھوٹھا اس دے جیہا نہ آیا دنیا اتے کوئی
مڈھو ں اس دی اج تک کوئی بات نہ سچی ہوئی
کجھ نہیں ہے پلّے اسدے خالی مارے لافاں
کھوٹا ہے کجھ قدر نہ اس دی وچہ بازار صرافاں
دنیا ٹھگن دا اس جوگی ہے ایہ ڈھنگ بنایا
ٹھگی مکر فریب دغیدا ہے اس جال پھیلایا
ہے الہام اتے اس جھوٹھے اپنی اِٹ جمائی
کشف الہام اتے ہے اس دی ساری کاروائی
آکھے الہاماں دی بارش ہووے اتّے میرے
حاصل ہون الہاموں مینوں غیبی علم بہتیرے
جھوٹھے فرضی الہاماں دیاں نہراں ایس وہایاں
علم شیطانی بدّل وانگوں اس تے جھڑیاں لایاں
جھوٹا ہے الہام نہ ہووے اس نوں مطلق کائی
جھوٹا ہے سب تانا اس دا صدق نہ اس وچ رائی
کی ہے سند جو ملہم بندا ہے ایہ جھوٹھا واہی
کوئی سند قرآن حدیثاں اندر مول نہ آئی
ملہم ہونے دی الہاموں جے کر سند لیاوے
دور تسلسل اس تھیں بے شک اس تے لازم آوے
بھی ہے وچہ حدیثاں حضرت ایہ گل صاف بتائی
باجہ عمرؓ دے اس امت وچہ ملہم ہور نہ کائی

(قال النّبی ﷺ قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل محدّثون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امّتی منھم احد فعمر۔ بخاری ومسلم)

یعنی جھڑے اسرائیلی گذرے قبل تساندے
بعضے مرد محدث ملہم آہے وچہ انہاں دے
نال ملائک گلاں کردے آہے اوہ ربانی
اے پر او پیغمبر ناہے نہ نبیاں دے ثانی
جے کر فرضاً اس امت وچہ ملہم ہووے کائی
ہے فاروق فقط اوہ بیشک نص جویں ہے آئی
مسئلہ ہے ایہ نصی ثابت ہویا اس تھیں بھائی
باجہ عمرؓ دے اس امت وچہ ملہم ہور نہ کائی
باجہ عمر دے ملہم ہوون ہرگز ممکن ناہیں
نہ کوئی ہویا نہ کوئی ہوسی روز قیامت تائیں
باجہ عمر الہامی دعوی ہووے جس نوں کائی
جھوٹھا کاذب جانوں اس نوں شک نہ اس وچہ رائی
نام عمرؓ دا مرزا جیکر وانگ مثال ٹھراوے
شرط حدیث جو اندر آئی بالکل لغو سیاوے
ہے فاروق انہاں دے وچوں کیوں نہ صاف بتایا
کیو نکر شرط معلق اسنوں اس دے نال ٹھہرایا
بھی ایہ مسئلہ ہے اتفاقی ثابت علم کلاموں
علم نہ حاصل ہووے بالکل کشفوں تے الہاموں
ثابت اس تھیں مول نہ ہووے حکم شرع دا کائی
اینویں مڈھوں چلیا آیا مسئلہ ایہ اجماعی
اینویں ہے علماواں لکھیا اندر بہتی جائیں
بعضی نقل سناواں تینوں سمجھ دلے تے لائیں

و الالہام المفسر بالقاء معنی فی القلب بطریق القبض لیس من اسباب المعرفة لصحة الشیء عند اھل الحق۔ (شرح عقائد نسفی)

اور کہا علامہ سید محمد بن اسماعیلؒ نے:

الا ان انکشف لا یستدل و لا بالالھام فی الاحکا م قال الشیخ الاسلام ابو العباس ابن تیمیه فی کتا به منھا ج الا عتدا ل ما... ان الکشف و الالھام لا یلتفت الیھما فی الادیان و الاحکام قال و لو کان الالھام طریقاً الی العلم لکان رسول اللّٰه ﷺ ا حق من قضی به و قال ﷺ قد کان فی الامم قبلکم محد ثو ن فان یکن فی امتی احد فعمرؓ و علی ھذا فلم یکن عمرؓ یحکم بالالھا م --- ما یقع فی قلبه حتی یعرض ذلک علی الکتاب و السنّة فان وافقه قبّله و الّا ردّ (یعنی الہام کے معنی لغت میں، ڈالنا ہے کسی چیز کا دل میں بطور فیض کے، اور وہ اہل حق کے نزدیک کسی چیز کی صحت پہچاننے کے اسباب سے نہیں اور کہا علامہ محمد بن اسماعیل نے کہ کشف اور الہام احکام میں لائق استدلال نہیں۔ اور کہا ابن تیمیہ نے منہاج الاعتدال میں کہ کشف اور الہام کا دین اور احکام میں کچھ اعتبار نہیں اور نہ لائق التفات ہے اور اگر الہام علم کا طریق ہوتا تو رسول مقبول لائق تر تھے کہ اس کے ساتھ حکم کرتے اور فرمایا کہ البتہ پہلی امتوں میں ملہم تھے اگر میری امت میں کوئی ہے تو عمرؓ ہی ہے اور بنا بر اس کے پس نہ تھے عمر فاروق حکم کرتے ساتھ الہام کے محض جب کہ ان کے دل میں واقع ہوتا یہاں تک کہ اس کو قرآن و حدیث کے پیش کرتے۔ پس اگر قرآن وحدیث کے موافق ہوتا تو قبول کرتے، نہیں تو رد کرتے)

اور مجالس الابرار میں ہے (عربی عبارت کا ترجمہ) جو شخص یہ گمان کرے کہ جو خاطر یعنی الہامات دل میں پیدا ہوں ان سے رسول اللہ ﷺ کے شریعت سے استغنا کی جاتی ہے وہ اشد کافروں میں سے ہے کیونکہ جائز ہے کہ وہ الہام القائے نفس یا شیطان سے ہو پس جب تک کہ اسے آنحضرت ﷺ کے افعال سے پیش نہ کیا جائے قابل اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ مخالفت کا خوف ہے۔ پھر کہا مجالس الابرار والے نے کہ الہام اور خوابیں اجرائے احکام کی معرفت کے طریقوں میں سے نہیں ہیں خصوصاً جب کہ کتاب وسنت رسول اللہ ﷺ سے مخالف ہوں۔ اس مسئلے کو علماء نے بیان کیا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ کہ جو سردار ہیں محدثین اور الہام والوں کے، کے دل میں جو الہام واقع ہوا کرتا تھا تو اس کی طرف التفات اور اس پر عمل نہ کرتے تھے بجز موافقت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے۔ پس ان جاہل لوگوں کو کسی قسم کی حضرت عمرؓ سے برتری ہے کہ وہ کچھ تھوڑی سی چیز اپنے دلوں میں دیکھ کر

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے اس تھوڑی سے چیز کو ترجیح دے دیتے ہیں اور ان دونوں کی طرف پرواہ ہی نہیں کرتے اور علماء طریقت میں سے محققین کتاب اللہ و سنت رسول سے تمسک کیا کرتے تھے اور اپنے فعلوں کو اور مجاہدوں کو اور مکاشفوں کو انہی دونوں سے وزن کیا کرتے تھے۔ پس جس قدر کہ ان دو میزانوں سے موزوں اور ان دو شاہدوں سے ثابت نہ پایا کرتے تھے اس کی طرف کچھ پرواہ اور التجا نہ کرتے تھے۔ اور ابوسلیمان دوانی کہتے ہیں کہ بسا اوقات میرے دل میں چند نکتے قوم کے نکتوں میں سے پڑتے ہیں لیکن میں قبول نہیں کرتا مگر دو عادل شاہدوں کے ساتھ کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہیں۔ اور کہا ابوسعید خراز نے جو باطن کہ ظاہر کے مخالف ہے وہ باطل ہے۔ اور کہا ابوجعفر کبیر نے کہ جس شخص نے اپنے احوال اور افعال اور اقوال کو کتاب اور سنت کہ جو دو میزان ہیں کے ساتھ وزن نہ کیا اور پسند کیا اس نے الہاموں کو تو اس کا نام دیوان الرجال میں درج (نہ) سمجھیں اور بغداد والے حضرت جنید نے فرمایا کہ خداوند کریم کی طرف انسانوں کی سانسوں کی تعداد رستے ہیں اور سوائے اس شخص کے کہ رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر چلنے والا ہوا سب لوگوں پر وہ سب رستے بند ہیں۔ اور حکایت ہے کہ حلاج کے قتل پر فتویٰ دیا گیا تھا بوجہ اس کہ اس سے انا الحق کا کلمہ صادر ہوا۔ پس اے عاقل مرد تمہیں اتنا پتہ نہیں کہ وہ ایسے ایسے بڑے لوگ شریعت کے ساتھ تمسک پکڑا کرتے تھے اور اس سے مخالف نہیں کرتے تھے۔ اسی واسطے نہیں جائز اعتماد کرنا قلبی باتوں اور الہاموں پر بلکہ ضرور ہے کہ ان میں کتاب اور سنت سے پیش کر کے موافق پر عمل لاوے اور مخالف کو چھوڑ دیوے۔ اور بعض ان کاموں میں سے ریاضت ہے کہ اس سے آدمی کو تصفیہ حاصل ہوتا ہے اور اسی سے مکاشفات اور خارق العادت باتوں کی طرف پہنچا جاتا ہے اور وہ خدا کی رضا پر دلالت نہیں کرتا۔

یعنی سب خلقت تھیں وڈا کافر ہے او بھائی
غرّہ اپنے الہاماں تے جو ہو کر سودائی
آکھے شرع نبی دی حاجت مینوں بالکل ناہیں
کافی کشف الہام جو آکھے ہووے میرے تائیں
نہ او جانے مطلق جو کجھ دل اس دے وچ آوے
آہی او القاء نفسی یا کجھ شیطان دل وچ پاوے

ہے علماواں تصریح کیتی جو حالات منامی
مطلق چیز نہیں کجھ بالکل کشف الہام تمامی
حجت مول نہیں ایہ بالکل اندر شرع نبی دے
جائز استدلال نہ اس تھیں اندر عمل عقیدے
ہو الہام مخالف جد فر نال قرآن حدیثاں
تکیہ الہاماں تے کرناں ہے دستور خبیثاں
ہے فاروق محدث ملہم بے شک سب تھیں نامی
لائق عمل نہ جانی انہاں کوئی بات الہامی
نال قرآن حدیث نہ ثابت جد تک انّھوں پایا
حکم نہ کیتا اس تے بالکل نہ معمول ٹھہرایا
پس ایہ جاہل دیکھن کشفوں بعضی ادنی چیزاں
کرن مقدم انہاں اتے اس نوں باجہ تمیزاں
اہل طریقت ہو جو گزرے پہلے مرد یگانے
حجت پکی پکڑی انہاں نال حدیث قرآنے
اپنے کشف نہ الہاماں تے انہاں عمل کمایا
نال قرآن حدیث موافق جب تک مول نہ پایا
غرض قرآن حدیثاں بے شک ہے معیار ایمانی
انہاں باجہ نہ کجھ متمسک لائق حجت جانی
ملے جو نال قرآن حدیثاں اس تے عمل کماوے
غیر مطابق جو کجھ ہووے اس نوں دور وگاوے

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے ارشاد الطالبین میں لکھا ہے کہ الہام اولیاء کا موجب علم ظنی ہے اگر ولی کا کشف اور الہام کسی حدیث کے جو احاد میں سے ہو بلکہ کسی قیاس کے جو شرائط قیاس کا جامع ہو مخالف ہووے تو اس جگہ حدیث کو بلکہ قیاس کو بھی الہام پر ترجیح ہوگی اور اس مسئلے پر سب سلف اور خلف کا اجماع ہے اور خواجہ معصوم لکھتے ہیں کہ کشوف اور منامات اور بشارات صحیحہ اور صادقہ اور انکے خلاف میں تفرقہ وتمیز کرنا متعسر اور مشکل ہے پس ان پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔

کشف الہام ظنی ہے یعنی لائق عمل نہ جانو
جد تک ہو تصدیق نہ اس دی نص حدیث قرآنو
کشف الہام ربانی ہووے بھی ہووے شیطانی
ممکن مول نہ فرق انہاں وچہ کرنا نال آسانی
نامعلوم ہووے کجھ بالکل سچا کھوٹا کھرا
باجہ قرآن حدیث نہ ممکن انہاں وچہ نکھیڑا
نال قرآن حدیث موافق جد الہام نہ آوے
عمل نہ الہاماں تے کوئی جائز مول بتاوے
اینویں جد الہام مخالف نال اجماع دے تھیوے
جائز کشف نہ الہاماں تے بھی نہ عمل کی جیوے
ہو جد نال قیاس مخالف علماواں فرمایا
جائز عمل نہ الہاماں تے بھی تد کرنا آیا
ہے الہام قیاسوں بھی جد کمتر درجہ بھائی
نہ فر قدر رہی ہن اس دی بالکل مطلق کائی
بھی خود مرزا الہاماں نوں لائق عمل نہ جانے
حجت مول نہیں کجھ آکھے باجھ حدیث قرآنے
بلکہ اس تھیں بھی اس ودھ کے دھریا پیر اگاہیں
نبیاں دے الہاماں نوں بھی آکھے حجت ناہیں
آنحضرت ﷺ دا بھی ایہ جھوٹا میلا کشف بتاوے
بھی الہام نبی دے بعضے ایہ مخلوط ٹھہراوے

مرزا قادیانی کہتا ہے: کشف میں خطا کا احتمال بہت ہے۔ ازالہ اوہام ص ۵٦۷؛

الہام ولایت یا الہام عامہ مومنین بجز موافقت قرآن کریم کے حجت نہیں۔ ازالہ اوہام۔ ص ٦٢٩۔

بلکہ اس سے بڑھ کر مرزا، نبیوں اور رسولوں کے الہامات اور مکاشفات کو بھی صحیح اور قابل اعتماد نہیں جانتا چنانچہ ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت چار سو نبی نے اس کے بارے میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی۔

عام الہام نہ حجت یعنی نہ الہام ولیّاں
ایویں مول نہ لائق حجت کشف الہام نبیّاں
نبیّاں دا الہام نہ جد خود لائق حجت جانے
کی ہن چیز ہویا فر مرزا کرن قیاس سیانے
نبیّاں دے الہام نہ جد خود ایہ حجت ٹھہراوے
کی ممکن الہاموں فر ایہ ابن مریم اکھواوے
کیوں ایہ اپنے کشف الہاموں بنیا ہے الہامی
کیوں الٹا ئے آ الہاموں اس احکام اسلامی
بھی الہام بہتیرے اس دے ایسے نظری آون
آپس اندر سخت مخالف نا تطبیقاں کھاون
جس دے دو الہام مخالف ظاہر ہوون بھائی
اک مثبت ہو دوجا نافی صورت میل نہ کائی
اک الہام موافق ہووے سارے اہل اسلاماں
دوجا ہو الہام مخالف اہل ایمان تماماں
کس نوں چھڈے اس صورت وچہ لیوے کس دے تائیں
کس تے عمل کرے ہن کوئی ایہ گل کھول سنائیں
بھی الہام بہتیرے ایویں مہمل اس نوں آئے
اپنے الہاماں دے اج تک معنی ایس نہ پائے

مرزا کا ایک الہام یوں ہے: ربنّا عاج: یعنی ہمارا رب ہاتھی دانت ہے۔

دیکھو اس نوں کی کجھ بکدا ہے ایہ پاجی
اللہ پاک مقدس تائیں یعنی آکھے عاجی
اللہ پاک مقدس تائیں ہاتھی دانت ٹھہراوے
کنہ نہ جانے کوئی اس دی کیوں ایہ کنہ بناوے
اک الہام براہن اس دا دسّاں تیرے تائیں
مشت نمونہ ہو خرواراں سمجھ دلے تے لائیں

قال القادیانی: انّا انز لناہ قریبا من القا دیا ن۔(تحقیق اتارا ہم نے اس کونزدیک قادیان کے)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور شہر میں اتارا ہے، کیونکہ قریب کے لفظ سے اور ہی کوئی مقام سمجھا جاتا ہے نہ خاص قادیان۔

یعنی آکھے میرے ملہم مینوں ہے فرمایا
نیڑے قادیاں تیرے تائیں اوتوں میں پہنچایا
ممکن مول نہیں ایہ بالکل ہو الہام ربانی
ہے ایہ جان حقیقت اندر بے شک علم شیطانی
کیسا ہے ایہ پاغل ملہم سمجھ نہ کجھ اس تائیں
قادیاں پاس اتارے اسنوں اندر قا دیاں نائیں
اس الہام اندر اس جھوٹے ہے تاویل بنائی
مطلب اس دا ہین معارف آکھے اے سودائی
یعنی ہین معارف اللہ اسماناں تو گھلّے
نیڑے قادیاں آ کر انہاں مغلاں دے گھر ملّے
ایہ تاویل سراسر اس دی باطل جھوٹی واہی
جمع جمع تے راجع واحد ایہ گل لازم آئی
بھی نہ کیوں فر قادیان اندر کیتا آن اتارا
باہر قادیاں تھیں کیوں آکر لیتا انہاں سہارا
بھی ہے لفظ قریباً مطلق اس وچہ جان پیارے
کتّے سؤر وغیرہ اس وچہ داخل ہوئے سارے
بیتاں باغ درخت وغیرہ چیزاں ہور تمامی
باہر قادیاں تھیں ہے جو کجھ ہوئے سب الہامی
نام نہ اس جھوٹے دا بالکل مطلق اس وچ آیا
کیوں فر ایہ علم شیطانی اپنے اوپر لایا
ایسا ملہم ایسا مہمل کیوں الہام بتاوے
مطلب جس دا خود ملہم نوں سمجھ نہ بالکل آوے

مشکل تھیں اس جھوٹے عیسی یہ تاویل بنائی
قسمت ہی پر وگڑی ہوئی پیش نہ چلّی کائی

قال القادیانی: اور کشفی طور پر میں نے قرآن مجید کے داہنے صفحہ میں یہ الہامی عبارت یعنی انا انزلناہ قریباً من القادیان لکھی ہوئی دیکھی تو میں نے کہا کہ واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن مجید میں درج ہے اور تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے مکہ مدینہ قادیان۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۔۷۷)

توبہ دیکھو اللہ تے اس کی طوفان اٹھایا
اپنے باطل کشفوں اس نے ہے قرآن ودھایا
بھی ایہ آکھے قرآن اندر بے شک اللہ سائیں
عزت نال بیان فرمایا ہے اس قادیاں تائیں
یعنی سچ مچ آکھے قادیاں اندر قرآن آیا
مکے یثرب نال برابر بے شک اس دا پایا
دیکھو کی طوفان اٹھایا اس بچے مغلانی
علم شیطانی نوں ٹھہرا وے ایہ آیت قرآنی
لیکن اس نے اج تک اس دا پتہ نہ مول بتایا
قادیاں کتھے کس جاگہہ ہے اندر قرآن آیا
قرآن اندر مرزا جے کر قادیاں مول نہ پاوے
لازم اس تے غیرت تھیں فر ڈب کے مرجاوے
خود اس لکھیا جو ایک نقطہ وچ قرآن ودھاوے
کافر بے شک ہووے اس تھیں جو کچھ ہور گھٹاوے
کیوں فر ہے ہن قادیاں اس نے وچہ قرآن ودھایا
کیوں ایہ جھوٹا آکھے قادیاں اندر قرآن آیا
جھوٹھا ہے الہام نہ ہویا اس نوں بالکل کائی
جھوٹھو جھوٹ بناوے دل تھیں صدق نہ اس وچہ رائی

قال القادیانی: مجھ کو حکم ہوا کہ جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں

ہوگا وہ جہنمی ہے۔خط ۱۶ جون ۱۸۹۹ء اسمی الٰہی بخش۔

اور : خدا نے مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے تو اس طوفان میں کشتی تیار کر۔ جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہی غرق سے نجات پاوے گا اور جو انکار میں رہے گا اس کیلئے موت درپیش ہے اس کی لاش بھی سلامت نہ رہے گی۔ (فتح الاسلام۔ص۴۲،۵۸)۔

یعنی مینوں حکم ہویا ہے آکھاں خلقت ساری
بیعت جو نہ کرسی میری ہے اوہ بے شک ناری
دین اسلام نجاتاں کارن یعنی مول نہ کافی
نال قرآن حدیث نہ ہرگز ناروں ہوگ جدائی
توبہ توبہ دیکھو اس نوں کیسے کفر الاوے
اہل اسلام تماماں تائیں ایہ ناری ٹھہراوے

قال اللہ تعالیٰ : انّ الدّین عند اللّٰہ الاسلام ۔بیشک دین نزدیک اللہ کے اسلام ہے۔

و قال تعالی : ، من یّبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یّقبل منہ ۔

جو شخص تلاش کرے اسلام کے سوا دین پس ہرگز قبول نہ کیا جاوے گا اس سے اور وہ آخرت میں نقصان والوں سے ہوگا۔

یعنی ہے اسلام مقدس سچا دین حقانی
اس دے باج نہ کوئی ہرگز برحق مذہب جانی
باجہ اسلاموں دین حقانی ہور جے ڈھونڈے کائی
ہو مقبول نہ اس تھیں ہرگز آخر ہو رسوائی
دین اسلام اتے ہے سارا دار مدار نجاتاں
اس دے باجھوں ہور تمامی ایویں کوڑیاں باتاں
دین اسلام نہ جس بندے نوں آتش کنوں بچائے
کی ممکن مرزے دی بیعت اس نوں نفع پنچاوے

قال اللہ تعالیٰ: اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول فرمان برداری کرو اللہ کی اور کہا مانو رسول ﷺ کا

رب ہی نوں منّوں ہر جا قرآن اندر آیا
نام نشان نہ کجھ مرزے دا مطلق کدھری پایا

بھی نہ وچ حدیثاں بالکل ایہ گل کدھرے آئی
مَنن مرزے دا ہے واجب اوپر کل لوکائی
کیوں جائز فر اس جھوٹھے نوں ایسے کفر الاوے
اپنی بیعت نوں ایہ موجب جنت نار ٹھہراوے
سلف اصحاب نہ ہوری اج تک ایسی بات الائی
کیوں جائز فر اس نوں ایسا دعوی کرے سودائی

شرح عقاید نسفی میں ہے:

لا یبلغ الولی درجة الانبیاء لانّ الانبیاء معصومون مامونین (نہیں پہونچتا ولی، نبی کے درجہ کو، اس واسطے کہ انبیاء بے گناہ بے غم پیدا کئے گئے ہیں)

اور فقہ اکبر کی شرح میں ہے: و امّا غیرهم من الاولیاء و العلماء و الا صفیاء فلا .... الایمان و ان ظهر منهم خوارق العادا ت و جمال انواع الطاعا ت فان مبنی امره علی الایمان و هو مستور علی افراد الانسان و لهذا کانت العشرة المبشرة و امثالهم خا ئفین من انقلاب ا حوا لهم و سوء اعما لهم فی مآلهم۔ (اور سوا ان کے اولیا اور علماء اور صوفیا ظاہر میں پس نہیں یقین کیا جا تا ساتھ موت ان کی کے ایمان پر اگرچہ ظاہر ہوں ان سے برخلاف عادت کے اور بندگیوں کی قسموں کی خوبیاں کیونکر اس کے امر کی مدار ایمان پر ہے اور وہ پوشیدہ ہے انسانوں پر اور اسی واسطے تھے عشرہ مبشرہ اور ان کی مانند خوف کرنے والے برگشتگی احوال اپنے سے اور برائی اعمال اپنے سے آخرکار)

اے منصب ہے خاصہ نبیاں یعنی دل تے لائیں
امن ایمانوں حاصل بے شک آخر انہاں تائیں
جائز ہے انہاں نوں اپنی بیعت طرف بلاون
اپنی بیعت تائیں موجب جنت نار ٹھہراون
انہاں باج نہ امن ایمانوں حاصل ہوری تاہیں
عالم ہو خواہ ولی مکمل اڈے وچ ہوائیں
مخفی بے شک ہے انساں تے مرنا نال ایمانے

نال ایمان دے مرسی آخر ایہ گل نہ کوئی جانے
اپنے ایمان دی بھی جد خود اطلاع اس نوں ناہیں
کی ممکن فر ناری ناجی آکھے لوکاں تائیں
کفر صریح ایہ کہنا اس دا شک نہ اس وچہ کائی
ایسے کلمے کفر بہتیرے بک دا ہے ایہ وا ہی

قال النّبی ﷺ ترکت فیکم امرین لن تضلّوا ما تمسّکتم بھما کتاب اللّٰہ و سنّۃ رسولہ ۔(رواہ الموطا)۔

یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں، تم گمراہ نہ ہو گے جب تک کہ ان کو مضبوط پکڑے رہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اسکے رسول کی سنت۔

عمل قرآن حدیث تے واجب بے شک عمل کمائیں
گمراہ نہ ہو کوئی جد تک پکڑے انہاں تائیں
چھوڑے جو کوئی انہاں تائیں بھلّا سدّھے راہوں
گمراہ ہے اوہ بے شک جانوں ردّ ہویا درگاہوں
عمل قرآن حدیثاں اتّے واجب ہے جد بھائی
باجہ قرآن حدیث نہ ہرگز ہو وصول رہائی
کیوں جائز فر واجب آکھے اپنی بیعت تائیں
کیوں ایہ گمراہ کر کر سٹّے خلقت اندر چائیں
غرض نصوص قرآن حدیثوں ثابت ہویا بھائی
بیعت اس جھوٹے دی بے شک موجب ہے گمراہی
اس دی بیعت اندر عمداً جو کوئی داخل ہووے
ہے او بے شک ناری دائم دوزخ اندر رووے
مرزا ہے خود کافر دائم دوزخ اندر رووے
کیوں جائز ہو بیعت اس دی جو خود ناری ہووے
بھی مغفور ٹھہرایا ہے اس جھوٹے اپنے تائیں
یعنی آکھے قطعاً مینوں بخش چکا رب سائیں

یعنی انا فتحنا اندر جو آیت ہے آئی
مرزا آکھے میرے حق وچہ ہے اللہ فرمائی
ایویں قرآن اندر جو رب حضرت نوں فرمایا
آنحضرت تھیں اس نے کھوہ سب اپنے اوپر لایا
سب قرآن تائیں ایہ ملحد اپنے اوپر لاوے
ہر آیت نوں فرضی اپنا ایہ الہام بتاوے
کیو نکر کتھوں اس کافر نے جانے ایہ گل بنائی
بخش چکا رب ایس کافر نوں پائی ایس رہائی
نبیاں باجہ نہ بالکل مطلق ایہ گل کوئی جانے
مومن مرسی یا ہو کافر مرسی باجہ ایمانے
کیوں جائز فر اسنوں ایسے بولے بات زبانی
گوز شتر ہے بے شک اسدا ایہ سب وہم شیطانی
ہے الہام ہویا اج بیشک مینوں اللہ ولوں
رات نہ جیوا ں جے کر جھوٹا ہو واں میں اس گلوں
مرزا بے شک کافر دائم دوزخ اندر رووے
سڑ سی ابداً دوزخ اندر کدی خلاص نہ ہووے
مرزا خود ایمان جے اپنا ثابت کر دکھاوے
اس دے انعاماں وچہ فر وہ جو کچھ چاہے پاوے
دنیا اندر جو جو کفر کبیرے بھارے
اس کافر دے اندر بے شک پائے جاون سارے
ملحد بھارا ہر گل اندر ایہ الحاد کماوے
قطعی کفر کبیرے جیڑے انہاں دین ٹھہراوے
جو جو اعتقادی باتاں اصل اصول اسلامی
کر تحریفاں تے تاویلاں بدلے ایس تمامی
قبر عذابوں بے شک منکر ہویا ایہ سودائی

آکھے سپ نہ قبراں اندر نظری آوے کائی
اصل قیامت نوں ہی اس نے بے شک ہے الٹایا
کر تحریف الحادوں اس نے کجھ دا کجھ بنایا
یعنی اصل قیامت تھیں بھی منکر ایہ سودائی
اصل قیامت نوں ایہ کافر جانے چیز نہ کائی
کیوں فر ہن ایہ آکھے مینوں بخش چکا رب سائیں
فاسق فاجر سب دنیا تھیں ہے ایہ وده گناہیں

بحث امام زمان:

قال القادیانی: کیونکہ ہمارے نبی ﷺ نے امام الزمان کی ضرورت ہرصدی کے لئے قائم کی ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے من لّم یعرف امام زمانه فقد مات میتة الجاهلیّة۔یعنی جس نے اپنے زمانے کا امام نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور میں بڑی مضبوطی سے کہتا ہوں کہ وہ امام زمان میں ہوں۔(ضرورۃ الامام۔ص۲،۴ وغیرہ)۔

جھوٹھا ہے یہ دعوی اس دا سند نہ اس دی کائی
باجھ دلیلوں دعوی باطل شک نہ اس وچہ رائی
ہر سو وچہ امام ضروری جد حضرت ٹھہرایا
باجھ پچھان اماموں ایویں مرنا کفر بتایا
ہور امام جو تیراں، تیراں صدیاں اندر آئے
لازم ہے ہن اس تے سب دا گن گن نام بتائے
کون مجدد اس تھیں اگے ہویا ایسا کوڑا
وعدہ کرکے جس نے اگے کدی نہ کیتا پورا
اصل اصول اسلامی تائیں اگے کس الٹایا
مطلب ہور قرآن حدیثاں کس ایہ دلوں بنایا
دابیوں تے دجالوں منکر ہویا کون سودائی
بن مریم یاجوج ماجوجوں کون ہویا گمراہی
کس نے آکھیا حضرت نوں اے خبراں سمجھ نہ آیاں

کس نے آکھیا میں ایہ چیزاں اصلی وجھو ں پایاں
کون امامت والا ایسا دنیا اندر آیا
کس نے ایہ گستاخی کیتی کس نے کفر الایا
کون مسیح دے نازل ہونے تھیں ہے منکر ہویا
کس نے آکھیا بن مریم ہے دنیا اوتوں مویا
کس نے اس دے معجزیاں نوں شرک الحاد ٹھہرایا
سلف اصحا ب تے سب امت نوں کس مشرک بتلایا
بن مریم موعود ٹھہرایا کس نے اپنے تائیں
کس نے آکھیا میں ہاں عیسی منّوں میںنوں چائیں
آدم تے ہور نوح پیغمبر اگّے کس اکھوایا
موسی عیسی اپنے تائیں احمد کس ٹھہرایا
حضرت دے معراجو ں اگے ہویا کون انکاری
کس نے کشف ٹھہرایا اس نوں کیتی جرأت بھاری
جبریل نہ خود کس آکھیا اوپر زمیاں آوے
نبیاں تائیں اس دی عکسی صورت نظری آوے
ممکن مول نہیں ملکاں دا اوپر زمیاں آنا
کس نے آکھیا جان کواکب انہانوں بتلانا
کس نے آکھیا جبل نہ اڈن روز قیامت بھائی
لہندیوں سورج چڑھے نہ ہرگز کس ایہ بات الائی
کس نے اپنے تائیں مرسل پیغمبر ٹھہرایا
افضل بعضے نبیاں نالوں کس اگّے اکھوایا
کس لوکاں نوں آ کے اپنی بیعت طرف بلایا
اپنی بیعت نوں کس موجب جنت نار ٹھہرایا
ملک الموت زمیں تے آ کر قبض نہ جاناں کردا
کس نے آکھیا ہر کوئی اس دی ہے تاثیروں مردا

کس نے آکھیا دنیا اندر ہین مؤثر تارے
انہاں دی تاثیروں ہوندے دنیاں دے کم سارے
روح القدس امین جو آیا وچہ آیات قرآنی
کس نے آکھیا اگّے ہے ایہ اصلی صفت انسانی
کس نے آکھیا جائز مینوں ابن اللہ اکھوانا
یعنی میں ہاں بیٹا رب دا اس وچہ شک نہ لانا
کس نے غیر عورت دے کارن کیتی پیشین گوئی
عقد میرے وچہ آوے بے شک زوجہ میری ہوئی
عالم فاضل سب دنیا دے کس نے سور بنائے
پیر فقیر زمانے دے سب کس فرعون ٹھہرائے
اک مجدد مرزا ایسا ثابت کر دکھلاوے
ایسا کفر کبیرہ جس وچہ کوئی پایا جاوے
کیوں جائز فر اسنوں ایسے دعوے کرے زبانی
جھوٹے ایہ سب دعوے اس دے گوز شتر تو جانی
لفظ امام زمانہ جو ہے وچہ خبر دے آیا
اپنے دعوی تے ایہ جھوٹھا جس دی سند لیایا
معنی اس دا حاکم عادل جب کر لیئے بھائی
یعنی جس دی ملکاں اتّے ہووے شوکت شاہی
مرزے تے ایہ معنی بالکل صادق مول نہ آوے
نہ ایہ اس صورت وچہ اس دے نال تطابق کھاوے
حاکم بن کر نہ ایہہ جھوٹھا دنیا اندر آیا
نہ اس حاکم عادل بن کے اپنا حکم چلایا

قال النّبی ﷺ الائمۃ من قریش۔ نبی ﷺ نے فرمایا، امام قریش میں سے ہیں۔

بھی ایہ مسئلہ ہے اتفاقی وچہ حدیثاں آیا
ہوگ امام قریشی دائم آ نحضرت ﷺ فرمایا

باجھ قریش کسے نوں حاصل حق امامت ناہیں
انہاں باجھ نہ منّن جائز ہور اماماں تائیں
الٹ قرآن حدیثوں جے کر حاکم حکم بتاوے
منّن مول نہ جائز اس دا خود حضرت فرماوے

عن علیؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ لا طاعة فی معصیة اللّٰه انّما الطّاعة فی المعروف و فی روایة لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق ۔(روایت ہے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ،نہیں فرمان برداری بیچ گناہ اللہ تعالی کے۔ تابعداری بیچ نیکیوں کے ہے)۔

(اورایک روایت میں ہے،نہیں تابعداری مخلوق کی خالق کی نافرمانی میں)۔

یعنی جے کر کوئی حاکم حکم کرے بریائی
جائز اس دا حکم نہ منّن بالکل مطلق کائی
کوئی بات نہ شرع موافق اس دی نظری آوے
ہے الحاد صریح ایہ جو کجھ لوکاں نوں بتلاوے
ایسے اکفر افجر تائیں جو امام ٹھہراوے
کافر ہے او بے شک بھائیو سدھا دوزخ جاوے
بے شک ہے ایہ عملی رتبہ علمی رتبہ ناہیں
حاصل باجھ نہ عملاں ہو ایہ رتبہ مول کدائیں
بھی ایہ حکم مقید ناہیں نا مخصوص زمانی
شامل ہے ایہ سب نوں دائم جو بندے رحمانی
جائز ہے ایہ ہر مومن نوں ہر دم کرے دعائیں
یارب سانوں متقیاں دا پیش امام بنائیں
جائز ہے پھر ایسے دینی ہون امام بہتیرے
کیوں فر ہے سب دنیا تھیں او رکھدا پیر اگیرے
باجھ پچھان اماموں جے کر مرزا کفر ایہائی
لازم آوے اکثر امت موئی وچہ گمراہی

طلحہ تے سعد سعید وغیرہ ہور اصحاب ہزاراں
حیدر نال لڑائی کیتی جنہاں پھڑ تلواراں
جو اصحاب علی دی بیعت وچہ نہ داخل ہوئے
کی آکھے گا ایہ انہاں نوں کافر ہو کر موئے
ایویں ایسے دینا اندر صدہا ہور مثالاں
کی تاویل کرے گا مرزا وچہ انہاں اقوالاں
کی دیوے گا ایس حدیثوں فتوی ایہ سودائی
کی آکھے گا ایہ انہانوں موئے وچہ گمراہی
ثابت ہویا حق امامت اس نوں حاصل ناہیں
لائق مول نہ اس رتبہ دے جانو اس دے تائیں
جو تعریف امام زماں دی گھڑ اس دلوں بنائی
کسی امام نہ اندر اس نے ثابت کر دکھلائی
بلکہ کسی نبی وچہ بھی اے مطلق نظر نہ آوے
کسی پیغمبر اندر نہ ایہ بالکل پائی جاوے
نبیاں تھیں ہے اپنا رتبہ اس نے آپ ودھایا
خبر نہیں ایہ فرضی رتبہ کتھوں اس نے پایا
کوئی نبی نہ لازم اس تھیں بنے امام زمانہ
سبناں تھیں ودھیا جاندا ایہ پاگل دیوانہ
ایہ تعریف جو کسی نبی وچہ ثابت کر دکھلاوے
اک ہزار روپئہ نقدی وچہ انعاماں پاوے

قال القادیانی: میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۱۹۹)۔

سب تعریف خدا کو جس نے تجھے (مجھے؟) ابن مریم بنایا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۶)

خدا نے میرا نام مسیح ابن مریم رکھا ہم دونوں ایک مادے کے دو جوہر ہیں۔ (ازالہ اوہام)۔

انا جعلناك المسيح بن مريم۔ تبلیغ۔ ص ۵۵۱۔ بے شک کیا ہم نے تجھ کو مسیح مریم کا بیٹا۔

یعنی آکھے اللہ مینوں مثل مسیح ٹھہرایا

بن مریم ہاں یعنی میں جو وچہ حدیثاں آیا
پہلاں مثل نے فر اس پچھوں خود بن مریم بنیا
یعنی آکھے مریم مینوں اپنے پیٹوں جنیا
جھوٹھاہے ایہ دعوی اس دا سند نہ جس دی کائی
وچ قرآن حدیثاں اس دی سند نہ کوئی آئی
وچ قرآن حدیث نہ مطلق ایہہ گل پائی جائے
قرب قیامت عیسی یعنی قادیان اندر آوے
لفظ مثل دا بالکل کدھرے وچ حدیث نہ پایا
نہ کوئی نص اشارہ اس دا کدرے نظری آیا
اپنا عیسی دا ایہ مادہ کیونکر اک بتاوے
کیونکر مرزا عیسی ہویا آکھو کھول سناوے
جسم تے جان خود عین مسیح دا کیونکر اس نے پایا
اوہو عین مسیح ایہ کیونکر بن دنیا تے آیا
عیسی نام انہاں دا بے شک اندر قرآن آوے
اس دا نا م غلام احمد ہے ایہ خود آپ بتاوے
بھی ہے لقب نبی اللہ دا حاصل عیسی تائیں
مر زے نوں ایہ لقب مبارک حاصل بالکل نائیں
حضرت عیسی تائیں مریم بن باپوں ہے جایا
اپنا باپ غلام مرتضی ہے خود اس بتلایا
عیسی بے زن دنیا اتے ساری عمر گزاری
قبل نزولوں عقد نہ کیتا جانے خلقت ساری
مرزے اس دعوی تھیں پہلاں عقد نکاح ہے کیتا
اپنا نالے مرزائیاں دا منہ اس نے خود میتا
عیسی تائیں جد ایہ جھوٹھا مردہ آپ ٹھہراوے
کی ممکن پھر اپنے تائیں عین عیسی بتلاوے

عین عیسی جد اپنے تائیں ہے اس مغل ٹھہرایا
عیسی دا خود زندہ ہوون اس تھیں لازم آیا
عیسی نوں جد اس جھوٹے نے ہے مصلوب کرایا
کیوں نہ اس نے عیسی وانگوں فر ایہ رتبہ پایا
عیسی دا ہے مولد کنعاں لکھیا وچہ کتاباں
مرزے دا ہے مولد کادیاں اندر ملک پنجاباں
حضرت عیسی صدہا انّھے کوڑھے کیتے چنگے
ایویں ہور بہتیرے روگی اعرج لولے لنگے
مرزے تھیں نہ اج تک کوئی کوہڑا اچھا ہویا
نہ کوئی انّھاں اس دے ہتھوں بینا ہو کر مویا
حضرت عیسی اذنوں رب تھیں خاکی طیر بنائے
مرزا بھی ہن اس دے وانگوں ایہ گل کر دکھلائے
مریم دا ہے واقعہ جو جو اندر قرآن آیا
مرزے دی ایہ امّاں بالکل کوئی امر نہ پایا
بھی نہ نانی ماں اس دی نوں آکر نذر چڑھایا
قلم نہ حضرت زکریا دا پانی اتے آیا
عیسی دا آسمانی جاون آکھے ممکن نائیں
کی ممکن پھر عین مسیح اکھواوے اپنے تائیں
عین مسیح جد ہوون اپنا ایہ ممکن بتلاوے
ایویں ممکن ہے آسمانوں آخر عیسی آوے

قال القادیانی: خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ عیسی مر چکے اور دنیا سے اٹھائے گئے پھر دنیا میں نہیں آئیں گے۔
ازالہ اوہام۔ص۸۰۔اور وہ مسیح موعود میں ہوں۔المشتہر مرزا غلام احمد مسیح موعود۔از قادیان ۷ جون ۱۹۰۰ء

یعنی آکھے اللہ مینوں ہے ایہ خبر بتائی
عیسی بے شک دنیا اتوں مر کر ہوئے راہی
آکھے فوت ہویا ہے عیسی فیر نہ ایتھے آوے

قرب قیامت دنیا اتے فیر نہ پھیرا پاوے
آکھے ہاں موعود مسیح میں جو حضرت فرمایا
فرضی عیسی بن کر ہاں میں قادیان اندر آیا
آکھے ہاں موعود مسیح میں منّو میرے تائیں
بن مریم آسماناں اتے زندہ بالکل ناہیں
جھوٹھا ہے اس اللہ اتے ہے طوفان اٹھایا
عیسی فوت نہ ہوئے نہ رب اس نوں ایہ بتلایا
جھوٹھا ہے ایہ دعوی اس دا سند نہ اس دی کائی
باجہ دلیلوں دعوی باطل جانے کل لوکائی
کوئی نص قرآن حدیثوں ایسی کڈھ دکھاوے
کھلم کھلی جو عیسی ؑ دا مرنا صاف بتاوے
کوئی نص قرآن حدیثاں اندر دسّے آئی
جس وچہ ہو ایہ عیسی ؑ ایتھوں مر کر ہوئے راہی
کون گواہ ہے اللہ اس نوں اس دی خبر بتائی
جھوٹھا ہے ایہ بے شک اس نے دل دی بات بنائی
فوت نہ ہویا عیسی ؑ بالکل مرزا جھوٹھ بتاوے
قرب قیامت بے شک عیسی فر دنیا تے آوے
جائز ممکن ہے عیسی ؑ دا آسماناں تے جانا
ایویں آسماناں تو اس دا فر دنیا تے آنا
آسماناں تے جاون اس دا ثابت ہے قرآنوں
مسئلہ ہے ایہ قطعی اس وچہ ذرہ شک نہ آنوں

قال اللّٰہ تعالیٰ: وما قتلوہ و ما صلبوہ ولکن شبّہ لھم۔ و انّ الّذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم بہ من علم الا تباع الظن و ما قتلوہ یقینا۔ بل رّفعہ اللّٰہ الیہ۔ وکان اللہ عزیزاً حکیماً۔

و لکن شبہ لھم المقتول و المصلوب و ھو صاحبھم بعیسی ای

القی اللّٰہ علیہ شبھہ فظنوہ ایّاہ ففی شک منہ من قتلہ قال بعضھم لما رو المقتول الوجہ وجہ عیسی والجسد لیس بجسدہ و قال آ خرو ن بل ھو ھو (تفسیر جلالین)۔

(اورنہیں مارا انہوں نے عیسی کواورنہیں سولی دیا انہوں نے یعنی یہود نے اس کومگر شبہ ڈالا گیا واسطے ان کے اور بے شک وہ لوگ جواختلاف کیا انہوں نے بیچ اس کے البتہ شک میں ہیں اس سے ،نہیں واسطے ان کے کچھ علم مگر تابعداری کی اس نے گمان کی۔اورنہیں قتل کیا انہوں نے اس کو ہرگز۔ بلکہ اٹھالیا ہے اللہ نے اس کو اپنی طرف ۔اور ہے اللہ غلبے والا حکمت والا ۔اے پر شبہ ڈالا گیا ان پر مقتول اور مصلوب کی بابت اور وہ ان کا ایک تھا ساتھ عیسی کے، ڈال دیا اللہ تعالی نے اوپر اس کے شبہ اس کا یعنی عیسیؑ کا ۔ پس گمان کیا انہوں نے اس کو وہ ہی۔ البتہ شک میں ہیں اس کے مارنے سے اسی لئے ۔کہا بعض ان کے نے جب دیکھا مقتول کو کہ منہ اس کا منہ عیسی کا ہے اور جسم اس کا نہیں ۔ اور کہا دوسروں نے بلکہ یہ وہی ہے)۔

یعنی قتل نہ کیتا انہاں بن مریم دے تائیں
بھی نہ سولی دتّا اس نوں بولن جھوٹھ ہوائیں
قتل نہ ہویا لیکن اس دی اللہ شکل وٹائی
چہرے تھیں اوہ عیسی ہویا قدرت نال الٰہی
شکی ہوئے بے شک جہڑے جھگڑا اس وچہ کر دے
علم نہ کجھ انہاں نوں ایویں اٹکل پچھے مردے
قتل نہ کیتا انہاں اس نوں اپنے ولوں یقینوں
بلکہ اٹھایا اللہ اسنوں طرف آسمان زمینوں
اللہ غالب حکمت والا کردا ہے جو چاہے
مار نہ سکے اسنوں کوئی جس نوں آپ بچائے
قوم یہود جو بن مریم دے دشمن آہے بھارے
اکدن اس دے مار ن کارے کٹھے ہوئے سارے
جس حجرے دے اندر اس دم حضر ت عیسی آ ہے
اک منا فق انہاں وچوں اس دے اندر جائے

صورت اس دی اللہ صاحب عیسی نال وٹائی
چہرے تھیں او عیسی ہویا قدرت نال الٰہی
اس نوں پکڑ یہودی سارے چاہڑن سولی اتے
رولے وچہ رہے اوہ لیکن سارے کافر کتّے
بعضے آکھن سولی ہے خود دتا عیسی تائیں
آکھن ہور جو اندر وڑیا او پھر گیا کتھائیں
دوجی اک روایت بھی ہور اس دے اندر آئی
ذکر کریساں اگے چل کے انشاء اللہ بھائی
مورد قتل صلب دا دونویں جسم تے روح ہے بھائی
مرزا بھی ہے مندا اس نوں ہو مجبور سودائی
نفی قتل دی جیوں ہے راجع جانب جسم نے جاں دے
لازم ہے تیوں رفع بھی ہووے راجع طرف دوہاندے
دونویں اک ضمیر دوہاں دا راجع اکو جانے
جسم تے روح دونویں ہے مرجع شک نہ اس وچہ جانے
عیسی اسم مسمی اس دا جسم تے روح ہے بھائی
جو مذکور ہویا ہے پچھے شک نہ اس وچ رائی
مرجع اس دا تنہا روح نوں جے ٹھہرایا جاوے
قتل صلب دا پھرنا بھی فر روح ول لازم آوے
لازم آوے سولی دینا تنہا روح دے تائیں
باطل ہے ایہ عقلوں نقلوں بالکل ممکن ناہیں
کوئی سند دلیل نہ اس دی دعوی محض زبانی
بھی تعقید نہایت ہووے اندر نظم قرآنی
بھی جے تنہا روح عیسی دی جاندے اتاں اٹھائی
کجھ تخصیص نہ اس وچہ اس دی نہ سی کجھ وڈیائی
ایویں ہر مومن دی روح نوں ول آسماں لیجاندے

ایسا نہ کوئی مومن جس دی روح نہ اتاں اٹھاندے
وجہ خصوص ذکر دے اس دی نہ کوئی پائی جاوے
ادنی مومن تھیں بھی اس وچہ وادہا نظر نہ آوے
خالی مول نہیں نکتے تھیں کوئی لفظ قرآنی
کی جانے قرآن دا مطلب اے مرزا قدیانی
بھی بن مریم فرضاً جے کر مر دنیا توں جاندے
تشبیہ بدلے اللہ اس دی موت بیان فرماندے
شبہ ہویا تشبیہوں بھارا مرزائیاں ناداناں
کتھے شبہ تے کتھے تشبیہ فرق زمین آسماناں
معنی تشبیہ شکل وٹاواں لغتاں اندر آیا
اس دے باجہ نہ دوجا معنی ہور کسے بتلایا
شک شبہ جے اس تشبیہوں مطلب لیتا جاوے
بے شک فر تکرار عبارت اندر لازم آوے
لازم آوے اس تھیں ہوون لغو کلام الٰہی
وچہ فصاحت اس دی لگّے وٹّا دھبہ بھائی
بھی جد کہن یہودی کیتا قتل مسیح دے تائیں
شبہ ہویا کس چیزوں انہاں کیونکر کھول سنائیں
بھی ایہ کلمہ بل اضرابی جس جا وچہ آوے
اگّا پچھا اس دا آپس وچہ تنافی چاہوے
اک دوجے دے نال مخالف ہووے بے شک بھائی
ممکن مول نہ کٹھے ہوون مسئلہ ایہ اجماعی
جے کر تنہا روح دا چڑھنا ہو ول اللہ سائیں
نال قتل دے اس نوں بالکل کجھ تنافی ناہیں
غازی جو سبھ مارے جاون اندر جنگ لڑائی
روح انہاں دی بے شک جاوے ول آسمان اوٹھائی

رفعوں مطلب اس جا گہہ وچہ رفع نہیں روحانی
ثابت ہویا پہونچے عیسی نال جسم آسمانی
رفعوں جے روحانی معنی اس دا لیتا جاوے
اگا پچھے نال مخالف بالکل نظر نہ آوے
غرض مسیح دا نال جسم دے آسماناں تے جانا
ثابت ہویا اس آیت تھیں بھی فر آخر نوں آنا
نص آیت ہے رب عیسی نوں اپنی طرف اٹھایا
نال چالاکی اس آیت نوں پر اس نے الٹایا

قال القادیانی: اس جگہ رفع سے مراد موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۹۸)

لفظ رفع دا یعنی جو اس آیت اندر آیا
موت بعزت معنی اس دا مرزے نے ٹھہرایا
مرنا عزت نال رفع دا ایہ معنی ٹھہراوے
نال جسم آسمانی یعنی نہ ممکن کوئی جاوے
مرنا عزت نال رفع دا معنی کتے نہ آیا
کسے نہ لغوی اج تک اس دا ایہ معنی بتلایا
مرنا عزت نال رفع دا معنی بالکل ناہیں
پایا مول نہ جاوے بالکل لغتاں وچہ کتھائیں
کیتا اس الحاد صریحاً وچہ آیات قرآنی
خواہش نفس مطابق گھڑدا ایہ معنی نفسانی
کتب عقائد اندر ہے ایہ لکھیا مسئلہ بھائی
ظاہر نص قرآن حدیثوں پھرنا ہے گمراہی
اپنے قولاں وچہ نہ جائز ایہ تاویل بتاوے
کیوں فر نص قرآن حدیثاں ظاہر تھیں الٹاوے
اصل رفع دے معنی لغوی اچّا کرنا آیا
اس دے باجہ نہ لغت عرب وچہ دوجا معنی آیا

بھی ہے اک قرینہ قائم اس جا گہہ وچ بھائی
اپنی طرف اٹھاواں تینوں دیکھ قرآن گواہی
ہے برہان قوی رب اس نوں اپنی طرف اٹھایا
مبطل ہے ایہ اس معنی نوں جو اس دلوں بنایا
کی ممکن فر ہن ایہ اس دا معنی ہور بتاوے
اصلی معنی چھوڑ مجازی معنی نوں ہتھ پاوے
ربط تعلق بھی فر اس دا صورت وچہ بھائی
سابق آیت نال نہ بالکل باقی رہندا کائی
بھی تخصیص مسیح دی ہن مطلق کوئی ناہیں
عزت نال اٹھا وے اللہ ہر پیغمبر تائیں
ہے تفسیر حدیثاں اندر اس آیت دی آئی
عیسی دا آسمانی جانا ثابت ہے خود بھائی

عن ابن عباس قا ل لما اراد اللہ ان یر فع عیسی الی السّما ء خر ج علی اصحا بہ و فی البیت اثنا عشر ر جلاً من الحوا ریین یعنی فخرج علیھم من عین البیت و رأسہ یقطر ماءً فقا ل ان منکم من یکفر بی اثنی عشر مرةً بعد ان أمن بی ثم قا ل ایکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکا نی و یکو ن معی فی در جتی فقا م شا ب من احدثھم سناً۔فقال لہ اجلس ثم اعاد علیھم فقام ذلک الشا ب فقال اجلس ثم اعاد علیھم فقال ذلک الشاب فقال انا فقال ھو انت ۔ فا لقی علیہ شبہ عیسی و رفع عیسی من روزنة فی البیت الی السماء و قال جا ء الطلب من الیھود فا خذوا الشبہ فقتلوہ ثم صلبوہ وھذا اسناد صحیح الی ابن عباس رواہ سعید بن منصور و ابن ابی حا تم و النسا ئی و ابن مر دو یہ ... الخ

..ابن عباس سے روایت ہے کہا انہوں نے جس وقت ارادہ کیا اللہ نے عیسی کے اٹھانے کا آسمان کی طرف ۔ نکلا عیسی اپنے اصحاب پر اور ایک گھر میں بارہ آدمی تھے حواریوں سے ۔ پس

نکلے اپنے گھر کے چشمہ سے اور اس کے سر سے پانی کے قطرات ٹپکتے تھے۔ پس کہا عیسی نے تحقیق بعض تم میں سے وہ آدمی ہوگا جو کافر ہوگا میرے ساتھ بارہ دفعہ اس کے بعد کہ ایمان لاوے میرے ساتھ۔ پھر کہا کون ہے تم میں سے کہ ڈالا جاوے اس پر شبہ میرا۔ پس قتل کیا جاوے میری جگہ اور ساتھ ہو میرے بیچ ایک درجہ کے۔ پس کھڑا ہوا ایک جوان نوعمر۔ پس کہا عیسی نے بیٹھ۔ پھر کہا ان پر۔ پس کھڑا ہوا وہی جوان۔ پھر کہا اس نے بیٹھ۔ پھر اعادہ کیا اس نے، پھر کھڑا ہوا وہی جوان۔ پس کہا اس نے میں ہوں۔ پھر کہا عیسی نے کیا تو ہی ہے۔ پھر ڈالا گیا اس پر شبہ اس کا، اور چڑھے عیسی ایک روشن دان سے جو گھر میں تھا آسمان کی طرف۔... اور کہا راوی نے آیا ڈھونڈنے والا یہودیوں سے۔ پس پکڑا انہوں نے اس جوان کو، پس قتل کیا انہوں نے اس کو پھر سولی دیا انہوں نے اس کو۔ یہ حدیث سند اس کی صحیح ہے ابن عباس کی طرف روایت کیا اس کو سعید بن منصور نے اور ابن ابی حاتم اور نسائی اور ابن مردویہ نے اور اسی طرح روایت کیا نسائی نے اس سے، لفظ اس کے یہ ہیں، پس اکٹھے ہوئے یہود اس کے قتل پر خبر دی اللہ نے اس کو اس بات کی کہ اٹھائے گا اللہ اس کو آسمان کی طرف۔ اور بیچ آخر سے حدیث کی، پس ڈالا اللہ تعالی اوپر اس کے شبہ اس کا پس قتل کیا گیا آخر حدیث تک، اسی طرح ہے تفسیر ابن کثیر اور کمالین میں اور یہ وہ بات ہے نہیں داخل ہوتا قیاس میں پس واسطے اس کے حکم رفع کا ہے۔

حضرت عیسی یاراں دے ول گھر تھیں باہر آئے
باراں مرد حواری انہاں گھر دے اندر پائے
کافر اک تساں تھیں ہووے آکھیا باراں حواری
ہو مرتد ایمانوں پچھے میں تھیں ہو بیزاری
پھر کہیا ہے کون تساں تھیں میری صورت چاہوے
میرے بدلے قتل جو ہو کر میرا درجہ پاوے
اک نوعمر جوان انہاں تھیں فوراً اٹھ کھلووے
آکھے ہاں میں حاضر حضرت مناں حکم جو ہووے
حضرت عیسی آکھن اس نوں بہہ جا تو اے بھائی
پہلی گل انہاں نوں حضرت عیسی فر دہرائی

اوہو لڑکا دو جے واری فر اٹھ عرض گزارے
حضرت عیسی آکھن اس نوں بہہ جا یار پیارے
پھر فرمایا اسنوں حضرت عیسی تیجی واری
تیری صورت میری ہو تد پکی تیری یاری
آخر اللہ چہرہ اس دا عیسی وانگ بنایا
عیسی نوں فر ہوری راہوں ول آسمان اٹھایا
قوم یہوداں چہرہ اس دا عیسی دا جد پایا
عیسی خود ٹھہرا کر اس نوں سولی پکڑ چڑھایا
ثابت اس تھیں اس آیت وچہ ہویا بے شک سائیں
مرنا عزت نال رفع دے ہرگز معنی ناہیں
کیوں ایہ جھوٹا اپنے تائیں بن مریم اکھواوے
کوئی لفظ نہ ایس حدیثو ں صادق اس تے آوے
نا کوئی یار حواری اس دا اس دی صورت ہویا
نہ کوئی اس دے بدلے بالکل سولی پا کر مویا

و اخرج عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر عن مجاھد فی قولہ تعالی، شبّہ لھم، قال صلبوا غیر عیسی شبھوہ بعیسی یحسبون ایّاہ و رفع اللّٰہ الیہ عیسی حیّاً ۔ ترجمہ۔ کہا مجاہد نے خدا کے قول شبّہ لھم کی تفسیر میں کہ سولی چڑھایا انہوں نے ایک مرد کو سوائے عیسی کے انہوں نے اس کو عیسیٰؑ کے مشابہ پاکر اس کو عیسی گمان کیا اور خدا تعالی نے عیسی کو اپنی طرف زندہ اٹھالیا۔

اخرج عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المزر عن قتادہ و قولھم انا قتلنا .. الخ۔ قال اولئک اعداء اللّٰہ الیھود فتفخروا بقتل عیسی و زعموا انھم قتلوہ و صلبوہ و ذکر ما انہ قال لا صحابہ ایکم یقذف علیہ شبھی فانہ مقتول قال رجل من اصحابہ انا یا نبیّ اللّٰہ فقتل ذلک الرجل و منع اللّٰہ نبیّہ و رفعہ الیہ ۔(درمنثور)۔

ترجمہ۔ یعنی کہا قتادہ تابعی نے اس آیت کی تفسیر میں و قولھم انا قتلنا .. الخ۔ کہ مراد

اس سے دشمن اللہ کے یہود ہیں کہ فخر کیا انہوں نے ساتھ قتل کرنے عیسی کے اور گمان کیا انہوں نے کہ قتل کیا ہے انہوں نے اس کو اور سولی چڑھایا ہے اور ذکر کیا گیا ہے ہمارے واسطے کہ عیسی نے اپنے یاروں سے کہا کہ تم میں سے ایسا کون ہے کہ میری صورت ہو جاوے پس تحقیق وہ قتل کیا جاوے گا تو ایک مرد نے ان کے یاروں سے کہا کہ میں اے نبی اللہ یہ بات قبول کرتا ہوں سو قتل کیا گیا یہ مرد۔ اور بچایا اللہ نے اپنے نبی کو اور اٹھایا اس کو طرف اپنی۔

و اخرج ابن جریر عن السدی قال ان بنی اسرائیل حصروا عیسی و تسعة عشر رجلاً من الحواریین فی بیت فقال عیسی لا صحابه من یأخذ صورتی فیقتل و له الجنة فاخذ ها رجلا منهم و صعد بعیسی الی السماء فذلک قوله و مکروا و مکر اللّٰه و اللّٰه خیر الماکرین

اور اخراج کیا ابن جریر نے سدی سے کہا کہ تحقیق بنی اسرائیل نے گھیرا عیسی اور انیس حواریوں کو گھر میں، سو کہا عیسی نے اپنے یاروں سے کہ کون ہے کہ میری صورت پکڑے پس قتل کیا جاوے اور اس کے واسطے بہشت ہو تو ایک مرد ان میں سے عیسیٰؑ کی صورت ہوا اور عیسی کو آسمان پر چڑھایا گیا۔ پس یہی مطلب ہے خدا تعالی کے اس قول کا کہ مکر کیا یہود نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر مکر کرنے والا ہے۔ اور کہا تفسیر ابن کثیر میں و کذا ذکره غیر واحد من السّلف انه قال لهم ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی و هو رفیقی فی الجنّة

بھی ہور سلف علماواں تھیں ہے یعنی ایویں آیا
حضرت عیسی اصحاباں نوں اپنے ایہ فرمایا
کون تساں تھیں ایسا جوکوئی میری صورت چاہوے
میرے بدلے سولی پا کر جنت اندر جاوے
آیت ہے ایہ نص صریح اس معنی وچہ بھائی
نال جسم آ سمانی پہو نچے عیسی شک نہ کائی

قال القادیانی: جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے و رفعناه مکاناً علیّاً۔ اور اٹھایا ہم نے اس کو مکان بلند پر۔

اس آیت تھیں اس جھوٹے نے چھوڑ گواہی لیتی
سمجھ لئے میں جو اس جا گہہ ایس چالاکی کیتی
موت بعزت بھی ایہ آکھے اس دا معنی واہی
دعوی ہے ایہ باطل اس دا سند نہ اس دی کائی
ہن میں تینوں اصلی مطلب اس دا کھول سناواں
دھوکا تے مکاری اس دی کر تحریر دکھاواں

قال اللہ تعالی و رفعناہ مکاناً علیاً۔

و ھوحیّ فی السماء الرابعۃ۔ (جلالین) اوروہ زندہ ہےآسمان چہارم میں

یعنی ہے ادریس پیغمبر برحق سچ مچ جانی
اللہ اس نوں ایتھوں زندہ کھڑیا ہے آسمانی
چوتھے آسمان تے ہے زندہ آیا وچہ تفسیراں
اکثر عالم علماں والے کر دے اے تقریراں
وچہ روایت قصہ اس دا ہور طرح بھی آیا
کعب احبار کنوں ہے یعنی ابن جریر لیایا

و روی ابن جریر عن کعب الاحبار انّہ قال لابن عباس کان لادریس صدیق من الملائکۃ فسألہ عن عمرہ فرفعہ علی جناحہ و ذھب الی السّماء و لما بلغ الی السّماء الرّابعۃ فلقیہ ملک الموت فسألہ کم بقی من عمر ادریس قال این ادریس قال ملک الموت ان ھذا الشئی عجیب امرت قبض روحہ قال کعب فھذا معنی قولہ تعالی و رفعناہ مکاناً علیّاً۔

(روایت ہے ابن جریر سے اس نے روایت کی ہے کعب الاحبار سے تحقیق اس نے کہا واسطے ابن عباس کے تھا واسطے ادریس کے ایک دوست فرشتوں میں سے پس پوچھا ادریس نے اس سے اپنی عمر سے۔ پس اٹھایا اس فرشتے نے ادریس کو اپنے بازو پر اور لے گیا اس کو آسمان کی طرف اور جب پہونچا آسمان چہارم پر ملا اسکو ملک الموت۔ پس سوال کیا اس نے اس کو کہ کس قدر باقی ہے عمر ادریس کی۔ ملک الموت نے کہا کہاں ہے ادریس۔ یہ ایک عجیب چیز ہے

حکم کیا گیا میں ساتھ قبض کرنے اسکے۔ کہا کعب نے یہ معنی ہے ورفعناہ۔ الخ)۔

یعنی اک فرشتہ اس دا ہا دوست جانی
چک پراں تے اس دے تائیں لے چڑھیا آسمانی
لے پہنچا آسماناں اتّے جد اوہ اس دے تائیں
قبض ہوئی روح اس دی اوتھے مرکر رہیا اوتھائیں
نال جسم ادریس نبی دا آسماناں تے جانا
ثابت اس آیت تھیں ہویا مرزے نوں سمجھانا
بعضے آکھن اللہ اس نوں اپنی طرف اٹھایا
نال نبوت اس دا یعنی رتبہ شان ودھایا
درجہ اس دا اچّا کیتا یعنی نال رسالت
رتبہ عالی دتہ اس نوں عزت نال کرامت
غرض نہیں ایہ آیت بالکل لائق استشہاداں
فاسد بنیاداں دے اتے ایہ فاسد بنیاداں
بلکہ ہے ایہ نص شہادت اس دے کارن آئی
عیسی دا آسمانی جاون بے شک ممکن بھائی
ایویں اس امت تھیں ہے ایہ وچہ حدیثاں آیا
بعضے لوکاں تائیں اللہ ول آسمان اٹھایا
کر تحریف رفع نوں ایہ جد معنی تھیں الٹا وے
کیوں تاویل توفی تھیں فر غیظ غضب وچہ آ وے

قال اللّٰہ تعالی: و ان من اھل الکتاب الّا لیؤ منّ بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً۔ قبل موتہ ای قبل موت عیسی و المعنی ما من احد من اھل الکتاب ادرک ذلک الوقت الا آمن بعیسی عند نزولہ من السماء و صححہ ھذا القول الطبری کذا فی التفسیر الخازن و قال عطاء عن ابن عباس اذا نزل عیسی الی الارض لا یبقی یھودی و لا نصرانی الا آمن بہ و شھد انہ روح

اللہ و کلمتہ و عبدہ و نبیہ کذا فی التفسیر ابن کثیر و الوسیط للامام الواحد ی و ا خر ج ابن جر یر عن ابی مالک و ان من اهل الکتا ب ا لا لیو منن بہ قبل مو تہ قا ل ذلک عند نزو ل عیسی بن مر یم لا یبقی ا حد من اهل ا لکتا ب ا لا آمن بہ و اخر ج عبد بن حمید و ابن المنذر عن شهر بن حو شب و ان من ا هل الکتا ب ا لّا لیو منّن بہ قبل مو تہ عن محمد بن علی بن ابی طا لب هو ابن الحنفیه قا ل لیس من اهل الکتا ب ا حد ا لا اتتہ الملا ئکة یضربو ن و جهه و دبرہ ثم یقا ل یا عدو اللّٰہ ان عیسی رو ح اللّٰہ و کلمتہ کذ بت علی اللہ و زعمت انہ اللہ ان عیسی لم یمت و انّہ رفع الی السماء و هو نازل قبل ان تقوم السّاعة فلا یبقی یهودی ولا نصرا نی ا لّاآمن بہ و کذا رو ی سعید بن جبیر و العو فی عن ابن عباس و قا ل ابن جر یر حد یثنا یعقو ب حد ثنا ابن علیّہ ابو رجاء عن الحسن و ان من اهل الکتا ب ا لا لیو منن بہ قبل مو تہ قال قبل موت عیسی و اللہ انہ لحی ا لآ ن عند اللہ و لکن ا ذا نز ل آمنوا بہ اجمعو ن و کذا روی و غیر وا حد و ہذا القو ل هو الحق البحث الذی لا یجو ز العدول عنہ

ترجمہ: کہا اللہ تعالی نے اورنہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لا وے گا ساتھ عیسیٰؑ کے ان کے مرنے سے پہلے ۔ اور قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا، قبل مو تہ یعنی عیسی کے مرنے سے پہلے ۔ اور معنی یہ ہیں کہ کوئی اہل کتاب میں سے نہیں جو نزول کا وقت پا وے گا کہ ایمان لائے گا ساتھ عیسیٰؑ کے وقت اتر نے کے ان کے آسمان سے، اور صحیح کہا ہے اس قول کو طبری نے ۔ اسی طرح سے ہے تفسیر خاز ن میں ۔ اور روایت کی عطا نے ابن عباس سے کہ جب عیسیٰؑ زمین کی طرف اتریں گے تو نہ باقی رہے گا کوئی یہودی اور نہ نصرانی مگر کہ ایمان لا وے گا ساتھ ان کے اور گواہی دے گا کہ وہ اللہ تعالی کا روح ہے اور اس کا کلمہ ہے اور اس کا بندہ اور نبی ۔ اسی طرح ہے تفسیر ابن کثیر اور وسیط میں ۔ اور روایت کی ابن جریر نے نے ابو ما لک سے اس آیت کی تفسیر میں و ان من اهل الکتا ب .. الخ۔ کہا کہ یہ عیسی کے نزول کے وقت ہوگا کوئی

یہودی اورعیسائی نہ رہے گا مگر کہ عیسیٰ کے ساتھ ایمان لاوے گا اور روایت کی عبد بن حمید نے ابن حوشب سے اسی آیت کی تفسیر میں محمد بن حنفیہ سے کہا کہ نہیں کوئی یہودی اور نہ نصرانی مگر کہ موت کے وقت اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، مارتے ہیں اس کے منہ اور پیٹھ پر، پھر کہا جاتا ہے کہ اے اللہ کے دشمن بے شک عیسیٰ روح اللہ ہے اور اس کا کلمہ، تو نے اللہ پر جھوٹ باندھا تو نے گمان کیا کہ وہ اللہ ہے، عیسیٰؑ فوت نہیں ہوئے بلکہ وہ بے شک آسمان کی طرف زندہ اٹھائے گئے اور وہ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے آسمان سے اتریں گے پس نہ رہے گا کوئی یہودی اور عیسائی مگر انکے ساتھ ایمان لاوے گا اور اسی طرح روایت کی ہے سعید بن جبیر اور عوفی نے ابن عباس سے اور روایت کی ہے ابن جریر نے حسن بصری سے اس آیت کی تفسیر میں و ان من اھل الکتاب .. الخ ۔قبل موتہ کہا کہ پہلے موت عیسیٰ کے، یعنی موتہ کی ضمیر عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔ اور قسم ہے اللہ تعالیٰ کہ بے شک عیسیٰ اس وقت زندہ ہیں پاس خدا کے ولیکن وہ آسمان سے قرب قیامت اتریں گے تو سب اہل کتاب ان کے ساتھ ایمان لاویں گے۔

یعنی عیسیٰ قرب قیامت جد آسمانوں آوے
دنیا تے جد دوجی واری آکر پھیرا پاوے
قوم یہود جو اس دن ہوون جتنے ہور عیسائی
منّن اس نوں مرنوں پہلے باقی رہے نہ کائی
توبہ کر سن جانن اس نوں بندہ خاص الٰہی
اللہ نہ کوئی جانے اس نوں قوم یہود عیسائی
بے شک عیسیٰ قرب قیامت آوے گا آسمانوں
وعدہ ہے ایہ سچا ہویا شک نہ اس وچہ جانوں
ابو ہریرہ تھیں ہے مسلم اینویں نقل لیایا
ایہو مطلب اس آیت دا ابن عباس بتایا
ایویں حسن و غیرہ اس دا ایہ مطلب بتلاون
آکھن عیسیٰ قرب قیامت دنیا تے پھر آون
خازن ابن کثیر وغیرہ وچ اکثر تفسیراں

ایویں ہور کتاباں اندر لکھیاں ایہ تقریراں
ہے ایہ لفظ مضارع اس تے لام تاکید جاں آوے
نون ثقیلہ بھی اس تائیں استقبال بناوے
مسئلہ ہے ایہ نحوی لکھیا ہویا بہتی جائیں
کھول کتاباں نحوی دیکھیں شوق جے تیرے تائیں
حق صریح وچہ ہے اے مسئلہ لکھیا نال دلیلاں
ثابت کیتا اس نے حق نوں کر باطل تاویلاں
قطعی دلالت ہے ایہ آیت اس دے اندر بھائی
قرب قیامت آوے عیسی شک نہ اس وچہ رائی

قال اللّٰہ تعالی: و یکلّموا الناس فی المھد و کھلا و من الصالحین ۔ و ینزل عند قرب الساعۃ کھلاً و علیہ قولہ تعالی و یکلّموا الناس فی المھد و کھلا ۔ قال ابن عباس ارسل اللّٰہ عیسی و ھو ابن ثلاثین سنۃ فمکث فی رسالتہ ثلاثین شھر ثم رفعہ اللّٰہ الیہ کذا فی تفسیر الخازن و جامع البیان ۔(ترجمہ: اور باتیں کرے گا لوگوں سے ماں کی گود میں اور پوری عمر کا ہوکر، یعنی قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوگا کہا ابن عباسؓ نے کہ اللہ نے عیسیؑ کو رسول کر کے بھیجا تیس برس کی عمر میں ۔ سو رہے تیس مہینے اپنی پیغمبری کے بعد، پھر خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھایا۔ اسی طرح ہے تفسیر خازن اور جامع البیان میں)۔

یعنی عیسی وچہ پنگوڑے لوکاں نال للاوے
بھی فر اوہ جد بڈھا ہووے سن کہولت پاوے
بتّی برس کی عمر وچہ اس نوں رب کھڑیا آسمانی
سن کہولت نہ ایک ہرگز ہے ایہ عمر جوانی

و فی الصحیح یدخل اھل الجنۃ ابناء ثلث و ثلاثین سنۃ و قال النبی ﷺ لا یفنی شابھم ۔ رواہ مسلم ۔ اور صحیح میں ہے بہشتی بہشت میں اس حالت میں داخل ہوں گے کہ وہ جوان ہوں گے ۳۳ سال کی عمر میں ۔ اور فرمایا نبی ﷺ نے اور نہ فنا ہوگی جوانی ان کی ۔

تیتی سال عمر وچہ ہوسن یعنی اہل بہشتاں
بڈھے نہ اوہ ہوسن ہرگز بالکل نیک سرشتاں
تیتی سالاں سن کہولت جے ٹھہرایا جاوے
جنتیاں دا بڈھا ہوون اس تھیں لازم آوے
ثابت ہویا تیتی سالاں عمر کہولت ناہیں
سن کہولت اگے اس تھیں شک نہ اس وچہ لائیں
ثابت ہویا اس تھیں عیسی دنیا تے پھر آون
قرب قیامت یعنی فر تد سن کہولت پاون

قال اللّٰه تعالی و انه لعلم للسّاعة و انّه عیسی لعلم الساعة تعلم بنزوله فهو المراد بذلک نزوله قبل یوم القیامة و یؤید هذا المعنی القرأة الاخری و انه لعلم الساعة الامارة و دلیل علی وقوع و قال مجاهد و انّه لعلم للسّاعة ای آیة السّاعة خروج عیسی بن مریم قبل یوم القیامة وهذا روی عن ابی هریره و ابن عباس و ابی العالیه و ابی مالک و عکرمة و الحسن و قتاده و الضحاك وغیرهم و قد تواتر الاحادیث عن رسول اللّٰه ﷺ انه اخبر بنزول عیسی قبل یوم القیامة اماماً عادلاً و حکماً مقسطاً۔ تفسیر ابن کثیر، والمعالم، و جامع البیان و اللاکلیل و الکشاف و جلالین و غیرہ ۔ترجمہ: عیسیٰ قیامت کی نشانی ہے یعنی جب عیسی نازل ہوں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ قیامت آئی ۔مراد ساتھ اس کے اترنا عیسی کا ہے قیامت سے پہلے اور تائید کرتی ہے اس معنی کو دوسری قرأت و انه لعلم السّاعة یعنی نشانی اور دلیل ہے اوپر قائم ہونے قیامت کے اور کہا مجاہد نے کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ عیسی کا قیامت سے پہلے آنا نشانی ہے قیامت کی ۔اسی طرح مروی ہے ابو ہریرہ اور ابن عباس وغیرہ سے ۔

عیسی علم قیامت یعنی اس دی جان نشانی
قرب قیامت آون اس دا بے شک سچ مچ جانی
علم قیامت یعنی عیسی قرب قیامت آوے

اس دے بعد قیامت جلدی فر قائم ہو جاوے
ابن عباس تے ابوہریرہ ایہو ہے فرمایا
عکرمہ حسن ضحاک وغیرہ ایہ مطلب بتلایا
اس آیت تھیں بھی ایہ ثابت ہویا نال یقین دے
قرب قیامت عیسیٰ فر ہو نازل وچہ زمین دے
آیت ہے ایہ نص صریح ناطق صاف بتاوے
عین مسیح خود قرب قیامت دنیا تے فر آوے

قال اللّٰہ تعالیٰ : یا عیسی انی متوفّیک و را فعک الیّ و مطھرك من الذین کفروا و جاعل الّذین اتّبعوك فو ق الذین کفروا الی یوم القیا مۃ (اے عیسیٰ تحقیق میں تجھ کو قبض کرنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف اور پاک کرنیوالا ہوں تجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہیں اور کرنے والا ہوں تیرے فرمان بردار وں کو بلند ان لوگوں سے کہ کافر ہیں ، قیامت تک)

قبض کراں میں تینوں اللہ آکھیا عیسیٰ تائیں
اپنی طرف اٹھاواں تینوں نا غم بالکل کھائیں
پاک کراں تیں کفاراں تھیں اے پیغمبر میرے
غالب کرساں انہاں اتّے تابعدار جو تیرے
عیسیٰ اسم مسمی اس دا جسم تے روح ہے دونویں
پہلا کاف جویں ول دوہاں راجع دوجا اونویں
پہلا کاف خطابی جے کر جسم تے روح ول جاوے
باقی سب دا بھی پھر اس ول پھرنا لازم آوے
اکو چارے کاف چوہاں دا مرجع اکو جانی
جسم تے روح ول راجع سارے شک نہ اس وچہ آنی
اپنی طرف اٹھاواں جد فر رب اس نوں فرمایا
عیسیٰ دا آسمانی زندہ جاون لازم آیا
جسم سمیت مسیح دا ایتھوں چڑھ جاون آسمانی

ثابت اس آیت تھیں ہویا صاف یقینوں جانی
عجیب طریقہ ہے مرزے دا کردا عجب تاویلاں
اگے کسے نہ کیتیاں اج تک ایہ سب قالاں قیلاں
اول کاف تے تیجا چوتھا زندہ ول پھر آوے
دوجے کاف خطابی نوں ایہ روح ول صرف لیجاوے
ہے الحاد صریح اس کیتا وچہ کلام ربانی
ایہ تحریف مخالف اس دی ظاہر نظم قرآنی
ہے الٹایا قرآن تائیں اس پاغل سودائی
کیتا الٹ رفع دا معنی ہے اس قرب الٰہی
اصل رفع دا معنی لغوی اچّا کرنا آیا
معنی اس دا قرب الٰہی اندر لغت نہ پایا
غرض صریحاً کرن دلالت ایہ آیات قرآنی
اللہ عیسیٰ تائیں زندہ کھڑیا ہے آسمانی
قرب قیامت مڑ فر آوے دنیا تے آسمانوں
ثابت ہویا آون اس دا بے شک نص قرآنوں
آنحضرت ﷺ تھیں بھی خود ایہ گل ہے متواتر آئی
عیسیٰ قرب قیامت آوے شک نہ اس وچہ کائی
ہے ایہ مسئلہ قطعی اس وچہ بہت حدیثاں آیاں
کر کے نقل دکھاواں تینوں جو جو میں خود پایاں

عن ثوبان قال قال رسول اللّٰہ عصابتان من امتی حررھم اللّٰہ من النّار عصابۃ تغزو الھند و عصابۃ تکون مع عیسی بن مریم۔ رواہ النسائی۔(ثوبان سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ دو جماعتاں میری امت میں سے آزاد رکھے گا ان دونوں کو اللہ تعالیٰ آگ سے، ایک جماعت کہ غزا کی انہوں نے ہند میں اور ایک جماعت کہ ہوگی ساتھ عیسیٰ بن مریم کے)۔

امت میری تھیں دو ٹولے یعنی بچ سن ناروں

داخل ہوسن وچہ بہشتاں بچ کر قہر قہاروں
اول اوہ جو نال ہنوداں لڑ سن اللہ راہیں
دوجا اوہ جو نال مسیح دے رہ سن شام صباحیں

عن ابن عباس قال کنا فی المسجد نتذاکر فضل الانبیاء فذکرنا نوحاً (الی ان قال) وعیسی رفع الی السّماء ۔الحدیث: (ابن عباس سے روایت ہے کہ کہا اس نے تھے ہم مسجد میں فکر کرتے تھے ہم پیغمبروں کی فضیلت میں۔ پس ذکر کیا ہم نے نوح کو یہاں تک کہ کہا عیسیٰؑ اٹھایا گیا آسمان کی طرف۔ الخ)

ہور روایت اندر یعنی ابن عباسوں آیا
اللہ عیسی تائیں زندہ ول آسمان اٹھایا

وعن حریث بن مغشی ان علیّاً قتل صبیحۃ احدی وعشرین من رمضان سمعت الحسن وھو یقول قتل لیلۃ انزل فیھا القرآن ولیلۃ اسری بعیسی رفع الی السماء۔ الحدیث۔ رواہ الحاکم۔(ترجمہ: حریث بن مغشی سے روایت ہے تحقیق علی مرتضیٰ قتل کئے گئے صبح کے وقت ۲۱ تاریخ رمضان کی۔ سنا میں نے حسنؓ کو وہ کہتے تھے کہ مارا گیا اس رات کہ اتارا گیا اس میں قرآن اور رات کو سیر کرایا گیا عیسی یعنی اٹھایا گیا آسمان کی طرف)۔

یعنی علیؓ شہادت پائی اکّی ماہ رمضانوں
نازل کیتا ہے جس راتیں رب قرآن آسمانوں
جس راتیں عیسی نوں اللہ ول آسمان اٹھایا
اوسے راتیں یعنی حیدر موت پیالہ پایا
ہے موعود مسیح جو بنیاں اج کل مغل طوفانی
کیوں نہ جسم سمیت زمینوں پہونچا اے اسمانی

وعن کعب قال لمّا رأی عیسی قلۃ من تبعہ وکثرۃ من کذبہ شکی الی اللّٰہ فاوحی اللّٰہ الیہ انّی متوفّیک ورافعک الیّ وانّی سابعثک علی الاعور الدجال فتقتلہ۔ الحدیث۔ رواہ ابن جریر۔ (روایت ہے کعب سے ہرگاہ کہ دیکھا عیسیٰؑ نے کمی اپنے تابعداروں کی اور کثرت نافرمانوں

کی ، شکایت کی اللہ کی طرف ۔ پس وحی کیا اللہ نے اس کی طرف کہ تحقیق میں قبض کرنے والا ہوں تجھ کو اور اٹھالینے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف اور تحقیق میں بھیجنے والا ہوں اوپر دجال کانے کے پس قتل کرے گا تو اس کو)۔

قوم یہوداں تھیں جد عیسی یعنی ایذا پائی
شکوہ کیتا اس تھیں عیسی وچہ جناب الٰہی
اپنی طرف اٹھاواں تیں رب عیسی نوں فرمایا
نہ کر فکر اندیشہ کوئی کیوں تو غم دل پایا
بھیجاں گا پھر قرب قیامت میں تینوں آسمانوں
جا دجال نوں بے شک ماریں گا توں جانوں
مرزا جے خود اپنے تائیں بن مریم اکھواوے
کیوں نہ نال جسم دے جھوٹا آسماناں تے جاوے

و عن حذیفہ ابن اسید الغفاری قال طلع النبیؐ ﷺ علینا و نحن نتذاکر۔ فقال ما تذکرون؟ قالوا انا نذکر الساعۃ۔ قال انّہا لن تقوم حتّی ترو قبلھا عشر آیات فذکر الدّخان و الدجال و الدّابہ و طلوع الشمس من مغربھا و نزول عیسی ۔ الحدیث ۔(ترجمہ: روایت ہے حذیفہ ابن اسید الغفاری سے کہا اس نے ظاہر ہوئے نبی ﷺ اوپر ہمارے اور ہم ذکر کرتے تھے۔ پس فرمایا آپ ﷺ نے کیا ذکر کرتے ہو تم ، کہا ہم نے یاد کرتے ہیں ہم قیامت کو ۔ فرمایا نبی ﷺ تحقیق وہ (یعنی قیامت) ہرگز قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم دیکھو گے اس سے پہلے دس نشان ۔ پس ذکر فرمایا حضرت نے دھوئیں کا اور دجال کا اور دابہ کا اور چڑھنے آفتاب کا مغرب سے ، اور اترنا عیسیؑ کا ۔ روایت کیا اسکو احمد اور مسلم نے)۔

آپس وچہ صحابہ یعنی گلاں کردے آہے
کہے حدیفہ یعنی ناگاہ اوتوں حضرت آئے
کی کجھ ذکر تسیں کردے او حضرت نے فرمایا
کیتی عرض قیامت داہے ذکر اساں وچہ آیا
پتے قیامت دے دس دسے اصحاباں دے تائیں

قائم نہ ہو جد تک اس تھیں پہلاں دیکھو نائیں
دابہ تے دجال دخان بھی قوم یاجوجی دہاوے
لہندیوں سورج نکلے اسماناں توں عیسی آوے

و عن اوس بن اوس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ینزل عیسی بن مریم عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق (طبرانی)۔ترجمہ۔ روایت ہے اوس بن اوس سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، اترے گا عیسی بن مریم اوپر منارے سفید شرقی دمشق کے۔

و عن کیسان قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ینزل عیسی ابن مریم عند باب شرقی دمشق (طبرانی)۔ ترجمہ۔ اور کیسان سے روایت ہے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اترے گا عیسی بن مریم دروازہ شرقی دمشق کے نزدیک۔

حضرت ﷺ نے فرمایا یعنی عیسیٰؑ اتوں آوے
پاس مینار سفید دمشقی آ کر قدم ٹکاوے

و عن ابی امامۃ الباھلی قال خطبنا رسول اللّٰہ ﷺ فذکر الحدیث الطویل فی قصۃ الدجال و فیہ، بینما امامھم قد تقدم یصلّی بھم الصبح اذا نزل عیسی ابن مریم الصبح فرجع ذلک الامام ینکص یمشی القھقری لیتقدم عیسی لیصلّی بالنّاس فیضع عیسی یدہ بین کتفیہ ثمّ یقول لہ تقدم فصلّ فانھا لک اقیمت فیصلی بھم امامھم۔ فاذا انصرفوا قال عیسی افتحو الباب و رأی الدجال معہ سبعون الف یھودی کلّھم ذو سیف محلی فاذا نظر الیہ الدجال ذاب کما یذوب الملح ....(الی) ... فلا تبقی ذلک خلف الا ھلکت الّا ما شاء اللہ قیل فما یعیش الناس فی ذلک الزمان ..قال التھلیل و التسبیح و التحمید یجری ذلک علیھم مجری الطعام ... الخ

(ترجمہ: ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ہم پر خطبہ پڑھا۔ پس ذکر کی حدیث دراز دجال کے قصے میں اور اس میں ہے، اور جس حالت میں کہ ان کا امام صبح کی نماز

پڑھانے کو آگے بڑھا ہوگا، ناگاہ عیسیٰؑ فجر کے وقت اتریں گے تو امام الٹے پاؤں پیچھے ہٹے گا تا کہ عیسی امام بن کر لوگوں کو نماز پڑھائیں، تو عیسی اپنا ہاتھ اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھ کر اس کو کہیں گے کہ آگے بڑھ کر نماز پڑھا، اس واسطے کہ تمہارے ہی واسطے اس کی تکبیر ہوئی۔ سوان کا امام ان کو نماز پڑھائے گا۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوں گے تو عیسی کہیں گے کہ دروازہ کھولو، دروازہ کھولا جائے گا اور دیکھیں گے دجال کو اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوگا سب کے ہاتھ میں تلوار زینت دار ہوگی۔ پھر جب دجال، عیسی کو دیکھے گا تو گل جاوے گا جیسے نمک پانی میں گل جاتا ہے اور دجال بھاگ چلے گا تو عیسی کہیں گے کہ میرے ساتھ تجھ میں ایک ضرب ہے کہ اس سے بچ نہ سکے گا۔ سو وہ اس کو پاویں گے نزدیک باب لد شرقی کے، پس قتل کر ڈالیں گے اس کو۔ اور شکست دے گا اللہ یہودیوں کو سو نہ باقی رہے گی کوئی چیز جو اللہ تعالی نے پیدا کی نہ پتھر نہ درخت نہ دیوار نہ جاندار مگر کہ کلام کرے گی کہ اے عبداللہ، یہ یہودی ہے، سوآ، اور اس کو قتل کر ڈال مگر غرقد نہ بتلاوے گا کہ وہ انکے درختوں میں سے ہے۔ اور دجال زمین میں ۴۰ دن رہے گا اور ایک دن سال کے برابر ہوگا اور ایک دن مہینے کے برابر ہوگا اور ایک دن جمعہ کے برابر ہوگا۔ اور باقی دن ایک گھڑی کے برابر ہوں گے۔ صبح کرے گا کوئی مدینہ کے دروازے پر سو نہ پہونچے گا اس کے دوسرے دروازے پر مگر شام ہو جائے گی۔ سو کسی نے کہا یا حضرت ﷺ ہم ان چھوٹے دنوں میں کس طرح نماز پڑھیں گے؟ فرمایا اندازہ کر کے پڑھنا جیسے تم ان دراز دنوں میں اندازہ کر کے نماز پڑھتے ہو۔ حضرت ﷺ نے فرمایا سو عیسی ابن مریم میری امت میں حاکم عادل اور امام منصف ہوں گے، سولی کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کریں گے اور زکوۃ نہ لیں گے اور دور ہو جاوے گا کینہ اور بغض اور زہر دار چیزوں کا زہر کھینچا جاوے گا یہاں تک کہ داخل کرے گا چھوٹا بچہ اپنا ہاتھ سانپ کے منہ میں تو اس کو نہ کاٹے گا، اور نزدیک ہوگا لڑکا شیر سے تو شیر اس کو کچھ ضرر نہ کرے گا، اور ہوگا بھیڑ یا بکریوں میں گویا کہ ان کا محافظ کتا ہے، اور بھر جائے گی زمین صلح سے جیسے بھر جاتا ہے برتن پانی سے، اور ہو جاوے گا کلمہ ایک۔ پس خدا کے سوائے کسی کی عبادت نہ کی جاوے گی اور موقوف ہوگی لڑائی۔ اور چھین لیں گے قریش ملک اپنا اور زمین چاندی کی طرح روشن ہو جائے گی اور اپنی سبزی اگاوے گی جیسے آدم کے زمانہ میں اگاتی تھی، یہاں تک کہ جمع ہوں گے چند آدمی انگور کے گچھے پر تو وہ ان کا پیٹ بھر دے گا۔ اور جمع ہوں گے چند ایک انار پر تو

وہ ان کا پیٹ بھر دے گا اور گراں ہوں گے بیل اور بکیں کے گھوڑے چند درم سے۔ کسی نے پوچھا، یا حضرت گھوڑے کیوں سستے ہوں گے؟ فرمایا کوئی ان پر لڑائی کے واسطے کبھی سوار نہیں ہوگا۔ کسی نے کہا کہ بیل کیوں مہنگے ہوں گے؟ فرمایا کہ تمام زمین کاشت میں آوے گی۔ اور فرمایا کہ دجال کے نکلنے سے پہلے تین سال سخت کال پڑے گا، لوگوں کو اس میں سخت بھوک پہونچے گی اور حکم کرے گا اللہ آسمان کو پہلے سال میں کہ تہائی مینہہ روکے اور حکم کرے گا اللہ زمین کو کہ تہائی پیداوار کو روکے، پھر حکم کرے گا اللہ آسمان کو دوسرے سال میں، سو روکے گا دو تہائی مینہ کی اور حکم کرے گا زمین کو پس روکے گی دو تہائی سبزی کی، پھر حکم کرے گا اللہ آسمان کو تیسرے سال میں سو روکے گا اپنے تمام مینہ کو پس نہ ٹپکے گا اس سے ایک قطرہ، اور حکم کرے گا زمین کو روکے اپنے تمام سبزے کو پس نہ اگاوے گی سبزے کو، پھر نہیں باقی رہے گا کوئی کھر والا جانور مگر ہلاک ہوگا مگر جو اللہ چاہے۔ کسی نے پوچھا پس کس چیز سے زندہ رہیں گے آدمی اس زمانہ میں۔ فرمایا کہ تہلیل اور تکبیر اور تسبیح اور تحمید سے یہ کلمات ان کو کھانے کا کام دیں گے۔ کہا عبدالرحمٰن راوی نے لائق ہے کہ دی جاوے یہ حدیث معلم کو تاکہ مدرسہ میں لڑکوں کو سکھلاوے۔ روایت کی یہ حدیث ابن ماجہ نے)۔

قال الشیخ الاکبر فی الباب السادس و الثلاثین من الفتوحات هکذا سوق الاسناد مرفوعاً عن ابن عمر قال کتب عمر بن الخطاب الی سعد بن ابی وقاص و هو بالقادسیة ان وجه نضله من معاویة الانصاری الی حلوان العراق فلیغر علی نواحیها فوجّه مع جماعة فاصابوا غنیمة سبیاً و انقلبوا یسوقون الغنیمة و السبّی حتی رهقت بهم العصر و کادت الشمس تغرب فالجاء نضلة السبّی و الغنیمة الی سفح ؟ الجبل ثمّ قام فقال اللّه اکبر اللّه اکبر فقال مجیب من الجبل کبرت کبیراً یا نضلة۔ ثمّ قال اشهد ان لا اله الا اللّه فقال هی کلمة الاخلاص یا نضلة۔ ثمّ قال اشهد انّ محمد رسول اللّه فقال هذا هو الذی بشّرنا به عیسی بن مریم و انّه علی رأس امته تقوم السّاعة ثمّ قال حیّ علی الصّلوة ......(الی) فکتب عمرالیه اذهب انت و من معک من المهاجرین والانصار

حتی تنزل بھذا الجبل فاذا لقیه فاقرأه منّی السّلام فان رسول اللّٰه ﷺ قال انّ بعض اوصیاء عیسی ابن مریم نزل بھذا الجبل بناحیة العراق (الی ان قال) فنزل سعدبھذا الجبل فلم یجده۔

ترجمہ: کہا ابن عمر نے کہ میرے والد عمر بن الخطاب نے سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی طرف بھیجے تا کہ ان کے گرد والوں پر حملہ کرے، سعد نے نضلہ انصاری کو ایک جماعت غازیوں کے ساتھ اس طرف روانہ کیا سو انہوں نے غنیمت اور قیدی پائے پھر پلٹے ہانکتے ہوئے غنیمت اور قیدیوں کو یہاں تک کہ عصر کا وقت تنگ ہو گیا اور سورج دوبنے لگا تو نضلہ نے غنیمت اور قیدیوں کو پہاڑ کی ایک غار میں روکا پھر اٹھ کر اذان دی۔ سو کہا اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر۔ کسی شخص نے پہاڑ کے اندر سے اس کو جواب دیا کہ اے نضلہ تو نے خدا کی بڑائی کی پھر نضلہ نے اشھد ان لا اله الّا اللّٰه کہا تو اسنے جواب میں کہا کہ اے نضلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے۔ پھر جب نضلہ نے اشھد ان محمد رسول اللّٰه کہا تو اس نے کہا یہ نام مبارک اس شخص کا ہے جس کے آنے کی عیسی نے بشارت دی ہے یعنی حضرت محمد ﷺ کی اور پھر کہا کہ اس نبی کی امت کی اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔ پھر نضلہ نے حیّ علی الصّلوة کہا تو اس شخص نے جواب میں کہا کہ خوش خبری ہے اس کو جس نے ہمیشہ نماز ادا کی پھر جب نضلہ نے کہا حی علی الفلاح تو اس نے کہا جس نے محمد ﷺ کی فرماں برداری کی اس نے نجات پائی۔ پھر جب نضلہ نے اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر کہا تو اس نے کہا کہ تو نے خدا کی بڑائی کی۔ پھر جب نضلہ نے لا اله ا لا اللّٰه کہا اخیر پر تو اس نے کہا کہ اے نضلہ تو نے خالص کیا توحید کو خدا تعالی نے تیرا جسم آگ پر حرام کیا۔ پھر جب نضلہ اذان سے فارغ ہوا تو ہم کھڑے ہوئے تو ہم نے اس جواب دینے والے کو کہا کہ تو کون ہے خدا تجھ پر رحم کرے؟ تو کوئی فرشتہ ہے یا جن یا آدمی۔ تو نے ہم کو اپنی آواز سنائی سو تو اپنا جسم ہم کو دکھلا۔ پس تحقیق ہم ایلچی ہیں خدا کے اور اس کے رسول اور عمر فاروق کے۔ سو پہاڑ پھٹ گیا اور ایک شخص اندر سے نکلا جس کا سر چکی کے برابر تھا، یعنی بڑا تھا اور اس کی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے اور اس پر دو پرانے اون کے کپڑے تھے سو اس نے کہا السلام علیکم و رحمة اللّٰه و برکاته۔ پھر کہا کہ آپ کون ہیں اس نے کہا میں زریب بن برتملا؟ ہوں وصی عیسی بن مریم کا۔ عیسیؑ نے مجھ کو اس پہاڑ میں ٹھہرایا اور میرے واسطے درازی

عمر کی دعا کی اس وقت تک جب کہ آسمان سے اتریں گے خنزیر کو قتل کریں گے اور سولی کو توڑ ڈالیں گے اور نصاریٰ کے افتراء سے بے زاری ظاہر کریں گے۔ پھر اس نے پوچھا کہ اس پیغمبر آخر الزمان کا کیا حال ہے۔ ہم نے کہا کہ آپ کا انتقال ہو گیا تو وہ بہت رویا یہاں تک کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوئی۔ پھر اس نے پوچھا کہ ان کے بعد کون خلیفہ ہوا؟ ہم نے کہا کہ ابوبکر صدیق۔ پھر کہا کہ ان کا اب کیا حال ہے۔ ہم نے کہا وہ بھی فوت ہوئے۔ پھر اس نے پوچھا کہ ان کے بعد کون خلیفہ ہوا؟ ہم نے کہا عمر فاروق۔ پھر اس نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کی زیارت تو مجھ کو میسر نہ ہوئی تم میرا اسلام عمر کو پہونچانا اور کہنا کہ اے عمر میانہ روی اختیار کر اور قربت چاہ، اس واسطے کہ قیامت قریب ہے اور جو باتیں تم کو بتلاتا ہوں عمر کو پہنچا دینا۔ اور کہا اے عمر جس وقت یہ باتیں حضرت ﷺ کی امت میں ظاہر ہوں تو لوگوں سے الگ ہو کر گوشہ گیری اختیار کر جس وقت کہ مرد مردوں سے حرام کریں اور عورتیں عورتوں سے حاجت روائی چاہیں اور نالائق بڑے منصب میں کھڑے ہوں اور غیروں کو اپنا باپ بناویں اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور چھوٹے بڑوں کی تعظیم نہ بجا لاویں اور نہ نیک کام بتلاویں اور نہ بدکام سے روکیں اور لوگ درہم و دینار حاصل کرنے کے واسطے علم سیکھیں اور بارش سے فائدہ نہ ہو اور منبروں کو طول دیں اور قرآن پر نقرہ کاری کریں اور مسجدوں کو نقش کاری سے سجاویں اور رشوت ظاہر کھاویں اور مضبوط عمارتیں بناویں، اور خواہش نفس کے پیچھے لگیں، اور دین کو دنیا کے بدلے بیچیں، اور خون بہاویں اور ناطہ ٹوٹ جاوے اور رشوت پر فیصلہ ہو، اور بیاج کھاویں اور ہو جاوے تسلط فخر اور مالداری عزت اور نکلے مرد اپنے گھر سے اور کھڑا ہووے طرف اس کی وہ شخص جو اس سے بہتر ہو یعنی شریف آدمی خسیس کی تعظیم کرے اور عورتیں زینوں پر سوار ہوں تو اس وقت گوشہ گیری بہتر ہے۔ پھر وہ شخص یہ کہہ کر غائب ہوا۔ اور یہ حال نضلہ نے سعد کو لکھا اور سعدؓ نے عمر کو لکھا اور عمرؓ نے اس کو لکھا کہ جا تو اور جو تیرے ساتھ مہاجرین اور انصار ہیں اور جب تو اس سے ملے تو اس کو میرا اسلام کہنا۔ پس تحقیق حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بعضاً وصی عیسیٰؑ کا اس پہاڑ میں اترا ہے عراق کی جانب میں پس سعد اس پہاڑ میں گیا لیکن اس کو نہ پایا۔

وعن عثمان ابی العاص فی الحدیث الطویل قال قال رسول اللّٰہ ﷺ و ینزل عیسی بن مریم عند صلوۃ الفجر فیقول له امیرهم یا روح اللّٰه تقدم فصلّ لنا فیقول هذه الامة امراء بعضهم علی

بعض فیقدم امیرھم فیصلّی فاذا قضا صلوته اخذ عیسی حربته فیذھب نحو الدجال فیقتله ۔الحدیث؛۔رواہ احمد فی المسند والحاکم فی المستدرک

(ترجمہ:روایت ہے عثمان بن العاص سے ایک لمبی حدیث میں، کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اترے گا عیسیٰ بن مریم وقت نماز فجر کے۔ پس کہے گا ان کو امیران کا اے روح اللہ آگے ہو، پس نماز پڑھا ہم کو۔ پس کہے گا عیسیٰؑ یہ امت ہی امیر ہے بعض ان کا بعض پر ۔پس آگے ہو گا امیران کا اور نماز پڑھاوے گا۔پھر جب نماز پڑھ چکیں گے پکڑے گا عیسیٰؑ ایک نیزہ پس جاویگا طرف دجال کی، پس قتل کرے گا اس کو۔روایت کیا اس کو احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں)۔

بھی عثمانوں یعنی احمد ہے ایہ نقل لیایا
وقت فجر ہو نازل عیسی آنحضرت ﷺ نے فرمایا
یعنی جد سردار انہاں دا کرسی صبح تیاری
عیسی ناگہ نازل ہو سی دیکھے خلقت ساری
دیکھ امیر مسیح دے تائیں پچھے نوں ہٹ آوے
عیسی تا لوکاں نوں فر پیش نماز پڑھاوے
اگے ہووو آکھے مہدی حضرت عیسی تائیں
عیسی آکھن اگوں ایہ گل مینوں لائق نہیں
آکھن جیسے اس امت نوں اللہ ہے وڈیایا
آپس اندر کرن امامت انہاں لائق آیا
غرض انہاں نوں فر خود مہدی آپ نماز پڑھاوے
عیسی لے فر نیزہ اپنا طرف دجا لے دھاوے

و عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰه ﷺ ینزل عیسی بن مریم فیقول امیرھم المھدی تعال صلّ لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة هذہ الامة ۔رواہ ابونعیم۔ ترجمہ: روائت ہے ابی سعید سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اترے گا عیسیٰ بن مریم ،پس کہے گا امیران کا یعنی امام مہدی آؤ نماز پڑھاؤ ہم کو پس کہے گا نہ۔تحقیق بعض تمہارے اوپر بعض کے امیر ہیں ۔یہ امت کی

عزت ہے۔روایت کیا اس کو ابونعیم نے

معنی اس دا بھی ہے اوہو جو اگلی دا بھائی
لیکن اس دے اندر تصریح مہدی دی ہے آئی
یعنی پیش امامت انہاں مہدی تائیں ہووے
حضرت عیسی وچہ نمازاں اس دے مگر کھلووے
مسجد اقصی نازل ہووے عیسی بھی ہے آیا
اہل ایمان دے لشکر اندر حضرت نے فرمایا

و عن حذیفه قال قال رسول اللّٰه ﷺ یلتفت المهدی قد نزل عیسی بن مریم کانّها یقطر من شعره فیقول المهدی تقدم وصلّ بالنّاس ـ الحدیث رواه الدارمی ـ (روایت ہے حذیفہ سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے پیچھے کو پھر کر دیکھے گا مہدی اور تحقیق اترا ہوگا عیسی بن مریم گویا کہ ٹپکتا ہوگا اسکے بالوں سے پانی۔ پس کہے گا مہدی آگے آؤ اور نماز پڑھاؤ لوگوں کو)۔

مڑ کر دیکھے مہدی عیسی آسماناں تو آوے
آکھے آپ نماز پڑھاؤ عیسی نوں فرماوے
عیسی اگوں آکھے اس نوں آپ نماز پڑھاؤ
اس رتبہ دے لائق نہ میں نہ میرے سر پاؤ

و عن عبد اللّٰه ابن العاص فی الحدیث الطویل فی قصّة الدّجال و فیه فبینما هم کذلک اذ سمعوا صوتاً من السّماء ان ابشروا فقد اتاکم الغوث فیقولون نزل عیسی بن مریم فسیبشرون و یستبشرهم و یقولون صلّ لنا یا روح اللّٰه فیقول انّ اللّٰه اکثر هذه الامة فلا ینبغی لاحد ان یّؤمهم الا منهم فیصلّی امیر المومنین بالناس و یصلّی عیسی خلفه ـ رواہ ابن العساکر

(روایت ہے عبداللہ بن عاص سے ایک لمبی حدیث دجال کے قصہ میں کہ دجال کے لوگوں کو بند کرنے کی حالت میں ناگاہ سنیں گے ایک آوازہ آسمان سے کہ یہ خوش خبری پاؤ پس تحقیق آیا تمہارے پاس فریاد سننے والا۔ پس کہیں گے اترا عیسی ابن مریم۔ پس خوش خبری پاویں گے اور

خوش ہوں گے آپس میں اور کہیں گے نماز پڑھاؤ ہم کو اے روح اللہ۔ پس کہے گا عیسیٰ تحقیق اللہ تعالیٰ نے عزت دی اس امت کو پس نہیں لائق واسطے کسی کے یہ کہ امامت کرائے مگر ان میں سے۔ پس نماز پڑھاوے گا امیر المومنین یعنی امام مہدی لوگوں کو اور نماز پڑھے گا عیسیٰؑ اس کے پیچھے)۔

ابن عساکر عبداللہ توں ہے ایہ نقل لیایا
ایک حدیث لمبی دے اندر حضرت نے فرمایا
جس حالت وچہ مومن بندے ہو سن بند وچارے
ناگاہ اک آوازہ سن سن آسماناں تو سارے
یعنی غوث تساں ول آیا نہ ہن کجھ غم کھاؤ
آ فریاد تساڈی سن سی خوشیاں اندر آؤ
آکھن لوگ نماز پڑھاؤ حضرت عیسیٰ تائیں
عیسیٰ اگوں آکھن بھائی میں اس لائق نائیں
مہدی آپ نماز پڑھاوے فر خود لوکاں تائیں
عیسیٰ بھی فر اس دے پچھے کرن نماز ادائیں

و عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیامة فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرھم تعال صلّ لنا فیقول لا انّ بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللّٰه ھذہ الامة۔ رواہ مسلم۔ (روایت ہے جابر سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رہے گا ایک گروہ میری امت میں سے جو جہاد کریں گے حق پر غالب ہوں گے قیامت کے دن تک۔ پس اترے گا عیسیٰ بن مریم پس کہے گا اس پر ان کا امیر کہ آؤ نماز پڑھاؤ ہم کو۔ پس وہ کہے گا نہ، تحقیق بعض تمہارا بعض پر امیر ہے عزت دی اللہ تعالیٰ اس امت کو)۔

میری امت دا اک ٹولہ لڑ سن اللہ راہیں
دائم غالب رہسن یعنی روز قیامت تک تائیں
عیسیٰ آخر آسماناں تو انہاں اندر آوے
مہدی آکھے اگے ہووو عیسیٰ عذر لیاوے

یعنی عیسی انہاں تائیں آکھے ہو انکاری
آپس اندر اک دوجے تے حق تساں سرداری
اللہ ایہ وڈیائی دتی اس امت دے تائیں
انہاں اتّے ہوری تائیں حق امامت نائیں

و عن کعب الا حبار قال یحا صر الد جال المو منین ببیت المقدس فیعییهم جوع شد ید (الی..) اذ سمعوا صو تاً فی الغلس فیقولو ن انّ هذا الصوت رجل شعبا ن فینظرو ن فاذا بعیسی بن مریم ویقام الصّلوۃ فیرجع امام المسلمین المهدی فیقول عیسی ابن مر یم تقدم ۔الحدیث رواہ ابونعیم ۔(روایت ہے کعب احبار سے کہا اس نے گھیرا کرے گا مومنوں کو دجال بیت المقدس میں ۔ پس پہونچے گی ان کو بھوک سخت یہاں کہ کھائیں گے ...کی رگوں کو بھوکھ سے۔ پھر اس کے درمیان میں ایک ناگاہ آواز سنیں گے صبح کے اندھیرے میں ۔پس کہیں گے تحقیق یہ آوازہ بہت وجیہ مرد کا ہے پس نظر کریں گے، پس ناگاہ عیسی بن مریم ہوں گے اور قائم کی جاوے گی نماز ۔ پس پھرے گا امام المسلمین یعنی مہدی ...الخ ..روایت کیا اس حدیث کو ابونعیم نے)

کعب کہے دجال لعین دالشکر چار چوفیرے
اہل ایماناں تائیں بیت المقدس اندر گھیرے
پہونچی بھوکھ انہاں نوں ڈاڈھی کھانا مول نہ لبھے
بھکھ پیاسوں عاجز ہو کر تندی کھاسن سبھے
ناگاہ فر سب وقت فجر دے سن سن اک آوازہ
آکھن ایہ آوازہ اس دا جو سیر ہووے تازہ
دیکھن فر مڑ مومن سارے ایدھر اودھر جائیں
ناگہ اندر اپنے پاون حضرت عیسی تائیں
ہو تکبیر جماعت مہدی پچھے نوں ہٹ آوے
ہووو اگے حضرت عیسی مہدی نوں فرماوے
بعد نمازوں یعنی عیسی بوہا فیر کھلاوے

عیسی نوں دجال لعین فر اگے نظری آوے
اس دے نال یہودی کافر ہوسن ستر ہزاراں
زینت دار جڑاؤ ہتھیں سبھناں دے تلواراں
نسے گا دجال تے عیسی اس دے پچھے دھاون
باب ا للد ہے اوتھے اس نوں پا کر مار مکاون

و عن ابن سیرین قال المهدی من هذه ا لامة و هو الذی یوم عیسی رواه ابن شیبه ۔ (ترجمہ: روایت ہے ابن سیرین سے کہا اس نے امام مہدی اسی امت سے ہوگا اور وہ ہوگا جو امامت کراوے گا عیسیٰ کو)۔

مہدی ہے اس امت وچوں بن سیرین بتاوے
اوہو ہے جو عیسی تائیں مگر نماز پڑھاوے
ایویں ہور رزین علی تھیں ہے ایہ نقل لیایا
اہل البیت روایت کیتی حضرت نے فرمایا
فانی نہ اوہ ہووے امت ہر گز وچہ گمراہی
اول جس دے میں وچہ مہدی آ خر عیسی بھائی
ایہ سب نص حد یثاں اس وچہ ظا ہر صاف بیاناں
عیسی تے ہور مہدی دے وچہ فرق زمین آ سماناں

و عن عبد اللّٰه بن مسعود قال قال رسول اللّٰه ﷺ لقیت لیلة اسری بی ابراهیم و موسی و عیسی ۔ فتذا کروا امر السّاعة فردّوا امر هم الی ابرا هیم فقال لا علم لی بها فردّوا امر هم الی موسی فقال لا علم بها فردّوا امرهم الی عیسی فقال اما و جبتها فلا یعلم بها ا حد الّا اللّٰه و فیما عهدنی ر بّی عزّ و جلّ انّ الدّجال خارج و معی قضیبان فا ذا رآنی ذا ب کما یذو ب الر صا ص فیهلکه اللّٰه اذا رآنی ۔ الحدیث رواه ا حمد و ابن ابی شیبه و سعید بن منصور والبهیقی و ابن ما جه و الحا کم ا یضاً ولفظه فذ کر خرو ج الد جال قال فا نز ل فا قتله ۔ (ترجمہ: عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ

ﷺ نے ملا میں معراج کی رات حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے۔ پس ذکر کیا انہوں نے قیامت کا۔ پس پھرا اس نے اپنا مسئلہ ابراہیم کی طرف۔ پس کہا اس نے نہیں خبر مجھ کو ساتھ اس کے۔ پس پھر موڑا انہوں نے اپنا مسئلہ موسیٰ کی طرف۔ پس کہا اس نے نہیں خبر مجھ کو ساتھ اس کے۔ پھر پھیرا انہوں نے اپنا کام عیسیٰ کی طرف۔ پس کہا عیسیٰ نے پس نہیں جانتا اسے کوئی سوائے اللہ کے)۔

شب معراج نبی فرمایا ملیا میں اک تھائیں
ابراہیم تے موسیٰ عیسیٰ بھی ہور نبیاں تائیں
گلاں کردیاں آپس اندر ذکر قیامت آیا
ابراہیم نبی دے سب نے ول ایہ مسئلہ پایا
ابراہیم تے بھی ہور نبیاں ایہ گل صاف بتائی
خبر قیامت والی بالکل سانوں مول نہ کائی
رل مل آخر سب پیغمبر آکھن عیسیٰ تائیں
علم جے ہے کجھ تینوں بھائی اس دی خبر بتائیں
عیسیٰ آکھیا خبر قیامت نا میں بالکل جانا
اللہ باجھوں ہور نہ کوئی جانے اس دا لانا
لیکن اللہ ہے یہ وعدہ میرے نال ٹھہرایا
مدت ہوئی اللہ تعالیٰ مینوں ہے فرمایا
خر دجال زمین تے یعنی قرب قیامت آوے
دیکھ دیاں ہی میرے تائیں وانگ قلعی گل جاوے
ہتھ میرے ہو برچھی لے کر اس دے پچھے دھاواں
ماراں میں اس تائیں جا کر جتھے اس نوں پاواں

و روی ابی حاتم عن الحسن البصری قال قال رسول اللّٰہ ﷺ للیھود یعنی الذین فی زمنہ ﷺ ان عیسی لم یمت و انّہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔ روایت کی ہے ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے کہا اسنے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو جو کہ آپ کے زمانہ میں تھے، تحقیق عیسیٰ نہیں مرا اور تحقیق وہ

پھر آنے والا ہے تمہاری طرف پہلے قیامت کے دن سے۔

ابن ابی حاتم بھی ہے اک ہور حدیث لیایا
کہیا حسن یہوداں تائیں حضرت ایہ فرمایا
بن مریم ہے زندہ اج تک موت نہ اس نوں آئی
قبل قیامت پھر اوہ آوے شک نہ اس وچہ رائی

و روی ابن جریر و ابن ابی حاتم عن الرّبیع قال انّ النصاری اتوا النّبیّ ﷺ فخا صموا فی عیسی ابن مر یم الی ان قال لھم النّبی ﷺ الستم تعلمون ان ر بّنا حیّ لا یموت و انّ عیسی یا تی علیه الفنا۔ الحدیث (ترجمہ۔ روایت کی ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ربیع سے کہا اس نے تحقیق نصاری آئے حضرت ﷺ کے پاس پس جھگڑا کیا انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ بیچ حق عیسی ابن مریم کے، یہاں تک کہ کہا ان کو نبی ﷺ نے کیا نہیں تم جانتے کہ تحقیق رب ہمارا زندہ ہے اور تحقیق عیسی آوے گی اس پر فنا)۔

کہیا ربیع عیسائی یعنی پاس نبی دے آئے
عیسی بن مریم دے حق وچہ باطل جھگڑے لائے
پئو اس دا ہے دسّو کہڑا آکھن حضرت تائیں
اللہ تے طوفان اٹھاون بُھن جھوٹ ہوائیں
جانو بھلا نہ آنحضرت نے انہاں نوں فرمایا
کوئی ولد نہ ایسا جو نہ باپ مشابہ آیا
کہیا انہاں ہے کیوں یعنی سانوں معلم ناہیں
لازم ہے ہو ولد مشابہ اپنے والد تائیں
کہیا بھلا نہ جانوں اللہ دائم زندہ باقی
عیسی بے شک فانی ہووے آخر بندہ خاکی

وعن سمرۃ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ینزل عیسی بن مر یم مصد قاً لمحمد و علی ملّته فیقتل الد جال ثمّ انما ھو قیام السا عة۔ رواہ البزاز والطبر انی۔ (ترجمہ: روایت ہے سمرہ سے، کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اترے

گا عیسیٰ بن مریم تصدیق کرنے والے محمد ﷺ کے اور اوپر مذہب ان کے کے، پس قتل کرے گا دجال کو پھر تحقیق وہ نشان ہے قیامت کا)۔

ہے بزاز تے ایویں آیا وچہ معجم طبرانی
سمرہ آکھے ہے فرمایا پیغمبر ربانی
قرب قیامت یعنی عیسیٰ آسماناں توں آوے
تابع دین نبی دے ہوسی اس تے عمل کماوے
نیزہ لے دجال لعین نوں مارے اس دے تائیں
اس دے بعد قیامت ہے پھر ہور نشانی ناہیں

و عن عبد اللّٰه بن مغفل قال قال رسول اللّٰه ﷺ یلبث الدّجال فیکم ما شاء اللّٰه ثم ینزل عیسی بن مریم مصدقاً لمحمد و علی ملّته۔ الحدیث رواہ الطبرانی فی معجم الکبیر و البیهقی فی شعب الایمان۔ (روایت ہے عبداللہ بن مغفل سے کہا اس نے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے رہے گا دجال بیچ تمہارے جس قدر چاہے گا اللہ تعالیٰ۔ پھر اترے گا عیسیٰ بن مریم سچا کرنے والا واسطے محمد ﷺ کے اور ان کے دین پر)۔

یعنی ہے طبرانی ایویں اک حدیث لیایا
ابن مغفل آکھے ایہ ہے حضرت ﷺ نے فرمایا
خر دجال تساں وچ ٹھہرے جتنا اللہ چاہوے
عیسیٰ فر آسمانوں آ کر اس نوں مار مکاوے

و عن ابی هریرہ قال قال رسول اللّٰه ﷺ الا ان ابن مریم لیس بینی و بینه نبیّ الا انه خلیفتی فی امّتی من بعدی۔ رواہ ابن العساکر و زاد ابو داؤد و انه نازل۔ (ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اس نے کہا، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے خبردار تحقیق ابن مریم نہیں ہے درمیان میرے اور درمیان اس کے کوئی نبی، مگر تحقیق وہ خلیفہ ہے میرا میری امت میں میرے بعد۔ روایت کیا ابن عساکر نے اور زیادہ کیا ابوداؤد نے: تحقیق اترنے والا ہے۔)

ابو ہریرہ آکھے حضرت ﷺ ایہ گل ہے فرمائی

میرے تے ہور عیسی دے وچہ نبی نہ بالکل کائی
میرے پچھوں اس امت وچہ نائب ہووے میرا
نازل ہو آسمانوں بے شک پاوے اتھے پھیرا

و عن عبد الرحمن بن عمرة قال قال رسول اللہ ﷺ و الذی بعثنی بالحق لیجدن ابن مریم فی امتی خلفاء من حواریہ۔ رواہ الحکیم ابو عبد اللّٰہ الترمذی فی نوادر الاصول (روایت ہے عبدالرحمٰن بن سمرہ سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ بھیجا ہے اس نے مجھ کو حق کے ساتھ، ضرور پاویگا عیسی بن مریم میری امت میں خلیفے اپنے حواریوں میں سے)

بھی سمرہ آکھے حضرت قسم اللہ دی کھادی
شک نہ ہوتا اس نوں جو کوئی ہووے سخت عنادی
حضرت عیسی قرب قیامت جد اسمانوں آوے
اپنے یاراں بدلے آ کر خاص حواری پاوے

و عن عمر بن الخطاب قال ائذن لی یا رسول اللہ فاقتلہ فقال رسول اللہ ﷺ ان یکن ھوفلست صاحبہ انما صاحبہ عیسی بن مریم ۔مشکوۃ۔ (روایت ہے عمر بن خطاب سے کہا اس نے اذن دو مجھ کو یا رسول اللہ ﷺ پس میں قتل کروں اس کو۔ پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر یہ وہی ہے پس نہیں تو صاحب اس کا، اس کا صاحب عیسی بن مریم ہے)۔

ابن صیادے کارن یعنی عمر اجازت منگے
حکم ہووی تاں ماراں حضرت اس نوں باجہ درنگے
جے ہے اوہ دجال حقیقی حضرت نے فرمایا
مرنا اس دا عیسی ہتھوں اللہ نے ٹھہرایا

وعن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لیدرکن الرجال من امّتی عیسی بن مریم و لیشھدن قتال الدجال۔ رواہ ابو یعلی (روایت ہے ابی ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ضرور پاویں گے کئی آدمی میری امت سے عیسی بن مریم کو اور ضرور حاضر ہوں گے قتل دجال کو)۔

آں حضرت فرمایا یعنی شک نہ اس وچہ لائیں
بعضے میری امت وچوں پاسن عیسی تائیں
یعنی نازل ہووے عیسی دنیا تے پھر بھائی
اس دے ہمراہ ہوکے کرسن نال دجال لڑائی

قال ینزل المسیح بن مریم فاذا رآہ الدجال ذاب کمایذوب الشحنۃ فیقتل الدجال۔ الحدیث رواہ ابن ابی شیبہ۔(ترجمہ۔فرمایا: اترے گا حضرت عیسی بن مریم پس جب دیکھے گا اس کو دجال، گل جاوے گا جس طرح چربی گل جاتی ہے۔پس قتل کرے گا دجال کو)۔

یعنی عیسی بن مریم جد اسماناں تو آوے
دیکھ دجال مسیح نوں وانگوں چربی دے گل جاوے

وعن عبداللّٰہ بن مسعود فی الحدیث الطویل حتی ینزل علیھم عیسی بن مریم فیقاتلون معہ الدجال۔ رواہ ابونعیم۔(عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے ایک لمبی حدیث میں: یہاں تک کہ اترے گا عیسی بن مریم قتل کریں گے ہمراہ اس کے دجال کو)

یعنی جد آسمانوں عیسی قدم زمین تے دھرسن
اس دے ہمراہ ہوکر مومن نال دجال دے لڑسن

وعن حذیفہ بن الیمان قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انّ اول الآیات الدجال و نزول عیسی۔(ترجمہ: روایت ہے حذیفہ بن یمان سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تحقیق پہلا نشان قیامت کے نشانوں سے دجال کا آنا اور اترنا عیسی بن مریم کا۔روایت کیا اس کو ابن جریر نے)

اول پتہ قیامت دا ہے عیسی اتّوں آوے
بھی دجال لعین زمیں وچہ آکر فتنہ پاوے

وعن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تقوم السّاعۃ حتی ینزل عیسی بن مریم حکماً مقسطاً رواہ ابن ابی شیبہ۔(ترجمہ۔روایت ہے ابی ہریرہ سے کہا اسنے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ اترے گا عیسی

بن مریم حاکم عادل۔ روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے)

یعنی جد تک عیسی اتوں قدم نہ ایتھے پاوے
ممکن مول نہ تد تک بالکل روز قیامت آوے
عیسی دا آ سانوں آون پہلاں جان ضروری
اس تھیں بعد قیامت دا فر وجے نفخہ صوری

وعن واثلة قال قال رسول اللّٰه ﷺ لا تقوم الساعة حتى تكون عشرآيات خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب والدجال ونزول عيسى ويا جوج ما جوج ۔ الحديث رواه الطبرانی والحاکم ۔ وغیرہ (روایت ہے واثلہ سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ ہوں دس نشان ایک خسف مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں، یعنی زمین کا کچھ ٹکڑا نیچے کو دھس جاوے گا اور دجال کا باہر آنا، عیسی کا اترنا اور یاجوج ماجوج کا باہر آنا سد سکندر سے۔ روایت کیا اس حدیث کو طبرانی اور حاکم نے)۔

وعن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه ﷺ لم يسلط على الدجال الا عيسى ابن مريم رواه ابو داؤد الطيالسی ۔ روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہرگز کوئی غلبہ نہ پائے گا دجال پر سوا عیسی بن مریم کے۔

قائم نہ ہو ساعت یعنی ہر گز وچہ جہانے
ظاہر جد تک ہوون ناہیں دس آیات نشانے
آنحضرت تھیں ابو ہریرہ یعنی نقل لیاوے
عیسی باجہ نہ دجال اتے کوئی قابو پاوے

وعن عائشه قال قال رسول اللّٰه ﷺ ان يخرج الدّجال وانا حیّ كفيته ... (الى ان قال) .... فينزل عيسى فيقتله رواه ابن ابی شیبہ (روایت ہے عائشہ سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر نکلے دجال اس حال میں کہ میں زندہ ہوں، کافی ہوں میں اس کو۔ .... فرمایا پس اترے گا عیسی پس قتل کرے گا اس کو)۔

جے دجال زمین تے یعنی میرے ہندے آوے

کافی ہوواں اس نوں نا کوئی مومن ایذا پاوے
تے جے او کافر آوے پچھوں میرے بعد کدائیں
نازل ہو آسمانوں عیسیٰ مارن اس دے تائیں
سخت زمین پتھریلی سنگیں آکھے اس دے لگّے
آکھے جے کر اس نوں فوراً شہد عسل ہو وگّے

وعن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ فعند ذا لک ینزل اخی عیسی ابن مریم من السماء رواہ اسحاق بن بشیر و ابن عساکر۔

(ابن عباس سے روایت ہے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نزدیک اس بات کے یعنی فتنہ ڈالنے دجال کے اترے گا میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے)۔

یعنی جد دجال زمین وچہ آ کر فتنہ پاوے
میرا بھائی یعنی عیسیٰ تد آسمانوں آوے

و عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ لا تقوم السّاعة حتی تنزل الروم بالاعماق او بدابق لیخرج الیه جیش من اھل المدینة من خیار اھل الارض یومئذ ... اذا اقیمت الصلوۃ فینزل عیسی ۔ الحدیث رواہ مسلم ۔ (ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ اترے لشکر روم اعماق میں دابق میں ۔ پھر نکلے گا انکی طرف ایک لشکر مدینہ والوں مین سے جو کہ بہتر اہل مدینہ میں سے ہوگا۔ اسی دن پس فتح کریں گے قسطنطنیہ کو اور خزانہ بہت سا پاویں گے ۔ یہ حدیث رسول اللہ فرمائی تا اس جگہ کہ جس کا مطب آخری یہ ہے ۔ پس اس حالت میں وہ لشکر صفیں تیار کریں گے جس وقت نماز پڑھنے کا ارادہ کیا جاوے گا۔ پس نازل ہوں گے ابن مریم)۔

قائم نہ ہو مول قیامت اس دا وقت نہ آوے
جب تک لشکر رومی وابق وچہ نہ ڈیرا لاوے
نکلے پھر لشکر مدنی بہتر اہل زمانہ
فتح کرے سن قسطنطنیہ پاون بہت خزانہ
جس حالت وچہ جنگ تیاری کرسن صفاں بنا سن

ہو تکبیر جماعت عیسی آ سماناں تو ں آ سن

و عن مجمع بن جاریه الانصاری قال سمعت النبی ﷺ یقول یقتل ابن مریم الدجال بباب لد و بجانب اللد رواه احمد و الطبرانی وغیره و قال الترمذی هذا حدیث صحیح (روایت ہے مجمع بن جاریہ انصاری سے کہ رسول اللہ نے فرمایا قتل کریں گے عیسی، دجال کو باب الد میں جانب لد میں)

بن مریم دجال لعین دے یعنی پچھے دھاوے
باب لدّ ہے اوتھے اس نوں پا کر مار مکاوے

و عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه و ان من اهل الکتاب الّا لیومننّ به قبل موته ۔قال خروج عیسی ۔الحدیث رواه الحاکم فی المستدرک ۔ قال الحاکم صحیح علی شرط الصحیحین۔

(ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اورنہیں کوئی اہل کتاب مگرضرورایمان لائیگا ساتھ اسکے اس کی موت سے پہلے کہا ابن عباس نے اس کی مراد نکلنا عیسیٰؑ کا ہے)

یعنی اس آیت دے حق وچہ حضرت نے فرمایا
عیسی داہے آون اس وچہ اللہ نے بتلایا
یعنی قرب قیامت عیسی آسماناں تو آون
اہل کتاب یہود عیسائی اس تے ایماں لاون

و عن ابن عباس و انه لعلم للسّاعة قال خروج عیسی قبل یوم القیامة رواه احمد و ابو حاتم ۔(ترجمہ۔ روایت ہے ابن عباسؓ سے اور تحقیق وہ البتہ ایک علامت ہے قیامت کے لئے یعنی نکلنا عیسی کا پہلے قیامت کے)۔

بن عباس علم ساعت دا ایہ مطلب بتلاوے
عیسی یعنی قرب قیامت فر دنیا تے آوے

و عن ابی هریره و انه لعلم للسّاعة قال خروج عیسی یمکث فی الارض اربعین سنه و تکون ذلک الاربعون اربع سنین یحج و یعتمر رواه عبد بن حمید ۔(ترجمہ: روایت ہے ابی ہریرہؓ سے اور تحقیق وہ البتہ نشان ہے واسطے قیامت کے۔کہا ابو ہریرہؓ نے نکلنا عیسیٰؑ کا زمین میں چالیس سال)۔

ابوہریرہ اس آیت دی ایہ تفسیر بتائی
علم قیامت اندر قرآن آیت ہے جو آئی
یعنی قرب قیامت عیسی آ کر چالی سالاں
زندہ رہ سی حج کریسی عمرہ ہو خوش حالاں

وعن الحسن وانه لعلم للساعة قال نزول عيسى رواه عبد بن حميد و ابن جرير۔ روایت ہے حسن سے کہ انه لعلم للسّاعة کا مطلب ہے اترنا عیسی کا

کہے قتادہ علم قیامت عیسی تائیں جانوں
یعنی عیسی قرب قیامت نازل ہو آسمانوں

وعن انس قال قال رسول اللّه ﷺ من ادرك منكم عيسى ابن مريم فليقرأ منّى السلام ۔ رواه الحاكم۔ روایت ہے انسؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تم میں سے پاوے عیسی بن مریم کو پس چاہیے تم کو کہ پڑھے مجھ سے السلام علیکم۔

یعنی عیسی بن مریم نوں جو کوئی مومن پاوے
لازم اس نوں میری طرفوں ترت سلام پہنچاوے

و عن ابی هريره قال قال رسول اللّه ﷺ و الذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما مقسطا فيكسر الصليب و يقتل الخنزير و يضع الجزيه .... الحديث ۔ رواه مسلم ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے مجھ کو اس ذات پاک کی کہ میری جان اس کے قبضے قدرت میں ہے بلاشک ہے اترنا عیسی بن مریم کا بیچ تمہارے حاکم عادل .. پس توڑے گا صلیب کو اور قتل کرے گا خنزیروں کو اور رکھ دے گا جزیہ کو ۔ اور زیادہ ہو جاوے گا مال یہاں تک کہ نہ قبول کرے گا کوئی ۔ اور ایک روایت میں، یہاں تک کہ ہوگا ایک سجدہ بہتر جو کچھ کہ دنیا میں ہے۔ پھر ابو ہریرہ نے پڑھو اگر تم چاہتے ہو: نہیں کوئی کتاب والوں سے مگر کہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلے اس کی موت کے۔ ..اور ایک روایت میں ہے البتہ چھوڑیں گے اونٹوں کو اور نہ سواری کرے گا کوئی ان پر اور البتہ اٹھ جائے گی دشمنی اور بغض اور البتہ بلائیں گے لوگ مال کی طرف پس نہ قبول کرے کوئی اس کو۔

مسلم یعنی وچہ صحیح دے ہے یہ نقل لیایا

ابوہریرہ آکھے حضرت نال قسم فرمایا
بے شک عیسی قرب قیامت آسمانان تو آوے
حاکم ہو سی عدل کریسی عدلوں ملک وساوے
سولی توڑے اپنی ہتھیں خنزیراں نوں مارے
کوئی سور نہ کھا سی بالکل دنیا اندر سارے
کثرت مال ہووے وچہ دنیا گھر گھر ہون خزانے
صدقہ مول نہ لیسی کوئی بالکل وچہ جہانے
اک سجدہ ہو بہتر اس دن ساری دنیا نالوں
رغبت طاعت زائد ہووے دنیا دے اموالوں
اونٹ تمامی چھوڑے جاسن کھلے باجھ مہاراں
چڑھ سی نہ کوئی ایویں پھرسن خالی وچہ اجاڑاں
کینہ بغض عداوت بالکل حسد نہ رہ سی کائی
خلقت ساری ہو جاوے گی آپس اندر بھائی

وعن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰه ﷺ الانبیاء اخوة العلاة ... الی .. فیکمث فی الارض اربعین سنة ثمّ یتوفّی و یصلّی علیه المسلمون رواه احمد و ابو داؤد و رواه الحاکم فی المستدرک و لفظه ان روح الله عیسی نازل فیکم فاذا رأیتموه فاعرفوه و زاد ابو داؤد فی روایة قال و یقاتل الناس علی الاسلام. الخ

ابو ہریرہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب انبیاء علاتی بھائی ہیں اور ان کی مائیں علیحدہ علیحدہ اور دین ان کا ایک ہی ہے۔ تحقیق میں بہتر ہوں قریبی ہوں ساتھ عیسی بن مریم اس واسطے ... کہ نہیں میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی اور۔ اور تحقیق وہ اترنے والا ہے۔ پس جب دیکھو تم اس کو پس پہچان لو تم اسکو مرد میلان کیا ہوا طرف سرخی اور سفیدی کے، اس کے اوپر دو کپڑے زرد رنگ کے ہونگے، اور ہوگا اس کا سر قطرے ٹپکتے ہوں اگرچہ نہیں پہنچی اس کو تراوت۔ پس وہ توڑے گا صلیب کو اور قتل کرے گا خنزیر کو اور رکھ دے گا جزیہ، اور بلاوے گا لوگوں کو اسلام کی طرف، اور ہلاک کرے گا اللہ تعالی اس کے زمانہ میں مذہبوں کو مگر

اسلام، اور اسلام کے سوا سب دین ہلاک ہو جائیں گے اور ہلاک کرے گا اللہ دجال کو اس کے زمانہ میں۔ پھر ظاہر ہوگی امانت زمین میں یہاں تک کہ چرے گا شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتا گائیوں کے ساتھ اور بھیڑ یا بکریوں کے ساتھ اور کھیلیں لڑکے سانپوں کے ساتھ، نہ تکلیف دیں گے ان کو۔ پس رہیں گے زمین میں چالیس سال۔ پھر فوت ہوگا اور نماز جنازہ پڑھیں گے اس پر مسلمان۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور ابو داؤد نے اور روایت کیا حاکم نے مستدرک میں اور لفظ اس کے یہ ہیں تحقیق عیسی اترنے والا ہے بیچ تمہارے۔ پس جس وقت دیکھو تم اس کو پہچان لو۔ اور زیادہ کیا ابو داؤد نے اور اس کی روایت میں ہے۔ قتل کرے گا لوگوں کو اسلام لانے پر۔

ابو داؤد نے بھی ہور احمد ہے یہ نقل لیایا
ابو ہریرہ آکھے یعنی حضرت نے فرمایا
سب پیغمبر آپس اندر ہین علاتی بھائی
دین انہاں دا اکو جانو مانواں وچہ جدائی
لائق تر میں سب لوکاں تھیں ابن مریم تائیں
میرے اس دے دوہاں دے وچہ ہور پیغمبر ناہیں
بے شک عیسی سچ مچ نازل ہووے گا آسمانوں
دیکھو جد فر اس دے تائیں حلیہ نال پچھانوں
لال تے گورا رنگ مسیح دا ہووے قد میانہ
زرد پوشاک سنہری ہووے خو اخلاق شہانہ
سولی توڑے خنزیراں نوں دنیا تو مروا وے
جزیہ مول نہ لیوے لوکاں طرف اسلام بلاوے
باجہ اسلام نہ کوئی ملت رہ سی وچہ جہانے
باطل ہون تمامی مذہب اندر اس زمانے
خر دجال لعین نوں اللہ اس دے ہتھوں مارے
امن آرام آسائش ہووے دنیا اندر سارے
انسان ہور درندے وحشی ہک جا رہ سن جی سن

شیر تے بکری اکے گھاٹوں کٹھے پانی پی سن

وعن النواس بن سمعان فی الحدیث الطویل بعد ذکر قصه الد
جال فبینما هو کذالک اذ بعث الله المسیح بن مریم ..... الی ... رو
ح کل مومن و کل مسلم ۔ (مسلم کی یہ حدیث مکمل مع ترجمہ کسی جلد میں نقل ہو چکی ہے)

یعنی جد دجال زمین تے قرب قیامت آوے
فتنہ ہے اوہ بھارا فتنہ دنیا اندر پاوے
تا فر عیسی آساناں تو مونڈھے ملکاں آون
پاس منارے شرقی دمشقوں آ کر قدم ٹکاون
کپڑے پیلے ہون انہاندے زرد پوشاک نورانی
نیواں کرسن سر جد اس تھیں ڈگن قطرے پانی
دم عیسی دا پہنچے جتھوں تیکر اکھیں جاوے
مر جاوے اوہ کافر جو کوئی دم اس دے نوں پاوے
نسے گا دجال لعین فر عیسی پچھے دھاون
باب الد مکان ہے اوتھے جا اس تائیں پاون
نیزے نال مریسن عیسی اس کافر دے تائیں
آپے ہی گل جاوے جیکر عیسی مارے ناہیں
مومن جو دجالوں بچ سن پاس عیسی دے آون
حضرت عیسی انہاں تائیں خبر بہشت سناون
فیر اچانک حکم کریسی اللہ عیسی تائیں
بندے نیک جو میرے سب نوں وچہ پناہ لے جائیں
ہن اک ڈاڈھی خلقت میری باہر چاہے آئی
نہ ہے طاقت مارے کوئی انہاں نال لڑائی
حکم الٰہی سن کر عیسی کنّاں اندر پاون
نیکاں نوں سب کٹھا کر کے طرف کوہ طور لے جاون
عیسی جد فر نیکاں تائیں طرف کوہ طور لے جاوے

قوم یاجوج ماجوج اچانک سدّوں باہر آوے
باہر آون کیڑیاں وانگوں انت نہ کوئی پاوے
قتل کرن ہور مارن لٹّن جو کوئی اگے آوے
طبرستان اندر اک چشمہ بہتا لمّاں چوڑا
ڈونگا پانی وگے دائم کدی نہ ہووے تھوڑا
پہلی فوج انہاں دی پیسی سارے پانی تائیں
پچھلے کہسن شائد اس وچہ پانی ہوگ کدائیں
پھر سن ساری دنیاں اندر آدمیاں نوں کھاسن
وڈھن ٹکن لٹّن مارن فتنہ شور مچاسن
آکھن ہے ہن مار مکایا اہل زمیناں تائیں
دنیا اندر انساناں تھیں ہن کوئی باقی نائیں
آؤ کٹھے ہو کر ہن آساں ول تیر چلایئے
اسماناں دے رہنے والے بھی ہن مار مکایئے
غرض یاجوج ماجوج تمامی حملہ کرکے سارے
آسماناں ول تیر چلاسن کٹھے ہو اک بارے
ساڈے باجہ نہیں ہن کوئی وچہ زمین اسماناں
حکم ہویا ہن ساڈا آکھن اندر دوہاں جہاناں
عیسی سن اصحاباں بھکھوں ڈاڈھے عاجز آون
گائیں دا سر سو دیناروں نہ اوہ اس دن پاون
بھکھ تریہہ تھیں عاجز آون منگن سب دعائیں
یار آمین آکھن رب سن سی کرسی دفع بلائیں
قوم یاجوج اتے پھر اللہ حکم وبا نوں کرسی
اک پھوڑا ٹک گردن اتے جس ہوسی او مرسی

وعن ابی ہریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لیہبطن اللّٰہ عیسی ابن
مریم حکماً عدلاً و اماماً مقسطاً... فج الرحاء حاجاً او معتمراً و

الیقفن علی قبری و لیسلمن علی و لا ردن علیه رواه ابن العساکر و فی روایة .. عیسی بن مریم بفج الروحاء بالحج او العمرة او بینهما ۔ رواه احمد و کذا مسلم ،ترجمہ۔روایت ہے ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ اتارے گا اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو حاکم عادل اور امام انصاف کرنے والا اور روحاء کے راستے سے حج اور عمرہ کو جاوے گا اور میری قبر پر ٹھہر کر مجھے سلام کہے گا۔ اور تحقیق میں سلام کا جواب دونگا۔

بھی ہور ابن عساکر یعنی اک حدیث لیایا
ابو ہریرہ کرے روایت آنحضرت ﷺ فرمایا
حاکم عادل بن کر عیسیٰ آساناں تو آوے
حج عمرے نوں مکے دے ول روحاء راہوں جاوے
قبر میری تے میںوں آکھے ٹھہر سلام دعائیں
میں بھی اگوں رحمت بھیجاں بے شک اس دے تائیں

و عن عبد اللّٰه بن عمرو قال قال رسول اللّٰه ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوّج و یولد له یمکث خمساً و اربعین سنة ثمّ یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر رواه ابن الجوزی فی کتاب الوفا کذا فی المشکوة ۔ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ اترے گا عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف پس نکاح کرے گا اور اولاد ہوگی اس کی ۔ اور جیتا رہے گا ۴۵ سال پھر مرے گا اور دفن ہوگا میرے ساتھ بیچ جگہ میری قبر کے ۔ میں اور عیسیٰ ابن مریم، ابوبکر اور عمر کے درمیان اٹھیں گے ۔

ابن جوزی تھیں ہے ایہ یعنی وچہ مشکوۃ لیایا
راوی ہے عبد اللہ اس دا حضرت ﷺ نے فرمایا
نازل ہو اسمانوں عیسیٰ عورت عقد کرے سی
نسل ودھاوے اللہ اس توں پتر دھیاں دے سی
سال پینتالی حضرت عیسیٰ دنیا اندر جیوے

فوت ہووے فر میری قبرے میرے ساتھ دبیوے

و عن عبد اللّٰه بن عمرو ینزل عیسی فیتزوج و یولد له۔ رواه ابو حفص المیالشی۔ اترے گا عیسی ابن مریم پس نکاح کرے گا، اس کی اولاد ہوگی

عیسی نازل ہو کر عورت عقد لیاوے
ہو اولاد اس دے گھر اللہ اس دی نسل ودھاوے

و عن عبد اللّٰه بن سلام قال یدفن عیسی بن مریم مع رسول اللّٰه ﷺ وابی بکر و عمر فیکون قبراً رابعاً رواه الطبرانی و رواه البخاری فی تاریخه و لفظه یدفن عیسی بن مریم مع النبی ﷺ و صاحبیه و یکون قبره الرابع۔ ترجمہ: عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہا اس نے دفن کیا جاوے گا عیسی ابن مریم ساتھ رسول اللہ ﷺ اور ابی بکر اور عمر کے۔ پس ہوگی قبر چہارم۔ روایت کیا اس کو طبرانی نے۔ اور روایت کیا بخاری نے اپنی تاریخ میں اور اس کے لفظ یہ ہیں: دفن کیا جائے گا عیسی بن مریم ساتھ نبی اللہ ﷺ اور ان کے دونوں دوستوں یعنی ابوبکر وعمر کے اور ہوگی قبر چہارم اس کی۔

و روی الترمذی عن عبد اللّٰه بن سلام وقال مکتوب فی التوراة صفة محمد و عیسی بن امریم یدفن معه و قال حسن۔ ترمذی نے روایت کی ہے عبداللہ بن سلام سے کہ کہا اس نے لکھا ہوا ہے تورات میں صفت محمد ﷺ کی اور عیسی بن مریم کی، دفن کیا جائے گا ساتھ اس کے

یعنی عیسی پاس نبی دے روضے وچہ دبیوے
پاس صدیق عمر دے اس دی قبر چہارم تھیوے
ہے تورات اندر بھی لکھی صفت نبی دی بھائی
بھی ایہ عیسی نال نبی دے دفن ہووے یک جائی
ابن سلاموں ہے ایہ آیا وچہ معجم طرانی
ایویں وچہ تاریخ بخاری ہے روایت ثانی

کہا ترمذی نے کہ ابوداؤد کہتا ہے کہ وہاں ایک قبر کی جگہ باقی ہے کہا ابن نجار نے کہ اہل سیر کہتے ہیں کہ وہاں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ نقل عن سعید بن المسیب ان

عیسی بن مریم یدفن معه ۔ اور ابوداؤد اور احمد اور ابن حبان اور ابن جریر نے روایت کی ہے و یدفنونه عند نبینا ﷺ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم نازل ہوں گے دجال کو قتل کریں گے اور ۴۰ سال تک زندہ رہیں گے ۔ کتاب اللہ اور میری سنت پر عمل کریں گے پھر فوت ہوں گے ۔ مسلمان لوگ حضرت عیسی کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جس کا نام مقعد ہوگا خلیفہ بنائیں گے جب وہ بھی مر جائے گا تو اس کے مرنے کے بعد بیس سال پورے نہ ہوں گے کہ لوگوں کے سینوں سے قرآن اٹھایا جاوے گا۔

رواہ ابوالشیخ عن ابی هریرہ مرفوعاً کذا نقله فی حجج الکرامة

پس یہ ستر حدیثیں ہیں ابن عباس اور ربیع اور عبداللہ بن مغفل اور عبدالرحمٰن بن سمرہ اور انس اور عائشہ اور عبداللہ بن عمرو اور مجمع بن جاریہ، اور واثلہ اور اوس بن ابی اوس، عبداللہ بن سلام، ابوسعید، حرث، علی، حسن بن علی، ثوبان اور عمر بن خطاب وغیرہ اصحاب اور تابعین اور من بعدھم سے ۔ اور کہا ترمذی نے کہ اس باب میں یعنی عیسی کے نزول اور دجال کے قتل کرنے میں عمران بن حصین اور نافع بن عتبہ اور ابو ...اور حذیفہ بن اسید، ابوہریرہ، کیسان، عثمان بن ابی العاص، جابر اور ابوامامہ اور ابن مسعود اور عبداللہ بن عمرو اور سمرہ بن جندب اور عمرو بن عوف اور حذیفہ بن الیمان سے بھی روایتیں آئی ہیں۔

پس اے ستّر ہین حدیثاں جو جو میں ہیں پایاں
ایویں ہور کتاباں اندر بہت حدیثاں آیا
ہر اک نص صریح ہے اس وچہ تنہا بے تاویلی
عیسی آوے اوہو جو پیغمبر اسرائیلی
غرض مسیح موعود جو آخر دنیا تے فر آوے
جس دا آون قرب قیامت سب امت بتلاوے
ہے روح اللہ بے شک جو پیغمبر اسرائیلی
کلمہ جس نوں آ کھیا اللہ جو ہے نبی انجیلی
جو جو پتے نشان مسیح دے وچہ حدیثاں آئے
کر تلخیص سناواں تینوں جو حضرت فرمائے
اول پتہ نشان مسیح دا بن مریم ہے آیا
یعنی اوہو آوے جس نوں مریم پیٹوں جایا

اگلی پچھلی ساری امت اج تک اس تے آئی
منکر نہ کوئی ہویا اس دا مومن وچہ خدائی
ایہ گل مرزے اندر بالکل مول نہ پائی جاوے
نہ ایہ لقب مبارک بالکل اس تے صادق آوے
نہ ایہ بن مریم نہ مریم جنیا اس دے تائیں
ماں اس دی نام گھسیٹی ایہ گل مخفی نائیں
لغت عرب وچہ اج تک اے گل کدرے نظر نہ آئی
بن مریم ہے ابن گھسیٹی یا ہے اس دا بھائی
مثل مسیح بھی بن مریم دا ہرگز معنی ناہیں
نہ ایہ معنی لغت عرب وچہ آیا مول کتھائیں
نہ کوئی پتہ نشانی اس دی اس وچہ پائی جاوے
نہ کوئی خصلت عیسی والی اس وچہ نظری آوے
بن مریم ہے جس جس جاگہ قرآن اندر آیا
ہے پیغمبر اسرائیلی جو مریم نے جایا
ایویں وچہ حدیثاں آیا جو بن مریم بھائی
لازم ہے ہو اسرائیلی جو ہے نبی الہی
ورنہ قرآن اندر بھی ایہ آیا جس جس جائیں
لازم آوے اس تھیں اوہ بھی اصلی عیسی ناہیں
ہور نشانی اس دی ایہ ہے وچہ حدیثاں آئی
عیسی نام اس دا ہے بے شک جانے کل لوکائی
عیسی نام اس دا ہے عیسی اندر دوہاں جہاناں
عیسی نام اس دا ہے بے شک وچہ زمیں آسماناں
عیسی نام اس دا ہے بے شک اندر قرآن آیا
عیسی نام اس دا ہے بے شک حضرت نے فرمایا
عیسی نام اس دا ہے بے شک سب امت بتلاوے

عیسی نام اس دا ہے عیسی ہر جا نظری آوے
عیسی نام جو بن مریم ہے دنیا وچہ کتھائیں
باج پیغمبر اسرائیلی ہور کسے دا نائیں
ایہ گل بھی نہ مرزے اندر بالکل پائی جاوے
نہ ایہ لفظ حدیثی اس تے بالکل صادق آوے
عیسی نام نہ اس دا بالکل سنیا وچہ جہانے
نام غلام احمد ہے اس دا ہر کوئی اس نوں جانے
جے کر عیسی مثلی ہوندا قسم نبی کیوں کھاندے
عیسی بدلے کیوں فر اس نوں بن مریم فرماندے
قسم نبی دی اس جا گہہ ہے بے شک حجت بھاری
یعنی عیسی اسرائیلی آوے دوجی واری
کافی ہے ایہ قسم نبی دی اہل ایماناں تائیں
اس دے اگے مرزے دی گل کوئی حجت نائیں
ایسی قسم نبی دی ڈاڈھی جو مردود نہ منّے
کافر ملحد ہے اوہ بے شک کدے نہ لگ سی بنّے
عیسی نام غلام احمد ناں حضرت نے فرمایا
عیسی دا ایہ معنی بالکل اندر لغت نہ آیا
کیوں فر عیسی اپنے تائیں اوہ موعود ٹھہراوے
ساوے پیلے ٹھگاں والے کیوں ایہہ بھیس وٹاوے
لقب مسیح ہے اس دا یعنی اس دی ہور نشانی
نہ گھر گھاٹ بنایا اس نے اندر دنیا فانی
دائم اس نے وچہ سفر دے اپنی عمر گزاری
شہریں پھر پھر وعظ سنایا اس نے عمراں ساری
بھی بیمار اس دے ہتھوں چنگے ہوندے آئے
کوڑھی تے ہور انھے یعنی جس نوں اوہ ہتھ لائے

ایہ گل بھی نہ مرزے اندر بالکل جاوے پائی
کوئی بات نہ اس وچہ لبھے جو حضرت فرمائی
مرزا مول نہ پھریا بالکل دنیا وچہ کتھائیں
نہ اس پھر پھر وعظ سنایا شہریں ہور گرائیں
اکے واری دلی جا کر اس نے ذلت پائی
ڈر دا فر ایہ اوتھوں نٹھا ادھی رات وہائی
دنیا فانی اندر اس نے اپنے کوٹ اسارے
مرنا یاد نہ اس نوں اس دی دیکھ محل منارے
نہ ہتھ لایا بیماراں نوں بالکل ہے اس جوگی
نہ اس چنگا کیتا کوئی انّھا کوڑھا روگی
ہور نشانی اس دی بے شک روح اللہ ہے آئی
مردے زندہ کردا یعنی حکمے نال الہی
ایہ گل بھی نہ مرزے اندر بالکل پائی جاوے
لفظ حدیث نہ کوئی بالکل اس تے صادق آوے
مردہ مول نہ کوئی اس نے اج تک زندہ کیتا
لقب نہ روح اللہ دا اس نے بالکل مطلق لیتا
بن مریم موعود نہیں ایہ ثابت ایہ گل ہوئی
جھوٹھا ہے ایہ سچا اس نوں مول نہ جانوں کوئی
یعنی ہور نشانی اس دی مہدی پہلاں آوے
نال امامت جو عیسی نوں مگر نماز پڑھاوے
مرزے تھیں نہ پہلاں کوئی ایسا حاکم آیا
اہل اسلام تماماں اس نوں حق امام ٹھہرایا
پڑھی نماز نہ اس دے پچھے بالکل اس سودائی
کیتی مول نہ تا بعداری اس دی کل لوکائی
یعنی اس تھیں پہلاں بالکل مہدی مول نہ آیا

جس نوں اس مصنوعی عیسی پیش امام بنایا
نہ اس ہتھ رکھ اس دے سر تے آکھیا اس دے تائیں
آپ نماز پڑھاؤ صاحب میں اس لائق نائیں
پہلاں اس تھیں جد تک یعنی مہدی مول نہ آوے
کی ممکن ہے تب تک کوئی بن مریم اکھواوے
مرزا جھوٹا اس دے اندر ہے تاویلاں کردا
کر تاویلاں ایویں جھوٹھیاں کافر ہو ہو مردا
مہدی عیسی اکو ایہ ٹھہراوے دوہاں تاہیں
بھی ایہ آکھے ہاں میں مہدی منّوں مینوں چائیں
مہدی عیسی دو ہیں اس وچہ بہت حدیثا ں آئیاں
اوپر جا کر دیکھیں جو میں کرکے نقل سنایاں
حلیہ مہدی وچہ حدیثاں جو کجھ پایا جاوے
کوئی حرف نہ اس دا بالکل اس تے صادق آوے
کرتہ تیغ علم حضرت دا ہو اس پاس نشانی
حضرت بعد نہ ظاہر ہوسن اوہ فرواری ثانی
نام محمد ہوسی اس دا حضرت وانگوں بھائی
باپ عبداللہ ہوسی اس دا ایمنہ ہوسی مائی
بھی دجال زمین وچہ آکر فتنہ پہلاں پاوے
فتنہ ہے اوہ بھارا اللہ اس تھیں آپ بچاوے
ایہ گل بھی کوئی اج کل ناہیں مطلق پائی جاوے
کوئی حرف حدیثی اج کل صادق مول نہ آوے
کیوں جائز دجالوں پہلاں عیسی بن کر آوے
کی ممکن ایہ اپنے تائیں بن مریم اکھواوے
ہور نشانی اس دی ایہ ہے نازل ہو آسانوں
مونڈھے ملکاں آوے اس نوں ہوسی حکم رحمانوں

ایہ گل بھی نہ مرزے اندر بالکل پائی جاوے
نہ ایہ لفظ حدیثی اس تے صادق بالکل آوے
نہ ایہ جھوٹھا اساناں تو مونڈھے ملکاں آیا
نہ اس نازل ہو اسانوں اپنا آپ دکھایا
وچہ حدیثاں ہے اک آئی اس دی ہور نشانی
کپڑے اس دے پیلے ہوسی زرد پوشاک نورانی
یعنی پیلے کپڑے پہنے نازل ہو آسانوں
مسئلہ ہے ایہ برحق اس نوں جانوں سچ ایمانوں
مرزا مول نہ پیلے کپڑے لے کر اتوں آیا
بھی نہ اس مصنوعی اپنا زرد لباس بنایا
نا اس جھوٹے پیلے کپڑے پہنے بھل بھلیکھے
نہ دو کپڑے زردی اندر اس دے رنگے دیکھے
کیوں جائز پھر اس دے تائیں بن مریم اکھواوے
عیسی ایہ موعود نہ بالکل کیوں ایہ منہ تے لاوے
مرزا اے تاویل بنائی کریو غور تمامی
کپڑے اس دے پیلے یعنی ہووے بیمار دوامی
ایہ تاویل سراسر اس دی باطل فاسد جانی
ہے الحاد صریحاً اس دا شک نہ اس وچہ آنی
کپڑے پیلے دا ایہ معنی بالکل مول نہ آیا
لغت عرب وچہ اس دا بالکل نام نشان نہ پایا
کتب عقاید اندر بے شک لکھیا ہے ایہ بھائی
ظاہر نص قرآن حدیثوں پھرنا ہے گمراہی
عمل قرآن حدیثاں اتے ظاہر واجب جانوں
ملحد ہے اوہ جو منہ موڑے نص حدیث قرآنوں
حمل مجازی معنی اتے بالکل جائز نہیں

باجھ ضرورت ترک نہ کرنا اصل حقیقت تائیں
نہ ایہ آیا عیسی تائیں ہووے گی بیماری
ایہ طوفان اٹھایا اس نے ہے ایہ مغل ازاری
ہور نشان دمشقوں یعنی جانب شرق کنارے
نازل ہو آسمانوں عیسی پاس سفید منارے
ایہ گل بھی نہ مرزے اندر بالکل پائی جائے
نہ ایہ لفظ حدیثی مطلق اس تے صادق آوے
کی جانے ایہ فرضی عیسی شہر دمشق کتھائیں
ڈھا مول نہ اس نے ہرگز سفنے وچہ کدائیں
شہر دمشقی تائیں ہے اس قادیاں عین ٹھہرایا
آکھے گھر میرا ہے اس دی جانب شرقی آیا
مسجد ہے اک اوتھے جس دے نیڑے ہے گھر میرا
پاس منارے اس دے آکھے کیتا ہے میں ڈیرا
آکھے حضرت نے جو کیتی ہے پیشین گوئی
میں ہاں مورد اس دا میرے حق وچہ صادق ہوئی
شہر دمشق نہ قادیاں آیا اندر لغت کتھائیں
نہ ایہ وچہ قرآن حدیثاں ڈھا مول کدائیں
کیوں فر شہر دمشقے تائیں قادیاں ایہ ٹھہراوے
کیونکر ممکن ہے ایہ جھوٹا اڈا پاڑ ملاوے
بھی فر قادیاں دے ہے مشرق جو جو ہور لوکائی
پاس منارے اس مسجد دے رہندے ہور جو بھائی
ایویں ہور جو شہر دمشقوں جانب مشرق رہندے
جتھوں تیکر دنیا اندر پاس منارے بہندے
جائز ہو فر سبھناں تائیں بن مریم اکھواون
اس تاویلوں صدہا عیسی دنیا تے ہو جاون

ایویں ایسے دنیا اندر ہور مینار بہتیرے
شہر لاہور تے دلی اندر اس تھیں بہت اچیرے
پاس قریب انہاں دے رہندے لوگ جو ہر ہر تھائیں
جائز ہو عیسی اکھواون اوہ سب اپنے تائیں
اک منارہ ہن مرزے نے ہے بنوانا چاہیا
جس دے کارن مرزائیاں تے اس نے چندہ لایا
نہ ایہ آیا عیسی آ کر خود مینار بناسی
نازل ہونوں پہلاں بلکہ بنیاں ہویا پاسی
ایہ مینارہ روز قیامت مرزے دے سر دھرسن
ایہ تعذیب سزا اس تائیں دائم ابداً کرسن
ہور علامت جانی اس دی ایہ اک وڈی بھاری
سچی جھوٹھی جس نے آ کر اصلی بات نتاری
اثر مسیح دے دم دا گویا ہووے سیف ربانی
جس کافر نوں پہنچے اونویں مر کر ہووے فانی
سانس مسیح دا وانگ ہوادے اوتھوں تیکر جاوے
جتھوں تیک انہاں نوں اپنی اکھیں نظری آوے
ایہ گل بھی نہ مرزے اندر نظری آوے کائی
نہ ایہ نص حدیثی اس تے صادق آوے بھائی
ساہوں اس دے اج تک کوئی کافر مول نہ مویا
نہ کوئی کافر اس دے اگے مر کر مٹی ہویا
مرزے نے ہے اس خصلت دی ایہ تاویل بنائی
مرنا نال دلائل حجت آکھے اے سودائی
آکھے ہاں عیسی کوئی میرے اگے تاب نہ لاوے
زور دلیلوں عاجز ہو کر گویا اوہ مرجاوے
مرزے دا ایہ قول یقیناً فاسد وہم شیطانی

باطل ایہ تاویل سراسر اس دی قطعاً جانی
موتوں مرنا نال دلائل کتے نہ جائز آیا
موتوں مرنا نال دلائل اندر لغت نہ پایا
اول لفظ توفی دا ایہ معنی موت ٹھہراوے
موتوں مرنا نال دلائل فر ایہ ہن بتلاوے
کہڑی کہڑی پوڑھی دیکھو ہے ایہ جوگی چڑھدا
کی کی ایہ تاویلاں باطل دل تھیں بہ بہ گھڑ دا
نہ کوئی منکر اس دے اگے عاجز اج تک ہویا
زور دلیلوں اس دے اگے نہ کوئی بالکل مویا
غالب مول نہ ہویا کافر اس دے اگے کوئی
نہ ایہ اس دی فرضی قوت اج تک ظاہر ہوئی
عالم اس دے نال برابر بحثاں کردے آئے
نہ تھکے نہ ماندے ہوئے نہ اس تھیں گھبرائے
بحثاں کر کر لوکاں اس نوں ڈاڈھا اوکھا کیتا
نال دلائل علماواں نے منہ اس دا ہے سیتا
ہر جاگہہ وچہ بحثاں اندر اس نے ذلت پائی
ہر جا اندر اس دے تائیں سخت ہزیمت آئی
راتوں راتیں ایہ سل کوٹوں ہویا نس فراری
اینویں دلی تھیں ایہ نٹھا جانے خلقت ساری
ایویں راتوں راتین لاہوروں نسن دی اس کیتی
چپ چپاتے ریلے چڑھ کر قادیاں دی راہ لیتی
ڈر دا ہن ایہ اہل اسلاموں باہر مول نہ آوے
خوفوں نہ ایہ علماواں نوں اپنی شکل دکھاوے
دعوی جے کر ہووے اس نوں اندر میداں آوے
کیوں فر ڈر دا قادیاں تھیں ایہ باہر پیر نہ پاوے

ایویں توڑی گردن اس دی عصا موسی والے
مرزے تے مرزائیاں دے اس کیتے منہ سر کالے
ایویں ہے الہام صحیح اک لکھیا فاضل بھارے
مرزا تے مرزائی اس تھیں ساکت ہوئے سارے
ایویں جعفر لاہوری نے گردن اس دی کٹّی
لکھ تحریراں چھاپ رسالے جڑھ اس دی اس کٹّی
ایویں ڈپٹی حافظ یوسف شاہ رگ اس دی وڈّی
قطع وتین لکھ مولی اس دے مڈھوں اس نے کڈھی
ایویں بہتے ہور علماواں اس دا ردّ چھپایا
کتھے ہے اوہ اج تک اس نوں کجھ جواب نہ آیا
پچھو اس توں جاکر کیوں نہ اگوں قلم اٹھاوے
کیوں نہ اس الزاموں جھوٹھا اپنی جان چھڑاوے
انہاں دا ردّ آکھو اس نوں کر تحریر دکھاوے
نہیں تے ہے ایہ جھوٹھا آکھو توبہ دے در آوے
ایویں حق صریح ہے لکھیا جو فاضل بھوپالی
اج تک اس تھیں اس جھوٹھے نوں طاری ہے بدحالی
ایویں جو کجھ لکھیا صاحب کلمہ فضل ربانی
اس تھیں بھی ہے اج تک جھوٹھا اندر سخت حیرانی
ایویں جو ہے غایت لکھی پٹیالے دے قاضی
نام سلیماں ہے اس دا رب ہووے اس تھیں راضی
کوئی بات نہ بالکل اج تک آئی مرزے تائیں
غیرت جے کجھ ہوندی اس نوں مردا ڈب کتھائیں
ساکت ہویا اس توں اس تھیں ہوئی ہے دل گیری
اس دن تھیں ہے پکڑی اس نے اندر گوشہ گیری
عیسی ایہ موعود نہ بالکل ایہ گل ثابت ہوئی

جھوٹھا ہے ایہ دعوی اس دا شک نہ اس وچہ کوئی
بلکہ اہل اسلاماں بے شک اس تے غلبہ پایا
ساری خلقت اس جھوٹے نوں فتوی کفروں لایا
مومن ہوون اپنا نہ اس ثابت کر دکھلایا
نہ اس اج تک اپنے سر تھیں ایہ الزام اٹھایا
باقی ردّ اس دا ہے لکھیا وچہ تائید اسلامی
قاضی صاحب پٹیا لے وا لے جو فاضل ہے نامی
حضرت عیسی دی ہے بھاری ایہ اک ہور نشانی
جس دے اندر اس دا بالکل ہور نہ کوئی ثانی
سمٹ زمیناں جاون یعنی حضرت عیسی اگّے
جس ول چلن جلدی پہنچن ذرہ دیر نہ لگّے
اک پل اندر پہونچن یعنی جتھے جانا چاہون
نیڑے ہو جاوے اوہ جا گہہ جس ول پیر ا ٹھاون
مرزے کارن زمیں نہ سمٹے ایہ گل مخفی ناہیں
نہ پل اندر پہ نچے جانا چاہوے جتھوں تائیں
کیوں فر ہن ایہ جھوٹا کاذب بن مریم اکھواوے
کوئی با ت نہ بن مریم دی اس وچہ پائی جاوے
مطلب اس دا ریل ٹھہراوے جب کہ ایہ سودائی
ایہ گل بھی توں اس تھیں کو ئی عجب نہ جانی بھائی
لیکن ریلاں سے وریاں تھیں اکثر جگھیں جاری
کتھے سی ایہ وڑیا ہویا اج تک ٹھگ بازاری
سنگستان زمین پتھریلی آکھے اس دے لگے
آکھے جے کر عیسی اس نوں شہد عسل ہو وگے
یعنی ہوکے شہد تمامی وگے وانگوں پانی
حضرت عیسی بن مریم دی اے ہے ہور نشانی

ہے ایہ ذاتی صفت مسیح دی اس وچہ پائی جائے
مرزے اندر ایہ گل بالکل مول نہ نظری آوے
منّے زمین نہ کہیا اس دا شہد نہ بالکل ہووے
سر تھیں لاہ کر بھاویں مرزا کتنا پٹے رووے
کیوں عیسی موعود اکھواوے ایہ ہن اپنے تائیں
جھوٹھا ہے ایہ کاذب جھوٹا بن مریم ایہ ناہیں
ہور علامت اس دی سچا جانے دین نبی دا
ظاہر شرع موافق ہووے اس دا عمل عقیدہ
سچا جانے دین محمد اس تے عمل کماوے
شرع نبی تھیں بالکل اپنا باہر پیر نہ پاوے
مرزے دا کوئی عمل عقیدہ شرع موافق ناہیں
کر تطبیق دکھاوے جے کر دعوی ہو اس تائیں
سلف اصحاباں نال عقیدہ اپنا عمل ملاوے
دعوی جے کر ہووے اس نوں کر تطبیق دکھاوے
ثابت اس تھیں ایہ گل ہوئی شک نہ رہیا کائی
بن مریم موعود نہ مرزا جھوٹھا ہے سودائی
ہور علامت اس دی ہے ایہ وچہ حدیثاں آئی
کہن سلا م نبی دے ولوں اس نوں مومن بھائی
مرزے اندر ایہ گل بالکل پائی جاوے ناہیں
کسے سلام نہ آنحضرت دا کہیا اس دے تائیں
کہن سلام نہ جا ئز رکھے اس نوں مطلق کوئی
ایویں ردّ سلاموں اس دے خلقت منکر ہوئی
ہور علامت یہ ہے عیسی جد آسمانوں آون
دیکھ دیاں ہی مومن سارے خوشیاں اندر آون
حاکم اس نوں جانن اس دی کرسن تابعداری

راغب ہو کر دل تھیں اس نوں منّے خلقت ساری
بھی ہو سارے منن اس نوں قوم یہود عیسائی
توبہ کر سن جانن اس نوں بندہ خاص الٰہی
مرزا عیسی فرضی بن کر جس دن واہی آیا
نہ خوش ہویا اس تھیں کوئی نہ ایہ دل نوں بھایا
نہ کوئی مومن دل تھیں اس دی کردا تابعداری
ساری خلقت اس تھیں بالکل ہوئی صاف انکاری
کتھے آیا ہو عیسی تھیں خلقت صاف انکاری
کافر کتا ملحد اس نوں کہہ سی خلقت ساری
بن مریم موعود نہ بالکل ہے پاغل سودائی
ثابت ہویا اس تھیں اس وچہ شک نہ رہیا کائی
بھی ہو نازل ہووے عیسی اندر ٹولے جنگی
ہن جو دائم اللہ راہیں باجھوں دیر درنگی
مرزا مول نہ نازل ہویا اندر ٹولے غازی
لڑ دے جو اللہ دے کارن مومن پاک نمازی
کیوں عیسی موعود اکھواوے ہن ایہ مغل تتاری
بن مریم موعود نہ ایہ گل آکھے خلقت ساری
حضرت عیسی بیت مقدس بندش اندر پاون
بند ہو سی دروازہ اس دا بوہا آن کھلاون
آ دجال لعین جد اس دے گردے گھیرا پاوے
عیسی تد آسماناں اتوں نازل ہو کر آوے
کی جانے ایہ فرضی عیسی مسجد اقصی تائیں
ڈٹھی مول نہ اس نے ہرگز سفنے وچہ کدائیں
ہور علامت اس دی ایہ ہے حضرت نے فرمائی
ہے متواتر بے شک اے گل وچہ حدیثاں آئی

حال دجال لعین زمین وچہ فتنہ آکر پاسی
عیسی اس دے مارن کارن آسماناں توں آ سی
بعد نمازوں حضرت عیسی نیزہ لے کر دھاوے
باب اللد مقام ہے اوتھے اس نوں مار گراوے
عیسی باجھوں اس کافر نوں ہور نہ کوئی مارے
مومن جتنے اس دے اگے عاجز ہوسن سارے
ایہ گل بھی نہ اس ویلے وچہ بالکل پائی جاوے
نہ کوئی لفظ حدیثی نصاً اج کل صادق آوے
نہ دجال زمین وچہ بالکل اج تک کدرے آیا
نہ اس باب اللد مکاں وچہ اس نوں مار بھگایا
خر دجالوں بالکل منکر ہویا ہے ایہ واہی
آنحضرت ﷺ نوں بھی خود آکھے سمجھ نہ اس دی آئی
روس وغیرہ انگریزاں نوں ایہ دجال ٹھہراوے
پادریاں نوں بھی ایہ کھوتا اس دا ریل بتاوے
یعنی آکھے ہاں میں عیسی مول نہ بالکل ماراں
نال دلائل قاہر حجت پادریاں نوں ماراں
قتل حقیقی معنی آکھے اس جاگہہ وچ ناہیں
ناں تلوار نہ نیزہ مارے بالکل انہاں تائیں
اندر لغت عرب ایہ معنی بالکل مول نہ آیا
وچہ قرآن حدیثاں اس دا نام نشان نہ پایا
مرزا جے کر پادریاں نوں خر دجال ٹھہراوے
باب اللد ہے قید جو آئی بالکل لغو دساوے
اوتھے مارن فر کی معنی پادریاں دے تائیں
کی مطلب ہے اے مرزائی اس دا کھول بتائیں
بھی آدم تھیں اج تک جو ہو گزرے کافر بھارے

عاد ثمود تے قاروں فرعون ہور وغیرہ سارے
کیوں دجال نہ آنحضرت نے انہاں نوں فرمایا
جنہاں دنیا اندر ایسا کفروں فتنہ پایا
نہ حضرت نہ ہور پیغمبر ایسا آیا کوئی
فتح دلیلوں کفارا ں تے جس نوں حاصل ہوئی
ہور نہ کوئی ایسا ہویا وچہ زمیاں آساناں
مرزے نے ایہ رتبہ پایا اندر دوہاں جہاناں
بھی اسلاموں پہلاں مدت دین انہاں دا جاری
نال اسلام انہاں نوں مڈھوں ضد عداوت بھاری
تیراں صدیاں تھیں عیسائی دائم جھگڑا کردے
نال اسلام برابر اج تک پھڑ تلواراں لڑدے
اہل ایمان تے جس جاگہہ انہاں قابو پایا
مہما امکن انہاں تائیں انہاں نے مروایا
شام سپین تے غرناطہ وچہ انہاں جنگ کرائے
لاکھاں مومن اس جاگہہ وچہ انہاں نے مروائے
ایسی سخت ضرورت اندر کیوں عیسیٰ نہ آیا
ایسے اوکھے ویلے اس نے کیوں نہ منہ دکھلایا
مرزا وچہ قتل دے ہر جا کردا اے تاویلاں
آکھے معنی عیسائیاں نوں مارن نال دلیلاں
دنیا اندر لائق فائق عالم ہور بہتیرے
پادریاں نوں نال دلیلاں مارن چنگ چنگیرے
ابو المنصور جو دلی اندر عالم ہے اک ہویا
نال دلائل عیسائیاں نوں اس نے مار ڈبویا
ہے ناوید جاوید جو اس دی نالے ہور کتاباں
دیکھے جو کوئی انہاں تائیں پاوے لطف جواباں

بہت علماواں پادریاں دا لکھ کے ردّ چھپایا
اک جواب نہ اج تک جس دا پادریاں نوں آیا
ردّ عیسائی بہت کتاباں ملن بہتیری جائیں
لے کر کجھ کتاباں جا کر مرزے نوں دکھلائیں
جائز ہو فر ہر نوں عیسی بن مریم اکھواوے
مرزے وانگوں عیسی بن کر ملکیں دھماں پاوے
ایویں عالم مڈھوں کر دے آئے ردّ عیسائیاں
عیسی نہ کوئی بنیاں نہ اس ملکیں دھماں پایاں
کیوں فر ہن ایہ مرزا جھوٹا عیسی بن کر آیا
پادریاں نوں نال دلیلاں نہ اس چپ کرایا
جو جو خصلت دجالے دی وچہ حدیثاں آئی
کر تحریر دکھاواں تینوں جو حضرت فرمائی
ہے دجال معین بے شک نامی اک یہودی
ہے اوہ سب دنیاں تھیں وڈہ کے فتنے باز خرودی
نام اس دا دجال حقیقی لقب مسیح ہے بھائی
سجی اکھ ہو کانی اس دی وانگ انگور پھلائی
اول مشرق ولوں ظاہر ہو کر آوے
یعنی ملک خراساں ولوں اول شور اٹھاوے
اول مومن پھر پیغمبر پھر اللہ اکھواوے
مار، جواون، مینہ برساون سب کجھ کر دکھلاوے
وچہ حدیثاں اس دی ہے ایہ آئی ہور نشانی
ستر ہزار یہودی ہووے اس دے نال اصفہانی
بہت خوارق وانگ کرامت اس تھیں ظاہر آوے
حکم الٰہی اینویں ہوسی بندے رب ازماوے
باغ عجائب ہو اک اس دا اس نوں جنت کہہ سی

آکھے جوکوئی منے مینوں اس دے اندر رہ سی
آتش ہوگ ہمراہ اس دے آکھے دوزخ میرا
جو کوئی مینوں منے نائیں اس دا اس وچہ ڈیرا
جنت اس دا وچہ حقیقت دوزخ ہوسی بھائی
دوزخ اس دا اصلی وچوں باغ بہشت الٰہی
جس نوں ملسی اس نوں آکھے میری من خدائی
جو اس منے کافر مرسی توبہ اس نہ کائی
کھانا وانا پانی ہوسی اس دے نال بہتیرا
جو کوئی اس نوں اللہ منّے دیسی اس بہتیرا
حکم کریسی بدّل تائیں پانی مینہ برساوے
ایویں حکم زمین نوں کرسی کھیتی کھاہ اگاوے
کرسی حکم درختاں تائیں میوے ترت لیاون
حیواں موٹے ہوون وافر بہتا دودھ پیاون
جے کر اس نوں منّن ناہیں بارش بند کرےسی
کھانا دانا گھاہ زراعت میوے ہون نہ دیسی
اس تھیں پہلاں دنیا اندر قحط ہوسی تن سالاں
تیجے سال ہوسی اوہ ظاہر نال بڑے اقبالاں
حکم کریسی ہیٹھ زمین دے جو مدفون خزانے
آپے باہر نکل پیسن اس دے نال روانی
بہت ولایت ملکیں پھر کے وچہ عرب دے جاوے
مکے دے فر نیڑے نیڑے لکھاں لشکر لاوے
بھیجے رب فرشتے اس نوں مکے وڑن نہ دیسن
غیبوں مارلعین نوں دھکن پچھے اس مریسن
شہر مدینے اس زمانے ست دروازے ہوسن
ہر در وچہ فرشتہ دو دو تیغاں پکڑ کھلوسن

شہر مدینے وڑسی ناہیں باہر ڈیرا کر سی
امن ہوسی وچہ شہر مدینے نہ کوئی اس تھیں ڈرسی
مومن اک مدینے اندر ہوسی عمر جوانی
نال دجالے جھگڑن کارن آوے اوہ ربانی
جا پچھے دجال جو کتھے کافر غصہ کھاون
اس دی بات بے ادبی سمجھن مارن نوں فر آون
بعضے آکھن اس دے تائیں نہ بن پچھے مارو
خبر کرن دجال لعین نوں آکھے پیش گزارو
حاضر ہوجا ویکھے اوسنوں پیتاں نال پچھانے
جیو نکر وچہ حدیثاں آیا پاوے پتے ٹکانے
آکھے تو دجال یقینی جو حضرت فرماوے
غصے ہو دجال جواں نوں آری نال چراوے
دو ٹکڑے کر اس نوں سٹے آکھے کر وڈیائی
جے میں اس نوں پھیر جواواں کرو یقین خدائی
جمع کریسی دونویں ٹکڑے کہسی جھٹ او زندہ
قدرت نال اللہ دے ہوسی زندہ فر او بندہ
زندہ ہو کر کہسی میں ہن جاتا نال صفائی
توں بے شک دجال یہودی دعوی کوڑ خدائی
غصے ہو فر اس دی گلوں اس نوں مارن چاہوے
مارن نوں سب واہاں لاون وال نہ کٹیا جاوے
کچا ہو شرمندہ اس نوں دوزخ اندر پاوے
آتش ہووے ٹھنڈی اس تے نہ کجھ دکھ پہونچاوے
اس دے بعد دجال نہ بالکل کوئی قوت پاوے
نہ زندیاں نوں مارے نہ کوئی مردہ ہور جواوے
شر دجال دہاڑے چالی رہسی وچہ زمینے

ہک دہاڑا سال برابر دوجا وانگ مہینے
تیجا وانگوں ہفتے ہوسی باقی دن معتادی
طول دناں دا استدرا جوں ہوسی دیس فسادی
ایہ سب پتے نشان دجالی وچہ حدیثاں آئے
پادریاں وچہ انہاں وچوں اک نہ پایا جائے
پادریاں وچہ ایہ گل بالکل نہ کوئی پائی جاوے
کی ممکن فر ایہ انہاں نوں فر دجال ٹھہراوے
ہور علامت اس دی ایہ ہے حاکم بن کے آوے
بھی ہور عادل دنیا اندر عدل انصاف کماوے
ظاہر شوکت غلبہ اس دا ہو دنیا تے سارے
کوئی کافر اس دے اگے بالکل نہ دم مارے
بھی آیا ہے حضرت عیسی جد آسمانوں آوے
سب دنیا تے مشرق مغرب دین اسلام پھیلاوے
بھی ہور منن سارے اس نوں قوم یہود عیسائی
توبہ کر سن جانن اس نوں بندہ خاص الہی
ایہ گل بھی نہ مرزے اندر بالکل پائی جاوے
نہ کوئی حرف حدیثوں مطلق اس تے صادق آوے
نہ ایہ حاکم عادل بن کر دنیا اندر آیا
نہ اس آ کر دنیا اندر عدل انصاف کمایا
ظاہر حکم حکومت اس نوں حاصل مول نہ ہوئی
خود محکوم ہویا عیسائیاں مرزا تے مرزائی
کیوں جائز پھر اس جھوٹے نوں بن مریم اکھواوے
کیوں ایہ جھوٹا ایہ گل آکھے شرم نہ اس نوں آوے
آکھے جس جاگہہ وچہ حضرت عیسی اتوں آوے
اس دے اندر بہت تناقض ظاہر نظری آوے

بیت مقدس اندر یعنی اک روایت آئی
اردن وچہ لشکر دے آوے بعض روایت بھائی
کارن اس تناقض ہاں میں یعنی آکھے آیا
فرضی عیسی بن کر میں ایہ جھگڑا آن مکایا
یعنی مسجد اقصی نوں اے قادیان عین ٹھہراوے
عیسی دا ایہ معنی جھوٹا فرضی مغل بتاوے
کی کی باطل فاسد دیکھو ایہ تاویلاں کردا
کی کی ایہ بے ہودہ واہی دل تھیں معنی گھڑ دا
مسجد اقصی دا ہے معنی قادیاں کتھے آیا
لغت عرب وچہ اس دا بالکل نام نشان نہ پایا
لغت عرب وچہ جے اے معنی ثابت کر دکھلائے
اک ہزار روپئہ مرزا وچہ انعاماں پاوے
حضرت عیسی دنیا توں جد جھگڑا آن مکاوے
نہ ایہ آیا فر کوئی اگوں عذر بہانہ لاوے
حکم احکام جو حضرت عیسی آ کر کرسی جاری
طوعاً کرہاً خوش نہ خوشیوں منے خلقت ساری
غرض نہ بالکل اس جھوٹے نے جھگڑا آن مکایا
دنیا اندر اس نے آکر جھگڑا ہور ودھایا
جو جو جھگڑے دنیا اندر اج کل ہوئے جاری
حاجت مول بیان ندارد جانے خلقت ساری
مرزا نہ ہے عیسی بالکل ایہ گل ثابت ہوئی
نہ فر عیسی اس دے وانگوں ہور اکھواوے کوئی
ہور نشانی اس دی ایہ ہے ایہ بھی دل تے لائیں
حضرت عیسی اپنے ہتھیں توڑے سولی تائیں
جو تعظیم تے عزت اس دی کردے لوگ عیسائی

باطل کر سی عیسی اس نوں حضرت خبر سنائی
ایہ گل بھی نہ مرزے اندر مطلق پائی جاوے
نہ ایہ لفظ حدیثی اس تے بالکل صادق آوے
نہ اس توڑی اپنے ہتھیں اصل حقیقت سولی
نہ اس جھوٹھے عیسائیاں دی مڈھوں پٹی مولی
نہ تعظیم اس دی اس جھوٹے باطل کر دکھلائی
نہ تعظیموں اس دی مطلق آئے باز عیسائی
کیوں جائز فر اس دے تائیں ایہ عیسی اکھواوے
عیسی ایہ موعود نہ بالکل ایویں جھوٹھ الاوے
مرزے کج فہمی تھیں اس دی ہے تاویل بنائی
اوہ بھی کھول سناواں تینوں غور کریں تو بھائی
سولی توڑن دا ایہ معنی روحانی بتلاوے
حجت نال عیسائیاں اتے یعنی غالب آوے
باطل ہے ایہ معنی اس دا جو اس دل تھیں گھڑیا
ہے الحاد صریح ایہ اس دا جس تے ہے ایہ اڑیا
نہ ایہ عیسی نال عیسائیاں کر سی دینی جھگڑے
نہ ایہ آیا نال دلیلاں عیسائیاں نوں رگڑے
شارح مسلم جو کجھ لکھیا اس نوں نظر نہ آیا
سولی توڑن دا اس مطلب ہتھاں نال بنایا

قال القادیانی۔ و یکسر الصلیب معناہ و یکسر حقیقتہ و یبطل ما تزعمہ النصاری من تعظیمہ و قتل الخنزیر . من ھذا القبیل اور توڑے گا صلیب کو، معنی اس کا توڑے گا حقیقت اس کی اور باطل کرے گا جو ظن کرتے ہیں اس کو نصاری تعظیم اس کی سے اور قتل کرنا خنزیر کا بھی اسی قبیلہ سے ہے۔

کسر صلیب حقیقت اس دی یعنی توڑے بھائی
باطل کر سی عزت اس دی جو کردے عیسائی

سولی توڑن دا ایہ معنی کدرے مول نہ آیا
حجت نال نہ غالب آون لغت عرب وچہ پایا
بھی نہ اس نے نال عیسائیاں جھگڑا بالکل کیتا
حجت نال نہ عیسائیاں دا منہ اس جھوٹے سیتا
نہ ایہ غالب نہ دلیلاں عیسائیاں تے آیا
نہ اس جھوٹے عیسائیاں نوں دین اسلام منایا
بند نہ منہ انہاں دا کیتا بالکل اس سودائی
چھیڑ انہاں وی اس موذی نے سگوں زبان ودھائی
دین اسلام اتے عیسائیاں پھڑیاں نے تلواراں
دین اسلام حقانی اتے مل مل کر دے واراں
امہات جو عیسائیاں نے اج کل ہے چھپوائی
کتھے ہے ایہ جھوٹا اس نوں اج تک نظر نہ آئی
کتھے ہے اوہ نال دلیلاں سولی توڑ دکھاندا
حجت نال دلائل اس دی کر تردید چھپاندا
کیوں فر سولی توڑن دا ایہ دعوی کردا واہی
ہے بے غیرت بھارا اس نوں شرم نہ بالکل کائی
ہور علامت اس دی ایہ ہے سوراں تائیں مارے
قتل کرے سی سوراں تائیں دنیا اتوں سارے
مومن سارے اس دے حکموں ہر جا گہہ ہر جائیں
بلم برچھی نال وغیرہ مارن سوراں تائیں
ثابت ہو حرمت سوراں دی اوپر کل لوکائی
نہ انہاں نوں کھاوے کوئی کافر تے عیسائی
قتل نہ مرزے سوراں تائیں نہ کیتا کروایا
نہ انہاں تھیں عیسائیاں نوں اس نے موڑ ہٹایا
مرزا خنزیراں دا معنی بالکل الٹ بتاوے

آکھے جس وچہ خنزیراں دی عادت پائی جاوے
قارون تے فرعون وغیرہ جو جو کافر بھارے
عاد ثمود وغیرہ ایویں جو جو گزرے سارے
آدم تا ایں دم جتنے کافر ہور رذالے
افریقہ تے امریکہ تے ہور سارے یورپ والے
انہاں وچہ جے خنزیراں دی دسو عادت آہی
کی آکھن گے انہاں تائیں مرزا تے مرزائی
مرزا بھاویں تھلّے تیکر اپنا زور لگاوے
کی ممکن ہے اپنے سر تھیں ایہ الزام اٹھاوے
آنحضرت تے ہور پیغمبر جو جو گذرے سارے
آدم نوح تے یوسف موسیٰ ہور جو اللہ تارے
کی آکھے گا سب نبیاں تے شاید رتبہ پایا
حجت نال کفاراں اتے کیا کوئی غالب آیا
مرزا تے مرزائی اس وچہ اول نمبر ہوئے
باقی ہور پیغمبر سارے اس وچہ ناقص ہوئے
عیسیٰ نوں تعلیماں اندر خود ناقص ٹھہراوے
کیوں فر اس نوں سب نبیاں تھیں ہن ایہ اگاں ودھاوے
پہلی واری بھی خود عیسیٰ مارے سور ہزاراں
ہے انجیلاں اندر آیا آکھے ایہ گل یاراں
ہے ایہ قول انجیلی بے شک اس وچہ حجت بھاری
ہے خنزیر مراد حقیقی اس گل آن نتاری
غرض نہ مرزا عیسیٰ بالکل اس تھیں ثابت ہویا
مرزے نوں ہن جانوں بے شک گیا گواچا ہویا
ہور علامت اس دی ایہ ہے دولت موجاں مارے
دولت مالوں بے شک مولوں لوگ تونگر سارے

کثرت مال ہووے وچہ گھر گھر ہون خزانے
نہ محتاج رہے کوئی بالکل اندر اس زمانے
حضرت عیسی لوکاں تائیں دولت طرف بلاوے
دولت نہ کوئی لیسی بالکل نہ اس دے ول آوے
ایہ گل مول نہ پائی جاوے اندر ایس زمانے
اکثر خلقت ننگی بھکھی بے شک وچہ جہانے
اہل اسلاموں زائد اج کل کوئی مفلس ناہیں
ننگے بھوکے نظری آون مومن ہر ہر جائیں
ہے ایہ جعلی عیسی بے شک خود محتاج جہانوں
دنیا ساری نالوں اس نوں طامع ودھ پچھانوں
بھکھا ہے اے بھارا ہر دم مرزائیاں توں منگے
جھوٹھے فرضی مکر بہانے کردا مول نہ سنگے
مال معارف اس جھوٹے نے دل تھیں ہے ٹھہرایا
یعنی میں اسرار معارف لے کر کے ہاں آیا
ایہ تاویل سراسر اس دی فاسد باطل جانی
ہے الحاد صریح ایہ اس دا شک نہ اس وچہ آنی
اندر لغت عرب اے معنی بالکل مول نہ آیا
نا ایہ وچہ قرآن حدیثاں مطلق کدھرے پایا
بھی ہے وچہ حدیث جو آیا کرے قبول نہ کائی
کی معنی فر ہے ہن اس دا اس صورت وچہ بھائی
بھی ہے لفظ زکوۃ صریحاً مسلم اندر آیا
مبطل ہے ایہ اس معنی نوں جو اس دلوں بنایا

وعن ابی ہریرہ انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال لا تقوم السّاعۃ حتی یکثر المال و یفیض حتی یخرج الرجل زکوۃ ما لہ فلا یجد احد یقبلھا ۔ رواہ مسلم ۔ابو ہریرہ سے روایت ہے تحقیق فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہ قائم ہوگی قیامت

اس وقت تک کہ کثرت سے ہوگا مال اور زیادہ ہوگا یہاں تک کہ نکلے گا ایک مرد زکوۃ اپنے مال سے لے کر، پس نہ پاوے گا کسی کو جو قبول کرے اس سے مال زکوۃ کا۔

کثرت مال ہووے گی یعنی قبل قیامت بھائی
مال زکوۃ نہ لیسی بالکل دنیا اندر کائی
کوئی مرد زکوۃ جے فرضاً اپنی آپ نکالے
لینے والا نہ کوئی پائے بھانویں ڈھونڈے بھالے
لفظ زکوۃ صریحاً نصاً اس دے اندر آیا
مرزے دا اس بے شک سارا کلّہ کوٹھا ڈھایا
باطل ہویاں اس تھیں اس دیاں تحریفاں تاویلاں
فاسد ہویاں اس تھیں اس دیاں ایہ سب قالاں قیلاں
ہور علامت ایہ ہے بھاری بے شک جانی بھائی
فرض رکن نہ صدقہ اس دن بالکل رہ سی کائی
ساقط ہو فرضیت اس دی واجب رہ سی نائیں
نا مفلس کوئی رہ سی نہ حاجت کسے تائیں
نہ کوئی ننگا بھکھا بالکل دنیا اندر رہ سی
نہ صدقہ دی حاجت ہووے نہ کوئی صدقہ لیسی
ایہ گل بھی نہ ایس زمانے اندر پائی جاوے
کوئی لفظ حدیثی اج کل صادق مول نہ آوے
نا موقوف ہویا ہے صدقہ نا موقوف زکاتاں
ساقط مول نہ ہویا صدقہ نہ ساقط خیراتاں
ہور علامت اس دی ایہ ہے وچہ حدیثاں آئی
کر تحریر دکھاواں اوہ بھی غور کریں توں بھائی
اک سجدہ ہو بہتر اس دن ساری دنیا نالوں
رغبت طاعت زائد ہو سی دنیا دے اموالوں
دولت دنیا سونا چاندی یعنی نہ کوئی چاہوے

شوق الٰہی ذوق عبادت ہر تے غالب آوے
خوف قیامت غالب ہوسی ہر اک بندے تائیں
خواہش دنیا مول نہ رہ سی نا کجھ حرص ہوائیں
کمتر ہوسن حرص امیداں نہ کوئی آس دھراوے
بے شک ہر بندے نوں ساعت نیڑے نظری آوے
ایہ گل بھی نہ ایس زمانے اندر دِسّے کائی
نہ کوئی اج کل لوکاں اندر دِسّے خوف الٰہی
فسق فجور جو اج کل دِسّے دنیا اندر جاری
سود شراب فواحش تے ہور بدفعلی بدکاری
مرزا بھی خود ہے اقراری اس دا بے شک بھائی
دنیا اندر برپا آکھے ہے طوفان گمراہی
کوڑی کوڑی بدلے اکثر ترک نمازاں کردے
بدعت شرک ضلالت اندر کافر ہو ہو مردے
سجدہ نہ کوئی بہتر جانے دنیا نالوں بھائی
رغبت طاعت نظر نہ آوے دنیا اندر کائی
عیسیٰ ایہ موعود نہیں ہن ایہ گل ثابت ہوئی
ہے ایہ ٹھیک فریبی کوڑا شک نہ اس وچہ کوئی
ہور نشانی اس دی میں اک تینوں کھول سناواں
وچہ حدیثاں جو ہے آئی کر تحریر دکھاواں
اوٹھ تمامی چھوڑے جاون کھلے وچہ اجاڑاں
چڑھ سی نہ کوئی ایویں پھرسن خالی باجھ سواراں
ایہ گل بھی نہ ایس زمانے اندر پائی جاوے
نہ ایہ الفظ حدیثی بالکل اج کل صادق آوے
کوئی اوٹھ نہ ایسا دنیا اندر پایا جاوے
حاجت جس دی نہ ہو بالکل نہ کم اندر آوے

اوتھاں دی ہے حاجت دنیا اندر اکثر جائیں
اوتھاں دی ہے حاجت اکثر ایہ گل مخفی نائیں
عرب وغیرہ ملکاں اندر جتھے ریل نہ جاری
اتھاں باجھ نہ چلّے اس جا کوئی کار گزاری
اکثر مال تجارت غلہ اوتھاں اوتے آوے
جے کوئی چڑھ کر چلے اس تے سو سو کوس لے جاوے
کیوں فر ایہ جھوٹا فرضی عیسی بن کر آیا
لدنوں چڑھنوں اوتھاں تائیں نہ ایس آن چھوڑایا
ہور علامت اس دی ایہ ہے توں سن میرے بھائی
کینہ بغض عداوت بالکل مول نہ رہ سی کائی
مہر محبت شفقت اللہ خلقت اندر پاوے
آپس اندر اک دوجے توں بھایاں وانگوں بھاوے
دنیا اندر اج کل ایہہ گل پائی جاوے ناہیں
نا ایہ خصلت لوکاں اندر آوے نظر کتھائیں
بغض تحاسد کینہ جو ہے اندر اس زمانے
ظاہر ہے کوئی مخفی ناہیں ہر کوئی اس نوں جانے
خود مرزائیاں اندر بھی ہے بغض عداوت بھاری
مرزا بھی خود ایہ گل جانے ہے اس دا اقراری
مرزا جے کر عیسی ہوندا اندر کل لوکائی
مہر محبت پیدا ہوندی ہو جاندے سب بھائی
ہور علامت اس دی ایہ ہے وچہ حدیثاں آئی
جس دن عیسی آ کر کر سی دین دنی دی شاہی
باجھ اسلام نہ کوئی ملت رہ سی وچہ جہانے
باطل ہون تمامی مذہب اندر ایس زمانے
کوئی دین نہ باجھ اسلاموں دنیا اندر رہ سی

ہر جاگہہ اسلامی کلمہ ہر کوئی مومن کہہ سی
سارے مومن خالص ہو کر پوجن اللہ تائیں
اللہ باجھوں ہور کسے نو ں کوئی پوجے نائیں
ایہ گل بھی نہ اج کل لوکاں اندر پائی جائے
کوئی لفظ حدیثی اج کل صادق مول نہ آوے
کوئی دین نہ باطل ہویا اندر ایس زمانے
باجھ اسلاموں ہور بہتیرے مذہب وچہ جہانے
صدہا مذہب دنیا اندر اج کل ہوئے جاری
حاجت ہیچ بیان ندارد جانے خلقت ساری
مرزا بھی خود قائل اس دا ہویا بے شک بھائی
آکھے برپا دنیا اندر ہے طوفان گمراہی
خود ایہ سب خلقت نوں ملحد گمراہ ضال ٹھہراوے
اگلی پچھلی سب امت نوں بھی مشرک بتلاوے
کیوں عیسی موعود اکھواوے فر ایہ مغل طوفانی
عیسی ایہ موعود نہ بالکل جھوٹھا اس نوں جانی
ہور علامت اس دی ایہہ ہے اندر اس زمانے
امن امان آسائش ہووے اندر کل جہانے
نہ ڈر خوف نہ خطرہ رہ سی اندر خلقت کائی
سے کوہاں تک سونا لے کر کلّے چلن راہی
انسان ہور درندے وحشی یک جا ڈیرا کرسن
اوٹھ تے شیر اکھٹے رل مل اک جا گہہ تے چرسن
چیتے نمر اکٹھے چرسن اندر گلے گائیاں
گرگ تے بکری یک جا رہ سن وانگوں بہناں بھائیاں
ایویں چھوٹے بچے لڑکے سپاں دے نال کھڈیسن
سپ انہاں نوں بالکل ذرہ ایذا مول نہ دیسن

جنہاں حیواناں دے اندر پیدا زہر کیتا رب سائیں
زہر انہاں دے اندر بالکل مطلق رہ سی نائیں
ایہ گل بھی نہ اج کل مطلق پائی جاوے
نہ ایہ خصلت خلقت اندر مطلق نظری آوے
امن امان نہ حاصل بالکل نہ جانی نہ مالی
ظلم تعدی تھیں کوئی جاگہہ دِسّے مول نہ خالی
عربستان یا کوہستان وچہ مرزا جے کر جاوے
امن اما ن آسائش اس نوں سارا نظری آوے
دور نہ جاوے ماہجے اندر کلّا پھر دکھلاوے
دیکھو فر ایہ کیو نکر اوتھوں خالی بچ کر آوے
شہر لاہور یا ہوری جاگہہ جب کہ مرزا جاوے
جہت حفاظت اپنے در تے پھر پلس بٹھاوے
مہر علی تھیں ڈر دے اس نے اندر پیر پسارے
آکھے میں نہ ڈردا جاواں مت کوئی مینوں مارے
جانو ڈر دا ایہ خود جھوٹا مکے مول نہ جاوے
کیوں کہ اس نوں موت یقیناً اگے نظری آوے
نہ انسان درندے ہرگز ڈیرا اک جا کردے
شیر تے اوتھ نہ کٹھے بالکل اک جاگہہ وچہ چردے
حیوان اور درندے و حشی آدمیاں نوں کھاون
اوتھاں تائیں شیر درندے چیرن جس جا پاون
ایویں کوئی بیل نہ گائے پاس پلنگاں جاوے
گرگ نہ کوئی بکری چھڈے جو پاوے سو کھاوے
ایویں جو کوئی چھوٹا وڈا چھیڑے سپاں تائیں
ڈنگن قدم نہ چلن دیندے رکھن اس نوں تھائیں
مرزے دے اس ویلے جو جو سپاں شیراں مارے

لاکھ کروڑاں دنیا اندر جو حیواناں پاڑے
مرزا جے کر اس گل اندر کوئی شک لیاوے
اپنے تائیں شیراں اگے پا کر کے ازماوے
ہور نشانی اس دی ایہ ہے ہو موقوف لڑائی
دنیا اندر جھگڑا جھیڑا مول نہ رہ سی کائی
صلح ہو سی سب دنیا اندر ہر جاگہہ ہر تھائیں
آپس اندر دوست جانن اک دوجے تے تائیں
ایہ گل بھی نہ ایس زمانے اندر پائی جاوے
نہ کوئی لفظ حدیثی آج کل صادق بالکل آوے
صلح نہ مطلق ایس زمانے اندر نظری آوے
اک دوجے دا جانی دشمن مارے جد کد پاوے
جو جو جنگ لڑائیاں ہوون اندر ایس زمانے
مخفی مول نہیں اوہ ہر کوئی ادنی اعلی جانے
کیوں عیسی اکھواوے فر ہن اے مکار نیرنگی
کیتی اس موقوف نہ بالکل آ کر خانہ جنگی
کیوں نہ اس دنیا توں آ کر جنگ موقوف کرایا
کیوں ہے شاہاں دنیا اندر ایڈا فتنہ پایا
بھی ہے آیا وچہ حدیثان بعد از قتل دجالوں
ساتھی اس دے کافر سارے ہو سن ابتر حالوں
قتل دجالوں پچھے ہو متفرق سارے جاون
ڈردے نسن چھپن لکھن جتھے جاگہہ پاون
ہر رکھ تے ہر پتھر بھی ہور ہر دار و دیواراں
حکموں رب دے بولن سارے کر سن حال پکاراں
سن اے عبداللہ مسلم پکڑ یہودی تائیں
ایہ ہے پچھے میرے ماریں دیر نہ بالکل لائیں

گل ایہ بھی نہ اج کل مطلق پائی جاوے
نہ کوئی لفظ حدیثی بالکل اج کل صادق آوے
نہ دجال مسیح دے ہتھوں قتل ہویا ہے بھائی
نہ متفرق ویراں ہوئے جو اس دے ہمراہی

قال النبی ﷺ لیس بینی و بینہ یعنی عیسی نبیّ و انہ ناز ل نبی ﷺ نے فرمایا نہیں ہے درمیان میرے اور اسکے یعنی عیسی کے کوئی نبی اور وہ نازل ہونیوالا ہے

یعنی وچ حدیث صریحاً ناطق صاف بتاوے
عیسی جو ہے اسرائیلی اوہو فر خود آوے
ثابت ہویا اس تھیں بے شک بن مریم ایہ ناہیں
جھوٹا ہے ایہ بے شک جھوٹا جانوں اس دے تائیں

قال النبی ﷺ تکرمۃ اللّٰہ ھذہ الا مہ یعنی اللہ نے اس امت کو کرامت دی ہے

یعنی لفظ جو اس امت دا اس اندر ہے آیا
ایہ بھی نص صریح ہے اس نے مرزے نوں جھٹلایا
ثابت ہوئی اس تھیں ایہ گل دل تے لائیں
بن مریم جو آنے والا اس امت تھیں نہیں ناہیں
ہے او پیغمبر اسرائیلی جو مریم نے جایا
کنعاں اندر جس نوں اللہ کرکے نبی اٹھایا
نہیں جائز عیسی اکھوا وے ایہ ہن اپنے تائیں
ہے ایہ اس امت تھیں بے شک اے گل مخفی ناہیں

قال رسول اللّٰہ ﷺ لقیت لیلۃ اسری ابرا ھیم و موسی و عیسی ... (الی ان قا ل).. فا ذا ر أنی یذو ب کما یذو ب ....۔ترجمہ۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات میں ابراہیم موسی،عیسی سے ملا ... یہاں تک کہ ..عیسی نے کہا خدا تعالی نے میرے ساتھ عہد کیا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے اور میرے پاس شمشیر برندہ ہوگی جب مجھ کو دیکھے گا تو قلعی کی طرح گل جاوے گا۔

بھی نص صریح ہے اس تھیں ایہ گل ثابت ہوئی

عیسی اسرائیلی آوے ہور نہ دوجا کوئی
نبیاں اندر جو حضرت نوں اس دن نظری آیا
شکل شباہت اندر جس نوں عروہ وانگوں پایا
بن مریم ا کھواوے کیوں فر ایہ مغل طوفانی
عیسی ایہ موعود نہ با لکل جھوٹھا اس نوں جانی

قال رسول اللّٰہ ﷺ ثم یتوفّی یصلّی علیہ المسلمو ن۔(ترجمہ۔فرمایا رسول اللہ ﷺ پھر حضرت عیسی فوت ہوں گے تو مسلمان ان پر جنازہ پڑھیں گے)۔

یعنی بن مریم ہے زندہ اج تک بے شک بھائی
ثابت ہو ئی اس تھیں ایہ گل شک رہیا نہ کائی
آخر آکر قرب قیامت دنیا تے فر مرسن
مومن طور اسلامی اس دا کفن جنازہ کرسن
ایہ بھی نص صریح ہے بے شک اس مسئلے وچہ جانی
اج تک زندہ ہے بن مریم آ خر آ ہو فانی
ہور علامت اس دی ایہ ہے دنیا تے جد آوے
عورت کرسی بچے ہوون اللہ نسل ودہاوے
عیسی آکر دنیا اتے عورت عقد کریسی
اللہ اس نوں اپنے فضلو ں پتر دھیاں دے سی
ایہ گل بھی نہ مرزے اندر بالکل پائی جائے
نہ ایہ صفت مسیح دی مطلق اس تے صادق آ وے
عیسی بننے تھیں اس مدت پہلاں کتنی واری
شادی کیتی بے شک اس نے جانے خلقت ساری
بھی اولاد ہوئی گھر اس دے اس تھیں پہلاں بھائی
نوکر چاکر جو ہے اج کل جانے کل لوکائی
مرزا جے کر عیسی ہندا الٹا پیر نہ دھر دا
عیسی بننے تھیں ایہ پہلاں شادی مول نہ کر دا

ہور علامت اس دی ایہ ہے جانے کعبے جاوے
روحاء والے راہوں جا کر حج بجا لیاوے
عمرہ کرسی بیت اللہ دا بھی ہے نالے آیا
صاف حدیثاں اندر ایہ ہے حضرت نے فرمایا
مرزا بالکل حج نہ کردا نا ایہ مکے جاوے
نا ایہ حکم ضروری لازم فرض العین اداوے
اللہ چاہے مرزا بالکل حج نہ بالکل کرسی
خبر مطابق اللہ چاہے ہو نصرانی مرسی
ہے ایہ پیشین گوئی میری نال الہام الٰہی
اللہ چاہے سچی ہوسی یاد رکھن مرزائی
ہور نشانی اس دی ایہ ہے مومن دل تے لاوے
عیسی جہت زیارت روضہ آنحضرت دے جاوے
ٹھیر سلام قبر تے آکھے خاتم نبیاں تائیں
آنحضرت بھی اس نوں اگوں کہن سلام دعائیں
ایہ گل بھی نہ مرزے اندر بالکل پائی جائے
نہ ایہ آنحضرت دی بالکل قبر زیارت پاوے
ایہ ہے میری پیشین گوئی یاد رکھیں اس تائیں
شہر مدینے نہ ایہ پہنچے بالکل مول کدائیں
ثابت ہوئی اس تھیں ایہ گل بے شک دل تے لائیں
عیسی ایہ موعود نہ بالکل نہ منّی اس تائیں
ہور علامت اس دی وڈی بھاری ہے ایہ آئی
عیسی جو ہے آنے والا ہووے نبی الٰہی
لفظ نبی دا اس دے حق وچہ صاف صریحاً آیا
وچہ حدیث دمشقی حضرت چار جگہ فرمایا
یعنی جعلی عیسی نہ اوہ ہووے صرف مثالی

زادہ بن مریم ہو فرضی نہ کوئی محض خیالی
مرزا نہ پیغمبر بالکل ہے بے شک متنبّی
عیسی ایہ موعود نہ بالکل ایہ گل ایتھوں لبھّی
ہور علامت اس دی ایہ اک وڈی جائی
جس دے اندر اس دا بالکل ہور نہ کوئی ثانی
قد میانہ ہووے یعنی نہ کوتاہ ، نہ بالا
گندم گوں ہو احسن رنگت سدّھے بالاں والا
ایہ ہے حلیہ اس دا بے شک دل وچہ اس نوں جانو
دیکھو جد فر اس نوں فوراً حلیے نال پچھانو
مرزا ہے اس حلیے اتے بھارا نازاں ہویا
آکھے ہے ایہ حلیہ میرا عیسی ہاں میں گویا
سرخ تے جعد جو حلیہ اس دا وچہ حدیثاں آیا
اس دا اس نے عیسی تائیں ہے مصداق ٹھہرایا
یعنی عیسی دو ہن اک نوں احمر جعد بتاوے
دوجے نوں ایہ گندم گو نی سبط الشعر ٹھیراوے
جاہل ہے ایہ بھارا اس نوں سمجھ نہ بالکل کائی
عقل شعور ہدایت اس دے نیڑے مول نہ آئی
میں ہن تینوں اس دے اندر کر تطبیق دکھاواں
جو معنی علماواں لکھیا میں تینوں سمجھاواں
جعد صورت صفت بدن دی سبط صفت ہے والاں
اینویں اسمر احمر دونویں صفتاں بدنی حالاں
پکا ہو جسّے دا یعنی کمتر تھکے ہارے
گندم گوں ہو رنگت اس دی بہاہ لالی دی مارے

فیمکن ان یجمع بینھما بان سبط الشعر و و صفه بالجعودة فی جسمه لا فی شعره و المراد بذ لک اجتماعه و اکتنازه وھذا

الاختلاف و نظیرا لا ختلا ف فی کونه ادم او احمر و یمکن الجمع بین الوصفین با نه ا حمر لو نه بسبب لا لتعب و هو فی الاصل اسمر و یجوز ان یؤول و یجمع بینهما با نه لیس احمر صرفا بل هو ما ئل الی الادمة فتح الباری: یعنی ان دونوں روایتوں میں یوں تطبیق ہوسکتی ہے کہ حضرت عیسی کے بال تو سیدھے تھے مگر جعودت آپ کے بدن میں تھی یعنی بدن مضبوط اور کسا ہوا تھا اوراسی طرح دراصل رنگ تو آپ کا گندم گوں تھا مگر کسی سبب سے سرخ ہوگیا تھا، یا یہ مطلب ہے کہ وہ محض سرخ نہ تھے بلکہ سرخ رنگ مائل بگندم گوں تھے۔

غرض مسیح دا حلیہ اس تے مول نہ صادق آوے
نہ ایہ اسمر سرخی مائل نہ ایہ جعد دساوے
نہ ایہ سبط الشعر نہ بالکل اس دا قد میانہ
نہ ایہ دِسّے عیسی وانگوں قوت دا مردانہ
مرزے والا حلیہ بے شک رکھ دے لوگ ہزاراں
جائز ہو فر عیسی ہوون باجھ حساب شماراں
غرض نہیں ایہ عیسی بالکل ایہ گل دے تے لائیں
عیسی ایہ موعود نہ بالکل نہ منوں اس تائیں
ہور علامت اس دی ایہ ہے اس زمانے
قوم یاجوج ماجوجی آ کر پاوے شور جہانے
یعنی قوم یاجوج ماجوجاں دنیا اندر آون
مارن تے ہور لٹن پٹن آدمیاں نوں کھاون
قوم یاجوج ماجوج نہ اج تک دنیا اتے آئی
کیوں فر بن مریم اکھواوے ایہ جھلّا سودائی
ہور علا مت اس دی ایہ ہے وچہ حدیثاں آئی
مینہ برساوے اللہ اتنا حد نہ رہ سی کائی
کلہ کوٹھا نہ کو ئی رہ سی دنیا اندر باقی
صاف زمین ہو شیشے وا نگوں جیونکر طبق افلاکی

چاندی وانگوں روشن ہووے چمکے مارے بھائیں
ٹبہ ٹوبا نہ کوئی رہ سی مشرق مغرب تائیں
ایہ گل بھی نہ اج تک دنیا اندر ظاہر ہوئی
نہ ایہ واقع ہوئی اج تک مطلق پیشین گوئی
نہ آسمانوں اللہ اج تک ایسا مینہ برسایا
کلہ کوٹھہ سب دنیادا ہووے جس نے ڈھایا
نہ طوفان پانی دا ہویا دنیا اندر جاری
صاف زمین نہ شیشے وانگوں ہوئی اج تک ساری
کیوں عیسی اکھواوے فر ایہ مرزا اپنے تائیں
جھوٹھا ہے ایہ جھوٹھا بے شک عیسی ہرگز ناہیں
حضرت عیسی بن مریم دی ایہ ہے ہور نشانی
برکت کھیتی اندر ہووے ملک اندر ارزانی
برکت وچہ اناجاں ہوسی باہر حد حسابوں
پیدا ہوسن اکثر میوے شور زمین خرابوں
ہک انار کفایت کرسی سارا ٹبر کھاوے
اس دی چھلکے دے وچ سائے سارا کنبہ آوے
ایویں شیر حیواناں اندر برکت پاوے سائیں
بکری ہک جا رجاوے شیروں سارے ٹبر تائیں
کال پیاہے الٹا جگ وچہ سختی گھیرا پایا
خلقت تنگ آئی ہے جانوں موت کیوں چڑ لایا
بارش بند ہوئی اسمانوں قحط پیا ہر جائیں
بھکھ پیاسوں مر مر جاوے لاکھاں خلق ازائیں
ہے منحوس بے برکت مرزا بھی منحوس زمانہ
برکت مول نہ باقی اج کل ہویا ملک ویرانہ
کیوں عیسی اکھواوے فر ہن ایہ بچہ مغلانی

عیسی ایہ موعود نہ بالکل جھوٹا اس نوں جانی
ہور علامت ایہ ہے عیسی سال پنتالی جیوے
دنیا اتے اس تھیں زائد اس دی عمر نہ تھیوے
مرزا اپنی عمراں ساری اسّی سال بتاوے
ہر صورت وچہ عمر مسیح دی اس تھیں کمتر آوے
اسّی تے پنتالی دے وچہ فرق زمین آسماناں
ایڈا فرق ملاوے کیونکر ایہ پاغل دیوانہ
اسّی تے پنتالی مطلق کجھ تطبیق نہ کھاوے
شرم نہ اس نوں کیوں ایہ جھوٹا بن مریم اکھواوے
ہور علامت ہے اک اس دی وچہ حدیثاں آئی
اوہ بھی کر تحریر دیکھا واں سن تو میرے بھائی
یعنی حضرت عیسی آنحضرت دے روضے وچہ دبیوے
پاس صدیق عمر دے اس دی قبر چہارم تھیوے
آکھن کہ اک قبر دی جاگہہ خالی اوتھے بھائی
عیسی مدفوں ہو اس اندر شک نہ اس وچہ کائی
اے گل بھی نہ مرزے اتے بالکل صادق آوے
نہ کوئی اس نوں آنحضرت ﷺ دے روضے وچہ دباوے
نہیں ہے ممکن ایہ نالائق قدم مدینے پاوے
ایسا پاک مقدس احاطہ اس تھیں رب بچائے
ایہ بھی ہے اک اللہ ولوں میری پیشین گوئی
انشاء اللہ سچی ہوسی شک نہ اس وچہ کوئی
یعنی مرزا وچہ مدینے ہرگز مول نہ جاوے
روضے حضرت دے وچ اس نوں نہ کوئی دفنائے
سب تھیں پچھے وا اک عمدہ بھیجے اللہ سائیں
لیوے روح او ہر مومن دی دنیا تے ہر تھائیں

وا نہ وگی اج تک ایسی دنیا اوتے کائی
عیسی ایہ موعود نہ بالکل ایہ گل لازم آئی
بھی ہے آیا وچہ حدیثا ن عیسی جد مر جا وے
ویہ سالاں تھیں زا ئد پچھوں رب قرآن ا ٹھا ئے
مرزا آکھے میں تھیں پہلا رب قرآن اٹھایا
عیسی اے موعود نہ بالکل اس تھیں لازم آیا
مہدی عیسی وکھو وکھی وچہ حدیثاں آیا
مہدی ہو تے عیسی بھی ہو حضرت نے فرمایا
مرزے جد خود مہدی ہے ٹھہرایا اپنے تائیں
لازم آیا اس تھیں مرزا عیسی بالکل ناہیں
مہدی جد خود بنیا مرزا فر ایہ عیسی اکھواوے
جھو ٹھا ہے ایہ جھو ٹا اس نوں شرم نہ بالکل آوے
ایویں ہور جو صفت مسیح دی وچہ حدیثاں آئی
مرزے اندر بالکل مطلق اک نہ جائے پائی
عشر نشان قیامت دے جو حضرت نے فرمائے
کر تحریف الحادوں اس نے اوہ سارے الٹائے
ایویں نفس قیامت تائیں ہے اس نے الٹایا
کر تحریف قیامت نوں اس کجھ دا کجھ بنایا
یعنی آکھے جھوٹ قیامت بالکل مول نہ آوے
کی ممکن فر خود ایہ جھوٹا بن مریم اکھواوے
بھی اجماع امت دا اس تے مڈھوں چلیا آوے
عیسی ہے آسمانی زندہ مرزا بھی بتلاوے
صحت نوں ہے پہنچی ایہ گل حضرت نے فرمائی
جمع نہ امت میری ہرگز ہو اوپر گمراہی

قال النّبی ﷺ لا تجتمع امتی علی الضّلا لۃ (نہیں جمع ہوگی امت میری گمراہی پر)

و قال اللہ تعالیٰ: ومن یّشاقق الرّسول من بعد ما تبیّن له الهدی و یتّبع غیر سبیل المومنین نولّه ما تولّی و نصله جهنّم و ساء ت مصیراً۔ (ترجمہ: جو شخص خلاف کرے رسول اللہ ﷺ کا، پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوگئی واسطے اس کے ہدایت، اور کرے اتباع سوا رستے مومن کے پھیریں گے ہم اس کو جس طرف پھرے اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں اور بری ہے وہ جگہ)۔

اہل ایمان دا رستہ یعنی جو کوئی چھڈے
ہے اوہ آدمی اپنا کھاتہ دوزخ اندر کڈھے
غیر سبیل انہاں دا جد ہے موجب دوزخ بھائی
عیسی ہے ایمانی زندہ ایہ گل لازم آئی
سلف اصحابہ تے ہور پچھے جو جو اللہ تارے
زندہ جانن عیسی تائیں اج تک مومن سارے
مسئلہ ایہ سب دا اتفاقی حرف نہ اس وچہ کائی
منکر نائیں اس تھیں کوئی مومن وچہ خدائی
لازم فرض ہویا پس لیون رستہ اہل ایماناں
ناری بے شک تارک اس دا نال حدیث قرآناں

قال اللّٰہ تعالی: فان امنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا و ان تولّوا فانّما هم فی شقاق۔ اور اگر ایمان لاویں مثل ایمان لانے تمہارے کے ساتھ اس کے پس تحقیق ہدایت پاویں اور اگر منہ موڑیں پس اس کے سوا نہیں وہ بیچ شک کے ہیں۔

کافر یعنی وانگ تساڈے جے کر ایماں لاون
سدھا رستہ اللہ والا سچا بے شک پاون
لازم ہے جو اصحاباں دے مثل ایمان لیاوے
جیونکر جس نوں جاتا انہاں اوویں دل تے لاوے
سب اصحاب مسیح نوں بے شک زندہ جانن بھائی
لازم زندہ منن اس نوں نہ منن گمراہی
مثل اصحاباں جو نہ منے زندہ عیسی تائیں

ہے اور گمراہ کافر بے شک سدے راہ تے ناہیں
چودہ سو سالاں تک حضرت نوح دی عمر ودھائی
ایویں عیسی دا بھی جیون ممکن اج تک بھائی
نال استعارے بھی ایہ جھوٹا عیسی بالکل ناہیں
نہ بن مریم ممکن کہنا بالکل اس دے تائیں
ہے استعارہ قسم مجازوں لکھیا اہل معانی
باجہ قرینے مانع اس تے عمل نہ جائز جانی
حمل مجازی معنی اتے یعنی جائز ناہیں
مانع باجہ نہ جائز بالکل ترک حقیقت تائیں
اصل حقیقت تھیں نہ مانع اس جا بالکل کائی
کی ممکن فر اصلی معنی چھوڑے ایہ سودائی

اور ایسا ہوا کہ یوں ہی دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھا کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آ کے دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیا بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا اور الیسع نے دیکھا اور چلایا اے میرے باپ میرے باپ۔سو اس نے پھر نہ دیکھا اور اس نے ایلیا کی چادر کو جو اس پر سے گر پڑی تھی اٹھا لیا۔کتاب سلاطین ملا کی۔

دیکھو وچہ بائیبل دے کیسا کھلم کھلا آیا
ایلیا تائیں یعنی اللہ ول آسمان اٹھایا
دیکھ یسع پئو کہہ کہہ اس نوں رویا تے چلایا
نہ پھر ڈٹھا اس نے مڑ کر نہ فر مکھ دکھایا
ایلیا جیونکر وچہ بگولے اڈ چڑھیا آسمانی
ایویں جاون عیسی دا بھی اوتھے ممکن جانی
ایویں ہور جو پتے مسیح دے وچہ حدیثاں آئے
مرزے اندر انہاں وچوں اک نہ پایا جائے
نازل ہوون قرب قیامت عیسی دا آسمانوں
ثابت ہویا قطعاً بے شک نص حدیث قرآنوں

کی ممکن فر اللہ اس نوں ایسی خبر سناوے
الٹ قرآن حدیثاں ظاہر جس وچہ لازم آوے
کی ہے ایہ ناچیز کمینہ کی ہے اس دا پایا
مرنا عیسی دا ایہ آکھے مینوں رب بتایا
آنحضرت نوں موت مسیح دی نہ کجھ خبر بتائی
کی ممکن فر ایہ گل آکھے موہوں ایہ سودائی
جھوٹا ہے اس اللہ اتے ہے طوفان اٹھایا
جھوٹا ہے نہ اللہ اس نوں بالکل کجھ بتلایا
بھی ایہ مسئلہ ہے اتفاقی مڈھوں آیا بھائی
کشف الہام منام نہ بالکل لائق حجت کائی
کشف الہام منام نہ حجت اندر شرع نبی دے
جائز استدلال نہ اس تھیں اندر عمل عقیدے
جد الہام مخالف ہووے نال قرآں حدیثاں
الہاماں تے تکیہ کرنا ہے معمول خبیثاں
ہن میں تینوں خود مرزے دے اپنے قول سناواں
جو کجھ خود لکھیا ہے اس نے کر تحریر دکھاواں
مرزا بھی خود آکھے عیسی نازل ہو آسمانوں
مڑ فر اس دا آون آکھے ثابت ہے قرآنوں

قال القادیانی: اب ثبوت اس بات کا کہ وہ مسیح موعود جس کے آنے کا قرآن کریم میں وعدہ دیا گیا ہے عاجز ہے۔(ازالہ اوہام ۔۶۸۲)

دیکھو صاف اقراری ہویا ایہ خود آپ زبانوں
عیسی دا مڑ آون آکھے ثابت ہے قرآنوں
یعنی آکھے میں ہاں عیسی اوہو بن کر آیا
جس دا آون قرآن اندر اللہ نے بتلایا
جھوٹا ہے ایہ دعوی اس دا سند نہ اس دی کائی

عیسی ایہ موعود نہ بالکل جھوٹا ہے سودائی
لیکن جس دا آون مڑ فر اندر قرآن آیا
ہے پیغمبر اسرائیلی جو مریم نے جایا
ہے انجیل کتاب الٰہی جس تے نازل ہوئی
عیسی ہے روح اللہ بے شک دوجا ہور نہ کوئی
نہ ایہ اسرائیلی بھی ایہ نہ انجیل لیایا
نہ ایہ عیسی بن مریم نہ مریم اس نوں جایا
کیوں ایہ مغل بچہ اکھواوے عیسی اپنے تائیں
بن مریم پیغمبر اسرائیلی جد ایہ نائیں
عیسی جد خود اپنے ہتھیں اس نے مار مکایا
کیوں فر ہن او جعلی عیسی جھوٹا بن کر آیا
کی ممکن فر ہن اکھواوے ایہ عیسی قرآنی

قال القادیانی: یہ ایک واقعہ مسلّمہ ہے کہ دجال معہود کے خروج کے بعد آنے والا وہی سچا مسیح ہے جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص۷۲۲)۔

بخاری اور مسلم کی متفقہ علیہ حدیثوں نے جو اصحاب کبار سے مروی ہیں ابن صیاد کو دجال قرار دے کر اور آخر مسلمانوں کی جماعت میں داخل کر کے مار بھی ڈالا (ازالہ اوہام۔ ص۲۴۴)

لازم ہے جد عیسی یعنی بعد دجالوں آوے
کیوں فر قبل خروجوں اس دے ایہ عیسی اکھواوے
نہ دجال معہود زمیں تے جب تک ظاہر ہویا
قبل خروجوں آکھے اوہ خود مسلم ہو کر مویا
تیراں سو سالاں تھیں مرزے اس نوں مار مکایا
اتنی مدت پچھوں کیوں فر ایہ عیسی بن آیا
مرزے دی خود اپنے قولوں ایہ گل ثابت ہوئی
عیسی ایہ موعود نہ بالکل ہے ایہ جھوٹا کوئی
تیراں سو سالاں تھیں جھوٹا اج تک کیوں نہ آیا

اتنی مدت اتنی صدیاں کتھے اس چڑ لایا

قال القادیانی ۔ ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کوئی مسیح ظاہری جلال واقبال کے ساتھ آئے اور ممکن ہے کہ کوئی ظاہری طور پر مصداق ان پیشین گوئیوں اور نشانات کا ہو جن کو میں نے روحانی طور پر اپنے اوپر چسپاں کیا ہے ۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۲۰۰)

یعنی آکھے بھی ہے ممکن ایسا آدمی کوئی
ظاہر جس تے صادق آوے ایہ سب پیشین گوئی
ممکن ہے کوئی آکھے ایسا آوے نال جلالاں
ظاہر شوکت حاصل جس نوں ہو صاحب اقبالاں
عیسی ہے وہ بن مریم جو ہے انجیل لیایا
جو پیغمبر اسرائیلی قبل نبی تھیں آیا
اوہو عیسی اسرائیلی مورود پیشین گوئی
اس دے باجہ نہ دوجا بالکل مورد اس دا کوئی
کیوں فر عیسی اپنے تائیں ایہ موعود ٹھہراوے
کیوں ایہ آکھے منہ تھیں ایہ گل شرم نہ اس نوں آوے

قال اللّٰہ تعالی : ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ۔ کہ وہ ذات پاک ہے بھیجا اس نے رسول اپنے کو ساتھ ہدایت اور سچ دین کے تا کہ ظاہر کرے اس کو اوپر سب دینوں کے ۔

مرزا قادیانی کہتا ہے : یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشین گوئی ہے ۔ جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئیگا اور جب عیسی دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاویں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جاوے گا لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی طور پر اس کا مورد ہے ۔

آیت ہے ایہ عیسی دے حق یعنی پیشین گوئی
اس دے باجہ نہ مورد دِس دا دوجا بالکل کوئی
ظاہر شوکت شان تمامی حاصل ہو اس تائیں

دین نبی دا پھیلے اس تھیں مشرق مغرب تائیں
غلبہ شوکت ہووے اس دی اندر دنیا ساری
حکم تمامی ملکاں اندر اس دا ہووے جاری
دیکھو خود عیسی نوں اس دا مورد ایہ ٹھہراوے
قرب قیامت آون اس دا ایہ خود آپ بتاوے
سورج وانگوں اس دے اس الہاموں ظاہر ہویا
بن مریم ہے زندہ بے شک مول نہ اج تک مویا
ایہ الہام جو ہے مرزے دا بھارا تول رکھاوے
ہور الہام تمامی اس دے پیراں ہیٹھ دباوے
ہو معدوم گئے اوہ باطل اس دے اگے سارے
مرزا تے مرزائی اس نے سبھوں کٹھے مارے
مرزا آکھے ایہ گل ظاہر ہے تقلید اسلامی
جو میں آکھیا وچہ براہین نہ ہے اوہ الہامی
لیکن ثابت بے شک اس دی ظاہر ایس کلاموں
جو کہیا ہے اس نے اس جا کہیا ہے الہاموں
ہے قرآن ٹھہرایا مرزے آپ براہیں تائیں
جھوٹا ہوون اس دا اس پر بالکل ممکن نائیں
کی ہے سند جو ہن ایہ آکھے ہے تقلید اسلامی
عیسی مر کر ہوئے راہی ایہ گل ہے الہامی
اپنے اقوالاں وچہ اس نے کجھ تمیز نہ رکھی
کیوں الہام نہ غیر الہاموں کیتا وکھو وکھی
اک جھوٹا تے دوجا سچا اس دی سند نہ کائی
ایہ بے سند تمامی گلاں ایویں جھوٹیاں واہی
کشف الہاموں مرزا جے کر اس دی سند لیاوے
دور تسلسل اس تھیں بے شک اس تے لازم آوے

غرض یقیناً اپنی گلوں مرزا جھوٹا ہویا
جھوٹھا ایسا ہویا گویا جانوں اس نوں مویا

قال القادیانی: سوحضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے ہیں۔ براہین ص ۳۶۱

یعنی عیسی بن مریم ہے زندہ نہ مر ہوئے فانی
ناقص چھوڑ انجیل ادھوری جا بیٹھے آسمانی
اس قولوں بھی اس دے بے شک ایک گل ثابت ہوئی
عیسی ہے آسمانی زندہ شک نہ اس وچہ کوئی
قرب قیامت عیسی فر اوہ اسماناں توں آوے
دین اسلامی ترقی غلبہ اس دے ہتھوں پاوے

قال القادیانی: یعنی مسیح کو وفات دے کر مردوں میں نہیں رکھا بلکہ زندہ کر کے اور نبیوں کے پاس آسمان پر بلا لیا۔ (دافع الوساوس۔ص ۷۷)

یعنی آکھے عیسی تائیں اللہ مر جوایا
اسماناں تے پھر اس تائیں نبیاں پاس بلایا
عیسی نوں جد خود ایہ زندہ آسمانی ٹھہراوے
ثابت ہویا قرب قیامت فر دنیا تے آوے
اس قولوں بھی مرزے دی خود ایہ گل ثابت ہوئی
یعنی ایہ موعود نہ بالکل ہے ایہ جھوٹا کوئی

قال القادیانی: و مع ذالک یقینی بان اعتقاد المسلمین فی نزول المسیح حق لا شبهة فیه و لا ریب و لاکن ما فهم المسلمون مراده لانّ الله تعالی اراد خفاه و بقی هذا الخبر مکتوماً مستوراً کالحب فی السنبلة قرناً بعد قرنٍ حتی جاء زماننا ۔..ترجمہ: اور ساتھ اس کے تھا یقین میرا کہ تحقیق اعتقاد مسلمانوں کا عیسی کے اترنے کے حق میں نہیں کچھ شبہ اس میں اور نہیں شک لیکن نہیں سمجھا اس کو مسلمانوں نے مطلب اس کا اس واسطے کہ پوشیدہ رکھا اللہ تعالی اس کو اور باقی رہی یہ خبر پوشیدہ دانے کی طرح خوشہ میں کئی مدتوں تک یہاں تک کہ آیا زمانہ ہمارا۔ تبلیغ الاحکام ص ۵۵۲....

اہل اسلام نزول مسیح دا جیونکر جانن بھائی
حق ہے یعنی سچ مچ اووین شک نہ اس وچہ کائی
لیکن اصل نزول مسیح دا مطلب کسے نہ پایا
آنحضرت تھیں اج تک ایویں مخفی چلیا آیا
مخفی آیا مطلب اسدا جیویں سٹّے وچہ دانے
مطلب نہ ہے پایا اس دا اندر کسے زمانے
آنحضرت ﷺ نوں بھی خود اس دی سمجھ نہ یعنی آئی
بھی نہ اج تک امت ساری اصل حقیقت پائی
جو دنیا تے آیا اج تک سدھے راہ تھیں بھلّا
بھید نزول مسیح دا اصلی مرزے تے اج کھلّا
ایہ اعتقاد اس دا ہے گندہ توبہ رب بچاوے
کی ممکن ہو مومن جو کوئی ایسا کفر الاوے
زندہ جانن عیسی نوں جد اس نے شرک ٹھہرایا
ایسا شرک نبی نوں اللہ کیوں نہ کھول بتایا
ایسا شرک الحاد کبیرہ جس نوں سمجھ نہ آوے
کی ممکن فر اللہ اس نوں پیغمبر ٹھہراوے
اصل اصول بِنا اسلامی ہے توحید الٰہی
کیوں نہ اللہ آنحضرت نوں ایہ توحید سکھائی
بھی فر دیکھو سب امت نوں مومن ایہ ٹھہراوے
بھی فر سب دا عمل عقیدہ ایہو خود بتلاوے
مومن جد ٹھیرایا مرزے سب امت دے تائیں
لازم آیا اس تھیں بے شک مرزا مومن نائیں
ہے ایہ کفر صریحاً جو کجھ لوکاں نوں بتلاوے
اہل ایماناں نوں ایہ کافر دھو کے نال بناوے
ساری امت نوں ایہ خود اس مومن ہے ٹھہرایا

عیسی دا فر آون اس تھیں قطعاً لازم آیا
یعنی امت اگلی پچھلی قائل ہے سب بھائی
عیسی قرب قیامت آوے شک نہ اس وچہ کائی
عیسی تائیں زندہ جانے اج تک امت ساری
قرب قیامت مڑ فر آوے سب مومن اقراری
بھی ہے عیسی زندہ اس تھیں ایہ گل لازم آئی
نہ ایہ شرک الحاد کبیرہ نہ ہے ایہ گمراہی
زندہ جانن عیسی تائیں جے ہوندا گمراہی
کیوں فر اس نے ساری امت خود مومن ٹھہرائی
مرزے دے اس قولوں خود ہی ایہ گل لازم آئی
ہے ایہ عیسی جعلی بنیا شک نہ اس وچہ کائی
اصل نزول مسیح دا مطلب جد نہ ہوری پایا
کی ہے کس نوں اس جھوٹے نے ہے فر حق ٹھہرایا

قال القادیانی: آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولی نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک ادنی مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا۔ (توضیح مرام۔ص ۱۷ تا ۲۰)۔

آنے والا عیسی ہے جد ادنی مسلم عامی
مرزے دی فر ہوئی اس تھیں سب گل باطل خامی
مثل مسیح یا عین مسیح دی ساری کارروائی
باطل ہوئی اس تھیں بالکل شک نہ رہیا کائی
ثابت ہویا اس تھیں مرزا ہے اک ادنی عامی
ناں کوئی خاص ولی ہے بالکل نہ پیغمبر نامی
عاماں تے ہور خاصاں اندر فرق زمین اسماناں
اڈا فرق ملاوے کیونکر ایہ مردود دیوانہ
نہ ایہ ملہم ولی محدث اس تھیں ثابت ہویا

اپنے قولوں ہے خود مرزا جھوٹا ہو کر مویا
ایویں ہور بہتیری جائیں مرزا قائل ہویا
آکھے عیسی آوے آخر مول نہیں اوہ مویا

قال القادیانی: عیسی کی پیشین گوئی کو تو تواتر اول درجے کا حاصل ہو چکا ہے اور یہ کہنا کہ تمام حدیثیں موضوع ہیں ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالی نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ حصہ اور بخرہ نہیں دیا وہ مانتے ہیں کہ نزول عیسی کا انکار ایسا ہے جیسا وجود خلفاء راشدین اور... وجود محمد مصطفیٰ کا انکار۔

اس قولوں بھی مرزے دی ہن ایہ گل ثابت ہوئی
عیسی نازل ہووے آخر شک نہ اس وچہ کوئی
عیسی آخر بے شک نازل ہووے گا اسمانوں
مسئلہ ایہ متواتر ثابت نص حدیث قرآنوں
نازل ہونے عیسی دے تھیں جو کوئی منکر ہویا
خاتم نبیاں تھیں انکاری ہے اوہ بے شک گویا
خاتم نبیاں آنحضرت تھیں جو انکار لیاوے
ہے اوہ پکا کافر بے شک دوزخ اندر جاوے
کی ممکن فرہن ایہ جھوٹا عین مسیح اکھواوے
کی ممکن موعود مسیح ایہ جعلی بن کر آوے
ہن میں تینوں قول مسیح دا کر کے نقل دکھاواں
جو خود عیسی ہے فرمایا کر تحریر سناواں

حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں: تب اگر کوئی تمہیں کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں، تو یقین مت لاؤ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھاویں گے یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے اس وقت انسان کے بیٹے کو بادلوں میں بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آتے دیکھیں گے۔ (انجیل لوقا۔ باب ۱۷)

یعنی میرے پچھوں بہتے جھوٹے عیسی آون
بہت نشان کرامت ایویں لوکاں نوں دکھلاون

منوں مول نہ انہاں تائیں سچا مول نہ جانو
جھوٹے ہوسن جعلی کاذب شک نہ اس وچہ آنو
ثابت ہویا اس تھیں بے شک جھوٹا ہے ایہ کچا
بن مریم موعود نہ بالکل مغلاں دا ایہ بچہ
عیسی جھوٹا ہے بن آیا ایہ جھلا سودائی
عیسی دی ایہ پیشین گوئی اس تے صادق آئی
ثابت ہویا حضرت عیسی آسماناں تو آوے
قرب قیامت دنیا اتے فر مڑ پھیرا پاوے

جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد اس کے پاس آئے اور بولے کہ یہ کب ہوگا اور تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا کیا نشان ہے۔ یسوع نے جواب میں کہا کہ خبردار رہو کہ تمہیں گمراہ نہ کرے کیونکہ بہتیرے نام پر آویں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں (انجیل متی)

یعنی کہن حواری اوتھے حضرت عیسی تائیں
کی ہے تیرے آون دا پتہ سانوں کھول سنائیں
ایہ بھی سانوں دسیں نالے کد آ خر دن آوے
یعنی جس دن ساری دنیا مر فانی ہو جاوے
حضرت عیسی انہاں تائیں ایہ گل کھول بتاوے
بھی فر پچھو ں انہاں تا ئیں ایہ گل سب سمجھاوے
جھوٹے عیسی میرے پچھوں بہتے آون بھائی
بچ کر رہناں انہاں تھیں مت سٹن وچہ گمراہی
عیسی تھیں جد شا گرداں نے ایہ گل پچھی بھائی
ثا بت ہویا اس تھیں ایہ سب خبر انہاں نوں آئی
یعنی ایہ گل حضرت عیسی اسماناں تے جاوے
قرب قیامت دوجی واری فر دنیا تے آوے
جے کر مرزا فر آون وچہ کوئی عذر لیاوے
کی تیرے اون دا پتہ بے معنی ہو جاوے

حضرت عیسی انہاں اندر زندہ تد خود آہی
کی سی کسر رہی آون وچہ مرزا کھول بتاوے
ثابت ہوئی اس تھیں ایہ گل توں سن دل تے لائیں
جھوٹا ہے ایہ جھوٹا مرزا عیسی بالکل نائیں

تم سن چکے ہو کہ میں (مسیح) نے تم کو کہا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں (یوحنا)

یعنی پہلاں میں ہے کہیا میں ہن ایتھوں جاواں
قرب قیامت دوجے وارے فر دنیا تے آواں
عیسی دے خود اپنے قولوں بھی ایہ ثابت ہویا
قرب قیامت آوے فر خود مول نہ اج تک مویا
فر آواں میں اوہو آکھے جو کوئی پہلاں جاوے
نہیں تے فر ایہ کہنا اس دا بالکل لغو دساوے
لازم آیا اس تھیں مرزا عیسی بالکل ناہیں
عیسی ایہ موعود نہ بالکل نہ منّو اس تائیں
ایویں ہور جو گلاں مرزے اندر پایاں جاون
کھول سناواں جو جو عیسی اندر نظر نہ آون
نہ ایہ آیا عیسی بن سی پیش امام زمانہ
دعوی کر سی جیوں ایہ کردا پاغل دیوانہ
نہ ایہ آیا عیسی کر سی چندے لا اگراہی
جیونکر مکر بہانے کر کر مرزا کرے گدائی
نہ ایہ آیا حضرت عیسی مونہوں جھوٹھ الاوے
جیونکر مرزا ایویں جھوٹوں جھوٹ بناوے
جھوٹا اس دے وانگ نہ کوئی دنیا اندر لبھے
جھوٹے کاذب عاجز آئے اس دے اگے سبھے
کوئی بات نہ سچی بالکل اپنے مونہوں بولے
ہر دم ایویں جھوٹھ الاوے جھوٹے گولے تولے

نہ ایہ آیا حضرت عیسیٰ وعدے کر سی کوڑے
جیونکر مرزا وعدہ کر کے مول نہ کردا پورے
نہ ایہ آیا منکر ہووے دابّوں تے دجالوں
جیونکر مرزا منکر ہویا اپنے وہم خیالوں
نہ ایہ آکھے عیسیٰ بالکل قوم یاجوج نہ آوے
جیونکر قوم یاجوج ماجوجوں ایہ انکار لیاوے
نہ ایہ آکھے حضرت نوں ایہ چیزاں سمجھ نہ آیاں
نہ ایہ آکھے میں سب چیزاں اصلی وچوں پایاں
نہ ایہ آیا آکھے عیسیٰ نہ چڑھیا آسمانی
نہ اوہ آکھے عیسیٰ ایتھوں مر کر ہوئے فانی
نہ عیسیٰ دے معجزیاں نوں آکھے کھیل تماشا
خلق طیور وغیرہ اندر آکھے سچ نہ ماشہ
نہ ایہ آیا بالکل عیسیٰ آدم نوح اکھواوے
نہ اوہ اپنے تائیں موسیٰ نہ احمد ٹھہراوے
نہ آکھے جبریل نہ اصلی اوپر زمیاں آوے
نبیاں تائیں اس دی عکسی صورت نظری آوے
نہ اوہ آکھے ملک زمین تے بالکل مول نہ آوے
ملکاں نوں ارواح کواکب نہ اوہ جان ٹھہراوے
نہ اوہ آکھے جبل نہ اڈن روز قیامت بھائی
نہ اوہ آکھے لہندیو ں سورج چڑھے نہ بالکل کائی
نہ آکھے آسماناں اتے پہونچ نہ سکے خاکی
ممکن نہ ایہ خاکی تائیں پہونچے طبق افلاکی
نہ اوہ اپنے تیئں مرسل پیغمبر ٹھہراوے
نہ اوہ بعضے نبیاں نالوں خود افضل اکھواوے
نہ ایہ آکھے ملک زمین تے قبض نہ جاناں کردا

نہ ایہ آکھے ہر کوئی اس دی ہے تاثیروں مردا
نہ اوہ آکھے دنیا اندر ہین مؤثر تارے
انہاں دی تاثیر وں ہوندے عالم دے کم سارے
روح القدس امین جو آیا وچہ آیات قرآنی
نہ ایہ آیا عیسی آکھے ہے ایہ صفت انسانی
نہ اوہ آکھے جائز مینوں ابن اللہ اکھوانا
یعنی ہاں میں بیٹا ربدا شک نہ اس وچہ لانا
نہ اوہ آکھے قادیاں سچ وچ قرآن اندر آیا
کشف اندر میں سبے پاسے لکھیا ہویا پایا
آنحضرت دا جسم مبارک نہ میلا ٹھہراوے
جیونکر میلا اس دے تائیں ایہ گستاخ بتاوے
نہ ایہ آیا عیسی آکر خود مینار بناوے
نازل ہوون تھیں اوہ پہلاں بنیاں ہویا پاوے
نہ ایہ آیا عیسی کرسی کوئی پیشین گوئی
پیش گویاں دی جیونکر عادت مرزے نوں ہے ہوئی
نہ اوہ آکھے رن فلانی عقد میرے وچہ آوے
اگلا خاوند جو ہے اس دا یعنی اوہ مر جاوے
نہ بنواوے عورت دا اوہ زیور چار ہزاری
نہ اوہ گہنے عورت دے ہتھ کرسی ورثہ ساری
مدت اس دی ایویں فرضی نہ تیہہ سال ٹھہراوے
نہ اس قدر امید حیاتی طول دراز ودھاوے
نہ ایہ آیا باکل عیسی ایسا مکر بناوے
وارث کوڑ بہانے کر کر اوہ محروم ٹھہراوے
حضرت عیسی اندر ایہ گل مول نہ ہوسی کوئی
مرزے اندر ہر گل انہاں وچوں ثابت ہوئی

کی ممکن فر ایہ ا کھاوے عیسی اپنے تائیں
جھوٹھا ہے ایہ جھوٹا بالکل عیسی بے شک نائیں
بھی ایہ آ کھے عیسی دا ہے معنی خمر انگوری
بھی ہے دہقان معنی اس دا آکھے جان ضروری
کی ممکن فر دہقاں ہو کر بن مریم ا کھاوے
خمر انگوری بھی کیونکر عیسی بن کر آوے
بن مریم دے معجزیاں تھیں جد ہویا انکاری
کیوں مثل اس دے ا کھاوے ایہ کھوٹا بازاری
عیسی دا جد ایہ سودائی بھیڑا حال بتاوے
کیوں فر پاغل اپنے تائیں مثل اس دی ٹھہراوے
عیسی تائیں خود ایہ بیٹے کشلیا نال ملاوے
فر خود دیکھو اپنے تائیں ایہ عیسی ٹھہراوے
ہے قرآنی معجزیاں تھیں منکر ایہ سودائی
مسماریزم انہاں تائیں ایہ ٹھہراوے واہی
نہ قرآنی معجزیاں تھیں عیسی ہو انکاری
کیوں فر بن مریم ا کھاوے ایہ جھوٹا بازاری
بھی ممکن ہے عیسی زندہ اسماناں تے جاوے
قرب قیامت نازل ہو کر فر دنیا تے آوے
ممکن جانے اس نوں اگلی پچھلی امت ساری
مومن نہ کوئی اس تھیں اج تک ہویا ہے انکاری
کیوں فر اس ملحد نوں ایہ نا ممکن نظری آوے
فلسفیاند ے پچھے کیوں ایہ دین ایمان ونجاوے
بھی اپنی تبلیغاں اندر مرزا خود بتلاوے
زندہ ہو اک راتیں پنج تن میرے در تے آئے
ایویں ممکن یعنی عیسی فر دنیا تے آوے

جیو نکر مرزا پنج تن تائیں زندہ ہے ٹھہراوے

قال القادیانی : کیا طبعی اور فلسفی لوگ اس خیال پر نہیں ہنسیں گے کہ جب کہ تیس چالیس ہزار فٹ اوپر کی طرف جانا موت کا موجب ہے تو حضرت مسیح اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان تک کیوں کر پہونچ گئے۔

ثابت ہویا عیسیٰ دا جد اسماناں تے جانا
نال قرآن حدیثاں آخر دنیا تے فر آنا
کی حاجت فر سانوں پچھے فلسفیاں دے جایئے
باطل گندہ قول انہاں دا کیوں اس نوں ہتھ لایئے
کی ہے چیز انہاں دا کہنا پاس آیات قرآنی
کی ہے قول نبی دے اگے ایہ وسواس شیطانی
مرزا بھی خود آکھے عیسیٰ آخر ہوئے فانی
ناقص چھوڑ انجیل ادھوری جا بیٹھے اسمانی
کیوں فر ہن اسمانی جاون عیسیٰ دا جھٹلاوے
اپنے مونہوں جھوٹا ہووے شرم نہ اس نوں آوے
آدم حوّا ہر کوئی جانے آہے وچہ بہشتاں
کیو نکر اوہ آسمانی پہنچے دونوں خاک سرشتاں
ایویں مومن روز قیامت وچہ بہشتاں جاسن
حسب اعمال موافق عملاں یعنی درجہ پاسن
مسئلہ ایہ اجماعی ثابت نص حدیث قرآنوں
جنت باغ بہشت ربانا اوپر ہے اسمانوں
کیو نکر بندے خاکی ہو کر پہونچن گے اسمانی
باطل ہوئے اس تھیں اس دے سارے وہم شیطانی
فلسفیاں دے ہسّن اتے مرزا جے کر جاوے
جھوٹا ہوون دین نبی دا اس تھیں لازم آوے
اکثر طعن شریعت اتے کردے اوہ سودائی

حکم احکام شرع دا بالکل منن مول نہ کائی
ایویں قبر قیامت اتے اکثر دہری ہسدے
ایویں جنت دوزخ تائیں ممکن مول نہ دس دے
قبر قیامت جنت دوزخ ہور اصول اسلامی
لازم آوے اس تھیں بے شک باطل ہون تمامی

قال القادیانی: عیسیٰ کو زندہ اعتقاد کرنا ستون شرک ہے الخ۔ (اشتہار انعامی)۔

زندہ جانن عیسیٰ دا جد ہے اس شرک ٹھہرایا
ساری امت مشرک ہوئی اس تھیں لازم آیا
توبہ توبہ جو کوئی ایسا کلمہ کفر الاوے
شرم نہ آوے اس نوں کیوں فر اوہ مومن اکھوا وے
آنحضرت نوں سن ا صحاباں جد ایہ مشرک جانے
کی ہن چیز ہویا فر مرزا کرن قیاس سیانے
مومن ہوون اس دا بھی ہن بالکل ممکن نائیں
کیوں جائز مومن ا کھواوے فر ایہ اپنے تائیں
مرزے جو اس مسئلے وچہ لکھیاں ہین دلیلاں
سارے وہم وساوس اسدے باطل کل تاویلاں

پہلی دلیل مرزا قادیانی کی یہ آیت ہے، یا عیسیٰ انّی متوفّیک و رافعک الیّ

لفظ توفّی ہے جو اندر اس آیت دے آیا
موت مسیح تے مرزے احمق اس نوں ہے ہتھ پایا

مرزا نے لکھا ہے کہ توفی کے معنی صرف اماتت یعنی روح کو قبض کر کے جسم کو بے کار چھوڑ دینے کے ہیں اور قرآن میں اول سے آخر تک توفی کے معنی اماتت کا ہی التزام کیا گیا ہے اماتت کے سوا اور کسی معنی میں مستعمل نہیں ہوا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۰۰، ۶۰۱ وغیرہ)

میں (ابوالحسن) کہتا ہوں کہ عسل مصفی میں جو بڑے فخر سے ثابت کیا گیا ہے کہ ابن عباس سے متوفیک کے معنی موت کے آئے ہیں، تو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے۔

وجہ اول: کہ ممیتک صیغہ اسم فاعل کا ہے اور وہ اکثر مستقبل میں مستعمل ہوتا ہے اور

مستقبل سب آئندہ زمانے کا شامل ہے قیامت تک ،تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں تجھ کو آئندہ زمانے میں مارونگا خواہ سو برس کے ہو یا ہزار برس کے بعد یعنی قیامت کے قریب جب کہ آسمان سے پھر اتریں گے جیسے کہ مفسرین نے ابن عباس کے اس قول کی تفسیر کی ہے۔

وجہ دوم : یہ کہ ابن عباسؓ خود اس بات کے قائل ہیں عیسیٰؑ آسمان پر زندہ اٹھائے گئے اور قرب قیامت آسمان سے پھر اترینگے..،تو اب قادیانی کو ممکن نہیں کہ ممیتک سے استدلال کر سکے۔

وجہ سوم یہ کہ عسل مصفی میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو سولی چڑھائے جانے کے وقت یہ کہا گیا تھا..، اور کہا کہ حضرت عیسیٰؑ اس کے بعد مدت زندہ رہے اور ایک سو بیس سال کی عمر میں فوت ہوئے اور جب وہ بتیس یا تینتیس سال کی عمر میں سولی چڑھائے گئے تو اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ سولی چڑھائے جانے کے بعد قریب نوے برس کے جیتے رہے تو اسی طرح اس قول کے بعد ہزار دو ہزار سال تک جینا ان کا بھی ممکن ہے۔

وجہ چہارم یہ کہ ممیتک سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ میں تجھ کو مارونگا،سو اس میں کسی فرد بشر کو بھی کلام نہیں ۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ عیسی ہمیشہ زندہ رہیں گے مریں گے نہیں ۔اور یہ جو عسل مصفی میں لکھا ہے کہ یا عیسی انّی متوفّیک،عیسی کو عین حالت سولی میں بطور تسلی کے کہا گیا تھا تو اس سے بے انتہاء جہالت اور ضلالت ثابت ہوتی ہے اس واسطے کہ جو شخص اپنی موت کے سب سامان موجود دیکھے اور اپنی جان کے خوف سے تمام رات روتا رہے اور پھر صبح کے وقت اس کو سولی پر چڑھایا جاوے اور پھر عین حالت سولی میں اس کو کہا جاوے کہ میں تیری روح قبض کرونگا اور تجھ کو مار ڈالوں گا ،تو یہ ایسی لغو بات ہے کہ کسی فصیح انسان کی کلام بھی ممکن نہیں چہ جائے کہ کلام خداوندی میں ہو۔ اور پھر آج تک قادیانی نے اپنے زعم میں اتنا ہی ثابت کیا ہے کہ توفی کے معنی موت کے اور قبض روح کے ہیں یہ کہیں ثابت نہیں کیا کہ توفی صرف اسی موت کو کہتے ہیں جو خود بخود اپنی موت سے مرے کسی دشمن کے ہاتھ سے نہ مرے ۔اگر توفی کے یہی معنی ہیں کہ آدمی خود بخود مرے کسی دشمن کے ہاتھ سے نہ مرے .. تو اس سے لازم آیا کہ جو شخص سولی دے کر مارا جائے یا تلوار وغیرہ سے قتل کیا جاوے یا کوئی درندہ کھا جاوے یا ڈوب کر مر جاوے یا کسی اور وجہ سے مارا جاوے تو اس پر توفی کے معنی صادق نہ آویں اور اس کو متوفی نہ کہا جاوے بلکہ اور نہ مردہ تو اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ مقصود خداوندی اس خطاب کی تخصیص سے صرف یہی ہے کہ میں تجھ کو آسمان پر

اٹھاؤ نگا دشمنوں کا قابو تجھ پر نہ ہوگا، نہیں تو موت میں کسی فرد بشر کو بھی شک نہیں چہ جائیکہ ایسے اولوالعزم نبی کی نسبت یہ گمان کیا جائے۔ پس اس تقریر سے وہ کل محنت برباد ہوگئی جو عسل مصفی میں باب ۱۶ سے باب ۲۰ تک کی ہے۔ پس لازم ہے کہ قادیانی یہ بات ثابت کرے کہ توفی صرف اس موت کو کہتے ہیں جو خود بخود واقع ہو کسی دشمن کے ہاتھ سے واقع نہ ہو۔ لیکن کہاں ممکن ہے کہ قادیانی اس بات کو ثابت کر سکے۔

توفی کے معنی بارے مرزا قادیانی کی بات کا جواب کئی وجہ سے ہے۔:

وجہ اول یہ کہ لغت اور قرآن مجید اور تفاسیر میں توفی کے معنی اماتت یعنی روح قبض کرنے کے سوا بھی آئے ہیں۔ صحاح میں ہے او فاہ حقه (باب افعال سے) او فاہ حقه باب تفعیل سے اور استو فا ہ حقه باب استفعال سے اور توفاہ باب تفعل سے سب کے ایک ہی معنی ہیں کہ اس کا حق پورا دے دیا، توفا ہ اللہ کے معنی قبض روح کے ہیں۔

.صراح میں ہے توفی تمام حق گرفتن اور قاموس میں ہے اوفی فلا نا حقه کے یہ معنی ہیں کہ اس کو پورا حق دے دیا اور وفاہ اور او فاہ اور استو فاہ سب کے یہی معنی ہیں وفات بمعنی موت ہے توفاہ اللّٰہ کے معنی قبض روح کے ہیں۔ انتہی۔

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ توفی کسی چیز کے پورا لینے کو کہتے ہیں سو یہ لفظ بھی مرزا کے دعوی کو باطل کرتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ توفی کے معنی موت کے سوائے اور کچھ نہیں۔ دیکھو بیضاوی جیسے متبحر عالم نے لکھا ہے التوفی اخذ الشئی وافیا والموت نوع منه یعنی موت اس کی ایک قسم ہے اور نیند دوسری قسم اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا ۔ میں ہے کہ اللہ جانوں کو پورا لیتا ہے یعنی مارتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کو نیند میں پورا لیتا ہے یعنی سلا دیتا ہے۔ اور تفسیر کبیر میں ہے کہ توفی کے معنی ہیں قبض کرنا اسی محاورہ عرب سے یہ لفظ ماخوذ ہیں وفانی فلان دراھمی و اوفانی و توفیتھا منه یعنی فلاں شخص نے میرے درہم مجھ کو دے دئے اور میں نے اس سے قبض کر لئے۔ دیکھو یہ محاورہ بھی قبض جسم کی مثال ہے جس کا مرزا منکر ہے۔ پس اس نے جو یہ دعوی کیا ہے کہ قرآن شریف میں اول سے آخر تک توفی کے معنی صرف موت کا التزام کیا گیا ہے اسکے سوا دوسرے معنی میں مستعمل نہیں ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ دعوی اس کا غلط اور باطل ہے اور ثابت ہوگیا کہ موت لفظ توفی کا حقیقی معنی نہیں بلکہ اس کے اصل معنی قبض الشئی بتما مه کے ہیں اور موت اور نوم اس کے

حقیقی معنی اور موضوع لہ کے افراد ہیں، تو اب اس آیت میں توفی کے معنی قبض روح مع الجسم کے ہیں وہ مشتق ہے توفیت الشئی سے یعنی میں نے اس چیز کو پورا لے لیا اس میں سے کچھ چھوڑا نہیں۔ یعنی تجھ کو روح اور جسم کے ساتھ زمین سے لے لوں گا اور کافروں کے ہاتھ پر مرنے نہیں دونگا۔ یہ معنی حسن بصری اور ابن جریج اور ابن جریر وغیرہ سے مروی ہیں۔

تفسیر درمنثور میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے:

واخرج عبد الرزاق وابن جریر وبن ابی حاتم وغیرہ عن الحسن قال متوفیک من الارض واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن مطر نورقی فی الآیة قال متوفیک من الدنیا ولیس بوفاة مات

اور کمالین میں ہے:

التوفی اخذ الشئی یقال وفانی فلان دراھمی واوفانی وتوفیتھا منه غیر ان القبض یکون بالموت والاصعاد وبقوله ورافعک الیّ من الدنیا من ....موت تعیین المراد

وجہ دوم یہ کہ معنی متوفی، استوفی کے ہیں وہ مشتق ہے توفی حقه سے استوفی یعنی پورا لینا اجل کا ہے یعنی میں تیری عمر پوری کرونگا پھر مارونگا۔ کافروں کے ہاتھ پر تجھے موت نہ دونگا

تفسیر بیضاوی میں ہے: انّی متوفّیک ای متوفی اجلک ومؤخرك الی اجلک عاصما ایاك من قتلھم

اور تفسیر کبیر میں ہے: انّی متمم عمرك فحینئذٍ متوفیک فلا اترکھم حتی یقتلوك بل انا رافعک الی سمائی ومقربک بملا ئکتی واصونک عن ان یتمکنوا من قتلک وھذا تاویل احسن تفسیر کبیر وکذا فی المدارك

وجہ سوم یہ کہ اگر فرضاً تسلیم کیا جاوے کہ متوفیک کے معنی حقیقی موت کے ہیں لیکن اس میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی تجھ کو اٹھانے والا ہوں اور مارنے والا ہوں یعنی اخیر زمانہ میں یہ قول قتادہ اور ضحاک اور ابن عباس کا ہے

اور تفسیر عباسی میں ہے:

یا عیسی انّی متوفیک ورافعک الیّ مقدم ومؤخر انّی رافعک

الیّ ثمّ متوفّیک بعد النزول و قال ابو اللیث سمرقندی فی الآیۃ تقدیم و تاخیر اس کے یہ معنی ہیں کہ میں تجھ کو اٹھانے والا ہوں دنیا سے آسمان کی طرف اور پھر مارونگا تجھ کو جب تو دجال کے زمانہ میں آسمان سے اترے گا کذا فی التفسیر الکبیر امام سیوطی نے جس کی نسبت قادیانی کا اقرار ہے کہ وہ کشف میں رسول اللہ ﷺ سے تحقیق مسائل اور تنقیح احادیث کر لیتے تھے تفسیر درمنثور میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس میں مقدم ومؤخر آیتوں کو ذکر کیا ہے اور آیت انّی متوفیک کو اس میں شمار کیا ہے

وجہ چہارم ۔ یہ کہ بفرض تسلیم اس امر کے کہ توفی کے معنی موت کے ہیں یعنی میں تجھ کو مارنے والا ہوں لیکن واؤ ترتیب کے واسطے نہیں آیت تو صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ، عیسی کے ساتھ یہ کام کریگا اور کس طرح کرے گا، سو آیت میں اس کا ذکر نہیں اس کا بیان دلیل پر موقوف ہے اور دلیل سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ قریب قیامت کے زمین پر اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ اسی طرح لکھا ہے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اور اسی طرح ہے مدارک میں ۔

وجہ پنجم یہ کہ توفی سے مراد نیند ہے یعنی عیسیٰؑ سوتے تھے اس حالت میں آسمان پر اٹھائے گئے پھر بیدار ہوئے یہ قول ربیع بن انس وغیرہ کا ہے۔ سیوطی نے درمنثور میں لکھا ہے واخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم عن الحسن فی قولہ انی متوفیک یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللہ فی منامہ ۔ اور معالم میں ہے قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم و کان عیسی قد نام فرفعہ اللّٰہ نائما الی السماء کما قال تعالی وھو الّذی یتوفّاکم باللیل یعنی اللہ وہی ہے جو تمکو سلا دیتا ہے رات میں ۔ اور اسی طرح دوسری آیت اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا یعنی اللہ تعالیٰ فوت کرتا ہے جان کو وقت مرنے اس کے، وہ جان کہ نہیں مرتی بیچ نیند اپنی کے ۔ (مقصود ان دونوں آیتوں سے صرف اس بات کا ثابت کرنا ہے کہ توفی کے معنی صرف موت کے ہی نہیں بلکہ اس کے معنی نیند کے بھی ہیں اور اس بات تو کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ توفی کے معنی موت اور قبض روح کے بھی ہیں ۔ پس آیتوں اور حدیثوں اور اقوال اصحاب ومن بعدھم سے اس پر شہادت لانا اور اس قدر کاغذ کو سیاہ کرنا محض لغو اور لغو ہے کہ قادیانی نے اس مسئلے میں اس قدر طول صرف اس واسطے دیا

ہے کہ تا لوگ گمان کریں کہ دیکھو قادیانی نے اس مسئلہ میں کس قدر آیتوں حدیثوں سے استدلال کیا ہے ورنہ عسل مصفی میں ۳۵۲ تک صرف یہی ایک بات اپنے گمان فاسد میں ثابت کی گئی ہے کہ توفی کے معنی موت کے ہیں۔ علاوہ اس کے خدا تعالی نے قرآن میں اور جگہ فرمایا ہے ثمّ توفی کل نفس ما کسبت و هم لا یظلمون ۔ یعنی ہر جی کو پورا دیا جاوے گا جو اس نے کمایا۔ سو اس آے میں توفی کے معنی صرف پورا دینے کے ہیں اس واسطے کہ ان سب لفظوں کا مادہ ایک ہی ہے اور جب اس آیت کو دونوں آتیوں مذکورہ کے ساتھ جوڑا جائے ان سے اس کے سوائے اور کوئی بات نہیں ثابت ہوسکتی کہ لفظ توفی کے حقیقی معنی قبض الشئی بتما مه اور موت اور نیند اس کے حقیقی معنی اور موضوع لہ کے افراد ہیں جیسا کہ بیضاوی سے اوپر ثابت ہو چکا ہے۔..

اور توفی کی تاویل میں لوگوں کو اختلاف ہے لیکن اس مسئلہ میں تو کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہے کہ عیسی زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور قرب قیامت پھر اتریں گے ۔ بلکہ تیرہ سو برس سے آج تک اس مسئلہ پر امت کا اجماع اور اتفاق چلا آیا ہے جیسا کہ قادیانی نے بھی تبلیغ صفحہ۵۵۲ میں صاف تسلیم کرلیا ہے تو اب یہ اختلاف تاویلی قادیانی کو کیا مفید ہے ۔

اب جو قادیانی کہتا ہے کہ توفی کے معنی صرف روح قبض کرنے اور جسم کو بیکار چھوڑ دینے کے ہیں ۔ وہ اپنے اس معنی کو ملحوظ رکھ کر اس آیت کا معنی تو کردے۔

وجہ ششم ۔ یہ کہ بفرض تسلیم اس بات کے کہ توفی کے معنی موت کے ہوں تو بھی اس میں کچھ دور نہیں اور یہ معنی ہیں کہ میں تجھ کو مارتا ہوں یعنی تیرے دشمن تجھ پر قابو نہ پاویں گے۔ پھر عیسی مر گئے پھر تین دن یا تین ساعت کے بعد زندہ کر کے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ساتھ جسم اور روح دونوں کے۔ معالم میں ہے توفی اللّٰه عیسی ثلا ث ساعات من النّهار ثمّ ا حیا ہ رفعه اللّٰه الیه و قا ل محمد بن اسحاق النصاری یزعمون ان اللّٰه توفّاه سبع ساعا ت من النها ر ثمّ ا حیاه و رفعه الیه کذا فی التفسیر ابن کثیر و تفسیر کبیر و بیضاوی وغیرہ

وجہ ہفتم ۔ انّ المراد انی متو فیک عن شهوا تک و حظوظ نفسک ثمّ قال و رافعک الیّ و ذلک لان من لم ... عما سوی اللّٰه لا یکو ن لهٗ و صول الی مقام معرفة اللّٰه و الضیاء ؟ فعیسی اما رفع الی

السّماء صارحا حاله کحال الملا ئکة فی زوا ل الشھوۃ و الغضب و الاخلاق الذ میمة

وجہ ہشتم ۔ ان التّوفی ا خذ الشّئی وا فیا و لما علم ان من الناس من یخطر ببا له ان الّذی رفعه الله ھو روحه لا جسده ذکر ھذا الکلا م لیدل علی انه علیه السلام رفع بتمامه الی السّماء بروحه و بجسده و یدل علی صحة ھذا التاویل قوله تعا لی وما یضرونک من شئی

وجہ نہم ۔ انّی متوفیک ای اجعلک کا لمتوفی لانّه رفع الی السّماء و انقطع خبر ہ و اثرہ عن الا رض کان کالمتو فی و اطلاق اسم الشئی علی ما یشا به فی اکثر خوا صه و صفا ته جا ئز حسن

وجہ دہم ۔ انّ التّوفی ھو القبض یقال وفانی فلان درا ھمی و اوفانی و تو فیتھا منه کما یقال اسلم فلان درا ھمی الیّ و تسلمتھا منه و قد یکون ایضاً توفی بمعنی استوفی و علی کلا الوجھین کان ا خراجه من الا رض و اصعاده الی السّماء توفیا له و التوفی جنس تحته انوا ع بعضھا بالمو ت و بعضھا بالاصعاد الی السما ء فلما قال بعده و را فعک الی کان ھذا تعیینا للنوع و لم یکن تکرا راً

وجہ یاز دہم ۔ ان یقدر فیه حذ ف المضا ف و التقدیر متوفی تلک بمعنی متوفی عملک و را فعک الیّ ای را فع عملک الی و ھو کقو له تعا لی الیه یصعد الکلم الطیب و المراد من ھذا ا لآیة انه تعالی بشّرہ بقبول طاعته و اعماله و عرفه .. الخ۔ تفسیر کبیر

وجہ دواز دہم ۔ یہ کہ آیت انّی متوفیک و را فعک الیّ کی نسبت مرزا قا دیانی نے ازالہ اوہام ص ۳۵۴ میں یہ اقرار کر لیا ہے کہ یہ آیت وعدہ وفات ہے یعنی دلیل وخبر وفات نہیں مگر وعدہ وفات دینا بالکل لغو ہے اور نہ اس میں کوئی مصلحت الہی ہوسکتی ہے کیا عیسی کبھی یہ خیال کر بیٹھے تھے کہ ان کو موت نہیں آ وے گی وہ کبھی مریں گے نہیں، حالانکہ ہر شخص خواہ مومن ہو یا کافر کل نفس ذا ئقة المو ت کو مانتا ہے اور مرنے کو برحق جانتا ہے ، پس اندریں صورت یہ آیت محل نزاع سے خارج ہے۔

وجہ سیز دہم ۔ یہ کہ اگر قادیانی کے ترجمہ کے موافق متوفیک سے مراد وفات جسمی اور رفع سے عروج روحانی لیا جائے تو لامحالہ عبارت میں تقدیر ماننی پڑے گی انی متوفی جسدک ورافع روحک ۔ حالانکہ قرآن کی عبارت میں الفاظ کی تقدیر قادیانی کے مذہب میں الحاد ہے اور کفر ہے ۔

وجہ چہاردہم ۔ یہ کہ براہین احمدیہ (۵۱۹) میں قادیانی نے خود اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے : اے عیسیٰ میں تجھے پوری نعمت دونگا ۔

پس اگر متوفیک کے معنی حقیقی موت کے ہوتے تو الہامی کتاب اور کشفی تفسیر یعنی براہین میں اس کا یہ ترجمہ کیوں کیا جاتا ۔ قادیانی اس وقت بھی کچھ ایسا جاہل نہ تھا جو توفی کا معنی نہ جانتا ہو ۔ پس معلوم ہوا کہ توفی کے معنی حقیقی موت نہیں ہیں ۔

وجہ پانزدہم ۔ یہ کہ مرزا قادیانی نے براہین میں آیت یا عیسی انی متوفیک کا اپنے اوپر الہام ہونا ثابت کیا ہے اور اپنے تئیں اس کا مورد ٹھہرایا ہے تو اب عیسیٰ کی موت پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہ ہوگا بلکہ یہ آیت محل نزاع سے خارج ہوگی ۔ اور بفرض تسلیم براہین احمدیہ میں اس الہام کو چھپے ہوئے پندرہ سال کا عرصہ ہو چکا ہے اور آج تک قادیانی کو موت نہیں آئی بلکہ اسّی (۸۰) سال تک اپنی عمر بتلاتا ہے تو اس سے ثابت ہو گیا کہ جس طرح قادیانی کو بعد از خبر وفات اتنے سال تک جینا جائز ہے اسی طرح مسیح کے لئے بھی چند صدیوں کا گذر جانا جائز ہے اور اس صورت میں حضرت ابن عباس کا مذہب ماننا پڑے گا ۔

وجہ شانزدہم ۔ یہ کہ قادیانی نے ازالہ اوہام صفحہ ۳۹۲ میں لکھا ہے کہ مسیح کو جس موت کا وعدہ دیا گیا تھا اس سے حقیقی موت مراد نہیں بلکہ مجازی موت مراد ہے یہ عام محاورہ ہے کہ جو شخص قریب المرگ ہو کر بچ رہے اس کی نسبت یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ نئے سرے سے زندہ ہوا اور اس تسلیم کر لینے کے بعد قادیانی کے تمام دعاوی اور کید حجت سے ایسے برہنہ ہو گئے جیسے خزاں میں درخت اور اس کی تمام اینچ پیچ کی تقریریں بے اعتبار ہو گئیں ۔

مرزا قادیانی نے ازالہ میں عیسیٰ کی موت پر تیس آیتوں سے استدلال کیا ہے ۔ سو پہلی آیت کا جواب تو یہاں ہو چکا ہے باقی انتیس آیتوں کا جواب مجمل طور سے یہ ہے کہ ان میں کوئی آیت ایسی نص نہیں ہے جس میں صریح یہ الفاظ لکھے ہوں کہ عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں ۔ پس نصوص کے مقابلے میں استدلال اس کا باطل ہے ۔ اور نیز قادیانی نے ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۳

میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح بن مریم بھی اس امت کے شمار میں آ گئے ۔ وعلی ہذا القیاس بہت جگہوں میں اقرار کر چکا ہے کہ عیسی زندہ ہیں اور قرب قیامت دنیا میں پھر آئیں گے ۔ پس مرزا قادیانی کا موت مسیح پر تیس آیتوں سے استدلال کرنا خود اسی کی کلام سے باطل ہو گیا ۔ اور مفصل جواب ہر ہر آیت کا تائید الاسلام (مصنفہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری) میں ہے۔ شائق اس کا مطالعہ کرے۔

یعنی موت مراد حقیقی آکھے اس تھیں نائیں
موت مجازی مطلب اس دا شک نہ اس وچہ لائیں
موت حقیقی مطلب ناہیں جد ایہ خود اقراری
باطل ہوئی اس دی اس تھیں کارروائی ساری
جھوٹا ہے ایہ اپنی گلوں آپے جھوٹا ہویا
جھوٹا ہویا جھوٹا بے شک جانوں ہن اوہ مویا

قال القادیانی: و لو کان نزول المسیح مقدرا ثانیا .. ذکر المسیح فی قولہ شہادتین و لقال مع قولہ کنت علیہم شہیدا و اکون علیہم شہیداً مرۃ اخری (دافع الوساوس) ۔ترجمہ۔ اگر ہوتا اترنا عیسی کا مکرر یعنی دوبارہ البتہ ذکر کرتا عیسی اپنے قول میں دوشہادتیں اور البتہ کہتا اپنے قول کے ساتھ ہوں میں ان پر گواہ اور ہوں گا ان پر شاہد دوسری مرتبہ۔

کیسا ہے ایہ جاہل ویکھو کیسا ہے سودائی
اس آیت دی کی اس دیکھو ہے تاویل بنائی
ایہ معروض مسیح دی ساری روز قیامت ہووے
جس دن خلقت اللہ اگے پتھر بن کھلووے
روز قیامت دا ایہ قصہ شک نہ اس وچہ کائی
اگے پچھے اس آیت وچہ خود موجود گواہی
بے شک اس تھیں ایہ گل سمجھی اس پاغل بازاری
روز قیامت تھیں ہو پہلاں ایہ سب عرض گزاری
شاید اس پاغل نوں دھوکہ ماضی تھیں ہے لگّا

ڈِٹھا مول نہ اس آیت دا اس نے پچھا اگّا
بہتے امر آئندہ قطعی اندر قرآن آئے
اللہ صاحب جو جو صیغے ماضی نال بتائے
اگلی پچھلی آیت اس وچ نص صریح ہے بھائی
ایہ معروض حشر نوں ہوسی شک نہ اس وچ کائی
اول اس آیت دے اللہ صاحب ہے فرمایا
یوم یجمع اللّٰہ الرسّل ہے اندر قرآن آیا
یعنی جس دن کٹھا کرسی اللہ نبیاں تائیں
کی پایا تساں اتر اگوں آکھن معلم ناہیں
آخر اس قصے دے پچھے بے شک ہے ایہ آیا
ھذا یوم ینفع الصّادقین بصدقھم اللہ نے فرمایا
یعنی ہے ایہ روز حشر دا اللہ خود فرماوے
جو سچ بولن سچ انہاں نوں اس دن نفع پہنچاوے
اول آخر اس قصے تھیں ثابت ہویا بھائی
روز حشر دے بے شک ہوسی ایہ سب کارروائی
کی ممکن فر اس آیت نوں مرزا سند لیاوے
اس آیت دی سندوں مویا عیسی نوں بتلاوے

قال القادیانی: قال اللہ فیھا تحیون مخصص حیات الناس بالارض..

یعنی جیون خاص زمین وچہ کیتا ہے رب سائیں
جا اسمانی زندہ رہنا ہرگز ممکن ناہیں
ایہ بھی ہے کج فہمی اس دی سمجھ نہ اس نوں کائی
ہے تاویل سرا سر جھوٹی اس دی باطل واہی
عیسی دا فر مرجاون اس تھیں ثابت مول نہ ہووے
کیوں تحریفاں کر کر ایماں لوکاں دا ایہ کھووے
زندہ رہنے تھیں وچہ دنیا مول نہ لازم آوے

اسماناں تے ہرگز زندہ بندہ بشر نہ جاوے
آسمانی ہے جیون ممکن ثابت نال قرآنے
بھی ہے ممکن عقلاً اس توں عقل محال نہ جانے
ممکن ہے ایہ حضرت عیسی اسماناں تے جیوے
حاجت بشری نہ کوئی ہووے نہ کجھ کھاوے پیوے
آدم حوا جیونکر آہے وچہ بہشتاں رہندے
ایویں حال مسیح دا مومن اسماناں تے کہندے
مسئلہ ایہ اتفاقی سب دا شک نہ اس وچہ کائی
وچہ بہشتاں رہ سن دائم مومن زندہ بھائی
جیون خاص تے مرنا جے کر نال زمین دے تھیوے
لازم آوے وچہ بہشتاں مومن نہ کوئی جیوے
عیسی نوں خود مرزا زندہ آسمانی بتلاوے
ایہہ اشکال جو ہے اس کیتا خود اس اتے آوے
ایہ بھی آکھے کھانے باجوں جیون ممکن ناہیں
کیوں بن کھانے عیسی جیوے روز قیامت تائیں
ایہ بھی ہے کج فہمی اس دی سمجھ نہ اس نوں کائی
نصرت تے مرزائیاں رل مل اس دی عقل گوائی
کھانے باجھوں جیون ممکن ثابت نال قرآں دے
کہف اندر اصحاب جو رہندے کھانا مول نہ کھاندے

قال اللہ تعالی: ولبثوا فی کھفھم ثلاث مأۃ سنین وازدادوا تعسا ۔(اورٹھہرے بیچ غار کے تین سونو سال)

کہف جبل وچہ ٹھہرے یعنی جو اصحاب کمالاں
کھانا مول نہ کھادا انہاں تن سو تے نو سالاں
اس تھیں پچھے کھانے دی فر حاجت انہاں ہوئی
کھانا لین گیا تد شہروں انہاں وچوں کوئی

لیکن فر بھی انہاں تائیں کھانا ہتھ نہ آیا
روٹے گولے اندر ایویں سارا وقت وہایا
تن سو سالاں جیون ممکن جد بن کھانے پانی
ایویں جیون عیسی دا بھی اج تک ممکن جانی
جیون انہاندا جے جیون اس دنیا دا ناہیں
کیوں کھانے دی حاجت تاں فر ہوئی انہاں تائیں
کیوں فر لین گیا وچہ شہرے کھانا عمدہ کوئی
کیوں فر حال انہاں دا رب دی عجب نشانی ہوئی
اس دنیا وچہ چل دا پھردا جے کر زندہ ناہیں
کوئی تا فر زندہ ناہیں دنیا وچہ کتھائیں

قال القادیانی: ان کی نظر میں ہمارے سید و مولی محمد ﷺ مردہ ہیں اور حضرت عیسی اب تک زندہ ہیں۔ الخ

عیسی تائیں خود مرزے نے زندہ ہے ٹھہرایا
قرب قیامت آون اس دا خود ہے اس بتلایا
طعن جو اس نے ہے ایہ کیتا خود اس اتے آوے
یا فر سب امت تے جس نوں مومن خود بتلاوے
شہدا ہے ایہ بے شک اس دی ایہ گل ہے بازاری
ہے ایہ ساری اس دی رندی چالاکی عیاری
چودہ سو سالاں رب دتی نوح نوں طول حیاتی
حضرت نوں نہ دتی کیوں فر دسے اے قصباتی
ایویں لمی ہور حیاتی ہوئی بہت کفاراں
کیوں نہ اتنے سالاں جیوے حضرت شاہ ابراراں
روشن ہتھ تے عاصا خاصا ملیا موسی تائیں
حضرت نوں نہ ملیا کیوں ایہ کھول جواب سنائیں
آنحضرت نے بن مریم جد آپ نہ خود اکھوایا

کیوں فر ہن ایہ جھوٹا عیسی بن مریم بن آیا
جنہاں گلاں اندر حضرت ساری عمر نہ بولے
حضرت تھیں کیوں اگے وده کے ایہ ہن گویا بولے
کیوں ایہ گندم گوشت کھا کھا ہویا اِڈا بھارا
کیوں نہ جو دی روٹی اتے کیتا ایس گذارا
آنحضرت ﷺ نے ساری عمراں کدی نہ عنبر کھادا
کیو ں فر عنبر لے لے کھاوے ایہ سلطانی زادہ
حضرت ﷺ نے نہ ساری عمراں ٹٹی خس لگائی
نہ کوئی بید نہ مشک حیاتی برف زبان تے لائی
کیوں فر ایہ مغلانی زادہ اتنی عیش اڑاوے
کیوں نہ ہو روپوش جہانوں ڈب کتے مر جاوے
غر ض الزام جو دتا اس نے خود اس اتے آوے
ممکن مول نہ اس تھیں ہن ایہ اپنی جان چھڑاوے
اصلی مطلب اس دا میں ہن دساں تیرے تائیں
جزوی ترجیح ہے رب دتی بعضے نبیاں تائیں

قال اللّٰہ تعالی: تلک الرّسل فضّلنا بعضھم علی بعض۔ (یہ پیغمبر ہیں، بزرگ کیا ہم نے بعض کو بعض پر)۔

آیت ہے ایہ نص صریح اس مسئلے اندر آئی
نبیاں نوں رب اک دوجے تے دتی ہے وڈیائی
لیکن اصل فضلیت کلی حاصل حضرت ﷺ تائیں
انہاں باجھوں ہور کسے نوں حاصل ہوئی نائیں
ایہ گل نہ کوئی آکھے بالکل عیسی دائم جیوے
آخر مرسی دنیا اتوں مر کر فانی تھیوے
کیوں فر ایہ جھوٹا کاذب جھوٹے عذر اٹھاوے
کیو ں ایہ خلقت تائیں ایویں دھو کے نال بہلاوے

ثابت اس تھیں ایہ خود زندہ حضرت تائیں
کی ممکن فر ہو ایہ عیسی بن مریم ایہ ناہیں
آنحضرت دے فوتوں پچھے یعنی عیسی آوے
حضرت فوت نہ ہوئے کیوں فر ایہ عیسی اکھوا وے

قال القادیانی: حالانکہ مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح لکھی ہے

و مبشّراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمد ہوگا۔ پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے..الخ

یعنی آکھے ثابت اس تھیں عیسی دا مر جانا
اس تھیں پچھے آنحضرت دا فر دینا تے آنا
موت مسیح دی اس آیت تھیں جے نہ لیتی جاوے
لازم آوے اج تک حضرت دنیا تے نہ آئے
وچہ براہین لیکن مرزے ہے ایہ بات بتائی
آکھے یعنی ہے ایہ آیت میرے حق وچہ آئی

قال القادیانی: اسی کی طرف اشارہ ہے

و مبشّراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال جمال لیکن آخری زمانے میں برطبق پیشینگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسوی رکھتا ہے بھیجا گیا۔(ازالہ اوہام)

دیکھو اس آیت نوں ہے اس اپنے حق ٹھہرایا
آکھے ہاں میں احمد اوہ جو عیسی نے بتلایا
اس پیغمبر خبر مطابق آکھے میں ہاں آیا
ہے عیسی نے میرے اندر آجلوہ فرمایا
حضرت دے حق آکھے نہ ایہ آیت نازل ہوئی
نہ ایہ آنحضرت تے صادق آوے پیشینگوئی

مرزا جد خود اس آیت نوں اپنے حق ٹھہراوے
حضرت دا ناں آون اس تھیں کیوں فر لازم آوے
ممنوع نہ ہویا دنیا اتے آنحضرت دا آنا
اس آیت دی سندوں نہ فر عیسی دا مر جانا
جھوٹھا ہے ایہ اپنی گلوں آپے جھوٹا ہووے
اپنا منہ کالا اس کیتا خود ہن بہہ کے رووے
بھی ہن بعدی مطلق ہے اس آیت اندر آیا
موت نہ اس تھیں لازم آوے خود اللہ فرمایا

قال اللہ تعالی: واتخذ قوم موسی من بعدہ من حلیّھم عجل جسداً له خوار۔ اور پکڑا موسی کی قوم نے ان کے پیچھے اپنے زیوروں سے ایک گوسالہ ...

یعنی حکم اللہ تھیں موسی طرف کوہ طور سدھایا
قوم اس گہنے تھیں پچھے وچھا گال بنایا
بعد جو ہے اس آیت وچہ فرمایا اللہ سائیں
موسی دا مر جاون اس تھیں لازم آوے ناہیں
ایویں ہے اس بعدی دا بھی مطلب تو ہن جانی
میرے پچھوں یعنی جد میں جاواں گا اسمانی
ثابت ہویا ہے ایہ جھوٹا جھوٹے عذر بتاوے
من بعدی تھیں مرنا بالکل لازم مول نہ آوے

قال القادیانی: دوسرے دعوی کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اب عیسی آسمان سے اتر ہی آوے۔ الخ

عیسی بن مریم دا آون آخر فر آسمانوں
ثابت ہویا سی جد قطعا نص حدیث قرآنوں
تن سو قاہر وجہاں تھیں جد نال توفیق ربانی
باطل کیتا ہے میں اس دا ایہ وسواس شیطانی
ممکن مول نہ اس جھوٹے تھیں بالکل کجھ بن آوے

مر کر بھاویں دوجی واری فیر حیاتی پاوے
کی ممکن فر اس تے اس نوں ایہ موقوف ٹھہرا وے
فاسد تے ہے فاسد اس دی ایہ گل کوڑ بنا وے
اس تقریروں جے کوئی جھوٹھا دعوی کرے خدائی
کی آکھے گا اس دے تائیں ایہ پا غل سودائی
باقی ردّ مفصل اس دا جو کوئی جو شائق چاہوے
ہے تائید اسلامی اندر اس وچہ اس نوں پاوے

قال القادیانی: زمین کی گواہی صلیبی غلبہ ہے جس کے غلبے میں مسیح موعود کا آنا ضروری ہے اور میں روحانی طور پر کسر صلیب کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ (ضرورۃ الامام۔ ص۲۴ وغیرہ)

غلبے تھیں جے مطلب اس دا ہے غلبہ روحانی
تے ہے ایہ گل واقع اندر محض خلاف بیانی
جھوٹا ہے ایہ دعوی اس دا سند نہ اس دی کائی
جھوٹھو جھوٹھ بنا وے دل تھیں صدق نہ اس وچہ رائی
سولی غالب مول نہ ہوئی اندر دنیا ساری
ہے فرمان سلطانی اج تک روم عرب وچہ جاری
کابل اندر بھی ہے سارے غلبہ اہل اسلاماں
ایویں فارس ایراں تے ہور روماں شاماں
جھوٹھا ہے ایہ بے شک اس دیاں جھوٹیاں ساریاں گلاں
سند دلیل نہ کائی اس دی ایویں جاں زٹلاں
یعنی فر جے کر غلبہ سولی ہو جسمانی بھائی
یعنی اس دی ملکاں تے ہو حکم حکومت شاہی
لازم ہے فر ظاہر غلبہ اس دا توڑیا جاوے
روحانی فر توڑن اس دا بالکل لغو دساوے
کیوں جائز فر اس جھوٹے نوں ایہ عیسی اکھواوے
جھوٹھا کیوں بن مریم بنیاں شرم نہ اس نوں آوے

جے کر مطلب اس دا اس تھیں ہے غلبہ روحانی
ایہ گل بھی توں واقع اندر جھوٹی بالکل جانی
کافر ایہ انگریز نہ بالکل کردے مومن بھائی
کیوں فر ہن ایہ آکھے پا غل سولی غالب ہوئی
بھی فر سولی توڑن دا ایہ ہر گز مطلب ناہیں
حجت نال دلائل توڑے عیسی سولی تائیں
جے کر فر ضا معنی اس دا ایہو کیتا جاوے
یعنی حجت نال عیسائیاں اتے غالب آوے
دنیا تے فر لائق فائق عالم ہور بہتیرے
توڑن سولی نال دلیلاں اس تھیں چنگ چنگیرے
جائز ہو فر ہر نوں عیسی بن مریم اکھواوے
مرزے وانگوں عیسی بن کر ملکیں دھماں پاوے
ایویں عالم ڈھوں کر دے آئے ردّ عیسائیاں
عیسی نہ کوئی بنیاں نہ اوس ملکیں دھماں پایاں
ابو المنصور جو ہے اک عالم ہویا اندر دلی
نال دلائل عیسائیاں دی پٹی اس نے کلی
ہے ناوید جاوید جو اس دی نالے ہور کتاباں
دیکھے جو کوئی انہاں تائیں دیکھے لطف جواباں
ایویں اک لاہوری عالم آندی حجت بھاری
نال دلیلاں اس عیسائی کیتے ملزم خواری
ایویں یورپ اندر کوئلم صاحب پیدا ہویا
یورپ اندر ہے اس صاحب بی اسلامی بویا
جائز ہو فر اس نوں عیسی بن مریم اکھواوے
لائق تر اوہ اس جو ٹھے تھیں سے در جے دسیاوے
امہات عیسائیاں نے اج کل ہے چھپوائی

جس دے اتے نازاں بھاری ہو بیٹھے عیسائی
اوس دے اندر عیسائیاں جو کہیا حضرت تائیں
مومن جو کوئی دیکھے اس نوں دل تھیں پھڑکن بہائیں
کیوں نہ اس جھوٹے نے اج تک اس دا ردّ بنایا
کیوں نہ سرتوں عیسائیاں دا ایہ الزام اٹھایا
کتھے ہے اوہ دعوی اس دا کسر صلیب روحانی
کتھے اج تک وڑیا ہویا ہے ایہ مغل طوفانی
اہل حمایت کوشش کیتی اس دے اندر بھاری
بند فروخت ہو تا اس دی اندر دنیا ساری
مرزے نے خود رقعہ لکھ کر کہیا انہاں تائیں
آکھے میں ردّ لکھ ساں اس دا حاجت بندش ناہیں
کجھ جواب نہ اس دا اس نوں اج تک بالکل آیا
نہ ردّ اس دا اس نے اج تک کر تحریر دکھایا
وعدہ کر کے اس جھوٹے نے ناحق دھال پایاں
ردّ نہ اس دا لکھیا اس نے دے کر جھوٹیاں سایاں
کیوں فر سولی توڑن دا ایہ دعوی منہ تے لاوے
غیرت مول نہ اس مرزے نوں ڈب کتے مرجاوے
بحث نہ کیتی نال عیسائیاں ناں ایہ غالب آیا
نہ کوئی اس دے ہتھوں ملزم ہو اسلام لیایا
کیونکر فر اس عیسائیاں تے فرضی غلبہ پایا
اثر نتیجہ اس دا کیوں نہ وچوں باہر آیا
بند نہ کیتا عیسائیاں دا منہ اس نال دلیلاں
باز نہ آئے اوہ تحریروں سو سو کرن تاویلاں
بھی ایہ آکھے ہاں میں آیا توڑن سولی تائیں
نالے فر ایہ ملکہ کارن ہر دم کرے دعائیں

جو بلی دی تحریر جو اس نے لکھ کر ہے چھپوائی
جا دیکھیں اس تائیں ہو وے شوق جے تینوں بھائی

قال القادیانی : آسمان کی گواہی میرے مسیح ہونے کے لئے یہ ہے ۔ میرے وقت میں رمضان میں سورج اور چاند کو گہن لگا ۔

ہے ایہ جھوٹ روا یت بے شک سند نہ اس دی کائی
نہ ایہ گل حدیث صحیح وچہ بالکل کدرے آئی
کل نشان قیامت جد اس ظاہر تھیں الٹائے
کی ممکن فرظاہر اتے اس نوں ایہ ٹھہرا وے
غرض مسیح موعود نہ مرزا اس تھیں ثابت ہویا
نہ ایہ مثل مسیح ہے بالکل جانوں اس نوں مویا
اک اشکال اس دا ہن باقی اس جاگہ ہے رہندا
اوہ بھی کھول سناواں تینوں مرزا ایہ ہے کہندا
عیسی دا جی آون جے کر حق ٹھہرایا جاوے
نقض نبوت خاتم اتے اس تھیں لازم آوے

قال القاضی نزول عیسی و قتله الدجال حق صحیح عند اهل السنة للاحادیث الصحیح فی ذلک و لیس فی العقل و لا فی الشرع ما یبطله فوجب اثباته و انکر ذلک بعض المعتزلة و الجهمیة و من وافقهم و زعموا ان هذه الاحادیث مردودة بقوله تعالی و خاتم النبیین و بقول ﷺ لا نبی بعدی و باجماع المسلمین انه لا نبی من بعد نبینا ﷺ و ان شریعته موبدة الی یوم القیامة لا ینسخ و هذا الاستدلال فاسد لانه لیس المراد بنزول عیسی انه ینزل ... و لا فی هذه الاحادیث و لا فی غیرها ... من هذا بل صحت هذا الاحادیث بناؤها سبق فی کتاب الایمان و غیره انه ینزل حکما مقسطا یحکم بشرعنا و یحی من امور شرعنا ... حکما مقسطا ای ینزل حاکما بهذه الشریعة لا

ینزل نبیا برسالة مستقلة و شریعة ناسخة بل ھو حاکم من حکام ھذہ الامہ۔ انتہی۔ نووی شرح مسلم۔

ترجمہ: کہا قاضی نے اترنا عیسیٰ کا اور قتل کرنا اس کا دجال کو حق اور صحیح ہے اہل سنت کے نزدیک واسطے احادیث صحیحہ کے اس میں اور نہیں جائز عقل میں اور نہ شرع میں یہ جو باطل کرے اس کو پس واجب ہوا ثبوت اس کا اور انکار کیا بعض معتزلہ اور جہمیہ نے اور وہ شخص کہ موافق ہو ان کے اور گمان کیا انہوں نے کہ یہ حدیثیں مردود ہیں ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے خاتم النبیین کے، کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نہیں کوئی نبی میرے بعد اور ساتھ اجماع مسلمانوں نے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ کوئی نبی ہمارے نبی ﷺ کے نہیں اور تحقیق شریعت اس کی ہمیشہ ہے قیامت تک منسوخ نہ ہوگی یہ دلائل فاسد ہیں اس واسطے کہ تحقیق ... یہ نہیں مراد ساتھ نزول عیسی کے کہ تحقیق وہ اترے گا نبی ساتھ شریعت نبی کے کہ منسوخ کرے وہ شریعت ہماری کو نہ اس حدیث میں اور نہ اس کی غیر میں اس سے کچھ بھی بلکہ صحت کو پہنچی ہیں یہ حدیثیں اور جو پہلے گذر چکی ہیں کتاب الایمان وغیرہ میں تحقیق وہ اترے گا حاکم منصف ہوکر ساتھ شریعت ہمارے نبی کے اور زندہ کرے گا ہماری شرع کے احکام وہ کام جن کو چھوڑ دیا لوگوں نے قول اس کا حاکم منصف یعنی اترے گا حکم کرنے والا ساتھ اس شریعت کے نہ اترے گا نبی ساتھ رسالت مستقلہ اور شریعت ناسخ کے بلکہ وہ حاکم ہوگا اس امت کے حاکموں سے۔

یعنی عیسی قرب قیامت اسماناں توں آوے
آ دجال لعین نوں فر اوہ جانو مار مکاوے
اہل سنت سارے جانن حق صحیح اس تائیں
ایویں وچہ حدیثاں آیا شک نہ اس وچہ لائیں
عقل نہ شرع مخالف اس نوں نہ باطل ٹھہراوے
منن بے شک واجب اس دا حجت نہ کوئی لاوے
بعض معتزلے جہمی یعنی نالے جو مرزائی
منکر ہوئے اس مسئلے تھیں ایہ جاہل سودائی
منن مول حدیثاں نہ ایہ کرن گمان ازائیں
خاتم نبیاں ہے فرمایا اللہ حضرت تائیں

بھی اوہ آکھن نالے خاتم نبیاں خود فرمایا
میرے بعد نبی کوئی ناہیں حکم ایویں ہے آیا
ہے اجماع حضرت تھیں پچھے ہور نبی کوئی ناہیں
شرع نبی دی قائم رہ سی روز قیامت تائیں
فاسد استدلال انہاں دا ہے ایہ باطل واہی
نقض نہ ختم نبوت اتے لازم آوے کائی
نہ ایہ آیا حضرت عیسی بن پیغمبر آوے
نہ اوہ آکر اپنے تائیں پیغمبر اکھواوے
نہ ایہ آیا حضرت عیسی شرع جدید لیاوے
شرع قدیمی آنحضرت دی آ منسوخ ٹھہراوے
صحت نوں ہے پہنچی ایہ گل حاکم بن کر آسی
آنحضرت دی شرع موافق اپنا حکم چلاسی
زندہ کر سی حکم شریعت جو جو لوکاں چھوڑے
جاری کرسی جس جس امروں لوکاں نے منہ موڑے
تابع دین پیغمبر ہوسی اس نوں کرسی جاری
اس تے عمل کماوے عیسی بھی خود عمراں ساری

قال القرطبی فی التذکرہ لا تجوز ان یتوھم ان عیسی ینزل نبیا بشریعۃ متجددۃ غیر شریعۃ نبینا محمد ﷺ بل اذا نزل یکون یومئذ من اتباع محمد ﷺ حیث قال لعمر لوکان موسی حیّاً لما وسعہ الا اتباعی (ترجمہ: کہا قرطبی نے تذکرہ میں، نہیں جائز کہ یہ گمان کرے کوئی کہ تحقیق اترے گا عیسی ساتھ شریعت نئی کے ہمارے نبی کی شریعت کے سوا بلکہ جب نازل ہوگا تو ہوگا اس دن ہمارے پیغمبر ﷺ کے تابعداروں سے جیسے کہ خبر دی ہمارے نبی ﷺ جب کہا واسطے عمر کے اگر ہوتا موسی زندہ نہ خوش لگتی اس کو مگر میری تابعداری)۔

جائز وہم نہ یعنی عیسی بن پیغمبر آوے
باجھ شرع محمد کوئی شرع جدید لیاوے

بلکہ آکر آنحضرت ﷺ دی کرسی تابعداری
جیوں فاروق عمر نوں حضرت خبر بتائی ساری
موسی جے کر فرضاً اس دم زندہ ہوندا بھائی
باجھوں میری تابعداری عذر نہ پاندا کائی
موسی جد خود بعد احمد دے عذر نہ کوئی پاوے
کیوں فر بعد احمد دے عیسی بن پیغمبر آوے

قال ابن حجر مکی فی فتاواہ الذی نص علیہ الاجماع .... اجمعوا علیہ انہ یحکم بشریعۃ محمد ﷺ وعلی ملّتہ وفی روایۃ سندھا جیّد مصدقا لمحمد وعلی ملتہ ... علی نبوتہ ورسالتہ لاکما یزعم من لا یعتقد بہ انہ واحد من ھذہ الامۃ لان کونہ واحداً منھم یحکم بشریعتھم لا ینافی بقاءہ علی نبوتہ ورسالتہ

کہا ابن حجر مکی نے فتاوی میں وہ فتاوی نص کی ہے اس پر اجماع نے بلکہ اجماع کیا سب نے اس پر کہ تحقیق وہ حکم کرے گا ساتھ شریعت محمد ﷺ کے اور اس کے دین پر ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ جس کی سند جید ہے تصدیق کرنے والا ہوگا واسطے محمد ﷺ کے اور اس کے دین پر ہوگا مہدی امام ہوگا اور عیسی نبی باقی ہوگا اپنی نبوت ورسالت پر جیسے کہ گمان کیا اس شخص نے کہ نہیں اعتبار کیا جاتا ساتھ اس کے۔ تحقیق وہ ایک ہوگا گویا اس امت میں سے ہی اس واسطے تحقیق نہ ہونا اس کا ایک ان میں سے اور حکم کرنا اس کی شریعت کے ساتھ نہیں منافی اس کی نبوت اور رسالت باقی رہنے کو۔

ہے اجماع امت دا یعنی منکر نظر نہ آوے
آنحضرت دی شرع موافق عیسی حکم چلاوے
شرع نبی دے باہر بالکل قدم نہ اپنا دھرسی
اس تے عمل کماوے دائم اس تے آخر مرسی
نبی ہووے پر اس تھیں اس تے نقض نہ لازم آوے
آنحضرت دی شرع موافق اپنا حکم چلاوے
عالم برزخ اندر تے ہو باقی ہر ہر جائیں

وصف نبوت حاصل ہر جا سب نبیاں دے تائیں
ختم نبی تے اس تھیں بالکل نقض نہ لازم آوے
دو چیزاں دا کٹھا رہنا نہ کوئی ضرر پہنچاوے
یعنی دونویں اک دوجے تو بالکل نافی ناہیں
جائز دونو یں باقی ہوون اپنی اپنی تھائیں
باپ تے بیٹا اک دوجے تھیں اگے پچھے آون
اک ویلے وچہ باقی زندہ دونویں پائے جاون

و قال السیوطی فی کتاب الاعلام بحکم عیسی انه یحکم بشرع نبیّنا لا بشرعه کما نصّ علی ذلک العلماء و وردت به الاحادیث و انعقد علیه الاجماع۔(ترجمہ: سیوطی نے کتاب الاعلام میں لکھا ہے کہ عیسی ہمارے نبی ﷺ کی شرع کے موافق حکم کریں گے نہ اپنی شرع سے جیسا کہ نص کی ہے اس پر علماء نے اور وارد ہوئی ہیں ساتھ اس کے حدیثیں اور اجماع)

مرزا بھی خود آون اس دا دنیا تے فر منّے
کیوں فر پیر پیارے اپنا ایہ ہن وانگوں انّھے
آکھے ایہ خود عیسی جد فر مڑ دنیا تے آوے
عاماں اہل اسلاماں وانگوں اک مومن اکھواوے
نبی نبوت اس دے کارن شرط نہ مول ٹھہرائی
ہو پابند شریعت احمد ہووے مومن بھائی

قال القادیانی: تو اس کا جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولی نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ ایک مسلمان اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا۔(توضیح مرام)

عیسی نبی نہ جد بالکل خود مرزا بتلاوے
ختم نبی تے اس تھیں بالکل نقض نہ لازم آوے
بھی فر مرزا اپنے تائیں پیغمبر ٹھہراوے
جو توجیہہ خود کرسی اوہو عیسی ولوں پاوے

جے اوہ آکھے ہاں میں ہویا حضرت اندر فانی
مرزے عیسی دا فر خود توں اکو مادہ جانی
یعنی ایہ خود قائل ہویا ہے مغلانی زادہ
عیسی دا تے اپنا ایہ بتلاوے اکو مادہ
اس گلوں ایہ ہے ہن جھوٹا پھسیا اندر پھائی
ممکن نہ ہن اس نوں اس تھیں آس امید رہائی
بعد نبی دے برزخ اندر سب پیغمبر عالی
باقی نال نبوت آہے یا فر اس تھیں خالی
خاتم نہ نبیاں نہ ہوں حضرت ایہ گل لازم آئی
جو دسے سو اگوں پاوے فرق نہ اس وچہ کائی
غرض مسیح موعود نہ مرزا اس تھیں ثابت ہویا
نہ ایہ مثل مسیح ہے بالکل جانوں ہن ایہ مویا
ایماں مول نصیب نہ اس نوں نہ ایہ توبہ کرسی
کافر ہویا کافر رہ سی آخر کافر مرسی
بس محمد ختم کریں ہن اول حصے تائیں
اگے بہت ہویا ہے لماں نہ ہن ہور ودہائیں
رہنا بہنا میں ہن اپنا دساں تیرے تائیں
نام محمد مولد مسکن میرا پنج گرائیں

حصہ دوم ۔ بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قادیاں ہے اک قصبہ چھوٹا آکھن لوک کتھائیں
سنیا ہے نہ ڈٹھا اس نوں جا کر مول کدائیں
مغلاں دی اک نسلوں اوتھے مغل ہویا ہے پیدا
ایس زمانے اندر ہویا وچہ پنجاب ہویدا

شور مچایا اس نے جگ وچہ ہر جاگہ ہر جائیں
غوغا اس تھیں ہویا سارے جوہ جنگل دریائیں
ہے بے شرم بڑا ایہ بھارا شرم نہ کجھ اس تائیں
ایسا ہور نہ کوئی ہویا دنیا وچہ کتھائیں
ظلم کیتا نبیاں تے بھارا ہے اس مغل طوفانی
نبیاں دے حق اندر ہے اس کیتی طول لسانی
نالے اپنے تائیں فر ایہ پیغمبر اکھواوے
آکھے ہاں میں مرسل میرے پاس فرشتہ آوے
سب نبیاں تھیں اس متنبّی اگے قدم ودھایا
سب نبیاں تھیں اپنے تائیں اس افضل ٹھہرایا
اصلی قول اس دا ہن تینوں کر کے نقل سناواں
نال دلائل خاصے فر میں اس دی خاک اڑاواں

قال القادیانی: خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (ازالہ اوہام۔ص۵۳۳)۔

اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا وہ اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی، اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنی کی رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ولیکن آخری زمانے میں برطبق پیشین گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔ (ازالہ اوہام۔ص۶۷۳)

نبیوں کا چاند آئے گا۔ (رسالہ دعوت اسلام۔ص ۵۸، ۶۰ وغیرہ)۔

یعنی مرزا آکھے مینوں اللہ ہے وڈیایا
وچہ براہین اللہ مینوں پیغمبر فرمایا
وچہ قرآن اٹھیویں پارے خبر میری ہے آئی
جس آیت وچہ احمد آیا میرے حق وچہ آئی
اسم محمد حضرت دا ہے آکھے نام جلالی

احمد تائیں آکھے ہے ایہ میرا نام جمالی
یعنی اسم محمد احمد اندر فرق ٹھہرا وے
معنی اندر دوہاں تائیں وکھو وکھ ٹھہرا وے
احمد عیسی آکھے دونویں آپس اندر بھائی
اکو ہے مطلب دوہاں دا فرق نہ اس وچہ کائی
آکھے میں تھیں کم تر رتبہ ہور پیغمبر سارے
ہاں میں چن آسمانی آکھے ہور نبی ہن تارے
ایویں عسل مصفی اندر اس مرسل اکھوایا
ہاں میں مرسل یزدانی اس وچہ بہتی جائیں آیا
توبہ توبہ کی ایہ ظالم دیکھو سخن الاوے
اپنے تائیں سب نبیاں تھیں ایہ افضل ٹھہرا وے
دیکھو کیسی اس جوگی نے کیتی ہے چالاکی
کیسی ہے اس ملحد کیتی گستاخی بے باکی
خبر نبوت آنحضرت دی وچہ انجیل جو آئی
حضرت تھیں اس کھوہ متنبّی اپنے اتے لائی
حضرت نوں کر خارج خود ہی مورد آیت بنیا
توبہ توبہ ماں اس دی کیوں اس ملحد نوں جنیا
اس امت نوں مڈھوں اج تک فخر بڑا ایہ آیا
اس ملحد نے کفر الحادوں اوہ بھی اج مٹایا
کسے غلام احمد نہ کیہا اج تک حضرت تائیں
نہ سنیاں نہ ڈٹھا اج تک وچہ کتاب کتھائیں
ہے طوفان بڑا ایہ بھارا جہڑا ایس اٹھایا
نام غلام احمد ہے اس نے حضرت دا ٹھہرایا
اسم مبارک حضرت ﷺ دا ہے احمد نام قرآنی
اس دے نال غلام ملایا ہے اس مغل طوفانی

ہے لائق سی پہلاں اپنا احمد نام رکھاندا
اس تھیں پچھے ایہ متنبّی ایہ طوفان اٹھاندا
احمد تھیں پیغمبر ہونا بھی نا لازم آوے
ہم نامی تھیں اصل نبوت کدی نہ کوئی پاوے
دنیا اندر احمد نامی ہے گی بہت لوکائی
جائز ہو فر ہر دے حق ہو ایہ بشارت آئی
جائز ہو فر احمد سارے پیغمبر اکھواون
اس آیت دی سندوں سارے پیغمبر ہو جاون
اس تھیں پچھے ہے جو اج تک ہے اس قلم چلائی
نام غلام احمد اس اپنا لکھیا ہے ہرجائی
کیوں جائز فر اپنے تائیں احمد نام ٹھہراوے
اس آیت دی سندوں کیوں فر پیغمبر اکھواوے
ہن میں تینوں اس آیت دی کر تفسیر سناواں
اگوں پچھوں سارا اس دا مطلب کھول وکھاواں

قال اللّٰہ تعالیٰ: واذ قال عیسی بن مریم یا بنی اسرائیل انّی رسول اللّٰہ الیکم مصدقا لّما بین یدیّ من التّوراۃ و مبشّراً برسولٍ یّاتی من بعدی اسمہ احمد (جس وقت کہا عیسیٰ بن مریم نے اے بنی اسرائیل تحقیق میں رسول اللہ ہوں تمہاری طرف، تصدیق کرنیوالا واسطے اس چیز کے جو آگے میرے توریت میں تھیں، اتے خوش خبری دینے والا نال ایک رسول کے جو آویگا پیچھے میرے نام اس دا، احمد ہے)

یاد کریں جد آکھیا عیسیٰ اسرائیلیاں تائیں
مرسل مینوں طرف تساڈی کیتا ہے رب سائیں
سچ توریت جو میں تھیں اگے شک نہ کوئی لاوے
احمد نامی اک پیغمبر میرے پچھوں آوے

فلمّا جاءھم بالبیّنات قالوا ھذا سحر مّبین۔ پھر جو آیا پاس انہاں دے نال دلیلاں دے، کہیا انہاں نے ایہ جادو ہے ظاہر۔

احمد لے معجزیاں نو جد پاس انہاں پھر آیا
جادوگر ہے آکھن اس نے ظاہر سحر دکھایا
نص آیت ہے جس احمد دا اس نے پتا بتایا
لازم اس دے وقت نزولوں پہلاں ہو اوہ آیا
آیت بعد احمد دے آئی ظاہر ہے قرآنوں
احمد آیا اس آیت تھیں پہلاں اس وچہ شک نہ آنوں
مسئلہ ہے ایہ نحوی لمّا جد ماضی تے آوے
معنی مطلب سب ماضی دا ماضی ول لے جاوے
اس آیت تھیں پہلاں جے کر نبی نہ ہندا آیا
کیوں کفاراں کس شئی تائیں جادو سحر بتایا
مرزا جے کر احمد ہوندا حسب بشارت بھائی
آیت تھیں ایہ پہلاں ہوندا دیر کیوں اس لائی
احمد ہے جد پہلاں آیت پچھوں لازم آیا
مرزا ہے متنبّی جھوٹا بن پیغمبر آیا

و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ الکذب و ھو یدعی الی الاسلام و اللّٰہ لا یھدی القوم الظّالمین ۔(ترجمہ: تے کون ہے بہت ظالم اس شخص تھیں جس نے بنایا اوپر اللہ تعالی دے جھوٹھ، تے بلایا جاندا ہے طرف اسلام دی اتے اللہ تعالی نہیں ہدایت کردا قوم ظالماں دی نوں)

ظالم سب تھیں اوہ جو کوئی رب تے جھوٹ بناوے
بعد احمد دے ہور اک احمد بن پیغمبر آوے
کافر ہے اوہ دین نبی دے طرف بلایا جاوے
اللہ مول نہ کفاراں نوں راہ اسلام دکھاوے
ثابت ہویا اس آیت تھیں اللہ ایہ فرماوے
بعد احمد دے ہور اک احمد جھوٹا بن کے آوے
اللہ صاحب بیشک سچا سچ جو اس فرمایا

جیسا فرمایا ہے اللہ وچہ وقوع دے آیا
یعنی مغلاں دا اک بچہ قادیاں اندر بھائی
جھوٹا احمد بعد احمد دے بن آیا سودائی
جھوٹا اوہ متنبّی ظالم رب تے جھوٹ بناوے
اللہ کدے نہ اس ظالم نو ں سدھا راہ دکھاوے

قال اللّٰہ تعالیٰ: ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحقّ لیظھرہ علی الدین کلّہ و لو کرہ المشرکو ن۔(ترجمہ:اللہ وہ ذات پاک ہے کہ بھیجا اس نے رسول اپنے کوساتھ ہدایت کےاور دین حق کے تا کہ ظاہر کرے اس کواوپر تمام دینوں کے گرچہ برا مانیں مشرک لوگ)۔

یعنی ہے اسلام مکمل فرق نہ ذرہ پے سی
روز قیامت تائیں دنیا اوتے روشن رہ سی
غالب رہ سی دائم غلبہ سب دنیا تے پاوے
ہور پیغمبر احمد پچھوں کوئی نہ بن کے آوے
ایہ آیت بھی پہلی وانگوں نص صریح ہے بھائی
احمد پہلاں آیا بے شک پچھوں آیت آئی
یعنی احمد پہلاں اس تھیں بن پیغمبر آیا
پچھوں اللہ اس آیت نوں نازل ہے فرمایا
کیوں فر ایہ متنبّی جھوٹا پیغمبر اکھواوے
تیراں سو سالاں تھیں پچھوں احمد بن کے آوے
بھی ایہ آکھے حضرت دے حق آ یت نازل ہوئی
حضرت دے حق اندر ہے ایہ وارد پیشین گوئی
اس دا قو ل سناواں اصلی میں ہن تیرے تائیں
وچہ وساوس ہے خود لکھیا اس نے بعضے جائیں

قال القادیانی: حالانکہ مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح لکھی ہے کہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد

یعنی میرے آنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمد ہوگا۔ پس اگر مسیح اب تک اسی عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے (دافع الوساوس۔ص ۴۳)

دیکھو آیت دا اس مورد حضرت نوں ٹھہرایا
حضرت دے حق نازل ہونا اس دا خود بتلایا
کیوں فر اپنے تائیں اس دا مورد ہن بتلاوے
اس آیت دی سندوں کیوں خود پیغمبر اکھواوے
بھی ہے جس احمد دی حضرت عیسی خبر بتائی
ہے توریت اندر بھی اس دی خبر بشارت آئی
ہے ان پڑھیا اوہ پیغمبر اللہ جوں فرمایا
دور کرے سی بھار انہاں تھیں اندر قرآن آیا

قال اللّٰہ تعالی: الذین یتبعون الرسول النّبی الامّی الذی یجدونه مکتوبا فی التوراۃ و الانجیل۔ (ترجمہ: جو لوگ تابعداری کردے ہین رسول امی دی اوہ پاویں گے اس نوں لکھیا ہویا تورات اتے انجیل وچ)۔

مومن اوہ ہے جو پیغمبر نال ایمان لیاون
وچہ توریت انجیلاں جس نوں لکھیا ہویا پاون
مرزے دا انجیلاں اندر نام نہ بالکل آیا
وچہ توریت نہ بھی فر اللہ اس دا نام بتایا
مرزے دی توریتاں اندر خبر نہیں جد کائی
خبر بشارت احمد کیوں فر اس دے حق ہے آئی
بھی مرزا ہے پڑھیا ہویا ان پڑھیا ایہ ناہیں
جیونکر امّی فرمایا اللہ حضرت تائیں
امی ہے جد اوہ پیغمبر پڑھنا جانے ناہیں
کیوں مصداق ٹھہراوے اس دا ایہ فر اپنے تائیں
جھوٹا ہے اے بے شک جھوٹا پیغمبر ایہ ناہیں

ہے متنبّی جھوٹا جانو جھوٹا اس دے تائیں
بھی ہے شاعر عربی عجمی صدہا شعر بناوے
شاعر کدے نہ ہو پیغمبر اللہ خود فرماوے

قال اللّٰہ تعالیٰ: والشّعراء یتبعھم الغاوون

ہے تبلیغ جو اس جھوٹے نے عربی جوڑ بنائی
تک بندی وچہ ہے اس گویا نال قرآن ملائی
لفظ قرآنی اس جھوٹے نے اکثر ہین چرائے
لے الفاظ قرآنوں اکثر اس دے اندر پائے
ہے قرآن بلاغت والا اپنی مثل نہ پاوے
ممکن مول نہ بندہ کوئی اس دی مثل بناوے
ہن میں تینوں ہور دلیلاں کر تحریر سناواں
اس متنبّی دا ایہ دعوی باطل کر دکھلاواں

قال اللّٰہ تعالیٰ و ما ارسلناك الا کافّة للنّاس بشیراً و نذیراً ۔اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر برائے جماعت جن وانس کو خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا ۔

یعنی اللہ اندر قرآن حضرت نوں فرمایا
سب لوکاں دے کارن میں ہے تینوں نبی بنایا
اہل ایماناں نوں تا خوشیاں خبر بہشت سناویں
اہل کفر بدکاراں تائیں دوزخ کنوں ڈراویں
ثابت اس آیت تھیں ہویا نصاً ہے اے بھائی
حضرت ہیں پیغمبر مرسل کارن کل لوکائی
یعنی بعد انہاں دے ہرگز ہور نبی کوئی ناہیں
حکم انہاندا جاری رہ سی روز قیامت تائیں
احمد بعد جے ہور نبی دی حاجت ہوندی کائی
کیوں فر مرسل ہوندے حضرت کارن کل لوکائی

قال اللّٰہ تعالیٰ: و اوحی الیّ ھذا القرآن لانذرکم و من بلغ ۔ اور وحی

کیا گیا میری طرف ساتھ اس قرآن کے تا کہ ڈر سناؤں میں تم کو اور اس کو جو پہونچے اس کو

ایہ قرآن رب دتّا مینوں تا میں حکم سناواں
تساں تے ہور جنہاں نوں پہونچے دوزخ کنوں ڈراواں
اللہ جد حضرت نوں کیتا مرسل منذر ہر دا
کیوں فر ایہ متنبّی جھوٹا کوڑے دعوے کردا

قال اللّٰہ تعالیٰ: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً ۔(ترجمہ: آج کے دن پورا کیا میں نے دین اور تمام کیا میں نے اوپر تمہارے نعمت اپنی کو اور راضی ہوا میں واسطے تمہارے اسلام دین ہونے میں)۔

یعنی میں اج کامل کیتا دین تساڈا سارا
نقص نہ رہیا اس وچہ کوئی نہ کوئی رہیا پاڑا
اپنی نعمت کل تساں تھے میں اج کیتی پوری
دین اسلام تسانوں دتا خاص طریق حضوری
احمد بعد جے ہور نبی دی حاجت ہوندی کائی
ناقص رہندا دین نہ کامل ہوندا حسب گواہی
بھی اصحاباں بن مریم دا بھید نہیں جد پایا
نہ دابہ یاجوج وغیرہ سمجھ انہاں نوں آیا
ناقص رہیا دین انہاں دا ایہ گل لازم آئی
ایویں ساری امت اج تک جو جو ہو وہائی
تیراں صدیاں دین نبی دا ناقص رہیا ادھورا
مرزے نے اج آ کر اس نوں کامل کیتا پورا
ہے متنبّی مرزا جھوٹا شک نہ اس وچہ کائی
جھوٹا ہے سب تانا اس دا صدق نہ اس وچہ کائی

قولہ تعالیٰ: و ما ارسلنا ک الّا رحمۃً للّعالمین ۔(ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت جہانوں کی)

یعنی آنحضرت ﷺ نوں ہے فرمایا اللہ سائیں

رحمت کل عالم کو بھے جیا ہے اساں تیرے تائیں
اللہ تینوں رحمت کیتا کارن اہل ایماناں
ہے وڈیایا رب نے تینوں اندر دونوں جہاناں
اللہ حضرت نوں جد رحمت کل جہاں ٹھہرایا
حضرت پچھوں نبی نہ کوئی اس تھیں لازم آیا
اس آیت تھیں ایہ بھی ثابت ہویا بے شک بھائی
مرزا ہے متنبّی جھوٹا شک نہ اس وچہ کائی

قولہ تعالی: و لکن رسول اللّٰه و خاتم النبیین اور اللہ کا رسول ہے اور خاتم نبیاں دا

یعنی نبی تساڈے وچوں باپ کسے دا ناہیں
خاتم نبیاں ہے پر خاتم جانوں اس دے تائیں
ختم نبوت ہوئی اس تے اللہ ایہ فرماوے
انہاں بعد قیامت تیکر کوئی نبی نہ آوے
ایہ آیت بھی نص صریح ہے اس وچہ شک نہ کوئی
بے شک آنحضرت ﷺ تے مطلق ختم نبوت ہوئی
آنحضرت تھیں فر ہن پچھوں ہور پیغمبر کائی
روز قیامت تیک نہ ہووے دیکھ قرآن گواہی
اللہ ہے جد خاتم نبیاں حضرت نوں ٹھہرایا
کیوں فر ایہ متنبّی جھوٹا پیغمبر بن آیا
کی ممکن ہن ایہ متنبّی پیغمبر اکھواوے
کیا جائز حضرت ﷺ تھیں پچھوں بن پیغمبر آوے

وعن جابر قال قال النّبی ﷺ بعثت الی النّاس عامة رواہ البخاری
جابر سے روایت ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے۔ اٹھایا گیا ہوں میں طرف تمام لوگوں کی۔

وعن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰه ﷺ و ارسلت الی النّاس و ختم بی النّبیّو ن رواہ مسلم۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بھیجا گیا ہوں میں طرف لوگوں کی اور ختم کی گئی میرے ساتھ نبوت۔

و قال النبی ﷺ لا نبیّ بعدی ۔فرمایا نبی ﷺ نے نہیں کوئی نبی میرے بعد۔
(و الا حا دیث فی ھذا البا ب کثیرۃ) ۔

یعنی اللہ کل عالم دا مینوں نبی بنایا
خاتم نبیاں دا اللہ مینوں ہے ٹھہرایا
ختم نبوت ہوئی میرے تے خاتم مینوں جانو
میرے بعد قیامت تائیں نہ کوئی نبی پچھانو
ثابت نص قرآن حدیثوں ہن ایہ ہویا بھائی
آنحضرت تھیں پچھوں بالکل نبی نہ ہووے کائی
جائز مول نہ حضرت پچھوں کوئی ایسا آوے
لفظ نبی دا یعنی جس دے اوپر بولیا جاوے
ہے اجماع امت دا اس تے مڈھوں چلیا آیا
تیراں صدیاں اندر اس تھیں نہ کوئی منکر پایا
یعنی خاتم نبیاں پچھوں کوئی پیغمبر ناہیں
شرع نبی دی قا ئم رہ سی روز قیامت تائیں
جو ہن پیغمبر اکھواوے کاذب اس نوں جانوں
کافر ہے اوہ بے شک خارج ہویا دین ایمانوں

تمہید ابوشکور میں ہے: من انکر نبیاً فانّہ یکفر ولو اقرّ لا حدٍ بالنّبوۃ و ھو لم یکن نبیّاً فانّہ یکفر ایضاً و من ادّعی النّبوّۃ فی زما ننا یصیر کا فرا و من طلب منہ المعجز ۃ فا نہ یصیر کافراً لا نّہ شکّ فی النّصّ فیجب ا لاعتقا د ما کانت لا حد الشر کۃ فی النبوۃ مع محمد ﷺ ۔(جس نے انکار کیا کسی نبی کا پس تحقیق وہ کافر ہوا۔اور اگر اقرار کیا واسطے کسی کے ساتھ نبوۃ کے اور وہ نہ ہو نبی، پس تحقیق وہ بھی کافر ہوا۔اور جس نے دعوی کیا نبوت کا ہمارے زمانہ میں وہ بھی کافر ہوا۔ اور جس نے معجزہ طلب کیا پس تحقیق وہ بھی کافر ہوا اس واسطے کہ شک لایا وہ نص صریح میں۔پس واجب ہے اعتقاد کہ نہیں ہے واسطے کسی کے شراکت نبوت میں ساتھ محمد ﷺ کے)۔

یعنی جو کوئی کسے نبی تھیں ہووے صاف انکاری
کافر ہے اوہ بے شک اس نوں جانوں پکا ناری
ایویں جو پیغمبر جانے غیر نبی دے تائیں
کافر ہے اوہ بے شک کافر ذرہ شک نہ آئی
جو ہن دعوی کرے نبوت پیغمبر اکھوا وے
کافر ہے اوہ بے شک سدھا دوزخ اندر جاوے
واجب ہے ایہ دل تھیں منن ہر اک مومن تائیں
حضرت نال کسے نوں حصہ وچ نبوت ناہیں

اور ابن حجر مکی نے لکھا ہے و من اعتقد وحیاً بعد محمد ﷺ کان کافراً باجماع المسلمین۔ جو اعتقاد رکھے وحی کا بعد حضرت محمد ﷺ کے، ہوگا وہ کافر۔

جو اعتقاد وحی دا رکھے یعنی بعد نبی دے
کافر ہے اوہ بے شک موجب اہل اسلام عقیدے
اہل اسلام تمامی اس تے مسئلہ ہے اجماع
کافر ہے اوہ ایہ گل ہر جا وچہ کتاباں آئی

و قال القسطلانی فی المواهب اللدنیه قد اخبر اللّٰه فی کتابه و رسوله فی السنّة المتواترة عن انّه لا نبیّ بعده لیعلموا ان کل من ادّعی النّبوة بعده فهو کذاب افاك دجال ضال مضل و لو اخرق و شعبد بالنواع السحر و الظلامهم و النجم نجات فکلها محال و ضلالة عند اولی الالباب۔ (امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں کہا کہ تحقیق خبر دی اللہ نے اپنی کتاب میں اور رسول اس کے نے اپنی متواتر حدیثوں میں تحقیق کہ نہیں کوئی نبی میرے بعد تاکہ معلوم کرلیں کہ تحقیق جس شخص نے دعوی کیا نبوت کا بعد اس کے پس وہ کافر جھوٹا ہے جھوٹ بنانے والا دجال، گمراہ، گمراہ کرنے والا اگرچہ بخلاف عادت اور شعبدہ دکھاوے اور ایک قسم سے جادو اور طلسم سے اور عجائبات سے پس تمام یہ محالات اور گمراہی ہے صاحب عقل کے نزدیک)۔

یعنی اللہ اندر قرآن ہے ایہ خبر بتائی

ایویں وچہ حدیثاں ایہ گل ہے متواتر آئی
آنحضرت تھیں پچھوں بالکل کوئی نبی نہ آوے
جھوٹا ہے اوہ بھارا جو ہن پیغمبر اکھوا وے
بے شک اوہ دجال یقیناً دل تھیں گلاں گھڑ دا
خود گمراہ بھی لوکاں تائیں ہے اوہ گمراہ کر دا
خارق عادت فرضاً جے دکھلاوے تیرے تائیں
جادو ہے یا شعبدہ بازی دل تے مول نہ لائیں
جادو سحر طلسم وغیرہ ایسے بہت دکھاون
ہے گمراہی بے شک ایویں لوکاں نوں بہکاون

قال القاضی عیاض فی کتاب الشفاء : من ادّعی نبوّة احد بعد نبینا ﷺ او ادّعی النبوة لنفسه او جواز اکتسابها ... القلب الی مرتبتها کالفلاسفة ... والمتصوفة وکذالک من ادعی منهم انه یوحی الیه وان لم یدع النبوة .. الی ان قال.. فهولاء کلهم مکذبون النّبی ﷺ لانه اخبر انه ﷺ خاتم النبیین ولا نبی بعدی واخبر عن اللّه تعالی انّه خاتم النّبیین واجتمعت الامة علی حمل هذا الکلام علی ظاهره وان مفهومه هو المراد به دون تاویل او تخصیص فلا شکّ فی کفر هؤلاء الطوائف کلّها قطعاً اجماعاً ... وکذلک وقع الاجماع علی تکفیر کل من دافع نص الکتاب وخص حدیثا مجمعاً علی نقله .... مجمعاً علی حکمه علی ظاهره۔

بعد نبی دے ہو پیغمبر یعنی ہور جو کوئی
دعوی کرے حصول نبوت دل دے نال صفائی
یا اوہ آکھے اللہ ولوں مینوں وحی آوے
کافر ہے اوہ بیشک قطعاً حضرت نو جھٹلاوے
خاتم نبیاں حضرت تائیں اللہ نے ٹھہرایا
خاتم ہاں میں نبیاں دا نبی حضرت فرمایا

ہے اجماع امت دا اس پر مڈھوں چلیا آیا
ظاہر تے ہے ایہ گل یعنی جیون اللہ فرمایا
ایویں ہور حدیث جو اس دی صحت ہو اجماعی
ظاہر معنی تے اجماعاً ہووے مڈھوں آئی
کرے مقید جو اس اندر کجھ تخصیص نکالے
اوہ بھی کافر اللہ اس نوں دوزخ اندر ڈالے
مرزا ہے متنبّی اس دے نیڑے مول نہ جائیں
مرزا ہے متنبّی اس دی بات نہ دل تے لائیں

قال القادیانی: میں اس جگہ ان لوگوں کا وہم بھی دور کرنا چاہتا ہوں جو ان شکوک اور شبہات میں مبتلا ہیں جو اولیاء اور انبیاء کے الہامات و مکاشفات کو دوسرے لوگوں کی نسبت کیا خصوصیت ہوسکتی ہے کیونکہ اگر نبیوں اور ولیوں پر امور غیبیہ کھلتے ہیں تو دوسرے لوگوں پر بھی کبھی کھل جاتے ہیں بلکہ فاسقوں اور غایت درجے کے بدکاروں کو بھی سچی خوابیں آ جاتی ہیں اور بعض پرلے درجے کے بدمعاش اور شریر آدمی بھی اپنے ایسے مکاشفات بیان کرتے ہیں کہ آخر کو وہ سچے نکلتے ہیں پس جب کہ ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے تئیں نبی یا کسی اور خاص درجے کا آدمی تصور کرتے ہیں ایسے بدچلن آدمی بھی شریک ہیں جو بدچلنیوں اور بدمعاشیوں میں چھٹے ہوئے اور شہرہ آفاق ہوتے ہیں، تو نبیوں اور ولیوں کی کیا فضیلت باقی ہے۔ سو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ درحقیقت یہ سوال جس قدر اپنی اصل کیفیت رکھتا ہے وہ سب درست اور صحیح ہے اور جبریلی نور کا چھیالیسواں حصہ تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے جس سے کوئی نفس بشر فاسق اور فاجر اور پرلے درجے کا بدکار بھی باہر نہیں بلکہ کنجری بھی عین حالت زنا میں کوئی خواب دیکھتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے۔ (توضیح مرام)۔

نبیاں تے بدکاراں دا ہے یعنی رتبہ سانواں
اک دا پلہ دوجے کولوں ذرا نہ دسے لاواں
نبیاں نوں وڈیائی ناہیں بد کاراں دے اتے
نبیاں نال برابر ہوئے سارے جگ دے کتّے
وچہ قرآن حدیث نہ مطلق ایہ گل پائی جاوے

جبرائیل تے نور نبوت اکو چیز اکھاوے
اللہ حضرت احمد تائیں اپنا نبی بنایا
ہتھیں جبریل نبی نوں اپنا حکم پہونچایا
وحی وچہ نہ بالکل کوئی دخل فرشتے تائیں
ترت پہونچایا اس نے جو فرمایا اللہ سائیں
جبرائیل نہ وحی وچوں بالکل کجھ چورایا
عین بعین پہونچایا اس نے جو اللہ فرمایا
اس وچہ دیکھو ایہ سودائی کی طوفان اٹھاوے
کی ایہ واہی باتاں گھڑ گھڑ لوکاں نوں بتلاوے
جبرئیلی نور نبوت تائیں اے ٹھہراندا
اس دا پھیر چھیالیسواں حصہ عالم تے پھیلاندا
نور فرشتہ نور نبوت اکو چیز ٹھہراوے
جبریل فرشتے تائیں عین نبی بتلاوے
نور ملک نوں نال نبوت بالکل نسبت ناہیں
ہیں دو چیزاں وکھو وکھری اپنی اپنی تھائیں
بھی نبیاں نوں نال کفاراں جد ہے اس ملایا
مثل کفاراں دی خود ہوون اس دا لازم آیا
عجب نبی ایہ بنیاں جھوٹا سمجھ نہ اس نوں آوے
کافر فاسق چوڑھے کنجر اپنے نال ملاوے
اصل نبوت اس دی اس تھیں باطل ہوئی ساری
اپنی گلوں جھوٹا ہویا ایہ شیطان بازاری
اپنی ہتھیں اس متنبّی اپنی گردن کٹی
اپنی ہتھیں اس جھوٹے نے جڑھ اپنی خود پٹی
بھی کفاراں تھیں جد اس دا رتبہ زائد ناہیں
سلف صحابہ تھیں کیوں افضل جانے اپنے تائیں

کی ممکن فر اس تھیں بڑھ کر رتبہ نبیاں پاوے
کی ممکن فر ایہ متنبّی پیغمبر اکھوا وے

قال القادیانی: جو داعی الی اللہ کے نفس پاک میں موجود ہے۔(توضیح المرام۔ص ۲۱)

دیکھو مرزا نفس اپنے نوں پاک مطہر کہندا
طوطے وانگوں اپنے مونہوں میاں مٹھو بن بہندا

قال اللّٰہ تعا لی: فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقی۔ الم تر الی الذ ین یزکو ن انفسهم۔ بل اللّٰہ یز کی من یشا ء۔(ترجمہ: نہ پاک بتاؤ اپنی جانوں کو۔ وہ یعنی اللہ خوب جانتا ہے ساتھ متقیوں کے۔ کیا نہیں دیکھا تو نے طرف ان لوگوں کی جو پاک بیان کرتے ہیں اپنے نفسوں کو بلکہ اللہ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے)۔

یعنی پاک نہ کہنا جائز اپنے تائیں آیا
اللہ صاحب اندر قرآن ہے ایویں فرمایا
پاک یقین ہے یاں اوہ گندہ خبر کسے نوں ناہیں
اللہ تھیں جو ڈر دا اللہ جانے اس دے تائیں

قال اللّٰہ تعا لی حکا یة عن یوسف: و ما ابرّی نفسی انّ النّفس لامّارة بالسّوء۔(ترجمہ: نہیں پاک بیان کرتا میں اپنے نفس کو، تحقیق نفس البتہ سرکشی کرتا ہے ساتھ برائی کے)۔

پاک نہ اپنے تائیں آکھاں یوسف ایہ فرما وے
ہے اوہ نفس امارہ ساڈا سانوں بدی سکھاوے
ثابت قرآن تھیں جد ہوئی ایہ گل تیرے تائیں
پاک مطہر اپنے جی نوں کہنا جائز نہیں
کیوں جائز فر اپنے تائیں مرزا پاک ٹھہرا وے
کیو ں فر پا ک ایہ اپنے مونہوں آپے خود اکھواوے
حضرت خاتم نبیاں جس دا عالی سب تھیں پایا
کدی نہ اونہاں اپنے حق وچہ ایہ کلمہ فرمایا
کہیا ہاں ڈر دا اللہ تھیں لوکاں نالوں سارے

عاجز ہاں میں بندہ اس دا فضل کرے تے تارے
کیوں فر نفس ناپاک اپنے نوں مرزا پاک ٹھہراوے
خاتم نبیاں تھیں کیوں گندہ اگے قدم ودہاوے
پاک ٹھہرایا ہے اس گندے جد خود اپنے تائیں
ثابت ہویا اس تھیں ایہ پیغمبر بالکل ناہیں
جو کوئی بندہ اللہ ولوں بن پیغمبر آوے
ممکن مول نہ بالکل مونہوں ایسی بات الاوے
نفس پرستی تے خودبینی نبیاں اندر نائیں
کرن تواضع سب تھیں کمتر جانن اپنے تائیں
ہن میں تینوں اس دی اک گل ہور عجیب سناواں
مشرک ہونا اس دا تینوں ثابت کر دکھلاواں
بت فروشی ہے ہن اج کل اس نے کیتی جاری
تصویراں دی دکاں کھولی ہے اس ٹھگ بازاری
اپنی تے اپنے شیطاناں دی اس تصویر چھپائی
ہر مرزائی نوں اس اسدی اک اک نقل پہونچائی
اس دی صورت دی خود قیمت ڈیڑھ روپیہ چکی
سب دی قیمت پنج روپیہ ٹھیرے اکی مکی
مرزائیاں دے مارن نوں ایہ اس نے پھاہی لائی
چاہے گالے مرزایاں نوں اندر شرک تباہی
بت پرستی وچہ حقیقت انہاں نوں سکھلاوے
اس ڈھنگوں ایہ مرزائیاں تھیں بتاں نوں پجواوے
بھل گیا ہے پر اک گلوں ایہ مشرک سودائی
صورت نصرت دی نہ کیوں اس اپنے نال چھپائی
جے تصویر اس دی ایہ مشرک اپنے نال چھپاندا
مرزائیاں تھیں فر اوہ جتنی قیمت چاہندا پاندا

مسئلہ اصلی بھی ہن تینوں کر تحریر دکھاواں
حکم مصور دا ہن تینوں سا را کھول سناواں
ہے تصویر بنانی شرعاً شرک کفر گمراہی
مشرک جو تصویر بناوے مسئلہ ایہ اجماعی
کفر بڑا تصویر بنانا سب تھیں ودھ کے آیا
بت پرستی دی ایہ جڑھ ہے علماواں فرمایا

قال النّبی ﷺ من صور صورة فان الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح و ليس بنافخ فيها ابداً ، (بخاری ۔ حدیث نمبر ۲۲۲۵)

یعنی صورت حیواناں دی جو کوئی شخص بناوے
دوزخ اندر سڑ سی جد تک اس وچہ جان نہ پاوے
ہور حدیثاں اندر بھی ایہ مسئلہ ایویں آیا
مشرک جان مصور بے شک حضرت نے فرمایا
مشرک ہے اوہ بے شک بھارا جو تصویر بناوے
دوزخ اندر سڑ سی دائم کدے نہ بخشیا جاوے
مشرک دا پیغمبر ہوون بالکل ممکن ناہیں
ایویں ملہم ہوون اس دا منع محال سنائیں
اصل نبوت سب نبیاں دی ہے توحید سکھانا
کفروں شرکوں لوکاں تائیں یعنی پچھے ہٹانا
ایہ خود الٹا لوکاں تائیں دیکھو شرک سکھاوے
مرزایاں تھیں تصویراں دی ایہ پوجا کرواوے
تصویراں دی اجرت تائیں شرع حرام ٹھہراوے
تصویراں دی اجرت کھا کیوں پیغمبر اکھوا وے
اک گل مینوں مرزایاں دی آئی یاد اتھائیں
آکھن اوہ مرزے دا مطلب سمجھ سکے کوئی نائیں
مرزے نے مرزائیاں نوں ہے کوئی بھنگ پلائی

عقل انہاندی ماری اس نے سمجھے مول نہ کائی
ڈنگر ہے نہ انسان جس دی بولی سمجھ نہ آوے
حیوان لا یعقل ہے جس دی بات نہ سمجھی جاوے
ایسا مہمل جو کوئی ہووے کیوں اوہ بات الاوے
کیوں من گھڑت بجھارت ایسی لوکاں اگے پاوے
بدتر ہے اوہ اس تھیں جہڑا تابع اس دے ہووے
کھوتا ہے اوہ عقل ندارد جی اپنے توں رووے
اللہ قرآن تائیں اندر قرآن سہل بتایا
عاماں ان پڑھیاندے اندر اپنا نبی اٹھایا
غرض نہیں پیغمبر مرزا ایہ گل ثابت ہوئی
ہندی بات نہ جد خود اس دی سمجھے بندہ کوئی
اک گل اس دی ہن میں تینوں ہور اجہر چ سنا واں
مکر بڑا اک بھارا اس دا تینوں کھول دکھاواں

انتقال جائداد جناب مرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیان نے وارثوں کو ان کے حقوق غصب کرنے کی نیت سے کل جائداد اپنی بیوی نصرت جہان بیگم کے نام رجسٹری کردی جن کی نقل یہ ہے:

منکہ مرزا غلام احمد خلف مرزا غلام مرتضی مرحوم قوم مغل ساکن رئیس قادیان تحصیل بٹالہ کا ہوں .. برضا ورغبت خود بدرستی ہوش وہواش خمسہ اپنی .. اراضی مذکورہ کومعہ درختاں مثمرہ وغیر مثمرہ موجودہ باغ واراضی زرعی ... ودیگر حقوق داخلی وخارجی متعلقہ محض بعوض پانچ ہزار روپیہ سکہ رائجہ نصف جن کے ۲۵۰۰ ہوتے ہیں بدست مسمات نصرت بیگم زوجہ خود رہن وگروی کردی ہے اور روپیہ میں بتفصیل ذیل زیورات ونوٹ کرنسی نقد مرتہنہ سے لیا ہے۔... قرار یہ ہے کہ عرصہ تیس سال تک فک الرہن مرہونہ سے نہیں کراؤنگا بعد تیس سال مذکور کے ایک سال میں جب چاہوں زررہن دوں تب فک الرہن کرلوں گا بعد انقضائے میعاد بالا یعنی ۳۱ سال کی بتیسویں سال میں مرہونہ بالا ان ہی روپیہ پر بیع بالوفا ہو جاوے گا اور مجھے دعوی ملکیت کا نہیں رہے گا... بنابراں رہن نامہ لکھ دیا کہ سند ہو۔

المرقوم ۲۵ جون ۱۸۹۸ء بقلم قاضی فیض احمد ۱۹۴۹ء العبد مرزا غلام احمد بقلم خود۔

گواہ شد مقبلاں ولد حکیم کرم الدین صاحب بقلم خود۔

گواہ شد نبی بخش نمبر دار بقلم خود بٹالہ حال وارد قادیان

ایسا رہن نہ سنیا ڈٹھا دنیا وچہ کتھائیں
نہ کوئی ہو یا اج تک جس ایہ کیتا مکر کدائیں
صورت ایہ اس اپنے دل تھیں فرضی عجب بنائی
اگے اس تھیں دنیا اندر نظری مول نہ آئی
اپنا ہی سب زیور اس دا اپنا ہی سب گہنا
اپنی عورت تائیں دینا آپے فر مڑ لینا
اول اپنا زیور اس دے آ پ حوالے کیتا
فرضی صورت رہن بنا کر فر خود واپس لیتا
جے کر زیور ہے ایہ اس دا خود اس مکر بنایا
جے کر نصرت دا ہے زیور اس نے کتھو ں پایا
اس گل دی خبر تمامی پہونچی وچہ سنساراں
نقل اس دی ہے شائع ہو ئی ہر جا وچہ اخباراں
جو دیکھے یا جو ہے سندا حیرت اندر آوے
ہو حیران انگشت تعجب منداں اندر لاوے
کی سر اس دے آئی دسے ایسی مشکل بھاری
گروی کیتی ہے جس کارن اس ملکیت ساری
کیو ں فر مدت اس دی اس نے ہے تیہ سال ٹھہرا ئی
کہڑی ایسی مشکل اس نوں دسو اگے آئی
بھی ایہ کتھو ں جاتا اس نے تیہ سالاں تک جیوے
اتنی طول حیاتی اس دی لمبی عمراں تھیوے
اپنی عمراں جد ایہ جھوٹا اسّی سال ٹھہرا وے
کی ممکن فر تیہ سالاں تھیں پچھوں زمین چھوڑا وے
جے کر اس نوں اصل ضرورت جائز ہندی کائی

ملک زمیناں گھنے دہر دا ہور کسی ہتھ بھائی
جھوٹا ہے ایہ ذاتی حاجت اس نوں بالکل نائیں
مکر بنایا اس نے اس دا جاسی مکر ازائیں
اصل حقیقت اس دی تینوں کھول سناواں ساری
ورثاء دا حق مارن کیتی ہے اس مکاری
دو بیٹے نے وڈے اس دے پہلی عورت وچوں
وارث جو ہن اس دے نصفی اس دے مرنے پچھوں
ہے ناراض انہاں نوں چاہے ایہ محروم ٹھہراوے
ترکہ اس دا تاں انہاں نوں پچھوں ہتھ نہ آوے
آسمانی منکوحہ دی جد اس نوں وحی آئی
مانع ہوئے اس نوں اس تھیں دونویں بیٹے مائی
غصہ کھا کر ایس انہاں تھیں اپنا عاق ٹھہرایا
پرچہ چھاپ عقوق انہاں دا دنیا وچہ پھیلایا
دتی ایس طلاق نکاری پہلی عورت تائیں
گھر تھیں کڈھی اس ظالم نے ہے اوہ باجھ گناہیں
غرض فریبی ثابت ہویا مرزا وڈا بھارا
مکر کیتا ہے بے شک اس نے جانے عالم سارا
کیوں جائز فر مرزے تائیں پیغمبر اکھواوے
کی ممکن ہے ٹھگ فریبی پیغمبر بن جاوے

قال النّبی ﷺ لکل غا در لواء عند .... یوم القیامة رواہ مسلم ۔ نبی ﷺ نے فرمایا واسطے ہر ایک فریبی کے ایک نشان ہوگا اس کی دبر کے نزدیک دن قیامت کے

یعنی حضرت ﷺ نے فرمایا ہوسی روز حشر دے
ہر ہر ٹھگ فریبی کارن جھنڈا پاس دبر دے
ہے ایہ مکر فلاں کریدا اچی ملک پکارے
رسوا ہوسی ٹھگ فریبی لوکاں اندر سارے

مرزے دا ہن چھڈو پچھا توبہ کرو مرزائیو
ہے ایہ ٹھگ فریبی بھارا پاس نہ اس دے جائیو
ہے وچہ فقہ حدیث کتاباں لکھیا بہتی جائیں
گروی چیزوں نفع اٹھانا بالکل جائز ناہیں
کیوں فر پیدا وار زمین وی اس دے نام کراوے
اپنی عورت تائیں کیوں سود حرام کھواوے
مرزا جے پیغمبر ہندا کیوں ایہ مکر بناندا
ورثاء تائیں متروکہ تھیں کیوں محروم ٹھہراندا
وارث نوں ترکہ اپنے تھیں جو محروم ٹھہراوے
اللہ اپنی رحمت کولوں اوس نوں دور ہٹاوے
جو کوئی دور ہویا رحمت تھیں ردّ ہویا درگاہوں
کی ممکن پیغمبر ہووے اوہ مردود الاہوں
حج ہے فرض ہویا سر اس دے کیوں نہ سر تھیں لاوے
کیوں نہ جھوٹا طاقت ہوندی مکے دے ول جاوے
مرزا آکھے جائز مینوں ابن اللہ اکھوانا
یعنی میں ہاں بیٹا رب دا شک نہ اس وچہ لاناں
کافر ہے جو ابن اللہ اکھواوے اپنے تائیں
صاف صریح فرمایا قرآن اندر اللہ سائیں
کی ممکن فر کافر تائیں اللہ نبی ٹھہراوے
کی ممکن ابن اللہ ہو کر پیغمبر بن آوے
باطل ہووے اس تھیں بے شک جو توحید قرآنی
ایویں باطل ہوون اس تھیں سب ادیان آسمانی
آکھے مرزا جبرائیل نہ خود دنیا تے آوے
انبیاء تائیں اس دی عکسی صورت نظری آوے
عکسی صورت شیشے اندر بالکل بول نہ سکّے

ہے اوہ محض بے جان نمو نہ ایویں بر بر تکے
دنیا تے جد آون اوس دا آکھے ممکن نائیں
کی ممکن اکھواوے فر پیغمبر اپنے تائیں
بھی ہے مرزا ہویا منکر بے شک خر دجالوں
کافر مطلق معنی اس دا آکھے وہم خیالوں
ہے ہر نبی ڈرایا اس تھیں اپنی امت تائیں
کافر ہے اوہ کانا یعنی اللہ جانوں نائیں
ہے دجالوں منکر ہویا جد ایہ محض خیالی
کی ممکن پیغمبر ہووے فر ایہ کافر غالی
نبیاندے ایہ معجزیاں تھیں ہویا صاف انکاری
مسماریزم ایناں تائیں جانے کھیڈ مداری
بھی قرآنی معجزیاں تھیں منکر ایہ سودائی
مسماریزم سانگ تماشا آکھے ایہ سب واہی
معجزیاں تے ہے نبیاں دی دار مدار تمامی
ہے انہاں باجھوں سب انہا ں دا تانا پیٹا خامی
باجھ اعجاز نہ ہر کو ئی اوہ پیغمبر اکھواوے
سا حر تے پیغمبر وچہ اس بن فر ق نہ نظری آوے
معجزیاں نوں مسماریزم جد اس کھیل ٹھہرایا
ہے متنبّی جھوٹا مرزا اس تھیں لازم آیا
یعنی اصل نبوت بھی جد مڈھوں باطل ہوئی
کی ممکن فر پیغمبر ہووے مرزا ہور یا کوئی
بھی اس کاذب وعدہ کر کے کدی نہ کیتا پورا
کی ممکن پیغمبر ہووے ایسا کاذب کوڑا
کتھے اوہ موعود براہین تن سو حجت والی
اج تک مول نہ پوری ہوئی اک دلیل خیالی

بھی ایہ آکھے دنیا اندر ہیں مؤثر تارے
انہاندی تاثیروں ہوندے دنیا دے کم سارے
یعنی مرزا اللہ تائیں محض معطل جانے
کوئی دخل نہ آکھے اس نوں یعنی وچ جہانے
باطل ہوئی اس دے قولوں سب توحید قرآنی
ایویں باطل ہوئے اس تھیں سب ادیان اسمانی
کن فیکون جو قرآن اندر شان خدائی آیا
مرزے نے الحادوں ایہ سب اس دا شان مٹایا
جو کوئی آکھے دنیا اندر ہیں مؤثر تارے
کافر ہے اجماعاً ایویں لکھ دے عالم سارے
غرض معطل مرزے جد خود اللہ نوں ٹھہرایا
مرزا ہے متنبّی جھوٹا اس تھیں لازم آیا
اللہ نوں جد عالم اندر دخل تصرف نائیں
کی ممکن ٹھیراوے اللہ مرسل مرزے تائیں
آکھے ہاں امام زمانہ بھی ایہ میں بن آیا
ہر سو وچہ امام ضروری جیوں حضرت فرمایا
مسئلہ ہے اجماعی اوہ پیغمبر بالکل نائیں
کی ممکن پیغمبر آکھے مرزا اپنے تائیں
جے امام زمانہ تائیں پیغمبر ٹھہراوے
ہر سو اندر پیغمبر دا ہوون لازم آوے
بھی ایہ مرزا مہدی خود ہے آکھے اپنے تائیں
مسئلہ ہے اجماعی ایہ پیغمبر مہدی نائیں
کی ممکن پھر ایہ متنبّی پیغمبر اکھواوے
کی ممکن ہے مہدی ہو کر بن پیغمبر آوے
بھی ایہ ہور مجدد آکھے بن آیا ہاں بھائی

کی ممکن فر ہو پیغمبر ایہ جھلا سودائی
بھی الہا م بہتیرے اس دے اس نوں سمجھ نہ آ وے
اج تک اپنے الہاماں دے معنی اوس نہ پائے
یعنی آکھے ایہ گل مرزا رب میرا ہے عاجی
دند ہاتھی یعنی ہے رب آکھے مو ہوں پاجی
توبہ توبہ دیکھو مرزا کیسے کفر الاوے
اللہ پاک منز ہ تائیں ہاتھی دانت ٹھہراوے
اپنے الہاماں دی خود فر جس نوں سمجھ نہ آوے
کی ممکن پھر اوہ اللہ دا پیغمبر اکھواوے

قال اللّٰہ تعالیٰ : وما ارسلنا من رسول الّا بلسان قومہ لیبیّن لھم

اپنے الہاماں نوں جو پیغمبر سمجھے ناہیں
کی ممکن سمجھاوے اس دا مطلب غیراں تائیں
لازم اپنے الہاماں دا اوہ خود مطلب پاوے
تا فر پچھو ں مطلب اس دا غیراں نوں سمجھاوے
ہن میں تینوں پیشین گو ئی اس دی بعض سناواں
اصل عبارت اس دی تینوں کر کے نقل دکھاواں

قال القا دیا نی : و منھا انّ اللّٰہ بشّرنی و قال انّا نبشّرك بغلام اسمہ عنموائیل و بشیر انیق الشکل دقیق العقل و من المقربین یا تی من السماء و الفضل ینزل بنزو لہ و ھو نور مبا رك و من المطھرین و لد صا لح کر یم ذکر مبا رك مظھر الاول و الآخر مظھر الحق و العلاء کانّ اللّٰہ نز ل من السما ء۔

(یعنی خدا نے مجھ کو بشارت دی کہ ہم تم کو ایک بیٹا دیتے ہیں کہ جس کا نام عنموا ئیل ہے بشیر عمدہ شکل والا تیز عقل والا قربوں میں آوے گا آسمان سے اور فضل نازل ہوگا اس کے اترنے سے اور وہ نور ہوگا پاک لوگوں کا لڑکا ہے اور نیک بزرگ سمجھدار مبارک پاک کرنے والا اول آخر کو جگہ ظاہر ہونے حق کی اور بلندی کا بیٹا ہے گویا کہ وہ اللہ ہے کہ آسمان سے اترا گویا خدا

آسمان سے اترا۔ (نعوذ باللہ من ذلک)۔

یعنی اللہ اک لڑکے دی مینوں خوشی سنائی
عنموائیل مقرب ہو سی اوہ مقبول الٰہی
طیب طاہر لڑکا یعنی پاک گناہ تھیں ہووے
پاک کریسی میل گناہ دی دنیا اوتوں دھووے
شافی ہو بیماراں نہ کوئی چھڈے روگ بیماری
دنیا ساری اندر بالکل نہ کوئی رہے آزاری
جامع سب صفاتاں ہووے اوہ لڑکا روحانی
ہر گل اندر بن مریم دا ہووے گا اوہ ثانی
آیت ہے اوہ رب دی بھاری آوے گا آسمانوں
دور کریسی کفر اندھیرا آکر ایس جہانوں
غرض جو اس دے تابع ہویا اوہو ناجی ہوسی
حکم نہ من سی جو کوئی اس دا دوزخ دے وچہ ہوسی
مرزے تے بھی وا جب ہے خود ایما ں اس تے لاوے
تابع ہووے اس دے ورنہ دوزخ اندر جاوے
جس لڑکے نے شکمے اندر اجے قرار نہ پایا
کس نے غیبوں اس نوں اس دا آکر حال بتایا
کیونکر اس دا حال تمامی جانا اس نے غیبوں
کیونکر آکھے اس دے تائیں پاک منزہ عیبوں
بھی ایہ اس نے اس نوں کلمہ اللہ دا ٹھہرایا
عیسیٰ باجھ کسے نوں فر ایہ لقب نہ جائز آیا
سلف صحاباں اندر کوئی ایسا ہویا ناہیں
اللہ دا جس پتر آکھیا ہووے پتر تائیں
توبہ توبہ دیکھو اس نے کی الحاد کمایا
فرضی نطفے نوں اس گویا خود اللہ ٹھہرایا

جسم تے جان اوہ یعنی لے کر اسماناں تو آوے
اوتوں آ کر فر اوہ قادیاں اندر ڈیرا لاوے
نازل ہوون مطلب اس دا جے کر ہو روحانی
تشبیہ دیون نال اللہ دے لغو تے باطل جانی
بھی فر اس وچہ اس دے تائیں کجھ وڈیائی نائیں
ایہ وڈیائی بے شک حاصل صدہا لوکاں تائیں
غرض جو نصرت بیگم ہے اک مرزایا ں دی مائی
حمل ہویا تقدیروں اس نوں مولی آس پہنچائی
لکھ تحریراں چھاپ رسا لے ملکاں وچہ پھیلائے
رفتہ رفتہ جمن دے دن نیڑے اوس دے آئے
جم پیا اوہ لڑکا جاں دن پورے ہوئے سارے
جمن تھیں جس پہلا ایڈے پائے شور ککارے
شاناں نال عقیقہ اس دا اس نے کیتا بھارا
ایہو ہے اوہ لڑکا آکھے رب دا خاص پیارا
لکھیا ہویا غالب ہویا قدرت دیکھ الٰہی
سولاں ماہ دا ہو کر لڑکا ہویا اوتھوں راہی
بے برکت ہو مویا اس وچہ برکت ہوئی ناہیں
جھوٹا کیتا اس نے اپنے والد ملہم تائیں
جھوٹا مول نہ ہویا پر نہ دل وچہ ایہ شرمایا
نہ چپ کر کے گھر وچہ بیٹھا نہ اس نوں صبر آیا
جھوٹھ الہام نہ میرا آکھے پر ایہ دل تے لائیں
وچہ تعیین ہوئی ہے غلطی دوش نہ ملہم تائیں
مجمل ہے الہام جو مینوں لڑکے بابت ہویا
ہور کوئی ہے یا ایہ لڑکا جھڑا ہو کر مویا
شاید لڑکا پیدا ہوسی اوہ ہن حملوں دوجے

کون جو عاقل اس جوگی دی ایہ گل دل تھیں بوجھے
وچہ تقدیر جو لکھیا ہووے ہوندا ہے گا سوئی
قدرت رب دی دوجے حملوں لڑکی پیدا ہوئی
غرض نہ اج تک اوہ اپرادھی شکموں باہر آیا
خبر مطابق دنیا اتے نہ اس پھیرا پایا
جھوٹا ہویا جھوٹی ہوئی اس دی پیش گوئی
ممکن مول نہ ہو پیغمبر ہرگز جھوٹا کوئی
جاں مایوس ہویا لڑکے تھیں فر خود عیسی بنیا
مرزے تائیں گویا نصرت اپنے پیٹوں جنیا

قال القادیانی : فاوحی اللہ الیّ ان اخطب صبیۃ الکبیرۃ لنفسک وقل لہ .... اولاً ثم .. وما حصحص الصدق فاجعل حبلا فی جیدی وسلا سلا فی رجلی وعذبنی لم یعذب احد من العالمین (ملخصاً تبلیغ)۔

حکم ہویا ہے مینوں یعنی رب دا حکم پہونچاواں
وڈی بیٹی اس دی اس تھیں میں اپنے کارن چاہاں
آکھاں اس نوں وڈی بیٹی اپنی مینوں دیوے
جوکجھ چاہے اس دے بدلے سب کجھ میں تھیں لیوے
زمیاں تے املاک وغیرہ جو منگے سو پاوے
بخشاں اس نوں اتنی دنیا انت حساب نہ آوے
منے کہنا میرا نہ اوہ جیکر بھلا ہویا
دیوے بیٹی ہوری تائیں جانو فر اوہ مویا
عقدوں پچھوں خاوند اس دا ڈھائی سال نہ جیوے
ہے تقدیر الٰہی اینویں نہ ایہ وقت ٹلیوے
جے کر فرضاً گزرے مدت خالی اینویں ساری
نہ ہو فانی خاوند اس دا مرکر نال خواری

گل وچہ میرے رسہ پا کر کھینچیں میرے تائیں
رسوا کر نا مینوں ہر جا شہریں ہور گرائیں
پیریں میرے سنگل پا کر ایسا ماریں مینوں
اگے کدی نہ ہوئی ہووے ایسی مار کسی نوں
نہ پیغمبر مرسل ملہم ایسا ہویا کوئی
کیتی ہووے اگے جس نے ایسی پیشین گوئی
جھوٹا ہوواں جے کر رسہ گل میرے وچہ پاؤ
کہیا ہووے پیریں میرے سنگل پا کھچواؤ
عیب کرے خود نسبت اس دی اللہ دے ول کر دا
قہر غضب اللہ تھیں بالکل ذرہ مول نہ ڈر دا
اللہ گویا نائی اس دا لوکاں نوں سمجھاوے
دھیاں دیو مرزے تائیں وحی حکم پہونچاوے
ملہم اس دے الہاماں دا ناحق رولا پایا
کیوں نہ اس نے پیو اس دے نوں الہاموں سمجھایا
لازم ہے سی ملہم ایہ گل دل اس دے وچہ پاندا
تا اوہ اپنی وڈی بیٹی مرزے نوں کرواندا
اس دے خاوند مارن دی جد قدرت اس نوں آہی
کیوں نہ اس دی بیٹی جبراً مرزے نوں کروائی
جانوں مارن دی ہے قدرت یعنی جس دے تائیں
عقد کراون تے فر کیوں اوہ قدرت پاوے نائیں
عقد نکاح جے ملہم اس دا اس دے نال کراندا
اکو گل وچہ سارا جھگڑا اس دا طے ہوجاندا
عقد نکاح خود ملہم اوس دا ہوری نال کرایا
وین سیاپا الہاماں دا مرزے دے گل پایا
ملہم ہے کوئی ویری اس دا اس نوں پیا ٹھگاوے

جھوٹے دے الہامی لارے جی اس دا پرچاوے
اس دے نال حقیقت اندر کیتی اس ٹھگ بازی
لغو اکارت ہے اس دی ایہ سب حیلہ سازی
غرض معین مدت اس دی گذر گئی جد ساری
خصم نہ اس دا مویا جگ وچہ ہوئی بہت خواری
غوغا ہویا دنیا اندر ہر جا خبراں گیاں
جھوٹا ہویا جھوٹا مرزا ملکیں دھاں پیاں
جائز ہے ہن مرزے تائیں گھرتھیں پھڑ منگواوے
حسب اجازت اس دی رسہ گل اس دے وچہ پاوے
کالا کر کے منہ اس دا کھوتے تے چڑھواؤ
تاڑی اس دے پچھے لا کر شہران وچہ پھراؤ
ہے مکار کوئی ایہ جوگی گھر گھر پھر نے والہ
ٹنڈ پھڑاؤ اک ہتھ اس دے دوجے وچہ پیالہ
ہے دیوث بڑا ایہ بھارا غیرت اس نوں ناہیں
دتی ہے منکوحہ اپنی اس نے غیراں تائیں
شرم نہ آوے اس نوں بالکل نہ غیرت اس تائیں
غیرت ہوندی جے کر اس نوں مردا ڈب کتھائیں
عام اجازت جد خود ہے اس دتی لوکاں تائیں
جو چاہو سو آکھو اس نوں ڈکا ہن کجھ ناہیں
اس جھوٹے دی ہے ایہ فرضی بے شک پیشین گوئی
اگلی وانگوں ایہ بھی بے شک جھوٹی باطل ہوئی
ہن میں تینوں آتھم والی دساں پیشینگوئی
کھول سناواں تینوں میں ہن مرزے نال جو ہوئی

قال القادیانی : اس بحث میں دونوں فریق میں سے جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ کر عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ ان ہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن

ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔اور میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسا ڈالا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔

(مباحثہ عیسائیاں ص ۸ ۔ ۵ جون ۱۸۹۳ء)

مدت تھوڑی گذری یعنی وچہ وقوعہ آیا
امرتسر وچہ نال عیسایاں مرزے جھگڑا پایا
شہری جد فر رل مل سارے اس مجمع وچہ آئے
عیسائیاں کجھ اپنے کوڑھی شہروں سد بلائے
آکھن انہاں نوں کر چنگا جے کر ہیں تو سچا
جھوٹا ہے دعوی تیرا نہیں تے ہیں تو کچا
ایسے اک گل اندر اوتھے مرزا جھوٹا ہویا
جھوٹا ہے ایہ جھوٹا سارے آکھن اس نوں مویا
اوتھوں اس شرمندہ ہو کر کیتی پیشین گوئی
آپے آکھے وقت اس دے پندرہ ماہ تک ہوئی
یعنی آکھے پندرہ ماہ تک جھوٹا بدلہ پاوے
جھوٹا فرقہ اس مدت وچہ دوزخ اندر جاوے
غرض معین مدت اندر آتھم مول نہ مویا
مدت ایویں گذری ساری نہ اس نوں کجھ ہویا
شہرہ ہویا دنیا اندر ہرجا تاراں گیاں
جھوٹا ہویا جھوٹا مرزا ملکیں دھماں پیاں
خبر حیاتی آتھم دی جد پہونچی گوجرانوالے
مرزے تے مرزائیاں دے سب منہ سر ہوئے کالے
رل مل سارے عیسائیاں نے اوتھے سانگ بنایا
یعنی اک مرزائی انہاں مرزا چا ٹھہرایا
سر منہ اس دا کالا کر کے چاہڑن کھوتے اتے

ڈھول وجا کے پچھے اس دے لائے انہاں کتے
ایویں سب شہراں وچہ کیتی عیسائیاں نے شادی
رل مل سارے آ تھم تائیں کہن مبارک بادی
غرض ذلیل تے رسوا کیتا انہاں مرزے تائیں
ایہ معلوم ہے اس نو نا کجھ خبر ہوئی یا ناہیں
کجھ نقصان نہ ہویا اس دا ، نہ دل وچہ شرمایا
دین اسلام تائیں پر اس وڈا دھبہ لایا
بہت تعجب ہے پر آکھے ہاں میں اس وچہ سچا
لازم نہ ایہ ہویا دل وچہ نہ گھٹیا ایہ کچا
آکھے ڈر دا ہے سی آتھم دل تھیں مومن ہویا
اس باعث تھیں اس مدت وچہ نہ تقدیروں مویا
جھوٹا ہے ایہ جھوٹا ہوون وچہ نہ ہر گز آوے
ہر گل اندر ایویں سو سو جھوٹے عذر بناوے
آتھم جے کر دل اپنے تھیں سچی توبہ کر دا
کیوں فر چھپ دا پھر دا غاریں اپنی موتوں ڈر دا
کافر ہے یا مومن وچوں کی جانے کوئی بھائی
اللہ باجھوں حال دلاں دا ہور نہ جانے کائی
بھی فر آتھم اک دوست نوں ایہ خط لکھیا بھائی
اگے وانگوں ظاہر باطن ہاں میں خاص عیسائی

نقل خط آتھم: مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے دل میں اسلام قبول کرلیا ہے۔ اس لئے نہیں مرا، خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو لکھیں جب کہ انہوں نے میرے مرنے کی بابت جو چاہا سو کہا خدا نے اس کو جھوٹا پایا، اب بھی ان کو اختیار ہے جو چاہیں تاویل کریں کون کسی کو روک سکتا ہے۔ میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں میں دل سے اور ظاہرا، پہلے بھی عیسائی اب بھی عیسائی ہوں۔

پندرہ ماہ تک آخر مدت پیشین گوئی آئی

ساری عمراں قید نہ اس نے اس وچہ بالکل لائی
کیو ں فر اس تاریخوں پچھے اس دا ا ثر ودھاوے
کیو ں الہا می شرطو ں جھو ٹا اس دی موت بتا وے
تے جے کر اس دی پیشین گوئی مطلق عمری آہی
پندرہ ماہی کیوں پھر مدت اس دی اس ٹھہرائی

قال القادیانی: پاکوں کو شیطانی وسوسہ پر اسی وقت مطلع کیا جا تا ہے (ضرورۃ الامام)

یعنی جے کر پاکاں تائیں ہووے علم شیطانی
فوراً اس تے انہاں تائیں ہو اطلاع آسمانی
کیو ں فر پندرہ ما ہ تک اس نوں خبر نہ خود کجھ ہوئی
ہے ایہ گندہ پاک نہ ہر گز ایہ گل ثابت ہوئی
لیکھ رام دے حق جو اس کیتی پیشین گوئی
اصل حقیقت اندر اوہ بھی سچی مول نہ ہوئی
موت نہ مذکور اندر اس دے بالکل نصاً بھائی
مو ت نہ مطلق اس دے اندر لفظاً بالکل بھائی
بھی فر پیشین گوئی اس نے یوم العید پڑھائی
لیکن دو دن عیداں پچھے موت اس تائیں آئی
یوم العید نہ خبر مطابق بالکل کافر مویا
اس وچہ بھی ایہ جھو ٹا کاذب بے شک جھو ٹا ہویا

قال النبی ﷺ ان النبوۃ لا یکذ ب ۔ مشکوۃ

انّ النبوۃ یستحیل معھا الکذ ب ۔ فتح الباری

یعنی پیغمبر دا جھوٹا ہوون ممکن ناہیں
جھوٹے دا پیغمبر ہوون منع محال سناویں
ثابت ہویا قطعا اس وچہ ذرہ شک نہ آنوں
مرزے دا پیغمبر ہوون خارج ہے امکانوں
ہے توہین حقارت کیتی نبیاں دی اس بھاری

نبیاں دی ہے عزت لاہی اس شیطان بازاری
کی ہے ایہ کم ذات کمینہ کتھوں ہے ایہ آیا
کی ہے چیز نبی ا کھواوے کی ہے اس دا پایا

قال القادیانی: ماسوائے اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کیلئے محدث بن کے آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی میں نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے اور امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جاویں۔ (توضیح مرام۔ ص ۱۸)

یعنی سچ محدث ہاں میں آکھے ایہ سودائی
نبی محدث اکو کجھ ہے فرق نہ اس وچہ رائی
کیونکر ہے ایہ نال اللہ دے گلاں کردا غیبی
کی ہے سند جو ظاہر ہوون اس تے چیزاں غیبی
کی ہے سند جو وحی اس دی ہووے پاک شیطانوں
مغز شریعت کھلن اس تے ممکن مول نہ جانو
کی ہے سند جو نبیاں وانگوں ہے مامور الٰہی
کی ہے سند جو اللہ ولوں وحی ہے اس نوں آئی
کی ہے سند جو منکر اس تھیں ہو لائق تعزیراں
کی ہے سند جو کردا ایویں ایہ واہی تقریراں
کی ہے سند محدث تائیں فر ایہ نبی ٹھہراوے
کیوں ایہ جھوٹا نبی محدث اکو چیز بناوے
نا کوئی نص قرآن حدیثاں اندر بالکل آئی
نبی محدث دونویں چیزاں یعنی اکو بنائی

بعض حدیثاں اندر حضرت ایہ گل ہے فرمائی
میرے تے ہو عیسی دے وچہ نبی نہ ہویا کائی
جائز جے کر کہنا ہوندا نبی محدث تائیں
نفی نہ کر دے اس دی حضرت بالکل مول کدائیں
نہ فرماندے حضرت ایہ گل صاف صریحاً بھائی
میرے تے ہور عیسی دے وچہ نبی نہ بالکل کائی
آنحضرت تے عیسی دے وچہ بہت محدث نامی
اگے پچھے گذرے بے شک دین نبی دے حامی
ثابت اس تھیں ہویا بے شک نبی محدث نائیں
جائز مول نہ کہنا بالکل نبی محدث تائیں

قال اللّٰہ تعالی: وخاتم النّبییّن

وقال النّبیّ ﷺ: وانا خاتم النبیین

وعن ابی ھریرہ انّ النّبیّ ﷺ قال کانت بنو اسرائیل .... الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی و انّہ لا نبی بعدی و سیکون خلفاء (بخاری)

یعنی ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل میں حکومت اور سرداری پیغمبر کرتے تھے جب ایک پیغمبر وفات پاتا تھا تو دوسرا پیغمبر اس کے قائم مقام ہوتا تھا اور میرے بعد تو کوئی پیغمبر نہیں اور عنقریب خلیفے اور بادشاہ ہوں گے۔

وعن سعد بن ابی وقاص ایضاً ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی غیر انہ لا نبی بعدی۔ رواہ مسلم۔ (یعنی سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس سے راضی نہیں کہ تو ہووے میرے بجائے ہارون کے موسی کے نزدیک مگر فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے)۔

وقال النّبی ﷺ سیکون فی امّتی کذابون ثلاثون کلّھم یزعم انہ نبی و انا خاتم النّبیین لا نبی بعدی۔ رواہ ابوداؤد۔ (یعنی میری امت میں تیس شخص ایسے جھوٹے ہوں گے جو نبوت کا دعوی کریں گے اور ہر ایک کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں نبیوں کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا)۔

یعنی میرے پچھوں بالکل نبی نہ کوئی آوے
جھوٹا ہے جو میرے پچھوں پیغمبر اکھواوے
خاتم سب نبیاں دا بے شک جانو میرے تائیں
میرے بعد قیامت تیکر کوئی پیغمبر ناہیں
بھی فرمایا میرے پچھوں تیہہ متنبّی آون
بے شک ہو سن جھوٹے، جھوٹے پیغمبر اکھواون
لفظ نبی دا نکرہ نفیوں کہے عام اہائی
ہے مطلق مستغرق اس تھیں خارج چیز نہ کائی
ثابت اس اطلاق عموموں ہویا بے شک بھائی
حضرت بعد قیامت تیکر نہ پیغمبر کائی
نہ اطلاق نبی دا بالکل ہور کسی تے آوے
خاتم پچھوں جھوٹا ہے جو پیغمبر اکھواوے
ثابت ہویا اس تھیں قطعا شک نہ اس وچ لائیں
جائز مول نہ آکھن بالکل نبی محدث تائیں

قال النّبی ﷺ قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء و ان یک فی امّتی منهم احد فعمر۔ و فی روایة .... رجال ناس محدثون۔ (یعنی تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو نبی نہ ہوتے تھے اور وہ خدا سے یا ملائکہ سے ہم کلام ہوتے تھے سو اگر میری امت میں سے کوئی ایسا ہے تو عمر ہے)۔

اور ابن عباسؓ کی روایت ے میں آیت وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی.. میں لفظ نبی کے بعد لفظ ولا محدث بھی پڑھا گیا اور مسلم میں لفظ محدث کی تفسیر ملهم سے ہوئی ہے۔

یعنی اسرائیلیاں اندر لوگ محدث آہے
نال ملائکہ گلاں کر دے وڈے رتبے پائے
نبی نہ اوہ پر آہے بالکل نہ نبیاں دے ثانی

ہے فاروق محدث بھی توں انہانوں وچوں جانی
ثابت اس تھیں نبی محدث مول نہ ہووے کائی
من غیر ان یکونوا انبیاء قید صریح ہے آئی
نبی محدث نہ ہو دیکھو صاف صریح ہے آیا
ہے اس قید یقیناً مرزے دا کلہ کوٹھا ڈھایا
جھوٹا ہے اس قیدوں ہویا بے شک اے طوفانی
نبی محدث رسول نہ ہووے ایہ گل قطعی جانی
کوئی وچہ نہ معنی بالکل ایسا پایا جاوے
جس معنی تھیں شخص محدث پیغمبر اکھوا وے
ایویں وچہ قر آن جو آیا ہے ایہ ابن عباسوں
پٹی اس نے جڑھ مرزے دی بیشک اصل اساسوں
یعنی اس لفظوں ہے بے شک ایہ گل ثابت ہوئی
ممکن نبی نہ ہووے بالکل مول محدث کوئی
نبی محدث آیت اندر ہے متقابل آیا
اللہ نے ہے دوہاں تائیں وکھو وکھ فرمایا
اک نوں دوجے نال علاقہ بالکل مول نہ کائی
ملہم نبی نہ ہووے بالکل ایہ گل لازم آئی

و قال النّبی ﷺ لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب (ترمذی)

یعنی میرے پچھوں جے پیغمبر ہوندا کائی
ہوندا اوہ فاروق یقیناً شک نہ اس وچہ کائی
سب امت تھیں افضل ملہم ہے فاروق یگانہ
ہور نہ کوئی ثانی اس دا بالکل وچہ زمانہ
ہے فاروق محدث بے شک وچہ حدیثاں آیا
خاص محدث اس نوں نصاً حضرت نے فرمایا
نبی نہ جائز کہنا جد خود ہویا اس دے تائیں

ثابت ہویا نبی محدث بالکل ہووے نائیں
غرض نصوص قرآن حدیثوں ایہ گل ثابت ہوئی
ملہم اتے محدث بالکل نبی نہ ہووے کوئی
کی ممکن فر اپنے تائیں ایہ ملہم ٹھہرا وے
اس تے فر ایہ اپنے تائیں پیغمبر اکھواوے
باقی جو اوصاف محدث جو اس نے بتلائے
سند دلیل انہاں دی بالکل نہ کوئی چائی جائے
ایہ اوصاف محدث کارن جے لازم ٹھہراوے
وچہ عمر فر ایہ سب صفتاں ثابت کر دکھلائے
لازم آوے عمر محدث بالکل ہووے نائیں
بھی نہ ہو فر ہور محدث دنیا وچہ کدائیں
کی ممکن فر ثابت ہووے اس تھیں ایہ گل بھائی
اصل محدث اک معنی تھیں ہووے نبی الٰہی
پاک منزہ بھی ہو اس دی وحی دخل شیطانوں
سند نہ اس دی کوئی بالکل نص حدیث قرآنوں
بعض قصور عمر تھیں ایسا صادر ہویا بھارا
جس دا آخر دینا آیا انہاں نوں کفارہ
خود الہام عمر دے اندر ہویا دخل شیطانی
کیوں فر قید منزہ لاوے اس وچہ مغل طوفانی
ہو مامور محدث خود وانگ پیغمبر آوے
ایہ بھی دعوی فاسد اس دا سند نہ مول رکھاوے
ہے فاروق مامور من اللہ یا اوہ بالکل نائیں
ایہ بھی ہے گل مشکل اس دا کھول جواب سنائیں
کد انہاں نوں اللہ اپنا خود مامور ٹھہرایا
کیونکر انہاں امر الٰہی ہو مامور پہنچایا

کد خود انہاں تے ظاہر کیتا وحی اپنی تائیں
کد انہاں ایہ حکم پہنچایا اس دا ہر ہر جائیں
آکھیا کدوں محدث ہاں میں منّوں مینوں چائیں
منکر جو کوئی ہووے میں تھیں پاوے سخت سزائیں
بلکہ جد ثابت ہوئی نام انہاں دے شاہی
صاف کہیا تد حاجت مینوں اس دی مول نہ کائی
حکم حکو مت نہ دل بھاوے گوشہ گیری چاہواں
تنہا عمر گذاراں ساری ناں دوجے کن پاواں
کیوں نہ انہاں دنیا اندر اچی مار آوازاں
ظاہر کیتا اپنے تائیں ہو لوکاں وچہ نازاں
کیوں فر امر خلافت اندر گوشہ گیری چاہی
کیوں نہ حکم حکومت شاہی انہاں تائیں بھائی
جد ایہ منکر ملہم تائیں لائق حد بتاوے
اکثر اصحاباں دا مجرم ہوون لازم آوے
جو جو نال عمر دے آہی اکثر بحثاں کردے
وچہ مسائل نال عمر دے اکثر لڑ لڑ مردے
خاص علی صدیق دوہاں نے اکثر الٹ کمایا
کر تکرار مسائل اندر اس نوں چپ کرایا
کی آکھے گا ایہ سودائی ایہ اصحاباں تائیں
جھگڑے نال عمر دے کیتے جنہاں اکثر جائیں
بھی ایہ آکھے جس وچہ صفتاں بالا پایاں جاون
ایہو معنی اصل نبوت پیغمبر آکھواون
کی معنی پھر جزی نبو ت ایہ گل کھول سنائیں
کیو ں فر صاف نہ کہنا جائز نبی محدث تائیں
اتنی ناحق طول عبارت کیتی اس سودائی

کیوں نہ اس نے دو لفظاں وچہ ایہ گل صاف مکائی
ہے ایہ جوگی خچر ساوے پیلے رنگ دکھاوے
کر کر پیچ عبارت اندر لوکاں نوں پھسلاوے

قال القادیانی: مسیح موعود کی ایک علامت لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا یعنی خدا تعالی سے وحی پانے والا، سو یہ نعمت خاص طور پر عاجز کو دی گئی۔ (ازالہ اوہام)

اقول (ابوالحسن): جواب اس کا کئی وجہ سے ہے:

اول یہ کہ یہ لفظ نبی اللہ کا صرف حدیث دمشقی میں آیا ہے جس کو مرزا قادیانی نے عقل شرع توحید کے برخلاف بتایا ہے سو مرزا کو اس حدیث سے استدلال کرنا موجب شرم ہے۔

دوم: جس جگہ لفظ نبی اللہ کا اس حدیث میں آیا ہے اسی جگہ اس کے ساتھ حضرت عیسی بن مریم کا لفظ موجود ہے یعنی وہ نبی اللہ عیسی بن مریم ہوگا نہ کوئی اور نام کا فرضی نبی، تو اس حدیث میں حضرت عیسی نبی اللہ کا لفظ اس مریم کے بیٹے بنی اسرائیل کے رسول، صاحب انجیل کی ذات والا صفات کے ساتھ ایسا خاص ہے جیسا غلام احمد قادیانی مرزا کی ذات مستجمع کذبات سے خاص ہے۔ نہ ان سے پہلے کوئی حضرت عیسی نبی اللہ ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اور حدیث میں انہیں کے آنے کی خبر دی گئی۔ پس عیسی کے سوا اور کوئی نبی یہاں مراد نہیں ہوسکتا۔

سوم یہ کہ اسی حدیث میں نبی اللہ کے لفظ کے ساتھ یہ بھی موجود ہے کہ وہی نبی اللہ عیسی بن مریم مسلمانوں کو کوہ طور پر لے جائیں گے۔ اور اس جگہ یاجوج کے محاصرہ میں اور بھوک پیاس سے تنگی پاویں گے کہ گائے کا سر سو دینار سے ہاتھ نہ آیت گا اور یہ کہ نبی اللہ حضرت عیسی اپنے ساتھیوں سمیت دعا کریں گے تو ان کی بددعا سے یاجوج ماجوج کی گردن میں ایک پھوڑا پیدا ہوگا جس سے وہ سب یک بارگی مر جائیں گے اور یہ کہ پھر وہی حضرت عیسی نبی اللہ اپنے ساتھیوں کے سمیت زمین کی طرف اتریں گے تو زمین میں بالشت بھر جگہ خالی نہ پائیں گے جو ان کی لاشوں اور بدبو سے بھری نہ ہوگی اور یہ کہ وہی حضرت عیسی نبی اللہ اپنے ساتھیوں کے سمیت دعا کریں گے تو اللہ تعالی ان کی دعا سے بڑے بڑے جانور قد آور بھیجے گا جو ان کو اٹھا کر کہیں پھینک دیں گے جس جگہ اللہ چاہے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ سو ان صفات کا مرزا قادیانی میں ثابت ہونا محال ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا قادیانی کا نبی اور محدث ہونا محال ہے نہ وہ کسی طرح سے نبی ہوسکتا ہے نہ محدث۔ غرض کہ مرزا کا کید یہ ہے کہ حدیث شریف سے

صرف ایک لفظ بطور غت ربود کے لے لیا اور آگے پیچھے کی عبارت کو چھوڑ دیا۔ بس تعجب ہے ضلالت اور جہالت مرزائیوں کی کہ ایسے کذاب کو محدث اور ملہم سمجھ کر اس کے پیچھے لگے ہیں۔

قال القادیانی: اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی انبیاء پر مہر لگ چکی ہے میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک.... وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا دروازہ اس امت مرحومہ کیلئے ہمیشہ کھلا ہے اور ہمیشہ جاری رہیگا و قد قال رسول اللّٰہ ﷺ لم یبق من النبوۃ الا لمبشرات ... (الی) لم یبق.... من انواع النبوۃ الا نوع واحد و ھی المبشرات ... الخ

ایسا نبی جو مشکوۃ نبوۃ محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں اور اس تحریر سے باہر ہے یعنی وہ عموم آیت خاتم النبیین سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے جیسے کل میں جزء داخل ہوتی ہے۔

یعنی آکھے ہاں میں ہویا حضرت اندر جانی
میں تے حضرت اکو کجھ ہاں ہور نہ کوئی ثانی
یعنی نص جو ختم نبی دی اندر قرآن آئی
ہاں مستثنیٰ میں اس نصوں آکھے ایہ سودائی
جائز مینوں بعد نبی دے پیغمبر اکھوانا
ہور کسی نوں جائز نائیں پیغمبر بن آنا
توبہ توبہ دیکھو کافر کیسے کفر الاوے
قہر اللہ تھیں اس نوں بالکل ذرہ خوف نہ آوے
جھوٹھا ہے ایہ دعوی اس دا سند نہ اس دی کائی
جھوٹا ہے ایہ دعوی اس دا صدق نہ اس وچہ رائی
اپنے تائیں جزء حضرت دی کیوں کر ایہ بتلاوے
کیونکر مرزا حضرت جیسا آکھو کھول سناوے
جسم تے جان خود آنحضرت دا کیونکر اس نے پایا
کیونکر ایہ جزء حضرت دی بن دنیا اتے آیا

آنحضرت دی ماں ایمنہ معلم تینوں بھائی
ماں اس دی نام گھسیٹی جا نے کل لوکائی
باپ حضرت دا ہے عبداللہ کل زمانہ جانے
اس دا باپ غلام مرتضی ہے ایہ بھی ایہ خود جانے
آنحضرت ہیں مکی عربی جانے کل زمانہ
مرزا ہے پنجابی ڈھگا قادیاں اس دا خانہ
آنحضرت نے لوکاں تائیں سے اعجاز دکھائے
اس زمانے دے خود کافر جس تھیں عاجز آئے
مرزے اج تک ایسا نہ کوئی اک اعجاز دکھایا
نہ آسمانوں حضرت وانگوں چن ایہ توڑ لیایا
تیراں سو سالاں تھیں پچھے جد ایہ پیدا ہویا
کی ممکن فر آکھے میں ہاں جزء حضرت دی گویا
تقوی ورع طہارت جو کجھ آنحضرت وچہ آہی
مرزے وچہ نہ پائی جاوے اس تھیں ذرہ کائی
زہد ریاضت آنحضرت دی جو کجھ وچہ کتاباں
مرزے مول نہ ڈٹھی ہوسی بالکل اندر خواباں
اصلی ہے ایہ وچوں کھوٹا منکر صاف نبی دا
آنحضرت دے وانگ نہ کوئی اس دا عمل عقیدہ
جو جو اس عقاید کفری دنیا وچہ کھنڈائے
آنحضرت تھیں بالکل اس دا اثر نہ پایا جائے
کیوں فر آکھے میں ہاں ہویا حضرت اندر فانی
کیوں ایہ جھوٹا کوٹ اسارے ایویں مغل طوفانی
یثرب دے ول ہجرت وطنوں آنحضرت فرمائی
کیوں نہ پھر ایہ یثرب دے ول ہجرت کرے سودائی
آنحضرت دی جزء جد ہویا ایہ مکار فریبی

حضرت دی خود زوجہ ہوئی اس دی نصرت بی بی
اپنے تائیں جد ایہ فانی حضرت اندر جانے
حرم نبی دی اس دی ہوئی کرن قیاس سیانے
ابن اللہ اکھوانا آکھے جائز میرے تائیں
کیوں ایہ فانی حضرت اندر آ کھے اپنے تائیں
کی ممکن ہو جزء حضرت دی سمجھ دلے تے لائیں
کتھے مرزا کتھے حضرت فرق زمین اسماناں
اتنا فرق ملاوے کیونکر ایہ پاغل دیوانہ
کی ممکن فر اپنے تائیں مستثنی ٹھہراوے
ختم نبی دے پچھوں کیونکر پیغمبر اکھواوے
ہے فاروق محدث بے شک حضرت نے فرمایا
افضل ہے سب ہم جنساں تھیں اس دا عالی پایا
جائز ہے فر جزء حضرت دے اس نوں آ کھیا جاوے
ختم نبی دے پچھوں ایویں پیغمبر اکھواوے
ایویں ہور محدث سارے اگلے پچھلے بھائی
جائز پیغمبر اکھواون ایہ گل لازم آئی

قال القادیانی: خدانے میرا نام مسیح بن مریم رکھا ہم دونوں ایک مادے کے دو جوہر ہیں۔

(ازالہ اوہام۔ص ۱۵۷)

ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے باب میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مارا گیا۔ (پھر مرزا نے لکھا ہے) دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح یعنی شیطان کی طرف سے ہوا اور ان نبیوں نے دھوکا کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا، مگر اس عاجز کی کسی پیشین گوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں۔

نبیاں دا الہام مکدر یعنی ہووے بھائی
کشف الہام نہ ہو نبیاں دا لائق حجت کائی
عمل اعتماد نہ اس تے یعنی کرنا جائز آیا

جائز ہے اوہو شیطانی شیطاں ولوں آیا
ڈٹھا وچ ازالے جد خود میں ایہ لکھیا پایا
آکھ نہ سکاں جو کجھ صدمہ دل میرے تے آیا
مرزے دے اس قولوں مینوں سخت حیرانی ہوئی
کس نوں حال سناواں اپنا نظر نہ آوے کوئی
اک ویلے کیوں آکھاں اتنے پیغمبر بھارے
کیوں مبعوث اکٹھے ہوئے اک جاگہہ وچہ سارے
مرزا خود پیغمبر ایسا بن آیا ہے جھلّا
دنیا کارن اپنے تائیں کافی جانے کلّا
کشف الہام جو سے نبیاں دا ایسا ہو اتفاقی
ممکن ہے جد جھوٹا ہووے کی فر پچھے باقی
ممکن نہ مول نہ بالکل ایہ گل اندر عقل نہ آوے
صدہا نبیاں تائیں شیطان دھوکہ نال بہکاوے
ہے تحریف یہوداں کیتی دل میرے وچہ آیا
اس تے بھی پر مینو ں بالکل صدق یقین نہ آیا
آخر میں نے بائیل تائیں لے کر اس وچہ پڑھیا
باب سلا طین اول نوں میں آخر تائیں پڑھیا
شکر اللہ دا جو کجھ حیرت دل میرے وچہ آہی
دور ہوئی سب دل تھیں میرے تھیں کیتا فضل الٰہی
ہو معلوم گئی ہے مینوں ایہ گل وچوں ساری
مر زے نے ہے کیتی اس وچہ بے شک چوری بھاری
ہے بے باک یہوداں دا ایہ بنیا بے شک بھائی
آیت یحرّ فو ن الکلم عن موا ضعہ جہاں دے حق آئی
نہ نبیاں تھیں کوئی ہویا ایسا نبی الٰہی
جس ہو بعض سلا طیں تائیں فتحی خبر بتائی

نہ نبیاں دے الہاماں وچہ ہوئی غلط بیانی
نہ الہام شیطانی تائیں جاتا کسے رحمانی
ایہ سب خود طوفان ہے اس دا جو خود ایس اٹھایا
کر تحریف عبارت اصلی بائیبل نوں الٹایا
اصل عبارت اس دی تینوں کر کے نقل سناواں
جو تحریف اس کیتی وچہ ظاہر کر دکھلاواں

دیکھوسلاطین اول میں قصہ یہ ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں سے ایک بادشاہ کا نام احاب اور اس کی بیگم کا نام ایزبل تھا۔ دونوں بعل بت کی پرستش کرتے تھے۔ بادشاہ پسندی یعنی خوش آمد سے بہت سے پجاری اپنے آپ کو بعل کے نبی کہلاتے تھے جن میں سے ۴۵۰ کو اس بت کے مندر پر حاضر رہتے تھے اور چارسو بادشاہ کے دارالحکومت میں جن کے رہنے کے لئے نہایت سرسبز باغ مقرر کی گئی تھی اور ان کو خاص بیگم کے دسترخوان پر کھانا ملتا تھا۔ جب اس بادشاہ نے اپنے دشمن پر لشکرکشی کا ارادہ کیا تو ان چارسو بعل کے نبیوں نے ، جو کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو بعل کے نبی کہلاتے تھے، اس بارے میں دریافت کیا سب نے بتلایا کہ وہ فوج کشی کرے فتح پائے گا۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا ان نبیوں کے سوا اگر کوئی اور بھی نبوت کا دعوی کرتا ہو تو اس سے بھی دریافت کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت ایلیا بلائے گئے اور انہوں نے آتے ہی بادشاہ کو کہہ دیا .خداوند کے نبیوں میں سے ہاں صرف میں ہی باقی ہوں ۔ اور یہ بھی بادشاہ کو کہا : بعل کے ساڑھے سونبیوں کو جو ایزبل کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے کوہ کرمل پر مجھ پاس اکٹھا کر اور پھر ان سب بعل کے نبیوں کے خلاف آپ نے فرمایا، کہ بادشاہ کی بیگم نے فلاں غریب ہمسایہ کی زمین جوروستم سے لے کر اور اس کی تہمت دے کر قتل کر لیا ہے اس لئے جن جگھوں پر کتوں نے نہایت (ہمسایہ کا نام ہے) کا لہو چاٹا ہے اسی جگہ تیرا ہاں تیرا لہو کتے چاٹیں گے ۔ خداوند ایزبل کے حق میں یہی فرماتا ہے کہ یزاعیل کی دیوار کے پاس اس کو کتے کھائیں گے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس بعل پرست بادشاہ جس کو بعل کے نبیوں نے فتح کی خبر دی اور خدا کے نبی نے شکست اور قتل اور ذلت کی خبر دی تھے شکست اور قتل و ذلت معہ اس کی بیگم کے نصیب ہوئی ۔ اور سلاطین اول باب ۱۸ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایلیاء نے ان ساڑھے چارسو بعل کے نبیوں کو قتل کیا ۔ اور سلاطین اول میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعل کے ان نبیوں کو ایلیاء نے

معجزہ دکھانے پر مجبور کیا اور جب وہ نہ دکھا سکے تو خود دکھلایا۔

ایہ ہے اصل عبارت بائیبل ثابت اس تھیں بھائی
جنہاں لوکاں اس شاہ تائیں فتحی خبر سنائی
جھوٹے کاذب آہی بے شک اوہ متنبّی سارے
نبی نہ آہے بالکل اوہ سب آہے بت پوجارے
حاضر آہے اوہ سب ہر دم اس دے مندر اتّے
روٹی کارن ڈگے رہندے او تے وانکوں کتّے
جہت خوش آمد شاہی آہی بعلی نبی کہاندے
دسترخواں بیگم دے آہی اوہ سب کھانا کھاندے
حضرت یحیٰ دیکھو آکر ایہ گل صاف بتائی
میرے باجھ نہ باقی سچا ہور پیغمبر کائی
جھوٹے آہے اوہ سب اللہ انہاں نوں جھٹلایا
اپنے پیغمبر دے اگے خوار ذلیل کرایا
نال تحدی یحیٰ اگے اوہ سب عاجز ہوئے
مارے اوہ سب حضرت یحیٰ اس دے مارے ہوئے
غرض نہ اوہ پیغمبر رب دے ایہ گل صاف دساوے
بعل پرستی آہے کر دے بائبل خود بتلاوے
دیکھو کی تحریف اس کیتی اس اندر سودائی
اصل عبارت بائبل دی اس ساری ہے الٹائی
اول اس نے شیطاناں نوں پیغمبر ٹھہرایا
فر اس جھوٹا مورد شیطان انہاں نوں بتلایا
غرض توریت تائیں اس ملحد بالکل ہے الٹایا
کر تحریف عبارت اس دی کجھ دا کجھ بنایا
نبیاں اتے اس طوفانی ہے طوفان اٹھایا
جھوٹا کاذب انہاں نوں ہے اس ملحد ٹھہرایا

نبیاں اتّے جو کوئی کاذب ایویں جھوٹ بناوے
کافر ہے اوہ بے شک سدّھا دوزخ اندر جاوے

قال القادیانی: ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر، ابن مریم اور اس کے گدھے اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی اصلی اور کما ہی حقیقت نہیں کھلی تو کچھ تعجب کی بات نہیں اور یہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قوی کے ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھا گیا۔ الخ

بن مریم دی اصل حقیقت یعنی مخفی آہی
آنحضرت نے اصل حقیقت اس دی مول نہ پائی
نہ دابہ یاجوج ماجوجاں تائیں حضرت پایا
نہ دجال نہ کھوتا اس دا آنحضرت نوں آیا
انہاں چیزاں دی اصلیت حضرت مول نہ پائی
نہ حضرت نوں اطلاع اس تے دتّی وحی الٰہی
بن مریم خود پادریاں نوں ایہ دجال بتاوے
یاجوجاں ماجوجاں تائیں ایہ انگریز ٹھہراوے
دابہ آکھے عالم ظاہر جو ظاہر تے جاون
اصل حقیقت لفظاں دی وچوں مول نہ پاون
توبہ توبہ دیکھو اس نے کیسی بات الائی
کس درجے تک ودھیا اس نے کتھے گل پہنچائی
جو اعتقادی باتاں حضرت لوکاں نوں سمجھاندے
آنحضرت خود آکھے اس دا مطلب مول نہ پاندے
سمجھ نہ سکے جو کوئی بندہ وحی الٰہی تائیں
پیغمبر فر ہوون اس دا بالکل جائز ناہیں

قال اللہ تعالیٰ: و انزلنا علیک الذکر لتبیّن للنّاس ما نزل الیھم و لعلھم یتفکرون

یعنی آنحضرت نوں اللہ وچہ قرآن فرمایا
ایہ قرآن اساں اتوں تیری طرف پہنچایا

لوکاں نوں تا کھول سناویں مطلب اس دا سارا
سوچن سمجھن عبرت پکڑن پاون تاں چھٹکارا
لازم ہویا اول حضرت خود سمجھیں اس تھائیں
سمجھن باجھوں غیراں نوں سمجھاون ممکن نائیں

قال اللہ تعالیٰ: ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلّمھم الکتاب و الحکمۃ

اللہ اوہ جس بھیجیا اپنے پیغمبر تائیں
ان پڑھ لوکاں اندر جو کجھ جانن بالکل نائیں
پڑھ آیات قرآن انہاں نوں تا اوہ پاک بناوے
حکمت دینی تے ہور قرآن انہاں نوں سکھلاوے
جو قرآن دا مطلب اصلی وچوں آپ نہ پاوے
کی ممکن فر مطلب اس دا غیراں نوں سمجھاوے
ثابت ہویا حضرت اصلی مطلب اس دا پایا
جو کجھ سارا آنحضرت نوں ہے اللہ سکھلایا

و لقد یسّرنا القرآن للذکر فھل من مّدّکر

یعنی بے شک آساں کیتا اللہ صاف بتلاوے
ہے کوئی پڑھ کے سمجھے اس نوں عبرت اس تھیں پاوے
سہل آسان قرآن نوں ہے جد کیتا اللہ سائیں
لازم ہے فر سمجھے بجھے ہر بندہ اس تائیں
ممکن ہے جد ہر کوئی بندہ مطلب اس دا پاوے
کی ممکن فر آنحضرت نوں سمجھ نہ اس دی آوے
بھی فر جد خود آنحضرت نوں سمجھ قرآن نہ آیا
کیوں فر اللہ قرآن تائیں سہل آسان بتایا
یعنی اللہ قرآن اندر حضرت نوں فرمایا
سینہ تیرا کھول اساں ہے علم اس اندر پایا

اللہ سینہ کھول حضرت دا جد روشن ہے فر مایا
لازم آیا اس تھیں حضرت مطلب اس دا پایا
جس دے حق الم نشرح لک خود اللہ فرمایا
کی ممکن فر اصلی مطلب اس نوں سمجھ نہ آیا
غرض قرآنو ں ثابت ہوئی ایہ گل بے شک بھائی
حضرت انہاں سب چیزاں دی اصل حقیقت پائی

قال تعالی : یاایھا الرّسول بلّغ ما انزل الیک من ربک

یعنی جو سب دتا تینوں سب کجھ اگاں پہنچائیں
حکم احکام الٰہی وچوں نہ کجھ چیز چھپائیں
آیت ہے ایہ مطلق گھیرا سب لکھاں نوں پاوے
یعنی پس پہنچانا سب دا اس تھیں لازم آوے
جو کجھ وچہ قرآن حدیثاں آیا حکم الٰہی
ہے تبلیغ ایہ سب کجھ اس تھیں خارج حکم نہ کائی
سب کجھ ہے تبلیغی جد فر اس تھیں لازم آیا
بن مریم یاجوج وغیرہ سب کجھ حضرت پایا
اصل حقیقت سب چیزاں دی آنحضرت نے پائی
آیت ہے ایہ مطلق اس تھیں خارج حکم نہ کائی
بن مریم یاجوج وغیرہ جے تبلیغی نائیں
کیو ں فر حکم پہنچاوے اس دا ایہ ہن لوکاں تائیں
کیوں جائز فر ہن ایہ جھوٹا بن مریم اکھواوے
کیوں ایہ فرضی عیسی بن کر ملکیں دھماں پاوے
کیوں یاجوج ماجوج تے دابہ اس نے ہور بتایا
کیوں آکھے انہاں چیزاں دا میں ہی مطلب پایا
ایویں ہور وساوس اپنے سارے وہم شیطانی
کیو ں فر لوکاں نو ں پہنچاوے ایہ ہن مغل طوفانی

اللہ اس دے پہنچانے دا حکم نہ جد فرمایا
کیوں فر اس نے دنیا اندر شور ککارا پایا

قال القادیانی: جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قوی ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہے

بن مریم دجال وغیرہ جو ہے ایس ٹھہرایا
باطل ہے اور قطعاً فاسد اس تھیں لازم آیا
کامل انسان آنحضرت نوں جو گل سمجھ نہ آئی
کی ممکن فر ناقص انسان سمجھے اس نوں کائی
آنحضرت نوں جد ایہ چیزاں یعنی سمجھ نہ آیاں
کی ممکن فر ہن ایہ آکھے میں ایہ وچو ں پایاں

قال القادیانی: ہاں ایسا نبی جو مشکوۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث کہتے ہیں وہ اس تحریر سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں داخل ہے جیسے کل میں جزء داخل ہوتی ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۷۵)

کل نہ جد انہاں چیزاں دی اصل حقیقت پائی
کی ممکن ہے جزء فر پاوے اصلی مطلب کائی
یعنی جد ایہ آنخضرت نوں چیزاں سمجھ نہ آیاں
کی ممکن فر ہن ایہ آکھے میں ایہ وچوں پایاں
جھوٹا ہے ہے ایہ جھوٹا کاذب اس تھیں لازم آیا
اپنی ہتھیں اس نے اپنا کلّہ کوٹھا ڈھایا

قال القادیانی: پاکوں کو شیطانی وسوسہ پر بلاتوقف مطلع کیا جاتا ہے۔ (ضرورۃ الامام)

یعنی جے الہام شیطانی ہووے پاکاں تائیں
فوراً اطلاع دے انہاں نوں اس تے اللہ سائیں
لازم ہے آنخضرت نوں اللہ اس دی خبر بتاوے
فوراً اطلاع ہو حضرت نوں اس تھیں لازم آوے
ثابت ہویا ایہ سب چیزاں آنخضرت نوں آیاں

اللہ اصلی ایہ سب چیزاں حضرت سمجھائیاں
اصلی حقیقت انہاں دی سب آنحضرت نے پائی
ایہو اس دی اصل حقیقت جو حضرت بتلائی
کیوں ایہ چیزاں آنحضرت نوں آکھے سمجھ نہ آیاں
کیوں ایہ چیزاں آکھے وچوں حضرت مول نہ پایاں
کیوں ایہ آکھے اصل حقیقت حضرت مول نہ پائی
خبر نہ کیوں حضرت نوں دتی آکھے وحی الٰہی
جھوٹا ہے ایہ اپنی گلوں آپے جھوٹا ہووے
اپنا منہ اس کالا کیتا خود ہن بہہ کے رووے
پنج تے چالی حصص نبوت جس وقت پائے جاون
بن مریم دجال وغیرہ اس نوں سمجھ نہ آون
تے جس نوں ملے پنجتالی وچوں فر ضاً ذرہ کائی
اصل حقیقت سب چیزاں دی اس تے کھلے بھائی
کی ممکن ہے اس جھوٹے نوں ایسی بات الاوے
کیوں ایہ ذرہ تائیں افضل سورج تھیں بتلاوے
ذرہ عقل بھی ہو جس تائیں ایسی بات نہ بولے
حیواں ہے نہ انساں جو کوئی ایسا گولہ تولے
ایویں جے پیغمبر دی ہو جھوٹی پیشین گوئی
کی ممکن فر ذرہ والا سچا ہووے کوئی
کوئی ویلا بالکل خالی پادریاں تھیں ناہیں
لاکھ ہزاراں پائے جاون اکثر شہریں تھائیں
کی معنی فر مثل نمونہ حضرت مول نہ پایا
کیوں آکھے دجال نبی نوں بالکل سمجھ نہ آیا
نوع موجودہ آہا فر جد خود کیوں آکھے واہی
مثل نمونہ اس زمانے آہا مول نہ کائی

کی ہے مثل نمونہ اس دا جو اس آج کل پایا
وچہ زمانے آنحضرت دے جو موجود نہ آیا
جس تے اس نے پادریاں نوں ہے دجال ٹھہرایا
جس تے بھی فر ایہ خود جھوٹا بن مریم بن آیا
کیوں نہ حضرت پادریاں نوں خود دجال ٹھہرایا
کیوں نہ شخص معین تائیں بن مریم بتلایا
کیوں نہ صاف بتایا حضرت ایہ دجال اکھواون
دین اسلام اندر ایہ فتنہ آخر بھارا پاون
ہند پنجاباں اندر قادیاں قصبہ بھی اک نامی
اسم غلام احمد اک اس جا پیدا ہوسی حامی
دین اسلام پھیلاوے بے شک دنیا اندر سارے
حجت نال دلائل روشن پادریاں نوں مارے
تیراں صدیاں تھیں اوہ پچھوں پیدا ہوکر آوے
ولد غلام مرتضی اوہ ہووے قوموں مغل کہاوے
لیکن ایہ گل آنحضرت نے ہرگز نہ فرمائی
نہ ایہ صاف حدیثاں اندر بالکل کدرے آئی
نام غلام احمد ہے صدہا دنیا وچہ لوکائی
عیسی نبی اللہ پر دوجا انہاں باجھ نہ کائی
ایویں ولد غلام مرتضی بھی اکثر ہر ہر جائیں
بن مریم پر باجھ انہاں کوئی دنیا اندر ناہیں
ہند پنجاب تے قادیاں بدلے وچہ حدیثاں بھائی
مکہ یثرب روضہ حضرت ہے تصریح ایہ آئی
باب لدّ دمشق تے وابق قسطنطنیہ آیا
ایویں صاف حدیثاں اندر ہے حضرت فرمایا
غرض جو ہے اس پیشین گوئی اندر تصریح آئی

ہوری خبر نہ اندر حضرت ایہ تصریح فرمائی
اصل حقیقت چیزا ندی خود جس نوں سمجھ نہ آوے
کی ممکن فر اس نوں ایسا واضح کر بتلاوے
یاجوجاں ماجوجاں نوں اس روس انگریز ٹھہرایا
آکھے اصلی بھید نہ اس دا آنحضرت نے پایا
کیوں نہ اللہ پیغمبر نوں اس دا بھید بتایا
کیوں فر جبریل نبی تھیں ایسا بخل کمایا
دابہ دی جد اصل حقیقت عالم ظاہر آہی
کی گل اس وچہ ہے ڈونگی جو حضرت مول نہ پائی
بن مریم یاجوج تے دابہ وچہ قرآن ہے آیا
آکھے مرزا مطلب اس دا حضرت مول نہ پایا
اپنے کارن خود ایہ دعوی کردا ہے سودائی
قرآن دی ہے اصل حقیقت آکھے میں سب پائی
سب اسرار رموز حقائق جو جملہ قرآنی
کھولے اللہ میرے اتے آکھے ایہ طوفانی
قرآن پھر خود جس دے اتے اسماناں تھیں آیا
قرآن دا قرآن فر ہوون جس سانوں فرمایا
آکھے ایہ الفاظ قرآنی انہاں مول نہ پائے
سمجھ اونہاں دے یعنی وچوں ایہ الفاظ نہ آئے
اللہ نوں بھی خود ایہ آکھے سمجھ نہ اس دی آئی
آنحضرت نوں اس دی وحی خبر نہ دتی کائی
توبہ توبہ دیکھو اس نوں کی ایہ کفر الاوے
عالم بن دا ہے جاہل حضرت نوں ٹھہرا وے
کافر جانوں اس نوں بے شک خارج دین ایمانوں
ہے الحاد اندر ایہ ودھیا سے کوڑوں شیطانوں

خواب مکے جاون والی آنحضرت نوں آئی
جائز سند نہ پکڑی بالکل اس تھیں ایہ سودائی
کوئی سال معین اس وچہ حضرت نہ فرمایا
اس طوفانی آنحضرت تے ہے طوفان اٹھایا
اصل حدیثوں میں اک ٹکڑا ایتھے نقل لیاواں
ایہ تلبیس شیطانی اس دی تینوں کھول سناواں

حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ میں جاویں گے اور اس کا طواف بجا لائیں گے فرمایا ہاں، مگر میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ اس سال؟ عمر فاروق نے عرض کی کہ نہیں ، یہ تو نہیں ۔ فرمایا پس تو یقین رکھ کہ ہم ضرور بیت اللہ میں پہنچ کر طواف کریں گے ۔

دیکھو کیسا اس دے اندر صاف صریح ہے آیا
میں ایہ سال ٹھہرایا ناہیں خود حضرت فرمایا
مطلق ہے ایہ دیکھو اس وچہ سالی قید نہ کائی
کجھ توقیت نہ بالکل حضرت اس اندر فرمائی
نہ ایہ کہیا سفنے کارن ہوئے مکے نوں راہی
نہ ایہ سالی قید نبی دے دل وچہ بالکل آہی
ایہ تکرار عمر نے جو ہے نال نبی دے کیتا
مرزے تے مرزایاں سب دا منہ اس بالکل سیتا
سالی قید نہ اس وچہ اس دا بالکل پتہ نشانی
ظاہر ہوئی اس تھیں اس دی ایہ تلبیس شیطانی
کی ممکن فر اس تھیں جھوٹا استدلال لیاوے
فاسد تے ہے فاسد جو کجھ ایہ بنیاد اٹھاوے
بھی ایہ آکھے پاکاں نوں جے ہو الہام شیطانی
فوراً اطلاع ہو انہاں نوں اللہ ولوں جانی
مکے ول جو آنحضرت نے اپنا قدم اٹھایا

صرف تقاضا شوق اصحاباں اس دا باعث آیا
ہور حدیث سناواں تینوں جس نوں ایہ ہتھ پاوے
ایہ ہے جس تھیں ایہ سودائی استدلال لیاوے

قال رسول اللّٰہ ﷺ رأیت فی المنام انی اھاجر من مکہ الی ارض بھا نخل فذھب وھلی انھا الیمامۃ او ھجر فاذا المدینۃ یثرب .. الخ ۔ (آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہجرت کرتا ہوں مکے سے اس زمین کی طرف جس میں کھجور کے درخت ہیں تو میرا وہم یمامہ اور ہجر کی طرف گیا، سو ناگہاں معلوم ہوا کہ ہجرت کا مقام تو مدینہ ہے جس کا نام یثرب ہے)۔

مرزا آکھے اس حدیثوں ثابت ایہ گل ہوئی
غلطی ہوون وچہ تعین ممکن بات ایہائی
خبر بشارت لڑکے والی یعنی جھوٹی ناہیں
وچہ تعیین ہوئی ہے غلطی دوش نہ ملہم تائیں
جائز مول نہ اس نوں اس تھیں استدلال لیاوے
جھوٹا ہے ایہ اینویں ناحق ککھاں نوں ہتھ پاوے
وہم ہویا جو آنحضرت نوں اس دے اندر بھائی
فوراً اطلاع آنحضرت نوں دتی وحی الٰہی
اوسے ویلے آنحضرت نوں ایہ گل معلم ہوئی
ہجرت گاہ ہے یثرب قطعاً ہور نہ جگہ کوئی
غلطی اتے آنحضرت دا رہنا ممکن نائیں
کی ممکن نہ اطلاع دیوے اللہ حضرت تائیں
بھی ایہ آکھے پاکاں نوں ہے ہو الہام شیطانی
فوراً اطلاع دے انہاں نوں اس تے وحی رحمانی
کی ممکن فر رب نبی نوں ایہ گل نہ بتلاوے
کی ممکن فر خاتم نبیاں اس وچہ غلطی کھاوے
کیوں نہ سولہ ماہ فر اس نوں اس دی اطلاع ہوئی

ایہو ہے اوہ حمل بتلایا ہے دوجا نہ کوئی
خبر نہ اس احمق نوں اپنی کی ایہ بات الاوے
اس لڑکے نوں موتوں بھی ایہ بعد بشیر بتاوے
ثابت ہویا اس توں جد ایہ اوہ لڑکا ناہیں
موتوں بعد بشیر بتاوے کیوں فر اس دے تائیں
جھوٹا ہے ایہ اپنی گلوں آپے جھوٹا ہووے
اپنا منہ کالا اس کیتا خود ہن بہہ کے رووے

عن ابی ذرّ قال قال رسول اللّٰہ انی قد وجھت الی ارض ذات نخل لا اراھا الا یثرب رواہ مسلم ۔ (حضرت ﷺ نے فرمایا کہ البتہ مجھ کو خواب میں کھجوروں والی زمین نمودار ہوئی ہے ہجرت گاہ سوائے مدینہ کے ویسی کوئی اور زمین میرے خیال میں نہیں آتی)۔

یعنی میں سفنے وچہ ڈٹھی ارض کھجوراں والی
ہے اوہ بے شک یثرب میری خواب نہ اس تھیں خالی
دیکھو ہن ایہ اس وچہ کیسی نص صریح ہے آئی
ہجرت گاہ ہے یثرب قطعاً ہور نہ جاگہ کائی
کی ممکن ہن مرزا اس تھیں استدلال لیاوے
فاسد تے فاسد ہے جو کجھ ایہ بنیاد اٹھاوے
کوئی سہو نہ آنحضرت دا ہے حکمت تھیں خالی
امت کارن جس دے اندر نہ ہو کجھ خوش حالی
حل ہوئی ہن ایہ بھی مشکل ٹٹا شک کفاراں
اللہ کرے ہدایت انہاں مرزایاں اشراراں
اس تھیں بھی میں ودھ کے تینوں ہور اک نص سناواں
کلّہ کوٹھ اس جھوٹے دا ڈھا کر ڈھیری لاواں

قال النّبیّ ﷺ امرت بقریۃ تاکل القری یقولون یثرب وھی المدینۃ ینفی الناس کما ینفی الکیر خبث الحدید

حکم ہویا ہے مینوں یعنی اس بستی وچہ جائیں
ہے اوہ خاص مدینہ آکھن یثرب جس دے تائیں
دیکھو کیسا آنحضرت نے قطعی ہے فرمایا
یثرب اندر جا رہنے دا حکم مینوں ہے آیا
مرزے دے سب وہم وساوس باطل اس تھیں ہوئے
مرزا تے مرزائی سارے بے شک اس تھیں موئے

قال القادیانی: سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا پھونک مارنے سے کسی طور پر ایسی پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہو۔ (ازالہ اوہام ص ۳۰۳۔خزائن جلد ۱۱ ص ۲۵۴)

اور اس ازالہ کے ص ۳۰۵ میں ہے: ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو لعب نہ بطور حقیقت کے ظہور میں آ سکیں کیونکہ عمل الترب جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اس میں پوری پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کر ان چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں۔ (خزائن جلد ۱۱ ص ۲۵۶)۔

اور اس ازالہ کے ص ۳۲۲ میں ہے: غرض کہ یہ اعتقاد بالکل فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور اس میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا ہو جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی بہرحال یہ معجزہ ایک کھیل کی قسم میں سے تھا۔ (خزائن جلد ۱۱ ص ۲۶۳)

اور اسی ازالہ میں ہے: یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتا رہے مگر ہدایت اور دینی تعلیم میں ان کا نمبر ایسا کم نکلا کہ قریب ناکام کے رہے۔ حضرت مسیح کے عمل الترب سے وہ مردے جو زندہ ہوتے تھے یعنی وہ قریب المرگ آدمی جو گویا نئے سرے سے زندہ ہو جاتے تھے وہ بلاتوقف چند منٹ میں مر جاتے تھے کیونکہ بذریعہ عمل الترب کے روح کی گرمی اور زندگی صرف عارضی طور پر ان میں پیدا ہو جاتی تھی۔

یعنی حضرت عیسی جو جو خاکوں چڑی بنائی

فر اوہ پھونکوں خاکی چڑیا ول اسمان اڈائی
مسماریزمی تھیں ایہ ہے سی حکمت اس دی ساری
ظاہر سانگ حقیقت اندر رہ سی کھیڈ مداری
آکھے یا اس تائیں اللہ خود ایہ کھیڈ سکھائی
اپنے پاسوں حکمت عملی ایہ اس نوں بتلائی
عقلی طوروں ناں ایہ عیسی خاکی چڑی بناوے
پھونکن تھیں بالکل تھیں اس نوں ول اسما ن او ڈاوے
جس تالاب دی مٹی اندر روح القدس سمایا
آکھے یا فر اس دی مٹی عیسی ہوگ لیایا
اس مٹی تھیں شاید آکھے چڑیاں اوس بنایاں
صورت مورت ٹھیک بنا کر ول اسمان اوڈایاں
ایویں انّھے کوہڑے جو اس چنگے کیتے آہے
مسماریزم تھیں اس آکھے ایہ سب کسب دکھائے
نہ کوئی مردہ اس دے ہتھوں آکھے زندہ ہویا
عمل التربوں جو کوئی ہویا فوراً اونویں مویا
نہ اعجاز نہ خارق عادت یعنی اس دی کائی
مسماریزم ہیسی سب کجھ صدق نہ اس وچہ رائی
آکھے اللہ عیسی تائیں خود ایہ کھیڈ سکھائی
اس دے حکموں عیسی خود ایہ لوکاں نوں دکھلائی
توبہ توبہ دیکھو ایہ کی بک دا مغل طوفانی
کی کی کفر الاوے دیکھو ایہ مردود زبانی
کس درجے دا ہے ایہ کافر کی کی کفر الاوے
کافر ہے ایہ بے شک قطعی سدّھا دوزخ جاوے
خلق طیور وغیرہ جو کجھ بن مریم دکھلایا
خارق عادت ہے اوہ سب کجھ خود اللہ فرمایا

ہے اعجاز مسیح دا ایہ سب شک نہ اس وچہ کائی
عاجز اس دے اگے سارے کافر تے مرزائی
میں خود ایہ قرآنوں تینوں ثابت کر دکھلاواں
عقل تیری ہے ماری مرزا کی تینوں سمجھاواں

قال اللہ تعالیٰ: و آتینا عیسی بن مریم البینات

یعنی اندر قرآن ہے فرمایا اللہ سائیں
صاف دلائل روشن میں خود دتے عیسی تائیں
خارق عادت منکر انہاں اگے عاجز آوے
روشن سورج وانگوں چمکن تاب نہ جھلّی جاوے
مسماریزم جے ایہ ہوندا اللہ کیوں کرواندا
وچہ قرآن دلائل روشن اس نوں کیوں فرماندا
ثابت ہویا اس تھیں ایہ ہن مسماریزم ناہیں
جھوٹا ہے ایہ مرزا جھوٹا جانو اس دے تائیں
بن مریم دے معجزیاں نوں رب روشن فرماوے
کھیڈ تماشا انہاں تائیں ایہ گستاخ ٹھہراوے
کھلم کھلا دیکھو کیسا نال اللہ ایہ لڑدا
غضب الٰہی تھیں ایہ دیکھو خوف نہ بالکل کردا

قال تعالیٰ: و اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک..

یعنی یاد کریں فرمایا اللہ عیسی تائیں
دتی جو میں نعمت تینوں نالے ہور عطائیں
یعنی ایہ سب خارق عادت آخر عادت ثانی
ایہ سب خود توں اپنے اتے نعمت میری جانی
کوڑھے انّھے چنگے کرنا مردے ہور جوانا
ایویں خاکی چڑیاں نوں بھی ول اسمان اڈانا
مسماریزم جے کر ہوندا ایہ گل دل تے لائیں

نعمت اپنی کیوں فرماندا اللہ اس دے تائیں
بن مریم دے معجزیاں نوں اللہ خود وڈیایا
اپنی نعمت اندر قرآن ہے اس نوں فرمایا
کیوں جائز ہے مسماریزم اللہ خود کرواوے
کی ممکن ہے اللہ اس نوں نعمت خود فرماوے
نص آیت ہے اس تھیں بے شک ایہ گل ثابت ہوئی
مسماریزم نہ ایہ بالکل جادو کھیل نہ کوئی
بن مریم دیاں معجزیاں نوں رب نعمت فرماوے
قابل نفرت انہاں تائیں ایہ گستاخ ٹھہراوے
مومن ہے یا کافر ملحد مرزائیو بتلاؤ
کافر ہے اوہ بے شک سارے کھیہ اس دے سر پاؤ

قال اللہ تعالی: و اذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر با ذنی .... و تبری الاکمہ و الابرص با ذنی ۔ و اذ تخرج الموتی با ذنی ۔

یعنی جد توں میرے اذنوں خاکی چڑی بنائی
میرے حکموں فر توں پھونکو ں ول اسمان اوڈائی
انّھے تے ہور کوہڑے جد توں چنگے کر دکھائے
میرے حکموں جد توں مردے قبروں کڈ جوائے
دیکھو اس آیت دے اندر صاف اللہ فرمایا
اذن اللہ تھیں عیسی ہے سی خاکی چڑی اوڈاندا
اذن اللہ تھیں انّھے کوڑھے چنگے اس کرائے
اینویں حکمے نال الہی مردے اس جوائے
ثابت اس آیت تھیں اس وچہ شک نہ کرنا آیا
ہے اعجاز تمامی جو کجھ عیسی عجب دکھایا
مسماریزم ہونا اس دا بالکل ممکن ناہیں
کافر ہے جو مسماریزم آکھے اس دے تائیں

مسماریزم تھیں جے عیسی خاکی چڑی بناندا
اس دے اثروں انھّے کوڑھے چنگے جے کرواندا
قید باذنی کیوں اللہ فر وچہ قرآن لگائی
اپنے ول خود اس دی نسبت کیوں اللہ فرمائی
مسماریزم دا کی ممکن اذن اللہ فرماوے
حکماً یا عیسی تھیں اللہ ایہ کاراں کرواوے
مسماریزم جے ایہ ہوندا سے سکھ دے سے کردے
یعنی سودا ئی مرزے وانگوں پچھے بھج بھج مر دے
نہ لوکاں خود اس زمانے اندر طاقت پائی
عیسی نال تحدی کرکے خاکی چڑی بنائی
نہ فر اس تھوں پچھوں اج تک کوئی ایسا آیا
لوکاں نوں ایہ مسماریزم ہو اس نے دکھلایا
کی ممکن فر ہن ایہ اس نوں جادو کھیل بتاوے
کی ممکن ہے مسماریزم اس نوں ایہ ٹھہراوے
مسماریزم دی ہے اج کل بڑی ترقی ہوئی
کیوں نہ پیدا کر دکھلاوے خاکی چڑیا کوئی
مسماریزم جے ایہ ہوندا آنحضرت فرماندے
لازم ہے سی امت تائیں اس دا راز بتاندے
مرزا آکھے عیسی نوں خود نفرت اس تھیں آہی
اللہ اس تھیں جبراً یعنی ایہ گل خود کروائی
توبہ توبہ ایہ بکواسی دیکھو کی ہے بک دا
اللہ دی گستاخی کردا ذرا مول نہ جھک دا
نسبت طرف اللہ دی کرنا اس نوں جائز نائیں
ممکن مول نہ ایہ سکھلاوے اللہ نبیاں تائیں
جے کر اللہ نبیاں تائیں جادو سحر سکھاوے

ساحر ہے نہ توبہ اس نوں اللہ آکھیا جاوے
بھی فر نہ پیغمبر بن سی اللہ ولوں کائی
نہ قرآن کتاب اسمانی بنے کلام الٰہی
جادو کھیل تے سحر تماشا بالکل جائز نائیں
ہے گمراہی قرآن اندر آیا بہتیں جائیں

قال اللّٰہ تعالی: و من الناس من یشتری لھو الحدیث لیضلّ عن سبیل اللّٰہ۔

وقال اللہ تعالی: و ما کفر سلیمان و لکن الشّیاطین کفروا.

یعنی جادو کھیل تماشا بالکل ہے گمراہی
کفر ضلالت ہے سب باطل شک نہ اس وچہ رائی
ایویں مسماریزم بھی ہے مطلق جائز نائیں
سحر تماشے اندر داخل جانی اس دے تائیں
مسماریزم نوں جد اللہ باطل کفر ٹھہراوے
کیوں فر اللہ نبیاں تائیں جادو سحر سکھاوے
خاکی چڑیا دا جد اڈنا اوہ نہ ممکن جانے
وچہ تالاب سمانا روح دا کیونکر ممکن جانے
اذن اللہ تھیں مٹی دا جد اڈنا ممکن ناہیں
کی ممکن فر روح القدسوں اڈے وچہ ہوائیں
مٹی زندہ کرنے تے جد اللہ قادر نائیں
کیونکر فر اوس پیدا کیتا خاکوں آدم تائیں
خلق طیور وغیرہ جے ہے شرک ضلالت بھائی
کیوں نہ اللہ آنحضرت نوں اس دی خبر بتائی
اصل رسالت سب نبیاں دی ہے توحید پہنچانا
کفروں شرکوں لوکاں تائیں یعنی پچھاں ہٹانا
حضرت نے جد لوکاں تائیں نہ ایہ شرک بتایا

حکم الہی گویا انہاں نہ کجھ مول پہنچایا
سلف اصحاب تے ہور جو پچھے اج تک گذرے بھائی
حکم طیوروں نہ کوئی منکر ہویا وچہ خدائی
کوئی مسیح دیاں معجزیاں تھیں نہ انکار لیایا
کسے نہ مسماریزم جادو انہاں نوں ٹھہرایا
اگلی پچھلی ساری اس تھیں امت مشرک ہوئی
مرزے باجھوں دنیا اندر مومن رہیا نہ کوئی
توبہ توبہ جو کوئی مونہوں ایسا سخن الاوے
کی ممکن فر اوہ سودائی خود مومن اکھواوے
اصحاباں دا رتبہ بالکل ہوری کسی نہ پایا
انہاں پچھوں ویسا اج تک ہور نہ کوئی آیا
اصحاباں دے حق وچہ وارد ہوئی نص قرآنی
قطعی سارے ہین بہشتی اس وچہ شک نہ آنی

قال اللہ تعالی: والسّابقون الاوّلون من المہاجرین والانصار والّذین اتّبعوہم باحسان رضی اللّٰہ عنہم و رضوا عنہ۔ واعدّ لہم جنات تجری تحتہا الانہار خالدین فیہا ابداً۔ ذلک الفوز العظیم۔

سلف اصحاب مہاجر یعنی جو جو ہور انصاری
جنہاں ہور انہاں دی کیتی پوری تابعداری
راضی ہویا انہاں تھیں بے شک اللہ سائیں
داخل کرسی وچہ بہشتاں انہاں سبھناں تائیں
مشرک ملحد اصحاباں نوں مرزا جد ٹھہراوے
کی ممکن فر اپنے تائیں خود مومن اکھواوے
توبہ توبہ دیکھو اس نوں کیسے کفر الاوے
توبہ توبہ ایسے کفروں اللہ آپ بچاوے
کی ممکن ہے مسماریزم ایڈی طاقت پاوے

انّھے کوڑھے تے ہور روگی چنگے کر دکھلائے
سچا جے کر ہوندا اس وچہ مغلاں دا ایہ بچہ
مسماریزم تھیں ایہ کاراں کر دکھلاندا کچا
اکو کوڑھی یا انھاں چنگا کر دکھلاندا
اکو چڑی بنا کر خاکی ول اسمان اوڈاندا
ممکن مول نہ اس جھوٹے تھیں طاقت اس نے پائی
دوجی واری مر کر بھاویں فر دنیا تے آوے
سب مرزائی مل کر بھانویں اس نوں ہتھ پواون
کٹھے ہو کے سارے بھاویں کتنی قوت لاون

جاننا چاہیے کہ مرزا قادیانی نے اشتہار مورخہ ۱۶ جون ۱۹۰۰ء میں بڑے فخر سے دعوی کیا ہے کہ وہ تائید سماوی اور خوارق اور کرامات سے مریضوں کو اچھا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

مرزے دا اک کانا لنگا خادم جو سلکوٹی
قادیاں اندر ڈیرا لایا جس نے کارن روٹی
ہے حق اس دا مرزے اوپر سب تھیں وڈا بھارا
ہے اوہ بے شک مرزے تائیں جانوں بہت پیارا
دین ایمان ونجایا اس نے نالے ہجرت کیتی
لعن ملامت عقبی دی سب اپنے سر تے لیتی
اس دی اک اکھ کانی مرزا اول کردا چنگی
یا ایہ ثابت کر دا جھوٹا اس دی جو لت لنگی
کانی اکھ نہ اس کانے دی اج تک ثابت ہوئی
کی ممکن فر ثابت ہووے اس تھیں دوجا کوئی
کیوں جائز فر ہن ایہ جھوٹا دعوی کرے سودائی
کیوں ایہ آکھے میں اسمانوں طاقت اس دی پائی
جے کر ایہ اکھ کانی اس دی چنگی کر دکھلاوے
ایسے اک گل اندر سارا جھگڑا طے ہوجاوے

عیسی دے حق اندر ایہ گل جد ناممکن جانے
کی ممکن فر چنگے ہوون اس تھیں انھے کانے
ہے تائید آسمانی تھیں جد ایہ گل ممکن بھائی
مسماریزم عیسی دے حق کیوں ایہ آکھے بھائی
کیوں فر ہن ایہ لغو بے ہودہ ایویں لافاں مارے
گو زشتر ہے بے شک جانو دعوی اس دے سارے
غرض مدار نبوت دی ہے معجزیاں تے ساری
انہاں باجھ پیغمبر دا ہے دعوی سندوں عاری
ابن مریم دیاں معجزیاں نوں جد ایس کھیڈ ٹھہرایا
صاف انکار نبوت دا فر اس تھیں لازم آیا
بعضے نبیاں تھیں یا سب تھیں جو ہووے انکاری
کافر ہے اوہ بے شک جانوں اس نوں پکا ناری

من انکر نبیّاً فانه یکفر ۔ تمهید ابو شکور

قال القادیانی: مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔(انجام آتھم ۔ص ۴۱)

آپ کے یعنی مسیح کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے کچھ نہ تھا۔ چور، جھوٹا، نادان، موٹی عقل والا، بے جا حرکت کرنے والا، علمی وعملی قوانین میں بہت کچا، شریر مکار فریبی شعبدہ باز، ترکھان کا بیٹا، بدچلن، متکبر، ناپاک خیال، راست بازوں کا دشمن، بدزبان، گالیاں دینے والا، شیطان کا پیرو، شیطان کا ملہم، اس کے دماغ میں خلل تھا، کم عقل، کی ...دادیاں نانیاں زنا کار، اور کسبی عورتیں، تھیں جن کے خون سے مسیح کا وجود ظہور پذیر ہوا تھا۔ مسیح جیسے شخص کو ہم ایک بھلے مانس شخص بھی نہیں کہہ سکتے چہ جائے کہ ایک نبی کہا جائے۔ انجام آتھم ۔ ملخصاً

دیکھو یارو کی کی بکیا اس کافر سودائی
عیسی دے حق اندر کی اس گندی بات الائی
نبیاں دے حق اندر دیکھو کی ایہ سخن الاوے
ایسے پاک پیغمبر نوں ایہ کی کی عیب لگاوے
علمی عملی قوت اندر آکھے اس نوں کچا

جھوٹا پاغل اس نوں جانے ایہ مغلاں دا بچہ
راجہ رام تے عیسیٰ آکھے گویا دونویں بھائی
حاصل مول نہ عیسیٰ تائیں اس تے کجھ وڈیائی
کافر ہے ٹھہرایا اس نے حضرت عیسیٰ تائیں
غور کریں اس اندر جو میں کیتا نقل اتھائیں
اللہ ہے فرمایا اندر قرآن بہتی جائیں
مرسل تے پیغمبر اپنا حضرت عیسیٰ تائیں

قال تعالی: وجعلناها وابنها آیۃ للعالمین۔ واذ قال اللّٰه یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک۔

وقال: اولئک الذین آتیناهم الکتاب والحکم والنبوۃ۔(بعد ذکر عیسی وغیرہ من النبیین)۔

وقال: انی عبد اللّٰه آتانی الکتاب وجعلنی نبیاً۔ واذ قال عیسی بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول الله الیکم

وقال تعالی: وجیها فی الدنیا والآخرہ ومن المقربین۔ ویکلم الناس فی المهد وکهلا ومن الصالحین۔ ویعلمه الکتاب والحکمة والتوراۃ والانجیل۔ ورسولا الی بنی اسرائیل

یعنی اندر قرآن ہے فرمایا اللہ سائیں
نعمت ہور نبوۃ ہے میں دتی عیسیٰ تائیں
بن باپوں ہے پیدا ہویا عیسیٰ نبی یگانہ
فطرت تے ہور معجزیاں وچہ ہے اک عجب نشانہ
نبی پیغمبر مرسل عیسیٰ بے شک نبی الٰہی
اللہ اس نوں روح القدسوں ہے امداد پہونچائی
اللہ مرسل تے پیغمبر عیسیٰ نوں بتلاوے
دیکھو مرزا اوس نوں بیٹے کشلیا نال ملاوے
عیسیٰ تائیں خود ایہ بیٹے کشلیا نال ملاوے

فر خود دیکھو اپنے تائیں ایہ عیسیٰ ٹھہرا وے
یعنی بیٹے کشلیا وانگوں ہے ایہ خود سودائی
کافر ہویا بھارا اس وچہ شک رہیا نہ کائی
ہے مرتد اشد یقیناً شک نہ اس وچہ کائی

قال القادیانی: (تبلیغ ۵۶۵،۵۶۶) و رأیت فی المنام ... اللّٰہ و تیقنت اننی هو اور میں نے اپنے تئیں خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور میں نے یہ یقین کیا.....

پیدا کیتا آکھے میں اسماناں زمیاں تائیں
آدم جن ملائک ہر شئے جو سب جس جس جائیں
توبہ توبہ جو کوئی مونہوں کڈھے ایسا گولا
سڑ جا وے جیب اس دی اللہ سڑ کے ہوے کولا
کی شداد تے کی ہے فرعون سبھ اس تھیں ہارے
شیطان بھی اس بولوں اس دے توبہ توب پکارے
آدم تھیں تا اج تک نہ کوئی دنیا اندر آیا
خالق زمیاں آسماناں دا ہو جس نے اکھوایا
فرقہ اک وجودی وحدت رہندا وچہ لوکائی
ہر شئے نوں اوہ اللہ آکھن غیر نہ جانن کائی
انہاں تھیں بھی ہے کوہاں اس اگے قدم ودھایا
زمیاں اسماناں سب خلقاں دا خالق ایہ بن آیا
بول بڑا ایہ بھارا اس دا تول نہ سکے کوئی
اللہ واحد مالک خالق نہ کوئی اس دا ثانی
زمیاں آسماناں دا ہے اوہ اکو کلا بانی
ہور شریک نہ کوئی اس دا وچہ زمیں اسماناں
نہ کوئی حصہ دار نہ ساجھی اندر دوہاں جہاناں

قال تعالیٰ: و لم یکن له شریک فی الملک و کبره تکبیراً

اوسے پیدا کیتا ہے اسماناں زمیاں تائیں

اوہو خالق اوہو مالک اوہو سب دا سائیں
اس دی ذات نیاری سب تھیں قطعاً ثابت ہوئی
زمیاں تے اسماناں اندر اس دی مثل نہ کوئی

قال اللہ تعالی: قل ھو اللّٰہ احد۔ اللّٰہ الصّمد۔ لم یلد ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفوا احد۔

یعنی بے پرواہ ہے اللہ واحد اس نوں جانو
نہ ہے جندا نہ ہے جنیا نہ کوئی اس دے ہانو
اللہ ہے جد واحد اس دا ثانی ہور نہ کوئی
عین اللہ پھر کیوں اکھوا وے ایہ کافر سودائی

قال اللہ تعالی: قل لو کان معہ الھا کما یقولون اذا لا بتغوا الی ذی العرش .... سبحانہ وتعالی عما یقولون علوا کبیرا

یعنی اللہ بہت جے ہوندے وچ زمین اسمانا ں
جھگڑا کر دے نال اللہ دے اندر دو ہاں جہانا ں
اللہ پاک مقدس بے شک سب خلقت تھیں اعلی
جو کجھ کافر آکھن اللہ اس تھیں برتر بالا
اللہ نال شریک ٹھہرانا جد خود جائز نائیں
خود اللہ اکھوا ون کیوں فر جائز ہو اس تائیں
اللہ ہے جد سب تھیں اچا سب تھیں پاک نرالا
کیوں اللہ کہلواوے فر خود ایہ مردود نرالا

قال اللہ تعالی: لیس کمثلہ شئی وھو السمیع العلیم

اللہ دی جد مثل نظیروں ہوئی ذات اکاری
کیوں فرعین اللہ اکھواوے ایہ شیطان بازاری

قال اللہ تعالی: للّٰہ ملک السّماوات والارض وبینھما یخلق ما یشاء واللّٰہ علی کل شئی قدیر

زمین تے آسمان تے جو کجھ وچہ انہاں دے بھائی

اللہ ہی ہے سب دا مالک او ہی ہے بادشاہی
زمیاں تے آسمان تمامی اوسے ہین بنائے
ہر شئے تے ہے قادر پیدا کردا جو کجھ چاہے
یعنی خاص اللہ ہے مالک ملک زمین آسماناں
اس دے باجھ نہ کوئی خالق مالک دوہاں جہاناں
کیوں جائز فر اس کا فر نوں عین اللہ اکھوا وے
خالق زمیاں آسماناں دا کی ممکن بن آوے

قال اللہ تعالیٰ: خالق کل شئی و ھو علی کل شئی قدیر
قال اللہ تعالیٰ: لو کان فیھما آلھۃ الا اللّٰہ لفسدتا

اللہ جے کر بہتے ہوندے وچہ زمین آسماناں
کوئی چیز نہ باقی رہندی اندر دوہاں جہاناں
ہے ایہ نص قرآنی اس تھیں ایہ گل ثابت ہوئی
خالق زمیاں آسماناں دا اللہ باجھ نہ کوئی

قال تعالیٰ: فلا تضربوا للہ الامثال ان اللہ یعلم و انتم لا تعلمون

یعنی نہ دیو اللہ نوں خلقت نال مثالاں
اللہ جانے تم نہ جانو چھڈو کفر مقالاں
اکو ہے نہ ہور کسی نوں اس دے نال ملاؤ
اس دی ذات نیاری سب تھیں اوتھے ہتھ نہ پاؤ
اللہ دی جد ذات حقیقت نہ کوئی بالکل جانے
عین اللہ فر کیوں ہے بن دا ایہ مردود بگانے

قال تعالیٰ: ما اشھدتھم خلق السماوات و الارض و لا خلق انفسھم

یعنی جد میں پیدا کیتا زمیں اسماناں تائیں
آدم کوئی اس ویلے پیدا ہویا نائیں
تے جد خود پھر انہاں تائیں قدرت نال بنایا
اوس ویلے بھی میں انہاں نوں نہ شاہد ٹھہرایا

زمیاں تے اسمانان اللہ جد پیدا کیتے آہے
اس ویلے ایہ کیتھے ہے سی سانوں پتہ بتاوے
پہلاں ہو ندا جے اس پیدا کیتا خلقت تائیں
خالق ہن خلقت دا ہونا بالکل ممکن ناہیں
اتنی مدت کیوں پیدا ہو کر کیوں ہن آیا
کتھے اج تک اس کافر نے کیوں اتنا چر لایا
زمیاں تے اسماناں دی سب جو کجھ کارروائی
پچھو اس نوں اج تک اوہ سب کس دے اوتے آہی

قال تعالی: لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ھو المسیح ابن مریم

یعنی جنہاں عیسی تائیں عین اللہ اکھوایا
کافر ہو مشرک ہو وے بے شک خود اللہ فرمایا
غرض توحید اللہ دی ثابت ہوئی ثلث قرآنوں
واحد ہے اوہ اک اکلا اک اکلا جانو
ثابت ہن قرآنو ہویا اس وچہ شک نہ لائیں
عین اللہ اکھواون بالکل جائز ممکن نائیں
عین اللہ اکھواوے جو کوئی کافر اس نوں جانو
مسئلہ ایہ اتفاقی اس وچہ ذرہ شک نہ آنو
نص قرآنو بے شک مرزا پکا کافر ہویا
کافر جانو اس دے تائیں گیا گواتا مویا
ہن میں تینوں اس ملحد دی کوڑی سند سناواں
استدلال تمسک اس دا باطل کر دکھلاواں

قال اللہ تعالی: مازال عبدی یتقرب الیّ بالنّوافل ..یعنی خداتعالی فرماتا ہے کہ میرا بندہ ہمیشہ میری نزدیکی نفل عبادتوں سے چاہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اگر مجھ سے وہ کچھ

مانگے تو میں اس کو دونگا۔

اس حدیثوں آکھے مرزا میں ہاں اللہ بنیاں
اس حدیثو ں آکھے میں سب اپنا تانا تنیاں
استدلال تمسک اس دا باطل جانی بھائی
ہے ایہ جاہل بھارا اس نوں عقل نہ درجہ کائی
مطلب اس دا اصلی جو کجھ لکھیا ہے علماواں
اوہ میں تینوں اے مرزائی کر تحریر دکھاواں
عضو جوارح اس دے یعنی تابع میرے ہوندے
باجھوں میرے نہ کجھ دیکھن نہ کجھ آپے کہندے
نہ دیکھے نہ سندا بالکل باجھ اللہ تھیں کائی
قلب جوارح اس دے ہوون تابع حکم الٰہی
بھی فرمایا جو کجھ منگے دیواں میں اس تائیں
جے کر بچنا چاہے میں تھیں دیواں پشت پناہیں
سائل تے ہور مسئول اندر لازم فرق ایہائی
ممکن مول نہ دونویں چیزاں ہوون اکو بھائی
ثابت ہویا اس تھیں قطعاً شک نہ اس وچہ کائی
بندہ نفل گذارن والا اللہ ہووے نائیں

قال تعالی: یا ابن آدم استطعمتک فلا تطعمنی قال رب وکیف اطعمک وانت ربّ العالمین .. الحدیث۔ مسلم۔

یعنی اے ابن آدم میں خود تیں تھیں کھانا چاہیا
ہو انکاری تو پر مینوں کھانا نہ کھلوایا
بندہ آکھے کیوں کر میں کھلواندا تیرے تائیں
سب عالم نوں تو خود پالیں تینوں حاجت ناہیں
اللہ آکھے بندے میرے تیں تھیں روٹی منگی
دتی مول نہ توں اس تائیں کیتی اس تے تنگی

اس وچہ اللہ اپنے تائیں شامل خود ٹھہرایا
منگن سائل دا اس بے شک منگن خود بتلایا
جے کر خود سائل تائیں اللہ آکھیا جاوے
شامل فر اللہ دا ہوون اس تھیں لازم آوے
خود اللہ جد بنیاں کیوں فر وچہ عدالت آوے
خالق ہو مخلوقوں کیوں استمداداں چاہوے
وچہ عدالت حاضر ہو کر کیوں ہویا اقراری
کیوں الہاماں تھیں ہے ہویا تائب تے انکاری
کشف الہام نبوت ہیسی جتنی اس دی سارے
کھوہ لئے انگریزاں اس تھیں ہن ہویا اوہ عاری
عین اللہ جد بنیا ہے ایہ اپنا زور دکھاوے
لا کر زور حریفوں کیوں نہ اپنی رن چھڈا وے
آسمانی منکوحہ اس دی یار حریف ہنڈاندے
وڈھن اس دا نک تے مٹی سراس دے وچہ پاندے
عجب اللہ ہے بنیاں مرزا اس دی عجب خدائی
اتنی قدرت ہندی سندی رن نہ قابو آئی
عین اللہ ایہ بن کر کیوں فر گہنے کرے زمیناں
اللہ بن کیوں مکر کماوے ایہ بد ذات کمینہ
زمین آ سما ن اس عورت دے ہتھ کتے رہن میعا دی
پنج ہزار روپیہ یعنی تے زیور تعدادی
زمیاں تے آسماناں دی ہن نصرت مالک ہوئی
مرزے دا ہن اس وچہ دعوی بالکل رہیا نہ کوئی
خاکی دا اسمانی جاون مرزا جد نہ من دا
خاکی ہو خود ایہ کیوں فر عین اللہ بن دا
خاکی دے اسمانی جاون تھیں ہے جد انکاری

خاکی ہو آسماناں دا کیوں بندہ خالق باری
زمیاں تے اسماناں دا جد بنیا ہے ایہ بانی
اللہ وانگوں کیوں نہ کافر جا چڑھیا اسمانی
مسئلہ ایہ اعتقادی اس تے ایماں واجب بھائی
اللہ ہے عرشاں تھیں اوپر شک نہ اس وچہ کائی
عین اللہ جد ہے ایہ بنیا قدرت زور دکھاوے
کڈ کسی نوں قبروں یا کوئی زندہ مار جواوے
مرزے تے جد اللہ دے وچہ فرق نہ رہیا کوئی
گوشت پوست ہڈی اس دی سب اللہ دی ہوئی
عین اللہ ہے جد ایہ بنیاں موتوں جان بچاوے
اللہ وانگوں دائم جیوے حی قیوم اکھواوے
کیوں ایہ اج تک عدموں باہر کافر مول نہ آیا
اللہ ہو کر معدوماں وچہ کیوں اس نے چر لایا
عین اللہ جد ہے ایہ بنیا نالے کھاوے پیوے
اللہ پاک منزہ دا بھی اینویں حال دسیوے
یعنی اللہ وانگوں کھونو بھوکھ نہ جردا
کھانا جے کر نہ اوہ پاوے بھکھ پیاسوں مردا
بول براز عوارض بشری جو کجھ بندہ پاوے
اللہ نوں ہو حاجت سب دی اس تھیں لازم آوے
مولد مسکن مرزے دا جد اندر قادیاں ہویا
مولد مسکن اللہ دا بھی اوہو جانو گویا
مرزے تے جد اللہ دے وچہ فرق نہ رہیا کائی
عورت مرزے دی خود عورت اللہ دی اوہ ہوئی
پتر دھیاں مرزے دے بھی سب اللہ کے ہوئے
مرزا جد عین اللہ بنیا سبھو دھونے دھوئے

توبہ توبہ جد اس کافر عین اللہ اکھوایا
باپ اس دا ہو باپ اللہ دا اس تھیں لازم آیا
جو دیدار اللہ دا چاہے دیکھے مرزے تائیں
جے کر شوق ہووے کجھ تینوں کادیاں اندر جائیں
اللہ نازل ہو ہے کیتا قادیاں اندر ڈیرا
مرزے دے گھر اندر ہے اب کیتا آن بسیرا
مرزا اللہ گویا دونویں پتر اکّو ماں دے
پیدا ہوئے کٹھے دونویں مالک اس جہاں دے
توبہ توبہ ایہ سودائی عین اللہ جد ہویا
جان ایہ مر جاوے تد جانو اللہ نوں بھی مویا
توبہ میری توبہ میری بخشیں بار خدایا
مرزے دے الزاماں کارن میں ایہ سخن الایا
کی طاقت ہے مینوں جے میں ایسا سخن الاواں
توبہ میری توبہ ہر دم تے توں بخشش چاہواں
کی ممکن خالق اکھواوے زمیاں تے اسماناں
کی ممکن ایہ خالق ہووے جناں تے انساناں
زمیاں تے اسمان جو اگلے اللہ پاک بنائے
اک پل اندر اس کافر نے سارے مار اڈائے
آدم اگلا بھی اس کافر سارا مار اڈایا
آدم ثانی اوس نے اپنا فرضی ہور بنایا
اگلے اسماناں دی نہ کوئی باقی رہی نشانی
نہ معلوم گئے اوہ کتھے نہ انہاندا بانی
آدم اگلا سابق زمیاں خبرے کتھے گیاں
پتہ نہ لگے بالکل کوئی ملکیں دھماں پیاں
پیدا کیتا ہے جد اس نے ساری خلقت تائیں

حضرت خاتم نبیاں دا بھی ایہو بنیاں ماں
روس انگریز بھی یورپ سارا بندے اس دے ہوئے
کی ممکن دم مارے کوئی جیوندی ہی سب موئے
اصل حقیقت لوکاں نوں اس دی ظاہر ہوئی
بھج گیا جو بھانڈا اس دا شک نہ رہیا کائی
سلام کلام نہ جائز کرنا بالکل اس دے تائیں
رد سلام بھی اس نوں ایویں کرنا جائز ناہیں
مرے جنازہ جے کر اس دا پڑھنا جائز ناہیں
دفن نہ جائز کرنا اس نوں قبراں وچہ سنائیں
سولاں دن شوالوں گذرے ہجری سن مبارک
تیراں سوتے بائی آہا ہویا فضل تبارک
ایہ رسالہ پورا ہویا نال خدا دی یاری
فیض محمد عاصی گنوں جو رب دا بھکویاری

اشتہار

اہل اسلام کو واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو دعوی کیا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور ازالہ اور عسل مصفی وغیرہ کتابوں میں اپنے زعم فاسد میں اس کو بڑے زورشور سے ثابت کیا ہے، سو اس عاجز نے تین سو قوی دلیل سے اس کے اس دعوی کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر سمندر کے بیچ پھینک دیا ہے جس سے یقیناً ثابت ہو گیا کہ مرزا قادیانی مسیح موعود ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ مثل مسیح۔ پس اگر مرزا یا کوئی مرزائی ان سب دلائل کو یا نصف یا تہائی کو بھی توڑ ڈالے اور کوئی شخص ثالث مسلم الطرفین غیر مذہب اس کا جواب باصواب ہونا تسلیم کر لے تو وہ ہزار روپیہ انعام پانے کا مستحق ہوگا۔ اور اگر جواب نہ لکھ سکیں تو اپنے مذہب باطل اور الحاد سے توبہ کریں اور اگر توبہ نصیب نہ ہو تو پھر آئندہ حجاب شرم اور ندامت پہن کر گوشہ گیری لازم پکڑیں اور کسی مسلمان کے سامنے نہ آویں۔ و اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

الراقم مولوی ابوالحسن مصنف کتاب ہذا ساکن پنجگرائیں ضلع سیالکوٹ

☆☆

یا د رہے کہ ابوالحسن سیالکوٹی، حافظ محمد ثانی کے لقب سے مشہور تھے۔ کھوکھر ذات، والد کا نام شہسوار تھا۔انہوں نے اپنا نام کتاب ہذا میں دو جگہ صرف محمد لکھا ہے۔ (حصہ اول کے اختتام پر، اور حصہ دوم کے اختتام پر)۔ اور بتایا جاتا ہے کہ ان کے والدین نے ان کا نام محمد رمضان رکھا تھا جسے انہوں نے بدل کر محمد ابوالحسن رکھ لیا تھا۔

اس کتاب (بجلی آسمانی) کے حصہ دوم کے آخر پر ۱۶ شوال ۱۳۲۲ھ کی تاریخ تکمیل تحریر ہے تاہم اس کا بیشتر حصہ ہمارے اندازے (جو کتاب کی داخلی شہادتوں پر مبنی ہے) کے مطابق ۱۸۹۹ء ۔تا ۱۹۰۱ء لکھا گیا تھا۔ جس نسخے کی فوٹو کاپی ہمیں دستیاب ہوئی ہے وہ مولانا کی وفات کے بعد ۱۹۰۶ء کا مطبوعہ نسخہ ہے۔ اور چونکہ ۱۹۰۶ء والی اشاعت کے موقع پر شائد مناسب نظر ثانی نہیں کی جاسکی اس لئے اس میں ایسی باتیں بھی موجود ہیں جو ۱۸۹۹ء میں درست تھیں لیکن ۱۹۰۶ء میں درست نہیں تھیں ۔ مثلاً ۱۸۹۹ء میں ہندوستان میں طاعون نہیں تھا ۔ ۱۹۰۶ء میں صورت حال بدل چکی تھی اس لئے مرزا صاحب کو ۱۹۰۷ء میں اپنی حقیقۃ الوحی میں اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ دیکھو ابوالحسن کہتے ہیں کہ ملک میں طاعون نہیں ہے، جب کہ حقیقتاً موجود ہے ۔ لیکن مرزا صاحب نے اس حقیقت کو چھپایا کہ مولانا ابوالحسن سیالکوٹیؒ نے تو یہ بات ۱۸۹۹ء کے بارے میں کہی تھی، ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء کے متعلق نہیں۔

مرزا صاحب حقیقۃ الوحی (جو مئی ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی) کے صفحہ ۵۹۸ میں لکھتے ہیں:

پھر ایک اور شخص ابوالحسن نام نے میرے رد میں ایک کتاب بنائی جس کا نام ہے، بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی ...آخر نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی مذکور اس کتاب کے شائع کرنے کے بعد خود طاعون سے مر گیا۔

اور حاشیہ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے: اس شخص کا نام محمد جان ہے المعروف مولوی محمد ابوالحسن مؤلف شرح صحیح بخاری المعروف بہ فیض الباری ساکن پنج گرائیں تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ، اس ضلع میں یہ ایک مشہور مولوی تھا.. ابھی اس بدقسمت مولوی نے دوسرا حصہ اپنی کتاب کا طیار نہیں کیا تھا کہ طاعون کی بجلی اس پر پڑ گئی ....

مرزا صاحب نے یہ تو لکھا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں کہ لیکن مولانا ابوالحسن سیالکوٹی کی کسی ایک بات کا بھی جواب نہیں دیا۔ ان کے تین سو دلائل میں سے کسی کو نہیں توڑا۔ اور انکے ہزار روپیہ

کے دوانعامی چلینجوں کی طرف بھی توجہ نہیں فرمائی۔آخری اشتہار یک ہزاری کا جواب بھی نہیں دیا۔ کہا تو یہ کہ دیکھووہ مرگئے ہیں اور میں زندہ ہوں، اس لئے وہ جھوٹے اور میں سچا۔

زندگی اور موت تو خداتعالی کے ہاتھ میں ہے، اور کسی کو اپنی موت کے وقت کا علم نہیں ہے۔اور نہ ہی کسی کا کسی سے پہلے یا بعد میں مرنا اس کے کذب وصدق کی دلیل ہے الاّ یہ کہ فریقین میں باضابطہ مباہلہ ہو چکا ہو، جیسا کہ صوفی عبدالحق غزنویؒ اور مرزا صاحب قادیانی کے مابین ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں منعقد ہوا تھا اور جس کے نتیجے میں مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں مولانا غزنویؒ کی زندگی میں راہی ملک عدم ہو گئے تھے۔

اس کتاب میں مولانا ابوالحسن سیالکوٹیؒ نے یہ پیش گوئی بھی کی تھی کہ مرزا صاحب کو حج بیت اللہ نصیب نہیں ہوگا۔اوران کی تدفین مدینہ منورہ میں نہیں ہوگی۔ مرزا صاحب نے یہ دونوں پیش گوئیاں پڑھیں لیکن انہوں نے نہ تو حقیقۃ الوحی میں اور نہ ہی کسی اور جگہ حج نہ کر سکنے والی پیش گوئی کا کوئی جواب دیا۔ اسے شیر مادر کی طرح پی گئے اور مولانا ابوالحسنؒ سیالکوٹی کے صدق اور اپنے کذب کا اقرار کر گئے۔ مولانا ابوالحسن نے یہ بھی پیش گوئی کی تھی کہ مرزا صاحب عیسائیوں کی لکھی ہوئے کتاب امہات المؤمنین کا جواب نہیں لکھ سکیں گے۔مرزا صاحب قادیانی نے کتاب امہات المؤمنین کا جواب نہ لکھ کر مولانا کی اس پیشگوئی کو بھی سچا کر دکھایا۔

☆☆☆

الخطاب الملیح

فی تحقیق المہدی و المسیح

انبالہ کے منشی کرم خان نائب محافظ دفتر ڈپٹی کمشنر انبالہ نے ۲۲ فروری ۱۹۰۳ء کو چند سوالات لکھ کر مولانا اشرف علی تھانویؒ کو بغرض جواب ارسال کو کئے اور لکھا کہ میں بفضل خدا اور برکت سرور کائنات وعلمائے شریعت سے اپنے عقائد اہل سنت حنفی المذہب پر بہت معتقد و قائم ہوں، لوگوں کی چھیڑ چھاڑ اور بعض احباب کے بگڑ جانے اور بعض کے مستقیم رہنے کی وجہ سے یہ تکلیف حضور کو دی ہے۔ اگر حضور کل کا جواب تحریر فرما دیں گے تب بھی جناب کا مشکور ہوں اگر بعض کا، تب بھی حضور کا ممنون ہوں۔ نیز درخواست کی کہ مفصل جواب سے مشرف فرماویں گے اور جس کتاب کا حوالہ دیں، باب یا فصل سے مطلع فرماویں۔ نیز یہ کہ چونکہ مرزا بخاری شریف پر اور قول ممیتک ابن عباسؓ پر بہت ناز کرتا ہے اگر زیادہ تر حوالہ بخاری شریف اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حوالہ دیں تو عمدہ ہے۔ اور علماء جن میں محی الدین ابن عربی یا جلال الدین سیوطی اور خصوصاً حضرت امام مالک کی بابت اگر کہیں اقوال ہوویں تو ضرور تحریر فرماویں یا اصحاب مالک سے حوالہ دیں۔ اور مجمع البحار کی عبارت سے تسلی بخشیں۔

مولانا تھانویؒ نے سوالات کے جوابات لکھنے کے بعد آخر میں ایک مستقل مختصر مضمون جو ایسے تمام شبہات کے لئے کافی ہوسکتا ہے، اضافہ کر دیا۔ یہ مختصر رسالہ، احتساب قادیانیت ج ۴ سے ملخصاً نقل کیا جاتا ہے: (سوالات کو قادیانی اور کرم خان سے منسوب کیا گیا ہے اور جوابات کو تھانوی کے نام سے نقل کیا گیا ہے۔ بہاء)

قادیانی۔ عیسی اور ان کی والدہ نے بمقام کشمیر وفات پائی ہے چنانچہ آیت قرآن شریف و آوینا ھما الی ربوۃٍ سے یہی مراد ہے کیونکہ کشمیر بہت بلند جگہ ہے جب کہ مسیح صلیب سے بھاگ کر کشمیر چلے گئے تو ہر دو، حضرت مسیح و والدہ حضرت مریم نے وہاں وفات پائی۔ اسی جگہ

ہر دو کی قبر ہے۔

مولانا تھانوی ۔ ربوہ کی تفسیر دمشق یا فلسطین یا بیت المقدس غرض ملک شام کے کسی مقام سے کی گئی ہے۔ کشمیر سے تفسیر کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ اور علی سبیل التنزل کہتا ہوں کہ اگر کشمیر تشریف لانا مان بھی لیا جائے تو اس کو اصل مدعا منکر رفع جسمانی الی السماء سے کیا تعلق ہے۔ کیا سفر کشمیر کے بعد وہاں سے جانا اور پھر مرفوع الی السماء ہونا ممتنع ہے؟ رہا دعوی وہاں قبر ہونے کا محض بے اصل ہے۔ تخمین وقیاسات وافواہی حکایات کا بمقابلہ دلائل شرعیہ کوئی اعتبار نہیں۔ رہی تحقیق قبر حضرت مریم کی اس کی ضرورت نہیں۔

قادیانی ۔ حضرت مریم نے حالت حمل میں نکاح کر لیا تھا چنانچہ مسیح کے حقیقی برادر و ہمشیرگان بھی تھیں۔

مولانا تھانوی ۔ کہیں ثابت نہیں۔ قبل حمل اس کا قائل ہونا صریح تکذیب قرآن ہے اور بعد حمل تکذیب اجماع ہے۔ پس دونوں امر باطل ہیں اور جنت میں نکاح کئے جانے کی مجھ کو تحقیق نہیں نہ تحقیق کی ضرورت سمجھی۔

قادیانی ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور نیز بخاری کا وفات مسیح پر مذہب ہے چنانچہ کتاب التفسیر بخاری میں قول عبد اللہ بن عباسؓ کا ہے متوفیک ای ممیتک۔ یعنی توفّی بمعنی فوت ہے، نہ نیند وغیرہ۔ اور امام بخاری حدیث لائے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کو میری امت سے بعض اشخاص ننگے سر و پاؤں لائے جائیں گے، ان کو اپنے اصحاب کہونگا۔ نداء ہوگی کہ یہ تیرے بعد گمراہ ہو گئے تھے۔ تو اس وقت میں بھی وہی کہوں گا جو عیسیٰؑ نے کہا یعنی انی اقول کما قال العبد الصّالح ۔ پس یہ فرمانا ان حضرات کا اس وقت یعنی زبان حضرت میں ایک قصہ ماضی کا ہو گیا۔ حضرت نے کما قال فرمایا، یقول نہیں فرمایا اور مسلمان کہتے ہیں کہ مسیح قیامت کو جواب دیں گے حالانکہ یہاں صیغہ ماضی کا بولا گیا ہے۔

مولانا تھانوی ۔ اگر ممیتک کو اپنے ظاہری معنی پر کہا جاوے پھر بھی منکر رفع جسمانی کو کچھ مفید نہیں۔ اول تو اس وجہ سے کہ ممکن ہے کہ یہ موت بعد النزول الی الارض ہو جس کی خبر اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کو پہلے سے دے دی اور واؤ ترتیب کے لئے موضوع نہیں۔ اس لئے اس کا تحقق و رافعک الیّ سے پہلے ضروری نہیں۔

رہی یہ بات کہ ذکر میں کیوں مقدم فرمایا، سو گو اس نکتہ کی تحقیق کو اصل مبحث سے تعلق

نہیں مگر تبرعاً نکتہ کا بیان بھی کئے دیتا ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ کے باب میں دو فرقوں کو افراط و تفریط تھا۔ ایک نصاری کو کہ ان کو الہ مانتے تھے دوسرے یہود کو، وہ ان کو غیر طاہر جانتے تھے۔ اور نصاری کی غلطی یہود کی غلطی سے بڑھی ہوئی تھی کیونکہ غیر الہ کو الہ ماننا زیادہ غلط ہے نبی کو غیر نبی جاننے سے، اگرچہ دونوں کفر ہیں۔ اس لئے متوفّیک کو جب کہ معنی ممیتک سے مقدم کیا؟ کہ اس میں ابطال ہے عقیدہ نصاری کا کیونکہ موت منافی ہے الوہیت کے۔ پھر ردّ فرمایا عقیدہ یہود کو اس طرح سے کہ ان کے لئے رفع الی السماء ثابت کیا جو مستلزم ہے طہارت جسمانی کو اور تطہیر مطلق ثابت کی جو مستلزم ہے طہارۃ روحانی کو۔ اس طرح دونوں فرقوں پر ردّ ہو گیا اور متوفیک کی تقدیم مناسب ہوئی۔ اور اگر ترتیب ذکری کے ساتھ ترتیب وقوعی بھی مان لی جائے تب بھی منکر رفع کو مفید نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ قبل رفع تھوڑی دیر کیلئے آپ کو وفات دی گئی ہو اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لئے گئے ہوں جیسا کہ بعض سلف اس کے قائل بھی ہوئے ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے:

الثانی متوفّیک ای ممیتک و ھو مروی عن ابن عباس و محمد بن اسحاق قالوا و المقصود ان لا یصل اعداء من الیھود الی قتله ثم انه بعد ذلک.....بان رفعه الی السماء .... ثمّ اختلفوا علی ثلاثة اوجه احدھا قال وھب توفّی ثلاث ساعات ثم رفع۔ (والثانی) قال محمد بن اسحاق توفّی سبع ساعات ثم احیاه اللّٰه تعالی و رفعه۔ الثالث قال الربیع بن انس انه تعالی توفّاه حین رفعه الی السماء۔

بہر حال ممیتک کے ساتھ تفسیر کرنا بھی کسی طرح منکر رفع کو مفید نہ ہوا۔ اور امام بخاری کا اس تفسیر کو نقل کرنا اول تو مستلزم نہیں کہ ان کا بھی یہی مذہب ہو اور اگر ہو بھی تو منکر رفع کو مفید نہیں جیسا کہ ابھی بیان ہوا کہ موت اور رفع العبد الی السماء میں تنافی نہیں، ایک کے اثبات سے دوسرے کی تنافی لازم نہیں آتی۔

رہا استدلال کرنا قال کے ماضی ہونے سے، یہ بھی محض ضعیف ہے۔ اول تو اس لئے کہ ماضی بمعنی مضارع بکثرت قرآن میں وارد ہے۔ جیسا کہ و نفخ فی الصور؛ و اشرقت الارض۔ وضع الکتاب ؛ قضی بینھم؛ و سیق الذین وغیرہ پس قال بمعنی یقول ہو سکتا ہے۔

رہا یہ امر کہ ماضی سے کیوں تعبیر فرمایا، سو بیان نکتہ کو اصل مقصود میں کوئی دخل نہیں، مگر تبرعاً بیان کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جو اپنی حکایت بیان فرمائی کہ میں قیامت میں اس طرح کہوں گا۔ اس بیان سے پہلے صحابہ یہ آیت سن چکے تھے ان تعذّبھم فانّھم عبادك .. الآیہ۔ پس مقتضاء بلاغت کا ہوا کہ حکایت کے ماضی ہونے کو بمنزلہ حکی عنہ کے ماضی ہونے کے ٹھہرا کر صیغہ ماضی استعمال فرمایا۔ یا یوں کہا جائے کہ قیامت کے روز حضرت عیسیٰؑ کا یہ قول پہلے ہو چکے گا پھر ہمارے حضور ﷺ کا یہ قول صادر ہوگا، تو حضور ﷺ کے قول کے وقت چونکہ وہ قول ماضی ہو چکا ہے، اس لئے صیغہ ماضی سے تعبیر فرمایا۔ قرآن میں بھی اس کی نظیر ہے۔ قال تعالیٰ: یوم یأتی بعض آیات ربک لا ینفع نفساً ایمانھا لم تکن آمنت من قبل۔ انعام ۱۵۸۔ یہ یقینی بات ہے کہ تکلم کے وقت کے اعتبار سے لم تکن مستقبل ہے مگر باعتبار وقت حکم کے لا ینفع کے ماضی کو اس لئے ماضی لائے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر بعض جگہ تو مستقبل سے مستقبل کو بھی ماضی کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے قال اللہ تعالیٰ:

وعلی الاعراف رجال یعرفون کلاً بسیماھم ونادوا اصحاب الجنۃ۔

اس میں یقیناً نداء بعد معرفت کے ہے پھر قول کو مستقبل لائے اور نداء جو اس مستقبل سے بھی مستقبل ہے اس کو ماضی سے تعبیر فرمایا۔ اور اگر قال کو ہم ظاہری معنی پر ہی محمول کریں تب بھی استدلال منکر رفع کا غلط ہے کیونکہ ممکن ہے کہ یہ مخاطبت فیما بین اللہ تعالیٰ اور حضرت عیسیٰؑ کے بعد رفع الی السماء واقع ہو چکی ہو۔ جیسا احادیث میں وارد ہے کہ شہداء سے بجز د پیشی قبل قیامت ہی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ غایت مافی الباب یہ لازم آیا کہ جب عیسیٰؑ سے یہ باتیں ہو چکی ہیں تو توفّی بھی واقع ہو چکی ہے مگر اس میں بھی کوئی اشکال لازم نہیں اگر توفی بمعنی اخذ الشئی بالتمام کے ہو جیسا کہ بہت سے مفسرین اس طرف گئے ہیں اور اس بنا پر توفی عین مفہوم رفع عیسی مع الجسد والروح ہوگا۔ تب تو ظاہر ہے کہ کوئی اشکال نہیں اور اگر بمعنی وفات ہی لے لیا جائے تب بھی اوپر تحقیق ہو چکا ہے کہ وفات میں اور رفع مع الجسم میں کوئی منافاۃ نہیں۔ بہرحال کسی تفسیر پر بھی منکر رفع کو مفید نہیں

❁ قادیانی۔ میں نبی ہوں، رسول ہوں مگر بروزی طور پر، میں صاحب شریعت نہیں ہوں لیکن جزوی نبی ہوں اور ایسا دعویٰ اکابر نے بھی کیا ہے۔ منصور نے انا الحق، و بایزید بسطامی نے انا نوح وغیرہ کہا ہے، ثابت ہے۔

مولانا تھانوی ۔ رسالت ونبوت و وحی کے جو معانی اصطلاح شرعی میں ہیں، ان کا منقطع ہو جانا، دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور ہمارے حضور ﷺ ان امور کے خاتم ہیں۔ اسکے انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ رہا قصہ بروز کا، سو یہ ایک اصطلاح متحدث ہے۔ اگر اس کی تعریف جامع مانع ایسی کی جائے جو قواعد شرعیہ کے مخالف نہ ہو تو گو بحکم قول لا مشاحة فی الاصطلاح محل نزاع نہیں مگر چونکہ یہ حکم بھی شرعی ہے کہ الفاظ موہمہ سے احتراز واجب ہے چنانچہ اسی بنا پر قرآن میں لا تقولوا راعنا فرمایا گیا اور احادیث میں بہت سے الفاظ کی ممانعت اسی بنا پر وارد ہے۔ اس لئے جس جگہ اس قسم کا الہام اور عوام کے لئے مغلط اور مفسدہ کا احتمال ہوگا ایسے الفاظ کے استعمال کو حرام ومعصیت کہا جائے گا۔ اور اگر ان الفاظ اصطلاحی کے تعریف ہی میں کوئی جزء مخالف قواعد شرعیہ ہوگا تو اس وقت کوفی نفسہ بھی باطل قرار دیں گے۔ اس کے علاوہ میں کہتا ہوں کہ اگر لفظ بروز کے بڑھا دینے سے رسالت ونبوت کا دعوی جائز ہے تو اسی قید کے ساتھ خدائی کے دعوی کی بھی اجازت ہونی چاہیے کیونکہ آخر مخلوق میں صفات الہیہ کا کم وبیش علی قدر العطاء الوھبی ،ظل تو ضروری ہے۔ کیا کوئی عاقل متدین اس امر کو گوارا کر سکے گا؟ جب خدائی کا دعوی گوارا نہیں تو رسالت کا کیونکر گوارا ہے؟

رہا استدلال کرنا فعل انکار سے، سو اگر ان قصوں کو صحیح مان لیا جائے تو وہ حضرات غلبہ حال سے معذور تھے۔ چنانچہ حضرت بایزید بسطامی کا قصہ مشہور ہے کہ جب ان کو حالت صحت میں اس کی اطلاع کی گئی تو توبہ ظاہر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں پھر ایسی بات کہوں تو مجھ کو بلا تردد قتل کر ڈالو۔ چنانچہ لوگوں کا اس طرح سے قصد کرنا اور پھر آپ کی کرامت سے زخموں کا اثر نہ ہونا مشہور ہے۔ بہرحال قصد وعمد سے کبھی نہیں کہا، نہ اس پر اصرار تھا۔ پس کجا وہ حالت اور کجا یہ حالت کہ اگر کوئی ذرا کلام کرو، تو اس کے ردّ میں رسالے اور اشتہارات تیار کئے جائیں۔

قادیانی ۔ رفع بمعنی عزت کی موت دینا ہے۔ یا بعد مرنے کے روحانی طور بہشت میں داخل ہونا ہے۔ چنانچہ و رافعک الیّ ،بحق مسیح اور لفظ و رفعناہ مکاناً علیّاً بحق ادریس ہی بولا گیا ہے، نہ بالجسم اٹھانا مراد ہے۔

مولانا تھانوی ۔ رفع کے معنی لغوی مشہور ہیں۔ شرعی اصطلاح اس میں جداگانہ نہیں۔ عزت کی موت اس کے کوئی معنی نہیں۔ البتہ رفع بمعنی درجہ کے بھی مستعمل ہے اور بمعنی رفع روح جس کا حاصل موت ہے بھی مستعمل۔ لیکن دونوں معنی کا مجموعہ کہ اس میں دونوں قیدیں ہوں اس

میں کہیں مستعمل نہیں دیکھا گیا۔ اور اگر کہیں مستعمل ہوتا بھی ہو، تو بھی حضرت عیسیٰؑ کے باب میں جو لفظ رفع کہا گیا ہے وہ تو یقیناً اس معنی میں مستعمل نہیں کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ احادیث میں نزول عیسی کی خبر دی گئی ہے اور اس نزول کو بمقابلہ ان کے مرفوع ہونے کے فرمایا گیا ہے، چنانچہ سیاق احادیث سے ظاہر ہے۔ پس جب دونوں لفظ اس حیثیت سے متقابل ٹھہرے تو یقیناً ایک لفظ کے جو معنی ہوں گے دوسرے لفظ میں اس کا مقابل مراد ہوگا۔ پس اگر رفع سے مراد مع الجسم آسمان پر جانا مراد لیا جائے جیسا کہ جمہور کہتے ہیں تو نزول سے مراد مع الجسم زمین پر آنا مراد ہوگا جس میں نہ تقابل فوت ہوا نہ کوئی خرابی لازم آئی۔ اگر بقول منکر رفع جسمانی سے مراد عزت کی موت لی جائے تو نزول سے مراد بقرینہ مقابلہ ذلت کی پیدائش لینا چاہیے۔ پس معنی حدیث نزول کے یہ ہوں گے کہ پھر عیسیٰؑ نعوذ باللہ ذلت کے ساتھ پیدا ہوں گے۔ اور اگر یہاں یہ معنی نہ لئے جائیں گے تو مقابلہ فوت ہو جائے گا، جس کا لزوم اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عزت کی موت کے معنی مراد لینا صحیح نہیں۔

اور اگر کوئی کہے کہ ہم مطلق موت مراد لے لیں گے، تو ہم کہیں گے کہ اول تو اس کی دلیل چاہیے، اور اگر بلا دلیل ہم تسلیم بھی کر لیں جب بھی منکر رفع جسمانی کو مفید نہیں۔ کیونکہ رفع جسمانی اگر اس لفظ سے ثابت نہ کہا جائے گا دوسری دلیل شرعی یعنی اجماع سے ثابت رہے گا اور موت کا رفع جسمانی کے منافی نہ ہونا اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ اور اگر رفعناہ مکاناً علیّاً میں صرف رفع روح مراد ہو جب بھی ہم کو مضر نہیں کیونکہ ہم یہ کب کہتے ہیں کہ رفع روحانی میں اس کا استعمال نہیں آتا۔ اسی وجہ سے تحقیق قصہ ادریسؑ کی حاجت نہیں۔ ہمارا تو یہ قول ہے کہ دونوں معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے مگر چونکہ حضرت عیسیٰؑ کا مرفوع بالجسم اجماع سے ثابت ہے اس لئے ان کے قصہ میں اس معنی کو ترجیح ہے اور علی سبیل التنزل کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قرآن میں بمعنی رفع الجسم نہ بھی لے تب بھی ہمارا دعوی رفع مع الجسم کا اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ عنقریب بیان ہو چکا ہے۔ اور چونکہ لفظ رفع بمعنی رفع مع المادۃ میں لغۃً مستعمل ہے، اس لئے نظیر کی حاجت نہیں اور تبرعاً نظیر بھی پیش کرتے ہیں؛ قال تعالیٰ: رفع السّماوات بغیر عمدٍ

وقال تعالیٰ: رفع سمکھا

حدیث میں آیا ہے: قالت عائشہ ولقد کنا لنرفع الکراع۔ (ترمذی ج اول ص ۲۷۷)۔

اور حدیث حج عیسی میں فرفعت امرأۃ ..... (ترمذی ج ا ص ۱۸۵)۔ دیکھئے یہ سب اشیاء مادی ہیں

جومع المادہ مرفوع ہوئیں۔

قادیانی۔ لفظ نزول جو بحق مسیح احادیث میں وارد ہے وہ مراد آسمان سے اترنا نہیں ہے بلکہ پیدا ہونا مراد ہے جیسا کہ فرمایا خدا نے و انزلنا الحدید۔ کیا لوہا بھی آسمان سے اترا ہے۔ یا لفظ انزلنا الکتاب میں مراد یہ ہے کہ قرآن آسمان سے اترا ہے اور کسی نے دیکھا ہے

مولانا تھانوی۔ گو نزول بھی دوسرے معانی میں حقیقتاً یا مجازاً مستعمل ہوتا ہے جس کا انکار نہیں، مگر نزول عیسیٰ کا یقیناً باعتبار معنی ظاہر متبادر کے ہے۔ اولاً حدیث مسلم باب ذکر الدجال میں ہے: فینزل (الی قولہ) بین مھروذتین واضعاً کفّیہ علی اجنحۃ ملکین۔ اگر بقول منکر نزول، من السماء، یہاں پیدائش کے معنی لئے جائیں تو استغفراللہ حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ عیسیٰؑ دو رنگین کپڑے پہنے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے پیدا ہوں گے۔ اول تو یہ مطلب کیسا مہمل ہے پھر افسوس کہ مدعی مسیحیت میں یہ صفت بھی نہیں پائی جاتی۔ پس حدیث کے قرائن معنی متبادر کے تعیین کر رہے ہیں دوسرے اس معنی پر اجماع بھی ہے۔

قادیانی۔ آسمان پر اس جسم خاکی کا جانا محال ہے اور آنحضرت ﷺ اس جسم کثیف سے معراج کو نہیں گئے بلکہ معراج کشفی و نومی تھا اور حضرت عائشہ بھی جسمی معراج کی قائل نہ تھیں۔ اور وجہ یہ ہے کہ آسمان پر کرہ نار، یا، زمہریر ہے خاکی جسم کا جانا محال ہے بلکہ بڑے پہاڑوں پر جانے سے انسان نہیں زندہ رہ سکتا ہے۔

مولانا تھانوی۔ بلاشک جا سکتا ہے اور اگر کوئی شخص محال کہے تو اس سے پوچھنا چاہیے کہ یہ محال عقلی ہے یا شرعی ہے یا عادی ہے۔ اگر محال عقلی یا شرعی ہے تو دلیل لانا چاہیے، کون سی دلیل عقلی نے اس کی نفی کی ہے؟ کون سی دلیل شرعی اس کا انکار کر رہی ہے؟ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو سکے گی۔ اور اگر محال عادی ہے، تو مسلّم، مگر یہ مفید نہیں کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کسی امر کا امکان عقل سے ثابت ہو اور دلیل شرعی اور اس کے وقوع کی خبر دے اور اس کے وقوع کا اعتقاد واجب ہے۔ چنانچہ یہ امر بہت ہی ظاہر ہے پس جب اس میں کوئی استحالہ عقلی ہے نہیں اور دلیل شرعی اس کا اثبات کر رہی ہے تو واجب ہوگا کہ اس کو خرق عادت قرار دے کر اس کا اعتقاد کیا جائے۔ اور ممکنات عقلیہ کی نسبت انّ اللّٰہ علی کل شئی قدیر عقیدہ قطعیہ ہے۔ بلکہ میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ یہاں ممکن ہے کہ کوئی مانع عادی طبعی بھی نہ ہو، کیونکہ یہ امر مشاہدہ سے ثابت ہے کہ اگر آگ یا مثل اس کے کسی تیز چیز کے اندر سے بہت جلدی سے انگلی

کو بار بار نکالیں تو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا۔ اور فلسفہ میں یہ طے ہو چکا ہے کہ سرعت حرکت کی کوئی حد نہیں۔ پس ممکن ہے کہ جسم محمدی ﷺ و جسم عیسوی کو ان کرّوں سے نہایت سرعت و عجلت کے ساتھ نکال کر آسمان پر پہنچا دیا ہو اور بوجہ سرعت جسم کو کوئی گزند نہ پہنچا ہو، تو اس میں کیا استبعاد ہے۔ اور بڑی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محال عادی پر قادر ہیں، جو چاہیں واقع کر دیں۔ زمہریر اور نار سب ان کے مسخر اور محکوم ہیں۔ جب اس کا امکان ثابت ہو گیا تو بلندی کشتی نوح کی تحقیق کی کچھ حاجت نہیں اور قول حضرت عائشہؓ کا یا بمقابلہ دیگر روایات صحیحہ موجود ہے یا تو دو واقعہ پر محمول ہے اور صریح دلیل، معراج کے جسمانی ہونے کی یہ ہے کہ منکرین نے اس کی کس شدت سے تکذیب کی۔ اگر روحانی یا نومی ہوتی، استعجاب و استبعاد کی کوئی وجہ نہ تھی۔ پھر حضور ﷺ خود فرما دیتے کہ اس میں استبعاد کیا ہے یہ تو نومی و روحانی ہے۔

قادیانی۔ مسیح کا آنا محال ہے کیونکہ اگر بحالت نبوت آئے تو خاتم النبیین کی آیت کا نقض ہے، اگر بلا نبوت آئے تو ان سے کیا قصور ہوا کہ نبوت سے معزول ہو گئے۔

مولانا تھانوی۔ اس مدعا کی تو تحقیق نہیں نہ تحقیق کی حاجت ہے، مگر حضرت عیسیٰؑ کا تابع شرع محمدی ہو کر تشریف لانا یقینی ہے، اور اس میں نہ ختم نبوت میں قدح لازم آتا ہے نہ حضرت عیسیٰؑ کا نبوت سے معزول ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت نبی بھی ہوں گے اور تابع دوسرے نبی یعنی ہمارے حضور ﷺ کے تابع بھی ہوں گے۔ جس طرح حضرت ہارونؑ خود بھی نبی تھے اور شریعت میں حضرت موسیٰؑ کے تابع تھے۔ اور پھر بھی تابع ہونے سے معزول ہونا لازم نہیں آیا۔ البتہ اگر حضرت عیسیٰؑ اس وقت خود صاحب شریعت مستقلہ ہوتے تو حضور ﷺ کی شریعت کا منسوخ ہونا اور اگر حضرت عیسیٰؑ کو اس وقت نبوت عطا ہوتی اور پہلے زمانہ میں نبوت نہ مل چکتی، تو حضور پر نبوت کا ختم نہ ہونا بے شک لازم آتا۔ مگر جب ایسا نہیں ہے بلکہ ایک ایسے نبی جن کو حضور ﷺ کے زمانہ سے پہلے نبوت مل چکی ہے، حضور ﷺ کے تابع شرع ہو کر آویں گے تو اس صورت میں نہ حضور ﷺ کی ابدیت شریعت میں کوئی خلل ہوا اور نہ ختم نبوت میں کوئی قدح ہوا۔ اور اگر صرف اتباع کا نام معزولی ہے تو حدیث میں صاف تصریح ہے: لو کان موسی حیّا لما وسعه الّا اتباعی۔ (مشکوۃ ج ا ص ۲۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ)۔ اس بنا پر معنی حدیث کے یہ ہونا چاہیے کہ اگر موسی میرے وقت میں زندہ ہوتے تو نبوت سے معزول ہو جاتے۔ پس یہی سوال ہم کرتے ہیں کہ اس صورت میں حضرت موسیٰؑ کی کیا خطا تھی جو وہ نبوت سے معزول کر دیئے گئے۔

قادیانی ۔ آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیومننّ بہ قبل موتہ ۔ میں ہر دو ضمائر میں ایک ضمیر اول میں قرآن شریف یا آنحضرت ﷺ مراد ہیں ۔ اور ضمیر دوم میں ایک کتابی ۔ چنانچہ تفاسیر میں لکھا ہے کہ ہر ایک کتابی وقت موت خود مسیح پر ایمان لے آتا ہے ۔ پس ضمیر ہ کی مسیح کی طرف پھیرنا اور قیامت کو صیغہ مستقبل بنانا غلطی ہے ۔

مولانا تھانوی ۔ اس ضمیر میں کئی قول ہیں چونکہ ہمارا مدار استدلال اس پر نہیں ہے اس لئے ہماری طرف سے گنجائش ہے جس قول کو چاہے کوئی اختیار کر لے ہمارا کچھ ضرر نہیں ۔ اگر حضرت عیسی کی طرف ضمیر راجع ہو، تب تو ظاہر ہے کہ ہم کو مفید ہے ہی، اور اگر کتابی کی طرف ہو تو حیات موت عیسی اس آیت میں مسکوت عنہا ہوگی ۔ سو ہمارے پاس دوسرے دلائل موجود ہیں اس لئے ایک جگہ مسکوت عنہا ہونا ہم کو مضر نہیں ۔

قادیانی ۔ آیت قد خلت من قبلہ الرّسل ..صاف دلالت وفات مسیح پر ہے کیونکہ لفظ خلا بمعنی موت ہے ۔ اگر گزرنا معنی لئے جاویں تو وہ گزرنا مراد ہے جو پھر واپس نہ آوے، جیسا کہ مرنا ہے کہ پھر کوئی نہیں آیا ۔

مولانا تھانوی ۔ خلا بمعنی مطلق مضی ہے ۔ نہ حیات اس کے مفہوم کا جزو ہے نہ موت ۔ قرینہ مقام سے جیسے مضی مناسب ہوں گے مراد لے لی جائے گی ۔ خواہ وہ مضی بالموت ہو یامع الحیوۃ ۔ پس خلت کو بالتعیین بمعنی ما تت لینے کی کوئی دلیل نہیں ۔ رہا یہ امر کہ کوئی ایسی نظیر ہو جس میں حیات کے ساتھ استعمال خلت کا آیا ہو ۔ قبل ازیں اس کا جواب ہو چکا ہے کہ بعد اثبات حجت استعمال کے نظیر پیش کرنے کی حاجت نہیں مگر ہم تبرعاً نظیر بھی پیش کرتے ہیں قال اللہ تعالی : و ان من امۃٍ الا خلا فیھا نذیر ۔

فی الصراح ای مضی و ارسل ۔

گو دلیل خارجی سے نذیر کا میت ہونا معلوم ہوا ہے مگر جو مقصود ہے اس کلام سے کہ کوئی امت بلا نذیر نہیں ۔ یہی جیسا صاحب صراح نے مضی کی تفسیر ارسل سے کر کے اس کی تصریح کر دی، اس مقصود میں خلا کا صدق حیوۃ فاعل خلا کے ساتھ ہوا ہے کیونکہ حالت موت میں مرسل ہونے کے کوئی معنی نہیں جیسا ظاہر ہے ورنہ آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ جتنی امتیں ہوئی ہیں سب میں ایک ایک نذیر مر چکا ہے ۔ سو اس کا مخالف مقصود قرآنی ہونا ظاہر ہے اور اگر قد خلت کو بمعنی قد ما تت ہی لے لیا جائے تب بھی منکر رفع جسمانی کو مفید نہیں کیونکہ موت اور رفع

الجسم میں منافاۃ نہ ہونا اوپر محقق ہو چکا۔

قادیانی ۔ مجمع بحار الانوار صفحہ ۲۸۶ میں قول مالک مات بجق مسیح لکھا ہے اور امام ابن قیم اور ابن تیمیہ، مسیح کی وفات کے قائل ہیں۔

مولانا تھانوی ۔ ہم کو تحقیق حوالہ و تحقیق مذہب ابن تیمیہ و ابن القیم کی حاجت نہیں کیونکہ تسلیم موت میں بھی منکر رفع جسمانی کو کوئی نفع نہیں جیسا کہ کئی بار گذر چکا۔ اور اگر کسی کے کلام میں رفع جسمانی کی نفی مصرح ہو بوجہ خلاف اجماع ہونے کے قابل قبول نہیں۔

قادیانی ۔ قرآن شریف میں ۲۳ جگہ وفات یعنی توفّی بمعنی موت ہے اور انّی متوفّیک میں صاف ظاہر ہے کہ معنی ، میں ماردونگا ہے۔ نہ مراد، لینا ہے۔ اور کہیں قرآن یا حدیث یا قول صحابہ یا محاورہ عرب میں توفی بمعنی رفع لینا نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں خدا فاعل اور ذی روح مفعول اور فعل توفّی ہو وہاں صرف قبض روح اور جسم بیکار چھوڑ دینا ہے۔ ایسے موقع پر کہیں سوائے قبض روح اور مراد نہیں ہے۔

مولانا تھانوی ۔ جب آیت ھو الّذی یتوفکم باللیل (الانعام)۔ میں غیر موت میں (توفّی) کا استعمال ثابت ہے تو اور نظائر کی کیا ضرورت ہے؟ ورنہ مثل اس نظیر کے اور نظائر کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان سب نظائر کے سوا اور کوئی نظیر بھی ہے؟ بلکہ میں کہتا ہوں کہ بعد اثبات حجت استعمال کے ایک نظیر کی بھی حاجت نہیں ہے اور صحت استعمال لغت سے ثابت ہے۔ توفّی کے معنی ، تمام گرفتن حق ، لکھا ہے نیز مجمع البحار میں ہے: متوفّیک و رافعک علی التّقدیم و التّاخیر و قد یکون الوفاۃ قبضاً لیس بموت

قادیانی ۔ آیت فیھا تحیون و فیھا تموتون و منھا تخرجون سے صاف مراد ہے کہ انسان زمین پر ہی رہے گا نہ آسمان پر۔ اگر آسمان پر جانا مسیح کا مانا جائے تو یہ آیت مخالف ہے۔

مولانا تھانوی ۔ اگر دلیل حصر بجز تقدیم معمول کے اور کچھ ہے تو ظاہر کرنا چاہیے اور اگر معمول کی تقدیم دلیل ہے تو استدلال غلط ہے کیونکہ تقدیم کے اور فوائد بھی اہل بلاغت نے ذکر کئے ہیں۔ پس اس کی کیا دلیل ہے کہ یہاں حصر کے لئے ہی ممکن ہے اور بلکہ واقعی بھی (یہی) ہے کہ یہاں تقدیم اہتمام شان کے لئے ہے چونکہ مقام ذکر معائنہ حضرت آدم کا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تمہارے لئے اجزائے اکل شجرہ میں ملکوت سے بعد (دوری) ہو گیا اور بجائے اس کے زمین

سے تعلق وتلبس ہو گیا۔ پس اس مقام پر مناسب تھا کہ زمین کے ذکر کو مقدم کیا جاتا، حیات میں بھی، موت میں بھی، دوبارہ خروج میں بھی، تاکہ جمیع احوال میں تلبس بالارض مؤکد ہو جائے۔ پس اس کو حصر پر کوئی دلالت نہیں اور قرآن مجید میں ایسی تقدیم بہت مواقع پر ہے قال اللہ تعالیٰ: انّ اللہ بما تعملون بصیر اور ظاہر ہے کہ یہاں حصر کے معنی محض باطل ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ غیر اعمال مخاطبین پر بصیر نہ ہو۔ نعوذ باللہ۔ پس جب حصر پر کوئی دلیل نہیں پھر حصر پر کسی حکم کو مبنی کرنا کس طرح درست ہوگا؟ بلکہ میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ آیت فیھا تحیو ن ... الخ، میں اگر حصر مانا جاوے تو لازم آتا ہے کہ انسان کی حیات جنت میں بھی نہ ہو کیونکہ جنت زمین سے خارج ہے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہوسکتا۔

اگر کہا جائے کہ اس حصر سے زمان آخرت مستثنیٰ ہے ہم کہیں گے کہ مکان آخرت بھی مستثنیٰ ہے۔ آسمان مکان آخرت میں داخل ہے۔ پس جو شخص مکان آخرت میں ہو اس کی حیات غیر ارض پر ہوسکتی ہے اور یہی جواب ہے و لکم فی الارض مستقرّ سے استدلال کرنے کا۔ مزید براں یہ ہے کہ اگر فی الارض کی تقدیم حصر کے لئے ہے تو لکم کی تقدیم بھی مفید حصر ہونا چاہیے جس سے یہ لازم آوے گا کہ بجز انسانی اور کوئی مخلوق زمین پر نہیں رہتی، اور بطلان اس کا ظاہر ہے۔

❁ مولانا قادیانی۔ آیت و اوصانی بالصّلوۃ و الزکوۃ۔ و کانا یا کلان الطعام ۔ وغیرہ میں صاف ہے کہ انسان بلا غذا نہیں رہ سکتا۔ پس مسیح آسمان پر کس طرح قائم ہو گئے اور زکوۃ آسمان پر کس کو دیتے ہوں گے؟

❁ تھانوی۔ زکوۃ سے مراد اگر یہی زکوۃ بالمعنی المشہور ہو تب بھی کچھ اشکال نہیں۔ رہا یہ شبہ کہ آسمان پر کس کو دیتے ہوں گے محض، پا در ہوا، ہے کیونکہ زمین پر رہتے بھی یہ حکم ایسا نہیں جو کسی عارض سے ساقط نہ ہو جاوے۔ مثلاً مامور بالزکوۃ کے پاس مال نہ رہے، اب وہ مامور نہ رہے گا اور کوئی امر مانع وجوب پایا جائے وجوب نہ رہے گا۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ منجملہ شرائط وجوب زکوۃ یہ بھی ہے کہ وہ شخص زمین پر رہتا ہو اور مالدار ہو، چونکہ حضرت عیسیٰ آسمان پر تشریف لے گئے اور وہاں ان کے پاس مال بھی نہیں اس لئے شرط وجوب مفقود ہوگی۔ پس مشروط یعنی وجوب بھی ساقط ہو گیا۔ پس اوصانی بالزکوۃ کے معنی یہ ہوں گے کہ اوصانی بشرط اجتماع الشرائط و ارتفاع الموانع۔ جیسا کہ جمیع احکام میں بالاجماع یہی دونوں قیدیں معتبر ہوتی ہیں۔ اور حضرات

انبیاء پر زکوۃ واجب ہونے نہ ہونے کی تحقیق کی حاجت نہیں ۔ اگر ان پر واجب نہ ہونا ثابت بھی ہو جاوے تو اوصانی بالزکوۃ کے معنی ہوں گے اوصانی بان آمر امتی بالزکوۃ ۔

و یا کلان الطعام سے یہ استدلال کرنا کہ بلا غذا انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور اس سے حیات عیسویہ کو آسمان پر ممتنع کہنا نہایت ہی غلطی ہے ۔ اس آیت میں صرف ان کے اکل طعام سے ان کے ابطال الوہیت پر استدلال کیا ہے، جس کا عمر بھر میں ایک بار بھی متحقق ہو جانا استدلال کے لئے کافی ہے کیونکہ اکل طعام دلیل احتیاج کی ہے اور وہ دلیل حدوث کی ہے اور وہ نافی ہے وجوب کے، جو الوہیت کے لئے لازم ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ ایک بار کے اکل طعام سے بھی حدوث ثابت ہو جاوے گا ۔ اور حادث کا واجب بالذات ہونا ممکن ہی نہیں ۔ اسلئے ایک فرد بھی اکل طعام کی استدلال کے لئے کافی ہوگی ۔ یہ حاصل ہے آیت کا ۔

پس مقصود آیت کا جب ایک بار کے اکل طعام سے بھی حاصل ہو سکتا ہے تو دوام پر آیت کی دلالت کہاں ہے؟ جب آیت دوام اکل طعام پر دلالت نہیں کرتی تو ضرورت اکل طعام پر تو کب دلالت کر سکتی ہے ۔ جیسا کہ عقلاء پر ظاہر ہے ۔ پھر آیت سے امتناع حیات بدون غذا کا حکم کرنا، جو موقوف ہے اثبات ضرورت اکل طعام پر، کب صحیح ہوگا ۔ پس یہ دعوی محض غلط ہوا کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا غذا انسان زندہ نہیں رہ سکتا ۔ دوسرے کانا دوام کے لئے ضروری الدلالۃ بھی نہیں جیسا کہ اہل عربیت پر ظاہر ہے ۔ تیسرے یہ کہ اگر دوام کے لئے مان بھی لیا جائے تو باعتبار زمان ماضی کے اور اس میں زمان سکونت ارض کے اعتبار سے دوام ہو سکتا ہے ۔ پس آسمان پر غذا کی ضرورت یا دوام کی کیا دلیل ہے ۔

اگر کوئی آیت سے قطع نظر کر کے باعتبار اقتضائے مزاج انسانی کے دعوی کرے کہ بدون غذا کے حیات ممتنع ہے تو جواب دیا جاوے گا کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ امتناع عقلی یا شرعی تو ہے نہیں، صرف عادی ہے، سو اللہ تعالی کو ہر طرح کی قدرت ہے، ممکن ہے کہ اللہ تعالی اقتضاء مزاج کو بدل ڈالیں کہ غذا کی حاجت نہ رہے ۔ دنیا میں جب ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا کر بعض مقتضیات مزاجیہ بدل جاتے ہیں تو آسمان و زمین کے خواص میں تو بہت فرق ہونا ممکن ہے ۔ چنانچہ حضرت قتادہ کا قول روح المعانی میں منقول ہے:

رفع اللّٰہ تعالی عیسی فکساہ الریش و .... و قطع عنہ لفظ المطعم و المشرب فطار مع الملائکۃ ۔

بلکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ خروج دجال میں اہل ایمان کو کل کو یا بعض کو بجائے غذا کے ذکر اللہ کافی ہو جایا کرے گا۔ مشکوۃ ص ۴۷۷ باب العلامات بین یدی الساعۃ ذکر الدجال میں ہے:

قال ﷺ ما یجزیھم ما یجزی اھل السماء من التسبیح و التقدیس

اور اگر بدون غذا کے زندہ رہنا سمجھ میں نہیں آتا تو ہم کہیں گے کہ کیا آسمان پر اللہ تعالی غذا نہیں دے سکتے۔ اگر جنت کے میوے کھلا دیتے ہوں تو کیا مشکل ہے؟

قادیانی۔ مسیح فوت ہو گئے اور جو فوت ہو جاتا ہے وہ پھر واپس نہیں آتا یہ سنت اللہ ہے غیر متغیر و متبدل اور حضرت عزیر کا زندہ ہونا واقعی نہ تھا اور دیگر مردمان کا زندہ ہونا، مراد وہاں موت سے غشی ہے نہ حقیقی موت۔

مولانا تھانوی۔ جن قصص میں مردوں کا زندہ ہونا قرآن مجید میں آیا ہے ان الفاظ کے حقیقی معنی تو یہی ہیں کہ بے جان سے جان دار کر دیئے گئے۔ موت کو غشی پر اور احیاء کو ازالہ غشی پر محمول کرنا مجاز ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک حقیقی معنی کے تعذر کی کوئی وجہ نہ ہو اس وقت تک مجاز پر عمل کرنا درست نہیں، لہذا یہ تاویل یقیناً باطل ہے اور اگر بلا دلیل سے ایسے احتمالات کا اعتبار کیا جاوے تو حشر و نشر میں بھی ایسی تاویلیں ہوسکتی ہیں جیسا ملحدین نے کیا ہے۔ پس جیسا ملحدین کے شبہ کو اسی قاعدہ اصالۃً معنی حقیقی سے باطل کیا جاتا ہے تو اسی قاعدہ پر یہاں بھی عمل ضروری ہے کیونکہ دونوں جگہ لفظ احیاء اور اما تت آیا ہے۔ البتہ جہاں کوئی دلیل ترک معنی حقیقی کی ہو وہاں مجاز لینے میں کسی کو کلام نہیں۔ لیکن جہاں کوئی قرینہ مانعہ معنی حقیقی سے نہ ہو وہاں کوئی وجہ نہیں کہ معنی مجازی لئے جاویں۔ اگر یہ کہا جاوے کہ یہاں دلیل قائم ہے معنی حقیقی نہ لینے کی، وہ یہ کہ سنت اللہ جاری ہے کہ مر کر کوئی زندہ نہیں ہوتا و لن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلاً۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر سنت اللّٰہ کی تبدیلی کے یہ معنی ہوں تو پھر قیامت میں مردوں کو زندہ کرنا تو سب سے بڑھ کر سنت اللّٰہ کی تبدیلی ہے کیونکہ اس کی قبل تک تو یہی سنت چلی آتی تھی کہ سب مردہ تھے بلکہ قبل قیام ساعت تو یہ سنت اس قدر پرانی نہیں ہوئی جس قدر قیام ساعت تک پرانی ہو جاوے گی۔ پس اگر اس روز اس سنت اقدم کی تبدیل ہو گی تو اس وقت تو اقدم بھی نہیں ہوئی صرف سنت قدیمہ ہی کے تبدیل ہے۔ جب اقدم میں تبدیل جائز ہے تو قدیمہ میں تو بدرجہ اولی جائز جاننا چاہیے۔ اور لیجئے عالم اہل حق کے نزدیک حادث بالزمان ہی قبل حدوث ایک غیر متناہی مدت

اس عدم پر گذر گئی اور یہ معدوم رکھنا سنت اللہ ہے۔ پس عالم کو پیدا کر کے اس سنت اللہ کو کیسے بدل دیا گیا۔ اور پھر پیدا کرنے کے بعد جب اس کا ثبوت مظہر سنت اللہ ہو گیا پھر موت مسلط کر کے اس سنت کو کیسے بدل دیا جاتا ہے۔ غرض یہ چند بار تبدیل سنت اللہ کیسے واقع ہوا اس پر اگر یوں کہا جائے کہ یہ مجموعہ حالات کا من حیث المجموع سنت اللہ ہے اور اس میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ ہم کہیں گے اسی طرح اکثر مردوں کو دنیا میں زندہ نہ کرنا اور کسی کسی مردے کو زندہ کر دینا یہ مجموعہ بھی سنت اللہ ہے۔ پس کسی کسی کا زندہ کرنا موجب تبدیل سنت اللہ نہیں ہوا۔ اصل یہ ہے کہ آیت کے یہ معنی نہیں کہ ہم خود بھی اپنے طریقہ کو نہیں بدلتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی اور شخص اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ ہمارے طریقہ کو بدل سکے۔ جیسے ارشاد ہوا ہے لا مبدّل لکلمات۔ اور اگر تبدیل کا فاعل اللہ تعالیٰ ہی کو مانا جاوے تو سنت سے مراد سنت قولیہ یعنی وعدہ قولی ہے اس میں وہ خود بھی تبدیل نہیں فرماتے۔ اور اس تمام تر تقریر کی اس وقت ضرورت ہے جب وفات مسیح کو مان لیا جاوے اور بھی اس میں گنجائش کلام ہے جیسا کہ تفسیر متوفّیک کے ضمن میں معلوم ہوا ہے۔

قادیانی۔ مسلم کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت سے سو برس کے اندر جس قدر نفوس زندہ ہیں وہ مرجاویں گے۔ اگر بقول مسلمانان، مسیح زندہ بھی تھے تو اس حدیث سے مرگئے۔

مولانا تھانوی۔ یہ حدیث اہل ارض کے باب میں ہے نہ کہ اہل سماء کے بارہ میں۔ چنانچہ حدیث میں علی ظہر الارض، کی قید صاف مذکور ہے اور اہل ارض میں سے بھی باعتبار اکثر کے فرمایا ہے ورنہ خود ابلیس بھی ایک نفس منفوسہ ہے، خود اب تک زندہ ہے۔ مقصود اصلی اس حدیث کا یہ فرمانا ہے کہ ایک صدی کے بعد یہ قرن گزر کر دوسرا قرن لگ جاوے گا اور زمانہ کا نیا رنگ ہو جاوے گا کہ بعض لوگ اس قرن کے زندہ بھی رہیں، چنانچہ راوی حدیث ابن عمرؓ نے خود یہی تفسیر کی ہے۔ رواہ البخاری۔ پس حضرت عیسیٰؑ چونکہ وقت ارشاد اس حدیث کے اہل سماء میں سے ہیں اس لئے وہ اس حدیث میں داخل ہی نہیں۔ اور اگر زبردستی باعتبار ما کان کے ان کو علی ظہر الارض مانا جاوے تو دوسرا جواب دے دیا جاوے گا کہ یہ حدیث باعتبار اکثر کے ہے، نہ باعتبار کل کے۔ اور بعد ان جوابوں کے حیات خضر و اصحاب کہف و قصص جن کی تحقیق کی حاجت نہیں کیونکہ یہ سب نظائر ہوں گے اور ہر واقعہ کے لئے اگر نظیر کی ضرورت ہو تو وہ نظیر بھی ایک واقعہ ہوگا۔ اس قاعدہ کے موافق اور اس کیلئے ایک اور نظیر چاہیے۔ اس طرح اس میں بھی کلام ہوگا۔

پس یا تو سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوگا تو تسلسل محال لازم آوے گا اور اگر کہیں ختم ہوگا تو وہ واقعہ بلانظیر مان لیا جاوے گا تو وہ قاعدہ غلط ہوگا۔

قادیانی۔ حدیث میں ہے کہ میری امت کی عمر بہت کم ہوگی۔ اگر بقول مولویان مسیح زندہ ہیں تو اس وقت دو ہزار برس کی ان کی عمر ہوگی اور یہ خلاف ہے کیونکہ مسلمان، مسیح کو امتی بھی آنحضرت ﷺ کا مانتے ہیں۔

مولانا تھانوی۔ اس قسم کی حدیثوں میں حضرت عیسیٰ داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ اس ارشاد کے وقت وہ حضور ﷺ کی امت میں داخل نہیں ہوئے جو اس حدیث میں داخل کئے جاویں۔ اور جب امتی ہو کر تشریف لاویں گے تو بمقتضائے ان احادیث کے معمولی عمر کے بعد وفات فرمائیں گے۔ دوسرے یہ حکم باعتبار اکثر کے ہے کیونکہ بعض روایات میں ما بین ستّین الی سبعین آیا ہے حالانکہ مشاہدہ ہے کہ بعض آدمیوں کی عمر اس مدت سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بہرحال ان احادیث سے حضرت عیسیٰ کی وفات کا اثبات سخت مغالطہ ہے۔

قادیانی۔ نبی کے معنی خبر دہندہ ہے ... باب وحی ونبوت من کل الوجوہ بند نہیں ہوا۔ البتہ نبی صاحب شریعت کا خاتمہ ہے۔ بطور ظلیت محمدی ﷺ کے جزوی نبی اس امت میں ہوتے رہیں گے۔

مولانا تھانوی۔ اس کی تحقیق قبل ازیں (جواب چہارم میں) گذر چکی۔

کرم خان۔ اگر جناب کے پاس انجیل برنباس کی ہووے تو اس میں سنا ہے کہ حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر جانے اور پھر آنے اور آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کا ذکر درج ہے، یہ تحریر فرماویں۔

مولانا تھانوی۔ انجیل نہ میرے پاس ہے نہ بعد اقامۃ دلائل شرعیہ اس سے تحقیق کرنے کی حاجت ہے۔

کرم خان۔ آیت: ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم وامّہ ومن فی الارض جمیعاً میں صاف حیات مسیح نکلتی ہے۔ مگر لفظ امہ کی کیا توجیہ ہے؟ کیونکہ نزول آیت کے وقت حضرت مریم فوت شدہ تھیں۔

مولانا تھانوی۔ ہمارا مدار استدلال یہ نہیں لہذا اس غرض سے توجیہ کی حاجت نہیں گو تحقیق تفسیر کے مقام میں توجیہ کی جائے جس کا ذکر کرنا یہاں ضروری نہیں۔

❁ کرم خان ۔ سنا ہے محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں ایک حدیث ابن عمرؓ سے ایک حواری مسیح کا قصہ صعود ونزول مسیح میں لکھا ہے اور وہی روایت کتاب ازالۃ الخفاء حضرت شاہ ولی اللہ میں بھی ہے ۔ ان کی صحت تحریر فرمایئے کہ کہاں ہے اور ازالۃ الخفاء میں کیا عبارت ہے اور سنا ہے کہ محی الدین ابن عربی نے اس حدیث کی صحت کشفی طور پر کی ہے ۔

❁ مولانا تھانوی ۔ مجھ کو تحقیق نہیں نہ تحقیق کی حاجت۔ فی طلعته الشمس ما نعینیک عن زحل

❁ کرم خان ۔ بوقت وفات جناب سرور کائنات روحی فداہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کو مردہ کہے گا میں ماروں گا۔ اور فرماتے تھے کہ محمد ﷺ نہیں مرے بلکہ رفع کما رفع عیسی ۔ یعنی عیسیٰؑ کی طرح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ۔ پھر صدیق اکبر نے خطبہ پڑھا اور سمجھایا ۔ یہ پورا قصہ کہاں ہے اور یہ الفاظ رفع کما رفع عیسی ، ہیں یا کیا ہیں ۔

❁ مولانا تھانوی ۔ یہ الفاظ مجھ کو یاد نہیں ۔ اگر ہوں تو تشبیہہ مطلق رفع میں ہے گو مشبہ میں رفع روحانی ہو اور مشبہ بہ میں رفع جسمانی مع الروح ہو۔ صحت تشبیہہ کیلئے ادنی مشارکت کافی ہے البتہ بخاری میں یہ الفاظ پیش نظر ہیں و لیبعثنه اللّٰه سو اس میں کوئی امر قابل بحث ہی نہیں

❁ کرم خان ۔ حضرت مہدی کا بعد اختلاف اس کے کہ وہ بنی ہاشم سے ہوں گے یا کسی اور قوم سے ، قول فیصل اور اکثر کیا ہے ۔

❁ مولانا تھانوی ۔ احادیث میں امام مہدی کی نسبت من اهل بیتی و من عترتی و من اولاد فاطمة منصوص ہے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ بنی ہاشم سے ہیں ۔

❁ کرم خان ۔ مرزا : لا مهدی الا عیسی ، و اما مکم منکم ، کی احادیث سے کہتا ہے کہ مہدی کوئی نہیں ہوگا فقط مسیح ہوگا چنانچہ میں مسیح ہوں ۔ اس کی کیا توجیہہ ہے ۔

❁ مولانا قادیانی ۔ چونکہ احادیث سے قطعاً تغائر وتمائز حضرت عیسی وحضرت مہدی کا ثابت ہے اور نیز اجماع اس پر منعقد ہے اسلئے حدیث لا مهدی الا عیسی ضعیف و نا قابل حجت ہے ، صحیح ہوتی تو تب بھی ماول ہے ۔ علماء نے چند تاویلیں ذکر کی ہیں جو مناسب معلوم ہو اختیار کر لینا جائز ہے ۔ میرے نزدیک توجیہہ حدیث کی یہ ہے کہ یہ ترکیب مستعمل ہوتی ہے کمال تشابہ کیلئے ۔ پس مطلب یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں میں باعتبار صفات کمال کے ایسا تشابہ ہوگا کہ گویا مہدی عین عیسی ہیں جیسا کسی کا شعر ہے :

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اور اما مکم منکم میں امام سے مراد حضرت مہدی ہیں اور اس سے قبل اس حدیث میں یہ ہے کہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم۔ ،اور اما مکم منکم مبتداء خبر مل کر حال واقع ہوگا۔ اس میں تو کوئی وجہ شبہ اتحاد کی بھی نہیں بلکہ مطلب صاف ہے کہ عیسی ایسی حالت میں آویں گے جب کہ تم میں مہدی بھی موجود ہوں گے۔ غرض کسی حدیث سے دونوں کا ایک ہونا ثابت نہیں۔ رہا اپنی نسبت دعوی کرنا، اس کے متعلق خاتمہ ملاحظہ کیا جائے۔

کرم خان۔ بخاری شریف میں عامر بن فہیرہ کا بئر معونہ کے دن مقتول ہونے کے بعد بجسد عنصری آسمان پر اٹھ جانا درج ہے۔ ایک کتاب میں دیکھا ہے۔ امید ہے کہ اس کی صحت باب بخاری وغیرہ سے پتہ دیں اور یہ بھی ثبوت دیں کہ انسان کا آسمان پر جانا ممکن ہے یا نہیں۔ کتاب شرح الصدور صفحہ ۱۷۴ کا حوالہ بھی لکھا ہے بابت ؟؟ بن عدی کے۔

مولانا تھانوی۔ بخاری جلد ثانی ص ۵۸۷ میں اس قصہ کے یہ الفاظ ہیں۔

قال لقد رأیتہ بعد ما قتل رفع الی السّماء حتّی انی لا نظر الی السّماء بینہ و بین الارض ثمّ وضع

اس میں رفع مع الجسم کی تصریح ہے۔ اور شرح الصدور میرے پاس نہیں ہے نہ اس میں تحقیق کرنے کی حاجت، اور ممکنات کے ثبوت کا قاعدہ وطریقہ قبل ازیں (جواب ہفتم میں) مذکور ہو چکا ہے۔ اور استحالہ کسی دلیل سے ثابت نہیں۔

کرم خان۔ اور ایک امر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت مسیحؑ اور حضرت حسینؓ وعلیؓ کے اوپر طعن وتشنیع بہت کیا ہے اور آخر میں یہ فقرہ لکھ دیتا ہے کہ میں نے تو اپنے عیسیؑ کو جو نبی تھے یا حضرت حسینؓ وعلیؓ کو جو ہمارے ہیں، نہیں کہا ہے بلکہ عیسائیوں کے مسیح کو جس نے خدائی کا دعوی کیا ہے اور جس کا قرآن میں ذکر نہیں ہے کہا ہے اور شیعوں کے حسین اور علی کو کہا ہے۔ چونکہ عیسائیوں نے ہمارے حضرت کو اور شیعوں نے ہمارے خلفائے ثلاثہ کو بہت برا کہا ہے اس وجہ سے ہم نے بھی ان کے مسلّمہ وموضوعہ بصفات موصوفہ بخیال ان کے، کو کہا ہے۔ آیا ایسا پیرایہ اور حیلہ کر کے حضرت حسین، مسیح اور علی پر کسی قدر حملہ جائز ہے؟ یا قطعی ناجائز ہے۔ اگر کوئی الزام ان پر دیا جائے تو اس کی کیا صورت ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں بحق مسیح علمائے

سلف و خلف نے ایسا حملہ کیا ہے اور علمائے اہل سنت نے بمقابلہ شیعان کے برتاؤ کیا ہے۔ یہ کہاں تک صحیح ہے۔

مولانا تھانوی۔ گو مناظرین کی ایسی عادت ہے مگر قرآن مجید کی ایک آیت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر قبیح ہے۔ وہ آیت یہ ہے: لقد سمع اللّٰه قول الّذ ین قالوا انّ اللّٰه فقیر و نحن ا غنیاء ۔(آل عمران: ۱۸۱)۔

اس کا شان نزول مفسرین میں مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے صدقات کی ترغیب فرمائی تھی جس پر یہود نے یہ بات کہی ۔ یہ یقینی ہے کہ ان کا یہ عقیدہ نہ تھا بلکہ محض الزام کے طور پر کہا تھا کہ حضور ﷺ کی ترغیب سے (نعوذ باللہ) اللہ تعالی کا حاجت مند ہونا لازم آتا ہے ۔مگر انہوں نے اس قضیہ شرطیہ کو صورۃ حملیہ میں کہا۔ اللہ تعالی نے اس کی تقبیح فرمائی۔ گو اس کا بطور قضیہ شرطیہ کے کہنا بھی وجہ لزوم تکذیب حضور ﷺ کے قابل تقبیح ہے مگر اس مقام پر اس کا ذکر نہیں فرمایا صرف امر اول کی تقبیح پر اکتفاء فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح کا پیرایہ قبیح ہے۔ اگر کسی نے ایسا کیا، تو اس کی تاویل کریں گے کہ مقصود الزام ہے اور کہیں گے کہ انہوں نے آیت میں غور نہیں کیا ہوگا۔ اور خاص کر جب یہ کہنا مخالفین کی زبان سے اپنے بزرگوں کو برا بھلا کہنے کا سبب بن جاوے، اس صورت میں تو دوسری وجہ بھی ممنوع ہونے کی پائی جاوے گی۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں: و لا تسبّو الّذ ین ید عون من دون اللّٰه فیسبّوا اللّٰه عدواً بغیرعلم ..(انعام): اور سلف کے کلام میں ایسے عنوانات نظر سے نہیں گذرے۔

کرم خان ۔ چونکہ بعض اوقات بعض مسلمان کہہ دیا کرتے ہیں کہ مرزا کلمہ گو ہے اور اس کو برا نہ کہو اور خاص کر صوفی المشرب میں تو برا کسی کو کہنا ہی نہیں آیا ہے۔ اس میں حضور کی کیا رائے ہے؟ کیونکہ مرزا مدعی نبوت و رسالت و مہدویت و مسیحیت وغیرہ ہے اور ظاہراً مرزا اہانت انبیاء و علماء کی کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پس ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے۔ علماء کی مواہیر اس کے ضال و مضل و بعض مکفر وغیرہ ثبت ہیں۔

مولانا تھانوی ۔ بلا ضرورت تو کسی کو برا بھلا کہنا واقعی برا ہے گو وہ شخص برا ہی کیوں نہ ہو لیکن جب بندگان خدا کے دین اور عقیدہ کی حفاظت مقصود ہو ایسے وقت واجب ہے کہ جس شخص کی وجہ سے دین میں فتنہ ہوتا ہو اس کی غلطیوں کو مسلمانوں پر ظاہر کرے۔ البتہ سبّ و شتم فضول حرکت ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں؛ ولا تجادلوا اهل الکتا ب الّا بالّتی هی ا حسن (عنکبوت :

۴۶) پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: و قل لّعبادی یقولوا الّتی ھی احسن ۔ انّ الشّیطان ینزغ بینھم ۔(بنی اسرائیل :۵۳)

اب ہم اس مقام پر مناسب سمجھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی بعض عبارات مع حوالہ نقل کریں ۔ ناظرین اگر اہل علم وفہم ہیں تو خود، ورنہ علماء محققین کے روبرو ان کو پیش کر کے تحقیق کر لیں کہ ایسے اقوال کا شریعت میں کیا اثر اور قائل کا کیا حکم ہے؟

۱۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے ۔(دافع البلاء۔ص ۲۰)

۲۔اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح بن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے ۔گوالیسع کے درجہ کاملہ سے کم رہے تھے ... اگر یہ عاجز اس عمل الترب کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ تھا.... جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کی رفع دفع کرنے کیلئے اپنی دلی ودماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے وہ اپنی ان روحانی تاثیروں میں جوروح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کی کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارہ میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے ۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۸)

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳ پر لکھا ہے کہ :

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔

اور بھی اس قسم کے اقوال ہیں جو ان کے اور ان کے مریدوں کی تالیفات میں نظر پڑتے ہیں ۔ اللھم اعذنا من کل قول او عمل لا یرضیک ۔

کرم خان ۔حضرت الیاسؑ یعنی ادریسؑ کے نزول کا صحیح حوالہ تحریر فرمائیں۔

مولانا تھانوی ۔ چونکہ ہمارا مدار استدلال نہیں اس لئے کچھ حاجت نہیں۔

❁ کرم خان ۔ اور حضرت عزیرؑ کے دوبارہ شہر میں آنے کا اور توریت پھر لکھنے یا صحیح کرنے کا قصہ جو مشہور ہے اس کا پتہ صحیح کیا ہے۔

❁ مولانا تھانوی۔ قرآن مجید میں بعد قصہ مناظرہ حضرت ابراہیم کے ایک قصہ مذکور ہے جس میں صاحب قصہ کا مرجانا پھر بعد سو برس کے زندہ ہونا صراحۃً مذکور ہے۔بعض کہتے ہیں کہ صاحب قصہ حضرت عزیزؑ ہیں۔غرض صاحب قصہ کوئی ہو،حیات بعد موت ثابت ہے اور حفظ تو ریت وغیرہ کے قصہ کی تحقیق کی حاجت نہیں۔

❁ کرم خان ۔ اگر کسی مردہ کا زندہ ہونا کسی اولیاء اللہ سے بصحت کتاب معتبر ہو تو تحریر فرمائیں

❁ مولانا تھانوی ۔ کچھ حاجت نہیں۔

سوالات کا جواب دینے کے بعد خاتمہ میں مولانا تھانوی لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ جمہور اہل اسلام کا عقیدہ مشترکہ اس باب میں صرف اس قدر ہے کہ حضرت عیسیٰ مع الجسم مرفوع الی السماء ہوئے اور پھر مع الجسم آسمان سے نزول فرمائیں گے،مثل دیگر اموات کے میت ومقبور نہیں ہوئے۔اب اس رفع ونزول کے درمیان کی حالت کو کوئی شخص خواہ حیات کہے یا موت کہے یا حیات بعد الموت کہے،اس کو اختیار ہے،کوئی شق اصل مدعا میں قادح نہیں۔اس بنا پر اگر آیات متضمنہ لفظ توفّی و خلت وغیرہ کو معنی موت پر بھی محمول کر لیا جائے تو مدعائے مذکور میں مضر نہیں۔ چنانچہ چند جگہ بضمن اجوبہ اسئلہ میں اس کا مذکور ہو چکا ہے۔ اس حالت کو یا اصطلاحی طور پر موت کہا جائے گا یا تشبیہ کے طور پر جیسا کہ بعض مفسرین نے توفّی کے معنی میں لکھا ہے: السّابع انّی متوفّیک ای اجعلک کالمتوفّی لانّہ اذا رفع الی السّماء وانقطع خبرہ عن الارض کان کالمتوفی ۔کبیر۔

اور حاصل دعویٰ مرزا غلام احمد قادیانی کا دو امر ہیں۔ ایک دعویٰ مسیح ہونے کا۔دوسری دعویٰ مہدی ہونے کا۔ اور ان دونوں دعووں پر دو دلیلیں قائم کرتے ہیں۔ایک تفصیلی دوسری اجمالی تفصیلی دلیل دونوں دعووں پر جدا جدا اس طرح ہے کہ دعویٰ اولیٰ کی بنا یہ مقدمات ہیں:

نمبر ا۔حضرت عیسیٰؑ کا انتقال ہو گیا۔۲۔ بعد وفاۃ پھر کوئی زندہ نہیں ہو سکتا۔۳۔ پس احادیث نزول میں عیسیٰ مجازی مراد ہے اور وہ میں ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ مقدمہ اولیٰ میں اگر وفات سے مراد مع دفن الجسم فی الارض ہے تو بوجہ مخالف ہونے ظواہر آیات ونصوص حدیث ومحکم اجماع کے غلط ہے جیسا کہ بضمن اجوبہ مذکور

بیان کیا گیا۔ اور اگر مطلق وفات ہے تو مضر نہیں کیونکہ مطلق وفات اور رفع الجسم الی السماء میں منافات نہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا۔

اور مقدمہ ثانیہ میں اگر مراد امتناع سے امتناع عادی ہے تو جمہور کو مضر نہیں کیونکہ دلائل یقینیہ سے وقوع خوارق عادات کا ثابت ہے اور اگر امتناع عقلی یا شرعی ہے تو غلط ہے۔ یہ بھی بضمن اجوبہ گزر چکا ہے۔

مقدمہ ثالثہ مبنی ہے پہلے دو مقدموں پر۔ ان کے انہدام سے یہ بھی منہدم ہو گیا۔ پھر علی سبیل التنزل کہا جاتا ہے کہ اگر بفرض محال عیسی مجازی ہی مراد لیا جائے تب بھی تعیین مدعا کی کیا دلیل ہے کہ میں ہی ہوں، ممکن ہے کہ کوئی اور شخص ہو۔ رہا تشابہ صفات کا، سو ایسی تاویلات بعیدہ سے تو سینکڑوں آدمی مرزا غلام احمد قادیانی سے بڑھ کر حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ مشارکت صفاتی رکھنے والے نکل سکتے ہیں اور اگر تعیین پر بعض مکاشفات سے استدلال کیا جائے جیسا کہ تحفہ گولڑویہ میں نقل کیا ہے تو بعد تسلیم صحت روایت اور ان صاحبوں کے صاحب کشف صحیح ہونے اور اس کشف میں غلطی نہ ہونے کے ان مکاشفات کو بوجہ مخالف دلایل شرعیہ کے تاویلات مناسب سے ماول کیا جائے گا۔

رہا دوسرا دعوی، تو اس کی بنا دو مقدموں پر ہے: ۱۔ مہدی و عیسی ایک ہیں۔ ۲۔ میں مسیح ہوں نتیجہ نکلا کہ میں ہی مہدی ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ مقدمہ ثانیہ میں دعوی اولی ہے جس کا ابطال ابھی ہو چکا ہے اور مقدمہ اولی اس لئے صحیح نہیں کہ احادیث سے صاف دونوں کا جدا جدا ہونا صریحاً ثابت ہوتا ہے اور تاویل حدیث کی اوپر مذکور ہو چکی اور اگر نفی تغائر میں المسیح والمہدی کیلئے احادیث وارد فی حق المہدی کا انکار کیا جائے جیسا بعضوں کو مقدمہ ابن خلدون سے شبہ پڑ گیا ہے تو اس کے جواب میں احقر کی ایک تحریر ملاحظہ فرمائی جائے جس کو مہتمم مطبع آسی مدراسی لکھنو اپنے جریدہ البیان میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

غرض کہ جب دونوں مقدمے بھی ثابت نہ ہوئے، دوسرا مدعا بھی ثابت نہ ہوا۔

اور اگر اجتماع کسوف وخسوف سے ماہ رمضان میں جو کئی سال ہوئے واقع ہوا تھا اس مدعا میں سہارا ڈھونڈا جائے تو اول تو اس میں بھی کلام ہو سکتا ہے کہ تعیین کی کیا دلیل ہے۔ ممکن ہے کہ یہ علامت قرب خروج مہدی اصلی کی ہو اور بعد چندے متحقق ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ حدیث

میں جس کیفیت سے خسوف وکسوف کے اجتماع کی خبر آئی ہے بعد قطع نظر ضعف حدیث کے وہ اجتماع ابھی واقع بھی نہیں ہوا۔ دارقطنی میں وہ حدیث یوں مروی ہے:

روی الدارقطنی من طریق عمرو بن..عن جا بر عن محمدعن علی قال ان لمهد ینا آ یتین لم یکو نا منذ خلق اللّٰه السما وا ت و الارض الکسف القمر لاول لیلة من ر مضان و تنکسف الشمس فی النصف منه و لم یکو نا منه خلق اللّٰه السما وا ت وا لا ر ض۔

یعنی رمضان کی پہلی تاریخ چاند گہن ہوگا اور نصف ماہ پر سورج گہن ہوگا۔ حاصل یہ کہ دونوں خلاف قاعدہ ہیئت ہوں گے اور جو کسوف وخسوف رمضان میں ہو چکا ہے وہ قواعد ہیئت کے موافق تھا اور اس حدیث دارقطنی میں یہ تاویل کی کہ اول لیلہ سے مراد اول تواریخ خسوف قمر ہے نہ خود اول تاریخ رمضان کی۔ اس تاویل کو خود الفاظ حدیث لا وّل لیلة من رمضان۔ صراحۃً رد کرتے ہیں کیونکہ عبارت مذکور کا ترجمہ (یعنی رمضان کی اول شب) جو شخص سنے گا وہ یقیناً اس تاویل کو باطل سمجھے گا اور تاویل مذکور پر اس سے استناد کرنا کہ پہلی شب کے چاند کو قمر نہیں کہہ سکتے محض ضعیف ہے اور قیام قرینہ تعذر معنی حقیقی کے استعمال فی المعنی المجازی کے امتناع کی کیا دلیل ہے؟ اور قرینہ یہاں وہی حدیث کی عبارت مذکور ہے جیسا ابھی بیان ہوا ہے اور خود قرآن مجید میں بالمعنی العام وارد ہے قال تعالیٰ: و القمر قدّر ناه منازل حتّی عاد کالعر جون القدیم۔

دوسری جگہ فرمایا: و قدّر منازل لتعلموا عدد السّنین و الحسا ب

اور ظاہر اور یقینی ہے کہ سیر منازل کا آلہ حساب بن جانا اول ہی شب سے شروع ہو جاتا ہے۔ باوجود اس کے پھر اس حالت میں بھی اس کو قمر ہی کہا گیا۔

زمخشری کہ لغت وعربیت میں مسلّم و ماہر ہیں، تفسیر میں لکھتے ہیں:

و ھی ثما نیة و عشرون منزلاً ینزل القمر کل لیلة فی وا حدٍ منها لا یتنئطاه و لا یتقا صر عنه علی تقدیر مسؤلاً یتفاوت یسیر فیها من لیلة المستبل الی الثما نیة و العشرین ثم یستر لیلتین او لیلة اذا نقض الشهر

اس لیلة المستبل کی تصریح اس عموم کی مؤید ہو رہی ہے۔ اس طرح حدیث مذکور میں احتمال قرب ظہور پر یہ استبعاد کہ علامت تو اب ہو اور ذی علامت ایک صدی بعد ہو اور اس

احتمال کو بے مزگی قرار دینا بھی عجیب ہے ۔ اولاً ایک صدی کا فصل لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ اسی صدی میں اس کا وقوع ہو جائے ۔ رہا صدی کے شروع پر ہونا، سو اول تو اس پر کوئی حجۃ تو یہ نہیں ، دوسری نصف سے پہلے پہلے شروع ہی کے حکم میں ہے ۔ ثانیاً اگر اس سے زیادہ بھی فصل ہو تو مضر نہیں اور علامت ہونے میں مخل نہیں ۔ احادیث میں قیامت کی جو علامات آئی ہیں اس میں بہت سی علامتیں گذر چکیں اور قیامت اب تک نہیں آئی چنانچہ اہل علم پر مخفی نہیں ۔

اب بعد تقریر عدم الاثبات کے اثبات العدم کے لئے کہتا ہوں کہ جو شخص خالی الذہن ہو کر ان احادیث کو جو حضرت مسیح اور حضرت مہدی کی شان میں وارد ہیں یا اگر اصل احادیث نہ سمجھ سکے تو ترجمہ مشکوٰۃ میں ان ابواب کو فہرست میں صفحہ نکال کر ان کا ترجمہ دیکھے گا، وہ یقین کے ساتھ سمجھ لے گا اور اس کے نزدیک کا زمانہ متیقن ہو جائے گا کہ ابھی تک ان صفات و علامات کا مصداق ظاہر نہیں ہوا اور کھینچ تان کر کسی کا مصداق بن جانا یا بنا دینا تو تمام شریعت مطہرہ سے امن و اطمینان اٹھائے دیتا ہے کیونکہ اس قسم کے احتمالات تو نصوص صلوٰۃ وزکوٰۃ میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں اور ملاحدہ نے نکالے بھی ہیں ۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اعمال میں تو ان احتمالات کو فاسد باطل قرار دیا جائے اور عقاید میں ان کو صحیح وحق سمجھا جاوے ۔ مقتضا تدین وتقوی کا تو یہ ہے کہ غرض نفسانی وہوا پرستی کو چھوڑ کر حق طلبی سے کتاب وسنت کو دیکھ کر عقاید واعمالمیں ان کا اتباع کیا جائے ۔ ورنہ غلبہ ہوائے نفسانی سے حق ہرگز واضح نہیں ہوتا ۔

یہ کلام تو ان کی تفصیلی دلیل میں اور اجمالی دلیل اپنے سب دعووں پر یہ پیش فرماتے ہیں کہ اگر میں (مرزا قادیانی) کاذب ہوتا تو اب تک ہلاک کر دیا جاتا، اور اس باب میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

و لو تقوّل علینا بعض الاقاویل ۔ لاخذنا منه بالیمین ۔ ثمّ لقطعنا منه الوتین ۔ فما منکم من احدٍ عنه حا جزین ۔ (الحاقہ) ۔

میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں اگر مراد مطلق تقول ہے تو تمام کفار اپنے کفر وشرک میں متقول علی اللہ ہیں اور قرآن مجید میں بھی ان کو متقول علی اللہ کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

و اذا فعلوا فاحشة قالوا و جد نا علیها آباء نا و الله امر نا بها ۔ قل ان اللّه لا یأ مر بالفحشاء ۔ اتقولو ن علی اللّه ما لا تعلمو ن (اعراف)

جیسے کہ اور آیات میں بھی ہے کہ حالانکہ بہتیرے ان میں ہلاک نہیں ہوتے بلکہ ان کی

شان میں جا بجا اس قسم کی آیتیں فرمائی گئی ہیں۔

سنستدرجهم من حيث لا يعلمون ۔ و املی لهم۔ ان كيدی متين۔(قلم)۔

اور: قل من كان فی الضلالة فليمدد له الرحمن مداً ۔(مریم:۷۵)

پس یہ تو یقیناً ثابت ہوگیا کہ مطلق تقوّل مراد نہیں کوئی خاص تقول ہے، پھر یہ کہ وہ خاص کیا ہے؟ سو ظاہر ہے کہ جس دعوی کے باب میں یہ آیت قرآنی ہے یعنی نبوت کا دعوی جو حضور نے کیا اور جس حالت میں یہ نازل ہوئی ہے یعنی اس وقت شرائع کی تکمیل نہ ہوئی تھی اور اس لئے دلائل شرعیہ سے ایسے امور میں اتمام حجت نہ ہوسکتی تھی۔ ایسا ہی دعوی اور اسی حالت کا مراد ہے۔ پس حاصل آیت یہ ہوا کہ جو شخص ایسے وقت میں کہ اور حجج شرعیہ سے لوگوں کا التباس رفع نہ ہوسکے نبوت بالمعنی الشرعی کا دعوی کرے وہ بمقتضائے حکمت و رحمت خداوندی کہ خلق گمراہ ہو ضرور ہلاک کیا جاوے گا ۔ سو اب اگر کوئی شخص تقوّل کرے اول تو وہ نبوت کا دعوی نہیں اور اگر بالفرض کوئی ایسا بھی کرے تو بوجہ تکمیل اصول فروع شرعیہ کے اس پر بھی احتجاج ہوسکتا ہے، اور لوگوں کو بھی بوجہ وضوح دلائل شرعیہ کے التباس واشتباہ واقع نہیں ہوسکتا۔ پس ایسا تقوّل مستلزم اہلاک نہیں ہے ۔ جب اہلاک لازم ہی نہیں تو اس کی نفی سے تقوّل کی نفی پر استدلال کرنا باطل ہے۔ پس یہ اجمالی دلیل بھی باطل ہوگئی۔

یہ ملخص ہے مکالمہ فما بین مرزا غلام احمد قادیانی و جمہور کا۔ احقر کے نزدیک منشاء ان کے خیالات کا فساد قوۃ متخیلہ ہے جو اس باب میں ہوگیا ہے۔ جس کا سبب گاہے طولِ خلوت بھی ہو جاتا ہے اور گاہے اس میں کشف بھی ہونے لگتا ہے جیسا شرح اسباب وغیرہ میں مذکور ہے۔ اگر اس سے زیادہ تفصیل دیکھنے کا شوق ہو تو دوسرے اہل علم کی تصانیف جو اس باب میں لکھی گئی ہیں جیسے سیف چشتیائی، وعصائے موسیٰ وصحیفہ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے ۔ اور امید تو اللہ سے یہ ہے کہ طالب حق .. انصاف کے لئے یہ مختصر اوراق ہی انشاء اللہ کافی شافی ہیں اور سخن پرور کیلئے تو ہزاروں دفتر بھی غیر وافی ہیں ولیکن: هذا آخر ما اردنا ايراده و كان هذا التحرير تمامه فی يوم عرفه من ۱۳۲۰ھ و جمع اسبابه الضرورية قبله يوم الترويه و صلّى اللّٰه تعالىٰ علی خير خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعين۔

(براہین پنجم جلد ۵ ص ۳۷۱ تا ۴۱۰ ۔ جواب شبہات الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح ۔ جو بقول مرزا صاحب، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے خرافات کا مجموعہ ہے)

السوء العقاب
علی المسیح الکذا ب

(جھوٹے مسیح پر وبال اور عذاب)

امرتسر میں ایک استفتاء علماء کے سامنے پیش ہوا جس میں مستفتی نے ظاہر کیا تھا کہ:

ایک شخص نے درآنحالیکہ مسلمان تھا، ایک مسلمہ سے نکاح کیا۔ زوجین ایک عرصہ تک باہم معاشرت کرتے رہے۔اولاد بھی ہوئی۔اب کسی قدر عرصہ سے شخص مذکور مرزا قادیانی کے مریدوں میں منسلک ہوکر صبغ عقاید کفریہ مرزائیہ سے مصطبغ ہوکر علی روس الاشہاد ضروریات دین سے انکار کرتا رہتا ہے۔سومطلوب عن الاظہار یہ ہے کہ شخص مذکور شرعاً مرتد ہو چکا اور اس کی منکوحہ اس کی زوجیت سے علیحدہ ہو چکی اور منکوحہ مذکورہ کا کل مہر معجّل، مؤجل مرتد مذکور کے ذمہ ہے۔اولاد صغار اپنے والد مرتد کی ولایت سے نکل چکی یا نہ؟

مفتیان امرتسر نے اس پر جو کچھ لکھا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ شخص مذکور بباعث آنکہ ہم عقیدہ مرزا کا ہے جو باتفاق علمائے دین کافر ہے، مرتد ہو چکا، منکوحہ زوجیت سے علیحدہ ہو چکی، کل مہر بذمہ مرتد واجب الادا ہو چکا۔مرتد کو اپنی اولاد صغار پر ولایت نہیں۔ (مولانا) ابومحمد زبیر غلام رسول حنفی قاسمی۔

۲۔شک نہیں کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو رسول اللہ، نبی اللہ کہتا ہے۔ اور اس کے مرید اس کو نبی مرسل جانتے ہیں اور دعوی نبوت کا بعد رسول اللہ ﷺ کے بالاجماع کفر ہے۔ جب اس طائفے کا ارتداد ثابت ہوا پس مسلمہ ایسے شخص کے نکاح سے خارج ہوگئی ہے، عورت کو مہر ملنا ضروری ہے اور اولاد کی ولایت بھی ماں کا حق ہے۔ (مولانا) عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی

۳۔ لا شک فی ارتداد من نسب المسمر یزم الّذی ہو من اقسام السحر الی

الانبیاء و اهان روح اللّٰہ عیسیٰ بن مریم و ادعی النّبوّۃ وغیرھا من الکفریات کالمرزا فنکاح المسلمۃ لا شک فی فسخہ لکن لھا مھر و الاولاد الصغائر۔ (مولانا) ابوالحسن غلام مصطفیٰ۔ (بے شک جو شخص جادو کی قسم مسمریزم کو انبیاء کی طرف منسوب کرے اور حضرت عیسیٰ کی توہین کرے اور نبوت کا دعویٰ وغیرہ کفریات کا ارتکاب کرے، جیسے مرزا قادیانی، تو اس کے مرتد ہونے میں کیا شک ہے۔ تو مسلمان عورت کا اس سے نکاح بلا شک فسخ ہو جائے گا لیکن اس مسلمان عورت کو مہر و اولاد کا استحقاق ہے)

۴۔ شک نہیں کہ مرزا کے معتقدات کا معتقد مرتد ہے۔ نکاح فسخ ہوا۔ اولاد عورت کو دی جائے گی عورت کامل مہر لے سکتی ہے۔ (مولانا) ابومحمد یوسف غلام محی الدین۔

۵۔ آنچہ علمائے کرام از عرب و ہند و پنجاب در تکفیر مرزا قادیانی و معتقدان وے فتوی دادہ اند ثابت و صحیح است قادیانی خودرا نبی و مرسل یزدانی قرار میدہد، و توہین و تحقیر انبیا علیھم السلام و انکار معجزات شیوہ اوست کہ تحریرانش پر ظاہر است (نقل عبارات ازالہ رسائل مرزا است)۔ (مولانا) محمد عبدالغنی واعظ (عرب و ہند و پنجاب کے علماء نے مرزا قادیانی اور اس کے معتقدین کی تکفیر کا جو فتوی دیا ہے وہ صحیح و ثابت ہے۔ مرزا قادیانی اپنے کو نبی و رسول یزدانی قرار دیتا ہے اور انبیاء کی توہین و تحقیر کرنا اور معجزات کا انکار کرنا اس کا شیوہ ہے جیسا کہ اس کی تحریروں سے ظاہر ہے، (یہ عبارات ازالہ اوہام میں منقول ہیں)

۶۔ (مولانا) خدا بخش امام مسجد خیرالدین

۷۔ شک نہیں کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت و رسالت ہے (بعد نقل عبارات کثیرہ ازالہ اوہام وغیرہ تحریرات مرزا کے کہا ہے) پس ایسا شخص کافر تو کیا میرا وجدان یہی کہتا ہے کہ اس کو خدا پر بھی ایمان نہیں۔ (مولانا) ابوالوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ مصنف تفسیر ثنائی امرتسری۔

۸۔ قادیانی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ضروریات دین سے انکار ہے نیز دعویٰ رسالت کا بھی چنانچہ (ایک غلطی کا ازالہ میں) اس نے صراحۃً لکھا ہے کہ میں رسول ہوں۔ لہذا غلام احمد اور اس کے معتقدین بھی کافر بلکہ اکفر ہوئے۔ مرتد کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اولاد صغار والد کے حق سے نکل جاتی ہے، پس مرزائی مرتد سے اولاد لے لینی چاہیے اور مہر معجّل اور مؤجل لے کر عورت کو اس سے علیحدہ کرنا چاہیے۔ (مولانا) ابوتراب محمد عبدالحق بازار صابونیاں

۹۔ مرزائی مرتد ہیں اور انبیاء علیھم السلام کے منکر۔ معجزات کو مسمریزم تحریر کیا ہے، مرزا کافر ہے

مرزا سے جو دوست ہو یا اس کے دوست سے دوست وہ بھی کافر مرتد ہے۔ صاجزادہ سید ظہور الحسن قادری فاضلی سجادہ نشین حضرات سادات جیلانی بٹالہ۔

۱۰۔ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کا دعوی اور ضروریات دین سے انکار بے شک کفر و ارتداد ہے۔ ایسے شخص پر، قادیانی ہو یا غیر، مرتدوں کے احکام جاری ہوں گے۔ (مولانا) نور احمد

❁ مولانا محمد عبدالغنی واعظ نے ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ کو مندرجہ بالا استفتا، اور اس کے جوابات شاہ احمد رضا خان کی خدمت میں بریلی روانہ کرتے ہوئے لکھا:

...آنکہ چوں دریں بلاد از مدت مدیدہ بہ ظہور دجال کذاب قادیانی فتور و فساد برخاستہ است بموجب حکم آزادگی بہ ہیچ صورتے در چنگ علما آں دہرے رہزن دین اسلام نمی آید۔ اکنوں ایں واقعہ درخانہ یک شخص حنفی شد کہ زنے مسلمہ درعقد شخصے بودہ آں مرد مرزائی گردید۔ زن مذکورہ از وے ایں کفریات شنیدہ گریز نمودہ بخانہ پدر رسید۔ لہذا برائے آن و برائے سد آئندہ وتنبیہ مرزائیاں فتوی ہذا طبع کردہ آید۔ امید کہ آں حضرت ہم بمہر و دستخط شریف خود مزین فرمایند کہ باعث افتخار باشد۔ سفیر از ندوہ کدام مولوی غلام محمد ہوشیار پوری وارد امرتسر از مدت دو ماہ شدہ است۔ فتوائے ہذا نزد وے فرستادم مشار الیہ دستخط نمود وگفت اگر دریں فتوی دستخط کنم ندوہ از من بیزار شود۔ خاکش بدہن۔ ازیں جہت مردمان بلدہ را بسیار بدظنی درحق ندوہ می شود زیادہ چہ نوشتہ آید جزاکم اللّٰہ عن الاسلام والمسلمین۔

الملتمس بندہ کثیر المعاصی واعظ محمد عبدالغنی از امرتسر کٹرہ گرباسنگھ کوچہ ٹنڈا شاہ

(واضح ہو کہ جب سے اس علاقہ میں قادیانی فتور و فساد برپا ہوا ہے قانونی آزادی کی وجہ سے اس بے دین، اسلام کے ڈاکو پر علماء کی گرفت نہ ہو سکی۔ ابھی ایک واقعہ حنفی شخص کے ہاں ہوا کہ اس کے نکاح میں مسلمان عورت تھی وہ شخص مرزائی ہو گیا۔ اس کی مذکورہ عورت اس کے کفریات سن کر اس سے علیحدگی اختیار کر کے اپنے والد کے گھر چلی گئی۔ لہذا اس واقعہ پر اور آئندہ سد باب اور مرزائیوں کی تنبیہ کیلئے یہ فتوی طبع کرایا ہے امید ہے کہ آپ بھی اپنی مہر اور دستخط سے اس کو مزین فرمائیں گے جو کہ باعث افتخار ہوگا۔

ندوہ کا ایک نمائندہ مولوی غلام محمد ہوشیار پوری دو ماہ سے امرتسر میں آیا ہوا ہے۔ میں

نے یہ فتویٰ اس کے پاس بھیجا تا کہ وہ دستخط کر دے تو اس نے کہا اگر میں نے اس فتویٰ پر دستخط کیے تو ندوہ والے مجھ سے ناراض ہو جائیں گے ۔اس کے منہ میں خاک ہو۔ اس کی اس بات کی وجہ سے شہر کے لوگ ندوہ والوں سے نہایت بدظن ہو گئے ہیں ۔مزید کیا لکھوں ۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے)

شاہ احمد رضا خان صاحب نے جواباً لکھا:

فقیر کو بھی اس دعوی سے اتفاق ہے، مرزا کے مسیح و مثل مسیح ہونے میں اصلاً شک نہیں ،مگر لا واللہ نہ مسیح کلمۃ اللّٰہ علیہ صلاۃ اللّٰہ ، بلکہ مسیح دجال علیہ اللّعن و النکال ۔ پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارن پور سے سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب ولداعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خان نے لکھا اور بنام تاریخی الصارم الربانی علی اسراف القادیانی مسمی کیا۔ یہ رسالہ قاضی عبدالوحید حنفی فردوسی نے اپنے رسالہ تحفہ حنفیہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے، طبع فرما دیا تھا۔ بحمد اللہ اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا اور اللہ عزوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے ، اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتیں ۔ مجیب ہفتم (ثناء اللہ امرتسری) نے جو اقوال ملعونہ اس کی کتابوں سے بہ نشان صفحات نقل کیے مثیل مسیح ہونے کے ادعا کو شناعت ونجاست میں ان سے کچھ نسبت نہیں ان میں صاف صاف انکار ضروریات دین اور بوجوہ کثیرہ کفر و ارتداد مبین ہے۔فقیر ان میں سے بعض کی اجمالی تفصیل کرے:

کفر اول ۔ مرزا کا ایک رسالہ ہے جسکا نام ایک غلطی کا ازالہ ہے اسکے صفحہ ۶۷۳ پر لکھتا ہے : میں احمد ہوں جو آیت مبشّراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مراد ہے۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی عیسی بن مریم روح اللہ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے، توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور اس رسول کی خوش خبری سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے جس کا نام پاک احمد ہے۔

ازالہ اوہام کے قول ملعون مذکور میں صراحۃً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ فروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے ، معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کفر دوم : توضیح مرام طبع ثانی صفحہ ۹ پر لکھتا ہے کہ میں محدث ہوں اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

(سید المحدثین عمر فاروق اعظم ہیں کہ انہیں کے واسطے حدیث محدثین آئی، انہیں کے صدقے میں ہم نے اس پر اطلاع پائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قد کان فیما مضی قبلکم من الامم اناس محدثون فان یکن فی امتی احد فانه عمر بن الخطاب رواه احمد و البخاری عن ابی هریره و احمد و مسلم و الترمذی و النسائی عن ام المؤمنین صدیقه ۔ کہ اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے یعنی فراست صادقہ اور الہام حق والے ۔ اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر بن خطاب ہوں گے ۔

فاروق اعظم نے نبوت کے کوئی معنی نہ پائے، صرف ارشاد فرمایا:

لو کان بعدی نبیّ لکان عمر بن الخطاب رواه احمد و الترمذی و الحاکم عن عقبة بن عامر و الطبرانی فی الکبیر عن عصمة بن مالک ۔ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو عمر ہوتا۔

مگر پنجاب کا محدث حادث کہ حقیقۃً نہ محدیث ہے نہ محدث یہ ضرور ایک معنی پر نبی ہوگیا الا لعنة الله علی الکاذبین ۔ حاشیہ از مرتب فتاوی رضویہ)

کفرسوم: دافع البلاء طبع ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھتا ہے: سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

کفر چہارم: مجیب پنجم نے نقل کیا ہے: و نیز میگوید کہ خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی ۔

ان اقوال خبیثہ میں:

اولاً کلام الٰہی کے معنی میں صریح تحریف کی کہ معاذ اللہ آیت کریمہ میں یہ شخص مراد ہے نہ کہ حضور ﷺ ۔

ثانیاً نبی اللہ و رسول اللہ و کلمۃ اللہ عیسی روح اللہ پر افتراء کیا کہ وہ اس کی بشارت اپنے کو اپنا تشریف لانا بیان فرماتے تھے۔

ثالثاً اللہ عزوجل پر افتراء کیا کہ اس نے عیسی کو اس شخص کی بشارت دینے کیلئے بھیجا ۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہے و الّذین یفترون علی اللّه الکذب لا یفلحون ۔ (بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ بہتان اٹھاتے ہیں، فلاح نہ پائیں گے)

اور فرماتا ہے: انما یفتری الکذب الّذین لا یؤمنون بایات اللہ (ایسے افتراء وہی باندھتے ہیں جو بے ایمان کافر ہیں) (۱۶:۱۰۵)

رابعاً اپنی گھڑی ہوئی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ عزوجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدا نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فویل لّلّذین یکتبون الکتاب بایدیھم۔ ثمّ یقولون ھذا من عند اللّہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً ۔ فویل لّھم ممّا کتبت ایدیھم و ویل لّھم مما یکسبون ۔(۲: ۷۹) (خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھیں پھر کہہ دیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اس کے بدلے کچھ ذلیل قیمت حاصل کریں۔ سو خرابی ہے ان کے لئے ان کے لکھے ہاتھوں سے اور خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی سے)

ان سب سے قطع نظر ان کلمات ملعونہ میں صراحۃً اپنے لئے نبوت و رسالت کا ادعائے قبیحہ ہے اور وہ باجماع قطعی کفر صریح ہے۔ فقیر نے رسالہ جزاء اللّہ عدوہ باِبائہ ختم النّبوّۃ (۱۳۱۷ھ) خاص اسی مسئلے میں لکھا اور اس میں قرآن عظیم اور احادیث سے ثابت کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانہ میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل وجزء ایمان ہے و لکن رسول اللّہ و خاتم النّبیین نص قطعی قرآن ہے۔ اس کا منکر، نہ منکر بلکہ شک کرنے والا، نہ شاک کہ ادنی ...احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً ملعون مخلد فی النّیران ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو بھی اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی، کافر ہونے میں شک وتردد کو راہ دے وہ بھی، کافر ہیں بلکہ جلی الکفران ہیں۔ قول دوم وسوم میں شاید وہ یا اس کے اذناب آج کل کے بعض شیاطین سے سیکھ کر تاویل کی آڑ لیں کہ یہاں نبی و رسول سے معنی لغوی مراد ہیں، یعنی خبر دار یا خبر دہندہ اور فرستادہ مگر یہ محض ہوس ہے۔

اولاً صریح لفظ میں تاویل نہیں سنی جاتی فتاوی خلاصہ وفصول عمادیہ و جامع الفصولین وفتاوی ہندیہ وغیرہ میں ہے:

و اللفظ للعمادی: لو قال انا رسول اللّہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم من پیغمام می برم یکفر (اگر کوئی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے یا

بزبان فارسی کہے کہ میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ہوں، کافر ہوجائیگا) (فتاوی ھندیه باب التاسع فی احکام المرتدین ۔ پشاور، ج ۲)

قاضی عیاض کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفی ﷺ (قسم الرابع باب اول۔ عثمانیہ ۔ ج ۲ ص ۲۰۹) میں فرماتے ہیں:

قال احمد بن ابی سلیمان صاحب سحنون فی رجل قیل له لا و حق رسول اللّٰه فقال فعل اللّٰه برسول اللّٰه کذا و ذکر کلاماً قبیحا، فقیل له ما تقول یا عدو اللّٰه فی حقّ رسول اللّٰه فقال له اشدّ من کلامه الاول ثمّ قال انّما اردت برسول اللّٰه العقرب فقال ابن ابی سلیمان للذی سأله اشهد علیه و انا شریک ك یرید فی قتله و ثواب ذلک، قال حبیب بن الربیع لانّ ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل

(احمد بن ابی سلیمان تلمیذ و رفیق امام سحنون نے کہا کہ ایک مرد کی نسبت کسی نے پوچھا کہ اس سے کہا گیا تھا رسول کے حق کی قسم ۔ اس نے کہا کہ اللہ رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور ایک بدکلام ذکر کیا، کہا گیا اے دشمن خدا! تو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کیا بکتا ہے تو اس سے بھی سخت تر لفظ بکا ۔ پھر بولا میں نے رسول اللہ ﷺ سے بچھو مراد لیا تھا ۔ امام احمد بن ابی سلیمان نے مستفتی سے فرمایا تم اس پر گواہ ہوجاؤ اور اسے سزائے موت دلانے اور اس پر جو ثواب ملے گا اس میں میں تمہارا شریک ہوں ۔ (یعنی تم حاکم شرع کے پاس اس پر شہادت دو اور میں بھی سعی کرونگا کہ ہم تم دونوں بحکم حاکم اسے سزائے موت دلانے کا ثواب عظیم پائیں) امام حبیب بن ربیع نے فرمایا یہ اس لئے کہ کھلے لفظ میں تاویل کا دعوی مسموع نہیں ہوتا)

ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

ثم قال انّما اردتّ برسول اللّٰه العقرب فانّه ارسل من عند الحق و سلط علی الخلق تاویلا لرسالة العرفیة بالارادة اللغویة و هو مردود عند القواعد الشرعیه (شرح شفا مع نسیم الریاض باب اول بیروت ج ۴ ص ۳۴۳) (یعنی وہ جو اس مردک نے کہا کہ میں نے بچھو مراد لیا، اس طرح اس نے رسالت عرفی کو معنی لغوی کی طرف ڈھالا کہ بچھو کو بھی خدا ہی نے بھیجا اور خلق پر مسلط کیا ہے اور ایسی

تاویل قواعد شرع کے نزدیک مردود ہے)۔

خلاصہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

هذا حقیقة معنی الارسال وهذا مما لا شک فی معناه و انکاره مکابرة لکنّه لا یقبل من قائله و ادعاء ه انّه مرا ده لبعده غا یة البعد و صرف اللفظ عن ظاهره لا یقبل کما لو قال انت طا لق قال اردتّ محلولة غیر مربوطة لا یلتفت لمثله (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض باب اول۔ بیروت۔ ج ۴ص ۳۴۳)

(یعنی یہ لغوی معنی جن کی طرف اس نے ڈھالا ضرور بلا شک حقیقی معنی ہیں اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے بایں ہمہ قائل کا ادعا مقبول نہیں کہ اس نے یہ معنی لغوی مراد لئے تھے، اس لئے کہ یہ تاویل نہایت دوراز کار ہے اور لفظ کا اس کے معنی ظاہر سے پھیرنا مسموع نہیں ہوتا جیسے کوئی اپنی عورت کو کہے تو طالق ہے اور کہے کہ میں نے تو یہ مراد لیا تھا کہ تو کھلی ہوئی ہے بندھی نہیں ہے،لغت میں طالق کشادہ کو کہتے ہیں، تو ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا)

ثانیاوہ بالیقین ان الفاظ کو اپنے لئے مدح وفضل جانتا ہے، نہ ایسی بات کہ جو ہر انسان ہر بھنگی چمار بلکہ ہر جانور بلکہ ہر کافر مرتد میں موجود ہو، جسے کوئی عاقل بلکہ نیم پاگل بھی محل مدح میں آکر نہ کرے گا نہ اس میں اپنے لئے فضل وشرف جانے گا۔ بھلا کہیں براہین غلامیہ میں یہ بھی لکھا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے مرزا کی ناک میں دو نتھنے رکھے، مرزا کے کان میں دو گھونگھے بنائے۔ یا خدا نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی ناک ہونٹوں سے اوپر اور بھووں کے نیچے ہے۔ کیا ایسی بات لکھنے والا پورا مجنون پکا پاگل نہ کہلایا جائے گا۔ اور شک نہیں کہ وہ معنوی لغوی یعنی کسی چیز کی خبر رکھنا یا دینا یا بھیجا ہوا ہونا، ان مثالوں سے بھی زیادہ عام ہیں بہت جانوروں کے ناک کان بھویں اصلا نہیں ہوتیں مگر خدا کے بھیجے ہوئے وہ بھی ہیں۔ اللہ نے انہیں عدم سے وجود نر کی پیٹھ سے مادہ کے پیٹ سے دنیا کے میدان میں بھیجا جس طرح اس مردک خبیث نے بچھو کو رسول بمعنی لغوی بتایا۔

حق عزوجل فرماتا ہے:

فارسلنا علیهم الطّوفان و الجرا د و القمّل و الضّفا دع و الدّ م آیات مّفصّلات (۱۳۳:۷) (ہم نے فرعونیوں پر بھیجے طوفان اور ٹڈی دل اور جوئیں

اور مینڈک اور خون، جو کھلے کھلے نشان تھے)

کیا مرزا ایسی ہی رسالت پر فخر رکھتا ہے جسے ٹیری اور مینڈک اور جوں اور کتے اور سؤر سب کو شامل مانے گا۔ ہر جانور بلکہ ہر حجر و شجر بہت سے علوم سے خبر دار ہے اور ایک دوسرے کو خبر دینا بھی صحاح احادیث سے ثابت۔ مولانا روم ان کی طرف سے فرماتے ہیں

ما سمیعیم وبصیریم وخوشیم   باشما نامحرماں ماخامشیم

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

و ان من شیء الّا یسبح بحمدہ و لکن لا تفقھون حدیثاً (کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح نہ کرتی ہو مگر ان کی تسبیح تمہاری سمجھ میں نہیں آتی)

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ما من شئی الّا یعلم انّی رسول اللّٰہ الّا کفرۃ او فسقۃ الجن و الا نس (المعجم الکبیر حدیث ۶۷۲، بیروت ۔۲۲۔۲۶۲؛ جامع صغیر حدیث ۸۰۴۸، بیروت جز ثانی ص ۴۹۲) رواہ الطبرانی فی الکبیر عن یعلی بن مرّہ و صححہ خاتم الحفاظ (کوئی ایسی چیز نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو سوا کافر جن اور آدمیوں کے طبرانی نے کبیر میں یعلی بن مرہ سے روایت کیا اور خاتم الحفاظ نے اسے صحیح کہا)

حق سبحانہ وتعالی فرماتا ہے:

فمکث غیر بعید فقال احطت بما لم تحط بہ و جئتک من سبأ بنبأ یقین ۔ (کچھ دیر ٹھہر کر ہدہد بارگاہ سلیمانی میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے ایک بات وہ معلوم ہوئی ہے جس پر آپ کو اطلاع نہیں اور میں خدمت عالی میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں)

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ما من صباح و لا رواح الا و بقاع الارض ینادی بعضھا بعضاً ، یا جارۃ ھل مرّ بک الیوم عبد صالح صلّی علیک او ذکر اللّٰہ ۔ فان قالت نعم رأت ان لھا بذلک فضلاً ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط و ابو نعیم فی الحلیۃ عن انس (معجم الاوسط حدیث ۵۶۶ ۔ ریاض ج ۱)
(کوئی صبح اور شام ایسی نہیں ہوتی کہ زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو پکار کر نہ کہتے ہوں کہ

اے ہمسائے ! آج تجھ پر کوئی نیک بندہ گزرا جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکر الٰہی کیا۔ اگر وہ ٹکڑا جواب دیتا ہے کہ ہوں، تو وہ پوچھنے والا ٹکڑا اعتقاد کرتا ہے کہ اسے مجھ پر فضیلت ہے)

تو خبر رکھنا، خبر دینا سب کچھ ثابت ہے۔ کیا مرزا ہر اینٹ پتھر، ہر بت پرست کافر، ہر ریکھ بندر، ہر کتے سؤر کو بھی اپنی طرح نبی و رسول کہے گا؟ ہرگز نہیں۔ تو صاف روشن ہوا کہ معنی لغوی ہرگز مراد نہیں بلکہ یقیناً وہی شرعی و عرفی رسالت و نبوت مقصود اور کفر و ارتداد یقینی قطعی موجود۔

وبعبارۃ اخری معنی کے چار ہی قسم ہیں۔ لغوی شرعی عرفی، عام یا خاص۔ یہاں عرف عام تو بعینہ وہی معنی شرعی ہے جس پر کفر قطعاً حاصل، اور ارادہ لغوی کا ادعا یقیناً باطل۔ اب یہی رہا کہ فریب دہی عوام کو یوں کہہ دے کہ میں نے اپنی خاص اصطلاح میں نبی و رسول کے معنی اور رکھے ہیں جن میں سگ و خوک سے بھی امتیاز ہے اور حضرات انبیاء کے وصف نبوت میں اشتراک بھی نہیں۔ مگر حاش للہ! ایسا باطل ادعاء اصلاً، شرعاً، عقلاً، عرفاً کسی طرح بادشتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ایسی جگہ لغت و شرع و عرف عام سب سے الگ اپنی نئی اصطلاح کا مدعی ہونا قابل قبول ہو تو کبھی کسی کافر کی کسی سخت سے سخت بات پر گرفت نہ ہو سکے۔ کوئی مجرم کسی معظم کی کیسی ہی شدید توہین کرے، مجرم نہ ٹھہر سکے کہ ہر ایک کو اختیار ہے اپنی کسی اصطلاح خاص کا دعوی کر دے جس میں کفر و توہین کچھ نہ ہو۔ کیا زید کہہ سکتا ہے خدا دو ہیں، جب اس پر اعتراض ہو کہہ دے میری اصطلاح میں ایک کو دو کہتے ہیں۔ کیا عمرو جنگل میں سؤر کو بھاگتا دیکھ کر کہہ سکتا ہے وہ قادیانی بھاگ رہا ہے۔ جب کوئی مرزائی گرفت چاہے کہہ دے میری وہ مراد نہیں جو آپ سمجھے، میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے یا جنگلی کو قادیانی کہتے ہیں۔ اگر کہے کوئی مناسبت بھی ہے تو جواب دے کہ اصطلاح میں مناسبت شرط نہیں لا مشاحۃ فی الاصطلاح (اصطلاح میں کوئی اعتراض نہیں)۔ آخر سب جگہ منقول ہی ہونا کیا ضرور۔ لفظ مرتجل بھی ہوتا جس میں معنی اول سے مناسبت اصلاً منظور نہیں معہذا قادی بمعنی جلدی کنندہ ہے یا جنگل سے آنے والا۔ قاموس میں ہے:

قدت قادیۃ جاء قوم قد اقحموا ۔ قوم جلدی میں آئی۔

قدت قادیۃ کا ایک معنی قدت من البادیۃ یاقدت الفرس جنگل سے آیا، یا گھوڑے کو تیز کیا۔ من البادیۃ و الفرس قدیانا اسرع۔ (قاموس المحیط باب الواو، فصل القاف)

قادیان اس کی جمع اور قادیانی اس کی طرف منسوب یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنے والوں کا ایک، اس مناسبت سے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے کا نام قادیانی ہوا، کیا

زید کی وہ تقریر کسی مسلمان یا عمرو کی یہ توجیہہ کسی مرزائی کو مقبول ہوسکتی ہے، حاشا وکلا کوئی عاقل ایسی بناوٹوں کو نہ مانے گا بلکہ اسی پر کیا موقوف، یوں اصطلاح خاص کا ادعا مسموع ہو جائے تو دین و دنیا کے تمام کارخانے درہم برہم ہوں، عورتیں شوہروں کے پاس سے نکل کر جس سے چاہیں نکاح کر لیں کہ ہم نے تو ایجاب وقبول نہ کیا تھا، اجازت لیتے وقت ہاں کہا تھا، ہماری اصطلاح (ہاں) بمعنی (ہوں) یعنی کلمہ جزء وانکار ہے۔ لوگ بیع نامے لکھ کر رجسٹری کرا کر جائدادیں چھین لیں کہ ہم نے تو بیع نہ کی تھی بیچنا لکھا تھا، ہماری اصطلاح میں عاریت یا اجارے کو بیچنا کہتے ہیں الی غیر ذلک من فسادات لا تحصی۔ تو ایسی جھوٹی تاویل والا خود اپنے معاملات میں اسے نہ مانے گا، کیا مسلمانوں کو زن و مال اللہ ورسول سے زیادہ پیارے ہیں کہ جورو اور جائداد کے باب میں تاویل سنیں اور اللہ ورسول کے معاملے میں ایسی ناپاک بناوٹیں قبول کر لیں۔ لا الہ الا اللہ مسلمان ہرگز ایسے مردود بہانوں پر التفات بھی نہ کریں گے، انہیں اللہ ورسول اپنی جان اور تمام جہان سے زیادہ عزیز ہیں وللہ الحمد۔ خود ان کا رب قرآن عظیم میں ایسے بے ہودہ عذروں کا دربار جلا چکا ہے۔ فرماتا ہے:

لا تعتذروا قد کفر تم بعد ایما نکم (۹:۶۶) (بہانے نہ بناؤ بے شک تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد)۔

والعیاذ باللّٰہ رب العالمین

- ثالثاً۔ کفر چہارم میں امتی و نبی کا مقابلہ صاف اسی معنی شرعی وعرفی کی تعیین کر رہا ہے۔
- رابعاً۔ کفر اول میں تو کسی جھوٹے ادعائے تاویل کی بھی گنجائش نہیں۔ آیت میں قطعا معنی شرعی ہی مراد ہیں نہ کہ لغوی۔ نہ اس شخص کی کوئی اصطلاح خاص، اور اسی کو اس نے اپنے نفس کے لئے مانا تو قطعا یقیناً بمعنی شرعی ہی اپنے نبی اللہ ورسول اللہ ہونے کا مدعی اور و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین (۳۳:۴۰) کا منکر اور باجماع قطعی جمیع امت مرحومہ مرتد وکافر ہوا۔ سچ فرمایا سچے خدا کے سچے خاتم النبیین محمد ﷺ نے کہ عنقریب میرے بعد آئیں گے ثلاثون دجّالون کذّابون کلّھم یزعم انّہ نبیّ۔ (تیس دجال کذاب کہ ہر ایک اپنے کو نبی کہے گا) و انا خاتم النّبیین لا نبیّ بعدی (جامع ترمذی۔ باب لاتقوم الساعۃ۔ مسند احمد) (حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔ آمنت آمنت صلی اللہ تعالی علیک وسلم۔ اسی لئے فقیر نے عرض کیا تھا کہ مرزا ضرور مثیل مسیح ہے... یعنی مسیح دجال کا کہ ایسے مدعیوں کو یہ لقب خود بارگاہ

رسالت سے عطا ہوا۔ والعیاذ باللّٰہ رب العالمین

کفر پنجم: دافع البلاء صفحہ ۱۰ پر حضرت مسیح سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔

کفر ششم۔ اسی رسالہ کے صفحہ ۱۷ پر لکھا ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو   اس سے بہتر غلام احمد ہے

کفر ہفتم: اشتہار معیار الاخیار میں لکھا ہے: میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں۔

یہ ادعاء بھی باجماع قطعی کفر وارتداد یقینی ہیں۔ فقیر نے اپنے فتویٰ مسمّی بہ ردّ الرفضہ میں شفا قاضی عیاض، امام نووی، وارشاد الساری، وشرح عقائد نسفی وشرح مقاصد امام تفتازانی و اعلام امام ابن حجر مکی ومنح الروض علامہ قاری، وطریقہ محمدیہ علامہ برکوی، وحدیقہ ندیہ مولی نابلسی وغیرہ کتب کے نصوص سے ثابت کیا ہے کہ باجماع مسلمین کوئی ولی کوئی غوث کوئی صدیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا، جو ایسا کہے قطعاً اجماعاً کافر ملحد ہے۔ ازانجملہ شرح صحیح بخاری میں ہے:

النّبیّ افضل من الولی و امر مقطوع به و القائل بخلافه کافر کانّه معلوم من الشرع بالضرورة (ارشاد الساری۔ کتاب العلم،) (یعنی ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے)

کفر ہفتم میں ایسی ایک لطیف تاویل کی گنجائش تھی کہ یہ لفظ (نبیوں) بتقدیم نون نہیں بلکہ (بنیوں) بہ تقدیم با ہے۔ یعنی بھنگی درکنار کہ خود ان کے تو لال گرو کا بھائی ہوں ان سے تو افضل ہوا ہی، میں تو بعض بنیوں سے بھی افضل ہوں کہ انہوں نے صرف آٹے دال میں ڈنڈی ماری اور یہاں وہ ہتھ پھیری کی بیسیوں کا دین ہی اڑ گیا، مگر افسوس کہ دیگر تصریحات نے اس تاویل کی جگہ نہ رکھی۔

کفر ہشتم: ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۹ پر حضرت مسیح کے معجزات کو جن کا ذکر خداوند تعالی بطور احسان فرماتا ہے مسمریزم لکھ کر کہتا ہے:

اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

یہ کفر متعدد کفروں کا خمیرہ ہے۔ معجزات کو مسمریزم کہنا ایک کفر کہ اس تقدیر پر وہ معجزہ نہ ہوئے بلکہ معاذ اللہ ایک کسبی کرشمے ٹھہرے۔ اگلے کافروں نے بھی ایسا ہی کہا تھا (جیسا کہ قرآن پاک میں ہے):

اذ قال اللّٰه یا عیسی بن مریم اذکر نعمتی علیک و علی والدتک ۔ اذ ایّدتک بروح القدس ۔ تکلم النّاس فی المھد وکھلا ۔ و اذ علّمتک الکتاب و الحکمۃ و التّوراۃ والانجیل۔ و اذ تخلق من الطّین کھیئۃ الطّیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی و اذ تبرئ الاکمہ و الابرص باذنی ۔ و اذ تخرج الموتی باذنی ۔ و اذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبیّنات فقال الّذین کفروا منھم ان ھذا الّا سحر مّبین (۵:۱۱۰)

جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے مریم کے بیٹے ! یاد کر میری نعمتیں اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تجھے قوت بخشی ۔ لوگوں سے باتیں کرتا تھا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھایا لکھنا اور علم کی تحقیقی باتیں اور توریت اور انجیل ۔ اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی سی شکل میری پروانگی سے، پھر تو اس میں پھونکتا تو وہ پرند ہو جاتی میرے حکم سے، اور تو چنگا کرتا مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری اجازت سے، اور جب تو قبروں سے جیتا نکالتا مردوں کو میرے اذن سے ۔ اور جب میں نے یہود کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس یہ روشن معجزے لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو

مسمریزم بتایا، جادو کہا ۔ بات ایک ہی ہوئی یعنی الٰہی معجزے نہیں کسبی ڈھکوسلے ہیں ۔ ایسے ہی منکروں کے خیال ضلال کو حضرت مسیح کلمۃ اللہ نے بار بار بتاکید ردّ فرما دیا تھا۔ اپنے معجزات مذکورہ ارشاد کرنے سے پہلے فرمایا:

انّی قد جئتکم بآیۃ من رّبکم انّی اخلق لکم من الطّین کھیئۃ الطّیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللّٰہ۔ و ابری الاکمہ و الابرص و احی الموتی باذن اللّٰہ ۔ و انبّئکم بما تأکلون و ما تدّخرون فی بیوتکم (۳:۴۹)

میں تمہارے پاس رب کی طرف سے معجزے لایا کہ میں مٹی سے پرند بناتا اور پھونک مار کر اسے جلاتا اور اندھے اور بدن بگڑے کو شفا دیتا اور خدا کے حکم سے مردے جلاتا اور جو کچھ گھر سے کھا کر آؤ اور جو کچھ گھر میں اٹھا رکھو وہ سب تمہیں بتاتا ہوں ۔

اور اس کے بعد فرمایا: انّ فی ذلک لآیۃ لّکم ان کنتم مومنین (۳:۴۹)

(بے شک ان میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ)

پھر مکرر فرمایا: جئتکم بآیۃ من ربکم فاتّقوا اللّٰہ و اطیعون (۳:۵۰)

(میں تمہارے رب کے پاس سے معجزہ لایا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا حکم مانو)

مگر جو عیسیٰ کے رب کی نہ مانے وہ عیسیٰؑ کی کیوں ماننے لگا۔ یہاں تو اسے صاف گنجائش ہے کہ اپنی بڑائی سبھی کرتے ہیں: کس نہ گوید کہ دوغ من ترش ست

پھر ان معجزات کو مکروہ جاننا دوسرا کفر یہ کہ کراہت اس بنا پر ہے کہ وہ فی نفسہ مذموم کام تھے جب تو کفر ظاہر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: تلک الرّسل فضّلنا بعضھم علی بعضٍ (۲: ۲۵۳) (یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی)

اور اسی فضیلت کے بیان میں ارشاد ہوا و آتینا عیسی ابن مریم البیّنات و ایّدناہ بروح القدس (۲:۲۵۳) (اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزے دیئے اور روح القدس سے اس کی تائید فرمائی)

اور اگر اس بنا پر ہے کہ وہ کام اگرچہ فضیلت کے تھے مگر میرے منصب اعلیٰ کے لائق نہیں تو یہ وہی نبی پر اپنی تفضیل ہے، ہر طرح کفر و ارتداد سے قطعی مفر نہیں۔ پھر ان کلمات شیطانیہ میں مسیح کلمۃ اللہ کی تحقیر تیسرا کفر ہے اور ایسی تحقیر اس کلام ملعون کفر شتم میں تھی اور سب سے بڑھ کر اس کفر نہم میں ہے کہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۶۱ پر حضرت مسیح کی نسبت لکھا:

بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ قریب ناکام رہے۔

پھر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے جس کی تفصیل سے شفا، و شرح شفا، وسیف مسلول امام سبکی، و روضہ امام نووی، و وجیز امام کروری و اعلام امام ابن حجر مکی وغیرہ تصانیف آئمہ کرام کے دفتر گونج رہے ہیں، نہ کہ نبی بھی کون نبی مرسل۔ نہ کہ مرسل بھی کیسا مرسل، اولوالعزم۔ نہ کہ تحقیر بھی کتنی کہ مسمریزم کے سبب نور باطن، نہ نور باطن بلکہ دینی استقامت، نہ دینی استقامت بلکہ نفس توحید میں، نہ کم درجہ بلکہ ناکام رہے۔ اس ملعون قول لعن اللہ قائلہ وقابلہ نے اولوالعزمی و رسالت و نبوت درکنار اس عبداللہ و کلمۃ اللہ و روح اللہ کے نفس ایمان میں کلام کر دیا۔ اس کا جواب ہمارے ہاتھ میں کیا ہے سوائے اس کے کہ

انّ الّذین یؤذون اللّٰہ و رسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدّنیا والآخرہ و اعدّ

لھم عذا باً مّھینا (۳۳:۵۷) (بے شک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ نے لعنت کی دنیا و آخرت میں اور ان کیلئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب)

کفر دہم: ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۲۹ پر لکھتا ہے:

ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیش گوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے ہوئے۔

یہ صراحۃ انبیاء کی تکذیب ہے۔ عام اقوام کفار لعنھم اللّٰہ کا کفر اللہ تعالی نے یوں ہی تو بیان فرمایا:

کذّبت قوم نوح ن المرسلین۔ (۲۶:۱۰۵)

کذّبت عاد ن المرسلین، (۲۶:۱۲۳)

کذّبت ثمود المرسلین (۲۶:۱۴۱)۔

کذّبت قوم لوط ن المرسلین۔۲۶:۱۶۰)

کذّب اصحاب لئیکۃ المرسلین۔ (۲۶:۱۷۶)

آئمہ کرام فرماتے ہیں کہ جو نبی پر اس کی لائی ہوئی بات میں کذب جائز ہی مانے اگرچہ وقوع نہ جانے، باجماع کفر ہے۔ نہ کہ معاذ اللہ چار سو انبیاء کا اپنے اخبار بالغیب میں کہ وہ ضرور اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے واقع میں جھوٹا ہو جانا۔ شفا شریف میں ہے

من دان بالوحدانیّۃ و صحۃ النبوّۃ و نبوّۃ نبیّنا ﷺ و لکن جوّز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا بہ ادعی فی ذلک المصلحۃ بزعمہ او لم یدعھا فھو کا فر با جماع (شفا۔طبع عثمانیہ، فصل فی بیان ما ھو من المقالات) جو اللہ کی وحدانیت نبوت کی حقانیت ہمارے نبی کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو بایں ہمہ انبیاء پر ان کی باتوں میں کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے، ہر طرح بالاتفاق کافر ہے)

ظالم نے چار سو کہہ کر گمان کیا کہ اس نے باقی انبیاء کو تکذیب سے بچا لیا حالانکہ یہی آیتیں جو ابھی تلاوت کی گئی ہیں شہادت دے رہی ہیں کہ اس نے آدم نبی اللہ سے محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاء کرام کو کاذب کہہ دیا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام مرسلین کی تکذیب ہے۔

دیکھو قوم نوح، وہود و صالح و لوط و شعیب نے اپنے ایک ہی نبی کی تکذیب کی تھی مگر قرآن نے فرمایا: قوم نوح نے سب رسولوں کی تکذیب کی؛ عاد نے کل پیغمبروں کو جھٹلایا؛ ثمود نے

جمیع انبیاء کو کاذب کہا؛ قوم لوط نے تمام رسل کو جھوٹا بتایا۔ ایکہ والوں نے سارے نبیوں کو دروغگو کہا۔ یوں ہی واللہ اس قائل نے نہ صرف چارسو بلکہ جملہ انبیاء ومرسلین کو کذاب مانا۔

لعن اللّٰه من کذب احداً مّن انبیائه صلی اللّٰه علی انبیاءه و رسله محمد ﷺ کی بارگاہ عالم پناہ کا یہ ادنی کتا بعدد دانہ ہائے ریگ وستارہائے آسمان گواہی دیتا ہے اور میرے ساتھ تمام ملائکہ سماوات وارض وحاملان عرش گواہ ہیں اور خود عرش عظیم کا مالک گواہ ہے و کفی با للّٰه شهیدا کہ ان اقوال مذکورہ کا قائل بے باک کافر مرتد ناپاک ہے۔

اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں (یہ اقوال دوسرے کے منقول تھے اس فتوی کے بعد مرزا کی بعض نئی تحریریں خود نظر سے گذریں جن میں قطعی کفر بھرے ہیں بلا شبہ وہ یقیناً مرتد ہے) تو واللہ واللہ وہ یقیناً کافر اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہوکر اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر، ندوہ مخذولہ اور اس کے اراکین کہ صرف طوطے کی طرح کلمہ گوئی پر مدار اسلام رکھتے اور تمام بد دینوں گمراہوں کو حق پر جانتے، خدا کو سب سے یکساں راضی مانتے، سب مسلمانوں پر مذہب سے لا دعوے دینا لازم کرتے ہیں کیسا کہ ندوہ کی روداد اول و دوم و رسالہ اتفاق وغیرہ میں مصرح ہے، ان اقوال پر بھی اپنا وہی قاعدہ ملعونہ مجرد کلمہ گوئی نیچریت کا اعلی نمونہ جاری رکھیں اس کی تکفیر میں چون چرا کریں تو وہ بھی کافر، وہ اراکین بھیکفار، مرزا کے پیرو اگر چہ خود ان اقوال انجس الابوال کے معتقد نہ بھی ہوں مگر جب کہ صریح کفر و کھلے ارتداد دیکھتے سنتے، پھر مرزا کو امام وپیشوا و مقبول خدا کہتے ہیں قطعاً یقیناً سب مرتد ہیں سب مستحق نار۔ شفا شریف میں ہے:

نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملّة المسلمین من الملک او وقف فیهم او شک (شفاء۔ فصل فی بیان ما هو من المقالات۔ عثمانیہ۔ ج ۲). (ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے، یا اس کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے)

شفا، نیز فتاوی بزازیہ، و دررغرر، وفتاوی خیریہ ودرمختار و مجمع الانہر وغیرہ میں ہے:

من شک فی کفره وعذا به فقد کفر (درمختار باب المرتد۔ مجتبائی۔ ج ۱ ص ۳۵۶)(جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے یقیناً خود کافر ہے)

اور جو شخص باوصف کلمہ گوئی وادعائے اسلام، کفر کرے وہ کافروں کی سب سے بدتر قسم مرتد کے حکم میں ہے۔ ہدایہ درمختار عالمگیری وغرر، ملتقی الابحر ومجمع الانہر وغیرہ میں ہے:

صاحب الهوی ان کان یکفر فهو بمنزلة المرتد (درمختار۔ مجتبائی ج ۲

ص ۲۳۳) (بدعتی اگر کفر کرے تو وہ مرتد کے حکم میں ہے)

فتاوی ظہیریہ وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ وبرجندی شرح نقایہ وفتاوی ہندیہ میں ہے:

ھؤلاء القوم خارجون عن ملّۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین (فتاوی ہندیہ باب التاسع فی احکام المرتدین۔ پشاور۔ ج ۲ ص ۲۶۴) (یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں)

اور شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے۔ اب اگر بے اسلام لائے اپنے اس قول و مذہب سے بغیر توبہ کئے یا بعد اسلام وتوبہ عورت سے بغیر نکاح جدید کئے اس سے قربت کرے زنائے محض ہو، جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو۔ یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر وسائر ہیں۔

فی الدّر المختار عن غنیۃ ذوی الاحکام ما یکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولادہ ولد الزّنا (درمختار باب المرتد۔مجتبائی دہلی ج ا ص ۳۵۹)۔ (درمختار میں غنیّۃ ذوی الاحکام سے منقول ہے جو بالاتفاق کفر ہو وہ عمل، نکاح کو باطل کردیتا ہے اس کی اولاد ولد الزنا ہے)

اور عورت کا کل مہر اس کے ذمہ عائد ہونے میں بھی شک نہیں جب کہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہو کہ ارتداد کسی دین (قرض) کو ساقط نہیں کرتا

فی التنویر وارث کسب اسلامہ وارثہ المسلم بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فئی بعد قضاء دین ردتہ (درمختار باب المرتد مجتبائی ج ا ص ۳۵۹) (تنویر میں ہے قرضہ کی ادائیگی کے بعد اس کے اسلامی وقت کی کمائی کا وارث مسلمان ہے اور اس کے ارتدادی دور کی کمائی بیت المال میں جمع ہوگی)

اور معجّل تو فی الحال آپ ہی واجب الاداء ہے۔ رہا مؤجل، وہ ہنوز اپنی اجل پر رہے گا ،مگر یہ کہ مرتد بحال ارتداد ہی مرجائے یا دار الحرب کو چلا جائے اور حاکم شرع حکم فرماوے کہ وہ دار الحرب سے ملحق ہوگیا اس وقت مؤجل بھی فی الحال واجب الادا ہو جائے گا اگرچہ اجل موعود میں دس بیس برس باقی ہوں۔

فی الدّر ان حکم القاضی بلحاقہ حلّ دینہ

(درمختار باب المرتد مجتبائی ج ا ص ۳۵۹)۔

فی ردّ المحتار لانہ باللحاق صار من اھل الحرب وھم اموات فی حق احکام الاسلام فصار کالموت، الّا المرتد حتی یبحث عن حضانتہ الا تری الی قولھم لا حضانۃ لمرتدۃ لانھا تضرب وتحبس کالیوم فانی تتفرغ للحضانۃ فاذا کان ھذا فی المحبوس فما ظنّک بالمقتول۔

مگر ان کے نفس یا مال میں بدعوی ولایت اس کے تصرفات موقوف رہیں گے۔ اگر پھر اسلام لے آیا اور اس مذہب ملعون سے توبہ کی تو وہ تصرف سب صحیح ہو جائیں گے اور اگر مرتد ہی مر گیا، یا دارالحرب کو چلا گیا تو باطل ہو جائیں گے۔

فی الدّرّ المختار یبطل منہ اتفاقاّ ما یعتمد الملّۃ وھی خمس النکاح والذّبیحۃ والصّید والشھادۃ والارث ویتوقف منہ اتّفاقاً ما یعتمد المساواۃ وھو المفاوضۃ، او ولایۃ متعدیۃ وھو التصرف علی ولدہ الصّغیر، ان اسلم نفذ وان ھلک او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطل ... مختصرا۔

نسأل اللہ الثبات علی الایمان وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولانا وآلہ وصحبہ اجمعین۔ آمین واللہ تعالی اعلم:

محمد وصی احمد، عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

(فتاوی رضویہ جلد ۱۵ص ۵۷۱تا۵۹۴مختصراً)

قھر الدّیّان

علی مرتدٍّ بقادیان

(قادیانی مرتد پر قہر خداوندی)

۱۳۲۳ھ میں شاہ احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

رسالہ ماہواری ردّ قادیانی کی ابتداء حکمت الٰہیہ نے اس وقت پر رکھی تھی کہ یہاں دو چار جاہلان محض اس (قادیانی) کے مرید ہو آئے، مسلمانوں نے حسب حکم شرع ان سے میل جول ارتباط سلام کلام یک لخت ترک کر دیا۔ دین میں فساد، مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے والوں نے یہ العذاب الادنی دون العذاب الاکبر چکھا، مسلمانوں پر حملے میں اپنی چلتی میں کوئی کمی نہ کی بس نہ چلا تو متواتر عرضیاں دیں کہ ہمارا پانی بند ہے، ہم پر زندگی تلخ ہے۔ بیدار مغز حکومت ایسی لغویات کو کب سنتی۔ ہر بار جواب ملا کہ مذہبی امور میں دست اندازی نہ ہوگی، سائلان آپ اپنا انتظام کریں۔ آخر بحکم آنکہ دست بگیرد سر شمشیر تیز، ایک بے قید پرچے روہیل کھنڈ گزٹ میں اشتہار چھاپا کہ عمائد شہر اگر علمائے طرفین سے مناظرہ کرائیں اور وہ بھی اس شرط پر کہ دونوں طرف سے خود وہی منتظم رہیں تو ہمیں اطلاع دیں کہ ہم بھی مرزائی ملانوں کو بلا لیں، اور اس میں علمائے اہل سنت کی شان میں کوئی دقیقہ بدزبانی وافذیب بہتانی وکلمات شیطانی کا اٹھا نہ رکھا۔.. یہ ایک غیبی تحریک تھی جس نے اس ارادہ رسالہ کی سلسلہ جنبانی فرما دی۔ اشتہار کا جواب اشتہاروں سے دیا گیا۔ مناظرہ کے لئے ابکار افکار مرزا قادیانی کو پیام دیا۔ اس کے ہولناک اقوال ادعائے رسالت ونبوت وافضلیت من الانبیاء وغیرہ کفر وضلال کا خاکہ اڑایا۔ گالیوں کے جواب میں گالی سے قطعی احتراز کیا، صرف اتنا دکھا دیا کہ تمہاری آج کی گالی نرالی نہیں، قادیانی تو ہمیشہ سے اللہ و رسول وانبیائے سابقین وآئمہ دین، سب کو گالیاں سناتا رہا ہے۔ ہر عبارت اس کی کتابوں سے

بحوالہ صفحہ مذکور ہوئی۔ مضمون کثیر تھا، متعدد پرچوں میں اشاعت منظور ہوئی۔ ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری، نام رکھا گیا، اس میں دعوت مناظرہ شرائط مناظرہ طریق مناظرہ مبادی مناظرہ، سب کچھ موجود ہے۔

اس مختصر تحریر نے اپنی سلک منیر میں متعدد سلاسل لئے۔

ا۔سلسلہ دشنام ہائے قادیانی بر حضرت ربانی ورسولان رحمانی ومحبوبان یزدانی۔۲۔سلسلہ کفریات و ضلالات قادیانی۔۳۔ سلسلہ تناقضات وتہافتات قادیانی۔ ۵۔سلسلہ دجالی وتلبیسات قادیانی۔ ۵۔سلسلہ جہالات وبطالات قادیانی۔ ۶۔سلسلہ تاصیلات۔ ۶۔سلسلہ سوالات۔

اور واقعی وقتی ضرورات مختلف مضامین پر کلام کی مقتضی ہوتی ہیں اور اس کے اکثر رسائل الٹ پھیر کر انہیں ڈھاک کے تین پات کے حامل، لہذا ہر رسالے کے جداگانہ ردّ سے انہیں سلاسل کا انتظام احسن واولی۔ اب بعونہ تعالی اسی ہدایت نوری سے ابتدائے رسالہ ہے اور مولی تعالی مدد فرمانے والا ہے۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً رسائل ومضامین حسب حاجت اندراج گزیں مناسب کہ جو جو کلام جس سلسلے کے متعلق آتا جائے، بہ شمار سلسلہ اسی کی سلک میں انسلاک پائے، جو نیا کلام ان سلاسل سے جدا شروع ہو اس کے لئے تازہ سلسلہ موضوع ہو۔ اعتراضات کے تازیانے جن کا شمار خدا جانے اول تا آخر ایک سلسلے میں منضود اور ہر اعتراض حاشیہ پر تازیانہ یا اس کی علامت ت لکھ کر جدا معدود۔

مسلمانوں سے تو بفضلہٖ تعالی یقینی امید مدد وموافقت ہے، مرزائی بھی اگر تعصب چھوڑ کر خوف خدا اور روز جزا سامنے رکھ کر دیکھیں تو بعونہ تعالی امید ہدایت ہے۔

ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری

(اس میں قادیانی کو دعوت مناظرہ اور اس کے بعض سخت ہولناک اقوال کا تذکرہ ہے)

روہیلکھنڈ گزٹ مطبوعہ یکم جولائی ۱۹۰۵ء میں تصور حسین نیچہ بند کے نام سے ایک مضمون بعنوان۔ اطلاع ضروری، نظر سے گزرا جس میں اول علمائے اہل سنت پر سخت زبان درازی وافتراپردازی کی ہے، کوئی دقیقہ توہین کا باقی نہ رکھا اور آخر میں عمائد شہر کو ترغیب دی ہے کہ علمائے طرفین مین مناظرہ کرادیں کہ حق جس طرف ہو ظاہر ہو جائے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ نیچہ بند صاحب جیسے بے علم فاضل، کیا کلام وخطاب کے قابل، بلکہ فوج کی اگاڑی آندھی کی پچھاڑی مشہور ہے، جس فوج کی یہ اگاڑی یہ ہراول، اس کی پچھاڑی معلوم از اول۔ مگر اپنے دینی بھائیوں سے دفع فتنہ لازم، لہذا دونوں باتوں کے جواب کو یہ ہدایت نوری دو عدد پر منقسم۔ پہلے عدد میں ان گالیوں کا جواب متین جو علمائے اہل سنت کو دی گئی۔

پیارے بھائیو! کیا یہ خیال کرتے ہو کہ ہم گالیوں کا جواب گالیاں دیں؟ حاشا للہ ہرگز نہیں بلکہ ان دل کے مریضوں اور ان کے ساختہ مسیح مرزا قادیانی کو گالی کے جواب میں یہ دکھائیں گے، ان کی آنکھیں صرف اتنا دکھا کر کھول دیں گے کہ شستہ دہنو! تمہاری گندی گالی تو آج کی نرالی نہیں، قادیانی بہادر ہمیشہ سے علماء وآئمہ کو سڑی گالیاں دینے کا دھنی ہے۔ استغفر اللہ ۔ علماء و آئمہ کی کیا گنتی، وہ کون سی شدید خبیث ناپاک گالی ہے جو اس نے اللہ تعالی کے محبوبوں، اللہ تعالی کے رسولوں بلکہ خود اللہ کی شان میں اٹھا رکھی ہے۔ یہ اطلاع ضروری کی پہلے بات کا جواب ہوا۔

دوسرے عدد میں بعونہ تعالی قادیانی کو دعوت مناظرہ ہے۔ اس میں شرائط مناظرہ مندرج ہیں۔ اور نیز اس کا طریق مذکور ہے جو نہایت متین ومہذب اور احتمال فتنہ سے یکسر دور ہے اس میں قادیانی کی طرح فریق مقابل پر شرائط میں کوئی سختی نہ رکھی گئی بلکہ قادیانی کی باگ ڈھیلی کی اور اس کی تنگی کھول دی گئی ہے۔ اس میں بحولہ تعالی شرائط کے ساتھ مبادی بھی ہیں جو کمال تہذیب ومتانت سے ضلالت ضال کے کاشف اور مناظرہ حسنہ کے بادی ہیں۔

ایک مدعی وحی کو لازم ہے کہ اپنے وحی کنندوں کو جو رات دن اس پر اترتے رہتے ہیں جمع کر رکھے اور اپنی حال کی اور پچھلی قوت سب حق کا وار سہارنے کیلئے بلا لے۔ ہاں ہاں قادیانی کو تیار رہو رہنا چاہیے اس سخت وقت کیلئے جب واحدِ قہار اپنی مدد مسلمانوں کیلئے نازل فرمائے گا اور جھوٹی مسیحی، جھوٹی وحی کا سب جال پیچ بعونہ کھل جائے گا۔ و ما ذلک علی اللّٰہ بعزیز ..یہ دوسرا عدد بحولہ تعالی اس کے مرصل ہی آتا ہے، اب بعونہ تعالی پہلے عدد کا آغاز ہوتا ہے۔

عدد اول:

اللہ کے محبوبوں، اللہ کے رسولوں، حتی کہ خود اللہ عزوجل پر قادیانی کی لچھے دار گالیاں

مسلمانوں! اللہ تعالی تمہیں کفر و کافرین کے شر سے بچائے۔ مرزا قادیانی نے سب سے زیادہ اپنی گالیوں کا تختہ مشق سیدنا عیسی بن مریم کو بنایا ہے اور واقعی اسے اس کی ضرورت بھی تھی وہ مثیل عیسی بلکہ نزول عیسی یا دوسرے لفظوں میں عیسی کا اوتار بنا ہے، حضرت عیسیٰؑ کے تمام اوصاف

اپنے میں بتاتا ہے اور حقیقت دیکھئے تو مسیح صادق کی جمیع اوصاف حمیدہ سے اپنے آپ کو خالی اور اپنے تمام شنائع ذمیمہ سے اس پاک مبارک رسول کو منزہ پاتا ہے۔ لہذا ضرور ہوا کہ انکے معجزات، ان کے کمالات سے یک لخت انکار اور اپنی تمام شنیع خصلتوں، ذمیم حالتوں کی ان پر بوچھاڑ کرے جب تو اوتار بننا ٹھیک اترے۔ میں یہاں اس کی گالیاں جمع کروں تو دفتر ہو، لہذا اس کی خروار سے مشت نمونہ پیش نظر ہو۔

(اس کے بعد اعجاز احمدی ص۱۳؛ ۲۴،؛ دافع الوساوس ص ۷، ضمیمہ انجام آتھم ص۴ تا ۸، و۲۷؛ دافع البلاء ٹائٹل پیج نیز ص ۱۵؛ کشتی نوح ص،۵،۶، ۱۶، ۱۸ وغیرہ، اربعین نمبر۲ ص۱۳ وغیرہ، مواہب الرحمٰن؛ سے قادیانی کی ۳۳ گالیاں گنوانے کے بعد شاہ احمد رضا خان لکھتے ہیں):

قصد تھا کہ فصل اول یہیں ختم ہو جائے کہ اتنے میں قادیانی کی ازالہ اوہام ملی۔ اس کی برہنہ گوئیاں بہت بے لاگ اور قابل تماشا ہیں۔ (پھر مزید گالیاں گنوا کر ان کا شمار ۴۴ تک پہنچاتے ہیں اور فرماتے ہیں)

اس کذاب کا کہنا کہ مسیح خود اپنے معجزے سے منکر تھے رسول اللہ پر افتراء ہے اور قرآن عظیم کی صاف تکذیب۔ قرآن مجید، حضرت مسیح سے نقل فرماتا ہے:

انّی قد جئتکم بآیة من رّبکم انّی اخلق لکم من الطّین کھیئة الطّیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن اللّٰه۔ و ابرئ الاکمه و الابرص و احی الموتی باذن اللّٰه۔ و انبّئکم بما تأکلون و ما تدّخرون فی بیوتکم ۔(۴۹:۳)

اور یہ (مرزا قادیانی) قرآن کو جھٹلانے والا ہے کہ انہیں اپنے معجزات سے انکار تھا۔

اس سے تعجب نہیں کہ ہر مرتد جو اتنے بڑے دعوے کر کے اٹھے اسے ایسے کفروں سے چارہ نہیں، اندھے تو وہ ہیں جو یہ کچھ دیکھتے ہیں پھر اتنے بڑے مکذب قرآن و دشمن انبیاء و عدوّ الرحمٰن کو امام وقت و مسیح و مہدی مان رہے ہیں: گر مسیح این ست لعنت بر مسیح

اور ان سے بڑھ کر اندھا وہ ہے جو شد بد پڑھ لکھ کر اس کے ان صریح کفروں کو دیکھ بھال کر کہے کہ میں جناب مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا، خطا پر جانتا ہوں۔ ہاں شاید ایسوں کے نزدیک کافر وہ ہوگا جو انبیاء اللہ کی تعظیم کرے کلام اللہ کی تصدیق و تکریم کرے۔..

ان عبارات ازالہ اوہام سے بحمد اللہ اس جھوٹے عذر معمولی کا ازالہ بھی ہو گیا جو عبارات

ضمیمہ انجام آتھم کی نسبت بعض مرزائی پیش کرتے ہیں کہ یہ تو عیسائیوں کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ کو گالیاں دی ہیں۔

اولاً ان عبارات کے علاوہ جو گالیاں اس کے اور رسائل مثل اعجاز احمدی، دافع البلاء کشتی نوح، اربعین، مواہب الرحمٰن وغیرہ میں ہیں وہ کس عیسائی کے مقابلہ میں ہیں۔ مثل مشہور ہے، دلہن کا منہ کالا، مشاطہ کب تک ہاتھ دیئے رہے گی۔

ثانیاً کس شریعت نے اجازت دی ہے کہ کسی بد مذہب کے مقابل اللہ کے رسولوں کو گالیاں دی جائیں

ثالثاً مرزا کو ادعا ہے کہ اگر چہ اس پر وحی آتی ہے مگر کوئی نیا حکم جو شریعت محمدیہ سے باہر ہو، نہیں آسکتا، ہم تو قرآن مجید میں یہ حکم پاتے ہیں ولا تسبّو الّذ ین یدعو ن من دون اللّٰہ فیسبّوا اللّٰہ عدوّاً بغیر علم (۱۰۸:۶)۔ مرزا اپنی وہ وحی بتائے جس نے قرآن کے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

رابعاً مرزا قادیانی کو ادعا ہے کہ وہ مصطفیٰ ﷺ کے قدم بقدم چل رہا ہے۔ التبلیغ ص ۴۸۳ پر لکھتا ہے:

> من آیات صد قی انّہ تعالی و فقنی با تباع رسولہ و اقتداء نبیّہ ﷺ فما رأیت ا ثراً من آ ثار النبی الا قفو تہ ؟؟؟ (میری صداقت کی نشانی یہ ہے کہ اللہ نے مجھے اپنے رسول کی اتباع اور نبی کی اقتداء پر توفیق دی۔ میں نے نبی کا جو بھی نشان دیکھا اس پر قدم رکھا)

بتائے تو کہ مصطفیٰ ﷺ نے کس دن عیسائیوں کے مقابل معاذ اللہ عیسیٰؑ اور ان کی والدہ ماجدہ کو گالیاں دی ہیں۔

خامساً: مرزا کے ازالہ اوہام نے مرزائیوں کی اس بکر فکر کا کامل ازالہ کر دیا۔ ازالہ اوہام کی یہ عبارتیں تو کسی عیسائی کے مقابل نہیں۔ ان میں وہ کون سی گالی ہے جو ضمیمہ انجام آتھم سے کم ہے حتی کہ چور اور ولد الزنا کا بھی اثبات ہے۔ وہاں چوری کسی مال کی نہ بتائی تھی بلکہ علم کی۔

> نہایت شرم کی یہ بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا اور پھر ایسا ظاہر کیا کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔ (ضمیمہ انجام صفحہ ۶۔ خزائن ج ص ۲۹۰)

ازالہ اوہام میں اس سے بدتر چوری معجزہ کی چوری مانی کہ تالاب کی مٹی لا کر بے پر کی

اڑاتے اوراپنا معجزہ ٹھہراتے ۔ رہی ولادت زنا، وہ اس نے بائبل محرف کے بھروسے پر لکھی ۔ برائے نام کہہ سکتا تھا کہ عیسائیوں پر الزاماً پیش کی ، اگر چہ مرزا کی عملی کاروائی صراحۃً اس کی مکذب تھی کہ وہ اپنے رسائل میں بکثرت مسلمانوں کے مقابل اسی بائیبل محرف کو نزول الیاس وغیرہ کے مسئلہ میں پیش کرتا ہے ،مگر ازالہ اوہام میں تو صاف تصریح کر دی کہ قرآن عظیم اسی بائیبل محرف کی طرف رجوع کرنے اوراس سے علم سیکھنے کا حکم دیتا ہے۔

آیت ہے فا سئلوا اهل الذ کر ان کنتم لا تعلمو ن یعنی تمہیں علم نہ ہوتو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو ۔ان کی کتابوں پر نظر ڈالو، اصل حقیقت منکشف ہو۔ہم نے موافق حکم اس آیت کے یہود ونصاری کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ مسیح کے فیصلے کا ہمارے ساتھ اتفاق ہے دیکھو کتاب سلاطین وکتاب ملاکی نبی اور انجیل ۔((ازالہ اوہام ۔ص ۳۰۸)

تو ثابت ہوا کہ یہ توریت وانجیل بلکہ تمام بائیبل موجودہ اسکے نزدیک سب بحکم قرآن مستند ہیں تو جو کچھ اس سے لکھا ہرگز الزاماً نہ تھا بلکہ اس کے طور پر قرآن سے ثابت اورخود اس کا عقیدہ تھا اوراللہ تعالی دجالوں کا پردہ یونہی کھولتا ہے۔و الحمد للہ رب العا لمین ۔

(فتاوی رضویہ جلد ۱۵۔ص ۵۹۶ تا ۶۱۰ ۔مختصراً)

آسمانی مسیح

اور اسکا رفیق مہدی

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۲ کے صفحات ۴۷ تا ۱۵۶ پر آسمانی مہدی اور اسکا رفیق کے عنوان سے مولانا محمد حسین بٹالویؒ کا ایک مقالہ شائع ہوا۔ ذیل میں اسے ملخصاً نقل کیا جاتا ہے۔

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

اس مضمون میں ہم کو آسمانی مسیح اور اس کے رفیق مہدی کی نسبت اہل اسلام کا قدیم خیال بیان کر کے یہ ظاہر کرنا مدنظر ہے کہ یہ خیال عیسائی گورنمنٹ کیلئے خطرناک نہیں بلکہ اس خیال کے برخلاف زمینی مسیح اور اس کے مثیل وہم عصر وہم سیرت مہدی کی آمد کا خیال حکومت انگلشیہ اور ہر ایک گورنمنٹ کیلئے (اسلامی ہی کیوں نہ ہو) پر خطر ہے۔ اس مضمون میں ان دونوں خیال کی تصویر دکھا کر اور صرف خیال اول کے محل و ماخذ کی تفصیل کر کے ان کے پولیٹکل اثر و نتیجہ پر گورنمنٹ و پبلک کو آگاہ کرنا ہمارا مقصود ہے۔ ان خیالات اور ان کے ماخذ پر مذہبی یا علمی (محدثانہ یا متکلمانہ) بحث کرنا اور اس کے دلائل و اصول کا باہم موازنہ و مقابلہ کر کے صحیح خیال کی تصحیح و تائید اور ضعیف خیال کی تضعیف اور تردید کرنا ہمارا مطلوب نہیں ہے لہذا کوئی صاحب ہرگز مجاز نہ ہونگے کہ ہماری اس پولیٹکل بحث کے مقابلہ میں مذہبی علمی بحث چھیڑ دیں اور کسی خیال قدیم یا جدید کے دلائل کی تصحیح یا تضعیف کے درپئے ہو کر اس خیال کا قوی یا ضعیف ہونا ثابت کریں۔.. یہی وجہ ہے کہ اس مضمون میں آنے والے مہدی کے متعلق ان احادیث میں ہم کوئی محدثانہ کلام نہیں کریں گے۔ ان احادیث کو جیسی کیسی وہ ہیں بلا کلام نقل کر کے ان کے مضامین سے نتیجہ مطلوبہ نکال لیں گے... یہ مضمون ۱۸۹۷ء میں تالیف ہوا۔ مگر بعض پولیٹکل اور مذہبی مصالح کی نظر سے اس کی اشاعت کو غیر ضروری سمجھ کر ملتوی کیا گیا۔ پھر اس مضمون کی اشاعت کی اس لئے ضرورت ہوئی کہ مرزا غلام احمد کرشن

قادیانی (جو خود ہی مسیح موعود بن بیٹھا اور خود ہی مہدی معہود) نے اپنی اس پالیسی کی وجہ گورنمنٹ کو یہ بتائی اور قادیانی اخباروں اور اپنی تصانیف میں یہ مشتہر کی کہ عموماً مسلمانوں کا خیال مسیح موعود اور امام مہدی کی نسبت گورنمنٹ کیلئے سخت خطرہ ہے اس لئے میں نے مسلمانوں کے دل و دماغ سے اس خیال کو محو کرنے کیلئے اپنا مسیح و مہدی ہونا (جو گورنمنٹ کی مخالفت کو ناجائز بلکہ مسئلہ جہاد کو حرام مطلق جانتا ہوں) تجویز کیا ہے تاکہ وہ مسلمان جو میرے پیرو ہوں کسی اور مسیح اور مہدی کے منتظر نہ رہیں (جو خونریزی اور جہاد کرے) اور اس خطرناک خیال کا گورنمنٹ کو اندیشہ نہ رہے... مسلمانوں سے صرف اکیلا وہ اور اس کے پیرو خونی مسیح کی آمد سے مسئلہ جنگ و جہاد سے منکر ہیں اور اسی وجہ سے امیر افغانستان نے اس کے دو مریدوں کو قتل کر دیا ہے اور اس کی جان اور اس کے پیروان کی جان و اموال کو کسی اسلامی سلطنت میں امن نہیں ہے۔ یہ باتیں اس نے سول اینڈ ملٹری گزٹ ۷ و ۱۲ مئی ۱۹۰۷ء میں مشتہر کرائی ہیں اور عموماً مسلمانوں کو بدنام اور محل اتہام والزام بنانے میں کوتاہی نہ کی تو اس کے حملے کا مجمل جواب خاکسار نے اسی سول اینڈ ملٹری گزٹ کے پرچہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۷ء میں ایسا درج و مشتہر کر دیا جس کے جواب میں اب تک مرزا اور اس کی پارٹی سے کچھ بن نہیں پڑا۔ اور چونکہ اس اجمال کی پوری تفصیل با دلیل میرے اس مضمون میں پائی جاتی ہے لہذا اس مضمون کی اشاعت اس وقت بہت ضروری معلوم ہوئی ..مگر ہنوز یہ مضمون کاپی نہ ہوا تھا کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی (علیہ ما یستحقہ) اپنے سبھی دعاوی ناتمام اور پالیسیاں ناکام اپنی بغل میں دبا کر راہی ملک عدم ہوا اور مقولہ خس کم جہاں پاک کا صدق متوقع ہو گیا تھا لہذا پھر اس مضمون کی اشاعت کو ملتوی کرنے کا خیال پیدا ہو گیا۔

ہر چند اس مسیح ناکام اور مہدی نے نیل مرام کی موت سے پہلے اس کے نائبین نے رسائل و اخبارات قادیان (ریویو، الحکم۔ بدر) میں ایسے مضامین شائع کئے تھے جس میں تمام اہل اسلام پر وہی حملہ اعتقاد آمد خونی مہدی اور خاص کر اس خاکسار پر تجویز تناقض و تضاد انکار و اعتقاد آمد اصلی مہدی کا الزام دو رخی پایا جاتا تھا جس کا جواب باصواب ضروری تھا مگر اس خیال سے کہ جب کہ شہتیر خرابات خانہ افراءات و اتہامات ٹوٹ کر گر گیا ہے تو چھت کی اینٹیں و کڑیاں بھی منتشر ہو جائیں گی، جڑھ اکھڑ گئی ہے تو شاخیں خود بخود خشک ہو جائیں گی، اس حملہ الزام کا جواب دینا اور ان کے مقابلہ میں اس مضمون کی اشاعت کرنا غیر ضروری سمجھا گیا تھا۔

پھر جب کہ مرزا قادیانی کے ان نائبین نے اس مردہ استخوان کو کھڑا کر کے اپنے احمق

دام افتادگان کی نظروں میں اس کو زندہ کر دکھایا اور بدست آویز مقولہ عزازیلیہ ا لا ولیاء لا یموتون جو تفسیر عزیزی وغیرہ میں منقول ہے حیات الانبیاء فی وفات الاولیاء کا مضمون اپنی جماعت کے حمقاء کے خیالات میں سجا کر مسیحیت ومہدویت کا ڈھانچہ کھڑا کر ہی دیا اور اس کے خلفاء میں سے ایک کو خلیفۃ المہدی والمسیح بنا دیا اور اس کو لقب امیر المومنین وغیرہ سے ملقب ومخاطب کر دیا اور اس مردہ کو زندہ کر دکھانے کے لئے اس بے تہذیبی و دروغ گوئی و بیہودہ سرائی وژاژ خائی سے کام لیا کہ اس مردہ کی زندگی میں وہ کام نہ لیا تھا، لہذا اب پھر ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ اس مضمون کو چھاپ کر مشتہر کر دیا جائے تا کہ اس سے اس متعارض حملہ اور ناحق الزام کا قلع قمع ہو اور آئے دن جھوٹی مسیحیت وجعلی مہدویت کی ایسی بیخ کنی ہو کہ پھر کوئی جھوٹا مسیح وجعلی مہدی بدست آویز دلائل شرعیہ واحادیث نبویہ مسیح ومہدی ہونے کا نام نہ لے سکے۔ بلا دلیل و بے وجہ بکواس کرنے سے کوئی اہل علم یا اہل قلم روک نہیں سکتا اس کے روکنے کے لئے خدا تعالی کی قہری تجلی ضروری ہے جس نے قادیانی کو دبوچا ہے۔...

اہل اسلام قدیم کا آنے والے مسیح کی نسبت یہ خیال ہے کہ جو کچھ اس نے اپنے مشن کے متعلق پہلی آمد میں کیا، یا جو دوسری آمد میں اس سے وقوع میں آئیگا وہ از سرتا پا آسمانی اور روحانی تھا اور ہوگا۔ زمینی سازش وتدبیر اور انسانی طاقت وتاثیر کا وہ اثر تھا اور نہ ہوگا۔

آپؑ کی پہلی آمد کے آسمانی نشانات اور روحانی برکات اہل اسلام قدیم کے اعتقاد میں بہت ہیں کہ ازانجملہ بعض قبل از ولادت آپ کی والدہ مریم صدیقہ کی پیدائش کے وقت سے ظہور میں آئے۔ بعض آپؑ کی پیدائش کے وقت اور بعض آپؑ کے زمانہ نبوت میں ظاہر ہوئے۔

❀ ازانجملہ اول، خدا تعالی کا آپ کو ایک مقدس اور بابرکت خاندان سے پیدا کرنا (مرزا جس خاندان سے پیدا ہوا اس کے تقدس سے قادیان، بٹالہ، گورداسپور کے لوگ، جو اس کے باپ بھائیوں کو دیکھ چکے ہیں، بخوبی واقف ہیں۔ مرزا کے باپ کا کوئی سنی مذہب نہ تھا۔ نہ احکام مذہب نہ نماز روزہ حج زکوۃ کا وہ پابند تھا۔ اس کا ایک حقیقی بھائی عیاشی میں اس قدر مستغرق ہوگیا تھا کہ اس کا بدن وخون بگڑ گیا تھا اور ناک بیٹھ گئی تھی۔ ایک بھائی ہلاک خوروں کا پیشوا بن کر مسلمانوں سے الگ ہوگیا تھا۔ ایک اپنے عضو تناسل کو کاٹ کر ہیجڑا بن بیٹھا تھا۔ اس خاندان سے جس پر یہ مصرع صادق آتا تھا: ایں خانہ ہمہ آفتاب است، پیدا ہو کر اس کا دعوی کہ میں مسیح موعود ہوں، میں نبی ہوں، میں مہدی ہوں۔ کس قدر لغو تھا۔ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ) اور آپؑ کی والدہ مریم صدیقہ کو اچھی قبولیت سے قبول کرنا اور اس کو غیر معمولی طور سے بڑھانا، وہ ایک دن میں اس قدر بڑ

ھتے تھے جیسے اور بچے سال بھر میں بڑھتے ہیں۔

فتقبّلھا ربّھا بقبول حسنٍ و انبتھا نبا تاً حسناً و کفّلھا زکر یّا ۔(آل عمرا ن ع ۴)۔ کا نت تنبت فی الیوم کما تنبت المولود فی العام ۔ (جلا لین لکھنوی۔ ص ۴۳) ۔

❁ غیر موسمی پھل بہشت سے اس کے پاس بھیجنا جس کو دیکھ کر حضرت زکر یاؑ نے جان لیا کہ خدا تعالی بے موسم پھل بھیجنے پر قادر ہے تو وہ مجھے بڑھاپے میں فرزند دینے پر قادر ہے،تو آپ نے باوجود حالت مایوسی کے خدا سے فرزند کیلئے دعا کی،

کلّما د خل علیھا ذکر یّا المحرا ب و جد عند ھا رزقاً ۔قال یا مر یم انّی لکِ ھذا۔ قا لت ھو من عند اللّٰہ ۔(آ ل عمرا ن ۔ ع ۴) ۔ ای یاتینی بہ من الجنّۃ ۔ لمّا رأی زکر یا ذلک علم ان القا در علی الاتیان با لشیء فی غیر حینہ قادر علی الاتیا ن با لولد علی الکبر دعا زکر یا ر بّہ ۔ جلالین ص۴۳۔

❁ کلمہ کن سے آپ کے وجود کے ساتھ حاملہ ہونا

قا ل کذ لکِ اللّٰہ یخلق ما یشاء ۔(آل عمران)۔ ای من خلق و لدٍ منک بلا اب ۔(جلالین ص۴۴)

❁ آپ کی ولادت کے وقت خشک درخت خرما سے تازہ کھجوریں جھڑنا اور خشک نہر سے پانی جاری ہونا..

.قد جعل ر بکِ تحتکِ سریّاً ۔ و ھزّ ی الیکِ بجذ عِ النخلۃ تسا قط علیکِ ر طباً جنیّاً ۔ مر یم ع ۲ ۔ سر یّاً نھراً و کان انقطع فجرت النخلۃ کا نت یا بسۃ ۔(جلالین۔ص۲۴۳،۲۴۵)۔

❁ یہودیوں کے طوفان و بہتان کے جواب میں آپ کا گہوارہ میں کلام کرنا کہ میں خدا کا بندہ ہوں،خدانے مجھے نبی کیا ہے۔

قال انّی عبد اللّٰہ آ تا نی ا لکتا ب و جعلنی نبیّاً (مر یم ع ۲)۔

یکلّم النّاس فی المھد و کھلاً (آ ل عمران۔ ع ۵)۔

ای طفلاً قبل وقت الکلام ۔ (جلا لین ص ۲۴۴)

ان آیات واقوال سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی پہلی آمد آسمانی نشانات و روحانی برکات کا محل تھی اور جو کچھ آپ نے اپنے مشن کے متعلق پہلی آمد میں کیا آسمانی تائید سے کیا، نہ زمینی تدبیر سے ...ایسی ہی آپ کی دوسری آمد آسمانی نشانوں اور روحانی برکتوں کا محل ہوگی ۔اہل اسلام قدیم یہ یقین رکھتے ہیں کہ قیامت کے قریب حضرت عیسی بن مریم آسمان سے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر ایک سفید منارہ کے قریب دمشق کی شرقی جانب میں اتریں گے اور زمین میں عدل، امن، راستی اور دین کی روشنی پھیلائیں گے اور ظلم بے دینی بے ایمانی کو دور کریں گے ۔اس مشن کو پورا کرنے میں وہ زمینی تدبیروں اور انسانی سازشوں کے محتاج نہ ہوں گے اور میدان جنگ و جدال وخونریزی وقتال آراستہ کر کے تلوار سے کام نہ لیں گے، بلکہ اپنی روحانی طاقتوں اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ اس مشن کو پورا کریں گے ۔ان کے وقت میں لڑائی بالکل موقوف ہوگی،تلوار اس وقت میں جنگ کے کام سے بے کار ہو جائے گی،صرف کھیتی کاٹنے کے کام میں آئے گی ۔منکرین ان کے نزول آسمانی اور دیگر نشانوں کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گے،اور جو شقی ازلی سنگ دل فطرتی اس سے محروم ہوکر کافر رہیں گے وہ آپ کی سانس کی تاثیر سے ہلاک ہوں گے ۔دجال موعود ان کی صورت دیکھ کر پگھلنے لگے جائے گا مگر نوشتہ پورا کرنے کیلئے اور بطور قصاص اس موذی کو آپ اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے اور بعض شقی (جیسے یاجوج ماجوج) آپ کی بددعا سے ہلاک ہو جائیں گے اور ان کی لاشوں اور خونوں سے زمین کو پاک کرنے کیلئے آسمان سے مدد آئے گی ۔زمین میں رزق اور پھلوں کی برکت ہوگی اور دولت و مال کی (جس کی وجہ سے اور طمع سے لوگ آپس میں لڑتے ہیں اور ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں)ایسی کثرت ہوگی کہ کوئی کسی کو کچھ مال دینا چاہے گا تو وہ قبول نہ کرے گا اور لوگوں کا بخل اور آپس میں کینہ اور بغض سب دور ہو جائے گا ۔یہ فیض امن زمانہ مسیح کا انسانوں کے علاوہ حیوانات اور درندوں کو بھی پہنچے گا وہ بھی ایک دوسرے پر ظلم و ایذا رسانی نہ کریں گے ۔ بھیڑیا اور بکری، چیتا اور گائے ایک گھاٹ پانی پئیں گے ۔سانپ وغیرہ زہریلے جانور انسانوں اور حیوانوں کے ساتھ کھیلیں گے اور ان کی زہر جاتی رہے گی ۔ان برکات ونشانات میں انکے ثانی اثنین ورفیق مہدی علیہ السلام ان کے وقت میں ہوں گے بلکہ ان ہی کی مدد کیلئے حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے ۔ان دونوں حضرات کا ایک ہی مشن ہوگا اور ایک ہی روحانی طریق سے وہ اس مشن کو پورا کریں گے ۔

ہر چند آمد مسیح سے پہلے امام مہدی کے زمانہ میں دین سے مزاحمت کرنے والوں سے

مسلمانوں کی مدافعتی لڑائیاں ہوں گی مگر کسی حدیث صحیح یا ضعیف سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت امام مہدی بذات خود کسی شخص پر تلوار اٹھائیں گے اور کسی جان کو تلف کریں گے، یا پیش قدمی کر کے اور بلاعوض تلف کرنے کا حکم دیں گے بلکہ ان کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ وہ کسی سوتے کو نہ جگائیں گے اور کسی جان کی خونریزی نہ کریں گے۔ ایسا ہی حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ میں بصفحہ ۳۶۳ نقل کیا ہے۔ اور احادیث سے جو عنقریب منقول ہونگی معلوم ہوتا ہے کہ ان لڑائیوں میں امام مہدی سے جو کچھ ظہور میں آئے گا وہ روحانی اور آسمانی نشان کے طور پر ہوگا اور آمد مسیح کے بعد تو ان دفاعی لڑائیوں کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور مہدی و مسیح دونوں کے ہاتھ سے روحانی برکات سے دین چمکے گا۔ تلوار سے کچھ کام نہ لیا جائے گا۔

اس اجمال کی تفصیل بہت سی آیات و احادیث و آثار میں پائی جاتی ہے اس مقام میں ازانجملہ چند آیات و احادیث و آثار نقل کئے جاتے ہیں۔

☆ سب سے پہلا نشان آسمانی، آپ کا آسمان سے نازل ہونا، چند آیات میں پایا جاتا ہے مثلاً و انّه لعلم للسّاعة۔ (زخرف)۔ انّه ای عیسی لعلم للسّاعة تعلم بنزوله (جلالین ص ۴۹۴)۔ حضرت عیسیٰؑ قیامت کا علم یا نشان ہے۔ عامہ تفاسیر میں یہ نقل احادیث و آثار بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول علامت قیامت ہے۔

یکلّم النّاس فی المهد و کهلاً۔ (آل عمران)۔ قال الحسین بن الفضل یکلّم النّاس کهلاً بعد نزول من السّماء و فیه نصّ علی انّه ینزل من السّماء الی الارض۔ (فتح البیان ص ۳۹۳)۔ آپ گہوارہ اور کہولت میں یکساں کلام کریں گے۔ عامہ تفاسیر معالم و فتح البیان وغیرہ میں حسین بن فضل سے نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اترنے کے بعد سن کہولت میں کلام کریں گے۔

قال ابن عباس و ارسل اللّٰه الی عیسی و هو ابن ثلاثین سنة فمکث فی رسالته ثلاثین شهراً ثمّ رفع اللّٰه الیه ثمّ ینزله الی الارض و هو فی سنّ الکهولة۔ (فتح البیان)۔ ابن عباسؓ سے نقل ہے کہ وہ آسمان کہولت سے پہلے اٹھائے گئے آسمان سے سنہ کہولت کے بعد اتر کر کلام کریں گے۔

دوسری وہ آیت ہے جو عنقریب نشان سوم کے ثبوت میں پیش کی جائے گی۔

☆ **دوسرا آسمانی نشان** (اس نزول کی کیفیت کہ وہ فرشتوں کے ساتھ اور دمشق کے مشرقی منارہ کے قریب ہوگا) اس حدیث صحیح مسلم میں پایا جاتا ہے:

فبینا ھو کذلک اذ بعث اللّٰہ المسیح بن مریمؑ فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی واضعاً کفّیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طأطأ رأسہ قطر و اذ رفعہ تحدر منہ حبّا ن کا للؤلوء۔ صحیح مسلم ص ۴۰۱۔ خدا مسیح بن مریم کو بھیجے گا تو وہ دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس اترینگے۔ زرد رنگ جوڑا پہنے ہوئے۔ دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ان سے قطرات عرق ٹپکیں گے اور جب وہ سر اٹھائینگے تو ان سے موتیوں کے سے چاندی کے دانے گرینگے۔

☆ **تیسرا آسمانی نشان** (اس نزول کی کیفیت معجزانہ اور دیگر آسمانی نشان دیکھ کو لوگوں کا ایمان لانا)۔ یہ آیت ہے:

و ان مّن اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ۔ (النساء)۔ قبل موت عیسی لما ینزل قرب القیامۃ۔ (جلالین ص ۸۲)۔ یؤمن بہ من ادرکہ عند نزولہ الی الارض و صححہ الطبری ھذا القول و قد تواترت الاحادیث بنزول عیسی جسماً لہ و صحّ ذلک الشوکانی فی مؤلف مستقل۔ (فتح البیان ج ۱)۔
مسیح کی موت سے پہلے اہل کتاب یہودی وغیرہ، جواب منکر ہیں، ایمان لائیں گے۔ عامہ تفاسیر جلالین، فتح البیان طبری وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریں گے تو جو لوگ ان کو پاویں گے ان پر ایمان لاویں گے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث بخاری میں بھی ہوئی ہے جو ہم نشان دہم کے ثبوت میں پیش کرینگے۔

مسیح کے نزول آسمانی اور آمد ثانی کا سرّ و فائدہ و حکمت یہی ایمان اختیاری (نہ اجباری) ہوگا ان کو آسمان سے اس معجزانہ کیفیت کے ساتھ اترتے دیکھ کر یہود جو ان کو صلیب پر مقتول اور ملعون سمجھتے ہیں، اور آج کل کے بعض نام کے مسلمان (جو ان کے آسمان پر جانے اور دیگر معجزات کے

قائل نہیں) ایمان لائیں گے ۔ ان منکروں کو قائل کرنے کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی دلیل وشہادت نہ تھی اور جو اس دلیل کو مشاہدہ کر کے بھی منکر رہیں گے وہ ان کی سانس سے ہلاک ہو جائیں گے جن کا بیان نشان چہارم میں ہوتا ہے ۔

☆ چوتھا آسمانی نشان

مسیح کے نشانات دیکھ کر ایمان نہ لانیوالوں اور اپنی سنگ دلی اور شقاوت ازلی کی وجہ سے کافر رہنیوالوں کا صرف آپؑ کی سانس کی تاثیر سے ہلاک ہو جانا مسلم کی اس حدیث میں ہے :

فلا یحلّ لکا فر یجد ریح نفسه الّا مات و نفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه ۔ (صحیح مسلم ۔ص ۴۰۱) ۔ کہ نزول مسیح کے وقت جائز و ممکن نہ ہوگا کہ مسیح کا سانس کسی کافر کو پہنچے اور وہ ہلاک نہ ہو اور مسیح کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک اس کی نظر پہنچے گی ۔

☆ پانچواں آسمانی نشان :

اسی قسم کے ایک سنگ دل و شقی ازلی (دجال موعود) کا آپ کے نزول سے پہلے خروج کرنا اور ان کی صورت دیکھ کر پگھلنے لگ جانا صحیح مسلم کی اس حدیث میں بیان ہے :

فاذا رآه عدوّ الله ذا ب کما یذ وب الملح فی الماء فلو ترکه لا نذا ب حتی یهلک ولکن یقتله اللّه بیده فیریهم دمه فی حربته ۔ (صحیح مسلم ۔ ص ۳۹۲) ۔ کہ دجال مسیح کو دیکھ کر پگھلنے لگے گا ۔ آپ اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا ترک کرتے تو وہ پگھل کر ہلاک ہو جاتا ۔ مگر اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھ سے اس کو قتل کرائے گا ۔

حضرت مسیح کے ہاتھ سے دجال کے قتل ہونے کی ایک وجہ ہے جو نوشتہ خاتم المرسلین کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا ہے وہ پورا ہو ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس موذی کے ہاتھ سے بہت سے مسلمان قتل کئے جائیں گے لہذا اس موذی کا قتل کیا جانا بطور حد وقصاص ہوگا اور عین انصاف کا مقتضا ، نہ رحیمی شان کے برخلاف ۔ اور صحیح مسلم میں اس حدیث کو بیان کر کے اس میں لکھا ہے :

قال رسول اللّه ﷺ و اللّه لینزلن ابن مریم حکماً عادلاً فلیکسرن الصلیب و یقتلن الخنز یر و لیضعن الجزیة و لتترکن القلاص فلا یسعی علیها و لتذ هبن الشحناء و التباغض و التحا سد و لیدعو ن

الی المال فلا یقبله احد ۔(صحیح مسلم نمبر ۱۵۵) ۔

اور فیبعث اللّٰه عیسی بن مریم کانّه عروة بن مسعود فیطلبه فیهلکه ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنتین عداوة ثمّ یرسل اللّٰه ریحاً باردةً من قبل الشّام فلا یبقی علی و جه الارض من احد فی قلبه مثقال ذرة من خیر او ایمان الّا قبضته حتّی لو ان احدکم دخل فی کبد جبل لدختله علیه حتی تقبضه قال سمعتها من رسول اللّٰه ﷺ فیبقی شرارا النّاس فی خفة الطیر و احلام السباع لا یعر فو ن معروفاً و لا ینکرون منکراً فیتمثل لهم الشیطان فیقول الاتستحیون؟ فیقولون فبما تامرنا فیامرهم لعبادة الاوثان و هم فی ذلک دارّ رز قهم حسن عیشهم ثم ینفخ فی الصور... الخ ۔(صحیح مسلم۔ نمبر ۲۹۴۰) ۔ و فی روا یة له فیبقی شرا ر الناس یتهارجون تهار ج الحمر فعلیهم تقوم السا عة ۔(صحیح مسلم)۔ اس وقت اونٹیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی ان کیلئے کوئی کوشش نہ کرے۔ دلوں کی عداوت اور کینہ اور حسد دور ہو جائیں گے۔ مال کی طرف لوگ بلائے جائیں گے، تو کوئی قبول نہ کریگا۔

ایک روایت صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اللہ عیسی بن مریم کو بھیجے گا ۔ وہ دجال کو طلب کر کے قتل کریں گے پھر تمام لوگ سات سال ایسے با امن عیش میں بسر کریں گے کہ دو شخصوں کے درمیان عداوت نہ ہو گی پھر اللہ ایک ٹھنڈی ہوا شام کی طرف سے بھیجے گا جس سے تمام اہل ایمان روئے زمین کے فوت ہو جائیں گے۔ اگر کوئی پہاڑ کے اندر ہوگا تو وہاں بھی وہ ہوا پہنچے گی اور اس کی جان قبض کر لے گی ۔ پھر ایسے لوگ رہ جائیں گے جو جانوروں کے سے بے وقوف ، اور درندوں کے سے سمجھ و خیال والے ، ایذا رسان ، ہوں گے وہ کسی اچھی بات کو اچھا نہ جانیں گے نہ بری کو برا سمجھیں گے ،بعض گدھوں کی طرح بازاروں میں عورتوں سے جفت ہوں گے ۔ پھر شیطان ان کے سامنے متشکل ہوکر کہے گا کیا تم حیا نہیں کرتے ۔ وہ کہیں گے تو ہم کو کیا حکم دیتا ہے۔ تو پھر وہ ان کو مخلوق پرستی کا حکم دے گا ۔ وہ تھانوں کی پوجا کریں گے تو انکا رزق فراخ اور عیش عمدہ ہوگا ایسی حالت میں نفحہ عالم ہوگا اور قیامت برپا ہوگی ۔

اس کتاب کی شرح نووی میں کثرت مال کی تفسیر میں لکھا ہے کہ زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑے یعنی سونا چاندی اور خزانے اگل دے گی۔اور جنگ کے بالکل موقوف ہو جانے اور گھوڑوں کے لڑائی کے کام میں نہ آنے اور تلوار کو کھیتی کا ٹنے کا اوزار بنانے کا ذکر ان احادیث میں ہے جو نشان یازدہم کے ثبوت میں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

☆ گیارھواں آسمانی نشان

درندوں کا حیوانوں کے ساتھ چرنا اور بچوں کا سانپوں کے ساتھ کھیلنا وغیرہ اس حدیث ابن ماجہ میں ہے:

و تنزع حمة کل ذا ت حمة حتی ید خل الولید یده علی الحیّة فلا تضرّه و تفر الو لیدة ا لاسد فلا یضر ها و یکو ن الذ ئب فی الغنم کانّه کلبها و یملأالا رض من السلم کما یملأا لاناه من الما ء و یکون الکلمة وا حدة فلا یعبد الا اللّه و تضع الحر ب اوزارها و تصلب قریش ملکها و یکون الا رض کفا تور الذ هب و الفضة تنبت نباتها بعهد آدم حتی تجتمع النفر علی القطف من ... ابن ما جه ۔ حضرت مسیح کا نزول ہوگا تو زہر دار جانوروں کا زہر جاتا رہے گا کوئی لڑکا سانپ پر ہاتھ مارے گا تو وہ اس کو ضرر نہ دے گا۔ شیر کو کوئی بکری بھگا دے گی تو وہ اس کو ضرر نہ پہونچائے گا۔ بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں ایسا رہے گا جیسے اس کا محافظ کتا۔ تمام زمین اسلام سے بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے۔ اس وقت بجز خدا واحد کسی کی عبادت نہ ہوگی۔ لڑائی اپنا بوجھ اتار دے گی اور قریش کی بادشاہی جاتی رہے گی (یعنی مسیح کی اجازت کے بغیر ان کا امیر کوئی حکم نہ کرے گا۔ نزول مسیح کے بعد ان کی خصوصیت خلافت سے جاتی رہے گی) زمین ایسی ہو جائے گی جیسے سونے چاندی کا طشت، وہ اپنی بوٹیاں ایسی اگائے گی جیسے آدم کے وقت اگاتی تھی ایک خوشہ انگور اور ایک دانہ انار سے جماعت سیر ہوگی۔

اور کتاب رحمۃ المهداۃ الی من یرید زیادۃ العلم علی احادیث المشکوۃ میں ہے:

و یهلک اللّه فی زمانة المسیح الدجال ثم تقع الامنة علی ا لارض حتی ترتع الا سود مع الابل و النمار مع البقر و الذ یا ب مع الغنم و

یلعب الصبیان بالحیات فلا تضرّ ھم فیمکث ار بعین سنة ثمّ یتوفّی و یصلّی علیه المسلمون ۔ و فی روایة و یر جع المسلم و تتخذ السیوف مناجل وتذھب حمة و تنزل السّماء رزقھا و تخرج الارض برکتھا حتی یلعب الصبی با لثعبا ن فلا یضرّہ ۔ (الر حمة المھداة ۔ ص ۲۷۷)۔ کہ مسیح کے زمانے میں خدا تعالی دجال کو ہلاک کرے گا ۔ اس کے بعد زمین میں امن قائم ہو جائے گا ۔ یہاں تک کہ حیوانات اور درندوں پر بھی اس کا اثر پہونچے گا ۔ شیر اونٹوں کے ساتھ چریں گے جیسے ....گائے کے ساتھ، بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ، اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے تو وہ اس کو ضرر نہ پہنچائیں گے ۔ وہ چالیس سال زمین پر زندہ رہیں گے پھر فوت ہونگے اور مسلمان ان پر جنازہ پڑھیں گے ۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ مسلمان لڑنے سے پھر بیٹھیں گے اور تلواروں کو کھیتی کاٹنے کا اوزار بنایا جاوے اور زہر دار جانوروں کا اثر جاتا رہے گا آسمان اپنا رزق اتارے گا اور زمین اپنی برکت نکالے گی ۔ بچے سانپوں کے ساتھ کھلیں گے تو وہ اس کو ضرر نہ پہنچائیں گے ۔

عہد عتیق یسیعاہ نبی کی کتاب کے باب ۱۱ میں بھی بعض ان نشانات حضرت مسیح کی تائید پائی جاتی ہے چنانچہ کہا ہے ۔

بلکہ وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کرے گا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کے لئے انفصال کرے گا اور وہ اپنے منہ کی لاٹھی سے زمین کو مارے گا اور لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کر ڈالے گا ....اس وقت بھیڑ یا برّے کے ساتھ رہے گا اور چیتیا حلوان کے ساتھ بیٹھے گا اور بچھیا اور شیر بچہ اور پالا ہوا بیل ملے جلے رہیں گے اور ننھا بچہ ان کی پیش روی کرے گا ۔ اور گائے اور ریچھنی مل کر چریں گی اور ان کے بچے ملے جلے بیٹھیں گے اور شیر ببر اور بیل کی پوان کھائے گا اور دودھ پیتا بچہ سانپ کے بل کے پاس کھیلے گا ۔

پانچویں نشان آسمانی کے بیان میں صحیح مسلم سے منقول ہوا ۔ اس پیش گوئی اور اس حکم نبوی سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ مسیح اور قتل دجال کے بعد موقوفی جہاد کا حکم آنحضرت ﷺ کا حکم ہے جس کی تعمیل حضرت مسیح سے ہوگی ۔ اس موقوفی جہاد کی فلاسفی (حکمت وسرّ عقلی) یہ ہے کہ دنیا میں جہاد یا لڑائی دو ہی غرض سے ہوتی اور وقوع میں آتی ہے ایک غرض دنیاوی (بطمع مال یا بوجہ عناد و دشمنی) جو دنیا داروں کو لڑائی پر باعث ہوتی ہے ۔ دوسری غرض دینی (اعلاء کلمۃ اللہ و مدافعت اعداء اللہ) جو

اہل دین کولڑائی پر باعث ہوتی ہے۔ اور زمانہ مسیح میں یہ دونوں غرضیں کسی کو پیش نظر نہ رہیں گی۔ اس وقت کوئی کافر زمین پر نہ رہے گا تو غرض دوم کس کو ہوگی، اور جب کہ زمین اپنے مدفون خزانے باہر نکال پھینکے گی اور مال و دولت کی خواہش کسی کو نہ رہے گی تو پھر غرض اول سے لڑائی کیسی۔ دشمنی عداوت وایذارسانی درندوں سانپوں میں نہ رہے گی تو انسانوں میں باہم کیونکر ہوگی۔ اب جہاد ہو تو کس سے ہواور کرنے والا کون ہو۔

دجال موعود کو حضرت مسیح کا قتل کرنا اس وقتِ امن سے پہلے ہوگا۔ ایسا ہی دوسرے موذی کافروں سے مسلمانوں کا لڑنا اور امام مہدی کا اپنے روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے ان موذیوں کو ہلاک کرنا امن زمانہ مسیحی سے پہلے وقوع میں آئے گا۔ دجال قتل ہوگا تو پھر سیفی جہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ دجال کے بعد کفار یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا تو ان کے مقابلہ میں بھی سیفی جہاد سے کام نہ لیا جائے گا بلکہ صرف مسیح کی دعا سے ان کی گردنوں میں پھوڑا نکلے گا اور اسی سے ان کا کام تمام ہوگا۔ چنانچہ نشان ششم کے بیان میں صحیح مسلم سے منقول ہوا۔ دجال کو حضرت مسیح کا قتل کرنا ان کی شان رحیمی وامن گستری کے برخلاف نہ ہوگا۔ وہ موذی بہت سے مسلمانوں کو سخت اذیت سے ہلاک کرے گا..لہذا ایسے موذی کو مارنا ہزاروں مسلمانوں کو زندہ رکھنے کے برابر ہے اور یہ شان رحیمی مسیحی اور امن گستری کا عین لازمہ ہے۔

دجال موعود کا خروج اور حضرت عیسیٰؑ کا اس کو قتل کرنا جو نشان پنجم میں بیان ہوا ہے، حضرت مسیح کی آمد ثانی کیلئے ایک بڑی بھاری علامت اور ایک لازمی شرط ہے۔ جب تک دجال نہ نکلے گا مسیح ہرگز نہ آویں گے۔ لہذا ضروری ہوا کہ اہل اسلام قدیم کا اعتقاد دجال کی نسبت بیان کیا جائے تا کہ کسی جھوٹے اور بناوٹی مسیح کو یہ گنجائش نہ رہے کہ وہ اس شرط کو پورا کرنے اور اپنی مسیحائیت کی پڑی جمانے کیلئے جس شخص کو چاہے، دجال بنالے اور جس چیز کو چاہے دجال کا گدھا بنالے۔ اور پھر خود بھی اس گدھے پر سوار ہوا کرے جیسا کہ ایک جھوٹے مسیح قادیان پنجاب نے کیا تھا کہ اپنی مسیحائیت کی پڑی جمانے کیلئے پہلے اپنے مخالف مولویوں کو دجال قرار دیا۔ پھر عیسائی پادریوں کو دجال ٹھہرایا اور دجال کا گدھا ریل گاڑی کو قرار دیا اور جب تک وہ زندہ رہا اس گدھے پر خود بھی سوار ہوتا رہا اور جب وہ اپنے دعوی مسیحیت کو جھوٹا کرنے کیلئے مرا تو اسی گدھے پر اس کی لاش کو لاد کر اس کے مدفن میں پہنچایا گیا۔ ہمارے بیان اعتقاد اہل اسلام قدیم کو مسلمان پڑھ یا سن لیں گے تو پھر کسی ایسے مفتری وکذاب مسیح کے دام میں نہ آئیں گے۔

اس اعتقاد اہل اسلام کا ماخذ و مستند احادیث صحیحہ نبویہ اتفاق کے ساتھ مسلّمہ اہل اسلام بیان کی جائیں گی جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اہل اسلام قدیم دجال موعود کس کو سمجھتے ہیں اور اس میں کیسی علامات وخواص کا موجود ہونا ضروری جانتے ہیں جو اس وقت کسی شخص میں پائی نہیں جاتیں۔ اور اس کا گدھا کیسا ہوگا۔ ان احادیث میں امور ذیل کا بیان ہوگا۔

۱۔ دجال کہاں سے نکلے گا۔ ۲۔ وہ کب نکلے گا۔ ۳۔ وہ اب کہاں ہے۔ ۴۔ اس کی صورت کیسی ہو گی۔ ۵۔ اس کی سواری کیا اور کیسی ہوگی۔ ۶۔ اس کے پیرو کون لوگ ہوں گے۔ ۷۔ کیسے شعبدے وخیالی نشان دکھائے گا۔ ۸۔ وہ ایمانداروں کو کیونکر ستائے گا۔ ۹۔ وہ کہاں کہاں پہنچے گا۔ ۱۰۔ وہ کس جگہ ہلاک ہوگا۔ ۱۱۔ اس کا گدھا کیسا ہوگا۔

امر اول وششم کا بیان۔ جامع ترمذی میں ہے:

باب ما جاء من این یخرج الدّجال۔ قال رسول اللّٰہ ﷺ الدّجال یخرج من ارض بالمشرق یقال لها خراسان یتبعه اقوام کان وجوههم المجان المطرقة۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دجال مشرق میں اس سرزمین سے نکلے گا جس کو خراسان کہا جاتا ہے۔ اس کے پیرو وہ لوگ ہوں گے جن کے منہ ایسے ہوں گے جیسے ڈھالیں جن پر چمڑے تو برتو جمائے گئے ہوں۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے کہ خراسان مشہور شہر کا نام ہے جو ماوراءالنہر اور عراق کے مابین ہے۔ خراسان بلدة معروفة بین ماوراء النهر و بلاد العراق۔ (مرقاۃ)۔ یتبع الدجال من یهود اصفهان سبعون الفاً علیهم الطیالسة۔ (صحیح مسلم ص ۴۰۵)۔ کہ دجال کے پیرو اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار ہوں گے جو عربی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں۔

امر ششم کی تائید بیان امر نہم دہم میں بھی ہوگی۔

امر دوم سوم ونہم وھم کا بیان: صحیح مسلم و جامع ترمذی میں حدیث ہے:

عن فاطمه بنت قیس قال رسول اللّٰہ ﷺ انّی و اللّٰہ ما جمعتکم لرغبة ولا لرهبة ولکن جمعتکم لانّ تمیماً الداری کان رجلاً نصرانیاً، فجاء فبایع و اسلم۔ و حدّثنی حدیثاً وافق الّذی کنت احدثکم عن مسیح الدجال۔

حدثنی انّه رکب فی سفینة بحریة مع ثلاثین رجلاً من لخم و

جذام ۔ فلعب بهم الموج شهراً فی البحر۔ ثم أ ر فووا الی جز یرة فی البحر حین مغر ب الشمس ۔ فجلسوا فی اقرب السفینة ۔ فد خلوا الجز یرة فلقیتهم دا بة اهلب کثیر الشعر ۔ لا یدرو ن ما قبله من دبره ۔من کثرة الشعر ۔ فقا لوا و یلک ما انت ؟ قا لت انا الجسا سة ۔ قا لوا و ما الجسا سة ۔ قا لت یا ایها القو م انطلقوا الی هذا الر جل فی الد یر ۔ فا نّه الی خبرکم با لا شوا ق ۔ قا ل لمّا سمّت لنا ر جلاً فر قنا منها ان تکو ن شیطا نة ۔

قا ل فا نطلقنا سراعاً ۔ حتی د خلنا الد یر ۔ فا ذا فیه اعظم انسا ن رأینا ہ قط ۔ و اشده وثا قاً ۔ مجمو عة یدا ہ الی عنقه ما بین ر کبتیه الی کعبیه با لحد ید۔ قلنا و یلک ما انت ؟ قا ل قد قدر تم علی خبری ، فا خبرو نی ما انتم ؟ قا لوا نحن اناس من العرب ۔ ر کبنا فی سفینة بحریة فصا دفنا البحر حین ا غتلم فلعب بنا الموج شهراً۔ ثم ارفا نا الی جز یر تک هذہ ۔ فجلسنا فی اقر بها، فد خلنا الجزیرة ۔ فلقیتنا دا بة اهلب کثیر الشعر لا تدری ما قبله من دبره من کثرة الشعر۔ قلنا و یلک ما انت؟ فقا لت انا الجسا سة قلما و ما الجساسة۔ قا لت اعمدواالی هذا الر جل فی الدّ یر ، فا نّه الی خبر کم بالاشواق ۔ فا قبلنا الیک سرا عاً و فز عنا منها ولم نا من ان تکون شیطا نة۔

فقا ل ا خبرونی عن نخل بیسا ن ۔ قلنا عن ای شا نها تستخبر ؟ قال اسألکم عن نخلها، هل یثمر ؟ قلنا له نعم ۔ قا ل اما انها یوشک ان لا تثمر۔ قال ا خبرونی عن بحیرة طبریة ۔ قلنا عن ای شانها تستخبر؟ قا ل هل فیها ما ء؟ قا لوا هی کثیرة الماء ۔ قا ل اما انّ ماء ها یو شک ان یذ هب ۔ قا ل ا خبرو نی عن عین زغر۔ قا لوا عن ای شا نها تستخبر؟ قا ل هل فی العین ما ء ۔ و هل یز ر ع اهلها بما ء العین ؟ قلنا له نعم ، هی کثیرة الما ء و اهلها یز رعو ن من

مائها ۔ قا ل ا خبرو نی عن نبی الا میین ما فعل ؟ قا لوا قد خر ج من مکه و نز ل یثر ب ۔ قا ل اقا تله العر ب ؟ قلنا نعم۔ قا ل کیف صنع بهم ؟ فا خبر نا ه انه قد ظهر علی من یلیه من العر ب و اطاعو ه ۔ قا ل ۔ قا ل لهم قد کا ن ذا ك؟ قلنا نعم ۔ قا ل اما ان ذا ك خیر لهم ان یطیعوه ۔ و انی مخبر کم عنّی۔ انّی انا المسیح الد جا ل ۔ و انّی اوشک اب یؤذن لی فی الخرو ج ۔ فا خر ج فا سیر فی ا لا رض۔ فلا ادع قر یة الّا هبطها فی ار بعین لیلة ، غیر مکه و طیبه ، فهما محرمتا ن علیّ کلتا هما ۔ کلما ار دت ان ا دخل وا حد ة ، او وا حداً منهما، استقبلبی ملک بیده السیف صلتا۔ یصدنی عنها ۔ و انّ علی کل نقب منها ملا ئکة یحر سو نها۔

قا لت ۔ قا ل رسو ل اللّه ﷺ و طعن بمخصرته فی المنبر، هذه طیبه ، هذه طیبه ، هذه طیبه ، یعنی المد ینة ۔ الا هل کنت حدثتکم ذلک ؟ فقا ل النّاس نعم ۔ فا نه اعجبنی حد یث حد یث تمیم ۔ انه وا فق الّذی کنت ا حد ثکم عنه ، و عن المد ینة و مکه۔ ا لا انه فی بحر الشام او بحر الیمن ، لا بل قبل المشر ق ما هو ۔ و او مأ بیده الی المشر ق۔ قالت فحفظت هذا من رسول الله ﷺ .(مسلم ص ۴۰۴۔۴۰۵)

ثمّ تصرف الملا ئکة و جهه قبل الشا م و هنا لک یهلک ۔(بخاری و مسلم ۔مشکوۃ ص ۴۶۰)۔کہ دجال مشرق سے مدینہ کی طرف آئے گا اور مدینہ میں داخل ہونا چاہے گا تو فرشتے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہیں ہلاک ہوگا۔

قال رسول اللّه ﷺ یجیء الدجال حتی ینزل فی ناحیة المد ینة فتر جف ثلاث وجفات فیخر ج الیه کل کا فر و منا فق ۔(بخاری ص ۱۰۵۵ و ۵۰۵) دجال مدینہ سے باہر ایک کنارہ پر اترے گا تو مدینہ میں تین زلزلے ہوں گے جس سے مدینہ کے کافر و منافق باہر نکل کر دجال کے ساتھ ہو جائیں۔

امر چہارم اور پنجم کا بیان۔

قال رسول اللّه ما من نبی الّا وقد ا نذره قومه و لکنّی سا قول لکم

قولاً لم یقله نبی، انه اعور ۔ (بخاری ص ۱۰۵۵)۔ و ان بین عینیه مکتو ب کا فر ۔ (بخاری ص ۱۰۵۶)، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دجال سے ہر نبی نے اپنی امت کو ڈرایا ہے ۔ مگر میں تم کو (اس کی نشان دہی کیلئے) ایسی بات کہونگا جو کسی نبی نے نہیں کہی ۔ وہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی پیشانی پر لفظ ک ف ر لکھا ہوگا ۔ جس کو ہر اہل ایمان پڑھ لے گا ۔

پڑھنے والے میں اہل ایمان کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لکھا ہوا روحانی طور پر ہوگا جس کو اہل ایمان اپنی روحانی طاقت سے پڑھ لیں گے ۔ وہ جسمانی نہ ہوگا کہ اس کو کافر بھی پڑھ سکیں

قال رسول اللّٰه ﷺ یخرج الدّ جال علی حمار اقمر ما بین اذنیه سبعون باعاً۔ (رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور ۔ مشکوۃ ص ۴۶۹) کہ دجال ایک سفید گدھے پر سوار ہوگا جسکے دونوں کانوں میں ستر باع (دو ہاتھ کے مقدار) کا فاصلہ ہوگا ۔

امر ہفتم و ششم کا بیان ۔ صحیح مسلم میں ہے:

قال رسول اللّٰه ﷺ ... مع الد جال منه معه نهرا ن تجر یان احدهما رأی العین ماء ابیض و ا لآ خر رأی العین نار تا جج فا ما ادرکن ا حد فلیأ ت الّذی یراه ناراً و لیغمض ثم لیطا طا راسه فانّه بارد ۔ (مسلم ص ۴۰۰)۔ کہ دجال کے ساتھ دو نہریں ہوں گی ۔ ایک دیکھنے میں سفید پانی کی ہوگی دوسرے دیکھنے میں آگ شعلہ زن ہوگی ۔ تم میں کوئی اس کو پائے تو آنکھ بند کر کے اس میں سر جھکا دے وہ سرد پانی ہوگا ۔

فناره ماء و ماء ه نا ر ۔ (بخاری ص ۱۰۵۶) صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کی آگ درحقیقت پانی ہوگی ۔ اور پانی درحقیقت آگ ہوگی ۔

فیخر ج الیه یومئذ رجل وهو خیر الناس او من خیار الناس فیقول اشهد انک الدّ جال ....الخ ۔ (بخاری ص ۱۰۵۶، مسلم ص ۴۰۲)۔ آپ ﷺ نے فرمایا مدینہ کے لوگوں سے سب سے بہتر ایک شخص دجال کی طرف آئے گا اور وہ اس کو کہے گا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ تو دجال ہے جس کی خبر ہم کو رسول اللہ ﷺ نے دی تھی ۔ دجال اپنے پیروان سے کہے گا کہ اگر اس کو میں مار کر زندہ کرونگا تو پھر تم میرے خدا ہونے پر شک کرو گے

وہ بولیں گے نہیں ۔ پھر وہ اس شخص کو قتل کر دے گا اور پھر زندہ کرے گا ۔ پھر وہ شخص کہے گا کہ اب مجھے پہلے سے زیادہ یقین ہو گیا ہے کہ تو دجال ہے ۔ پھر دجال اس کو قتل کرنا چاہے گا تو پھر قابو نہ پائے گا ۔

ایسی ہی صحیح مسلم میں حدیث ہے اس کے شروع میں یہ ذکر ہے کہ اس مومن کو دجال کے ہتھیار بند لوگ ملیں گے تو اس کو کہیں گے کہ تو ہمارے رب (دجال) پر ایمان نہیں لاتا ۔ وہ کہے گا نہیں لاتا تو وہ اس کو قتل کرنا چاہیں گے مگر وہ دجال کے اس حکم کی نظر سے کہ وہ لوگ کسی کو دجال کے حاضر ہونے سے پہلے قتل نہ کریں ، اس کے قتل سے رک جائیں گے اور اس کو دجال کے پاس پہنچائیں گے ۔ پھر دجال اس کو قتل کرے گا ۔ پھر زندہ کرے گا ۔ پھر اس کے قتل پر قابو نہ پائے گا ۔

صحیح مسلم میں یہ بھی حدیث ہے :

قلنا یا رسول اللّٰہ ﷺ و ما اسراعه فی الارض قال کا لغیث استد بر ته الریح ....الخ ۔ (صحیح مسلم ص ۴۰۱) ۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ دجال کس سرعت سے زمین پر نکلے گا ۔ آپ نے فرمایا جیسے مینہ یا بادل تیز چلتا ہے جس کو پیچھے سے ہوا دھکیلتی ہے ۔ پھر ایک قوم کے پاس پہونچ کر اس کو اپنی الوہیت کی طرف بلائے گا ....

مشکوۃ میں حدیث ہے کہ وہ دجال ایک اعرابی سے جا کر کہے گا کہ اگر تیرے اونٹوں کو زندہ کر دوں تو ، تو مجھے اپنا رب مان لے گا ۔ اعرابی اس امر کو مان لے گا تو وہ شیطان کو حکم دے گا تو وہ اس کے اونٹوں جیسی صورت بنا کر دکھائی دے گا ۔ ایسا ہی وہ ایک اور آدمی کو جس کا بھائی اور باپ فوت ہو چکا ہوگا ، کہے گا کہ اگر میں تیرے باپ و بھائی کو زندہ کر دوں گا تو تو مجھے اپنا رب مان لے گا ۔ وہ اس امر کو تسلیم کریگا ۔ تو شیطان اس کے بھائی اور باپ کی صورت بنا کر دکھاویگا (مشکوۃ ص ۴۶۹)

سنن ابن ماجہ میں حدیث صحیح مسلم کے مضمون کی حدیث نقل ہے ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دجال کے فتنہ میں سے ایک یہ بات ہے کہ وہ ایک گروہ پر گذرے گا جو اس کو نہ مانیں گے تو ان کے مال مواشی ہلاک ہو جائیں گے ۔ دوسرے گروہ پر گذرے گا جو اس کو مان لیں گے تو ان کے مواشی بڑے موٹے تازے بڑے بڑے کوہان والے بہت شیر دار پستان والے ہو جائیں گے ۔ وہ تمام زمین پر غلبہ پائے گا بجز مکہ و مدینہ کے کہ وہاں سے اس کو فرشتے تلوار کے زور سے ہٹا دیں گے مدینہ کے باہر شورناک زمین پر وہ اترے گا تو مدینہ میں تین زلزلے ہوں گے ..... (سنن ابن ماجہ)

ابن ماجہ کی اس حدیث کے اکثر مطالب حدیث صحیح مسلم میں بھی پائے جاتے ہیں :

قلنا یا رسول اللّٰہ وما لبثہ فی الارض قال اربعون یوماً یوم کسنۃ و یوم کجمعۃ و سائر ایّامہ کایّامکم قلنا یا رسول اللہ فذلک الیوم الّذی کسنۃ یکفینا فیہ صلٰوۃ قال لا اقدروا لہ قدرہ قلنا یارسول اللّٰہ ﷺ ما اسراعہ فی الارض قال کالغیث استدبرتہ الریح (مسلم ۴۰۱)

دجال کے زمین پر ٹھہرنے کی میعاد ابن ماجہ اور صحیح مسلم میں چالیس روز بیان ہوئے ہیں جس میں ایک دن سال بھر کا اور ایک دن مہینے بھر کا ایک دن ہفتہ بھر کا باقی ایام ان دنوں کی مانند۔ سال بھر کے دن کی بابت لوگوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا اس میں ہم کو ایک دن کی صرف پانچ نمازیں کافی ہوں گی، آپ نے فرمایا نہیں تم اس دن کے اوقات کا ہمیشہ کے دنوں کے اوقات سے اندازہ کر کے ان اوقات پر نمازیں پڑھ لیا کرو۔ ہم نے عرض کیا کہ وہ زمین میں کس قدر تیز چلے گا۔فرمایا جیسے بادل چلتا ہے جس کو پیچھے سے آندھی دھکیلے۔

اس بیان سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ دجال موعود کون ہے اور کس شرط و علامت کا وہ آدمی ہے جس کے مسلمان منتظر ہیں۔اور وہ ایسا وسیع المفہوم والصفات نہیں ہے کہ جس کو کسی کا جی چاہے دجال بنائے۔دجال کے عم یا خال یا برادر مصداق سگ زدو برادر اشغال قوم یاجوج ماجوج (جس کا ذکر چھٹی ساتویں آٹھویں اور نویں نشان آسمانی میں ہے) بھی دجال کی مانند ایک غیر معمولی انسان ہوں گے اور ان کے افعال بھی عام انسانوں کے افعال سے بڑھ کر اور اعجوبہ تر ہوں گے مسیحائیت ومہدویت کا ایک جھوٹے مدعی قادیانی نے اس شرط خروج یاجوج ماجوج کو پورا کرنے کیلئے یاجوج ماجوج انگریزوں اور روس کو قرار دیا ہے اس کے اس قرارداد اور تاویل سراپا تحریف و تسویل کو جھوٹا کرنے کیلئے اور نیز دوسرے مفتریوں کی دہان بندی کیلئے اس مقام میں یاموج ماجوج کے ان افعال و حالات کو بیان کرنا ضروری ہے جو کسی اور قوم میں آج تک پائی نہیں گئی اور نہ آئندہ پائی جائیں گی اور اس وجہ سے کوئی مفتری کسی دوسری قوم یا اشخاص کو یاجوج ماجوج بنا نہ سکے گا۔

☆ **نشان ششم لغایت نہم** میں صحیح مسلم سے ایک حدیث منقول ہو چکی ہے جس کا پورا ترجمہ یہاں لکھا جاتا ہے:

اس وقت جب کہ حضرت عیسیٰ دجال کو قتل کر کے اس قوم مومنین کی خاطر داری کرتے ہوں گے (جن کو خدا تعالیٰ نے دجال کے فتنہ سے بچا لیا ہوگا) اور ان کے چہروں پر ہاتھ پھیرتے

ہوں گے اوران کو بہشت کے درجات کی خبر دیتے ہوں گے خدا تعالی ان کو بذریعہ وحی اطلاع دے گا کہ میں نے ایسے بندے نکالے ہیں جن کے جنگ وقتال کی کسی انسان کو طاقت نہ ہوگی (مرزا تو مرگیا اس کے تابعین سے جو اس کو اب تک مسیح موعود سمجھے بیٹھے ہیں سوال ہے کہ کیا انگریز اور روس ایسے ہیں جن کے مقابلے کی کسی انسان کو طاقت نہ ہو۔اگر روس ایسا ہی ہے تو ابھی جاپان سے منہ کی کھا کر کیوں ہٹ بیٹھا) تو اے عیسی میرے (مومن) بندوں کو ساتھ لے کر کوہ طور میں پناہ گزین ہو۔ پھر خدا تعالی یاجوج ماجوج کو بھیج دے گا تو وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے۔ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر پہنچے گی تو اس کا تمام پانی پی جائے گی پھر آخری جماعت پہنچے گی تو کہے گی کہ کیا یہاں کبھی پانی تھا؟ (قادیانی پارٹی سے سوال ہے کہ انگریز یا روس نے بھی بحیرہ طبریہ یا کسی اور بحیرہ کا تمام پانی ایسا پیا کہ پھر وہاں پانی کا نشان نظر نہ آوے) عیسیٰؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایسے محصور ہوں گے کہ ان کو ایک گائے کی سری ایسی پیاری لگے گی جیسے تم کو دینار پیارے ہیں (مرزائیو! تمہارے مسیح اور اس کی پارٹی پر کبھی ان کی تمام زندگی میں ایسا وقت آیا ہے جن میں ان کا پلاؤ قورمہ برف سوڈا واٹر میوہ جات انگریزوں یا کسی اور کے روکنے سے بند ہوگیا ہو)۔ پھر حضرت مسیح ان موذیوں کی تکلیف دہی سے تنگ آکر جناب باری میں دعا کریں گے تو ان کی بددعا سے ان موذیوں کی گردنوں میں خدا تعالی پھوڑا (بطور طاعون) پیدا کرے گا جس سے وہ سب کے سب ایک جی کی مانند مر جائیں گے (مرزائیو! تمہارے مسیح کی بددعا سے بھی اس کے خیالی یاجوج ماجوج انگریز و روس تمام نہ سہی کوئی ایک ہی مرض طاعون سے ہلاک ہوا ہو۔ اگر کہو کہ انگریزوں کو تو وہ ابر رحمت سمجھتا رہا ان کیلئے بددعا کیوں کرتا، تو پھر کوئی روسی ہی بتاؤ جو مرزا کی بددعا سے مبتلائے طاعون ہوا ہو۔ روسیوں کو بھی رہنے دو کسی مرزا کے مخالف مسلمان یا ہندو ہی کو بتاؤ جس کے واسطے مرزا نے طاعون کی بددعا کی ہو اور وہ مبتلاء طاعون ہو کر ہلاک ہوا ہو۔اس کے مقابلہ میں ہم بہت سے مسلمانوں مخالفین مرزا کا نام پیش کر سکتے ہیں جن کی موت کے واسطے مرزا نے بددعا کی تھی مگر مرزا مر گیا اور وہ آج تک زندہ ہیں (یعنی ۱۹۰۹ء تک جب کہ یہ مضمون شائع ہوا ہے۔ بہاء) کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ یاجوج ماموج زندہ رہیں اور ان کو بددعا کرنے والا خود مر جائے۔ نادانو! خدا سے یا دنیا سے شرم کرو۔اب تو مرزا کو مسیح موعود نہ کہتے جاؤ) پھر حضرت مسیح پہاڑ طور سے اتریں گے تو زمین پر ایک بالشت زمین نہ پاویں گے جس میں یاجوج ماجوج

کی لاشوں سے بدبو نہ ہو۔حضرت مسیح جناب باری میں دعا کریں گے تو خدا تعالی ایسے جانور بھیجے گا جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی سی ہوں گی اور وہ ان خبیثوں کی نعشوں کو اٹھا لے جائیں گے پھر خدا تعالی مینہ بھیجے گا جس سے زمین دھل کر صاف ہو جائے گی اور زمین کی پیدا وار میں برکت ہوگی۔(باقی حدیث کا ترجمہ نشان نہم میں گذر چکا)

ناظرین اس مسیحی برکت کو پڑھو اور مرزائیوں سے پوچھو کہ تمہارے مسیح کے وقت میں غلہ اور کل پیداوار زمین دن بدن گھٹی جاتی ہے یا اس میں وہ فراخی ہوتی ہے جو مسیح کے زمانہ ہوگی۔

ایک اور حدیث صحیح مسلم میں آیا:

ثم یسیرون الی جبل الخمر و ھو جبل بیت المقدس فیقو لو ن قد قتلنا من فی ا لا ر ض ھلم فلنقتل من فی السّماء فیرمون نشا بھم الی السّماء فیر اللّٰہ علیھم نشا بھم مخضو بۃ دماً ۔(صحیح مسلم ص۴۰۲)

یاجوج ماجوج جبل الخمر میں پہنچیں گے (جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے) وہ کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو قتل کر لیا ہے چلو اب آسمان والوں کو بھی قتل کریں پھر وہ آسمانوں کو تیر چلائیں گے تو ان کے تیر خون آلودہ ہو کر واپس آئیں گے جس سے وہ خبیث سمجھیں گے کہ ہم نے آسمان والوں کو بھی قتل کر ڈالا۔

ان کی جہالت اس حد تک پہنچے گی۔تب خدا تعالی ان کی گردنوں میں پھوڑے پیدا کر کے ان کو ایک دم ہلاک کر دے گا۔

مرزا کیونکر مسیح موعود ہوسکتا ہے جس کی بددعا سے یاجوج ماجوج ہلاک ہونگے۔وہ تو خود مر گیا اور جن کو یاجوج ماجوج قرار دیتا ہے وہ زندہ ہیں۔

حالات وصفات یاجوج و ماجوج کی نسبت جو کچھ مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔اور وہ کتب تفاسیر میں بیان ہوا ہے اس کو ہم بیان کرتے تو اس پر مرزائی وغیرہ ملحدین منکرین یاجوج ماجوج ہنسی اڑاتے لہذا ہم نے اس بیان سے تعرض نہیں کیا بلکہ جو کچھ احادیث صحیحہ (صحیح مسلم وترمذی ابن ماجہ وغیرہ) میں آنحضرت ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے مروی ہے صرف وہ نقل کر دیا ہے۔اس بیان کو پڑھ کر اور سن کر امید ہے پھر کوئی مسلمان انگریزوں یا روسیوں یا کسی اور قوم کو یاجوج ماجوج قرار نہ دیگا۔اور اس باطل تاویل وتسویل سے کسی مفتری کو مسیح موعود بن جانے کا موقع نہ ملے گا۔

بارھواں نشان آسمانی یہ کہ روحانی برکات اور آسمانی نشانات میں حضرت مسیح کا ثانی اثنین امام مہدی پہلے پیدا ہوگا۔ بلکہ آپ کا نزول ان ہی کی تائیدو حمایت اور اذیت دجال سے آپ کی اور آپ کے ماتحت جماعت مسلمین کی نجات دلوانے کے لئے ہوگا۔

ہر چند یہ نشان قرآن میں اور کسی اتفاقی صحیح حدیث میں امام مہدی کا نام لے کر صاف طور پر نہیں پایا جاتا مگر اکثر علماء اسلام و اہل سنت والجماعت میں مسلّم چلا آتا ہے اور صحیح بخاری و مسلم کی بعض احادیث میں جس امیر یا امام کا ذکر ہے اس سے علماء اہل سنت کے نزدیک یہی امام مہدی مراد ہے اور اسی کے مطابق ہمارا دلی اعتقاد ہے۔

(مرزائیو! کہو اب تو میں نے آمد امام مہدی کی نسبت اپنا دلی اعتقاد صاف صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے اور باوجود بار بار اظہار اس امر کے کہ احادیث متعلقہ امام مہدی صحیح نہیں ہیں اور اعلیٰ طبقہ کتب حدیث میں امام مہدی کے اس لقب (مہدی) و نام و اوصاف کے بیان سے جو سنن اربعہ میں پایا جاتا ہے، ساکت ہے، صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ میں آمد امام مہدی کا جو حضرت مسیح سے پہلے آئینگے معتقد و قائل ہوں۔ اس سے تمہارا وہ الزام دورخی جو ریویو آف ریلی جنز میں تم مجھ پر لگا چکے ہو باطل واقع ہوا؟ یا اس میں کچھ کسر رہ گئی ہے؟

ظالمو! میں نے کب اور کہاں کہا تھا کہ میں آمد مہدی کا منکر ہوں اور کب اور کہاں اس کے برخلاف اعتقاد آمد امام مہدی کا زبانی یا قلم سے اظہار کیا تھا؟ پھر دورخی کیا؟ اور اس کا الزام کیسا؟ کچھ تو انصاف اور شرم اور حیا سے کام لو۔ میں نے جو اشاعۃ السنہ ج ۷ و ۹ و ۱۱ وغیرہ میں امام مہدی کی آمد کی نسبت انکار نقل و بیان کیا ہے تو وہ نہ تو اپنی طرف سے نقل کیا ہے اور نہ کل مسلمانوں کی طرف سے بلکہ وہ صرف بعض مسلمانان زمانہ سابق و حال کی طرف سے نقل کیا ہے۔

اشاعۃ السنہ جلد ۷ کے صفحہ ۳۵۸ میں میرے یہ الفاظ پڑھو:

اس وقت کے مسلمانوں سے کوئی اس کا قائل کوئی منکر۔

اور اشاعۃ السنہ جلد ۹ کے صفحہ ۴۹ میں میرے یہ الفاظ آنکھ کھول کر دیکھو:

ابن خلدون و حضرمی اور بعض اہل حدیث زمانہ سابق و حال مہدی سے منکر ہیں۔

اور جلد اشاعۃ السنہ ۱۱ کے صفحہ ۳۱ میں ان الفاظ پر نظر ڈالو:

جو لوگ مہدی کو نہیں مانتے ..الخ۔

اور پھر خدا سے ڈر کر کہو کہ کیا ان الفاظ میں اعتقاد عام مسلمانوں کا یا خاص میرے اعتقاد کا اظہار پایا

جاتا ہے۔نہیں نہیں ہر گز نہیں اور جو صفحات مذکورہ میں اور جلد ۱۱ کے صفحہ ۲۲۲ میں عدم صحت وقوع آمد مہدی کی نسبت دعوی کیا گیا ہے اوراس کے ثابت کرنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ بھی خاص کران صفات وحالات واسم ولقب (مہدی کی نسبت تھا جن کا ذکر سنن اربعہ میں وارد ہے اور صحیحین ان کے ذکر سے ساکت ہیں۔

اشاعۃ السنہ جلد نمبر ۷ و ۹ کے صفحات مذکورہ میں ہمارے یہ الفاظ پڑھو:

مہدی کی خبر وپیش گوئی سے اعلی طبقہ کتب حدیث (بخاری ومسلم) ساکت ہے۔اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۵۵ جلد ۷۔

اعلی طبقہ کتب حدیث (بخاری ومسلم) مہدی موعود کے ذکر و بیان سے ساکت ہے ...دوسرے طبقہ کی کتابوں میں جو اس مضمون کی حدیثیں پائی جاتی ہیں وہ غوائل حرج سے خالی نہیں۔قاضی ابن خلدون حضرمی نے اپنی کتاب العبر میں ان احادیث کوایک ایک کر کے رد کر دیا ہے۔اشاعۃ السنہ ص ۴۹ جلد ۹۔

ان صریح اورصاف بیان کے ہوتے تمہارا یا کسی اور میرے نقل انکار وجرح احادیث مذکورہ سے یہ سمجھ لینا کہ میں اس امام کے قبل از مسیح آنے سے جس کا ذکر بخاری ومسلم کی احادیث صحیحہ اتفاقیہ میں آچکا ہے منکر ہوں اور میں نے اپنے انکار کا اظہار رسالہ یا فہرست انگریزی پولیٹکل مضامین رسالہ میں کیا ہے، تمہارا کذب بہتان افترا اتہام نہیں تو اور کیا ہے۔رسالہ صفحات مذکورہ ہر اردو دان دیکھ سکتا ہے اور فہرست انگریزی ..مجھ سے حاصل کر کے انگریزی خوان ملاحظہ کرسکتا ہے۔صحیحین کی اتفاقیہ صحیح حدیثیں متعلق آمد امام قبل از مسیح جن کی دستاویز سے میں اور تمام سنی اہل حدیث آمد امام ممدوح کے قائل ہیں جو قبل ازیں منقول ہو چکے ہیں۔

اہل حدیث کہلانے والے اور صحیح بخاری ومسلم کی احادیث کو صحیح ماننے والے اور اپنے عمل واعتقاد میں احادیث ان کتب کو دستور العمل بنانے والے لوگوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں اور نہ ہوگا جو ان احادیث میں وارد اور مذکور امام وامیر کے نزول حضرت مسیح کے پہلے آنے سے انکار کرتا ہو۔ان احادیث میں گو اس امام وامیر کو مہدی کے خطاب سے یاد نہیں کیا گیا۔اوران کے نام اور صفات سے جو سنن اربعہ وغیرہ میں مذکور ہیں تعرض نہیں کیا گیا مگر اہل سنت اہل حدیث اسی امام کو امام مہدی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ وہ خدا تعالی کی طرف سے ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ سے اس لقب وخطاب کے اور ہدایت یافتہ اولیاء اللہ سے زیادہ مستحق ہیں۔

پھراس امام مہدی کی آمد سے انکار کرنے کو تم لوگوں کا یا کسی اور کا اس خاکسار کی طرف منسوب کرنا افتراء نہیں تو اور کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب تمہارے جعلی امام مہدی وفرضی وخیالی مسیح نے اپنی ایک جھوٹی پیش گوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء کو سچ بنانے کے لئے یہ جعل سازی ودجالی چال بازی کی کہ اپنے دو خلیفوں ڈاکٹر اسماعیل خان اور مرزا خدا بخش کو بعض علماء پنجاب ودہلی کے پاس ان کو یہ سوال سکھا کر بھیجا کہ مرزا غلام احمد قادیانی منکر آمد مسیح ہے اس کے حق میں علمائے اسلام کیا فتوی دیتے ہیں۔اور یہ مکر سکھایا کہ تم نے علماء کے سامنے مجھے منکر مہدی بنا کر میرے حق

میں فتوی حاصل کرنا۔ پھر جب ان علماء نے اس انکار کے سبب اس پر فتوی کفر و بدعت لگایا تو اس نے فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنہ میں میرا احادیث متعلقہ امام مہدی مذکورہ سنن اربعہ کو ضعیف کہنا اور بعض علماء اسلام سے ایسے امام کی آمد سے انکار نقل کرنا دیکھ کر بزعم فاسد مجھے بھی اپنی طرح منکر مہدی قرار دیا اور وہی فتوی جو اس پر لگایا مجھ پر چسپاں کر دیا۔

اس پر میں نے ان ہی علماء سے استشہاد کیا کہ کیا آپ لوگوں نے میرے کس کلام یا تصنیف میں آمد امام مہدی سے میرا انکار پایا ہے اور وہ فتوی مجھ پر لگایا ہے، تو سب نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ ہم نے تمہارے کلام میں نہ انکار پایا اور نہ تم پر وہ فتوی لگایا ہے۔ بلکہ ہمارے پاس تو مرزا غلام احمد کا منکر مہدی ہونا بیان کیا گیا تھا اور اسی پر ہم نے وہ فتوی لگایا ہے۔ اور ازانجملہ خاص کر ایک مفتی (مولوی رشید احمد گنگوہی مرحوم) نے تو بایں الفاظ اس انکار سے خاکسار کو بری کیا تھا: اور چونکہ مہدی موعود کا ہونا صحیح مسلم سے ثابت ہے تو بندہ ہرگز گمان نہیں کرتا کہ مولوی محمد حسین نے اس سے انکار کیا ہو۔

اس جعل سازی و دجالی کی تفصیل رسالہ ،مسلمانوں کی حلفی شہادت، میں چھپ کر مشتہر ہوئی ہے۔ اور رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ کے نمبر ۹ میں بنقل عبارات اشتہارات قایانی اس کی ایسی تشریح و توضیح ہوئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ باعتراف قادیانی علماء اہل افتاء نے وہ فتوی مرزا پر لگایا تھا نہ اس خاکسار پر۔ الحاصل میں آمد اس امام کا جو حضرت مسیح سے پہلے آویں گے اور مسلمانوں کے امام ہوں گے قائل ہوں اور ان کی آمد سے میں کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی اس کا کبھی اظہار کیا ہے۔محمد حسین)

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے:

ترتیب القصّه انّ المهدی یظهر اولاً فی الحرمین الشریفین ثمّ یأتی بیت المقدس فیاتی الدّجال و یحصره فی الحال فینزل عیسی من المنارة و الشرقیة فی دمشق الشام و یجیء الی قتال الدجال فیقتله بحربة فی الحال فانّه یذوب کالملح فی الماء عنه نزول عیسی علیه السلام فیجتمع علیه السلام بالمهدی و قد اقیمت الصلوه فیشیر المهدی لعیسی علیه السلام بالتقدم فیمتنع معللاً بان هذه الصّلوة اقیمت لک فانت اولی بان تکون الامام فی هذا المقام و یقتدی به یظهر متابعة لنبیّنا ۔(شرح فقہ اکبر ص ۸۸)۔ واقعہ مہدی و آمد مسیح کی یوں ترتیب ہے کہ اولاً امام مہدی حرمین میں ظاہر ہونگے پھر وہ بیت المقدس آئیں

گے اس وقت دجال آئے گا اور ان کا محاصرہ کرے گا پھر عیسیٰ دمشق کے مشرقی منارہ کے پاس آسمان سے اتریں گے اور قتل دجال کی طرف متوجہ ہوں گے اور ایک ہی چوٹ سے اس کو قتل کریں گے وہ ان کو دیکھ کو پگھلنے لگ جائے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔عیسیٰؑ اور امام مہدی ایسے وقت میں جمع ہونگے کہ نماز کیلئے تکبیر ہو چکی ہوگی، مہدی حضرت عیسیٰ کو نماز پڑھانے کیلئے اشارہ کریں گے وہ اس عذر سے کہ یہ تکبیر آپ کی امامت کیلئے ہوئی امامت سے انکار کریں گے ۔اور وہ نماز امام مہدی پڑھائیں گے اور عیسیٰؑ نماز میں ان کے مقتدی ہوں گے۔

اس مضمون کی ایک حدیث سنن ابن ماجہ سے اوپر گذر چکی ہے اور بخاری و مسلم میں ایک اسی مضمون کی حدیث ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مر یم و اما مکم فیکم ۔تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم لوگوں میں نازل ہوگا اس حالت میں کہ تمہارا امام موجود ہوگا۔ (بخاری۔ص ۴۹۰۔مسلم۔ص ۸۷)۔

اس حدیث کی شرح میں علماء اسلام کہتے ہیں کہ اس میں امام سے امام مہدی مراد ہے۔ اور جلد اول صحیح مسلم میں اس مضمون کی ایک حدیث یہ آئی ہے:

فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکر مۃ اللّٰہ ھذہ الا مۃ (مسلم ص ۸۷ ج ۱)۔کہ عیسیٰ بن مریم اتریں گے تو مسلمانوں کا امیر ان کو کہے گا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ وہ جواب دینگے کہ نہیں تم میں سے ایک دوسرے کا امام ہو، اس میں خدا نے اس امت کی تکریم کرنا منظور ہوگا۔

اس حدیث میں امیر سے امام مہدی مراد لینا بتایا جاتا ہے۔صحیح مسلم میں ایک اور حدیث میں جو جلد دوم صفحہ ۳۹۲ میں ہے، اس حدیث کے برخلاف یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ قتل دجال کیلئے نازل ہوں گے تو نماز کی اقامت ہونے پر وہ خود امام ہوں گے۔

فبینا ھم یعدون للقتال یسوون الصّفوف اذا قیمت الصّلوۃ فینزل عیسی بن مر یم فامّھم ۔

ان دونوں حدیثوں میں تطبیق و موافقت یوں ہوسکتی ہے کہ اس حدیث میں دوسری نماز کا ذکر ہے جس میں امام مہدی کیلئے تکبیر نہ کہی گئی ہوگی بلکہ حضرت مسیح کیلئے تکبیر کہی گئی ہوگی۔اس تطبیق وتوجیہ پر دلیل حضرت کا امام مہدی کے خطاب میں یہ کہنا ہے، جو ابن ماجہ کی حدیث میں گذرا ہے کہ

چونکہ یہ تکبیر آپ کی امامت کے لئے ہوئی ہے لہذا اس نماز کی امامت آپ ہی کرائیں۔

ایک حدیث صحیح مسلم میں ابن ابی ذئب راوی حدیث سے امام ہو جانے حضرت مسیح کی یہ تفسیر وارد ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق حکم و عمل کرنے میں لوگوں کے پیشوا ہوں گے اور لوگ ان کی پیروی کریں گے۔

ابن ابی ذئب عن نافع مولی ابی قتادہ عن ابی هریره ان رسول اللّٰه ﷺ قال کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم فقلت لا بن ابی ذئب ان الاوزاعی حدثنا عن الزهری عن نافع عن ابی هریره و امامکم منکم قال ابن ابن ابی ذئب اتدری ما امکم منکم فقلت تخبرنی قال امکم بکتاب ربکم و سنت نبیکم۔ (مسلم ص ۸۷)۔

ان تینوں وجوہ تطبیق وموافقت احادیث سے جو وجہ اختیار و پسند کی جاوے وہ وجہ صحیح و لائق پسند ہے۔

یہ احادیث صحیح مسلم اور ابن ماجہ اس باب میں نص قطعی ناقابل تاویل ہیں کہ حضرت مسیح بن مریم جو قیامت کے قریب نزول اجلال فرمائیں گے اور شخص ہیں اور امام مہدی اور شخص ہیں جو ان سے پیشتر موجود ہوں گے اور ان دونوں حضرات میں بوقت نماز امامت میں تکرار ہوگی۔ امام مہدی حضرت مسیح سے نماز میں امام ہونے کی درخواست کریں گے۔ حضرت مسیح اس سے انکار کر کے امام مہدی کو (جن کے واسطے نماز کی اقامت ہو چکی ہوگی) امام بنائیں گے۔ اس نص قطعی سے قادیانی پارٹی کی اس جعل سازی و دجالی چال بازی کی قلعی کھلتی ہے کہ وہ مسیح موعود اور مہدی معہود ایک ہی شخص (مرزا غلام احمد) کو قرار دیتے ہیں۔ اور پہلی حدیث متفق علیہ بخاری و مسلم میں و امامکم منکم کو عطف تفسیر ٹھہرا کر مرتکب تاویل سراپا تحریف وتسویل ہوتے ہیں اور اس تاویل وتسویل پر سنن ابن ماجہ کی حدیث لا مھدی الا عیسی کو دلیل ٹھہراتے ہیں اور خدا تعالی سے، پھر اہل علم حدیث سے شرما کر یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ حدیث تو صحیح نہیں ہے پھر وہ حضرت عیسیؑ کو امام مہدی بنانے میں ان احادیث صحیحہ مسلم اور خود ابن ماجہ کا مقابلہ کیونکر کرسکتی ہے۔

ناظرین اس حدیث کا غیر صحیح ہونا کتاب حجج الکرامۃ کے صفحہ ۳۸۵ میں ملاحظہ کریں ہم اس مقام میں اس کا خلاصہ نقل کرتے ہیں:

شوکانی در توضیح گفتہ و اما حدیث انس اخرجہ ابن ماجہ والحاکم

فی المستدرك لا مهدی الّا عیسی بن مریم فیمکن ان یقال فی تاویله لا مهدی کاملاً ولا شک انّ عیسی اکمل من المهدی لانّه نبیّ اللّٰه و هذا التّاویل متحتم لمخالفة ظاهرة للاحادیث المتواتره حافظ ابن القیم در منار گفتہ لا مهدی الّا عیسی از طریق محمد بن خالد جندی ازابان بن صالح از حسن بصری از انس بن مالک او از رسول اللّٰه ﷺ روایت کردہ ووے متفرداست بروایت آں ومحمد بن حسن اسنوی در کتاب مناقب شافعی محمد بن خالد را غیر معروف نزد اھل صناعت از اھل علم ونقل گفتہ و بیہقی گفتہ تفرد بہ محمد بن خالد ہذا و حاکم گفتہ و هو مجهول و قد اختلف علیه فی اسناده فروی عنه ابان بن ابی عیاش عن الحسن عن النّبیّ ﷺ فرجع الحدیث الی روایت محمد بن خالد و هو مجهول عن ابان و متروك و عن الحسن و هو منقطع و جمال الدین محمد بن ابی بکر در رسالہ الکلام المجدی فی اثبات خروج المهدی گفتہ حدیث لا مهدی الّا عیسی بن مریم اخرجه ابن ماجه و اخرجه ابو الحسن ازهری و قداجاب عنه الحفاظ کابی بکر العربی و ابن عبد البر القرطبیین بانه حدیث لا یصحّ فانّه انفرد بروایة محمد بن خالد و هو مجهول کما قاله البخاری و اختلف علیه فی اسناده فتارة یرویه عن ابان عن الحسن عن النّبیّ ﷺ مرسلاً و تارة عن الحسن عن انس عن النّبیّ ﷺ قال القرطبی و الاحادیث عن النبی ﷺ فی خروج المهدی ثابتة واضح من هذا الحدیث فالحکم بها دونه قلت و بتقدیر صحته فمدرج و تاویله واضح بخلاف تاویل الاحادیث التی فی خروج المهدی و در مشرب وردی گفتہ فالمراد معناه اللغوی و للتقدیر لا مهدی کاملاً فی ذلک الوقت الّا عیسی ۔(حجج الکرامۃ ص ۳۸۵)۔

شوکانی نے رسالہ توضیح میں کہا ہے جو حدیث انس سے ابن ماجہ اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے اس کی تاویل میں یہ کہنا ممکن ہے کہ کامل مہدی یعنی ہدایت یافتہ حضرت عیسیٰ ہیں اور اس میں شک نہیں کہ وہ امام مہدی سے بڑھ کر تھے کیونکہ وہ نبی تھے ۔ اس حدیث کی یہ تاویل واجب ہے کیونکہ

ظاہری معنی سے وہ حدیث احادیث متواترہ کے مخالف ٹھہرتی ہے۔ حافظ ابن قیم نے منار میں کہا ہے۔ یہ حدیث محمد بن خالد جندی نے ابان بن صالح سے اس نے حسن بصری سے اس نے انس بن مالک سے اس نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے اور وہ محمد بن خالد اس کی روایت میں اکیلا ہے اور محمد بن حسن السنوی نے کتاب مناقب شافعی میں کہا ہے کہ محمد بن خالد اہل صناعت حدیث و اہل علم ونقل کے نزدیک غیر معروف شخص ہے۔ امام بیہقی نے یہی کہا ہے کہ محمد بن خالد اس حدیث کی روایت میں اکیلا ہے۔ امام حاکم (صاحب مستدرک) نے کہا ہے کہ وہ مجہول الحال ہے۔ پھر اس سے اس حدیث کی روایت میں اختلاف ہوا ہے۔ ابان بن ابی عیاش نے اس حدیث کو حسن سے اس نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے تو اس حدیث کا رجوع محمد بن خالد کی طرف ہوا جو مجہول الحال ہے۔ اس نے اس حدیث کو ابان سے نقل کیا ہے جو متروک ہے۔ اس نے حسن کے ذریعہ آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے جو منقطع ہے (کیونکہ حسن نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا) اور جمال الدین محمد بن ابی بکر نے الکلام المجدی میں کہا ہے کہ ابن العربی و ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اکیلے محمد بن خالد کی روایت ہے اور وہ مجہول الحال ہے۔ یہ بات امام بخاری نے کہی ہے۔ اور اس کی روایت میں اختلاف ہے کبھی تو وہ حسن بصری سے بواسطہ آنحضرت ﷺ سے نقل کرتا ہے اور یہ روایت مرسل ہے اور کبھی بواسطہ انس آنحضرت ﷺ سے نقل کرتا ہے۔ امام قرطبی نے کہا ہے کہ آمد امام مہدی کی حدیثیں ثابت اور اس حدیث ابن ماجہ سے زیادہ صحیح ہیں لہذا ان کے مطابق فیصلہ چاہیے اور ان کے برخلاف اس حدیث پر نہیں۔ (ناقل) کہتا ہے کہ بصورت فرض کر لینے صحت اس حدیث اس کی تاویل واجب ہے بخلاف احادیث آمد مہدی (کہ وہ صحیح اور نصوص قطعی ہیں) مشرب وردی میں کہا ہے کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ اس حدیث ابن ماجہ میں مہدی سے لغوی معنی مراد ہیں یعنی ہدایت یافتہ اور معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ اس زمانہ حضرت عیسیٰؑ سے زیادہ اور کوئی ہدایت یافتہ نہ ہوگا)

حکیم نوردین وغیرہ اس حدیث کی صحت بتصریح وشہادت اہل حدیث ثابت کر دیں، اور احادیث صحیح مسلم کا جو اس واہی حدیث کے برخلاف مسیح ومہدی میں مغائرت کے ثبوت پر نص قطعی کے میں کافی جواب دیں، تو ہم مسیح ومہدی کا ایک ہونا مان لیں گے۔ مرزا کے خلیفو! اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہو۔ لو ایک ہی بات سے فتح پاتے ہو۔

در آنجا کہ امام مہدی کا آنا بھی روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے (جن کا ذکر عنقریب آتا ہے) ہوگا۔ اور نزول مسیح کے واسطے ان کا پیشتر آنا اکثر مسلمانوں میں مسلّم واتفاقی شرط ہے لہذا وجود امام مہدی اور ان کی روحانی برکات کو حضرت مسیح کی آمد کے نشانوں میں سے تسلیم کیا

گیا ہے اور آمد مسیح کے لئے ایک شرط لازمی مانا گیا ہے۔

بالجملہ حضرت مسیح کی دوسری آمد اہل اسلام قدیم کے اعتقاد میں ان بارہ آسمانی نشانوں کے ساتھ ہوگی جیسے ان کی پہلی آمد گیارہ آسمانی نشانوں سے ہوئی ہے اور ان کے نزدیک آنے والا مسیح وہی ہے جس میں یہ تئیس نشانات آسمانی پائے گئے ہیں اور پائے جائیں گے۔ وہ ایسے مسیح کی آمد کے منتظر و معتقد نہیں ہیں جو ان آسمانی نشانوں سے خالی و معرا ہو۔ اور دنیاوی سازشوں اور زمینی تدبیروں اور انسانی تجویزوں کے ساتھ وہ مسیح موعود بنا ہو۔

یہاں تک تو امام مہدی کا آنا حضرت مسیح کی آمد ثانی کے لئے ایک نشان اعر بطور شرط ہو نا تبعاً وضمناً بیان ہوا ہے۔ اب ان کی آمد پر مستقل بحث ہوتی ہے جس سے ثابت ہوگا کہ وہ بھی حضرت مسیح کی طرح اپنے مشن میں جنگ وتلوار وتفنگ سے کام نہ لیں گے بلکہ صرف آسمانی نشانات اور روحانی برکات سے دنیا میں اسلام کی اشاعت کریں گے اور کتاب وسنت کے مطابق حکم کریں گے۔ ان کے نشانات و برکات کو دیکھ کر لوگ جوق در جوق و بشوق و ذوق داخل اسلام ہونگے۔ لہذا ان کا آنا کسی سلطنت کے لئے خطرناک و ناگوار نہ ہو بلکہ مرغوب وخوشگوار۔ ہر سلطنت کے لئے خطرناک وہی مہدی ہیں جو آسمانی نشانوں سے محض خالی اور صاف کورے ہیں اور محض کذب و افتراء سے مہدی بن بیٹھے ہیں۔

آمد مہدی کی نسبت اہل اسلام قدیم کا اعتقاد وخیال

امام مہدی کی نسبت بھی اکثر اہل اسلام قدیم کا (جو امام مہدی کے منتظر و معتقد ہیں) یہی اعتقاد ہے کہ۔ ا۔ وہ بھی حضرت مسیح کی مانند آسمانی نشانات اور روحانی برکات اپنے ساتھ لائیں گے۔ ۲۔ ان کا یہ اعتقاد بھی بیان ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح امام مہدی کے وقت آئیں گے بلکہ ان ہی کی حمایت اور محاصرہ دجال سے ان کی تخلیص وصیانت کے لئے نزول اجلال فرمائیں گے۔ ۳۔ اور مسلمانوں میں مدت قیام امام مہدی بھی وہی سات سال تسلیم کی جاتی ہے جو حضرت مسیح کی آمد ثانی کے بعد ان کی مدت قیام تسلیم کی جاتی ہے۔ ۴۔ اور یہ اعتقاد مسلمانان قدیم کا بیان ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح قتل دجال کے بعد حکم جنگ و جہاد کی تعمیل کو دنیا سے اٹھا لیں گے۔ اور تلوار کو لڑائی کے کام سے بے کار کر دیں۔ ۵۔ اور یہ بھی مسلمانان قدیم کے نزدیک مسلم ہے کہ امام مہدی صرف ولی ہونگے اور حضرت مسیح نبی۔ ۶۔ اور یہ بھی ان کے نزدیک مسلم ہے کہ ولی نبی کا تابع ہوتا ہے اور نبی

اس کا متبوع، اس کا عکس نہیں ہوتا کہ ولی متبوع اور نبی اس کا تابع ہے۔اور یہ بھی ان کے نزدیک مسلم ہے کہ امام مہدی حضرت مسیح کے برخلاف کچھ نہ کریں گے بلکہ ان کے حکم ومشورہ پر چلیں گے۔

ان ہفت گانہ اعتقادات ومسلمات اہل اسلام قدیم کا یقینی لازمہ ہے کہ ان کے نزدیک امام مہدی بھی اپنے مشن (اشاعت وترقی دین) کو جس کے واسطے بھیجے جائیں گے جنگ وتلوار سے پورا نہ کریں گے بلکہ ان ہی روحانی انوار وبرکات وآسمانی نشانات جن سے حضرت مسیح دین کوترقی دیں گے، اور یہ امر ناممکن اور بحکم مسلمات اسلامیہ وعقائد مذکورہ اہل اسلام محال ہے کہ حضرت مسیح تولڑائی کوموقوف کردیں اور امام مہدی باوجود تابع ومطیع ہونے کے اس لڑائی کی آگ کو سلگاتے رہیں۔اور دنیا میں اس کو بھڑکاتے پھریں۔جس کو عقائد سبعہ مذکورہ اہل اسلام کا علم ویقین ہوگا وہ ان کی طرف اس اعتقاد کو ہرگز منسوب نہ کرے گا۔

حضرت مسیح کے نزول سے پہلے ہر چند معرکہ سفیانی وغیرہ میں مسلمانوں کو مدافعت کیلئے تلوار سے کام لینا پڑے گا مگر جب سفیانی مارا جائے گا اور اس کے بعد دجال نکلے گا اور اس کے قتل کے لئے حضرت مسیح کا نزول ہوگا اور وہ ہلاک ہوگا تو پھر سیفی جہاد کا دروازہ بند ہوجائے گا۔

منجملہ ان عقائد ومسلمات ہفت گانہ اہل اسلام عقیدہ دوم وہفتم کا بیان توضمن بیان اعتقاد آمد ثانی مسیح ہو چکا ہے اور عقیدہ پنجم وششم محتاج بیان وثبوت نہیں ہے۔کوئی اہل علم مسلمان ان سے بے خبر ومنکر نہیں ہے۔اب رہا انکا اعتقاد اول وسوم۔سو ذیل میں بیان اور ثابت کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ثابت کیا جائے گا کہ حضرت مسیح کی آمد سے پہلے گو مسلمان سیفی جہاد کریں گے مگر آمد مسیح کے بعد سیفی جہاد کا خاتمہ ہوجائے گا۔

اعتقاد اول وسوم اور اس کے متعلقات کا بیان

امام مہدی کی نسبت اعتقاد اول وسوم اہل اسلام کے بیان سے پہلے یہ بیان ضروری ہے کہ اہل اسلام قدیم جس مہدی کو روحانی برکات اور آسمانی نشانات کا محل ومظہر سمجھتے ہیں وہ کوئی خاص ایک شخص ہے یا ہر کوئی شعبدہ بازی سے نشان نمائی کا مدعی ہو کر امام مہدی بن سکتا ہے۔

پس واضح ہو کہ اہل اسلام قدیم کے نزدیک امام مہدی خاص ایک شخص خالص وصحیح النسب سید ہوگا جو خاتون جنت فاطمہ زہرا کی اولاد سے خاص کر امام حسن کی پشت سے شہر مدینہ طیبہ میں پیدا ہوگا اور مکہ مکرمہ میں مقام ابراہیم اور رکن کے مابین مجبوراً اس کی خواہش کے بغیر اس کو امام

بنایا جائے گا اور مہدی ہونے کا خطاب وہ خود اپنے لئے اختیار نہ کرے گا بلکہ یہ خطاب آسمان سے اور فرشتہ کے ذریعہ اس کے لئے نازل ہوگا۔ اس کا نام محمد ہوگا، اور باپ کا نام عبداللہ اور اس کا حلیہ خاص ہوگا جو کسی دوسرے میں نہ پایا جائے گا اور وہ آنحضرت ﷺ کا اخلاق کریمانہ میں مشابہ ہوگا، نہ صورت میں۔

ترمذی اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے قال رسول اللہ ﷺ لا تذھب اولاً تنقضی الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمه اسمی (ترمذی ج ۲ ص ۱۵۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۲۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا فنا نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص تمام عرب کا مالک نہ ہو جائے گا جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا

و فی روایة یواطی اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی ۔(ابوداؤد۔ج ۲ ص ۲۳۲)۔ کہ اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق ہوگا

و فی روایة المھدی من عترتی من ولد فاطمه ۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۲۔ کہ مہدی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔

و فی روایة قال علی و نظر الی الحسن ان ابنی ھذا سید کما سماہ رسول اللہ و یخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبه فی الخلق و لا یشبه فی الخلق یملاء الارض عدلاً ۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۳۔ کہ حضرت علی نے اپنے فرزند امام حسن کو دیکھ کر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام سید رکھا ہے۔ اس کی پشت سے ایک آدمی پیدا ہوگا جو تمہارے نبی کے نام سے موسوم ہوگا۔ وہ صورت میں آنحضرت ﷺ سے مشابہ نہ ہوگا مگر اخلاق میں آپ کا مشابہ ہوگا۔ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

المھدی منی اجلی الجبھة اقنی الانف یملاء الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً یملک سبع سنین ۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۳۔ مہدی میری نسل سے ہوگا روشن یعنی کھلی پیشانی والا اونچی ناک والا زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم سے بھری ہوگی سات برس حکومت کرے گا

و فی روایة نعیم بن حماد قال رسول اللہ ﷺ اسمه محمد ۔ حجج الکرامہ ص ۳۵۲۔ نعیم بن حماد کی روایت میں آیا ہے کہ اس کا نام محمد ہوگا۔

کتاب حجج الکرامۃ میں امام مہدی کا حلیہ متعدد کتابوں سے نقل کیا ہے اس مقام میں اسی

کی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے:

اما حلیہ وے پس ابوسعید خدری از آنحضرت ﷺ روایت کردہ کہ فرمود

المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملاء الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً یملک سبع سنین۔

اخرجه ابو داؤد۔ و اخرجه الرویانی من حدیث حذیفه بلفظ المهدی رجل من ولدی وجه کالکوکب الدری قاله جمال الدین محمد بن ابی بکر الاشخر المهدی من اہل البیت اشم الانف اقنی اجلی یملاء الارض قسطاو عدلاً کما ملئت جوراً و ظلماً

محمد بن جعفر گفتہ مہدی باریک حاجب و دراز کمان ابرو دست ونیست میان ابروہائے وے افتران وکلان جسم است اخرجہ الحاکم ونعیم بن حماد۔ و در روایت علی کرم اللہ وجھہ است کہ انبوہ ریش وشرمگین چشم و سیاہ مردمک و درخشندہ دندان است و بررخ کالے داشتہ باشد و بر شانہ او علامت آنحضرت ﷺ بود وعبدالغفار فرفارسی در مجمع الغرائب وابن الجوزی در غریب الحدیث وابن کثیر در نہایہ آوردہ مرفوعاً کہ میان ہر دوران وے بعد باشد وعبدالرحمٰن بن عوف گفتہ کشادہ دندان باشد۔ ابونعیم وابن عباس گفتہ۔ میانہ قد مشروب الحمرۃ باشد۔ وابوامامہ ازاں حضرت ﷺ روایت کردہ۔ روئے او کوکبے است درخشاں در رخسارء راست وے خالے سیاہ رنگ باشد و بروے دو عبائے قطران بود گویا مردے از بنی اسرائیل است

رویانی در مسند وابونعیم از خذیفہ روایت کردہ اند مرفوعاً کہ مہدی مردے از اولادمن است رنگ او رنگ عربی ست وجسم او جسم اسرائیلی ولفظ شیخ علی متقی در حلیہ وے اینست کہ در کتف او علامتے باشد چنانچہ در کتف حضرت ﷺ بود وروئے او ہمچو ستارء درخشندہ باشد پیشانی کشادہ بینی دراز و باریک میان بینی بلند نماید کمان ابرو باشد و با درازی ابرو چشمائے او فراخ باشد درمیان دندان اوفرقے باشد یعنی سخت متصل نباشد ورنگ او رنگ عربیان باشد یعنی گندم گوں وجسم او جسم بنی اسرائیل یعنی درعرض وطول۔ بر رخسارہء راست او خال سیاہ باشد و ہم چنیں بر کف دست راست نیز باشد ولکنت در زبان او باشد کہ در وقت بستگی سخن دست راست بر زانوئے چپ زند آنگاہ سخن تولد گفت و درمیان ہر دو زانوئے وے کشادگی و بعد باشد و انبوہ ریش بود و چشمائے او سرمہ رنگ خلقی باشند انتہی۔ ونحوہ فی الاشاعۃ وابوطفیل گفتہ کہ آنحضرت

ﷺ وصف کرد مہدی را وفرمود کہ در زبان او گرانی است بزند زانوئے چپ خود را بدست راست خود وقتے کہ درنگ کند بروے سخن اخرجہ نعیم بن حماد واین حرکتے است کہ از مرد الکن ثقیل اللسان وقت تکلم بے اختیار صادر میشود

حدیث چہارم ابوداؤد میں جو امام مہدی کو اخلاق نبوی کا مشابہ قرار دیا گیا ہے ایک بڑا بھاری وصف ونشان ہے جس سے سچے اور اصلی مہدی کے جھوٹے اور نقلی مہدیوں سے آسانی تمیز ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کو بشہادت آیت انک لعلی خلق عظیم۔ خلق عظیم پر پیدا کیا ہے۔ اور منجملہ اخلاق نبوی ایک خلق عظیم جو اس مقام میں لائق ذکر ہے آپ کا بے غرض ہونا اور زینت واموال دنیا سے بے رغبت ہونا ہے، آپ نے دنیا کے بادشاہ ہوکر بھی تمام زندگی میں دو روز متواتر جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا۔ ازواج واولاد کیلیئے سونے چاندی کا زیور نہ بنایا تھا، جن کپڑوں میں آپ نے انتقال کیا ان میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ ان حالات کی تفصیل کتب صحاح احادیث میں اور رسالہ اشاعۃ نمبر۴ جلد ۲۰ میں ہوچکی ہے۔

یہ امام مہدی کے نام اور نسب اور اوصاف کے متضمن احادیث ہیں اور ان کے مدینہ میں پیدا ہونے اور مکہ میں مجوراً امام بنائے جانے اور آسمان مہدی کا خطاب پانے کے متضمن روایات عنقریب منقول ہوں گی۔

ان احادیث سے اہل اسلام (جو ان احادیث کو مانتے ہیں) یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہر مدعی نمائش نشان آسمانی سحر یا مسمریزم سے کوئی کرتب دکھا کر مہدی موعود نہیں ہوسکتا۔ اور اگر وہ سید نہ ہو۔ ۲۔ یا سید ہوتو اولاد فاطمہ اور حسن سے نہ ہو۔ ۳۔ یا ان کی اولاد سے ہو مگر اس کا نام محمد بن عبد اللہ نہ ہو۔ ۴۔ یا نام محمد بن عبداللہ ہو مگر وہ مدینہ منورہ کی پیدائش نہ ہو، پنجاب و ہندوستان کا ہو۔ ۶۔ یا وہ خاص مدنی ہو یا ان سب صفات سے موصوف ہوکر امام مہدی بن بیٹھا ہو، مگر اپنی مہدویت و امامت کے ذریعہ ہزار ہا روپیہ مریدوں سے بٹور کر اس مال سے دنیا کا عیش اڑاتا ہو؛ گھی کی جگہ پلاؤ قورمہ میں روغن بادام ڈلواتا ہو اور بیوی بیٹی کے لئے ہزار ہا روپیہ کا سر سے پاؤں تک سونے کا زیور بنواتا ہو اور خود بھی لباس فاخرہ مرینہ پشمینہ پہنتا ہو اور بیوی بیٹی کو گوٹا کناری پہناتا ہو ایسا شخص مہدی ہونے کا مدعی ہوگا تو وہ ان اہل اسلام کے نزدیک اس دعوی میں جھوٹا اور مہدی کاذب کہلائے گا۔ اور جو شخص ان صفات ستہ میں سے ایک بھی صفت نہ رکھتا ہو، اور اپنی عمر ناجائز عیش وعشرت کی کامرانی میں اور ہدایت کفار ومشرکین سے بے اعتنائی وناکامی کے ساتھ مرگیا ہو وہ ان کے نزدیک

فرعون و ہامان یا دجال و شیطان کہلائے گا۔ادنی درجہ کا بھی مسلمان نہ ہوگا۔

یہ اس مدعی مہدویت پر عدم تصادق صفات خلقی ومعنوی امام مہدی کی وجہ سے علماء اسلام کا حکم وفتوی ہوگا۔ اور جو شخص صفات خلقی وصوری میں حضرت امام مہدی کے حلیہ مذکورہ بالا سے متفارق ہوا ہے یا ہوگا اس کو تو گلی کوچے کے لونڈے اور بازاری عوام مسلمان (چہ جائے اہل حکم وافتاء) بھی مہدی کا ذب قرار دیں گے۔اور اس پر ہزار لعنت کہیں گے (جیسا کہ مہدی قادیانی کے ساتھ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں اس کے دہلی میں پہونچ کر ایسے دعاوی کرنے پر عوام اہل اسلام دہلی کی طرف سے اس کی خدمت گذاری اور آؤ بھگت ہوئی جس کی وجہ سے وہ جب تک دہلی رہا پولیس کی پناہ لے کر رہا اور جب وہاں سے نکلا تو رات کے تین بجے چوری نکلا) اور اس کو اردو فارسی میں شدبد جاننے والے ان مہذبانہ الفاظ سے مخاطب کریں گے: کلاہ خسروی و بادشاہی بہر کل کے رسد حاشا وکلا

اس بیان سے مہدی کی تعیین وتشخیص ہوگئی ،تو اب مہدی کی نسبت اعتقاد اول وسوم اہل اسلام کی تشریح کی جاتی ہے:

سنن ابی داؤد میں ذکر مہدی کے عنوان سے ایک باب منعقد کرکے روایت کیا ہے:

عن ام سلمه زوج النّبی ﷺ عن النّبیّ ﷺ قال یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینة هاربا الی مکه فیاتیه ناس من اهل مکه فیخرجوناه و هو کاره فیبایعونه بین الرکن و المقام و یبعث الیه بعث من الشام فیخسف بهم بالبیداء بین مکه و مدینة فاذا رأی الناس ذلک اتاه ابدال الشام و عصائب اهل العراق فیبایعونه ثم ینشو رجل من قریشا خوا له کلب فیبعث الیهم فیظهرون علیهم و ذلک بعث کلب و الخیبة لمن لم یشهد غنیمة کلب فیتقسم المال و یعمل فی الناس بسنة نبیهم ﷺ و یلقی الاسلام بجرائه الی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی و یصلی علیه المسلمون۔(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۳) کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کے فوت ہوجانے کے وقت اختلاف پڑجائے گا کہ اسکی جگہ کون خلیفہ ہو۔ایک شخص اہل مدینہ سے مکہ کی طرف نکل جائے گا۔مکہ کے لوگ اس کے پاس پہنچیں گے اور اس کو مجبور کر کے مقام ابراہیم اور رکن کے مابین اس سے بیعت خلافت کریں گے۔اس کے مقابلے کے

لئے شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا وہ مکہ اور مدینہ درمیان ایک میدان میں دھنسایا جائے گا۔ یہ دیکھ کر شام کے ابدال اور عراق کے لشکر اس کے پاس پہنچیں گے۔ پھر ایک شخص قریش سے جس کے ننہال بنی کلب کہلائیں گے سر اٹھائے گا۔ اور وہ اپنا لشکر مسلمانان پیروان امام مہدی کی طرف بھیجے گا مسلمان اس پر غالب آئیں گے سفیانی کے لشکر کو لوٹیں گے جو اس لوٹ میں حاضر نہ ہوا وہ محروم رہا۔ مہدی وہ مال لوگوں میں تقسیم کرے گا اور لوگوں میں ان کے نبی کی سنت کا عمل جاری کرے گا اور اسلام اپنی گردن زمین پر رکھ دے گا (جیسے اونٹ آرام کے وقت زمین پر منہ رکھ کر سو جاتا ہے) مہدی اسی حالت میں امن و آرام سے سات برس بسر کرے گا اور پھر فوت ہوگا اور مسلمان اس پر جنازہ پڑھیں گے۔

اس حدیث کو ماننے والے اور جس امام کا اس حدیث میں ذکر ہے اس کو امام مہدی قرار دینے والے اہل اسلام اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں اور اس کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں کہ امام مہدی مدینہ میں ہونگے اور مکہ میں لوگوں کے جبر سے، نہ اپنی خوشی سے، امام بنائے جائیں گے۔ لوگ ان کو ڈھونڈ کر زور و جبر سے امام بنائیں گے وہ خود اپنے امام بنائے جانے کی کوشش اور سازش نہ کریں گے۔ خدا ان کی تائید کے واسطے یہ نشان آسمانی ظاہر کرے گا کہ ان پر چڑھائی کرنے والے ایک لشکر کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ اور ایک ظالم لشکر پر ان کو فتح دے گا۔ اس لڑائی میں پیشقدمی مخالف کی طرف سے ہوگی لشکر امام مہدی سے صرف اس کی مدافعت ہوگی۔ مخالف پر فتح پا کر امام مہدی جنگ و قتال سے فارغ البال ہو جائیں گے اور سات سال تک بامن زندگی بسر کریں گے اور اسلام اور سنت نبی ﷺ کا عمل بلا خوف و معارضہ مخالفین جاری کریں گے یہاں تک کہ اس دنیا سے رحلت فرمائیں گے اور مسلمان اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے

اس حدیث سے یہ بھی قطعی نتیجہ نکلتا ہے اور مسلمانوں میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس وقت تک جو سوڈان و ہندوستان وغیرہ بلاد میں مہدی موعود پیدا ہوئے ہیں وہ سب کے سب دعوی مہدویت و امامت میں جھوٹے ہیں۔ وہ نہ مدینہ میں پیدا ہوئے نہ مکہ میں جبراً امام بنائے گئے۔ انہوں نے خود اپنی سازش سے اپنی امامت و مہدویت کا سکہ جمانا چاہا مگر خدا تعالی نے وہ سکہ جمنے نہ دیا۔ ان کی تائید میں نشان مذکور (خسف) یا اور نشان (جس میں ان کی کتربیونت و تاویل و تسویل کا دخل نہ ہو) ظاہر نہ کیا اور ان کی مہدویت و امامت کو دنیا نے کجا ان کے اضلاع و دیہات کے تمام لوگوں نے بھی تسلیم نہ کیا۔ اور ان سے تمام دنیا میں امن و اجراء اسلام و سنت نبی ﷺ کہاں، خود ان کی جان

کو بھی امن حاصل نہ ہوا۔ اور ان کے اپنے گاؤں وضلع میں بھی اسلام عام نہ پھیلا۔ ان میں کوئی (مہدی سوڈان) مدت العمر خون وکشت میں سرگرداں رہا۔ اور اسی حالت میں مرا اور آخر اس کی قبر اور نعش کو اسکے مخالفوں نے ذلیل کیا۔ کوئی (مہدی قادیان) اپنے گاؤں میں حکام وقت کی دار وگیر کے خوف سے بے دست و پا و بے زبان ہو کر گوشہ نشین رہا۔ حکام وقت کے خوف سے اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ اپنے ارادہ وخواہش کے مطابق اپنے خیالات (جن کو صفحہ ۱۰۶ کتاب دافع الوساوس میں ظاہر کر چکا) بخوبی ظاہر اور اس پر عمل کر کے اپنا مشن پورا کرے بلکہ برخلاف ان خیالات مندرجہ دافع الوساوس کے وہ مدت العمر اپنے مخالف اعتقاد سلطنت انگریزی (جن کو خدا تعالی کا نافرمانبردار جانتا رہا) دار وگیر کے خوف سے اس کو ابر رحمت اور تمام اسلامی سلطنتوں سے بہتر و بابرکت کہتا اور اس کو مشتہر کرتا رہا اور اسی کے خوف سے اور جھوٹی خوش آمد کی غرض سے اسلام کے ایک حکم اور اسلامی فرض رکن اعظم (جہاد) کو مطلق حرام بتاتا رہا (جہاد کو مطلق حرام سمجھنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔ جہاد اسلام کا ایک رکن اور قطعی فرض ہے مگر ہاں وہ ایسی شرائط سے مشروط ہے، جیسی نماز و روزہ وحج وزکوۃ کے واسطے شرائط ہیں۔ مثلاً نماز کے واسطے وضو، روزہ کے واسطے عورت کا حیض سے پاک ہونا، حج وزکوۃ کے لئے مالدار ہونا وعلی ہذا القیاس۔ اور ان شرائط کی تفصیل ہمارے رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد میں ہو چکی ہے۔ ان ہی شرائط سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہبی جہاد ان مخالفین اسلام سے جائز نہیں جو مذہب اسلام سے تعرض نہ کریں اور مسلمانوں کو مذہب کی وجہ سے نہ ستائیں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ ان کو امن دے کر یا ان سے امن لے کر رہتے یا راستہ چلتے ہوں۔ محمد حسین) اور جھوٹی خوش آمد کا ورد کرتا ہوا بے نیل مرام و ناکام اس دنیا سے چل دیا۔ یہ لوگ امام مہدی ہوتے تو اپنی روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے تمام دنیا میں دین اسلام اور سنت نبی بعد اسلام کو پھیلا کر دنیا سے اٹھائے جاتے اور روئے زمین کو دار الامن والامان بناتے اور کم سے اپنی ہی جائے سکونت سوڈان و قادیان کو ایسا دار الامن بناتے کہ ان میں ان کے مخالف دخل نہ پاتے نہ اس کے برعکس وہ اپنے گھر اور گاؤں کو جس کا نام دار الامان والامان رکھا ہوا تھا، حقیقۃً دار الامن نہ بنا سکے۔

اس حدیث ابوداؤد میں جو امام مہدی کی میعاد حکومت سال بیان ہوئی ہے یہ بجنسہ وہی میعاد ہے جو حضرت مسیح کی مدت حکومت اہل اسلام میں تسلیم کی گئی ہے اور حدیث صحیح مسلم میں منقول ہے۔ اس میعاد پر تصریح ہوئی ہے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر اور مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اسی حدیث مسلم کی دستاویز سے معیاد حکومت حضرت مسیح سات سال قرار دی ہے اور حجج الکرامۃ میں بصفحہ ۳۸۲ بدست آویز قول ابن حجر یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ دونوں مدتیں ایک ہی مدت ہے اس وجہ سے اس امن و

برکت وعدل کو جواس مدت میں پایا جائے گا کبھی حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور کبھی امام مہدی کی طرف ۔

اس وحدت واتحاد مدت حضرت مسیح اور امام مہدی سے بھی یہ نتیجہ یقیناً نکلتا ہے کہ اس مدت میں امام مہدی کوئی جنگ جہاد نہ کریں گے اور اپنی روحانی برکات اور آسمانی نشانات کے ذریعہ اسلام اور سنت نبی ﷺ کو دنیا میں پھیلائیں گے جیسے مسیح اپنے آسمانی برکات سے دین کو ترقی دیں گے ۔ دونوں حضرت کی مدت حکومت کو ایک مان کر یہ کہنا جائز نہیں اور بحکم عقل بھی ممکن نہیں کہ حضرت مسیح تو اس مدت میں امن پھیلاویں اور تلوار کو بے کار ٹھہراویں اور امام مہدی ان کے برخلاف تلوار کھینچ کر دنیا میں خونریزی کریں اور پھر ایک دوسرا کا موافق مشاور ٹھہرے ۔ انّ فی ذلک لذکری لمن کان له قلب او القی السّمع و هو شهید ۔

اہل اسلام سے بعض حاطب اللیل مصنف اپنی تصانیف میں بعض روایات ایسی لائے ہیں جن میں پایا جاتا ہے کہ آخری زمانہ میں جولڑائیاں اہل اسلام کی رومی عیسائیوں سے ہوں گی (خصوصاً وہ بڑی لڑائی جس میں رومیوں کے اسّی نشان نکلیں گے اور ہر نشان کے نیچے بارہ ہزار جنگی لوگ ہونگے) ان میں امام مہدی شریک ہوں گے ۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ امام مہدی تقلید مذاہب چھوڑا کر خالص سنت وحدیث پر بزور شمشیر عمل کرائے گا ۔ اور اس کے مقابلے میں بعض لوگوں نے کہا کہ قیامت کے قریب مسیح بن مریم آئے گا تو وہ حنفی مذہب کے مطابق حکم احکام جاری کرے ۔

ان مصنفوں کی روایات اور ان کے خیالات مذکورہ میں ہم کوئی محدثانہ یا متکلمانہ بحث نہیں کرنا چاہتے کیونکہ اس بحث کو اس مضمون میں ترک کرنے بضمن تمہید وعدہ دے چکے ہیں ۔ اس مقام میں ان روایات کا دوسری روایات سے (جوان کی روایات سے درجہ وطبقہ میں برابر ہیں یا ان سے بڑھ کر ہیں) معارضہ ومقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور اس معارضہ کو ان روایات کے ناقابل اعتبار ہونے کے لئے کافی سمجھتے ہیں ۔ وہ روایات جن کو ہم معارضہ میں پیش کریں گے تین قسم کی روایات ہیں ۔ قسم اول وہ روایات جو روایات کتب مصنفین مذکور ہی کے ہم درجہ وہم طبقہ ہیں اور اس میں صاف پایا جاتا ہے کہ رومیوں سے مسلمانوں کی لڑائیاں امام مہدی کے آنے سے پہلے ہو چکی ہونگی ۔ امام مہدی ان کے بعد آئیں گے ۔ قسم دوم اس مضمون کی روایات دیگر کتب جو کتب مصنفین مذکورین سے درجہ اور طبقہ میں مقدم و بالاتر ہیں ، اور ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ لڑائیاں امام مہدی کے آنے سے پہلے ہو چکی ہونگی ۔ قسم سوم دونوں طبقہ ودرجہ کی روایات متضمن فضائل وخصائص و برکات

امام مہدی، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لڑائیوں میں شامل ہونا اور سال ہا سال تک (یعنی چھ سال تک جو ان لڑائیوں کی میعاد بیان کی گئی ہے) ان لڑائیوں میں سرگردان پھرنا اور فتح کا منہ نہ دیکھنا اور پھر ساتویں سال فتح یاب ہونا امام مہدی کی رفیع شان سے جو ان روایات میں بیان ہوئی ہے، نہایت بعید ہے۔

روایات قسم اول کی نقل و تفصیل کو ہم فضول سمجھتے ہیں لہذا بجائے اس نقل و تفصیل ان ہی حاطب اللیل مصنفوں کے (جو ان روایات کو اپنی روایات مذکورہ کے ساتھ اپنی کتابوں میں نقل کر کے ان پر اعتماد و تمسک کر چکے ہیں) اس اعتراف کی نقل و بیان پر کہ ان روایات سے ان لڑائیوں کا آمد مہدی سے پہلے واقع ہونا ثابت ہوتا، اکتفا کرتے ہیں۔

صاحب حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ اس کے صفحہ ۳۴۹ میں اس مضمون کی ایک روایت لایا ہے کہ عیسائی قسطنطنیہ پر متسلط ہو جائیں گے اور ان کا عمل و حکم خیبر کے قریب تک پہنچ جائے گا اور شاہ روم قسطنطنیہ چھوڑ کر شام چلا جائے گا اور عیسائیوں کے ایک فرقہ سے صلح کر کے دوسرے فرقہ سے لڑائی کرے گا اور اس لڑائی میں مسلمان فتح یاب ہونگے تو ایک عیسائی کہے گا کہ صلیب کو غلبہ و فتح ہوئی۔ مسلمان کہے گا نہیں اسلام کو فتح ہوئی۔ پھر ایک مسلمان غصہ میں آکر صلیب کو توڑ دے گا تو ان دونوں جماعتوں میں جنگ شروع ہو جائے گی پھر مسلمان بادشاہ شہید ہو جائے گا اور عیسائیوں کا تسلط ملک شام پر ہو جائے گا اور باقی ماندہ مسلمان مدینہ منورہ کی طرف رجوع کرینگے اور عیسائیوں کا تسلط خیبر کے قریب تک پہنچ جائے گا تو اس وقت مسلمان امام مہدی کی تلاش کریں گے تا کہ انکی مدد سے وہ اس بلا سے نجات پائیں۔

اس روایت کا ظاہر مفہوم بحسب اعتراف صاحب حجج الکرامۃ یہ ہے کہ یہ لڑائیاں مسلمان اور عیسائیوں کی حضرت امام مہدی کی آمد سے پہلے ہو چکی ہونگی مسلمانوں کی سلطنت اور حکومت کو روم و شام میں ضعف و زوال آئے گا اور مسلمانوں کی جائے پناہ مدینہ منورہ ہوگا۔ تب امام مہدی او جود ظہور پذیر ہوگا، نہ اس سے پیشتر اور لڑائیوں اور خونریزیوں کے وقت میں۔

اس روایت رسالہ حشریہ میں امام مہدی کے پہلے چند واقعات کی نسبت اعتقاد اہل اسلام بیان ہوا ہے: اول بہت بلاد اسلامیہ پر نصاریٰ کا تسلط ہو جانا۔ دوم ایک شخص کا اولاد ابوسفیان سے شام و مصر میں حکمران ہو جانا اور سادات کو قتل کرنا۔ سوم اسی کے درمیان میں نصاریٰ کے ایک فرقہ کا شہر قسطنطنیہ پر متسلط و متصرف ہو جانا اور اس وجہ سے شام و روم کا قسطنطنیہ کو چھوڑ کر شام میں

چلا جانا اور دوسرے فرقہ نصاری سے دوستی و مصالحت کر کے اس کی مدد سے مخالف فرقہ نصاری سے جنگ کرنا اور اس جنگ میں فتح پانا۔ چہارم اس فتح کی نسبت نصاری کا یہ دعوی کرنا کہ یہ فتح صلیب کو ہوئی اور بعض مسلمانوں کا دعوی کرنا کہ یہ فتح اسلام کو ہوئی ہے اور اس تکرار کی وجہ سے نصاری کا عہد شکنی کرنا۔ پنجم مسلمانوں اور ان کے موافق فرقہ نصاریمیں جنگ ہو جانا اور اس جنگ میں اسلام کے بادشاہ کا شہید ہو جانا اور اس فرقہ نصاری کا دوسرے مخالفین نصاری سے صلح کر لینا اور ملک شام میں نصاری کا تسلط پا لینا اور ان کی حکومت کا خیبر کے قریب پہنچ جانا۔ ۶ اور باقی ماندہ مسلمانوں کا مدینہ منورہ کی طرف رجوع کرنا۔ ۷۔ اس وقت مسلمانوں کا امام مہدی کو تلاش کرنا تا کہ ان کی مدد سے ان کو اس بلا سے نجات حاصل ہو۔

ان تینوں واقعات اور واقعہ سوم کے ضمنی امور ہفت گانہ پر احادیث ذیل میں روشنی پائی جاتی ہے جو صحیحین اور سنن ابوداؤد میں مروی ہیں۔

مسلمانوں اور نصاری کی صلح کرنے پھر نصاری کی عہد شکنی کر کے مسلمانوں سے لڑنے اور جماعت مسلمانوں کے شہید ہو جانے کا ذکر سنن ابوداؤد کی اس حدیث میں وارد ہے:

عن خالد قال جبير انطلق بنا الى ذى مخبر رجل من اصحاب النبى ﷺ فقال سمعت رسول الله ﷺ يقول ستصلحون الروم صلحاً آمناً فتغزون .... فتنصرون و تغنمون و تسلمون حتى ترجعون حتى تنزلوا بمرج ذى تلول فيرفع رجل من اهل النصرانية الصليب فيقول الصليب فيغضب رجل من المسلمين فيدقه فعند ذلك تغدر الروم و تجمع الملحمة و عن حسان انه زاد فيه فيثور المسلمون الى اسلحتهم فيقتلون فيكرم الله تلك العصابة بالشهادة ۔ رواہ ابوداؤد۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ رومی (عیسائیوں) سے با امن صلح کرو گے پھر تم کو فتح ہوگی تم لوٹ کا مال پاؤ گے اور خود (لوٹے جانے سے) بچو گے لڑائی سے پھر کر ٹیلوں والی چراگاہ میں پہنچو گے ایک نصرانی صلیب کو اٹھا کر کہے گا کہ صلیب کو فتح ہوئی ایک مسلمان کو اس پر غصہ آئے گا تو وہ صلیب کو توڑ ڈالے گا (اور کہے گا کہ اسلام کو فتح ہوئی) اس وقت عیسائی جماعت عہد شکنی کریں گے اور لڑائی ہوگی اور مسلمان شہید ہو جائیں گے۔

عیسائیوں کے مسلمانوں کے ساتھ صلح کر کے عہد شکنی کرنے اور ان پر چڑھائی کرنے کا ذکر صحیح بخاری کی اس حدیث میں آیا ہے:

عن عوف بن مالک عن النبی ﷺ فی حدیث ثم ھدنتہ تکون بینکم و بین بنی الاصفر فیغدرون فیاتونکم تحت ثمانین غایۃ تحت کل غایۃ اثنا عشر الفاً ۔ رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ ص ۴۵۸)

جس میں چھ علامات قیامت کا ذکر ہے۔ ا۔ آپ کی موت ۔۲۔ فتح بیت المقدس ۔۳۔ طاعون ۔۴۔ مسلمانوں میں ایسی کثرت مال ہوگی کہ سو دینار کو ہیچ سمجھنے کی وجہ سے خوش نہ ہونگے ۔ ۵ ۔فتنہ تمام عرب میں ۔ ۶ ۔ مسلمانوں کا نصاری سے صلح کرنا پھر ان کا غدر کرنا اور اسّی جھنڈے لے کر جس میں ہر ایک کے ماتحت ۱۲ ہزار فوج ہوگی مسلمانوں پر چڑھائی کرنا۔

اور عیسائیوں کے مسلمانوں پر چڑھائی کرنے اور مسلمانوں میں سے بہت لوگوں کے شہید ہو جانے پر قسطنطنیہ پر فتح پانے کا ذکر ان احادیث میں حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت ابن مسعودؓ کے جس میں یہ بیان ہے:

لا تقوم الساعۃ حتّی ینزل الروم با لاعماق او بوابق فیخرج الیھم جیش من المدینۃ من خیار اھل الارض یو مئذٍ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بیننا و بین الّذین سبوا منا نقا تلھم فیقول المسلمون لا و اللّٰہ لا نخلی بینکم و بین اخواننا فیقاتلونھم فیھزم ثلث لا یتوب اللّٰہ علیھم ابداً و یقتل ثلثھم افضل الشھداء عند اللّٰہ و یفتتح الثلث لا یفتنون ابداً فیفتتحون قسطنطنیہ فبیناھم یقتسمون الغنائم قد علقوا سیوفھم بالزیتون اذ صاح فیھم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فی اھلیکم فیخرجون و ذلک باطل فاذا جاء الشام خرج فبینا یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلوۃ فینزل عیسی ابن مریم فامھم فاذا راہ عدو اللّٰہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لا نذاب حتی یھلک و لکن یقتلہ الہ بیدہ فیریھم دمہ فی حربتہ ۔ رواہ مسلم ۔

کہ نصاری اعماق یا وابق (حلب کے قریب ملک شام میں دو مقام ہیں) کے قریب

مسلمانوں سے لڑنے آکیمپ لگائیں گے ان کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت نکلے گی جواس وقت مسلمانان روئے زمین سے افضل ہونگے۔ جب وہ مسلمانوں کے مقابلہ پر پڑ میں کھڑے ہوں گے تو ان کو کہیں گے کہ ان مسلمانوں کی طرف ہم کو جانے دو جنہوں نے ہمارے لوگ قید کئے ہیں ہم ان سے لڑیں گے مسلمان جواب دیں کہ ہم ان کی طرف تم کو جانے نہ دیں گے پھران دونوں فریق میں لڑائی ہوگی تو ایک تہائی مسلمان بھاگ جائیں گے جن کو خدا تعالیٰ کبھی معاف نہ کرے گا۔ اور ایک تہائی شہید ہونگے جو بہترین شہید کہلائیں گے اور ایک تہائی فتح یاب ہونگے اور وہ قسطنطنیہ پر (جو ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا) فتح پائیں گے اور جب وہ لوٹ کا مال بانٹ رہے ہوں گے اور اپنی تلواروں کو درخت زیتون پر لٹکائے ہونگے تو شیطان آواز دے گا کہ مسیح دجال تمہارے پیچھے تمہارے گھروں پر جا پہنچا ہے اور یہ بات اس کی جھوٹ ہوگی۔ پھر وہ شام میں جائیں تو دجال نکلے گا۔ وہ اس کے مقابلہ میں صف آراء ہوں گے تو اس وقت نماز کے واسطے تکبیر ہو جائے گی۔ پھر عیسیٰ نازل ہوں گے اور ان لوگوں کے پیشوا نماز میں (یا کتاب اللہ وسنت رسول کی پیروی میں، جیسا کہ اس باب میں اختلاف اقوال پہلے نقل ہو چکا ہے) بن جائیں گے اور ان کو دیکھ کر دجال پگھلنے لگے گا جیسے (پانی میں) نمک پگھل جاتا ہے آپ اس کو قتل نہ کرتے تو وہ یوں ہی پگھل جاتا ولیکن وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے اور لوگوں کو اپنے نیزے یا بھالے پر اس کا خون دکھائیں گے۔

یہ حدیث ابو ہریرہؓ کا بیان ہے۔ اور ابن مسعودؓ کی حدیث میں آیا ہے:

قال رسول اللّٰه ﷺ لا تقوم الساعة حتی لا تقسم المیراث ولا یقوم .... الخ. (مسلم ص ۳۹۲)

قیامت نہ ہوگی جب تک کہ کوئی شخص نہ وراثت تقسیم کرے گا اور نہ لوٹ کا مال لینے سے خوش ہوگا (یعنی عموماً مسلمان قتل ہو جائیں اس وجہ سے وراثت و مال غنیمت لے کر خوش نہ ہونگے)

(پھر اس کی تفصیل میں) آپ نے فرمایا مسلمانان شام کیلئے ان کے دشمن نصاری سامان جنگ جمع کریں گے۔ مسلمان ایک جماعت اس شرط سے مشروط و مقرر کریں گے کہ وہ مر جائیں گے مگر فتح کے بغیر واپس نہ ہوں گے یہی شرط نصرانی کریں گے پھر باہم لڑیں گے یہاں تک کہ رات کی ان میں روک ہو جائیگی۔ پھر فریقین واپس ہوں گے اور کوئی غالب نہ ہوگا اور جماعت مشروط فنا ہو جائے گی۔ ایسا ہی تین دن تک ہوتا رہیگا اور جب چوتھا دن ہوگا تو باقی اہل اسلام صف آراء ہوں

گے اور ایسی لڑائی ہوگی کہ اس کی مثیل ونظیر پہلے کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی۔ پھر خدا مسلمانوں کو فتح دے گا۔ اگر کوئی جانور مقتولین کی لاشوں کے پہلو سے پرواز کرے گا تو وہ ہنوز ان لاشوں کو پیچھے چھوڑ کر نہ نکلے گا کہ مر کر گر پڑے گا۔ ایک باب (جداعلی) کی اولاد کو جو اس جنگ میں مقتول ہونگے شمار کیا جاوے گا تو ایک سو میں سے صرف ایک بچے گا۔ پھر وہ مال غنیمت سے کیونکر خوش ہونگے اور وہ اس حالت میں ہونگے کہ اس سے بڑھ کر خوفناک لڑائی کی خبر سنیں گے کہ دجال ان کے گھروں پر آپڑا ہے اور وہ یہ سن کر سب کچھ چھوڑ کر گھروں کی طرف پھریں گے اور دس سوار جاسوسوں کو روانہ کریں گے تاکہ وہ دجال کے نکلنے کی خبر لاویں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا میں ان سواروں کے اور ان کے باپوں کے نام اور ان گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں۔

مسلمانوں اور عیسائیوں میں اس بڑی لڑائی کا واقعہ ہونا اور اس کے بعد قسطنطنیہ کا فتح ہونا اس کے بعد، ساتویں سال، دجال کا نکلنا، جو امام مہدی کے زمانہ میں ہوگا، سنن ابی داؤد کی ان احادیث میں وارد ہے جن میں ایک حدیث معاذ سے مروی ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ عمران بیت المقدس خراب یثرب و خراب یثرب خروج الملحمۃ و خروج الملاحمۃ فتح القسطنطنیۃ و فتح القسطنطنیۃ خروج الدجال۔ (ابوداؤد۔ ص ۳۳۴)

کہ فرمایا آپ نے بیت المقدس کا آباد ہونا مدینہ کا آباد نہ رہنے کا موجب ہوگا اور مدینہ کے ایسے آباد نہ رہنے کے بعد مسلمانوں اور عیسائیوں میں بڑی لڑائی واقع ہوگی اور بڑی لڑائی کے بعد (جس میں قسطنطنیہ ہاتھ سے نکل جائے گا) قسطنطنیہ کی فتح مسلمانوں کو ہوگی۔ فتح قسطنطنیہ کے بعد دجال کا نکلنا ہوگا۔

اور ایک حدیث عیسی بن یونس سے مروی ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ الملحمۃ الکبری فی سبعۃ اشھر۔ کہ بڑی لڑائی اور فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال سات مہینوں میں ہوگا۔

اور ایک حدیث عبداللہ بسر سے مروی ہے:

انّ رسول اللّٰہ قال بین الملحمۃ و فتح المدینہ ستّ سنین و یخرج الدّجال فی السّابعۃ۔ (ابوداؤد۔ ص ۲۳۴)۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا بڑی لڑائی و فتح قسطنطنیہ میں چھ سال ہیں اور دجال ساتویں سال نکلے گا۔

ناقل (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے کہ روایت عیسی بن یونس اور روایت عبداللہ بن بسر کی تطبیق وموافقت یوں ہوسکتی ہے کہ بڑی لڑائی چھ سال تک ہوتی رہے گی اس کے آخری حصہ میں فتح قسطنطنیہ ہوگی ۔ پھر ساتویں سال کے شروع میں دجال کا نکلنا ہوگا جو امام مہدی کے ظہور کا زمانہ ہوگا

منجملہ ان احادیث سبعہ تینوں احادیث (ایک بخاری دو مسلم) میں جن کی صحت وثبوت کی تسلیم پر روئے زمین کے سنی مسلمانوں کا اتفاق ہے اور ابوداؤد کی چاروں احادیث (پہلی پانچویں چھٹی ساتویں) میں جن کی صحت وصالح احتجاج ہونا ابوداؤد کے نزدیک مسلم ہے واقعات ثلاثہ اور واقعہ سوم کے ضمنی امور میں سے امر دوم لغایت ششم صاف اور صریح منطوق نص میں پائے جاتے ہیں۔

اور باقی امور ضمنی خصوصاً امر اول وششم (قسطنطنیہ کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا اور نصاری کا ملک شام وروم پر متسلط ہوجانا ان احادیث کے مفہوم سے) جس کو اصطلاح اصول فقہ اقتضاء النص کہا جاتا ہے ثابت ہے کیونکہ مسلمانوں کا خروج دجال کے پہلے اور اس کے قریب قسطنطنیہ کو فتح کرنا تب ہی ممکن ومتصور ہے کہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل چکا ہو۔

ان واقعات کے تسلیم واعتقاد کا جن پر عام سنی فاضل محدث ومتکلم متفق ہیں کا نتیجہ لازمہ یہ ہے کہ انکے اعتقاد میں جو آخری زمانہ میں لڑائیاں وخونریزیاں مسلمانوں اور نصاری میں ہوں گی وہ امام مہدی کے زمانہ سے (جو زمانہ خروج دجال کے قریب ہوگا) پہلے ہو چکے ہوں گے اور ان کی ابتداء نصاری کی طرف سے ہوگی مسلمان صرف مدافعت کریں گے۔

جو شخص اس سے پہلے چھ برس کی لڑائیوں میں امام مہدی کا شامل ہونا تجویز کرے گا اس کو اس آخری لڑائی و چڑھائی قسطنطنیہ میں (جو امام کے وقت ظہور اور زمانہ دجال کے خروج کے قریب ہوگی) امام مہدی کا شامل ہونا ماننا پڑے گا اور ساتھ ہی اس کے اس حدیث کو دیکھ کر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ لڑائی اور فتح ہتھیاروں کے بغیر صرف لاالہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر کہنے سے ہوگی اور اس سے بحسب تسلیم ماننا پڑے گا کہ امام مہدی ایسا صاحب کرامات و برکات تھا تو چھ برس تک اس کو تلوار چلانا اور اس فتح سے پہلے شکست کھانا اس کی شان کیلئے کیونکر مناسب ہوسکتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

عن ابی ھریرہ انّ النّبی ﷺ قال ھل سمعتم بمدینۃ جانب منھا فی البرو جانب منھا فی البحر۔ قالوا نعم یا رسول اللّٰہ۔ فقال لا تقوم الساعۃ حتی یغزوھا سبعون الفاً من بنی اسحاق فاذا جاؤھا تولوا فلم یقاتلوا بسلاح و لم یرموا بسھم قالوا لا الہ الّا اللّٰہ و اللّٰہ

اکبر فیسقط احد جانبها قال ثور لا اعلم الا قال الذی فی البحر ثم یقول الثانیۃ لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر فیسقط جانبہا الآخر ثم یقول لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر یفرج لھم فید خلوھا بینا ھم یقسمون الغنائم اذ جاء ھم الصریح فقال ان الدجال قد خرج یترکون کل شیء یرجعون ۔(مسلم ج ا ص ۳۹۶)۔ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ایسا کوئی شہر سنا ہے جس کے ایک طرف میدان ہو اور ایک طرف دریا۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ ہم نے ایسا سنا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ قیامت نہ ہوگی جب تک ستر ہزار بنی اسحاق (یا بنی اسماعیل چنانچہ نووی اور قاضی عیاض کی آئندہ کلام میں ہے) چڑھائی کریں گے جب وہاں پہنچ کر اتریں گے تو نہ ہتھیاروں سے لڑیں گے نہ تیر چلائیں گے بلکہ صرف لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں گے تو اس شہر کی ایک جانب گر جائے گی۔ثور (راوی حدیث) نے کہا کہ میرے علم میں جانب بحری کا اول گرنا ذکر کیا ہے۔ پھر دوسری دفعہ یہ کلمہ کہیں گے تو دوسری جانب گر جاوے گی۔ تیسری دفعہ یہ کلمہ کہیں گے تو وہ شہر فتح ہو جائے گا پھر وہ اس میں داخل ہونگے اور لوٹ کا مال لیں گے جبوہ اس کو بانٹنے لگیں گے تو ایک آواز کرنے والا آئے گا اور کہے گا کہ دجال نکلا۔ پھر وہ سبھی کچھ چھوڑ کر ادھر رجوع کریں گے

قولہ بنی اسحاق قال القاضی کذا فی جمیع اصول صحیح مسلم قال بعضھم المحفوظ من بنی اسماعیل و ھو الذی یدل علیہ الحدیث و سیاقہ انما اراد العرب و ھذہ المدینۃ ھی القسطنطنیہ ِ (صحیح مسلم۔ص ۳۹۶)

امام نوویؒ نے قاضی عیاضؒ سے نقل کیا ہے کہ بنی اسحاق، مسلم کے سبھی نسخوں میں ہے اور بعض روایات میں بنی اسماعیل کا لفظ آیا ہے اور یہی محفوظ ہے اور حدیث کا ظاہر و سیاق اسی کا مؤید ہے اور اس سے عرب کے لوگ مراد ہیں اور اس شہر سے قسطنطنیہ مراد ہے۔

اس حدیث میں نظر انصاف کرنے والا ہرگز جرأت نہ کرے گا اور نہ کہے گا کہ امام مہدی اس لڑائی و چڑھائی قسطنطنیہ میں ہتھیاروں سے کام لیں گے بلکہ وہ صاف تسلیم کریگا کہ اگر اس لڑائی میں ان کا شمول ہوگا تو اپنی برکات مہدوی سے کام لیں گے اور تیر تلوار کو ذریعہ فتح نہ بنائیں گے۔ پھر اس سے پہلے لڑائیوں میں ان کی برکات مہدویت کہاں جائے گی کہ اس کے ہوتے وہ تلوار سے

کام لیں گے اور پھر شکستیں کھائیں گے۔

اس بیان میں دونوں قسم کی احادیث سے (جو احادیث متمسکہ مخالفین سے بعض درجہ میں برابر ہیں اور بعض میں بڑھ کر ہیں) ہم نے ثابت کر دیا کہ امام مہدی جب تشریف لائینگے تلوار وغیرہ ہتھیاروں سے کام نہ لیں گے بلکہ آسمانی تائیدات اور روحانی برکات سے دین اسلام پھیلائینگے۔

اب ہم اس مضمون کی خصائص و برکات امام مہدی کی ان ہی لوگوں کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تلوار وتفنگ اور خون ریزی و جنگ امام مہدی کے شایان شان نہیں ہے اور ان کی آسمانی برکات خونریزی و جنگ سیفی سے ان کو مستغنی کریں گی۔ وباللہ التوفیق۔

پس واضح ہو کہ معتقدین وقائلین حضرت امام مہدی سے وہ لوگ جو ان احادیث متعلقہ امام مہدی سے (جو صحیح بخاری وصحیح مسلم) میں مروی ہیں تمسک کرتے ہیں اور ان سے اپنے خیالات کی تائید وثبوت نکالتے ہیں امام مہدی کے حالات میں اس مضمون کی کوئی حدیث صحیح یا حسن بلکہ ضعیف بھی معرض نقل واستدلال میں نہیں لاتے جس میں یہ بیان ہو کہ حضرت امام مہدی تلوار کھینچ کر آئیں گے اور بزور شمشیر غیر مسلم اقوام کو مسلمان بنائیں گے اور جبر و اکراہ سے دین اسلام دنیا میں پھیلائیں گے۔ بلکہ اس کے برعکس وہی لوگ اپنی تصانیف میں صاف وصریح یہ الفاظ لکھ چکے ہیں کہ امام مہدی کسی سوتے کو نہ جگائیں اور کسی جان کا خون نہ بہائیں گے اور نہ کسی کو کسی جان کی خونریزی کا حکم دیں گے۔ اس تصریح اور بیان صریح کے ساتھ پھر انہی لوگوں کا یہ کہنا کہ امام مہدی بزور شمشیر دین اسلام یا سنت نبوی دنیا میں پھیلائیں گے، اپنے قول کو خود جھوٹا کرنا ہے اور اس قول کی تکذیب کے واسطے کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ تاہم ہم انہی کی کتابوں سے امام مہدی کے ایسے خصائل وفضائل نقل کرتے ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی اپنے آسمانی نشانات اور الٰہی شہادات سے امام تسلیم کئے جائیں گے انہی نشانات کو دیکھ کر لوگ اسلام میں داخل ہوں گے خونریزی اور تلوارکشی کے آپ محتاج نہ ہوں گے۔

صاحب حجج الکرامۃ نے اس کے صفحہ ۳۶۵ میں کہا ہے:

(ترجمہ) جن علامتوں سے امام مہدی پہچانے جائیں گے ازانجملہ ایک یہ ہے بادل اس کے سر پر سایہ فگن ہوگا دوسرے یہ کہ اس بادل کے اندر سے آواز آئے گی کہ یہ شخص مہدی خلیفہ الٰہی ہے اس کی پیروی کرو۔ تیسرے یہ کہ اس بادل سے ایک ہاتھ نکلے گا اور وہ آپ کی طرف اشارہ کر کے کہے گا کہ لوگو یہ مہدی ہے ان کی بیعت کرو۔ چوتھے یہ کہ فرشتہ آپ کے سر پر آئے گا

اور کہے گا کہ یہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ پانچویں یہ کہ مہدی ایک پرند کی طرف اشارہ کریں گے تو وہ ان کے ہاتھ پر آ پڑے گا۔ چھٹا یہ کہ آپ ایک چھڑی کسی درخت کی زمین میں گاڑ دیں گے تو وہ فی الفور سبز ہو جائے گی اور پتے نکالے گی۔ ساتویں یہ کہ ایک لشکر شام سے آپ کے مقابلے کے لئے نکلے گا تو وہ مکہ اور مدینہ درمیان بیداء میں زمین میں دھنسایا جائے گا۔ آٹھویں یہ کہ آسمان سے ایک آواز آوے گی کہ لوگو! خداتعالی نے تمہارے اوپر سے جباروں اور منافقوں کو کاٹ دیا ہے اور امت محمدیہ میں سے ایک بہتر شخص کو تمہارا ولی بنایا ہے تم اس سے مکہ میں جا کر ملو، وہ مہدی ہے جس کا نام محمد بن عبداللہ ہے۔ نویں یہ کہ زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑے سونے کے ستون نکال دے گی اور مہدی اس کو لوگوں میں بانٹ دینگے۔ دسویں یہ کہ وہ کعبے کے نیچے سے خزانہ نکال دیں گے گیارھویں یہ کہ بحیرہ طبریہ یا غار انطاکیہ سے آپ تابوت سکینہ (صندوق طمانیت جو بنی اسرائیل میں لڑائیوں کے وقت آگے رکھا جاتا تھا) نکال کر بیت المقدس میں رکھ دیں گے جس کو دیکھ کر یہود (بجز اقل قلیل) مسلمان ہو جائیں گے۔ بارھویں یہ کہ آپ کے لئے دریا پھٹ جائے گا جیسے حضرت موسیٰؑ کے لئے پھٹ گیا تھا۔ تیرھویں یہ کہ حضرت عیسیٰؑ آپ کے ساتھ جمع ہونگے اور آپ کے پیچھے نماز میں اقتداء کریں گے۔

ان علامات کے علاوہ بعض اور علامات بھی اس کتاب میں مذکور ہیں۔ ہم نے ان کو اس لئے نقل نہیں کیا کہ ان علامات میں انسانی دخل واثر کا امکان بھی ہے اور ہمارے دعوی کے مؤید و مطلوب صرف آسمانی نشانات ہیں۔ ان علامات سے علامات نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۹ و ۱۰ کو امام مہدی فاطمی کے منکر اور ان کی جگہ مہدی قادیانی کے مجوز مرزائی پارٹی نے بھی ریویو آف ریلی جنز نمبر ۹، ۱۱، ۱۲ جلد ۸ میں تسلیم کیا ہے۔ مگر دجالی تاویلات سے ان کے معنی وہ قرار دیئے ہیں جو ان کے خیال میں مرزا میں پائے جاتے ہیں۔ ان دجالی معنی کی دجالیت سے بحث کرنا اس مضمون کا موضوع اور ہمارا اس وقت مطلوب نہیں۔ یہ بحث ہمارے مضمون منتہی المقال فی شان المسیح والمہدی والدجال میں ہوگی اور اس میں یہ دجالیت ان کی بخوبی ثابت کی جائے گی۔

اس مقام میں ان علامات کے ذکر کرنے سے صرف یہ مقصود تھا کہ جس شخص کی تائید و تصدیق آسمان و زمین کریں درخت جانور فرشتے اس کی گواہی دیں اور ان نشانات کو دیکھ کر یہود جیسے معاند و سنگ دل مسلمان ہو جاویں اس شخص کو کافروں کے مسلمان بنانے یا مقلدین مذاہب

اربعہ سے تقلید آئمہ چھڑانے کے لئے تلوار چلانے اور خون ریزی کرنے کی کیا حاجت پڑے گی۔ لہذا ان لوگوں کا باوجود اعتراف اس امر کے کہ مہدی کسی سوتے کو نہ جگا وے گا اور کسی کا خون نہ بہاوے گا پھر یہ کہنا کہ مہدی دین اسلام یا عمل بالسنہ بزور شمشیر پھیلائے گا درست نہیں ہے۔

فرقہ مرزائیہ اور مرزا قادیانی باوجود تصریح اور صریح اقبال اس امر کے کہ جس قدر احادیث متعلقہ امام مہدی صحاح ستہ وغیرہ میں وارد ہیں اور لوگوں کی زبان زد ہیں وہ سب کی سب غیر صحیح وموضوع و بناوٹی ہیں اور امام مہدی فاطمی کوئی آنے والا نہیں، پھر یہ بھی کہتے ہیں اس کی جگہ آنے والا ایک اور شخص تھا جو آ چکا اور وہ مرزا غلام احمد ہے جو مہدی موعود بھی ہے مسیح موعود بھی ہے۔

یہ لوگ دنیا کی شرم وحیا اور آخرت کا خوف عذاب طاق میں رکھ کر پہلے تو امام مہدی کی جملہ احادیث اور روایات کو غیر صحیح وموضوع قرار دے چکے ہیں پھر ان احادیث وروایات سے جو ان کے خیال میں (نہ واقعہ میں اور دوسرے تمام مسلمانان روئے زمین کے اعتقاد میں) مرزا پر لگائی جا سکتی تھیں، مرزا پر لگا کر اپنی اس دجالی اصول وتحویل سے کہ ان احادیث کے مرزا پر صادق آنے سے ان کی صحت ثابت ہوتی ہے، صحیح اور لائق دستاویز بھی قرار دیتے ہیں۔ پہلے تو یہ دجالی چال خود مرزا نے اختیار کی تھی ایک حدیث ضعیف دارقطنی کو جس میں مضامین کسوف وخسوف کو امام مہدی کی علامت ٹھہرایا گیا ہے، اس دجالی اصول سے صحیح قرار دے کر اس سے اپنا مہدی ہونا ثابت کیا۔ پھر اس کے حامیوں اور پیروان نے ریویو آف ریلی جنز نمبر ۹ ج ۷ کے صفحہ ۳۴۲ میں یہی دجالی اصول گھڑ کر اس کے اور اس کے نظائر سے دستاویز کیا اور ان سے مرزا کا مہدی ہونا نکالا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۲ کے صفحات ۴۷ تا ۱۵۶ ملخصاً)

☆☆☆

تنقیح امامت قادیانی

اس عنوان پر پٹنہ کے مولانا محمد عبداللہ مرحوم کا ایک مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر کے ۲۳۔۳۰۔اگست ۱۹۱۲ء کے شماروں میں شائع ہوا تھا جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

مولانا عبداللہ فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں دو امر تنقیح طلب ہیں اور ان ہی کے فیصلہ سے اس مسئلہ کا فیصلہ ہے۔

امر اول: امامت نماز کے لئے اسلام شرط ہے یا نہیں؟

امر دوم: مذہب قادیانی دائرہ اسلام میں داخل ہے یا خارج؟

امر اول۔ یہ تو ظاہر ہے کہ امامت نماز میں اسلام شرط ضروری ہے۔ بایں ہمہ بنظر مزید تشفی شہادات ذیل ہدیہ ناظرین ہیں۔

ارکعوا مع الراکعین ای کونو مع المؤمنین فی احسن اعمالھم و ھو الصلوۃ عبر عن الصلوۃ بالرکوع لان صلوۃ الیھود لیس فیھا رکوع۔(قرآن مع تفسیر جامع)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔یعنی مسلمانوں کے ساتھ ان کے سب سے اچھے کام میں کہ وہ نماز ہے شریک رہو۔

یہودیوں کی نماز سے ممتاز ہونے کیلئے آیت کریمہ ارکعوا مع الراکعین میں لفظ رکوع اطلاق کیا گیا اور اس سے نماز مراد لی گئی عبر عن الصّلوۃ بالرکوع احترازاً عن الصّلوۃ الیھود (بیضاوی) اس تفسیر کا مطلب وہی ہے کہ آیت مرقومہ میں لفظ رکوع اطلاق کیا گیا نماز گذارید با رکوع کنندگان یعنی بجماعت مسلمانان (تفسیر حسینی)

ان تینوں تفسیروں سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ ارکعوا مع الراکعین میں مقصود شارع یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھو۔

قال رسول اللّٰہ ﷺ الصّلوۃ المکتوبۃ واجبۃ خلف کل مسلم براً کان او فاجراً۔ سنن ابی داؤد۔

اس حدیث سے بخوبی ظاہر ہوا کہ نماز فرض مسلمانوں کے پیچھے پڑھا کرو۔امام اعتقاد

اصول اسلام کے ساتھ رکھتا ہو، اگر عمل میں نقص واقع ہونے سے فاجر ہو تو مضائقہ نہیں ہے

قال رسول اللّٰہ ﷺ لیؤذن لکم خیارکم و لیؤمکم قراءکم (ابی داؤد
) آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے نیکوکار اذان دیں اور تمہارے قرآن جاننے والے امامت کریں

اس جگہ پر اضافت قراء بجانب کم صاف بتا رہی ہے کہ امام اسلامی جماعت کا ہو مسلمانوں کا ہم مذہب و ہم مشرب ہو، کم ازکم اصول اسلام میں ضرور متفق ہو۔ دیکھئے علامہ منصور بن ادریس حنبلی نے کشاف القناع عن متن الاقناع میں کفار و اہل بدعات منجر بکفر کی امامت سے نماز پڑھنے کو کس زور سے روکا ہے:

و لا یصح الصّلوۃ خلف کافر و لو کان کفرہ ببدعۃ (الی ان قال) و لو اسرہ ای الکفر فجھل الماموم کفرہ ثم تبین له لان صلوته لا تصح لنفسه فلا تصح لغیرہ و لعموم قوله علیه السلام لا یؤمّنّ فاجر مومناً۔ ترجمہ: کافر کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے اگرچہ اس کا کفر ایسی بدعت سے ہو جو مستلزم کفر ہے اگر کوئی کافر امام مقتدی سے اپنے کفر کو چھپاوے پھر مقتدی کو معلوم ہو جائے تو مقتدی کی نماز صحیح نہ ہوگی کیونکہ امام کی نماز خود صحیح ہے تو مقتدی کی نماز کیونکر صحیح ہوگی۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عام ہے کوئی بد دین کسی دین دار کی امامت نہ کرے

یہاں فاجر سے مراد فاجر اعتقادی ہے ورنہ عملی فاجر کے پیچھے نماز جائز ہے جو دوسری احادیث کا مفہوم ہے۔ اور عثمانؓ نے بھی عملی فاجر کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی نہ اعتقادی کے پیچھے۔ اور یہی تحقیق ہے شیخ الاسلام علامہ بن یونس حنبلی کی جو ان کی شرح منتہی الارادات سے ظاہر ہوتی ہے۔

و یصح الصّلوۃ خلف من خالف ما مومه فی فرع لم یفسق.. (الی ان قال) من خالف فی اصل کمعتزلۃ او فرع فسق به کمن شرب النبیذ مالا یکرہ مع اعتقاد تحریمه و اومن علی ذلک لم تقع الصلوۃ خلفه بفسقه ۔ اگر کوئی امام اپنے مقتدی سے کسی فرعی مسئلہ میں جس سے وہ شرعی فاسق نہیں ہوتا مخالف ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح و درست ہے۔ ہاں اگر اصول دین میں مخالف ہو جیسے معتزلی یا ایسے فرعی مسئلہ میں مخالفت کرے جس کے ارتکاب سے فاسق ہو جائے جیسے کوئی شخص نبیذ غیر مسکر کو حرام سمجھ کر ہمیشہ پیا کرے تو ایسے لوگوں کے پیچھے نماز صحیح نہ ہوگی۔

فقہائے حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے:

یجوز الصّلوۃ خلف صاحب ھوی و بدعۃ ولا یجوز خلف الرّا فضی والجھمی والقدری و المشبھۃ و من یقول بخلق القرآ ن و حا صلہ ان کا ن ھؤلا ء یکفر بہ صا حبہ یجوز الصلوۃ بخلفہ مع الکرا ھیۃ و الّا فلا (فتاوی عالم گیری)۔ اہل ھوا و بدعۃ کے پیچھے نماز صحیح ہوگی اور رافضی خارجی جہمی شبہہ، قائل حدوث قرآن کے پیچھے نماز صحیح نہ ہوگی۔ الغرض بدعتی اگر حد کفر تک نہیں پہونچا ہے تو نماز اس کے پیچھے جائز مع الکراہت ہے ورنہ کلیتًا ناجائز ہے۔

فتاوی قاضی خان وفتاوی سراجیہ سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔

تنقیح امر ثانی: یہ بھی زیادہ غور طلب نہیں۔ خاتم النبیین کے الف و لام استغراق، و لا نبی بعدی کے لائے نفی جنس نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد کوئی نبی جدید کسی قسم کا نہ ہوگا۔ صحیحین کی روایت میں جو تمثیل واقع ہے اس سے اس مضمون کی پوری تصدیق ہوتی ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انّ مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی داراً فاحسنہ و اجملہ الّا مو ضع لبنۃ من زاویۃ من زوایاہ فجعل الناس یطوفون و یتعجبون لہ و تقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ فانا اللبنۃو انا خاتم النبیین و عن جا بر نحوہ و فیہ جئت فختمت الانبیاء (تفسیر خازن) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری اور انبیاء سابقین کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے نہایت ہی عمدہ مکان بنایا لیکن اس کے کسی گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دیا۔ لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیوں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے۔ میں وہی ایک اینٹ اور عمارت نبوت کا مکمل ہوں اور سب پیغمبروں سے آخر ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت نبوت میں ایک اینٹ کی کسر تھی جو ذات سرور کائنات سے پوری کر دی گئی۔ اب جو شخص اس کامل کو ناقص ٹھہرائے وہ منکر شان نبوت ہے اسی وجہ سے علماء اسلام نے حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد مدعیان نبوت اور ان کے مصدقین و متبعین کو کافر قرار دیا ہے۔ شہادات مندرجہ ذیل ہمارے اس دعوی کے لئے دلائل کافی ہیں:۔

باب حکم المر تد و ھو الذی یکفر بعد اسلا مه نطقاً او اعتقا داً او شکا او فعلاً (الی ان قا ل) او ادعی النبوۃ او صدق من ادعا ھا بعد النبی ﷺ کفر لا نه مکذ ب بقو ل اللہ تعا لی و لکن رسو ل اللہ و خا تم النبیین و لقو له علیه السلام و لا نبی بعدی (کشاف ا لاقناع عن متن ا لاقناع)

وہ مرتد ہے جو قول و فعل یا اعتقاد سے اسلام کا انکار کرے یا حضرت ﷺ کے بعد دعوی نبوت کرے یا ایسا دعوی کرنے والے کی تصدیق کرے کافر ہو جائیگا کیونکہ اس نے اللہ کے فرمان لکن رسو ل اللّٰہ و خا تم النبیین اور رسول اللہ کے ارشاد و لا نبی بعدی کو جھٹلا دیا۔

فمن ادعی النبوۃ او صدق من ادعا کفر لا نه مکذ ب للہ تعا لی فی قوله لکن رسو ل اللہ و خا تم النبیین و الحد یث لا نبی بعدی و فی الخبر لا تقوم السا عة حتی یخر ج ثلا ثو ن کذا با یز عم انه رسو ل اللہ (شرح منتھی ا لا را دات)

اس عبارت کا معنی بھی مثل سابق کے ہے صرف اس قدر زیادہ ہے: حدیث میں آیا ہے جب تک تیس جھوٹے نبوت کا دعوی کرنے والے پیدا نہ ہولیں قیامت قائم نہ ہوگی۔

اذا لم یعرف الرجل ان محمداً ﷺ آ خر الانبیاء فلیس بمسلم و کذ لک لو قال انا رسول اللّٰہ او قال بالفارسیة من پیغمبرم یر ید به من پیغامبر م یکفر اذا انکر آیة من القرآن کفر (فتاوی عالمگیری ملخصاً)

خا تم النبیین ختم به النبوۃ فلا نبوۃ بعده۔ (خازن)

خاتم النبیین و آخرھم الذی ختمھم او ختموا به علی قرأۃ عا صم بالفتح (الی ان قا ل) و لا یقدح فیه نزول عیسی بعده لا نه اذا نز ل کا ن علی دینه مع ان المراد انه آ خر من نبیء (تفسیر بیضاوی)

یعنی جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کو آخر الانبیاء نہ مانے مسلمان نہیں ہے۔ جو شخص عربی زبان میں اپنے کو رسول اللہ یا فارسی زبان میں اپنے کو پیغمبر کہے وہ بھی مسلمان نہیں۔ تفسیر خازن و تفسیر بیضاوی میں خاتم النبیین کی تفسیر یہ ہے کہ آپ پر پیغمبری ختم ہوگئی۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ آپ سب سے آخر پیغمبر ہیں۔ بیضاوی میں صرف اس قدر زیادہ ہے:

نزول عیسی سے مسئلہ ختم نبوت نبینا ﷺ پر اعتراض نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ حضرت عیسی بعد نزول اپنے دین محمدی کے تابع ہوں گے اور خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آپ کو سب سے آخر میں نبوت عطا ہوئی اور حضرت عیسی آپ سے پہلے پیغمبر ہو چکے ہیں۔

قرآن مجید، حدیث شریف اور علماء اسلام کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ حضرت سیدالانبیاء ﷺ کے بعد جو شخص نبوت کا دعوی کرے وہ اور اس کے ماننے والے سب کافر ہیں۔ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعوی کیا اور تادم واپسیں اسی خیال باطل پر قائم اور اس کی ترویج و اشاعت میں سرگرم رہے اور ان کے تابعین بھی ان ہی کے ہم دم و ہمقدم ہیں، جیسا کہ مسیلمہ کذاب، حضرت رسول اکرم ﷺ کی نبوت کو صحیح تسلیم کر کے اپنے کو نبی کہتا تھا۔ آپ کا درجہ نبوت میں اپنے سے زیادہ مانتا تھا اور حضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں اس کی درخواست یہ تھی کہ حضور مجھ کو اپنا جانشین بنا دیں۔ میں حضور کے حلقہ اطاعت میں داخل ہونے کو تیار ہوں۔ صحیح بخاری کی اس روایت سے اس مضمون کی پوری تصدیق ہوتی ہے:

بلغنا عن مسیلمۃ الکذاب قدم المدینۃ فاتاہ رسول اللّٰہ ﷺ و فی ید رسول اللّٰہ ﷺ قضیب فوقف علیہ فکلّمہ فقال لہ مسیلمۃ ان شئت خلیت بیننا و بین الامر ثمّ جعلتہ لنا بعد ذلک فقال النّبیّ ﷺ لو سألتنی ھذا القضیب ما اعطیتہ و انّی لاراک الّذی اریت فیہ ما اریت (بخاری۔ملخصاً)۔ مسیلمہ کذاب مدینہ میں آیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے۔ آپ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ تھی۔ حضرت ﷺ نے وہاں ٹھہر کر اس سے گفتگو کی۔ اس نے کہا اگر اپنے بعد مجھ کو اپنا جانشین بنا جائیے تو میں حضور کے حلقہ اطاعت میں داخل ہونے کو تیار ہوں۔ حضور ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اگر کھجور کی یہ شاخ بھی تو مجھ سے مانگے گا تو میں تجھ کو نہ دونگا، میں تیرے حال سے خوب واقف ہوں۔

دیکھئے جناب رسول اللہ ﷺ نے کس سختی سے مسیلمہ کی درخواست نامنظور فرمائی۔ اس کی وجہ وہی دعوی نبوت باطلہ ہے۔ بعینہ یہی حال مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے۔ اس نے بھی رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی ماتحتی میں اپنے کو نبی و صاحب وحی قرار دے کر تمام مسلمانوں کو اپنی نبوت ماننے کے لئے زوروں کے ساتھ مخاطب بنایا اور بصورت نہ ماننے کے بہت سی خوفناک وعیدوں سے ڈرایا اور اس کے ماننے والے بھی برابر اس کے خیال باطل کے پھیلانے میں مستعد و کمربستہ رہتے ہیں۔

مرزا قادیانی اور مسیلمہ کذاب میں سرمو فرق نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او قال اوحی الیّ و لم یوح الیه شیء۔ (انعام)

یہ آیت کریمہ بتصریح علمائے مفسرین مسیلمہ کذاب کی تضلیل و تکفیر میں نازل ہوئی۔ فی زماننا اس کا مصداق اس زمانہ کا مسیلمہ کذاب مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بانی اسلام اور صحابہ کرام نے مسیلمہ کذاب اور اس کے ماننے والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ حضرت نے اسکو اشد الکفر ٹھہرایا اور آپ کے اصحاب نے اس کی اور اس کی جماعت کی جو لاکھوں تک پہنچ گئی تھی ایسی بیخ کنی کی کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ اس سے نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کو قادیانیوں کے ساتھ کوئی اسلامی تعلق و معاملہ نہیں رکھنا چاہیے اور نماز وغیرہ امور دین میں ویسے ہی علیحدہ رہنا چاہیے جیسا کہ دوسرے کفار سے ہم لوگ علیحدہ ہیں۔

اگر بالفرض مثل معتزلہ وروافض وغیرہ دیگر فرق ضالہ کے اہل قادیان احاطہ اسلام میں داخل مانے جاویں تاہم ان کی امامت سے صحت نماز غیر مسلّم ہے کیونکہ عدم جواز امامت واقتداء کے لئے اسلام و بانی اسلام سے انکار کلی و کفر مطلق شرط نہیں ہے بلکہ بہت سے فرقہ ضالہ اسلامیہ کی اقتداء بھی محققین علماء اہلسنت کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اس دعوی کی سند میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی تحقیق پیش کردینا کافی ہے۔ آپ ایسے شخص کو جو حقانیت اسلام کا مقر ہے لیکن قرآن پاک یا اس کے تلفظ وغیرہ کو مخلوق کہتا ہے، کافر قرار دیتے ہیں۔ اسکے ساتھ میل جول، کھانا پینا، شادی بیاہ ترک کر دینے کا حکم فرماتے ہیں۔ اس کے پیچھے نماز اس کے جنازہ کی نماز جائز نہیں رکھتے۔ اور جو لوگ صحابہ کرام کی تحقیر و تنقیص کرتے ہیں۔ ان سے ترک تعلقات اسلامی میں ایک روایت بھی نقل کرتے ہیں بنظر تصحیح نقل دونوں مقام کی عبارتیں ہدیہ ناظرین ہیں:

فمن زعم انه مخلوق او عبارته او التلاوة غیر امتلوا و قال لفظی بالقرآن مخلوق فهو کافر با للّه العظیم ولا یخالط و لایوا کل ولایناکح ولا یجاور بل یهجره و یهان ولا یصلّی خلفه ولا تقبل شهادته ولا یصح ولایته فی نکاح ولیّه و لا یصلّی علیه اذا ما ت فان ظفر استیّب ثلا ثاً۔ (غنیۃ الطالبین مطبع صدیقی لاہور ص۱۳۲)

فی روایت انس انّ اللّه عز و جل اختارنی و اختارلی اصحابی فجعلهم انصاری و جعلهم ا صهاری وانه یجیء فی آ خر الزمان

قوم ینتقصونهم الا فلا تواکلوهم الا فلا تشاربوهم الا فلا تناکحوهم الافلا تصلّوا معهم الا فلا تصلّوا علیهم حلّت اللعنة ۔(غنیۃ الطالبین مطبع صدیقی لاہور ص ۱۷۹) حضرت انس سے جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد یوں مروی ہے کہ اللہ نے مجھ کو برگزیدہ کیا اور میرے لئے میرے اصحاب کو برگزیدہ کیا اور ان کو انصار و اصھار ہونے کی عزت بخشی ہے۔ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ان کی کسر شان کریں گے۔ خبردار خبردار ایسے لوگوں کے ساتھ کھانا پینا شادی بیاہ ترک کرو۔ ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ اور نہ ان کی جنازہ کی نماز پڑھو اسے لوگوں پر خدا کی لعنت ہے۔

مقام غور ہے کہ جب تنقیص شان صحابہ میں اس قدر وعید اور ترک تعلقات اسلام کے لئے ایسی تاکید شدید ہے تو کسر شان انبیاء میں کس درجہ وعید سخت و کفر عظیم متصور ہوگا۔ اسی وجہ سے فرمان الٰہی ہے:

انّ الّذین یؤذون اللّه و رسوله لعنهم اللّه فی الدنیا والآخرة و اعدّ لهم عذاباً الیماً ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے عذاب دردناک تیار کر رکھا ہے۔

اس مسئلہ کی تحقیق بحوالہ کتب رسالہ تحفۃ الاخلاء فی عصمۃ الانبیاء میں خوب ہے۔

اسلام نے انبیاء میں مساوات سمجھنے اور اس کا اقرار کرنے کے لئے حکم کیا ہے: لا نفرق بین احدٍ من رسله ۔ ہم لوگوں کو پیغمبروں کے مدارج میں کم و بیش نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کو قرآن مجید کا یہ فیصلہ ناطق پسند نہیں آیا اور حضرت مسیح ابن مریم کی شان مبارک میں گستاخانہ کلام کیا۔ دیکھئے مرزا کا یہ شعر ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

علمائے مالکیہ بھی فاسق اعتقادی کے پیچھے نماز جائز نہیں رکھتے بلکہ ان کا فتوی ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھے تو اسی وقت اعادہ کرلے:

قال ابن برزة منهم و امّا الفاسق بالاعتقاد کالحروری و القدوری فیعید من صلّی خلفه فی الوقت علی المشهور (قسطلانی ج ۲ ص ۴۷ ملخصاً) یعنی علماء مالکیہ سے ابن برزہ کا قول ہے: مشہور یہ ہے کہ جو شخص فاسق اعتقادی مثل حروری و قدری کے پیچھے نماز پڑھے اسی وقت نماز دہرائے۔

علی ہذا القیاس علمائے شافعیہ بھی فرق ضالہ اسلامیہ شدید الضلالۃ کی اقتداء جائز نہیں رکھتے ہیں اوران کومثل دیگر کفار کے تصور کرتے ہیں۔

و استثنی الشافعیة مما سبق منکری العلم بالجزئیات و بالمعدوم ومن یصرح بالتجسم فلا یجوز الا اقتداء بھم کسا ئر الکفار (قسطلا نی ج ۲ ص ۴۷) یعنی (جوفلسفی ضلالت میں مبتلا ہوکر) اللہ تعالی کے لئے علم بالجزئیات وعلم بالمعدوم کا انکار کرتے ہیں ، یا خدا تعالی کیلئے جسم ثابت کرتے ہیں علمائے شافعیہ ایسے لوگوں کی اقتداء سے نماز جائز نہیں رکھتے ان کومثل سائر کفار کے تصور کرتے ہیں۔

تحقیق صدر سے معلوم ہوا کہ قادیانیوں کی ضلالت حروری، قدوری، مجسمہ وغیرہ سے بہت زیادہ ہے۔ اس لئے باتفاق علمائے مذاہب اربعہ اہل سنت والجماعت و باستدلال قرآن و حدیث نماز ان کی اقتداء سے باطل ہوگی۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۳۔۳۰۔اگست ۱۹۱۲ء۔ص ۱۲۔۱۴)

تلافی مافات

تحریک ختم نبوت حصہ ہشتم صفحہ ۴۸ سطر ۹ طبع لاہور ۲۰۰۹ء جہاں اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ کے ص ۲۴۸۔۲۴۹ کے موجود نہ ہونے کا نوٹ لکھا گیا وہاں درج ذیل عبارت تصور کی جائے کیونکہ وہ صفحات اب مل گئے ہیں۔ بہاء)

...مظہریت پر ایماء ہے نہ یہ کہ جسم خدا ہے۔۲۔ بے نظیری بے حدی کی نظیر کیوں باطل ہے۔کیا ان دونوں صفات کی ایک ماہیت نہیں۔

قادیانی: اس کے جواب میں قادیانی اپنے پرچہ اخیری ۵ جون ۱۸۹۳ء میں پہلے تو وہی پرانا رونا رویا ہے کہ جس شرط سے بحث شروع کی گئی تھی اس شرط کا ایفاء ڈپٹی آتھم نے نہیں کیا۔ پھر اس شرط اور اس کی خلاف ورزی کو بیان کیا جو بارہا ہو چکا ہے۔ اخیر میں پھر وہی سوال نشان نمائی ڈپٹی آتھم سے نقل کر کے اس کے جواب میں پیچیدہ الفاظ اور قیود پر کیود کے ساتھ اس پیش گوئی کونشان بنایا اور کہا کہ ڈپٹی آتھم پندرہ ماہ کے عرصہ میں فوت ہو جائیں گے۔ اس کے بعد کہا کہ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے، یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے، وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جائے رو سیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے، مجھے

پھانسی دیا جائے، ہر ایک بات کے لئے تیار رہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ آسمان زمین ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اس پر مباحثہ کا خاتمہ کیا۔

یہ مسئلہ الوہیت مسیح کے متعلق فریقین کی اس گفتگو کا خلاصہ مطلب ہے جس کو انہوں نے ۱۲۶ صفحہ میں ادا کیا ہے۔ اس خلاصہ سے ناظرین کو تمام گفتگو کا مطلب ایسا عمدگی اور شائستگی سے سمجھ میں آئے گا کہ ویسا ان کی اصل تحریرات سے سمجھ میں نہ آئے گا۔

اس خلاصہ سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ فریقین نے اپنے اپنے دعاوی کے ثبوت اور فریق مخالف کے رد میں جو کچھ کہا ہے، اس میں غالباً علم وفہم وعقل وانصاف سے کام نہیں لیا۔ جو کچھ انہوں نے کہا اس میں اکثر حصہ لغو وفضول ہے اور کسی ایک فریق نے دوسرے فریق کی بات کا معقول جواب نہیں دیا۔ قادیانی نے اپنے بھائیوں، پرانے عیسائیوں، کے ٹوٹے پھوٹے دلائل کا کافی جواب نہیں دیا اور عیسائیوں نے اپنے دعوی کے موافق الوہیت مسیح کا ثبوت پیش نہیں کیا اور نہ مرزا کے ملحدانہ اصول کو رد کیا ہے۔ اس خلاصہ سے اس امر کا یقین حاصل ہونے سے ناظرین کو اس امر کی ضرورت نہ رہے گی کہ اس گفتگو پر مفصل ریویو کیا جائے اور اس گفتگو کی لغویت کو بدلائل ثابت کیا جائے، تاہم حسب وعدہ اس پر مفصل ریویو کرتے ہیں۔ وھو ہذا

تقریر پرچہ اول قادیانی کے متعلق اسلامی رائے:

سوال اول کی تمہید میں قادیانی نے جو اولاً اصول مقرر کیا ہے کہ: جو دعوی کتاب آسمانی کی نسبت کیا جائے اس کا ثبوت بھی دلیل عقلی یا تاریخی سے اسی کتاب سے پیش کیا جائے ..یعنی جس کتاب آسمانی کا ثبوت عقلی یا تاریخی اس کتاب میں نہ پایا جائے وہ کتاب الہامی نہیں ہوسکتی ۔، یہ ایک ملحدانہ وزندیقانہ اصول ہے جس سے قادیانی کا مقصد اگرچہ بظاہر عیسائیوں کے دعوی ابنیت و الوہیت مسیح کا ابطال ہے مگر درپردہ اور فی الحقیقت مطلق (دین؟) کی بنیاد اکھاڑنا اور جملہ مذاہب خصوصاً اسلام کی بیخ کنی کرنا (خاکش بدہن) اور لوگوں کو ...خصوصاً قرآن مجید کی پیروی سے آزاد کرنا اوران میں لا مذہبی اور الحاد اور دہریہ پن پیدا کرنا ہے۔ کسی کتاب کو الہامی مان لینے کے بعد ماننے والے کو یہ نہیں پہنچتا کہ وہ اس کتاب کے جملہ دعاوی و بیانات واحکام و ہدایات کا عقلی یا تاریخی ثبوت اس کتاب میں تلاش کرے۔ پھر اگر اس کتاب میں یا خارجاً ان کا ثبوت عقلی دلائل یا تاریخی شواہد سے نہ ملے تو اس کتاب کے الہامی ہونے سے منکر ہو جائے اور اس کتاب کی پیروی

سے دست برداری اختیار کرے، بلکہ کسی کتاب کو الہامی ماننے کے بعد اس کے ماننے والے پر ضروری ہے کہ وہ اس کتاب کے ہر ایک بیان و ہدایت کو بغیر کسی ایگزامینیشن (امتحان) کے اس کو سراسر حق و راست سمجھے اور اس پر آمنا وصدقنا کہے۔ گو اس کا کوئی بیان (اس کی سمجھ میں) نہ آوے یا کوئی تاریخ اس کی مصدق نہ ہو۔ اور وہ یقین کرے کہ صاحب الہام کا دعویٰ عقلاء تمام جہان سے بڑھ کر لائق وثوق ہے اور وہ ان کے...

۞ تحریک ختم نبوت حصہ ہشتم ص ۹۰ سطر۱۹ طبع لاہور ۲۰۰۹ء پر جہاں اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ کے صفحات ۲۸۸۔۲۸۹ کے موجود نہ ہونے کا نوٹ لکھا گیا ہے وہاں درج ذیل عبارت تصور کی جائے کیونکہ وہ صفحات اب مل گئے ہیں۔ بہاء)

..اس کا نام عمانوایل رکھے گی، یہ فقرہ گھڑ لیا کہ لوگ اس کا نام عمانوایل رکھیں گے۔

ہم اس مقام میں پہلے یسعیاہ کی عبرانی عبارت نقل کرتے ہیں جن سے ان حضرات کی تحریف ثابت ہو۔ پھر وہ تفصیل نقل کریں گے جس سے ثابت ہو کہ یہ پیش گوئی حضرت یسیعاہ اور شاہ احاس کے وقت میں پوری ہو گئی تھی۔

اصل عبرانی عبارت بخط عبرانی یہ ہے (عبرانی سے لاعلم ہونے کے باعث اسے نقل نہیں کیا جارہا۔ بہاء).....

حروف عربی میں: لكن يبين ادو تا ئی هوا لكم او ن هنه ها علماه ها ره و يلد ت بين و قا را ت شمو عما نو ايل

اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے، باوجود اس کے خداتم کو نشان دے گا۔ دیکھو علماه یعنی جوان عورت حاملہ ہوگی (یا ہے، کیونکہ ها ره جو علماه کا فعل ہے حال واستقبال دونوں معنوں کے لئے آتا ہے) اور وہ بیٹا جنے گی اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی۔

وقا رات شمو کے یہی معنی ہیں۔ اور حرف ث بجائے تائے تانیث ہے)۔ حضرات عیسائیوں نے اس عبارت کے ترجمہ میں دو تحریفیں کی ہیں۔ کنواری کو عبرانی میں ثبو له کہتے ہیں، اور همله جوان عورت کو کہتے ہیں خواہ کنواری ہو خواہ بیاہی۔ کتاب مقدس میں جہاں کنواری کا موقع ہے وہاں بھی لفظ ثبو له بولا گیا ہے۔ دیکھو کتاب خروج باب ۲۲۔ آیت ۱۶؟۔ اور استثنا باب ۲۲؟ آیت ۲۳۔ اور لغات بھی شاہد ہے دیکھو لغات عبرانی ولیم ہو پر۔

دوسری تحریف یہ کہ وقا را ت شمو عما نو ایل کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اس کا نام عمانوایل رکھیں، یعنی لوگ، حالانکہ وقارات مؤنث کا صیغہ ہے جو اس کی والدہ کی طرف راجع ہے

۔عیسائیوں نے جب دیکھا کہ حضرت مسیح کا نام عمانوایل ماں نے رکھا ہے اور نہ باپ نے بلکہ فرشتے نے اس کا نام یسوع بتایا اور وہی نام اس کی ماں اور باپ نے اس کا رکھا۔ دیکھو انجیل متی باب ا۔آیت ۲۱۔۲۲ تو انہوں نے اس فقرہ یسیعاہ ...میں تحریف وتصرف کر کے اس کا یوں بنالیا کہ اس کا نام عمانوایل رکھیں گے ۔ اور اس کو انجیل متی باب ا۔آیت ۲۳؟ میں درج کیا۔ یہ ان حضرات کی تحریف وتصرف کی بات ہے۔اب اس پیش گوئی کی تفصیل اسی کتاب یسیعاہ وغیرہ سے کی جاتی ہے جس سے واضح ہو کہ یہ پیش گوئی حضرت یسیعاہ کے وقت میں پوری ہو چکی ہے۔

یسیعاہ کے باب ۷ کے شروع میں ہے:

اور شاہ یہودا اخز بن یوتام بن ازیاہ کے عصر میں ایسا ہوا کہ شاہ آرام رضین شاہ اسرائیل پکاہ بن ریمالیہ یروشلم پر لڑنے چڑھا، پر وہ فتح یاب نہ ہوا۔۲۔ اس وقت داؤد کے گھرانے کو آرام، افرائیم کو ساتھ لے کے فوج بڑھاتا ہے۔سو اس کے دل اور لوگوں کے دلوں نے جنبش کھائی ،جس طرح بن کے درخت ندی سے جنبش کھاتے ہیں۔ خداوند نے یسیعاہ کو حکم کیا کہ تو اپنے بیٹے شیار شوب کو لے کے تالاب کے سرے پر جو رفوگروں کے میدان کے راہ میں ہے،شاہ اخز سے جا کر مل ،اور اسے کہہ دھیان کر اور بے قرار مت ہو، اور مت ڈر۔ شاہ رضین اور اس کے آرامیوں، اور شاہ پکاہ کا غصہ کچھ خطرناک نہیں ہے۔ آرامیوں نے اسرائیلیوں اور ان کے بادشاہ کے ساتھ مل کر منصوبہ بنایا ہے، وہ جوڈیا پر حملہ کرنا چاہتے ہیں،خوف سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر تابیل کے بیٹے کو اس کے تخت پر بٹھانا چاہتے ہیں۔ اس لئے خداوند اس منصوبہ کو کامیابی نہیں دے گا۔کیونکہ آرامی، اپنے دارالحکومت دمشق سے زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔ اور دمشق بادشاہ رضین سے زیادہ مضبوط نہیں ۔۔ اور اسرائیل ۶۵ سال میں ایسا کٹ جائے گا کہ قائم نہ رہے گا۔ اسرائیل سماریہ اپنے دارالحکومت، سے زیادہ مضبوط نہیں،اور سماریہ شاہ پکاہ سے زیادہ مضبوط نہیں ۔اگر تم ایمان نہ ...

☆☆☆

وصلّی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

کتابیات

الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح ۔ مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ ۔ مطبع انصاری دہلی ۱۳۰۹ھ

بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی ۔ مولانا محمد ابوالحسن سیالکوٹیؒ ۔ سن اشاعت ۱۹۰۶ء (فوٹو کاپی)

قاید قادیان ۔ محمد اشرف علی تھانویؒ ۔ در احتساب قادیانیت جلد ۴ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح ۔ محمد اشرف علی تھانویؒ در احتساب قادیانیت جلد ۴ مذکور بالا ۔

قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگذشت ۔ اللہ وسایا ۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان ۔ ۱۹۹۰ء ۔

فتاوی رضویہ ۔ مولانا شاہ احمد رضا خانؒ ۔ جلد ۱۵

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲؛ ۱۵؛ ۱۶؛ ۱۸؛ ۲۲ ۔ اڈیٹر مولانا محمد حسین بٹالویؒ

ہفت روزہ ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۔ اڈیٹر احمد حسن شوکتؒ

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۔ اڈیٹر مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

- تصانیف مرزا غلام احمد قادیانی:

براہین احمدیہ پانچ حصے؛ فتح اسلام؛ توضیح مرام؛ جنگ مقدس؛ ازالہ اوہام؛ آئینہ کمالات اسلام؛ شہادۃ القرآن؛ انجام آتھم؛ استفتاء؛ انوار الاسلام؛ سراج منیر؛ ضرورۃ الامام؛ دافع البلاء؛ حقیقۃ الوحی؛ مجموعہ اشتہارات وغیرہ

- دیگر قادیانی کتب ورسائل:

الحکم قادیان؛ سیرۃ المہدی از مرزا بشیر احمد؛ ذکر حبیب از مفتی محمد صادق قادیانی؛ تذکرۃ المہدی از سراج الحق نعمانی؛ تفسیر صغیر از مرزا محمود احمد قادیانی؛ ترجمہ قرآن از مرزا طاہر احمد قادیانی، ترجمہ قرآن از میر محمد اسحاق قادیانی ۔

مکتبہ قدوسیہ

تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

انّه من سلیما ن و انّه بسم اللّٰه الرّحمن الرّحیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

حصہ دہم

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

مکتبہ قدوسیہ لاہور

نام کتاب	تحریک ختم نبوت۔ حصہ دہم
نام مؤلف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین
صفحات	۵۴۴
طبع اول	۲۰۰۹ء
زیر اہتمام	مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

فہرست

نذرانہ عقیدت

{ الحمدللہ آپ کے ہاتھوں میں تحریک ختم نبوت کی دسویں جلد ہے۔ جب اس کام کا آغاز ہوا تو خیال تھا کہ ۳۸۲ صفحات کی ایک مختصر سی جلد کی تیاری سے جماعت کے ذمہ واجب الاداء قرض کی ادائیگی ہو جائے گی ، لیکن ڈاکٹر صاحب کے جنون اور اخلاص نے یہ رنگ دکھلایا ہے کہ دسویں جلد کی تکمیل کے بعد بھی یہ جاری ہے۔ احباب کی دعاؤں نے شرف قبولیت حاصل کیا ہے کہ اللہ تعالی نے علمی صحرا میں بیٹھے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو من حیث لا یحتسب کے خزانوں سے اتنا کچھ عطا فرما دیا ہے کہ ۵۳۲۸ صفحات نذر قارئین ہو چکنے کے باوصف کم وبیش ڈیڑھ ہزار صفحات قارئین کی خدمت میں پیش ہونے کے لئے اپنی باری کے انتظار میں ہیں۔ (یاد رہے کہ تحریک ختم نبوت حصہ اول کی ضخامت کے انداز پر موجودہ حصہ ۱۴ واں حصہ محسوب ہوسکتا ہے اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی تفسیر ثنائی کی ضخامت کے حساب سے یہ سلسلہ کتب ستائیسویں جلد تک پہنچ گیا ہے)۔

{ ڈاکٹر صاحب نے حصہ اول کے فاتحۃ الکتاب میں لکھا تھا:

ہماری اس تحریر کا مقصد نہ کسی کو گرانا ہے اور نہ کسی کو اٹھانا۔ یہ تاریخ کا بیان ہے، تاریخ سازی نہیں۔

اپنی بات کا پاس رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے اپنا دامن عصبیت اور جانبداری سے پاک رکھا ہے اور زیرنظر دور میں جس اہل علم کی ردّ قادیانیت سے متعلق کوئی سرگرمی یا تحریر انہیں دستیاب ہوئی ہے اسے بلالحاظ مسلک پیش کر دیا ہے۔ جلد ششم میں انہوں نے لدھیانوی اہل علم کی ۱۸۹۷ء کی تحریر درردّ قادیانیت ملخصاً شامل کرنے کے علاوہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی تحریروں سے اقتباسات بھی نقل کئے تھے۔ جلد نہم میں مولانا اشرف علی تھانوی اور شاہ احمد رضا خان بریلوی کی تحریریں تلخیص واختصار کے ساتھ نقل فرمائیں۔ اور زیرنظر جلد میں قاضی فضل احمد لدھیانوی اور ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کی تحریریں نقل کی ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ دستیابی کی صورت میں مزید تحریریں بھی نقل کی جاسکتی ہیں۔ بس قارئین ردّ قادیانیت کے ۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۲ء تک وجود میں آنے والے لٹریچر کی طرف ہماری رہنمائی فرماتے رہیں۔

{ محسن جماعت ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ شدید علالت کے باوجود ایک نہایت

اہم کام کو انجام تک پہنچانے کے لئے اپنے بستر سے لگاتار جفا کر رہے ہیں۔ دنیا یا دنیاداری کی انہیں مطلق فکر نہیں ہے، مالی اعتبار سے بھی آپ ماشاءاللہ بہت آسودہ ہیں۔ پریشان نظر آتے ہیں تو بس اس لئے کہ جماعت کے احیاء التراث کے اس سلسلے کو جلد سے جلد کیسے مکمل کیا جائے۔ یہ آپ کے اخلاص ہی کی برکت ہے کہ تحریک ختم نبوت کی دس جلدیں مکمل ہو چکی ہیں جب کہ مزید تین جلدوں کا مواد زیر ترتیب ہے۔ ادھر تاریخ اہل حدیث کی تین ضخیم جلدیں مکمل ہو چکی ہیں۔ نیز چوتھی اور پانچویں جلد کا مواد بھی زیر ترتیب ہے۔ ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ کے اس کارنامے پر برصغیر ہندو پاک کے بے شمار اہل علم، تاریخ دان، بالخصوص جماعت اہل حدیث کے اکابر حیران ہیں اور بہت خوش بھی کہ برطانیہ کے ایک کونے میں بیٹھ کر آپ جماعت کے اس قدیم قرض کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ، خیال وگمان سے کہیں زیادہ بہتر انداز میں، ادا کر کے جماعت پر احسان کر رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ کھلی حقیقت ہے جس کا انکار کسی کے لئے ممکن نہیں۔

} ڈاکٹر بہاء الدین صاحب سے میرے تعلقات کی نوعیت بڑی عجیب وغریب ہے۔ آپ سے جہاں میری گہری دوستی اور قلبی لگاؤ ہے، وہیں میں اپنے اندر آپ کے لئے بے پناہ عقیدت پاتا ہوں۔ آپ ناموں کے ساتھ بڑے بڑے القاب کو لگانا پسند نہیں کرتے، لیکن میں نے جب بھی آپ کے تعلق سے قلم اٹھایا تو آپ کیلئے محسن جماعت سے کم کا خطاب غیر موزوں نظر آیا۔ برصغیر ہندو پاک کے جلیل القدر علماء نے ڈاکٹر صاحب کے اس کارنامے کا کھل کر اعتراف کیا ہے اور الحمدللہ یہ سلسلہ مسلسل جاری ہے۔

میں جہاں ڈاکٹر صاحب کی صحت وحفاظت کے لئے دعا گو ہوں، وہیں تمام قارئین سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ آپ ڈاکٹر صاحب کے حق میں خلوص دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی آپ کو مکمل صحت وعافیت عطا فرمائے تاکہ تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث کا بقیہ کام بھی آپ بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔ وما ذالک علی اللّٰہ بعزیز

(مولانا) شیر خان جمیل احمد عمری ناظم تعلیمات مرکزی جمیعت اہل حدیث برطانیہ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

عرض مؤلف

الحمد للّٰہ و کفی و الصّلوٰۃ و السلا م علی سید الا نبیاء

جلد ہٰذا کا آغاز شیخ حسین بن محسن انصاریؒ یمانی کی تحریر الفتح الرّبّانی فی الرّدّ علی القادیانی سے ہورہا ہے۔ یہ مختصرعربی رسالہ شیخ موصوف نے مختلف نشستوں میں لکھا تھا جسے اردوترجمہ کے ساتھ مطبع انصاری دہلی سے باہتمام مولوی محمد عبدالمجیدؒ ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوا یہ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی لٹریچر میں شامل ہے۔ شیخ موصوف یمنی تھے اور بھوپال کے حکمران خاندان کی علم دوستی کے باعث بھوپال میں مقیم تھے اور برصغیر کے لاتعداد اہل حدیث اور حنفی علماء کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ شیخ صاحب کی اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی کارکنوں میں سے ہیں۔

اس کے بعد تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے ایک اورکارکن قاضی فضل احمد لدھیانوی کی کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام قادیانی کومختصراً نقل کیا گیا ہے۔ قاضی صاحب محکمہ پولیس میں کام کرتے تھے اوران کی کتاب، مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب انجام آتھم وضمیمہ وغیرہ کے جواب میں ۱۳۱۴ھ کے اواخرمیں لکھی گئی تاہم بعض اضافات کے ساتھ اغلباً ۱۸۹۸ء میں دہلی پنچ پریس لاہور سے طبع ہوکر شائع ہوئی۔ اس کتاب میں بعض اہم بحثیں ہوئی ہیں مثلاً مقام ظہورمہدی، اورکدعہ وکراع کی بحث۔ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کے چلنے والے معاملے میں مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ اگر ان سے نکاح نہ ہوا تو اپنے بیٹے فضل احمد سے اس کی بیوی کو طلاق دلوا دیں گے، اگر اس نے طلاق نہ دی تو اسے عاق کر دیں گے۔ اس سلسلے کی خط و کتابت بھی شائد پہلی مرتبہ اسی کتاب میں منظرعام پر آئی تھی۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی اس دھمکی کے منظرعام پر آنے کے بعد مرزائیوں نے مرزا فضل احمد کے مرزا غلام احمد کے بیٹے ہونے سے انکار کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس انکار کی قلعی بھی اس کتاب میں اس انداز سے کھولی

گئی ہے کہ اس کے بعد مرزائیوں کو مرزا فضل احمد کی ولدیت کو مشتبہ بنانے کی جرأت نہیں ہو سکی۔ اس کتاب کی ذریعہ ہماری ملاقات تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے ایک اور کارکن سے بھی ہوتی ہے یعنی قاضی صاحب نے مولانا خدا بخش واعظ کی فصل الخطاب لرد مسیح الکذاب سے تین پنجابی شعر بھی نقل کیے ہیں۔ واعظ مرحوم کا یہ رسالہ ہمیں دست یاب نہیں ہو سکا لیکن کلمہ فضل رحمانی میں اس کے حوالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ۱۳۱۴ھ میں شائع عوام تھا۔

قاضی صاحب کی اس کتاب کو ہم نے مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے طبع شدہ نسخے سے تقریظات، مکررات اور چند بحثیں حذف کر کے بعض ترمیمات و اضافات کے ساتھ نیز کئی عنوانات اور عبارات کو لباس جدید پہنا کر نقل کیا ہے۔ یوں کافی حد تک یہ ایک نئی کتاب بن گئی ہے جس کی خوبیاں قاضی صاحب کے نامہ اعمال میں شامل ہیں اور خامیاں کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔

اس کے بعد ہم نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ابتدائی دور کی رد قادیانیت پر تحریریں نقل کی ہیں۔ چونکہ ہم فی الحال اپنے موضوع کو ۱۹۱۲ء تک محدود کیے ہوئے ہیں اس لئے ان کے وہی رسائل و مضامین شامل اشاعت کیے جا رہے ہیں جو ۱۹۱۲ء کے دور کے ہیں۔ اور چونکہ اس دور کے چند رسائل مثل فاتح قادیان (جلد سوم میں) اور صحیفہ محبوبیہ (جلد ہشتم میں) نقل کر چکے ہیں نیز مولانا ثناء اللہ نے تفسیر ثنائی میں بھی ردّ قادیانیت پر خوب لکھا ہے اور وہ تحریریں بھی زیر نظر دور (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) کی ہیں اور انہیں کتاب ہذا کی جلد ششم میں نقل کیا جا چکا ہے۔

بنا بریں جلد ہذا میں صرف الہامات مرزا، ہفوات مرزا، اور مرقع قادیانی کے دور اول کے مضامین شامل ہیں۔ الہامات مرزا پہلی مرتبہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا، جبکہ اس کا چھٹا ایڈیشن ۱۹۲۸ء میں اڈیشن شائع ہوا۔ ہمیں جامعہ سلفیہ بنارس کی لائبریری سے اڈیشن سوم (طبع ۱۹۰۴ء) دست یاب ہوا، اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی احتساب قادیانیت جلد ہشتم میں اڈیشن ششم میسر آیا ہے ان دونوں کو سامنے رکھ کر مناسب قطع و برید کے بعد اسے لباس جدید میں قارئین کی نذر کیا گیا ہے بہت سے اشعار، اور مکررات حذف کر دیئے ہیں۔ نیز قاضی ظفر الدینؒ کے وہ اشعار بھی شامل نہیں کیے جنہیں مولانا امرتسری نے اپنے اخبار اہلحدیث کے جنوری تا مارچ ۱۹۰۷ء کے شماروں میں شائع ہونے والے قصیدہ رائیہ سے منتخب کر کے الہامات مرزا طبع ششم میں نقل کیا تھا۔ ہمیں اخبار اہل حدیث کے مذکورہ شماروں کی تلاش ہے، اگر مل گئے تو قاضی ظفر الدین کا پورا قصیدہ کسی آئندہ موقع پر نذر قارئین کریں گے۔ تاہم مرزا صاحب کے قصیدہ اعجازیہ کے جن اشعار کو مولانا نے الہامات

مرزا میں نقل کیا تھا، انہیں ہم نے اعجاز احمدی سے مقابلہ کر کے نقل کر دیا ہے۔

اس کے بعد مولانا امرتسریؒ کا رسالہ ہفوات مرزا نقل ہوا ہے جو الہامات مرزا کی اشاعت اول کے فوری بعد پہلی مرتبہ شائع ہوا تھا۔ پھر مرقع قادیانی طبع ۱۹۱۷ء سے مولانا کی ۱۹۰۷ء اور ۱۹۰۸ء میں شائع شدہ متعدد تحریریں احتساب قادیانیت جلد ہشتم سے نقل کی ہیں۔

مولانا امرتسریؒ کا وہ کام جو زیر نظر دور کے بعد کا ہے وہ انکے دیگر رسائل اور اخبار اہلحدیث امرتسر کی فائلوں میں موجود ہے جس کے متعلق مولانا اللہ وسایا ڈیروی نے لکھا:

یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے رد قادیانیت پر مضامین جو ہفتہ وار اخبار اہل حدیث امرتسر اور ماہنامہ مرقع قادیان امرتسر میں شائع ہوتے رہے وہ بلا شبہ بڑے معرکۃ الآراء ہیں۔ ہفتہ وار اور ماہنامہ کی تمام فائلیں جمع کر کے صرف مولانا مرحوم کے مضامین کو یکجا کر دیا جائے تو ان رسائل (مصنفہ مولانا امرتسری، مندرجہ احتساب قادیانیت جلد ہشتم) کی ضخامت سے کئی گنا ضخامت کی اور جلدیں تیار ہوسکتی ہیں۔ افسوس ہمارے پاس دونوں اخبارات کی مکمل فائلیں نہیں ہیں اور نہ ہی اپنی موجودہ مصروفیت کو سامنے رکھ کر اس کام کو کرنے کی ذمہ داری قبول کر سکتے ہیں۔ کاش ہمارے بھائی اہل حدیث حضرات کا کوئی ادارہ اس کام کو کام سمجھ کر کرنا شروع کر دے تو حوالہ جات کے لئے جو تعاون ممکن ہوگا اس کی ہماری طرف سے پیش کش قبول فرما لی جائے۔ اہل حدیث حضرات کی تمام شخصیات و ادارے اس طرف توجہ فرمائیں۔ برادران اسلام یہ کام کرنے کا ہے۔ (احتساب قادیانیت جلد ۸۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان۔ فروری ۲۰۰۳ء ص ۷)

ہم کئی سال سے اس کوشش میں ہیں کہ اخبار اہل حدیث کی فائلیں مہیا ہو جائیں۔ کچھ مل گئی ہیں بقیہ کی تلاش بھی جاری ہے۔ فی الوقت موجود شماروں میں سے ردّ قادیانیت پر کم و بیش ۸۰۰ صفحات پر مشتمل مضامین کی کمپوزنگ ہو چکی ہے۔ (مزید کی تلاش جاری ہے) اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو تحریک ختم نبوت کا یہ سرمایہ دو جلدوں کی صورت میں امت اسلامیہ کی نذر کیا جائے گا۔

مولانا امرتسری کی تحریروں کے بعد مرزا قادیانی کی زندگی کے آخری دور میں تحریک ختم نبوت کی صفوں میں شامل ہونے والے ایک کارکن، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کے تین رسائل شامل اشاعت کئے گئے ہیں۔ پٹیالوی صاحب، برسوں مرزا صاحب کے مخلص مرید و خدمت گار رہے۔ ۱۹۰۶ء میں مرید کے پیر سے اختلافات شروع ہوئے اور پیر و مرید کی باہم خط و کتابت ہوئی۔ اس

خط و کتابت کو الذکر الحکیم نمبر۴ کے عنوان سے ڈاکٹر عبدالحکیم نے ۱۹۰۶ء میں شائع کروایا۔ پیرو مرید میں مزید دوری پیدا ہوئی ، اورانہوں نے ، موسیٰ وفرعون درھستیء تست ، کے مصداق مرزا صاحب کو بیک وقت مسیح اور دجال مانتے ہوئے اور المسیح الدجال نامی کتاب لکھی ۔ ادھر مرزا صاحب نے انہیں اپنی مریدی سے خارج کر کے مرتد کہنا شروع کردیا لیکن ڈاکٹر عبدالحکیم نے کہا کہ ایک خواب کی بنا پر انہوں نے خود ہی مرزا کی بیعت کا جوا اتار پھینکا ہے۔اسی اثنا میں انہوں نے کانا دجال کے عنوان سے ایک کتاب لکھی اور سابقہ پیرومرید کی الہامی جنگ شروع ہوگئی۔

پٹیالوی صاحب کی مذکورہ بالا کتابوں سے بحث نجات ،مکررات، بہت سے الہامات اور خوابیں حذف کر کے ان کی کل ضخامت کا کم وبیش نصف شامل اشاعت کیا گیا ہے۔اسے پڑھتے ہوئے یہ بات مدنظر رکھنا ہوگی کہ ان کا ایک حصہ تو اس وقت کا ہے جب پٹیالوی صاحب مرزائی تھے ،اورایک حصہ اس وقت کا ہے جب وہ ، نیمے درون نیمے بروں ، کی حالت میں تھے۔اورایک حصہ اس وقت کا ہے جب وہ مرزائیت کے دائرے سے تو نکل چکے تھے لیکن اس دور کے مسلمانوں کے کسی مکتب فکر میں داخل نہیں ہوئے تھے۔اس لئے ان کی تحریروں میں موجود کسی نا مناسب بات کی ذمہ داری احناف یا اہل حدیث وغیرہ مکاتب فکر میں سے کسی پر بھی عائد نہیں ہوتی ۔ تاہم نجات کے متعلق مسلمانوں میں ان کے غیر مقبول نظریہ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ردّ قادیانیت کے محاذ پر ان سے قابل قدر کام لیا ہے جو ان کی تصانیف میں بخوبی نظر آتا ہے اور ہم نے اپنی کتاب کے حصہ سوم میں بھی اس کا کچھ ذکر کیا ہے ۔

اس حصہ کی تیاری میں استعمال ہونے والے بیشتر لٹریچر کی فراہمی کے لئے میں ڈاکٹر مقتدی حسن ازھری صدر جامعہ بنارس،مولانا محفوظ الرحمٰن لائبریرین جامعہ سلفیہ بنارس ۔ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب کا سگنج ، مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلی ورکاں،عزیزم محمد سہیل بوریوالہ کا ممنون ہوں برادرم شیر خان جمیل احمد عمری کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس موزوں الفاظ نہیں ہیں۔مواد کی فراہمی، تنقیح وترتیب اور تخریج وتصحیح میں ان کا تعاون ان مول ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب محسنین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب ہذا کو اہل اسلام کے لئے نفع مند بنائے۔

ربّنا تقبّل منّا انک انت السّمیع العلیم

فقیر بارگاہ صمدی **محمد بہاء الدین** ۱۶۔مئی ۲۰۰۹ء

الفتح الرّ با نی

فی الرّدّ علی القا دیا نی

بسم اللّه الرّحمن الرّحیم ۔ الحمد للّه موهب کید الکا ذبین و قاطع اعناق الملحدین بالحجج و البراهین... و اشهد ان لا اله ا لّا اللّه و حده لا شر یک له.. و اشهد انّ محمّداً عبده و رسوله.. صلّی اللّه و سلّم علیه و علی آ له الطیّبین الطّاهر ین و اصحابه ۔۔ و بعد

فانه حد ث من بعض الملحد ین فی الدّین قول مخا لف لنصّ القرآن المبین و الاحادیث المتواترة عن الرّسول ا لامین و هو انکار حیاة عیسی بن مریم علیه و علی سائر الانبیاء صلوات ربّ العالمین و انّه لم یرفع بجسمه الشریف بل بروحه و انّه لا ینزل الی الارض بذاته بل مثا له فاردتّ ایرا د آیا ت قرآنیة و احادیث متواترة نبویة تردّ قول هذا المفتری المضلّ المبین لتکون رادعة له ولمن سولت له نفسه الامارة با لسّوء صحّة دعوی هذا الجاهل و اتباع فاسد رأیه و زوره الظّاهر المستبین ۔

فاقول و با للّه استعین وعلیه اتوکل فی الهدایة الی الصّواب و الیقین لا یخفی علی کلّ عالم منصف ان نزول عیسی علیه السّلام الی ا لارض حکماً مقسطاً بذا ته الشّر یفة ثا بت با لکتا ب و السّنّة و اتّفاق اهل السّنّة و انّه ا لآن حیّ فی السّما ء لم یمت بیقین

اما لکتاب فقال اللّه تعالی فی کتابه المبین رداً علی الیهود المغضوب علیهم الزّاعمین انّهم قتلوا عیسی بن مریم ، و ما قتلوه یقیناً بل رّفعه اللّه الیه ففی هذه الآیة ا خبرنا اللّه انّ الّذی اراد الیهود قتله و اخذه هو عیسی بجسمه العنصری لا غیر رفعه اللّه الیه و لم یظفروا منه بشئی و برفع جسده حیاً فسّره ابن عباس کما

ثبت عنه باسناد صحیح فثبت بهذا انّه علیه الصّلوة رفع حیاً و یدلّ علی ما ذکرناه الاحادیث الصّحیحة المتواترة الآ تیة المصرحة بنز وله بذا ته الشّر یفة الّتی لا تحتمل التّا ویل ۔

و قال تعا لی: ان من اهل الکتا ب ا لّا لیؤمننّ به قبل موته ، ای قبل موت عیسی کما قال ابن عباسؓ و ابو هریرةؓ وغیرهما من السّلف وهو الظّاهر کما فی تفسیر ابن کثیر و فتح القدیر للشّوکانی و به قال المنکر القادیانی فی التّوضیح فثبت انّ عیسی لم یمت بل یموت فی آ خر الزّ مان و یؤمن به کلّ اهل الکتا ب و قد ذکر اللّه فی کتابه العزیز انّ نزوله الی الارض من علامات السّاعة۔ قال اللّه تعالی:وانّه لعلم للسّاعة ۔ وقال الحافظ ابن کثیر فی تفسیره الصحیح انّ الضّمیر عائد الی عیسیؑ فانّ السّیاق فی ذکره و انّ المراد نز وله قبل یوم القیامة کما قال تعا لی و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته، ای قبل موت عیسی ثمّ یوم القیا مة یکون علیهم شهیداً و یؤیّد هذا المعنی القرأة و انّه لعلم للسّاعة یعنی بفتح العین و اللام ای امارة و دلیل علی وقوع السّاعة و قال مجاهد و انّه لعلم للسّاعة ای آ یة للسّاعة خروج عیسی بن مر یم قبل یوم القیامة و هکذا روی عن ابی هریرة و ابن عباس و ابی العالیة و ابی مالک و عکرمة و الحسن و قتادة و الضحاک وغیرهم و توا ترت الاخبار عن رسول اللّه ﷺ انّه ا خبر بنزول عیسی قبل یوم القیا مة ا ماماً عادلاً و حکماً مقسطاً ۔

و قال ا لامام الشوکا نی فی تفسیره : و قال مجا هد و الضحاک و السّدی و قتاده انّ المرا د عیسی و ان خروجه ای نز وله ممّا یعلم به قیام السّاعة ای فربّما لکونه شرطاً من اشراطها لانّ اللّه سبحانه و تعالی ینزله من السّماء الی ا لارض قبل یوم القیا مة کما ان خروج الدّ جال من اعلام السّاعة وهذا اولی و قال ابن عباسؓ ای خروج

عیسی قبل یوم القیامة واخرجه الحا کم و ابن مردویه مرفوعاً عن ابی هریرة قرأ الجمهور لعلم للسّاعة بصیغة المصدر جعل المسیح علماً للسّاعة مبالغة لما یحصل من العلم بحصولها عند نزوله و قرأ جماعة من الصّحابة بفتح العین واللام ای خروجه علم من اعلامها و شرط من شروطها و قری للعلم بلا مین مع فتح العین و اللام ای للعلا مة التی یعرف بها قیام السّاعة ۔

و فی صحیح مسلم من حدیث حذیفه قال اطلع النّبی ﷺ علینا و نحن نتذا کر۔ فقال ما تذ کرو ن۔ قالوا نذ کر السّاعة۔ فقال انّها لن تقوم حتی تروا قبلها عشر آ یات۔ فذ کر ا لدّ خان و الدّجال و الدّابة وطلوع الشمس من مغربها و نزول عیسی بن مر یم ۔ الحدیث ۔ ففی هذه الروا یا ت المذ کورة المر فوعة و المو قو فةدد لالة ظاهرة علی انّ المراد بالعلم للسّاعة نزول عیسی لا وجوده فقط کما یزعمه هذا الکاذب و انّ الضمیر یرجع الی عیسی لا الی القرآن کما زعم هو ایضاً وغیره فهذه الروا یا ت المتوا تره اخر ج الامام مسلم بن الحجاج فی صحیحه من حد یث ابی هریره قال قال رسول اللّه و اللّه لینزلن عیسی بن مریم حکماً عادلاً فیکسرن الصّلیب و لیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیة و لیترکن القلاص فلا یسعی علیها و التذ هبن الشحناء و التباغض و التحاسد و لیدعون الی المال فلا یقبله ا حد ۔

و اخر ج الشیخان و ابو دا ؤد و الترمذی من حد یث ابی هریره قال قال رسول اللّه ﷺ و الّذ ی نفسی بیده لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة ویفیض المال حتّی لا یقبله احد حتّی تکون السّجدة الواحدة خیراً مّن الدّنیا و ما فیها ثمّ یقول ابو هر یره و اقرؤا ان شئتم: وان من اهل الکتا ب الّا لیؤمنن به قبل موته ..،

و قال الحافظ السّیوطی فی الاکلیل قوله تعالی و ان من اھل الکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته ۔ فیه نزول عیسی بن مریم ۔ اخرجه الحاکم عن ابن عباس و اخرجه ا حمد من حد یث ابی ھریره مرفوعاً ینزل عیسی بن مریم فیقتل الخنزیر و یمحی الصّلیب و یعطی المال حتّی لا یقبل و یضع الجز یة قال ثمّ تلا ابو ھریره وان من اھل الکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته ، ففی ھذه الروا یة دلا لة ظاھرة انّ الضّمیر فی قبل موته یعود علی عیسی و معناھا وما من اھل الکتا ب ا حد یکون فی زمن نزول عیسی الّا آمن بعیسی و انّه عبد اللّه و ابن امته و یدلّ علی ھذا انّه ﷺ اقسم بقوله الشّریف و اللّه لینزلن ابن مریم حکماً عادلاً ، الحد یث ۔ کما تقدّ م قسماً مؤکّداً مصرحاً بانّ المرا د نزوله بذا ته و جسمه الشّر یف و ھو حیّ۔

و اخر ج مسلم من حد یث جابر قال قال رسول اللّه ﷺ لا تزال طائفة من امّتی ظاھرین علی الحقّ الی یوم القیامة فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرھم تعال صلّ لنا۔ فیقول لا انّ بعضکم علی بعضٍ امراء تکر مة اللّه ھذه ا لامّة ۔و اخر ج مسلم من حد یث ابی ھریره بلفظ کیف انتم اذا نز ل ابن مر یم فیکم فا مکم..

و عن ابی ھریره مرفوعاً عند ابی دا ؤد باسناد صحیح کما قاله الحا فظ ابن حجر فی فتح الباری بلفظ لیس بینی و بین عیسی نبیّ و انّه نازل فاذا رأیتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة و البیا ض ینزل بین ممصرتین کانّ رأسه یقطر وان لم یصبه بلل فیقا تل علی الاسلام و ید قّ الصّلیب و یقتل الخنز یر و یضع الجز یة و یھلک اللّه فی زمان المسیح الدّ جال فیمکث فی ا لارض اربعین سنة ثمّ یتوفّی فیصلّی علیه المسلمون ۔

و ا خر ج ا لامام احمد من حد یث ابی سعید باسناد فیه کثیر بن زید وثقه احمد وجماعة و بقیة رجاله رجال الصّحیح بلفظ ....

المسیح بن مریم ان ینزل حکماً مقسطاً فیقل الخنزیر و یکسر الصّلیب و تکون الدعوۃ واحدۃ فا قرؤہ من رسول اللّٰہ ﷺ و بعضہ فی الصحیح۔ و اخرج الامام احمد باسنادین رجالھما رجال الصحیح من حدیث ابی ھریرہ انّی لارجو ان طال بی عمر ان القی عیسی بن مریم فان عجل بی مو ت فمن لقیہ فلیقرأ منّی السّلا م

و ا خر ج الحا کم من حد یث ابی ھریرہ ایضاً بلفظ لیھبطن عیسی بن مر یم حکماً و اما ماً مقسطاً و لیسلکن فجا جاً حا جاً او معتمراً و لیا تین قبری حتی یسلم و لاردن علیہ۔

و غیر ذلک من الاحادیث المتواترہ الصریحۃ فی نزولہ الی الارض بذا تہ الشر یفہ التی لا تحتمل التا ویل۔

و فی صحیح مسلم ایضاً من حد یث عبد اللّٰہ بن عمرو بن العا ص قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یخر ج الدّجال فی امّتی فیمکث اربعین لا ادری اربعین یوماً او شھراً او اربعین عاماً فیبعث اللّٰہ عیسی بن مر یم کا نّہ عر وۃ بن مسعود فیطلبہ فیھلکہ .. الحد یث۔

قال الامام النووی فی شرح مسلم قولہ فیبعث اللّٰہ عیسی بن مر یم ای ینز لہ من السّما ء حا کماً بشرعنا۔

قال القاضی عیاض نزول عیسی و قتلہ الدجال حق و صحیح عند اھل السنّۃ للاحادیث الصحیحۃ و لیس فی العقل ولا فی الشّر ع ما یبطلہ فو جب ا ثبا تہ۔

و انکر ذلک بعض المعتز لۃ و الجھمیّۃ و من وا فقھم و زعموا انّ ھذہ ا لاحادیث مردودۃ بقولہ تعالی و خاتم النّبیین و بقولہ ﷺ لا نبیّ بعدی و باجماع المسلمین انّہ لا نبیّ بعد نبیّنا ﷺ و انّ شریعتہ موبدۃ الی یوم القیامۃ لا تنسخ و ھذا استدلال فاسد لانّہ لیس المراد بنزول عیسی انّہ ینزل نبیّاً بشر ع ینسخ شرعنا ولیس فی ھذہ الاحادیث ولا فی غیرھا شئی من ذلک بل صحّت ھذہ

الاحاديث هنا و ما سبق فی کتا ب الایمان وغیرها من انّ عیسی ینزل حکماً مقسطاً یحکم بشرعنا و یحیی من امور شرعنا ما هجره النّاس

و قال الامام الشوکانی فی رسا لته المسمّی با لتّوضیح فی توا تر ما جاء فی ا لاحاد یث فی المهدی و الد جال و قد ورد فی نزو ل عیسی من ا لاحادیث تسعة و عشرون حد یثاً و سردها و ما ذکر ناه فی هذه الرسا لة من ا لاحادیث هو من رسا لته المذ کوره و الحا صل انّ هذه الدّعوی من هذا الرّجل بانّ عیسی قد مات فتنة عظیمة فی الدّین و نزغة شیطانیّة من ابلیس العدو اللّعین لیهلک من هلک عن بیّنة و یحیی من حیّ عن بیّنة نسأل اللّه السّلا مة من ذلک و ان یو فقنا السلو ک انهج المسا لک

وقال الحا فظ ابن حجر فی فتح الباری توا ترت الا خبار بانّ المهدی من هذه الامة و انّ عیسی یصلّی خلفه ۔

و المقرر عند آئمة الحد یث والاصول و الفقه ان ردّ الاحادیث المتواترة و عدم قبو لها کفر

قال العلا مة احمد بن محمد القشاشی بضم القاف اکدنی فی منظومته فی العقاید، و الرا د اذ توتر الحد یث بدعة و طبعه خبیث ۔ فهو کردّالمحکم التنز یل ۔ و ردّه کفر لدی العلیم۔

قال تلمیذه العلا مه الشیخ ابرا هیم بن حسن الکر دی المد نی فی شرحها فاالمراد ای لما دلّ علیه الحد یث اذا توا تر بدعت و طبعه خبیث حیث لم یقبل الحق لانّ الطّیّب یقبل الحق و لا یردّه فهو ای ردّ الحد یث المتوا تر کردّ القر آ ن لکو نه ... دلا لة ؟ علم من الدین بالضرورة لان التوا تر یفید العلم الضروری بانّ هذا هو المراد من تلک ا لاحا دیث۔

ولا شکّ ولا ریب انّ هذا المدّعی مرزا القادیانی بدعت و طبعه خبیث حیث لم یقبل الحق و ما ذا بعد الحق ا لاالضّلا ل نسأل اللّه

السّلامة من ذلک و ان یوفّقنا طریق الصّواب و یجنبنا ما نستوجب به العقا ب۔

و اما استدلاله بقوله تعالی انّی متوفّیک و را فعک الیّ ... فلا دلیل له فی ذلک لانّ ظاهر الآیۃ کما قاله العلا مة الکرخی انّ الکلام علی حاله من غیر ادّعا تقدیم و تا خیر و معنی الآیۃ انّی متوفّیک ۔ای آ خذ ک وا فیاً ای مستوفی اجلک و مؤخرک و عاصمک من ان یقتلک الکفار الی ان تموت حتف انفک من غیر ان تقتل و را فعک الی سمائی و ذلک لانّ التّوفّی یستعمل فی اخذ الشّئی وافیاً ای کاملاً و الموت نوع منه و المعنی المتبادر من الآیۃ الموافق للاحادیث الصحیحة هو الاخذ وافیاً لا الموت و انّما ا حتاج اکثر المحققین من المفسّرین الی تفسیر المتوفّی بالاخذ وافیاً ای کاملاً لا النّوع المراد منه الموت لما صحّ فی الاخبار عن النّبی ﷺ من نزوله و قتله الدّ جال و کذلک ایضاً معنی قوله فلمّا توفّیتنی ای اخذ تنی وا فیاً الی السّماء۔

و قال الشوکانی فی تفسیره فتح القدیر تحت قوله متوفّیک قال الفرّا ء فی الکلام تقدیم و تاخیر۔ تقدیره انّی را فعک و مطهّرک من الّذ ین کفروا ومتوفّیک بعد انزالک من السّماء و قال ابو زید قابضک وقال فی الکشّاف مستوفی اجلک ومعناه انّی عاصمک من ان یّقتلک الکفار و مؤخر اجلک الی اجلٍ کتبته لک و ممیتک حتف انفک لا قتلاً باید هم و انّما اختار المفسّرون الی تاویل الوفاة بما ذکر لانّ الصّحیح انّ اللّه رفعه الی السّماء من غیر وفاة کما رجحه کثیر مّن المفسّرین و اختاره ابن جریر الطبری و وجهه ذ لک انّه قد صحّ فی الاخبار عن النّبی ﷺ نزوله و قتل الدّجال و قیل المراد بالوفاة هنا النوم و مثله وهو الّذی یتوفّاکم باللّیل ای ینیمکم و به قال کثیرون۔ انتهی بلفظه۔

و قال فی قوله تعالی فلمّا توفّیتنی ، قیل هذا یدلّ علی ان اللّٰه توفّاہ قبل ان یّرفعه و لیس بشئی لانّ الاخبار قد تظاهرت بانّه لم یمت و انّه باق فی السّماء علی الحیاۃ التی کان علیها فی الدّنیا حتّی ینزل الی الارض آخر الزمان و انّما المعنی فلمّا رفعتنی الی السّماء قیل انّ الوفاۃ فی کتاب اللّٰه جاءت علی ثلاثة اوجه:
بمعنی الموت و منه قوله تعالی، اللّٰه یتوفی الانفس حین موتها۔
و بمعنی النوم ،ومنه قوله تعالی، و هو الّذی یتوفّاکم باللّیل ای ینیمکم
و بمعنی الرفع و منه قوله تعالی فلما توفّیتنی ۔ انتہی بلفظه ۔

و قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری الصحیح ان عیسی رفع و هو حیّ ۔انتہی ۔

فمن زعم انّ عیسی لیس بحیّ و انّه قد مات و انّه لاینزل من السّماء الی الارض قبل یوم القیامة بذاته الشّریفه فهو ضال مضلّ مخالف لکتاب اللّٰه و سنّة رسول اللّٰه ﷺ المتواتره و اتّفاق اهل السّنة فماذا بعد الحق الّا الضّلال۔ فالواجب علی کلّ مسلم ان یبیّن للنّاس ضلال هذا الرّجل المفتری المدّعی انّ المسیح قد مات و انّه لا ینزل من السّماء الی الارض و انّه مثیل عیسی ۔ بل عیسی حیّ فی السّماء لم یمت و ینزل فی آخر الزمان بذاته الشریفه و یصلّی خلف المهدی و یقتل الدّجال و ممّا یؤید کذب هذ المفتری انّ نزول عیسی لا یکون الّا بعد وجود المهدی و الدّجال و هذا یدعی انه مثیل عیسی و لا وجود للمهدی و لا للدّجّال۔

و فی صحیح مسلم ان عیسی ینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق و لا المنارۃ البیضاء بلدۃ القادیانی و لا منارته فهذا صریح فی کذبه و افتراءہ و انه ضال مضلّ ۔

و ایضاً فقد قال رسول اللّٰه ﷺ فی وصف عیسی بانّه رجل مربوع الی الحمرۃ و البیاض و انّه ینزل بین ممصرتین کانّ رأسه

يقطر و ان لّم يصبه بلل و انّه بنزوله تذ هب الشّحناء و التّباغض و التّحاسد و انّه يد عوا الى المال فلا يقبله ا حد و انّه يحثو المال حثوا و انّه يقا تل على ا لاسلام و لا وجود لهذه ا لاو صاف الشّر يفة المذكورة فى هذا الرّجل المدّ عى انّه مثيل عيسى و ممّا يدلّ على كذبه و افترائه انّ عيسى يوحى اليه كما تدلّ على ذلك رواية مسلم ا لآ تية و دعاوى هذا المفترى كلّها امّا بالالها م الكاذ بة او الدّعاوى العقلية الوا هية الّتى ليست من شان من يوحى اليه و ممّا يؤيّد كذ به ان لفظ مثيل المسيح لم يرد فى كتاب اللّه و لا فى سنّة رسول اللّه ولا فى لسان الصّحابة و السّلف والخلف بل هو قول محد ث احد ثه من ا ضلّه اللّه و ختم على سمعه و قلبه و جعل على بصره غشا وة فمن يّهد يه من بعد اللّه۔ و منها ان عيسى لا اب له و هذا له اب و جد ۔ و ليس فيه من الصّفات ما يصح دعواه بل دعاويه كلّها اكاذيب واهية تدلّ على ضلاله... و فساد رأ يه ومن يّضلل اللّه فما له من ها د

و فى الفتاوى ا لحا فظ جلال الدين السّيوطى الحد يثية و قد سئل رحمه اللّه عن حياة عيسى و مقره فاجا ب با نّه حىّ فى السّماء الثّا نية لا يأ كل و لا يشر ب ملاز م للتسبيح كا لملا ئكة۔انتہی ۔

و قال العلامة الشيخ حسن العدوى الما لكى فى كتا به مشارق ا لانوار سئل شيخنا الاجهورى هل ينزل جبر يل على عيسى بعد نزوله من السّماء؟ فاجاب با نّه ينزل عليه جبر يل كما فى حد يث مسلم من قو له ﷺ فى ذكر يا جوج و ما جوج فا وحى اللّه الى عيسى انّى قد اخرجت عباداً لا يد لاحدٍ بقتالهم فحرّز عبادى الى الطّور الحد يث ۔ فانّه ظاهر فى نز ول جبريل اليه و اماما فى حديث الو فاة من قو له هذا آ خر و طأتى فى الا رض فضعيف ۔

و من جملة ضلا ل هذا الرّ جل انّه يزعم انّه ملهم من اللّه و انّ الالهام حجّة من الحجج القاهرة مقام الد لائل الشرعية و مراده

بذلک التوصل الی صحّة دعواه انّه مثیل المسیح و هو فی ذ لک کاذب ضال مضلّ مخا لف ا لاقوا ل اهل السّنّة و الجماعة فانّ هذه الدّعا وی منه من الامانی الکاذبة و قد قال معا ویة ایّا کم والامانی الّتی تضلّ اهلها کما فی الصحیح البخا ری و قال تعا لی: و منهم امّیّو ن لا یعلمون ا لکتا ب ا لّا اما نیّ و ان هم ا لّا یظنّو ن ۔

و ا لالهام لیس بحجّة شرعیة یستدل به علی اثبات حکم او نفیه کما هو مقرر عند آ ئمة الحد یث و ا لا صول و الفقه ۔

قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ان المحد ث منهم ای من هذه ا لا مة اذا تحقق و جود ا لالها م منه لا یحکم بما وقع له بل لا بدّ عن عر ضه علی القرآن فان وا فقه او وا فق السنّة عمل به و الّا تر که و هذا و ان جاز ان یقع لکنه نادر لا یکون الا ممن کان امره مبینا علی اتباع الکتاب و السنة ۔

و هذا الکاذب المفتری المدعی انّ عیسی قد مات و انّه مثیله و انّه ملهم فالهاماتهن الّتی ید عیها لیست من الالهاما ت الّتی توافق الکتا ب و السنّة ولا حا له مبنیاً علی اتباع الکتا ب و السنّة بل الکتا ب و السنّة دالان علی حیاة عیسی و انّه ینزل الی الارض فی آخر الزّمان حکماً مقسطاً کما ثبت فی الاحادیث الصّحیحة المتواترة المرویة عن رسو ل اللّه ﷺ ۔ولفظ مثیل عیسی لم یرد فی کتا ب اللّه و لا فی سنّة رسول اللّه ﷺ و لا فی لسان الصّحابة و السّلف و الخلف بل هو قول محد ث و کلّ محدث بد عة و کلّ بد عة ضلا لة و کلّ ضلا لة فی النّار فالهامه المخا لف لما ثبت فی الکتاب والسنة واقوال السلف و الخلف و اهل السّنّة من الالهامات الشیطانیّة و الشّهوا ت النّفسانیّة اعاذ نا اللّه من ذلک۔ آ مین۔

و لقد صدق رسول اللّه ﷺ حیث قال ما ضلّ قوم بعد هدی کانوا علیه الّا اوتو الجدل اخرجه الامام احمد فی مسنده (حد ثنا

عبدالوا حد الحداد حد ثنا شها ب بن خرا ش عن حجا ج بن دینار عن ابی غا لب عن ابی اما مۃ قا ل قا ل رسو ل اللّٰہ ما ضلّ قو م بعد ھدی کا نوا علیہ ا لّا او توا الجد ل ثم تلا ھذہ الا یۃ : ما ضربوہ لک ا لّا جد لاً ۔ بل ھم قوم خصمو ن ۔ مسند ا حمد حدیث نمبر ۲۱۱۴۳) و الترمذی و ابن ماجہ و الحاکم من حدیث ابی امامۃ و فی مثل دعوی ھذا الکاذب الفا جر انزل اللّٰہ عزّ وجلّ فی کتا بہ العزیز: بل ھم قوم خصمون۔ فالواجب علی کلّ من لّہ قدرۃ من علماء المسلمین و حکام المؤمنین زجر ھذا المفتری الکاذب عن دعا ویہ الکاذبۃ و تعزیرہ و التعزیر الشدید الرادع عن دعاویہ الواھیۃ و تعزیر من اعانہ او نصرہ او قواہ و ھجرہ و ترک مودتہ للّٰہ عزّوجلّ کما قال اللّٰہ عزّ و جلّ: لتجد قو ماً یؤمنون با للّٰہ و الیو م ا لآخر یوادّون من حادّ اللّٰہ و رسولہ و لو کانوا آباء ھم او ابناء ھم او اخوانھم او عشیرتھم او لئک کتب فی قلوبھم ا لا یما ن .. ا لآیہ ۔(مجا دلہ :۲۲)

و ما استد لالہ بدلائل عقلیۃ عن سنن ...... او بغیر الکتاب المنزل علی خیر البریۃ او بغیر السنّۃ الصّحیحۃ النقیّۃ المرضیّۃ فلا یلتفت الی ذلک الّا من اتّبع ھواہ و ضلّہ اللّٰہ و خذ لہ و غواہ و فی ھوۃ الضّلا لۃ القاہ وارد ہ ھذا ما ظھر للحقیر اسیر القصور و التقصیر من کلا م ا لآئمہ المحققین اھل المعرفۃ و التمکین فان کان صواباً فمِن اللّٰہ و الحمد اللّٰہ و ان کان خطأ فمِنّی و مِن الشّیطان و استغفر اللّٰہ و الحمد للّٰہ ربّ العالمین و حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل و لا حول ولا قوّۃ الّا باللّٰہ العلیّ العظیم و صلّی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمّد و آ لہ و صحبہ و سلّم ۔ و کان الفرا غ من تحریر ھذہ الرسا لۃ یوم الاثنین عشرین من شھر ربیع الثّانی ۱۳۰۸ھ .. فی بلدۃ بوفال بالتماس بعض الاحبّۃ منّی ذ لک و ان کنت ا ھلا لما ھنا لک ۔

ثمّ بعد الفرا غ من تحریر ھذہ الرّسا لۃ ورد علی الحقیر سوال آخر ایضاً یتعلّق بحال ھذا الرّجل المفتری الکاذب و لفظہ :

ما قول العلماء الاعلام الهادين الی نهج خیر الانام فی القادیا نی و صنیعه با لوحیین اعنی الکتاب و السّنّة و صرفه النّصوص الشرعیة عن ظاهرها بما تهواه نفسه الغویّة ۔هل تحریفه لذ لک من جنس تحریف المذموم المشابه لتحریف الیهود الّذین یحرفون الکلم عن موا ضعه ام لا؟ افیدونا جز یتم خیر ۔

فاجبت بقولی بسم اللّه الرحمن الر حیم.. با للّه استعین با لتوفیق لا صابة الصواب۔ اعلم وفقنا اللّه للصّواب انّ اللّه سبحانه و تعالی ذم الیهود فی کتا به العزیز فقال تعالی :

یحرّفو ن الکلم عن موا ضعه و نسوا حظاً ممّا ذکروا به ۔

و لا تزال تطلع علی خا ئنة منهم ، و تحریف هذالر جل المسئول عن حا له للآ یا ت القرآنیه و الاحادیث النّبویة و صرف النّصو ص عن ظاهرها من جنس تحریف الیهود بلا شک و لا ریب ۔ قال الامام ابن القیم فی اغاثة اللهفان و قد اختلف فی التوراة التی بایدی الیهود هل هی مبدلة ام التبدیل وقع فی التّاویل دون التنزیل علی ثلا ثه اقوال فقا لت طائفة کلّها او اکثر ها مبد لة و غلا بعضهم حتی قال یجوز الاستنجاء بها و قالت طائفة من آئمة الحدیث و الفقه و الکلام انّما وقع التبد یل فی التّاویل قال البخاری فی صحیحه یحرّفون یز یلون الکلم عن مواضعه و لیس ا حد یزیل لفظ کتاب من کتب اللّه و لکنّهم یتاولونه علی غیر تاویله و هو اختیار الرازی ایضاً و سمعت شیخنا یقول وقع النّزاع بین الفضلاء فاجاز هذا المذهب وهی غیره فا نکر علیه علیه فا ظهر خمسة عشر نقلاً به ۔

المقصود والغرض من نقلنا الکلام ابن القیم المذکور ان التّحریف علی مذ هب البخاری و من وافقه یصدق علی تاویله علی غیر معناه المو ضوع له شرعا فهذا المفتری قد شابه الیهود بتحریف معانی الآیات القرآنیه و الاحادیث النّبویّه علی غیر

معناها ، منها شرعا فمن زعم ان فعل هذا الرجل المفترى لیس من التحریف المشابه للیهود علی ما نقله ابن القیم فهو مثله ضال مضلّ و من یضلل اللّه فما له من ها د ۔

ختمنا اللّه بالایمان۔ ثمّ بعد الفراغ من تحریر هذه الرّسا لة المبارکة انشاء اللّه وقفت علی واقعةٰ ذکر ها الامام شیخ الاسلا م ابو العباس تقی الدّین احمد بن عبد الحلیم بن تیمیه فی رسالته المسمّی بغیة المرتاد فی الردّ علی المتفلسفة و القرامطه والبا طنیّه اهل الالحاد من القائلین بالحلول و الا تحاد ، و لفظها و قد کان عندنا بد مشق الشیخ المشهور الّذی یقال له ابن هود و کان من اعظم من رأیناه من هؤلا ء الاتحادیه زهداً و معرفة و ریا ضةً و کان من اشدّ الناس تعظیماً لابن سبعین و مفضلاً له عنده علی ابن عربی و غلا مه ابن اسحاق و اکثر النّاس من الکبار و الصغار کا نوا یطیعون امره وکان ا صحابه الخواص به یعتقدون فیه انّه اعنی ابن هود المسیح بن مریم و یقولون ان امّه اسمها مریم و کانت نصرانیة و یعتقدون ان قول النّبی ﷺ ینزل فیکم ابن مریم هذا و ان روحانیةعیسی تنزل علیه و قد ناظرنی فی ذلک من کان افضل النّاس عند هم اذ ذا ک معرفة بالعلو م الفلسفیة وغیرها مع دخوله فی الزهد و التصوف و جری لهم فی ذ لک مخا طبات و مناظرا ت یطول ذکرها، جرت بینی و بینهم حتّی بیّنت لهم فساد دعواهم بالاحا دیث الصحیحة الوا ردة فی نزول عیسی المسیح و ان ذلک الو صف لا ینطبق علی هذا الرجل و بیّنت لهم فساد ما دخلوا فیه من القرمطة حتی ا ظهرت مباهلتهم و حلفت لهم ان ما ینتظرونه من هذا الرجل لا یکون و لا یتم و ان اللّه لا یتم امر هذا الشیخ فابر اللّه تلک الا قسام و الحمد للّه رب العا لمین هذا مع تعظیمهم لی و بمعرفتی عندهم و الّا فهم یعتقدون انّ سائر النّاس محجوبون

بحال حقيقتهم و غوامضهم وانّ النّاس عند هم كالبهائم۔

المقصود من نقل من هذه الحوالة وفيها تائيد لماحررت فى رسالتى من الاحاديث الصّحيحة الواردة فى نزول عيسى و ان الاوصاف المذكورة فيها فى وصف عيسى لا ينطبق على هذا المدعى الفاجر مرزا القاديانى و للّٰه الحمد على ذلك۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا و هب لنا من لّدنك رحمة انك انت الوهاب وصلّ على خير خلقه محمد و آله و صحبه اجمعين۔

☆☆☆

الفتح الربانی

(اردو ترجمہ)

حمد وصلوۃ کے بعد شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی لکھتے ہیں کہ دین میں کج روی کرنے والے بعض لوگوں نے مخالف نصوص قرآن اور احادیث متواترہ کے یہ مذہب نکالا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی مرچکے ہیں اور یہ کہ وہ اپنے جسم مبارک کے ساتھ زمین سے نہیں اٹھائے گئے بلکہ روح کے ساتھ، اور یہ کہ وہ بذاتہ زمین کی طرف ہرگز نہیں آئیں گے بلکہ ان کا ایک مثیل یعنی ہم شکل آوے گا۔ اس لئے میں نے چاہا کہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ ایک جگہ جمع کردوں جو اس مفتری اور گمراہ کن کے مذہب کو رد کرتی ہیں تا کہ اس کو اور جس کو نفس امارہ نے اس جاہل کا دعوی درست اور صحیح کر دکھایا ہے اس دعوی باطل سے ہٹاوے اور اس کی رائے فاسد اور ظاہر باہر جھوٹ کی پیروی سے باز رکھے۔

سو میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اس میں کہ وہ مجھے غلطی سے محفوظ کر کے یقینی اور صحیح بات پر قائم رکھے۔

ہر عالم منصف پر مخفی نہ رہے کہ عیسیٰؑ کا زمین کی طرف اترنا اپنے جسم عنصری کے ساتھ حاکم عادل ہو کر قرآن اور حدیث سے باجماع اہل سنت ثابت ہے اور یہ کہ وہ اب بھی آسمان میں زندہ ہیں اور یقیناً ہرگز نہیں مرے۔ سو قرآن شریف کے دلائل یہ ہیں۔

اللہ تعالی یہودیوں کے ردّ میں، جن کا یہ زعم تھا کہ ہم نے عیسی بن مریم کو مار ڈالا، فرماتا ہے، نہیں قتل کیا انہوں نے یقیناً، بلکہ اس کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ سو اس آیت میں اللہ نے ہم کو اس بات کی

خبر دی ہے کہ یہود جس کو پکڑ نا اور مار ڈالنا چاہتے تھے اور وہ جسم عنصری تھا نہ غیر، اس کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا اور یہود ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے اور اس آیت میں رفع جسمانی کی تفسیر خود ابن عباسؓ نے کی ہے جیسا کہ (تفاسیر میں) ان سے باسناد صحیح ثابت ہے۔ پس اس آیت وتفسیر ابن عباسؓ اور ہماری تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ اٹھائے گئے۔

اور اس پر دلالت کرتی ہیں احادیث صحیحہ متواترہ جو آگے آئیں گی جن میں نزول ذاتی کی صراحت ہے اور تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔

اور اللہ فرماتا ہے وان من اهل الكتاب الّا ليومننّ به . یعنی سب اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ تفسیر ابن عباسؓ وابو ہریرہؓ و دیگر سلف سے باسناد صحیح ثابت ہے اور یہی ظاہر ہے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر اور شوکانی میں اسی کو ظاہر کیا ہے اور منکر قادیانی نے بھی توضیح مرام میں حضرت عیسیٰؑ کی طرف ضمیر پھیری ہے۔ پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ نہیں مرے بلکہ آخر زمانہ میں بعد نزول کے، جب سب اہل کتاب ان پر ایمان لاویں گے، انتقال کریں گے۔

اور اللہ نے اپنی کتاب میں ان کے نزول کو علامت قیامت فرمایا، وانّه لعلم للسّاعة یعنی حضرت عیسیٰؑ کا نزول قرب قیامت کی علامت ہے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف عائد ہے کیونکہ سیاق انہیں کے ذکر میں ہے اور مراد اس سے ان کا نزول ہے قیامت سے پہلے جیسا کہ دوسری جگہ اللہ نے فرمایا، سب اہل کتاب ان کے یعنی حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے پھر قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔ اور شاہد اس تفسیر کا قرأت لعلم للسّاعة بفتح عین ولام ہے۔ مجاہد بھی اس کی تفسیر یہی کرتے ہیں کہ خروج عیسیٰؑ قیامت سے پہلے نشان قیامت ہے۔ اور یہی مروی ہے ابو ہریرہؓ وابن عباس، وابو عالیہ وابو مالک عکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک وغیرھم سے اور احادیث نبویہ بھی متواتر آئی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ قیامت سے پہلے نازل ہونگے حاکم وعادل ہوکر۔

امام شوکانیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مجاہدؒ اور ضحاکؒ اور سدیؒ اور قتادہؒ کہتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا نزول قرب قیامت کا نشان ہے کیونکہ وہ علامات قیامت سے ایک علامت ہیں کہ اللہ ان کو قیامت سے پہلے آسمان سے زمین کی طرف نازل کرے گا جیسا کہ خروج دجال بھی قیامت کا ایک نشان ہے اور یہی تفسیر لائق قبول ہے۔ اور ابن عباسؓ نے بھی اس کی تفسیر خروج عیسی قبل از قیامت کے ساتھ کی ہے اور اس کو حاکمؒ وابن مردویہؒ نے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ جمہور نے علم بصیغہ مصدر پڑھا ہے یعنی مسیح کے نزول کے وقت قرب قیامت کا علم ہو جائے گا تو مبالغۃً عیسی کو خود علم فرمایا۔

اور ایک جماعت صحابہ نے علم بفتح عین ولام پڑھا ہے یعنی حضرت عیسیٰؑ کا نزول علامات قیامت سے ایک علامت ہے، اور نزول کے علامت قیامت ہونے پر، حدیث صحیح مسلم بھی دال ہے کہ رسول خدا ﷺ ہم پر ظاہر ہوئے اور ہم کچھ تذکرہ کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم کیا تذکرہ کرتے ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ قیامت کا۔ فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ دس نشان نہ دیکھ لوگے۔ دخان، دجال، دابہ، طلوع آفتاب از مغرب، نزول عیسی بن مریم،.. الخ.

پس ان روایات مرفوعہ موقوفہ سے ثابت ہوا کہ مراد علامت سے ان کا نزول ہے نہ ان کا پیدا ہونا جیسا کہ مدعی کاذب سمجھا ہے۔ اور یہی ثابت ہوا کہ ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے نہ طرف قرآن کے جیسا کہ مرزا وغیرہ نے گمان کیا ہے۔

اور روایات مذکورہ ہر قول مخالف کو ردّ کرتی ہیں۔ پس ظاہر آیات قرآنیہ کا یہی ہے کہ اس سے مراد عیسیٰؑ کا نزول بذاتہ الشریف ہے اور یہ کہ وہ زندہ ہیں مرے نہیں، بخلاف اس مفتری کذاب کے قول کے

اور احادیث صحیحہ متواترہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی بے شک عیسی بن مریم حاکم عادل ہوکر نازل ہوں گے پھر صلیب توڑ دینگے اور خنزیروں کو ہلاک کرینگے اور جزیہ اٹھا دینگے اور حاملہ اونٹی چھوٹی پھرے گی اور کوئی اس کو نہ پکڑیگا اور آپس کا کینہ اور بغض اور حسد جاتا رہے گا اور مال کو باوجود بلائے جانے کے کوئی قبول نہ کرے گا۔

اور بخاری ومسلم وابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک ابن مریم تم میں نازل ہوں گے حاکم عادل ہوکر۔ پس صلیب کو توڑینگے اور خنزیر کو ہلاک کرینگے۔ اور جزیہ اٹھا دینگے اور مال بہت ہوگا یہاں تک کہ اس کو کوئی قبول نہ کریگا۔ الخ۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ (قرآن مجید میں بھی اس کی شہادت موجود ہے) چاہو تو پڑھو کہ سب اہل کتاب عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لے آئینگے۔

اور سیوطی نے تفسیر اکلیل میں تحت آیت و ان مّن اھل الکتاب ... یوں لکھا ہے کہ اس میں دلیل ہے نزول عیسی بن مریم کی۔ اس کو حاکمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ اور امام احمدؒ نے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ عیسیٰؑ بن مریم نازل ہونگے تو خنزیر کو ہلاک کردینگے اور صلیب کو مٹا دینگے پھر ابو ہریرہؓ نے یہ آیت پڑھی، سب اہل کتاب عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لے آویں گے۔

پس اس روایت میں صریح دلالت ہے کہ قبل موتہ کی ضمیر عیسیٰؑ ہی کی طرف راجع ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ سب اہل کتاب نزول عیسیٰؑ کے عہد مبارک میں ان پر ایمان لے آویں گے اور اس

پر کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کی بندی مریم کے بیٹے ہیں، اور اس پر دال ہے حضرت ﷺ کا قسم کھانا نہایت تاکید کے ساتھ صراحت کے ساتھ کہ مراد نزول ذات مع جسم شریف ہے اور وہ زندہ ہیں۔

مسلم نے روایت کی ہے جابرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت سے ہمیشہ ایک گروہ حق پر رہے گا قیامت تک۔ پس اتریں گے عیسیٰؑ بن مریم تو کہے گا امیر انکا کہ آیئے نماز پڑھایئے۔ پس کہیں گے کہ میں نہیں پڑھاتا، بلکہ بعض تمہارا تم پر امیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ عزت بخشی ہے۔

اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا پھر وہ تمہارا پیشوا ہوگا اور ابوداؤد میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسے کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں۔ جب تم ان کو دیکھو تو ان کی پہچان یہ ہے کہ ایک مرد ہیں، میانہ قد، گندم گوں، گیروے کپڑے پہنے ہوئے اتریں گے، گویا ان کا سر ٹپکتا ہوگا اگرچہ اس کو تری نہیں پہنچی۔ پس اسلام کے قبول پر جنگ کرینگے اور صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر کو ہلاک کریں گے اور جزیہ اٹھا دیں گے اور اسلام کے سوا کل مذاہب کو اللہ مٹا دے گا اور مسیح دجال بھی ان کے زمانہ میں ہلاک ہوگا۔ پس زمین پر چالیس برس رہیں گے پھر وفات پائینگے تو مسلمان ان پر جنازہ پڑھیں گے۔

اور امام احمدؒ نے ابوسعید سے مرفوعاً روایت کی ہے جس کے کل راوی صحیح کے ہیں سوائے کثیر بن زید کے کہ اس کو بھی احمد اور ایک جماعت نے ثقہ کیا ہے۔ لفظ حدیث کے یہ ہیں کہ عنقریب مسیح بن مریم نازل ہوں گے حاکم عادل ہو کر پس خنزیر کو ہلاک کریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے اور دعوت اسلام کی ایک ہی ہوگی۔ پس جب وہ نازل ہوں گے تو رسول اللہ ﷺ کا سلام ان کو کہہ دینا۔ اور بعض الفاظ اس کے صحیح میں بھی ہیں اور امام احمد نے دو اسناد سے، کہ جن کے کل راوی صحیح کے ہیں، ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اگر میری عمر دراز ہوئی تو امید رکھتا ہوں کہ عیسی بن مریم سے ملاقات ہوگی اور اگر مجھے جلد موت آ گئی تو جو کوئی ان سے ملاقات کرے ان سے میرا سلام کہہ دے۔ اور حاکم کے لفظ یہ ہیں کہ بے شک عیسی ابن مریم نازل ہوں گے حاکم اور امام عادل ہو کر اور حج یا عمرہ کرتے ہوئے پہاڑوں کے دروں میں چلیں گے اور میری قبر پر مجھ کو سلام کہیں گے اور میں سلام کا جواب دونگا۔ یہ اور ان کے مانند بہت سی احادیث متواترہ مروی ہیں جو نزول ذاتی میں صریح ہیں، تاویل کی گنجائش نہیں رکھتیں۔ اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں دجال نکلے گا پس زمین میں چالیس دن رہے گا (راوی کو یاد نہیں رہا کہ چالیس دن یا ماہ یا برس) پھر اللہ تعالی، عیسی بن مریم کو بھیجے گا شکل ان کی عروہ بن مسعود کے مانند ہوگی پس دجال کو ہلاک کریں گے۔ الخ۔ امام نووی اس حدیث کی شرح

میں لکھتے ہیں کہ بھیجے گا اللہ تعالی عیسی بن مریم کو یعنی آسمان سے اتارے گا ہماری شرع کے مطابق حاکم کرکے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ نزول عیسی کا اور ان کا دجال کو قتل کرنا بدلیل احادیث صحیحہ اہل سنت کے نزدیک حق اور صحیح ہے اور شرع اور عقل دونوں میں اسکے بطلان کی کوئی دلیل نہیں تو اس کا قبول کرنا واجب ہوا اور بعض معتزلہ اور جہمیہ اور ان کے موافقین نے اس کا انکار کیا ہے اور گمان کیا کہ یہ حدیثیں مردود ہیں اللہ کے اس قول و خاتم النّبیین سے، اور آنحضرت ﷺ کے قول سے، لا نبیّ بعدی سے، اور مسلمانوں کے اجماع سے کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور اس سے کہ ہمارے نبی کی شریعت قیامت تک ہے منسوخ نہیں ہوگی۔

یہ دلیل ان کی فاسد ہے اس لئے کہ نزول سے یہ مراد نہیں کہ وہ اتریں گے نبی ہوکر ساتھ ایسی شرع کے جو ہماری شریعت کی ناسخ ہو، اور نہ کسی حدیث میں یہ آیا ہے، بلکہ اس باب کی حدیثیں اور کتاب الایمان کی اور اس کے سوا اور حدیثیں صحیح وارد ہوئی ہیں کہ عیسیٰ حاکم عادل نازل ہوں گے اور ہماری شریعت کے ساتھ حکم کریں گے اور لوگوں نے جو ہماری شرع کی باتیں چھوڑ دی ہیں ان کو زندہ کریں گے۔

امام شوکانی اپنے رسالہ التوضیح فی تواتر ماجاء فی المھدی و الدجال و المسیح، میں لکھتے ہیں، کہ نزول عیسیٰ میں ۱۹ حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ پھر ان کو لکھا اور اس رسالہ کی حدیثیں اسی رسالہ سے ہم نے ذکر کی ہیں۔ حاصل یہ کہ اس شخص کا یہ دعوی کرنا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہوگئے، دین میں ایک فساد عظیم برپا کرنا اور ابلیس لعین کا وسوسہ اور بہکانا ہے۔..

اور حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حدیثیں متواتر آئی ہیں کہ مہدی اس امت سے ہوگا اور عیسیٰ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

اور آئمہ حدیث، اصول وفقہ، کے نزدیک مقرر ہو چکا ہے کہ احادیث متواترہ کا رد کرنا اور قبول نہ کرنا کفر ہے۔ علامہ احمد بن محمد قشاشی اپنی منظومہ عقائد میں کہتے ہیں کہ حدیث متواتر کا ردّ کرنے والا مبتدع اور خبیث الطبع ہے، حدیث متواتر کا ردّ کرنا آیہ محکمہ کا ردّ کرنا ہے اور علیم کے نزدیک کفر ہے۔ اور ان کے شاگرد شیخ ابراہیم بن حسن کردی بھی اس کی شرح میں یہی کہتے ہیں کہ خبیث الطبع اسلئے ہے کہ طبع پاکیزہ حق کو قبول کرتی ہے اور قرآن کی طرح متواتر احادیث میں بھی علم یقینی ہوتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس مدعی مرزا قادیانی کی بدعت اور طبع بھی خبیث ہے جب کہ حق کو قبول نہ کیا اور حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے۔ اللہ اس سے محفوظ رکھے اور طریق صواب کی توفیق دے اور مستوجب عذاب سے بچاوے۔

اور اس کا استدلال کرنا آیت انّی متوفیک ...سے وفات عیسیٰ پر، سواس پر کوئی دلیل

نہیں کیونکہ ظاہر آیت کے معنی بقول کرخی کے بغیر تقدیم وتاخیر کے یہ ہیں کہ میں تجھ کو بھرپور لینے والا ہوں یعنی لوگوں کے قتل کرنے سے محفوظ کر کے تیری اجل کو پورا کرنے والا اور مؤخر کرنیوالا ہوں اور تجھ کو آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔اور یہ اس لئے کہ توفی کے معنی شئی کو بھرپور لینے کے ہیں اور موت اس کی ایک نوع ہے اور احادیث صحیحہ کے موافق متبادر معنی آیت کے بھی بھرپور لینے کے ہیں، نہ اس کے ایک نوع یعنی موت کے۔اور مفسرین نے اصلی معنی کو اس واسطے اختیار کیا ہے کہ احادیث صحیحہ میں ان کا نزول اور دجال کا قتل کرنا وغیرہ (دلائل حیات) وارد ہیں اور یہی معنی ہیں فلمّا تو فّیتنی ...کے یعنی جب تو نے مجھ کو بھرپور آسمان کی طرف اٹھالیا۔

اور امام شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ فراء نے کہا اس کلام میں (از روئے معنی کے) تقدیم وتاخیر ہے۔معنی یہ ہوئے کہ میں تجھ کو اٹھانے والا ہوں اور کافروں سے صاف و پاک کرنے والا ہوں اور مارنے والا ہوں تجھ کو آسمان سے اتار کر۔اور ابو زید نے کہا یعنی تجھ کو (بھرپور) قبض کرنے والا ہوں۔اور کشاف میں ہے کہ تیری اجل کو جہاں تک کہ میں نے لکھا ہے پورا کردونگا یعنی تجھ کو کفار قتل نہ کرسکیں گے تیری اصلی موت سے تجھ کو مارونگا، نہ ان کے ہاتھوں سے۔

اور مفسرین نے اس کے یہ معنی اختیار کئے ہیں اس لئے کہ صحیح یہ ہے کہ اللہ نے ان کو بغیر وفات کے اٹھالیا جیسا کہ اس کو بہت مفسرین نے ترجیح دی ہے۔اور ابن جریر طبری نے اسی کو اختیار کیا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حدیثوں میں ان کا نزول اور دجال کا قتل کرنا صحیح ہو چکا ہے اور بعض نے وفات کے معنی نیند کے لئے ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے کہ اللہ تم کو رات میں وفات دیتا ہے یعنی سلاتا ہے۔اور بہت مفسرین یہی معنی نیند کے کرتے ہیں انتھی ما قال الشوکانی۔

اور آیت فلمّا تو فّیتنی میں فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ اللہ نے ان کو آسمان پر (زندہ) اٹھانے سے پہلے (تین یا سات ساعت) مارا تھا اور یہ قول باطل ہے اس لئے کہ احادیث سے ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ نہیں مرے اور آسمان پر اس زندگی کے ساتھ، جو دنیا میں تھی، زندہ ہیں یہاں تک کہ آخر زمانہ میں زمین پر اتریں گے۔اور آیت کے معنی یہی ہیں کہ جب تو نے مجھ کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔چنانچہ بعض نے کہا وفات، کلام اللہ میں تین معنوں پر آئی ہے۔ایک بمعنی موت جیسا کہ اللہ کے اس قول میں اللّٰہ یتو فّی الا نفس حین موتھا۔دوم بمعنی نیند جیسے اللہ کے اس قول میں ھو الّذ ی یتو فّا کم باللّیل یعنی تم کو سلاتا ہے۔سوم بمعنی رفع جیسا کہ اللہ کے اس قول میں فلمّا تو فّیتنی یعنی تو نے مجھ کو اٹھالیا۔

اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عیسیٰؑ زندہ اٹھائے گئے۔انتہی۔پس

جوکوئی یہ گمان کرے کہ عیسیٰ زندہ نہیں ہیں مر گئے ہیں اور قیامت سے پہلے آسمان سے زمین کی طرف اپنی ذات بابرکات سے نہیں اتریں گے تو وہ گمراہ ہے، گمراہ کرنے والا، اور کتاب اللہ وسنت متواترہ اور اجماع اہل سنت کا مخالف ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے۔ پس جو یہ دعوی کرتا ہے کہ مسیح وفات پا چکے اور وہ آسمان سے زمین کی طرف نہیں اتریں گے اور دعوی کرتا ہے کہ میں مثیل عیسی ہوں (جس کا تم کو وعدہ دیا گیا ہے) ایسا شخص مفتری ہے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اسکی گمراہی کو لوگوں پر ظاہر کرے۔ بلکہ یہ اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں مرے نہیں اور آخر زمانہ میں اپنی ذات بابرکات کے ساتھ نازل ہونگے اور مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ اور اس مفتری کے کذب پر یہ بات بھی تائید کرتی ہے کہ نزول عیسی کا بعد وجود مہدی اور دجال کے ہوگا اور یہ دعوی کرتا ہے کہ میں مثیل عیسی ہوں (جس کا تم کو وعدہ دیا گیا) حالانکہ مہدی اور دجال ابھی تک نہیں ہوئے۔

اور مسلم میں حدیث ہے کہ عیسی دمشق کے سفید منارہ جانب شرق پر نازل ہوں گے اور شہر دمشق اور اس کا سفید منارہ قادیان اور اس کا منارہ نہیں اور یہ اس کے کذب اور افتراء اور گمراہی پر صریح دلیل ہے

نیز رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ کے اوصاف میں یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ ایک مرد ہیں، میانہ قد، گندم گوں، گیروے کپڑے پہنے ہوئے اتریں گے گویا کہ سرانکا ٹپکتا ہے اگرچہ ان کوتری نہیں پہنچی، اور یہ وصف کہ ان کے زمانہ میں آپس کے کینے اور بغض وحسد جاتے رہیں گے اور وہ مال کی طرف بلائیں گے تو اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا اور مال کو لپیں بھر کر دیں گے۔ اور یہ وصف کہ وہ اسلام کے لئے قتال کریں گے۔ اور ان اوصاف شریفہ مذکورہ کا اس شخص مدعی مثیلیت مسیح میں وجود ہی نہیں اور اس کے کذب وافتراء پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ عیسی پر وحی نازل ہوا کرے گی جیسا کہ حدیث مسلم آئندہ دلالت کرتی ہے اور دعاوی اس مفتری کے الہامات کاذبہ یا عقلیہ واہیہ ہیں جو ان کی شان سے نہیں ہیں جن پر وحی آتی ہے۔

اور اسکے کذب پر یہ بات بھی دال ہے کہ مثیل مسیح کا لفظ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور محاورہ صحابہ اور سلف وخلف میں کہیں نہیں آیا۔ بلکہ یہ قول بدعت ہے، اس کو نکالا ہے اس شخص نے جس کو اللہ نے گمراہ کیا اور کان اور دل پر مہر لگائی اور آنکھ پر پردہ ڈالا ہے۔ پس اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔ اس کے علامات کذب سے یہ بھی ہے کہ عیسیٰ کا کوئی باپ نہیں، اور اس کا باپ دادا موجود ہیں۔

غرض کہ اس میں ایسے صفات نہیں ہیں جو اس کے دعوی کی تصدیق کریں بلکہ اس کے کل دعوی جھوٹے ہیں جو اس کی گمراہی اور کوتاہی عقل اور فساد رائے پر دلالت کرتے ہیں اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

سیوطیؒ کے فتاوی حدیثیہ میں ہے کہ سیوطی سے عیسیؑ اور ان کے رہنے کی جگہ کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ دوسرے آسمان پر زندہ ہیں اور نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں فرشتوں کی طرح ہمیشہ تسبیح پڑھتے ہیں۔

شیخ حسن عدوی مالکی اپنی کتاب مشارق الانوار میں فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ اجھوری سوال کئے گئے کہ جبریل عیسی پر آسمان سے نازل ہوں گے یا نہیں؟ تو جواب دیا کہ جبریل ان پر نازل ہوں گے جیسا کہ صحیح مسلم میں ذکر یاجوج ماجوج میں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ، عیسیؑ پر وحی نازل کرے گا کہ میں نے ایسے بندے ظاہر کئے ہیں جن کے ساتھ جنگ کی کسی کو طاقت نہیں پس میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جاؤ۔ الخ۔ پس یہ حدیث نزول جبریل میں دلیل ظاہر ہے اور حدیث وفات میں جبریل کا یہ قول کہ یہ آنا میرا زمین میں آخری ہے، سو یہ حدیث ضعیف ہے۔

اور منجملہ اس کی گمراہی کے اس کا یہ دعوی ہے کہ میں اللہ کی طرف سے ملہم ہوں اور الہام حجت ہے قائم مقام دلائل شرعیہ کے۔ اور اس کی غرض اس سے اپنے اس دعوی کو صحیح کرنا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں حالانکہ وہ اس میں کاذب اور اہل سنت و جماعت کے مخالف ہے کیونکہ یہ کل دعوی اس کے خیالات کاذبہ اور اٹکلیں ہیں۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ معاویہ نے فرمایا کہ بچو خیالات اور اٹکلوں سے جو لوگوں کو گمراہ کرتی ہیں۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہے کہ بعض یہود ان پڑھ ہیں کتاب کو نہیں جانتے مگر.... اپنی آرزوئیں اور ان کے پاس نہیں مگر اپنے خیال۔ اور الہام حجت شرعیہ نہیں ہے جس سے اثبات یا نفی کسی حکم کی ہو سکے جیسا کہ آئمہ حدیث و اصول وفقہ کے نزدیک مقرر ہے۔ حافظ ابن حجر جو فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اس امت کے محدث کا الہام جب متحقق ہو تو اس سے کسی امر کے اثبات یا نفی کا حکم نہیں لگا سکتے بلکہ اس کو قرآن وحدیث پر پیش کرنا لابد ہے اگر ان کے موافق ہو تو عمل کرے ورنہ ترک کرے۔ اور وقوع اس کا اگرچہ ممکن ہے لیکن نادر ہے اور وہ بھی اس شخص کو جس کے کام کتاب وسنت پر مبنی ہوں۔ انتہی۔

اور یہ مفتری وفات عیسیؑ اور مثیل مسیح اور ملہم ہونے کا مدعی ہے، اس کے الہامات کتاب وسنت کے موافق نہیں ہیں اور نہ اس کے کام کتاب وسنت پر مبنی ہیں۔ بلکہ کتاب وسنت حیات عیسیؑ پر دلالت کرتی ہیں اور اس پر کہ وہ آخر زمانہ میں زمین کی طرف حاکم عادل ہو کر نازل ہوں گے..

اور لفظ مثیل عیسی کتاب وسنت میں وارد نہیں ہوا اور نہ صحابہ اور سلف وخلف سے ثابت ہے بلکہ یہ قول محدث ہے اور ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ پس یہ الہام اس کا جو کتاب اور سنت اور اقوال سلف وخلف اور کل اہل سنت کے مخالف ہے الہامات شیطانیہ اور خواہش ہائے نفسانیہ سے ہے..

اور رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ جولوگ ہدایت کے بعد گمراہ ہو جاتے ہیں جھگڑالو ہوجاتے ہیں۔ روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ترمذی وغیرہ نے ابوامامہ سے، اور حق میں مثل دعوی اس کاذب فاجر کے اللہ نے اپنی کتاب میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ یہ لوگ جھگڑالو ہیں۔ پس علماء مسلمین اور حکام مومنین سے جو قدرت رکھتا ہے اس پر واجب ہے اس مفتری کاذب کو ان جھوٹے دعووں سے منع کرنا اور ادب دینا جس سے وہ رک جائے اور ادب دینا اس کو جو اس کی مدد کرے اور اس کو اور اس کی دوستی کو اللہ کے واسطے چھوڑ دیں جیسا کہ اللہ فرماتا ہے کہ مومنوں کو اللہ و رسول کے دشمنوں کا دوست نہ پاؤ گے اگر چہ انکے باپ یا بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اور دلائل عقلیہ یا کتاب وسنت کے ماسواء سے جو اس نے استدلال کیا سو اسکی طرف کوئی التفات نہیں کرتا مگر جو نفسانیت کا تابع اور چاہ ضلالت میں پڑا ہو۔

یہ اس فقیر نے کلام آئمہ محققین اہل معرفت وتمکین سے جو ظاہر ہوا لکھا ہے پس صواب اللہ کی طرف سے ہے اور خطا میری اور شیطان کی طرف سے ہے... یہ رسالہ دوشنبہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۰۸ھ کو بھوپال میں مکمل ہوا۔ بعد فراغ تحریر ہذا میرے پاس یہ سوال آیا جو اس مفتری کاذب کے بارے میں ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں اور جو قرآن وحدیث کو اس نے ظاہر سے پھیرا ہے کیا یہ تحریف مذموم یہودیوں کی سی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

تو میں نے جواب دیا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب عزیز میں یہود کی مذمت یوں فرمائی ہے: (ترجمہ) یہود کلام الہی کو اس کے ٹھکانوں سے پھیرتے ہیں اور بھول گئے ایک فائدہ لینا اس نصیحت سے جو ان کو تھی اور ہمیشہ تو خبر پاتا ہے ان کے دغا کی۔

اور اس شخص مسئول عنہ کی تحریف اور اس کے نصوص کو ظاہر سے پھیرنا بلاشک یہود کی سی تحریف ہے۔ امام ابن قیمؒ، اغاثۃ اللھفان میں فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ توریت جو یہود کے پاس ہے اس میں تحریف لفظی ہے یا معنوی۔ اس میں تین قول ہیں ایک طائفہ نے کہا ہے کہ کل یا اکثر مبدل ہے۔ اور بعض نے غلو کیا کہ اس کے ساتھ استنجاء جائز ہے۔ ایک گروہ نے آئمہ حدیث وفقہ وکلام سے یہ کہا کہ تبدیلی فقط تاویل میں واقع ہوئی ہے۔ امام بخاری اپنی صحیح میں یحرّفون کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ دور کرتے ہیں کلام کو اس کے ٹھکانے سے۔ اور لفظ کتاب کو کتب اللہ سے کوئی زائل نہیں کرتا لیکن اس کی بے جا تاویل کرتے ہیں۔ اور رازی نے یہی اختیار کیا ہے اور میں نے اپنے شیخ (ابن تیمیہؒ) سے سنا وہ کہتے تھے فضلاء کے درمیان اس میں نزاع واقع ہوئی ہے پس اس قول کو صحیح اور غیر کو ضعیف کہا۔ پس اس پر ان کا انکار کیا گیا تو اس نے پندرہ نقلیں اپنی تائید میں پیش کیں۔

میرا مقصود اور غرض اس کلام ابن قیمؒ سے یہ ہے کہ بموجب مذہب بخاری وغیرہ کے یہ مفتری بھی تحریف معنوی آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ میں یہود کے مشابہ ہے اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی تاویل یہود کی سی تاویل معنوی نہیں ہے پس وہ بھی مثل اس کے گمراہ ہے گمراہ کرنے والا۔ اور جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔

پھر بعد فراغ اس تحریر کے میں ایک واقعہ پر مطلع ہوا جس کو ابن تیمیہؒ نے اپنے رسالہ بغية المرتاد فی الردّ علی المتفلسفة و القرا مطة و البا طنية اهل الالحاد من القا ئلين بالحلول و ا لاتحاد میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے پاس شہر دمشق میں ایک بڑا شیخ مشہور تھا جس کو ابن ہود کہتے تھے اور جن وحدت وجودیوں کو ہم نے دیکھا ہے وہ ان سب میں زہد ومعرفت وریاضت میں بہت بڑا تھا اور ابن سبعین کی بہت تعظیم کرتا تھا اور اس کو ابن عربی اور اس کے غلام ابن اسحاق پر بھی فضیلت دیتا تھا اور بہت سے بڑے اور چھوٹے اس کے حکم کی اطاعت کرتے تھے اور اس کے مریدان خاص اس کے حق میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ابن ہود، مسیح ابن مریم ہے اور کہتے تھے کہ اس کی ماں کا نام بھی مریم ہے اور وہ نصرانیہ تھی اور نسبت حدیث رسول کی کہ تم میں ابن مریم اترے گا، تو ان کا عقیدہ تھا کہ وہ یہی ابن ہود ہے اور اس پر حضرت عیسیٰؑ کی روحانیت نازل ہوئی ہے۔ اور مناظرہ کیا مجھ سے اس بارہ میں اس شخص نے جو ان لوگوں کے نزدیک اس وقت فلسفہ وغیرہ میں سب سے افضل تھا، علاوہ اس کے زہد وتصوف میں بھی دخل رکھتا تھا اور اس معاملہ میں ان سے کئی گفتگوئیں اور مناظرے واقع ہوئے کہ ان سب کے ذکر کرنے سے طول ہوتا ہے یہاں تک کہ میں نے ان کے دعوی کا بطلان ان احادیث صحیحہ سے اچھی طرح بیان کردیا جو نزول عیسی میں آئی ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کے وہ اوصاف بیان کئے جو ابن ہود پر مطابق نہیں آتے اور میں نے خرابی ان کی قرمطہ کی جس میں وہ داخل ہوگئے تھے وضاحت سے بیان کردی یہاں تک کہ میرا ان کا مباہلہ ٹھہرا اور میں نے ان سے حلف اٹھا کر کہد یا کہ جن باتوں کا تم انتظار کرتے ہو ہرگز پوری نہ ہونگی اور اللہ اس شیخ کا یہ ڈھکوسلا پورا نہیں کرے۔ سو اللہ نے میری ان سب قسموں کو سچا کیا اور اللہ کا شکر ہے یہ بھی اس واسطے ہوا کہ میں ان کے نزدیک معظم تھا اور مجھ کو خوب جانتے تھے ورنہ وہ تو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ سب لوگ ان کی حقیقت اور باریک بھیدوں سے محجوب ہیں اور لوگ ان کے نزدیک مثل چوپایوں کے ہیں۔ انتہی۔

اس حکایت میں میری اس تحریر کی پوری تائید ہے کہ اوصاف عیسیٰؑ کے ابن ہود کی طرح مرزا پر مطابق نہیں آتے۔ و للّٰه الحمد علی ذلک

کلمہ فضل رحمانی

بجواب اوہام غلام قادیانی

قاضی فضل احمد لدھیانوی حمد وثنا کے بعد لکھتے ہیں :

آج کل (شعبان ۱۳۱۴ھ) میں ایک کتاب مسمی بانجام آتھم تصنیف مرزا غلام احمد قادیانی دیکھنے میں آئی ہے ...مرزا صاحب نے جو روش تحریر اس کتاب میں اختیار کی ہے اہل اسلام تو کیا دیگر مذاہب کے لوگوں کو بھی نہایت ناپسند ہوئی اور بنظر تحقیر دیکھی گئی ہے کیونکہ مرزا صاحب نے احکامات الٰہی واحادیث رسول اکرم ﷺ واقوال وافعال جمہور کا نعوذ باللہ صرف اغماض ہی نہیں کیا بلکہ بصورت انکار ان کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ بطور نمونہ ایسی چند آیات واحادیث واقوال وافعال بزرگاں پیش کرتا ہوں۔

☆ خدا ورسول کے احکام سے مرزا کی مخالفت :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: و اعتصمو بحبل اللّٰہ جمیعاً وّلا تفرّقوا ۔

یعنی خدا کے دین کو سب اکٹھے ہو کر مضبوط پکڑو اور متفرق نہ ہو جاؤ۔

ولا تکونوا کالّذ ین تفرّ قوا و اختلفوا

یعنی تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے فرق اور اختلاف کیا۔

ان ہر دو آیات کی تعمیل مرزا صاحب نے یہ کی کہ تمام اہل اسلام سے ایسی تفریق اور تخالف پیدا کر لی کہ کسی کو بھی اپنے ساتھ نہیں رکھا۔ حتی کہ حضرت رسول خدا ﷺ سے لے کر آج تک کوئی بھی آپ کے عقاید کے ساتھ متفق نہیں ہوا۔

خداوند کریم کا حکم ہے: انّما المؤمنون اخوة فا صلحوا ذا ت بینکم

یعنی مسلمان سب بھائی ہیں، بھائیوں میں اصلاح کرو۔

اس حکم کی تعمیل مرزا صاحب نے ایسی کی کہ بجائے اصلاح کرنے کے اور آتش فساد

مشتعل کر دی اور اپنے خاص بھائیوں کو دشمن بنا لیا۔

اللہ تبارک وتعالی کا حکم ہے: و لا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ریحکم۔

یعنی آپس میں مت جھگڑو، سست ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا بگڑ جائے گی۔

اس کی تعمیل میں مرزا صاحب نے رفع تنازع کے لئے ایسی کوشش کی کہ کوئی وقت، کوئی ساعت، جھگڑے فساد سے خالی ہی نہیں رکھی۔ کبھی کوئی کتاب، کبھی کوئی رسالہ، کبھی کوئی اشتہار نکالے ہی گئے جس سے جھگڑوں میں روزافزوں ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک پہونچے کہ ایک اشتہار (یکم جنوری ۱۸۹۶ء) جمعہ کے روز کی تعطیل کا نکالا اس میں اپنے مسلمان بھائیوں کے برخلاف گورنمنٹ کو اس امر کی توجہ دلائی کہ مسلمان لوگ گورنمنٹ کے ساتھ باغیانہ خیال رکھتے ہیں۔ اس کی شناخت یہ ہے کہ جو لوگ نماز جمعہ نہیں پڑھیں گے وہ سرکار کے باغی اور بدخواہ سمجھے جائیں۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ جو لوگ بباعث نہ پورا ہونے شرائط جمعہ کے شہروں یا دیہات میں نماز جمعہ نہیں پڑھتے وہ باغی سمجھے جاویں۔

حکم خداوندی ہے: و لا تفسدوا فی الارض۔ یعنی مت فساد کرو بیچ زمین کے۔

و لا تلمزوا انفسکم و لا تنابزوا بالالقاب۔ بئس الاثم الفسوق بعد الایمان یعنی ایک دوسرے کو برے لقب سے نہ پکارو۔

مگر افسوس مرزا صاحب کو فساد اور جھگڑوں میں ہی مزہ اور رونق ہے۔ طبیعت کا لگاؤ اور رجحان اسی طرف ہے۔ انہوں نے انجام آتھم میں علماء اور سجادہ نشینوں میں سے کسی کو دجال، کسی کو بطّال، کسی کو شیخ نجدی، کسی کو شیطان، کسی کو فرعون، کسی کو ہامان وغیرہ لقبوں سے یاد کیا ہے۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں: قولوا للنّاس حسناً لوگوں سے نیک اور بھلائی کی بات کہو۔

مرزا صاحب ایک ہی جسم میں ملہم، مجدد، مثیل مسیح، مسیح موعود، مہدی مسعود ہیں لیکن ان کی زبان بے عنان سے فحش گالیاں مسلمان بھائیوں بالخصوص مولوی صاحبان اور سجادہ نشینوں کو دی جاتی ہیں جیسے بدذات، بے ایمان، دجال لعین، شیطان، فرعون، ہامان، ظالم، یہودی، بطال، خبیث، گدھے، کتے، سور، وغیرہ۔

} احادیث، جن سے مرزا صاحب نے روگردانی کی:

حضرت معاذؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے توحید، نماز اور زکوۃ، روزہ اور حج، صدقہ، تہجد اور جہاد کا ذکر فرما کر ارشاد کیا کہ کہو تو بتاؤں تمہیں ان سب کی جڑ اور اصل کو۔ معاذؓ نے کہا ہاں اللہ

کے نبی ﷺ ۔آپ ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا کہ اس کو روکے رہو۔ (ترمذی ۔ابن ماجہ)

۲۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: من صمت نجا ۔ جو چپ رہا نجات پا گیا۔

۳۔ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو لعنت کہنا مانند قتل کرنے اسکے ہے۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔ (ترمذی)

۵۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گالی دینا مسلمان کو بڑے گناہ کی بات ہے۔

۶۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو گالی بکنے والا اور بے حیائی کی بات کرنے والا ہو، اسلام میں سے اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ (امام احمد، اور ابن ابی الدنیا بسند صحیح)

۷۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں ہے مسلمان طعنہ کرنے والا اور نہ لعنت کرنے والا اور فحش کہنے والا اور نہ بے ہودہ گو۔ (ترمذی۔بیہقی)

۸۔ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کی مدد چھوڑے، نہ اس کو ذلیل سمجھے۔

۹۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو نہ بتاؤں وہ عمل جو روزہ صدقہ نماز سے افضل ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے کہا ہاں فرمائیے۔آپ ﷺ نے فرمایا، صلح کرانا آپس میں۔ اور فساد ڈالنا، یہ خصلت دین کی جڑ اکھاڑنے والی ہے۔

۱۰۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تیرے نزدیک تیرے بندوں میں کون سا بہت عزیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کہ جب اسے کسی کی طرف سے ایذا پہنچے تو اس کو بخش دے۔

} اس کے بعد قاضی فضل احمد صاحب نے آثار صحابہ و تابعین اور اقوال و افعال علماء و مشائخ کا ذکر کیا ہے اور پھر مرزا صاحب کے ان الہامات و تحریرات کا ذکر کیا ہے جن پر خود مرزا نے عمل نہیں کیا۔ مثلاً

۱۔ انجام آتھم صفحہ ۵۵ میں کہا: مجھ کو خدا نے الہام کیا ہے کہ تلطف با لنّاس و ترحم علیھم ۔یعنی لوگوں کے ساتھ لطف اور مہربانی اور رحم کر۔

۲۔ اور اس انجام آتھم کے صفحہ ۶۰ میں ہے:

مجھے الہام ہوا ہے یا داؤد عامل بالنّاس رفقاً و احساناً ۔

۳۔ ہر ایک صاحب کی خدمت میں جو اعتقاد اور مذہب میں ہم سے مخالف ہیں، بصد ادب اور عجز عرض کی جاتی ہے کہ اس کتاب کی تصنیف سے ہمارا ہرگز یہ مطلب اور مدعا نہیں ہے جو کسی کے دل کو رنجیدہ کیا جائے۔ (براہین احمدیہ)

۴۔ بخدمت جملہ صاحبان یہی عرض ہے کہ یہ کتاب کمال تہذیب اور رعایت آداب سے تصنیف کی گئی ہے اور اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس میں کسی بزرگ یا پیشوا یا کسی فرقہ کی کسر شان آوے اور خود ہم ایسے الفاظ کو صراحتًا یا کنایۃً اختیار کرنا خبث عظیم سمجھتے ہیں اور مرتکب ایسے امر کو پرلے درجہ کا شریر النفس خیال کرتے ہیں۔ (براہین احمدیہ۔ص ۸۳)

۵۔ ناظرین پر واضح رہے کہ ہمارا ہرگز یہ طریق نہیں کہ مناظرات ومجادلات میں یا اپنی تالیفات میں کسی نوع کے سخت الفاظ کو اپنے مخاطب کے لئے پسند رکھیں یا کوئی دل دکھانے والا لفظ اس کے حق میں یا اس کے کسی بزرگ کے حق میں بولیں کیونکہ یہ طریق علاوہ خلاف تہذیب ہونے کے ان لوگوں کیلئے مضر بھی ہے جو مخالفت رائے کی حالت میں فریق ثانی کی کتاب کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ وجہ یہ کہ جب کسی کتاب کو دیکھتے ہی دل کو رنج پہنچ جائے، تو پھر برہمی طبیعت کی وجہ سے کس کا جی چاہتا ہے کہ ایسی دلآزار کتاب پر نظر بھی ڈالے۔ (شحنۂ حق۔صفحہ۔الف)

(قاضی صاحب بتاتے ہیں کہ جہاں تک عمل کی بات ہے) مرزا صاحب نے نہ تو احکام الٰہی کی تعمیل کی، نہ احکام رسول ﷺ پر کچھ توجہ کی، اور نہ اپنے الہامات کی پرواہ کی۔..جب یہ حالت ہے تو مرزا صاحب کے پاس کیا خاص وجہ ہے کہ باوجود ایسے صریح اور بدیہی احکام کی عدم تعمیل پر بھی لوگوں سے اپنی مسیح موعودی اور تاویلات خانہ زاد کو منوانا چاہتے ہیں۔

البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولوی صاحبان وسجادہ نشینوں نے کیوں مرزا صاحب پر تکفیر کا فتوی دیا؟ اور ممکن ہے کہ مرزا صاحب فرمائیں کہ جب انہوں نے کفر کے فتوے میری نسبت دیئے تو میں نے بھی ترکی بترکی گالیاں دیں۔...

یہ مانا کہ مرزا صاحب کو جب انہوں نے کافر کہا، دجال کہا، تب مرزا صاحب نے غصہ میں گالیوں سے بدلہ لیا۔ مگر افسوس مرزا نے یہاں بھی حکم خداوندی

فاصفح الصّفح الجمیل ، اور و الکاظمین الغیظ و العافین عن النّاس و اللّٰہ یحب المحسنین ،

کی تعمیل پر توجہ نہیں کی، بلکہ غضب وغیظ میں آکر ایسی کاروائی کی ہے کہ تمام کوشش مسیح موعود ہونے کو یک دم ملیا میٹ کر دیا۔ تمام احکامات الٰہی واحادیث رسول ﷺ اور الہامات ووحی خود کے برخلاف ایسی چال چلے جس سے عوام کو بدظنی پیدا ہوگئی۔

مرزا صاحب! بجائے اس کے کہ آپ مسلمانوں کے بزرگ علماء مشائخ کو گالیاں

دے کر اپنا دشمن بنا لیتے، مناسب یہ تھا کہ اپنے اعجاز مسیحی اور ہدایت مہدویت سے ان کو گرویدہ کرکے اپنا حامی بنا لیتے اور کرامات وخوارق عادات کا اثر ان کے دلوں پر ڈال کر اور اپنی دعا سے، جو بجلی کی طرح کودتی ہے (انجام آتھم۔ ص ۲۷۵)، اپنی طرف جذب کر دیتے مگر افسوس آپ نے ایسا نہیں کیا۔...

(اس کے بعد قاضی فضل احمد فرماتے ہیں کہ اب میں اختصار کے ساتھ مرزا صاحب کی کتاب انجام آتھم وضمیمہ کا خلاصہ پیش کرتا ہوں)۔

☆ خلاصہ انجام آتھم مع جواب:

ڈپٹی عبداللہ آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور مرگیا۔ پہلی تاریخ مقررہ (۵ ستمبر ۱۸۹۴ء) تک جو نہیں مرا، تو اس کا باعث یہ تھا کہ اس نے رجوع الی الحق کر لیا تھا۔ پھر جب ہم (مرزا) نے ۳۰ نومبر ۱۸۹۵ء کو اشتہار دیا تھا کہ اگر اس نے رجوع الی الحق نہیں کیا تو قسم کھاوے، اس نے قسم نہیں کھائی، اس لئے وہ ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو مرگیا اور ہماری الہامی پیشین گوئی کے مطابق مرا۔ (ملخصاً از ابتداء تا ص ۳۳)

اور صفحہ ۲۱ میں مرزا صاحب نے جلی قلم سے لکھا ہے:

اے بدذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا، وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔

(اس کے بعد ۵ جون ۱۸۹۳ء والی پیش گوئی بابت آتھم نقل کرکے قاضی صاحب نے بتایا ہے کہ) اس پیش گوئی کی میعاد کے پندرہ ماہ ۵ - ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کی رات پورے ہوئے تھے۔ اس تاریخ کی کیفیت اخبار وفادار مطبوعہ ۸ ستمبر ۱۸۹۴ء کے پرچہ سے بالفاظ ذیل نقل ہے:

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئی مسٹر عبداللہ آتھم کی موت کی نسبت لاہور میں ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کی رات تک بڑا چرچا رہا کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی کے اختتام کا وقت آج رات کو ختم ہے۔ جابجا بڑے مجمع اور طرف دار پارٹیوں کے لوگ مختلف قسم کے خیالات ظاہر کرتے رہے۔ ایسے ہی امید کی جاتی ہے کہ پنجاب کے تمام مقامات میں یہی کیفیت ہوگی۔ ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کی صبح کو مسٹر عبداللہ آتھم کی پارٹی بشاش اور مرزا

صاحب کی پارٹی مغموم و پریشانی کی حالت میں تھی۔

پھر اخبار وفادار ۱۵ ستمبر ۱۸۹۴ء میں لکھا ہے:

مرزا قادیانی کی پیش گوئی اور مسٹر عبداللہ آتھم کی مذہبی صداقت

مرزا قادیانی کی مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت پہلی پیش گوئی غلط، جھوٹ، اور سراسر جھوٹ ثابت ہونے پر بعض عام اور بازاری لوگ ناواقفیت سے اسلام پر بڑے نامعقول فقرات اور اعتراض جماتے ہیں اور خاص لوگ مگر غیر مذہب والے متانت سے اپنے مذہبی تعصب کے خیالات کے ظاہر کرنے میں اپنا زور قلم دکھا رہے ہیں جو بے شک زبردستی اور غلطی کر رہے ہیں۔ پہلے خیال کے لوگ مذہبی امور سے ناواقف ہیں مگر دوسرے واقف ہو کر اسلام کی تحقیر پر وضعداری سے کمر بستہ ہیں۔

ہم ان دونوں خیالات والوں کی علت غائی مرزا قادیانی کی جھوٹی پیشگوئی سمجھتے ہیں نہ کچھ اور۔ جس کی وجہ سے ہم بلا تامل اصول مذہب اور مذہبی اشتعال کی وجہ سے ایسا کہنے میں دریغ نہیں کرتے کہ اسلام ایسے صادق مذہب اور اسلام کے بانی صادق پیغمبر خدا ﷺ کے اصول مذہب کو بدنام اور ان کی تحقیر کرنے والا مرزا قادیانی ہے نہ کوئی اور۔ جس کے بعد ہم ایسا کہنے میں بے اختیار ہیں کہ:

او مرزا! قادیانی! اور جھوٹے مسیح موعود! او غلام! او عبدالدراہم والدنانیر مرزا! خداوند خدا تجھے تیری بدنیتی اور تیری جھوٹی پیش گوئی کے صلہ میں اور (نہیں؟) تو خیر کم سے کم تیری جھوٹی پیش گوئی کے نتیجہ کے تمام فقرات کا تجھ پر ہی خاتمہ کر کے تمام دنیا میں تجھے عبرت مجسم بنا کر اسلام کی صداقت کی زیادہ تر صریح نظیر قائم کرے اور عام طور پر بتلادے کہ تیری ایسی بدنیتی سے شہرت پسندی کے خیال سے ایسی جھوٹی پیش گوئی کرنے والے دنیا میں ایسے ذلیل ہوا کرتے ہیں۔

ناظرین! مرزا قادیانی نے پہلے یہ پیش گوئی کی جو شرمناک طور پر غلط ثابت ہوئی کہ آج سے ۱۵ ماہ تک آتھم بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا اور میری پیش گوئی کبھی نہ ٹلے گی خواہ زمین و آسمان ٹل جائیں۔ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو آفتاب غروب نہیں ہوگا جب تک آتھم نہیں مرے گا۔ اگر میری پیش گوئی جھوٹ ہو، تو مجھے ذلیل سمجھا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے، میرا روسیاہ کیا جاوے اور مجھے لعنتی سمجھا جاوے، وغیرہ۔

اور اب ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو اسی مرزا نے جو پیش گوئی شائع کی ہے اس کے پورے اندراج سے گریز کر کے اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے:

آتھم نے اپنے دل میں عظمت اسلام اور اسلام قبول کر لیا ہے جس کی وجہ سے وہ ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔ ہاں اب بھی اگر وہ عام مجمع میں اسلام کے خلاف کہدے تو وہ ایک سال کے اندر مر جاویگا اگر نہ مرے تو میں ایک ہزار روپیہ اسے ایک سال کے بعد دونگا

ناظرین! آپ نے مرزا کی پہلی پیش گوئی کے فقرات ملاحظہ فرمائے ہوں گے اب دور اندیشی سے توجہ کے ساتھ خیال فرماویں کہ جس صورت میں مرزا کی پیش گوئی ایسی فاش غلط اور جھوٹی ثابت ہو چکی ہے تو کیوں نہ آپ دعا کریں گے کہ خدا تعالی ایسے شخص کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے جس کا مرزا قادیانی مستوجب ہے۔ پس کیوں نہ آپ آمین کہیں اور کیوں نہ خدا کی طرف سے ایسے شخص پر اس کا قہر نازل ہو جس نے کہ اسکے پیغمبر ﷺ کے برخلاف اپنے جھوٹے الہام کے نام سے عام شورش پھیلا دی۔ اے خدا تو ایسے مذہبی رخنہ انداز شخص کو دنیا سے ناپید کر اور ضرور کر۔ اور ہماری دعا ہے کہ تو حق پسند ہے، چونکہ مرزا نے محض بدنیتی اور جھوٹے الہام کے ذریعہ سے غریب عبداللہ آتھم اور اس کے متعلقین کو پندرہ ماہ تک مشوش اور پرخطر رکھا، تو اپنے انصاف سے کم سے کم پندرہ ماہ تک اسے نہایت سختی کے ساتھ دنیا سے اٹھا لے تا کہ تیری قدرت اور تیرے پیغمبر ﷺ کے سیدھے راستہ میں پھر ایسے ٹائپ کے کسی دوسرے مسیح موعود کو رخنہ اندازی کا موقعہ نہ ملے۔

ناظرین! یہ جو کچھ لکھا گیا ہے مرزا کی پہلی پیش گوئی کے جھوٹ ثابت ہونے کی وجہ سے ہے۔ ذرا دوسری پیش گوئی کی تکذیب بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اے ہے! یہ شخص مسلمان ہے۔ اور اے تو یہ مسلمانی اسی کا نام ہے! خدا ایسے مسلمانوں اور ایسی مسلمانی سے بچاوے۔ مرزا کی جدید پیش گوئی کے بعد مسٹر آتھم کا ایک خط ہمارے پاس پہنچا ہے جس کا خلاصہ ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں، وھو ہذا:

میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں اور آپ کی توجہ صفحہ ۸۱۔۸۲ مرزا صاحب کی بنائی ہوئی کتاب نزول مسیح موعود کی طرف دلاتا ہوں جو میری نسبت اور دیگر صاحبان کی نسبت موت کی پیش گوئی ہے۔ اسے شروع کر کے آج تک جو کچھ گذرا ہے ان کو معلوم

ہے۔ اب مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے دل میں اسلام قبول کر لیا ہے اس لئے نہیں مرا۔ خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں ۔ جب انہوں نے میرے مرنے کی بابت جو چاہا سو کہا اور اس کو خدا نے جھوٹا کیا، اب بھی ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو تاویل کریں، کون کسی کو روک سکتا ہے۔ میں دل سے اور ظاہر سے پہلے بھی عیسائی تھا اب بھی عیسائی ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں ۔ جب میں امرتسر میں جلسہ عیسائی بھائیوں میں شامل ہونے کو آیا تھا تو وہاں بعض اشخاص نے پہلے تو ظاہر کر دیا تھا کہ آتھم مر گیا ہے، نہیں آوے گا۔ جب مجھے ریلوے پلیٹ فارم پر دیکھا گیا تو کہنے لگے کہ یہ آتھم کی شکل کا ربڑ کا بنا ہوا آدمی ہے۔ انگریز حکمت والے ہیں، ربڑ کے آدمی میں کل لگا دی ہے۔ ایسی باتوں کا جواب صرف خاموشی ہے۔ میں راضی وخوشی تندرست ہوں۔ ویسے ایک دن مرنا تو ضرور ہی ہے، زندگی موت صرف رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔ اب میری عمر ...سال سے زیادہ ہے اور جو کوئی چاہے پیش گوئی کر سکتا ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر اس وقت کے جو باشندے اس دنیا کے ہیں سب مر جاویں گے۔

کیوں مرزا جی! یہی آتھم کے اسلام قبول کرنے کا ثبوت ہے اور اسی پر آپ ایک ہزار روپئہ ..انعام میں دیتے ہیں ۔ مرزا جی آپ کے بال سفید ہو گئے ہیں اب تو ایسی جھوٹی پیشگوئیوں سے توبہ کرو۔ یہ جھوٹا خضاب بجائے بال سیاہ کرنے کے چہرہ مبارک سیاہ کر رہا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ آپ سچائی کی مہندی لگا کر دنیا کے تمام لوگوں میں اور علمائے دین کے سامنے سرخرو ہو جاتے مگر یہ کب ۔ جب آپ جھوٹے مسیح موعود بننے کا دعوی نہ کرتے۔ اب تو جو حال جھوٹ بولنے والوں کا چاہیے وہی آپ کا مناسب ہے بلکہ انسب ہے۔ مرزا قادیانی کی بابت ہم عام لوگوں کو عموماً اور عیسائی صاحبان کی خدمت میں خصوصاً عرض کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی پیش گوئی اگر درست نہیں ہوئی تو اس کا الزام مرزا کی ذات خاص پر آ سکتا ہے خدانخواستہ اسلام کے پاک اور سچے اصول پر۔ مرزا کی نسبت پہلے ہی انڈیا کے علماء وفضلاء شائد تکفیر کا فتنہ صادر کر چکے ہیں ایسے شخص کی دروغ گوئی کا اثر ہرگز ہرگز اسلام کی سچائی پر کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ سچے مسلمان مرزا کی پیش گوئی کو ہمیشہ نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ (اخبار وفادار)

دوم ۔ مرزا صاحب کا مرید خاص لودیانوی میاں الہ دین جلد ساز (اگرچہ اس تحریر کے

باعث اصحاب بدر میں اس کا نام نہیں لکھا گیا) اخبار نور علی نور میں مرزا صاحب کا بہت شد و مد کے ساتھ دروغ گو ہونا لکھتا ہے۔تھوڑا سا خلاصہ اس کا بھی پیش ناظرین کرتا ہوں:

اب چونکہ اس پیش گوئی کی میعاد گذر کر بارہ تیرہ روز ہو لئے اور عبداللہ آتھم عیسائی اب تک زندہ اور بالکل تندرست ہے اور مرزا صاحب نے اپنے اشتہار فتح الاسلام میں جو تاویل کی ہے وہ بالکل قابل اطمینان نہیں ہے، پس ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے المرء یؤخذ باقرارہ آدمی اپنے اقرار کے سبب آپ گرفتار ہوتا اور پکڑا جاتا ہے۔ اور ہم مرزا صاحب کے عقائد جدیدہ، یعنی اپنے آپ کو مسیح موعود قرار دینا،نہیں مانتے۔ ہمارے وہی عقاید ہیں جو پیغمبر ﷺ اور آپ کے اصحاب اور سلف صالحین فرقہ اہل سنت والجماعۃ سے برابر اب تک منقول اور متواتر ہیں۔

والسلام العبد کمترین الہ دین جلد ساز لدھیانوی۔اخبار نور علی نور ۷ استمبر ۱۸۹۴ء

(قاضی فضل احمد لکھتے ہیں): اب میں عرض کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کے اشتہار پیشین گوئی میں کوئی، اگر، مگر کا لفظ نہیں تھا اور نہ اس میں رجوع الی الحق کی شرط تھی۔لیکن مرزا صاحب کی تاویلات کا پھاٹک کھلا ہے، تاویل درست ہو نہ ہو۔۔غلط ثابت ہونے پر کوئی نہ کوئی تاویل ضرور ہی کردیں گے۔اور یہ بھی یاد رہے کہ آتھم کی عمر ۶۸ سال سے زیادہ تھی جس وقت مرزا کی پیش گوئی سے بچ رہا تھا۔اس سے بھی واضح ہے کہ آتھم اپنے پاؤں قبر میں لٹکائے بیٹھا تھا، آج نہ مرتا، کل مرتا مگر افسوس کہ اس وقت نہ مرا، تاکہ مرزا کی پیش گوئی سچی ہو جاتی۔ نیز قارئین کو یہ بھی یاد رہے کہ مرزا صاحب کی شرط اس بات پر تھی کہ میں مسیح موعود ہوں اور اس بات میں سچا ہوں، اسلام کی حقانیت پر شرط نہیں تھی۔ اگر صرف اسلام کے ہی مقابلہ میں ایسی شرط کی جاتی تو یہ ضرور تھا کہ مرزا صاحب کامیاب ہو ہی جاتے۔مگر ان کا دعوی ایسا تھا جو خود اہل اسلام کے ہی مخالف اور غلط اور دروغ تھا۔اسی لئے مرزا صاحب سخت مایوسی کی حالت میں ناکام رہے کیونکہ اہل اسلام کی طرف سے تو پہلے ہی بری نظر سے دیکھے جاتے تھے اور تکفیر کی تشہیر میں نزدیک و دور مشہور تھے یہی وجہ تھی کہ انہوں نے مولویوں اور سجادہ نشینوں کی گالیوں سے خبر لی۔

☆ خلاصہ رسالہ، خدا کا فیصلہ، مع جواب

یہ رسالہ صفحہ ۳۴ سے ۴۱ تک ہے۔ اس میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

} الف۔ جیسا کہ ہم کتاب ست بچن میں سکھ صاحبان کو مخفی چولہ کی تمام گرو کے چیلوں کو زیارت کرادی ہے اسی طرح ہم یسوع کے شاگردوں کو بھی ان کے تین مجسم خداؤں کے درشن کرادیتے ہیں۔ (اور تین تصویریں بنائی ہیں بیٹا یسوع کی شکل پر، روح القدکبوتر کی شکل پر، باپ آدم کی شکل پر)

ناظرین! رسول اکرم ﷺ نے تصویر بنانے کی ممانعت کی ہے۔ پھر تعجب ہے کہ مرزا اپنے لئے متبع سنت نبوی بڑے زور سے لکھتے ہیں اور عمل ان کا بالکل خلاف سنت ہے۔ شائد مرزا صاحب اس کا جواب دیں کہ ہم نے تو عیسائیوں کی ہی کتابوں سے تصویریں دیکھ کر اپنی کتاب میں بھی بنادی ہیں، کوئی جدید تصویریں نہیں بنائیں۔ ممکن ہے کہ ناظرین خیال کر بھی لیں۔ مگر جب کہ ان کی کتابوں میں تصویریں بنی ہوئی ہیں اور وہ روز درشن کرتے ہیں تو مرزا صاحب کو کون سی ایسی ضرورت سخت پڑی تھی کہ آپ بھی تصویریں بنا کر حکم خدا و رسول کے منکر ہوتے۔ جب کہ مرزا صاحب حکم خدا و رسول کی مخالفت میں قدم بڑھائے جاتے ہیں اور ان کو ایک ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں، پھر کون شخص یا کون عالم اور مفتی ہے جو مرزا کو مردِ مسلمان بھی قبول کر سکے، چہ جائیکہ مرد صالح ،الہامی، مجدد، محدث، نبی، رسول، مسیح موعود، مہدی مسعود منظور کرے گا۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ علماء و مشائخ ومفتیان عرب وعجم فوراً سنتے ہی ضرور کفر کا فتوی عداوتاً لگا دیویں گے، اس واسطے میں ان کے فتوی کا منتظر نہیں، البتہ مرزا کی ہی دستاویزات کو پیش ناظرین کرنا ضروری ہوا۔ سنیئے

ا۔ اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنی درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی ﷺ کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہوسکتا، چہ جائے کہ راہ راست کے اعلی مدارج بجز اقتداء اس امام الرسل کے حاصل ہوسکیں۔ کوئی مرتبہ شرف وکمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی ﷺ کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۱۳۸)۔

۲۔ (شرائط بیعت میں مریدوں کو فرماتے ہیں) یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللّٰہ و قال الرّسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستورالعمل قرار دیگا۔ (تکمیل تبلیغ مصنفہ ۱۸۸۹ء)

مرزا صاحب نے تمام اپنی تالیفات میں اس بات کا ادّعا کیا ہے کہ ہم کامل متبع رسول اکرم ﷺ کے ہیں، اسی واسطے ہم یہ ہیں اور وہ ہیں ۔اب ان کی دوتین عبارتیں بھی نقل کر دی ہیں مگر میں پہلے بطور نمونہ کتنی آیات اور احادیث لکھ کر دکھلا چکا ہوں کہ مرزا صاحب نے ان کی طرف رخ ہی نہیں کیا۔ پس جو کوئی ایسا کرے اس کے لئے مفتیان شرع متین فتوی دیں اور مرزا صاحب خود اپنی تحریر کو سامنے رکھ کر قبول کر لیں ۔مگر امید نہیں کہ مرزا صاحب کوئی نہ کوئی تاویل نہ کریں۔ مگر صریح روگردانی کی کوئی تاویل قابل قبول نہیں ہے ۔نتیجہ ان تصاویر کے بنانے اور احکامات نصّی اور احادیث صحیحہ کے انکار کا یہی نکلتا ہے کہ مرزا صاحب کو آزادی مدنظر ہے ۔ جب عیسائیوں کے کفارہ کی طرح آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہوگئے ہیں تو تصویریں بنا لینے میں کون سا گناہ ان کے لئے مضر ہوسکتا ہے۔

{ ب ۔مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مسیح نے پہلے نبیوں سے بڑھ کر کیا دکھلایا۔ خدائی کی مد میں کون سے کام کئے۔ کیا یہ کام خدائی کے تھے کہ ساری رات آنکھوں میں سے رو رو کر نکالی پھر بھی دعا منظور نہ ہوئی ۔ ایلی ایلی کہتے جان دی ۔ باپ کو بھی کچھ رحم نہ آیا اکثر پیش گوئیاں پوری نہ ہوئیں۔ معجزات پر تالاب نے دھبہ لگایا۔ فقیہوں نے پکڑا اور خوب پکڑا کچھ بھی پیش نہ گئی ۔ ایلیا کی تاویل میں کچھ جواب بن نہ پڑا اور نہ پیش گوئی کو اپنے ظاہر الفاظ پر پورا کرنے کے لئے ایلیا کو زندہ کر کے دکھلا سکا ۔ اور لما سبقتنی کہہ کر بصد حسرت اس عالم کو چھوڑا ۔ ایسے خدا سے تو ہندوؤں کا خدا، رام چندر ہی اچھا رہا۔ جیتے جی راون سے اپنا بدلہ لے لیا۔ (نور القرآن)

{ ج ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ (انجام آتھم۔ص ۴۱)

ناظرین! مرزا صاحب کے کلمات اور الہامات توہین واستہزاء واستخفاف حضرت مسیح کی طرف غور فرمائیں کہ حضرت مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰؑ ہیں یا نہیں ۔اگر ہیں تو یہ بھی سوچ لیں کہ یہ ان کی کیسی توہین وتحقیر ہے۔ نعوذ باللہ کسی مسلمان کی طرف سے ایسا ہونا ممکن نہیں ۔ مسلمانوں کے عقاید میں ہے کہ حضرت مریم کا بیٹا حضرت عیسیٰؑ کے سوا (جو اولوالعزم پیغمبر ہیں) کوئی نہیں ۔ اور مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ پیغمبران علیھم السّلام میں سے کسی پیغمبر یا نبی کی توہین کفر ہے ۔

کیا یہی قرآن شریف کی تعلیم اور احادیث کی تہذیب اور اپنے الہاموں کی تعمیل ہے کہ آیت شریفہ و لا تسبّو الّذین .. ا لآ یۃ کو کیسا نسیاً منسیاً کر دیا، کسی طرف بھی کوئی خیال نہیں کیا۔

عداوت اور غصہ پادریوں کے ساتھ ہے اور توہین اور گالیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ توبہ توبہ

مرزا صاحب شائد یہ تاویل کریں کہ مریم نامی ایک تیلن قادیان میں ان کے محلّہ میں رہتی ہے، تیل وغیرہ کے جھگڑے میں اس کی بابت لکھا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کیونکہ مخاطب اس کے عیسائی ہیں تیلی نہیں۔ افسوس ادھر تو مریم کا بیٹا کشلیا کا بیٹا ہے اور ادھر خود مرزا صاحب ابن مریم ہیں۔ اس جگہ اتنا ہی لکھا گیا۔ باقی جو فحش اور گندی گالیاں مرزا نے اپنے ضمیمہ میں حضرت مسیح کو منہ پھاڑ پھاڑ کر دی ہیں ان کو اپنی جگہ ملاحظہ فرماویں۔

☆ سوم: دعوت قوم، کا خلاصہ مع جواب

یہ رسالہ صفحہ ۴۵ سے ۷۲ تک ہے اور اسی میں مرزا صاحب کا اشتہار مباہلہ بھی درج ہے۔

} الف۔ دجال اکبر پادری لوگ ہیں اور یہی قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور مسیح موعود کا کام ان کو قتل کرنا ہے۔ (ملخص۔ صفحہ ۴۷)

پھر صفحہ ۵۱ سے الہامات مرزا، جو اکثر آیات قرآنی ہیں، اور مرزا صاحب پر بذریعہ وحی القاء ہوئے ہیں، جن کا ترجمہ اردو بہت اختصار کے ساتھ بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے جس سے مرزا کو نبی، پیغمبر، مرسل وغیرہ خطابات اور مراتب عطا ہوئے ہیں گویا دوبارہ نزول قرآن شریف آپ پر شروع ہو گیا ہے۔

اے وہ عیسیٰ جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

ان کو کہہ کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو، تو میرے پیچھے ہو، تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔

اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو۔

میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

تیری شان عجیب ہے۔

تو میری جناب میں وجیہہ ہے۔ میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا۔

پاک ہے جس نے اپنے بندہ کو رات میں سیر کرایا۔

تجھے خوش خبری ہو، اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔

میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا۔

لوگوں سے لطف سے پیش آ اوران پر رحم کر۔

تو ان میں بمنزلہ موسیٰ کے ہے۔

تو ہمارے پانی میں سے ہے۔

خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔

سب تعریف خدا کو ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔

کہہ میں ایک آدمی تم جیسا ہوں مجھے خدا سے الہام (وحی) ہوتا ہے۔

تیرا بدگو بے خیر ہے (میاں سعد اللہ مدرس لدھیانہ)۔

نبیوں کا چاند آئے گا۔

تو میرے ساتھ ہے میں تیرے ساتھ ہوں، تیرا بھید میرا بھید ہے۔

وہ خدا جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔

اے عیسیٰ میں تجھے وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا۔

ان کو کہدے آؤ ہم اور تم اپنے بیٹوں اور عورتوں عزیزوں سمیت ایک جگہ اکٹھے ہوں، پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت بھیجیں۔

ابراہیم یعنی اس عاجز (مرزا) پر سلام۔

اے داؤد لوگوں کے ساتھ نرمی اور احسان کے ساتھ معاملہ کر۔

اے نوح اپنی خواب کو پوشیدہ رکھ۔

ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے اترا (نعوذ باللہ) اس کا نام عمانوایل ہے۔

پھر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

یہ کسی قدر نمونہ ان الہامات کا ہے جو وقتاً فوقتاً مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئے ہیں اور ان کے سوا اور بھی بہت سے الہامات ہیں۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ جس قدر میں نے لکھا ہے وہ کافی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین، اور خدا کی طرف سے آیا ہے، جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۶۲)

ناظرین !الہامات وتحریرات مندرجہ بالا سے کیا مرزا صاحب کوئی پہلو ایسا نکال سکتے ہیں کہ مرزا پیغمبری کا کھلم کھلا دعویٰ نہیں کرتے ۔کیا پیغمبران علیھم السلام کے القابات سے ملقب نہیں ہوئے ؟ کیا خدا تعالیٰ کا فرستادہ ، رسول نہیں ؟ کیا خدا کا مامور،پیغمبرنہیں ؟ کیا خدا کا امین ، نبی نہیں ؟ کیا پیغمبر وقت پر ایمان لانا نہیں چاہیے؟ کیا پیغمبر کا دشمن جہنمی نہیں ؟ ان دعاوی میں کوئی شبہ ہے کہ جس سے آپ مرزا صاحب کو پیغمبر یا نبی یا رسول نہیں کہہ سکتے ؟ کیا جس قدر (گویا کلھم) مسلمان جو مرزا پر ایمان نہیں لائے نعوذ باللہ کافر نہیں ہیں ؟ پھر تعجب یہ ہے کہ جب کوئی مرزا صاحب کو کہتا ہے کہ تم پیغمبری اور نبوت کا دعویٰ کرتے ہو،تو فوراً کہتے ہیں کہ : ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں ۔، لیکن میں مرزا صاحب کی تحریرات والہامات سے ان کی نبوت ادعائی کے اثبات کو پیش ناظرین کرتا ہوں۔

الف ۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے محدث ہوکر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے اور امور اسرار دقیقہ اس پر ظاہر کیے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے کہ اپنے تئیں باواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔اور نبوت کے معنی بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔اگر یہ عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوئی اس پر مہر لگ چکی ہے میں کہتا ہوں کہ نہ من کلّ الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کیلئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ (توضیح مرام)

ب۔ رسالہ شحنۂ حق کے صفحہ ابتدائی ج پر جب کہ مرزا صاحب کو قادیان والوں نے سخت تنگ اور بےعزت کیا تو آپ اظہار نبوت اس طرح پر کر کے لکھتے ہیں:

حضرت مسیح کا قول ہے کہ نبی بےعزت نہیں مگر اپنے وطن میں ۔

ج ۔ جو شخص مجھے بےعزتی سے دیکھتا ہے وہ اس خدا کو بےعزتی سے دیکھتا ہے جس نے مجھے مامور کیا اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اس خدا کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ (ضمیمہ انجام آتھم ۔ص ۳۶۔۳۷)

د۔اس عاجز کا نام خدا نے امتی بھی رکھا اور نبی بھی ۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۵۳۳)

ھ۔ مرزا صاحب اپنی کتاب آریہ دھرم کے اخیر نوٹس میں بصفحہ ۶۵ اپنا نام اس لقب کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت اقدس امام انام مہدی و مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام

ناظرین انصاف فرمائیے کہ کیا پیغمبری رسالت و نبوت میں کچھ کسر باقی ہے؟ پھر ایسی ایسی وضع لعنتیں کس پر ہوئیں ۔ پھر مرزا صاحب کو ان لعنتوں پھٹکاروں اور گالیوں کی پرواہ نہیں بلکہ اس کو عین مذہب سمجھتے ہیں ۔ جب کہ مرزا صاحب کو ابتداء سے ایسی عادت ہے تو اس کے جواز کے واسطے قرآن شریف پر ہی الزام لگا کر اس طرح پر لکھتے ہیں (نقل کفر کفر نہ باشد)

الف ۔قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا ۔مثلاً زمانہ حال کے مہذبوں کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے ۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۲۵۔۲۶)

ب ۔ ایسا ہی ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہری گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال کئے ہیں ۔ (ازالہ اوہام ۔ ص ۲۷)

نعوذ باللہ یہ عقیدہ مرزا صاحب ہی کو نصیب ہو کہ قرآن شریف میں بدتہذیبی اور گندی گالیاں بھری ہوئی ہیں ۔ کسی مسلمان سے خدا ایسی اہانت کلام الٰہی کی نہ کرائے جس سے مسلمانی سے خارج ہو جائے ۔ مفتیان شرع اس گستاخی اور اہانت قرآن شریف کلام پاک پر مرزا صاحب کی نسبت خود فتوی دیں گے ۔ خدا تعالی مرزا صاحب کو بھی ہدایت بخشے اگر اس کی مشیت ہو۔

پھر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اب اے مخالف مولویوں اور سجادہ نشینوں! یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے اور اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی اور فئة قلیلہ ہے شائد اس وقت تک چار ہزار پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی (انجام آتھم ص ۶۴)

ناظرین! ذرہ مرزا صاحب کے حافظہ کو ملاحظہ فرمائیے گا کہ چار پانچ ہزار کی تعداد اسی کتاب میں درج کی ہے ۔

پھر لکھا ہے کہ، اب خدا کے فضل سے آٹھ ہزار کے قریب ہیں ۔ (حاشیہ صفحہ ۵۶ ضمیمہ انجام)

لیکن صفحہ ۴۱ سے ۴۴ تک ضمیمہ میں کل فہرست اپنی جماعت کی ۳۱۳ لکھی ہے ۔ ممکن ہے

مرزا صاحب ان اختلافات کی کوئی تاویل گھڑ لیں۔ اسکی بابت ضمیمہ کے خلاصہ میں بھی لکھا جائیگا۔

ج۔ میں کسی خونی مسیح کے آنیکا قائل نہیں اور نہ خونی مہدی کا منتظر (ص ۶۹۔ انجام آتھم)

ناظرین! مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ بروقت ظہور مہدی و نزول عیسی کفار دجال سے جہاد ہوگا۔ اس بات کو مرزا صاحب نے تمام اہل اسلام کے عقاید کی مخالفت میں، توہیناً استہزاءً و استخفافاً، حضرت مہدی و حضرت عیسی کو خونی کے لفظ اور لقب سے ملقب کیا ہے۔ اسی اعتقاد سے جہاد وغزا وسریہ وغیرہ حضرت رسول اکرم ﷺ وخلفاء راشدین وصحابہ کرام کو بھی کشت وخون سمجھ کر ان کو بھی نعوذ باللّٰہ منہا خونی پیغمبر اور خونی خلفاء سمجھا جاتا ہے۔ مفتیان شرع ذرا اس طرف بھی توجہ فرمائیں۔ توبہ! توبہ! توبہ!

وجہ اس کی یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے میں اب تک کوئی جرأت یا حوصلہ نہیں دیکھتے اور نہ کچھ امید رکھتے ہیں کہ جنگی کارروائی کریں اگرچہ اپنی جماعت کو کبھی فئة قلیلة بیان کر کے ایک لاکھ فوج کی درخواست کی لیکن صرف پانچ ہزار سپاہی منظور ہوئے جیسا کہ لکھتے ہیں:

> کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر بیٹھا تھا، مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جاوے گا۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں، پر اگر خدا تعالی چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی
>
> کم من فئةٍ قلیلةٍ غلبت فئةً کثیرةً باذن اللّٰہ۔
>
> (ازالہ اوہام۔ حاشیہ ص ۹۷۔ ۹۸)

ناظرین ذرا مرزا صاحب سے دریافت تو فرمائیے گا کہ ایک لاکھ فوج کی ضرورت کس کے واسطے ہوئی؟ مگر افسوس درخواست ایک لاکھ فوج کی دو انسانی صورتوں سے کی جاتی ہے اور صرف پانچ ہزار ہی سپاہی منظور ہوتے ہیں۔ یہ درخواست ۱۳۰۸ھ میں، جس کو عرصہ سات سال کے قریب گذر گیا ہے، کی تھی۔ اس وقت صرف ۷۵ ہی سپاہی لنگڑے کانے تھے اور اس وقت بھی

دعوی صلیب کے توڑنے کا یہی کیا تھا، اور دجال پادریوں کے قتل کا۔ مگر افسوس منظور نہ ہوئی ورنہ ضرور تھا کہ غدر کر کے پادریوں کو قتل کرتے اور صلیب کو توڑتے اور اپنے دعوی کی تصدیق میں مسلمانوں پر بھی زور ڈالتے۔ اسی خیال سے اس رسالہ انجام میں اپنی جماعت کی تعداد چار پانچ ہزار بھی لکھی ہے۔ اور اس کے ضمیمہ میں آٹھ ہزار تک لکھ کر اپنا رعب دکھلایا ہے کہ جس سے گورنمنٹ کو بھی خیال ہو جائے۔ مگر افسوس یہ تعداد محض خیالی اور دماغی ہی ہے کیونکہ جب ضمیمہ میں فہرست لکھتے ہیں تو صرف تین سو تیرہ کے ہی نام درج کئے اور ان میں بھی بہت سے مردوں (اموات) کے نام لکھ کر تعداد پوری کی ہے جس سے ثابت ہوا کہ اسی قدر فوج مرزا صاحب کی مع مردوں (اموات) کے ہے جو درج فہرست کر دی ہے۔

افسوس تو اتنا ہے کہ مرزا صاحب کے پاس ایک لاکھ فوج نہیں ورنہ مرزا صاحب کے ہاتھ دیکھتے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جس وقت مرزا صاحب کے پاس پانچ ہزار سپاہی بھی ہو گئے اسی روز انہوں نے اپنے الہام کم من فئة قليلة .. الخ کے مطابق ضرور جنگ کرنی ہے۔

(اس جگہ حاشیہ میں قاضی صاحب، مرزا صاحب کے اس دعوی کی پڑتال کرتے ہیں جو وہ کہا کرتے تھے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ میں ہمارے باپ نے سرکار انگریزی کو بطور مدد گھوڑے مع سوار دئے تھے جیسا کہ مرزا صاحب نے اپنے اشتہار، اسلامی انجمنوں کی خدمت میں التماس، مشمولہ براہین احمدیہ حصہ دوم میں لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں ہمارے والد صاحب نے پچاس گھوڑے مع سوار بطور مدد کے سرکار میں نذر کئے۔ ملخصاً

قاضی صاحب بتاتے ہیں کہ یہ کہنا محض جھوٹ ہے کیونکہ مرزا غلام احمد کے والد کے دوست مولوی عبدالحکیم ساکن دہرم کوٹ رندھاوا تحصیل بٹالہ اپنے رسالہ تحفہ مرزائیہ (مؤلفہ ۱۳۰۳ھ) میں لکھتے ہیں:

> مرزا غلام مرتضی، والد مرزا غلام احمد صاحب ممدوح کے سکھوں کے عہد میں واسطے تلاش معاش راہی کشمیر ہو کر بسواری ایک چھوٹے سے ٹٹو پر راقم آثم کے مکان پر دھرم کوٹ رندھاوا وارد و فروکش ہوئے ماحضر پیش کیا گیا۔ یہاں سے منزل بمنزل... کشمیر میں پہنچ گئے۔ چند جگہ نوکری کی تلاش کی مگر میسر نہ ہوئی۔ آخر الامر جمعدار محمد بخش ککے زئی دہرم کوٹی کے پاس ...واسطے تعلیم ان کے فرزندان مسمیان پیر بخش وامیر بخش کے بمشاہرہ ۵ روپئہ اور نان نفقہ کے چند مدت گزاری۔ اتفاق سے سردار میہاں سنگھ صوبہ کشمیر فوت ہو گیا تو وہ جمعدار اور مرزا صاحب واپس تشریف لائے اور پھر شہزادہ شیر سنگھ کے زمانہ میں پھر کشمیر کو گئے اور واپس آ گئے۔ شیر سنگھ صاحب بہادر، مرزا صاحب سے سخت ناراض ہو گئے تو مرزا صاحب اور قادی خان ... طالب پورہ کو علیحدہ کر دیا۔ مرزا صاحب اپنے گھر موضع قاضیاں میں

آ کر پیشہ طبابت میں مشغول ہوئے ۔ پھر ڈپٹی گو پال سہائے سے مرزا صاحب کی دوستی ہوگئی ۔ سرکار انگریزی کے وقت میں ملکیت اراضی قاضیاں مغل کی ان کے نام کردی ۔ وقت مفسدہ دہلی تو مرزا حکیم غلام مرتضی صاحب والد مرزا غلام احمد نے اپنے پاس سے ایک سوار بھی نوکر رکھ کر مدد سرکار نہیں دی اوراس وقت ان کے پاس ایک گھوڑی چھوٹی سی ... اپنی زیرسواری تھی اور مفسدہ سے پانچ یا چھ ماہ (بعد؟).مرزا غلام قادر خلف الرشید تھانہ داری دینا نگر سے معزول ہوکر بے نوکر پیچھے پیچھے عملہ ضلع کے پھرتے تھے ۔اور راقم الحروف ان دنوں دینا نگر میں مدرس تھا ۔ اگر مرزا صاحب کو توفیق مدد دہی سرکار کی تھی تو ان کا خلف الرشید کیوں مارا مارا پھرتا تھا ۔ فرضاً اگر سرکار کو اپنے رسالہ سے مدد دی تھی تو دفتر شاہی فوجی میں پتہ ہوگا اور اسکے صلہ میں کوئی انعام یا جاگیر ملی ہوگی ۔ اس وقت سرکار عام نوکر رکھتی تھی ، اگر قادیان کے دس پندرہ آدمی نوکر ہوئے تو کیا عجب ہے ۔ انتہی بلفظہ

کہاں مرزا صاحب کے والد کا ۵ روپیہ ماہوار پرلڑکے پڑھانے پر نوکر ہونا ، پھراس سے بھی برطرف ہونا ، اور کجا ۵۰ سوار بھرتی کر کے سرکار کو مدد دینا ۔ محض جھوٹ ہے ۔)

د ۔ مرزا صاحب نے اپنے مخالف مولویوں اور سجادہ نشینوں کے نام صفحہ ۶۹ سے ۷۲ تک اور ۲۸۲ پر درج کئے ہیں ۔ مولوی صاحب مقلدین و غیر مقلدین تعداد میں پچاسی ہیں اور سجادہ نشین ۴۹ ۔ کل ایک سو چونتیس ہیں جو ہندوستان اور پنجاب میں مشہور اور معروف ہیں ۔ سب کو ایک ہی رستہ سے ہانکا ہے اور بہت سی لعنتیں دے دے کر مباہلہ کیلئے طلب کیا ہے اور لکھتے ہیں :

میں پھر ان سب کو اللہ جل شانہ کی قسم دیتا ہوں کہ مباہلہ کیلئے تاریخ اور مقام مقرر کر کے جلد میدان مباہلہ میں آویں ۔ اگر نہ آئے اور نہ تکفیر و تکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مریں گے ۔ (بلفظہ صفحہ ۶۹)

ھ ۔ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو ، اور نہ تکفیر اور توہین چھوڑے ۔ (بلفظہ ص ۶۷)

و ۔ لیکن میں نے یہ اشتہار دے دیا ہے کہ جو شخص اس کے بعد اس سیدھے طریق سے میرے ساتھ مباہلہ نہ کرے اور نہ تکذیب سے باز آئے وہ خدا کی لعنت ، فرشتوں کی لعنت اور تمام صلحاء کی لعنت کے نیچے ہے وما علی الرسول الا البلاغ ۔

(ص ۱۹ ۔ ضمیمہ انجام آتھم)

ناظرین ! مرزا نے مباہلہ کی درخواست پر کس قدر مخالفین کو لعنتیں دی ہیں ۔ لیکن پہلے

اس سے جو کچھ مرزا صاحب اپنے غالی عقاید بیان کر چکے ہیں ان کو برائے ملاحظہ پیش کرتا ہوں:

ا۔ یہ نادان کہتے ہیں کہ ابن مسعود نے جو مباہلہ کی درخواست کی تھی اس سے نکلتا ہے کہ مسلمانوں کا باہم مباہلہ جائز ہے مگر یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ابن مسعود نے اپنے اس قول سے رجوع نہیں کیا ...حق بات یہ ہے کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا، نبی اور رسول تو نہیں تھا۔اس نے جوش میں اگر غلطی کھائی تو کیا اس کی بات کو ان ھو الّا وحی یّوحی میں داخل کیا جاوے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۹۶)

یہاں مرزا صاحب نے کمال تعلّیٰ کی ہے اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں میں مباہلہ نہیں ہونا چاہیے اور یہ ناجائز ہے۔اور ساتھ ہی حضرت ابن مسعودؓ صحابی کی کیسی بے ادبی کی ہے کہ ان کے نام کے ساتھ کوئی کلمہ تعظیمیہ نہیں لکھا۔اور نہ کوئی کلام میں ادب ملحوظ رکھا، بلکہ لکھتے ہیں کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا اور اس نے جوش میں آ کر غلطی کھائی ہے...

حضرت ابن مسعودؓ صحابی کو اپنے مقابلہ میں معمولی انسان سمجھتے ہیں اور کیسے گستاخانہ الفاظ سے تحریر کرتے ہیں۔

اس کے بعد ۱۸۹۲ء میں مرزا آئینہ کمالات اسلام میں اپنا الہام لکھتے ہیں:

اور مباہلہ کے بارے میں جو کلام الٰہی میرے پر نازل ہوا وہ یہ ہے:

نظر اللّٰہ الیک معطّرا ۔و قالوا اتجعل فیھا من یّفسد فیھا قال انّی اعلم ما لا تعلمون ۔ قالوا کتاب ممتلئی من الکفر و الکذب قل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثمّ نبتھل فنجعل لعنت اللّٰہ علی الکاذبین ۔یعنی خدا تعالی نے ایک معطر نظر سے تجھ کو دیکھا اور بعض لوگوں نے اپنے دلوں میں کہا کہ اے خدا کیا تو زمین پر ایک ایسے شخص کو قائم کر دے گا کہ دنیا میں فساد پھیلا وے۔تو خدا تعالی نے ان کو جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔اور ان لوگوں نے کہا کہ اس شخص کی کتاب ایک ایسی کتاب ہے جو کذب اور کفر سے بھری ہوئی ہے۔سو ان کو کہہ دے کہ آؤ ہم اور تم معہ اپنی عورتوں اور بیٹوں اور عزیزوں کے ، مباہلہ کریں۔پھر ان پر لعنت کریں جو کاذب ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۶۳۔۲۶۵)

یہ وہ اجازت مباہلہ ہے جو اس عاجز کو دی گئی۔(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۶۶)

اب مندرجہ بالا حکم اور اجازت کے پانچ سال بعد یہ مباہلہ کا اشتہار نہایت سختی کے ساتھ شائع کیا اور تحریف عبارات قرآن شریف، اور حضرت آدمؑ اور فرشتوں کی بات چیت جو قرآن میں ہے، اور الفاظ قرآنی اکھٹے کر کے اور ازالہ اوہام میں اپنے تئیں آدم، اور خلیفۃ اللہ قرار دے کر اتنے عرصہ بعد یہ الہام ہوا۔ اور آیت مباہلہ جو حضرت رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئی تھی آپ پر بھی کئی بار نازل ہوئی۔ مگر افسوس مرزا صاحب نے پہلے مباہلہ کو خلاف شرع لکھ کر حضرت ابن مسعودؓ کی سخت بے ادبی کی اور عرصہ ۵ سال کا ہوا کہ آیت مباہلہ اور حکم مباہلہ نازل ہوا مگر اس کی تعمیل نہیں کی گئی۔ اب پھر وہی الہام ہوا اور آیت نازل ہوئی جس کو مرزا صاحب نے اپنے انجام آتھم میں لکھا ہے اور تاکیدی لعنتیں دی گئیں کہ اگر کوئی مولوی یا شیخ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد مباہلہ کیلئے حاضر نہ ہوگا اس پر لعنت ہے اور وہ لعنتوں کے نیچے مرے گا۔ لیکن اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد بہت سے علماء نے آپ کو مباہلہ کے واسطے بلایا مگر آپ نے اس کی طرف رخ بھی نہ کیا۔ حضرت مولانا غلام دستگیر ہاشمی دوم شعبان ۱۳۱۴ھ سے بعد لکھنے منظوری مباہلہ کے مع اپنے دو صاحبزادوں کے لاہور میں تشریف لے آئے۔ پہلے ۱۵ شعبان مقرر کی مگر مرزا صاحب لاہور میں حاضر نہ ہوئے۔ پھر انہوں نے ۲۵ شعبان مقرر کر کے لکھ بھیجا۔ پھر بھی مرزا صاحب لاہور میں میدان مباہلہ میں حاضر نہ ہوئے۔ بعد اس انتظار کے مولانا صاحب چار پانچ روز تک امرتسر میں مرزا صاحب کے منتظر رہے حتی کہ تمام شعبان اپنے گھر قصور سے علیحدہ رہ کر لاہور اور امرتسر میں مباہلہ کیلئے حاضر رہے مگر افسوس مرزا صاحب نے، باوجود لعنتوں اور تاکیدوں خود کے بھی، اس طرف رخ نہ کیا۔ جب یقین ہوگیا کہ مرزا محض اشتہاری ہیں اور حاضری مباہلہ سے انکاری اور فراری ہیں تب مولانا قصوری نے اشتہار شائع کر دیا کہ : مرزا صاحب لاہور میں مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوئے۔

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے ادھر ادھر کی باتیں (میعاد مباہلہ ایک سال نزول عذاب کے واسطے) لگا کر آخیر پر ایک جھوٹ کا الزام اس طرح پر لگا دیا کہ :

> مولوی (غلام دستگیر) صاحب کے نزدیک ضرورت کے وقت کذب کا استعمال جائز ہے بھلا ہم حضرت موصوف سے دریافت کرتے ہیں کہ کب اور کس وقت میرے دوست مولوی حکیم فضل الدین صاحب آپ سے ڈر کر قادیان میں بھاگ آئے تھے۔
>
> (اشتہار مرزا مطبوعہ ۳۰ شعبان ۱۳۱۴ھ صفحہ۲)

اشتہار مولانا غلام دستگیر مطبوعہ ۱۶ شعبان مذکورہ اس وقت میرے سامنے ہے۔ اس میں

ہرگز یہ الفاظ: حکیم فضل دین مجھ سے ڈر کر قادیان بھاگ گئے تھے: درج نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا نے عمداً کذب کا استعمال کیا اور ناحق بہتان لگایا۔ مولانا کے اشتہار کے الفاظ اسکے متعلق صرف یہ ہیں:

حکیم مذکور (فضل دین) بغیر تصفیہ ترک میعاد کے قادیان کو چلا گیا۔

فرمایئے وہ الفاظ: ڈر کر قادیان بھاگ آئے، کہاں درج ہیں؟ افسوس مرزا صاحب ذرہ ذرہ بات پر جھوٹ اور کذب کے استعمال سے اجتناب نہیں کرتے، تو باقی اہم اعلیٰ معاملات پر خدا حافظ۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ ایسی تاکیدیں اور مباہلہ نہ کرنے والوں کو خدا اور فرشتوں اور تمام صلحاء کی لعنتیں لکھی ہیں۔ جب علماء دین مباہلہ کے واسطے اپنا گھر بار چھوڑ کر ایک دارالسلطنت میں دو بارہ، سہ بارہ اشتہار دے کر بلواتے ہیں تو مباہلہ شرعی سے گریز کر کے اس طرف رخ بھی نہیں کرتے۔ پھر فرمایئے یہ کل لعنتیں کس کی طرف عود کرتی ہیں۔

☆ مکتوب عربی بنام علماء ومشائخ کا خلاصہ

یہ مکتوب عربی مع ترجمہ فارسی مرزا صاحب نے صفحہ ۲۴۷ سے شروع کر کے نہایت طوالت کے ساتھ ایک ہی بات کا چند بار اعادہ کر کے صفحہ ۲۸۲ تک پہونچایا ہے۔ علماء ومشائخ کی سخت توہین کر کے گالیاں دی ہیں جن کے دہرانے ضرورت نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب نے بہت زبردستی کی ہے اور دور تک نوبت پہنچائی ہے۔ اور نو علماء کی طرف اشارہ کر کے دس علماء ہند کے نام درج کئے ہیں اور سب علماء کے علاوہ ان کو اپنی پاک زبان سے بڑھ کر گالیوں کی خلعت عنایت کی ہے۔ ان میں وہ بھی ہیں جنھوں نے بلا دریافت اصلیت کے مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ اور ظاہری طرز اور ادعائی اتقاء کی تعریف کی تھی اور مرد صالح لکھ دیا تھا اور جب مرزا صاحب کی اصلیت معلوم ہوگئی تو دجال اور کافر کہا تھا۔ مرزا صاحب کے مکتوب عربی خلاصہ اختصار کے ساتھ یوں ہے:

اس میں بھی مرزا صاحب نے اپنے الہامات درج کئے ہیں: وھو ہذا

۱۔ خدا نے میرا نام مسیح ابن مریم اپنے فضل اور رحمت سے رکھا ہم دونوں ایک مادہ کے دو جوہر ہیں

۲۔ مجھ کو علم الغیب ازلی سے آگاہ کیا۔

۳۔ جس نے تیری بیعت کی اس کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ ہے۔

۴۔ وما ارسلناک الّا رحمةً للعالمین تجھ کو تمام جہانوں کی رحمت کے واسطے بھیجا ہے۔

۵۔ انّی مر سلک الی قوم المفسدین میں نے تجھ کو مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے

۶۔ مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ عیسی مر چکے اور دنیا سے اٹھائے گئے پھر دنیا پر نہیں آئیں گے ۔ خدا نے حکم موت کا اس پر جاری کیا اور پھر کر آنے سے روک دیا ۔ اور وہ مسیح میں ہی ہوں ۔

۷۔ عیسی کی موت پر مجھ کو رسول خدا ﷺ نے خبر دے دی ہے ۔

۸۔ مجھ کو خدا نے قائم کیا، مبعوث کیا اور خدا میرے ساتھ ہم کلام ہوا ۔

۹۔ مجھ کو اس امت کا مجدد بنا کر بھیجا اور عیسی نام رکھا ۔

۱۰۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی انسان آسمان پر گیا اور پھر واپس ہوا ہو ۔

۱۱۔ میرے برابر کوئی کلام فصیح نہیں لکھ سکتا و ان لم یفعلوا ولن یفعلوا (اگر نہ کریں اور ہرگز نہ کرینگے)

۱۲۔ کیا تمہارا مسیح آسمان پھاڑ کر آوے گا ۔

۱۳۔ خدا کا روح میرے میں باتیں کرتا ہے ۔

۱۴۔ میرے پر دروازہ الہامات کا کھول دیا ہے مکاشفات کے باغوں کو مفتوح کر دیا ہے ۔

۱۵۔ نو (۹) کس شریر اس ملک میں ہیں جنہوں نے زمین پر فساد مچا رکھا ہے ان کے نام یہ ہیں: مولوی رسل بابا امرتسری ۔ مولوی اصغر علی ۔ مولوی محمد حسین بٹالوی ۔ مولوی نذیر حسین دہلوی ۔ مولوی عبدالحق دہلوی ۔ مولوی عبد اللہ ٹونکی ۔ مولوی احمد علی سہارن پوری ۔ مولوی سلطان الدین جیپوری ۔ مولوی محمد (احمد؟) حسن امروہی ۔ مولوی رشید احمد گنگوہی ۔

اخیر پر مولوی رشید احمد گنگوہی کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں: آخرھم شیطان الاعمی و الغول الاغوی یقال لہ رشید احمد الجنجوھی و ھو شقی کا الامروھی ومن الملعونین

۱۶۔ مولوی حکیم نورالدین فاضل بزرگ ہے ۔

۱۷۔ میرے پاس ایسی دعا ہے جو بجلی کی طرح کودتی ہے ۔

☆ جوابات ملاحظہ ہوں:

۱۔ مرزا صاحب کا نام خدا نے مسیح ابن مریم رکھا اور وہ اور مسیح ایک مادہ کے دو جوہر ہیں ۔ مگر مرزا صاحب نے کوئی ترکیب نہیں بتلائی کہ کیونکر؟

حضرت مسیح، حضرت مریم کے فرزند تھے ۔ کیا مرزا صاحب کی والدہ کا نام بھی مریم ہے؟ پھر آپ خود ہی مریم بھی ہیں اس صورت میں آپ عیسی نہیں ہو سکتے ۔

اورعیسیٰ تو انیس سو سال کا عرصہ ہوا، پیدا ہوئے تھے اور آپ اب (۱۲۵۹ھ) میں۔ یہ تفاوت کیوں؟ آپ کے والد کا نام غلام مرتضیٰ ہے اور مسیح بے باپ پیدا ہوئے۔ اگرچہ آپ نے بھی سر سید احمد خان کی کاسہ لیسی سے ضرور لکھا ہے کہ یوسف نجار کے بیٹے تھے۔

وہ نجار اور آپ مغل حارث۔

وہ بے زن اور آپ کے دو زوجہ۔

وہ بے اولاد اور آپ کے کئی لڑکے اور لڑکیاں۔

ان کو بقول آپ کے یہودیوں نے سولی پر چڑھایا، آپ کا ابھی تک یہ موقعہ نہیں آیا جو آپ کے الہام کے مطابق پورا ہوگا کہ آپ نے اپنی براہین میں ایلی ایلی لما سبقتنی کا ترجمہ لکھا ہے: اے میرے خدا تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا۔

۲۔ مرزا صاحب علم غیب ازلی سے آگاہ کئے گئے ہیں۔ اس سے مرزا صاحب کا مقصد اپنے آپ کو نبی یا رسول ثابت کرنا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا یظھر علی غیبہ احد الّا من ارتضی من رّسول۔ خدا اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا مگر جس کو پسند کرے رسول سے۔ اور دوسری جگہ خداوند کریم فرماتا ہے وما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکنّ اللّٰہ یجتبی من رّسلہ من یشاء یعنی خدا غیب پر مطلع نہیں کرتا، لیکن خدا چن لیتا ہے اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ پس رسالت اور نبوت کے اثبات میں ہی مرزا اپنا الہام کرتے ہیں کہ، مجھے علم غیب ازلی سے آگاہ کر دیا ہے۔، مگر افسوس علم غیب سے تو مطلع ہیں لیکن پیشگوئیوں کے غلط ہونے پر نہیں۔

۳۔۴۔۵۔ مرزا صاحب نے اپنی نبوت و رسالت کو کامل طور پر ثابت کیا ہے جس سے کسی شخص کو شبہ کرنے کی بھی گنجائش نہ رہے۔ مگر اس کے ثبوت کے دلائل میں ان کے پاس سوائے اپنے الہام کے اور کچھ نہیں۔ آیت شریفہ وما ارسلناک الّا رحمۃً للعالمین کا نزول بھی بڑی دلیری سے اپنے دعوی نبوت پر ثبت کیا ہے۔

ناظرین! رسول خدا ﷺ کا وجود باجود بموجب حکم خدا تعالیٰ مسلّمہ ومتفقہ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے۔ آپ حشر تک رحمۃ للعالمین ہیں۔ حضرت ﷺ کی برکت اور رحمت سے ایسی خیر و برکت اور رحمت ہوئی کہ خوب بارشیں ہوئیں، فصلیں میوہ جات بکثرت ہوئے۔ امراض دور ہوئے۔ مرزا صاحب کے ظہور ونزول آیت کے وقت سے تصدیق الہام یہ ہوئی کہ بارش کا نام ونشان نہیں۔ قحط ایسا عالمگیر ہوگیا کہ سینکڑوں آدمی فاقوں مرگئے۔ لوگوں نے اپنے مویشی ذبح

کر کے کھالئے ۔اپنے بال بچے چھوڑ دیئے۔ خویش واقارب سے دور ہو گئے ۔..

اور استدراجاً رحمۃً کی ر پر نقطہ ہی پڑ تا گیا (یعنی زحمت ہوگئی) اور آپ کا استدراج ثابت ہوا جیسا کہ مسیلمہ کذاب کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے پاس کسی شخص نے اس کے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کے بے شمار معجزات ہیں ۔ادنی ان میں سے یہ ہیں کہ اگر وہ اندھے کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھ کر دعا فرمائیں تو وہ بینا ہو جاتا ہے اور اگر کسی کڑوے کنویں میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیں تو فوراً پانی اس کا میٹھا ہو جاتا ہے۔مسیلمہ نے کہا یہ تو کوئی بڑی بات نہیں، لاؤ ایسا تو میں بھی کرسکتا ہوں ۔اسی وقت ایک آدمی پیش کیا گیا جس کی ایک آنکھ نہ تھی ۔مسیلمہ نے اس آنکھ پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ دوسری آنکھ بھی پھوٹ گئی ۔اسی طرح ایک کڑوے کنویں میں اپنا تھوک ڈالا تو وہ مزید کڑوا ہو گیا۔ اسی کا نام استدراج ہے اور ایسے استدراجات مرزا صاحب قادیانی کے بہت ہیں، جیسے:

الف ۔ اس نے دعا کی اور الہام ہوا کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔ بجائے اسکے لڑکی پیدا ہوئی۔

ب۔ پھر کہا کہ لڑکا ضرور ہوگا جس سے قومیں برکت پاویں گی ۔ زمین کے کناروں تک مشہور ہوگا۔ تب لڑکا تو ہوا لیکن سولہ ماہ کا ہوکر اور اپنے باپ ملہم مرزا کو کاذب بنا کر الٹا داغ جگر پر دھر گیا۔

ج ۔ پھر کہا مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں ہمارے نکاح میں آئے گی باکرہ یا بیوہ ہوکر بھی ۔مگر وہ لڑکی اپنے خاوند کے گھر میں بخوشی وخورمی آباد اور صاحب اولاد ہے۔ مرزا کی مراد پوری نہ ہوئی ۔

د۔ اور کہا کہ عبداللہ آتھم ۱۵ ماہ کے اندر مر جائے گا مگر وہ زندہ رہا۔ وغیرہ

ھ ۔مرزا صاحب کا الہام ہے:

میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دونگا، تیری محبت دلوں میں ڈال دونگا۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۱۳۴)۔

برعکس اس کے سخت بے عزتی اور نفرت کے ساتھ دور تک شہرت ہوگئی اور لوگوں کے دلوں میں نہایت شدت کے ساتھ درجہ غایت دشمنی وعداوت پڑ گئی۔

علی ہذا القیاس مرزا صاحب کے اور بھی استدراجات ہیں جن سے آپ کا دعوی نبوت ورسالت بطل اور کذب ثابت ہورہا ہے۔

۶۔۷ ۔مرزا صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ عیسیٰؑ فوت ہو چکے اور دنیا پر آنے سے روک دیئے گئے، اور مسیح موعود میں ہوں۔ مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب اس سے پہلے ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۹

میں لکھ چکے ہیں:

میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے۔میرا یہ بھی دعوی نہیں کہ صرف مثیل مسیح ہونا میرے ہی پر ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں۔

اب فرمایئے مرزا صاحب کا کون سا الہام صحیح ہے اور کون سا غلط ؟ یا حافظہ نہیں ۔ مرزا صاحب کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ ۱۳۰۸ھ میں ہم کو مثیل مسیح کا عہدہ ملا تھا، اب چھ سال بعد ۱۳۱۴ھ میں مسیح موعود کا عہدہ مل گیا جب کہ حضرت مسیح من کل الوجوہ فوت ہو گئے اور مستقل عہدہ خالی ہو گیا ۔آپ کا عہدہ بھی روز بروز بڑھتا ہی گیا ۔ پہلے تو آپ صرف حارث (کاشتکار) تھے پھر مجدد ہوئے ۔ پھر مثیل مسیح، پھر مسیح موعود، مہدی مسعود دونوں خود ہو گئے ۔ پھر پیغمبران علیہم السلام بھی آپ بن گئے ۔ پھر حضرت علیؓ، پھر حضرت حسینؓ، پھر حضرت امام اعظمؒ بن گئے ۔ پھر ایسی چھلانگ ماری اور ایسے کودے کہ نعوذ باللہ خدا بھی بن گئے ۔ ناظرین اور مرزائی اس بات پر ضرور چونکیں گے کہ ہیں! خدا کہاں بن گئے ؟ باقی عہدے تو ضرور مرزا صاحب نے الہاموں کے ذریعہ سے حاصل کر کے اختیار کئے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھے ہیں، مگر خدا بننا تو کہیں نہیں لکھا ۔ لیجئے حضرات ! میں مرزا صاحب کا خدا بننا بھی ان کی تالیفات وتحریرات سے ہی نکال کر پیش کرتا ہوں ۔ وھو ہذا

الف ۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے ۔ اسی سے خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی ۔ (ازالہ اوہام)

ب ۔ اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ، قرآن شریف خدا کی کتاب ہے اور میرے منہ کی باتیں ہیں (اشتہار لیکھرام کی موت کی نسبت اور آریہ صاحبو نکے خیالات ۔ مورخہ ۱۵ مارچ ۔ ص ۳)

ان دونوں تحریرات مرزا سے یہ ثابت ہے کہ براہین احمدیہ خدا کی کلام ہے جو مرزا صاحب کی تصنیف ہے ۔ اور کلام اللہ قرآن شریف مرزا صاحب کے منہ کی باتیں ہیں ۔ گویا قرآن شریف مرزا صاحب کی کلام ہے جو کلام الہی ہے ۔ پس اب فرمایئے مرزا صاحب کے نعوذ باللہ خدا ہونے میں کوئی شبہ باقی ہے ۔ جو شخص اپنی تصنیف کو خدا کی کلام کہے اور کلام الہی قرآن شریف کو اپنی کلام بتلاوے پھر کسی ادنی سمجھ دار کو بھی اس کے خدا ہونے میں کوئی تردد ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں

مرزا صاحب کچھ ایسے بے خوف ہیں کہ اندھا دھند جو چاہتے ہیں اور جو جی میں آتا ہے لکھے چلے جاتے ہیں ۔ جو کچھ قلم سے نکل جائے بس وہی الہام ہے اور جو کچھ زبان سے نکال دیں

وہی قرآنی کلام ہے ۔ خدا بھی اسلیئے بن گئے ہیں کہ عیسائیوں کے خدا کو مردہ ثابت کرلیا ہے ۔ مرزا صاحب دراصل پکی کاروائی کرتے ہیں ۔ جب تک کسی عہدہ دار کو جان سے مارنہیں ڈالتے تب تک اس عہدہ پر قائم نہیں ہوتے ، اور نہ اس بات کو منظور کرتے ہیں کہ کسی پنشن خوار یا مستعفی یا رخصتی کا عہدہ اختیار کریں ۔ یہ خیال رہتا ہے کہ کہیں واپس آجائے اور نیچے اترنا پڑے یا برخاست ہونا پڑے ۔ جب تک اس کو قبر میں ہی داخل نہ کرلیں تب تک دم نہیں لیتے ۔

☆ وفات مسیح پر قادیانی دلائل :

مرزا صاحب نے انجام آتھم و دیگر تالیفات میں حضرت مسیح کی وفات پر چند دلائل اور ثبوت بطور دھوکہ تحریر کئے ہیں ۔ پہلے انکے دلائل لکھے جاتے ہیں پھر انکے جوابات ہونگے ۔

اول : مرزا صاحب لکھتے ہیں ، مجھ کو خدا نے خبر دی ہے یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ ۔ عیسی مرچکے اب وہ واپس نہیں آئیں ۔ (انجام آتھم)

دوم : مرزا صاحب لکھتے ہیں : مرہم حوارین جس کا دوسرا نام مرہم عیسی بھی ہے :

> یہ مرہم نہایت مبارک مرہم ہے جو زخموں اور جراحتوں اور نیز زخموں کے نشان معدوم کرنے کیلئے نہایت نافع ہے ۔ طبیبوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ مرہم حواریوں نے عیسی کیلئے تیار کی تھی یعنی جب کہ حضرت عیسیٰ یہود کے پنجہ میں گرفتار ہوگئے اور یہودیوں نے چاہا کہ حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچ کر قتل کریں ۔ تو انہوں نے گرفتار کر کے صلیب پر کھینچنے کی کاروائی شروع کی مگر خدا تعالی نے یہود کے بدارادہ سے حضرت عیسی کو بچالیا ۔ کچھ خفیف سے زخم بدن پر لگ گئے سو وہ اس عجیب وغریب مرہم کے چند روز استعمال کرنے سے بالکل دور ہوگئے یہاں تک کہ نشان بھی ، جو دوبارہ گرفتاری کے لئے کھلی کھلی علامتیں تھیں ، بالکل مٹ گئے ۔ (ست بچن. حاشیہ متعلقہ ص ۱۶۴ ۔ خزائن جلد ۱۱ ص ۳۰۱)

سوم : مرزا صاحب کہتے ہیں :

> ہمارے متعصب مولوی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور آسمان پر موجود ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ وہ صلیب پر چڑھائے نہیں گئے بلکہ کوئی اور شخص صلیب پر چڑھایا گیا ۔ لیکن ان بیہودہ خیالات کے ردّ میں ایک اور قوی ثبوت یہ ہے کہ صحیح بخاری کے صفحہ ۳۳۹ میں یہ حدیث موجود ہے لعنة اللّٰه علی الیهود

و النّصاری اتّخذوا قبور انبیاء ھم مساجد ۔یعنی یہود ونصاری پر خدا کی لعنت جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کومساجد بنالیا۔

بلادشام میں حضرت عیسیؑ کی قبر کی پرستش ہوتی ہے اورمقررہ تاریخوں پر ہزار ہا عیسائی سال بسال جمع ہوتے ہیں۔سواس حدیث سے ثابت ہوا کہ درحقیقت وہ قبر حضرت عیسی کی ہی قبر ہے۔ (ملخصاً حاشیہ درحاشیہ۔ص۱۶۴۔ست بچن)

چہارم ۔مرزا صاحب فرماتے ہیں:

اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب فرماتے ہیں کہ میں قریباً ۱۴ برس تک جموں اورکشمیر کی ریاست میں نوکر رہا ہوں۔...کشمیر میں ایک مشہور معروف ہے قبر ہے جس کو یوز آسف نبی کی قبر کہتے ہیں۔ اس نام پر سرسری نظر کر کے ہر ایک شخص کا ذہن ضرور اس طرف منتقل ہوگا کہ یہ قبر کسی اسرائیلی نبی کی ہے کیونکہ یہ لفظ عبرانی کے مشابہ ہے۔.. دراصل یہ لفظ یسوع آسف ہے یعنی یسوع غم گین ۔....مگر بعض کا بیان ہے کہ دراصل یہ لفظ یسوع صاحب ہے۔ پھر اجنبی زبان میں مستعمل ہوکر یوز آسف بن گیا۔مگر میرے نزدیک یسوع آسف اسم بامسمی ہے ....حضرت مسیح اپنے ملک سے نکل گئے...، کشمیر میں جاکر وفات پائی اوراب تک ان کی قبر کشمیر میں موجود ہے۔.. ہاں ہم نے کسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی بلادشام میں قبر ہے مگر اب صحیح تحقیق ہمیں اس بات کے لکھنے کے لئے مجبور کرتی ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے۔.. حضرت مولوی نورالدین صاحب فرماتے ہیں کہ یسوع صاحب کی قبر جو یوز آسف کی قبر کرکے مشہور ہے وہ جامع مسجد سے آتے ہوئے بائیں طرف واقع ہوتی ہے.عین کوچہ میں ہے اس کوچہ کا نام خان یار ہے (ملخص حاشیہ ص۱۶۴ ست بچن خزائن جلد ۱۱ ص ۳۰۶۔۳۰۷)

پنجم ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

و اخبرنی انّ عیسی نبیّ اللّٰہ قد مات و رفع من ھذہ الدّ نیا و لقی الاموات و ما کان من الرّا جعین ... فما کان لہ ان یّنزل الّا بروزاً کالسّا بقین ۔ و قال سبحا نہ انک انت ھو فی حلل البروز

ومراخبرداد کہ عیسی نبی اللہ وفات یافتہ است وازیں دنیا برداشتہ شدہ و بآناں پیوست کہ فوت شدہ اند..... پس نماند برائے او ایں گنجائش کہ باز در دنیا آید مگر بطور بروز چنانچہ

پیشنیاں آمدند وگفت مرا او سجانہ کہ تو ئی مسیح در پیرایہ بروز ۔(انجام آتھم۔ص ۸۰)

کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ مر چکے اور اس دنیا سے اٹھائے گئے پھر دنیا پر نہیں آویں گے ۔ خدا تعالی نے حکم موت کا اس پر جاری کیا اور پھر کر آنے سے روک دیا اور وہ (آنے والا) مسیح میں ہی ہوں ۔

ازالہ دلیل اول

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے آیت انّی متو فّیک .. سے مسیح کا یقیناً فوت ہونا ثابت کیا ہے ۔اس آیت کا ترجمہ اور معنی جو مرزا صاحب نے کئے ہیں یا ان کے فاضل بزرگ حکیم نورالدین نے کئے ہیں انہیں کو پیش کرتا ہوں جس سے ناظرین کو واضح ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کی دلیل کیسی باطل اور نا قابل یقین اور غیر معتبر ہے۔

الف ۔ مرزا صاحب کے فاضل بزرگ مولوی حکیم نورالدین تصدیق براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں :

اذ قال اللّٰہ یا عیسی انّی متو فّیک و را فعک الیّ جب اللہ نے فرمایا اے عیسی میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف ۔

ب ۔ خود مرزا صاحب لکھتے ہیں :

انّی متو فّیک و را فعک الیّ ..... میں تجھ کو پوری نعمت دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا ۔ (براہین احمدیہ ۔ص ۵۹۱)

ج ۔ مرزا صاحب پھر لکھتے ہیں :

یا عیسی انّی متوفّیک و را فعک الیّ ۔اے عیسی میں تجھے کامل اجر بخشوں گا ۔ یا وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤ نگا ۔ (ص ۵۵۷۔ براہین احمدیہ)

ناظرین ! مرزا صاحب کے بزرگ فاضل مولوی نورالدین متوفی کے معنی،

لینے والا ہوں ، پوری نعمت دونگا ،

کرتے ہیں اور خود بدولت ،

پوری نعمت دونگا اور ، کامل اجر بخشوں گا یا وفات دونگا ،

لکھتے ہیں ۔فرمایئے کس کے اور کیا معنی صحیح سمجھے جاویں ۔ اب مشکل یہ ہے کہ وہ (حکیم نوردین) تو مرزا کے فاضل بزرگ ہیں اور مرزا خود ملہم اور نبی اور مرسل ہیں ۔ بہر حال مرزا صاحب کے کئے

ہوئے معنی ہی صحیح سمجھے جاویں گے۔لیکن ایک اور مشکل پڑگئی کہ جب براہین احمدیہ میں دو دفعہ ترجمہ لکھا وہ بھی الہام سے، اور اب جو لکھا وہ بھی الہام سے ،تو کون سا الہام سچا سمجھا جاوے اور کون سا جھوٹا۔

یا تو یہ مشتبہ الہام ، پوری نعمت دونگا ، یا کامل اجر بخشونگا، یا وفات دونگا، ان تینوں باتوں میں ایک کرونگا، یا تینوں۔ یا اب کا الہام کہ حضرت عیسیٰ اسی الہام کی سند سے فوت ہو چکے ہیں۔کس بات کا اعتبار کیا جائے؟

د۔مرزا صاحب لکھتے ہیں:

میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھول دے گا اور علم دین کو بمرتبہ کمال پہونچاوے گا ۔سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمان میں جابیٹھے۔ (براہین احمدیہ)

اس جگہ مرزا مانتے ہیں کہ حضرت مسیح آسمانوں پر زندہ موجود ہیں۔

ھ۔ مرزا صاحب کا مشہور الہام ہے:

ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحقّ لیظھرہ علی الدّین کلّہ

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آوے گا اور جب مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاویں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جاوے گا۔ (براہین احمدیہ۔ص ۴۹۷۔۴۹۹)

لیجئے حضرات مرزا صاحب اپنے اس الہام کے نیچے آکر دب گئے اور نہایت بری طرح سے کالعدم ہوگئے اور ساری کاروائی مسیح موعود ہونے کی ملیا میٹ ہوگئی ۔ان کی ہی تحریر اور الہام سے حیات حضرت مسیح کی واضح طور پر صاف صاف ظاہر ہوگئی۔اور حضرت مسیح کا دوبارہ اس دنیا پر تشریف لانا اظہر من الشّمس بیان کردیا۔

ازالہ دلیل دوم:

مرزا صاحب نے اپنے زعم میں یہ ثابت کیا ہے کہ مسیح صلیب پر ضرور چڑھائے گئے اور پھر اتارے گئے اس حالت میں کہ زندہ تھے اور زخموں کے واسطے حواریوں نے مرہم تیار کی جس سے

وہ ٹھیک ہو گئے اور کشمیر میں آ کر فوت ہوئے۔

ناظرین! مرزا صاحب سے پوچھئے کہ کیا اس آپ کی مرہم میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ حضرت مسیح کو یہود نے سولی پر چڑھا دیا تھا، اور پھر جلدی سے اتار لیا تھا، اور زخم جو ان کو لگے تھے ان کے واسطے یہ مرہم تیار کی گئی تھی؟ اگر یہ الفاظ یا بات اس مرہم میں لکھی ہوئی نہیں ہے (جو ہرگز نہیں ہے) تو پھر آپ یہ حکم کیسے لگا سکتے ہیں کہ ان کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ اور اسی لئے یہ مرہم تیار ہوئی تھی۔

اس مرہم کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ بارہ قسم کے امراض کی دافع ہے۔ کیا مسیح کو ان بارہ امراض میں سے کوئی ایک مرض تھی یا بارہ کی بارہ ہی بیماریاں تھیں۔ اگر بفرض محال تسلیم بھی کرلیا جائے کہ وہ مرہم حضرت مسیح کے واسطے ہی تیار کی گئی تھی، تو بھی اس سے یہ بات کہاں ثابت ہے کہ فی الواقع وہ مرہم صلیب ہی کے زخموں کے واسطے بنائی گئی تھی۔ جب یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ پڑتال کتب طب ہی فضول ہوئی۔ اب میں ان امراض کے نام بھی ذیل میں درج کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو بھی مرزا صاحب کی صداقت کلام میں امتیاز ہو۔ وھو ہذا۔

اورام حاشبہ۔ خنازیر۔ طواغین۔ سرعانات۔ تنقیہ جراحات (زخموں کا تنقیہ) اوساخ۔ جہت رویانیدن گوت، رفع شقاق واثار۔ حکہ۔ جوب۔ ... بواسیر

(قرابادین قادری ص ۴۸۷ طبع مجمع البحرین لودیانہ)

جہاں سے یہ مرہم شروع ہوتی ہے، وہ الفاظ یہ ہیں:

مرہم حوارین کہ مسمی است مرہم شلیخا و مرہم رسل نیز وآنرا مرہم عیسی نامند۔

پس لفظ رسل سے جو رسول کی جمع ہے، ظاہر ہے کہ بہت سے پیغمبروں کا یہ نسخہ ہے اور اس نسخہ کے حوارین، شلیخا، رسل، عیسی، چار نام ہیں۔ پھر اس پر مرزا صاحب کا فتوی کیونکر عیسی کے زخموں پر ہی قائم ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے ان بارہ بیماریوں میں سے کوئی بیماری مسیح کو بھی ہوئی ہو اور اکثر سفر کرنے سے، جیسے کہ ان عادت مبارک تھی، پاؤں میں شقاق ہو گیا ہو۔ یا کسی قسم کی حکہ (خارش جدید) یا اوساخ یا جرب (خارش) کی بیماری ہوگئی ہو جن کے لئے یہ مرہم تیار کی گئی ہو۔

ہاں اگر مرزا صاحب مرہم میں یہ الفاظ:

حضرت مسیح کو یہود نے صلیب پر چڑھا دیا تھا اور پھر جلدی اتار لیا تھا، اس وقت ان کو زخم ہو گئے تھے، ان زخموں کے واسطے یہ مرہم تیار کی گئی تھی۔

لکھے ہوئے نکال کر دکھاتے تو شاید کسی کو کچھ کسی قدر تامل کی گنجائش بھی ہوتی ۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب ایسے ویسے خیال اور کمزور شہادت سے ایسے بڑے اہم امر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں جو محض خیال ہی خیال ہے ۔ پھر یہ کتنی بڑی زبردستی ہے کہ اپنی طرف سے ،یعنی ، کر کے لکھتے ہیں :

یعنی جب کہ حضرت عیسیٰؑ یہود کے پنجہ میں گرفتار ہوئے اور صلیب پر چڑھانے کے وقت خفیف زخم بدن پر لگ گئے تھے اس مرہم کے استعمال کرنے سے بالکل دور ہوگئے اور نشان بھی مٹ گئے تھے ۔

یہ ان کا اپنا خانگی الہام ہے ۔ لیکن کسی طب کی کتاب یا اس مرہم میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے آپ کا مدعا ثابت ہو سکے ، نرے استعارات ہی استعارات ہیں ، اور بے سود ۔

ازالہ دلیل سوم :

اس میں مرزا صاحب بزعم خود ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے اور فوت ہو گئے ، بلاد شام میں دفن ہوئے اور ان کی قبر کی پرستش نصاری ہر سال ایک تاریخ پر جمع ہوکر کرتے ہیں ۔ اور حضرت رسول خدا ﷺ سے حدیث بھی نقل کی ہے لعن اللّٰه ، کی بجائے لعنت اللّٰه لکھا ہے کہ یہود و نصاری پر لعنت ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا ۔ پس اس استعارہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے جانے سے فوت ہو گئے اور قبر میں دفن کر دیئے گئے تھے ، اسی قبر کی بلاد شام میں پرستش ہوتی ہے ۔

ناظرین دیکھئے ! یہاں وہ مرہم حوارین بالکل بے کار ہو گئی ۔ اگر حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے جانے سے فوت ہو گئے تو ان کی دلیل نمبر دوم کی مرہم کس لئے تیار ہوئی تھی اور اس کی کیا ضرورت پڑی ؟ آپ کی ہر دو دلیلوں میں اجتماع ضدین وارد ہو گیا ، جس کی کوئی تاویل گھڑنی پڑے گی ۔ اس دلیل کے اثبات میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے ۔ مگر فرمایئے تو سہی اس حدیث میں یہ بات کہاں لکھی ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ مسیح فوت ہو گئے ۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو کر قبر میں دفن نہیں ہوئے ، تو نصاری کس قبر کی پرستش کرتے ہیں ؟

پھر مرزا صاحب اپنی تصانیف میں لکھ چکے ہیں کہ عیسائی ، حضرت عیسی کو پیغمبر نہیں بلکہ خدا تصور کر کے پرستش کرتے ہیں لیکن حدیث شریف کی تصدیق کے لئے میں مانتا ہوں کہ یہود و نصاری اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں جانتے اور پرستش کرتے ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ جس قدر انبیاء

گذرے ہیں، شاذو نادر ہی ہوں گے جن کو یہود ونصاری بالاتفاق نبی نہ مانتے ہوں۔ اور کل انبیاء جن کا ذکر توارات میں موجود ہے سب کو اپنے نبی جانتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہو گیا کہ جو انبیاء یہود کے ہیں وہی انبیاء نصاری کے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہود، حضرت عیسیٰ کو پیغمبر یا نبی نہیں مانتے لیکن اس میں کوئی شک شبہ نہیں رہا کہ جو انبیاء یہود ہیں وہی نصارے کے ہیں۔ اسی سے حدیث شریف کی تصدیق ہو گئی۔

مرزا صاحب اس بات پر بھی بہت زور دیتے ہیں کہ:

درحقیقت وہ قبر (شامی) حضرت عیسیٰ کی ہی قبر ہے۔

نصاری کا اعتقاد ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھائے گئے اور فوت ہوئے اور قبر میں دفن کئے گئے اور تیسرے روز کے بعد زندہ ہو گئے اور قبر سے نکل کر آسمان پر چلے گئے۔ جس قبر میں مسیح کو بقول واعتقاد مرزا صاحب ونصاری کے دفن کیا گیا تھا، کیا مرزا کو اس قبر کے قبر ہونے میں کچھ شبہ ہے؟ اگرچہ مرزا صاحب ونصاری کا اس اعتقاد میں فرق صرف اتنا ہی ہے کہ نصاری کہتے ہیں کہ تیسرے روز کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر معہ جسد چلے گئے اور مرزا صاحب کا اعتقاد ہے کہ وہ قبر ہی میں رہے صرف روح آسمان پر گئی۔ مگر یاد رہے کہ یہ اعتقاد کسی اہل اسلام کا نہیں ہے۔ پس اگر نصاری اس قبر اعتقاد یہ چند روزہ کی پرستش کرتے ہوں تو کیا عجب ہے۔ یہ دوسری وجہ صداقت حدیث رسول خدا ﷺ کی ہوئی۔ مرزا صاحب نے مسیح کی وفات ثابت کرنے کیلئے خلاف اہل اسلام کیا کیا ہاتھ پاؤں مارے اور کیا کیا اعتقاد پلٹے، پھر بھی کچھ نہ بن سکا۔ بلکہ الٹی حافظہ کی خرابی اور دماغ کے تخیلات اور وہمات پائے گئے جیسے آگے آوے گا۔

ازالہ دلیل چہارم:

اس میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

اخویم حضرت مولوی نورالدین فرماتے ہیں ہم ۱۴ سال ریاست جموں اور کشمیر میں ملازم رہے۔ یسوع کی قبر کشمیر میں محلّہ خان یار میں معلوم ہوئی اور تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ یسوع کی قبر کشمیر ہی میں ہے۔

حضرات! توجہ فرمایئے گا کہ حکیم صاحب کی شہادت مذہب کے مقابلہ میں وہ حدیث شریف صحیح الاسناد بھی نعوذ باللہ قابل اعتبار نہیں رہی۔ مرزا صاحب کی چغتائی بہادری نے مرزا

صاحب کے دل میں ایسی بے خوفی پیدا کی کہ میاں نورالدین کی شہادت بے معنی کے مقابلہ میں اپنے استعارات واہیہ سے حدیث شریف حضرت رسول خدا ﷺ کو کیسے ساقط الاعتبار قرار دیا۔ العیاذ باللہ۔ اور کیسے واہی ڈھکوسلوں سے لفظ اور نام یوز آسف کو یسوع آسف یا یسوع صاحب بنایا گیا۔ کیا ایسی خیالی باتوں سے آپ یہ ثابت کریں گے کہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر فی الواقع کشمیر میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسے ڈھکوسلے اور بھی بنا سکتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر۔ سنئیے:

الف۔ کیا وہ لفظ یوز آسف، زوج آصف نہیں بن سکتا؟ ممکن ہے کہ وہ حضرت سلیمانؑ کے وزیر آسف کی زوجہ کی قبر ہو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کشمیر تشریف لے گئے تھے اور ان کے وزیر آسف برخیا بھی ساتھ تھے۔ اور یہ بھی کتابوں میں لکھا ہے کہ تخت سلیمان اس وقت تک موجود ہے۔ اغلب ہے کہ وزیر صاحب کی بیوی فوت ہوگئی ہو اور زوج آسف سے بگڑ کر یوز آصف یا آسف بن گیا ہو۔

ب۔ یا یوز آسف ہو، یعنی وزیر آصف نے کوئی یوز یعنی چیتا یا شیر مارا ہو اور اس کی لاش کو وہاں دفن کر دیا گیا ہو۔

ج۔ یا جوس اشعب ہو (لالچی آدمی کا جستجو کرنا) یعنی کوئی اشعب شخص کسی شئے کی تلاش میں آیا اور یہاں آ کر مر گیا اور دفن کر دیا گیا ہو۔

د۔ یا یئوس عاسف (جو ناقہ نا امید ہو کر دم ہلاتی ہوئی مر جائے) ہو، نا امیدی کی حالت میں یہاں پر دم ہلاتی ہوئی مر گئی ہو اور دفن کر دی گئی ہو۔

غرض میں کہتا ہوں کہ ایسے ڈھکوسلے جس کا جی چاہے اور جتنے چاہے، بنا لے۔ لیکن کیا ان سے کوئی اصلی یا صحیح واقع ثابت ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر یہ کیا بے تکی بات ہے کہ یسوع تو عبرانی کا لفظ ہو اور آسف اس کے ساتھ عربی کا لفظ لگا دیا جائے۔ اگر مرزا صاحب فرمائیں کہ جب وہ عبرانی ملک سے نکل کر غم گین حالت میں کشمیر میں چلے آئے تو یہاں کشمیریوں نے مسیح کو آسف (غم گین) کا خطاب دے دیا، مگر میں کہتا ہوں کہ لفظ عربی کیوں لگایا؟ مناسب تو یہ تھا کہ کشمیری زبان کا لفظ اس کے ساتھ لگایا جاتا۔ غرض مرزا صاحب کا یہ کہنا ڈھکوسلہ ہے کہ حضرت مسیح غمگین حالت میں تھے اور محض غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح کبھی غمگین نہیں ہوئے جیسے کہ اکثر کتب سے ان کے خوش و خرم رہنے کا ثبوت ملتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ میں گفتگو ہوئی۔ حضرت عیسیٰؑ

کہتے تھے، ہنستا منہ بہتر ہے اور حضرت یحیٰؑ کہتے تھے روتی آنکھ بہتر ہے۔ آخر دونوں صاحبوں نے فیصلہ اس کا حکم الٰہی پر رکھا۔ جبریل آئے اور کہا کہ اللہ فرماتا ہے کہ میں ہنستے منہ کو دوست رکھتا ہوں کہ میرے فضل و کرم کا امیدوار ہے اور رونے والی آنکھ اپنے فعلوں پر نگاہ کرتی ہے۔ پس چاہیے کہ خلق خدا کے ساتھ ہنسی سے پیش آئے اور درگاہ الٰہی میں تضرع وزاری رہے۔ ایک دن حضرت عیسیٰؑ نے حضرت یحیٰؑ سے کہا تم بہت رویا کرتے ہو کیا تم رحمت الٰہی سے مایوس ہو گئے ہو؟ حضرت یحیٰؑ نے جواب دیا کہ تم ہمیشہ خوش اور شگفتہ رہتے ہو، آیا تم خوف خدا سے ایمن ہو گئے ہو؟

(کتاب مقاصد الصالحین مطبوعہ طبع حقانی)

یہاں پر مرزا صاحب نے ایک اور غضب کیا کہ مولوی نورالدین کی شہادت کے مقابلہ میں حدیث شریف کو بھی ناقابل اعتبار کر کے پس پشت ڈال دیا جیسے کہتے ہیں:

ہاں ہم نے کسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح کی قبر بلاد شام میں ہے مگر اب صحیح تحقیق ہمیں اس بات کے لکھنے کے لئے مجبور کرتی ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے۔ حضرت مولوی نورالدین فرماتے ہیں کہ یسوع صاحب کی قبر جو یوز آسف کر کے مشہور ہے وہ جامع مسجد سے آتے ہوئے بائیں طرف واقع ہے عین کوچہ میں ہے اس کوچہ کا نام خان یار ہے۔

مرزا کا الہامی حافظہ بھی کیا خوب ہے۔ کہتے ہیں:

ہم نے کسی کتاب میں لکھا ہے کہ بلاد شام میں حضرت عیسیٰ کی قبر ہے،۔

حالانکہ اسی کتاب ست بچن کے حاشیہ پر لکھا ہوا موجود ہے۔..

مرزا صاحب نے اپنا ڈھکوسلہ پیش کیا ہے الہام بھی نہیں۔ پھر اس ڈھکوسلے پر کس کو اعتبار ہو سکتا ہے۔ اور اعتبار ہو بھی کیسے، کیونکہ انہیں ایک بات پر قرار نہیں۔ جیسے خود لکھتے ہیں:

الف۔ یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوا۔ لیکن یہ ہرگز سچ نہیں کہ وہی مسیح جو دفن ہو چکا تھا پھر زندہ ہو گیا۔ (ص ۴۷۳۔ ازالہ اوہام)

ب۔ یہ تیسری آیت باب الاعمال کی مسیح کی طبعی موت کی نسبت گواہی دے رہی ہے یہ گلیل میں اس کو پیش آئی۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۴۷۳۔۴۷۴)۔

ج۔ حضرت عیسیٰ کی قبر بلاد شام میں ہے جس کی پرستش عیسائی لوگ کرتے ہیں (ملخصاً

ص ۱۶۴ حاشیہ در حاشیہ کتاب ست بچن)

ھ۔ یسوع صاحب کی قبر کشمیر میں ہے۔ (ملخصاً ص ۱۶۴ حاشیہ کتاب ست بچن)

اب فرمایئے مرزا صاحب کی کس تحقیق یا کس الہام یا بات پر اعتبار کیا جائے۔ کیا حضرت مسیح کی قبر گلیل میں ہے یا بلاد شام میں یا کشمیر میں؟ ممکن ہے کہ مرزا صاحب اس کا جواب استعارہ لگا کر یوں دیں کہ حضرت مسیح کی قبر تو گلیل میں ہے اور حضرت عیسی کی قبر بلاد شام میں، اور حضرت یسوع صاحب کی قبر کشمیر میں۔

مرزا صاحب کی تحقیقات وکشف والہامات پر قربان۔ یہی باتیں ہیں جن کو ہر تھوڑی سمجھ کا آدمی بھی سن کر ہذیان، مالیخولیا، خبط، مراق میں داخل کرے گا۔

ازالہ امر پنجم:

اس امر میں مرزا صاحب نے اپنے الہام قطعی اور یقینی سے ثابت کیا ہے کہ مسیح فوت ہوگئے ہیں، دوبارہ آنے سے روک دیئے گئے ہیں، اور آنے والا مسیح میں ہی ہوں، یہ مجھے خدا نے خبر دی ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ آیا مرزا صاحب کی وحی الہام، وحی رسول کی طرح قطعی اور یقینی ہے اور اس پر ایسے ہی ایمان لانا چاہیے جیسے پیغمبران کے الہام پر؟ نیز مرزا صاحب کا خدائے ملہم وہی ہے جو مسلمانوں کا خدا ہے یا کوئی اور؟ اس میں مجھے ان کے ہی الہامات سے کام لینا ہوگا، کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں۔

پہلا: مرزا صاحب براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ میں انگریزی عربی عبرانی زبانوں کے الہامات درج کر کے کہتے ہیں کہ ان کے معنی مجھے معلوم نہیں ہوئے۔ کوئی انگریزی خوان اس وقت موجود نہیں، اس الہام کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا۔ وغیرہ۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کا خدا ایسا ہے کہ اپنے ملہم کو جو الہام کرتا ہے محض فضول اور بے سود کرتا ہے کہ اس کا مطلب ملہم اور ملہم دونوں کو نہیں آتے۔ یہ خوب ہوئی کہ مرزا صاحب کا خدا الہام کرتا ہے لیکن اس کے حکم اور کلام کے (جو اپنے نبی پر بھیجتا ہے) کچھ معنی نہیں ہوتے اور نہ کوئی مترجم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو ان الہاموں کا ترجمہ کر کے بتائے۔ اور نہ ان کا خدا ایسے الہام کرتا ہے کہ ان کی سمجھ میں آئے تا کہ وہ اس کے مطلب سے آگاہ ہو کر تعمیل احکام الہی

کریں ۔.. کیا ان سے مرزا کو مسیح موعود مان لیا جاوے گا۔اس طرح پر کہ مرزا صاحب ملہم تو ہیں مگر الہاموں کے معنوں اور مطلبوں سے ناواقف اور ان کے بیان کرنے سے عاری اور جاہل ہیں ۔ مجھے یہاں ایک مشہور حکایت یاد آ گئی جو اس کے مطابق ہے ۔ اسے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں وھو ہذا:

اکبر بادشاہ کے وقت میں جب ان کو پیغمبر بننے کی سوجھی اور ان کے بعض وزراء نے ان کو پیغمبر ثابت کرنا چاہا اور دین الٰہی کو قائم کرنے پر آمادہ ہوئے تو قرآن شریف کی ضرورت ہوئی اور پہلے ہی سے تجویز کر کے ایک نے ان میں سے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو الہام ہوا ہے کہ جیسے حضرت رسول خدا ﷺ امّی تھے ایسے ہی آپ ہیں اور آپ پر بھی قرآن شریف نازل ہوا ہے اور ایک درخت میں ہے ۔ بادشاہ سلامت پیغمبری کی دھن میں لٹو ہو گئے اور بجمیعت کثیر نہایت تزک و احتشام سے درخت معلومہ میں سے قرآن وضعی نکالا گیا، جو زبان عربی میں تھا۔نہایت احتیاط سے وہ قرآن دربار میں لایا گیا اور ہر ایک شخص اس قرآن کو بوسہ دیتا، زیارت کرتا، مبارک دیتا، ادب سے رکھتا جاتا تھا۔اتنے میں ابوالحسن عرف ملا دوپیازہ بھی آ گئے ۔انہوں نے بھی اس قرآن کو دیکھا اور بلا بوسہ دینے اور کسی ادب کے ایسی طرز سے رکھ دیا جس سے بادشاہ کو اچھا معلوم نہ ہوا ۔ بادشاہ نے ایسی حرکت کی بابت ملّاں سے پوچھا کہ کہو کیسا ہے ۔ ملاں صاحب نے کہا ہاں خیر اچھا ہے ۔اس پر بادشاہ کو اور بھی شبہ ہوا۔آخر بادشاہ کے زیادہ اصرار پر عرض کیا کہ قبلہ عالم جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ ملک کنعان میں تھے ان کی زبان عبرانی تھی اس لئے توریت عبرانی میں نازل ہوئی ۔..اور حضرت رسول کریم ﷺ ملک عرب میں پیدا ہوئے اس لئے خداوند کریم نے قرآن کریم کو زبان عربی میں نازل فرمایا۔اور یہی سنت اللہ ہے کہ ہر ایک پیغمبر پر ان کی ہی زبان میں کتاب یا صحیفہ نازل ہوتا رہا ہے جیسے کہ اللہ نے فرمایا و ما ارسلنا من رسولٍ الّا بلسان قومہ یعنی ہم نے کسی پیغمبر کو مبعوث نہیں کیا جو اپنی قوم کی زبان نہ جانتا ہو۔پیغمبر کی زبان اور اس کی قوم کی بول چال ایک ہوتی ہے۔ایسا نہیں ہوتا کہ پیغمبر تو ہندوستان کا ہو اور قوم اس کی عرب کی ہو۔ میں نہایت تعجب سے سوچ رہا ہوں کہ یہ قرآن عربی زبان میں ہے، ہندوستانی میں نہیں ۔ اس کو نہ تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں اور نہ کسی کو سمجھا سکتے ہیں ۔ہاں اگر یہ قرآن ہندوستانی زبان میں ہوتا جو قبلہ عالم کی زبان ہے تو البتہ

مان لینے کے قابل ہوتا۔ بادشاہ یہ سن کر چپ ہو گیا اور وہ قرآن وضعی گاؤ خورد ہو گیا۔

پس مرزا صاحب کی بعینہ اکبر بادشاہ کی سی مثال ہے کہ انہوں نے بھی پیغمبری کا دعوی کیا اور قرآن ان کا غیر زبان میں اترا جس کے سمجھنے اور سمجھانے سے بالکل لاچار رہے، اور مرزا صاحب نے بھی دعوی پیغمبری کیا لیکن الہامات آپ پر ایسی عربی انگریزی زبانوں میں نازل ہوئے کہ جس کے سمجھنے اور سمجھانے اور تعمیل حکم بجالانے میں باقرار خود قاصر اور لاچار رہے۔ پس ایسے مصنوعی قرآن مصنوعی الہاموں کا اعتبار مرزا صاحب کے ہی چند مریدوں میں ہوگا اور کسی کو کیوں ہونے لگا۔ ایسے ہی مرزا قادیانی کے خدا کا بھی کوئی پتہ نہیں ہے کیونکہ وہ خود براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ میں لکھتے ہیں:

مجھے الہام ہوا ہے کہ ہمارا رب عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک نہیں کھلے)۔

لیجئے مرزا صاحب کو اپنے خدا کا بھی اب تک پتہ نہیں کہ وہ کون ہے۔ اے غضب اور افسوس! جس شخص کو اپنے خدا کا ہی پتہ نہ ہو کہ کون ہے اس کے الہاموں کا کیا پتہ ہو سکتا ہے کہ وہ کیا ہیں؟ پھر وہ قطعی اور یقینی بھی ہیں؟ ناظرین و مرزائی نہایت غور اور توجہ سے خیال فرمائیں کہ جس ملہم کو اپنے خدا ملہم کا بھی پتہ نہ ہو کہ وہ کیا اور کون ہے؟ پھر اس کے کسی الہام یا بات پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

خیر اب میں مرزا صاحب کے خدا کا پتہ دیتا ہوں جس کی بابت وہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے)۔ تعجب ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ عاجی کے معنی معلوم نہیں ہوئے۔ اگر ملہم نے نہیں بتائے تو لغت کی کوئی کتاب دیکھ لیتے جس سے عاجی کے معنی معلوم ہو جاتے۔ یہاں اگر مرزا صاحب بوجہ قصور حافظہ یہ کہہ دیں کتاب لغت پر اعتبار نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے لفظوں کے واسطے کوئی کتاب لغت دیکھے جانے کا حکم ہے، اور مرزائی یہ کہہ دیں کہ الہامی لفظوں کے معنی اور مطلب جو خدا ملہم بتائے یا سمجھائے، وہی ہو سکتے ہیں، تو ایسا کہنا ان کا لغو اور باطل ہوگا کیونکہ مرزا صاحب اپنی کتاب براہین احمدیہ میں پہلے ہی لکھ چکے ہیں:

اور یہ الہام اکثر معظمات امور میں ہوتا ہے کبھی اس میں ایسے الفاظ بھی ہوتے ہیں جن کے معنی لغت کی کتابیں دیکھ کر کرنے پڑتے ہیں۔ (براہین احمدیہ۔ص ۳۳۸)

اب مرزا صاحب ہی اس کا جواب دیں کہ انہوں نے کیوں عاجی کے معنی لغت کی کتاب سے نکال کر نہ کئے اور کیوں کہہ دیا کہ، اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سچا الہام

آپ کی قلم سے نکل گیا۔ جب بعد میں اس کے معنوں پر علم ہوا اور مخالف معلوم ہوئے تو لکھ دیا کہ اس کے معنی معلوم نہیں ہوئے۔ مگر خداوند کریم کی حکمت ہے کہ مرزا صاحب ہی کے منہ اور قلم سے سچی بات نکل گئی لیجئے میں دو معتبر کتب لغت سے لفظ عاجی کے معنی پیش کرتا ہوں۔

لفظ عاجی میں اصل لفظ عاج ہے اور حرف ی اس کے ساتھ نسبتی ہے۔ پس لفظ عاج کے معنی یہ ہیں:

الف۔ استخوان فیل۔ ناقہ کہ جائے خواب او نرم باشد۔ سرگین۔ کلہ کہ بدان شتر رانند۔ راہ بر۔ ممتلی۔ (منتخب اللغات۔ ص ۳۰۴)

ب۔ عاج: منیّة ، رجز للناقة و العاج الزبل و الناقة اللبة الاعظام و عظم الصل۔ (قاموس ربع اول۔ ص ۱۲۷)

و عاج ممتلی۔ (قاموس ربع اول۔ ص ۱۲۶)

ج۔ و اماالعاج الذی هو عظم الفیل فنجس عند الشافعی

د۔ قلبین من عاج هو ... الزبل او ظهر السلحفاة و العاج الذی یعرفه العامة عظم انیاب الفیل۔ (مجمع بحارالانوار۔ ص ۴۳۱)

پس لفظ عاج کے معنی ہاتھی کے دانت کا، یا، والا۔ اونٹنی نرم جگہ پر سوئی کا، یا، والا، گوبر کا، یا، والا، رہزن والا لتھڑہ ہوا، یا لتھڑے ہوئے کا، یا، والا۔ پس بقول مرزا صاحب ثابت ہو گیا کہ ان کا خدا عاجی ہاتھی دانت کا، یا گوبر کا ہے۔

جب ان کے ہی خاص قطعی اور یقینی الہام سے ان کا خدا ملہم عاجی، ہاتھی کے دانت کا، یا ہاتھی کے دانت والا، یا گوبر کا ہے، تو پھر علماء وفضلاء ومشائخ مباہلہ کے لئے کیوں کوشاں ہو رہے ہیں۔ جتنی کاروائی مرزا صاحب کی اب تک ہوئی ہے سب خاک میں مل گئی۔ میرے خیال ناقص میں ہے کہ یہ صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ کا کسی کے زیر نظر یا مطالعہ میں نہیں آیا ورنہ پہلے ہی سب جھگڑے بکھیڑے ختم ہو جاتے۔ مگر اتفاق ہے کہ ایسا نہ ہوا۔ جب مرزا صاحب کا خدا ملہم عاجی (بمعنی مذکورہ بالا) ہے تب مرزا صاحب کے درج ذیل الہامات کے کیا معنی ہوئے:

جس نے میری بیعت کی اس کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ۔ (انجام آتھم۔ ص ۷۸)

مجھ کو دونوں جہانوں کی رحمت کے واسطے بھیجا۔ (انجام آتھم۔ ص ۷۸)

خدا نے میرا نام مسیح ابن مریم رکھا۔ (انجام آتھم۔ ص ۷۵)

عیسی مرچکے، عیسی میں ہوں۔ (انجام آتھم۔ص ۸۰)

خدانے میرا نام عیسی رکھا۔ (انجام آتھم۔ص ۱۴۲)

ان الہاموں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی جس نے بیعت کی اس کا ہاتھ ہاتھی کے دانت والے، یا گوبر والے، کے ہاتھ پر ہوا۔ گوبر والے نے دونوں جہانوں کی رحمت کے واسطے مرزا صاحب کو بھیجا۔ یہ بھی ضرور ہے کہ آپ کے عاجی خدانے آپ کا نام عیسی بھی رکھ دیا ہوگا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا بلکہ نہایت ہی قرین قیاس اور یقینی امر ہے کہ خدا عاجی گوبر کا ہے تو اس کا عیسی بھی نفاست میں اس سے بڑھ چڑھ کر ہونا چاہیے۔ سو میں اس عیسی کو جن کی تعریف مرزا صاحب نے خود کر کے اپنے پر منطبق کیا ہے ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ضبط تحریر میں لاتا ہوں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

> مجھے سخت تعجب ہے کہ ہمارے علماء عیسی کے لفظ پر کیوں لڑتے ہیں۔ اسلام کی کتابوں میں تو ایسی چیزوں کا نام بھی عیسی رکھا گیا ہے جو سخت مکروہ ہیں۔ چنانچہ برہان قاطع میں حرف عین میں لکھا ہے:
>
> کہ عیسی دہقان کنایہ انگوری شراب سے ہے۔
>
> عیسی نو ماہہ اس خوشہ انگور کا نام ہے جس سے شراب بنایا جائے اور شراب انگوری کو بھی عیسی نو ماہہ کہتے ہیں۔
>
> اب غضب کی بات ہے کہ مولوی لوگ شراب کا نام تو عیسی رکھیں۔ اور تالیفات میں بے محابا اس کا ذکر کریں اور ایک پلید چیز کی، ایک پاک کے ساتھ اسمی مشارکت جائز قرار دیں اور جس شخص کو اللہ تعالی جل شانہ اپنی قدرت اور فضل خاص سے دجالیت موجودہ کے مقابل عیسی کے نام سے موسوم کرے وہ ان کی نظر میں کافر ہو۔
>
> (نشان آسمانی۔ص ۲۰)

اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ خدا عاجی ایک پلید اور خبیث شئے گوبر ہے تو اس کا عیسی شراب جو ام الخبائث ہے درست اور بجا ہے یعنی خدا ملہم گوبر۔ اور عیسی ملہم شراب۔ کیا عمدہ مماثلت ہوئی۔

ان تحریروں پر تو میں مرزا صاحب سے بالکل اتفاق کر کے صاد کرتا ہوں اور ان کے انصاف اور راست بازی کی داد دیتا ہوں اور یہاں علماء سے مجھے کلام ہے کیونکہ جب مرزا صاحب

اپنے خدا کا نام عاجی، گوبر رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو عیسی نوماہہ یا عیسی دھقان تحریر کرتے ہیں جو شراب انگوری ہے، تو پھر ان کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں اور عیسی کہلانے میں کیوں چڑتے ہیں۔ یہ بیشک ان کی زبردستی ہے ان کے پیچھے پڑنے اور چڑنے کی وجہ بتلانے میں مجھے اس لئے کسی قدر تامل ہے کہ مرزا صاحب نے کوئی خاص اشتہار جلی قلم کا انعامی یا مباہلی نہیں دیا کہ ہمارا خدا عاجی ہے (ہاتھی کے دانت کا، یا گوبر کا ہے) اور میں عیسی دھقان یا عیسی نوماہہ شراب انگوری ہوں، جس سے علماء کو خبر ہو جاتی اور مخالفت سے ان کا منہ بند ہو جاتا۔ البتہ مرزا صاحب کا جواب یہاں یہ ہوسکتا ہے کہ جب ہم نے کتابوں، رسالوں میں لکھ دیا اور کتابیں ہر جگہ موجود ہیں تو پھر ضرورت کسی اشتہار کی نہ تھی، یہ صحیح ہے۔ لیکن اگر اشتہار انعامی یا مباہلی بھی بطور تبلیغ شائع فرماتے اور مخالفین کو پہلے ہی سے یہ عقیدہ آپ کا معلوم ہو جاتا تو خواہ نخواہ بے سود علمی بحثیں کر کے تضیع اوقات نہ کرتے۔ اب میں نہایت ادب سے بخدمت شریف علماء وفضلاء اہل اسلام و دیگر طلباء ہدایت غیر اسلام عرض کرتا ہوں کہ خدا کے لئے اب تو مرزا صاحب کا پیچھا چھوڑیں کیونکہ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہمارا خدا عاجی، ہاتھی دانت کا، یا گوبر کا ہے، اور میں عیسی دھقان یا عیسی نوماہہ، شراب انگوری ہوں، اس کی رہائش کا دیان (حرص والی)، ان کی الہامی کتاب (انجیل)، انجام آتھم معہ ضمیمہ ہے۔

۸۔۹۔ میں مرزا کا وہی دعوی پیغمبری ہے یہاں تک کہ جب حضرت موسی کلیم اللہ ہیں تو آپ بھی کلیم اللہ ہیں۔

۱۰۔ اس میں مرزا صاحب کو معراج جسمانی آنحضرت ﷺ سے انکار ہے۔ اور یہ کاسہ لیسی کسی ریفارمر صاحب بہادر کی ہے جو تمام اہل اسلام کی مخالفت میں آیات اور احادیث متواترہ واقوال جمہور علماء کا صریح انکار کر دیا ہے۔ یہاں پر ایک اور غضب کیا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی سخت توہین کی ہے۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر کو تو بہ نعوذ باللہ منہا کثیف (جو ضد ہے لطیف کی) لکھ دیا ہے...

> سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلی درجہ کا کشف تھا۔
>
> (صفحہ ۴۷۔ ازالہ اوہام)

حالانکہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۰ میں خود ہی لکھ چکے ہیں:

> وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء ﷺ میں کئی نور جمع تھے۔ سو، ان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الہی سے وارد ہو گیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار

بن گیا۔

خیال فرمایئے کہاں حضرت احمد مصطفیٰ ﷺ کا جسم مبارک مجمع الانوار تھا اور کہاں مرزا نے اسی جسم مبارک کو کثیف لکھ دیا۔ خدا پناہ میں رکھے ایسے مردود اعتقاد سے۔

اہل اسلام اور اہل سنت والجماعت کے عقاید میں ہے کہ اگر کوئی شخص تو ہیناً کسی نبی کے میلے کپڑے کو میلا کہے گا تو کافر ہو جائے گا چہ جائے کہ حضرت ﷺ کے جسم اطہر نورالانوار کو جسم کثیف لکھ دیا۔

میں (براہین احمدیہ۔ص ۱۵سے) مرزا صاحب کا ہی اعتقاد پیش کرتا ہوں کہ جو شخص حضرت ﷺ کے جسم مبارک کو کثیف کہے وہ کون ہے۔ وھو ہذا:

نور شان یک عالمے را در گرفت　　تو ہنوز اے کور در شور و شرے

لعل تاباں را اگر گوئی کثیف　　زین چہ کاہد قدر روشن جوہرے

طعنہ بر پاکاں نہ بر پاکان بود　　خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے

لیجئے یہاں اپنی ہی مثبتہ اور مسلّمہ دلیل سے مرزا صاحب جو پیغمبری اور خدائی کا دعوی کرتے ہیں، حضرت رسول اکرم ﷺ کے جسم مبارک مجمع الانوار کو کثیف کہہ کر خود فاجر ثابت ہو گئے ۔اب وہی کسی بزرگ کا قول بھی مرزا صاحب پر ثابت ہو گیا

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اللہ تعالی اپنے قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ

و اذکر فی الکتاب ادریس انّه کان صدّیقاً نبیّاً و رفعناه مکاناً علیّاً

(سورہ مریم) یعنی یاد کر (اے رسول خدا ﷺ) حضرت ادریس کا حال، تحقیق تھا وہ سچا نبی اٹھالیا ہم نے اس کو مکان عالی پر۔

تمام تفاسیر اور کتب اہل اسلام میں یہی معنی اور یہی اعتقاد ہے کہ حضرت ادریسؑ یا الیاسؑ آسمان پر زندہ اٹھائے گئے اور اسی جسم عنصری کے ساتھ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی نسبت اللہ تعالی فرماتا ہے و ما قتلوه یقیناً بل رفعه اللّه الیه۔ وہی رفع کا لفظ یہاں بھی ہے ..

مرزا صاحب کیا آپ کو حضرت رسول خدا ﷺ کا جسمی معراج محالات سے معلوم ہوتا ہے؟ کیا خدا تعالی کو آپ قادر نہیں سمجھتے ؟ کیا آپ کے فلسفہ کو توڑنے کی قدرت اللہ تعالی میں نہیں؟ ہاں البتہ آپ کے عاجی خدا میں ضرور قدرت نہیں ہے، اس لئے اپنے فلسفی ڈھکوسلے آیات و

احادیث اوراجماع امت کے مقابلہ میں بڑے زور سے پیش کیا کرتے ہیں جو نہایت بودے ہیں۔

۱۱۔ یہ دعوی عربی دانی کا بھی محض غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب سے بڑے بڑے فاضل عربی اس وقت پنجاب و ہندوستان میں موجود ہیں جن کی عربی دانی مسلّمہ ہے۔

۱۲۔ آسمان پھاڑ کر مسیح کا آنا، مرزا صاحب کی طرف سے تمسخر اور استہزاء ہے۔اور یہی استہزاء رسول خدا ﷺ کے معراج جسمانی میں ہے کہ آسمان پھاڑ کر تشریف لے گئے اور واپس تشریف لائے۔آپ نے بھی آریوں سے لڑتے جھگڑتے یہ عقیدہ حاصل کر لیا کہ خدا قادر مطلق نہیں ہے جو کسی کو زندہ آسمان پر بجسد عنصری لے جا سکے۔

۱۳۔ مرزا صاحب میں تو خدا کی روح باتیں کرتی ہے اور دیگر آپ کے حواریوں میں نعوذ باللہ کسی معلم الملکوت کی روح باتیں کرتی ہے۔

۱۴۔ ہاں بے شک مرزا صاحب پر جھوٹے الہامات کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔

۱۵۔مرزا صاحب نے ۹ مولوی صاحبان کی طرف قلم اٹھایا مگر دس مولوی صاحبان کے نام درج کئے اور بعض مولوی صاحبان اہل حدیث جو آپ کے جانی دوست تھے وہ ایسی خلاف شرع دعوت نبوت سے جانی دشمن بن گئے۔

۱۶۔ حکیم نورالدین، مرزا صاحب کے فاضل بزرگ ہیں،تو کیا وہ بھی مرزا صاحب کے برابر کلام فصیح نہیں لکھ سکتے ؟ جیسا کہ ان کا دعوی نمبر ۱۱ میں گذر چکا ہے۔اگر حکیم صاحب مرزا صاحب کے برابر کلام فصیح نہیں لکھ سکتے ،تو مرزا صاحب کے فاضل بزرگ نہیں۔ ایک نہ ایک بات تو ضرور غلط ہوگی کیونکہ اجتماع ضدین محال ہے اور یہ اعتقاد بھی عجیب ہے کہ حکیم صاحب تو فاضل بزرگ ہوں اور دیگر تمام علماء ہندوستان و پنجاب ہیچ اور پوچ ہوں۔

۱۷۔ یہ بھی ہرگز صحیح نہیں۔اگر مرزا صاحب کی ایسی دعا ہوتی جو بجلی کی طرح کودتی ہے تو آتھم کے واسطے ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو رخصت لے کر نہ چلی جاتی اور آپ کو وقت پر دھوکہ نہ دیتی۔اور آپ کے معہ اہل بیت پر حوارئین کی تضرع وزاری کے وقت پر آموجود ہوتی ۔افسوس ایسی دعا بجلی کی طرح ہو اور قادیان سے امرتسر تک بھی نہ پہنچ سکے۔اگر یہ دعا آپ کی پاس ہوتی تو ایک بھی مولوی زندہ نہ رہتا اور ایک بھی پادری دنیا پر نہ رہتا..ایک بھی آریہ صفحہ ہستی پر نہ رہتا اور لیکھرام کو کئی سال تک فرشتے تلاش کرتے نہ پھرتے ۔اور آپکے قادیان کے رہنے والے سب کے سب غارت ہو جاتے حتی کہ آپ کو طلاق اور عاق کرنے کی بھی نوبت نہ پہنچتی ۔یہی دعا ہے جس کا آپ فخر کرتے ہیں۔

جب کبھی آپ نے دعا کی تو یہ کہ فلاں پادری پندرہ ماہ کے اندر مرے گا، فلاں مولوی ایک سال تک مرے گا، فلاں آریہ چھ سال میں مرے گا، جو کوئی میرے ساتھ مباہلہ کرے گا ایک سال میں مر جائے گا۔ نہایت ہی افسوس ہے کہ کبھی آپ نے یہ دعا نہ کی کہ میرے قادیان کے رہنے والے سیدھے ہو جائیں۔ کبھی یہ دعا نہ کی کہ پادری اور آریہ مسلمان ہو جائیں۔ کبھی یہ دعا نہ کی کہ میرے مخالف مولوی و دیگر اہل اسلام میرے دوست ہو جائیں۔ ایسی دعا اگر ریل کی طرح نہیں کسی لنگڑے گھوڑے کی طرح بھی چلتی، تب بھی منزل مقصود تک پہونچ جاتی۔ مگر مرزا صاحب نے کچھ نہ کیا۔ کیا تو یہ کہ حضرت مسیح کی وفات پر زور دے کر خود ان کی جگہ ہونے کا دعویٰ علی الاعلان کر دیا۔ یہاں مجھے ایک روایت بطور لطیفہ یاد آ گئی ہے۔

مرزا صاحب نے سرسید احمد خان کے پیرو سے کہا کہ انہوں نے مسلمانوں کو کیا بنا دیا۔ کون سی بڑی بات کر کے دکھلائی۔ کون سی نئی ریفارمری کی۔ اس پیرو نے کہا کہ سرسید صاحب نے بہت ہی بڑا کام کیا ہے وہ یہ کہ حضرت مسیح کا فوت ہو جانا ثابت کر دیا جس سے آپ کو اپنے مسیح موعود ہونے کا موقعہ ہاتھ آ گیا۔

الحمد للہ کہ خلاصہ مع مختصر جوابات رسالہ انجام آتھم ختم ہوا۔

اس کے بعد مرزا صاحب نے انجام آتھم کا ضمیمہ بھی چھپوایا۔ اس کو بھی دیکھا گیا۔ ضرور ہوا کہ اس کا خلاصہ بھی ہدیہ ناظرین کیا جائے جس سے مرزا صاحب کی بہادری اور بھی بڑھ چڑھ کر معلوم ہو گی۔

☆ خلاصہ ضمیمہ انجام آتھم

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

۱۔ یہودی صفت مولوی ان (عیسائیوں) کے ساتھ ہو گئے۔ (ص ۳)

۲۔ مگر شائد بدذات مولوی منہ سے اقرار نہ کریں۔ (ص ۶)

۳۔ یہ تو وہی بات ہوئی جیسا کہ کسی شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی۔ (ص ۵ حاشیہ)

۴۔ آپ (مسیح) کے ہاتھ میں سوائے مکر اور فریب کے کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں

آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے وجود سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا کنجریوں کی طرف میلان اور صحبت بھی شائد اسی وجہ سے ہو کہ جدّی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر ناپاک ہاتھ لگاوے اور زناکاری کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے (ص ۷)

۵۔ مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا نے یسوع کی قرآن شریف کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا (ص ۹)

۶۔ اے مردار خور مولویو اور گندی روحو! اے ایمان اور انصاف سے بھاگنے والو! تم جھوٹ مت بولو اور وہ نجاست نہ کھاؤ جو عیسائیوں نے کھائی ہے۔ بے انصاف اور اندھے مولوی (ملخصاً ص ۲۱۔۲۲)

۷۔ شیخ حمزہ بن علی ملک الطّوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں، جو ۸۴۰ھ میں تالیف ہوئی تھی، مہدی موعود کے بارہ میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں:

در اربعین آمدہ است کہ خروج مہدی از قریہ کدعہ باشد۔

قال النّبیّ ﷺ یخرج المھدی من قریة یقال لھا کدعه لیصدقه اللّٰه تعالی و یجمع اصحابه من اقصی البلاد علی عدّة اھل بدر ثلاث مأة و ثلاثة عشر رجلاً ومعه صحیفة مختومة (ای مطبوعة) فیھا عدد اصحابه باسمائھم و بلادھم و خلالھم

یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے (یہ نام دراصل قادیان کے نام کو معرب کیا ہوا ہے)۔ پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار کے برابر ہوگا یعنی تین سو تیرہ ہوں گے اور ان کے نام بقید مسکن و خصلت چھپی ہوئی، کتاب میں درج ہوں گے۔

اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعوی کرے، اس کے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو جس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں لیکن میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالات اسلام میں تین سو نام درج کر چکا ہوں۔ اب دوبارہ اتمام حجت کے لئے ۳۱۳ نام درج ذیل کرتا ہوں تا ہر منصف سمجھ لے کہ یہ پیشگوئی میرے ہی حق میں پوری ہوئی۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۴۰۔۴۱)

☆ جواب ضمیمہ انجام آتھم

مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم میں پہلے تو مولوی صاحبان کو گالیاں دی ہیں ۔ یہودی ، بدذات ، مردار خور ، گندی روح ، بے ایمان ، اندھے ، کتے وغیرہ کہا ہے ۔ اس کے بعد حضرت مسیح پر سخت زبان درازی کی ہے (نعوذ باللہ) جن کے نقل کرنے سے نہایت خوف آتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے نقل کرنے پر بھی خداوند کریم اخذ نہ کرے ۔ لیکن مرزا کے ایمان پر نہایت تعجب ہے کہ باوجود ایسی گندی گالیوں اور توہین کے (جو ایسے اولوالعزم پیغمبر کی شان میں کی گئی ہے) پھر بھی ایمان میں روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے حتی کہ خدا تعالی کے درجہ تک پہنچ گئے ہیں ۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی ہی ذات خاص تک نہیں بلکہ ان کی دادیوں نانیوں کو بھی نہ چھوڑا ۔

لکھتے ہیں کہ ایک زنا کار کنجری نے آپ کے سر پر ناپاک اور حرام کمائی کا عطر ملا اور انہوں نے اس کو بغل میں لیا ۔ وغیرہ ۔

کیوں صاحبو! آپ نے ایسے ایسے الزامات واتہامات سبّ وشتم کہیں اہل اسلام کی کتابوں میں دیکھے یا سنے ہیں ؟ العیاذ باللہ ۔ اہل اسلام میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوا جو ایسے عقائد والے کو کافر نہ کہے بلکہ جن کے عقاید میں توہین انبیاء جائز اور سخت گندی گالیاں نکالنا درست ہو وہ کافر بلکہ اکفر ہے ۔ یہی علم کلام اور کتب عقاید میں درج ہے ۔

مرزا صاحب نے (حضرت مسیح کے متعلق) جو ایک کنجری کو بغل میں رکھنا اور سر پر حرام کا عطر ملوانا لکھا ہے اس کا قصہ انجیل میں یوں لکھا ہے جسے مرزا نے کسی قدر محرف کیا ہے ، وھو ہذا :

> اس شہر میں ایک عورت گنہ گار تھی جب جانا کہ وہ فریسی کے گھر کھانے بیٹھا ہے .. عطردان میں عطر لائی اور نیچے پاؤں کے کھڑی تھی اور رو رو کے آنسوؤں سے اس کے پاؤں دھونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے پونچھ کے اس کے پاؤں کو شوق سے چوما اور عطر ملا ۔ اور اس فریسی نے ، جس نے اس کی دعوت کی تھی ، یہ دیکھ کر دل میں کہا کہ اگر یہ نبی ہوتا تو جانتا کہ یہ عورت جو اس کو چھوتی ہے کون ہے اور کیسی ہے کیونکہ گنہ گار ہے ۔ یسوع نے اسے جواب میں کہا کہ اے شمعون میں تجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔ اس نے کہا کہ اے استاد کہہ ۔ مسیح نے کہا ایک شخص کے دو قرض دار تھے ۔ ایک پانچ سو دینار کا دوسرا پچاس کا ۔ پر جب ان کو ادا کرنے مقدور نہ تھا تو دونوں کو بخش دیا ۔ سو کہہ ان

میں سے کون سا اس کو زیادہ پیار کرے گا۔ شمعون نے جواب میں کہا میری دانست میں
وہ جسے اس نے زیادہ بخشا۔ تب اس نے کہا کہ تو نے ٹھیک فیصل کیا اور اس عورت کی
طرف متوجہ ہو کے شمعون سے کہا کہ تو اس عورت کو دیکھتا ہے؟ میں تیرے گھر آیا تو نے
مجھے پاؤں دھونے کو پانی نہ دیا، پر اس نے میرے پاؤں آنسوؤں سے دھوئے اور اپنے
سر کے بالوں سے پونچھے۔ تو نے مجھ کو نہ چوما، پر اس نے جب سے میں آیا میرے
پاؤں کو چومنا نہ چھوڑا۔ تو نے میرے سر پر تیل نہ ملا پر اس نے میرے پاؤں پر عطر ملا۔
اس عورت سے کہا تیرے گناہ معاف ہوئے۔ (لوقا: باب ۷۔ آیات ۳۷ تا ۴۸)

Now one of the Pharisees invited Jesus to have dinner with him, so he went to the Pharisee's house and reclined at the table. When a woman who had lived a sinful life in that town learned that Jesus was eating at the Pharisee's house, she brought an alabaster jar of perfume, and as she stood behind him at his feet weeping, she began to wet his feet with her tears. Then she wiped them with her hair, kissed them and poured perfume on them.

When the Pharisee who had invited him saw this, he said to himself, "If this man were a prophet, he would know who is touching him and what kind of woman she is - that she is a sinner.

Jesus answered him, "Simon, I have something to tell you".

"Tell me, teacher", he said.

"Two men owed money to a certain money lender. One owed him five hundred denarii, and the other fifty. Neither of them had the money to pay him back, so he cancelled the debts of both. Now which of them will love him more?"

Simon replied, "I suppose the one who had the bigger debt cancelled."

"You have judged correctly", Jesus said.

Then he turned towards the woman and said to Simon, "Do you see this woman? I came into your house. You did not give me any water for my feet, but she wet my feet with her tears and wiped them with her hair. You did not put oil on my head, but she has poured perfume on my feet.

Therefore, I tell you, her many sins have been forgiven- for she loved much. But he who has been

forgiven little loves little.

Then Jesus said to her, Your sins are forgiven". (Luke 7: 36-48)

دیکھئے مرزا صاحب نے کتنا بڑا اندھیر اور کذب کا استعمال کیا ہے۔ ایک ذرہ بھر بھی خدا کا خوف نہ آیا کہ ایسا صریح بہتان ایک اولوالعزم پیغمبر کی شان میں لگا دیا، اور ایک گنہ گار عورت (بہ تقاضائے بشریت بجز پیغمبران، سب گنہ گار ہیں) کو کنجری زنا کار بنادیا۔ حالانکہ اس گنہ گار عورت نے محض اپنے گناہوں کی معافی کے واسطے حضرت مسیح کی طرف رجوع کیا تھا اور نہایت گریہ وزاری اور ادب سے حضرت کے پاؤں چومے اور ان پر عطر ملا اور پیچھے ہٹ کر پاؤں کے پاس کھڑی رہی

مرزا صاحب کے بہتانات یہ ہیں کہ یسوع نے اس کنجری کو بغل میں لیا اور حرام کی کمائی کا عطر اپنے سر پر ملوایا۔ لا حول ولا قوۃ۔ کیا اگر کوئی گنہ گار مرد یا عورت مرزا صاحب کے پاس بیعت کے لئے جاوے تو بیعت نہ کریں گے۔ اور اگر وہ مرد یا عورت بیعت کے اول یا بعد کوئی نذرانہ خوش بو عطر وغیرہ پیش کرے تو مرزا صاحب قبول کر کے اس کی مغفرت یا نجات کے لئے دعا نہ کریں گے، اور اس عطر کو جمعہ یا عیدین کو بھی ریش مبارک پر لگا کر مہکتے ہوئے نہ جائیں گے؟ ضرور بالضرور ایسا ہی کریں گے۔ کیا مرزا صاحب یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ ان کی خاص جماعت بلکہ فہرست اہل بدر بالکل معصوم اور بے گناہ ہے؟ اگر مرزا صاحب کا یہ اعتقاد ہے کہ ان کی جماعت کے لوگ گنہگار نہیں بلکہ معصوم ہیں، اس صورت میں سب کے سب انبیاء ہوئے۔ نعوذ باللّٰہ

الغرض یہ بہتانات مرزا صاحب نے حضرت مسیح پر جو لگائے ہیں اور سخت توہین کر کے گندی گالیاں دی ہیں، یہ ان کی سراسر زبردستی، اور خدا تعالیٰ سے بے خوفی اور لاپرواہی کا باعث ہے اور یہود ونصاریٰ کی پیروی ہے۔ سو اب میں ان سب بہتانات اور الزامات کا جواب مرزا صاحب ہی کی تحریرات سے پیش ناظرین کرتا ہوں اور انہیں کے عطیہ خطابات کو جو انہوں نے خود تجویز کر کے لکھے ہوئے ہیں، پیش کرتا ہوں۔ سنئے:

اول، مرزا صاحب (آئینہ کمالات اسلام میں) لکھتے ہیں:

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

مرزا صاحب نے کیا عمدہ رحم کو گھٹا کر دعائیں دی ہیں۔ گالیوں کو نزدیک تک پھٹکنے نہیں دیا۔ رحم کو بے رحمی میں ڈال دیا، اور غیظ کو غضب الٰہی میں: برعکس نہند نام زنگی کافور

دوم۔ مرزا صاحب کہتے ہیں:

یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال وافعال انبیاء سے ظہور میں آتے رہے ہیں جو نادانوں کی نظر میں سخت بیہودہ اور شرمناک کام تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ کا مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کر لے جانا اور پھر اپنے تصرف میں لانا۔ حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا، استعمال کرنا اور لگانے سے روک نہ دینا۔ اور حضرت ابراہیم کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرنا جو بظاہر دروغگوئی میں داخل تھا۔ پھر اگر کوئی تکبر اور خودستائی کی راہ سے اس بنا پر حضرت موسیٰ کی نسبت یہ کہے کہ نعوذ باللہ وہ حرام کا مال کھانے والا تھا، یا حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہ زبان پر لاوے کہ وہ طوائف کے گندہ مال کو اپنے کام میں لایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت یہ تحریر شائع کرے کہ مجھے جس قدر ان پر بدگمانی ہے اس کی وجہ ان کی دروغ گوئی ہے تو ایسے خبیث کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت سے مغائر پڑی ہوئی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۵۹۸)

لیجئے مرزا صاحب! آپ کو مبارک ہوں وہی خطابات جن کو آپ اپنے الہامات سے پہلے لکھ چکے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ بموجب اپنے الہام قطعی اور یقینی کے وہی کچھ یعنی، پاک لوگوں کی فطرت کے مغائر وغیرہ وغیرہ، بقول اپنے ثابت ہو گئے اور عیسیٰ نو ماہہ کی پوری تصدیق ہو گئی۔

سوم۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مسیح کا بیان کہ میں خدا ہوں، خدا کا بیٹا ہوں، میری خودکشی سے لوگ نجات پاویںگے کوئی آدمی اس کو دانا یا راہ راست پر نہیں کہہ سکتا مگر الحمدللہ قرآنی تعلیم نے ہم پر کھول دیا ہے کہ ابن مریم پر یہ سب جھوٹے الزام ہیں (ملخصاً۔ نور القرآن جون تا اگست ۱۸۹۵ء)

یہاں پر مرزا صاحب نے خود حضرت مسیح پر جھوٹے الزام لگا دیئے ہیں جو خلاف تعلیم قرآنی ہیں۔ اور عمداً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جھوٹے بہتان اور الزام لگائے گئے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ وہ خود اپنی ہی تحریر سے نادان ہیں اور راہ راست پر نہیں۔ آگے چلئے:

چہارم۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ان دو مقدس نبیوں پر یعنی آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح علیہ السلام پر بعض بدذات اور

خبیث لوگوں نے سخت افتراء کئے ہیں۔ چنانچہ ان پلیدوں نے لعنت اللّٰہ علیھم،
پہلے نبی کو تو ...قرار دیا جیسا کہ آپ نے ، اور دوسرے کو ولد الزنا کہا جیسا کہ پلید طبع
یہودیوں نے ۔ (بلفظہ ص ۳ ۔ سطر ۳۱ ۔ رسالہ نور القرآن ماہ ستمبر ۱۸۹۵ء تا اپریل ۱۸۹۶ء)

سبحان اللہ! کیا عمدہ معجزہ عیسیٰؑ ثابت ہوا کہ جیسے مرزا صاحب نے حضرت مسیح کو گالیاں دی تھیں اپنے ہی منہ سے ویسے بن گئے ۔ اور جو اہل اسلام کے علماء وصلحاء کو لعنتیں اور گالیاں دی تھیں، وہی بعینہ الٹ کر ان پر وارد ہو گئیں۔ اور وارد بھی ایسی ہوئیں کہ اپنے ہی الہام قطعی اور یقینی کی رو سے، اور وہ حدیث شریف نہایت ہی صادق اظہر من الشمس ہوئی جس میں ذکر ہے کہ جو شخص کسی پر لعنت کرتا ہے، اگر وہ نا قابل لعنت ہے، تو وہ لعنت، لعنت کرنے والے پر واپس آتی ہے۔ سو یہ لعنتیں آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے ہی الٹ کر مرزا صاحب پر عود کر گئیں جس کی مبارک باد دی جاتی ہے ۔ یہاں علماء وصلحاء عظام کی کرامت بھی نمایاں ہوئی ۔

ہاں ایک جگہ کتاب جنگ مقدس ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب اس طرح بھی لکھتے ہیں:

میں حضرت مسیح کو ایک سچا نبی اور برگزیدہ خدا تعالی کا پیارا بندہ سمجھتا ہوں ۔

(مباحثہ ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء ص ۱۴)

پھر لکھتے ہیں: گالی کا استعمال جو کیا گیا ہے وہ ان کا الزامی جواب ہے ۔ ملخصاً

یہ بات ۱۸۹۳ء کی ہے جب کہ مرزا صاحب کے دل میں گالیاں بھری ہوتی تھیں ۔ اور پھر ۱۸۹۵ء و ۱۸۹۶ء میں زبان پر، قلم پر، کتابوں پر آ گئیں ۔ پھر جو چاہا سو لکھ دیا۔ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ

شریر انسانوں کا طریق ہے کہ ہجو کرنے کے وقت پہلے ایک تعریف کا لفظ بھی لے آتے ہیں ۔ گویا وہ منصف مزاج ہیں ۔ (ست بچن، ص ۱۳ حاشیہ)

یہی طریق مرزا صاحب نے بھی اختیار کیا جس سے خود ہی شریر بھی ثابت ہو گئے ۔

یہاں ایک بات قابل غور بھی ہے کہ جب تک مرزا صاحب تمام جہان کے علماء فضلاء مشائخ عظام اور اولوالعزم پیغمبران علیھم السلام کو گالیاں نہ دیں، خوب توہین نہ کریں، اور ان کی اچھل اچھل کر گستاخی نہ کریں، تو ان کی بزرگی کی پٹڑی کیسے جم سکتی ہے۔ جیسے مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

مگر ایسے جاہلوں کا ہمیشہ سے یہی اصول ہوتا ہے کہ اپنی بزرگی کی پٹڑی جمنا اسی میں دیکھتے ہیں کہ ایسے بزرگوں کی خواہ مخواہ تحقیر کریں ۔ (ست بچن)۔

مرزا صاحب اس جگہ خود ہی جاہل بھی ثابت ہو گئے۔

جب مرزا صاحب حضرت عیسیٰؑ کو گالیاں دے دے کر تھک گئے اور جو کچھ کہ سینہ سبّ و شتم کے گنجینہ میں بھرا ہوا تھا، خرچ کر چکے، تب خیال ہوا کہ میں نے یہ کام نہایت ہی برا کیا ہے، جس سے میں اہل اسلام کے تمام فرقوں میں سے نکل گیا ہوں۔ مسلمان لوگ فوراً مجھ کو کافر کہہ اٹھیں گے۔ تب کیا بات بناتے ہیں کہ:

مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ (ص ۹۔ ضمیمہ انجام آتھم)

اس کے لکھنے سے مرزا صاحب کی منشاء اور مراد یہ ہے کہ میں نے یسوع کو گالیاں دی ہیں جس کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں۔ اگر قرآن میں ذکر ہوتا کہ یسوع پیغمبر ہے تو گالیاں نہ دیتا۔

ناظرین! ذرہ مرزا صاحب کے اس حیلہ پر غور فرمایئے گا۔ کیا جس پیغمبر کا قرآن میں ذکر نہ ہو، اس کو مرزا صاحب کے مذہب میں گالیاں دینا اور فحش الزام لگانا جائز ہیں۔ کیا مرزا صاحب کا ایمان ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبر پر نہیں؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس پیغمبر کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اس پر مرزا صاحب کا اعتقادی ایمان بھی نہیں۔ اس صورت میں جو ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبران پر ایمان لانا کتب عقاید میں لکھا ہے، کیا سب کا تذکرہ یا نام قرآن میں آ گیا ہے۔ ایک لاکھ کا نہیں، مرزا صاحب دس بیس ہزار کا تذکرہ ہی نکال کر دکھائیں۔ دس بیس ہزار تو جانے دو ایک ہزار ہی کا تذکرہ قرآن شریف سے نکال دیں۔ اچھا ایک ہزار نہ سہی ایک سو ہی نکال کر پیش کریں۔ ایک سو بھی جانے دیں، پچاس تک ہی کا نام اور تذکرہ قرآن سے نکال کر دکھلائیں۔ مگر افسوس مرزا صاحب نہیں دکھلاسکیں گے۔ پھر یہ بہانہ کیسا لغو اور بے ہودہ ہے کہ یسوع کا نام قرآن میں نہیں آیا اس واسطے ہم نے گالیاں دے کر بہتانات لگائے ہیں۔

مرزا صاحب کو معلوم نہیں کہ یوشع بھی نبی تھے جو حضرت نون کے بیٹے اور حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ تھے۔ تمام کتب اہل اسلام میں لکھا ہے کہ بعد وفات حضرت موسیٰؑ کے یوشعؑ بن نون خلیفہ ہوئے ان کے بعد کالب بن یوقنا خلیفہ ہوئے اور بعد ان کی وفات کے بعد حضرت حزقیل ہوئے۔ ان تینوں پیغمبروں کا نام قرآن شریف میں مذکور نہیں۔ اور تواریخ کی کتابوں میں جو ان کا مذکور ہے سوا اسی قدر ہے کہ یہ تینوں پیغمبر تھے۔ (بلفظہ کتاب روضۃ الاصفیاء)

یہاں یشوع اور یوشع میں صرف شین معجمہ اور مہملہ کا فرق ہے۔ نہایت تعجب ہے کہ مرزا

صاحب یوز آسف سے یسوع آسف یا یسوع صاحب بنالیویں اور قطعی اور یقینی سمجھ لیں کہ یسوع صاحب کشمیر میں فوت ہوئے اور ان کی قبر وہاں موجود ہے۔ اور یسوع اور یوشع میں فرق سمجھیں۔

اسی یوشع بن نون کو یشوع بن نون توریت میں بھی لکھا ہوا ہے دیکھو یشوع کی کتاب باب اول، آیت اول۔

Now after the death of Moses the servant of the Lord, it came to pass, that the Lord spoke unto Joshua the son of Nun, Moses' minister. (Joshua:1)

اور اسی یشوع یا یشوع بن نون کا ذکر قرآن شریف میں بھی آیا ہے جیسے قال اللہ تعالی:

> و اذ قال موسی لفتاہ لا ابرح حتّی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقباً۔ باتفاق علماء سیر وتواریخ لفظ فتی دریں آیہ کریمہ یوشع بن نون است واواز جملہ عظماء انبیاء است ۔ (روضۃ الاصفیاء ۔ جلد اول)

حضرت یسع، اور یسوع میں کیا فرق ہے۔ اگرچہ یسوع اور یسع جدا جدا ہیں مگر یہ کہہ دینا کہ یسوع کا نام قرآن شریف میں نہیں، مرزا صاحب کی الٹی منطق ہے۔ ہاں البتہ مرزا صاحب یہ جواب دیں گے کہ یسوع سے میری مراد وہ ہے جو میں نے رسالہ انجام آتھم میں لکھا ہے:

> اور یاد رہے کہ یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعوی کیا۔ اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹمار کہا۔ (ص ۱۳۔ انجام آتھم۔ خزائن جلد ۱۱ص ۱۳)

اس کا جواب وہی ہے جو مرزا صاحب نے خود لکھا ہوا ہے کہ یہ سب جھوٹے الزام ہیں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> مسیح کا بیان کہ میں خدا ہوں، اور خدا کا بیٹا ہوں، میری خودکشی سے لوگ نجات پا جاویں گے، کوئی آدمی دانا اور راست باز نہیں کہہ سکتا مگر الحمد للہ کہ قرآنی تعلیمات نے ہم پر کھول دیا ہے کہ ابن مریم پر یہ سب جھوٹے الزام ہیں۔
>
> (ملخصاً۔ نور القرآن جون تا اگست ۱۸۹۵ء)

فرمایئے مرزا صاحب کی رائے صائب ہے یا الہام اور قرآنی تعلیم کا انکشاف۔ بہرحال الہام اور قرآنی تعلیم ہی مرزا صاحب کو قبول کرنے پر مجبور کرے گی مگر ممکن ہے کہ وہ اس پر بھی استعارات و کنایات سے ہی کام لیں۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ خود ہی جھوٹے الزامات کا حضرت مسیح پر ہونا ثابت کرتے ہیں اور پھر خود ہی الزامات اتہامات بڑی دلیری اور بہادری سے لگاتے ہیں

وہ ایسے مخمصات میں غرق ہیں کہ ایک سے نکلنا چاہتے ہیں تو دوسرے میں گرتے ہیں اس سے نکلنا چاہتے ہیں تو تیسرے میں جا پڑتے ہیں اور غرق ہو جاتے ہیں۔

پنجم۔ اب میں یسوع کے نام اور لفظ کی تحقیق مختصر طور پر ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

الف۔ یسوع، مقلوب ہے عیسیٰ کا۔ حرف واؤ کا بدل الف سے ہوا۔

ب۔ یہ نام اصل میں عبرانی زبان کا ہے اصل اس کی یسع ...کی لفظ سے یشوع سے ہوا دیکھو لغات عبرانی ص ۱۶۲۔ یشع کے معنی نجات اور یشوع نجات دینے والا اور یشوع کا یونانی زبان میں اے ای سوس بنایا گیا۔ اے ای سوس، عربی زبان میں عیسیٰ بن گیا دیکھو ڈکشنری گیٹس ص ۳۷۲۔ اور انگریزی میں جی سس۔ یسوع اس کا ترجمہ اردو کیا گیا جو ہر ایک چھوٹی موٹی ڈکشنری میں لکھا ہوا موجود ہے۔

پس اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اصل نام عبرانی زبان میں یشوع ہے اور یونانی میں اے ای سوس ہوا، اور انگریزی میں جی سس ہوا۔ اس کا ترجمہ اردو میں یسوع ہوا اور یونانی ای اے سوس سے عربی میں عیسیٰ ہوا۔ پس یسوع وہی ہیں جو عیسیٰ ہیں۔

(کیتھولک انسائیکلو پیڈیا میں اس موضوع پر یوں لکھا ہے:

The word Jesus is the latin form of the Greek Iesous, which in turn is the transliteration of the Hebrew Jeshua, or Joshua, or again Jehoshua, meaning "Jehovah is salvation". Thouh the name in one form or another occurs frequently in the Old Teastament, it was not borne by a person of prominence between the time of Joseu, the son of Nun and Josue, the high priest in the days of Zorobabel. It was also the name of the author of Ecclesiaticus, of one of Christ's ancestors mentioned in the genealogy, found in the Third Gospel (Luke 3:29), and one of the St. Paul's companions (Colossians 4:11). During the Hellenizing period, Jason, a purely Greek analogon of Jesus, appears to have been adopted by many.

The word Christ, Christos, the Greek equivalent of the Hebrew Messias, means "annointed." According to Old Law, priest (Exodus 29:29; Leviticus 4:3), kings (1 Samuel 10:1; 24:7), and prophets (Isaiah 61:1) were supposed to be annointed for their respective offices; now, the Christ, or the Messias, combined this threefold dignity in His Person. It is not surprising,

therefore, that for centuries the Jews had referred to their expected deliverer as "the Annointed". Thus the term Christ or Messias was a title rather than a proper name. .....

Only after the resurrection did the title gradually pass into a proper name, and the expression Jesus Christ or Christ Jesus became only one designation. But at this stage the Greeks and Romans understood little or nothing about the import of the word annointed; to them it did not convey any sacred conception. Hence they substituted Chrestus, or, "excellent" for Christus or "annointed", and Chrestians instead of Christians...'

The use of the definite article before the word Christ and its gradual development into a proper name shows the Chriatians indentified the bearer with the promised Messias of the Jews. He combined in His Person the offices of Prophet (John 6:41) of King (Luke 23:2) and of priest (Hebrews 2:17); he fulfilled all the Messianic predictions in a fuller and a higher sense than had been by the teachers of the Synagogue.)

ششم ۔ تمام اناجیل موجودہ میں یسوع مسیح یا صرف یسوع یا عیسیٰ لکھا ہوا ہے اس کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں ۔ آپ انجیل کو ہر جگہ پر دیکھ سکتے ہیں ۔

ہفتم ۔ یسوع اور مسیح، حضرت عیسیٰؑ کو کہتے ہیں ۔ (مقدمہ تفسیر حقانی) ۔

ہشتم ۔ اب میں مرزا صاحب کی کتاب سے یسوع کا نام نکال کر دکھلاتا ہوں ۔ مرزا صاحب اپنے اشتہار انگریزی و اردو مشمولہ کتاب سرمہ چشم آریہ کے اخیر ورق پر لکھتے ہیں ۔ تاریخ اشتہار ندارد ۔ بیس ہزار چھاپے گئے ۔

مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں ۔ اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت و مشابہت ہے ۔

I am also inspired that I am the reformer of my time and that as regards spiritual and... to that of Jesus Christ

اس جگہ مرزا صاحب کے مترجم نے بمشورہ مرزا صاحب جی سس کرائسٹ (جس کا صحیح ترجمہ یسوع مسیح یا عیسیٰ مسیح ہے) کا ترجمہ مسیح ابن مریم لکھا ہے ۔ مگر معلوم نہیں ہوتا کہ مرزا صاحب یا ان

کے مترجم نے ابن مریم کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے اور کہاں سے لیا ہے کیونکہ عبارت میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جس کا ترجمہ ابن مریم ہو سکے۔

نہم۔ مرزا صاحب نے کتاب شحنہ حق کے اخیر پر مسٹر الیگزینڈر رسل دب کی چٹھی میں جی سس کے معنی عیسی لکھے ہیں۔ اور جی سس کرائسٹ کے معنی بھی عیسی مسیح کئے ہیں۔ (رسل وب کے خط سے دو انگریزی فقرات، اور مرزا صاحب کا کروایا ہوا ان کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے

I have been led to believe that not only Muhammad but also Jesus, Gautama Budha, Zoraster and many others taught the truth.

مجھ کو یقین ہوا ہے کہ نہ صرف محمد صاحب نے بلکہ عیسی و گوتم بدھ و زوراشتر اور بہت سے لوگوں نے سچ کی تعلیم دی

But did not Jesus Christ also teach the way ?.

مگر کیا عیسی مسیح نے بھی سچا اور سیدھا راستہ نہیں بتلایا؟)

پس ثابت ہوا کہ وہی جی سس اردو میں یسوع، اور جی سس کرائسٹ یسوع مسیح یا عیسی مسیح ہیں جس کو مرزا صاحب نے بھی اپنے ازالہ میں مسیح یا عیسی مسیح لکھا ہے۔ یعنی جو نصاری کا نبی یا خدا یسوع ہے، وہی آپکا مسیح یا عیسی ہے جس کے تذکرہ سے قرآن شریف مملو ومشحون ہے۔..

مرزا صاحب اور لوگوں کو تو فوراً ہر چھوٹی موٹی بات پر مباہلے کے واسطے اشتہار دیا کرتے اور قسمیں کھانا لکھا کرتے ہیں، ذرہ مہربانی کر کے اس بات کی تو سچے دل سے قسم کھائیں اور اپنے ہی اعتقاد اور جان کے ساتھ مباہلہ کریں کہ یسوع اور ہیں اور عیسی اور مسیح اور ہیں۔ ایک سال کی میعاد بھی رکھ لیویں اور پھر انتظار کریں اور دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

دہم۔ یقین نہیں کہ آپ اس بات کو قبول کر کے اپنی زبان سے اقرار کریں کہ یسوع اور عیسی ایک ہی ہیں۔ بلکہ اصرار کر کے ضرور تاویلات رکیکہ واستعارات بعیدہ پر عمل کریں گے کہ نہیں یسوع اور ہیں اور حضرت مسیح اور ہیں۔ جو گالیاں یا توہینات یا فحش الزامات لگائے ہیں وہ یسوع کے حق میں لگائے ہیں جس کا قرآن شریف میں کوئی ذکر نہیں اور عیسی یا مسیح کے حق میں ہم نے کچھ نہیں کہا۔ اس صورت میں ضرور ہوا کہ یہ عذر بھی مرزا کا ان کی ہی تحریرات سے رفع کر دیا جائے اور وہ گالیاں جو حضرت مسیح کی شان میں بالتخصیص دی گئی ہیں ان کی ہی تالیفات سے نکال کر پیش ناظرین کی جاویں تا کہ مرزا صاحب کا اصرار اور زبردستی ظاہر اور بین ہو جائے۔ لیجئے:

ا۔ یسوع مسیح عیسائیوں کا خدا ۳۲ سال کی عمر پا کر اس دار الفنا سے گذر گیا (ملخصاً معیار المذاہب ص ۷)

ب۔ تب وہ حضرت مسیح کی اس قدر بدتہذیبی سے تکذیب کرتے ہیں کہ خدائی تو بھلا کون مانے اس غریب کو نبوت سے بھی جواب دیتے ہیں۔ (رسالہ نورالقرآن اگست ۱۸۹۵ء)

ج۔ مسیح کا بیان کہ میں خدا ہوں، خدا کا بیٹا ہوں۔ (نورالقرآن مذکور۔ ص ۳۱)

د۔ ہاں مسیح کی دادیوں نانیوں کی نسبت جو اعتراض ہے اس کا جواب بھی کبھی آپ نے سوچا ہوگا۔

(نورالقرآن ستمبر ۱۸۹۵ء تا اپریل ۱۸۹۶ء)

ھ۔ حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا پیش کردہ عطر جو حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا۔ (آئینہ کمالات اسلام)

حضرات ناظرین! مرزا صاحب سے دریافت فرمایئے کہ جس مسیح کی نسبت آپ نے مندرجہ بالا مقامات میں الزامات لکھے ہیں اس کا نام بھی یا تذکرہ قرآن شریف میں آیا ہے یا نہیں۔ اور یہ مسیح کون ہیں جن کو آپ نے غریب کے لفظ توہین سے لکھا ہے۔ یا مسیح کون ہیں جنکی دادیوں نانیوں کا ذکر کیا ہے۔ یا یہ مسیح کون ہیں جو ایک فاحشہ کے گھر میں چلے گئے تھے اور حرام کی کمائی کا عطر استعمال کیا تھا۔ وہاں تو پہلے آپ نے جھٹ کہہ دیا تھا کہ ہم نے یسوع کی نسبت گالیاں دی ہیں جن کا قرآن میں نام یا تذکرہ نہیں ہے۔ اب کہیے کیا اس حضرت مسیح کا بھی قرآن میں نام اور تذکرہ نہیں؟ نہایت ہی شرم کا مقام ہے کہ کہیں یسوع کے نام پر گالیاں نکال کر کہتے ہیں کہ اس کا نام قرآن میں نہیں، اور دوسری جگہ گالیاں حضرت مسیح کے نام مبارک پر لکھی ہیں، اور اس کا انکار ہو نہیں سکتا کہ حضرت مسیح کا نام قرآن میں نہیں ہے پھر ایسے واہی دعوی پیغمبری اور خدائی کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کو چاہیے کہ خدا کا خوف کریں ایسے دعووں میں اپنی بیخ و بنیاد کو نہ اکھاڑیں۔ ڈریں، اللہ سے توبہ کریں۔ یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ نیک بندوں کے سینوں میں نیکی کے گنجینے ہوتے ہیں اور بدوں کے سینے بدی اور کینے سے پر ہوتے ہیں۔ ہر طرف سے وہی برآمد ہوتا ہے جو کچھ اس میں ہوتا ہے۔ کبھی آپ نے نہیں دیکھا ہوگا کہ سرکہ کی بوتل سے گلاب یا بیدمشک نکلا ہو، جیسے مرزا صاحب خود اپنی الہامی براہین میں لکھتے ہیں:

> ہمارے اندر سے وہی خیالات بھلے یا برے جوش مارتے ہیں کہ جو ہمارے اندازہ فطرت کے مطابق ہمارے اندر سمائے ہوئے ہیں۔ (براہین۔صفحہ ۲۱۴)

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ مرزا صاحب کے اندر جو کچھ اندازہ فطرت کے مطابق سمایا ہوا تھا، اسی نے جوش مارا۔ ..اسی سے مرزا صاحب کی پیغمبری مسیح موعودی و مہدی مسعودی

اور خدائی ظاہر ہوتی ہے۔ اور اسی کتاب انجام آتھم اور اس کے ضمیمہ ذمیمہ سے مرزا صاحب کے اندرونی ولولہ اور جوش پایہ ثبوت کو پہونچ گئے ہیں۔ اور مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ :

واقعی یہ رسائل خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور شعائر اللہ ہیں۔ اور درحقیقت ایک ربانی فیصلہ ہے۔ (ص ۸۔ اشتہار اخیر ضمیمہ انجام آتھم)

گویا جن رسائل میں لعنتیں اور فحش گالیاں تمام مسلمانوں کے علماء کرام، مشائخ عظام اور اولوالعزم پیغمبران کو بھری پڑی ہوں، وہی خدا کے نشان اور شعائر اللہ ہیں۔ کیا یہی طرز اور روش تحریر ربانی فیصلہ ہے؟ ہرگز نہیں۔

ہاں بقول مرزا صاحب یہ صحیح ہے کیونکہ یہ نشان اور شعائر اللہ اور ربانی فیصلہ مرزا صاحب کے خدا کا ہے جس کا نام عاجی ہے۔ اور یہ رسائل اسی عیسی پر نازل ہوئے جس کا نام عیسی دہقان یا عیسی نوماہہ ہے۔ اس کی بھی مرزا صاحب اور مرزائیوں کو مبارک ہو۔

☆ مقام ظہور مہدیؓ

قاضی صاحب فرماتے ہیں مذکورہ بالا ایک تا چھ نمبروں کا جواب ختم ہوا۔ ساتویں نمبر میں مرزا نے جواہر الاسرار کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں انہوں بزعم خود یہ ثابت کیا ہے :

الف۔ مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے (معرب قادیان)۔

ب۔ اور خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔

ج۔ اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار کے برابر ہوگا، وغیرہ۔ اور یہ پیش گوئی بھی میرے حق میں پوری ہوئی۔ (ص ۴۱)

ناظرین اول تو یہ حدیث کسی حدیث کی کتاب سے نقل نہیں کی گئی جس کی پڑتال ہو سکے۔ اربعین جس کا حوالہ جواہر الاسرار میں اور نیز اربعین فی احوال المہدیین (طبع ۱۲۶۸ھ کلکتہ مصری گنج،) جس میں یہ حدیث بالضرور ہونی چاہیے دیکھی گئی، لیکن کوئی حدیث درج نہ پائی۔

دوم، راویان حدیث کے نام درج نہیں جس سے صحت اور ضعف معلوم ہو سکے۔ لیکن خیر مرزا صاحب کی تحریر پر اعتبار کر کے عرض کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے (کدعہ معرب ہے قادیان کا)۔

یعنی قادیان کسی عجمی زبان کا لفظ ہے اس کا عربی میں کدعہ بنایا گیا ہے۔اس کی تصدیق کی دلیل مرزا صاحب کے الہام یا وہم اور خیال میں ہوگی، کسی کتاب مستند سے تو انہوں نے نقل نہیں کیا۔قادیان کے لفظ کا عجمی یا کسی دیگر زبان کا ہونا بھی مرزا صاحب ثابت نہیں کر سکے بلکہ الٹا ان کے الہام قطعی اور یقینی سے لفظ قادیان خاص عربی زبان معلوم ہوتا ہے۔عربی میں بھی ایسا کہ خدا کی زبان خاص سے نکلا ہوا۔ جیسے مرزا صاحب کے خدا کا الہام ہے انّاانزلناہ قریباً مّن القادیان ۔جب مرزا صاحب کا خدا لفظ ،قادیان، اپنی عربی زبان سے نکال کر الہام کرتا ہے تو پھر مرزا صاحب اپنے الہام قطعی اور یقینی سے مخالفت کر کے کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ کدعہ قادیان کا معرب ہے، جب کہ قرآن میں بھی قادیان کا نام درج ہے جیسے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی غلام قادر قرآن شریف بلند آواز سے پڑھ رہے ہیں اوراس میں آیت انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان لکھی ہوئی پڑھی اور مجھ کو دکھلائی تو میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شائد نصف کے موقعہ پر یہی عبارت لکھی موجود ہے تو میں نے کہا کہ قرآن شریف میں تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ لکھا گیا ہے مکہ، مدینہ، قادیان (ازالہ صفحہ ۷۶۔۷۷)

لیجئے خاص آیت قرآن میں درج ہے اور اعزاز کے ساتھ بمثل مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کے قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں ثبت ہے۔ پھر فرمایئے قادیان کو معرب کر کے کدعہ بنانے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اور کیوں؟ مگر افسوس مرزا صاحب کے حافظہ پر جو پہلے خود اس طرح (ص ۷۴۔ازالہ اوہام میں)۔لکھتے ہیں:

> قادیان کا نام پہلے نوشتوں میں استعارہ کے طور پر دمشق رکھ کر پیش گوئی بیان کی گئی ہوگی کیونکہ کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا پایا نہیں جاتا۔

ایک طرف مرزا صاحب کہتے ہیں کہ قادیان کا نام کسی کتاب حدیث یا قرآن مجید میں پایا نہیں جاتا۔ پھر کہتے ہیں کہ قرآن میں قادیان کا نام درج ہے۔ پھر لفظ قادیان کے قرآن میں موجود ہونے، اوراس کے زبان عربی ہونے کے باوجود کدعہ کے لفظ کو قادیان کا معرب بنا دیا۔ مرزا صاحب کی کس بات کا اعتبار کیا جائے۔

ہاں مجھے یہاں پر ایک ضروری امر کا اظہار بھی ضرور ہے کہ مرزا قادیانی کا اعتقاد ہے کہ عبارت انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان آیت قرآنی ہے اور قرآن میں موجود ہے اور قرآن

میں قادیان بھی لکھا ہوا ہے ۔ مرزا صاحب فرمائیں کہ کس پارہ یا سورہ یا رکوع میں یہ عبارت درج ہے۔ جہاں آپ نے پتہ دیا ہے کہ نصف کے موقعہ پر دائیں صفحہ پر قرآن شریف کے ہے، تلاش کیا گیا ہے مگر افسوس ملا نہیں ۔ مرزا صاحب اور ۳۱۳ مرزائی قرآن شریف سے نکال کر دکھائیں ۔ لیکن ہرگز نہ دکھا سکیں گے ۔ اگر نہ دکھلائیں تو وجہ بتائیں کہ کہاں گئی ۔ اس سے نعوذ باللہ قرآن مجید کا کم و بیش ہونا اور اس میں ترمیم و تنسیخ اور تحریف کا ہونا ثابت ہوتا ہے جب کہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ قرآن کا ایک شعشہ بھی کم و بیش نہیں ہوسکتا ۔ خلاف حکم خداوندی انّا له لحا فظون کے مرزا صاحب کی یہ کاروائی ہے ۔ حالانکہ خود مرزا صاحب پہلے لکھ چکے ہیں:

> ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے۔ ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے۔ اور اب ایسی وحی یا الہام منجانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام قرآنی کی ترمیم تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغیر کرسکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے ۔ (ازالہ اوہام)

لیجئے حضرات یہاں مرزا صاحب اپنے ہی اعتقاد اور تحریر الہامی سے جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہو گئے ۔ کسی مولوی صاحب کے فتوے کی بھی ضرورت نہ رہی کیونکہ تمام اہل اسلام واہل سنت والجماعت کا یہ اعتقاد ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ قرآن شریف میں ایک شعشہ یا ایک نقطہ کی بھی کمی بیشی ہوسکتی ہے، یا ہوئی ہے، یا ہوئی تھی، وہ ضرور کافر ہو گیا ۔ اس سے کسی مسلمان کا انکار نہیں ۔ لیکن برخلاف اس کے مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ انّا انز لناہ قریباً مّن القا دیا ن قرآن شریف کی آیت اور قرآن شریف میں موجود ہے ۔۔ جملہ معترضہ ختم ہوا ۔ اب میں پھر اسی لفظ کدعہ کی طرف رجوع کرتا ہوں ۔

افسوس کہ کتاب جواہر الاسرار باوجود تلاش کے دست یاب نہیں ہوسکی لیکن میں یہ دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ لفظ کدعہ، ک د ع ہ، سے اصل حدیث میں ہرگز نہیں، یہ محض دھوکہ مرزا صاحب کا ہے ۔ بفرض محال اگر ہو بھی، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ کاتب کی غلطی ہو گی ۔ بہرحال لفظ کدعہ حدیث کا لفظ نہیں ہے ۔ ہاں البتہ تحقیق سے صحیح لفظ حدیث کا ک رع ہ ثابت ہوا یعنی بجائے دال مہملہ کے را مہملہ ہے بوجوہات ذیل:

اول: مولوی حافظ محمد لکھویؒ اپنی پنجابی کتاب احوال الآخرت (جو ۱۲۷۷ھ میں تالیف ہوئی اور ۱۲۹۱ھ میں بار ششم محمدی پریس لاہور میں طبع ہوئی) میں صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں:

حضرت علیؓ امام حسنؓ نوں دینہ دیکھ الایا
ایہ بیٹا میرا سید ہے جویں پیغمبر فرمایا
پشت اس دی تھیں مرد ہوسی اک نام محمد والا
خو اس دیں جویں خو نبی دی صورت فرق نرالا
عدلوں بھر سی خوب زمیں نوں مہدی ایہو جانو
آمنہ ناؤں مائی دا بھی عبداللہ باپ پچھانو
کرعہ نام یمن وچہ دسّی اس دا جمال پیارے
بولن لگا اڑ کر بولے پٹّاں تے ہتھ مارے

یعنی حضرت علیؓ نے ایک دن حضرت امام حسنؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس میرے بیٹے کی پشت سے ایک مرد پیدا ہوگا جس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے ماں باپ کا نام میرے ماں باپ کے نام کے مطابق آمنہ، عبداللہ ہوگا۔ عدل سے زمین کو بھر دے گا جیسا کہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔ یمن میں ایک بستی جس کا نام کرعہ ہے پیدا ہوگا اس کی زبان میں لکنت ہوگی۔

پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ یمن میں ایک قریہ ہے جس کا نام کرعہ ہے۔

۲۔ کراع الغمیم وادہ ہست میان مکہ و مدینہ بدو مرحلہ۔ (منتخب اللغات نولکشور ۱۲۹۳ھ ص ۳۴۹)

سوم۔ کراع الغمیم علی ثلاثه امیال من عسفان۔ یعنی کراع الغمیم عسفان سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ (قاموس ربع ثالث۔ ص ۲۳)

چہارم۔ کراع الغمیم هو اسم موضع۔ یعنی کراع الغمیم ایک جگہ کا نام ہے۔
(مجمع بحارالانوار جلد سوم ص ۲۰۷)

ب۔ موضع علی مرحلتین من مکه عند بیر عثمان۔ یعنی کراع موضع ہے مکہ دو مرحلہ پر عسفان کے پاس۔ (حاشیہ مجمع بحارالانوار ج سوم۔ ص ۲۰۷)

پنجم۔ کراع۔ هو .. موضع بین مکه و المدینة یعنی کراع ایک چھوٹا موضع ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان۔ (مجمع بحارالانوار ج سوم۔ ص ۲۰۷)

ششم ۔ عسفان قرية بين مكه و المدينه یعنی عسفان ایک گاؤں یا شہر ہے درمیان مکہ اور مدینہ کے ۔ (مجمع بحارالانوار ۔ ج دوم ۔ ص ۳۸۶)

ہفتم ۔ رسالہ، الفصل الخطاب لرد مسیح الکذاب مصنفہ مولوی خدا بخش واعظ ساکن محمد مندرانوالہ ضلع امرتسر میں جہاں حضرت مہدی کی پیش گوئی درج ہے، لکھا ہے:

عمرانہاں دی چالی برساں سیرت حضرت والی

کرعہ جمن ہوون انہاندی کہیا محمد ﷺ عالی

پس ان سب کتب معتبرات سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ کرعہ یا کراع ایک جگہ یا شہر یا گاؤں کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے ۔ اور وہ گاؤں یا بستی حضرت رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں موجود اور آباد تھی اور اب بھی موجود ہے ۔

مرزا صاحب کے دو اعتراض اس میں نکلتے ہیں ۔ ایک تو یہ کہ کسی جگہ کرعہ لکھا ہے اور کسی جگہ کراع ۔ اگر چہ ہر دو ناموں میں چار چار ہی حروف ہیں حروف ہا ہوز اور الف کا آپس میں فرق ہے ۔ دوسرا یہ کہ کرعہ یا کراع ایک بستی بیان کی گئی ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے ۔

پہلے اعتراض کے جواب میں گذارش ہے کہ بہت سے شہر یا قصبات اور بستیاں اس قسم کی اسوقت موجود ہیں جن کے نام اول میں کچھ تھے، بعد میں بدل کر کچھ کا کچھ ہو گئے ۔ بلکہ بعض جگہوں یا شہروں کی صورت ہی مغائر ہوگئی ۔ مثال کے طور پر چند نام پیش کرتا ہوں:

۱ ۔ بکہ ، ب ک ہ تھا جس کو اب مکہ، م ک ہ کہتے ہیں ۔ اس میں ب اور م کا کتنا فرق ہے دیکھو منتخب اللغات صفحہ ۶۱ ۔ اگر کراع کو کرعہ لکھ دیا، یا ہوگیا، تو کون سی عجیب بات ہے ۔

۲ ۔ مدینہ منورہ کے بھی کئی نام ہیں جیسے طابۃ، طیبہ، طائبہ ۔ وغیرہ ۔

محاورہ عرب میں مدینہ منورہ کو المدینہ، الف اور لام سے بولتے ہیں لیکن عام بول چال میں المدینہ کوئی نہیں کہتا صرف مدینہ بولا جاتا ہے دیکھو جذب القلوب الی دیار المحبوب از شیخ عبدالحق محدث

۳ ۔ کشمیر کا اصل نام کاشمیر تھا لیکن اس کا مخفف کشمر یا کشمیر ہوگیا ۔ دیکھو غیاث الغات صفحہ ۳۶۱

۴ ۔ بغداد کا اصل نام باغ داد تھا، اب الف اس میں سے نکل گیا، صرف بغداد رہ گیا جو اس وقت مشہور ہے ۔

۵ ۔ دہلی کا نام اول اندر پرست تھا، پھر شاہجہان آباد ہوا، اب اکثر بول چال میں دلی مشہور ہے ۔

۶ ۔ امرت سر کو اکثر لوگ انبر سر بولتے ہیں ۔

۷۔لودہیانہ یعنی لودھی افغانوں کا آباد کیا ہوا،مگر کوئی اس کو لودیانہ،کوئی لودہانہ،کوئی لدھیانہ،کوئی لدہانہ وغیرہ لکھتا ہے۔اسی طرح مرزا صاحب نے خود لدھیانہ کو کئی طرح سے لکھا ہے۔

۸۔مرزا صاحب کے قادیان کو ہی دیکھئے۔ بقول ان کے پہلے اس کا نام اسلام پور قاضی ماجھی تھا، اب قادیان ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۱۲۲)۔ پھر اسی قادیان کو کئی لوگ کادیان سے لکھتے ہیں بلکہ لدھیانہ کی کتاب ڈائرکٹری (فہرست دیہات) میں کادیان ایک گاؤں کا نام درج ہے جو لدھیانہ سے تین کوس کے فاصلہ پر آباد ہے جس کا ذکر مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے ص ۷۰۹ میں کیا ہے ۔اس گاؤں میں بھی ایک شخص غلام احمد معروف غلام گوجر (بوقت تحریر کتاب یعنی ۱۳۱۴ء میں) موجود ہے۔

پس انہیں چند وجوہات سے کراع کا کرعہ ہوجانا نہایت اغلب ہے۔پس مرزا صاحب کا اعتراض انہی کی طرف عود کرگیا۔

دوسرے اعتراض کے جواب میں واضح رہے کہ ملک عرب یا حجاز،جس میں مکہ و مدینہ ہیں، اقلیم اول میں ہیں، اور ملک یمن بھی اقلیم اول اور دوم میں ہے۔اور ملک یمن کا نام اس واسطے یمن ہے کہ وہ کعبۃ اللہ یا مکہ کے دہنے طرف ہے جیسا کہ غیاث اللغات میں ہے۔

نیز کعبہ و مدینہ ہی یمن ہے جیسا کہ لغت شرح احادیث (مجمع البحار۔ ج ۳ ص ۵۰۳) مسلّمہ مرزا صاحب میں لکھا ہے:

لانّ الایمان بدأ من مکه و هی تهامة و هی ارض مّن ارض الیمن و اذاً یقال الکعبة الیما نیة ۔یعنی تحقیق ایمان شروع ہوا مکہ سے اور وہ تہامہ میں سے ہے اور تہامہ یمن کی زمین سے ہے اسی واسطے کعبۃ الیمانیہ بولا جاتا ہے۔

نیز حدیث میں ہے الایمان یمان و الحکمة یمانیّه ۔رواه ترمذی۔ یعنی ایمان یمن سے ہے اور حکمت بھی یمن سے ہے۔(مجمع البحار۔ ج ۳ ص ۵۰۳)

پس ثابت ہوگیا کہ حضرت مہدی یمن کے ملک یعنی مکہ و مدینہ کے درمیان پیدا ہوں گے۔اگرچہ کئی حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ مہدی مدینہ میں پیدا ہوں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کرعہ یا کراع بستی جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے، پیدا ہوں پھر مدینہ تشریف لے آئیں اور عین ظہور کے وقت کعبہ میں تشریف فرما ہوں۔اعتراض ثانی بھی باطل ہوا۔

☆ معیار شناخت کرعہ وکدعہ

میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب نام اس بستی کا، جس میں مہدی پیدا ہوں گے، کدعہ بتلاتے ہیں اور اس پر اپنی طرف سے معرب قادیان لکھتے ہیں اور یہ نام ایک حدیث میں آیا ہے پس اس کی تصدیق کے لئے ہم کو کسی حدیث کی کتاب میں تلاش کرنا ہوگا یا کسی حدیث کی لغت میں ۔ کتب احادیث کی لغت یا شرح نہایت مشہور اور مستند کتاب مرزا کی مسلمہ مجمع بحار الانوار ہے اس میں سے مرزا صاحب یا ان کے حواری یہ نام نکال کر دکھلائیں اگر سچے ہیں؟ یا کسی اور ہی کتاب سے نکال کر پیش کریں ۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ وہ ہرگز نکال کر پیش نہیں کر سکیں گے (جیسے میں نے کتب معتبرہ سے نکال کر پیش کر دیا کہ وہ بستی کرعہ یا کراع ہے جس میں مہدی پیدا ہوں گے) خواہ وہ تمام عمر تلاش کریں ۔ اور تین سو تیرہ مرزائی مع مردوں (اموات) کے شامل ہو کر کوشش کریں ۔ اور مرزا صاحب بھی اپنے بیت الفکر میں بیٹھ کر الہاموں کا زور لگائیں ۔ اور اپنے خدا عاجی سے بھی دعائیں کر کے مدد لیں ۔

الغرض یہ ہرگز نہ ہوگا کہ حضرت مہدی، مرزا صاحب کے کدعہ معرب قادیان جو کعبۃ اللہ سے جانب مشرق ہے، پیدا ہو کر ظہور فرمائیں ۔ بلکہ معاملہ برعکس ہے کیونکہ اکثر احادیث صحیحہ میں ہے کہ دجال مشرق سے نکلے گا ۔ خود مرزا صاحب بھی کہتے ہیں:

الف ۔ دجال مشرق کی طرف سے خروج کرے گا یعنی ملک ہند سے کیونکہ یہ ملک ہند زمین حجاز سے مشرق کی طرف ہے ۔ (ازالہ اوہام ۔ ص ۷۲۹)

ب: حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دجال ہندوستان سے نکلنے والا ہے ۔ (ازالہ اوہام)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مرزا صاحب کا گاؤں قادیان ملک ہندوستان میں ہے اور عین ملک حجاز سے مشرق کی طرف ۔ پس مرزا صاحب کا دعویٰ محض غلط ہی نہیں بلکہ بالکل جھوٹا نکلا ۔ جھوٹ بھی ایسا کہ گویا خود دجال ہی ثابت ہوگئے اگرچہ وہ بڑے دجال نہیں لیکن خلیفہ دجال ہوئے ہیں تو اس کتاب انجام آتھم کی تالیف کے وقت (۱۸۹۶ء) کوئی شک نہیں رہا جیسا کہ میرے جیسے ہیچ مدان کو بھی القاء ہوا ہے کہ هذا خليفة الدجال جس کے حروف کے اعداد سے پوری تاریخ ۱۸۹۶ء نکلتی ہے کیونکہ کسی حدیث میں نہیں ہے کہ حضرت مہدی ملک مشرق یا ہندوستان سے ہوں گے تمام احادیث میں ہے کہ وہ حضرت ملک عرب یمن میں پیدا ہوں گے ۔

سوم: مرزا صاحب کہتے ہیں مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے ۔

اس سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ گاؤں کرعہ ہے جس کو مرزا صاحب کدعہ لکھتے ہیں، یہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا اور اب بھی موجود ہے اور خود مرزا صاحب کے ترجمہ حدیث اور اصل الفاظ سے ثابت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قادیان، رسول اکرم ﷺ کے وقت میں ہرگز موجود نہ تھا۔ خود مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

بابر بادشاہ کے وقت میں یہاں پنجاب میں ہمارے مورث اعلیٰ آئے، اور ایک قصبہ آباد کیا اس کا نام اسلام پور قاضیان ماجھی رکھا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۲۲ ملخصاً)

تواریخ کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بابر بادشاہ نے ۱۵۲۶ء سے ۱۵۳۰ء تک ہند میں بادشاہی کی جس کو اب (یعنی ۱۸۹۷ء میں) ۳۷۱ سال ہو چکے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کی حدیث کو تیرہ سو سال کا عرصہ گذر گیا اور اس وقت وہ کرعہ گاؤں موجود تھا اور مرزا صاحب کی قادیان ہرگز موجود نہ تھی، اس لئے اس حدیث کا مصداق قادیان نہیں ہوسکتا۔

☆ موضع قادیان کی تحقیق

مرزا صاحب نے قادیان کی کوئی وجہ تسمیہ بیان نہیں کی کہ کیوں اس کا نام قادیان رکھا گیا اس لئے میں اس کی وجہ تسمیہ ظاہر کر کے ثابت کرتا ہوں کہ دراصل اس کا نام قادیان بھی نہیں ہے، اسلام پور قاضیاں تھا۔ جب روز بروز شریر لوگ پیدا ہوتے گئے حتیٰ کہ بقول مرزا صاحب اس قصبہ کے باشندے یزیدی ہوگئے تو اسلام پور دور ہوگیا، محض قاضیاں رہ گیا۔ عربی تلفظ میں ض کو د سے مشابہت ہے اس لئے قاضیان کا قادیان بن گیا کیونکہ اصل میں آباد کیا ہوا قاضی ماجھی کا ہے جو مرزا صاحب کے مورث اعلیٰ معلوم ہوتے ہیں، جیسے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

الف۔ ان دیہات کے وسط میں انہوں نے قلعہ کے طور پر ایک قصبہ اپنی سکونت کے لئے آباد کیا جس کا نام اسلام پور قاضی ماجھی رکھا۔ یہی اسلام پور ہے جو اب قادیان کے نام سے مشہور ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۱۲۲)

ب۔ اور اس جگہ کا نام جو اسلام پور قاضی ماجھی تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ابتدا میں شاہان دہلی کی طرف سے اس تمام علاقہ کی حکومت ہمارے بزرگوں کو دی گئی تھی اور منصب قضاۃ یعنی رعایا کے مقدمات کا تصفیہ کرنا ان کے سپرد تھا (ازالہ اوہام۔ ص ۱۲۳)

ناظرین مرزا صاحب کے مورث اعلیٰ قاضی ماجھی نے اس قادیان کا نام اپنے نام پر

اسلام پور قاضی ماجھی رکھا تھا، اسی واسطے اسلام پور قاضیاں کہلاتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ اسلام پور دور ہوگیا اور نرا قاضیاں رہ گیا۔ قاضیاں کا حرف ض، د سے مشبہ الصوت ہے اس لئے قادیاں بن گیا۔

مرزا صاحب اب لفظ کرعہ اور کراع میں بھی غور کریں اور قادیان کی وجہ تسمیہ اگر اس کے سوا کچھ اور ہے تو بیان کریں۔ لیکن ہرگز بیان نہیں کرسکیں گے کیونکہ اس کی تصدیق اور طرح بھی ہوتی ہے کہ قاضی ماجھی ضرور سکندر لودھی کے زمانہ (وہی زمانہ بابر بادشاہ کا بھی ہے) میں موجود تھے جس کی تصدیق ایک کتبہ سے ہوتی ہے (جو میں نے خود ایک مسجد واقعہ قصبہ ماچھی واڑہ ضلع لودھیانہ میں دیکھا، اور یہ مسجد بھی قاضیان کی کہلاتی ہے اور فتح ملک بنت قاضی ماجھی کی تعمیر ہے۔ فضل احمد)، کتبہ یہ ہے:

قد بناء المسجد بندگی بی بی فتح ملک بنت ملا قاضی ماجھی فی عهد بندگی اعلی حضرت سلطان سکندر شاہ ابن بهلول شاہ خلد الله ملکه من شهر رجب المرجب ۹۹۳ھ۔ تحقیق یہ مسجد تعمیر کی گئی ہے (یہاں دو تین لفظ ٹوٹے ہوئے ہیں) بی بی فتح ملک بنت ملاں ماجھی کی طرف سے اعلی بندگی حضرت سلطان سکندر شاہ بن بہلول شاہ کے زمانہ ماہ رجب ۹۳۳ھ میں۔

اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ یہ ملاں ماجھی وہی قاضی ماجھی مورث اعلی مرزا صاحب کے ہیں جن کا ذکر آپ نے ازالہ اوہام صفحات ۱۲۲۔۱۲۳ وغیرہ میں کیا ہے اور وہی ۹۳۳ھ سلطان سکندر شاہ لودھی قریب بابر بادشاہ کے زمانہ کے ہے جس کو اس وقت ۱۳۱۴ھ میں تین سو اکانوے سال ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس کتبہ سے مرزا صاحب کی کسی قدر تکذیب بھی ہوتی ہے کیونکہ ملاں ماجھی سلطان سکندر شاہ کے وقت میں تھے اور بابر بادشاہ ابراہیم شاہ لودھی کے زمانہ میں کابل سے آیا تھا، اس نے اس ملک کو فتح کرکے ابراہیم شاہ کو شکست دی۔ یہ واقعہ ۱۵۲۴ء کا ہے جس کو تین سو تہتر برس ہوتے ہیں۔ اس میں اٹھارہ سال کا فرق ہے۔ سو خیر تاریخی جھگڑوں سے درگذر کرکے ثابت کرتا ہوں کہ یہ قصبہ قادیان چارسو سال کے اندر کا آباد شدہ ہے اس لئے حدیث مذکور کا اس سے ذرہ بھی تعلق نہیں بنتا۔ فهو المراد

چہارم۔ مرزا صاحب اپنی پیش کردہ حدیث میں لکھتے ہیں کہ: خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔

کوئی پوچھے کہ آپ کی تصدیق خدا نے کس طرح کی؟ اور اس تصدیق کی آپ کے پاس کیا تصدیق ہے؟ کیا مکہ کے لوگوں نے رکن یمانی پر آپ سے بیعت کرلی ہے (مکہ معظّمہ تو خواب یا الہام میں بھی دیکھنا نصیب نہیں ہوا)۔ کیا غیب سے یہ آواز هذا خليفة الله المهدى فاستمعوا و

اطیعوا پکاری گئی ۔ حا شا و کلا ۔ کبھی آپ نے کعبہ شریف کی طرف رخ نہیں کیا (خدا نصیب نہ کرے)۔ کبھی رکن یمانی کی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی (خدا نصیب نہ کرے)۔... تمام جہان کے علماء فضلاء ومشائخ بے ریا وعوام مخالف ہیں بلکہ سخت دشمن ۔ کیا یہی آثار تصدیق خدا کے ہوا کرتے ہیں کہ ہر طرف سے فتاوے پر فتاوے خارج از اسلام کے آرہے ہیں ہر جانب سے تکذیب ہو رہی ہے ۔ ہاں اگر مرزا صاحب کی تصدیق ان کے خدا عاجی نے کی ہو تو کی ہو، ورنہ مسلمانوں کے خدا تبارک وتعالیٰ نے مرزا صاحب کی تکذیب حرمین شریفین میں بھی مشتہر فرمادی ہے اسی واسطے سارے جہان میں یہ آپ کی تکذیب پھیل گئی ہے ۔ جب مکہ معظّمہ میں آپ کی تکذیب مشتہر ہو گئی تو بعدہ تمام اسلامی ملکوں میں نہایت ہی نفرت کے ساتھ آپ کی تکذیب مشتہر ہو گئی کیونکہ مکہ معظّمہ اسلام کا مرکز ہے جو امر وہاں پسند ہو دوسری اسلامی جگہوں میں بھی قابل تسلیم ہوتا ہے ورنہ قابل انکار اور نفرت ۔ اس بات کو مرزا صاحب بھی پہلے قبول کر چکے ہوئے ہیں، جیسا کہ لکھتے ہیں:

مکہ اسلام کا مرکز ہے اور لاکھوں صلحاء اور علماء اور اولیاء اس میں جمع ہوتے ہیں اور ایک ادنی امر بھی جو مکہ میں واقعہ ہو فی الفور اسلامی دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے (ست بچن ص ۲۳)

پس مرزا صاحب جب بڑے گھر سے نکالے جا چکے ہیں تو پھر کیوں نہ تمام اسلامی دنیا میں آپ کی تکذیب کی تشہیر ہو ۔ اسی پر مرزا صاحب کو نبی اور مرسل بننے کی آرزو اور دعوی ہے ۔ جب آپ کو مکے سے بھی دھکے مل چکے ہیں تو پھر آپ کچے پکے ہیں ۔ قرآن اور احادیث میں مقبولیت اور تصدیق وصداقت کی جو علامت ہے اس کو ناظرین کے لئے نقل کرتا ہوں بغور ملاحظہ فرما کر اندازہ کیجئے گا ۔ وھو ہذا:

قرآن شریف میں سورہ مریم کے اخیر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انّ الّذین آمنوا و عملوا الصّالحات سیجعل لھم الرّحمن ودّا
تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے البتہ کرے گا ان کیلئے رحمٰن محبت ۔

تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں اس آیت کے نیچے مجاہد مفسر اہل سنت والجماعت سے لائے ہیں

یحبّھم اللّٰہ تعالیٰ و یحبّبھم الی عبادہ المؤمنین یعنی اللہ تعالیٰ ایمان داروں اور نیکو کاروں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور ان کی محبت اپنے ایماندار بندوں کے دلوں میں سما دیتا ہے ۔

اور اسی تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں موطا امام مالک سے اسی آیت کے نیچے یہ حدیث نقل کی ہے

قال رسول اللّه اذا احبّ اللّه العبد قال لجبریل قد احببت فلاناً فاحبه فیحبّه جبریل ثمّ ینادی فی اهل السّماء انّ اللّه عزّ و جل قد احب فلانا فاحبّوه فیحبّه اھل السّماء ثمّ یوضع له القبول فی الارض ۔ الحدیث ۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جب کسی کو اپنا دوست بناتے ہیں تو جبریل سے فرماتے ہیں کہ فلانے کو ہم نے اپنا محبوب بنایا ہے تم بھی اس کو اپنا دوست بنا لو۔ پس جبریل اس کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں پھر آسمانوں کے فرشتوں میں آواز کر دیتے ہیں کہ حق تعالی کا فلانے سے پیار ہے تم سب اسے پیار کرو۔ پس سارے فرشتے اس کو اپنا پیارا بنا لیتے ہیں۔ پھر زمین کے لوگ بھی اسے محبت کر کے قبول کر لیتے ہیں۔

اسی طرح خدا کے دشمنوں کا بھی حال اسی حدیث میں ہے کہ انکی دشمنی اور بغض خلق اللہ میں پھیل جاتا ہے ۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اور کرمانی شرح بخاری سے مجمع البحار میں لائے ہیں کہ اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ بندوں کے دلوں میں محبت، حق تعالی کی محبت کی علامت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

ما رأہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن یعنی جو مسلمانوں کے نزدیک اچھا اور نیک ہے وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا اور نیک ہے۔

پس یہ کیا عمدہ فیصلہ اللہ تعالی اور رسول کریم ﷺ نے فرما دیا ہے جس میں کسی کو چون و چرا کی گنجائش نہیں ۔ اب سب صاحبان آیت شریف و حدیث شریف و دیگر تفاسیر کے ارشادات کی رو سے معلوم کر سکتے ہیں کہ مرزا صاحب مقبول ہیں یا مردود؟ محبوب خدا ہیں یا عدوّ اللہ؟ کوئی علامت صداقت و قبولیت کی ہے ؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ علاوہ تمام کافہ اہل اسلام کے تمام جہان (جس میں ہزاراں لاکھوں علماء و فضلاء مشائخ صلحاء اولیاء اللہ عرب و عجم کے داخل ہیں) ان کا دشمن ہے۔ دوست کون ہیں اور کتنے ؟ وہی صرف تین سو تیرہ، وہ بھی مردوں (اموات) کی تعداد کے ساتھ۔ الغرض اس آیت شریف و حدیث شریف سے ثابت ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب خداوند تعالی کے دشمن، جبریل کے دشمن، تمام فرشتوں کے دشمن، تمام خلق خدا کے، جو زمین پر موجود ہے، دشمن ہیں۔ پھر فرمائیے یہ مہدی ہیں یا ضال اور مضل۔

پنجم ۔ مرزا صاحب حدیث کے مضمون سے لکھتے ہیں:

دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار کے برابر ہوگا۔ یعنی

تین سو تیرہ ہوں گے ۔ اور ان کے نام بقید مسکن اور خصلت کے چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے ۔

حضرات ناظرین! مرزا کے وہی تین سو تیرہ دوست ہیں جن میں انہوں نے سترہ آدمی مدتوں کے فوت شدہ کو لکھ کر تعداد پوری کی ہے ۔ اور یہ کیا عمدہ فخر کی بات ہے کہ کروڑوں مسلمانوں میں سے مرزا صاحب کے ۳۱۳ ہی دوست ہیں ۔ آپ صاحبان کو معلوم ہوگا مسیلمہ کذاب کے ساتھ بھی ایک لاکھ سے زیادہ معتقد تھا ۔ پھر مہدی سوڈانی کے پاس بھی تین لاکھ جان نثار تھے ۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک شخص باب نامی کے پاس جو ایران میں ہوا کس قدر جان نثار معتقد موجود تھے ۔ پھر ذرہ رام سنگھ کوکہ کو ہی دیکھئے کہ ایک لاکھ کوکہ تو اس کے ساتھ بھی مفت بلا تنخواہ ہی ہو گیا تھا ۔ اب بھی ہزاروں کوکے اس کی عدم موجودگی میں موجود ہیں پھر مرزا صاحب کو تین سو تیرہ پر کیا فخر ہوا۔ سوچنے والے سوچ سکتے ہیں، سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں ۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ مرزا صاحب کی بھی ویسی ہی تمنا تھی مگر افسوس ایک لاکھ فوج جس کی درخواست آپ نے کی تھی منظور نہ ہوئی ورنہ مندرجہ بالا دعویداروں کی طرح آٹا نہیں تو دلیہ ضرور کر دکھلاتے ۔

☆ قادیانی اور سوڈانی مہدی

چونکہ مہدی سوڈانی محمد احمد نامی کا تذکرہ درمیان میں آچکا ہے جس کی مطابقت مرزا صاحب کی تاریخ پیدائش وظہور دعوے وغیرہ امورات میں ٹھیک ہوتی ہے اس لئے میں ایک رسالہ سے جو (مولوی محمد فضل الدین مالک مطبع اخبار وفادار کا ۱۸۸۴ء کا مرتبہ ہے) ناظرین کے ملاحظہ کے لئے اقتباس پیش کرتا ہوں وھو ہذا:

> ان کے (مہدی سوڈانی) عالم وجود میں آنے کا زمانہ سن ہجری ۱۲۵۹ ہے اور سن عیسوی ۱۸۴۲ء ، اور ان کے ظہور مہدویت کی تاریخ اگست مطابق رمضان ۱۸۸۱ء سے محسوب ہوتی ہے جسے ابھی تین سال بھی نہیں ہوئے ۔ گو ان میں پچھلی تاریخ دسمبر ۱۸۸۱ء عربی پاشا کی علانیہ بغاوت کی تاریخ سے تو مطابق نہیں ہوتی جس کا آغاز ۱۰ جولائی ۱۸۸۲ء کو ہوا تھا مگر اس میں شک نہیں کہ پاشا موصوف کے عہد سپہ سالاری مصر کی ان تاریخوں سے برابر مل جاتی ہے ۔ (ص ۴)

انکے اعلان مہدویت کا خلاصہ یہ تھا کہ میں ہی وہ مہدی موعود ہوں جنکا تمہیں دس گذشتہ

صدیوں میں انتظار تھا اور میں ہی وہ آخرالزمان ہوں جو اس مشکل مسئلہ کو حل کرونگا کہ مسلمانوں کے پولیٹیکل نفاق کو دور کروں اور انکو ایک ہی سچی راہ (شریعت) پر چلاؤں اور...مخالفان اسلام کا مخالف اور محبان اسلام کا دوست اور حامی بنا رہوں۔ (ص ۵)

اور خود بدولت اپنے اشتہارات وغیرہ میں اپنا نام محمد احمد لکھتے ہیں جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔ بہرحال تمام انسانی قرائن کے بموجب یہ مہدی صادق تو نہیں مگر ایک نہایت درجہ کے محتاط، پرہیزگار، فاضل، اسلام پرست، منتظم آدمی ہیں جن کی علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا کہ آج حضرت کے پاس کم و بیش ۳ لاکھ جان نثار خدا واسطے لڑنے والے موجود ہیں۔ (ص ۹)

ان کے تین ہم عصر اور بھی مہدی کہلاتے ہیں۔ (ملخصاً۔ص ۹)

سنا جاتا ہے کہ ان کی بیویاں بھی ۱۰ سے متجاوز ہیں۔ (ص ۹ سطر ۱۳)

حضرات! مرزا صاحب قادیانی کی مطابقت مہدی سوڈانی سے اس طرح پر ہے:

راقم آثم کے دل میں خداوند کریم کی طرف سے فتنہ پیدائش قادیانی کا یوں القاء ہوا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی سورۃ توبہ میں فرماتا ہے الا فی الفتنه سقطوا۔ یعنی آگاہ ہو جاؤ وہ فتنہ میں گرے۔ گویا عوام کو آگاہی دی گئی ہے کہ جو لوگ اس فتنہ پیدائش قادیانی میں آویں گے وہ فتنہ اور ابتلاء میں گریں گے اور اس آیت سے بحساب ابجد کل حروف کے اعداد ۱۲۵۹ھ سن پیدائش مرزا صاحب کا نکلا اور یہی ۱۲۵۹ھ مہدی سوڈانی کی پیدائش کا سن ہے۔ جیسا کہ خود مرزا کہتے ہیں:

سو یہی سن ۱۲۷۵ھ آیت و آخرین منهم لمّا یلحقوا بهم کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس عاجز کے ... پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے۔

(ص ۲۲۰۔ آئینہ کمالات اسلام)

یعنی ۱۲۷۵ھ کو مرزا صاحب بالغ ہو کر جوان ہونے شروع ہوئے یہی سال شباب ظلم کا بھی ہے اس کے اعداد بھی ۱۲۷۵ ہیں۔ جب پندرہ سال بلوغت کے اس میں سے کم کر دیئے جائیں تو وہی ۱۲۵۹ھ پیدائشی سال نکلتا ہے گویا مرزا صاحب کی مقبولہ تاریخ پیدائش ۱۲۵۹ھ جس کی خبر خدا نے آیت شریف الا فی الفتنة سقطوا کے حروف کے اعداد ۱۲۵۹ میں دی ہے ثابت ہے اور یہی تاریخ پیدائش مہدی سوڈانی کی ہے۔

مہدی سوڈانی کی تاریخ ظہور ۱۸۸۲ء ہے جس کو ۱۵ سال کا عرصہ ہوا ہے۔ وہی تاریخ

۱۸۸۲ء مرزا صاحب کے ظہور دعوی مجددیت و مثیل مسیح وغیرہ کی ہے جیسے مرزا صاحب کی براہین کے حصہ سوم کے صفحہ اول پر ۱۸۸۲ء درج ہے جیسا کہ ((ازالہ اوہام ص ۱۸۵ میں) کہتے ہیں :

اگر یہ عاجز مسیح موعود نہیں ہے تو پھر آپ لوگ مسیح موعود کو آسمان سے اتار کر دکھلائیں ۔

پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ نام یہ ہے ۔ غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ ۔اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں ۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۱۸۵)۔

لیکن یہاں پر مرزا صاحب کی یہ بڑی قوی دلیل ہے کہ میرے نام غلام احمد قادیانی کے پورے تیرہ سو عدد ہوتے ہیں اس واسطے میں مجدد اور مسیح ہوں ۔ (قاضی فضل احمد پوچھتے ہیں) تو کیا اگر کسی اور کے نام کے بھی تیرہ سو عدد نکل آئیں تو کیا وہ بھی تیرھویں صدی کا مجدد اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہوگا ؟ اگر یہی بات ہے تو لیجئے سنئے درج ذیل کے نام کے عدد بھی تیرہ سو ہیں:

سید احمد پیر لشکر نیچر علی گڈھی ۔ ۱۳۰۰

مرزا صاحب کے بھائی صاحب جو پیغمبر خاکروباں بھی ہیں، یعنی

میرزا امام الدین ابواوتار لال بیگیاں کا دیانی ۔ ۱۳۰۰

مولوی حکیم نورالدین مستہام (حیران) بھیروی ۔۱۳۰۰

مولوی کامل سید نذیر حسین دہلوی ۔(۱۳۰۰)

مولوی محمد حسین ہوشیار بٹالوی ۔(۱۳۰۰)

بندہ بے چارہ فضل احمد مجیب ۔(۱۳۰۰)

علی ہذا القیاس ۔جس قدر چاہوں اور ناموں کے عدد پورے ۱۳۰۰ کرتا چلا جاؤں لیکن کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ فلاں شخص مجدد یا مسیح موعود اور مہدی مسعود ہے ۔ ہرگز نہیں ۔ مرزا صاحب کا اپنے نام کے حروف کے اعداد نکال کر دعوی پیغمبری کرنا محض بے ہودہ اور ہیچ و پوچ بازیچہ اطفال ہے اور کوئی بھی ذی عقل اس طرف خیال کو جانے کی بھی اجازت نہیں دے گا۔

اس کے علاوہ اپنے دعوی پیغمبری مسیح موعودی کے اثبات میں حسب ذیل بھی لکھتے ہیں:

الف ۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا ۔ جو کمال طغیان اس کا اس سن ہجری میں ہوگا ، آیت و انّا علی ذھا بٍ بہ لقادرون سے بحساب جمل مخفی ہے ۱۲۷۴ھ (ملخصاً ازالہ اوہام)

ب ۔ جو اعداد آیت انا علی ذھاب بہ لقادرون سے سمجھا جاتا ہے یعنی ۱۸۵۷ء

کا زمانہ تو ساتھ ہی اس عاجز کا مسیح موعود ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔ اس آیت میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے جس میں ہندوستان میں ایک مفسدہ عظیم پیدا ہو کر آثار باقیہ اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپید ہو گئے تھے کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ھ ہیں اور یہ سال ۱۸۵۷ء کے ساتھ مطابق ہوتا ہے۔ ضعف اسلام کا زمانہ یہی ۱۸۵۷ء ہے جس کی بابت آیت میں حکم ہے کہ قرآن زمین پر سے اٹھالیا جاوے گا۔ سوایسا ہی ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کی حالت ہوگئی تھی کہ بجز بد چلنی اور فسق و فجور کے اسلام کے رئیسوں کو اور کچھ یاد نہ تھا ...اور سرکار انگریزی کے ساتھ بغاوت کی اور مولویوں نے فتوی جہاد کا دیا۔ انہیں مضمون سے کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا۔ پھر انہیں حدیثوں میں لکھا ہے کہ دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا۔ جیسا لو کان الا یمان معلّقاً بالثّریا .. الحدیث (ازالہ اوہام۔ ص ۷۲۴ وحاشیہ)

حضرات ناظرین! مرزا صاحب کے اختلافات کہ:

مسیح موعود کا دعوی اپنے نام غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ سے کیا جس کو قریباً ۱۵ سال ہوئے،

اور ۱۲۷۴ھ یا ۱۸۵۷ء بیان کرتے ہیں جس کو ۴۰ سال کا عرصہ گذرتا ہے،

اور قرآن شریف کے زمین پر سے اٹھائے جانے اور مرزا صاحب فارسی الاصل کا دوبارہ قرآن شریف کو زمین پر لانے،

پر نظر نہ کر کے اصل مدعا مرزا صاحب کا ظاہر کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ آیت شریف کے اعداد ۱۲۷۴ جو ۱۸۵۷ء کے مطابق ہے میرے (مرزا کے) مسیح موعود ہونے کا ثبوت ہے۔ سو اب آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ ہندوستان میں غدر ۱۸۵۷ء کے کس کس ماہ انگریزی میں ہوا تھا اور وہ ماہ انگریزی کس ماہ قمری کے اورسن ہجری کے مطابق ہیں۔

تواریخ (واقعات ہند) کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ مئی ۱۸۵۷ء میں اول چھاؤنی میرٹھ میں غدر ہوا۔ یہ تاریخ دس مئی ۱۸۵۷ء مطابق ۱۵ رمضان ۱۲۷۳ھ کے ہوتی ہے۔ اور ماہ جون و جولائی ۱۸۵۷ء کو دیگر اضلاع میں غدر اور جنگ ہوتی رہی اور پھر سرکار انگریزی کا تسلط ہوگیا۔ گویا شوال ذی قعد اور غایت الامر ذی الحج ۱۲۷۳ھ تک غدر کا خاتمہ ہوگیا۔ پس اس سے ثابت ہو گیا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کا زمانہ ۱۲۷۴ھ کے مطابق نہیں ہوا بلکہ ۱۲۷۳ھ کے مطابق ہے ۔..

اب مرزا صاحب کی تاریخ بلوغت کا حال سنیئے جو ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء زمانہ غدر گذرا ہے اس وقت کے لوگ اب بھی بہت سے زندہ موجود ہیں۔ زمانہ غدر میں جو کچھ گذرا ہے تاریخ میں درج اور لوگوں کو یاد ہے کہ کیا کیا حالتیں مخلوقات کی ہوئیں جو ناگفتہ بہ ہیں۔..

پھر جب ۱۳۰۰ھ سے اپنے نام غلام احمد قادیانی کی تاریخ نکالی جو ۱۸۸۲ء کے مطابق ہوئی جس پر بڑے زور سے دعوی مسیح موعودی کا کیا تب اپنے بھائی مہدی سوڈانی کے ساتھ اثر ہمعصری کا دکھلا کر خوب جنگ کروایا سخت کشت وخون ہوئے۔ پھر اب ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء جب مہدی مسعود ہونے کا دعوی کیا تو تمام جہان کو قحط سخت وامساک باراں وغیرہ نے برباد کردیا اور یہ اثر آپ کا اب تک جاری اور روز بروز ترقی پر ہے۔ خداوند کریم مرزا صاحب کے ان تمام تاثیرات سے سب کو بچاوے۔ آمین۔

یہ ہیں مرزا صاحب کی پیدائش سے آج تک کے حالات جو حدیث شریف کی صداقت سے پورے ہوئے ہیں..۔ الغرض خلاصہ مرزا صاحب اور مہدی سوڈانی کی مطابقت کا یہ ہے کہ:

۱۔ مرزا صاحب بھی ۱۲۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور مہدی سوڈانی بھی اسی سال پیدا ہوئے۔

۲۔ مہدی سوڈانی نے ۱۸۸۲ء میں دعوی مہدویت کیا مرزا صاحب نے بھی اسی سال دعوی نبوت اور مسیح موعود کا کیا۔

۳۔ مہدی سوڈانی کا نام محمد احمد تھا اور مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے۔ احمد کا نام دونوں میں موجود ہے۔

۴۔ مہدی محمد احمد سوڈان میں پیدا ہوئے اور مرزا صاحب قادیان میں۔

۵۔ مہدی سوڈانی اپنے آپ کو عالم فاضل اسلام پرست کہلاتے تھے مرزا صاحب بھی اپنے برابر کسی کو عالم فاضل اور اسلام پرست نہیں سمجھتے۔

۶۔ مہدی سوڈانی کے پاس کثرت ازدواج سے محل سرا بھری ہوئی تھی مرزا صاحب کو بھی کثرت ازدواج کا نہایت شوق ہے، گومیسر نہیں۔

البتہ مہدی سوڈانی ایک بات میں مرزا صاحب سے بڑھ کر ہیں کہ ان کے پاس تین لاکھ فوج للّٰہ جاں نثار موجود تھی مگر مرزا صاحب کے پاس صرف ۲۹۶، ایسے مرید خاص الخاص موجود ہیں۔ اور مرزا صاحب بھی ایک بات میں بڑھے ہوئے ہیں کہ مہدی سوڈانی نے صرف مہدویت کا دعوی کیا تھا، مرزا صاحب نے مسیح موعود اور مہدی موعود دونوں کا دعوی کیا۔

صحیفہ مختومہ

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ اب میں اصل مطلب پر آتا ہوں وہ یہ کہ مرزا صاحب نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ مہدی مسعود کے پاس کے ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے دوستوں کے نام مع مسکن اور خصائل کے درج ہوں گے۔ سو عبارت حدیث میں لفظ صحیفہ مختومہ لکھا ہے جس کے معنی مرزا صاحب نے خطوط وحدانی میں (ای مطبوعہ) اپنی طرف سے لکھ کر چھپی ہوئی کتاب لکھے ہیں۔ مختوم کے معنی ہرگز ہرگز چھپی ہوئی کتاب کے نہیں ہیں جیسے اللہ سورہ بقرہ میں فرماتے ہیں:

ختم اللّٰہ علی قلوبھم و علی سمعھم یعنی مہر کر دی اللہ نے ان (کافروں) کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر۔

پھر دوسری جگہ سورہ تطفیف میں فرماتا ہے:

یسقون من رحیق مختوم ختا مہ مسک یعنی پلائے جاویں گے شراب خالص مہر کی ہوئی میں سے اور مہر کرنے کی چیز اس کی خوش بو (مشک) ہے۔

اسی طرح تمام احادیث اور مجمع البحار شرح کتب حدیث و دیگر کتب لغت میں مختوم کے معنی بموجب معنی قرآنی، مہر کی ہوئی، کے لکھے ہیں۔ ان کی عبارات کو نقل نہیں کیا گیا ہر کوئی خود دیکھ سکتا ہے۔ البتہ مرزا صاحب پر مجھے یقین نہیں کہ وہ کسی کتاب کو دیکھیں جب کہ وہ قرآن کی ہی مخالفت میں اپنے گھر کے معنی کر رہے ہیں، اور نہ وہ کسی کی بات کو قبول کریں گے جب کہ وہ خدا تعالیٰ کی بات اور حکم کو نہیں مانتے۔ لہٰذا ضرور ہے کہ مرزا صاحب کی ہی تحریرات الہامی کو پیش کیا جاوے تاکہ دوسرے حضرات ناظرین کو بھی معلوم ہو جائے۔ پھر مرزا صاحب کا اختیار ہے خواہ وہ اپنی الہامی تحریرات اور دستاویزات کو اختیار کریں یا انکار۔ مرزا صاحب کی عبارات ذیل میں لکھی جاتی ہیں:۔

الف۔ مرزا صاحب اپنے مرید میر عباس علی صاحب لدھیانوی کی نسبت (جب وہ مرزا صاحب کی بیعت توڑ کر ان کے سخت دشمن بن گئے تھے) لکھتے ہیں:۔

الف۔ انسان کا دل اللہ جل شانہ کے قبضہ میں ہے۔ میر صاحب تو میر صاحب ہیں اگر وہ چاہے تو دنیا کے ایک بڑے سنگ دل اور مختوم القلب آدمی کو ایک دم حق کی طرف

پھیر سکتا ہے۔ (رسالہ آسمانی فیصلہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کا اخیر ورق)

ب۔ اجنبیت کے ساتھ ترک ادب اور ترک ادب سے ختم علی القلب اور ختم علی القلب سے بھری عداوت۔ (آسمانی فیصلہ کا اخیر ورق)

کیا ان تحریروں میں مرزا صاحب نے مختوم القلب کے معنی چھاپہ شدہ دل اور ختم علی القلب کے معنی، چھاپہ اوپر دل، کے لئے ہیں یا کئے ہیں؟ ذرہ مرزا صاحب ہی اپنے لکھے ہوئے پر غور کریں اور وہ اور ان کے مرزائی جمع ہو کر قرآن شریف یا کسی حدیث شریف یا کسی شرعی یا غیر شرعی کتاب سے نکال کر دکھائیں کہ مختوم کے معنی چھاپہ شدہ کے ہیں۔ ہرگز ایسا نہ کر سکینگے۔ بلکہ مرزا صاحب نے حدیث میں (ای مطبوعہ) کے لفظ کو اپنی طرف سے بڑھا کر اپنی طرف سے چھاپہ شدہ کے معنی کئے ہیں۔

تمام لوگ جن کو عربی الفاظ کے معنی سمجھنے کا کچھ بھی ملکہ ہے وہ سب حدیث مذکورہ کے معنی یہی کریں گے کہ حضرت مہدی ایک بستی میں پیدا ہوں گے جس کا نام کرعہ ہے، اس کی تصدیق خداوند کریم کرے گا اس کے دوستوں کو، جو اصحاب بدر کی تعداد کے مطابق ۳۱۳ ہیں، جمع کرے گا۔ اور اس کے پاس ایک کتاب مہر بند کی ہوئی ہوگی (جیسے ڈاک خانوں میں پمفلٹ یا پارسل وغیرہ بند ہو کر اور ان پر مہریں لگ کر دوسرے کے پاس بھیجی جاتی ہیں۔ تاکہ کوئی سوائے مکتوب الیہ کے کھول نہ سکے) اس کتاب میں ان کے دوستوں کے نام معہ مسکن شہروں اور خصلتوں کے درج ہوں گے۔

حضرات ناظرین! اب غور فرمایئے گا:

الف۔ مرزا صاحب کرعہ گاؤں میں پیدا نہیں ہوئے جو اس وقت عرب میں درمیان مکہ اور مدینہ کے اور چاہ عسفان کے پاس آباد موجود ہے۔

ب۔ خداوند کریم نے مرزا صاحب کی کوئی تصدیق نہ کی، بلکہ تکذیب کی۔

ج۔ مرزا صاحب کے دوست تین سو تیرہ ہیں جن کے نام فہرست میں لکھے ہیں ان میں سترہ آدمی نمبر ہائے ۹۱، ۹۳، ۹۶، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۷، ۱۱۳، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۴۱، ۱۴۸؟ ۱۶۹، ۲۸۳، ۲۹۳، ۳۱۰ مردہ ہیں جو مدتوں سے فوت شدہ درج کر دئے گئے ہیں۔ کیا حدیث کے لفظوں میں یہ بھی درج ہے کہ ان ۳۱۳ میں سترہ آدمی مرے ہوئے بھی ہوں گے۔ پھر بعض ناموں کے ساتھ معہ اہل بیت، ہر دو زوجہ وغیرہ بھی لکھا ہے۔ کیا حدیث میں یہ بھی ہے کہ ان کی عورتیں بھی ساتھ ہوں گی۔

د۔ مرزا صاحب کے دوست مندرجہ فہرست کبھی قادیان میں ایک وقت پر جمع نہیں ہوئے اگرچہ

زندوں کا قادیان میں مرزا کے پاس جمع ہو جانا ممکن ہے لیکن جو ستر ہ آدمی مردہ ہیں وہ تو کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے تھے نہ ہوئے ۔ جب مرزا کے پاس ان کے دوست جمع نہیں ہوئے تو حدیث کے مصداق کیسے ہو سکتے ہیں ۔ البتہ مرزا صاحب کے مسمریزی روح جمع ہو گئے ہوں تو عجب نہیں ۔

ھ ۔ کیا کتاب مختومہ مرزا صاحب کے پاس اس وقت سے تھی جب کہ وہ ۱۲۵۹ھ میں پیدا ہوئے یا جب آپ نے ۱۳۰۰ھ میں ظہور فرمایا ۔ اور وہ کتاب کس کے روبرو کھولی گئی اور کہاں اور کب؟ یا یہ کہ اب ۱۳۱۴ھ میں ایک فہرست پوچھ پاچھ کر لکھ دی، جب پورے ۳۱۳ نہ ہوئے تب ستر ہ مردے بھی اس میں درج کر دیئے ۔ چاہیے تھا کہ مرزا صاحب کے پاس پیدا ہوتے ہی کتاب ہوتی بشرطیکہ کاذب نہ ہوتے ۔

و ۔ ایک بہت بڑی علامت ان کی خصلتوں کی حدیث میں درج ہے مگر افسوس مرزا صاحب نے اپنے دوستوں میں سے ایک کی بھی کوئی خو اور خصلت درج نہیں کی ۔

پھر کتاب جو مرزا صاحب اپنی حدیث کی صداقت میں پیش کرتے ہیں اس کا حال سنئے :

مرزا صاحب نے پہلے اپنے دوستوں کے نام جگہ جگہ سے بذریعہ خط دریافت کئے ۔ پھر ان کو جمع کیا ۔ پھر ان کی ایک فہرست بنائی ۔ پھر وہ فہرست خوش نویس سے لکھوائی ۔ پھر چھاپہ والوں کو دی ۔ چھاپہ والوں نے اس کو پتھر پر جمایا ۔ پھر پریس والوں نے اس کو چھاپ کر الگ الگ رکھا ۔ پھر ورقوں اور صفحوں کو ملایا اور مرزا صاحب کے پاس پہنچایا ۔ تب مرزا صاحب کی طرف سے دوستوں اور دشمنوں کو پہنچ گئی ۔

سبحان اللہ ! مرزا صاحب نے کیا کمال کیا ہے کہ ادھر ادھر کے نام بیعت کا بہانہ کر کے لکھوا منگوائے اور سب کو ایک فہرست میں لکھ کر چھاپنے کے واسطے دے دیئے اور اصحاب بدر کے نام سے مشہور کر دیئے جیسے خود لکھتے ہیں کہ

> مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض فوائد منافع بیعت کہ جو آپ لوگوں کے لئے مقدر ہیں اس انتظام پر موقوف ہیں کہ آپ سب صاحبوں کے اسماء مبارکہ ایک کتاب میں بقید ولدیت وسکونت مستقل و عارضی کسی قدر کیفیت کے ساتھ اندراج پاویں اور چھپوا کر ایک ایک کاپی تمام بیعت کرنے والوں کے پاس بھیج دی جاوے ۔
>
> (ملخصاً تکمیل تبلیغ طبع ۱۸۸۹ء ص ۱۔۲)

یہی اسماء مبارکہ ہیں جو مرزا صاحب نے پہلے ۱۸۸۹ء میں لکھوا منگوائے تھے اور اب

۱۸۹۶ء میں ضمیمہ میں چھپوا کر مہدی موعود ہونے کا بھی دعوی کر دیا۔ اور مرزا صاحب نے یہاں یہ بھی لکھا ہے: پہلے اس سے آئینہ کمالات اسلام میں تین سو نام درج کر چکا ہوں۔

مگر جب میں آئینہ کمالات دیکھتا ہوں تو اس میں بھی ان کا دروغ بے فروغ ہی پایا جاتا ہے کیونکہ وہ لکھتے ہیں:

کیفیت جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء بمقام قادیان ضلع گورداسپور اس جلسہ کے موقع پر اگرچہ ۵۰۰ کے قریب لوگ جمع ہو گئے تھے لیکن وہ احباب اور مخلص جو محض للّٰہ شریک جلسہ ہونے کے لئے دور دور سے تشریف لائے تھے ان کی تعداد قریب ۳۲۵ کے پہنچ گئی تھی۔ (بلفظہ۔ آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۱)

لیکن فہرست احباب جو صفحہ ۴ سے ۱۷ تک لکھی ہے اس میں ۳۲۷ نام لکھے ہیں:

جب میاں بٹالوی نے اس عاجز کے کافر ٹھہرانے میں توجہ فرمائی تھی اس وقت صرف ۷۵، احباب تھے اور اب اس جلسہ میں بجائے ۷۵ کے تین سو ستائیس احباب شامل جلسہ ہوئے۔ (بلفظہ ملخصاً۔ ص ۱۸)

اس کے آگے مرزا صاحب چندہ لینے بیٹھے تو کل ۹۲ ہی آدمی درج فہرست کئے۔

(ملخصاً ص ۲۰ تا ۲۳)

اب مرزا صاحب کے دروغ پر غور فرمایئے۔ خود لکھتے ہیں:

ہم نے تین سو نام آئینہ کمالات میں درج کیا ہے۔

جب اس کو دیکھا جاتا ہے تو ایک جگہ ۳۲۵ لکھتے ہیں پھر اسی جگہ ۳۲۷ لکھتے ہیں۔ پانچ سو بھی لکھے ہیں۔ اور چندہ دہندگان کے نام کل ۹۲ درج کئے ہیں۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے دوست وہی ۹۲ تھے جنہوں نے چندہ دیا، باقی سب تماشائی تھے۔

پس تمام وجوہات بالا سے ثابت ہو گیا کہ حدیث مذکورہ سے مرزا صاحب کا ذرہ بھی لگاؤ نہیں، بلکہ برعکس اس کے ان کی تکذیب کی تائید ہوئی۔ مرزائی اپنی آنکھیں کھول کر دیکھیں اور ایسے مہدی مضل سے سرخروئی حاصل کریں۔

ناظرین جب حضرت مہدی اس حدیث شریف کے مطابق ظہور پرنور فرمائیں گے تو ہر کہ ومہ کے دل میں اللہ تعالی ڈال دے گا اور ہر مسلمان ان کو شناخت کر لے گا کہ حضرت مہدی امام آخر الزمان یہی ہیں۔

مجھے نہایت ہی تعجب اور حیرانی ہے اور سب سے زیادہ افسوس مرزا صاحب کے الہامی حافظہ پر ہے کہ ناحق انہوں نے مہدی موعود بننے کی کوشش کی اور خانہ زاد استعارات بے مغز کو کام میں لائے کیونکہ جس مہدی موعود ہونے کا خود بڑے زور سے دعوی کرتے ہیں پہلے اس کے وجود کا وثوق سے انکار کر چکے ہیں۔ مرزا صاحب کی الہامی دستاویزات ملاحظہ کے لئے نذر کرتا ہوں:

الف۔سنت جماعت کا مذہب ہے کہ امام مہدی فوت ہو گئے۔آخری زمانہ میں انہیں کے نام پر ایک اور امام پیدا ہوگا۔لیکن محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں (ازالہ اوہام۔ص ۴۵۷)

ب: امام مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے جب مسیح ابن مریم آوے گا تو امام مہدی کی کیا ضرورت ہے۔ (ص ۵۲۷۔ازالہ اوہام)

حاصل کلام کہ مرزا کا دعوی کہ میں مہدی موعود ہوں، علاوہ اس بحث اور دلائل کے جو پیچھے گذر چکے ہیں، ان کی اپنی ہی تحریرات سے باطل ہوگیا۔باطل بھی ایسا کہ تاویل واستعارہ کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ نہایت ہی شرم اور ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ خود ہی لکھتے ہیں کہ مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں، پھر اسی مہدی ہونے کے ادعائی بنتے ہیں کہ حدیث کے مطابق میں ہی ہوں۔یہ صحیح ہے کہ جب کسی کے دماغ میں فتور آجاتا ہے تو اس کو پچھلی باتیں یاد نہیں رہا کرتیں، مرزا صاحب اس میں مجبور ومعذور ہیں۔

الحمدللہ خلاصہ رسالہ انجام آتھم وضیمہ اوراس کے مختصر جوابات جو مرزا صاحب ہی کی تحریرات سے دیئے گئے ہیں، ختم ہوئے۔اب قبل اس کے کہ مرزا صاحب کے عقاید واعمال کی فہرست لکھوں، دو باتوں کا اظہار ضروری اور لابدی ہے۔اول دعوی نبوت ۔دوم توہینات انبیاء جو مرزا صاحب نے اپنی تالیفات میں کی ہیں جس میں اہل اسلام کا متفقہ مسلّمہ فتوی ہے کہ یہ کفر ہے۔ اگر چہ اس مختصر رسالہ میں متعدد جگہوں پر ان ہر دو امور کا اجمالاً وتفصیلاً ذکر آ چکا ہے لیکن ان اہم امور کو الگ الگ لکھ دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا، اس لئے اول دعوی نبوت ۔دوم توہینات انبیاء کا بیان ہوگا، پھر مرزا صاحب کے عقاید، اوراعمال لکھے جائیں گے۔بتوفیقہ تعالی

☆ مرزائی دعوی نبوت

ا۔الہام: قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فا تّبعو نی یحببکم اللّٰہ۔ یعنی اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو، تو میری تابعداری کرو۔ (براہین احمدیہ۔ص ۲۳۹)

۲۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالی سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے اور امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسول اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور اس سے انکار کرنے والا مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ (توضیح مرام۔ ص ۱۸)

۳۔مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت جناب مرزا غلام احمد قادیانی (ابتداء ٹائٹل پیج ازالہ اوہام)

۴۔ مجھ کو قادیان والوں نے نہایت تنگ کیا ہے حتی کہ میں یہاں سے ہجرت کرونگا میرے روحانی بھائی مسیح کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔ (ابتدائی صفحہ۔ ج۔شحنہ حق)

۵۔ خدا نے مجھے آدم صفی اللہ کہا، مثیل یوسف کہا، مثیل داؤد کہا، پھر مثیل موسی کہا، پھر مثیل ابراہیم کہا، پھر بار بار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۵۳)

۶۔ پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل و احادیث صحیحہ کی رو سے ضروری طور پر قرار پا چکا تھا وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خدا تعالی کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۱۳۔۴۱۴)

۷۔چونکہ آدم اور مسیح میں مماثلت ہے اسلئے اس عاجز کا نام آدم بھی رکھا گیا اور مسیح بھی (ازالہ ص ۴۵۶

۸۔خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (ص ۵۳۳۔ازالہ)

۹۔ ہمارا گروہ ایک سعید گروہ ہے جس نے اپنے وقت پر اس بندہ (مرزا) مامور کو قبول کر لیا ہے جو آسمان اور زمین کے خدا نے بھیجا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۱۸۷)

۱۰۔ ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی (ازالہ اوہام ص ۵۶۹)

۱۱۔محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالی نے پیدا کیا ہے اگر چہ وہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۶۷)

۱۲۔احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے و مبشراً برسولٍ یّاتی من بعدی اسمہ احمد۔ (صفحہ ۶۷۳۔ازالہ اوہام)

۱۳۔ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دونگا تیری محبت دلوں میں ڈال دونگا۔

(ازالہ اوہام۔ ص ۶۳۴)

۱۴۔اور یہ آیت کہ ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدّین

کلّہ درحقیقت اسی مسیح ابن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۷۵)

۱۵۔ وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز ہے کیونکہ اول تو ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کبھی کسی نے نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس برس سے شائع ہورہا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۹۵)

۱۶۔ اور ہر ایک شخص روحانی روشنی کا محتاج ہورہا ہے خدا تعالیٰ نے اس روشنی کو دے کر ایک شخص دنیا میں بھیجا۔ وہ کون ہے، یہی ہے جو بول رہا ہے۔ (ازالہ اوہام)

۱۷۔ حضرت اقدس امام الانام مہدی و مسیح میرزا غلام احمد علیہ السلام (رسالہ آریہ دھرم کا اخیر نوٹس)

۱۸۔ میں جوان تھا جب خدا کی وحی اور الہام کا دعویٰ کیا اور اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں۔ ابتداء دعویٰ پر بیس برس سے بھی زیادہ گذر گیا۔ (انجام آتھم۔ص ۵۰)

۱۹۔ ان کو کہہ کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرے پیچھے ہولو، تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔

(انجام آتھم۔ص ۵۲۔۵۳)

۲۰۔ اے احمد تیرا نام پورا ہوجائے گا قبل اس کے کہ میرا نام پورا ہو۔ (انجام آتھم۔ص ۵۲)

۲۱۔ تیری شان عجیب ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۵۳)

۲۲۔ میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۵۲)

۲۳۔ پاک ہے وہ جس نے اپنے بندہ کو رات میں سیر کرائی۔ (انجام آتھم۔ص ۵۳)

۲۴۔ تجھے خوش خبری ہو اے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۵۵)

۲۵۔ میں تجھے لوگوں کا امام بناؤنگا۔ (انجام آتھم۔ص ۵۵)

۲۶۔ تو ہمارے پانی میں سے ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۵۵)

۲۷۔ خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۵۵)

۲۸۔ انّ شانئک ھو الابتر تیرا بدگو بے خیر ہے (میاں سعداللہ مدرس لدھیانہ)۔ (انجام آتھم)

۲۹۔ نبیوں کا چاند آئے گا۔ (انجام آتھم۔ص ۵۹۔۶۰)

۳۰۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۵۹)

۳۱۔ ابراہیم یعنی اس عاجز پر سلام۔ (انجام آتھم۔ص ۶۰)

۳۲۔ اے نوح اپنی خواب کو پوشیدہ رکھ۔ (انجام آتھم۔ص ۶۱)

۳۳۔ یہ کسی قدر نمونہ ان الہامات کا ہے جو وقتاً فوقتاً مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے الہامات ہیں۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ جس قدر میں نے کہا ہے وہ کافی

ہے۔اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین، خدا کی طرف سے آیا ہے جو کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ، اس کا دشمن جہنمی ہے (انجام آتھم)

۳۵۔ جس نے تیری بیعت کی اس کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ۔ (انجام آتھم۔ص ۷۸)

۳۶۔ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین تجھ کو تمام جہان کی رحمت کے واسطے بھیجا (انجام آتھم ص ۷۹)

۳۷۔ انی مرسلک الی قوم المفسدین میں نے تجھ کو قوم مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (انجام آتھم۔ص ۷۹)

۳۸۔ مجھ کو خدا نے قائم کیا، مبعوث کیا اور خدا میرے ساتھ ہم کلام ہوا۔ (انجام آتھم۔ص ۱۱۳)

۳۹۔ خدا کا روح میرے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۱۶۷)

۴۰۔ جو شخص مجھے بے عزتی سے دیکھتا ہے وہ اس خدا کو بے عزتی سے دیکھتا ہے جس نے مجھے مامور کیا اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اس خدا کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ (ضمیمہ انجام۔ص ۳۶)

۴۱۔ خدا ان سب کے مقابل پر میری فتح کرے گا کیونکہ میں خدا کی طرف سے ہوں پس ضرور ہے کہ بموجب آیت کریمہ کتب اللّٰہ لا غلبنّ انا و رسلی میری فتح ہو۔ (ضمیمہ انجام آتھم)

۴۲۔ میرے پاس خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۷ و ۶۳)

ناظرین کو یاد رہے کہ دعوی نبوت کفر ہے۔

☆ مرزائی توہینات انبیاء

۱۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا، وہ ہرگز نہ مرے گا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲)

۲۔ جس قدر مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکلیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۷)

۳۔ حضرت موسی کی پیش گوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسی نے اپنے دل میں امید باندھی تھی۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیش گوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۸)

۴۔ سیر معراج حضرت ﷺ اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۷)

۵۔ بلکہ اکثر پیش گوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ خود انبیاء کو بھی جن پر وحی نازل ہو سمجھ نہیں آ سکتی۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۴۰)

۶۔ اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجاست تابہ نہد پا بمنبرم (ازالہ اوہام)

۷۔ یہ حضرت مسیح کا معجزہ (پرندے بنا کر ان میں پھونک مار کر اڑانا) حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور طیار کر کے ان کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے ان سے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے جیسا کہ قرآن کریم بھی اس بات کا شاہد ہے۔ سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور پر ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو مٹی کا ایک کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔ اور جیسے انسان میں قویٰ موجود ہوں انہیں کے موافق اعجاز کے طور پر مدد ملتی ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۳۰۲۔۳۰۳ حاشیہ)

۸۔ اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھلانا عقل سے بعید بھی نہیں کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور... ہر سال نئے نئے نکلتے ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۳۰۴ حاشیہ)

۹۔ اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔ گو الیسع کے درجہ کاملہ سے کم رہے ہوئے تھے.. اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ عجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ تھا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۳۰۸۔۳۰۹ حاشیہ)

۱۰۔ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل (عمل الترب) کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی

کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۱۰ حاشیہ)

۱۱۔ یہ جو میں نے مسمریزی طریق کا نام عمل الترب رکھا ہے جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے، یہ الہامی نام ہے اور خدا تعالی نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ عمل الترب ہے اور اس عمل کے عجائبات کی نسبت یہ بھی الہام ہوا ھذا ھو التّرب الّذی لا یعلمون یعنی یہ وہ عمل الترب ہے جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۱۲)

۱۲۔ ایک بادشاہ کے وقت میں چار (سو) نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مرگیا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۲۹)

۱۳۔ اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو، اور نہ یاجوج ماجوج کے عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ھی ہی ظاہر فرمائی گئی ہو اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قوی کے ممکن ہے اجمالی طور طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۹۱)

۱۴۔ سورہ بقرہ میں ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نعش پر مارنے سے وہ مقتول زندہ ہوگیا تھا اور اپنے قاتل کا پتہ دے دیا تھا۔ یہ محض موسی کی دھمکی تھی اور علم مسمریزم تھا (ملخصاً ص ۱۴۶۔ ازالہ اوہام)

۱۵۔ حضرت ابراہیم کا چار پرندوں کے معجزہ کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا۔ (ملخصاً ص ۷۵۲۔ ازالہ اوہام)

۱۶۔ مسیح کی دادیوں نانیوں کی نسبت جو اعتراض ہے اس کا جواب بھی آپ نے سوچا ہوگا۔

(رسالہ نور القرآن ۱۸۹۶۔۱۸۹۷ء)

۱۷۔ یسوع نے ایک کنجری کو اپنی بغل میں لیا اور عطر ملوایا تھا۔ (ایضاً نور القرآن)

۱۸۔ مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کچھ عجوبہ بات نہیں۔ حضرت آدم ماں اور باپ دونوں نہیں رکھتے تھے۔ اب قریب برسات آئی ہے باہر جا کر دیکھئے کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ پیدا ہو جاتے ہیں۔ (جنگ مقدس۔ص ۷)

۱۹۔ (حضرت یسوع مسیح کی نسبت) شریر، مکار، موٹی عقل والا، بدزبان، غصہ ور، گالیاں دینے والا، جھوٹا، علمی اور عملی قوی میں کچا، چور، شیطان کے پیچھے چلنے والا، شیطان کا ملہم، اس کے دماغ میں خلل

تھا، تین دادیاں نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا تھا، آپ کا کنجریوں سے میلان جدی مناسبت سے تھا، زنا کاری کا عطر ایک کنجری سے سر پر ملوایا
(ملخصاً ص ۳ تا ۷۔ ضمیمہ انجام آتھم)

العیاذ اللہ۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔ یاد رہے کہ توہین انبیاء کفر ہے۔

☆ عقاید مرزا

۱۔ مرزا صاحب کا خدا (عاجی) ہاتھی دانت یا گوبر ہے۔ (براہین احمدیہ۔ ص ۵۵۶)

۲۔ فرشتے کوئی نہیں جو کچھ عالم میں ہو رہا ہے وہ سیارات کی تاثیرات ہے۔ قولہ:

روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائکۃ اللہ کا ان کو لقب دیں، درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے۔ اور بہ حکمت کاملہ خداوند تعالی زمین کی ہر یک مستعد چیز کو اس کے کمال مطلوب تک پہنچانے کے لئے یہ روحانیات خدمت میں لگی ہوئی ہیں۔ ظاہری خدمات بھی بجالاتے ہیں اور باطنی بھی۔ جیسے ہمارے اجسام اور ہماری تمام ظاہری قوتوں پر آفتاب اور ماہتاب اور دیگر سیاروں کا اثر ہے ایسا ہی ہمارے دل اور دماغ اور ہماری تمام روحانی قوتوں پر یہ سب ملائک ہماری مختلف استعدادوں کے موافق اپنا اپنا اثر ڈال رہے ہیں۔

حاشیہ: ملائک اس معنی سے ملائک کہلاتے ہیں کہ وہ ملاک اجرام سماویہ اور ملاک اجسام الارض ہیں۔ یعنی ان کے قیام اور بقاء کے لئے روح کی طرح ہیں اور نیز اس معنی سے بھی وہ ملائک کہلاتے ہیں کہ وہ رسولوں کا کام دیتے ہیں۔ (توضیح مرام۔ ۶۷۔ ۶۸)

۳۔ جبریل، انبیاء کے پاس زمین پر کبھی نہیں آئے اور نہ آتے ہیں:

قولہ: جبریل امین جو انبیاء کو دکھائی دیتا ہے وہ بذات خود زمین پر نہیں اترتا اور اپنے ہیڈ کوارٹر سے نہایت روشن حیز سے جدا نہیں ہوتا بلکہ صرف اس کی تاثیر نازل ہوتی ہے اور اس کے عکس سے تصویر ان (انبیاء) کے دل میں منقوش ہو جاتی ہے۔ (توضیح ملخصاً۔ ص ۶۸، ۷۰، ۸۵)

۴۔ بعض انبیاء جھوٹے ہوتے ہیں، دیکھو ازالہ اوہام ۶۲۸، ۶۲۹ جہاں مرزا صاحب نے بتایا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کی خوش خبری دی وہ جھوٹے نکلے۔

۵۔ معجزات حضرت سلیمان و مسیح محض عقلی اور بے سود از قسم شعبدہ بازی اور لوگوں کو فریفتہ کرنے والے تھے۔قولہ:

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ (پرندوں والا) حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح عقلی تھا...الخ (ازالہ اوہام۔ص۳۰۲)

۶۔حضرت محمد ﷺ وحی سمجھنے میں غلطی کر جاتے تھے: قولہ:

آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کا قصد کیا..کچھ شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اسی امید پر یہ سفر کیا تھا کہ اب کے سفر میں ہی طواف میسر آجائے گا اور بلا شبہ رسول اللہ ﷺ کی خواب وحی میں داخل ہے لیکن اس وحی کے اصل معنی سمجھنے میں جو غلطی ہوئی اس پر متنبہ نہیں کیا گیا تھا...پھر جب آنحضرت ﷺ کی بیویوں نے آپ کے روبرو ہاتھ ناپنے شروع کئے تو آپ کو اس غلطی پر متنبہ نہیں کیا گیا یہاں تک کہ آپ فوت ہو گئے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی یہی رائے تھی کہ درحقیقت جس بیوی کے لمبے ہاتھ ہیں وہی سب سے پہلے فوت ہو گی ..اسی طرح ابن صیاد کی نسبت صاف طور پر وحی نہیں کھلی تھی اور آنحضرت ﷺ کا اول اول یہی خیال تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے، مگر آخر میں رائے بدل گئی تھی..ایسا ہی وہ حدیث جس کے یہ الفاظ ہیں فذھب وھلی الی انھا الیمامۃ او ھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب صاف صاف ظاہر کر رہی ہے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ نے اپنے اجتہاد سے پیش گوئی کا محل و مصداق سمجھا تھا وہ غلط نکلا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۸۸۔۶۸۹)

۷۔رسول اکرم ﷺ کو ابن مریم اور دجال اور اس کے گدھے اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت سے وحی الٰہی نے خبر نہیں دی۔قولہ:

اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو۔نہ یاجوج ماجوج کے عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماھی ہی ظاہر فرمائی گئی ہو (ازالہ اوہام ص ۶۹۱)

۸۔مسیح، یوسف نجار کے بیٹے تھے۔(ازالہ اوہام)

قولہ: حضرت مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے تھے۔ (ازالہ اوہام)

۹۔حضرت عیسیٰ مسمریزم میں مشق کرتے اور کمال رکھتے تھے۔ازالہ اوہام میں مرزا لکھتے ہیں:

حضرت مسیح ابن مریم، الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔

نیز: یہ جو میں نے مسمریزی عمل کا نام عمل الترب رکھا ہے یہ الہامی نام ہے جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے۔ (ازالہ اوہام)

۱۰۔آنحضرت ﷺ کے معراج جسمانی کا انکار۔قولہ:

نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہونچ سکے۔..پس اس جسم کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۷)

سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا (ازالہ اوہام ص ۴۷)

۱۱۔قرآن میں گندی گالیاں بھری ہیں۔قولہ:

قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کران پر لعنت بھیجتا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۵۔۲۶)۔

نیز: اس (قرآن) نے ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال کئے ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۷)۔

۱۲۔براہین احمدیہ (مؤلفہ مرزا) خدا کی کلام ہے۔قولہ: خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۳۳)

۱۳۔ قرآن شریف (کلام اللہ) مرزا صاحب کی کلام ہے۔ جیسا کہ لکھا:

اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔

(اشتہار لیکھرام کی موت کی نسبت مارچ ۱۸۹۷ء ص ۳ کالم ۲ سطر ۳۲،۳۳،۳۴)

۱۴۔قرآن میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں۔ قولہ:

ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں وعدہ کر چکا ہے کہ جو شخص ایک دفعہ مر چکا اور واقعی موت جو اس کے لئے مقدر تھی اس پر وارد ہو چکی پھر دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا اور نہ دنیا میں دو موتیں اس پر وارد کی جائیں گی۔ اس جواب کے سننے

کے بعد پھر وہ ایک اور وہم پیش کرتے ہیں کہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض مردے زندہ ہوگئے جیسے وہ مردہ جس کا خون بنی اسرائیل نے چھپالیا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے و اذ قتلتم نفساً فادّارء تم فیھا ۔ و اللّٰه مخرج مّا کنتم تکتمون (بقرہ :۷۳)۔اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے قصوں میں قرآن کی کسی عبارت سے نہیں نکلتا کہ فی الحقیقت کوئی مردہ زندہ ہوگیا تھا اور واقعی طور پر کسی قالب میں جان پڑ گئی تھی۔ بلکہ اس آیت پر غور کرنے سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے ایک خون کر کے چھپا دیا تھا اور بعض بعض پر خون کی تہمت لگاتے تھے۔سو خدا تعالی نے اصل مجرم کے پکڑنے کیلئے یہ تدبیر سمجھائی تھی کہ تم ایک گائے کو ذبح کر کے اس کی بوٹیاں اس لاش پر مارو۔اور وہ تمام اشخاص جن پر شبہ ہے ان بوٹیوں کو نوبت بنوبت اس لاش پر ماریں۔تب اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگے گی تو لاش سے ایسی حرکات صادر ہونگی جس سے خونی پکڑا جائیگا

اس قصہ سے واقعی طور پر لاش کا زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف دھمکی تھی کہ تا چور بیدل ہو کر اپنے تئیں ظاہر کردے..اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جس کے بعض خواص میں سے یہ بھی ہے کہ جمادات یا مردہ حیوانات میں ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہو کر اس سے بعض مشتبہ اور مجہول امور کا پتہ لگ سکتا ہے..علم الترب ایک عظیم الشان علم ہے جو طبیع کا ایک روحانی حصہ ہے۔

(ازالہ اوہام۔ص ۷۴۸ تا ۷۵۰)

نیز: یاد رکھنا چاہیے کہ جو قرآن میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہے کہ ان کو اجزاء متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے چاروں پہاڑوں پر چھوڑا گیا تھا پھر وہ بلانے سے آگئے تھے یہ بھی عمل الترب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عمل الترب کے تجارب بتلا رہے ہیں کہ انسان میں جمیع کائنات الارض کو اپنی طرف کھینچنے کیلئے ایک مقناطیسی قوت ہے اور ممکن ہے کہ انسان کی قوت مقناطیسی اس حد تک ترقی کرے کہ کسی پرند یا چرند کو صرف توجہ سے اپنی طرف کھینچ لے۔(ازالہ اوہام ص ۷۵۲۔۷۵۳)

۱۵۔ قرآن میں یہ عبارت موجود ہے انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان (یہ گویا مرزا صاحب کا کلام الہی میں کمی بیشی کرنا ہے)۔ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۶۔۷۷ سے عبارت پہلے نقل ہوچکی۔

۱۶۔ قادیان بمثل حرم کعبۃ اللہ ہے۔قولہ:

الم نجعل لک سھولۃ فی کل امرٍ بیت الفکر و بیت الذکر۔ و من

دخلہ کان آمنا ...کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا۔ کیا ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔ اور جو شخص بیت الذکر میں باخلاص وقصد تعبد وصحت نیت وحسن ایمان سے داخل ہوگا وہ سوء خاتمہ سے امن میں آجائے گا۔ بیت الفکر سے اس جگہ مراد وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کیلئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے .. (براہین احمدیہ۔ص ۵۵۸)۔

۱۷۔ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لاویں گے آنے والے مسیح مرزا صاحب ہیں۔ قولہ: یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۷۳۔۴۷۴)،

نیز: خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ عیسیٰ مر چکے خدا نے حکم موت کا اس پر جاری کر دیا اور آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ (انجام آتھم۔ص ۸۰، ۱۱۱)

۱۸۔ حضرت رسول اکرم ﷺ خاتم النبیین و المرسلین نہیں ہیں۔ قولہ (توضیح مرام: ص ۱۸):

اگر عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔

نیز: وحی الٰہی پر صرف نبوت کاملہ کی حد تک کہاں مہر لگ گئی ہے۔ اے غافلو! اس امت مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۲۱، ۴۲۲)

۱۹۔ حضرت مہدی نہیں آئیں گے۔ قولہ:

محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۵۷)

مہدی کے بارہ میں جو بیان کیا جاتا ہے کہ ضرور ہے کہ پہلے امام محمد مہدی آویں اور بعد اس کے ظہور مسیح ابن مریم کا ہو، یہ خیال قلت تدبر کی وجہ سے پیدا ہوا ہے...دراصل یہ خیال بالکل فضول اور مہمل معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ایک ایسی شان کا آدمی ہو کہ جس کو باعتبار باطنی رنگ اور خاصیت اس کی کے مسیح ابن مریم کہنا چاہیے دنیا میں ظہور کرے اور پھر اس کے ساتھ کسی دوسرے مہدی کا آنا بھی ضروری ہو۔ کیا وہ خود مہدی نہیں ہے؟ کیا وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پا کر نہیں آیا؟ کیا اس کے پاس اس قدر جواہرات وخزائن واموال معارف و دقائق نہیں ہیں کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں اور اس قدر ان کا دامن بھر جائے جو قبول کرنے

کی جگہ نہ رہے۔ پس اگر یہ سچ ہے تو اس وقت دوسرے مہدی کی ضرورت ہی کیا ہے.. ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اپنی صحیح میں لکھا ہے لا مھدی الّا عیسی یعنی بجز عیسی کے اس وقت کوئی مہدی نہ ہوگا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۱۷۔۵۱۹)

۲۰۔ دجال پادری ہیں اور کوئی دجال نہیں آئے گا۔ قولہ:

اس بات پر قطع اور یقین کرنا چاہیے کہ وہ مسیح دجال جو گرجا سے نکلنے والا ہے یہی لوگ ہیں جن کے سحر کے مقابل پر معجزہ کی ضرورت تھی ... اب یہ سوال جو کیا جاتا ہے کہ ضرور ہے کہ مسیح ابن مریم سے پہلے دجال آ گیا ہو، اس کا جواب ظاہر ہو گیا اور بہ پایہ ثبوت پہنچ گیا ہے کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈی کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے۔ سواے بزرگو! دجال معہود یہی ہے جو آ چکا مگر تم نے اسے شناخت نہیں کیا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۴۹۵۔۴۹۶)

۲۱۔ دجال کا یہی ریل گدھا ہے اور کوئی گدھا نہیں۔ قولہ:

مدت ہوئی کہ گروہ دجال ظاہر ہو گیا ہے اور بڑے زور سے اس کا ظہور ہو رہا ہے اور اس کا گدھا بھی جو درحقیقت اسی کا بنایا ہوا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ کا منشاء ہے مشرق و مغرب کی سیر کر رہا ہے اور وہ گدھا دجال کا بنایا ہوا ہونا، حدیث کے منشاء کے موافق ہے... احادیث صحیحہ کا اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنایا ہوا ہوگا۔ پھر اگر وہ ریل نہیں تو اور کیا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۸۵)

۲۲۔ یاجوج ماجوج کوئی نہیں۔ قولہ:

یاجوج ماجوج سے دو قومیں انگریز اور روس مراد ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۰۹ ملخصاً)

۲۳۔ دابۃ الارض علماء ہوں گے اور کچھ نہیں۔ قولہ:

ایسا ہی دابۃ الارض یعنی وہ علماء و واعظین جو آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتے ابتداء سے چلے آتے ہیں۔ لیکن قرآن کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ان کی حد سے کثرت ہوگی اور ان کے خروج سے مراد وہی ان کی کثرت ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۱۰)

۲۴۔ دخان کے بارے میں قادیانی خیال۔

قرآن پاک میں ہے: فارتقب یوم تاتی السّماء بدخانٍ مبین (دخان)

مرزا صاحب فرماتے ہیں:

اس جگہ دخان سے مراد قحط عظیم وشدید ہے جو سات برس تک آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں پڑا یہاں تک کہ لوگوں نے مردے اور ہڈیاں کھائیں ..لیکن آخری زمانہ کے لئے بھی جو ہمارا زمانہ ہے اس دخان مبین کا وعدہ تھا اس طرح پر کہ قبل از ظہور مسیح نہایت درجہ کی شدت سے اس کا ظہور ہوگا ۔ اب سمجھنا چاہیے کہ یہ آخری زمانہ کا قحط جسمانی اور روحانی دونوں طور سے وقوع میں آیا...قحط کی شدت اندر ہی اندر ایک عالم کو تباہ کررہی ہے۔ اور روحانی طور پر صداقت اور امانت اور دیانت کا قحط ہوگیا ہے .. ہمارے زمانہ کی نئی روشنی جس کو دوسرے لفظوں میں دخان سے موسوم کرنا چاہیے عجیب طور پر ایمان اور دیانت اور اندرونی سادگی کو نقصان پہنچا رہی ہے ..سو یہ کامل درجہ کا دخان مبین ہے جو اس زمانہ میں ظاہر ہوا ہے (ازالہ اوہام ۵۱۳۔۵۱۴)

۲۵۔ آفتاب کا مغرب سے نکلنا ؟ قولہ:

طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا، ہم اس پر بہر حال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت وکفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائینگے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا ۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۵۱۵)

۲۶۔ عذاب قبر نہیں ہے ۔ قولہ:

قبر کے عذاب کی نسبت حدیثوں میں بکثرت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں گنہگار ہونے کی حالت میں بچھو ہوں گے اور سانپ ہوں گے ۔ اگر ظاہر پر ہی ان حدیثوں کو حمل کرنا ہے تو ایسی چند قبریں کھودو اور ان میں سانپ اور بچھو دکھلاؤ (ازالہ اوہام ص ۴۱۵)

۲۷۔ تناسخ صحیح ہے۔ جیسا کہ ست بچن ص ۸۴ میں فرماتے ہیں:

ہفتد و ہفتاد قالب دیدہ ام   بار ہا چوں سبزہ ہا روئیدہ ام

نیز: ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ و جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پاکر معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا بدن بدل ما یتحلل ہو جاتا ہے۔ (جنگ مقدس۔ص ۱۰)۔

۲۸۔ مرزا کا الہام قطعی اور یقینی مثل وحی انبیاء کے ہے ۔ قولہ:

وہ الہامات جن پر خدا نے مجھے اطلاع دی ہے ۔ (براہین احمدیہ۔ص ۲۲۳)

نیز: جب کسی دل پر نبوی برکتوں کا پرتوہ پڑے گا تو ضرور ہے کہ اس کو اپنے متبوع کی طرح علم یقینی قطعی حاصل ہو۔ (براہین احمدیہ۔ ص ۲۳۲)

نیز: ایسے وقتوں میں وہی لوگ محبّ اسلام ٹھہرتے ہیں جن کا الہام قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔ (براہین احمدیہ۔ ص ۲۳۴)۔

نیز: رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کو (الہام مرزا کو) بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔ (توضیح مرام۔ ص ۱۸)۔

نیز: اس جگہ (مرزا پر) الہام بارش کی طرح برس رہا ہے ... میں خدا سے یقینی علم پا کر کہتا ہوں۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۵۷)

۲۹۔ خدا نے مرزا صاحب کے اگلے پچھلے گناہ سب بخش دیئے ہیں۔ قولہ:

الہام: ہم نے تجھ کو بخش چھوڑا ہے جو جی چاہے سو کر۔ (براہین۔ ص ۵۶۰)۔ اصل عربی عبارت یہ ہے۔ اعمل ما شئت فانّی قد غفرت لک

نیز: پھر فرمایا کہ ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے یعنی کھلی کھلی فتح دیں گے تا کہ تیرا خدا... تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۵۷)۔

☆ اعمال مرزا

۱۔ مرزا صاحب مالک نصاب ہیں لیکن فرض حج ادا نہیں کرتے۔

اپنی جائیداد اور آمدنی کے بارے میں لکھتے ہیں:

ایسے مجیب کو بلا عذر و حیلے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا۔

(براہین احمدیہ۔ ص ۲۵۔۲۶)

نیز فرماتے ہیں: مجھ کو ۱۵ ہزار روپیہ کے قریب فتوح کا آیا جس کو شک ہو وہ ڈاکخانہ کی کتابوں کو دیکھ لے۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۲۸)

نیز فرماتے ہیں: حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن تاجر مدراس نے کئی ہزار روپیہ لگا دیا ہے۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۲۸)

نیز: شیخ رحمت اللہ دو ہزار روپیہ دے چکے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۸۔۲۹)

۲۔ مرزا صاحب نماز پنجگانہ بھی دل سے با جماعت ادا نہیں کرتے۔

جیسا کہ منشی جعفر تھانیسری لکھتے ہیں:

روپئہ کی طلب اور ھل من مزید کا نقشہ اور ترک جمعہ اور جماعت اور خوش معاملگی یا وعدہ خلافی اشاعت براہین احمدیہ اور سراج منیر میں اور بہت سی آپ کی دوسری عملی کاروائیاں آپ کو سیرت محمدی سے کوسوں دور پھینک رہی ہیں۔

(تائید آسمانی مؤلفہ منشی محمد جعفر وکیل۔ ص ۱۳)

نیز:

مرزا جمعہ جماعت کولوں تارک سنیا جاوے
حجرے دے وچہ رہے ہمیشہ مسجد وچہ نہ آوے

(الفصل الخطاب مولفہ مولوی خدا بخش واعظ امرتسر)

۳۔نماز پنجگانہ قبل از وقت پڑھ لیتے ہیں۔

اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دہلی کی جامع مسجد میں ان کے ورود کی روداد بیان یوں بیان ہوئی ہے:

اور جواب ڈیڑھ بجے لکھا جس میں پہلے رقعہ کا اعادہ کیا گیا تھا ادھر سے بھی حجت تمام کرنے کی غرض سے اسی وقت جوابی رقعہ لکھا گیا اور ساتھ ہی یہ لکھ دیا گیا کہ ہم اب جلسہ میں جاتے ہیں چنانچہ حضرت اقدس (مرزا) معہ چند خادموں کے دو بجے ہی جامع مسجد میں جا پہونچے... چنانچہ جب انہیں خبر ملی کہ مرزا صاحب تیار و مستعد مسجد میں تشریف رکھتے ہیں تو وہ بھی وقت مقررہ سے آدھ گھنٹہ بعد بصد جبر واکراہ آئے۔ٹھیک ساڑھے تین بجے تھے جب انہوں نے مسجد میں قدم رکھا اور نماز عصر کے ادا کرنے میں مصروف ہوئے۔حضرت اقدس (مرزا) اور ان کے خدام ظہر اور عصر جمع کر کے باجماعت ہی پڑھ آئے تھے۔ (ضمیمہ اخبار پنجاب گزٹ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۸۹۱ء کیفیت مناظرہ مرزا صاحب ومولوی نذیر حسین صاحب جو جامع مسجد دہلی میں اکتوبر ۱۸۹۱ء)

گویا ایک بجے دن کے جو ظہر کا وقت ہے،ظہر اور عصر دونوں کو جمع کر کے پڑھ لیا۔

۴۔مرزا صاحب روزے بھی رمضان شریف کے نہیں رکھتے:

روزہ رکھن ویلے بیماری دا عذر بناوے
تے حج زکاتوں تارک چنگا بھلا غنی دسیاوے

(الفصل الخطاب مؤلفہ مولوی خدا بخش واعظ۔ ص ۱۶)

۵۔ اپنی مولفہ کتب میں اشتہارات انعامی شائع کرتے ہیں اور مقابلہ مناظرہ کے واسطے انعام کی شرطیں لگاتے ہیں مگر ادا نہیں کرتے۔

کوئی بھی کتاب یا اشتہار ایسا نہیں ہوگا جس میں کوئی نہ کوئی شرط بدی ہوئی موجود نہ ہو ابتداء براہین احمدیہ سے آج تک انجام آتھم واخیر ضمیمہ انجام آتھم تک کہ اس کے اخیر صفحہ دوسرے اشتہار میں ایک ہزار روپیہ کی شرط لگائی ہوئی موجود ہے جو شرعاً جائز نہیں۔

براہین احمدیہ میں دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے اس کی تردید لکھی اور پھر علماء ہندو پنجاب نے بھی تصدیق فرما کر مرزا کو اسلام سے خارج کر دیا مگر مرزا نے وہ دس ہزار روپیہ ادا نہیں کیا۔

۶۔ قبل از تصنیف کتب و تیاری کے حق التصنیف فروخت کرتے ہیں اور قیمت وصول کرتے ہیں یعنی بیع فاسد آپ کا عمل مدامی ہے۔

مرزا صاحب کہتے ہیں:

نام ان صاحبان کے جنہوں نے خریداری کتاب سے اعانت فرمائی۔ سید محمد حسن وزیر اعظم ریاست پٹیالہ، بابت خریداری کتاب مبلغ ....۔ (براہین جلد ۱ ص ج)

یہ اس وقت کی بات ہے کہ ابھی کتاب کا وجود بھی نہیں تھا۔ سترہ اٹھارہ سال ہو گئے اب تک لوگوں کو کتاب نہیں ملی۔ اول اس براہین کی قیمت ۵ روپے مقرر کی، پھر ۲۵ روپیہ، پھر دس روپیہ۔ (دیکھو اعلان براہین احمدیہ حصہ اول دوم)۔

پھر حصہ سوم کے آخر میں مرزا نے ایک گذارش لکھی ہے:

اب اصلی قیمت اس کتاب کی سو روپیہ ہے اور اس کے عوض میں دس یا پچیس روپیہ قیمت قرار پائی ہے پس اگر یہ ناچیز قیمت بھی مسلمان لوگ بطور پیشگی ادا نہ کریں تو گویا وہ کام کے انجام میں خود مانع ہیں۔

پھر رسالہ سراج منیر کے واسطے بہت سا روپیہ وصول کیا مگر اب تک اس کا وجود نہیں۔

(دیکھو اعلان مندرجہ شحنۂ حق۔ ابتدائی صفحہ کا دوسرا صفحہ)

۷۔ اپنا وعدہ ایفا نہیں کرتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔ قولہ:

الف۔ کتاب ہذا (براہین) بڑی مبسوط کتاب ہے یہاں تک کہ جس کی ضخامت سو جزء سے کچھ زیادہ ہوگی۔ (اعلان براہین صفحہ ابتدائی جلد اول)

ب ۔ چونکہ کتاب (براہین) اب تین سو جزء تک بڑھ گئی ہے ۔

(براہین حصہ سوم گذارش ضروری صفحہ اخیر)

ج ۔ یہ امر بھی واجب الاطلاع ہے کہ پہلے یہ کتاب (براہین) صرف ۳۰، ۳۵ جزء تک تالیف ہوئی تھی پھر سو جزء تک بڑھا دی گئی مگر اب یہ کتاب تین سو جزء تک پہونچ گئی ہے ۔ (ٹائٹل پیج حصہ سوم براہین ص ۳)

د ۔ حصہ سوم کے چھپنے میں دو سال کا توقف ہو گیا ہے لوگ حیران ہوں گے ۔

(ملخصاً ص ۳ ٹائٹل پیج حصہ سوم براہین)

اب کی دفعہ ان صاحبوں کے نام جنھوں نے قیمت پیشگی بھیجی اور کتاب کی خریداری سے اعانت فرمائی ہے بوجہ عدم گنجائش لکھے نہیں گئے حصہ چہارم میں جو مصلحت ہو گی کیا جاوے گا ۔ (اعلام ۔ص دوم حصہ سوم براہین)

ہم اور ہماری کتاب ۔ ابتداء میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اس وقت اس کی اور صورت تھی پھر بعد اس کے قدرت الٰہیہ ناگہانی تجلی نے اس احقر عباد کو موسیٰؑ کی طرح ایک ایسے عالم کی خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی اور ایک دفعہ پردہ غیب سے انّی انا ربک کی آواز آئی... اس کتاب کی خریداری کی مدد میں غریب لوگ ہیں مگر حضرت احدیت کا ارادہ ہے تو کسی ذی مقدرت کو بھی اس کام کے انجام کے لئے بھیج دے گا ۔

(براہین چہارم کا اخیر صفحہ)

اب یہ سلسلہ تالیف کتاب بوجہ الہامات البتہ دوسرا رنگ پکڑ گیا ہے اور اب ہماری طرف سے کوئی ایسی شرط نہیں کہ کتاب (براہین) تین سو جزو تک ضرور پہنچے ۔ (اشتہار ص ابتداء سرمہ چشم آریہ) (گویا صاف جواب دے دیا)

رسالہ سراج منیر ۱۴ سو روپیہ کی لاگت سے چھپے گا اور درخواستیں آنے پر چھپنا شروع ہو جائے گا ۔ قیمت ایک روپیہ ہوگی ۔ (اعلان ٹائٹل صفحہ دوم مندرجہ شحنۂ حق)

اور قصد کر لیا گیا ہے کہ ان توضیحات کے بعد علماء کو مخاطب نہ کرونگا (انجام آتھم ص ۲۸۲)

بعد اس کے خلاف لکھتے ہیں :

میں نے اشتہار دے دیا ہے کہ اس کے بعد جو میرے ساتھ مباہلہ نہ کرے وہ خدا کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام علماء کی لعنت کے نیچے ہے ۔ (ص ۱۹، ضمیمہ انجام آتھم)

ہاں میرے دوستو میری اخیر وصیت سنو کہ عیسائیوں کے ساتھ بحث کرنا چھوڑ دو۔

(ازالہ اوہام)

اس کے بعد مرزا خود امرتسر میں پہنچ کر ۱۸۹۳ء میں عیسائیوں سے مباحثہ کرتے رہے۔

اکتوبر ۱۸۹۱ء میں قیام دہلی کے دوران اپنے اشتہار میں مرزا صاحب نے کہا: ہمارے پاس ازالہ اوہام کی جلدیں موجود ہیں جو صاحب تین روپئہ قیمت داخل کریں خرید سکتے ہیں۔، میں خود ازالہ اوہام لینے گیا۔ بعد اشتہار کے تین روز تک بہت آدمی روپئہ لے کر گئے آپ نے فرمایا میرے پاس ابھی طبع ہو کر نہیں آئی (جواب اشتہار مرزا غلام احمد ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء منجانب عبداللطیف خلف مولوی عبدالمجید مالک مطبع انصاری دہلی ۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

۸۔ مرزا صاحب تمام مولویوں اور سجادہ نشینوں کو سخت گالیاں دیتے اور لعنتیں بھیجتے ہیں۔ دیکھو انجام آتھم وضمیمہ: قولہ:

آ خرهم شيطان الاعمى و الغول الاغوى يقال له رشيد ا حمد الجنجو هي و هو شقي كا لا مرو هي و من الملعو نين۔ یعنی سب سے پچھلا تمام علماء ومشائخ کا اندھا شیطان اور دیو گمراہ جس کو رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں اور وہ بدبخت امروہی کی طرح ہے اور تمام ملعونوں میں سے ہے۔

۹۔ مسلمانوں کو برے لقبوں سے بلاتے ہیں۔ مثل دجال، بطال، شیخ نجدی، دیو، گمراہ، ہامان فرعون وغیرہ۔ (دیکھو انجام آتھم وضمیمہ)

۱۰۔ مرزا غیظ وغضب کا خوب استعمال کرتے ہیں۔ (دیکھو ضمیمہ انجام آتھم)

۱۱۔ غیر مذاہب کے معبودوں کو بھی گالیاں دیتے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم)

۱۲۔ مرزا مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں۔ کہتے ہیں:

جو شریر بدباطن نالائق نام کے مسلمان جمعہ کی نماز نہ پڑھیں گے وہ گورنمنٹ برٹش انڈیا کے باغی ہیں ان کو سزا ملنی چاہیے۔ (اشتہار جمعہ کی تعطیل۔ یکم جنوری ۱۸۹۶ء)

۱۳۔ مرزا صاحب اپنی کتابوں میں تصویریں بھی بناتے ہیں۔ قولہ:

ہم یسوع کے شاگردوں کو بھی ان کے تین مجسم خداؤں کے درشن کرا دیتے ہیں اوران کے سہ گوشہ تثلیثی خدا کو دکھوا دیتے ہیں۔ چاہیے کہ اس کے آگے جھکیں اور سیسیں نواویں۔ اور وہ یہ ہے جس کو عیسائیوں کی شائع کردہ تصویروں سے لیا ہے۔ تصویر یسوع

کی شکل پر مجسم بیٹا ۔تصویر کبوتر کی شکل پر مجسم روح القدس ۔ تصویر آدم کی شکل پر مجسم باپ ۔ (انجام آتھم)

۱۴۔خدا کی حفاظت سے ناامید ہوکر اپنی حفاظت کیلئے پولیس کی مدد درخواست کرتے ہیں ۔

جب لیکھرام آریہ ۷ مارچ ۱۸۹۷ء کو لاہور میں قتل ہوا تو بعض آریہ لوگوں نے سخت طیش میں آکر مرزا صاحب کوقتل کی دھمکیاں دیں ۔تب انہوں نے گورنمنٹ میں درخواست کی کہ میری جان کی حفاظت کے واسطے پولیس کنسٹیبلان مقرر کیئے جاویں ورنہ میں ضرور قتل ہو جاؤنگا۔ گورنمنٹ نے ایسی لغویات پر کچھ بھی پرواہ نہیں کی ۔ مرزا صاحب نے اس موقع پر ایّاک نستعین پرعمل نہ کیا۔

۱۵۔مرزا صاحب کا کوئی پیرومرشد نہیں ۔قولہ:

یقیناً سمجھو کہ نازل ہونے والا ابن مریم یہی ہے جس نے عیسی بن مریم کی طرح اپنے زمانہ میں کسی ایسے شیخ والد روحانی کو نہ پایا جواس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھہرتا۔ تب خدا تعالی خوداس کا متولی ہوا اور تربیت کی کنار میں لیا اور اس اپنے بندے کا نام ابن مریم رکھا ..پس مثالی صورت کے طور پر یہی عیسی بن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا۔کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ میں سے کسی سلسلہ میں یہ داخل ہے ۔پھر اگر یہ ابن مریم نہیں تو کون ہے؟ (ازالہ اوہام۔ص ۶۵۹، ۶۶۰)

۱۶۔ تعلّی اور غرور تکبر بہت کرتے ہیں ۔قولہ:

جو کچھ اس عاجز کو رؤیا صالحہ اور مکاشفہ اور استجابت دعا اور الہامات صحیحہ صادقہ سے حصہ وافرہ نبیوں کے قریب قریب دیا گیا ہے وہ دوسروں کو تمام حال کے مسلمانوں میں سے کسی کو ہرگز نہیں دیا گیا ۔ (ازالہ اوہام۔ص۔۷۰۱۔۷۰۲)

نیز : میں بڑے اطمینان اور یقین کامل سے کہتا ہوں کہ اگر میری ساری قوم کیا پنجاب کے رہنے والے اور کیا ہندوستان کے باشندے اور کیا عرب کے مسلمان اور کیا روم و فارس کے کلمہ گو اور کیا افریقہ اور دیگر بلاد کے اہل اسلام اور ان کے علماء اور ان کے فقراء اور ان کے مشائخ اور ان کے صلحاء اور ان کے مرد اور ان کی عورتیں مجھے کاذب خیال کرکے پھر میرے مقابل پر دیکھنا چاہیں کہ قبولیت کے نشان مجھ میں ہیں یا ان میں ۔اور آسمانی دروازے مجھ پر کھلتے ہیں یا ان پر...تو بہت جلد ان پر ظاہر ہو جائے گا

کہ وہ خاص فضل اور خاص رحمت جس سے دل مورد فیوض کیا جاتا ہے اسی عاجز پر اس کی قوم سے زیادہ ہے۔ کوئی شخص اس بیان کو تکبر کے رنگ میں نہ سمجھے بلکہ یہ تحدیث نعمت کی قسم میں سے ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۲۰۲۔۲۰۳)

نیز: یا احمد فاضت الرحمت... علی شفتیک (براہین احمدیہ۔ ص ۲۴۱)

اے احمد فصاحت اور بلاغت کے چشمے تیرے لبوں پر جاری کیے گئے (ضمیمہ انجام۔ ص ۶)

نیز: میرے برابر کوئی کلام فصیح نہیں لکھ سکتا۔ (انجام آتھم۔ ص ۵۵)

نیز: میں علم عربی میں دریا ہوں۔ (انجام آتھم۔ ص ۱۵۹)

۱۷۔ اپنے مریدوں سے چندہ یک مشت اور ماہ وار وصول کر کے اپنی آسائش اور آرام کے سامان تیار کرتے ہیں۔

لکھا ہے: ہم کو مکان فراخ کرنے کا دوبارہ الہام ہوا ہے جماعت مخلصین دوہزار روپیہ جلد فراہم کریں اور پہلے سے ثابت قدم ہو جائیں۔ (اشتہار ۱۷ فروری ۱۸۹۷ء)

۱۸۔ مرزا صاحب، مسیح ہیں اور دجال کا گدھا ریل ہے۔ اسی گدھے پر ہمیشہ سوار ہوتے ہیں۔

۱۹۔ مرزا صاحب پکے طالب دنیا اور عبدالدینار والدراہم ہیں۔

قولہ۔ مالی فتوحات آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا جس کو شک ہو ڈاکخانہ کی کتابیں دیکھ لے۔ (ضمیمہ انجام آتھم)

ب۔ حاجی سیٹھ اللہ رکھا تاجر مدراس نے کئی ہزار روپیہ دیا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۶)

ج۔ شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار سے زیادہ روپیہ دے چکے ہیں (ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۸)

د۔ منشی رستم علی کورٹ انسپکٹر گورداسپور بیس روپیہ ماہوار دیتے ہیں (۔ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۹)

ھ۔ حیدر آباد کی جماعت مولوی سید مردان علی مولوی سید ظہور علی اور مولوی عبدالمجید دس دس روپیہ ماہوار اپنی تنخواہ سے دیتے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم)

و۔ خلیفہ نورالدین صاحب پانچ صد روپیہ دے چکے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۲۹)

علی ہذا القیاس ہر طرف سے روپیہ کی درخواست رات دن روپیہ کی آمدنی۔ منی آرڈر پر منی آرڈر آرہے ہیں یا قوتیاں اور زیور تیار ہو رہے ہیں۔ العیاذ باللہ

۲۰۔ برائی اور حرام کی کمائی کے مال کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ منشی محمد جعفر بتاتے ہیں:

انہی دنوں میں مرزا صاحب کو معلوم ہوا کہ الہ دیا نام طوائف، ایک شخص برے کاموں

اور پیشہ سے تائب ہو کر موحد مسلمان ہو گیا اور اس کے پاس چند ہزار روپیہ حرام کی کمائی کا موجود ہے جس کو وہ بوجہ اتقاء اور پرہیز گاری کے اپنے کام میں خرچ نہیں کرتا۔ مرزا نے یہ خبر فرحت اثر سن کر فوراً کہلا بھیجا کہ وہ روپیہ ہمارے پاس بھیج دو ہم اشتہارات و غیرہ میں خرچ کر دیں گے۔ جب الہ دیا مذکور نے دیگر علماء دیندار سے اس کے جواز کا فتویٰ پوچھا تو انہوں نے منع کر دیا کہ راہ خدا میں ایسے روپیہ کا دینا ہرگز جائز نہیں اس سبب سے مرزا صاحب کا شکار خالی گیا۔ (تائید آسمانی، اختر ہند پریس امرتسر ۲۳ جولائی ۱۸۹۲ء)

۲۱۔ اپنی بے گناہ نیک بیوی سے ناراض ہوتے ہیں اور اپنے فرزند سے اس کی بیوی کو طلاق دلوانے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔

ایک عجیب قصہ ہے کہ مرزا نے ایک الہام مشتہر کیا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی بڑی صاحبزادی میرے ساتھ مقدر ہے۔ لڑکی کے اولیاء کو نا منظور ہوا تو آپ نے چند لطائف الحیل وغیرہ پر ان کو راضی کرنا چاہا۔ وہ راضی نہ ہوئے چونکہ مرزا احمد بیگ مدعی مسیحیت کی زوجہ کے رشتہ دار تھے اس لئے مدعی مسیحیت نے اس کو اور اپنے دیگر رشتہ داروں کو وضعداری سے بلکہ صاف لفظوں میں دھمکا کر مجبور کیا کہ وہ اس لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ نہ ہونے دیں اور جس طرح ممکن ہو روک کر میری طرف مائل کریں۔ جب ان سے یہ کاروائی نہ ہو سکی تو اپنی پہلی نیک بخت بیوی اور اس کے لائق فرزندوں سے ناراضگی ظاہر کر کے اپنے بیٹے کو عاق کرنے کی دھمکی میں یہ لکھا کہ اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دے گا تو میری وراثت سے ایک دانہ نہ پاوے گا وغیرہ۔ ایسی دھمکی سے مرزا صاحب کی غرض یہ تھی کہ فضل احمد کی منکوحہ جو مرزا احمد بیگ کی ہمشیرزادی تھی اس کو طلاق ملنے سے احمد بیگ اور اس کے دیگر قرابت داروں کو رنج پہنچے گا جس سے مرزا کی الہامی تائید کو مؤید ہو جائیں گے اور مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کا عقد مرزا غلام احمد کے ساتھ ہو جانے سے ان کے الہام کی تصدیق ہو جاوے گی۔ جس کی تصدیق ذیل کے خطوط (جو مرزا قادیانی کی قلم کے لکھے ہوئے ہیں) سے بوجہ احسن ہو جاوے گی۔

☆ قادیانی خطوط بنام احمد بیگ وغیرہ

قاضی فضل احمد لکھتے ہیں: اس جگہ مرزا صاحب کے خاص دستخطی خطوط جو مجھے ایک دوست شیخ نظام الدین پنشنر راہوں کی معرفت مرزا علی شیر، سمدھی مرزا صاحب سے ملے ہیں درج کرتا ہوں جس سے مرزا صاحب کی مسیح موعودی اور نبوت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ ان خطوں کے ملاحظہ سے ناظرین معلوم کرلیں گے کہ مرزا صاحب کیا ہیں۔ کوئی ادنی اور جاہل مسلمان بھی ایسا نہیں کرے گا اور نہ کرسکتا ہے۔ یاد رہے کہ احمد بیگ کی زوجہ مرزا قادیانی کی تایا زاد ہمشیرہ ہے۔ مرزا علی شیر کی لڑکی عزت بی بی، فضل احمد پسر مرزا قادیانی کی زوجہ ہے۔ اب مرزا محمد حسن ساکن راہوں کے خط سے معلوم ہوا کہ باوجود بہت بہکانے کے بھی فضل احمد نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی اس لئے فضل احمد کو بھی مرزا صاحب نے الگ کر دیا۔

{ مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ

...قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند مکرم کی خبر سنی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا۔ بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔ صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شائد اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا۔ خصوصاً بچوں کی ماؤں کیلئے تو سخت مصیبت ہوتی ہے۔ خداوند تعالی آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحبِ عمر عطا فرماوے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اسکے آگے انہونی نہیں آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر مطلق سے آپ کے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں ۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔ مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا تعالی کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو مجھے خدا تعالی قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اس

لئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کیلئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالی ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی۔

اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگی ہوئی ہے اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو لیکن یقیناً خدا تعالی ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔

میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہم دردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لا الہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدا تعالی کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تاکہ خدا تعالی کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدا تعالی سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدا تعالی آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالی عطا فرماوے اگر میرے اس خط میں کوئی نملائم لفظ ہو تو معاف فرمائیں۔ والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

} مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔ لیکن

اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج پہنچے گا مگر میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے اب میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ ورسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالی کا کام ہے اگر میں اس کا ہونگا تو مجھے ضرور بچائے گا۔

اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھتا کیا میں چوہڑا یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی۔ بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے، اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے۔

یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور ان کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے، وہی میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے سیاہ کرے مگر اب وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پورانہ (پرانا) رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالی سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپکی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار

کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے کرے ۔ہم اس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے ۔مرتا مرتا رہ گیا ابھی مرا بھی ہوتا ۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحب کی مجھے پہونچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں اور خوار ہوں مگر خدا تعالی کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے لہذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اس ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپ کی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب (محمدی) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لا وارث کرونگا۔ اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا بند کرا دو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں ۔اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کرونگا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔ لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے ۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتہ ناطے توڑ دونگا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔ اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا، ایسا ہی سب ناطے رشتے بھی ٹوٹ گئے ۔

یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں ۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم ۔ راقم خاکسار غلام احمد از لودہیانہ اقبال گنج ۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

{ مرزا صاحب بنام والدہ عزت بی بی

... والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالی کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دونگا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اسلئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔ اور جس طرح تم سمجھا

سکتے ہو اس کو سمجھا دو۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور دین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد، عزت بی بی کے لئے طلاقنامہ لکھ کر بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو میں امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آ جائیگا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ، محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔

سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالی کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دونگا۔ اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالی کی کہ میں ایسا ہی کرونگا۔ اور خدا تعالی میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔ راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

} عزت بی بی بطرف والدہ

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو۔ مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے اگر تم اپنے بھائی، میرے ماموں کو، سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو۔ اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔ اگر منظور نہیں تو خیر جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ۔ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

(نوٹ از مرزا صاحب) جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے اگر نکاح رک نہیں سکتا پھر بلاتوقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دو تا کہ اس کو لے جائے۔

☆ قادیانی خطوط سے متعلق خطوط

مرزا قادیانی کے دست خطی خطوط اور ان کے مضامین کی تصدیق سے متعلق خطوط اور مصنف کلمہ فضل رحمانی کا مذہبی خیال

} بندہ مسکین محمد حسین عفی عنہ راہون ۔۴۔اگست ۱۸۹۸ء

نحمدہ ونصلی ۔حضور من السلام علیکم ۔ ورود اعزاز نامہ سے مشرف وممتاز فرمایا۔اب اصل ماجرا عرض کرتا ہوں ۔جس روز بندہ نے حضور کی خدمت میں خط لکھا اس سے اگلے روز قادیان سے میرے حضرت کا فرمان فیض بنیان معہ ایک نقل بیعنامہ رجسٹری شدہ کے شرف صدور لایا جو بجنسہ ارسال حضور ہے۔

۲۔ قادیانی نے اپنی جائیداد جدی میں سے ایک باغ اپنی منکوحہ کے نام رہن کر دیا ہے اور اس کے عوض اس سے زیور اور کرنسی نوٹ لئے ہیں چار ہزار کا زیور اور ایک ہزار کے نوٹ ۔ ہر ایک عقل مند سوچ سکتا ہے کہ یہ کام اس مرزا نے فقط اس غرض سے کیا ہے تاکہ دوسرے لڑکے جو پہلی بیوی سے ہیں محروم ہو جائیں ۔ بھلا خیال تو فرماویں کہ زیور اور نوٹ بیوی کہاں سے لائی ۔آیا وہ اس کے والدین کی کمائی ہیں؟

دوسری، بعد لکھنے بیع نامہ کے مرزا صاحب نے وہ زیور کیا کیا؟ بیوی ہی کو دے دیا ہوگا۔ یہ فقط ایک دھوکہ تھا۔حضور پر پہلے بھی روشن ہے کہ مرزا صاحب کے والد صاحب مرزا غلام مرتضی کے گھر میں ہمارے حضرت مرزا شیر علی کی حقیقی پھوپھی تھی ۔ اور علی ہذا القیاس مرزا غلام احمد کی بڑی بیوی بھی ہمارے حضرت کی حقیقی ہمشیرہ ہے جو عرصہ سے فوت ہوگئی ہے اور اس کے بطن سے دو بیٹے ہیں بڑے کا نام سلطان احمد ہے جو ملتان کے ضلع میں تحصیل شجاع آباد میں تحصیلدار ہے اور چھوٹے کا نام فضل احمد ہے جو حضرت صاحب کا داماد ہے۔مرزا غلام احمد کے ایک بھائی ان سے بڑے اور تھے جن کا نام غلام قادر تھا وہ بے اولاد تھے۔انہوں نے سلطان احمد فرزند کلاں مرزا صاحب کو اپنا متبنی کرلیا۔لہذا کل جائداد میں نصف مرزا غلام احمد اور نصف سلطان احمد حصہ دار ہوئے ۔اب فضل احمد چھوٹا بیٹا مرزا کی جائیداد کا حسب حصہ حق دار ہے کیونکہ مرزا کی دوسری بیوی سے جس کے نام باغ رہن کیا گیا ہے شاید دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔اب فضل احمد کو اس جدی حصہ سے محروم کرنے کے لئے مرزا صاحب نے یہ حیلہ کیا ہے کہ باغ بیوی کے نام رہن کر دیا۔باقی جائیداد کا کوئی اور

بندوبست کرے گا۔ خیر حضور کو یاد ہوگا کہ مرزا کے دونوں خط خود علی شیر اور ان کی بیوی کے نام ہیں۔ انہیں حضور نے پڑھا ہوگا: کہ

اگر فضل احمد نے میرے کہنے سے اپنی منکوحہ دختر مرزا شیر علی کو طلاق نہ دیا تو وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔

مرزا صاحب اسی امر میں ساعی رہے کہ میرے ہر دو بیٹے اور مرزا علی شیر اور ان کی زوجہ جو مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ تھیں اپنے بھائی سے لڑ بھڑ کر ناطہ پر راضی کریں تاکہ میرا الہام سچا ہو۔ مرزا صاحب علی شیر کی ہمشیرہ یعنی اپنی بڑی بیوی کو انہوں نے ناراض ہوکر الگ کر دیا ہوا تھا۔ کہ اس نے کچھ نمایاں کام نہ کیا وہ اپنے بیٹے سلطان احمد (کے ساتھ تھیں) چونکہ ان متعلقین نے مرزا صاحب کی کچھ بھی مدد نہ کی لہذا ان سب کو الگ کر دیا اور کھانا پینا گفتگو بالکل ترک کر دیا۔ بلکہ یہ لوگ مرزا صاحب کی الہامی جورو کے نکاح میں شریک ہوئے ..اور اس کو مخبوط الحواس سمجھ کر جلدی اس امر میں کوشش کر کے اس کا نکاح موضع پٹی میں ایک لڑکے مسمی مرزا سلطان محمد سے کرا دیا۔ اور مرزا صاحب اپنے ایک خط میں فرما چکے ہیں کہ:

اس نکاح کے شریک میرے دشمن ہونگے۔

افسوس مرزا صاحب کی عقل پر، الہامی بات اور بندوں پر مخالفت کے سبب غصہ

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

خیر فضل احمد نے مرزا صاحب اپنے والد کی عدول حکمی کی کیونکہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دیا اسی لئے فضل احمد اور اور متعلقین سے قطع تعلق کر بیٹھے ہیں۔

لہذا بعد مفصل حال کے عرض ہے کہ نقل رہن نامہ رجسٹری شدہ ارسال حضور ہے اس کو بھی درج کتاب فرماویں۔ حضرت صاحب نے یہ وثیقہ کی نقل حکم نامہ کے ساتھ بندہ کو بھیجی ہے اور بایں الفاظ لکھا ہے:

وثیقہ کا کاغذ بھیجا جاتا ہے اس کی نقل کر کے اپنے پاس رکھ لو اور اصل کاغذ کورٹ انسپکٹر (قاضی فضل احمد) صاحب کی خدمت میں بغرض اندراج کتاب بھیج دو۔

} باسمہ سبحانہ مخدوم مکرم بندہ حضرت مولانا صاحب السلام علیکم..

آپ کا نوازش نامہ معہ دو کاپی کتاب کلمہ فضل رحمانی شرف صدور لایا اور مشکور فرمایا۔

جناب من ! مرزائی گروہ کی معلومات سے صاف پایا جاتا ہے کہ انکو اپنے پیغمبر کے حالات اندرونی معلوم نہیں اسی لئے دھوکہ میں کتنی بڑی موٹی بات سے انکار کر دیا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

بندہ خدا اگر فضل احمد ان کا کوئی بیٹا نہ ہو، تو مجھے اس کے بیٹے بنانے کی خواہ نخواہ کچھ ضرورت ہے۔ جو کچھ کہ خطوط مرزا قادیانی میں درج ہے اس میں ایک سر مو فرق نہیں۔ میں بھی باشندہ اسی ضلع کا ہوں مجھے خود اس کا علم ہے کہ مرزا سلطان احمد فرزند کلاں مرزا صاحب اور بندہ ایک ہی ماہ ستمبر ۱۸۷۷ء میں محکمہ پولیس گورداسپور میں ملازم ہوئے تھے اور اکٹھے قواعد پریڈ کرتے رہے اور وہ میرے نہایت دوست ہیں پھر محکمہ پولیس کو چھوڑ کر سول میں ملازم ہو گئے تھے۔ مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد دونوں حقیقی بھائی پہلی بیوی سے ہیں جس کو مرزا صاحب نے ناراض ہو کر الگ کر رکھا تھا۔ اب عرصہ دو ماہ سے ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرزا فضل احمد، مرزا صاحب قادیانی کا فرزند دلبند ہے جس نے باوجود سخت دھمکانے مرزا صاحب کے اور خوف دلانے محروم الارث کرنے کے اپنی بیوی کو جو مرزا شیر علی صاحب کی دختر ہے طلاق نہ دی جس کا نتیجہ مرزا صاحب نے حسب وعدہ خود یہ دکھلایا کہ ان کو محروم کرنے کے لئے اپنی جائیداد کو پانچ ہزار میں اپنی بیوی کے پاس رہن رکھ دیا جس کی نقل رجسٹری آپ کی خدمت میں بھیجی جا چکی ہے۔ زیادہ طویل تحریر سے کچھ فائدہ نہیں۔

اب میں دو خط مرزا محمد حسین ؟ ساکن راہوں ضلع جالندھر تلمیذ و مرید حضرت مرزا شیر علی سمدھی مرزا غلام احمد قادیانی آپ کی خدمت میں اس عریضہ کے ساتھ بھیجتا ہوں جس سے ایسی تسلی ہو جاوے گی کہ چون و چرا کرنے کی بھی نوبت نہ ہوگی۔ مجھے نہایت افسوس ہے اور ساتھ ہی تعجب ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائی لوگوں کے دماغ میں ایسی ضد بھر گئی ہے کہ جب کسی کو مخالف دیکھتے ہیں تو اس کو بھی دھمکی ایک سال کی پیش گوئی اس کی موت کی بابت دیتے ہیں۔ اس بات کو میں اپنی کتاب میں بھی درج کر چکا ہوں کہ مرزا صاحب نے کبھی یہ دعا نہ کی کہ میرے مخالف بقول ان کے راستہ پر آجائیں۔ جب غصہ میں آئے یہی پیش گوئی کی کہ وہ ۱۵ ماہ مرے گا، وہ ایک سال میں مرے گا۔ مزہ تب تھا کہ مرزا صاحب کی دعا سے لیکھرام مسلمان ہوتا۔ پادری ہنری کلارک اسلام لاتا۔ ماسٹر مرلی دھر مسلمان ہوتے۔ عبداللہ آتھم ایمان قبول کرتے۔ مرزا امام الدین بیگ برادر کلاں مرزا برے نہ بنتے۔ مرزا صاحب کی اولاد بھی مرزا صاحب کو قبول کر لیتی قادیان کے لوگ بھی ایمان لے آتے۔ اتنی شورا شوری اور صرف ۳۱۳ مرید وہ بھی ڈھلمل یقین۔ مرزا صاحب کی الہامی

جورو جس کا نکاح مرزا صاحب کے خدا نے آسمان پر کیا تھا، مرزا کے دیکھتے دیکھتے اور ان کے خدا کی موجودگی میں دوسرے شخص مرزا سلطان محمد ساکن پٹی علاقہ لاہور کے گھر میں آباد شاد اور صاحب اولاد نہ ہوتی۔ افسوس۔

میں نے اپنی کتاب میں مرزا صاحب کو کافر، کذاب، مخالف بزرگان اسلام، مسلمانوں کا دشمن، عبدالدینار وغیرہ وغیرہ خارج از اسلام لکھ دیا ہے۔ میری کتاب کا پچھلا حصہ جس میں توہینات انبیاء، دعوی نبوت عقاید اعمال مرزا صاحب کے درج ہیں، صاف ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب بموجب اقوال خود کافر اور نائب دجال وغیرہ ہیں اور یہی میرا عقیدہ ہے اور ویسا ہی مرزا صاحب کو جانتا ہوں۔ ان کا دعوی مسیح موعود اور مہدی مسعود اور مجدد وغیرہ کا بالکل لغو اور جھوٹ ہے۔ پس جو مرزائی اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ فضل احمد مرزا صاحب کا کوئی بیٹا نہیں، وہ مرزا صاحب سے اس بات کا انکار لکھوا دے یا مرزا صاحب خود ان خطوط کا انکار کر کے اشتہار دیں کہ یہ خطوط جھوٹے اور جعلی ہیں اور پھر اپنی موت کے بارہ میں ایک سال یا جتنا مناسب سمجھیں، اقرار شائع کریں اگر وہ سچے ہیں، مگر وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ آپ کی ان خطوط سے جو میں بھیجتا ہوں اور بھی تسلی ہووے گی اور مرزا صاحب اور مرزائی بخوبی نادم ہوں گے۔

مرزائی لوگوں کو شرم آنی چاہیے میں نے اپنا عقیدہ لکھ دیا ہے اور جو کتاب میں بدلائل لکھا ہے۔ مرزا صاحب یا ان حوارین ایک دفعہ نہیں، بیس دفعہ پیش گوئی کرتے پھریں اور میعاد بھی لگا لیں، بندہ ان گیدڑ بھبکیوں سے نہیں ڈرتا۔ مرزا صاحب اپنی پیش گوئیوں سے عبداللہ آتھم کو تو مار چکے۔ اپنی الہامی جورو کے خاوند کو مار چکے۔ مرزا امام الدین کو مار چکے۔ پادریوں، آریوں کو مار چکے۔ اگر مرزا صاحب ایسا کر چکے ہیں، تو سچے ہیں ورنہ وہ ہی کذاب۔ جب یہ حالت ہے تو مسلمانوں کو موت کی پیش گوئی کی دھمکی دینا ہیچ ہے۔ پہلے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو ہی مارا ہوتا۔ یا مولوی عبدالحق امرتسری کو فنا کیا ہوتا۔ کیا شرم کی بات ہے، خدا کا خوف کرنا چاہیے۔

مخلص من! مرزائیوں کی ایسی ویسی باتوں پر امید ہے کہ آپ بالکل خیال نہ فرمائیں گے نہ فرمایا ہے۔ میں انشاء اللہ کبھی کوئی بات بلاتحقیق درج نہیں کرتا نہ کرونگا اور نہ کی ہے۔ مجھے مرزا صاحب سے کوئی عداوت نہیں ہے، سوائے اس کے کہ انہوں نے تمام جہان کے بزرگوں، مولویوں اور انبیاؤں کو گالیاں دے کر عام مسلمانوں کا دل دکھایا ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں میں ملازم سرکار ہوں، مجھے کسی سے لڑائی جھگڑا کرنا کیا ضرور۔ بھائی مسلمانوں کی خیر خواہی اور اسلام کی

حفاظت کی غرض سے کتاب لکھ دی ہے خدا جس کو ہدایت دیوے تمام دنیا ایک طرف مرزا صاحب ایک طرف .... نیاز مند فضل احمد عفی عنہ از لودہانہ ۱۱ستمبر ۱۸۹۸ء

} از بندہ مسکین محمد حسین راہون ۳۱مئی ۱۸۹۸ء

جناب من السلام علیکم : افتخار نامہ فیض شامہ بدر کی طرح شرف ورود لایا۔ بندہ کے دل و جان کو سرفرازی سے سراپا روشن فرمایا۔شافی مطلق جل شانہ بحرمت رسول مقبول ﷺ آنحضور کو صحت کلی عطا فرماوے۔آمین ثم آمین

۱۔ حضرت مرشد مرزا صاحب علی شیر دام فیوضہ قادیان ہی کے باشندے ہیں اور مرزا قادیانی کے ماموں زاد بھائی ہیں ۔مرزا غلام مرتضی کے گھر میں ان کی حقیقی پھوپھی تھیں ۔غلام احمد کی پہلی بیوی میرے حضرت کی حقیقی ہمشیرہ ہیں جن کے بطن سے دو فرزند بڑا سلطان احمد اور چھوٹا فضل احمد ہے۔ اول الذکر تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان میں تحصیل دار ہے اور فضل احمد کو مرزا صاحب علی شیر کی بیٹی بیاہی ہوئی ہے۔گو مرزا قادیانی نے اپنے بیٹے فضل احمد کو ہر طرح چاپلوسی کی اور جائداد سے بے تعلق کر دینے کی دھمکی بھی دی مگر اس نے ہرگز طلاق دینا منظور نہ کیا۔اور وہ اپنے باپ کا سخت مخالف ہے اور اپنی بیوی سے ہر طرح راضی وخوشی ہے ۔ بڑا بیٹا بھی مخالف ہے مرزا سے ۔ ہاں مرزا صاحب نے اپنی بڑی بیوی ان دونوں کی والدہ کو اپنے سے علیحدہ کر دیا ہے اور مرزا صاحب علی شیر اپنے بھائی کے ہاں قادیان ہی میں رہتی ہے ۔مرزا غلام احمد اور ہمارے حضرت کے مکان میں صرف ایک دیوار ہی ہے، بندہ خود قادیان جا کر دیکھ آیا ہے ایک طرف وہ رہتے ہیں ایک طرف وہ ۔ اور حضرت صاحب مرزا علی شیر کی ہمشیرہ کا نان نفقہ (سلطان محمد کرتا ہے؟)

۲۔مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی ہمشیرہ ہمارے حضرت کے نکاح میں تھی جو کئی سال سے انتقال کر گئیں ۔جن کی بیٹی کے بارے میں مرزا کا الہام ہے۔

۳۔شاید حضور نے ایک شخص خاکی شاہ باشندہ راہون کا ملاحظہ فرمایا ہوگا جو مرزا غلام احمد کے معتقد اور مرزا صاحب کے خلیفہ حکیم نورالدین صاحب کے قدم بقدم چلنے والا ہے ۔ وہ چند مہینے ہوئے راہوں میں آیا اور اس نے مرزا صاحب کے مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونیکی بابت بڑی وعظ کی اور آ کر شہر والوں کے اعتقاد میں فرق ڈالا ۔اس شخص کو بندہ نے مرزا کا سارا حال سنایا کہ مرزا کے دستخطی خطوط میرے حضرت کے پاس ہیں اور ہم تو اس کو بڑا مکار اور کذاب جانتے ہیں ۔ بندہ نے حضرت

کی خدمت میں نیاز نامہ بطلب خطوط لکھا چونکہ حضرت عرصہ ڈیڑھ سال سے راہوں میں تشریف نہیں لائے تھے بندہ کی عرض پر مع ہرسہ خطوط تشریف لائے ۔ خاکی شاہ پہلے ہی چلتا ہوا ۔ راہوں میں یہ ہرسہ خطوط سب رؤساء کو دکھائے گئے جس سے مرزا کا مکر وفریب اظہر من الشمّس ہوگیا، جب حضور کا فرمان طلبی ہرسہ خطوط کا صادر ہوا تھا اور معرفت چچا صاحب نظام الدین بندہ کو ملا تھا اس وقت میرے حضرت رڑکی مغلاں میں جو راہون سے چھ کوس کے فاصلہ پر تشریف لے گئے تھے ۔ آپ کے فرمان کو پڑھ کر بندہ خود جا کر ہرسہ خطوط بڑے اصرار سے لایا تھا ۔ وہ فرماتے تھے کہ کہیں گم نہ ہو جائیں ۔ آج کل وہی خاکی شاہ قادیان میں ہے ۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ خط جلدی راہوں سے میرے پاس روانہ کر دو اس لئے بندہ نے حضور کی خدمت بابرکت میں عریضہ طلبی خطوط کا لکھا تھا ۔ شاید آنحضرت نے اسی خاکی شاہ کو دکھلانے ہوں گے ۔ آپ بلا اشتباہ ان خطوط کو مشتہر فرما دیں ۔ بندہ حضور کو یقین دلاتا ہے کہ حضرت مرزا علی شیر صاحب ہرگز اس پائے کے آدمی نہیں کہ حق کی مخالفت کریں ۔ حضرت حاجی محمود جالندھری نقشبندی کے خلیفہ ہیں اور اس وقت ان کی نظیر کا درویش باخدا کم ہوگا ۔ شائد حضور نے بھی جالندھر پولیس میں آنحضرت کی زیارت کی ہوگی ۔ جس وقت خط میں رڑکی سے لینے گیا تھا تو انہوں نے اس وقت بھی مجھے تاکیداً فرمایا تھا کہ دیکھنا کہیں گم نہ ہو جائیں اور لدھیانہ سے واپس آنے کے بعد رجسٹری کرا کر ہمارے پاس بھیج دینا ۔ بندہ نے عرض کی کہ بہت خوب ۔

۳ ۔ لہذا اب اخیری عرض یہ ہے کہ ہرسہ خطوط یا تو بسبیل ڈاک یا کسی خاص معتبر کے ہاتھ لفافے میں بند کر کے روانہ فرماویں ۔ اور کسی طرح کا شک وشبہ اپنے خیال مبارک میں نہ لاویں بندہ نے مفصل سب حال عرض کر دیا ہے ۔ اب بندہ کو بھی انشاء اللہ امید ہے کہ حضور کے کل شبہات دور ہو جاویں گے ۔

} از بندہ مسکین مرزا محمد حسین عفی عنہ ۔

جامع فضائل وکمالات روحانی وایمانی حضرت مولانا مولوی صاحب وعلیکم السلام :

اشتہارات مرسلہ آنحضور معہ اعزاز نامہ پہنچے ۔ حضور نے اپنے اخلاق بزرگانہ وطبع کریمانہ سے اس قدر اس عاجز کو ممنون احسان فرمایا ہے جس کا بیان مالا کلام ہے ۔ البتہ اللہ تعالی اس کے عوض میں اپنی رحمت کاملہ سے آنحضور پر رحمت فرماوے اور اپنی درگاہ عالیہ سے حضور کو

اپنے خاصوں کے زمرہ میں منسلک فرماوے ۔ آمین ۔ بحرمت سید عالم سرور بنی آدم ﷺ ، حضور کے اشفاق نامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزائیاں بھائی صاحب فضل احمد کو مرزا غلام احمد کا بیٹا ہونے سے انکار کرتے ہیں اور دختر مرشدنا حضرت مرزا علی شیر صاحب منکوحہ اخویم مرزا فضل احمد کو مرزا صاحب کی بہو ہونے سے بھی منکر ہیں یہ انکاران حضرات کی لاعلمی پر دال ہے ۔ یہ احقر بھی حضور ہی کا فقرہ لکھتا ہے کہ افسوس ہے کہ مرزائیوں کو اپنے پیغمبر کے گھر کا حال بھی معلوم نہیں ۔ بندہ نے جو کچھ پہلے عریضوں میں حالات عرض کئے ہیں بوجہ ہم قوم ہونے کے یہ جس طرح معلوم ہیں اس میں ہرگز کچھ بھی غلطی نہیں ہے جو صاحب اس کو غلط کہیں انہیں ان معاملات سے بے خبری ہے ۔ کسی اور مرزا صاحب کے رشتہ دار سے اگر یہ امر دریافت کیا جاوے تو وہ بھی اسی طرح بیان کریں گے ۔ مرزا صاحب خود بھی فضل احمد کے بیٹا ہونے سے انکار نہیں کر سکتے اگرچہ نکاح میں کوشش نہ کرنے کی وجہ سے اس سے ناراض ہیں ۔ مرزا صاحب سے ان کے معتقدین دریافت کرلیویں ۔

مرزا سلطان احمد و فضل احمد کی والدہ یا دوسرے الفاظ میں ہمارے حضرت صاحب کی حقیقی ہمشیرہ کو مرزا صاحب نے طلاق تو نہیں دی مگر ان کو جب سے ان کی الہامی زوجہ کا نکاح سلطان محمد سکنہ پٹی سے ہوا، الگ کر چھوڑا تھا ۔ کسی قسم کا تعلق خرچ وغیرہ کا نہیں رکھا تھا ۔ مرزا سلطان احمد اپنے بیٹے کے مکان میں ان کی والدہ شریفہ آگئی تھیں ۔ بالکل آمدورفت کلام باہمی بند رہی حتی کہ چند ماہ کا عرصہ ہوا اس مرحومہ نے اس جہان سے رحلت کی ۔ بندہ قادیان جا کر اخیر جنوری ۱۸۹۳ء میں یہ امر بچشم خود دیکھ آیا تھا اور وفات تک وہ اسی طرح گذر گئیں ۔ کسی طرح سے مرزا صاحب نے ان سے صفائی نہیں کی بلکہ مجھے کامل امید ہے کہ ان کی تجہیز و تکفین میں بھی مرزا صاحب شریک نہیں ہوں گے کیونکہ اسی نکاح سے سب رشتہ داروں سے موصوف نے قطع تعلق کر دیا ہے ادھر مرزا صاحب حضرت خواجہ محمد علی شیر سے اور ادھر مرزا نظام الدین و کمال الدین سے (امام الدین پیر خاکروباں کے بھائی ہیں) رشتہ ناطہ مرگ شادی پر آمدورفت بند ہے ۔ جو کچھ میں نے لکھا ہے پوری واقفیت سے لکھا ہے اور یہ عین ٹھیک ہے اس سے زیادہ اور کیا عرض کروں ۔

ایک بات بندہ پھر عرض کرے گا وہ کیا کہ مرزا صاحب اپنی بڑی بیوی صاحبہ کے جنازہ پر تشریف لے گئے ہیں یا نہیں اوپر کی سطروں میں بندہ نے اپنا قیاس ظاہر کیا ہے ۔

دختر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے نکاح سے مرزا سلطان احمد صاحب تادم مرگ اپنی والدہ مرحومہ کے خرچ کے متکفل رہے اور مرزا صاحب نے انہیں کچھ مدد نہیں دی ۔

☆ دستاویز رہن پر تبصرہ

کتاب کلمہ فضل رحمانی کے صفحہ ۱۳۲ ۔ ۱۳۳ پر وہ دستاویز ہے جس کے ذریعہ مرزا صاحب نے اپنی جائداد کا ایک حصہ اپنی اہلیہ کے پاس رہن رکھا تھا ۔ (یہ دستاویز ہم تحریک ختم نبوت جلد نہم میں نقل کر چکے ہیں اس لئے یہاں حذف کی جاتی ہے) اس کے بعد صفحہ ۱۳۴ پر اس دستاویز پر ملا محمد بخش قادری منیجر اخبار جعفر زٹلی لاہور کا تبصرہ ہے جو درج ذیل ہے:

اگر مرزا صاحب کو : اسپ وزن شمشیر وفادار کہ دید ۔ کی خبر ہوتی تو ہرگز اپنی عورت کے نام رجسٹری نہ کراتے ۔ مرزا صاحب نے خواہ کتنا ہی لطائف الحیل طمع دنیوی سے نصرت بیگم کو راضی کرنے کی کوشش کی ۔ جب مرزا کو کچھ روپیہ کی ضرورت آ بنی تو اس نے ایک چھلہ تک نہیں دیا کہ مرزا صاحب کے وقت بے وقت کام آتا بلکہ اس نے زیورات کے عوض جناب سے تمام باغات زمین وغیرہ رہن وگرو کرالی اور رجسٹر کرالی ۔ کیا یہ سب باتیں اس کی اطاعت کی ہیں ۔ نہیں ہرگز نہیں اس نے ایسے شخص کا فر بلکہ اکفر کا ذرا بھی اعتبار نہیں کیا ۔ پس جب گھر کا یہ حال ہو رہا ہے تو دوسروں پر کیا شکایت

اول ہم پوچھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جو زیور مالیتی پانچ ہزار روپیہ کے عوض باغات واراضی وغیرہ اپنی بیوی نصرت جہاں بیگم کے پاس گرو، رہن رکھ کر رجسٹری کرادی ہے تو یہ زیورات آپ کی اہلیہ کے پاس آپ کے دیئے ہوئے تھے یا نہیں؟ اگر آپ کے ہی تھے تو کیا آپ کو بوقت ضرورت اس سے عاریتا ... نہ تھا ۔ اگر تھا تو اس کے عوض اس قدر اراضی باغات کا یہ گرو نامہ رجسٹری کرا دینا دوسری بیوی سے فضل احمد وسلطان احمد صاحب کے حقوق کو زائل کر دینے کا منشا ظاہر نہیں کرتا ۔ ...اس جہان سے گم ہوتے ہی ڈھائی منٹ میں یہ رجسٹری منسوخ ہو جاوے گی ۔ مرزا صاحب کیا خدا کا یہی حکم تھا کہ حقداروں کے حقوق چھین کر دوسروں کو دیئے جائیں ۔

دوم ۔ آپ کو (کون سی ایسی؟) ضرورت تھی کہ آپ نے یہ کام بھی خلاف شرع کیا

سوم ۔ جب کہ آپ اس قدر مالدار ہیں ، اور مثیل مسیح ہیں کس طرح سچا سمجھا جاوے جب کہ خود مسیح جس کی مثیل آپ بنتے ہیں فرماتے ہیں : پرندوں کے لئے تو بسیرا کرنے کے لئے جگہ ہے مگر ابن آدم (یعنی مسیح) کے لئے کوئی جگہ نہیں کہ وہ سر چھپا سکے ۔

چہارم ۔ اگر آپ نصرت جہان بیگم سے زیورات مالیتی پانچ ہزار لے لیتے اور اس کے عوض باغات زمین وغیرہ نہ عائد ہو تو ہم کہتے ہیں کہ اپنے اس جھگڑے کو اپنی حین حیات مطابق شرع محمدی کیوں فیصل نہیں کیا۔

پنجم ۔ جو اراضی و باغات آپ نے نصرت بیگم کے پاس گروی رہن کر دی ہیں اس کی آمدنی وخرچ وغیرہ آپ کی تحویل میں رہے گا یا نہیں ۔ اور آپ اس کام کی انجام دہی کے عوض کچھ ماہانہ لیا کریں گے یا نہیں ۔ اگر لیں گے تو بیوی کے نوکر کہلائیں گے یا نہیں ، اگر نہیں تو کیوں نہیں ۔

ششم ۔ اگر یہی خدمت کوئی دوسرا انجام دے تو آپ کی اجازت درکار ہے یا نہیں ۔ اگر ہے تو کیوں؟

ہفتم ۔ باغ کے پھل وغیرہ کو آپ اپنی بیوی کی بلا اجازت حاصل کریں گے یا نہیں ۔ اگر حاصل کریں گے تو کیوں؟

غرض کہ مرزا صاحب کو رتی رتی پھل پھول بشرط اجازت لینی پڑے گی ورنہ حرام کھائیں گے ۔

ملا محمد بخش قادری مینجر اخبار جعفر زٹلی لاہور

خاتمہ کتاب کلمہ فضل رحمانی: قاضی فضل احمد لکھتے ہیں:

کتاب ہذا بجواب رسائل اربعہ انجام آتھم وضمیمہ تصنیف مرزا بباعث عدیم الفرصتی پانچ ماہ کے عرصہ میں ختم ہوئی ۔ میں نے اس میں مرزا صاحب کے خیالات ابتدائی وانتہائی کو حتی الوسع انہی کی تالیفات سے نہایت تہذیب کے ساتھ نقل کیا ہے ۔ بعد اس کے ان کے دعاوی نبوت اور توہینات انبیاء اور عقائد اور اعمال کو بھی انہی کی تصانیف الہامی سے ہدیہ ناظرین کیا ہے اور علمی بحث میں اور آیات واحادیث کی تاویلات اور منطقی جھگڑوں اور صرف ونحو کے بکھیڑوں سے مطلق تعلق نہیں رکھا کیونکہ عوام کو ان سے دل چسپی نہیں ہوتی اسی واسطے میں نے زیادہ تر عوام ہی کے سمجھانے کے لئے کوشش کی ہے اور یہی دعا ہے امید ہے کہ جہاں کہیں کوئی غلطی یا سہو بہ تقاضائے بشریت ہوئی ہو تو اس سے معاف فرما کر اصلاح فرمائی جاوے اور بالخصوص حضرات علماء وفضلاء و مفتیان شرع دین متین کی خدمت بابرکت میں نہایت ہی ادب سے التماس ہے کہ مجھے مرزا صاحب سے کوئی ذاتی عداوت یا دشمنی نہیں ہے بلکہ وہ میرے ہم وطن ہیں اور مرزا سلطان احمد

تحصیلدار ضلع ملتان مرزا صاحب کے فرزند کلاں میرے نہایت دوست ہیں۔ درانحالیکہ مرزا صاحب ان سے ناراض نہیں ہوئے تھے میں اور وہ ایک ہی وقت میں (۱۸۷۷ء) پولیس ضلع گورداسپور میں نوکر ہوئے تھے اور چند روز کے بعد وہ صیغہ سول میں نوکر ہو گئے تھے۔ مگر افسوس کہ مرزا غلام احمد صاحب نے فوراً کایا پلٹ لی اور کایا بھی ایسی پلٹی کہ شناخت کرنا ہی نہایت مشکل ہو گیا اور اسلام کے دائرہ سے ایسا تجاوز کیا کہ گویا استعفیٰ قطعی داخل کر دیا۔

حضرات علماء! مرزا صاحب کے خیالات وتوہمات وسوسات دعاوی نبوت اور توہینات انبیاء وعقاید واعمال پر توجہ مبذول فرما کر عوام کو صاف طور پر اس ابتلاء سے بچاویں اور اپنے فرائض کے پورا کرنے میں سعی بلیغ فرماویں اور اس خاکسار ذرہ بے مقدار کو دعائے خیر سے مشکور فرمائیں

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب آمین

رؤیا: ۵ جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ جب کہ میں صبح ساڑھے چار بجے مسودہ اصلی پر سے پورے طور پر کتاب ہذا کو لکھ اور ختم کر چکا تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ مجلس میں قریباً سات آدمی بیٹھے ہوئے ہیں اور مولوی مشتاق احمد چشتی صابری مدرس گورنمنٹ سکول لدھیانہ بھی میرے پاس دہنی طرف بیٹھے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی وہاں پاؤں پسارے پڑے ہیں۔ مرزا صاحب کا سرننگا اور عین وسط سے پیشانی تک استرہ سے منڈا ہوا ہے، اور داڑھی آپ کی قینچی سے کتری ہوئی ہے۔ اس مجلس میں کسی نے کہا کہ آپ سب لوگ مرزا صاحب کے مخالف کیوں ہیں میں نے کہا کہ ہم کو بلکہ کل اہل اسلام کو مرزا صاحب سے کوئی ذاتی یا دنیاوی غرض سے مخالفت نہیں۔ مرزا صاحب نے ہی اپنے عقاید اور اعمال اہل اسلام کے مخالف کر لئے ہیں یہی وجہ مخالفت ہے۔ مرزا صاحب نے پنجابی میں کہا ایویں کوئی کچھ کہدے۔ میں نے کہا مرزا صاحب کیا آپ کے کل الہاموں اور مؤلفہ کتابوں میں عقاید اور اعمال درج نہیں ہیں؟ کیا ان تحریری دستاویزات سے جو بڑی تعلّی سے شائع کئے جاتی ہیں انکار ہے؟ ناحق کسی کو کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ تب مرزا صاحب نے گھسیانی صورت بنائی اور نیچے آنکھیں کر لیں اور خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی اور ساڑھے چار بجے تھے۔ مجھے اس خواب سے اطمینان ہوئی۔

☆☆☆

الہامات مرزا

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا رسالہ الہامات مرزا پہلی مرتبہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا، اور اس کا تیسرا اڈیشن ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا جس دیباچہ میں آپ نے لکھا:

} دیباچہ طبع سوم

رسالہ الہامات مرزا طبع اول، دوم کے نسخے تو ایسے جلد ختم ہوئے کہ شائقین دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ طبع ثالث میں توقف تھا کیونکہ جواب کے لئے طبع اول میں مرزا صاحب کو پانچ سو روپئہ کا وعدہ تھا اور طبع ثانی میں ہزار کا۔ اس لئے گمان غالب تھا کہ ضرور کوئی جواب نکلے گا مگر افسوس کہ مرزا جی نے براہین احمدیہ کی طرح باوجود معقول انعام کے جواب کی طرف توجہ نہ کی۔ یہاں تک کہ سال گذر گیا۔ لاچار شائقین کے اشتیاق سے مجبور ہو کر مع ترمیم ضروری کے شائع کیا گیا ہے مگر مرزا جی کا انعام منسوخ نہیں۔ اب بھی جواب دیں، تو رقم مذکور، بلکہ اس سے دوگنی ان کے پیش کریں گے بشرط مذکور اڈیشن اول۔

مرزا غلام احمد قادیانی (لفظ قاضیاں پنجابی محاورہ کے مطابق ضاد تو دال سے بدل گیا اور قاضیاں، کادیاں ہو گیا چنانچہ ڈاک خانہ کی مہر میں بلکہ مرزا جی کے انگریزی اشتہاروں میں کادیان کو، کے K، سے لکھا ہے۔ اگر بڑے قاف سے ہوتا تو، کیو Q، سے ہوتا۔ خاص خبر ہے کہ مرزا جی نے کوشش کی تھی کہ ڈاک خانہ کی مہر بدل جائے مگر وہ درخواست منظور نہ ہوئی۔ ثناء اللہ) نے جب سے دعوی مسیحیت موعودہ کا کیا ہے فقیر ان کے دعوی کی نسبت بڑے غور اور فکر سے تامل کرتا رہا۔ انکی اور انکے ہوا خواہوں کی تحریریں جب دستیاب ہوئیں عموماً دیکھیں۔ استخارات سے کام لیا، مباحثات کئے۔ ایک دفعہ کا واقعہ خاص قابل ذکر ہے کہ حکیم نور الدین صاحب سے بمقام امرتسر وقت تخلیہ میں کئی گھنٹہ گفتگو ہوئی۔ آخر حکیم صاحب نے فرمایا کہ ... بحث مباحثہ سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا آپ حسب تحریر مرزا مندرجہ رسالہ نشان آسمانی استخارہ کیجئے۔ خدا کو جو منظور ہوگا آپ پر کھل جائے گا۔.. چنانچہ میں نے ۱۵ روز حسب تحریر مرزا مندرجہ نشان آسمانی ان کی نسبت استخارہ کیا.. بالکل رنج اور کدورت کو الگ کر کے نہایت تضرع کے ساتھ جناب باری میں دعائیں کیں۔..آخر چودھویں رات میں نے مرزا جی کو خواب میں دیکھا کہ

آپ ایک مکان میں سفید فرش پر بیٹھے ہیں۔میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور سوال کیا ... کہ آپ کی مسیحیت کے کیا دلائل ہیں۔آپ نے فرمایا تم دوزینے چھوڑ رہے ہو۔ پہلے حضرت مسیح کی وفات کا مسئلہ، پھر عدم رجوع کا مسئلہ طے ہونا چاہیے۔...(پھر مولانا بتاتے ہیں کہ اس خواب میں مرزا صاحب کی ہیئت کذائی ایسی نظر آئی جس کی) تعبیر میرے ذہن میں یہ آئی کہ مرزا کا انجام بخیر نہیں۔..

خیر باوجود اس استخارہ کے مرزا جی کے بارے میں غافل نہ رہا اور باوجود کثیر المشاغل ہونے کے ان کی کوئی نہ کوئی کتاب دیکھتا رہا اور بڑے غور سے ان کے معاملے پر فکر کرتا رہا۔کئی دنوں سے ازالہ اوہام کو دوبارہ دیکھنے کا خیال آیا۔ایک دفعہ پہلے دیکھا تھا جن دنوں وفات مسیح کا مسئلہ تفسیر ثنائی جلد ثانی میں لکھا۔ اس کے دوبارہ دیکھنے سے یہ بات دل میں جم گئی کہ، مرزا جی خود چاہے کچھ ہی ہوں مخالف مسلمانوں کو یقیناً دل میں پکا مسلمان جانتے ہیں اور جن لوگوں نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی ہے ان کی نسبت ان کا خیال دگرگوں ہے۔پس میرا خیال ازالہ اوہام کا جواب لکھنے کا ہوا مگر دل میں یہ خیال گذرا کہ اتنی بڑی لمبی کتاب کا جواب لکھنے کے بجائے مرزا جی کے ساتھ فیصلہ کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان کی پیش گوئیوں کی پڑتال کی جائے جن سے ان کی روحانی صفائی یا کدورت کا حال کھل جائے گا۔ چنانچہ وہ خود ازالہ اوہام میں اس طریق سے فیصلہ ہونا چاہتے ہیں بلکہ علماء مخالفین کو اس طریق سے فیصلہ کے لئے بلاتے ہیں۔قرآن شریف سے بھی یہی اصول مستنبط ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

هل انبّئكم على من تنزّل الشّياطين ۔تنزّل على كلّ افّاكٍ اثيم ۔ يّلقون السّمع و اكثر هم كا ذبو ن (شعراء:۲۲۱۔۲۲۳)۔(میں تمہیں بتلاؤں کہ شیاطین کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں۔ وہ ہر ایک دروغ گو، بدکردار پر اترا کرتے ہیں۔سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں اور بہت سے ان میں جھوٹے ہوتے ہیں)

موجودہ توریت سے بھی ،جسکے حوالے صرف مطلب براری کیلئے مرزا جی اکثر دیا کرتے ہیں، صاف یہی اصول ملتا ہے کہ جھوٹے ملہموں کی پیشگوئیاں سچی نہیں ہوا کرتیں۔ استثنا باب ۱۸۔

چونکہ ملہموں کی پہچان کیلئے ان کی اخبار غیبیہ کا دیکھنا ضروری ہے اور موجودہ تورات بھی اس مضمون پر متفق ہے بلکہ خود مرزا جی کو بھی یہی اصول مسلّم ہے، اسلئے چند پیشگوئیوں پر خامہ فرسائی کی گئی۔گو مرزا جی کی پیش گوئیاں کسی مزید بحث کی محتاج نہیں نیز وقتاً فوقتاً ان پر مفصل مباحث ہو چکے ہیں لیکن ایسے طریق سے کہ مرزا جی کے عذرات یا بالفاظ دیگر ان کی پیش گوئیوں کی توضیحات

اوران کے جوابات جیسے اس رسالہ میں ہونگے اس سے پہلے نظر سے نہیں گذرے۔

مرزا جی کی پیش گوئیاں یوں تو بقول ان کے کئی ایک ہیں مگر تین قابل ذکر ہیں۔ ڈپٹی آتھم والی۔ پنڈت لیکھ رام والی۔ مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد والی۔ اور اخیر سب سے مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی اور ملا محمد بخش لاہوری اور مولوی ابوالحسن تبتّی والی۔

مرزا جی نے بھی انہی پیش گوئیوں کو معیار صداقت اور مدار بطالت قرار دیا ہے چنانچہ اپنے رسالہ شہادۃ القرآن میں لکھتے ہیں:

پھر ماسوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں، جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھ رام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی معیاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے، اور مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے کہ اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں کیونکہ احیا اور اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو، خدا تعالی اس کی خاطر سے کسی اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کرسکتا خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں من جانب اللہ قرار دیوے اور اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں سو اگر کوئی طالب حق ہو تو ان پیش گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں وہ پیش گوئی جو مسلمان کی قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں۔ ۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کے اندر فوت ہو۔ ۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے، اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔ ۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔ ۴۔ اور پھر یہ کہ وہ دختر کلاں تا نکاح اور ایام بیوہ ہونے اور نکاح

ثانی کے فوت نہ ہو۔ ۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورا ہونے تک فوت نہ ہو۔ ٦۔ پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جاوے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔

چوتھی پیش گوئی کی نسبت لکھتے ہیں:

مبادا دل آں فرومایہ شاد　　　　کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

میں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی۔

اور میں اپنی جماعت کو چند الفاظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوی پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلے پر گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں، مگر چاہیے کہ خاموش رہیں اور تقوی اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالی کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالی کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقوی اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مثل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جب تک انسان عدالت کے کمرے سے باہر ہے اگرچہ اس کی بدی کا بھی مواخذہ ہے، مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالی کی عدالت کی توہین سے ڈرو۔ اور نرمی اور تواضع اور صبر اور تقوی اختیار کرو اور خدا تعالی سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرما دے۔

بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ و جدل ہوتی ہے۔ اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں (راز حقیقت ص ۱۔۲)

چونکہ مرزا جی بھی اپنی صداقت پیش گوئیوں ہی سے ظاہر کرنی چاہتے ہیں نیز اس میں ہم لوگوں کو بھی آسانی اور قصر عمل ہے، پس آپ لوگوں کو اگر کسی مرزائی سے گفتگو کا موقع ہوا کرے تو

اسی طریق سے بحث کیا کریں تاکہ طول عمل نہ ہو اور مطلب بھی بآسانی حاصل ہو سکے۔ اس لئے کہ اگر مرزا جی بوجہ اپنی پیش گوئیوں کے کاذب محض اور مفتری علی اللہ ثابت ہوں تو دوسرے مسائل کی ضرورت ہی کیا؟ بلاء دفع۔ اور اگر وہ بوجہ اپنی پاک دامنی اور راست بیانی کے قابل الہام اور تخاطب الٰہی کے لائق معلوم ہوں تو پھر باقی مسائل میں ہمیں اپنی غلط فہمی ماننے میں کیا عذر؟ پس ہمارے دوست اس اصول کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ لیکن یہ بھی پیش گوئی کے طور پر کہتے ہیں کہ کسی مرزائی کو اس طریق سے مباحثہ کرنے کی جرأت نہ ہوگی کیونکہ ان یّروا سبیل الرّشد لا یتّخذوہ سبیلاً

دیباچہ طبع ششم

۱۹۲۸ء میں الہامات مرزا کا چھٹا اڈیشن شائع ہوا تو اس کے آغاز میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے لکھا:

مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب کے متعلق باقی مسائل (حیات و وفات مسیح وغیرہ) کو چھوڑ کر صرف الہامات یا الہامی معجزات کو میں نے کیوں اختیار کیا؟ اس کی وجہ قابل غور ہے۔

مرزا قادیانی بحیثیت علم یعنی قرآن و حدیث دانی کے زیادہ سے زیادہ ایک عالم ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ بلکہ بحیثیت علم بہت سے علماء ان سے زیادہ عالم ہیں کیونکہ مرزا قادیانی کی تعلیم نہ تو باقاعدہ تھی نہ کامل۔ اس بات کو مرزا قادیانی اور ان کے حواری بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اسی لئے تو مرزا قادیانی کی تصانیف کو ان کا معجزہ قرار دیتے ہیں۔ اس حیثیت سے تو ان کو یہ رتبہ نہیں کہ علماء اسلام ان کی رائے کے ماتحت ہو جائیں۔ وہ اگر قرآن پیش کریں تو علماء بھی کر سکتے ہیں۔ وہ حدیث لائیں تو وہ بھی لا سکتے ہیں۔ وہ کسی آیت یا حدیث کی شرح کریں تو علماء اسلام بھی کر سکتے ہیں۔ غرض بحیثیت علم مرزا قادیانی علماء سے کسی طرح برتری کا حق نہیں رکھتے۔ ہاں مرزا قادیانی جس دوسری حیثیت کے مدعی ہیں، یعنی اس علم کے جو عام علماء کو نصیب نہیں، جس کا نام الہام اور وحی ہے جس کی بابت ان کا قول ہے انّ قدمی ھذہ علی منارۃ ختم علیھا کلّ رفعۃ۔ میرا یہ قدم اس منارہ پر ہے جہاں تمام روحانی بلندیاں ختم ہیں (خطبہ الہامیہ ص ۳۵۔ خزائن ج ۱۶ ص ۷۰)

یہی ایک واحد حیثیت ہے کہ اس کے ثبوت پر علماء اسلام ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو تیار بلکہ کرنے کو اپنا فخر سمجھ سکتے ہیں۔

اس کی زندہ مثال یہ کیا کم ہے کہ جناب مرزا قادیانی کی جماعت میں ایسے لوگ بھی

موجود ہیں جو بلحاظ علم وفضل کے مرزا قادیانی سے بڑھ کر ہیں جیسے حکیم نورالدین اور محمد احسن امروہی جن کے علم وفضل کے بیان سے مرزا قادیانی ہمیشہ رطب اللسان رہتے تھے مگر وہ سب کے سب مرزا کے مقابلہ میں اپنی آراء کو ہیچ سمجھتے تھے اور ہمیشہ مرزا قادیانی کی تابعداری کو فخر جانتے تھے۔اس کی وجہ کیا ہے؟ وہی کہ ان کی تحقیق میں مرزا صاحب قادیانی الہامی اور صاحب وحی ہیں۔ یہ لازمی ہے کہ صاحب وحی کے سامنے بے وحی گردن جھکائے کیونکہ صاحبِ وحی مبدءفیض (خدا تعالی) سے براہ راست علم حاصل کرتا ہے دوسرا نہیں۔اسی لئے مرزا قادیانی خود بھی لکھتے ہیں:

> ہمارا صدق یا کذب جاننے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۸۸؛ خزائن ج ۵ ص ۲۸۸)

چونکہ قادیانی مذہب کی جانچ کا یہی ایک اصل الاصول ہے اسلئے ضروری ہے کہ ہم اسی طریق سے اس ادعا کی جانچ کریں جس سے مرزا قادیانی کے الہامی ہونے کی حقیقت کھل جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے الہامات اور الہامی معجزات تو کئی ایک ہیں۔ہم کس کس کی جانچ کریں؟ اس کا جواب مختصر یہ ہے کہ ہمارا حق ہے کہ ہم جس الہام کو چاہیں اسی کی جانچ کریں۔کوئی شخص ایسا کرنے سے شرعاً وقانوناً ہم کو نہیں روک سکتا۔مرزا قادیانی کی اور ہماری مثال بالکل مدعی اور مدعا علیہ کی سی ہے۔ مدعی، مدعا علیہ پر ڈگری حاصل کرنے کو ایک تمسک پیش کرتا ہے۔مدعا علیہ کا حق ہے کہ اس تمسک میں سے جس لفظ بلکہ جس حرف پر چاہے اعتراض کر کے سارے کو مشکوک ثابت کردے۔ مدعی اس کو ایسا کرنے سے روک نہیں سکتا۔ٹھیک اسی طرح ہم بھی مرزا صاحب کے جس الہام پر چاہیں اعتراض کریں۔لیکن ہم ایسا کر کے رسالہ کو لمبا نہیں کریں گے بلکہ چند ان الہاموں کی تحقیق کریں گے جن کو مرزا قادیانی نے خود معیار صداقت مشتہر کیا ہوگا۔

میں نے قادیانی مذہب کے متعلق کیا کیا محنت اور تحقیق کی ہے۔اس کا ذکر رسالہ ہذا کے پہلے طبعات (اول، دوم، سوم) کے دیباچوں میں کر چکا ہوں۔مختصراً ن سب کا یہ ہے کہ میں نے اس بارے میں اتنی محنت کی ہے کہ خود مرزا قادیانی کے کسی مرید نے بھی نہ کی ہوگی، بلکہ میں نے بھی کسی اور مذہب (آریہ وغیرہ) کی جانچ پڑتال کے لئے اتنی محنت نہ کی ہوگی۔اسی محنت کا نتیجہ یہ رسالہ الہامات مرزا ناظرین کے سامنے ہے۔

رسالہ ہذا مرزا قادیانی کی زندگی میں تین دفعہ طبع ہوکر شائع ہوا تھا۔ان کی زندگی میں نہ تو انہوں نے جواب دیا، نہ ان کے مریدوں کی طرف سے جواب نکلا۔بعض دفعہ اخباروں میں

آمادگی کا اعلان دیکھا گیا لیکن عمل کو مشکل جان کر سادہ لوحوں کے لئے شائد محض اعلان کو کافی جانا گیا۔ مگر ان کے انتقال کے بعد بھی جب مسلمانوں کے تقاضے نے ان کے مریدوں کو تنگ گیا تو مجبوراً انہوں نے اس قرضہ کو ادا کرنا چاہا۔ چنانچہ ایک رسالہ موسومہ، آئینہ حق نما، اس کے جواب میں شائع کیا۔ جواب کیا ہے، فحش گالیوں اور بدزبانیوں کو الگ کر کے بجائے تردید کے بفضلہٖ تعالی تائید ہے جس کے لکھنے والے منشی یعقوب علی اڈیٹر الحکم قادیان اور شائع کرنے والے منشی قاسم علی ہیں۔ مگر چونکہ اخبار الحکم مجریہ ۷ جون ۱۹۱۱ء میں اڈیٹر صاحب کی طرف سے اعلان ہوا تھا کہ اس رسالہ کا مسودہ حکیم نورالدین خلیفہ قادیان نے نظر ثانی کر کے اصلاح فرمائی ہے، نیز رسالہ کے عربی حوالہ جات خود مظہر ہیں کہ وہ مصنف کی محنت کا ثمرہ نہیں بلکہ، کوئی محبوب ہے اس پردہ زنگاری میں، اس لئے ہم رسالہ الہامات مرزا کے اندراس رسالہ (آئینہ حق نما) کے جواب میں کسی ایرے غیرے کو مخاطب نہ کریں گے، بلکہ براہ راست حکیم صاحب کا نام لیں گے۔.. مجھے اس رسالہ، آئینہ، کے دیکھنے سے قادیانی جماعت پر پہلے سے زیادہ بدگمانی ہوگئی کیونکہ میں نے اس میں دیکھا کہ وہ ایسی بات کہتے ہیں جس کی بابت میں دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ کہنے والے کا ضمیر خود اس کو ملامت کرتا ہے۔ الفاظ دل اور قلم سے نہیں نکلتے مگر زور سے نکالے جاتے ہیں یہی معنی ہیں:

جحدوا بها و استيقنتها انفسهم ظلماً و علوا

☆ پیشین گوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم

یہ پیش گوئی مرزا جی نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کو امرت سر میں عیسائیوں کے مباحثہ کے خاتمہ پر اپنے حریف مقابل مسٹر آتھم کی نسبت کی تھی جس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

> آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت

ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجا کھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

(جنگ مقدس۔ ص ۲۰۹۔۲۱۰؛ خزائن ج ۶ ص ۲۹۱۔۲۹۲)

اس پیش گوئی کے آثار ولوازمات خارجیہ مرزا صاحب کی تقریر اور تشریح ہی میں بیان کئے جاتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

میں حیران تھا کہ اس بحث میں مجھے آنے کا کیوں اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی خود بھی اپنی بحث کو معمولی جانتے ہیں مگر افسوس کہ مرزا جی کے سادہ لوح حواری اس بحث پر بہت کچھ ناز کیا کرتے ہیں۔ ثناء اللہ)۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے وقت تھا۔ میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسا ڈال دیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں، پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (جنگ مقدس۔ ص ۲۱۰۔۲۱۱)

یہ پیش گوئی اپنے مضمون میں بالکل صاف ہے۔ کسی قسم کا اینچ پیچ اس مضمون میں نہیں مطلب بالکل صاف ہے کہ ڈپٹی آتھم جس نے آدمی (حضرت مسیح) کو خدا بنایا ہوا تھا، اگر مرزا جی کی طرح الوہیت مسیح سے منکر اور توحید محض کا قائل اور اسلام میں داخل نہ ہوا، تو عرصہ پندرہ ماہ میں مر کر ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ مگر افسوس ایسا نہ ہوا۔ بلکہ مسٹر آتھم کفر پر رہ کر بھی زندہ رہا۔ اس کے متعلق مرزا جی نے کئی ایک عذرات کئے ہیں۔

پہلا عذر۔ کہ فریق سے مراد صرف آتھم نہیں بلکہ وہ تمام جماعت ہے جو اس بحث میں اس کی معاون تھی۔ گو یہ بھی مانتے ہیں کہ آتھم سب سے مقدم ہے۔ (انوار الاسلام۔ ص ۲)

اس توجیہہ سے یہ نتیجہ نکالنا منظور ہے کہ اس پیش گوئی کو وسعت دی جاوے چنانچہ اس وسعت پر تفریع کرتے ہیں کہ اسی عرصہ میں پادری رائٹ ناگہاں مرگیا جس کے مرنے سے ڈاکٹر کلارک کو جو اس کا دوست تھا سخت صدمہ پہنچا وغیرہ (دیکھو اشتہارات انعامی ضمیمہ انوار الاسلام ص ۵۔۶۔

خزائن ج۹ص ۵۹۔۶۰)

اس کا جواب صرف اتنا ہی کافی ہے کہ خود مرزا جی ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں بعدالت مجسٹریٹ گورداسپور اقرار کرتے ہیں کہ فریق سے مراد صرف آتھم تھا، ڈاکٹر کلارک وغیرہ کو اس پیش گوئی سے کوئی تعلق نہیں۔ (روداد مقدمہ مرزا قادیانی و ڈاکٹر کلارک۔۱۲، ۱۳، ۲۰۔ اگست ۱۸۹۷ء)

نیز مرزا صاحب خود رسالہ کرامات الصادقین میں بعبارت عربی رقم طراز ہیں:

و منها ما وعد نی ر بّی اذ جادلنی ر جل من المتنصرین الّذی اسمه عبد اللّه آ تهم العنبر سری انّه کا ن ارا د ان یشدّ جبا ئر الحیل علی دین النصاری و یواری سوأته فصال علی الاسلا م و کان من التشددین۔ و باحثنی فی حلقةٍ مغتصة با لانام مختصة بالزحا م و زخرف مکا ئده لارضاء الکا فرین ۔ فثنیت الیه عنانی و ابثثته من معارف بیا نی و جعلته من المفحمین۔

فما وجم من قلة الحیاء و کان یجمح فی جهلا ته و یسدر فی الغواء و امتد ت المبا حثة الی نصف الشهر و کنا نغدوا الیه بعد صلوة الفجر و نرجع فی وقت الهجیر عند اشتداد حرّالظهیرة و ترکنا الاسترا حة کا لمجاهد ین ۔ فبینما انا فی فی فکر لا جل ظفرا لاسلا م و افحام ا للیام فاذا بشر نی ربّی بعد دعوتی بموته الی خمسة عشر اشهر (هکذا وجد فی الاصل و الصحیح شهراً ، لعلّه من الالهام ۔ ثناء اللّه) من یوم خاتمة البحث فاستیقظت و کنت من المطمئنین (یعنی آتھم کے مرنے کی بشارت مجھے ملی)۔ (کرامات الصادقین۔ ص ۱۶۲۔۱۶۳)

یہ لفظ مرزا کی اس رکیک تاویل کو باطل کرتا ہے جو وہ کہا کرتے ہیں کہ اصل پیش گوئی میں موت کا لفظ نہیں بلکہ موت میری تفسیر ہے جسکے غلط ہونے سے اصل پیشگوئی غلط نہیں ہوسکتی اصل پیشگوئی تو صرف ہاویہ ہے جو بقول مرزا آتھم کو دنیا ہی میں نصیب ہو گیا (دیکھو انوار الاسلام۔ ص ۵۔۷)

نیز تریاق القلوب صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں کہ:

آتھم کی موت کی جو پیش گوئی کی گئی تھی جس میں یہ شرط تھی کہ اگر آتھم پندرہ مہینے کی میعاد میں حق کی طرف رجوع کر لیں گے، تو موت سے بچ جائیں گے۔

رسالہ کشتی نوح صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں کہ:

پیش گوئی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے گا تو پندرہ مہینہ میں نہیں مرے گا۔

علاوہ اس کے ہم نے مانا کہ فریق کا لفظ عام ہے مگر اس میں تو شک نہیں آتھم سب سے مقدم ہے جس کا تقدم خود مرزا جی کو بھی مسلّم ہے۔ پس آتھم کی زندگی سے پیش گوئی کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی۔ (اگر فریق سے مراد سارے معاون عیسائی ہیں، تو مرزا کی طرف سے مرزا کے سارے معاون بھی فریق میں داخل ہیں۔ کیا ان میں سے کوئی نہیں مرا؟ کوئی پریشان نہیں رہا، کوئی کسی مصیبت میں مبتلا نہیں رہا۔ بہاء)

اس بحث کے متعلق حکیم نورالدین نے جو کچھ لکھا ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ عیسائیوں میں خود فریق کے معنی عام سمجھے جاتے تھے چنانچہ مقدمہ فوجداری میں عیسائیوں کے بیانات اس امر کے مظہر ہیں۔ (آئینہ حق نما۔ص ۶۵)۔

یہ ایک اصولی غلطی ہے۔ ایک معنی الہامی خود کرے دوسرے معنی کوئی ایسا شخص کرے جو عرف شرع میں مومن بھی نہ ہو۔ اس صورت میں کون سے معنی معتبر ہوں گے؟ حکیم صاحب کو اپنا واقعہ یاد رکھنا چاہیے تھا جب ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء میں آپ نے مرزا قادیانی کی تحریر آریہ سماج لاہور میں پڑھی تھی جس میں چند الہام بے ترجمہ بھی تھے۔ حاضرین کے اصرار کرنے پر آپ نے ان الہاموں کا ترجمہ کیا تو کیسے کیسے عذر کر لئے تھے کہ یہ ترجمہ میرا ہے صاحب الہام پر حجت نہ ہوگا بلکہ اصل اور صحیح ترجمہ وہی ہوگا جو صاحب الہام کریگا وغیرہ۔ یہ وہی اصول ہے جو مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ (تتمہ حقیقت الوحی۔ص ۷؛ خزائن۔ج ۲۲ ص ۴۳۸)۔

پس فریق کے ایک معنی مرزا قادیانی نے کئے ہیں، دوسرے عیسائیوں نے سمجھے ہیں تو حسب قاعدہ مسلّمہ فریقین، مرزا قادیانی کے فہمیدہ معنی صحیح ہوں گے۔ علاوہ اس کے فریق کے معنی میں اگر باقی سرکردگان مناظرہ بھی داخل ہوں تاہم آتھم سب سے مقدم بلکہ مقدم تر ہے۔ چنانچہ حکیم نورالدین نے بھی بحوالہ انوار الاسلام صفحہ ۶ ہمارے اس دعوی کی تصدیق کی ہے۔ (دیکھو آئینہ حق نما۔صفحہ ۶۶)۔ پس جب تک پیش گوئی کا اثر مقدم فرد پر نہ ہوگا باقی افراد کو کون دیکھے گا۔

دوسرا عذر۔ جو عام طور پر مریدوں میں مقبول اور زبان زد ہے، یہ ہے کہ آتھم کی موت اس لئے نہیں ہوئی کہ اس نے حق کی طرف رجوع کیا تھا۔ اور حق کی طرف رجوع کرنے کے یہ معنی بتلاتے ہیں کہ آتھم کے دل پر پیش گوئی نے اثر کیا وہ اس پیش گوئی کی عظمت کی وجہ سے دل میں

موت کے غم سے شہر بشہر پھرتا رہا۔ (دیکھو اشتہارات ہزاری، دو ہزاری، سہ ہزاری، چہار ہزاری، انوار الاسلام۔ ص ۴ وغیرہ۔ خزائن۔ ج ۹ ص ۴)

اس مضمون کی تفصیل سے مرزا جی نے مسلم، غیر مسلم کے ایسے کان بھر دیئے ہوئے ہیں کہ ہمیں ان کے کلام کی توضیح یا تفسیر کرنے کی حاجت نہیں۔

اسکا جواب۔ اول رجوع الی الحق کے معنی جیسے عام فہم اس کلام سے سمجھے جاتے ہیں یہ ہیں کہ آتھم اگر اسلام میں داخل ہو جائے تو بسزائے موت ہاویہ سے بچایا جائے گا کیونکہ یہ امر بالکل بدیہی ہے کہ ہر ایک مذہب دار دوسرے کو ناحق پر جانتا ہے۔ اور کسی غیر کا اپنے مذہب کی طرف آجانے کا نام رجوع الی الحق رکھتا ہے، خاص کر دوران مباحثہ میں تو یہ لفظ بالکل انہی معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اگر ہم مرزا جی کی اسی پیش گوئی کے الفاظ پر غور کریں تو ان سے بھی یہی معنی مستنبط ہوتے ہیں چنانچہ مرزا جی، آتھم کی نسبت لکھتے ہیں:

جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔،

اور اپنی نسبت لکھتے ہیں:

جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے۔،

اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ جس امر میں فریقین (مرزا و آتھم) کا مباحثہ تھا، اس امر میں آتھم اگر مرزا صاحب کا ہم خیال ہو جائے گا تو پندرہ ماہ کے اندر موت سے بچ رہے گا، ورنہ نہیں۔ ہمارے اس بیان کی تائید مرزا جی کے ایک مقرب حواری کی تحریر سے بھی ہوتی ہے جو مرزا جی کے ملاحظہ سے گذر کر چھپی ہوئی ہے وہ لکھتے ہیں:

مسٹر آتھم کی نسبت یہ پیش گوئی کی کہ اگر وہ جھوٹے خدا کو نہیں چھوڑے گا تو پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ (عسل مصفی۔ ص ۵۸۵)

ان معنی پر مرزا جی خود بھی رسالہ انجام آتھم میں دستخط کر چکے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

کہ پیش گوئی میں صاف شرط موجود تھی کہ اگر وہ (آتھم) عیسائیت پر مستقیم رہیں گے اور ترک استقامت کے آثار نہیں پائے جائیں گے اور ان کے افعال یا اقوال سے رجوع الی الحق ثابت نہیں ہوگا تو صرف اس حالت میں پیش گوئی کے اندر فوت ہوں گے

(صفحہ ۱۳) (افسوس کہ یہاں فوت کا لفظ بولا گیا۔۔ حافظہ نباشد کی مثال ہے۔ ثناء اللہ)

حکیم نور الدین صاحب لکھتے ہیں:

حضرت مسیح موعود کی کسی تحریر سے نکال کر دکھایئے کہ حضرت اقدس نے یہ کہا ہو کہ وہ، آتھم، ترک عیسائیت کر کے ان کے ہم مذہب ہو جائے گا۔ (آئینہ حق نما۔ص ۷۷)

تعجب ہے کہ حکیم صاحب نے انجام آتھم کی یہ عبارت نہیں دیکھی۔ اس میں دو لفظ ہیں ۱۔ عیسائیت پر ترک استقامت۔ ۲۔ رجوع الی الحق۔ ان دونوں لفظوں کو ملانے سے صاف ثابت ہے کہ آتھم عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کرے گا تو موت سے بچے گا۔

پس جب کہ مفہوم اور منطوق پیش گوئی کا صریح یہی ہے کہ اگر آتھم نے رجوع بحق کیا یعنی مرزا جی سے مذہب میں موافق ہو گیا اور عیسائیت کو چھوڑ بیٹھا تو موت کی سزا سے بچ رہے گا، پھر کون نہیں جانتا کہ وہ مرزا جی کے موافق جیسا کچھ ہوا عیاں را چہ بیان۔ ہاں مرزا جی بھی بلا کے پرکالے ہیں، آتھم پر دعوی کرتے ہیں کہ اگر تم نے رجوع نہیں کیا تو قسم کھاؤ۔ ایک ہزار، بلکہ دو ہزار، بلکہ تین ہزار، بلکہ چار ہزار انعام پاؤ۔ لیکن مضمون قسم کا ایسا بتلاتے ہیں جو رجوع سے کوئی تعلق ہی نہیں رکھتا بلکہ بالکل اس قصے کے مشابہ ہے جو کسی مولوی صاحب نے کسی شہدے کو نصیحت کرتے ہوئے نماز کی بابت تاکید کی، تو شہدے نے کہا کہ آپ نے ایک دفعہ دوستوں کی دعوت کی تھی تو کھانے میں نمک زائد نہیں ڈالا تھا؟ مولوی صاحب بے چارے حیران ہو کر پوچھنے لگے کہ اس کلام کو میرے کلام سے کیا تعلق ہے؟ شہدے نے کہا، بات سے بات نکل آتی ہے۔

یہی کیفیت مرزا جی کی ہے۔ کہاں رجوع الی الحق اور کہاں پیش گوئی سے موت کا ڈر۔ مضمون قسم کا صرف یہ چاہتے ہیں کہ:

اسلامی صداقت سے (یعنی میری پیش گوئی سے) خائف نہیں ہوئے۔

(اشتہار چار ہزاری وغیرہ۔ص ۱)

ایک جگہ کی عبارت ہم ساری کی ساری نقل کرتے ہیں جو بحکم، جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا۔ نہائت ہی شیریں اور مزیدار ہے۔ فرماتے ہیں:

بعض مخالف مولوی نام کے مسلمان اور ان کے چیلے کہتے ہیں کہ جب کہ ایک مرتبہ عیسائیوں کی فتح ہو چکی تو پھر بار بار آتھم صاحب کا مقابلہ پر آنا انصافاً واجب نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اے بے ایمانو! نیم عیسائیو! دجال کے ہمراہیو! اسلام کے دشمنو! کیا پیش گوئی کے دو پہلو نہیں تھے۔ پھر کیا آتھم صاحب نے دوسرا پہلو رجوع الی الحق کے احتمال کو اپنے افعال اور اقوال سے آپ قوی نہیں کیا۔ کیا وہ نہیں ڈرتے

رہے کیا انہوں نے اپنی زبان سے ڈرنے کا اقرار نہیں کیا (اشتہار انعامی تین ہزار حاشیہ ص ۵)

خلاصہ یہ کہ آتھم جو اپنے دل میں خوف زدہ ہوا کہ میں کہیں مر نہ جاؤں چنانچہ اسی خوف سے وہ امرت سر سے فیروز پور کبھی لدھیانہ بھاگتا پھرا، یہی اس کا رجوع ہے لیکن سمجھتے ہیں کہ اس خوف کو جو عموماً ہر آدمی کو ایسے موقع پر طبعاً ہوتا ہے رجوع بمعنی مسلمان ہونے یا بالفاظ دیگر مرزا جی سے موافقت کرلینے سے کیا نسبت ہے (مرزا جی کو جب سے پنڈت لیکھ رام کے مرنے پر دھمکی کے خطوط پہنچے تو ایسا انتظام کیا رکھا کہ کوئی اجنبی آدمی یک بیک حضور میں نہیں پہنچ سکتا۔ سیر کو جاتے وقت جب تک کثیر جماعت ساتھ نہ ہو، سیر مشکل ہے۔ کیا یہ بھی رجوع ہے، حالانکہ الہام ہے کہ تو ۸۰ برس یا کچھ کم وبیش زندہ رہے گا اور یہ بھی الہام ہے کہ جدھر تیرا منہ ادھر خدا کا منہ، بلکہ گورنمنٹ کے حضور ایک درخواست بھی دی تھی کہ قادیان میں چند سپاہی میری حفاظت کے لئے رکھے جائیں۔ ایسا ہی آتھم کو بھی خوف ہوا ہوگا جس کا اس نے اظہار بھی کردیا دیکھو اخبار نور افشاں۔ ستمبر اکتوبر ۱۸۹۴ء)۔ ہاں ہم مانتے ہیں کہ آتھم کو موت اندیشہ ہوا ہوگا اور یقیناً ہوا ہوگا۔ اور اس خوف سے سے ان نے ہر ایک تدبیر سے کام لیا۔ مگر نہ اس لئے کہ وہ آپ کی پیش گوئی کو خدا کی طرف سے ضرور شدنی سمجھتا تھا بلکہ اس لئے کہ موت کو امر طبعی جانتا تھا۔ لیکن موت کے تصور پر اس کو یہ بھی خیال تھا کہ آپ اور آپ کے ہوا خواہ بغلیں بجائیں گے اس دعوی کی شہادت میں ہمارا بیان تو آپ کا ہے کو سنیں گے آپ ہی کے مخلص مرید شیخ نور احمد مالک مطبع ریاض ہند امرتسر کی شہادت پیش کرتے ہیں۔

لا تکتموا الشّھادۃ ۔ میں ایک دفعہ کچہری سے آرہا تھا کہ ڈپٹی آتھم اپنی بغیچی صاف کرار ہا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا کرا رہے ہو؟ اس نے کہا صفائی کرا رہا ہوں مبادا کوئی سانپ ڈس جائے تو تم کہنے لگو کہ پیش گوئی سچی ہوگئی۔

العبد شیخ نور احمد مالک ریاض ہند پریس امرتسر

اس بیان سے نیز آتھم کے مضامین مندرجہ اخبار نور افشاں ۱۸۹۳ء سے اس کے خوف کا مضمون صاف سمجھ میں آتا ہے کہ وہ آپ کی پیش گوئی کو تو ایک معمولی بازاری گپ جانتا تھا۔ البتہ موت کے مجہول العلم ہونے کی وجہ سے ہراساں تھا کہ مبادا اس کی اتفاقی موت پر آپ اپنی پیش گوئی کی صداقت سمجھ لیں۔ بھلا مرزا جی! اگر وہ آپ کی پیش گوئی کو خدا کی طرف سے سمجھ کر ڈر جاتا تو اس کی روک تھام کیوں کرتا۔ اور اگر محض ایسا خوف بھی آپ کے نزدیک رجوع الی الحق یعنی فریق مخالف سے موافقت کرنے کے مساوی ہے تو آپ پرلے درجے کے آریہ ہیں۔ جو آریوں کی

معمولی دھمکی پر گورنمنٹ سے امداد اور حفاظت کی درخواست کرتے تھے کہ کہیں آریہ مجھے مار نہ ڈالیں ۔ (دیکھو درخواست اسمی گورنمنٹ)

(ہم مانتے ہیں کہ انذاری عذاب نہ صرف ملتوی ہو جاتا ہے بلکہ مرفوع بھی ہو جاتا ہے لیکن ایسے التواء یا رفع کے لئے اس عذاب سے ڈر جانا اور خاص کر ایسا ڈرنا جیسا کہ آتھم ڈرا، ہرگز کافی نہیں ۔ مرزا جی ہمیشہ حضرت یونسؑ کی قوم کا حوالہ بتایا کرتے ہیں مگر افسوس کہ اس میں بھی تجدید سے نہیں رکتے ۔ اس قصہ کا مضمون بالکل ہماری تائید اور مرزا جی کی تردید کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے فلولا کانت قریة آمنت فنفعھا ایمانھا الّا قوم یونس لمّا آمنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیوة الدّنیا و متّعنا ھم الی حین ۔ اس آیت میں صاف صریح مذکور ہے کہ حضرت یونسؑ کی قوم سے عذاب ٹل گیا۔ لیکن کب ٹلا؟ جب وہ ایمان لے آئی ۔ پس اگر آتھم بھی ایمان لے آیا ہوتا تو آپ کی وہ عزت جو ستمبر ۱۸۹۴ء کو ہوئی تھی، کیوں ہوتی ؟)

حکیم نورالدین صاحب آئینہ حق نما صفحہ ۷۵ میں لکھتے ہیں کہ آتھم نے رجوع کیا، اس لئے موت سے بچ رہا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

جب کہ پیش گوئی میں یہ شرط ہے کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے تو سزائے موت سے بچایا جائے، اس کا بچ جانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس نے رجوع کیا۔

کیا ہی عالمانہ دلیل ہے کہ مخالف کو معتقد کی جگہ فرض کر کے لکھی گئی ہے ۔ جناب یہ اس شخص کے نزدیک صحیح ہوسکتی ہے جو مرزا قادیانی کا معتقد ہو، بات بات پر مرحبا ، صلّ علی کہنے کا عادی ہو۔ لیکن جو شخص دیکھتا ہے کہ رجوع بھی محسوس نہیں ہوا اور آتھم موت سے بچ بھی رہا تو کیا وہ یہ نہ سمجھے گا کہ یہ پیشگوئی سرے سے غلط ہے، اسے کیا مطلب کہ وہ اس کی تاویلات گھڑے ۔ حکیم صاحب کی اصطلاح میں اس کا نام مصادر علی المطلوب ہے ۔ ہم مانتے ہیں کہ سزائے موت سے بچ جانا رجوع کی دلیل ہوسکتی ہے لیکن اس صورت میں جب آپ کسی قطعی دلیل سے یہ ثابت کر دیں کہ ان دو مفہوموں ، رجوع اور سزائے موت میں انفصال حقیقی ہے کہ تیسرے کا دخل نہیں ۔ جب تک آپ یہ ثابت نہ کریں ہمارا حق ہے کہ ہم تیسری صورت کے قائل ہوں ۔ یعنی نہ اس نے رجوع کیا، نہ موت سے مرا، بلکہ الہام سرے سے غلط تھا، اور یہی صحیح ہے ۔

لیجئے ہم آپ کی خاطر یہ بھی مان لیتے ہیں اور فرض کئے لیتے ہیں کہ آتھم آپ کی پیشگوئی ہی سے ڈرا اور محض اسی لئے ڈرا کہ اس نے پیش گوئی کو خدائی الہام اور آپ کو سچا ملہم سمجھا ۔ تاہم اس کا یہ سمجھنا رجوع الی الحق نہیں ہوسکتا ۔ اور اس قابل نہیں کہ عذاب میں تاخیر کا موجب ہو ۔ افسوس

آپ مجدد تو بنتے ہیں لیکن علم حدیث سے ایسے مانوس ہیں جیسے برہمن گائے کے گوشت سے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جس حدیث کو کسی کتاب سے نقل کرتے ہیں چونکہ علم میں پورا تبحر اور قادر الکلامی نہیں، علاوہ اس کے صاحب الغرض مجنون بھی صادق ہے، اس لئے عموماً ترجمے غلط مضامین اغلاط ہوتے ہیں (مثال کے طور پر اما مکم منکم اور کسوف خسوف والی حدیثیں موجود ہیں جن کی تفصیل کو تطویل چاہیے)۔ سنئے ہم آپ کو صحیح بخاری (کتاب المغازی) سے ایک حدیث سناتے ہیں:۔

عن سعد بن معاذ انّہ کان صدیقا لّا میۃبن خلف و کان امیہ اذا مرّ بالمدینۃ نزل علی سعد و کان سعد اذا مرّ بمکۃ نزل علی امیۃ۔ فلمّا قدم رسول اللّٰہ ﷺ المدینۃ انطلق سعد معتمراً فنزل علی امیۃ بمکۃ فقال لامیۃ انظر لی ساعۃ خلوۃ لعلّی ان اطوف بالبیت فخرج بہ قریباً من نصف النّہار فلقیہماابو جہل فقال یا ابا صفوان من ھذا معک؟ فقال ھذا سعد۔ فقال لہ ابو جہل الا اراک تطوف بمکۃ آمنا و قد آویتم الصباۃ و زعمتم انکم تنصرونھم و تعینونھم اما و اللّٰہ لو لا انک مع ابی صفوان ما رجعت الی اھلک سالماً۔فقال لہ سعد و رفع صوتہ علیہ اما و اللّٰہ لئن منعتنی ھذا لامنعنک ما ھو اشدّ علیک منہ طریقک علی المدینۃ۔ فقال لہ امیۃ لا ترفع صوتک یا سعد علی ابی الحکم سید اھل الوادی۔ فقال سعد دعنا عنک یا امیۃ فواللّٰہ لقد سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول انھم قاتلوک۔ قال بمکۃ؟ قال لا ادری۔ ففزع لذلک امیۃ فزعاً شدیداً فلمّا رجع امیۃ الی اھلہ فقال یا امّ صفوان الم تری ما قال لی سعد قالت و ما قال لک۔ قال زعم انّ محمداً (ﷺ) اخبرھم انّھم قاتلی فقلت لہ بمکہ قال لا ادری فقال امیۃ و اللّٰہ لا اخرج من مکہ فلما کان یوم بدر استنفر ابوجھل النّاس قال ادرکوا عیرکم فکرہ امیۃ ان یخرج فاتاہ ابو جھل فقال یا ابا صفوان انک متی ما یراک الناس قد تخلفت و انت سید اھل الوادی تخلفوا معک فلم یزل بہ ابو جھل حتّی قال اما اذ غلبتنی فواللّٰہ لا شترین اجود بعیر بمکہ

ثمّ قال امیه یا ام صفوان جھزینی فقالت له یا ابا صفوان و قد نسیت ما قال لک اخوک الیثربی قال لا و ما ارید ان اجوز معهم الا قریباً فلما خرج امیة اخذ لا ینزل منزلاً الّا عقل بعیره فلم یزل بذلک حتی قتله اللّه ببدر (صحیح بخاری کتاب المغازی۔ باب ذکر النبی من یقتل ببدر۔ ج ۲ ص ۵۶۳۔ حدیث ۳۹۵۰)

مختصر مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ سعدؓ بن معاذ اپنے ایک دوست امیہ بن خلف کے پاس مکہ میں اترا کرتے تھے جو مشرک تھا۔ ایک دفعہ سعد کو کعبہ شریف میں ابوجہل نے طواف کرتے دیکھا اور امیہ کو ڈانٹا کہ مسلمانوں کو اپنے شہر میں جگہ دے کر آرام سے طواف کراتے ہو۔ سعدؓ نے بھی برابر کا جواب دیا۔ اس پر امیہ نے سعدؓ سے کہا خاموش رہو یہ اس شہر کا سردار ہے۔ سعدؓ نے امیہ سے کہا اللہ کی قسم میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ کسی دن مسلمانوں کے ہاتھ سے تو نے قتل ہونا ہے۔ امیہ نے کہا مکہ میں؟ سعدؓ نے کہا میں نہیں جانتا۔ پس امیہ سن کر سخت گھبرایا۔ امیہ نے اللہ کی قسم کھائی کہ میں مکہ سے کہیں باہر نہیں نکلونگا۔ جب بدر کی لڑائی کا موقع آیا تو ابوجہل نے لوگوں کو جمع کیا اور امیہ سے کہا کہ اگر تیرے جیسے رئیس کو لوگ پیچھے ہٹا ہوا دیکھیں گے تو تیرے ساتھ وہ بھی ہٹ رہیں گے۔ آخر ابوجہل کے جبر سے اس نے ہاں کر دی تو اسکی بیوی نے اسے یاد دلایا کہ تیرا مدنی دوست سعدؓ جو تجھے کہہ گیا تھا تو اسے بھول گیا۔ امیہ نے کہا میں تھوڑی دور تک ان کو رخصت کرنے جاؤنگا چنانچہ وہ جس منزل پر ٹھہرتا اپنے اونٹ کو قابو رکھتا کہ موقع پا کر جلد واپس جا سکے۔ آخر خدا نے اسے بدر کی لڑائی میں قتل کرایا۔

کہیے! امیہ بن خلف دل سے آتھم سے زیادہ ڈرا، یا نہیں اور پھر باوجود اس خوف اور دلی یقین کے اس کے حق میں کیا کہا جاوے گا کہ اس نے رجوع بحق کیا۔ کیا امیہ سے انذاری پیش گوئی متخلف ہوئی۔ نیز کہیے کہ آپ نے اس حدیث کو کبھی دیکھا؟ اور دیکھ کر اس پر غور بھی کیا؟ اور اس وقت سے پہلے اس کا کوئی جواب بھی گھڑا؟۔

ہم مانتے ہیں کہ انذاری عذاب نہ صرف ملتوی ہو جاتا ہے بلکہ مرفوع بھی ہو جاتا ہے لیکن ایسے التواء یا رفع کے لئے اس عذاب سے ڈر جانا اور خاص کر ایسا ڈرنا جیسا کہ آتھم ڈرا، ہرگز کافی نہیں۔ مرزا قادیانی ہمیشہ حضرت یونسؑ کی قوم کا حوالہ دیا کرتے تھے مگر افسوس کہ اس میں بھی تجدید سے نہیں رکتے۔ اس قصہ کا مضمون بالکل ہماری تائید اور مرزا قادیانی کی تردید کرتا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

فلو لا کا نت قر یۃ آ منت فنفعھا ایما نھا الا قو م یو نس۔ لمّا آ منوا کشفنا عنھم عذا ب الخز ی فی الحیوۃ الدّ نیا و متّعناھم الی حین۔

(یونس: ۹۸) تو کیوں نہ کوئی بستی ایمان لائی ہوتی جس کو ایمان سے نفع بھی ہوتا مگر یونس کی قوم۔ جب وہ ایمان لا چکے تو ہم نے یہ ذلت کا عذاب ان سے دنیا میں دور کر دیا اور ایک وقت تک ان کو آسودگی سے متمتع کیا)

اس آیت میں صاف اور صریح مذکور ہے کہ حضرت یونسؑ کی قوم سے عذاب ٹل گیا۔ لیکن کب ٹلا؟ جب وہ ایمان لے آئے۔ پس عبداللہ آتھم بھی ایمان لے آیا ہوتا تو آپ کی وہ عزت جو ستمبر ۱۸۹۴ء کو ہوئی تھی، کیوں ہوتی؟

حکیم نورالدین صاحب نے اس حدیث کے مذکورہ بالا ترجمہ کی نسبت اپنے ترجمہ کو ترجیح دی ہے جس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں کی، جس سے ہمیں بھی کوئی تعلق نہیں۔ اس کے بعد آپ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس ساری حدیث میں رجوع الی الحق کی شرط کہاں ہے۔ (آئینہ حق نما۔ ص ۸۶)۔

، ہم حیران ہیں کہ حکیم صاحب کے حافظہ کی بابت کہاں تک شکایت کریں۔ اسی اپنی کتاب کے صفحہ ۳۱ پر عام قاعدہ لکھتے ہیں جس کا مطلب صاف ہے کہ انذاری پیش گوئیوں میں گو رجوع الی الحق کی شرط مذکور نہ ہو، تاہم ملحوظ ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی بھی اس قاعدے کو کئی ایک جگہ لکھ چکے ہے اور منہاج نبوۃ قرار دے چکے ہیں۔ حکیم صاحب نے تو اس مضمون پر کئی صفحات (صفحہ ۳۱ سے ۴۶ تک) سیاہ کئے ہیں مگر جوں ہی صفحہ ۸۶ پر پہنچے، تو یہ اصول سرے سے بھول گئے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اگر آتھم نہیں ڈرا تو قسم کھائے، چار ہزار روپیہ انعام پاوے۔ آتھم نے عذر کیا کہ انجیل متی باب ۵ میں قسم کھانے سے منع آیا ہے۔ اس پر مرزا جی نے کئی ایک ایسے حوالے اس کو سنائے کہ عیسائیوں کے پیشواؤں نے عدالت میں قسمیں کھائیں۔ ڈپٹی آتھم نے جواب دیا کہ اگر مجھے حلف کرانا چاہو تو عدالت میں طلب کرو۔ عدالت کے جبر سے قسم کھا لوں گا (دیکھو نور افشاں ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء)۔ ایسے معقول جواب سے مرزا جی جیسے معقول پسندوں کو بھلا کیا تسلی ہوسکتی تھی۔ آپ لکھتے ہیں:

گویا ان کا ایمان عدالت کے جبر پر موقوف ہے (اشتہار چار ہزار۔ صفحہ ۱۔ مجموعہ اشتہارات

۔ج ۲ حاشیہ ص ۹۱)

اس سے بڑھ کر معقول جواب ڈاکٹر کلارک امرتسری نے دیا تھا کہ:

ہم کہتے ہیں مرزا صاحب مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہیں تو مجمع عام میں سور کا گوشت کھائیں۔ اگر کہیں کہ سور کا گوشت کھانا مسلمانوں کو حرام ہے اس سے اسلام کا ثبوت کیسے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ اسی طرح بالاختیار حلف اٹھانا عیسائیوں کو منع ہے۔ پس جب آتھم پکا عیسائی ہے تو وہ اپنی عیسائیت کا ثبوت قسم سے نہیں دے سکتا جس طرح آپ اپنے اسلام کا ثبوت سور کھانے سے نہیں دے سکتے (اشتہار ہنری کلارک طبع نیشنل پریس امرتسر)

مگر میں پوچھتا ہوں کہ مرزا جی کو آتھم پر قسم دینے کا حق ہی کیا تھا۔ کیا کوئی آیت یا حدیث اس بارے میں ہے کہ کوئی کافر اگر اپنے نفس پر التزام کرے اور اسلام سے انکاری ہو تو اس کو قسم دینی چاہیے؟ جیسے قرضدار عدالت میں انکار کرے اور مدعی کے پاس ثبوت دعوی نہ ہو تو مدعا علیہ کو قسم دی جاتی ہے کہ میں نے اس کا کچھ نہیں دینا۔ اسی طرح کوئی حدیث اس مضمون کی تجدید کی ہو، تو اطلاع بخشیں۔ جب یہ اسلام بلکہ کسی مذہب کا مسئلہ نہیں ہے کہ منکر مذہب کو انکار مذہب پر قسم دینی چاہیے تو آتھم کو قسم دینے کا آپ کو کیا حق پہنچتا ہے۔ کاش کہ آپ اسی حدیث الیمین علی من انکر پر قیاس کر کے آتھم سے حلف دلاتے تو بھی ایک بات ہوتی۔ گو یہ قیاس بھی قیاس فاسد ہی ہوتا جس کے جواب میں آپ کے مخلص اور بات بنانے والے کہ سکتے کہ المجتهد قد يصيب و قد يخطي۔ مگر یہاں تو یہ غضب ہے کہ اس مجدد کی تجدید نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ حدیث سے کوئی مطلب ہی نہیں، خود ہی احکام ایجاد کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

آتھم کا بیان بحیثیت شاہد مطلوب ہے نہ بحیثیت مدعا علیہ۔

(اشتہار انعامی تین ہزار۔ ص ۲۔ مجموعہ اشتہارات۔ ج ۲ ص ۶۶)

پس اگر مرزا جی کا کوئی مرید اس حدیث سے استدلال کر کے آتھم کو حلف دلانا تجویز کرے تو وہ مجاز نہ ہوگا کیونکہ اس حدیث کی رو سے مدعا علیہ پر، وہ بھی دیوانی (لین دین کے) معاملہ میں قسم ہے اور آتھم پر تو مرزا جی بحیثیت گواہ قسم دینا چاہتے ہیں۔ گو یہ منطق بھی ہماری سمجھ سے بالا ہے کہ آتھم گواہ ہے یا کیا؟

مرزا جی اپنے دعوی پر کہ آتھم نے رجوع بحق کیا تھا، یہ دلیل دیتے ہیں کہ، جب سے اس نے پیش گوئی سنی تھی عیسائیت کی حمایت میں ایک سطر بھی نہیں لکھی۔ پس یہی اس کے رجوع کی

علامت ہے۔ (انجام آتھم۔ ص۱۲)۔

حالانکہ یہ بات بالکل غلط، سراسر جھوٹ ہے، مباحثہ کے بعد وہ حسب لیاقت برابر مخالف تحریریں شائع کرتا تھا مگر آپ کے ملہم کو خبر نہیں ہوئی یا اس نے دانستہ آپ کو نہیں بتلایا۔ اسلام ہی کے مخالف نہیں رہا بلکہ ان تحریروں میں وہ ذات شریف (مرزا) پر بھی صلواتیں سناتا رہا۔ خلاصہ مباحثہ میں، جو مباحثہ کے بعد اس کی تصنیف ہے، لکھتا ہے:

مرزا صاحب کے ایک شاگرد مولوی نظام الدین ملتانی نے جو حمایت اپنے استاد کے بعد اس مباحثہ کے آئے تھے، اثنائے گفتگو تثلیث میں کہا کہ میں پورا دہریہ ہوں۔ اس پر راقم نے پوچھا تب تو اشیاء محدود الوجود کو حد کس نے لگا دی۔ جس کا جواب حضرت نے حیرانی اور طرح دہی کے سوا اور کچھ نہ دیا اور یہ بھی فرمایا کہ منزل کا ملاں کشف باطنی ہی ہے۔ پس ایسے مجذوب منشوں کو ہم مسئلہ تثلیث وتوحید کیا سمجھا سکتے تھے بجز دعائے خیر کے۔ فقط۔ (خلاصہ مباحثہ۔ ص۴)۔

نیز ڈپٹی آتھم لکھتا ہے:

توحید محض کے عاشقاں سے پہلا سوال تو یہی ہے کہ وہ کوئی ایسی شئے دکھلا دیں، اگر سکتے ہوں، جو مجموعہ متعدد صفات کے سوا کچھ اور بھی ہو۔ (خلاصہ مباحثہ۔ ص۳)

ان دونوں حوالوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آتھم مباحثہ کے بعد برابر اسلام کے خلاف لکھتا اور کہتا رہا، اور خاص مسئلہ توحید میں (جس میں مرزا جی اور آتھم کا پندرہ روز مباحثہ رہا تھا) تمام مسلمانوں سے مخالف اور تثلیث پر برابر جما ہوا تھا جو صریح اسلام کی نقیض ہے۔ پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۸ پر اپنے اعتراضات کو جو اس نے آپ کے مقابل اسلام پر کئے تھے نقل کر کے آپکے جوابات کو فضول بتلاتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

ان امور کا خاص جواب من جانب مرزا صاحب کے وہی نبوت آں حضرت (مرزا) کی تھی کہ آج سے جو ۵ جون ۱۸۹۳ء کی ہے پندرہ مہینے کے اندر جو فریق ناراست ہی رہے گا داخل جہنم ہو جائے گا۔ آئینہ کمالات اسلام مصنفہ آنجناب میں گویا خدا یوں کہتا ہے کہ: اے غلام احمد! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ (بشرح آنجناب)، یعنی تو میرے دست قدرت سے نکلا ہے اور میں تیرے کمال سے جلال پاتا ہوں۔ ہم کو تو اس آئینہ میں چہرہ کسی دہریہ یا ہمہ اوست کا جو برادر توام دہریہ کا ہے نظر آتا ہے۔ اور

معجزات ایسے شخص (مرزا) کے ممتحن ایمان ہی ہیں، نہ مطمئن اطمینان جو تصدیق کذب کی کرتے۔ (خلاصہ۔ص ۸)

اس اخیر فقرے میں آتھم نے کھلے لفظوں میں مرزا جی کو دجال اور جھوٹا بھی کہا ہے کیونکہ اس نے انجیل کے اس مقام کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں حضرت مسیح نے فرمایا ہے:

بہت سے جھوٹے نبی آویں گے۔ (انجیل متی باب ۲۴۔ آیت ۱۲)

And many false prophets will appear and deceive many people. (Matthew 24:12)

کہیے مرزا جی! آپ کو دجال یا کذاب کہنا بھی اسلام کے خلاف ہے یا موافق ہے۔ پھر تعجب ہے کہ آپ کے تمام مباحثہ کو فضول سمجھتا ہے اور آپ کو کھلے لفظوں میں دجال لکھتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اس نے خاموش رہ کر رجوع کا ثبوت دیا ہے۔ کیا توحید کے خلاف تثلیث کا قائل ہو اور ذات شریف کو دجال کہے، تو بھی رجوع بحق ہے، اور کہا جا سکتا ہے کہ وہ آپ کے متنازعہ مسئلہ میں اپنا خیال چھوڑ کر آپ کا ہم خیال ہو گیا؟ علاوہ اس کے یہ کیا دلیل ہے کہ چونکہ اس نے عیسائیت کی حمایت میں کچھ نہ لکھا اس لئے وہ عیسائی نہ تھا۔ کیا کسی مذہب کی حمایت میں تصنیف نہ کرنا اس مذہب کے ترک یا روگردانی کی دلیل ہے؟ کیا آپ کی جماعت کے لکھے پڑھے تمام ہی آپ کی تائید میں لکھتے رہتے ہیں؟ تو کیا نہ لکھنے والے آپ کو چھوڑ بیٹھے؟

افسوس ہے حکیم نورالدین صاحب نے ہمارے اس جواب کو دیکھا بھی نہ ہوگا اس لئے اپنے آئینہ حق نما میں اس کے پاس سے چپکے سے گذر گئے۔

اس پیش گوئی نے مرزا جی کو حیران کر رکھا ہے کہ انہیں مطلق خبر نہیں کہ میں کیا لکھتا ہوں جو کچھ منہ پر آیا کہہ دیا حمقاء آمنّا و صدقنا فاکتبنا مع الصّادقین کہنے کو تیار ہیں۔ آپ کشتی نوح کو بے بانس چلاتے ہوئے (صفحہ ۶ پر) لکھتے ہیں کہ

پیشگوئی میں صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے گا تو پندرہ مہینے میں نہیں مرے گا۔ سو اس نے عین جلسہ مباحثہ پر ستّر معزز آدمیوں کے رو برو آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا اور نہ صرف یہی بلکہ اس نے پندرہ مہینہ تک اپنی خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کر دیا اور پیش گوئی کی بنا یہی تھی کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو دجال کہا تھا۔ لہذا اس نے رجوع سے صرف اس قدر فائدہ اٹھایا کہ پندرہ مہینے کے بعد مرا، مگر مر گیا۔ یہ اسلئے ہوا کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین

میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا، سو وہ پہلے مر گیا۔

ناظرین کیسی ہوشیاری یا مکاری ہے کہ آتھم کی پیش گوئی کی بنا یہ بتلائی ہے کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو دجال کہا تھا، حالانکہ پیش گوئی کے الفاظ میں ان معنی کی طرف اشارہ بھی نہیں۔ ناظرین صفحات سابق میں پیش گوئی کے الفاظ پڑھیں، دیکھئے تو کس تشریح کے ساتھ لکھا ہے کہ

جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ ۱۵ ماہ کے اندر ہاویہ میں گرا جاوے گا۔

کجا عاجز انسان کو خدا بنانا، کجا آنحضرت ﷺ کو دجال کہنا۔ یہ ہے مرزا جی کی حرکت مذبوحی جس سے ان کی بے بسی نمایاں ہے۔ سچ ہے لو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً۔ یعنی جو کلام خدا کی طرف سے القاء اور وحی نہ ہو، اس میں بہت ہی بڑا اختلاف ہوتا ہے۔ اور یہی اختلاف اس کے کذب کی دلیل ہے۔

حیرت انگیز چالاکی سے مرزا جی اپنی اس پیش گوئی کی توضیح یوں کرتے ہیں کہ اگر آتھم رجوع بحق نہ کرے گا تو ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ یعنی اس کا رجوع بحق کرنا ہاویہ میں گرائے جانے کو مانع ہے۔ گویا ان دونوں باتوں میں تضاد کا علاقہ ہے، جیسے رات اور دن میں یا سیاہ اور سفید میں، کہ ایک کے ہوتے ہوئے دوسرے کا ہونا ممکن نہیں، بلکہ نہ ہونا ضرورت ہے۔ یعنی ہاویہ اسی صورت میں ہوگا کہ رجوع نہ ہو اور اگر رجوع ہوا تو ہاویہ نہ ہوگا۔ پس ناظرین اس تقریر کو ذہن نشین کر کے مرزا جی کی عبارت مندرجہ ذیل کو غور سے پڑھیں کہ مرزا جی کس ہوشیاری سے بکف چراغ داشتہ، دونوں ضدوں (رجوع اور ہاویہ) کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں۔ پس سنو۔

آتھم نے اپنے اس خوف زدہ ہونے کی حالت سے جس کا اس کو خود اقرار بھی ہے جو نور افشاں میں شائع ہو چکا ہے بڑی صفائی سے یہ ثبوت دے دیا ہے کہ وہ ضرور ان ایام میں پیش گوئی کی عظمت سے ڈرتا رہا یعنی اس نے اپنی مضطربانہ حرکات اور افعال سے ثابت کر دیا کہ ایک سخت غم نے اس کو گھیر لیا ہے اور ایک جانکاہ اندیشہ ہر وقت اور ہر دم اس کے دامنگیر ہے جسکے ڈرانیوالے تمثلات نے آخر اس کو امرتسر سے نکال دیا۔ واضح ہو کہ انسان کی ایک فطری خاصیت ہے کہ جب کوئی سخت خوف اور گھبراہٹ اس کے دل پر غلبہ کر جائے اور غایت درجہ کی بے قراری اور بے تابی تک نوبت پہنچ جائے تو اس خوف کے ہولناک نظارے طرح طرح کی تمثلات میں اس پر وارد ہونے شروع

ہو جاتے ہیں اور آخر وہ ڈرانے والے نظارے مضطربانہ حرکت اور بھاگنے کی طرف مجبور کرتے ہیں۔ اسی کی طرف توریت، استثناء میں بھی اشارہ ہے کہ قوم اسرائیلی کو کہا گیا کہ جب نافرمانی کرے گا اور خدا تعالی کے قوانین اور حدود کو چھوڑ دے گا تو تیری زندگی تیری نظر میں بے ٹھکانہ ہو جائے گی اور خدا تجھ کو ایک دھڑکا اور جی کی غمنا کی دے گا اور تیرے پاؤں کے تلوے کو قرار نہ ہوگا اور تو جا بجا بھٹکتا پھرے گا۔ چنانچہ بارہا ڈرانے والی تمثلات نبی اسرائیل کی نظر کے سامنے پیدا ہوئے اور خوابوں میں دکھائی دیئے جن کے ڈر سے وہ اپنے جینے سے ناامید ہو گئے۔ اور مجنونانہ طور پر شہر بشہر بھاگتے پھرے۔ غرض یہ ہمیشہ سے سنت اللہ ہے کہ شدت خوف کے وقت کچھ کچھ ڈرانے والی چیزیں نظر آجایا کرتی ہیں اور جیسے جیسے بے آرامی اور خوف بڑھتا جاتا ہے وہ تمثلات شدت اور خوف کے ساتھ ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ اب یقیناً سمجھو کہ آتھم کو انذاری پیش گوئی سننے کے بعد یہی حالت پیش آئی۔

(ضیاء الحق۔ص ۱۲۔۱۳۔خزائن ج ۹ ص ۲۶۰،۲۶۱)

یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح یونسؑ کی قوم کو ملائک عذاب کے تمثلات میں دکھائی دیتے تھے، اسی طرح ان کو بھی سانپ وغیرہ تمثیلات دکھائی دیتے۔ مگر ساتھ ہی ضروری طور پر اس بات کو ماننا پڑتا ہے کہ جس شخص کا خوف ایک مذہبی پیش گوئی سے اس حد تک پہنچ جائے کہ اس کو سانپ وغیرہ ہولناک چیزیں نظر آویں یہاں تک کہ وہ ہراساں اور ترساں اور پریشان اور بے تاب اور دیوانہ سا ہو کر شہر بشہر بھاگتا پھرے اور سراسیموں اور خوف زدوں کی طرح جا بجا بھٹکتا پھرے، ایسا شخص بلاشبہ یقینی یا ظنی طور پر اس مذہب کا مصدق ہو گیا ہے جس کی تائید میں وہ پیش گوئی کی گئی تھی۔ اور یہی معنی رجوع الی الحق کے ہیں۔ اور یہی وہ حالت ہے جس کو بالضرور رجوع کے مراتب میں سے کسی مرتبہ پر محمول کرنا چاہیے اور میں جانتا ہوں کہ آتھم صاحب کا اس پیش گوئی سے جو دین اسلام کی سچائی کے لئے کی گئی تھی جس کے ساتھ رجوع بحق کی شرط بھی تھی اس قدر ڈرنا کہ سانپ نظر آنا اور نیزوں اور تلواروں والے دکھائی دینا، یہ ایسے واقعات ہیں جو ہر ایک دانش مند جو، ان کو نظر یکجائی سے دیکھے گا، وہ بلاتامل اس نتیجہ تک پہنچ جائے گا کہ بلاشبہ یہ سب باتیں پیش گوئی کے پرزور نظارے ہیں۔ اور جب تک کسی کے دل پر

ایسا خوف مستولی نہ ہو جو کمال درجہ تک پہنچ جائے تب تک ایسے نظاروں کی ہرگز نوبت نہیں آتی۔ جو شخص مکذب اسلام ہو اور حضرت عیسیٰؑ کے دور تک ہی الہام پر مہر لگا چکا ہو کیا وہ اسلامی پیش گوئی سے اس قدر ڈر سکتا ہے بجز اس صورت کے کہ اپنے مذہب کی نسبت شک میں پڑ گیا ہو اور عظمت اسلامی کی طرف جھک گیا ہو۔

(ضیاء الحق۔ ص ۱۶۔ ۱۷؛ خزائن ج ۹ ص ۲۶۴۔ ۲۶۵)

عبارت مذکورہ بالا صاف اور صریح لفظوں میں بتلا رہی ہے کہ آتھم نے رجوع کیا جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے اور اس کے رجوع بحق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے دل پر خوف غالب ہوا جس کی وجہ سے وہ بھاگا پھرا۔ پس اس کا نتیجہ صریح یہ ہونا چاہیے تھا کہ آتھم ہاویہ سے بچا رہتا۔ مگر وہ بیچارہ باوجود ایسے رجوع کے ہاویہ سے محفوظ بھی نہ رہا۔ گویا اجتماع ضدین کا استحالہ اس کے حق میں احاطہ امکان میں آ گیا۔ اس دعویٰ کی دلیل کہ آتھم کو مرزا جی نے باوجود رجوع بحق کرنے کے بھی (اپنے مصنوعی) ہاویہ میں گرانا چاہا بلکہ گرا ہی دیا، مرزا کی عبارت ذیل ہے۔ غور سے سنو:

اور توجہ سے یاد رکھنا چاہیے کہ ہاویہ میں گرائے جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورے کئے اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈال لیا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ ان کے دامن گیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا۔ یہی اصل ہاویہ تھا اور سزائے موت اس کے کمال کیلئے ہے جس کا ذکر الہامی عبارت میں موجود بھی نہیں۔ بے شک یہ مصیبت ایک ہاویہ تھا جس کو عبداللہ آتھم نے اپنی حالت کے موافق بھگت لیا۔ (انوار الاسلام۔ ص ۵۔ ۶۔ خزائن ج ۹)

اور لکھتے ہیں:

پس اے حق کے طالبو! یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیش گوئی پوری نکلی اور اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی۔ ہاں اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنے پر جزع فزع کا اثر نہ ہونے دیتا اور اپنے افعال سے اپنی استقامت دکھاتا اور اپنے مرکز سے جگہ جگہ بھٹکتا نہ پھرتا اور اپنے دل پر وہم اور خوف اور پریشانی غالب نہ کرتا بلکہ اپنی معمولی خوشی اور استقلال میں ان تمام دنوں کو گذارتا، تو بے شک کہہ سکتے تھے کہ وہ ہاویہ میں گرنے سے دور رہا۔ مگر اب تو اس کی یہ مثال ہوئی کہ قیامت دیدہ ام پیش از قیامت۔ اس پر وہ غم کے پہاڑ پڑے جو اس نے اپنی تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی۔ پس کیا یہ سچ

نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا۔ اگر تم ایک طرف ہماری پیش گوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اس کے مصائب کو جانچو جو اس پر وارد ہوئے تو تمہیں کچھ بھی اس بات میں شک نہیں رہے گا کہ وہ بے شک ہاویہ میں گرا، ضرور گرا، اور اس کے دل پر وہ رنج اور غم اور بدحواسی وارد ہوئی جس کو ہم آگ کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے۔

ہاں اعلی نتیجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور ہماری تشریحی عبارت میں درج ہے یعنی موت، وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارد نہیں ہوا، کیونکہ اس نے عظمت اسلام کی ہیبت کو اپنے دل میں دھنسا کر الٰہی قانون کے موافق الہامی شرط سے فائدہ اٹھالیا۔ مگر موت کے قریب قریب اس کی حالت پہونچ گئی اور وہ درد اور دکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا، اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آگیا۔

پس یقیناً سمجھو کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی اور خدا تعالی کا ہاتھ بالا ہوا، اور کلمہ اسلام اونچا ہوا اور عیسائیت نیچے گری۔ فالحمد للّٰہ علی ذلک۔

(انوارالاسلام۔ص ۷؛ خزائن۔ ج ۹ ص ۷۔۸)

عبارت مذکورہ بالا صاف اور صریح طور پر اپنا مدعا بتلا رہی ہے ایسی کہ کسی شرح یا حاشیہ کی حاجت نہیں۔ بعبارت النص ظاہر ہوتا ہے کہ آتھم، ہاویہ میں گرا۔ کیوں گرا؟ حسب مضمون پیش گوئی رجوع بحق نہ کیا ہوگا، حالانکہ رجوع بحق کر چکا تھا جو منقولہ عبارت سے ظاہر ہے۔ ہم مرزا جی کے اہل علم اصحاب کو علمی طرز پر یہ تقریر سناتے ہیں تاکہ ان کو معقولی اصطلاح میں اس تہافت کا سمجھنا آسان ہو۔ مرزا جی کی عبارت کا مطلب علی طریق القیاس الاستثنائی یوں ہے:

ان رجع عبد اللّٰہ الی الحق ھو ناج من الھاویة لکنّہ رجعہ فلیس بناج

مرزا جی کے دوستو! آج تک تو تمام اہل عقول کا اجماع تھا کہ

وضع المقدم یستلزم وضع التالی و رفع التالی یستلزم رفع المقدم

آج کیا یہ نئی منطق ہے کہ

و ضع المقدم یستلزم رفع التالی فاین التلازم

کیا منطقی اصطلاحات میں بھی تجدید تو نہیں کی؟

۳۰۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو موضع مد ضلع امرتسر میں راقم کا مرزائیوں سے مباحثہ ہوا۔ فریق مرزائیہ کی طرف سے مولوی سرور شاہ مباحث تھے۔ ان سے بھی اس تناقض کا میں نے ذکر کیا مجھے تو کچھ خیال تھا کہ شاہ صاحب اس کا کچھ عالمانہ جواب دیں گے مگر افسوس کہ جو کچھ انہوں نے جواب دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے حق میں وہی مثل صادق ہے:

جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے اک دم میں سارا بھلا دیا

آپ کی تحریر میرے پاس موجود ہے۔ چنانچہ وہ حرف بحرف یہ ہے کہ :

یاد رہے کہ رجوع ثابت اور رجوع کے ایام میں ہاویہ میں نہیں پڑا۔ ہاں عدم رجوع کے ایام اسی پندرہ ماہ کی میعاد کے اندر وہ ہاویہ میں گر گیا۔ غرض پہلے ۱۵ ماہ رجوع کے ہیں دوسرے پندرہ ماہ عدم رجوع کے، واقع میں کوئی تناقض نہیں۔ اپنی سمجھ کا تناقض ہے۔

مرزا قادیانی کے کلام منقولہ سے صاف پایا جاتا ہے کہ ڈپٹی آتھم کے ایک ہی فعل یعنی نقل مکانی کو وہ رجوع اور ہاویہ دو نام رکھتے ہیں جو پندرہ مہینوں میں وہ کرتا رہا۔ پھر اس کیلئے شاہ جی کا یہ توجیہہ کرنا کہ پندرہ ماہ کا پہلا حصہ رجوع کا اور دوسرا عدم رجوع کا، حقیقت میں حرکت مذبوحی اور تاویل الکلام بما لا یرضی قائلہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اگر کسی صاحب کو یہ شبہ ہو کہ خدا جانے مرزا جی کی عبارت ثانیہ کا کیا مطلب ہے، یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ باوجود رجوع بحق کرنے کے، آتھم پھر بھی ہاویہ میں گرایا جاتا۔ یہ تو صاف تناقض صریح اور نہایت قبیح ہے جو ادنی عقل والے سے بھی بعید ہے۔ مرزا جی تو ماشاء اللہ بڑے مصنف ہیں۔ اگر الہامی نہیں تو ان کے مصنف اور مناظر ہونے میں تو شک نہیں۔ ایسے صریح تناقض کے وہ کیوں مرتکب ہونے لگے تھے، جو احمق سے احمق بھی نہ کرے کہ جس چیز کا وجود کسی چیز کے لئے مانع ہو اس کے ہوتے بھی وہ چیز متحقق ہو سکے۔ باوجود تسلیم کر لینے کے قاعدہ العدد اما فرد او زوج کے پھر یہ کہنا کہ العدد فرد مع زوجاً لا یقول بہ احد الّا من سفہ نفسہ، تو ایسے صاحبوں کی دل جمعی کے لئے کہتے ہیں کہ ہم نے ہی یہ معنی مرزا جی کی عبارت سے نہیں سمجھے، بلکہ مرزا جی کے اخص الخواص بلکہ امام الصلوۃ، بلکہ مرزائی جماعت کے امام الثقات نے بھی یہی معنی سمجھے ہیں کیونکہ وہ خود آتھم کو ہاویہ تک چھوڑنے گیا تھا۔ (معلوم نہیں بوجہ معذوری کے خود واپس ہوا، یا نہیں) غور سے سنو:

(آتھم) پندرہ ماہ کے اندر اسلام کے خلاف ایک لفظ نہ بولا اور سراسیمگی اور وحشت کی

حالت میں شہر بشر مارا پھرا کہ کسی طرح ملک الموت کے پنجہ سے نجات پاوے۔ اس عرصہ میں اسے کئی دفعہ خونی فرشتے بھی نظر آئے اس کی قوت واہمہ نے اس پر ایسا اثر کیا کہ کہیں اس کی نظر میں بشکل اصل مجسم سانپ نمودار ہونے لگے کہیں خونی فرشتے حملہ کرتے ہوئے دکھائی دیئے۔ غرضیکہ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں سخت سے سخت ہاویہ کے عذاب میں گرارہا (سیرت مسیح موعود۔ از مولوی عبدالکریم سیالکوٹی۔ حاشیہ ص ۲۵)

اب تو شبہ بالکل رفع ہوگیا کہ مرزا جی اپنی پیش گوئی کی تصدیق کیلئے کہاں تک کوشش کرتے ہیں، ایسے کہ اجتماع ضدین کی بھی انہیں پرواہ نہیں رہتی۔ طرفہ تر یہ کہ اجتماع ضدین ہی پر قناعت نہیں بلکہ ایک ہی شئے کو دو متضاد چیزیں بتلایا جاتا ہے۔ وہی آتھم کا ایک فعل ہے یعنی (بقول مرزا) پیش گوئی کے خوف سے اضطراب کرنا اسی کو رجوع بحق کہا جاتا ہے اور اسی کا نام ہاویہ رکھا جاتا ہے پھر اسی کمال علمی پر سلطان القلم کا لقب اور مہدی زمان اور مسیح دوراں کا ادعاء

بت کریں آرزو خدائی کی ۔۔۔ شان ہے تیری کبریائی کی

مرزائیو! اور مرزا جی کے اخص الخواص مقربو! علم کے مدعیو! علماء کرام کو جاہل اور کندہ ناتراش کہنے والو! انصاف سے خدا کے لئے مثنی وفرادی ہوکر سوچو کہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً کے صدق میں کچھ شک ہے یا مرزا جی کے کمال علم و دیانت میں کوئی شبہ باقی ہے۔ تعجب ہے کہ حکیم صاحب نے بھی (آئینہ حق نما میں) ہماری درج بالا گذارشات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

ایک اور طرز سے بھی اس پیش گوئی کی تکذیب ہوتی ہے کہ قاعدہ کلیہ جس کو مرزا جی نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۷۸ پر بڑے زور شور سے بیان کیا ہے اور حضرت مسیح کے دوبارہ نہ آنے کو اسی قاعدہ پر مرتب سمجھا ہے جس کا بیان اہل علم کی اصطلاح میں یوں کیا جاتا ہے کہ الشّیء اذا ثبت ثبت بلوازمہ یعنی جب کوئی چیز وجود پذیر ہوتی ہے تو اس کے لوازم اس کے ساتھ ہوتے ہیں جس کو مرزا جی کے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں، کہ ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور اس کے ساتھ روشنی نہ ہو۔ (صفحہ مذکور)۔ پس بعد تسلیم اس قاعدہ کلیہ کے ہم اس پیش گوئی کے لوازم کی پڑتال کرتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ مرزا جی نے بھی اس پیش گوئی کے لوازم بتلائے تھے۔ یعنی۔

جو سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشین گوئی ظہور میں آئے گی بعضے اندھے سوجا کھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ (جنگ مقدس۔ ص۔۲۱۰؛ خزائن ج ۶ ص ۲۹۲)

پس ہم لازم اول ہی کو دیکھتے ہیں کہ کہاں تک اس کا ظہور رہا۔ کچھ شک نہیں کہ سچوں کی عزت سے مرزا جی کی اپنی اور اپنی جماعت کی عزت تھی ۔ سو اس پیش گوئی کے موقع پر جیسی کچھ ظہور میں آئی خدا دشمن کی بھی نہ کرے ۔ ہر ایک قوم کی طرف سے، ایک نہیں کئی کئی اشتہارات اخبارات رسالہ جات نکلے جن میں مرزا جی کی عزت اور آ ؤ بھگت کے کلمات طیبات بھرے ہوئے تھے۔ سب کو نقل کرنا تو قریب محال ہے ان میں سے چند ایک بطور مشتے نمونہ از خروارے نقل کرکے باقی کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اہالی امرتسر کی طرف سے جو اشتہارات نکلے تھے ان میں سے ایک یہ ہے:

مرزا قادیانی اور آتھم کی لڑائی میں اسلام کی صداقت

انّا نحن نزّ لنا الذ کر و انّا له لحا فظون

آج ہم اس آیت کی تصدیق پاتے ہیں کہ خدا کیسے اپنے دین اسلام کی تصدیق کرتا ہے جو لوگ اس دین کی آڑ میں ہو کر اس دین کو بگاڑنا چاہتے ہیں ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ تمام مخلوق کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہوا۔ کہ آتھم امرتسری باوجود پیرانہ سالی کے ۱۵ مہینے کی مدت میں (جس میں کئی فصول ہیضہ بھی ہوئیں) نہیں مرے۔ نہ صرف آتھم بلکہ ایک اور صاحب بھی (جس کی موت کے بعد مرزا صاحب نے اس کی بیوی سے نکاح کرنا تھا، جس کی مدت حسب شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا صاحب ۲۰۔ اگست ۱۸۹۴ء کو پوری ہوگئی ہے) نہیں مرے۔

تھے دو گھڑی شیخ جی شیخی بگھارتے وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کیا آج کوئی نہیں جو مرزا کا ساتھ دیوے؟ حکیم نور الدین کہاں ہیں؟ احسن امروہی صاحب کہاں ہیں؟ ریاض ہند کے نوجوان اڈیٹر جو مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے، کہاں ہیں؟ وہ سیالکوٹ کے معذور لیکچرار کہاں ہیں؟ خواجہ صاحب لاہوری کہاں ہیں؟ سچ ہے اور بالکل سچ ہے ولو تقوّل علینا بعض الاقا ویل لاخذ نا منه با لیمین ...... الخ

☆ اہالی لدھیانہ نے جو اشتہار دیئے ان میں سے ایک دو یہ ہیں:

مدد ہے مباہل کو یہ آسمانی ہوئی جس سے ہے ذلت قادیانی

بنمائے بہ صاحب نظرے گو ہر خودرا عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند

ارے او خود غرض خود کام مرزا ارے منحوس نا فرجام مرزا
غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو رسول حق باستحکام مرزا
مسیح و مہدی موعود بن کر بچھائے تو نے کیا کیا دام مرزا
ہوا بحث نصاری میں بآخر مسیحائی کا یہ انجام مرزا
مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے ہے آتھم زندہ اے ظلام مرزا
تری تکذیب کی شمس و قمر نے ہوا مدت کا خوب اتمام مرزا
کہاں ہے اب وہ تیری پیشگوئی جو تھا شیطان کا الہام مرزا
اگر ہے کچھ بھی غیرت ڈوب مرتو بظاہر اس میں ہے آرام مرزا
بشیر آیا تھا کیا کم کر گیا تھا ترا اعزاز اور اکرام مرزا
کیا تھا اس نے تجھ کو زندہ در گور دیا تھا تجھ کو سخت الزام مرزا
ولیکن تو نہ آیا باز پھر بھی یہ اس شوخی کا ہے انعام مرزا
نہ کہتا کچھ اگر منہ پھاڑ کر تو ندامت کا نہ پیتا جام مرزا
گلے میں اب ترے رسہ پڑے گا سیہ رو ہو گا پیش عام مرزا
سزا بھی کم سے کم اتنی تو ہو گی کہ ہو جاوے تجھے سرسام مرزا
ہے سولی اور پھانسی کار سرکار رعایا کا نہیں یہ کام مرزا
تو ہے اک انبیاء بعل میں سے سلف کو دے رہا دشنام مرزا
زمین و آسمان قائم ہیں اب تک ترے وہ ٹل گئے اعلام مرزا
براہین سے ٹھگے تو نے مسلماں کبھی ایسے بھی تھے ایام مرزا
بحمد اللہ کہ چھپ کر فتح و توضیح کھلے تیرے چھپے اصنام مرزا
در توبہ ہے وا ہو جا مسلمان یہی سعدی کا ہے پیغام مرزا

عیسائیوں کی طرف سے جو اشتہارات نکلے ان میں ایک یہ تھا:

ایسی مرزا کی گت بنائیں گے سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہووے گا اب نبوت کا پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے
ارے سن لو رسول قادیانی لعین و بے حیا شیطان ثانی
نہ باز آیا تو کچھ بکنے سے اب بھی بڑھاپے میں ہے یہ جوش جوانی

نچاوے ریچھ کو جیسے قلندر یہ کہہ کہہ کر تیری مرجاوے نانی
نچاویں گے تجھے بھی ناچ ایسا یہی ہے اب مصمم دل میں ٹھانی

نیز:

پنجہ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی
آتھم اب زندہ ہیں آکر دیکھ لو آنکھوں سے خود
بات یہ کب چھپ سکے ہے اب چھپائے آپ کی
کچھ کرو شرم و حیا تاویل کا اب کام کیا
بات اب بنتی نہیں کوئی بنائی آپ کی
جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بتلانا صریح
کون مانے ہے بھلا یہ کج ادائی آپ کی
جھوٹ ہیں باطل ہیں دعوے قادیانی کے سبھی
بات سچی ایک بھی ہم نے نہ پائی آپ کی
حق ہے صادق اور صادق حق کا سب الہام ہے
ہو گئی شیطان سے ثابت آشنائی آپ کی
ہوگیا ثابت ہے سب اقوال بد سے آپ کے
کر رہا ہے بے شک شیطاں رہنمائی آپ کی
ہے کہاں اب وہ خدا جس کا تمہیں الہام تھا
کس لئے کرتا نہیں مشکل کشائی آپ کی
اپنے پنجہ سے نہیں شیطان تمہیں دیتا نجات
اس کو کب منظور ہے اک دم جدائی آپ کی
تم ہو اس کے اور اب وہ ہے تمہارا یار غار
رات دن کرتا وہی ہے پیشوائی آپ کی
ہم نہ کہتے تھے کہ شیطاں کا کہا مانو نہ یار
کس بلا میں اس نے دیکھو جاں پھنسائی آپ کی

ہر طرف سے لعنت اور پھٹکار اور دھتکار ہے
دیکھو کیسی ناک میں اب جان آئی آپ کی
خوب ہے جبریل اور الہام والا وہ خدا
آبرو سب خاک میں کیسی ملائی آپ کی
اب بتاؤ ہیں کہاں وہ آپ کے پیرو مرید
جو گلی کوچوں میں کرتے تھے بڑائی آپ کی
کرتے ہیں تعظیم جھک جھک کر تو حاصل اس سے کیا
ڈوم کنجر دہریئے کنجڑے قصائی آپ کی
آپ نے خلقت کے ٹھگنے کا نکالا ہے یہ ڈھنگ
جانتے ہیں ہم یہ ساری پارسائی آپ کی
کچھ کرو خوف خدا کیا حشر کو دو گے جواب
کام کس آئے گی یہ دولت کمائی آپ کی
ڈھیٹھ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی
کر کے منہ کالا گدھے پر کیوں نہیں ہوتے سوار
فیصلے کی شرط ہے مانی منائی آپ کی
داڑھی سر اور مونچھ کا بچنا بڑا دشوار ہے
کر ہی ڈالے گا حجامت اب تو نائی آپ کی
آپ کے دعووں کو باطل کر دیا حق نے تمام
اب بھی تائب ہو اسی میں ہے بھلائی آپ کی
اب بھی فرصت ہے اگر کچھ عاقبت کی فکر ہے
ہاتھ کب آئے گی یہ مہلت گنوائی آپ کی
سخت گمراہ ہو ، نہیں سمجھے مسیح کی شان کو
راہ حق اور زندگی سے ہے لڑائی آپ کی
خاتمہ بالخیر ہوگا اور ہوگے سرخرو

ہو گئی اب بھی مسیح سے گر صفائی آپ کی

ان اشتہاروں کی بھی چنداں حاجت نہیں۔ مرزا جی خود ہی مانتے ہیں کہ پیش گوئی کے خاتمہ پر تمام مخالفوں نے خوشی منائی اور مرزا جی کی تذلیل میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

پادریوں نے خدا کا خوف نہ کیا اور امرت سر کے بازاروں میں اس کو لئے پھرے کہ دیکھو آتھم صاحب زندہ موجود ہے اور پیش گوئی جھوٹی نکلی۔ بہت سے پلید طبع مولوی جو نام کے مسلمان تھے اور چند نالائق اور دنیا پرست اخبار والے ان کے ساتھ ہو گئے اور لعن طعن اور تکذیب اور تبرا بازی میں ان کے بھائی بن بیٹھے اور بڑے جوش سے اسلام کی خفت کرائی۔ پھر کیا تھا، عیسائیوں کو اور بھی موقع ہاتھ لگا۔ پس انہوں نے پشاور سے لے کر الہ آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور دور دور کے شہروں تک نہایت شوخی سے ناچنا شروع کیا اور دین اسلام پر ٹھٹھے کئے اور یہ سب مولوی یہودی صفت اور اخباروں والے ان کے ساتھ خوش خوش اور ہاتھ میں ہاتھ ملائے ہوئے تھے۔

(سراج منیر۔ ص ۵۲؛ خزائن ج ۱۲ ص ۵۴)

پس مرزائیو! یؤخذ المرء باقرارہ (آدمی اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے) پر غور کرو اور ان دنوں کی عزت و ذلت کو سوچو کہ کس کے نصیب نہ تھی؟ بلکہ اب بھی اگر تم سے کوئی شخص آتھم والی پیش گوئی کا ذکر کرے تو تمہارے دل پر کیا کچھ ذلت اور ندامت کے خطرات گذرتے ہیں۔ سچ بتلانا خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر بتلانا کہ جس طرح عیسائی تثلیث پر گفتگو کرنے سے جی کتراتے ہیں تم اس پیش گوئی کو ٹلاتے ہو یا نہیں؟ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ تم بالکل ہی چپ چاپ ہو جاتے ہو، حاشا وکلا! تم ایسے کہاں خاموش رہنے والے ہو۔ ظاہر میں تو بہت کچھ کہتے ہو بلکہ اپنے پیر کی پوری وکالت کرتے ہو مگر ہمارا یہ سوال ظاہری مناظرہ سے نہیں بلکہ اندرونی کیفیت سے ہے جس کو تم اور علیم بذات الصّدور کے اور کوئی نہیں جانتا۔ فافہم۔

حکیم نورالدین صاحب سے اس ہماری اس معقول تقریر کا جواب اور کچھ تو نہ بن سکا، ہاں یہ فرمایا اور کیا خوب فرمایا:

اے سلیم الفطرت دانش مند! ذرا غور کرو کہ اگر محض ناعاقبت اندیش اور سلامتی کے دشمن خبیث الفطرت معاندین کی گالیاں کسی مامور و مرسل کی تکذیب کا موجب ہو سکتی ہیں

تو انصاف سے کہو کیا پھر دنیا میں کوئی راست باز ہوسکتا ہے۔ (آئینہ حق نما۔ص ۸۸)

حکیم صاحب! آپ تو مولوی کے علاوہ حکیم اور مشہور طبیب بھی ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کوئی صحیح الدماغ نہ کہہ سکے۔ بے شک کافروں اور حق کے مخالفوں سے حضرات انبیاء اور اولیاء سخت سے سخت بد کلامیاں، گالیاں اور بدزبانیاں سنتے رہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ انہوں نے کب کہا تھا کہ فلاں کام ہونے سے ہماری عزت ہوگی، پھر اسی کام پر ان کی بے عزتی ہوئی۔ حکیم صاحب قضیہ مخصوصہ اور ہے اور کلیہ اور ہے۔ ہماری مراد تو اس خاص وقت سے ہے جو بقول مرزا قادیان ان کی عزت کا وقت تھا۔ عزت کے وقت میں ذلت ہونے سے تکذیب نہیں تو پھر کیا ہے؟ سنئے قرآن مجید نے اس کے مشابہ ایک پیش گوئی یوں فرمائی ہے:

الٓمٓ ۔ غلبت الروم۔ فی ادنی الارض و ھم من بعد غلبھم سیغلبون ۔ فی بضع سنین۔ للّٰہ الامر من قبل ومن بعد ۔ یومئذ یّفرح المؤمنون۔ بنصر اللّٰہ ۔ ینصر من یشاء ۔ و ھو العزیز الرحیم (روم :۱۔۵) (جس روز رومی ایرانیوں پر غالب آویں گے اس روز مسلمان بھی اللہ کی مدد سے خوش ہونگے)

کیا اس روز مسلمان بوجہ فتح خوش نہیں ہوئے تھے؟ اگر خوش نہ ہوتے بلکہ کسی وجہ سے مسلمانوں کو ناخوشی حاصل ہوتی تو یہ پیش گوئی صحیح ہوسکتی؟ ہرگز نہیں۔

حکیم صاحب! آپ تو طبیب ہیں۔ یوں تو کئی ایک مریض آپ کے زیر علاج مرے ہوں گے، تاہم آپ پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن آپ کسی بیمار کی نسبت یہ کہہ دیں کہ یہ ضرور اچھا ہوگا اس روز میری عزت دوبالا ہو جائے گی۔ اتفاق سے وہ مر جائے اور اہل میت بجائے عزت کے آپ کی گت بنا دیں، کارٹون نکالیں، یہ کریں وہ کریں، تو بتایئے اس واقعہ پر بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ طبیبوں کے زیر علاج سینکڑوں ہزاروں مریض مرتے ہیں۔ اگر اس واقعہ سے مجھ پر اعتراض ہے تو مجھ سے پہلے کوئی طبیب بھی قابل اور لائق ثابت نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ یہ عذر کریں تو شہر کے پرائمری مدارس کے لونڈے بھی آپ پر ہنسیں گے اور کہیں گے کہ حکیم صاحب کو معلوم نہیں کہ کسی واقعہ پر اپنی عزت کی پیشگوئی کرنی اور بات ہے اور عام طور پر مخالفوں سے تکلیف اور ذلت اٹھانی اور بات ہے۔ غالباً ہر عاقل بالغ ان ہر دو مضمونوں میں تمیز کرسکتا ہے الّا من سفہ نفسہ۔

ایک اور طرز سے بھی اس پیش گوئی کی تکذیب ہوتی ہے۔ مرزا جی اپنے الہام یا وحی یا نبوت اور رسالت کو انبیاء کے منہاج اور طرز پر بتلایا کرتے ہیں۔ دیکھو رسالہ ضرورۃ الامام۔

مرزا جی کے ایک خاص حواری پیر جی سراج الحق کا خط جو میاں علی محمد خیاط موضع سوہل ضلع گورداسپور کے نام پہنچا ہے اس دعوی کی کہ مرزا جی کو دعوی نبوت ہے توضیح کرتا ہے۔

قرآن اور توریت اور انجیل اور زبور اور صحف انبیاء دنیا میں موجود ہیں۔ یہ سب چیزیں جن پر نازل ہوئیں وہ سب الہام کے مدعی تھے یعنی یہ کتابیں الہامی ہیں اور الہام الٰہی ہے۔ الہام اور وحی ایک ہی بات ہے ہمیں سلف اور خلف سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ ہمارا امام منہاج نبوت پر ہے نہ سلف خلف کے منہاج پر۔ پس جس طرح انبیاء و رسل پر وحی نازل ہوئی ہے اسی طور سے اس امام پر وحی نازل ہوتی ہے جس کو امام صاحب بطریق اصطلاح مروجہ الہام فرماتے۔

والسلام خاکسار سراج الحق از قادیان۔

مرزا جی کے ایک حاشیہ نشین نے حافظ محمد یوسف امرت سری کو ایک خط میں لکھا ہے:

کہ جن دلائل سے آپ نے رسول اللہ ﷺ کو مانا ہے انہی دلائل سے ہم مرزا جی کا مسیح موعود ہونا ثابت کرتے ہیں۔

ایسے حاشیہ نشینوں کی اغراض اور مبلغ علم سے ہم آگاہ ہیں اس لئے ایسے لوگوں سے تخاطب کرنا تو محض تضیع اوقات ہے لیکن ان صاحب کو اس طرز تقریر پر توجہ دلاتے ہیں کہ حافظ صاحب نے بلکہ ہم سب نے جن دلائل سے آنحضرت ﷺ کو رسول اللہ مانا ہے ان میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کی تمام پیش گوئیاں اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ پس اس مختصر تقریر کو ذہن نشین کرو اور اس جیسی لاؤ۔

مرزا جی رسالہ اعجاز احمدی کے صفحہ ۲۳ پر اس خاکسار کو مخاطب کر کے خاص نوٹس دیتے ہیں کہ منہاج نبوت کو ملحوظ رکھ کر میری پیش گوئیوں کی پڑتال کرو اس لئے میں بھی مرزا کو مطلع کرتا ہوں کہ آپ دیکھ لیں کہ منہاج نبوت یہی ہے یا اور۔

پس ضرور ہے کہ مرزا جی کی پیش گوئیاں بھی انبیاء کی پیش گوئیوں کی طرز پر ہوں۔ ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ جو پیش گوئی انبیاء نے کی ہے، خاص کر وہ پیش گوئی جو بطور مقابلہ کے ہو گی، اس کا ظہور ایسے طریق سے ہوا ہے کہ کسی موافق یا مخالف کو اس کے وقوع میں کبھی تردد نہیں رہا۔ گو بعض جہال نے عناد سے انکو ساحر، مجنون، رمال، جفری وغیرہ کہا ہو۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کی پیش گوئیاں، بالخصوص مقابلہ میں کی ہوئیں، تو ایسی وقوع پذیر ہوتی تھیں کہ ان کے وقوعہ میں

مطلق تردد نہ رہتا تھا۔ مثلاً غلبہ روم کی خبر۔ فتح بدر کی پیش گوئی وغیرھم ۔ ہمچو قسم کی کوئی ایسی پیشگوئی نہ ملے گی جس کے وقوعہ میں کوئی کافر بھی متردد رہا ہو۔ بخلاف اس کے آپ کی پیش گوئیوں کا یہ حشر ہے کہ غیر تو غیر خود اپنے مرید اور فدائی معتقد بھی دل سے منکر ہیں اور بعض تو دائمی انقطاع کر جاتے ہیں اور بعض اپنی زبان کی پیچ سے کئی دنوں بعد بصد مشکل کچھ کچھ آپ کی طرف تاکتے تاکتے لحاظ میں پھنس کر فونوگراف کی طرح آپ ہی کی بولی بولنے لگ جاتے ہیں ۔ اس جگہ ہم ایک معزز اور قابل شخص کا خط پیش کرتے ہیں یعنی میاں محمد علی خان صاحب رئیس مالیرکوٹلہ جو انہوں نے اس پیش گوئی کے خاتمہ پر بھیجا تھا جن میں سے ایک یہ ہے:

مولنا مکرم سلمکم اللہ تعالی ۔ السلام علیکم۔ آج ۷ ستمبر ہے اور پیش گوئی کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی گو پیش گوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں لیکن آپ نے جو الہام کی تشریح کی ہے وہ یہ ہے :

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جائے رو سیاہ کیا جائے میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے مجھ کو پھانسی دیا جائے ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا ضرور کرے گا ضرور کرے گا۔ زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی ۔

اب کیا یہ پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی ؟ نہیں ہرگز نہیں ۔ عبداللہ آتھم اب تک صحیح و سالم موجود ہے اور اس کو بسزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا ۔

اگر یہ سمجھو کہ، پیش گوئی الہام کے الفاظ بموجب پوری ہوگئی ، جیسا کہ مرزا خدا بخش صاحب نے لکھا ہے اور ظاہری معنی جو سمجھے گئے تھے وہ ٹھیک نہ تھے ، ، اول تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی کہ جس کا اثر عبداللہ آتھم صاحب پر پڑا ہو۔ دوسری پیشین گوئی کے الفاظ یہ ہیں :

اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی

بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی عزت اس سے ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کیئے جائیں بعض لنگرے چلنے لگیں گے بعض بہرے سننے لگیں گے۔

پس اس پیش گوئی میں ہاویہ کے معنی اگر آپ کی تشریح کے بموجب نہ لئے جائیں اور صرف ذلت اور رسوائی لی جائے تو بے شک ہماری جماعت ذلت اور رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی اور عیسائی مذہب سچا (عیسائی مذہب اسی حالت میں سمجھا جائے اگر یہ پیش گوئی سچی سمجھی جائے۔ محمد علی خان) جو خوشی اس وقت عیسائیوں کو ہے وہ مسلمانوں کو کہاں؟ کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگی۔ اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی (مسلمانوں کو نہیں بلکہ مرزائیوں کو۔ ثناء اللہ) میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔

دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو یہ بڑی مشکل بات ہے کہ ہر پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہو۔ لڑکے کی پیش گوئی میں تفاول کے طور پر ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا، وہ مر گیا، تو اس وقت بھی یہی غلطی ہوئی۔ اب اس معرکہ کی پیش گوئی کے اصل مفہوم کو نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھایا۔

اگر یہ کہا جائے کہ احد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی، آخر شکست ہوئی، تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیش گوئی نہ تھی اور اس میں لوگوں کو غلطی ہوگئی تھی۔ اور آخر پھر جب مجتمع ہوگئے تو فتح ہوئی۔

کیا کوئی ایسی نظیر ہے کہ اہل حق کو بالمقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہو کر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست ہوئی ہو۔ مجھ کو تو اب اسلام پر شبہے پڑنے شروع ہوگئے۔ لیکن الحمد للہ کہ اب تک جہاں تک غور کرتا ہوں اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے دعاوی کے متعلق تو بہت ہی شبہ ہوگیا۔ پس نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر فی الواقع سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اور اس زخم کے لئے کوئی مرہم عنایت فرماویں کہ جس سے تشفی کلی ہو۔ باقی جیسا لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا کہ اگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی تو آپ یہی کہیں گے کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تھی، الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوءی۔ براہ مہربانی بدلائل تحریر فرماویں ورنہ آپ نے مجھ کو ہلاک کر دیا ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں۔ برائے

استفادہ نہایت دلی رنج سے یہ تحریر کر رہا ہوں۔ راقم محمد علی خان

جو کچھ اس خط سے گھبراہٹ اور بے چینی ثابت ہوتی ہے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں علاوہ اس کے اس موقع پر ہمیں زیادہ گفتگو کی ضرورت بھی نہیں۔ مرزا جی خود ہی اپنے اشتہار انعامی تین ہزار کے صفحہ ۳ پر اپنے مخلصوں کو، جو پیش گوئی کے صدق اور آتھم کے رجوع سے منکرانہ سوال کرتے تھے، تسلی دیتے ہیں اور انجام آتھم کے صفحہ ۱۲ پر بعض کا پھر جانا مانتے ہیں۔ یعنی تسلیم کرتے ہیں کہ اس پیش گوئی کی وجہ سے بعض مرید برگشتہ ہو گئے۔ چونکہ آپ کو بھی اعتراف ہے لہذا ہمیں فہرست بتلانے کی چنداں حاجت نہیں۔ ہماری غرض اس سے بھی، جتنا آپ نے اقرار کیا ہے، پوری ہو سکتی ہے کیونکہ اس طرز میں ہم اتنے ہی پہلو پر ہیں کہ پیش گوئی کا وقوعہ ایسے طرز اور طریق سے نہیں ہوا کہ مخالف موافق سب کو اس کے وقوعہ کا یقین ہوتا۔ گو بعد اس یقین کے مخالف اپنی مخالفانہ طرز سے اور موافق اپنے مخلصانہ طریق سے اس کے وقوعہ کی تعبیر کرتے مگر یہاں تو غضب ہے کہ پیش گوئی کے وقوعہ کا یقین ہی نہیں۔ مخالفوں کو تو کیا ہوتا، مخلصوں کو بھی یہاں تک تردد تھا، بلکہ گمان غالب ہے کہ اب بھی ہو گا کہ اس پر قسم نہیں کھا سکتے ہوں گے۔ مگر چونکہ ہم نے مرزا جی کی طرح ایک سال بھر کی پیش گوئی کر کے ان کے پیچھے دم نہیں لگائی، اس لئے ہم ان سے حلف لینا نہیں چاہتے۔ وہ اس امر کو دل ہی میں غور کریں۔ ہمارا مطلب تو مرزا جی کے اعتراف مذکور ہی سے حاصل ہے کہ یہ پیش گوئی مثل حضرات انبیاء کی پیش گوئیوں کے وقوع پذیر نہیں ہوئی کہ کسی مخالف، ناموافق کو اس کے وقوعہ میں شک نہ رہتا۔ گو مخالف نہ مانتے مگر اس کے وقوعہ کے قائل ہوتے۔ مثلاً آتھم علی الاعلان مسلمان ہو جاتا یا پندرہ ماہ کے اندر مر جاتا۔

ہماری اس تقریر پر کہ سچی پیش گوئی وہ ہوتی ہے جس کے وقوعہ میں کسی دوست دشمن کو بھی شبہ نہ رہے، خود مرزا جی سراج منیر میں دستخط کر چکے ہیں جہاں لکھتے ہیں:

> پیش گوئی کی ذاتی عظمت اور ہیبت دنوں اور وقتوں کے مقرر کرنے کی محتاج نہیں.. پھر اگر پیش گوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ (سراج منیر۔ ص ۱۵)

اس پیش گوئی نے جیسا کچھ دلوں کو مرزا جی کی طرف کھینچا ہے عیاں راچہ بیان۔ ایسا کہ لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔ کئی قسم کی مغالطہ آمیز تحریروں سے بمشکل بعض مریدوں کو مجالس کے اندر یہ کہنے کی جرأت ہوتی تھی کہ آتھم نے رجوع کیا ہے اس لئے بچ گیا۔ اگر رجوع نہیں کیا تو قسم کیوں

نہیں کھاتا؟ حالانکہ وہ خود ہی دل میں جانتے تھے کہ آتھم پر قسم کی کوئی صورت نہیں۔ دوم وہ قسم نہ کھانے کی وجہ شرعی بتلاتا ہے کہ انجیل متی باب ۵ میں قسم سے منع آیا ہے۔

Do not swear at all: either by heaven, for it is God's throne; or by the earth, for it is his footstool; or by Jerusalem, for it is the city of the Great King. And do not swear by your head, for you cannot make even one hair white or black. Simply let your ' yes' be 'yes' and your ' no' , 'No; anything beyond this comes from the evil one. (Matthew: 34-38)

مگر ہمارے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ مرزا جی کی ایک سالہ پیش گوئی کی پخ سے جو قسم کھانے پر اس کے پیچھے لعنت کے طوق کی طرح ڈال کر لوگوں کی توجہ کامل ایک سال تک پھیرنی چاہتے تھے وہ اس سے بھاگتا تھا۔ وہ بھی آخر ڈپٹی رہ چکا تھا، اس نے اس قسم کے کئی ایک مقدمات طے کئے ہوں گے۔ وہ جانتا تھا کہ مرزا جی کی غرض یہ ہے کہ جو رستہ میں نے جھوٹے کے لئے تجویز کیا تھا وہ ایک سال تک ملتوی رہے۔ اور اگر مرزا جی صرف قسم کی بابت اسے کہتے تو شائد انجیل متی باب ۵ کی کوئی تاویل سوچ کر وہ قسم کھا جاتا۔ رہا یہ کہ مرزا جی کو قسم دینے کا کیا حق تھا؟ اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

اس طرز کے جواب میں تو حکیم صاحب ایسے الجھے ہیں کہ ان کو خبر نہیں میں کیا کہہ رہا ہوں۔ نہایت افسوس ہی نہیں حیرت کا مقام ہے کہ ایک ایسا عالی خیال عالم جس پر مرزا قادیانی اور مرزائی جماعت فخر کرے جو ساری قوم میں عالمانہ حیثیت سے خاص امتیاز رکھتا ہو، وہ بھی ایسی بہکی بہکی باتیں کرے یا سنے تو مقام حیرت نہیں تو کیا ہوگا؟

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

> کوئی اس بھلے مانس (ثناء اللہ) سے پوچھے کہ اگر وہ (مخالفین انبیاء) اس (پیش گوئی) کو خدا کی طرف سے سمجھتے اور اپنے سامنے بعینہ پورا ہوتے دیکھتے تو انکار اور تردد کیوں رہا؟ کیوں انہوں نے راستی سے اسلام قبول نہ کر لیا۔ (آئینہ حق نما۔ ص ۹۹)۔

کوئی صاحب ہمارے کلام میں یہ دکھا دیں کہ ہم نے یہ کہاں کہا ہے کہ مخالفین، انبیاء حضرات کی پیش گوئیوں کو خدا کی طرف سے سمجھتے تھے یا انبیاء کو سچے الہامی مانتے تھے۔ ہم نے جو کہا وہ ناظرین کے سامنے ہے جس کو ہم مکرر نقل کرتے ہیں:

> جو پیشگوئی حضرات انبیاء نے کی، خاص کر وہ پیش گوئی جو بطور مقابلہ کے ہوگی، اس کا ظہور ایسے طریق سے ہوا ہے کہ کسی مخالف یا موافق کو اسکے وقوع میں کبھی تردد نہیں رہا۔

گذشتہ اوراق پر ہماری ساری عبارت دیکھی جائے اور غور کیا جائے کہ ہمارا مدعا کیا ہے تو آسانی سے یہ بات ذہن نشین ہو سکے گی کہ حکیم صاحب جو کہتے ہیں خود ان کا ضمیر ان کو ملامت کرتا ہوگا۔ ہمارا مدعا اس پیش گوئی کے وقوعہ سے ہے یعنی اس کا وقوعہ ایسے طور سے ہونا تھا کہ ہر موافق، مخالف مان جاتا۔ موافق اس کے مطابق ان کو صاحب الہام جانتے، مخالف رمال اور ساحر وغیرہ نام رکھتے، مگر وقوع میں اختلاف نہ ہوتا۔

اس سے آگے جو حکیم صاحب نے فرمایا وہ اس سے بھی مزیدار ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

بہر حال منہاج نبوت پر اگر پیش گوئیاں ایسے طور پر ہوا کرتی ہیں کہ کافر کو بھی تردد نہیں ہوا کرتا تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یونس کی قوم کیلئے جو عذاب کی پیشگوئی تھی وہ کیونکر پوری ہوئی اور حضرت یونس کو کیوں کہنا پڑا لن ارجع کذابا (آئینہ حق نما۔ ص ۹۹)

واقعی یہ خیال بڑا ہی مشکل ہے کہ شائد ہی کسی اہل علم سے حل ہو سکے۔ کیوں نہ آخر حکیم صاحب دو علموں (علم شرع اور علم طب) کے عالم ہیں تو پھر کیوں نہ ایسے سوال کریں؟ اے جناب! حضرت یونسؑ کی قوم سے کیا وعدہ تھا؟ اس کا ثبوت کہاں ہے؟ وہی وعدہ تھا جو عام طور پر کفار سے ہوا کرتا ہے کہ درصورت کفر پر اصرار کرنے کے عذاب میں مبتلا ہوں۔ یہی ان سے تھا مگر وہ کفر پر مصر نہ رہے، عذاب نہ آیا۔ قرآن مجید (یونس: ۹۸) غور سے سنیئے!

لولا کانت قریۃ آمنت فنفعها ایمانها الا قوم یونس۔ لمّا آمنوا کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا و متّعنا هم الی حین۔

کیوں نہ کوئی قوم ایسی ہوئی جو ایمان لاتی اور اس کو ایمان اس کا نفع دیتا سوا قوم یونس کے جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے وہ عذاب جو درصورت اصرار علی الکفران پر وارد ہونیوالا تھا، دنیا میں ان سے ہٹا رکھا اور ایک وقت مقررہ تک ان کو امن و عافیت سے بہرہ ور کیا۔

حکیم صاحب! فرمایئے اس میں کیا مذکور ہے؟ کیا وعدہ ہے؟ اور کہاں ٹلا ہے؟ اسلامی لٹریچر میں یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ سزا کفر، کفر پر ہوتی ہے جب وہ عذاب آنے سے پیشتر ہی ایمان لے آئے تو سزا کیسی؟ اے کاش! آپ بحیثیت مدعی اس عذاب اور اس کے ٹلنے کی ذرہ تفصیل بھی کیئے ہوتے تا کہ معلوم ہو سکتا کہ آپ کا مافی الضمیر کیا ہے؟

حضرت یونسؑ کا قول لن ارجع کذاباً معلوم نہیں کہاں ہے۔ قرآن کے کس مقام پر ہے۔ حدیث کی کس کتاب میں ہے اور اس کا مطلب کیا ہے اور آپ کو مفید کیا؟ حکیم صاحب! کہتے

ہوئے ذرہ مفید غیر مفید کو تو سمجھ لیا کریں۔

حکیم صاحب کا اس سے آگے کا کلام اس سے بھی لطیف تر ہے۔ فرماتے ہیں:

پھر حدیبیہ میں کیا ہوا۔ قرآن مجید تو خود کہتا ہے یصبکم بعض الّذی یعدکم ۔ یہاں بعض کا لفظ بتاتا ہے کہ ساری پیش گوئیاں پوری نہیں ہوتی ہیں۔ بعض ملتوی یا منسوخ ہو جاتی ہیں۔ (آئینہ حق نما۔ ص ۹۹)۔

حکیم صاحب آپ تو ماشاء اللہ قرآن مجید کے مدرس ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ایسی فاش غلطی کرتے ہیں۔ سنئے آیت مذکورہ کا مطلب بتانے سے پہلے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ خدا تعالی اگر کسی نبی کو الہامی پیش گوئی دیتا ہے، کیوں دیتا ہے؟ جواب ہوگا مخالفوں پر حجت پوری کرنے کو۔ پھر یہ کیا اتمام حجت ہے کہ جس پیش گوئی کو خدا کا نام لے کر سنایا تھا اور جس کے اظہار پر اپنے مشن کی صداقت موقوف رکھی تھی وہ خود ہی غلط یا بقول آپ کے ملتوی ہوگئی۔ کیا مخالفین اس الہامی کو حجت مان لیں گے۔ یہ نہ کہیں گے کہ جناب اب تو آپ لاکھ الہام سنایئے ہم نہیں سنیں گے۔ جب کہ ایک دفعہ آپ کا کہا غلط ہوا اور عام نگاہ میں آپ جھوٹے ثابت ہوئے تو دوسری باتوں میں بھی آپ کا کیا اعتبار؟ یہی مضمون جناب مرزا صاحب قادیانی نے خود لکھا ہے۔ غور سے سنئیے:

جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت۔ ص ۲۲۲؛ خزائن۔ ج ۲۳ ص ۲۳۱)۔

چونکہ حکیم صاحب نے اس آیت کو باوجود غلط فہمی کے بہت سی جگہ لکھ کر منہاج نبوت اسی کو قرار دیا ہے کہ انبیاء کی بعض باتیں سچی ہوتی ہیں اور بعض نہیں ہوتیں، اس لئے حکیم صاحب کی غلطی رفع کرنے کو ہم اس آیت کا مطلب بتاتے ہیں۔

یہ آیت دراصل اس شخص کا قول ہے جو حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں فرعون کی قوم میں سے مخفی طور پر مسلمان ہوا تھا۔ پوری آیت یوں ہے:

ان یک کاذباً فعلیہ کذبہ ۔ و ان یک صادقاً یصبکم بعض الّذی یعدکم ۔ انّ اللّٰہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب ۔ (غافر:۲۸)

وہ مومن کہتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اگر جھوٹا ہے تو اس کا گناہ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو جن جن سزاؤں سے وہ تم کو ڈراتا ہے ان میں سے بعض تو اسی دنیا میں تم کو پہنچ جائیں گی بے شک اللہ تعالی بے ہودہ اور کذابوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

حضرات انبیاء جو عذاب کے وعدے دیا کرتے ہیں وہ دو قسم پر ہوتے ہیں۔ کچھ تو اسی دنیا کے متعلق ہوتے ہیں کچھ آخرت کے متعلق جیسے فرمایا:

لھم فی الدّنیا خزی و لھم فی الآخرۃ عذاب عظیم۔(بقرہ ۱۱۴)۔یعنی ان مفسدوں کے لئے دنیا میں بھی ذلت وخواری ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔

اس آیت اور اس جیسی بہت آیات نے صاف طور پر بتلایا ہے کہ حضرات انبیاء کے مواعید دنیا اور آخرت دونوں ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔اس میں کیا شک ہے کہ دنیا میں جو عذاب آتا ہے وہ مجموعہ عذاب کا بعض ہی ہوا کرتا ہے۔اس لئے مومن اپنی قوم فرعونیوں کو کہتا ہے کہ اگر یہ موسیٰؑ سچا ہوا تو تم کو دنیا ہی میں وہ عذاب جو دنیا کے متعلق ہے پہنچ جائے گا۔آخرت کا عذاب آخرت میں ہوگا۔

واللہ میرے بدن پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے جب میں سنتا ہوں کہ قادیانی مشن کے لوگ اس کے بھی قائل ہیں کہ خدا کے وعدے غلط ہوا کرتے ہیں، یا بقول ان کے ملتوی یا ٹل جاتے ہیں۔ پھر ایسے خدا کا کیا اعتبار کہ بندوں سے نیک کاموں پر انعام دینے کے وعدے کرتا ہے وہ پورے نہ کرے اور ایسے الہامیوں کا کیا اعتبار؟ آہ حکیم صاحب کو شاید خبر نہیں کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتا ہے جس حال میں مرزا قادیانی خود مانتے ہیں کہ:

سچی خوابیں اکثر لوگوں کو آجاتی ہیں۔اور کشف بھی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات بعض فاسق اور فاجر اور تارک صلوۃ بلکہ بدکار اور حرام کار بلکہ کافر اور اللہ اور اس کے رسول سے سخت بغض رکھنے والے اور سخت توہین کرنیوالے اور سچ مچ اخوان الشیاطین شاذ ونادر طور پر سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں اور بعض کشفی نظارے بھی ایک سرعت برق کی طرح عمر بھر میں کبھی ان کو دکھائے جاتے ہیں...ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی ایک نیک بخت نیک چلن تو کسی امر میں کوئی پیچیدہ خواب دیکھتا ہے یا نہیں دیکھتا مگر اسی رات ایک فاسق ،بدمعاش، نجاست خور کو صاف اور کھلی کھلی خواب دکھائی دیتی ہے اور وہ سچی بھی نکلتی ہے۔(حاشیہ ازمرزا: یہ عجیب حیرت نما امر ہے کہ بعض طوائف یعنی کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہیں سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں اور بعض پلید اور فاسق اور حرامخور اور کنجروں سے بدتر اور بد دین اور ملحد جو اباحتوں کے رنگ میں زندگی بسر کرتے ہیں، اپنی خوابیں بیان کیا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہا کرتے ہیں کہ بھائی میری طبیعت تو کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ میری خواب کبھی خطا ہی

نہیں جاتی۔ اوراس راقم (مرزا) کواس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں)

(تحفہ گولڑویہ۔ص ۴۷۔ ۴۸؛ خزائن ج ۱۷ص ۱۶۷۔ ۱۶۸)۔

تو جس صورت میں سچے الہامیوں بلکہ نبیوں کے الہامات کا حال بھی یہی ہو کہ بعض سچے اور بعض غلط، تو پھر ان حرام کاروں اور سچے نبیوں میں معاذ اللہ فرق ہی کیا رہا؟ انا للّٰہ۔

ناظرین! آپ حیران ہوں گے کہ قادیانی مشن کی کیسی دلیری ہے کہ حضرات انبیاء پر بھی یہ جرأت سے ایسی بات کہتے ہیں۔ میں اس کی وجہ آپ لوگوں کو بتاؤں:

ایک بڑھیا عورت کبڑی تھی۔ اس سے کسی نے پوچھا بڑی بی! کیا تو چاہتی ہے کہ تو اچھی ہو جائے یا چاہتی ہے کہ اور عورتیں بھی تیری طرح کبڑی ہو جائیں۔

اس نے بڑی قابلیت سے جواب دیا کہ میں تو یہی چاہتی ہوں کہ سب میری طرح ہو جائیں تاکہ میں بھی ان کی ویسی ہی ہنسی اڑاؤں جس طرح یہ مجھ پر ہنستی ہیں۔

یہی حال مرزا قادیانی اور حکیم صاحب کا ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ سلسلہ رسالت اور خاندان نبوت پر بھی وہی الزام لگایا جائے جو ہم پر لگایا جاتا ہے تاکہ یہ کہہ سکیں کہ ہم بھی تو آخر اسی سلسلہ کے ایک فرد ہیں۔

حکیم صاحب! سنئے ہمارا خدا آپ کے خیالات کی یوں تردید کرتا ہے:

فلا تحسبنّ اللّٰہ مخلف وعدہ رسلہ۔ انّ اللّٰہ عزیز ذو انتقام،

(ابراھیم۔: ۴۸)۔خدا کو اپنے رسولوں کے ساتھ وعدہ خلاف ہرگز مت سمجھو۔اللہ تعالیٰ بڑا غالب بدلہ لینے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نہی بصیغہ نون ثقیلہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وعدہ خلافی کرنے والا، خصوصاً حضرات انبیاء کے ساتھ، ہرگز خیال مت کرو۔ یہ کہہ کر جو فرمایا کہ اللہ غالب ہے، تو اس کا یہاں تعلق یہ ہے کہ وعدہ خلافی کرنا عاجزوں کا کام ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس علت کی طرف اشارہ کر کے اپنے اندر اس کی نقیض کا ثبوت دیا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ میری ذات تو اس ضعف اور کمزوری سے پاک ہے۔ میں تو سب پر غالب بلکہ سب سے بدلہ لینے پر قادر ہوں، پھر میں کیوں وعدہ خلافی کروں۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کو وعدہ خلاف سمجھنا کفر ہے کیونکہ وعدہ خلافی مستلزم ہے ضعف اور کمزوری کو، جس سے خدا کی شان بلند ہے۔

حکیم صاحب کا ایک سوال ہنوز باقی ہے جس کو وہ اپنے خیال میں بہت ہی مشکل جانتے ہیں۔فرماتے ہیں:

ہم آپ کے کلیہ کوتسلیم کرلیں گے۔ اگر آپ حدیبیہ یا ارض مقدس کے وعدہ موسوی یا مسیح کی پیش گوئیوں کے متعلق اس زمانہ کے کفار کی شہادتیں پیش کرو کہ انہوں نے ان پیش گوئیوں کے وقوع کا اعتراف کرلیا تھا۔ (آئینہ حق نما۔ص ۹۹)۔

اس سوال کے تین حصے ہیں۔ واقعہ حدیبیہ، واقعہ موسیٰ، واقعہ عیسوی۔ چونکہ ہم مسلمان ہیں اس لئے ہم اسلامی کتابوں ہی سے جواب دیں گے۔ حدیبیہ کا واقعہ اسلامی ہے جس کا اصل قصہ یہ ہے:

آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ میں کعبہ شریف کا طواف کرتا ہوں۔ ہنوز مکہ شریف فتح نہ ہوا تھا کہ آنحضور نے شوقیہ بطور خود سفر کی تیاری کرلی۔ جب بمقام حدیبیہ قریب مکہ پہنچے تو کفار مکہ نے داخل مکہ ہونے سے روکا۔ آخر کار معاہدہ ہوا کہ آئندہ سال ہم مسلمان آئیں گے۔ چنانچہ آئندہ سال گئے اور حسب مضمون خواب باطمینان خاطر طواف کیا۔قرآن شریف کھلے الفاظ میں اس کی تصدیق کرتا ہے

لقد صدق اللّٰہ رسو لہ الرّ ؤیا بالحق ۔ لتد خلنّ المسجدالحرا م۔ان شاء اللّٰہ آ منین محلّقین رؤسکم و مقصّرین لا تخا فون۔ فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلک فتحاً قریباً (فتح : ۲۷) (خدا نے اپنے رسول کا خواب بالکل سچ کر دیا۔ کہ تم لوگ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے ان شاء اللہ اس حال میں کہ تم سر منڈائے اور بال ترشوائے ہوئے ہو گے، کسی کا خوف تم کو نہ ہوگا۔ اللہ کے علم میں وہ بات تھی جو تمہارے علم میں نہ تھی ۔ پس اللہ نے اس سے پہلے ایک فتح قریب تم کو دی)

ناظرین! جس مضمون کو قرآن مجید سچا کہے، کس ایمان دار مسلمان کی جو قرآن کو کلام الٰہی مانتا ہو، شان ہے کہ اس کو غلط کہہ سکے۔ الّا من سفہ نفسہ ۔ اس کا جواب یہی ہے کہ قرآن مجید نے اس کی تصدیق کی ہے اور بس۔ ہاں اگر یہ سوال کھٹکتا ہو کہ جس سال حضور ﷺ پہلے تشریف لے گئے اسی سال کیوں نہ پورا ہوا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ جو تشریف لے گئے تو از خود شوقیہ لے گئے خواب اور الہام کا مضمون یہ نہ تھا کہ طواف اسی سال ہو جائے گا۔ اس کا فیصلہ حضور ﷺ کی زندگی میں ہی ہو چکا ہے جب بعض صحابہ کرام نے ولولہ شوق میں کچھ کہا تو دوسروں نے

جواب دیا، کیا حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اسی سال ہم کرلیں گے؟ نہیں۔ (زاد المعاد)

ارض مقدس کا وعدہ جو حضرت موسیٰؑ سے ہوا تھا وہ خاص طور پر حضرت موسیٰؑ سے نہ تھا بلکہ بنی اسرائیل سے تھا۔ وہ بھی مؤقت اور محدود نہ تھا بلکہ عام تھا جس کی بابت حضرت موسیٰؑ ان کو شوق دلاتے رہے لیکن جب انہوں نے حسب تعلیم موسوی تیاری نہ کی تو ارشاد خداوندی پہنچا:

قال فانّها محرّمة علیهم اربعین سنةً .یتیهون فی الارض. فلا تأس علی القوم الفاسقین۔(مائدہ:۲۶) ۔اب وہ ارض مقدس ان کو ۴۰ سال تک نہ ملے گی اس مدت کے اندر اسی زمین میں پھریں گے پھر تو ان بدمعاشوں کے حال پر افسوس نہ کیجیو۔

مضمون صاف ہے کیا کوئی ایماندار اس کو خلاف وعدہ کہے گا؟ ہرگز نہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کی پیش گوئیوں کے متعلق معلوم نہیں آپ کے دل میں کیا ہے۔ اے کاش! آپ کوئی مثال پیش کر کے اسلامی شہادت سے اس کا ثبوت چاہتے تو بتلایا جاتا۔ ایسے مجمل بلکہ مہمل سوال کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے جو آپ کر رہے ہیں۔ جب ہم بشہادت قرآن مجید ثابت کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ جو اپنے رسولوں کو اطلاع دیتا ہے وہ ہرگز خلاف نہیں ہوسکتی تو اب کسی اور شہادت کی حاجت کیا ہے۔

ایک اور طرز سے بھی اس پیش گوئی میں تناقض ہے۔ مرزا جی نے آتھم کا رجوع تو عین جلسہ مباحثہ ہی میں ثابت کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

اس (آتھم) نے عین جلسہ مباحثہ پر ستر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا اور نہ صرف یہی بلکہ اس نے پندرہ مہینے تک اپنی خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کر دیا۔ (کشتی نوح۔ص۔۶؛ خزائن ج ۱۹۔ص ۶)۔

عبارت مذکورہ بالا سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آتھم نے جلسہ مباحثہ ہی میں رجوع کرلیا تھا جس کے کرنے پر اسے ہاویہ سے بچ جانا تھا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا جی نے باوجود اس کے رجوع کے اس پر رحم نہ کیا اور ناحق اس کو ہاویہ میں بھی ڈال دیا جیسا کہ انوار الاسلام صفحہ ۵، ۷ کی عبارت منقولہ ناظرین دیکھ چکے ہیں۔

پہلی طرز تناقض میں تو ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ آتھم کا ایک ہی فعل یعنی گھبرانے اور سفر کرنے کو مرزا جی رجوع بتلاتے ہیں اور اسی کو ہاویہ قرار دیتے ہیں جو حقیقی تناقض ہے جس میں موضوع بھی واحد ہے۔ مگر اس طرز میں یہ نہیں، اس میں فعل تو دو ہیں، یعنی بقول مرزا جی دجال کہنے

سے تو اس کا رجوع ہے اور اپنی حفاظت کے لئے سفر کرنا اس کا ہاویہ ہے، جس پر ایک ادنی سمجھ بوجھ کا آدمی بھی سوال کر سکتا ہے کہ اگر آتھم نے جلسہ ہی میں رجوع کر لیا تھا تو پھر وہ ہاویہ سے کیوں نہ بچا رہا۔ حالانکہ بقول مرزا جی وہ ۱۵ مہینوں تک اس رجوع پر ثابت قدم بھی رہا جیسا کہ آپ کشتی نوح صفحہ ۶ کی مرقومہ بالا عبارت میں لکھ چکے ہیں۔ حکیم صاحب نے اس طرز کا کوئی جواب نہیں دیا

ایک اور سوال: بھلا مرزا جی اگر آتھم نے جلسہ ہی میں ستر آدمیوں کے سامنے دجال کہنے سے توبہ کی تھی اور یہی اس کا رجوع تھا اور اسی بنا پر پیش گوئی بھی تھی تو پھر آپ نے اسی وقت اپنی سچائی اور مسیحائی کا ثبوت کیوں نہ دیا؟ کیوں ناحق اس روز کا انتظار کیا جس کا واہمہ گذرنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جس کا مختصر نقشہ یہ تھا:

غضب تھی تجھ پر ستمگر چھٹی ستمبر کی　　　نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی

اور کیوں ناحق طول طویل اشتہارات میں فضول جھگڑا بڑھایا اور قسم تک نوبت پہنچائی کیوں نہ انہی ستر آدمیوں کو گواہی میں پیش کر دیا جن کے روبرو اس نے رجوع یا توبہ کی تھی بلکہ اس وقت تو اس واقعہ کا ذکر تک نہ کیا اور آج نو دس سال کے بعد یہ منصوبہ گھڑ لیا۔

مرزا جی ہشیاری کی بھی کوئی حد ہے؟ ۱۵ ماہ میں جب آتھم نہ مرا تو اس کو کبھی تو رجوع بحق سے ملزم ٹھہرایا اور کبھی ہاویہ میں پہنچایا۔ اور پیش گوئی سے بعد ایک سال دس ماہ مرا تو بھی پیشگوئی کی تصدیق بتلاتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

> چونکہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے ہیں اس لئے ہم قرین مصلحت سمجھتے ہیں کہ پبلک کو وہ پیش گوئیاں دوبارہ یاد دلائیں جن میں لکھا تھا کہ اگر آتھم صاحب قسم نہیں کھائیں گے تو اس انکار سے جو ان کا اصل مدعا ہے یعنی باقی ماندہ عمر سے ایک کافی حصہ پانا، یہ ان کو ہرگز حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ انکار کے بعد، جو ان کی بے باکی کی علامت ہے، جلدی اس جہان سے اٹھائے جائیں گے۔
>
> چنانچہ ایسا ہی ہوا۔　　　(انجام آتھم۔ ص ۱؛ خزائن ۱۱ ص ۱)۔

غضب کی بات ہے کہ یہ کیا پیش گوئی ہے کہ ایک بوڑھے عمر رسیدہ کی بابت جو پندرہ ماہ میں بمشکل بچا ہو، ایسی بے تعین پیش گوئی کی جائے کہ وہ جلد مر جائے گا کیوں نہ صحیح ہو۔ پچھلے دنوں ایک پنڈت جی نے مرزا جی کی طرح چند پیش گوئیاں مشتہر کی تھیں تو اخبار جامع العلوم مراد آباد کے زندہ دل اڈیٹر نے بھی پنڈت جی کے حق میں مقابلہ کی چند پیش گوئیاں جڑ دی تھیں جن میں سے ایک

دو یہ تھیں:

پنڈت جی روٹی کھائیں گے تو لقمہ سیدھا ان کے حلق سے اتر کر معدے میں جا گریگا۔

صبح پاخانہ جائیں گے تو پائخانہ کے ساتھ ہی ان کا پیشاب نکل جائے گا۔ وغیرہ۔

ٹھیک اسی طرح مرزا جی کی یہ پیش گوئی ہے کہ عنقریب آتھم مرجائے گا۔ غالبًا اگر آتھم کئی سال بھی زندہ رہتا، نہ تو مرزا جی اس پیش گوئی میں جھوٹے ہوتے اور گمان غالب ہے کہ آیت انّھم یرونہ بعیداً ۔و نراہ قریباً (معارج: ۶۔۷) پڑھ دیتے۔ ایسی پیش گوئی پر بحث کرتے ہوئے ہمیں حیا آتی ہے کہ ہم کیا کہیں جس شخص نے فا صنع ما شئت (یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس کے پورے الفاظ یہ ہیں: ان مما ادر ک الناس من کلا م النبوۃ اذا لم تستحی فا صنع ما شئت) ہی پر عمل کرنے کا عزم بالجزم کرلیا ہو اور جس کا یہ قول ہو، قاضی نے ہرائی میں نہ ہاری۔ اس سے ہم کیونکر پورے اتر سکتے ہیں، لیکن اتنی گذارش کرنے سے نہیں رک سکتے کہ جس صورت میں قسم کھانے پر آتھم کو ایک سال تک مہلت دی جاتی تھی تو بغیر قسم کھائے بھی وہ دوسال کے اندر ہی کیوں مرگیا۔ اس سے تو صاف سمجھ آتا ہے کہ قسم کھا کر بھی اگر ایک سال کے اندر مرتا تو قسم کا نتیجہ نہ ہوتا بلکہ یہ معلوم ہوتا کہ اس کی موت کا یہی وقت تھا۔

بغیر قسم کھائے اس سے بھی کم مدت بتائی گو صاف لفظوں میں اس سے کم نہیں کہی مگر فحوائے عبارت سے یہی مفہوم ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

اگر، آتھم صاحب، قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا وہ دن نزدیک ہیں دور نہیں۔ (اشتہار انعامی چار ہزار ص ۱۱؛ مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۱۰۶؛ آئینہ حق نما۔ص ۱۱۲)۔

اس عبارت کے نتیجے میں حکیم صاحب فرماتے ہیں، مرزا قادیانی نے اشتہار انعامی چار ہزار میں صاف لکھ دیا تھا کہ درصورت قسم نہ کھانے کے آتھم سال سے بھی کم مدت میں فوت ہوگا۔

(آئینہ حق نما۔ص ۱۱۱)۔

بہت خوب! آیئے آپ کی اور آپ کے پیرومرشد کی راست گوئی وراست بازی ہم اسی سے بتاتے ہیں۔

جس اشتہار کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء کا مطبوعہ ہے اور آتھم کی موت ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو ہے۔ (دیکھو رسالہ انجام آتھم۔ص ۱)۔ آیئے پرائمری کے کسی لڑکے سے

حساب کرائیں کہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء سے ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء تک ایک سال نو ماہ ہوتے ہیں یا کم؟ حکیم صاحب! کس منہ سے کہتے ہیں کہ آتھم کی موت حسب پیش گوئی واقع ہوئی۔ کیا قادیان میں حساب دان کوئی نہیں؟ اے جناب ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کے جملہ انصار واعوان مل کر بھی، و لو کان بعضھم لبعضٍ ظھیراً، زور لگا دیں تو یہ ٹیڑھی کل سیدھی نہ ہوگی۔ دیکھئے آپ کے پیر و مرشد بلکہ نبی اور رسول نے کیا گل کھلائے۔ جب دیکھا کہ پندرہ ماہ کی میعاد میں تو آتھم مرا نہیں حالانکہ اقرار یہی تھا اور پیش گوئی محدود تھی تاہم آپ (مرزا) فرماتے ہیں اور کیا ہی خوب فرماتے ہیں:

> اگر کسی کی نسبت یہ پیش گوئی ہو کہ وہ پندرہ مہینے تک مجذوم ہو جائے گا۔ پس اگر وہ بجائے پندرہ کے بیسویں مہینے میں مجذوم ہو جائے اور ناک، اور تمام اعضاء گر جائیں تو کیا وہ مجاز ہوگا کہ یہ کہے کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس واقعہ پر نظر چاہیے۔
>
> (حقیقت الوحی حاشیہ ص ۱۸۵؛ خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۳ حاشیہ)

حکیم صاحب کیا یہ ٹھیک ہے یا محض چالاکی۔ انصاف سے کہیے گا۔ کس قدر جرأت اور حیا سے دور ہے کہ ایک بات کو بطور پیش گوئی محدود الوقت کے شائع کیا جائے، جب وہ پوری نہ ہو تو مجذوموں کی طرح عذر لنگ کیا جائے۔ اے جناب ۱۵ کی بجائے بیس ماہ نہیں بلکہ پندرہ کی بجائے ۳۷ ماہ میں مرا۔ یعنی اصل پیش گوئی سے زائد میعاد اوپر گذری ہو تو اس صورت میں بھی آپ پیشگوئی کی صداقت ہی گاتے جائیں گے۔ شائد۔

تعجب ہے کہ حسب تحریر سراج منیر صفحہ ۱۲، اندرمن مراد آبادی نے آپ کی پیش گوئی سے اعراض کیا اور بعد اعراض (بقول آپ کے) کچھ عرصہ کے اندر فوت بھی ہو گیا۔ اس کی نسبت آپ نے یہ مشہور نہ کیا کہ میری پیش گوئی کے مطابق مرا۔ لیکن آتھم کے ایسے گلے پڑے کہ قبر تک بھی اس کو دیکھنے گئے۔ کیا، الھا کم التکاثر۔ حتّی زرتم المقابر کے یہی معنی تو نہیں؟

جہاں تک ہم سے ہو سکا اس پیش گوئی کے متعلق ہم نے بہت ہی اختصار سے کام لیا ورنہ ستمبر ۱۸۹۴ء سے تو مرزا جی کا کوئی رسالہ یا اشتہار اس کے ذکر سے خالی نہیں۔ لیکن شکر ہے کہ بجز چند مقامات کے جن میں پچھلی تحریر پہلی تحریر سے متعارض اور متضاد ہے باقی کل رسائل اور اشتہارات قریب قریب ایک ہی مضمون سے بھرے پڑے ہیں جو سلطان القلم کی سلطانیت پر دلیل قاطع اور برہان ساطع ہے۔

اس پیش گوئی نے مرزا جی کو ایسا حیران کر رکھا ہے کہ انہیں کہتے کہتے یہ تمیز بھی نہیں رہتی کہ میری آواز کدھر سے نکل رہی ہے۔ سخت حیرانی میں ہیں، رسالہ ہذا (الہامات مرزا) کے طبع اول کے بعد کی تحریریں پہلی تحریروں سے بھی زیادہ مزیدار ہیں۔ آپ کشتی نوح کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ:

پیش گوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں جو شخص اپنے عقیدے کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا، سو وہ (آتھم) مجھ سے پہلے مر گیا۔

کیا ہی احمقوں کی آنکھوں میں مٹی کا منتر ڈالا ہے مرزا جی کی اس بات کے ہم بھی قائل ہیں کہ الوؤں کی جیب کترنے میں آپ کو کمال ہے۔ دیکھئے تو کس ہوشیاری اور صفائی سے لکھ رہے ہیں کہ پیش گوئی میں یہ بیان تھا کہ جھوٹا پہلے مرے گا۔ ناظرین پیش گوئی کے الفاظ بغور پڑھیں کہ ان میں کوئی بھی ایسا لفظ ہے جس کے یہ معنی یا اشارہ ہو کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا۔ بڑے مزے کی بات ہے کہ پیش گوئی کے متصل کی عبارت جس میں موت کا لفظ ہے اس کی تو یہ تاویل کی گئی کہ ہماری تشریح تھی اصل الہام کے لفظ نہ تھے۔ اگر وہ غلط ہو گئی تو بلا سے ہمارا فہم غلط ہو، تو ہو، الہام غلط تو نہ ہو۔ بقول شخصے گھر کا تمام اسباب جلا سو جلا، چوہوں کا پنجرہ تو سلامت رہا۔ مگر یہاں کس آب و تاب سے فرما رہے ہیں کہ پیش گوئی میں یہ بیان (ناظرین بیان کے لفظ کو دیکھئے اور مرزا جی کے ہاتھ کی صفائی کی داد دیجئے) تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا۔ گویا ۱۵ مہینوں کی کوئی تحدید ہی نہیں۔

اخیر اس بحث کے ہم اپنا خیال مرزا جی کی نسبت کچھ ظاہر نہیں کرتے بلکہ انہی کے فرمودہ پر ایمان رکھتے ہیں:

اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر قسم کی سزا اٹھانے کو تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے۔ تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دیا جائے

(جنگ مقدس صفحہ اخیر)

کہیے مرزا جی! ہم آپ کے کیسے پکے معتقد ہیں کہ جن لفظوں میں آپ نے ہم کو سکھایا ہے ہم اس پر کیسے جمے ہوئے ہیں۔ کیا کوئی آپ کے مریدوں میں ہے جو ہمارا مقابلہ کرے۔

☆ پیش گوئی بابت لیکھ رام

اس پیش گوئی کے متعلق اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء مندرجہ ذیل ہے:

لیکھ رام پشاوری کی نسبت ایک پیشین گوئی

واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا، اندرمن مراد آبادی اور لیکھ رام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہش مند ہوں تو ان کی قضا وقدر کی نسبت بعض پیش گوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض (اصل میں اعتراض ہے) کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا لیکن لیکھ رام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیش گوئی چاہو، شائع کردو میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا عجل جسد له خوار ۔ له نصب و عذاب ، یعنی صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے۔ اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔ اور اس کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کیلئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے، چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں، یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں، عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ سو اب میں اس پیش گوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے۔ اور اگر میں اس پیش گوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے طیار رہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جاوے۔ اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

(سراج منیر۔ص ۱۲۔۱۳؛خزائن ج ۱۲ص ۱۴۔۱۵)

مرزا صاحب کے اس اشتہار میں صاف مرقوم ہے کہ پنڈت لیکھ رام پر کوئی خرق عادت عذاب نازل ہوگا۔ اس اشتہار میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ مفہوم ہوسکے کہ لیکھ رام کے مرنے کی پیش گوئی ہے، بلکہ یہ خارق عادت عذاب کی ہے جو زندگی کو مستلزم ہے۔ موت اور خصوصاً ایسی موت کو جیسی پنڈت لیکھ رام پر آئی، ہیبت ناک عذاب کہنا مرزا صاحب ہی کا کام ہے۔ پس اس اشتہار کے مطابق فیصلہ بالکل آسان ہے کہ پنڈت لیکھ رام بموجب تحریر مرزا جی کسی خارق عادت عذاب میں مبتلا نہیں ہوا بلکہ ایک چھری سے مرا۔ ایسی وارادات عموماً ہوتی ہے۔ یہ نہ تو کوئی ہیبت ناک عذاب ہے اور نہ ہی خرق عادت موت۔ ہاں مرزا جی نے رسالہ کرامات الصادقین میں ایک الہام لیکھ رام کی موت کا بھی درج کیا ہوا ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں:

فبشّرنی ربّی بموته فی ستّ سنة یعنی خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہوجائے گا۔

لیکھ رام نے کہیں مرزا جی کو مجیب الدعوات لکھ دیا تھا تو مرزا جی نے رسالہ استفتاء کے صفحہ ۶ پر اس کی وہ خبر لی کہ اس کے حق سے بھی زیادہ۔ مگر تعجب ہے کہ آپ ایسے مدعی الہام اور فصاحت و بلاغت کے سحبان ہو کر ایسی غلطی کریں۔ پھر اس عبارت میں جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوئی ہو۔ جس غلطی کو نحو میر پڑھا ہوا طالب علم بھی بخوبی سمجھ سکے۔ یعنی ستّه سنة عربی علم نحو کی رو سے غلط ہے۔ سنة کے بجائے سنین چاہیے۔ کاش ایک ہی مقام پر یہ عبارت اس طرح ہوتی۔ جہاں کہیں یہ عبارت منقول ہے اسی طرح مذکور ہے۔ شائد مرزا جی یہ عذر کریں کہ میرا کیا قصور ہے، خدا نے ایسا ہی کہا، وہ جس طرح چاہے کلام کرے و هو علی کلّ شیء قدیر۔ اگر یہ کہیں تو ہمارا بھی اس پر صاد ہے۔

مرزا جی کے قول فبشّر نی ربّی... الخ.. کا جواب تو آپ کے قاعدہ پر بالکل سہل ہے کہ اصل الہام میں جو لیکھ رام کی بابت شائع ہوا ہے موت کا لفظ نہیں بلکہ صرف خرق عادت عذاب کا ذکر ہے۔ اگر کہیں کہ یہ الہام بھی تو میرا ہی ہے، پھر یہ کیا انصاف ہے کہ میرے ایک الہام کو دوسرے الہام کی تفسیر یا توضیح نہ بنایا جائے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ہی نے یہ اصول بتلایا ہے کہ پہلا الہام معتبر ہوتا ہے۔ کیا آتھم کے حق میں بعد اظہار اصل الہام آپ نے انہی لفظوں میں تشریح نہ کی تھی، فبشّر نی ربّی بعد دعوتی بموته (کرامات الصادقین) پس جس اصول سے

آپ نے اصل الہام کے بعد کی تشریح کو آتھم کے متعلق داخل الہام نہیں بتایا، حالانکہ خدا کے نام سے کہی تھی۔اسی اصول سے ہم آپ کی اس تشریح کو داخل الہام نہ سمجھیں گے اور یقین کریں گے کہ موت صرف آپ کا منصوبہ ہے داخل الہام نہیں۔ بتلایئے اس کی کوئی وجہ ہے کہ آپ اپنے ہی مقرر کردہ اصول سے کیوں منحرف ہوں۔پس نتیجہ صاف ہے کہ لیکھرام کے حق میں جو خرق عادت عذاب کا الہام تھا وہ غلط ثابت ہوا، کیونکہ وہ مرگیا۔خرق عادت عذاب میں مبتلا نہیں ہوا۔

اور اگر ہم بھی اس عبارت مندرجہ کرامات الصادقین کو انہی معنی میں سمجھیں جن میں مرزا جی لے رہے ہیں تو کچھ شک نہیں کہ یہ موت جو چھ سال کے اندر ہونے والی تھی ایسی خرق عادت رعب دار اور ہیبت ناک عذاب سے ہونی چاہیے تھی کیونکہ پہلے اشتہار میں یہ قید لگائی گئی ہے، جو کسی طرح منسوخ نہیں ہوسکتی۔لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ لیکھرام ایک ایسی موت سے مرا ہے جس سے عموماً لوگ مرتے ہیں اور ان کی موت کو کوئی خرق عادت نہیں جانتا۔اور تو اور ایک زمانہ میں کالے پانی میں وائسرائے ہند اسی چھری کے شکار ہوئے تھے۔ چند روز ہوئے شہر لاہور کے انارکلی بازار میں ایک فقیر نے ایک لمحہ میں ایک انگریز کا چھری سے خون کر دیا۔ چند ایام کا عرصہ ہوا کہ ہمارے بازار میں لوگوں کے چلتے ہوئے ایک ہندو نوجوان لڑکے کا اس کے کسی حریف نے چھری سے کام تمام کر دیا، پھر لطف یہ کہ ہاتھ بھی نہ آیا۔ پنڈی اور پشاور میں تو آئے دن ایسی وارداتیں دن دیہاڑے ہوتی ہیں۔غرض اسی قسم کے واقعات سینکڑوں نہیں ہزاروں پولیس رپورٹوں میں مل سکتے ہیں۔مگر لطف یہ ہے کہ ایسی موتوں کو کوئی بھی خرق عادت نہیں کہتا۔

مرزائیو! خرق عادت کے یہی معنی ہیں کہ اس قسم کے واقعات ہر روز ہوتے ہیں۔اگر یہی معنی ہیں تو ہم مانتے ہیں کہ تمہارا پیر بھس تیرانے اور لوہا ڈبونے میں کامل ہے۔

مرزا جی نے اس پیش گوئی کے متعلق ایک اور کمال کیا ہے جس سے ہمیں ایک بزرگ کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے (یعنی مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی کہا کرتے ہیں کہ مرزا کو خدا پر بھی ایمان نہیں کیونکہ جس شخص کو خدا پر ایمان ہو، وہ ایسی جرأت سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ ۱۵۔اکتوبر ۱۹۰۱ء کو بھی امرت سر میں مولوی صاحب موصوف سے میں نے یہی مضمون سنا۔ ثناء اللہ) اور ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قرآن کے معانی اور مطالب ہی کو نہیں بلکہ کتب سابقہ کو بھی اپنی تاویلوں کے تابع کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

یہ الہام کہ عجل جسد له خوار۔ له نصب و عذاب ...یعنی لیکھرام گوسالہ سامری ہے اور اسی گوسالہ کی طرح اس کو عذاب ہوگا۔ یہ نہایت پر معنی الہام ہے جو

گوسالہ سامری کی مشابہت کے پیرایہ میں نہایت اعلی اسرار غیب کے بیان کر رہا ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ گوسالہ سامری یہودیوں کی عید کے دن میں ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تھا جیسا کہ توریت خروج، باب ۳۲، آیت ۵ سے ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔ ہارون نے یہ کہہ کر منادی کی کہ کل خداوند کی عید ہے۔، سوایسا ہی اسلامی عید کے دن کے قریب یعنی ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھ رام قتل ہوا۔ اور گوسالہ سامری کے تباہ کرنے کے لئے خدا کی کتابوں میں عید کے دن کی خصوصیت تھی وہ عید کے دن ہی کا واقعہ تھا جب کہ گوسالہ سامری خدا کے حکم سے پیسا گیا لہذا خدا تعالی نے لیکھ رام کا نام گوسالہ سامری رکھ کر ایک ایسا لفظ استعمال کیا ہے جو اس بات پر دلالت التزامی کر رہا تھا کہ لیکھ رام بھی عید کے دنوں میں ہی قتل کیا جائے گا۔ (استفتا اردو، ص ۱۱-۱۲؛ خزائن ج ۱۲ص ۱۹۹)

اس بیان میں مرزا جی نے یہ چالاکی کی ہے کہ توریت کے حوالہ سے ثابت کرنا چاہا ہے بلکہ اپنے خیال میں کر ہی دیا ہے کہ گوسالہ سامری عید یہود کے روز مارا گیا۔ مگر جب ہم مرزا جی کے بتلائے ہوئے مقام کو دیکھتے ہیں تو وہاں اس کا ذکر بھی نہیں پاتے بلکہ جس عید کو گوسالہ سامری کے ذبح ہونے کا دن لکھا ہے وہ دن اس کی پرستش اور سوختنی قربانیوں کے چڑھاوے کا دن تھا۔ اس سے بعد حضرت موسی کو جو، ابھی پہاڑ پر تھے، خدا تعالی کے بتلانے سے خبر ہوئی تو وہ آئے۔ ان کے واپس آنے میں بھی کئی روز لگ گئے۔ چنانچہ مقام مذکور کی کسی قدر عبارت ہم نقل کر کے باقی کے لئے ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ خود ہی مقام مذکور یعنی خروج باب ۳۲ کی آیت ۴ سے اخیر تک پڑھ لیں۔ وہ یہ ہے:

اور اس نے ان کے ہاتھوں سے لیا اور بچھڑا ڈھال کر اس کی صورت حکا کی ہتھیار سے درست کی اور انہوں نے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے نکال لایا۔ اور جب ہارون نے یہ دیکھا تو اس کے آگے قربان گاہ بنائی اور ہارون نے یہ کہہ کر منادی کی کہ کل خداوند کے لئے عید ہے اور وے صبح کو اٹھے اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گذرانیں اور لوگ کھانے پینے کو بیٹھے اور کھنے کو اٹھے تب خداوند نے موسی کو کہا۔ اتر جا۔ کیونکہ تیرے لوگ جنہیں تو مصر سے چھڑا لایا خراب ہوگئے ہیں۔ وہ اس راہ سے جو میں نے انہیں فرمائی جلد پھر گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے لئے ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا۔ اور اسے پوجا اور اس کیلئے قربانی ذبح کر کے کہا کہ اے

اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے چھڑا لایا۔ پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ ایک گردن کش قوم ہے۔ (خروج۔ باب ۳۲: ۴۔۱۰)

Aaron said to them, "Take off the gold earings which your wives, your sons, and your daughters are wearing, and bring them to me. So all the people took off their gold earings and brought them to Aaron. He took the earings, melted them, poured the gold into a mould, and made a gold bull calf.

The people said, "Israel, this is our god, who led us out of Egypt.

Then Aaron built an alter in front of the gold bull calf and announced, "Tomorrow there will be a festival to honour the Lord." Early the next morning they brought some animals to burn as sacrifices and others to eat as fellowship offerings. The people sat down to a feast, which turned into an orgy of drinking and sex.

The Lord said to Moses, "Go back down at once, because your people, whom you led out of Egypt, have sinned and rejected me. They have already left the way that I commanded them to follow; they have made a bull calf out of melted gold and have worshipped it and offered sacrifices to it. They are saynig that this is their god, who led them out of Egypt. I know how stubborn these people are. Now don't try to stop me. I am angry with them, and I am going to destroy them. Then I will make you and your descendants into a great nation. (Exodus 32: 2-10).

حکیم نورالدین صاحب نے اس عبارت سے چند سطریں آگے کی اور نقل کر کے ہم پر تحریف کا الزام لگایا ہے اور وجہ تحریف کچھ نہیں بتائی۔ حیرانی ہے ایسے مولانا اور بے ثبوت الزام۔ یہ عبارت اپنا مطلب بتلانے میں صاف ہے مگر نہیں معلوم مرزا جی کا قرآن شریف پر تو کوئی حق شفع بھی تھا بائیبل پر کیا ہے؟ نہیں نہیں میں نے غلط کہا، آخر مسیح نے بھی تو آپ کی خبر بتلائی ہے (دیکھو انجیل متی باب ۲۴ آیت ۱۱۔ اس مقام کو مرزا جی اپنے حق میں مان چکے ہیں۔ دیکھو کشتی نوح۔ ص ۵۔ مگر ناظرین فیصلہ کریں کہ ہماری مراد صحیح ہے یا مرزا کی۔ ثناء اللہ) مرزا جی کے مقربو! اس علم اور سمجھ اور دیانت پر بھی ان کو مجدد اور حکم مانتے ہو۔ ام تا مرھم احلامھم بھذا ام قوم طاغون۔ ہاں اگر ہم اس فقرہ عجل جسد لہ خوار کو آپ کی تکذیب کا گواہ بنانا چاہیں تو بنا سکتے ہیں کیونکہ باعتبار صریح مفہوم اور عرف عام اہل اسلام اس سے سمجھا جاتا ہے کہ لیکھرام بقرعید کے دنوں میں قتل ہوگا مگر وہ ہوا تو عید الفطر کے دنوں میں جو گائے اور گوسالہ کے ذبح ہونے کے دن ہی نہیں۔

مرزا جی نے اس پیش گوئی کے متعلق کئی ایک الہام ایسے بتلائے جن کا پہلے علم بھی نہ تھا۔ ہم کو تو کیا ہوتا خود مرزا جی کو بھی نہ ہوگا جن کی تمثیل بالکل اس بے ایمان عطار کی سی ہے جو ایام بیماری میں ایک ہی بوتل سے ہر ایک قسم کے شربت دے دیا کرتا ہے۔ گو چند شربتوں کو وہ پہلے سے ذہن میں سوچ لیتا ہوگا کہ یہ یہ شربت اس بوتل سے نکالوں گا، مگر بعض خریدار ایسے شربتوں کے بھی آجاتے ہیں جو اس کے ذہن میں اس وقت نہ ہوتے ہوں گے، لیکن عیار اسی بوتل سے سب کو نباہ دیتا ہے۔ یہی حال مرزا جی کی پیش گوئیوں کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> اگرچہ خدا تعالیٰ کے کلام کے باریک بھید جاننے والے گوسالہ سامری کا نام رکھنے سے اور پھر اس عذاب کا ذکر کرنے سے سمجھ سکتے تھے کہ ضرور ہے کہ لیکھ رام کی موت بھی اپنے دن کے لحاظ سے گوسالہ سامری کی تباہی کے دن سے مشابہ ہوگی مگر پھر بھی خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں اس اجمال پر اکتفا نہیں کیا بلکہ صریح لفظوں میں فرما دیا کہ ستعرف یوم العید و العید اقرب ۔ یعنی لیکھ رام کا واقعہ قتل ایسے دن میں ہوگا جس سے عید کا دن ملا ہوا ہوگا۔ اور یہ پیش گوئی ہے کہ عید کے دن کے قریب لیکھ رام کی موت ہوگی۔ (استفتاء ص ۱۲؛ خزائن۔ ج ۱۲ ص ۱۲۰)

مرزا جی کے لنگر کی روٹیاں کھانے والے یا ان کے بے علم کج فہم مرید تو کاہے کو پوچھیں گے مگر ہم جب تک مرزا جی کی بوتل کے تمام شربتوں کا پتہ اور ماہیت اور اجزاء معلوم نہ کرلیں ہمیں کیونکر چین ہو۔ یہ مصرع جس قصیدے کا ہے وہ کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ پر مرقوم ہے جس میں لیکھ رام کا کہیں نام و نشان بھی نہیں۔ بلکہ اس کے لکھتے وقت مرزا جی کو بھی خواب و خیال نہ ہوگا۔ ہم ناظرین کی تسلی اور مرزا جی کی بوتل کی پڑتال کرنے کو اس قصیدے میں سے چند اشعار نقل کرتے ہیں جن سے اس مصرعہ کے معنی اور سیاق و سباق معلوم ہو جائیں گے

الا ایّھا الواشی الام تکذّب
و تکفر من ھو مؤمن و تؤنّب
وآلیت انّی مسلم ثمّ تکفر
فاین الحیا انت امرء او عقرب
الا انّنی تبر و انت مذھب
الا انّنی اسد و انت ثعلب

الا انّنی فی کل حرب غالب
فکدنی بما زوّرت فالحق یغلب
و بشّرنی ربّی وقال مبشراً
ستعرف یوم العید و العید اقرب
و نعمّنی ربّی فکیف اردّہ
و ھذا عطاء اللّٰہ و الخلق یعجب
و سوف تری انّی صدوق مؤید
و لست بفضل اللّٰہ ما انت تحسب

اشعار مذکورہ صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ کلام کسی ایسے شخص کے جواب یا خطاب میں ہے جو مرزا جی کا مکفر ہے یعنی خود مسلمان ہے اور مرزا کو کافر کہتا ہے۔ اسی کو مرزا جی ڈانٹ بتلاتے ہیں کہ تو بے حیا ہے، بچھو ہے۔ میں نیک ہوں، تو ملمع ساز ہے۔ میں شیر ہوں تو لومڑی ہے۔ میں ہر ایک لڑائی میں غالب ہوں۔ مجھے خدا نے بشارت دی ہے اور کہا ہے کہ تو عید کو پہچانے گا اور عید قریب ہے۔ میرے خدا نے مجھے نعمتیں دی ہیں لوگ تعجب کرتے ہیں۔ تو دیکھ لے گا کہ میں سچا ہوں اور جیسا تیرا گمان ہے، ویسا نہیں ہوں۔

اس سے آگے قریب کر کے صاف اور صریح لکھتے ہیں:

و قاسمتہم ان الفتاوی صحیحۃ
و علیک وزر الکذب ان کنت تکذب
و ھل لک من علم و نصّ محکم
علی کفرنا او تخرصن و تتغب

(کرامات الصادقین ص ۵۴؛ خزائن ج ۷ ص ۹۶)

(تو نے ان لوگوں سے قسم کھا کر بتلایا کہ یہ فتوی جو (مرزا پر لگائے ہیں) صحیح ہیں۔ تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے۔ کیا تیرے پاس قطعی علم یا مضبوط نص ہمارے کفر پر ہے یا تو محض اٹکل اور تکلف کرتا ہے)

صاف بات ہے کہ اس قصیدے میں نہ لیکھ رام کا ذکر ہے نہ آتھم کا، بلکہ صریح خطاب علماء مکفرین سے ہے۔ ہاں اگر علماء مکفرین تمام کے تمام یا کم سے کم ان کے سرگروہ ہی عید کے روز شہادت یاب ہوتے تو مرزا جی کو کچھ کہنے کی گنجائش ہوتی۔ مگر یہاں تو اتنی بھی نہیں۔

ناظرین یہ ہے مرزا جی کی عطاری کی بوتل جس میں سے الہامی شربت، جس تاثیر اور جس مرض کا چاہے، نکال دیتے ہیں اور دل میں جانتے ہیں کہ جہان احمقوں سے خالی نہیں۔

اس پیش گوئی پر دونوں طرح سے وہ تنقید بھی ہو سکتی ہے جو آتھم والی پیش گوئی پر کی گئی ہے یعنی یہ کہ اس پیش گوئی کے لوازم نہیں پائے گئے جن کو آپ نے اسی پیش گوئی کے لئے سراج منیر میں تسلیم کیا ہوا ہے کہ اگر پیش گوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود بخود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پس الگ پیش گوئی ہیبت ناک عظیم الشان شان کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی ہوتی، تو اپنا اثر ساتھ رکھتی حالانکہ نہیں۔

دوئم یہ کہ انبیاء کی پیش گوئیوں کی طرح اس کا بھی ظہور قطعی اور یقینی نہیں ہوا کہ کسی مخالف وموافق کو شبہ نہ رہتا۔ بلکہ اس کے کذب پر بزرگ قسم کھانے کو تیار رتھے جن کے جواب آپ نے آج تک نہیں دیئے۔

اس پیش گوئی کے متعلق حکیم صاحب سے جو بن سکا وہ صرف یہ ہے کہ الہام میں لیکھ رام کو عجل، گئوسالہ، کہا گیا ہے اور اس کے لئے خوار اور نصب کا ثبوت ہے۔ خوار مقتول کی آواز کو کہتے ہیں۔ نصب کا لفظ بھی موت بالقتل پر دلالت کرتا ہے۔ عذاب سے بھی موت ثابت ہوتی ہے وغیرہ۔ (آئینۂ حق نما۔ ص ۱۲۸)۔

عجل بچھڑے کو کہتے ہیں۔ خوار، بیل گائے اور بچھڑے کی آواز کو کہتے ہیں، ملاحظہ ہو قاموس۔ صراح، منتہی الارب۔ صحاح جوہری۔ مفردات راغب وغیرہ۔ نصب بھی عذاب کو کہتے ہیں۔ اس کو بھی قتل وغیرہ لازم نہیں۔ اہل جنت کے حق میں فرمایا ہے لا یمسّھم فیھا نصب وّ ما ھم منھا بمخرجین (حجر:۴۸)۔ (اہل جنت کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے گی)۔

عذاب سے بھی قتل ثابت نہیں۔ پھر ثابت کس سے ہے؟

حکیم صاحب نے لسان العرب ج ۵ ص ۳۴۵ کے حوالہ سے بزعم خود ثابت کیا ہے کہ:

> خوار کا لفظ انسان پر اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی مقتول قتل ہونے کے وقت گئوسالہ کی طرح چلاتا ہے۔ (آئینۂ حق نما۔ ص ۱۲۴)۔

مطلب آپ کا یہ ہے کہ لیکھ رام کی بابت جو عجل جسد لہ خوار آیا ہے یہ خوار ہی قتل پر اشارہ کرتا ہے۔ کس صفائی سے پورا حوالہ دیا ہے حالانکہ کتاب مذکور میں یہ مضمون کہیں بھی نہیں۔ حوالہ مذکور نہ ملنے کی صورت میں حکیم صاحب پر خیانت اور کذب کا الزام رہے گا اور اگر حوالہ

صحیح ثابت ہو جائے تو بھی حکیم صاحب مع اپنی جماعت کے بے سمجھی کے الزام سے بری نہیں ہوں گے۔ کیونکہ مرزائی الہام میں جو خوار کا لفظ آیا ہے وہ انسان کے لئے نہیں بلکہ عجل (گئو سالہ) کے لئے ہے اور عجل بطور استعارہ (مثل زندہ) انسان لیکھ رام، کے لئے ہے۔ اے کاش! آپ فن معانی و بیان کو ملحوظ رکھتے تو یہ غلطی آپ سے سرزد نہ ہوتی۔ یاد رہے کہ اخبار اہل حدیث ۲۵ جولائی ۱۹۱۳ء میں بذریعہ کھلی چٹھی کے حکیم صاحب سے یہ حوالہ طلب کیا تھا، اس کا جواب بھی نہیں دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حوالہ مذکور دکھا ہی نہیں سکتے۔ اس مقام کی عبارت سمجھنے میں ان کو غلطی ہوئی و لیس ھذا اوّل قارورۃ کسرت فی القادیان۔

حکیم صاحب! آیئے میں آپ سے اس بارے میں فیصلہ کرلوں بشرطیکہ آپ سیدھی راہ انصاف کو اختیار کریں۔ پس غور سے سنیئے! آپ نے مرزا صاحب کی کتاب سراج منیر صفحہ ۱۰ (خزائن ج ۱۲ ص ۱۳) سے یہ عبارت نقل کی ہے:

> پنڈت لیکھ رام پشاوری کی قضا وقدر وغیرہ کے متعلق غالباً اس رسالہ میں بقید تاریخ و وقت کچھ تحریر ہوگا۔ (آئینہ حق نما ص ۱۲۷)۔

اس عبارت کو نقل کر کے آپ نے بڑا زور دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

> خدا کے لئے غور کرو کیا اس میں صاف طور پر ظاہر نہیں کیا گیا کہ لیکھ رام کی قضا وقدر اور موت فوت کے متعلق بقید تاریخ و وقت ایک پیش گوئی شائع ہوگی... لیکھ رام نے دیدہ دلیری سے کہا کہ میرے حق میں جو چاہو شائع کرو۔ میری طرف سے اجازت ہے جس پر پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو شائع ہوئی۔ (آئینہ حق نما۔ص ۱۲۷)۔

بس اب مطلع صاف ہے آپ ہم کو فروری ۱۸۹۳ء والے اشتہار سے لیکھ رام کی موت بقید تاریخ اور بقید وقت دکھائیں، ہم اس کو مان جائیں گے۔ حکیم صاحب اور خلیفہ صاحب راست بازی اس کا نام ہے کہ جو حکایت کریں اس کا محکی عنہ بھی بتلائیں۔ یہ نہیں کہ محض دعوی ہی دعوی ہو اور ثبوت کچھ نہ ہو۔ غالباً آپ کو اشتہار مذکور کی اس عبارت پر نظر ہوگی:

> آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے، چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں، یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں، عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا

(سراج منیر ص ۱۲؛ آئینہ حق نما ص ۱۱۷؛ خزائن ج ۱۲ ص ۱۵)۔

مگر اے جناب! اگر یہ اور سابقہ عبارت ملک کی عام زبان، اردو، میں ہے تو کوئی اردو دان منصف بتلا سکتا ہے کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے جو مرزا نے لکھا ہے کہ:

لیکھ رام جن کی قضا و قدر کے متعلق ... بقید وقت و تاریخ تحریر ہوگا۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۹۸؛۔ مندرجہ آئینہ حق نما۔ ص ۱۲۷)

اس عبارت کا صاف مطلب ہے کہ جس تاریخ اور جس وقت لیکھ رام کی موت واقع ہونے والی ہوگی اس تاریخ کا نام اور اس وقت کا ذکر صاف لفظوں میں ہوگا، یہ نہیں کہ آج سے چھ برس تک ہوگا۔ چہ خوش۔ حالانکہ مرا بھی چار برس تک کیونکہ فروری ۱۸۹۳ء میں پیش گوئی شائع ہوئی اور مارچ ۱۸۹۷ء میں وہ فوت ہوا۔ اگر یہ خیال ہو کہ چھ سال کے اندر ہی اندر مرا، چھ سے تو آگے نہیں بڑھا، چاہے چار سال تک مرا۔ تو ان کو سوچنا چاہیے کہ اگر یہی قاعدہ ہے تو چھ سال کیا دس سال کے اندر مرا بھی کہہ سکتے۔ دس کیا بیس کے اندر مرا، بیس کیا ایک صدی کے اندر مرا۔ کہیے! پھر چھ ہی کی کیا خصوصیت ہے۔ خیر ہمیں اس سے مطلب نہیں، چھ سال کے اندر مرا یا چار سال کے اندر مرا۔ ہمیں تو یہ غرض ہے کہ مرزا جی کی کسی تحریر سے لیکھ رام کی موت بقید تاریخ اور وقت دکھا دیجئے۔

مختصر یہ کہ پنڈت لیکھ رام کی بابت خارق عادت عذاب کا وعدہ تھا۔ موت کا اس میں کوئی لفظ نہیں۔ بغیر خرق عادت عذاب کے اس کی موت نے ثابت کر دیا کہ یہ پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی۔

حضرات انبیاء کے مخالفوں پر جو موت آتی اور ان کی پیش گوئی سچی ثابت ہوتی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی پیشگوئی ہی ایسی ہوتی تھی لَيُهْلِكَنَّ الظَّالِمِين۔ ہم (خدا تعالیٰ) ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔ چونکہ وہ ان کے ہلاک کرنے کی ہوتی تھی اس لئے وہ سچی ہوتی اور مرزا صاحب کی پیش گوئی میں خرق عادت عذاب کا ذکر ہے اسلئے بغیر خرق عادت عذاب کے یہ پیش گوئی غلط ثابت ہوئی۔ الحمد للہ۔

☆ پیش گوئی متعلق سلطان محمد

محمدی بیگم سے نکاح سے متعلق پیش گوئی کو مرزا جی نے خاص مسلمانوں کے حق میں بتلایا ہوا ہے اس لئے ہمارا بھی حق ہے کہ ہم بھی جی کھول کر سعی کریں اور تحقیق کر کے بال کی کھال اتاریں۔ گو اور پیش گوئیوں میں بھی مرزا جی زور لگایا کرتے ہیں مگر اس پیش گوئی کے متعلق جو کچھ مرزا جی نے مساعی جمیلہ خرچ کئے ہیں ان کا ذکر نہ کرنا غالباً ناشکری ہوگی۔

اس پیش گوئی میں محمدی بیگم سے نکاح والا حصہ دراصل مقصود اصلی ہے اور مرزا سلطان محمد سے متعلق حصہ اس کی تمہید اور دراصل دفع مانع ہے۔ کیونکہ آسمانی نکاح کا بہت مانع سلطان محمد ہوا اور اخیر تک رہا۔ اس لئے بلحاظ اصول فطرت مانع کے اٹھانے پر توجہ کا ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کی توجہ اس مانع کی طرف ایسی ہوئی کہ اس بے چارے دلہا کو اپنی غضب آمیز نگاہ کا شکار بنایا۔ یہ اس کی قسمت تھی کہ بچ کر نکل گیا۔

اس پیش گوئی سے متعلق جو اشتہار ہے، ہم پہلے اسے نقل کرتے ہیں زاں بعد مرزا جی کی مساعی جمیلہ بتائیں گے۔ وھو ہذا

ایک پیش گوئی پیش قبل از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا　　قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا　　کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کی حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرت سر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے۔ اور والد اس دختر کا بباعث تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کے لئے

ہو رہے ہیں تب ہی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفریں بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ غرض یہ لوگ مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے ہیں اور اسلام اور قرآن پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرا دی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گرداسپور میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرا دیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا تھا چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا، تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الہی میں استخارہ کر لینا چاہیے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا، پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا جس کو خدائے تعالی نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک و مروت اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی

دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئینگے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے جو مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاوےگا چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے کذبوا بآیاتنا و کانوا بھا یستھزؤن ۔ فسیکفیکھم اللّٰہ و یردھا الیک ۔ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ۔انّ ربک فعّال لما یرید ۔ انت معی و انا معک۔ عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی ۔یعنی گواول میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خدا تعالی کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔ خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔ (مجموعہ اشتہارات ۔ ج ا ص ۱۵۳، ۱۵۶ تا ۱۵۹)

یہ اشتہار اپنا مضمون بتلانے میں بالکل واضح و لائح ہے کسی مزید توضیح یا تشریح کی حاجت نہیں رکھتا۔ صاف بتلا رہا ہے کہ تاریخ نکاح سے تین سال تک دونوں (احمد بیگ اور اسکا داماد) فوت ہو جائیں گے۔ البتہ تاریخ معلوم کرنے کے لئے کہ نکاح کب ہوا اور کب تک ان دونوں کی موت کی تاریخ ہے، مرزا جی کی ایک دوسری تحریر سے شہادت لینے کی ضرورت ہے۔

رسالہ شہادت القرآن (ص ۷۹ ۔خزائن ج ۶ ص ۳۷۵) میں مرزا جی خود ہی اس کی میعاد بتلاتے ہیں کہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے، جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے، قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ (شہادۃ القرآن۔مصنفہ مرزا۔ص ۷۹)

پس بموجب اقرار مرزا جی ۱۲۔ اگست ۱۸۹۴ء کو مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ کو دنیا میں رہنے کی اجازت نہ تھی۔مگر افسوس کہ وہ مرزا کے سینہ پر مونگ دلتا ہوا آج (یکم اگست ۱۹۰۴ء بوقت اڈیشن سوم الہامات مرزا) تک زندہ ہے۔

مرزا صاحب اپنی زندگی میں تو سلطان محمد کی موت کی بابت امیدیں دلاتے رہے یہاں تک کہ رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں اس پیش گوئی کے دو جزو بتا کر ایک جزو متعلق موت مرزا احمد بیگ والد مسماۃ کا پورا ہونا لکھ کر دوسرے جزو یعنی خاوند منکوحہ آسمانی کی بابت لکھتے ہیں:

یاد رکھو اس پیش گوئی کی دوسری جز (موت سلطان محمد) پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے، وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۴؛ خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۸)

مرزا سلطان محمد کی زندگی کی وجہ سے جب چاروں طرف سے مرزا صاحب قادیانی پر اعتراضات ہوئے تو ان کا ایک ایسا صاف بیان شائع ہوا جس سے صاف بیان نہیں ہوسکتا۔فرمایا:

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ (سلطان محمد) کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو۔اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔ ...جو بات خدا کے علم میں ٹھہر چکی ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

(انجام آتھم حاشیہ ص ۳۱؛ خزائن ج ۱۱ ص ۳۱)

ناظرین اس سے زیادہ کون سا بیان واضح ہوسکتا ہے کہ خود صاحب الہام اقرار کرتا ہے کہ میری موت اگر اس (سلطان محمد) کی زندگی میں آئی تو میں جھوٹا سمجھا جاؤنگا۔

بس یہ اقرار مع پیش گوئی کے مرزا صاحب کی صداقت یا بطالت جانچنے کو کافی ہیں مگر ہمارے مرزائی دوست بھی کچھ ایسے پختہ کار ہیں کہ کوئی نہ کوئی عذر نکال ہی لیتے ہیں۔ مثلاً مرزا سلطان محمد کا ایک خط شائع کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ میں مرزا صاحب قادیانی کو بزرگ جانتا ہوں۔ اس خط کو اس دعوی کی سند میں پیش کیا کرتے ہیں کہ سلطان محمد دل سے مرزا صاحب کا

معتقد ہو گیا تھا اس لئے وہ نہ مرا۔

اس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اپنے بیانات کے سامنے یہ تحریر کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ ممکن ہے مخالف نے بطور استہزاء یا معمولی اخلاقی نرمی سے یہ فقرہ لکھ دیا ہو۔

ناظرین! آپ ذرا غور کیجئے کہ مرزا سلطان محمد تو اس لئے مرزا قادیانی کی زد میں آیا تھا کہ اس نے مرزا جی کی آسمانی منکوحہ سے نکاح کر لیا تھا۔ اور نکاح کر کے پھر حسب منشاء مرزا جی چھوڑا بھی نہیں۔ یہ کیا حسن اعتقاد ہے کہ منکوحہ کو روک رکھا اور مانع بنا رہا۔ جب جرم پر اصرار ہو، تو زبان سے عقیدت کا اظہار کیا فائدہ دے سکتا ہے؟

اس کے لئے اس کی اپنی ایک تحریر ہمارے پاس موجود ہے جس کی نقل یہ ہے:

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو میری موت کی پیش گوئی فرمائی تھی میں نے اس میں ان کی تصدیق کبھی نہیں کی۔ نہ میں اس کی پیش گوئی سے کبھی ڈرا۔ میں ہمیشہ اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا ہوں۔

سلطان محمد ساکن پٹی۔ ۳ مارچ ۱۹۲۳ء

مرزا سلطان محمد صاحب کو خدا جزائے خیر دے۔ کیسا شریفانہ کلام کیا، مختصر مضمون میں سب کچھ بھر دیا۔ پیش گوئی سے نہیں ڈرا۔ پیش گوئی کی تصدیق نہیں کی۔ کیا ہی شریفانہ انداز میں سب کچھ کہہ دیا مگر بازاری لوگوں کی طرح بدکلامی نہیں کی۔

احمدی دوستو! مرزا سلطان محمد آج یکم مئی ۱۹۲۸ء (بوقت اڈیشن ششم الہامات مرزا) کو پٹی ضلع لاہور میں زندہ ہے، مزید تشفی کے لئے اس سے ملو اور مرزا صاحب آنجہانی کا ان کو پیغام پہنچاؤ کہ

میرے مجنوں! تیرا کیا حال ہوا میرے بعد

مرزا صاحب نے ایک دفعہ لکھا تھا:

اس پیش گوئی کے دو حصے تھے ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اس کے داماد کی نسبت۔ اور پیش گوئی کے بعض الہامات جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے کہ یہ شرط تھی توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اٹھانا نصیب نہ ہوا کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیش گوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے کہ پیش گوئی کے وقت نے اپنا منہ دکھلایا اور احمد بیگ

ایک محرقہ تپ کے ایک دودن کے حملے سے ہی اس جہان سے رخصت ہوگیا۔تب تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اورخوف اور توبہ اور نماز اور روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے ان کے کلیجے کانپ اٹھے۔پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا۔سو وہ لوگ سخت احمق اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجود کے موافق پوری ہوگئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے۔

(سراج منیر۔حاشیہ ص۳۳ روحانی خزائن جلد۱۲ ص ۳۵)

مرزا جی کا یہ عذر کہ فلاں شخص دل میں توبہ کر گیا،نماز روزہ کا پابند ہوگیا،اس بے ایمان عطار کی بوتل سے کم نہیں جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔تعجب ہے کہ مرزا جی کے مقرب علم کے مدعی ایسی واہیات تاویلوں کو مان لیتے ہیں بلکہ نہ ماننے والوں پر غراتے ہیں۔ناظرین بغور اشتہار مذکور کو دیکھ سکتے ہیں کہ اس سے اصل غرض کیا ہے۔یہ عجب (بے ادبی معاف) ڈھکوسلہ ہے کہ تو مان نہ مان میں تیرا مہمان،مخالف اسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے،ذات شریف پر تبرے اور صلواتیں سناتا ہے،ہاں بوجہ مسلمان ہونے کے نماز بھی پڑھتا ہوگا،تو اس کا نام خوف زدہ رکھا جاتا ہے۔ہم آتھم کے متعلق ایک حدیث کی شہادت سے ثابت کر آئے ہیں کہ اگر آپ کی پیش گوئی سے وہ ڈرتا تو بھی رجوع مستلزم تاخیر عذاب نہ ہوتا،چہ جائے کہ وہ مخالفت پر ویسا ہی تلا بیٹھا ہے جیسا کہ اس وقت تھا بلکہ اس سے بھی زائد۔

☆ پیش گوئی متعلق محمدی بیگم

اس پیش گوئی کے متعلق ابتدائی بیان اوپر گذر چکا ہے۔اس کی تکمیل میں مرزا صاحب کا مندرجہ ذیل بیان ملاحظہ ہو۔آپ فرماتے ہیں:

اس پیشگوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوّج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے وہ خاص اولاد ہے جس کی

نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے ۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی ۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ۵۳؛ خزائن ج ۱۱ص ۳۳۷)

ناظرین ! اب کس کی مجال ہے کہ بعد فیصلہ نبوی اس پیشگوئی کی نسبت کوئی برا خیال ظاہر کرے بلکہ ہر مومن کا فرض ہے کہ فیصلہ نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوۃ و التحیۃ پر آمنا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین کہہ کر ایمان لائے ۔اس لئے ہم تو ایمان لے آئے کہ مسیح موعود کی علامت بے شک یہ ہے ۔مگر سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کے حق میں بھی ایسا ہوا ؟

آہ ! مرزا صاحب اور ان کے مرید زندگی میں تو اس کی امیدیں ہی دلاتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ ہوا کیا ، فریقین (ناکح ،منکوحہ) زندہ ہیں پھر ناامیدی کیا ؟ نکاح ہوگا اور ضرور ہوگا ۔ لیکن جوں جوں مرزا صاحب پر بڑھاپا غالب آتا گیا اس امر میں مرزا صاحب کو ناامیدی غالب آتی گئی تو آپ نے اس کے انجام پر نظر رکھ کر ایک نئی طرح ڈالی جو آپ کی کتاب حقیقۃ الوحی سے ہم ناظرین کو دکھاتے ہیں ۔فرماتے ہیں :

احمد بیگ کے مرنے سے بڑا خوف اس کے اقارب پر غالب آگیا یہاں تک کہ بعض نے ان میں سے میری طرف عجز و نیاز کے خط بھی لکھے کہ دعا کرو ۔پس خدا نے ان کے اس خوف اور اس قدر عجز و نیاز کی وجہ سے پیش گوئی کے وقوع میں تاخیر ڈال دی ۔

(حقیقۃ الوحی ۔ص ۱۸۷؛ خزائن ج ۲۲ص ۱۹۵)

یہاں تک تو ہمارا کوئی نقصان نہیں تھا ، تاخیر پڑگئی تو خیر بحکم دیر آید درست آید ، انجام بخیر ہوتا تو ہم بھی معترض نہ ہوتے ، مگر یہاں تو حالت ہی دگرگوں ہے کہ مرزا صاحب کو خود ہی اس پیش گوئی کے وقوع میں ایسا تردد ہوا کہ اسی کتاب حقیقۃ الوحی کو شائع کرنے سے پہلے اسی کتاب کے دوسرے مقام پر آپ نے اس تاخیر کے ساتھ فسخ بھی لگا دیا چنانچہ فرماتے ہیں :

یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے ، یہ درست ہے ۔مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا ، خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ ایتھا المرأۃ توبی توبی فانّ البلاء علی عقبک ۔پس جب ان لوگوں نے شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا ۔کیا آپ کو خبر نہیں کہ

یمحو اللّٰہ ما یشاء و یثبت نکاح آسمان پر پڑھا گیا یا عرش پر مگر آخر وہ سب کاروائی شرطی تھی۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۲؛ خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۰)

ناظرین! یہاں پر تو پہلے کی نسبت ایک لفظ اور بڑھایا ہے۔ پہلے حوالہ میں صرف تاخیر تھی اب فسخ بھی بڑھا دیا ہے مگر دورنگی کو نہیں چھوڑا۔ آہ! کس آن بان سے کہتے ہیں نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ پورا یقین نہیں۔

حضرات! آپ لوگ جو عرصہ سے اس نکاح کے ولیمہ کی دعوت کے منتظر ہوں گے اس عبارت میں فسخ کا لفظ سن کر سن ہو گئے ہوں گے اور آپ لوگوں کے منہ سے شاید یہ شعر نکلا ہوگا:

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

حکیم نورالدین قادیانی نے اپنے رسالہ آئینہ حق نما میں یہی عبارت نقل کر دینی کافی سمجھی ہے۔ اسی عبارت سے مرزا غلام احمد قادیانی اپنے مخالفوں کو ڈانتے ہیں کہ تم لوگ کیسے ہو کہ ایسے خدا کو مانتے ہو جو وعدہ عذاب ٹال نہیں سکتا۔ ہمارا خدا تو جو چاہے کر سکتا ہے۔ وعدہ کر کے پورا نہ کرے تو بھی کوئی اس کو پوچھنے والا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ یہ نکاح تو عذاب نہ تھا، بلکہ یہ نکاح تو بقول آپ کے ان کے حق میں بڑی خیر و برکت کا موجب تھا، اس کو عذاب سے کیوں تعبیر کرتے ہو اور اس کو ٹلاتے کیوں ہو۔ کیا نبی کی حرم محترم بننا عذاب ہے؟

اور سنئیے! چونکہ بقول آپ کے پیغمبر خدا ﷺ نے اس نکاح کو مسیح موعود کی علامت قرار دیا تھا (ملاحظہ ہو ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۵۳) تو چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی اس نکاح کے بغیر ہی انتقال فرما گئے ہیں، کیا ہمارا حق ہے کہ بوجہ ہم مقررہ علامت نہ پائے جانے کے مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت اپنا اعتقاد یوں ظاہر کریں:

رسول قادیانی کی رسالت حماقت ہے جہالت ہے بطالت

اس پیش گوئی نے قادیانی مشن کے بڑے بڑے ممبروں کو متوالا بنا رکھا ہے وہ ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں کہ اس دیوانگی میں ان کو نہ تضاد کا علم رہتا ہے نہ تناقض کا۔ ایک بڑے جوشیلے کارکن (قاضی اکمل) لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے اس الہام کے سمجھنے میں غلطی کھائی (تشحیذ الاذہان مئی ۱۹۱۳ء ص ۲۲۴)۔

لیکن ہمارے مخاطب حکیم صاحب نے اس نکاح کی بابت نہ غلطی کا اعتراف کیا، نہ فسخ کا اظہار کیا، بلکہ نکاح صحیح رکھا، مگر نہ رکھنے سے بدتر۔ آپ ان آیات کو نقل کرتے ہیں جن میں خدا

تعالی نے زمانہ رسالت کے موجودہ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ ہم نے تمہارے ساتھ یہ کیا، وہ کیا، حالانکہ ان کے بزرگوں کے ساتھ کیا تھا۔ان آیات کولکھ کرفرماتے ہیں :

اب تمام اہل اسلام کو جوقرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کرلکھتا ہوں کہ جب مخاطبہ میں مخاطب کی اولاد مخاطب کے جانشین اوراس کے مماثل داخل ہوسکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہوسکتی؟ اورکیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات کوحکم بنات نہیں مل سکتا ؟ اورکیا مرزا کی اولاد مرزا کا عصبہ نہیں ۔ میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہو جائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آئے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آسکتا۔ پھر یہی وجہ بیان کی و الحمد للہ رب العالمین ۔(ریویوآف ریلی جنز ۔ج ۷شمارہ ۷ص ۲۷۹)

حکیم صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرزا سے نکاح نہیں ہوا تو مرزا صاحب کے لڑکے،لڑکے درلڑکے،لڑکے درلڑکے۔لڑکے درلڑکے تاقیامت اورادھر منکوحہ کی لڑکی درلڑکی ،لڑکی درلڑکی،لڑکی درلڑکی،لڑکی درلڑکی تاقیامت ان میں کبھی نہ کبھی رشتہ ضرور ہو جائے گا۔ واہ! کیا کہنے ہیں ۔ بات توخوب سوجھی۔ (الٹ بھی تو ہوسکتا ہے،محمدی بیگم کے لڑکے درلڑکے کا نکاح مرزا کی لڑکی درلڑکی سے ، یا مرزا کے لڑے کی لڑکی درلڑکی .. سے بھی تو ہوسکتا ہے۔اس صورت میں حکیم صاحب کی تشریح کا کیا بنے گا۔ بہاء)

حکیم صاحب ! آپ کی کوشش سے بات تو بن جاتی مگراس کا کیا علاج ہوکہ جناب مرزا صاحب ،جن کی تصدیق کے لئے آپ یہ سب کچھ کررہے ہیں ، اس نکاح کو خاص اپنی علامت صداقت بتارہے ہیں اورحضور سرورکائنات ﷺ فخرموجودات کے دستخط بھی اس علامت پر کرا چکے ہیں (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ۔ص۵۳) اس لئے وہ آپ کی چلنے نہیں دیں گے ۔ رہی آپ کی عقیدت ،سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی عقیدت کا متزلزل نہ ہونا کونسا کمال ہے ۔قرآن مجید میں پہلے ہی پارے میں اس کی تصدیق ملتی ہے : ختم اللّٰہ علی قلو بھم۔

مرزاصاحب پراس بارے میں اعتراض ہوا تو آپ نے اس کواعتراض اور جواب کے عنوان سے ذکرکیا ہے۔غور سے سنیئے !

اعتراض:مسماۃ محمدی بیگم کودوسرا شخص نکاح کر کے لے گیا اور وہ دوسری جگہ بیاہی گئی۔

الجواب ۔ وحی الٰہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی بلکہ یہ تھا کہ ضرور

ہے اول دوسری جگہ بیاہی جائے۔ سو یہ ایک پیش گوئی کا حصہ تھا کہ دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا۔ الہام الٰہی کے لفظ یہ ہیں:

فسیکفیکھم اللّٰہ و یردّھا الیک یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی جائے گی خدا پھر اس کو تیری طرف لائے گا۔

جاننا چاہیے کہ ردّ کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں کہ ایک چیز ایک جگہ ہے اور وہاں سے چلی جائے اور پھر واپس لائی جائے۔ پس محمدی (بیگم) اقارب میں بلکہ قریب خاندان میں سے تھی یعنی میری چچا زاد ہمشیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری طرف قریب رشتہ میں ماموں زاد کی لڑکی تھی یعنی احمد بیگ کی۔ پس اس صورت میں ردّ کے معنی اس پر مطابق آئے کہ پہلے وہ ہمارے پاس تھی اور پھر وہ چلی گئی اور قصبہ پٹی میں بیاہی گئی اور وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئیگی۔ سو ایسا ہی ہوگا۔ (الحکم ۳۰ جون ۱۹۰۵ء ص ۲)

خلیفہ صاحب آپ کی خلافت یہی فتوی دیتی ہے کہ اپنے رسول، ہاں اپنے مسیح موعود، ہاں مہدی مسعود اور کرشن گوپال جی کی تصریحات کے خلاف آپ تاویل کریں۔

حکیم صاحب علماء کا عام اصول ہے تاویل الکلام بما لا یرضی بہ قائلہ باطل (کسی کلام کی ایسی تاویل کرنی جو متکلم کے خلاف منشاء ہو، غلط ہے) فرمایئے آپ کی دیانت امانت یہی شہادت دیتی ہے کہ آپ مرزا صاحب کی پیش گوئی کی ان کے خلاف تاویل کرتے ہیں۔

ہمارے خیال میں یہ پیش گوئی ایسی صاف ہے کہ زیادہ لکھنے سے ہمارا قلم رکتا ہے اس لئے ناظرین کے حوالے کرتے ہیں۔ ہاں اتنا کہنے سے نہیں رک سکتے کہ مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کے متعلق جتنی کوششیں کیں شائد ہی کسی کام کے لئے کی ہوں۔ بہت سے خطوط متضمن ترغیب وترہیب مسماۃ کے وارثوں کو لکھے مگر افسوس کوئی بھی کارگر نہ ہوا۔

گو یہ پیش گوئی مرزا جی کے الفاظ میں غلط ہوئی تاہم وہ ایک معنی سے سچے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ عورتوں کو سوکن کے ساتھ جو رنج ہوتا ہے وہ طبعی ہے اس لئے غالباً نہیں بلکہ یقیناً یہ بات ہے کہ مرزا صاحب کی حرم محترم اپنی سوکن کے نہ آنے کے لئے دست بدعا ہوں گی۔ خدا نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ولایت گھر کی گھر میں رہی۔ خاوند نہیں تو بیوی ہی ولی سہی۔ مرزا جی کے دوستو! مرزا جی کی الہامی شکست کی باعث زیادہ تر ان کی حرم محترم ہیں کوئی اور نہیں۔

اس پیش گوئی کے متعلق جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں مرزا جی کی مساعی جمیلہ خاص طور قابل ذکر ہیں اس ضمن میں ہم چند خطوط ہم نقل کرتے ہیں جو مرزا صاحب نے خود اور دوسروں سے رشتہ داروں کو اس نکاح سے متعلق لکھوا کر بھیجے تھے۔ (اس کے بعد مولانا نے قادیانی مکتوب بنام مرزا علی شیر بیگ ، بنام والدہ عزت بی بی ، بنام مرزا احمد بیگ ، اور مکتوب زوجہ مرزا فضل احمد بطرف والدہ درج کئے ہیں۔ جنہیں ہم نے یہاں حذف کر دیا ہے کیونکہ وہ اسی جلد میں شامل کلمہ فضل رحمانی میں بھی نقل ہوئے ہیں۔ اور نقل خطوط کے بعد مولانا امرتسری لکھتے ہیں) ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا جی اپنی اغراض نفسانی کو پورا کرنے کے لئے بھی عموماً اسلام اور قرآن ہی کو پیش کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ خدا اپنے دین کا آپ حامی ہے کسی ایسے ویسے الہامی وغیرہ کی حمایت پر اس کی امداد موقوف نہیں اس لئے ہمیشہ مرزا جی کو ناکامی ہوتی اور یہ بھی ایک معنی سے قطع الوتین ہے۔

☆ مولانا بٹالویؒ و رفقاء ہ کے متعلق پیش گوئی

مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ اور ملا محمد بخشؒ مالک اخبار جعفر زٹلی لاہوریؒ اور مولوی ابو الحسن تبتیؒ کے متعلق پیشگوئی آتھم وغیرہ کی پیش گوئیوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے کیونکہ اس پیشگوئی سے مرزا جی اور ان کے مخالفوں کا انقطاعی فیصلہ ہے۔ چنانچہ رسالہ راز حقیقت کی عبارت منقولہ سابق بتلا رہی ہے۔ ناظرین عبارت مذکور کو بغور پڑھیں اور دل سے فتوی حاصل کریں کہ اس پیش گوئی کا مفاد اور مدعا مرزا جی نے کیا بتلایا۔ بعد ازاں اشتہار مندرجہ ذیل پڑھیں۔ مرزا جی لکھتے ہیں کہ:

> میں نے خدا سے دعا کی کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو میں نے کی ہے یہ ہے کہ اے میرے ذوالجلال پروردگار اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۷ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو اے میرے مولا! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر۔ اور اس روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا میرے مولی میرے منعم میری نعمتوں کے

دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں میں جو ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کئے جائیں گے شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنھوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر۔ غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ضربت علیهم الذلة کا مصداق کر۔ آمین ثمّ آمین

یہ دعا تھی جو میں نے کی۔ اس کے جواب میں الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کرونگا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا (ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہیں ناجائز تحریر سے کام ہے وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے۔ وہ افسوس کریگا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے) اور چند عربی الہام ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

انّ الّذین یصدّون عن سبیل اللّٰه سینا لهم غضب من ربّهم۔ ضرب اللّٰه اشدّ من ضرب النّاس۔ انّما امرنا اذا اردنا شئیاً ان نقول له کن فیکون۔ اتعجب امری انّی مع العشّاق۔ انّی انا الرّحمن ذو المجد و العلی و یعض الظّالم علی یدیه و یطرح بین یدی۔ جزاء سیّئة بمثلها و ترهقهم ذلّه۔ ما لهم من اللّٰه من عاصم۔ فاصبر حتی یاتی اللّٰه بامره انّ اللّٰه مع الّذین اتقوا و الّذین هم محسنون۔ یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبّتی دوسری طرف خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔ ان میں سے جو کاذب ہے وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام الٰہی کی بنا پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔ اس فیصلہ کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اب اگر میں جھوٹا اور دجال اور ظالم ہوں تو فیصلہ شیخ محمد حسین کے حق میں ہوگا اور اگر محمد حسین ظالم ہے تو فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔ وہ خدا ہر ایک کا خدا ہے، جھوٹے کی کبھی

تائید نہیں کرے گا (بے شک اس احکم الحاکمین نے ایسا ہی کیا الحمد للہ۔ ثناء اللہ)۔ اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آگیا۔ خدا تعالیٰ سچوں کو فتح بخشے۔ آمین۔

اب ہم ذیل میں شیخ محمد حسین کا وہ اشتہار لکھتے ہیں جو جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام پر شائع کیا گیا ہے تا خدا تعالیٰ کے فیصلہ کے وقت دونوں اشتہارات کے پڑھنے سے طالب حق، عبرت اور نصیحت پکڑ سکیں اور عربی الہامات کا خلاصہ مطلب یہی ہے کہ جو لوگ سچے کی ذلت کے لئے بدزبانی کر رہے ہیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں خدا ان کو ذلیل کرے گا اور میعاد پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے تیرہ مہینے ہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اور ۱۴ دسمبر ۱۸۹۸ء تک جو دن ہیں وہ توبہ اور رجوع کے لئے مہلت ہے، فقط۔

(اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء۔ مجموعہ اشتہارات، ج ۳ ص ۶۰ تا ۶۲)

یہ عبارت جس زور شور سے لکھی گئی ہے اس کا اندازہ کرانے کے لئے کسی مزید توضیح یا تشریح کی حاجت نہیں۔ عبارت مذکورہ اپنا مطلب صاف اظہار کر رہی ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے دونوں رفیقوں پر خدا جانے کس قسم کا خرق عادت عذاب نازل ہوگا۔ کیا ان کی گت ہوگی جو خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔ کوئی بڑی ہی سخت آفت آنے والی تھی جس کی بابت مرزا جی نے رسالہ راز حقیقت میں تیرہ مہینوں تک بڑے صبر سے اپنے مریدوں کو آخری فیصلہ کے انتظار کرنے کا حکم دیا تھا اور سخت تاکید کی تھی کہ اس فیصلہ کے منتظر رہیں۔

رسالہ راز حقیقت میں فرماتے ہیں: میں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی اشاعۃ السنہ اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا تھا جس کی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی اور میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں مگر چاہیے کہ خاموش رہیں اور تقویٰ اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فیصلے کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقویٰ اور صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مثل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جب تک

انسان عدالت کے کمرے کے باہر ہے، اگرچہ اس کی بدی کا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور صبر اور تقویٰ اختیار کرو اور خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرماوے۔ (راز حقیقت۔ص۱۲؛ خزائن ج ۱۴۔ص ۱۵۳۔۱۵۴)

اس سے صاف سمجھ میں آتا تھا کہ ان تیرہ مہینوں کے بعد مرزا جی سے مخالفوں کا قطعی فیصلہ ہو جائے گا۔ ایسا کہ کسی دوست دشمن کو چوں و چرا کرنے کی گنجائش نہ رہے گی۔ وہ فیصلہ کیا ہوگا مثل فتح مکہ کے آخری فیصلہ ہوگا۔ مگر افسوس کہ یہ پیش گوئی بھی کوہ کندن وکاہ برآوردن، کی مصداق ہوئی۔ چنانچہ آج جنوری ۱۹۰۰ء (بوقت طبع اول الہامات مرزا) کو گذرے ہوئے پانچ سال ہونے کو ہیں مگر مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہر دو رفیق پیش گوئی زدہ برابر زندہ سلامت بلا کلفت مرزا جی کے سامنے موجود ہیں (بعد میں مولوی محمد حسین صاحب ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو انتقال کر گئے اور مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ان سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے)۔اس پیشگوئی کا بھی جو مرزا جی نے حشر کیا وہ بھی ناظرین کو سناتے ہیں۔

یاد رہے کہ ایسا کوئی سوال نہ ہوگا جس کا جواب مرزا جی نے نہ دیا ہو، کیونکہ ممکن نہیں کہ مرزا جی خاموش رہیں۔ یہ تاویل تو نہ چلی کہ یہ تینوں صاحب دل میں ڈر گئے، صوم وصلوۃ کے پابند ہو گئے، ورنہ قسم کھائیں، کیونکہ مرزا جی کو یقین تھا کہ ان صاحبوں کے سامنے قسم کا نام لیا نہیں کہ یہ اپنی گرہ سے کچھ دے کر بھی سچی قسم اٹھا لیں گے، ان کے مذہب میں تو آتھم کی طرح سچی قسم کا کھانا منع نہیں۔اس لئے اس میں ایک اور ہی چال چلے کہ جس طرح مولوی محمد حسین نے میرے پر کفر کا فتویٰ لگوایا تھا اس پر بھی لگ گیا یہی میری پیش گوئی کا مدعا تھا اور بس (دیکھو اشتہار ے جنوری ۱۸۹۹ء۔ مجموعہ اشتہارات۔ج ۳ ص ۱۰۸۔۱۱۲)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی سن کر مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب نے ہتھیار رکھنے کے متعلق بعض افسروں سے تذکرہ کیا کہ میری بابت مرزا نے پیش گوئی کی ہے، مبادا لیکھرام کی طرح میں بھی نہ مارا جاؤں، اس لئے بطور حفاظت خود اختیاری مجھے ہتھیار ملنے چاہییں۔اس پر مرزا صاحب کی طلبی ہوئی کہ آکر بتلاویں کہ کیوں ان سے حفظ امن کی ضمانت نہ لی جاوے۔ چنانچہ مقدمہ بڑے زور شور سے چلنے لگا۔اس پر مرزا جی نے یہ تجویز نکالی کہ کسی صورت

سے اس مقدمہ کو خفیف کیا جائے اور سرکار کے ذہن نشین کیا جائے کہ یہ پیش گوئی کوئی قتل وقتال کی نہیں جیسی کہ مولوی محمد حسین نے سمجھی ہے، بلکہ زبانی ذلت ورسوائی ہے۔

اس پر بعد مشورہ حاشیہ برداران یہ تجویز ٹھہری کہ ایک آدمی ناواقف علماء سے یہ فتوی حاصل کرے کہ حضرت مہدی کے منکر کا کیا حکم ہے۔ چنانچہ وہ شخص بڑی ہوشیاری یا مکاری سے علماء کی خدمت میں گیا اور ہر ایک کے سامنے مرزا کی مذمت کرتا اور یہ ظاہر کرتا کہ میں افریقہ سے آیا ہوں۔ قادیانی کے مرید وہاں بھی ہوگئے ہیں ان کی ہدایت کے لئے علماء کا فتوی ضروری ہے۔ اس پر علماء نے جو مناسب تھا، لکھا۔ پس مرزا جی نے اسے شائع کر دیا اور بجائے اپنے پر لگانے کے مولوی محمد حسین صاحب پر لگا دیا کہ اس نے بھی اشاعۃ السنہ کے کسی پرچے میں مہدی معہود کا انکار کیا ہے۔ پس جس طرح اس نے مجھ پر فتوی لگوایا تھا اسی طرح اس پر لگایا۔ میری پیش گوئی کا صرف اتنا ہی مفہوم تھا۔

یہ ہے مرزا جی کی کوشش اور سعی جس سے اپنی پیش گوئیوں کو سچا کیا کرتے ہیں۔ افسوس کہ دنیا میں ابھی تک سمجھدار لوگ موجود ہیں اور وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ اگر یہ فتوی (اگر ہم مان بھی لیں کہ مولوی صاحب پر ہے اور وہ اس کے مصداق ہیں) ہی آپ کی تیرہ ماہہ پیش گوئی کا مطلب تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس طرح آپ سے علمائے اسلام اور اہل اسلام بلکہ جملہ انام متنفر ہیں، اسی طرح مولوی صاحب اور ان کے دونوں رفیقوں سے کیوں ان کو نفرت نہیں، بلکہ ان کے ساتھ ان کا خلا ملا ہے کہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو مولوی صاحب موصوف ہی کی کوشش اور لحاظ سے مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور مولوی احمد اللہ صاحب اور حافظ محمد یوسف صاحب پنشنر امرتسری کی بقیہ کدورت بھی جو آپ ہی کے طفیل سے بحکم و لتذ ھبن الشحناء پیدا ہو چکی تھی بالکل جاتی رہی اور پھر مثل سابق شیر وشکر ہو گئے (یہ ایک حدیث صحیح کی طرف اشارہ ہے جو مسلم شریف کی روایت سے مشکوۃ میں بھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں و لتذ ھبن الشحناء و التباغض و التحاسد و لید عون الی المال فلا یقبلہ احد۔ یعنی مسیح موعود کے آنے پر یہ آثار مرتب ہوں گے کہ باہمی رنجشیں اور کینے اور حسد کی عادتیں بالکل جاتی رہیں گی اور مال کی اس قدر کثرت ہوگی کہ لوگ مال کے لئے بلائے جائیں گے مگر کوئی قبول نہ کرے گا۔ مرزا جی کی مسیحیت پر ان سب کی نقیض صادق ہے۔ اور تو اور مسلمانوں ہی میں ان کی طفیل بجائے حسد اور کینہ اٹھنے کے وہ تباغض پیدا ہوا ہے کہ خدا کی پناہ۔ بھائی سے بھائی جدا ہے۔ ایک ساتھ نماز نہیں پڑھتا۔ مال کی ایسی کثرت ہے کہ خود مسیح موعود بھی ہمیشہ امتیوں ہی کے دست نگر رہتے ہیں۔ گو یہ عذر کریں کہ ہم قومی کاموں کے لئے لیتے ہیں تاہم اس میں تو شک نہیں

کہ لیتے ہیں۔ عام طور پر مسلمانوں کے تمول کی جو حالت ہے وہ عیاں راچہ بیان۔ شائد مرزا جی یہ جواب دیں کہ

تہدستاں قسمت راچہ سود از رہبر کامل ۔ کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

یا مال سے مراد بھی معنوی برکات بتلا ویں، تو پھر آپ کی برکات میں تو کسی کو شبہ ہی نہیں۔ ثناء اللہ)۔ پس جس طرح ہم آتھم والی پیش گوئی کی بحث میں ثابت کر آئے ہیں اور آپ سے بھی بحوالہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۸ دستخط کرائے ہیں کہ انتفاء اللازم یستلزم انتفاء الملزوم یعنی لوازم کے عدم سے ملزوم کا عدم ہوتا ہے۔ تو پھر اس پیش گوئی کے کذب میں کیا شبہ ہے؟ اگر کہو کہ مولوی محمد حسین صاحب نے منافقانہ اپنا خیال ان سے چھپایا ہے اس لئے علماء اس سے متنفر نہیں ہوئے تو سچ پوچھو تو مولوی محمد حسین صاحب آپ کے الہام کنندہ سے دانائی میں بڑھ گئے کہ یہ تو کامیاب ہو گئے اور وہ نہ ہوا کہ ذلت کی پیش گوئی کر چکا، جو مولوی صاحب کی (بقول آپ کے) ایک ادنی تدبیر سے ملیا میٹ ہو گئی۔ علاوہ اس کے مرزا جی نے اپنے حاشیہ پر اپنی مراد ہی بتلائی ہوئی ہے جس کو ہم نے نقل کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

> ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہیں ناجائز تحریر سے کام ہے وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے۔ وہ افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ (اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء حاشیہ۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۶۱)

مرزا جی کی یہ تشریح صاف بتلا رہی ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب پر جب وہ عذاب تیرہ ماہہ نازل ہوگا تو وہ ان تحریروں پر نادم اور شرمندہ ہونگے جو انہوں نے مرزا صاحب کے خلاف لکھی ہیں اور انہیں پر ہاتھ کاٹیں گے مگر افسوس کہ تیرہ ماہ تک تو کیا، آج تک بھی مولوی صاحب موصوف جیسے کچھ ان تحریروں پر نادم ہیں سب کو معلوم۔ ابھی چند ہی روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب نے اشاعۃ السنہ میں بدستور اپنا خیال مرزا صاحب کی نسبت ایسا ہی بتلایا ہے جیسا کہ وہ سابق میں بتلایا کرتے تھے یا جس کا وہ حق دار ہے۔

مرزا جی بھی چونکہ اصل میں دانا ہیں وہ جانتے ہیں کہ میری ایسی ویسی باتوں پر گو احمق تو لٹو ہو رہیں گے اور سبحان اللّٰہ آمنّا و صدقنا فاکتبنا مع الشّاھدین کہیں گے مگر آخر جہان داناؤں سے خالی نہیں اس لئے وہ اس فکر میں سوچتے رہتے ہیں چنانچہ انہوں نے سوچا کہ فتوی کی بابت جو کاروائی ہم نے بصد کوشش کی ہے اور مولوی محمد حسین کو اس پیش گوئی کا مصداق بنایا یہ تو ایک معمولی سی بات ہے جو کوئی جاہل سے جاہل بھی نہ کہے گا، خاص کر اس وجہ سے کہ جن علماء نے

ہمارے فریب اور دھوکے سے مولوی محمد حسین صاحب پر فتوی لگایا ہے انہی کے نزدیک مولوی صاحب موصوف کی وہ عزت ہے کہ باوجودیکہ وہ اپنے کاموں میں ہمیشہ مستغنی ہیں اور کبھی کسی کو کسی کام میں جوان سے متعلق ہو چندہ وغیرہ کی زبانی ترغیب بھی نہیں دیا کرتے، انہوں نے بھی مولوی صاحب کے مقدمے میں از خود محض ہمدردی سے امراء کے مکانوں پر جا جا کر چندہ لیا اور اپنی ہمدردی کا ثبوت دیا۔ اس لئے مرزا جی نے سوچ بچار کر چند ایک اور ذلتوں کی فہرست تیار کی۔

۱۔ اس (مولوی صاحب) نے میرے ایک الہام پر اعتراض کیا کہ عجبت کا صلہ لام نہیں آتا۔ یعنی عجبت لہ کلام صحیح نہیں حالانکہ فصحاء کے کلام میں آتا ہے۔ اس سے اس کی علمی بے عزتی ہوئی۔

۲۔ یہ کہ صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے مقدمہ ہمارے حق میں کیا اور اس کو سخت و سست کہا بلکہ اس سے عہد لیا کہ آئندہ مجھے دجال، کادیانی، کافر وغیرہ نہ کہے گا، جس سے اس کی تمام کوشش مجھ کو برا کہنے اور کہلانے کی خاک میں مل گئی اور اس نے اپنے فتوے کو منسوخ کر دیا یعنی اب وہ میرے حق میں کفر کا فتوی نہ دے گا۔

۳۔ یہ کہ مولوی محمد حسین نے میرے حق میں انگریزی لفظ ڈسچارج کا ترجمہ غلط سمجھا۔ یہ اس کی بے عزتی کا موجب ہے۔

۴۔ یہ کہ اس کو زمین ملی۔ زمیندار ہو گیا۔ یہ بھی ذلت ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں کھیتی کے آلات داخل ہوں وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

(دیکھو اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۹۶۔۲۱۵)

ناظرین! یہ ہیں مرزا جی کی پیش گوئیاں اور یہ ہیں ان کے الہام اور یہ ہیں ان کے دعاوی اور رسالت۔ کیا کہنے ہیں؟ ہمیں تو شرم آتی ہے کہ ہم ان کے متعلق کیا لکھیں کیونکہ ہمارے خیال میں تو ان کے دعوے ہی ان کی تکذیب کو کافی ہیں بشرطیکہ کسی میں عقل سلیم اور فہم مستقیم ہو۔ دیکھئے ۷ جنوری ۱۸۹۹ء کے اشتہار میں جب کہ مقدمہ دائر تھا تخفیف الزام کے لئے یا سرکار کو دھوکہ دینے اور عام رائے کو اس طرف پھیرنے کے لئے ایک فتوی شائع کرا دیا کہ مولوی محمد حسین صاحب پر میری پیشگوئی پوری ہو گئی جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔ بھلا اگر ۷ جنوری سے پہلے آپ کی پیش گوئی پوری ہو چکی تھی تو بعد کے واقعات کو اس میں کیوں داخل کرتے ہو؟ لام کے انکار والی بات کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔ باقی امور نمبر ۱ و ۲ تو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کے دن جس روز فیصلہ ہوا تھا ظاہر ہو

ئے تھے جو جنوری سے ڈیڑھ مہینہ بعد کا واقعہ ہے اور عطیہ زمین تو مدت بعد ہوا، پھر ان کو پیش گوئی کا مصداق بنانا، جس کا صدق ان سے پہلے مدتوں ہو چکا ہے، کیا ہماری تصدیق نہیں کہ مرزا جی کو خود اپنی ہی تقریر میں جو سراسر ملمع سازی سے طیار ہوتی ہے شبہات رہتے ہیں۔ نہیں بلکہ دل سے اس کو جھوٹ اور قابل ردّ جانتے ہیں۔ آخر وہ دانا صاحب تجربہ ہیں کیوں نہ سمجھیں۔

یہ تو ان نمبروں پر مجملاً گفتگو تھی۔ مفصلاً یہ ہے کہ نمبر اول تو بے ثبوت ہے۔ ہمیں معلوم نہیں مولوی صاحب نے کب اور کس پیرایہ میں اعتراض کیا۔ مرزا جی اور مرزائی پارٹی کے حوالہ جات ہمارے نزدیک بالخصوص اپنی تائید کے متعلق بحکم اصول حدیث معتبر نہیں۔ نہ ہی مرزا جی نے مولوی صاحب کی کسی تحریر کا حوالہ دیا ہے۔ طبع ثانی کے وقت ہم نے چاہا کہ ابھی تو مولانا ابوسعید محمد حسین زندہ ہیں اگر ان کی زندگی میں فیصلہ نہ ہوا تو کب ہوگا۔ اس خیال سے ایک خط ان کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء کو چک نمبر ۱۲۳ ضلع جھنگ سے جواب دیا جو درج ذیل ہے:

السلام علیکم

مرزا جھوٹ لکھتا ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ عجب کا صلہ کبھی لام نہیں آتا۔ حدیث مشکوۃ عجبنا له یسئله و یصدقه مجھے بھول نہیں گئی۔ میں نے کہا تھا کہ قرآن مجید میں عجب کا صلہ من آیا ہے قالوا اتعجبين من امر اللّٰه۔ (ابوسعید)

مرزا جی کہیے آپ کی اصطلاح میں مجدد اور مسیح کے لئے ایمان داری اور راست بیانی بھی شرط ہے یا نہیں۔ علاوہ اس کے اگر یہ صحیح ہے کہ کسی لفظ کا صلہ سمجھنے میں عالم کی ذلت ہے، ایسی کہ وہ کسی الہام کی زد میں آجاتا ہے تو آپ کی کس قدر ذلت ہوئی ہوگی جب اشاعة السنہ میں آپ کی عربی کی غلطیوں کی ایک طویل فہرست چھپی تھی جس کا جواب آج تک آپ سے نہیں ہو سکا۔ اسی رسالہ میں ہم نے آپ کی ایسی الہامی عبارت نقل کی ہے کہ عالم تو عالم کوئی نحو میر پڑھتا ہوا طالب علم بھی ایسی غلطی نہ کرے گا۔ ستّہ کی تمیز مفرد لکھ کر ستّه سنته الہام بتلایا ہے۔ پھر ایک جگہ نہیں بلکہ کئی موقع پر۔ (مرزا جی عربی دانی کے گھمنڈ میں ہمیشہ اعداد کی تمیز لکھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ مواہب الرحمٰن، جس کی وجہ سے مرزا جی پر فوجداری استغاثہ ہے، کے صفحہ ۱۲۹ پر لکھتے ہیں

وارانی انّ العدوّ اعد لذ لک ثلاثه حماة لتوهين واعنات یہاں ثلاثہ کی تمیز منصوب لکھ ماری۔ پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔ رئيت کانی احضرت محاکمه (و دیدم کہ گویا من در عدالتے حاضر شدم) یعنی میں کچہری میں حاضر کیا گیا حالانکہ کچہری کو محاکمہ نہیں محکمہ کہنا چاہیے تھا۔ پھر لکھتے ہیں: فی جريدة

يسمّى الحكم، و فى جريدة اخرى يسمّى البدر ۔ جب کہ تسمی بالحکم، اور با لبدر چاہیے ۔ علی ہذا القیاس ۔ یہ اس صفحہ کی غلطیاں ہیں جس پر فوجداری استغاثہ ہے ۔ ثناء اللہ) علاوہ اس کے آپ کے اعجازی قصیدہ میں بیسیوں غلطیاں (جو آگے آتی ہیں) ہونے سے بھی آپ کا معجزہ بدستور اور آپ کے اعجازی دم خم بحال، مگر مولوی محمد حسین صاحب کو عجب کا صلہ معلوم نہ ہونے سے (حالانکہ قصہ بھی غلط ہے) ایسی ذلت پہنچی کہ خدا کی پناہ۔

دوسری بات کے متعلق ہم کچھ زیادہ نہیں کہہ سکتے کہ مقدمہ میں کس کی ذلت ہوئی۔ مطبوعہ فیصلہ ہمارے سامنے ہے اس کی کل دفعات ہم نقل کرتے ہیں ناظرین اندازہ لگالیں گے کہ یہ فیصلہ کس کے حق میں مفید ہوا۔ وھو ہذا

۱۔ میں (مرزا) ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کرونگا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲۔ ...میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳۔ ...میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۴۔ ...میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذلت کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال کافر کاذب بطالوی نہیں لکھونگا۔ میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کرونگا جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا عقلاً احتمال ہو۔

۵۔ ...میں اس بات سے بھی پرہیز کرونگا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست

یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کیلئے بلاؤں کہ وہ خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں تا کہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت پیش گوئی کرنے کے لئے بلاؤنگا۔

۶۔ جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دونگا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ ۱ تا ۶ میں اقرار کیا ہے۔

اس بات کا خارجی ثبوت، کہ اس فیصلہ نے مرزا جی کا قافیہ کہاں تک تنگ کیا ہے، لینا ہو تو مرزا جی کی تحریر ہی سے لے لیجئے۔ مرزا جی کا ایک مطبوعہ اشتہار ہمارے پاس ہے جس سے ان کی بے بسی ایسی نمایاں ہے کہ کسی شرح یا حاشیہ کی محتاج نہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

مجھے بارہا خدا تعالی مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں انّی مغلوب مگر بغیر فا نتصر کے۔ میں اس وقت کسی دوسرے کو مقابلہ کے لئے نہیں بلاتا اور نہ کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الہی میں اپیل کرتا ہوں۔

(اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء ص ۴ ۔ مجموعہ اشتہارات ۔ ج ۳ ص ۱۸۱)

یہ عبارت بآواز بلند اپنا مدعا اور مطلب بتلا رہی ہے اور صاف کہہ رہی ہے کہ مرزا جی پر اس مقدمہ سے ایسا رعب چھایا ہے کہ خدا سے استمداد کرتے ہوئے فا نتصر (میری مدد کر) بھی نہیں کہہ سکتے۔ باوجود اس کے پھر بھی ڈرتے ہیں کہ گورنمنٹ خلاف عہدی سے باز پرس نہ کرے، تو اس کے دفعیہ کو کہتے ہیں کہ میں کسی کو مقابلہ پر نہیں بلاتا۔ انذاری پیش گوئیاں چھن گئیں، نبوت کی ٹانگ ٹوٹ گئی، ابھی تک کہے جاتے ہیں کہ اس مقدمہ سے مولوی محمد حسین کی ذلت ہوئی کہ اس کا فتوی کفر منسوخ ہو گیا۔ یہ بھی غلط، فتوی منسوخ نہیں ہوا، صرف مباحثہ میں ایسے الفاظ دجال کافر وغیرہ بولنے سے دونوں فریق کو روکا گیا۔ کسی سائل یا مستفتی کے جواب میں فتوی دینے اور اپنی مجلس میں تمہاری نسبت رائے ظاہر کرنے سے ہرگز منع نہیں کیا گیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب نے اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۹ بابت ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰۷ پر صاف صاف لفظوں میں آپ کے اس زعم باطل کو رد کر دیا ہے۔ ہم بلا کمی بیشی مولوی صاحب موصوف کے الفاظ کو نقل کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

مرزا نے اپنے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں مضمون غلط اور خلاف واقع مشتہر کیا ہے

کہ ابوسعید محمد حسین نے اس اقرار نامہ پر دستخط کر کے اپنے فتوی کو جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں شائع کیا تھا، منسوخ کر دیا۔ اور اسی بنا پر مرزا نے اس اشتہار میں یہ بھی دعوی کیا ہے کہ وہ فیصلہ ابوسعید محمد حسین کے منشاء کے برخلاف ہوا جس کا جواب ۱۰۴ میں گذر چکا ہے۔ ہم کو مرزا سے بحث و خطاب منظور نہیں۔ ہم صرف پبلک کو آگاہ کرنے کی غرض سے اس امر کا اظہار واجب سمجھتے ہیں کہ مرزا نے اس بیان میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افتراء کیا اور پبلک کو دھوکہ دیا۔ خاکسار، بشمول تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں، مرزا کو اس کے عقاید باطلہ مخالف اسلام کے سبب ویسا ہی گمراہ جانتا ہے جیسا کہ اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا اور اس کے حق میں وہی فتوی دیتا ہے جس کو جلد ۱۳، اشاعۃ السنہ میں مشتہر کر چکا ہے۔ فیصلہ مقدمہ اور دستخط اقرار نامہ کے بعد مجھ سے مولوی برکت علی صاحب منصف اجنالہ ضلع امرت سر نے سید حیدر حسین قانون گو تحصیل مذکورہ کے سامنے امرت سر لاہور کی ریل گاڑی میں مرزا کی نسبت فتوی پوچھا تو خاکسار نے وہی فتوی دیا۔ مرزا کے خاص مرید یا حواری یعقوب علی تراب اڈیٹر اخبار الحکم نے بٹالہ کے سٹیشن پر مجھ سے مرزا کے حق میں فتوی پوچھا تو میں نے وہی فتوی دیا۔ اس نے کہا کہ یہ فتوی لکھ دو گے؟ میں نے کہا کہ تحریری سوال پیش کرو گے تو تحریری جواب ملے گا۔ الغرض اپنے فتوی یا اعتقاد کو میں نے نہیں بدلا اور نہ ہی منسوخ کیا اور نہ ہی اس دفعہ چہارم اقرار نامہ کا یہ منشاء ہے۔ صرف مباحثہ میں ان الفاظ کو بالمقابل استعمال نہ کرنے کا دونوں فریق نے وعدہ واقرار نامہ کیا ہے اور یہی اس دفعہ چہارم کا منشاء ہے۔ ناظرین اشتہار مرزا سے دھوکہ نہ کھائیں۔

کہیے مرزا جی! کیا ابھی کچھ کسر ہے؟ سچ ہے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔

نمبر سوم کا جواب ہم کیا دیں۔ ہاں یاد آیا کہ مولوی صاحب اگر انگریزی ڈسچارج کا ترجمہ غلط سمجھنے سے ایسے ذلیل ہوئے کہ آپ کی پیش گوئی کے مصداق بن گئے تو کیا حال ہے ان الہامیوں کا جن کو انگریزی میں الہام ہوں اور کتاب کے چھپنے تک بے ترجمہ ہی لکھ دیں اور عذر یہ کریں کہ اس وقت یہاں کوئی مترجم نہیں اس لئے بے ترجمہ ہی لکھا جاتا ہے۔

(دیکھو براہین احمدیہ جلد چہارم ص ۵۵۶ حاشیہ؛ خزائن ج ۱ ص ۶۶۴)

نمبر چہارم کی بابت تو ہم آپ کو داد دیتے ہیں۔ واقعی زمین داری ایسی ہی ذلت ہے کہ

خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ جب ہی تو آپ نے اپنی جائیداد غیر منقولہ اپنی چہیتی بیوی کے پاس مبلغ پانچ ہزار پر گروی کر دی ہے لیکن جس روز ان کو خبر ہو گئی کہ کہ زمین داری کی ذلت مرزا جی نے دانستہ میرے گلے مڑھ دی ہے تو وہ آپ کو سنائے گی:

کئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدا نخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

ہم چاہتے ہیں کہ مرزا جی سے درخواست کریں کہ ہمارے لئے بھی ایسی پیش گوئی کا انتظام کریں جس کا نتیجہ ایسی ذلت ہو جو مولوی محمد حسین کو زمین ملنے سے ہوئی۔ مگر یاد آیا کہ گورنمنٹ نے شائد اسی خوف سے کہ اتنی زمین کہاں سے آئے گی جو مرزا جی کی پیش گوئیوں کے پورا کرنے کو کافی ہو سکے، انہوں نے تو ہمیشہ کسی نہ کسی کو پیش گوئی کا ہدف بنائے ہی رکھنا ہے مبادا کہیں زمین کے نہ ہونے سے کوئی پیشگوئی غلط ہو جاوے، ایسی پیش گوئیاں کرنے ہی سے ان کو بند کر دیا۔

ہاں مرزا جی نے جو حدیث پیش کی ہے اس کا مطلب بتلانے کو جی نہیں چاہتا تھا بلکہ اسی ذخیرہ میں اس حدیث کو رکھنا چاہتے تھے جو مرزا جی کی حدیث دانی اور فہم معانی کا ہم نے جمع کیا ہوا ہے۔ مگر ناظرین کی اطلاع کے لئے بتلانا ضروری ہے یہ حدیث جس کے مضمون کی طرف مرزا جی نے اشارہ کر کے ثابت کرنا چاہا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بوجہ زمین دار ہو جانے کے ذلیل ہو گئے فاتح قوم کے حال سے متعلق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو فاتح قوم یعنی بادشاہ ہو کر زمینداری کی طرف جھک جاوے اور ملک داری سے غافل ہو جائے اور اسی پر کفایت اور قناعت کر لے تو وہ ذلیل ہو جاوے گی یعنی اس کی حکومت اور سلطنت چند دنوں میں ہاتھ سے نکل جائے گی (صدق رسول اللّٰہ فداہ روحی)۔ اسی اصول اور حکمت کی وجہ سے حضرت عمرؓ عربی سپائیوں کو ایک چپہ بھر زمین بھی نہ دیتے تھے، بلکہ آج کل بھی فاتح قوموں کا یہی اصول ہے۔ ورنہ ایسی زمین داری جیسی کہ مولوی محمد حسین صاحب کراتے ہیں اس قسم کی تو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام خود کرتے اور کراتے رہے۔ خیبر کی زمین تو تمام اسی طریق پر دی گئی تھی۔ مرزا جی! مجدد کے لئے اتنا ہی علم کافی ہے یا اس سے زیادہ کی بھی ضرورت ہے؟

ہاں یاد آیا کہ یہ پیش گوئی تین اشخاص کے متعلق تھی جن میں سے صرف مولوی محمد حسین صاحب ہی کامیاب اور فائز المرام ہوئے مگر دو صاحب ملا محمد بخش اور مولوی ابوالحسن تبّتی ہنوز باقی ہیں۔ سو ان کی نسبت بھی مرزا جی نے ہمیں منتظر نہیں رکھا چنانچہ فرماتے ہیں:

ان (مولوی ابوالحسن تبتی اور ملا محمد بخش لاہور) کی عزت اور ذلت دونوں طفیلی ہیں۔

(اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء ص ۱۴)۔

چلو چھٹی ہوئی۔ بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

ہاں ملاّں مذکور کے حق میں پیش گوئی کے صدق پر مرزا جی نے ایک دلیل بھی دی ہے جو قابل بیان ہے فرماتے ہیں:

وہ جعفر زٹلی (ملا محمد بخش) جو گندی گالیوں سے کسی طرح باز نہیں آتا تھا اگر ذلت کی موت اس پر وارد نہیں ہوئی تو اب کیوں نہیں نکالتا گالیاں۔

(اشتہار مذکور۔ ص ۷۔ مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۲۰۳)

یہاں ہم ملاّں مذکور سے اپنی ایک مراسلت نقل کرتے ہیں:

} ملا محمد بخش صاحب۔ السلام علیکم۔ آپ کی نسبت ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے اشتہار میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ آپ ذلت اور خواری کی وجہ سے اس کے مقابلہ سے باز آ گئے ہیں یا دسمبر سے پہلے آ گئے تھے۔ آپ حلفیہ بتلا دیں کہ یہ ٹھیک ہے؟

} اس کا جواب یہ ہے:

جناب مولانا صاحب وعلیکم السلام۔ مرزا بالکل جھوٹ بکتا ہے۔ مجھے اس کے مقابلہ میں کبھی ذلت اور خواری نہیں پہنچی بلکہ دن بدن خدا کے فضل سے عزت ہوتی رہی۔ اور اس کی پیش گوئیوں کو ہمیشہ جھوٹی اور شیطانی احتلام سمجھتا رہا۔ میں اس سے ہزار روپئہ بھی نہیں لیتا، وہ آتھم کو کہہ رہا تھا۔ وہ اب بھی اگر چاہے میں قسم کھا سکتا ہوں، اس کے شیطان ہونے پر، پھر چاہے وہ ایک سال دس سال کی بھی پیش گوئی جما دے۔ میرے مضمون اس کی پیش گوئی کے بعد ۱۷ دسمبر تک مفصلہ ذیل تاریخوں میں بعنوان ذیل نکلتے رہے:

۹ دسمبر ۱۸۹۸ء، ۱۲ دسمبر ۱۸۹۸ء، ؟ دسمبر ۱۸۹۸ء، ۱۶ دسمبر ۱۸۹۸ء۔ ۳ ؟ دسمبر ۱۸۹۸ء مباہلہ کے پانچ اشتہار ۱۵ فروری ۱۸۹۹ء کو بعنوان مرزا کاذب اور ہم، ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۹ء کو بعنوان مسیح کاذب کے ساتھ دو باتیں، ۲۵ جون ۱۸۹۹ء کو بعنوان کادیان کا جھوٹا مسیح، یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء کو بعنوان الحکم کی غلط فہمی۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۹ء کو بعنوان عجیب جواب۔ بندہ ملا محمد بخش از لاہور یکم اکتوبر ۱۹۰۰ء

مولوی ابوالحسن تبّتی بھی بخیریت اپنے وطن موضع کیرس ملک تبت (بلتستان) میں (بوقت تحریر یعنی ۱۹۰۰ء میں) زندہ سلامت ہیں۔ سردی کی وجہ سے کبھی نزلہ زکام ہوا ہو تو انکار نہیں ہو سکتا۔

اس پیش گوئی کے متعلق حکیم نورالدین صاحب سے کچھ نہ بن سکا بجز اس کے کہ محض طوالت دینے کو اس پیش گوئی کے متعلق مرزا صاحب کی بڑی لمبی چوڑی تحریرات درج کر کے ناحق طول دیا۔ ہاں! ایک بات پر بڑا زور دیا کہ:

مولوی محمد حسین صاحب کی اولاد نالائق ہے جس سے ان کو سخت تکلیف ہے یہی ذلت ہے۔ (آئینہ حق نما۔ ص ۲۳۶)۔

نہایت افسوس کی بات ہے کہ ایک ایسا شخص جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے آتا ہے۔ جو لوگ اس کی اس اصلاح پر روڑا اٹکاتے ہیں ان کے حق میں وہ ایک عام پیش گوئی کرتا ہے، جس کے نتیجہ کے لئے وہ تمام اپنے پرائے کو انتظار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ مگر انجام کار یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اس بڑی پیش گوئی کا جس کو اس مصلح نے تمام دنیا کے مقابلہ میں شائع کیا تھا عدم، وجود برابر ہوتا ہے۔ آہ کیسا شرم بلکہ حسرت کا مقام ہے۔ ان لوگوں کے حق میں جو حسب مثال ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، ایسے سہارے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ایک طرف پیش گوئی کے الفاظ دیکھیں دوسری طرف اس کے انجام کو دیکھیں تو دونوں میں کوئی مناسبت ہی نہیں معلوم ہوتی۔

ہاں آپ نے بطور فخر یہ خوب کہا ہے کہ:

مسیح موعود (مرزا) کی جماعت میں حسد اور بغض نہیں۔ (ص ۲۳۴۔ ایضاً)

حالانکہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ میری جماعت بہت بری اور بڑی بداخلاق ہے چنانچہ ان کے اپنے الفاظ یہ ہے:

اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للہی محبت پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں۔ اور انہیں سفلہ اور خود غرض

اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خودغرضی کی بنا پرلڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں۔ اور نہ کارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پرحملہ آور ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں پرنوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پرنفسانی بحثیں ہوتی ہیں (اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء مجموعہ اشتہارات۔ج اص ۴۴۱)

مرزا صاحب کا یہ افسوس ناک کلام سن کر مرزائیوں کے حق میں ایک پرانی مثال یاد آتی ہے۔ تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا۔ مرزا سے بیعت کر کے دنیا میں نکو بھی بنے اور فائدہ بھی کچھ نہ ہوا۔

☆ پیش گوئی متعلقہ نشان آسمانی میعادی سہ سالہ

اب ہم اپنے ناظرین کو مرزا جی کی ایک بیش بہاء پیش گوئی پر بھی مطلع کرتے ہیں۔ یہ پیش گوئی اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میں ہے جس کی میعاد تین سال ہے۔ ابتداء اس کی جنوری ۱۹۰۰ء سے ہے اور انتہاء اس کی اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ مرزا جی میں مرزا جی کے مخالفوں میں کسی بیّن آسمانی نشان سے فیصلہ ہوگا جو پہلے نہ ہوا ہو۔

الہامات مرزا طبع اول کے وقت چونکہ اس پیش گوئی کی میعاد ایک سال باقی تھی اس لئے اس وقت تو ہم نے ناظرین کی خدمت میں صرف انتظار کی درخواست کی تھی مگر آج اس طبع (سوم) کے وقت چونکہ میعاد ختم ہو چکی ہے اس لئے اس پیش گوئی کی بھی جانچ کر کے ناظرین کو اصلیت پر مطلع کرتے ہیں کیونکہ یہ پیش گوئی ان امہات اخبار غیبیہ سے ہے جن پر مرزا جی نے اپنے صدق کا مدار رکھ کر مخلوق کو انتظار کرنے کا حکم دیا ہوا ہے۔ یہ پیش گوئی ایک دعا کے طور پر بڑے دو ورقوں میں مرقوم ہے جس کا اصل مطلب یہ مرزا جی لکھتے ہیں کہ:

اے میرے مولا قادر خدا اب مجھے راہ بتلا (آمین)...اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندے کے لئے گواہی دے جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔ دیکھ میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر کہ اگر میں تیرے حضور سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر کاذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔

(اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۷۵، ۱۷۸)

گو یہ دعائیہ الفاظ ہیں مگر مرزا جی اپنے رسالہ اعجاز احمدی کے صفحہ ۸۸ پر اس دعا کو پیش گوئی قرار دیتے ہیں۔ پھر ہمارا کیا حق ہے کہ ہم اس کی نسبت یہ گمان کریں کہ یہ صرف دعا ہی دعا ہے جس کی قبولیت قطعی نہیں اس لئے کہ ایک تو مرزا جی کی دعا ہے، کسی معمولی آدمی نہیں۔ مرزا جی تو اپنی دعا کی بابت اسی اشتہار کے صفحہ ۴ پر فرماتے ہیں۔

مجھے بار بار خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں سنوں گا۔

میں سچ کہتا ہوں جب مجھے اشتہار مذکور ملا، میں آسمان کی طرف ہر روز تاکتا ہی رہتا کہ دیکھیں مرزا جی اور ان کے مخالفوں کے فیصلہ کے لئے کیا نشان ظاہر ہوتا ہے جس کے دیکھنے کے بعد لوگوں کو ان کی نسبت جو خیالات ہو رہے ہیں رفع دفع ہو جائیں گے کیونکہ یہ نشان کوئی معمولی نشان نہیں تھا بلکہ ایک عظیم الشان نشان تھا جس کو سلطان کہتے ہیں جس کی بابت خود مرزا جی لکھتے ہیں کہ

سلطان، عربی زبان میں ہر ایک قسم کی دلیل کو نہیں کہتے بلکہ ایسی دلیل کو کہتے ہیں کہ جو اپنی قبولیت کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے۔ (اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء)

پس جو تعریف مرزا جی نے سلطان کی، کی ہے وہی مرزا جی کے اس مطلوبہ نشان کی ہے جس کے نہ ہونے پر آپ فیصلہ دیتے ہیں کہ:

اگر تو (اے خدا) تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جائیں گے میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلاوے اور اپنے بندے کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور فاسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق سمجھ لونگا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں۔ میں نے اپنے لئے قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہوئی تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۱۷۷۔۱۷۸)

افسوس مرزا جی نے ناحق ہمیں تین سال تک انتظار میں رکھا۔ دیکھتے دیکھتے ہماری آنکھیں بھی پتھرا گئیں، کان بھی سن ہو گئے، مگر کوئی آواز ہمارے کانوں تک نہ آئی کہ فلاں ایسا نشان ظاہر ہوا ہے جس سے مرزا جی اور ان کے مخالفوں کا فیصلہ ہو گیا۔ ہم نے کتاب ہذا طبع اول کے وقت بوجہ بے خبری کے چند ایک نشان پیش کئے تھے یعنی امیر صاحب والی کابل کی وفات، یا پریسیڈنٹ امریکہ کی موت یا ملکہ معظّمہ قیصر ہند کا انتقال، یا بیگم صاحبہ بھوپال کی رحلت۔ مگر افسوس کہ مرزا جی

کی پارلیمنٹ الہامیہ نے ان میں سے کسی ایک نشان کو قبول نہ فرمایا بلکہ ایک نئے نشان کی نشان دہی کی فکر میں لگ کر اس پیش گوئی کو بھی سابقہ پیش گوئیوں کی طرح، کوہ کندن وکاہ برآوردن کا مصداق بنایا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

دس ہزار روپیہ کا اشتہار۔ یہ اشتہار خدا تعالی کے اس نشان کے اظہار کے لئے شائع کیا جاتا ہے جو اور نشانوں کی طرح ایک پیش گوئی کو پورا کرے گا یعنی یہ بھی وہ نشان ہے جس کی نسبت وعدہ تھا کہ وہ اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ظہور میں آجائے گا۔ اور اس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار اس بات کے لئے بطور گواہ کے ہے کہ اپنے دعوی کی سچائی کے لئے کس زور سے اور کس قدر صرفِ مال سے مخالفین کو متنبہ کیا گیا ہے۔

(اعجاز احمدی۔ ص ۸۸۔ روحانی خزائن جلد ۱۹۔ ص ۲۰۲)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موضع مد ضلع امرتسر میں مرزائیوں نے شور وشغب کیا تو ان لوگوں نے لاہور ایک آدمی بھیجا کہ وہاں سے کسی عالم کو لاؤ کہ ان سے مباحثہ کریں۔ اہالی لاہور کے مشورہ سے، قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند، ایک تار آیا اور صبح ہوتے ہی جھٹ سے ایک آدمی پہنچا کہ چلئے ورنہ گاؤں کا گاؤں بلکہ اطراف کے لوگ بھی سب کے سب گمراہ ہو جائیں گے۔ خاکسار چار و ناچار موضع مذکور میں پہنچا، اور مباحثہ ہوا۔ خیر اس مباحثہ کی روداد تو شحنہ ہند مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء میں اہالی دہ مذکور نے شائع کرا دی، مگر مرزا جی کو ان کے فرستادوں نے ایسا کچھ ڈرایا اور اپنی ذلت کا حال سنایا کہ مرزا جی تو آپے سے باہر ہو گئے اور جھٹ سے ایک رسالہ اعجاز احمدی نصف اردو نصف عربی نظم لکھ کر خاکسار کے نام مبلغ دس ہزار روپیہ کے انعام کا اشتہار دیا کہ اگر مولوی ثناء اللہ امرت سری اتنی ہی ضخامت کا رسالہ اردو عربی نظم، جیسا میں نے بنایا ہے، پانچ روز میں بنا دے تو میں دس ہزار روپیہ ان کو انعام دونگا۔ اور اس قصیدے کا نام قصیدہ اعجازیہ رکھا یعنی یہ قصیدہ ایسا فصیح وبلیغ ہے کہ جیسا قرآن آنحضرت ﷺ کا معجزہ ہے، یہ میرا معجزہ ہے۔ اس قصیدے کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ کے اس قسم کے قصیدہ کے لکھنے سے عاجز رہنے سے میری وہ پیش گوئی جو سہ سالہ میعاد کی میں نے طلب کی ہوئی ہے پوری ہو جائے گی گویا یہی وہ نشان ہے جس کی بابت مرزا نے خدا سے اتنے بڑے بڑے دانت پیس کر سوال کئے تھے۔

مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے موضع مدّ میں بآواز بلند کہا تھا کہ ہم کتاب اعجاز المسیح

کو معجزہ نہیں کہہ سکتے اور میں اس طرح کی کتاب بنا سکتا ہوں۔ اور یہ سچ بھی ہے کہ اگر مخالف مقابلہ کر سکیں اور اسی مقررہ مدت میں اسی طرح کی کتاب بنا سکیں تو پھر وہ معجزہ کیسا ہوا۔..۶ نومبر ۱۹۰۲ء کی شام کو میرے دل میں ڈالا گیا کہ ایک قصیدہ مقام مدّ کے مباحثہ کے متعلق بناؤں ...اور ۷ نومبر کو میں ایک گواہی کے لئے منشی نصیر الدین صاحب منصف عدالت بٹالہ کی کچہری میں گیا۔ شائد میں نے ایک یا دو شعر راہ میں بنائے مگر ۸ نومبر ۱۹۰۲ء کو قصیدہ پوری توجہ سے شروع کیا اور پانچ دن تک قصیدہ اور اردو مضمون ختم کر لیا۔.. یہ تمام مدت قصیدہ پر ہی خرچ نہیں ہوئی بلکہ اس اردو مضمون پر بھی خرچ ہوئی جو اس قصیدہ کے ساتھ شامل ہے اور وہ دونوں بہیئت مجموعی خدا تعالیٰ طرف سے ایک نشان ہیں اور مقابلہ کے لئے اور دس ہزار روپیہ انعام پانے کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ جو شخص بالمقابل لکھے وہ ساتھ ہی اس اردو کا ردّ بھی لکھے۔..میرا حق ہے کہ جس قدر خارق عادت وقت میں یہ اردو عبارت اور قصیدہ تیار ہو گئے ہیں میں اسی وقت تک نظیر پیش کرنے کا ان لوگوں سے مطالبہ کروں جو ان تحریرات کو انسان کا افتراء خیال کرتے ہیں اور معجزہ قرار نہیں دیتے ۔ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ اتنی مدت تک جو میں نے اردو مضمون اور قصیدہ پر خرچ کی ہے اسی قدر مضمون اردو جس میں میری ہر ایک بات کا جواب ہو، کوئی بات رہ نہ جائے، اور اسی قدر قصیدہ جو اسی تعداد کے اشعار میں واقعات کے بیان پر مشتمل ہو اور فصیح و بلیغ ہو، اسی مدت مقررہ میں چھاپ کر شائع کر دیں تو میں ان کو دس ہزار روپیہ نقد دونگا۔ میری طرف سے یہ اقرار صحیح شرعی ہے.. چاہیے کہ میرے قصیدہ کی طرح ہر ایک بیت کے نیچے اردو ترجمہ لکھیں اور منجملہ شرائط کے اس کو بھی ایک شرط سمجھ لیں ..انشاء اللہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۲ء کی صبح کو میں یہ رسالہ اعجاز احمدی مولوی ثناء اللہ کے پاس بھیج دونگا۔

(اعجاز احمدی ص ۸۸۔ ۹۰؛ خزائن جلد ۱۹ ص ۲۰۲۔۲۰۴)

اب اس کے متعلق میری کاروائی بھی سنیئے ۔ میں نے ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء کو ایک اشتہار دیا جس کا خلاصہ ۲۹ نومبر کے پیسہ اخبار لاہور میں چھپا تھا کہ آپ پہلے ایک مجلس میں اس قصیدے اعجازیہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کروں صاف کر دیں تو پھر میں آپ سے زانو بزانو بیٹھ کر عربی نویسی کرونگا۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ گھر سے تمام زور لگا کر ایک مضمون اچھی خاصی مدت میں لکھیں

اور مخاطب کو جسے آپ کی مہلت کا کوئی علم نہیں محدود وقت لا پابند کریں اگر واقعی آپ خدا کی طرف سے ہیں اور جدھر آپ کا منہ ہے ادھر ہی خدا کا منہ ہے (جیسا کہ آپ کا دعوی ہے) تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ میدان میں آکر طبع آزمائی نہ کریں بلکہ بقول حکیم سلطان محمود ساکن راولپنڈی بنایا:

کیوں آڑ کیوں جورو کا چرخہ نکل! دیکھیں تری ہم شعر خوانی

حرام سرائے ہی سے گولہ باری کریں۔ اس کا جواب باصواب آج تک نہ آتا کہ ہاں ہم میدان میں آنے کو تیار ہیں چونکہ میں اس اشتہار میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر آپ مجلس میں اغلاط نہ سنیں گے تو میں اپنے رسالہ میں ان کا ذکر کردونگا اس لئے آج میں اس وعدے کا ایفا کرتا ہوں۔

آپ تو اس کا نام قصیدہ اعجاز یہ رکھتے ہیں جس کے یہ معنی ہونے چاہییں کہ فصاحت و بلاغت کے ایسے اعلی مرتبہ پر ہے کہ کوئی شخص اس جیسا لکھ نہیں سکتا مگر غور سے دیکھا جاوے تو خود آپ کو بھی اس اعجاز کا یقین نہیں۔ بھلا اگر یقین ہوتا تو پانچ روز کی مدت کی قید کیوں لگاتے؟ کیا قرآن شریف کے اظہار اعجاز کے لئے بھی کوئی تحدید ہے۔ کسی آیت تحدی میں کفار مخاطبین سے کہا گیا ہے کہ اتنے دنوں یا اتنے مہینوں میں مثل لاؤ گے تو مقابلہ سمجھا جائے گا اور اگر اتنے دنوں سے زائد ایام گذرے تو نہیں۔ (اعجاز احمدی صفحہ اخیر، خزائن ج ۱۹ ص ۲۰۵)

پھر طرفہ یہ کہ صرف پانچ روز کی تصنیف کے قلمی مضمون سے جو مصنف کی اصل لیاقت کا معیار ہے کوئی شخص مرزا کو جیت نہیں سکتا بلکہ اس معجز نمائی میں لکڑی اور لوہے کو بھی دخل ہے کہ وہ مضمون کو چھاپ کر کتاب تیار کر کے حضرت کی خدمت میں پہنچاوے جس سے یہ مراد ہے کہ نہ کسی مولوی صاحب کے ہاں مرزا جی کی طرح پریس اور منشی گھر کے ہونگے اور نہ کوئی آپ سے مبلغات (وہ بھی روحانی اور معنوی) لے سکے گا۔ کیا ہی معجزہ ہے کہ پریس مین کے کام کو بھی معجزہ کا جزو بنایا جاتا ہے۔ تاکہ اگر کسی صاحب میں ذاتی لیاقت و قابلیت ہو بھی تو بوجہ اس کے کہ اس کے پاس پریس کا انتظام ایسا نہیں کہ قادیانی پریس کی طرح صرف مرزا جی کا کام کرتا ہو، تو بس اس کی لیاقت بھی ملیا میٹ اور ضائع اور برباد ہے۔ وہ بھی مرزا جی کو مسیح موعود مان لے کیونکہ اس کے پاس پریس نہیں اور مرزا جی کے پاس پریس ایک نہیں دو تین ہیں۔ ناظرین! یہ ہیں مرزا جی کی بھول بھلیاں جن سے بہت کم لوگ واقف ہو سکتے ہیں۔ خیر ہمیں اس سے بحث نہیں ہم تو آپ کو جو آپ ہیں واقعی سچے دل سے مانتے ہیں۔ اب ہم آپ کے اعجازی قصیدہ کا عجز بتلاتے ہیں، آپ کے قصیدہ میں ہر قسم کی غلطیاں ہیں صرفی نحوی عروضی وغیرہ

آپ کے قصیدہ کا مجری (حرکت روی) ضمہ ہے چنانچہ پہلا شعر آپ کا یہ ہے

ایا ارض مدٍ قد دفاکِ مدمّر
وا رداک ضلّیل و اغراک موغر

حالانکہ مندرجہ ذیل اشعار میں اقواء لازم آتا ہے یعنی اخیر کی حرکت بجائے ضمہ کے کسرہ ہو جاتی ہے۔ اور اقواء سخت عیب ہے۔ محیط الدائرہ میں ہے:

ان تغیر المجری الی حرکۃ قریبۃ کما اذا ابدلت الضمّۃ کسرۃ و الکسرۃ ضمّۃ فھو عیب فی القافیۃ یسمّی اقواء (ص ۱۰۶)۔

اور عروض المفتاح میں ہے:

عیب اختلاف الوصل و یسمّی مثل منزلو مع منزلی اقواء ومثل منزلاً مع منزلو و منزلی اصرافاً و ھو اعیب (یعنی اقواء اور اصراف، اشعار میں عیب ہے)

اب سنئیے مرزا صاحب کے اشعار میں اقواء

دعوہ لیبتھلن لموت مزوّر
مضل فلم یسکت و لم یتحسر
ایا محسنی بالحمق و الجھل و الرّغا
رویدک لا تبطل صنِعج و احذر
و ان کنت قد ساء تک امر خلافتی
فسل المرسلی ما ساء قلبک واحصر
سئمنا تکالیف التطاول من عدا
تمادت لیالی الجور یا ربّی انصر
و جئناک کالموتی فاحیی امورنا
نخرّ امامک کالمساکین فاغفر
تعال حبیبی انت روحی و راحتی
و ان کنت قد آنست ذنبی فستِر
بفضلک انا قد عصمنا من العدا

و انّ جمالک قاتلی فأتِ و انظر
و فرّج کروبی یا الٰھی و نجّنی
و مزّق خصیمی یا نصیری و عفّر
و ان کان لا یسطیع ابطال آیتی
فقل خذ مزامیر الضلالة و ازمر
اذا نحن بارزنا فاین حسینکم
و ان کنت تحمده فاعلن و اخبر
رمو کل صخرٍ کان فی اذیالھم
بغیظٍ فلم اقلق و لم اتحیّر
فاوصیک یا رِدف الحسین ابا الوفا
انِب و اتق اللّٰه المحاسب و احذر
الا تتقی الرحمن عند تصنّع
و من کان اتقی لا ابالک یحذر
فوافیت مجمع لدِّھم و قتلھم
بضربٍ و لم اکسل و لم اتحسّر
امکفِرِ مھلاً بعض ھذا التھکّم
و خف قھر ربٍ قال لا تقف فاحذر
فان تبغنیی فی حلقة السِلم تلفنی
و ان تطلبنی فی المیادین احضر
و ارسلنی ربّی لاصلاح خلقه
فیا صاح لا تنطق ھویً و تصبّر
و کنت امرءً ا ابغی الخمول من الصبا
متی یا تنی من زائرین اصعّر
فاخرجنی من حجرتی حکم مالکی
فقمت و لم اعرِض و لم اتعذر

و انّی لاخبارٍ مقام و موقف
لدی شان فرقان عظیم معزّر
و لست بشوّاقٍ الی مجمع العدا
و لکن متی یستحضر القوم احضر
الا انّ حسن الناس فی حسن خلقهم
و من یقصد التحقیر خبثاً یحقّر
شعرنا مآل المفسدین و من یعش
الی برهةٍ من بعد ذلک یشعر
فتب و اتّق القهار ربک یا علی
و ان کنت قد ازمعت حربی فاحضر
اریناک آیاتٍ فلا عذر بعدها
و ان خلتها تخفی علی الناس تظهر
اردتّ بمدٍ ذِلّتی فرأیتها
و من لا یؤقِّر صادقاً لا یؤقّر
و انی لعمر اللّٰه لست بجائرٍ
و ان کنت تا تی بالصواب فادبر
و هذا العهد قد تقرر بیننا
بمدٍ فلم ننکث و لم نتغیّر

مرزا جی! ان اشعار کے مجری کا اعراب ہم نے آپ ہی کا لگایا ہوا لکھا ہے۔ عموماً آپ نے رفع لکھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقواء کی قوت سے آپ بھی دبتے اور خوف کھاتے ہیں مگر آپ کا رفع لکھا ہوا اگر صحیح سمجھا جاوے تو صرفی اور نحوی قاعدہ کے خلاف ہوتا ہے۔ مذہبی امور میں تو آپ اپنا حکم ہونا بتلایا کرتے ہیں اور دعوی کیا کرتے ہیں کہ جو حدیث میرے دعوی کے خلاف ہو وہ غلط ہے مگر صرفی اور نحوی اصول میں تو حکم یا موجد نہیں کہ جو حکم چاہیں لگائیں۔

اس عیب کے علاوہ مندرجہ ذیل اشعار میں اصراف لازم آتا ہے جو اس سے بھی سخت عیب ہے جس کی بابت محیط الدائرہ میں ہے:

ان تغیر المجری الی حرکة بعیدة کما اذا ابدل ضمّة فتحة او بالعکس فھو عیب فی القا فیة یسمّی ا صرافاً و اسرا فاً۔ (ص ۱۱۰)

عروض المفتاح میں ہے و ھو اعیب (کما مر آ نفاً)۔ پس سنو

دعوا حبّ دنیا کم و حبّ تعصّبٍ
و من یشرب الصھباء یصبح مسکّر

کیونکہ مسکر بوجہ خبر ہونے یصبح کے منصوب ہے حالانکہ قصیدے کا مجری مرفوع ہے

و ان کان شأن الامر ارفع عندکم
فاین بھذا الوقت من شان جولر

کیونکہ جو لر بوجہ شان کے مفعول بہ ہونے کے منصوب چاہیے اور مجری رفع ہے

و سبّوا و آذونی بانواع سبّھم
و سمّونِ دجّالاً و سمّونِ ابتر

ابتر بوجہ مفعول ثانی ہونے سمّوا کے منصوب چاہیے جو مجری کے خلاف ہے۔

و ان حیات الغافلین لذلّة
فسل قلبه زاد الصفا او تکدّر

تکدر ماضی مبنی بر فتح ہے جو مجری کے خلاف ہے

و قد کان صحف قبله مثل خادج
فجاء لتکمیل الوری لیغزّر

لیغزر، لام کے، کے؟؟ بعد ان ناصبہ مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا جو مجری کے خلاف ہے

و کیف عصوا و اللّه لم یدر سرّھا
و کان سنا برقی من الشّمس اظھر

ا ظھر بوجہ خبر ہونے کا ن کے منصوب چاہیے

و کم من عدوّ کان من اکبر العداء
فلمّا اتانی صاغِراً صرت اصغر

اصغر بوجہ خبر ہونے صرت کے منصوب چاہیے جو مجری کے مخالف ہے

اکان حسین افضل الرسل کلّھم

اکان شفیع الانبیاء و موثر

مو ثر بوجہ معطوف ہونے شفیع کے کا ن کی خبر منصوب ہے۔

اتزعم ان رسولنا سیّد الوری

علی زعم شانِئِہ توفی ابتر

ابتر بوجہ حال ہونے تو فی کی ضمیر کے منصوب ہے آپ نے مرفوع بنایا ہے

ا آخیث ذئباً عایثاً او اباالوفا

او افیت مداً او رئیت امرتسر

امر تسر بوجہ مفعول بہ یا حسب ترجمہ مصنف مفعول فیہ ہونے منصوب ہے ۔ نیز ہمزہ سے ثقل آ تا ہے گرانا جائز نہیں کیونکہ قطعی ہے ۔

و صبّت علی راس النبی مصیبة

ودقّوا علیه من السیوف المغفر

المغفر بوجہ مفعول بہ ہونے دقوا کے منصوب ہے آپ نے مرفوع بنایا ہے

و کنت اذا خیّر ت للبحث و الوغا

سطوت علینا شاتما لتوقر

لتؤقر بوجہ مقدر ہونے ان ناصبہ کے منصوب چاہیے جو مجری کے خلاف ہے

ففکر بجهدک خمس عشرة لیلةّ

و ناد حسیناً او ظفر او اصغر

ا صغر بوجہ معطوف ہونے کے مفعول بہ کے منصوب ہے

رمیت لاغتالن وما کنت رامیاً

و لکن رماه اللّه ربی لیظهر

لیظهر بوجہ ان مقدرہ کے منصوب ہے

اقواء اور اصراف گو بعض شعرا کے کلاموں میں آئے ہیں مگر نا قدین نے ان کو معیوب گنا ہے چنانچہ عبارات کتب عروض او پر گذر چکی ہیں ۔

علاوہ اس کے مندرجہ ذیل اشعار میں سقم معنوی بھی ہیں :

فسل ایّها القاری اخاک ابا الوفا

لما یخدع الحمقی و قد جاء منذر

عام مخاطب کو جس میں اپنی جماعت کے افراد نا قصہ اور کاملہ بھی داخل ہیں ابوالوفاء کا بھائی یعنی مثیل بنایا ہے۔ ابوالوفا کو خدع سے موصوف کیا ہے حالانکہ ایھا القاری بحیثیت عموم کے خدع سے موصوف نہیں ہوسکتا۔

و ان قضاء اللّٰہ ما یخطئی الفتی

لہ خافیات لا یراھا مفکّر

لا یراھا کا فاعل مفکر کو بنایا ہے حالانکہ مفکر کا کام رؤیت نہیں بلکہ فکر ہے اور افعال قلوب سے کہیں تو دوسرا مفعول ندارد ہے جو ضروری ہے۔

و لو ان قومی آنسونی کطالب

دعوت لیعطوا عین عقل و بصِّروا

و بصِّروا کا عطف دعوت پر مراد نہیں اور یعطوا پر صحیح نہیں

ایا عابد الحسنین ایاک و اللظی

و ما لک تختارا لسعیر و تشعرو

و تشعر پر واؤ غلط ہے کیونکہ مضارع حال ہو تو صرف ضمیر سے آتا ہے۔ کافیہ میں ہے:

والمضارع المثبت بالضّمیر وحدہ

اور تختار پر عطف مراد نہیں۔ کما لا یخفی

فقلت لک الویلات یا ارض جولر

لعنتِ بملعون فانتِ تدمّر

انت ضمیر مونث مخاطب ہے اور تدمر صیغہ مذکر مخاطب ہے اور اگر تدمرین ہوتو نہ وزن درست رہے گا نہ قافیہ بے عیب۔ حقیقت میں یہ پیر صاحب گولڑہ (جن کی اس شعر میں ہجو کی گئی ہے) کی گویا کرامت ہے۔

فیاتی من اللّٰہ العلیم معلّم

و یھدی الی اسرارھا و یفسّر

اسرارھا میں ضمیر مونث اللہ جل شانہ کی طرف پھیر دی ہے۔

و ان کان ھذا الشرک فی الدین جائزاً

فبا للغو رسل اللّٰه فی الناس بعثروا

یہ شعر بعینہ اور ہو بہو صفحہ ۸۰ کا گیارھواں شعر ہے۔

نری برکاتٍ نزّلوھا من السماء لنا
کا للواقح و الکلام ینضّر

نزّلو ھا میں ضمیر فاعل کا مرجع پہلے مذکور نہیں۔

بتلایئے جس چھوٹے سے قصیدے میں سرسری نظر سے اتنی غلطیاں لفظی اور معنوی ہوں وہ بھی اس قابل ہوسکتا ہے کہ اعجاز یہ کا معزز لقب پا سکے اور اس کو بے مثل کہا جاوے۔ ہاں اگر بے مثل کے معنی یہ ہیں کہ اس جیسا غلط کلام اور قصیدہ دنیا بھر میں کوئی نہیں تو ہمیں بھی مسلّم ہے۔

علاوہ اس کے ہم نے مانا کہ مرزا جی کا یہ قصیدہ ایسا معجزہ ہے کہ اس کے مقابلہ سے کل دنیا (پانچ روز میں بنانے سے) عاجز ہے تو یہ معجزہ تو ان کو (بقول مرزا جی) اس تین سالہ میعاد سے پہلے کا حاصل ہے۔ ۱۳۱۱ھ سے آپ مختلف تصنیفات کو بطور معجزہ بتلاتے آئے ہیں۔ رسالہ نور الحق، کرامات الصادقین، سر الخلافہ وغیرہ رسائل شاہد عدل ہیں۔ نیز ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء کے پیسہ اخبار میں آپ نے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ

عرصہ دس سال سے میرا دعوی عربی میں اعجاز نمائی کا ہے۔

پھر جو نشان اور معجزہ اس پیش گوئی سے سات سال پہلے کا آپ کو حاصل ہے اسی کو اتنے دانت پیس کر خدا سے طلب کرنا تحصیل حاصل نہیں تو کیا ہے؟

ادھر ہمارے مکرم دوست مولوی حاجی محمد یونس خان صاحب رئیس دتاولی ضلع علی گڈھ نے پیسہ اخبار لاہور مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء میں مرزا جی کے نام اعلان دیا تھا جو درج ذیل ہے:

مخدوم ومکرم بندہ۔ ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار سلمہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون مرزا صاحب کا دیکھنے میں آیا۔ مرزا صاحب اپنی معمولی چالاکی سے اس میں بھی باز نہ آئے یعنی میعاد قصیدہ عربی لکھنے والے کو صرف بیس دن کی مہلت دیتے ہیں۔ اور پیسہ اخبار ہفتہ وار میں مضمون شائع کرایا ہے جو ۱۶ نومبر کا لکھا ہوا ۲۲ نومبر کو شائع ہوا۔ ناظرین کے پاس پہنچنے کے واسطے بھی کچھ عرصہ چاہیے۔ پھر اشعار کا بنانا بھی ایک وقت چاہتا ہے لیجئے وقت ختم اور مرزا صاحب کے داؤ پیچ کی جیت رہی۔ ہمیشہ مرزا صاحب جب کسی انعام کا اشتہار دیتے

ہیں تو اس میں وہ سب پہلو پہلے سے سوچ لیتے ہیں کہ ایک کوڑی گرہ سے نہ جائے۔
معلوم ہوتا ہے کہ خود مرزا صاحب کو بھی اپنے دعاوی کی غلطی کا پورا یقین اور اپنی ہار کا خوف دامن گیر ہوتا ہے۔ اسی واسطے دوراز کار شرائط پیش کیا کرتے ہیں مرزا صاحب جو ہر ایک امر میں پیغمبروں کی حرص کرنا چاہتے ہیں افسوس ہے کہ اس معاملے میں نکمی قوۃ لگا کر خود اپنی کمزوری اور مہمل گوئی کا اقرار کرتے ہیں۔

قرآن شریف کی جن آیات میں اس کا مثل طلب کیا گیا ہے نہ کوئی تاریخ اس کے واسطے معین کی گئی ہے نہ اشخاص خاص کو نامزد کیا گیا ہے بلکہ قیامت تک کے واسطے ہر ایک شخص سے جو چاہے قرآن کی مثل ایک چھوٹی سے سورت لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے حالانکہ قرآن شریف جو نثر میں ہے اس کی چھوٹی سورت پیسہ اخبار کی ایک یا ڈیڑھ سطر کے برابر ہوگی۔ اور بظاہر اسباب کلام نثر بہ نسبت نظم کے سہل ہوتا ہے۔ اور مطالبہ ان لوگوں سے کیا گیا جو کہ فصیح عربی بولتے تھے بخلاف ہمارے مرزا صاحب کے جو کہ چند اردو بولنے والے صاحبوں سے ایک عربی کا نظم قصیدہ طلب فرماتے ہیں اور اس کے واسطے بھی ایک قلیل مدت کی قید لگاتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے علماء میں بہت کم ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی شعر اردو یا عربی نظم کیا ہو۔ زیادہ مدت دینے میں خوف محسوس کرتے ہیں کہ کہیں میرے اعجاز کا تار و پود شکستہ نہ ہو جائے، ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

پھر تماشا یہ کہ وہ عربی قصیدہ چھاپ کر اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ پیسہ اخبار میں شائع تک نہ کیا تا کہ ناظرین کو موقع طبع آزمائی کا ملتا۔ اس پر یہ فیاضی ہے کہ تمام علمائے ہند کو اذن عام دیا جاتا ہے کہ آپس میں مشورہ کر کے اس کا جواب لکھیں حالانکہ ان لوگوں کی نگاہ سے ہنوز قصیدہ ہی نہیں گذرا۔

اب میں بذریعہ تحریر ہذا مرزا صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ فوراً قصیدہ مذکور میرے نام ارسال فرماویں یا اخبار میں شائع فرماویں اور اپنے اعجاز کے زمانہ کو ذرا سی وسعت بخشیں۔ جس دن وہ قصیدہ میرے پاس پہنچے گا، اس سے بیس دن کے اندر انشاء اللہ تعالیٰ اس سے بہتر جواب آپ کی خدمت میں حاضر کیا جائے گا۔

(پیسہ اخبار۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۰۲ء)

چاہیے تو یہ تھا کہ مرزا صاحب فوراً راقم مضمون کو کتاب مذکور بھیج دیتے مگر جہاں تک

ہمیں معلوم ہے آج تک نہیں بھیجی۔

علاوہ اس کے اس نشان کی تعریف میں تو یہ بھی داخل ہے کہ وہ آسمانی نشان ہوگا جو انسانی ہاتھوں سے بالا ہو۔ حالانکہ اس قصیدہ کے لکھنے میں انسان کے ہاتھوں کو دخل ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ سے بموجب الہام (مندرجہ دافع البلاء) انت منّی بمنزلۃ اولادی (یعنی خدا فرماتا ہے کہ تو اے مرزا میری اولاد کے رتبہ پر ہے) انسانیت ہی مسلوب ہو تو ہمارا بھی صاد ہے۔

واعظ شہر کہ مردم ملکش خوانند　　　قول ما نیز ہمیں است کہ او مردم نیست

ورنہ بظاہر تو آپ انسان ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ان معقول وجوہ کا جب تک آپ جواب نہ دیں گے اس کتاب کو اس نشان سہ سالہ کا مصداق نہیں بنا سکتے۔

چونکہ تمام ملک نے دیکھ لیا کہ ان تین سال کی مدت میں آپ کی تائید اور تصدیق میں کوئی آسمانی نشان ظاہر نہیں ہوا پس ہمارا حق ہے کہ ہم آپ ہی کے فرمودہ پر ایمان رکھیں جو آپ نے درصورت نہ ظاہر ہونے آسمانی نشان کے اپنے حق میں فرمایا ہے جو شروع میں نقل ہو چکا جس کو ہم بغرض تشفی اپنے ناظرین کے دوبارہ لکھ کر اپنے بھی دستخط کئے دیتے ہیں۔ سنیئے فرماتے ہیں:

میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے۔

(اشتہار مرزا۔ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء ص ۱۳)

پس ہمارا بھی اسی پر صاد ہے اور آپ کو واقعی اس فیصلہ میں حکم مان کر آپ کے فیصلہ کو بسر و چشم رکھتے ہیں آمنّا و صدقنا فاکتبنا مع الشّاھدین

(طبع ششم میں اس کے بعد مولانا امرتسری نے قاضی ظفر الدین کے قصیدہ رائیہ طبع اخبار اہل حدیث جنوری۔ مارچ ۱۹۰۷ء سے انتخاب نقل کیا ہے۔ جسے ہم نے یہاں حذف کر دیا ہے۔ ہمیں اہل حدیث کے مذکورہ شماروں کی تلاش ہے۔ مل گئے تو انشاء اللہ پورا قصیدہ رائیہ کسی آئندہ جلد میں نقل کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ بہاء)

مرزا قادیانی کی قصیدہ خوانی کا جواب تو ہو لیا۔ ہمیں افسوس ہے کہ حکیم صاحب نے بھی اس پیش گوئی کے متعلق بالکل معمولی معمولی باتوں میں وقت ضائع کیا ہے اصل بات کی طرف توجہ نہیں کی۔ گو ان معمولی باتوں میں بھی وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ یہ قصیدہ اعجازیہ اس پیش گوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ پیش گوئی بہت زیادہ وزن رکھتی ہے اور قصیدہ

مذکورہ درصورت واقعی اعلیٰ ہونے کے بھی اس پیش گوئی کا مصداق نہیں کیونکہ اس قسم کی اعجاز نمائی مرزا صاحب کو اس پیش گوئی سے پہلے بھی حاصل تھی۔ اس سوال کا جواب حکیم صاحب اور ان کی کمپنی نے نہیں دیا۔ دیتے بھی کیا؟ جو کام مشکل ہو وہ کون کرے؟ حکیم صاحب تو اس مصیبت میں بزبان حال گویا یوں گویا ہیں:

بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا　　　غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

☆ پیش گوئی متعلق طاعون پنجاب

اس پیشگوئی کی اصل بنیاد وہ اشتہار ہے جو ۶ فروری ۱۸۹۸ء کا ہے جس میں مذکور ہے:

> میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض پھیلے گا یا اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۵)

پس ہم مرزا کے اشتہار کی آخری مدت ہی لیں تو بھی اس حساب سے فروری ۱۹۰۰ء کے اندر طاعون کا زور ہونا چاہیے تھا مگر خدا کے فضل سے ایسا نہ ہوا بلکہ ۱۹۰۲ء میں یعنی مرزا جی کی پیشگوئی سے پورے دو سال بعد پنجاب کے بعض شہروں اور قصبوں میں طاعون ہوا۔ پھر بھی ایسا کہ مرزا جی شائد خوش نہ ہوں (خدا انکو خوش نہ کرے) ہمارے شہر امرت سر جیسے کثیر التعداد آبادی میں ان دنوں (یعنی بوقت تحریر نومبر دسمبر ۱۹۰۲ء) میں جو بقول مرزا جی طاعون کی وجہ سے خدا کا روزہ کھولنے کا زمانہ ہے (دیکھو دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند ص ۱۲) اوسط اموات ۳۵۔۳۶ کل امراض سے ہوتی رہیں جن میں ۲۔۳ یا حد سے ۴۔۵ طاعون سے بھی مرتے رہے حالانکہ بقول مرزا جی یہی نومبر ۱۹۰۲ء طاعون کے ایسے زور کا مہینہ تھا جو لکھتے ہیں:

> ابتداء نومبر ۱۹۰۲ء سے خدا تعالیٰ اپنا روزہ کھولے گا اس وقت معلوم ہو جائیگا کہ اس افطار کے وقت کون کون ملک الموت کے قبضے میں آیا ہے (دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند۔ ص ۱۲)

حکیم صاحب نے اس پیش گوئی کے متعلق یہ لکھا ہے کہ طاعون کا زوروں پر ہونا مرزا صاحب کے الفاظ نہیں ہیں۔ (آئینہ حق نما)

حالانکہ پیشگوئی میں یہ لفظ موجود ہیں کہ طاعون:

عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔

زور سے مراد بھی یہی اشاعت عام ہے جو نہ ہوئی۔ الحمد للہ

ہاں حکیم صاحب نے ایک بڑا کمال یا یوں کہیے کہ مرزا صاحب کی ایک مخفی شرارت کا اظہار کیا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب، مواہب الرحمٰن، کے صفحہ ۱۰۹ (خزائن ج ۱۹ ص ۳۲۹) پر میرا ذکر بڑے جلی عنوان سے لکھا ہے مگر اس سے پہلے صفحہ ۱۰۸ پر بڑے حرفوں میں یوں لکھا ہے:

اریت قرطاساً من ربّی العلام و اذا نظرت فوجدت عنوانه بقیة الطاعون میں نے خواب میں ایک کاغذ دیکھا جس کا عنوان تھا بقیة الطاعون۔

مرزائی علم رموز کے ماہرین پر یہ امر پوشیدہ نہ ہوگا، یا نہ ہونا چاہیے کہ خدا کے علم کے مطابق آئندہ کسی زمانہ میں، میں طاعون سے مروں تو ایک پختہ مرزائی اس عبارت کو پیش کر کے کہہ دے گا کہ حضرت مسیح موعود نے پہلے ہی سے اس کی بابت نہایت باریک اشارہ کر دیا تھا۔ اسی باریک اشارہ کی طرف حکیم صاحب بھی اپنی اس کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں، آپ کے الفاظ یہ ہیں:

امرتسری منکر اگر اس سے زیادہ کچھ دیکھنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے تھا کہ اس وقت مقابلہ کے لئے نکلتا جب اس کو بلایا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے علم پر کون احاطہ کر سکتا ہے کہ بقیۃ الطاعون کا نظارہ دنیا دیکھ لے۔ (آئینہ حق نما۔ ص ۶۴۰)

یعنی مرزا قادیانی کی اس گول مول بے معنی عبارت کا مصداق خاکسار کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہی معنی ہیں

شور بختاں بآرزو خواہند مقبلاں را زوال نعمت و جاہ

حکیم صاحب! هل تربصون بنا الا احدى الحسنيين

☆ پیش گوئی متعلق حفاظت قادیان از طاعون

اس پیش گوئی پر تو مرزا جی نے اپنی صداقت کا بہت کچھ مدار رکھا ہے اصل الہام اس بارے میں یہ ہے :

انّہ آوی القریۃ

جس کی بابت فروری ۱۸۹۸ء تک صاف اقرار ہے کہ فقرہ انّہ آوی القریۃ کے معنی اب تک میرے پر نہیں کھلے (اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء) مگر اس سے بعد تو اس پر اتنے حواشی لگائے ہیں کہ الامان۔ بقول شخصے داڑھی سے مونچھیں بڑی۔ رسالہ دافع البلاء میں تو اس قدر زور ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کو للکارا جاتا ہے کہ کوئی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح اپنے شہر کی بابت کہے کہ انّہ آوی القریۃ۔اور قادیان میں طاعون نہیں آتا، بلکہ جو کوئی باہر کا آدمی قادیان میں آجاتا ہے تو وہ بھی اچھا ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ (دیکھو دافع البلاء ص ۵ ؛ خزائن ج ۸ ص ۲۲۵) جہاں لکھا ہے:

> خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس کی عبارت یہ ہے: انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقومٍ حتی یغیّروا ما بانفسھم انہ آوی القریۃ یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی۔اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہوگئے یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہوگیا۔

اخبار الحکم میں مولوی عبدالکریم امام مرزا کا ایک مضمون نکلا تھا جس میں سے چند فقرات درج ذیل ہیں :

> عجیب موقع ہے کہ خدا کی قدرت نمائی کے جلی اور صاف صاف پڑھے جانے والے نشان دیکھ لیں۔ایک طرف حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اپنی راستی اور شفاعت کبریٰ کا یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ قادیان کی نسبت تحدی کر دی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا

اور اپنی جماعت کے علاوہ اس جگہ کے ان تمام لوگوں کو جو اکثر دہریہ طبع، کفار، مشرک اور دین حق سے ہنسی کرنے والے ہیں خدا کے مصالح اور حکمتوں کی وجہ سے اپنے سایہ شفاعت میں لے لیا ہے ... بولو اور سوچ کر بولو کہ کیا تمہارے نزدیک مسیح موعود (مرزا) کے اس دعوی اور پیش گوئی میں خدا کی ہستی پر ... مرزا غلام احمد قادیانی کے من جانب اللہ ہونے پر چمکتی دلیل نہیں؟ (اخبار الحکم قادیان ۔۱۰۔اپریل ۱۹۰۲ء)

واقعی ہم بھی مانتے ہیں کہ اس واقعہ میں بہت بڑی زبردست دلیل ہے۔ آیئے ہم اس واقعہ کی تحقیق کریں۔ قادیان میں طاعونی پیش گوئی کا بفضلہٖ پورا ظہور ہوا۔ چند روز تو مرزا جی نے بہت ہی کوشش کی کہ قادیان کے طاعون کا اظہار نہ ہو مگر بکری کی ماں کب تک خیر منائے۔ آخر جب یہ امر محقق ہو گیا کہ مرزا جی کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تو ایک اعلان جلی حرفوں میں جاری کیا جو درج ذیل ہے:

چونکہ آج کل مرض طاعون ہر ایک جگہ بہت زور پر ہے اس لئے اگرچہ قادیاں میں نسبتاً آرام ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برعایت اسباب بڑا مجمع جمع ہونے سے پرہیز کی جاوے۔ اس لئے یہ قرین مصلحت ہوا کہ دسمبر کی تعطیلوں میں جیسا کہ پہلے اکثر احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے اب کی دفعہ اس اجتماع کو بلحاظ مذکورہ بالا ضرورت کے موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلاء سے ان کو اور ان کے اہل وعیال کو بچاوے (اخبار بدر ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

اللہ اللہ! کس دبی زبان سے قادیان میں طاعون ہونے کا اقرار ہے۔ کس سوچ بچار سے لکھا گیا ہے کہ، نسبتاً آرام ہے، جس سے دام افتادوں کو بالکل آرام ہی معلوم ہو۔ مگر دانا اس نسبتاً کے لفظ کی نسبت کو سمجھتے ہیں اور اس کی توضیح کرنے کو سرکاری رپورٹیں پیش کرتے ہیں چنانچہ قادیان کے اخبار بدر (جو مرزا جی کا ڈائری نویس ہے) کے نمبر ا صفحہ ۴ پر لکھا ہے، کہ

رائے پرتاپ سنگھ نے (جو قادیان میں لوگوں کو ٹیکہ کرانے کے لئے آئے تھے) کہا کہ میں مرزا صاحب بھی کہتا ہوں مگر انہوں نے ڈھنگ بنایا ہوا ہے اسلئے میں سردست ان کی خدمت میں کچھ نہیں کہتا۔ میں یہاں نہ آتا مگر چونکہ متواتر رپورٹ پہنچی ہے کہ چوہڑوں میں طاعون ہے اس لئے آنا پڑا۔

تو کس ناز و ادا سے بعد تسلیم وجود طاعون دبی زبان سے تاویل فرماتے ہیں:

انّه آوی القریة میں قریة کا لفظ ہے، قادیان کا نام نہیں۔ اور قریہ، قیرا سے نکلا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں یعنی وہ لوگ جو آپس میں مواکلت رکھتے ہوں۔ اس میں ہندو اور چوہڑے بھی داخل نہیں۔ (اخبار مذکور)۔

خدا کی شان، ابھی کل ہی کا ذکر ہے کہ یوں لکھا جاتا تھا اور شور مچایا جاتا تھا کہ:

قادیان کو اسکی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔ (دافع البلاء)

مگر آج یہ بات کھلی کہ قادیان کا نام ہی نہیں۔ قادیان کے رہنے والوں سے ہم نے بگوش خود سنا کہ اگر مرزا یہ پیش گوئی نہ کرتا تو قادیان میں کبھی طاعون نہ آتا۔ جب سے اس نے پیش گوئی کی ہے، ہم نے اسی روز سے سمجھا تھا کہ ہماری خیر نہیں۔ خدا اس کی تکذیب کرنے کو قادیان میں ضرور ہی طاعون بھیجے گا۔ سو ایسا ہی ہوا۔

ناظرین خدارا ذرا رسالہ دافع البلاء کو اٹھا کر ملاحظہ فرمایئے۔ پھر مرزا جی کی یہ توجیہہ بھی پڑھیئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی استاد کا قول کیسا سونے سے لکھنے کے قابل ہے۔

تھے دو گھڑی شیخ جی شیخی بگھارتے وہ ساری شیخی ان کی جھڑی دو گھڑی کے بعد

ہمارا ارادہ تھا کہ ہم قادیان میں طاعون زدوں کی فہرست لکھیں جس میں مرزا جی کے مرید بھی ہوتے۔ مگر مرزا جی کی اس تاویل نے کہ الہام میں قادیان کا نام ہی نہیں۔ الہام میں تو قریة کا لفظ ہے جس میں سوائے مرزا جی اور ان کی اہل بیت کے کوئی دوسرا آ ہی نہیں سکتا، اس لئے ہم یہ ارادہ ملتوی کرتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں کہ خداوند تعالی کوئی ایسی صورت پیدا کرے کہ مرزا جی حسب عادت شریفہ اس تاویل سے بھی روگرداں ہوں جو بنظر حالت موجودہ بعید نہیں و ما ذلک علی اللّٰہ بعزیز

یہ توجیہات اور تاویلات بھی طبع ثانی کے وقت تھیں، طبع ثالث کے وقت اللہ کے فضل سے کسی تکلیف کی حاجت نہیں رہی۔ قادیانی اخبارات کا خود صاف اقرار ہے کہ قادیان میں طاعون ہے اور بہت زور کا ہے چنانچہ ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء کے اخبار البدر قادیان میں مندرجہ ذیل ایک نوٹ اڈیٹر کی طرف سے نکلا تھا:

قادیان آریہ سماج کے دوسرے سالانہ جلسے پر جو کہ ۲۔۳۔ اپریل کو ہوا، سنا گیا ہے کہ یوگندرپال صاحب نے بڑے دعوے سے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ہم بذریعہ ہون کے

قادیان کو طاعون سے پاک وصاف کریں گے سو جلسہ کا ختم ہونا تھا کہ یوگندر پال تو کیا صاف کرتے خود طاعون نے صفائی شروع کر دی۔

کس قلم کی صفائی سے طاعون کی صفائی کا اقرار کیا ہے۔ علاوہ اس کمال کے ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۴ء کے پرچہ میں اڈیٹر مذکور کس ہوشیاری سے لکھتا ہے کہ:

قادیان میں طاعون کی جو چند وارداتیں ہوئی ہیں ہم افسوس سے بیان کرتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ اس نشان سے ہمارے منکر اور مکذب کوئی فائدہ اٹھاتے اور خدا کے کلام کی قدر اور عظمت اور جلال ان پر کھلتی، انہوں نے پھر سخت ٹھوکر کھائی۔

پھر ۱۶ مئی کے پرچہ میں لکھا ہے کہ:

قادیان میں طاعون حضرت مسیح کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہی ہے۔

اسی طاعون کے مارے مرزا جی کا سکول نصف ماہ ۹ مئی تک بند رہا جس سے پوری افراتفری کا مضمون صادق آیا۔ اخبار اہل حدیث امرت سر مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۰۴ء کے پرچہ میں معتبر شہادت کے حوالہ سے بتلایا گیا ہے کہ مارچ۔ اپریل ۱۹۰۴ء کے دو مہینوں میں ۳۱۳۔ آدمی طاعون سے مرے ہیں حالانکہ کل آبادی ۲۸۰۰ کی ہے۔ سب لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے۔ تمام قصبہ ویران سنسان نظر آتا تھا۔ آہ کیا سچ ہے: چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں اور غالباً با مر الٰہی اعلان کرتے ہیں:

طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہو گیا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۴؛ خزائن ج ۲۲ ص ۸۷)

اس پیش گوئی کے متعلق بھی حکیم نورالدین صاحب سے کچھ نہ بن سکا۔ ہاں انہوں نے حسب عادت ادھر ادھر کی بہت باتیں کہہ کر اپنے ناظرین کو اصل بات سے غافل کرنے کی کوشش کی۔ اسی ضمن میں صرف ایک بات قابل جواب ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

ہمارے مخالف نہیں بتلا سکتے کہ قادیان طاعون سے بالکل محفوظ رہیگا (آئینہ۔ ص ۶۲۴)

اسی کتاب آئینہ حق نما میں ہمارا پیش کردہ مضمون مرقومہ مولوی عبدالکریم اخبار الحکم ۱۰۔ اپریل ۱۹۱۲ء سے نقل کر چکے ہیں جس کے نقل کرنے سے پہلے یوں لکھا ہے:

اس پیش گوئی کے متعلق میرے محسن ومخدوم حضرت مولوی عبدالکریم نے جو ایک پر شوکت آرٹیکل شائع کیا تھا، ضرور ہے کہ وہ یہاں درج کر دیا جائے۔

یہ عبارت اس مضمون کی عظمت اور شوکت ظاہر کرتی ہے وہ مضمون مرزا صاحب کی زندگی میں ان کی نظر سے گذر کر نکلا تھا۔ مولوی عبدالکریم نے اس مضمون میں اس پیش گوئی کے متعلق جس قدر توضیحات اور لن ترانیاں کی ہیں وہ تو اس سارے مضمون کو دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہیں جو بہت لمبا ہے۔ اس مقام پر ہمارے مطلب کے چند فقرات درج ذیل ہیں:

انہ آوی القریۃ کا مفہوم صاف لفظوں میں تقاضا کرتا ہے کہ اس میں اور غیر میں تمیز ہو... حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اپنی راستی اور شفاعت کبری کا یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ قادیان کی نسبت تحدی کر دی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور اپنی جماعت کے علاوہ اس جگہ کے ان تمام لوگوں کو جو اکثر دہریہ طبع کفار مشرک اور دین حق سے مسخری کرنے والے ہیں خدا کے مصالح اور حکمتوں کی وجہ سے اپنے سایہ شفاعت میں لے لیا ہے۔ حضرت ممدوح (مرزا) نے لکھا ہے اور بار بار فرماتے ہیں کہ جہاں ایک بھی راست باز ہوگا اس جگہ کو خدا تعالی اس غضب سے بچالے گا... تم لوگ بھی مل کر ایسی پیش گوئی کرو جس سے قادیان کے پیغمبر کا دعوی باطل ہو جائے اور اس کی دو ہی صورتیں ہیں، یا یہ کہ لاہور امرتسر طاعون سے محفوظ رہیں یا یہ کہ قادیان طاعون میں مبتلا ہو جائے... خدا نے اس اکیلے صادق (مرزا) کے طفیل قادیان کو جس میں اقسام کے لوگ تھے، اپنی حفاظت خاص میں لے لیا۔ (آئینۂ حق نما۔ ص ۲۷۴، ۲۷۷، ۲۷۹)۔

حکیم صاحب بتلایئے اس عبارت کے کیا معنی ہیں؟ غور سے سنیئے آپ کے نبی کی تکذیب دو ہی طرح ہوسکتی ہے۔ یا تو امرتسر لاہور طاعون سے محفوظ رہیں، وہ تو نہ رہے۔ یا قادیان طاعون میں مبتلا ہو، یہ ہوا اور ضرور ہوا۔

اگر فرماویں کہ قادیان میں شاذ و نادر واردات ہوئیں جو معتبر نہیں، تو براہ مہربانی مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ ذیل کی تشریح کر دیجئے جو یہ ہے:

طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۸۴؛ خزائن۔ ج ۲۲ ص ۸۷)

حکیم صاحب! قادیان میں طاعون کے بزور ہونے کا کیسا صاف اقرار ہے۔ کیا یہ شاذ و نادر ہے؟۔ اچھا اور سنئے اخبار بدر کے اڈیٹر نے ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء کو صاف لکھا تھا:

قادیان میں طاعون نے صفائی شروع کر دی۔

ناظرین! مولوی عبدالکریم کی عبارت منقولہ کی پہلی سطر کو ایک بار دیکھ جائیں کہ وہ کیا بتا رہی ہے۔ ہمارا بھی اس پر صاد ہے کہ واقعی اس قسم کے الہامی مقامات میں وقوعات اسی طرح ہونے چاہئیں جو دوسروں سے امتیاز رکھتے ہیں۔ نہ یہ کہ پہلے تو اتنا زور شور کہ قادیان محفوظ رہے گا۔ جب محفوظ نہ رہا بلکہ طاعون زور سے ہوا تو کہہ دیا کہ فنا کرنے والا، انتشار کرنے والا نہیں ہوا۔ کیا امرتسر اور لاہور فنا ہو گئے؟ کیا وہ آج تک آباد نہیں؟ اچھا پھر اس کے بھی کچھ معنی ہیں کہ:

جہاں ایک بھی راست باز ہوگا، اس جگہ کو خدا اس غضب سے بچا لے گا۔

اللہ اکبر! یہ دعوی اور یہ ثبوت؟ اور نام مسیح موعود اور مہدی مسعود۔ انا للّٰہ۔

☆ پیش گوئی متعلق عمر مرزا

جناب مرزا صاحب نے اپنی عمر کی بابت ایک زبردست پیش گوئی فرمائی تھی جس کے مشرح الفاظ یہ ہیں:

خدا تعالی نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسّی (۸۰) سال کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم ...اور جو ظاہر الفاظ وحی کے متعلق ہیں وہ تو ۷۶، اور ۸۶ کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔

(ضمیمہ ج ۵ براہین احمدیہ۔ ص ۹۷؛ خزائن ج ۲۱۔ص ۲۵۸۔۲۵۹)

عمر کی مدت تو معلوم ہوگئی کہ کم سے کم ۷۶ سال ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب پیدا کب ہوئے اور فوت کب ہوئے؟ ان دونوں امروں کے متعلق ہمیں زیادہ کرید کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ صاف صاف مطبوعہ تحریر موجود ہے۔ مرزا صاحب کے معتمد خاص اور خلیفہ اول مولوی حکیم نورالدین صاحب اپنے رسالہ نورالدین میں مرزا صاحب کا سال پیدائش لکھ کر ایک نقشہ دیتے جاتے ہیں۔ سال پیدائش ۱۸۴۰ء بتایا ہے۔ (رسالہ نورالدین۔ص ۱۷۰)۔ اس حساب سے مرزا صاحب کی عمر ۶۸ سال کی ہوتی ہے۔

اس پیشگوئی نے امت مرزائیہ کو پریشان کر رکھا ہے کیا مگر چونکہ ۶۸ کو ۷۶ بنانا مشکل نہیں محال ہے اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ لن یصلح العطار ما افسد الدھر جس کو زمانہ بگاڑے اسے عطار کیوں کر سنوارے۔

☆ پیش گوئی متعلق ثناء اللہ: ورود قادیان

رسالہ اعجاز احمدی جس کا ذکر سہ سالہ پیش گوئی میں مفصل ہو چکا ہے اس کے صفحہ ۱۱، ۲۳ پر خاکسار (ثناء اللہ) کو ان لفظوں میں دعوت دیتے ہیں:۔

اگر یہ (مولوی ثناء اللہ) سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جاوے گا اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ ۔ لیکن اس تفتیش کے لئے منہاج نبوت کو معیار صدق و کذب ٹھہراویں۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر میرے معجزات اور پیش گوئیاں ان کے نزدیک صحیح نہیں تو ان کو تمام انبیاء سے انکار کرنا پڑے گا اور آخر ان کی موت کفر پر ہوگی۔

(اعجاز احمدی ص ۱۱؛ خزائن ج ۱۹ص ۱۱۷۔۱۱۸)

مولوی ثناء اللہ نے موضع مد میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں۔ اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ تحقیق کیلئے قادیان میں آئیں۔ اور تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کریں۔ اور ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہر ایک پیش گوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کی رو سے جھوٹی ثابت ہو ایک ایک سو روپیہ ان کی نذر کریں گے۔ ورنہ ایک خاص تمغہ لعنت کا ان کے گلے میں رہے گا۔ اور ہم آمدورفت کا خرچ بھی دیں گے۔ اور کل پیش گوئیوں کی پڑتال کرنی ہوگی، تا آئندہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہ جائے۔ اور اسی شرط سے روپیہ ملے گا اور ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔

یاد رہے کہ رسالہ نزول المسیح میں ڈیڑھ سو پیش گوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب لے جائیں گے اور در بدر کی گدائی سے نجات ہوگی۔ بلکہ ہم اور پیش گوئیاں بھی معہ ثبوت ان کے سامنے پیش کر دیں گے اور اسی وعدہ کے موافق فی پیش گوئی سو روپیہ دیتے جائیں گے۔ اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لئے ایک ایک روپیہ بھی اپنے مریدوں سے لونگا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا۔ وہ سب ان کی نذر ہوگا۔ جس حالت میں کہ وہ دو دو آنہ کے لئے وہ در بدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور خدا کا قہر نازل ہے اور مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گذارہ ہے، ایک لاکھ روپیہ حاصل ہو جانا ان کے لئے ایک بہشت ہے۔ لیکن اگر میرے اس

بیان کی طرف توجہ نہ کریں اور اس تحقیق کے لئے بپابندی شرائط مذکورہ جس میں بشرط ثبوت تصدیق ورنہ تکذیب دونوں شرط ہیں، قادیان میں نہ آئیں تو پھر لعنت ہے اس لاف وگذاف پر جو انہوں نے موضع مدّ میں مباحثہ کے وقت کی اور سخت بے حیائی سے جھوٹ بولا۔ (اعجاز احمدی۔ص۲۳؛ خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۱۔۱۳۲)

اسی بیان کے متعلق ایک دو پیش گوئیاں بھی جڑ دی ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

اور واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہونگے۔

۱۔وہ قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔

۲۔اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔

۳۔اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہوگی۔ (اعجاز احمدی۔ص۳۷؛ خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۸)

نمبر سوم کا جواب تو سہ سالہ پیش گوئی کے ذکر میں ہو چکا ہے۔نمبر دوم کا جواب اسکے سوا کیا ہے کہ ما تدری نفس بایّ ارض تموت (کسی نفس کو معلوم نہیں کہ کون سی زمین میں مریگا) چونکہ یہ خاکسار نہ آپ کی طرح نبی یا رسول یا ابن اللہ یا الہامی ہے اس لئے ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کرسکتا۔ چونکہ آپ کی غرض یہ ہے کہ اگر مخاطب پہلے مر گیا تو چاندی کھری اور اگر خود بدولت تشریف لے گئے (خس کم جہاں پاک) تو بعد مرنے کے کس نے قبر پر پیشاب کرنے آنا ہے ۔اس لئے آپ ایسی ویسی بے ہودہ شرطیں باندھتے ہیں مگر میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے ان باتوں پر جرأت نہیں اور عدم جرأت میرے لئے عزت ہے، ذلت نہیں۔

ہاں نمبر اول کا جواب بے شک میرے بس میں تھا جو درصورت واقع نہ ہونیکے پیش گوئی کا مصداق ہوسکتا تھا، مگر افسوس کہ یہ صحیح نہیں ہوئی۔ چنانچہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو راقم نے قادیان میں پہنچ کر مرزا جی کو رقعہ مندرجہ ذیل لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔بخدمت جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

خاکسار آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱، صفحہ ۲۳ قادیان میں اس وقت حاضر ہے۔ جناب کی دعوت کے قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا۔

ورنہ اتنا توقف نہ ہوتا میں اللہ جل شانہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں چونکہ آپ (بقول خود) ایک ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز و مامور ہیں جو تمام بنی نوع کی ہدایت کے لئے عموماً اور مجھ جیسے مخلصوں کے لئے خصوصاً ہے اس لئے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ خود مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع عام میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں۔

راقم۔ابوالوفاء ثناء اللہ۔۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء۔وقت سوا تین بجے دن

اس کا جواب مرزا جی کی طرف سے نہایت ہی شیریں اور مزیدار پہنچا جو مندرجہ ذیل ہے .....

ازطرف عائذ باللہ غلام احمد عافاہ اللّٰہ و ایّد۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب! آپ کا رقعہ پہنچا۔ اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک وشبہات پیش گوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعوی سے تعلق رکھتے ہوں رفع کرا دیں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگر چہ میں کئی سال ہو گئے کہ اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانی کلمات سننے کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوگا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لئے تیار ہوں۔

اگر چہ آپ نے اس رقعہ میں دعوی کر دیا ہے کہ میں طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعوی پر آپ قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر بات کو کشاں کشاں بے ہودہ اور لغو مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالی کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز نہیں کرونگا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے، وہ یہ ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنیکے لئے اول یہ اقرار کر دیں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے اور وہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت ﷺ پر یا حضرت عیسیٰؑ پر یا حضرت موسیٰؑ پر یا حضرت یونسؑ پر عاید نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن کی پیشین گوئیوں پر زد نہ ہو۔ دوسری یہ شرط ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہ ہوں گے، صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا

یہ اعتراض ہے، پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لئے لمبا لکھنے کی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی اعتراض آپ کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے، چوروں کی طرح آگئے اور ہم ان دنوں بہ باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں خرچ کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ وعظ کی طرح لمبی گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔ یہ اس لئے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے۔

اول صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں تین گھنٹہ تک میں اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائے گا کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سناویں، ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں ہے، کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں (ہم تو آپ کی دعوت کے مطابق تکذیب کو آئے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ شبہات دور کرانے آئے ہیں آپ کی معمولی بات ہے۔ ثناءاللہ)۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں بآواز بلند لوگوں کو سنا دوں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناءاللہ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اسی طرح تمام وساوس دور کر دیئے جائیں گے۔ لیکن اگر یہ چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کا موقع دیا جاوے تو یہ ہرگز نہیں ہوگا۔

چودھویں جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں۔ بعد میں ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤنگا۔ سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے لیکن چودھویں جنوری ۱۹۰۳ء تک تین گھنٹہ تک آپ کیلئے خرچ کرسکتا ہوں۔ اگر آپ لوگ کچھ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایک ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا، ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے، خود خدا تعالی فیصلہ کر دے گا۔

سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ بذریعہ تحریر جو دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جائیں گے اور میں وہ وسوسہ دور کرتا جاؤنگا۔ ایسا صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسے دور کرا لیتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو

پسند کرے گا، اس کو اپنے وساوس دور کرانے ہیں اور کچھ غرض نہیں۔ لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے ان کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔

بالآخر اس غرض کے لئے کہ اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی ہاتھ نہ جاویں، دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں۔ اول چونکہ میں انجام آتھم میں خدا تعالیٰ سے قطعی عہد کر چکا ہوں (بالکل جھوٹ، آگے آتا ہے۔ ثناء اللہ) کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہیں کرونگا اس وقت پھر اسی عہد کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنونگا۔ صرف آپ کو یہ موقع دیا جائے گا کہ اول آپ ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض کسی پیش گوئی پر ہو، ایک سطر یا دو سطر حد تین سطر تک لکھ کر پیش کریں جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور منہاج نبوت کی رو سے قابل اعتراض ہے اور پھر چپ رہیں۔ اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دونگا جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں۔ پھر دوسرے دن اسی طرح دوسری لکھ کر پیش کریں۔ یہ تو میری طرف سے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤنگا اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا، اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ ایک کلمہ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو بھی خدا تعالیٰ قسم دیتا ہوں کہ آپ اگر سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور ناحق فتنہ و فساد میں عمر بسر نہ کریں۔ اب ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں سے جو شخص انحراف کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہے اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔ سو اب میں دیکھوں گا کہ آپ سنت نبویہ کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں اور چاہیے کہ اول آپ مطابق اس عہد مؤکد بقسم کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیج دیں اور پھر وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جائے گا اور آپ کو بلایا جاویگا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وساوس دور کر دیئے جائینگے۔ مرزا غلام احمد بقلم خود۔

(مرزا جی کی دجالیت میں جس کو شبہ ہو وہ ان کی تصنیف مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۰۹ دیکھے کہ کس چالاکی کے ساتھ میرا قادیان آنا لکھا ہے اور اصل واقعہ کو چھپا کر صرف اپنی طرف سے ایک عبارت لکھ ماری ہے جو نہ خط ہے نہ اسکا ترجمہ۔ نہ اصل واقع کی وجہ بتلائی ہے نہ سارے خطوط نقل کئے ہیں۔ واہ رے بھلے مانس تیرے کیا کہنے۔ ثناء اللہ)

ناظرین ملاحظہ فرمایئے کہ مرزا صاحب کیسی صفائی اور ہوشیاری کے ساتھ بحث سے

انکار کرتے ہیں حالانکہ تحقیق حق کے لئے، جو بالکل بحث ہی کا مرادف (ہم معنی) لفظ ہے، اعجاز احمدی صفحہ ۲۳ پر مجھے بلایا ہے اور اب صاف منکر ہیں بلکہ مجھے ایسے خاموشی کا حکم دیتے ہیں کہ صم بکم (بہرہ گونگا) ہو کر آپ کا لیکچر سنتا جاؤں۔ مگر نہیں معلوم کہ بکم یعنی گونگا ہو کر میں سن سکتا ہوں صم (بہرہ) ہو کر کیا سنونگا۔ شائد یہ بھی معجزہ ہو۔ خیر بہر حال اس کا جو جواب خاکسار کی طرف سے گیا وہ درج ذیل ہے۔

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الّذین اصطفی ۔ امّا بعد۔

از خاکسار ثناء اللہ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب!

آپ کا طولانی رقعہ مجھے پہنچا مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا وہی ظاہر ہوا۔

جناب والا! جب کہ میں آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱ و ۲۳ حاضر ہوا ہوں اور صاف لفظوں میں رقعہ اولی میں انہیں صفحوں کا حوالہ دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے بجز العادۃ طبیعۃ ثانیۃ کے اور کیا معنی رکھتی ہے؟

جناب من! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ اعجاز احمدی کے صفحات مذکورہ پر تو اس نیاز مند کو تحقیق کے لئے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں (ثناءاللہ) آپ کی پیش گوئیوں کو جھوٹی ثابت کروں تو فی پیش گوئی مبلغ سو روپیہ انعام لوں اور اس رقعہ میں آپ مجھ کو ایک دو سطریں لکھنے کے پابند کرتے ہیں اور اپنے لئے تین گھنٹہ تجویز کرتے ہیں تلک اذاً قسمۃ ضیزی ۔

بھلا یہ کیا تحقیق کا طریقہ ہے میں تو ایک دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹے تک فرماتے جائیں۔ اس سے صاف سمجھ آتا ہے کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری ہیں اور تحقیق سے اعراض کرتے ہیں جس کی بابت آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی، جس سے عمدہ میں امرتسر ہی میں بیٹھا کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں۔ مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت کو یاد کر کے بلا نیل و مرام واپس جانا کسی طرح مناسب نہیں جانتا، اس لئے میں آپ کی بے انصافی کو بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین ہی سطریں لکھوں گا اور آپ بلا شک تین گھنٹے تک تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہوگی کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہو کر سناؤنگا اور ہر ایک گھنٹے کے بعد پانچ منٹ نہایت دس منٹ تک آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کرونگا اور

چونکہ آپ مجمع پسند نہیں کرتے اس لئے فریقین کے آدمی محدود ہوں گے جو پچیس پچیس سے زائد نہ ہوں گے۔

آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں، کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں؟ اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا۔ علاوہ اس کے آپ کو آسمانی اطلاع ہوگئی ہوگی۔ آپ جو مضمون سنائیں گے وہ اسی وقت مجھ کو دے دیجئے گا۔ کاروائی آج ہی شروع ہو جائے۔ آپ کے جواب آنے پر میں اپنا مختصر سا سوال بھیج دونگا۔ باقی لعنتوں کی بابت وہی عرض ہے جو حدیث میں موجود ہے۔ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء (حدیث میں ہے کہ لعنت کا مخاطب لعنت کا حق دار نہیں تو کرنے والے پر پڑتی ہے)

کیسے معقول طریق سے راقم نے اپنے وجوہات بتلائے اور کس طرح سے مرزا جی کی پیش کردہ تجویز خفیف اصلاح کے ساتھ (جسے کوئی منصف مزاج ناپسند نہ کرے گا) بعینہ منظور کرلی مگر مرزا جی اور معقولیت؟ ایں خیال ست ومحال ست وجنون

چنانچہ آپ اس رقعہ پر ایسا خفا ہوئے اور اتنی گالیاں دیں کہ کہنے سننے سے باہر۔ ہم ان کو اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ قاصدوں کے لفظوں میں لکھتے ہیں:

ہم خدا کو حاضر وناظر جان کر بحکم لا تکتمو الشّہادۃ سچ کہتے ہیں کہ جب ہم مولانا ابوالوفا ثناء اللہ کا خط لے کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جناب ایک ایک فقرہ سنتے جاتے تھے اور بڑے غصے سے بدن پر رعشہ تھا اور دہان مبارک سے خوب گالیاں دیتے تھے۔ اور حضار مجلس مریدان بھی ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے کہ حضرت! واقعی ان مولوی لوگوں کو تہذیب اور تمیز نہیں۔ چند الفاظ جو مرزا صاحب نے علماء کی نسبت عموماً اور مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت خصوصاً فرمائے تھے یہ ہیں: خبیث، سؤر، بدذات، گونہہ خور، ہے۔ ہم اس کو کبھی نہ بولنے دیں گے، گدھے کی طرح لگام دے کر بٹھائیں گے اور گندگی اس کے منہ میں ڈالیں گے، لعنت ہی لے کر جائے گا۔ اس کو کہو کہ لعنت لے کر قادیان سے چلا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

سننے میں اور اس وقت کی حالت دیکھنے میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہم حلفیہ بطور شہادت کہتے ہیں کہ ایسی گالیاں ہم نے مرزا صاحب کی زبان سے سنی ہیں جو کسی چوہڑے چمار سے بھی کبھی نہیں سنیں۔

راقمان۔ حکیم محمد صدیق ساکن ضلع جالندھر ہر بستی دانشمندان حال وارد امرتسر۔
محمد ابراہیم امرت سر کٹرہ سفید؟ ۔

آخر اس خفگی میں آپ نے رقعہ کا جواب بھی نہ دیا اور اپنے ایڈی کانگوں کا حکم دیا کہ لکھ دو، چنانچہ وہ یہ ہے :

مولوی ثناء اللہ صاحب ! آپ کا رقعہ حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود مہدی معہود کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ اس کے مضامین محض عناد اور تعصب آمیز تھے جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے صاف ظاہر ہوتی تھی لہذا حضرت اقدس کی طرف سے آپ کو یہی جواب کافی ہے کہ آپ کو تحقیق حق منظور نہیں ہے اور حضرت، انجام آتھم میں اور نیز اپنے خط مرقومہ جواب سامی میں قسم کھا چکے اور اللہ تعالی سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین کوئی تقریر نہ کریں گے۔ خلاف معاہدہ الٰہی کے کوئی مامور من اللہ کیوں کر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے؟ طالب حق کے لئے جو طریق حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کیا وہ کافی نہیں۔ لہذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی ہے وہ ہرگز منظور نہیں اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے اپنے مجتمع ہوں تا کہ حق و باطل سب پر واضح ہو جائے، والسلام علی من اتبع الہدی۔

خاکسار محمد احسن بحکم حضرت امام الزمان ۔ گواہ شد۔ محمد سردار ابوسعید

چونکہ میرا روئے سخن خود بدولت سے تھا اس لئے میرا حق تھا کہ میں کسی ماتحت کی تحریر نہ لیتا مگر اس خیال سے کہ پبلک کو مرزا جی کے فرار کا نشان بتلایا جاوے میں نے رقیمہ مرقومہ قبول کر لیا۔ ان حضرات مرسلین رقعہ و گواہان کی حالت پر افسوس نہیں بلکہ افسوس ان لوگوں پر ہے جو ایسے لوگوں کو دراز ریش دیکھ کر عالم یا مولوی سمجھ لیتے ہیں جن کو یہ بھی خبر نہیں کہ مناظرہ اور تحقیق ایک ہی چیز ہے۔ رشیدیہ جو علم مناظرہ کی ایک مستند کتاب ہے اس میں مرقوم ہے کہ کسی مسئلہ کی نسبت دو شخصوں کا نیک نیتی اور سچائی سے اظہار کرنے کی غرض سے متوجہ ہونے کا نام مناظرہ ہے۔ اور صفحہ ۲۳۔ اعجاز احمدی پر مجھ کو تحقیق حق کے لئے بلا رہے ہیں جیسا کہ عبارت مرقومہ بالا سے ظاہر ہے۔ پس تحقیق حق کے لئے بلا کر مناظرہ سے انکار کرنا صریح انکار بعد از اقرار کا مصداق ہے اور موقع پر الہام کی یاد۔ مرزا جی! اقرار کے بعد انکار معتبر نہیں ہو سکتا۔ (دیکھو اعجاز احمدی۔ ص ۴۰)۔

علاوہ اس کے مناظرہ صرف زبانی گفتگو ہی کا نام نہیں بلکہ تحریری بلکہ ذہنی توجہ بھی مناظرہ ہے چنانچہ رشیدیہ میں ہے:

وان کان ذلک التّوجه فی النّفس کما کان الحکماء الاشراقیین

لیکن اس الہامی جماعت نے جہاں مسائل شرعیہ میں تجدید کی ہے اصطلاحات عقلیہ میں بھی تو موجد ہیں۔ اسی لئے تو کتابوں میں (بزعم خود) علماء کے دلائل کے جواب دیتے ہیں بلکہ درافشانی کرتے ہوئے بہت کچھ اخلاق حسنہ کا اظہار بھی کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب کچھ مناظرے ہی میں داخل ہے۔ مگر جب خاکسار کو ایک لاکھ پندرہ ہزار دینے کی سوجھی تو خدائی وعدہ یاد آ گیا اور مناظرہ سے باوجود بلانے کے صاف لفظوں میں انکار کر دیا۔

یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ مرزاجی نے لکھا تھا کہ ڈیڑھ سو پیش گوئی کاذب ہونے کی صورت میں ہر ایک مرید سے ایک ایک روپیہ لے دونگا۔ مرزاجی! درصورت ڈیڑھ سو پیشگوئی جھوٹی ثابت ہونے کے بھی آپ کے مرید آپ کی مریدی میں رہ کر آپ کو ایک ایک روپیہ نذرانہ دے دیں گے، تب تو بڑے ہی عقل کے پتلے اور ایمان کے پکے ہونگے۔ حق تو یہ ہے کہ آپ کے مرید عموماً ایسے ہی ہیں، ہم بھی اس کی داد دیتے ہیں۔ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو مجھے قادیان میں موجود دیکھتے ہی آپ سے الگ نہ ہو جاتے؟ کیونکہ میرے وہاں پہنچتے ہی آپ کی پیش گوئی مندرجہ اعجاز احمدی غلط ہوگئی تھی۔

بعد اللتیا واللتی ہم مرزاجی کی صداقت اور راست بیانی ظاہر کرنے کو ان کے حوالہ رسالہ انجام آتھم وغیرہ کی بھی پڑتال کرتے ہیں۔ آپ انجام آتھم کے صفحہ اخیر پر (خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۲) بے شک لکھتے ہیں کہ

الیوم قضینا ما کان علینا من التبلیغات۔ وعصمنا نفسنا من مأثم ترک الواجبات۔ وحان ان نصرف الوجه عن هذه المباحثات۔ الا ما ینفی لبس السائلین والسائلات۔ وازمعنا ان لا نخاطب العلماء بعد هذه التّوضیحات ولو سبّونا کما أروا من قبل من العادات۔ وما غلظنا علیهم الّا لتنبیهات۔ انّما الاعمال بالنّیّات۔ فالآن نودّعهم بدموع جاریة من الحسرات۔ وعیون غریقه فی سیل العبرات. وهذه منّا خاتمة المخاطبات۔

امروز ہر چہ بر ما از تبلیغ بود ادا کردیم۔ ونفس خود را از گناہ ترک واجب محفوظ داشتیم۔ ووقت آمد کہ ما ازیں مباحثات روبگردانیم۔ مگر آنچہ شبہ سائلان رد کند۔ وقصد کردم کہ بعد ایں توضیحات علماء را مخاطب نکنیم۔ اگر چہ دشنام ہا دہند چنانچہ پیش ازیں ہمیں عادات خود نمودہ اند۔ وما برایشاں درشتی کہ کردیم محض برائے آگاہانیدن کردیم۔ و اعمال نزد خدا تعالی وابستہ برنیت ہا ہستند۔ پس اکنوں ایشاں باشکہائے جاری از حسرت ہا وداع می کنیم وباچشمائے پر آب رخصت می نمائیم۔ پس امروز ایں رسالہ از ما خاتمہ مخاطبات است۔ فقط

یعنی ہم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس سے بعد علماء سے خطاب نہ کریں گے گو وہ ہم کو گالیاں دیں اور یہ کتاب ہمارے خطابات کا خاتمہ ہے۔

یہ کتاب انجام آتھم ۱۹۸۶ء کی مطبوعہ ہے جیسا کہ اس کے صفحہ اول سے معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس سے بعد آپ نے علماء کرام کو صاف مباحثہ اور مقابلہ کے لئے بلایا ہے چنانچہ آپ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں:

اگر آپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے قریب کسی مقام میں مثلاً بٹالہ یا آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو حلم اور برداشت اور تقوی اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلّم ہوں۔ پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے تسلی کرلیں۔ ۱۔ قرآن وحدیث کی رو سے ۲۔ عقل کی رو سے۔ ۳۔ سماوی تائیدات اور خوارق وکرامات کی رو سے۔ کیونکہ خدا نے اپنے کلام میں مامورین کے پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں۔ پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کرسکا، یا اگر ان تینوں میں صرف ایک یا دو طور سے تسلی کی، تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔ لیکن اگر میں نے ایسی تسلی کردی جس سے وہ ایمان اور حلف کی رو سے انکار نہ کرسکیں اور وزن ثبوت میں ان دلائل کی نظیر پیش نہ کرسکیں، تو لازم ہوگا کہ تمام مخالف مولوی اور ان کے نادان پیرو خدا تعالی سے ڈریں اور کروڑوں انسانوں کے گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں۔

مرزا جی! کیا آپ نے اس تحریر میں فریق مخالف کو خطاب نہیں کیا، یا ان سے بحث کا مطالبہ نہیں کیا، جو عین مناظرہ ہے۔ یا قادیان میں ۱۹۰۰ء، ۱۸۹۶ء سے پہلے ہونیکی وجہ سے یہ تحریر منسوخ ہے؟ نہیں، تو پھر میں نے کیا بھس ملایا تھا کہ مجھ کو مناظرہ تو کیا، زیارت سے بھی محروم رکھا۔

ہاں یاد آیا کہ یہ تحریر ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کی بھی تو اس قابل نہیں کہ اس کو پیش کیا جاوے کیونکہ مرزا جی نے اس کو عملی طور سے منسوخ کر کے ردی کے صندوق میں ڈال دیا ہوا ہے اسی لئے تو ندوۃ العلماء کے جلسہ (منعقدہ امرتسر) کے موقع پر ۸۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مرزا جی کے نام ۴۲ علماء نے مشترکہ نوٹس دیا تو حضور نے بغیر رسید ڈاکخانہ کے اف تک نہیں کی۔ وہ نوٹس درج ذیل ہے:

بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی۔ السّلام علینا و علی عباده اللّٰه الصالحین۔ آپ کی تحریر مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے مطابق ہم لوگ آپ سے بحث کرنے کو حاضر ہیں۔ گو اس سے پہلے بارہا آپ کی اصلیت ملک کو معلوم ہو چکی ہے تاہم آپ کی حجت پوری کرنے کو اس دفعہ بھی ہم طیار ہیں۔ پس آپ بپابندی شروط مقررہ علم مناظرہ آکر مباحثہ کریں۔ آپ کے بتلائے ہوئے طرق ثلاثہ ہمیں منظور ہیں، تقدیم وتاخیر ان کی ہمارے اختیار ہے۔ پس آپ شنبہ کے روز ۱۱۔ اکتوبر کی شام تک امرتسر پہنچ جائیں تو ہم لوگ بعد اختتام جلسہ ندوۃ العلماء بروز یک شنبہ آپ سے مباحثہ کریں گے۔ جس صاحب کو ہم اپنے مشورہ سے پیش کریں گے اس کا ساختہ پرداختہ منظور کریں گے۔ چونکہ آپ کو مولوی احمد حسن صاحب اڈیٹر شحنہ ہند کے نوٹس مورخہ ۲۳ ستمبر اور ضمیمہ ۲۴ ستمبر سے متنبہ ہو چکا ہے اس لئے آپ قلت وقت کا عذر نہیں کر سکتے غالباً آپ کو اپنے خیالات کی اشاعت اور تحقیق حق کا اس سے عمدہ موقع نہ مل سکے گا۔

مرسلہ۔ ابوعبید احمد اللہ امرتسری۔ عبدالجبار غزنوی۔ عبدالرحیم غزنوی۔ حافظ عبدالمنان وزیرآبادی۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری۔ عبدالعزیز دینانگری۔ نوراحمد امرتسر، عبدالاول غزنوی، عبدالغفور غزنوی۔ ابوزبیر غلام رسول حنفی امرتسری۔ نوراحمد لکھوکے۔ عبدالحق غزنوی۔ حکیم عبدالحق امرتسری۔ محمد حسین لکھوکے۔ سید عبدالقیوم حنفی جالندھری۔ عبدالقادر لکھوکی۔ تاج الدین امرتسری۔ عبدالرزاق لکھوکی۔ حافظ غلام صمدانی پشاوری۔ مولوی حکیم محمد عبداللہ پشاور۔ گل محمد بہاری پور ضلع پشاور۔ حیات پیر پشاوری۔ عبدالعظیم پسروری۔ عبداللہ پسروری۔ قاسم علی نائی والہ۔ محبّ اللہ خراسانی۔

عبدالمجید ہزاروی ۔عبدالودود باری والہ ۔ نیاز اللہ مدرس تقویۃ الاسلام امرت سری ۔
حسن محمد بھڑی ؟ ۔ یحیٰ غزنوی ۔محمد غزنوی ۔خلیفہ عبدالرحمٰن امرتسری ۔سید احمد دہلوی ۔
غلام محمد تبّتی ۔مصطفیٰ ساکن کیلیانوالہ گوجرانوالہ ۔ حافظ محمد عبداللہ غزنوی ۔حبیب اللہ
غزنوی ۔ عبدالعلی نوشہرہ ضلع بنیر ۔ شاہ ابوصالح کانپوری ۔

ناظرین ! یہ ہیں مرزاجی کی ابلہ فریبیاں جن میں ہم بھی آپ کو یکتائے زمان مانتے ہیں

☆ تخرج الصّدور الی القبور

یوں تو ہم بھی قائل ہیں کہ مرزاجی کی پیش گوئیاں سب کی سب سبحان اللہ اور جل جلالہ کی مصداق ہیں مگر ایک خاص پیش گوئی کے اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔آج تک تو اس پیش گوئی کی طرف کوئی خاص توجہ نہ ہوئی تھی کیونکہ بڑی مشکل یہ ہے کہ مرزاجی کے الہام کے معنی جب ان کو خود سمجھ میں نہیں آتے تو اور کسی کا دخل در معقولات کیونکر جائز ہے اس لئے ہم منتظر تھے کہ اس پیش گوئی کے معنی جناب والا خود ہی بتلادیں ۔سوالحمدللہ مرزاجی نے ہمیں انتظار میں نہیں رکھا۔پیش گوئی کے الفاظ طیبہ یہ ہیں تخرج الصدور الی القبور جس کا ترجمہ یہ کہ بڑے بڑے قبروں کی طرف نکالے جائیں گے ۔مولوی غلام رسول (رسل بابا) مرحوم امرتسری کے فوت ہونے پر اس پیش گوئی کی تشریح بذریعہ الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کے پہنچی کہ حضرت شیخ الکل شمس العلماء مولانا محمد نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی غلام رسول صاحب مرحوم کے مرنے سے یہ پیش گوئی پوری ہوگئی جس کے پورا ہونے کو ایک نشان کے عنوان سے ظاہر کیا گیا۔ہم حیران تھے کہ ایسی پیش گوئی کا کیا جواب دیں۔ دیکھتے دیکھتے خدا کی شان اسی قادیانی اخبار الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۳ کالم اول ہی سے ہم کو جواب مل گیا۔ پس ہم بحکم عطائے تو بلقائے تو ، مناسب سمجھتے ہیں کہ اسی کو نقل کردیں ۔مرزاجی (بخیال خود) اپنے رقیب حضرت مسیح کی پیش گوئیوں کی بابت طعنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

رہی پیش گوئی تو وہ بھی قوی نہیں بلکہ قیافہ اور تفرس سے معلوم ہوتا ہے جیسے انجیل میں لکھا ہے کہ زلزلے آویں گے بھلا آپ انصاف کریں کہ یہ کیا پیش گوئی ہے ایسا تو اور لوگ بھی کہہ سکتے ہیں دوسری پیش گوئی کہ لڑائی ہوگی اب فرمایئے کہ کون سی نئی بات ہے ۔

مرزاجی ! ہمارا بھی حق ہے کہ ہم آپ ہی کے الفاظ دہرا کر یوں کہیں کہ آپ انصاف کریں کہ یہ کیا پیش گوئی ہے کہ بڑے بڑے (مولانا سید نذیر حسین اور مولوی رسل بابا جیسے ضعیف العمر)

قبروں میں چلے جاویں گے۔ یہ تو اور لوگ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ جیسوں کے حق میں ہم بہت جلد خس کم جہاں پاک کی آواز سنیں گے۔

ناظرین! یہ ہے مرزا جی کی پیش گوئیوں کا تھیلہ جو کبھی ختم نہ ہونے پاوے۔

☆ آخری فیصلہ

حقیقت یہ ہے کہ یہ الہامات اور پیش گوئیاں بھی مرزا صاحب کی زندگی ہی میں زیر بحث تھیں ان کی فات کے بعد خدا کی مہربانی سے ان کی بھی حاجت نہیں رہی کیونکہ ان کی وفات سے سارے اختلافات کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

ناظرین حیران ہوں گے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں حالانکہ اختلافات ہنوز موجود ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اختلاف موجود ہے مگر یہ سب کچھ مرزا صاحب کی امت کی ہٹ اور زبان کی پچ ہے ورنہ دراصل سب اختلافات مٹ چکے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب قادیانی نے میرے مواخذات سے تنگ آ کر (جس کا اظہار وہ خود کرتے ہیں) ایک اعلان شائع جو اپنا مضمون بتلانے میں خود کافی ہے۔ کسی کی شرح یا حاشیہ لگانے کی حاجت نہیں اس لئے اس اعلان کو درج کر کے فیصلہ ناظرین کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔

(مکمل اشتہار قادیانی مرقومہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء بعنوان مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ نقل کر کے مولانا ثناء اللہ نے لکھا ہے۔)

ناظرین! غور کریں کہ یہ اشتہار کیا کہہ رہا ہے اور کس غرض کے لئے شائع ہوا ہے۔ صاف بتا رہا ہے کہ ہم (مرزا، ثناء اللہ) میں سے جو پہلے مرے گا وہ جھوٹا ثابت ہوگا۔ یعنی اس نزاع کی حیثیت میں جو ہم دونوں میں بابت دعوی مسیحیت اور مہدویت وغیرہ تھی ہم دونوں میں سے پہلے مرنے والا جھوٹا اور پیچھے رہنے والا سچا ہوگا۔ یہ مطلب اس اعلان کا ایسا واضح ہے کہ کسی غبی سے غبی کو بھی اس میں اختلاف نہیں ہوسکتا۔

چونکہ ہماری غرض تحقیق حق ہے اس لئے اس فیصلہ پر موجودہ مرزائیوں کے عذرات نقل کر کے جواب دیتے ہیں۔

عذر اول۔ یہ کہا جاتا ہے کہ کہ اشتہار الہامی نہیں بلکہ محض دعا ہے اور دعا کی بابت ہم نہیں کہہ سکتے کہ ضرور قبول ہوئی ہوگی۔

اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ عذر خود مرزا صاحب کے منشاء کے خلاف ہے۔ اس اعلان کی بابت مرزا صاحب کی تشریح جو اس سے بعد چھپی وہ یہ ہے:

اخبار بدر کا اڈیٹر مرزا صاحب کی ڈائری میں لکھتا ہے:

مرزا صاحب نے فرمایا یہ زمانہ کے عجائبات ہیں۔ رات کو ہم سوتے ہیں تو کوئی خیال نہیں ہوتا کہ اچانک ایک الہام ہوتا ہے اور پھر وہ اپنے وقت پر پورا ہوتا ہے۔ کوئی ہفتہ عشرہ نشان سے خالی نہیں جاتا۔ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اس طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس طرف تھی۔ اور رات کو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع، صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہے باقی سب اس کی شاخیں۔

(بدر۔ قادیان ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء؛ ملفوظات ج ۹ ص ۲۶۸)

مرزا صاحب کی یہ تشریح موجودہ مرزائیوں کے جملہ اعتراضات کا کلی فیصلہ کرتی ہے۔ ناظرین بغرض تحقیق، خالص نیت سے خود اس عبارت کو دیکھیں۔ کیا یہ عبارت نہیں بتلاتی کہ یہ اعلان خدا کی تحریک سے ہے اور اس کی قبولیت کا وعدہ خدا کی طرف سے ہے۔

اس مضمون پر بمقام لدھیانہ ۱۵ ماہ اپریل ۱۹۱۲ء کو مرزائیوں سے میرا مباحثہ ہوا تھا جس میں درصورت فتح یابی ان کی طرف سے مبلغ تین سو روپیہ انعام مقرر تھا اور فیصلہ کیلئے ایک مسلمان، ایک مرزائی منصف، اور ایک سکھ صاحب سرپنچ تھے۔ ایک منصف اور سرپنچ کے اتفاق سے ہماری فتح ہوئی اور مبلغ تین سو روپیہ ہم کو انعام ملا۔ الحمدللہ۔

ہفوات مرزا

(عنوان بالا سے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا یہ مختصر رسالہ پہلی دفعہ الہامات مرزا کی طبع اول کے فوری بعد شائع ہوا۔ دوسری مرتبہ ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔ ذیل میں جو نسخہ احتساب قادیانیت جلد ہشتم سے اپڈیٹ شدہ صورت میں نقل کیا گیا ہے اس میں حقیقۃ الوحی، کلمۃ الفصل، اور اخبار الفضل وغیرہ سے حوالوں کی موجودگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اڈیشن بہت بعد کا ہے۔ بہا)

بسم اللّٰہ الر حمن الر حیم

ما کان محمّد ابا احدٍ من رّجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین و کان اللّٰہ بکلّ شئی علیماً (محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد بالغ کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کے ختم کرنیوالے ہیں اور اللہ ہی ہر چیز کو جانتا ہے)

یہ آیت باجماع مسلمین، رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو ختم کرنے والی ہے یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام علماء نے مرزا قادیانی کو کافر و مرتد لکھا ہے۔ حدیث شریف میں بھی موجود ہے کہ میرے بعد لوگ دعوی نبوت کریں گے مگر کذاب دجال ہوں گے اور یہ امر واضح ہے کہ دجال کافر ہوگا چنانچہ ترمذی شریف جلد دوم ص ۵۴ باب لا تقوم السّاعة حتی یخرج کذابون، مطبع مجتبائی میں حدیث ہے:

عن ثوبان قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تقوم السّاعة حتّی تلحق قبائل من امتّی بالمشرکین و حتّی یعبد الاوثان انّہ سیکون فی امّتی ثلاثون کذابون کلّھم یزعم انّہ نبی و انا خاتم النبیین لا نبیّ بعدی ۔ (حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ میری امت کے بعض قبیلے مشرکین سے نہ مل جائیں اور بت نہ پوجے جائیں اور عنقریب میری امت میں تیس دجال جھوٹے پیدا ہوں گے اور دعوی نبوت کریں گے حالانکہ میں آخری نبی ہوں نبیوں میں سے اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا)

بس صرف ایک آیت اور ایک حدیث پر کفایت کی جاتی ہے۔ مرزا قادیانی اس حدیث

کی پیش گوئی کے مطابق مشرک بھی ہے کیونکہ اس نے دعویٰ خدائی کے علاوہ خدا کی اولاد ثابت کی ہے جیسا کہ آئے گا اور دعویٰ نبوت بھی کیا ہے اور یہ دجال کافر کا کام ہے۔

قادیانی کا مشرکانہ عقیدہ

ہم مسلمان، مرزا غلام احمد قادیانی کے کیوں مخالف ہیں؟ یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کا کوئی دنیاوی جھگڑا نہیں بلکہ محض دینی عداوت ہے۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

لا تتولوا قوماً غضب اللّٰه علیهم ۔ (جس قوم پر خدا کا غضب ہے، اس سے ہرگز دوستی نہ کرو)۔

اس سے بڑھ کر کیا غضب ہوگا کہ مرزا قادیانی خدا تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

و قالوا اتخذ الرحمن ولداً۔ لقد جئتم شیئاً اداً۔ تکاد السّماوات یتفطّرن منه و تنشق الارض و تخرّ الجبال هدّاً ۔ ان دعوا للرّحمن ولداً (مریم) (کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اولاد بنائی ہے۔ تم نے بڑی بے ڈھب بات کہی ہے۔ آسمان اس سے پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہو کر گر پڑیں کیونکہ خدائے رحمان کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں)۔

صاحبان! شرک ایسی بلا ہے کہ اعمال کو برباد کر دیتی ہے اور مشرک خدا کی بدترین مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے، تو آپ ہی انصاف کریں کہ مرزا صاحب کو کس طرح مسلمان کہیں۔ ہم یہاں آپ کو بتائیں گے کہ مرزا صاحب نے خدا کی اولاد بھی ثابت کی اور خود خدا بھی بنے۔ اور خدا و رسول پر افتراء بھی کیا اور انبیاء کی توہین بھی جی بھر کر کی۔ ایسے شخص کو کوئی شخص مسلمان بھی سمجھے تو ہم اس شخص کو بھی مسلمان نہیں کہتے۔ (جن بزرگوں کا خیال ہے کہ مولانا امرتسری، مرزا قادیانی کو کافر نہیں کہتے تھے، وہ اس تحریر کو غور سے پڑھیں جو مولانا کے ابتدائی دور کی تحریر ہے۔ بہاء)

قادیانی ایجنٹ عام طور پر سادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے کیلئے مرزا صاحب کی کتابیں پیش کر دیا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے دین کی بڑی خدمت کی ہے، توحید مٹ چکی تھی تو جناب مرزا نے آ کر زندہ کی اور قرآن مردہ ہو چکا تھا تو مرزا نے آ کر زندہ کیا۔ رسول مقبول ﷺ کی عیسائی لوگ توہین کرتے تھے، تو مرزا قادیانی نے آ کر عزت افزائی کی۔ وغیرہ

ہم کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے آ کر اس قدر شرک اور کفر پھیلایا کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ایک ظاہری مسلمان اپنے کو ظاہر کرتا ہے مگر باطن میں کفر اور شرک سے بھرا پڑا ہے اور قرآن مجید کی تحریف اور انبیاء و بزرگان دین کی سخت توہین کرتا ہے۔

{ مرزا قادیانی اپنی اربعین نمبر۴ ص ۱۹ (خزائن ج ۱۷ ص ۴۵۲) کے حاشیہ میں خدا تعالی کی اولاد ثابت کرتا ہے۔ الہام ہوتا ہے:

انت منّی بمنزلة اولادی (یعنی اے مرزا تو میری اولاد کے مرتبہ پر ہے)

صاحبو! غور کرو اس الہام میں (بقول مرزا) اللہ تعالی اپنی اولاد ثابت کر کے مرزا کو اس کے مرتبہ میں بتا رہا ہے اور قرآن مجید جا بجا پکار رہا ہے کہ میری (یعنی اللہ کی) اولاد نہیں بلکہ اس عقیدہ کو کفر کہا ہے۔ عیسی اور عزیر کو یہود و نصاری نے خدا کا بیٹا کہا تو خدا نے انہیں کافر ٹھہرایا۔ پس اس عقیدہ کی بنا پر مرزا صاحب پکے مشرک اور کافر ٹھہرے۔

{ دعوی خدائی

آئینہ کمالات اسلام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ر أیتنی فی المنام عین اللّٰه و تیقنت اننی هو (میں خواب میں اپنے آپ کو ہو بہو اللہ دیکھتا ہوں تو پھر میں نے یقین کیا کہ میں واقعی اللہ ہوں) ... و لم یبق لی ارادة و لا خطرة و لا عمل من جهة نفسی و صرت کا ناء منثلم بل کشئی تابطّه شئی آخر و اخفاه فی نفسه حتی مابقی منه ا ثر و لا رائحة و صار کا لمفقودین۔ و اعنی بعین اللّٰه رجوع الظل الی ا صله و غیبوبة فیه کما یجر ی مثل هذه الحا لا ت ... فر أیت ان روحه احاط علیّ و استوی علی جسمی و لفّنی فی ضمن وجوده حتی ما بقی منّی ذرة و کنت من الغا ئبین ۔ و نظرت الی جسدی فاذا جوارحی جوا رحه و عینی عینه و اذ نی ا ذ نه و لسا نی لسا نه ... و کنت اتیقن ان جوارحی لیست جوا رحی بل جوارح اللّٰه تعا لی (میں یقین کرتا تھا کہ میرے اعضا میرے نہیں بلکہ اللہ کے اعضاء ہیں) ... و کنت اتخیّل انّی انعد مت بکل و جودی و انسلخت من ہو یتی و الآن لا منازع و لا شر یک و لا قا بض یزا حم (مجھے یہ خیال ہو رہا تھا کہ میں اپنے وجود (انسانی)

سے بالکل معدوم ہو چکا ہوں اور نکل چکا ہوں۔ پس نہ کوئی منازعت کرنے والا رہا نہ شریک (گویا وحدہ لاشریک ہوئے)... و بینما انا فی ھذہ الحالۃ کنت اقول انا نرید نظاماً جدیداً و سماءً جدیدۃً و ارضاً جدیدۃً و خلقت السماوات و الارض (میں نے آسمان اور زمین بنائے) اولاً بصورۃ اجمالیۃ لا تفریق فیھا و لا ترتیب۔ ثم فرقتھا و رتبتھا بوضع ھو مراد الحق و کنت اجد نفسی علی خلقھا کالقادرین۔ ثم خلقت السّماء الدنیا و قلت انّا زیّنا السّماء الدّنیا بمصابیح (یعنی پھر میں نے آسمان دنیا کو ستاروں سے سجایا) ثمّ قلت الآن نخلق الانسان من سلالۃ من طین۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴۔۵۶۵؛ خزائن ج ۵ ص ۵۶۴۔۵۶۵)

حضرات! دیکھا قادیانی متنبّی کا دعوی۔ اور مزے کی سنو..

} خدا سے رشتہ۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۴ (خزائن ج ۲۲ ص ۷۷) میں الہام ہوتا ہے:

یا شمس یا قمر انت منّی و انا منک اے چاند اور اے سورج تو مجھ سے ظاہر ہوا اور میں تجھ سے۔

قادیانی ایجنٹو! کیا اس توحید کو پھیلانے کے لئے مرزا آیا؟ کیا تم لم یلد و لم یولد کے مضمون کو بھول گئے کہ نہ کوئی خدا سے ہے اور نہ خدا کسی سے۔

اور یوں الہام ہوتا ہے:

انت من ماءنا (اے مرزا تو ہمارے پانی سے ہے)۔

} مرزا کے خدا کی مثال بقلم مرزا:

توضیح المرام صفحہ ۷۵ (خزائن ج ۳ ص ۹۰) میں مرزا قادیانی نے اپنے خدا کی مثال اس طرح دی ہے:

ایسا وجود اعظم ہے جس کے لئے بے شمار ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں..عرض اور طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس کی تاریں بھی ہیں۔

قادیانی دوستو! کیا تمہارا بھی خدا یہی ہے جو مرزا صاحب نے پیش کیا ہے یا مسلمانوں کا خدا جو لیس کمثلہ شئی ہے۔ اس جگہ مرزا صاحب نے قرآن مجید کا انکار اور خلاف کیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

فلا تضربوا للّٰہ الامثال (یعنی خدا کے لئے مثالیں بیان نہ کرو)

کیوں مرزائی دوستو! یہ خلاف قرآن ہے یا نہیں؟

{ قادیانی تحریروں میں توہین انبیاء:

تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ مبشراً برسول یّاتی من بعدی اسمہ احمد، یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے حق میں ہے اور احمد آپ ہیں۔ مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

یہ میرے حق میں ہے اور میرا نام احمد ہے۔ (ازالہ اوہام ص۶۷۳۔ خزائن ج۳ ص۴۶۳)

اور (تریاق القلوب ص۳۔ خزائن ج۵۔ ص۱۳۴) پر لکھتا ہے:

منم مسیحِ زمان منم کلیمِ خدا　　　منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

اور (نزول المسیح ص۹۹۔ خزائن ج۱۸ ص۴۷۷) پر لکھتا ہے:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے　　من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

(یعنی انبیاء اگرچہ بہت ہوئے مگر میں بھی تو کسی سے کم نہیں)

دوستو! بتاؤ گستاخی کس چیز کا نام ہے۔ اس سے بڑھ کر حضور کی گستاخی اور کیا ہو گی جو صاف لفظوں میں کہہ رہا ہے کہ کسی نبی سے کم نہیں۔

{ لو صاحب اس سے بڑھ کر لو۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۹ (خزائن ج۲۲ ص۹۲) میں یوں درفشانی کی ہے:

آسمان سے کئی تخت اترے، پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ (توبہ نعوذ باللہ)۔

اور سنو اعجاز احمدی صفحہ ۶۹ (خزائن ج۱۹ ص۱۷۰) میں لکھا ہے:

تکدّر ماء السابقین و عیننا　　　الی آخر الایام لا تتکدّر

پہلوں کا پانی مکدر ہو گیا۔ ہمارا پانی اخیر زمانہ تک مکدر نہ ہو گا۔

اور تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۰ (خزائن ج۱۷ ص۱۵۳) میں مرزا صاحب نے لکھا ہے:

نبی کریم کے معجزات تین ہزار تھے، میرے معجزات دس لاکھ سے زیادہ ہیں۔

مرزائی دوستو! سچ کہنا کہ اس میں حضور ﷺ سے اپنے آپ کو مرزا نے بڑھایا ہے یا نہیں؟ بتاؤ دس لاکھ وہ کون سے معجزے ہیں؟ ہمارے سامنے تو ایک ہی پیش کیا کہ محمدی بیگم میرے

نکاح میں آئے گی (مگر آہ ! عشق تیرا ستیاناس) وہ بھی نکاح میں نہ آئی جس کے باعث آج کلنک کا ٹیکہ مرزائی امت پر باقی رہ گیا جو قیامت تک اتر نہیں سکتا۔ گویا یہ پیش گوئی ساری دنیا کے سامنے پیش کرنے سے مرزا صاحب کا یہ مقصود تھا کہ اگر محمدی بیگم میرے نکاح میں نہ آوے تو میں جھوٹا۔ مگر خدا تعالی نے ایسا صاف فیصلہ کر دیا کہ مرزا صاحب دنیا سے خالی ہاتھ گئے اور محمدی بیگم نہ ملی۔ جس کا افسوس آج مرزائی بھی کر رہے ہیں۔

☆ مرزا کے بیٹے محمود کا عقیدہ :

(مرزا قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے جو اسلام کی اشاعت کے لئے دوبارہ دنیا میں آیا۔

(کلمۃ الفصل۔ص ۱۵۸)

ہر شخص محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ سکتا ہے۔(اخبار الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء ص ۵)

مرزا کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ جون ۱۹۲۹ء)

رسول کریم کی کئی دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔(الفضل ۴ مارچ ۱۹۲۷ء ص ۵۔ ج ۱۴ نمبر ۷۰)

مرزا صاحب عین محمد تھے۔(ذکر الہی۔ص ۲۰)

مرزا صاحب کی روحانیت نبی کریم سے اقوی، اکمل اور اشد ہے (کلمۃ الفصل۔ص ۱۴۷)

حضرات آپ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے کا عقیدہ سن چکے عقیدہ ہیں۔ اب آپ پر ہی ہم انصاف چھوڑتے ہیں کہ یہ لوگ اگر چہ ظاہری کلمہ گو ہیں مگر جب حضور ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ ہے تو کیا آپ انہیں مسلمان کہیں گے۔ جس شخص کے دل میں ذرا سا بھی ایمان ہے وہ کبھی بھی ان باتوں کو سن نہیں سکتا۔ چہ جائے کہ ایسا خبیث عقیدہ رکھنے والے کو مسلمان کہے۔ اللہ تعالی مسلمانوں کو ان کے فتنہ سے بچائے۔ آمین (اس موقع پر ریویو جون ۱۹۲۹ء کے حوالہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہفوات مرزا کی یہ طباعت جون ۱۹۲۹ء کے بعد کی ہے اور اس میں صاف طور پر مرزائی خلیفہ کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ بہاء)

} توہین عیسیٰؑ

سب سے پہلے یہ بات قابل یاد ہونی چاہیے کہ اسلام نے ہم کو یہ ہرگز تعلیم نہیں دی کہ اگر کوئی شخص خبیث الباطن ہمارے آقا سردار دو جہاں محمد ﷺ کی شان میں کوئی ہتک آمیز کلمہ کہے تو اس کے مقابل کسی ایسے نبی کی شان میں ان کے مقابلہ میں گستاخی کریں جس کو وہ نبی مانتا ہو مثلاً عیسائی لوگ حضرت عیسیٰؑ کو نبی مانتے ہیں۔ اگر کوئی عیسائی نبی کریم ﷺ کے حق میں گستاخی کرے

تو ہم حضرت عیسیٰؑ کو گالی دیں، یہ ہرگز شریعت نے ہمیں نہیں سکھایا۔ دوسری بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور یسوعؑ یہ ایک ہی نبی کے نام ہیں دو نہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی توضیح المرام صفحہ ۴ (خزائن ج ۳ ص ۵۲) پر فرماتے ہیں:

بائیبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں۔ ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسی ویسوع بھی کہتے ہیں۔

جب یہ ثابت ہوا کہ یسوع، عیسیٰؑ ہی ہیں تو پھر جب یسوع کو گالی دی جائے گی وہ حضرت عیسی ہی کو دی جائے گی۔ اب سنیئے مرزا قادیانی ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ حاشیہ (خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱) میں حضرت یسوع کے بارے میں یہ تحریر فرماتے ہیں:

اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو، تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔ اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے اور کچھ نہیں تھا.. آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا.. آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شائد اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔

اور کشتی نوح ص ۶۵ حاشیہ (خزائن۔ج ۱۹ ص ۷۱) میں لکھا ہے:

یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسی علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شائد کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے

چشمہ مسیحی ص ۱۱ (خزائن ج ۲۰ ص ۳۴۶) پر لکھا ہے کہ:

تعجب ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انجیر کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اس پر بددعا کی اور دوسروں کو دعا کرنا سکھلایا۔ اور دوسروں کو یہ بھی حکم دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو، مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی

بزرگوں کو ولد الحرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت گالیاں دیں اور برے برے ان کے نام رکھے۔ اخلاقی معلم کا فرض یہ ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھلا وے۔ پس کیا ایسی تعلیم ناقص جس پر انہوں نے آپ بھی عمل نہ کیا خدا تعالی کی طرف سے ہوسکتی ہے؟

اور مکتوبات احمدیہ صفحہ ۲۳۔۲۴۔ جلد ۳ میں ہے:

مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار۔ متکبر، خود بین، خدائی کا دعوی کرنے والا۔

اعجاز احمدی۔ صفحہ ۲۵۔۲۶ (خزائن۔ ج ۱۹ ص ۱۳۵) میں فرماتے ہیں:

غرض حضرت مسیح کا یہ اجتہاد غلط نکلا۔ اصل وحی صحیح ہوگی مگر سمجھنے میں غلطی کھائی۔ افسوس ہے کہ جس قدر حضرت عیسی علیہ السلام کے اجتہادات میں غلطیاں ہیں اس کی نظیر کسی نبی میں بھی پائی نہیں جاتی۔ شائد خدائی کے لئے یہ بھی ایک شرط ہوگی۔ مگر کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کے بہت سے غلط اجتہادوں اور غلط پیش گوئیوں کی وجہ سے ان کی پیغمبری مشتبہ ہوگئی ہے۔ ہرگز نہیں۔

{ عیسیؑ کے معجزات سے انکار:

قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں حضرت عیسیؑ کے معجزات بیان کرتے ہوئے یہ بھی معجزہ بیان کیا ہے کہ آپ مٹی سے جانور کی شکل بنا کر بحکم الہی پھونک دیتے تھے تو وہ جانور ہوکر پرواز کرتا تھا، مگر مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۳۔۳۰۴ (خزائن۔ ج ۳ ص ۲۵۴۔۲۵۵) میں فرماتے ہیں کہ:

خدا تعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے... کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری (بڑھئی) کا کام کرتے رہے۔

حضرات! دیکھا ایک تو معجزہ سے انکار، اور دوسرے حضرت عیسیؑ کا باپ یوسف نجار کو ثابت کیا۔ استغفر اللّٰہ۔ یہ عقیدہ یہود کا تھا، مسلمان تو حضرت عیسیؑ کو بے باپ جانتے ہیں اور قرآن مجید اس پر شاہد ہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۹ (خزائن ۔ج ۳ ص ۲۵۷۔۲۵۸) میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ جو زندہ کرتے تھے تو صرف یہ عمل ترب (مسمریزم) تھا۔ مرزا قادیانی کی عبارت ملاحظہ ہو:

یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل (ترب) ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں ۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالی کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

اللہ رے اللہ ، مسیح کے کارنامہ کو قابل نفرت اور مسمریزم سے تعبیر کرنا یہ صرف مرزا کا حق ہے، کسی مسلمان نے آج تک یہ گندہ عقیدہ نہ رکھا تھا۔

حضرات ! عام طور پر مرزائی کہا کرتے ہیں کہ یسوع کو کہا ہے، مگر آپ نے دیکھ لیا کہ ان عبارات میں یسوع بھی اور حضرت عیسی اور ابن مریم کے الفاظ بھی موجود ہیں ۔ اب تاویل کی گنجائش نہیں ۔ نام لے کر گالیاں دی ہیں ۔ اللہ تعالی مسلمانوں کو ان بے دینوں سے بچائے ۔ آمین

{ قادیانی تحریروں میں توہین صحابہ

حضرت ابو ہریرہؓ یہ وہ صحابی ہیں جن سے بے شمار احادیث مروی ہیں ۔ حضور ﷺ کو بہت پیارے تھے ہر وقت آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے ۔ نہایت ذہین اور روشن ضمیر تھے ۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ میں نے جنت میں اپنے آگے تیرے جوتے کی آہٹ سنی کہ تو جا رہا ہے۔ تو کیا عمل کرتا ہے کہ تجھ کو یہ مرتبہ حاصل ہوا ۔ ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ حضور ﷺ اور تو کچھ عمل نہیں کرتا صرف یہ ہے کہ جب وضو کرتا ہوں تو دو نفل پڑھ لیتا ہوں ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بس اسی کی وجہ سے تجھ کو یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے ۔ مگر مرزا قادیانی نے اس صحابی ابو ہریرہؓ سے بھی بدلہ لے کر چھوڑا۔

اعجاز احمدی صفحہ ۱۸ (خزائن ج ۱۹ ص ۱۲۶ ۔ ۱۲۷) میں لکھتا ہے :

بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ جن کی درایت (سمجھ) عمدہ نہیں تھی عیسائیوں کے اقوال سن کر جو ارد گرد رہتے تھے، پہلے کچھ یہ خیال تھا کہ عیسی آسمان پر زندہ ہے جیسا کہ ابو ہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔

مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے کہ ایسے جلیل القدر صحابی کو بے سمجھ لکھنا یہ بے دینی نہیں تو اور کیا ہے؟

} تمام اہل اسلام، امام حسینؓ کی فضیلت اور بزرگی کے قائل ہیں۔ ان کی گستاخی یا ہتک کو بے دینی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ان کے فضائل بہت سے ہیں جن میں سے ہم صرف ایک حدیث بیان کر دیتے ہیں جو ابن ماجہ ج اول صفحہ ۱۳ پر ہے:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من احبّ الحسن و الحسین فقد احبّنی و من ابغضھما فقد ابغضنی (یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں جس نے حسن اور حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے انہیں برا سمجھا اور ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا)۔

اب اس حدیث کے بعد ہم آپ ناظرین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے امام صاحب کی سخت توہین کی ہے اور اپنے آپ کو امام حسین سے بڑھ کر لکھا ہے۔ چنانچہ دافع البلاء صفحہ ۱۳ (خزائن۔ ج ۱۸ ص ۲۳۳) میں لکھتے ہیں:

اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسینؓ تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔

اور اعجاز احمدی صفحہ ۵۳ (خزائن ج ۱۹ ص ۱۶۴) میں ہے:

و قالوا علی الحسنین فضل نفسہ   اقول نعم و اللّٰہ ربّی سیظھر

(اور انہوں نے کہا کہ اس شخص نے امام حسن، حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا۔ میں کہتا ہوں ہاں، اور میرا خدا عنقریب ظاہر کر دے گا)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۸۱ (خزائن ج ۱۹ ص ۱۹۳) میں یوں لکھا ہے:

و انی قتیل الحبّ لکن حسینکم   قتیل العدی فالفرق اجلی و اظھر

(میں خدا کی محبت میں کشتہ ہوا ہوں لیکن حسین تمہارا دشمنوں کا کشتہ ہے، پس فرق کھلا کھلا ظاہر ہے)

اور اعجاز احمدی صفحہ ۶۹ (خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۱) پر لکھا ہے:

شتّان ما بینی و بین حسینکم   فانّی اؤیّد کلّ آن و انصر

(مجھ میں اور تمہارے حسین میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے)

علاوہ اس کے اور بھی بہت اشعار ہیں جن میں سخت توہین کی ہے، مگر اختصار مقصود ہے۔

{ قادیانی تحریروں میں معاصر مسلمانوں کی توہین :

آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۷۔۵۴۸ (خزائن ج ۵ ص ایضاً) پر لکھا ہے کہ،

تلک کتب ینظر الیھا کل مسلم بعین المحبّة و المودة و ینتفع من معا رفھا و یقبلنی و یصدق دعوتی ۔ الّا ذریّة البغا یا الّذین ختم اللّٰه علی قلوبھم فھم لا یقبلون۔

ہر مسلمان میری تصدیق کرے گا، مجھے قبول کرے گا، مگر بدکار عورتوں کے بچے، وہ تسلیم نہ کریں گے۔

اور نجم الہدیٰ صفحہ ۵۳ (خزائن ج ۱۴ ص ۵۳) پر یوں تحریر ہے:

انّ العدا صاروا خنا زیر الفلا و نساء ھم من دونھنّ ا لا کلب

(دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوئے۔ اوران کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں)

اور انجام آتھم صفحہ ۲۱ (خزائن ج ۱۱ ص ایضاً) میں مرزا نے تمام مولویوں کو یہ لکھا ہے:

اے بدذات فرقہ مولویاں۔

اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی جو شیخ الہند مشہور ہیں جن کے فیض سے دنیائے عالم میں علم حدیث کا چرچا ہوا، ان کے حق میں نہایت ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں جیسا کہ:

نالائق نذیر حسین اور اس کے ناسعادت مند شاگرد محمد حسین کا یہ سراسر افتراء ہے

(انجام آتھم ۔ص ۴۵؛ خزائن ج ۱۱ ص ۴۵)۔

حضرات! یہ تہذیب مرزا بطور نمونہ پیش خدمت ہے ورنہ ایسی خرافات بہت سی ہیں جن کے ذکر سے اندیشہ طوالت ہے۔

(احتساب قادیانیت جلد ۸ کے صفحات ۱۴۸ تا ۱۵۶ سے مناسب اڈیٹنگ کے بعد نقل کیا گیا۔ بہاء)

مرقع قادیانی

مرقع قادیانی ۱۹۰۷ء میں زیر ادارت مولانا ثناء اللہ امرتسری ماہنامے کی صورت میں جاری ہوا جو مرزا غلام احمد قادیانی کی موت (۱۹۰۸ء) کے بعد بند ہوگیا۔ یوں اس کا دور اول اختتام پذیر ہوا۔ دور اول کے اس کے فائل سے مفید اور دل چسپ مضامین جنوری ۱۹۱۷ء میں اسی نام کے رسالہ کی صورت میں منیجر اخبار اہل حدیث امرتسر نے میں شائع کیے، جنہیں احتساب قادیانیت کی جلد ہشتم میں صفحہ ۴۷۲ سے صفحہ ۴۲۸ تک نقل کیا گیا ہے۔ یہ سب مضامین حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم کے تحریر فرمودہ ہیں اور ان سو سالہ قدیم تحریروں کو مناسب قطع و برید کے بعد ذیل کے صفحات میں لباس جدید میں نذر قارئین کیا تا ہے۔

☆ ڈوئی کی موت پر قادیانی الہام بافی

مرزا صاحب کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ جس وقت وہ الہام شائع کرتے تھے اس وقت خود ان کو یہ خبر نہیں ہوتی تھی کہ آئندہ کو کیا پیش آئے گا۔ اس لئے جیسا وقوعہ پیش آتا، نکتے چھانٹا کرتے تھے۔ امریکہ میں ایک شخص ڈاکٹر ڈوئی تھا جس نے مرزا جی کی طرح نبوت کا دعوی کیا تھا، جس پر کرشن جی قادیانی (مرزا) کو غصہ آیا کہ، اب یہ ہیں؟ ایک ہم اور ایک تو؟ یاد رکھ:

ہم اور غیر دونوں یک جا بہم نہ ہوں گے   ہم ہوں گے وہ نہ ہونگے وہ ہونگے ہم نہ ہونگے

مگر وہ کوئی ایسا کوہ وقار تھا کہ اس نے کبھی پھر بھی نہ دیکھا کہ پیچھے کون آتا ہے۔ خدا کی شان قضاء الٰہی سے وہ فوت ہوگیا۔ بس تو مرزا صاحب بن آئی اور وہ مع مریدوں کے بغلیں بجانے لگے۔ چنانچہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء کے اخبار الحکم میں ایک مضمون نکلا جو یہ ہے:

حضرت مسیح موعود کا صدق کھل گیا اور کذاب ومفتری ڈوئی مرگیا

بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر   چشم بکشا کہ بر چشم نشا نیست کبیر

امریکہ کے کذاب ومفتری ڈاکٹر جان الگزینڈر ڈوئی کے نام سے الحکم کے ناظرین اور انڈیا کی مذہبی دنیا بخوبی واقف ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے الیاس اور عہد نامہ کا

رسول ہونے کا دعوی کیا تھا۔ اور بالآخر اس نے مسلمانان عالم کی ہلاکت کی پیش گوئی بڑے زور شور سے .... کی تھی جس پر حضرت حجۃ اللہ (مرزا) نے ۱۹۰۲ء کی تیسری سہ ماہی میں اس کا جواب انگریزی زبان میں بکثرت امریکہ میں شائع کیا تھا۔ اور ستمبر ۱۹۰۲ء کے اردو میگزین میں اس کا ترجمہ دیا گیا تھا۔ اور اخبارات کے سلسلہ میں بھی اس کا ذکر کیا گیا۔ اس پیشگوئی کا خلاصہ یہ تھا کہ کاذب صادق کی زندگی میں ہلاک ہو جائے گا۔

دیکھئے کس زور کی عبارت ہے اور کس مضبوطی سے دعوی ہے۔ مگر ناظرین آگے چل کر جان لیں گے کہ یہ مضبوطی نہیں بلکہ ڈھٹائی ہے۔ خیر اس کے جواب میں ہم نے اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ.. مارچ ۱۹۰۷ء میں ایک مضمون لکھا جو یہ ہے:

کرشن قادیانی اور امریکن ڈوئی

ہمارے مرزا صاحب قادیانی کی طرح امریکہ میں بھی ایک شخص ڈاکٹر ڈوئی تھا جس نے بھی نبوت کا دعوی کیا تھا۔ اب اس کے مرنے کی خبر آئی ہے۔ جس پر قادیانی کرشن کی پارٹی مارے خوشی کے آپے سے باہر ہوئے جاتی ہے کہ ہمارے کرشن کی پیش گوئی ثابت ہوگئی۔ اس لئے ہم ان بہادروں سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ بتلاؤ تمہارے کرشن جی قادیانی نے کب پیش گوئی کی تھی۔ اس کی تاریخ مع اصلی الفاظ کے ظاہر کرو۔ مگر یاد رکھنا مولوی اسماعیل مرحوم علی گڈھی اور مولوی غلام دستگیر قصوری کے معاملہ کی طرح اس کو بھی خورد برد نہ کر جانا۔ بلکہ بہت جلد ہمارا معقول جواب دے دینا۔ بدر اور الحکم وغیرہ کے اڈیٹرو! تمہیں تو کھانا حرام ہے جب تک مہاتما کرشن جی کی اصل پیش گوئی مع تاریخ شائع نہ کرو۔ تا سیہ روئے شود کہ دروغش باشد

اس کو دیکھ کر الحکم کے اڈیٹر نے الحکم مورخہ ۱۹ مارچ (ص ۱۵) میں جواب دیا۔ جو یہ ہے:

کیا ثناء اللہ مان لے گا؟

امرتسری منکر مولوی ثناء اللہ عجیب وغریب مذبوحی حرکات کرنے کا عادی ہے اور اس کی چشم بینا ایسی بند ہے کہ وہ دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا اور سنتا ہوا نہیں سنتا۔ جب کوئی نشان پورا ہوتا ہے تو اپنے اسلاف منکروں کے نقش قدم پر چل کر کہہ دیتا ہے سحر مّستمر۔ ڈاکٹر ڈوئی مفتری رسول کی موت کی پیش گوئی پوری ہونے پر وہ مجھے کہتا ہے کہ تمہیں

کھانا حرام ہے جب تک مہا تما کرشن جی کی اصل پیش گوئی مع تاریخ شائع نہ کرو۔
تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔ میں امرتسری منکر کی قسم کی پروا کرتا ہوں کہ اور:
دروغ گو را تا بخانہ اش باید رسانید، پر عمل کرنے کے لئے اسے الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۲، ۱۳، ۱۴ کے پڑھنے کی تکلیف دیتا ہوں جہاں پیش گوئی کے اصل الفاظ درج ہیں۔ اب اگر ثناء اللہ راست باز ہے تو اسے تسلیم کرے اور اگر وہ خدا تعالی پر ایمان رکھتا ہے تو سچائی سے اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور تکذیب سے باز آئے۔

اس جواب میں اڈیٹر الحکم نے ہمارے جواب کے لئے ۱۷ مارچ کے الحکم کا حوالہ کافی سمجھا، جس میں اس نے پیش گوئی کا خلاصہ یہ لکھا تھا کہ:

کاذب صادق کی زندگی میں ہلاک ہو جائے گا۔

مگر ناظرین بانصاف غور کریں کہ ہم نے جو سوال کیا تھا وہ ڈوئی کے متعلق اصل عبارت سے تھا، نہ کہ اس کے خلاصے کے متعلق۔ خلاصہ تمہارا تو اسی قسم کا ہوتا ہے کہ اصل عبارت تو تھی پندرہ ماہ کے اندر آتھم مر جائے گا، مگر اس کو چھانٹتے چھانٹتے آخر ایسا تناسخ کے چکر میں ڈالا کہ اس کی اصلی اور نقلی صورت میں اس سے زیادہ فرق معلوم ہوتا ہے جو بقاعدہ تناسخ بداعمال انسان کو بدکرداری کی وجہ سے انسانی شکل سے کتے اور بلّے کی جون نصیب ہوتی ہے۔ مگر ہوشیار اڈیٹر سمجھ گیا کہ ہماری پکڑ کوئی معمولی نہیں، اس لئے اس نے اپنے بزرگ کی طرح چالاکی سے اصل عبارت کو چھپا کر اس کے خلاصہ کا حوالہ بتلایا۔ پھر خلاصہ بھی وہ جس کو دیکھ کر سوال پیدا ہوا تھا۔

مرزائی پارٹی کا ایک اعلی لیڈر جو گو مرزائی تقلید میں پھنسا ہوا ہے تاہم اس کے قلم سے کبھی کبھی سچ نکل جایا کرتا ہے یعنی قادیانی ریویو کا اڈیٹر (مولوی محمد علی ایم اے) لکھتا ہے:

ہم نہیں کہتے کہ کوئی شخص بلا تحقیق حضرت مسیح موعود (مرزا) کی پیش گوئیوں کو آمنا وصدقنا کہہ دے۔ بلکہ ہم صرف انہیں اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ محقق نظر سے غور کریں۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ اپریل ۱۹۰۷ء۔ ص ۱۴۳)

اس لئے جس کتاب کا اڈیٹر الحکم نے حوالہ دیا ہے، ہم اسی سے اصل عبارت نقل کرتے ہیں۔ مگر ان کی طرح خلاصہ نہیں بلکہ اصل مضمون لفظ بلفظ سناتے ہیں۔ ناظرین بغور سنیں۔

مرزا صاحب ریویو آف ریلی جنز بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء میں صفحہ ۳۴۴ پر لکھتے ہیں:

رہے مسلمان، سو ہم ڈوئی صاحب کی خدمت میں باادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ

میں کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی حاجت کیا ہے۔ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا خدا ہے یا ہمارا خدا۔وہ بات یہ ہے کہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیش گوئی نہ سنائیں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کر دیں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے۔کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی جانتا ہوں (یہاں تو یسوع کو نبی لکھا گیا مگر ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷۔۶ پر اسی یسوع کو خوب گالیاں سنائی ہیں۔مرزائیو! ان دونوں مقاموں کو دیکھ کر اللہ سے ڈر کر فیصلہ کرو۔ثناء اللہ) اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔چاہیے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے۔اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہنچے گی تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کرونگا۔اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھ دونگا۔اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے اور تمام عیسائیوں کیلئے حق کی شناخت کے لئے ایک راہ نکل آئے گی۔

میں نے ایسی دعا کے لئے سبقت نہیں کی بلکہ ڈوئی نے کی۔اس سبقت کو دیکھ کر غیور خدا نے میرے اندر یہ جوش پیدا کیا۔یاد رہے کہ میں اس ملک میں معمولی انسان نہیں ہوں ۔میں وہی مسیح موعود ہوں جس کا ڈوئی انتظار کر رہا ہے۔صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود ۲۵ برس کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا اور میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا، اور وہ میں ہی ہوں۔صدہا نشان زمین سے اور آسمان سے میرے لئے ظاہر ہو چکے، ایک لاکھ کے قریب میرے ساتھ جماعت ہے جو زور سے ترقی کر رہی ہے۔

ڈوئی بے ہودہ باتیں اپنے ثبوت میں لکھتا ہے کہ میں نے ہزار ہا بیمار توجہ سے اچھے کئے ہیں۔ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیوں پھر اپنی لڑکی کو اچھا نہ کر سکا، اور وہ مر گئی، اور اب تک اس کے فراق میں روتا ہے، اور کیوں اپنے اس مرید کی عورت کو اچھا نہ کر سکا جو بچہ جن کر مر گئی، اور اس کی بیماری پر بلایا گیا، مگر وہ گذر گئی۔یاد رہے کہ اس ملک کے صدہا عام لوگ اس قسم کے عمل کرتے ہیں اور سلب امراض میں بہتوں کو مشق ہو جاتی ہے اور کوئی ان کی بزرگی کا قائل نہیں ہوتا۔پھر امریکہ کے سادہ لوحوں پر نہایت تعجب ہے کہ وہ کس خیال میں پھنس گئے۔کیا ان کے لئے مسیح کو ناحق خدا بنانے کا بوجھ کافی نہ

تھا کہ یہ دوسرا بوجھ بھی انہوں نے اپنے گلے میں ڈال لیا۔

اگر ڈوئی اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور در حقیقت یسوع مسیح خدا ہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہو جائے گا۔ کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے۔ لیکن اگر اس نے اس نوٹس کا جواب نہ دیا اور اپنے لاف گزاف کی نسبت دعا کر دی اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کے لئے ایک نشان ہو گا مگر شرط یہ ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری سے یا بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے یا کسی درندے کے پھاڑنے سے نہ ہو۔

اور ہم اس جواب کے لئے ڈوئی کو تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو۔ آمین۔ (ریویو آف ریلیجنز ج ۱ نمبر ۹۔ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۳۴۴۔۳۴۵)

یہ ہے اصل عبارت۔ اس میں مرزا صاحب نے ڈاکٹر ڈوئی کو چیلنج دیا ہے کہ وہ دعا کرے کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے۔ یہ نہیں کہ بطور پیش گوئی اعلان کر دیا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے گا۔ مرزئیو! تمہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ جملہ انشائیہ اور جملہ خبریہ میں کیا فرق ہوتا ہے۔

معزز ناظرین! خدارا ذرا کرشن جی کی اصلی عبارت دیکھتے جائیں کہ اس میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا ملتا ہے جس کا یہ مطلب ہو، یا مرزا صاحب نے اعلان اور اخبار کے طور پر کہا ہو کہ ہم (مرزا اور ڈوئی) میں سے جو جھوٹا ہو گا سچے سے پہلے مر جائے گا؟ بلکہ یہی لکھا گیا ہے کہ ڈوئی یہ دعا کرے کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے۔ لیکن ڈوئی نے کرشن جی کو دیہاتی سمجھ کر منہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا کہ کیا کہتا ہے۔ اس نے ہرگز یہ دعا نہیں کی بلکہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا کہ قادیان میں کون رہتا ہے۔ چنانچہ مرزا جی کے رسالہ ریویو ہی سے اس کا ثبوت ملتا ہے، جہاں لکھا ہے:

باوجود کثرت اشاعت پیش گوئی کے ڈوئی نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اپنے اخبار.. میں اس کا کچھ ذکر کیا۔ (ریویو۔ ج ۶ نمبر ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۲)

یہ عبارت باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ ڈوئی نے مرزا صاحب کے حسب منشاء دعا نہیں کی۔ پس جب اس نے دعا نہیں کی تو پھر یہ پیش گوئی یا مباہلہ نہ ہوا۔ بلکہ یوں کہیے کہ بغیر مباہلہ کے ڈاکٹر ڈوئی کا مرزا صاحب کی زندگی میں مرنا مرزا صاحب کے مباہلہ کی تردید اور کرشن جی کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوا کہ اس کی عمر ہی اتنی تھی۔

اگر وہ مباہلہ کر لیتا تو دو حال سے خالی نہ تھا۔ یا تو مرزا صاحب کی زندگی میں مرتا، تو

ثابت ہوتا کہ ان کے مباہلہ یا دعا کا اثر ہے، وہ اپنی اجل سے نہیں مرا۔ اور اگر مرزا صاحب کے بعد مرتا تو کھلی تکذیب ہوتی۔ غرض یہ ہے کہ مرزا صاحب کے حسب منشاء نہ تو ڈوئی نے دعا کی اور نہ ان کے چیلنج کو قبول کیا اس لئے وہ اس پیش گوئی سے نہیں مرا، بلکہ اپنی مقررہ اجل پر مرا ہے، جس کو مرزا صاحب کی صداقت اور نبوت سے کچھ تعلق نہیں۔

تعجب ہے مرزائیوں کے انصاف پر کہ کس آن بان سے اس واقعہ کو پیش گوئی لکھتے ہیں حالانکہ جس شرط پر یہ پیش گوئی ہونی تھی وہ شرط متحقق ہی نہیں ہوئی، یعنی ڈوئی نے حسب درخواست مرزا صاحب دعا نہیں کی۔ چونکہ یہ بات بہت ہی واضح ہے کہ اذا فات الشرط فات المشروط۔ جب شرط متحقق نہیں تو مشروط بھی ثابت نہیں۔ یعنی جب ڈوئی نے دعا نہیں کی تو مباہلہ بھی نہ ہوا۔ اس لئے قادیانی ریویو کا ہشیار اڈیٹر لکھتا ہے:

> جب وہ (ڈوئی) نہ تو اسلام کے متعلق دریدہ ذہنی سے باز آیا اور نہ ہی کھلے طور پر میدان میں نکلا، تو حضرت مسیح موعود نے ایک اور اشتہار جاری کیا۔ اس اشتہار کا عنوان تھا، بگٹ اور ڈوئی کے متعلق پیش گوئیاں۔
>
> جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہوتا ہے، اب یہ خالی مباہلہ کی دعوت نہیں رہی تھی۔ بلکہ اس میں صراحت کے ساتھ ڈوئی کی ہلاکت کی پیش گوئی کی گئی تھی۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ ج ۶ نمبر ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۲)

اس عبارت سے دو امر ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ اس اشتہار سے پہلے کی تمام تحریریں مباہلہ یا پیش گوئی نہ تھیں، بلکہ دعوت مباہلہ تھی۔ دوسرا امر یہ ثابت ہوا، کہ اس اشتہار میں، جس کا ذکر اس منقولہ عبارت میں ہے، صاف پیش گوئی کی گئی ہے۔ مگر ہم بڑے افسوس سے کہتے ہیں کہ،

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　　جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

آخر اس اشتہار کو جو اڈیٹر مذکور نے نقل کیا تو پہلے اس میں بھی یہ فقرے موتیوں کی طرح جڑے ہوئے نظر آئے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

> مسٹر ڈوئی آخر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتہً یا اشارۃً میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا، تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دار فانی کو چھوڑے گا۔ یاد رہے کہ اب تک ڈوئی نے میری درخواست مباہلہ کا کچھ جواب نہیں دیا اور نہ اپنے اخبار میں کچھ شروع کیا ہے۔ اس لئے میں آج کی تاریخ سے جو ۲۳۔ اگست

۱۹۰۳ء ہے، اس کو پورے سات ماہ کی مہلت دیتا ہوں ۔ اور اگر وہ اس مدت میں میرے مقابلہ پر آ گیا اور جس طور سے مقابلہ کرنے کی میں نے تجویز کی ہے جس کو میں شائع کر چکا ہوں اگر تجویز کو پورے پورے طور پر منظور کر کے اپنے اخبار میں عام اشتہار دے دیا تو جلد تر دنیا دیکھ لے گی کہ اس مقابلہ کا انجام کیا ہوگا۔

(ریویو ج ۶ نمبر۴، بابت اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۴۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۶۱۹۔۶۲۰)

باوجود اس صاف سیدھی تحریر کے اڈیٹر ریویو اپنی عقل و دانش کو بالائے طاق رکھ کر لکھتا ہے کہ اس اشتہار میں مفصلہ ذیل امور خاص طور پر قابل توجہ ہیں:

۱۔ یہ اشتہار پہلی چٹھی کی طرح صرف ایک چیلنج یعنی مباہلہ کی دعوت ہی نہ تھی (یہ لفظ، تھی، صاف ظاہر کرتا ہے کہ پہلی چٹھی مندرجہ ریویو ستمبر ۱۹۰۲ء جس کا حوالہ اڈیٹر الحکم نے دیا ہے کوئی پیش گوئی نہ تھی بلکہ محض دعوت مباہلہ تھی۔ یعنی یہ کہا گیا تھا کہ آؤ مباہلہ کرو۔ باوجود اس قوی شہادت کے نہیں معلوم اڈیٹر الحکم وغیرہ کیوں اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ حالانکہ اہل حدیث میں اس کے متعلق پیش گوئی کے الفاظ مانگے گئے تھے، نہ اس عبارت کے الفاظ جو مباہلہ کی دعوت تھی۔ مباہلہ کی دعوت اور ہے اور مباہلہ اور۔ پھر مباہلہ اور ہے پیش گوئی اور۔ افسوس کہ مرزائی پارٹی کو ان تینوں لفظوں میں تمیز نہیں، یا دانستہ اپنے علم و عقل کے خلاف کر رہے ہیں۔ ثناء اللہ) بلکہ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے اس میں ڈوئی کے انجام اور اس کی ہلاکت کی صریح خبر موجود تھی۔

گو اس فقرہ میں اڈیٹر ریویو نے اپنی کانشنس اور ضمیر کے خلاف کیا ہے تاہم خدا کی طرف سے اس پر جبر کیا گیا تو دوسرے ہی نمبر میں اس کے قلم سے یہ فقرہ بھی نکل گیا:

۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ خاص طور پر توجہ کے لائق ہیں، کہ مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارتاً میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیائے فانی کو چھوڑے گا۔

(ریویو بابت اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۴۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۶۱۹)

ناظرین! اس فقرہ کو بغور دیکھئے.. اس کو اڈیٹر نے موٹے لفظوں میں لکھا ہے۔ پس آپ ذرا انصاف سے بتلائیں کہ ان لفظوں میں کوئی لفظ بھی ایسا ہے جس کے معنی پیش گوئی کے ہیں، یا محض ایک درخواست ہے اور ڈوئی کو بلایا جاتا ہے کہ آؤ ہم سے مباہلہ کرو۔ اڈیٹر ریویو پیش گوئی کے اصلی الفاظ مانگنے والوں پر کھسیانے ہو کر ان کو بے شرم اور بے حیا تو کہتا ہے، مگر ناظرین اسی کے الفاظ میں دیکھ سکتے ہیں کہ بے شرم اور بے حیا کون ہے۔ وہی بے حیا ہے جو اپنی تحریر کے آپ

ہی خلاف کہے۔ پھر اسی اپنے مخالف کلام کو بطور سند پیش کرے۔ لا یفعلہ الّا من سفہ نفسہ۔ مرزائیو! ایمان سے کہنا ایسے شخص کو امام یا لیڈر ماننا کیا اس شعر کا مصداق نہیں:

اذا کان الغراب دلیل قوم   سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب کوئی گمراہ آدمی کسی قوم کا رہنما ہوگا تو وہ گمراہی کی طرف ہی ہدایت کرے گا)

باوجود اس صفائی کے مرزائیوں کی راست بازی کی یہ کیفیت ہے کہ تمام دنیا کو یا تو اندھا جانتے ہیں یا خود ایسے ہیں کہ دنیا بھر میں کوئی ایسا نہ ہوگا۔ چنانچہ اڈیٹر ریویو لکھتا ہے:

وہ خدائی فیصلہ جو حضرت مسیح موعود نے اپنی دعا میں اللہ تعالی سے مانگا تھا کہ اے خدا تو کھلے طور پر ڈوئی کے جھوٹ کو دنیا پر ظاہر فرما۔ وہ فیصلہ ظاہر کر چکا ہے۔ اور جو پیش گوئی اس کے انجام کے متعلق تین سال پہلے امریکہ اور یورپ میں شائع ہو چلی تھی وہ نہایت صفائی سے پوری ہو چکی ہے۔ پیش گوئی میں اللہ تعالی نے یہ بتایا تھا کہ ڈوئی حضرت مسیح موعود (مرزا) کی زندگی میں بڑے بڑے دکھ اٹھا کر اور بڑی بڑی حسرتوں کے ساتھ ہلاک ہو جائے گا۔ (ریویو۔ ج ۶ نمبر ۴۔ بابت اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۹)

پھر کمال ہشیاری یہ ہے کہ بڑی صفائی سے اڈیٹر مذکور لکھتا ہے کہ،

پیش گوئی کے یہ لفظ تھے کہ وہ (ڈوئی) میری آنکھوں کے سامنے اور میرے دیکھتے دیکھتے حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیا کو چھوڑ جائے گا

(ریویو مذکور۔ ص ۱۴۹ سطر ۱۴؛۔ مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۶۱۹)

پس ہم بھی اسی ایک بات پر فیصلہ کرتے ہیں کہ پیش گوئی کے یہ الفاظ دکھا دو تو ہم بھی مان جائیں گے کہ کرشن جی کی یہ پیش گوئی سچی ہوئی۔

مرزائیو! اور مرزا کے اڈیٹرو! اللہ تعالی سے ڈرو۔ انصاف کر کے اور تقوی سے کام لے کر پیشگوئی ے یہ الفاظ دکھا دو۔ نہیں تو یاد رکھو کہ، مرقع قادیانی، تمہارے ہی مقابلہ کے لئے جاری ہوا ہے۔ تم دیکھ لوگے کہ عمر بھر اس تقاضا سے تمہاری جان نہ چھوٹے گی۔ آج تک مرزا جی جس قدر ہمارے مواخذات سے چلاّئے ہیں، اس سے زیادہ چلاّ ؤ گے۔

☆ سچے اور جھوٹے مسیح میں رقابت

آج کل کچھ ایسا دستور ہو رہا ہے کہ بعض دکاندار جب اپنی دکان کا اشتہار دیتے ہیں تو خواہ مخواہ بھی دوسرے دکانداروں کی طرف کوئی نہ کوئی لفظ نوک جھونک کا لکھ دیتے ہیں۔ اور کچھ نہیں تو اتنا ضرور ہی لکھیں گے کہ، جھوٹے دغا بازوں سے بچو۔ یہی حال ہمارے پنجابی متنبّی مرزا صاحب قادیانی کا ہے کہ جب سے آپ نے مسیحیت کا دعویٰ کیا ہے خواہے نخواہے آپ حضرت مسیح کی کسی نہ کسی لفظ میں تحقیر شان کرتے ہی رہتے ہیں آپ نے اپنے ازالہ اوہام میں لکھا:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

(ازالہ اوہام۔ص ۱۵۸۔خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)

پھر (دافع البلاء۔ص ۲۰:۔خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰ میں) لکھا۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

گو اس قسم کی عبارات توہین مسیح میں صاف ہیں لیکن مرزا جی کے معتقدین پھر بھی ان کی تاویلات رکیکہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے آج ہم ایک ایسی عبارت مرزا جی کی توہین مسیح میں تازہ دکھاتے ہیں جس کے دل میں ذرہ بھر بھی حضرات انبیاء خصوصاً حضرت مسیح کی عظمت وعزت ہو گی وہ بھی مرزا صاحب پر نفرین کرے گا۔ اور جان جائے گا کہ قادیانی متنبّی اشتہاری دوکانداروں کی طرح خواہ مخواہ بزعم خود حضرت مسیح کو اپنا رقیب سمجھتا ہے۔ بہر حال وہ عبارت یہ ہے۔

قادیانی اخبار بدر مورخہ ۹ مئی ۱۹۰۷ء میں مرزا صاحب کے کلمات ناطیبات کی ذیل میں لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے فرمایا:

دوبارہ آمد۔ فرمایا ایک دفعہ حضرت مسیح زمین پر آئے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے۔ دوبارہ آ کر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ ان کے آنے کے خواہش مند ہیں۔

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم سے لوگ مشرک ہوئے ہیں حضرت (مرزا) نے اتنا بھی نہ سوچا کہ قرآن مجید تو مسیح کی برأت کرتا ہے اور صاف لفظوں میں کہتا ہے کہ اس نے صرف توحید کی تعلیم دی تھی۔ پھر اس کی عظمت اور بزرگی بتلانے کو وجیھاً فی الدنیا والآخرہ ومن المقرّبین، فرمایا (کہ دین ودنیا میں عزت والا اور خدا کے مقرب بندوں میں سے ہے) مگر مرزا صاحب قادیانی اپنی رقابت کے زعم میں عیسائیوں کی غلطی کو اس پاک نبی اور

برگزیدہ خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

مرزائیو! اب بھی کہو گے کہ تمہارا مہدی اور کرشن، حضرت مسیح کی توہین نہیں کرتا؟

اگر اب بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

(مرقع قادیانی۔ جون ۱۹۰۷ء)

☆ قادیانی مشین میں الہام بافی

قادیانی مشین کے پرزے الہام بافی میں کچھ ایسے تیز ہیں کہ ایک دن میں ہزار ہا الہام بن ڈالتے ہیں۔ الہاموں کا شمار تو ناظرین کو غالباً معلوم ہوگا مگر ان کے بنے جانے کی کیفیت شائد معلوم نہ ہو۔ پس آج ہم اس الہام بافی کی کیفیت بتلاتے ہیں کہ یہ الہام قادیانی مشین میں کس طرح تیار ہوتے ہیں۔ ناظرین غور سے سنیں۔

اپریل (۱۹۰۷ء) کے مہینے میں مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے کاپیاں صحیح کرانے کے لئے منشی غلام محمد کاتب (جو قادیان میں مرزا صاحب کا کام کرتا تھا)، کو خط لکھا کہ بٹالہ میں آکر ہمارا کام کر دو۔ اور اگر تمہیں آنے کی فرصت نہ ہو، تو میں ہی قادیان آجاؤنگا، مگر الگ مکان میں رہونگا۔ اس امر کی اطلاع جب مرزا صاحب کو ہوئی کہ مولوی محمد حسین صاحب قادیان میں آنا چاہتے ہیں تو مرزا صاحب نے کئی ایک دعوتی خط مولوی محمد صاحب کو لکھے جن میں سے چند ایک فقرات ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

جناب مولوی صاحب سلمہ!

بعد دعائے مخلصانہ، میں نے رقعہ آپ کا پڑھ لیا۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ میں ایک سخت ضرورت کے باعث چند روز تک میاں غلام محمد کاتب کو اجازت نہیں دے سکتا۔ آپ میرے پرانے زمانے کے دوست ہیں اور آپ سے مجھے دلی محبت، باوجود اس مذہبی اختلاف کے جو قضاوقدر سے درمیان میں آگیا، ہے جس کو خدائے علیم جانتا ہے۔ آپ بلاتکلف دو تین روز کے لئے یہاں آجائیں۔ کوئی امر مذہبی درمیان میں نہیں آئے گا۔ مجھ سے آپ ہر طرح تواضع پائیں گے۔ اور آپ کا مضمون اس جگہ کے مطبع میں چھپ بھی سکتا ہے۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء۔ خاکسار غلام احمد از قادیان۔

اس خط میں کس لجاجت نرمی اور چاپلوسی سے مولوی صاحب موصوف کو دعوت دے کر

بلایا ہے۔ خیر اس چال کا حشر تو یہ ہوا کہ اتنے میں خاکسار کو اس خط و کتابت کی خبر ہوئی تو بحکم، گونگے کی بولی گونگے کی ماں جانے، خاکسار نے مرزا جی کے مطلب کو پالیا کہ حضرت جی اس میں معجزہ نمائی کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے مولوی (محمد حسین) صاحب کو میں نے فوراً لکھا کہ اتنے کام کے لئے آپ قادیان نہ جائیں۔ میں اپنا کام چھڑا کر آپ کا یہ کام کرا دونگا۔ مولوی صاحب موصوف نے بھی یہی مناسب سمجھا اور امرتسر تشریف لے آئے۔ مگر مرزا صاحب نے چونکہ مولوی صاحب کو بلانے کی بڑی کوشش کی تھی اور ان کو رات دن یہی خیال تھا کہ مولوی صاحب آئے کہ آئے، اس لئے ان کو ۱۱ مئی کو ایک خواب آیا، جو ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء کے بدر میں ان لفظوں میں چھپا کہ:

> رؤیا۔ ...مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو دیکھا کہ وہ ہمارے مکان میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے کسی اپنے آدمی کو کہا کہ مولوی صاحب کو خاطر داری سے کھانا کھلانا چاہیے۔ ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔
>
> اس رؤیا سے معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم، کہ وہ دن نزدیک ہے کہ خدائے تعالیٰ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کو خود رہنمائی کرے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
>
> یہ بھی ایک الہام سے معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ آخر وقت میں ان کو سمجھ دے گا کہ انکار کرنا ان کی غلطی تھی اور یہ کہ میں اپنے دعویٰ مسیح موعود میں حق پر ہوں۔ مگر معلوم نہیں کہ آخر وقت کے کیا معنی ہیں۔ (اخبار بدر۔ ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء۔ تذکرہ طبع ۳ ص ۷۱۸)

اس خواب اور اس خط کو ملانے سے مرزائی الہام بافی کی کیفیت یہ معلوم ہوئی کہ جو امر دن کو آپ کی آنکھوں کے سامنے اور دماغ کے اندر مضبوطی سے جگہ پکڑے ہوتا تھا وہی رات کو خواب آتا تھا۔ اسی کا نام الہام ہے اور اسی کو کہتے ہیں، بلی کو چھچھڑوں کے خواب۔

باقی رہا آپ کا یہ نتیجہ نکالنا کہ مولوی صاحب موصوف آخر کار اپنی غلطی کا اقرار کریں گے اور مجھے مان جائیں گے۔ سو یہ آپ کی پرانی تمنا ہے۔ چنانچہ اعجاز احمدی صفحہ ۵۱ (خزائن ج ۱۹ ص ۱۶۳) میں بھی آپ یہ لکھ چکے ہیں

اقلب حسین یھتدی من یظنّہ　　　عجیب و عند اللہ ھین و ایسر

(کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آجائے گا۔ یہ کون گمان کرسکتا ہے۔ عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے)

مگر انشاء اللہ یہ صرف آپ کی امنگ رہے گی۔ جیسی کہ آج تک آسمانی منکوحہ کے

وصال سے حسرت ہے کہ باوجود آسمان پر نکاح ہو چکنے کے آپ کے دل سے حسرت بھری آہ ہی سننے میں آتی رہی۔ اسی طرح آپ اس حسرت کو بھی سینہ میں ساتھ ہی لے جائیں گے اور مولوی صاحب ممدوح برابر آپ کا سر کوٹتے رہیں گے۔ (مرقع قادیانی۔ جولائی ۱۹۰۷ء)

☆ قادیانی فتویٰ متعلق طاعونی مردے

مرزا جی کی نیرنگیاں جو خاکسار کو معلوم ہیں، کاش مرزا جی کے مریدوں خصوصاً علم و فضل کے مدعیوں کو معلوم ہوں تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی مرید نہیں رہ سکتے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب آپ نے دعویٰ کیا تھا کہ طاعون میرے مخالفوں پر عذاب بھیجا گیا ہے، میرے مرید اس سے محفوظ رہیں گے چنانچہ (کاغذی) کشتی نوح میں لکھا:

> اگر ہمارے لئے آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکا کراتے۔ اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا کہ اس زمانے میں انسانوں کو ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھادے۔ سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا، اور وہ جو کامل پیروی اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ (کشتی نوح ص ۱-۲۔ خزائن ج ۱۹ ص ۱-۲)

اس عبارت کی مزید تشریح کی حاجت نہیں کیونکہ مضمون صاف ہے کہ مرزا جی اور ان کے گھر والے اور ان کے راسخ الاعتقاد مرید فنا فی الشیخ جن کو فنا فی المرزا کہنا بجا ہو طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ اسی مضمون کو مرزا جی نے کتاب مواہب الرحمٰن میں اور بھی واضح کر دیا ہے، جس کے ہم مشکور ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

> لنا من الطاعون امان و لا تخوفونی من هذه النّیران فان النّار غلامنا بل غلام الغلمان (مواہب الرحمٰن ص ۲۴؛ خزائن ج ۱۹ ص ۲۴۲)۔ یعنی ہمارے لئے طاعون سے امان ہے۔ مجھ کو طاعون سے مت ڈراؤ۔ طاعون ہمارا غلام یعنی تابعدار ہے بلکہ غلاموں کا غلام ہے۔

مگر چونکہ مرزا جی کو اپنا اندر کا پول معلوم تھا کہ ڈھول کی آواز ہی آواز ہے، اندر کچھ نہیں ہے، اس لئے آپ نے طاعون زدوں سے بڑی احتیاط اور پرہیز کے حکم صادر کئے۔ یہاں تک کہ مرزا جی کا مقرب، اخبار البدر کا اڈیٹر، محمد افضل جب طاعون ہی سے قادیان میں مرا، تو مرزا

اور مرزائیوں نے اس سے کوئی ہمدردی نہ کی بلکہ جس مسجد میں اس کی چار پائی الگ کی گئی تھی، بحکم مرزا صاحب اس مسجد کے کنویں سے رسی اور ڈول کئی دنوں تک اترا رہا، تا کہ کہیں اس کنویں کا پانی سقے گھروں میں نہ لے آویں۔ نہ اس کے جنازہ پر کوئی گیا۔ اسی طرح قاضی امیر حسین بھیروی کا جوان لڑکا طاعون کی بھینٹ چڑھا، اور مرزائیوں نے اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو افضل مذکور سے کیا تھا، تو قاضی موصوف نے مرزا جی کی خدمت آ کر بہت شور و غل کیا کہ آپکے مرید تو کافروں سے بدتر ہیں۔ کسی میں ہمدردی نہیں۔ یہ نہیں وہ نہیں۔ اس پر مرزا جی کو ہوش آیا تو آپ نے ایک تقریر کی جو ۴ مئی ۱۹۰۵ء کے اخبار بدر قادیان میں چھپی تھی۔ جو یہ ہے:

> اس وقت تمام جماعت کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اپنی جماعت کے اندر طاعون کے بیماروں اور شہیدوں کے ساتھ پوری ہمدردی اور اخوت کا سلوک کرنا چاہیے۔ یاد رکھو تم میں اس وقت دو اخوتیں جمع ہو چکی ہیں۔ ایک تو اسلامی اخوت اور دوسری اس سلسلہ کی اخوت ہے۔ پھر ان دو اخوتوں کے ہوتے ہوئے گریز اور سرد مہری ہو، تو یہ سخت قابل اعتراض امر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کو تم خارج از مذہب سمجھتے ہو اور وہ تم کو کافر کہتے ہیں ان میں ایسے موقع پر سرد مہری نہیں ہوتی۔ جن لوگوں سے یہ سرد مہری ہوتی ہے وہ دو باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے افراط کا اور تفریط کا۔ اگر افراط اور تفریط کو چھوڑ کر اعتدال سے کام لیا جائے تو ایسی شکائت پیدا نہ ہو جب کہ تواصوا بالحق و تواصوا بالمرحمۃ کا حکم ہے تو پھر ایسے مردوں سے گریز کیوں کیا جائے۔ اگر کسی کے مکان کو آگ لگ جائے اور وہ فریاد کرے تو جیسے یہ گناہ ہے کہ محض اس خیال سے کہ میں جل نہ جاؤں اس مکان کو اور اس میں رہنے والوں کو جلنے دے اور جا کر آگ بجھانے میں مدد نہ دے، ویسے ہی یہ بھی معصیت ہے کہ ایسی بے احتیاطی سے اس میں کود پڑے کہ خود جل جائے۔ ایسے موقع پر احتیاط مناسب کے ساتھ ضروری ہے کہ آگ بجھانے میں ان کی مدد کرے۔ پس اسی طریق پر یہاں بھی سلوک ہونا چاہیے۔ اللہ تعالی نے جا بجا رحم کی تعلیم دی ہے کہ یہی اخوۃ اسلامی کا منشاء ہے۔ اللہ تعالی نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ تمام مسلمان مومن آپس میں بھائی ہیں۔ ایسی صورت میں کہ تم میں اسلامی اخوت قائم ہو۔ اور پھر اس سلسلہ میں ہونے کی وجہ سے دوسری اخوۃ بھی ساتھ ہو۔ یہ بڑی غلطی ہوگی کہ کوئی شخص مصیبت میں گرفتار ہو اور قضا و قدر سے اسے

ماتم پیش آ جائے تو دوسرا تجہیز وتکفین میں بھی اس کا شریک نہ ہو۔ ہرگز ہرگز اللہ تعالی کا یہ منشاءنہیں ہے۔آنحضرت ﷺ کے صحابہ جنگ میں شریک ہوتے یا مجروح ہو جاتے تو میں یقین نہیں رکھتا کہ صحابہ انہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہوں۔ یا پیغمبر ﷺ اس بات پر راضی ہو جاتے ہوں کہ وہ ان کو چھوڑ کر چلے جاویں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی وارداتوں کے وقت ہمدردی بھی ہوسکتی ہے اور احتیاط مناسب بھی عمل میں لائی جاسکتی ہے۔اول تو کتاب اللہ سے یہ مسئلہ ملتا ہی نہیں کہ کوئی مرض لازمی طور پر دوسرے کولگ بھی جاتی ہے ، ہاں جس قدر تجارب سے معلوم ہوتا ہے، اس کے لئے بھی نص قرآنی سے احتیاط مناسب کا پتہ لگتا ہے۔ جہاں ایسا مرض ہو کہ وہ شدت سے پھیلی ہوئی ہو، وہاں احتیاط کر لے یہی مناسب ہے۔لیکن اس کے یہ بھی معنی نہیں کہ ہمدردی چھوڑ دے۔خدا تعالی کا ہرگز یہ منشاءنہیں ہے کہ انسان ایک میت سے اس قدر بعد اختیار کرے کہ میت کی ذلت ہو۔اور پھر اسکے ساتھ جماعت کی ذلت ہو۔خوب یاد رکھو کہ ہرگز اس بات کو نہیں کرنا چاہیے جب کہ خدا تعالی نے تمہیں باہم بھائی بنا دیا ہے، پھر نفرت اور بعد کیوں کر ہوسکتا ہے۔اگر وہ بھی مرے گا تو اس کی بھی کوئی خبر نہیں لے گا۔اور اس طرح پر اخوۃ کے حقوق تلف ہو جائیں گے۔خدا تعالی نے دو ہی قسم کے حقوق رکھے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ جو شخص حقوق العباد کی پرواہ نہیں کرتا وہ آخر حقوق اللہ کو بھی چھوڑ دیتا ہے، کیونکہ حقوق العباد کا لحاظ رکھنا یہ بھی تو امر الٰہی ہے جو حقوق اللہ کے نیچے ہے۔

یہ خوب یاد رکھو اللہ تعالی پر توکل بھی کوئی شئے ہے۔ یہ مت سمجھو کہ تم نرے پرہیزوں سے بچ سکتے ہو۔ جب تک خدا تعالی کے ساتھ سچا تعلق نہ ہو، اور انسان اپنے آپ کو کارآمد انسان نہ بنائے اس وقت تک اللہ تعالی اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔خواہ ہزار بھاگتا پھرے۔کیا وہ لوگ جو طاعون میں مبتلا ہوتے ہیں وہ پرہیز نہیں کرتے۔ میں نے سنا ہے کہ لاہور میں نواب صاحب کے قریب ہی ایک انگریز رہتا تھا وہ مبتلا ہو گیا۔حالانکہ یہ لوگ تو بڑے پرہیز کرنے والے ہوتے ہیں۔نرا پرہیز کوئی چیز نہیں جب تک خدا تعالی کے ساتھ سچا تعلق نہ ہو۔پس یاد رکھو کہ حقوق اخوۃ کو ہرگز نہ چھوڑو ورنہ حقوق اللہ بھی نہ رہیں گے۔خدا تعالی ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ طاعون کا سلسلہ جو مرکز پنجاب میں ہو گیا ہے کب تک جاری رہے گا لیکن مجھے بتایا گیا ہے انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم

حتی یغیّروا ما بانفسھم ۔ اللہ تعالیٰ کبھی حالتِ قوم میں تبدیلی نہ کرے گا جب تک لوگ دلوں میں تبدیلی نہ کریں گے ۔ ان باتوں کو سن کر یوں تو ہر شخص جواب دینے کو تیار ہو جاتا ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں استغفار بھی کرتے ہیں پھر کیوں مصائب اور ابتلاء آ جاتے ہیں ۔ اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی باتوں کو جو سمجھ لے وہی سعید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء کچھ اور ہوتا ہے اور سمجھا کچھ اور جاتا ہے اور پھر اپنی عقل اور عمل کے پیمانہ سے ناپا جاتا ہے ۔ یہ ٹھیک نہیں ، ہر چیز جب اپنے مقررہ وزن سے کم استعمال کی جائے تو وہ فائدہ نہیں ہوتا جو اس میں رکھا گیا ہے۔ مثلاً ایک دوائی جو تولہ کھانی چاہیے اگر ایک تولہ کی بجائے ایک بوند استعمال کی جائے تو اس سے کیا فائدہ ہوگا اور اگر روٹی کی بجائے کوئی ایک دانہ کھا لے تو کیا وہ سیری کا باعث ہو سکے گا۔ اور پانی کے پیالہ کی بجائے ایک قطرہ سیراب کر سکے گا ؟ ہرگز نہیں ۔ یہی حال اعمال کا ہے جب تک وہ اپنے پیمانہ پر نہ ہوں وہ اوپر نہیں جاتے ۔ یہ سنت اللہ ہے جس کو ہم بدل نہیں سکتے ۔ پس یہ بالکل خطا ہے کہ اسی ایک امر کو پلے باندھ لو کہ طاعون والے سے پرہیز کریں تو طاعون نہ ہوگا ۔ پرہیز کرو جہاں تک مناسب ہے لیکن اس پرہیز سے باہمی اخوت اور ہمدردی نہ اٹھ جائے ۔ اور اس کے ساتھ ہی خدا سے سچا تعلق پیدا کرو۔ یاد رکھو کہ مردہ کی تجہیز و تکفین میں مدد دینا اور اپنے بھائی کی ہمدردی کرنا صدقات و خیرات کی طرح یہ بھی ایک قسم کی خیرات ہے، اور یہ حق ، حق العباد ہے ، جو فرض ہے جیسے خدا تعالیٰ نے صوم و صلوۃ اپنے لئے فرض کیا ہے اسی طرح اس کو بھی فرض ٹھہرایا ہے کہ حقوق العباد کی حفاظت ہو۔ پس ہمارا کبھی یہ مطلب نہیں ہے کہ احتیاط کرتے کرتے اخوۃ ہی کو چھوڑ دیا جائے ۔ ایک شخص مسلمان ہو پھر سلسلہ میں داخل ہو اور اس کو یوں چھوڑ دیا جائے جیسے کتے کو ... یہ بڑی غلطی ہے ۔ جس زندگی میں اخوت اور ہمدردی نہ ہو، وہ کیا زندگی ہے ۔ پس ایسے موقع پر یاد رکھو کہ اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے تو ہم دردری کے حقوق فوت نہ ہونے پائیں ۔ ہاں مناسب احتیاط بھی کرو مثلاً ایک شخص طاعون زدہ کا لباس پہن لے یا اس کا پس خوردہ کھا لے تو اندیشہ ہے کہ وہ مبتلا ہو جائے ۔ لیکن ہمدردی یہ نہیں بتاتی کہ تم ایسا کرو۔ احتیاط کی رعایت رکھ کر اس کی خبر گیری کرو۔ اور پھر جو زیادہ وہم رکھتا ہو وہ غسل کر کے صاف کپڑے بدل لے ۔ جو شخص ہمدردی کو چھوڑتا ہے وہ دین کو چھوڑتا

ہے۔قرآن شریف فرماتا ہے من قتل نفساً بغیر نفسٍ او فساد .. الآیۃیعنی جوشخص کسی نفس کو بلا وجہ قتل کر دیتا ہے وہ گویا ساری دنیا کوقتل کرتا ہے۔ایسا ہی میں کہتا ہوں کہ اگرکسی شخص نے اپنے بھائی کے ساتھ ہمدردی نہیں کی تو اس نے ساری دنیا کے ساتھ ہمدردی نہیں کی ۔زندگی سے اس قدر پیار نہ کروکہ ایمان ہی جاتا رہےحقوق اخوۃ کوکبھی نہ چھوڑو۔ وہ لوگ بھی تو گذرے ہیں جو دین کے لئے شہید ہوئے ہیں ۔کیاتم میں سےکوئی اس بات پر راضی ہے کہ وہ بیمار ہواورکوئی اسے پانی تک نہ دینے جائے۔ خوفناک وہ بات ہوتی ہے جو تجربہ سے صحیح ثابت ہو۔بعض ملاّ ایسے ہیں جنھوں نے صدہا طاعون سے مرے ہوئے مردوں کوغسل دیا اورانہیں کچھ نہیں ہوا۔آنحضرت ﷺ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ یہ غلط ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کولگ جاتی ہے۔وبائی ایام میں اتنا لحاظ کرے کہ ابتدائی حالت ہوتو وہاں سے نکل جائے۔لیکن جب زورشور ہو تو مت بھاگے۔

حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو کہا تھا کہ تم ابواب متفرقہ سے داخل ہونا۔اس لحاظ سے کہ مبادا کوئی جاسوس سمجھ کر پکڑ نہ لے۔ احتیاط تو ہوئی ،لیکن قضا وقدر کے معاملہ کوکوئی روک نہ سکا۔وہ ابواب متفرقہ سے داخل ہوئےلیکن پکڑے گئے۔پس یاد رکھوکہ سارےفضل ایمان کے ساتھ ہیں۔ایمان کومضبوط رکھو۔قطع حقوق معصیت ہے اورانسان کی زندگی ہمیشہ کے لئےنہیں ہے۔ایسا پرہیز اور بعد (دوری) جوظاہر ہو وہ عقل اورانصاف کی رو سےصحیح نہیں ہے۔ایسے امور سے اپنے آپ کو بچاؤ جو تجربہ میں مضر ثابت ہوئے ہیں۔ یہ جماعت جس کوخدا تعالیٰ نمونہ بنانا چاہتا ہے اگراس کا بھی یہی حال ہو کہ ان میں اخوت اور ہمدردی نہ ہوتو بڑی خرابی ہوگی۔ میں دوسرا پہلو نہ بیان کرتا لیکن مجھے چونکہ سب سے ہمدردی ہے اس لئے اسے بھی میں نے بیان کرنا ضروری سمجھا۔بہرحال باہم ہمدردی ہو۔اوراب میں اس دعا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت سے اس طاعون کواٹھالے۔آمین۔

(اخبار بدر۴مئی ۱۹۰۵ء۔ملفوظات ج ۷ ص ۳۴۹۔۳۵۳)

اس ساری تقریر میں دوتین ہی باتوں کا ذکر ہےجس کوشیطان کی آنت سے بھی حسب عادت لمبا کیا گیا ہے۔وہ باتیں یہ ہیں:

۱۔مرزائیوں میں طاعون ہے اور ضرور ہے۔

۲۔ یہ کہ طاعون متعدی مرض نہیں۔

۳۔ طاعونی مردوں کی بے عزتی نہیں کرنی چاہیے ان کے دفن کفن میں شریک ہونا چاہیے۔

بہت خوب، ہمیں اس سے بحث نہیں ۔ ہمارا مقصود ابھی آ گے ہے مگر اس مقصود سے پہلے ہم ایک لطیفہ بتلانا ضروری جانتے ہیں۔

اس تقریر میں بتایا ہے کہ اس جماعت میں اگر اخوت اور ہمدردی نہ ہو تو بڑی خرابی ہوگی ۔مگر دوسرے ایک موقع پر مرزا جی خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ میرے مرید بدخلق ہیں دتہذیب نامراد ہیں، ناپاک باطن ہیں وغیرہ۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

> حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالی بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص للّٰہیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی ۔سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں ۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ السلام علیک نہیں کر سکتے ۔ چہ جائے کہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں۔ اور انہیں سفلہ اور خودغرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خودغرضی کی بنا پر لڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں ۔اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔ (اشتہار التوائے جلسہ۔ مجموعہ اشتہارات ۔ج ۱ص ۴۴۱ ۔ملحقہ شہادت القرآن از مرزا ص ۹۹۔ روحانی خزائن ج ۶ ص ۳۹۵)

اس مرزائی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی کی تشریف آوری سے اسلام کو کوئی ایسا بڑا فائدہ نہیں ہوا جتنا کہ نقصان ہوا ہے ۔ خیر یہ بھی سہی ، اس سے بھی ہمارا مطلب نہیں بلکہ ہمارا مطلب آگے آتا ہے۔ مرزا جی نے ۱۰۔اپریل ۱۹۰۷ء کے الحکم میں ایک نیا سرکلر جاری کیا جو قابل غور ہے۔آپ فرماتے ہیں:

> یہ دن خدا تعالی کے غضب کے دن ہیں ۔اللہ تعالی نے کئی بار مجھے بذریعہ وحی فرمایا ہے

کہ غضبت غضباً شدیداً۔آج کل طاعون بہت بڑھتا جاتا ہےاور چاروں کی طرف آگ لگی ہوئی۔ میں اپنی جماعت کے واسطے خدا تعالی سے بہت دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو بچائے رکھے۔مگر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جب قہرالٰہی نازل ہوتا ہےتو بدوں کے ساتھ نیک بھی لپیٹے جاتے ہیں اور پھران کا حشر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔ دیکھوحضرت نوح کا طوفان سب پر پڑا (اس کا ثبوت کیا؟ ثناء اللہ)، اور ظاہر ہے کہ ہرایک مرد عورت اور بچے کواس سے پورے طور پر خبر نہ تھی کہ نوح کا دعوی اور دلائل کیا ہیں۔ جہاد میں جوفتوحات ہوئیں وہ سب اسلام کی صداقت کے واسطے نشان تھیں لیکن ہرایک میں کفار کے ساتھ مسلمان بھی مارے گئے۔کافرجہنم کو گیا مسلمان شہید کہلایا۔ایسا ہی طاعون ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان ہے اور ممکن ہے کہ اس میں ہماری جماعت کے بعض آدمی بھی شہید ہوں۔ہم خدا تعالی کے حضور دعا میں مصروف ہیں کہ وہ ان میں اور غیروں میں تمیز قائم رکھے (جب دونوں مرے تو تمیز کیسی۔ثناءاللہ)۔لیکن جماعت کے آدمیوں کو یادرکھنا چاہیے کہ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھنے سے کچھ نہیں بنتا جب تک ہماری تعلیم پر عمل نہ کیا جائے۔سب سے اول حقوق اللہ کوادا کرو اپنے نفس کوتمام جذبات سے پاک رکھو۔اس کے بعد حقوق عباد کوادا کرواور اعمال صالحہ کو پورا کرو۔خدا تعالی پر سچا ایمان لاؤ، اور تضرع کے ساتھ خدا تعالی کے حضور میں دعا کرتے رہو۔اس کے بعد اسباب ظاہری کی رعایت رکھو۔جس مکان میں چوہے مرنے شروع ہوں اسے خالی کردو۔اور جس محلے میں طاعون ہواس محلّہ سے نکل جاؤ اور کسی کھلے میدان میں جاکر ڈیرا لگاؤ۔جوتم میں سے بتقدیرالٰہی طاعون میں مبتلا ہو جائے اس کے ساتھ اور اس کے لواحقین کے ساتھ پوری ہمدردی کرواور ہرطرح سے مدد کرو۔اوراس کے علاج معالجہ میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھو۔لیکن یادرہے کہ ہمدردی کے یہ معنی نہیں کہ اس کے زہریلے سانس یاکپڑوں سے متاثر ہو جاؤ، بلکہ اس اثر سے بچو، اسے کھلے مکان میں رکھواور جوخدانخواستہ اس مرض سے مرجائے وہ شہید ہے۔اس کے واسطے ضرورت غسل کی نہیں اور نہ نیا کفن پہنانے کی ضرورت ہے۔اس کے وہی کپڑے رہنے دو،اور ہوسکے تو ایک سفید چادراس پرڈال دو۔اور چونکہ مرنے کے بعد میت کے جسم میں زہریلا اثر زیادہ ترقی پکڑتا ہےاس واسطے سب لوگ اس کے اردگرد جمع نہ

ہوں۔ حسب ضرورت دو تین آدمی اس کی چارپائی کو اٹھائیں، باقی سب دور کھڑے ہو کر مثلاً ایک سو گز کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر جنازہ پڑھیں۔ جنازہ ایک دعا ہے اور اس کے لئے ضروری نہیں کہ انسان میت کے سر پر کھڑا ہو۔ جہاں قبرستان دور ہو مثلاً لاہور میں سامان ہو سکے تو کسی گاڑی یا چھکڑے پر میت کو لاد کر لے جائیں اور میت پر کسی قسم کی جزع فزع نہ کی جائے۔ خدا کے فعل پر اعتراض کرنا گناہ ہے اس بات کا خوف نہ کرو کہ ایسا کرنے سے لوگ تمہیں برا کہیں گے وہ پہلے کب تمہیں اچھا کہتے ہیں۔ یہ سب باتیں شریعت کے مطابق ہیں اور تم دیکھ لو گے کہ آخر کار وہ لوگ جو تم پر ہنسی کریں گے خود بھی ان باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے۔

مکرراً یہ بہت تاکید ہے کہ جو مکان بہت تنگ اور تاریک ہو اور ہوا اور روشنی خوب طور پر نہ آسکے تو اس کو بلا توقف چھوڑ دو کیونکہ خود ایسا مکان ہی خطرناک ہوتا ہے۔ گو کوئی چوہا بھی اس میں نہ مرا ہو۔ اور حتی المقدور مکانوں کی چھتوں پر رہو، نیچے کے مکان سے پرہیز کرو اور اپنے کپڑوں کو صفائی سے رکھو، نالیاں صاف کراتے رہو۔ سب سے مقدم یہ کہ اپنے دلوں کو بھی صاف کرو اور خدا کے ساتھ صلح کر لو۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۷ء؛ ملفوظات۔ ج ۹ ص ۲۵۲۔۲۵۳)

ناظرین! خدارا اس مسیح کی حکمت عملیاں دیکھتے جائیں کہ پہلے سرکلر مندرجہ بدر ۴۔ مئی ۱۹۰۵ء میں کیا ہدایتیں کرتا ہے اور کیسا برادرانہ سلوک سکھاتا ہے کہ میت کو ذلیل نہ کرو، پرہیز سے کیا ہوتا ہے۔ ایک ملا سینکڑوں طاعونی مردوں کو غسل دیتا ہے اس کو کچھ بھی ضرر نہیں ہوتا۔ قرآن مجید سے طاعون کا متعدی ہونا ثابت ہی نہیں بلکہ محض وہم ہے۔ وغیرہ۔ اس کو دوبارہ پڑھیئے۔ مگر اس مضمون میں میت کے قریب جانے سے بھی روکتا ہے۔ تین چار آدمی چارپائی اٹھا کر چلیں بلکہ ہٹ کر دور رہیں بلکہ جنازہ بھی سو گز کے فاصلہ سے پڑھیں۔ واہ سبحان اللہ

مرزائی دوستو! جب بڑے میاں نے پہلی بات کہی تھی اس وقت بھی تم لوگوں نے سبحان اللہ کہا تھا اور جب یہ دوسری بات فرمائی تو اس وقت بھی تم لوگوں نے آمنا و صدقنا کہا۔ اس لئے تمہارے حال پر سخت رحم آتا ہے کہ تم لوگوں نے بے سوچے سمجھے مرزا جی کو اپنا امام بنا رکھا ہے جسے اتنی خبر نہیں کہ شریعت کے کیا اصول ہیں، یا میں نے پہلے کیا کہا تھا اور اب کیا کہتا ہوں۔

ناظرین اس منقولہ مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈاکٹری طریق سے پرہیز کرو اور اسباب پر

اعتماد کرو۔ پس اس خلاصہ کو ملحوظ رکھ کر اس بزرگ کا ایک اور قول سنو۔ آپ فرماتے ہیں:

اعلم انّ الاسباب اصل عظیم للشرک الّذی لا یغفر۔ و انھا اقرب ابواب الشرک و اوسعھا للذی لا یحذر۔ و کم من قوم اھلکھم ھذا الشرک و اردی۔ فصاروا کا لطبیعین و الدھریین (مواہب الرحمٰن۔ ص ۵۔ خزائن ج ۱۹ ص ۲۲۳)۔ یعنی اسباب طبیعیہ کا پابند ہونا شرک کی بڑی جڑ ہے جو کبھی نہ بخشا جائے گا اور شرک کے سب دروازوں سے بہت قریب یہ دروازہ (اسباب طبیعیہ) کا ہے اور سب سے فراخ اور چوڑا اس شخص کے حق میں جو شرک سے نہیں بچتا۔ بہت سی قوموں کو اس شرک (یعنی اسباب کے استعمال اور بھروسہ) نے گمراہ کر دیا۔ پس وہ طبیعی یا دہریہ ہو گئے۔

مرزا جی کے مریدو! مرزا صاحب سے تم پوچھ سکتے ہو یا ہمیں اپنی طرف سے پوچھنے کی اجازت دے سکتے ہو کہ جب اسباب پر بھروسہ کرنے سے آدمی گمراہ اور مشرک ہو جاتا ہے تو آپ نے ۱۰۔ اپریل کے اخبار الحکم (ملفوظات۔ ج ۹ ص ۲۵۲۔۲۵۳) میں جو سرکلر دیا ہے کہ طاعونی مردے میں زہریلا اثر زیادہ ہوتا ہے اور یہ پرہیز جو آپ نے بتایا ہے، اسباب کے لحاظ سے ہے یا کچھ اور۔ اور پھر آپ بھی اس کی پابندی سے مشرک ہوئے یا نہیں؟

مرزائیو! تمہاری وکالت میں ہم نے سوال تو کر دیا ہے مگر جواب ملنے کی توقع نہیں۔ پس اب تم جانو اور تمہارا امام۔ ہم نے تو تم کو اس شرک کا ثبوت دینا تھا جو دے دیا اب تم جانو اور وہ۔

مراد ما نصیحت بود و گفتیم   حوالت با خدا کردیم و رفتیم

(مرقع قادیانی۔ جولائی ۱۹۰۷ء)

☆ سرسید احمد اور مرزا قادیان

اس مضمون میں ہم ان دونوں نامآوروں کی پبلک زندگی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ پبلک زندگی سے ہماری مراد فن تصنیف ہے جس کی وجہ سے ان دونوں نامآوروں کو نامآوری نصیب ہوئی ہے۔ اسی فن میں ہم ان کا مقابلہ دکھائیں گے اور اس سے زیادہ یہ نہیں ہوگا کہ ان میں سے کسی ایک کے مذہبی خیالات کے ہم منکر یا مؤید ہوں بلکہ صرف فن تصنیف میں مقابلہ منظور ہے۔ چنانچہ ہم پہلے فن تصنیف کی ایک مختصر سی تعریف کرتے ہیں۔

تصنیف کے معنی ہیں واقعات صحیحہ کو جمع کر کے نتیجہ نکالنا۔ غلطی ہو جانا اور بات ہے مگر

واقعات صحیحہ کا پیش کرنا بہت ضروری ہے۔ پس اس تعریف کے مطابق ہم ان دونوں مصنفوں کا مقابلہ دکھاتے ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ سرسید احمد کے مذہبی خیالات کچھ بھی ہوں مگر ان میں بڑا کمال تھا کہ واقعات کی تلاش میں بہت کوشش کرتے تھے۔ مخالف عبارت یا مخالف کے کلام کو نقل کی ضرورت ہوتی تو پوری نقل کر کے کتاب اور صفحات کا حوالہ بھی دیتے۔ چنانچہ ان کی تصنیفات تفسیر خطبات وغیرہ کے دیکھنے والوں پر یہ امر مخفی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرسید کی تصنیفات دیکھنے سے ان کا معتقد مخالف سے باقاعدہ مباحثہ کرنے پر قدرت پاسکتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی ایسے نہیں بلکہ مخالف کے کلام کو جہاں نقل کرتے ہیں ایسی طرح سے کرتے ہیں کہ نہ اس کا سر سالم رہتا ہے نہ پیر۔

اگر ہم اس دعوی کو یوں ہی بے حوالہ چھوڑ دیں تو ہم بھی مرزا صاحب کی طرح ہوں گے اس لئے ہم صحیح صحیح واقعات ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

مخالفین اسلام کے مقابلہ پر مرزا صاحب کے مدمقابل شروع سے آریہ سماجی رہے ہیں ہمیشہ ان کو ان سے پالا رہا، تو کیسا ضروری تھا کہ مرزا صاحب ان کے متعلق جو کچھ لکھتے باقاعدہ لکھتے مگر ناظرین دیکھ کر حیران ہوں گے کہ ایسے بڑے مخالف کے سامنے بھی مرزا صاحب دون کی لیتے ہیں۔ آریوں کی بابت آپ (شحنۂ حق۔ ص ۵۴۔ خزائن ج ۲ ص ۳۷۱ پر) لکھتے ہیں:

> براہین احمدیہ کا نام براہین احمقیہ کر کے بار بار لکھنا یہ بیدِ بے ثمر کی تہذیب ہے ان بیدوں (ویدوں) نے بجز گالیوں اور بدزبانیوں کے اور کیا سکھلایا ہے۔ جابجا اول سے آخر تک یہی شرتیاں ویدوں میں پائی جاتی ہیں کہ اے اِندر ایسا کر کہ ہمارے سارے دشمن مرجائیں ان کے بچے مرجائیں اور ہمیشہ کے لئے ان کی دولت ان کا ملک ان کی گئویں، گھوڑے زمین وغیرہ سب ہم کو مل جائے۔

دیکھئے اتنا بڑا تو دعوی ہے مگر ثبوت کہیں نہیں۔ نہ پوری عبارت نقل کی ہے نہ کسی کتاب کا بحوالہ صفحہ پتہ ہے۔ کیا ایسی تحریر کو دیکھ کر کوئی شخص مخالف سے مناظرہ کرسکتا ہے۔ جب وہ حوالہ مانگے تو قادیان جا کر لائے مگر وہاں سے لانا تو چیل کے گھونسلے سے ماس لانے سے مشکل ہے۔ یہ تو ہوا ان کا برتاؤ مخالفین اسلام سے۔ اب سنئیے کہ مخالفینِ ذات شریف سے کیا برتاؤ کرتے ہیں۔

مرزا صاحب کے برخلاف مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے فتح رحمانی۔ مولوی اسماعیل مرحوم علی گڈھی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے اعلاء الحق

الصریح۔قصوری مرحوم نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر گذشتہ زمانے کے ایک کاذب مہدی کی ہلاکت کا قصہ لکھا کہ محمد طاہر کی دعا سے وہ ہلاک ہوا تھا۔اس کے بعد یوں لکھا:

یا مالک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع البحار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑہ غارت کیا تھا ویسا ہی دعا اور التجا اس فقیر قصوری کان اللّٰہ لہ سے (جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے) مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما۔اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا:

فقطع دابر القوم الّذین ظلموا

و الحمد للّٰہ رب العالمین انک علی کل شئی قدیر و بالاجابۃ جدیر آمین۔ (ص ۲۷)

اس دعا کا مدعا صاف ہے کہ خداوندا، یا تو مرزا صاحب کو توبہ کی توفیق دے یا ہلاک کر مگر یہ دعوی مولوی صاحب قصوری نے اس میں نہیں کیا کہ میری زندگی ہی میں اس کو ہلاک کر۔نہ یہ کہا ہے کہ جو جھوٹا ہو وہ پہلے مر جائے۔ بلکہ مولوی صاحب کی دعا کے الفاظ میں وہ وسعت ہے کہ جب بھی مرزا صاحب بغیر توبہ کے مریں گے ان کی دعا قبول قبول سمجھی جائے گی۔ چنانچہ پیغمبر خدا ﷺ کی دعا کا اثر مسیلمہ پر یہ ہوا تھا کہ آپ کے بعد مرا، مگر آخر کار چونکہ بے نیل و مرام مرا اس لئے دعا کی صحت میں شک نہیں۔ پس مولوی صاحب قصوری کی دعا کا مدعا یا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ مرزا صاحب میری زندگی میں مریں، یا یہ کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے۔اور مولوی اسماعیل صاحب علی گڈھی نے تو اتنا بھی نہیں کیا۔اب سنئیے مرزا صاحب ان دونوں بزرگوں کی نسبت کیا لکھتے ہیں۔فرماتے ہیں:

مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی محمد اسماعیل علی گڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا۔اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ وہ کاذب ہے۔مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے اور اس طرح پر ان کی موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا۔

(اربعین نمبر ۳ ص ۹؛ خزائن جلد ۱۷ ص ۳۹۴)

اس عبارت کا مدعا مولوی صاحب قصوری کی عبارت سے بالکل الگ ہے۔ اور اس محرفہ

عبارت میں یہ نہیں ہے کہ ہم (مولوی و مرزا) میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائیگا، بلکہ وہ مرزا صاحب کو کاذب قرار دے کر (بقول مرزا) بددعا کرتے ہیں۔لیکن ناظرین کس قدر حیران ہوں گے کہ اس کتاب (اربعین نمبر ۳ ص ۱۱۔ خزائن ج ۱۷ص ۳۹۷) پر پھر اس محرفہ عبارت میں ترمیم کی گئی ہے ۔آپ لکھتے ہیں:

ان نادان ظالموں سے مولوی غلام دستگیر اچھا رہا کہ اس نے اپنے رسالہ میں کوئی میعاد نہیں لگائی (یہ ہم بھی مانتے ہیں۔مرزائیو! یادرکھنا کہ کوئی میعاد نہیں لگائی۔ثناء اللہ) یہی دعا کی کہ یا الہی اگر میں مرزا غلام احمد کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعوی میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔ بعد اس کے بہت جلد خدا نے اس کو موت دے دی۔ دیکھو کیسی صفائی سے فیصلہ ہو گیا۔

اس عبارت میں کیسی صفائی کا ہاتھ دکھایا ہے لکھتے ہیں کہ، اس نے دعا ہی یہ کی تھی ،۔ حالانکہ اس کو اس دعا کی خبر تک نہ ہوگی۔ بھلا ایسی دعا وہ کیسے کر سکتا تھا۔ کیا اسے معلوم نہ تھا کہ آنحضرت ﷺ باوجود سچے نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال کر گئے ... مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا۔کیا کسی اہل علم کی یہ شان ہوسکتی ہے کہ اس قسم کی دعا کرے ۔مگر چونکہ دونوں مولوی صاحبان انتقال کر گئے اس لئے مرزا صاحب کو ایک موقع بات بنانے کا مل گیا۔بس انہوں نے جھٹ سے اپنے مریدوں کی عقلوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی بلکہ کر ہی لیا اور اپنے دل میں یقین کر لیا کہ کسی کو کیا ضرورت ہے اتنی تحقیقات کرے گا کہ اصل کتاب میں کیا ہے۔ مگر انہیں معلوم نہ تھا کہ امرتسر سے مرقع نکلنے والہ ہے۔اور سنیئے ایک مقام پر آپ اسی عبارت کو یوں لکھتے ہیں:

غلام دستگیر کی کتاب دور نہیں مدت سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے دیکھو کس دلیری سے لکھتا ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا (اشتہار انعامی پانچ سو ص ۷)

اس عبارت میں کس دلیری سے کام لیا ہے کہ لکھا ہے کہ مولوی غلام دستگیر لکھتے ہیں کہ:

ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔

مرزائیو! خدارا ذرا انصاف کر کے ہم کو دکھا دو کہ مولوی غلام دستگیر نے کہاں یہ لکھا ہے:

ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔

معاذ اللہ، استغفر اللہ! کیسی خیانت مجرمانہ ہے کہ مخالف کے کلام کو بگاڑ تگاڑ کر مسخ

صورت بنا کر پیش کیا جائے۔ پھر اس خیانت مجرمانہ کو معجزہ قرار دیا جائے۔ چہ خوش

این کرامت ولی ما چہ عجب　　　گربہ شاشید گفت باراں شد

اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ مرزا صاحب صاف صاف اور صحیح صحیح واقعات سے اپنی کامیابی نہیں جانتے جب ہی تو ایسی خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ چونکہ وہ جانتے ہیں جہ مخالف کی کتاب ہر ایک کے پاس تو ہو گی نہیں، پس جو کوئی ہماری تحریر دیکھے گا وہ لٹو ہو رہے گا۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جتنے ہمارے مریدین ہیں خیریت سے ان کو اتنی توجہ ہی نہیں کہ کسی غیر کی سچی بات کو بھی سن سکیں، اس لئے اگر کوئی مخالف ان کو اصل عبارت دکھائے گا تو ان کو اثر نہیں ہو گا۔ چنانچہ ہم نے اس کا خوب تجربہ کیا ہے کہ عوام کالانعام تو کیا اچھے پڑھے لکھے مولوی صاحبوں اور بابوؤں سے کہا کہ مرزا صاحب کا یہ دعوی مولوی صاحبان کی تصنیفات سے دکھا دو۔ دونوں مرحوموں کی کتابیں ان کے سامنے رکھ دیں۔ کتابوں کو ادھر ادھر الٹ کر کچھ بڑ بڑا کر چلتے بنے۔

ایک روز میرے پاس دو مرزائی آئے اور مرزا صاحب کی تعریفات میں رطب اللسان ہونے لگے۔ میں نے کہا خدا تعالی نے فرمایا تنزل علی کل افّاک اثیم یعنی جھوٹ بولنے والے الہام ربانی کے مخاطب نہیں ہوسکتے بلکہ شیطان کے ہوتے ہیں۔ اس آیت سے ایک عام اصول ملتا ہے کہ ملہم اگر جھوٹ بولتا ہے تو وہ ہرگز ملہم ربانی نہیں خواہ وہ کچھ ہی دکھائے۔ ہم دکھاتے ہیں کہ مرزا صاحب جھوٹ بولتے ہیں۔ مرزا صاحب نے (اعجاز احمدی ص ۲۳۔ خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۲ پر) میری نسبت لکھا ہے:

> مولوی ثناء اللہ دو دو آنہ کے لئے در بدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور خدا کا قہر نازل ہے اور مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گزارہ ہے۔

حالانکہ نہ میں نے کبھی کفن کے پیسے لئے، نہ وعظ پر میرا گذارہ ہے نہ وعظ گوئی میرا پیشہ۔ امرتسر اور پھر بیرون جات کے دوست و دشمن شہادت دے سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں کسی مسجد کا امام بھی نہیں پھر جو میری نسبت لکھا دو پیسہ کے کفن اور دو آنے کے وعظ پر گزارہ کرتا ہے جھوٹ نہیں تو کیا ہے؟ بتاؤ۔ مگر افسوس کہ میری تقریر ان پر یوں معلوم ہوتی تھی گویا گرم لوہے پر پانی کا چھینٹا ٹھہرتا ہی نہیں۔

اب ہم ایک مثال اس امر کی دیتے ہیں کہ مرزا صاحب جس طرح مطلب براری کے لئے مخالف کے کلام کو بگاڑ دیتے ہیں، آڑے وقت پر اپنے حق میں بھی اسی ہتھیار سے کام لیا کرتے

ہیں۔یعنی اپنے کلام کو بھی مروڑ تروڑ کر سیدھا کر دیتے ہیں۔آپ نے پادری آتھم کی بابت لکھا تھا:

۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا۔(جنگ مقدس۔ص ۲۱۰۔خزائن ج ۶ ص ۲۹۲)

مگر باوجود اس تصریح اور تحدید پندرہ ماہ کے اس سیدھی تحریر پر بھی مرزا صاحب نے اپنا دست شفقت یوں صاف کیا کہ اس کا مطلب یوں لکھتے ہیں:

میں نے ڈپٹی آتھم کے مباحثہ میں قریباً ساٹھ آدمی کے روبرو یہ کہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائیگا۔(اربعین نمبر۳ ص ۱۱۔خزائن ج ۱۷ ص ۳۹۷)

یہی عبارت کئی جگہ لکھی ہے۔ مرزائیو! خدارا اتنا تو سوچو کہ اس عبارت میں مرزا صاحب نے جو دعوی کیا ہے کہ، یہ کہا تھا۔ اس ،کہا تھا، کا لفظ غور سے دیکھو۔ پھر اصل مقام پر الفاظ پڑھو۔ دہلی اور دیگر مقامات کے اہل زبان اور اردو دان مرزائی دوستو! ان عبارتوں کا مقابلہ کر کے دیکھو اور ،کہا تھا، کا مضمون سمجھ کر بتاؤ کہ کرشن جی نے یہی کہا تھا جو اس عبارت میں دعوی کیا ہے۔ خدا را، اصل مقام کو جنگ مقدس صفحہ ۲۱۰ سے نکال کر سامنے رکھو اور اس عبارت کو بھی دیکھو۔ پھر بتاؤ کہ جھوٹ کے سر سینگ ہوتے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس مقابلہ میں تم سمجھ جاؤ گے جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے۔

اور اگر تم ان دونوں مقاموں کا مطلب ایک ہی سمجھو تو ہمیں یقین نہیں کہ تم کچھ بھی سمجھ سکو۔ فمال ھؤلاء القوم لایکادون یفقھون حدیثاً

اب ہم تم سے ایک سوال کرتے ہیں کہ اگر آتھم والی پیش گوئی کا یہی مطلب تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے گا اور اس کی میعاد پندرہ ماہ کوئی نہ تھی، تو پندرہ ماہ کے ختم ہونے پر تم پر حشر کیوں قائم ہوا تھا۔ کیوں سعدی لدھیانوی مرحوم نے مرزا صاحب کو لکھا تھا کہ

غضب تھی تجھ پہ ستم گر چھٹی ستمبر کی ‏ ‏ ‏ نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی

کیوں مرزا صاحب نے اس وقت یہ عذر نہ کیا کہ ابھی تو میں زندہ ہوں۔ پھر پیش گوئی کا کذب کیسے؟ کیوں نہ یہ کہا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ میری زندگی میں مرے گا۔ جب تک میں زندہ ہوں پیش گوئی جھوٹی نہیں ہوسکتی۔ کیوں یہ عذر نہ کیا، بلکہ یہ فرمایا تھا کہ آتھم دل سے رجوع کر گیا۔ جس کی تفسیر بھی خیریت سے یہ کی کہ دل میں ڈر گیا۔ پھر اس ڈرنے کے یہ معنی بتائے کہ امرتسر سے فیروز پور جا رہا۔ واہ سبحان اللہ۔ کوہ کندن وکاہ برآوردن، اسے ہی کہتے ہیں۔

ان تمثیلات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سرسید احمد مذہبی اعتقادات کے لحاظ سے خواہ کچھ

ہی ہوں، فن تصنیف میں وہ امانت دار اور دیانت دار تھے۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب قادیانی مذہبی اعتقادات سے قطع نظر فن تصنیف میں بھی اعلیٰ درجہ کے خائن تھے۔ مخالف کے کلام کو صحیح نقل نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ بوقت ضرورت اپنے کلام کو بھی بگاڑ دیتے تھے۔ ان کی غرض یہ نہیں ہوتی تھی کہ ناظرین کو صحیح صحیح واقعات سنائیں اور پہنچائیں بلکہ ان کی غرض صرف خودغرضی ہوتی تھی۔ سو جس طرح سے بن پڑے حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ناظرین اس بحث میں نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تحریر میں کوئی واقعہ دیکھیں تو جب تک تحقیق نہ ہو تصدیق کرنے کے قابل نہیں

مرزائیو! یہ نہ سمجھو کہ اس تحریر کا لکھنے والا کون ہے بلکہ یہ دیکھو کہ لکھا کیا ہے۔ پس ان واقعات کو غور سے دیکھو اور نتیجہ پاؤ۔

اس ساری تحریر کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہ کہ جب مرزا صاحب واقعات صحیحہ میں کذب بیانی کرتے تھے تو ان کی نبوت اور رسالت کا کیا حکم ہے۔ یہ کہ رسول قادیانی کی رسالت بطالت ہے، بطالت ہے، بطالت۔ (مرقع قادیانی۔ اگست ۱۹۰۷ء)

☆ قادیانی الہامات کی کیفیت

ہم کئی دفعہ اس مشکل کو حل کر کے مرزا صاحب کے مخالفین کا منہ بند کر چکے ہیں جو کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو الہام نہیں ہوتے۔ ہم مانتے ہیں کہ ہوتے ہیں مگر کس کیفیت سے؟ اس کیفیت سے کہ آپ کو جس بات کا خیال لگا رہتا ہے اس کی نسبت جو ایک واہمہ گزرتا ہے وہ الہام ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دوسرے لوگ اس کو خیالِ خام یا بلی کو چھچھڑوں کا خواب کہیں مگر (لا مناقشة فی الا صطلاح) اصطلاح پر اعتراض نہیں۔ مرزا صاحب کی اصطلاح میں یہی الہام ہے۔ اس کی ایک تازہ مثال سنیئے۔ قادیانی اخباروں نے ایک نئی بے پر کی اڑائی ہے۔ لکھتے ہیں:

> ۴ جولائی ۱۹۰۷ء کی صبح کو حضرت ام المؤمنین (زوجہ مرزا) بمعہ صاحبزادگان و دیگر اہل بیت واقارب وخدام و اہل بیت حضرت مولوی نورالدین صاحب قریباً اٹھارہ کس بہمراہی حضرت میر ناصر نواب صاحب (خسر مرزا) پانچ چھ روز کے واسطے بغرض تبدیلی ہوا، لاہور کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اس قافلہ کی روانگی سے تین چار روز پہلے عاجز راقم (اڈیٹر بدر) نے اسٹیشن ماسٹر بٹالہ کو ایک خط لکھا تھا کہ اس قافلہ کے واسطے ایک

درمیانہ درجہ کی گاڑی کے چند خانے ریزور کئے جائیں تا کہ ضرورت ہو تو الگ گاڑی منگوا لی جائے۔ وہ خط ایک خاص آدمی کے ہاتھ روانہ کیا گیا تھا اور اس میں تاریخ اور وقت سب لکھا گیا تھا۔ چنانچہ اس کے مطابق ۴ جولائی کی صبح کو یہاں سے روانگی ہوئی۔ اسی روز بعد نماز عصر حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا صاحب) نے مسجد مبارک میں حضرت مولوی نورالدین صاحب کو خاص طور پر مخاطب کیا جب کہ عاجز راقم بھی پاس ہی کھڑا تھا اور فرمایا کہ، آج دو بجے دن کے مجھے خیال آیا کہ ہمارے گھر کے آدمی اب شائد امرتسر پہنچ گئے ہوں گے اور یہ بھی خیال تھا کہ امن امان سے لاہور پہنچ جائیں۔ تب اس خیال کے ساتھ ہی کچھ غنودگی ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ نخود کی دال (جو رنج اور ناخوشی پر دلالت کرتی ہے) میرے سامنے پڑی ہے اور اس میں کشمش کے دانے قریباً اسی قدر ہیں اور میں اس میں سے کشمش کے دانے کھا رہا ہوں اور میرے دل میں یہ خیال گذر رہا ہے کہ یہ ان کی حالت کا نمونہ ہے۔ اور دال سے مراد کچھ رنج اور ناخوشی ہے کہ سفر میں ان کو پیش آئی ہے یا آنے والی ہے۔ پھر اسی حالت میں میری طبیعت الہام الٰہی کی طرف منتقل ہوگئی اور اس بارے میں الہام ہوا۔ خیر لھم خیر لھم۔ یعنی ان کے لئے بہتر ہے ان کے لئے بہتر ہے۔ بعد اس کے اسی نظارہ خواب میں چند پیسے دیکھے کہ وہ اور تشویش پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ چنے کی دال بھی ایک ناگوار اور رنج کے امر پر دلالت کرتی ہے۔ فقط

یہ الہام سنا کر حضرت اقدس (مرزا) حسب معمول اندر تشریف لے گئے اور اس کے سننے میں اس وقت تمام جماعت، جو نماز کے لئے آئی ہوئی تھی، شامل تھی۔ خلیفہ رشید الدین صاحب شیخ علی محمد صاحب سوداگر جموں وغیرہ بہت سے دوست تھے۔ حضرت اقدس کے اندر جانے کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب نے دوبارہ سہ بارہ اسی مسجد میں پھر یہ سب لوگوں کو اسی وقت سنایا کیونکہ بعض لوگ جو دور تھے انہوں نے حضرت کی آواز اچھی طرح نہ سنی تھی۔ غرض اس الہام اور خواب کی جب اچھی طرح اشاعت ہوگئی تو قریب شام کے اپنا ایک آدمی جو سب قافلہ کو ریل پر سوار کر کے واپس آیا تھا اس کی زبانی معلوم ہوا کہ عین دوپہر کی گرمی میں ریل کے اندر مسافروں کی کشاکش سے بچنے کے واسطے جو انتظام ریزرو کا کیا گیا تھا وہ نہ ہو سکا کیونکہ لاہور سے

کوئی الگ گاڑی اس مطلب کے واسطے نہ پہنچ سکی تھی۔ اور اس سبب سے تشویش ہوئی۔ اس طرح خواب کا حصہ پورا ہوا۔ مگر پھر بھی بموجب بشارت الہام کے خیریت رہی اور معمولی گاڑی میں آرام سے بیٹھ کر چلے گئے۔

اس کے بعد حضرت اقدس (مرزا) نے فرمایا کہ خواب اور الہام تو ایک طرح پورا ہوگیا ہے مگر ایک خیال مجھے باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ چیزیں جو رنج اور ناخوشی پر دلالت کرتی ہیں وہ دوبارہ دکھلائی گئی ہیں۔ یعنی اول چنے کی دال دکھلائی گئی اور پھر چند پیسے دکھلائے گئے۔ ایسا ہی الہام بھی دو دفعہ ہوا کہ خیر لھم خیر لھم اس لئے دل میں ایک یہ خیال ہے کہ خدانخواستہ کوئی اور امر مکروہ پیش نہ آیا ہو جس کے لئے دو دفعہ دو ایسی چیزیں دکھلائی گئیں کہ علم تعبیر کی رو سے رنج اور تشویش پر دلالت کرتی ہیں اور ایسا ہی ان سے محفوظ رکھنے کے لئے دو دفعہ یہ الہام ہوا کہ خیر لھم خیرلھم۔ یہ میرا خیال ہے خدا تعالیٰ ہر ایک رنج سے محفوظ رکھے۔ آمین (اخبار بدر۔ ج ۶ نمبر ۲۸ ص ۴، ۱۱ جولائی ۱۹۰۷ء۔ تذکرہ طبع سوم ص ۷۲۱۔۷۲۲)

اس ساری تقریر کو بغور پڑھنے سے مرزا صاحب کی وحی کی حقیقت صاف کھل جاتی ہے کہ آپ ان خیالات کا نام الہام اور وحی تجویز فرماتے ہیں جو عموماً تفکر کے موقع پر ہر ایک انسان کو سوجھا کرتے ہیں۔ بس اب تو کوئی وجہ نہیں کہ کوئی مولوی عالم مرزا صاحب کے ایسے الہامات کی تکذیب کرے۔ ہر کہ شک آرد...گردد۔

☆ قادیانی تحریروں میں اختلاف

نبوت کے متعلق:

۱۔ دیکھو آسمانی فیصلہ (خزائن ج ۴ ص ۳۱۳) میں مرزا غلام احمد تحریر کرتے ہیں:

میں نبوت کا مدعی نہیں ہوں۔ بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں،

اور پھر دیکھو ازالہ اوہام۔ ص ۵۳۳ (خزائن ج ۳ ص ۳۸۶) میں لکھتے ہیں:

خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

اے مرزائیو! اسلام سے خارج کون ہوا؟ خود بدولت ہیں یا کوئی اور؟

۲۔ دیکھو ازالہ اوہام ص ۸۷ (خزائن ج ۳ ص ۱۸۵) میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:

من نیستم رسول ونیا وردہ ام کتاب

اور پھر دیکھو دافع البلاء ص ۱۱ (خزائن ج ۱۸ص ۲۳۱) میں لکھتے ہیں:

سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

۳۔ ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱ (خزائن ج ۳ص ۵۱۱) میں تحریر کرتے ہیں:

قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبریل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبریل بپیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔

اور پھر دیکھو (اخبار الحکم ج ۵ نمبر ۸ص ۹ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۰۱ء) میں لکھتے ہیں:

خدائے رحیم وقدوس نے مجھے وحی کی انّی انا الرّحمن دافع الاذی۔ اور پھر وحی ہوئی، انّی لا یخاف لدی المرسلون۔ (تذکرہ۔ص ۴۰۶ طبع ۳)۔

اے مرزائیو! اب نیا سلسلہ وحی کا کون جاری کر رہا ہے؟ خود بدولت یا کوئی اور؟

۴۔ اور دیکھو (آسمانی فیصلہ ص ۲۵۔خزائن ج ۴ص ۳۳۵) میں مرزا غلام احمد تحریر کرتے ہیں:

اے لوگو! دشمن قرآن مت بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔

اور دیکھو (دافع البلاء ص ۵۔خزائن ج ۱۸ص ۲۲۵) میں وہی مرزا صاحب لکھتے ہیں:

خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس کی عبارت یہ ہے: انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بانفسھم انّہ آوی القریۃ۔ یعنی خدا نے ارادہ فرمایا کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کر لیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے ماموراور رسول کو مان نہ لیں۔

مرزائیو! تمہیں ایمان سے کہو کہ اپنے قول کے خلاف خاتم النبیین ﷺ کے بعد وحی اور نبوت کا نیا سلسلہ کون جاری کر رہا ہے اور خدا سے کون بے خوف ہو رہا ہے؟

کشتی نوح میں مرزا غلام احمد کے چار جھوٹ:

کشتی نوح۔ص ۵ (خزائن ج ۱۹ص ۵) میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:

اور یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ بلکہ حضرت مسیح نے بھی انجیل میں خبر دی ہے

اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔

اسی صفحہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

مسیح موعود کے وقت طاعون کا پڑنا بائیبل کی کتابوں میں موجود ہے (زکریا۔ باب ۱۴ آیت ۱۲۔ انجیل متی باب ۲۴۔ آیت ۸۔ مکاشفات باب ۲۲۔ آیت ۸)

پہلا جھوٹ۔ قرآن شریف میں یہ کسی جگہ نہیں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی اگر کوئی مرزائی قرآن شریف میں دکھا دے تو مرزا صاحب کا کہنا سچا ورنہ کہنا چاہیے لعنت اللّٰہ علی الکاذبین

دوسرا جھوٹ۔ کتاب ذکریا نبی کے باب ۱۴، میں یہ ہرگز نہیں لکھا کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ بلکہ اس میں تو ان لوگوں پر مری پڑنے کا ذکر ہے جو یروشلم پر چڑھ آئیں گے وھو ہذا۔

اور وہ مری کہ جس سے خداوند ساری قوموں کو جو لڑنے کو یروشلم پر چڑھ آویں گے مارے گا۔ سو یہ ان کا گوشت جس وقت وے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں گے فنا ہو جائیگا

The Lord will bring a terrible disease on all the nations that make war on Jerusalem. Their flesh will rot away while they are still alive, their eyes and their tongues will rot away.(Zechariah14:12)

ڈبل جھوٹ۔ انجیل متی باب ۲۴۔ آیت ۸ میں یہ نہیں لکھا کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی بلکہ اس کے برعکس اس میں لکھا ہے کہ جب جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی آئیں گے تب مری پڑے گی اور بھونچال آویں گے۔ دیکھو غور سے انجیل متی باب ۲۴:

آیت ۳۔ جب وہ زیتون کے پہاڑوں پر بیٹھا تھا۔ اس کے شاگرد الگ اس کے پاس آئے اور بولے کہ کب ہوگا اور تیرے آنے کا اور دنیا کے آخر کا نشان کیا ہے۔ ۴۔ اور یسوع نے جواب دے کے انہیں کہا خبردار ہو کہ کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے۔ ۵۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام پر آویں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں اور بہتوں کو گمراہ کریں گے۔ ۶۔ اور پھر تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے خبردار گھبراؤ مت۔ کیونکہ ان سب باتوں کا واقع ہونا ضروری ہے۔ پر اب تک آخر نہیں۔ ۷۔ کیونکہ قوم قوم پر اور بادشاہت، بادشاہت پر چڑھیں گے۔ اور کال اور وبائیں اور جگہ جگہ زلزلے ہوں گے ۔۸۔ پھر یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہیں۔

۲۳۔تب اگر کوئی کہے دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں تو یقین مت لاؤ۔۲۴۔کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھاویں گے۔ یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔ ۲۵۔دیکھو میں تمہیں پہلے کہہ چکا ہوں۔ ۲۶۔پس اگر وے تمہیں کہیں دیکھو وہ جنگل میں ہے تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھڑی میں ہے تو مت باور کرو۔ ۲۷۔ کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندھتی ہے اور پچھّم تک چمکتی ہے ویسے ہی انسان کے بیٹے کا آنا ہوگا۔

As Jesus sat on the Mount of Olives, the deciples came to him in private. "Tell us when all this will be," they asked, "and what will happen to show that it is the time for your coming and the end of the age.

Jesus answered, "Be on your guard, and do not let anyone deceive you. Many men, claiming to speak for me, will come and say, "I am the Messiah!' and they will deceive many people. You are going to hear noise of battles close by and the news of battles far away; but do not be troubled. such things must happen, but they do not mean that the end has come. Countries will fight each other, kingdoms will attack one another. There will be famines and earthquakes everywhere. All these things are like the first pains of childbirth....

Then, if anyone says to you, 'Look, here is the Messiah!' or 'There he is!- do not believe it. For false Messiahs and false prophets will appear; they will perform great miracles and wonders in order to deceive even God's chosen people, if possible. Listen! I have told you this before the time comes.

Or, if people should tell you, Look, he is out in the desert!' don't go there; or if they say, 'Look, he is hiding here!' - don't believe it. For the Son of Man will come like the lightninig which flashes across the whole sky fom the east to the west. (Matthew 24:3-8; 23-27)

اے مرزائیو! ایمان سے کہو کہ انجیل متی میں طاعون اور زلزلوں کا ہونا مسیح موعود صادق کی علامت ہے یا مسیح کاذب کی؟

چوتھا جھوٹ۔ مکاشفات یوحنا باب ۲۲ آیت ۸ میں یہ ہرگز نہیں لکھا کہ مسیح موعود کے

وقت میں طاعون پڑے گی۔ دیکھو وہ آیت یوں ہے:

اور میں (یوحنا) نے ان چیزوں کو دیکھا اور سنا۔ اور جب میں نے دیکھا اور سنا تھا تب اس فرشتے کے پاؤں پر جس نے مجھے یہ چیزیں دکھائیں سجدہ کرنے کو گرا۔

I, John, have heard and seen all these things. And when, I finished hearing and seeing them, I fell down at the feet of the angel who had shown me these things, and I was about to worship him.

(Revelations 22:8)

اے مرزائیو! تمہیں خدا سے ڈر کہو سچ ہی کہو کہ طاعون اور زلزلے مسیح موعود کی علامات ہیں یا مسیح کاذب کی؟ کیا تم میں سے کوئی حق کا طالب یا راست گو یا صاحب تحقیق بھی ہے یا سب اندھوں کی طرح ہیں کہ جو کچھ مرزا صاحب نے لکھ دیا یا جو کہہ دیا وہی سچ ہے۔

افسوس ہے ایسے شخصوں کی عقل اور حالت پر جو حق اور باطل میں دیدہ دانستہ تمیز نہیں کرتے۔ اور ڈبل افسوس ہے ایسے لوگوں کی دلیری پر جو دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے جھوٹ تحریر کریں۔ جیسے کہ مرزا صاحب نے کشتی نوح میں لکھ دیا کہ قرآن شریف میں اور ذکریا نبی کی کتاب ۱۴:۱۲، اور انجیل متی ۸:۲۴، اور مکاشفات ۲۲:۸ میں لکھا ہے کہ مسیح کے وقت میں طاعون پڑے گی حالانکہ ایسا کہیں نہیں لکھا۔ بلکہ انجیل متی میں تو صاف لکھا ہوا ہے کہ جب جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے تب طاعون پڑے گی اور زلزلے آویں گے۔ پس بشہادت انجیل متی صاف صاف آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر ہو رہا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی باطلہ کے باعث طاعون پڑی اور زلزلے آئے ہیں۔

☆ چیستان مرزا قادیان (۱)

(اور اس کے حل کرنے پر مرزا صاحب کو پانچ سو روپیہ انعام)

آج ہم یہ انعامی مضمون چیستان مرزا لکھتے ہیں (یہ مضمون دسمبر ۱۹۰۷ء کے مرقع میں نکلا) اور مرزا صاحب کو ایک مہینے کی مہلت دیتے ہیں۔ پس ہمارے مرزائی دوست جو مدتوں سے ہم پر خفا ہیں اس چیستان مرزا کو حل کرا کر ہم سے اپنی کشیدگی کا نعم البدل (پانچ سو روپیہ) پائیں۔ پس اب غور سے سنتے جائیں۔

مرزا صاحب ازالہ اوہام میں علامات مسیح کے شمار میں لکھتے ہیں:

ازانجملہ ایک یہ کہ ضرور تھا کہ آنے والہ ابن مریم الف ششم کے آخر میں پیدا ہوتا کیونکہ ظلمت عامہ اور تامہ کے عام طور پر پھیلنے کی وجہ سے اور حقیقت انسانیہ پر ایک فنا طاری ہونے کے باعث سے وہ روحانی طور پر ابوالبشر یعنی آدم کی صورت پر پیدا ہونے والا ہے اور بڑی علامات اور نشان اس کے وقت ظہور کے انجیل اور فرقان میں یہ لکھے ہیں کہ اس سے پہلے عالم کون میں روحانی طور پر ایک فساد پیدا ہو جائے گا۔ آسمانی نور کی جگہ دخان لے لے گا اور ایک عالم پر دخان کی تاریکی چھا جائے گی۔ ستارے گر جائیں گے زمین پر ایک سخت زلزلہ آ جائے گا۔ مرد جو حقیقت کے طالب ہوتے ہیں تھوڑے رہ جائیں گے اور دنیا میں کثرت سے عورتیں پھیل جائیں گی یعنی سفلی لذات کے طالب بہت ہو جائیں گے۔ جو سفلی خزائن اور دفائن کو زمین سے باہر نکالیں گے مگر آسمانی خزائن سے بے بہرہ ہو جائیں گے۔ تب وہ آدم جس کا دوسرا نام ابن مریم بھی ہے بغیر وسیلہ ہاتھوں کے پیدا کیا جائے گا۔ اسی کی طرف وہ الہام اشارہ کرتا ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم ۔ میں نے ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ بناؤں سو میں نے آدم کو پیدا کیا۔ آدم اور ابن مریم درحقیقت ایک ہی مفہوم پر مشتمل ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ آدم کا لفظ قحط الرجال کے موقع پر ایک دلالت تامہ رکھتا ہے اور ابن مریم کا لفظ دلالت ناقصہ مگر دونوں لفظوں کے استعمال سے حضرت باری کا مدعا اور مراد ایک ہی ہے۔ اسی کی طرف اس الہام کا بھی اشارہ ہے جو براہین میں درج ہے اور وہ یہ ہے: انّ السماوات والارض کانتا رتقاً ففتقنا ھما کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف۔ یعنی زمین و آسمان بند تھے اور حقائق و معارف پوشیدہ ہو گئے تھے سو ہم نے ان کو اس شخص کے بھیجنے سے کھول دیا۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا سو میں نے چاہا کہ شناخت کیا جاؤں۔ اب جب کہ اس تمام تقریر سے ظاہر ہوا ضرور ہے کہ آخر الخلفاء آدم کے نام پر آتا اور ظاہر ہے کہ آدم کے ظہور کا وقت دور ششم کے قریب عصر ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اور توریت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ایک منصف کو ماننا پڑے گا کہ وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۹۳۔۶۹۵ ؛ خزائن۔ج ۳ ص ۴۷۴۔۴۷۵)

اس عبارت کا خلاصہ دو حرفہ ہے کہ مرزا صاحب دنیا کی عمر کے چھٹے ہزار کے خاتمہ کے

قریب آنے کے مدعی ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ دنیا کی عمر کی بابت مرزا صاحب نے کیا لکھا ہے۔ شکر ہے کہ اس بات کا جواب مرزا صاحب کے ازالہ اوہام ہی سے ملتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں کہ قرآن کریم کے عجائبات اکثر بذریعہ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا ۔مثلاً یہ جو اس عاجز پر کھلا ہے کہ ابتدائے خلقت آدم سے جس قدر آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام مدت سورۃ العصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے یعنی چار ہزار سات سو چالیس ۔ اب بتاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ جس میں قرآن کریم کا اعجاز نمایاں ہے کس تفسیر میں لکھے ہیں۔

(ازالہ اوہام۔ص ۳۱۱۔۳۱۳؛ خزائن ج ۳ ص ۲۵۸۔۲۵۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا کی عمر (بقول مرزا) چار ہزار سات سو چالیس تھی۔ بہت خوب! اچھا ان میں تیرہ سال اقامت مکہ ملائے جائیں جو قبل از ہجرت تھے تو ۴۷۵۳ سال ہوئے ۔ چھ ہزار پورے کرنے کے لئے ان میں ۱۲۴۵ سال ملانے کی ضرورت ہے ۔ پس سنہ ۱۲۴۵ھ کو دنیا کی عمر (بقول مرزا جی) چھ ہزار پوری ہوگئی، جس کو آج ۱۳۲۵ھ میں ۸۰ سال ہوئے ہیں۔ بہت خوب!

آیئے اب ہم اس مرحلے کو بھی طے کریں کہ مرزا صاحب جس سنہ میں مامور یا رسول ہو کر تشریف لائے ہیں۔ آپ اپنے ازالہ میں خود ہی اس سوال کا جواب دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو آیت بعد المأتین ہے ایک یہ بھی منشاء ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی۔ اور وہ نام ہے غلام احمد قادیانی ۔ اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں ۔ بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں ۔ اور اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادت اللہ جاری ہے کہ وہ بعض اسرار اعداد

حروف تہجی میں میرے پر ظاہر کر دیتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے آدم کے سن پیدائش کی طرف توجہ کی تو مجھے اشارہ دیا گیا کہ ان اعداد پر نظر ڈال ہے جو سورہ العصر کے حروف میں ہے کہ انہی میں سے وہ تاریخ نکلتی ہے۔

(ازالہ اوہام۔ص ۱۸۵۔۱۸۶؛ خزائن ج ۳ ص ۱۸۹۔۱۹۰)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ۱۳۰۰ھ خاتمہ پر تشریف لاویں، تو صاف ثابت ہوا کہ آپ چھٹے ہزار کو جو بارہ سو پینتالیس ہجری میں پورا ہو چکا تھا ختم کر کے ساتویں ہزار کے شروع سے ۵۳ سال بعد آئے ہیں۔

بہت خوب! چنانچہ یہی مضمون کھلے لفظوں میں آپ کو تسلیم ہے۔ آپ رسالہ دافع البلاء میں لکھتے ہیں:

طاعون جو ملک میں پھیل رہی ہے کسی اور سبب سے نہیں بلکہ ایک ہی سبب ہے اور وہ یہ کہ لوگوں نے خدا کے اس موعود کے ماننے سے انکار کیا جو تمام نبیوں کی پیش گوئی کے موافق دنیا کے ساتویں ہزار میں ظاہر ہوا ہے اور لوگوں نے نہ صرف انکار بلکہ خدا کے اس مسیح کو گالیاں دیں۔ کافر کہا اور قتل کرنا چاہا۔ (دافع البلاء۔ص ۱۲؛ خزائن ج ۱۸ ص ۱۳۲)

اس عبارت میں مرزا جی نے صاف صاف اور کھلے لفظوں میں تسلیم بلکہ تبلیغ کیا ہے کہ میں ساتویں ہزار میں آیا ہوں حالانکہ آپکو ۱۱۰۰ھ میں آنا چاہیے تھا کیونکہ عصر کے بعد بھی تو دن کا کچھ حصہ ہوتا ہے جو سارے دن کے پانچویں حصے سے کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ سارا دن جب ایک ہزار سال کا ہوا تو پانچواں حصہ دوسو سال کا ہوگا۔ پس آپ کو ۱۱۰۰ھ کے نصف میں آنا چاہیے تھا مگر آپ بہت لیٹ ہو کر پورے ۱۳۰۰ھ کے خاتمہ پر تشریف لائے یہاں تک کہ ٹرین بھی چلی گئی۔ یہی لیٹ (تاخیر) آپ کی عدم صداقت کی دلیل ہے۔

مرزا صاحب کی چالاکی اور ہشیاری کی تو ہم داد دیتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے:

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ　　　　شنیدہ کے بود مانند دیدہ

آپ نے دیکھا کہ صرف غلام احمد کے اعداد ۱۱۲۴ ہوتے ہیں، یہ تو بہت کم ہیں، اس لئے جھٹ سے اپنے نام میں اپنے قصبہ کی نسبت کو بھی داخل کر کے پورا نام غلام احمد قادیانی بنایا۔ پھر کس لطافت سے لکھتے ہیں کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا نام نہیں۔ واہ سبحان اللہ ایسا سچا الہام کہ نام میں مقامی نسبت کو بھی داخل کر کے کھچڑی بنایا گیا ہے۔

ایسے الہام کو کون جھوٹا کہے۔ مگر پھر بھی لوگ ایسے کے ویسے ہیں کہ ایسے الہام پر بھی ایمان نہیں لاتے۔ سچ ہے؟ ایں کرامت ولی ما چہ عجب گر بہ باشید و گفت باراں شد

☆ چیستان مرزا (نمبر۲)

ہمارے مرزا صاحب کو جو باریک باریک نکات سوجھتے تھے شاید ہی کسی کو سوجھتے ہوں گے۔ ماشاء اللہ آپ کی ذہانت اس مشہور ذہین سے بھی بڑھی ہوئی ہے جس نے تیلی کا کولہو دیکھ کر بہت غور وفکر کے بعد یہ نتیجہ نکالا تھا کہ یہ آسمانی لوگوں کی سرمہ دانی ہے۔ واہ سبحان اللہ یہ کیا کمال تھا۔ ہمارے مرزا جی میں اس سے بھی زیادہ کمالات ہیں آپ خیر سے کل انبیاء کے ہم نام اور ہم رتبہ ہیں بلکہ کل انبیاء کے اوصاف کمال کے جامع۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ حکیم نورالدین لکھتے ہیں:

میں نے اس مضمون کو قبل از عشاء حضرت امام ہمام خلیفۃ اللہ مسیح موعود کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا ان اعتراضوں کی اصل ہے معجزات وخوارق کا انکار۔ یہ لوگ اسی ایک مد میں ان ہزاروں معجزات کو شامل کرتے ہیں جو ہمارے نبی کریم ﷺ سے ظہور میں آئے اور یہ لوگ اور ان کے دل و دماغ کے نیچری بھی بدقسمتی سے اسی قسم کے اعتراضوں یا وسوسوں میں مبتلاء ہیں اور جہاں کسی معجزہ کا ذکر ہوا اس کو ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑا دیا۔ اس وقت مناسب یہ ہے کہ ان تمام سوالات کا ایک ہی جواب بڑی قوت اور تحدی سے دیا جائے کہ جس قدر معجزات اور خوارق انبیاء کے اور ہمارے نبی ﷺ کے قرآن میں مذکور ہیں ان سب کے صدق اور حقیقت کے ثابت کرنے کیلئے آج اس زمانہ میں ایک شخص موجود ہے جس کا یہ دعوی ہے کہ اسے وہ تمام طاقتیں کامل طور پر خدا تعالی کی طرف سے عطا ہوئی ہیں جو انبیاء کو ملی تھیں۔ جو عجائبات خدا تعالی نے حضرت ابراہیم اور موسی کے ہاتھ پر منکروں کو دکھائے وہی عجائبات زندہ اور قادر خدا آج اس کے ہاتھوں پر دکھانے کو موجود اور تیار ہے۔ کوئی ہے جو آزمائش کے لئے قدم اٹھائے۔ (رسالہ نورالدین۔ ص ۱۲۰)

حضرت عیسیٰؑ سے تو آپ کو مشابہت کا دیرینہ دعوی ہے مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ آپ باوا آدم بھی ہیں، یعنی آپ کا نام ملاء اعلی میں آدم ثانی بھی ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنا آدم ثانی ہونا بڑے شد و مد سے ثابت کیا ہے۔ غور سے سنئے آپ فرماتے ہیں:

سو یہ زمانہ جو آخر الزمان ہے اس زمانہ میں خدا تعالی نے ایک شخص کو حضرت آدم کے قدم پر پیدا کیا جو یہی راقم ہے۔ اور اس کا نام بھی آدم رکھا جیسا کہ مندرجہ بالا الہامات سے ظاہر ہے اور پہلے آدم کی طرح خدا نے اس آدم کو بھی زمین کے حقیقی انسانوں سے خالی ہونے کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں جلالی اور جمالی سے پیدا کر کے اس میں اپنی روح پھونکی، کیونکہ دنیا میں کوئی روحانی انسان موجود نہ تھا جس سے یہ آدم روحانی تولد پاتا۔ اس لئے خدا نے خود روحانی باپ بن کر اس آدم کو پیدا کیا اور ظاہری پیدائش کی رو سے اسی طرح نر اور مادہ پیدا کیا جس طرح کہ پہلا آدم پیدا کیا تھا۔ یعنی اس نے مجھے بھی جو آخری آدم ہوں جوڑا پیدا کیا جیسا کہ الہام:

یا آدم اسکن انت و زوجک الجنّة

میں اس کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے اور بعض گذشتہ اکابر نے خدا تعالی سے الہام پا کر یہ پیش گوئی بھی کی تھی کہ وہ انتہائی آدم جو مہدی کامل اور خاتم ولایت عامہ ہے اپنی جسمانی خلقت کی رو سے جوڑا پیدا ہوگا یعنی آدم صفی اللہ کی طرح مذکر اور مؤنث کی صورت پر پیدا ہوگا اور خاتم اولاد ہوگا کیونکہ آدم نوع انسان میں سے پہلا مولود تھا، سو ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر بکمال وتمام دورہ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو، یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔

اب یاد رہے کہ اس بندہ حضرت احدیت کی پیدائش جسمانی اس پیش گوئی کے مطابق بھی ہوئی، یعنی میں توام (جڑواں) پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام جنت تھا اور یہ الہام کہ یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے اس میں جو جنت کا لفظ ہے اس میں یہ ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اس کا نام جنت تھا اور یہ لڑکی صرف سات ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہوگئی تھی۔ غرض چونکہ خدا تعالی نے اپنے کلام اور الہام میں مجھے آدم صفی اللہ سے مشابہت دی تو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس قانون قدرت کے مطابق جو مراتب وجود دوریہ میں حکیم مطلق کی طرف سے چلا آتا ہے مجھے آدم کی خو اور طبیعت اور واقعات کے مناسب حال پیدا کیا گیا ہے چنانچہ وہ واقعات جو حضرت آدم پر گذرے، منجملہ ان کے یہ ہے کہ حضرت آدم کی پیدائش

زوج کے طور پر تھی۔ یعنی ایک مرد اور ایک عورت ساتھ تھی اور اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی۔ یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا۔ میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا۔ اور یہ میری پیدائش کی وہ طرز ہے جس کو بعض اہل کشف نے مہدی خاتم الولایت کی علامتوں میں سے لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ مہدی آخری جس کی وفات کے بعد اور کوئی مہدی پیدا نہیں ہوگا، خدا سے براہ راست ہدایت پائے گا، جس طرح آدم نے خدا سے ہدایت پائی تھی۔ اور وہ ان علوم واسرار کا حامل ہوگا جن کا آدم خدا سے حامل ہوا تھا۔ اور ظاہری مناسبت آدم سے اس کی یہ ہوگی کہ وہ بھی زوج کی صورت پر پیدا ہوگا یعنی مذکر اور مونث دونوں پیدا ہوں گے۔ جس طرح آدم کی پیدائش تھی کہ ان کے ساتھ ایک مونث بھی پیدا ہوئی تھی، یعنی حضرت حوا علیہا السلام۔ اور خدا نے جیسا کہ ابتداء میں جوڑا پیدا کیا مجھے بھی اس لئے جوڑا پیدا کیا کہ تا اولیت کو آخریت کے ساتھ مناسبت تام پیدا ہو جائے۔ یعنی چونکہ ہر ایک وجود سلسلہ بروزات میں دور کرتا رہتا ہے اور آخری بروز اس کا بہ نسبت درمیانی بروزات کے اتم اور اکمل ہوتا ہے۔ اس لئے حکمت الٰہیہ نے تقاضا کیا کہ وہ شخص جو آدم صفی اللہ کا آخری بروز ہے وہ اسکے واقعات سے اشد مناسبت پیدا کرے۔ سو آدم کا ذاتی واقعہ یہ ہے کہ خدا نے آدم کے ساتھ حوا کو بھی پیدا کیا سو یہی واقعہ بروز اتم کے مقام میں آخری آدم کو بھی پیش آیا کہ اس کے ساتھ بھی ایک لڑکی پیدا کی گئی۔ اور اسی آخری آدم کا نام عیسی بھی رکھا گیا، تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ حضرت عیسی کو بھی آدم صفی اللہ کے ساتھ ایک مشابہت تھی لیکن آخری آدم جو بروزی طور پر عیسی بھی ہے، آدم صفی اللہ سے اشد مشابہت رکھتا ہے کیونکہ آدم صفی اللہ کیلئے جس قدر بروزات کا دور ممکن تھا وہ تمام مراتب بروزی وجود کے طے کر کے آخری آدم پیدا ہوا ہے اور اس میں اتم اور اکمل بروزی حالت دکھائی گئی ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۵ میں میری نسبت ایک یہ خدا کا کلام اور الہام ہے کہ خلق آدم فاکرمہ یعنی خدا نے آخری آدم کو پیدا کر کے پہلے آدموں پر ایک وجہ سے اس کو فضیلت بخشی۔ اس الہام اور کلام الٰہی کے یہی معنی ہیں کہ گو آدم صفی اللہ کے

لئے کئی بروزات تھے جن میں سے حضرت عیسیٰ بھی تھے لیکن یہ آخری بروز اکمل اور اتم ہے۔ (تریاق القلوب۔ص ۱۵۶۔۱۵۷؛ خزائن۔ج ۱۵ص ۴۷۶۔۴۸۱)

یہ ایسی پرزور دلیل ہے کہ کوئی جواب نہ دے سکے مگر افسوس ہے مخالفت نے مخالفوں کے دانت ایسے تیز کر رکھے ہیں کہ ایسی صاف اور شستہ تقریر پر بھی اعتراض کرتے ہیں مثلاً یہ کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت آدم اور حوا، توام (جوڑے) پیدا ہوئے تھے۔ یہ دعویٰ محض بے ثبوت ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کے صریح خلاف ہے۔قرآن شریف میں صاف مذکور ہے خلق منها زوجها (خدا نے آدم کی بیوی اس میں سے یا اس کی جنس سے پیدا کی) ان دونوں توجیہوں کو تو الفاظ قرآنی برداشت کر سکتے ہیں مگر آپ نے جو فرمایا ہے کہ آدم اور حوا، توام (جوڑے) پیدا ہوئے تھے یہ محض گپ ہے۔ (مرزائیو! کیا کہتے ہو؟)

اسی ضمن میں مرزا صاحب نے حضرت شیخ اکبر ابن العربی کا قول بھی نقل کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

اس پیش گوئی کو شیخ محی الدین ابن العربی نے فصوص الحکم میں فص شیث میں لکھا ہے اور دراصل یہ پیش گوئی فص آدم میں رکھنے کے لائق تھی مگر انہوں نے شیث کو الولد سر لابیہ کا مصداق سمجھ کر اسی فص میں اس کو لکھ دیا ہے۔ ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ اس جگہ شیخ کی اصل عبارت نقل کر دیں اور وہ یہ ہے:

وعلی قدم شیث یکون آخر مولود یولد من هذا النوع الانسانی وهو حامل اسراره ولیس بعده ولد فی هذا النوع فهو خاتم الاولاد۔ وتولد معه اخت له فتخرج قبله ویخرج بعدها یکون رأسه عند رجلیها۔ ویکون مولده بالصین ولغته لغت بلده۔ ویسری العقم فی الرجال والنساء فیکثر النکاح من غیر ولادة ۔ویدعوهم الی اللّٰه فلا یجاب۔ (تریاق القلوب۔ص ۱۵۸؛ خزائن ج ۱۵ص ۴۸۲)

مناسب ہے کہ اس عربی عبارت کا ترجمہ پہلے ہم ناظرین کو سنا لیں تاکہ مرزا صاحب کی غلط بیانی ان کو بخوبی ذہن نشین ہوسکے۔ترجمہ یہ ہے:

حضرت شیث کے طریق پر سب سے آخر نوع انسانی کا ایک بچہ پیدا ہوگا۔ پس وہ نوع انسانی کے لئے خاتم الاولاد ہوگا اس کے ساتھ اس کی ایک ہمشیرہ پیدا ہوگی جو اس سے پہلے نکلے گی

اور وہ اس کے بعد نکلے گا۔ اس لڑکے کا سر اپنی ہمشیرہ کی دونوں ٹانگوں میں ہوگا۔ اور اس بچے کی ولادت چین میں ہوگی۔ اور اس بچے کی زبان یعنی گفتگو اسی (چینی) زبان میں ہوگی۔ اس بچے کے بعد مردوں اور عورتوں میں عقم یعنی بے اولادی عام ہو جائے گی، نکاح تو زیادہ ہوں گے مگر بغیر اولاد کے۔ وہ بچہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے گا مگر اس کی سنی نہ جائے (یعنی کوئی شخص اس کی ہدایت پر عمل نہ کرے گا)

اس کلام کا صاف مطلب ہے کہ قریب قیامت کے نوع انسان میں ایک بچہ چین کے ملک میں پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر چینی زبان میں چینیوں کو وعظ کرے گا اس سے کوئی بچہ پیدا نہ ہوگا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اب غور سے سنیئے کرشن قادیانی اس کو اپنے پر کس طرح لگاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

یعنی کامل انسانوں میں سے آخری کامل ایک لڑکا ہوگا جو اصل مولد اس کا چین ہوگا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قوم مغل اور ترک میں سے ہوگا۔ اور ضروری ہے کہ عجم میں سے ہوگا نہ عرب میں سے۔ اور اس کو وہ علوم و اسرار دیئے جائیں گے جو شیث کو دیئے گئے تھے۔ اور اس کے بعد کوئی اور ولد نہ ہوگا اور وہ خاتم الاولاد ہوگا۔ یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ اور اس فقرہ کے یہ بھی معنی ہیں کہ وہ اپنے باپ کا آخری فرزند ہوگا۔ اور اس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوگی جو اس سے پہلے نکلے گی اور وہ اس کے بعد نکلے گا۔ اس کا سر اس دختر کے پیروں سے ملا ہوگا۔ یعنی دختر معمولی طریق سے پیدا ہوگی پہلے سر نکلے گا اور پھر پیر۔ اور اس کے پیروں کے بعد بلا توقف اس پسر کا سر نکلے گا (جیسا کہ میری ولادت اور میری توام ہمشیرہ کی اسی طرح ظہور میں آئی) ۔ اور پھر بقیہ ترجمہ شیخ کی عبارت کا یہ ہے کہ اس زمانہ میں مردوں اور عورتوں میں بانجھ کا عارضہ سرایت کرے گا۔ نکاح بہت ہوگا یعنی لوگ مباشرت سے نہیں رکیں گے مگر کوئی صالح بندہ پیدا نہیں ہوگا۔ اور وہ زمانہ کے لوگوں کو خدا کی طرف بلائے گا مگر وہ قبول نہیں کریں گے (آپ کے تو لاکھوں مرید ہیں، آپ پر کس طرح صادق آ سکتا ہے۔ ثناء اللہ)

اور اس عبارت کے شارح نے جو کچھ اس کی شرح میں لکھا ہے وہ یہ ہے:

پہلا مولود جو آدم کو بخشا گیا وہ شیث ہے اور ایک لڑکی بھی تھی جو شیث کے ساتھ بعد اس کے پیدا ہوئی۔ پس خدا نے چاہا کہ وہ نسبت جو اول اور آخر میں ہوتی ہے وہ نوع

انسان میں متحقق کرے اس لئے اس نے ابتداء سے مقدر کر رکھا تھا کہ طرز ولادت پسر آخری، پسر اول سے مشابہت رکھے۔ پس پسر آخر جو خاتم الخلفاء تھا اور بموجب اس پیش گوئی کے جو شیخ نے اپنی کتاب عنقاء مغرب میں لکھی ہے وہ خاتم الخلفاء اور خاتم الاولیاء عجم میں سے پیدا ہونے والا تھا نہ عرب سے۔ اور وہ حضرت شیث کے علوم کا حامل تھا۔ اور پیش گوئی میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ اس کے بعد یعنی اس کے مرنے کے بعد نوع انسان میں علت عقم سرایت کرے گی یعنی پیدا ہونے والے حیوانوں اور وحشیوں سے مشابہت رکھیں گے۔ اور انسانیت حقیقی صفحہ عالم سے مفقود ہو جائیں گے۔ وہ حلال کو حلال نہیں سمجھیں گے اور نہ حرام کو حرام۔ پس ان پر قیامت قائم ہوگی۔

(تریاق القلوب ص ۱۵۸۔۱۵۹؛ خزائن ج ۱۵ ص ۴۸۲۔۴۸۳)

مرزائیو! ایمان سے کہنا عربی عبارت سامنے رکھ کر اپنے پیر کے کمالات کو سمجھ کر کہنا۔ کیا عربی عبارت کا یہی مطلب ہے جو کرشن جی کہتے ہیں؟ بھلا اتنا تو بتلاؤ کہ یعنی در یعنی لگانے کا کرشن جی کو کیا حق ہے۔ کیا تم ایمان سے کہہ سکتے ہو کہ یکون مولدہ بالصّین کے مطابق مرزا پر یہ عبارت چسپاں ہوسکتی ہے؟ پھر اس طرفہ پر طرہ یہ کہ آپ حقیقۃ الوحی میں اسی عبارت کو ایسا صاف محرف کرتے ہیں کہ یہودیوں کے بھی کان کتر ڈالتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

شیخ محی الدین ابن العربی نے لکھا ہے کہ وہ چینی الاصل ہوگا

(حقیقۃ الوحی ص ۲۰۱؛ خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۹)

اس کمال جرأت کو دیکھئے کہ جس عبارت کو آپ ہی نقل کرتے ہیں اسی کو دوسرے مقام پر ایسا بگاڑ دیتے ہیں۔

ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ مرزا صاحب اس جگہ تو حضرت ابن العربی کا قول سند لاتے ہیں مگر تقریر وحدۃ الوجود میں انہی ابن العربی اور ان کے مذہب کی نسبت وہ بے نقط سنائی ہیں کہ الاماں۔ مگر یہاں ان کے قول کو (اور وہ بھی محرف کر کے) سنداً پیش کیا ہے۔ کیا سچ ہے:

اس نقش پا کے سجدہ نے یاں تک کیا ذلیل میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

☆ ہم نے مسیح موعود کو کیا دیکھ کر قبول کیا

اس عنوان سے ایک طویل مضمون قادیانی اخبار الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۸ء میں نکلا ہے جو کئی ایک نمبروں میں ختم ہوا ہے۔ سارے مضمون کا خلاصہ دو فقروں میں ہے جو مرزائی راقم ہی کے الفاظ میں نقل کر دیتے ہیں۔ راقم مضمون لکھتا ہے:

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب کے دعوی کا دار و مدار آ کر آخر کار اسی مرکز پر ٹھہرتا ہے کہ یہ تمام اسلام کی صداقت کا زندہ ثبوت ہے اور کہ اسلام میں یہ طاقت موجود ہے کہ اس کی پیروی کرنے سے اس کا ایک سچا پیرو وحی والہام سے مشرف کیا جا سکتا ہے۔ پس کیوں نہ ہم اس پہلو کو اختیار کریں جو اصل الاصول اور نتیجہ خیز پہلو ہے

(الحکم قادیان ۱۰ جنوری ۱۹۰۸ء۔ ص ۷ کالم ۲)

مرزائی راقم مضمون کی یہ تقریر دو حصوں پر منقسم ہے ایک تو یہ کہ اسلام میں یہ برکت ہے ۔ بہت خوب ہمیں اس سے تو بحث نہیں۔ دوسرا حصہ جو آپ کی اصل مراد ہے یہ ہے کہ مرزا صاحب اس کا زندہ نمونہ ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب خود بھی ہمیشہ اسلام کا نمونہ اپنے وجود بے جود ہی کو پیش کیا کرتے ہیں۔ (دیکھو تریاق القلوب۔ ص ۵۴؛ خزائن ج ۱۵ ص ۲۴۹)

پس اس دوسرے حصہ پر ہماری بحث ہوگی، یعنی اس امر پر کہ مرزا صاحب واقعی مورد الہام و وحی ہیں۔ لیکن اس بحث سے پہلے ہم ناظرین کو ایک خوش خبری سناتے ہیں کہ مرزائی جنگ کا صحیح نقشہ جو ہم نے آج سے سالہا سال پہلے پبلک میں پیش کیا تھا جس کو اس وقت مرزائیوں نے غلط سمجھا تھا، راقم مضمون نے اسی کو صحیح سمجھا ہے۔ وہ نقشہ ہم نے رسالہ الہامات مرزا میں لکھ دیا تھا کہ مرزائی مباحث میں زور صرف اس بات پر ہونا چاہیے کہ مرزا جی کے الہامات صحیح ہیں یا غلط؟ اس کا نتیجہ بھی یہی بتلایا تھا کہ اگر مرزا جی اپنے الہامات میں سچے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقرب خدا ہیں۔ پھر جو کچھ وہ فرمائیں یا کسی آیت کی تفسیر کرینگے وہی صحیح ہوگی۔ اور اگر وہ اپنے الہامات میں کاذب ہیں تو گو بعض فروعی مسائل میں وہ حق بجانب ہوں یا ان کا پہلو قوی ہو تو بھی وہ مسیح موعود یا مہدی مسعود نہیں ہو سکتے۔ الحمد للہ کہ ہمارا پیش کردہ نقشہ آج مرزائی کیمپ میں بھی منظور ہو گیا۔

الحمد للہ کہ موضوع بحث تو مقرر ہو گیا، اس لئے سڑک صاف ہے۔ پس اب ہم ناظرین کو خوش خبری سناتے ہیں کہ اس موضوع میں ہمارا ایک زبردست رسالہ ہے جس کا نام ہے، الہامات مرزا۔ اس رسالہ میں مرزا صاحب کے الہامات کا وہ مدلل خاکہ اڑایا ہے کہ آج تک نہ مرزا سے نہ

کسی مرزائی سے اس کا جواب بن پڑا ہے۔ اس جگہ ہم بطور نمونہ مرزا جی کے الہامات کا نقشہ بتلاتے ہیں۔ غور سے سنیئے!

مرزا صاحب کی پیش گوئیاں یوں تو بقول ان کے سینکڑوں تک پہنچتی ہیں مگر وہ عموماً اسی قسم کی ہیں جو گذشتہ ایام میں اخبار جامع العلوم مراد آباد کے شوخ مزاج اڈیٹر نے ایک پنڈت جی کی نسبت کی تھیں کہ صبح اٹھتے ہی پنڈت جی کو پائخانہ پیشاب کی حاجت ہو گی۔ پنڈت جی کھانا کھائیں گے تو سیدھا ان کے معدہ میں اتر جائے گا۔ غرض مرزا جی کی پیش گوئیاں بھی بہت سی اسی قسم کی ہیں۔ مگر چند ایسی بھی ہیں کہ ان کو مرزا صاحب خود بھی اپنے لئے مدار صدق و کذب جانتے اور بتلاتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ان پیش گوئیوں کی فہرست مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں بتلا دیں۔

مرزا صاحب رسالہ شہادۃ القرآن میں عبداللہ آتھم، پنڈت لیکھ رام، مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد کی نسبت پیش گوئیوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

> یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے۔ اور ان میں وہ پیشگوئی جو مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت عظیم الشان ہے

(شہادۃ القرآن از مرزا۔ ص ۸۰؛ خزائن ج ۶ ص ۳۷۶)

اس تحریر میں مرزا صاحب نے مرزا احمد بیگ اور ان کے داماد والی پیش گوئی کو مسلمانوں سے متعلق بتلایا ہے۔ گو ہمارا حق ہے کہ ہم سب پیش گوئیوں کی جانچ کریں لیکن چونکہ مرزا صاحب نے اس تقریر میں صرف ایک ہی پیش گوئی کو ہمارے حصہ میں دیا ہے اس لئے ہم بھی سردست اسی ایک کو بطور نمونہ جانچتے ہیں۔

شکر ہے کہ مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کو واضح لفظوں میں بیان کیا ہوا ہے۔ آپ رسالہ کرامات الصادقین میں لکھتے ہیں:

> قال انّها (عبارت اسی طرح ہے۔ ثناء اللہ) سیجعل ثیبة و یموت بعلها و ابوها الی ثلاث سنة من یوم النکاح ثمّ نردها الیک بعد موتهما و لا یکون احدهما من العاصمین۔ (اخیر صفحہ سرورق کرامات الصادقین۔ خزائن ج ۷ ص ۱۶۲)۔ یعنی خدا نے کہا کہ وہ عورت یعنی مرزا احمد بیگ کی لڑکی (جس کے نکاح میں آنے کے مرزا صاحب کو الہام ہوتے تھے اور وہ دوسری جگہ بیاہی گئی) بیوہ ہو جائے گی اس کا خاوند اور اس

کا باپ روز نکاح سے تین سال کے اندر اندر مر جائینگے۔ پھر ہم (خدا) اس کو تیرے (مرزا کے) پاس (نکاح میں) لے آئینگے اور ان دونوں میں سے اس کی حفاظت کرنیوالا کوئی نہ ہوگا۔

اس تحریر میں مرزا صاحب نے احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت یوم نکاح سے تین سال تک بتلائی ہے۔ اب ہم کو یہ دکھانا ہے کہ اس پیش گوئی کی آخری تاریخ کیا ہے۔ شکر صد بلکہ شکر ہے کہ مرزا صاحب نے ہمیں اس امر کی تحقیق کرنے سے بھی سبکدوش کر دیا۔ آپ اپنے رسالہ شہادۃ القرآن میں لکھتے ہیں:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے،

(شہادۃ القرآن۔ص ۷۹؛ خزائن ج ۶ ص ص ۳۷۵)

یہ عبارت باواز بلند پکار رہی ہے کہ احمد بیگ کا داماد ۲۱۔ اگست ۱۸۹۴ء کو دنیا میں نہ رہنا چاہیے تھا۔ مگر ناظرین کس حیرت سے سنیں گے کہ باوجود یکہ میعاد کو ختم ہوئے آج ۲۱ اپریل ۱۹۰۸ء۔ کو تیرہ سال سات ماہ مدت گذر چکے ہیں مگر وہ جوان آج تک زندہ سلامت ہے جس کی زیست کی خبریں سن سن کر مرزا جی اندر ہی اندر کڑھتے ہیں۔

ناظرین! یہ ہے مرزا جی کی وحی اور الہام کا نمونہ جو آپ حضرات نے دیکھ لیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ راقم مضمون مرزا جی کی بگڑی ہوئی وحی کو کیونکر سنوارتا ہے۔ لیکن وہ یاد رکھے

تروح الی العطار تبغی شبا بھا   و لن یصلح العطار ما افسد الدھر

(ایک بڑھیا عورت وسمہ لینے کو جا رہی تھی کہ سر کے بالوں کو سیاہ کرے ایک شوخ طبع شاعر نے اسے دیکھ کر یہ شعر پڑھا کہ عطار کے پاس جوانی کا سازوسامان لینے چلی ہے۔ بھلا جو زمانے کے اثر سے خراب ہو چکا ہے اسے عطار کیا سنوارے گا)۔ یہ شعر مرزا صاحب اور اس کے ماننے والوں کے حق میں بہت مفید ہے۔

ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ کوئی پیش گوئی مرزا صاحب نے ایسی نہیں کی جو پیش از وقت صاف بتلائی ہو پھر اس کا وقوعہ بھی اسی طرح ہوا ہو۔ اور جن کا وقوعہ بتلایا جاتا ہے وہ ایسی گول مول ہیں کہ موم کی ناک سے بھی زیادہ نرم ہیں۔ ہم اس بات اس امر کے ثابت کرنے کے لئے بفضلہ تعالی کافی مصالحہ رکھتے ہیں اچھا ہوا کہ نامہ نگار مذکور نے یہ پہلو خود ہی اختیار کیا۔

☆ مرزا قادیانی اپنے منہ سے کافر

آج کل مرزا صاحب کے کافر ہونے نہ ہونے پر بہت کچھ موشگافیاں ہو رہی ہیں مگر ہم جس طریق سے مرزا جی کا کافر ہونا ثابت کریں گے وہ سب سے آسان تر ہے اور لطف یہ ہے کہ مرزا جی کا اپنا اقرار ہے۔ مرزا جی لکھتے ہیں:

ما کان لی ان ادّعی النّبوّۃ و اخرج من الاسلام و الحق بقوم الکافرین۔ (حمامۃ البشریٰ ص ۷۹۔ خزائن ج ۷ ص ۲۹۷) (یعنی یہ جائز نہیں کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں سے جا ملوں)

مرزا جی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ دعویٰ نبوت اسلام سے خارج ہونے اور کافر ہونے کا موجب ہے۔ اب سنیے! مرزا جی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟ پرانے حوالے تو سب لوگوں کو معلوم ہیں کہ کس کس آن بان سے اظہار نبوت ہوتا تھا مگر آج ایک نیا حوالہ سب سے واضح تر بتلا کر مرزائیوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ کیوں ایسے شخص کے پیچھے پڑے ہو جو بقول خود کافر ہے۔ مرزائیو! نیچے کا حوالہ بغور سنو۔ مرزا جی کہتے ہیں:

ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم بغیر نئی شریعت کے رسول اور نبی ہیں .. بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کتاب نازل نہیں ہوئی۔ (بدر۔ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء؛ ملفوظات۔ ج ۱۰ ص ۱۲۷)

مطلب یہ کہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں حضرات ہارونؑ، زکریاؑ، یحیٰؑ وغیرہ کی طرح نبی ہوں۔ بہت خوب!

یار ما امسال دعویٰ رسالت کردہ است — سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

مرزائیو! دیانتداری سے ان دونوں کلاموں کو ملا کر نتیجہ نکالو۔ تم میں سے جو ذرا منطق جانتے ہوں ان کی آسانی کے لئے ہم یہاں صغریٰ کبریٰ بنا کر نتیجہ بتلاتے ہیں۔ سنو:

مرزا نے دعویٰ نبوت کیا (صغریٰ)۔

بقول مرزا جی دعویٰ نبوت کرنے والا کافر ہے (کبریٰ)۔

نتیجہ تم خود سوچ لو کہ کون کافر ہے۔

(مرقع قادیانی، امرتسر۔ اپریل ۱۹۰۸ء)

☆ قادیانی سوال، ثنائی جواب

مرزا صاحب قادیانی نے اپنی تازہ تصنیف حقیقۃ الوحی میں مجھ سے ایک سوال کیا ہے جو واقعی قابل قدر ہے۔ گو مرزا صاحب ہمارے کسی سوال کا جواب نہیں دیا کرتے، مگر ہم کیوں نہ دیں؟ پس میں پہلے مرزا صاحب کے سوال کو انہی کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں۔ مگر اس سوال کی وجہ مرزا صاحب کو یہ پیش آئی ہے کہ ۸ فروری ۱۹۰۸ء کے اخبار اہل حدیث میں لکھا گیا تھا کہ عبدالکریم، امام مرزا کی نسبت مرزا صاحب کو کئی ایک الہام صحت یاب ہو جانے کے ہوئے تھے، تاہم وہ مر گیا۔ اس پر مرزا صاحب نے میری نسبت غصہ ظاہر کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> یاد رہے کہ میرے نشانوں کو سن کر مولوی ثناء اللہ کی عادت ہے کہ ابوجہلی مادہ کے جوش سے انکار کے لئے کچھ حیلے پیش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس جگہ بھی انہوں نے یہی عادت دکھلائی اور محض افتراء کے طور پر اپنے پرچہ ۸ فروری ۱۹۰۸ء میں میری نسبت یہ لکھ دیا ہے کہ مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت ان کو الہام ہوا تھا کہ وہ ضرور صحت یاب ہو جائے گا مگر آخر وہ فوت ہو گیا۔ اس افتراء کا ہم کیا جواب دیں بجز اس کے کہ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین مولوی ثناء اللہ صاحب ہمیں بتلائیں کہ اگر مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت الہام مذکورہ بالا شائع ہو چکا ہے تو پھر یہ الہامات مندرجہ ذیل جو اخبار الحکم اور بدر میں شائع ہو چکے ہیں کس کی نسبت تھے؟ یعنی کفن میں لپیٹا گیا۔ ۴۷ سال کی عمر انا للّٰہ و انا الیہ راجعون اس نے اچھا ہونا ہی نہیں تھا۔ انّ المنایا لا تطیش سھامھا یعنی موتوں کے تیر ٹل نہیں سکتے۔
>
> واضح ہو کہ یہ سب الہام مولوی عبدالکریم صاحب کی نسبت تھے۔ ہاں ایک خواب میں ان کو دیکھا تھا کہ گویا وہ صحت یاب ہیں مگر خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں۔ اور تعبیر کی کتابیں دیکھ لو، خوابوں کی تعبیر میں کبھی موت سے مراد صحت اور کبھی صحت سے مراد موت ہوتی ہے۔ کئی مرتبہ خواب میں ایک شخص کی موت دیکھی جاتی ہے اور اس کی تعبیر زیادتِ عمر ہوتی ہے۔ یہ حال ان مولویوں کا ہے جو بڑے دیانت دار کہلاتے ہیں جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی برا کام نہیں۔ ایسے جھوٹ کو خدا نے رجس سے مشابہت دی ہے۔ مگر یہ لوگ رجس سے پرہیز نہیں کرتے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۳۶؛ خزائن ص ۲۲ ص ۴۵۸۔۴۵۹)

شکر صد شکر کہ مرزا صاحب بھی اس اصول میں ہمارے ساتھ متفق ہوئے ہیں کہ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی برا کام نہیں۔ پس اب ہمیں واقعات صحیحہ سے یہ بتلانا ہے کہ جھوٹ کون بولتا ہے؟ ہمارے مرزائی دوست ہم کو صحیح صحیح واقعات پیش کرنے میں معذور سمجھیں اور یہ جانیں کہ اگر ہم ان واقعات کو پیش نہ کریں گے تو وہ کسی طرح مٹ نہ جائیں گے۔ پس وہ ٹھنڈے دل سے ان واقعات کو سنیں اور سچ جھوٹ کو بڑی متانت سے جانچیں۔ میں جانتا ہوں کہ انسان فطرۃً مجبور ہے کہ محبوب کے عیوب دیکھنے اور سننے کے وقت اس کی آنکھ اور کان بند ہو جاتے ہیں لیکن ان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر وہ نہ سنیں گے تو ان کے مخالف تو ضرور سنیں گے۔ پھر کسی موقع پر اچانک ان کے سامنے اگر وہ واقعات پیش ہو گئے تو کیا جواب دیں گے۔ اس لئے ذرہ انصاف اور حوصلہ سے سنیں۔ ہم سے جہاں تک ہو سکا ہے اس مضمون میں مرزائیوں کی دل شکنی کا بہت لحاظ رکھا ہے حتی المقدور ان الفاظ سے جن کے ہم مرزا صاحب کو مستحق جانتے ہیں کام نہیں لیا تاکہ ہمارے مرزائی دوستوں کو اصل مضمون سمجھنے میں مانع نہ ہوں۔ بہرحال بغور سنیئے۔

عبارت مرقومہ بالا میں مرزا صاحب قادیانی نے ایک تو اس سے انکار کیا ہے کہ مولوی عبدالکریم کی بابت کوئی الہام صحت کا نہیں ہوا تھا۔ دوم، کفن، ۴۷ سال اور منایا والے الہامات سب مولوی عبدالکریم کے حق میں تھے۔ بس ان دو تنقیحی امور کا تردیدی ثبوت ہمارے ذمہ ہے۔ ناظرین، خصوصاً مرزائی دوست بغور سنیں۔

مولوی عبدالکریم کی علالت کی خبر پہلے پہل الحکم ۳۱۔ اگست ۱۹۰۵ء میں نکلی تھی جس میں بہت بڑی تمہید کے بعد مرزا صاحب کے چند ایک الہامات درج تھے جو یہ ہیں:

> ۳۰۔ اگست ۱۹۰۵ء۔ مولوی عبدالکریم کی گردن کے نیچے پشت پر ایک پھوڑا ہے جس کو چیرا دیا گیا ہے۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا میں نے ان کے واسطے رات دعا کی تھی۔ رؤیا (خواب) میں دیکھا کہ مولوی نورالدین ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا ہمارا تجربہ ہے کہ خواب کے اندر رونا اچھا ہوتا ہے اور میری رائے میں طبیب کا رونا مولوی (عبدالکریم) صاحب کی صحت کی بشارت ہے۔
>
> (تذکرہ طبع ۳ ص ۵۵۹؛ الحکم ۳۱۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۱۰)

گو یہی ایک الہام معہ الہامی تفسیر کے ہمارے دعوی کے اثبات کے لئے کافی ہے مگر ہم اسی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اور بھی بہت کچھ پیش کرتے ہیں۔ ذرا غور سے سنیئے۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء

کے الحکم میں ۷ ستمبر ۱۹۰۵ء کا واقعہ لکھا ہے :

(مرزا صاحب نے) فرمایا اللہ تعالی کے نشان اس طرح کے ہوتے ہیں کہ ان میں قدرت اور غیب ملا ہوا ہوتا ہے اور انسان کی طاقت نہیں ہوتی کہ ان کو ظاہر کر سکے۔ فرمایا مولوی صاحب کی زیادہ علالت کے وقت میں بہت دعا کرتا تھا اور بعض نقشے میرے آگے ایسے آئے جن سے نا امیدی ظاہر ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت کا وقت ؟ اور ظاہر کی رو سے بھی معاملہ خوفناک تھا۔ کیونکہ ذیابیطس والے کو سرطان ہو جائے تو پھر بچنا مشکل ہوتا ہے۔ اس دعا میں، میں نے بہت تکلیف اٹھائی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے بشارت نازل کی اور عبداللہ سنوری والا خواب میں نے دیکھا جس سے نہایت درجہ غم ناک دل کو تشفی ہوئی جو گذشتہ اخبار میں چھپ چکا ہے۔

(صفحہ ۳ کالم ۲۔ الحکم۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء؛ ملفوظات۔ ج ۸ ص ۷)

۹ ستمبر کا واقعہ اس سے بھی واضح تر ہے۔ اڈیٹر الحکم لکھتا ہے :

حضرت اقدس حسب معمول تشریف لے آئے اور ایک رؤیا بیان کی جو بڑی ہی مبارک اور مبشر رؤیا ہے جس کو میں نے اس مضمون کے آخر میں درج کر دیا ہے۔ فرماتے تھے کہ آج تک جس قدر الہامات اور مبشرات ہوئے تھے ان میں نام نہ تھا لیکن آج تو اللہ تعالی نے خود مولوی عبدالکریم کو دکھا کر صاف طور پر بشارت دی ہے۔ اس رؤیا کو سن کر جب ڈاکٹر صاحب پٹی کھولنے گئے ہیں تو خدا کی عجب قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور وہ یہ کہ سارے زخم پر انگور آ گیا ہے و الحمد للّٰہ علی ذلک۔ غرض اس وقت تک زخم کی حالت اچھی ہے اور مولوی صاحب روبصحت ہیں۔ ضعف اور نقاہت ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ کئی دن سے کھایا کچھ نہیں، تھوڑی سی یخنی یا دودھ پیتے ہیں۔ بہر حال رب کریم کے حضور بہت بڑی امیدیں ہیں کہ وہ اپنے بندے کو ضائع نہ کریگا۔ جماعت کا فرض ہے کہ مولوی صاحب کیلئے خاص طور پر دعائیں کرے (الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء)

مرزائی دوستو ! اس حوالہ کو دیکھ کر بھی تم لوگ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے اعلی حضرت کس قدر راست گو ہیں۔ واللہ سچ کہتا ہوں کہ خاکسار کو مرزا صاحب پر اتنا رحم نہیں آتا جتنا تم لوگوں کے حال پر رحم بلکہ افسوس ہوتا ہے کہ تم لوگ بے خبری میں ایسے گڑھے میں گرے ہو کہ اس سے باہر نکلنا تمہارا مشکل ہے۔ ان حضرت کی شان کو تو میں اس سے ارفع جانتا ہوں کہ ان کی نسبت میں کاذب یا

کذاب کا لفظ لکھوں۔ مرزا صاحب کے مباحثات کی بنیاد اب کسی معقول یا منقول پر مبنی نہیں رہی بلکہ واقعات کی تحقیق پر مبنی ہے جس میں ہر ایک عالم اور جاہل حصہ لے سکتا ہے۔

اور سنئیے ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء کے الحکم میں لکھا ہے:

مرزا صاحب نے ۱۹ ستمبر ۱۹۰۵ء کو رؤیا دیکھا کہ مرزا غلام قادر صاحب میرے بڑے بھائی نہایت سفید لباس پہنے ہوئے میرے ساتھ جا رہے ہیں اور کچھ باتیں کرتے ہیں ایک شخص ان کی باتیں سن کر کہتا ہے کہ یہ کیسی فصیح بلیغ گفتگو کرتے ہیں گویا پہلے سے حفظ کر کے آئے ہیں۔ فقط۔

فرمایا: ہمارا تجربہ ہے کہ جب کبھی ہم اپنے بھائی صاحب کو خواب میں دیکھتے ہیں تو اس سے مراد کسی مشکل کام کا حل ہونا ہوتا ہے۔ آج کل چونکہ مولوی عبدالکریم کے واسطے بہت دعا کی جاتی ہے اس واسطے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے گا۔ غلام قادر سے خدائے قادر کی قدرت کی طرف اشارہ ہے۔ (الحکم مذکور۔ ص ۱؛ تذکرہ طبع ۳ ص ۵۲۷)۔

پھر صفحہ ۲ پر لکھا ہے:

شیخ نور احمد نے اپنا ایک خواب عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم مسجد میں کھڑے ہیں اور وعظ کرتے ہیں اور یہ آیت پڑھتے ہیں اولئک علی ھدی من ربّھم و اولئک ھم المفلحون۔ فرمایا اس سے بظاہر مولوی صاحب کی صحت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے واللّٰہ اعلم (الحکم مذکور۔ ص ۲ کالم ۲؛ ملفوظات۔ ج ۸ ص ۱۳۔۱۴)

پھر کالم نمبر ۴ پر اس سے بھی زیادہ وضاحت کی گئی ہے۔ لکھا ہے:

۲۱ ستمبر کو اعلیٰ حضرت (مرزا) مولوی (عبدالکریم) صاحب کے لئے بہت دعا کرتے رہے اس پر الہام ہوا طلع البدر علینا من ثنیۃ الوداع۔ (الحکم مذکور ص ۲؛ تذکرہ طبع ۳ ص ۵۶۸؛ ملفوظات۔ ج ۸ ص ۲۸۴)۔ (یعنی ہم پر بدر چڑھا جس کا صاف مطلب ہے کہ عبدالکریم صحت یاب ہوگا)۔

مرزائی دوستو! ہمارے حوالہ جات کو دیکھ کر بتلا سکتے ہو کہ مرزا صاحب نے کوئی الہام یا خوش خبری مولوی عبدالکریم کے لئے ظاہر نہیں کی؟ اگر نہیں کی تو اوپر کی عبارات کا کیا مطلب ہے۔ کیا تم اتنا نہیں سمجھتے کہ تم لوگ اگر محبت میں پھنس کر واقعات صحیحہ کو نہ دیکھو گے تو کیا دنیا بھی اندھی ہے۔ اور اگر ان حوالہ جات میں کوئی الہام تسلی بخش یا خوش خبری صحت بخش ہے تو پھر یہ حضرت کیوں

انکار کرتے ہیں، جو حقیقۃ الوحی میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

۱۱۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ہمارے ایک مخلص دوست یعنی مولوی عبدالکریم اسی بیماری کاربنگل یعنی سرطان سے فوت ہو گئے۔ ان کے لئے بھی میں نے دعا کی تھی مگر ایک بھی الہام ان کے لئے تسلی بخش نہ تھا۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۲۶؛ خزائن ج ۲۲ ص ۳۳۹)

مرزائیو! کیا تم حوصلہ کر سکتے ہو کہ آں حضرت (مرزا) یا ان کے خلیفہ سے دریافت کرو کہ جھوٹ بولنا نجس کھانے کے برابر ہے یا کم وبیش؟ اور یہ کہ قادیانی اصطلاح میں جھوٹ بولنا لازمہ نبوت ہے یا منافی نبوت؟

ہم نے تو اپنے دعوی کا کافی ثبوت دے دیا ہے کہ مولوی عبدالکریم کی بابت صحت کے الہام تھے یہاں تک کہ مرزا صاحب کو خود اقرار ہے کہ خدا نے مولوی عبدالکریم کا نام بھی لے دیا ہے۔ پھر اس سے زیادہ ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ اگر اب بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

رہا دوسرا حصہ کہ کفن میں لپیٹا گیا ۴۷ سال کی عمر وغیرہ، سو اس کے متعلق بھی ہم اصل اور صحیح واقعات پیش کر دیتے ہیں۔ خدا کے فضل سے ہمارے پاس کافی سامان ہے اس لئے ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ اپنے پاس سے کچھ جواب دیں۔ پس بغور سنئے۔ الحکم ۱۰ستمبر ۱۹۰۵ء کے پرچہ میں یہ الہامات درج ہیں جو معہ تفسیر مرزائی کے ہم نقل کرتے ہیں۔ لکھا ہے۔

۲ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ سینتالیس سال کی عمر۔ انّا للّٰه و انّا الیه راجعون۔ اس سے دوسرے دن ۳ ستمبر کو ایک شخص کا خط آیا جس نے اپنی بدکاریوں اور غفلتوں پر نہایت افسوس کی تحریر کر کے لکھا اب میری عمر سینتالیس سال کی ہے انّا للّٰه و انّا الیه راجعون۔ فرمایا کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو خط باہر سے آنے والا ہوتا ہے اس کے مضمون سے پہلے ہی اطلاع دی جاتی ہے

(الحکم ۱۰ستمبر ۱۹۰۵ء؛ تذکرہ۔طبع ۳۔ص ۵۶۶۔۵۶۷)

۹ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ انّ المنا یا لا تطیش سھا مھا۔ کفن میں لپیٹا ہوا۔ فرمایا معلوم نہیں یہ الہامات کس کے متعلق ہیں۔ (الحکم ۱۰ستمبر ۱۹۰۵ء؛ تذکرہ۔ص ۵۶۴)

مرزائیو! اعلیٰ حضرت کے کرشمے خوب غور سے دیکھو، کیا فرما رہے ہیں۔ مذکورہ بالا عبارت میں ۴۷ سال والے الہام کی تشریح تو خود مرزا صاحب نے آپ ہی کر دی کہ کسی تائب شخص کے حق میں ہے باقی دو کی بابت خود اقرار ہے کہ معلوم نہیں کہ یہ کسکے حق میں ہیں۔ البتہ ایک الہام

باقی رہ گیا کہ، اس نے اچھا ہونا ہی نہیں ،۔ سو اس کا کہیں حوالہ نہیں دیا کہ کس زمانے کا ہے اور کب شائع کیا تھا اور اس کا اشارہ کس طرف تھا۔ خدارا اتنا تو سوچو کہ ایک طرف تو مرزا جی کہتے ہیں:

آج تک جس قدر الہامات اور مبشرات ہوئے تھے ان میں نام نہ تھا لیکن آج تو اللہ تعالی نے خود مولوی عبدالکریم کو دکھا کر صاف طور پر بشارت دی ہے۔

(الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء ؛ تذکرہ طبع ۳ ص ۵۶۳)

پھر ساتھ ہی اس کے یہ الہام ہوا کہ:

اس نے اچھا ہونا ہی نہیں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۲۶؛ خزائن ج ۲۲ ص ۴۵۸)

تو کیا تم سمجھتے نہیں کہ ایک ہی واقعہ کی نسبت دو متضاد الہام کیا بتلا رہے ہیں۔ معلوم نہ ہو تو قرآن مجید کا عام اصول دیکھو کیا ہے؟ غور سے سنو! لو كان من عند غير الله لو جدوا فيه اختلافاً كثيرا (النساء:۸۲) مطلب یہ کہ اختلاف بیانی دلیل ہے کہ یہ کلام خدا کے ہاں سے نہیں ہے۔

مرزائی دوستو! آؤ ہم ایک لطیف تفسیر ان الہاموں کی تم کو سنائیں۔ مگر خدارا ذرا دل کو کدورات سے صاف کر کے سننا۔ انہی الہامات کی تفسیر مرزا صاحب خود فرماتے ہیں۔ توجہ سے سنو اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

حضرت مولوی عبدالکریم کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے ۹ ستمبر کو (مرزا نے) فرمایا کہ مجھے بہت ہی فکر تھا کہ بعض الہامات ان میں متوحش تھے۔ آج صبح بہت سوچنے کے بعد میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ بعض وقت ترتیب کے لحاظ سے الہامات پہلے یا پیچھے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ان الہامات کی ترتیب اللہ تعالی نے میرے دل میں یہ ڈالی کہ ایسے الہامات جیسے اذا جاء افواج وسم من السماء اور کفن میں لپیٹا گیا اور انّ المنايا لا تطيش سهامها یہ اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ قضا وقدر تو ایسی ہی تھی مگر اللہ تعالی نے اپنے خاص فضل ورحم سے ردّ بلا کر دیا (یعنی عبدالکریم اب نہیں مریگا)

۱۰ ستمبر نماز صبح کے وقت رؤیا۔ ایک جگہ ایک بڑی حویلی ہے اس کے آگے ایک سفید چبوترہ ہے جس کی کرسی بہت بلند ہے اس پر مولوی عبدالکریم سفید کپڑے پہنے ہوئے دروازہ پر بیٹھے ہیں اور اس جگہ میں پانچ چار اور دوست ہیں جو ہر وقت اسی فکر میں ہیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب میں آپ کو آپ کی صحت کی مبارکباد دیتا ہوں۔ اور پھر میں رو پڑا اور میرے ساتھ کے دوست بھی رو پڑے اور مولوی صاحب بھی رو پڑے۔

پھر میں نے کہا دعا کرو اور دعا میں تین دفعہ سورہ فاتحہ پڑھی۔

(مرزا نے) فرمایا اس خواب کے تمام اجزاء مولوی صاحب کی صحت کی بشارت دیتے ہیں۔ سورہ فاتحہ پڑھنے کی تعبیر بھی یہی ہے کہ انسان کوئی ایسا امر دیکھے جو اس کو خوش کرنے والا ہو اور فرمایا جو الحمد خواب میں پڑھتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

(الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء ص ۱۲؛ تذکرہ طبع ۳ ص ۵۶۵۔۵۶۶)

ناظرین بغور ملاحظہ فرمائیے کہ مرزا صاحب جن الہامات کو خود ایک جگہ بلا تعین لکھ چکے ہیں اور دوسری جگہ ان کو تقدیر مسترد بتلا چکے ہیں پھر کس قدر جرأت ہے کہ انہی الہامات کو عبدالکریم کی موت پر پیش کر کے اپنے تمام سابقہ نوشتوں پر پانی پھیرتے ہیں۔

خیر یہ تو ہوا واقعات کا اظہار، اب سنئیے اس کا نتیجہ۔ مرزا صاحب اور ان کے معتقدین بڑے فخر سے کہا کرتے ہیں کہ مرزا جی کی دعا رد نہیں ہوتی اور اسی کو وہ اپنے معجزات میں اول نمبر شمار کیا کرتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔

(ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۵ ص ۴ مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء۔ خزائن ج ۱۵ ص ۵۱۵)

اور اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

حضرت خلیفۃ اللہ (مرزا) کے لئے اس دن سے کہ مولوی (عبدالکریم) صاحب پر عمل جراحی کیا گیا، رات کا سونا قریباً حرام ہو گیا۔ باوصفیکہ چوٹ لگنے اور بہت سا خون نکل جانے کی وجہ سے حضرت اقدس (مرزا) کو تکلیف تھی اور دوران سر کی بیماری کی شکایت تھی لیکن یہ کریم النفس وجود ساری رات رب رحیم کے حضور مولوی عبدالکریم کیلئے دعاؤں میں لگا رہا... یہ ہمدردی اور ایثار ہر شخص میں نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور ماموروں ہی کی یہ شان ہے کہ اپنی تکالیف کو بھی دوسروں کے مقابلہ میں بھول جاتے ہیں اور نہ صرف بھول جاتے ہیں بلکہ قریب بہ موت پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن ہاں ان کے دل میں کسی بندہ کیلئے خاص طور پر اضطراب اور قلق کا پیدا ہونا خود اس بندہ کی عظمت اور وقعت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ حضرت اقدس نصف شب سے آخر شب تک دعاؤں میں مصروف رہے اور اس اثنا میں مولوی صاحب ممدوح کے دروازہ پر آ کر حال بھی پوچھا۔ ساری دنیا سوتی تھی مگر یہ خدا کا جری جاگتا تھا، اپنے لئے نہیں اپنی اولاد کے لئے

نہیں، اپنے کسی ذاتی مقصد کیلئے (نہیں)، صرف اس لئے کہ تا رحیم و کریم مولا کے حضور اپنے ایک مخلص کی شفا کے لئے دعا کرے۔ فرمایا میں نے ہر چند چاہا کہ دو چار منٹ کے لئے ہی سو جاؤں مگر میں جانتا ہی نہیں کہ نیند کہاں چلی گئی۔ یہ باتیں آپ نے ایک روز صبح کو بیان فرمائیں۔ بعض خدام نے عرض کی کہ حضور اس وقت جا کر آرام کر لیں۔ فرمایا یہ اپنے اختیار میں تو نہیں۔ میں کیونکر آرام کر سکتا ہوں جب کہ میرے دروازہ پر ہائے ہائے کی آواز آ رہی ہے۔ میں تو اس قلق اور کرب کو جو مولوی صاحب کو ہوا دیکھ بھی نہیں سکتا۔ اس لئے میں اوپر نہیں گیا۔ (الحکم ۳۱۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۹)

ان حضرت کی دعاؤں کے علاوہ اصحاب منازل بھی دعاؤں میں شریک تھے۔ دیکھو الحکم ۳۰۔ ستمبر ص ۱۲ کالم ۱۲۔ یہاں تک کہ اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

مولوی عبد الکریم کے لئے جو دعائیں کی جاتی ہیں جب ان کا کھلا کھلا اظہار ہو گا تو ہماری جماعت کی معرفت اور امید زیادہ ہو جائے گی۔ (الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۵ء)

لیکن ہم بڑے افسوس سے کہتے ہیں کہ جب ان دعاؤں کا نتیجہ الٹ نکلا تو ساری جماعت نے آنکھیں اور کان بند کر لئے اور ایسے سوئے کہ، گوئی مردہ اند۔

اخیر میں ہم اڈیٹر الحکم کا ایک قول نقل کر کے اس سے ایک سوال کرتے ہیں۔ اڈیٹر مذکور لکھتا ہے:

یہ امر بلا مبالغہ ہے کہ حضرت مولوی عبد الکریم کا اس بیماری سے جان بر ہو جانا ایک عظیم الشان نشان ہو گا۔ جو سچ مچ احیاء موتی ہو گا۔ خدا کرے ہم اس کو بہت جلد دیکھیں۔ (الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۵ء ص ۱۲ کالم ۳)

ان دعاؤں کا اثر تو جو ہوا تمام پبلک نے دیکھ لیا (کہ عبد الکریم مر گیا)، یعنی احیاء موتی کی بجائے اماتت احیاء ہوا۔ سوال یہ ہے کہ اس سے تمہارے ایمان میں ترقی ہوئی یا تنزلی؟

مرزائی دوستو! انصاف سے کہنا مرزا جی کے سوال کا جواب ہم نے پورا دے دیا یا نہیں۔ اعلیٰ حضرت خود یا ان کا کوئی مرید ان حوالہ جات کو غلط ثابت کر دے تو مبلغ پانچ سو (روپیہ) کے مستحق ہوں گے۔

☆☆☆

قادیانیوں کی خانہ جنگی

(الذکر الحکیم نمبر۴)

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے مخلص اور پکے مرید تھے۔ ایک عرصہ تک ان کے تابع فرمان رہنے کے بعد بعض معاملات میں مرزا صاحب سے اختلاف پیدا ہوئے تو انہوں نے مریدانہ حیثیت میں مرزا صاحب سے خط و کتابت کی جسے بعد میں الذکر الحکیم نمبر۴ کے عنوان سے شائع کیا۔ اس خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ الذکر الحکیم نمبر۴ کی تکمیل تک ڈاکٹر عبدالحکیم ،اختلافات کے باوجود، مرزا صاحب کو مسیح موعود اور امام الزمان سمجھتے تھے۔ لہذا اس خط و کتابت کو مرزائیوں کی باہمی بحث و تمحیص یا خانہ جنگی سمجھنا چاہیے۔ اصل کتاب کو چند بحثیں اور بعض حواشی حذف کر کے مختصراً نذر قارئین کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالحکیم لکھتے ہیں:

حضرت مسیح الزمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجھ (عبدالحکیم) سے خود بخود بگڑ بیٹھے۔ میں نے تعطیلات محرم و ہولی میں جماعت احمدی کو بمقام پٹیالہ چند ضروری مضامین پر لیکچر دینے شروع کئے اور ابتداء اسماء الٰہی، دلائل برہستی باری تعالیٰ اور تفسیر الحمد سے کی۔ کیونکہ جماعت احمدی میں خاص مرزا صاحب کے اذکار کا جوش ایسا غالب ہوگیا ہے کہ تسبیح و تقدیس اور تحمید تمجید باری تعالیٰ قریب قریب مفقود ہو گئے یا محض برائے نام رسمی طور پر رہ گئے ہیں۔ اور سوائے اس ایک مسئلہ کے اور تمام قرآنی تعلیموں کا چرچا جاتا رہا اور اس ایک ہی مسئلہ کا مذاق رہ گیا گویا کہ پرستش باری کی بجائے مرزا صاحب کی پرستش قائم ہوگئی اور عملی طور پر ان کا کلمہ لا الہ الّا المرزا ہوگیا کیونکہ الٰہ یعنی معبود و مطلوب وہی ہے جس کی سب سے زیادہ طلب کی جائے اور جس کی سب سے زیادہ پرستش کی جائے۔ چنانچہ خود مرزا صاحب کو یہ الہام ہوئے:

یا ایّہا النّاس اعبدوا ربکم الّذی خلقکم و الّذین من قبلکم (یعنی اے لوگو! تم اپنے اس رب کی پرستش کرو جس نے تم کو اور ان تمام کو جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا)۔

اور یہ بھی الہام ہوا :

بل تؤثرون الحیوۃ الدّ نیا (بلکہ تم حیات دنیاوی کو اختیار کر رہے ہو) ۔

یہ ہر دو الہامات ان کی تنبیہ اور تادیب کے لئے کافی تھے اگر وہ الہامات کو نظر غور اور نیت عمل سے دیکھتے ۔ مگر ذکر مرزا کا مذاق ایسا غالب ہو گیا ہے کہ دن رات ان کی مجلسوں میں یہی ذکر غالب تر ہوتا ہے ۔ اخبارات الحکم اور البدر میں بھی یہی ذکر ہوتا ہے، مگر اس ذکر سے وہ کبھی نہیں اکتاتے ۔ یہ مذاق قرآن مجید کے بالکل مخالف ہے کیونکہ قرآن مجید از اول تا آخر اللہ کی عظمت و جلال اور قدرت و حکمت کا بیان رنگا رنگ پیراؤں میں کرتا ہے یا تزکیہ نفس اور اصلاح اعمال کا ۔ اور بشری ضروریات کے ہر پہلو پر علی التناسب نہایت مدلل اور معقول بحثیں کرتا ہے ۔ ایسا نہیں کہ خدا کی حمد وثنا اور تزکیہ نفس کے تمام پہلوؤں کو چھوڑ کر ایک محمد ﷺ کی ہی حمد وستائش تمام اذکار پر مقدم اور غالب کر لی ہو، جیسا کہ خود مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا عموماً حال ہے ۔

خود مولوی نور الدین صاحب نے بھی جو جماعت احمدی میں اسلام کا عملی نمونہ ہیں، ان ایام میں جب کہ میں (اپنی) تفسیر القرآن بغرض اصلاح حضرت مرزا صاحب اور آنجناب کو سنایا کرتا تھا، فرمایا کرتے تھے کہ مرزا صاحب کو تو بس ایک وفات مسیح کی بحث سنا دیا کرو ۔

پھر اس پر طرفہ تو یہ ہے کہ ۱۳ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو سال میں تیار ہوئے ہیں بلا تبلیغ کامل خارج از اسلام سمجھنے لگ گئے ہیں ۔

میں نے توحید وعظمت باری تعالی پر تین یا چار ہی لیکچر دیئے تھے کہ احمدی لوگ گھبرائے اور ایک شخص .. نے جماعت کی طرف سے کہا کہ آپ مرزا صاحب کا ذکر کیوں نہیں کرتے ۔ میں نے جواب دیا کہ ابھی تو حمد ہو رہی ہے اور الحمد للہ کی تفسیر ہے ۔ ابھی تو رب العالمین، الرحمٰن، الرحیم، اور مالک یوم الدین کی تفسیر بھی نہیں ہوئی ۔ حمد کے بعد نعت رسول ﷺ پھر مناقبت مرزا ہوگی ۔ حاضرین میں سے بعض نے یہ بھی کہا کہ توحید وتمجید باری تعالی بھی مرزا صاحب کا خاص مشن ہے ۔ مگر ان باتوں سے پکے احمدی مطمئن نہ ہوئے اور روز بروز واویلا بڑھتا گیا آخر کار ایک روز (ایک مرزائی) نے مسجد میں یہ کہا کہ آپ تو حمد الہی کے ساتھ مرزا کا ذکر کرنا شرک سمجھتے ہیں مگر میں اس بات کو شرک کہتا ہوں کہ حمد الہی کے ساتھ مرزا صاحب کا ذکر نہ کیا جائے ۔ ان حالات میں مجھ کو سخت افسوس ہوا اور جس قدر میں اس بات پر زور دیتا تھا کہ کوئی انسان کامل نہیں ہوسکتا جب تک قرآن مجید کے تمام مسائل پر علی التناسب زور نہ دیا جائے ۔ ایک ہی مسئلہ پر ٹل جانا اور اسی کو تمام امور پر مقدم اور

غالب کرنا ایک قسم کا جنون اور سخت فسادات کی بنا ہے چنانچہ قرآن میں ہے جعلوا القر آن عضین یعنی قرآن کو بوٹی بوٹی کر دیا۔ و اعتصموا بحبل اللّٰه جمیعاً و لا تفرّ قوا۔ اللہ کی رسی کو اکھٹے ہو کر مضبوط پکڑو اور تفرقہ اندازی مت کرو۔ اور تمام تفرقہ اور فسادات کی بنا یہ بتلائی کل حز ب بما لد یھم فر حو ن۔ تمام فریق اپنی اپنی بات پر اتراتے ہیں۔ مگر وہ مرزا کے دیوانے کب سنتے تھے۔ اتفاقاً مولوی مبارک علی سیالکوٹی پٹیالہ میں تشریف لائے اور ان کے وعظ شروع ہوئے۔ میں نے ان سے ذکر کیا کہ آپ اپنے وعظوں میں قرآنی عظمت اور قرآنی تعلیم کی ضرورت اور عمل بالتنا سب پر زور دیں اگر ہماری جماعت کے لوگ قرآن مجید کے عاشق ہو جائیں یا کم از قرآنی مطالعہ کا اس قدر ہی چرچا ہو جائے جیسا کہ الحکم اور البدر اور مرزا کے اشتہارات کا، تو ہر قسم کی اخلاقی کمزوریاں اور نقص رفتہ رفتہ دور ہوتے ہیں کیونکہ تمام امراض انسانی کا یہی ایک کامل اور یقینی نسخہ ہے فیه شفاء لّما فی الصّدور۔ مولوی صاحب نے بھی اپنے وعظوں میں یہ ذکر غالب کیا تو مرزا کے دیوانے اور پکے مرزائی تاڑ گئے کہ یہ تو ڈاکٹر صاحب کی تلقین ہے اور انہیں بھکانا چاہا اور کثیر التعداد ہونے کی وجہ سے غالب آ گئے۔ تب تو انہوں نے قرآن مجید کے انہیں مضامین پر وعظ شروع کر دیئے جن میں مرزا صاحب کی نسبت استدلال ہو سکتا تھا۔ اور ہر وعظ میں مرزا صاحب کو محمد ﷺ کا مظہر اتم ثابت کرنا شروع کیا۔ اس سے میرا افسوس اور مایوسی اور بھی زیادہ ہو گئے۔ پھر طرفہ تر یہ کہ جب مولوی انشاء اللہ خان اڈیٹر وطن کی تحریک پر مولوی محمد علی و خواجہ کمال الدین وغیرہ نے یہ تجویز پاس کی اور شائع کی کہ ریویو آف ریلیجنز میں عام اسلامی مضامین شائع ہوا کریں اور خاص مرزا کے متعلق ابحاث علیحدہ ضمیمہ میں شائع ہوا کریں جن کو خاص مریدوں کے نام جاری کیا جائے یا دیگر ایسے اشخاص کے نام جو اس کے خود خواستگار ہوں۔ اس تجویز کی اشاعت سے میرا دل قدرے ٹھنڈا ہوا اور میں نے کہا کہ ہماری جماعت میں عالی خیال اور عالی ظرف لوگ بھی ہیں۔ اور اب یہ کام قرآنی رنگ اور خدائی سنت پر چلے گا اور ہمارا پیغام احسن اور بلیغ صورت میں تمام دنیا کو پہنچے گا مگر وہ تمام خوشی خاک میں مل گئی جب پکے مرزائیوں یا مرزا کے شیدائیوں نے اس تجویز کے خلاف شور مچانا شروع کیا اور وہ تجویز خاک میں مل گئی مولوی محمد علی کو مرزائیوں کا شور دبانے کی غرض سے اپنے اقرار اور عقاید شائع کرنے پڑے انّا للّٰه و انّا الیه را جعو ن۔ انہی ایام میں، میں نے تین ماہ کی رخصت استحقاق کے لئے درخواست پیش کر دی اور دل میں آرزو تھی کہ قادیان پہنچ کر خالص قرآنی مضامین اور اسی کی ترتیب و تناسب پر لیکچر دیا کرونگا۔ ممکن تھا کہ ان

لیکچروں سے ہی ..قرآن مجید کا مذاق پیدا ہو جائے مگر میں زیادہ صبر نہ کر سکا اور مضامین ذیل پر ایک خط مرزا صاحب کی خدمت میں نہایت بے قراری کی حالت میں لکھا۔ چونکہ اصل خط کی نقل میرے پاس موجود نہیں اور میری بار بار کی درخواستوں پر حضرت مرزا صاحب نے اس کو واپس بھی نہیں کیا اور نہ نقل بھیجی اور نہ اخباروں میں شائع کرایا بلکہ اپنے خیالات سے ہی ایک اعلان البدر اور الحکم ۳ مئی ۱۹۰۶ء میں شائع کرا دیا۔ اسلئے میں اپنی یادداشت کی ہی بنا پر وہ خط ذیل میں درج کرتا ہوں

☆ عبدالحکیم بنام مرزا قادیانی

حضرت مسیح الزمان ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

میں نے تین ماہ کی رخصت استحقاقی کے لئے درخواست پیش کر دی ہے۔ آپ بھی دعا فرمائیں۔ میری جدائی قادیان سے اس الہام کے بعد ہوئی تھی:

سال دیگر را کہ میداند حساب　　　تا کجا رفت آں کہ با ما بود یار

اور اب میں امید کرتا ہوں کہ آپ کے وہ الہامات پورے ہوں:

رسید مژدہ کہ ایام نو بہار آمد　　　رسید مژدہ کہ آں یار دل پسند آمد

واللہ اعلم۔ اس وقت چند امور کی طرف، جو نہایت ضروری ہیں، آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

} اول: یہ کہ امت محمدیہ میں جو لوگ ہماری تکذیب کرتے اور ہمیں صریحاً کافر کہتے ہیں ان کے ساتھ تو بے شک نماز نہیں ہو سکتی مگر جو لوگ ہمیں صریحاً کافر نہیں کہتے، ان تمام کو کافر نہ سمجھا جائے بلکہ حسن ظنی سے کام لیا جائے اور ان کے ساتھ نمازیں پڑھنے کی اجازت دی جائے تاکہ ہماری تبلیغ آسان اور وسیع ہو سکے۔

دوم: یہ کہ جو تجویز انشراح صدر اور عالی ظرفی سے مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین نے شائع کی تھی کہ ریویو آف ریلی جنز میں عام اسلامی مضامین شائع ہوا کریں اور خاص مضامین جو آپ کی ذات سے متعلق ہیں وہ ایک علیحدہ ضمیمہ میں شائع ہو جایا کریں۔ اس سے ہمارے مشن کی تبلیغ بہت جاری اور عمدگی سے پھیل سکتی ہے۔.....

سوم۔ آپ کا وجود خادم اسلام ہے نہ کہ وجود اسلام۔ پس اپنے وجود کی خاطر اصل اشاعت اسلام کو روکنا حکمت و دانائی کے خلاف ہے کیونکہ حکم ہے:

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ۔ (نحل)

اور حکم ہے و اتّبعوا احسن ما انزل الیکم ۔ (زمر)

جب اصل پر لوگ قائم ہوں گے تو فرع خود قائم ہو جائیں گے۔

چہارم ۔ عام حکمت کا یہ قاعدہ ہے کہ پہلے بڑے امراض کا علاج کیا جاتا ہے ہلکی غذائیں دی جاتی اور قوی اور ثقیل غذاؤں سے پرہیز کرایا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ بڑے امراض سے صحت ہو جاتی ہے، تب خفیف اور ضمنی امراض خود رفع ہو جاتے ہیں۔ طبیعت معمولی غذاؤں کی خود متحمل ہوتی جاتی ہے۔ ایسا ہی اس وقت بہت سے سخت روحانی امراض پھیلے ہوئے ہیں جو وبائے عالمگیر کی طرح مسلمانوں کو اور عام خلائق کو تباہ کر رہے ہیں۔ اس لئے ان کے حسب برداشت اور حسب خواہش پہلے ہلکی غذا دینی چاہیے اور اصل مرض کا علاج کرنا چاہیے۔ رفتہ رفتہ جب اور غذاؤں کی خواہش اور برداشت زیادہ ہوتی جائے، تب نئی غذائیں دینی چاہییں۔ یعنی پہلے اسلام کو عام صورتوں میں پیش کرنا چاہیے، رفتہ رفتہ علی قدر عقول الناس جیسا کہ انبیاء کا طریق رہا ہے اس کے اسرار اور معارف پیش کرنے چاہییں۔

پنجم ۔ محض ایک مسئلہ وفات مسیح اور آمد مسیح یا پیشگوئیوں پر تمام زور خرچ کرنا اور باقی اجزائے اسلام کو نظر انداز کرنا، یا غیر ضروری وحقیر سمجھنا سخت نادانی پست خیالی تنگ ظرفی اور ضد و تعصب میں داخل ہے۔ اسلام ایک کامل جسم ہے کوئی ناک کاٹ کر لئے پھرتا ہے کوئی ٹانگ کو۔ کوئی دل کو، کوئی جگر کو، کوئی دماغ کو۔ علیحدہ علیحدہ ٹکڑے پیش کرنے میں اس کی خوش نما صورت نظر نہیں آسکتی بلکہ ایک مکروہ اور بدنما نظارہ ہو جاتا ہے.. اپنی اپنی بات پر اترانا ان تمام اختلافات اور فسادات کی بنیاد ہے جنھوں نے اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کل فرقوں کو ہوا پرست اور نفس پرست بنا دیا۔ کل حزب بما لدیھم فرحون (تمام فریق اپنی اپنی بات پر اتراتے ہیں)۔ پس اگر احمدی جماعت بھی اسلام کا دل یا دماغ کاٹ کر علیحدہ لئے پھرے تو ایسی مکروہ اور فتنہ انگیز بات ہوگی جیسا کہ کسی انسان کا دل یا دماغ نکال کر لئے پھرنا۔

ششم ۔ محض پیش گوئیوں یا نشانات کی بنا پر مرید ہو جانے سے تزکیہ نفس اور اصلاح عقاید و اخلاق حاصل نہیں ہوسکتی۔ جیسے کہ عقیدت کے طور پر لاکھوں رنڈیاں، چور، ڈاکو، حرامکار اور خونی اسلام میں داخل ہیں اور آنحضرت ﷺ کے معجزات کے ..قائل ہیں مگر تزکیہ نفس اور معراج روحانی کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں۔ ایسا ہی ہزارہا برائے نام آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے ہیں اور چونکہ ان کی تعلیم وتربیت اور اصلاح کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں، اس لئے ان کی حالتوں

میں کوئی نمایاں ترقی نہیں ۔ اس وقت مریدوں کی تعداد زیادہ ہو چکی ہے، سب سے مقدم یہ امر ہے کہ ان کی اخلاقی اور ایمانی اصلاحوں کی طرف خاص توجہ کی جائے اور بجائے خالی باتوں، خالی دعووں اور کاغذی پتنگ بازی کے اسلام کا عملی نمونہ ایک فیصدی بھی ہو جائیں جو مولوی نور الدین کی طرح تمام قرآن پر علی التناسب عامل ہوں تو وہ لاکھا خباروں اور کتابوں کی نسبت بدرجہا زیادہ مفید اور موثر ہو سکتے ہیں ۔ اس کے لئے میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ پہلے خاص طور ان لوگوں میں سے جو قادیان میں رہتے ہیں ایک جماعت تیار کی جائے ، پھر ان کو تعلیم و تربیت جماعت کے لئے بطور واعظ و نمونہ مختلف شہروں میں بھیجا جائے ۔

ہفتم ۔ ہماری جماعت میں مشن کا کوئی عملی انتظام نہیں بلکہ سستی یا آرام طلبی یا خوف تکالیف کی وجہ سے ایسے قادیان میں یا اپنے اپنے مقامات میں دبے ہوئے بیٹھے ہیں کہ باوجود آزاد اور فارغ ہونے کے بھی بطور مشن نہیں پھرتے ۔ عیسائیوں اور آریاؤں کے مشن اپنے اپنے نمونے سے بتلا رہے ہیں کہ کسی مذہب کی اشاعت اس طرح پر ہوتی ہے، مذہبی جانثاری شجاعت ہم سے سیکھو۔ پھر تعجب ہے کہ جو ہمیشہ کے سکھوں اور عزتوں کے مدعی ہیں اور بہشت بریں کے وارث ہیں اور باقی تمام مخلوق خدا کو محروم نجات یقین کئے بیٹھے ہیں ان کے مقابلہ پر کچھ بھی عملی شجاعت استقلال اور جان نثاری نہ دکھائیں ۔ اگر ہمارے پاس خداوند عالم کے ایسے اہم احکام ہیں کہ ان کے ماننے کے بغیر ہر کوئی جہنم میں جائے گا تو پھر کیوں نہ فوراً ہم تمام دنیا میں منتشر نہیں ہو جاتے اور وہ پیغام تمام دنیا کو نہیں سناتے ۔ عدم تبلیغ کے مجرم ہم ہیں اور سرکشی یا عدول حکمی کا جرم تمام جہان پر قائم کر رہے ہیں یہاں تک کہ غیر احمدی مسلمانوں سے ترک سلام بھی کر بیٹھے ۔ کیا یہ انصاف ہے؟

ہشتم ۔ اسلام کی طرف اصل رہبر فطرت اور سچی تعلیم ہے نہ کہ محض پیش گوئیاں ۔ چنانچہ قرآن مجید نے سچی تعلیم اور فطرت کو ہی اصل رہنما اور رہبر قرار دیا ہے نہ کہ پیش گوئیوں کو جیسا کہ آیات ذیل سے صاف ظاہر ہوتا ہے:

انّا ھدیناہ السّبیل امّا شاکراً و امّا کفورا ۔۔ (دھر)

فطرت اللّٰہ التی فطر النّاس علیھا ۔ لا تبدیل لخلق اللّٰہ ذلک الدّین القیّم ، و لکنّ اکثر الناس لا یعلمون ۔

یھدی للّتی ھی اقوم ۔

نشانات کی بابت فرمایا ہے:

ولو انّنا نزّلنا عليهم الملا ئكة و كلّمهم اللّه الموتی و حشرنا علیھم کلّ شئی قبلا ما کا نوا لیو منوا ا لّا ان یّشا ء اللّٰه ۔اگران پرفرشتہ بھی اتار دیں اوران سے مردے بھی کلام کریں اور ہر شئے ہم اس کے سامنے لاکھڑی کردیں وہ ایمان نہیں لاسکیں گے مگر جب اللہ چاہے۔

پس محض پیشگوئیوں کو ہی ذریعہ ہدایت سمجھنا سراسرخلاف قرآن ہےاورقرآنی تعلیمات کومردہ اسلام قرار انتہا درجہ کی بے باکی اور بدفہمی ہے۔ اگر ریویو آف ریلی جنز میں قرآنی مضامین کی اشاعت علی التناسب کی جائے ،گویا اس کو ایک تذکرۃ القرآن بنا دیا جائے تو مسلمان اس کی طرف جھک سکتے ہیں، اور پھر رفتہ رفتہ اندفاع مرض اور اسلامی مذاق ہوکر آپ کے ضمیمہ کے خواہشمند ہو سکتے ہیں ۔مگر افسوس کہ خالص قرآن کو تو مردہ اسلام قرار دیا گیا۔ اس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کی کیا توہین ہوسکتی ہے۔ اگر احمد اور محمد جدا نہیں تو جس رنگ میں محمدی تعلیم ۱۳ سو سال تک دنیا میں جاری رہی اس کو کیوں مردہ اسلام قرار دیا گیا۔ کیا قرآن مجید میں ہزارہا پیش گوئیاں اور عملی اسرار موجود نہیں جن کی تصدیق ہر زمانہ میں ہوتی رہی اور اب بھی ہورہی ہے۔اس سے بڑھ کر قرآن اور اسلام کی اور کوئی توہین نہیں ہوسکتی کہ اس کی حیات کا دار و مدار ایک شخص کی ذات پر تھا جو آج تیرہ سو سال کے بعد پیدا ہوا۔ پس یہ نہایت ہی رذیل اور گستاخانہ کلمات تھے جو کلام الٰہی کی نسبت شائع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو شفا، نور اور حیات بخش فرمایا ہے مگر احمدی جماعت اس کو مردہ، بے اثر اور بودا کلام قرار دیتی ہے۔اسی توہین قرآن و اسلام کا نتیجہ ہے جو یہ اعتراض آپ پر پلٹ پڑے۔

نہم ۔ یہ زمانہ علمی ترقیات کا ہے اگر قرآن مجید کے علمی اور تعلیمی کمالات کا صاف صاف اظہار کیا جائے تو زیادہ مؤثر ہوسکتا ہے۔ آپ کے خاص دعاوی اور پیش گوئیاں ضمیمہ میں شائع ہونے سے ان کی اشاعت میں کمی تو کسی طرح نہیں آسکتی کیونکہ مرید اور معتقد لوگوں میں تو وہ ضرور ہی جائے گا مگر توسیع اشاعت کی بڑی امید تھی ۔مگر افسوس اس معاملہ میں احمدی جماعت نے ایسی تنگ خیالی اور ضد وتعصب کا نمونہ دکھایا کہ ساری قوموں سے سبقت لے گئے اور اپنے ہاتھ سے اس دیوار کو جو پست خیال اور تنگ ظرف مولویوں نے احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان حائل کیا تھا اور اب وہ شکستہ ہوکر گرنے کے قریب ہوگئی تھی، اس کو اپنے ہاتھوں سے پھر کھڑا کر دیا۔ اب ہم کسی فریق کی تنگ ظرفی اور پست خیالی کا شکوہ نہیں کر سکتے ۔ الغرض یہ ایک نہایت ہی رذیل نمونہ ہے جو

ہم نے اشاعت حق اور قبولیت حق کے لئے پیش کیا اور قرآن مجید کی اس پاک تعلیم کو پامال کیا جس میں حکم تھا۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالّتی ھی احسن۔

واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم۔ (زمر)

دہم۔ تجویز خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی کے خلاف چونکہ مضامین اخبارات الحکم و البدر میں شائع ہو چکے ہیں اسلئے یہ میری ناچیز تجویز بھی ان میں شائع کرا دیں کیونکہ جب تک کسی معاملہ میں طرفین کے خیالات اور دلائل شائع نہ کئے جائیں اس وقت تک صحیح نتیجہ نکلنا ناممکن ہے۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ میں اس قدر طول طویل عریضہ آپ کی خدمت میں بھیجنے کی جرأت ہرگز نہ کرتا اگر میں اپنی جماعت میں تزکیہ نفس، اصلاح اخلاق اور قرآنی تعلیم کی طرف سے سخت درجہ کی غفلت اور لاپروائی نہ دیکھتا، اور توہین قرآن و اسلام کی اشاعت اخباروں میں نہ پڑھتا اور خالی باتوں اور دعووں اور یکسوئی جنون کا رنگ ان کے اقوال و افعال میں مشاہدہ نہ کرتا۔...

والسلام۔ الراقم۔ خاکسار عبدالحکیم خان ایم بی اسسٹنٹ سرجن از پٹیالہ

☆ مرزا قادیانی بنام عبدالحکیم

خان صاحب! آپ کا خط میں نے بہت افسوس سے پڑھا۔ اس خط کے پڑھنے سے صرف یہی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ہمارے سلسلے سے خارج ہیں بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ دین اسلام سے بھی منہ پھیر رہے ہیں...

جو آپ نے میری جماعت پر تہمت لگائی ہے کہ وہ ایسے ہی بے عمل ہیں جیسے دوسرے، یہ آپ نے سخت ظلم کیا (یہ تہمت نہیں واقعی امر ہے آپ مختلف شہروں اور مقامات میں پھر کر ملاحظہ فرماویں اور ان کے چلن اور رسومات کی تحقیق کریں پھر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کر کے معلوم کریں کہ کس قدر تفاوت ہے۔ قادیان میں بیٹھے ہوئے ان کے اندرونی حالات کیسے معلوم ہو سکتے ہیں۔ عبدالحکیم)۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ ہماری تھوڑی سی جماعت میں ہزارہا ایسے آدمی موجود ہیں جو متقی اور نیک طبع اور خدا تعالیٰ پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی کہ یہ جو ہم نے دوسرے مدعیان اسلام سے قطع تعلق کیا ہے، اول تو یہ خدا تعالیٰ کے حکم سے تھا، نہ اپنی طرف سے (براہ کرم اس حکم کے الفاظ تو

درج فرمائے ہوتے تاکہ معلوم ہوجاتا کہ وہ حکم خاص مکفرین کے لئے ہے یا بلا استثنا تمام امت محمدیہ مرحومہ کے واسطے۔ عبدالحکیم) دوسرے وہ لوگ ریا پرستی اور طرح طرح کی خرابیوں میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان کو ان کی ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری جماعت کسی طرح ان سے تعلق نہیں رکھ سکتی اور نہ ہمیں ایسے تعلق کی حاجت ہے۔

چونکہ آپ محض نام سے ہماری بیعت میں داخل ہوئے تھے اور حقیقت سے سراسر بے خبر اس لئے آپ کو نہ یہ معلوم ہے کہ ایمان کس کو کہتے ہیں اور اللہ کس کا نام ہے اور نہ یہ خبر کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے۔ اس لئے آپ کو سخت لغزش ہوئی اور لغزش بھی ایسی کہ ارتداد تک پہنچ گئے لیکن اللہ کو کسی کی پرواہ نہیں۔ اگر ایک مرتد ہوجائے تو اس کے عوض میں ہزار ہا لے آئے گا۔

آپ کا خط اخبار میں شائع کرنے کے لائق نہیں بلکہ ایک ایک حرف اس کا رد کرنے کے لائق ہے اور جو خدا تعالیٰ کے سلسلہ سے ایسا مخالف ہے جیسا کہ روح القدس کا مخالف۔ اور آپ نے جو الہام ذکر کئے ہیں یہ سب شیطانی ہیں اور آپ کو خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور جلد توبہ کرنا چاہیے کہ موت کا کچھ اعتبار نہیں۔ اور خدا کے سلسلہ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے بجز اس کے کہ اپنا خاتمہ بد کرلیں اور نامرادی کی موت سے مریں۔

اور آپ کا یہ کہنا کہ فطرتی ایمان کافی ہے نشانوں کی ضرورت نہیں۔ آپ کو یاد رہے کہ فطرتی ایمان ایک لعنتی چیز ہے جب تک اس کو نشانوں سے قوت نہ ملے۔

خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی۔

☆ عبدالحکیم بنام مرزا قادیانی

حضرت مسیح الزمان۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

..... میں آپ کو مسیح الزمان مانتا ہوں اور جو لوگ جماعت میں مولوی نورالدین کا نمونہ ہیں اور قرآن مجید کے ہر ارشاد پر علی التناسب عامل ہیں، واجب التعظیم اور واجب الاطاعت سمجھتا ہوں۔ لیکن جو لوگ قرآن مجید کے خلاف چلتے یا کسی ایک حصہ کو ہی چرا کر توحید و رسالت محمدی کی تحقیر کرتے ہیں، ان کا میں مخالف ہوں۔ .. اللہ تعالیٰ کی رحمت کو نہایت وسیع اور غیر محدود مانتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں وہ ہمیشہ میرے ساتھ ہے اور چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی میری ہمدردی اور

رہنمائی کرتی ہے اور سینکڑوں معاملات کی خبر مجھے قبل از وقت ملتی اور صحیح ثابت ہوتی ہے....

میں نے حضور (مرزا) کی تائید میں جو نا چیز خدمت کی وہ یہ ہے کہ قریباً چھ ہزار صرف کر کے قرآنی تفاسیر اردو انگریزی میں شائع کی جس میں حضور کے متعلق تمام تائیدی مضمون جو مختلف کتابوں میں شائع ہوئے موقعہ بموقعہ درج کیے گئے ہیں۔ میری رائے میں احسن طریق کسی اسلامی خدمت کا یہی ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ علی التناسب اس کو پیش کیا جائے اور یہی قیم اور پائدار طریقہ ہے۔ دیگر کتب اور اخبارات محض ایک دفعہ دیکھ لینے کے ہوتے ہیں مگر قرآن کریم دائمی تلاوت اور مطالعہ کی چیز ہے۔ پانچ سو کے قریب تفاسیر اردو انگریزی غیر احمدی لوگوں میں شائع بھی ہو چکی ہیں۔ اس قدر مصارف کثیر کے کام کے واسطے میں نے کوئی چندہ بھی طلب نہیں کیا بلکہ اپنی ذات اور اہل وعیال کے کھانے پینے میں ہر طرح سے حتی الامکان تنگی کر کے اپنی تنخواہ اور مفید عام (ادارہ دوا خانہ کتب خانہ وغیرہ) کی آمد سے یہ کام کیا۔ اور مشکل آسان جس قدر ممکن ہو سکا، لنگر اور اسلامیہ سکول قادیان میں چندہ بھی ادا کرتا رہا۔ اگر چہ میں زیر بار بھی ہوا اور مقروض بھی ہوا۔ اور میری بیویاں اور بچے کھانے پینے میں بہت تنگ ہوئے مگر میں نے اس اسلامی خدمت کو ہی مقدم سمجھا۔ لوگوں نے مجھے یہ بھی نصیحت کی اور خطوط بھی بکثرت آئے کہ اگر حضرت مرزا کے متعلق اس میں سے مضامین نکال دیئے جائیں تو اس تفسیر کی اشاعت ہزاروں تک پہنچ سکتی ہے بلکہ بعض مسلمان مشنریوں نے اپنی زندگی اس کی امداد میں وقف کرنی چاہی مگر میں نے توکل بخدا ان تمام باتوں کو نظر انداز کیا اور خلاف ایمان کوئی بات نہیں کی خواہ ظاہری نظر میں لاکھوں کا نقصان نظر آیا مگر اللہ کریم کی اندرونی امدادوں پر بھروسہ رہا اور ہے۔ اللہ کریم میرے ساتھ ہے۔ میری مخلصانہ اور بے ریا خدمتوں کو وہ خوب جانتا ہے۔ و کفی باللّٰہ حسیباً و کفی باللّٰہ وکیلاً و کفی باللّٰہ علیماً۔ میری بے ریا خدمت بہتوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوئی اس لئے مجھے اس قدر ظاہر کرنے کی ضرورت پڑی۔ اگر میرے ان عقاید اور اعمال میں غلطی ہے تو براہ کرم وترحم قرآنی بینات سے صاف طور پر مجھ پر ظاہر فرما دی جائے تاکہ میں اس کی اصلاح کر سکوں۔ جو کچھ میں نے ظاہر کیا وہ صدق اور خلوص کے ساتھ علی وجہ البصیرت ایک مشہودی علم کے طور پر عرض کیا ہے۔ پیر پرستوں .... کے طریق پر کوئی بات نہ میرے اندر اثر کرتی ہے، نہ کسی اور راست باز مومن کے اندر اثر کر سکتی ہے۔ اگر استمساک بالقرآن اور استمساک بالفطرت قابل اعتبار رہبر نہیں تو پھر اور کیا شئے رہبر ہو سکتی ہے۔ نہیں کوئی نہیں۔ ہرگز نہیں

اگر چہ میں سخت سیاہ کار ہوں مگر خدا تعالیٰ کی رحمت کو میں بدر جہا وسیع ... پاتا ہوں اگر صدق وخلوص کے ساتھ میں غلطی بھی کر بیٹھوں تو اللہ کریم معاف کرنے والا ہے۔

تو برائے وصل کردن آمدی　　　　نہ برائے فصل کردن آمدی

بل تؤثرون الحیوۃ الدّنیا ۔ یا ایھا النّاس اعبدوا ربکم الّذی خلقکم ۔

پس اس قدر مختصر عرضداشت کے بعد میں خدا پر توکل کرتا ہوں ۔ والسلام۔

رات پھر میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی یا ایّتھا النّفس المطمئنّۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی ۔ اور ایک خواب میں دیکھا کہ چند لوگ ایک نعش کو لئے پھر رہے ہیں اور مولوی عبد اللہ خان کو دیکھا۔ میں نے ان سے کہا عیسیٰ تو مر گیا اور جو آنے والا تھا وہ آ گیا اب نعش کو کیوں لئے پھرتے ہو۔

الغرض میں خداوند عالم کے غیر متناہی کمالات اور محامد اور اس کی غیر محدود ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت کو ..کسی انسان کے تابع نہیں مان سکتا۔ایسا ماننا بدیہی نظر میں باطل ہے ۔ میرے پہلے خط کی چونکہ میرے پاس کوئی نقل نہیں اس لئے عرض پرداز ہوں کہ وہ واپس عنایت فرمایا جائے تاکہ میں اس پر غور کرسکوں کہ اس میں وہ کیا الفاظ ہیں جن پر آپ کو اس قدر غصہ ہوا کہ میری مدۃ العمر کی بے ریا اور مخلصانہ اور صادقانہ خدمات کو خاک میں ملا دیا اور فطرت اللہ کو لعنت قرار دے دیا۔ والسلام ۲۷ مارچ ۱۹۰۶ء۔　　　　خاکسار عبد الحکیم خان

☆ مرزا قادیانی بنام عبد الحکیم

خان صاحب ! آپ کا عنایت نامہ مجھ کو ملا...

باوجود اس مخالفت کے آپ کہتے ہیں کہ آپ کے مسیح موعود ہونے کا مصدق ہوں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو آپ مصدق بھی ہیں اور ایک طرف آپ ان تمام تعلیموں کے مخالف ہیں جو خدا تعالیٰ کی خاص وحی سے میرے پر ظاہر ہوتی ہیں۔ تمام نبی وصیت کرتے آئے ہیں جو مسیح موعود کے احکام کو دل سے قبول کرو۔ آنحضرت ﷺ نے بھی یہی نصیحت کی ہے اور مسیح موعود کا نام حکم رکھا ہے مگر آپ بات بات میں مخالفت اور مقابلہ سے پیش آتے ہیں۔ کیا یہی تصدیق ہے؟ پھر آپ کہتے ہیں کہ صرف ایک مولوی نور الدین صاحب اس جماعت میں عملی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں، دوسرے ایسے اور ایسے ہیں ۔ میں نہیں جانتا کہ آپ اس افتراء کا کیا خدا تعالیٰ کو جواب دیں

گے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزار ہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیروان سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزار ہا درجہ بہتر خیال کرتا ہوں اور ان کے چہروں پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ ہاں شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنی فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو، تو وہ شاذ و نادر میں داخل ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دست بردار ہو جاؤ تو وہ دست بردار ہو جانے کو مستعد ہیں۔ پھر بھی میں ہمیشہ ان کو ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا مگر دل میں خوش ہوں۔ آپ کے یہ تمام حجاب بباعث دوری اور بعد کے سبب ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تین ماہ کی رخصت لے کر آجاؤ کیونکہ موت کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ محجوب ہونے کی حالت میں موت آجائے اور اپنے الہامات سے دھوکہ مت کھاؤ ایسے الہامات ایک مشرک اور ہندو کو بھی ہو سکتے ہیں بلکہ میں نے ہوتے دیکھے ہیں۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

☆ عبدالحکیم بنام مرزا قادیانی

حضرت مسیح الزمان۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

....جو تعلیمات آپ کی مجھ کو الہام الٰہی کے الفاظ میں معلوم ہوتی ہیں، میں ان کی مخالفت ہرگز نہیں کرتا۔ ہاں آپ کے استنباط اور اجتہاد کو قطعی اور معصوم نہیں مانتا۔ مثلاً مولوی عبدالکریم کے ایام مرض میں باوجود مخالف الہامات کے آپ بہت سے خوابات کو مبشر فرماتے رہے اور ان سے صحت وحیات کی طرف استدلال کرتے رہے۔ مجھے کبھی ایک منٹ کے واسطے بھی صحت وحیات کا خیال نہیں ہوا۔ بلکہ میں الحکم والبدر میں وہ اقوال پڑھ کر صاف کہہ دیا کرتا تھا کہ ان میں کوئی مبشر خبر نہیں۔ بلکہ آخری ناکامی اور مایوسی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا کرتا تھا کہ یہ اقوال قابل اشاعت نہیں کیونکہ یہ اکثر کے واسطے موجب ابتلاء ہوں گے۔

کسی بات کو شاعرانہ اور مجنونانہ رنگ میں نہیں مان سکتا۔ نہ ایسی بات کو جو واقعات کے

صریح خلاف ہو۔حکم کے لفظ سے میں ہمیشہ امید کیا کرتا ہوں کہ تفاسیر قرآنی میں جو ہزار ہا اختلافات ہیں اور ہزار ہا مشکلات ہیں ان پر آپ کی طرف سے نہایت معقول اور مدلل محاکمہ اور فیصلہ شائع ہوں اور مسلمانوں کے تمام مقدمات واقعی طور نہیں، علمی طور پر تو طے ہو جائیں۔اور لفظ عدل سے سمجھا کرتا ہوں کہ عدالت کے ساتھ ہر فریق کی سچی بات کی دلائل کے ساتھ تصدیق ہو جائے اور جھوٹی بات کی تردید۔میں نے یہ کب کہا کہ مولوی نورالدین کے سوائے احمدی جماعت میں کوئی عملی رنگ نہیں رکھتا۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہماری جماعت میں تو ہزاروں سچے اور باعمل اشخاص ہونے ہی تھے بلکہ تیرہ کروڑ محمدی جماعت میں جو ہزار ہا بزرگوں کے جان و مال قربان کرکے صدیوں میں تیار ہوئی ہے اس میں بھی لاکھوں با خدا باعمل اور جان نثار اشخاص موجود ہیں ...کیا آپ کے نزدیک تیرہ کروڑ مسلمانوں میں کوئی بھی سچا خدا پرست راست باز نہیں ۔کیا محمدی اثر اس تمام جماعت پر سے اٹھالیا گیا ۔کیا اسلام بالکل مردہ ہوگیا۔کیا قرآن مجید بالکل بے اثر ہوگیا؟ کیا رب العالمین ،محمد،قرآن ،فطرت اللہ اورعقل انسان بالکل معطل اور بے کار ہو گئے کہ آپکی جماعت کے سوائے نہ باقی مسلمانوں میں راست باز ہیں.. بلکہ تمام کے تمام سیاہ باطن سیاہ کار اورجہنمی ہیں۔کیا رب العالمین اورالرحمٰن اورالرحیم کے تمام فیضان محض احمدی جماعت کے واسطے ہی محدود ہو گئے؟

... یہ سچ ہے کہ احمدی جماعت میں بہت سے نمازوں میں روتے اور بہت التجائیں کرتے ہیں۔مگر کیا اسلام اسی قدر ہے؟ کیا فرشتوں نے دعوی نہیں کیا تھا نحن نسبّح بحمد ک و نقدّس لک ۔میں تو یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان میں کامل انسان کس قدر ہیں۔کس قدر ایسے ہیں جو باوجود مشاغل ملازمت و خانہ داری عیش وتنعم میں غرق نہیں ہوئے بلکہ ذکر خدا اور خدمت اسلام میں لگے ہوئے ہیں۔کس قدر ایسے ہیں جو محض پتنگ بازیوں اور کبوتر بازیوں میں وقت نہیں گزار رہے بلکہ مرد میدان بن کر افریقہ امریکہ یورپ و جاپان میں اشاعت اسلام کے لئے منتشر ہو گئے ہیں۔کس قدر ایسے ہیں جو گھروں کے آرام وعیش وتنعم کو چھوڑ کر افریقہ کے بیابان میں نکل پڑے ہیں جہاں پانی بھی باآسانی میسر نہیں آسکتا۔کس قدر ایسے ہیں جنھوں نے گیہوں، دال، گوشت، نمک، مرچ، سبزی، پھل اور میوہ جات کی افراط چھوڑ کر حصول کنعان کے وعدہ پر دشت و بیابان کا سفر اختیار کیا ہے جہاں سوائے من وسلوی کے کچھ نہیں۔...کس قدر ایسے ہیں جو بنی نوع انسان کے سچے ہم درد ہیں۔کون کون ہیں جو عالی ظرفی اور عالی حوصلگی کے ساتھ اپنے مخالفوں اور بدگوؤں کے مباحثات میں راستی اور سلامت روی کو ہاتھ سے نہیں دیتے ..کون کون ہیں جو گھروں میں آرام

سے کاغذی گھوڑے نہیں دوڑاتے اور خالی شیخیاں نہیں بگھارتے بلکہ دنیا کی تمام قوموں سے بڑھ کر اپنے آپ کو مرد میدان، جان نثار، محنت کش، ثابت قدم، حلیم اور راست باز ثابت کرتے ہیں۔ افحسب النّاس ان یّترکوا ان یّقولوا آمنّا و ھم لا یفتنون (عنکبوت)۔ الغرض شیخ چلی والی شیخیاں اور لفظی بڑائیاں مجھ کو مطمئن نہیں کر سکتیں کیونکہ میں نے علوم میں پرورش پائی ہے نہ کہ شاعری میں۔ اس لئے میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی خاطر کس نے کیا کچھ ترک کیا۔ کیا کچھ محنتیں اٹھائیں۔ کیا کچھ مصیبتیں اٹھائیں اور کیا کچھ دنیا سے بڑھ کر انہوں نے کر دکھایا۔..

و اذا حییتم بتحیّۃ فحیّوا باحسن منھا او ردّوھا کیا یہ امر منسوخ ہو چکا؟ اور و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً بھی منسوخ ہو چکا، کہ میرے خطوں کے جواب میں سلام کا جواب سلام بھی نہیں ہوتا۔ اگر خدائی آپ کے تابع ہوتی تو پہلے صدہا بار جو السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ مجھے لکھا گیا اس کا یہ نتیجہ نہ ہوتا۔

جب بھلائی میں خدائی آپ کے تابع نہیں تو برائی میں کیسے ہو سکتی ہے؟ جب آنحضرت ﷺ کو تو یہ ارشاد ہے انک لا تھدی من احببت و لکنّ اللّٰہ یھدی من یشاء تو پھر میں کیسے سمجھ سکتا ہوں کہ اب ... آپ کے خیالات کی حکومت کل عالم پر قائم ہو گئی۔ پس برائے خدا اگر آپ میری کسی غلطی کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو بینات قرآنی سے معقول طور پر مجھے مطلع فرماویں۔ مجھے کسی بات پر ضد نہیں بلکہ قبولیت حق کے لئے ہر وقت مستعد ہوں و من لّم یحکم بما انزل اللّٰہ فا ولئک ھم الکافرون۔ براہ مہربانی میرا پہلا خط واپس فرماویں یا اس کی نقل تا کہ میں اس پر دوبارہ غور کر سکوں کہ اس قدر طوفان کس وجہ سے پیدا ہوئے۔ شائد سہواً اس میں کوئی الفاظ درج ہو گئے ہیں کیونکہ میں نے اس کو دوپہر کے وقت میں غلبہ نیند میں لکھا تھا اور یہ گمان نہ تھا کہ ایک طوفان بے تمیزی پیدا ہو جائے گا۔

والسلام۔ ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۶ء۔ خاکسار عبدالحکیم از پٹیالہ

☆ مرزا قادیانی بنام عبدالحکیم

خاں صاحب! آپ کا خط پہنچا۔ میں چند ہفتہ سے بیمار ہوں اور بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ مجھے مباحثات کے لئے سر میں قوت نہیں۔ ہر ایک شخص اپنے عمل سے پوچھا جائے گا۔ مجھے آپ کی اس تحریر سے بہت افسوس ہوا کہ آپ نے لکھا ہے کہ گویا مولوی عبدالکریم کی نسبت قطعی طور پر صحت

پانے کے لئے خبر تھی، وہ غلط نکلی ۔ جس حالت میں اور لوگ طرح طرح کے مجھ پر افتراء کرتے ہیں اگر آپ نے یہ افتراء کیا تو محل افسوس نہیں ۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ جو کچھ مولوی صاحب ... کی نسبت الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوا وہ ان کی موت تھی چنانچہ بار بار ان کے انجام کی نسبت اخبارات میں یہ الہام چھپوائے گئے انّ المنا یا لا تطیش سھا مھا ۔ یعنی موت کے تیر نہیں ٹلیں گے ۔ مبرم موت ہے ۔ پھر الہام میں ہے، کفن میں لپیٹا گیا ۔ پھر الہام ہوا، سینتالیس برس کی عمر انّا للّٰہ و انّا الیہ را جعو ن ۔ چنانچہ پوری سینتالیس برس کی عمر میں فوت ہو گئے ۔ ہاں ایک خواب میں، میں نے دیکھا کہ ان کو مرض سے صحت ہو گئی اور میں نے سورہ فاتحہ ان کے سر پر پڑھی ہے ۔ پس درحقیقت وہ اصل مرض سے صحت یاب ہو چکے تھے اور ذات الجنب سے ان کا انتقال ہوا اور اسی بارے میں مرزا یعقوب بیگ نے ان کی نسبت اخبار البدر میں شائع کیا اور وہی ان کے معالج تھے ۔

آپ کا یہ مقولہ شوخی اور جرأت سے خالی نہیں کہ ایسا الہام کیوں شائع کیا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی فطرت میں شوخی اور گستاخی حد سے بڑھ گئی ہے اور اپنے تئیں کچھ خیال کرتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ کے لئے آپ سے قطع تعلق کر دیا ۔ اگر یہ صریح الہامات موت مولوی صاحب کی نسبت نہ ہوتے تب بھی آپ کا حق نہیں تھا کہ اعتراض کرتے ۔ آپ تو اپنی بدقسمتی کی وجہ سے محض بیگانہ اور بے خبر ہیں اور اس جگہ دس ہزار سے زیادہ نشان خدا تعالی کے ظاہر ہو چکے ہیں اور ایسا کوئی مہینہ نہیں جس میں کوئی نشان ظاہر نہیں ہوتا ۔ پس یہ امر حق کے طالبوں پر مشتبہ نہیں ہو سکا ۔ ہر ایک دشمن نامراد مرے گا اور ہر ایک منکر ناکام مرے گا ۔ پہلے نبیوں کے وقت میں بعض بدقسمت مرتد ہو جاتے تھے اگر میرے زمانہ میں بھی کوئی یہودا اسکریوطی پیدا ہو جائے تو وہ خدا کے سلسلہ کو کبھی نقصان نہیں پہونچا سکتا ۔ ....

اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ ہزار ہا آدمی جو میری جماعت میں شامل نہیں کیا راست بازوں سے خالی ہیں، تو ایسا ہی آپ کو یہ خیال بھی کر لینا چاہیے کہ وہ ہزارہا یہود و نصاری جو اسلام نہیں لائے وہ کیا راست بازوں سے خالی تھے ۔ بہرحال جب کہ خدا تعالی نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے (اس قدر تو صحیح و آمنّا بہ ۔ مگر ان بے چاروں کا کیا قصور جن پر آپ کی دعوت نہیں پہنچی ۔ اور اگر پہنچی تو مخالف یا ضعیف یا ناقص صورت میں ۔ عبدالحکیم) تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں ۔ اس سے سہل

تر بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا جائے۔ اس لئے میں آج کی تاریخ سے آپ کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں۔ ہاں اگر کسی وقت صریح الفاظ سے آپ اپنی توبہ شائع کرائیں اور اس خبیث عقیدہ سے باز آجائیں تو رحمت الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ لوگ جو میری دعوت کے ردّ کرنے کے وقت قرآن شریف کی نصوص صریحہ کو چھوڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے کھلے کھلے نشانوں سے منہ پھیرتے ہیں ان کو راست باز قرار دینا اسی شخص کا کام ہے جس کا دل شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہے والسّلام علی من اتّبع الھدی۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

☆ عبدالحکیم بنام مرزا قادیانی

حضرت مسیح الزمان۔ السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ

میں حیران ہوں کہ یہ الزام آپ نے مجھ پر کیسے لگایا کہ میرا یہ خیال ہے کہ آپ نے مولوی عبدالکریم کی صحت وحیات کی بابت قطعی خبر دی تھی اور وہ غلط نکلی۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میں نے ہرگز نہیں لکھا، بلکہ میں نے تو یہ لکھا تھا کہ میں آپ کے استنباط اور استدلال کو معصوم نہیں مانتا۔ چنانچہ آپ مولوی عبدالکریم کی نسبت اپنے اور دوسروں کے خوابوں کو مبشر فرماتے رہے حالانکہ وہ مبشر نہ تھے بلکہ ان کی موت کی نسبت قطعی خبر تھی۔ نہ میں نے یہ لکھا کہ وہ الہامات شائع نہ ہونے چاہییں تھے۔ بلکہ یہ لکھا تھا کہ آپ کا استنباط تبشیری میرے نزدیک اس وقت غلط تھا اور قابل اشاعت نہ تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا۔ کاربنکل ہمیشہ اسی طرح مہلک ثابت ہوتا ہے کہ اس کا زہر دماغ یا پھیپھڑوں میں پہنچ کر زہریلے ورم پیدا کرتا ہے۔ بیرونی کاربنکل خود عموماً مہلک نہیں ہوتا۔ جس خداوند نے آپ کو مسیح بنایا اور آپ کی تعریف کی، وہی آپ کی کمزوریاں اور غلط فہمیاں ثابت کر رہا ہے تاکہ آپ خدا اور ابن اللہ نہ مانے جائیں۔ اور آپ کا منارہ اور قبرستان بت خانہ نہ بن جائیں۔ مگر زمانہ کی بگڑی ہوئی حالت اور عام میلان جو شرک کی طرف ہے، وہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ایک وقت آپ ضرور خدا بنائے جائیں گے، آپ کا منارہ گوگے کی ماڑیوں کی طرح پرستش گاہ بنے گا، اور اس کی نقلیں بطور بت دنیا میں رائج ہوں گی، آپ کا قبرستان پوجا جائے گا اور جن لوگوں کی سرشت میں شرک کا خمیر ہے اور جو احمقانہ طور پر انسان پرستی کے عادی ہیں وہ انت منّی و انا منک۔ انت منی بمنزلۃ اولادی۔ یا شمس یا قمر۔ بہشتی مقبرہ کے الہامات کو آپ کی

خدائی اور آپ کے ابن اللہ ہونے کی دلیل ٹھہرائیں گے کیونکہ فی زمانہ میں دیکھتا ہوں ایسی صورتیں شروع ہوگئی ہیں۔..

میں نے پہلا عریضہ آپ کی خدمت میں بھیجا تھا جس کا جواب اناپ شناپ شوریدہ وار مجھے ملا اور ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ جلال باری کے مقابلہ میں بطور شریک آپ کو کھڑا کیا گیا۔ اس کی غیوری اور کبریائی کب متحمل ہوسکتی تھی کہ حمد میں دوسرے کو شریک کیا جائے.....

تیرہ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو سال میں طیار ہوئے یک قلم بلا تبلیغ کامل اسلام سے خارج کر دینا آپ ہی کا حوصلہ ہے۔ آج تیرہ کروڑ کی طیار شدہ جماعت کو آپ نے اسلام سے خارج کر دیا۔ کل کو اور امام پیدا ہوگا، وہ آپ کے تین چار لاکھ کی جماعت کو اسلام سے نکال دے گا اگر اسے مانا نہ جائے گا۔ یہ عجیب تماشا ہے کہ آج ایک مکان تیار ہوا، وہ کل گرا دیا گیا جو کل تیار ہو، وہ پرسوں گرا دیا جائے۔ یہ فعل اس علیم وحکیم خدا کا تو نہیں ہوسکتا۔ ہاں مداری اور بچہ اکثر ایسا کیا ہی کرتے ہیں۔

..آپ یہ فرما کر کہ مرتد کی سزا قتل ہے اور میں اپنی جماعت سے آج کی تاریخ سے آپ کو خارج کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ دھمکیوں سے آیات بینات کے خلاف منوانا چاہتے ہیں اور معقول جواب مطلق نہیں دیتے۔ کیا دھینگا مشتی کا ایمان بھی کوئی چیز ہے۔ کیا سچ مچ وہ آیت منسوخ ہوگئی جس میں ارشاد تھا لا اکراہ فی الدّین۔ یا آپ کا ایمان وعمل اس آیت کے خلاف ہے۔ پھر تعجب ہے کہ آپ تیرہ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو سال میں پیدا ہوئے ہیں اپنے استدلال کے خلاف کرنے سے کافر کہتے ہیں کہ وہ قرآن شریف کے نصوص کو چھوڑتے اور کھلے نشانوں سے منہ پھیرتے ہیں حالانکہ ان میں کم از کم ۹۹ فی صدی کو نہ ان آیات کی خبر ہے جو آپ کے دعوی پر دلیل ہیں اور ان نشانات کی اور نہ ان کو یہ علم ہے کہ نشانات کیا ہوتے ہیں۔ پھر ان پر سرکشی اور کفر کا جرم کیسے عاید ہوسکتا ہے کیونکہ اگر آپ کی تبلیغ ایک فی صدی پر بھی تصور کی جائے تو تیرہ کروڑ میں سے تیرہ لاکھ مسلمان بیٹھتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر تیرہ لاکھ کی تحقیقات کی جائے تو یہی ثابت ہوگا کہ عمداً آیات قرآنی کا خلاف کرنے والے دو چار ہزار ہی ہوں گے، باقی اس یقین میں ہیں کہ آپ کے دعاوی باطل ہیں اور قرآن وحدیث کے سراسر مخالف ہیں کیونکہ پرانی تفاسیر پرانی تعلیموں اور پرانے وعظوں نے ان کے دلوں پر ایسا ہی ذہن نشین کر رکھا ہے کہ قرآن مجید واحادیث صحیحہ سے خاص ابن مریم کا آسمان پر زندہ جانا اور پھر نازل ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ پچاس سال کی عمر تک

باوجود عالم قرآن وحدیث ہونے کے آپ کا بھی یہی عقیدہ رہا۔ جب تک وہ خود عالم وفاضل ہوکر آپ کی تصانیف کو نہ دیکھیں یا احمدی مولویوں کے وعظوں کو بکثرت نہ سنیں تب تک وہ کیسے قائل ہو سکتے ہیں کہ پہلی تعلیمیں غلط تھیں اور اب یہ نئی تعلیمیں صحیح ہیں۔ مگر احمدی جماعت کے مشن کہیں نہیں پھر رہے۔ صرف چار اخباروں کے ذریعہ سے کاغذی گھوڑے ضرور دوڑائے جارہے ہیں جن کو عموماً احمدی لوگ ہی دیکھتے ہیں۔

اگر یہی بات ہے کہ آپ پر ایمان لانے کے بغیر تمام مسلمان کافر اور جہنمی ہیں تو پھر کیوں ایک ایک احمدی اپنے گھر سے نہیں نکل پڑتا.. اس حالت میں تو ان پر کھانا پینا آرام سے گھر میں بیٹھنا اور بےفکر سونا سب حرام اور مطلق حرام ہے کیونکہ جب ایک شہر میں آگ لگ جائے اور تمام شہر میں پھیلتی جائے تو کوئی ...انسان بےفکری سے کھانا پینا بیٹھنا سونا ایک منٹ کے واسطے بھی گوارا نہیں کرسکتا۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ سب باتیں کہنے کی ہیں۔ عملی ایمان ایسے عقیدہ پر ایک منٹ کے واسطے بھی کسی ذی ہوش کا نہیں ہوسکتا کہ میں مومن ہوں اور باقی سب کافر اور جہنمی ہیں۔ ہاں محمد ﷺ کا واقعی یہ ایمان تھا کہ تمام مشرکین عرب جہنمی ہیں اس لئے انہوں نے ان کے بچانے کے لئے جان توڑ کوششیں کیں اور تمام عمر میں ایک ماہ بھی گھر میں آرام سے بیٹھ کر بےفکری کے ساتھ گوشت روٹی پلاؤ نہ کھایا۔ نہ ساری عمر ان کا یہی مشن رہا کہ بیٹھے بٹھائے لنگر کے نام پر روپئہ جمع کیا ہو، خود بےفکری سے کھایا اور اوروں کو کھلایا ہو۔ ایک لنگر کی ہی امداد کو اسلام اور اشاعت اسلام سمجھا ہو کہ جو لنگر میں چندہ نہ دے وہ اسلام سے خارج۔ بلکہ وہ اپنے جھولوں میں اپنی اپنی کھجوریں اور ستو بھر کر نکلتے تھے۔ اگر آپ کا اور آپ کی جماعت کا واقعی یہی ایمان ہوتا کہ ہم تو سب نجات یافتہ ہیں باقی تیرہ کروڑ.. جہنمی، تو آپ بھی صحابہ کرام کا نمونہ بن جاتے۔ گھر میں بیٹھ کر بےفکری کے ساتھ گوشت روٹی اور مرغن کھانا آرام سے بستروں پر سونا چھوڑ کر دنیا میں نکل پڑتے کیونکہ آج کل دنیا میں پھر جانا اس سے آسان تر ہے جو حضرت ﷺ کے وقت میں ملک عرب میں پھرنا تھا۔

دعوی تو آپ کے ایسے ہیں کہ لوگوں نے آپ کو خدائی کے ساتھ جا ملایا مگر عملی کمزوریاں اس درجہ کی ہیں جیسے ایک سخت دنیا پرست اور نفس پرست میں ہوسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر چند ایک نمونۃً عرض کرتا ہوں نہ اس نیت سے کہ آپ کی توہین ہو بلکہ اس نیت سے کہ لوگ آپ کو خدا نہ بنائیں۔ نہ محمد ﷺ کا مظہر اتم ٹھہرائیں، نہ دیگر انبیاء اور اولیا کی تحقیر کریں اور نہ آپ کے منار اور

قبرستان کو مساجد۔ و اللّٰہ علی ما اقول شہید

۱۔عدم استقلال۔ براہین احمدیہ کا بڑے زور شور سے اشتہار خدا تعالیٰ کی طرف سے ماموروملہم ہوکر دیا مگر وہ آج تک مکمل نہیں ہوئی اور پیام اجل بھی آن پہنچا۔تین سو بے نظیر دلائل میں سے محض چند ایک ہی شائع ہوئیں حالانکہ یہ کام، جس کا اشتہار الہامی بنا پر دیا گیا تھا، سب سے مقدم تھا۔

۲۔نقص استنباط واستدلال۔ براہین میں مسیح کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا ظاہر فرمایا، حالانکہ اس کے خلاف صریح آیات واحادیث موجود ہیں۔

۳۔خلاف عہد براہین احمدیہ کے چندہ قبل از وقت وصول کئے۔ ایفائے عہد اب تک نہیں کیا بلکہ خریداروں کا عموماً روپیہ بھی واپس نہیں کیا۔

۴۔تلون طبع۔ ایک وقت وہ تھا کہ فتح خان نامی قولی جب وقت پر کھانا نہ پہنچنے پر ناراض ہوا، تو گھنٹوں بیوی صاحبہ نے بھی اس کی دل جوئی اور خوش آمدکی اور آپ نے بھی، مگر اس نے نہ مانا۔ آپ نے اس کو جماعت سے خارج بھی نہ کیا۔خلیفہ محمد حسن وزیراعظم ریاست پٹیالہ کی چندہ براہین دینے پر بے حد تعریف کی گئی۔اور اب وہ وقت ہے کہ جو شخص پندرہ بیس ہزار روپیہ اور تمام زندگی کی آسائش آپ کی امداد میں صرف کر چکا اس کو محض چند تجاویز اصلاحی مشورۃً پیش کرنے پر خارج از جماعت کیا جاتا ہے۔

۵۔نفس پرستی۔اشاعت اسلام کے واسطے دو ماہ کے واسطے بھی گھر سے باہر نہیں نکلے بلکہ لنگر کے نام پر روپیہ جمع کیا، خودمزے سے کھایا اور دوسروں کو کھلایا، یہاں تک کہ ایک عبدالکریم کی بیماری میں من ڈیڑھ من پختہ برف لگا تار لاہور سے آتی رہی۔اور جو لنگر میں چندہ نہ دے اس کی نسبت جماعت سے خارج کر دینے کا اعلان کر دیا گیا۔کیا یہی اسلام اور اشاعت اسلام ہے؟ تو پھر جو لوگ اپنی ذاتی تنخواہوں اور آمدنیوں پر گھروں میں بیٹھے ہوئے عیش وآرام کریں وہ تو آپ کے نمونہ کے لحاظ سے زیادہ مستحق ہوئے، جب کہ آپ نے قومی روپیہ اور اسلامی خدمت کے روپیہ پر ایسا عیش کیا اور آپ کے بال بچے نوابوں کی طرح عیش وتنعم میں پلے، اگر سفر بھی کیا تو سیکنڈ کلاس میں محض بیوی صاحبہ کی خاطر دہلی کا، نہ اسلام کی خاطر اور شہروں کا، یا حد جماعت کے اصرار اور الحاح پر سیالکوٹ اور پٹیالہ تک۔

۶۔غریب مہمانوں کی نسبت لاپروائی اور عدم تواضع۔ جو لوگ سینکڑوں ہزاروں کوسوں سے تکالیف اور صرف (اخراجات) اٹھا کر قادیان محض کلمۃ الحق سننے کے واسطے پہنچتے ہیں ان کے واسطے کوئی

انتظام نہیں کہ کسی بڑے مکان میں یا سایہ دار درخت کے نیچے ایک وقت پر سب جمع ہو کر ضروریات وقت پر وعظ سنا کریں، زیادہ نہیں تو ایک آدھ گھنٹہ ہی سہی۔ بلکہ دھینگا مشتی کے طور پر دس بیس آدمی جو آپ کے قریب کسی وقت پر، جب آپ خود ہی اپنی فراغت سے باہر تشریف لائیں، جمع ہو کر کچھ سن لیں تو سن لیں، وہ بے چارے خوش عقیدگی سے ادھر ادھر بیٹھ کر وقت گذار آنے کو ہی غنیمت سمجھ لیتے ہیں۔ کیا مہمان داری اور مسافر نوازی اور تعلیم و تربیت کا یہی کامل نمونہ ہے۔...انجمن حمایت اسلام، ندوۃ العلماء اور ایجوکیشنل کانفرنس بھی جب اپنی اغراض کے لئے لوگوں کو بلاتے ہیں تو عالم فاضل لوگوں کو ضروریات وقت پر لیکچر دینے کیلئے منتخب کرتے ہیں تاکہ تین چار روز میں دور دراز کے لوگ مفید اور ضروری معلومات ساتھ لے کر واپس جائیں اور ان کا وقت عمدگی کے ساتھ صرف ہو اور مفید معلومات کے ساتھ وہ مفید کاموں میں کار آمد ہو سکیں۔ مگر افسوس خود تو یہ خیالات نہ ہوئے دوسرے کی تحریک کو دشمنی اور ارتداد میں شمار کیا گیا۔ خوش قسمتی سے ایک مولوی نور الدین کا درس قرآن اور علمی مجلس ہے جس میں ہر وقت کوئی طالب بیٹھ کر مستفیض ہو سکتا ہے۔ مگر آپ کی طرف سے لوگوں کو اس قدر بھی تاکید نہیں کہ سب ان کے درس قرآن میں شریک ہوا کریں۔

۷۔ عدم صفائی۔ لنگر کا صرف (خرچہ) ہزار بارہ سو روپیہ ماہوار ہے مگر اس قدر مجمع کے واسطے صفائی کا کوئی خاص انتظام نہیں۔ الطّہور شطر الا یمان کا نمونہ علی گڈھ میں بے شک ہے جس جگہ کی ٹٹیات بھی قادیان کے مکانات سے زیادہ صاف رکھی جاتی ہیں۔

۸۔ بے حسابی۔ لنگر کے واسطے جو روپیہ وصول ہوتا ہے اس کے مصارف کا کوئی معقول حساب اور انتظام نہیں۔ کیا یہ بھی کوئی اسوہ حسنہ ہے کہ قومی روپیہ کا کوئی حساب نہ رکھا جائے بلکہ ایسی لا پرواہی بے دردی سے اس کو صرف کیا جائے کہ نہ کوئی اس کا حساب کتاب ہو نہ کوئی اس کا نگران۔ باہر سے روپیہ لیا اور بیوی صاحبہ کے سپرد کر دیا۔ جب جماعت سیالکوٹ نے خط لکھوایا کہ لنگر کے اخراجات کا حساب اور انتظام رہنا چاہیے، تو جواب دیا کیا میں خزانچی ہوں؟ پھر جب کسی نے مہمانوں کے کھانے کی بابت بدنظمی ظاہر کی تو جواب دیا کیا میں بھٹیاری ہوں؟ سبحان اللہ! عجب اسوہ حسنہ اور مزکی ہیں کہ قوم سے لنگر کے نام پر ہزار بارہ سو روپیہ تو وصول کیا جائے اور اس کے انتظام کے سوال پر جوش و غضب میں آ جائیں۔ حضرت عمرؓ تو بیت المال میں سے اپنی ذات اور اولاد پر کچھ بھی صرف نہیں کرتے تھے۔ کیا وہ اسوہ حسنہ تھا یا یہ گبڑ شبڑ۔

۹۔ زکوۃ کے لئے حکم ہے کہ قادیان میں ہی جمع ہو، مگر جو دور دراز شہروں میں مستحقین زکات ہوں

ان کی دست گیری کے لئے کوئی انتظام نہیں ۔

۱۰۔ صفت تحمل وغور اور قوت فیصلہ معدوم ہونا اور مغلوب الغضب ہونا۔ جیسا کہ موجودہ خط وکتابت سے ہی ظاہر ہے۔ میں لکھتا کچھ ہوں اور آپ سمجھتے کچھ ہیں ۔

۱۱۔ حالت جماعت سے مطلق لاعلمی اور لاپرواہی ۔ برائے نام ہزاروں جماعت احمدی میں داخل ہوگئے ہیں مگر جو پہلے سے خدا پرست اور متقی تھے وہ اب بھی ہیں یا اپنی فطری سعادت سے ترقی کر رہے ہیں مگر جو لوگ آوارہ گرد، بدچلن تھے وہ بدستور آوارہ گرد بدچلن ہیں ۔ جو رنڈی باز تھے وہ بدستور رنڈی باز ہیں۔ جو راشی تھے وہ بدستور راشی ہیں ۔مگر آپ کو نہ ان کی کچھ خبر ہے اور نہ ان کی اصلاح کا کوئی فکر ہے ۔ان میں سے ایسے بھی ہیں جو قادیان پہنچے اور لنگر میں دو چار روز کھانا کھا کر چلے آئے ۔ بلکہ خاص قادیان میں مولوی نورالدین کو دجال کہا گیا۔ دینی تعلیم کے بارے میں ان کا سخت خلاف کیا گیا۔ مولوی محمد احسن کی شمس بازغہ کو سرعام لغو اور بے ہودہ کتاب کہا گیا، مگر آپ نے علم ہونے پر بھی ان امور کی کچھ اصلاح نہ کی۔ عقاید میں جو اختلافات ہیں وہ بے حد ہیں ۔ کیونکہ جماعت کی رہبری کے واسطے عقاید واعمال اسلامی پر آپ کا کوئی فتاوی نہیں ، نہ کوئی تفسیر القرآن شائع ہوئی جس سے تمام اختلافات پر معقول فیصلہ ہو جائے اور وحدت عقاید واعمال کی صورت پیدا ہو جائے، محض دعوی تو حکم ہونے کا ضرور کرلیا ہے۔ ہاں کبھی کسی مسئلہ پر مولوی نورالدین کا کلام شائع ہو جاتا ہے اور کبھی مولوی محمد احسن کا۔ بقول شخصے مدعی سست گواہ چست ۔

۱۲، اکثر تجاویز میں ناکامی ۔ مثلاً اشاعت براہین ومنن الرحمٰن اور اربعین میں ۔ احمدی جماعت میں باہم رشتہ وناطہ ہونے میں ، سلسلہ واعظین دور دراز ملکوں میں بھیجنے میں ۔مشن تبت وکاشمیر میں وغیرہ ۔کیا خدا کی پیش کردہ تجاویز کا انجام یہی ہوتا ہے۔

۱۳۔ خالی دعوی ۔ چنانچہ آپ نے دعوی کیا کہ انگریزی زبان تین تہجدوں کی مار ہے، پھر اس کو کیوں پورا کر کے نہ دکھایا۔ ایک طرف تو آپ بار بار ظاہر فرماتے ہیں کہ سکول قادیان میں انگریزی تعلیم کی یہ غرض ہے کہ وہ خدمت دین کے کارآمد ہو سکے گویا کہ غریب طالب علموں کی عمریں اس امید پر خرچ کی جاتی ہیں کہ وہ خادم دین بنیں مگر آپ تین تہجدوں میں دعا بھی نہیں مانگ سکتے ۔کیا یورپ کو اشاعت اسلام کی ضرورت نہیں ، جس کے واسطے آپ کو تین رات محنت اٹھانی لاحاصل ہے یا ان تمام کا جہنم میں جانا ہی آپ کے نزدیک ضروری ہے ۔ایسا ہی مفسر اور عالم قرآن ہونے کا دعوی بار بار شائع ہوا، مگر کوئی تفسیر آج تک شائع نہ ہوئی ۔ کیا تفسیر القرآن آپ کے نزدیک غیر ضروری اور

بے فائدہ شئے تھی جس کی طرف آپ نے توجہ نہیں کی ۔سوائے اجرائے لنگر کے آپ نے اور کوئی عملی کام بذات خود خاص تر دد اور محنت سے نہیں کیا جو ایک قسم کی کبوتر بازی ہے، یا چار اخبار قادیان سے نکلے جو ایک قسم کی پتنگ بازی ہے۔ مرد میدان بن کے نہ آپ کہیں نکلے اور نہ آپ کی جماعت کے لوگ ۔ مولوی محمد احسن اس کام کیلئے ملازم بھی ہوئے مگر نہ معلوم وہ کس کس شہر یا ضلع میں پھرے۔ میں تو اخباروں میں یہی دیکھتا رہا کہ اپنے وطن تشریف لے گئے اور پھر قادیان رونق افروز ہو گئے ۔ قادیان سے امروہہ تک جو شہر راستے میں آئے ان میں بھی ان کے وعظوں کا چرچا نہ سنا۔ اور ایسا ممکن بھی نہیں جب تک امام خود کسی عمل کا نمونہ نہ بنے جیسا کہ خاتم النبیین ﷺ نے اپنے ہر قول میں آپ نمونہ بن کر دکھلایا۔ اسلئے آپ کے تمام اصحاب لفظی دین دار نہیں بلکہ با عمل دین دار تھے۔

۱۴۔ بگڑے ہوئے مذاقوں کی تائید۔ ایک عبدالکریم کی وفات پر کس قدر مدتوں مرثیہ خوانی ہوئی مسلمان شکم پروری فضول خرچی اور آرام طلبی میں بدنام ہیں آپ کا لنگر خانہ اور قادیان میں پڑے رہنا ان علتوں کا کیسا عملی نمونہ اور موید ہے۔..پھر بے چارہ سجادہ نشینوں اور گوشہ نشینوں پر اعتراض کئے جاتے ہیں اور تیرہ کروڑ مسلمانوں کو یک قلم بلا وجہ اسلام سے خارج کیا جاتا ہے۔ ایک حقہ کے خلاف آپ کی باتیں نکلیں مگر میں نے نہیں دیکھا کہ جو حقہ نوش تھے انہوں نے آپ کی تحریر شائع ہونے کے بعد حقہ چھوڑ دیا ہو۔ خاتم النبیین ﷺ کے بھی کلمات تھے کہ شراب کا امتناع ہوتے ہی تمام خم یک قلم توڑ دیئے گئے اور مدینہ کے کوچوں میں شرب پانی کی طرح بہ نکلی حالانکہ شراب کا چھوڑنا نہایت دشوار ہے اور حقہ کا چھوڑنا نہایت آسان ۔

۱۵۔ ناشکری بے دردی سنگ دلی اور تکبر۔ اسی سے ظاہر ہے کہ ایک پرانے مرید کو جو ہزاروں روپیہ اور تمام عمر اور اپنی تمام عزت و آسائش آپ کی حمایت میں قربان کر چکا ہے اس کو محض اصلاحی تجاویز پیش کرنے پر جو مستقل اور عظیم الشان ترقیات کی بنیاد ہوسکتی تھیں فوراً بزعم خود جہنم میں جھونک دیا۔ تحمل سے کوئی معقول جواب نہ دیا، نہ مولوی نورالدین صاحب جیسے باخدا اور باعلم شخص کو اس کی اصلاح کے واسطے بھیجا۔ ایسا ہی تیرہ کروڑ امت محمدیہ کو یک قلم خارج از اسلام قرار دیا۔ عدم تبلیغ کے مجرم آپ اور خلق خدا کو کافر ٹھہرایا جا رہا ہے۔

ایسے ہی اور صدہا نقص اور کمزوریاں ہیں یہ محض نمونۃً میں نے پیش کر دی ہیں تا کہ اہل دانش لوگ آپ کی نسبت بے جا غلو سے بچ سکیں اور آپ کی توجہ اپنی اور جماعت کی اصلاح کی طرف پھر سکے اور مشرک لوگ جلال و جمال باری تعالیٰ میں آپ کو شریک نہ ٹھہرا سکیں۔

میں ہرگز ایسا نہ کرتا اگر میں صریحاً آپ کی جماعت میں مشرکانہ تحریکیں اور انبیاء و اولیاء کی توہین بذات خود نہ دیکھتا۔ ورنہ میں وہی عبدالحکیم ہوں جس کو آپ اول المؤمنین فرمایا کرتے تھے جس کی نکتہ چینیوں کو آپ قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور قبول فرمایا کرتے تھے۔ جس کے ذہن کو نہایت رسا اور فہم کو سلیم فرمایا کرتے تھے۔ میرے جو عقاید ابتدائی زمانہ میں تھے بعینہ وہی اب ہیں اور آپ کی عزت و عظمت بلحاظ جزء رسالت کے میرے اندر وہی ہے جو اس وقت تھی۔ مگر بشری پہلو سے جو آپ میں کمزوریاں اور نقص ہیں ان کو میں اس وقت بھی دیکھتا تھا اور بوقت موقعہ ظاہر بھی کر دیا کرتا تھا۔ مگر آپ کا مزاج روز بروز جماعت کثیر ہو جانے کی وجہ سے بدلتا گیا، یہاں تک کہ معمولی اصلاحی تجاویز کو بھی آپ نے ارتداد میں شمار کر لیا۔

خیر میں خدا کو رب العالمین، الرحمٰن اور الرحیم مانتا ہوں، کوئی کم عقل مغلوب الغضب تنگ ظرف وجود نہیں مانتا کہ کسی ایک کے ماتحت ہے۔ میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ خدا کا ماننا اور اعمال صالحہ میں کوشش کرنا تو بے سود رہے گا اور آپ کا ماننا کارگر ہوگا۔ بلکہ میں اس پر توکل کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ وقت عنقریب ہے رسید مژدہ کہ آن یار دل پسند آمد۔ زمین و آسمان ٹل جائیں اور چاند سورج اندھے ہو جائیں پر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں۔ میری رخصت ماہ اپریل سے منظور ہو چکی ہے اور اب فی الحال میں تراوڑی میں مقیم ہوں۔ دیکھئے قادیان کب پہنچتا ہوں

کل امر مرھون باوقاتھا۔ والسلام

دو امور نہایت ضروری ہیں جو آپ کی خاص توجہ کے قابل ہیں۔ اول آپ کی وحی اور قرآنی وحی میں اختلاف۔ خداوند عالم کا نزول ہر انسان پر اس کے ایمان اور اخلاقی حالت کے مطابق ہوتا ہے۔ انّی بظنّ عبدی بی۔ چنانچہ حضرت محمد ﷺ کے اندر ہر وقت حمد الٰہی اور اصلاح عالم کا جوش تھا، اس لئے زمین و آسمان، چرند پرند، بحر و بر، شجر و حجر، بادل اور گرج، شمس و قمر، لیل و نہار سب کچھ آپ کو حمد الٰہی کرتے ہوئے دکھائی اور سنائی دیتے تھے۔ تمام قرآن از اول تا آخر تحمید و تسبیح تقدیس و تہلیل توحید و تمجید الٰہی سے بھرا ہوا ہے۔

لا الٰہ الّا اللّٰہ۔ سبحان اللّٰہ۔

یسبّح للّٰہ ما فی السّماوات والارض۔

یسبّح الرعد بحمدہ۔ الحمد للّٰہ ربّ السّماوات والارض۔ وغیرہ۔

اپنی نسبت اسی قدر بیان ہے:

انّما انا بشر مّثلکم یوحی الیّ ۔

ما محمّد الّا رسول ۔ عبدہ و رسولہ ۔

..مگر آپ کے اندر جو اپنی مشیخت کا خیال ہر وقت جوش زن ہے خلق خدا سے مطلق ہمدردی نہیں، خداوند عالم کی عظمت آپ کے اندر بہت کم ہے ۔اس لئے آپ کے الہامات اسی رنگ کے ہوتے ہیں:

و اللّٰہ یحمدک من السّماء۔ اللہ آسمانوں میں تیری حمد کرتا ہے۔

تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں ۔

تو مجھے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد۔

اے شمس اے قمر۔

قرآنی وحی میں کہیں یہ رنگ نہیں بلکہ ولد کے لفظ پر یہاں تک غضب ظاہر فرمایا ہے

تکاد السّماوات یتفطّرن منہ و تنشقّ الارض و الجبال ھدّا ۔ ان دعوا للرّحمن ولداً۔

..آپ کا تمام دارو مدار پیش گوئیوں پر ہے مگر محمد ﷺ ہر وقت اصلاح ایمان واعمال و اخلاق کی طرف مشغول تھے ۔پس میں باادب ملتمس ہوں کہ آپ کی وحی بذات خود کسی اصلاح کی بنیاد نہیں ہوسکتی ۔تاوقتیکہ آپ اس کے ہر لفظ کو قرآنی وحی کے تابع نہ بنائیں ۔آپ کی وحی نے تو خداوند عالم کی نسبت روزہ رکھنا، روزہ کھولنا، بھی منسوب کیا مگر قرآنی وحی ایسے استعارات استعمال کرنے سے منزہ اور پاک ہے۔ خاص مسیح کو بھی انبیائے سابق کی وحی نے چالیس یوم کے بعد شیطانی پنجہ سے چھڑایا تھا اور آپ کو بھی قرآنی وحی ہر قسم کے غلو اور دھوکے سے بچاسکتی ہے ۔مگر افسوس کہ آپ اور آپ کی جماعت تو قرآن مجید کی طرف سے ایسے ہی لا پرواہ ہو گئے ہیں جیسا کہ عام مسلمان ہیں ۔اگر آپ کو اصلاح عالم مدنظر ہے اور کچھ بھی خلق خدا سے ہمدردی ہے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب آپ اپنی زندگی کا اصول ذاتی مشیخت اور شکم پروری کی بجائے یہی قائم کریں کہ جماعت میں قرآن مجید کے پڑھنے اور پڑھانے اور سمجھنے وسمجھانے اور اسی کے مطابق اپنی اصلاح ایمانی وعملی کرنے کا چرچا اور مذاق ہو جائے ۔ایک ہی مسئلہ پر تل پڑنا ایک قسم کا جنون اور تمام فسادات کی بنا ہے ۔اگر آپ تفسیر القرآن نہیں لکھ سکتے تو کوئی مضائقہ نہیں مگر آپ کی جماعت آپ کی تعلیم سے بہت جلد قرآن مجید کی عاشق ہوسکتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ سوائے قرآن مجید کے

اور ابدی و کامل دستور الایمان و دستور العمل اور کیا ہوسکتا ہے۔ اس کے بغیر آپ کی جماعت میں کبھی وحدت ایمانی و عملی قائم نہیں ہوسکتی۔ میں تو بول اٹھا اس واسطے مطعون ہو گیا ورنہ تمام جماعت میں عملی اور ایمانی اختلافات بے حد و بے حساب ہیں۔ ہر شخص اپنے خیال میں مست اور نازاں ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ کی آمد نے ان کے اندر ایک جوش تو پیدا کر دیا مگر ان کی رہبری کے لئے کامل قانون کوئی پیش نہیں کیا۔ میرے خیالات سے متفق تو کم از کم ۹۹ فی صدی ہیں کیونکہ جس قدر احمدیوں کو میں نے اپنے خطوط دکھائے ان سب نے ان کی تصدیق کی اور کہا کہ ہمارے اندر بھی یہی خیال جوش مارا کرتے تھے اور جب کبھی ہم نے لکھا تو مولوی عبدالکریم کی طرف سے اناپ شناپ غضب آلود جواب وصول ہوتے رہے۔

الغرض آپ کو اگر مسلمانوں سے یا دیگر مخلوق خدا سے کچھ بھی ہمدردی ہے تو قرآن مجید کی ایک مختصر تفسیر پیش کر جائیں۔ اس کی مشکلات کو حل کر جائیں اور اس کے اختلافات پر فیصلہ لکھ جائیں۔ ورنہ ہمارا زندہ مذہب اور پیش گوئیوں کا شور چند روز میں ختم ہوتا ہے۔ آپ نے یہ تو فرمایا مصلحتے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند مگر افسوس ان مفاسد کی اصلاح کیلئے کوئی انتظام نہیں کیا اور کبھی یہ نہ سوچا کہ کیا کیا فسادات اس وقت موجود ہیں اور کن کن کی اصلاح ہو چکی اور کون سے فسادات باقی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان تمام فسادات کا ذکر مکمل طور پر قرآن مجید میں موجود ہے اور ان کا علاج بھی اس میں ہے۔ آپ کا کام محض اس قدر ہے کہ قرآن مجید کی محبت اور عظمت اپنی تعلیم و تلقین سے یا دعا ہائے سحری سے تمام مسلمانوں کے دلوں میں قائم کر جائیں بلکہ تمام عالم کے دلوں میں۔ بس یہی سب سے بڑا نشان ہوگا۔ سو مسیحا ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی۔ آپ کی پیش گوئیاں مجھے مطمئن نہیں کرسکتیں کیونکہ خود مجھے ہزار ہا امور کی خبر قبل از وقت ملتی اور پوری ہوتی ہے۔ اس سے ایک فطری اور دماغی قوت ثابت ہوتی ہے نہ کہ عملی کمال۔ عملی لحاظ سے تو مولوی نورالدین صاحب درجہ کمال کو پہونچے ہوئے ہیں مگر ایک گائے کو ہزار غذا دو، اس میں اسپ تازی یا ہرن کی چستی پیدا نہیں ہوسکتی۔ پس خدا کے واسطے اور اپنے عظمت و جلال کے واسطے اور بے چاری خلق خدا کے واسطے اگر آپ کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک قرآن کی طرف جھک جائیں۔ شروع میں آپ قرآن ہی قرآن پیش کیا کرتے تھے اور امید تھی کہ اب قرآن سب کے لئے دل کش اور دل ربا بن جائے گا مگر آپ تو اپنی مشیخت یا مسیحیت پھیلانے میں ایسے محو ہوئے کہ وحی میں بھی ذاتی حمد و جلال ہونے لگا۔ خدا بھی بھول گیا اور قرآن بھی۔ اس لئے یہ حکم ملا بھی

تؤثرو ن الحیوۃ الدّ نیا ۔ یا ایّھا النّاس اعبدوا ر بّکم الّذ ی خلقکم ۔

والسلام خاکسار عبدالحکیم خان اسٹنٹ سرجن از تراوڑی ضلع کرنال

مرزا صاحب نے اس خط کا جواب نہیں دیا۔ تاہم عبدالحکیم پٹیالوی نے انہیں ایک اور خط لکھا جو درج ذیل ہے۔

☆ عبدالحکیم بنام مرزا قادیانی

حضرت مسیح الزمان ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

رات سونے سے پہلے میں نے بڑے عجز و نیاز اور تضرع سے اپنے خداوند کو پکارا اور دعا کی کہ اے خداوند عالم ایک طرف تیرا یہ کلام ہے:

انّ اللّٰہ لا یغفر ان یّشرک بہ و یغفر ما دون ذ لک لمن یّشاء

دوسری طرف تیرا مسیح (مرزا) یہ کہتا ہے:

انّ اللّٰہ لا یغفر ان لا یؤمن بی و یغفر ما دون ذ لک لمن یّشاء

اب میں تیرے کلام سے انکار کروں یا تیرے مسیح کے؟...

میں صدق اور خلوص کے ساتھ قبولیت حق کے لئے ہر وقت مستعد ہوں مگر افسوس سنگدل خودستا اور خود پرست مرزا نے میرے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اب میں کیا کروں ۔ صبح خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے مکان پر کرنل فتح خان آئے ہیں اور دہلیز سے مجھے آواز دی ہے میں ملنے کے لئے دہلیز میں گیا السلام علیکم کیا۔ بیٹھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کہ عبدالغنی خان افسردہ حال بیٹھا ہے اور اپنے والد کے واسطے قولنج کا علاج پوچھتا ہے ۔ اور اس نے ایک نسخہ مجھے دکھایا جس میں بہت سی ریاح شکن ادویہ درج تھیں اور کہا اسے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ پھر میں نے فتح محمد خان سے کہا مبارک ہو مرزا صاحب نے مجھے اپنی جماعت سے خارج کر دیا۔ اچھا ہوا کہ اس مشرک گروہ سے میں محض توحید اور عظمت باری کے بیان کرنے کے جرم میں علیحدہ کیا گیا ہوں ۔

.... اس خواب کی بنا پر اب میں پھر آپ کی خدمت میں لکھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ شرک کی خبر ملنے پر موسیٰ علیہ السلام نے تمام مشرکین کے قتل کا حکم دیا تھا مگر آپ نے الٹی بے جا حمایت شروع کردی۔ افسوس ۔

آپ کی توجہ کے لئے میں آپ کے چند الہامات کا مقابلہ قرآن کریم سے کرتا ہوں۔

آپ کے الہام میں ہے ربّ سلطنی علی النّار۔ اے میرے رب تو مجھے آگ پر اختیار دے۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ اللہ، ما لک یوم الدّین ہے۔ لمن الملک الیوم للّٰہ الواحد القھّار ۔ من ذا الّذی یشفع عندہ الّا باذنہ ۔

آپ کے الہام میں آپ کی نسبت ہے یا شمس یا قمر۔ کیا سورج کی طرح آپ کے وجود پر ہمیشہ سے کسی عالم کا نظام قائم ہے جیسا کہ نظام شمسی پر زمین اور سیاروں کا ہے۔ کیا سورج کی طرح ہمیشہ آپ کا نور یکساں طور پر کل دنیا کو پہنچ رہا ہے۔ کیا شمس کی طرح ایک سیکنڈ کے لئے بھی آپ آرام نہیں کرتے۔ جیسا کہ سورج کے طفیل ہوائیں چلتی ہیں، بادل آتے، بجلیاں لشکتی، تمام دنیا کے کھیت اور باغات پرورش پاتے اور پکتے اور تمام دنیا کے کام چلتے ہیں۔ کیا ویسا ہی آپ کے طفیل تمام عالم کو ہمیشہ سے اور ہر وقت روحانی رزق ملتا ہے، روحانی پرورش ہوتی اور تمام دنیا کا دارو مدار آپ کے ہی نور پر ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ کے نور نے ایک قادیان تو کیا، اپنی جماعت اور اپنے کنبہ کو بھی منور نہیں کیا، بلکہ یہ محض ایک نہایت ہی بعید استعارہ ہے۔ آپ کی رہنمائی کے لئے یہی ایک مثال کافی ہے کہ آپ کے الہامات نہایت ہی بعید استعارات ہیں ان پر شرعی مسائل قائم کرنا غلطی ہے۔ قرآنی وحی میں سید المرسلین ﷺ کا نام محض سراج منیر یعنی روشن چراغ ہے نہ کہ شمس و قمر۔ قرآنی وحی میں الحمد للّٰہ ہے آپ کی وحی میں اللّٰہ یحمدک ہے۔ حمد کا لفظ محمد اور محمود میں بصیغہ مفعول ضرور آیا ہے جس میں اصلی معنوں سے کبھی تنزل ہو جایا کرتا ہے مگر آنحضرت ﷺ کی نسبت کہیں نہیں اللّٰہ یحمدک من السّماء یا محمد۔ آپ کی وحی میں یہی ہوتا ہے زلزلۃ السّاعۃ اور بعد میں آپ کی طرف سے حاشئے چڑھائے جاتے ہیں کہ میری تکذیب کی وجہ سے زلزلہ آیا ہے خواہ وہ کولمبیا میں آیا ہو یا اٹلی میں ..وغیرہ ... جہاں آپ کی تبلیغ نہیں ہوئی ہے جہاں آپ کا کوئی باقاعدہ مشن نہیں پہنچا۔ اگر تکذیب کا ہی نتیجہ طاعون اور زلزلہ ہوں تو پہلے آپ کے سخت مخالفین مثلاً پیسہ اخبار، مولوی ثناء اللہ، مولوی محمد حسین، گروہ پشاوریاں سب سے پہلے مخالفین قادیان جن پر تبلیغ کما حقہ ہو چکی، مبتلا ہوں، جیسا کہ موسیٰ کے مقابلہ پر قوم فرعون غرق ہوئی۔ نوح کی مخالفت کی وجہ سے انہیں کے مقام سے طوفان شروع ہوا۔ قوم لوط، قوم ہود، قوم صالح وغیرہ ہلاک ہوئے۔ خاتم النبیین ﷺ کے مقابلہ پر مشرکین اور مخالفین عرب کا خاتمہ ہوا۔ مگر ان زلزلوں اور آتش فشانیوں کی نسبت قرآنی وحی میں کیسا صاف درج ہے:

تکاد السّماوات یتفطّرن منه و تنشقّ الارض و تخرّ الجبال ھدّا ۔ ان دعوا للرحمن ولداّ ۔

افسوس آپ نے، آپ کے مریدوں نے ان زلزلوں کی بنا یہ پیش نہ کی بلکہ خدا و رسول اور قرآن کو پس پشت ڈال کر آپ کو ہی آگے کر لیا انّ ھذا لظلم عظیم فتدبروا و اعلموا ان علی کل ذی علم علیم ۔کیا آپ کی خاطر میں خداوند عالم کو چھوڑ دوں، اس کے کلام پاک سے انکاری ہو جاؤں؟ ..(کیا خدا) کا مالک یوم الدین ہونا باطل ہو چکا۔ اور اس کی رحمت واسعہ جس کی تعریف و سعت رحمتی کل شیء ہے منسوخ ہو چکی اور غضب میں متبدل ہوگئی ۔اور اب جنت وجہنم کا کلی اختیار آپ کو مل گیا۔ کیا توحید کے تمام اصول آج غلط ٹھہر گئے۔ قرآن مجید تو خاتم النبیین کی نسبت فرماتا ہے انک لا تھدی من احببت اور محمد ﷺ کو فرماتے ہیں اگر تو ستر بار بھی مشرک کی مغفرت طلب کرے گا ہرگز نہ بخشونگا۔ مگر آج یہ ہو گیا کہ جس سے تو (مرزا) راضی اس سے خدا راضی اور جس سے تو ناخوش اس سے خدا ناخوش۔ قرآنی وحی کا تو یہ رنگ تھا کہ اول سے آخر تک خداوند عالم کی ہی توحید و تسبیح و تقدیس تحمید اور تمجید رنگا رنگ ... بیانات اور نشانات میں تھی اور آج خداوند عالم کا ذکر منسوخ ہو کر مرزا صاحب ہی کی حمد و ستائش زمین و آسمان میں رہ گئی ۔آپ برائے خدا اپنی جماعت کی اور اپنی تحریرات کو قرآنی محک پر کس کر دیکھیں کہ کہاں تک ان میں خدا پرستی اور کہاں تک آدم پرستی ہے۔ قرآن مجید ہی ایک کلام ہے جو لا ریب فیہ ہے، جو نور مبین ہے، جو بالحق انزلناہ و بالحق نزل ہے، جو میزان اور مہیمن ہے، تبیان لکل شئی اور قول فیصل ہے ۔ براہ مہربانی میرا پہلا خط واپس فرماویں کیونکہ میں یہ خط و کتابت چھپوانا چاہتا ہوں تا کہ سعید فطرتیں اپنی اپنی استعداد کے مطابق استفادہ کر سکیں۔ اگر آپ میرا خط واپس نہ فرماویں گے تو اپنی یادداشت کی بنا پر اس مضمون کو لکھ کر شائع کرونگا کیونکہ میرے پاس اس کی نقل موجود نہیں ہے۔ پہلے بھی تین چار بار آپ کی خدمت میں اس خط کی بابت لکھ چکا ہوں، اصل نہیں تو نقل ہی ارسال فرماویں ۔ میں نے پھر خواب میں رات کو دیکھا کہ میں قادیان پہونچا ہوں اور آپ سے ملا ہوں اور یہی آیت اپنی تائید میں پیش کر رہا ہوں ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء ۔آپ میری تقریر سن کر خاموش ہیں۔ شیخ یعقوب علی تراب بھی موجود ہیں۔ ان کا چہرہ یہ بتلاتا ہے کہ یہ باتیں صحیح ہیں ان پر سوال کی کیا ضرورت پیدا ہوئی۔ صبح کا وقت ہے وضو کے لئے جب میں باہر نکلا تو حافظ عظیم بخش مرحوم ملے وہ بھی میری تائید میں کلام

کرتے رہے ایک اور خواب میں نے دیکھا، وہ یہ ہے کہ ایک مجلس میں مولوی نورالدین استادہ ہوکر نہایت سلاست اور سنجیدگی کے ساتھ وعظ فرما رہے ہیں آپ بھی اس مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کی بائیں طرف ساتھ ہی ملا ہوا میں بیٹھا ہوں۔ اور چند اور اشخاص ایک حلقہ میں ہیں۔ جو شخص سوال کرتا ہے مولوی صاحب نہایت خلوص اور توجہ کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔ میں پلیگ میں پٹیالہ کے سینکڑوں دیہات میں پھرا ہوں اور ہزار ہا لوگ اور بیسیوں دیہات ایسے تباہ ہوئے ہیں جن کو آپ کے نام کی خبر تک نہیں۔ آپ کو بہ تقاضائے انسانیت بنی نوع کے ساتھ ہمدردی چاہیے

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند — کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

جو عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضو ہا را نماند قرار

خداوند عالم بہتر جانتا ہے کہ کن کن وجوہات سے بنی نوع کا شمار کم کیا جا رہا ہے۔ ان میں شاید ایک یہ بھی سبب ہو کہ زمین کی آبادی اس کی گنجائش کے مطابق رہے۔ مولوی عبدالکریم کی نہایت ہی دردناک موت کم عبرت خیز نظارہ نہیں تھا جو آپ کو اوروں کے دکھوں پر ہنسنے کے قابل چھوڑتا۔ مگر افسوس کہ ہر وقت کی ست بچنی نے جو شب و روز آپ کے گرد رہتی ہے اس نے آپ کو سخت متکبر اور سنگ دل اور جاہل بنا دیا انّ الا نسان لیطغی ان رآہ استغنی۔ کیا تو آپ مسیح کے معجزات کو مسمریزی کھیل اور نا قابل التفات حرکات بتلاتے تھے اور کیا خود ہی پیش گوئیوں کے تماشے میں ایسے محو ہو گئے کہ قرآن مجید کا مذاق بالکل مفقود ہو گیا۔ کوئی علمی معجزہ نہ دکھایا جس کا زمانہ تھا۔ کیا اچھا ہوتا کوئی معجزانہ تفسیر لکھ جاتے جو تمام اختلافات کا فیصلہ کرتی اور ہمیشہ کیلئے قرآن کریم کی طرح ایک زندہ معجزہ کی طرح قائم رہتی اور خلق خدا کی اصلاح کرتی۔ فقط

والسلام۔ خاکسار عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن از تراوڑی ضلع کرنال

☆ اعلان مرزا دربارہ عبدالحکیم

ڈاکٹر عبدالحکیم بتاتے ہیں کہ آخری ہر دو خطوط کا کوئی جواب وصول نہیں ہوا بلکہ ایک اعلان تمام جماعت احمدیہ کے لئے ۳ مئی (۱۹۰۶ء) کے اخبارات الحکم والبدر میں شائع کرا دیا گیا جس سے مجھ کو اور بھی زیادہ پریشانی اور حیرانی ہوئی۔ اعلان حسب ذیل ہے:

تمام جماعت احمدیہ کیلئے اعلان

چونکہ ڈاکٹر عبدالحکیم اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ نے جو پہلے اس سلسلہ میں داخل تھا، نہ صرف یہ کام کیا کہ ہماری تعلیم سے اوران باتوں سے جو خدا نے ہم پر ظاہر کیں منہ پھیرلیا بلکہ اپنے خط میں وہ سختی اور گستاخی دکھلائی اور وہ گندے اور ناپاک الفاظ میری نسبت استعمال کئے کہ بجز ایک سخت دشمن اور سخت کینہ ور کے کسی کی زبان اور قلم سے نہیں نکل سکتے۔ اور صرف اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ بے جا تہمتیں لگائیں اور اپنے صریح لفظوں میں مجھ کو ایک حرام خور اور بندہ نفس اور شکم پرور اور لوگوں کا مال فریب سے کھانے والا قرار دیا اور محض تکبر کی وجہ سے مجھے پیروں کے نیچے پامال کرنا چاہا اور بہت سی ایسی گالیاں دیں جو ایسے مخالف دیا کرتے ہیں جو پورے جوش عداوت سے ہر طرح سے دوسرے کی ذلت اور توہین چاہتے ہیں۔ اور یہ بھی لکھا کہ پیش گوئیاں جن پر ناز کیا جاتا ہے کچھ چیز نہیں۔ مجھ کو ہزارہا ایسے الہام اور خوابیں آتی ہیں اور پوری ہو جاتی ہیں۔ غرض اس شخص نے محض توہین اور تحقیر اور دل آزاری کے ارادہ سے جو کچھ اپنے خط میں لکھا ہے اور جس طرح اپنی ناپاک گوئی کو انتہاء تک پہنچایا ہے ان تمام تہمتوں اور گالیوں اور عیب گیریوں کے لکھنے کے لئے اس اشتہار میں گنجائش نہیں۔ علاوہ اس کے میری تحقیر کی غرض سے اس نے جھوٹ بھی پیٹ بھر کر بولا ہے۔ مگر مجھے ایسے مفتری اور بدگولوگوں کی کچھ پرواہ نہیں کیونکہ اگر جیسا کہ مجھے اس نے دغاباز، حرام خور، مکار، فریبی اور جھوٹ بولنے والا قرار دیا ہے اور طریق اسلام اور دیانت اور پیروی آنحضرت ﷺ سے باہر مجھے ثابت کرنا چاہا ہے اور میرے وجود کو محض فضول اور اسلام کے لئے مضر ٹھہرایا ہے بلکہ مجھے محض شکم پرور اور دشمن اسلام قرار دیا ہے، اگر یہ باتیں سچ ہیں تو میں اس کیڑے سے بھی بدتر ہوں جو نجاست سے پیدا ہوتا اور نجاست میں ہی مرتا ہے۔ لیکن اگر یہ باتیں خلاف واقعہ ہیں تو میں امید نہیں رکھتا کہ خدا ایسے شخص کو اس دنیا میں بغیر مواخذہ کے چھوڑ دے گا جو مرید ہو کر اور پھر مرتد ہو کر اس درجہ تک پہونچ گیا ہے کہ جو ذلیل سے ذلیل زندگی بسر کرنے والے جیسے چوہڑے اور چمار، جو شکم پرور کہلاتے ہیں اور مردار کھانے سے بھی عار نہیں رکھتے، ان کی مانند مجھے بھی محض شکم پرور اور بندہ نفس اور حرام خور قرار دیتا ہے۔ اب میں ان باتوں کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا اور خدا کی شہادت کا منتظر ہوں اور اس کے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں اور اس اشارہ پر ختم کرتا ہوں:

انّما اشکو بثّی و حزنی الی اللّٰہ و اعلم من اللّٰہ ما لا تعلمون۔

اب چونکہ یہ شخص اس درجہ پر میرا دشمن معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عمر بن ہشام (ابوجہل)، آنحضرت ﷺ کی عزت اور جان کا دشمن تھا۔ اس لئے میں اپنی تمام جماعت کو تنبیہ کرتا ہوں کہ اس سے بکلی قطع تعلق کرلیں۔ اس کے ساتھ ہرگز واسطہ نہ رکھیں ورنہ ایسا شخص ہرگز میری جماعت میں سے نہیں ہوگا۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان ضلع گورداسپور

☆ عبدالحکیم کا ردعمل

جناب عبدالحکیم پٹیالوی کہتے ہیں کہ:

۷ مئی ۱۹۰۶ء سے پہلی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ اسسٹنٹ سرجن محمد عظیم جو میرے ایک پرانے دوست اور ہم جماعت ہیں، خواب میں مجھے ملے۔ انہوں نے ترجمہ قرآن مجید کی نسبت، جو میں نے انگریزی زبان میں کیا ہے، کچھ ایسا ذکر کیا کہ انجمن حمایت اسلام نے اس کو پسند کیا ہے یا اس پر ریویو لکھا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اس کی اشاعت یورپ اور امریکہ میں ہو رہی ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ آپ اس کی قیمت کم کردیں۔ میں نے جواب دیا کہ دوسری طبع ہلکے کاغذ اور باریک ٹائپ میں چھپوا لوں گا۔ اسی اثنا میں، میں نے ان سے ذکر کیا کہ میرا اور میرزا صاحب کا بگاڑ ہوگیا۔ تب انہوں نے پوچھا کہ کیوں؟ میں نے اخبارات الحکم اور البدر کی طرف اشارہ کیا کہ آپ ان کو دیکھیں اور میں نے یہ بھی کہا کہ وہ خود بگڑ بیٹھے۔

اب ناظرین خود غور فرمالیں کہ محض چند اصلاحی تجاویز پیش کرنے پر حضرت مرزا صاحب نے کس قدر دریا دلی، عالی دماغی اور خوش اخلاقی ظاہر فرمائی ہے کہ نہ ان آیات قرآنی کے کوئی اور معنی کر کے دکھائے جو میں نے اپنے خیالات کی تائید میں پیش کیں، نہ ان واقعات کی تردید کی جو ان کی بشری کمزوریوں اور غلط کاریوں پر صریح دلیل ہیں اور صاف طور پر ثابت کرتے ہیں کہ ان کا فہم اور ان کے الہامات اس پایہ کے نہیں جن کی بنا پر بینات قرآنی کا صریح خلاف کیا جاسکے، ان کی وصیت متعلقہ بہشتی مقبرہ اور تعمیر منار کو بلا چون و چرا مان لیا جاوے اور ان کے کہنے سے تیرہ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو برس میں تیار ہوئے ہیں، یک قلم خارج از اسلام مان لیا جائے، ان کی وصیت مقبرہ کو وصیت قرآنی کی ترمیم سمجھ لیا جائے، ان کو محمد ﷺ کا مظہر اتم اور خاتم الاولیاء یقین کرلیا جائے، اور ان کے الہامات متشابہ کو کسی ایمان کی بنیاد قرار دیا جائے، مثلاً الہامات ذیل کو

انت منّی و انا منک ۔ یا شمس یا قمر ۔ انت منّی بمنزلة اولادی ۔ یا جس قدر یورپ، امریکہ، فارموسا، افریقہ وغیرہ میں حادثات ہوں، زلزلے آئیں، آتش فشانیاں ہوں ان تمام کو ان کی تکذیب کا ہی نتیجہ سمجھ لیا جائے۔

اپنے اعلان میں وہ (مرزا) ظاہر فرماتے ہیں کہ میری نسبت گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کئے مگر جو واقعی ہو اور چشم دید کمزوریاں اور نقص میں نے شمار کئے ہیں کسی ایک کی نسبت بھی یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ یہ غلط ہے یا سنت انبیاء اسی طرح رہی ہے بلکہ قرآن مجید سے بہ تواتر سنت انبیاء یہی ظاہر ہوتی ہے لا اسئلکم علیه من اجر میں تم سے اس تعلیم دین پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا یہ بھی ظاہر کیا کہ جھوٹ پیٹ کر بولا مگر کسی ایک امر کی نسبت ثابت یا ظاہر نہیں کیا کہ فلاں امر جھوٹ ہے۔ میں آپ کے لکھنے پر ہی اس کو واپس کر لیتا اور معافی مانگتا۔ میں نے یہ تمام اس وجہ سے لکھا کہ آپ کے مرید آپ کو خدا سے ملانے اور محمد ﷺ کا مظہر اتم بتانے لگے اور آپ کے وجود کو مدار نجات قرار دیا جو صریحاً قرآن مجید کے خلاف ہے۔.. جس خدا کی تعریف سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے جو ربّ السّماوات و الارض، الرحمٰن، الرحیم، مالک یوم الدین، الملک القدوس، ذوالجلال والاکرام، علی کلّ شئی قدیر، علی کلّ شئی حفیظ ۔ العلیم الحکیم اور العلی العظیم ہے، جس کی قدرتوں حکمتوں اور رحمتوں کا حد و انتہاء نہیں۔ جس کی حمد تمام عالم کی ہر مخلوق اور اس کا ذرہ ذرہ ہر وقت گا رہا ہے جس کی قدرت وحکمت پر تمام علوم، کیا حکمت، کیا طب، کیا طبعی، کیا کیمیا، کیا ہیئت، کیا تشریح، کیا اسرار الاعضاء وغیرہ، مبنی ہیں اس کی نسبت یہ مان لینا کہ وہ ایک کمزور خطا کار انسان کے ماتحت ہو گیا ہے اور دوزخ و بہشت کا کامل اختیار اس کو دے دیا ہے یہ سخت درجہ کا شرک اور خداوند عالم کی سخت توہین ہے۔ کون ہے جو اس کے قوانین رحمت و مغفرت پر حاوی ہو سکے من ذا الّذی یشفع عنده الّا باذنه ۔ کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کی جناب میں شفاعت بھی کر سکے۔ پس جو عقائد رب العالمین کی بے حد قدرتوں اور حکمتوں اور رحمتوں کو محدود کرنے والے ہیں اور خداوند عالم کو ایک شخص واحد کا تابع بنانے والے ہیں وہ شرک سے بھی بدتر ہیں۔ محمد ﷺ نے اپنی لازمی تعریف جو کلمہ میں سکھلائی وہ عبده و رسوله ہے۔

مجھے آپ سے اور کوئی اختلاف نہیں، میں آپ کو مسیح الزمان مانتا ہوں۔ آپ کے الہامات کو مانتا ہوں مگر ایسا کوئی عقیدہ نہیں مان سکتا جس میں صریح شرک ہو، یا رب العالمین کی صریح توہین یا قرآن مجید کی آیات بینات کا صریح خلاف ہو۔ یا محمد ﷺ اور دیگر انبیا کی توہین ہو۔ آپ

محض ایک تمثیلی نبی ہیں اور امتی نبی ہیں اور بس۔ اس سے جو زائد ہے وہ غلو ہے اور اپنے تخیلات کا ہی نتیجہ ہے جو مرض ہسٹیریا میں لازمی ہوتے ہیں۔ میں آپ کو مسیح مانتا ہوں مگر یہ نہیں مان سکتا کہ تمام عالم کی نجات آپ کے ماننے پر منحصر ہوگئی، یا خداوند کی لا انتہاء حکمت و رحمت اور اس کی تمام قدرت آج کلی طور پر آپ کے تابع ہوگئی نعوذ باللّٰہ نعوذ باللّٰہ۔

آپ تھوڑی دیر کے لئے برائے خدا ان واقعی کمزوریوں اور خطا کاریوں پر تحمل اور صبر کے ساتھ غور کریں کہ کیا آپ جیسا انسان خاتم النبیین ﷺ کا مظہر اتم اور تمام عالم کی نجات کا مدار ہو سکتا ہے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ پس جن الہامات میں آپ کو عیسی یا احمد یا ابراہیم وغیرہ کر کے پکارا گیا وہ ایسے ہی بعید استعارات ہیں جیسا کہ یا شمس یا قمر۔ انت منّی و انا منک۔

پھر میں عرض کرتا ہوں اور خداوند عالم گواہ ہے کہ سچے دل سے عرض کرتا ہوں کہ اس وقت آپ غلطی میں ہیں۔ جب تک قرآن کریم کو اپنے ہر الہام میں حکم نہ بنائیں گے آپ اس غلطی سے کبھی نجات نہیں پاسکیں گے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم آپ کو اور مجھ کو قرآن کی سچی محبت اور عظمت اور سچی اطاعت عطا فرمائے۔ میں آپ کا دشمن ہرگز نہیں ہوں بلکہ آپ کی سلامتی اور سچی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ خداوند عالم نے میرے سینہ کو خود اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہے اس لئے مجھے اب تک آپ کی طرف سے کوئی لغزش نہیں۔ وہی ایمان کہ آپ مسیح ہیں، مثیل انبیاء ہیں، میرے دل میں جب بھی تھا اب بھی ہے۔ آپ کی اجتہادی غلطیاں کمزوریاں اور خطا کاریاں جو بشریت کے ساتھ لازمی ہیں اس وقت بھی دیکھا کرتا تھا اور اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ ہاں ان کو ظاہر کرنے سے ڈرا کرتا تھا اور اب سخت مجبور ہو کر ظاہر کرنا پڑا جب کہ جماعت کا غلو انتہاء کو پہنچتا چلا گیا یہاں تک کہ آپ نے لکھ دیا کہ تیرہ کروڑ مسلمان جو تیرہ صدیوں میں تیار ہوئے ہیں سب کے سب خارج از اسلام ہیں جیسا کہ تمام یہود و نصاری آنحضرت ﷺ کے آنے سے خارج ہو گئے تھے گویا کہ اب کلمہ بھی یہ چاہیے لا الہ الا المرزا کیونکہ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہنا اب کارآمد نہیں رہا تاوقتیکہ آپ کو نہ مانا جائے... آپ تو صاف لکھتے ہیں کہ مجھ پر ایمان لانے کے بغیر نجات نہیں۔ پہلے مجدد و امام بنے، پھر جزوی نبی اور امتی نبی بنے، پھر جزوی نبی سے کامل نبی اور امتی نبی سے مستقل نبی۔ اور اب رسولوں سے کیا خدا سے بھی بڑھ گئے کیونکہ خدا کے ماننے سے تو نجات نہیں مگر آپ کے ماننے سے نجات ہے۔ پھر آپ کی جماعت قرآن مجید اور حدیث اور تیرہ سو سالہ اسلام کو مردہ اسلام پکار اٹھی۔ افسوس توہین باری تعالی، توہین خاتم النبیین، توہین قرآن، توہین

اسلام اور مشرکانہ شور جو آپ کی جماعت میں پیدا ہوئے اور میں نے صاف صاف آپ کے کانوں تک پہنچائے ان کا خیال آپ کو مطلق نہ ہوا، بلکہ اپنی توہین کے جوش میں خلاف واقعہ خطوط لکھتے رہے اور خلاف واقعہ اعلان جاری کر دیا۔ میں ہر امر کے ثبوت میں قرآنی بینات عقلی اور فطری دلائل اور اپنے خوابات کو پیش کرتا رہا مگر آپ نے شروع سے نہ تو ان دلائل کو توڑا، نہ اپنے خیالات کی تائید میں کوئی دلیل پیش کی، بلکہ تنگ آمد بجنگ آمد کے طور پر شروع سے ہی گالیوں پر جمے رہے۔ کہیں مرتد کہا، کہیں کافر کہا، کہیں خارج از اسلام، کہیں دشمن، کہیں پیٹ بھر جھوٹ بولنے والا، کہیں مفتری۔ کوئی افتراء اور جھوٹ بھی ثابت کیا ہوتا۔ اور مجھے کیا شکوہ ہے جب خود خدا تعالیٰ آپ کے نزدیک ایسا حقیر ہو گیا کہ اس کا ماننا ہیچ اور اعمال صالحہ ہیچ جب تک آپ کو نہ مانا جائے۔ خداوند عالم کی فطرت آپ کے نزدیک لعنت ہو گئی جب تک آپ کے نشانات اس کے ساتھ نہ ہوں اور خداوند عالم (نعوذ باللہ) باؤلا جھلا ہو گیا کہ تکذیب تو قادیان، بٹالہ، امرتسر اور لاہور میں ہو اور وہ تباہ کرتا پھرے اٹلی، سانس فرانسسکو، فارموسا اور دیگر بلاد و دیہات کو جن کو آپ کی خبر تک نہیں۔ مگر آپ کو توہین باری تعالیٰ، توہین اسلام، توہین فطرت، توہین قرآن مجید و توہین انبیاء اور کفر و شرک بدعات فسق و فجور اور دہریت کا مطلق خیال نہیں رہا بلکہ مدتوں سے اپنی کبریائی اور خودنمائی میں ایسے محو ہیں کہ اپنی نسبت واقعی امور کو بھی دشنام اور کذب اور اتہام اور توہین نام رکھ دیا۔ اور یہ سبق بھی مجھے آپ سے ہی ملا ہے کیونکہ آپ نے بھی مسیح اور حسین کے نقص اور کمزوریوں کے بیان کرنے میں کوئی کمی نہیں کی تاکہ ان کی شان میں جو غلو ہو گیا ہے اس کا مقابلہ ہو سکے۔ آپ مجھے دشمن اسلام سمجھتے ہیں، ایک سلام سے بھی بخل کرتے ہیں، بلکہ میری تباہی کے منتظر ہیں، مگر میں بقول مسیح اپنے دشمنوں کو دعا دو، آپ کو دعا دیتا ہوں اور سلام جو احسان بالخلق کا ایک ادنیٰ درجہ ہے، ترک کرنا انتہا درجہ کا بخل اور کمینہ پن سمجھتا ہوں کیونکہ قرآن مجید نے عباد الرحمٰن کی یہی تعریف کی ہے واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً۔ خاکسار عبدالحکیم خان ایم بی اسسٹنٹ سرجن از تراوڑی

☆ حکیم نورالدین بنام عبدالحکیم

جناب عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن بالقابہ

آپ کی تفسیر القرآن اردو زبان اور مفید عام اور تشخیص الامراض اس خاکسار کے پاس تھی وہ اس لئے واپس ہے کہ آپ کے موجودہ تغیرات میں آپ کو مدد ملے۔

آپ کا خیال جو کچھ ہم لوگوں کی نسبت ہے اس کی تو اب شکایت نہیں کیونکہ خود ہمارا امام آپ کے خیالات میں ناگفتہ بہ ہے تو ہم کس ہستی کے ہیں۔ ہمیں بحمد اللہ کوئی ضرورت نہیں جو ہم ایسے شخص کی کتاب رکھیں جو ہمارے سے بدظن ہے۔ اللہ تعالی کے عجائبات ہیں جو ہم نے آپ کے متعلق دیکھیں۔ مرزا آپ کی اس تفسیر تک تو مسیح و مہدی تھا اب دجال وضال ہو گیا تو آپ کا استقلال اور آپ کی تحقیق گزشتہ کی بے ثباتی تو ظاہر ہو گئی۔ آئندہ موجودہ حالت پر آپ ٹھہریں گے یا ترقی کریں گے، آئندہ ظاہر ہو گا۔ تمہارے متعلق ایک حیرت زدہ انسان۔

نورالدین ۲ مئی ۱۹۰۶ء

☆ عبدالحکیم بنام حکیم نورالدین

مولانا ومخدومنا مولوی نورالدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ معرفت مولوی عبداللہ خان میرے پاس تراوڑی پہنچا۔ میری تحقیق گزشتہ میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ میں اسی طرح حضرت مرزا صاحب کو مسیح الزمان اور ملہم من اللہ مانتا ہوں۔ آپ کو اسلام کا عملی نمونہ اور عالم قرآن جانتا ہوں۔ جماعت احمدی میں جو نئے خیالات پیدا ہوئے وہ قرآنی بینات کے صریح خلاف ہیں وہ بے شک میں نہیں مان سکتا جب تک قرآن کریم سے ان کی مطابقت ثابت نہ کی جائے مختصراً وہ مسائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تمام غیر احمدی مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھنا، ان کے ساتھ السلام علیکم اور نمازیں ترک کر دینا۔ جو لوگ صریحاً ہم کو کافر کہتے ہیں ان کے ساتھ تو نمازیں اور سلام ترک کرنا درست تھا مگر جو لوگ خاموش ہیں یا کم علمی یا کم فہمی یا خلاف معلومات کی وجہ سے منکر یا مخالف ہیں ان کا کیا قصور؟ کیونکہ ان کا خلاف اس بنا پر ہے کہ یہ جدید مسائل قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں۔ پر جو تبلیغ کامل کے بعد عمداً خلاف قرآن و حدیث کریں وہ بے شک کافر ہیں۔ یہی ایمان میرا شروع سے تھا اور اب تک ہے۔

۲۔ تمام انبیاء پیغام رساں اور ہادی خلائق ہوئے ہیں نہ کہ مدار نجات۔ ایسا ہی حضرت مرزا صاحب ہیں۔ وہ خداوند جو رب العالمین، الرحمٰن الرحیم، مالک یوم الدین، العلیم الحکیم، الملک القدوس ہے اس کے علوم پر کون محیط ہو سکتا ہے۔ پھر اس کی رحمت و مغفرت کے لا انتہاء قوانین کسی ایک انسان کے کیسے ماتحت ہو سکتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا شرک ہو سکتا ہے، اور خداوند عالم کی توہین

اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی رحمت و مغفرت کسی انسان کے ماننے پر منحصر سمجھا جائے۔ مدار نجات قرآن مجید نے توحید اور اعمال صالحہ کو بتایا ہے من آمن باللّٰہ والیوم الآخر و عمل صالحاً ۔ بلیٰ من اسلم وجھہ للّٰہ و ھو محسن ۔ انّ اللّٰہ لا یغفر ان یّشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء ۔ پھر یہ کہنا کہ تیرہ کروڑ مسلمان جو تیرہ سو سال میں طیار ہوئے وہ خواہ کیسے ہی موحد، خدا پرست اور با عمل ہوں جو مرزا صاحب کو نہیں مانتے وہ سب کے سب خارج از اسلام ہیں اور قابل نجات نہیں۔ یہ مسئلہ بینات قرآنی کے خلاف صریح طور پر معلوم ہوتا ہے یہ کیسے مانا جا سکتا ہے۔ اگر میں غلطی پر ہوں تو از روئے بینات قرآنی میرا اطمینان کر دیا جائے۔ مگر افسوس کہ میں مانگتا دودھ ہوں اور مجھے پلایا جاتا ہے زہر۔ میں طالب حق ہوں اور اطمینان ہونے پر ہر ایک پرانی بات کے چھوڑنے اور نئی بات کے اختیار کرنے پر تیار ہوں بشرطیکہ قرآنی اور فطری طور پر میرا اطمینان کر دیا جائے۔ میرا یہ ایمان بھی شروع سے ہے آج کا نہیں۔

۳۔ حضرت مسیح الزمان کو مسیح و مہدی مانتا ہوں ساتھ ہی بشر بھی۔ بشری طور پر جو کمزوریاں اور نقص ان میں ظاہر ہوتے ہیں میں اس وقت بھی دیکھتا تھا اور اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ مثلاً براہین احمدیہ، منن الرحمٰن اور اربعین کا باوجود اشتہارات دینے کے آج تک مکمل نہ ہونا۔.. جماعت کی عملی اصلاح کی طرف توجہ نہ ہونا۔ سارا زور حیات و ممات مسیح کے مسئلہ پر خرچ کرنا، قرآنی تعلیمات پر علی التناسب توجہ نہ ہونا، تبلیغ کی غرض سے اور شہروں میں نہ جانا، دہلی کا سفر اگر کیا تو محض بیوی صاحبہ کی خاطر۔ لنگر کے نام پر روپیہ جمع کرنا، آپ بے فکری سے کھانا دوسروں کو کھلانا، اور اس کو دردا ور کفایت کے ساتھ خرچ نہ کرنا، نہ اس کا کوئی حساب کتاب رکھنا۔ احمدی جماعت میں داخل ہو کر سوائے ایک وفات اور آمد مسیح، عملی اصلاح اور تزکیہ نفس کی طرف کوئی خیال نہ ہونا، جو لوگ پہلے سے جس حال میں ہیں اس میں کوئی نمایاں ترقی نہ ہونا۔

اب جب میں نے دیکھا کہ احمدیوں میں مرزا پرستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ سوائے اس کے سب اذکار برائے نام رہ گئے اور شرک تک نوبت پہنچی گئی، انبیاء کی توہین ہونے لگی، تب مجھ کو حضرت مرزا صاحب کے واقعی نقص اور کمزوریاں گنانی پڑیں۔ نہ اس نیت سے کہ ان کی توہین ہو بلکہ اس نیت سے کہ ان کو خدا یا شریک خدا نہ ٹھہرایا جائے جیسا کہ خود مرزا صاحب، مسیح اور حسین کی کمزوریاں گناتے رہے ہیں وہی نیت میری ہے۔ اگر ان کمزوریوں میں کوئی خلاف واقعہ امر میں نے گنایا ہے تو مجھے بتلایا جائے، میں اسے واپس لے لوں اور تائب ہو جاؤں۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ

میں تو آپ کی طرف آتا ہوں اور آپ مجھے دور سے دھکے دے رہے ہیں۔ میرا مرض کچھ اور ہے اور دوا کچھ اور زبردستی میرے حلق میں ٹھونسی جا رہی ہے۔ پھر اعلان بھی شائع کر دیا اور کتابیں واپس ہو رہی ہیں اور اس کا نام رکھا جاتا ہے انّما اشکو بثی و حزنی الی اللّٰہ کیا اس کے یہی معنی ہیں کہ برسر بازار شور مچایا جائے۔ میرا کوئی خط شائع نہیں کیا۔ میرے مقاصد کچھ تھے مگر غیظ وغضب کی حالت میں کچھ سے کچھ سمجھ کر کوسنے پر آ پڑے اور میری تباہی کے منتظر ہو گئے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ میرا خدا مغلوب الغضب اور بدفہم نہیں ہے کہ ایک شخص جو قرآنی رو سے ایک امر کا فیصلہ چاہتا ہے اس کو کافر اور مرتد کہا جائے۔ جو آیات قرآنی میں اپنے استدلال میں پیش کرتا ہوں نہ ان کے دوسرے معنی کر کے دکھائے جاتے ہیں نہ کوئی اور معقول جواب ملتا ہے، بلکہ شروع سے ہی خارج از اسلام، دشمن اور کذاب مفتری نام سے پکارا جاتا ہے۔ جو امر مجھ کو صریحاً قرآن کریم کے خلاف معلوم ہوں تو میں ان کو کیسے مان سکتا ہوں۔ جو تجاویز اصلاح اور استحکام جماعت کے واسطے میں نے پیش کی ہیں ان کو ارتداد شمار کیا جاتا ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ مسیح کا خلاف نہایت ہی خطرناک امر ہے مگر قرآن کریم کا خلاف اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ بدیہی امور اور واقعات سے انکار کرنا کذب اور سخت کفر ہے۔ خداوند عالم کو ایسا حقیر سمجھنا کہ وہ ایک انسان کے تابع ہو گیا ہے نہائت ہی غضب ناک شرک اور ظلم ہے۔

۴۔ اللّٰہ یحمدک من السّماء۔ انت منی و انا منک۔ انت منّی بمنزلۃ او لادی یا شمس و یا قمر۔ وغیرہ متشابہات میں سے ہیں۔ ان کی بنا پر کوئی شرعی مسائل قائم کرنا غلطی ہے۔ جیسے کہ آپ شمس وقمر ہیں ویسے ہی آپ محمد، احمد اور ابراہیم بھی ہیں۔ ایسے ہی بہشتی مقبرہ اور تعمیر منار ہے۔ ان تمام کو قرآنی میزان میں رکھ کر دیکھنا چاہیے۔ نزول خداوندی ہر بشر پر اس کی استعداد اور قابلیت کے مطابق ہوتا ہے۔ قرآنی وحی سب سے اعلیٰ اور مصفی اور اجلی ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ حضرت مرزا صاحب کے الہامات انبیائے بنی اسرائیل کی وحی کے مشابہ ہیں جس میں استعارات بعیدہ بکثرت ہیں۔ اس لئے یہ لا ریب فیہ نہیں ہو سکتے۔ لا ریب فیہ ایک ہی وحی ہے جو قرآن مجید ہے۔ ہر وحی کو اس کے تابع کرنا ضروری ہے۔ محمد ﷺ کا کوئی مظہر اتم نہیں ہوسکتا، اسلئے کوئی وحی نہ اس کے ہم سر ہوسکتی ہے اور نہ اس کی ناسخ۔ یہی ایمان میرا براہین کے وقت تھا اور یہی اب ہے۔ ایک ذرہ تفاوت نہیں۔ اس نکتہ کی لاعلمی سے اکثر علماء کے لئے حضرت مرزا صاحب کے الہامات ٹھوکر کا موجب ہوئے۔ جب بشیر کی نسبت الہامات ہوئے

کانّ اللّٰہ نزل من السّماء وہ ایک یوم میں ایسا بڑھے گا جیسا کہ ہفتوں میں، اور ہفتوں میں ایسا جیسا کہ مہینوں میں۔، اس وقت بھی میں یہی سمجھتا تھا کہ یہ ظاہری معنوں میں کبھی پورا نہیں ہوگا۔

۵۔ اسلام کے دو ہی جز ہیں ایمان باللہ اور احسان بالخلق۔ السلام علیکم ایک ادنی درجہ کا احسان ہے اس لئے سلام کا ترک کرنا نہایت سخت درجہ کا بخل ہی نہیں بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ وہ شخص دشمن اور بدخواہ ہے۔قرآن مجید نے عباد الرحمٰن کی پہچان یہ بتلائی ہے اذا خا طبھم الجاھلو ن قالوا سلا ماً جب کفار تک سے سلام کی مناہی نہیں تو پھر کلمہ گو مسلمان سے سلام ترک کرنا قرآن مجید کے سخت مخالف ہے۔ وہ اچھا محسن اور ہمدرد بنی نوع ہے جو ذرا سے اختلاف رائے پر بھی سلام ترک کر دیتا ہے۔آپ خود مجھ سے دشمنی کریں میری تباہی کے منتظر رہیں مگر میں تو اے نورالدین تیرا وہی روحانی فرزند ہوں جو پہلے تھا۔ مسیح کا مرید ہوں اور تم سب کے لئے سلامتی اور کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔۔ ہاں میری عقل میں اصل توحید اور تمجید اور تحمید باری تعالی کے یہی معنی ہیں کہ جہاں اس کے کلام یا جلال کا مقابلہ ہو وہاں دوسروں کو ہیچ سمجھا جاوے۔آپ یا آپ کے مسیح خواہ اس کو کفر کہیں یا ارتداد یا دشمنی یا گستاخی۔ ہاں اس کے خلاف آپ مجھ کو قرآن مجید سے سمجھا دیں تو میں باز آجاؤنگا۔

۶۔ کل حزب بما لد یھم فرحون۔افسوس کہ جماعت احمدی اس عمل میں سب سے بڑھ گئی یہاں تک کہ ریویو آف ریلی جنز میں جب عام اسلامی مضامین شائع ہونے کی تجویز پاس ہوئی اور ضمیمہ میں خاص ، تو کس قدر احمدی جماعت نے شور مچایا۔ حالانکہ ضمیمہ نے جماعت میں اور دیگر خواستگاروں میں جانا ہی تھا، خاص مضامین کی اشاعت میں اس سے کوئی کمی واقع نہیں ہوسکتی تھی مگر عام اشاعت زیادہ ہونے کے ساتھ رفتہ رفتہ خاص اشاعت بڑھنے کی امید تھی وہ دیوار جو مولویوں نے درمیان میں حائل کی تھی اس کو گرتے گرتے پھر کھڑا کر دیا گیا۔ نہ صرف اتنا ہی کیا بلکہ۔۔قرآن مجید کو اور تیرہ سو سال کے اسلامی مضامین کو مردہ اسلام بتلایا گیا، گویا کہ خدا اور اسلام میں آج مرزا صاحب کی پیش گوئیوں سے جان آئی اور تیرہ سو سال تک وہ مردہ ہی تھے۔قرآن مجید (نعوذ باللہ) مردہ، محمد ﷺ (نعوذ باللہ) مردہ، تیرہ سو سال کے تمام مسلمان مردہ۔کیا قرآن مجید بذات خود ایک زندہ معجزہ اور اس کی تعلیمات بذات خود حیات بخش نہیں۔ کیا اس میں ہزارہا پیش گوئیاں اور علمی اسرار نہیں۔افسوس انّھم فی طغیانھم یعمھون۔ کیا میری باتیں تمام افتراء اور دلخراش ہیں کہ ان پر مطلق غور نہ کیا جائے بلکہ فوراً لعنت شروع کر دی جائے اور انتظار کیا جائے کہ کب یہ تباہ

ہوتا ہے۔میں اگر اس حرکت سے تباہ بھی ہو جاؤں تو ہو جاؤں مگر خداوند عالم کا عظمت وجلال اور قرآن مجید کی عزت ومرتبت دوسرے انسان یا کلام کو نہیں دے سکتا۔پس اگر توحید ہی ارتداد ہے تو گواہ رہو کہ میں سخت مرتد ہوں۔اگر قرآنی وحیوں کو تمام وحیوں کا حکم اور میزان ماننا ہی گستاخی اور کذب ہے،تو میں سخت گستاخ اور کذاب ہوں۔میرا خداوند گواہ ہے کہ جو کچھ میں نے اس وقت کیا ،مسیح کی کمزوریاں، خطا کاریاں گنائیں ،ان کو ناراض کیا، یہ سب کچھ رب العالمین کے جاہ وجلال اور قرآنی وحی کی عظمت وشوکت کی خاطر۔اگر میں نے خالصتاً خدا کے واسطے اور اس کی عظمت و جلال کی خاطر نہیں کیا تو میں آج ہی تباہ ہو جاؤں۔

۵۔مسیح (مرزا) تو میری ہلاکت اور تباہی اپنی نفسانی اغراض کی بنا پر کسی اور وقت چاہتا ہے مگر میں کہتا ہوں اے خداوند! میں نے اگر یہ سب کچھ تیری عظمت وجلال کی خاطر نہیں کیا تو مجھے ابھی ایک منٹ کے اندر ہی اس دنیا سے اٹھا لے۔آمین آمین آمین۔ و السلام الف الف سلام علیکم و علی کل من لد یکم۔

اے خداوند رب العالمین میں کیسے سمجھ لوں کہ ایک کمزور انسان جو سیدھی سیدھی تحریرات بھی نہیں سمجھ سکتا،جو آج کچھ اور کل کچھ کہتا ہے،جو بڑے بڑے ارادے کرتا اور ناکام رہتا ہے، میں کچھ لکھتا ہوں اور وہ سمجھتا کچھ ہے۔جو آرام طلب ہے اور عیش پسند ہے۔جو ایک گاؤں میں بیٹھے بٹھائے محض اپنے نہ ماننے کی بنا پر تیرہ کروڑ مسلمانوں اور کل دنیا کو محروم النجات قرار دے دیتا ہے۔جو مجھ جیسے طالب حق کو جو محض قرآنی دلائل کا طالب ہے،مرتد اور کافر اور اپنا دشمن اور تیرا مغضوب علیہ قرار دے رہا ہے۔جو بہت ہی کم علم اور کم فہم زود رنج ہے۔وہ تیری خدائی میں شریک ہے یا اس کے ماننے پر نجات منحصر ہے ،یا محض اس کے نہ ماننے سے تمام خدا پرست اور نیک انسان ناقابل نجات اور جہنمی ہیں۔اے خداوندا اگر میری سمجھ ناقص یا کج ہے تو اسے کامل اور درست کر۔۔

۷۔مہدی خونی پر طنز کئے جاتے ہیں مگر آپ کا یہ حال ہے کہ دنیا تباہ ہو جائے اور اپنی عید ہو۔زلزلہ سانفرانسسکو میں آئے،یا فارموسا میں،یا کولمبیا میں،یا اٹلی میں،کہیں طاعون ہو،کہیں کالرا پھیلے،اس کو تکذیب مرزا کا نتیجہ بتلایا جائے۔کیا دنیا میں سوائے اس ایک جرم کے اور کوئی جرم جناب خداوندی میں قابل سزا نہ رہا۔

کیا تمام عالم کے ہر شہر اور گاؤں میں اور ہر مقام کے ہر فرد بشر پر مرزا صاحب کی تبلیغ اس کمال کو پہنچ چکی کہ سارے جرموں پر یہی ایک جرم غالب آ گیا۔کیا خداوند عالم کا کام سوائے

اس کے اور کچھ نہیں رہا کہ مسیح کی خاطر تمام عالم کو تباہ کرتا پھرے۔ کیا دہریت، کفر، شرک، زنا، توہین اسلام، افتراء علی اللہ، توہین قرآن، توہین محمد، خلاف فطرت وغیرہ کوئی جرم قابل مواخذہ نہیں رہے۔ کیا اس سے بڑھ کر خداوند تعالیٰ کی کوئی اور تحقیر ہوسکتی ہے کہ اس کی لا انتہاء قدرت وحکمت ایک مرزا کے تابع ہوگئی۔ کیا مرزا کے لئے اس سے بڑھ کر اور کبریائی ہوسکتی ہے کہ خداوند عالم کے سارے کاموں کو مرزا کی خوشی اور ناخوشی کے ماتحت مان لیا جائے۔ نعوذ باللہ۔

ہاں جن مصائب یا تباہیوں کی نسبت خداوند عالم خود بتلاوے کہ یہ میرے مسیح کی تکذیب کا نتیجہ ہے تو اس کی نسبت ایسا ظاہر کرنا علیحدہ امر ہے مگر اوروں کی نسبت جن میں محض اسی قدر علم دیا گیا ہو کہ زلزلہ آئے گا، یا مری پڑے گی، تو اس کو ایک ہی وجہ یا مقام یا وقت سے مخصوص کرنا نہ محض افتراء علی اللہ بلکہ اس کی لا انتہاء حکمتوں کی سخت توہین ہے۔ پر اس وقت نہ توہین باری تعالیٰ کی پرواہ کی گئی، نہ توہین قرآن کی، نہ توہین محمدی کی، نہ توہین اسلام کی، نہ توہین فطرت کی، بلکہ ذاتی توہین کے خیال سے ایک غیظ وغضب سے بھرا ہوا اعلان جو سراسر غلط فہمی اور شتاب کاری پر مبنی ہے شائع کر دیا گیا۔ غور کرو، خدا کے واسطے غور کرو شتاب کاری اور بیجا غضب بڑے شیطان ہیں۔ وہ خدا بڑا غیور اور متکبر خدا ہے اس کے حکموں کو ذلیل مت سمجھو۔ اسے پامال مت کرنا چاہو، اس کے قرآن سے اس قدر اعراض مت کرو۔

اگر آپ نے موجودہ خط وکتابت کو جو میرے اور مرزا صاحب کے درمیان ہوئی ہے غور سے پڑھا ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ میں نے ہر اختلاف کے ثبوت میں آیات قرآنی پیش کیں مگر مرزا صاحب نے ان تمام سے اعراض کیا اور جواب میں ایک دلیل بھی پیش نہ کی، بلکہ بے محل اور خلاف واقعہ باتیں لکھتے رہے۔ میں حیران ہوں کہ یہ کیا تماشہ ہے۔

والسلام ۸ مئی ۱۹۰۶ء

خط وکتابت بالا کے بعد ۱۲ مئی ۱۹۰۶ء کو بوقت دوپہر خواب میں دیکھا کہ میں نماز کے واسطے کھڑا ہوا ہوں اور ایک مرزائی جس کا نام میرے یاد نہیں رہا، وہ میری اقتداء کے واسطے کھڑا ہوا ہے۔ میں اس کو کہتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب آپ کو میرے پیچھے نماز پڑھتے دیکھ لیں گے تو وہ آپ کو کیا کہیں گے۔ اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ جب تک مرزا صاحب اپنی موجودہ زیادتیوں کی اصلاح نہ کرلیں میں بھی اپنی بیعت واپس لیتا ہوں۔ پس میں اس تاریخ سے اپنی بیعت واپس لیتا ہوں میری تفاسیر اور تذکرۃ القرآن میں جو مضامین مرزا صاحب کے متعلق شائع ہوچکے ہیں ان کو مشکوک

سمجھا جاوے اگر مرزا صاحب نے موجودہ زیادتیوں کی اصلاح نہ کی اور توبہ شائع نہ کی تو آئندہ میں ان تمام مضامین کو اپنی تفسیروں سے نکال دونگا۔

☆ نتیجہ خط وکتابت

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی لکھتے ہیں کہ تمام خط وکتابت بالا سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کو اس وقت اصلاح جماعت اور ہمدردی خلائق سے کچھ غرض نہیں، بلکہ سخت اعراض ہے۔ اغلباً وہ ڈرتے ہیں کہ جماعت کی نکتہ چینی اور اصلاحی تدابیر میں جماعت کے اختلاف اور انتشار کا اندیشہ اور بدنامی بھی ہے۔ اس لئے وہ محض تجاویز اصلاحی سے ایسے برافروختہ ہوئے کہ ازخود رفتہ ہوکر شروع سے ہی تردید وتکفیر پر تل پڑے۔ نہ قرآن واسلام سے کچھ تعلق ہے کیونکہ جس قدر قرآنی آیات پیش کی گئیں ان سے وہ کلیتاً اعراض کرتے ہیں۔ ہمدردی اسلام کے متعلق جس قدر فریاد میں نے کی اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ توحید وتمجید وتحمید وتہلیل اور تقدیس باری تعالی کے متعلق میں نے ہر چند شور مچایا اور عظمت انبیاء پر بہت کچھ لکھا اور کھول کھول کر بیان کیا کہ... مرزا غلام احمد کو مدار نجات ٹھہرانے کا مسئلہ، تمام توحید وتہلیل اور تقدیس باری تعالی کو جڑ سے اکھاڑ دینے والا، تمام انبیاء کا نام دنیا سے مٹا دینے والا، قرآنی وحی کو ذلیل اور نابود کرنے والا، شرک پھیلانے والا اور آپ کی خدائی قائم کرنے والا ہے۔..

آپ کے الہامات جدید شرک پسند طبیعتوں کے واسطے آپ کے خدا ہونے پر علمی دلائل ہیں۔ مثلاً الہامات ذیل۔ خدا عرش سے تیری حمد کرتا ہے۔ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو مجھے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں زمین وآسمان پیدا نہ کرتا۔

میں نے چشم دید واقعات کی بنا پر ظاہر کیا کہ انبیا کے مقابلہ پر آپ کوئی چیز نہیں بلکہ ایک ناقص العلم ناقص الفہم، ناقص العمل، ضعیف الخلقت زود رنج، شتاب کار اور نہایت ہی تنگ ظرف انسان ہیں۔..

آپ انبیاء کے مظہر یا بروز ایسے ہی بعید طور پر ہیں جیسا کہ آپ شمس وقمر ہیں۔

مگر افسوس کہ ان تمام صاف صاف اور واقعی باتوں کی طرف آپ کو مطلق توجہ نہ ہوئی بلکہ ایک مجنون انسان یا کانے دجال کی طرح آپ کی نظر اپنی مشیخت اور کبریائی کی ہی طرف رہی اور بار بار یہی لکھتے رہے کہ خدا کو ماننا، محمد ﷺ کو ماننا، اعمال صالحہ اور تمام اسلام کی پابندی لغو اور

باطل ہے جب تک مرزا غلام احمد کو مدار نجات نہ ٹھہرایا جائے۔

اگر حسن عقیدت سے کام لیا جائے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس قسم کے مشرکانہ الہامات یا تو کثرت مشک وعنبر... ودیگر محرکات اور مفرحات کا نتیجہ ہیں جو آپ ہمیشہ بکثرت استعمال کرتے رہتے ہیں یا مرض ہسٹیریا کا نتیجہ ہیں جس میں آپ مبتلاء ہیں کیونکہ ذاتی مشیخت اور کبریائی کے خیالات کا پیدا ہونا ہسٹیریا کی علامات میں سے ہیں۔ یا کچھ عرصہ کیلئے شیطان آپ پر مسلط ہو گیا ہے کیونکہ ہر الہام جو قرآن کے مخالف ہو وہ شیطانی ہے.. باقی کمزوریاں بہ تقاضائے بشریت ہیں۔

اور اگر عام طور پر دیکھا جائے تو اس قسم کے عقاید اعمال اور الہامات پرلے درجے کے دجل اور فریب پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ کسی نبی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہاں دجال کی نسبت ضرور مذکور ہے کہ اس کے ایک ہاتھ پر بہشت اور ایک ہاتھ پر دوزخ ہوگا۔.. کسی نبی نے لنگر کے نام پر روپیہ جمع کر کے نہ آپ بیٹھے بٹھائے مزے سے کھایا نہ اوروں کو کھلایا۔ بلکہ ان کی نسبت قرآن مجید میں بار بار یہی ذکر ہے لا اسئلکم علیه من اجر۔ میں تم سے اس کام کی کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ بلکہ قرآن مجید نے اس بات کو ان کی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا کہ جو تم سے وعظ کی بابت کوئی اجرت نہیں مانگتا اس کی بات مانو۔ تو اس کی بابت اتنا خود لکھ چکے ہیں کہ سچے خوابات اور الہامات مشرکوں کو بھی ہوا کرتے ہیں۔ آپ نے جب دیکھا کہ موت قریب ہے اور دنیا سے گذر جانے کے بعد کوئی کام یا تصنیف ایسی نظر نہ آئی جس پر آپ کے عیال واطفال کا گذر ہو سکے.. پس یہ خوب سوجھی کہ ایک مینار اور ایک بہشتی مقبرہ کی بنیاد ڈال دی۔ یہ سبق آپ کو اغلبًا اجمیر سرہند اور پیران کلیر وغیرہ کے مقبروں سے ملا۔ مگر ایک بات میں بڑھ گئے کہ اس میں مدفون ہونے کے لئے دسویں حصہ جائداد کی وصیت بھی لازم کر دی جو قرآن وصیت میں ایک قسم کی ترمیم اور مقبرہ رسول خدا ﷺ کی سخت توہین ہے۔ کاش آپ کو یہی خیال ہوتا کہ آپ کی نعش کو مدینہ میں پہنچا دیں۔ دہلی میں مقبروں کی زیارت سے اپنی جماعت کو عملی سبق بھی دے دیا کہ بعد المرگ میری قبر کی زیارت کرنا۔ اللّٰھم انّی اعوذ بک من فتنة المسیح الدّجال۔ اے خداوند میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس مسیح کے فتنہ سے جو درحقیقت دجال ہے۔ یہ دعا ایک طول طویل حدیث کا جز ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے ایک مسیح کے فتنہ سے پناہ مانگی ہے جو مسیح کے نام سے مشہور ہوگا مگر درحقیقت دجال ہوگا، اس واسطے اس کا نام المسیح الدجال بطور صفت موصوف کے فرمایا۔ مسیح دجال کے فتنہ سے تمام انبیاء ڈراتے رہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی مسیح دجال کو اعظم ترین فتنوں میں شمار کیا ہے

کیونکہ اس کے ساتھ بہت سے نشانات ہوں گے۔

یہ تمام نتیجہ اس خلاف واقعہ اعلان کا ہے جو آپ نے اپنی ذاتی مشیخت کے جذبہ اور غیظ و غضب میں از خود رفتہ ہو کر البدر والحکم میں تین مئی کو شائع کرایا۔ اس لئے اب میں متردد ہوں کہ آیا یہ نتیجہ بشری کمزوری کا ہے یا حقیقت میں ایک دجل ہے۔ اس لئے اب میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اصل حقیقت کو جلد تر اپنے فضل سے مجھ پر منکشف کر دے اور تمام شکوک کو جو اعلان پر طغیان سے پیدا ہوئے ہیں رفع فرما دے

☆ عبدالحکیم بنام حکیم نورالدین

ڈاکٹر عبدالحکیم بتاتے ہیں کہ مولوی نورالدین صاحب کا ۲۶ مئی کا لکھا ہوا ایک خط میرے ۸ مئی کے مکتوب کے جواب میں بعد اشاعت ذکرالحکیم نمبر ۴ وصول ہوا جس کے جواب میں لکھا گیا:

مخدوم بندہ! خدا گواہ ہے کہ میں طالب حق ہوں جو بات قرآن کریم کے موافق ہوتی ہے اس کو میں ہر وقت قبول کرنے کے لئے مستعد ہوں۔ خواہ وہ بات کسی مریض کے منہ سے، کسی عالم فاضل کے منہ سے نکلی یا کسی امی و جاہل کے منہ سے۔ ... مگر افسوس کہ عرصہ بیس سال میں نہ تو ان (مرزا) کے کلام میں، نہ تحریر میں، کوئی ایسے معارف سنے یا پڑھے جو مجھ کو علیحدہ طور پر معلوم نہ ہوئے ہوں، نہ ان کی صحبت میں کوئی خاص اثر دیکھا۔ ہاں علم قرآن اور اثر صحبت کی نسبت ان کے خالی دعوے ضرور بار بار شائع ہوتے رہے۔ جن ایام میں مرزا صاحب کو میں تفسیر القرآن سنایا کرتا تھا، آپ کو بھی یاد ہوگا کہ تمام تفسیر میں مرزا صاحب نے کسی ایک مقام پر بھی نہ تو کوئی اصلاح کی، نہ کوئی خاص نکتہ معرفت بتایا۔ آپ نے بے شک بعض غلطیاں بھی درست کیں اور بعض نئے نکات بھی بتائے۔ آپ کی عدم موجودگی میں سلیمانؑ کی نسبت بحث شروع ہوئی تو مرزا صاحب اس کو صاف نہ کر سکے بلکہ فرمایا کہ اچھا ہم تفسیر کبیر میں دیکھ کر پھر بتلائیں گے۔ نہ معلوم ان کی تفسیر کتاب عزیز کہاں گئی جس کا اشتہار دے چکے تھے۔ یہ امر بھی ظاہر ہے کہ اگر میری تفسیر کا مقابلہ مرزا صاحب کی کتابوں سے کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ کوئی مقام بھی مرزا صاحب کی کسی کتاب سے اخذ نہیں ہے..... ہاں میں نے آپ کی کتابوں سے بہت کچھ مدد لی ہے۔ مرزا صاحب تو میری تفسیر کو سن کر تعریف ہی تعریف فرماتے رہے کہ نکات قرآنی خوب بیان کئے ہیں، نہایت عمدہ

ہے۔شیریں بیان ہے۔دل سے نکلی اور دلوں پر اثر کرنے والی ہے۔فصیح و بلیغ ہے۔بعض مقامات کی نسبت فرمایا، حد ہی کر دی، وغیرہ۔ چنانچہ ان کی اجازت سے یہ الفاظ الحکم اور البدر میں شائع بھی ہوتے رہے۔مگر اب تو آپ نے میری تفسیر پاس رکھنے کے بھی قابل نہ سمجھی اور واپس کر دی۔ محمد صادق نے تو حد ہی کر دی کہ جس قدر تفاسیر ان کے پاس جمع تھیں ان کو ایسے بیہودہ طور پر ایک بوری میں بھر کر واپس کیا کہ وہ راستہ میں شکستہ ... ہو کر تودہ اوراق ہو گئیں۔افسوس کہ مجھ سے تو ضد و عناد ہوا مگر قرآن کا بھی کچھ پاس ادب نہ کیا اور نہ دیانت و امانت کا لحاظ کیا۔تودہ اوراق ان کے ملاحظہ کیلئے الگ رکھا ہوا ہے۔حکیم فضل الدین نے جو کتابیں واپس کیں وہ اچھی حالت میں پہنچ گئیں

اثر صحبت کی نسبت ہمیشہ اشتہار شائع ہوتے ہیں۔اس کے نام پر سینکڑوں روپیہ ماہوار وصول ہوتا ہے اور بنام لنگر خرچ ہوتا ہے مگر میں نے کوئی اثر نہیں دیکھا۔میری حالت جیسی غیب میں رہتی تھی، وہی مرزا صاحب کی صحبت میں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں لوگ بیعت میں داخل ہو کر اور صحبت کے نتائج دیکھ کر منحرف ہوتے رہے۔مثلاً منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ و منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ و حافظ محمد یوسف و صوفی عباس علی۔میاں فتح خان، محمد سعید خان وغیرہ۔میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں کہ روز بروز مشیخت کے خیالات ترقی پر ہیں۔قرآنی عظمت و محبت دلوں سے اٹھتی جا رہی ہے۔تمام انبیاء کو حقیر کیا جا رہا ہے۔کیا لو لاک لما خلقت الا فلاک میں اور انصرام بہشتی مقبرہ میں تمام انبیاء کی سخت توہین و تحقیر نہیں ہے؟ ایک وقت تو مرزا صاحب تحریر فرماتے تھے:

> میرے دعوی کے انکار سے کوئی شخص کافر و دجال نہیں ہوسکتا۔میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا، میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا، اپنے دعوی سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالی کی طرف سے شریعت اور احکام جدید لاتے ہیں۔ ما سوا اس کے ملہم و محدث کیسا ہی اعلی شان رکھتے ہوں اور مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں، ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔

> سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیطانی الہام مجھے بھی ہوا تھا۔ شیطان نے کہا اے عبدالقادر تیری عبادتیں قبول ہوئیں۔اب جو کچھ دوسروں پر حرام ہے وہ تیرے پر حلال ،اور نماز سے بھی اب تجھے فراغت ہے جو چاہے کر۔تب میں نے کہا اے شیطان دور ہو۔وہ باتیں میرے لئے کب روا ہوسکتی ہیں جو نبی ﷺ پر روا نہیں ہوئیں۔تب شیطان معہ اپنے سنہری تخت کے میری آنکھوں کے سامنے سے گم ہو

گیا۔... یادرہے کہ وہ کاہن جو عرب میں آنحضرت ﷺ کے ظہور سے پہلے بکثرت تھے، ان لوگوں کو بھی بکثرت شیطانی الہام ہوتے تھے اور بعض وقت وہ پیش گوئیاں بھی الہام کے ذریعہ سے کیا کرتے تھے۔ (دیکھو ضرورۃ الامام۔ ص ۱۷۔۱۸)۔

میرا یہ دعوی نہیں کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا۔ ممکن ہے کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جاوے۔ میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے۔ میرا یہ بھی دعوی نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے نام پر ختم ہو گیا بلکہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار مثیل مسیح آجائیں (ازالہ اوہام ص ۱۹۹۔۲۰۰)۔

مجدد صاحب سرہندی نے ایک کشف میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کو ان کے طفیل خلیل اللہ کا مرتبہ ملا اور اس سے بڑھ کر شاہ ولی اللہ نے دیکھا کہ گویا آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے مگر انہوں نے بہ باعث بسطت علم کے وہ خیال نہ کیا بلکہ تاویل کی۔ (دیکھو ضرورۃ الامام۔ حاشیہ ص ۲۹)۔

فرد جرم: صدہا عمل خلاف سنن انبیاء جو مرزا صاحب سے صادر ہوئے ان میں سے چند ایک کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں۔

}۱۔متواتر خلاف عہدیاں۔ براہین احمدیہ کے سرورق پر شائع کیا کہ اب اس کتاب کی طبع میں کبھی توقف نہ ہوگا۔ مگر اب تک نہ باقی کتاب چھپی اور نہ چندوں کا کچھ فیصلہ ہوا۔

پھر سراج منیر کی مفت اشاعت کے لئے چودہ سو روپیہ کا اعلان شائع کیا گیا۔ اور بہت سا چندہ وصول بھی ہوا مگر جب وہ مدتوں کے بعد شائع ہوا تو قیمتاً دیا گیا۔

پھر ماہواری رسالہ یعنی قرآنی طاقتوں کی جلوہ گاہ کا اشتہار دیا گیا کہ وہ ... ماہ بماہ نکلا کریگا۔ پھر نشان آسمانی کے صفحہ ۴۲، ۴۳ میں باہمت دوستوں سے امداد چاہی: اے مرداں بکوشید و برائے حق جوشید۔ اور یہ بھی ارشاد جاری کیا گیا کہ ایک رسالہ جو میری طرف سے شائع ہو میرے دوست اس میں پوری مدد کریں اور ذی مقدرت لوگ زکات سے میری کتابیں خرید کر مفت تقسیم کریں اور میری تالیفات اور بھی ہیں جو نہایت مفید ہیں مثلاً رسالہ احکام القرآن، اربعین فی علامات المقربین، سراج منیر، تفسیر کتاب عزیز۔ پھر جلسہ دسمبر ۱۸۹۳ء میں پریسوں کے لئے ۲۵۰ روپیہ ماہوار کی ضرورت پیش کی اور فرمایا کہ ہر ایک دوست اس میں بلا توقف شریک ہو اور ماہوار چندہ تاریخ مقررہ پر بھیجتا رہے۔ اس سے بقیہ براہین اور اخبار اور آئندہ رسائل کا کام جاری رہ سکتا ہے۔ اب

چندوں کی مد میں ڈھائی سو سے بھی تین چار گنا زیادہ ہے مگر براہین احمدیہ، تفسیر کتاب عزیز اور رسائل ماہوار وغیرہ کا کہیں نام و نشان نہیں۔ جو کتابیں نکلتی بھی ہیں ان کی قیمت اصل سے تین چار گنا زیادہ وصول کی جاتی ہے۔ تمام چندہ بمعہ زکات سب بلا حساب پیٹ میں ہی ہضم ہو رہے ہیں۔ کیا تمام نبی اور رسول ایسے ہی بدعہد اور شکم پرور تھے؟ کیا یہ عمل قابل متابعت ہے۔ اے نور الدین آپ نے مرزا کو رسول مان کر اطیعو ن تو سنا دیا، پر ان کے عملوں کو بھی دیکھا کہ وہ عمل انبیاء کی طرح واجب الاطاعت بھی ہیں یا نہیں؟

}دوئم۔ جب براہین کی طبع کے واسطے تو روپئہ موجود نہیں تھا، نہ چھوٹے سے رسالہ سراج منیر کیلئے۔ پھر ہزاروں روپئہ کے انعامی اشتہار کیسے دیئے گئے۔ کیا یہ کذب میں داخل نہیں؟

فہرست حاضرین جلسہ ۱۸۹۲ء کی فہرست جو دافع الوساوس میں شائع ہوئی تھی حدیث کدع کے بعد اس میں تراش خراش کر کے ۳۱۳ کی تعداد انجام آتھم میں شائع کی گئی۔ کیا یہ کذب نہیں؟

بلا علم غیب لوگوں کو حرام زادہ اور بددیانت کہنا کذب نہیں ہے؟

تو کیا ہم بھی اسی طرح جھوٹ بولا کریں تا کہ ان کی متابعت پوری ہو جاتی؟

}سوئم۔ فحش گوئی۔ بے چارے مولویوں کو جو محض اسلام کی خاطر خلاف فرماتے رہے انکو ولد الحرام، خنازیر، کور چشم، درندہ، ذریت شیطان، حرام زادہ، شیطان، دیو گمراہ، فرعون، خبیث القلب، ان کو لعنتوں کی جوتیاں پڑیں ہزاروں لاکھوں بار، اندھیرے کے کیڑے، اوباش، لومڑی، تمام دنیا سے بدتر، دجال، بطال، جھوٹ کا گونہہ کھایا، چوہڑے چمار، جاہل، وحشی، سور اور بندر، زندیق، سانپ، کتے، بچھو، مادر زاد اندھے، مردار خور مولوی، نمک حرام، ہامان، ہندو زادہ، کہتے رہے۔ تو پھر کیا یہ عمل مرزا کا واجب الاطاعت ہے اور ہم دن رات لوگوں کو فحش گالیاں نکالا کریں؟ یا قرآن کریم کی اطاعت کریں جو فرماتا ہے:

لا تسبّوا الّذ ین ید عو ن من دون اللّٰه ،

یا ارشادات خاتم النبیین کی جو فرماتے ہیں:

لیس المؤمن الطعّا ن و لا با للّعّا ن ۔ و لا الفا حش و الا البذی ۔

}چہارم۔ آرام طلبی اور شکم پروری۔ مرزا کا تو یہ حال ہے کہ اسلامی خدمت کے نام پر سات آٹھ سو روپئہ ماہوار چندہ جمع کیا، خود مزے سے کھایا اور دوسروں کو کھلایا۔ عنبر، مشک، بید مشک، مقویات، محرکات اور مفرحات بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔۔ بیوی صاحبہ کے پاس زیور اور روپئہ اس قدر

ہو گیا کہ مرزا صاحب نے چار ہزار کا زیور اور ایک ہزار روپیہ ان سے لے کر اپنا باغ تیس سال کی میعاد پر ان کے پاس رہن رکھا۔..مکانات بھی وسیع اور فراخ بنائے۔ برعکس اس کے خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ کا یہ حال کہ سونے کیلئے اکثر زمین کا بستر، رہنے کیلئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا، کھانے کے لئے عموماً ستو یا نان جو اور وہ بھی اکثر ندارد، کبھی کبھی تین تین یوم کا فاقہ۔ اب فرمایئے کہ مرزا کی آرام طلبی اور شکم پرستی واجب الاطاعت ہے یا سید المرسلین کی جفاکشی اور ایثار اور نفس کشی۔

}پنجم۔ ترک حج۔ اس امر میں کیا مرزا صاحب کی متابعت چاہیے یا احکام قرآنی اور ارشادات سید لمرسلین کی اطاعت جن میں حج کی بابت سخت تاکید ہے۔

}ششم۔ اپنی کتابوں کیلئے رقم زکات طلب کرتا اور کتابوں کی قیمت اصل مصارف سے سہ چند، چہار چندر کھ کر ان کا نفع اپنے صرف میں لانا، کیا میں بھی اپنی دینی کتابوں کیلئے ایسا ہی کروں؟

}ہفتم۔ تصویر کھنچوانا۔ کیا سب مسلمان ایسا ہی کیا کریں، یا احادیث صحیحہ کی تہدید سے ڈریں؟

}ہشتم۔ تفرقہ اندازی۔ تعلیمات محمدی ﷺ کا یہ نتیجہ ہوا تھا کہ عرب کے خون خوار جنگجو پشت در پشت چلے آتے تھے، بند ہو گئے ان میں باہم صلح و محبت ہو گئی چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:

اذ کنتم اعداءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخواناً و کنتم علی شفا حفرةٍ من النّار فانقذکم ...الخ

مگر آج گالم گلوچ ہو کر مرزا صاحب نے مسلمانوں کو ایسا پھاڑ دیا کہ ظاہرا اتفاق ناممکن ہو گیا۔ اب فرمایئے خاتم النبیین ﷺ کے صلح خیز اخلاق قابل اتباع تھے یا مرزا کے فتنہ انگیز عمل؟

}نہم۔ جھوٹی شیخی اور کبریائی۔ قرآنی تعلیم کا یہ نتیجہ ہوا کہ مشرکین اور وحوش عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہو کر یہ الہامات الٰہی نازل ہوئے:

اذا جاء نصر اللّه و الفتح و رأیت النّاس یدخلون فی دین اللّه افواجاً۔ فسبّح بحمد ربک و استغفره انّه کان توّاباً۔

مگر آج تیرہ کروڑ مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر کے اور انہیں جہنمی بنا کر مرزا صاحب پر یہ الہام نازل ہوتے ہیں کہ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو میرے واسطے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد۔ جس سے تو راضی اس سے میں راضی۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے۔

}دہم۔ خلاف بیانیاں۔ (تفسیر قرآن میں خلاف بیانیاں، مثلاً ازالہ اوہام میں دابۃ الارض کے معنی علماء ظاہری

کئے گئے پھر لیکچر سیالکوٹ میں اس کے معنی طاعونی کیڑے کئے گئے ہیں) جن کی کوئی انتہا نہیں ۔ کچھ تو پہلی خط وکتابت میں بیان ہو چکے، اور کچھ اسی خط میں موجود ہیں ۔ پہلی کتابوں میں تو یہ شائع کیا تھا کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں بن جاتا، یہ تو ان ہی نبیوں کی شان ہوتی ہے جو نئی تعلیم اور کتاب لے کر آتے ہیں میرے جیسے دس ہزار مثیل مسیح امت محمدیہ میں ہو سکتے ہیں ۔ مگر آج یہ کہتے ہیں کہ جو مجھ کو نہ مانے وہ کافر اور جہنمی ہے۔

}یازدہم ۔ تعمیر منارہ، اول تو بذات خود ایک لغو اور نمائشی عمارت ہے،

نیز اس تعمیر میں ان احادیث صحیحہ کی تردید ہے جن میں ارشاد ہے کہ سب سے برا طریق روپئہ برباد کرنے کا فضول عمارت بنوانا ہے۔

نیز اسلام کو اس وقت اشاعت قرآن کی سخت ضرورت ہے ۔ دس ہزار روپئہ سے دس ہزار قرآنی تفاسیر مفت شائع ہوسکتی ہیں ۔ ایسے وقت میں جب کہ اسلام مفلس ہے اسلامی روپئہ کو فضول عمارات میں صرف کرنا سخت ظلم ہے۔

نیز، شرک پسند طبائع کے واسطے یہ ایک بت ہوسکتا ہے۔

}دوازدہم ۔ بہشتی مقبرہ کی بنیاد سے اول تو قرآن مجید کے کامل اور مفصل ہونے کا دعوی باطل ہوتا ہے کیوں کہ اس نے ایسے ضروری مسئلہ پر جو باعث نجات ہوسکتا ہے کوئی ارشاد نہیں فرمایا۔

۲۔ ان احادیث صحیحہ کی تردید ہوتی ہے جن میں ارشاد ہے کہ قبریں اونچی نہ بنائی جائیں، نہ ان پر عمارتیں بنائی جائیں، اور نہ ان پر کتبہ لکھے جائیں۔

۳۔ سید المرسلین ﷺ اور خلفائے راشدین کی سخت توہین ہے کہ ان کے مدفن بہشتی مقبرہ نہ بنیں، غلام احمد کا مدفن بہشتی مقبرہ بن جائے۔

۴۔ خاتم النبیین ﷺ کی (نعوذ باللہ) نادانی ثابت ہوتی ہے کہ آخر وقت تک انہوں نے بہشتی مقبرہ کا کوئی انصرام نہ کیا بلکہ ایسے آسان طریق نجات سے دنیا کو محروم چھوڑ گئے۔

۵۔ اس حدیث کا سخت خلاف ہے جس میں ارشاد ہے، یہود پر خدا کی لعنت انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔

۶۔ عام قبر پرستی جس میں اس وقت اکثر مسلمان مبتلا ہیں اس کی عملی تائید اور پورا استحکام ہے۔

۷۔ قرآن مجید صاف فرماتا ہے لا تزر وازرۃ وزری اخری ۔ لا تجزی نفس عن نفس شیئاً جب کوئی نفس ہی کام نہیں آسکتا تو اس کا مقبرہ دوسروں کے کیسے کام آسکتا ہے۔

}سیز دہم ۔قرآن مجید میں کسی نبی کی نسبت یہ الفاظ نہیں ہیں،انت منّی و انا منک ۔ لو لاک لما خلقت الا فلا ک ۔اے نورالدین میں آپ کو زیادہ کیا لکھوں اور کیا سمجھاؤں۔آپ تو مجھ سے بدر جہا بہتر جانتے ہیں ۔ پس کیا یہ صحیح بات نہیں کہ جو الہامات قرآنی وحی کے خلاف ہوں ان کو شیطانی سمجھا جائے اور ہر الہام کے لئے قرآن کریم کو میزان اور حکم بنایا جائے ۔

}چہاردہم ۔ نبوت انبیاء کی تحقیر۔ازالہ اوہام میں مسیح کی پیش گوئیوں پر طنزاً کہا، یہ بھی کچھ پیش گوئی ہے کہ زلزلہ آئیں گے،مری پڑے گی، لڑائیاں ہونگی اور قحط پڑینگے۔

پھر ایسی پیش گوئیوں کو عظیم الشان بتایا جا رہا ہے۔

}پنج دہم ۔مسیح کے معجزات کو مسمریزی کرشمے قرار دے کر فرمایا کہ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ جانتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔اس شیخی کا کیا ثبوت ہے؟

}شانز دہم ۔ بھیک مانگنا۔البدر ۲۳ ، و ۳۰ جنوری میں شائع کیا کہ ہر ایک بیعت کنندہ پر فرض ہے کہ حسب توفیق ماہواری یا سہ ماہی لنگر خانہ کا چندہ روانہ کرتا رہے۔ ورنہ ہر تین ماہ کے بعد اس کا نام بیعت سے خارج ہوگا۔کیا تمام انبیاء ایسے ہی پیٹ گدا تھے؟ کیا اس میں لا اسئلکم علیہ من اجر کا خلاف نہیں۔

امید ہے کہ اب جو کچھ آپ تحریر کریں گے وہ معقولیت اور خدا پرستی کے ساتھ ہوگا ۔اگر آپ یہ ثابت کرسکیں کہ مرزا صاحب کے تمام الہامات اور اعمال قرآن مجید وسنن انبیاء کے موافق ہیں تو میں فوراً ذکرالحکیم نمبر۴ کو جلا دوں گا اور تائب ہو جاؤں گا۔قبولیت حق سے جب وہ مجھ پر ظاہر ہو جاوے میں ہرگز ہرگز گریز نہ کرونگا۔ میں تلواروں سے نہیں ڈرتا جیسا کہ مرزا صاحب گول مول طور پر ۲۰ مئی کی وحی میں مجھے ڈراتے ہیں...

خاکسار عبدالحکیم خان ازتراوڑی ضلع کرنال ۲۸ مئی ۱۹۰۶ء

☆☆☆

المسیح الدجال

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

(ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کہتے ہیں) پہلے میرا یہ عقیدہ تھا کہ مسیح علیہ السلام جو رسول تھے فوت ہو چکے، اور آنے والے مسیح مرزا غلام احمد قادیانی ہیں، جو آ چکے ۔عرصہ ۲۵ سال تک میرا یہی ایمان رہا اور بڑی ارادت کے ساتھ میں مرزا کا مرید رہا اور ان کے عیب اور خطاؤں کو بشری کمزوریوں پر محمول کرتا رہا۔ عالم قرآن اور مزکی خلق ہونے کی نسبت خالی دعوے سنتا رہا، مگر نہ کبھی کوئی قرآنی مشکل ہی ان کی طرف سے حل ہوئی، نہ کوئی نکتہ معرفت ایسا سنا جو مجھے اپنے طور پر معلوم نہ ہوا ہو۔ نہ ان کی صحبت میں تزکیہ نفس اور رجوع الی اللہ کی خاص تاثیر دیکھی جو غیبت میں میسر نہ آئی ہو۔ پھر بھی حسن عقیدت کے طور پر قریباً بیس روپئہ ماہوار سے حتی الامکان ان کے لنگر، سکول، اخبارات اور کتب وغیرہ کی مدد پر خرچ کرتا رہا۔ اردو انگریزی تفاسیر اور تذکرۃ القرآن ہزاروں روپئہ کے صرف سے ان کی تائید میں شائع کرتا رہا۔ حسن عقیدت کے غلبہ نے کبھی سوچنے نہ دیا۔ ذکر مرزا کی جہ سے عام مسلمان میری تفاسیر اور دینی رسائل سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اکثر منصف مزاج اور غیر متعصب اشخاص نے جو میری دینی تصانیف کو پڑھا وہ ان سے بہت مستفید اور محظوظ ہوئے اور میرے نام لکھتے رہے کہ مرزا کے متعلق جو مضامین ان تفاسیر میں ہیں آپ ان کو نکال دیجئے تا کہ عام مسلمان ان سے مستفید ہوسکیں۔ مگر میں نے ان کی تحریروں پر کچھ خیال نہ کیا کلّ امر مرھون باوقا تھا ۔آخرکار جماعت کثیر ہو جانے کی وجہ سے مرزا کی مشیخت اور کبریائی حد سے بڑھتی گئی اور ان کی جماعت میں تمام اسلام پر مرزا پرستی غالب ہوگئی ۔ خداوند عالم اور تمام نبیوں کا استہزا ہونے لگا۔ تب میں نے تعطیلات محرم و ہولی میں مرزائیوں کو بمقام پٹیالہ چند ضروری مضامین پر لیکچر دینے شروع کئے اور ابتداء اسماء الٰہی، دلائل برہستی باری تعالی اور تفسیر الحمد سے کی ...(یہ ذکر پہلے گذر چکا اس لئے یہاں حذف کیا جاتا ہے۔ بہاء)

(قادیانی پٹیالوی خط کتابت کے بعد) چونکہ انہوں نے میرے خلاف البدر اور الحکم میں ایک اعلان شائع کر دیا اور میرا کوئی خط شائع نہیں کیا، اس لئے میں نے وہ تمام خط و کتابت علیحدہ شائع

کر دی ۔ چونکہ ۱۳ مئی کو ایک خواب کی بنا پر میں نے یہ بھی شائع کر دیا تھا کہ جب تک مرزا قادیانی اپنی موجودہ زیادتیوں کی اصلاح نہ کر لیں، میں اپنی بیعت واپس لیتا ہوں، میری تفاسیر اور تذکرۃ القرآن میں جو مضامین ان کے متعلق ہیں وہ مشکوک سمجھے جائیں، اور اگر مرزا نے موجودہ زیادتیوں کی اصلاح نہ کی اور توبہ شائع نہ کی، تو آئندہ میں ان تمام مضامین کو اپنی تفاسیر میں سے نکال دوں گا۔ چونکہ مرزا قادیانی کی طرف سے اصلاح اور توبہ کی کوئی امید نہیں رہی اس لئے جس قدر تفاسیر میرے پاس تھیں ان میں سے وہ مضامین نکال دیئے ہیں اور ان کی بجائے یہ حاشیہ لگا دیا ہے اور تمام خریداران تفاسیر کے نام بھی یہ اوراق بھیج دیئے ہیں تاکہ وہ اپنی تفاسیر میں اوراق از صفحہ ۲۴۹ تا صفحہ ۲۹۰ نکال کر یہ اوراق چسپاں کر لیں:

جن بناؤں پر میں عقیدہ مسیحیت ومہدویت ومجددیت مرزا سے تائب ہوا ہوں وہ مختصراً حسب ذیل ہیں۔

☆ منکر مرزا کی حیثیت

مرزا تمام مسلمانوں کو جو اسے نہ مانیں خارج از اسلام اور جہنمی قرار دیتا ہے اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے کو حرام بتلاتا ہے۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ میں لکھتے ہیں:

> یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام کہ کسی مکفر، مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔

> پھر الحکم مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء میں شائع کیا کہ

> وہ شخص میری جماعت سے خارج ہے جو احمدی ہو کر بھی اپنے رشتے ناطے غیر احمدیوں سے کرے۔

موجودہ خط وکتابت میں تو مکفر یا مکذب کی شرط بھی اڑا دی بلکہ بار بار یہی لکھتے رہے کہ تیرہ کروڑ مسلمان جو مجھ کو نہیں مانتے سب کے سب جہنمی اور خارج از اسلام ہیں خواہ ان پر تبلیغ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ میں نے لکھا کہ امت محمدیہ میں جو لوگ ہماری تکذیب نہیں کرتے اور ہمیں صریحاً کافر نہیں کہتے، ان تمام کو کافر نہ سمجھا جائے بلکہ حسن ظنی سے کام لیا جائے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ میری اس تحریر پر ایسے طیش میں آئے کہ مجھے مرتد قرار دیا اور حواس باختہ ہو کر میرے خطوں کا جواب کچھ سے کچھ دیتے رہے۔ یہ ایک مسئلہ کہ مرزا کے ماننے پر نجات منحصر ہے، ایسا خبیث اور باطل ہے کہ اس سے ساری خدائی باطل ٹھہرتی ہے۔

یہ ربوبیت باری تعالی کے خلاف ہے کیونکہ جس قدر کسی شئے کی زیادہ ضرورت ہے اسی قدر رب العالمین نے وہ چیز زیادہ عام کی ہے مثلاً ہوا اور پانی ۔ پس اگر مرزا کے ماننے پر نجات کا انحصار ہوتا تو رب العالین اپنی قدرت سے اس کا ایسا انتظام کرتا کہ ہر ایک شخص کی فطرت میں جیسا کہ اس کی ربوبیت منقوش ہے ویسا ہی مرزا غلام احمد مسیح بھی منقوش ہو جاتا، بلکہ زمین وآسمان میں گنجار (گونج) پڑ جاتی کہ نجات کا مدار غلام احمد کے ماننے پر ہے ۔ اس پر ایمان لانے کے بغیر توحید عبادت اور اعمال سب بے کار ہیں ۔..

یہ ایمان قواعد عدل وانصاف کے خلاف ہے کیونکہ جس قدر کوئی قانون نہایت اہم ہوتا ہے اسی قدر اس کی اشاعت کی جاتی ہے اور جب تک کسی شخص پر ایک حکم پہنچنا قطعی طور پر ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک وہ اس کے خلاف سرکشی اور عدول حکمی کا مجرم نہیں ٹھہرایا جاتا۔ آپ کا مقدمہ ہی آپ کی رہبری کے لئے کافی تھا کہ محض ازالہ حیثیت عرفی کا جرم قائم کرنے میں عدالت نے کس قدر تحقیقات کی، گواہوں کے بیانات لئے، آپس کی جرح مدتوں سنی۔ آخر میں فریقین کے بیانات کا موازنہ کر کے مدلل فیصلہ لکھا ۔ مگر آپ تمام دنیا کو جہنمی بنانے کے لئے اتنا بھی کسی سے نہیں پوچھتے کہ تیرے پاس ہم پر ایمان لانے کے لئے کافی دلائل پہنچے ہیں یا نہیں ، پھر تو کس وجہ سے مخالف ہے۔ کیوں نہ ہو آسمانی حکم جو ہوئے ، علام الغیوب اور ہر جگہ حاضر و ناظر جو ہوئے ۔ کچھ تو سوچو! خداوند عالم، قرآن مجید اور اسلام کو کیوں ذلیل کرتے ہو۔ براہ خدا ایک لمحہ تو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو، کیا تمام دنیا کے ہر فرد بشر پر آپ خود تبلیغ کر چکے یا آپ کے مرید ہر فرد بشر کو آپ کی مسیحیت کا قائل کر چکے ؟ ہرگز نہیں ۔ بلکہ عدم تبلیغ کے مجرم آپ اور آپ کی جماعت ہیں جو ایسے اہم احکام کو دبائے ہوئے گھر بیٹھے ہیں اور تمام دنیا کو سرکش اور کافر بنا رہے ہیں ۔ عام مسلمانوں میں لاکھوں خدا پرست، پابند صوم وصلوۃ، تہجد گزار، محسن ، ہمدرد ، خیر خواہ، راست باز، متقی، منصف مزاج، حلیم، شریف، پارسا، اوامر پر عامل اور منہیات سے بچنے والے ہیں ۔ خدا کے واسطے روزہ رکھتے، حج کرتے، فسق وفجور جھوٹ ظلم فریب اور ریا سے بچتے اور اللہ تعالی کے واسطے جان و مال نثار کرنے کو تیار ہیں۔ کبھی انجمن حمایت اسلام، ندوۃ العلماء اور کانفرنس کے جلسوں میں شریک ہو کر تو دیکھو۔ مگر آپ تمام کو بلا تفتیش یک قلم خارج از اسلام اور جہنمی بتلا رہے ہیں ۔ .... جو عالی شان عمارت اسلام تیرہ سو سال میں تیار ہوئی تھی وہ آپ نے گرا دی اور جو ایک دو لاکھ جماعت آپ نے تیار کی وہ کسی اور امام کے آنے سے ہلاک ہو جائے گی ۔....

الغرض یہ مسئلہ کہ خدا کا ماننا اور تمام اعمال صالحہ ہیچ ہیں جب تک مرزا کو مدارنجات نہ مانا جائے، قرآن وحدیث فطرت صحیحہ اور عقل سلیمہ کے خلاف ہی نہیں، بلکہ عالمگیر فسادوں کی جڑ اور تمام اخلاق حمیدہ کا زائل کرنے والا ہے کیونکہ جب ایک فریق دوسروں کو کافر اور جہنمی کہتا ہے تو ہر فریق کا حق ہے کہ باقیوں کو ایسی ہی حقارت اور نفرت سے دیکھے اور تمام تعلقات اخوت انسانی کو توڑ کر ایک دوسرے کا جانی دشمن بن جائے۔

انّ الّذین یکفرون باللّٰہ و رسلہ و یریدو ن ان یفرّقوا بین اللّٰہ و رسلہ و یقولو ن نؤمن ببعض و نکفر ببعض و یریدو ن ان یّتخذوا بین ذلک سبیلاً ۔ اولئک ھم الکا فرون حقاً و اعتد نا للکا فر ین عذا باً مھیناً ۔(۴:۱۵۰۔۱۵۱)

یہ آیت مولوی نورالدین صاحب نے اپنے خط میں پیش کی تھی جس سے ان کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا بھی ایک رسول ہے، اس کو نہ ماننا کفر اور جہنمی بننا ہے۔ اول تو یہ دعوی بلا دلیل ہے، دوم خود مرزا صاحب اپنے الہامی قصیدہ میں شائع کر چکے ہیں

من نیستم رسول و نیا وردہ ام کتاب ہاں ملہم استم و زخداوند منذرم

ازالہ اوہام میں، جو خدائی امداد سے تیار ہوا تھا، شائع کر چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی مسلمان کافر یا بے ایمان نہیں ہو جاتا۔ یہ تو ان نبیوں کی شان ہے جو نئی کتاب اور شریعت لے کر آتے ہیں کہ ان کی مخالفت سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

مرزا کے اعمال ایسے ہیں جو خلاف سنت انبیاء اور معمولی دیانت و امانت سے بھی گرے ہوئے ہیں جن کا بیان آگے آتا ہے۔

خود مرزا نے انبیاء میں تفریق کی جب کہ دافع البلاء میں شائع کیا: آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ آج تم میں ایک ہے جو اس حسین سے بڑھ کر ہے۔

مرزا قادیانی نے اعجاز احمدی میں یہ شائع کیا:

تکدر ماء السما بقین و عیننا الی آخر الایا م لا تتکدر پہلوں کے پانی مکدر ہوگئے، مگر ہمارا چشمہ تا قیامت مکدر نہ ہوگا۔

مرزا قادیانی نے تمام نبیوں کو ہیچ سمجھا جب یہ الہام شائع کیا:

لو لاک لما خلقت الا فلاک

☆ ذاتی مشیخت کا جنون

جیسا کہ مرزا صاحب کے الہامات ذیل سے صاف ظاہر ہے:

اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

اے شمس اور اے قمر۔ تو مجھے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد۔

عرش پر خدا تیری حمد کرتا ہے۔

ایک طرف تو رسالت کا دعوی ہے دوسری طرف ایسے خلاف شریعت الہامات ۔ اگر منہاج نبوت کا دعوی نہ ہوتا، تب بھی ایسے الہامات کا مضائقہ نہ ہوتا۔ حضرت محمد ﷺ کے اندر ہر وقت حمد الٰہی اور اصلاح عالم کا جوش تھا اس لئے زمین و آسمان، پرند و چرند، بحر و بر، حجر و شجر، بادل و گرج، شمس و قمر، لیل و نہار سب کچھ آپ کو حمد الٰہی کرتے ہوئے دکھائی اور سنائی دیتے تھے۔ تمام قرآن مجید از اول تا آخر تحمید و تسبیح تقدیس و تہلیل توحید اور تمجید باری تعالی سے بھرا ہوا ہے لا الٰہ الّا اللّٰہ ۔ سبحان اللّٰہ ۔ یسبّح للّٰہ ما فی السّماوات و الارض وغیرہ۔ اپنی نسبت اسی قدر بیان ہے انّما انا بشر مّثلکم یو حی الیّ (۱۸: ۱۱۰) ما محمّد الّا رسول ۔ محمد عبدہ و رسولہ ۔ جابجا ایمانی اور اخلاقی اور روحانی اصلاحوں کی تعلیم ہے۔ مگر آپ کے اندر اپنی مشیخت کا خیال ہر وقت جوش زن ہے۔ خلق خدا سے مطلق ہم دردی نہیں۔ خداوند عالم کی عظمت آپ کے اندر بہت کم ہے اس لئے آپ کے الہامات اسی رنگ کے ہوتے ہیں: و اللّٰہ یحمدک من السّماء ۔ اللہ تیری آسمانوں میں حمد کرتا ہے۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو مجھے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد۔ اے شمس اے قمر۔ قرآنی وحی میں کہیں یہ رنگ نہیں ہے بلکہ ولد کے لفظ پر یہاں تک غضب ظاہر فرمایا ہے:

تکاد السّماوات یتفطّرن منہ و تنشقّ الارض و تخرّ الجبال ھدّا ۔

ان دعوا للرّحمن ولدا (۱۹: ۹۲)

تمام قرآن میں جابجا خداوند عالم ہی کی تحمید و تقدیس ہے اور خلق خدا کے لئے وعظ و نصیحت ہے۔ آپ کا دار و مدار پیشگوئیوں پر ہے مگر محمد ﷺ ہر وقت اصلاح ایمان و اعمال و اخلاق کی طرف مشغول تھے۔ آپ کے الہام میں ہے ربّ سلطنی علی النّار اے میرے رب مجھے آگ پر

اختیار دے۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ اللہ : مالک یوم الدین ہے

لمن الملک الیوم۔ للّٰہ الواحد القھار۔

من ذا الّذی یشفع عندہ الا باذنہ۔

☆ **خدا تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) بے وقوف سمجھنا**

یعنی مرزا قادیانی کا، رب العالمین کو (نعوذ باللہ) ایک باوَلا، جھلا، اردلی سمجھنا جو مرزا کی خاطر دور دراز ملکوں اور شہروں کو تباہ کرتا پھر رہا ہے اور اتنا بھی نہیں دیکھتا کہ مرزا کے اصل اور بڑے مکذب کون ہیں۔ قرآن مجید تو یہ فرماتا ہے:

و ما ارسلنا فی قریۃٍ مّن نبیّ الّا اخذ نا اھلھا با لباساء و الضّراء لعلّھم یضرعون

اس آیت میں فی قریۃ اور اھلھا کا لفظ صاف بتلا رہے ہیں کہ جس قریہ میں کوئی نبی آتا ہے اور صاف طور پر اپنے بیان اور نشانات کی تبلیغ کرتا ہے وہاں کے لوگ مصائب اور نقصان اٹھاتے ہیں نہ کہ دور دراز دیہات اور امصار کے لوگ جن کو اس نبی کی خبر تک بھی نہیں ہوتی۔

چنانچہ واقعات سے یہی ثبوت ملتا ہے کی موسیٰ کی مخالفت سے فرعون اور اس کا لشکر تباہ ہوئے۔ ایسا ہی قارون معہ اپنے آدمیوں کے ہلاک ہوا۔ ایسا ہی اقوام ہود و صالح و نوح و لوط وغیرہ کا حال ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی مخالفت سے گردن کشاں مکہ ہلاک ہوئے اور وہ بھی دس سال کی کامل تبلیغ اور سخت مخالفت کے بعد۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نبی کی مخالفت تو مکہ میں ہوئی اور ہلاک ہوئے کلکتہ، عدن، جاپان، روس، کانگڑہ، فارموسا اور سان فرانسسکو والے۔

اگر تکذیب کا ہی نتیجہ طاعون اور زلزلہ ہوں تو پہلے آپ کے سخت مخالفین مثلاً پیسہ اخبار، مولوی ثناء اللہ، مولوی محمد حسین، جعفر زٹلی، مولوی کرم دین، گروہ پشاوریان، سب سے پہلے مخالفین قادیان جن پر تبلیغ کما حقہ ہو چکی، مبتلا ہوں۔ ان زلزلوں اور آتش فشانیوں کی نسبت قرآنی وحی میں کیسا صاف درج ہے:

تکاد السّماوات یتفطّرن منہ و تنشق الارض و تخرّ الجبال ھداً۔

ان دعوا للرّحمن ولداً۔

افسوس آپ نے اور آپ کی جماعت نے اپنی کبریائی کے نشہ میں قرآنی پیش گوئیوں کو ایسا حقیر سمجھا کہ ذاتیات سے باہر مطلق نظر نہ رہی۔

☆ متواتر خلاف عہدیاں

براہین احمدیہ کے سرورق پر شائع کیا کہ اب اس کتاب کی طبع میں کبھی توقف نہ ہوگا مگر اب تک نہ باقی کتاب چھپی اور نہ چندوں کا کچھ فیصلہ ہوا۔ پھر سراج منیر کی مفت اشاعت کے لئے چودہ سو روپیہ چندہ کا اعلان شائع کیا گیا اور بہت سا چندہ وصول بھی ہوا مگر جب وہ مدتوں بعد شائع ہوا تو قیمتاً دیا گیا۔ پھر رسالہ ماہواری یعنی قرآنی طاقتوں کے جلوہ گاہ کا اشتہار دیا گیا کہ وہ ۲۰ جون ۱۸۸۵ء سے ماہ بماہ نکلا کرے گا۔ پھر نشان آسمانی کے صفحہ ۴۲، ۴۳ میں باہمت دوستوں سے امداد چاہی۔ اے مردان بکوشید و برائے حق جوشید۔ اور یہ بھی ارشاد جاری کیا کہ ہر ایک رسالہ جو میری طرف سے شائع ہو میرے دوست اس میں پوری مدد دیں اور ذی مقدرت لوگ زکات سے میری کتابیں خرید کر مفت تقسیم کریں اور میری تالیفات اور بھی ہیں جو نہایت مفید ہیں مثلاً رسالہ احکام القرآن، اربعین فی علامات المربین، سراج منیر، تفسیر کتاب عزیز۔

پھر جلسہ دسمبر ۱۸۹۲ء میں پریسوں کے لئے ڈھائی سو روپیہ ماہوار کی ضرورت پیش کی اور فرمایا کہ ہر ایک دوست اس میں بلا توقف شریک ہو اور ماہوار چندہ تاریخ مقررہ پر بھیجتا رہے۔ اس سے بقیہ براہین اور اخبار آئندہ رسائل کا کام جاری رہ سکتا ہے،۔

اب چندوں کی آمد ڈھائی سو سے بھی تین چار گنی زیادہ ہے مگر براہین احمدیہ، تفسیر کتاب عزیز اور رسائل ماہوار وغیرہ کا کہیں نام ونشان نہیں۔ جو کتابیں نکلتی بھی ہیں ان کی قیمت اصل سے تین چار گنی زیادہ وصول کی جاتی ہے۔ تمام چندہ بمعہ مد زکات سب بلا حساب پیٹ میں ہی ہضم ہو رہے ہیں۔ کیا تمام نبی اور رسول ایسے ہی بدعہد اور شکم پرور تھے؟

بیعت کی شرائط ایسی جو اسلام کی روح کہی جاسکتی ہیں تا کہ بہت مسلمان داخل ہو جائیں مگر بعد میں یہ اعلان دیا گیا کہ جو لنگر کا چندہ ادا نہ کرے وہ جماعت سے خارج کیا جائے گا۔ پھر جب اہلیان سیالکوٹ نے کہا کہ لنگر کی آمد وخرچ کے انتظام کے واسطے ایک کمیٹی مقرر ہونی چاہیے تو آپ نے جواب دیا کہ کیا میں کسی کا خزانچی ہوں۔ اور جب یہ تحریک پیش ہوئی کہ لنگر کا انتظام توجہ طلب ہے مہمانوں کو تکلیف ہوتی ہے تو جواب دیا کیا میں بھٹیاری ہوں؟ سبحان اللہ وصولیت چندہ کے تو ہمیشہ تقاضے اخباروں اور اشتہاروں میں شائع ہوتے رہیں جو تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے وہ جماعت سے خارج کیا جائے مگر اس کا انتظام یا حساب کتاب ندارد۔

☆ کذب بیانی اور فحش گوئی

جب براہین کی طبع کے واسطے تو روپیہ موجود نہ تھا، نہ چھوٹے سے رسالے سراج منیر کے لئے، پھر ہزاروں روپیہ کے انعامی اشتہار کیسے دیئے گئے۔ کیا یہ کذب میں داخل نہیں؟

فہرست حاضرین جلسہ دسمبر ۱۸۹۲ء کی فہرست جو دافع الوساوس میں شائع ہوئی تھی، حدیث کدع کے بعد اس میں تراش خراش کر کے ۳۱۳ کی تعداد انجام آتھم میں شائع کی گئی۔ یہ کیا کذب نہیں؟

کیا بلا علم غیب لوگوں کو حرامزادہ اور بددیانت کہنا کذب نہیں؟

دوسرے کے الہاموں کو بلا تحقیق شیطانی بتانا، کیا کذب نہیں ہے؟

مدت صلیب مسیح ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۹ پر تین گھنٹہ درج کی پھر صفحہ ۳۸۱ پر چند منٹ۔ کیا یہ کذب نہیں؟

بے چارے مولویوں کو جو محض اسلام کی خاطر خلاف کرتے رہے ان کو ولد الحرام، خنازیر، کور چشم، درندہ، ذریت شیطان، حرام زادہ، شیطان، دیو گمراہ، فرعون، خبیث القلب، ان پر لعنتوں کی جوتیاں پڑیں ہزاروں لاکھوں بار، اندھیرے کے کیڑے، اوباش، لومڑی، تمام دنیا سے بدتر، دجال، بطال، جھوٹ کا گونہہ کھایا، چوہڑے چمار، جاہل، وحشی، سور، بندر، زندیق، سانپ، کتے، بچھو، مادرزاد اندھے، مردار خور مولوی، نمک حرام، ہامان، ہندو زادہ، کہنا۔ کیا یہ عمل مرزا صاحب کا واجب الاطاعت ہے، اور ہم دن رات لوگوں کو فحش گالیاں نکالا کریں یا قرآن کریم کی اطاعت کریں جو فرماتا ہے:

و لا تسبّوا الّذ ین یدعون من دون اللّٰہ فیسبّوا اللّٰہ عدواً بغیر علم (۶:۱۰۹)۔

یا ارشادات خاتم النبیین ﷺ کی جو فرماتے ہیں:

لیس المؤمن بالطعان و لا باللعان و لا الفاحش و لا البذی۔

☆ آرام طلبی اور شکم پروری

مرزا کا تو یہ حال ہے کہ اسلامی خدمت کے نام پر سات آٹھ سو روپیہ ماہوار چندہ جمع کیا

خود مزے سے کھایا اور دوسروں کو کھلایا۔ عنبر، مشک، کیوڑا، بید مشک، مقویات، محرکات اور مفرحات بکثرت استعمال ہوتے رہے۔ بیوی صاحبہ کے پاس زیور اور روپیہ اس قدر ہو گیا کہ مرزا صاحب نے چار ہزار روپیہ کا زیور اور ایک ہزار روپیہ ان سے نقد لے کر اپنا باغ تیس سال کی میعاد پر ان کے پاس رکھا۔ جو جائداد غیر منقولہ خریدی گئی وہ علاوہ ہے۔ مکانات بھی وسیع اور فراخ بنائے اور وہ سب ملکیت مرزا ہے وقف کوئی بھی نہیں۔ برعکس اس کے خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ کا یہ حال کہ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر، رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا، کھانے کے لئے عموماً ستو یا نان جو اور وہ بھی اکثر ندارد۔ کبھی تین تین یوم کا فاقہ۔ اب فرمائیے کہ مرزا کی آرام طلبی اور شکم پروری واجب الاطاعت ہے یا سید المرسلین ﷺ کی جفاکشی اور ایثار اور نفس کشی۔

☆ تفرقہ اندازی، جھوٹی شیخی اور کبریائی

تعلیمات محمدی ﷺ کا یہ نتیجہ ہوا تھا کہ عرب کے خون خوار جنگجو جو پشت در پشت چلے آتے تھے بند ہو گئے اور ان میں باہم صلح و محبت ہو گئی چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:

اذ کنتم اعداء فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا۔ و کنتم علی شفا حفرةٍ من النّار فانقذکم منها

مگر آج گالم گلوچ ہو کر مرزا نے مسلمانوں کو ایسا پھاڑ دیا کہ ظاہرا اتفاق ناممکن ہو گیا۔ کیونکہ اس کے نمونہ کے مطابق ہر فریق کا حق ہے کہ بلا دلیل دوسروں کو کافر اور جہنمی کہے اور ہر قسم کی ہمدردی کو چھوڑ دے۔ نہ کہیں دو چار ہزار عیسائی مسلمان ہوئے نہ سکھ نہ ہندو، مگر باتوں باتوں میں صلیبی مذہب بھی ٹوٹ گیا، تمام ادیان پر اسلام غالب آ گیا، تمام جھوٹے مذاہب پاش پاش ہو گئے۔ اب فرمائیے خاتم النبیین ﷺ کے صلح خیز اخلاق قابل اتباع تھے یا مرزا کے فتنہ انگیز عمل؟

قرآنی تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرکین اور وحوش عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہو کر یہ الہامات نازل ہوئے:

اذا جاء نصر اللّٰہ و الفتح۔ و رأیت النّاس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجاً۔ فسبح بحمد ربک واستغفرہ انه کان توابا

مگر آج تیرہ کروڑ مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر کے اور ملعون اور جہنمی بنا کر مرزا پر یہ الہام نازل ہوتے ہیں کہ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں، تو میرے واسطے ایسا ہے جیسا کہ میری

اولاد، جس سے تو راضی اس سے میں راضی ہوں ، اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا ، خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے۔ سبحان اللہ ! ما شاء اللہ۔

☆ خلاف بیانیاں اور خالی دعوے

ان کی کوئی انتہاء نہیں اس جگہ پر محض چند ایک بطور نمونہ بیان کی جاتی ہیں۔

{ ایک وقت تو مرزا تحریر کرتے تھے ۔

میرے دعوی کے انکار سے کوئی شخص کا فر و دجال نہیں ہوسکتا، میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا، میں کبھی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا ، اپنے دعوی سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالی کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں ۔ ماسوا اس کے ملہم ومحدث کیسی ہی اعلی شان رکھتے ہوں اور مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔

پھر اس امر کے ثبوت میں کہ اولیاء اللہ کو شیطانی الہام بھی ہو جایا کرتے ہیں لکھتے ہیں :

سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیطانی الہام مجھے بھی ہوا تھا۔ شیطان نے کہا اے عبدالقادر تیری عبادتیں قبول ہوئیں اب جو دوسروں پر حرام ہے وہ تیرے پر حلال اور نماز سے بھی اب تجھے فراغت ہے ۔ جو چاہے کر۔ تب میں نے کہا اے شیطان دور ہو، وہ باتیں میرے لئے کب روا ہوسکتی ہیں جو نبی ﷺ پر روا نہیں ہوئیں ۔ تب شیطان مع اپنے سنہری تخت کے میری آنکھوں کے سامنے سے گم ہو گیا۔

(ضرورۃ الامام۔ ص ۱۶)

پھر دوسرے ملہموں کی تردید میں لکھتے ہیں کہ کاہنوں کو بکثرت شیطانی الہام ہوتے اور بعض وقت پیش گوئیاں بھی الہام کے ذریعہ سے کرتے تھے ۔ (دیکھو ضرورۃ الامام۔ ص ۱۷)

میرا یہ دعوی نہیں کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہ ہوگا ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے۔ میرا یہ دعوی بھی نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ختم ہو گیا بلکہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار مثیل مسیح آ جائیں دیکھو ازالہ اوہام ص ۱۹۹۔۲۰۰۔

مجدد صاحب سرہندی نے ایک کشف میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کو ان کے طفیل خلیل

اللہ کا مرتبہ ملا اور اس سے بڑھ کر شاہ ولی اللہ نے دیکھا کہ گویا آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے مگر انہوں ننے بباعث بسطت علم کے وہ خیال نہ کیا بلکہ تاویل کی۔ (دیکھو ضرورۃ الامام۔ حاشیہ ص ۲۹)

سچ تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہونگے جن کو الہام ہوتا ہوگا (ضرورۃ الامام)۔

الغرض جب مسلمانوں کو گھیرنا منظور تھا تو یہ قول تھے کہ میں رسول نہیں ہوں، میرے انکار سے کوئی مسلمان کافر نہیں بن جاتا۔ اولیاء کو شیطانی الہام بھی ہو جاتے ہیں، شیطانی الہاموں میں سچی پیش گوئیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ مگر اب جو جماعت کافی ہوگئی تب یہ ہوگیا کہ جو مرزا کو نہ مانے، خارج از اسلام اور غیر ناجی ہے۔ مرزا کے جس قدر الہامات ہیں، خواہ وہ مخالف قرآن و حدیث ہوں، سب رحمانی اور آمیزش شیطانی سے بالکل پاک ہیں۔ تمام پیشگوئیاں خواہ کیسی ہی مہمل اور مبہم ہوں اور کیسی ہی صورت میں ظہور پذیر ہوں وہ عظیم الشان نشان ہیں۔

} ازالہ اوہام میں دابۃ الارض کے معنی علمائے ظاہری کئے گئے پھر لیکچر سیالکوٹ میں اس کے معنی کیڑے کئے گئے۔

} جلسہ تعطیلات دسمبر ۱۸۹۲ء میں جو لوگ قادیان میں جمع ہوئے ان کی فہرست میں نے خود تیار کی تھی جو دافع الوساوس میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں جو حدیث کدع آپ کو معلوم ہوئی جس میں یہ ذکر ہے کہ مہدی اپنے اصحاب کو جمع کرے گا، ان کی تعداد اہل بدر کے مطابق ۳۱۳ ہوگی اور ان کے نام معہ سکونت و ولدیت و پیشہ وغیرہ ایک کتاب مطبوع میں درج کرے گا۔ تب آپ نے اصل فہرست میں تراش خراش کر کے ۳۱۳ ناموں کی فہرست انجام آتھم میں شائع کردی۔ بعض نام پہلی فہرست میں سے نکال دیئے اور بعض نئے نام ایزاد کر دیئے۔

} لفظ ذنب کا ترجمہ رسائل اربعین اور اشتہار مباہلہ میں گناہ کیا گیا پھر ریویو آف ریلیجنز میں ان معنوں سے انکار کیا گیا۔

} مدت صلیب مسیح کی نسبت ازالہ صفحہ ۴۹ پر تین گھنٹے درج فرمائے پھر صفحہ ۳۴۲ پر درج کیا قریباً دو گھنٹہ سے بھی کم وقت رہے پھر صفحہ ۳۸۱ پر لکھا چند منٹ میں ہی مسیح کو صلیب سے اتار لیا گیا۔

} طاعون کی بابت پہلا اشتہار جو شائع کیا اس میں طاعون کی وجہ عام بدکاری اور بے ایمانی ظاہر کی اور الہام بھی تھا انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتّی یغیّروا ما بانفسھم مگر بعد

میں اس کو بار بار اپنی تکذیب کا نتیجہ ظاہر کیا گیا۔

{ زلزلہ کی بابت الہامی الفاظ تو یہ ہیں، چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشان کی پانچ بار۔

مگر اشعار میں جو اس پر تک بندی کی گئی اس میں یہ ظاہر کیا ہے:

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانیکے دن

{ پہلے غلام احمد ہونے کا فخر کرتے رہے پھر رفتہ رفتہ خاص احمد بن گئے۔

{ پہلے جزوی نبی اور امتی بنے پھر رفتہ رفتہ کامل اور مستقل نبی بن گئے۔

{ پہلے میری تفسیر القرآن بالقرآن کی نسبت یہ الفاظ شائع کر دیئے:

نہایت عمدہ ہے، شیریں بیان ہے، نکات قرآنی خوب بیان کئے ہیں۔ دل سے نکلی اور دلوں پر اثر کرنے والی ہے۔

مگر اب البدر مورخہ ۷ جون ۱۹۰۶ء میں شائع کرتے ہیں:

ڈاکٹر عبدالحکیم کا تقوی صحیح ہوتا تو وہ کبھی تفسیر لکھنے کا نام نہ لیتا کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں۔

اس کی تفسیر میں ایک ذرہ روحانیت نہیں اور نہ ظاہری علم کا کچھ حصہ ہے۔

پھر اسی البدر کے صفحہ ۳ میں یہ بھی درج ہے کہ میں نے اس کی تفسیر کو کبھی نہیں پڑھا۔

مفسر قرآن اور عالم القرآن ہونے کا دعوی بار بار شائع ہوا مگر میں نے جو اپنی تفسیر از اول تا آخر سنائی تو کہیں بھی کوئی نکتہ معرفت نہ بتلایا، نہ غیر حل شدہ مشکلات کا کوئی حل کیا۔

ایک بار شائع کیا کہ انگریزی زبان میری تین تہجدوں کی مار ہے۔

میں حسین سے بڑھ کر ہوں۔

میری جماعت موسی کی جماعت سے لاکھوں درجہ بڑھ کر ہے۔

مسیح کے معجزات کو مسمریزی کرشمہ ظاہر کر کے دعوی کیا کہ اگر میرے نزدیک یہ فعل مکروہ نہ ہوتے تو میں ان سے بڑھ جاتا۔

میں محمدی فوجوں کا سپہ سالار ہوں اور خدا کا ارادہ ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کی فتح ہو۔

چونکہ مجھے دنیا کے بے ادبوں اور بدزبانوں سے مقابلہ پڑتا ہے اس لئے اخلاقی قوت اعلی درجہ کی عطا کی گئی (سارے مولوی کافر، سور، حرامزادہ، کیسی اعلی درجہ کی اخلاقی قوت ہے؟)

اس زمانہ میں کوئی نہیں جو قرآنی معارف اور کمالات کے افاضہ اور اتمام حجت میں میری برابر ہو سکے (نہ معلوم پھر تفسیر کیوں نہیں نکلتی اور اندرونی اور بیرونی مخالف کیوں نہیں مانتے)

میرے انفاس کفر کش ہیں (تیرہ کروڑ مسلمان اور کل عالم کو کافر جو بنا دیا)

ازالہ اوہام میں مسیح کی پیش گوئیوں پر طنزاً کہا:

یہ بھی کچھ پیش گوئی ہے کہ زلزلہ آئینگے، مری پڑیگی، لڑائیاں ہوں گی، اور قحط پڑینگے۔

مسیح کے معجزات کو مسمریزی کرشمہ قرار دے کر فرمایا:

اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ جانتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

اس خالی شیخی کا کیا ثبوت ہے؟

دافع البلاء میں شائع کیا تکدر ماء السّما بقین و عیننا الی آخر الایام لا تتکدر۔ پہلوں کے پانی مکدر ہو گئے ہمارا چشمہ تا قیامت مکدر نہ ہوگا۔

☆ الہامات ملہمین

{ الہامات مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھو کے والے:

و ما یعد هم الشّیطان الّا غروراً۔

و اتخذوا آیاتی و رسلی هزواً۔

او لئک هم الکافرون حقاً

و لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا و اتّبع هواه و کان امره فرطاً۔

{ الہامات حافظ حاجی مولوی عبدالحق غزنوی

من شذّ شذّ فی النّار۔

سنسمه علی الخرطوم۔

{ الہامات مولوی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ لاہور۔

انّ اللّٰه لا یهدی من هو مسرف کذّاب۔

خوّاناً اثیماً

جو اور کا چاہے برا، اس کا برا ہو جائے گا۔

سنسمه علی الخرطوم

عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرچند

زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو عصائے موسیٰ۔ ص ۷۵ تا ۸۲۔ صفحہ ۲۲۹ تا ۲۳۵۔

} جب مرزا صاحب کا رسالہ الوصیت شائع ہوا اس وقت شیخ الٰہی بخش کو یہ الہام ہوا:

و ما یعدھم الشّیطان الّا غروراً۔

} جب مرزا صاحب نے اپنی ۳۰ مئی کی وحی میں یہ الفاظ شائع کئے:

فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔

مجھے خیال گذرا کہیں ابن صباح والی کارستانی نہ ہو جائے جو ایک بڑا عالم فاضل گذرا ہے۔ جس کے ہزاروں ایسے مخلص مرید ہو گذرے ہیں کہ اس کے اشارہ سے بڑے بڑے آدمیوں کا خون کر دیتے تھے، تو میں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا تب مجھے الہامات ذیل ہوئے۔ انک لمن المرسلین۔ اس سے مجھے اطمینان ہو گیا کہ اللہ کریم مجھے محفوظ رکھے گا۔ اور میرے دشمن ہلاک ہوں گے۔ پھر الہام ہوا، دجالی فتنہ تیرے ہاتھ سے پاش پاش کرایا جائے گا۔ پھر ذکر الحکیم نمبر ۴ کی نسبت الہام ہوا۔ ان ھو الّا ذکر للعالمین لمن شاء منکم ان یّستقیم۔ پھر مرزا کی نسبت دل میں ڈالا گیا ففریقاً کذبتم و فریقاً تقتلون۔ ایک خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چارپائی پر میں اور مرزا ہیں۔ اور سرہانے کی طرف اسی چارپائی پر ان کی بیوی صاحبہ ہیں۔ میں بہشتی مقبرہ کے خلاف آیات ذیل پیش کرتا ہوں لا تزر وازرۃ وّزر اخری۔ لا تجزی نفس عن نفسٍ شیئاً۔ بیوی صاحبہ کہتی ہیں ہمارا اس قدر روپیہ جو صرف ہو چکا ہے وہ برباد ہو جائے گا۔ میں جواب دیتا ہوں کہ اسلام کے مقابلہ پر آپ کے روپیہ کی کیا حقیقت ہے؟ اور ان سے اعراض کر کے میں نے مرزا کو مخاطب کیا پھر انت منّی و انا منک والے الہام پر جرح کی۔ وہ کہنے لگے پھر بیعت کر لو۔ میں نے جواب دیا کہ مخالف تحریکات جو ہو رہی ہیں پہلے اپنی اصلاح کرو، پھر دعا کرو کیونکہ میں مدتوں آپ کا مرید رہا ہوں اور بڑی خدمتیں کی ہیں کم سے کم چار روز تو آپ میرے واسطے دعا کرنے میں وقف کریں۔ ھل جزاء الا حسان الّا الا حسان (۶۰:۵۵)

☆ غلو اور کذب آمیز پیش گوئیاں

نمونہ کے طور پر ہم اس جگہ محض چند پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو مرزا نے اپنے صدق کی بنیاد ٹھہرایا اور جن کو قبل از وقت دعووں کے ساتھ شائع کیا کہ اگر یہ جھوٹی نکلیں تو مجھ کو دجال، کذاب، خائن، مفتری، شریر، بدترین خلائق، زندیق، کافر سمجھا جاوے اور مجھے ہر قسم کی

تکلیف دی جائے۔

} عنموائیل اور بشیر کی ولادت کی پیش گوئی۔ اقتباس از اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حکیم اور علوم ظاہری سے پر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ فرزند دل بند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق و العلاء کانّ اللّٰہ نزل من السّماء۔ وہ جلد جلد بڑھے گا وہ صاحب شکوہ و دولت و عظمت ہوگا۔ بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا، زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔

پھر ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کو شائع کیا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہوگا۔

۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو خوش خبری شائع کی کہ وہ مولود مسعود ڈیڑھ بجے رات کے بعد پیدا ہوگیا۔ اس کے عقیقہ پر نہایت دھوم دھام کی اور دور دور سے احباب کو اس تقریب پر بلایا۔ مگر وہ فرزند طفولیت میں ہی فوت ہوگیا۔ خواتین مبارکہ بھی، جنھوں نے اس پیش گوئی کے بعد آنا تھا، نہ معلوم کہاں رہی گئیں؟

} پیش گوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم جو ۵ جون ۱۸۹۳ء کو ایک مباحثہ کے خاتمہ پر کی:

اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی عزت اس سے ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

(جنگ مقدس۔ ص ۲۱۰)

پھر روئداد مقدمہ میں مرزا نے بعدالت مجسٹریٹ گورداسپور اقرار کیا کہ فریق سے مراد صرف آتھم ہے۔ ڈاکٹر کلارک وغیرہ کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ رسالہ کرامات الصادقین کے سرورق

پر بھی ظاہر کیا کہ عبداللہ آتھم کے مرنے کی مجھے بشارت ملی۔

مگر جب عبداللہ آتھم میعاد مقررہ کے اندر فوت نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد مذہب عیسوی پر ہی فوت ہوا، تب مرزا نے ہزاری، دو ہزاری، سہ ہزاری اور چار ہزاری اشتہار بدیں مضمون شائع کیا:

عبداللہ آتھم پیش گوئی کی وجہ سے موت سے ڈرتا رہا ہے اس لئے موت اس سے ٹل گئی اگر وہ نہیں ڈرا تو قسم کھا کر ظاہر کرے۔ اور یہ بھی ظاہر کیا کہ انذاری پیش گوئیاں اکثر ٹل جایا کرتی ہیں جیسا کہ قوم یونس سے عذاب ٹل گیا تھا۔

پھر انجام آتھم کے صفحہ ۱۴ پر رجوع آتھم پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ:

جب سے اس نے پیش گوئی سنی تھی عیسائیت کی حمایت میں ایک سطر بھی نہیں لکھی۔

کشتی نوح میں مرزا نے پھر یہ نئی بات ظاہر کی کہ آتھم نے عین جلسہ مباحثہ میں ستر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا تھا اور پیش گوئی کی بنا یہی تھی۔

پھر سب سے عجب تر خلاف بیانی ایک اور ہے جو مرزا ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

اگر آتھم رجوع بحق نہ کرے گا تو ہاویہ میں گرایا جائے گا۔

یعنی اس کا رجوع بحق کرنا ہاویہ میں گرائے جانے کو مانع ہے۔ گویا ان دونوں باتوں میں تضاد کا علاقہ ہے جیسے رات اور دن میں یا سیاہ اور سفید میں کہ ایک کے ہوتے دوسرے کا ہونا ناممکن ہے۔ مگر انوار الاسلام کے صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں:

ہاویہ میں گرایا جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورے کیئے اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈالا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ ان کے دامن گیر ہو گیا، اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا، یہی اصل ہاویہ تھا اور سزائے موت اس کے کمال کے لئے ہے جس کا ذکر الہی عبارت میں موجود بھی نہیں۔ بے شک یہ مصیبت ایک ہاویہ تھا جس کو عبداللہ آتھم نے اپنی حالت کے موافق بھگت لیا۔

کشتی نوح کے صفحہ ٦ پر ایک اور خلاف بیانی کی ہے۔ یعنی پیش گوئی میں یہ بیان کیا کہ جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا سو وہ آتھم تھا پہلے مر گیا۔

یہ کیسا سفید جھوٹ اور افتراء علی اللہ ہے۔ اصل الہام کے الفاظ کچھ ہیں اور آپ کبھی کچھ بیان کرتے ہیں اور کبھی کچھ، گویا کہ اپنے منہ سے اقرار ہے کہ وہ سب من گھڑت الہام تھا۔

و لو کان من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیہ ا ختلا فاً کثیراً ۔ اگر اللہ کے سوائے کسی اور کے پاس سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے ۔

مگر جب عبداللہ آتھم نہ تو میعاد مقررہ کے اندر فوت ہوا، اور نہ اس نے جھوٹ بولنا اور عاجز انسان کو خدا بنانا چھوڑ کر رجوع الی الحق کیا، مرزا کی تاویلات بے بنیاد ہیں ۔ اول تو اصل پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں کہ جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ یہ صاف بتا رہے ہیں کہ رجوع سے مراد الوہیت مسیح سے تائب ہونا اور اسلام کی طرف جھکنا ہے، نہ کہ محض موت سے ڈرنا۔

دوئم ، ایسا ڈر تو مرزا کو بھی آریہ کی دھمکی پر ہوا تھا اور گورنمنٹ کی خدمت میں امداد اور حفاظت کی درخواست پیش کی تھی ۔ پھر کیا اس ڈر کے یہی معنی ہیں کہ آپ نے اس الہام سے رجوع کیا جو اللہ تعالی نے آپ کی حفاظت کے لئے بالفاظ ذیل نازل کیا تھا:

یا عیسی انّی متو فّیک ، و اللّٰہ یعصمک من النّاس ۔

سوم، محض خوفِ عذاب، پیش گوئی کو نہیں ٹال سکتا جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے کہ سعد نے امیہ بن خلف کو آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی سنا دی تھی کہ تو ایک روز مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ اس سے امیہ سخت گھبرایا اور قسم کھائی کہ مکہ سے میں کبھی نہ نکلوں گا۔ جب جنگ بدر کا واقعہ ہوا تو ابوجہل نے اس کو سخت مجبور کیا، تب اس کی بیوی نے وہ پیش گوئی اسے یاد دلائی۔ امیہ نے کہا میں تھوڑی دور انہیں رخصت کرنے جاؤنگا۔ راستہ میں وہ کوشش کرتا رہا کہ قابو پا کر واپس آ جائے مگر خدا نے اسے بدر کی لڑائی میں قتل کرایا۔ الغرض باوجودیکہ امیہ بن خلف پیش گوئی کو سچ سمجھ کر ڈرتا رہا مگر وہ موت سے نہ بچ سکا۔

چہارم، عبداللہ آتھم سے قسمیہ اقرار لینا مذہب عیسوی کے خلاف تھا اسلئے اس نے جواب دیا کہ باختیار خود قسم کھانا میرے مذہب میں حرام ہے اگر مجھے حلف کرانا ہے تو عدالت میں طلب کرو ۔عدالت کے جبر سے میں قسم کھالوں گا۔ (دیکھو نور افشاں ۱۰۔اکتوبر ۱۸۹۴ء)

پنجم ۔قوم یونس سے جو التوائے عذاب ہوا وہ ایمان لانے سے ہوا تھا جیسا کہ قرآن مجید (۱۰:۹۸) فرماتا ہے:

فلو لا کا نت قریۃ آ منت فنفعھا ا یمانھا الاّ قو م یو نس ۔لمّا آمنوا کشفنا عنھم العذا ب الخزی فی الحیوۃ الدّ نیا و متّعنا ھم الی حین

ششم۔ یہ دعوی کہ آتھم نے پیش گوئی کے بعد عیسائیت کی حمایت میں ایک سطر نہیں لکھی، محض غلط ہے کیونکہ خلاصہ مباحثہ جو آتھم نے پیش گوئی کے بعد تحریر کیا، اس کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں:

مجذوب منشوں کو ہم مسئلہ تثلیث وتوحید کیا سمجھا سکتے تھے۔

جس سے ظاہر ہے کہ وہ مباحثہ کے بعد اسلام کے خلاف تثلیث پر برابر جما رہا۔ پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۸ میں مرزا کے الہامات انت منّی و انا منک پر لکھتے ہیں:

ہم کو تو اس آئینہ میں چہرہ کسی دہریہ یا ہمہ اوست کا جو برادر توام دہریہ کا ہے،نظر آتا ہے

اور اشارۃً مرزا کو دجال اور جھوٹا کہا ہے۔

ہفتم، پہلے التوائے موت کا سبب موت سے ڈرنا ظاہر کرتے رہے پھر کشتی نوح کے صفحہ ۶ میں یہ ظاہر کیا کہ آتھم نے عین جلسہ میں آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کر لیا تھا۔ یہ تحریر پیش گوئی کے خلاف ہے کیونکہ اس میں عاجز انسان کو خدا بنانا اور عمداً جھوٹ بولنا بنائے موت وجہنم قرار دیئے گئے تھے اگر عبداللہ آتھم نے آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا تھا تو اسی وقت اس امر کا اعلان کر دینا چاہیے تھا کہ وہ رجوع کر چکا ہے اس لئے اب پندرہ ماہ کے اندر نہیں مرے گا۔ بلکہ بعد کی تقریروں اور تحریروں میں یہی ظاہر کرتے رہے کہ آتھم ضرور مرے گا۔

ہشتم، کبھی تو یہ ظاہر کیا کہ وہ موت سے ڈرتا رہا، کبھی یہ کہ آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا اس لئے ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔ کبھی یہ ظاہر کیا کہ وہ ہاویہ میں گرایا گیا۔

نہم، پیش گوئی کے الفاظ میں ہے،

جو سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔

یہ الفاظ مرزا کی صاف تکذیب کرتے ہیں کیونکہ اختتام میعاد پر نہایت کثرت سے اور سخت از سخت اشتہارات ورسالہ جات مرزا کے خلاف عیسائیوں اور مسلمانوں کی طرف سے شائع ہوئے اور کل ہندوستان میں مرزا کی سخت از سخت ذلت ورسوائی ہوئی۔

دہم پیش گوئی کے اجزاء یہ بھی تھے:

اس وقت یہ پیش گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے۔

یہ صریحاً باطل ثابت ہوئے کیونکہ کوئی سخت مخالف جو لنگڑے اور بہرے اور اندھے کے مشابہ ہو سکتے تھے اس پیش گوئی کے خاتمہ پر مرزا کے مریدوں میں داخل نہیں ہوئے بلکہ بعض مرید

اور انکار میں پڑ گئے ۔مسلمانوں نے یہاں تک شائع کیا کہ جو لوگ اسلام کی آڑ میں اس کو بگاڑ نا چاہیں وہ ہمیشہ ذلیل اور خوار ہوتے ہیں، چنانچہ مرزا کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔اس ذلت کا اقرار خود مرزا نے سراج منیر کے صفحہ ۵۲ پر کیا:

انہوں نے پشاور سے لے کر الہ آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور دور دور کے شہروں تک نہایت شوخی سے ناچنا شروع کیا اور دین اسلام سے ٹھٹھے کئے اور سب مولوی یہودی صفت اور اخباروں والے ان کے ساتھ خوش خوش اور ہاتھ میں ملائے ہوئے تھے۔

نواب محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ نے اس پیش گوئی کے خاتمہ پر ایک خط میں یہ لکھا تھا:

اب کیا یہ پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔عبداللہ اب تک صحیح سالم موجود ہے اور اس کو بسزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔اگر ہاویہ کے معنی صرف ذلت اور رسوائی کے لئے جائیں تو بے شک ہماری جماعت ذلت و رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی ۔میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں۔

انجام آتھم کے صفحہ ۱۷ پر مرزا نے خود بعض مریدوں کا پھر جانا مانا ہے (تو کیا یہی اندھے تھے جو دیکھنے لگے اور لنگڑے تھے جو چلنے لگے، اور بہرے تھے جو سننے لگے؟) اس سے تو کھلے طور پر مرزا کا جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا اور وہ ہر قسم کی ذلت اور سزا کے مستحق ٹھہر گئے۔

{ پیش گوئی متعلق لیکھرام

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء میں الہام ذیل شائع ہوا عجل جسد له خوار، له نصب و عذا ب ۔اور خدا کی طرف سے ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء سے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں، عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔

پھر یہ بھی لکھا کہ

اگر اس شخص پر چھ سال کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور ہر قسم کی سزا کا مستحق۔

اصل پیش گوئی میں دکھ اور عذاب کے الفاظ ہیں، پھر ان کی تشریح یہ کی ہے کہ وہ عذاب خارق عادت ہوگا اور الٰہی ہیبت رکھتا ہوگا۔ مگر کرامات الصادقین میں ہے

فبشّر نی ربّی بموته فی ستّ سنة (قاعدہ نحو کی رو سے یہ جملہ غلط ہے فی ست سنین چاہیے) میرے رب نے مجھے بشارت دی کہ وہ چھ سال کے اندر مر جائے گا۔

۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھ رام چھری سے مارا گیا۔ کیا اس کو خرق عادت عذاب اور الٰہی ہیبت والا عذاب کہہ سکتے ہیں؟ کیا جس قدر قتل ہوتے ہیں وہ خرق عادت اور معجزہ میں داخل ہیں ایسے معجزات تو سرحد کابل میں ہمیشہ ہوتے رہتے اور جنگ ٹرینسوال اور جنگ روس و جاپان میں تو لاکھوں ہوئے، کیا ان سب کو خرق عادت کہہ سکتے ہیں؟ مرزا صاحب نے سراج منیر میں یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ اگر پیش گوئی فی الواقع ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو خود بخود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پس وہ کون لوگ ہیں جن کے دلوں کو اس پیش گوئی کی عظیم الشان ہیبت نے اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔

{ پیش گوئی مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد اور لڑکی کی نسبت۔

اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کا اقتباس۔

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے ایک موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا اور تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام بہت برا ہوگا۔ جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے انّا زوجنا کھا ہم نے تیرا نکاح اس سے کر دیا

کذبوا بآیاتنا وکانوا بها یستهزؤن . فسیکفیکهم اللّه و یردّها

الیک لا تبدیل لکلمات اللّٰہ انّ ربک فعّال لما یرید انت معی و
انا معک عسی ان یّبعثک ربک مقاماً محموداً

یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالیٰ ان
سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار
اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے تیرا رب
وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ ہے میں تیرے ساتھ ہوں
اور عنقریب تجھے وہ مقام ملے گا جس میں تیری تعریف کی جاوے گی۔

رسالہ شہادت القرآن میں اس کی میعاد ۲۱ ستمبر ۱۸۹۲ء سے قریباً گیارہ مہینہ باقی بتلائے ہیں، اس لئے ۲۱۔ اگست ۱۸۹۴ء کو مرزا احمد بیگ کا داماد فوت ہونا چاہیے تھا مگر وہ فوت نہیں ہوا اور اب تک (۱۹۰۶ء) زندہ ہے اور بدستور مرزا کا مخالف ہے۔ پہلے نان کمشن افسر تھا اب کمیشن افسر ہے۔ مرزا نے ظاہری اسباب میں بھی اس نکاح کے لئے بڑی کوششیں کیں چنانچہ جب مرزا کو خبر ملی کہ احمد بیگ اپنی لڑکی کی شادی اور جگہ کرنے والا ہے، تب ۴ مئی ۱۸۹۱ء کو انہوں نے ایک طویل خط بڑے زور شور سے مرزا علی شیر بیگ کے نام لکھا (جس کا مضمون پہلے نقل ہوگا۔ بہا) اسی تاریخ کو ایک خط عزت بی بی کی والدہ کے نام لکھا (جس کا مضمون پہلے نقل ہو چکا۔ بہاء)۔ تیسرا خط اسی مضمون کا مرزا نے اپنی بہو سے لکھوا کر اس کی والدہ کی طرف بھیجا۔ چوتھا خط مرزا نے احمد بیگ کو اسی مضمون پر لکھا۔ مگر مرزا تمام تدابیر میں ناکام رہے اور ان کی آسمانی منکوحہ اب تک مرزا سلطان محمد کے تحت میں ہے جس کو ۲۱۔ اگست ۱۸۹۴ء تک فوت ہو جانا چاہیے تھا۔ مگر مرزا اس میں بھی یہی کہتے ہیں کہ احمد بیگ تو مر گیا، اور اس کا داماد سلطان محمد خوف اور توبہ کی وجہ سے بچ گیا۔ کیا سلطان محمد مرزا کا مرید ہو گیا اور ان کی آسمانی منکوحہ کو چھوڑ کر مرزا کے حوالہ کر دیا ہے؟ اور الہام کا اصل جزء یعنی محمدی کا مرزا کے نکاح میں آنا پورا ہو گیا؟ جو تمام قضیہ کی بنیاد ہے اور جس کی الہام میں یہ الفاظ تھے:

انّا زوّجنا کہا فسیکفیکھم اللّٰہ و یردّھا الیک لا تبدیل لکلمات
اللّٰہ۔ انّ ربک فعّال لما یرید

کہ اللہ ان سب کے مقابلہ پر تیرے واسطے کافی ہوگا اور اس کو تیری طرف واپس لے آئے گا اللہ کے الفاظ بدل نہیں سکتے تیرا رب جو چاہے کر سکتا ہے قدرت حق کا عجب ایک تماشہ ہوگا کیونکہ اس کے معنی یہی ہیں کہ آپ کی آسمانی منکوحہ دوسرے انسان کے تحت میں ہے اور گیارہ بچہ جن چکی ہے۔

{ پیش گوئی متعلقہ مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی، وملا محمد بخش ومولوی ابوالحسن تبتّی

اقتباس از اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء: (یہ اشتہار اسی جلد میں پہلے نقل ہو چکا۔ جس میں ۱۵ جنوری تک مولانا بٹالوی ورفقاءہ کی ذلت کی پیش گوئی ہے۔ بہاء)

۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء گذر گئی اور محمد حسین بٹالوی وملا محمد بخش اور مولوی ابوالحسن تبتّی سب زندہ سلامت اور باعزت رہے جیسا کہ پہلے سے تھے۔ جب پیش گوئی کی میعاد قریب الاختتام ہوئی تب مرزا نے ایک شخص کی معرفت علماء سے فتوی حاصل کیا کہ حضرت امام مہدی کے منکر کا کیا حکم ہے۔ اس پر علماء نے جو فتوے دیئے انہیں مرزا نے مولوی محمد حسین پر چسپاں کر کے ۷ جنوری ۱۸۹۹ء کو ایک اشتہار شائع کر دیا کہ جس طرح مولوی محمد حسین نے میرے اوپر فتوی کفر لگایا تھا اس پر بھی لگ گیا۔ پس یہی میری پیش گوئی کا مدعا تھا اور بس۔ کہاں تو الہام کے یہ الفاظ کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا ضرب اللّٰہ اشدّ من ضرب النّاس۔ اور کہاں یہ فتوی جو خود مرزا پر بھی ایسا ہی چسپاں ہوسکتا ہے کیونکہ وہ خود بھی تو اس مہدی کے منکر ہیں جو عام طور پر مانا جاتا ہے۔ ہاتھ کاٹنے کی خود مرزا نے یہ تفسیر کی تھی کہ ظالم ناجائز تحریر پر پچھتاوے گا کہ کیوں یہ ہاتھ اس کام پر چلے۔ مگر مولوی محمد حسین وملا محمد بخش وابوالحسن صاحبان آج تک اسی طرح مرزا صاحب کے مخالف اور مکذب اور مکفر ہیں۔ (اس کے بعد کا مضمون کم وبیش وہی ہے جو الہامات مرزا میں اس پیش گوئی کے ضمن میں درج ہے۔ بہاء)

{ پیش گوئی متعلقہ نشان آسمانی میعادی سہ سالہ

اقتباس از اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء

اے میرے مولا! قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا (آمین) اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندے کے لئے گواہی دے جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔ دیکھ میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر کاذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائینگے کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔

گو یہ الفاظ دعائیہ ہیں مگر مرزا جی اپنے رسالہ اعجاز احمدی کے صفحہ ۸۸ پر اس دعا کو پیشگوئی قرار دیتے ہیں اور اپنی دعا کی نسبت اسی اشتہار کے صفحہ ۴ پر فرماتے ہیں کہ سلطان ایسی دلیل

کو کہتے ہیں کہ جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے (اشتہار ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء)

پھر صفحہ ۳ پر عبارت ذیل ہے:

اگر تو اے خدا تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جائیں گے میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلا وے اور اپنے بندے کو ان لوگوں کی طرح ردّ کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور فاسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں مصداق سمجھ لونگا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں۔ میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے۔

پھر اس پیشگوئی کو اس طرح پورا کیا کہ ایک رسالہ اعجاز احمدی لکھ کر ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کے نام بھیج کر مبلغ دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار دیا.. کہ

مولوی ثناء اللہ اتنی ہی ضخامت کا رسالہ اردو عربی نظم جیسا میں نے بنایا ہے پانچ روز میں بنا دے تو میں دس ہزار روپیہ ان کو انعام دونگا۔ اور اس قصیدہ کا نام قصیدہ اعجازیہ رکھا اور فرمایا کہ یہ قصیدہ ایسا فصیح و بلیغ ہے کہ جیسا قرآن آنحضرت ﷺ کا معجزہ ہے اور اس سے میری وہ پیش گوئی جو سہ سالہ میعادی کی، میں نے کی تھی، وہ پوری ہوئی۔

سبحان اللہ !!! اس کا جواب ثناء اللہ نے دیا اور جو ۲۹ نومبر کے پیسہ اخبار میں شائع ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

پہلے مرزا صاحب اس قصیدہ اعجازیہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کروں صاف کر دیں تو پھر میں آپ کا شاگرد ہو جاؤنگا۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ گھر سے تمام زور لگا کر ایک مضمون اچھی خاصی مدت میں لکھیں اور مخاطب کو جسے آپ کی مہلت کا کوئی علم نہیں محدود وقت کا پابند کریں۔ اگر واقعی آپ خدا کی طرف سے ہیں اور جدھر آپ کا منہ ہے ادھر ہی خدا کا منہ ہے، جیسا کہ آپ کا دعوی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ میدان میں آ کر طبع آزمائی نہ کریں اور حرم سرائے سے گولہ باری کریں۔ اگر دراصل یہ قصیدہ اعجازی ہے تو پانچ روز کی قید کیوں لگائی۔ کیا قرآن شریف نے اپنے مقابلہ پر قید لگائی ہے کہ اگر اتنی مدت سے زائد ایام میں اس کے مقابل کوئی سورت لاؤ گے تو وہ ردی میں

پھینک دی جائے گی ۔ پھر ساتھ ہی اس قدر مدت میں چھپ جانے کی شرط ہے گویا کہ آپ کا یہ بھی معجزہ ہے کہ دو پریس آپ کے پاس موجود ہیں جو دن رات آپ کو کام دے سکتے ہیں اور میرے پاس نہیں ہیں ۔

ناظرین یہ ہیں مرزا کی بھول بھلیاں ۔ پھر اس قصیدہ اعجازیہ میں صرفی نحوی اور عروضی غلطیوں کی ایک فہرست پیش کی اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ قصیدہ اعجازی ہے تو یہ معجزہ تو بقول آپ کے اس تین سالہ میعاد سے پہلے کا حاصل تھا چنانچہ ۱۳۱۱ھ سے آپ ایسے ہی قصیدہ اعجازی تصانیف مثل نور الحق، کرامات الصادقین اور سر الخلافۃ میں شائع کرتے رہے ہیں۔ اور نیز ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء کو پیسہ اخبار میں آپ نے شائع کرایا تھا کہ عرصہ دس سال سے میرا دعوی عربی میں اعجاز نمائی کا ہے ۔ پھر جو نشان اور معجزہ اس پیش گوئی سے سات سال پہلے کا آپ کو حاصل ہے وہ اب پیش گوئی کا مصداق کیسے ہوسکتا ہے ۔ کیا گزشتہ امور بھی پیش گوئی میں داخل ہیں ۔ پھر پیش گوئی میں تو یہ بھی الفاظ ہیں کہ وہ آسمانی نشان ہوگا جو انسانی ہاتھوں سے بالا ہوگا ۔ اور یہ فعل آپ کا ہے، تو کیا آپ انسان نہیں ۔ اگر یہ انسانوں کے ہاتھوں سے بالا ہے تو پانچ یوم کی میعاد کیوں لگائی ۔

} پیش گوئی متعلقہ طاعون پنجاب

مرزا صاحب فرماتے ہیں:

میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالی کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے چھوٹے قد کے ہیں ۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے ۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا آئندہ جاڑے میں یہ مرض پھیلے گا یا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا ۔ (اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء) ۔

مرزا کی آخری مدت کے لحاظ سے بھی طاعون کا زور شور ۱۹۰۰ء میں ہونا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ ۱۹۰۲ء میں ، یعنی مرزا صاحب کی پیش گوئی سے دو سال بعد طاعون کا زور شور بعض شہروں اور بعض قصبوں میں ہوا ۔ پھر خدائے قدوس کی شان میں کیا اچھے الفاظ ہیں:

ابتداء نومبر سے خدا تعالی روزہ کھولے گا اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ اس افطار کے وقت کون کون ملک الموت کے قبضہ میں آیا ہے ۔

{ پیش گوئی متعلق حفاظت قادیان از طاعون

انه آوی القریة

اس الہام کی بابت اشتہار ۶ فروری میں یہ درج ہے کہ اب تک اس کے معنی میرے پر نہیں کھلے۔ دافع البلاء میں شائع کیا گیا کہ خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا ہے۔ قادیان اسکی خوفناک تباہی سے محفوظ رہے گا کیونکہ یہ اسکے رسول کا تخت گاہ ہے

پھر تمام قوموں انجمنوں اوران کے سربرآوردہ اشخاص کو للکار کر چیلنج دیا کہ کوئی مولوی پنڈت پادری صوفی مہا تما سجادہ نشین درویش ایسا ہے جو اپنی بستی کی نسبت ایسی حفاظت کا دعوی کرے۔ اگر کوئی بستی یا شہر یا گاؤں اس وقت تک طاعون سے بچا ہوا بھی ہے تو ایسے دعوی کی اشاعت کے بعد وہ ضرور مبتلائے طاعون ہو جائے گا۔ خاص کر انجمن حمایت اسلام، علی گڈھ کالج، اور مشنریوں کو تو بہت ہی ابھارا کہ آؤ اب اس رسول کے مقابلہ پر ایسا نشان دکھاؤ۔

غرض ان تمام دعووں اور مقابلہ آرائیوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ قادیان طاعون سے ایسے محفوظ رہے گی کہ کوئی بستی یا گاؤں یا شہر ایسا محفوظ نہیں رہ سکے گا اور یہ صاف و بین نشان ہوگا جیسا کہ موسی کے نشانات توراۃ میں مذکور ہیں۔ مصر میں شدت کی وبا پڑی۔ فرعونی بکثرت ہلاک ہوئے مگر بنی اسرائیل مطلق بچے رہے۔ پلوٹھے مرنے شروع ہوئے تو فرعونیوں میں تو آدمیوں گھوڑوں بیلوں گدھوں خچروں اوراونٹوں سب کے پلوٹھے فنا ہوئے مگر بنی اسرائیل کے پلوٹھے سب بچ رہے۔ مواشی میں وبا آئی جس سے فرعونیوں کے مواشی ہلاک ہوئے مگر بنی اسرائیل کے مواشی بچے رہے۔ کھیتوں میں وبا آئی تو فرعونیوں کے کھیت جل گئے مگر بنی اسرائیل کے کھیت بچ رہے۔ چچڑی جوں کھٹل مینڈک اور خون کی کثرت ہوئی جس سے فرعونیوں کے درو دیوار، صحن، مکان، برتن، صندوق سب پر ہو گئے مگر بنی اسرائیل کے مکانات، صندوق، ظروف سب بچے رہے حالانکہ فرعونی اور بنی اسرائیل ملے جلے رہتے تھے۔ مگر دافع البلاء میں پڑھ کر دیکھو کہ بڑائی اور ادعاء کا کوئی حد وانتہاء نہیں مگر نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار طاعون قادیان میں پھیلا جس کی نسبت البدر مورخہ ۱۶ ۔اپریل میں یہ الفاظ شائع ہوئے کہ خود طاعون نے صفائی شروع کر دی اور مارچ واپریل ۱۹۰۴ء میں ۳۱۳، آدمی طاعون سے ہلاک ہوئے حالانکہ کل آبادی ۲۸۰۰ کی ہے۔ قادیان میں طاعون پھوٹنے کے بعد عجیب عجیب تاویلات ہوئیں:

اول تو یہ کہ طاعون قادیان سے نسبتاً محفوظ رہے گی (یہ تو اکثر دیہات اور شہروں کی نسبت کہا

جا سکتا ہے پھر وہ امتیازی نشان کا دعوی اور گھمنڈ کہاں گیا) ایسے تو اکثر گاؤں اور شہر ہیں پھر نشان کیا ہوا۔

دوئم یہ کہ قادیان میں طاعون جارف نہ ہوگا جو سخت تباہی کرنے والا ہوتا ہے۔

سوم یہ کہ انه آوی القریة میں قریہ کا لفظ ہے، قادیان کا نام نہیں اور قریہ قیرا سے نکلا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں یعنی وہ لوگ جو آپس میں مواکلت رکھتے ہیں، اس میں ہندو اور چوڑھے بھی داخل نہیں (تو گویا قرآن مجید میں و ان مّن قریة الّا خلا فیها نذیر ہے تو اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ ایک ایک گھر میں یا ایسے لوگوں میں جو آپس میں مواکلت رکھتے ہیں نذیر آئے اور ہندوؤں اور چوڑھوں میں نہیں آئے تو آپ کرشن کیسے بنے)۔ کیا تو گھمنڈ اور دعوی تھا، مگر الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ یہ مرزا اور اس کی جماعت ہی کا عمل ہے، چنانچہ البدر ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۴ء رقم طراز ہے:

> قادیان میں طاعون کی جو چند واردا تیں ہوئیں ہم افسوس سے بیان کرتے ہیں کہ سوائے اس کے کہ اس نشان سے ہمارے منکر، مکذب کوئی فائدہ اٹھاتے اور خدا کے کلام کی قدر اور عظمت اور جلال ان پر کھلتی انہوں نے پھر سخت ٹھوکر کھائی۔

پھر ۱۶ مئی کے پرچہ میں لکھتا ہے:

> قادیان میں طاعون حضرت مسیح کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہی ہے۔

خود محمد افضل اڈیٹر البدر بھی طاعون سے ہلاک ہوا۔ انّی احافظ کلّ من فی الدار۔ اب کہاں گئی وہ کشتی نوح جس میں بیٹھنے والے نجات یافتہ تھے۔ اس پیش گوئی کے متعلق جو جو رنگ بدلے گئے اور خلاف بیانیاں ہوئیں کچھ تو اوپر بیان ہو چکیں۔ ایک اور بھی قابل ذکر ہے۔ دافع البلاء میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ جو کوئی باہر کا آدمی قادیان میں آ جاتا ہے تو وہ بھی اچھا ہو جاتا ہے اور قادیان کو دارالامان اور طاعون سے محفوظ قرار دے کر ظاہر کیا گیا کہ دور دور سے بکثرت لوگ آ کر طاعون سے قادیان میں پناہ لیں گے۔ اس لئے توسیع مکانات کے واسطے چندہ کی درخواست پیش کی گئی اور چندہ آنے بھی شروع ہو گئے مگر جب اپنے ہوائی بلبلے پھوٹتے ہوئے نظر آئے تو ایک اعلان حسب ذیل شائع کر دیا۔

> چونکہ آج کل مرض طاعون ہر ایک جگہ بکثرت زور پر ہے اس لئے اگرچہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برعایت اسباب بڑا مجمع جمع ہونے سے پرہیز کیا جائے۔ اس لئے یہ قرین مصلحت ہوا کہ دسمبر کی تعطیلوں میں، جیسے کہ اکثر پہلے احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے اب کی دفعہ اس اجتماع کو بلحاظ مذکورہ بالا

ضرورت کے موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلاء سے ان کو اور ان کے اہل وعیال کو بچاوے۔

اگر ظاہر اسباب پر ہی مدار نجات تھا تو وہ فوق العادت اور معجزانہ حفاظت کہاں گئی جس کا اعلان اس قدر زور شور سے دافع البلاء میں شائع کیا گیا تھا اور دہریہ ونیچریوں کو جو ظاہری اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں مقابلہ پر للکارا گیا تھا۔

{ پیش گوئی متعلقہ مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

اگر مولوی ثناء اللہ صاحب سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں ان کو ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا اور آمدورفت کا کرایہ علیحدہ۔ (اعجاز احمدی)۔

مولوی ثناء اللہ نے کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کیلئے قادیان میں آئیں... ڈیڑھ سو پیش گوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب لے جائیں گے۔اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لئے ایک ایک روپیہ بھی اپنے مریدوں سے لونگا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا وہ سب ان کی نذر ہوگا۔ اور واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے۔

ا۔ وہ قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔

۲۔ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے تو وہ ضرور پہلے مریں گے۔

۳۔ اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہوگی۔ (اعجاز احمدی)

اس تحدی کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب قادیان پہنچے (اور جو باہم خط وکتابت ہوئی وہ پہلے نقل ہو چکی اس لئے یہاں حذف کی جاتی ہے۔ بہاء)۔

{ متفرق پیش گوئیاں

بعض پیش گوئیاں محض غلط ثابت ہوئیں مثلاً الکلب یموت علی الکلب والی، لک الخطاب العزت والی۔ قیصر ہند کے شکریہ والی۔ گر امیدے وہم مدار عجب والی، شیخ مہر علی کی ذلت اور عذاب والی جس کا اشتہار ۸ فروری ۱۸۹۳ء کو دیا گیا۔

سید امیر شاہ صاحب رسالدار میجر سردار بہادر کے فرزند ہونے کی نسبت جن سے پانچ سو روپیہ پیشگی لے کر ایک سال دعا میں وقف کرنے کا وعدہ کیا تھا اور جس کی تاریخ ۱۵۔ اگست ۱۸۸۸ء سے ۱۵۔ اگست ۱۸۸۹ء تک تھی۔ ان کے نام دعوی سے لکھا تھا کہ اگر آپ کی نسبت کوئی کھلی کھلی بشارت نہ ملی یا اس بشارت کے موافق نتیجہ ظہور میں نہ آیا تو پھر میری نسبت آپ جس طور کا بدعقیدہ چاہیں اختیار کریں۔ مگر اس تمام دعوی کا نتیجہ کچھ بھی نہیں ہوا۔

پیش گوئی متعلقہ زلزلہ ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۴ء کے بعد ایک تباہی خیز زلزلہ کی پیش گوئی عجیب عجیب رنگ آمیزیوں اور ذومعنی تشریحات کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔ اول تو براہین احمدیہ کے الہامات ذیل کو جو ۱۸۸۴ء میں شائع ہو چکی تھی اس زلزلہ پر چسپاں کیا گیا فلمّا تجلّی ربّہ للجبل جعلہ دکّا و اللّٰہ موھن کید الکافرین۔ پھر آمین محمود جو ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی تھی اس کے اشعار کو اس پر منطبق کیا:

کھڑی ہے سر پر ایسی ایک ساعت کہ یاد آجائے گی جس سے قیامت

اور نیز الہام ذیل کو جو الحکم ۳۰ مئی ۱۹۰۴ء کو شائع ہوا تھا اس زلزلہ کا مصداق ٹھہرایا..

عفت الدّیار محلّھا و مقامھا، حالانکہ اس کے ساتھ یہ نوٹ بھی تھا:

یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔

پھر ۱۹۰۵ء میں ایک اشتہار النداء شائع کیا جس میں یہ پیش گوئی شائع کی۔

پھر خدا تعالی نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی جو نمونہ قیامت اور ہوش ربا ہوگا۔

اور اسی سال اشتہار الانذار میں شائع کیا، تازہ نشان تازہ نشان.. زلزلۃ السّاعۃ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔

ساتھ ہی یہ ظاہر کیا کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت۔ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب ہوگا بہر حال وہ حادثہ زلزلہ ہو یا کچھ اور قریب ہو یا بعید پہلے سے بہت خطرناک ہے۔

بہار کی نسبت لکھا، ممکن ہے اس وحی کے اور کچھ معنی ہوں اور بہار سے کچھ اور مراد ہو۔ خدا تعالی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہار کے دن ہوں گے خواہ کوئی بہار ہو۔

۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر زلزلہ کی خبر بار سوم شائع کی، وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گذرا۔ میں چھپ کر آؤنگا اپنی فوجوں کے ساتھ اس وقت آؤنگا کہ کسی کو گمان بھی نہ ہوگا کہ ایسا حادثہ ہونے والا ہے۔

۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو شائع کیا پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی، بھونچال آیا اور شدت سے آیا، زمین تہ و بالا کر دی۔

۲۰ مارچ ۱۹۰۶ء کو ۲۸ فروری کے زلزلہ کے بعد شائع کیا۔ زلزلہ آنے کو ہے اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ وہ زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ابھی آیا نہیں، بلکہ آنے کو ہے اور یہ زلزلہ اس کا پیش خیمہ ہے جو پیش گوئی کے مطابق پورا ہوا۔

ان تمام پیش گوئیوں میں امورات ذیل قابل غور ہیں:

اول۔ جو الہامات زلزلہ کی بابت براہین میں شائع ہوئے ان کی بابت ۲۵ سال یہ سمجھ میں نہ آیا کہ وہ زلزلہ کی نسبت ہیں بلکہ عفت الدّیار محلّھا و مقامھا کے معنی الحکم ۳۰ مئی ۱۹۰۴ء میں یہ شائع کئے گئے کہ طاعون ہر جگہ پڑے گی اور سخت پڑے گی، اور بعد میں اس کے معنی زلزلہ کئے گئے۔ پھر یہ کیسے یقین کیا جائے کہ عقائد جدیدہ جو الہامات کی بنا پر آپ نے قائم کئے وہ غلطی سے خالی نہیں۔

دوم۔ سابقہ پیش گوئیوں اور تفہیمات کے غلط ثابت ہونے پر جب آپ نے زلزلہ کی پیش گوئیوں میں یہاں تک احتیاط کیا کہ

زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی شدید آفت،

وہ قریب یا بعید،

بہار سے مراد بہار ہے یا کچھ اور۔

اور اگر بہار مراد ہے تو یہی بہار مراد ہے یا کوئی اور۔

پھر جن الہامات کی بنا پر آپ تمام مسلمانوں کو غیر ناجی اور خارج از اسلام قرار دیتے اور تمام بنی نوع کو جہنمی بتلاتے ہیں ان میں کیوں تاویل نہیں کرتے، خاص کر جب کہ وہ ربوبیت عامہ اور رحمانیت اور رحیمیت تامہ خداوند عالم کے منافی ہیں۔

سوم۔ مسیح کی پیش گوئیاں متعلقہ زلزلہ انجیل میں موجود ہیں ان کی نسبت یہ کیوں لکھا تھا کہ یہ بھی کوئی پیش گوئیاں ہیں کہ زلزلہ آئے گا اور مری پڑے گی۔

اور اب اپنی پیش گوئیوں کے متعلق زلزلہ و طاعون کو کیوں عظیم الشان ظاہر کیا جاتا ہے۔

} نمونتاً جو مذکورہ بالا پیش گوئیوں پر غور سے نظر کی گئی تو صاف معلوم ہوا کہ جس دعوی اور تحدی کے ساتھ پیش گوئیاں شائع کی گئی تھیں ویسا کسی ایک میں بھی ظہور نہ ہوا۔ شروع میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کا ظہور نہایت ہی حیرت انگیز اور عبرت خیز طریق پر ہوگا جس سے جھوٹے اور سچے میں صاف امتیاز ہو جائے گا مگر ہر پیش گوئی میں نتیجہ برعکس ہی ہوتا رہا اور وہ ان شیطانی الہامات کا مصداق ثابت ہوئیں جن میں کوئی جزو پورا ہو جایا کرتا ہے اور اکثر حصہ جھوٹ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیات ذیل سے ثابت ہوتا ہے:

قل ھل انبئکم علی من تنزّل الشّیاطین۔ تنزل علی کلّ افاکٍ اثیم۔
یلقون السّمع و اکثرھم لکاذبون۔

ان پیش گوئیوں کے واقعات سے یہ بھی ثبوت ملتا ہے کہ مرزا کی دعائیں مردود ہوتی رہیں۔ چنانچہ بشیر موعود کے بارہ میں قبل از وقت اور نیز ایام بیماری میں بے حد دعائیں کی گئیں مگر سب مردود ہوئیں۔

پھر عبداللہ آتھم کی وفات کی نسبت بے حد دعائیں کی گئیں مگر سب مردود ہوئیں۔

آسمانی منکوحہ، ذلت مولوی محمد حسین بٹالوی و ملا محمد بخش وابوالحسن تبّتی کے واسطے، نشان آسمانی میعادی سہ سالہ کے لئے، اور حفاظت قادیان کے لئے بے حد دعائیں کیں تاکہ مرزا کا جلال دنیا پر ظاہر ہو، مگر سب مردود ہوئیں بلکہ ہر پیش گوئی کے انجام پر مرزا کی سخت ذلت ہوتی رہی۔

سید امیر شاہ رسالدار میجر سے ۵۰۰ روپئہ پیشگی لے کر پوری جدوجہد کے ساتھ ایک سال تک فرزند نرینہ کے واسطے دعائیں کیں مگر سب مردود رہیں

و ما دعاء الکافرین الّا فی ضلال

اس معیار کے لحاظ سے مرزا کے کفر کا ایک ثبوت ملتا ہے۔ پھر ان تمام پیش گوئیوں میں سفید جھوٹ متضاد بیانات اس کثرت سے ہیں کہ مرزا قادیانی کا کذاب ہونا صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔

بے حیائی بھی ایسی ہے کہ جہاں ایک پیش گوئی غلط ثابت ہوتی نظر آئی فوراً تاویل

کر دی اور آئندہ کے واسطے اور میعادی پیشگوئی زیادہ زور اور تحدی سے شائع کر دی کہ اگر یہ جھوٹی ثابت ہو تو مرزا کو کذاب، دجال، ملعون، اور کافر سمجھا جائے۔ فالحمد للہ کہ ایسا ہی ثابت ہوتا رہا۔

پھر آخر کار زلزلہ کی پیش گوئیوں میں عجیب رنگ آمیزیاں کیں کہ نہ زلزلہ کا یقین ہے، نہ اس کے وقت کا، نہ لفظ بہار کا، نہ زلزلہ کی تعداد کا۔ ۲۸ فروری کو شائع کر دیا کہ وہ تباہی خیز زلزلہ آنے کو ہے پھر جب تاخیر ہوتی گئی تو شائع کر دیا کہ اس زلزلہ میں تاخیر ہوگئی۔ سچ ہے:

يعد هم و يمنّيهم و ما يعد هم الشّيطا ن ا لّا غرورا۔ شیطان ان کو وعدے دیتا اور امید دلاتا ہے مگر شیطان جوان کو وعدے دیتا ہے وہ جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔

☆ مرزا دجال کذاب ہے

(ڈاکٹر عبدالحکیم کہتے ہیں) یہاں تک تو صاف طور پر ثابت ہو چکا کہ مرزا ایک سخت عیار، مسرف، کذاب، خائن، آرام پسند، شکم پرور، بدفہم، بدعقل، تنگ ظرف، بے حیا، مغلوب الغضب، متکبر، خود پسند، خودستا، شیخی باز، بدچلن، سنگدل، فحش گو اور بدظن انسان ہے۔ خداوند عالم، انبیاء.. اور کتب سماوی کی تحقیر و توہین کرتا ہے اور سوائے اپنی بڑائی اور کبریائی کے اس کا کوئی اور مشن نہیں۔ پس ایسا انسان ایک نبی یا مجدد یا امام یا بزرگ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اب میں ذیل میں چند آیات و احادیث مختصراً پیش کرتا ہوں جن سے مرزا کا دجال کذاب ہونا صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔

دجالوں کی بڑی علامتیں حدیث صحیح میں یہ مذکور ہوئی ہیں کہ وہ جھوٹے ہوں گے اور دعوی نبوت کریں گے۔ مرزا کا کذاب ہونا تو بخوبی ثابت ہو چکا ہے اس جگہ اس کے دو اور سفید جھوٹ جو انبیاء کی نسبت ہیں بیان کئے جاتے ہیں۔ ازالہ کے صفحہ ۶۲۹ پر شائع کیا گیا کہ سلاطین اول ۲۲: ۱۹ میں ہے،

ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اسکی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی۔

حالانکہ وہ بعل کے پجاری اور جھوٹے نبی تھے۔ چنانچہ سلاطین اول: ۳۱: ۱۹ سے ظاہر ہے کہ ایلیا نبی نے ان سب کے خلاف فرمایا کہ

بادشاہ کی بیگم نے فلاں غریب ہمسایہ کی زمین جور وستم سے لے کر اور اس کو تہمت دے کر قتل کرایا ہے اس لئے جس جگہ کتوں نے نبات کا لہو چاٹا ہے اسی جگہ تیرا، ہاں تیرا بھی

لہو کتے چاٹیں گے ۔خداوند ایزبل کے حق میں بھی فرماتا ہے کہ یزاعبل کی دیوار کے پاس اس کو کتے کھائیں گے ۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔سلاطین اول : ۱۸: ۴۰ سے ظاہر ہے کہ ایلیا نبی نے ان ساڑھے چار سو نبیوں کو قتل کیا۔

یہ سفید جھوٹ مرزا نے تقریر دل پذیر بر وفات بشیر کے صفحہ ۷ کے حاشیہ میں بھی درج کیا ہے۔

پھر اپنی مشیخت کی ازالہ اوہام میں دلیل پیش کی کہ موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں مسیح آئے تھے اسی طرح یہ مثیل مسیح بھی مثیل موسی یعنی محمد ﷺ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا ہے دعوی نبوت ۔ اس کا ثبوت بھی پیش کیا جا چکا ہے ۔ اخبارات الحکم والبدر آپ کے خاندان کو خاندان رسالت لکھتے اور آپ کی بیوی کو ام المؤمنین کا لقب دیتے ہیں ۔ قادیان کو تخت گاہ رسول قرار دیا گیا بلکہ مرزا نے یہاں تک لکھا کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔

دجال کی نسبت احادیث میں ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہونے پائیگا۔

۳۔ المسیح الدجال۔اس کے خلاف ایک دعا تلقین فرمائی گئی ہے جو حسب ذیل ہے:

اللّٰھم انّی اعوذ بک من عذاب القبر و اعوذ بک من فتنۃ المسیح الدّجال و اعوذ بک من فتنۃ المحیا و المماتِ اللّٰھم انّی اعوذ بک من الماثم و المغرم ۔

یہ تمام حدیث مرزا قادیانی کی دجالیت کی طرف صاف دلالت کرتی ہے کیونکہ مرزا کے ساتھ وہ تمام فتنے پیدا ہوئے جو دجال کیساتھ مذکور ہیں۔

اول تو گناہ اور بدکاری کا فتنہ جیسا کہ خود مرزا کی ذات میں شکم پرستی، آرام طلبی، خیانت، اسراف، کذب، بددیانتی ، بے حیائی، تکبر، خلاف بیانی، افتراء اور مشیخت وغیرہ کا ثبوت دیا جا چکا ہے اور مرزائیوں کی نسبت خود مرزا نے ان کی درندگی، وحوش طبعی ، بدتہذیبی ، بدکلامی، سبّ وشتم اور فحش گوئی کا ذکر شہادت القرآن کے آخری اشتہار میں کیا ہے اور حکیم نورالدین کی رائے لکھی ہے کہ یہ لوگ یہاں آکر بجائے درست ہونے کے زیادہ خراب ہو جاتے ہیں اور آپس میں ذرہ بھی پاس اور لحاظ نہیں رکھتے ہیں لہذا یہ سالانہ جلسہ بند کیجئے اور مریدوں کا اس طرح جمع ہونا بند فرمایئے ۔ پھر انھی کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ میری جماعت موسی کی جماعت سے ہزاروں درجہ بڑھ کر ہے ان میں

صحابہ کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ سچ ہے دروغ گورا حافظہ نباشد۔

دوم چٹیوں کا فتنہ ۔ چنانچہ طرح طرح کے چندوں کا باران کی حیثیت سے بڑھ کر ان پر ڈالا اور ان غریبوں کے خون سے کیوڑا، عنبر، مشک، بید مشک اور مفرحات اور مقویات کی بھرمار رہتی ہے، بیوی سونے کے زیورات سے لدگئی ۔ مکانات وسیع ہو گئے۔ بیٹھے بٹھائے قورما، پلاؤ، بافراط کھایا جاتا ہے اور حکم جاری کیا گیا ہے کہ جو شخص تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے وہ جماعت سے خارج کیا جائے گا۔

سوم، حیات وممات کا فتنہ بھی اسی مسیح الدجال کے ساتھ پیدا ہوا۔

چہارم، اس حدیث میں جملہ المسیح الدجال صفت موصوف واقع ہوا ہے یعنی وہ نام کا مسیح جو حقیقت میں دجال ہے، کیسا مرزا پر صادق آتا ہے کہ دعوی مسیحیت کا اور افعال دجالی ہیں۔

۴ ۔ تمیم داری والی حدیث جو بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے اس کے آخری لفظ خروج دجال کی نسبت یہ ہیں۔

نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے، نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے، نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے۔ پھر حضرت ﷺ نے مشرق کی طرف اشارہ بھی کیا۔

چنانچہ قادیان جو مرزا کا مولد ہے مدینہ سے بجانب مشرق واقع ہے۔

مرقس ۱۳: ۲۲ میں ہے:

اور جھوٹے مسیح اٹھیں گے اور نشان وکرامتیں دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے اور اس وقت انسان کے بیٹے کو بادلوں پر بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آتے دیکھیں گے۔

Then , if anyone says to you, 'Look, here is the Messiah!' or, 'Look, there he is!- do not believe him. For false Messiahs and false prophets will appear. They will perform miracles and wonders in order to deceive even God's chosen people, if possible. Be on your gaurd! I have told you everything before the time comes. (Mark : 21-23)

انجیل میں ایک دوسرے مقام پر ہے:

پس اگر وہ تمہیں کہیں دیکھو وہ جنگل میں ہے تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھڑی میں ہے تو باور مت کرو کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندتی ہے اور پچھم تک چمکتی ہے ویسا ہی

انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہوگا۔

پس مرزا قادیانی جو نشان اور کرامتوں کا گھمنڈ کرتا ہے وہ جھوٹا نبی ہے کیونکہ اس کا ظہور اس قدرت اور جلال کے ساتھ نہیں ہوا جیسا کہ مسیح کی آمد ثانی کے ساتھ لازمی ہے اور نہ اس کی وہ علامات ہیں جو احادیث صحیحہ میں مسیح موعود کی نسبت مذکور ہیں۔ مثلاً ان کے نزول سے پیشتر امام مہدی کا موجود ہونا، مسلمانوں میں مال کی افراط ہونا، مسیح موعود کا ابن مریم نبی اللہ ہونا۔ ان کا منارہ شرقی دمشق پر دو زرد چادروں میں دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترنا۔ ان کا حج کرنا، روضہ رسول اللہ ﷺ میں آپ کی قبر کے نزدیک مابین ابوبکر و عمر مدفون ہونا۔ اور باہمی بغض وحسد کا دور ہو جانا۔

شرح السنہ میں ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ کہ میری امت میں سے ستّر ہزار لوگ دجال کے تابع ہو جائیں گے جن کی پوشاک بڑی لمبے لمبے سبز کپڑے ہوں گے۔ چنانچہ امت محمدیہ میں سے اسی مسیح دجال کے تابع ستّر ہزار لوگ ہو چکے ہیں جن میں چغہ پوش مولوی بھی ہیں۔

حدیث ابوداؤد و ترمذی میں ہے:

انّه سیکون فی امّتی کذا بو ن ثلا ثون کلّھم یزعم انّه نبیّ اللّه و انا خا تم النبیّین لا نبیّ بعدی۔

پھر ایک حدیث متفق علیہ کے یہ الفاظ ہیں:

د جّا لون کذا بو ن قر یب من ثلا ثین کلّھم یزعم انّه رسول اللّه۔

☆ بروئے حدیث مرزا، مسیح موعود نہیں

مسیح موعود کی علامات جو احادیث میں بیان ہوئی ہیں مرزا میں نہیں پائی جاتیں۔ مثلاً

{ ان کا نام عیسی بن مریم ہونا۔ مرزا کا نام نہ تو عیسی ہے نہ اس کی ماں کا نام مریم۔

{ ان کا حکم وعدل ہونا، کسر صلیب کرنا، الخنزیر کو قتل کرنا اور جزیہ موقوف کرنا۔

یہ تمام امور ان کی سلطنت ظاہری پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ حکم وعدل وہی ہو سکتا ہے جو بادشاہ وقت ہو، کسر صلیب وہی کر سکتا ہے تمام سوروں کو مروا سکتا اور جزیہ موقوف کر سکتا ہے۔ مرزا کی تعلیمات سے تو اختلافات اور زیادہ سخت ہو گئے۔ تیرہ سو سال میں جو مسلمان تیار ہوئے تھے

سب کافر بن گئے۔ صلیبی مذہب بڑے زور کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے۔ ہزاروں صلیبیں نئی قائم ہو رہی ہیں۔ غذا کے واسطے خنزیر بکثرت پالے جا رہے ہیں۔ حکم وعدل کے الفاظ سے اگر محض نظری فیصلہ سمجھے جائیں تب بھی مرزا ان کا مصداق نہیں کیونکہ جس قدر اختلافات کے فیصلے امام اعظم کر گئے، مرزا نے ان کا ہزارواں حصہ بھی نہیں کیا۔ کسر صلیب سے مراد اگر دلائل سے عیسویت کو باطل کرنا لیا جائے تو کیا قرآن مجید نے اس کے ابطال میں کوئی کمی چھوڑی ہے۔

} مسیح کے وقت میں مال کی اس قدر کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا۔ مسلم کی دوسری حدیث میں ہے کہ انسان اپنے مال سے زکوۃ نکالے گا تو کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ مگر اس وقت مسلمان تمام قوموں سے زیادہ مفلس اور نادار ہیں، اور مرزا بجائے اس کے کہ اوروں کو مال تقسیم کرے، خود اپنے واسطے ہاتھ پھیلائے رہتا ہے اور زکوۃ کا مال اپنی کتابوں کے واسطے مانگتا ہے۔ پھر قدیم چالاکی کی رو سے مال کے معنی علوم ومعارف کر کے اس حدیث کو ٹالنا چاہتا ہے۔

} مسیح کے زمانہ میں باہمی بغض وحسد دور ہو جائے گا۔ انسان کے بچے سانپوں کے ساتھ اور شیر بکری کے ساتھ کھیلیں گے۔ تعصب کی زہریں نکل جائیں گی اور ایک بھائی دوسرے بھائی پر نیک ظن پیدا کرے گا۔ مگر مرزا قادیانی کے عالم گیر تنفر اور تکفیر کی تعلیمات نے تباغض اور تحاسد کی ایسی تخم ریزی کر دی ہے کہ گزشتہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

} مسیح روضہ رسول میں مدفون ہوں گے۔

حدیث مشکوۃ میں ہے کہ میں اور عیسی، ابوبکر وعمر کے درمیان سے اٹھیں گے۔ ابن مودود سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک میں اب تک ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ عائشہ صدیقہؓ نے درخواست کی تھی کہ یا حضرت میں بھی آپ کے پہلو میں مدفون ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ یہاں تو میں، ابوبکر، عمر اور عیسی ابن مریم مدفون ہونگے۔ خود مرزا نے ازالہ اوہام میں درج کیا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ روضہ رسول کی خالی زمین پر سرکنڈا مار کر کہہ رہا ہے کہ یہ تیرے دفن ہونے کی جگہ ہے۔ مگر جب دیکھا کہ میری شرارتیں مسلمانوں کو معلوم ہو چکیں اور مجھ پر عام طور پر کفر کے فتوے لگ چکے۔ ظاہرا طور پر روضہ رسول میں دفن ہونا تو درکنار حج کرنا بھی محال ہو گیا ہے تو جھٹ کذابانہ طریق پر دوسرا پہلو اختیار کر لیا اور لکھ دیا کہ یہ مسلمانوں کی غلطی ہے کہ مسیح، آنحضرت ﷺ کی قبر میں دفن کیا جائے گا۔ لیکن وہ اس بے ادبی کو نہیں سمجھتے کہ ایسے نالائق اور بے ادب انسان کون ہونگے کہ جو آنحضرت ﷺ کی قبر کھودیں گے اور پاک نبی کی

ہڈیاں لوگوں کو دکھائیں گے۔

} حدیث رزین میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہوگی جس کے اول میں، میں ہوں، بیچ میں مہدی اور آخر میں عیسیٰ ۔ پھر حدیث مسلم میں ہے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا اور قیامت تک غالب رہے گا۔عیسی بن مریم انہیں میں نازل ہوں گے ۔ گروہ کا امیر کہے گا آیئے نماز پڑھایئے۔ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے نہیں تم آپس میں ایک دوسرے کے امیر ہو۔ یہ خدا نے اس امت کو اکرام دیا ہے۔

ان حدیثوں کے خلاف مرزا نے یہ عجیب چالا کی کی کہ لا مھدی الّا عیسی جو ایک وضعی قول ہے پیش کر کے ان کو غیر صحیح قرار دے دیا اور نعمت اللہ ولی کے شعر میں مہدی اور عیسی دو ہونا صاف ظاہر ہے،مگر عجیب چالاکی سے ان کو ایک ہی بنائے گئے وہ شعر یہ ہے :

مہدی وقت وعیسی دوراں　　　ہر دو را شہسوار می بینم

ایسا ہی حدیث صحیح میں ہے:

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اما مکم منکم۔

اس کے واؤ کو بیانیہ قرار دے کر عیسی بن مریم اور امام کو ایک قرار دے دیا۔

} حدیث میں ہے کہ مسیح

فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھرودتین وا ضعاً کفّیہ علی اجنحۃ ملکین ۔ پس نازل ہوگا سفید منارہ کے قریب جو دمشق کے مشرق میں ہے درمیان دو زرد چادروں کے ہوگا اور اپنی ہتھیلیاں دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے ہوگا۔

} احمد وابن جریر نے ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت مسیح مقام روحاء میں آکر حج اور عمرہ کریں گے ۔ مگر مرزا تو کیا اس کی جماعت کا بھی کوئی فرد بشرحج نہ کرسکا مولوی عبداللطیف جو کابل سے بارادہ روانہ بھی ہوا تھا وہ قادیان پہنچ کر حج سے محروم رہا۔

☆ چند دلائل مرزا کی تردید

یعنی ان دلائل کا رد جو مرزا اپنے دعاوی کے ثبوت میں پیش کرتا ہے اور جن کو میں (عبدالحکیم) نے بھی حسن عقیدت کی وجہ سے اقتباس کے طور پر اپنی تفاسیر میں درج کر دیا تھا۔

اول ۔ وہ دلائل جن سے مسیح کا فوت ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

دوم، وہ دلائل جن سے یہ ثابت کیا گیا کہ یہ زمانہ قرب قیامت اور نزول مسیح کا ہے۔

چونکہ ان دونوں قسم کے دلائل کا خاص مرزا کی ذات سے کوئی تعلق نہیں اس لئے ہم سردست ان کے موافق یا مخالف کچھ نہیں لکھتے بلکہ اصل الفاظ پیش گوئیوں پر ہی جو پیش کئے جا چکے ہیں قناعت کرتے ہیں کیونکہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں اور یہ زمانہ ظہور مسیح کا ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ مرزا مسیح ہے۔ بلکہ نزول مسیح سے پیشتر جھوٹے نبیوں اور مسیحوں کا ظاہر ہونا لازمی ہے جیسا کہ خود مرزا، مہدی سوڈانی۔ مہدی سومالی ۔ مسٹر ڈوئی و پکٹ وغیرہ ہیں۔

سوم ۔ وہ دلائل جن کو مرزا نے خاص اپنی ذات سے منسوب کیا ہے۔

ا۔ ولو تقوّل علينا بعض الاقاويل لاخذنا منه باليمين ثمّ لقطعنا منه الوتين (۶۹: ۴۷)۔

اس آیت سے مرزا قادیانی اپنی نسبت اس طرح پر استدلال کرتا ہے کہ کوئی جھوٹا نبی ۲۳ سال سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا جو زمانہ نبوت محمدی ﷺ کا ہے۔ یہ معنی غلط ہیں کیونکہ بہت سے مفتری ۲۳ سال سے زیادہ رہے مثلاً ابن صباح، وغیرہ۔ اس آیت کے بس یہی معنی ہیں کہ مفتری کا تار پود آخر کار ٹوٹ جاتا ہے اور ان کا کارخانہ آخر کار تباہ ہو جاتا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے مسیلمہ کذاب کے جواب میں لکھا تھا والعاقبة للمتّقين ۔

} حدیث دارقطنی

تحقیق مہدی کی تصدیق کے واسطے دو نشان الٰہی ہیں جب سے آسمان زمین پیدا کئے گئے وہ دونوں نشان کسی کی تصدیق کے واسطے نہیں ہوئے۔ چاند گرہن پہلی رات ماہ رمضان میں، سورج گرہن نصف میں۔

اس سے تمام مدعی نبوت جو ایسے وقت میں ظاہر ہوئے مثلاً مرزا، مہدی سوڈانی وغیرہ سچے ثابت نہیں ہو سکتے (جھوٹے نبی جو ۲۳ سال سے زیادہ بعد دعوی نبوت والہام زندہ رہے، عبداللہ مہدی، زمانہ مہدویت ۴۴ سال سے زیادہ۔ حسن بن صباح زمانہ ولایت وحکومت ۳۵ سال ۔ عبداللہ بن تومرت زمانہ نبوت ۳۵ سال ۔ابن اثیر)

اور کذاب تو کسی طرح مہدی ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ مومن میں

اور خصلتیں ہوسکتی ہیں مگر جھوٹ نہیں ہوسکتا۔

{ حدیث جواہرالاسرار

جواہرالاسرار ۸۴۰ھ میں تالیف ہوئی۔ اس میں حدیث ہے کہ مہدی ایک گاؤں سے، جس کا نام کدعہ ہے، نکلے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو سچا کرے گا اور اس کے اصحاب بڑے دور دراز شہروں سے اہل بدر کی تعداد پر، جو ۳۱۳ ہیں، جمع کرے گا اور اس کے پاس ایک کتاب مختوم ہوگی جس میں اس کے اصحاب مخلصین کا شمار معہ ان کے ناموں اور شہروں اور عادتوں کے درج کرے گا۔ اس حدیث میں مرزا نے بہت سے تصرفات کئے۔

اول تو لفظ کرعہ کو کدعہ بنایا تاکہ قادیان سے مشابہ ہو جاوے۔

دوم کتاب مختوم کا ترجمہ کتاب مطبوعہ کیا گیا۔

سوم اصل فہرست جو آئینہ کمالات میں شائع ہوئی ۳۲۷ نام تھے۔ پھر اس حدیث کے علم کے بعد تراش خراش کرکے ۱۸۹۶ء میں ضمیمہ انجام آتھم میں ۳۱۳ کر دیئے (۱۷ نام فوت شدوں کے بھی درج کئے گئے)۔

۴۔ گلاب شاہ اور حضرت کوٹھے والے مرحوم کے الہامات خود مرزا صاحب ہی کے قلمبند کردہ اور شائع کردہ ہیں جب ان کے بہت سے افتراء اور کذب معلوم ہو چکے تب یہ شہادت متعلقہ خود کیسے قابل تسلیم ہوسکتی ہے۔

{ بعض الفاظ حدیث وقرآن سے آپ کا استنباط۔

یہ محض بے بنیاد بات اور خیالی کھیل ہے اس طرح پر ہر زمانہ کے واسطے تواریخ مستنبط ہوسکتی ہیں۔ مثلاً قاضی فضل احمد نے مرزا کی پیدائش کا سن (۱۲۵۹ھ) الا فی الفتنۃ سقطوا اور بلوغ کا سن (۱۲۷۵ھ) شباب ظلم ثابت کیا۔ مولوی عبدالکریم کی وفات کا سن اعد له عذاباً الیماً اور، مریا مردود نہ فاتحہ نہ درود، شائع کئے۔

مرزا کی یہ عجیب چال ہے کہ جن احادیث کو وضعی اور ناقابل اعتبار قرار دے کر وجود مہدی سے انکاری ہوا تھا، انہیں کو اپنے دعاوی کے ثبوت میں پیش کرتا ہے اور علماء کے ساتھ جب کبھی بحث کا موقع ہو تو وفات مسیح کے ہی متعلق گفتگو شروع کر دیتا ہے۔

{ معجزات پیش گوئی اور تصنیفات

ان پر مرزا کو بڑا ناز ہے ان کی حقیقت خوب منکشف ہو چکی۔

☆ قادیانیوں کی چند مذبوحی حرکات

یعنی الذکر الحکیم نمبر ۴ کے جواب میں مرزا اور مرزائیوں کی چند مذبوحی حرکتیں

حرکت اول: مرزا کے الہامات۔

اللہ تعالیٰ اس (عبدالحکیم پٹیالوی) کو سلامت نہیں رکھنا چاہتا انا اخذ ناہ بعذاب الیم ۔(الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۶ء)۔

ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ الہامات ہوئے:

ولمن خاف مقام ربّہ جنّتان۔ سرداد، نہ داد دست در دست یزید

حرکت دوم۔ مرزا قادیانی کا کہنا ہے:

یہ نادان کہتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہیں اور کچھ کام نہیں کرتے مگر وہ خیال نہیں کرتے کہ مسیح موعود کے متعلق کہیں یہ نہیں لکھا کہ وہ تلوار پکڑیگا اور نہ یہ لکھا ہے کہ وہ جنگ کرے گا بلکہ یہی لکھا ہے کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے یعنی وہ اپنی دعا کے ذریعے سے تمام کام کرے گا۔ اگر میں جانتا کہ میرے باہر نکلنے اور شہروں میں پھرنے سے کچھ فائدہ ہوسکتا ہے تو میں ایک سیکنڈ بھی یہاں نہ بیٹھتا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ پھرنے میں سوائے پاؤں گھسانے کے اور کوئی فائدہ نہیں اور یہ سب مقاصد جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں صرف دعا کے ذریعہ سے حاصل ہوسکیں گے۔

یہ تمام عبارت ایک سفید جھوٹ اور شرمناک چال ہے اشاعت اسلام کے لئے گھر سے نکلنے اور واعظین بھیجنے کا نام تلوار اٹھانا رکھا گیا۔ شاباش۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

اگر گھر سے باہر نکلنا عبث پیر گھسانا ہے اور آپ کے تمام کام دعا سے چل سکتے ہیں تو آپ نے بیوی کی خاطر دہلی کا سفر کیوں کیا۔ دہلی کو ہی قادیان کیوں نہ بلا لیا۔ کیا محض دعاؤں سے نذرانوں کا پورا سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا؟ پیٹ بھرنے کے واسطے دانت گھسائی کیوں کی جاتی ہے؟ کیا دعاؤں سے پیٹ نہیں بھر سکتا؟ اگر محض دعاؤں سے آپ کے سارے کام چل سکتے ہیں تو اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ پتنگ بازی کیوں کی جاتی ہے؟ اور فرحت کے واسطے مشک و عنبر کیوڑا اور بید مشک کیوں خراب کئے جاتے ہیں؟ مہمانوں کے واسطے مکانات کیوں وسیع کئے جاتے ہیں؟ چندہ مینار، چندہ کتب، چندہ مسجد، چندہ توسیع مکان، چندہ سکول، چندہ لنگر، چندہ مہمانان کے

واسطے کیوں بار بار ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں ۔ کیا انبیاء علیہم السلام کو دعائیں کرنی نہیں آتی تھیں؟ پھر کیوں انہوں نے خدا کے راستہ میں پیر گھسائی کی؟ گھر بار چھوڑے، اور عیش و تنعم کو ترک کیا؟ کیا وہ (نعوذ باللہ) پاگل تھے یا آپ پاگل ہیں؟

حرکت سوم ۔ جب مرزائیوں سے سوال کیا جائے کہ مرزا قادیانی نے اسلام اور دنیا کے واسطے کیا کیا؟ کس قدر نئے مسلمان کئے؟ کتنی بدرسومات دور کیں؟ بحیثیت حکم کتنے اختلافات اسلامی کو رفع کیا؟ یا کم از کم کس قدر اختلافات پر فیصدی فیصلہ لکھے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ ایک دو لاکھ اشخاص جو ان کی جماعت میں داخل ہیں انہیں مسلمان کیا ہے۔

سبحان اللہ! کیا تیرہ صدیوں میں جو مسلمان مرزائی عقاید سے محروم گذر گئے وہ مسلمان نہ تھے؟

حرکت چہارم ۔ الحکم مورخہ ۱۰ جون ۱۹۰۶ء میں (عبدالحکیم سے) چند سوالات

۱۔ کیا سنت اللہ یوں بھی واقع ہوئی ہے کہ کوئی نبی یا مامور کسی وقت کسی قوم کی طرف مامور ہوا ہو اور پھر اللہ تعالی نے اس کو معزول کر دیا ہو؟

۲۔ کیا قرآن شریف میں اس کی کوئی نظیر آپ پیش کر سکتے ہیں؟

۳۔ جن آیات سے آپ نے حضرت مسیح موعود کی صداقت کا استنباط کیا ہے کیا ان آیات سے اب بھی وہی مضمون نکلتا ہے یا نہیں؟ اور وہ آیات حضرت مسیح موعود کی سچائی کی مثبت ہیں یا نہیں؟

۴۔ جس قدر لوگوں کو آپ نے اس تفسیر کے ذریعہ گمراہ کیا ہے (کیونکہ اب یہی کہا جاوے گا) اس کی تلافی کیونکر ممکن ہوگی؟

جواب ۔ اول تو ایسے سوالات کرنے کا حق مرزا یا مرزائیوں کو مطلق حاصل نہیں کیونکہ خود مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں ایک کروڑ مسلمانوں کا اس وقت اہل الہام ہونا ظاہر کیا، پھر اب ان تمام کو کافر اور غیر ناجی قرار دیا جا رہا ہے۔

مرزا قادیانی نے عباس علی صوفی کی بابت الہام شائع کیا اصلھا ثابت و فرعھا فی السّماء ۔ پھر وہ مرزا کا مخالف ہوا۔

مرزا قادیانی نے مسیح علیہ السلام کے نشانات کو مکروہ اور قابل نفرت بیان کیا۔

مرزا قادیانی کو آسمانی منکوحہ کی نسبت وعدہ ملا کہ خدا اس کو واپس لائے گا تیرے پاس، اور اللہ ان تمام کے مقابلہ پر تیرے لئے کافی ہے۔ مگر وہ وعدہ جھوٹ ثابت ہوا۔

منشی الہی بخش اکاؤنٹنٹ کو بے شر انسان اور ملہم من اللہ مان کر اس کی کتاب کو، جو سراسر

قرآن وحدیث ہے، اور زہر بتلایا۔

میری تفسیر کی بابت پہلے شائع کیا، شیریں بیان ہے نکات قرآنی خوب بیان کئے ہیں عمدہ ہے دل سے نکلی اور دلوں پر اثر کرنے والی ہے۔ مگر اب مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ اس میں روحانیت نہیں۔ عبدالحکیم اس کا اہل نہ تھا اس کا دیکھنا تضیع اوقات ہے۔

دوم۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حسن ظنی کے طور پر براہین احمدیہ کا اشتہار دیکھ کر میں معتقد ہوا تھا کہ اسلام کی فضیلت وحقانیت تمام ادیان عالم پر تین سو قوی اور بے نظیر دلائل سے مرزا کے ہاتھ پر ثابت ہوگی۔ بیس سال تک ان کے انتظار میں خاموش رہا۔ حسن ظنی کی وجہ سے ان کے موافق خوابات بھی مجھ کو آتے رہے جیسا کہ تثلیث پرستوں کو مسیح کی خدائی کی نسبت آیا کرتے ہیں اور مشرکین کو اپنے اپنے بتوں اور اوتاروں اور دیویوں اور دیوتاؤں کی نسبت اور ان میں بعض اجزاء سچی پیش گوئیاں ثابت ہوتی ہیں.. ایسا ہی مرزا کے الہامات میں بعض اجزاء پورے ہو جاتے اور اکثر غلط نکلتے ہیں جیسا کہ بطور نمونہ بعض پیش گوئیوں کا بیان کیا جا چکا۔ آخر کار جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بجائے حمایت اسلام کے مرزا قادیانی تو اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ رہا ہے، خداوند عالم کی عظمت وجلال ظاہر کرنے کی بجائے اپنی خدائی قائم کر رہا ہے، انبیاء کے بروز ہونے کا دعوی کر کے اپنی نفس پرستی اور شکم پروری، خلاف عہدی، کذب، تکبر، سنگدلی، بے رحمی، ذاتی مشیخت، بدعقلی، بدفہمی، توہین باری تعالی، توہین اسلام کر رہا ہے، قرآنی آیات بینات اور احادیث صحیحہ سے نہ صرف اعراض کرتا بلکہ تاویلوں سے شاعرانہ طور پر نئے نئے معنی گھڑتا ہے، تب میں چونکا اور خواب غفلت سے بیدار ہوکر جو غور کیا تو خط وکتابت کی۔ اور مخالف تصانیف کو دیکھا تو ثابت ہوا کہ تمام مرزائی تار و پود نفسانی اغراض کے واسطے ایک سخت دجل ہے اور اسلام کا سخت دشمن۔ جو دلائل از روئے قرآن وحدیث میں نے مرزا کی تائید میں مرزائی تصانیف سے اقتباس کر کے اپنی تفاسیر میں درج کئے تھے وہ غلط تھے۔ مرزا قادیانی نے ان میں بڑے دھوکے دیئے ہیں۔ موضوع احادیث پر تک بندیاں کر کے صحیح احادیث کو ردّ کیا ہے۔ شاعرانہ رنگ میں اصل الفاظ میں عجیب عجیب تاویلیں کی ہیں۔ اس لئے میں نے ان تمام مضامین کو مشتبہ اور غلط سمجھ کر اپنی تفاسیر سے نکال دیا اور جن صاحبوں کے نام تفاسیر جا چکی ہیں انکے نام ترمیم وتردید چھپوا کر مفت بصیغہ پیڈ روانہ کر رہا ہوں۔

کیا مرزا کی پہلی کتابوں میں جو غلط مضامین شائع ہوتے رہے (مثلاً براہین احمدیہ، ازالہ اوہام وغیرہ میں) تو کیا مرزا نے ان تمام کو واپس منگا کر اور ان کی قیمت ادا کر کے جلا دیا ہے؟ مرزا نے تو

ان کی ترمیمات وتردید کے اوراق بھی علیحدہ شائع نہیں کئے۔

قرآن مجید میں ایک شخص کی نظیر موجود ہے جس کو نشانات عطا ہوئے پھر اس سے وہ چھینے گئے جو مرزا کے عین مطابق حال ہے۔قرآن میں ہے:

واتل علیھم نبأ الّذی آتیناہ آیاتنا فانسلخ منھا فا تبعہ الشّیطان فکان من الغاوین ۔ ولو شئنا لرفعناہ بھا ولکنہ اخلد الی الارض و اتّبع ھواہ ۔ مثلہ کمثل الکلب ان یحمل علیہ یلھث او نترکہ یلھث ۔ ذلک مثل القوم الّذین کذبوا بآیاتنا ۔ فاقصص القصص لعلّھم یتفکرون ۔ (اعراف:۱۷۶) اوران پر اس شخص کی مثال پڑھ کر سنا جس کو ہم نے اپنی نشانیاں دی تھیں پھر اس سے چھین لیں۔پس شیطان اس کے پیچھے لگا اور وہ گمراہوں میں سے ہوگیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کے سبب اس کے مدارج بلند کرتے مگر اس نے کودہی پستی گرنا چاہا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا۔پس اس کی مثال کتے کی مثال سی ہے کہ گرتو اس پر بوجھ لادے تو ہانپتا ہے اور اگر اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپتا ہے۔یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا پس (نصیحت آمیز) قصہ بیان کرتا رہ تا کہ وہ فکر کریں)

مرزا غلام احمد قادیانی کو بے شک آیات ملیں تھیں۔اگر وہ نفس پرستی، زرطلبی اور تکبر میں غرق نہ ہوتا، آیات قرآنی واحادیث صحیحہ کی تکذیب ومخالفت نہ کرتا اور فطرت اللہ کو لعنت قرار نہ دیتا تو اللہ کریم اس کے مقامات کو ضرور بلند کرتا۔مگر وہ زمین کی طرف جھکا رہا اس لئے نفس پرستی اور ذاتی مشیخت کے سوا اب اس کا کوئی شغل نہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خود المسیح الدجال کی ترکیب اشارہ ہے کہ پہلے وہ مسیح ہوگا، یا مسیح مانا جائے گا مگر بعد میں دجال ثابت ہوگا اور المسیح الدجال کہلائے گا۔

☆☆☆

الذکر الحکیم عرف کانا دجال

☆ مرزا، منہاج نبوت کی رو سے مردود ہے

قرآن مجید آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرماتا اور سلسلہ رسل کے انقطاع کی خبر دیتا ہے احادیث صحیحہ میں ہے کہ تیس کے قریب دجال کذاب پیدا ہونگے جو سب کے سب نبی اور رسول ہونے کا دعوی کریں گے،خبردار میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور وہ میری امت میں ہونگے۔ چنانچہ ایک حدیث ابوداؤد و ترمذی میں ہے:

انّه سیکون فی امّتی کذا بون ثلا ثون کلّھم یزعم انّه نبیّ اللّٰه و انا خا تم النّبیّین لا نبیّ بعدی

ایک متفق علیہ حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

د جا لون کذا بون قریب مّن ثلا ثین کلّھم یز عم انّه رسول اللّٰه

تمام امت محمدیہ کا اس سلسلہ میں اجماع چلا آیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں مگر مرزا خود نبی اور رسول ہونے کا مدعی ہے۔تمام مرزائی اس کو نبی اور رسول مانتے اور اس کے نہ ماننے کو موجب کفر و عذاب قرار دیتے ہیں۔ ساتھ ہی بروزی یا ظلی یا جزوی نبی اور امتی نبی ہونا ظاہر کر دیتے ہیں۔ ساتھ ہی مرزا کے اس قول کی تصدیق کرتے ہیں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے

ایک طرف تو جزوی نبی اور امتی ہونے کا اقرار، دوسری طرف عظیم الشان رسول سے بڑھ کر ہونے کا دعوی۔ کیا ہی سچ فرمایا ہے نبی صادق ﷺ نے کہ دجال کانا ہوگا، پر خدا کانا نہیں۔

ایک مرزائی مجھ سے کہنے لگا کہ نبی کے معنی ہیں خبر دہندہ۔ پس اس لحاظ سے مرزا نبی ہے۔ میں نے سوال کیا کہ جس وقت خداوند عالم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا تو کیا اسے نبی کے معنی نہ آتے تھے؟ یا محمد مصطفیٰ ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ خبردار میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں،تو کیا آپ ﷺ کو نبی کے معنی نہ آتے تھے اور جزوی نبی اور ظلی نبی کا علم نہ تھا؟ آج تک امت محمدیہ میں سے دجالوں کے سوا کسی کو یہ علم نہ ہوا کہ جزوی یا تمثیلی لحاظ سے نبی اور

رسول آتے رہیں گے۔ مگر حق اور بالکل حق ہے:

فا مّا الّذین فی قلو بھم زیغ فیتّبعون ما تشا به منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء تا ویله۔

ایک موقع پر ایک مرزائی .. نے کہا کہ چونکہ حضرت محمد ﷺ حضرت موسیٰؑ سے بڑھ کر ہیں اس لئے مرزا غلام احمد جو محمد ﷺ کے تابع ہیں، عیسیٰؑ سے بڑھ کر ہیں جو موسیٰؑ کے تابع ہیں۔

میں نے جواب دیا کہ قرآن مجید تو فرماتا ہے کہ ہر ایک نبی مطاع ہوتا ہے نہ کہ مطیع۔ اور تورات مقدس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ماں کے پیٹ سے نبی ہوتا ہے۔ نبی کے کمالات کسبی نہیں ہوتے بلکہ وہبی ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ عیسی شریعت موسوی کے اتباع سے نبی بنے تھے۔ اگر یہی بات ہے تو امت محمدیہ میں کروڑوں نبی پہلے انبیاء سے بڑھ کر ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ ناقص شریعتوں کے تابع تھے۔ پھر لا نبیّ بعدی اور خاتم النبیین بے معنی اور لغو ٹھہرتے ہیں۔ سچ ہے دجال کانا ہوگا، پر خدا کانا نہیں۔

اے مرزائیو! سچ تو بتاؤ کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے صریح الفاظ تمام امت محمدیہ کے متفق علیہ مسئلہ کے خلاف دعوی کرنا، طرح طرح کی تاویلات اور بہانوں سے اس پر اصرار کرنا ارتداد نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا صاف الفاظ کو چھوڑ کر تاویلات کو اختیار کرنا راست روی میں داخل ہے یا کج روی میں؟ کیا قرآن شریف کا یہ ارشاد کہ تاویلات کی طلب کرنا کجرووں کا کام ہے، لغو اور باطل ہے؟

پھر بے حیائی سے مرزا اور مرزائی آیات بینات اور احادیث صحیحہ کے مقابلہ پر علماء امّتی کانبیاء بنی اسرا ئیل پیش کر دیا کرتے ہیں۔ اول تو اس کو دمیری، زرکشی، عسقلانی وغیرہ آئمہ حدیث لکھا نے لکھا ہے لا اصل له ۔ دوم اگر یہ صحیح حدیث ہے تو علمائے امت کو مرزا کیوں ملعون اور کافر کہتا اور ان کو مباہلہ کے واسطے بلاتا ہے۔

مرزائی کبھی اھد نا الصّراط المستقیم ۔ صرا ط الّذین انعمت علیھم کو دلیل میں پیش کر دیا کرتے ہیں، تو گویا آج تک خود اللہ تعالی کو یہ علم نہ تھا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں نبی یا رسول بنا دے، جس نے آنخضرت ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیا۔ آنخضرت ﷺ کو بھی معلوم نہ ہو کہ بار بار لا نبیّ بعدی فرماتے رہے اور حضرت علیؓ کی نسبت یہ فرما کر انت منّی بمنز لة ھارون من موسی ساتھ ہی تنبیہ فرما دی انّه لا نبیّ بعدی ۔ صحابہ اور اولیاء میں

سے سوائے دجالین کذابین کے کسی کا اس طرف خیال نہ ہوا کہ میں نبی یا رسول ہوں۔

پھر ایک دلیل پیش کرتے ہیں کہ نبی کے لغوی معنی ہیں خبر دہندہ۔ چونکہ مرزا کو الہامات غیب ہوتے ہیں اس لئے وہ نبی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آج تک ہزاروں لوگ امت محمد یہ میں گذرے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جن کو غیب کی خبریں ملتی ہیں بلکہ اقوام غیر اسلام میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن کو سچے خوابات آتے ہیں اور الہام ہوتے ہیں تو کیا سب کے سب نبی ہوئے؟

} قرآن مجید نے تمام انبیاء کی سنت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ لا اسئلکم علیہ من اجر میں تم سے اس محنت پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ سورہ یسین میں جس کا ارشاد ہے اتّبعوا من لا یسئلکم اجراً وّ ھم مھتدون۔ (ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور خود بھی ہدایت یاب ہیں)۔ مگر مرزا کھلے میدان ہاتھ پھیلاتا اور اعلان کرتا ہے کہ جس شخص کا چندہ تین مہینہ تک نہ پہنچے گا اس کا نام جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ اگر ایسا کرنا سنن انبیاء اور قرآن کریم سے ارتداد نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اپنی تصدیق میں قرآن وسنت کو چھوڑ کر پشتینی سجادہ نشینوں کی مثالیں پیش کرنا بیحیائی نہیں تو اور کیا ہے؟ محمد احسن امروہی کی تیس روپئہ ماہوار اجرت بطور واعظ مقرر کرنا، مگر اس کا بطور واعظ نہ پھرنا حرام خوری میں داخل نہیں تو اور کیا ہے؟

اے دجالیو کیا یہی نمونہ ہے اسلام، ایثار، ترک نفس، جانفشانی، احسان بالخلق اور خدمت دین کا جو آپ نے پیش کیا ہے اور جس کی بنا پر خود راست باز اور ناجی ہونے کے مدعی ہو، اور تمام عالم کو جھوٹا کافر اور جہنمی قرار دیتے ہو؟ تین ہزار روپئہ ماہوار سے زیادہ آمد مگر اس سے نہ کوئی اسلامی مشن ہے نہ کتب کی اشاعت ہے، محض پیٹ کا بھرنا، بیویوں کو زیورات سے لاد دینا، بیٹوں کی شادیاں کرنا، سالوں اور سسروں کو پالنا، یہی اسلام اور اخلاص اور ترک نفس ہے؟ پھر دعوی ہے ظھورک ظھوری۔ لو لاک لما خلقت الافلاک۔ اللّٰہ یحمد ک من العرش۔ سچ ہے دجال کانا ہوگا، پر خدا کانا نہیں۔

} ولدیت کے لفظ پر قرآن مجید نے یہاں تک غضب کا اظہار فرمایا ہے:

تکاد السّماوات یتفطّرن منه و تنشقّ الارض و تخرّ الجبال ھدّا۔ ان دعوا للرحمن ولداً۔

مگر مرزا، مرزائی ان الفاظ قرآنی کی پرواہ نہ کر کے مرزا کو بمنزلہ اولاد الٰہی قرار دیتے ہیں اور انت منّی بمنزلة اولادی کے الہام سے تمام قرآنی بینات کو پاؤں میں روندنا چاہتے ہیں پھر بیٹے کی

نسبت مرزا کا الہام کانّ اللّٰہ نزل من السماء جب مرزا کا بیٹا بمنزلہ خدا ہوا تو مرزا کیا ہوا؟

{ قرآن مجید آنخضرت ﷺ کی نسبت فرماتا ہے کہ تو جس سے محبت کرے اس کو ہدایت نہیں کرسکتا بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کو بار بار فرماتا ہے کہ کوئی نفس دوسرے نفس کے کام نہیں آسکتا۔ شفاعت کی نسبت فرماتا ہے کہ اذن الٰہی کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کرسکتا، نوحؑ جب اپنے بیٹے کی سفارش کرتے ہیں تو جناب باری سے ان کی سفارش رد ہوتی اور حکم ملتا ہے کہ وہ بدعمل ہے۔ میں تجھ کو سمجھاتا ہوں کہ تو جاہلوں سے مت ہو جا۔ مسیح کی شفاعت کا خاص میدان حشر میں ردّ ہونا بیان فرماتا ہے۔ مگر مرزا کو الہام ہوتا ہے:

جس سے تو راضی اس سے خدا راضی، جس سے تو ناخوش اس سے خدا ناخوش۔

میرے رب تو مجھ کو دوزخ کا اختیار دے دے۔

تمام تعلیم قرآنی کے کیسے مخالف الہامات ہیں۔ قرآن کا ردّ منظور، تمام انبیاء کی توہین منظور مگر مرزا کا خلاف کسی طرح منظور نہیں اگر یہ قرآنی تعلیم سے صریح ارتداد نہیں تو اور کیا ہے؟

{ سید المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ کو حکم ملتا ہے فسبّح بحمد ربک و استغفرہ اپنے رب کی حمد کر اور اس سے استغفار کر۔ مگر مرزا کو الہام ہوتا ہے خدا تیری حمد کرتا ہے تیرا ظہور اللہ کا ظہور ہے۔ کیا اس میں قرآن مجید کا ارتداد اور رب العالمین اور سید المرسلین کی توہین نہیں ہے؟

{ قرآن مجید میں بار بار ارشاد ہوتا ہے کہ کوئی نفس دوسرے نفس کے کام نہیں آسکتا۔ کوئی نفس دوسرے کا بوجھ نہیں بٹا سکتا۔ قبروں کی بابت احادیث صحیحہ میں ارشاد ہے کہ وہ پختہ نہ بنائی جائیں، نہ ان پر عمارتیں بنائی جائیں، اور نہ ان پر کتبہ لگائے جائیں۔ یہود و نصاریٰ پر قبروں کی پرستش کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے۔ مگر ان صاف ارشادات کا خلاف کر کے آج مرزا قادیانی بہشتی مقبرہ کا اعلان دیتا اور اس کا خاص اہتمام کر رہا ہے۔ ۱۹۰۶ء میں اس پر تین ہزار روپئہ صرف کیا اور ۱۹۰۷ء کے لئے گیارہ ہزار کا مطالبہ ہے۔ اور صاف لفظوں میں اعلان دیتا ہے کہ جو کوئی اس مقبرہ میں مدفون ہوگا وہ بہشتی ہو جائے گا۔ کیا اس میں اسلام کا خلاف اور محمد مصطفیٰ اور تمام انبیاء کی سخت توہین نہیں ہے؟ آج تک مکہ، مدینہ، بیت المقدس اور تمام عالم میں کہیں بہشتی مقبرہ نہ بنا اور قادیان میں بہشتی مقبرہ ہو گیا۔ کیا صحف و کتب سابقہ سے یا تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ کسی اور نبی کا مقبرہ بھی موجب نجات اور کل عالم کے لئے بہشتی مقبرہ ہو گیا تھا؟ .. اسی وجہ سے مرزائی قادیان کو مکہ، مدینہ اور بیت المقدس پر صاف الفاظ میں ترجیح دینے لگے۔ چنانچہ ایک مرزائی کا شعر اخبار بدر مورخہ ۹۔

اگست ۱۹۰۶ءمرزا کی مدح میں شائع ہوا ہے

ہندوستان کا رتبہ بڑھا تیرے فیض سے   اب اس کو فخر سارے زمین وزمن پر ہے

{ خداوند عالم کی تسبیح وتقدیس اور تحمید سے تمام قرآن مجید بھرا پڑا ہے اسلام نے اللہ اکبر کی گنجار تمام دنیا میں پیدا کر دی ہے۔تمام انبیاء کی نسبت اسی قدر ذکر ہے کہ وہ خدا کے بندے اور خدا کے رسول ہوتے تھے۔خداوند عالم کی ذات کو بے مثل اور وہم وگمان سے برتر فرمایا ہے مگر آج مرزا کو الہام ہوتے ہیں انت منّی و انا منک۔ ظھورک ظھوری۔ انت منّی بمنز لۃ توحیدی و تفریدی ۔کیا یہ صاف خدائی کا دعویٰ نہیں؟ کیا اس میں قرآنی تعلیمات کا صاف خلاف نہیں؟ کیا ایک شخص جو بدعہد، دائم المریض ، اور چندوں کامحتاج ہے،سچ مچ خدا کا ظہور ہے؟ کیا ہی سچ ہے ۔دجال کانا ہوگا، پر خدا کانا نہیں ۔کیا سبحان ربّی الاعلی۔ سبحا ن ربّی العظیم جو بار بار رکوع وسجود میں دہرایا جاتا ہے ایک بے ہودہ بکواس ہے، اورصحیح یہی ہے کہ خدا مرزا کی حمد کرتا ہے، مرزا کا ظہور خدا کا ظہور ہے، اگر مرزا نہ ہوتا تو خدا زمین وآسمان پیدا نہ کرتا، مرزا اور خدا ایک ہی ہیں،مرزا خدا سے اور خدا مرزا سے ہے۔اے ملعونو! کیا تسبیح تقدیس تحمید باری تعالی کے یہی معنی ہیں؟

{ قرآن مجید میں صاف حکم ہے:

و اعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً و لاتفرّقوا۔

(اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور تفرقہ اندازی مت کرو)۔

انّ الّذین فرّقوا دینھم و کانوا شیعا لست منھم فی شئی

(جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ایک فریق ہوگئے تو ان میں سے اے (محمد) کسی بات میں نہیں ہے)۔

مگر مرزا اور مرزائیوں کو ان آیات کی مطلق پرواہ نہیں، بلکہ ان سے صاف ارتداد کر کے تمام مسلمانان عالم کو کافر اور جہنمی قرار دیتے ہیں گویا کہ قرآن کو بوٹی بوٹی کر دیا ہے اپنی ذاتی اغراض اور مشیخت کی بنا پر بینات قرآنی احادیث صحیحہ اور اجماع امت کا صریح خلاف کر رہے اور اشارات بعیدہ وتاویلات رکیکہ پر اڑے ہوئے ہیں۔

{ قرآن مجید کا حکم ہے او فوا با لعھد عہد کا ایفاء کرو۔مگر مرزا نے براہین کے متعلق بدعہدی کی۔تفسیر کتاب عزیز کی نسبت وعدے کئے مگر پورے نہ کئے ۔قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ کی

نسبت وعدہ کیا، ایفا ندارد۔ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کو پیش گوئیوں کے امتحان کے واسطے بلایا مگر جب وہ قادیان پہنچے تو سوائے سبّ وشتم کے اور کچھ نہ کیا۔ مولوی محمد احسن امروہی کو بطور مشنری پھرنے پر مامور کیا اور تنخواہ کا چندہ کیا۔ چندہ وصول مگر ادائے فرض ندارد۔ ایسا ہی الحکم اور البدر میں ہمیشہ طرح طرح کے وعدے چھپتے ہیں اور بلا وجہ توڑے جاتے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں کی جاتی کہ بدعہد کو اللہ فاسق اور گمراہ فرماتا ہے

یضلّ به کثیراً و یهدی به کثیراً و ما یضلّ به ا لّا الفا سقین ۔ الّذین یںقضو ن عهد اللّه من بعد میثا قه ۔

اگر مرزا اور مرزائیوں کی مشتہر بدعہدیوں کا شمار کیا جائے تو ایک علیحدہ کتاب بن سکتی ہے۔

} قرآن مجید، انبیاء کی بڑی تعریف کرتا ہے، مسیح کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ اور ان کی والدہ کو صدیقہ فرماتا ہے یہود ونصاری نے آنحضرت محمد ﷺ کے برخلاف ہر چند لوگوں کو بھڑکایا اور جنگ کئے اور سخت کشت وخون کی نوبت پہنچی مگر کسی آیت یا حدیث میں مسیح یا کسی اور نبی کی شان میں گالی نہیں۔ آج مرزا اور مرزائی ہیں کہ کفر تو بکیں عیسائیان حال، اور حملے کئے جائیں مسیح کی ذات پر۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔ ذیل میں چند سطور نقل کی جاتی ہیں۔

مسیح کی نسبت انجام آتھم کے صفحہ ۳ تا ۷ پر لکھا:

شریر، موٹی عقل والا، بدزبان، غصہ ور، گالیاں دینے والا، جھوٹا، علمی اور عملی قوای سے کچا، چور، شیطان کا ملہم، اسکی نانیاں اور دادیاں زناکار، اس کا کنجریوں سے میلان تھا۔

پھر مسلمانوں کی تکفیر سے ڈر کر صفحہ ۹ پر لکھ دیا کہ

یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں کہ وہ کون تھا۔

مگر سچ ہے کہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد، خود ہی الحکم مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۰۱ء میں اقرار کیا، کہ یسوع اور مسیح ایک ہی شخص ہیں۔ اور پھر بعض مقامات پر مسیح کے نام سے بھی گالیاں دیں مثلاً نور القرآن کے صفحہ ۱۳ سطر ۱۰ میں لکھا،

مسیح کی دادیوں اور نانیوں کی نسبت جو اعتراض ہے۔

آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۵۹۸ پر بتایا:

مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر چلے جانا۔

پھر مسیح کی پیش گوئیوں کو قیافہ اور اٹکل بتایا اور لکھا:

کیا یہ بھی پیش گوئیاں ہیں کہ مری پڑے گی، اور زلزلہ آئیں گے۔

مگر اپنے مطلب کے وقت انہیں پیش گوئیوں کو عظیم الشان نشان بنا لیا جاتا ہے۔ ریویو آف ریلی جنز جلد اول صفحہ ۲۵۷ میں ہے:

خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔

ریویو آف ریلی جنز مذکور صفحہ ۴۷۵ میں ہے:

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھا سکتا۔

پھر بدر ۵ مئی ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔

ایک حضرت عیسیٰ زمین پر آئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے، دوبارہ آ کر وہ کیا کریں گے جو لوگ ان کے خواہش مند ہیں۔

} قرآن مجید میں جھوٹے پر لعنت ہے اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ مومن میں اور سب خصلتیں ہو سکتی ہیں مگر جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ مگر مرزا اور مرزائی ہیں کہ ان کے لئے جھوٹ بولنا ایک معمولی بات ہے۔ مرزا نے ازالہ اوہام میں شائع کیا کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبیوں نے اس کی فتح کی پیش گوئی کی تھی اور جھوٹی نکلی۔ یہ کیسا گستاخانہ جھوٹ ہے اول تو انبیاء کی توہین۔ دوم ان پر جھوٹ کا الزام۔ اگر انبیاء کی پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں تو معاد کے حالات پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ کتاب سلاطین سے ظاہر ہے کہ وہ جھوٹے نبی بعل کے پجاری تھے جن کو ایلیا نبی نے قتل کیا۔

} خداوند عالم قادر مطلق ہے۔ تمام انبیاء اولیاء ملائکہ اور کل انسان اس کے ارادہ کے تابع ہیں نہ کہ وہ اوروں کے ارادہ کا متبوع۔ اگر ایسا ہو تو فساد ہو جائے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:

وما تشاؤن الّا ان یّشاء اللّٰہ ربّ العالمین۔ الم تعلم انّ اللّٰہ علی کلّ شئی قدیر۔

مگر شیطان قادیانی اور کانا دجال الہاماً شائع کرتا ہے:

ارید ما تریدون (خدا فرماتا ہے) میں وہی ارادہ کرتا ہوں جو تم ارادہ کرتے ہو۔

کلّ لک و لامرک۔ سب کچھ تیرے واسطے اور تیرے حکم کے واسطے ہے۔

} طوفان کے وقت حضرت نوحؑ اپنے بیٹے کی سفارش کرتے ہیں۔ ابراہیمؑ، آذر کی نسبت دعا کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ اپنے چچا سے بڑی محبت کرتے ہیں اور ان کی ہدایت کے طالب ہیں اور خداوند عالم کی طرف سے قرآن مجید میں ہے:

یغفر لمن یشاء و یعذ ب لمن یشاء جس کو چاہے اللہ بخشے اور جس کو چاہے عذاب کرے

من ذا الذی یشفع عندہ الّا با ذنہ ۔کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔

مگر کانا دجال اپنی نسبت الہام شائع کرتا ہے جس سے تو راضی اس سے خدا راضی۔ جس سے تو ناخوش اس سے خدا ناخوش۔ ربّ سلطنی علی النّار۔

} قرآن مجید میں ایک مباہلہ کا ذکر ہے جو خالصاً توحید باری تعالی کے واسطے مسیح کو خدا اور راہبوں کو رب پکارے جانے کے خلاف تھا۔ کسی ایسے مباہلے کا پتہ نہیں ملتا جس میں کسی نبی نے موحد اور خدا پرست لوگوں کو محض اپنی کبریائی منوانے کے لئے کیا ہو۔ جیسا کہ مرزا قادیانی موحد، مومن، خدا پرست، مسلمان علماء اور فضلاء کو محض اپنی کبریائی منوانے کے واسطے کرتا، اور ہمیشہ تمام موحد مسلمانوں پر لعنتیں اور بدعائیں کرتا رہتا ہے اور محض اپنے نہ ماننے کی بنا پر تمام اقوام کی تباہی اور مصیبت کو عید سمجھتا اور تمام خادمان اسلام اور معلمان حدیث وقرآن کی ہلاکت کا ایسا مشتاق رہتا ہے جیسا کوئی روزہ دار عید کے چاند کا۔ اگر مرزا قادیانی کے دل میں قرآن و حدیث کی ذرہ بھر عظمت ہوتی اور اسلام اور توحید سے کچھ بھی محبت ہوتی، تمام خدام اسلام اور معلمان قرآن و حدیث کی خاص عظمت کرتا ان کے مخلصانہ اور مومنانہ خلاف سے متنبہ ہوتا جو محض قرآن و حدیث کی حمایت کے واسطے تھا، نہ اپنی امامت یا نبوت یا خدائی قائم کرنے کے واسطے،، نہ لنگر مکانات منارہ کتب اور مقبرہ کے نام پر چندہ اور جائداد وصول کرنے کی غرض سے۔

} قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ تمام انبیاء کا مشن یہی تھا کہ ایک خدا کی پرستش کرو چنانچہ سورہ اعراف، سورہ ہود اور سورہ مومن میں انبیاء کا یہ قول بار بار مذکور ہے:

یا قوم اعبدوا اللّٰہ ما لکم من الٰہٍ غیرہ۔

اور سورہ بینہ میں ہے:

و ما امروا الّا لیعبدوا اللّٰہ مخلصین لہ الدّین حنفاء۔

حضرت مسیح کا قول ہے:

یا بنی اسرا ئیل اعبدوا ربّی و ربّکم ۔

نیز: اعبدوا اللّٰہ و اجتنبوا الطّا غوت (۱۶:۳۶)۔

و ما ارسلنا من قبلک من رسول الّا نوحی الیہ انّہ لا الہ ا لّا انا فاعبدون۔

ربّنا انّنا سمعنا منادیا ینادی للا یمان۔

مگر مرزا قادیانی حامیان اسلام اور ذاکرین خدا کو ملعون اور کافر کہتا اور اپنے نفس کو ہی مدار نجات ٹھہراتا ہے۔ تمام دنیا کے ساتھ اپنی کبریائی کا ہی جھگڑا ہے نہ کہ پرستش باری تعالی کا۔ مرزا قادیانی کی مجلسوں میں ذکر خدا اور اصلاح نفوس کی بجائے پھکڑ شاعروں کے قصائد مرزا جی کی حمد میں پڑھے جاتے ہیں جس میں مرزا کو مظہر نور کبریا، سب اولیا سے افضل، بعض انبیاء سے بڑھ کر کہا جاتا ہے، یا نبی اللہ یا رسول اللہ کے نام سے پکارا جاتا ہے اور جھوٹ بکواس مارا جاتا ہے کہ تو نے صلیب کو توڑ دیا شرک و کفر کو مٹا دیا، آریاؤں نیچریوں اور دہریوں کا ناک میں دم کر دیا وغیرہ۔ حالانکہ خود کبھی مشابہ خدا بنتا ہے کبھی بمنزلہ اولاد خدا و توحید خدا۔ کبھی کہتا ہے:

کلّ لک و لامرک ۔ سرّک سرّی ظہورک ظہوری۔

بہشت و دوزخ کا مالک و مختار مظہر خدا، نہ دو چار لاکھ عیسائی مسلمان ہوئے ۔ نہ مسلمانوں کا عیسائی بننا بند ہوا۔ نہ ہندوستان سے بت پرستی اور قبر پرستی صاف ہوئی اور بلکہ خود قبر پرستی کی بنیاد ڈال دی۔ نہ آریاؤں کی ترقی کم ہوئی نہ مسلمانوں کے اندرونی فسادات کم ہوئے۔

} تمام انبیاء خداوند عالم کی پرستش قائم کرنا چاہتے تھے تمام قرآن مجید اس کی حمد ستائش سے بھرا ہوا ہے مگر مرزا قادیانی اپنی پرستش چاہتا ہے۔ دیکھو اس کے منہ پر اس کی حمد ہوتی۔ حمد یہ قصائد اس کی شان میں سنائے جاتے اور اخباروں میں شائع ہوتے ہیں اور وہ بڑے فخر سے ان کو سنتا ہے۔ شاعری ہوا سے اس کو آسمان پر چڑھایا جاتا ہے۔ شعروں میں اس کو سنایا جاتا ہے کہ تو مظہر نور کبریا ہے۔ تو محمد ﷺ کا مظہر ہے۔ تو نے صلیب کو توڑ دیا۔ تو نے نیچریوں اور آریاؤں اور برہموؤں کی گردن توڑ دی۔ تجھ سے شرک اور کفر کافور ہو گئے۔ تجھ سے اسلام تازہ ہو گیا۔ تو نے عیسائیوں کے خدا کو مردہ ثابت کر دیا۔ یہ تمام شاعرانہ گپ ہے اور سفید جھوٹ ہے کیونکہ مرزا کے ہاتھ پر نہ تو دو چار لاکھ عیسائی مسلمان ہوئے، نہ مسلمانوں کا عیسائی ہونا بند ہوا۔ بلکہ جب سے وہ پیدا ہوا ہے اس وقت سے آج تک لاکھوں مسلمان عیسائی ہو چکے۔ نیچریوں اور آریاؤں کا زور شور دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ تمام تعلیم یافتہ بکثرت دہریہ اور لا مذہب ہوتے جاتے ہیں۔ قبر پرستی،

تعزیہ پرستی، منارہ پرستی مسلمانوں میں اسی طرح زور پر ہے۔ بلکہ مرزا نے قبر پرستی کی تو ایسی مستحکم بنیاد قائم کر دی کہ خدا کی پناہ۔ ہندوستان میں بت خانے اور شوالے اسی رونق پر ہیں۔ آج تک نہ تو دو چار ہزار مشرک مسلمان ہوئے، نہ ہندو نہ سکھ نہ برہمو نہ آریہ۔ مسلمانوں کی تو اس ملعون نے یہ گت بنائی کہ جس قدر ذاکرین، عابدین، ساجدین، حامدین اور علمائے دین ہیں سب پر لعنتیں برساتا اور سب کو گالیاں نکالتا اور تمام مسلمانان عالم کو کافر اور جہنمی قرار دیتا ہے۔ تیس کروڑ مسلمان جو آج تک تیرہ سو سال میں تیار ہوئے تھے وہ سب مرزا کے وجود سے کافر ہو گئے۔ یفرحون بما اتوا و یحبّون ان یّحمدوا بما لم یفعلوا۔ وہ چاہتے ہیں کہ ایسے کاموں پر ان کی حمد ہو جو انہوں نے نہیں کئے۔ حمد کا لفظ قرآن مجید میں غیر اللہ پر سوائے خود پرست اور منافق لوگوں کے نہیں آیا۔ حقیقت میں یہ ایک زبردست پیش گوئی تھی جو مرزا قادیانی کے وجود پر پوری ہوئی۔

{ تمام انبیاء کا مشن اصلاح فسادات اور تزکیہ نفس ہوتا تھا مگر مرزا کا مشن سوائے خود پرستی اور خود نمائی کے اور کچھ نہیں۔ ہاں خالی گھمنڈ بہت ہے الذین یزکون انفسھم عین ان کے حال کے مطابق ہے۔

{ قرآن کریم تمام بنی نوع کو فرماتا ہے:

فامّا یا تینکم منّی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

گویا کہ نجات ہدایت کی پیروی سے ہوگی مگر مرزا کو اصلاح اعمال پر مطلق نظر نہیں۔ تمام زور اپنی کبریائی اور چندہ اوگھرانے پر ہے۔

{ و ما کان لنبیّ ان یّغلّ۔ نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے۔ مگر مرزا قادیانی نے براہین کا روپیہ، سراج منیر کا روپیہ، ڈھائی سو روپیہ مفت اشاعت کا روپیہ، منارہ کا روپیہ غبن کیا اور اپنی اور اپنے بیٹوں کی بیویوں کو زیورات سے لاد دیا۔ اپنے بیٹوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں ہی کر دیں اور الٹا لوگوں پر لعنتیں برساتا رہا۔

{ قرآن مجید میں حکم ہے لا تقولوا لمن القی الیکم السّلم لست مؤمنا۔ جو شخص تم پر سلام کرے اس کو یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں۔ مگر خود مرزا، اور نور الدین، کو میں نے خطوط میں السلام علیکم لکھا مگر انہوں نے اس آیت سے ارتداد کیا اور مجھے لست مؤمنا ہی کہتے رہے۔

{ قرآن مجید میں حکم ہے کہ جب تم پر کسی طرح پر سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر سلام دیا کرو۔ مگر مرزا قادیانی اور مرزائی اس حکم قرآنی سے صاف مرتد ہیں۔ میرے سلاموں کا جواب

مرزا قادیانی اور حکیم نورالدین، وغیرہ نے بہتر تو کیا، اسی قدر بھی نہ دیا۔ حالانکہ خود حکیم نورالدین کا قول اخباروں میں شائع ہو چکا تھا کہ سلام تو کافر کے لئے بھی جائز ہے اور قرآنی ارشاد ہے انّ ہولاء قوم لا یؤمنون فاصفح عنھم و قل سلام یہ لوگ ایمان نہیں لائینگے پس ان سے درگزر کرو اور سلام کہہ۔

} قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضّرر و المجاھدون فی سبیل اللّٰہ باموالھم و انفسھم (جو مومن آرام سے بیٹھے رہتے ہیں وہ ان مومنوں کے برابر نہیں جو اپنے مالوں اور جانوں سے خدا کے راستہ میں کوشش کرتے ہیں)

مرزا نے اس آیت سے صریح ارتداد کیا اور کہا کہ میرا بطور واعظ پھرنا مفت پیر گھسائی ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ عیسیٰؑ کے دم سے کافر مریں گے۔ مگر کیا حدیث کا یہ مطلب بھی ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں اور قلم سے مطلق کام نہ لے گا۔ پھر گھر بیٹھے ستر ہزار پتنگ ماہوار کیوں اڑائے جاتے ہیں اور نذرانے وصول کرنے کی غرض سے لوگوں کو کیوں بلایا جاتا ہے؟

} تمام انبیاء کے قول اور فعل یکساں ہوتے تھے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عند اللّٰہ ان تقولوا ما لا تفعلون

مگر مرزا اور مرزائیوں میں خالی باتوں اور خیالی بحثوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ دوسروں کو تو مرزا کہتا ہے کہ صحابہ نے تمام جان و مال دین کے راستہ میں قربان کر دیا تھا، تم بھی کرو۔ مگر خود چندوں اور نذرانوں کے روپیہ سے عیش و تنعم میں زندگی بسر کرتا اور مفرحات و مقویات کھاتا رہتا ہے۔ اپنی اور اپنے بیٹوں کی بیویوں کو زیورات سے لاد دیا اور سسروں اور سالوں اور اولاد کو موٹا بنا رہا ہے۔ خود نہ کبھی اسلامی انجمنوں اور مدرسوں کی امداد کی، نہ تعلیم الاسلام سکول قادیان سے ہی اس کو دلچسپی ہے کہ دو چار بار مہینہ میں ملاحظہ کر لیا کرے اور استادوں اور لڑکوں کو دینیات کی طرف رغبت و تحریص دے آیا کرے۔ ریویو آف ریلیجنز اور الحکم و البدر سے اتنی بھی دلچسپی نہیں کہ قبل از اشاعت ان کا ملاحظہ کر لیا کرے تاکہ یہ شستہ اور سنجیدہ ہو جائیں اور خیالی گپ شپ اور واہیات ڈھکوسلوں سے صاف رہیں۔ بلکہ تحریراً ان اخبارات سے اپنی علیحدگی شائع کر چکا ہے۔ مولوی نور الدین صاحب کے جلسہ قرآنی سے بھی اس کو کوئی خاص دلچسپی نہیں۔ بلکہ دن رات منی آرڈروں کی وصولی اور چندوں کی ترقی کے سوا اس کا کوئی مشغلہ نہیں۔

ترک دنیا بدیگر آموزند خویشتن سیم وغلہ اندوزند

{ تمام انبیاء صدیق، صادق الوعد اور امین تھے جیسا کہ بڑے تواتر کے ساتھ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ رسول امین، صدیق نبی، صادق الوعد کے الفاظ انبیاء کی نسبت قرآن مجید میں بکثرت آئے ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ مومن میں اور تمام خصلتیں ہوسکتی ہیں مگر جھوٹ نہیں ہوسکتا مگر مرزا اور مرزائیوں میں کذب، بدعہدی اور بددیانتی ایک سنت مستمرہ ہے۔ مرزا کے کذب، بدعہدیوں اور بددیانتیوں کا بیان نموتناً المسیح الدجال میں ہو چکا ہے۔ محمد علی، یعقوب علی، محمد صادق کے جھوٹ امیر حبیب اللہ خان کی سیاحت ہند کے وقت خوب ظاہر ہوئے۔ یہ بار بار لکھتے رہے کہ امیر مرحوم نے ملاں عبداللطیف کو محض اس بات پر قتل کرا دیا تھا کہ وہ گورنمنٹ ہند کا خیرخواہ اور جہاد کا مخالف ہے۔ یہ کیسا صاف جھوٹ ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ کے خیرخواہ علی گڈھ کالج اور انجمن حمایت اسلام بھی تو ہیں، مگر ان کو ہز میجسٹی نے بیس بیس ہزار روپیہ نقد اور چھ سو روپیہ سالانہ برائے دوام عطا فرمایا۔ جہاد کے مخالف بولنا قرآن اور احادیث پر ایک ظالمانہ حملہ ہے کیونکہ جو جہاد اسلام نے جائز قرار دیا ہے وہ کسی مذہب اور کسی قانون کی رو سے ناجائز ہو ہی نہیں سکتا۔ تمام اسلامی جہاد دشمنوں کو حملوں سے روکنے اور آزادی قائم کرنے کے واسطے تھے۔..

محمد افضل سابق منیجر البدر مجھ سے پانچ روپیہ سالانہ البدر کی بابت بذریعہ قیمت طلب قیمت وصول وصول کر کے کم رقم کا اندراج کرتا رہا اور باقی خود غبن کرتا رہا۔ اس پر محمد صادق نے میرے خلاف ایک اناپ شناپ گالیوں کا طومار اپنے اخبار میں شائع کر دیا۔ جب پوسٹ ماسٹر جنرل پٹیالہ سے تصدیق میں نے بھجوائی تو جواب ندارد۔

{ انبیاء کا قول ہے لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً الّا ما شاء اللّٰہ (۷:۱۸۸) (مجھے اپنے نفس کے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں مگر جو اللہ چاہے)۔ انّی لا املک لکم ضراً و لا رشداً (۷۲:۲۱) (مجھے تمہارے واسطے کسی نقصان کا اختیار ہے نہ ہدایت کا)۔ مگر مرزا کو الہام ہوتے ہیں کلّ لک و لامرک سب کچھ تیرے واسطے اور تیرے حکم کے واسطے ہے۔

اے رب تو مجھے دوزخ کا اختیار دے دے۔

مرزا کو خدا فرماتا ہے: جس سے تو راضی اس سے میں راضی، جس سے تو ناخوش اس سے میں ناخوش

{ مرزا تمام مسلمانوں کے خون کا پیاسا محض اس بنا پر ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسولوں کو مانتے اور قرآن و حدیث پر عامل ہیں۔ و ما نقموا منھم الّا ان یؤمنوا باللّٰہ العزیز

الحمید (۸:۸۵) انجام آتھم کو دیکھو کہ کس شدت اور بے باکی کے ساتھ علمائے دین ذاکرین خدا پر لعنتیں برسائیں، بد دعائیں کیں اور گالیاں نکالی ہیں۔ تمام مسلمانوں اور تمام دنیا کی نسبت مرزا کہتا ہے لعنۃ اللّٰہ علی من تخلّف منّا و ابی (خدا کی لعنت اس شخص پر جس نے ہم سے خلاف کیا اور انکار کیا)۔ انجام آتھم میں شائع کیا:

گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر و توہین چھوڑے۔ (ص ٦٧)۔

} قرآن مجید میں ارشاد ہے و لقد بعثنا فی کلّ امۃٍ رسولاً ان اعبدوا اللّٰہ و اجتنبوا الطّاغوت (۳۶:۱۶) (ہم نے ہر امت میں رسول یہ حکم دے کر بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے پرہیز کرو)۔ و من یؤمن باللّٰہ یھد قلبہ (۱۱:۶۴) (اور جو اللہ کو مانے وہ اس کے قلب کو ہدایت کرتا ہے)۔ مگر مرزائی ہیں جو ایمان باللہ کو لغو سمجھتے ہیں مرزا کو مدار نجات قرار دیتے ہیں اور خدا کی عبادت چھوڑ کر دن رات مرزا پرستی میں ہیں۔

مرزا سے زیادہ اور کون سا طاغوت ہوسکتا ہے جو اپنی نسبت الہام شائع کرتا ہے:

کلّ لک و لامر ک (سب کچھ تیرے واسطے اور تیرے حکم کے واسطے ہے) (بدر ۲۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

سرک سری ظھورک ظھوری انت منی بمنزلۃ اولادی

انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی۔ انت منی و انا منک۔ لولاک

لما خلقت الافلاک

جس سے تو راضی اس سے میں راضی۔ جس سے تو ناخوش اس سے میں ناخوش۔ گویا کہ اللہ آسمان سے اتر آیا۔

بہشتی مقبرہ ہے (جو اس میں مدفون ہوگا وہ بہشتی ہو جائیگا)

ارید ما تریدون

میں تیرے لئے برساؤنگا اور زمین سے نکالونگا۔ پر جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائینگے

کیا یہ مشرکانہ کلمات عیسائیوں کے کلمات سے کسی طرح کم ہیں؟ کیا ان میں صاف خدائی یا دہریت یا ہمہ اوست کا دعویٰ نہیں؟

یہ چند مثالیں محض نمونہ کے طور پر ہیں۔ حقیقتاً مرزا اور مرزائی قرآن اور اسلام سے سخت مرتد، سنن انبیاء کے مخالف ہیں۔ قرآن و احادیث اور اسلام کو اپنی مطلب براری کے واسطے محض

ایک جال بنا رکھا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ کریں تو مسلمان کس طرح ان کے دام میں گرفتار ہوں۔ اسی واسطے مرزا کا نام المسیح الدجال ہے یعنی جس قدر مسیحیت کی باتیں وہ ظاہر کرتا ہے مثلاً نمازوں کی پابندی، دعا، تقوی، راست بازی، ایثار، نفس کشی، صبر اور تحمل کی تعلیم، مصیبت کے وقت دعائیں مانگنا اور خدا کے سامنے عاجز ہونا وغیرہ، یہ تمام ایک جال ہے جس میں مسلمان پھنس کر قرآن اور اسلام سے مرتد ہوتے جاتے ہیں۔ اگر وہ ظاہری اسلام کی حمایت نہ کرتا اور نہ تقوی و دعا کی تعلیم دیتا تو جیسے ہندوؤں نے اس کا کرشن ہونا تسلیم نہیں کیا، اسی طرح کوئی مسلمان بھی اس کو تسلیم نہ کرتا۔

پس واقعی مرزا المسیح الدجال ہے یعنی یہ ایک ایسا مرکب ہے جس میں مسیحیت اور دجالیت ملے ہوئے ہیں۔ جو کچھ وہ توحید وتمجید باری تعالی تقدیس انبیاء تعلیم دعا وتقوی کے متعلق لکھتا ہے وہ مسیحیت ہے مگر چونکہ یہ سب مسلمانوں کے پھنسانے کے واسطے ہوتا ہے نہ کہ خلوص اور سچائی کے ساتھ، اس لئے یہ ایک دجال ہے کیونکہ اس کے ساتھ قرآن واحادیث اور اسلام سے صریح ارتداد علمائے دین اور ذاکرین خدا کی تکفیر اور تحقیر، نفس پرستی خودستائی دعوی الوہیت ونبوت رسالت شامل ہیں۔ بعض پیش گوئیوں کا پورا ہونا اس کی مسیحیت کا نتیجہ ہے اور اکثر کا جھوٹے ثابت ہونا اس کی دجالیت کا نتیجہ ہے۔

☆ مرزا مدعی نبوت ورسالت ہے

ڈاکٹر عبدالحکیم کہتے ہیں کہ مرزا مدعی نبوت و رسالت ہے اور ہر ایسے شخص کو جو اسے نہ مانے ملعون کافر اور جہنمی اور خدا کا مغضوب قرار دیتا ہے جیسا کہ اس کے الہامات وتحریرات ذیل سے واضح ہوتا ہے:

۱۔ قل ان کنتم تحبّو ن اللّٰه فا تّبعونی یحببکم اللّٰه ۔ سنا دے کہ اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کریگا (مرزا کا اپنی نسبت الہام) (براہین احمدیہ ص ۲۳۹، ۵۰۴)

۲۔ قل جاء کم نور مّن اللّٰه فلا یکفرون ان کنتم مؤمنین ۔ سنا دے کہ اللہ کا نور تمہارے پاس پہونچ چکا ہے پس کفر مت کرو اگر تم مومن ہو (مرزا کا اپنی نسبت الہام) (براہین احمدیہ۔ ص ۵۶۱ حاشیہ)

۳۔ میں نبی ہوں میرا انکار کرنے والا مستوجب سزا ہے۔ (توضیح مرام۔ ص ۱۸)

۴۔ خدا نے میرے پر ایمان لانے کے واسطے تاکید کی ہے میرا دشمن جہنمی ہے (انجام آتھم۔ ص ۶۴)

۵۔ قل یا ایّها النّاس انّی رسول اللّٰه الیکم جمیعاً ۔ (معیار الاخیار۔ ص ۲،۳ مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

۶۔ میں ان تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں خواہ وہ یورپ کے رہنے والے ہوں، خواہ ایشیا کے، خواہ امریکہ کے۔ (مرزا کی تحریر اپنی جماعت کیلئے، صفحہ ۴ مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

۷۔ جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہو گا وہ تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے (مرزا کا الہام مندرجہ معیار الاخیار صفحہ ۸ مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

۸۔ یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۸ مطبوعہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۰ء)

۹۔ انجمن حمایت اسلام کو مخاطب کر کے کہا کہ تم میرے منکر ہو۔ تمہاری دعائیں طاعون کے بارے میں قبول نہ ہوں گی کیونکہ تمہارے مناسب حال اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا ہے:

ما دعاء الکافرین الّا فی ضلال۔ (دافع البلاء۔ ص ۱۱ طبع اپریل ۱۹۰۲ء)

۱۰۔ لعنت اللّٰہ علی من تخلف منّا و ابی۔ اللہ کی لعنت اس شخص پر جس نے ہم سے خلاف کیا یا انکار کیا۔ (بنام پیر مہر علی شاہ مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء)

۱۱۔ اس وقت بھی خدا کا رسول تمہارے درمیان ہے جو مدت سے تم کو ان عذابوں کی خبر دے رہا۔ پس سوچو اور ایمان لاؤ، تا کہ نجات پاؤ۔ (مرزا کا اشتہار النداء من وحی السماء۔ ۲۱۔ اپریل ۱۹۰۵ء)

۱۲۔ مسیحا کو جو مانے اس کو وہ مومن سمجھتا تھا، مسیحا کا منکر شخص نزدیک اس کے کافر تھا۔ (عبدالکریم کی قبر کے لئے سنگ مرمر کا کتبہ جو مرزا نے لکھوایا)۔

۱۳۔ قطع دابر القوم الّذین لا یؤمنون۔ اس قوم کی جڑ کاٹ دی جائے گی جو مرزا کو نہ مانے گی۔ (مرزا کا الہام مشتہرہ البدر ۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء)

۱۴۔ بہرحال خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔

(مکتوب مرزا مندرجہ الذکر الحکیم نمبر ۴ ص ۲۳)

۱۵۔ حکیم نورالدین کے خط مندرجہ الحکم مورخہ ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء میں یہ اشعار ہیں:

اسم او اسم مبارک ابن مریم می نہند
آں غلام احمد است و میرزائے قادیان
گر کسے آرد شکِ در شان او آں کافر است
جائے او باشد جہنم بے شک و ریب و گمان

۱۶۔آج چودھویں صدی کے سر پر اللہ تعالی کا رسول اسکی طرف سے خلقت کیلئے رحمت اور برکت ہے، ہاں جو اللہ کے بھیجے ہوئے کو نہ مانیگا وہ جہنم میں اوندھا گریگا۔(الحکم ۲۴،اکتوبر ۱۸۹۹ء)

۱۷۔مرزا کا الہام نص صریح ہے اور نص صریح کا منکر کافر ہے۔(الحکم قادیان ۲۴۔اکتوبر ۱۸۹۹ء)

۱۸۔آپ مسیح موعود مامور من اللہ ہیں۔انکار کرنے والا خارج از امت ہے۔(الحکم ۳ مارچ ۱۹۰۰ء)

۱۹۔مومنو! ڈرو اللہ سے اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ (الحکم قادیان۔۲۴ مارچ ۱۹۰۰ء)

اس قسم کے اور صدہا مقامات ہیں جن میں مرزا قادیانی اور مرزائیوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ جو کوئی مرزا قادیانی کو نہیں مانتا وہ کافر، ملعون، جہنمی اور مغضوب علیہ ہے۔خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی ہو یا سکھ یا آریہ یا انگریز ہو یا روسی یا جاپانی یا چینی وہ تمام ذلیل اور ہلاک ہوں گے،ان تمام کی جڑ کٹ جائے گی۔ان صاف اور صریح الفاظ پر نظر ڈالنے سے صاف ظاہر ہے کہ بعض مقامات پر جو مرزا قادیانی یا مرزائی ظلی و بروزی کا لفظ استعمال کرتے ہیں وہ محض دفع الوقتی یا تقیہ کے طور پر ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ منسوخ الفاظ قرار دیئے جائیں گے بلکہ:

اللّٰہ یحمدک من العرش ؛انت منّی و انا منک ظھورک ظھوری ؛

انت منّی بمنزلة اولادی ؛ انت منّی بمنزلة توحیدی و تفریدی ؛

لولاک لما خلقت الافلاک ؛بردوش رسولاں ناز کردند

وغیرہ الہامات اس امر کی دلیل ٹھہرائے جائیں گے کہ مرزا خدا، خدا کا فرزند اور افضل الانبیاء ہے۔حوالہ جات بالا سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ مرزا اپنے مکفروں کو ہی کافر نہیں کہتا بلکہ اس کو بھی جو اس کو نہیں مانتے کافر اور جہنمی قرار دیتا ہے۔بعض اوقات مرزا یا مرزائیوں کا یہ کہہ دینا کہ ہم محض ان لوگوں کو کافر کہتے ہیں جنہوں نے پہلے ہمیں کافر کہا،سفید جھوٹ اور کانی بات ہے۔

تاہم دجال باوجود اس قدر تحریرات کے پھر ایک چٹھی میں، جو ڈاکٹر محمد حسین کے نام لکھی اور البدر میں شائع ہوئی،لکھتا ہے کہ

ہماری کوئی تحریر دکھلاؤ جس میں ہم نے سوائے اپنے مکفرین کے دوسروں کو کافر کہا ہو

اور پھر بے حیائی اور چالاکی کے طور پر لکھتا ہے کہ

مسلمان ہم کو کافر نہ کہیں ہم انہیں کافر نہ کہیں گے۔

(عبدالحکیم صاحب کہتے ہیں کہ) آپ توہین رب العالمین،تحقیر انبیاء اور تذلیل اسلام چھوڑ دیں تو آپ کو دوسرے مسلمان کافر نہ کہیں گے۔

☆ مرزا تمام عالم کے خون کا پیاسا ہے

ڈاکٹرعبدالحکیم کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی تمام عالم کے خون کا پیاسا اور ہر قوم کی تباہی کا طالب ومنتظر ہے۔ عالم کی تباہی اس کی فتح اور دنیا کی مصیبت اس کی خوشی ہے۔ چنانچہ ان تمام افراد اوراقوام کی نسبت جواس کو نہ مانیں مرزا قادیانی اورمرزائیوں کے چند کلمات حسب ذیل ہیں۔

ا۔ دنیا کی تباہی اور ہمارے لئے عید کا دن، (مرزا کا اشتہار مشتہرہ الحکم والبدر ۱۹۰۶ء)۔ دیکھو دنیا کی تباہی میں مرزااورمرزائیوں کی عید ہے۔

۲۔ ما ارسل نبی الّا اخزی به اللّه قوماً لا یؤمنون ۔کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگراللہ اس سے اس قوم کو جوایمان نہیں لاتی ذلیل کرتا ہے۔ (مرزا کا الہام مندرجہ الحکم مورخہ ۴ جون ۱۹۰۶ء)۔

آج تک نہ عیسائی ذلیل ہوئے، نہ آریہ، نہ سکھ، نہ ہندو، نہ انگریز، نہ روس، حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے مگر دعوی یہ ہے کہ مرزا کے وجود سے خدا کا جلال دنیا پر ظاہر ہوا۔

۳۔ منظور محمد کے لڑکے کا الہامی نام بشیرالدولہ عالم کباب شادی خان کلمۃ اللہ خان ۔ .. پھران ناموں کی تفسیر یہ کی:

بشیرالدولہ اس واسطے ہے کہ وہ ہماری دولت واقبال کی بشارت ہے اور عظیم الشان فتح ہوگی۔ عالم کباب اس واسطے نام ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی گویا دنیا کا خاتمہ ہوجائے گا۔ شادی خان اس واسطے کہ وہ اس جماعت کیلئے شادی کا موجب ہوگا۔ ایک کلمہ اور دولڑکیاں، اس سے مراد یہ ہے کہ منظور محمد کی دولڑکیاں موجود ہیں اوراب وہ کلمہ پیدا ہو گا۔ ساتھ ہی اس الہام کو اپنے الفاظ میں گول مول کردیا کہ اگر خدا کو کچھ مہلت دینی منظور ہے تو ابھی وہ لڑکا پیدا نہ ہوگا۔

جب اس الہام کے بعد تیسری لڑکی پیدا ہوئی اورایک کلمہ اور دولڑکیوں والا الہام نشانہ تضحیک بنا تو جھٹ بول اٹھے کہ یہ پیش گوئی تھی وہ کلمہ پھر پیدا ہوگا، تو کیا وہ پہلی لڑکیاں منظور محمد کی لڑکیوں میں شمار نہ ہوں گی۔ اس پر طرفہ یہ ہے کہ ایسی گول مول پیشگوئیوں کو جنکے مقابلہ پر پانڈوں اور رمالوں کے الفاظ بھی زیادہ صاف ہوتے اوراوسطاً زیادہ صحیح نکلتے ہیں عظیم الشان قرار دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان سے خدا کا ظہور ہوا اوران کے بغیر فطرتی دین ایک لعنت ہے جب عالم تباہ ہوگا اور دنیا کا خاتمہ ہوگا تب مرزائیوں کی خوشی اور فتح ہوگی۔ کیوں نہ ہو، رحمۃ للعالمین جو ہوئے

۴۔ دیکھو میں آسمان سے تیرے لئے برساؤنگا اور زمین سے نکالونگا، پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔ (مرزا کا الہام مندرجہ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۶ء)

۵۔ انّی مع الافواج یأتیک بغتۃ۔ میں فوجوں کے ساتھ اچانک تیرے پاس آؤنگا۔

۶۔ مرزا کے اشعار مندرجہ بدر ۱۹۔ اپریل ۱۹۰۶ء۔

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن
زلزلہ کیا اس جہان سے کوچ کر جانے کے دن
دل گھٹا جاتا ہے ہر دم جان ہے زیر و زبر
ایک نظر پھر کہ جلد آئیں تیرے آنے کے دن

دیکھو مرزا قادیانی، قیامت خیز زلزلہ اور عالم گیر تباہی کا کیسا مشتاق ہے۔

۷۔ ایک مرزائی نے بدر مورخہ ۷ فروری ۱۹۰۷ء میں ایک عجیب وغریب خط شائع کیا ہے:

...اس میں، سخت موسم سرما یورپ میں، سرخی کے نیچے ۲۳ جنوری ۱۹۰۷ء کا تار شائع ہوا ہے جس میں (بحوالہ مارننگ پوسٹ مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۷ء) یہ تحریر ہے کہ

مغربی جانب موسم سرما آرہا ہے اور برٹن میں سردی نہایت شدت سے بڑھ رہی ہے اور مقیاس الحرارت درجہ صفر پر پہنچ گیا ہے۔ اور آسٹریا وہنگری میں صفر سے پندرہ درجہ اور کم ہوگیا ہے اس سے بہت سی اموات ہورہی ہیں اور براعظم کی ریلوے نہایت ابتر حالت میں ہے کیونکہ انجن کے پائپ بوجہ ان کے اندر پانی جم جانے سے پھٹ رہے ہیں اور دریائے ڈینیوب اور ڈیسر کی ہاربرز بالکل منجمد ہوگئی ہیں۔

یہ دیکھ کر مجھے مرزا کا وہ الہام جو بدر ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا تھا یاد آ گیا اور وہ یہ ہے

۵ مئی ۱۹۰۶ء۔ پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن۔ اب موسم بہار شروع ہے اور ثلج کے دن بھی آئے ہیں۔ اللہ تعالی رحم فرمائے، کنگسٹن کے زلزلہ کی وجہ سے جو حالت ہے وہ ناگفتہ بہ ہے ابھی لوگ اس تباہی کی خبر سے پورے طور پر واقف بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ ایک جزیرہ بنام سمال ایسٹ انڈین آرچی پلیگو جن میں پندرہ سو آدمی تھے زلزلہ کے دھکہ سے غائب ہوگیا۔ اللہ تعالی مخالفین پر کیسی کیسی حجتیں پوری کر رہا ہے کاش یہ لوگ خواب خرگوش سے جاگ اٹھیں اور دعاؤں میں لگ جائیں ورنہ یاد رکھیں کہ یہ کیا ہے بلکہ اس سے بدتر اور کئی گنا تباہی کا ہندوستان کو سامنا کرنا پڑے گا اور

پھر کچھ بنائے نہ بنے گا۔

بہار کا موسم ۲۱ مارچ سے ۲۱ جون تک شمار ہوتا ہے مگر مرزائیوں کی بہار دسمبر اور جنوری میں ہی شروع ہوگئی۔ مخالفت ہو، ہندوستان میں اور تباہ ہو جائیں کنگسٹن وایسٹ انڈین۔ آر چی پلیگو۔ برف زدہ ہوں برٹن و یورپ کے دیگر مقامات۔ ایسا ہی ایکو ے ڈور، سان فرانسسکو، اٹلی، فارموسا کی تباہی کے وقت مرزائیوں نے شادیانے بجائے اور شیخیاں بگھاری تھیں۔ پھر آپ ہی مرزا نے شائع بھی کر دیا کہ اہل امریکہ انکار کا حق رکھتے ہیں جب تک ان پر تبلیغ نہ ہو جائے۔ اور مرزائی شائع کرتے ہیں کہ بے خبر کو خدا عذاب نہیں کرتا خواہ وہ مشرک اور ظالم ہی کیوں نہ ہوں۔ سچ ہے کہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔ دجال کا نا ہوگا، پر خدا کا نانہیں۔

۸۔ حمامۃ البشری میں طاعون پھیلنے کی دعا کی تھی سو وہ قبول ہو کر ملک میں طاعون پھیل گئی (حقیقۃ الوحی

۹۔ الحکم جون ۱۹۰۶ کے ایک شمارے میں شائع شدہ قاسم علی کا ایک شعر یہ ہے:

زلزلہ آتش فشانی سیل اور طاعون کا
ہوگئے باعث غلام احمد کے جھٹلانے کے دن

الہامات بالا سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کی تباہی مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی عید اور فتح ہے کہیں دنیا میں آتش فشانی ہو، طوفان آئے، زلزلہ سے تباہی ہو، وبا پھیلے، کوئی بڑا آدمی ہلاک ہو جائے یہ فوراً شادیانے بجاتے ہیں۔ اخباروں اور اشتہاروں میں اپنی شادیانی اور کامیابی کا اعلان کرتے ہیں اور ہمیشہ تاک میں لگے رہتے ہیں کہ کہیں سے کسی کے مرنے کی خبر آئے یا کسی بستی کی تباہی کی۔

آپ ساری دنیا کی تباہی اور تمام قوموں کی ذلت و ہلاکت کے مشتاق ہیں اور دن رات اسی امید اور طلب میں رہتے ہیں اور یہی دعا مانگتے رہتے ہیں کہ طاعون پھیلے اور دنیا تباہ ہو۔

{ مرزا کے نزدیک قرآن وحدیث ناقابل اعتبار ہیں

ڈاکٹر عبدالحکیم بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے اصول مشتہرہ کے مطابق قرآن اور احادیث کا کوئی لفظ قابل اعتبار نہیں اور جس قدر پیش گوئیاں مرزا نے صاف الفاظ میں بڑے دعووں کے ساتھ شائع کیں اور جن کو اس نے اپنے صدق وکذب کا معیار ٹھہرایا وہ تمام غلط ثابت ہوئیں۔

مرزا نے ایک اشتہار میں شائع کیا ہے کہ میں جیسا قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا

ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔

اس مضمون کا تکرار اخباروں اور رسالوں میں ہوتا رہتا ہے کہ مرزا جی اپنی وحی کو ایسا ہی یقینی اور قطعی مانتا ہے جیسا کہ قرآنی وحی کو اور ایک ذرہ برابر فرق نہیں سمجھتا۔ ذیل کی چند مثالوں سے ظاہر ہو جائے گا کہ مرزا کو اپنی وحی کے الفاظ پر مطلق اعتبار نہیں، اس لئے قرآن مجید پر بھی نہیں۔ جن الفاظ سے کوئی مطلب برآمد ہو، ان کو آگے رکھ لیتا ہے باقی سے کچھ سروکار نہیں۔

} ۱۸۔اپریل ۱۹۰۵ء کو اشتہار الانذار میں الہام ذیل شائع کیا:

تازہ نشان تازہ نشان کا دھکہ ۔ زلزلة السّاعة ۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

اس وحی کے الفاظ کی یہ تشریح ہے:

مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو دنیا پر آئے گی جس کو قیامت کہہ سکیں گے اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئے گا اور مجھے علم نہیں کہ وہ چند دن یا چند ہفتوں تک ظاہر ہوگا یا خدا تعالی اس کو چند مہینوں یا چند سال کے بعد ظاہر فرمائے گا۔ (بہار کی نسبت لکھا ہے) ممکن ہے کہ اس وحی کے کچھ اور معنی ہوں اور بہار سے کچھ اور مراد ہو۔

اے دجال اور دجالیو کیا قرآنی الفاظ پر بھی آپ کا ایمان ہے کہ لغت کے خلاف جو چاہیں معنی لے لیں۔

} ۱۸۔اپریل ۱۸۸۶ء کو بشیر موعود کی نسبت شائع کیا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں، جو اس کے قریب ہے، ضرور پیدا ہوگا۔ حمل موجودہ میں تو لڑکی پیدا ہوئی اور دوسرے حمل میں لڑکا پیدا ہوا تھا جو فوت ہو گیا۔ جس کی نسبت پیش گوئی کے یہ الفاظ تھے کہ،

وہ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا وہ جلد جلد بڑھے گا صاحب شکوہ و دولت و عظمت ہوگا۔ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا وہ مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء ہوگا گویا کہ اللہ آسمان سے اتر آیا ہے۔

مگر ظاہری الفاظ کے لحاظ سے یہ پیش گوئی سراسر غلط ثابت ہوئی۔ اے کانے دجال اور کانے دجالیو! کیا لغوی معنی کے لحاظ سے قرآن بھی سراسر غلط ہے۔ مبارک احمد تین کو چار کرنے والا تھا وہ ۱۹۰۷ء میں فوت ہو گیا۔ کیا وہ تین کو چار کرنے والا ہے؟

} ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مرزا قادیانی کا یہ الہام بھی تھا:

اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائیگا تیری نسل بہت ہوگی۔

گزشتہ بائیس سال میں آج تک ایک بھی نئی خاتون اس کو نہیں ملی چہ جائے کہ خواتین اور ایک خاص خاتون جس کی نسبت بڑے دھڑلوں کے ساتھ پیش گوئیاں کیں، جس کی خاطر بیوی اور بیٹوں کو طلاق اور عاق کیا، وہ آج تک دوسرے کے نکاح میں ہے اور (کئی) بچے جن چکی ہے۔ الفاظ کے لحاظ یہ پیش گوئی سراسر غلط ثابت ہوئی۔ مگر مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو کچھ پرواہ نہیں اور ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ مرزا جی کی وحی ایسی ہی قطعی اور یقینی ہے جیسا کہ قرآنی وحی۔

} مرزا قادیانی نے فروری میں الہام شائع کیا۔

سخت زلزلہ آیا اور آج بارش بھی ہوگی۔

الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ زلزلہ آچکا اور اس کے بعد بارش ہوگی۔ مگر الحکم لکھتا ہے کہ اسی دن بارش ہوگئی۔ اور ۲ مارچ کے بعد رات کو زلزلہ آگیا۔

کیا یہی حیثیت قرآنی الفاظ کی ہے۔

} ۵ مئی ۱۹۰۶ء کو مرزا قادیانی نے الہام شائع کیا۔

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن

پھر ثلج جس کے معنے برف ہیں اس کی نسبت لکھا کہ

صحیح مراد یا تو برف ہے، یا بارش یا شدید سردی یا اطمینان قلب یا خوشی و راحت یا شبہ و شک کو دور کرنا اور تسلی بخشنا یا کثرت نشانات۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کیا یہی وقعت قرآنی الفاظ کی ہے۔

} ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کے زلزلہ کے بعد بڑے زور شور اور لن ترانیوں سے شائع کیا۔ زلزلہ آنے کو ہے یعنی وہ قیامت خیز زلزلہ جو دنیا کو ایک دم میں زیر و زبر کر دے گا آنے کو ہے خود بھی قادیان سے نکل کر خیموں میں مقیم ہوگیا اور تمام مریدوں کے نام اشتہارات بھیج دیئے۔ مگر ظاہر الفاظ کے لحاظ سے یہ بھی غلط ثابت ہوئی اور تین ماہ کے بعد واپس قادیان میں جا گھسا۔

} مرزا قادیانی نے الحکم میں الہام شائع کیا:

دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برساؤنگا اور زمین سے نکالونگا۔ پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔

اگست و جون میں جب بارشیں ہوئیں تو مرزائیوں نے بارشوں کے لفظ کو پکڑ کر اس کی

دھوم مچائی۔ چنانچہ ایک سیالکوٹی مرزائی نے اپنا سیلاب میں مبتلا ہونا اور ایک دہلوی مرزائی نے اپنے مکان کا گرنا شائع کیا۔ مگر دوسری شق کا خیال نہ کیا، پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائینگے۔

} مرزا قادیانی نے الہام شائع کیا:

موت تیرہ ماہ حال کو۔ (اخبار بدر ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء)

ماہ حال کی نسبت لکھا:

معلوم نہیں اس سے مراد یہی شعبان ہے یا کوئی آئندہ شعبان۔

پھر جب تیس شعبان کو صاحب نور کا انتقال ہو گیا تو فوراً یہ کہہ دیا کہ الہام میں تیرہ تھا، تئیس یا تیس ٹھیک یاد نہیں۔ تو گویا قرآن مجید کے الفاظ بھی ایسے ہی مشکوک ہیں، کیونکہ مرزائی اور قرآنی وحی ایک ہی پایہ کی ہیں۔

} مرزا قادیانی نے میری (یعنی عبدالحکیم کی) نسبت ۳۰ مئی ۱۹۰۶ء کو شائع کیا:

فرشتوں کی کھنچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔

اس کے معنی الفاظ کے لحاظ سے فوری موت کے سوائے اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ مگر خدا کے فضل سے میں آج (بوقت تحریر ۱۹۰۷ء) تک صحیح سلامت ہوں۔

} فروری ۱۹۰۷ء کا الہام۔ ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔

آج اگست ۱۹۰۷ء تک الفاظ کے مطابق کچھ بھی نہیں ہوا۔

} ما انا الّا کا لقرآن و سیظھر علی یدی ما ظھر من الفرقان۔ الہام ۷ ستمبر ۱۹۰۶ء

ظاہری مفہوم کے لحاظ سے یہ قول بالکل غلط ہے کیونکہ قرآن مجید نے روحانیت اور اخلاق کے ہر پہلو پر کامل تعلیم پیش کی ہے مگر کانے دجال نے سوائے اپنی مشیخت اور کبریائی کے اور کچھ بھی نہیں کیا۔

قرآن مجید نے عرب کے بت خانوں کو صاف کر دیا مرزا سے ایک قادیان کے بت بھی صاف نہیں ہوئے۔ قرآن مجید نے اول سے آخر تک باری تعالی کی تحمید تقدیس تمجید اور توحید کا بیان کیا مگر مرزا دن رات اپنی ہی تحمید، تقدیس، تمجید اور توحید کا بیان کرتا ہے۔

قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا فسبّح بحمد ربک و استغفرہ۔ مگر مرزا کہتا ہے کہ خدا میری حمد کرتا ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے لیس کمثلہ شئی۔ مرزا اپنے بیٹے کو کہتا ہے کانّ اللّٰہ

نزل من السّماء۔

قرآن مجید اللہ تعالی کی نسبت ارشاد فرماتا ہے قل ھو اللّٰہ احد ۔ اللّٰہ الصمد۔ لم یلد و لم یو لد۔ و لم یکن لہ کفواً احد ۔مگر مرزا کہتا ہے کہ میرا بیٹا گویا خدا ہے میں خدا کی توحید اور تفرید کے برابر ہوں ۔ اگر میں نہ ہوتا تو خدا زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا۔ میں خدا کی اولاد کے برابر ہوں ۔ خدا مجھ سے ہے میں خدا سے ہوں ۔

قرآن مجید فرماتا ہے من یعتصم با للّٰہ فقد ھدی الی صراط مستقیم۔مگر مرزا کہتا ہے کہ میرے بغیر خدا کوئی چیز نہیں ۔

قرآن مجید نے بد دیانتی، حرام خوری، آرام طلبی ، کذب ، ریا ، لغو، بدعہدی، فحش، تکبر، قبر پرستی ، منارہ پرستی ، سب وشتم ، خونخواری اور کینہ پروری کو دور کیا۔

مگر مرزا نے براہین کا پیشگی چندہ، سراج منیر کا چندہ، منارہ کا چندہ ، ڈھائی سو روپیہ ماہوار مفت اشاعت کتب کا چندہ، توسیع مکان و مسجد کا چندہ خورد برد کیا۔ وہ لغو گو، بدعہد، فحش گو، متکبر ،تمام قوموں کے خون کا پیاسا اور ان کی تباہی کا مشتاق ہے۔ دنیا کی تباہی اس کے واسطے عید ہے۔ کسی عالم فاضل اور مجاہد کی موت اس کے واسطے جشن کا موجب ہوتی ہے۔

} الہام ۲۲ مئی ۱۹۰۶ مشتہرہ بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء

تردّ علیک انوار الشّباب سیأتی علیک زمن الشّباب و ان کنتم فی ریب مّما نزّلنا علی عبدنا فأتوا بشفاء من مثلہ ردّ علیھا روحھا و ریحا نھا ۔یعنی تیری طرف جوانی کی قوتیں ردّ کی جائیں گی اور تیرے پر زمانہ جوانی کا آئے گا یعنی جوانی کی قوتیں دی جائیں گی تا خدمت دین میں حرج نہ ہو اور اگر تم اے لوگو ہمارے اس نشان سے شک میں ہو، تو اس کی نظیر پیش کرو۔ اور تیری بیوی کی طرف بھی صحت اور تازگی ردّ کی جائے گی ۔

ان الہامات کا باعث یہ ہوا کہ عرصہ تین چار ہ ماہ سے میری طبیعت نہایت ضعیف ہوگئی ہے۔ بجز دو وقت ظہر اور عصر کی نماز کے لئے بھی نہیں جا سکتا اور اکثر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں اور اگر ایک سطر بھی کچھ لکھوں یا فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے۔ اور دل ڈوبنے لگتا ہے جسم بالکل بے کار ہو رہا ہے اور جسمانی قوی ایسے مضمحل ہو گئے ہیں کہ خطرناک حالت ہے گویا مسلوب القوی ہوں اور آخری وقت ہے۔ ایسا ہی

بیوی دائم المرض ہے۔ امراض رحم وجگر دامنگیر ہیں۔ پس میں نے دعا کی تھی کہ خدا تعالی مجھے پہلی قوت جوانی کے عالم کی عطا کرے، تا میں کچھ خدمت دین کرسکوں۔ اور اپنی بیوی کی صحت کیلئے بھی دعا کی تھی۔ اس دعا پر یہ الہام ہوئے جو اوپر ذکر کئے گئے۔ خدا تعالی ان کے معنی بہتر جانتا ہے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی ہمیں صحت عطا فرمائیگا اور مجھے وہ قوتیں عطا کریگا جن سے میں خدمت دین کرسکوں۔ واللہ اعلم بالصواب اوراس میں یہ بھی خوش خبری ہے کہ اللہ تعالی میری بیوی کو بھی صحت اور تندرستی عطا کریگا

اب چونکہ مرزا کو اپنے الہاموں کی نسبت خوب تجربہ ہو چکا تھا کہ وہ واقعی طور پر کبھی بھی پورے نہیں ہوتے ایسا ہی واقعات اس کو بھی جھوٹا ثابت کردیں گے اس لئے پہلے ان کنتم فی ریبٍ مّمّا نزّلنا علی عبدنا فأتوا بشفاءٍ مّن مثلہ کے دعوی کی اپنے الفاظ میں ہی تردید کردی گویا کہ الہام میں کوئی دعوی تھا ہی نہیں، یا الہام کے الفاظ ناقابل اعتبار بلکہ سراسر لغو اور جھوٹ ہوتے ہیں۔ صاف الفاظ میں تحدی آمیز دعوے اوراس پر یہ حاشیہ کہ خدا تعالی ان کے بہتر معنی جانتا ہے، صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی ہمیں صحت عطا فرمائے گا۔ کیا قرآنی وحی کی بھی یہی عظمت ہے کہ اس کے الفاظ بھی قابل اعتبار نہیں بلکہ سراسر لغو اور جھوٹ ہوتے ہیں۔

} من ذاالّذی ھو اسعد منک تجھ سے زیادہ سعادت مند کون ہے۔ ۱۵ فروری ۱۹۰۶ء

یہ الہام مرزا قادیانی کے اپنے الفاظ کی رو سے باطل ہے کیونکہ وہ خود حضرت محمد ﷺ کو اپنے سے زیادہ سعید مانتا ہے۔

} کلّ الفتح بعدہ۔ ۱۸ فروری ۱۹۰۷ء۔ اس کا کچھ انجام نہیں ہوا۔

} مرزا قادیانی نے الہام شائع کیا: ارید ما تریدون۔

لیکن خداوند عالم کسی کے ارادہ کا تابع نہیں بلکہ ہر ارادہ اسی کے ارادہ کے موافق ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ما تشاؤن الّا ان یّشاء اللّٰہ ۔ربّ العالمین ۔ و ھو علی کلّ شئی قدیر ۔ پس مرزا قادیانی کا یہ الہام صریحاً باطل ہے۔

} مرزا قادیانی کا الہام ہے:

میں اس عورت کو سزا دونگا و یل لّلا مرأت و بعلھا۔

اس عورت اوراس کے خاوند کے واسطے عذاب ہے۔ یہ ایک مرزائی بھید ہے جس پر کوئی مرزائی روشنی ڈال سکتا ہے۔ دو سال سے یہ الہامات ہو رہے ہیں مگر وہ بے چارے بے گناہ مرد و

عورت اب (۱۹۰۷ء) تک صحیح سلامت ہیں ہاں قادیان سے ضرور نکالے گئے۔

} ۵ جون ۱۸۹۳ء کو مرزا قادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی نسبت پیش گوئی کی کہ

جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ہوگی۔ اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ (جنگ مقدس)۔

پندرہ مہینے گذر گئے مگر نہ عبداللہ آتھم اس عرصہ میں مرا، نہ اس نے عاجز انسان (مسیح) کو خدا بنانے سے رجوع کیا، نہ اس کو سخت ذلت پہنچی اور نہ بعض اندھے سوجاکھے ہوئے، نہ لنگڑے چلے، نہ بہرے سننے لگے۔ مگر میعاد گذرنے کے بعد مرزا قادیانی نے یہ کہہ دیا کہ عبداللہ آتھم ڈرتا رہا اس واسطے موت ٹل گئی۔ اور اتنی ہی بات پر عجیب عجیب رنگ آمیزیوں کے ساتھ سینکڑوں صفحہ لکھ مارے۔ کیا کذاب ہونے کا ثبوت اس سے بھی کوئی بڑھ کر ہوسکتا ہے۔

} ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کو مرزا قادیانی نے مرزا احمد بیگ کی لڑکی کی نسبت الہامات شائع کئے:

انا زوجنا کہا ہم نے اس کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا۔

فسیکفیکھم اللّٰہ و یردّ ھا الیک لا تبدیل لکلمات اللّٰہ انّ ربک فعّال لما یرید۔ اللہ ان کے مقابلہ پر تجھے کفایت کرے گا اور اس کو تیرے پاس واپس لائے گا۔ اللہ کے کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ بے شک تیرا رب جو چاہے کر سکتا ہے۔

مگر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ بھی تھا کہ اگر وہ لڑکی کسی اور جگہ بیاہی جائے گی تو اس کا خاوند روز نکاح سے اڑھائی سال تک فوت ہو جائے گا اور اس کا والد تین سال تک اور ان کے گھر پر تنگی اور تفرقہ اور مصیبت پڑیں گے۔ پھر ۱۸۹۲ء میں اس لڑکی کا نکاح سلطان محمد سے ہوا جس کو پیش گوئی کے مطابق ۲۱۔ اگست ۱۸۹۴ء کو فوت ہو جانا چاہیے تھا مگر وہ فوت نہیں ہوا اور اب تک (۱۹۰۷ء) زندہ ہے۔ پہلے ایک سپاہی تھا اب نان کمیشن افسر ہے اور اس بیوی سے کئی بچے ہو چکے ہیں۔ مرزا احمد بیگ ضرور تین سال کے اندر فوت ہوا باقی تمام دعوے خاک میں مل گئے۔

} ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء کو مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی، ملا محمد بخش اور ابوالحسن تبّتی کی ذلت اور عذاب کی

بابت بڑے زبردست الفاظ میں پیشگوئی کی کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک تیرہ ماہ میں وہ سخت ذلیل ہوں گے اور عذاب شدید میں مبتلا۔ تب وہ اپنے کئے پر پچھتا ئینگے۔ اللہ کے عذاب سے کوئی ان کو بچا نہ سکے گا۔ مگر وہ آج اگست ۱۹۰۷ء تک سلامت اور با عزت موجود ہیں (ابوالحسن ۱۳۵۹ھ میں فوت ہوئے)۔

} ۵ نومبر ۱۸۹۹ء کو ایک زبردست نشان آسمانی کی نسبت پیش گوئی کہ وہ اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک نازل ہوگا اور وہ بطور سلطان کے ہوگا جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو میں مردود ملعون بے دین کافر اور خائن۔ وہ تین سال بھی گذر گئے اور کوئی زبردست آسمانی نشان ایسا ظاہر نہ ہوا جو دلوں پر قبضہ کر لیتا۔

} ۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو کشتی نوح ایک کتاب شائع کی جس میں بڑے زور شور کے ساتھ یہ شائع کیا کہ طوفان طاعونی میں قادیان کشتی کی طرح محفوظ رہے گی اور بے حد دعووں کے ساتھ، تمام مسلمانوں نیچریوں عیسائیوں اور آریاؤں کو للکار کر کہا کہ آؤ میرے مقابلہ پر کسی دوسری بستی کو تو طاعون سے ایسا بچا کر دکھاؤ جیسا کہ میرے ذریعہ سے خرق عادت کے طور پر قادیان بچائی گئی ہے مگر جب مارچ واپریل ۱۹۰۴ء میں ۲۸۰۰ کی آبادی میں سے ۳۲۳۔ آدمی طاعون سے ہلاک ہوگئے تو جھٹ نسبتاً کا لفظ پکڑ لیا اور انّی احافظ کلّ من فی الدار کا الہام شائع کر دیا مگر خاص ان کے گھر میں بھی پیراں دتہ، مرزا کا خاص ملازم، طاعون سے فوت ہوا اور محمد اسحاق کو پلیگ ہوا۔ اب اس کی یہ صورت رہ گئی انّی احافظ کلّ من فی الدّار و احافظک خاصة۔ میں ان سب کی حفاظت کرونگا جو گھر میں ہیں اور خاص کر تیری حفاظت کرونگا۔

} مولوی ثناءاللہ صاحب کی نسبت ایک پیش گوئی شائع کی کہ وہ قادیان میں میری پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے۔ مگر اس تحدی کے بعد مولوی ثناءاللہ صاحب ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچ گئے۔

} الکلب یموت علی الکلب۔ ایک مولوی کی نسبت کہ وہ کتا ہے اور کلب کے عدد یعنی ۵۲ سال کی عمر میں فوت ہو جائے گا۔ مگر وہ ستر سال کی عمر کو پہنچ چکے۔

} مرزا قادیانی کو الہام ہوئے۔

لک الخطاب العزت۔ قیصر ہند کا شکریہ

ملکہ معظّمہ قیصر ہند کی جشن جوبلی کے مقام پر یہ الہامات شائع کئے۔ مگر آج تک کوئی نتیجہ نہیں۔

} سید امیر علی شاہ صاحب رسالدار میجر سردار بہادر سے ۵۰۰ روپئہ پیشگی لے کر دعا کے ذریعہ سے

فرزندنرینہ دلانے کا وعدہ کیا جس کی میعاد ۱۵۔اگست ۱۸۸۹ء تک تھی مگر نتیجہ کچھ بھی نہیں ہوا۔

{ ۱۹۔اپریل ۱۹۰۴ء کو ایک تباہی خیز زلزلہ کی بابت پیش گوئی کی اور یہ لکھا کہ وہ ایسا زلزلہ ہوگا جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گذرا۔ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کے زلزلہ کے بعد شائع کیا، زلزلہ آنے کو ہے۔ پہلے اپریل ۱۹۰۴ء میں قیامت خیز زلزلہ کے خوف سے میدانوں میں خیمہ زن ہو گئے تھے پھر مارچ ۱۹۰۶ء کو زلزلہ آنے کو ہے، والے الہام کے بعد میدانوں میں چلے گئے اور مریدوں کے لئے اشتہارات جاری کر دیئے کہ وہ بھی خیموں میں رہیں۔ الغرض دونوں دفعہ چند مہینے انتظار کے بعد گاؤں واپس چلے گئے۔ اور اب دنیا کے کسی حصہ سے زلزلہ کی خبر آئے تو فوراً شائع کر دیتے ہیں کہ زلزلہ کا نشان پورا ہو گیا۔

محض یہ کہہ دینا کہ زلزلے آئینگے یا پچاس ساٹھ زلزلے آئیں گے کوئی پیشگوئی نہیں کیونکہ زلزلہ ہمیشہ آتے ہی رہتے ہیں چنانچہ ڈاکٹر جان ملنی (جو علم زلازل میں ایک مشہور ومعروف شخص ہیں) نے ایک چٹھی اخباروں میں شائع کرائی ہے جس میں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ خیال کرنا غلط ہے کہ گذشتہ بارہ مہینوں میں زمین غیر معمولی زلازل سے ہلائی گئی زمین میں ہر سال پچاس ساٹھ زلزلے آتے ہیں جن میں سے زیادہ تر غیر آباد قطعات میں واقع ہوتے ہیں۔ اکیلے جاپان کو بارہ سو صدمہ سالانہ پہنچتے ہیں ایسے صدمہ لندن میں دو صدیوں میں ایک دفعہ ہوتا ہے (آبزرور ۱۳ فروری ۱۹۰۷ء) کثرت زلازل کے متعلق مرزا اور مرزائیوں کی شیخی اورلن ترانیوں کا یہ کافی جواب ہے۔

{ ۵۔اکتوبر ۱۸۹۴ء کو مرزا قادیانی نے ایک طول طویل اشتہار میں مولوی سعد اللہ نومسلم لودہیانوی کی نسبت الہام ذیل شائع کیا۔ انّ شانئک ھو الا بتر۔

۴ جنوری ۱۹۰۷ء کو مولوی سعد اللہ صاحب کا انتقال ہوا تو جھٹ مرزائیوں نے اپنے اخباروں اور رسالوں میں شورمحشر برپا کر دیا کہ وہ ابتر مرا۔ ایک تو سلسلہ اولاد کے لحاظ سے دوسرے اپنی امیدوں میں نامرادی کے لحاظ سے۔ سوم، باوجود جوان اور قوی الجثہ ہونے کے مرزا کی زندگی میں فوت ہوا۔ ان ہر سہ امور کا نہایت معقول جواب ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۸ فروری ۱۹۰۷ء میں چھپا تھا جس کو ہم باختصار اس جگہ درج کرتے ہیں:۔

اس مضمون میں اڈیٹر الحکم نے کمال جسارت سے کام لیا ہے... دروغ گوئم برروئے تو کی مثال کو بالکل صادق کر دکھایا ہے۔ منشی سعد اللہ مرحوم کو جوان قوی الجثہ لکھا ہے حالانکہ وہ پنشن یاب تھے جو گورنمنٹ کے قاعدہ سے کسی طرح مضبوط اور قوی الجثہ اور کم

عمر نہیں ہو سکتے ۔ پھر مرحوم کی عمر کا مقابلہ کرشن جی سے کرتا ہے مگر افسوس کہ مولوی عبدالکریم، کرشن جی کے امام سے نہیں کرتا جس کی نسبت حضرت کو کئی ایک الہام ہوئے تھے کہ بیماری سے صحت یاب ہوگا مگر آخر کار وہ اسی بیماری سے مرا۔ خیر یہ تو اس کی معمولی لاف وگزاف ہے اب سنیئے! اصل مضمون کا جواب۔

ہم بتلاتے ہیں کہ کرشن جی کی پیش گوئی بالکل جھوٹی ہوئی کیونکہ کرشن قادیانی کا الہام تھا کہ منشی مرحوم ابتر ہوگا اور ابتر کے معنی ہیں جس کی اولاد نہ ہو۔ چنانچہ مفردات راغب (جس کو حکیم نورالدین قابل اعتماد لغت قرآنی جان کر حوالے دیا کرتے ہیں) لکھا ہے فقیل فلان ابتر اذا لم یکن له عقب یخلفه۔ یعنی ابتر اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پیچھے اولاد نہ ہو۔ اور سنیئے قاموس میں ہے: الّذی لا عقب له و لا نسل له یعنی ابتر وہ ہے جس کی اولاد اور نسل نہ ہو۔ اور صراح میں ہے: بے فرزند شدن

چونکہ کرشن قادیانی فقہ حنفیہ کی نسبت لکھا کرتے ہیں کہ میرا اس پر عمل ہے سنئے فقہ کی کتاب ردالمحتار جلد ۵ ص ۴۵۵ پر ہے۔ العقب عبارة عمن و جد من الو لد بعد مو ت ا لا نسان یعنی عقب اس کو کہتے ہیں جو مرنے کے بعد انسان کی اولاد رہتی ہے۔ پس ان حوالہ جات کے لانے سے ثابت ہوا کہ جس انسان کی اولاد خصوصاً نرینہ اولاد ہو وہ ابتر نہیں۔ چنانچہ تم خود ہی لکھتے ہو کہ منشی مرحوم نے حکیم نورالدین کے بیٹا مرنے پر حکیم کے لئے ابتر ہونے کی آرزو کی تھی جن کے جواب میں یہ آیت ابتر والی نازل ہوئی تھی، منشی سعد اللہ مرحوم کے ہاں جوان لڑکا ہے پھر وہ ابتر کیسے ہوئے۔

چونکہ مرزائیوں کو معلوم تھا کہ منشی صاحب کے ہاں لڑکا ہے جس کی عمر خدا کے فضل سے ۱۹ برس کی ہے اور وہ دفتر سرکاری میں ملازم ہے اور اس کی نسبت بھی حضرت حاجی عبدالرحیم خان ساکن کوم ضلع لدھیانہ کی دختر نیک اختر سے ہو چکی ہے اور عنقریب شادی ہونے والی تھی کہ منشی صاحب کا انتقال ہوگیا اس لئے بڑی چالاکی اور ہوشیاری اور مکاری سے اس بات کو تسلیم کرکے کہ منشی صاحب مرحوم کا لڑکا ہے یہ بڑ ہانک دی کہ لڑکا ہے مگر آگے کو اس کے اولاد نہیں، اس لئے منشی صاحب ابتر ہیں۔ تف ہے ایسی نبوت پر اور لعنت ہے ایسی بے جا حمایت پر۔ مرزائیو! ایمان سے کہنا یہی تمہاری ایمان داری ہے کہ پیش گوئی تو منشی سعد اللہ کے بے اولاد ہونے کی، کی جاوے اور ثبوت اس

کے بیٹے کے بے اولاد ہونے سے دیا جائے: شرم چہ کنی ست کہ پیش مرداں بیاید

یہاں تک تو ابتر اور جوان موت مرنے کا جواب آ گیا، اب رہا دوسرا شق کہ وہ اپنی امیدوں میں نامراد مرا۔ مرزا کو اپنے بامراد رہنے کا بڑا گھمنڈ اور دعوی ہے حالانکہ اس کو اس قدر کامیابی بھی نہیں ہوئی جو دیانند سوامی کو قوم ہنود میں اور سرسید کو مسلمانوں میں ہوئی۔ آج تک مرزا اور مرزائیوں کے ہاتھ پر اس قدر ہندو عیسائی سکھ آریہ اور مشرک مسلمان نہیں ہوئے جس قدر اور عام مولویوں کے ہاتھ پر ہوتے ہیں۔ ریاست پٹیالہ میں ایک مولوی محمد اسحاق صاحب کے ہاتھ پر سینکڑوں لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔ نہ مسلمانوں کا عیسائی ہونا مسدود ہوا بلکہ ہزاروں مسلمان ہر سال عیسائی ہوتے جاتے ہیں۔ مسلمان یتامی کی بھی انجمن حمایت اسلام نے دست گیری کی مگر مرزا کو سوائے اپنے لنگر اور منارہ اور بہشتی مقبرہ اور توسیع مکان اور عیش و تنعم کے کچھ اور فکر ہی نہیں۔ ہاں منشی سعد اللہ مرحوم اور دیگر علمائے اسلام کو جو کامیابی ہوئی وہ ظاہر ہے کہ دجالی طوفان جو سیلاب کی طرح بڑھنا چاہتا تھا اس کو ہر طرف سے بندھ لگ گئے باوجودیکہ دجالیت کی حمایت میں ساٹھ ہزار اخبار اشتہارات اور رسائل ماہوار شائع ہوتے ہیں اور ایک دو لاکھ کے قریب دجالی گر گے یا ایجنٹ یا ذریت شیطان کی طرح جابجا پھیلے ہوئے ہیں مگر پھر بھی تیس کروڑ مسلمانان عالم میں سے اس وقت انتیس کروڑ اٹھانوے لاکھ شیطانی مکائد سے بچے ہوئے ہیں اور محض دو لاکھ کے قریب پھنسے ہیں۔ یہ تعداد ہالوے صاحب کے مرہم اور حبوب کے خریداروں سے بھی بدر جہا کم ہے جس نے اشتہار بازی کے ذریعہ سے اپنے مرہم اور حبوب کے اس قدر خریدار پیدا کر لئے تھے کہ مرتے ہوئے تین کروڑ روپیہ خیرات دے کر مرا تھا۔ اگر علمائے کرام اس وقت اسلام کی حفاظت نہ کرتے تو آج تک تمام مرتد ہو جاتے بلکہ مکہ مدینہ اور بیت المقدس میں بھی دجال کا قدم جا پہنچتا۔ مرزا نے اس کے متعلق حقیقۃ الوحی میں حسب ذیل لکھا ہے:

اور وہ پیش گوئی جس میں، میں نے لکھا تھا کہ سعد اللہ نامرادی اور ذلت کے ساتھ میرے روبرو مرے گا۔..وہ انجام آتھم کے عربی شعروں میں ہے اور وہ یہ ہے۔

یا ربنا افتح بیننا بکرامۃ   یا من یری قلبی و لب لجائی

اے میرے خدا مجھ میں اور سعد اللہ میں فیصلہ کر یعنی کاذب کو صادق کے سامنے ہلاک

کر دے۔ وہ علیم وخبیر ہے جو میرے دل کو اور میرے اندر کی پوشیدہ باتوں کو دیکھتا ہے

یا من اری ابوا به مفتوحة للسّا ئلین فلا ترد دعائی

اے میرے خدا میں تیری رحمت کے دروازے دعا کرنے والوں کیلئے کھلے دیکھتا ہوں

پس جو میں نے سعد اللہ کے حق میں دعا کی اس کو قبول فرما اور ردّ نہ کر۔

مگر جب انجام آتھم کو از اول تا آخر دیکھا تو صفحہ ۲۸۲ پر ان شعروں کا ترجمہ حسب ذیل ملا:

یا ربنا افتح بیننا بکرامته یا من یری قلبی و لب لجائی

اے خدا در ما بکرامت خود فیصلہ کن اے آنکہ دل مرا و مغز پوست مرا می بینی

یا من اری ابوا به مفتوحة للسا ئلین فلا ترد دعائی

اے آنکہ در ہائے او را برائے سائلان کشادہ می بینم دعائے مرا ردّ مکن

اب ناظرین غور فرمائیں کہ اول تو تتمہ حقیقۃ الوحی میں ان شعرونکا ترجمہ کرتے وقت الفاظ بڑھا دیئے، یعنی کاذب کو صادق کے سامنے ہلاک کر۔یعنی میری زندگی میں سعد اللہ کو ذلت کی موت دے، اصل الفاظ میں سعد اللہ کے مرنے یا مرزا کی زندگی میں مرنے کا ذکر نہیں ہے۔

دوم یہ مرزا کی ایک بددعا ہے نہ کہ پیش گوئی۔اور اس کی جبلی عادت ہے کہ تمام مسلمان علماء وفضلاء کو ہمیشہ کوستا رہتا ہے جب کوئی مرجاتا ہے تو اپنے کوسنے اور سبّ وشتم کو پیشگوئی بنالیتا ہے۔

سوم اپنی طرف سے اکثر پیش گوئیاں کرتا رہتا ہے جب کوئی پیش گوئی پوری نہ ہو تو اس کو اپنی آرزو میں شمار کرلیتا ہے چنانچہ مولوی محمد حسین اور انکے رفقاء کی نسبت حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۸۷۔۱۸۸ میں لکھتا ہے:

صرف میری طرف سے دعا تھی کہ اتنی مدت میں ایسا ہو۔سو خداوند تعالی اپنی وحی کا پابند ہوتا ہے، اس پر فرض نہیں جو اپنی طرف سے التجا کی جائے بعینہ اس کو ملحوظ رکھے۔

پس جو دعا یا بددعا اتفاقاً پوری ہوگئی وہ پیش گوئی بن گئی اور جو پوری نہ ہوئی اس کا کوئی ذکر نہیں۔

آج کل ڈوئی رسول امریکہ کی وفات پر مرزائی شادیانے بجا رہے ہیں مگر آج تک پیش گوئی کا الحکم یا بدر نے کوئی پتہ نہیں دیا کہ وہ کب اور کن الفاظ میں کی گئی تھی۔ تا کہ اصل الفاظ سے انجام کا مقابلہ کیا جائے۔ہاں مرزا نے اپنے الفاظ میں ضرور اس کو مباہلہ کے واسطے مدعو کیا تھا اور اس طرح پر تو اس نے انجام آتھم میں ایک سو چار مشائخ کے نام گنا کر کل علماء اور مشائخ کو مباہلہ کے واسطے مدعو کیا تھا اور جتلا دیا تھا کہ اگر

مباہلہ میں میرے مقابلہ پر آئے تو سب کے سب ایک سال کے اندر فنا ہو جائیں گے یا مہلک امراض میں مبتلا۔ اور اگر ان تمام میں سے، خواہ ہزار دو ہزار ہی کیوں نہ ہوں ایک بھی بچا رہا، تو میں جھوٹا۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اگر نہ آئے اور نہ تکفیر و تکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مرینگے۔ ڈوئی بھی گویا کہ اسی فہرست میں شامل تھا کیونکہ اسی قسم کے متحد یانہ الفاظ میں اپنی طرف سے اس کو بھی مدعو کیا تھا، نہ کسی خاص الہام کی بنا پر۔ جب کہ اس فہرست میں سے ایک سال کے اندر کوئی نہ مرا، بلکہ چند ایک مرے بھی تو وہ مرزا کے روسیاہ کرنے کو سال سال کے بعد مرے، تو مرزا جھوٹا ٹھہرا۔ پھر یہ کیسی بے شرمی ہے کہ ایک ایک کی موت کو پکڑ کر مرزائی بغلیں بجانے لگ جاتے اور ڈینگیں مارتے ہیں۔ مثلاً منشی سعد اللہ کی موت پر، جو اس مباہلہ سے بارہ سال بعد قدرتی طور پر واقع ہوئی، مرزائیوں نے جھٹ ان کا نام فہرست مباہلہ میں دس نمبر پر پیش کر کے ظاہر کر دیا کہ اس کے ساتھ مباہلہ ہو چکا تھا اس لئے وہ صادق کے سامنے مر گیا حالانکہ دعوی یہ تھا کہ اگر ایک سال کے اندر ایک بھی ان میں سے زندہ رہا تو میں جھوٹا۔ ایسا ہی ڈوئی کی موت پر لن ترانیاں اور بے حد لاف و گزاف ہے۔ جب مرزا کا کوئی الہام پیش نہیں کر سکتے تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ (دوئی) کاذب نبی تھا اس لئے مرزا کے سامنے جو سچا نبی ہے فوت ہو گیا۔ اگر یہ قطعی اصول ہے کہ صادق کے سامنے تمام کاذب فنا ہو جائیں تو، پھر مسیلمہ سچا اور نعوذ باللہ محمد ﷺ کاذب نبی ٹھہرے۔ نعوذ باللہ۔ کیا مرزا کے مرنے کے بعد مدعیان الہام یا فہرست مباہلہ میں سے جو شخص زندہ رہ جائیں گے وہ سب صادق ہونگے اور مرزا کاذب ٹھہریگا؟ پس جب تک کلام الٰہی سے کسی کی موت کا تعین نہ ہو جائے اس کا پہلے یا پیچھے مرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

} منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ کے انتقال پر اسی طرح غل غپاڑہ شروع کر دیا گیا اور الہام ذیل کو موت کی پیش گوئی قرار دے دیا:

بر مقام فلک شدہ یا رب۔ گر امیدے و علم مدار عجب۔ بعد ۱۱۔

اس کے ساتھ اربعین کے صفحہ ۲۱ کے حاشیہ پر نوٹ ہے:

میں نہیں جانتا کہ گیارہ دن ہیں یا گیارہ ہفتہ یا گیارہ مہینے، مگر بہر حال ایک نشان میری بریت کے لئے اس مدت میں ظاہر ہوگا جو آپ کو سخت شرمندہ کرے گا۔

میں ہرگز یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں جب تک میرا قادر خدا ان جھوٹے الزاموں سے مجھے بری کر کے آپ کا کاذب ہونا ثابت نہ کرے۔

اصل الہام اور مرزا کی تفسیر میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو یہ ثابت کرے کہ منشی الٰہی بخش مرحوم، مرزا قادیانی سے پہلے فوت ہو جائینگے۔ موت کی طرف اشارہ تک نہیں، بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں کوئی نشان مرزا کی بریت میں ظاہر ہوگا جس سے سخت شرمندہ ہوگا۔ گویا کہ وہ زندہ رہے گا۔ پھر یہ بات اڑاتے ہیں کہ وہ موسیٰ ہونے اور فرعون کو غرق کرنے کا مدعی تھا مگر خود ہی طوفان میں غرق ہو گیا اور نامراد دنیا سے چل دیا حالانکہ وہ خود عصائے موسیٰ کے سرورق پر اس کی تردید کر چکا ہے کہ میرا ہرگز ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ میں موسیٰ ہوں۔ ہاں ایک خواب میں اس نے دیکھا تھا کہ تین ٹکڑوں کا پتنگ تیس تار کی ڈور پر اڑایا گیا ہے جس کو انہوں نے عصائے موسیٰ کے ذریعہ سے اتار لیا۔ سو اس خواب کے بعد مرزا کا رسالہ ضرورۃ الامام معہ خط عبدالکریم و معافی ٹیکس پہنچا جس کے تیس صفحے تھے۔ سو یہ تیس تاروں کی ڈور والا تین ٹکڑوں کا پتنگ تھا جس کی تردید مرحوم نے ایک نہایت ہی زبردست کتاب میں کی اور خواب کی بنا پر اس کا نام عصائے موسیٰ رکھا۔ جو سراسر قرآن اور احادیث صحیحہ سے لبریز ہے مگر ان کو مرزا قادیانی، گند اور کیچڑ سے بھری ہوئی یا سنڈاس پاخانہ سے بھرا ہوا کہتا ہے۔ پس الٰہی بخش مرحوم نے اس کتاب کو کمال خوبی کے ساتھ پورا کیا اور شائع کرا دیا۔ یہی اس کی مراد تھی جس میں وہ کامیاب ہوا۔..مگر مرزا اپنی ساری مرادوں میں نامراد رہا۔ مثلاً تکمیل براہین احمدیہ، منن الرحمان، تفسیر کتاب عزیز، کسر صلیب، اصلاح اندرونی اور اشاعت اسلام میں ناکام و نامراد رہا۔

اب رہا الٰہی بخش مرحوم کی موت سے مرزا کی بریت۔ تو اس کی موت سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ مرزا نے براہین کی نسبت کوئی بدعہدی نہیں کی بلکہ وہ اس کی تین سو دلائل اور تین سو جزو بکمال وتمام چھپوا کر شائع کر چکا۔ کیا اس نے پانچ ہزار کا مال اپنی بیوی سے لے کر اس کے نام پر جدی باغ بہ نیت فاسد تیس سال کے واسطے رہن نہیں کیا؟ کیا سراج منیر کا پیشگی چندہ لے کر اس نے خورد برد نہیں کیا؟ کیا اس کو چھپوا کر مفت شائع کر دیا؟ کیا امیر علی شاہ رسالدار میجر سے ۵۰۰ روپیہ پیشگی دعائے فرزند نرینہ کے واسطے نہیں لیا تھا؟ یا اس میں نامراد نہیں رہا؟

ہاں مرحوم الٰہی بخش کی موت نے مرزا کی اس پیش گوئی کو ضرور جھوٹا کر دیا جس میں مرزا نے بڑے زور کے ساتھ شائع کیا تھا کہ مولوی محمد حسین اور الٰہی بخش صاحبان اس پر ایمان لے

آئیں گے چنانچہ وہ پیش گوئی اعجاز احمدی کے صفحہ ۵۱ پر اشعار میں معہ ترجمہ حسب ذیل ہے:

اقلب حسین یھتدی من یّظنہ   عجیب و عند اللّٰہ ھین و ایسر

کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آجائے گا۔ عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے

ثلا ثۃ اشخا ص بہ قد رأیتھم   و منھم الھی بخش فا سمع و ذکر

تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں ایک ان میں سے الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ ملتانی ہے پس سن اور سنا دے

مگر تتمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۰۳ پر بڑی چالاکی سے یہ لکھ دیا کہ جب الٰہی بخش مبتلائے طاعون ہوا اور موت یقیناً سامنے آئی اور سخت دکھ اس کو پہنچا تو وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہوگا۔

پھر اس خیال کو واقعی امر بنا کر لکھا ہے:

چنانچہ اس واقعہ سے بہت پہلے میرے پر خدا نے ظاہر کر دیا تھا کہ وہ ان خیالات فاسدہ پر قائم نہیں رہے گا اور آخر ان خیالات سے رجوع کریگا۔

اب ناظرین سابقہ الفاظ اور موجودہ الفاظ کا خود مقابلہ کر لیں اور واقعی حالت سے ان کو ملا لیں۔ منشی عبدالحق کے مکان پر ان کا انتقال ہوا۔ یا حیّ یا قیّوم بر حمتک استغیث اخیر دم تک ان کی زبان پر جاری تھا۔

نتیجہ۔ الہامات بالا کے الفاظ اور ان کے نتائج پر مجموعی نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا کے الہامات شیطانی ہیں اور ابن صیاد کے الہامات سے مشابہ کیونکہ اول تو عموماً ان میں اسی کبر اور تمنا کا اظہار ہوتا ہے اور قرآن مجید وانبیاء ورسل کی شان میں بھی فرماتا ہے و ما ار سلنا من قبلک من رّسول و لا نبیّ الّا اذا تمنی القی الشّیطان فی امنیتہ یعنی ہر ایک رسول اور نبی کے ساتھ یہ کیفیت ہوئی ہے کہ جب وہ کچھ تمنا کرے تو شیطان اس کی آرزو کے مطابق القاء کر دیتا ہے۔ پس جب انبیاء اور رسل کا یہ حال ہے جو نفس پرستی سے مطلق معصوم ہوتے ہیں تو مرزا قادیانی کے تو سارے الہامات شیطانی ہوئے جو استکبار اور نفس پرستی کا پتلا ہے۔ اور دن رات اپنی کبریائی اور روپیہ کمانے کی چالوں میں غرق رہتا ہے۔

دوم۔ جن الہامات میں کسی واقعہ کی پیش گوئی ہوتی ہے وہ عموماً غلط ثابت ہوتے ہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ ایسے جیسے کہ ابن صیاد نے اپنے الہامات کی نسبت اقرار کیا تھا کہ میرے پاس کچھ سچے اور کچھ جھوٹے خبر رساں آتے ہیں۔ کبھی دو سچے اور ایک جھوٹا اور کبھی دو جھوٹے اور ایک سچا۔ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد کو فرمایا تھا تجھ پر بات خلط ملط ہوگئی ایسا ہی مرزا اپنی تحدیانہ پیش گوئیوں کا انجام

دیکھ کر ہر ایک پیش گوئی کو رنگا رنگ حاشیوں اور تاویلوں کے ساتھ شائع کرتا ہے جیسا کہ نموناً اوپر ظاہر کیا جاچکا۔ مگر آخر ہے ناکانا دجال، پھر یہ بھی یہ کہنے سے باز نہیں آتا کہ اس کے سارے الہام قرآنی وحی کی طرح قطعاً یقینی اور شیطانی آمیزش سے پاک ہیں۔

سوم۔ قرآنی وحی کے صریحاً خلاف ہوتے ہیں۔

چہارم۔ گو انکا اکثر حصہ جھوٹا ثابت ہوتا ہے اور جن الہامات کا اکثر حصہ جھوٹ ہو وہ شیطانی ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے هل انبّئكم على من تنزل الشّيا طين . الآ ية

پنجم۔ مرزا کا بدعہد، خائن، متکبر، فحش گو، کذاب، لعان، طعان، خود پسند، نفس پرست ہونا، خداوند عالم کی توہین انبیا اور اسلام کی تحقیر کرنا، المسیح الدجال اور کانے دجال میں بخوبی ثابت کر دیا گیا اور قرآن مجید کی اسی آیت سے ظاہر ہے کہ مفتری بدعمل لوگوں پر ہی شیطان نازل ہوا کرتے ہیں۔

ششم۔ جھوٹے وعدے دینا، لن ترانیوں، مشیخت اور دھوکے سے پر ہونا زخرف القول اور غرور کا پورا نقشہ ہونا، شیطانی الہاموں کی خاص شناخت ہے چنانچہ قرآن فرماتا ہے:

يعدهم و يمنّيهم و ما يعد هم الشّيطان الّا غروراً ۔ شیطان ان کو وعدے دیتا اور امید دلاتا ہے مگر شیطان جو ان کو وعدے دیتا ہے وہ جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔

مرزا کے الہامات عموماً اسی قسم کے ہوتے ہیں جیسا کہ نموناً اوپر بیان کئے گئے اور اب خود مرزا قادیانی کو بھی ان پر اعتبار نہیں رہا۔

ہفتم۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھوالے اور شیخ الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ کے الہامات مرزا کی نسبت ہیں: و ما يعد هم الشيطا ن ا لا غروراً ۔

ہشتم۔ اگر مرزا کے بعض خوابات یا الہامات سچ بھی ہوجائیں تو شیطانی الہامات کا مصداق ہوں گے جیسا کہ شیطانی الہامات کی نسبت قرآن مجید فرماتا ہے و اكثر هم لكا ذبو ن ۔

یا زیادہ سے زیادہ ابن صیاد کے الہامات کا نمونہ جس نے کہا تھا کہ

میرے پاس دو جھوٹے خبر رسال آتے ہیں اور ایک سچا، اور کبھی دو سچے آتے ہیں اور ایک جھوٹا۔

اور جس کی نسبت مشکوۃ نبوت ﷺ نے یہ فیصلہ دیا تھا خلط عليک ا لا مر تجھ پر بات خلط ملط ہوگئی۔

☆ براہین سے متعلق قادیانی عیاری، بددیانتی

براہین احمدیہ کی نسبت مرزا نے ۱۸۸۰ء میں شائع کیا کہ اس میں تین سو بے نظیر دلائل سے قرآن مجید کی حقانیت وافضلیت ثابت کی گئی ہے اگر کوئی شخص ان کا پانچواں حصہ بھی اپنی کتابوں میں دکھا سکے یا ہمارے دلائل کو ہی نمبروار توڑ سکے تو میں حلفیہ شرعی اقرار کرتا ہوں کہ اس کو دس ہزار روپیہ انعام دونگا۔ اس کی اشاعت کے لئے پانچ روپیہ قیمت رکھ کر پیشگی امداد چاہی اس طرح جب کافی روپیہ وصول ہوگیا تو اس کی اشاعت بند کردی اور یہ ظاہر کیا کہ یہ کتاب تین سو جز تک پہنچ چکی ہے اور اس کی قیمت دس روپیہ اور پچیس روپیہ رکھ دی جب بے حد انتظار کے بعد لوگوں نے تقاضے شروع کئے تو ایک عجیب اشتہار شائع کیا جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

اس توقف کو بطور اعتراض پیش کرنا محض لغو ہے۔ قرآن کریم بھی باوجود کلام الٰہی ہونے کے ۲۳ برس میں نازل ہوا۔ پھر اگر خدا تعالیٰ کی حکمت نے بعض مصالح کی غرض سے اس کی تکمیل میں توقف ڈال دی تو اس میں کون سا حرج تھا۔ اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ بطور پیشگی خریدار سے روپیہ چاہیے تو ایسا خیال کرنا بھی حمق اور ناواقفی ہے کیونکہ اکثر براہین احمدیہ کا حصہ مفت تقسیم کیا گیا ہے اور بعض سے پانچ روپیہ اور بعض سے آٹھ آنہ تک قیمت لی گئی ہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں جن سے دس روپے لئے گئے۔ اور جن سے ۲۵ روپے لئے گئے ہوں وہ تو صرف چند ہی انسان ہیں۔ پھر باوجود اس قیمت کے جو ان حصص براہین احمدیہ کے مقابل جو ... طبع ہوکر خریداروں کو دیئے گئے کچھ عجب نہیں بلکہ عین موزوں ہے۔ اعتراض کرنا سراسر کمینگی اور سفاہت ہے۔ مگر پھر بھی ہم نے بعض جاہلوں کے ناحق شوروغوغا کا خیال کرکے دو مرتبہ اشتہار دے دیا کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتابیں ہمارے پاس روانہ کر دے اور اپنی قیمت واپس لے لے۔ چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے انہوں نے کتابیں واپس کردیں اور قیمت لے لی۔ اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کرکے بھیجا مگر ہم نے قیمت دے دی۔ اور کئی دفعہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ہم ایسے کمینہ طبعوں کی ناز برداری کرنا نہیں چاہتے اور ہر ایک وقت قیمت واپس کرنے کو تیار ہیں، چنانچہ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایسے دنی الطبع لوگوں سے خدا تعالیٰ نے ہم کو فراغت

بخشی۔ (اخبار بدر قادیان ۔۹۔اگست ۱۹۰۶ء)

کیا کوئی شریف باحیثیت اور باحیا آدمی ایسا سفلہ اور کمینہ اور احمق اور دنی الطبع کہلا کر واپسی قیمت کا مطالبہ کرسکتا تھا؟ واپسی قیمت کا عجب اعلان ہے۔

اب ناظرین انصاف سے اس اشتہار کی عیاریوں پر غور فرمائیں۔

دیانت کا تو یہ تقاضا تھا کہ جب براہین کی اشاعت میں دیر ہوگئی اور مرزا اس کام کو نہ کرسکا تو معذرت کے ساتھ لوگوں کا روپیہ بلا طلب واپس کر دیتا اور ان کی پریشانی و مایوسی کی بابت معافی مانگتا۔ یا افسوس کے ساتھ یہی ظاہر کرتا کہ جو صاحب پیشگی روپیہ عنایت فرما چکے ہیں ان میں سے جو اپنی امداد کو واپس لینا چاہتے ہیں ہمیں اطلاع دیں۔ بلکہ اس کے برعکس ان محسنوں کو جنہوں نے قبل از وقت کتاب کے بغیر امداد دی اور پھر بے حد انتظار کے بعد طلب حق کیا ..سفیہ وغیرہ الفاظ سے پکارا گیا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ بہت ہی کم لوگوں نے ایسے الفاظ دیکھ کر مطالبات کئے۔ قیمتی کتابوں کے خریدار عموماً اہل ثروت اور اہل دل ہوتے ہیں تو عموماً وہ کیوں مطالبہ کرنے لگے۔ اس طرح پر دو چار فی صدی کو روپیہ واپس دے کر تین سو جز کی کتاب دینے کی بجائے تیس جز میں ہی فراغت حاصل کر لی۔ محمد حسن وزیر اعظم ریاست پٹیالہ نے پانچ سو روپیہ جیب خاص سے اور ۷۵، اوروں سے جمع کر کے بھیجا تھا جو براہین کے حصہ دوم میں شائع ہو چکا ہے۔ اوروں کی رقومات شائع نہیں ہوئیں۔ کئی لوگ مرزا سے سخت بے زار ہوگئے تو انہوں نے واپسی کا کوئی مطالبہ نہیں۔

۲۔ یہ جتلا کر کہ اکثر کو کتابیں مفت دی گئیں اور اکثر کو ۵ روپیہ .. میں، سرخرو بن بیٹھے۔ کیا عمدہ حساب ہے۔... کتاب براہین ۲۷ برس میں چار دفعہ چھپ چکی ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ اوسطاً ۵ روپیہ ہی فی کتاب وصول ہوئے تو دو ہزار کتابوں کی قیمت دس ہزار روپیہ ہوئے۔ اگر پانچ فیصدی قیمت واپس کردی گئی ہو تو دو ہزار میں سے سو اشخاص کی قیمت واپس ہوئی یعنی کل ۵۰۰ روپیہ ۔تب بھی ۹۹۵۰ روپیہ پس انداز ہے۔ اس حجم کی کتابوں پر زیادہ سے زیادہ ایک ہزار روپیہ صرف آسکتا ہے اس لئے یہ خرچہ نکال کر بھی آٹھ ہزار پانچ سو پچاس روپیہ پس انداز رہا جو مخلوق خدا کی امانت ہے۔ یا تو حصہ رسد سب کو واپس ہونا چاہیے یا تین سو جزو جو عرصہ ۲۷ سال سے حسب تحریر مرزا لکھے ہوئے پڑے ہیں، مکمل چھپ کر خریداران کو ملنی چاہیے۔

۳۔ اس قدر روپیہ خورد برد کر جانا، یا خریداروں کو یہ کہہ کر ٹال دینا کہ اس قدر حصص کی قمت ۵ روپیہ موزوں ہے اگر بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے۔

۴۔ پھر اگر حساب دینے بیٹھے تھے تو صحیح صحیح حساب کیوں نہ دیا کہ کل براہین اس قدر چھپی، اس پر کل اس قدر خرچ ہوا۔ مفت اس قدر گئی۔ ۵ روپیہ میں اس قدر فروخت ہوئی، دس روپیہ میں اس قدر ۲۵ روپیہ میں اس قدر۔ امداداً اس قدر وصول ہوا۔ کل اس قدر ادا کیا گیا۔ باقی اس قدر محسنین براہین کی امانت ہے۔ جس سے دنیا صحیح نتیجہ نکال سکتی۔ ایسا گول مول حساب پیش کرنا ابلہ فریبی اور دھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے۔

۵۔ اپنے اعلان میں یہ جتلایا کہ بعض نے کتابوں کو خراب کر کے بھیجا اور ہم نے قیمت ادا کر دی مگر یہ نہ بتایا کہ آٹھ آنہ کی چیز کے بعض سے پانچ سو اور سو سو روپیہ لیا گیا تھا۔

۶۔ ایک انسانی تصنیف کو تنزیل قرآنی سے تشبیہ دینا اگر گستاخی اور بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا قرآن مجید کی نسبت پیشگی روپیہ وصول کر لیا گیا تھا؟ کیا قرآن مجید کی نسبت خریداروں کو وعدہ دیا گیا تھا کہ اب اس کی طباعت میں دیر نہ ہوگی؟ کیا آپ کی براہین کی طرح قرآن مجید آنحضرت ﷺ کی تصنیف تھا؟ کیا قرآن کو ۲۷ سال تک پوشیدہ رکھا گیا تھا؟ جب مرزا خود اشتہار دے چکا کہ اس میں تین سو دلائل سے اسلام کی فضیلت کل مذاہب پر ثابت کی گئی ہے اور کتاب تین سو جز کو پہنچ گئی ہے پھر اس تمام کو شائع کیوں نہ کیا گیا؟ اگر اس میں یہ حکمت نہیں کہ اس کی اشاعت سے اپنی لیاقت اور حقیقت کا دعوی طشت از بام ہو جائے گا اور دس ہزار انعام کے مدعی کھڑے ہو جائیں گے یا خریداروں کا ہضم کیا ہوا روپیہ اگلنا پڑے گا، تو اور کیا مصلحت ہے؟

۷۔ پھر یہ ظاہر کرنا کہ خدا تعالی نے کسی مصلحت سے براہین کی تکمیل میں توقف ڈال دی، تو اس میں کیا ہرج ہے۔ کیا تین سو بے نظیر اور قوی دلائل کا پوشیدہ رکھنا جن سے اسلام کی افضلیت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی کوئی مصلحت رکھتا ہے۔ کیا یہ ایسا ہی جواب نہیں جیسا ایک چور یا خونی ثبوت جرم کے بعد یہ کہہ دے کہ تقدیر نے ایسا کرا دیا میرا کیا قصور؟

۸۔ جب بعض لوگ بے حد انتظار کے بعد براہین احمدیہ یا واپسی قیمت کا مطالبہ کرنے سے جاہل احمق، سفلہ، کمینہ، دنی الطبع، سفیہ ٹھہرے تو مرزا قادیانی جس نے تھوڑے ہی دنوں بعد براہین احمدیہ کی پہلی جلد کی بابت (جو محض ایک اشتہار ہے) تمام لوگوں سے اس کی واپسی یا پیشگی قیمت کا مطالبہ سخت الفاظ میں شروع کر دیا تھا، کیا ٹھہرا؟ احمق یا جاہل یا سفلہ کمینہ، دنی الطبع یا سب کچھ؟

۹۔ پھر وہی چار جلدیں جو محض دیباچہ یا تمہید ہیں، بار چہارم چھپوا کر معراج الدین عمر اشتہار دیتا ہے کہ ستائیس سال سے یہ کتاب شائع ہو چکی ہے لیکن کسی کو اس کا مقابلہ کرنے اور انعام کا مطالبہ

کرنے کا حوصلہ ہی نہیں ہوا۔ کیا یہ سفید جھوٹ نہیں؟ کیا وہ تین سو دلائل بے نظیر جن کے مقابلہ کے واسطے دس ہزار روپیہ انعام رکھا گیا تھا، ان چار حصوں میں آ چکے؟ کیا کل براہین اسی قدر تھی؟ اور مرزا کا یہ شائع کرنا کہ اب کتاب تین سو جز تک پہنچ چکی ہے اس میں تین سو بے نظیر دلائل ہیں محض جھوٹ تھا؟ کیا انہی حصوں کی قیمت ۲۵ روپیہ اور سو روپیہ رکھی گئی تھی؟

۱۰۔ پھر عجیب بے حیائی اور عیاری سے وہ لکھتا ہے کہ پہلے پہل جو ۱۸۸۰ء میں حضرت مصنف نے اس کتاب کو چھپوایا تھا تو اس کی قیمت ۲۵ روپیہ رکھی گئی تھی پھر اس کا حجم اتنا بڑھ گیا کہ اگر سو روپیہ بھی قیمت رکھی جاتی تو کم تھی۔ لیکن محض ہمدردی خلائق کے لحاظ سے انہوں نے قیمت نہ بڑھائی اور کتاب ہاتھوں ہاتھ نکل گئی۔ کیا سو روپیہ قیمت کے بھی تیس جز تھے؟ پھر اپنے اڈیشن کی بابت معراج دین عمر لکھتا ہے کہ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت بلا جلد صرف پانچ روپیہ اور مجلد کی؟ رکھی ہے۔ اے کانے دجالیو! کیا اسی کا نام ہے دیانت، امانت، خدا پرستی، راست بازی اور خدا ترسی۔ اگر صریح جھوٹ بولا جائے، دھوکہ دیا جائے، آٹھ آنہ کی شئے کی قیمت ۵ روپیہ رکھ کر اس کا نام ہمدردی خلائق رکھا جائے، تمہید اور دیباچہ کو پوری کتاب بنا کر پوری قیمت وصول کی جائے، پوری قیمت وصول کر کے اور سوسوا سو آدمیوں کو قیمت واپس دے کر کل کی طرف سے اپنے آپ کو فارغ البال سمجھا جائے، محض ایک دلیل کو تین سو دلائل کے برابر مشتہر کیا جائے۔ اے کانے دجالیو! کیا نجات یافتہ ہونے کے یہی دلائل ہیں۔ کیا سچے رسولوں اور امتیوں کی یہی علامات ہیں؟ کیا انہی خوبیوں کی بنا پر تمام دنیا پر فوق لے جانے، اپنے بہشتی ہونے اور دوسروں کے واسطے جہنمی ہونے کی دلیل ہے؟ کیا قبل از وقت یہ شائع کرنا کہ براہین میں تین سو بے نظیر دلائل سے اسلام کی افضلیت تمام مذاہب پر ثابت کی گئی ہے سراسر جھوٹ اور جھوٹی شیخی نہیں تھا؟ اے کانے دجالیو! کیا ایسے مکاید سے دنیا کو اپنے جال میں پھنسا لینا اور روپیہ ٹھگ لینا تمہارے انہی الٰہی کارخانہ کی عظیم الشان کامیابی کی دلیل ہے؟ کیا سچ ہے کہ دجال کانا ہوگا، مگر خدا کانا نہیں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم کہتے ہیں کہ تحریر بالا جو اخبارات میں شائع ہوئی تھی اس کا جواب بدر مورخہ ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا جو مرزائیوں کی معقولیت اور شائستگی اور راست بازی کا نمونہ ہے۔ اس لئے لفظ بلفظ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ مرزائی تو میری تحریر اپنے رسالوں اور اخباروں میں شائع نہیں کرتے اور یک طرفہ غل گپاڑہ مارا کرتے ہیں کیونکہ کانے دجال ہیں تاکہ اصل بات دبی رہے اور مشرک طبع، انسان پرست، دام افتادوں کی تسلی ہو جائے۔ میں ہمیشہ انکے اصل الفاظ

نقل کر کے اس پر قلم اٹھاتا ہوں تا کہ حق و باطل کا مقابلہ ہو جائے۔ مگر باطل پرستوں میں یہ طاقت کہاں، ان کا تو کام ہی خیانت افتراء اور شور وغوغا ہے۔ وہ مرزائی تحریر حسب ذیل ہے:

ڈاکٹر عبدالحکیم خان مرتد کی دروغ بیانیاں:

اخویم منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ نے ڈاکٹر مرتد سے خرید کی ہوئی چند ایک کتابیں اسے واپس کی ہیں۔ اس پر خان صاحب یک دفعہ آگ بگولہ ہو کر ناپاک طبع لوگوں کی طرح حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دینے اور چوہڑے چماروں جیسے ناپاک کالفاظ بولے جاتے ہیں۔ وہ بولنے لگ پڑے ہیں اور اس گندہ دہانی کے اظہار کے واسطے آپ نے پیسہ اخبار کے پرچے کو برگزیدہ کیا ہے۔ پیسہ اخبار نے بھی غالباً غنیمت سمجھا ہے کہ ہندوؤں کے حق میں منافقانہ مضامین لکھ کر جو وہ اسلامی پبلک کو ناراض کر چکا ہے تو شاید اس کا عوض اس طرح ہو جائے کہ حضرت امامنا کے حق میں دشنام دہی کے ساتھ اپنے اخبار کے کالم سیاہ کر کے پھر عوام کالانعام کو فریفتہ بنائے۔ کتابیں تو حبیب الرحمٰن نے واپس کیں اور ڈاکٹر صاحب نے گالیوں کی بوچھاڑ حضرت پر شروع کر دی۔ لیکن یہ تعجب کی بات نہیں، کمینے لوگوں میں لڑائی کا ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا ہے کہ جب کسی پر خفا ہوتے ہیں تو اس کے پیر کو گالیاں دیا کرتے ہیں۔ اس مضمون میں ڈاکٹر مرتد نے اول سے آخر تک یہ رونا رویا ہے کہ براہین کی قیمت حضرت صاحب نے پیشگی وصول کر لی تھی۔ جس طرح جاہل عیسائیوں نے یہ طرز اختیار کیا ہوا ہے کہ مسئلہ جہاد، غلامی، قصہ زینب وغیرہ کے متعلق ہزاروں دفعہ تسلی بخش جواب دئے جا چکے ہیں مگر گورے اور کالے پادری سر بازار پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ کا راگ الاپے جاتے ہیں، اسی طرح ہمارے مخالف بھی انہیں باتوں کے معقول جوابات ہزاروں دفعہ سن کر پھر وہی بات رٹے چلے جاتے ہیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب میں کچھ دیانت اور امانت ہوتی تو ان کو مناسب تھا کہ اول ان لوگوں کی فہرست پیش کرتے جنہوں نے قیمت پیشگی دی تھی، جو چند ایک معدود آدمی تھے۔ اور پھر اس کے مقابل میں ان لوگوں کی فہرست بھی رکھ لیتے جن کو کتاب مفت تقسیم کی گئی تھی یا صرف برائے نام قیمت پر۔ اور پھر اس زمانہ میں لکھائی چھپائی کاغذ وغیرہ کے خرچ کا اندازہ کرتے کیونکہ اس زمانہ میں قادیان میں کوئی مطبع نہ تھا، کام امرت سر میں چھپتا تھا، ریل بھی نہ

تھی۔ پھر حضرت صاحب کے اشتہار پر جن لوگوں نے قیمتیں واپس لے لیں ان کی فہرست پیش کرتے۔ پھر اس کتاب کے ذریعہ سے غیر مسلموں پر جو حجت قائم ہو چکی ہے اس کی طرف نگاہ کرتے۔ پھر اسی براہین کے معاملہ میں مخالفین کو جو جواب وہ خود (صدق دل سے منافقانہ طور پر) دیا کرتے تھے ان پر ہی غور کر لیتے، تو ان کو اس قدر دکھ نہ اٹھانا پڑتا۔ خیر اس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔

ایسا ہی حضرت صاحب کے پاس چندوں کے بہت آنے یا گھر میں زیور کے ہونے پر جو کچھ مارے حسد کے ڈاکٹر صاحب یا ان کے ہم خیالوں کے سینوں کے اندر نار جہنم شعلہ زن ہے اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا سکتا ہے جس کے واسطے سر دست گنجائش نہیں۔

میں نے اس وقت ایک نہائت مختصر لیکن ضروری بات کے لکھنے کے واسطے قلم اٹھایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اسی مضمون میں جہاں لنگر اور مدرسہ اور میگزین اور الحکم کو بڑے بڑے چندے دینے کا احسان جتلایا ہے وہاں اس اخبار کو بھی. پانچ روپے سالیانہ چندہ عطا کرنے کا ممنون احسان بتایا ہے۔ حضرت کے پاس جو چندہ آتا ہے اس کا تو کوئی حساب نہیں رکھا جاتا، کوئی اپنی خوشی سے کچھ حضرت کے پیش کش کرتا ہے تو وہ لیتے ہیں ورنہ وہ کبھی کسی سے نہ مانگتے ہیں نہ جتلاتے۔ اس واسطے اس کے متعلق ڈاکٹر صاحب کو ہزاروں چھوڑ لاکھوں کا جھوٹ بولنے کی بھی گنجائش ہے۔ مدرسہ کا انتظام بھی کچھ مدت عاجز کے پاس رہا تھا۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ ڈاکٹر صاحب کے نام پر کبھی کوئی ایسی رقم دیکھی گئی ہو جس پر وہ ڈینگیں مار رہے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے ان تمام دعووں کی حقیقت کی مثال میں صرف اس اخبار کے ہی دلیرانہ جھوٹ کا افشا کرنا کافی ہوگا۔ آج ڈیڑھ سال سے اخبار بدر کا چارج میرے پاس ہے اور آج تک اخبار برابر ڈاکٹر صاحب کو بھیجا جاتا ہے۔ ۱۹۰۵ء، ۱۹۰۶ء کے چندے میرے سامنے لوگوں سے وصول ہوئے ہیں۔ ۱۹۰۷ء کی بھی پیشگی قیمت بعض سے وصول ہو رہی ہے لیکن اس ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ڈاکٹر صاحب نے ایک پائی بھی آج تک میرے سامنے اخبار کو نہیں دی۔...

میں نے اس خیال سے کہ شائد گزشتہ سالوں میں برادر محمد افضل کو وہ پانچ پانچ

روپیہ دیا کرتے ہوں پرانے رجسٹر نکال کر بھی دیکھے ہیں مگر ان سے بھی کہیں شہادت نہیں ملتی کہ ڈاکٹر صاحب نے کبھی اخبار بدر کی قیمت ۵ روپے سالانہ دی ہو۔ رجسٹروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۰ء کی قیمت آپ نے صرف ... دی تھی اس کے بعد کے سالوں کی قیمت ... روپیہ سالانہ کے حساب سے دی تھی حالانکہ قیمت سالانہ پانچ روپئے ہے۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ لنگر کو جو آپ نے ہزاروں روپئے دیئے ان کی حقیقت کیا ہے۔ باوجود اس جھوٹ کی عادت کے پھر ملہم ہونے کا دعوی۔ جس شخص نے ایسی بے باکی سے دروغ بیانی پر کمر باندھی ظاہر ہے، اس کے الہامات میں شیطان کا کس قدر حصہ ہوگا اور رحمان کا کس قدر۔ اول تو خود ہی یہ کمینگی اور سفلہ پن ہے کہ میں نے یہ دیا تھا، وہ دیا تھا اور پھر اس پر جھوٹ۔ دراصل ڈاکٹر صاحب نے معلوم ہوتا ہے کہ خیال کیا ہوگا کہ وہاں کسی نے پڑتال تو کرنی ہی نہیں، چلو پیٹ بھر کر جھوٹ بولو کہ میں نے ہزاروں دیئے اور سینکڑوں خرچ کیئے۔ مگر جھوٹے کی عقل ماری جاتی ہے، ساتھ ہی اخبار بدر کے متعلق بھی صرف ... روپیہ سالانہ کا چندہ لکھ مارا اور یہ سوچ لیا ہوگا کہ محمد افضل تو فوت ہو گیا ہے کون پوچھے گا۔ مگر یہ نہ سوچا کہ ممکن ہے کہ پرانا ریکارڈ موجود ہو اور موجودہ کارکنان پرانے رجسٹروں کی پڑتال ہی کر بیٹھیں۔ نہایت افسوس ہے کہ اس کم حوصلگی اور دروغ بیانی کے ساتھ ایک شخص الہی سلسلے کی مخالفت میں خم ٹھونکتا ہے اور نہیں خیال کرتا کہ اس کی ہستی کیا ہے۔ باقی آئندہ۔

ڈاکٹر عبدالحکیم کہتے ہیں کہ باقی آئندہ کی توفیق باطل کو نہ ملی اور نہ مل سکے گی بحکم جاء الحق و زھق الباطل انّ الباطل کان زھوقاً ۔ میرے سوالات کے جوابات خوب دیئے گئے اب ان پر کچھ اور لکھنے کی مجھے ضرورت نہیں ہاں اس تحریر میں جو نئے دجل کھیلے ہیں اور جھوٹ بکواس مارا ہے اس کو بتلائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اول تو مجھ سے پیشگی قیمت دینے والوں کی فہرست مانگی جاتی ہے سبحان اللہ! روپیہ تو وصول کرے مرزا، اور فہرست طلب ہو مجھ سے۔ پہلے اڈیشن کی تمام جلدیں فروخت ہو چکیں اس کا ثبوت اسی قدر کافی ہے کہ پہلے اڈیشن کے بعد براہین کئی بار چھپ چکی ہے۔ جن لوگوں نے پانچ روپیہ سے زیادہ قیمت دی ان میں سے چند ایک نام جو مجھے معلوم ہیں حسب ذیل ہیں۔

آنر ایبل خلیفہ محمد حسن وزیر ریاست پٹیالہ۔ ۵۰۰ روپیہ۔ منشی الہی بخش مصنف عصائے

موسی ۔۲۰۰ روپیہ ۔ مقبول شاہ شملہ ۔ ؟ روپیہ ۔ منشی وزیر علی شملہ ۱۰ روپیہ ۔ میاں چراغ دین کلرک ؟ منشی پیر بخش ۱۰ روپیہ ۔ شیخ عبداللہ ۱۰ روپیہ ۔ میر عبداللہ ؟ روپیہ ۔ مولوی علی محمد ۱۰ روپیہ ۔ داروغہ عبدالرحیم خان ۱۰ روپیہ ۔ منشی غلام محی الدین ؟ روپیہ ۔ منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ ۔۱۰ روپیہ ۔ ڈاکٹر سید امیر شاہ ۱۰ روپیہ ۔ میاں غلام رسول ۱۰ روپیہ ۔ شیخ شمس الدین ۱۰ روپیہ ۔ میاں چراغ دین تاجر کتب ۱۰ روپیہ ۔

اب رہا واپسی کا سوال، سو اس کی کیفیت یہ ہے کہ جو جلدیں واپس ہوئی تھیں وہ بھی فروخت ہو چکیں ۔ جو باقی رہیں یا مفت دی گئیں اس کا حساب البدر کو دینا چاہیے جو مرزا کا اخبار ہے نہ کہ غیر کو۔ سچ ہے دجال کا نا ہوگا، پر خدا کا نا نہیں ۔

دوم ۔ مرزا قادیانی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ کسی سے کچھ طلب نہیں کرتے اور نہ جتلاتے ہیں ۔ یہ سفید جھوٹ ہے ۔ بار بار اخباروں، اشتہاروں اور پرائیویٹ خطوں میں مرزا، اور مرزائیوں کے سوالات پہنچتے ہیں ۔۲۳، ۳۰ جنوری کے البدر میں شائع کیا کہ ہر ایک بیعت کنندہ پر فرض ہے کہ حسب توفیق ماہواری یا سہ ماہی وار لنگر خانہ کا چندہ روانہ کرتا رہے ورنہ ہر تین ماہ کے بعد اس کا نام بیعت سے خارج کیا جائے گا۔ اب رہا جتلانا، تو یہ حق دینے والے کا ہے، نہ کہ لینے والے کا۔ لینے والہ تو، خاص کر جب بدنیتی اور بے ایمانی ساتھ ہو، ہمیشہ چھپایا کرتا ہے، نہ کہ جتایا کرتا ہے۔ سچ ہے دجال کا نا ہوگا، پر خدا کا نا نہیں ۔

سوم ۔ کہتا ہے کہ آج ڈیڑھ سال سے اخبار البدر کا چارج میرے پاس ہے اور آج تک اخبار برابر ڈاکٹر صاحب کو بھیجا جاتا ہے ۔ ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء کے چندہ لوگوں سے میرے سامنے وصول ہوئے بلکہ ۱۹۰۷ء کی بھی قیمت پیشگی بعض سے وصول ہو رہی ہے لیکن اس ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ڈاکٹر صاحب نے ایک پائی بھی آج تک میرے سامنے نہیں دی ۔ اور پھر بقول شخصے دروغ گورا حافظہ نہ باشد اسی اخبار میں آگے چل کر لکھتا ہے کہ رجسٹروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۳ء کی قیمت آپ نے صرف ..... دی تھی اور ۱۹۰۴ء کی بھی ..... اور اس کے بعد کے سالوں میں ... سالانہ کے حساب سے دی تھی حالانکہ قیمت ... سالانہ ہے ۔ پہلے تو لکھا کہ ۱۹۰۵ء و ۱۹۰۶ء میں ایک پائی نہیں دی پھر لکھا کہ ۱۹۰۴ء کے بعد... سالانہ کے حساب سے قیمت دی ۔ دروغ گوئم برروئے تو ۔

اب محمد افضل سابق منیجر البدر کی بددیانتی اور کذب کا حال ملاحظہ فرمائیے ۔ میں ہمیشہ بدر کی قیمت ۵ روپیہ سالانہ کے حساب سے دیتا رہا اور ۱۹۰۵ء، ۱۹۰۶ء کی بابت محمد افضل سابق

مینیجر البدر نے کارخانہ البدر کی نازک حالت ظاہر کر کے پیشگی قیمت کی بابت درخواست شائع کی تھی۔اس پر میں نے اس کو اجازت دے دی تھی کہ ایک بار اخبار دس روپئہ میں وی پی بھیج کر مجھ سے دو سال کی قیمت پیشگی وصول کر لے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔اس بیان کی تصدیق کے لئے پوسٹ ماسٹر جنرل ڈاکخانہ جات ریاست پٹیالہ کی اصل چھٹی کا ترجمہ شائع کرتا ہوں۔

محکمہ ڈاک خانہ جات ریاست پٹیالہ نمبر ۱۲۲۱۱

از جانب لالہ رگبیر چند پوسٹ ماسٹر جنرل

بنام اسسٹنٹ سرجن عبدالحکیم خان ریاست پٹیالہ

جناب من! آپ کی چٹھیات مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۶ء، و ۵ جنوری ۱۹۰۷ء کے جواب میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ مفصلہ ذیل قیمت کے پارسل آپ کے نام قادیان سے ماہ جنوری ۱۹۰۵ء میں پہنچے تھے جو سنور کے برانچ آفس سے تواریخ ذیل پر آپ کو دیئے گئے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ جو قیمت طلب پارسل آپ کو مارچ ۱۹۰۳ء میں ملے تھے میں ان کا سراغ نہیں لگا سکتا کیونکہ اس وقت کا ریکارڈ اس وقت موجود نہیں ہے۔

پارسل نمبر ۲۳۵ قیمتی ۵ روپئہ بتاریخ ۳۱ دسمبر ۱۹۰۴ء

پارسل نمبر ۸۵۵ قیمتی دس روپئہ تین آنہ بتاریخ یکم جنوری ۱۹۰۵ء

ہر دو پارسل آپ کو ۸ جنوری ۱۹۰۵ء کو ادا کیئے گئے۔

دستخط پوسٹ ماسٹر جنرل ریاست پٹیالہ

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ صادق کا جھوٹ تو خود اس کی تحریر میں دیکھو اور محمد افضل کا پوسٹ ماسٹر جنرل کی تصدیق سے۔ یہ ہر دو مرزائی تعلیمات پھیلانے کے ذمہ دار وجود ہیں۔ میں نے صادق مرتد کے نام پوسٹ ماسٹر جنرل کی تصدیق بھیج کر لکھا کہ آپ معذرت کے ساتھ اس کو شائع کریں ورنہ آپ جانتے ہیں کہ لائیبل کے واسطے یہ معاملہ کیسا صاف ہے۔مگر جواب ندارد

ایک الحکم کا بھی قول صادق سنیئے ۔ ۷ نومبر ۱۹۰۶ء کو مرزا کے کلمات اخبار البدر میں حسب ذیل شائع ہوئے۔

آج رات لنگر خانہ کے اخراجات کی نسبت ۱۲ بجے رات کے اپنے گھر والوں سے بات کر رہا تھا کہ اب خرچ ماہواری لنگر خانہ کا پندرہ سو سے بھی بڑھ گیا ہے کیا قرضہ لے لیں۔

مگر ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء کا اخبار الحکم یہ لکھتا ہے کہ کسی صورت میں لنگر خانہ کا خرچ تین ہزار روپئہ ماہوار سے کم نہیں ۔ سالانہ جلسہ کے اخراجات کیلئے الحکم ۱۷ دسمبر ۱۹۰۶ء میں کم از کم ڈیڑھ ہزار روپئہ علیحدہ طلب کیا ۔ اب نہ معلوم پیر سچا ہے یا مرید ۔.. یہ کسی نے نہیں بتلایا کہ سال بھر میں مہمانوں کی اوسط کیا ہے جس کے واسطے بقول پیر ڈیڑھ ہزار روپئہ ماہوار سے زیادہ چاہیے اور بقول مرید تین ہزار سے زیادہ ۔ اور سالانہ جلسہ کیلئے ڈیڑھ ہزار علیحدہ ۔ کیا کوئی مرزائی حوصلہ کر کے البدر یا الحکم کے ذریعہ شائع کر سکتا ہے کہ سال گذشتہ میں مہمانوں کی اوسط یومیہ کیا رہی ؟

☆ ملہمین کا قادیانی پنجے سے نکل آنا

ڈاکٹر عبدالحکیم کہتے ہیں کہ اہل الہام جو دجال کے جال میں پھنس بھی جائیں آخرکار ہدایت غیبی کے ذریعہ اس کے مخالف ہو جاتے ہیں ۔ اس امر کی تشریح کے لئے بہت سے نظائر جمع کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس بارہ میں خود مرزا قادیانی کا اقرار بدر مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء میں شائع ہو چکا ہے جسکو اکمل آف گولیکے نے شائع کرایا ہے اور وہ اسی کے الفاظ میں حسب ذیل ہے :

> ازاں بعد میں نے عرض کیا ایک نوجوان احمدی یہ الہامات سناتا ہے ۔ رؤیا میں خلقت نے مجھے سجدہ کیا ۔ بہشت کی سیر کی ۔ اور الہام ہوا: انا النذیر المبین فرمایا یہ بڑے ابتلاء کا مقام ہے ۔ میرا مذہب تو یہ ہے کہ جب تک درخشاں نشان اس کے ساتھ بار بار نہ لگائے جائیں تب تک الہام کا نام لینا بھی سخت گناہ اور حرام ہے ۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ قرآن مجید اور میرے الہامات کے خلاف تو نہیں ۔ اگر ہے تو یقیناً خدا کا نہیں بلکہ شیطانی القاء ہے ۔ اصل میں ایسے تمام لوگوں کی نسبت میرا تجربہ ہے کہ انجام کار ہلاک ہوتے ہیں ۔

خود ہی تو اپنے الہامات شائع کر چکے ہیں اور تورات سے تصدیق پیش کیا کرتے ہیں کہ اہل الہام لوگ مسیح کے مریدوں میں بکثرت ہوں گے اور خدا الہام کے ذریعہ سے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرے گا ۔ عام اعلان شائع کرتے رہے ہیں کہ جن لوگوں کو ہماری نسبت خوابات آئیں یا الہامات ہوں وہ قسمیہ ہمارے نام لکھتے اور اخباروں میں شائع کراتے رہیں ۔ چنانچہ الحکم اور البدر میں مدتوں مرزا کی تائید میں لوگوں کے خوابات اور الہامات شائع ہوتے رہے ۔ ایک خط میں یہاں تک لکھا کہ فطری دین ایک لعنت ہے جب تک اس کو نشانوں سے قوت نہ ملے ۔ مگر جب تجربۃً

معلوم ہو گیا کہ تمام اہل الہام لوگ آخر کار ہدایت ربانی سے اس کے خلاف ہی ہوتے رہے، تو صاف اقرار کرنا پڑا کہ اصل میں ایسے لوگوں کی نسبت میرا تجربہ ہے کہ انجام کار ہلاک ہوتے ہیں۔ سچ ہے الحقّ یعلو ولا یعلی حق غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔آخر کار سچا اقرار منہ سے نکل ہی گیا مگر ساتھ دجالیت ضرور ملا دی۔یعنی تمام اہل الہام لوگوں کا آخر کار اس کے مخالف ہو جانا، تو صحیح امر ہے اور مسیحیت کا جزو ہے مگر ساتھ ہی یہ کہہ دینا کہ وہ ہلاک ہوتے ہیں یہ اس کی دجالیت ہے۔اسی واسطے مرزا کا نام المسیح الدجال ہے۔..

اب میں تمثیلاً اپنے خوابات والہامات کا مختصراً ذکر کرتا ہوں جن کے ذریعہ سے خداوند عالم نے میری رہنمائی کی اور آخر کار مجھ کو دجالی پھندے سے نجات ملی۔ان پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ابتداء سے مجھ کو الہامات مرزا کے برخلاف ہوتے رہے مگر اس کی مسیحیت کے جالوں نے مجھے کچھ سمجھنے نہ دیا۔آخر کار خداوند عالم کے زبردست ہاتھ نے اپنے خاص فضل سے مجھے اس دلدل سے نکالا۔فالحمدللہ۔

جب مجھے الہامات، مرزا کے خلاف بکثرت ہونے شروع ہوئے تب میں نے خیال کیا کہ یہ خلاف اور رنج کی وجہ سے شیطانی القاء نہ ہوں، اور میں نے دعا کی کہ اے خداوندا اپنے کلام کے طفیل میرا اطمینان فرما۔تب آیات قرآنی واحادیث صحیحہ مرزا کی تردید میں بذریعہ خواب والہام معلوم ہونی شروع ہوئیں۔(یہ الہام اور خواب جو کئی صفحات پر ہیں، حذف کئے جاتے ہیں۔بہاء)

☆ قادیانی مباہلہ

ڈاکٹر عبدالحکیم بتاتے ہیں کہ مرزا نے (سو سے زائد) علماء ومشائخ کو ۱۸۹۶ء میں مباہلہ کے لئے انجام آتھم میں مدعو کیا تھا۔....پھر اس فہرست کو الفاظ ذیل سے غیر محدود بنا دیا تھا:

> بہرحال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفر یا مکذب ہیں۔اور درحقیقت ہر ایک شخص جو باخدا صوفی کہلاتا ہے اور اس عاجز کی طرف رجوع کرنے سے کراہیت رکھتا ہے وہ مکذبین میں داخل ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۶۹)۔

اور اسی بنا پر یہ ظاہر کیا:

> میں ان سب کو اللہ جل شانہ کی قسم دیتا ہوں کہ مباہلہ کیلئے تاریخ اور مقام مقرر کر کے جلد

میدان مباہلہ میں آئیں۔ اور اگر نہ آئے اور نہ تکفیر وتکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مریں گے۔

مباحثہ کا نتیجہ جو انجام آتھم کے صفحہ ۶۶ میں بیان کیا گیا ہے، یہ ہے:

دکھ اور ذلت سے بھرا ہوا عذاب ایک سال کے اندر نازل کر اور کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا۔ کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔

پھر صفحہ ۶۷۔ انجام آتھم پر یہ شائع کیا:

میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب وہ تمام لوگ جو مباہلہ کے لئے میدان میں بالمقابل آویں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلاء میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھونگا، اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار۔ اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کرونگا۔ گواہ رہ! اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو۔ اور اے مومنو! برائے خدا تم سب کہو آمین۔

گویا کہ تمام علماء اور مشائخ صوفی سجادہ نشین مرزا کے مباہلہ میں آچکے اور ان تمام کے خلاف مرزا کی بددعا اور لعنت ہو چکی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ تمام ایک سال کے اندر ہلاک یا ذلیل یا مبتلائے عذاب یا سخت مریض یا اندھے یا مجذوم، مفلوج، مصروع ہوئے یا کہ نہیں۔ اگر ہوئے تو مرزا قادیانی سچا اور اگر نہیں ہوئے یا ان تمام میں سے ایک دو بھی بچ رہے تو مرزا قادیانی جھوٹا۔

مرزائیوں نے ایک سال کے اندر سب کے مبتلا ہونے کی شرط کو مطلق نظر انداز کر دیا ہے اور جو کوئی ان میں سے کبھی مر جاتا ہے یا کسی مرض یا نقصان یا ذلت میں مبتلا ہوتا ہے تو فوراً اخباروں میں شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو فلاں شخص جو مرزا کا بڑا مخالف تھا فوت ہو گیا، یا سخت بیمار ہو گیا، یا قید ہو گیا، یا اس پر عدالت سے جرمانہ ہو گیا۔ دنیا کے تیس کروڑ مسلمانوں میں سے انتیس کروڑ ستانوے لاکھ مرزا کے مخالف مکذب مکفر یا اس کے نہ ماننے والے ہیں۔ اور جب کبھی ان میں سے کوئی مر جائے، یا کسی بلا میں پھنس جائے، تو جھٹ مرزائیوں کے ہاں شادیانے بجنے شروع ہو جائیں۔ اور ستر ہزار اخباروں میں غوغا مچایا جائے کہ دیکھو فلاں مر گیا، یا ذلیل ہو گیا اور

سرخی یہ دی جاتی ہے انّی مهین من اراد اها نتک ۔ یا، صادق کے سامنے شریر فنا ہو گیا، یا، ایک نشان ظاہر ہوا، ۔کیا ہی سچ ہے دجال کا نا ہوگا، پر خدا کا نا نہیں ہے۔

اول تو یہ مباہلہ قرآنی مباہلہ کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں جس مباہلہ کا ذکر ہے وہ خالص توحید اور عظمت باری تعالیٰ کے واسطے، مسیح کو خدا اور راہبوں کو رب پکارے جانے کے خلاف تھا۔کسی نبی یا رسول نے آج تک ایسی قوم سے کبھی مباہلہ نہیں کیا جو خدا کو احد، صمد، لم یلد و لم یولد، و لیس کمثله شئی ، ربّ العالمین ، الرّحمن، الرّحیم ،مالک یوم الدّین ماننے والی تھی اوران کے ہاتھ میں قرآن کریم جیسی کامل کتاب محفوظ اور غیر متحرف صورت میں موجود تھی جس پر وہ عامل تھے، جیسا کہ مرزا قادیانی تمام علماء و مشائخ اسلام کو محض اپنے منوانے کے واسطے مباہلہ کے لئے مدعو کرتا اور ان پر لعنتیں برساتا ہے ۔ اگر کوئی مرزائی اس کی مثال انبیاء کے حالات سے پیش کر سکے تو میں ۵۰۰ روپیہ بطور انعام دینے کو تیار ہوں ۔

دوم ۔ مرزا کا مباہلہ واقعی مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کے ساتھ ہوا تھا وہ ایک سال کے اندر ہلاک نہیں ہوئے نہ مبتلائے امراض مہلکہ ۔پس مرزا قادیانی جھوٹا ثابت ہوا۔

سوم ۔تمام انبیاء کا خاص مشن جو قرآن مجید کی آیات بینات سے ثابت ہوتا ہے وہ ایک خدا کی پرستش اور اصلاح اعمال ہے۔اس ثبوت کے واسطے آیات ذیل ہی کافی ہیں:

و ما امروا الّا لیعبدوا اللّٰه مخلصین له الدّین حنفاء ویقیمون الصّلوة و یؤتوا الزکوة و ذلک دین القیمة ۔ (۹۷:۵۔۶)

و قال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللّٰه ربّی و ربکم (۵:۷۲)

یا قوم اعبدوا اللّٰه ما لکم من الهٍ غیره (۷:۵۹) ۔ یہ قول نوحؑ ، ہودؑ، صالحؑ اور شعیبؑ کا ہے جو سورة اعراف میں بتکرار آیا ہے۔اسی قول کا تکرار سورہ مومن و ہود میں ہوا۔

حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا۔ اذهب الی فرعون انّه طغی فقل هل لک الی ان تزکّی، و اهدیک الی ربّک فتخشی ۔

ان کے علاوہ کلیہ طور پر ارشاد ہے و لقد بعثنا فی کل امّةٍ رسولاً ان اعبدوا اللّٰه و اجتنبوا الطّاغوت ۔(۱۶:۳۶)

حضرت خاتم النبیین ﷺ کا قول ہے انّما انا بشر مثلکم یوحی الیّ انّما الهکم اله واحد (۱۸:۱۱۰)

مگر مرزا کا خاص مشن تمام انبیاء کے خلاف ہے کیونکہ وہ تمام موحد، خدا پرستوں، علماء دین اور ذاکرین خدا کو جہنمی ٹھہراتا ہے خواہ وہ کیسے ہی عابد وزاہد کیوں نہ ہوں۔

چہارم ۔ غیر خدا کے واسطے کفار اور مشرکین کے جھگڑے انبیاء اور موحدین کے خلاف ہوتے رہے جیسا کہ مرزا قادیانی محض اپنے منوانے کے واسطے کل علمائے اسلام اور ذاکرین خدا سے جھگڑتا ہے ان کو انبیاء کی طرف سے یہی جواب ملتا تھا۔

اتحاجّوننا فی اللّٰہ و ھو ربّنا و ربکم و لنا اعما لنا و لکم اعما لکم و نحن لہ مخلصو ن ۔(۱۳۹:۲)

سو یہی جواب تمام مسلمانوں کی طرف سے مرزا کی دعوتوں اور مباہلوں کا ہونا چاہیے۔

پنجم ۔ مرزا تمام خدا پرستوں پر لعنت برساتا اور ان کی عام تباہی اور ہلاکت کا مشتاق ہے یہاں تک کہ اس کو الہام ہوتے ہیں: دنیا کی تباہی اور ہمارے لئے عید کا دن۔

یہ حالت اصحاب خندق کے مشابہ ہے جنہوں نے خدا پرستوں کو آتشیں خندق میں جلایا تھا جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے:

قتل اصحا ب الاخدود۔ النّار ذات الوقود ۔ا ذ ھم علیھا قعود۔ و ھم علی ما یفعلون بالمؤمنین شھود ۔ وما نقموا منھم الّا ان یّؤمنوا باللّٰہ العزیز الحمید۔ الّذی لہ ملک السماوات و الارض (ہلاک ہوں آگ کی خندق والے لوگ، جس میں ایندھن جلایا گیا تھا جب وہ اس کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے جو وہ مومنین کے ساتھ کرتے تھے۔ انہوں نے ان کا کوئی جرم نہیں پکڑا مگر یہی کہ وہ اللہ کو مانتے ہیں جو تمام عزت اور خوبیوں کا مالک ہے جس کی ملکیت آسمان وزمین ہیں)۔

ششم ۔ قرآن مجید نے نصاریٰ کو دعوت توحید دی تھی:

تعا لوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم ا لّا تعبدوا الّا اللّٰہ ۔ و لا نشرک بہ شیئا و لا نتّخذ بعضنا بعضاً اربا باً من دون اللّٰہ ۔(ایک بات کی طرف آجاؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے، یعنی کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی پرستش نہ کریں اور کسی شئے کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ بعض ہم میں سے بعض کو اللہ کے سوائے رب سمجھیں)

مگر مرزا قادیانی تمام موحد اور خدا پرستوں کو عام طور پر کہتا ہے:

لعنت اللّٰہ علی من تخلف منّا و ابی

☆ قطع وتین

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کہتے کہ مرزا قادیانی کی صداقت ثابت کرنے کی خاطر قطع وتین والی آیت مرزائیوں کی بڑی مایہ ناز دلیل ہے اور حسب معمول مرزا قادیانی نے اس کے متعلق بھی اپنی اربعین اور دوسری کتابوں میں سخت دجالیت اور کذابی سے کام لیا ہے اور سخت طول کلامی انشا پردازی تکرار اور بے جا تصرفات سے حق کو دبانا چاہا ہے۔ اس لئے پہلے تلخیصاً چند فقرات اربعین سے نقل کر کے اظہار حقیقت کرونگا۔

﴿ انّه لقول رسولٍ کریم۔ وما ھو بقول شاعر، قلیلاً مّا تؤمنون۔ ولا بقول کاھن، قلیلاً مّا تذ کرّون۔ تنزیل من رّبّ العالمین۔ ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل۔ لا خذ نا منه بالیمین۔ ثمّ لقطعنا منه الوتین۔ فما منکم من احدٍ عنه حاجزین ۔(سورہ الحاقہ)۔ اور اسکا ترجمہ یہ ہے کہ یہ قرآن کلام رسول ہے یعنی وحی کے ذریعہ سے اس کو پہنچا ہے اور یہ شاعر کا کلام نہیں، مگر چونکہ تمہیں فراست سے حصہ کم ملا ہے اس لئے تم اس کو نہیں پہچانتے، اور یہ کاہن کا کلام نہیں۔ یعنی اس کا کلام نہیں جو جنات سے کچھ تعلق رکھتا ہو۔ مگر تمہیں تدبر اور تذکر کا بہت کم حصہ دیا گیا ہے اس لئے ایسا خیال کرتے ہو۔ تم نہیں سوچتے کہ کاہن کیسی پست ذلیل حالت میں ہوتے ہیں بلکہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جو عالم اجسام اور عالم ارواح دونوں کا رب ہے یعنی جیسا کہ وہ تمہارے اجسام کی تربیت کرتا ہے ایسا ہی وہ تمہاری روحوں کی تربیت کرنا چاہتا ہے اور اسی ربوبیت کے تقاضا کی وجہ سے اس نے اس رسول کو بھیجا ہے۔ اور اگر یہ رسول کچھ اپنی طرف سے بنا لیتا اور کہتا کہ فلاں بات خدا نے میرے پر وحی کی ہے حالانکہ وہ کلام اس کا ہوتا، نہ خدا کا، تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگ جان کاٹ دیتے اور کوئی تم میں سے اس کو بچا نہ سکتا یعنی اگر وہ افتراء کرتا تو اس کی سزا موت تھی کیونکہ وہ اس صورت میں اپنے جھوٹے دعوی سے افتراء اور کفر کی طرف بلا کر ضلالت کی موت سے ہلاک کرنا چاہتا، تو اس کا مرنا اس حادثہ سے بہتر ہے کہ تمام دنیا اس کی مفتریانہ تعلیم سے ہلاک ہو۔ اس لئے قدیم سے ہماری یہی سنت ہے کہ ہم اسی کو ہلاک کر دیتے ہیں جو دنیا کے لئے ہلاکت کی

راہیں پیش کرتا ہے اور جھوٹی تعلیم اور جھوٹے عقاید پیش کر کے مخلوق خدا کی روحانی موت چاہتا ہے اور خدا پر افترا کر کے گستاخی کرتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالحکیم بتاتے ہیں کہ اس ترجمہ وغیرہ میں مرزا قادیانی نے زائد تصرفات سے آیت قرآنی کو اپنے خیال کے سانچے میں ڈھالنا چاہا ہے۔ اگر مفتری کو اس قصور پر ہلاک کیا جانا ضروری ہے کہ وہ دنیا کو بگاڑتا ہے تو پھر شیطان کو کیوں مہلت دی گئی جس نے ساری دنیا کو بگاڑ دیا۔ ظالم، بت پرست، قبر پرست، ستارہ پرست، چور، ڈاکو، رنڈیاں اور دیگر بدکار لوگ کیوں دنیا میں باقی ہیں جن کی بد تعلیم، بدصحبت اور بدنمونے سے تمام مخلوق تباہ ہوگئی اور بگڑ گئی۔ اور پھر آیات ذیل کے کیا معنی ہوں گے:

نمدّ ھؤلاء و ھؤلاء من عطاء ربک۔ ہم ان لوگوں کی بھی مدد کرتے ہیں اور ان لوگوں کی بھی (یعنی نیکوں کی بھی اور شریروں کی بھی) تیرے رب کی عطا سے۔

و لو شاء اللّٰہ لھدا کم اجمعین۔ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت کر دیتا۔

اور پھر واقعی دنیا میں ایسا نظر کیوں آتا ہے کہ دنیا میں ہلاک شدہ لوگ زیادہ ہیں چنانچہ خود مرزا قادیانی بھی ایک دو لاکھ مریدوں کے علاوہ تمام دنیا کو ملعون اور جہنمی قرار دیتا ہے۔

} اربعین نمبر۳ صفحہ ۴ تا ٦ پر مرزا نے لکھا:

اللہ تعالیٰ، آنحضرت ﷺ کی سچائی پر یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اگر وہ ہماری طرف سے نہ ہوتا تو ہم اس کو ہلاک کر دیتے اور وہ ہرگز زندہ نہ رہ سکتا۔ گو تم لوگ اس کو بچانے کے لئے کوشش بھی کرتے۔

استخفاف قرآن یا دلیل قرآن، کلمہ کفر ہے اور قرآن شریف کی ایک دلیل کو رد کیا جائے تو امان اٹھ جائے گا۔

ڈاکٹر عبدالحکیم کہتے ہیں کہ یہ سب قول صحیح اور بالکل صحیح، مگر جناب پھر آپ ان تمام دلائل و آیات قرآنی کا استخفاف کیوں کرتے ہیں جو آپ کے دعاوی اور الہامات کے خلاف ہوں.. ہاں ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں اور کھانے کے اور۔

} اربعین نمبر۳ ص ۵۔ صادقوں کے لئے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر افترا کر کے آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تئیس برس تک مہلت پا سکے۔

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کہتے ہیں کہ اس کا جواب قطع وتین (نامی رسالے سے) سے لفظ بلفظ نقل کیا جاتا ہے، جو یوں ہے:

۲۳ سالہ مہلت کی قید مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کی اپنی اختراع ہے ورنہ آیت لو تقول سے جس پر ان کو بہت کچھ ناز و دار و مدار ہے یہ میعاد بالکل ثابت نہیں ہوتی اور ہم اختیار دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کسی اور ہی آیت یا حدیث سے یہ میعاد ثابت کر دیویں۔ مرزا صاحب کے اس قاعدہ ۲۳ سالہ سے ایک بڑی بھاری خرابی پیدا ہوتی ہے کہ کئی سچے نبی ۲۳ سال سے پہلے ہی مر گئے یا ہلاک ہو گئے تو وہ بقول مرزا صاحب کے کاذب ہوئے اور اگر بالفرض آیت کے معنی موت لئے جائیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالی جھوٹے نبی کو ایک دن کی بھی مہلت دیوے۔ اور کیوں اس کو فوراً ہلاک نہ کر دیوے تاکہ لوگ اس کی ضلالت سے بچ جاویں اور جب کہ بقول مرزا صاحب مسیلمہ کذاب یا کسی اور مفتری کو ۲۲ سال تک مہلت مل جانی محال نہیں ہے اور اس عرصہ تک اس کا لوگوں کو گمراہ کرنا اللہ تعالی پسند رکھتا ہے، تو ۲۴ سال یعنی اور دو سال تک اس کی گمراہی کو پسند نہ کرنے کی کیا وجہ ہے۔ پس مرزا صاحب کے نزدیک اس آیت لو تقوّل کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالی ۲۲ سال تک مفتری کی تعلیم و تضلیل پسند فرماتا ہے اور اس کے ایک ماہ بعد پسند نہیں فرماتا۔ یہ تو ہوا مرزا صاحب کا خدا۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے خداوند تعالی نے اس کو یہ حکم دیا تھا کہ مسیلمہ کذاب کا قلع قمع کیا جاوے۔ افسوس ہے آپ کی تفسیر دانی پر، مرزا صاحب کے اس معنی سے ایک اور مسئلہ بھی مستنبط ہوا کہ اگر کوئی مفتری، مامور من اللہ یا ملہم ہونے کا دعوی کرے تو اس کی تبلیغ کو چپ چاپ ۲۲ سال تک سنتے رہنا چاہیے اور اسکی تردید وغیرہ نہیں کرنی چاہیے۔ اور اس پر قبل از ۲۲ سال ایمان بھی نہیں لانا چاہیے کیونکہ اس کی معیار شناخت بقول ان کے ۲۳ سالہ میعاد ہے۔ مگر آپ نے خود اس قاعدہ کو توڑ دیا اور باوجودیکہ ان کے دعوی کو ابھی دس سال ہوئے اور ۲۳ سال نہیں ہوئے آپ لوگوں کو اپنی بیعت کی ترغیب دیتے ہیں اور ادھر منشی الہی بخش ملہم ربانی کی تردید بھی آپ نے شروع کر دی اور ۲۳ سال تک انتظار نہیں کیا۔ (اس رسالہ قطع وتین کے شروع کے آٹھ صفحات مجھے مل گئے ہیں۔ باقی صفحات بھی مل گئے تو مکمل، ورنہ یہی آٹھ صفحات کسی مناسب مقام پر نقل کئے جائیں گے انشاء اللہ۔ بہاء)

} اربعین نمبر۴ صفحہ ۵۔ خدا تعالی کا یہ قول محل استدلال پر ہے۔ اور منجملہ دلائل صدق نبوت کے یہ بھی ایک دلیل ہے اور خدا تعالی کے قول کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ جھوٹا دعوی کرنیوالا ہلاک ہو جائے، ورنہ یہ قول منکر پر حجت نہیں ہوسکتا اور نہ اس کیلئے بطور دلیل ٹھہر سکتا ہے۔

سبحان اللہ! عجب منطق ہے۔ میں بھی چاروں طرف سے آنکھیں بند کر کے مرزا کی طرح چند کانی باتیں پیش کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ مرزا اور مرزائی اس میں کیا بولتے ہیں۔

۱۔ دنیا میں اس وقت کوئی ظالم نہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

قطع دا بر القوم الّذین ظلموا۔ ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی۔

۲۔ دنیا سے باطل دور ہو چکا کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

جاء الحق و زھق البا طل انّ البا طل کا ن زھو قاً حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا کیونکہ باطل تو بھاگنے والا ہی تھا۔

۳۔ دنیا سے سود اور سود خور مٹ چکے کیونکہ تیرہ صدیاں قبل قرآن میں آ چکا:

یمحق اللّٰہ الرّ با و یر بی الصّد قا ت۔ اللہ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے

ہر ایک ظالم ہر ایک باطل پرست اور ہر ایک سود خور مرزا کی طرح کہہ سکتا ہے کہ میں ضال نہیں ہوں، باطل پرست نہیں ہوں اور سود خور نہیں ہوں کیونکہ خدا تعالی کے قول کی تصدیق تبھی ہوتی ہے کہ کوئی ظالم، باطل پرست، سود خور دنیا میں باقی نہ ہو۔ اور چونکہ ہر ایک ظالم باطل پرست اور سود خور اپنی ناپاک تعلیم اور مثال سے دنیا کو بگاڑتا ہے اس لئے اللہ تعالی ان کو بھی مفتریوں کی طرح نیست و نابود کر چکا۔

۴۔ اس وقت تمام سلطنت، دولت، عزت، تجارت، حرفت اور ہر قسم کی برکت اور کثرت امت محمدیہ میں ہے اور دنیا میں آنحضرت ﷺ کا کوئی دشمن موجود نہیں۔ تمام دشمنان محمدی کی نسل منقطع ہوتے ہوتے خاتمہ ہو چکا کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے:

انّا اعطینا کـ الکو ثر۔ فصل لر بکـ و انحر۔ انّ شا نئکـ ھو ا لا بتر

اے محمد ہم نے تجھے ہر قسم کی بہتات دی۔ پس تو اپنے رب کے واسطے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ بے شک تیرا دشمن مقطوع النسل ہے۔

پس اس دلیل قرآنی کی رو سے عیسائیوں کے ہاتھ میں نہ سلطنت ہے، نہ دولت، نہ عزت، نہ تجارت، نہ حرفت۔ نہ دنیا میں کوئی محمد ﷺ کا دشمن موجود ہے۔ بلکہ تمام یورپ سچا مسلمان

ہے۔ اور سچا مسلمان نہ ہوتا تو یورپ ننگ و ذلیل اور مقطوع النسل ہو جاتا۔ تمام عیسائی جو حضرت ﷺ سے دشمنی کرتے ہیں وہ مقطوع النسل ہیں اور جن پادریوں کی اولاد ہوتی ہے وہ حضرت ﷺ کے دشمن نہیں ہیں۔

اے کانے دجالیو! جو کچھ تم ان آیات کا جواب تجویز کرو گے وہی جواب آپ کے استدلال لو تقوّل کا ہوگا۔

} توریت میں لکھا ہے کہ اگر تمہارے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تمہیں کوئی نشان اور معجزہ دکھلاوے اور اس نشان یا معجزہ کے مطابق جو اس نے تمہیں دکھایا، بات واقع ہو اور وہ تمہیں کہے کہ آؤ ہم غیر معبودوں کی جنہیں تم نے نہیں جانا پیروی کریں یعنی خدا کے سوا کسی اور کا حکم منوانا چاہے یا اپنی ہی پیروی ان باتوں میں کرانا چاہے جو توریت مخالف ہیں تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات پر کان مت دھرو کہ خداوند تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے، تا دریافت کرے کہ تم خداوند اپنے خدا کو اپنے سارے مال اور ساری جان سے دوست رکھتے ہو کہ نہیں۔ چاہیے کہ تم خداوند اپنے خدا کی پیروی کرو (یعنی اسی کی ہدایتوں کے موافق چلو۔ دوسرا شخص گو کوئی فلاسفر ہو یا حکیم ہو اس کی بات نہ مانو)، اور اس سے ڈرو اور اس کے حکموں کو حفظ کرو اور اس کی بات مانو۔ تم اسی کی بندگی کرو اور اسی سے لپٹے رہو اور وہ نبی یا وہ خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے گا۔
دیکھو توریت استثناء باب ۱۳۔ ۱ تا ۵ (اربعین نمبر ۴ ص ۷۔ ۸)

ان آیات توراتی سے تو مرزا نے اپنی جڑوں کو آپ کاٹ ڈالا۔ اول تو ان سے یہ ثابت ہوا کہ جھوٹا نبی بھی نشان اور معجزہ دکھا سکتا ہے اور اس کے مطابق بات واقع ہو سکتی ہے جیسا کہ مرزا قادیانی کے بعض نشانات پورے ہو جاتے ہیں۔

دوم، جھوٹے نبی کی شناخت یہ ہے کہ اس کی تعلیم کتب مقدسہ کے خلاف ہوگی جیسا کہ مرزا قادیانی کی تعلیم سراسر قرآن مجید کے خلاف ہے جیسا کہ ہم نمونۃً باب اول میں بیان کر چکے ہیں۔

سوم۔ جھوٹا نبی یا خواب بین قتل کیا جائے گا مگر مولوی چراغ الدین اور منشی الٰہی بخش جو مرزا کے زعم میں جھوٹے نبی تھے، قتل نہیں ہوئے اس لئے وہ جھوٹے نہ تھے۔ اور چونکہ ان کی تمام تعلیمات تورات وانجیل وقرآن کے مطابق تھیں اس لئے وہ اپنے دعووں میں سچے ٹھہرے۔

چہارم۔ مرزا قادیانی جھوٹا نبی یا خواب بین ثابت ہوا کیونکہ اس کی تعلیم قرآن مجید اور احادیث

صیحہ کے مخالف ہے۔

} اربعین نمبر ۴ صفحہ ۸۔لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا تو وہ نبی قتل کیا جائے۔توریت استثناء ۱۸: ۲۰

اس آیت کے مقدم و مؤخر کو مرزا نے دور کر کے سخت دھوکہ دینا چاہا ہے جیسا کہ بے نماز لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ لا تقربوا الصّلوۃ کا حکم قرآن مجید میں ہے ہم اس پر عامل ہیں۔یہی مقام تو مرزا کے لاطائل دعاوی کو بیخ و بن سے اکھاڑنے والا اور آیت لو تقول کا مفسر ہے اس لئے ہم اس مقام کو پورے طور پر ذیل میں درج کرتے ہیں:

میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے گا تو میں اسکا حساب لونگا۔

لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا، یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے۔اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانو کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں؟ تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور جو اس نے کہا ہے واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے۔

مفتریوں کی سزا ہم درج ذیل آیات قرآنی میں یوں دیکھتے ہیں:

و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذبا و قال اوحی الیّ و لم یوح الیہ شی و من قال سا نزل مثل ما انزل اللّٰہ۔ و لو تری اذ الظّالمون فی غمرات الموت و الملائکۃ باسطوا ایدیھم۔ اخرجوا نفسکم۔ الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللّٰہ غیر الحق و کنتم عن آیاتہ تستکبرون۔ (انعام :۹۳)۔

دوسری آیت فمن اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذباً او کذب بآیاتہ۔ اولئک ینالھم نصیبھم من الکتاب۔ حتّی اذا جاء تھم رسلنا یتوفّونھم قالوا این ما کنتم تدعون من دون اللّٰہ۔ قالوا ضلّوا عنّا و شھدوا علی انفسھم انّھم کانوا کافرین۔ (اعراف :۳۷)۔

تیسری آیت۔ ومن اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذبا او کذب بایاتہ انّہ لا یفلح الظّالمون (انعام:۲۱)

چوتھی۔ قل انّ الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لا یفلحون متاع فی الدنیا ثمّ الینا مرجعھم ثمّ نذیقھم العذاب الشدید بما کانوا یکفرون۔(یونس:۶۹۔۷۰)۔

پانچویں۔ انّ الذین اتّخذو العجل سینالھم غضب مّن ربّھم و ذلّۃ فی الحیوۃ الدّنیا۔ وکذلک نجزی المفترین۔ (اعراف۔۱۵۲)۔

ان آیات خمسہ متبرکہ اور امثالہا میں سے ایک پر بھی نظر ڈالنے سے صاف روشن ہوتا ہے کہ مفتریان کے لئے اللہ کے دربار میں جو سزا مقرر ہے وہ ذلت وخواری ونا کامیابی ہے۔ اور یہ بھی روشن ہے کہ بعضوں کو یہ ذلت ان کی موت اور جان کنی کے وقت ملائکہ کے ہاتھوں سے ملتی ہے اور یہ بھی روشن ہے کہ جو ان کا نصیب نوشتہ میں ہے یعنی رزق اور عمر، وہ ان کو پہنچتے رہتے ہیں۔ ان میں کمی نہیں ہوتی، نہ رزق کی تنگی اور نہ اجل مسمی میں کوتاہی۔ ان آیات شریفہ میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے سزائے موت نکلتی ہو بلکہ سارے قرآن میں بھی اس کا پتہ نہیں اور شریعت میں جو مدعی نبوت وامثالہ کے لئے سزا مقرر ہے اس لئے نہیں کہ وہ مفتری علی اللہ ہے بلکہ اس لئے کہ اس نے ایک نص قطعی ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین کا انکار کیا اور مرتد ہوا۔ پس مرتدین کی ذیل میں بسزائے ارتداد قتل کیا جائے نہ بسزاء افتراء۔ یہی سبب ہے جو مرزا صاحب بھی سوائے لو تقوّل علینا کے کوئی دوسری آیت جس میں مفتری کی سزا جان سے مارنا ہو، نہیں لا سکے۔

اربعین نمبر۴ میں دو آئتیں لائے ہیں ایک کے معنی میں خود لفظ مرنا زیادہ کردیا یعنی قد خاب من افتری کا ترجمہ یوں کردیا کہ، مفتری نامراد مرے گا، باوجودکہ خاب کے معنی میں موت داخل نہیں ہے۔

دوسری آیت کا اخیر وہی ہے جو ہم آیات خمسہ میں پورا پورا لکھ آئے ہیں۔ یعنی فمن اظلم ممّن افتری ... اولئک ینالھم نصیبھم من الکتاب حتّی اذا جاءتھم رسلنا یتوفونھم....۔

اس میں سے مرزا صاحب نے اولئک ینالھم نصیبھم من الکتاب اخیر تک چھوڑ دیا۔

اربعین نمبر۳ میں اس کو نہیں لکھا کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ مفتریوں کو ان کا نصیب نوشتہ سے پہنچ

رہتا ہے یعنی عمر اور رزق جو ان کے واسطے ہے وہ ان کو دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب فرشتے جان لینے کو آتے ہیں تو ان کو زیر حراست کرتے ہیں دوسری جگہ اس آیت کے اخیر میں صرف انّه لا یفلح الظّالمون ہے یعنی وہ ظالم مفتری کامیاب نہیں ہوتے۔ مرزا صاحب نے یہ عبارت اخیر سے گرا دی اور تمام آیت کو جو ان کے دعوی کی مخالف تھی چھوڑ دیا۔ دعوی یہ تھا کہ صدہا جگہ قرآن میں پاؤ گے کہ خدا مفتریوں کو ہلاک کرتا ہے مگر ایک آیت بھی پیش نہ کر سکے بجز لو تقوّل کے۔ یہ تو قرآن ہے، احادیث میں بھی جہاں ان دجالوں کذابوں کا ذکر ہے آنحضرت ﷺ نے ان کے خروج کی خبر دی ہے اور ان کی ہلاکت اور کوئی عذاب آسمانی کی ان کے حق میں پیش گوئی نہیں فرمائی و انّه سیکون فی امّتی کذا بون ثلا ثون کلّھم یزعم انّه نبیّ اللّٰه و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ ان کے قتل و ہلاکت کا کچھ ذکر نہیں فرمایا بلکہ و لا تزال طا ئفة من امّتی علی الحقّ ظاھر ین لا یضرّ ھم من خالفھم حتّی یا تی امر اللّٰه۔ جس میں صاف اشارہ ہے کہ اسی اہل حق طائفہ کے ہاتھ سے وہ کذاب مفتری ذلت وخواری اٹھائیں گے اور ان پر حجت قائم ہوگی اور اہل حق غالب رہیں گے۔

☆ ردّ حقیقت الوحی

(ڈاکٹر عبدالحکیم کہتے ہیں) کانے دجال کا مسودہ میں ختم کر چکا تھا کہ مرزا قادیانی کی کتاب حقیقت الوحی میری نظر سے گذری۔ اول تو یہ کتاب سراسر فضول ہے کیونکہ اس میں بار بار انہیں مضامین کا ذکر ہے جو سینکڑوں دفعہ مرزا کی کتابوں، رسالوں، اشتہاروں، اخباروں اور دیگر مرزائی تصنیفات میں تکرار کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں اور جن کا ذکر تمام مرزائیوں میں دن رات دیوانوں کی طرح ہوتا رہتا ہے اور یہ باتیں عموماً تمام مرزائیوں کو از بر ہو چکی ہیں۔

دوم۔ یہ کتاب خودغرضی کا کامل آئینہ ہے کیونکہ اس کتاب کا اصل صرف (خرچہ) زیادہ سے زیادہ چھ آنہ فی جلد ہوسکتا ہے اور دو آنہ منافع لگا کر آٹھ آنہ ہو جاتے ہیں مگر مرزا نے پانچ روپیہ قیمت رکھ دی۔ ... یوں بلاکسی محنت وتردد کے مرزا نے اس اناپ شناپ تحریر سے چار ہزار روپیہ نقد کما لیا۔

سوم۔ اصول رفاہ عام کے لحاظ سے اس کی قیمت اصل مصارف سے کچھ ہی زیادہ ہونی چاہیے تھی مگر افسوس کہ مرزا کا دعوی تو یہ ہے کہ وہ فنا فی اللہ ہے وہ خدا کے راستہ پر اپنا سب کچھ قربان کر چکا ہے اس نے نفس کو کلیۃً ہلاک کر دیا ہے مگر عملی اسلام، عیسائیوں کے برابر بھی نہیں رکھتا جن کو وہ

دجال کہتا ہے۔ عیسائی لوگ تو مذہبی کتابوں کو قریب قریب اصلی قیمتوں پر فروخت کرتے ہیں مگر مرزا عموماً دس گنی قیمت پر فروخت کرتا ہے۔ کیا سود در سود کی نسبت اس میں زیادہ خودغرضی نہیں ہے؟ اگر سود اس بنا پر حرام ہے کہ بلا تردد زیادہ منافع لیا جاتا ہے اور خودغرضی اور بیدردی پیدا ہوتی ہے تو پھر کیا حرام نہیں کہ اسلامی خدمت کے روپیہ سے ایک کتاب اناپ شناپ چھپوا کر دس گنی قیمت وصول کی جائے؟ کیا تمام انبیاء ایسا ہی کیا کرتے تھے؟

} پہلے باب میں مرزا نے یہ بیان کیا ہے کہ بعض لوگوں کو سچے خواب آجاتے ہیں اور بعض الہام سچے ہوجاتے ہیں خواہ وہ کیسے ہی فاسق و فاجر کیوں نہ ہو، ان کو خدا سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔

} دوسرے باب میں یہ بیان ہے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو بعض اوقات سچے خواب آتے اور سچے الہام ہوجاتے ہیں ان کو خدا سے کچھ تعلق بھی ہوتا ہے۔

} تیسرے باب میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو خدا تعالی سے اکمل واصفی طور پر وحی پاتے اور کامل طور پر شرف مکالمہ ومخاطبہ ان کو حاصل ہوتا ہے۔ خوابیں بھی ان کو فلق الصّبح کی طرح سچی آتی ہیں اور خدا تعالی سے اکمل اور اتم طور پر محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔

یہ ہر سہ امور بدیہی الثبوت ہیں ہر صحیح الفطرت انسان ان کو خودبخود تسلیم کرسکتا ہے مگر مرزا صاحب نے بے حد تکرار اور طوالت کے ساتھ ان سادہ اصول کو کئی صفحات میں پھیلا دیا ہے مگر ان کے متعلق ایک ضروری مسئلہ کو بالکل مس نہیں کیا وہ یہ کہ جن لوگوں کے دماغ فطرتاً الہامات اور خوابات کے مناسب ہیں وہ خاص مشغلہ اور توجہ سے اس ملکہ کو بہت ترقی دے سکتے ہیں خواہ ان کے دیگر عمل کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ مثلاً جس شخص کا دماغ فطرتاً الہامات وخوابات کیلئے موزوں ہے اگر وہ ہمیشہ اپنے خوابات والہامات کا چرچا رکھے اور سوتے ہوئے یا اور اوقات میں اللہ کو اس کے مبارک ناموں سے پکارتا رہے، لوگوں میں اپنی عزت بڑھانے کے واسطے ہمیشہ اپنے رب سے اس امر کا طالب اور خواہاں رہے کہ اس کو غیب کی خبریں ملتی رہیں، تو کثرت سے اس کو غیب کی خبریں ملتی رہیں گی خواہ اور طرح پر وہ بددیانت، بدعہد، فاسق، فاجر، کذاب، مسرف اور عیار ہی کیوں نہ، کیونکہ اللہ تعالی کسی مومن یا غیر مومن، نیک یا بد، سچے یا جھوٹے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اللہ تعالی خود فرماتا ہے انا لا نضیع اجر العاملین پس جو قانون میں محنت کرتا ہے وہ آخر کار مقنن بن جاتا ہے جو ڈاکٹری میں محنت کرتا ہے وہ ڈاکٹر بن جاتا ہے۔ جو مسمریزم میں محنت کرتا ہے وہ مسمریزر بن جاتا ہے۔ جو خوش نویسی میں محنت اٹھاتا ہے وہ خوش نویس بن جاتا ہے۔ جو زراعت میں محنت

کرتا ہے وہ اس کا پھل پالیتا ہے۔خواہ وہ مومن ہو یا غیر مومن، نیک ہو یا بد، خدا رسیدہ ہو یا مردود۔ اسی طرح جو شخص ہمیشہ خدا سے اخبار غیب کا طالب رہتا ہے، ہر مشکل کے وقت اضطراری دعائیں کرتا ہے تو ضرور اس کو غیب کی خبریں ملتی ہیں اور اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں خواہ وہ دراصل مومن ہو یا غیر مومن ہو۔..مشرکوں کے حالات میں ہے:

ا ذا رکبو فی الفلک دعو اللّٰہ مخلصین لہ الدّین فلمّا نجا ھم الی البرّ اذا ھم یشرکو ن (جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اللہ کو خالص دین کے ساتھ پکارتے ہیں پس جب ہم ان کو حفاظت سے خشکی پر لے آتے ہیں تو وہ وہیں شرک کرنے لگتے ہیں)۔

پٹیالہ میں ایک سردار کنہیا سنگھ ... ہیں ان کو کثرت سے خواب آتے ہیں جن میں غیب کی خبریں بکثرت ہوتی ہیں اور عظیم الشان تغیرات کی نسبت اس کو قبل از وقت خبر مل جاتی ہے۔ ایسا ہی لالہ بھگوان داان .. ہیں جن کو بڑے معاملات میں قبل از وقت خواب آتے ہیں۔پس جب تک کسی شخص کے معاملات اور اخلاق اعلی درجہ کے نہ ہوں، اس کے ہر فعل سے ایثار، ہمدردی اور راست بازی ثابت نہ ہو اس وقت تک محض کثرت رؤیا صادقہ والہامات غیبیہ اس کی ولایت کی دلیل نہیں ہو سکتے۔اس اصول کو مرزا نے عمداً بدنیتی سے بیان نہیں کیا کیونکہ اس سے اس کی تردید ہوتی تھی۔ بلکہ تمام کتاب میں اپنی پیش گوئیوں کا ہی ذکر کر کے یہ ثابت کرنا چاہا کہ وہ خدا کا برگزیدہ ہے، وہ اعلی درجہ کے نبیوں اور رسولوں میں سے ہے، حالانکہ اس نے براہین کی نسبت لمبے چوڑے اشتہارات دے کر تمام روپیہ پیشگی وصول کیا مگر تین سو جز میں سے محض تیس جز، تین سو دلائل میں سے محض ایک دلیل شائع کر کے ایسا دم بخود ہوا کہ ۲۸ سال سے اس کتاب کا نام تک نہ لیا۔سراج منیر کی مفت اشاعت کے واسطے ۱۴۰۰ روپیہ چندہ وصول کر کے خورد برد کر گیا۔چند سال کے بعد سراج منیر شائع ہوا اور آٹھ گنی قیمت پر فروخت کیا گیا۔ وغیرہ

دماغ ایسا آتشین اور قلب ایسا کینہ توز اور دل ایسا عالم سوز ہے کہ دنیا کی تباہی اور مرزا کے واسطے عید کا عید ہے۔.. یہاں تک کہ کتابوں میں دعائیں شائع کی جاتی ہے کہ طاعون پھیلے اور مرزا کے مخالف ہلاک ہوں۔ پھر طاعون پھیلنے پر خوشیاں منائی جاتی ہیں جب کہ اس کے ظاہری اعمال اخلاق اور دین کا یہ حال ہے کہ اس قدر بغض اور کینہ عیسائیوں اور آریوں کو بھی امت محمدی سے نہیں جس قدر کہ مرزا اور مرزائیوں کو ہے۔پس صاف ظاہر ہے کہ اگر اسکے بہت سے خوابات اور الہامات سچے بھی ہوتے ہیں تو وہ اس کی ولایت یا نبوت یا رسالت کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتے

جب تک کہ وہ تمام بنی نوع کا عموماً اور مسلمانوں کا خصوصاً سچا ہمدرد اور خیر خواہ ثابت نہ ہو جائے ۔ جب تک عملاً یہ نظر نہ آئے کہ اور لوگ نادان بچہ کی طرح دن رات اس پر بول و براز کرتے اور ہر وقت اس سے بلا کسی معاوضہ کے خدمت لیتے ہیں مگر وہ رحیم ماں کی طرح ہر وقت ان سے محبت کرتا ، ان کی خیر خواہی کرتا ان کی خدمت کرتا ان کو پالتا اور ان کے تمام دکھ خوشی کے ساتھ برداشت کرتا ہے وہ کبھی برگزیدہ خدا ، اور فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول ہونیکے دعوی میں سچا نہیں ٹھہر سکتا

خاتمہ حقیقۃ الوحی میں مرزا قادیانی نے معترضین کے اعتراضات کا جواب دینا چاہا ہے۔ الزامات جو واقعی طور پر خود مرزا اور مرزائیوں کی تصانیف سے المسیح الدجال میں صاف طور پر ثابت کئے گئے ہیں مثلاً:

۱ ۔ خلاف شرع دعاوی و الہامات ۔۲ ۔ رب العالمین اور انبیاء کی سخت توہین و تذلیل ۔۳۔قرآن وحدیث و تیرہ سو سالہ اسلام کو مردہ قرار دینا ۔۴۔ اتباع محمدی ایمان باللہ اور اور تمام اعمال کو ہیچ قرار دینا بلکہ تمام علمائے اسلام اور متبعین قرآن و حدیث کو کافر اور جہنمی قرار دینا ۔۵۔ متواتر خلاف عہدیاں ۔ ۶ ۔ لمبے چوڑے اشتہارات سے روپئہ وصول کرنا ۔۷ ۔فحش گوئی ۔۸ ۔ تمام مسلمانوں اور تمام قوموں پر لعنتیں برسانا ، اور ان کی ہلاکت پر خوشیاں منانا ۔ ۹ ۔آرام طلبی و شکم پروری ۔۱۰۔اپنی کتابوں کے لئے مال زکات طلب کرنا ۔ ۱۱۔تمام مسلمانوں سے پھٹ جانا ۔۱۲۔جھوٹی شیخی اور کبریائی ۔۱۳۔بے حد خلاف بیانیاں ۔۱۴۔خالی دعوے ۔۱۵۔ خالی شاعری ۔ ۱۶۔خوش خوری، نفس پرستی ۔۱۷۔ بے ہودہ انشا پردازی ۔۱۸۔انبیاء کی تحقیر۔۱۹۔ بھیک مانگنا اور جس کا چندہ تین ماہ تک نہ پہنچے اس کے اخراج کا اعلان دینا ۔۲۰۔ اس کی پیشگوئیوں میں غلو اور کذب کی آمیزش ۔۲۱ ۔اس کے الہامات کا شیطانی الہامات سے مشابہ ہونا ۔۲۲۔ مسیح موعود کے متعلق جو احادیث صحیحہ ہیں ان سے مرزا کی حالت کا مطابق نہ ہونا۔ وغیرہ

ان تمام واقعی امور کا جواب مرزا نے (حقیقت الوحی ۔ص ۱۸۲ پر) محض اس قدر دیا ہے:

> اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ عبد الحکیم اور اس کے ہم جنسوں نے مجھے سمجھا ہے تو پھر خدا تعالی سے بڑھ کر میرا دشمن اور کون ہوگا اور اگر میں خدا تعالی کے نزدیک ایسا نہیں ہوں تو پھر میں یہی بہتر طریق سمجھتا ہوں کہ ان باتوں کا جواب خدا تعالی پر چھوڑ دوں ۔

ثابت شدہ الزامات کا جواب ایسے طریق پر حلاّف کذاب لوگ تو ضرور دیا کرتے ہیں جو بات بات پر قسمیں کھایا کرتے اور خدا کو گواہ بنایا کرتے ہیں مگر قرآن مجید اور سنت انبیاء میں

ایسے جوابات کا کہیں پتہ نہیں چلتا، نہ انسانی عدالتوں اور قوانین میں واقعی شہادتوں کے خلاف ایسے بیان قبول کیئے جاتے ہیں۔

اس قدر تمہیدی بیان کے بعد اب میں مرزا کے ۲۰۸ نشانات کی طرف نظر کرتا اور چند حصوں میں تقسیم کر کے ان کا ذکر کرتا ہوں۔

{ فصل اول۔ان نشانات کے بیان میں جو سراسر غلط ثابت ہوئے:

۱۔عمنوائیل اور بشیر کی ولادت کی پیش گوئی جس کی نسبت کہا تھا کانّ اللّٰہ نزل من السّماء جس کی ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء کو اشاعت کی تھی کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہوگا۔

۲۔ بہت سی خواتین مبارکہ جو والدہ محمود کے علاوہ اسکے نکاح میں آنی تھیں۔اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

۳۔ان خواتین سے (جو زوجہ دوم کے علاوہ ہوں گی) بہت نسل کا ہونا۔

۴۔ ۱۸۔اپریل ۱۹۰۳ء کو ایک قیامت خیز زلزلہ کی خبر دی اور اسکی میعاد سال آئندہ کی بہار تک بتلائی۔

۵۔ ۲۸ فروری ۱۹۰۵ء کو پھر شائع کیا، زلزلہ آنے کو ہے۔، خود باغ میں ڈیرہ لگایا۔

۶۔ دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برساؤنگا اور زمین سے نکالوں گا پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔،مرزا کے کوئی مخالف بارشوں میں نہیں پکڑے گئے۔

۷۔موت تیراں ماہ حال کو۔بدر ۲۷ ستمبر ۱۹۰۶ء۔ تیراں شعبان کو کوئی (قابل ذکر۔بہاء) موت نہیں ہوئی

۸۔ڈاکٹر عبدالحکیم کی نسبت ۳۰ مئی ۱۹۰۶ء کو شائع کیا۔فرشتوں کی کھنچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ ،آج ۲۰ ستمبر ۱۹۰۷ء تک میں بالکل صحیح سلامت ہوں۔

۹۔ ۱۵ فروری ۱۹۰۷ء کو شائع کیا: ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہ رہے گا۔

۱۰۔ منشی الٰہی بخش مرحوم کی نسبت پیش گوئی کہ مرزا پر ایمان لے آئے گا۔

۱۱۔سلطان محمد کی نسبت پیشگوئی کہ وہ یوم نکاح سے ڈھائی سال کے اندر فوت ہو جائیگا۔۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء

۱۲۔دختر احمد بیگ کی نسبت پیشگوئی کہ اسکے ساتھ مرزا کا نکاح ہو چکا اور وہ ضرور واپس آئیگی۔۱۸۸۸ء

۱۳۔ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب پر چالیس یوم کے اندر ذلت آنے کی پیش گوئی۔

۱۴۔ مولوی محمد حسین بٹالوی، ملاں محمد بخش اور ابوالحسن تبّتی کی ۱۳ مہینہ میں ذلت کی پیش گوئی۔

۱۵۔ اما انا کالقرآن و سیظھر علی یدی ما ظھر من الفرقان جو کچھ اصلاحیں قرآن مجید نے کیں، اس کا کروڑواں حصہ بھی مرزا سے آج تک نہ ہوسکا۔

۱۶۔عود جوانی کا الہام مشتہرہ ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء

۱۷۔ اردّ علیھا روحھا و ریحانھا۔ زوجہ مرزا کی تازگی اور جوانی واپس لائی جائے گی۔

۱۸۔ ۱۸ فروری ۱۹۰۷ء کا الہام۔ کلّ الفتح بعدہ

۱۹۔ پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دل جوئی ہوگی۔ ۱۱ فروری ۱۹۰۶ء کا الہام

۲۰۔ عبداللہ آتھم کی نسبت پیش گوئی۔ میعاد مشتہرہ کے اندر نہ تو فوت ہوا، نہ اس نے عاجز انسان کو خدا بنانے سے رجوع کیا۔ نہ اندھے دیکھنے لگے، نہ لنگڑے چلنے لگے، نہ بہرے سننے لگے۔

۲۱۔ دسمبر ۱۹۰۲ء تک آسمانی نشان کے ظہور کی پیش گوئی جو مخالفوں کو ساکت کر دے گا۔

۲۲۔ طاعون سے قادیان کے بچے رہنے کی پیش گوئی۔ (کشتی نوح)

۲۳۔ مولوی ثناء اللہ کی نسبت پیشگوئی کہ وہ پیشگوئیوں کی پڑتال کیلئے کبھی قادیان میں نہ آئیگا۔

۲۴۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کی نسبت پیش گوئی کہ وہ اس پر ایمان لے آئینگے۔ (اعجاز احمدی)

۲۵۔ الکلب یموت علی الکلب۔ ایک مولوی کی نسبت کہ وہ ۵۲ سال کی عمر میں مر جائے گا مگر اب (بوقت تحریر کانا دجال) ان کی عمر ۷۰ سال ہے۔

۲۶۔ لک خطا ب العزّۃ

۲۷۔ قیصر ہند کا شکریہ

۲۸۔ سید امیر شاہ رسالدار میجر سردار بہادر سے ۵۰۰ روپئہ پیشگی لے کر فرزند دلانے کا وعدہ۔

۲۹۔ منشی سعد اللہ لودھیانوی کے ابتر ہونے کی پیش گوئی۔

۳۰۔ انّی احافظ کلّ من فی الدّار۔ خاص مرزا کے گھر میں پیراں دتہ طاعون سے ہلاک ہوا

۳۱۔ مریدوں کی طاعون سے حفاظت کا الہام تھا۔ مگر بڑے بڑے مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے، مثلاً مولوی برہان الدین جہلمی۔ محمد افضل اڈیٹر البدر اور اسکا لڑکا۔ مولوی محمد یوسف سنوری۔ عبداللہ سنوری کا بیٹا۔ ڈاکٹر بوڑھے خان۔ قاضی ضیاء الدین۔ ملاں جمال الدین سید والا۔ حکیم فضل الٰہی۔ مرزا افضل بیگ وکیل۔ مولوی محمد علی ساکن زیرہ۔ مولوی نور احمد ساکن لودھی ننگل۔ ڈنگہ کا حافظ

{ فصل دوم ان نشانات کے ذکر میں جو محض ایک زمانہ کی طرف دلالت کرتے ہیں مگر مرزا نے اپنے نشانات کی تعداد بڑھانے کے واسطے محض چالاکی سے انکو اپنی تصدیق میں پیش کر دیا ہے۔

۱۔ اذا العشار عطّلت۔ جب اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی۔

۲۔ اذا الصّحف نشرت۔ جب کتابیں پھیلائی جائیں گی۔

۳۔ اذا النّفوس زوّ جت۔ جب لوگ ملائے جائیں گے۔

۴۔ ا ذا البحار فجّرت ۔ جب دریا چیر کر چلائے جائیں گے۔

۵۔ یو م ترجف الرّا جفة تتبعها الرّا د فة جس روز کانپنے والی کانپے گی اور اس کے بعد ویسا ہی زلزلہ آئے گا۔

۶۔ و ان مّن قر یة ا لّا نحن مهلكو ها قبل یوم القیامة او معذّ بوها۔ کوئی بستی ایسی نہیں جس کو ہم یوم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں گے، یا عذاب نہ دیں گے۔

۷۔ حج کا بند ہونا۔

۸۔ ستارہ ذوالسنین کا نکلنا۔

۹۔ چھ ہزار برس کے اخیر پر مسیح موعود کا ظاہر ہونا۔ یہ تمام بناوٹ ہے کسی آیت و حدیث میں اس کی تصریح نہیں۔

} فصل سوم ان نشانات کے بیان میں جو فی الحقیقت مرزا کے مخالف ہیں مگر چالاکی سے اس نے ان کو نشان بنا لیا ہے۔

۱۔ دانیال نبی کی پیش گوئی۔ اس میں الفاظ ذیل قابل غور ہیں:

> اور جس وقت دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اور مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے قائم کی جائے گی ایک ہزار دو سو نوے دن ہوگے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس دن تک آتا ہے۔

مرزا قادیانی خود لکھتا ہے کہ اس کو ۱۲۹۰ھ سے شرف مکالمہ حاصل ہے پس یہی وہ مکروہ چیز ہے جس نے ہزاروں مسلمانوں کو خراب کیا۔ مبارک وہ ہے جو انتظار کرتا ہے اور ۱۳۳۵ سال تک آتا ہے۔

۲۔ نعمت اللہ ولی کی پیش گوئی۔ اس میں شعر ذیل قابل غور ہے:

مہدی وقت و عیسی دوراں ہر دو را شہسوار می بینم

اس شعر میں مہدی و عیسی دو علیحدہ وجود بیان کئے گئے ہیں مگر مرزا ان کو ایک ہی بناتا ہے۔

۳۔ انّی ا حا فظ کلّ من فی الدّار۔ یہ غلط ثابت ہوا کیونکہ اول تو خاص مرزا کے گھر میں پیراں دتہ اور عبدالکریم طاعون سے ہلاک ہوئے .... نیز بڑے بڑے مرید ہلاک ہوئے۔ نیز اب اس کے خلاف یہ الہام ہو چکا ہے انّی احا فظ کلّ من فی الدار و ا حا فظک خا صةً۔

۴۔سبحا ن اللّٰه ۔ تبار ک و تعا لی اراد مجد ک سیقطع اباء ک و یبدو منک

۵۔ مرزا غلام قادر کا سخت بیمار ہونا۔ان کی نسبت معلوم ہونا کہ اب ان کی زندگی محض ۱۵ یوم ہے۔ پھر دعا سے ۱۵ سال زندہ رہنا۔

٦۔ خدا تعالیٰ کی زیارت ۔سرخی سے ایک کتاب پر دستخط کرنا اور زائد سرخی چھڑکنا جس کے چھینٹے کرتے (قمیص) پر پڑے۔ایسی بدتمیزی تقدیس باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔

۷۔ عباس علی صوفی مرحوم کی نسبت اصلھا ثا بت و فرعھا فی السّماء ۔ وہ بعد میں مرزا کا مخالف ہوگیا اور سخت مخالفت کی حالت میں ہی مرا۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا کلمہ طیبہ کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں یہ الفاظ کلمہ طیبہ کی نسبت ہیں اور مرزا دراصل شیطان مردود ہے جس سے اللہ کریم نے عباس علی جیسے کلمہ طیب کو نجات دی اور اس کو اس نجات سے ایسا ہی ثابت کر دکھایا کہ اس کی جڑ قائم تھی اور اس کی شاخیں آسمان میں تھیں۔

۸۔ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان برمنار بلندتر محکم افتاد

مرزائی احمدی ہیں نہ کہ محمدی۔

۹۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ جب براہین احمدیہ کی اشاعت کے واسطے میرے پاس روپیہ نہ تھا، میں نے دعا کی تو الہام ہوا:

ھزّ الیک بجذ ع النّخلۃ تساقط علیک ر طباً جنیاً

چنانچہ میں نے خلیفہ سید محمد حسن وزیر ریاست پٹیالہ کی طرف خط لکھا۔انہوں نے ڈھائی سو روپیہ ایک بار اور ڈھائی سو روپیہ ایک بار بھیجے۔

اس سے معلوم ہوا کہ براہین سے تمام مدعا روپیہ کمانا اور نفس پروری تھا۔سو روپیہ تو ملا اور مرزا نے پختہ کھجوریں مزے سے کھائیں مگر ستائیس سال سے براہین کا نام ندارد ہے۔

۱۰۔مرزا قادیانی کہتا ہے:

خدا تعالیٰ نے ۱۸۸۴ء کے بعد باقی حصص براہین کا چھپنا روک دیا تھا تاکہ اس کا یہ کلام پورا ہو کہ براہین احمدیہ کو بطور نشان بناؤنگا۔سو اس عرصہ میں بہت سی پیشگوئیاں پوری ہوئیں اگر پیشگوئیاں پوری ہونے سے پہلے ختم ہوجاتی تو وہ ایک ناقص کتاب ہوتی۔

یہ صاف بناوٹ ہے۔اول تو کل کتاب کا پہلے شائع ہوجانا پیش گوئیوں کی تصدیق کا منافی نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ اس کی اشاعت ساتھ کے ساتھ جب کہ اب اخباروں اور کتابوں میں ہو

رہی ہے تکمیل براہین کے بعد بھی ہوسکتی تھی ۔ دوم وہ خدا کا کون سا حکم ہے جس میں براہین کی اشاعت کو روکا گیا۔ سوم، خلاف عہدی ایک جرم ہے۔

۱۱۔مرزا کہتا ہے:

عبدالرحمٰن لکھو کے والے کا الہام ۔مرزا صاحب فرعون ۔

مگر وہ خود ہی میری زندگی میں مرگئے حالانکہ فرعون، موسی کی زندگی میں مرا تھا۔

یہ بھی ایک بناوٹ ہے۔اگر فرعون نام ہونے سے یہ امر لازمی ہے کہ عبدالرحمٰن، موسیٰ بن گئے اور ان کی زندگی میں مرزا کو غرق ہونا چاہیے تھا، تو مرزا قادیانی کے محمد نام ہونے سے لازمی ہے کہ ہندوستان کے بت خانے ہمیشہ کے واسطے منہدم ہو جائیں۔اس کے موسی نام ہونے سے لازمی ہے کہ مسلمان آزاد ہوکر کسی کنعان کے وارث بنیں۔ابراہیم نام ہونے سے لازمی ہے کہ مرزا کو آگ میں ڈالا جائے اور زندہ رہے۔ یوسف نام ہونے سے لازمی ہے کہ وہ چاہ میں گرایا جائے غلام بنے اور قید میں پڑے۔

۱۲۔ وکذلک مننا علی یوسف لنصرف عنه السّوء و الفحشاء و لینذر قوماً مّا انذر آباء هم فهم غافلون۔

مرزا قادیانی کے متعلق یہ تمام الفاظ غلط ثابت ہوئے کیونکہ مرزا ایسی قوم میں ہے جس میں قرآن اور حدیث کے وعظ ہوتے ہیں۔

۱۳۔ مرزا قادیانی کا الہام ہے : انّی مهین من اراد اهانتک۔

اس میں کوئی تعین نہیں۔ ہندوستان کے کروڑوں مسلمان اور دیگر اقوام مرزا کی دشمن اور مرزا کی مٹی پلید کرتے ہیں۔ جب کبھی اتفاقات سے کسی پر کوئی آفت آتی ہے تو فوراً اس پر اس کو منطبق کر لیتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا کہ جس کسی نے مرزا کی توہین کی وہ ذلیل ہو جایا کرتا، جیسا کہ ان الفاظ کا ظاہری مفہوم ہے، تو بات صاف تھی۔ اگر مرزائیوں کا کسی مخالف کی ذلت پر بغلیں بجانا اور ہر ایک نکتہ چین کے ابتلاء کو اسی پیش گوئی کی تصدیق میں شائع کرنا صحیح ہے، تو مجھے حق ہے کہ جو کوئی مرزائی مرتا جائے تو میں شائع کرا دیا کروں کہ فلاں دشمن دین واصل جہنم ہو چکا کیونکہ مجھے بعض مرزائیوں کی نسبت الہام ہو چلا ہے انّهم لصالوا الجحیم وہ جہنم میں داخل ہونیوالے ہیں۔

} فصل چہارم ۔ان نشانات کے بیان میں جن کو مرزا صاحب نے بار بار درج کیا ہے تاکہ اس کے نشانات کی تعداد بڑھ جائے۔مثلاً

۱۔شا تان تذ بحان ۔ سے عبدالرحمٰن اور عبداللطیف کی موت نمبر ۵۴ و ۱۱۳ پر ذکر ہے۔

۲۔لیکھ رام کے ساتھ مباہلہ اور اس کی موت ۔ نمبر ۱۳۷ و ۱۲۵ پر مذکور ہے۔

۳۔ عبدالحق غزنوی کے ساتھ مباہلہ اور اس کا انجام ۔نمبر ۹۲، ۵۹ پر درج ہے۔

۴۔ نزلت الرّحمة علی ثلث العین و علی الا خرین ۔نمبر ۱۳۵ و ۱۶۶ پر درج ہے

۵۔ چراغ دین کی نسبت الہام :

انّی اذیب من یریب ۔ میں فنا کردونگا میں غارت کردونگا۔ غضب نازل کرونگا۔
اگر چراغ دین نے شک کیا۔ (دافع البلاء ص ۲۳) ۔ چنانچہ طاعون سے مر گیا۔
یہ بات نمبر ۵، و ۱۷۴ پر درج ہے۔

۶۔ ڈوئی کا مباہلہ اور اس کی موت نمبر ۳۰، و ۱۹۷ پر مذکور ہے۔

۷۔ یعصمک اللّٰہ من عندہ و لو لم یعصمک النّاس نمبر ۸۱ و ۶۳ پر مذکور ہے

۸۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے خود ہی کاذب کی موت کے واسطے بددعا کی اور ہلاک ہو گیا۔

۹۔ طاعون پھیلنے کی پیش گوئی نورالحق کے صفحہ ۳۵ سے ۳۸ تک نمبر ۷۵ و ۱۵۰ پر مذکور ہے۔

۱۰۔ کثرت جماعت وزائرین کی پیش گوئی ۔نمبر ۹۷، ۹۱، ۱۰۰ پر مذکور ہے۔

{ فصل پنجم ۔ان نشانات کے بیانات میں ہے جو فی الحقیقت کچھ بھی نہیں مگر مرزا قادیانی نے رنگ آمیزیوں اور چالاکیوں سے ان کو نشان بنا لیا ہے۔ یعنی:

۱۔ ملاں عبداللطیف کی موت ۔ اگر ایسا ایک قتل کسی کی صداقت کے لئے دلیل ہوسکتی ہے تو پچاس ہزار سے زیادہ عالم فاضل بابی جو ایران میں قتل ہو چکے وہ ہزاروں گنا سچے ہوئے۔ ابن صباح کے ہزاروں فدائی تھے۔ ایسا ہی رام سنگھ کو کے پر ہزاروں نے جان قربان کی۔ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہزاروں نے جان دی۔

۲۔ ملاں عبداللطیف کی شہادت کی پیش گوئی ۔ اس کے متعلق کوئی الفاظ نہیں ۔ براہین احمدیہ میں یہ الفاظ تھے۔ شا تان تذ بحان ۔ سو اس میں کسی کا نام نہیں ۔ پہلے یہی الفاظ مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد پر چسپاں کئے گئے تھے۔ اگر یہ الہام رحمانی ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ جیسے بکری کو ذبح کیا جانا حلال ہے، ایسا ہی دونوں کی گردن زدنی جائز تھی۔

۳۔ مولوی محمد حسین کی بابت براہین میں پیش گوئی کی تھی کہ ہماری تکفیر کرے گا۔ پیش گوئی کے الفاظ ندارد، حوالہ ندارد۔

۴۔ مولوی نذیر حسین مرحوم کی تکفیر کی بابت براہین میں پیش گوئی کی تھی۔ الفاظ ندارد اور حوالہ ندارد

۵۔ قونصل رومی کی تباہی کی پیش گوئی۔ حوالہ ندارد، الفاظ ندارد۔

۶۔ براہین میں مقدمات کی فتح کی بشارت۔ حوالہ ندارد، الفاظ ندارد۔

۷۔ براہین میں طاعون پھیلنے کی پیش گوئی۔ حوالہ ندارد، الفاظ ندارد۔

۸۔ مولوی غلام دستگیر نے خود ہی کاذب کی موت کے واسطے دعا کی اور ہلاک ہو گیا۔ حوالہ ندارد۔

۹۔ مولوی محمد حسن بھیں والا جو بڑا بدگو تھا، ہلاک ہوا۔ کوئی پیش گوئی نہیں۔

۱۰۔ مولوی نور احمد نے کتاب ... کا حاشیہ لکھتے ہوئے میرے لئے بددعا کی کسر هم الله .... مگر وہ خود ہی معہ اپنے مددگار بھائی نور محمد کے مر گیا۔

۱۱۔ مولوی اسماعیل علی گڈھی کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا وہ ایک سال کے اندر فوت ہو گیا۔

۱۲۔ حکیم کرم داد نے فقیر مرزا کے ساتھ مباہلہ کیا۔ ایک سال کے بعد فقیر مرزا طاعون سے ہلاک ہو گیا

۱۳۔ فضل داد خان نمبردار چنگا نے محمد افضل احمدی کے خلاف ہلاکت کی بددعا کی، مگر دس ماہ کے اندر وہ خود ہی ہلاک ہو گیا۔

۱۴۔ کریم اللہ انسپکٹر ڈاکخانہ جات حلقہ گوجر خان نے محمد افضل احمدی کے روبرو مرزا کے خلاف سخت الفاظ کہے۔ تھوڑے دنوں بعد اس کے گھر میں چوری ہوئی اور بہت سا مال چوری ہوا۔

۱۵۔ عبد القادر ساکن بندر پور نے میرے خلاف مباہلہ کے طور پر ایک نظم لکھی۔ اس کے چند روز بعد وہ طاعون سے ہلاک ہو گیا۔

۱۶۔ حافظ محمد دین ساکن موضع ننکر نے ایک کتاب لکھی جس کا نام اس نے فیصلہ قرآنی اور تکذیب قادیانی رکھا مگر وہ ایک سال اور تین ماہ بعد مر گیا۔

۱۷، ۱۸، ۱۹۔ اخبار شبھ چنتک جو میرے خلاف قادیان سے نکلتا تھا اس کے اڈیٹر و منتظم یعنی سومراج، اچھر چند اور بھگت رام طاعون سے ہو گئے (یعنی طاعون کا قادیان میں ورود مرزا نے خود تسلیم کیا۔ بہاء)

۲۰۔ مولوی عبد المجید نے مباہلہ کے طور پر بدعا کی مگر وہ خود ہی فنا ہو گیا۔

۲۱۔ ابوالحسن تبّتی نے بجلی آسمانی بر سر دجال قادیانی میں مباہلہ کے طور پر بددعا کی مگر وہی طاعون سے مر گیا۔ ((تبّتی غلطی سے لکھا گیا ہے، کیونکہ بجلی آسمانی کے نام سے ایک منظوم کتاب مولانا ابوالحسن سیالکوٹی نے لکھی تھی جسے مختصراً کتاب ہذا کے حصہ نہم میں شامل کیا گیا ہے۔ بہاء)

۲۲۔ منشی مہتاب علی احمدی نے فیض اللہ خان کے ساتھ مباہلہ کیا مگر فیض اللہ خان طاعون سے

ہلاک ہوا۔

ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب لکھتے ہیں کہ نمبر ۸ سے نمبر ۲۲ تک جن واقعات کو مرزا نے نشانات بتایا ہے یہ محض اتفاقات ہیں۔ ہزاروں شہروں اور دیہات میں جہاں جہاں مرزائی ہیں اکثر یہ معاملات ہوتے رہتے ہیں۔ کہیں مرزائیوں کی مسلمانوں کی ساتھ بحث ہے۔ کہیں باہمی تکفیر و تکذیب اور ملاعنت ہے۔ کہیں مرزا کی تردید دلائل سے کی جاتی ہے کہیں بد دعائیں دی جاتی ہیں اور کہیں گالیاں سنائی جاتی ہیں۔ جب ہزاروں جگہ ایسا ہوتا ہے تو دس بیس مقامات پر اموات کا ہونا بھی لازمی ہے۔ خاص کر ایسے زمانہ میں جب کہ ہندوستان میں دس بارہ ہزار اموات روزانہ پلیگ سے ہورہی ہیں، دس بیس اموات کو جو مرزا کے مکفرین مکذبین لاعنین وغیرہ میں واقع ہوئیں ان کو مرزا کے خلاف کا نتیجہ قرار دینا سراسر حماقت یا پرلے درجے کی بے حیائی اور چالاکی ہے۔ اگر یہ طریق استدلال صحیح ہے تو جس قدر مرزائی مرتے جاتے ہیں ان کی نسبت تمام مسلمان کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی تکفیر تکذیب اور بدخواہی کا نتیجہ ہے کیونکہ کوئی مرزائی ایسا نہیں جس کو مسلمانوں کے ساتھ تنازع اور تلاعن کا موقعہ نہ ملتا ہو۔ کیا مرزا اور مرزائی، انبیاء اور ان کے صحابہ کے حالات سے اس قسم کی بددعاؤں اور مباہلوں کا وجود ثابت کر سکتے ہیں۔

تاہم یہ عاجز (عبدالحکیم) ان نشانات کے جواب بھی ترکی بہ ترکی عرض کرتا ہے:

مولوی یوسف سنوری نے میری تفسیر کی نسبت سخت الفاظ کہے تھے وہ معہ فرزند خود طاعون سے ہلاک ہوا۔

محمد افضل اڈیٹر البدر نے بدنیتی سے نکتہ چینی کی تھی اس لئے وہ اور اس کا فرزند طاعون سے ہلاک ہوئے۔

عبداللہ سنوری نے مقام بسی کے ایام میں مجھ پر اتہام لگانے شرع کئے تھے اس لئے اس کا بیٹا حشمت اللہ طاعون سے ہلاک ہوا۔

محمد حسین مراد آبادی پر میری تبلیغ ہو چکی تھی اس لئے وہ وجع المفاصل کے دردناک عذاب میں مبتلا ہوا۔

سنور میں میرا ایک لیکچر ہوا جس میں، میں نے صاف طور پر بیان کر دیا کہ مرزا اور مرزائی، قرآن اور احادیث صحیحہ سے مرتد اور سنت انبیاء کے مخالف ہیں۔ میرے اس لیکچر سے اسلام کی سنور میں تبلیغ ہوئی مگر مرزائیوں نے نہ مانا، اسلئے بہت سے مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے اور

بہت سے خانہ ویران ہو گئے (مثلاً ابراہیم خورد پٹواری، زوجہ برادر غلام داد۔ دختر عبداللہ، محمد اختر ولد محمد یسین)

حافظ نور محمد سکرٹری انجمن احمدیہ پٹیالہ کو مرنے سے چار یوم پہلے خواب میں دکھایا گیا کہ جب تک ڈاکٹر عبدالحکیم سے علاج نہ کرائے گا ہرگز اچھا نہ ہوگا۔ اخیر وقت ہوش تک وہ یہی کہتا رہا کہ مجھے عبدالحکیم کے پاس لے چلو مگر ایک لنگڑا مرزائی اس بات پر اڑا رہا کہ ہم وہاں نہیں لے جاتے۔ اس بے چارے نے یہاں تک کہا کہ پھر میں کسی طرح نہیں بچ سکتا مگر اوروں نے نہ مانا۔

مولوی عبدالحق سامانوی نے مجھ سے نبوت مرزا کے ثبوت میں بے ہودہ بحث کی اور قرآن وحدیث سے ارتداد ظاہر کیا اس لئے اس کی اہلیہ طاعون سے ہلاک ہوگئی۔

سامانہ میں میری تبلیغ رسائل کے ذریعہ بخوبی ہو چکی مگر مرزائی بدستور قرآن وحدیث سے مرتد بنے رہے اس لئے اموات ذیل طاعون سے ہوئیں۔ غلام محمد والد برکت خیاط۔ اللہ دی زوجہ توماں خیاط۔ بی بی زوجہ چھجو خیاط۔ سوندھا ولد نبو خیاط۔ والدہ عطا محمد خیاط۔ اہلیہ شیخ نور محمد۔

محمود پور جو سامانہ کے قریب ہے اس میں حسب ذیل مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے۔ پیرا ولد کریم بخش۔ نور محمد ولد اللہ بخش۔ کماں بانڈا۔ نور محمد ولد مولی۔ مسماۃ نذیراں زوجہ رحیم بخش۔ مسماۃ امو زوجہ عبدالکریم۔

مرزائیان ذیل کی نسبت اطلاع ہے کہ وہ طاعون سے ہلاک ہوئے۔ ڈاکٹر بوڑے خان۔ برہان الدین جہلمی۔ قاضی ضیاء الدین۔ جمال الدین سید والا۔ حکیم فضل الٰہی۔ مرزا یعقوب بیگ کا بہنوئی۔ مرزا افضل بیگ وکیل اور اس کا کنبہ۔ معراج الدین عمر کی والدہ۔ حکیم محمد حسین قریشی کی لڑکی۔ ڈنگہ کا حافظ۔ مولوی محمد علی ساکن زیرہ ضلع فیروز پور۔ مولوی نور احمد ساکن لودی ننگل۔

جو مرزائی طاعون سے مرتا ہے اس کا نام دعائے جنازہ کے لئے بھی الحکم والبدر میں شائع نہیں ہوتا۔ کیا کوئی مرزائی حوصلہ کر کے کل فوت شدہ مرزائیوں کی تعداد شائع کرسکتا ہے تاکہ پبلک اندازہ لگا سکے کہ مرزائیوں میں فی صدی اموات کس قدر ہوئیں۔ باقی مسلمانوں اور ہندوؤں میں کس قدر۔ مرزائیوں کا پتہ تو مرزائیوں سے ہی لگ سکتا ہے باقیوں کا نمبر جو اخبارات میں شائع ہو چکا حسب ذیل ہے:

۱۸۹۶ء۔ میں ۱۷۰۴۔، ۱۸۹۷ء میں ۵۶۰۰۰۔ ۱۸۹۸ء میں ۱۱۸۰۰۰۔ ۱۸۹۹ء میں ۱۳۵۰۰۰۔

۱۹۰۰ء میں ۹۳۰۱۰۔، ۱۹۰۱ء میں ۳۷۴۰۰۰۔، ۱۹۰۲ء میں ۵۷۷۰۰۰۔، ۱۹۰۳ء میں ۵۵۱۰۰۰۔

۱۹۰۴ء میں ۱۰۲۲۰۰۰۔، ۱۹۰۵ء میں ۹۵۱۰۰۰۔، ۱۹۰۶ء میں ۳۳۲۰۰۰۔، ۱۹۰۷ء میں ۱۰۶۰۰۶۷

مرزا ئیو! اظہار حق کا حوصلہ کرو گے یا گول مول دعووں اور اناپ شناپ ٹپاروں میں ہی خیر مناؤ گے۔ مرزا کا دعوی تھا کہ میرا کوئی مخلص مرید طاعون سے نہ مرے گا۔ کیا یہ سب جو مر گئے منافق تھے اور جو بچیں گے وہی مخلص ہونگے۔ باقی سب منافق۔

۲۳۔ دہلی والی شادی کی نسبت پیش گوئی۔

الحمد للّٰہ الّذی جعل لکم الصّھر و النّسب ۔تمام حمد اللہ کے واسطے ہے جس نے تمہارے واسطے ناتے اور نسب بنائے۔

اس میں دہلی والی شادی کی طرف اشارہ کہاں ہے؟

۲۴۔ عبداللہ خان اخیری عمر میں تکلیف اٹھائے گا۔ حوالہ ندارد، الفاظ ندارد

۲۵۔ مبارک احمد (بن مرزا) کی آخری حالت تھی، خدا تعالی کی طرف توجہ کی، تو دو تین منٹ کیلئے لڑکے کو سانس آنے لگا۔،

ایسے نظارے اکثر دیکھنے میں آتے ہیں، یہ نشان کیسے ہوا؟

۲۶۔ ارد ت ان استخلف فخلقت آدم۔

یہ کوئی پیش گوئی نہیں۔ نہ کسی طرح مرزا کے لئے کوئی نشان ہے۔

۲۷۔ سردار خان نے ایک مقدمہ میں دعا کرائی اس کا اپیل منظور ہوا۔

۲۸۔ سیٹھ عبدالرحمٰن کو ذیابیطس میں کاربنکل نکل آیا۔ دعا سے صحت یاب ہو گئے۔

۲۹۔ مسمیان قاسم ورستم ومغل کے مقدمہ میں دعا کی گئی، فتح یاب ہوئے۔

۳۰۔ سید ناصر شاہ کے بارہ میں دعا کی گئی اس کی مشکلات دور ہوئیں اور ترقی ملی۔

۳۱۔ مستری نظام ایک فوجداری مقدمہ میں گرفتار ہوا۔ اس لئے ۵۰ روپیہ نذرانہ مان کر درخواست دعا کی۔ اس کے لئے دعا کی گئی اور وہ بری ہو گیا۔

۳۲۔ سید مہدی حسن کی بیوی سخت بیمار ہو گئی۔ امید زیست نہ تھی ہماری دعا سے دوبارہ زندہ ہو گئی۔

۳۳۔ عبدالکریم جس کو دیوانہ کتے نے کاٹ لیا تھا اور کسولی پر اس کا علاج کرایا تھا مگر بعد میں اس کو تشنج کا دورہ ہوا کوئی امید زیست نہ تھی اس کے لئے دعا کی گئی اور وہ صحت یاب ہو گیا گویا کہ مردہ زندہ ہو گیا۔

۳۴۔ سید ناصر شاہ کی تبدیلی گلگت کی ہو گئی تھی، میری دعا سے ملتوی ہو گئی۔

ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب بتاتے ہیں کہ نمبر ۷ سے ۳۴ تک سراسر چالا کی ہے یا حماقت۔

جب ہزاروں کی درخواستیں دعا کے واسطے پیش ہوتی ہیں اور سب کے واسطے دعا کی جاتی ہے تو پھر دو چار فیصدی کی کامیابی کو دعا کا نتیجہ سمجھنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ کیا یہ اسی قسم کا استدلال نہیں ہے جو بت پرست، تعزیہ پرست، قبر پرست پیش کیا کرتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص نے منت مانی تھی فلاں کو بیٹا ملا، فلاں کی نوکری ہوگئی، فلاں مقدمہ جیت گیا، فلاں کا مرض دور ہوگیا۔ مرزا نے تو چھ مثالیں پیش کی ہیں مگر ایک تعزیہ پرستوں میں اس قسم کی لاکھوں مثالیں مل جائیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ کروڑھا لوگ بت پرستی، مقبرہ پرستی اور تعزیہ پرستی میں غرق ہیں اور گنڈے وتعویزوں پر یقین کرتے ہیں۔

طرفہ تو یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب کے رجوع کی نسبت برکات الدعا میں صاف پیش گوئی کی تھی۔ پھر اسی کو اعجاز احمدی صفحہ ۵۱ میں الفاظ ذیل سے دہرایا ہے:

> کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آ جائے گا۔ کون گمان کرسکتا ہے۔ عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل وآسان ہے۔

مگر اب اس کی نسبت حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۸۷۔۱۸۸ پر کہتا ہے:

> جو کچھ مولوی محمد حسین اور ان کے رفقاء کی نسبت پیش گوئی خدا تعالیٰ کے الہام میں لکھی گئی تھی اس کی نسبت کوئی تاریخ مقرر نہ تھی۔ صرف میری دعا میں اپنے الفاظ تھے، الہامی الفاظ نہ تھے۔ اور صرف میری طرف سے دعا تھی کہ اتنی مدت میں ایسا ہو۔ سو خدا تعالیٰ اپنی وحی کا پابند ہوتا ہے، اس پر فرض نہیں ہے کہ جو اپنی طرف سے التجا کی جائے بعینہ اس کو ملحوظ رکھے۔

یہ ہیں مرزا صاحب کے ہتھکنڈے۔ ہزاروں کے لئے واسطے دعائیں بددعائیں شائع کرتے رہے، جس کے مطابق وقوع ہوگیا وہ ایک نشان اور خدائی قول بن گیا اور جس کے مطابق کچھ وقوع نہ ہوا وہ فوراً ذاتی آرزو اور انسانی کلام بن گیا۔

۳۵۔ محمد احسن کی بابت الہام ہوا:

> از پئے آن محمد احسن را تارک روزگاری بینم

یہ کوئی پیش گوئی نہیں۔

۳۶۔ مولوی عبداللطیف کی موت کے بعد کابل میں سخت ہیضہ پھیلا۔

اس میں بھی وہی لعنتوں اور دعاؤں والی چالاکی ہے۔ مرزا صاحب کی لڑکی عصمت کو بھی ہیضہ ہوا تھا تو پھر کیا وہ مسلمانوں کی تکفیر کا نتیجہ تھا؟

۳۷۔ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں ایک پیش گوئی تھی کہ

عبدالحق کے مباہلہ کے بعد ہر قسم سے خدا تعالی نے مجھے ترقی دی ہماری جماعت کو ہزار تک پہنچایا۔ ہماری علمیت کا لاکھوں کو قائل بنا دیا اور الہام کے مطابق مباہلہ کے بعد ایک اور لڑکا عطا کیا اور پھر ایک چوتھے لڑکے کیلئے مجھے متواتر الہام آئے اور ہم عبدالحق کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ نہیں مرے گا جب تک کہ اس الہام کو پورا نہ سن لے۔ اب اس کو چاہیے کہ اگر وہ کچھ چیز ہے تو دعا سے اس پیش گوئی کو ٹال دے۔

(حقیقۃ الوحی۔ نشان نمبر ۹۲، ونشان نمبر ۱۵۹)

انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ کو جو پڑھا تو کہیں یہ پیش گوئی نہ ملی۔ اول تو مرزا کسی کتاب کے صفحوں کا حوالہ ہی نہیں دیا کرتا، اس مقام پر دیا بھی تو وہ غلط۔ جب تحریر میں یہ حال ہے تو زبانی حکایتوں میں کیا کچھ مغالطہ ہوگا۔

۳۸۔ شیخ نجفی کو یکم فروری ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں، میں نے وعدہ دیا کہ چالیس روز تک خدا تعالی میرا کوئی نشان دکھائے گا۔سو ۶ مارچ کو لیکھرام مر گیا۔

ذاتی وعدہ کوئی شئے نہیں جب تک الہاماً وعدہ نہ ہو۔ اگر آپ کے ذاتی وعدے، الہام الہی کے برابر ہیں تو براہین کا وعدہ کیوں پورا نہیں کیا، حالانکہ اس کی تمام قیمت پیشگی وصول ہو چکی تھی۔ سراج منیر کا وعدہ کیوں پورا نہ کیا۔ تفسیر کتاب عزیز کا وعدہ کیوں پورا نہ کیا۔ وغیرہ۔

۳۹۔ دیانند کی موت اور آریاؤں کے زوال کی پیش گوئی

دیانند کی نسبت کوئی الہام نہیں سیھزم الجمع و یولّون الدّبر کا ایک الہام ضرور ہے۔ آریہ کی نسبت اشعار ذیل پیش گوئی قرار دیئے گئے:

شرم و حیا نہیں ہے آنکھوں میں ان کے ۔۔۔ وہ بڑھ چکے ہیں حد سے اب انتہا یہی ہے
ہم نے ہے جس کو مانا قادر ہے وہ توانا ۔۔۔ اس نے ہے کچھ دکھانا اس سے رجا یہی ہے
میرے مالک تو ان کو خود سمجھا ۔۔۔ آسمانوں سے پھر ایک نشان دکھا

یہ مرزا قادیانی کے شاعرانہ ترانے اور اس کے خونی دماغ اور کینہ توز قلب کے ولولے ہیں مگر ان کو بھی پیش گوئیاں قرار دے کر کہتا ہے کہ ان کے مطابق شبھ چنتک کے اڈیٹر اور مالک طاعون سے ہلاک ہوئے۔ پنجاب کے سرگروہ آریہ باغیانہ خیالات سے سزایاب ہوئے اور بعض جلاوطن کئے گئے۔

۴۰۔ معافی ٹیکس کی پیش گوئی۔ الفاظ ندارد

۴۱۔ ایک لڑکے کی بشارت جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔ الفاظ ندارد، حوالہ ندارد۔

۴۳۔ مبارکہ بیگم کے بعد ایک لڑکے بشارت۔ الفاظ ندارد

فصل ششم۔ ان نشانات کے بیان میں جو مرزا کے آدم خور دماغ اور عالم کش قلب کا اظہار ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ مرزا ابولہب ہے۔

۱۔ آتما رام کی اولاد کی موت۔ پیش گوئی کے الفاظ نامعلوم

۲۔ لالہ چندولال مجسٹریٹ کا تنزل۔ پیش گوئی کے اصل الفاظ ندارد

۳۔ ایک ڈپٹی انسپکٹر کی موت۔ پیش گوئی کے اصل الفاظ ندارد

۴۔ نور الحق حصہ دوم کے صفحہ ۳۵ تا ۳۸ میں طاعون پھوٹنے کی بابت حسب ذیل پیش گوئی ہے:

اعلم انّ اللّٰہ نفث فی روحی انّ ھذا الخسوف و الکسوف فی رمضان آیتان نحو نشان لقوم اتبعوا الشیطان و لئن ابو فانّ العذاب قد حان

۵۔ حمامۃ البشریٰ میں طاعون پھیلنے کی دعا کی تھی سو وہ قبول ہو کر ملک میں طاعون پھیلی (حقیقۃ الوحی ص ۲۳۴)

۶۔ سر الخلافہ میں مخالفوں پر طاعون پڑنے کیلئے دعا کی گئی سو اس سے کئی سال بعد طاعون کا غلبہ ہوا۔

۷۔ بعض سخت مخالف جنہوں نے مباہلہ کے طور پر لعنت اللّٰہ علی الکا ذبین کہا وہ مر گئے، رشید احمد گنگوہی، شاہ دین، عبدالعزیز، مولوی محمد، عبداللہ، عبدالرحمٰن محی الدین لکھو کے والے۔

عبدالحکیم کہتے ہیں کہ اگر یہ نشان ہے تو بڑے بڑے مرزائی مولوی جو مسلمانوں کے مقابلہ میں لعنت اللّٰہ علی الکاذبین کہنے کے مشتاق تھے وہ کیوں فوت ہوئے؟ مثلاً یوسف سنوری، برہان الدین جہلمی، عبدالکریم سیالکوٹی، محمد افضل اڈیٹر بدر، حکیم فضل الٰہی، مرزا افضل بیگ وکیل، مولوی نور احمد، قاضی ضیاء الدین، ڈاکٹر بوڑے خان، ملاں جمال الدین سید والا، مولوی محمد علی ساکن زیرہ، ڈنگہ کا حافظ، عبداللہ سنوری کا لڑکا۔

فصل ہفتم۔ ان نشانات کے بیان میں جو بتقاضائے مسیحیت پورے ہوئے اور مرزا قادیانی نے بتقاضائے دجالیت ان کو اپنی نبوت و رسالت کا نشان بنالیا:

(پھر جناب عبدالحکیم نے مرزا کے مقابل اپنے ۷۳ خواب نقل کئے ہیں جنہیں یہاں حذف کیا جاتا ہے۔ بہاء)

فصل ہشتم ان نشانات کے بیان میں جو گول مول ہیں جس واقعہ پر چاہا ان کو منطبق کرلیا

۱۔ پہلے غشی پھر بے ہوشی، پھر موت۔

عموماً موت سے پہلے غشی اور بے ہوشی ضرور ہوتی ہے۔ ایک ماہ کے بعد ڈاکٹر بوڑے خان پر اسے چسپاں کیا گیا۔

۲۔ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے مقدمہ میں بریت۔ خالی دعوی ہے۔ الفاظ ندارد

۳۔ تخرج الصّدور الی القبور ۔کیا بڑے آدمی ہمیشہ نہیں مرا کرتے۔

۴۔ قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹوٹا کام بناوے بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بید نہ پاوے

بعد میں اس الہام کو سیٹھ عبدالرحمٰن پر چسپاں کیا گیا۔

۵۔ پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا اب ان کی دل جوئی ہوگی۔ سو بنگالہ کا لفٹنٹ گورنر سر فلر مستعفی ہو گیا۔

۶۔ دردناک دکھ اور دردناک واقعہ۔

اس کے بعد نواب محمد علی خان کی بیوی دردناک مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئی۔

۷۔ پچیس دن یا پچیس دن تک۔

پچیس دن کے بعد جب شہاب ثاقب نمودار ہوا تو اس پر اس پیش گوئی کو چسپاں کر لیا۔

۸۔ اردت زمان الزلزلہ ۔اس کے بعد ایک زلزلہ آیا۔

فصل نہم۔ مختلف لوگوں کے خوابات مرزا قادیانی کی تصدیق میں جن کو اس نے بطریق نشانات درج کیا ہے:

۱۔ سائیں گلاب شاہ کی پیش گوئی

۲۔ صاحب العلم سندھی کا خواب

۳۔ خواجہ غلام فرید کا خواب

۴۔ مولوی عبداللطیف صاحب کا تصدیقی خواب

ہم ان کو بلا کسی جرح کے صحیح مان لیتے ہیں، ساتھ ان کے ان بزرگان کے الہامات و خوابات بھی ملاتے ہیں جن کو مرزا کے خلاف الہامات ہوئے یا خواب آئے مثلاً:

۱۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کو الہام ہوا: ملعون ابن ملعون

۲۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھو کے والے کے الہامات ہیں:

و ما یعدھم الشّیطان الا غروراً۔

و اتّخذوا آ یا تی و رسلی ھزواً ۔

اولئک ھم الکا فرو ن حقاً ۔

و لا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکر نا و اتبع ھواہ و کان امرہ فر طاً ۔

مولوی عبدالحق غزنوی کے الہامات، مثلاً: و ما کید فرعون الّا فی تبا ب ۔

مولوی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ کے الہامات، مثلاً: انّ اللّٰہ لا یھدی من ھو مسرف کذا ب

قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کے خوابات

قاضی فضل احمد صاحب کے خوابات

اس عاجز (عبدالحکیم) کے خوابات

دانیال نبی کی پیش گوئی کہ وہ مکروہ شئے جو خراب کرنے والی ہے ۱۲۹۰ھ میں قائم کی جائے گی جو مرزا کے ظہور اور اشاعت براہین احمدیہ کا زمانہ ہے۔ جو مبارک شئے ہے وہ ۱۳۳۵ھ میں آئے گی۔

ہر دو جانب کے خوابات و الہامات پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ مرزا قادیانی، المسیح الدجال ہے۔ یعنی مرزا کا وجود مسیحیت اور دجالیت کا مرکب ہے۔ بلحاظ مسیحیت کے کبھی کبھی بعض لوگوں کو اس کی نسبت اچھے خوابات آ جاتے ہیں یا الہام ہوتے ہیں، مگر کثرت سے تمام اہل الہام لوگوں کو اس کے خلاف ہی الہام ہوتے ہیں جیسا کہ وہ خود بار بار اقرار کر چکا ہے کہ سارے اہل الہام لوگ آخرکار میرے مخالف ہو جاتے ہیں۔

ایک سیکنڈ کے لئے بھی یہ خیال کرنا کہ انبیاء ایسے ہی کذاب، بدعہد، خائن، عیار، مسرف، شیخی خور، متکبر، بدعقل، فحش گو، بد دل اور نفس پرست تھے جیسا کہ آپ ہیں، سخت درجہ کا ظلم اور پرلے درجہ کی بدعقلی اور گستاخی ہے۔ اگر آپ اب بھی نہ سمجھیں تو خدا آپ سے سمجھے گا۔ وہ اب زیادہ مہلت آپ کو نہ دے گا کیونکہ اس نے آپ کو بہت مہلت دی اور اب اس کا وہ قانون عمل کرے گا جو سورہ انعام (آیت ۴۴) میں مذکور ہے:

فلمّا نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابوا ب کلّ شیء حتی اذا فر حوا بما او توا ا خذ نا ھم بغتۃ فاذا ھم مبلسو ن پس جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو ان کو کی گئی تھیں ہم نے ان پر ہر شئے کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ ہماری نعمتوں پر وہ اترانے لگے۔ تب ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور ناگہاں وہ مایوس ہو کر رہ گئے۔

فصل دہم ۔ مرزا کی چند عیاریوں کا ذکر جو اس نے حقیقۃ الوحی میں ظاہر کیں۔

۱۔ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳ پر لکھا ہے کہ بابو الٰہی بخش نے میری نسبت کتاب عصائے موسیٰ میں پیشگوئی کی تھی کہ مرزا اس کی زندگی میں طاعون سے مرے گا اور اس کی تصدیق میں عصائے موسیٰ صفحہ ۸۳ سے الہام ذیل نقل کر کے ترجمہ میں حسب منشا الفاظ بڑھائے:

سنسمه علی الخرطوم ۔ ما رمیت اذ رمیت و لکنّ اللّٰه رمی ۔

ترجمہ۔ اس مفتری کو یعنی اس مفتری کے ناک پر یا منہ پر ہم آگ کا داغ لگا دیں گے یعنی اس کو طاعون سے ہلاک کریں گے۔ یا یہ کہ جہنم کی آگ میں ڈالیں گے۔ یہ تو نے نہیں چلایا، بلکہ خدا نے چلایا۔

مگر عصائے موسیٰ کے صفحہ ۸۳ پر ان فقرات کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

شتاب داغ دیوینگے ہم اس کو اوپر ناک کے ۔ نہ پھینکا تو نے جب کہ پھینکا تو نے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔

ا۔ دیکھئے مرزا کا کذب وافتراء۔ یہ افتراء اس واسطے ہے کہ اپنے دام افتادوں کو یہ جتلایا جائے کہ الٰہی بخش نے میرے واسطے طاعونی موت کی پیش گوئی کی تھی اور خود ہی طاعون سے مر گیا۔ چونکہ وہ خود کانے ہیں دوسری طرف نظر اٹھا کر دیکھ ہی نہیں سکتے اس لئے اس قسم کے کلمات جادو کا اثر کر جاتے ہیں۔ ایسے ہی تصرفات اور تاویلات کے ساتھ الٰہی بخش مرحوم کے ذکر کو صفحہ ۵۵ پر پھیلا کر کیا گیا ہے تاکہ اس کے کذب پر پردہ پڑ جائے۔

۲۔ تتمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۲۳ پر لکھا ہے:

پھر ایک اور بابو صاحب کا الہام ہے جو ان کی کتاب کے صفحہ ۲۲۴ میں درج ہے اور وہ یہ ہے: ان یّقولون الّا کذبا۔ واتّبع هواه و کان امره فرطاً۔ یعنی جو دعویٰ یہ شخص کرتا ہے اس کا جھوٹا دعویٰ ہے اور اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے چلتا ہے اور وہ حد سے بڑھ گیا ہے یعنی اب اس کی ہلاکت کے دن آ گئے۔

عصائے موسیٰ کے صفحہ ۲۲۴ پر یہ الہامات نہیں ہیں، ہاں ۲۴۴ پر ضرور ہیں مگر ان کا ترجمہ اس جگہ پر یہ ہے:

وہ نرا جھوٹ بکتے ہیں وہ اپنی ہوائے نفس کا تابع ہوا ہے۔ اور اس کا کام حد سے بڑھا ہوا ہے۔

مگر مرزا نے اس کو جھوٹا بنانے کے واسطے اپنے ترجمہ میں یہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں:

کہ اس کی (مرزا کی) ہلاکت کے دن آ گئے ہیں۔

اسی کا نام ہے آنکھوں میں خاک ڈالنا۔

۳۔ تتمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۶۴ پر لکھا ہے۔

اور یہ کہنا کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا کہیں ذکر نہیں یہ سراسر غلطی ہے کیونکہ قرآن شریف نے صریح طور پر فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں جب کہ آسمان اور زمین میں طرح طرح کے خوفناک حوادث ظاہر ہوں گے وہ عیسی پرستی کی شامت سے ظاہر ہوں گے اور پھر دوسری طرف یہ بھی فرما دیا و ما کنا معذّ بین حتّی نبعث رسولاً اس سے مسیح موعود کی نسبت پیشگوئی کھلے کھلے طور پر قرآن میں ثابت ہوتی ہے (خلاصہ مطلب کے طور پر)

اس مضمون میں بہت سے مغالطے دیئے گئے ہیں۔

اول تو یہ کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ آخری زمانہ میں آسمان اور زمین میں طرح طرح کے خوفناک حوادث ظاہوں گے۔ حالانکہ کسی قرآنی آیت سے ایسا ظاہر نہیں۔

دوم یہ کہ اس زمانہ میں غیر معمولی حوادث ظاہر ہو رہے ہیں:

مثلاً طاعون ہے۔ جب کہ اس کی بابت کوئینز ڈکشنری آف میڈیسن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ میں یہ مرض چھٹی صدی عیسوی سے شروع ہو کر ۱۸۴۲ء تک رہا۔ چودھویں صدی عیسوی میں اس شدت سے ہوا کہ دس کروڑ کی آبادی میں سے چار کروڑ انسان تلف ہو گئے۔

زلازل ہیں، جب کہ ان کی نسبت انسائکلو پیڈیا بری ٹینیکا کو ملاحظہ کرو جس سے ظاہر ہے کہ ہر سال پچاس ساٹھ زلازل زمین پر آتے ہیں۔ پھر ڈاکٹر جان ملنی کی چٹھی جو اخباروں میں شائع ہوئی تھی مرزا کی نظر سے گذری ہوگی جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خیال کرنا غلط ہے کہ گذشتہ بارہ مہینوں میں زمین غیر معمولی زلازل سے ہلائی گئی۔ زمین میں ہر سال پچاس ساٹھ زلزلے آتے ہیں جن میں سے زیادہ تر غیر آباد قطعات میں واقع ہوتے ہیں۔

الغرض مرزا کی یہ صاف دھوکہ بازی ہے کہ اس وقت طاعون، زلازل، مری، قحط اور شہابوں وغیرہ کی غیر معمولی کثرت ہے۔ ہر ملک کی تاریخ اس کا ردّ کرتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مرزا، اور اس کے چیلے تمام کے تمام تواریخ عالم سے مطلق بے خبر ہیں بلکہ وہ دانستہ جھوٹ بولتے اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ دیکھو طاعون اور زلازل مرزا کی تصدیق اور تائید کے واسطے ہیں اور ایک الہام گھڑ لیا ہے جس کو وہ دہراتے ہوئے نہیں تھکتے۔

دنیا میں ایک نذیر آیا، دنیا نے اسے قبول نہ کیا، پر خداوند اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔،

بقول شخصے سوال از آسمان و جواب از ریسمان، جب تک کسی انسان کے چلن اور اخلاق میں صفائی نہ ہو اس وقت تک زلازل، وبائیں اور دیگر حوادثات اس کی بریت کی کیسے دلیل ہو سکتے ہیں۔ زیادہ تفصیل کے لئے میں اس جگہ پر ایک مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر سے لفظ بلفظ نقل کرتا ہوں:

مرزا قادیانی کے دھوکہ کا اظہار

اے لوگو! خبردار ہو جاؤ قادیانی دھوکہ میں مت آؤ۔ اے ان پڑھ لوگو! تم پر افسوس۔ اے لکھے پڑھے لوگو! تم پر ڈبل افسوس۔ اس واسطے کہ جب کبھی خدا کی قدرت کا کوئی نشان آسمان سے یا زمین سے ظاہر ہوتا ہے تو قادیانی صاحب اس کو اپنا نشان بنا کر اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے پیش کرتے ہیں۔ اس کے مرید جو تاریخ سے واقف نہیں، جھٹ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ نشان مرزا صاحب کے دعوی کے ثبوت میں ظاہر ہوا ہے اور جو مرید اپنے آپ کو مولوی بلکہ ڈبل مولوی کے نام سے مشہور کر رہے ہیں وہ بھی دیدہ دانستہ ہاں ہاں کرتے جاتے ہیں اگرچہ ان پر کتب تاریخ سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ خداوند تعالی کے عجائب نشان ہمیشہ سے دنیا میں ظاہر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ پس میں اپنے اس دعوی کے ثبوت میں اور مریدان مرزا کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے تاریخ الخلفاء مترجم اردو سے اصل عبارت معہ پتہ صفحہ ذیل میں نقل کرونگا جس میں خداوند تعالی کی قدرت کے عجائب نشانات کا ذکر ہوگا اور تاریخ الخلفاء کا مصنف مرزا صاحب کے نزدیک معتبر ہے جس کے غیر معتمد کہنے کی مریدان مرزا کو گنجائش نہ ہوگی۔

دیکھو صفحہ ۱۵۸ میں وھوہذا:

۲۴۳ھ میں عراق میں ایسی بادسموم چلی کہ کوفہ کی تمام کھیتیاں جل گئیں اور بغداد میں اور بصرہ میں مسافر مر گئے اور ۵۰ روز یہی قیامت کا نقشہ رہا حتی کہ ہمدان میں زراعت جل گئی اور مویشی مر گئے اور راستوں میں مسافر ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد دمشق میں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ ہزاروں مکان گر گئے اور خلقت ان کے نیچے دب گئی۔ انطاکیہ اور

جزیرہ کا بھی یہی حال ہوا۔ اس واقعہ میں ۵۰ ہزار آدمیوں سے کم کا نقصان نہ ہوا ہوگا۔

پھر ۲۴۲ھ میں تارے بہت سے ٹوٹے اور بڑی رات گئی تک آسمان میں تارے ٹڈیوں کی طرح اڑتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

پھر ۲۴۳ھ میں تونس اور نواح، نیز رے، خراسان، نیشاپور، طبرستان، اصفہان میں سخت زلزلہ آیا، پہاڑوں کے ٹکڑے اڑ گئے اکثر جگہ زمین اتنی جگہ پھٹ گئی کہ آدمی سما جائے۔ مصر کے ایک گاؤں پر آسمان سے پتھر گرے جس کا وزن ۱۰ رطل کے قریب تھا۔ یمن میں پہاڑوں نے کچھ ایسی حرکت کی کہ کھیت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے حلب میں بماہ رمضان ایک پرندکو لوگوں نے یہ کہتے سنا۔ اے لوگو اللہ سے ڈر جاؤ۔ اللہ اللہ چار مرتبہ کہہ کر اڑ گیا دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے اس واقعہ کی رپورٹ صدر میں کی اور قریباً ۵۰۰ آدمیوں نے اس کی شہادت دی۔

دیکھو صفحہ ۱۸۶ میں وھو ہذا:

۲۴۵ھ میں تمام دنیا میں سخت زلزلے آئے شہر اور قلعہ اور پل گر پڑے اور انطاکیہ میں ایک پہاڑ سمندر میں گر گیا آسمان سے سخت ہولناک آوازیں سنائی دیں اور ... میں بہت آدمی ہلاک ہو گئے اور مکہ شریف کے چشموں کے پانی غائب ہو گئے متوکل نے عرفات سے پانی لانے کے لئے ایک لاکھ دینار دیئے۔

دیکھو صفحہ ۱۹۴ وھو ہذا:

عراق میں وبا پھیلی جو بربادی جنگ سے کم نہ تھی اس میں بے تعداد آدمی مرے۔ وباء کے بعد بہت سے زلزلے آئے جن میں ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔

دیکھو صفحہ ۱۹۷ میں وھو ہذا۔

۲۸۱ھ میں دیبل سے اطلاع آئی کہ ماہ شوال میں چاند گرہن ہوا اور عصر کے وقت سخت اندھیرا ہو گیا۔ اس کے بعد کالی آندھی آئی جس نے تین روز متواتر اندھیرا رکھا۔ اس کے بعد فرو ہونے پر ایسا سخت زلزلہ آیا کہ ہزاروں گھر گر گئے یہاں تک کہ قریب ڈیڑھ لاکھ آدمی مکانات کے نیچے سے نکالے گئے۔

دیکھو صفحہ ۱۹۸ میں وھو ہذا۔

۲۴۵ھ میں بصرہ میں ایک آندھی آئی جس کا رنگ پہلے زرد تھا پھر سبز ہو گیا اور پھر کالی

ہو گئی اور کئی روز تک رنگ بدلتی رہی۔ اخیر میں ایک چادر گری جس کا وزن سو درم تھا۔ اسکے بعد آندھی بند ہو گئی قریباً ۵۰۰ درخت گرے اور آسمان سے سفید و سیاہ پتھر برسے۔

دیکھو صفحہ ۱۹۹ میں وھو ہذا۔

۲۸۹ھ میں کئی روز تک سخت زلزلے آئے اور بصرہ میں سخت آندھی آئی ہزار ہا درخت گرے۔

دیکھو صفحہ ۲۰۱ میں، وھو ہذا:

۳۰۰ھ میں ایک پہاڑ زمین میں دھنس گیا اور اس کے نیچے سے پانی نکلنے لگا جس سے بہت سے قریہ ڈوب گئے۔

دیکھو صفحہ ۲۱۰ وھو ہذا۔

۳۰۰ھ میں بغداد میں گرانی کی یہ حالت ہوئی کہ گیہوں کی ایک بوری تین سو دینار کو بکی لوگوں نے مردار چیزیں کھائیں۔

دیکھو صفحہ ۲۱۳ میں ھو ہذا۔

مصر میں تین ساعت برابر سخت زلزلہ رہا جس سے ہزاروں مکانات گر گئے۔ لوگوں نے بڑے خشوع خضوع سے جناب احدیت سے دعائیں مانگیں۔

پھر ۳۲۶ھ میں سمندر اتنا اتر گیا یہاں تک کہ پہاڑ نظر آنے لگے اور ایسی چیزیں نظر پڑیں جو کبھی نہ دیکھی تھیں بہت سے چھوٹے جزیرے بن گئے۔

رے اور نواح رے میں زلزلہ عظیم آیا۔ شہر طایقان خسف ہو گیا۔ کل تیس آدمی کے بچ سکے باقی سب ہلاک ہو گئے۔ رے اور مضافات میں بھی کوئی ڈیڑھ سو گاؤں خسف ہو گئے۔ شہر حلوان کا اکثر حصہ زمین میں دھنس گیا۔ زمین میں سے مردوں کی ہڈیاں باہر نکل پڑیں۔ رے میں ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ایک گاؤں ہوا میں معلق لٹک گیا اور پھر گر گیا۔ زمین سے پانی نکل آیا۔ بعض جگہ زمین میں بڑے بڑے شگاف ہو گئے اور ان سے سخت بدبو نکلی اور بعض جگہ سے دھواں۔

پھر ۳۴۷ھ میں قم اور حلوان میں پھر زلزلہ آیا اور بہت سی خلق اللہ تلف ہو گئی اور ٹیڑی آئی اور تمام غلوں اور درختوں کو صاف کر گئی۔

دیکھو صفحہ ۲۱۴ وھو ہذا۔

۲۵۰ھ میں دروازے اوج کی طرف ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کے دوسر، دو چہرہ اور دو

گردنیں تھیں۔

پھراسی سال ..ایک ستارہ چاند کے برابر نمودار ہوا اور دس راتوں کے بعد غائب ہو گیا۔
لوگ اس ستارہ کو دیکھ کر ڈرتے تھے۔

پھر ۲۶۰ھ میں رملہ میں ایسا زلزلہ آیا کہ اس کو بالکل تباہ کر دیا۔ زمین سے پانی نکل آیا۔ ۲۵ ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔ سمندر بقدر ایک روز راہ ہٹ گیا، لوگ وہاں مچھلیاں پکڑ رہے تھے، یکا یک پانی چڑھ آیا لوگ وہیں رہ گئے۔

دیکھو صفحہ ۲۲۴ وھو ہذا۔

۴۶۲ھ میں جانوروں میں سخت وبا پڑی جس میں ریوڑ غائب ہو گئے۔

دیکھو صفحہ ۲۳۲ میں وھو ہذا۔

۵۳۱ھ میں ۳ رمضان کو بھی چاند نہ دکھائی دیا دوسرے روز لوگوں نے روزہ رکھا۔ شام کے وقت بھی چاند دکھائی نہ دیا حالانکہ مطلع صاف تھا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

دیکھو صفحہ ۲۳۲ میں وھو ہذا۔

۵۴۵ھ یمن میں خون کا مینہ برسا۔ کئی روز تک زمین سرخ رہی اور لوگوں کے کپڑوں پر نشان باقی رہے۔

دیکھو صفحہ ۲۴۰ میں ھو ہذا:

۵۹۲ھ میں ایک بردار تارہ ٹوٹا اور اسکے بعد سخت آوازیں آئیں جس سے مکان اور دیواریں ہل گئیں۔ لوگوں نے بڑی دعائیں مانگی اور خیال کیا کہ قیامت آ گئی۔

دیکھو صفحہ ۲۴۱ میں وھو ھذا۔

۵۹۷ھ میں مصر اور شام میں اور جزیرہ میں سخت زلزلہ آیا جس سے بہت سے مکانات گر گئے اور قلعہ گر پڑے اور بصرہ کے پاس بہت سے گاؤں خسف ہو گئے۔

دیکھو صفحہ ۲۴۶ میں ھو ہذا۔

۶۰۴ھ میں عدن میں ایک آگ ظاہر ہوئی جس سے شرارے رات کو سمندر کی طرف چلتے معلوم ہوتے تھے اور دن کو دریا سے دھواں اٹھتا دکھائی دیتا تھا۔

پھر ۶۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں آگ ظاہر ہوئی۔ ابو شامہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس

مدینہ منورہ سے خطوط پہنچے کہ شب چہار شنبہ ۳ جمادی الآخر کو مدینہ منورہ میں گرج کی آواز آئی اور پھر سخت زلزلہ آیا اور تھوڑی دیر تک برابر زلزلہ آتا رہا۔ یہ حالت ۵ جمادی الآخر تک رہی۔ پھر حرہ میں قرنطیہ کے قریب سخت آگ معلوم ہوئی۔ شہر مدینہ شریف میں ہم گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے تو یہ معلوم ہوا تھا کہ ہمارے پاس آگ لگی ہوئی ہے لوگ قبر شریف حضور ﷺ پر حاضر ہو کر توبہ و استغفار کرنے لگے۔ یہ حالت کئی مہینہ تک باقی رہی۔

دیکھو صفحہ ۲۶۰ میں ھو ہذا۔

۷۴۵ھ میں ایسا سخت طاعون ہوا کہ اس کی مثل کبھی نہ سنا گیا۔

دیکھو صفحہ ۲۶۱ میں ھو ہذا۔

۷۵۴ھ میں طرابلس میں ایک لڑکی نصیبہ نامی تھی تین مردوں سے اسکا نکاح ہوا مگر کوئی اس پر قادر نہ ہو سکا جب اس کی عمر ۲۵ برس کی ہوئی تو اس کے پستان غائب ہو گئے۔ پھر اس کی شرم گاہ سے کچھ گوشت ابھرنا شروع ہوا۔ رفتہ رفتہ بقدر کئی انگشت کے مرد کی علامت بن گیا۔

دیکھو صفحہ ۲۶۴ میں وھو ہذا۔

۷۱۸ھ میں آفتاب اور ماہتاب دونوں کو پورا گہن لگا۔ ۱۴ شعبان کو چاند نکلا تو گہن لئے ہوئے اور ۲۸ شعبان کو آفتاب کو گہن لگا۔

تمام دینی بھائیوں کی خدمت میں التماس ہے کہ کوئی صاحب ہمت ۷۷۸ھ کے بعد کے خدا کی قدرت کے عجائب نشانات تسلسل وار درج اخبار اہل حدیث یا رسالہ مرقع قادیانی میں درج کرا دے تو میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالی تمام لوگ خدا کی قدرت کے عجائب نشانات پڑھ سن کر قادیانی کے دھوکہ بچ رہیں گے۔

سوم۔ یہ کہنا کہ یہ حوادثات عیسی پرستی کا نتیجہ ہیں بدیہی البطلان ہے کیونکہ اگر عیسی پرستی کی وجہ سے یہ حادثات ہوتے تو چاہیے یہ تھا کہ عیسائی لوگ ہی طاعون سے بکثرت ہلاک ہوتے نہ کہ ہندو اور مسلمان۔ تمام زلازل عیسائی ملکوں میں ہی آتے، نہ کہ کانگڑہ اور فارموسا اور جاپان میں۔ قحط اور ہیضہ سے عیسائی لوگ ہی تباہ ہوتے نہ کہ ہندو اور مسلمان۔

چہارم۔ جو باتیں مشاہدہ اور تاریخ عالم کے خلاف ہوں ان کی بنا پر ہمیشہ اپنی نبوت و رسالت ثابت کرتے رہنا اور ان کو قرآن کی طرف منسوب کرنا اگر کفر و ارتداد اور ابلہ فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟

۴۔شہاب ثاقب اور دمدار ستاروں کو جب کبھی وہ ظاہر ہوتے ہیں اپنی تصدیق میں دلائل قاطعہ بنا لیتے ہیں حالانکہ علم ہیئت و نجم کا یہ مسئلہ ہے کہ کروڑ ھا اجسام سورج کے گرد گھومتے رہتے ہیں جب وہ کرہ ہوائی متعلقہ زمین کے درمیان سے گذرتے ہیں تو رگڑ سے گرم اور روشن ہو جاتے ہیں بعض اوقات یہ اجسام یا ان کے اجزاء زمین پر آ گرتے ہیں ۔ ہر سال اگست اور نومبر میں ان کی بوچھاڑ نہایت کثرت سے نظر آتی ہے نومبر کی بوچھاڑ میں ہر ۳۳ سال کے بعد انتہا درجہ کی روشنی ہوتی ہے اور مہینوں میں بوچھاڑیں کم ہوتی ہیں ۔دیکھو انسائیکلو پیڈیا بری ٹانیکا۔

دمدار ستارے بھی ہمیشہ گردش میں ان میں سے ایک ایسے ہیں جو خاص مدت کے بعد ہمیشہ نظر آتے رہتے ہیں۔ لالینڈ صاحب نے سو کے قریب دمدار ستارے شمار کئے ہیں جن میں سے نصف مشرق سے مغرب کو چلتے ہیں اور نصف ان کے مخالف سمت میں ۔بعض کی دم ایک ہوتی ہے بعض کی شاخوں یا دندانوں والی ۔ دیکھو ماڈرن انسائکلو پیڈیا۔

الغرض قدرت الٰہی کا یہ بھی ایک انتظام ہے کہ دمدار ستارے ایک خاص رفتار سے چلتے اور مقررہ مدتوں کے بعد بار بار نظر آتے رہتے ہیں۔شہاب ثاقب بھی اسی کی قدرت اور نظام کے تحت اپنے اپنے اوقات پر ظہور کرتے ہیں مگر شیطانوں نے ان کو ڈھکو سلے بازیوں کا ذریعہ بنا رکھا ہے جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے:

و لقد زيّنا السّماء الدّ نيا بمصا بيح و جعلنا ها رجوماً للشّيا طين

انہیں میں سے مرزا اور مرزائی ہیں جو شہابوں اور دمدار ستاروں کی نسبت رجماً للغیب دعوی کرتے رہتے اور ان کے ظہور کو اپنی تصدیق میں پیش کیا کرتے ہیں۔

۶۔الہامات قدیم جو پہلے براہین احمدیہ میں شائع ہوئے پھر مختلف کتابوں میں شائع ہوتے رہے۔ پھر اربعین میں صفحہ ۲۳ سے ۲۸ تک شائع ہوئے انہیں کو پھیلا کر حقیقۃ الوحی میں صفحہ ۷۰ سے ۱۰۸ تک شائع کر دیا۔

۷۔خاتمہ کی پیشانی تو یہ ہے،

بعض معترضین کے اعتراضات کے جواب

مگر کسی معترض کی عبارتیں نقل نہیں کیں، نہ ان کے دلائل کو توڑا بلکہ اپنے ہی الفاظ میں ایک اعتراض پیش کر دیا ہے یا ایک مرید کے سوالات درج کر دیئے ہیں اور انہیں کا جواب دینا شروع کر دیا ہے۔

۸۔ عبداللہ آتھم کی پیش گوئی پر بار بار یہ جتلا کر کہ وہ ڈر گیا تھا اس واسطے میعاد میں نہیں مرا، خاک ڈالنی چاہی۔ قوم یونسؑ کے عذاب ٹل جانے کو بطور تائید پیش کیا ہے مگر آیت قرآنی نے جو وجہ تاخیر عذاب فرمائی ہے فلمّا آمنوا .. الآیہ۔ اس کی طرف خیال نہیں کیا۔ ایسا ہی حدیث بخاری کا کچھ جواب نہیں دیا جس سے ظاہر ہے کہ امیہ بن خلف باوجود ہمیشہ ڈرتے رہنے کے موت سے نہ بچ سکا۔ نہ اس بات کا کوئی جواب دے سکا کہ اگر رجوع کے معنی محض ڈرنا تھا تو پھر الفاظ ذیل کے کیا معنی تھے:

> جو فریق عمداً جھوٹ بول رہا ہے اور ایک عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ جس روز یہ پیش گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کیئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

۹۔ لیکھ رام والی پیش گوئی کو پہلے نمبر ۱۲۵ پر بارہ صفحہ میں پھیلا دیا اور تصویر دی ہے، پھر دوبارہ اس کو نمبر ۱۳۷ میں سات صفحہ پر پھیلا کر تصویر دی ہے۔ مگر جو اس کے متعلق نقص تھا یعنی موت کا خرق عادت کے طریق سے وقوع میں آنا اور اس کا نہایت ہیبت ناک ہونا، اس کا کوئی ذکر نہیں۔

۱۰۔ حکیم کرم داد اور فقیر مرزا کے مباہلہ کو چھ صفحہ میں پھیلا دیا ہے مگر اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ مسلمانوں اور مرزائیوں کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں اکثر مباہلے ہوتے رہتے ہیں، تو پھر سب جگہ ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ کیا اس طرح کے مباہلوں کا صحابہ کرام میں پتہ ملتا ہے۔ مباہلہ کے بعد جہاں مرزائیوں میں اموات واقع ہوئیں ان کا سبب کیا ہوا؟ مثلاً زیرہ تحصیل فیروز پور میں مولوی عبداللہ صاحب کا مباہلہ علی محمد، سندھی، گھونا اور جھنڈے کے ساتھ ہوا، جو مرزائی تھے۔ یہ سب مرزائی فوت ہو گئے (شائد یہاں مسلم مباہل کا نام درست نہیں لکھا گیا ہے کیونکہ تذکرہ علمائے خان پور مؤلفہ قاضی عبداللہ خانپوری طبع لاہور میں زیرہ میں علی محمد یا محمد علی مرزائی سے ہونے والے مباہلہ میں مسلم مباہل کا نام عبدالاحد خان پوری بتایا گیا ہے۔ بہاء)۔ عبداللہ سنوری جو میرے قیام بسی کے ایام میں مجھ پر نکتہ چینی کیا کرتا تھا اسکا بیٹا طاعون سے ہلاک ہوا۔ مولوی عبدالحق سامانوی جس نے میرے ساتھ بے ہودہ بحث کی اس کی بیوی طاعون سے ہلاک ہوئی اور عبدالحق کو ابتر چھوڑ گئی۔ وغیرہ

۱۱۔ چراغ دین کی پیش گوئی کو ۱۲ صفحہ میں پھیلا دیا ہے مگر یہ کہیں ثابت نہیں کہ اس کی نسبت یہ پیشگوئی

تھی کہ وہ میری زندگی میں ہلاک ہوگا یا طاعون سے مرے گا۔ بجائے صاف بات کے اپنی معمولی الٹ پیچ اور طول عبارات سے اس کو نبھائے چلے گئے۔ اگر یہ عیاری نہیں تو اور کیا ہے؟

۱۲۔ سعد اللہ کے معاملہ کو ۳۰ صفحہ پر پھیلا دیا ہے حالانکہ ضرورت صرف اس قدر تھی کہ اس کی نسبت اپنے الفاظ میں یہ پیش گوئی ثابت کر دیتے کہ وہ میری زندگی میں مر جائے گا۔ مگر اس میں بھی اسی الٹ پیچ اور طول عبارات اور تکرار دعاوی سے اپنی ذلت پر مٹی ڈالنی چاہی ہے۔

۱۳۔ پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن۔

اس میں اول تو کوئی تشریح نہیں کہ کون سی بہار میں ایسا ہوگا۔

دوم یہ ایک استمراری قاعدہ کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ آئے ثلج کے آنے کے دن، ایک قاعدہ کو بتلاتا ہے، نہ کہ کسی خاص وقوع کو۔ مگر اس کے ثبوت میں بھی ۱۱۔ اخباروں سے نوٹ نقل کر کے دس صفحہ بھر دیئے۔

سوم، اغلباً یہ القاء ان مضامین کے پڑھ لینے کے بعد ہوا ہے جو اخبارات میں شائع ہوئے کہ سورج کی حرارت کم ہوتی جاتی ہے اور اندیشہ ہے کہ آخر کار کل زمین یخ بستہ ہو کر تمام حیوانات ہلاک ہو جائیں کیونکہ سورج کا سیاہ داغ روز بڑھتا بڑھتا جا رہا ہے۔

۱۴۔ مسٹر ڈوئی کی پیش گوئی کو نمبر ۱۹۶ پر بارہ صفحہ میں پھیلایا ہے لیکن جو اصل بنائے پیش گوئی ہے اس کو نہیں بتلایا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا اور یہ بھی جتلایا گیا تھا کہ وہ مباہلہ کے واسطے آیا تو میری زندگی میں ہلاک ہو جائے گا اور اگر نہ آیا تب بھی ایک حجت قطع ہو جائے گی یعنی اس کا عجز یورپ اور امریکہ پر ظاہر ہو جائے گا۔

مگر نہ تو اس نے دعوت مباہلہ قبول کی اور نہ مرزا نے اس کی نسبت الہاماً کوئی پیش گوئی کی۔ اپنے الفاظ میں خواہ اس نے کچھ کہا ہو یہ ایک علیحدہ امر ہے۔ اگر مرزائی لوگ اس کے تحدیانہ الفاظ کو ہی الہام قرار دیتے ہیں تو ہزاروں موقعہ ایسے ہیں جن میں واقعات اس کے تحدیانہ الفاظ کے خلاف واقع ہوئے مثلاً براہین احمدیہ، عبداللہ آتھم، بشیر، ذلت مولوی محمد حسین، صحت عبدالکریم، صحت مبارک احمد، نزول مسیح، اہل قبلہ اور کلمہ گویوں کو کافر نہ کہنا وغیرہ میں۔ تو پھر ڈوئی کے معاملہ میں اس کے تحدیانہ الفاظ کیسے کلام خدا ٹھہر سکتے ہیں۔ چونکہ ڈوئی امریکہ میں مشہور ہو چکا تھا اس لئے وہاں کے اخبارات نے مرزائی دعوت مباہلہ کو شائع کر دیا تھا۔ اب مرزا صاحب نے بے فائدہ ۳۲۔ اخبارات یورپ و امریکہ کے حوالہ جات اپنی تائید میں پیش کر دیئے ہیں جن میں وہ دعوت مباہلہ

شائع ہو چکی تھی۔ بتیس اخبار تو کیا اگر کروڑ اخباروں کے حوالے بھی دیئے جائیں کہ ان میں دعوت مباہلہ شائع ہوگئی تھی تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوسکتا ہے کہ مرزا کا اور ڈوئی کا مباہلہ ہو چکا تھا، اس لئے وہ مرزا کی زندگی میں مرگیا۔ یا مرزا نے اس کی بابت پیش گوئی کی تھی اس کے مطابق مرا۔ ایک بے بنیاد بات پر بارہ صفحہ بھرتے چلے جانا صاف عیاری اور دھوکہ دہی کی دلیل ہے۔

۱۵۔ پچیس دن یا پچیس دن تک۔

اس میں کچھ ذکر نہیں کہ کیا ہوگا۔ گول مول الفاظ ہیں خواہ کسی طاعونی موت پر چسپاں کر لیتے خواہ کسی زلزلہ پر۔ مگر ۳۱ مارچ کو جب شہاب ثاقب کا ظہور ہوا تو اس پر فوراً چسپاں کرلیا اور باون مقامات سے مریدوں کے خطوط آمدہ درج کر کے اس کو روشن نشان بناتے چلے گئے۔ ۳۱ مارچ کو جو شہاب نمودار ہوئے مرزا کو اس کے ثبوت کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان کا ذکر تو تمام اخبارات میں تھا، مرزا کو تو یہ ثابت کرنا تھا کہ شہاب ثاقب کی بابت فلاں فلاں اخبار یا اشتہار یا کتاب میں پیش گوئی کی گئی تھی۔

۱۶۔ بابو الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ کی موت پر تو ۵۵ صفحہ سیاہ کر دیئے اور قوت انشا پردازی کا کمال دکھایا حالانکہ دکھانا محض اس قدر تھا کہ ہم نے اس کی موت کی پیش گوئی کی تھی، یا یہ کہا تھا کہ وہ میری زندگی میں طاعون سے ہلاک ہو جائے گا، یا اس کے ساتھ کوئی مباہلہ ہوا تھا۔ مگر افسوس کہ ان کے معاملہ میں عیاری اور چالاکی کی کوئی حد نہیں رکھی۔

ہاں اس کی نسبت مرزا کا یہ الہام تو ضرور تھا کہ وہ اور مولوی محمد حسین اس پر ایمان لے آئیں گے۔ سو اس داغ کو مٹانے کے واسطے رنگ آمیزیوں اور بے بنیاد تاویلات اور تحریفات میں ہی ۵۵ صفحہ سیاہ کر دیئے۔ میں نے ان تمام صفحوں کو ہر چند غور سے پڑھا مگر سوائے بے فائدہ تکرار اور بے ہودہ تاویلات کے کچھ بھی نہ ملا۔

۱۷۔ بشیر یا عنوائیل اور خواتین مبارکہ والی پیش گوئیاں جن کے متعلق الہامات بلحاظ حجم اور تحدی کے اور باقی تمام الہامات کے مجموعہ سے بھی زیادہ تھے، ان کے متعلق کچھ بھی ذکر نہیں کیا اور لن ترانیاں خاک میں مل گئیں۔ کیا تو یہ شور وشر کانّ اللّٰہ نزل من السّماء، کیا یہ مطلق خاموشی؟

فصل یازدہم۔ دلیل خسوف وکسوف کا ابطال

انّ لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السّماوات و الارض تنکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منه۔

ہمارے مہدی کے واسطے دونشان ہیں جو ابتدائے پیدائش زمین و آسمان سے آج تک نہیں ہوئے یعنی قمر تو رمضان کے اول شب میں گہنا جائے گا اور سورج اس کے نصف میں گہنا جائے گا۔

یہ ایک موضوع قول ہے جس کو دارقطنی میں امام محمد باقر کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس کو مرزائی بڑے دعووں کے ساتھ ہمیشہ مرزا صاحب کی تصدیق میں پیش کیا کرتے ہیں حالانکہ یہ ایک صریحاً باطل امر ہے۔

اول تو علم حدیث کی رو سے یہ ایک ضعیف قول ہے کیونکہ محدثین نے اس قول کے دو راویوں یعنی عمرو اور جابر جعفی کو کذاب اور وضاع احادیث بیان کیا ہے مگر مرزا نے اس وضعی قول کو رسائل اربعہ کے صفحہ ۴۶ پر حدیث نبی ﷺ قرار دیا اور من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النّار کا مصداق بنا ہے۔

دوم۔ یہ وضعی قول اس حدیث صحیحین کے خلاف ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے چاند اور سورج کو اللہ تعالیٰ کی دونشانیاں بتلا کر فرمایا ہے کہ ان کو گرہن لگنا کسی کی موت و حیات سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔

سوم۔ الفاظ کے لحاظ سے یہ قول صریحاً باطل ہے کیونکہ چاند گرہن پہلی رات کو نہیں ہوا کرتا اور نہ سورج گرہن نصف مہینہ میں ہوتا ہے مگر مرزا صاحب تحریف معنوی کر کے اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ چاند اس پہلی رات کو گہنائے گا جو اس کے خسوف کی راتوں یعنی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں میں سے پہلی رات ہے۔ اور سورج گرہن اپنے گرہن کے ایام یعنی ۲۷، ۲۸، ۲۹ تواریخ کے نصف گہنائے گا۔

چہارم۔ علم نجوم اور ہیئت کی رو سے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جس ترتیب سے کسی رمضان میں چاند و سورج گرہن ایک بار ہوں پھر کبھی نہ ہوں، کیوں کہ قمری دور ۲۲۳ سال کا ہوتا ہے اور شمسی دور ۱۸ سال ۔..ایک دور کے بعد چاند اور سورج گرہن پھر اسی ترتیب سے واقعہ ہونے شروع ہو جایا کرتے ہیں کہ جس ترتیب سے دور گذشتہ میں واقع ہوئے تھے (حدائق النجوم، ص ۲۰۷ تا ۲۰۷۔ مسٹر نارمن لوکیسٹر کی اسٹرانومی ص ۱۰۲)۔

اس قاعدہ کے بموجب مسٹر کیتھ نے اپنی کتاب یوز آف دی گلوبس میں کسوف و خسوف کی جدول صفحہ ۲۷۳ سے ۲۷۶ تک شائع کی ہے اور کلیہ قواعد بیان کئے ہیں جن کی رو سے ابتداء سنہ

ہجری سے ۱۳۱۲ھ تک جن دنوں میں اسی التزام سے چاند وسورج گرہن ماہ رمضان میں واقع ہوئے، حسب ذیل ہیں۔ (جسے ہم نے حذف کر دیا ہے۔ بہاء).....

اس نقشہ سے ظاہر ہے کہ ۲۲۳ سال کے ایک دور قمری میں دس دفعہ ماہ رمضان المبارک میں چاند وسورج گرہن ہوتے ہیں۔

مرزا نے حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۹۵ پر یہی جتلایا ہے کہ مہدی موعود کے وقت میں دو دفعہ چاند سورج گرہن .... ماہ رمضان میں ہونے کی حدیثوں میں خبر دی گئی ہے چنانچہ دوسری مرتبہ ان ہی تاریخوں ۱۳ و ۲۸ کو چاند سورج گرہن ملک امریکہ میں ہوا۔ حکیم نورالدین نے رسالہ نورالدین کے صفحہ ۶۸ پر لکھا ہے کہ دوسری مرتبہ ملک امریکہ میں ۱۳۱۲ھ میں ہوا تھا۔ مگر آپ نے وہ حدیث نہیں لکھی جس سے ثابت ہوتا ہو کہ مہدی کے وقت میں دو مرتبہ چاند سورج گرہن امریکہ میں ہوں گے۔ اور رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ ہجری میں جو چاند گرہن اور سورج گرہن امریکہ میں ہوئے وہ تیرھویں رات ۲۸ ویں دن میں نہیں ہوئے بلکہ چودھویں رات اور ۲۹ ویں دن کو ہوئے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہندوستان میں ۱۳ و ۲۸ ہی تاریخیں تھیں۔ اس حساب سے وہ تمام کسوف خسوف جو جدول متذکرہ بالا میں دکھائے گئے ہیں (جسے ہم نے حذف کر دیا ہے۔ بہاء) سب کے سب کسی نہ کسی ملک کے لحاظ سے ۱۳ و ۲۸ تاریخوں میں شمار ہو سکتے ہیں۔ اور قول متنازعہ فیہ میں اول اور نصف کی قید بھی کل دنیا کے لحاظ سے باطل ہے۔

پنجم۔ جب مرزا کو یہ جتلایا گیا کہ تیرھویں اور اٹھائیسویں رمضان میں چاند وسورج گرہن اکثر ہوتے رہتے ہیں تو جھٹ چالاکی سے یہ شرط لگا دی کہ ساتھ یہ بھی

ضروری ہے کہ اس وقت کوئی مدعی مہدویت یا رسالت (سچا یا جھوٹا) موجود ہو

(رسائل اربعہ ص ۴۶)۔

اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ کسی مدعی مہدویت یا نبوت یا رسالت کے وقت میں رمضان میں کبھی کسی زمانہ میں کسوف و خسوف اس ترتیب سے جمع ہوئے تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دیوے۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۹۶)۔

اب ہم جھوٹے کو گھر تک پہنچانے کی غرض سے تیرہ سو سالہ ہجری میں چند ایسے مدعیان مہدویت (جن میں سے چند مدعیان رسالت بھی تھے) کا ثبوت دیتے ہیں جن کے وقت میں ماہ رمضان میں چاند وسورج گرہن اسی ترتیب سے جمع ہوئے۔ (اس حساب سے ابتدائے آفرینش سے تو ایسے گرہن

لاکھوں ہو چکے ہوں گے)۔

محمد بن حنفیہؒ۔۲۱ھ سے ۸۱ھ تک ۔ غایت المقصود۔ص ۳۸ ۔ (۶۳ھ ۷۵ھ میں)

امام جعفرؒ۔۸۰ھ تا ۱۴۸ھ۔ غایت المقصود د۔ا۔ ۳۸ ۔ ، (و ۱۰۷ھ و ۱۰۸ھ)

موسیٰ کاظمؒ ۔ ۱۲۸ھ سے ۱۸۶ھ۔ ابن خلکان ۔ (۱۵۲ھ میں)

حسن عسکریؒ ۔ ۲۳۱ھ سے ۲۶۰ھ۔ ابن خلکان ا۔ ۱۴۷ ۔ (۲۴۱ھ و ۲۴۲ھ میں)

عباس ۔ ۷۹۰ھ میں دعویٰ کیا۔ عسل مصفیٰ ۔ (۷۷۶ھ، ۷۷۷ھ میں)

تو یرزی ۔ صدی ہشتم کا شروع ۔ حدیث الغاشیہ ص ۳۴۱ ۔ (۳۱۷ھ و ۳۲۷ھ میں)

محمد ۔ ۱۰۷۰ھ میں دعویٰ کیا۔ مہدی نامہ ص ۹ ۔ (۱۰۸۸ھ ۱۰۸۹ھ میں)

عیسیٰ بن مہرویہ شامی ۔ ۲۹۱ھ میں فوت ہوا۔ تاریخ الخلفاء ۳۵۸ ۔ (۲۸۵ھ و ۲۸۶ھ میں)

محمد عبداللہ مہدی ۔ ۲۹۶ھ میں دعویٰ کیا۔ عسل مصفیٰ ، (۲۸۵ھ، ۲۸۶ھ، ۳۰۸ھ)

محمد احمد سوڈانی ۔ ۱۲۹۹ھ میں دعویٰ کیا۔ عسل مصفیٰ ۔ (۱۳۱۱ھ، ۱۳۱۲ھ میں)

محمد عبداللہ بن عمر ۔ ۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا۔ عسل مصفیٰ ۔ (۱۳۱۱ھ ۱۳۱۲ھ میں)

محمد علی بابی ۔ ۱۲۳۹ سے ۱۲۶۹ھ تک ۔ عسل مصفیٰ ۔ (۱۲۶۷ھ میں)

شیخ محمد خراسانی ، دسویں ہجری تک ۔ ہدویہ مہدویہ ص ۱۶۱ ۔ (۹۱۰ھ، ۹۱۱ھ، ۹۵۴ھ، ۹۵۵ھ میں)

محمد سنوسی ۱۲۷۶ھ میں انتقال ہوا پھر اس کا بیٹا جانشین ہوا ۔ عسل مصفیٰ ۔ (۱۲۶۷ھ میں)

ڈوئی ۔ رسول امریکہ ۔ ۱۳۵۲ھ میں انتقال ہوا۔ آبزور وحقیقۃ الوحی ۔ (۱۳۱۱ھ و ۱۳۱۲ھ میں)

مہدی شامی ۔ ۱۲۱۳ھ میں دعویٰ کیا۔ عسل مصفیٰ ۔ (۱۲۱۰ھ، ۱۲۲۲ھ، ۱۲۲۳ھ میں)

وجیہ الدین حیدر آبادی ۔ ۱۳۱۳ھ میں دعویٰ کیا۔ عسل مصفیٰ ۔ (۱۳۱۱ھ، ۱۳۱۲ھ میں)

حسن بن صباح ۔ ۴۸۳ھ میں دعویٰ کیا ۵۱۸ھ میں فوت ہوا۔ (۵۰۸ھ و ۵۰۹ھ میں)

عبدالمومن ۴۹۰ھ سے ۵۵۸ تک ، عسل مصفیٰ (۵۰۰ھ، ۵۰۹ھ، ۵۳۱ھ، ۵۵۳ھ، ۵۵۴ھ میں)

اکبر بادشاہ ہند ۔ ۹۸۷ھ سے ۱۰۱۲ھ تک ۔ تاریخ ہند ۔ (۹۹۹ھ و ۱۰۰۰ھ میں)

محمد بن تومرت ہندی ۴۸۵ھ سے ۵۲۴ھ تک ۔ ابن خلکان ۲ : ۳۰ ۔ (۵۰۸ھ و ۵۰۹ھ میں)

شمود ۔ ۱۱۱۸ھ میں مدعی ہوا۔ عسل مصفیٰ ۔ ۱۱۳۳ھ ، (۱۱۳۴ھ، ۱۰۸۹ھ میں)

ششم ۔ اپنی معمولی چالاکی اور افتراء سے حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۹۵ پر یہ لکھ دیا کہ مہدی موعود کے وقت میں دو دفعہ چاند و سورج کا ماہ رمضان میں گرہن ہونا احادیث میں مذکور ہے چنانچہ

ایک بار تو ۱۳۱۱ھ میں ہندوستان میں پھر ۱۳۱۲ھ میں امریکہ میں ہوا۔ اس افتراء سے اغلباً اسکا خیال یہ ہوگا کہ اگر بالفرض کوئی صاحب کسی مدعی مہدویت یا رسالت کے وقت میں ایک بار چاند وسورج گرہن کا ماہ رمضان میں ہونا ثابت کردیں تو اغلباً دو بار ثابت کرنا محال ہے مگر نقشہ بالا سے ظاہر ہے بیس سے زائد مدعیوں کے وقت میں دو بار چاند وسورج گرہن ماہ رمضان میں ہوئے۔ یہ تو محض ان چند مدعیان کا بیان ہوا جو تیرہ سو سال ہجری میں زیادہ مشہور ومعروف ہوئے اور جن کا نام تاریخوں میں درج ہوگیا۔ ابتداء آفرینش سے جو سچے یا جھوٹے مہدی ورسول ہوئے ان کا تو کیا حد وحساب ہے۔

ہفتم۔ ایک قول مردود کو نبھانے کے واسطے مرزا نے قرآن دانی کا بھی خوب ثبوت دیا ہے وہ کہتا ہے کہ،

> اگر اس حدیث میں مہینے کی پہلی رات مراد ہوتی تو اس جگہ ہلال کا لفظ چاہیے تھا، نہ کہ قمر کا، کیونکہ کوئی شخص اہل لغت وزبان میں سے پہلی رات کے چاند پر قمر کا لفظ اطلاق نہیں کرتا بلکہ وہ تین رات تک ہلال کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

مرزا کمپنی بتلائے کہ آیات ذیل میں کیا قمر سے مراد محض وہ چاند ہے جو تین تاریخوں سے بعد کا ہو؟

و القمر قدّر ناہ منازل حتّی عاد کالعرجون القدیم۔

قدّرہ منازل لتعلموا عدد السّنین و الحساب۔

و القمر اذا تلاھا۔

زبان عرب میں چاند کے واسطے اسم جنس سوائے قمر کے اور کیا ہے؟ کیا قرآن شریف نے لغت عرب کے خلاف قمر کا لفظ چاند کے واسطے غلطی سے استعمال کیا ہے؟

یہ ہے مرزا کی سب سے بڑی دلیل جو محدثین کے نزدیک موضوع ہے جو علم ہیئت کے لحاظ سے سراسر لغو اور باطل ہے، جو لغت عرب کی رو سے لغو اور باطل ہے، اور عام مشاہدہ کی رو سے لغو اور باطل ہے، اور جس کے متعلق مرزا اور مرزائی بار بار لاف وگزاف شائع کرتے نہیں تھکتے۔

☆☆☆

تقریظات وتبصرے

☆ ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۵ فروری ۲۰۰۲ء میں تحریک ختم نبوت حصہ اول پر لکھا گیا:

ختم نبوت کا اطلاق صرف محمد رسول اللہ ﷺ پر ہوتا ہے اور اس کا آفاقی اور ابدی فیصلہ قرآن مجید نے ۱۴ سو سال پہلے کر دیا تھا۔ اس کے باوجود ایسے لوگ سامنے آتے رہے جو دعوی نبوت کر کے یا تو تائب ہو جاتے رہے یا اپنے کیفر کردار کو پہنچتے رہے۔ لیکن پاکستان بننے سے پیشتر مشترکہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کی حمایت اور اس کے سائے تلے جس نبوت کا ذبہ قادیانیہ کا اجراء ہوا، اس کو ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے لائق ملامت جانا اور اسے اس کی خواہش کے مطابق پنپنے نہیں دیا۔ علمائے ہند نے مرزا کا ناطقہ بند کئے رکھا اور ان میں سب سے پہلے مرزائے قادیان پر فتوائے کفر لگانے والے علمائے اہل حدیث تھے۔ یعنی مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس فتنے کو اٹھتے ہی بھانپ لیا تھا اور اپنے استاد گرامی حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی سے فتوی حاصل کیا اور اقصائے ہند کے علماء سے تائیدی دستخط کروائے۔

اس کے باوجود انگریزی سرپرستی میں یہ فتنہ پھلتا پھولتا رہا۔ اس کے مختلف اوقات کے مختلف دعوے علماء ہند نے ردّ کئے، بلکہ اس پر مسلسل یلغار چلتی رہی۔ علمائے اہل حدیث کے ساتھ راہ رو ملتے گئے اور قافلہ بنتا گیا۔ حنفی حضرات نے بھی اس سلسلے میں رفاقت کا حق ادا کیا اور آخر ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دلوانے میں کامیاب ہو گئے۔

چند سال سے یہ دعوی داری شروع ہوگئی ہے کہ ہمارے اکابر نے سب سے پہلے مرزا پر ضرب لگائی۔ ارباب دیابند اور احباب بریلی بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے ہیں اور کتابوں اور رسالوں کا ایک سیل ہے کہ امڈا چلا آتا ہے۔ ہم ان کی مساعی کے منکر نہیں مگر ان کے اولیت کے دعووں کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ ہمارے عزیز ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے اس سلسلے میں دودھ اور پانی الگ الگ کر دیا ہے۔ ان کی کتاب تحریک ختم نبوت اس موضوع پر ہمہ پہلو ایسا مرقع ہے جس سے قاری آسانی سے نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ، کون معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں۔

کتاب کی کمپوزنگ، طباعت، تجلید، تصویب بہترین ہے۔ اس دیدہ ریزی اور جگر کاوی پر ہم ڈاکٹر بہاء الدین کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں: ہم خامہ وہم خامہ بکف جادوگرانند

☆ مولانا محمد یحیی گوندلویؒ (ف جنوری ۲۰۰۹ء) (مرحوم امیر مجلس تحفظ ختم نبوت عالمی) نے اپنی وفات سے چند روز پہلے (جب کہ انہوں نے تحریک ختم نبوت کی ابھی چار جلدیں ہی ملاحظہ فرمائی تھیں) لکھا:

انیسویں صدی کے نصف آخر کے پہلے عشرے میں جب ہندوستان سے مغلیہ حکومت کی بساط انگریزوں نے لپیٹ دی تو اس کے سامنے مسلمانوں کو مفتوح کرنے کے کئی منصوبے تھے جن میں ایک اہم منصوبہ مسلمانوں کو ان کے دین سے بے گانہ کرنا تھا۔ سرکردہ سیاسی حضرات تو پہلے ہی اس کی جھولی میں جا گرے تھے اور اب مذہبی اور دینی عناصر تھے جن کو دبانے کے لئے تعلیمی نصاب میں تبدیلی کے ساتھ علماء سوء کو طمع اور لالچ دے کر اپنا ہم نوا بنانا تھا۔ اس کے لئے انہیں جو لوگ میسر آئے ان میں ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ مرزا صاحب نے انیسویں صدی کے آخری عشرے میں مجدد، مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا صاحب کی مختلف کتابوں کو سامنے رکھ کر ایک استفتا تیار کیا جس میں مرزا صاحب کی بحوالہ ایسی عبارتیں جمع کیں جو اسلامی تعلیمات کے متصادم نظر آئیں۔ پھر انہوں نے یہی استفتاء حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں پیش کر کے اس پر فتوی طلب کیا۔ حضرت میاں صاحب اس وقت پورے برصغیر میں سب سے بڑے شیخ اور استاذ تھے۔ انحاء عالم سے لوگ ان سے حدیث پڑھنے کے لئے آتے جس کی بنا پر ان کو شیخ الکل کے لقب سے موسوم کیا جاتا تھا۔ حضرت میاں صاحب نے اس استفتاء کا بغور مطالعہ کیا اور پھر قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی جائزہ لیا اور پھر ایک مدلل فتوی تحریر فرمایا جس میں انہوں نے مرزا صاحب کو کافر قرار دیا۔

مولانا بٹالوی نے برصغیر کے طول وعرض میں اس تکفیری فتوی کی تشہیر کی اور بلا امتیاز مسلک نامور علماء کرام جن میں علماء اہل حدیث، بعض علماء دیوبند، بعض علماء بریلی حتی کہ شیعہ علماء بھی شامل تھے کی تصدیق طلب کی۔ جس کی وجہ سے یہ فتوی علماء ہند کا متفقہ فتوی قرار پایا۔

میاں صاحب کا یہ فتوی مرزا کی تکفیر پر پہلا فتوی تھا۔ یہ نہایت ہی موثر ثابت ہوا اس لئے کہ میاں صاحب کی شخصیت ایک مسلّمہ شخصیت تھی۔ علم وفضل اور تقوی وپرہیز گاری کے اعتبار سے میاں صاحب کا تمام برصغیر میں بہت بڑا مقام تھا۔ ہر صاحب بصیرت میاں صاحب کو احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس تکفیری فتوی کے بعد مرزا صاحب بوکھلا اٹھے اور سبّ وشتم پر اتر آئے۔ اس تکفیری فتوے کے بعد مرزا صاحب نے جو بھی کتاب تحریر کی اس میں حضرت میاں صاحب اور مولانا بٹالوی کو شنیع القاب سے یاد کیا اور اس فتوی کا ذمہ دار صرف حضرت میاں صاحب

اور مولانا بٹالوی کو ٹھہرایا جیسا کہ لکھتے ہیں:

اس تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے مگر تاہم دوسرے مولویوں کا گناہ یہ ہے کہ انہوں نے اس نازک امر تکفیر میں اپنی عقل اور اپنی تفتیش سے کام نہیں لیا بلکہ نذیر حسین کے دجالانہ فتوے کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا بغیر تحقیق و تنقیح کے ایمان لے آئے ہیں۔ (روحانی خزائن۔ ج ۱۱۔ ص ۴۵)

دوسرے مقام پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جرأت سے زبان کھول کر میرا نام دجال رکھا اور میرے کفر کا فتوی لکھوا کر صدہا پنجاب و ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں اور مجھے یہود و نصاری سے بدتر قرار دیا۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۴۵۳)

مرزا صاحب کی تحریروں کے تناظر میں غور کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ علماء اہل حدیث نے مرزا صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اس نے محسوس کیا کہ یہی لوگ میرے عزائم کے سامنے سدّ سکندری کا درجہ رکھتے ہیں اس لئے کہ مرزا صاحب نے جو بھی انداز اپنایا علماء اہل حدیث نے اسی انداز سے تعاقب کیا۔ اگر مرزا صاحب نے مباہلہ کا چیلنج دیا تو مولانا عبدالحق غزنوی نے فوراً قبول کیا۔ اگر اس نے مناظرے کی راہ اختیار کی تو مولانا بٹالوی آنکھ جھپکتے اس کے سامنے آ کھڑے ہوتے۔ اگر اس نے تحریر کا میدان منتخب کیا تو اشاعۃ السنہ نے اس کا ترکی بترکی جواب دیا۔ الغرض علماء اہل حدیث نے اسے ہر میدان میں زچ کیا اور اسے ناکوں چنے چبوائے جس سے مرزا صاحب بلبلا اٹھے اور اہل حدیث کے بارہ میں جو بھی اس سے بے ہودگی کا مظاہرہ ہوسکا اس نے کیا۔ کبھی ان کو یہودیوں سے تشبیہہ دی کبھی ان کو فرعون کہا اور کبھی ہامان۔

(روحانی خزائن۔ ج ۱۷ ص ۶۷)۔

الغرض اس نے علماء اہل حدیث کو شنیع الفاظ میں یاد کرنے میں کوئی کمی نہیں کی جو اس کا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب سمجھتے تھے کہ میرے اصل مخالف علماء اہل حدیث ہیں میرے خیال میں جتنی آگ بھڑکی ہوئی ہے وہ سب علماء اہل حدیث کی بھڑکائی ہوئی ہے چنانچہ خود لکھتے ہیں:

دوسرا فتنہ حقیقت میں محمد حسین بٹالوی کی طرف سے ہوا جس نے مسلمانوں کے خیالات کو اس عاجز کی نسبت بھڑکتی ہوئی آگ کے حکم میں کر دیا۔

(تحریک ختم نبوت۔ ج ۱۔ بحوالہ سراج منیر۔ ص ۵۷)

متحدہ ہندوستان تک اہل حدیث کو ہی اس میدان کا شہسوار گردانا جاتا تھا۔تقسیم کے بعد عصبیت جنون کی حد تک بڑھ گئی جس سے حقائق کو مسخ کر دیا گیا اور ایسی کتب شائع کی گئیں جن میں اہل حدیث کے کردار کو ایسے فراموش کیا گیا کہ اس جماعت کے علماء نے مرزائیت کے رد میں کچھ کیا ہی نہیں۔

زیرنظر کتاب ،تحریک ختم نبوت، ان حضرات کی سعی کو اجاگر کرتی ہے جو اس میدان میں شہ سوار تھے مگر عصبیت کے اندھیر نے ان کے مسلّمہ کردار پر پردہ ڈالنا چاہا ہے۔اللہ تعالیٰ ڈاکٹر بہاء الدین کو جزائے خیر سے نوازے کہ انہوں نے اصل مراجع تک رسائی حاصل کر کے اس تحریک کے اصل کرداروں کو آشکارا کیا اور جو اصل حقائق تھے، ان کو طشت از بام کیا۔

تحریک ختم نبوت ایک تاریخی دستاویز کا نام ہے جس میں مؤلف موصوف نے ہر قسم کی عصبیت سے بالاتر ہو کر اس تحریک کے ہمہ جہت پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور جس کا بھی اس تحریک میں کوئی کردار ہے اسے واضح کیا ہے۔اس میں مسلکی تعصب نہیں کہ یک طرفہ قلم کو حرکت دی گئی ہو، بلکہ جس نے بھی اس تحریک کے احیاء میں جو کردار ادا کیا ہے بلا افتراق مسلک اس کو واضح کیا ہے اور اس میں قطعاً اہل حدیث اور اہل تقلید کا امتیاز باقی نہیں رکھا۔

اس کتاب کا امتیازی وصف یہ ہے کہ مؤلف گرامی نے اپنے قلم کو کسی طرح بھی بے مہار نہیں ہونے دیا بلکہ وہی کچھ ذکر کیا ہے جو صحیح مراجع سے مؤلف کو ملا ہے۔

ایک وصف یہ بھی ہے کہ موصوف گرامی غیر ثابت شدہ باتوں کی احسن پیرایہ میں تردید کرتے ہیں، دل آزاری کی بجائے اسے حقائق کے تناظر میں پیش کرتے ہیں جس سے اصل واقعہ بالکل عیاں ہو جاتا ہے۔گویا کہ مورخ ہونے کے ناطہ سے مؤلف نے اپنے قلم کو غیر ثابت شدہ باتوں سے آلودہ نہیں ہونے دیا اور بے جا طوالت سے بھی مکمل اعراض کیا ہے۔

الغرض تحریک ختم نبوت اپنے موضوع میں حقائق کا ایک منبع اور مجمع ہے جو اس تحریک کی صحیح سمت کی نشان دہی کرتی ہے اور جو غیر ذمہ دار حضرات نے غیر ثابت شدہ مصنوعی واقعات کو تاریخ کا حصہ بنانے کی کوشش کی ہے ان کے ابطال پر یہ دوٹوک فیصلہ دیتی ہے جس سے قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔گویا کہ یہ کتاب اپنے موضوع کے متعلقہ مواد پر بے لاگ تبصرہ کرتی ہے اور جو اصل حقیقت ہے صرف اسی پر اکتفا کرتی ہے، اپنی طرف سے تاریخ سازی کی بجائے اصل حقائق کو سامنے لاتی ہے۔

بلا شبہ زیرنظر کتاب، تحریک ختم نبوت کے موضوع پر لکھی گئی تمام کتب سے مستند بھی ہے اوراب تک جس کا ایک ایک پیرا دلائل اور حقائق سے مرصع ہے۔مؤلف ڈاکٹر صاحب کا قلم نہایت شستہ، انداز سہل اور جاذب نظر ہے۔قلم میں اتنا تسلسل اور روانگی ہے کہ قاری اس سے محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہتا۔اللہ تعالی مؤلف گرامی کی اس محنت شاقہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر اور اجر جزیل سے نوازے آمین یا الہ العالمین۔

کتبہ (مولانا) ابوانس محمد یحیٰ گوندلوی کان اللّٰہ لہ

☆ مولانا اصغر علی سلفی ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تحریک ختم نبوت حصہ ششم طبع دہلی کی تقدیم میں فرماتے ہیں:

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوۃ و السّلام علی خاتم الانبیاء و علی آلہ و صحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین۔

اللہ تعالی کی رسالت خالدہ کے حامل رسول مکرم محمد بن عبداللہ الہاشمی ﷺ ہیں۔آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی مبعوث نہیں ہوگا۔آپ خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں اور آپ پر سلسلہ نبوت کا خاتمہ رب العزت والجلال نے فرما دیا ہے۔یہ عقیدہ تمام مسلمانوں کا ہے اور کتاب وسنت میں اسی کی تعلیم دی گئی ہے۔

جماہیر امت، علما سلف اور ہر دور میں افراد امت کا یہی عقیدہ اور ایمان رہا ہے باستثناء چند دجالین وکذابین ومتنبئین کے جنھوں نے کسی نہ کسی دنیوی مفاد، افتاد طبع اور حرص وطمع کے دلدل میں غرق ہونے کی وجہ سے ادعائے نبوت مختلف زمانوں میں کیا اور امت نے ان کے کذاب و دجال اور جھوٹے نبی ہونے کی قلعی کھول کر ان کے کفر وزندقہ اور الحاد و بددینی کی وجہ سے خارج عن الملت قرار دے دیا۔

آخری دور میں ہندوستان جو ادیان وملل ونحل کی آماج گاہ اور مختلف افکار ونظریات اور فلسفات کا منبع ومصدر رہا ہے اس میں ایک مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوا۔اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم فتنہ بن گیا۔اس کی مختلف وجوہات تھیں اور اس کے پیچھے متعدد عوامل کارفرما تھے۔ قصر نبوت میں اس نقب زنی کے ما لہ و ما علیہ کو جاننے کیلئے اور اس سلسلہ میں پیدا ہونے والے واردات وواقعات اور حالات سے بخوبی واقف ہونے کیلئے نیز اس فتنہ عظیم کے استیصال اور

خاتمے کے لئے جو کوشش صرف کی گئی ان کو کما حقہ جاننے کیلئے علماء اسلام کی خدمات کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔خصوصاً علماء اہل حدیث نے اس سلسلہ میں جس طرح ہراول دستے کا کام انجام دیا اس کو جاننا بے حد ضروری ہے کیوں کہ یہ فتنہ مضبوط استعماری قوت کا پیداوار ہونے کے باوجود اس وقت دب گیا تھا لیکن اس وقت پھر نئے زاویوں سے اس نے اپنا اثر و رسوخ اور بال و پر پھیلانا شروع کر دیا ہے۔ یہ بہت فکرمندی کا باعث ہے۔اس فتنہ کی منہ زوری کو جس طرح ہمارے اسلاف نے لگام لگایا تھا، ان کے مجاہدانہ کارناموں کا جاننا از حد ضروری ہے۔ یہ ہمہ جہت کارنامے بذات خود ہم کو احساس دلائیں گے کہ علماء امت کو کس قدر کوششیں صرف کرنی پڑی تھیں اگر صرف ایک عالم کی خدمات کو قرطاس وقلم کے حوالے سے مرتب کیا جائے تو دسیوں مجلّات تیار کرنے پڑینگے۔

اب جب کہ اس فتنہ نے عصر حاضر کے ترقی یافتہ وسائل و اسالیب کو برائے کار لاکر اسے بھرپور بڑھاوا دینے کا کام کیا ہے یہ ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔

تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں علماء اسلام اور خصوصاً علماء اہل حدیث کے کارناموں کو جاننے اور اس مشن اور تحریک کو زندہ رکھنے کے لئے لازم ہے کہ ہم اس کو مرتب و منظم طور پر امت کے سامنے پیش کریں۔ لاکھوں صفحات پر مشتمل تاریخ کی امانت کو منظر عام پر لانے کی جد وجہد کی جانی چاہیے۔اس کا احساس ہر صاحب فکر ونظر اور اہل دین و ایمان کو ہے اور اسی فکرمندی اور احساس ذمہ داری نے بہت سے علماء کو اس جانب راہوار قلم موڑنے پر مجبور کیا ہے۔

موجودہ دور میں محترم ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے، جو عظیم سکالر ہیں اور تاریخ پر گہری نظر رکھتے ہیں نیز جماعتی غیرت وحمیت کے پیکر اور تحریک ختم نبوت کے روح رواں ہیں، اسلاف کے ان کارناموں کو منظر عام پر لانے کا عزم کیا ہے اور اب تک انہوں نے چھ جلدوں میں ان کارناموں کو جمع کر کے امت مسلمہ کے سامنے پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ یہ اس سلسلہ کی چھٹی جلد ہے۔ اس وقیع علمی پیش کش پر میں اپنی طرف سے اور مرکزی جمعیت اہل حدیث (ہند) کے تمام اراکین کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کے حضور تشکر و امتنان کے حسین پھول پیش کرتا ہوں۔ اور محترم جناب مولانا شیر خان جمیل احمد صاحب بھی اس سلسلے میں ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کام میں ڈاکٹر صاحب کا بھرپور ہاتھ بٹانے کا کارنامہ انجام دیا ہے۔اور ہمیں بھی مرکزی جمعیت سے شائع کرنے کے لئے حوصلہ وتعاون دیا۔ہم اس کیلئے ان کے اور ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ اور تمام اخوان کے شکر گزار ہیں۔خصوصاً امیر جمعیت (ہند) جناب حافظ محمد یحی بن حافظ

حمید اللہ صاحب دہلوی، اور دیگر ارکان و کارکنان و ذمہ داران کا شکر گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ رب العالمین ایمان وصحت کے ساتھ ان کا مبارک سایہ جماعت پر قائم و دائم رکھے اور ان کے علمی فیوض سے استفادہ کا زریں موقع بخشے آمین۔ اور قارئین کرام کے لئے اسے نفع بخش بنا کر وقت اور زمانہ کے فسوں کو سمجھنے کی اور اس سے بچنے کی توفیق ارزانی کرے۔

(مولانا) اصغر علی امام مہدی سلفی

ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔ ۱۱ شوال المکرّم ۱۴۲۹ھ۔ مطابق ۱۲۔ اکتوبر ۲۰۰۸ء

☆ ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری آف کا سگنج لکھتے ہیں:

تحریک ختم نبوت جلد ششم پڑھنے کے بعد ڈاکٹر بہاء الدین کو خراج عقیدت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے تحریک ختم نبوت کی چھٹی جلد ۵ مئی ۲۰۰۸ء کو ۸ ماہ میں تیار کر کے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو اشاعت کیلئے دے دی کیونکہ آپ نے پانچویں جلد ۵ ستمبر ۲۰۰۷ء کو تیار کی تھی اور اللہ کے فضل و کرم سے چھٹی جلد مولانا اصغر علی امام مہدی حفظہ اللہ ناظم اعلیٰ کی سرپرستی میں منظر عام پر آ گئی ہے۔ اللہ جزائے خیر دے۔ آمین۔..

مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی حفظہ اللہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ نے ڈاکٹر صاحب کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا:

> ڈاکٹر صاحب نے یہ سعادت بھی حاصل کی ہے کہ ختم نبوت کے دفاع میں ہزاروں صفحات لکھ کر اپنا نام بھی ختم نبوت کے لکھاریوں میں شامل کر لیا ہے۔ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے جس پر جتنا بھی رشک کیا جائے، کم ہے۔ یہ کام آنحضرت ﷺ کے ساتھ عقیدت کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد مولانا شیر خان جمیل احمد عمری حفظہ اللہ ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ نے یوں عقیدت کے پھول پیش کئے:

> خرابی صحت کے باوجود ڈاکٹر صاحب کا یہ کارنامہ جہاں بالعموم اسلامی تاریخ کا اور بالخصوص تاریخ اہل حدیث کا نہ مٹنے والا حصہ بنے گا، وہیں سید ولد آدم خاتم النبیین و المرسلین نبینا محمد ﷺ سے سچی محبت و عقیدت کا بین ثبوت بھی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے خود حضور نبی کریم ﷺ سے عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

احباب کی دعاؤں کے باعث اللہ تعالی کی عطا فرمودہ توفیق، بارگاہ رسالت مآب میں پیش کرنے کے لئے اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرھنوں میں ملبوس قسم قسم کی پھولوں کا گلدستہ مجھ سے بنوا رہی ہے

کتاب کے صفحہ ۱۷ سے ۶۴ تک ڈاکٹر صاحب نے مولانا اسماعیل علی گڈھی کی کتاب اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح پوری کی پوری نقل کی ہے تاکہ قارئین دیکھ لیں گے کہ اس کتاب میں جاء الحق و زھق الباطل کا لفظ نہیں ہے جب کہ مرزا کہتا تھا کہ یہ لفظ اس کتاب میں ہے (ڈاکٹر صاحب نے مرزا کا ایک اور جھوٹ پکڑا)۔ صفحہ ۴۹ پر ڈاکٹر صاحب نے ایک لمبا حاشیہ لگایا آخر میں لکھا کہ، اللہ اکبر اس تحریر یردّ بعضه بعضاً پر بھی لوگ خیال کرتے ہیں کہ مرزا صاحب بڑے انشاء نگار ہیں۔

صفحہ ۶۵ سے ۹۱ تک غایت المرام، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، سے خاص خاص مضامین نقل کئے ہیں۔ ان مضامین میں قادیانی کے عیسیٰ کے آسمان پر ہونے کے تعلق سے بے ہودہ باتوں کا جواب بھی دیا ہے کہ وہ کیا کھاتے ہیں، کیا پیتے ہیں، کپڑے کون سیتا ہے؟ وغیرہ

مولانا محمد بشیر سہسوانی اور غلام احمد قادیانی کے درمیان دہلی میں جو تحریری مناظرہ ہوا تھا، صفحہ ۹۲ سے ۱۸۶ء تک اس کی مکمل روداد نقل کی ہے۔

اس مناظرہ کا خاص موضوع عیسیٰ کی حیات وممات تھا، لہذا ڈاکٹر صاحب نے اس مناظرہ کی روداد پیش کرنے کے بعد دیگر مجاہدین تحریک ختم نبوت کی تحریریں حیات وممات کے تعلق سے پیش کی ہیں۔ ازالہ اوہام میں مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت کرنے کیلئے قرآن کی ۳۰۔ آیات سے استدلال پیش کیا ہے جس پر مرزا کو بڑا ناز تھا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے تائید الاسلام نامی کتاب میں مسکت جواب دیا جسے صفحہ ۱۸۷ سے ۲۶۸ تک نقل کیا ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے ص ۲۷۰ سے ۳۰۱ تک مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریر سے رفع عیسیٰ کا مطلب واضح کیا ہے۔ صفحہ ۳۰۱ سے مولانا محمد لدھیانوی کا مضمون اس موضوع کی مناسبت سے نقل کیا ہے جب کہ مولانا محمد ایک حنفی عالم ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ اس کتاب میں تحریک ختم نبوت کے سب کارکنان کی خدمات کا ذکر ہوگا، چاہیں وہ کسی مسلک سے رکھتے ہوں۔

صفحہ ۳۱۲ سے ۳۲۸ تک ڈاکٹر صاحب نے پیر مہر علی گولڑوی کی تحریر نقل کر کے قادیانی دلائل کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ جلد دوم میں بھی ڈاکٹر صاحب پیر صاحب کا ذکر کر چکے ہیں اب

اس جلد میں ڈاکٹر صاحب نے پیر صاحب کی تحریر سے مستفید فرمایا۔

پھر مولانا احمد حسن شوکت میرٹھی کی تحریر کی روشنی میں حیات وممات مسیح کی بہت ہی عمدہ علمی بحث تحریر ہوئی ہے۔ ایک جگہ شوکت صاحب نے لکھا کہ قادیانیوں سے حیات وممات مسیح میں بحث کرنا فضول ہے کیونکہ یہ لوگ قرآن وحدیث کے دلائل تو مانیں گے نہیں بلکہ ان سے مسیح موعود کے دلائل معلوم کریں، اسی میں ان کی قلعی کھل جائے گی۔ ایک جگہ (صفحہ ۳۳۴ پر) شوکت صاحب لکھتے ہیں: اس صورت میں یہودیوں اور مرزائیوں میں کیا فرق رہا؟ انھوں نے بھی مسیح کو مارا، انہوں نے بھی، دونوں پلڑے برابر ہو گئے۔

اللہ پاک ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر دے کہ آپ نے شوکت صاحب کی تحریریں ۱۰۶ سال پرانے اخبار سے نقل کر کے قارئین تک پہنچائی ہیں۔

صفحہ ۳۴۴ سے ۳۶۳ تک ڈاکٹر صاحب نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تحریر نقل کر کے بتایا ہے کہ مرزا مسیح موعود نہیں ہے اور مرزا نے جو اپنے مسیح موعود ہونے کے بارہ دلائل دیئے ہیں انہیں قاضی صاحب نے چٹکیوں میں اڑا دیا ہے۔ آخر میں ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی نقل کیا کہ

> میں (قاضی سلیمان) نہایت جزم کے ساتھ بآواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا صاحب کے نصیب میں نہیں۔ میری اس پیش گوئی کو سب یاد رکھیں۔

پھر یہی ہوا کہ مرزا کو حج نصیب نہیں ہوا۔

صفحہ ۳۶۸ پر، چند قصائد مرزا کا تجزیہ، عنوان قائم کر کے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ مرزا اکثر و بیشتر عربی فارسی اور اردو میں نظمیں لکھ کر چیلنج کرتا کہ ایسی کوئی نظم لکھے تو اتنا انعام دوں گا۔ لہذا ڈاکٹر صاحب نے شوکت صاحب کے اخبار سے مرزا کے ایسے قصیدوں کی قلعی کھول دی۔

صفحہ ۳۸۴ سے ڈاکٹر صاحب نے، ظل و بروز، کا عنوان قائم کر کے مولانا احمد حسن شوکت کے حوالے سے قادیانی نبوت کا یارو پود بکھیر دیا۔ صفحہ ۳۹۱ پر مولانا شوکت سے نے نقل کیا:

> ایک خبط ہو تو اس کو رویا جائے آپ کو تو آسمانی باپ نے سینکڑوں خبطوں کا مرقع بنا بھیجا ہے۔ بھلا کوئی دوسرے نبی کے قالب میں حلول کر کے دنیا میں آیا ہے۔،

پھر صفحہ ۴۰۰ تک مولانا ثناء اللہ امرتسری کی نفیس ولطیف تحریر سے ڈاکٹر صاحب نے قادیانی کی بروزیت وظلیت کے دلائل کو بھسم کر دیا۔

صفحہ ۴۰۶ سے، کرشن قادیانی، عنوان قائم کر کے بتایا کہ مرزا نے کرشن ہونے کا دعوی

کیسے کیا، اور کہاں کیا۔ پھر علامہ نے اس کے مالیخولیائی حالات کا جائزہ اس کی تحریروں کی روشنی میں لیا ہے۔ یہ تحریر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک جگہ ڈاکٹر صاحب نے کیا عمدہ بات نقل کی ہے کہ،

ہم نہیں جانتے کہ مرزا جی کے اللہ پاک کو کیا ہو گیا ہے کہ مرزا جی کی تضحیک کے لئے آئے دن ایسی اول فول وحی نازل فرماتا رہتا ہے۔ اگر ہم سے ملاقات ہوتی تو ہم ضرور کہتے۔ افسوس چندیں مدت خدائی کردی گاؤ وخررا نہ شناختی۔

مرزا قادیانی کا کہنا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے تو اسے یہ بھی ثابت کرنا تھا کہ عیسیٰ کی قبر کہاں ہے؟ لہذا مرزا کبھی کہتا کہ ان کی قبر ملک شام میں ہے۔ کبھی کہتا کہ کشمیر میں ہے۔ اسی سلسلہ میں مرزا نے ۲۰۔ اگست ۱۸۹۹ء کو ملکہ وکٹوریہ کو عریضہ لکھا کہ عیسیٰؑ کی قبر کشمیر میں ہے۔ عریضہ کی تحریر یہاں سے شروع کی:

بحضور عالی شان قیصرہ ہند... سب سے پہلے یہ دعا ہے کہ خدائے تعالی قادر مطلق اس ہماری عالی جاہ قیصرہ ہند کی عمر میں بہت بہت برکت بخشے۔

اس عبارت پر ڈاکٹر صاحب نے کیا عمدہ نوٹ لگایا ہے کہ:

یہ عرضداشت ۲۰۔ اگست ۱۸۹۹ء کی ہے۔ اور دعا یوں قبول ہوئی کہ اس کے ایک سال چار ماہ بعد، جنوری ۱۹۰۱ء میں ملکہ فوت ہو گئی جب کہ دعا صرف برکت کی نہیں، بہت برکت بھی نہیں، بلکہ بہت بہت برکت کی تھی۔

خیر ڈاکٹر صاحب نے اس بات کی تردید (کہ عیسیٰ کی قبر کشمیر میں ہے) کے لئے اخبار شحنہ ہند سے مولانا نور احمد لکھوی کی تحقیقی رپورٹ شائع کی، کیونکہ مولانا نور احمد لکھوی خود کشمیر گئے اور وہاں کے لوگوں سے دستخط لائے کہ مرزا جھوٹ کہتا ہے ہم نے ایسی کوئی بات نہیں کی کہ کشمیر میں عیسیٰ کی قبر ہے۔ نیز ڈاکٹر صاحب نے اسی سلسلہ میں صفحہ ۴۳۳ صفحہ ۴۴۴ تک مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کی علمی ولطیف تحریر الخبر الصحیح عن قبر المسیح بھی نقل کر دی ہے۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے، خدا سے برابری؛ بعض الہامات کا لغوی تجزیہ؛ قبر قادیانی؛ دعاء قادیانی؛ شفاعت قادیانی، وغیرہ عنوانات قائم کر کے ان کی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے۔ ایسے ہی حکیم نور الدین کی بے بسی، اور مرزا محمود کی بے کسی، کے عنوان سے ان حضرات کی بے بسی ظاہر کی ہے۔ اعداد کا کھیل، کے عنوان سے قادیانی کی بے سروپا باتوں کا قاضی سلیمان منصور پوری، مولانا ثناء اللہ امرتسری امرتسری وغیرہ کی تحریروں کی روشنی میں جواب دیا ہے۔

صفحہ ۴۹۸ سے ۵۱۲ تک ڈاکٹر صاحب نے مباحثوں اور دعوت مباہلوں کا ذکر کیا ہے۔
۔صفحہ ۵۲۱ سے ۵۴۹ تک نے عربی فارسی واردو شعراء کا منظوم کلام در رد قادیانیت پیش کیا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔صفحہ ۵۴۹ سے ۵۶۳ تک ڈاکٹر صاحب نے مولانا اللہ وسایا ڈیروی وخود کی تحقیق سے ۱۹۱۲ء تک کی تردید قادیانیت پر لکھی گئی کتابوں کی فہرست مع مختصر تعارف وتبصرہ دیا ہے۔صفحہ ۵۶۴ سے ۵۹۵ تک علماء کی سوانح کا تذکرہ ہے اس سے پہلے بھی ڈاکٹر صاحب کئی جلدوں میں سوانح لکھ چکے ہیں۔اب تک ڈاکٹر صاحب شخصیات کے عنوان سے ختم نبوت کے تقریباً ۸۱ مجاہدین کا سوانحی تذکرہ کر چکے ہیں جو معلومات میں اضافہ کا باعث ہے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو، اور اس کام میں ان کے معاونین کو جزائے خیر دے۔آمین۔ فقط۔ڈاکٹر بہاءالدین صاحب کا عقیدت مند

ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کا سگنج۔یوپی۔۷۔اپریل ۲۰۰۹ء

☆ مولانا محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آبادی، تحریک ختم نبوت حصہ ہفتم (طبع لاہور ۲۰۰۹ء) پر یوں تبصرہ کناں ہیں:

سلسلہ تحریک ختم نبوت کا یہ ساتواں حصہ ہے جس میں تحریک ختم نبوت کے بالکل ابتدائی دور کی تحریری اور تقریری سرگرمیوں کا بیان ہے جو اس دور کی نہایت اہم دستاویزات سے نقل کیا گیا ہے۔ان دستاویزات میں مولانا عبدالمجید دہلوی کی بیان للناس، مولانا عبداللہ شاہجہان پوری کی شفاء للناس، منشی محمد جعفر تھانیسری کی تائید آسمانی، اور مولانا محمد حسین بٹالوی کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۸، اور ۱۲، اور ۱۳، اور ۱۵، اور ۱۶، اور ۱۷، اور ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر بہاءالدین حفظہ اللہ بتاتے ہیں کہ برصغیر ہند میں تحریک ختم نبوت اس وقت شروع ہوئی جب ۱۸۹۱ء کے ابتدائی مہینوں میں مرزا غلام احمد قادیانی کے مثیل مسیح یا مسیح موعود ہونے کا دعوی منظر عام پر آیا۔اس سے پہلے، جب مرزا صاحب ملفوف انداز میں اپنے نظریات کی تبلیغ کر رہے تھے، مسلمان علماء نجی گفتگو اور دوستانہ خط وکتابت کے ذریعہ انہیں ملحدانہ عقائد سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ اور چونکہ انہوں نے اپنا تشخص مناظر اسلام کے طور پر اجاگر کیا ہوا تھا اس لئے مسلمان علماء، ابتداء سخت طرز عمل سے اجتناب کرتے رہے کہ مناظر اسلام کی تنقیص وتردید غیر مسلموں میں نامناسب نتائج کا باعث ہوگی۔تاہم چند اہل بصیرت ان کے عزائم کو تاڑ کر اسی دور

میں اس پر تنقید بھی شروع کر چکے تھے۔ ایسے ہی ایک بزرگ مولانا نور احمد لکھوی ہیں جنہوں نے آغاز ۱۸۸۴ء میں مرزا صاحب کو لکھے جانے والے ایک خط میں اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا۔ یہ خط دستیاب نہیں ہو سکا تاہم اسکے جواب میں لکھا جانیوالا مرزا صاحب کا خط مکتوبات احمدیہ میں موجود ہے، جسے کتاب ہذا میں نقل کر کے بتایا گیا ہے کہ مولانا نور احمد لکھوی نے اپنے خط میں مرزا قادیانی کو کاذب اور مفتری کہا تھا جو (بقول مرزا) انہیں کافر کہنے کے مترادف تھا۔

۱۸۹۱ء میں تحریک ختم نبوت کے باقاعدہ آغاز سے قبل جن بزرگوں نے مرزا قادیانی کو جرح و تنقید کا نشانہ بنایا ان میں ایک مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم ہیں۔ جب مرزا قادیانی نے ہندو آریہ کو نشان نمائی کا چیلنج دیتے ہوئے کہا کہ وہ ایک سال تک قادیان میں ان کے پاس آکر رہیں اور نشان دیکھ لیں، تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ میں مرزا صاحب کو مخاطب کر کے لکھا کہ وہ امور ذیل میں سے ایک امر ضرور اختیار کریں:

۱)۔ اشتہار کی میعاد میں تخفیف کریں اور بجائے ایک سال، ایک مہینہ یا زیادہ سے زیادہ سال کا ربع (یعنی تین مہینے) میعاد مقرر کریں۔

۲)۔ یہ مناسب نہ سمجھیں تو لوگوں کو اپنے پاس بلانا ملتوی کریں۔ بجائے اس کے، ان کو گھر بیٹھے بیٹھے آسمانی نشان دکھانے کی خدا سے التجا کریں۔ اور ایسی صورتوں میں وہ نشان دکھاویں جن کا وہ دور و نزدیک سے مشاہدہ و تصدیق کر سکیں۔ مثلاً کسی عظیم الشان کے ایک وقت خاص میں مرجانے یا ایک وقت خاص میں پیدا ہونے کی پیش گوئی کریں اور اس کو بذریعہ عام اخبارات و اشتہارات مشتہر کرادیں۔

۳)۔ یہ نہ ہو سکے...تو کتاب براہین احمدیہ کے باقی حصے پورے کریں۔ اور اس میں نقلی و عقلی دلائل سے دین اسلام کی تائید عمل میں لائیں۔

یہ تحریر اغلباً دسمبر ۱۸۸۵ء کی ہے جو ۱۸۸۶ء کی پہلی سہ ماہی میں اشاعۃ السنہ جلد ۸ کے نمبرے میں شائع ہوئی ہے۔ اس تحریر میں مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کو مشورہ دیا ہے کہ وہ ادھر ادھر کی باتیں چھوڑ کر براہین احمدیہ کو مکمل کریں، یعنی اسلام کی حقانیت پر اپنے موعودہ تین سو دلائل علمی دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اور نشان دیکھنے دکھانے کیلئے طویل مدتیں مقرر کرنا ترک کریں۔ سال بھر کون آکر قادیان میں رہے گا۔ اور مخالفین کو قادیان میں بلانے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ لوگوں کو گھر بیٹھے نشان دکھائے جا سکتے ہیں۔ اور کچھ کر سکتے ہیں تو ایک دو ماہ میں کر دکھائیں۔

یہ تجاویز دراصل ملفوف انداز میں مرزا صاحب پر تنقید تھی اور انہیں براہین احمدیہ کی تکمیل کیلئے کہا گیا۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ وہ ساری عمر کچھ نہ کر سکے اور پانچ اور پچاس کے برابر ہونے کا حسابی کلیہ اپنے مریدوں کو عطا کر کے براہین احمدیہ کا مسودہ اپنی بغل میں دبائے قبر میں جا سوئے۔

مکاتیب احمد جلد اول میں مرزا غلام احمد کے ۱۸۸۷ء میں لکھے جانے والے چار خطوط بنام مولانا بٹالوی موجود ہیں جن میں مرزا صاحب نے مولانا کے چند اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ مرزا صاحب کے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۸۷ء میں مولانا بٹالویؒ نے درج ذیل معاملات میں مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے ان پر تنقید فرمائی ہے:

۱۔ اسراف۔ ۲۔ مسلمانوں سے براہین احمدیہ کیلئے حاصل کردہ چندے اور پیشگی رقوم کا ذاتی مصارف میں استعمال۔ ۳۔ ایسی پیشگوئیاں شائع کرنا جن سے مسلمانوں کی ہتک ہوتی ہے، اور پیش گوئیاں شائع نہ کرنے کا مشورہ۔ ۴۔ کتابوں میں مخالفین کے بارے میں سخت زبان کا استعمال کرنا۔

مرزا صاحب نے اپنے جوابی خطوط بنام مولانا بٹالویؒ میں مخالفین کے بارے میں سخت زبان استعمال کرنے کا پہلے تو دفاع کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں کرونگا (لیکن پھر بھی باز نہیں آئے)۔ براہین احمدیہ وغیرہ کی قیمت میں آنے والی رقوم کے بارے میں اقرار کیا ہے کہ واقعتاً انہوں نے دیگر مدّات میں انہیں استعمال کیا ہے لیکن مولانا بٹالویؒ کے دلائل سے لاجواب ہو کر کہا ہے کہ آئندہ مجھے کوئی خط نہ لکھیں۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب بتاتے ہیں کہ ۱۸۹۱ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو ستمبر اکتوبر ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی دندناتے ہوئے دہلی میں وارد ہوئے جہاں انہوں نے علماء اسلام کو للکارا۔ اس موقع پر جو بزرگ، مرزا صاحب کے مدمقابل کھڑے ہوئے ان میں ایک مولانا عبدالمجید دہلویؒ ہیں۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے قیام دہلی ستمبر۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کے دوران ان سے مباحثے کی کوشش کی۔ مرزا صاحب کی طرف سے مایوس ہو کر انہوں نے جناب محمد احسن امروہی قادیانی سے ان کے مسکن بھوپال جا کر ۱۸۹۱ء مباحثے کی ناکام کوشش کی جس کی روداد انہوں نے بعدازاں بیان للناس کے عنوان سے شائع کی جسے زیر نظر جلد میں ہمارے مخدوم ڈاکٹر بہاء الدین نے ملخصاً نقل کر دیا ہے۔ اسی بیان للناس میں تحریک کے ایک اور کارکن مولانا سلامت اللہ جیراجپوری سے جناب محمد احسن امروہی کے ۱۸۹۱ء میں مولانا محمد بشیر سہسوانی کی روبکاری میں ہونے والے مباحثے کا ذکر ملتا ہے جسے ڈاکٹر صاحب نے مختصراً نقل کر دیا ہے۔ نیز بتایا ہے کہ بیان للناس

سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالمجید دہلوی نے حکیم نورالدین بھیروی سے ۱۸۹۱ء میں لاہور میں مباحثہ کی کوشش کی لیکن حکیم صاحب کے انکار کی وجہ سے یہ کوشش ناکام ہوئی۔ نیز مرزا صاحب کے سفر دہلی کے بعد بھی مولانا عبدالمجیدؒ نے مرزا صاحب کو مباحثہ کرنے کی دعوت دی تھی اور مرزا صاحب کی فتح کی صورت میں انہیں ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ (یادرہے کہ ۱۸۹۱ء کا ایک ہزار روپیہ آج کے دور میں کئی لاکھ روپے کے برابر ہے) لیکن مرزا صاحب یہ بھاری پتھر نہ اٹھا سکے۔

زیرنظر تالیف میں جس دوسری کتاب کی تلخیص شامل کی جا رہی ہے وہ شفاء للناس مصنفہ مولانا محمد عبداللہ شاہجہان پوریؒ ہے، جو جناب محمد احسن امروہی قادیانی کی اعلام الناس کے جواب میں لکھی گئی اور ۱۸۹۱ء کے اواخر (۱۳۰۹ھ) میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے۔ اور اس میں اس مباحثے کی چند باتیں بھی مذکور ہیں جو مولانا اسماعیل علی گڑھیؒ نے مرزا صاحب کے دور مجددیت میں ۱۸۸۹ء میں ان سے علی گڑھ میں کیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے منشی محمد جعفر تھانیسری مرحوم کی تائید آسمانی مصنفہ ۱۸۹۲ء کی تلخیص بھی کتاب ہذا میں نقل کر دی ہے۔ تائید آسمانی دراصل مرزا صاحب کے اس دعوی کا ابطال تھا کہ برصغیر کے ایک مرحوم بزرگ نعمت اللہ شاہ ولیؒ نے ان کے حق میں پیش گوئی کر رکھی ہے جو ان کے فارسی قصیدے میں موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے قصیدہ مذکور مکمل نقل کر کے منشی محمد جعفر تھانیسریؒ کی زبانی بتایا ہے کہ نعمت اللہ شاہ ولیؒ کے قصیدے سے مرزا صاحب کو فائدہ تبھی حاصل ہوسکتا ہے جب وہ ۱۸۹۲ کے بعد مزید ۳۰ سال زندہ رہیں۔ کیونکہ ۱۸۹۲ء میں بقول خود دعوت حق کیلئے مامور ہوئے انہیں دس برس ہو چکے تھے جب کہ نعمت اللہ شاہ کی پیشگوئی کے مطابق انہوں نے دعوی کے بعد ۴۰ سال زندہ رہ کر ۱۹۲۲ء تک دعوت دینا تھی۔ لیکن قدرت خداوندی نے منشی محمد جعفر تھانیسری کی صداقت اور مرزا قادیانی کی بطالت کا ثبوت یوں فراہم کیا کہ مرزا قادیانی ۱۹۲۲ء تک زندہ رہنے کی بجائے ۱۴ سال قبل ۱۹۰۸ء میں چل بسے۔

ڈاکٹر صاحب نے اشاعۃ السنہ کی مذکورہ بالا فائلوں سے رد قادیانیت پر مشتمل بہت سا مواد ملخصاً نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے ردّ قادیانیت پر بنیادی کام اس وقت کر دیا تھا جب بعد کے معروف کارکنان تحریک ختم نبوت ابھی دور طالب علمی سے گزر رہے تھے۔ مولانا بٹالوی مرحوم نے بالکل ابتدائی دور میں مرزا صاحب کو للکارا۔ ان کے جھوٹ، اور افتراؤں کا جواب دیا۔ علماء حرمین سے فیصلہ کروانے کیلئے مرزا صاحب کو حرمین لے چلنے کی پیش کش

کی اور سفر کے اخراجات بھی ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ساتھ ہی اپنی معیت کا وعدہ بھی دیا کہ اگر مرزا صاحب کو اپنی سلامتی کے بارے میں کوئی خدشہ ہو، تو دور ہو جائے۔ ساتھ ہی پیشین گوئی بھی کر دی کہ تم حرمین نہیں جاؤ گے۔ مرزا صاحب، مولانا بٹالویؒ کی اس پیشگوئی کے بعد ۱۵ سال تک زندہ رہے لیکن حرمین تشریف نہ لے جا سکے۔ ڈاکٹر صاحب بتاتے ہیں کہ مرزا کے حرمین نہ جا سکنے کی یہ سب سے پہلی پیشگوئی تھی (جو ۱۸۹۳ء میں ہوئی) کیونکہ قاضی محمد سلیمان منصورپوریؒ کی ایسی ہی پیشگوئی ۱۸۹۸ء میں اور پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی ایسی ہی پیشگوئی ۱۹۰۰ء میں منظر عام پر آئی تھی۔

ماہنامہ اشاعۃ السنہ ہی میں مولانا بٹالوی مرحوم نے توفی کے معانی کی وضاحت کی اور اس موضوع پر مرزائی چیلنج کا جواب دے کر جوابی چیلنج دیا جس سے، مرزا صاحب زندگی بھر عہدہ برآ نہ ہو سکے اور جو انعامی رقم مرزا کیلئے رکھی گئی تھی وہ یوں ہی پڑی رہی۔ مرزا جو ہمہ وقت کشکول ہاتھ میں لئے دو دو چار چار روپے مریدوں سے جمع کرتے رہتے تھے، یہ سینکڑوں روپے، جو ان کی بہت سی ضروریات پوری کر سکتے تھے، چیلنج سے عہدہ برآ نہ ہونے کے سبب حاصل نہ کر سکے۔

۱۸۹۳ء میں مرزا قادیانی کا مباہلہ مولانا عبدالحق غزنوی سے امرتسر میں ہوا تو بعد میں انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں نے تو محمد حسین بٹالوی کو بھی اس موقع پر مباہلے کیلئے چیلنج کیا تھا لیکن اس نے گریز میں عافیت سمجھی۔ اس پر مرزا صاحب کے مریدوں نے مباہلہ سے مولانا بٹالویؒ کے فرار کی خود ساختہ داستان مشہور کر دی۔ مولانا تک بات پہنچی تو انہوں نے حقائق بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ گریز میں نے نہیں، مرزا صاحب نے کیا ہے۔ میں تو میدان مباہلہ میں موجود تھا، اور میں نے مرزا صاحب کو وہ الفاظ وفقرات بھی تجویز کر دیئے تھے جن پر ان سے قسم درکار تھی، لیکن مرزا صاحب نے اس قسم سے انکار کیا۔ نیز ہم تو میدان عیدگاہ (جہاں مباہلہ منعقد ہوا تھا) سے اس وقت واپس آئے تھے جب عیدگاہ کے منتظم نے ہمیں کہا کہ مرزا صاحب جا چکے ہیں، اس لئے آپ بھی تشریف لے جائیں۔ یہ داستان جلد ہذا میں نذر قارئین ہوئی ہے۔

مرزا صاحب اور انکے متبعین فتویٰ تکفیر کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ جو لوگ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم ہیں وہ جاہل ہیں، جب کہ مستند اور ثقہ علماء مرزا صاحب کے ساتھ ہیں، اور محمد حسین بٹالویؒ نے فتویٰ تکفیر پر لوگوں سے دھوکے سے دستخط کروائے ہیں، اور اکثر مفتی حضرات نے فتویٰ تکفیر سے رجوع کر لیا ہے۔ مولانا بٹالویؒ نے قادیانیوں کے ایک ایک افتراء اور مغالطے کی قلعی کھول کے رکھ دی اور مرزا کے آسمانی فیصلہ، حجت الاسلام اور سچائی کا اظہار، نامی کتابچوں کا بھی

مفصل جواب بھی دیا جسے ڈاکٹر صاحب نے ماہنامہ اشاعۃ السنہ سے ملخصاً نقل کر دیا ہے۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب نے مرزا بشیر احمد قادیانی کی سیرۃ المہدی، سراج الحق نعمانی کی تذکرۃ المہدی، اور مفتی محمد صادق قادیانی کی ذکر حبیب، اور مرزا قادیانی کے مکتوبات احمدیہ کی چند روایات پر بھی تبصرہ کیا ہے اور ان کی روشنی میں مرزا صاحب کے فقہی مسلک کی وضاحت، اور اس کی عمر اور موت کا حال بیان کیا ہے۔ نون ثقیلہ کی بحث میں قادیانی پریشانی اور سرگردانی کا ذکر کیا ہے، اور جب مرزا صاحب نے دعوی کیا کہ آگ ان کی غلام ہے، تو اوٹاوہ سے انہیں بارود کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر مباہلے اور پشاور سے غسل آتش کی دعوت کے آنے کا ذکر ڈاکٹر صاحب نے ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ سے نقل کر کے قادیانیوں کو آئینہ دکھایا ہے۔ نیز شاعر ختم نبوت منشی سعد اللہ لدھیانوی کا منظوم کلام بھی قارئین کی ضیافت طبع کے لئے شامل کتاب کیا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب میں اور بھی بہت کچھ ہے جسے اس مختصر تبصرہ میں نشان زد کرنا مشکل ہے۔

کتاب کی کمپوزنگ، کاغذ، طباعت اور جلد بندی کا معیار بہت بلند ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالی ہمارے مخدوم اور محسن جماعت ڈاکٹر بہاء الدین صاحب سے ایک قابل قدر کام لے رہا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی علمی تاریخ کے لٹریچر میں انتہائی گراں قدر اضافہ ہو رہا ہے۔ تحفظ ختم نبوت کے باب میں پرانے اور فراموش شدہ لٹریچر کا احیا بھی ہو رہا ہے اور ہمارے اور آئندہ نسلوں کیلئے رطب و یابس سے پاک مستند اور معیاری نیا لٹریچر بھی وجود میں آ رہا ہے۔ میری خواہش ہے کہ ڈاکٹر صاحب اس سلسلہ کتب کے سیٹ، علماء، خطباء، معروف مدارس دینیہ کے منتہی طلباء، اساتذہ، اور دیگر اہل علم کو تحفۃً پیش کریں کیونکہ اتنی بڑی کتاب کو (جس کی آٹھویں جلد بھی شائع ہو چکی ہے) خریدنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست

اس تحریر کا اختتام فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری صدر جامعہ سلفیہ بنارس کے ان الفاظ سے کرتا ہوں جو انہوں نے ہمارے ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کی مؤلفہ تاریخ اہل حدیث جلد دوم (طبع دہلی ۲۰۰۸ء) پر اپنی تقریظاتی تحریر کے اختتام پر لکھے ہیں۔ ڈاکٹر مقتدی حسن فرماتے ہیں:

محترم ڈاکٹر (بہاء الدین) صاحب کی محنت ہمت و حوصلہ اور جماعت کیلئے ان کے اخلاص و فدائیت ہی کی یہ تاثیر ہے کہ ہر طرف سے ان کے کام پر صدائے تحسین و آفرین بلند ہو رہی ہے۔۔

اس مقام پر مصنف علام کا شکریہ ادا کرنے کیلئے الفاظ و تعبیرات کا دامن بے حد تنگ ہے، لہذا اس کی جگہ اللہ رب العزت سے ان کی ہر طرح کی صحت و سربلندی کیلئے، آخرت میں اجر جزیل کیلئے، اور

اس عظیم و مفید علمی منصوبہ کی تکمیل کیلئے بصد تضرع وخلوص دعا ہے:

اللھم احسن لہ الجزاء ، و اسبغ علیہ نعمۃ الصحۃ و العافیۃ ، و اکرمہ فی الدنیا و الآخرہ ، فانک سمیع مجیب۔

(منقول از ماہنامہ ترجمان الحدیث جامعہ سلفیہ فیصل آباد۔ مئی ۲۰۰۹ء)

☆ رانا محمد شفیق خان پسروری سینئر نائب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان، خطیب مسجد چینیانوالی لاہور، تحریک ختم نبوت کی آٹھ جلدیں ملاحظہ کرنیکے بعد، ڈاکٹر بہاء الدین کا ایک عظیم اور مثالی کام ، کے زیر عنوان رقم طراز ہیں:

ختم نبوت، پیارے رسول اللہ ﷺ کا اعزاز بھی ہے اور امتیاز بھی۔ یہ آپ ﷺ کی عظمت وشوکت کی دلیل بھی ہے اور آپ ﷺ کی امت کا شرف وافتخار بھی۔ پہلے تمام نبی اور رسول خاص وقت، خاص علاقے اور خاص قوم وقبیلہ کی طرف مبعوث ہوئے اور اپنا اپنا وقت گذار کر رخصت ہوتے رہے۔ بلکہ یہ بھی ہوا کہ ایک ایک وقت میں، ایک ایک علاقے اور قوم میں ایک سے زائد نبی ورسول یکجا بھی ہوتے رہے۔ جب کہ پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ آقائے مکی ومدنی ﷺ پہلے انبیاء کی طرح مخصوص عہد، مخصوص قوم اور مخصوص علاقے کی بجائے اپنے بعثت کے وقت سے تا قیام قیامت، ہر عہد اور علاقے کے ہر ذی نفس، جنّ وبشر، کیلئے ہادی ورہبر کی حیثیت سے مبعوث ہوئے پہلے انبیاء ورسل اپنے حالات کے تقاضوں کے مطابق شریعت کے احکامات بیان فرماتے رہے جب انکا دور ختم ہوتا، دوسرے کا شروع ہوجاتا اور وہ اپنے دور کے حالات کے مطابق رہنمائی فرماتا دین تو حضرت آدم کے وقت سے اسلام ہی رہا، البتہ شریعتیں ہر نبی ورسول کی مختلف رہی ہیں۔ چنانچہ ایک نبی دنیا سے رخصت ہوتا تو دوسرا اس کی جگہ (یا بعد) آجاتا تھا۔ مگر جب آقائے مکی و مدنی ﷺ تشریف لائے تو اس شان سے جلوہ گر ہوئے کہ آپ ﷺ پر دین کو مکمل واتم کر دیا گیا (جب دین ہی مکمل ہوگیا تو اب کسی نبی ورسول کی ضرورت بھی کیا تھی؟) اس لئے مدینہ کے تاجدار، نبیوں کے امام، رسولوں کے سردار ﷺ کو خاتم النبیین کے اعزاز سے نوازا گیا۔ قرآن پاک اور احادیث میں واضح طور پر فرمادیا گیا ہے کہ پیارے رسول آخری نبی ورسول ہیں اور آپکے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔..

چنانچہ جب برصغیر ہند میں مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو تمام مکاتب فکر کے مسلمان تڑپ اٹھے۔ ان کی پیارے رسول اللہ ﷺ سے محبت وعقیدت نے ان کو یوں مضطرب

کیا کہ وہ اپنے فروعی اختلافات کونظر انداز کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ برصغیر ہند کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے ایک دینی جذبہ کے تحت مرزائے قادیان اوراس کے حاشیہ نشینوں کے مقابل ایک تحریک برپا کردی۔ یوں تو ہر مکتبہ فکر کے علماء کرام مسئلہ ختم نبوت پرکارہائے نمایاں سرانجام دیتے رہے مگر فاتح قادیان کا لقب جس رجل عظیم کے حصے میں آیا، ان کو شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ کے نام نامی سے یاد کیا جاتا ہے۔...

مولانا ثناءاللہ امرتسری نے مرزا قادیانی کی تحاریر وتقاریر کا عقلی ونقلی دلائل سے خوب ردّ کیا اورکئی کتابیں اس کے دعوی باطل کے خلاف لکھیں۔ آخر کار مرزا قادیانی نے مولانا سے زچ ہوکر ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ءکو، مولوی ثناءاللہ کے ساتھ آخری فیصلہ، کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا کہ آپ اپنے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب وتفسیق کرتے ہیں اور میری نسبت مشہور کرتے ہیں کہ میں مفتری اور کذاب ہوں، اس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں طاعون یا ہیضہ وغیرہ سے مرجائے۔

اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد قدرت نے دکھایا کہ مرزا صاحب کو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کولاہور میں اپنے میزبان کے گھر موت کا ذائقہ چکھنا پڑا۔ جب کہ مولانا چالیس سال بعد ۱۹۴۸ء میں سرگودھا میں فوت ہوئے۔

انہی فاتح قادیان مولانا امرتسری کے خاص مرزائیت کے ردّ میں تیارکردہ ایک مبلغ، کہ جن کی ساری زندگی قادیانیت کے تعاقب اورمسلک اہل حدیث کے فروغ واشاعت میں بسر ہوئی (اور ماشاءاللہ اب بھی ہورہی ہے) بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ ہیں۔ انکے صاحبزادے حضرت پروفیسر محمد سلیمان اظہر (ڈاکٹر بہاءالدین) کواللہ نے یہ سعادت بخشی ہے کہ انہوں نے ختم نبوت اور ردّقادیانیت کے حوالے سے ایک بے مثال انسائیکلو پیڈیا مرتب کردکھایا ہے ۔اس لحاظ سے واقعتاً ڈاکٹر صاحب الولد سرّ لابیہ کے مصداق اورنمونہ سلف ثابت ہوئے ہیں

حضرت ڈاکٹر بہاءالدین نے تحریک ختم نبوت کے نام سے یہ جوعظیم الشان انسائیکلو پیڈیا مرتب کردیا ہےاور جس کی اب تک تقریباً سوا چار ہزار صفحات پر آٹھ جلدیں شائع ہوچکی ہیں (ہنوز یہ سلسلہ صادقہ جاری وساری ہے)،جس انداز سے ڈاکٹر صاحب اس کتاب کوترتیب وتصنیف کے مراحل سے گزار رہے ہیں ہمیں امید ہے کہ یہ ایک لازوال شاہکار اور بے مثال کارنامہ ہوگا۔ مرزائیت کے حوالے سے جناب متین خالد صاحب اورمولانا اللہ وسایا صاحب نے ضخیم کام کیا ہے مگران میں

اور ڈاکٹر صاحب میں نمایاں فرق یہ ہے کہ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے جو بھی کام کیا ہے وہ مسلک اہل حدیث اور علماء اہل حدیث کے امتیازات واعزازات کے حوالے سے کیا ہے اور ہر لمحہ اہل حدیث کے تشخص کو قائم بلکہ نمایاں رکھا ہے۔

ایک امتیازی شان (ڈاکٹر صاحب کے کام کی) یہ بھی ہے کہ پاکستان میں رہنے والے کو مواد جمع کرنے میں بہت آسانیاں ہیں جب کہ ڈاکٹر صاحب نے جو بھی کام کیا ہے وہ دیار غیر میں بیٹھ کر کیا ہے جہاں اس موضوع پر مواد جمع کرنا جوئے شیر بہالانے کے مترادف ہے۔

تیسرا امتیاز ڈاکٹر کے کام کا یہ ہے کہ انہوں نے بعض نایاب حوالے اور نہایت کم یاب مواد کو پہلی بار قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے۔ خصوصاً مرزائیت کے خلاف کام کرنے والے بعض علماء نے اپنے خاص فقہی مکتب کے تعصب سے کئی حقائق کو توڑ مروڑ کر مسخ کر دیا تھا، ڈاکٹر صاحب نے احقاق حق کے فرض کو ادا کرتے ہوئے اصل حقائق سامنے رکھ دیئے ہیں اور یوں اردو خواں طبقے کے لئے کئی کہانیاں اور روایات ایک نئی صورت میں سامنے آئی ہیں۔ خصوصاً اہلحدیث علماء کی خدمات اور تحفظ ختم نبوت وتعاقب مرزائیت کے سلسلے میں اہلحدیث کی اولیات کی خوب وضاحت و صراحت کی ہے اور دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب تحفظ ختم نبوت اور تردید مرزائیت کی تحریک وتاریخ کے باب میں ایک نیر تاباں کی حیثیت سے سامنے آئی ہے کہ جس نے کئی ٹمٹماتے دیئوں اور چراغوں کی لو (روشنی) کو ماند کر دیا ہے۔ یہ بات لکھتے ہوئے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا کہ آج تک ایک مخصوص مسلک کے حاملین نے ختم نبوت کے نام پر تسلط جما رکھا تھا۔ اور وہ تحریک ختم نبوت کا ذکر کرتے ہوئے سارا کریڈٹ خود سمیٹ لیتے تھے، علماء اہل حدیث میں سے صرف مولانا ثناء اللہ کا ذکر کرتے تھے، وہ بھی مجبوراً اور محض خانہ پری کے لئے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ عظیم انسائیکلوپیڈیا مرتب کر کے ان کے تسلط کو نہ صرف توڑا ہے بلکہ مرزائیت کے تعاقب میں پہلے پہل میدان میں نکلنے والے اور دنیا کو قادیانی فتنے سے آگاہ کرنے والے حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اور مرزا قادیانی کے خلاف پہلا فتوی تکفیر جاری کرنے والے شیخ الکل فی الکل حضرت میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی شخصیت ، اس حوالے سے ان کی خدمات ، نیز ان کے عظیم شاگردوں اور دیگر بے شمار اہل حدیث علماء کرام مثل مولانا عبدالمجید دہلوی رحمہ اللہ ، مولانا عبداللہ شاہجہان پوری رحمہ اللہ ، مولانا محمد بشیر سہسوانی رحمہ اللہ ، منشی محمد جعفر تھانیسری رحمہ اللہ ، مولانا محمد اسماعیل علی گڈھی رحمہ اللہ ، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ ، مولانا نوراحمد لکھوی رحمہ اللہ ،

مولانا عبدالجبار غزنویؒ، مولانا عبدالواحد غزنویؒ، مولانا عبدالحق غزنویؒ، قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، مولانا رحیم بخش لاہوریؒ، حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادیؒ، مولانا ابوعبیدا حمد اللہ رئیس امرتسرؒ (جو سب کے سب تحریک ختم نبوت میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے پیشرو ہیں) کی اس حوالے سے محنتوں سے دنیا کو بہترین انداز میں متعارف کرایا ہے۔کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب مسلک اہل حدیث کے حاملین پر ایک احسان عظیم ہے۔

میں چنداں ایسی حیثیت کا حامل نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب کے حوالے سے کچھ لکھ سکوں، یہ صرف ان کے حکم کی تعمیل ہے (اور میرے لئے سعادت) کہ میں اہل حدیث جماعت پر ان کے اس احسان عظیم کے بارے میں چند حروف لکھ رہا ہوں۔ میرے نزدیک یہ کتاب ۲۶ مئی ۲۰۰۸ء کے موقع پر جب پوری دنیا میں اہل اسلام، مرزا قادیانی کی حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مدمقابل شکست وموت پر خوشیاں منا رہے تھے اور جگہ جگہ ختم نبوت کانفرنسیں کر رہے تھے ایک عظیم القدر تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے اور مرزائیت پر اس صدی کی ایک بہترین کاوش ہے۔..

ہم یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں ڈاکٹر بہاء الدین نے یہ کتاب لکھ کر نہ صرف اہلحدیث کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے بلکہ ختم نبوت اور قادیانیت کے خلاف کام کرنے والوں کے ہاتھوں میں ایک کارآمد ہتھیار بھی تھما دیا ہے۔حقیقتاً ہر اہل حدیث خصوصاً علماء کرام کے پاس اس عظیم انسائیکلو پیڈیا کا ہونا ضروری ہے۔کوئی اہل حدیث لائبریری ایسی نہیں ہونی چاہیے جہاں اس کتاب کی تمام جلدیں نہ ہوں، اور کوئی لائبریری ایسی ہو، تو جان لیجئے وہ اس کے بغیر نامکمل ہوگی۔ میں اس عظیم کام کے احسن انداز سے کرنے پر حضرت بابائے تبلیغ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ، حضرت ڈاکٹر بہاء الدین، برطانیہ اور بھارت ہر دو کی مرکزی جمعیت اہل حدیث اور پوری دنیا کے تمام اہل حدیث احباب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اخلاص قلب سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی اس عظیم خدمت کو شرف قبول عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

(مولانا) رانا محمد شفیق خان پسروری

سینئر نائب ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان۔۲۳۔اپریل ۲۰۰۹ء

(منقول از ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۲ تا ۸ مئی ۲۰۰۹ء؛ پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی شمارہ اول مئی ۲۰۰۹ء ملخصاً بچند ترامیم)

☆ محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آباد، تحریک ختم نبوت جلد ہشتم، پر تبصرہ کناں ہیں:

تحریک ختم نبوت کی زیر نظر جلد میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے اشاعۃ السنہ سے انکے بعض مقالات مثل: آتھم اور قادیانی کے مباحثہ پر ریویو، جلسہ تحقیق مذاہب، پیش گوئی متعلقہ آتھم، جلسہ اعظم مذاہب؛ محمدیوں کے مقابلہ سے عیسائیوں کی گریز؛ تقریری مقابلہ؛ جلسہ اعظم مذاہب؛ بٹالوی قادیانی مراسلت ۱۸۹۸ء؛ حکم ارتداد، تلخیص واختصار کے ساتھ شامل کئے گئے ہیں۔

۱۸۹۳ء میں ڈپٹی عبد اللہ آتھم عیسائی کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کے مباحثہ کو قادیانیوں نے ظاہر کیا کہ یہ مباحثہ اسلام اور عیسائیت کے مابین تھا حالانکہ اس وقت کے علماء اسلام اسے نئے اور پرانے عیسائیوں کا باہمی مباحثہ قرار دیتے تھے اور خود عیسائیوں نے بھی مباحثے سے قبل کہہ دیا تھا کہ چونکہ مرزا صاحب کو علماء اسلام، دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اس لئے مرزا قادیانی کی فتح وشکست، اسلام کی فتح وشکست قرار نہیں دی جاسکتی۔ مباحثے کے بعد جب قادیانیوں نے فریقین کے پرچے شائع کئے اور اپنے پیرومرشد کی مناظرانہ صلاحیتوں کے ترانے گائے تو مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۶ میں اس پر ایک بسیط اور منصفانہ ریویو کرتے ہوئے بتایا کہ کس موقع پر کس فریق کے دلائل مضبوط تھے اور کس کے کمزور۔ اور جہاں مرزا نے (مسلمانوں کی طرف سے) کوئی کمزور دلیل پیش کی تھی وہاں مناسب دلیل کونسی ہونا چاہیے تھی، اور مرزا صاحب کو یہ بھی بتایا کہ مسلمانوں کی طرف سے مباحثہ کا صحیح طریق کیا ہونا چاہیے تھا۔

مولانا بٹالویؒ نے مباحثے سے قبل اور مابعد عیسائیوں پر واضح کیا کہ چونکہ ہم مرزا قادیانی کو مسلمان نہیں سمجھتے اس لئے اس کی شکست اسلام اور مسلمانوں کی شکست نہیں ہوسکتی۔ مسلمانوں کو الزام دینا مقصود ہو تو عیسائی حضرات کسی مسلمان اہل علم سے مباحثہ کریں، اور عیسائی مناسب سمجھیں تو وہ خود بھی ایسے مباحثے کے لئے تیار ہیں۔ پھر مباحثہ امرتسر ۱۸۹۳ء کے بعد مولانا بٹالویؒ نے عیسائیوں سے اس معاملے پر خط وکتابت بھی فرمائی۔ جیسا کہ انہوں نے بتایا کہ:

> جون ۱۸۹۴ء میں خاکسار کو فتح گڈھ جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں خاکسار کی مجلس وعظ میں پادری فتح مسیح مشنری آئے اور بعض شکوک پیش کر کے ان کے جوابات شافیہ پاکر ساکت ومنفعل ہوئے۔ اس انفعال کو دور کرنے کی غرض سے وہ اپنے بڑوں سے مباحثہ کرانے کے خواستگار ہوئے۔ ان سے مراسلت ہوئی تو وہ بھی آخر ساکت ہوئے۔

اس باب میں پادری فتح مسیح اور ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک سے ہونے والی مراسلت نقل

کر کے اپنے آخری خط کے بعد مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ

اس خط کا ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جواب نہیں دیا، یہ مباحثہ سے عجز وگریز نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم الہامی نہیں اور قادیانی کی سی الہام بازی اپنا شعار نہیں۔ صرف عقل سے کہتے ہیں کہ کوئی تثلیثی عیسائی ہم سے کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔ کرے گا، تو الزام کھائے گا اور زک اٹھائے گا۔ انشاء اللہ ۔(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۶۔ص ۳۶۰)

ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی اکیسویں جلد میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ کا ایک مقالہ بعنوان اسلامی حکم سیاسی متعلق جہاد وقتل مرتد، شائع ہوا جس میں ان مسائل پر مرزا غلام احمد اور اس دور کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کی آراء پر ریویو کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس مقالے کو تحریک کی جلد ہذا میں ملخصاً نقل کر دیا ہے۔

تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے کارکنوں میں ایک بزرگ، شیخ غلام حیدر ہیں جو چکوال میں ایک ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ انہوں نے عشرہ کاملہ کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا تھا جس کے ضمنی عنوانات یوں ہیں:

مجدد اسلام ؛امام اسلام ؛وفات حضرت عیسیٰؑ ؛معجزہ یا خرق عادت؛ اباحت صلوۃ و درود؛اباحت تصویر؛الہام؛ گرونانک کا مسلمان ہونا؛ صراط مستقیم ؛قطعی فیصلہ۔

ڈاکٹر صاحب نے اس رسالے کو ملخصاً شامل اشاعت کیا ہے۔ نیز شحنہ ہند میرٹھ سے مولانا احمد حسن شوکتؒ کی ۱۹۰۳ء۔۱۹۰۴ء کی چند تحریریں مثل اتّبعو السّواد الاعظم ؛فاضل امروہی کے کلام میں تناقض؛لم یبق من النّبوّۃ الّا المبشّرات بھی قارئین کی ضیافت طبع کے لئے شامل اشاعت کی ہیں۔

مزید برآں ، ڈاکٹر صاحب نے حضرت مولانا محمد ابراہیمؒ میر سیالکوٹی کی لاجواب تصنیف شھادۃ القرآن ملخصاً نقل کر دی ہے۔ اس کے بعض عنوانات یوں ہیں:

امکان خرق عادت؛ طریق ثبوت معجزات ؛ تشریح سنّۃ اللّٰہ ؛ خصائص عیسیٰؑ ؛ عدم مصلوبیت عیسی ؛ اثباتِ حیات ورفع عیسیٰؑ ؛تحقیق لفظ توفّی وابواب از مادہ وفا؛ آیات توفّی مع بیان قرینہ؛ احادیث مثبتہ حیات مسیح؛ جواب آیات پیش کردہ قادیانی۔

ایک کتاب موسومہ صحیفہ آصفیہ، قادیانی مشن سے نکلی جس میں حکیم نورالدین کی طرف سے نظام دکن کی خدمت میں حوادث ارضی وسماوی عموماً اور واقع طوفان بلدہ حیدرآباد خصوصاً یاد

دلا کر ممدوح کو قادیانی مشن کی تبلیغ کی گئی کہ ان واقعات حادثہ کی خبر مرزا قادیانی نے پہلے سے دی تھی اس لئے وہ مامور من اللہ اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہیں۔مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے نظام دکن کی طرف سے صحیفہ آصفیہ کا جواب لکھا تا کہ عوام پر اصل حال منکشف ہو سکے اور اس رسالہ کا نام صحیفہ محبوبیہ رکھا جسے بعض نئے حواشی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب ملخصاً شامل اشاعت کیا ہے۔اس کے چند عنوانات یہ ہیں:

پیشگوئی بابت ڈپٹی آتھم؛ پیشگوئی بابت منکوحہ آسمانی؛ قادیان میں طاعون نہ آنیکی پیشگوئی؛ پیشگوئی بابت پنڈت لیکھرام؛ پیشگوئی بابت طاعون پنجاب؛ پیشگوئی بابت زلزلہ ۱۹۰۵ء؛ پیشگوئی بابت زلزلہ ثانیہ؛ پیشگوئی بابت طوفان حیدر آباد؛ پیشگوئی بابت ڈوئی؛ دیوانے کی بڑ۔

کتاب کی کمپوزنگ، کاغذ، طباعت، تجلید کا معیار نہایت عمدہ ہے۔اور مولانا شیر خان جمیل عمری ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ نے اس کے شروع میں لکھا ہے کہ:

جلد ہشتم کی تکمیل کے ساتھ یہ کتاب چار ہزار دو سو صفحات پر پھیل چکی ہے۔اور مؤلف محترم سے گفتگو کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ انشاء اللہ ابھی مزید دو جلدیں عنقریب سامنے آئینگی۔اس نوعیت کے علمی اور تاریخی کام کرنے کیلئے برسوں پر محیط منصوبے بنائے جاتے ہیں، مقصد سے لگن رکھنے والے اہل علم کے بورڈ بٹھائے جاتے ہیں، فنڈ قائم کئے جاتے ہیں، اپیلیں کر کے مالی وسائل فراہم کئے جاتے ہیں، وظائف کی صورت میں مؤلفین کی معاش کے انتظامات کئے جاتے ہیں، انہیں مددگار فراہم کئے جاتے ہیں، لٹریچر کی فراہمی کیلئے دورے کئے جاتے ہیں، کاتب فراہم کئے جاتے ہیں، طباعت و اشاعت کیلئے رقوم مخصوص ہوتی ہیں۔غرض کیا کچھ نہیں ہوتا۔لیکن جب اللہ سبحانہ وتعالی کو تحریک ختم نبوت پر زیر نظر کام کروانا منظور ہوا تو اس نے اپنے فضل وکرم سے ہمارے دوست ڈاکٹر بہاء الدین کو ان کی اپنی ذات میں انجمن بنا دیا۔انہیں پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی محبت سے سرشار کر کے اس عظیم منصوبے پر کام کرنے کی لگن عطا فرمائی، ترتیب و تالیف کی صلاحیتوں سے نوازا، طویل منصوبے کی تکمیل کیلئے ضروری عزم و ہمت سے نوازا، اور ایک بیمار کو اپنے لامتناہی خزانہ سے وقت کی خیرات عطا فرمائی، لٹریچر کی تلاش اور فراہمی کیلئے چند مخلص دوست مہیا کر دیئے، پاکستان میں اس کی طباعت واشاعت کیلئے ضروری مالی وسائل فراہم کر دیئے۔ان جیسے بے شمار عطایا وانعامات کے شکریئے

میں مؤلف نے اپنے شب و روز آقائے نامدار ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کی تاریخ مرتب کرنے میں لگا رکھے ہیں۔ اللہ اس کام میں برکت ڈال کر اسے حسن قبول عطا فرمائے اور مؤلف اور معاونین کیلئے کفارہ سیئات اور توشہ آخرت بنائے۔ آمین

} حافظ عبدالحمید گوندل اڈیٹر ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدرآباد (سندھ) نے دعوت اہل حدیث کے ختم نبوت نمبر کے اداریئے میں اس نمبر کی تیاری کی روداد بیان کرتے ہوئے لکھا:

برادر عزیز محمد رمضان یوسف سلفی صاحب مفید مشوروں کے علاوہ گراں بہاء تعاون بھی فرمایا..اس سلسلے میں انہوں نے محترم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کی تصنیف ، تحریک ختم نبوت، کا سیٹ بھی ارسال فرمایا..تحریک ختم نبوت جو کہ ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کی عظیم تصنیف ہے، .. بلاشبہ اپنے موضوع پر انسائکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے جس میں تاریخ کے اوراق پارینہ سے حقائق کو طشت از بام کیا گیا ہے۔ یہ عظیم کام مرکزی جمعیت اہل حدیث انڈیا کے ایماء، ارادے اور مشورے سے کیا گیا اور انڈیا کی جماعت ہی اسے شایان طریقے سے شائع کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بلند پایہ علمی و تحقیقی کام ،تاریخ اہل حدیث، کے نام سے جاری ہے جس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ یہ عظیم الشان علمی کام مرکزی جمعیت اہل حدیث انڈیا کے ناظم اعلی محترم مولانا اصغر علی امام مہدی السّلفی حفظہ اللہ کی زیرنگرانی انجام پا رہا ہے۔

پاکستان میں یہ کتابیں ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ کی زیرنگرانی معروف سلفی اشاعتی ادارے مکتبہ قدوسیہ لاہور کے توسط سے ظاہر و باطن کی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ قارئین تک پہنچ رہی ہیں۔ باعث تحسین بات یہ ہے کہ انڈیا کی جماعت کی قیادت نہ صرف یہ کہ سلفی منہج سے بخوبی آگاہ ہے بلکہ ممکنہ وسائل بروئے کار لا کر اس کی نشر و اشاعت کے لئے بھی کوشاں ہے۔

(دعوت اہل حدیث حیدرآباد، ختم نبوت نمبر۔ اپریل ۲۰۰۹ء ص ۱۲۔۱۳)

☆ حضرت مولانا محمد یوسف انور نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان، تاریخ اہل حدیث: ایک تاریخی کارنامہ، کے عنوان سے لکھتے ہیں:

جماعتی احباب بزرگ عالم دین بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد عبداللہ گرداسپوری مدظلہ العالی سے بخوبی متعارف ہیں۔ مولانا موصوف پون صدی سے میدان تبلیغ میں ہیں۔ پیرانہ سالی

کے باوجود بحمد اللہ اب بھی جب وہ جلسوں اور کانفرنسوں کی اسٹیج پر جلوہ افروز ہوتے ہیں تو نوجوانوں کی سی آن بان کے ساتھ خطاب فرماتے اور مجمعے لوٹ لیتے ہیں جس محفل میں ہوں رونق محفل وہی ہوتے ہیں..۔ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ انہی کے فرزند ارجمند ہیں جو قریباً نصف صدی سے ہمارے دیرینہ دوست ہیں: یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں۔

نوعمری سے ڈاکٹر صاحب موصوف کو تاریخ اسلام سے گہرا شغف رہا ہے۔جس زمانے میں وہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں استاذ رہے بہت سی چھوٹی بڑی تاریخی اہمیت کی حامل کتب اور جماعتی رسائل واخبارات میں بے حد معلوماتی مضامین ان کے رشحات قلم کے شاہکار ہیں۔بہاولپور یونیورسٹی کے دوران اور پھر اڈنبرا یونیورسٹی برطانیہ میں جا کر یہ ذوق خوب پروان چڑھا۔ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد تو ماشاءاللہ ان کی ریسرچ کے جوہر جوبن پر آ گئے چنانچہ انہوں نے کئی جلدوں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل تحریک ختم نبوت کی جس طرح تدوین فرمائی ہے اس کی نظیر قبل ازیں ناپید ہے۔اس عنوان پر اکابر اہل حدیث کی چیدہ چیدہ تحریروں اور مناظروں کو انہوں نے یکجا کر کے بڑی خوب صورتی سے حاشیہ آرائی اور گلدستہ کی سی نگارشات کے ساتھ قلم وقرطاس کے حوالہ کیا ہے۔اگر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند نے انہیں مورخ عصر کا لقب دیا ہے تو بلاشبہ یہ ان کے حسب حال ہے۔کہاں برصغیر ہندو پاک اور کہاں برطانیہ کی لمبی مسافت پر فرد واحد کی عظیم ترین تک وتاز اور کمال کاوش جسے ایک پوری انجمن بھی بصد مشکل تکمیلی مراحل سے گذار سکے، اکیلے ڈاکٹر صاحب کا اس اہم کام کو سرانجام دینا ان کی کرامت سے کم نہیں۔جزاہ اللّٰہ احسن الجزاء

مزید برآں زیر نظر تصنیف شہیر، تاریخ اہل حدیث، کی دو ضخیم جلدوں کی اشاعت ڈاکٹر صاحب موصوف کا ایک اور تاریخی کارنامہ ہے جب کہ تیسری جلد طباعت کے لئے تیار ہے اور اس موضوع پر مزید علمی مواد زیر ترتیب ہے۔اس سلسلہ میں مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی امیر جمعیت اہل حدیث برطانیہ کی تحریک بھی قابل ستائش ہے جن کی فرمائش پر ڈاکٹر صاحب نے اہل حدیث کی تاریخ و تدوین کا بیڑہ اٹھایا ہے جسے بڑی اولوالعزمی اور تندہی کے ساتھ وہ پایہ تکمیل تک پہنچانے میں وہ مصروف عمل ہیں۔اللہ کرے زور قلم اور زیادہ...

ڈاکٹر محمد بہاء الدین صاحب نے پہلی جلد میں قدامت اہل حدیث کو مدلل طور پر بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ عہد صحابہ سے لے کر تبع تابعین تک کسی تقلیدی مذہب کا وجود نہ تھا اور اس دور مبارکہ کے مسلمانوں کا طریقہ صرف عمل بالحدیث تھا۔انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ کا حوالہ

دیتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ کا فرمان ذکر کیا ہے:

تو جان لے کہ لوگ چوتھی صدی ہجری سے قبل کسی خاص مذہب کی تقلید پر جمع نہ تھے۔

آگے چلتے ہوئے انہوں نے توحید وسنت کے مقابلے میں شرک و بدعات اور غلط رسومات کے نتیجہ میں امت کے فرقوں میں تقسیم ہو جانے کی افسوس ناک روش کا تذکرہ کیا ہے۔ان منتشر حالات میں مسلک اہلحدیث کو صراط مستقیم قرار دیتے ہوئے اہل حدیث کا سنت نبوی کے ساتھ تمسک یہاں تک کہ آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام، رفع الیدین اور نماز تراویح جیسی سنتوں پر عمل پیرا ہونے سے مقلدین کی طرف سے طعن وتشنیع اور مقدمات تک قائم کئے جانے اور بہت سی دوسری کٹھن آزمائشوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

تاریخ اہلحدیث جلد دوم میں غلط فتووں کے سبب مخالفین کے جبر وتشدد اور اخراج عن المساجد جیسی ابتلاؤں کو بیان کیا ہے۔ان پریشان کن زمانہ میں ہمارے اسلاف نے جس عزیمت اور استقامت کا مظاہرہ کیا، اسے پڑھ کر حیرانگی ہوتی ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ ہم تو ان پاکبازوں کے مارے ہوئے شکار کھا رہے ہیں جنہوں نے بے سروسامانی کے باوجود قرآن وسنت کی تبلیغ ودعوت کی راہ میں مشکلات ومصائب کو آڑے نہ آنے دیا۔ان میں سے بعض نے تو اپنے مجاہدانہ کردار پر قید و بند کی صعوبتیں ہی برداشت نہیں کیں بلکہ کالے پانی کی سزائیں بھی جھیلیں۔

ڈاکٹر صاحب نے حوالہ جات کے ساتھ اس المیہ کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ مقلدین نے اپنے فقہی مذاہب کی تائید میں قرآن مجید کی آیات اور صحاح ستہ کی روایات میں تحریف وتاویل جیسی جسارتوں سے بھی گریز نہیں کیا۔....

بہرحال عبرت وموعظت اور عزم وعزیمت کی یہ دل گداز داستانیں انتہائی سبق آموز بھی ہیں اور ہمارے سلسلہ سلف صالحین کی جدوجہد پر فخر وانبساط کا باعث بھی ہیں۔آج اللہ تعالی کا فضل واحسان ہے کہ ہمارا حال بھی روشن اور مستقبل بھی تابناک ہے کیونکہ فرزندان توحید کروڑوں کی تعداد میں نہ صرف برصغیر ہندو پاک اور بنگلہ دیش میں ہیں بلکہ مشرق وسطی، اور یورپی ممالک میں بھی ان کی بھاری تعداد صراط مستقیم پر گامزن ہے۔علمی وسائنس کے اس دور ترقیات میں صادقین کی اس تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور شرک وبدعات کے بادل چھٹتے جا رہے ہیں.

فاضل دوست ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ ہمارے بے پناہ شکریے اور تحسین وتعریف کے مستحق ہیں جنہوں نے علالت طبع کے باوجود، اور دیار غیر میں بیٹھ کر ہمارے ناموروگروہ صدق وصفا

اور طائفہ منصورہ کی خدمات جلیلہ کا قطرہ قطرہ اکٹھا کر کے تاریخ اہل حدیث کی صورت میں ایک ایسا صاف ستھرا اور شفاف دریا بہا دیا ہے جس میں قارئین غوطہ زن ہو کر اپنے اندر ایک نکھار و تازگی اور بہار محسوس کریں گے اور پھر ولولہ تازہ اور جذبہ صادقہ سے سرشار ہو کر داعی الی الحق بن کر سرگرم عمل ہو جائیں گے۔ اللہ تعالی ہمارا حامی و ناصر ہو۔ این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

(مولانا) محمد یوسف انور۔ نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان۔ ممبر گورنمنٹ متحدہ علماء بورڈ پنجاب (پاکستان)۔ ۲۸ مارچ ۲۰۰۹ء

(منقول از ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، ۲ تا ۸ مئی ۲۰۰۹ء)

☆ تحریک ختم نبوت کی جلد اول تا ششم پر محترم ملک عبدالرشید عراقی **تحریک ختم نبوت: ایک تاریخ۔ ایک حقیقت**، کے عنوان سے تبصرہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

.....قادیانی تحریک کے بانی مرزا غلام احمد ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی تصنیف کتاب البریہ میں اس کی تصریح کی ہے کہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں وہ سولہ، سترہ سال کے تھے.....

مرزا قادیانی نے پہلے مجدد ہونے کا دعوی کیا۔ ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعوی کر دیا اور ۱۹۰۱ء میں نبوت کی کرسی پر براجمان ہو گئے۔ اور ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں اپنے میزبان کے گھر دم توڑ گئے اور ۲۷ مئی کو قادیان میں دفن ہوئے۔

مرزا قادیانی کی زندگی میں بھی اور اس کی موت کے بعد بھی فتنہ مرزائیت کی بیخ کنی کے لئے علمائے اسلام بالخصوص علمائے اہل حدیث نے خوب خدمات سرانجام دیں اور اس سلسلے میں کتابیں بھی لکھیں، مرزائیوں سے مناظرے اور مباحثے بھی کئے۔ تاریخ کا یہ ایک روشن باب ہے۔

تحریک ختم نبوت نامی کتاب کے مصنف ڈاکٹر بہاء الدین مشہور سکالر، مؤرخ اور بلند پایہ عالم دین ہیں۔ آپ مشہور اہل حدیث عالم اور بلند پایہ خطیب حضرت مولانا عبداللہ گورداسپوری کے صاحبزادے ہیں۔ ایم اے اسلامیات۔ ایم اے عربی، ایم سوشل ورک اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ علوم دینیہ کی تحصیل اپنے والد محترم مولانا عبداللہ صاحب حفظہ اللہ سے کی ہے۔ فراغت تعلیم کے بعد سیالکوٹ کے ایک کالج میں لیکچرر مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۶ء میں ڈاکٹر صاحب برطانیہ چلے گئے اور تا حال وہیں مقیم اور دین اسلام کی نشر و اشاعت اور کتاب و سنت کی ترقی

وترویج میں مصروف ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کو علوم اسلامیہ پر مکمل دسترس حاصل ہے۔ تاریخ پر ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ تاریخ پر تنقیدی نظر رکھتے ہیں۔ تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر جماعتی رسائل و جرائد میں بے شمار مضامین لکھے۔ ان کے دو ابتدائی رسائل، ۱۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور انکی دعوت۔ ۲۔ برصغیر پاک و ہند میں تعلیم وترویج حدیث، موضوع کے اعتبار سے بڑے جامع اور عمدہ ہیں جو انکے تبحر علمی، ذوق مطالعہ اور وسعت معلومات کا آئینہ دار ہیں۔

تحریک ختم نبوت بڑی جامع کتاب ہے۔ اس وقت تک اس کی ۹ جلدیں لکھی جا چکی ہیں چھ جلدیں مطبوع ہیں۔ جلد ۷، اور جلد ۸ زیر طبع ہیں اور جلد ۹ کا مسودہ تیار ہے۔ یہ کتاب ہندوستان میں مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام شائع ہو رہی ہے اور پاکستان میں مکتبہ قدوسیہ کے زیر اہتمام ڈاکٹر صاحب خود شائع کروا رہے ہیں۔ کتاب پر مختصراً تبصرہ پیش خدمت ہے۔

جلد اول میں مرزا غلام احمد کے حالات کے علاوہ مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء، مباحثہ دہلی ۱۸۹۱ء، مباحثہ لاہور ۱۸۹۲ء، مباہلہ امرتسر ۱۸۹۳ء، چیلنج مباہلہ ۱۸۹۶ء کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ نیز اس جلد میں تیرہ علمائے کرام کے حالات قلم بند کئے ہیں جنہوں نے قادیانی فتنہ کے استیصال کیلئے خدمات انجام دیں۔

جلد دوم میں مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی کا مرزا قادیانی کو دعوت مباہلہ کا حال بیان ہوا ہے، پھر مرزا صاحب کی دو کتابوں براہین احمدیہ اور ازالہ اوہام پر تبصرہ ہے۔ علاوہ ازیں اس جلد میں ۲۸ علمائے کرام کے حالات اور فتنہ قادیانی کو بیخ وبن سے اکھاڑنے میں ان کی سعی وکوشش اور استیصال کے لئے ان کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

جلد سوم میں علمائے اہلحدیث ان کتابوں پر تبصرہ کیا گیا ہے جو قادیانی فتنہ کی تردید میں لکھی گئیں نیز اس میں ۱۸ علماء کے حالات اور قادیانی فتنہ کی تردید میں انکی خدمات کا ذکر ہے۔

جلد چہارم میں مباحثہ لدھیانہ جو ۱۸۹۱ء میں مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی اور آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین ہوا تھا، پورے کا پورا درج کر دیا گیا ہے اس کے علاوہ اس جلد میں جلسہ قادیان ۱۸۹۲ء، مباحثہ بٹالہ ۱۸۹۳ء، مباحثہ لاہور ۱۸۹۳ء، حکیم نورالدین سے مباحثہ ۱۸۹۳ء پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مولانا بٹالوی مرحوم نے مرزا صاحب کی حقیقۃ الوحی پر جو ریویو اپنے اشاعۃ السنہ میں کیا تھا وہ بھی درج کر دیا ہے۔

جلد پنجم میں بہت سا مواد مولانا بٹالویؒ کے رسالہ اشاعۃ السنہ کی فائلوں سے نقل کیا گیا ہے۔مولانا نے قادیانیت کی تردید میں جو مقالات لکھے اس جلد میں وہ بھی جمع کردیئے گئے ہیں۔

جلد ششم میں مباحثہ دہلی ۱۸۹۱ء مابین مولانا محمد بشیر سہسوانی اور مرزا قادیانی کی تفصیل بیان کرنے کے علاوہ مباحثہ میرٹھ ۱۹۰۴ء اور ۲۴ علمائے کرام کے حالات اور فتنہ قادیانیت کی تردید میں ان کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ چھ جلدوں کے کل صفحات کی تعداد ۲۹۸۶ ہے۔

☆ تحریک ختم نبوت جلد نہم پر اپنے تاثرات میں حضرت مولانا عبدالرحمان سلفی امام جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان، **تحریک ختم نبوت: ایک عظیم تاریخی دستاویز**، کے عنوان سے لکھتے ہیں:

الحمد للّٰه ربّ العا لمین و الصّلوۃ و السّلام علی سیّد المر سلین محمّد و علی آ له و صحبه اجمعین ۔ امّا بعد۔

اللہ سبحانہ وتعالی، اللہ تبارک وتعالی، رب العالمین، احکم الحاکمین، اللہ عزوجل وحدہ لاشریک لہ، تمام بادشاہوں کا بادشاہ اور زبردستوں کا زبردست، حاکم اعلی اور ساری کائنات کا، اور اس کائنات کے ایک ایک ذرے کا، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اور اس پر پورا پورا اختیار رکھنے والا، اور مختار کل، حاجت روا، مشکل کشا ہے۔ مصائب اور پریشانیوں کو دور کرنے والا ہے۔ وہ فقط صرف اللہ تبارک و تعالی کی ذات ہے جس کے لئے ساری تعریفیں ساری حمد وثنا ہے۔ اور کروڑوں درود وسلام حضرت محمد ﷺ پر کہ جنہیں اللہ تبارک وتعالی نے لوگوں کی ہدایت کے لئے اس کائنات میں مبعوث فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت محمد ﷺ کو بے پناہ عظمت، اوصاف وکمالات اور فضائل ومناقب سے بہرہ مند فرمایا۔ اس کے علاوہ دنیا وآخرت کی ان گنت نعمتوں سے نوازا۔ آپ علیہ السلام سید ولد آدم، امام الانبیاء اور خاتم النبیین ہیں۔....

اللہ تبارک وتعالی قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے ما کان محمّد ابا ا حدٍ مّن رّ جا لکم و لکن رّسول اللّٰه و خا تم النّبیین ۔ و کان اللّٰه بکلّ شیء علیماً (الاحزاب: ۴۰) تمہارے مردوں میں سے محمد (ﷺ) کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالی ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔

امام عبدالستار محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے فوائد ستاریہ (ص ۶۷۵) میں لکھا ہے کہ:

یہ آیت نص ہے اس میں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب نبی کی نفی ہوئی تو رسول کی نفی بطریق اولی ثابت ہوئی کیونکہ رسالت کا مقام نبوت کے مقام سے زیادہ خاص ہے، تو عام کی نفی سے خاص بھی منفی ہو جاتا ہے لیکن خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی ۔ ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا میری مثال اور پیغمبروں میں ایسی ہے جیسے کسی نے ایک اچھا کامل گھر بنایا لیکن ایک اینٹ کی جگہ اس میں خالی چھوڑ دی تو لوگوں نے اس کی عمارت کو پسند کر کے خالی جگہ پر تعجب کیا۔ پس وہ خالی جگہ میں نے آ کر پر کر دی ۔ میرے آنے کے بعد نبوت کا محل مکمل ہو گیا ۔ قرآنی آیات اور بے شمار احادیث میں ختم نبوت کا مسئلہ ثابت ہو چکا ہے۔

مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف صاحب (تفسیر احسن البیان ۔ص ۵۵۴) لکھتے ہیں:

خاتم مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل ہی کو کہا جاتا ہے ۔ یعنی آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعوی کرے گا وہ نبی نہیں ، کذاب و دجال ہوگا۔ احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع واتفاق ہے ۔ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہو گا جو صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے تو وہ نبی کی حیثیت سے نہیں آئینگے بلکہ نبی ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے، اس لئے ان کا نزول عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے

حضرت عرباضؓ بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انی عند اللّٰہ مکتوب خاتم النّبیین و ان آدم لمنجدل فی طینتہ (مشکوۃ للالبانی رقم الحدیث ۵۷۵۹)۔ میرا خاتم النبیین ہونا اس وقت اللہ تعالی کے ہاں طے ہو گیا تھا جب آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ترجمہ) مجھے دوسرے انبیاء کے مقابل چھ باتوں پر فضیلت دی گئی ہے ا۔ مجھے جوامع الکلم دیئے گئے ہیں ۔۲۔ دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے ۔۳۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا ۔۴۔ ساری زمین میرے لئے پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنائی گئی ہے ۔۵۔ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے ۔۶۔ و ختم بی النّبییون اور نبوت کا سلسلہ مجھ پر ختم ہو گیا ہے (رواہ مسلم)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

و الّذ ی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسی فا تبعتمو ہ و ترکتمو نی لضللتم عن سواء السّبیل ولو کان حیّا و اد رک نبوّتی لا تّبعنی ۔ رواہ دارمی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر آج موسیٰ تشریف لے آئیں اورتم لوگ میرے بجائے انکی اتباع شروع کر دو، تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے۔اوراگرموسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے

ایک موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

لو کان بعدی نبیّ لکان عمر بن الخطا ب ۔ رواہ ترمذی ۔ میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ عمرؓ بن خطاب ہوتے ۔

قرآنی آیات اور مذکورہ بالا احادیث سے نبی ﷺ کا خاتم النبیین ہونا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے ۔ ان قطعی دلائل کے باوجود اگر کوئی ختم نبوت کے مسئلے کونہیں سمجھتا تو وہ سراسر گمراہی کے راستے پر چل رہا ہے ۔اسے اپنی اصلاح کرنا چاہیے۔

تحریک ختم نبوت کا آغاز اسی وقت ہوگیا تھا جب اسود عنسی جیسے ملعون نے اپنی جھوٹی نبوت کا دعوی کیا تھا۔ پھر مختلف ادوار میں کئی جھوٹے پیدا ہوئے جنھوں نے ختم نبوت کی چوکھٹ میں نقب لگانے کی کوشش کی اور ذلیل وخوار ہوئے ۔عرب سے یہ فتنہ برصغیر میں بھی آیا اورانیسویں صدی عیسوی کے آخر میں پنجاب کے ضلع گورداسپور کے ایک قصبے قادیان سے مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں یہ فتنہ پھیلا اوراس نے بڑھ چڑھ کر اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا اورآئے روز اپنے جھوٹے دعووں اور لایعنی پیش گوئیوں سے امت مسلمہ میں انتشار پھیلانے کی کوشش کی ۔ مرزا قادیانی کے دعوی نبوت پر اسلامی حلقوں نے بے پناہ نفرت کا اظہار کیا۔مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے عالم دین تھے جوخم ٹھونک کر مرزا کے مقابلے پر آئے اورانہوں نے مرزا کو آڑے ہاتھوں لیا اور اس کی جھوٹی نبوت اور جھوٹے دعووں کی قلعی کھول کر رکھ دی ۔ پھر قادیانی فتنے کی بیخ کنی کے لئے فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحریری تصنیفی اورمناظروں کے ذریعہ بے پناہ خدمات سرانجام دیں اور وہ اس میدان میں اسقدر آگے نکل گئے کہ مرزائی انہیں اپنا سب سے بڑا مخالف سمجھنے لگے۔

ان علمائے کرام کے علاوہ دیگر اہل حدیث علماء نے بھی مختلف ادوار میں مرزائیت کا خوب رد کیا اورمرزائی مبلغوں کو ناکوں چنے چبوائے ۔ جن دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے

مجدد، مسیح، مہدی اور نبی ہونے کا دعوی کیا تھا اس دور میں ہمارے دادا مولانا عبدالوہاب محدث دہلوی، دہلی میں فروکش تھے اور انہوں نے وہاں اپنے مدرسہ دارالکتاب والسنہ صدر بازار دہلی میں درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کو دیکھ کر اپنے وعظ وتقریر میں اس کی خوب تردید اور مخالفت کی تھی اور مرزا قادیانی کو یہود ونصاری کا ایجنٹ اور امت مسلمہ کا دشمن قرار دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی نے جن علمائے اسلام کو ایک اشتہار میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا، اس اشتہار میں اس نے مولانا عبدالوہاب دہلوی مرحوم کا نام ۳۵ ویں نمبر پر لکھا تھا۔

پھر اسی طرح ہمارے والد گرامی حضرت مولانا عبدالستار محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زندگی بھر ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے لئے سرگرم عمل رہے اور انہوں نے اس سلسلے میں مرزائیوں سے کئی کامیاب مناظرے بھی کئے اور حیات مسیح کے نام سے ایک بہت ہی عمدہ کتاب بھی لکھی

بلا شبہ تحریک ختم نبوت کی داستان بڑی طویل اور دل چسپ ہے اور بہت سے تاریخی حقائق و واقعات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ علمائے اہل حدیث نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ایک عرصے سے ضرورت تھی کہ تحریک ختم نبوت کی صد سالہ تاریخ کو صحیح حقائق کی روشنی میں مرتب کر دیا جائے۔ اس مبارک کام کیلئے اللہ تبارک وتعالی نے تحریک ختم نبوت کے بانی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے اول المکفرین، مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاقے سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کو توفیق دی اور انہوں نے کئی جلدوں پر محیط، تحریک ختم نبوت، کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب کر دی۔ اس وقت اس کتاب کی طبع شدہ ابتدائی چھ جلدیں میرے سامنے ہیں۔ ان میں ۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۲ء تک کی تحریک ختم نبوت کے اہم واقعات، تاریخی حقائق، اس تحریک کا پس منظر، مرزا غلام احمد کی کتابوں سے اس کے کفریہ عقاید ونظریات، افکار، ہفوات، کذبات کو نقل کر کے اس کا ردّ کیا گیا ہے۔ اس دور کے اولین مجاہدین ختم نبوت کا خوب صورت تذکرہ کیا گیا ہے۔ مرزا قادیانی کے خلاف پہلا فتوی کفر مرتب کرنے والے مولانا محمد حسین بٹالوی کے فتوی کفر کی تفصیل دے دی گئی ہے۔ علمائے اہلحدیث کی مرزائیت کے خلاف تحریری، تقریری اور مناظرانہ سرگرمیوں کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ مولانا بٹالوی کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کا بہت سا حصہ، جو مرزائیت کے رد میں تھا، اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اخبار اہل حدیث سے مرزائیت کے رد میں شائع ہونے والا بہت سا مواد

اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ علمائے اہل حدیث کی بہت سی نادر اور نایاب تحریریں اس کتاب میں شامل کر دی گئی ہیں۔ ڈاکٹر بہاء الدین کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے جو انہوں نے یہ کتاب لکھ کر انجام دیا ہے۔ قاموسی نوعیت کی اس تاریخی دستاویز کو پڑھ کر علمائے اہل حدیث کی دین اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے لئے کی گئی مساعی کا خوب صورت پہلو نکھر کر سامنے آتا ہے۔

جنوری ۲۰۰۹ھ محرم ۱۴۳۰ھ کے صحیفہ اہل حدیث کراچی میں مولانا محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آبادی کا ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے حالات و واقعات اور تصنیفی خدمات پر ۲ قسطوں میں مضمون پڑھنے سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے تاریخ اہل حدیث پر بھی کام شروع کر رکھا ہے اور اس کی ..دو جلدیں، جو ۱۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہیں، مکتبہ ترجمان دہلی ہندوستان سے شائع ہو چکی ہیں۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے جماعت اہل حدیث کے عقائد، دین خالص کا تعارف، قرآن و حدیث کی اولیت و اہمیت، سلفیت کا مفہوم، اہل حدیث کی تعریف، اہلحدیث کے عقاید وغیرہ پر عمدگی سے گفتگو کی ہے اور اہل حدیث کے عقاید کو اکابرین جماعت کی کتابوں سے کھول کر بیان کیا ہے۔

تاریخ اہل حدیث اور تحریک ختم نبوت لکھ کر ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے جماعت اہل حدیث پر احسان عظیم کیا ہے۔ امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے قلم کو رواں رکھیں گے اور ان کا رہوار قلم جماعت اہل حدیث کی مساعی اور علمائے اہل حدیث کے کارناموں کو ضبط کتابت میں لانے کے لئے حرکت میں رہے گا۔ میں ان دونوں کتب کی تصنیف و اشاعت پر اپنی جماعت کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی ان کو صحت و سلامتی اور ایمان کی حالت میں رکھے۔ آمین۔ (مولانا) حافظ عبد الرحمٰن سلفی۔ ۴ فروری ۲۰۰۹ء۔

(منقول از صحیفہ از اہل حدیث کراچی۔ شمارہ اول مئی ۲۰۰۹ء۔ ملخصاً)

☆ حضرت مولانا محمد یوسف انور نائب امیر مرکزی جمیعت اہل حدیث پاکستان، تحریک ختم نبوت جلد نہم میں، **تحریک ختم نبوت: ڈاکٹر محمد بہاء الدین کی عظیم تاریخی خدمت**، کے عنوان سے لکھتے ہیں:

عقیدہ ختم نبوت ہر مسلمان پر واضح ہے، امت مسلمہ کی اجتماعیت اسی عقیدے سے وابستہ ہے۔ اگر کوئی شخص ختم نبوت کی نفی کرتا ہے یا اس میں کمی بیشی کا مرتکب ہوتا ہے تو گویا وہ اسلام کی

خوبصورت عمارت میں نقب زنی کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے

و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین (الاحزاب) کہ حضور مکرم محمد مصطفیٰ ﷺ نہ صرف اللہ کے رسول ہیں بلکہ تمام انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں، اور خود آپ ﷺ نے فرمایا ہے: انا خاتم النّبیین لا نبیّ بعدی (الحدیث) (میں انبیاء کے ختم کرنے والا ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔

اللہ تعالی اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے ان فرامین کے تحت تمام امت کا ختم نبوت کے عقیدہ پر اجماع واتحاد ہے جس سے اختلاف یا انحراف متفقہ طور پر دائرہ اسلام سے اخراج ہے۔ امت کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کے بعد نبی ہونے کا دعوی کریگا تو وہ جھوٹا اور کذاب ہے۔ امت اس پر بھی متفق ہے کہ حضرت عیسیٰ جنہیں زندہ آسمانوں پر اٹھایا گیا ہے، ان کا نزول دوبارہ ہوگا، مگر نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے امتی کی حیثیت سے

سرزمین ہند میں جب قادیان کے مرزا غلام احمد نے جھوٹی نبوت کا دعوی کیا تو علمائے امت نے اس فتنہ کے سد باب کے لئے بھرپور کردار ادا کیا، اور اس عظیم جد و جہد میں علمائے اہلحدیث کی خدمات سرفہرست اور امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ آغا شورش کاشمیری مرحوم نے اپنی زندگی کی آخری تصنیف تحریک ختم نبوت میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کی سب سے پہلے سرکوبی کرنیوالے مولانا محمد حسینؒ بٹالوی اہل حدیث تھے جنھوں نے جگہ جگہ مرزا کا پیچھا کر کے اس کے مذموم عقائد اور دعاوی کو باطل ثابت کیا۔ انہوں نے اپنے استاد گرامی میاں نذیر حسینؒ محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوکر ایسے غلط عقائد اور دعوے کرنے والے شخص کے بارے میں کفر کا فتوی حاصل کیا جب کہ دیگر مکاتب فکر ابھی سوچ بچار کر رہے تھے اور مرزا کے گمراہ کن عقائد کے صغرے کبرے بنانے میں مصروف تھے۔ انہی دنوں سردار اہلحدیث مولانا ثناء اللہ امرتسری نے تو قادیان جا کر مرزا کو للکارا لیکن اسے مولانا موصوف کا سامنا کرنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ اس سلسلہ میں قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ اور مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی کی تحریری وتقریری کاوشوں کو کون نظر انداز کرسکتا ہے۔...

اکابر علمائے اہل حدیث نے قادیانی فتنے کے خلاف جو تگ وتاز کی اس کی تفصیل سے ان علماء کی تصانیف اور رسائل وجرائد بھرے پڑے ہیں اللہ تعالی جزائے خیر دے ہمارے دیرینہ دوست جناب ڈاکٹر محمد بہاء الدین کو جنھوں نے دیار مغرب میں بیٹھ کر ان سب کو تحریک ختم نبوت کے نام سے کئی جلدوں میں ایک مبسوط صورت میں نہ صرف یکجا کر دیا بلکہ اپنی کمال ذہانت وفطانت سے مرزا کے اکاذیب پر ایسی گرفت کی کہ اس کی نظیر قبل ازیں دیکھنے میں نہیں آئی۔ انداز تحریر بھی ایسا

سلیس و دلآویز کہ جس کی چاشنی سے لطف دوبالا ہو ہو جاتا ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

فتنہ مرزائیت کے خلاف علمائے اہل حدیث کی خدمات پر مشتمل ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی مؤلفہ تحریک ختم نبوت کی چھ جلدیں اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ ۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۲ء تک کے دور کی چھ ضخیم جلدوں کی یہ تاریخ ہندوستان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے دہلی سے شائع کی ہے اور پاکستان میں مکتبہ قدوسیہ لاہور کے زیر اہتمام ڈاکٹر صاحب نے خود شائع کروائی ہے۔ مزید دو جلدیں زیر طبع ہیں اور تین جلدیں اس وقت ترتیب وتسوید کے مختلف مراحل میں ہیں۔ .. بلا ریب ڈاکٹر صاحب کی یہ قابل قدر کاوش موضوع کے لحاظ سے ایک انسائیکلوپیڈیا کی حامل ہوگی ہمارے اکابر کی ان گنت تحریروں کو جمع کرنا اور انہیں ماہ وسال کی ایک ترتیب وتزئین سے آراستہ گلدستہ تیار کرنا بڑے جان جوکھوں کا کام تھا اور پھر انگلینڈ کے بھی ایک دور افتادہ مقام پر رہائش پذیر ہو کر سارا مواد اکٹھا کرنا اور بھی کارے دارد تھا جسے ڈاکٹر صاحب بڑی جانفشانی سے انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالی انہیں صحت کے ساتھ ہمت وتوفیق عطا فرمائے کہ وہ اسے اپنے عزم و ارادہ کے مطابق اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔

جامعہ سلفیہ میں تدریسی اور تنظیمی وانتظامی کئی ایک امور کی نگرانی کے ساتھ ساتھ تصنیفی طور پر ان کی اس دور کی کاوشوں کی حسین یادداشتیں اب بھولی بسری یادوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ جامعہ کے بعد بہاولپور یونیورسٹی میں جا کر ان کی صلاحیتوں کو بفضلہ تعالی چار چاند لگ گئے جس کا پورا پورا اظہار بقول اقبال: مغرب کی وادیوں میں گونجی اذان ہماری، کے مصداق اس طرح ہوا کہ اللہ تعالی نے اس ظلمت کدہ میں انہیں اسلام کی روشنی کے ایک مینار کے طور پر اجاگر فرمادیا اور آج کے دور انحطاط میں عظیم الشان دینی کاز کی انجام دہی کی توفیق مرحمت فرمادی:

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(مولانا) محمد یوسف انور فیصل آباد۔ ۳۱ جنوری ۲۰۰۹ء

☆☆☆

وصلّی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

کتابیات

احتساب قادیانیت۔جلد ۸۔مجلد تحفظ ختم نبوت ملتان

احتساب قادیانیت۔جلد ۹۔مجلس تحفظ ختم نبوت۔ملتان۔

الفتح الربانی فی الرد علی القادیانی۔شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی۔مطبع انصاری دہلی۔ ۱۳۱۱ھ

المسیح الدجال۔ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، مطبع عزیزی تراوڑی ضلع کرنال۔ جولائی ۱۹۰۶ء

الہامات مرزا۔ مولانا ثناءاللہ امرتسری۔طبع سوم۔امرتسر ۱۹۰۴ء

الہامات مرزا۔مولانا ثناءاللہ امرتسری۔طبع ششم۔امرتسر ۱۹۲۸ء

تائید آسمانی۔منشی محمد جعفر تھانیسری۔ اختر ہند پریس امرتسر۔جولائی ۱۸۹۲ء

ذکر الحکیم نمبر ۴۔ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی۔مطبع عزیزی تر آوڑی ضلع کرنال۔مئی ۱۹۰۶ء

سیرت مسیح موعود۔عبدالکریم سیالکوٹی

عہد نامہ عتیق وجدید

کانا دجال۔ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی۔ مطبع عزیزی تراوڑی ضلع کرنال۔طبع اول۔

کلمۃ الفصل۔مرزا محمود احمد قادیانی

کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی۔ دہلی پنچ پریس لاہور

کیتھولک انسائیکلو پیڈیا

مرقع قادیانی (۱۹۰۷۔۱۹۰۸ء)۔مولانا ثناءاللہ امرتسری۔طبع بصورت رسالہ ۱۹۱۷ء

ہفوات مرزا۔مولانا ثناءاللہ امرتسری۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف:

براہین احمدیہ پانچ حصے ؛سرمہ چشم آریہ؛شحنہ حق؛فتح اسلام؛توضیح مرام؛ ازالہ اوہام؛ آسمانی فیصلہ؛ نشان آسمانی؛آئینہ کمالات اسلام؛جنگ مقدس؛شہادۃ القرآن؛ کرامات الصادقین؛ حمامۃ البشریٰ؛ نور الحق؛انوار الاسلام؛ ضیاء الحق؛نور الحق؛آریہ دھرم؛نور القرآن؛ست بچن؛انجام آتھم؛سراج منیر؛استفتاء؛ضرورۃ الامام؛نجم الہدیٰ؛راز حقیقت؛تریاق القلوب؛ خطبہ الہامیہ؛تحفہ گولڑویہ؛اربعین دافع البلاء؛نزول المسیح؛کشتی نوح؛ اعجاز احمدی؛مواہب الرحمٰن؛حقیقۃ الوحی؛ چشمہ معرفت

مجموعہ اشتہارات مرزا قادیانی

ملفوظات مرزا غلام احمد قادیانی

مکتوبات احمدیہ

تذکرہ (مجموعہ الہامات مرزا)۔

اخبارات ورسائل:

اخبار الحکم قادیان

اخبار بدر قادیان

رسالہ ریویو آف ریلی جنز

ماہنامہ ترجمان الحدیث جامعہ سلفیہ فیصل آباد

پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی

ہفت روزہ الاعتصام لاہور

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدر آباد۔سندھ

مکتبۃ قدوسیۃ

تحریکِ ختمِ نبوّت

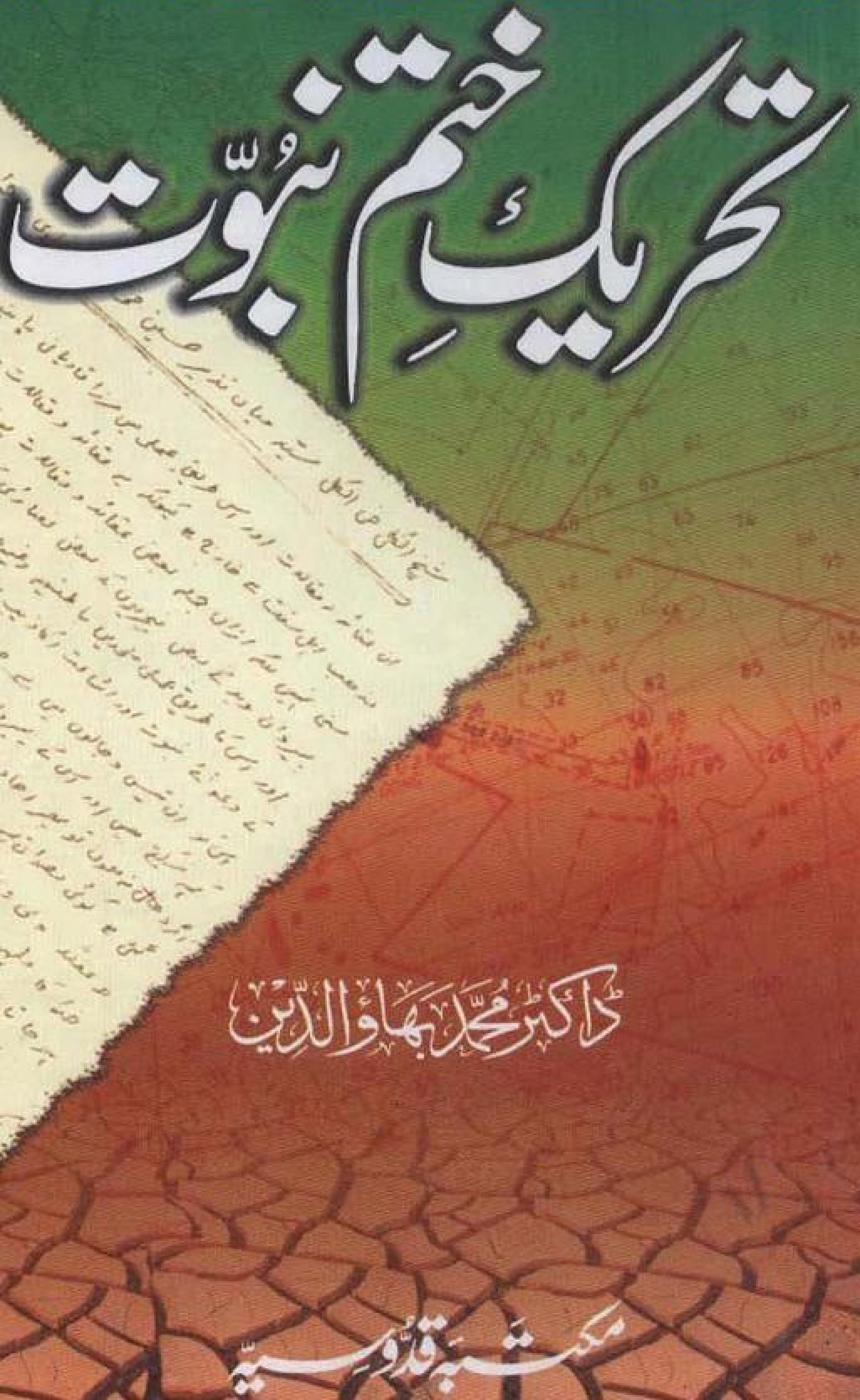

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انّہ من سلیما ن و انّہ بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

گیارہواں حصہ

محمد بہاء الدین

مکتبہ قدوسیہ

نام کتاب: تحریک ختم نبوت گیارھواں حصہ
مؤلف: ڈاکٹر محمد بہاء الدین
صفحات: ۵۴۴
سال طباعت: ۲۰۱۰ء
زیر اہتمام: مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

فہرست عناوین

عنوان | صفحہ نمبر

ڈاکٹر بہاء الدین کا شاہنامہ

میرے محترم دوست محسن جماعت ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ سے محبت، لگاؤ، دوستی اور قربت کی بدولت مجھے ان کے احوال کا بخوبی علم ہے۔ آپ سے میرا ذاتی اور مسلکی دونوں تعلق ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی مجھ سے اسی قدر شفقت محبت اور خاص لگاؤ رکھتے ہیں کہ اپنے احوال اور کام سے پوری طرح آگاہ رکھتے ہیں۔ پھر آپکے مکمل اعتماد کی بدولت بندہ عاجز کے ذریعہ انڈیا سے مواد کی فراہمی، مرتب شدہ دستاویزات کی پروف ریڈنگ، اور تخریج وتصحیح کا کام بھی برابر لیتے ہیں۔ آپ کی عنایت ہے کہ کئی مقامات پر آپ نے اس کا کھلے دل سے اعتراف بھی فرمایا ہے چنانچہ تاریخ اہل حدیث کی تیسری جلد کے مقدمے کے اخیر میں لکھتے ہیں:

اس پروجیکٹ کیلئے برادر عزیز جناب شیر خان جمیل احمد عمری حفظہ اللہ کے مخلصانہ تعاون کا شکریہ ادا کئے بغیر تعارفی گذارشات کو ختم کر دینا میرے لئے ممکن نہیں۔ آپ ضروری مواد کی تلاش میں دامے درمے سخنے مدد کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ انڈیا سے کتب ورسائل اور ضروری دستاویزات کا حصول ان کی ذاتی دلچسپی کے بغیر میرے لئے ممکن نہ تھا۔ نیز مواد کی تنقیح وترتیب، احادیث کی تخریج اور پروف ریڈنگ میں بھی اس بندہ عاجز سے ان کا بے لوث تعاون، بے مثال ہے۔ یہ فقیر ان کا احسان مند ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالی ان کا دامن دین ودنیا کی سعادتوں سے بھر دے۔ آمین۔ (تاریخ اہل حدیث جلد سوم صفحہ ۴۶)

اسلئے مجھے اس بات کا بخوبی علم ہے کہ برصغیر پاک وہند میں پھیلے ہوئے ہمارے لٹریچر کے حصول میں کس قدر رکاوٹیں، دقتیں اور مشکلات پیش آرہی ہیں۔ جماعتیں، تنظیمیں، انجمنیں، درسگاہیں، لائبریریاں، بڑی بڑی علمی شخصیات کی کمی نہیں ہے پھر بھی رکاوٹوں اور محتاجیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ موجود ہے، دوسری جانب ہمارے مخدوم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی صحت کی خرابی کا عالم یہ ہے کہ آپ اپنے گھر سے باہر بڑی مشکل ہی سے قدم رکھ پاتے ہیں، لیکن قربان جائیے کہ لاکھ رکاوٹوں کے باوجود آپ نے مایوسی کا شکار ہوئے بغیر شکوے اور شکایتوں کو بالائے طاق رکھ کر عزم وحوصلے کا دامن مضبوطی سے تھام رکھا ہے۔ آپ کے عزم واستقلال کے کمال کو داد دیئے بغیر

یہ سطریں نامکمل تصور ہوں گی۔ میرا ماننا ہے کہ اللہ عزوجل نے جماعت اہل حدیث پر عشروں سے باقی قرضے کو ادا کرنے کیلئے ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کا انتخاب فرمایا ہے اور آپ سے یہ عظیم کام لے رہا ہے۔

دور حاضر کے مشہور ادیب علامہ ابن احمد نقوی دہلوی، تحریک ختم نبوت جلد ششم طبع دہلی پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

قادیانیت کی شکست جماعت اہلحدیث کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو ہماری دینی علمی ملی تاریخ میں سنہرے باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسی داستان ہے جسے ہماری نئی نسل کو بطور خاص بالاستیعاب پڑھنا چاہیے تاکہ وہ جان سکیں کہ ہمارے آباء نے شمع دین حق کی حفاظت میں کس طرح آندھیوں میں فانوس بن کر کام کیا اور طوفانی جھونکوں میں صداقت کی روشنی کو جھلملانے نہیں دیا..... قادیانیت کا فتنہ کم نہیں تھا۔ اگر خدانخواستہ کامیاب ہو جاتا تو برصغیر کے مسلمان کٹی پتنگ بن کر رہ جاتے۔ ہمارے بعض برادران وطن بھی خوش تھے کہ قادیانیت کے فروغ سے دنیا کے مسلمان، ہندوستان کی طرف راغب ہوں گے۔ وہ عرب (مکہ، مدینہ) کا رخ کرنے کی بجائے پنجاب (قادیان) کی طرف آئیں گے اس سے ہندوستان مسلمانوں کا مرجع بن جائے گا۔ ہندوستانی مسلمان بھی قادیانیت کے زیر سایہ قوم پرستی پر مائل ہوں گے۔ عرب کی بجائے اپنے وطن ہندوستان کی طرف دیکھیں گے۔ آج صلیبی پھر یہ سوچ رہے ہیں کہ مادی ترقی اور خوش حالی مسلمان کو لبرل اسلام (اسلام کی اصل تعلیمات سے دور اور مغرب سے قریب) کی طرف لے آئیگی اس لئے سلفیت ان کا خاص نشانہ ہے۔ قادیانیت نے بھی سلفیوں کو ہی اپنا اولین حریف سمجھا تھا۔ ایک لحاظ سے دیکھئے تو قادیانیت آج بھی صلیبی اور صیہونی جارحیت کے پیرہن میں زندہ ہے۔ ..اس کا چہرہ بدل گیا ہے، کردار وہی ہے یعنی دین حق کی بیخ کنی کے لئے زور لگانا، یا شمع ایزدی کو پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کرنا۔

ایسے عالم میں تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث جیسی کتابیں ہمارے لئے شاہنامہ کا درجہ رکھتی ہیں، وہ رزمیہ داستانیں ہیں جو ماضی میں ہماری سرفروشی کی دلنواز

اور دل گداز منظر ہماری نگاہوں کے سامنے لاتی ہیں۔ علامہ ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ ہمارے وہ نقیب اور نقارہ زن ہیں جو میدان کارزار میں ہمارے خون گرم رکھنے اور ہمارے حوصلوں کو نئی بلندیاں عطا کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے جب مسلمان فوجیں فارس میں برسرپیکار تھیں تو سپہ سالار عساکر اسلامی حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ صاحب فراش ہوگئے وہ میدان جنگ میں آنے سے معذور تھے لیکن میدان کے قریب ہی ایک بالا خانے پر لیٹے ہوئے فوج کی کمانڈ کرتے تھے۔ پرچوں پر احکام لکھ کر نیچے پھینکتے رہتے تھے اور نقیب انہیں لشکر میں پہنچاتے تھے۔ اس طرح صاحبِ فراش رہ کر بھی اسلام کے اس عظیم مجاہد اور فرزند نے معرکہ جیت لیا۔ ہمارے قائد ڈاکٹر محمد بہاء الدین کا بھی یہی عالم ہے وہ ایک عرصہ سے صاحب فراش ہیں۔ میدان عمل میں تیز قدم نہیں ہوسکتے لیکن اپنے بستر مرض سے بھی وہ اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ان کا عزم، ہمت، حوصلہ، استقامت انہیں دل برداشتہ نہیں ہونے دیتی اور وہ ہمارے تندرست وتوانا افراد سے بھی زیادہ سرگرمی سے نقارہ زنی کررہے ہیں۔ اللہ تعالی انہیں صحت عمر واقبال عطا کرے اس لئے کہ وہ ہمارے لئے چراغ راہ کی حیثیت بھی رکھتے ہیں اور ہماری عظمت ماضی کے داستان گو بھی ہیں۔

(جریدہ ترجمان دہلی۔ ۱۶۔۳۰ نومبر ۲۰۰۹ء ص ۲۰)

علامہ ابن احمد نقوی صاحب نے ڈاکٹر محمد بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کی داستان گوئی کو شاہنامہ سے تشبیہ دی ہے، میں ان کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فردوسی کا شاہنامہ، سلطان محمود غزنوی کے مالی انعام کے وعدہ پر لکھا گیا تھا، لیکن زیر نظر سلسلہ کتب میں نہ تو کوئی سلطان محمود غزنوی نظر آتا ہے نہ وعدہ انعام سے مغمور فردوسی۔ یہاں تو ایک ایسا شخص مصروف کار نظر آتا ہے جسے خدا نے دنیا کے مال ومنال سے مستغنی فرما کر اپنی بارگاہ کا گداگر بنا لیا ہے۔ وہ کسی ادارے، جماعت یا فرد سے مالی انعام کا خواہش مند نہیں، نہ اپنی محنت کے معاوضے کا خواہش مند ہے۔ وہ بارگاہ صمدیت کی فقیری اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ کی دربانی اور غلامی پر قانع ہے اور قناعت کے اس سرمایہ دار سے اللہ جل شانہ نے ایسے کام کرا لئے ہیں کہ جنہیں دیکھتے ہوئے علامہ ابن احمد نقوی نے لکھا ہے:

ڈاکٹر محمد بہاء الدین کی ذات تاریکیوں میں چراغ کی مانند ہے۔ڈاکٹر صاحب کی مرتب کردہ تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث کے قاموسی انداز کے کام کو دیکھیں تو آنکھیں حیرت واستعجاب سے پھیل جاتی ہیں کہ اس دور میں بھی کوئی انسان تن تنہاء ایسے کام کرسکتا ہے جس کے لئے انجمنیں اور اکاڈمیاں مامور کی جاتی ہیں۔ غالباً اس میدان میں اس وقت مورخ عصر علامہ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے جو ڈاکٹر محمد بہاء اللہ حفظہ اللہ کے ہم پلہ قرار دیا جا سکے۔ اللہ تعالی ان دونوں عظیم و عبقری علماء کو عافیت سے رکھے کہ یہ ہماری عظمت رفتہ کے روشن مینار ہیں ان کے علمی و فکری کاموں سے شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ، حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدثؒ، ابوالکلام آزادؒ اور شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ کی روایتیں زندہ وتابندہ ہیں۔

(جریدہ ترجمان دہلی۔ یکم تا ۱۵ نومبر ۲۰۰۹ء صفحہ ۱۹)

ڈاکٹر صاحب کا کام جس نوعیت واہمیت کا ہے اسے ٹھیک طور پر سمجھنے کیلئے صدر اہلحدیث لیگ متحدہ ہندوستان حضرت مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۹۳۴ء میں لکھی جانے والی درج ذیل تحریر ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی، مرزا صاحب قادیانی کے پڑوسی اور ملاقاتی تھے جتنا وہ مرزا صاحب کو جانتے تھے دوسرے نہیں اور جس قدر انہوں نے مرزا صاحب کی تردید کی، اس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ پس کیا کوئی صاحب مولانا (بٹالوی) مرحوم کی یادگار کے طور سے ہی ان کے ان تمام مضامین کو جو مرزا صاحب کے متعلق اشاعۃ السنہ وغیرہ میں شائع ہوئے ایک کتابی صورت میں جمع کر کے شائع کردیں گے؟ یہ احسان تمام مسلمانوں پر ہوگا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ فروری ۱۹۳۴ء ص ۶)

مولانا ابوالقاسم سیف مرحوم نے یہ اپیل اس وقت کی تھی جب مولانا بٹالویؒ کی وفات

کوصرف ۱۴ سال ہوئے تھے اور ان کے اشاعۃ السنہ کی فائلیں جگہ بجگہ موجود تھیں ۔ خود ان کے گھر میں ان کے صاحبزادوں کے علاوہ مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم سیالکوٹی، کے پاس بھی فائلیں موجود تھیں ۔ مولانا ابوالقاسم کے پاس بھی کچھ جلدیں موجود تھیں اور علامہ شمس الحق مرحوم اور میاں صاحب مرحوم کے کتب خانہ میں بھی موجود ہوں گی ۔ ان کے علاوہ بھی وہ کئی جگہ دستیاب تھیں ۔ لیکن ہزاروں صفحات پر محیط یہ کام اتنا بڑا تھا کہ کسی اہل علم کو اس کام کا بیڑہ اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی ۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ کی اپیل عشروں تک صدا بصحرا کی طرح خلاؤں میں بھٹکتی رہی تا آنکہ خدا عز وجل نے اپنے نبی سید المرسلین ﷺ کے سچے محبّ بہاء الدین کو اس خدمت کے لئے ہمت، استعداد، صلاحیت، صبر، استقامت کی صلاحیتوں سے نوازنے کے علاوہ وقت اور مالی وسائل سے نواز دیا تو انہوں نے اشاعۃ السنہ کی فائلوں کی تلاش کا صبر آزما کام شروع کیا ۔ امتداد زمانہ کے باعث شائد پورے برصغیر میں کوئی ایک مقام بھی ایسا نہیں ہے جہاں ماہنامہ اشاعۃ السنہ مکمل صورت میں موجود ہو ۔ صرف چند ایک مقامات پر نامکمل فائلیں موجود ہیں اور ان کے متولی حضرات ان کی قدر و قیمت سے آگاہ ہونے کے باعث ان سے عارضی جدائی بھی گوارہ کرنے کے لئے تیار نہ تھے اور ڈاکٹر بہاء الدین صاحب اپنی خرابی صحت کے باعث طویل اسفار سے معذور تھے ۔ قدیم رسائل کی جلدیں ٹوٹ جانے اور بوسیدہ کاغذوں کے ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جانیکے خدشوں کے پیش نظر فوٹو کاپی کا حصول بھی مشکل تھا ۔ لیکن اللہ تعالی کے علم میں جس کام کے ہونے کا جو وقت متعین ہوتا ہے اس وقت وہ خود ہی سارے انتظامات بھی فرما دیتا ہے، اور یوں دس سال کی مسلسل کدو کاوش کے صلے میں اللہ تعالی عز وجل نے اِدھر اُدھر سے قطرے مہیا کر کے دریا بنا دیا تو ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ نے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کے ردقادیانیت سے متعلق بیشتر مواد کی نوک پلک سنوار کر متعدد جلدوں میں منضبط کر کے قارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے جیسا کہ آپ نے تحریک ختم نبوت جلد نہم کے پیش لفظ میں لکھا ہے :

> ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں ردقادیانیت کا موضوع اس کی جلد ۱۲ کے ربع آخر سے شروع ہوتا ہے جو ۱۸۹۱ء کے نصف اول میں شائع ہوئی تھی ۔ اور ہم نے جلد ۱۲، جلد ۱۳، جلد ۱۴، جلد ۱۵، جلد ۱۶، جلد ۱۸، جلد ۲۰، جلد ۲۱، جلد ۲۲ میں موجود ردقادیانیت سے متعلق مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی بیشتر تحریریں تلخیص و اختصار اور مناسب اڈیٹنگ کے بعد اپنے اس سلسلہ کتب میں شامل کر دی ہیں ۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۷ ہمارے پاس موجود ہے

لیکن وہ کسی اور موضوع پر ہے۔ اور اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ کا صرف ربع آخر ہمیں دستیاب ہوا ہے جس میں ردّ قادیانیت پر کچھ نہیں ہے۔ اسکے ربع اول، دوم، سوم کی تلاش جاری ہے۔ دستیابی کی صورت میں ان میں موجود ردّ قادیانیت کے مضامین بھی انشاء اللہ نذر قارئین کئے جائیں گے۔ (تحریک ختم نبوت جلد ۹۔صفحہ ۲۲۔۲۳)

(ڈاکٹر صاحب نے بتایا ہے کہ حال ہی میں حضرت مخدوم حافظ احمد شاکر مدظلہ العالی کی نوازش کریمانہ سے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی انیسویں جلد کے مطلوبہ حصے دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور کی لائبریری سے حاصل ہو گئے ہیں اور ان میں موجود ردّ قادیانیت پر حضرت مولانا بٹالوی مرحوم کے مقالات کو انشاء اللہ تعالی تحریک ختم نبوت کی بارھویں جلد میں شامل کرنے کا پروگرام ہے)

یاد رہے کہ ماہنامہ اشاعۃ السنہ کے ہزاروں صفحات پر مشتمل ردقادیانیت والے حصے کی نشاۃ ثانیہ، ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ صاحب کے کام کا صرف ایک حصہ ہے جسے تحریک ختم نبوت کے عنوان سے انجام دینے کی جدوجہد آپ فرما رہے ہیں۔ اور جس کی گیارھویں جلد نذر قارئین ہونے جارہی ہے۔ اللہ تعالی قبول فرمائے اور آپ کے سایہ عاطفت کو قائم ودائم رکھ کر اس ضمن میں بقیہ کام کو بھی آپ سے لے لے۔ آمین

(مولانا) شیر خان جمیل احمد عمری

ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ۔ برمنگھم۔۱۲ دسمبر ۲۰۰۹ء

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جب اس موضوع پر گذارشات پیش کرنے کا آغاز ہوا تو یہ خیال نہ تھا کہ بات ایک سے گیارہ حصوں تک پہنچ جائیگی اور نہ ہی یہ گمان تھا کہ اللہ تعالی نے تحریک ختم نبوت کے کارکنوں

کی چند تحریروں کا احیاء بھی اس سلسلہ کتب کے ذریعہ مقدر فرما رکھا ہے۔ احیا التراث قند مکرر بھی ہے اور تحریک ختم نبوت کی سرگذشت بھی اور یوں یہ سرگذشت دعوی مع دلیل کی حیثیت اختیار کر گئی ہے کہ قاری کو معلوم ہوتا ہے کہ کس کارکن سے اللہ جل شانہ نے کیا کام لیا اور کب لیا؟

برصغیر ہند کی تحریک ختم نبوت اس وقت سے شروع ہے جب مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء کے شروع میں مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا۔ ابتداء میں تحریک اٹھانیوالے چند لوگ تھے تاہم جوں جوں مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار و نظریات شائع عوام ہوتے گئے، تحریک کے کارکنوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ میں فی الحال اس موضوع کو ۱۹۱۲ء تک محدود رکھے ہوئے ہوں اس لئے میری کوشش رہی ہے کہ اس دور کے کارکنوں کی تقریری اور مناظرانہ سرگرمیوں کے ساتھ ان کی تحریروں کو بھی منظر عام پر لایا جائے۔ اور چونکہ میرے وسائل محدود ہیں اس بعض ایسی تحریریں میں شامل سلسلہ نہیں کر سکا جو بہت ضخیم ہیں تاہم مختصر اور متوسط سائز کی تحریریں بلا لحاظ مسلک مناسب اڈیٹنگ کے بعد تلخیص و اختصار کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔ اور زیر نظر حصہ میں منشی الہی کی مشہور کتاب عصائے موسی کی تلخیص نذر قارئین کی جا رہی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۰ء میں تقریباً ۶۲۰ صفحات پر شائع ہوئی تھی جو تقریباً ۵۵۰ صفحات پر کمپوز ہوئی ہے۔ میں نے حذف و اختصار کے بعد تقریباً ۴۵۰ صفحات میں اس کو ملخصاً نقل کیا ہے۔ حضرت منشی صاحب مرحوم کا تعلق شائد ڈیرہ غازی خان سے بھی رہا اور عملی زندگی کا کچھ حصہ انہوں نے ملتان میں بھی گذارا ہے اس وجہ سے وہ ملتانی بھی کہلاتے ہیں۔ سید عبد اللہ غزنویؒ سے کسب فیض کے سلسلہ میں ان کا امرتسر میں بھی کچھ عرصہ کا قیام رہا۔ اور بسلسلہ کسب معاش لاہور میں ایک عرصہ گذارا اور لاہوری بھی کہلائے۔ روحانی فیض انہوں نے سید عبد اللہ غزنوی مرحوم سے اٹھایا جن کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب عصائے موسی میں بڑی محبت سے جا بجا کیا ہے۔ اور سید صاحب مرحوم سے ارادت وعقیدت ہی کے باعث شائد ان کا تعارف مرزا غلام احمد قادیانی سے ہوا کیونکہ مرزا صاحب بھی اپنے دعاوی سے پہلے (جب کہ وہ ایک عالم، پیر اور مناظر کی حیثیت سے متعارف تھے) سید صاحب کے پاس حاضری دیا کرتے تھے۔ سید عبد اللہ غزنویؒ کی وفات کے بعد منشی صاحب کا مرزا صاحب سے تعلق بڑھ گیا اور جب مرزا صاحب نے مجدد وغیرہ ہونے کا دعوی کیا تھا تو منشی صاحب بھی ان کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ اس کے بعد مسیحیت اور مہدویت کے دعاوی کے دور میں بھی منشی صاحب بلا بیعت مرزا صاحب کے ارادت مند رہے۔ پھر جوں جوں مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کا حال کھلتا گیا منشی صاحب مرزا صاحب سے

دور ہوتے گئے ۔۱۸۹۸ء میں جب مرزا صاحب نے ان سے بیعت کا تقاضا کیا تو منشی صاحب نے معذرت کر لی جس پر مرزا صاحب نے ان کی تنبیہ کیلئے ضرورۃ الامام تحریر فرمائی جس میں اپنے امام الزمان ہونے کا دعوی کیا جسکا جواب منشی صاحب نے عصائے موسیٰ کے نام سے دیا جو تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کی ایک مشہور کتاب ہے جس کی تلخیص قارئین کی نذر کی جارہی ہے۔

اس کے علاوہ حکیم حافظ محمد الدین ایک مختصر کتاب ، فیصلہ قرآنی تکذیب قادیانی، ملخصاً نذر قارئین کی جارہی ہے ۔ یہ کتاب بھی مرزا صاحب کی زندگی میں تصنیف ہوکر شائع ہوئی تھی اور اس دور کی معروف کتابوں میں شامل تھی۔

زیر نظر حصہ میں شامل کی جانے والی دونوں کتابوں کی فوٹو کاپیاں جامعہ سلفیہ بنارس کی لائبریری سے حاصل ہوئی ہیں جس کیلئے میں ڈاکٹر مقتدی حسن ازہریؒ ،مولانا عبداللہ سعود،مولانا محفوظ الرحمٰن ،مولانا رئیس الاعظم فیضی ، اور ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کا ممنون ہوں ۔اور عصائے موسیٰ کی ایک کاپی پاکستان سے بھی حاصل ہوئی جس کیلئے حافظ شفیق اختر ،مولانا عبدالحفیظ مظہر، مولانا محمد داؤدارشداور عزیزم محمد سہیل کا ممنون ہوں ۔اللہ تعالیٰ ان محسنین کو جزائے خیر عطا فرمائے

عربی عبارات کی پروف ریڈنگ اور تخریج وتصحیح میں برادر محترم مولانا شیرخان جمیل احمد عمری حفظہ اللہ نے بہت مدد فرمائی ہے ۔اور مسودہ میں رہ جانے والی کمپوزنگ کی غلطیوں کا باعث میری اپنی نالائقی ،ہمت کی پستی اور مناسب وسائل کی عدم دستیابی ہے جن کیلئے میں قارئین سے معذرت اور تنبیہ کا خواستگار ہوں۔ اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

طالب دعا **محمد بہاء الدین** ۸۔دسمبر۲۰۰۹ء

انّہ من سلیما ن و انّہ بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

ایک اعتراض کا جواب

فتوی تکفیر مرزا جاری ہونے کے بعد جب علماء وقت نے مرزا قادیانی کے لئے اپنی

تحریروں میں کافر، دجال، کذاب وغیرہ کے الفاظ استعمال کرنے شروع کئے تو بعض لوگوں نے مرزا صاحب کے بارے میں ان الفاظ کے استعمال پر اعتراض کیا اور (مثال کے طور پر) مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو لکھا کہ ان کے اشاعۃ السنہ میں ایسے الفاظ کیوں استعمال کئے جاتے ہیں۔ مولانا نے اپنے رسالہ کی جلد ۱۵ کے نمبر ۱۲ میں اس اعتراض کو نقل کرتے ہوئے بتایا کہ ایک صاحب مالیر کوٹلہ سے لکھتے ہیں کہ جو الفاظ کافر دجال وکذاب بحق قادیانی لکھے جاتے ہیں، یہ گالیاں ہیں (ہم جو) اشاعۃ السنہ کی قیمت دیتے ہیں ایسا نہیں چاہتے۔ مولانا یہ بھی بتاتے ہیں کہ معترضین اگرچہ قادیانی کے معتقد نہیں کہلاتے، اور قادیانی کو ان الفاظ کا مستحق سمجھتے ہیں، لیکن بحکم تہذیب ان الفاظ کو بحق قادیانی گالیاں سمجھتے ہیں۔ نیز ایسے لوگ بھی ہیں جو قادیانی کے اقوال واعتقادات سن کر بھی اسے ان الفاظ کا مستحق نہیں کہتے اور اس کو برا نہیں کہتے۔ ان کا مقولہ ہے کہ ہم کسی کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والے اور نماز پڑھنے والے کو کافر نہیں کہتے، اس سے حدیث میں ممانعت آچکی ہے۔

مولانا بٹالویؒ جواباً لکھتے ہیں: قادیانی کے حق میں یہ الفاظ گالیاں نہیں بلکہ اس شرعی فتوی پر عمل ہے جو ہندوستان اور پنجاب میں اس پر لگایا گیا ہے اور شرعی فتوی پر عمل اور اس کا بیان عین طاعت وایمان اور ایک امر واقعی کا اظہار ہے۔ ایسی بات کو قادیانی بھی گالیاں نہیں سمجھتا۔ (دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۱۳ تا ۳۶)۔ ہاں گالیاں وہ ہیں جو قادیانی کی ہر تصنیف میں بحق خاکسار ودیگر علماء نامدار بلکہ بحق صغار کبار پائی جاتی ہیں۔ اور وہ صرف قادیانی کے ذاتی خیال ونفسانیت وبدگوئی کی قدیم عادت سے ناشی ہیں۔ جن کو وہ گالیاں اس کی تصانیف میں نظر نہ آویں وہ ہمیں اجازت دیں تو ہم آئندہ پرچہ میں ان گالیوں کی فہرست پیش کر دیں گے۔

دوسرے حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ خود انصاف سے سے کام لے کر فرماویں کہ جس حالت میں قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۲۸ میں رسولوں اور نبیوں کے الہام کو شیطان کا محل ٹھہرا کر چار سو نبیوں کو جھوٹا قرار دیا ہے اور بدست آویز ایک نقل بائیبل کے جس پر کسیمسلمان کو اعتبار نہیں، صاف کہدیا کہ وہ سب نبی ایک فتح کی پیش گوئی میں جھوٹے نکلے اور اسی ازالہ میں حضرت مسیح کے معجزات کو از قسم شعبدہ بازی و لہو ولعب وعمل مسمریزم کہہ کر صاف کہدیا کہ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ اور اس کے صفحہ ۳۰۸ میں اسنے حضرت عیسی کی توہین ان الفاظ میں کی ہے:

اس عمل مسمریزم کا ایک بڑا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور

جسمانی مرضوں کی رفع دفع کرنے کیلئے اپنی دلی و دماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے وہ اپنی ان روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کی کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارہ میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے۔

ان عبارتوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ان میں کیسی صریح توہین ایک جلیل الشان پیغمبر کی ہے اور جناب سرور کائنات کی توہین اس دلیر بہادر نے ان الفاظ سے کی ہے کہ:

آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی اور اس کے گدھے کی اور یاجوج ماجوج کی اصلی اور کماہی حقیقت نہیں کھلی تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔

اور اس کے مقابلہ میں اپنی اس تعریف میں کہ:

میں بخوبی جانتا اور بیان کر چکا ہوں، کہ ابن مریم سے میں خود مراد ہوں، اور دجال سے دنیا دار پادری لوگ اور خر دجال سے ریل گاڑی اور یاجوج ماجوج سے روم اور روس اور دابۃ الارض سے بے عمل مولوی مراد ہیں۔

یہ آنحضرت ﷺ کی نبوت پر ایک سخت اعتراض اور در پردہ طعن ہے کہ جو باتیں آپ ﷺ لوگوں کو بطور نشانی بتاتے تھے ان کی حقیقت خود نہ سمجھتے تھے۔ جو اس کہنے کے برابر ہے کہ وہ نبی نہ تھے (نعوذ باللہ)۔ اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو یوں توڑا کہ کہا:

اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی انبیاء پر مہر لگ چکی ہے، میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک....وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا دروازہ اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ کھلا ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

اور آپ ﷺ کی بشارت نبوت کو جو انجیل میں آئی ہے اور جس کا قرآن اس آیت میں ذکر ہے و مبشراً برسول یّاتی من بعدی اسمہ احمد۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں اس بشارت کو آپ ﷺ سے چھین کر مرزا قادیانی نے اپنے اوپر لگا لیا ہے۔ اور صاف کہہ دیا ہے کہ

اسی کی طرف اشارہ ہے و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال جمال۔ لیکن آخری زمانے میں برطبق پیشینگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسوی رکھتا ہے، بھیجا گیا۔

اور ازالہ کے صفحہ ۵۳۳ میں صاف کہتا ہے: اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے نبی بھی۔

اور اسی ازالہ اوہام میں آنحضرت ﷺ کی ان الفاظ سے توہین کی ہے کہ فتح سیفی کچھ چیز نہیں۔ اور اسی میں تمام صحابہ و تابعین و علماء کی توہین کی کہ انہوں نے فتح کے معنی نہیں سمجھے اور اس کے صفحہ ۶۰ وغیرہ میں تمام مفسرین کو یوں گالیاں دی ہیں کہ انہوں نے لفظ توفی مسیح سے رفع کے معنی قرار دیئے ہیں وغیرہ.....

ایسی حالت میں اور ان کفریات و توہینات کے مقابلہ میں علماء ہندوستان و پنجاب نے اسے کذاب دجال کہا تو کیا خلاف تہذیب کیا؟ کیا تہذیب اسی کا نام ہے کہ ایک شخص برملا کھڑا ہو کر نبیوں کو جھوٹا کہے، ان کے معجزات کو مسمریزم قرار دے اس میں ان کی ہمسری کا دعوی کرے، ان کو تبلیغ و دینی امور کے سمجھنے میں جاہل قرار دے کر ان امور کے علم میں اپنی فوقیت کا دعوی کرے۔ مسلمانوں (صحابہ، تابعین، محدثین) کو کافر و مشرک کہے، پھر مسلمان اس کے منہ کو دیکھا کریں اور اس کو بالمقابل قبلہ وکعبہ جناب و حضرت اقدس مرزا صاحب کہہ کر یاد کریں۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ کہدیں کہ مرزا صاحب نے برا کہا ہے یا اچھا نہیں کہا۔ وبس۔ اور اس سے زیادہ کوئی لفظ خلاف تعظیم زبان پر نہ لاویں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ان حضرات کی خدمت میں ناصحانہ التماس ہے کہ آپ صاحبوں کا مرزا قادیانی کے ان کفریات کو سن کر اور اس کے برا کہنے پر قادر ہو کر برا نہ سمجھنا اپنے ایمان و اسلام کو سلام کرنا ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ نمبر ۱۲۔ ص ۱۔۴ مختصراً)

عصائے موسی

(منشی الٰہی بخش لاہوریؒ لکھتے ہیں)

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

اما بعد: جو کاروائی محرک و موجب تالیف واشاعت کتاب ہذا (یعنی عصائے موسیٰ) ہوئی وہ خط و کتابت ذیل سے عیاں ہے جس کی نقل مطابق اصل ہدیہ ناظرین ہے:۔

☆ خط و کتابت متعلق عصائے موسیٰ

۲۷۔اپریل ۱۸۹۹ء۔ از فقیر محمد یوسف بخدمت بابرکت مخدومی ومکرمی جناب منشی الٰہی بخش صاحب و منشی عبدالحق صاحب السّلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ

میں کل ۲۶۔اپریل ۱۸۹۹ء کو امرتسر سے بسواری ریل دہاریوال کی طرف جارہا تھا۔ امرتسر کے سٹیشن پر حافظ حامد علی جو مرزا صاحب کے پرانے رفیق ہیں، ملے۔ بٹالہ تک آپ کے الہامات کے بارہ میں، جو مرزا صاحب کی نسبت ہوئے ہیں، گفتگو ہوتی رہی۔ حافظ حامد علی نے کہا منشی الٰہی بخش صاحب اپنے الہامات کو کیوں نہیں شائع کرتے۔ میں نے کہا کہ الہامات اس واسطے شائع نہیں کئے گئے کہ شائد مرزا صاحب ناراض ہو جاویں اور نوبت بعدالت پہنچے۔ حافظ حامد علی بٹالہ سے علیحدہ ہو گئے اور قادیان کو چلے گئے۔ آج حافظ حامد علی ۲۷۔اپریل کو قادیان سے ایک خط مرزا صاحب کا لے کر آئے جو آپ کو بجنسہ روانہ کرتا ہوں۔ اب آپ کو لازم ہے کہ جو خط آپ نے مرزا صاحب کو لکھا ہے یا تو بذریعہ طبع یا بذریعہ قلمی، جس طرح مناسب ہو، یعنی تین ہفتہ تک جلدی مرزا صاحب کی خدمت میں روانہ کردیں۔ میرے خیال میں صرف تحریری یعنی قلمی بھیج دیں۔ مرزا صاحب کو لکھ دیں کہ دو ہفتہ تک بعد مطالعہ واپس فرماویں ہمارے خیال میں اس خط کا طبع ہونا آپ کی طرف سے مناسب نہیں ہے۔ اگر مرزا صاحب طبع کرانے کی اجازت دیویں تو طبع کرادیں گے۔ باقی خیریت ہے۔

از دہاریوال۔ جواب امرتسر بدفتر نہر

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

میرے پاس شیخ حامد علی صاحب ساکن تھہ غلام نبی نے یہ بیان کیا کہ حافظ محمد یوسف صاحب ڈپٹی کلکٹر انہار نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ لاہور کو

مرزا غلام احمد کی نسبت کئی الہامات ایسے ہوئے ہیں جن میں اللہ تعالی منشی صاحب موصوف کو یہ خبر دیتا ہے کہ غلام احمد مسرف کذاب ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر الہام ہوئے ہیں لیکن منشی صاحب اس مصلحت سے ان الہامات کو کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع نہیں کرتے کہ مبادا مرزا غلام احمد ہم پر انگریزی عدالت میں نالش نہ کردے۔ ہاں اگر مرزا غلام احمد یہ تحریری وعدہ لکھ دے کہ میں نالش نہیں کرونگا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہفتہ عشرہ میں کسی اشتہار یا اخبار کے ذریعہ سے ان الہامات کو منشی الٰہی بخش کے ہاتھ سے شائع کرا دیں گے۔ پس چونکہ یہ طریق نہایت عمدہ ہے اور ممکن ہے کہ اس سے کوئی فیصلہ ہو جائے اس لئے میں حضرت عزت کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ میں ایسے الہامات کے شائع کرنے سے کسی عدالت میں نالش نہیں کرونگا۔ ہاں یہ شرط ہے بلکہ نہایت ضروری شرط ہے کہ منشی الٰہی بخش صاحب خدا تعالی کی قسم کھا کر الہامات شائع کریں یعنی تحریر الہامات کے پہلے یہ قسم کھاویں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ جو الہامات ذیل میں لکھتا ہوں وہ درحقیقت خدا تعالی کی طرف سے ہیں۔ اور اگر اس تحریر میں میری طرف سے کوئی گستاخی یا جھوٹ یا افتراء ہے تو خدا تعالی اس افتراء کا مجھے پاداش دے۔ یہ لکھ کر یہ الہامات لکھ دیں۔ سو میں یہ رقعہ بخدمت حافظ محمد یوسف صاحب اسی غرض سے لکھتا ہوں۔ الراقم مرزا غلام احمد بقلم خود

مکرر یہ کہ یہ بھی شرط ہے کہ منشی الٰہی بخش صاحب اپنے تکذیب تفسیق کے الہامات کو اپنے نام اور پورے پتہ عہدہ سکونت وغیرہ سے شائع کریں اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر تین ہفتہ تک انتظار کر کے یہ رقعہ کسی اشتہار یا اخبار کے ذریعہ سے شائع کر دیا جائے گا۔ اس کی ایک نقل اس غرض سے رکھی گئی ہے۔ فقط۔ ۲۷۔ اپریل ۱۸۹۹ء۔

گواہان: عبدالرحمٰن حاجی اللہ رکھا، مرزا خدا بخش، نورالدین، معراج الدین، عبدالکریم سیالکوٹی (وعدہ تو کر دیا لیکن حسب عادت ایفاء ندارد۔ بجائے تین ہفتہ کے تیس ہفتہ سے بھی زیادہ گذر گئے لیکن یہ رقعہ شائع نہ ہوا شائد اسلئے کہ بموجب حکم قرآن مجید انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔ الٰہی بخش)

جواب منشی الٰہی بخش

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

الٰہی بخش بخدمت حافظ محمد یوسف صاحب السّلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ
عرض آنکہ والا نامہ جناب وتحریر حضرت مرزا صاحب پہنچی۔ عاجز کو تعجب آتا ہے کہ مرزا صاحب کو تو ماشاءاللہ متانت، مستقل مزاجی، وقار اور تجربہ کاری کا بڑا دعویٰ ہے یا اب اس قدر تغیر ہوا کہ کچھ حد نہیں۔ سال ہا سال سے وہ عاجز سے واقف ہیں چنانچہ دور دراز تجربہ کے بعد مرزا صاحب نے رسالہ ضرورۃ الامام میں عاجز کی نسبت کئی تعریفی الفاظ بھی درج فرمائے ہیں یعنی: بے شر انسان، نیک بخت، متقی پرہیز گار؛
اور فرمایا ہے کہ ابتداء سے ہمارا ان کی نسبت نیک گمان ہے اور اخیر پر دعا فرمائی ہے کہ خدا پاک اس کے ساتھ ہو۔

یہ رائے مرزا صاحب کی کچھ سرسری نہیں بلکہ مدت مدیدہ عرصہ بعید کے تجربہ کا نتیجہ ہے اور اب حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ عاجز قسم تحریر کرے اور پھر الہامات لکھے۔ نیز شرائط مقرر فرماتے ہیں کہ اپنا نام پتہ عہدہ سکونت وغیرہ وغیرہ لکھے۔ اس تغیر وتبدیل حالات سے عاجز بہت متعجب ہے اور بار بار یہ خیال آتا ہے کہ علیم وخبیر نے جو اپنے فضل وکرم سے مرزا صاحب کے حالات کے تغیر کی عاجز کو الہاماً آیت شریفہ انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّی یغیّروا ما با نفسھم (بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا اس معاملت کو جو ساتھ قوم کے ہے جب تک وہ بدل نہ ڈالیں جو ان کے جی میں ہے) میں اطلاع فرمائی ہے، کیسی صحیح ہے۔ سبحان اللہ واقعاً سب کچھ اللہ پاک کے قبضہ قدرت میں ہے اور ذرہ ذرہ پر اس کا اختیار ہے جو چاہے سو کرے یقلّب کیف یشاء۔ یفعل ما یشاء، و یحکم ما یرید (پھیرتا ہے اور کرتا ہے جس طرح چاہتا ہے اور حکم کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے) جناب خیال فرماویں کہ حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ اول عاجز کی نسبت تحریر فرمایا کیا وہ صحیح نہیں کہ اب عاجز سے قسم وغیرہ شرائط لیتے ہیں۔ کیا خدانخواستہ عاجز کی ان سے کسی قسم کی عداوت و دشمنی یا کچھ حسد اور بغض ہے۔ معاذ اللہ۔ یا عاجز ان پر زور ڈالتا ہے کہ وہ خوانخواہ ضرور عاجز کے الہامات کو قبول و تصدیق کریں تا کہ عاجز پر کسی قسم کی شرائط قائم کرنے کی ضرورت وحاجت ہو۔ مرزا صاحب کے نزدیک نعوذ باللہ وہ ذات پاک قادر جل جلالہ عالم الغیب و الشّھادۃ بدون پتہ ونشان وقسم عاجز کے شناخت کرنے و پاداش دینے میں مغالطہ

کھانے والی ہے۔ جناب کو خوب معلوم ہے اور مرزا صاحب بھی خوب جانتے ہیں کہ عاجز ایک گمنام بے تعلق اور بفضل وکرم مولی غنی وکریم مستغنی المزاج شخص ہے اور شہرت و جاہ طلبی سے الحمد للہ اس ارحم الراحمین کی منت بیکراں واحسان بے پایاں سے متنفر و بیزار۔ پھر عاجز کو کیا ضرور ہے کہ ایسے فضول اور بے ضروری مخالف اخلاص شرائط کا پابند ہو۔ ہاں الہام الٰہی کی پابندی ضرور ہے اور اپنے اختیار سے باہر ہے۔ مرزا صاحب کے مخالف جو الہام عاجز کو ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں وہ سوائے آپ کے اور تین چار دیگر رفقاء کے بلحاظ ملاقات دیرینہ و بنظر ناراضگی مرزا صاحب اب تک کسی کو نہیں سنائے گئے اور اسی خیال سے شائع بھی نہیں کیے۔ اگر حضرت مرزا صاحب بخوش دلی وفراخ حوصلگی و اخلاص ان ربانی شہادات کو یعنی الہامات کو بلا کسی شرط و اکراہ و عذر کے سننا گوارا فرماتے ہیں جیسا کہ اہل اللہ کی شان ہوتی ہے تو عاجز کو حسب اجازت وارشاد مرزا صاحب ان کے بیان وشائع کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ لیکن جناب غور فرمالیں کہ جو امور مخالف طبیعت، مخالف وجاہت اور خصوصاً سلسلہ پیری مریدی کے حارج ومضر ہوں تو وہ ضرور طبعاً ناگوار گذرا کرتے ہیں اور پھر جب غصہ آجاتا ہے تو انسان بے قابو ہو کر ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا حدیث شریف میں آیا ہے:

(قال رسول اللّٰه ﷺ انّ الغضب من الشّیطان و انّ الشّیطان خلق من النّار و انّما یطفأ النّار با لماء فاذا غضب احدکم فلیتو ضأ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غضب شیطان سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی بجھاتا ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو غضب آوے تو وہ وضو کرے، عن ابی ذرّ انّ رسول اللّٰه ﷺ قال اذا غضب احدکم و هو قائم فلیجلس فان ذهب عنه الغضب و الّا فلیضطجع رواه احمد و الترمذی۔ ابوذر﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آوے تو اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جاوے اگر پھر بھی غصہ فرو نہ ہو تو لیٹ جاوے الا انّ الغضب جمرة فی قلب ابن آدم الا ترون الی حمرة عینیه و انتفاخ اوداجه فمن وجد من ذلک شیئاً فلیلصق خدّه بالارض۔ خبردار غصہ ایک کوئلہ ہے آدمی کے دل میں کیا تم اس کی آنکھوں کی سرخی اور رگوں کا پھولنا نہیں دیکھتے۔ جو شخص ایسا محسوس کرے اسے چاہیے کہ اپنا رخسار زمین سے لگا وے۔ انّ الغضب جمرة توقد فی القلب

الم تروا الی انتفاخ اوداجه و حمرة عینیه فاذا و جد ا حدکم من ذلک شیئاً فان کا ن قا ئماً فلیجلس و ان کان جا لساً فلینم۔ بے شک غصہ ایک کوئلہ ہے جو دل میں سلگایا جا تا ہے۔ کیا تم اس کی رگوں کو پھو لتے اور سرخی آنکھوں کو نہیں د یکھتے پس جب کوئی اس حالت کومحسوس کر لے تو اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جا وے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جا وے۔ قا ل رسول اللّٰه ﷺ لیس الشّدید با لسّرعة انّما الشّدید الّذی یملک نفسه عند الغضب۔ متفق علیه۔ فر مایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سخت زور وہ نہیں جو دوسرے کو گرا دے بلکہ وہ ہے جو بوقت غضب اپنے نفس پر قابو رکھے)

البتہ عباد الرحمٰن جن کا حافظ و نا صر خود وہ عزّ اسمہ ہو اور جو بحکم و الکا ظمین الغیظ و العا فین عن النّاس و اللّٰه یحبّ المحسنین (اور پی جانے والے غصہ کو اور معا ف کر نے والے لوگوں کو اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کر نے والوں کو) کے ادب و لحاظ وتعمیل کر نے والے ہوں وہ البتہ مستثنیٰ ہیں اور غصہ میں بے قا بو نہیں ہو تے اور نہ کسی قسم کی ایذا رسانی کی کاروائی کر نے کی فکر کر تے ہیں۔ سو یہ ہر ایک کا منصب نہیں بحکم آیت کر یمہ وما یلقّا ھا الّا الّذ ین صبروا وما یلقّا ھا ا لّا ذو حظّ عظیم (اور یہ بات صبر والوں کو اور بڑے نصیب والے کو ملتی ہے) عا جز خا کسار تو رضا ئے مو لی کا خوا ہاں ہے اور اس کے احکام کا پا بند، کسی سے کچھ مقا بلہ نہیں اور نہ کچھ غرض، وہ ما لک جو چا ہے گا آپ ہی سب کچھ کر کرا لیگا۔ فقط لا ہور، ۷۔ مئی ۱۸۹۹ء یوم یک شنبہ

مکتوب مرزا صا حب قا دیانی

۱۵ مئی ۱۸۹۹ء: بخدمت مکرمی حا فظ محمد یوسف صا حب۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و بر کا تہ۔ آپ کا عنا یت نا مہ پہنچا۔ اگر چہ وہ شرا ئط جو میں نے لکھے تھے وہ سب قوم کے فا ئدہ کے لئے لکھے تھے اور ان کے لکھنے سے نہ یہ غرض تھی کہ حضرت منشی الٰہی بخش صا حب پر مجھے اعتبار نہیں اور نہ یہ غرض تھی کہ میں نعوذ با للہ ان کے لئے کوئی بد منصو بہ سو چتا ہوں۔ محض نیک نیتی سے لکھا گیا تھا۔ لیکن چونکہ مجھے آ سما نی فیصلہ مطلو ب ہے یعنی یہ مدعا ہے کہ تا لوگ ایسے شخص کو شنا خت کر کے جس کا وجود حقیقت میں ان کے لئے مفید ہے راہ راست پر مستقیم ہو جا ویں اور تا لوگ اس شخص کو

شناخت کرلیں جو در حقیقت خدا تعالی کی طرف سے امام ہے ۔ اور ابھی تک یہ کس کو معلوم ہے کہ وہ کون ہے صرف خدا کو معلوم ہے یا ان کو جن کو خدا تعالی کی طرف سے بصیرت دی گئی ہے اس لئے یہ انتظام کیا گیا ہے ۔ پس اگر جناب منشی الٰہی بخش صاحب کے الہامات در حقیقت خدا تعالی کی طرف سے ہیں تو وہ الہام جو میری نسبت ان کو ہوئے ہیں اپنی سچائی کا کوئی کرشمہ ظاہر کریں گے (خود بدولت کے الہامات کی سچائی کا کرشمہ داماد مرزا احمد بیگ، عبداللہ آتھم وبشیر جو ظاہر ہوا اس کو بھی مدنظر رکھیں ۔ الٰہی بخش) اور اس طرح یہ خلقت جو واجب الرحم ہے مسرف کذاب سے نجات پا جائے گی ۔ اور اگر خدا تعالی کے علم میں کوئی ایسا امر ہے جو اس بدظنی کے برخلاف ہے تو وہ امر روشن ہو جائے گا۔ لہذا میں اس بات سے تو باز آیا کہ منشی صاحب کے منہ سے قسم کا اقرار لوں، گو خدا تعالی نے بھی قسمیں کھائی ہیں اور ہمارے سید و مولا آنخضرت ﷺ صحابہ کے سامنے بعض اوقات قسمیں کھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے و الّذی نفسی بیدہ (قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے) لیکن میں عام لوگوں کو زیادہ توجہ دینے کیلئے خود اس وقت حضرت منشی الٰہی بخش صاحب کو قسم دیتا ہوں اور میری طرف سے منشی صاحب موصوف کو یہ قسم ہے کہ اے منشی صاحب آپ کو اس خدا قادر ذوالجلال کی قسم ہے کہ میری نسبت جس قدر آپ کو خدا تعالی طرف سے الہامات ہوئے ہیں وہ سب کے سب مع ترجمہ لکھ کر کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کر دیجئے ۔ میں آپ کو اے منشی الٰہی بخش صاحب پھر اس قادر و قدوس کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ان الہامات میں سے جو آپ نے حافظ محمد یوسف صاحب کو یا حضرت منشی عبدالحق صاحب کو یا کسی اور کو سنائے ہیں یا ابھی سنائے نہیں، کوئی الہام مخفی نہ رکھیئے ۔ میں پھر تیسری مرتبہ اے منشی الٰہی بخش صاحب آپ کو اس حیّ قیّوم لا الٰہ الاّ اللّٰہ کے مصداق کی قسم دیتا ہوں جس نے آنخضرت ﷺ پر قرآن شریف نازل کیا ہے اور قسم کا منشا یہی ہے کہ آپ اسی کے منہ کیلئے اسی کی عزت کے لئے اسی کے نام کے ادب کے لئے وہ کل الہامات جو میری نسبت آپ کو ہوئے ہیں اس خط کے پہنچنے سے ایک ہفتہ تک کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کرا دیجئے اور دس اشتہار میری طرف بھی بھیج دیجئے اور کوئی الہام جو میری نسبت ہو چکا ہے مخفی نہ رکھئے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ نعوذ باللہ میری طرف سے نہ کوئی آپ پر نالش ہوگی اور نہ کسی

قسم کا بے جا حملہ آپ کی وجاہت وشان پر ہوگا (اس وعدہ کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی۔الحکم ۲۳ جون ۱۸۹۹ء، ۱۰ جولائی ۱۸۹۹ میں کچھ کچھ لکھا۔۲۴ جولائی ۱۸۹۹ء، پھر ۹ و ۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء میں بہت لکھا ۔کسی میں کذاب، خدا تعالی پر افتراء کر کے دو چار فقرے سنا کر مامور من اللہ ہونے کا دعوی کرنے والا، راست باز کے بالمقابل بول اٹھنے والا، کہیں تفرقہ پرداز، الہام کا مدعی، نقاب سے منہ باہر کر، یہ برقعہ پرے پھینک دے۔میدان میں نکل۔ وغیرہ۔کہیں متکبر، سڑی، خود پسند، سنن انبیاء سے ناواقف، پر ظلمت روح، تاریکی کی روح وغیرہ لکھا ہے۔شاید یہ الفاظ آپ کے یہاں معیوب و بیجا خیال نہیں کئے جاتے۔غرض عہد کر کے اس کے ایفاء کی کچھ پرواہ نہ کی۔الٰہی بخش) میں جانتا ہوں کہ ایسے سب کام بدذاتی ہیں میں صرف خدا تعالی سے عقدہ کشائی چاہونگا (لیکن آپ تو اقرار نامہ لکھ چکے ہیں کہ میں خدا کے پاس اپیل بھی نہیں کرونگا لہذا اب عہدشکنی آپ کی شایان نہیں کیونکہ ایفاء عہد کی تعریف جو اللہ پاک نے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے اور نقض عہد پر جو وعید آئی ہے جناب کو وہ بحثیت ایک مسلمان اور متبع قرآن مجید ہونے کے مدنظر چاہیے۔منشی الٰہی بخش) تا وہ لوگ جو مجھے مسرف کذاب کا نام دیتے ہیں جو قرآن میں فرعون اور کسی اشدّ کافر کا نام ہے اور وہ لوگ میرے دعوی مسیح موعود کی تصدیق کرتے ہیں ان میں اللہ تعالی آپ فیصلہ کرے ۔میں نے تین قسموں کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کی ہے اور یہ سنت رسول اللہ ﷺ اور تمام پیغمبروں کی ہے کہ جب قسم دے کر ان کو پوچھا جاتا تھا تو وہ اس جواب کو بغیر کم یا زیادہ کرنے کے اور بغیر کسی قسم کی خیانت وتحریف کے ٹھیک ٹھیک مطابق واقعہ بیان کر دیتے تھے۔سو اب اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا آپ اپنے منہ سے قسم کھانے سے الگ رہے مگر میرا مدعا بھی اس طور سے حاصل ہو جائے گا۔ضرور نہیں کہ اظہار قسم کرو۔

مرزا غلام احمد

جواب منشی الٰہی بخش

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔

الٰہی بخش بخدمت مخدومی مکرمی حافظ محمد یوسف صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عرض آنکہ۔ والا نامہ جناب حضرت مرزا صاحب محکومہ ۱۵ مئی ۱۸۹۹ء جو بذریعہ رجسٹری جناب کے نام تھا، موصول ہوا حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ شرائط جو لکھی تھیں قوم کے فائدہ کے لئے لکھی تھیں لیکن عاجز کے خیال میں اب تک نہیں آیا کہ

قسم کھانے میں قوم کا کیا فائدہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا تو حکم ہے لا تجعلوا اللّٰہ عرضۃً لّایمانکم (اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کے لئے نشانہ نہ بناؤ)۔ خیر اب تو حضرت مرزا صاحب نے ناحق کی قسموں سے عاجز کو معاف فرما کر خود عاجز کو بے ضرورت قسمیں دی ہیں کیونکہ بموجودگی ارشاد و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذباً او کذّب بالحقّ لمّا جاءہ الیس فی جھنّم مثوی للکافرین (اور اس شخص سے بڑا کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرے یا جب اس کے پاس حق آوے اس کو جھٹلاوے۔ کیا جہنم کا فروں کے لئے ٹھکانہ نہیں ہے) کے مومنین خاشعین کو ان کی کچھ ضرورت نہیں۔ اگرچہ عاجز اب تک شش و پنج میں تھا کہ اشاعت الہامات میں خواہ مخواہ انگشت نمائی کا موجب بننا اور اپنی گوشہ گزینی میں خلل ڈالنا کیا ضرور ہے لیکن چونکہ اب حضرت مرزا صاحب اصرار فرماتے اور اللہ جل شانہ کی قسمیں ڈالتے ہیں لہذا مجبوراً عاجز ان کے ارشاد کی تعمیل میں حتی الوسع سعی کرے گا و ما توفیقی الّا باللّٰہ العلیّ العظیم۔ لیکن جو چیز عاجز کی وسعت و اختیار سے باہر ہے اس کے واسطے عاجز ہرگز کوئی وعدہ نہیں کرسکتا۔ الہامات کوئی پانچ دس پندرہ نہیں کہ کل شائع ہوسکیں۔ ہاں کوشش کر رہا ہوں کہ ان کا معتد بہ حصہ معہ تفہیمات و تشریحات ان کی خدمت میں گذارش ہو جاوے اور چونکہ مرزا صاحب نے قوم کے فائدہ کا لفظ لکھ کر یاد دلایا ہے لہذا اس کو مدنظر رکھنا بھی ضرور ہوا تاکہ ارشاد خیر النّاس من ینفع النّاس پر کچھ عمل ہو جاوے۔ چنانچہ اس ضمن میں انکے ساتھ چند مسائل مندرجہ رسالہ ضرورۃ الامام بھی استفساراً پیش کرنے کو لازمی و لابدّ سمجھ کر شامل کئے جا رہے ہیں۔ سو انشاء اللہ ختم ہونے پر مرزا کے ارشاد کی تعمیل کرونگا۔ دربارہ میعاد ایک ہفتہ جناب خیال فرماویں کہ عاجز مزدوری و ملازمت پیشہ ہونیکے باعث نہائت ہی عدیم الفرصت ہے لہذا اس قلیل میعاد کا جس کی بلحاظ ربانی کلام و منفعت رسانی خلق اللہ ہونیکے کچھ ضرورت نہیں، عاجز ہرگز اس کا وعدہ نہیں کرسکتا۔ دیکھئے مرزا صاحب جو ماشاء اللہ بالکل فارغ البال اور سوائے ایسے اشغال کے اور ان کو کچھ شغل ہی نہیں، باوجود طول طویل میعادی وعدوں کے عہدہ برآ نہیں ہوسکے، چنانچہ انکے وعدے درباب براہین احمدیہ وسراج منیر (۱۴سو روپیہ کی لاگت والا)، رسالہ قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ، منن الرحمان جنکے وقتِ معہودہ کو

گذرے ہوئے سال ہا سال گذر گئے ، پر غور فرماویں۔ باوجودیکہ ان کے پاس استعداد، وقت، لیاقت، فرصت، چھاپہ خانہ، آدمی کارکن، وسب اسباب وسامان موجود ومہیا ہیں۔ پھر یہ عاجز خاکسار باایں بے بضاعتی وعدیم الفرصتی بے سروسامانی بیمائیگی و کم لیاقتی کس طرح میعاد کا پابند ہوسکتا ہے۔ ہاں انشاء اللہ الرحمٰن اپنی طرف سے تعمیل ارشاد میں ہرگز کوتاہی نہ ہوگی آئندہ اختیار بدست قادر مختار رہے۔ بلکہ اس کی تالیف کے بارے میں الہام بھی ہوا ہے بسم اللّٰہ مجریھا و مرسھا انّ ربّی لغفور رّحیم (اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور ٹھہرنا۔ بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے) ۔لہذا اس کا چلنا وٹھہرنا اسی مالک وقادر مطلق کے ہاتھ ہے خاکسار بالکل ناچیز و بے حقیقت ہے۔ والسلام خیر ختام ۔لاہور ۲۳ مئی ۱۸۹۹ء یوم سہ شنبہ۔

عرض حال

عاجز (الٰہی بخش) ورفقاء عاجز نے ہر چند حتی المقدور کوشش کی کہ امور مندرجہ ہذا کی نسبت مولوی نورالدین سے کچھ استفسار کرا کر اپنی تسلی کریں اور ان کی طبع واشاعت کی نوبت نہ آئے۔ لیکن خدا پاک کی قدرت وحکمت کہ مولوی صاحب ممدوح نے باوجود درخواست اس کو قبول نہ فرمایا بلکہ اشاعت کی ہدایت فرمائی اور مرزا صاحب نے تو اس قدر اصرار فرما کر مجبور کردیا کہ طوعاً وکرہاً ان کے ارشاد کی تعمیل کرنی پڑی لہذا عاجز ان کی اشاعت واظہار میں بالکل بری الذمہ ہے۔

بعض احباب کی معرفت کمترین کے سننے میں آیا کہ متبعان مرزا صاحب بہت منتظر و مؤکد ہیں کہ کتاب جلد نکالو، مرزا صاحب اس کے جواب یعنی ردّ کے لئے مستعد وآمادہ بیٹھے ہیں۔ اسکے نکلنے کی دیر ہے، ایک پھونک سے اڑ جائیگی یا طغیانی دریاء معرفت کی لہروں میں بہا دی جائے گی۔ بھلا آسمان سے زمین کی کیا نسبت؟ چنانچہ مرزا صاحب کی بالواسطہ تحریرات سے بھی اس کی تصدیق ہوئی۔ سو بجواب عرض ہے کہ اگر فی الحقیقت تردید کے لئے ہاتھ میں قلم لئے ہوئے ہمہ تن تیار ہیں تو عاجز اگرچہ نسبت آسمانی زمینی مذکورہ بالا کا معترف ہے لیکن اس جلد بازی کے معاملہ میں خود مرزا صاحب کا مضمون مندرجہ سرورق براہین احمدیہ حصہ دوم قابل توجہ ہے جس میں آپ نے

براہین کی نسبت مخالفین کی ایسی ہی حرکت پر بڑا عاقلانہ ومنصفانہ جواب دیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبل از وقت برحق و باطل وصحت وسقم مضمون تردید کے لئے کمر بستہ ہونا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔حق طلبی وانصاف پسندی کا تو یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ اگر حق ہوتو آدمی قبول کرنے کے لئے طیار رہے۔ ورنہ اظہارحق کے لئے اس کی تردید کرے، نہ یہ کہ پہلے ہی سے اس کے ردّ ومقابلہ کی دل میں ٹھان لے۔ چنانچہ اس مضمون کو جس دل چسپ نظم میں آپ نے ادا فرمایا ہے وہ یہ ہے:

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یانہیں　　　خو اپنی پاک وصاف بناؤ گے یانہیں

باطل کی میل دل سے مٹاؤ گے یانہیں　　　حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یانہیں

کب تک رہو گے ضد وتعصب میں ڈوبتے　　　آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یانہیں

سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب　　　پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یانہیں

پھر تعجب ہے کہ باوجود اپنے اس محققانہ ومدبرانہ جواب کے عاجز خاکسار کی عاجزانہ تحریر پر جس کی کیفیت وماہیئت آشکارا نہیں ہوئی، ویسے ہی قابل اعتراض کلمات کا اظہار کرنا کیونکر مناسب وجائز سمجھا گیا۔

اگرچہ عاجز خاکسار ورفیق مددگار کو کبھی تحریر وتالیف کا موقع نہیں پڑا، نہ اس قسم کے کام کی مشق ومہارت وشوق ہے، بلکہ ایسا شغل عاجز ورفقاء عاجز کی نسبت عادت ومذاق کے بالکل مخالف ہے،لیکن خبیر بصیر عزّ اسمہ نے یہ شعور وبصیرت بخشی ہے کہ تحریر وتقریر میں تکرار اور اسی مضمون کا بار بار اظہار واذکار ناظرین وسامعین کو طبعاً مکروہ وناگوار گذرتا ہے۔مگر چونکہ مرزا صاحب کی تصانیف کا اکثر تکرار پر مدار کار ہوتا ہے بنا براں مجیب کو بحالت ناچاری بدرجہ اضطراری اس کی پیروی ناگزیر ہے۔ بایں ہمہ تکرار کی تخفیف کی حتی الامکان بہت سعی کی گئی ہے لیکن بعض جگہ اس کا تدارک کما حقہ نہیں ہوسکا۔علاوہ ازیں عاجز کی مرضی وارادہ کی کچھ پیش نہیں گئی،قلم سے جو قادر مختار نے چاہا،نکلتا گیا حالانکہ عاجز ورفقاء عاجز سے نہ کوئی عالم، نہ مولوی، نہ منطقی، نہ فلسفی، نہ دین سے کامل طور پر واقف وماہر ۔علاوہ ازیں اگر ہماری مرضی وارادہ پر منحصر ہوتا تو اس تحریر تک ہرگز نوبت ہی نہ پہنچتی۔لیکن ادھر مرزا کے فرمان، سب سے بڑھ کر احکم الحاکمین کے مشیت وارادہ ،اور پھر الہامات نے ایسا کیا کہ بے اختیار اضطراراً الہام فاصدع بما تؤمر (سو سنا دے کھول کر جو تجھے حکم ہوا) کی تعمیل کرا کر چھوڑی جسکے باعث یہ کتاب باوجود اختصار اس قدر ضخیم ہوگئی۔

اس میں جو واقعات مندرج ہیں اکثر ذاتی واقفیت وتجربہ پر مبنی ہیں اوران کے اظہار

میں حتی المقدور بہت احتیاط کی گئی ہے مثلاً بتکرار دعائے استخارہ اور دخل نفس وشیطان سے تعوذ کے لئے ادعیہ معوذات کا وردرہا۔ بایں ہمہ اگر کوئی غلطی ہوگئی ہوتو لازمہ بشریت ہے کیونکہ حضرت آدم جن کی شان میں اللہ تعالی، قرآن مجید میں فرماتا ہے و لقد عهد نا الی آ دم من قبل فنسی و لم نجد له عز ماً (البتہ تحقیق عہد کیا تھا ہم نے طرف آدم کی اس سے پہلے، پس وہ بھول گیا) کی عاجز اولاد میں سے ہے اور خطا ونسیان سے مبرا ومنزہ نہیں ہوسکتا۔

یا ربّ غفراً ان طغت اقلامنا یا ربّ معذرة من الطّغیان

سو چونکہ انسان مختلف الطبائع و مذاق و خیالات ہوتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ خاکسار کی نسبت ان کی رائیں بھی مختلف ہوں۔ کوئی کہے کہ ساری عمر ملازمت میں مصروفِ دنیا رہنے پر یہ انعام یزدانی وفضل رحمانی کیونکر ہوسکتا ہے، توان کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ آیت رجال لا تلهیهم تجارة وّ لا بیع عن ذکر اللّه (وہ مرد کہ نہیں غافل کرتی ان کو سوداگری اور نہ خرید وفروخت ذکراللہ سے) پرغور فرمائیں۔ نیز خیال فرمائیں کہ حدیث لا یشقی جلیسهم (مردان خدا کا ہم جلیس شقی نہیں رہتا) بھی اس کی معاون ہے جیسا کہ تجربہ ومشاہدہ ہوا کہ شیخ سید عبداللہ غزنویؒ کے اکثر دشمن بھی ان کی صحبت کے فیض و برکت سے محروم نہیں رہے اور عاجز کوتو بفضلہٖ تعالی و تقدس ان کی صحبت با برکت کا بہت حصہ نصیب ہوا۔ اگر اس سے بھی اطمینان نہ ہوتو حدیث انّ اللّه تعالی لیؤیّد الدّین با لرّجل الفاجر میں فکر کر کے فیصلہ کرلیں کہ اللہ تعالی اپنے دین کے کام رجل فاسق وفاجر سے بھی لے لیتا ہے۔ پھر سب سے آخر خذ ما صفا و دع ما كدر (صاف لے لو اور مکدر چھوڑ دو) تو ہر شخص کے لئے موجود ہے۔

باب اول: درحالات

☆ عاجز (الٰہی بخش) کا تعارف مرزا غلام احمد قادیانی سے قریباً طبع حصہ سوم براہین احمدیہ اور ملاقات ۱۸۸۴ء سے ہے یعنی اس وقت سے جب کہ موجودہ (۱۸۹۹ء۔۱۹۰۰ء کے) حاضر باشان و

مریدان سے شائد ہی ان کا کوئی آشنا و واقف ہو۔ اس وقت ان کی دعوت اسلام مخالفین اسلام کو بذریعہ براہین و دیگر اشتہارات و وعدہ اداء جرمانہ بصورت عدم تشفی معترضین اور پھر بحث مباحثہ دربارہ اثبات معجزات شق القمر وغیرہ وتصنیف سرمہ چشم آریہ ۱۸۸۶ء وغیرہ خدمت اسلامی و اعلاء کلمۃ اللہ میں عاجز مع رفیقان ان کے ساتھ شامل تھا۔ بناءً علیہ مرزا صاحب عاجز سے اور عاجز ان کے ہر حال سے بخوبی ماہر ہے حتی کہ مرزا صاحب کے مخالفین، عاجز و رفقاء عاجز کو بھی ان کی جماعت سمجھ کر سبّ وشتم کرتے اور لکھتے رہے۔

وہ اشتہار جو کئی ہزار طبع ہو کر مما لک دور دراز میں پیشوایان غیر مذاہب و دہریان و فلاسفران وغیرہ کو بھیجا گیا تھا اس کا ترجمہ اور روانگی وغیرہ سب عاجز کے ہاتھ سے ہو کر نکلے۔ اس ابتداء وقت میں اس قدر تو ملاقات و یک جہتی کہ مرزا صاحب عاجز و رفقاء عاجز کا ذکر و نام اپنی کتب میں بھی درج فرماویں، یا اب کثرت مریدان اور حاشیہ نشینان میں آپکے حافظہ سے وہ سب کچھ ایسا محو ہوا کہ موقع ملاقات گذشتہ پر مرزا صاحب نے عاجز ورفیق عاجز کو ایسا ناواقف و بیگانہ خیال فرمایا کہ اپنے دعاوی و دلائل دعاوی کی تبلیغ شروع کردی اور جب تک وہاں رہے آپ اس میں مصروف رہے۔ اس تغیر وتبدیل حافظہ وطبیعت مرزا کا نہایت ہی تعجب ہوا اور خاص کر اس لئے کہ مرزا نے یہ خیال نہ فرمایا کہ ان کی کون سی مطبوعہ تحریر ہے جو عاجز و رفقاء عاجز نے نہیں دیکھی اور کون سا دعوی و دلیل ہے جو نہیں سنی اور معلوم نہیں جن کی تبلیغ ان کو مکرر سہ کرر ضروری معلوم ہوئی۔

اشتہارات وتصانیف تو مرزا صاحب کی سب پہنچتی رہیں البتہ ملاقات کو ضرور عرصہ گذر گیا تھا جس کے واسطے مرزا صاحب نے ملتان سے واپس ہوتے ہوئے لاہور میں باصرار فرمایا کہ یہاں خلوت میسر نہیں ہوتی ضرور قادیان آ ؤ اور ملاقات کو بہت عرصہ ہو گیا ہے۔ آپ کے اس اصرار پر جو وعدہ کیا گیا تھا اس کے ایفاء کا بہت خیال تھا جس کے باعث ستمبر ۱۸۹۸ء میں قادیان جانے کا اتفاق ہوا لیکن مرزا صاحب نے خلوت موعودہ کا کچھ خیال نہ فرما کر ایسی اجنبیت ظاہر فرمائی کہ گویا عاجز کے حال سے ان کو کچھ آگاہی نہ تھی۔ الخیر فی ما وقع امید ہے کہ اس میں بھی کئی مصالح وحکمتیں اس خالق مالک عزیز وحکیم کی ہوں گی۔

☆ **اظہار حقیقت کیلئے بعونہ تقدس وتعالی کچھ اپنا حال تحریر کرتا ہوں:۔**

خاکسار (الٰہی بخش) کو الہامات (جن کو مرزا صاحب مکالمات الٰہیہ سے ہمیشہ تعبیر کرتے

ہیں) محض اللہ پاک کے فضل و کرم سے مرزا صاحب سے ملاقات سے پہلے اول سید شیخ عبداللہ غزنویؒ کی مسجد میں بوقت اعتکاف عشرہ اخیر رمضان المبارک ۱۲۹۸ھ میں شروع ہوئے، اگرچہ رؤیا صادقہ و مکاشفات اس سے بھی پہلے شروع تھے۔ مواقع ضرورت و حاجت میں الہامات و نصرت فراواں ہوتی رہی۔ چنانچہ ۱۸۸۳ء میں ایک افسر سے ناموافقت ہونے پر یہ الہام ہوئے:

لا تتّخذوا من دونی اولیاء (سوائے میرے کسی کو کارساز نہ بناؤ)۔

نجوت من القوم الظّا لمین (قوم ظالموں سے تجھ کو نجات ملی)۔

اور یہ الہام اسی طرح پورے ہو گئے۔ الحمد للہ۔ اور اب تک کوئی ایسا موقع یاد نہیں کہ جس میں مجھ کو الہامات کی کچھ بھی تاویل کرنے کی حاجت ہوئی ہو۔ کثرت سے تو پورے ہو گئے اور ایسے بھی ہیں جن کا ابھی انتظار ہے۔ اور بعض (غیر زبان والوں سمیت) ایسے بھی ہیں جن کا مطلب اب تک بخوبی منکشف نہیں ہوا، اور جن کے انکشافات اور تکمیل کی امید قادر مطلق کے فضل و کرم پر واثق ہے کیونکہ ان میں عاجز کا کوئی دخل ہرگز نہیں۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جو الہام سمجھ میں نہ آئے، اس کا کیا فائدہ؟ اور ایسا الہام خدا تعالیٰ کیوں کرتا ہے؟ وغیرہ۔ سو اس بارہ میں امور ذیل پر توجہ چاہیے:۔

غیر زبان میں الہام ہونا اور ایسا ہونا کہ ملہم کی سمجھ میں نہ آئے، یہ دلیل تو صداقت و راستی ملہم کی ہے کیونکہ جو چیز ملہم جانتا ہے اور سمجھتا ہے اس پر تو وہ خود قادر ہے اور دوسرے شبہ کر سکتے ہیں کہ یہ واقف و قادر ماہر تھا، اس نے خود بنا لیا ہوگا۔ لیکن جس چیز سے وہ واقف ہی نہیں اور جانتا ہی نہیں، اس میں اس کی بناوٹ کا شبہ بالکل لغو بے دلیل و باطل ہے بلکہ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ اس خالق مالک علیم خبیر علی کلّ شئی قدیر کی طرف سے ہے اور ملہم کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ ہاں یہ شرط اس میں ضروری ہے کہ وہ کسی صورت میں خلاف کتاب اللہ و سنت و تعلیم رسول اللہ ﷺ نہ ہو چنانچہ اس کے متعلق قرآن مجید میں سید الانبیاء ﷺ کو ارشاد فرمایا:

و ما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب و لا تخطّہ بیمینک اذاً لّارتاب المبطلون ۔ بل ھو آیات بیّنا ت فی صدور الّذین اوتو العلم و ما یجحد بآ یا تنا الّا الظّا لمون ۔ ما کنت تدری ما لکتا ب و لا الایمان

جس کا مدعا و مطلب یہ ہے کہ پہلے تو پڑھنے لکھنے والا نہیں تھا، اگر ایسا ہوتا تو یہ باطل پرست و باطل پسند شک کر سکتے، اور جس حالت میں یہ امر نہیں تو پھر شک کیسا؟

❀ در بارہ فرق زبان، گو جناب رسول اللہ ﷺ کی مبارک زبان عربی تھی اور قرآن مجید بھی عربی زبان میں اللہ نے اپنی رحمت سے نازل فرمایا لیکن قرآن مجید کی بےنظیر و بے مانند عربی میں اور دوسری معمولی مخلوق کی عربی میں سب ماہرین جانتے ہیں کہ کس قدر فرق و بعد المشرقین ہے کہ کسی کی عربی قرآن مجید کی عربی کی برابری ہرگز نہیں کرسکتی اور اس کی مثل ہرگز نہیں ہوسکتی۔

❀ خود قرآن مجید میں آیات متشابہات و حروف مقطعات، الم، المص، المر، کھیعص، طه، طسم، طس، یس۔ ص عسق۔ ق، وحی والہامات الٰہی جل شانہ ہیں جن کا صحیح صحیح مدعا و مطلب آج تک اکثروں نے بیان نہیں فرمایا، باوجودیکہ قرآن مجید عربی مبین ہے، کوئی غیر زبان نہیں، اور اس کے اللہ جل شانہ کی طرف سے ہونے میں ذرہ برابر ہرگز شک نہیں ہے، گو ہم یا اور کوئی ان کا مطلب نہ سمجھے، ان کے معانی میں مفسرین کا بہت ہی اختلاف ہے۔ کوئی اسماء قرآن مجید، کوئی اسماء سور وغیرہ اور کوئی کچھ اور فرماتے ہیں کہ اکابر صحابہ سے یہی مروی ہے کہ غیر معلوم ہیں اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ علماء ان کے ادراک سے عاجز ہیں۔ اور کوئی فرماتے ہیں کہ متشابہ ہیں۔ اور پھر اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

هو الّذی انزل علیک الکتا ب منه آ یا ت مّحکما ت هنّ امّ الکتا ب و ا خر متشا بهات ۔ فا مّا الذین فی قلو بهم زیغ فیتّبعون ما تشا به منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء تا ویله وما یعلم تاویله ا لّا اللّه والرّا سخون فی العلم یقولون آ منّا به کلّ مّن عند ربّنا وما یذکر الّا اولو الالبا ب

(وہ پاک ذات جس نے اتاری تجھ پر کتاب کامل اس میں آیات محکم ہیں وہ ام الکتاب ہیں اور دوسری متشابہات ہیں پس وہ لوگ جنکے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں تشابہ کی واسطے چاہنے فتنہ کے اور حقیقت حال کے اور نہیں جانتا حقیقت ان کی مگر اللہ اور محکم علم والے، کہتے ہیں ایمان لائے ہم ساتھ اسکے کل ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نہیں نصیحت پکڑتے مگر عقل والے) (آل عمران: ۷)

پھر دعا تعلیم فرمائی ربّنا لا تزغ قلوبنا .الخ (اے ہمارے رب نہ کج کر ہمارے دلوں کو) اس میں گو اختلاف ہے کہ ما یعلم تا ویله ا لّا اللّه پر وقف ہے یا کہ وا لرّا سخون فی العلم پر لیکن بہر حال اللہ ہی کو بہتر معلوم ہے اور اسی کے بتلانے سے کسی کو معلوم ہوسکتا ہے۔

❀ احادیث مبارک رسول اللہ ﷺ سے بھی ثابت ہے کہ کئی منامات والقاء کے فہم واسرار کا انکشاف اسی وقت نہیں ہوا بلکہ بعد مدت ہوا:

عن ابی موسی عن النّبیّ ﷺ قا ل رأیت فی المنام انّی اھاجر من مکّه الی ار ض بھا نخل فذ ھب و ھلی الی انّھا الیما مه او ھجر فاذا ھی المد ینة یثرب و رأیت فی رؤیای ھذه انّی ھززت سیفاً فانقطع صدره فاذا ھو ما ا صیب من المؤمنین یوم ا حد ثمّ ھز زته ا خری فعاد ا حسن ما کان فاذا ھو ما جاء من الفتح و اجتما ع المؤمنین (ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کرتا ہوں جہاں کھجور کے درخت ہیں۔تو میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ زمین یمامہ یا ہجر ہے حالانکہ وہ مدینہ تھا جس کا دوسرا نام یثرب ہے۔ اس خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا تو وہ درمیان سے ٹوٹ گئی۔اس کی تعبیر مسلمانوں کو احد کے دن کی مصیبت کا پہنچنا ہے ۔ پھر دوبارہ تلوار کو میں نے ہلایا تو اول سے بھی اچھی ہوگئی تو اس کی تعبیر اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں کو فتح دینا اور اکٹھا کرنا ہے)(بخاری: حدیث نمبر۳۶۲۲)

دیکھئے کہاں قبل از ہجرت مکہ شریف کا یہ رؤیا اور کہاں اس کا وقوع و تکمیل ۔ پھر

عن عائشه قا لت قال لی رسول اللّٰه ﷺ اریتک فی المنام ثلا ث لیال یجیء بک الملک فی سرفة من حریر فقال لی ھذه امرأتک فکشفت عن وجھک الثّوب فاذا انت ھی. الخ (عائشہؓ بتاتی ہیں کہ کہا مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے کہ تو مجھے تین رات دکھائی گئی اس طرح پر کہ فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر لاتا اور کہتا کہ یہ تیری بیوی ہے۔پس میں تیرے چہرے سے کپڑا ہٹاتا تو،تو وہی ہوتی)

تو پھر کسی اور عاجز غلامان غلام وطفیلی و ذلہ بردار کا کیا حق ہے کہ اس وقت کل کے بتمامہ سمجھنے کا دعویٰ کرے۔

علاوہ ان دلائل مذکورہ بالا کے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس ذات پاک کے کلمات طیبات و الہامات واسرار وغوامض حسب فحوائے آیات قرآن مجید:

قل لو کان البحر مداداً لّکلمات ربّی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربّی و لو جئنا بمثله مدداً (اگر تمام دریا میرے رب کے کلمات کہنے کے لئے سیاہی بن جائیں تو دریا ختم ہو جاویں پہلے اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں اگرچہ اس کے برابر اور بھی سیاہی لائیں)

و لو انّما فی الارض من شجرةٍ اقلام وّ البحر یمدّہ من بعدہ سبعة ابحرٍ مّا نفدت کلمات اللّٰہ ۔ انّ اللّٰہ عزیز حکیم (لقمان: ۲۷) (اگر جس قدر زمین میں درخت ہیں، قلمیں ہوں اور کل دریا و سمندر سیاہی ہوں اور اسکے بعد اور سات سمندر بھی ہوں تب بھی اللہ کے کلمات پورے نہ ہوں ۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے)

کی بے حد و بے نہایت ہونے کے علاوہ لطیف درلطیف و عمیق درعمیق بھی ہیں ۔ جیسا وہ خود لطیف و خبیر ہے پس انسان ظلوماً جھولاً کی کیا ہستی اور کیا حقیقت ہے اور اس کا کیا بے مقدور محدود دماغ ادراک ہے کہ اس خالق مالک کے کل الطف و عمیق کلمات و اسرار کو کامل طور پر فوراً سمجھ سکے تاوقتیکہ وہ رحیم و کریم خود ہی اپنے فضل و کرم سے نہ سمجھا وے ۔ وہاں تو یہی عرض صحیح ہے ماعرفناك حقّ معرفتك و ماعبدنا ك حقّ عبادتك (نہیں پہچانا ہم نے تجھ کو حق پہچاننے تیرے کا اور نہیں عبادت کی تیری جیسے چاہیے)، اور برحق ہے قول امام العارفین خلیفہ رسول رب العالمین کا العجز عن درك الادراك ادراك ۔ و الکشف عن ذات اللّٰہ اشراك (اللہ تعالی کی حقیقت کے جاننے سے اظہار عجز ہی ادراک ہے اور اللہ تعالی کی ذات مبارک کا کشفِ راز شرک ہے)۔ نظر بریں وجوہات کچھ حرج و مضائقہ معلوم نہیں ہوتا اگر کسی الہام کے فہم میں فہم کسی عاجز ملہم کا قاصر رہے، یا الہام بعد مدت منکشف ہو یا کامل طور پر وقوع میں آوے ۔ واللہ اعلم بالصواب

☆ چونکہ کمترین میں کسی طرح کی لیاقت نہیں ۔ نہ پڑھا ہوا یعنی نہ عالم، نہ مولوی، نہ عابد، نہ زاہد، کوئی فضیلت نہیں رکھتا ۔ مخلوقات سے بھی کچھ بہت تعلق نہیں ۔ مزدوری پیشہ ہے ۔ داب ملاقات رسمی و گفتگو مروج زمانہ سے بھی اکثر ناواقف، اپنے آپ کو حقیر و ناچیز سمجھتا ہے لہذا اول اول اکثر اپنی بے بضاعتی نالیاقتی کی وجہ سے انعامات و احسانات الٰہی پر نہایت تعجب و تردد ہوا کرتا تھا جن کے جواب میں بار بار تلطف آمیز تنبیہ ہوئی مثلاً جب اولاً دل میں خدشہ گذرا کہ میرے جیسے ناچیز نالائق کو الہام ہونا اجتماع ضدین ہے تو الہام ہوا:

انّ اللّٰہ لا یستحی ان یّضرب مثلاً مّا بعوضةً (بے شک اللہ تعالی مچھر کی مثال بیان کرنے سے نہیں شرماتا)

اور پھر دیگر مواقع پر:

ما لکم لا ترجون للّٰہ وقاراً (کیا ہوا تم کو کہ تم اللہ تعالی کے لئے وقار نہیں مانتے)

الم تعلم انّ اللّٰہ علی کلّ شیء قدیر (کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر شئی پر قادر ہے)

الحقّ من رّبّک فلا تکونن من الممترین (حق ہے تیرے رب کی طرف سے پس تو ہرگز شک کرنے والوں سے نہ ہو)

جس پر عاجز تائب و نادم ہوتا رہا۔

ڈیرہ غازی خان میں ۱۸۸۳ء میں جب الہام ہوا:

قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فا تّبعونی (تو کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو)

تو عاجز تمام روز توبہ و استغفار کرتا رہا کہ شیطان مجھ پر غالب ہو گیا ہے (چنانچہ اس بارہ میں مرزا صاحب کو خط بھی لکھا تھا) اس پر فوراً ارشاد ہوا:

انّ عبادی لیس لک علیھم سلطان (میرے بندوں پر شیطان کا غلبہ نہیں).

☆ عرصہ ہوا جب خاکسار نے الہام: مثل سہیل یمانی مجھ کو خدا تعالیٰ سے محبت ہے، مرزا صاحب کو استفساراً بھیجا تو اس کے جواب میں ان کے قلم سے بھی نکلا کہ بلاواسطہ غیر آپ پر اللہ پاک کا ارادہ فضل و کرم کا معلوم ہوتا ہے۔ جو الحمد اللہ کہ اسی طرح ہوا جیسا کہ الہامات ذیل سے ظاہر ہے۔ مرزا صاحب کو شاید یاد ہو گا جب عاجز نے اپنے آنے کے ارادہ پر ڈیرہ غازی خان سے ان کو خط لکھا تو اس کے جواب میں مرزا صاحب نے کہا کہ تمہارا خط ہاتھ میں آتے ہی الہام ہوا:

قل تعالوا سلام علیکم طبتم (آؤ تم پر اللہ کا سلام ہے، خوش رہو)۔

سبحان اللہ! کیا اللہ پاک کے احسان و اکرام ہیں کہ عاجز کا خط پہنچتے ہی مرزا صاحب کو الہام ہو اور عاجز بے مقدار کے حق میں کیسے الطاف آمیز الفاظ اس میں ارشاد فرمائے۔

الہامات و رؤیا در بارہ قادیانی

اب کچھ الہامات و رؤیاء چندے از بسیار و مشتے از انبار کے طور پر عرض ہیں:

- لا تتّخذوا من دونی اولیاء (تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ پکڑو)
- قل اللّٰہ ثمّ ذرھم فی خوضھم یلعبون (تو اللہ کہہ، پھر چھوڑ ان کو اپنی بحث میں کھیلتے)
- صد کتاب و صد ورق در نار کن　　　جان و دل از جانب دلدار کن

دل آرامی کہ داری دل درو بند وگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

- تبارك الّذی نزّ ل الفر قان علی عبده لیکو ن للعا لمین نذ یراً (برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے فرقان اپنے بندہ پر اتارا، تا کہ وہ جہان والوں کو ڈراوے)
- هو الّذی ارسل رسو له با لهدی و دین ا لحقّ لیظهره علی الدّین کلّه و لو کره المشرکون (وہ اللہ وہ ہے جس نے اپنے فرستادہ کو ساتھ ہدایت اور دین حق کے بھیجا تا کہ غالب کرے اس کو تمام دینوں پر گو مشرک ناخوش ہوں)
- واللّه یختصّ برحمته من یّشاء (اللہ اپنی رحمت کیلئے جسکو چاہتا ہے خاص کرتا ہے)
- و اللّه یؤیّد بنصره من یّشاء (اللہ اپنی نصرت سے جس کی چاہے تائید کرتا ہے)
- انّا کفینا ك المستهز ئین (ہم تیری طرف سے تمسخر کرنے والوں کو کفایت کرینگے)
- و ما ار سلناك الّا رحمةّ للّعا لمین (رحمت یعنی وفور شفقت، یہ تفہیم الہامی ہے) (ہم نے تجھے جہاں والوں کے لئے رحمت بھیجا ہے)
- اذا سألک عبادی عنّی فانّی قر یب (جب میرے بندے تجھ سے میری نسبت سوال کریں تو کہہ کہ اللہ فرماتا ہے کہ میں قریب ہوں)
- حقّاً علینا نصر المؤمنین (حق ہے ہم پر مدد کرنی مومنوں کی)

رفعت شان رفت براوج فلک ایں چنیں شد رحمت رب جلیل

- الم نشرح لک صدرك .. الخ ۔ (کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا ..الخ)
- یا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربّی و جعلنی من المکر مین (کاش میری قوم جانتی وہ انعام کہ بخشا مجھ کو اللہ میرے نے اور مجھے عزت والوں سے کیا)
- سبحان الّذی اسری بعبده لیلاً (الی) لنر یه من آ یا تنا (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات میں سیر کرایا ..الخ۔ تا کہ دکھاویں ہم نشانیوں اپنی سے)۔
- اور سیر بھی کرا دی گئی .... لنری ابرا هیم ملکو ت السّماوا ت وا لارض ۔ انّافتحنا لک فتحاً مبیناً (الی) صرا طاً مستقیماً (تا کہ دکھاویں ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت ۔ بے شک ہم نے فتح دی تجھ کو فتح ظاہر.. تا...صراط مستقیم)
- قل جاء الحقّ و زهق البا طل ۔ انّ البا طل کا ن زهو قاً۔ فو قع الحقّ علی الباطل فید مغه (تو کہہ حق آیا اور باطل گیا ۔ باطل جانے ہی والا تھا، پس حق باطل پر گرا اور

توڑتا ہے اسکا سر)

آسمان بار امانت نتوانست کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

انّا عرضنا الامانۃ علی السّماوات والارض.. الآیۃ (بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا..الخ)۔

ولا تصعّر خدّك للنّاس ۔ لا الٰہ الّا ھو فاتّخذہ وکیلاً ۔ فسبّح بحمد ربّک و تبتّل الیہ تبتیلاً (لوگوں کے لئے اپنے رخسار مت موڑ ۔سوا اللہ کے کوئی معبود نہیں پس اسی کو اپنا وکیل پکڑ۔ پس تسبیح کہہ اپنے رب کے نام کی اور منقطع ہو جا طرف اس کی منقطع ہو جانا)

ثمّ دنا فتدلّی فکان قاب قوسین او ادنی ۔ قد نری تقلّب وجھک فی السّماء فولّ وجھک شطرۃ ترضاھا ۔ ولسوف یعطیک ربّک فترضی ۔ لکم کلّ ما سألتموہ ۔ (پھر قریب ہوا قدر دو کمان کے قریب ۔ بے شک ہم نے دیکھا پھرنا منہ تیرے کا پس پھیر تو اپنا منہ جس طرف خوش ہو ۔ تیرا رب عطا کریگا جس پر تو راضی ہو جائیگا۔تمہارے لئے سب ہے جو تم سوال کرتے ہو)

انّا اعطینا ك الکوثر .. الخ ۔ الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ (ہم نے تجھے کوثر عطا فرمائی ..الخ۔کیا اللہ تعالی اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں)

کفی بربّک ھادیاً و نصیراً

میں مرید نہیں مراد ہوں مجھ کو مراد صاحب کہو (یہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کا خود اپنا ارادہ عاجز پر فضل وکرم کا ہے کسی کے توسل اور عاجز کی طرف سے کسی سعی وکسب ریاضت وغیرہ کی جہت سے نہیں)

واللّٰہ یجتبیک ربّک و یعلّمک من تاویل الاحادیث و یتمّ نعمتہ علیک و یھدیک صراطاً مّستقیماً۔ یا احمد بارك اللّٰہ فیک انّ وعد اللّٰہ حقّ کذا لک وعد اللّٰہ (ذلک آیات اللّٰہ) نتلوھا علیک با لحقّ (اللہ تجھے برگزیدہ کرے گا اور باتوں کی تعبیر سکھا دے گا اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کرے گا اور سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرے گا۔اے سراہے گئے! اللہ تجھ میں برکت کرے گا۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ ایسا ہی اللہ نے وعدہ کیا ہے ۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں ہم پڑھتے ہیں ان کو تجھ پر حق کے ساتھ)

ایک دفعہ خیال آیا کہ مجھ سے تو کچھ کام اور خدمت نہیں ہوئی اور دوسرے حضرات عمدہ و عالیشان کام میں مصروف ہیں، مجھ کو ایسا مرتبہ کیوں کر مل سکتا ہے۔ جواب ملا:

❁ نرفع درجات من نّشاء ۔ انّ الّذین یبا یعونک انّما یبا یعون اللّٰہ ۔ ید اللّٰہ فوق اید یھم ۔ نحن نزّ لنا الذّ کر و انّا لہ لحا فظو ن (ہم بلند کرتے ہیں درجات جس شخص کے چاہتے ہیں ۔ بے شک وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں ۔اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ہم نے ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں)۔ جو چاہو ملے گا۔

❁ ا حسِب النّاس ان یّتر کوا ان یّقو لوا آ منّا و ھم لا یفتنون (کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ صرف آمنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ ہو)۔

❁ نگہداشت مارا از راہ خطا　　　خطا درگذار وصواب ہم نما

❁ ان لّا تعبدوا ا لّا اللّٰہ انّی لکم منہ نذ یر مّبین (یہ کہ نہ عبادت کرو تم اللہ کے سوا کسی کی ، بے شک میں تمہارے لئے اسی کی طرف سے ڈرانے والا ہوں)۔

❁ ان اعبدوا اللّٰہ و اتّقوہ و اطیعون یغفر لکم ذنو بکم (یہ کہ عبادت کرو تم اللہ کی اور اس سے ڈرو اور میری تابعداری کرو۔اللہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا)۔

❁ یا قومنا اجیبوا داعی اللّٰہ و استبشروا ببعیکم الّذی بایعتم انّ اللّٰہ بما تعملو ن بصیر (اے میری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کو قبول کرو اور خوش ہو تم اس بیع کے ساتھ جو تم نے کی ہے۔ بے شک اللہ تمہارے عملوں کو دیکھنے والا ہے)۔

❁ ابلّغکم رسا لات ربّی و انّی لکم نا صح امین (میں تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے خیر خواہ امین ہوں)۔

❁ یا ربّ انصر خیر حزبنا علی　حز ب الضّلال وعسکر الشّیطان
و اللّٰہ ما فی ھذہ الدّ نیا الذّ　من ا شتیا ق ا لعبد للرّ حما ن
(اے رب ! میرے گروہ کو گمراہوں کے گروہ اور شیطانوں کے لشکر پر نصرت دے۔قسم خدا کی دنیا میں کوئی چیز اللہ کے اشتیاق سے زیادہ لذت والی نہیں)

❁ اللّٰھمّ طھّر بیتی للطّا ئفین (اے اللہ میرے گھر کو پھرنے والوں کیلئے پاک کر)۔

❁ کن فی الدّ نیا کا نّک غریب او عابر سبیلٍ وعد نفسک من اصحاب القبور (دنیا میں ایسا ہو جیسے اجنبی یا رستہ گذرنے والے رہتے ہیں اور اپنے نفس کو قبروں والوں میں شمار کر)

❁ انّا و جد ناہ صابراً نعم العبد انّہ اوّاب ۔ یا یحی خذ الکتا ب بقوّۃٍ ۔

نصر مّن اللّٰه و فتح قریب (ہم نے اس کو صبر کرنے والا پایا، اچھا بندہ ہے۔ تحقیق وہ رجوع کرنے والا ہے۔اے یحییٰ اس کتاب کو قوت سے پکڑ۔ نصرت اللہ کی طرف سے اور فتح قریب ہے)

❁ قل ان کنتم تحبّو ن اللّٰه فا تّبعو نی یحببکم اللّٰه یغفر لکم ذنو بکم و یجر کم من عذا بٍ الیم (اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرے گا تمہارے گناہ بخش دے گا اور دردناک عذاب سے مخلصی دے گا)۔

❁ الا انّ نصر اللّٰه قریب۔ حسبنا اللّٰه و نعم الو کیل نعم المو لی و نعم النّصیر (اللہ کی مدد قریب ہے۔ ہم کو اللہ کافی ہے، اچھا ہے وہ ہمارا وکیل اچھا مولیٰ اور عمدہ مددگار)

❁ فتحت ابواب السّماء بماءٍ منھمر۔ نحن جمیع منتصر ۔ سیھزم الجمع و یولّو ن الدّ بر ۔ انّ المتّقین فی جنّا ت و نھر ۔ عند ملیکٍ مّقتدر ۔ ان یّروا آ یۃً یّقو لوا سحر مّستمر (کھولے گئے آسمان کے دروازے پانی جاری سے ۔ہم جماعت ہیں مدد کئے گئے ۔ قریب ہے کہ جماعت بھگائی جائیگی اور پیٹھ پھیرے جاوینگے ۔ بیشک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہونگے ، مالک صاحب قدرت کے پاس ۔ اگر دیکھیں کوئی نشانی کہتے ہیں جادو ہے مضبوط)

❁ انّ صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للّٰه ربّ العا لمین۔ و بذ لک امرت و انا اوّل المسلمین (بے شک میری نماز، میری عبادتیں اور جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے واسطے ہے اور اسی کے ساتھ میں حکم کیا گیا ہوں اور میں اول مسلمانوں کا ہوں)۔

❁ فا شرقت ا لارض بنور ربّھا و جییء با لنّبیّین ۔ ذلک فضل اللّٰه یؤتیه من یّشاء ۔ لو کان من عند غیر اللّٰه لو جدوا فیه اختلا فاً کثیراً (اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوئی اور نبی لائے گئے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے ۔ اگر اللہ کے غیر کے پاس سے ہوتا تو اس میں اختلاف بہت پاتے)

❁ منزل مقصود بہر جا رسید۔

❁ نبیّء عبادی انّی انا الغفور الرّ حیم ۔ بشّر المخبتین ۔ انّما توعدون لآ تٍ ۔ ان انا الّا نذیر و بشیر لّقو مٍ یّؤمنو ن ۔ ان اجری الّا علی اللّٰه علیه توکّلت و الیه انیب (میرے بندوں کو خبر کر کہ میں غفور الرحیم ہوں ۔خوش خبری دے عاجزی کرنے والوں کو۔ جو تم وعدہ دیئے جاتے ہو، آنے والا ہے ۔نہیں ہوں میں مگر ڈرانیوالا اور خوش خبری دینے والا قوم ایمان والوں کو۔ نہیں اجر میرا مگر اللہ پر، اسی پر توکل کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں)۔

- فذ کّر انّما انت مذ کّر الخ (پس نصیحت کر سوائے اسکے نہیں کہ تو نصیحت کرنیوالا ہے)
- اقم و جھک للدّین حنیفاً (تو اپنا منہ دین حنیف کی طرف قائم کر)
- یا آدم اسکن انت و زوجک الجنّۃ (اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو)
- ا کان للنّاس عجباً ان اوحینا الی عبد نا (کیا لوگوں کو اس بات کا عجب ہوا ہے کہ ہم نے اپنے بندہ کی طرف وحی بھیجا ہے)۔
- یفتح اللّٰہ لکم فستر ضوا (اللہ تمہارے لئے فتح کرے گا پس راضی ہو جاؤ گے)۔
- ذرنی و المکذّ بین اولی النّعمۃ و مھّلھم قلیلاً ۔ (الی) ا خذاً و بیلاً (مجھے اور جھٹلانے والے صاحب نعمت کو تھوڑی مہلت دے ..تا..پس پکڑ لیا ہم نے ان کو پکڑنا سخت)
- ا ذا جاء نصر اللّٰہ .. الخ (جب اللہ کی مدد آئی ...)۔
- و الضّحی و اللّیل ا ذا سجی .. الخ (قسم ہے خالق ضحیٰ کی اور خالق رات کی جب اندھیرا کرتی ہے ...)
- ما زا غ البصر و ما طغی ۔ عند نا لز لفی و حسن مآب (نہیں کجی کی آنکھ نے اور نہ حد سے بڑھی ۔ ہمارے نزدیک قریب اور اچھی بازگشت)
- یا ایّھا المدّ ثّر قم فا نذر (اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھ)۔
- انّی معک این (حیث) ما کنت و اللّٰہ معکم این (حیث) ما کنتم ۔ اذا استعنت فا ستعن با للّٰہ اذا سألت فا سئل اللّٰہ ۔ و اصبر لحکم ر بّک فانّک با عیننا ۔

غرض بہت ہیں جن سے واضح و لائح ہوتا ہے کہ مالک الملک کا کچھ فضل کرنے کا ارادہ ہے اور چونکہ یہ سب امور بلا کسی استدعا و آرزو و لیاقت کے محض فضل و کرم رب العالمین سے ہی ہیں میرا کچھ دخل نہیں لہذا عاجز الہام فا صدع بما تؤمر کی تعمیل میں سست ہی رہا۔ اسی بنا پر کہ جو حکم و ارادہ احکم الحاکمین کا ہے وہ ضرور بالضرور خود بخود ہو کر رہے گا۔ چنانچہ اس کا ظہور اسی طرح ہو رہا ہے یعنی بلا کوشش و سعی عاجز کے وہ امور آشکارا ہو رہے ہیں اور طرفہ یہ کہ جو لوگ نہیں چاہتے کہ یہ آشکارا ہوں وہ خود ان کے مشتہر کرنے و اظہار کا موجب بن گئے ہیں۔

پھر یہ الہام بھی ہوا ہے:

ایں تقویم بس است کہ چوں زاہدان شہر　　　ناز و کرشمہ بر سر منبر نہ میکنیم

تشریحات

ان الہامات میں بعض آیات قرآن ایسی ہیں جن میں خاص رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے اور بعض میں دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام مخاطب ہیں، اور بعض میں لفظ نبی ورسول بلکہ خاص وہی نام بھی ہیں، تو سوال ہوسکتا ہے کہ بعد نزول آیت ما کان محمّد ابا احدٍ مّن رّجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین (نہیں ہے محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ، لیکن اللہ کا رسول اور نبیوں کا ختم کرنے والا ہے) کے جب کوئی بھی نبی ورسول نہیں ہوسکتا، اور نہ کسی کی ایسی شان ہے کہ ان خاص خطابات وآیات کا مخاطب ہو سکے تو پھر ایسے خطاب وایسے آیات کیوں الہام میں آئیں۔ بجواب عرض ہے:

تشریح اول

دربارہ ایسے آیات وخاص خطابات کے رسالہ اثبات الالہام و البیعۃ بادلّۃ الکتاب و السّنّہ کی عبارت بجواب مغالطہ ۱۶۲ بہ قلیل تغیر وتبدیل وکمی بیشی ملخصاً درج ذیل ہے جو کہ امید ہے کہ انشاء اللہ الفتاح رفع اعتراض کیلئے کافی ہے و ھو ھذا:

- اگر الہام میں اس آیت کا القاء ہو جس میں خاص آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے تو صاحب الہام یعنی ملہم وغیرہ اس کو اپنے حق میں خیال کر کے اس کے مضمون کو اپنے حال سے مطابق کریگا اور اس سے نصیحت اور عبرت پکڑ یگا اور بموجب ارشاد اللہ جل جلالہ فاعتبروا یا اولی الابصار (پس عبرت حاصل کرو، اے آنکھوں والو)۔ لفظ عبور سے ہے اور عبور کے معنی گذرنا اور اصطلاحی معنی ایک امر میں نظر کر کے اس کے ساتھ اور امور کو پہچاننا ہے۔ اللہ جل جلالہ کا حکم ہے کہ بندگان ایک دوسرے کا حال دیکھ کر یا قصہ سن کر نصیحت پکڑیں اور عبرت حاصل کریں جیسا کہ فرمایا انّ فی ذلک لعبرۃً لّمن یّخشی (بے شک البتہ اس میں عبرت ہے ڈرنے والے کیلئے) انّ فی ذلک لآ یاتٍ للمؤمنین (بے شک اس میں البتہ پتے ونشان ہیں دھیان دینے والوں کیلئے)
- انبیاء اور ان کے قصص اسی واسطے قرآن مجید میں اللہ پاک نے اپنی رحمت سے

نازل فرمائے کہ بندگان الٰہی اپنے حالات ان کے مطابق کر کے دیکھیں اور اپنی سعادت اور شقاوت، رضا و نارضا خالق مالک کا اپنے حق میں اندازہ کریں۔ یہ نہیں کہ ان قصص کو سرسری نظر سے دیکھ کر یا داستان سمجھ کر عبور کر جاویں۔ پس اگر ایک آیت کریمہ جو اللہ، جناب رسول اللہ ﷺ کے حق میں نازل فرما چکا ہے وہی آیت کسی شخص کو الہاماً القاء ہو اور وہ شخص اس کو اپنے پر وارد کر کے اس کے امر اور نہی اور تاکید و ترہیب و ترغیب کو بطور اعتبار و عبرت اپنے لئے سمجھے تو کچھ مضائقہ و حرج نہیں اور بیشک وہ شخص اللہ کے فضل سے صاحب بصیرت اور مستحق تحسین ہے نہ قابل اعتراض۔

❁ چنانچہ شاہ ولی اللہؒ نے بھی فوز الکبیر میں اس مضمون و اعتبار کو مشرح تحریر فرمایا۔

اما اشارات صوفیہ و اعتبارات ایشاں بحقیقت از فن تفسیر نیست بلکہ نزد استماع قرآن مجید چیزہا بر دل سالک ظاہر مے گردد و درمیان نظم قرآن مجید و حالتے کہ آں سالک دارد یا معرفتیکہ اورا حاصل است متولد میشود چنانچہ کسے قصہ مجنون و لیلی شنود و معشوقہ خود یاد کند و معاملہ کہ درمیان وے و معشوقہ محبوبہ وے میگذرد مستحضر سازد و درایںجا فائدہ ایست فہم آں را بائد دانست کہ آنحضرت ﷺ فن اعتبار را معتبر داشتہ اند و دراں راہ سلوک فرمودہ اند تا سنت باشد علماء امت را وہ فتح طریقہ باشد علوم موہوبہ ایشاں را مانند آنکہ آیت فامّا من اعطی و اتقی درمسئلہ قدر تمثیل خواندند اگرچہ معنی منطوق آیۃ آں ست اورا راہ جنت و نعیم بنمائم و ہرکہ اضداد آں عمہ آوردہ است اورا راہ دوزخ و تعذیب بکشایم لیکن بطریق اعتبار تواں دانست کہ ہرکسے را برائے حالتے آفریدہ اند آں حالت بروے جاری میکنن من حیث یدری او لا یدری پس بایں اعتبار را مسئلہ قدر ربطے واقع شد۔

پس اگر ان آیات کا القاء ہو جن میں آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے مثلاً الم نشرح لک صدرك (کیا ہم نے تیرا شرح صدر نہیں کیا) و لسوف یعطیک ربّک فترضی (قریب ہے تجھے دے گا رب تیرا، پس تو راضی ہو گا) فسیکفیکھم اللّٰہ (کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ) فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرّسل (پس تو صبر کر جیسا صبر کیا اولوالعزم رسولوں نے) و اصبر نفسک مع الّذین یدعون ربّھم بالغداوۃ و العشیّ یریدون وجھہ (اور صبر دلا تو اپنے

جی کو ان لوگوں کی رفاقت میں جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، خواہش رکھتے ہیں اسکی ذات کی)۔ فصلّ لربّک و انحر (پس نماز پڑھ تو اپنے رب کیلئے اور قربانی کر) و لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا و اتّبع هواه (اور نہ کہا مان جس کا دل غافل کیا ہم نے، بسبب اس کے گناہوں اور سرکشی کے بہ مصداق آیت ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت اید یکم و یعفوا عن کثیر، اپنی یاد سے اور پیچھے لگا اپنی خواہش کے)۔ و وجدك ضالّاً فهدی (اور پایا ہم نے تم کو گم، محبت وطلب میں، پس راہ دکھا دیا)۔ (اس آیت شریفہ میں ضالاً کے وہی معنی لئے ہیں جیسے حضرت یعقوبؑ کو کہا گیا تھا انّک لفی ضلالک القدیم چنانچہ شاہ رفیع الدینؒ صاحب نے بھی ضالاً کے معنی وہم کے کئے ہیں اور تفسیر کبیر یعنی تکملہ امام فخر الدین رازیؒ میں بھی اس آیت شریفہ کی وجہ تفسیر رابع عشر صفحہ ۶۰۳ جلد ۸ میں ایسی ہی تفسیر کی ہے چنانچہ فرمایا: الضّلال بمعنی المحبّة کما فی قوله: انّک لفی ضلالک القدیم، ای محبّتک و معناه انّک محبّ فهدیتک الی الشّرائع الّتی بها تتقرّب الی خدمة محبوبک (ضلال کے معنی محبت کے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے انّک لفی ضلالک القدیم یعنی اپنی محبت میں ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جس کو تو دوست رکھنے والا ہے، پس میں نے تجھے ان شرعی احکام کی طرف ہدایت کی جن کے باعث اپنے محبوب کی خدمت میں قرب حاصل کرے تو)۔ و استقم کما امرت ولا تتّبع اهواءهم (قائم رہ جیسا کہ حکم کیا گیا ہے اور مت پیروی کر ان کی خواہشوں کی)۔ تو ان آیات القاء شدہ کا بطریق اعتبار یہی مطلب نکالا جاویگا کہ انشراح صدر، عطاء، رضا، کفایت، حکم، صبر، ہدایت، صلوۃ، قربانی، پرہیز از اطاعت غافلین ذکر الٰہی و متبعان ہوائے نفس وغیرہ۔ جس لائق یہ شخص ہے علی حسب المراتب اس شخص کو بھی اللہ کے فضل سے نصیب ہوگا اور امر و نہی و وعدہ وغیرہ میں باتباع رسول اللہ ﷺ اس کو بھی فرمان بردار و کاربند ہونا چاہیے۔

❁ یہ عام مشاہدہ و معمول ہے کہ جس قدر آقا امیر، سردار اور متبوع عالی شان ذی رتبہ ہوتا ہے اسی قدر اس کے خادم و تابع کی عزت و توقیر ہوتی ہے اور وہ توقیر و عزت دراصل اسی سردار متبوع کی ہے۔ پس اس خیال سے بھی اگر متبعان و خادمان رسول اللہ ﷺ کو بطفیل اطاعت و اتباع آنحضرت ﷺ کچھ انعام و اکرام عطا ہو تو دراصل یہ

سب فضیلت سید الاولین والآخرین ﷺ کی ہے نہ کسی اور کی کیونکہ جس عاجز پر یہ انعام واکرام وتلطف ورحمت ہوئی وہ توطفیلی ہے، اس کی کیا شیخی۔

❁ پھر آیات مذکورہ کوئی ایسی نہیں جو خاصہ رسول اللہ ﷺ ہوں بلکہ اور مومن اور متبعان بھی ان میں شامل ہیں۔ یعنی جس طرح الم نشرح لک صدرك خاص نہیں بلکہ ہر مومن صادق متبع رسول اللہ ﷺ کا حسب مراتب انشراح صدر ہوتا ہے بموجب ارشاد من یّرد اللّٰه ان یهدیه یشرح صدره للاسلام (جس کی ہدایت کا اللہ پاک ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ واسطے اسلام کے کھول دیتا ہے) افمن شرح اللّٰه صدره للاسلام فهو علی نور من ربّه (اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے واسطے کھول دیا پس وہ ہے اوپر نور کے اپنے رب سے) وغیرہ۔

ایسا ہی عطائے نعماء و رضاء الٰہی کے بارہ میں اللہ نے مومنین متبعین کے حق میں فرمایا ہے جزاء هم عند ربّهم جنّات عدنٍ تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ابداً رضی اللّٰه عنهم و رضوا عنه (بدلا ان کا نزدیک ان کے رب کے باغ ہیں بسنے کے، بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں، ہمیشہ رہیں گے ان میں، راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے)۔

اسی طرح کفایت کے بارہ میں ارشاد و کفی اللّٰه المومنین القتال (کفایت کی اللہ نے مومنوں کو لڑائی سے) انّا لننصر رسلنا و الّذین آمنوا فی الحیوة الدّنیا و یوم یقوم الاشهاد (ہم مدد کریں گے اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی زندگانی دنیا میں اور جس دن کھڑے ہوں گے گواہ)۔

ایسا ہی صبر کے واسطے مومنین کو ارشاد ہے یا ایّها الّذین آمنوا اصبروا و صابروا و رابطوا (اے ایمان والو صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر دلاؤ اور لگے رہو)۔

اور تقوی اور صادقین اور صابرین ذاکرین کی مجالست کے واسطے فرمایا یا ایّها الّذین آمنوا اتّقوا اللّٰه و کونوا مع الصّادقین (اے ایمان والو، ڈرو اللہ سے اور ساتھ رہو سچے لوگوں کے) اتّبع سبیل من اناب الیّ (پیروی کر اس شخص کی جو رجوع کرتا ہے طرف میری)۔ و لا تتّبعوا اهواء قومٍ قد ضلّوا من قبل (اور مت چلو ان لوگوں کی خواہش پر جو گمراہ ہوئے اس سے پہلے)۔ ولا تطیعوا امر المفسدین (اور

مت پیروی کرو مفسدوں کے کام کی)۔

ایسا ہی صلوٰۃ وغیرہ کے واسطے ارشاد فرمایا: اقیموا الصّلٰوۃ و آتوا الزّکوۃ (قائم کرو تم نماز اور ادا کرو زکوۃ)۔

در بارہ قربانی ارشادفرمایا: و البدن جعلناھا لکم من شعا ئر اللّٰہ لکم فیھا خیر (اور اونٹ قربانی کے ٹھہرائے ہیں ہم نے تمہارے لئے نشانی دین کی تمہارا اس میں بھلا ہے)

اسی طرح ہدایت کے بارہ میں عام ارشادفرمایا و الّذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا (جنہوں نے محنت کی ہماری راہ میں البتہ دکھلاتے ہیں اور دکھلاوینگے ہم انکو اپنی راہ)

ایسا ہی در بارہ استقامت عام ارشاد ووعدہ ہے کہ: انّ الّذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثمّ استقاموا تتنزّل علیھم الملائکۃ الّاتخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنّۃ الّتی کنتم توعدون (تحقیق جن لوگوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر ثابت و قائم رہے اوپر اسی کے، اترتے ہیں ان پر فرشتے یہ کہ مت خوف کرو اور مت غم کھاؤ اور خوش خبری سنو اس بہشت کی جو تھے تم وعدے دیئے جاتے)

اسی طرح ارشاد ہے و لا تحرّك به لسانک لتعجل به و رتّل القرآن ترتیلاً (قرآن مجید ٹھہرا کر عمدہ طور سے پڑھ) اس میں بھی اگرچہ خطاب خاص ہے مگر حکم عام ہے بلکہ اللہ نے اپنا فعل مبارک بھی ترتیل قرآن فرمایا ہے و رتّلناہ ترتیلاً پھر یا ایّھا النّبیّ اذا طلّقتم النّساء ۔ اس میں اول خطاب خاص اور پھر سب امت کو جمع کر کے ارشادفرمایا۔ ایسا ہی:

و اذا قرأت القرآن فاستعذ باللّٰہ من الشّیطان الرّجیم ۔ فاذا فرغت فانصب و الی ربّک فارغب (جب پڑھے تو قرآن پس پناہ مانگ شیطان مردود سے ۔ جب تو فارغ ہو پس محنت کر عبادت میں اور اپنے رب کی طرف رغبت کر)

اذا جاء نصر اللّٰہ و الفتح ... فسبّح بحمد ربّک و استغفرہ انّہ کان توّاباً (جب آئی مدد اللہ کی اور فتح فرمائی ...پس پاکی بیان کر ساتھ تعریف اپنے رب کے اور اس سے بخشش مانگ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے)۔

و اذا جاءك المومنون بآیاتنا فقل سلام علیکم (اور جب آویں تیرے پاس وہ لوگ کہ ہماری آیتوں کے ساتھ ایمان لاتے ہیں تو، تو کہہ، سلام تم پر)

کتب ربّکم علی نفسه الرّحمة و لا تطع کلّ حلّافٍ مّھین (اللہ تعالی نے لکھی ہے اپنی ذات پر رحمت ..الخ.)۔

خذ العفو و أمر با لعرف و اعرض عن الجا ھلین ۔(درگذر اختیار کر اور حکم کر نیکی کا اور جاہلوں سے اعراض کر)۔

فا مّا الیتیم فلا تقھر واماّ السّائل فلا تنھر (یتیم پر قہر نہ کر اور سوالی کو نہ جھڑک) وغیرہ گو خطابات خاص ہیں لیکن تمام امت کو بھی ہدایات ہیں ،اور سب کا انہی پر عمل درآمد۔مسلمانوں میں کوئی آج تک اس کا قائل نہیں کہ یہ خاص ہیں، کسی دوسرے کو ان کا عمل نہیں کرنا چاہیے بلکہ اہل اسلام اس کے بھی قائل ہیں کہ جو خطابات رسول اللہ ﷺ کو قرآن میں ہیں وہ با تباع رسول اللہ ﷺ کے اکثر سب امت کو بھی ہیں علاوہ ازیں حکم اولئک الّذین ھد ی اللّه فبھدا ھم اقتدہ (وہ لوگ وہ ہیں کہ اللہ نے ان کو ہدایت کی ہے پس تو انکی ہدایت کی پیروی کر) بھی واجب العمل والا طاعت ہے۔

ان ارشادات و ہدایات کے علاوہ شفاعت جو مہتم بالشان باعظمت ومعزز امر و رتبہ ہے جو کامل طور پر رسول اللہ ﷺ کے واسطے اللہ نے فرمایا ہے اس سے بھی اللہ نے علی قدر مراتب مومنین ومتبعین کو محروم نہیں فرمایا، جیسا کہ بخاری ومسلم میں ہے:

شفعت الملا ئکة و شفع النّبیّون و شفع المومنون و لم یبق الّا ارحم الرّا حمین (شفاعت کر چکے فرشتے اور شفاعت کر چکے انبیاء اور شفاعت کر چکے مومنین اور نہیں باقی رہا مگر ارحم الراحمین)۔

نیز بخاری ومسلم میں ہے: فو الّذی نفسی بیدہ ما من ا حدٍ مّنکم با شدّ مناشدة فی الحقّ قد تبین لکم من المؤمنین للّه یوم القیامة لاخوانھم الّذین فی النّار (پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے نہیں تم میں سے کوئی شخص اپنے ثابت شدہ حق پر ایسا سخت تقاضا کرنے والا جیسے کہ مومن قیامت کے دن اپنے مومن بھائی خاطر جو گرفتار دوزخ ہو گا تقاضا کرے گا)۔

مومنین کی شفاعت تو بجائے خود ہے، بلکہ فرمایا:

انّ السّقط لیرا غم ربّه اذا د خل ابویه النّار فیقال ایّھا السّقط الرّا غم ربّه ا دخل ابو یک الجنّة (تحقیق کچا بچہ البتہ جھگڑے گا رب اپنے سے جس وقت اس

کے ماں باپ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ پس کہا جاوے گا اے گرے ہوئے بچے اپنے رب کے ساتھ جھگڑنے والے داخل کر تو اپنے ماں باپ کو جنت میں)۔

غرض وہ ارشاد و احکام جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خاص رسول اللہ ﷺ کو مخاطب فرمایا ہے دوسری جگہ قرآن میں جب دوسروں کے واسطے بھی موجود ہیں جیسا کہ آیات و احکام مذکورہ بالا میں ذکر ہوا، تو دوسرے انبیاء والے خطاب بھی اگر متبعان رسول اللہ ﷺ کو جن کے واسطے کنتم خیر امۃٍ اخرجت للنّاس (تم بہتر امت ہو لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو) کا انعام وارشاد ہے القاء ہوں یا آویں تو کیا مضائقہ۔

پس جب ثابت ہوا کہ خطابات انبیاء میں اور مومنین و متبعین بھی شامل ہیں تو اگر ان خطابات کو صاحب الہام بطریق اعتبار اپنے حق میں سمجھے تو کچھ حرج و ممانعت نہیں بلکہ اگر ملہم بھی سمجھے کہ خاص مجھ کو خطاب ہے تب بھی شرعاً کچھ قباحت نہیں۔ کتاب و سنت و اقوال علماء امت سلف صالحین و خلف سے کچھ اعتراض پایا نہیں جاتا۔ انتہی فقط۔

ہاں یہ بہت ضروری ہے کہ بندہ عاجز ملہم کو ان انعامات و اکرامات سے جو اس ناچیز کو بطفیل اتباع ہادی جن و انس سید ولد آدم موصوف باوصاف و مخاطب بخطابات شاھداً وّ مبشراً وّ نذیراً وّ داعیاً الی اللّٰہ باذنہ و سراجاً مّنیراً ﷺ کے نصیب ہوئے، غرہ ہو کر اپنے آپ کو بھول کر اپنے جامہ سے باہر ہو کر لوگوں میں اپنی فضیلت و مشیخت و تعلّی و تفاخر مشتہر کرنے کی تدابیر میں مصروف رہ کر مخلوق الٰہی و امت رسول اللہ ﷺ کو حقیر جان کر اپنے آپ کو سب سے انا خیر کہہ کر تباہ و برباد نہ کرنا چاہیے بلکہ ترقی انعامات و حالات کے واسطے ارشاد قرآن مجید و لئن شکر تم لازیدنّکم و لئن کفر تم انّ عذابی لشدید (اگر شکر کرو تم البتہ زیادہ دونگا میں تم کو اور اگر کفر، ناشکری، کرو گے تم، تحقیق میرا عذاب شدید ہے) کو مدنظر رکھ کر اپنے محسن مولیٰ خالق و مالک کی شکر گذاری عبودیت مسکنت و اتباع رسول رؤف الرحیم ﷺ میں ہمیشہ مصروف رہ کر خوشنودی و رضائے مولیٰ کریم و کامیابی کامل کے واسطے بخشوع و خضوع و بالحاح و زاری دعا میں لگے رہنا چاہیے اور ادعیہ ماثورہ، اور سورۃ فاتحہ کو بتدبر و تفکر پڑھنا چاہیے اور درود شریف کو وظیفہ بنانا چاہیے۔

تشریح ثانی

خطاب باسم خاص انبیاء کے بارہ میں معلوم ہو کہ پیغمبروں کا نام مبارک اگر خواب میں یا الہام میں کسی ملہم کی نسبت آجاوے، تو لوگ حیران و برافروختہ ہو کر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ شخص پیغمبری کا مدعی ہے اور یک لخت اس کی نسبت جو چاہتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں۔ سو اگر وہ شخص ملہم واقع میں اشارتاً وکنایۃً کسی طرح بھی مدعی نبوت کا ہو، تو بے شک معترضین حق پر ہیں کیونکہ ان خاص برگزیدگان ومحبوبان ومقربان بارگاہ عالی الٰہی کی برابری: چہ نسبت خاک را با عالم پاک کا مصداق ہے۔ معاذ اللہ۔ میں اس خیال واعتقاد سے بریت ظاہر کرتا ہوں اور توبہ۔ عاجز گنہگار خاکسار ان کی اطاعت وفرمان برداری کو اپنا فخر سمجھ کر ان کے کسی وصف کی برابری بھی نہیں کر سکتا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی مناسبت کے باعث ایسا نام آتا ہے اور ہو سکتا ہے جس سے مقصود بالذات اس مناسبت وصفت کا اظہار مراد ہو، جیسے بول چال روزمرہ میں بہادر کو شیر و رستم، فیاض وسخی کو حاتم، عادل کو نوشیروان، بے عقل کو گدھا یا الو، متکبر وتعلّی پسند کو فرعون، بخیل کو قارون، متمرد وسرکش کو ابوجہل وغیرہ سے پکارتے اور تعبیر کرتے ہیں حالانکہ اصل میں مشابہت حقیقی نہیں ہوتی۔ یا جیسے حضرات صوفیہ کرام واولیاء ذوالاحترام نفس امارہ کو فرعون وروح کو موسیٰؑ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے قوی النفس کو فرعون، وقلب کو حضرت موسیٰؑ، اور روح کو عصا موسی سے مشابہت بیان فرمائی ہے۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی بباعث غلبہ توحید الٰہی کے اسم مبارک حضرت ابراہیمؑ اور بباعث نسبت عبودیت واقرار تقصیرات وورد ربّنا ظلمنا انفسنا .. الخ کے اسم مبارک حضرت آدمؑ وغیرہ آئے ہوں اور اسی طرح جیسا کہ آگے ذکر آئے گا کسی فرعون مجوزہ کے مقابلہ پر یا کسی اور دینی غیرت یا خصلت کے باعث اسم مبارک حضرت موسیٰؑ وغیرہ استعمال ہوئے ہوں جیسا کہ مثل مشہور ہے لکلّ فرعون موسی۔ اور تعجب ہے کہ اگر کسی کی خصلت ذمیمہ پر اس کو فرعون یا قارون کہا جاوے تو لوگوں کو ہرگز وحشت نہیں ہوتی۔ پھر اگر کسی کو کسی اچھی خصلت وپسندیدہ عادت کے واسطے آدم، موسی، عیسی، یحی، ہارون یا احمد صلوات اللّٰہ علیھم خواب یا الہام میں کہہ کر خطاب کیا جائے تو کیوں گھبرانا چاہیے۔

یہ بھی قابل غور وتوجہ ہے کہ موافق ارشاد حدیث تسمّوا باسماء الانبیاء (نام رکھو ساتھ اسماء انبیاء کے) کے اکثر مسلمان اپنے بیٹوں کے نام تبرکاً انبیاء یعنی ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب موسی، یوسف، عیسی واحمد، محمد افضل الصّلوات واکمل التّحیّات کے نام پر رکھ لیتے ہیں اور کوئی معترض نہیں ہوتا۔ پھر اگر الہام وخواب میں جن پر انسان کا اپنا کچھ دخل وتصرف نہیں

کسی کا ایسا نام رکھا جائے یا آ جاوے تو کیوں تعجب کرنا چاہیے۔

تشریح ثالث

لفظ نبی و رسول کی نسبت واضح ہو جب کبھی کسی ملہم کو ان الفاظ سے خطاب ہوتا ہے تو اس جگہ حقیقی لغوی معنی یعنی نبی خبر دینے والا اور رسول یعنی بھیجا ہوا مراد ہوتے ہیں نہ اصطلاحی شرعی معنے جو کسی صورت کبھی بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ بعد نزول اس آیت کریمہ: ما کان محمّد ابا احدٍ مّن رّجا لکم و لکن رّسول اللّٰہ و خا تم النّبیّین کے ہرگز ہرگز کسی کے واسطے اسلامی دنیا میں یہ معنی نہیں ہو سکتے اور نہ کوئی فرد اس امت مرحومہ خیر الوریٰ میں اس کا قائل ہے۔ اور جو کوئی اس کی ذرہ بھی مخالفت کرے، نبوت کو ناقص و کامل وغیرہ کہہ کر کچھ اپنی فضیلت کے واسطے بنائے یا کہے وہ ہرگز قابل سماعت نہیں کیونکہ دین اسلام یوم ارشاد:

الیو م الکملت لکم د ینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً (آج کامل کر دیا میں نے تمہارے لئے دین تمہارا اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا تمہارے لئے دین اسلام)

ہر طرح سے کامل مکمل ہو کر باعث خوشنودی و رضا رب رحیم و کریم ہو چکا ہے اس میں کبھی کسی تغیر و تبدل کی گنجائش و حاجت و ضرورت نہیں۔

منامات و رؤیا در بارہ قادیانی

بدھ ۱۷ نومبر ۱۸۹۷ء کو دیکھا کہ ایک مسجد میں ہم تینوں یعنی خاکسار (منشی الٰہی بخش)، رفیق الطریق و حافظ جی موجود تھے۔ عاجز مسجد کے اندر، رفیق وضو والی نالی کے اندرونی دیوار پر اور حافظ جی (محمد یوسف) باہر کی دیوار کی نالی پر وضو کر رہے تھے۔ اس جگہ مرزا صاحب کی بیعت کی

نسبت بحث ہوئی، میں نے انکار کیا۔ اس پر حافظ جی نے کہا کہ کیا مضائقہ ہے، توبہ ہی کرنی ہے۔ خاکسار نے کہا اگر توبہ ہی کرنا ہے اور کچھ مضائقہ نہیں تو مرزا صاحب آپ کے ساتھ یا میرے ساتھ کریں۔ غرض ان کی (یعنی مرزا جی کی) عبداللہ صاحبؒ کی تحقیر کرنی ہے۔

یہ رؤیا مرزا صاحب کو خوب واضح کر کے سنایا تھا جو بحیثیت رؤیا وخواب ہونے کے کچھ دلیل یا قابل اعتراض تو نہیں ہوسکتا لیکن انہوں نے اس پر ناراض ہوکر ایک رسالہ ضرورۃ الامام تحریر فرما کر شائع کر دیا اور ما بین دعاوی علم وفضل ارشاد رسول مقبول ﷺ رفع القلم عن ثلاثة عن النّائم حتى يستقيظ ..الخ (قلم تین شخصوں پر سے اٹھائی گئی ہے، ایک سونے والے سے اس کے بیدار ہونے تک) پر کچھ لحاظ وخیال نہ کیا۔

جمعہ ۷ جنوری، ۱۸۹۸ء رؤیا میں مرزا جی سے جا کر ملا انہوں نے فرمایا کہ میں نے تمہاری نسبت دیکھا ہے کہ تم ی تک نہیں پہنچے۔ ابھی م تک ہو اور اس کی ایک وجہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کی نسبت دیکھا ہے کہ آپ کو جو کچھ ملا میری بدولت حاصل ہوا ہے۔ آپ کا اشارہ شاید بیعت کی نسبت ہے سو اس کے لئے حکم آ چکا ہے کہ فا ستبشروا ببعيكم الّذى با يعتم (پس تم اس بیعت کے ساتھ جو تم کر چکے ہو، خوش ہو)۔ مرزا صاحب نے طنزاً فرمایا کہ تم نے بیعت کب اور کہاں کری ہے؟ میں نے کہا عبداللہ (غزنوی) صاحبؒ سے۔ مرزا صاحب نے فرمایا وہ تو مٹی ہوگئے میں نے کہا کہ آپ بھی مٹی ہو جاوینگے اور میں بھی، ہم سب۔ اس پر کشیدہ رو ہو گئے

☆ ان ہی اسباب کے باعث مرزا صاحب سے اتفاق نہیں ہوا کیونکہ الہام فا ستبشروا ببعيكم الّذى با يعتم (پس تم اس بیعت کے ساتھ جو تم کر چکے ہو، خوش ہو) سے یہی مفہوم ہوا کہ بیعت اول سید عبد اللہ غزنویؒ والی ہی موجب بشارت ہے کیونکہ بیعت بھی بموجب مفہوم مرزا صاحب کے ایک قسم کی بیع ہے جیسا کہ رسالہ ضرورۃ الامام میں کئی جگہ ایسا لکھا ہے۔

اور یہ بشارت بیعت سید عبداللہ مرحوم والی بظاہر ان سب اصحاب کے واسطے عاجز کو معلوم ہوتی ہے جو سید عبداللہ غزنویؒ سے بیعت کر چکے اور اس پر قائم ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

اور الہام شرع لكم من الدّين ما وصّا كم به سے یہی مراد ہے کہ جو شیخ ممدوح علیہ الرحمۃ تلاوت سورہ فاتحہ و یا حیّ یا قیّوم برحمتک استغيث و مداومت ذکر فرمایا کرتے تھے، اس پر کاربند و پابند ہونا چاہیے۔ چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن مرحوم لکھوکے والے، جو عالم باللہ متبع و عاشق سنت رسول اللہ ﷺ مستغرق ذکر و عابد و زاہد ہونے کے سوا بڑے محتاط بھی تھے اور اپنی صفائی

قلب والہام کے ذریعہ سے عبداللہ صاحبؒ کی خدمت میں استفادہ کے لئے خراسان پہنچے تھے ، انہوں نے جب سیدعبداللہؒ کے بعد میں مرزا صاحب کی بیعت کا ارادہ کیا تھا تو ان کو یہی الہام ہوا تھا اتستبدلون الّذی هو ادنی بالّذی هو خیر (کیا تم بدلتے ہو جو ناقص ہے بدلے اس چیز کے کہ وہ بہتر ہے)۔الحمدللہ کہ ان کا یہ الہام بھی عاجز کی تفہیم واعتقاد کا شاہد ومصدق ہے۔

☆ عاجز کے رؤیا والہامات جو پورے ہوئے، ان میں کئی وہ ہیں جو مرزا صاحب کے پاس قادیان جانے میں پورے ہوئے۔مثلاً:

❁ جو ۲۹۔اپریل ۱۸۹۸ء جمعہ کو خواب میں دیکھا تھا کہ میں اور مرزا صاحب بالمقابل ایک خاص ہیئت پر بیٹھے ہیں اور لوگ باہر سے جھانکتے ہیں کہ عیسیٰ وموسیٰ ہیں۔ چنانچہ ۲۴ ستمبر ۱۸۹۸ء ہفتہ کو بعینہ اسی ہیئت وشکل سے مرزا صاحب کے بیٹھنے اور بٹھلانے سے پورا ہوا جیسا کہ اسی موقع پر مرزا صاحب کو جتلایا گیا تھا۔ فالحمد للّٰہ علی ذلک۔

❁ اس خواب کو مرزا صاحب کے مریدین بغیر غور وتامل سے سننے کے الہام کہہ کر اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ اس سے مرزا صاحب کا عیسیٰ ہونا ثابت ہوتا ہے۔لیکن وہ بھولے بھالے اپنی ناواقفی وکم سمجھی پر خیال نہیں کرتے کہ اول تو اس بنا پر ان کو چاہیے کہ عاجز کو بھی موسیٰ مانیں اور عیسیٰ کو اس کا تابعدار خیال کر کے اس سے موسیٰ کی اطاعت کا اقرار کراویں کیونکہ عیسیٰ خود موسیٰ کا متبع تھا حسب اقرار مولوی نورالدین جن کا ایک خط اس بارہ میں عاجز کے پاس موجود ہے۔اور اگر عاجز کے موسیٰ ہونے سے انکار کریں جیسا کہ عاجز خود ایسے گستاخانہ اور خود تراشیدہ خیالات سے بےزار ومتنفر ہے تو مرزا کے عیسیٰ ہونے سے ان کو بدرجہ اولی انکار کرنا چاہیے ورنہ نؤمن ببعض و نکفر ببعض (ہم بعض کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں) والہ معاملہ ہوگا۔

❁ چونکہ خواب تعبیر طلب بھی ہوتے ہیں۔سو کتاب تعبیر میں لکھا ہے:

موسیٰ را اگر در خواب بیند مبتلا گردد با اہل وعیال و بعد ازاں حالش نکو گردد و بر دشمن ظفر یابد

عیسیٰ کی تعبیر تو نہیں ملی لیکن مسیح اور عیسیٰ چونکہ ایک ہی ہیں اور مسیح کے معنی لغت قاموس و منتہی الارب میں کذاب کے بھی لکھے ہیں لہذا یہ امر قابل غور وتوجہ ہے۔

❁ خواب کی اکثر تعبیریں عجیب ہوتی ہیں جیسا کہ حضرت یوسفؑ کی خواب وتعبیر کا ذکر خود اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اور ایسی بہت عجیب تعبیریں رسول اللہ ﷺ سے بھی احادیث میں مروی ہیں۔تو اس کی تعبیر بھی بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ عاجز کا مقابلہ (جیسا خواب میں بالمقابل

بیٹھنے سے ظاہر ہے) اس شخص سے ہوا جو اپنے آپ کو بنام عیسی و مسیح ابن مریم غلطی سے مشہور کرتا ہے اور موافق الفاظ، بعدازاں حالش نگوگردد و بردشمن ظفر یابد، کے اللہ انجام بخیر کر کے فتح وظفر عنایت فرمائے گا۔ واللہ اعلم۔ سو ناحق اختلاف کا مقدمہ تو مرزا صاحب نے بلا خواہش وارادہ عاجز اب شروع کر ہی دیا ہے پھر تعجب کہ ایسی صریح اپنے مخالف خواب کو مریدین مرزا صاحب موافقت پر کس طرح حمل کر کے اس کو اپنے مفید مطلب قرار دیتے ہیں۔

❀ یہ تو عرفی نام کی طرح ہیں، جیسے مرزا صاحب نے اپنے تئیں غلطی سے عیسی مشہور کیا ہے۔ اور چونکہ عاجز کے اکثر الہامات میں نام موسی آیا، جس کا اصل سرّ وحال تو اللہ جل جلالہ کو معلوم ہے لیکن اس قدر مشابہت ومناسبت تو عاجز کو معلوم ہے کہ جس طرح سیدنا موسی کا نام دریا سے نکلنے پر موسی رکھا گیا تھا جیسا کہ تفسیر معالم التنزیل میں:

فقالت (آسیة) قد سمّیته موسی لانّا وجدناه فی الماء والشّجر هو الماء وسی هو الشّجر (کہا اس نے میں نے اس کا نام موسی رکھا کہ ہم نے اس کو پانی میں درخت کے پاس پایا پس مو پانی اور سی درخت ہے)

ایسا ہی تیسر القرآن میں ہے کہ موسی نام رکھا، اس واسطے کہ مو قبطی زبان میں پانی کو کہتے ہیں اور سی درخت کو۔

اسی طرح یہ عاجز بھی خوردسالی میں دریا میں ڈوب کر اور پھر چوب کے ساتھ اٹک کر نکلا ہوا ہے۔ اس نام پر اس عاجز کو ان کے مرید اپنی طرف سے کہتے ہیں کہ میں نعوذ باللہ موسی ہونے کا مدعی ہوں جو سراسر بہتان افتراء وغلط ہے۔

❀ اور پھر اس خواب کا ظہور بھی خود قادیان میں مرزا صاحب کے مکان پر ہی ہوا جہاں ان کو سوائے حضرت اقدس، عیسی بن مریم، مسیح موعود، مہدی مسعود کے اور کچھ کہنا بے ادبی وگناہ میں داخل کر رکھا ہے حالانکہ وہ اپنے روزمرہ خطوط وغیرہ میں اپنی قلم سے مرزا غلام احمد ہی لکھتے ہیں۔

❀ یہ ظاہر ہے کہ خواب والہام میں کوئی نام آجانے سے وہ شخص بالکل وبعینہ وہی نہیں ہوجاتا کیونکہ اگر ایسا ہو تو مرزا صاحب اس بنا پر آدم، نوح، ابراہیم، یوسف، موسی، نیز مریم، علیهم الصّلوة والسّلام سب کچھ بن بیٹھیں، صرف خصوصیت سے عیسی بننے کی کیا ضرورت ہے۔ آج تک ان الہامی ناموں کے سبب کوئی ملہم مومن مطیع ومتبع رسول اللہ ﷺ اس امر کا قائل ومدعی نہیں ہوا۔ یہ ناواقفی کا باعث ہے کہ مرزا صاحب نے ایسی ٹھوکر کھائی ہے۔ واللّٰہ اعلم

مرزا نے چونکہ خود بخود بغیر کسی رہبر کے کام شروع کیا اور چلا یا ہے لہذا مسئلہ الہام میں بہت غلطیاں اور ٹھوکریں کھائی ہیں اور پھر متقدمین ماہرین کتاب وسنت نے جو کچھ اس بارہ میں کہا ہے اس پر توجہ نہیں کی۔ کاش وہ مدارج السالکین ہی پڑھ لیتے جس میں صدیق کو محدث سے اکمل اور بباعث کمال صدیقیت ومتابعت کے اس کا استغنا تحدیث والہام وکشف سے بیان کرکے فرمایا ہے

و کا ن ھذا ا لمحد ث یعر ض ما یحد ث بہ علی ما جاء بہ الرّ سول فا ن وا فقہ قبلہ و الّا ردّہ (اور وہ محدث جو اس سے تحدیث ہوتی ہے اس کو جو رسول اللہ ﷺ سے آیا ہے اس پر عرض کرتا ہے اگر موافق ہو، قبول کرتا ہے ورنہ رد کرتا ہے)۔

اور ایسا ہی حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں کہا:

و قد وقع ا لا مر کذلک حتّی انّ المحد ث منھم اذا تحقق و جودہ لا یحکم بما وقع لہ بل لا بدّ لہ من عر ضہ علی القر آ ن فا ن وافقہ او وا فق السنّۃ عمل بہ و الّا ترکہ (ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ محدث حکم نہیں کرتا جو اس سے واقع ہو بلکہ اس کو چارہ نہیں اس کے عرض کرنے سے قرآن پر۔ پس اگر موافق ہو اس سے یا سنت سے تو عمل کرتا ہے، نہیں تو اس کو ترک کرتا ہے)

پھر مدارج السالکین میں لکھا ہے:

و العصمۃ منتفیۃ ا لّا علی عن الرّ سل و مجمو ع الامۃ فمن این للمخا طب انّ ھذا ا لخطا ب رحما نی او ملکی بایّ برھا ن او بایّ دلیل و الشّیطان یقذف فی النّفس وحیہ و یلقی فی السّمع خطابہ فیقو ل المغرور المخدو ع قیل لی و خوطبت و صد قت و لکن الشّان فی القا ئل لک و المخا طب و قد قا ل عمر بن الخطا ب لغیلا ن بن سلمۃ و ھو من الصّحا بۃ لمّا طلق نساء ہ و قسم ما لہ بین بنیہ انّی لا ظنّ الشّیطان فیما یسترق من السمع سمع بموتک فقذفہ فی نفسک ۔ (اور عصمت تو انبیاء کے لئے ہے اس کے سوا سب سے نفی ہے۔ پس مخاطب کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ خطاب رحمانی ہے یا فرشتہ کی طرف سے ہے۔ اس امر کی کیا دلیل ہے حالانکہ شیطان نفس میں اپنی وحی اور کانوں میں اپنا خطاب ڈالتا ہے پس مغرور اور فریب دیا گیا کہتا ہے مجھ سے یہ کہا گیا اور مجھے خطاب ہوا ہے اور مجھے یہ سچ کہا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ بن

خطاب نے غیلانؓ بن سلمہ کو جو صحابہ سے تھا جب کہ اس نے اپنی عورتوں کو طلاق دی اور اپنا مال بیٹوں میں تقسیم کر دیا، فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ شیطان کے استراق سمع میں تیری موت سن کر تیرے نفس میں ڈال دی ہے)

دیکھئے صحابہ کی جب یہ احتیاط اور حال ہے تو پھر دوسرے کسی بیچارے کی کیا حقیقت ہے

دوم الہام قبل از روانگی لاہور ۲۲ ستمبر جمعرات کو الہام ہوا:

انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّی یغیّروا ما بانفسھم و اتل ما اوحی من کتابک ۔ جو عاجز کی اپنی کتاب مرزا صاحب کو سنا دینے سے پورا ہوا۔

مرزا صاحب کے بعض مرید الزاماً کہتے ہیں کہ تم کو اولاً جب عبداللہ صاحبؒ کی توہین سے رنج نہیں پہنچا تھا، مرزا صاحب کے مخالف الہام نہ ہوتے تھے اب کیوں ہونے لگے، یہ تمہارے فساد نفس کا باعث ہے۔ سو اس کے جواب میں یہ الہام انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّی یغیّروا ما بانفسھم خاص توجہ وغور کے لائق ہے کیونکہ یہ اس وقت کا ہے جب ہم محبت واشتیاق ملاقات میں حسن ظن رکھتے تھے اور عبداللہ صاحبؒ کی توہین وتحقیر ہرگز نہیں سنی تھی بلکہ ان کی تعریف مرزا صاحب کی تحریر میں دیکھتے تھے۔ ان کے سوا کئی اور بھی ہیں جن کو حسن ظنی مرزا کی طرف منصوب نہیں ہونے دیتی تھی لیکن اب ان کی تکرار وانکشاف سے ان کو مرزا کے مخالف ماننا پڑا۔ چنانچہ دو تین، جو کئی ماہ پیشتر کے ہیں، آئندہ درج ہوں گے۔ یہ تغیر حالت مرزا صاحب کی خبر کیسی عبرت ناک وصحیح ہے جس کے ثبوت میں مرزا صاحب کی تحریر وتصانیف ابتدائی وسابقہ نرمی وملائمت سے مظہر نسبت عبودیت ہیں جیسا کہ منشی محمد رمضان کے درباره الہام نکاح ومنشی نبی بخش ملازم ریلوے کی بجائے لڑکا لڑکی پیدا ہونے کے اعتراض وسخت وسست کہنے پر بھی مرزا صاحب نے سوا دعا کہ اے قادر مطلق ان کو آنکھیں بخش سمجھ عطا کر نیکی کی توفیق دے، زیادہ نہیں کہا، اور پھر حال کی تحریر وتصانیف جو مملو علو وبلندی ہیں جیسا کہ غریب کم زبان خادمان قرآن مجید واحادیث مولویان کو بھی غول الاغوی، مضل، ملعون کہہ کر بس ہی نہیں کرتے خود شاہد صادق ہیں۔ اور یہ الہام مشعر تغیر حالت مرزا صاحب، اولاً ۲۶ دسمبر ۱۸۹۷ء بروز یک شنبہ ہوا تھا پھر اس کی تشریح ۹ مئی ۱۸۹۸ء جمعرات کو الہامات ذیل ہوئے:

فتزل قدم بعد ثبوتھا (پس ثابت ہونے کے بعد قدم پھسلا، یا پھسل جائے گا)۔

قل ھو اللّٰہ احد ..الخ (تو کہہ اللہ ایک ہے)۔ (یہ صریحاً مرزا صاحب کی تراشیدہ تثلیث مندرجہ کتب نیز

خود بدولت کے واسطے ابن اللہ وابنیت جائز کرنے کا ردّ و جواب معلوم ہوتا ہے)

کانوا قوماً عالین (علو کرنے والی قوم تھی)۔

ففررت منکم لما خفتکم فوھب لی ربی حکماً و جعلنی من المرسلین (پس میں تم سے بھاگا جب تم سے ڈرا۔ پھر اللہ نے مجھے حکم بخشا اور بھیجے ہوؤں میں سے بنایا)۔

سوم الہام بوقت روانگی قادیان ۲۴ مئی ۱۸۹۸ء ہفتہ کا الہام۔ انّما ھی زجرة وّاحدة فاضت لک شفتاك یا نائب رسول اللّٰه (سوائے اس کے نہیں کہ وہ ڈانٹا ہے ایک بار۔ جاری ہو گئے تیرے لئے تیرے دونوں ہونٹ اے نائب رسول اللہ) جو میرے الہامات کو تمام وکمال مرزا صاحب کو سنا دینے و پڑھ دینے سے پورا ہوا کیونکہ کثیر التعداد اوراق اس قدر قلیل المقدار وقت میں میرے جیسے کند زبان سے پڑھے جانیکی ہرگز امید وتوقع نہ تھی خصوصاً بعد طے منزل وتکان سفر۔

چہارم رؤیا ۱۷ نومبر ۱۸۹۷ء کا جو خواب تھا کہ ہم کو بیعت کے واسطے مرزا صاحب کے تاکید کرنے سے عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم کی تحقیر منظور ہے۔ یہ خواب خوب وضاحت سے مرزا صاحب کو سنایا گیا تھا لیکن باوجود سن لینے کے بھی آپ اس سے رک نہ سکے اور اس کی تصدیق کے واسطے علانیہ کئی طرح سے کئی موقع پر اس فانی اللہ و باقی باللہ کی ناحق توہین وتحقیر کی جو بالکل صحیح نہ تھی

☆ اثناء گفتگو میں مرزا نے فرمایا کہ عبداللہ غزنویؒ کے مولوی محمد حسینؒ (بٹالوی) کی نسبت یہ یہ الہام تھے لیکن اب اسکے برخلاف ظاہر ہوا۔ غرض کہ وہ الہام صحیح نہ نکلے۔ سو جواباً عرض ہے کہ

اول تو کوئی ایسا الہام ہے نہیں، کیونکہ عاجز و رفقاء عاجز حاشیہ نشینان عبداللہ غزنوی مرحوم کے پاس ان کے الہامات موجود ہیں اور ان کی زبان سے بھی بہت سے سننے کا اتفاق ہوا۔ کبھی کوئی ایسا الہام نہ دیکھا نہ سنا۔ ہاں گاہے ان پر ان کی عدم التفاتی وکم توجہی کا افسوس کرتے دیکھتے سنتے تھے۔ خود مولوی (محمد حسین) صاحب سے بھی کبھی اس کا ذکر نہیں سنا۔ اگر کوئی ایسا الہام ہوتا تو مولوی (محمد حسین) صاحب ان کے فرزندان کے مقابلہ میں اس کو کیوں پیش نہ کرتے۔ اور مولوی (محمد حسین) صاحب کا ایسا نہ کرنا بھی ایک ایسی دلیل ایسے الہام کے نہ ہونے کی ہے کہ کسی دوسری دلیل کی حاجت نہیں رکھتی۔

مرزا صاحب نے عبداللہ غزنویؒ کا الہام کنتم خیر امةٍ اخرجت للنّاس (تم بہتر امت ہو جو کہ لوگوں کے واسطے نکالے گئے) خود بدولت کے ہاتھ سے پرانا نقل کیا ہوا سنایا تھا اور اس کو بڑے اصرار وکوشش سے مولوی محمد حسین کے حق میں ثابت کرنے کے معنی کرتے تھے حالانکہ

وہ صریحاً خود عبداللہؒ کی اپنی نسبت تھا چنانچہ انکے الہامات میں جو موجود ہیں اسی طرح درج ہے کہ :

بروقت اضطراب و بے قراری کہ چکنم کہ مولائے من راضی شود، الہام شد کنتم خیر امةٍ اخرجت للنّاس

☆ پھر اگر تنزل سے فرض بھی کرلیں کہ عبداللہ صاحبؒ غزنوی کا کوئی الہام یا اجتہاد مولوی محمد حسین صاحب کی فضیلت کے بارہ میں ایسا تھا اور وہ پورا نہ ہوا بلکہ اس کے خلاف ظہور میں آیا، تب بھی کوئی مضائقہ وحرج و باعث تحقیر عبداللہ صاحب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خود مرزا صاحب کے الہامات ومنامات واجتہادات بھی تو کئی ایسے ہیں جو بالکل پورے نہیں ہوئے۔ بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ مثلاً مرزا صاحب کا الہام اصلھا ثابت و فرعھا فی السّماء (اصل، جڑ، اس کا ثابت ہے یعنی زمین میں اور فرع، شاخ، اس کی آسمان میں) میر عباس علی مرحوم لدھیانوی کی نسبت جو اپنی زندگی ہی میں نہایت منحرف ومخالف ہوکر مقابلہ کے واسطے مرزا صاحب کو بلاتا، للکارتا، اشتہار دیتا رہا، اسی مخالفت میں ان کا خاتمہ ہوا۔ حالانکہ مولوی محمد حسین حیات عبداللہؒ میں ان کے تابع وثنا خوان رہے اور اب تک بدستور ادب کرتے ہیں اور پھر ابھی خاتمہ کی کس کو خبر ہے کہ وہ بفضل وتوفیق اوسبحانہ آخرکار کنتم خیر امةٍ میں بھی داخل ہو جائیں۔ اور ارشاد لا یشقی جلیسھم بھی نہایت صادق الوقوع ہے، مشاہدہ ہو چکا ہے کہ عبداللہ غزنوی مرحوم کے جلیس گو اول اول بعض بے گانہ و منحرف ومخالف و دشمن رہے لیکن آخرکار شقاوت ومخالفت سے نکل کر تابع ومعتقد ہوکر فائز المرام ہوگئے اور مولوی محمد حسین تو ان کے خود معتقد رہے اور وہ محبت سے ان کیلئے دعائیں کرتے رہے، اس صورت میں بفضلہٖ تعالیٰ ان کا فائز المرام ہونا تو کچھ بھی مشکل نہیں اور مرزا قادیانی کی مخالفت میں اللہ تعالیٰ نے مولوی (محمد حسین بٹالوی) صاحب کو یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ انہوں نے اس پیرانہ سالی میں قرآن مجید حفظ کیا، اپنی اولاد کو کرایا۔

قادیانی الہامات اور انکی تفہیمات بے ثمر کی مثالیں

اگر مرزا صاحب فرماویں کہ وہ الہام میر عباس علی کے اس وقت کی حالت کی نسبت تھا جب اس میں ثابت قدمی موجود تھی اور زبردست قوت اخلاص کی پائی جاتی تھی، اور میر صاحب

عرصہ دس سال تک بڑے اخلاص ومحبت اور ثابت قدمی سے مخلصوں میں شامل رہے اور بہت سے الہامات صرف موجودہ حالت کے آئینہ ہوتے ہیں، عواقب امور سے ان کو کچھ تعلق نہیں ہوتا، اور جب تک انسان زندہ ہے اس کے سوء خاتمہ پر حکم نہیں کر سکتے وغیرہ (جیسا کہ مرزا نے فیصلہ آسمانی میں خود تحریر فرمایا ہے) تو غور وتامل کریں کہ عبداللہ غزنویؒ کا الہام اول تو کوئی ایسا ہے ہی نہیں اور اگر ہو بھی تو وہی معنے حالت موجودہ وصلاحیت والے کیوں نہ کئے جاویں۔ یہ تو انصاف نہیں کہ اپنے واسطے کچھ اور دوسرے کے واسطے کچھ۔ کیا یہ عمل ویل للمطففین میں داخل نہیں ہوسکتا؟

❁ مرزا صاحب کا رؤیا والہام جو اول لڑکا ہونے کی نسبت تھا لیکن لڑکی ہوئی تھی، چنانچہ جب عاجز (الٰہی بخش) نے امرتسر میں ان سے کہا کہ آپ نے تو فرزند کا حلیہ بھی مجھ سے بیان کیا تھا، اس پر جواب دیا کہ علم تعبیر میں ایسا ہی ہے کہ اگر لڑکا دیکھا جاوے تو لڑکی مراد ہوتی ہے۔

❁ پھر مرزا صاحب کا الہام فرزند کی نسبت جس کو بشیر موعود سمجھ کر اس کی تقریب عقیقہ وغیرہ پر نہایت وثوق سے دھوم دھام کی گئی، اشتہار بدیں مضمون جاری فرمایا:

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسرا است　　کسی کہ خاک درش نیست خاک بر سر اوست

جاء الحقّ و زھق الباطل انّ الباطل کان زھوقاً۔ خوش خبری اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہوگا۔ آج ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔ فالحمد للّٰہ علی ذلک۔ اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کس قدر بزرگ پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی۔

پھر قلمی نقول اس اشتہار کی بذریعہ رجسٹری مخالفین کو روانہ فرمائیں۔

وہ فرزند طفولیت میں ہی بغیر پوری کرنے شرائط وبشارات متعلقہ الہام وفات پا گیا۔

❁ والد مولوی محمد حسین صاحب کی وفات کی نسبت میعاد ایک سال فرمودہ مرزا صاحب بھی بہت طویل ہوگئی تھی یعنی اس میعاد مقررہ میں وہ فوت نہیں ہوئے تھے۔ شاید آپ کہہ دیں کہ انابت استغفار ورجوع الی اللہ کے سبب ان کی عمر بڑھ گئی۔ لیکن بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کی فرمودہ میعاد تو پوری نہ ہوئی اور اٹکل بازی کی مد ہی میں رہی۔

سید امیر شاہ رسالدار میجر سردار بہادر کے گھر فرزند ہونے کی نسبت مرزا صاحب نے اپنے دستخطی خط میں (جو بوقت تحریر عصائے موسیٰ منشی صاحب کے پاس موجود تھا۔ بہاء) ۱۵۔ اگست ۱۸۸۸ء سے ۱۵۔ اگست ۱۸۸۹ء تک اپنے اوقات صافیہ کو وقف فرما کر تحریر فرمایا تھا کہ:

اگر میں نے اس عرصہ میں بفضل رب قدیر، جس کے اختیار میں سب کچھ ہے، کوئی کھلی کھلی بشارت جو مقرون بصدق ہو، آپ کی نسبت نہ پائی یا اس بشارت کے موافق نتیجہ ظہور میں نہ آیا تو پھر میری نسبت آپ (امیر شاہ صاحب) جس غصہ کا بداعتقاد چاہیں اختیار کریں۔ اور یقین کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ آپ ہی کو اپنا عہد پورا کرنا ہوگا۔ اور یہ تاریخ کتاب میں لکھ لی ہے آپ بھی اس کو لکھ چھوڑیں، ضرور یادداشت لکھ لیں۔

اور مرزا صاحب نے رسالدار میجر صاحب کو فرمایا:

آپ بکلی مطمئن ہو کر اور خیال اور تشویشات چھوڑ دیں اور پکے صدق اور اعتقاد سے میرے وعدہ کے منتظر رہیں۔ جس وقت سال کے عرصہ میں میری طرف سے کوئی بشارت ملی تو خواہ آپ اس کو اخبار میں چھپوا دیں اور اگر وہ بات جھوٹی نکلے تو پھر مجھ سے مواخذہ کریں اور میرا دامن پکڑ لیں۔

اور اس گرامی نامہ کی ابتداء میں مرزا صاحب نے فرمایا کہ:

میں اپنے نفس سے حلفاً عہد کر چکا ہوں کہ آپ کیلئے انتہائی درجہ توجہ و جدوجہد کروں اور یقین رکھتا ہوں کہ میں اس جدوجہد میں کامیاب ہو جاؤں۔

وہ معاملہ بھی اب تک ویسا ہی ہے۔ نہ اوقات صافیہ کو وقف کرنے کا کچھ نتیجہ ہوا اور نہ کوئی بشارت ہی آئی، باوجودیکہ رسالدار صاحب نے اپنی حسن ظنی وفراخ دلی سے ۵۰۰ روپیہ بھی (جسکے عوض مرزا نے اپنے اوقات صافیہ کا ایک سال وقف کیا تھا) پیشگی دے دیا تھا۔

پھر عبداللہ آتھم والے الہام میں مرزا صاحب کا خیال وفہم ایک ہی پہلو، یعنی اس کی موت کی طرف ہی رہا۔ چنانچہ فیروز پور میں حافظ محمد یوسف صاحب کے برادران کے استفسار پر آپ نے یہی فرمایا تھا کہ اس میں کوئی تاویل نہ ہوگی، ضرور یہی ہوگا۔ اور آپ نے شہادۃ القرآن علی نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان کے صفحہ ۸۲ میں فرمایا کہ:

جب بمقام امرتسر مسٹر عبداللہ آتھم کو ان کی موت کی نسبت پیش گوئی سنائی گئی۔

تعجب ہے وہ حافظ نابینا جو عیسائیت سے تائب ہو کر بذریعہ خواب مسلمان ہوا تھا اس کا

تو وہ خواب جو اس نے مرزا صاحب کے مخالف چھپوا کر تحدی کر کے مشتہر کیا تھا کہ:

عبداللہ آتھم اندر میعاد کے ہرگز نہیں مرے گا،

بالکل سچا نکلا حالانکہ اس کو کسی فضیلت والہام وغیرہ کا کچھ دعوی نہ تھا اور مرزا صاحب کی تفہیم واجتہاد باایں دعاوی صحیح نہ نکلے جس کے واسطے مرزا صاحب وتمام جماعت مریدین نے خضوع خشوع سرگرمی سے دعائیں کرنے میں بھی اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ نہائت تعجب ہے۔

مرزا احمد بیگ کے داماد کی وفات والی میعاد بھی مدت ہوئی گذر چکی ہے جس کے بعد اس کی منکوحہ نے مرزا صاحب کی زوجیت میں داخل ہونا تھا جس کے متعلق شہادت القرآن میں بصفحہ ۸۰ مرزا صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ:

> مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد اس تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کیلئے کافی ہیں کیونکہ احیاء واماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو خدا تعالی اس کی خاطر اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں من جانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔

اور اس پیشگوئی کو بہت ہی عظیم الشان کرامتوں کا مجموعہ فرمایا لیکن بخلاف اشتہار وتفہیم مرزا اب بجائے گیارہ ماہ کے چھ برس سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے کہ اللہ کے فضل سے معاملہ اسی طرح ہے۔ بموجب ارشاد باری اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃً وّلا یستقدمون۔ ما تسبق من امۃٍ اجلھا وما یستاخرون۔ کہ الہی میعاد تو آگے پیچھے ہرگز نہیں ہوتی۔ اور ایک نہ ایک دن آخر سب نے مرنا ہی ہے۔ لیکن اس میں مرزا اپنی تحریر واصرار پر توجہ وخیال کریں کہ کس زور سے اس پیشگوئی کو اپنے صدق وکذب اور نہایت درجہ کا مقبول خدا ومنجانب اللہ و صادق ہونے کا معیار قرار دیا تھا اور اب اس میعاد کو گذرے ہوئے کتنی مدت گذر چکی ہے۔

شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کو اشتہار فروری ۱۸۹۳ء بذریعہ رجسٹری بھیجا جس میں خوف دلانیوالے الہامات درج کر کے لکھا کہ اگر ایک ہفتہ میں معافی طلب خط چھپوانے کیلئے نہ بھیج دیں تو

پھر آسمان پر میرا اور ان کا مقدمہ دائر ہوگا اور میں اپنی دعاؤں کو جوان کی عمر بحالی عزت و آرام کیلئے کی تھیں واپس لے لونگا۔

اس مقدمہ کا فیصلہ بھی اب تک نا معلوم ہے۔ شیخ مہر علی صاحب کا کوئی معافی طلب خط چھپا ہوانہیں دیکھا۔ شائد مرزا صاحب نے شفقت سے اس میں راضی نامہ دے دیا ہواور مشتہر نہ کیا ہو اگر چہ ایسا کرنا ضروری تھا اس لئے کہ دائری مقدمہ کا اشتہار مشتہر کر چکے تھے۔

☸ خان بہادر ڈپٹی فتح علی شاہ کی اول زوجہ کی بیماری پر صحت کی دعا کیلئے مرزا صاحب کولکھا گیا تھا۔ان کی نسبت مرزا قادیانی بہت کچھ تحریر فرماتے رہے بلکہ انکے انتقال کے بعد مرزا صاحب نے ان کی صحت کا حال استفسار فرمایا۔ جب حقیقت حال سے خبر دی گئی تو فرمایا کہ ہم نے بھی ایک بکری سلخ ہوتی دیکھی تھی ۔لیکن پہلے کچھ نہیں فرمایا۔

☸ گول کمرہ جوملحق مکان مرزا صاحب ہے، واسطے رہائش انگریز مخالفین جن کے نام خطوط مع اشتہار جاری ہوئے تھے،تعمیر ہوا تھا۔اب تک کوئی ایسا مہمان آ کر اس میں فروکش نہیں ہوا اور نہ اب اس میں گنجائش باقی ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت امور والہامات مرزا صاحب ہیں لیکن سر دست بلحاظ طوالت ان ہی موٹی موٹی دس نظیروں پر اتفا کیا ہے۔ تلک عشرة کاملة قرآن مجید کی آیت کریمہ کا ثواب حاصل کرنے کو عاجز یہی لکھ دیتا ہے۔

☆ مرزا صاحب و مریدین و مصدقین گو بوجہ حسن ظن ان سب امور میں آپ کی تائید میں کچھ نہ کچھ تاویل و معنی کر لیں ،کسی میں غلطی اجتہادی کسی میں غلطی فہم اور کسی میں انذاری الہامات میں سنت اللہ کے موافق توبہ واستغفار وانابت سے فائدہ اٹھانا ،لیکن امور متذکرہ بالا سب کے سب میں اگر غلطی اجتہادی وغلطی فہم ہی قائم کریں ،تو مقام غور ہے کہ پھر مرزا کے دعاوی والے الہامات میں ایسی ہی غلطی کیوں ناممکن ہے؟ اور درصورت اس طرح امان اٹھ جانے کے مرزا کے دوسرے الہامات منامات واجتہادات کی صحت وصداقت پر سوائے مرزا صاحب کے مریدین ومصدقین کے دوسروں کے لئے اور کیا دلیل ہوسکتی ہے؟ خصوصاً جب کہ واقعات مندرجہ ذیل بھی پیش نظر ہوں:

☸ اول اس اندھے حافظ کا (جس کو مرزا کے مرید بڑی سختی سے مفتری کذاب وغیرہ کہتے ہیں) تحدی سے مقابلۃً اشتہار دے کر کہنا کہ عبداللہ آتھم میعاد کے اندر ہرگز نہیں مرے گا، بظاہر مقابل کے خذلان سے کم نہیں بلکہ حق تو یہ ہی معلوم ہوتا ہے اور فراست انسانی بھیگوا ہی دیتی ہے کہ حی و

قیوم نے حکمت کاملہ سے اپنی مخلوق کوغلطی دعاوی مرزا صاحب پر متنبہ کرنے کے واسطے ایسا ہی مقدر کیا کہ مرزا صاحب بباعث اپنے نقص وکمی کے اصل حقیقت نہ سمجھ کر غلط پہلو اس کی موت پر ہی اخیر تک جمے و اصرار کرتے رہے کیونکہ بظاہر تو از روئے قانون قدرت و مشاہدہ واقعات اس کا میعاد مقررہ مرزا صاحب کے اندر مر جانا کچھ عجائبات سے نہ تھا بلکہ بلحاظ کبرسنی وضعف ونقص صحت اوران سب سے بڑھ کر مرزا صاحب کی دھمکی موت سے خوف زدہ ہونے کی حالت میں بہت ہی اغلب تھا لیکن حکیم و عادل جل جلالہ نے مرزا صاحب کے دعوی مشتہرہ کے مخالف ڈپٹی عبداللہ آتھم کو میعاد کے بعد بھی کئی ماہ تک زندہ رکھا۔

دوم، اس عاجز کے معلومات بھی اگر بفضلہٖ تعالی لائق اعتماد وحق ہیں اوراس کی وسیع رحمت پر امید ہے کہ ضرور ہیں، تو مرزا کے دعاوی کا معاملہ ایسا ہی نظر آتا ہے کیونکہ رؤیا عاجز مورخہ ۲۴۔ اگست ۱۸۹۷ء یوم منگل بھی اسی کا مثبت ہے جس میں بابی وامی جناب رسول کریم ﷺ اس عاجز بے مقدار کے پہلو راست کی طرف نہایت نفیس شرعی لباس میں قبلہ رو تشریف فرما ہوئے تو اس وقت عاجز نے ایک شخص سفید پوش کو جو عاجز کی ساق راست کے پاس بیٹھا تھا کہا حضرت مسیح کو بلاؤ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمارے خاتمہ پر تشریف لاویں گے کیونکہ ساق و پاؤں انسان کا آخری حصہ ہوتا ہے اوراس اخیر پر بیٹھنے والے کو حضرت مسیح کے بلانے کے لئے بھیجا تو گویا وہ بعد میں اخیر پر یعنی ہمارے خاتمہ پر آنے والے ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوم، پھر انگریزی الہام بھی مندرجہ انجیل موجودہ و مروجہ حال اور جو مقولہ حضرت مسیحؑ کہا جاتا ہے:

If I will that he tarry till I come, what is that to thee.

(other translation: If I want him to remain alive until I return , what is that to you.)

(اگر میں چاہوں کہ جب تک میں آؤں وہ یہیں ٹھہرے تو تجھ کو کیا۔ انجیل یوحنا۲۱:۲۲)۔

اسی کا شاہد ومصدق ہے اور وہ ابھی آنے والے ہیں۔

چہارم۔ مزید براں چونکہ عاجز بخطاب موسی، الہام میں مخاطب کیا جاتا ہے تو یہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ جیسے سیدنا عیسیؑ، سیدنا موسیؑ کے بعد تشریف لائے تھے اب بھی حضرت مسیح بعد ہی میں تشریف لاویں۔

پنجم۔ عاجز کا الہام بھی ہے کہ

عیسی نتواں گفت (گشت) بہ تصدیق خرے چند

نظر بریں وجوہات و دلائل ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو سردست بتقاضائے بشریت و ناواقفیت جیسے متذکرہ بالا الہامات کی تفہیم و اجتہادات میں خطا ہوئی ہے ایسے ہی ان دعاوی والے الہامات میں بھی خطا ہوگئی ہے کیونکہ اب مرزا صاحب کی طرف سے خطا ونسیان والی کاروائیاں بھی شروع ہوگئی ہیں جو بظاہر بالکل مخالف منصب و شان عیسویت و مہدویت ہیں بلکہ عام مومنین کے بھی شایان حال نہیں ہیں۔

☆ مرزا کا علماء آخرالزمان کے مذموم افعال ونشانیاں بیان کرنا

یاد پڑتا ہے کہ مولوی حکیم نورالدین نے مرزا صاحب کی صداقت کے بارہ میں فرمایا تھا کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ مرزا صاحب کے مخالفین کیسے افراط وتفریط میں پڑ کر حیلہ وحوالہ مکر وفریب سے فرضی و بناوٹی کاروائی مرزا صاحب پر الزام لگانے کے واسطے کرتے ہیں۔

یہ ایک معقول دلیل تھی اور مرزا صاحب نے خود بھی اپنے رسالہ شہادۃ القرآن کے صفحہ ۱۱ میں بضمن تشریح پیش گوئیاں تحریر فرمایا ہے کہ

> آخری زمانہ میں علماء اس امت کے یہود کے مشابہ ہو جائیں گے اور دیانت اور تقوی ان میں سے جاتی رہے گی۔ جھوٹے فتوے اور مکاریاں اور منصوبے ان کا دین ہوگا۔ اور دنیوی لالچوں میں گرفتار ہوجاویں گے۔

سو افسوس کہ اب وہی کاروائی اور منصوبہ بازی دنیوی لالچوں میں گرفتاری وغیرہ مرزا کی طرف سے بھی ظاہر ہونے لگی۔ یعنی مولوی محمد حسین (بٹالوی) کو کافر بنانے کیواسطے اور کل الہامات و اشخاص مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھوڑ کر صرف ایک دو ہی جز، جزاء سیّئة سيئة بمثلها کو نیز ترهقهم ذلّه کو کسی ضرورت کے سبب پورا کرنے کیلئے ایک مرید کی معرفت ایسی کاروائی کی گئی اور اس نیک بخت راست باز مرید نے خلاف ضمیر وخلاف راستی بیان وحیلہ حوالہ کر کے امرتسر سے فتوی حاصل کیا جو بظاہر راست بیانی وصحیح طور سے بھی حاصل ہوسکتا تھا کیونکہ فتوی میں اگر بغیر اس حیلہ کے بھی استفسار کیا جاتا، تو جواب وہی تھا جواب ملا ہے، تو پھر اس الہام مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والے کو بجائے ۱۳ ماہ کے چند روز ہی میں پورا فرمانے کی سعی وتکلیف اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر الہام الہی تھا تو ضرور خود بخود پورا ہوتا۔ یہ امر کس قدر قابل غور وافسوس

ہے، اور کبھی کسی اہل اللہ نے کبھی ایسی کارروائی کی ہے؟ ہرگز نہیں۔

قابل غور ہے کہ اس اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کی پیشانی پر مرزا صاحب نے کہا ہے:

ہم خدا پر فیصلہ چھوڑتے ہیں اور مبارک وہ جو خدا کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے دیکھیں۔،

پھر اس میں خود بدولت کو ایک طرف اور مولوی محمد حسین، ملا محمد بخش جعفر زٹلی، مولوی ابو الحسن تبّتی کو دوسری طرف، خدا کے حکم کے نیچے بیان کر کے عربی الہامات کا خلاصہ مطلب یہہ لکھا:

جو لوگ سچے کی ذلت کے لئے بدزبانی کر رہے ہیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں خدا ان کو ذلیل کرے گا۔

میعاد تیرہ ماہ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک الہام سے مقرر فرمائی اور لکھا کہ:

اس فیصلہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور اب آسانی سے مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آ گیا۔ خدا سچوں کو فتح بخشے۔ آمین۔

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اس محکمہ عالیہ میں مقدمہ دائر تو کر دیا لیکن اس کے بعد بایں دعوی توکل و اقبال علی اللہ وغیرہ تقرب و فضائل بے شمار معہ یقین صدق و راستی خود بدولت پھر خدا تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے انتظار کیوں نہ کیا۔ حالانکہ جو الہامات اس اشتہار میں ہیں ان میں یہ الہام بھی ہے فاصبر حتّی یاتی اللّٰہ بامرہ ۔جس پر مرزا صاحب کو ضرور کاربند ہو کر صبر سے منتظر رہنا ضروری تھا۔

پھر یہ بھی الہام اس میں ہے انّ اللّٰہ مع الّذین اتّقوا وّ الّذین ھم محسنون اور چونکہ مرزا صاحب تمام دنیا کے متقین محسنین سے اپنے آپ کو اعلی و افضل مانتے و دعوی کرتے ہیں لہذا ان کو اس الہام پر بھی امید کر کے کہ فتح ضرور ہماری ہوگی، انتظار کرنا چاہیے تھا، نہ یہ کہ ان سب امور کو بالائے طاق رکھ کر و بازیچہ طفلاں سمجھ کر گھبراہٹ سے اس اشتہار کے متعدد الہامات میں سے صرف ایک دو الہام کو فوراً پورا کرنے کے واسطے بھی ناجائز کاروائی حصول فتوی کیلیئے کرتے۔

پھر اس خلاف راستی کاروائی سے کئی الہاموں میں سے صرف ایک دو الہام ایک شخص مولوی محمد حسین کی نسبت بایں کوشش پورے تو فرمائے لیکن دوسرے دو کس فریق ثانی میں سے جو باقی ہیں ان کا کیا ہوا؟ معافی کے لائق تو وہ بظاہر اس لئے نہیں کہ بقول مرزا صاحب گند اور گالیوں سے پر اشتہار تو ان دونوں ہی کی طرف سے نکلا تھا جس پر مرزا نے فیصلہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ کر اشتہار شائع فرمایا تھا۔ نیز باقی ماندہ الہامات کا بھی حال معلوم نہ ہوا کہ کیوں واپس لئے گئے تھے۔

مرزا نے جو فرضی دل خوش کن ذلت ان کی حصول فتوی سے کی اس کی حقیقت یہ ہے کہ مرزا کے مرید نے جھوٹ موٹ مرزا کا مخالف وسائل بن کر جو استفتا پیش کیا تھا، وہ مرزا کے دستخطی انکار مہدی پر عائد ہوتا ہے جیسا کہ مرزا نے خود استفتاء مشتہر ۳ جنوری ۱۸۹۹ء میں لکھا ہے کہ:

ایک شخص مہدی موعود کے آنے سے جو ظاہر و باطن خلیفہ برحق بنی فاطمہ سے ہوگا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے قطعاً انکار کرتا ہے اور اس جمہوری عقیدہ تمام اہل سنت کو سراسر لغو و بے ہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت والحاد خیال کرتا ہے، کیا ہم اس کو اہل سنت میں سے و راہ راست پر سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذاب اجماع کا چھوڑنے والا وملحد ودجال ہے۔ بینوا و توجروا۔

پھر صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے:

بالآخر ہم مردانہ طور اپنا اعتقاد ظاہر کرتے ہیں کہ یہ خیالات ان تمام مولویوں کے کہ خونی مہدی بنی فاطمہ سے خلیفہ یعنی بادشاہ ہوگا، جبر سے دین کو غالب کرے گا، بالکل لغو باطل اور جھوٹا عقیدہ ہے۔

اس پر مفتیان نے جو فتوی دیا وہ صریحاً بحق مرزا ہوا، نہ بحق مولوی محمد حسین۔لیکن مرزا صاحب نے اپنا الہام واشتہار سچا کرنے کیلئے وہ فتوی مولوی محمد حسین بٹالوی پر چسپاں کر دیا اور مشتہر کرتے وقت بجائے اصل نام سائل اس مرید کے خلاف واقعہ خود بدولت کو بالقابہ السائل لکھ کر اشتہار شائع کر دیا جس کا حال مولوی عبدالحق غزنوی کے اپنے اشتہار ۹ جنوری ۱۸۹۹ء میں اور کچھ ایک کتاب، دو مسلمانوں کا حلفی بیان، مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور میں درج ہے۔لہذا اس میں مولوی محمد حسین بٹالوی کا کیا بگڑا، بلکہ از دست مرزا صاحب کی عجلت و کاروائی حصول فتوی لوگوں کو جب معلوم ہوئی پھر دوسرے دوکس اشتہار دہندگان راضی خوشی اسی طرح مستعد و مقابل مرزا صاحب قائم ہیں، کسی قسم کی ذلت ان کو بھی نہیں پہنچی۔

دوسری طرف اس میعاد اشتہار میں جو کامیابی بحق مرزا صاحب ہوئی، وہ یہ ہے۔

اول۔مقدمہ صرف بنام مرزا صاحب قائم رہ کر مولوی محمد حسین صاحب اس میں بطور گواہ پیش ہوئے اور اخیر پر ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو مرزا صاحب سے قسمیہ اقرار نامہ لیا گیا کہ کسی کو ذلت پہنچنے کی خبر والی پیشگوئی شائع نہ کریں اور خدا تعالی کے پاس فریاد (اپیل) کرنے سے بھی اجتناب کریں۔مباحثہ میں دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ بھی استعمال نہ کریں مولوی محمد حسین بٹالوی یا ان

کے کسی دوست پیرو کو مباہلہ کیلئے نہ بلائیں ان کی نسبت کافر، دجال، کاذب، بطالوی نہ لکھیں۔ وغیرہ

دوم۔ مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے حالات و کمالات ایک خط و کتابت موسومہ خلاف بیانی میں شائع ہو کر مظہر حقیقت ہوئے۔

سوم۔ مرزا صاحب کے مرید کے اشتہار مرہم عیسی والی کی اشاعت دل آزار خیال ہو کر حکماً بند کی گئی۔ چنانچہ اب اس کا مقدمہ مرزا صاحب کے مرید کی طرف سے چیف کورٹ میں دائر ہے۔ یہ اس معیاد کے اندر کا ذکر ہے اور جو کچھ ہوگا اس میعاد سے باہر ہوگا۔

چہارم۔ پھر ایک مرزا صاحب کا مرید، جو سنا ہے کہ مرزا صاحب کو رقم ماہوار نذرانہ بھیجتا تھا، قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا۔

باقی حالات اللہ تعالی عالم الغیب والشہادۃ کو معلوم ہیں۔ اب ناظرین دیکھ لیں کہ تیرہ ماہ والے اشتہار کا نتیجہ کس کے حق میں ہوا۔ آیا مرزا کے یا ان کے مخالف فریق کے حق میں۔

☆ قادیانی اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میعادی تین برس پر نظر

پھر طرفہ یہ کہ میعاد تیرہ ماہ جب قریب الاختتام تھی کہ مرزا صاحب نے اپنی جماعت کی ڈھارس باندھنے کو اور ان کے قیام کی خاطر ایک اور اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء جاری فرمایا۔ اور میعاد تین برس آخر ۱۹۰۲ء تک اور بڑھا دی۔

اس میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

مجھے تیری عزت و جلال کی قسم کہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے۔ پس اگر تو تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے دسمبر ۱۹۰۲ء تک پوری ہو جائے گی، میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلائے اور اپنے اس بندہ کو ان لوگوں کی طرح ردّ کر دے جو تیری نظر میں شریر، پلید، بے دین، کذاب، دجال، خائن و مفسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھونگا اور ان تمام تہمتوں، اتہاموں و بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لونگا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں (یہ معمہ معلوم نہیں ہوا کہ مرزا صاحب نے یہاں بھی صرف سمجھنے پر ہی اکتفا کیا ہے، سیدھا مومنین منیبین کی طرح یہ کیوں نہیں فرمایا کہ پھر میں توبہ و استغفار و رجوع کرونگا۔ الٰہی بخش) تو نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میں تیری ہر ایک دعا قبول کرونگا مگر شرکاء کے بارہ میں نہیں (لفظ شرکاء چونکہ عام و بے

تخصیص ہے لہذا اس الہام سے ظاہر ہے کہ الہامی شرکاء کے بارے میں بھی مرزا صاحب کی دعا قبول نہیں ہوگی ۔ پس اگر یہ الہام سچا ہے تو مرزا صاحب کو اس پر خیال رکھنا چاہیے ۔ الٰہی بخش) ۔ تب ہی سے میری روح دعاؤں کی طرف دوڑتی ہے اور میں نے اپنے لئے قطعی فیصلہ کرلیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود، ملعون، کافر، بے دین و خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے ۔ اگر میں تیرا مقبول ہوں تو میرے لئے آسمان سے ان تین برسوں کے اندر گواہی دے تا ملک میں امن وصلح کاری پھیلے ۔ الخ (کیا آج کل یعنی ۱۹۰۰ء میں، امن وصلح کاری نہیں ۔ اگر یہ ہی حال ہے تو مرزا صاحب نے ستارہ قیصر وغیرہ میں امن وصلح کاری کی تعریف کس دلیل پر کی ہے؟ الٰہی بخش)

عجائب یہ امر ہے کہ مرزا صاحب کے مریدین ہمیشہ آئندہ کی تاریخوں کے منتظر و شائق رہتے ہیں اور گذشتہ تواریخ وتجارب وغلطیوں کی پرواہ نہیں کرتے ۔

مرزا قادیانی اور ان کے مریدین وغیرہ کے بہت قابل توجہ یہ امر ہے کہ مرزا صاحب جس الہام و پیش گوئی کو بڑے اصرار سے اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیتے ہیں، اسی میں اس خالق و مالک کی طرف سے مرزا صاحب کی مخالفت میں فیصلہ ہوتا ہے، مثلاً :

۱ ۔ داماد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری والی پیشگوئی کہ اسے کئی کراماتوں کا مجموعہ قرار دے کر اس کو صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا ۔

۲ ۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم والے معاملہ میں کس قدر زور دیا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، گلے میں رسہ ڈالا جائے، پھانسی دیا جائے ۔

۳ ۔ پھر اس تیرہ ماہ والے اشتہار کا فیصلہ بھی خدا پر چھوڑ کر صدق و کذب کا اس کو معیار قرار دیا اور کہا کہ اگر میں جھوٹا، دجال و ظالم ہوں تو فیصلہ شیخ محمد حسین بٹالوی کے حق میں ہوگا اور محمد حسین بٹالوی ظالم ہے تو فیصلہ میرے حق میں ہوگا ۔

۴ ۔ اب غور کریں کہ ان سب میں اللہ نے کیا فیصلہ کیا اور کیسا صدق و کذب ظاہر ہوا اور کون سچا نکلا

پھر اگر مرزا کے دعوی کے موافق ان کے الہامات کو سچا قبول کیا جاوے تو وہ بھی حسب شرائط قرار دادہ مرزا صاحب بظاہر مرزا کے مخالف ہی ظاہر ہوئے ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اور اگر سچا قبول نہ کریں تو نتیجہ ظاہر ہے ۔ غرض بہر حال مرزا قابل التفات نہیں ہو سکتے کیونکہ کسی طرح بھی مرزا کی کچھ تائید و موافقت نہیں ہوئی ۔ لہذا اگر عاجز مخلوق الٰہی ان کو قبول نہ کریں تو ان کا کیا عذر ۔

٦۔ مرزا صاحب ہر وقت اشاعت الہام و اشتہار ہر ایک طرح کا مؤکد اقرار و مدار تو باصرار تمام کر لیتے ہیں لیکن میعاد گذر جانے پر مرزا صاحب ان عہد و پیمان کا ہرگز کچھ خیال نہیں کرتے۔ ایک تاریخ گذر جانے پر دوسری تاریخ ڈال دیتے ہیں۔

جب پہلے میعاد مرزا احمد بیگ والی کو گذرے ہوئے پانچ برس سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے اور مرزا نے ابھی تک حسب اقرار خود کذب و صدق کا فیصلہ مان کر رجوع نہیں کیا، تو اب اس تین برس والی میعاد پر کیا اعتماد ہوسکتا ہے کہ اس کے بھی اسی طرح گذر جانے پر قائل ہو کر مان لیں اور رجوع فرمالیں گے اور اپنے کل اقرار پورے کرینگے۔ جب عام مومن مسلمان اپنے عہد و پیمان و اقرار کا پاس و لحاظ کرتا ہے تو مرزا کو بایں دعوی خصوصیت و فضیلت کے سب سے زیادہ اور بڑھ کر اپنے عہد و اقرار کا پاس و لحاظ فرمانا چاہیے کیونکہ صادقین کا صادق الوعد ہونا قرآن کی شرط ہے۔

یہ تو منہمک بہیمت و غفلت شعار و عاقبت فراموشوں کا کام ہے کہ چندروزہ گذران ہی مدنظر ہو اور اسی کے فکر و انتظام میں امتداد تواریخ سے بسر کرنے کو غنیمت سمجھا جاوے۔ گو اغراضِ نفس طلب جاہ و طول امل کو چھوڑ کر کسی عاشق دنیا کو کب گوارا ہوسکتا ہے کہ اپنے نفس کے مخالف حقیقت الحال علانیہ قبول کر کے اپنی گذران میں خلل انداز ہو، لیکن اہل اللہ و عارفان باللہ کے نزدیک بفضلہ تعالی یہ کچھ مشکل نہیں۔ ان کا تو ذیل کی آیات قرآن مجید پر کامل ایمان ہے:

> و من یّتق اللّٰه یجعل لّه مخرجاً وّ یرزقه من حیث لا یحتسب (جو کوئی ڈرے اللہ تعالی سے وہ اس کی مشکلات سے مخلصی کی راہ نکالے گا اور ایسی جگہ سے اس کو رزق دے گا جہاں سے اس کو گمان نہ ہو)۔
>
> و من یّتوکّل علی اللّٰه فهو حسبه (اور جو کوئی اللہ تعالی پر بھروسہ کرے پس وہ اس کے لئے کافی ہے)

قادیانی اشتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۹ء دربارہ محمد حسین بٹالوی کا جواب

ڈپٹی عبداللہ آتھم والی میعاد گذر جانے پر جب لوگوں نے حتی کہ مولوی نورالدین نے بھی ایک شخص کے استفسار کے جواب میں لکھا کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور صحیح نہیں نکلی تو مرزا نے ناراض ہوکر علاوہ بے ایمان بداعتقاد بنانے کے طرح طرح کی گالیاں دیں لیکن خلاف مشاہدہ کوئی شخص کیونکر صمّ بکم ہوکر جبراً قبول کرسکتا تھا کہ یہ بلاکم و کاست پوری ہوگئی۔ لہذا

مرزا نے اپنی صداقت منوانے کے لئے پہلے پیرایہ کو بدل کر دوسرا پیرایہ اختیار کیا اور عجیب نرالی نئی منطق سے اپنی پیش گوئی مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو مکرر ثابت کیا ہے یعنی ایک ہی امر و شئے کو خود بدولت کے لئے باعث عزت و مقبولیت اور اسی کو دوسرے غریبوں کے لئے موجب ذلت و خواری قرار دیا ہے اور ارشاد قرآن مجید:

ویل للمطففین الّذ ین اذا اکتا لوا علی النّاس یستو فون و اذا کالوھم او وزنو ھم یخسرون

کا کچھ لحاظ نہیں فرمایا۔ چنانچہ ایک طویل اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء اس بارہ میں شائع فرمایا ہے جس کی پیشانی ہے: ایک عظیم الشان پیش گوئی کا پورا ہونا۔

اگرچہ ان مضامین سے عاجز (الٰہی بخش) کو کچھ تعلق نہیں لیکن چونکہ یہ بذیل کاروائی و دعاوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خواہ مخواہ آ گئے ہیں لہذا جو کچھ ظاہر معلوم ہوا، عرض ہے باقی متعلق اشخاص خود جواب دیں تو دیں۔

اشتہار میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

اب تک بعض کوتاہ اندیش نادان دوست محمد حسین (بٹالوی) کے خلاف واقعہ طور پر یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور جو پیش گوئی میں ذلت کا وعدہ تھا وہ اب تک ظہور میں نہیں آیا۔

پھر صفحہ ۲ میں لکھا ہے کہ یہ پیش گوئی اس طرح پوری ہوئی:

۱۔ محمد حسین (بٹالوی) کی تحریر، جس میں یہ تھا کہ مہدی کی حدیثیں صحیح نہیں، ظاہر ہو کر اس پر فتوی ہوگیا، ذلت ہوئی۔

جواب۔ عجیب معاملہ ہے مرزا صاحب احادیث مہدی کی اپنے دل پسند خلاف سلف و خلف تاویل کریں۔ مہدی کو خونی لکھ کر اس کے آنے سے انکار اور تمام امت اہل سنت سے مخالفت کریں، تو ان کی عزت، اور دوسرے کسی کا ان کو صحیح نہ کہنا ہی ظاہر ہو تو اس کی ذلت۔

۲۔ صفحہ ۳ میں لکھا کہ الہامی عبارت اتعجب لا مری میں لام کے صلہ کو غلط لکھا، ذلت ہوئی، کیونکہ یہ اہل ادب و اہل بلاغت کے کلام دیوان حماسہ وغیرہ میں نہیں پایا جاتا۔

جواب۔ مرزا صاحب قرآن مجید کی آیات، احادیث و راویوں کے ناموں میں غلطیاں کریں اور ان غلطیوں کی فہرستیں چھپیں، تو مرزا صاحب کی عزت اور دوسرا کوئی کہے کہ قرآن مجید میں تعجب

کا صلہ تو من آیا ہے جیسا کہ اتعجبین من امر اللّٰہ رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ علیکم اھل البیت انّہ حمید مجید (کیا تعجب کرتی ہے تو اللہ تعالی کے امر سے، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر ہوں اے گھر والو۔ تحقیق اللہ تعالی تعریف کیا گیا اور نہایت بزرگ ہے) (جیسا مولوی محمد حسین فرماتے ہیں کہ ہم نے تو صرف اسی قدر کہا ہے، زیادہ کچھ نہیں کہا) تو وہ اس حق و درست کہنے پر ذلیل۔ اور عجب تر یہ کہ مرزا بدعوی حمایت فوقیت قرآن کلام خالق کی فصاحت وصلہ کے مقابلہ پر دوسری مخلوق کی کلام سے عجب کا صلہ لام پیش کرتے ہیں۔ پھر زیادہ تعجب یہ کہ متفق علیہ حدیث کے الفاظ عجبنا یسئلہ و یصدقہ (ہم نے اس کے سوال کرنے اور اس کی تصدیق کرنے پر تعجب کیا)، تو ثبوت صلہ لام کی خاطر تحریر فرما دیئے لیکن اس حدیث میں جو مضمون نزول ملائکہ ہے کہ حضرت جبریل زانو بزانو رسول اللہ ﷺ کے بیٹھ کر سوال کرتے اور پھر تصدیق کرتے، اس کے مرزا صاحب قائل نہیں، اور آپ حضرت جبریل کا ہیڈ کوارٹر آفتاب مقرر فرماتے ہیں۔

٣۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ عدالت میں محمد حسین بٹالوی سے اس قرارداد پر دستخط کرائے گئے کہ وہ آئندہ مجھے دجال، کافر، کاذب نہیں کہے گا۔ قادیان کو چھوٹے کاف سے نہیں لکھے گا۔

جواب۔ مرزا سے بھی سب سے اول اسی اقرار نامہ پر دستخط کرائے گئے کہ الہٰی الہامات کسی کی ذلت وغیرہ کے شائع نہ کرینگے۔ خدا تعالی کے پاس اپیل نہ کریں گے۔ بٹالہ ط سے نہ لکھیں گے، تو مرزا کی اس میں عزت، دوسرا جس کو الہام کا دعوی بھی نہ ہو، وہ اگر اس اقرار پر دستخط کرے تو ذلت۔

٤۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ ملا محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کی قلمیں ٹوٹ گئیں۔ اگر ذلت وغیرہ کی موت اس پر وارد نہیں ہوئی تو اب کیوں نہیں گالیاں نکالتا۔ ابوالحسن تبتّی کہاں ہے اس کی زبان کیوں بند ہوگئی۔ ان سب کے منہ میں لگام دی گئی۔

جواب۔ ملا محمد بخش جعفر زٹلی کی قلم کہاں اور کیونکر ٹوٹی جب کہ اس کے مضامین برابر چھپتے ہیں بلکہ مرزا صاحب کی طرف سے اخبار الحکم ٢٢ ستمبر ١٨٩٩ء میں ان کی زبان درازی کی مکرر شکایت کی گئی اور گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی کہ ان کا خیال رکھے، اور یہاں ثبوت مدعا کے لئے تجاہل عارفانہ کر کے فرمایا کہ قلمیں ٹوٹ گئیں اور منہ بند ہو گئے۔

٥۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ خلاف تہذیب کا غذات عدالت میں پیش ہونا اور پبلک پر ظاہر ہونا عزت ہے یا بے عزتی۔ اور عدالت کی طرف سے مواخذہ ہونا موجب سرفرازی ہے یا شان مولویت کو اس سے ذلت کا دھبہ لگتا ہے۔

جواب ۔ مرزا صاحب کی خود ایجاد لعنتیں، مسلمانوں کو گالیاں، اپنی زبان سے ان کو سرکار کا باغی بتانا وغیرہ مضامین بقول مرزا صاحب تمام بلاد میں شائع ہوں تو ان کی عزت لیکن دوسرے کسی کی خلاف تہذیب تحریر ظاہر ہو تو اس کی ذلت ۔ مولوی محمد حسین صاحب زور سے انکاری ہیں کہ ہماری اپنی کوئی تحریر عدالت میں ہرگز پیش نہیں ہوئی ۔

۶ ۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی عالمانہ عزت میں فرق آیا اس لئے کہ انہوں نے اخبار میں شائع کر دیا کہ مقدمہ میں عاجز بری نہیں بلکہ ڈسچارج ہوا، جو غلط ہے ۔

جواب ۔ مرزا قادیانی اقرار نامہ کو نوٹس کہیں تو عزت، دوسرا بری کو ڈسچارج کہے تو ذلت ۔ مرزا نے بلا ضرورت عربی الفاظ سے مقابلہ کر کے طول بحث کی ہے، اس جگہ ان الفاظ سے غرض ہے جو عدالت نے لکھے ہیں اور موجود ہیں ۔

۷ ۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اسی میعاد میں بموجب ایک پیشگوئی کے عبدالحق غزنوی کی زندگی میں چوتھا لڑکا مبارک پیدا ہو گیا جو میری عزت کا موجب اور محمد حسین بٹالوی اور اس کے گروہ جعفر زٹلی وغیرہ کی ذلت کا موجب ہوا ہوگا ۔

جواب ۔ مرزا کے گھر فرزند قادیان میں ہوا اور امرت سر میں تب تک ایک شخص زندہ رہے تو اس سبب ذلت لاہور اور بٹالہ اور تبت کے خاص خاص اشخاص اور ان کے گروہ پر ۔ مرزا صاحب اپنے اس قاعدہ کی رو سے تو جس قدر فرزندان ان کے مخالفین کے گھروں میں پیدا ہوں ان کو اپنے مخالفین کے لئے عزت اور خود بدولت و گروہ کے لئے باعث ذلت قبول فرما لیا کریں تو عین انصاف ہے ۔

۸ ۔ مرزا کا کہنا ہے کہ مقدمہ کے بعد خدا تعالی کے فضل و کرم نے میری طرف دنیا کو رجوع دیا اور دے رہا ہے ۔ یہ بھی اس شخص کی صریح ذلت ہے جو اس کے برخلاف میرے لئے چاہتا تھا ۔

جواب ۔ مرزا صاحب بایں دعوی انس و محبت شوق و ذوق الہی اقبال علی اللہ و دعوی نیابت نبوت، ارشاد قرآن مجید انّما اموالکم و اولادکم فتنۃ (تمہارے مال و اولاد فتنہ ہے) و احادیث مذمت دنیا کو نظر انداز فرما کر رجوع دنیا کو اللہ تعالی کا فضل و کرم کہہ کر عزت والے بنیں، لیکن دوسرا کوئی قرآن مجید حفظ کرنے اور درود و وظائف کے سبب لوگوں سے کم مخالطت کرے تو وہ ذلیل ۔ پھر عبداللہ آتھم کی پیش گوئی پوری نہ ہونے پر جو لوگ قادیان میں جمع تھے ان کے چلے جانے پر اور جو مرید کہتے تھے کہ ہم کس ریش سے واپس اپنے شہر کو جاویں ان کے جواب میں تو فرماتے تھے کہ اللہ تعالی کا بڑا فضل ہوا کہ عام اناپ شناپ لوگوں کا رجوع نہ ہونے دیا ۔ غرض اس وقت رجوع نہ

ہونے میں کامیابی اوراب رجوع ہونے میں۔

۹۔مرزا کا کہنا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو کچھ زمین مل گئی۔سو رسول اللہ ﷺ کی حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آلہ زراعت میں سے کچھ دیکھا تو فرمایا کہ یہ کسی قوم کے گھر میں داخل نہیں ہوتا مگر اس قوم کو ذلیل کر دیتا ہے۔

جواب۔اول مولوی محمد حسین صاحب کو زمین کا نہ ملنا ذلت کہا جاتا تھا، اب جب مل گئی تب بھی حدیث شریف ذلت والی موجود۔لطف یہ کہ مرزا صاحب پشتوں یا اجداد سے حارث، زمین دار، اس پر معاش وگذران کرنے پر بھی عزت والے بلکہ مسیح مہدی، مجدد، امام الزمان اور مولوی محمد حسین بٹالوی اپنی سکونت سے مسافت بعیدہ سینکڑوں میلوں پر زمین ملنے اور دوسرے مزارعان سے کاشت و آباد کرانے پر ذلت والوں میں۔شائد مرزا صاحب فرماویں کہ ہم نے اسی وجہ سے زمین و باغ بذریعہ رجسٹری رہن انتقال کر دیا ہے تو جواب ظاہر ہے کہ اس رہن انتقال پر بھی وہ زمین کہیں دوسری جگہ نہیں گئی۔گھر کی گھر ہی میں رہی اور کل زمین رہن بھی نہیں ہوئی۔

۱۰۔کسی ریاست میں محمد حسین کا وظیفہ مقرر ہو گیا اس کو کوئی دانش مند عزت قرار نہیں دیگا بلکہ اس سے تو وہ فقرہ یاد آتا ہے کہ بئس الفقیر علی باب الامیر (براہے وہ فقیر جو امیر کے دروازہ پر ہو)

جواب۔مرزا صاحب ہر ضرورت وامر میں اشتہارات شائع کر کے اقرار و مدار وعدہ کر کے کبھی بنام قیمت کتاب، کبھی درستی وفراخی مکان، کبھی بنام مدرسہ ومہمان خانہ ومسجد باوجود دعوی صاحب وسعت و جائیداد ہونے کے آئے دن غربا ومتوسط الحال اشخاص سے چندہ وروپئہ بطور خیرات و صدقات وصول کرتے رہیں اور حدیث رسول اللہ ﷺ:

> عن عبد اللّٰه ابن عمر قال انّ رسول اللّٰه ﷺ قال و هو على المنبر و هو يذكر الصّدقة والتعفف عن المسألة اليد العليا خير مّن اليد السّفلى و اليد العليا المنفقة و السفلى هى المسألة ۔ (رسول اللہ ﷺ نے جب آپ منبر پر صدقہ اور سوال سے پرہیز کرنے کا ذکر فرما رہے تھے، فرمایا کہ اوپر کا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر کا ہاتھ خرچ کرنیوالا ہے نیچے والا سائل ہے) (مسلم:۱۰۳۳)

وغیرہ جو اس بارہ میں ہیں ان سب کو پس پشت ڈالنے پر بھی معزز وعزت والے اور دوسرے کسی کا اگر کسی ایسی ریاست وسرکار سے وظیفہ مقرر ہو جس کی آمدنی لاکھ ہا، کروڑ ھا روپئہ ہو اور اس قدر فراوانی مال بظاہر ہوتی بھی اسی لئے ہے کہ دوسری مستحق مخلوق کا اس میں حصہ ہو اور ان کو

اس خزانہ میں سے کسی کو کچھ دینے سے کوئی تکلیف بھی ہرگز نہیں ہوتی، گویا ایسا ہے جیسا کہ دریا میں سے قطرہ، سوایسی ریاست سے بھی اگر کسی کو کچھ ملے تو اس کی ذلت ۔ سبحان اللہ

❁ غرض مرزا صاحب کی بزبان خود ہر طرح سے ہر امر میں عزت اور دوسری غریب مخلوق کی ہر طرح سے ہر امر میں بزبان مرزا صاحب ذلت وخواری، اور پھر مرزا صاحب خیر خواہ مخلوق رحمةً للّعا لمین ۔ انّک لعلی خلقٍ عظیم ۔ وغیرہ سب کچھ۔

❁ اسی طرح مرزا صاحب نے بعد مباہلہ مولوی عبدالحق غزنوی کی نسبت بھی لکھا ہے کہ وہ اوراس کا گروہ ذلیل ہوا، اور ہماری ہر طرح سے عزت اور قبولیت ہوئی ۔ یہ مرزا صاحب کے دلائل و کمالات ہیں جن پر ان کے مرید مفتون اور قربان ہیں۔

❁ یہ امر باعث حمد وشکر و قابل تسکین ہے کہ پیش گوئیوں کی تاثیر و تکلیف وصداقت خود بذات خاص مرزا کو ہی محسوس و معلوم ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ دوسری مخلوق الٰہی جن کے ڈرانے اور دھمکانے کے لئے ان کی اشاعت وغیرہ کی تکلیف اٹھائی جاتی ہے ان کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ گویا اول پیش گوئی کرنے کی، پھر اس کی اشاعت کی انتظار کی، بالآخر اس کی صداقت وتاثیر معلوم ومحسوس ہونے کی، غرض یہ سب تکالیف مرزا صاحب نے وفور شفقت علی خلق اللہ کے باعث نہایت مہربانی و ہمدردی سے اپنی ہی ذات پر گوارا کر رکھی ہیں، دیگر عاجز بندگان اس محنت، دردسری سے بری وآزاد ہیں۔ اگرچہ مرزا صاحب مزید برآں اپنی زبان وقلم کو یہ تکلیف بھی ساتھ ہی دیتے رہتے ہیں کہ جن کے حق میں پیش گوئیاں تھیں وہ تباہ وبرباد اور ذلیل ہو گئے ان کا کچھ باقی نہیں رہا۔

☆ اشتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۸ء کے اور بھی عجائب ہیں، مثلاً مرزا ہر پیشگوئی کو عظیم الشان ہی لکھتے ہیں۔ کبھی کسی کو ادنی معمولی یا اوسط شان والی نہیں فرماتے تا کہ لوگوں کو کچھ فرق وامتیاز تو معلوم ہو۔ یہ شائد اسلئے کہ خود بدولت جو عظیم الشان ہوئے لہذا ان کا ہر امر عظیم الشان ہوا۔

❁ مرزا صاحب، مولوی محمد حسین بٹالوی پر اعتراض کرتے ہیں کہ:

> انہوں نے اقرار کیا کہ آئندہ دجال، کافر، کاذب نہیں کہے گا۔ اب دیکھو وہ استغفاء ان کا کہاں گیا۔ میں خدا تعالی کے فضل اور کرم سے اب تک اور اخیر زندگی تک انہیں عقاید پر قائم ہوں جن کو محمد حسین نے کلمات کفر قرار دیا ہے۔

جواب ۔ جب آپ انہیں عقاید پر قائم ہیں تو پھر مرزا صاحب یہ کیوں کر کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ ہم پر افتراء ہیں ہمارا عقیدہ وہی ہے جو دوسرے مسلمانوں کا، جیسا کہ کتب وغیرہ میں لکھا ہے اور لا الہ

الا اللّٰہ محمّد رّسو ل اللّٰہ بھی مسلمانوں کی تسکین کی خاطر پڑھ دیا کرتے ہیں!!! مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کا استفتاء کہاں گیا؟ بجواب مولوی صاحب استفسار پر کہتے ہیں کہ فتوی اسی طرح قائم ہے، ہم سے کوئی پوچھے تو وہ ہی کہیں گے۔ ہاں بحث مباحثہ میں ایسے الفاظ حسب اقرار جانبین استعمال نہیں کریں گے اور ظاہر بھی ہے کہ اگر مرزا صاحب اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے اپنے کتب واشتہارات ومضامین وعقاید مندرجہ کو کالعدم خیال کریں تو فتوی بھی نہیں رہے گا ورنہ جب تک وہ عقاید موجود ہیں تب تک وہ فتوی بھی موجود وقائم رہے گا۔

اشتہار کے صفحہ ۵ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ:

میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوی کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر دجال نہیں ہوسکتا میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ میں کبھی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ اپنے دعوی سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالی کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ ماسوا اس کے ملہم اور محدث کیسا ہی اعلی شان رکھتے ہوں اور مکالمہ الہیہ سے سرفراز ہوں، ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ ہاں بدقسمت منکر۔

جواب۔ جب یہ امر صحیح ہے تو پھر آپ نے خط مورخہ ۱۶ جون ۱۸۹۹ء اسمی خاکسار میں خود بدولت کے حق میں یہ الہام کیسے لکھ دیا ہے:

جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا تعالی اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔

اشتہار کے صفحہ ۶ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اولیاء اللہ کی مخالفت میں اللہ اس کا دشمن ہوکر دولت ایمان اس سے چھین لیتا ہے تب بلعم کی طرح صرف لفاظی اور زبانی قیل وقال اس کے پاس رہ جاتی ہے، نسبت، انس، شوق، ذوق، محبت تبتل، تقوی، اس سے کھوئی جاتی ہے۔

جواب۔ مرزا صاحب براہ مہربانی خود بدولت کی لفاظی اور حیل کی طرف بھی خیال فرمائیں اور پھر انس، شوق وذوق، محبت وتبتل، تقوی کو جن کا ذکر دوسرے مواقع پر ہوا ہے دیکھیں۔ نیز جیسا کہ مرزا کو بحث مباحثہ، سبّ وشتم، لعن طعن مخلوق ودیگر تردداتت سے ایسی فرصت اور وقت ہی کب ملتا ہے کہ آپ ان امور کی طرف متوجہ ہوں۔ ہاں خالی الفاظ بے شک آپ کے پاس بہت ہیں۔ صرف مرزا

ہی پر کیا منحصر ہے اگر کوئی واقعی صادق الحال، عالی شان، عارف باللہ بھی خدانخواستہ خود بینی وخود فروشی کی فضولیات میں پڑ کر ان پر قساوت و نا مبارک الفاظ کا شغل ومشق کرے تو ممکن نہیں کہ ان منحوس الفاظ کی شامت وتاثیر سے اس میں ان اخلاق فاضلہ واعمال حسنہ کی توفیق باقی رہ جائے۔

صفحہ ۱۳ میں مرزا صاحب نے فرمایا کہ ہم بدل بیزار ومتنفر ہیں کہ ان لوگوں کا نام بھی لیں، چہ جائیکہ ان کے حق میں پیش گوئی کر کے ایسے خطاب سے ان کو کچھ عزت دیں۔

جواب۔ سبحان اللہ ! اللہ اکبر ! مرسلوں اور مجددوں اور رحمۃ للعالمین ، و انک لعلی خلقٍ عظیم کے خطاب والوں کی یہی شان ہے کہ دعوی تو فنا نیستی و خاکساری وخیرخواہی اوراس پر غصہ وغضب تکبر وعلو کا یہ حال وخیال۔ اسی واسطے تو مرزا صاحب قادیانی کے دعاوی وحالات کے اضداد واختلافات کو دیکھ کر مخلوق کو حیرانی ہوتی ہے کہ یاالٰہی ! کیا قیل وقال وچال ہے۔

غور فرمائیں کہ مرزا نے جو اس اشتہار کے اخیر میں الفاظ سراسر ترک حیا و نا منصف دوسرے غریبوں کے حق میں تحریر فرمائے ہیں کیا یہ انصاف ہے؟ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد:

الحیاء من الایمان والایمان فی الجنّۃ (حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے)

و ان لکلّ دین خلقاً و خلق الاسلا م الحیا (ہر ایک دین کا ایک خلق، خصلت، ہوتا ہے، اسلام کا خلق حیا ہے)

کے موافق تو کسی کو تارک حیا، یا حیا سے خالی کہنا گویا اس کو اسلام سے جواب دینا ہے حالانکہ مرزا صاحب بھی فرما چکے ہیں کہ میں کسی کا نام بے ایمان نہیں رکھتا کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا۔

سید عبداللہ غزنوی کے اخلاق فاضلہ بمقابلہ قادیانی

چونکہ عاجز (الٰہی بخش) کو سید عبداللہ غزنویؒ کی صحبت کا سالہا سال اتفاق رہا۔ اس فانی فی اللہ، باقی باللہ کی نسبت عبودیت بھی (جو خود ان پر نہایت غالب تھی) بہت سرایت کر گئی۔ بمصداق:

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد ‌ ‌ ‌ ‌ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اس مرحوم کے بعد جس اہل اللہ سے اتفاق ملاقات ہوا، خواہ نخواہ بے اختیار مرحوم کے اخلاق فاضلہ، تجرد، وتبتل وانابت واستغراق ذکر، دوستوں و دشمنوں کیلئے خالصۃً للہ دعا دینا، غیر اللہ سے استغنا، فلا تزکّوا انفسکم پر عمل اور اس کی تعلیم و تکرار، اور التفات اہل دنیا سے بے زاری، تعظیم و تکریم بیجا سے نفرت وغیرہ پیش نظر ہو کر دوسرے اہل اللہ کی صفات و اخلاق کا مقابلہ ہو جاتا ہے اور جو اخلاق ان اخلاق سے معارض و مخالف ہوں ان سے بے اختیار طبیعت بھڑکتی ہے اور ہرگز موافقت و دلچسپی پیدا نہیں ہوتی۔ مثلاً جب کوئی اپنی مدح سرائی و طلب شہرت کے لئے کوئی پہلو اختیار کر کے کسی طرح ساعی ہو، دشمنوں کے لئے سبّ وشتم میں ان دشمنوں و مخالفوں سے بھی بڑھ کر مصروف رہے، دینے والے کی تعریف و شہرت و تحسین میں مبالغہ کرے، مخلصین و محبین سے بھی دعا کی اجرت نذرانہ و عوضانہ کا تقرر و اصرار کرے اور پھر پیشگی ادا کرنے کی ترغیب بھی کسی نہ کسی پیرایہ میں ساتھ ہو، فلا تزکّوا انفسکم کے خلاف اظہار فضیلت ہی شیوہ بنائے۔ اہل دنیا کا خواہ کسی مصلحت ہی سے ہو، از حد شکر گذار رطب اللسان و مداح ہو، تو مجبوراً اور بے اختیار بباعث غلبہ نسبت عبودیت نہایت شاق و ناگوار گذرتا ہے۔

مرزا صاحب کے عادات و اخلاق کا یہ عاجز مع رفقاء نہ صرف واقف ہی ہے بلکہ قائل ہے ان کی مہمان نوازی جس کا دنیا و دین میں نافع و مفید ہونا ظاہر و ثابت و متحقق ہے دعوی خدمت اعلائے کلمۃ اللہ (جو مسلمانوں کو نہایت عزیز و پیارا ہونیکے باعث انکے رجوع و میلان طبیعت کے واسطے اثر مقناطیسی کا حکم رکھتا ہے) بمقابلہ مخالفین اسلام اور ان کے اعتراضات دور کرنے کو ہر طرح سے زبانی ہر وقت کمر بستہ اور ان کے مقابلہ میں دلائل قرآنی بیان کر کے ان کو لاجواب و ساکت و ملزم کرنے پر طیار اور ملکہ تحریر ایسا کہ ایک ہی سوال کے جواب میں نفیاً و اثباتاً ہر دو قسم کے ایسے دلائل پیش کرنے کہ مخاطب حیران رہ جاوے وغیرہ۔ لیکن سد راہ اور مشکل یہ امر ہوا کہ جب کبھی کوئی امر مخالف اخلاق عبودیت خواہ کسی مصلحت سے ہی ہو مرزا صاحب سے ظہور پذیر ہوتا رہا ہے تو اول تو عاجز مع رفقاء بباعث حسن ظن کے اس کو اخلاص پر حمل کرتے رہے اور اگر بہت ہی مشکلات اور موانع اس میں پیدا ہوئے تو بوجہ غلبہ نسبت عبودیت عاجز معہ رفقاء اس میں موافقت و دلچسپی سے معذور رہے کیونکہ اس میں بے اختیاری تھی اور یہ ایک بھاری و عظیم موجب علیحدگی کا ہے جس کے سبب سے مرزا صاحب کی ہاں میں ہاں اور ہر ایک امر میں موافقت نہیں ہوسکی۔

توہین وتحقیر سید عبداللہ غزنوی ؒ کی جو مرزا صاحب نے عاجز کے رؤیا کی صداقت کے

لئے کی ،اس پر تو بہت ہی تعجب ہوا۔ خصوصاً اس واسطے کہ نہ صرف بوقت حیات عبداللہ صاحبؒ کے مرزا خود کئی مرتبہ ان کے پاس دعا کے واسطے آئے بلکہ ان کے بعد عالم روحانی میں بھی ان سے استفادہ یعنی سوال تعبیر رؤیا کی کرتے رہے جیسا کہ خاتمہ تبلیغ میں خود مرزا نے تحریر فرمایا ہے کہ:

رأیت فی تلک الرؤیا شیخاً صالحاً اسمہ عبد اللّٰہ الغزنوی قد مات فی السّنین فسالتہ من تاویل ھذہ الرّؤیا (دیکھا میں نے اس خواب میں ایک شیخ صالح جس کا نام عبداللہ غزنوی تھا اور جو کئی سال سے وفات پا چکے ہیں۔ پس میں نے ان سے اس خواب کی تعبیر کا سوال کیا)۔

مرزا صاحب کئی مواقع پر ان کی مدح و ثنا تحریر و بیان فرما چکے ہیں اور اب ملاقات گذشتہ پر مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ محمد حسین کو سمجھاؤ تب پردہ پوشی عبداللہ مرحوم کی ہوتی ہے ورنہ کچھ باقی نہیں رہتا، علاوہ نازیبا تناقض ہونے کے کس قدر خلاف ہدایت و ارشاد اسلام ہے۔ کیسا ارشاد تلک امّۃ قد خلت الخ۔ و اذکروا محاسن موتاکم و کفوا عن مساویھم (اپنے فوت شدگان کی نیکیاں ذکر کرو اور ان کے عیبوں سے بند رہو) وغیرہ کے مخالف ومنافی ہے۔

مرزا صاحب کی قلم سے بھی عبداللہ غزنوی مرحوم کی نسبت لفظ صالحاً ہی نکلا ہے جیسا قرآن مجید میں ایک مرد صالح کی توقیر میں آیا ہے لیکن تعجب و افسوس ہے کہ اللہ جل شانہ نے جو فرزندان و اولاد کے بارہ میں مراعات پدری کا آیات وکان ابوھما صالحاً (انکا باپ صالح تھا)۔ فکان ابواہ مؤمنین (اس کے والدین ایمان دار تھے) میں سبق دیا ہے، مرزا صاحب نے بایں دعوی قرآن دانی وفضل وکمال واخلاق فاضلہ اس مراعات خداوندی کے خلاف جن نازیبا الفاظ سے ان کی اولاد کلمہ گو، پابند صوم وصلوۃ کا ذکر کیا ہے، ناگفتہ بہ وقابل شرم ہے۔

ملہم کے لئے شرائط

مرزا غلام احمد قادیانی نے فرمایا ہے کہ ملہم کو عالم وخاندانی ہونا چاہیے تاکہ اس پر کوئی اعتراض نہ ہو اور بروقت بحث وسوال قرآن واسلام پر ڈگری نہ کرائے۔ یہ دلیل مرزا قادیانی کی نہایت تعجب وحیرت افزاء ہے۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ ایسے ہی شرائط کے مقابلہ پر، جو کفار مکہ نے

رسول اللہ ﷺ کے پیش کئے تھے، اللہ تعالی نے فرمایا تھا:

اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ؛ و یختصّ برحمتہ من یّشاء

پھر خود جناب رسول اللہ ﷺ کو جب پہلے ارشاد اقرأ باسم ربّک الّذی خلق..الخ، آیا تو صاف امی ہونا مان کر یہی فرمایا ما انا بقاریٔ لیکن جب خالق مالک رحمٰن رحیم نے فضل وکرم کیا تو سب کچھ ہوگیا، ایسا کہ تمام دعویدار مشیخت وعلوم ہیچ و پوچ ہو گئے۔

مرزا صاحب اپنی ہی عربی لیاقت کے دعوی کی طرف خیال کریں کہ حسب تحریر وقول خود اول کیا تھے اور اب مدح وثنا مخلوق وغیرہ مضامین میں کتنی کتب لکھ ڈالیں جن کو اپنے دعوی کی ثبوت میں کرامتاً پیش فرماتے رہتے ہیں۔اگرچہ ایک صوفی منش وفقیر مزاج مولوی صاحب جو وعظ اخلاص و بیان عیوب ومکر نفس وتاکید عبادت الہی وامتثال اوامر واجتناب نواہی وفکر طیاری عقبیٰ کرتے رہنے کے علاوہ خود بھی رقیق القلب وکثیر البکاء تھے، انہوں نے تو یہ مضمون بیان کیا تھا کہ:

> اول ہم مرزا صاحب کی تحریر وتصانیف کو بہت قدر ومنزلت سے دیکھتے تھے اور خیال تھا کہ اگر یہ اپنے دعاوی میں صادق ہیں تو ہم کو قبول کرنے میں کیا عذر ہے۔ولیکن جب بعد میں ایک عربی تحریر نکلی جس پر بڑا دعوی تھا کہ یہ بطور نشان ہے اور کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتا اور نہ اس میں کوئی غلطی پکڑ سکتا ہے تو اس روز سے ہماری سب امیدیں کافور ہوگئیں کیونکہ ہم لوگ بھی عربی سے واقف تھے اور عمریں اسی میں گذاری تھیں اور اس تحریر میں صریح اغلاط ہر قسم ایسی تھیں کہ ان کی تکذیب وابطال دعوی کیلئے انہیں کو کافی سمجھ کر قابل توجہ وجواب خیال نہ کیا۔لہذا اس روز سے مرزا صاحب کی تحریرات کا دیکھنا اور ادھر التفات کرنا ختم ہوگیا اور جس قدر لوگ امید میں تھے سب نے مایوس ہوکر اس طرف سے رخ پھیرلیا۔

یہ بیان مولوی صاحب کا صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو نمونہ کے طور پر فہرست اغلاط عبارت مرزا صاحب کی اپنے رسالہ میں مشتہر کی ہے اور جو اغلاط دوسروں نے مرزا صاحب کی عربی عبارت واشعار سے نکالی ہیں ان کا مرزا صاحب نے کبھی جواب نہیں دیا تاکہ لوگ دیکھتے کہ مرزا صاحب کے دعاوی فصاحت وبلاغت کہاں تک صحیح ہیں۔

ایسا ہی مرزا صاحب کے مرید خاص ومصدق مولوی نورالدین نے بھی ایک مولوی صاحب کے اس اعتراض کا کہ ان کی کتاب فصل الخطاب لمقدّمۃ اھل الکتاب، کا نام

بموجب عربی محاورہ کے صحیح نہیں کیونکہ عربی میں مقدمہ جھگڑے وتنازعہ پر، جیسا کہ اردو میں معمول ہے، بولانہیں جاتا۔ اب تک نہ معلوم کیوں جواب نہ دیا اور اس کو موافق محاورہ کیوں ثابت نہ کیا۔

خیر یہ تو مولویان و عالمان کا قال و حال ہے عاجز امی محض کو اس سے کیا بحث، مقصد تو صرف یہ ہے کہ قادر و قیوم جب کچھ چاہتا ہے سب کچھ جس سے چاہے کرالیتا ہے اور اس کے ارادہ اور مشیت پورا ہونے کو کسی شرط کی حاجت نہیں۔ پھر تعجب ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب بایں دعاوی علوم ایسی شرط ضروری قرار دیویں۔

عاجز کے نزدیک تو باتباع ہادی نبی الامی ﷺ امی ہونا فخر ہے و نیز دلیل صداقت کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صاحب الہام کا اس میں کچھ دخل و دست اندازی نہیں۔ سب کچھ اس قادر قدیر عزیز و حکیم کا کام ہے اور ارشاد سراپا صدق حضرت باری تعالی جل جلالہ عم نوالہ جو پاک کتاب قرآن مجید میں حضرت ہادی جن وانس ﷺ کو ہے:

ما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطّہ بیمینک اذاً لارتاب المبطلون (نہ تو اس سے پہلے کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ ہاتھ سے لکھ سکتا تھا، اگر ایسا ہوتا ،اس وقت البتہ مبطلوں کو شک کرنے کا موقع ملتا)

بھی اسی کا مصدق و شاہد ہے اور عاجز کو اپنی نالائقی اور بے بضاعتی کے خیال پر الہام بھی ہوا ہے

دادحق را قابلیت شرط نیست　　　　بلکہ شرط قابلیت داد اوست

نیز واللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ اللہ خوب جانتا ہے جہاں اسکی رسالت کا محل ہے)

ایسا ہی شرط خاندانی کا حال ہے اس کے دو پہلو ہیں۔

اول نسب۔ سو اس کے فخر سے پرہیز کرنے کے واسطے یہ ارشاد سید الاولین والآخرین ﷺ ہے:

انّ اللّٰہ قد اذھب عنکم عبیۃ الجاھلیۃ. و فخرھا بالآباء انّما ھو مومن تقی او فاجر شقی النا س کلّھم بنو آدم و آدم من تراب (بے شک اللہ تعالی نے تم سے جاہلیت کی عادتیں اور باپوں سے فخر کرنا دور کر دیا ہے سوا اس کے نہیں وہ مومن پرہیز گار ہے یا فاجر شقی سب لوگ آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے تھا)

علاوہ ازیں حسب نسب سلسلہ نبوت و رسالت میں تو ایک مسلّم مسئلہ ہے لیکن ولایت و الہام کے واسطے اس کی کچھ حاجت و ضرورت نہیں جیسا کہ صحابہ کرام جو بعد رسل افضل مانے گئے ہیں ان میں سیدنا بلالؓ، سیدنا صہیبؓ وغیرہ کے حال سے ظاہر ہے۔ اور طالوتؑ اور لقمانؑ کا حال

بھی (جن کا ذکر اللہ پاک نے تعریف سے قرآن مجید میں فرمایا ہے) اکثروں کو معلوم ہے کہ اللہ پاک کے فضل وکرم نے نسب کی کچھ پرواہ نہیں کی۔

پہلو دوم۔ خاندانی ہدایت ومعرفت تقرب وتوحید باری تعالیٰ کا، اس کو تو اتباع انبیاء کا کیا ذکر خود انبیاء کے لئے بھی اللہ نے ضروری امر قرار نہیں دیا جیسا کہ حال سیدنا ابراہیمؑ سے ظاہر ہے یہاں بھی وہی اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ، و اللّٰہ یختصّ برحمتہ من یّشاء کے ارشاد و اللّٰہ علی کل شئی قدیر ہی کارساز ومختار ہے یخرج الحیّ من المیّت و یخرج المیّت من الحیّ و ھو العزیز الحکیم (زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ غالب ہے حکمت والا)۔ کون سی چیز اس کے واسطے مشکل وانہونی ہے۔

جب رسالت جیسے اہم اور مہتم بالشان امور میں اس قادر مطلق نے کچھ پرواہ شرائط کی نہ کر کے اپنا سارا کام کرا لیا، تو اتباع انبیاء اور خصوصاً امت خیرالوریٰ کے لئے کہ جن کے واسطے کنتم خیر امۃٍ کا خطاب ہے، ایسے شرائط کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ بلکہ بغیر ایسے شرائط کے اس قادر مطلق کا کام چلنا محال سمجھنا ما قدرو اللّٰہ حقّ قدرہ (نہیں قدر کی اللہ کی حق قدر اس کی کا) وغیرہ احکام کا مخاطب ومقابل بننا ہے۔

ہاں شاید مرزا صاحب حسب رواج ہندوستان سیدوں ومغلوں کو اصل خاندان خیال فرماتے ہوں سو عاجز کے پیرو شیخ سید عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم باوجود سید ہونے کے باتباع ارشاد رسول اللہ ﷺ کبھی اس امر کی شیخی وفخر تو بجائے خود نام بھی اس کا نہ لیتے تھے اور نہ ایسا نام رکھتے جس میں اس کا شائبہ ہو بلکہ فرماتے: درعجم نسب راہیچ اعتماد نیست۔ اور ظاہر بھی ہے کہ ہندوستان و پنجاب میں شہر اور پرگنے سادات سے پر ہیں۔ علمدار حسین، علی نقی، میر باقر اور پنجاب میں بوبہ شاہ، نتھو شاہ، گلاب شاہ وغیرہ نام سے آخر سید بن جاتے ہیں اور بن گئے ہیں۔ ایسا ہی حال مغلوں کا ہے جن کے جدامجد (بقول مورخین) چنگیز خان بدھ مذہب اور اس کے سلسلہ نسب کا حال وخون ریزی مسلماناں کس کو معلوم نہیں۔

ہاں دولت مندی وریاست دنیا میں خاندانی بنا دیتی ہے۔ غیر قوموں کا ذکر کیا ضرور کہ رنجیت سنگھ بھی ساہنسی جاٹ ہو کر برہمنوں اور کھتریوں سے مہاراج کہلاتا رہا۔

عاجز کو ان امور میں سے کسی سے بھی تعلق نہیں ہے۔ میں تو اسی خاندانی شرافت کا قائل ہوں جس کو میرے محسن مولیٰ قادر وحکیم نے اپنی کتاب مجید میں:

انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم (بے شک اللہ کے نزدیک بزرگ بہت تم سے وہی ہے جو اللہ سے بہت ڈرتا ہے) کے ارشاد سے شرف بخشتا ہے وبس۔ کیونکہ ارشاد

فاذا نفخ فی الصّور فلا انساب بینھم یومئذٍ وّ لا یتساءلون۔ فمن ثقلت موازینہ فاولئک ھم المفلحون۔ ومن خفّت موازینہ فاولئک الّذین خسروا انفسھم فی جھنم خالدون۔ تلفح وجوھھم النّار و ھم فیھا کالحون (مومنون: ۱۰۱۔۱۰۴)

بھی خاندانی فخر وشیخی کی نفی کرتا ہے۔

الٰہی بخش کے الہامات بخطاب خاص ومتعلق موسیٰ

عاجز کو اکثر خطابات ومکالمات خاص ومتعلق سیدنا موسیٰؑ الہام ہوتے ہیں جیسے الہام

- اصطفیتک لنفسی ثمّ جئتک یا موسی (میں نے تجھے اپنے لئے برگزیدہ کیا پھر آیا میں تیرے پاس اے موسیٰ)
- لا یخاف لدیّ المرسلون (میرے پاس فرستادے نہیں ڈرتے)
- الم نربّک فینا ولیداً (کیا ہم نے تجھے اپنے ہاں بچہ نہیں پالا)
- سنشدّ عضدك (عنقریب ہم تیرے بازو مضبوط کریں گے)
- ربّ زدنی علماً (اے رب مجھے علم زیادہ کر)
- نجوت من القوم الظّالمین جاء (ناديناہ) من جانب الطّور الایمن و قرّبناہ نجیّاً (نجات پائی تو نے قوم ظالموں سے۔ اس کو پکارا ہم نے کنارے طور برکت والے سے اور قریب کیا ہم نے سرگوشی کرتے ہوئے)
- اللّٰھمّ اشرح صدری و یسّرلی امری (یا اللہ میرا سینہ کھول اور میرا کام آسان کر)
- احلل عقدةً مّن لسانی یفقھوا قولی ھارون اخی اشدد بہ ازری (میری زبان سے گرہ کھول دے تاکہ میری بات سمجھیں۔ ہارون میرا بھائی مضبوط کر اس کے ساتھ میری قوت)
- ربّ بما انعمت علیّ فلن اکون ظھیراً للمجرمین
- کان عند اللّٰہ وجیھاً (اور اللہ کے نزدیک وجاہت والا تھا)

- لقد لقینا من سفر نا ھذا نصباً (البتہ تحقیق ہم کو اپنے اس سفر سے سختی ؟ ہو گئی)
- کلّا انّ معی ربّی سیھد ین (ہرگز نہیں، میرے ساتھ میرا رب ہے مجھے ہدایت کریگا)
- ففررت منکم لما خفتکم فوھب لی ربّی حکماً وجعلنی من الصّالحین ، من المصلحین من ا لمر سلین ۔(پس میں تجھ سے بھا گا جب ڈرا تم سے پس اللہ تعالی نے مجھے حکم بخشا اور اللہ نے مجھے صالحین اور مصلحین اور فرستادوں سے بنایا)
- جا علو ہ من المر سلین ۔(اس کو فرستادوں میں سے بنانے والے ہیں)
- اسمع و اری (میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں)
- فقو لا لہ قو لاً لیّناً (کہو اس سے بات تم نرم)
- خذ ما ا تیتک و کن من الشا کر ین (لے جو ہم نے دیا ہے تجھ کو اور ہو شکر گزار)
- و ذکّر ھم بایّا م اللّٰہ (اور ان کو اللہ کے ایام سے ڈرا)
- انّھا لشر ذمۃ قلیلو ن ۔(تحقیق وہ لوگ جماعت ہے قلیل)
- لقد مننّا علیک مر ۃً اخری ۔
- فتنّا ك فتو نا (ہم نے تجھے کئی طرح پر آزمایا، یا محنت میں ڈالا)۔
- القیت علیک محبّۃً مّنّی (ہم نے تجھ پر اپنی محبت ڈالی)۔
- قد جئتک بآ یۃ یا موسی (پس آیا میں تیرے پاس ساتھ نشانیوں کے اے موسی)۔
- ربّ انّی لما انز لت من خیرٍ فقیر
- اور علاوہ الہامات کے رؤیا بھی اسی کے مشابہ ہیں مثلاً خضرؑ سے ملاقات و نا موافقت اور پھر اپنے ہاتھ میں عصائے موسی دیکھنا اور اس سے بلند اڑنے والے پتنگوں کو نیچے کر کے زمین پر لانا۔ گو ان سب کا اصل مقصد کامل طور پر مدعا تو تب ہی ظاہر ہو گا جس وقت خالق و مالک اپنے فضل و کرم سے ظاہر فرما کر مناسبت و متابعت تامہ کی توفیق عطا فرمائے گا لیکن سر دست ظلم و فساد سے نفرت اور بہبودی خلق اللہ کا جوش و خیال تو البتہ زیادہ ہو گیا ہے۔ اور دیگر خواص جب واہب العطیات عطا فرما کر ممتاز فرمائیگا تو دیکھا جائیگا کیونکہ تکلف و بناوٹ سے کھینچ تان کر خواہ نخواہ بہت سے عالی اوصاف سے اپنے آپ کو متصف بنانا اور جتلانا عاجز کے نزدیک معصیت و تقوّ ل علی اللّٰہ ہے جس کی نسبت عاجز کو تاکیدی حکم بھی ہو چکا ہے: لا تقدّ موا بین ید ی اللّٰہ۔
- اور جو کچھ آج تک ہوا اور یہ سلسلہ جو شروع ہے جس میں بڑے بڑے وعدے محض فضل

وکرم مولی کریم سے میرے جیسے ہیچ در ہیچ کو معہ خطابات والقاب الہاماً ہوے ہیں، میں خوب جانتا ہوں کہ میرا ان میں کچھ دخل وتمنی نہیں۔ اللہ تعالی کے اپنے ہی فضل وکرم اوراپنے ہی ارشاد و اللّٰہ یختصّ برحمته من یّشاء ۔ و اللّٰہ یهدی من یّشاء الی صراطٍ مّستقم کے منشاء کے موافق ہے کیونکہ میری طرف سے عبادت، زہد، محنت، لیاقت وغیرہ میں صفر ہی صفر ہے۔

مرزا صاحب غورفرماویں کہ کیا ان خطابات موسوی کے باعث عاجز بھی ان کی طرح اپنے آپ کو مثیل یا مطلق موسی خیال کرلے۔ یا حسب اصطلاح صوفیہ کرام موسوی المشرب۔اور مثیل ہونے میں تو حسب مذاق مرزا اس حدیث مرقومہ مرزا کی بھی (اگرچہ محدثین کو اس میں کلام ہے) تصدیق ہوتی ہے لو کان موسی و عیسی حیّین لما وسعهما الّا اتّباعی (اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کو میری تابعداری کے سوا کچھ بن نہ آتا) کیونکہ اس وقت بزبان خود بموجب الہام ہردوان خطابات کے مخاطب موجود ہیں اور بظاہر اتباع سید المرسلین کے دعویدار۔

کمترین تو نازیبا ومخالف شرع خیالات پر استغفار پڑھتا ہے۔ استغفر اللّٰہ من کلّ ذنبٍ عاجز کو تو انبیاء کی فرمانبرداری واتباع کا فخر ہی بس ہے اور دل و جان سے پڑھتا ہے:

آمن الرّسول بما انزل الیه من رّبّه و المومنون۔ کلّ آمن با للّٰه و ملائکته و کتبه و رسله لا نفرّق بین احدٍ من رّسله و قالوا سمعنا و اطعنا غفرانک ربّنا و الیک المصیر (بقرہ: ۲۸۵)

بعض الہامات اور وجہ تسمیہ کتاب عصائے موسی

رؤیا والہام جو عاجز الٰہی بخش کو قادیان میں ہوئے:

چونکہ عاجز کے رؤیا الہامات صحیح وصادق واقع ہوتے ہیں اور تو اور مرزا صاحب نے بھی ان کو عملاً تصدیق فرمایا ہے، تو پھر جائے غور ہے کہ رؤیا والہامات ذیل کو عاجز کیونکر صحیح و صادق

خیال نہ کرے۔مثلاً قادیان میں دوسری رات ۲۶ ستمبر ۱۸۹۸ء کو مجھے دکھایا گیا کہ میری چارپائی کے نیچے ایک چاہ ہے کہ اگر میں نیچے قدم رکھوں تو اس میں گر جاؤنگا اور الہام بھی ہوا دعهم و توکّل علی الحیّ الّذی لا یموت (یعنی چھوڑ ان کو) اور حیّ الّذی لا یموت پر توکل کر۔ جس کے ساتھ یہی تفہیم تھی کہ اگر رفعت شان عطیہ بارگاہ رحمٰن کو چھوڑ کر تنزل یعنی بیعت کروں تو نافرمان ہوکر گر جاؤنگا۔

اور ۲۵ ستمبر کو یعنی ایک دن پہلے یہ الہام بھی ہو چکا تھا لا تبدیل لکلمات اللّٰه جس سے مراد یہ ہے کہ پہلے احکام و حالت میں کچھ تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ جو ایسا ہی ہوا کہ مرزا کی تقریر و دلائل وغیرہ سن کر خیالات میں کچھ بھی تبدیلی نہ ہوئی اور عاجز اس میں بالکل معذور و بے اختیار ہے۔ خاکسار بے مقدار کی ہر حالت و ہر امر میرے خالق مالک مولی اور محسن کے اختیار میں ہے

بعض امور کے الہامات کا آجکل (۱۸۹۹۔۱۹۰۰ء) نہایت عمدگی سے ظہور ہو رہا ہے مثلاً:

(الف): ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء کو یہ الہام ہوا:

انّما (انّ الّذین) یبایعونک انّما یبایعون اللّٰه۔ ید اللّٰه فوق ایدیهم۔ فمن نکث فانّما ینکث علی نفسه۔ فاستبشروا ببیعکم الّذی بایعتم و اللّٰه علیم بذات الصّدور (بالمفسدین) لا حول و لا قوّة الّا باللّٰه۔ ان ترن انا اقلّ منک مالاً و ولداً۔ فعسی ربّی ان یوتین خیراً مّن جنّتک ویرسل علیها حسباناً من السّماء فتصبح صعیداً زلقاً۔ ام حسبت انّ اصحاب الکهف و الرّقیم کانوا من آیاتنا عجباً۔ کرّمنا بنی آدم جعلته کالرّمیم۔ سنّت من قد ارسلنا و لن تجد لسنّتنا تحویلاً۔ اقم الصّلوة و لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون، قل ربّ زدنی علماً (جو لوگ تیرے ساتھ بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جو شخص بیعت کو توڑے، اسکے توڑنے کا وبال اسی کی جان پر ہے۔ پس تم اپنی بیع پر جو کہ کی ہے خوش ہو اور اللہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ نہیں پھرنا بدی سے اور نہیں قوت نیکی کی مگر ساتھ مدد اللہ کے۔ اگر تو مال اور اولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتا ہے پس شتاب ہے کہ رب تیرے باغ میں سے مجھے اچھا دیوے اور اس پر آسمان سے ایسا عذاب بھیج دے کہ وہ ہو جاوے ویران

میدان ۔ کیا تو نے گمان کیا ہے کبھی کہ غار اور نوشتہ والے ہمارے نشانیوں میں سے عجیب ہیں ۔ ہم نے بنی آدم کو عزت دی ۔ میں نے اسکو بوسیدہ ہڈی کی طرح کر دیا۔ طریقہ ان لوگوں کا جو کہ ہم نے بھیجے ہیں اور تو ہرگز ہمارے طریقہ کیلئے تغیر نہ پائے گا ۔ قائم کر نماز اور مت سستی کرو اور مت غم کھاؤ ، تم ہی بلند یعنی غالب ہو ، تو کہہ دے میرے رب میرا علم زیادہ کر)

اس کے اکثر حصص مرزا صاحب ہی کے متعلق ہیں چنانچہ آپ نے و اللّٰہ علیم بذات الصّدور (بالمفسدین) کی تصدیق ایک سراسر ناحق اختلاف وفساد کی بنیاد رکھنے اور ان تر ن انا اقلّ منک ما لاً و ولداً کی تصدیق اپنی جماعت کے اظہار فضیلت وکمالات اور عاجز کی کم لیاقتی و بے بضاعتی کو طرح طرح سے رسالہ ضرورۃ الامام میں بیان کر کے کر دی ہے ۔ گو خود اس کو محسوس نہ فرماویں اور ان کو معلوم بھی نہ ہو جیسا کہ اکثر ایسے مواقع پر کم توجہ لوگوں کا ایسا ہی حال ہوا کرتا ہے لیکن اگر غور فرماویں گے تو معلوم ہو جائیگا کہ ضرور ان الہامات کی تصدیق پوری ہوگئی ہے ۔ لہذا باقی حصہ الہام فعسی ربّی ان یوتین خیراً من جنّتک و یرسل علیھا حسبا ناً من السّماء فتصبح صعیداً زلقاً بہت توجہ وغور کے قابل ہے کیونکہ جب ایک جزو پورا ہو گیا تو بقیہ بھی انشاء اللہ پورا ہو کر رہے گا ۔ نیز کرّ منا بنی آدم .. جعلتہ کا لرّ میم ۔ انتم الا علون وغیرہ بھی قابل غور ہیں ۔ مطلب صاف وظاہر ہے اور اس کا وقوع لابد ہونا اس کی پرواز بنیاد سے ہی اظہر من الشّمس ہے ۔ ارادہ احکم الحاکمین ضرور ضرور ہو کر ہی رہتا ہے خواہ سارا جہان اس کا سدراہ و مانع ہو ۔

(ب) ۔ ایک اور الہام اس سے پہلے ۱۰ جنوری ۱۸۹۸ء کو ہوا یعنی :

قل ھل انبّئکم با لاخسرین ا عمالاً الّذین ضلّ سعیھم فی الحیوۃ الدّ نیا و ھم یحسبون انّھم یحسنو ن صنعاً (تو کہہ کیا میں تم کو ان لوگوں کی خبر دوں جو کہ اپنے عملوں میں خسارہ کرنے والے ہیں ۔ وہ وہی لوگ ہیں کہ ان کی کوشش دنیا کی حیاتی میں ضائع ہوگئی اور وہ گمان کرتے ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں)

جس کی صداقت بذریعہ رسالہ کشف الغطا و دیگر اشتہارات مرزا اب ظہور میں آئی ، غور طلب ہے ۔ حسن ظن کرنے والوں کو حسن ظنی کا پردہ بمصداق حدیث شریف حبّک الشّئی یعمی و یصمّ اس قدر حائل ہوا تھا کہ اگر کشف الغطا یہ پردہ نہ کھولتا تو وہم وگمان کی رسائی بھی وہاں تک نہ ہوتی اور اضطراب وحیرت میں پڑے رہتے ۔ مگر ہاں سچے الہام کا (خواہ نرمی سے ہو خواہ سختی

سے) یہ ضرور خاصہ ہونا چاہیے کہ خود ملزم سے اپنی راستی کا اقبال کرا دے۔ پس کون جانتا تھا کہ مرزا کی انیس سالہ کارروائی خیر خواہی و امداد و تعریف مخلوق کیلئے تھی نہ کہ خدمت اعلاء کلمۃ اللہ و حصول رضائے خالق مولی کریم و سعادت عقبی کیلئے، جس کے آپ ہمیشہ دعویدار رہے ہیں۔ سو کشف الغطا وغیرہ نے ایک سربسر راز نہفتہ کا افشا کر کے ہاتھی کے دانتوں کی مثال کا نمونہ دکھلا دیا جس میں مرزا صاحب نے خود ان امور کا اعتراف فرمایا ہے چنانچہ اس کے سرورق پر تاج عزت جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کا واسطہ ڈال کر صفحہ ۳ سے شروع کیا ہے کہ

یہ تو میرے باپ اور بھائی کا حال ہے اور چونکہ میری زندگی فقیرانہ اور درویشانہ طور پر ہے اسلئے میں اسی درویشانہ طرز سے گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی اور امداد میں مشغول رہا ہوں قریباً انیس برس میں ایسی کتابوں کے شائع کرنے سے میں نے اپنا وقت بسر کیا ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ مسلمانوں کو سچے دل سے اس گورنمنٹ کی خدمت کرنی چاہیے اور اپنی فرمان برداری اور وفاداری کو دوسری قوموں سے بڑھ کر دکھلانا چاہیے اور میں نے اسی غرض سے بعض کتابیں عربی زبان میں لکھیں، بعض فارسی زبان میں اور ان کو دور دور ملکوں تک شائع کیا اور ان سب میں مسلمانوں کو بار بار تاکید کی اور معقول وجوہ سے ان کو اس طرف جھکایا کہ وہ گورنمنٹ کی اطاعت بدل و جان اختیار کریں۔ یہ کتابیں عرب اور بلاد شام، کابل اور بخارا میں پہونچائی گئیں اگرچہ میں سنتا ہوں کہ بعض نادان مولویوں نے ان کے دیکھنے سے مجھے کافر قرار دیا ہے اور میری تحریروں کو اس بات کا ایک نتیجہ ٹھہرایا ہے کہ گویا مجھے سلطنت انگریزی سے ایک اندرونی اور خفیہ تعلق ہے اور گویا میں ان تحریروں کے عوض گورنمنٹ سے انعام پاتا ہوں۔ انتہی

اس تحریر میں مرزا صاحب نے اپنی تصانیف کی غرض خود بیان فرما دی ہے لہذا اخلاص و للّٰہیت کے بارہ میں اب بحث کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

اور یہ تو مرزا کی عبارت آرائی ہے کہ ایک امر کو دوسری شکل میں کر دیا۔ مرزا کی نسبت مسلمانوں کا ایسا خیال و گمان تو کبھی سننے میں نہیں آیا بلکہ ان کا اعتقاد و قول تو اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ تو ایسا کہتے ہیں کہ مرزا صاحب ایسے ہوشیار پولٹکل ہیں کہ قانون دانی کے زور و حوصلہ سے ادھر تو مسلمانوں کو کہتے ہیں میں صلیبی اعتقاد کو توڑنے اور پاش پاش کرنے آیا ہوں اور یہ کام میرے ہاتھ سے ہو کر رہے گا چنانچہ یہ مضامین مع ردّ عقاید صلیبی و تحقیر و بے ادبی سیدنا مسیح جابجا

ان کے کتب و رسائل و اشتہارات میں درج ہیں، اور ادھر گورنمنٹ سے کہتے ہیں کہ یہ سب کاروبار میں آپ کی خیرخواہی اور امداد میں کر رہا ہوں۔ (قاضی فضل احمد لدھیانوی نے کتاب کلمہ فضل رحمانی میں بھی اس امر کی کچھ تشریح کی ہے۔ الٰہی بخش) پھر مرزا باوجود دعوی اسلام کے رسول اللہ ﷺ کے ان احکام کا کچھ خیال نہیں کرتے جو دو رخی کاروائی کی مذمت میں آئے ہیں:

> قال رسول اللّٰه ﷺ لتجدنّ اشدّ النّا س یوم القیا مة ذو الوجهین الّذی یا تی هؤلا بو جه و هؤلاء بو جه ۔ متفق علیه ۔ (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، تو لوگوں میں بہت برا قیامت کے دن اس شخص کو پاویگا جو دو رخا ہو، ایک طرف کچھ، دوسری طرف کچھ کہے)

❁ پھر جیسا کسر صلیب یعنی صلیب توڑنے کے اور سیدنا مسیح کی موت اور قبر کا پتہ وکھوج لگانے کے مرزا صاحب پیچھے پڑے ہیں ویسا ہی دیگر مسائل کی ترمیم و تنسیخ کے بھی درپے ہوکر اپنے من گھڑت مسائل کہ حضرت جبریل کا ہیڈ کوارٹر آفتاب ہے، شخصی وجود سے نزول ملائکہ سے انکار، لیلۃ القدر ظلمت کے زمانہ کا نام ہے، کواکب کی تاثیر، اپنے لئے ابن اللہ کہہ سکنا جائز، روح القدس روح الامین وغیرہ ان حالتوں کے نام ہیں جو خالق ومخلوق کی محبت کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہیں، وفات مسیح، مسیح کے معجزات کو مسمریزی تاثیر کہنا، بغیر مطابق ہونے وصادق آنے اوصاف احادیث ومتعلقہ کے خود مسیح موعود ومہدی مسعود بن بیٹھنے، خود بدولت کو خیرخواہ اور دوسرے مسلمانوں کو خونی مہدی وخونی مسیح کا منتظر کہہ کر سرکار کا بدخواہ قرار دینے اور جو کوئی آپ کی تابعداری و بیعت میں داخل نہ ہو اس کو جہنمی وغیرہ بنانے، اور ان مسائل کو دوسروں سے منوانے کے لئے دن رات مصروف وسرگرم ہیں۔ ان ہی مسائل کے سبب مسلمان مرزا صاحب کے مخالف ہیں جیسا کہ فتوی میں درج ہے، نہ اس لئے کہ مرزا صاحب سرکار کی خیرخواہی کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ وہ خود بھی دیوانوں اور پاگلوں کی طرح خلاف احکام وتعلیم اسلامی ایسی سرکار کی بدخواہی ومخالفت کا خیال نہیں کرتے جس سے ان کو ادائے شعار اسلام میں بلا کسی روک ٹوک وممانعت کے ہر طرح آزادی ہے اور اس نعمت کے عوض وہ صحیح وجائز شکر گزاری سے بھی غافل نہیں ہیں۔

❁ پھر صفحہ ۶ میں مرزا قادیانی نے فرمایا کہ:

> مجھے یقیناً معلوم ہوا ہے کہ بعض دانش مندوں کے دلوں پر ان تحریروں کا نہایت نیک اثر ہوا ہے اور انہوں نے ان وحشیانہ عقاید سے توبہ کی ہے جن میں وہ برخلاف اغراض اس

گورنمنٹ کے مبتلا تھے۔ ان نیک تاثیرات کے لئے میری مذہبی تحریریں جو پادریوں کے مخالف تھیں، بڑی محرک ہوئی ہیں ورنہ جس زور کے ساتھ میں نے مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی اطاعت کے لئے بلایا ہے اور جابجا سرحدی نادان ملاؤں کو جو ناحق آئے دن فتنہ انگیزی کرتے اور افغانوں کو مخالفت کے لئے ابھارتے ہیں، سرزنش کی ہے، یہ پرزور تحریریں گورنمنٹ انگریزی کی حمایت میں متعصب اور نادان مسلمانوں کیلئے قابل برداشت نہ تھیں، اور اب اہل عقل جب ایک طرف دینی حمایت کے مضمون میری تحریروں میں پاتے ہیں اور دوسری طرف میری یہ نصیحتیں سنتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کی خیرخواہی اور اطاعت کرنی چاہیے تو وہ میرے پر کوئی بدظنی نہیں کرسکتے۔

یہاں تنقید طلب امر یہ ہے کہ وہ کون دانش مند تھے جنہوں نے وحشیانہ عقائد سے توبہ کی ہے اور وہ کون اور کہاں متعصب نادان مسلمان تھے یا ہیں جن کو مرزا صاحب کی گورنمنٹ کی حمایت والی تحریریں قابل برداشت نہ تھیں۔ مرزا صاحب کے کشف الغطا میں تو لکھا ہے کہ بعض دانش مندوں کے دلوں پر ہماری تحریروں کا نہایت نیک اثر ہوا ہے، اور ستارہ قیصر میں، جو اس کے بعد قریب ہی شائع کیا گیا ہے اس میں، لکھا ہے کہ ہماری کتابوں کی اشاعت کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے غلط خیالات چھوڑ دیئے ہیں۔

دیکھیئے کہاں بعض اور کہاں لاکھوں، اور ثبوت ہر دو میں ندارد۔ براہ مہربانی زیادہ نہیں اگر چند ہی ایسے اشخاص کا نام تحریر فرمایا ہوتا تو بہتر تھا، تاکہ سرکار اور دوسرے لوگ ان سے دریافت کرکے مرزا صاحب کے صدق اور راست بیانی کا یقین کرتے۔ بظاہر تو اس کا کچھ وجود نہیں ہے ان غریب مسلمانوں کو خود بدولت کے تراشیدہ مسائل وفات مسیح، لیلۃ القدر، نزول ملائکہ، تاثیر کواکب وغیرہ سے ناموافق بلکہ مخالف ہونے کے سبب مرزا صاحب خواہ نخواہ سخن سازی وزورِ تحریر سے دوسرے پیرایہ میں وحشی متعصب نادان مخالف اغراض گورنمنٹ بنا کر اور برا بھلا کہہ کر اپنا دل خوش کرتے ہیں، سو ان کا اختیار ہے، لیکن راستی اور خشیت اللہ مدنظر فرماویں۔

پھر آگے چل کر مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ:

اب گورنمنٹ غور فرما سکتی ہے کہ جس حالت میں میرا باپ گورنمنٹ کا ایسا سچا خیرخواہ تھا اور میرا بھائی بھی اسی کے نقش قدم پر چلا تھا اور میں بھی انیس برس سے یہی خدمت اپنی قلم کے ذریعہ سے بجا لاتا ہوں تو پھر میرے حالات کیونکہ مشتبہ ہوسکتے ہیں۔ میری

تمام جوانی اسی راہ میں گذری اور اب دائم المرض اور پیرانہ سالی کے کنارہ پر پہنچ گیا ہوں اور ساٹھ سال کے قریب ہوں۔ وہ شخص سخت ظلم کرتا ہے جو میرے وجود کو گورنمنٹ کے لئے خطرناک ٹھہراتا ہے۔

ناظرین توجہ فرمائیں کہ جو شخص مرزا کی کاروائی کا حال کچھ بیان کرے وہ تو سخت ظلم کرنے والا ہے، اور مرزا خود بدولت دوسرے تمام مسلمانوں کو وحشیانہ عقائد والے متعصب نادان وغیرہ الفاظ کہہ کر خونی مسیح وخونی مہدی کے، اپنی رائے اور اپنے منہ سے منتظر بنا کر گورنمنٹ کے لئے خطرناک ٹھہرا کر، آئے دن رسالے اشتہارات شائع کرتے رہنے سے بھی ظالم نہیں، بلکہ عادل اور منصف ہی بنتے ہیں۔ یہ خوب انصاف اور خیر خواہی اسلام واسلامیان ہے۔

رسالہ کشف الغطا کے بعد مرزا صاحب نے ستارہ قیصر قادیان میں طبع کر کے شائع کیا۔ اس میں اپنا اخلاص، محبت، جوش اطاعت، حضور ملکہ معظّمہ اور ان کے معزز افسروں کی نسبت، اور سچی محبت واخلاص کی تحریک سے جشن جوبلی پر خون دل سے لکھ کر تحفہ قیصریہ جناب ممدوحہ کی خدمت میں روانہ کرنا، اور قوی یقین سے اس کے جواب سے عزت دیئے جانا، اور امید سے بڑھ کر سرفرازی کا موجب ہونا اور جواب کا منتظر رہنا، وغیرہ بیان کر کے فرمایا ہے کہ:

> میں نے پچاس ہزار کے قریب (دوسری جگہ پچاس ہزار سے کچھ زیادہ، جسکا بظاہر کچھ ثبوت نہیں۔ الٰہی بخش) اپنے رسالہ مبسوط کتابیں اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک نیز دوسرے بلاد اسلامیہ تمام ملکوں میں یہاں تک کہ اسلام کے مقدس شہروں مکہ مدینہ روم قسطنطنیہ بلاد شام، مصر وکابل افغانستان جہاں تک ممکن تھا، شائع کئے ہیں۔ روحانی انسان وکامل ریفارمر کے وجود کو عادل بادشاہ کی نیک نیتی ہمت وہمدردی عامہ خلائق پیدا کرتی ہے تیرے رحم کے سلسلہ نے آسمان پر ایک رحم کا سلسلہ بپا کیا، خدا کی نگاہیں اس ملک پر ہیں جس پر تیری (ملکہ کی) نگاہیں ہیں۔ دو عیب وغلطیاں مسلمانوں میں ہیں، ایک تلوار کے جہاد کو اپنے مذہب کا ایک رکن سمجھتے ہیں، دوسرا خونی مسیح وخونی مہدی کے منتظر ہیں۔ ان کے مقابل ایک غلطی عیسائیوں میں بھی ہے وہ یہ کہ مسیح جیسے مقدس اور بزرگوار کی نسبت جسکو انجیل میں نور کہا گیا ہو، نعوذ باللہ لعنت کا لفظ اطلاق کرتے ہیں اور حضرت مسیح جو بقول ان کے خدا سے نکلا، جو سراسر نور، جو آسمان سے ہے، جو علم کا دروازہ اور خدا شناسی کی راہ اور خدا کا وارث ہے اور روشنی بخشنے والا چاند، اس کی نسبت نعوذ باللہ یہ

خیال کہ وہ لعنتی ہو کر، خدا سے مردود ہو کر، خدا کا دشمن ہو کر، دل سیاہ ہو کر، خدا سے برگشتہ ہو کر، معرفت الہی سے نابینا ہو کر شیطان کا وارث بن گیا۔ مسلمانوں کا جہاد کا عقیدہ مخلوق کے حق میں بداندیشی اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ خدا کے حق میں بداندیشی ہے ہزار ہا مسلمان خدا کے عجیب اور فوق العادت نشانوں کو دیکھ کر میرے تابع ہو گئے اور خطرناک و وحشیانہ عقاید چھوڑ کر میرا گروہ ایک سچا خیر خواہ اس گورنمنٹ کا بن گیا ہے۔

ایک جگہ مرزا نے کہا کہ میں اس قدر خدمت گورنمنٹ بائیس برس تک کرتا رہا ہوں، دوسری جگہ کہا کہ ہزار ہا مسلمانوں کے دل میری بائیس برس کی کوششوں سے صاف ہو گئے ہیں۔

جس طرح مرزا صاحب کے مسائل سب سے نرالے ہیں اسی طرح آپ کا حساب بھی سب سے نرالا انوکھا اور عجیب ہے۔ مثلاً کشف الغطا جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو طبع فرما کر شائع کیا اس میں سرکاری خدمت کا عرصہ انیس برس لکھا ہے اور اس کے بعد ستارہ قیصر جو ۲۴۔ اگست ۱۸۹۹ء کو طبع کر کے شائع فرمایا اس میں بائیس تیئس سال کی خدمات لکھی ہیں۔ غرض طبع رسالہ کشف الغطا اور رسالہ ستارہ قیصر میں عرصہ تو صرف آٹھ ماہ سے بھی کچھ کم گذرا، لیکن مرزا صاحب کی خدمات سرکار کا عرصہ ان چند ماہ میں تین چار برس کا زیادہ ہو گیا۔ اس کے بعد، حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست مرقومہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۲ میں مرزا قادیانی نے فرمایا ہے:

لیکن میں اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اس گورنمنٹ محسنہ انگریزی کی خیر خواہی اور ہمدردی میں مجھے زیادتی ہے یا میرے والد مرحوم کو، بیس برس کی مدت سے میں اپنے دلی جوش سے ایسی کتابیں زبان فارسی عربی اردو انگریزی میں شائع کر رہا ہوں۔

سبحان اللہ! کیا حافظہ ہے اور کیسا پکا وصحیح حساب کہ ایک سے دوسرا ہرگز نہیں ملتا اور پھر یہ رسائل انگریزی میں ترجمہ کرا کر پیش اس سرکار کے کئے گئے ہیں جسکے افسر اقلیدس، جبر مقابلہ، علم ہندسہ وحساب وغیرہ کو بالاستیعاب تحصیل کر کے ملازمت میں بعد امتحان وکامیابی قدم رکھتے ہیں

مرزا صاحب کی میعادیں بھی شاید اسی حساب سے آٹھ ماہ سے کم کے عرصہ میں تین تین چار چار برس بڑھتی وزیادہ ہوتی ہیں۔ تو اس طرح بے شک ابھی کئی میعادیں مرزا کے الہامات کی باقی ہو سکتی ہیں۔ لہذا معترضین کو چاہیے کہ آئندہ اس نو ایجاد حساب کا خیال رکھیں اور زبان وقلم کو طعن واعتراض سے روکیں۔ اور جو میعاد مشتہرہ مرزا صاحب ہو، اسے شش چند (چھ گنا) کر لیں کیونکہ حسب نظیر بالا مرزا صاحب کے نزدیک ساٹھ یوم برابر ایک سال کے ہوئے۔

یہاں پہنچ کر تقدیراً احادیث متضمن علامات بین یدی السّاعۃ، ذکر الدجال وبعثت ونزول مسیح ابن مریم کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو معلوم ہوا کہ احادیث سیر دجال والی میں بھی قریباً اسی طرح کا حساب ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ سال مثل مہینے کے اور مہینہ مثل جمعہ (ہفتہ سات دن) کے اور جمعہ مثل دن کے الخ ہوگا۔ اور مفصل حدیث نواس بن سمعانؓ میں ہے کہ ایک دن مثل سال کے اور ایک دن مثل مہینے کے اور ایک دن مثل جمعہ کے ہوگا۔ اس پر صحابہؓ نے جب عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا سال کے برابر دن میں ایک دن کی نماز ہم کو کافی ہوگی تو بجواب فرمایا کہ نہیں اوقات کا اندازہ کرنا۔ اس سے ان ملکوں میں جہاں کہیں دن بہت لمبا اور رات بہت چھوٹی اور اس کے مقابل قطب میں دن چھوٹا اور رات لمبی ہوتی ہے وہاں اگر آبادی انسانی ہو تو وہاں کے اوقات نماز کا مسئلہ بخوبی حل ہو جاتا ہے۔ بالآخر اگر یہ تحریریں مرزا صاحب کی راستی اور صدق دل سے ہیں تو مدعا حاصل والہام عاجز صحیح، اور اگر مرزا صاحب وان کے مریدین فرماویں کہ یہ کسی مصلحت سے ایسا کشف الغطا وستارہ قیصر وغیرہ میں بیان کیا ہے تو یہ اعتراض اس پر قائم ہوگا کہ یہ امر مہدویت عیسویت وامام الزمانی کے بالکل مخالف ہے کہ پولٹکل چال سے خلاف راستی ایسی بناوٹی بات لکھ کر شائع کی جاوے۔ راستی تو کسی حالت میں بھی مومن چھوڑ نہیں سکتا۔

(ج)۔ ایک اور ان سے بھی پہلے یعنی ۱۹ نومبر ۱۸۹۷ء یوم جمعہ کا رؤیا نہایت عجیب و غریب ہے۔ خواب میں دیکھا کہ سفید رنگ کے مضبوط بنائے ہوئے دو تین بڑے بڑے پتنگ مع ڈور میرے سر پر کٹ کر یا ٹوٹ کر آ پڑے (یعنی پتنگ تو سر سے اونچا اور ڈور میرے ساتھ آ لگی) میں نے اپنے اسسٹنٹ (معاون) کے سپرد کئے۔ پھر بہت ڈور کھینچتا رہا جو بہت مضبوط اور زور طلب تھی حتی کہ میرے معاون دوست نے بھی کچھ ذکر اس کا کیا اور میں نے کہا کہ ۳۰ تار کی ہے۔ اور جب پتنگ کو نیچے اتار رہا تھا تو سیدنا حضرت موسیٰ کے عصا کے ساتھ یہ کام کر رہا تھا جو اس وقت میرے قبضہ میں تھا۔ اس کے بعد الہام ہوا: لا یخاف لدیّ المرسلون سربلند۔

قابل توجہ ہے کہ ۱۸۹۷ء کا یہ رؤیا کیسا صحیح اسی طرح ظہور میں آیا۔ دو تین سفید جوڑے ہوئے پتنگ یعنی ایک پتنگ تو مرزا صاحب کا رسالہ ضرورۃ الامام، دوسرا مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کا خط، تیسرا کرامت نامہ معافی انکم ٹیکس تازہ نشان، جو سب برنگ سفید اور ایک ساتھ جڑے ہوئے ہیں، بذریعہ اشاعت اڑ کر عاجز کے سر پر آن پڑے اور لطف یہ کہ ضرورۃ الامام کے مضمون کے صفحہ بھی ۳۰ ہی ہیں جن پر وہ پتنگ مرزا صاحب نے بہت مضبوط کر کے اڑایا ہے لیکن اسکے مقابلہ

پر یہ عصائے موسیٰ جس نے ان کو بلندی سے نیچے کیا پھر الہام لا یخاف لدیّ المرسلون اور سر بلند، بھی بہت قابل غور ہیں، کہ رؤیا و الہامات اس طرح صریح واقعی طور پر واقع وظہور ہونے پر بھی عاجز کیونکر ان پر یقین نہ کرے اور خواہ مخواہ ان کی تکذیب کرے۔

ہاں اس خواب میں مرزا صاحب کے رسالہ کی پتنگ کے ساتھ مشابہت بہت ہی غور طلب ہے کیونکہ میں نے سنا ہوا ہے اور تجربہ بھی ہوا ہے کہ پتنگ کی تعبیر شاید بہ سبب کم حوصلگی وشیخی و بلند پروازی کے سفلہ وکمینہ ہوتی ہے اگر چہ مرزا صاحب نے اس کو ما اریکم الّا ما اری و ما اھدیکم الّا سبیل الرّشاد (نہیں دکھاتا میں تم کو مگر جو میں خود دیکھتا ہوں اور میں تم کو راہ بتاتا ہوں بھلائی کی) کا نسخہ اپنی جماعت مریدین کے لئے تجویز فرما کر اڑایا تھا۔

قادیان سے واپسی پر الٰہی بخش کے الہامات

الہامات متعلق ملاقات مرزا وغیرہ حسب اصرار وتاکید مرزا صاحب درج ذیل ہیں۔

ان الہامات کی بعض تفہیمات ایسی بھی ہیں جن کے بیان واظہار کو مرزا کا ادب ولحاظ تو اجازت نہیں دیتا لیکن بموجب ان کے اصرار وقسمیں دینے وتاکید اظہار کے ان کا اخفاء بھی خلاف دیانت وامانت معلوم ہوتا ہے۔ لہذا اظہار حقیقت حال وتعمیل حکم مرزا کی خاطر لکھ دیئے ہیں۔

ممکن ہے ان کے فہم میں کچھ خطا ہو کیونکہ شاید ذوالوجوہ مجازات واستعارات وغیرہ کے سبب سے ہی متقدمین نے الہامات کو ظنی قرار دیا ہے اور اسی لئے عاجز کو ان تفہیمات پر اصرار نہیں۔

۲۸ ستمبر ۱۸۹۸ء الہام ۔ انّما انت منذر من یّخشاھا (اور تو اس شخص کے ڈرانے والا ہے جو ڈرتا ہے) اس سے عاجز کی علیحدہ منصب انذار پر خدمت کرنے سے مراد معلوم ہوتی ہے۔

مردوا علی النّفاق (خوگر ہوگئے ہیں او پر نفاق کے) اپنے ضمیر کے خلاف محض اپنی فضیلت جتانے کو عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم کی نیز الہامات عاجز کے بے اصل توہین وحقارت اور ہم پر زور ڈالنے کی نسبت معلوم ہوتا ہے۔

کانتا رتقاً ففتقناھما (وہ دونوں آپس میں ملے ہوئے تھے پس ہم نے علیحدہ کر دیا ان دونوں کو)۔ مرزا صاحب ومولوی عبد الکریم کی علیحدگی کی تفہیم ہے جو مولوی صاحب کے مضمون خط بخلاف وردّ تحریر مرزا صاحب لکھنے پر کچھ تو ظاہو چکی ہے اور شائد کچھ آئندہ بھی ہو اور جس کا ذکر اس

رسالہ میں علیحدہ باب سوم میں ہوا ہے ۔ خاکسار کو عجز و بشریت سے یہ خیال آیا کہ اپنے قبض کے باعث یا مرزا کی ناراضی سے شاید کچھ نقصان والہام بند ہو، اس پر الہام ذیل میں حفاظت وسلامتی کی تسلی فرمائی گئی و اللّٰہ خیر حا فظاً و ھو ار حم الرّا حمین۔ فسلام لّک ۔

۲۹ ستمبر جمعرات ۱۸۹۸ء۔ انّ اللّٰہ لا یھدی من ھو مسر ف کذّ ا ب (اللہ اس شخص کو جو مسرف اور کذاب ہے، ہدایت نہیں دیتا) یھدی سے مراد ہم کو اپنی راہ پر مجبور اور ہم پر غلبہ کرنا معلوم ہوا ۔ مسرف سے اپنی اہلیہ کے پاس بعوض پانچ ہزار روپیہ کے جائداد تیس برس کیلئے بذریعہ رجسٹری رہن کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس سے اپنے شرعی وارثوں کو محروم کرنا بتلاتے ہیں۔

لوگوں نے جس مقصد و مراد کے واسطے روپیہ دیا اور بھیجا اس کو غیر محل مثلاً زیور و مکان بنوانے اور دیگر غیر جگہ صرف کرنا بھی اسراف ہے۔

سید عبداللہ غزنوی مرحوم پر افتراء اور ان کے الہام کا برعکس ظہور پذیر ہونا بیان کرنا، خود خطوط لکھ کر دوسروں کے نام سے بھجوانے، وعدہ خلافی براہین وسراج منیر وغیرہ کے بارے میں بھی کذب میں داخل ہے۔ نیز تدابیر وحیلہ وحوالہ الہامات پورا ہونے کے لئے کرنے اور تاویلات بے جا سے ان کی صداقت ثابت کرنا بھی ازیں قبیل ہیں، بلکہ غالباً و بلا ریب مرزا صاحب کے موجودہ دعاوی کی نسبت ہے جس کے اندر سب باتیں آجاتی ہیں۔

لا تستوی با یا ت اللّٰہ (نہیں برابر ہوتی جماعت ساتھ آیات اللہ کے) معلوم ہوتا ہے جو آیات اللہ تعالیٰ نے خاکسار کیلئے مقرر فرمائی ہیں ان کی برابری مرزا کی جماعت کو نصیب نہیں

۳۰ ستمبر جمعہ۔ عسی ر بّک ان یّبعثک مقا ماً مّحمو داً (شتاب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے گا) ہیچ قومی را خدا رسوانہ کرد۔ تا دلی صاحب دلی نامد بدرد۔

الم یا ن للّذین آ منوا ان تخشع قلو بھم بذ کر اللّٰہ (کیا نہیں آیا وہ وقت واسطے ایمان والوں کے کہ ڈریں دل ان کے اللہ کی یاد سے)

ھل اتی علی الا نسا ن حین من الدّ ھر لم یکن شیئاً مذ کوراً (کیا آیا ہے انسان پر زمانہ کا وقت کہ نہیں تھا کچھ چیز ذکر کیا گیا)

نز ل من الحقّ ۔ ابوداؤد کا حال بتلاؤ، کوکلاں کا حال بتلاؤ۔

ابوداؤد سے مرزا صاحب کی مرزا احمد بیگ والے معاملہ کے لئے سعی وکوشش کرنے کی نسبت ایماء پایا جاتا ہے۔ گو عاجز تو انبیاء کو معصوم ومحفوظ مانتا و جانتا ہے لیکن حسب قصہ مشہورہ جس

طرح کہتے ہیں کہ سیدنا داؤدؑ نے ایک عورت کے واسطے سعی فرمائی تھی اسی طرح مرزا صاحب کی سعی در بارہ نکاح منکوحہ داماد احمد بیگ کے مشابہت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

لفظ ابو، علی سبیل المحاورة شائد اس لئے ہو کہ مرزا صاحب کی سعی وحیلہ وحوالہ میں ناحق زیادتی وتشدد ہے کیونکہ اول جناب داؤدؑ کے قصہ کی روایات میں بہت اختلاف ہے جس سے اس کی صحت ثابت نہیں ہوتی ۔ دوم وہ شخص (اوریا) جو حضرت داؤدؑ کے زیر حکم و ماتحت تھا، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کا ابھی نکاح نہیں ہوا تھا، صرف خطبہ ہی تھا۔ برخلاف اس کے مرزا صاحب کا کسی طرح کا بھی حکم وواسطہ اس شخص سے نہیں اور پھر اس (مرزا سلطان محمد) کا نکاح ہو کر وہ صاحب اولاد بھی ہو چکا ہے۔

پھر بموجب تفاسیر داؤد نے آگہی پر توبہ واستغفار بھی کی جیسا کہ و ظنّ داؤد انّما فتنّاہ فاستغفر ربّہ و خرّ راکعاً و اناب (اور داؤدؑ نے اس بات کا گمان کیا کہ ہم نے اس کی آزمائش کی پس اس نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور رکوع میں گرا اور اپنے رب کی طرف رجوع کی) کی تفاسیر میں مفسر لکھتے ہیں۔ لیکن مرزا باوجود ناکامی کے اس امر پر بدستور مصرّ غرہ ونازاں ہیں۔

کوکلاں، ایک بلند آواز خوش گلو، خاکی رنگ، پست قد ٹھنگنی چڑیا کا نام ہے جس کا آواز ایسا پسند ہے کہ موسیقی والے اظہار تعریف آواز کیلئے اپنے گویوں کا نام بھی کوکلاں رکھتے ہیں۔ سو اس سے اس شخص کی آواز کی مشابہت ہے جو مرزا کی مدح سرائی میں غلو کرتا چلّا چلّا کر بولتا مختلف اور گوناگوں پیرایوں میں مثل کوکلان زبان کھولتا اور ثنا کرتا ہے۔ یہ ہر دو فقرہ، ابوداؤد وکوکلاں کیفیت اصلی حالت کے اظہار کیلئے الہام ہوئے معلوم ہوتے ہیں جن سے ایک صاحب کے طبعی. خیال کا حال ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے صاحب کا یہ حال کہ سب سرمایہ جائداد ولیاقت صرف گویائی خوش آوازی لسانی اور زبان درازی مثل کوکلاں خوش آواز کے زبانی ہی زبانی ہے اور باطنی مذاق روحانیت اخلاص ومعرفت انس ومحبت سے بالکل مثل کوکلاں معرا ہیں۔ و اللّٰہ اعلم

اور اسی لئے ایسے الہامات وتفہیمات کا شائع کرنا خاکسار کو ہرگز پسند نہ تھا کیونکہ علاوہ ناموافق طبیعت ونسبت عبودیت عاجز کے یہ پیرایہ نصیحت دینی و ہمدردی مخلوق الٰہی کے بھی مخالف ہے، لیکن حسب تاکید اصرار اور اللہ تعالیٰ کی قسمیں دینے مرزا صاحب کے، عاجز نے بادل نخواستہ مجبوری سے ان کو لکھا ہے جس کے ذمہ دار خود مرزا صاحب ہیں۔ اور ہر دو کا حال بتلانے سے بظاہر یہی مراد ہوسکتی ہے جیسا کہ اس کتاب میں حسب اصرار وتاکید مرزا صاحب کے ہر دو کا حال

بموجب منشاء الہام کے بتلایا و ظاہر کیا گیا گویا کہ یہ الہام مرزا صاحب کے اصرار و تاکید و قسمیں دینے سے پورا واقع ہوگیا۔ واللّٰہ اعلم بالصّواب

یکم اکتوبر ہفتہ۔ خوّا نا ً ا ثیماً ۔ اس کی تشریح مسرف کذاب میں گذر چکی۔

۴۔ اکتوبر، منگل ۔ من کان فی ھذہ اعمی فھو فی ا لآخرۃ اعمی و اضلّ سبیلاً (جو شخص یہاں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور بہت گم گشتہ راہ) اس پر عاجز کو اضطراب و تردد ہوا کہ شائد یہ میری نسبت ہو۔ اس پر رات کو یعنی دوسرے روز بدھ کو الہام ہوا سلا م لّک ، (سلام ہے یا سلامتی ہے تیرے لئے) تغلبو ن (تم غالب ہوگے) یحلّ علیه غضب فقد ھوی (اس پر اللہ کا عذاب اترا، یا اترے گا، پس تحقیق گر گیا)

۱۰۔ اکتوبر، پیر ۔ فا صدع بما تؤ مر۔ و اللّٰہ ذو الفضل العظیم (اللہ صاحب فضل عظیم کا ہے)۔ لقد آ ثر ك اللّٰہ (تحقیق اللہ نے تجھے پسند کیا)

۱۵۔ اکتوبر ہفتہ انّی مھین لّمن ارادا ھا نتک (بے شک میں اس شخص کو جو تیری اہانت کرنے کا ارادہ کرے ذلیل کرنے والا ہوں)۔ فسیکفیکھم اللّٰہ (پس اللہ ان کو تیری طرف سے کفایت کرے گا)، انّ اللّٰہ به علیم (بے شک اللہ اس کے ساتھ جاننے والا ہے)۔ قل کلّ یّعمل علی شا کلته فر بّک اعلم بمن ھو اھدی سبیلاً (تو کہہ ہر ایک اپنے طریق پر عمل کرتا ہے۔ پس تیرا رب جانتا ہے اس شخص کو جو کہ بہت راہ پانے والا ہے) اڑ جائے گی۔ زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔

۲۷۔ اکتوبر، جمعرات ۔ رسالہ ضرورۃ الا مام کے کھولنے و مطالعہ سے پہلے الہام ہوا۔ اللّٰھمّ افتح بیننا و بین قو منا با لحقّ و انت خیر الفا تحین (اے اللہ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور تو اچھا فیصلہ کرنے والا ہے) یا ربّ انّ قو می اتّخذوا ھذا القر آن مھجوراً (اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا ہے)

بعد مطالعہ رسالہ مذکورہ کے الہام ہوا۔

۲۸۔ اکتوبر جمعہ، قل لّو کنتم تملکو ن خزا ئن ر حمۃ ربّی اذاً لا مسکتم خشیۃ الا نفاق۔ کا ن ا لا نسا ن عجولاً (تو کہہ اگر تم میرے رب کے خزانوں کے مالک ہوتے تو البتہ خرچ ہو جانے کے ڈر سے بند رکھتے ۔ انسان جلدی کرنیوالا ہے)۔

دیکھئے کہ ضرورۃ الا مام کی کیفیت اس کی جلد بازی کا کیسا صریح بیان ہے۔

۲۹۔ اکتوبر ہفتہ۔ فاستقم کما امرت (توجب حکم کیا گیا قائم رہ)۔
یہ رسالہ کے دوبارہ پڑھنے سے پیشتر ہوا۔

الربّک البنات و لکم البنون (کیا تیرے رب کیلئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے ہیں بیٹے) ایک چھاؤنی کا مجمع دیکھا جس کا یہ اعتقاد ہے۔ مرزا اور ان کی جماعت کا دوسرے خاکساروں کے الہامات کو بمقابلہ اپنے ناچیز ہیچ وحقارت سے دیکھنے کا جواب قابل توجہ ہے۔ اسی الہام کے ساتھ اور مواقع پر ما لکم کیف تحکمون (کیا ہے تم کو، تم کیا حکم کرتے ہو) بھی ہے کہاں تک لکھوں، الہام پر مشتمل صفحوں کے صفحہ ہیں۔ اس واسطے کوئی کوئی مختلف اوقات میں سے درج کر کے بس کرتا ہوں۔

اذا اراد شیئاً ان یّقول له کن فیکون (جب کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کیلئے کہتا ہے ہو جا، پس ہو جاتی ہے) یہ بھی مرزا کا عاجز کی تحقیر و بے علمی پر نکتہ چینی کا جواب ظاہر ہے۔

رجزاً مّن السّماء علی القریة الّتی کانت حاضرة (عذاب آسمان سے اس بستی پر جو کہ حاضر تھی)

ربّ زدنی علماً معرفت تامہ (اے میرے رب مجھے علم زیادہ کر)۔

ننزّل من السّماء ما هو شفاء و رحمةً للّعالمین۔ (ہم آسمان سے وہ شئے اتارتے ہیں کہ اس میں شفا اور رحمت ہے جہان والوں کے لئے)

و لا یزید الظّالمین الّا تباراً (اور ظالموں کو ہلاکت ہی زیادہ کرتی ہے)

لبئس ما قدّمت یداه

لو سیّرت به الجبال او کلّم به الموتی (اگر اس کے ساتھ پہاڑ چلائے جاتے یا اموات کو کلام کرائی جاتی)۔ یہ حق کے مقابلہ پر چندہٹ کرنے والوں کی شان میں ہے۔

من یّعش عن ذکر الرّحمن نقیّض له قریناً فساء قریناً۔

انّ اللّه ربّی و ربّکم فاعبدوه هذا صراط مّستقیم۔

قل اعوذ بربّ النّاس .. الخ۔

انّی جاعلک للنّاس اماماً (میں تجھے آدمیوں کے لئے امام بنانے والا ہوں)

قل اعوذ بک من همزات الشّیاطین و اعوذ بک ربّ ان یّحضرون (کہہ اے پروردگار پناہ مانگتا ہوں ساتھ تیرے وسوسہ ڈالنے والے شیطانوں سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ

سے اے رب میرے یہ کہ وہ حاضر ہوں میرے پاس)

(انّی جا علک للنّاس اما ماً کے اول وآخر تعلیم اعوذ بظاہر اس لئے ہے کہ اس ارشاد و حکم انّی جا علک میں کسی قسم کے وسوسہ شیطانی کا شک وشبہ نہ ہو)۔

❁ تبارك الّذی بیدہ القر آن ما ثبت بہ فوا د ك (برکت والا ہے وہ جس کے ہاتھ میں قرآن ہے جس کے ساتھ ثابت کیا ہم نے تیرے دل کو)

❁ یاعیسی انّی متو فّیک و رافعک الیّ و جا عل الّذین اتّبعو ك فوق الّذین کفروا الی یوم القیا مۃ (اے عیسیٰ میں تجھے فوت کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانیوالا ہوں اور تیرے تابعداروں کو تیرے منکروں پر قیامت تک فوقیت دینے والا ہوں)

❁ انّما تو عدون لآت (تم جو وعدہ دیئے گئے ہو، وہ آنے والا ہے)

❁ ایک دن عاجز مغرب کے وقت ٹہل رہا تھا اور اپنی نسبت بدگمانی کی لہریں دل میں جوش زن تھیں حتی کہ میں نے اپنے تئیں شیخ چلی قرار دیا۔اس رات الہام ہوا:

ن ۔ والقلم وما یسطرون ۔ ماا نت بنعمۃ ر بّک بمجنو ن ۔ انّ اللّٰہ ھو الرّزاق ذوالقوّۃ المتین ۔ فعّا ل لّما یرید (قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی کہ وہ لکھتے ہیں۔تو ساتھ نعمت اپنے رب کے دیوانہ نہیں۔تحقیق اللہ تعالیٰ وہ ہے رزق دینے والا صاحب قوت مضبوط جو چاہے کرنیوالا)

❁ مرزا صاحب کے ایک مرید سے ۴ دسمبر ۱۸۹۸ء، اتوار کو کچھ باتیں ہوئیں جس میں انہوں نے علاوہ اور امور کے عاجز کے فہم کی غلطی بیان کی اور کہا کہ تم (عاجز) نے اپنی ہی چار پائی کے نیچے چاہ دیکھا ہے،لیکن انہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ یہ چاہ اور گر جانے اور خوف کی جگہ قادیان مرزا صاحب کے مکان میں ہی ظاہر ہوئی، پہلے کبھی لاہور میں جو فی الحال جائے قیام وسکونت عاجز ہے کبھی دکھائی نہیں گئی۔

❁ نیز انہوں نے بلا لحاظ اس بات کے کہ یہ الہام تو بحالت موافقت ہوا ہے نہ بحالت مخالفت، یہ بھی کہا کہ دعھم سے مراد مخالفت کا چھوڑنا ہے نہ کہ مرزا صاحب وان کی جماعت کو۔ لیکن اس پر پھر وہی سوال آتا ہے کہ ملہم کو جو تفہیم ہوئی اس کو بالائے طاق رکھ کر ہر ایک مخالف اپنی حسب مرضی دوسرے کے الہام کے معنی کرنے و بنانے کا مجاز ہے جو کسی صورت میں کسی کو بھی قابل تسلیم نہیں ہوسکتا جیسا کہ خود مرزا نے اس امر پر بہت زور دے کر لکھا ہے جو عنقریب بیان ہوگا۔

❁ علاوہ ازیں عاجز کا کیا قصور کہ اس کو غلط تفہیم عطا فرما کر صحیح معنی دوسروں کو سمجھائے

جاویں اور زیادہ تعجب یہ کہ الہام تو عاجز کو ہوا اور تفہیم دوسروں کو تلک اذاً قسمة ضیزی (یہ اس وقت قسمت ہے بے انصافی کی)

❁ اس کے بعد عاجز نے رات کو دعا کی یا اللّٰه انت معبودی و انت مطلو بی و انت مقصودی ۔ اس پر ۵ دسمبر کو الہام ہوا: اللّٰه ولیّ الّذین آمنوا یخرجھم من الظّلما ت الی النّور (اللہ ان مومنوں کا دوست ہے اور انہیں ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے)۔ ذکّر ھم با یّا م اللّٰه۔(ان کو اللہ کے وقائع یاد کرا کر نصیحت کر) ودّو لو تد ھن فید ھنون۔

❁ ن وا لقلم و ما یسطرون ۔ ما انت بنعمت ربّک بمجنون ۔ ھوالرّزاق ذو القوّة المتین (قسم ہے قلم اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں ۔ اپنی رب کی نعمت سے تو دیوانہ نہیں ۔ وہ ہے رزق دینے والا صاحب قوت مضبوط)

❁ نز ل من الحقّ (نازل ہوا حق سے) (برائے طمانیت وتسکین خاکسار)

❁ ذر ھم یخو ضوا ویلعبوا حتّی یلاقوا یومھم الّذی کانوا یوعدون (چھوڑ ان کو بحث کریں اور کھیلیں یہاں تک کہ ملیں اپنے اس دن سے کہ وعدہ دیئے جاتے ہیں)

❁ الم یأ تکم نبأ الّذین ذاقوا و بال امرھم مسّتھم البا ساء و الضّرّا ء و زلز لوا فا صبحت کا لصّریم (کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنھوں نے اپنے امر کا وبال چکھا۔لگی ان کو تنگ دستی اور بیماری اور ہلائے گئے ۔پس ہو گئے کٹی ہوئی کھیتی کی طرح)۔

❁ سیقول السّفھاء من النّاس ما ولّھم عن قبلتھم الّتی کا نوا علیھا قل لّلّه المشرق و المغر ب اینما تو لّوا فثمّ و جه اللّٰه (عنقریب سفہاء کہیں گے کس نے ان کو اس قبلہ سے کہ جس پر وہ تھے پھیر دیا ہے، تو کہہ اللہ کے لئے ہے مشرق اور مغرب جس طرف تم منہ کرو اسی طرف ہے منہ اللہ کا) یہ لوگوں کے خیالات کے جواب میں ہے۔

❁ قل اتحاجّو ننا فی اللّٰه بعد اذ ھد یتنا و انتم مسلمون (تو کہہ کیا تم ہم سے جھگڑتے ہو اللہ کے بارہ میں بعد اس کے کہ راہ بتا دی تو نے ہم کو اور تم مسلمان ہو یعنی تسلیم کرتے ہو) یہ مرزا صاحب کے اور ان کے تابعان کیلئے الزامی جواب ہے ھد یتنا سے خاص مرزا صاحب کا اس طرز الہامی کے اظہار کا راستہ ڈالنا اور پھر آپ کا اور آپ کی جماعت کا اوروں کے (عاجز کے) الہامات پر جھگڑنا وتحقیر کرنا کیسا غور طلب ہے۔ دوسرے مقام پر یہ الہام اس طرح ہے:

❁ قل ا تحا جو ننا فی اللّٰه و قد ھدا ن (تو کہہ کیا تم ہم سے جھگڑتے ہو اللہ کے بارہ

میں اوراس نے مجھے ہدایت کی ہے)

بسا اوقات عاجز کو خیال آتا کہ اب مرزا صاحب اپنی تنزل حالت پر مطلع ہو کر تو بہ و استغفار سے اللہ کو راضی کر لینگے ،تو پھر کسی نصیحت وتحریر کی ضرورت نہ رہیگی ،اس پر الہام ہوا:

ختم اللّٰه علی قلوبهم و علی سمعهم و علی ابصارهم غشاوة وّ لهم عذاب الیم (مہر کردی اللہ نے ان کے دلوں پر،اور کانوں پر، اوران کی آنکھوں پر پردہ ہے اوران کے لئے عذاب ہے دکھ دینے والا)

جب مرزا صاحب کی طرف سے عاجز کو اظہار الہامات کا سخت تقاضا ہوا تو الہام ہوا:

یریدون لیطفئوا نور اللّٰه بافواههم و اللّٰه متمّ نوره ولو کره الکافرون (ارادہ کرتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ تعالی کے نور کو ساتھ مونہوں اپنے کے اوراللہ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو خواہ کافروں کو برا لگے)

پھر مرزا صاحب نے جو بمقتضائے طبیعت اپنا وتیرہ بنا رکھا ہے کہ باوجود دعوی ہمدردی و خیر خواہی خلق اللہ ہمیشہ ان کو دھمکانے ڈرانے کیلئے برا کہنا ،کوسنا اور بددعاؤں سے ان کی بدانجامی کی خبریں مشتہر کرتے رہنا،اس کی نسبت الہام ہوا:

جو اور کا چہیتے براس کا برا ہو جائے گا۔ سنسمه علی الخرطوم (شتاب داغ دیویں گے ہم اس کواو پر ناک کے)

اس کتاب کے تحریر کرنے میں جوردّ و قدح ہورہا تھا اس پر یہ الہام ہوا:

قصہ کوتاہ کرد ورنہ دردسر بسیار بود

اور جب عاجز پہلے مختصر مسودہ مرتبہ یار مددگار کی تکمیل ونقل کررہا تھا اس پر الہام ہوا:

انّه من سلیمان و انّه بسم اللّٰه الرّحمن الرّحیم (تحقیق وہ سلیمان کی طرف سے ہے اورتحقیق وہ ساتھ نام اللہ مہربان بخشنے والے کے ہے)۔

اور چند روز بعد ایتونی مسلمین بھی الہام ہوا۔ اور جب ختم کر چکا تو الہام ہوا وما رمیت اذ رمیت و لکنّ اللّٰه رمی (نہ پھینکا تونے لیکن اللہ تعالی نے پھینکا)۔

غرض کہ یہ چند الہام بطور نمونہ متعلق ملاقات مرزا صاحب وعلیحدگی طمانیت وتسکین عاجز خاکسار کے بارہ میں ہیں۔ نیز بعد شیوع رسالہ ضرورۃ الامام ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں، گو عاجز کی طرف سے تو یہاں تک خاموشی واخفا تھا کہ روانگی قادیان کی خبر بھی کسی کو نہیں کی گئی تھی لیکن

فاصدع بما تؤمر وغیرہ الہام کے ظہور کے واسطے خود مرزا نے ضرورۃ الامام شائع فرما کر ایسی تحریک کی کہ مجلسوں اور گلی کوچوں میں خاکسار گمنام کا چرچا وجستجو شروع ہوگئی اور غیر شہروں سے خط آنے لگے، باوجودیکہ کمترین کو اپنی نسبت لفظ الہام کے بیان و استعمال سے بھی شرم آتی تھی۔ الحق!

ما شاء اللّٰہ کان و ما لم یشاء لم یکن

جب یہ کتاب قریباً ختم ہوکر مسودہ سے مقابلہ ہورہی تھی تو مرزا صاحب کے مریدوں میں سے بعض تو اپنے نفسانی الہام واضغاث واحلام کے پیغام بھیج کر ڈراتے بعض عاجز کے رفقاء کو رفاقت سے باز رہنے کے خطوط بھیجتے اور بعض دیگر لغوافواہیں اڑاتے۔ ان سب کی کیفیت و ماہیت اس جامع الہام سے ظاہر ہوئی۔ الہام یہ ہے:

یہ لوگ دغا باز جفاجوئے رزالے کرتے ہیں ہر ایک بات میں کیا حیلے حوالے

یہ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۹ء جمعرات کا واقعہ ہے۔

اکثر الہامات ایسے ہیں جن میں بعض بعینہ اسی صورت میں اور بعض بشمولیت وارتباط دیگر آیات وفقرات بہت تکرار سے ہوتے رہتے ہیں انکوحتی المقدور درج نہیں کیا اور اگر کوئی ہوگیا ہے تو عجز بشریت ہے ان الہامات پر خوب توجہ ونظر عمیق فرما کر عدل وانصاف سے سخن پروری اور ضد وتعصب سے دل کو خالی کر کے غور فرماویں کہ عاجز ان الہامات کو جن میں عاجز بے مقدار کا ذرہ بھی کچھ دخل وآرزو نہیں۔ معاذ اللہ! ہیچ پوچ سمجھ کر سب کو پس پشت ڈال کر اور سب کا انکار کر کے حسب منشاء وارشاد مرزا صاحب کے مولوی نورالدین صاحب کی کیونکر پیروی کر سکتا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے۔

اوراس درجہ کی بے ادبی، نافرمانی، گستاخی وناشکری اس عاجز خاکسار ذرہ بے مقدار سے کیونکر ہو سکے جب کہ ایک ادنی درجہ کے شک وشبہ پر فوراً زجر وتوبیخ صادر ہوتی ہے، اور پھر جو الہام ہوتا ہے اکثر آیات قرآن مجید میں ہوتا ہے اور پھر مثل روز روشن نصف النہار اسی طرح ظاہر و واقع بھی ہوجاتا ہے۔

اور تو اور خود مرزا صاحب نے بھی بحالت اختلاف عاجز کے کئی رؤیا والہاموں کی صداقت کا عملی ثبوت ظاہر فرمایا ہے پھر خاکسار ان کا انکار کیونکر کر سکے، عاجز معذور ہے اور دعا میں مصروف ہے۔ مرزا بھی اپنے حال پر خیال کر کے دعا کریں امید کہ فتاح وعلیم اپنے فضل وکرم سے خود فیصلہ فرماویگا۔ عاجز کو کسی سے بھی کسی قسم کا خدانخواستہ مقابلہ وضد ہرگز نہیں ہے لیکن الہامات

کی مخالفت کسی طرح نہیں کر سکتا کیونکہ شرعی معیار کی رو سے وہ ایسے نہیں کہ ان پر اعتبار نہ کیا جائے۔

جوابِ اعتراضات بسند اصول مسلّمہ مرزا

مرزا صاحب کی جماعت نے بعد مطالعہ ضرورۃ الامام کے بنظر توہین وتحقیر الہامات عاجز کے معنی وتفہیم اپنی سمجھ و پسندیدگی کے موافق مع اپنے الہام وکشف ومنامات وغیرہ کے الٹ پلٹ بیان کئے ہیں اور اب تک کرتے ہیں۔ گو عاجز کو اس کی ہرگز کچھ پرواہ نہیں کیونکہ مقصود و ارادہ خداوندی تو کسی مخالف وموافق کی رائے ومعنی وفہم کے موافق وتابع نہیں ہوسکتا وہ تو بہرحال اپنی منشاء ومطلوب ومقصود کے مطابق ہی ہوکر رہے گا، اس میں ناراضگی ورنجیدگی اور ذہن آزمائی و رائے زنی کی کیا ضرورت ہے ما کا ن اللّٰہ لیعجزہ من فی السّما وات و لا فی الارض ۔ انّہ کان علیماً قدیراً (آسمان اور زمین کے رہنے والوں سے کوئی اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتا۔ تحقیق وہ صاحب علم وصاحب قدرت ہے)۔ لیکن یہ امر توجہ وغور طلب ہے کہ اگر ملہم کی اپنی تفہیم کو بالائے طاق رکھ کر ہر ایک شخص کو دوسرے کے الہامات کی تفہیم ومعنی بنانے و بیان کرنے کا اختیار ہے اور وہی قابل تسلیم ہیں تو پھر کسی ملہم اور اس کے الہامات کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ ہر مخالف اپنی مرضی کے موافق ایسا گھڑ بنالیگا کہ جس سے ملہم بے چارہ تحت الثریٰ میں مردود، اور اسکے مخالف عرش بریں کے نزدیک مقبول تسلیم کئے جاویں وھذا عجب کل العجب۔

اور امید کہ مرزا صاحب خود بھی اس قاعدہ کو ہرگز قبول نہ فرمائیں گے اور مسلّم نہ مانیں گے کہ ان کے الہامات کے معنی ان کے مخالف اپنی مرضی و پسند کے مطابق خود کرلیں جیسا کہ مرزا نے اس اشتہار میں جو ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء مطابق ۱۶ ذی قعد ۱۳۰۴ھ جو بضمن و بعد اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۷ء مطابق ۲ رجب ۱۳۰۳ھ خوش خبری کے عنوان سے شائع فرمایا اس اشتہار کے اخیر آریوں کے اعتراضوں کی تردید میں خود لکھا ہے کہ:

> الہام کے وہ معنی ٹھیک ہوتے ہیں جو ملہم آپ بیان کرے اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ سے خاص طاقت پا کر اس کے معنی کرتا ہے۔ کیا ملہم کا اپنے الہام کے معنی بیان کرنا یا منصف کا اپنی کسی تصنیف کے عقدہ کو ظاہر کرنا تمام

دوسرے لوگوں کے بیانات سے عندالعقل زیادہ معتبر نہیں ہے، بلکہ خود سوچ لینا چاہیے کہ ملہم جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعوی کر لیتا ہے تو وہ اس الہام اور اس تشریح کا آپ ذمہ وار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بے جا دینا ایسا ہے جیسا کوئی کسی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنی نہیں بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں۔

اس تحریری فیصلہ مرزا قادیانی سے بھی ظاہر ہے کہ سوائے ملہم کے کوئی دوسرا اس ملہم کے الہام کے معنی اور تفسیر وتشریح کرنے کا ہرگز مجاز نہیں وبس۔ لہذا مریدین کو اپنے پیر کی رائے و فیصلہ کا لحاظ رکھنا چاہیے ہاں اگر مرید عرفان ومعرفت میں اپنے پیر سے بھی سبقت لے گئے ہیں تو پھر ان کا اختیار ہے اور چونکہ مرزا صاحب کو اپنی فضیلت و بزرگی کے قائم رکھنے کیلئے اپنے مریدین کی تصدیق وسرٹیفکیٹ حاصل کر کے شائع کرنے کی آجکل ضرورت و حاجت پڑی ہے جیسا کہ اشتہارات مشتہرہ مریدین سے ظاہر ہو رہا ہے یہ امر ظاہر کرتا ہے کہ ان کا قدم معرفت میں ضرور کچھ مرزا صاحب سے بڑھا ہوا ہے۔ واللّٰہ اعلم بالصّواب

باب دوم بجواب ضرورۃ الامام

اگرچہ قیل وقال و بحث ومباحثہ سے عاجز نہایت متنفر ہے لیکن محض اس نظر سے کہ مرزا صاحب یہ خیال نہ فرمائیں کہ ہماری ناصحانہ تحریر ضرورۃ الامام کو بے ضرورت سمجھ کو دیکھا ہی نہیں،

لہذا اس ثبوت میں کہ اس کو عاجز و رفقاء نے نہایت توجہ وغور سے مطالعہ کیا ہے اس کی نسبت ذیل میں کچھ عرض کرتا ہے۔ و ھو ھذا:

حدیث شناخت امام الزمان

اپنے رسالہ ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲ پر مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

اما بعد واضح ہو کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے، اس کی موت، جاہلیت کی موت ہے۔ یہ حدیث ایک متقی کے دل کو امام الوقت کا طالب بنانے کے لئے کافی ہو سکتی ہے کیونکہ جاہلیت کی موت ایک ایسی جامع شقاوت ہے جس سے کوئی بدی و بدبختی باہر نہیں۔ سو بموجب اس نبوی وصیت کے ضروری ہوا کہ ہر ایک حق کا طالب امام صادق کی تلاش میں لگا رہے۔

جواب۔ احادیث کے صحیح و قابل حجت ہونے اور اسکے مواضع صدور منشاء و معانی وغیرہ میں گفتگو کرنا تو عالموں اور مولویوں کا منصب ہے لہذا اس امر کو ان پر موقوف رکھ کر عرض ہے کہ عاجز اس کو قبول و منظور کرتا ہے اور الحمد للہ کہ عاجز نے امام صادق کی طلب و تلاش میں کبھی کوتاہی نہیں کی اور الحمد للہ کہ بموجب وعدہ سراپا صدق والّذ ین جا ھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا (اور جن لوگوں نے محنت کی ہمارے لئے البتہ دکھلا دینگے ہم ان کو راہ اپنی) امام صادق عبد من عباد الرّحمن برحق یعنی سید عبداللہ غزنویؒ کو پایا اور ان سے بیعت کی اور بہت انعام و اکرام و احسان ارحم الراحمین کے اس بیعت کی بدولت مشاہدہ کئے جنکا عاجز کچھ ذکر کر چکا ہے۔

ان کی رحلت کے بعد بھی جس کو ربانی و نورانی عباد الرحمٰن میں سے سنا اس کی خدمت کرنے اسکے پاس حاضر ہونے میں کبھی تساہل نہیں کیا چنانچہ اسی تلاش و طلب رضا معرفت الٰہی و طبعی مذاق کے باعث مرزا سے بھی ملاقات و موافقت ہوئی تھی اور خوب عرصہ تک سالہا سال رہی، اور طبعاً بلا ارادہ خود بخود سید عبداللہ مرحوم کے اخلاق و عادات حالات فیض صحبت و اثر نورانیت و روحانیت و دوسری طرف مرزا صاحب کے اخلاق و عادات حالات اثر صحبت وغیرہ کا جو فرق معلوم ہوا کچھ تو عرض ہو چکا ہے اور کچھ آئندہ ہوگا جس کا ماحصل یہ ہے کہ بندہ عاجز نے صرفِ ہمت و تگ و دو میں حتی المقدور خود قصور نہیں کیا۔ اور مرزا صاحب کے دعاوی کے لحاظ سے شراب (شربت) عرفان مرزا صاحب کے ہاں خیال کر کے حسن ظن سے بہت قدم بازی کی لیکن

قطع منازل ومراحل کے بعد جب سراب ہی نظر آیا تو لا چار مایوس ہوکر واپس آنا پڑا۔

الہام اور امامت

مرزا صاحب ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں:

یہ صحیح نہیں ہے کہ ہر ایک شخص جس کو کوئی خواب سچی آوے یا الہام کا دروازہ اس پر کھلا ہو، وہ اس نام سے موسوم ہوسکتا ہے بلکہ امام کی حقیقت کوئی اور امر جامع اور حالت کاملہ تامہ ہے جس کی وجہ سے آسمان پر اسکا نام امام ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ صرف تقوی اور طہارت کی وجہ سے کوئی شخص امام نہیں کہلا سکتا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے و جعلنا للمتّقین اماماً۔ پس اگر ہر ایک متقی امام ہے تو پھر تمام مومن متقی امام ہی ہوئے، اور یہ امر منشاء آیت کے برخلاف ہے۔

جواب۔ اگر یہ امر حق ہے کہ سچی خواب یا الہام وتقوی وطہارت سے کوئی امام نہیں کہلا سکتا ہے تو مرزا صاحب اپنی مسیحیت ومہدویت مجددیت محدثیت امام الزمانی کی بنیاد پھر کیوں انہی امور ودعاوی پر قائم فرماتے ہیں؟ ہاں سوائے ان امور ودعاوی کے اگر کوئی خاص حکم الہی ہے تو ظاہر فرمائیں، لیکن وہ حکم بھی پھر الہام ہی میں داخل ہوگا۔

اور اگر مرزا صاحب کسی اور علامات کسوف وخسوف وغیرہ سے تمسک فرماویں تو یہ بھی خیال میں رہے کہ کیوں جائز نہیں کہ یہ علامات وغیرہ کسی دوسرے غریب مخلص شخص کے واسطے ہوں جو شیخی وریا کو بموجب حدیث شریف: ان یسیر الریا شرك (بے شک ریا تھوڑی سی شرک ہے)، شرک وگناہ جان کر حسب منشاء واحکام احادیث:

من سمّع سمّع اللّٰه به. ومن یرائی یرای اللّٰه به (جو شخص سناتا ہے اللہ اس کو سناویگا اور جو دکھاوا کریگا، اللہ اسکے عملوں کا دکھلاوا کریگا)

بحسب امری من الشّرك ان یّشار الیه بالاصابع فی دین و دنیا الّا من عصمه اللّٰه (آدمی کو برائی سے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی طرف دینی یا دنیاوی امور میں انگلیوں سے اشارہ کیا جاوے، مگر اللہ جس کو بچالے)

انّ اللّٰه یحبّ الابرار الاتقیاء الاخفیاء (بے شک اللہ ابرار اتقیاء اور پوشیدہ عمل کرنے والوں کو پسند رکھتا ہے)

کے اپنا حال ابھی خود نہ ظاہر کرنا چاہتا ہو اور جس کو اللہ تعالیٰ اسی زمانہ میں امام برحق بنانا چاہتا ہو اور وہ شخص کسی ایسی جگہ و حالت میں ہو جس کا ظہور خود بخود بغیر اس کی کوشش و اشتہار دینے کے خود وہ مالک و خالق کرے جیسا کہ احادیث میں ہے:

انّ اللّٰہ اذا احبّ عبداً دعا جبریل فقال انّی احبّ فلاناً فاحبہ۔ قال فیحبّہ جبریل۔ ثمّ ینادی فی السّماء فیقول انّ اللّٰہ یحبّ فلاناً فاحبّوہ فیحبّہ اھل السّماء ثمّ یوضع لہ القبول فی الارض .. الخ (جب اللہ کسی بندہ کو محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ پس جبریل اس کو محبت کرتا ہے پھر منادی کرتا ہے آسمانوں میں، پس کہتا ہے کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی محبت کرو۔ پس اس کو پیار کرتے ہیں آسمان والے۔ پھر اس کے لئے قبولیت رکھ دی جاتی ہے زمین میں)۔

پھر اگر تقوی و طہارت لازمہ امامت نہیں ہے تو پھر کیا فسق و فجور، دغا، فریب، کبر، شیخی، عہد شکنی، خیانت، لازمہ امامت ہیں۔ ہرگز نہیں۔

تعجب ہے کہ اللہ تو تقوی اور تقوی والوں کے بارے میں فرماتا ہے:

و رحمتی وسعت کلّ شیء فسا کتبھا للّذین یتّقون (اور میری رحمت ہر شئے سے وسیع ہے۔ پس میں اس کو لکھونگا ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں، تقوی کرتے ہیں)

الاانّ اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ الّذین آمنوا و کانوا یتّقون۔ لھم البشری فی الحیوۃ الدّنیا و فی الآخرۃ۔ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ۔ ذلک ھو الفوز العظیم (بے شک اللہ کے دوستوں کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم کریں گے، جو ایمان لائے اور ڈرتے ہیں ان کے لئے بھی بشارت ہے دنیا کی حیاتی میں اور آخرت میں۔ اللہ کے کلمے بدلتے نہیں، یہی ہے مراد پانا بڑا)۔

و انجینا الّذین آمنوا و کانوا یتّقون (اور ہم نے ایمان والوں کو نجات دی اور وہ ڈرتے تھے)

ولاجر الآخرۃ خیر لّلّذین آمنوا وکانوا یتّقون۔ و من یتّق اللّٰہ یجعل لّہ مخرجاً وّ یرزقہ من حیث لا یحتسب (اور آخرت کا اجران لوگوں کیلئے ہے کہ ایمان لائے اور ڈرتے ہیں بہتر ہے جو شخص ڈرے اللہ سے، کرے گا اس کیلئے راہ نکلنے کی

مشکل سے اور اس جگہ سے اس کو رزق دے گا جہاں سے اسے گمان نہیں ہوتا)

و من یّتق اللّٰہ یجعل لّہ من امرہ یسراً (اور جو شخص ڈرے اللہ سے، کرتا ہے اللہ اس کے کام میں آسانی)

و من یتّق یکفر عنہ سیاتہ و یعظم لہ اجراً (اور جو شخص ڈرے اللہ سے معاف کرے گا اس کی برائیاں اور بہت دے گا اس کو ثواب)

اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں ہے:

فا مّا المنجیا ت فتقوی اللّٰہ فی السّرّ والعلا نیّۃ (نجات دینے والی چیزوں میں سے ہے، اللہ سے ظاہر اور پوشیدہ ڈرنا)

عن ا بی ذر انّ رسول اللّٰہ ﷺ قا ل لہ انّک لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقوی (ابوذرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا کہ تو کسی احمر واسود سے بہتر نہیں مگر یہ کہ تو اس پر تقوی سے فضیلت لے جاوے)

انّ اولی النّاس بی المتّقو ن من کا نوا و حیث کا نوا (تحقیق میرے سب سے قریبی وہ ہیں جو متقی ہیں خواہ کوئی ہوں، کہیں ہوں)

انّ اللّٰہ یحبّ الا برا ر الاتقیاء۔

اور مرزا صاحب بایں دعوی علم و امامت، تقوی و طہارت کو معمولی اور خفت کی نظر سے دیکھتے اور بیان کرتے ہیں۔ کیا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے صریح احکام وارشادات کی مخالفت لازمہ امامت ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ تقوی ہی مدار نجات اور ہر مومن کا سرمایہ ہے۔

آیت کریمہ و جعلنا للمتّقین اماماً کی تفسیر بھی مرزا صاحب کی نرالی ہے کہ، اگر ہر ایک متقی امام ہے تو پھر تمام مومن متقی امام ہی ہوئے اور یہ منشاء آیت کے برخلاف ہے۔

آپ خیال کریں کہ اللہ تعالی نے جو اپنے فضل و کرم سے یہ دعا تعلیم فرمائی اس کا مطلب تو ظاہر و باہر ہے۔ امام پیش رو آگے چلنے والا ہوگا جو دوسرے ہمراہیوں سے افضل ہوگا۔ سو اس آیت کریمہ میں مومنین کو ترقی درجات کے لئے حثّ و ترغیب فرمائی کہ وہ دوسروں سے زیادہ تقوی و طہارت کی سعی کر کے بڑھنے اور امامت کے خواستگار ہوں کیونکہ امام تب ہی ہوسکیں گے جب دوسروں سے زیادہ تقوی و خشیت و انابت کریں گے نہ کہ زبانی باتیں بنانے سے۔ یہ صاف و سیدھی تفسیر ہے جس کو مرزا نے صرف اپنی ہی امامت ثابت کرنے کے خیال پر دوسری طرح کیا ہے

تا کہ لوگ مغالطہ کھا کر اس آیت سے ہر ایک کا امام ہو جانا خیال کر کے اس کو محال جانیں اور آپ کی طرف رجوع کریں۔ خیال فرمائیے تقوی وخشیت اللہ مدنظر و معمول بہ نہ ہونے سے قرآن کی تفسیر میں شیخی، دلیری و بے با کی کے سبب ایسی ایسی لغزشیں ہوتی ہیں۔

مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ امام کی حقیقت کوئی اور امر جامع اور حالت کاملہ تامہ ہے جس کی وجہ سے آسمان پر اس کا نام امام ہے۔

اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ جو حالت کاملہ تامہ ظاہر ہے وہ تو معلوم ہو رہی ہے، دوسری حقیقت اور امر جامع جب تک معلوم نہ ہوں، عاجز مسلمان کیونکر سمجھیں۔ ہاں جب معلوم ہوں تو معیار اسلام قرآن مجید و حدیث شریف سے دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ کیسے ہیں۔ آسمان پر نام وہ دیکھے جس کو اللہ پاک علیم وخبیر آسمان کے حال سے واقف کرے۔ بیچارے عاجز زمینی لوگ آسمان کا حال کیا جانیں۔ مرزا صاحب کو براہ مہربانی تکلّموا النّاس علی قدر عقولھم (لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق کلام کرو) مدنظر رکھ کر عام لوگوں سے ایسی بات کہنی چاہیے کہ وہ سمجھ سکیں کیونکہ ہدایت کا امر تو ہر خاص و عام کے واسطے عام اور آسان وسریع الفہم ہی ہونا چاہیے، دقائق اور آسمانی حال ہر ایک شخص کہاں سمجھ سکتا ہے اور پھر دین میں چیستاں کی ضرورت بھی نہیں۔

ہر ایک ملہم کے امام نہ ٹھہر سکنے کا جواب

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

> بموجب نص قرآن کریم کے ہر ایک ملہم اور صاحب رؤیا صادقہ امام نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ قرآن کریم میں عام مومنین کے لئے یہ بشارت ہے کہ لھم البشری فی الحیوۃ الدّنیا یعنی دنیا کی زندگی میں مومنین کو یہ نعمت ملے گی کہ اکثر سچی خوابیں انہیں آیا کریں گی یا سچے الہام ان کو ہوا کریں گے۔

جواب۔ جب یہ نعمت عام ہے تو پھر مرزا ان ہی عام نعمائے ودعاوی کی بنیاد پر کیوں خصوصیت کا دعوی کرتے ہیں۔ اس کو دلائل شرعیہ سے ثابت کریں کہ دوسرے غریب مومنین تو ان نعمتوں سے عام ہی رہے اور خود بدولت ان ہی کے سبب کیوں خاص ہو گئے۔ باوجودیکہ خود بدولت کے الہامات اور مشتہرہ پیش گوئیاں اس طرح پوری بھی نہ ہوں جن کے لئے بعد میں تاویلات رکیکہ کی آپ کو تکلیف اٹھانی پڑے اور دوسرے غریب ملہمین کے خواب والہامات

بفضلہٖ تعالیٰ اسی طرح پورے ہوں اور ان کو ایسی کوئی تدبیر و تکلیف آپ کی طرح نہ کرنی پڑے۔

عام مومنوں کیلئے الہامات وخوابیں روحانی نعمت ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

انّ الّذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثمّ استقاموا تتنزّل علیھم الملائکۃ الّاتخافوا و لا تحزنوا یعنی جو لوگ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور پھر استقامت اختیار کرتے ہیں، فرشتے ان کو بشارت کے الہامات سناتے رہتے ہیں اور ان کو تسلی دیتے رہتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کی ماں کو بذریعہ الہام تسلی دیئے گئے لیکن قرآن ظاہر کر رہا ہے کہ اس قسم کے الہامات یا خوابیں عام مومنوں کے لئے ایک روحانی نعمت ہے خواہ مرد ہوں خواہ عورت۔

جواب۔ یہ صحیح اور قرآن مجید کا ارشاد سراپا صدق وراست ہے۔ مرزا صاحب کی تحریر سے ظاہر ہے کہ ملہمین الہامات کے کیسے پابند و فرمان بردار ہوتے ہیں کہ ہرگز ان سے ان کا خلاف نہیں ہوسکتا جیسا کہ ام موسیٰؑ نے الہام الٰہی کی فرمان برداری کی کہ بموجب حکم الٰہی ان اقذفیہ فی التّابوت فاقذفیہ فی الیمّ (یہ کہ اس کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے) اپنے پارہ جگر وقرۃ العین کو دریا میں ڈال دیا۔ اور مرزا نے براہین صفحہ ۲۶۴ میں بھی لکھا ہے کہ:

جو امر بذریعہ الہام کسی پر نازل ہوا ہو، اس کے لئے اور ہر ایک کیلئے کہ کوئی وجہ یقین کرنے کی رکھتا ہے یا خدا نے کوئی نشان یقین کرنے کا اس پر ظاہر کر دیا ہے واجب العمل ہے۔ اور جو شخص جس کو الہام کی نسبت باور دلایا گیا ہے اس پر عمل کرنے سے عمداً دست کش ہو وہ مورد غضب الٰہی ہوگا بلکہ اس کے خاتمہ بد ہونے کا اندیشہ ہے۔

سو اسی طرح عاجز کا حال ہے کہ جو الہامات مرزا صاحب کی مخالفت میں ہوتے ہیں کسی طرح ان کی خلاف ورزی و نافرمانی نہیں کرسکتا ورنہ مرزا صاحب کو خوب معلوم ہے کہ عاجز کی طبیعت میں بفضلہٖ تعالیٰ خواہ مخواہ کی شرارت ومقابلہ ومخالفت کا مادہ معاذ اللہ نہیں ہے۔

عام روحانی نعمت کا ذکر کچھ تو ہو چکا ہے اور کچھ آئندہ ہوگا اور آیت میں جو استقامت کا ذکر ہے اس پر مرزا توجہ فرمائیں کہ خود بدولت کی استقامت کا کیا حال ہے کہ چھوٹے چھوٹے امور میں بھی کس قدر تردّد وکوشش وسعی کرتے ہیں۔ استقامت حال تو کہاں، مجرد قال میں بھی اس کا

نام ونشان پایا نہیں جاتا۔ایک جگہ کچھ، دوسری جگہ کچھ، تیسرے موقع پر ان کے مخالف لکھ دیتے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں کرتے، جس کا کچھ حال باب اول میں گذرا اور کچھ انشاء اللہ آئندہ بیان ہوگا۔

الہامات پانے سے امام وقت سے مستغنی نہ ہونا

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۳ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اوران الہامات کے پانے سے وہ لوگ امام وقت سے مستغنی نہیں ہو سکتے اور اکثر یہ الہامات ان کے ذاتیات کے متعلق ہوتے ہیں اور علوم کا افاضہ ان کے ذریعہ نہیں ہوتا اور نہ کسی عظیم الشان تحدی کے لائق ہوتے ہیں اور بہت سے بھروسہ کے قابل نہیں ہوتے بلکہ بعض وقت ٹھوکر کھانے کا موجب ہو جاتے ہیں اور جب تک امام کی دست گیری افاضہ علوم نہ کرے تب تک ہرگز ہرگز خطرات سے امن نہیں ہوتا اس امر کی شہادت صدر اسلام میں موجود ہے۔

جواب۔ جب مرزا صاحب کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ الہامات کے سبب لوگ امام وقت سے مستغنی نہیں ہوسکتے تو مرزا صاحب یہ بھی تو فرماتے کہ خود بدولت نے کس امام وقت کی دست گیری سے علوم حاصل کئے ہیں اور اگر خود بدولت کو بلا دلیل اس سے مستثنی فرماویں تو دوسرے غریبوں کو کیوں مستثنی نہیں کرتے؟

مرزا صاحب قادیانی سے استغنا و ناموافقت کا باعث عاجز تو عرض کر چکا ہے کہ واقعی حالات، معاملات، تجارب اور الہامات کے سبب سے ہے۔

الہامات متعلق ذاتیات، سوالحمد للہ کہ عاجز کے الہامات ایسے نہیں، ذاتیات کے متعلق بھی ہوئے ہیں لیکن عظیم الشان امور و واقعات کی نسبت کثرت سے ہوتے ہیں اور قابل بھروسہ اس لئے کہ اسی طرح واقع وظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ عاجز ان میں امام بنایا جاتا ہے، بخطاب موسی پکارا جاتا ہے۔مرزا کی مخالفت میں بہت کچھ آتا ہے، اسلئے مجبوراً ومعذوراً ان الہامات کی نافرمانی و ناشکری کے خوف سے مرزا کی دستگیری کا طالب نہیں ہوسکتا۔اور بار بار حکم ہوتا ہے:

ما لک من دون اللّٰہ من ولیّ وّ لا نصیر (اللہ کے سوا تیرا کوئی دوست اور مددگار نہیں)

لا تتّخذوا من دونی اولیاء (میرے سوا کسی کو دوست نہ بناؤ)

﴿ الم نشرح لک صدرک ... الخ۔ (کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا)

﴿ الرّحمٰن۔ علم القرآن (رحمان نے قرآن سکھایا)

﴿ واللّٰہ یجتبیک ربّک و یعلّمک من تاویل الاحادیث ۔ و اللّٰہ غالب علی امرہ و لکنّ اکثر النّاس لا یعلمون (اور تیرا رب تجھے برگزیدہ کرے گا ۔ حدیثوں کی تاویل یعنی خوابوں کی تعبیر سکھائے گا، اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے، لیکن بہت لوگ نہیں جانتے)

﴿ پھر افاضہ علوم جو مرزا صاحب کے مریدوں کو ہوا، وہ بظاہر تو بحث ومباحثہ، اپنی تعلّی اور دوسرے مسلمانوں کی تحقیر وتبرا بازی ہی دیکھنے میں آئی ہے جس کا نمونہ اخبار الحکم خاص کر ۹ و ۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء و دیگر خطوط میں موجود ہے اور مرزا صاحب نے خود بھی اعلان التوائے جلسہ دسمبر ۱۸۹۳ء اور پھر اشتہار ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء میں کچھ بیان کیا ہے۔

﴿ اور مرزا صاحب کا فرمان کہ:

نہ کسی عظیم الشان تحدی کے لائق ہوتے ہیں اور بہت سے بھروسہ کے قابل نہیں ہوتے بلکہ بعض وقت ٹھوکر کھانے کا موجب ہو جاتے ہیں،

بہت منصفانہ اور مطابق واقعہ و الہامات خود بدولت مرزا کے ہے ۔ مرزا صاحب انصاف اور تحمل وتامل سے خیال فرماویں کہ ان کے الہامات مذکورہ باب اول کی تحدیوں کا نتیجہ کیا ہوا اور وہ سب کس بھروسہ کے قابل ثابت ہوئے ۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ ہٹ اور ضد کی قوت اور زور تحریر سے مرزا قادیانی نے ٹھوکر کو ٹھوکر زبان سے نہیں مانا۔ سو ایسی ہمت اور عالی حوصلگی بے شک نادر الوجود ہے اور غریب عام مسلمانوں ومومنوں سے ہونی مشکل ومحال ہے۔

﴿ مرزا نے چونکہ خود کسی کو امام نہیں بنایا اور نہیں مانا اور بے امام ہی کام چلایا ہے اسی واسطے مرزا قادیانی کو ایسی ناکامیوں کے خطرات سے امن نہیں ملا اور ٹھوکر پر ٹھوکر پائی اور اگر وہ خود زبان سے قبول نہ کریں لیکن دوسرے مسلمان تو جانتے اور دیکھتے ہیں۔

﴿﴾ ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

کیونکہ ایک شخص جو قرآن شریف کا کاتب تھا اس کو بسا اوقات نور نبوت کے قرب کی وجہ سے قرآنی آیت کا اس وقت میں الہام ہو جاتا تھا جب کہ امام یعنی نبی ﷺ وہ آیت لکھوانا چاہتے تھے ۔ ایک دن اس نے خیال کیا کہ مجھ میں اور رسول میں کیا فرق ہے؟

مجھے بھی الہام ہوتا ہے۔اس خیال سے وہ ہلاک کیا گیا۔اور لکھا ہے کہ قبر نے بھی اس کو باہر پھینک دیا جیسا کہ بلعم ہلاک کیا گیا۔

جواب ۔کاتب وحی قرآنی اور بلعم کے قصہ کو یہاں کچھ تعلق و ربط نہیں کیونکہ نہ عاجز کبھی مرزا صاحب کے الہامات کا کاتب بنا اور نہ بلعم کی طرح معاذ اللہ کسی موسوی نسبت ونورانیت والے کے کبھی مقابل ہوا۔اور نہ کبھی الہامی وغیرہ شیخی کر کے دوسروں پر اپنی فضیلت ثابت کرنیکا ساعی ہوا۔جس شخص میں یہ امراض ہوں اور وہ بلعم کی طرح موسوی نسبت اور نورانیت والے کی مخالفت کرے اور مقابل ہو اس کو ضرور ڈرنا اور عبرت پکڑنا چاہیے۔

اور جو کوئی بدنصیب اس سید الاولین ولاخرین ﷺ کی برابری کا حرف بھی زبان پر لائے یا بدبختی سے برابری وہمسری کا خیال کرے، یا اس امامت کا شریک بننا چاہے،اس کو قبر سے باہر پھینکنا کیا اور جو پاداش وسزا ملے وہ تھوڑی ہے۔اگرچہ یہ عقدہ وراز نہیں کھلا کہ مرزا صاحب خود کس حوصلہ سے مبشّراً برسول یّاتی من بعدی اسمہ احمد (خوش خبری دینے والا ایک رسول کہ آوے گا پیچھے میرے اس کا نام احمد ہے) کی تفسیر کرنے میں اور نبوت کی تقسیم کا ملہ ناقصہ بیان کر کے بڑے فخر سے خود بدولت کو اس کا مشار الیہ قرار دے کے رسالت ونبوت کی مسند پر تکیہ لگانے کا حوصلہ کرتے ہیں جو اور کسی مومن بندہ عاجز کا جگر وحوصلہ نہیں۔

زیادہ تعجب یہ کہ اس آیت قرآن مبشراً برسول .... الخ کا اشارہ مرزا کے اپنے حق میں مقرر کرنے سے جو اعتراض وارد ہوتے ہیں، یا تحقیر ونقص قرآن مجید وشریعت اسلامی کے لازم آتے ہیں، ان کی آپ نے پرواہ نہیں کی۔ مثلاً قرآن مجید میں اسم احمد آیا ہے اور مرزا قادیانی کا اصلی نام جو والدین نے رکھا ہے اور اب تک ایسا ہی مشہور ومعروف ہے اور آپ اپنے ہاتھ سے وہی کاغذات میں لکھتے ہیں وہ غلام احمد ہے۔تو پھر مرزا اس آیت کے مشار الیہ کیونکر ہو سکتے ہیں کیا مرزا کو غلامی احمد ﷺ سے ننگ وعار ہے کہ لفظ غلام کو دور کر کے مجرد احمد بنتے ہیں۔

قرآن مجید جس کی شان کتاب مبین، تبیانا لّکلّ شئی، و فصّلت آیاتہ ہے اور جس کے نازل فرمانے والے کی شان ہے و یعلم ما فی البرّ و البحر و ما تسقط من وّرقۃ الا یعلمھا۔ ولا حبّۃٍ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الّا فی کتابٍ مبین (اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور بحر میں ہے،اور کوئی پتہ اس کے علم کے سوا نہیں گرتا،اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور خشک چیز ہے جو نہیں کھلی کتاب میں)

اور جس نے یہ ارشاد فرمایا و لقد یسّرنا القرآن للذّکر فھل من مّدّکر (ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کیا پس ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا) اس ذات باری نے کیا دوسرے احکام دین و مدار نجات امور تو نہایت روشن کھلے کھلے نازل فرما کر اس میں درج فرما دیئے اور اس اہم امر میں ایسا معمہ اور خفا رکھا کہ تیرہ سو سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک اس کو امت محمدی میں سے کسی نے نہ سمجھا اور چودھویں صدی میں مرزا کو اس کے اظہار و عقدہ کشائی کی تکلیف کرنی پڑی۔

❁ قرآن مجید جو عام ہدایت خلق اللہ کے واسطے اس ہادی نے نازل فرمایا، کیا اس میں لفظ غلام بہمراہ لفظ احمد درج فرمانا اس خالق و مالک دو جہان کو معاذ اللہ کچھ دشوار تھا، یا مرزا کا نام صرف احمد اس قادر ذوالجلال کو رکھوا دینا معاذ اللہ کچھ مشکل تھا، یا نعوذ باللہ اس ارحم الراحمین کو ایسے اہم امر باعث ہدایت و نجات کو بدیہی و ظاہر طور پر درج کتاب عزیز خود نہ فرما کر عاجز بندوں کو تذبذب و مشکلات میں ڈالنا منظور تھا۔ معاذ اللہ۔

❁ پھر رسول اللہ ﷺ کو الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی) نازل فرما کر یہ بھی ارشاد فرمایا بلّغ ما انزل الیک من ربّک و ان لم تفعل فما بلّغت رسالتہ (جو کچھ رب کی طرف سے تیرے پر نازل ہوتا ہے پہونچا دے۔ اگر تو ایسا نہ کرے تو تو نے اس کی رسالت نہیں پہونچائی) تو کیا انہوں نے بھی اور سب کچھ تو فرما دیا، پہنچا دیا، یہاں تک کہ استنجا، بول و براز وغیرہ ضروریات کے مسائل و ہدایات بھی فرما دیں اور یہ اہم مسئلہ ظاہر نہ فرمایا۔ اور ایسا ہی صحابہ کرام و اہل بیت عظام و آئمہ مجتہدین بلکہ تمام امت پر صدہا سال تک یہ امر پوشیدہ رہا، اور اب صرف مرزا قادیانی پر ہی یہ راز ظاہر ہوا کہ اس آیت میں جس احمد کی بشارت ہے وہ خود بدولت ہیں، اور طرفہ تر یہ کہ جس قدر احمد یا غلام احمد اب تک ہوئے اور آئندہ ہوں گے ان سب بیچاروں کو محروم کر دیا۔

❁ کیا اسلامی شریعت و قرآن مجید مرزا کے نزدیک ایسی چیستان ہیں کہ مدار نجات والے امور کی اول آسانی سے سمجھ ہی نہیں آ سکتی، یا آ سکتی ہے تو صدہا سال کے بعد ایسی مشکل سے۔ استغفر اللہ۔ اور آپ غور کریں کہ اس سے آپ ان کا نقص ثابت کر رہے ہیں یا کمال، اور ان کی تحقیر کر رہے ہیں یا عزت، توجہ و غور فرماویں۔ کیا یہ ہے خدمت اسلام ہے جس پر آپ کو فخر ہے۔

❁ ایسے مسائل تراشنے میں مرزا تقوی و خشیت الٰہی کو مدنظر رکھ کر یہ تو خیال فرماتے کہ امت محمدی کیوں کر ان بے اصل امور کو بغیر شہادت کتاب و سنت وغیرہ دلائل شرعی قبول کرے گی۔

مرزا فرماتے ہیں کہ کاتب کو نور نبوت کے قرب کی وجہ سے اس آیت کا الہام ہو جاتا تھا، لیکن عاجز کو تو نورانیت و روحانیت حسب فحوائے حدیث بخاری، کتاب الذبائح والصید

عن ابی موسی عن النبی ﷺ قال مثل الجلیس الصالح و السّوء کحامل المسک و نافخ الکیر۔ فحامل المسک أما ان یحذیک و اما ان تبتاع منه و اما ان تجد منه ریحاً طیبة و نافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک و اما ان تجد ریحاً خبیثة (ہم نشین نیک اور بد کی مثال کستوری کے اٹھانے والے اور لوہار کی دکان کے پھونکنے والے کی طرح ہے۔ کستوری کا اٹھانیوالا تجھ کو مفت عطا کرے گا یا تو بقیمت اس سے خرید کریگا یا اس سے ویسے ہی اچھی خوشبو حاصل کرے گا۔ اور لوہار کی دکان پھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دیگا و یا تو اس سے بدبو پاویگا)

و بمصداق خیارکم الّذین اذا رأو ذکر اللّٰه (اچھے تمہارے وہ ہیں جن کو دیکھنے سے اللہ یاد آ جائے) وغیرہ جیسا کہ سید عبداللہ غزنویؒ کی صحبت میں کر أی العین محسوس و معلوم ہوا کرتا تھا مرزا صاحب کی صحبت میں کبھی ایسا معلوم و محسوس نہیں ہوا۔ ہاں یہ اثر ضرور دیکھنے میں آیا کہ جس شخص کا مرزا قادیانی سے خاص تعارف و بے تکلفانہ تعلق نشست و برخاست ہوا، بہ شرطیکہ اس کو اور کسی قسم کی محتاجی و حاجت نہ ہو، وہی اخیر پر مرزا کی محبت صحبت وقبول دعاوی سے دستبردار ہو کر علیحدہ ہو گیا۔ جیسا میر عباس علی، فتح خان، منشی غلام قادر فصیح وغیرہ اور حافظ حامد علی بھی جس کی نسبت یاد پڑتا ہے کہ مرزا فرماتے تھے کہ یہ اگر نبی کی صحبت میں بھی بیٹھے تو اس کی طبیعت کو اثر نہ ہوگا، اگرچہ اب پھر وہ مرزا کے بظاہر معتقدین میں سے ہے اور عاجز خاکسار تو معذور ہی ہے کیونکہ علاوہ دیگر تجارب کے الہامات بھی عدم موافقت مرزا پر زور دے رہے ہیں۔

سیدنا عمرؓ کا باوجود ملہم ہونیکے امامت حقہ میں شریک نہ بننا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

مگر عمرؓ کو بھی الہام ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنے تئیں کچھ چیز نہ سمجھا اور امامت حقہ جو آسمان کے خدا نے زمین پر قائم کی تھی اس کا شریک نہ بننا چاہا، بلکہ ادنی چاکر اور غلام اپنے تئیں قرار دیا، اس لئے خدا کے فضل نے ان کو نائب امامت حقہ بنا دیا۔

جواب ۔ امیر المومنین سیدنا عمرؓ اس امامت حقہ کے کیونکر چاکر و غلام نہ بنتے جب کہ خداداد بصیرت مشاہدات، تجارب و اثر نور نبوت سے ان کو وہ امامت خدا پاک کی قائم کی ہوئی نظر آرہی تھی ۔ ایسا ہی اب بھی جس کو مرزا کی امامت اسی طرح حقہ ثابت ہو جاوے تو پھر کیوں اس کو قبول نہ کریگا۔ لیکن جس کو عرصہ دراز کا تجربہ ملاقات و معاملات اور پھر بغیر کسی تمنی و خیال مخالفت کے الہام مثل بارش اس کی تردید و مخالفت کریں وہ بے چارہ ملہم کیا کرے، باوجودیکہ وہ غریب عاجز ہو بھی بقول مرزا کے بے شر انسان، نیک بخت وغیرہ جیسا کہ مرزا نے خود اس کو تحریر کیا ہے۔

اپنی فضیلت جتانے کو کسی کا شریک بننا تو نادانی، بوالہوسی، تکبر و تعلیٰ میں داخل ہے۔ حافظ حقیقی اپنے عاجز بندگان کو ایسی مہلک امراض سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔

ہاں تمام دنیا کو اپنا ادنی چاکر و غلام بنانے کا مرزا صاحب کو بڑا عشق ہے اور اس امر کی بہت تمنا و آرزو ہے کہ کوئی بھی مرزا صاحب کے سامنے اپنے آپ کو کچھ چیز نہ سمجھے، جو کچھ سمجھے مرزا صاحب ہی کو سمجھے جس کے واسطے طرح طرح کے تدابیر و تحاریر ہوتی رہتی ہیں کہ کسی طرح کوئی شخص ان کی چاکری و غلامی سے باہر نہ ہو جاوے جو بظاہر خاصہ الوہیت ہے اور مخالف شان عبودیت ۔ اور الحمد للہ کہ عاجز حقیقتاً بلا تصنع اپنے آپ کو کچھ چیز نہیں سمجھتا اور یہاں جائز شرعی اطاعت و مرزا صاحب کو کچھ سمجھنے و ماننے میں بھی کوئی عذر نہیں بشرطیکہ مالک و محسن مولی کی اس میں رضا ہو اور وہ خود سمجھاوے اور اس کا حکم فرماوے اور وہ کتاب و سنت کے موافق ثابت ہو جاوے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ محض نیابت و جانشینی کی آرزو میں جس کا مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہے، یا حب جاہ یا خورد ونوش بلا تکلیف جسمانی و یا سیدھے سادے بندگان الہی سے اپنے نفس کی خاطر خدمت و تواضع کرانے کے لئے کون مخلص مومن طالب رضائے الہی بغیر کسی برہان و دلیل شرعی کے صرف دیکھا دیکھی بے ثبوت و زبانی خشک تقریری امامت کو قبول کرسکتا ہے۔

اویس قرنی کا باوجود ملہم ہونیکے آفتاب نبوت کے سامنے نہ آنا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اور اویس قرنی کو بھی الہام ہوتا تھا۔ اس نے ایسی مسکینی اختیار کی کہ آفتاب نبوت و

امامت کے سامنے آنا ہی سوئے ادب خیال کیا۔سیدنا حضرت مصطفیٰ ﷺ بار ہا یمن کی طرف منہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ اجد ریح الرّحمن من قبل الیمن ۔ یعنی مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوش بو آتی ہے ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اویس میں خدا کا نور اترا ہے۔

جواب ۔ اس سراج منیر امام وسید المرسلین کا جس قدر کوئی بموجب حکم رب العالمین ادب کرے کم ہے، اور یہ ادب اس کی اپنی سعادت ۔لیکن مرزا صاحب غور کریں کہ یہ خوب ادب ہوا جس سے اویس قرنیؓ مرتبہ صحابیت رسول کریم ﷺ سے محروم رہ کر تابعین میں داخل ہوئے۔

مرزا نے ان کی حاضری کا مانع، ادب تحریر فرمایا ہے لیکن حدیث شریف میں تو ہے:

انّ رسول اللّٰه ﷺ قال انّ رجلاً یاتیکم من یمن یقال له اویس لا یدع بالیمن غیر امّ له قد کان به بیاض فدعا اللّٰه فاذهبه الّا موضع دینارا و الدرهم فمن لقیه منکم فلیستغفر لکم

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی یمن کی طرف ہے جس کا نام اویسؓ ہے ۔تمہارے پاس آدمی آوے گا یمن میں صرف اس کی ماں ہوگی اور اس کے بدن پر برص کی سفیدی تھی ۔ اس نے دعا کی تو اللہ تعالی نے دینار یا درہم کے برابر کی جگہ کے سوا باقی تمام بدن اچھا کر دیا جو تم میں سے اس کو ملے تو تمہارے لئے بخشنے کی دعا کرے)(مسلم:۲۵۴۲)

ان میں تو ذکر واشارہ ادب کے سبب حاضر نہ ہونے کا نہیں ہے، حاضری کا مانع ان کی والدہ کی رعایت ظاہر ہوتی ہے۔

ہاں مرزا صاحب کو خود بدولت کے ادب کا خیال بہت رہتا معلوم ہوتا ہے۔سو اگر حاضری اور زیارت میں بقول مرزا صاحب سوءادب ہے، تو پھر مرزا صاحب اپنے مریدین کو ایسی سوءادبی سے منع کیوں نہیں فرماتے؟ بلکہ ترغیب وحثّ زیارت وحاضری بذریعہ اشتہارات فرما کر ان کو سوءادبی کا عادی ومشتاق کیوں بناتے ہیں۔اگر فرماویں کہ وہ زیارت کو نہیں بلکہ ادائے چندہ و نذرانہ کے لئے آتے ہیں تو یہ کام وہ گھر بیٹھے بھی بذریعہ منی آرڈر کر سکتے ہیں خواہ نخواہ تکلیف سفر اٹھا کر گستاخ اور بے ادب بننے کی ان کو کیا ضرورت ہے۔

مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ سیدنا حضرت مصطفیٰ ﷺ بار بار یمن کی طرف منہ کر کے فرماتے اجد ریح الرّحمن من قبل الیمن یہ ایک باطنی حسّ اور روحانی بصیرت کا ذکر ہے

اور بجائے کتابوں سے ایسے الفاظ واہل کمالات کے حال لکھے ہوئے دیکھ کر مجرد زبانی بیان کرنے سے انسان کی خوش بختی تو اس میں ہے کہ اللہ عزوجل اپنے فضل وکرم سے وجدانی طور پر یہ ذائقہ و حسّ روحانی عطا فرما کر کر أی العین اس بصیرت کا مشاہدہ کرائے۔ لیکن تعجب ہے کہ باوجود دعاوی فضائل بے شمار مرزا صاحب کی صحبت میں اس حسّ وبصیرت کا کبھی چرچا اور ذکر نہیں سنا اور نہ دیکھنے میں آیا، حالانکہ فقراء وذاکرین وصوفیاء منبیین جن کو کسی قسم کا بھی دعوی نہیں ان میں یہ حسّ و بصیرت اکثر پائی جاتی اور دیکھنے میں آتی ہے۔

❁ اور زیادہ افسوس یہ کہ مرزا صاحب کو بجائے ایسی خوش بو آنے کے، ایسی ایذادہ بو آتی و محسوس ہوتی ہے کہ مرزا صاحب کو اس کے مقابل سبّ وشتم اور عربی میں نئی طرز کی لعنتیں (مثلاً علیه نعال لعن اللّٰه الف الف مرّة ، شیطان الاعمی ، و الغول الاغوی، وھو شقیّ کا لامروھی من الملعونین) لکھنے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔

❁ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اگر احیاناً مرزا قادیانی کبھی اپنی اس حسّ وبصیرت باطنی و روحانی کے اظہار کی خاطر کسی بندہ خدا کو بوجہ اس کی خدمات واحسان کے تعریفی الفاظ مثل بے شر، متقی، پرہیزگار وغیرہ کہہ کر اس خوشبو کا محل قرار بھی دے دیں تو کچھ عرصہ بعد مجبور ہو کر خود ہی اس خوشبو کو رسوائی وذلت کی بدبو کہہ کر اپنے پہلے قول تکذیب وتردید کر دیتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قسام ازل نے حکمت کاملہ سے خود بدولت میں اس حسّ کا جوہر رکھا ہی نہیں کیونکہ جو شخص روحانی وباطنی خوشبو میں محو ہو، اس کو کسی ایسے بیجا وغیر شرع شغل سبّ وشتم ولعن طعن وغیرہ فضولیات میں مصروفیت کی گنجائش وفرصت ہی کہاں ملتی ہے۔

ضرورت امامت حقہ

امامت حقہ کی ضرورت نہ سمجھنے اور سلسلہ میں داخل نہ ہونیکا جواب

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

مگر افسوس کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ امامت حقہ کی ضرورت کو نہیں سمجھتے اور ایک سچی

خواب آنے یا چند الہامی فقروں سے خیال کر لیتے ہیں کہ ہمیں امام الزمان کی حاجت نہیں، کیا ہم کچھ کم ہیں؟ اور یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ ایسا خیال سراسر معصیت ہے کیونکہ جب کہ ہمارے نبی ﷺ نے امام الزمان کی ضرورت ہر ایک صدی کے لئے قائم کی ہے اور صاف فرما دیا ہے کہ جو شخص اس حالت میں خدا تعالی کی طرف آئے گا کہ اس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہیں کیا وہ اندھا آئے گا اور جاہلیت کی موت مرے گا۔ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے کسی ملہم یا خواب بین کا استثنا نہیں کیا، جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ملہم ہو یا خواب بین ہو اگر وہ امام الزمان کے سلسلہ میں داخل نہیں ہے تو اس کا خاتمہ خطرناک ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ اس حدیث کے مخاطب تمام مومن اور مسلمان ہیں اور ان میں ہر ایک زمانہ میں ہزاروں خواب بین اور ملہم ہوتے آئے ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہوں گے جن کو الہام ہوتا ہوگا۔

جواب۔ مرزا صاحب کا افسوس اس لحاظ سے تو بجا ہے کہ سوائے قلیل گروہ مریدین کے دنیا کے دوسرے مسلمانوں نے مرزا صاحب کی امامت کو حقہ اور پھر اس کی ضرورت کو قبول نہیں کیا اور نہیں سمجھا، لیکن اس میں ان غریب مسلمانوں کا کچھ قصور نہیں، بلکہ جناب مرزا صاحب نے جو سمجھانے کا پیرایہ وطریقہ ہی خلاف شریعت ایسا اختیار فرمایا کہ جس سے شفا اور تسکین تو بجائے خود، وہ غریب سبّ وشتم، لعن طعن، حقارت وتوہین اور اس پر تفاخر وتعلّی مرزا صاحب کی سن اور دیکھ کر سمجھنے کو کبھی نزدیک بھی نہ آئیں بلکہ جو غریب لوگ سننے سنانے سے، یا حسن ظن سے بامید ظہور صداقت راغب بھی ہوں وہ بھی متنفر ہو جائیں۔

اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جو مسائل مرزا صاحب پیش کریں وہ صریح مخالف قرآن مجید وحدیث شریف وغیر سبیل المومنین ہوں جیسا کہ نزول ملائکہ، تعریف لیلۃ القدر، عمل درآمد تصویر وغیرہ۔ اگرچہ ان اعمال سبّ وشتم، لعن طعن، توہین وتحقیر مومنین وتفاخر وتعلّی سے اور مسائل خلاف قرآن مجید واحادیث سے دوسری غریب مخلوق الٰہی وخصوصاً مسلمین ومومنین کو فائدہ ہی ہوا یعنی اس قادر کریم کے فضل وکرم سے یہی امور باعث پرہیز نجات ومخلصی از غیر سبیل المومنین ہو گئے

ایک سچا خواب یا چند الہامی فقروں کی نسبت عرض ہے کہ عاجز خاکسار کی ایک یا دو سچی خواب نہیں اور نہ چند الہام ہیں، بلکہ دفتر کے دفتر جمع ہیں جن میں سے کچھ اس کتاب میں درج

ہوئے ہیں ۔مرزا کا اختیار ہے کہ کسی دوسرے شخص اور اس کی منامات والہامات کو خود بدولت کے مقابل ہیچ و پوچ و لاشئے محض خیال فرماویں۔لیکن عاجز پر اپنے شیخ و امام مرحوم کی نسبت عبودیت ایسی غالب ہے کہ واقعی بلاتصنع اپنے آپ کو خاکسار و بے مقدار سمجھتا ہے حالانکہ میرے محسن مولی کے بے حد و بے نہایت احسان و اکرام مجھ پر ہیں جن کا شکر یہ بحکم ان تعدّوا نعمة اللّٰه لا تحصو ھا (اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو تم ان کو شمار نہیں کر سکتے)عاجز سے ہرگز ادا نہیں ہوسکتا اور یہ سب فضل و کرم اسی ذات پاک کا ہے کسی اور کا دخل نہیں۔

❁ جو کوئی سچی خواب اور الہاموں سے شیخی اور تکبر میں ایسا ازخود رفتہ ہو کر اپنے آپ کو سب کا امام بتائے، کسی دوسرے کو اپنا ثانی اور برابر نہ سمجھے، وہ ضرور عاصی اور خطا کار ہے اور اس کے واسطے شریعت میں اور کئی وعیدیں ہیں اور جو اپنے کو عاجز اور ہیچ سمجھے اس پر کوئی الزام نہیں آ سکتا۔

❁ مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا کہ

جس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ اندھا آئے گا۔

لیکن جو احادیث در بارہ امامت، مرزا صاحب نے درج رسالہ فرمائی ہیں ان میں تو ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ، اندھا آئیگا، کیا جائے ۔ ہاں موت جاہلیت کا ذکر ضرور ہے۔معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے، اندھا آئیگا، کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے ۔ یا محض وعید اور دھمکی کو اور قوت دینے کے واسطے یہ لفظ اپنی طرف سے لگا دیا ہے اور اگر یہ صورت ہے تو کیا امام الزمان کو قرآن مجید و حدیث شریف کے تفسیر و معنی میں اپنی طرف سے کم و زیادہ کر لینا جائز ہے؟

❁ قرآن مجید میں بے شک آیت شریفہ ہے:

ومن اعرض عن ذکری فانّ لہ معیشۃً ضنکاً ونحشرہ یوم القیامۃ اعمی ۔ قا ل ربّ لم حشرتنی اعمی و قد کنت بصیراً۔ قال کذ لک اتتک آ یا تنا فنسیتھا و کذ لک الیو م تنسی.وکذ لک نجزی من اسرف و لم نومن با یات ربّہ و لعذا ب ا لآخرۃ اشدّ و ابقی (اور جو شخص میرے ذکر سے اعراض کرے پس اس کے واسطے گذارہ تنگ ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا اٹھاویں گے۔ کہے گا اے رب میرے! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا اور میں دیکھنے والا تھا۔تو اللہ تعالی فرماویگا جیسا کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے بھلا دیں، ایسا ہی آج تو بھلایا جاویگا، اور ہم اس شخص کو جو اسراف کرے اور اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ

ایمان نہ لایا، ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور عذاب آخرت البتہ سخت ہے اور ہمیشہ کیلئے ہے)

سو اگر مرزا صاحب فرمائیں کہ موت جاہلیت ایسی جامع شقاوت ہے جس سے کوئی بدی بدبختی باہر نہیں جیسا آپ نے شروع رسالہ میں فرمایا ہے اور فرماویں کہ موت جاہلیت سے بڑھ کر اور کیا اندھا پن ہوگا، تو آیت کریمہ کے جملہ کذلک اتتک آیا تنا فنسیتھا و کذلک الیوم تنسی کی بھی یہ تفسیر کیوں نہیں ہوسکتی ہے کہ جس شخص نے کسی مصیبت اور مقدمہ کے وقت خیر الحافظین کی حفاظت و کفایت و نصرت کی آیات کو نسیاً منسیاً کر کے التفات لغیر اللہ کیا، غیر اللہ سے واسطہ ڈال کر ملتجی رحم و مخلصی ہوا، وہ قیامت کو اسلئے اندھا آئے گا کیونکہ حافظ حقیقی کو چھوڑ اور بھلا کر کسی دوسرے کو مخلصی و حاجت کے لئے واسطے ڈالنے و پکارنے سے اور کیا زیادہ اندھا پن ہوگا؟

❁ اس آیت شریفہ کے جملہ و کذلک نجزی من اسرف یعنی بے جا و فضول خرچ کرنیوالے کو بھی اس سزا میں داخل فرمایا ہے تو یہ امر بھی استفسار طلب ہوا کہ عرق کیوڑہ و بید مشک کی مسی وزنی گاگرین مسافت دور دراز سے زر کثیر صرف فرما کر تفریح نفس کے واسطے منگوانی،.. اسراف میں داخل ہے یا نہیں؟ کیونکہ امام الاولین و الآخرین ﷺ جن کی ظاہری باطنی نیابت کے مرزا صاحب دعویدار ہیں اور جن کی نسبت براہین صفحہ ۲۶۱ میں خود لکھا ہے کہ سونے کیلئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کیلئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا اور کھانے کے لئے نان جو یا فاقہ اختیار کیا، دنیا کی دولتیں بکثرت ان کو دی گئیں، پر آنحضرت ﷺ نے اپنے پاک ہاتھوں کو دنیا سے آلودہ نہ کیا اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار کیا اور اس دن سے جو ظہور فرمایا، اس دن تک جو اپنے رفیق اعلی سے جا ملے، بجز اپنے مولی کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا، ان کی دنیوی گذران و اوقات بسری کا حال اور انکے خلفائے راشدین المہدیین اور انکے بعد دوسرے مستند عباد الرحمٰن کی دنیوی گذران کا حال نہ فقط مسلمانوں ہی کو بلکہ مخالفین کو بھی معلوم ہے کہ یہ سب بزرگان کیسے زاہدانہ و بے تکلفانہ اس مسافر خانہ میں رہے اور کسی سے بھی اس درجہ کی خاطر و تواضع نفس، خوش گذرانی، اس قدر زیور بناتے رہنا، مکان وغیرہ کی فراخی و عمدگی کیواسطے آئے دن چندہ ہوکر اس کا اہتمام رکھنا، ہرگز مروی نہیں۔ پھر اس دعوی اتباع ظاہری و باطنی کی کس طرح ان سے مطابقت ہوسکتی ہے۔

❁ رہا مرزا صاحب کا امام الزمان کے سلسلہ میں داخل نہ ہونے والے کا خاتمہ خطرناک بیان فرمانا وغیرہ، سو اس کی نسبت عاجز عرض کر چکا ہے کہ الہامات مانع ہوکر عاجز کو موجودہ حالت پر قائم رہنے کیلئے تاکید فرماتے ہیں جیسا فاستقم کما امرت۔ وغیرہ، جن کے سبب سے

خاکسار معذور ہے اور عاجز سے الہامات کی مخالفت نہیں ہوسکتی۔

مرزا صاحب دوسرے کسی ملہم یا خواب بین کو اپنے امام الزمانی کے سلسلے میں داخل ہونے سے مستثنی نہیں کرتے لیکن خود کسی کے سلسلہ میں داخل ہونا گوارا و پسند نہیں فرماتے حالانکہ سنت اللہ کے موافق خود رسول اللہ ﷺ بھی اس تعلیم و تعلم سے مستثنی نہیں رہے جیسا کہ حدیث میں جبریل کا ان کو آ کر معانقہ میں اقرأ باسم ربّک الّذی خلق (پڑھ اپنے اس رب کا نام لے کر جس نے پیدا کیا ہے) کہنے، آپ ﷺ کے ما انا بقارئ (میں پڑھ نہیں سکتا) فرمانے پر تین دفعہ دبانے اور چھوڑنے سے ظاہر ہے۔

سچی خواب یا الہام امام الزمان کے نور کا پرتوہ ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

> پھر ماسوا اس کے حدیث وقرآن سے یہ ثابت ہے کہ امام الزمان کے وقت میں اگر کسی کو کوئی سچی خواب یا الہام ہوتا ہے تو وہ درحقیقت امام الزمان کے نور کا ہی پرتو ہوتا ہے جو مستعد دلوں پر پڑتا ہے۔

جواب ۔ بہتر ہوتا اگر مرزا صاحب آیت قرآن اور حدیث شریف اپنے اس قاعدہ تراشیدہ کے ثبوت میں لکھ دیتے لیکن خیر مرزا صاحب نے تو اس کی کبھی کچھ پرواہ ہی نہیں کی۔

اب غور فرماویں کہ بظاہر اور عند العقل جو امر ثابت اور عند المسلمین مسلّم ہے وہ تو یہ ہے کہ امام الزمان کا وقت بہ نسبت دوسرے زمانوں کے زمانہ مبارک نبوی کے ساتھ مشابہت و مناسبت تامہ رکھتا ہے لہذا اس میں دوسرے عامہ الہامات، منامات، کشوف وخوارق عادات کی چنداں حاجت وضرورت نہیں کیونکہ اس میں نور امام الزمان ایسا شعلہ زن وقوی التاثیر ہوتا ہے کہ اس قوی التاثیر انوار والہامات ومکالمات کے مقابل دوسروں کے الہامات ومکالمات وغیرہ کی کچھ ضرورت ہی نہیں ہوتی جس طرح کہ آفتاب کے سامنے ستاروں و چراغوں کی کچھ ضرورت و حاجت نہیں پڑتی ۔ چنانچہ:

مدارج السالکین میں لکھا ہے:

> ذلک لبعد العهد بالنّبوّة وآثارها۔ فتعرض المومنون بالرّؤیا

و اما فی زمن قوّة نور النّبوّة ففی ظهور نورها و قوّ ته ما یغنی عن الرّ ؤ یا و نظیر هذا الکرا ما ت الّتی ظهرت بعد عصر الصّحابة و لم تظهر علیهم لاستغناء هم عنها بقوّة ایمانهم و احتیاج من بعد هم الیها بضعف ایما نهم و قد نصّ ا حمد علی هذا المعنی (یہ بسبب دوری از زمانہ نبوت اور اسکے آثار کے ہے پس مومنوں میں خوابیں دی گئیں لیکن زمانہ قوت نور نبوت اور اسکے ظہور کے وقت ایسی رؤیا کی کچھ ضرورت نہ تھی اور اس کی نظیر صحابہ کے زمانہ کے بعد کرامتوں کا ظاہر ہونا ہے جو کہ ان پر ظاہر نہیں ہوئیں اسلئے کہ صحابہ کو قوت ایمانی کے باعث ایسی کرامتوں کے ظہور کی حاجت نہ تھی بخلاف انکے بعد آنیوالوں کے کہ ضعف ایمانی کے سبب وہ ایسی کرامات کے محتاج تھے اور احمدؒ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے)

ایسا ہی فرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان میں ہے:

و ممّا ینبغی ان یّعرف انّ الکرا ما ت قد تکو ن بحسب حال الرّ جل فاذا ا حتاج الیها ضعیف الایمان و المحتا ج اتاه فیها ما یقوی ایمانه و یسدّ حاجته و لکن من هو اکمل و لا یته للّه منه مستغنیاً عن ذلک فلا یاتیه مثل ذلک لعلوّ درجته و غناه عنها لا بنقص ولا یته و لهذا کانت هذه الامور فی التّابعین ا کثر منها فی الصّحابة (اور یہ سمجھنے کے لائق ہے کہ کرامات حسب حال ہر انسان کے ہوتے ہیں۔ ضعیف الایمان یا محتاج کو ان کی طرف حاجت ہوتی ہے تو کرامات میں سے ایسا اس کو ملتا ہے جس سے اس کا ایمان قوی اور حاجت براری ہو لیکن جو شخص اس سے ولایت میں اکمل ہے وہ اس سے مستغنی ہے اس کو کرامات کی حاجت نہیں بباعث اس کے علو درجات اور غنا کے، نہ بباعث نقص اس کی ولایت کے، اور یہ ہی سبب ہے کہ یہ امور بہ نسبت صحابہ کرام کے تابعین میں اکثر ہوئے)

اس سے ثابت ہے کہ زمانہ نبوت و زمانہ امامت علی منہاج النبوۃ میں دوسرے مومنین کے منامات والہامات ومکالمات ومکاشفات کمتر ہوتے ہیں اس لئے کہ ایسے بابرکت اور نورانی وقت میں ان کی کچھ ضرورت نہیں ہوتی لیکن ظلمت و جہالت کے قت میں بابرکت ونورانی زمانہ کی کی دوری کی وجہ سے الہامات ومکالمات ومکاشفات ومنامات کی ضرورت ہوتی ہے، لہذا واہب العطیات ایسے وقت میں اپنے خاص بندگان کی تسکین وتسلی کے لیے، نیز اس لئے کہ قوت ایمانی میں

ترقی ہو اور بصیرت و بینائی حاصل ہو اور زمانہ نبوت کے برکات وانوار تازہ و یاد رہیں، الہامات و منامات کا سلسلہ جاری فرماتا ہے۔

زمانہ نبوت یا زمانہ امامت علی منہاج النبوۃ میں دوسروں پر الہامات وغیرہ کا دروازہ اس لئے بھی بند ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکوئی نادان مقام نبوت وامامت کا مدعی نہ ہو، یا نبی یا امام برحق کی برابری وہمسری کا خیال نہ کرے، اور نوبت نزاع ومخالفت نہ پہنچے۔ اب دیکھئے کہ یہ قدیمی مسئلہ قوی مدلل ومعقول ہے یا مرزا کا محض اپنی فضیلت ثابت کرنیکے خیال والا نیا تراشیدہ مسئلہ

پھر عاجز کو تو مرزا صاحب کے دعوی واظہار امامت کے پہلے ہی رؤیا صادقہ ومکالمات کا سلسلہ شروع ہے یعنی جب سے کہ جناب مرزا سے واقفی وملاقات ہی نہ تھی، اور فانی فی اللہ باقی باللہ یکہ تاز میدان توحید وتفرید وتجرید سید عبداللہ غزنویؒ زندہ تھے جن کی خدمت میں مرزا قادیانی بھی کئی دفعہ دعا کیلئے حاضر ہوئے تھے۔ اس مرحوم کے فیض صحبت ونور سے اس کے ملنے والے بفحوائے و اذکر اسم ربّک و تبتّل الیه تبتیلاً کے التفات لغیر اللہ وتعریف وتوصیف اہل دنیا کو شرک سمجھ کر مستغرق نسبت عبودیت ومداومت ذکر وتوجہ الی اللہ میں بفضل وکرم ارحم الراحمین ویسے رنگین وملہم ہوجاتے تھے تو پھر عاجز کیونکر اپنے آپ کو مرزا صاحب کا طفیلی سمجھے۔ اور کیا امام الزمان کے نور کے پرتوہ سے امام الزمان ہی کے مخالف الہام ہوا کرتے ہیں؟ اگر امام الزمان کے نور کا پرتوہ ایسا راست وراست نما ہے کہ اسکے صدق کے اثر سے راست راست وسچ سچ خواب والہام اس کے طفیل دوسروں کو بھی ہوتے ہیں تو امام الزمان صادق کو ضرور لازم ہے کہ ان الہامات ومنامات کو خود بھی قبول کرے اور اگر اس نور و پرتوہ امام میں ایسی راستی کی تاثیر نہیں ہے تو پھر وہ نور و پرتوہ کس کارآمد و کس مرض کی دوا ہے۔ اس پر غور کریں۔

☆ امام الزمان کے اوصاف وکمالات

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

حقیقت یہ ہے کہ جب دنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزار ہا انوار اس کے ساتھ آتے ہیں اور آسمان میں ایک صورت انبساطی پیدا ہو جاتی ہے اور انتشار روحانیت و نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے

اس کو سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے اور جو شخص فکر وغور کے ذریعہ سے دینی تفقہ کی استعداد رکھتا ہے اس کے تدبر وسوچنے کی قوت کو زیادہ کیا جاتا ہے اور جس کو عبادات کی طرف رغبت ہو اس کو تعبد و پرستش میں لذت عطا کی جاتی ہے اور جو شخص غیر قوموں کے ساتھ مباحثات کرتا ہے اس کو استدلال اور اتمام حجت کی طاقت بخشی جاتی ہے اور یہ تمام باتیں درحقیقت اسی انتشار روحانیت کا نتیجہ ہوتا ہے جو امام الزمان کے ساتھ آسمان سے اترتی اور ہر ایک مستعد دل پر نازل ہوتی ہے۔

جواب۔ پرتوہ تاثیرات والہامات وغیرہ کا مسئلہ ابھی کچھ تو بیان ہو چکا ہے۔ گستاخی معاف یہ سبّ وشتم، لعن طعن، تحقیر و توہین سلف وخلف وعلماء فقراء سجادہ نشینان وغیرہ موجودہ زمانہ جن میں اکثر غریب مسکین مزاج وعابد ذاکرین ودرس گویان قرآن مجید واحادیث رسول اللہ بھی ہیں، جن کی عمریں ذکر وخدمت قرآن مجید وحدیث شریف میں گذریں اور جن کو مرزا صاحب نے اپنی تصانیف میں درج و ذکر فرمایا ہے، کیا یہی وہ انوار ہیں یا ان انوار کا لازمہ ہیں، جو امام الزمان کے ساتھ آئے ہیں؟ کیونکہ ابھی تک تو یہی انوار عام وخاص پر ظاہر وروشن ہوئے ہیں۔

اور آسمان میں ایک صورت انبساطی پیدا ہو کر انتشار روحانیت ونورانیت ہو کر نیک استعدادوں کا جاگ اٹھنا بھی اکثر یہی ظاہر ہوا ہے کہ سواد اعظم وگروہ کثیر علماء ومولویان وغیرہ کی طرف سے مرزا صاحب وان کے دعاوی کے مخالف کتب ورسائل وغیرہ تحریریں اس انبساط و انتشار کے سبب ہو رہے ہیں اگرچہ مرزا صاحب کی طرف سے بھی ان سب کے مقابلہ میں باوجود حکم والہام فاصبر کما صبر اولو العزم من الرّسل (پس صبر کر جیسا کہ اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا) کچھ کمی وکوتاہی نہیں بلکہ خاطر خواہ زیادتی ہے۔

الہام کا سلسلہ، یہ بھی مرزا قادیانی کے ظہور و دعوی سے پہلے ہی شروع ہے۔ مرزا صاحب نے ابھی خود فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں:

ہر ایک زمانہ میں ہزاروں خواب بین اور ملہم بھی ہوتے آئے ہیں۔

پھر کچھ خیال آنے پر فرمایا:

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ بندے ایسے ہوں گے جن کو الہام ہوتا ہوگا۔

عاجز بھی ان کے اس قول سے متفق ہے اور دیکھا بھی ہے کہ مرزا قادیانی سے اول ہی سید عبداللہ غزنویؒ اور ان کے اصحاب میں نیز دیگر متبعان رسول اللہ ﷺ میں یہ سلسلہ جاری تھا

اور جب یہ حال ہے تو پھر یہ قول مرزا صاحب کا کیسا ہوا کہ امام الزمان کی روحانیت ونورانیت سے مستعد شخصوں کو الہام کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے حالانکہ بقول مرزا صاحب کوئی زمانہ اس حال سے خالی نہیں رہا۔ جیسا کہ آپ کے لفظ، ہر ایک زمانہ، سے ظاہر ہے۔

❁ یہ بھی فرمایا کہ ہر ایک زمانہ میں ہزاروں خواب بین وملہم ہوتے آئے ہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ کروڑوں ایسے امت محمدیہ میں ہوں گے، پھر اس کے برخلاف فرمایا کہ امام الزمان کے وقت میں جس کو بھی خواب یا الہام ہوتا ہے تو وہ درحقیقت امام الزمان کے نور کا ہی پرتوہ ہوتا ہے۔ یہ مرزا صاحب کے کمالات ہیں کہ توجہ نہیں فرمائی کہ جب ہر زمانہ میں یہ ہی حال ہے تو پھر امام الزمان کی کیا فضیلت اور اس کے زمانہ کی کیا خصوصیت ہوئی؟

❁ دینی تفقہ کا بھی یہی حال امت محمدیہ میں ہمیشہ سے چلا آتا ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ کسی زمانہ میں کمی نہیں ہوئی۔ ہاں آج کل اس طرف ایسے اشخاص کا قحط سا ہو گیا ہے اور کوئی تفقہ دینی والا مثل حضرات گذشتگان شیخ عبدالحقؒ، شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، مولوی اسماعیل شہیدؒ، مولوی محمد اسحاقؒ، مولوی عبدالحیؒ، نواب قطب الدین خانؒ، نواب صدیق حسنؒ کا مثل وہم پلہ مشکل سے ملتا ہے گو دوسرے ملکوں میں اب بھی لائق وفائق فقہاء موجود ہیں۔

❁ تعبد و پرستش میں لذت، اس کی نسبت مرزا صاحب خود ہی منصفی کریں عاجز چشم دید حالات عرض کر دیتا ہے۔ وہذا:

سید عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم کے سرسری ملنے والے اور صحبت قلیل میں بیٹھنے والے بھی کثرت سے احکام شرعیہ کے ایسے پابند ہوتے کہ کئی اشخاص ایک ہی صحبت و ملاقات میں سب کچھ چھوڑ کر ارشاد: و للّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلاً (اور اللہ کے واسطے لوگوں پر حج ہے بیت اللہ کا جو شخص اس کی طرف رستہ کی طاقت رکھتا ہو) کی ایسی تعظیم وتکریم وتعمیل کی کہ استطاعت پر فوراً حج کو روانہ ہو گئے۔ نماز نوافل تہجد ذکر وغیرہ تو ان کی معمولی عادات میں داخل تھے اور اب تک مرحوم کے ملنے والوں کا یہی حال ہے اور شاید کوئی ہوگا جو استطاعت رکھ کر حج نہ کر آیا ہو حالانکہ عبداللہ غزنوی مرحوم بباعث مصروفیت ذکر وانابت الی اللہ کے کسی کو زبانی کم کہتے تھے لیکن ان کی محبت واطاعت واتباع شریعت کا ایسا تیز وبرقی آلہ تھا کہ خود بخود ان کے پاس بیٹھنے اور ان کی زیارت سے دوسروں کو بھی یہی اثر پیدا ہوتا تھا۔

☆ برخلاف اس کے مرزا قادیانی خود بدولت کے فیض واثر صحبت کی طرف خیال فرماویں

کہ خود بھی باوجود استطاعت بلکہ ہزار ہا روپیہ کی آمد و جائداد کے اور ایسا ہی دیگر مریدین واصحاب بلکہ خاص الخاص کو بھی باوجود کامل استطاعت کے حج کا خیال ہی نہیں حالانکہ بعض اہل استطاعت اس سفر حج سے بھی دور دراز کا سفر کرآتے ہیں لیکن اس طرف توجہ ہی نہیں اور نہ مرزا صاحب کبھی اس کی تیاری یا دوسروں کو تاکید وامر ہی فرماتے ہیں باوجودیکہ بقول مرزا صاحب ان کے مریدین آسودہ ومعزز اشخاص، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، تحصیل دار، عہدیداران پولیس، ڈاکٹران، تجار ومنشیان وغیرہ کثرت سے ہیں۔ نہ معلوم اس میں کیا سرّ ومصلحت ہے۔ کیا حج اعظم ارکان اسلام سے نہیں یا کچھ اور سبب ہے، یا زیارت وملاقات امام الزمان ہی اس کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔

رہے مباحثات باقوام غیر اور استدلال اور اتمام حجت کی طاقت، سو یہ بھی اس امت مرحومہ میں ہمیشہ سے جاری رہی ہے۔ سلف کا حال تو کتب میں درج ہے ایک واقعہ اتمام حجت و باہمی مباحثہ کا بطور نمونہ اس جگہ ہدیہ ناظرین ہے۔ وہ یہ کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے بغیۃ المرتاد فی ردّ القائلین بالحلول والاتّحاد میں لکھا ہے کہ:

> ہمارے پاس شہر دمشق میں ایک بڑا شیخ مشہور تھا جس کو ابن ہود کہتے تھے اور فرقہ اتحادیہ جن کو ہم نے دیکھا ان میں مادہ زہد ومعرفت وریاضت میں بہت بڑا تھا۔ ابن سبعین کی بہت تعظیم کرتا اور اس کو ابن عربی اور اسکے غلام ابن اسحاق پر فضیلت دیتا تھا اور اکثر بڑے اور چھوٹے اس کے حکم کی اطاعت کرتے تھے اور اس کے اصحاب خاص اس کے حق میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ابن ہود، مسیح ابن مریم ہے اور کہتے تھے کہ اس کی ماں کا نام بھی مریم ہے اور وہ نصرانیہ تھی اور نسبت حدیث نبوی ﷺ ینزل فیکم ابن مریم .. الخ یعنی اترے گا تم میں ابن مریم، ان کا عقیدہ تھا کہ وہ وہی ہے اور یہ کہ روحانیت عیسی اس پر نازل ہوئی ہے (چنانچہ مرزا صاحب کے مرید نے بھی یہی کہا ہے۔
>
> روح القدس سے اس نے بھی تائید پائی ہے۔ عیسی میں جو روح تھی وہ ہی اس میں آئی ہے)
>
> اور مجھ سے مناظرہ کیا۔ اس بارہ میں اس شخص نے جو ان لوگوں کے نزدیک معرفت علوم فلسفہ وغیرہ میں افضل تھا، معہ اس کے دخل زہد وتصوف میں بھی۔ اس معاملہ میں میرے ان سے مخاطبات ومناظرات ہوئے جن کا ذکر طوالت ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے دعوی کا فساد احادیث صحیحہ سے جو نزول المسیح میں وارد ہیں، بیان کر دیا اور یہ کہ وہ وصف ابن ہود پر مطابق نہیں آتے، اور میں نے ان کے فساد قرمطہ کو جس میں وہ داخل

ہو گئے تھے خوب واضح کر دیا، حتی کہ میرا ان کا مباہلہ قرار پایا، اور میں نے ان سے حلف کر کے کہد یا کہ جن امور کا تم اس شخص سے انتظار کرتے ہو، وہ ہرگز پورے نہ ہوں گے۔ اور اللہ ہرگز اس شیخ کا امر پورا نہ کرے گا۔ سو اللہ نے میری قسموں کو پورا کیا و الحمد للّٰہ ربّ العا لمین۔ یہ بھی اس لئے ہوا کہ وہ میری بھی تعظیم کرتے اور میرے حال سے خوب واقف تھے۔ ورنہ ان کا اعتقاد تھا کہ سب لوگ ان کی حقیقت اور باریک اسرار سے محجوب ہیں اور لوگ ان کے نزدیک چوپایوں کی طرح ہیں۔ انتہی

عربی عبارت طوالت کے لحاظ سے نہیں لکھی صرف ترجمہ ہی لکھ دیا ہے۔ یہ سلف کے استدلال و اتمام حجت کا نمونہ ہے اور خلف میں سے حال ہی میں مولوی رحمت اللہؒ، مولوی محمد علیؒ بچھراں والے، شیخ عبیداللہؒ، حافظ ولی اللہ لاہوریؒ، و امام فن مناظرہ دہلویؒ، سر سید بالقابہ وغیرہ یہ بھی مرزا صاحب سے اول ہی عمدۃ المناظرین و مباحثین موجود تھے اور اب بھی بہت اشخاص ہیں جن کی طرف سے کبھی کوئی آدمی دوسرے جانب مخالفین کے گروہ میں داخل ہوتا نہیں سنا جیسا کہ مرزا کے مباحثہ امرتسر کے بعد مرزا کے مریدین و معتقدین میں سے مرتد ہوکر دوسری طرف جا کر شامل ہو گئے۔ علاوہ ازیں ان سب سے بڑھ کر خود بدولت کے مباحثات کی مرزا صاحب نے کچھ اور ہی حکمت و علت غائی کشف الغطا میں بیان فرمائی ہے۔

ہاں یہ امر قابل پذیرائی وظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے اکثر مریدین میں مباحثات و استدلال کی قوت و مشق ایسی ترقی پر ہے کہ اقوام غیر تو بجائے خود باہم بھی اس کا ایسا چرچا و ذکر رہتا ہے کہ سب ذکر فکر انابت الی اللہ و اپنی فکر بالائے طاق رکھ کر اوقات خطبہ میں بھی، جس کے واسطے حکم ہے اذا قلت لصا حبک یوم الجمعۃ انصت و الامام یخطب فقد لغوت (جمعہ کے دن جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو اور تو اپنے ساتھی کو کہے کہ چپ کر، پس تم نے لغو کام کیا)، اشارہ و بات کبھی کبھی ہوتی رہتی ہے اور بعد فراغ نماز تو مجلس قیل و قال فوراً شروع ہو جاتی ہے بلکہ بعضے جلسوں میں تو یہاں تک اس کا شغل ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے بعض مریدین بعضے اکابر و ارا کین و پیشوایان دین و اسلام مثل سیّد شبا ب اھل الجنّۃ امام حسینؓ کی شہادت میں بحث مباحثہ کر کے اپنی بے علمی و بے خبری سے اعتراضات شروع کر دیتے ہیں اور بیدھڑک کہہ دیتے ہیں کہ امام حسینؓ نے خواہ نخواہ سلطنت میں مداخلت کر کے مخالفت کی۔

اب مرزا صاحب حالات مذکورہ پر غور و تامل فرمائیں کہ سلسلہ الہام میں تفقہ تعبد و

پرستش کی لذت میں بہ نسبت سابق کیا ترقی وزیادتی امام الزمان کے طفیل سے ہوئی اور مباحثات میں استدلال واتمام حجت کی طاقت بخشے جانے پر کہاں تک نتیجہ مرتب ہوا؟ بات وہ جو عمل سے ثابت ہو صرف زبان کے دعوی سے کیا ہو سکتا ہے۔

مرزا کے مریدین نے اپنی طبائع پر خیال کر کے ایسا ہی کلمہ امام ہمام علیہ السلام کی شان میں شاید ناواقفی سے کہا ہوگا دوسروں کا کیا ذکر خود مولوی نورالدین نے اپنے ایک خط ستمبر ۱۸۹۹ء میں ایک مولوی صاحب کو جواب میں لا یلدغ المومن من حجرٍ واحدٍ مرّتین (مومن ایک ہی سوراخ سے دو دفعہ زخم نہیں کھاتا)، و امرھم شوری بینھم و شاورھم فی الامر (کام ان کا آپس میں مشورہ ہے اور ان سے مشورہ کرو کام میں) تحریر فرما کر امام حسینؓ کے حق میں فرمایا ہے کہ:

جناب امام حسینؓ جو تجربہ کر چکے تھے کہ اہل عراق نے، سیما اہل کوفہ نے، جناب امیرالمومنین علیؓ سے بے وفائی کی، جناب سبط اکبر امام حسنؓ سے بدعہدی کے مرتکب ہوئے۔اب اس حجر میں کیوں جا گھسے۔ پھر امام حسینؓ کو ابن عباسؓ وعبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ نے منع فرمایا اور قطعاً مشورہ نہ دیا۔آپ نے مشورہ کے خلاف کیوں فرمایا مگر اب تو ہم کہتے ہیں کہ امام حسینؓ کو آخر نصرت ملی اور یزید بدنام ہوا۔انتہی

لیجئے ورنہ کون مسلمان سیدنا امام حسینؓ کی شان عالی وحالات ارفع سے واقف نہیں۔ بنت رسول ﷺ کے فرزند جن کی شان میں آپ ﷺ فرماویں:

الحسن و الحسین ریحانی من الدّنیا (حسنین میری خوشبو ہیں دنیا میں)

الحسن والحسین سیّدا شباب اھل الجنّہ (حسنین سردار جوانان جنت ہیں)

ھذان ابنای و ابناء بنتی اللھم انّی احبّھما و احبّ من یحبّھما (یہ میرے فرزند اور میری بیٹی کے فرزند ہیں، یاالٰہی میں ان کو محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر جو ان سے محبت کرے)

ایسے عالی شان پیشوایان اسلام کے حق میں اعتراض یا کلمہ بے ادبی وہ ہی کہتے ہیں جس کو کچھ ادب کی تعلیم وتاکید نہ ہو۔

ایک طرح سے تو مرزا صاحب کے مریدین معذور ہیں کیونکہ جب مرزا خود اصحاب کبار بلکہ انبیاء کے حق میں بھی کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں تو مرید کیونکر نہ کہیں اور پھر ایسے فضول ولغو کلمات جدل ومباحثہ سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جن کو ان سے پرہیز کی تعلیم ہو یا وہ ذکر اللہ میں

بموجب ارشاد باری کے مصروف ہو۔

❀ اللہ نے تو جس کا دل اللہ کے ذکر سے غافل ہو، اس کیلئے فرمایا کہ اس کی بات مت مان و لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکر نا (مت کہا مان جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنے ذکر سے)

ذکر کی تاکید میں فرمایا: فا ذکرو نی ا ذ کر کم و اشکرو ا لی و لا تکفرو ن (یاد کرو مجھ کو میں تم کو یاد کرونگا، اور میرا شکر کرو، ناشکری نہ کرو)

یا آّیھا الّذین آ منوا اذکروا اللّٰہ ذکراً کثیراً ۔ و سبّحو ہ بکرۃً وّ اصیلاً (اے ایمان والو یاد کرو اللہ کو بہت یاد کرنا اور اس کی پاکی بیان کرو صبح و شام)

وا ذ کر اسم ربّک وتبتّل الیہ تبتیلاً (یاد کر نام اپنے رب کا اور منقطع ہو اسکی طرف منقطع ہونا)

ادعوا ر بکم تضرّ عاً و خفیۃ (پکارو اپنے رب کو عاجزی سے و پوشیدہ)

و اذ کر ر بک فی نفسک تضرّعاً و خیفۃ و دون الجھر من القول با لغدو و الآصال و لا تکن من الغا فلین (ذکر کر اپنے رب کا اپنے جی میں عاجزی اور خوف سے اور نہ پکار کر، صبح اور شام، اور مت ہو غافلوں سے)

فلا ح کا دارو مدار ذکر پر فرمایا: و اذ کروا اللّٰہ کثیراً لعلّکم تفلحو ن (یاد کرو اللہ کو بہت تا کہ تم چھٹکارا پاؤ)

پھر ذا کرین کی تعریف میں فرمایا: و الذّ ا کرین اللّٰہ کثیراً و الذّا کرا ت اعدّ لھم مغفرۃ و اجراً عظیماً (اور ذکر کرنے والے اللہ کا بہت، اور ذکر کرنے والیاں، تیار کیا ہے اللہ نے ان کے واسطے بخشش اور اجر عظیم)

پھر عدم و کمی ذکر کو قساوت قلبی گمراہی نفاق اور عقوبت کی علامت فرمائی جیسے:

فو یل للقا سیۃ قلوبھم عن ذکر اللّٰہ او لئک فی ضلا ل مّبین ۔ اللّٰہ نزّ ل احسن الحد یث کتا باً مّتشا بھاً مثا نی تقشعر منه جلود الّذین یخشو ن ر بّھم ثمّ تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللّٰہ (وائے ہے واسطے ان کے جن کے دل سخت ہو گئے یاد اللہ سے ۔ پس یہ لوگ گمراہی ظاہر میں ہیں ۔ اللہ نے نازل فرمائی عمدہ بات، کتاب ہے بعض اس کے مانند دوسری کے جانے والے، بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے ان کے جو ڈرتے ہیں رب اپنے سے، پھر نرم ہو جاتے ہیں جلد ان کی اور دل ان کے اللہ تعالی کے ذکر کی طرف)

و من اعرض عن ذکری فانّ له معیشةً ضنکاً ونحشره یوم القیا مة اعمی (اور جو میرے ذکر سے اعراض کرے اس کی معیشت تنگ ہے اور اٹھاویں گے ہم اس کو دن قیامت کے اندھا)

ومن یّعش عن ذکر الرّحمن نقیّض له شیطاناً فهوله قرین (اور جو رحمان کے ذکر سے غفلت کرے ہم چھوڑتے ہیں اس پر ایک شیطان۔ وہ اس کا ہم نشین ہوتا ہے)

یہ تو قرآن میں ذکر اللہ کے بارہ میں ہے، اب چند احادیث اس بارہ میں دیکھئے

قال رسول اللّه ﷺ لا یقعد قوم یذکرون اللّه الّا خفّتهم الملا ئکة و غشیتهم الرّحمة و نزلت علیهم السّکینة و ذکرهم اللّه فیمن عنده۔ (مسلم) (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو جماعت ذکر اللہ کے واسطے بیٹھتی ہے اس کے اردگرد فرشتے آتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے پاس والوں میں ان کا ذکر کرتا ہے)

مثل الّذی یذکر ربّه و الّذی لا یذکر کمثل الحیّ و المیّت۔ متفق علیه (مثال اسکی جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ایسی ہے جیسے مثال زندہ اور مردہ کی)

یقول اللّه تعالی انا عند ظنّ عبدی بی وانا معه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی و ان ذکرنی فی ملأ ذکرته فی ملأ خیر مّنهم۔ متفق علیه (فرماتا ہے اللہ تعالی میرا بندہ جیسا مجھ پر ظن کرتا ہے میں اسی کے موافق اس سے کرتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ پس اگر جی میں ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے جی میں ذکر کرتا ہوں۔ اور اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر جماعت میں کرتا ہوں)

یقول اللّه تعالی و من تقرّب منی شبراً تقرّبت منه ذراعاً و من تقرّب منّی ذراعاً تقربت منه باعاً و من اتانی بمشی اتیته هردلة ومن لقینی بقراب الارض خطیئة لا یشرك بی شیئاً لقیته بمثلها مغفرة۔ (مسلم)۔(فرماتا ہے اللہ تعالی جو شخص میرے قریب ہوا، ایک بالشت، میں ایک ہاتھ اس سے قریب ہوتا ہوں۔ اور جو میرے قریب ہوا ایک ہاتھ میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ جو میری طرف معمولی رفتار سے آوے میں اس کی طرف تیز رفتار سے آتا ہوں اور

جو مجھ سے ملے زمین کے بھار گناہ لے کر لیکن میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو میں اس کو اسی قدر بخشش سے ملوں گا)

لا تکثر الکلا م لغیر ذکر اللّٰہ فان کثرۃ الکلا م لغیر ذکر اللّٰہ قسوۃ للقلب و ان ابعد الناس من اللّٰہ القلب القاسی ۔(تر مذی)(بغیر ذکر اللہ کے زیادہ کلام نہ کرو تحقیق زبانی کلام بغیر ذکر اللہ کے دل کو سخت کرتی ہے اور اللہ سے بہت دور سخت دل ہے)

انّ اللّٰہ تعا لی یقول انا مع عبدی اذا ذکرنی و تحرکت بی شفتاہ ۔ (بخاری)۔ (اللہ تعالی فر ما تا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور جب اس کے لب حرکت کرتے ہیں)

پھر ایک طویل حدیث ذاکرین کے باب میں ہے کہ ملائکۃ اللہ راستوں میں اہل الذکر کو تلاش کرتے ہیں ۔ جب جماعت ذاکرین کو پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ یہ ہے آ ؤ ۔پس اپنے بازؤوں سے ان کو احاطہ کرتے ہیں آسمان دنیا تک، پھر اللہ ان سے پوچھتا ہے (حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے) کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں ۔عرض کرتے ہیں ملائکہ کہ تیرا تقدس تیری بڑھائی تیری حمد تیری بزرگی کا ذکر کرتے ہیں ۔فر ما تا ہے کیا انہوں نے مجھ کو دیکھا ہے ۔عرض کرتے ہیں کہ قسم ہے تیری تجھ کو نہیں دیکھا ۔ پھر فر ما تا ہے کہ اگر دیکھیں تو، پس عرض کرتے ہیں کہ گر تجھ کو دیکھیں تو اس سے زیادہ تیری عبادت کریں زیادہ تعظیم اور زیادہ تسبیحیں کریں ۔ پھر فر ما تا ہے کہ کیا سوال کرتے ہیں ۔عرض کرتے ہیں کہ تجھ سے بہشت مانگتے ہیں ۔فر ما تا ہے کیا انہوں نے اس کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں قسم ہے یا رب نہیں دیکھا۔ پس فر ما تا ہے اگر اس کو دیکھتے ؟ وہ عرض کرتے ہیں اگر اس کو دیکھتے تو اس کی بہت حرص اور سخت طلب اور عظیم رغبت کرتے ۔ پھر فر ما تا ہے کس شئے سے پناہ مانگتے ہیں ۔عرض کرتے ہیں کہ آگ سے ۔فر ما تا ہے کیا اس کو دیکھا ہے ۔عرض کرتے ہیں قسم سے یا رب اس کو نہیں دیکھا ۔فر ما تا ہے اگر دیکھتے ؟ عرض کرتے ہیں کہ اگر دیکھتے تو نہایت خوف سے اس سے بہت بھاگتے ۔ پس اللہ فر ما تا ہے کہ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ تحقیق میں نے ان کو بخش دیا۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص ان میں کا نہیں وہ اپنی کسی حاجت کے سبب آیا تھا۔ اللہ فر ما تا ہے کہ وہ ایسی جماعت سے ہے کہ ان کا ہم مجلس شقی نہیں رہتا۔ الخ ۔(بخاری)

غرض فضائل ذکر اللہ بے حد و بے حساب ہیں۔ مسلمانوں کا تو یہی سرمایہ ہے ۔ اگر یہ

نہ ہوتو کچھ بھی نہیں۔فحشاء اور منکرات سے روکنے والی ذکر اللہ سے بڑھ کر اور کوئی شئے نہیں جیسا اللہ خود فرماتا ہے: انّ الصّلوۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر و لذکر اللّٰہ اکبر

افسوس ہے کہ اسی کی اجنبیت وقلت کے باعث مرزا صاحب کی مجلس اور ان کے مریدین میں بحث مباحثہ مجادلہ ومکابرہ شیخی وعجب یا فخر غیبت سبّ وشتم وغیرہ منکرات کا شغل و چرچا رہتا ہے۔کاش وہ اس طرف متوجہ ہوتے اور رسول اللہ ﷺ کے مبارک اعلیٰ وارفع حالات پر تعظیم و تکریم سے خیال کرتے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کان رسول اللّٰہ ﷺ یذکر اللّٰہ علی کل احیانہ ۔ (مسلم)۔(رسول اللہ ﷺ ہر وقت ذکر اللہ کرتے)، یا کم سے کم ان کو خوش نصیبی سے کوئی خالص مخلص مطیعان ومتبعان ظاہری و باطنی پیروان سید الاولین و الآخرین کی مجلس و صحبت نصیب ہوتی تا وہ اس نعمت بے بہا سے کچھ حاصل کرتے اور ان کو معلوم ہوتا کہ عباد الرحمٰن کیسے و ھم عن اللّغو معرضون کے پابند ہوکر چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر آن ہر لحظہ باتباع ہادی جن وانس ﷺ ذکر اللہ میں مصروف ومشغول رہتے ہیں۔

القصہ جو اہل دل اس مذاق کے راغب و مدعی ہیں ان سب میں کم وبیش علی قدر علم و واقفیت شرعی یہ نسبت ذکر ضرور پائی جاتی ہے گو طریقوں میں اختلاف ضرور ہے لیکن اس نسبت سے کوراپن مرزا صاحب اور ان کی جماعت ہی میں دیکھنے میں آیا ہے جہاں صرف زبانی بحث ومباحثہ قیل وقال تحقیر مومنین مسلمین وغیرہ پر سارا مدار رہتا ہے وبس، حالانکہ مرزا صاحب کو دعوی اس قدر ہے کہ سب ذاکرین وفقراء ان کے آگے ہیچ وگرد ہیں بلکہ خود بدولت کو صحابہ کرام وبعض انبیاء سے بھی افضل سمجھتے ہیں اور سید عبداللہ غزنویؒ جیسے مستغرق ذکر جس کو خود فرما چکے ہیں کہ

> مکالمات الٰہیہ سے مشرف بمرتبہ کمال اتباع سنت کرنے والے اور تقوی اور طہارت کے جمیع مراتب و مدارج کو ملحوظ ومرعی رکھنے والے ان صادقوں اور راست بازوں میں سے جن کو خدا تعالی نے اپنی طرف کھینچا ہوا ہوتا ہے، پرلے درجے کے معمور الاوقات اور یاد الٰہی میں محو اور غریق اور اسی راہ میں کھوئے گئے۔(ازالہ اوہام۔ص ۸۵)۔

اب مرزا صاحب ان سے اپنے مریدین مستغرق بحث ومباحثہ کو سو درجہ بہتر بقسم فرماتے ہیں۔ بات تب تھی جب انصاف سے اور اس نسبت ذکر اللہ سے واقف ہوکر پھر ایسا فرماتے۔

ذی قعد ۱۳۱۷ھ مطابق مارچ ۱۹۰۰ء میں جب یہ مضمون ذکر اللہ تعالی اس کتاب میں درج کیا گیا تو اس پر الہام ہوا: کتاب قد نصّ فیہ رجال لا تلھیھم تجارۃ وّ لا بیع

عن ذکر اللّٰہ جس کا ترجمہ ومطلب یہ ہے کہ یہ ایسی کتاب ہے جس میں خوب آشکارا ہوا ہے مضمون آیت کریمہ رجال لا تلھیھم .. الخ کا۔

مسیح موعود کے زمانہ کی خصوصیت کی وجہ سے انتشار نورانیت

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اور یہ ایک عام قانون وسنت الٰہی ہے جو ہمیں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رہنمائی سے معلوم ہوا اور ذاتی تجارب نے اس کا مشاہدہ کرایا ہے مگر مسیح موعود کے زمانہ کو اس سے بھی بڑھ کر ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کرینگے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے۔

جواب۔ عام قانون وسنت الٰہی وذاتی تجارب کی نسبت کچھ ذکر ہو چکا ہے اب خصوصیت زمانہ مسیح موعود کے بارہ میں عرض ہے۔ کیا مرزا کو قرآن سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ عورتوں کو پہلے بھی الہام ہوتے رہے ہیں جیسے ام موسیٰؑ ومریمؑ کو۔ اور چونکہ حضور سید الاولین والآخرین ﷺ کا زمانہ خیر القرون ہونے کے باعث بدرجہا ان سے بہتر وبڑھ کر تھا تو اس میں بھی ضرور تھا کہ بقاعدہ مرزا صاحب ان سے بھی بڑھ کر الہامات ہوتے ہیں۔ پھر اگر حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں عورتوں کو الہام ہوں معمولی بات ہوئی نہ خاص۔ پس اس زمانہ کی بڑھ کر کیا خصوصیت ہوئی؟

جس حدیث میں حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں عورتوں کو الہام ہونے کا اور نابالغ بچوں کے نبوت کرنے کا ذکر ہے وہ حدیث مرزا صاحب نے درج نہیں فرمائی۔ کیا وجہ ہے؟ بہتر ہوتا کہ وہ حدیث بھی درج فرمادیتے تاکہ دعوی بادلیل اور آپ کا صدق ظاہر ہو جاتا۔

رسول اللہ ﷺ ودیگر انبیاء کے منصب نبوت کے لئے تو مرزا صاحب چالیس برس تعلیم وغیرہ کیلئے ضروری بیان فرماتے ہیں اور یہاں ارزانی فرما کر خود بدولت کی فضیلت کے ثبوت کو قوی کرنے کے لئے فرمایا کہ اس وقت نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے اور عجب یہ ہے کہ جن کتابوں کو خود اصلی نہیں مانتے اور بالکل ناقابل اعتبار کئی جگہ بیان کرتے اور لکھتے ہیں یہاں انہی کے لہجہ واقوال بے سند وبے دلیل پر تمسک کرتے ہیں کہ کسی

طرح کچھ ہاتھ پڑ جائے۔ اور یہ نہیں خیال کرتے کہ محرف کتب کا کون اعتبار کرتا ہے جن کی تحریف آئے دن معرض بحث میں رہتی ہے اور مسلمان دوسروں کو منوا کر چھوڑتے ہیں بہرحال اب تک بظاہر اس کا کچھ ثبوت وظہور نہیں ہوا۔

کیا اس تمہید سے مرزا صاحب کا اپنے کسی نابالغ بچہ کے لئے دعوی نبوت کی بنیاد و پٹڑی جمانا مرکوز خاطر ہے؟ مرزا صاحب پہلے بھی اپنے فرزند کی نسبت تعریفی الفاظ میں روح مقدس، پاک، نور اللہ، مبارک، مسیحی نفس، روح الحق، کلمۃ اللہ، مظہر الاول والآخر، مظہر الحق والعلا کانّ اللّٰہ نزل من السّماء نور، خدا کا روح، اسیروں کی رستگاری کا موجب وغیرہ مشتہر کر چکے ہیں

دیوار پر آفتاب کا سایہ پڑ کر منور ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتوہ ہوگا جیسا کہ دیوار پر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے تو دیوار منور ہو جاتی ہے اور اگر چونہ اور قلعی سے سفید کی گئی ہو تو پھر اور بھی زیادہ چمکتی ہے اور اگر اس میں آئینے نصب کئے گئے ہوں تو ان کی روشنی اس قدر بڑھتی ہے کہ آنکھ کو تاب نہیں رہتی۔ مگر دیوار دعوی نہیں کر سکتی کہ یہ سب کچھ ذاتی طور پر مجھ میں ہے کیونکہ سورج کے غروب کے بعد پھر اس روشنی کا نام ونشان نہیں رہتا۔ ایسا ہی تمام الہامی انوار امام الزمان کا انعکاس ہوتا ہے۔

جواب۔ پرتوہ اور امام الزمان کے انوار کے انعکاس کا مسئلہ اور اس انعکاس سے امام الزمان ہی کے مخالف الہام ہونے کا بیان اور پھر انتشار روحانیت ونورانیت کا ذکر ہو چکا ہے۔

دیوار اگر پہلے بے نور ہو اور بعد میں نور سے منور ہو (نہ سایہ سے جیسا کہ مرزا صاحب نے فرمایا) تو بے شک وہ دیوار طفیلی ہوگی اور قبول کیا جاوے گا کہ یہ نور کسی اور کا ہے لیکن جس حالت میں وہ دیوار طلوع آفتاب مخیلہ مرزا سے پہلے ہی بفضل وکرم واہب العطیات نور السماوات والارض مہبط انوار رحمت خداوندی ہو تو وہ کیونکر اور کس طرح اپنے تیئں طفیلی سمجھے جیسا کہ اول ذکر ہوا۔

رہا زبانی دعوی تو وہ تو کلیتاً مرزا کے ملکیت واختیار میں ہے کسی دوسرے عاجز کا جو دیوار سے بھی اپنے آپ کو کمتر و ناچیز سمجھتا ہو، اس کا کیا مقدور وکیا حوصلہ کہ کسی قسم کے دعوی کا خیال دل میں یا حرف زبان پر لاوے۔ خیر مرزا نہ کریں لیکن خاکسار کو تو ہر دم اپنا عجز وعبودیت مدنظر ہے۔

یہ بھی زبردستی سے مجرد دعویٰ ہے کہ الہامی انوار امام الزمان کے انوار کا عکس ہوتا ہے کیونکہ یہ انوار تو بقول مرزا صاحب قدیم ہی سے اس امت مرحومہ میں ہر ایک زمانہ میں بفضل و کرم مبداء فیوض و بطفیل اتباع ھادی جن وانس چلے آتے ہیں جیسا کہ آپ خود بھی بیان کر چکے ہیں پھر خواہ نخواہ بار بار اثبات فضیلت خود بدولت کے لئے امام الزمان کے انوار کا انعکاس بے دلیل کہے جانا کیا ضروری ہے؟ ہاں اس کی تصدیق تب ہو سکتی ہے جب بقول مرزا صاحب سورج غروب ہونے پر یعنی بساط نوری امام الزمان کے بعد ان انوار کا نام و نشان نہ رہے۔

امام الزمان کی خبر سن کر تعلق نہ پکڑنے سے سلب ایمان ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اگر کوئی قسمت کا پھیر نہ ہو اور خدا کی طرف سے کوئی ابتلاء نہ ہو تو سعید انسان جلد اس دقیقہ کو سمجھ سکتا ہے اور خدانخواستہ اگر کوئی اس الٰہی راز کو نہ سمجھے اور امام الزمان کے ظہور کی خبر سن کر اس سے تعلق نہ پکڑے تو پھر اول ایسا شخص امام سے استغنا ظاہر کرتا ہے، پھر استغنا سے اجنبیت اور پھر اجنبیت سے سوء ظن بڑھتا ہے، اور پھر سوء ظن سے عداوت پیدا ہوتی ہے، اور پھر عداوت سے نعوذ باللہ سلب ایمان تک نوبت پہنچتی ہے۔

جواب۔ جو امام برحق اور اس کی امامت علی منہاج النبوۃ ہو اس سے بے تعلقی اجنبیت استغنا بلاشک جرم ہے اعاذنا اللّٰہ منھا۔ لیکن جو امام بغیر اعمال کے مجرد زبانی دعویٰ امامت کرے اور اس آڑ میں مسائل مسلمہ شرعیہ نبویہ و قرآنیہ کی ترمیم و تنسیخ و ردّ و بدل کر کے اپنے لچر، من گھڑت مسائل شائع کرے اور اوصاف امامت، زہد و قناعت، توکل، صبر، رضا، تبتل، انابت، تقویٰ، مصروفیت ذکر، وغیرہ کی بجائے تن آسانی، خوش گذرانی، حرص مال، محبت جاہ، ادب و ریاست کا شیدا، ہو۔ التفات لغیر اللہ، خوش آمد، چاپلوسی اہل دنیا کر کے دنیاوی خطاب و عزت کا خواہاں و عاشق، ذراسی وہمی تکلیف پر دہڑا دہڑ واویلا، میموریل بھیجنے پر آمادہ، اپنے مریدین کو جمع رکھنے اور دیگر مردمان کو اپنا معتقد بنانے میں مصروف، دن رات غیبت، سبّ و شتم و لعن طعن مسلمین و مومنین میں مشغول، دوسرے مسلمانوں کو کافر بنانے کیلئے حیلہ حوالہ سے فتویٰ حاصل کرنے میں مشاق، طول امل میں تیس برس کے واسطے رجسٹری کرانے اور غیر سبیل المومنین اپنی و جماعت و اہل بیت کی طرح طرح کی تصویریں اتروانے میں دلیر ہو، فرمایئے ایسے امام سے بے تعلقی، اجنبیت، استغنا

میں حصول رضائے رب العالمین بموجب قرآن وحدیث درست ہے یا نہ۔

نظر بریں حالات مرزا صاحب اول امامت باوجود موجودگی اوصاف وحالات متذکرہ بالا کے ادلہ شرعیہ سے ثابت کریں پھراس پر یہ تفریع اٹھاویں۔

یہ بھی غور فرمائیں کہ عوام کا تو کیا ذکر، خواص علماء محدثین فقہاء محققین صوفیہ کرام صاحب کشف وبشارات ومجاہدات اصحاب الہامات ومکالمات بلکہ قریباً سب اہل اسلام مرزا صاحب سے نہ صرف ناموافق بلکہ سخت مخالف ہیں اوراس لئے کہ خود بدولت میں سوائے مجرد دعوی اپنے تعلیٰ وشیخی وخودسری وغیرہ کے اورکوئی علامت امامت نہیں ہے آپ اسپر تدبر کریں۔

قریب قریب اسی طرز کے الفاظ اجنبیت، عداوت، ختم علی القلب وغیرہ مرزا صاحب نے رسالہ آسمانی فیصلہ میں بھی لکھے ہیں۔مرزا صاحب کوتو یہ ترکیب الفاظ مرغوب خاطر ہوئی اور جب تک ختم علی القلب اورسلب ایمان تک نوبت نہ پہنچے اورکل دھمکیاں اوردینی دنیاوی بلائیں خود بدولت سے تعلق نہ پکڑنے والے پرنازل نہ فرمالیں، بس نہیں فرماتے۔لیکن جن عاجزوں کی طرف اشارہ ہوتا ہےان کی حالت بھی مدنظر فرماویں کہ ان کوکیسی ایذارسانی ہے اوراسکا ان پرکیااثر اورکیا نتیجہ ہوتا ہے۔کیونکہ مرزا کوتو ہمدردی خیرخواہی وبہبودی وفیض رسانی خلق اللہ اوررحمۃ للعالمین ہوکر تشریف لانے کا دعوی ہے اورعمل یہ کہ دوسری مخلوق الہی کے سلب ایمان، تباہی ہلاکت اورخود بدولت کی بہتری خطاب عزت درازی حیات کا وظیفہ اورجواشتہار وپیش گوئی ہووہ بھی اسی مضمون کی، غرض یہی شفقت علی الخلق ورحمۃ للعالمینی مرزا صاحب سے ظاہر ہورہی ہے۔

بے شک بخیال مرزا توقسمت کے پھیراور خدا کی طرف سے ابتلاء سے بری ومحفوظ ہوکر سعید انسان تب ہی ہوسکتا ہے جب مرزا کی چاکری غلامی وتابعداری میں داخل ہوکر بیعت کرکے مرزا صاحب کواپنے نفس معہ لوازم کا مالک بناوے۔لیکن مرزا صاحب نے صفحہ ۳ میں فرمایا ہے کہ:

> جولوگ اللہ پرایمان لاتے اوراستقامت اختیار کرتے ہیں فرشتے ان کوبشارت کے الہامات سناتے رہتے ہیں اورتسلی دیتے رہتے ہیں اوراس قسم کے الہامات یا خوابیں عام مومنوں کے لئے روحانی نعمت ہیں۔،

اورصفحہ۴ میں مرزا صاحب نے فرمایا ہے:

> کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہوں گےجن کوالہام ہوتا ہوگا مستعد دلوں پر پرتوہ پڑتا ہے۔

تو جب الہامات ارحم الراحمین کی طرف سے فضل ورحمت وروحانی نعمت ہیں اور بیشک ضرور ہیں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے صاحب نعمت وفضل کو باوجود استغراق وانابت الی اللہ و مسکنت عبودیت وانکساری، شکر گذاری نعماء واہب العطیات واقرار واعتراف قصور محبت ولیاقت و استعداد خود کس لئے قسمت کا پھیر وابتلاء ہو، اور امام کی شناخت سے محرومی اجنبیت سوءظن عداوت اور اخیر پر سلب ایمان کی بلا کیوں اس پر وارد ہوگی حالانکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

انّ الّذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثمّ استقاموا فلا خوف علیھم و لا ھم یحزنون اولئک اصحاب الجنّۃ خالدین فیھا جزاء بما کانوا یعملون (جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت رہے اوپر اس کے۔ پس ان پر نہ خوف ہے اور نہ غم کھاوینگے اور وہ صاحبِ بہشت ہیں اس میں ہمیشہ رہینگے، بدلہ اس چیز کا جو وہ کرتے تھے)

میں صریح اخیر خلود جنت تک کا وعدہ اس رحیم وکریم کا ہے۔ مرزا صاحب عاجزوں پر رحم فرمائیں اور اس شہنشاہ عالی جاہ ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں کے واسطے اسقدر تشدد سے ایسا محدود وتنگ پیمانہ حسب خیال وحوصلہ خود مقرر فرما کر غریب بندگان ارحم الراحمین کو ایسا ناامید ومایوس نہ فرمائیں اور یہ غور کریں کہ جس پر اللہ ایسا فضل وکرم کرے اس کو امام کی مخالفت کے ایسے الہام کیوں ہوں؟

ہاں اگر اس قادر مطلق احکم الحاکمین وغیاث المستغیثین وہادی المضلین کا اس بے چارہ و بے گناہ عاجز ملہم کو بذریعہ الہام ہی تباہ وبرباد کرنے کا ارادہ ہے تو انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون پھر کسی دوسرے کی کیا پیش جاسکتی ہے لیکن چونکہ اس ذات پاک ارحم الراحمین نے خود ہی فرمایا ہے:

ورحمتی وسعت کلّ شئی۔ (اور میری رحمت نے سما لیا ہر شئے کو)

الا انّ اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون (خدا تعالیٰ کے دوستوں پر کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

الّذین آمنوا و کانوا یتّقون لھم البشری فی الحیوۃ الدّنیا و فی الآخرۃ۔ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ذلک ھو الفوز العظیم (وہ جو ایمان لائے اور تھے پرہیزگاری کرتے، واسطے ان کے ہے خوش خبری زندگانی دنیا میں اور بیچ آخرت کے۔ نہیں بدلنا کلام خدا کی کو۔ یہ ہے مراد پانا بڑا)

اور حدیث شریف میں بھی انّ رحمتی سبقت غضبی (بے شک میری رحمت سبقت لے گئی ہے میرے غضب پر)، اور ایک روایت میں غلبت غضبی فرمایا ہے، اس لئے

امید واثق و یقین کامل ہے کہ وہ ہرگز ایسا نہ کرے گا بلکہ بموجب ارشاد: انّ وعد اللّٰہ حقّ (بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے) کے روز بروز انعامات واحسانات فراواں درفراواں فرماوے گا۔

آنحضرت ﷺ کے وقت میں راہبوں کا ملہم ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے ظہور کے وقت ہزاروں راہب ملہم اور اہل کشف تھے اور نبی آخرالزمان کے قرب ظہور کی بشارت سنایا کرتے تھے لیکن جب انہوں نے امام الزمان کو جو خاتم الانبیاء تھے، قبول نہ کیا تو خدا کے غضب کے صاعقہ نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے تعلقات خدا تعالی سے بکلی ٹوٹ گئے۔ اور جو کچھ ان کے بارہ میں قرآن شریف میں لکھا گیا اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ وہی ہیں جن کے حق میں قرآن شریف میں فرمایا گیا وکانوا یستفتحون من قبل اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہ لوگ خدا تعالی سے نصرت دین کے لئے مدد مانگا کرتے تھے اور ان کو الہام اور کشف ہوتا تھا۔

جواب ۔جن بدبختوں نے امام الزمان خاتم الانبیاء کو قبول نہ کیا انہوں نے تو اللہ کے صاعقہ غضب سے ضرور ہلاک ہونا ہی تھا اور سب ایسے متکبر حق کو قبول نہ کرنیوالے ہلاک ہو گئے اور ان کے تعلقات بھی خدا سے بکلی ٹوٹ گئے اور یہ ضروری تھا، لیکن یہاں تو معاملہ ہی اس کے برعکس ہے۔ یعنی جو لوگ مجرد دعویدار امام الزمانی کو نہیں قبول کرتے بلکہ ان دعاوی کو بنظر کراہت دیکھتے ہیں اور نہ صرف خود بلکہ اوروں کو بھی ان کے قبول کرنے سے مانع ہوتے ہیں انکا کچھ حرج ونقصان بظاہر نہیں ہوا، اور نہ ان پر غضب کا صاعقہ گرا، نہ ان کے تعلقات خدا تعالی سے ٹوٹے اور باوجود آپ کے بزبان خود مستجاب الدعوات ہونے کے بھی ان کا کچھ نہیں بگڑتا، بلکہ ان کی ہر حال میں بظاہر تو ترقی ہی ہے۔ شعائر اسلام عبادات ذکر الٰہی وغیرہ میں وہ بدستور مشغول ومصروف ہیں جیسا کہ جماعت سید عبداللہ مرحوم غزنوی ومولوی عبدالحق وغیرہ جن کو مرزا کے خلاف الہام بھی ہوتے رہتے ہیں۔ مولوی سید نذیر حسین دہلوی ومولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ جو باوجود ضعف وکبرسنی کے درس وتدریس قرآن مجید واحادیث رسول رب العالمین وغیرہ اوراد میں ویسے ہی مصروف فراہمی وذخیرہ عاقبت ہیں، اور ایسا ہی مولوی محمد ابراہیم ودیگر عالمان ومولویان کا حال ہے۔ مرزا قادیانی

خیال فرماویں کہ ان کے کون سے تعلقات خدا تعالی سے ٹوٹے ہیں ۔..

اور عاجز خاکسار تو اس امر کا قائل ہے اور اس کا ذاتی تجربہ و مشاہدہ کر رہا ہے کہ مرزا کی ملاقات وارتباط کے سبب جو کچھ قبض وغفلت لاحق حال رہتی تھی وہ ان کی علیحدگی سے مبدل بہ بسط ہو کر انعامات تقرب الٰہی میں بہت ہی ترقی وافزونی ہوئی ہے اور اس پر الہامات کی اس قدر زیادتی ہوئی کہ کچھ حد نہیں الحمد للّٰہ کثیراً طیّباً مبارکاً فیہ کما تحبّ ربّنا و ترضی

چونکہ مرزا صاحب علم وفضل وقرآن وحدیث کے حقائق ومعارف کے بزبان خود دریا بلکہ سمندر ناپیدا کنار ہیں لہذا ان کے دعوی علم وحقائق معارف کی نسبت بھی کچھ بیان کرنا ضروری ہے ۔سو وہ یہ کہ اول تو لفظ راہب صیغہ واحد بجائے صیغہ جمع رہبان کے مرزا صاحب نے لکھا ہے دوم رہبان تو نصاری تھے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے بانّ منھم قسّسین و رھبانًا و انّھم لا یستکبرون (ان میں عالم اور راہب ہیں، اور وہ تکبر نہیں کرتے) چنانچہ معالم التنزیل میں ہے و الرّھبان من النّصاری اصحاب الصّوامع (راہب نصاری کے وہ لوگ تھے جو عبادت خانوں میں رہتے تھے) لکھا ہے اور کانوا من قبل یستفتحون والے یہود تھے جیسا کہ اکثر تفاسیر میں ہے۔ تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

و کانوا یعنی الیھود من قبل مبعث محمد ﷺ یستفتحون یستنصرون علی الّذین کفروا علی مشرکی العرب(یہودی، رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے کے ساتھ طلب فتح کی یعنی مدد مانگا کرتے تھے ان لوگوں پر جو کافر تھے یعنی عرب کے مشرکوں پر)

ایسا ہی تفسیر جامع البیان میں ہے:

و کانوا الیھود و الواو للحال من قبل، قبل نزولہ، یستفتحون علی الذین کفروا، یستنصرون علی المشرکین یقولون اللّھم انصرنا بنبیّ آخر الزمان المنعوت فی التوراۃ (حالانکہ یہود اس کے نزول سے پہلے کافروں پر فتح طلب کرتے تھے اور مشرکوں پر مدد مانگتے تھے، اے اللہ تعالی ہمیں بواسطہ نبی آخرالزمان، جو کہ توراۃ میں صفت کئے گئے ہیں، مدد کر)

تو اب خیال کریں کہ یستنصرون کے یعنی نصرت مانگنے والے تو یہود تھے اور مرزا صاحب نے لکھ دیا ہے کہ راہب تھے یعنی نصاری تھے، اس کی کیا وجہ ہے؟

❁ پھر پارہ اول قرآن مجید کی یہ آیت و کانوا من قبل یستفتحون کو بھی صحیح نہیں لکھا، بلکہ الٹ پلٹ کرکے وکانوا یستفتحون من قبل لکھ دیا ہے حالانکہ انّی متو فّیک ورا فعک کے معنی پس وپیش خیال کرنے والوں کو مرزا طعن وملام کا نشانہ بنایا کرتے ہیں۔

❁ مرزا صاحب نے اخیر عبارت میں فرمایا ہے کہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ یہ لوگ خدا تعالی سے نصرت دین کے لئے مدد مانگا کرتے تھے اور ان کو الہام اور کشف ہوتا تھا۔

اس آیت کے ماقبل و مابعد کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں یہودیوں کے استکبار تکذیب کفر بے ایمانی و بغاوت وغیرہ کا ذکر ہے۔ کوئی ایسا لفظ نہیں جس کے معنی الہام و کشف ہوں۔ نہ معلوم مرزا صاحب نے الہام وکشف کس لفظ و جملہ کے معنی وتفسیر کی ہے؟

❁ یا بنظر و بدلیل وسیع الاختیاری ومناصب امام الزمان باوجود موجودگی احکام:

من قال فی القرآن برأیه فلیتبوؤا مقعده من النّار (جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کہے پس وہ اپنی جگہ دوزخ میں طیار کرے)

من قال فی القرآن برأیه واصاب فقد اخطا (اور جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کہے اور صواب کو پہنچے تو بھی غلط کیا)

مرزا صاحب نے اپنی طرف سے یہ معنی وتفسیر اپنا الہامی جو ہر دکھلانے کو بڑھادی ہے جیسا کہ علماء امت کے معنی وتفسیر میں لفظ، اندھا آئیگا، بڑھا دیا تھا۔

❁ ایسا ہی مرزا کی یہ بھی عادت ہے کہ اپنے بیان وتحریر کے وقت اثبات مدعا کیلئے خواہ وہ موقوف، منقطع، شاذ، منکر، معلل، مرسل، مدلس، مضطرب، مدرج، وغیرہ کیسی ہی ہو لیکن مرزا اکثر لفظ حدیث صحیح اپنی طرف سے ضرور لگا دیا کرتے ہیں اور مقابلہ میں دوسروں سے صحیح بخاری جس کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے اس کی احادیث کو بھی قبول کرنے میں چون و چرا وتعامل وغیرہ پیش فرمایا کرتے ہیں اور پھر عمل کے وقت وہ تعامل بھی نسیاً منسیاً جیسا کہ خود بدولت و جماعت وغیرہ کی کئی قسم کی تصویریں اترانے کے وقت کسی تعامل وحکم وغیرہ کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی۔

❁❁ عیسائیت میں مخلوق پرستی ملنے کے باعث یہودیوں کی بریت

ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اگرچہ وہ یہودی جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی نافرمانی کی تھی خدا تعالی کی نظر سے گر

گئے تھے لیکن جب عیسائی مذہب بوجہ مخلوق پرستی کے مرگیا اوراس میں حقیقت ونورانیت نہ رہی تو اس وقت کے یہود اس گناہ سے بری ہو گئے کہ وہ عیسائی کیوں نہیں ہوتے۔ تب ان میں دوبارہ نورانیت پیدا ہوئی اور اکثر ان میں سے صاحب الہام اور صاحب کشف پیدا ہونے لگے اور انکے راہبوں میں اچھے اچھے خیالات کے لوگ تھے اور ہمیشہ اس بات کا الہام پاتے تھے کہ نبی آخرالزمان اور امام دوراں جلد پیدا ہوگا۔ وغیرہ الخ

جواب۔ عیسائی مذہب میں مخلوق پرستی تو بعد میں نادانوں نے ملائی، مذہب کا اس میں کوئی ذمہ نہیں۔ یہودی سیدنا مسیح کی نافرمانی وانکار کی وجہ سے بجائے خود ان کی دشمنی و بدزبانی سے کبھی باز نہ آئے۔ کم سے کم مسیح کا عناد اور ان کے حق میں دشنام دہی اور طرح طرح کے اتہام تو چھوڑتے، لیکن یہ بھی نہ چھوڑا۔ اب تک بدستور ویسے ہی ہیں۔ تو پھر ان میں نورانیت اور خداتعالی کی خوشنودی اور رضامندی کے علامات و برکات یعنی الہامات وکشوف کیسے آگئی اور وہ گناہ سے بغیر توبہ بلکہ باوجود اصرار وہٹ کے کیسے بری ہو گئے۔ اوران کے راہبوں میں اچھے حالات کے نورانی صاحب الہام وکشف کس طرح ہو گئے (مرزا بایں دعوی فضل وعلم فصاحت و بلاغت بار بار راہب کو یہودی ہی لکھتے ہیں، راہب تو نصاری تھے ان کو یہود سے کیا تعلق؟) کیا کسی مومن کے نزدیک معاذ اللہ عناد و توہین وتحقیر سیدنا مسیح بھی کبھی کسی وقت باعث وموجب نورانیت والہام وکشف وغیرہ علامات و خوشنودی رب غیور ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

مرزا کا ابھی تو اس بات پر زور تھا کہ تمام الہامی انوار ومکاشفات منامات و برکات وغیرہ امام الزمان کا انعکاس ہوتا ہے اور یہاں پہنچ کر حافظہ نہ باشد والی مثال کے موافق ظلماتی متمرد وسرکش و یقتلون النّبیّین بغیر الحق (نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں) کے مصداق یہودیوں کو جو امام الزمان سے بہت دورتر پیدا ہوئے تھے ان کو صاحب الہام مکاشفات نورانیت و اچھے اچھے حالات والے بیان کیا ہے۔ اب فرماویں کہ یہ کس کا انعکاس تھا؟

مسیح کے انکار عداوت دشمنی ومخالفت میں تو ان بدقسمتوں پر یہ انعامات خداوندی ہوئے اگر مرزا صاحب کی طرح وہ سیدنا مسیح کے خیرخواہ وثناخوان ہوتے تو نہ معلوم کہ پھر وہ کن انعامات کے مستحق ہوتے۔ سبحان اللہ۔ مرزا صاحب کے حقائق ومعارف میں، جن پر آپ اور آپ کے مریدین دلدادہ ہیں، ذرا انصاف سے ان پر توجہ وغور فرماویں۔

نبی موعود کے وقت راہبوں کا ہلاک و سیہ دل ہونا

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۶ پر مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

مگر جب وہ نبی موعود، اس پر خدا کا سلام، ظاہر ہوگیا تب خود بینی و تعصب نے اکثر راہبوں کو ہلاک کر دیا اور ان کے دل سیہ ہو گئے مگر بعض سعادتمند مسلمان ہو گئے اور انکا اسلام اچھا ہوا۔ پس یہ ڈرنے کا مقام ہے۔ خدا کسی مومن کی بلعم کی طرح عاقبت نہ کرے، الٰہی تو اس امت کو فتنوں سے بچا اور یہودیوں کی نظیریں اس سے دور رکھ آمین

جواب۔ واقعی خود بینی اور تعصب یعنی انا خیر منه و ،ہم چو ما دیگرے نیست کہنا عام مخلوق الٰہی اور امت خیر الوری کو بنظر توہین و تحقیر دیکھنا، اپنی فضیلت و بزرگی ہر پہلو سے ثابت و قائم کرنے کی تدابیر میں مصروف رہنا، بے ضرورت منصوبجات کو ناجائز حیلہ حوالہ کر کے اپنے اقوال کی تصدیق کرنا، یا فتوی حاصل کرنے اور قرآن و احادیث کی عبارت کے معنی و تفسیر میں یحرّ فون الکلم عن موا ضعه (بدل ڈالتے ہیں کلموں کو اپنی جگہوں سے) کے مصداقوں کی طرح اپنی طرف سے اپنے مفید مطلب کمی زیادتی کرنی وغیرہ، یہ سب بے شک ایسے امراض ہیں جن سے انسان سیاہ دل ہو کر ہلاک اور آخر بصورت منیب و تائب نہ ہونے کے خود بد عاقبت ٹھہرتا ہے۔ حافظ حقیقی اپنے فضل و کرم سے اس امت کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ہم عاجز بندوں کو ہمارے عیوب اور اغلاط اور زلات پر بصیرت و اطلاع بخش کر ان سے تائب ہونے و پرہیز کی توفیق بخشے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں: جب کہ وہ نبی موعود، اس پر خدا کا سلام، ظاہر ہوگیا تب خود بینی و تعصب نے اکثر راہبوں کو ہلاک کر دیا اور ان کے دل سیاہ ہو گئے۔

لیکن اللہ تعالی پاک قرآن میں فرماتا ہے:

لتجد نّ اشدّ النّاس عداوةً للّذين آمنوا اليهود والّذين اشركوا و لتجدنّ اقربهم مودّةً للّذين آمنوا الّذين قالوا انّا نصارى ۔ ذلك بانّ منهم قسّيسين و رهبا ناً ۔ و انّهم لا يستكبرون ۔ و اذا سمعوا ما انز ل الى الرّسول ترى اعينهم تفيض من الدّ مع ممّا عرفوا من الحقّ يقو لو ن ربّنا آ منّا فا كتبنا مع الشّاهد ين۔ و ما لنا لا نومن باللّه و ما جائنا بالحقّ و نطمع ان يّدخلنا ربّنا مع القوم الصّالحين۔ فا ثا بهم اللّه بما قا لوا جنّات تجرى من تحتها الانهار

خالدین فیھا و ذلک جزاء المحسنین ۔(مومنوں کے ساتھ دشمنی کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ یہود اور مشرکوں کو تو پاوے گا۔ اور مومنوں کے ساتھ دوستی میں زیادہ قریب ان لوگوں کو پاوے گا جنہوں نے کہا ہم نصاری ہیں ۔ یہ اس لئے کہ ان میں علماء اور رہبان گوشہ نشین ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ۔ اور جب وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ کی طرف اتاری گئی ہے سنتے ہیں، تو ان کی آنکھوں کو دیکھتا ہے کہ حق کے پہچاننے سے آنسو بہاتے ہیں ، کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ہیں پس ہم کو شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ اور ہم اللہ اور اس کے ساتھ جو ہمارے پاس آیا ہے کیوں کر ایمان نہ لاویں حالانکہ ہم طمع کرتے ہیں کہ اللہ ہم کو قوم صالح میں داخل کرے ۔ پس اللہ نے ان کو اس کہنے کے عوض بہشت بدلہ دیا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بدلہ ہے نیکوکاروں کا)

مدعا یہ کہ مرزا صاحب راہبوں کو خود بین، متعصب ، سیاہ دل بتاتے ہیں اور اللہ پاک ان کو بہت قریب از روئے محبت مومنین سے ، قسیسین اور رہبان غیر متکبر، حق سن کر اور پہچان کر رونے والے، ایمان کا اقرار کرنے والے، قوم صالحین میں داخل ہونے کی آرزو کرنے والے، اور پھر ان کو ثواب جنت جزاء المحسنین دینا ، فرماتا ہے ۔ دیکھئے کس قدر فرق پڑ گیا۔ یعنی اللہ تعالی تو نصاری کے مذہب کی قرآن مجید میں اسقدر تعریف فرماتا ہے اور مرزا صاحب ان کو سرکش، منکر، مغضوب علیہ یہود سے نسبت دیں جو مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں جیسے قرآنی الفاظ لتجدنّ اشدّ النّاس عدوا للذین آمنوا الیھود میں صریح ارشاد ہے ۔

اسلام میں تو جو آئے گا ، ضرور سعادت سے حصہ لیگا۔ لیکن اسلام کے معنی کیا کرتے ہیں: گردن نہادن ، فرمان بردار ہونا ، احکام کو قبول کرنا ،

اور مرزا صاحب نے بھی گو اور طرح سے حقائق و معارف سے رنگین کر کے معنے کئے ہیں لیکن مطلوب مقصود میں کچھ ایسا فرق نہیں ۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ جس شخص کو دوسری تمام مخلوق کو اپنا فرمان بردار بنانا اور سب کی گردنیں اپنے حکم کے آگے جھکوانا اور سب کے نفس کا معہ لوازم مالک بننا منظور اور مدنظر ہو، وہ اپنی گردن کیونکر جھکائے گا ، اور اسلام کو گو زبان سے اچھا کہے ، اس کی فرمان برداری کیونکر قبول کرے گا ۔ اور یہ ہی سخت ڈرنے کا اور خوف کا مقام ہے اور اسی واسطے اخیر پر عاجز، مرزا صاحب کی دعا پر بھی آمین ثم آمین کہتا ہے ۔

مرزا صاحب نے اول تو فرمایا کہ الہامی انوار و برکات ، مکاشفات ، منامات وغیرہ امام

الزمان کے انوار کا انعکاس ہوتا ہے پھر اس قول کی پرواہ نہ کر کے ان ظلماتی، متمرد، سرکش و نافرمان مخالف و مقابل انبیاء یہود کو جو زمانہ امام الزمان سے بہت دور تر پیدا ہوئے تھے ان کو صاحب الہامات مکاشفات ونورانیت بنایا، اب یہاں آکر ان کو پھر اس کے برعکس تحریر کر دیا کہ سید الاولین و الآخرین ﷺ برحق امام الزمان کے بابرکت و نورانی عہد کے وقت راہب ہلاک اور سیہ دل ہو گئے گویا کہ حضرت مسیح کے بعد زمانہ فترۃ میں تو الہامات بند ہو کر وہ ملہمین مردود مغضوب علیھم ہو گئے۔ سبحان اللہ مرزا صاحب کسی جگہ قرار و استقامت تو فرماویں ہر بات پر حاشیہ نشینان واہ واہ کرنے والے موجود ہیں، لہذا مرزا صاحب کو ان اختلافات انقلابات کی پرواہ نہیں ہے اور روحانیت کے مذاق کی کمی کے سبب ان پر نظر نہیں پڑتی۔

دیکھئے خلاف منشاء کلام رب عزیز و شریعت اسلامی اپنی طرف سے من گھڑت قاعدہ تراشنے میں بموجب حکم والہام لو کان من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیہ اختلافاً کثیراً (اور اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے) کے انسان کہاں کا کہاں ٹکریں مارتا پھرتا اور کیسی حیرانی و اختلافات میں سرگشتہ و سرگردان ہوتا ہے۔ مرزا و مریدین غور فرمائیں۔

امام الزمان کی علامات

ضرورۃ الامام میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

اب ایک ضروری سوال یہ ہے کہ امام الزمان کس کو کہتے ہیں اور اس کی علامات کیا ہیں اور اس کو دوسرے ملہموں اور خواب بینوں اور اہل کشف پر کیا ترجیح ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امام الزمان اس شخص کا نام ہے کہ جس کی روحانی تربیت کا خدا تعالی متولی ہو کر اس کی فطرت میں ایک ایسی امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے کہ وہ سارے جہان کے معقولیوں اور فلسفیوں سے ہر ایک رنگ میں مباحثہ کر کے ان کو مغلوب کر لیتا ہے وہ ہر ایک قسم کے دقیق در دقیق اعتراضات کا خدا سے قوت پا کر ایسی عمدگی سے جواب دیتا ہے کہ آخر ماننا پڑتا ہے کہ اس کی فطرت دنیا کی اصلاح کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئی ہے اس لئے اس کو کسی دشمن کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑتا۔

جواب۔ اگرچہ اس سوال کا مختصر اور مرزا صاحب کا پسند خاطر تو اسی قدر جواب تھا جو انہوں نے (رسالہ ضرورۃ الامام کے) صفحہ ۲۳ میں بقلم جلی تحریر فرمایا ہے، کہ امام الزمان میں ہوں،۔

لیکن مرزا صاحب نے اسی پر بس نہیں فرمائی اور انصاف یہ ہے کہ حالات ہی ایسے ہیں جن سے مرزا صاحب معذور ہیں یعنی حاشیہ نشینان فدائیان ہی ایسے مل گئے ہیں کہ ما ھذہ التّماثیل الّتی انتم لھا عاکفون (کیا ہیں یہ مورتیں کہ تم واسطے ان کے اعتکاف کرنے والے ہو) کی طرح سرنگوں یا تاثیرادویات مقویات ومعجونات واشغال اطعمہ واشربہ گوناگوں کی طاقت سے داد دینے اور لوٹ پوٹ ہوکر، اہا اہا، کیا عرفان اور معرفت کے سمندر پلٹ دیئے، کہنے کو حاضر وموجود ہیں جس کا نمونہ کسی اہل اللہ وربانی کی مجلس میں نہ دیکھا نہ سنا۔

اور اس پر مرزا صاحب کو فرصت کثیر عمر بھر کے عادت تحریر طبیعت میں بحث مباحثہ کا مذاق خود بدولت سخن آرائی کے مشتاق مضامین کی آمد قلم ہاتھ میں غرض سب سامان موجود۔ پس جو پسند خاطر ہوا بلا تامل تحریر فرما دیا کون مزاحم و مانع ہوسکتا ہے۔ اور انہی اسباب کی وجہ سے مرزا نے علامات امام الزمان وعلامات الہام میں بہت کچھ خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ ما یلفظ من قولٍ الّا لدیہ رقیب عتید (نہیں بولتا کوئی بات مگر اس کے پاس ہے نگہبان تیار) کے ارشاد کو ایسے اہم وضروری امور میں مدنظر رکھتے بالخصوص بدعوی سپہ سالاری افواج محمدیہ ﷺ۔

کیونکہ یہ اسلامی (محمدی) فوج کچھ بے آئینی و بے قانونی وخودسر ہرگز نہیں، عام ہو یا خاص، سپاہی یا افسر سپہ سالار، رعیت ہو خواہ حاکم خودمختار، آقا ہو یا غلام، غرض ہر ایک کے لئے اس کے ہر ایک امر دینی و دنیاوی معاد ومعاش کے واسطے ایسا کامل وغیر مبدل پاک قانون موجود ہے جس میں ضوابط وقوانین شارع ﷺ کے وقت سے مقرر ومنضبط ہو چکے ہیں اور چونکہ وہ دستور العمل قوانین الٰہی ربانی ہیں، لہذا تغیر وتبدل نسخ وترمیم کو ان میں دخل و گنجائش نہیں۔ اور تیرہ سو برس سے زیادہ کا تجربہ اس پر شاہد ہے کہ اس عالی شان بابرکت محکم قانون کی پیروی و پابندی مثمر حسنات کونین اور اس سے انحراف وروگردانی منتج سیئات دارین یعنی خسر الدّنیا والآخرۃ ہے، لہذا لازم تھا کہ جو کچھ ہدایت وبہتری اسلام واسلامیان کے نام سے خواہ اوصاف امام خواہ شرائط الہام کچھ ہی ہوتا اگر تحریر فرماتے تو ان کو مسنداً مرفوعاً انہیں ضوابط وقوانین کی قید وحوالہ سے تحریر فرماتے کیونکہ یہاں مطلق العنانی نہیں چل سکتی اور ہر ایک متنفس مطیعان متبعان آنحضرت ﷺ سے مجاز ہے اور حق رکھتا ہے کہ بہ حکم فان تنازعتم فی شئی فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول (اگر تم کسی شئے میں تنازعہ کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیرو) کے طالب دلیل وسند اس قانون الٰہی کا ہو۔

پس اگر یہ اوصاف امام و شرائط الہام وغیرہ اس پاک قانون میں درج ہیں اور اس ہادی وافسر سراپا صدق و اعتبار و سپہ سالار فوج عزیز الغفار سے مروی ومنقول ہیں تو کسی کا کیا مقدور کہ آمنّا و صد قنا نہ کہے، ورنہ یہ سب بے سند و بے دلیل من گھڑت خود تراشیدہ باتیں مردود و مطرود ہیں اور ہرگز اس آئینی فوج کے لائق التفات نہیں کیونکہ بحکم خداوندی الیو م اکملت لکم د ینکم و ا تممت علیکم نعمتی و ر ضیت لکم ا لاسلا م دیناً (آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام تمہارے لئے دین پسند کیا) دین اسلام اپنے سب اصولوں اور فروعات میں کامل و پورا ہو چکا ہے۔ کون سی صداقت، کون سا امر دینی و دنیوی ہے، جو اس پاک و کامل اسلامی قانون میں درج نہیں ہے۔ شقی ازلی و بدبخت لم یزلی ہے وہ شخص جو اس کو کامل و اکمل نہ مانے، اپنی خود ساختہ تشریحات و دلائل کا اس کو محتاج جانے۔

مرزا صاحب نے علامات امام الزمان میں فرمایا ہے کہ اس کی روحانی تربیت کا خدا تعالیٰ متولی ہو کر اس کی فطرت میں امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے۔

جواباً گذارش ہے کہ اول بھی عرض ہو چکا ہے کہ امر ہدایت سہل و آسان و سریع الفہم ہونا ضروری ہے تاکہ عام و خاص اس کو سمجھ کر فائدہ اٹھا سکیں، لیکن مرزا صاحب کی طبیعت عادت مستمرہ کے باعث دقائق کو نہیں چھوڑ سکتی، گو وہ عام بیچاروں کے واسطے چیستاں ہو جاویں۔ سو اب سوال یہ ہے کہ دوسرے بندگان کی تربیت کا کون متولی ہوتا ہے۔ کیا سوائے رب العالمین کے کوئی اور ہے جو کسی کی ربوبیت کرے اور تربیت کا متولی ہو۔ جواب یہی ہوگا کہ نہیں، تو پھر فرماویں کہ اس میں امام الزمان کی کیا خصوصیت ہوئی؟

اور اگر مرزا صاحب کی مراد و اشارہ اس تربیت کی طرف ہے جس کا ذکر جناب پیر سید عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی فتوح الغیب کے صفحہ ۲۳۲ میں کیا ہے جو اکثر مرزا صاحب کے مطالعہ میں ہوتی تھی تو ان کی دوسری عبارت کی طرف بھی نظر فرمانی چاہیے۔ جناب پیر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ سالک کی چوتھی حالت میں وہ ایسا ہوتا ہے:

> فھوالعبد الّذی کفت یدہ من جلب مصا لحہ و منا فعہ و عن ردّ مضارہ و مفاسدہ کا لطّفل الر ضیع مع الظئرۃ و المیّت الغسیل مع الغا سل فیتولی یدا القدر تربیتہ من غیر ان یّکو ن لہ ا ختیار و تد بیر فان عن جمیع ذلک لاحا ل و لا مقا م و لا ارادۃ بل القیام مع

القدر تارةً ببسطه و اخری بقبضه و تارةً بغنی و تارة بفقر ولا یختار و لا یتمنی زوال ذلک و تغیره بل الر ضی الدا ئم و المموا فقة ا لا بد یة فھو آخر ما ینتھی الیه ا حوال ا لا و لیاء و الا بدا ل ۔ (پس وہ ایسا بندہ ہے کہ اپنی بہتری اور نفع کی چیزوں کے لینے اور ضرر دینے اور فساد ڈالنے والی چیزوں کے روکنے سے اس ہاتھ بند ہوتے ہیں جیسا کہ لڑکا شیر خوار دایہ کے ساتھ یا میت غسل والی نہلانے والے کے ساتھ ہوتی ہے۔ پس تقدیر کا ہاتھ اس کی تربیت کا متولی ہو جاتا ہے، سوا اس کے کہ اس میں اس کا کچھ اختیار اور تدبیر ہو، فانی ہوتا ہے ان تمام سے، نہ حال ہوتا ہے اور نہ اس کا ارادہ بلکہ اس کا قیام تقدیر کے ساتھ ہوتا ہے جو کبھی اسے کھولتی ہے اور کبھی اس کو بند کرتی ہے کبھی اس کو غنی کرتی ہے اور کبھی محتاج کرتی ہے اور وہ اس کے زوال اور تغیر کو پسند اور خواہش نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ کی رضا اور ابدی موافقت کو چاہتا ہے اور یہ اخیر درجہ ہے جس کی طرف اولیاء اللہ ابدال کے احوال کا انتہا ہے)

اب مرزا حالات خود بدولت تدابیر حصول فتوی امرتسر، انصرام مقدمہ گورداسپور، تحاریر و خطوط خود لکھ کر مخالفوں کو دوسروں کے نام سے بھجوانے (جیسا کہ خود عاجز ورفیق عاجز سے کئی مرتبہ کہا کہ ہم مسودہ لکھ دیتے ہیں تم اپنے نام سے مولوی محمد حسین کو بھیج دینا)، مطبع خاص اپنا اور کلیتًا اپنے کام کے واسطے، لیکن دکھلانے کو نام حکیم فضل دین صاحب کا، دنیوی طرح کا خطاب حاصل کرنے کیلئے جو برسوں سے سعی وکوشش کر رہے ہیں اور تدابیر جلسہ جوبلی، جلسہ طاعون کر کے تحریریں بھیج رہے ہیں کبھی تبلیغ، تحفہ قیصریہ، کشف الغطا، نالہ درد، خلاصۃ البلاغ، راز حقیقت، ستارہ قیصریہ انگریزی ترجمہ کرا کر قیمتی جلدیں بندھوا کر ولایت روانہ فرما رہے ہیں اور ان کے شکریہ کی امید پر الہامات، قیصر ہند کی طرف سے شکریہ، ایک عزت کا خطاب لک خطا ب العزّت ۔ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا، وغیرہ مشتہر فرما رہے ہیں اور چونکہ یہ سب کاروائی مرزا صاحب بہت احتیاط سے کرتے ہیں اور عام لوگوں کو اس کی خبر نہیں لہذا خود بدولت تجاہل عارفانہ کر کے اشتہار ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء اور اخبار الحکم ۳۱۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں فرماتے ہیں کہ،

ایک دوسرا الہام متشابہات میں سے ہے جو ۴۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو مجھے ہوا، وہ یہ ہے کہ قیصر ہند کی طرف سے شکریہ۔ اب یہ ایسا لفظ ہے کہ حیرت میں ڈالتا ہے۔ کیونکہ میں ایک گوشہ گزیں آدمی ہوں اور ہر ایک قابل پسند خدمت سے عاری اور قبل از موت

اپنے تئیں مردہ سمجھتا ہوں، میرا شکریہ کیسا۔ سوایسے الہامات متشابہات میں سے ہوتے ہیں جب تک خود خدا ان کی حقیقت کو ظاہر نہ کرے۔

بظاہر یہ سب کچھ اس واسطے اور اس خیال پر معلوم ہوتا ہے کہ ہم (مرزا) جو برسوں سے اپنے والد اور بھائی کی خدمات بہمرسانی پچاس سواران بایام غدر جتلا رہے ہیں (اس امر کی تردید میں کلمہ فضل رحمانی کے صفحہ ۲۵ میں بحوالہ تحفہ مرزائیہ درج ہے کہ مرزا غلام مرتضی صاحب نے بعہد سکھاں تلاش معاش میں کوئی دوسرا روزگار نہ ملنے پر جمعدار محمد بخش ککے زئی دھرم کوٹی کے فرزندان کی تعلیم پر بمشاہرہ پانچ روپیہ و نان نفقہ کے چند مدت گذاری۔ بعہد سرکار انگریزی ڈپٹی گوپال سہائے نے ملکیت اراضی قاضیان مغلاں کے نام کردی۔ بایام غدر اپنے پاس سے ایک سوار بھی نوکر رکھ کر مدد سرکار میں نہیں دیا۔ اس وقت ان کے پاس فقط ایک گھوڑی چھوٹی سی سرخی اپنے زیرسواری تھی) اور اپنی انیس برس کی خدمات پیش کر کے احسان جتلا رہے ہیں جن کی معمولی شکریہ کے الفاظ میں رسید آنے کی امید و کچھ خبر ہے۔ سو جس وقت وہ آ گیا تو لوگ جو اس ہماری محنت ومشقت وسعی کے واقف نہیں ہیں ان پر ہمارے الہامات کا صدق ثابت ہو جاوے اور وہ ہم کو مان جائیں گے۔ لیکن صدق اور راستی تو اس میں تھی کہ یہی امر ظاہر کھلے لفظوں میں بیان ہو جاتا کہ ہم محنت وسعی کر رہے ہیں اور ہم کو شکریہ وخطاب کی امید ہے۔ اگر چہ اس پر یہ اعتراض پھر بھی قائم رہتا کہ ابتداء اسلام سے کوئی امام، مجدد ومہدی، نائب رسول ایسا بھی ہوا ہے جس کی یہ کاروائی ہو اور دنیوی خطابوں اور عزتوں کے واسطے اس نے ایسی مشقت وجان کاہی کی ہو وغیرہ۔

اب ان سب کو حالات مذکورہ بالا جناب پیر جیلانیؒ سے مقابلہ فرماویں اگر وہ حالات خود بدولت ایسے ہی ثابت ہوں یعنی:

> وہ بندہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے طفل شیرخوار گود دایہ میں، یا میت غاسل کے ہاتھ میں، نہ اس کا کچھ اختیار وتدبیر ہوتی ہے بلکہ ان سب سے فانی، نہ اس کا کچھ حال نہ مقام نہ ارادہ بلکہ شاکر بتقدیر جو کبھی اس کو بسط وکبھی قبض کرتی، کبھی غنی کبھی فقیر کرتی ہے اور وہ کچھ اختیار نہیں کرتا اور نہ آرزوئے زوال وتغیر حالت کی کرتا ہے بلکہ ہمیشہ راضی و موافق اپنے مولی کی تقدیر کے رہتا ہے اور یہ اخیر درجہ احوال اولیاء وابدال کا ہے۔

اور چونکہ مرزا صاحب کا دعوی تو اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے اس لئے مرزا صاحب کے حالات تو اور بھی زیادہ ارفع واولی ہونے چاہییں۔ پس اگر یہ ثابت ہو جاوے تو بے شک مرزا صاحب اس تربیت کا ذکر کریں، ورنہ بغیر حالت کے خالی نام وقال سے کیا فائدہ۔ اور نیز جناب

پیر جیلانی صاحبؒ کے ان اقوال کی طرف بھی توجہ فرمائیں:

کیف یخرق لک العوائد و انت ما خرقت من نفسک العوائد و طالب الحظّ لیس بصادق فی محبّته و ولایته فمن اختار مع اللّٰہ غیرہ فھو کذّاب (کس طرح علیحدہ ہوں تم سے رکاوٹیں درآنحالیکہ تو نہیں دور کرتا اپنے نفس سے رکاوٹوں کو، حظ کا طالب، محبت الٰہی اور اپنی ولایت میں سچا نہیں۔ اور جو شخص اللہ کے سوا اس کے غیر کو اختیار کرے وہ بڑا جھوٹا ہے)

❁ مرزا قادیانی کا قول ہے: فطرت میں امامت کی روشنی رکھنا،۔

سو اس کو وہی جانے و قبول کرے جو اندرونی روشنی و شمع کو دیکھے یا معلوم کر سکے۔ ہاں صوفیاء و فقراء جن میں اس حس و بصیرت و کشف وغیرہ کا چرچا و دعوی ہے وہ تو قریباً کل کے کل مرزا صاحب کے حالات ادعائیہ سے سخت متنفر و منکر ہیں اور ثقہ و معتمد فقراء اہل کشف جن کے کشف کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے وہ تو یہی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے یہاں کچھ بھی روشنی و نورانیت نہیں، خالی بانگ دہل و دعوی ہے اور یہی سبب ہے کہ ایسے اہل باطن و کشف میں سے آج تک کوئی بھی مرزا سے مانوس و متفق نہیں ہوا۔ اور ایسا ہی ملہمین کا حال ہے۔

❁ دوسرے اکثر ناخواندہ و کم علم اور فقراء اہل اللہ کے حالات سے ناواقفوں کے قبول و رجوع کا کچھ اعتبار و اعتماد نہیں کیونکہ وہ تو ہر ایک نئی چیز کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ دیکھئے چیت رام کی جماعت جو صلیبی شکل لاٹھی پر قرآن مجید لٹکائے داڑھی مونچھ صفا مانگتے پھرتے ہیں اور اسی طرح کھیڑو والوں کا مجمع جو مالیرکوٹلہ وغیرہ کے گردونواح میں اکثر خاکروبوں کا ہے اور مرزا صاحب کو بابا مرزا کہہ کر ادب کرتے ہیں ایسا ہی دوسری تکالیف شرعیہ سے بھاگنے والوں چار آبرو کی صفائی و دیگر فسق و فجور و حرمات شرعیہ میں منہمک رہنے والوں کا حال ہے۔ اور ایسا ہی بعض کچھ پڑھے لکھے ذائقہ و لذت اسلامی سے ناواقف عجز و انکسار عبودیت پر بباعث نیچریت و فلسفہ مضحکہ اڑانے والے صرف زبانی خشک و خالی تقریروں کے دلدادہ جو ذرا سی زبانی تعریف قرآن مجید و اسلام کو سن کر بمقابلہ اپنے معلومات و بے مذاقی کے غنیمت جاننے والے ہیں وہ بے چارے بھی ناواقفوں ہی میں داخل ہیں۔ پس ایسوں کا دیکھا دیکھی مان لینے اور اعتماد کر لینے اور ہاں میں ہاں ملانے کا کیا اعتبار اور کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

❁ مرزا صاحب کا فرمان ہے: وہ سارے جہان کے معقولیوں و فلسفیوں سے ہر ایک

رنگ میں مباحثہ کر کے ان کو مغلوب کر لیتا ہے۔

جواباً گزارش ہے کہ مباحث تو بہت ہیں اور ہر ایک مباحثہ کر سکتا ہے۔ ہاں خصم کو مغلوب کر کے منوا لینا کچھ کام ہے لیکن جو کچھ مرزا صاحب کے مباحثات کا اب تک نتیجہ ہوا وہ بظاہر یہی ہے کہ مخالفین اسلام تو اول بھی مخالف ہی تھے لیکن مرزا صاحب نے نمک مرچ لگا کر ان کی اور ان کے معبودوں کی خبر لینے سے ان کو اسلام و ہادی اسلام کے مقابلہ میں سبّ وشتم کرنے، سخت سست کہنے و لکھنے کا حوصلہ بڑھا دیا و موقع دیا۔ متبعان و معتقدان اسلام میں سے جن کے ساتھ مرزا صاحب کا باوجود طرح دینے وٹالنے کے مباحثہ ہوا ان کا حال بھی ظاہر ہے۔ ان کا مغلوب ہونا تو کہاں انہوں نے جو کتب وغیرہ مرزا صاحب کے مخالف لکھی ہیں ان کا مرزا کبھی جواب نہیں دیتے اور کئی مولوی صاحبان مثل مولوی عبدالحق و مولوی عبدالمجید دہلوی وغیرہ ایسے ہیں جن کے اصرار و ملتجی ہونے پر بھی مرزا نے ان سے گفتگو کرنی منظور نہیں کی۔ ہاں سارے جہان کے معقولیوں و فلسفیوں میں سے ایک مولوی حکیم نورالدین تو بے شک مرزا صاحب کے مغلوب یا ہم مذاقی کی وجہ سے مسخر ہوئے ہیں۔ سو عاجز دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک ان کا ہادی ہو کر ان کی دست گیری فرمائے۔ آمین۔

❁ مرزا قادیانی کہتے ہیں، دقیق در دقیق اعتراضات کا خدا تعالیٰ سے قوت پا کر عمدگی سے جواب دیتا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ ہر ایک انسان، چرند پرند، بلکہ ذرہ ذرہ اسی مبدء فیوض قوت پاتا ہے اس میں بھی امام الزمان کی کچھ خصوصیت نہیں۔ اور مرزا صاحب کے عمدگی سے جواب دینے کا بظاہر تو یہی ثمرہ ہوا ہے کہ بعد مباحثہ امرتسر، مرزا قادیانی کے مریدین میں سے دو کس کی تو خبر ہے کہ مرتد ہو کر دوسری طرف جا ملے۔

❁ مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں: اس کی فطرت دنیا کی اصلاح کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئی ہے۔ جواباً عرض ہے کہ یہ اصلاح کا سامان بھی ایسا عمدہ ہے کہ باستثنا مریدین مرزا قادیانی دوسرے جملہ علماء و فقراء سجادہ نشینان وغیرہ غرض قریباً کل اہل اسلام سے جنگ و مخالفت ہے۔ جب اول سامان اصلاح میں یہ حالت ہے تو دیکھئے خود اصلاح کیا کرشمہ دکھاتی ہے۔ حافظ حقیقی اپنی کل مخلوق خصوصاً امت محمدیہ ﷺ کو ایسی اصلاح سے جو سراسر منتج الشر والفتن ہو محفوظ و مامون رکھے۔

❁❁ مسافر خانہ کے جواب میں مرزا صاحب ملاحظہ فرمائیں:

ہادی جن وانس ﷺ نے فرمایا:

الدّ نیا سجن المومن و جنّۃ الکا فر۔ اذا رأیت اللّٰہ عزّ و جل یعطی العبد من الدّ نیا علی معا صیہ ما یحبّ فانّما ھو استدراج ثمّ تلی رسول اللّٰہ ﷺ فلمّا نسوا ما ذکرو بہ فتحنا علیھم ابوا ب کلّ شیء حتّی اذا فر حوا بما اوتوا اخذ نا ھم بغتۃ فا ذا ھم مبلسون (دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے واسطے بہشت ہے، جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ، آدمی کو باوجود اس کی نافرمانیوں کے وہ چیزیں جو کہ وہ پسند کرتا ہے، دیتا ہے تو یہ اس کیلئے استدراج ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ترجمہ: پس جب وہ اس شئے کو کہ اس کے ساتھ نصیحت کئے گئے تھے، بھول گئے تو ان پر دروازے ہر شئے کے کھول دیئے یہاں تک کہ وہ اس شے سے کہ دیئے گئے خوش ہو گئے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا پس اس وقت وہ ناامید ہو گئے)۔

و عن انس انّ رسو ل اللّٰہ ﷺ کا ن لا ید خر شیئاً لغد (حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کوئی شئے روز فردا کے واسطے نہیں رکھتے تھے)

اور استراحت کے بارے میں جب جسد اطہر و مبارک پر بوریہ کے نقش دیکھ کر فرش بچھانے کی اجازت مانگی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

وما لی و الدّ نیا و ما انا و الدّ نیا الّا کرا کب استظلّ تحت شجرۃٍ ثمّ را ح و تر کھا ۔ عر ض علیّ ر بّی لیجعل بطحاء مکہ ذھباً فقلت لا یاربّ و لکن اشبع یو ماً و اجوع یو ماً فا ذا جعت تضرعت الیک و ذکر تک و اذا شبعت حمد تک و شکر تک (مجھے دنیا سے کیا تعلق؟ میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جو درخت سے سایہ پکڑتا ہے اور اس کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ میرے رب نے مجھ پر پیش کیا کہ مکہ کا بطحا (میدان) سونا کر دے۔ میں نے کہا اے رب یہ منظور نہیں، لیکن میں ایک دن سیر ہوں ایک دن بھوکا رہوں۔ پس جب بھوکا رہوں تو تیری طرف عاجزی کروں اور جب سیر ہوں تو تیرا حمد اور شکر کروں)

غرض کہ آنحضرت ﷺ نے باوجود موجودگی زبردست و عالی شان سلطنت کے جس طرح اس دار ناپائدار میں گذران کی وہ سب کو اظہر من الشّمس ہے۔اور ایسا ہی حال صحابہؓ کا تھا

و عن ابن عمر قا ل کنّا جلو ساً مع رسو ل اللّٰہ ﷺ فقا ل رسو ل اللّٰہ ﷺ من یعودہ (سعد بن عبادہ) منکم فقا م و قمنا و نحن بضعۃ

عشر و ما علینا نعال و لا خفاف و لا قلانس و لا قمص فمشی فی تلک المساخ حتی جئناه ..الخ (ابن عمرؓ سے روایت ہے، کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ پس فرمایا تم میں سے کون اس، یعنی سعد بن عبادہؓ، کی عیادت کرنے جاتا ہے۔ پس آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ہم کچھ اوپر دس آدمی تھے اور ہمارے پاس نہ پاپوش تھے۔ اور نہ موزے اور نہ ٹوپیاں اور نہ کرتے۔ ہم اس شورزمین میں چل کر آئے یہاں تک کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس داخل ہوئے)

یہ عاشقان الٰہی کے حال ہیں۔ غرض دنیا کو مسافر خانہ کہنا تو انہیں کو زیبا تھا جو مسافر خانہ جان کر مسافروں والا گذارہ کرتے تھے لیکن وہ اہل دول کس منہ و زبان سے مسافر خانہ کہہ سکتے ہیں جو دن رات کیوڑہ، بید مشک، ہوائی پانی برف، خس ٹٹی، مرغی، انڈا، مشک، پلاؤ، زردہ، پشمینہ، قالین، لحاف وغیرہ میں منہمک و مستغرق ہیں اور ہزار ہا روپیہ کی جائداد و زیور رکھتے ہیں اور طول امل کا یہ حال ہے کہ تیس برس کے واسطے رہن جائداد کا معاہدہ ہوتا ہے۔

❁ مرزا کہتے ہیں کہ اس (امام الزمان) کو کسی دشمن کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں پڑتا۔ جواباً عرض ہے اس بارہ میں مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئیاں و میعاد مقررہ و تفہیم مشہورہ مندرجہ باب اول کی نسبت جو کچھ ظہور میں آیا وہی بہت ہے، زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ ہاں ان واقعات پر مرزا صاحب کا حوصلہ، ہٹ وایستادگی بے شک قابل داد ہیں۔

❁ امام الزمان کا فوج محمدی کا سپہ سالار ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

وہ روحانی طور پر محمدی فوجوں کا سپہ سالار ہوتا ہے خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کی دوبارہ فتح کرے۔

جواب۔ سپہ سالاری کے فرائض منصبی بھی ایسی عمدگی سے ادا ہوئے ہیں کہ سوائے چند سپاہیان خانہ بدوشاں حاضر باشاں خدمت والا کے دوسری کل فوج ناراض متنفر بلکہ برسر مقابلہ، حالانکہ اکثر ان میں کے ذاکرین دعاگو بے شر بقول مرزا صاحب واستخارہ کناں کہ اللہ عزوجل ان کو اس سپہ سالار کی طرف، اگر وہ واقعی من جانب اللہ ہے، راغب و مائل کرے، لیکن تقدیر الٰہی و لیاقت سلوک مرزا صاحب سے یوماً فیوماً مخالفت ہی بڑھتی جاتی ہے بلکہ جو حسن ظن کے سبب متامل

ومنتظر تھے ان کو بھی اصل حالات سے آ گاہی و اطلاع بذریعہ مخالف الہامات کے شروع ہوگئی ہے۔

فوج کی ناراضگی کے کئی وجوہ ہوتے ہیں مثلاً:

اول، یہ کہ افسر کو لیاقت و تجربہ کثیر التعداد فوج سنبھالنے کا نہ ہو۔

دوم، فوج کی طاقت و وسعت وفہم سے زیادہ کام و بوجھ اس پر ڈالا جائے۔

سوم، اپنی تعظیم وتکریم ادب وقواعد میں اس پر تشدد و جبر و بدسلوکی کی جاوے۔ وغیرہ۔

اب مرزا صاحب خود ہی غور وفکر فرمائیں کہ ان میں سے کون سا سبب و وجہ ہے۔

مرزا صاحب تو سپہ سالاری وافسری کے بہت عاشق و دلدادہ ہیں جو کوئی جناب حضور حضرت اقدس وغیرہ کہہ کر آپ سے کچھ عرض کرے اور اپنے آپ کو خادم، غلام، چاکر کہے اس پر آپ خوش رہتے اور مسرور الوقت ہوتے ہیں ولیکن براہ ہربانی ان احادیث واحکام وفرامین ہادی اسلام کو بھی جوافسری کے متعلق ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

اللّٰھمّ من ولی من امر امتی شیئا فشقّ علیھم فاشقق علیه و من ولی من امر امتی شیئاً فر فق بھم فار فق به ۔ قال اتدرون من المسابقو ن الی ظلّ اللّٰه عز وجل یوم القیا مة، قا لوا اللّٰه و رسوله اعلم ۔ قال الّذین اذا اعطوا الحقّ قبلوه و اذا سئلو ه بذ لوه و حکموا للنّاس کحکمھم لا نفسھم قا ل مامن رجل یلی امر عشره فما فوق ذلک الّا اتی اللّٰه عز وجل مغلولاً یوم القیامة یده الی عنقه فکه بره او او بقه ا ثمه او لھا ملا مة و اوسطھا ندا مة و آخرھا خزی یوم القیا مة (اے اللہ جو شخص میری امت کے کسی امر پر والی ہو اور ان پر مشقت ڈالے تو تو بھی اس پر مشقت ڈال اور جو شخص میری امت کے کسی امر پر والی ہو اور اس کے ساتھ نرمی کرے تو اس کے ساتھ نرمی کر۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن اللہ کے سایہ کی طرف کون سبقت لے جانے والے ہیں؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول اچھا جانتے ہیں۔ فرمایا وہ لوگ ہیں کہ جب حق دیئے جاویں تو قبول کریں اور جب حق سے سوال کئے جاویں تو خرچ کریں اور لوگوں پر اسی طرح کا حکم کریں جس طرح اپنے نفسوں پر کرتے ہیں۔ فرمایا کوئی آدمی نہیں جو دس یا دس سے زیادہ آدمیوں پر والی ہو، مگر قیامت کے روز اللہ کے پاس ہاتھ جکڑے ہوئے لے کر آئے گا۔ اس کو اس کی نیکی چھڑاوے گی، یا گناہ اس کو ہلاک کرے گا۔ اول اس کا

ملامت ہے، اوسط اس کا ندامت اور اخیر اس کا قیامت کے دن خواری ہے)

و عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللّٰه ﷺ ان افضل عباد اللّٰه عند اللّٰه منزلة یوم القیامة اما م عادل رفیق وان شرّ النّاس عند اللّٰه منزلة یو م القیا مة اما م جا ئر خر ق (حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہا کہ قیامت کے دن تمام بندوں سے اس کے نزدیک مرتبہ میں افضل، امام عادل رفیق یعنی نرمی اور لطف کرنے والا ہے اور سب سے برا مرتبہ میں قیامت کے روز امام ظالم ..ہے)

ابوموسی اشعریؓ ومعاذؓ کو یمن کی طرف روانہ فرمانے پر آپ ﷺ نے فرمایا:

یسّرا ولا تعسّرا و بشّرا ولا تنفّرا و تطا وعا ولا تختلفا (تم دونوں لوگوں کے ساتھ آسانی کرنا، سختی وتنگی نہ کرنا اور بشارت دینا، بھگانا نہیں اور ایک دوسرے کی تابعداری کرنا، اختلاف نہ کرنا)

و عن عمر بن الخطاب انّه کان اذا بعث عمّا له شر ط علیهم ان لّا ترکبوا برذونا ولا تا کلوا ... و لاتلبسوا ر قیقاً و لا تغلقوا ابوا بکم دون حوا ئج النّاس فان فعلتم شیئاً من ذلک فقد حلّت بکم العقو بة ثم یشیعهم (حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ تحقیق جب وہ اپنے عاملوں کو بھیجتے تو ان پر یہ شرطیں کرتے کہ ترکی گھوڑے پرسوار نہ ہوں، اور میدہ نہ کھاویں، اور باریک کپڑا نہ پہنیں اور لوگوں کی حاجتوں کیلئے اپنے دروازے بند نہ کریں۔ پس اگر تم نے اس میں سے کوئی شئے کی تو تمہیں ضرور سزا ملے گی یا تم پر عذاب اترے گا۔ پھر کچھ دور جا کر رخصت کرتے)

امام اور سپہ سالار کے فرائض منصبی میں غور فرمائیں کہ جب کوئی شخص ان احکام کی بالکل مخالفت کر کے سپہ سالاری اور امامت بغیر اوصاف واعمال کے زبانی قائم کرلے تو اسلامی سپاہ اس افسری وسپہ سالاری کو کہاں قبول کرسکتی ہیں۔ آپ اسلامی عقاید واحکام کی پابندی شروع کریں پھر دیکھیں کہ کیسی کامیابی ہوتی ہے لیکن عملاً ہو، زبانی جمع وخرچ سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور دین کی دوبارہ فتح کرنے کی نسبت یہ عرض ہے کہ فتح کسی نتیجہ سے ظاہر متحقق صحیح وثابت ہوتی ہے۔ یہ قانون مسلّم ومشاہدہ شدہ ہے کہ فاتح ہمیشہ ہر امر میں غالب ومعزز وبارعب ہوتا ہے اور مغلوب اس کی عزت کرتا، ڈرتا اور مودب اور دب کر رہتا ہے حتی کہ کوئی کلمہ اور امر بے ادبی ومنافی شان فاتح مغلوب سے سرزد نہیں ہوتا۔ سو اگر مرزا صاحب کے زمانہ میں بھی نوبت وحالت

اسلام کی ایسی ہوگئی ہے تو لاریب فتح صحیح وحق ہے اور اگر مغلوب و بے باک و بے خوف دلیرو دریدہ دہن ہو کر بدزبانی گندسبّ وشتم کے فوارے بن گئے ہیں تو مرزا صاحب خود انصاف فرمائیں کہ کیسی فتح ہوئی۔ مجرد خوش اعتقاد مریدین کی تعریف وتوصیف پر خیال نہ کر کے بحکم استفت قلبک ولو افتاک المفتون (اپنے دل سے فتویٰ پوچھ اگرچہ مفتی تم کو فتویٰ دے چکیں) اپنے دل سے فتویٰ پوچھیں کہ اس کا نام فتح یا شکست؟

امام الزمان کے جھنڈے تلے آنیوالوں کو اعلیٰ قوای بخشے جانا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اور وہ تمام لوگ جو اس کے جھنڈے کے نیچے آتے ہیں ان کو بھی اعلیٰ درجہ کے قوای بخشے جاتے ہیں اور وہ تمام شرائط جو اصلاح کے لئے ضروری ہوتے ہیں اور وہ تمام علوم جو اعتراضات کے اٹھانے اور اسلامی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے ضرور ہیں اس کو عطا کئے جاتے ہیں۔

جواب۔ مرزا صاحب نے یہ کیفیت وتعریف بیان نہیں فرمائی کہ کس کام وعمل کیلئے اسے اعلیٰ قوای بخشے جاتے ہیں۔ خیر کچھ ہی ہو بہرحال مرزا کے مریدین سے جو کچھ آج تک ظہور میں آیا ہے وہ تو یہی جنگ وجدال، قیل وقال، اظہار فضیلت خود بردیگر بندگان رب العالمین وتحقیر وتوہین پیشوایان وبزرگان دین متین واکل وشرب وخوش گذرانی ہی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے خود ہی ان کی تعریف شہادۃ القرآن کے اخیر ودیگر اشتہارات میں مفصل فرمائی ہے۔ پھر کسی میں بھی ذکروفکر، مسکنت، انکساری وانابت الی اللہ وفکر حج وغیرہ ارکان اسلام کی نسبت بظاہر دیکھائی نہیں دیتی اور غیب کا حال عالم الغیب والشہادۃ کو معلوم ہے۔ شرائط اصلاح واعتراضات اٹھانے کا حال عرض ہو چکا ہے علاوہ ازیں امام صاحب سے تو کسی صورت میں مریدین آگے بڑھ ہی نہیں سکتے پس امام صاحب کے حالات ہی ان کے حالات کا اندازہ بخوبی ہوسکتا ہے۔

مرزا قادیانی کی بدزبانی

ضرورۃ الامام کے صفحہ ے پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اور بایں ہمہ چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کو دنیا کے بے ادبوں اور بدزبانوں سے

بھی مقابلہ پڑے گا، اس لئے اخلاقی قوت بھی اعلی درجہ کی اس کو عطا کی جاتی ہے۔

جواب ۔ اعلی درجہ قوت اخلاقی میں توحید، توکل، تبتل، توبہ، انابت، صبر، شکر، خوف، رجا، فقر، زہد، محبت وشوق رضائے الہی، نیت وا خلاص وصدق اور طول امل کو چھوڑ کر فکر موت و تیاری عقبی وغیرہ بھی داخل ہیں اوران اوصاف کا امام میں جو مخلوق الہی کی اصلاح و ہدایت کے واسطے مامور ہو، ہونا ضروری ہے اور بے شک امام میں یہ اوصاف ضرور ہوتے ہیں۔ لہذا دیکھنا چاہیے کہ مرزا صاحب میں بھی یہ اوصاف موجود ہیں؟ سوان ہر ایک میں جو مرزا صاحب کا عمل درآمد رہا ہے جس کا اس عرصہ کی ملاقات میں مشاہدہ و تجربہ ہوا اور جو مرزا کا ان اخلاق میں درجہ و رتبہ ہے وہ مع شواہد و نظائر قابل ذکر تھا لیکن چونکہ مرزا نے بے ادبوں اور بدزبانوں کے مقابلہ پر صرف خوش اخلاقی ہی کو مراد لیا اور ذکر کیا ہے لہذا اس جگہ مرزا کی خوش اخلاقی وشیریں کلامی کا جو انہوں نے اپنے کتب واشتہارات میں ظاہر فرمائی ہے اور جس کا بالاستیعاب ذکر تو مشکل وطول ہے لیکن بطور نمونہ چند الفاظ وکلمات وفقرات اظہار حقیقت کے لئے بترتیب حروف تہجی با دل نخواستہ لکھتا ہوں اوران کے نقل کرنے سے اللہ تعالی کی پناہ وبخشش مانگتا ہوں ۔

الف: اے بدذات فرقہ مولویاں تمنے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا، وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا؛ اندھیرے کے کیڑو؛ ایمان وانصاف سے دور بھاگنے والا؛ اندھے؛ نیم دہریہ؛ ابولہب؛ اسلام کے دشمن؛ اسلام کی عار مولویو؛ اے جنگل کے وحشی؛ اے نابکار؛ ایمانی روشنی مسلوب ہوئے؛ احمق مخالف؛ اے پلید دجال؛ اسلام کے بدنام کرنے والے؛ اے بدبخت مفتریو؛ اعمی؛ اشرار؛ اول الکافرین؛ اوباش؛ اے بدذات خبیث دشمن اللہ اور رسول کے؛ ان بے وقوفوں کے بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔

ب ۔ بے ایمان اندھے مولوی؛ بلید طبع؛ بدذات جھوٹا؛ بدگوہری ظاہر نہ کرتے؛ بے حیائی سے بات بڑھانا؛ بددیانت بے حیا انسان؛ بدذات فتنہ انگیز؛ بدقسمت منکر؛ بدچلن؛ بخیل ؛بداندیش؛ بدظن؛ بدبخت قوم؛ بدگفتار؛ بدباطن نکتہ چیں؛ باطنی جذام؛ بخل کی سرشت والے؛ بیوقوف جاہل؛ بےہودہ۔

ت ۔ تمام دنیا سے بدتر؛ تنگ ظرف؛ ترک حیا؛ تقوی ودیانت کے طریق کو بکلی چھوڑ دیا؛ ترک تقوی کی شامت سے ذلت پہنچ گئی؛ تکفیر ولعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لئے۔

ث ۔ ثعلب (لومڑی جیسے) ایّھا الشّیخ الضّال و الدّجال البطال۔

ج ۔ جھوٹ کی نجاست کھائی؛ جھوٹ کو گونہہ کھایا؛ جاہل وحشی؛ جادہ صدق وثواب سے منحرف و دور؛ جعل ساز؛ جیتے ہی مرجاتا۔

چ ۔ چوہڑے؛ چمار۔

ح ۔ حمار؛ حمقاء؛ حق وراستی سے منحرف؛ حق پوش۔

خ ۔ خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیرا اپنے اندر رکھتے ہیں؛ خنزیر سے زیادہ پلید؛ خطا کی ذلت انہی کے منہ پر؛ خالی گدھے؛ خائن؛ خباثت پیشہ؛ خاسرین خالیۃ من نور الرحمٰن؛ خام خیال؛ خفاش؛ خوش شدہ آید کہ حق ودین را باطل کنید۔

د ۔ دل کے مجذوم ۔ دھوکہ دہ ۔ دیانت امانت راستی سے خالی ۔ دجال۔ دروغ گو۔ ڈوموں کی طرح مسخرہ ۔ دشمن سچائی ۔ دشمن قرآن ۔ دلی تاریکی۔ دروغ شما تا کنارہائے بغداد منتشر خواہد شد

ذ ۔ ذلت کی موت ۔ ذلت کے ساتھ پردہ دری ۔ ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو سوروں اور بندروں کی طرح کر دیں گے۔

ر ۔ رئیس الدجالین ۔ ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں لے جائیں گے۔ روسیاہ ۔ روباہ باز ۔ رئیس المتصلفین ۔ راس المعتدین۔ راس الغادین۔

ز ۔ زہرناک مادے والے ۔ زندیق۔

س ۔ سچائی چھوڑنے کی لعنت انہیں پر برسی ۔ سفلی ملا بے بصر۔ سیاہ دل منکر۔ سخت بے حیا ہوگا جو اس فوق العادت سلسلہ سے انکار کرے ۔ سیاہ دل فرقہ کس قدر شیطانی افتراؤں سے کام لے رہا ہے ۔ سادہ لوح، ساہسی، سفلہ، سفہاء، سلطان المتکبّرین الّذی اضاع دینہ بالکبر والتّوھین ۔ سگ بچگان۔

ش ۔ شرم و حیا سے دور۔ شرارت وخباثت ۔ شیطانی کاروائی والے ۔ شریف از سفلہ نمی ترسد بلکہ از سفلگی اومے ترسد ۔ شریر مکار۔ شیخی سے بھرا ہوا ۔ شیخ نجدی۔

ص ۔ صم عمی ۔ صدر القناۃ نیوش صدرک ضربہ ۔ و یریک رمانی بحار دماء۔

ض ۔ ضال ۔ ضررھم اکثر من ابلیس اللّعین

ط ۔ طالع منحوس۔ طبتم نفساً بالغاء الحقّ و الدّین

ظ ۔ ظالم ۔ ظلمانی حالت۔

ع ۔ علماء السوء ۔ عداوت اسلام، عجیب دیندار، عدو العقل النھی، عقارب، عقب الکلب

- غ ۔غول الاغوی ۔غدار سرشت ۔ غالی ۔ غافل
- ف ۔ فیمت یا عبدالشّیطان الموسوم بہ ۔فریبی ۔فن عربی سے بے بہرہ، فرعونی رنگ ۔
- ق ۔قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ۔ قست قلوبھم کما ھی عادۃ النوکی ۔ قد سبق الکلّ فی الکذب و المین۔
- ک ۔ کتے ۔ کینہ ور۔ کمینہ ۔ کہماء (مادرزا داندھے) ۔ کج دل قوم ۔کوتاہ نظر ۔ کھوپڑی میں کیڑا ۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مرجاویں گے ۔
- گ ۔ گدھا ۔ گندے اور پلید فتوی والے ۔گندی کاروائی والے ۔ گندی عادت ۔ گندے اخلاق ۔ گندہ دہانی ۔ گندے خیال والے ذلت سے غرق ہو جاتا ۔ گندی روحو۔
- ل ۔ لاف وگذاف والے ۔لعنت کی موت ۔
- م ۔ مولویت کو بدنام کرنے والو ۔ مولویوں کا منہ کالا کرنے کے لئے ۔ منافق ۔ مفتری ۔ موردغضب ۔ مفسد ۔ مرے ہوئے کیڑے ۔ مخذول ۔ مہجور ۔ مجنون درندہ ۔ مغرور ۔ منکر ۔ محجوب مولوی ۔ مکّس طینت مولوی کی بک بک ۔ مردار خور مولویو ۔
- ن ۔ نجاست نہ کھاؤ ۔ نااہل مولوی ۔ ناک کٹ جائے گی ۔ ناپاک طبع لوگوں نے ۔ نابینا علماء ۔نمک حرام ۔ مفسانی ۔ ناپاک نفس ۔ نابکار قوم ابھی تک حیا وشرم کی طرف رخ نہیں کرتی ۔نفرتی و ناپاک شیوہ ۔ نادان متعصب ۔ نالائق ۔نفس امارہ کے قبضہ میں ۔ نااہل حریف ۔ نجاست سے بھرے ہوئے ۔ نادانی میں ڈوبے ہوء ۔نجاست خوری کا شوق ۔
- و ۔ وحشی طبع ۔ وحشیانہ عقاید والے ۔
- ھ ۔ ہامان ۔ ہالکین ۔ ہندوزادہ ۔
- ی ۔ یک چشم مولوی ۔ یہودیانہ تحریف ۔ یہودی سیرت ۔ یا ایّھا الشّیخ الضّال و المفتری البطّال ۔ یہود کے علماء ۔ یہودی صفت ۔
- مرزا صاحب کی کتب وغیرہ تو ان کلمات سے لبالب ہیں لیکن بہت ہی اختصار کر کے ضمیمہ رسالہ انجام آتھم اور دوسرے اوراق سے جو الفاظ سرسری دیکھنے سے نظر سے گذرے، ان میں سے بھی بہت سے چھوڑ کر یہ لئے ہیں ۔ مرزا صاحب نے ان کو اکثر ان مسلمان علماء اہل قبلہ پابند صوم وصلوۃ حجاج حافظان قرآن ، حدیث رسول کے نام لے کر استعمال فرمایا ہے جو اکثر خدمت قرآن مجید وحدیث شریف واپنے وظائف واوراد ذکر اللہ میں شب و روز مصروف ہیں اور ان میں

سے بہت ایسے ہیں کہ جن کی مجلس میں مرزا صاحب کا ذکر بھی مشکل سے ہوتا ہے اور مرزا صاحب نے بعض جگہ تو کل قوم کو ہی مخاطب کیا ہے۔

پھر ان ہی الفاظ پر کفایت و بس نہیں کی بلکہ اپنی طرف سے عربی عبارت میں عجیب لعنتیں تصنیف کر کے لکھی ہیں مثلاً:

۱۔رئیس الدجالین، اور اس کا تمام گروہ علیھم نعال لعن اللّٰہ الف الف مرّۃ ۔(قدرت قادر مرزا صاحب کی زبان وقلم سے بجائے درود، ہزارہ، ہزار لعنتیں نکلی ہیں یعنی مسلمین مومنین تو درود ہزارہ پڑھتے ہیں اور مرزا صاحب ہزار لعنتوں کا ورد کرتے ہیں۔اپنا اپنا نصیب ہے)

۲۔آخرھم شیطان الاعمی ۔الغول الاغوی یقال لہ ۔

وھو کالامروھی من الملعونین۔

۳۔مخالف ومکذبوں پر وہ لعنت پڑی جو دم نہیں مار سکتے ۔لعنت ہے ایسی خوشی پر ۔ مکذبین کے دلوں پر خدا کی لعنت،

۴۔پس میں نے اشتہار دے دیا ہے جو شخص اس کے بعد سیدھے طریق پر میرے ساتھ معاملہ نہ کرے اور نہ تکذیب سے باز آئے وہ خدا کی لعنت،فرشتوں کی لعنت اور تمام صلحاء کی لعنت کے نیچے ہے ۔

دوسری قوموں کا یہاں ذکر نہیں جن کے واسطے ہزار لعنت پوری کر کے اپنی کتاب میں شائع کی ہے ۔اب تعجب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے بایں علم وفضل ونیابت نبوت آنحضرت ﷺ سید الاولین والآخرین کے ارشادات ذیل کا کیوں خیال ولحاظ نہ کیا:

۱۔لا یکون المومن لعاناً ۔لیس المومن بالطّعان ولا باللّعّان ولا الفاحش ولا البذی۔ لا تلاعنوا بلعنۃ اللّٰہ۔انّ اللّعّانین لا یکونون شھداء یوم القیامۃ ۔لا ینبغی لصدیق ان یکون لعّاناً ۔(مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا ۔مومن طعن اور لعنت کرنے والا اور فحش اور بے ہودہ بکنے والا نہیں ہوتا اللہ کی لعنت کے ساتھ لعنت نہ کرو بے شک لعنت کرنے والے قیامت کے دن گواہ نہ بنیں گے ۔صدیق کو لائق نہیں کہ لعنت کرنے والا بنے)

۲۔انّ العبد اذا لعن شیئاً صعدت اللّعنۃ الی السّماء فتغلق ابواب السّماء دونھا ثمّ تھبط الی الارض فتغلق ابوابھا دونھا ثمّ تاخذ

یمیناً و شما لاً فا ذا لم تجد مسا غاً ر جعت الی الّذی لعن فا ن کا ن ذلک ا ھلاً و الّا ر جعت الی قا ئلھا (تحقیق بندہ جب کسی پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف بڑھتی ہے تو آسمان کے دروازے اس کے آگے بند کئے جاتے ہیں۔ پھر زمین کی طرف اترتی ہے تو اس کے دروازے اس کے آگے بند کئے جاتے ہیں۔ پھر وہ دائیں بائیں پھرتی ہے تو جب کوئی رستہ گذرنے کا نہیں پاتی تو ملعون کی طرف لوٹتی ہے اگر وہ لعنت کے قابل ہوتا ہے ورنہ کہنے والے کی طرف واپس آتی ہے)

۳۔ من لعن شیئاً لیس لہ با ھل ر جعت ا للّعنۃ علیہ (جو شخص ایسی شئے کو لعنت کرتا ہے جو کہ لائق لعنت نہیں تو وہ لعنت اسی کی طرف لوٹتی ہے)

۴۔سبا ب المسلم فسوق و قتا لہ کفر۔ المسلم من سلم المسلمون من لسا نہ و یدہ۔مسلمان کو گالی دینی فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنی کفر ہے۔مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں)

- پھر یہ تو مرزا صاحب کا عام غریب مومنین مسلمین کے ساتھ سلوک ہوا۔اب اس سے بڑھ کر صحابہ کرام، میں سے صدیق اکبر کی شان میں مرزا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

میں وہی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کیا وہ حضرت ابو بکر کے درجہ پر ہے،تو انہوں نے جواب دیا کہ ابو بکر کیا، وہ تو بعض انبیاء سے بھی افضل ہے۔

- پھر ابن مسعودؓ کی نسبت ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۶ میں لکھتے ہیں:

حق بات یہ ہے کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا، نبی اور رسول نہیں تھا۔اس نے جوش میں آ کر غلطی کھائی تو کیا اسکی بات کو ان ھو الّا وحی یّو حی میں داخل کیا جائے

یہ مرزا صاحب نے اول بحالت انکار مباہلہ ابن مسعود کی درخواست مباہلہ کی نسبت کہا تھا لیکن بعد میں خود ہی مباہلہ پر مصر ہو گئے۔یعنی جب آپ مباہلہ کرنا نہیں چاہتے تھے تو صحابہ کرام تک لے دے کر دی اور پھر بعد میں جب خود طیار ہوئے تو اس کے واسطے اصرار کر کے لوگوں کو دعوت کی اور مباہلہ نہ کرنے والوں کو بہت سخت سست کہا۔

- پھر اسی جگہ ازالہ اوہام میں سب صحابہ کرام کی نسبت فرمایا کہ:

صحابہ کے مشاجرات و اختلافات پر نظر ڈالو۔حضرت معاویہ بھی تو صحابی تھے جنہوں نے خطا پر جم کر ہزاروں آدمیوں کے خون کرائے۔اگر ابن مسعود نے خطا کی کون سا

غضب آ گیا اور بے شک اس نے اگر جزئی اختلاف میں مباہلہ کی درخواست کی تو سخت خطا کی۔

جواب۔آخر مرزا کو بھی وہی خطا کرنی پڑی اور سخت خطا کی اور وہی بات کہی من عیّر اخاہ بذنبٍ لم یمت حتی یعملہ (جو شخص کسی اپنے بھائی مسلمان کو کسی گناہ کے ساتھ طعنہ دے تو جب تک خود اس گناہ پر عمل نہ کرے، نہیں مرے گا) مرزا نے صحابہ کا اختلاف بیان کر کے لکھا ہے:

کہ اب کیا یہ سارے سچ پر تھے اور جب ایک قسم کی کسی سے غلطی ہوئی دوسری قسم کی بھی ہوسکتی ہے۔ یہ کیا جہالت ہے کہ صحابی کو بکلی غلطی اور خطا سے پاک سمجھا جائے اور اس کے مجرد اپنے ہی قول کو ایسا قبول کیا جاوے جیسا نبی ﷺ کا قول قبول کرنا چاہیے۔

مسلمانو! خدا سے شرماؤ۔

❁ اصحاب انبیاء پر بھی بس نہ کر کے خود انبیاء کی شان عالی میں کچھ کا کچھ خامہ فرسائی کی ہے۔چنانچہ حضرت مسیح کی نسبت جو الفاظ ناگفتنی لکھے ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں اکثر لوگوں کو معلوم ہیں اور اس کتاب میں بھی ذکر ہوا ہے۔پھر خاتم النبیین وسید المرسلین ﷺ کی شان مبارک میں بھی ایسی دلیری وبے باکی سے فرق نہیں کیا۔اور ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۱ میں لکھ دیا کہ کئی امور کی حقیقت وکیفیت ان پر تہ عمیق تک وحی الٰہی سے نہیں کھلی۔گویا اپنی واقفیت وحقیقت شناسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سمجھتے ہیں، معاذ اللہ۔

❁ اب ان امور سے ظاہر ہے کہ اس خلق کی جو مرزا صاحب نے ظاہر کیا ہے ان میں قوت تو بے شک ہے اور بہت ہے، آمد مضامین ہی ظاہر کر رہی ہے کہ دریا موج زن کی طرح مرزا سے یہ کلمات نکلتے چلے جاتے ہیں اور مرزا بھی دلیری سے بے دھڑک جو سامنے آیا اس کے واسطے لکھ کر شائع کرتے جاتے ہیں۔اور یہ بھی عیاں ہے کہ مرزا اس قوت اخلاقی کو منافی شان امامت نہیں جانتے بلکہ اس کا لازمہ خیال کرتے ہیں۔چنانچہ اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ:

اخلاقی قوت سے یہ مراد نہیں کہ ہر جگہ وہ امام خواہ نخواہ نرمی کرتا ہے کیونکہ یہ تو اخلاقی حکمت کے اصول کے برخلاف ہے۔ ہاں وقت اور محل کی مصلحت سے کبھی معالجہ کے طور پر سخت الفاظ بھی استعمال کر لیتے ہیں لیکن اس استعمال کے وقت نہ ان کا دل جلتا ہے اور نہ طیش کی صورت پیدا ہوتی ہے نہ منہ پر جھاگ آتی ہے۔اگر کوئی سخت لفظ سوختہ مزاجی اور مجنونانہ طیش سے نہ ہو اور عین محل پر چسپاں اور عند الضرورت ہو تو وہ اخلاقی

حالت کے منافی نہیں ہے۔

❁ مرزا صاحب نے اپنی اس قوت اخلاقی کے جواز کے ثبوت میں سید الاولین والآخرین ﷺ کو سخت الفاظ استعمال کرنے کی نسبت کی ہے جس کا جواب کافی اسی جگہ دیا گیا ہے کہ اس کا ہرگز کچھ ثبوت نہیں ہے۔ پہلے ازالہ اوہام میں بھی سخت الفاظ کے استعمال کی حمایت میں بہت کچھ لکھ کر کہا ہے کہ دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا خواہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دوسری شئے ہے۔ پھر کہا ہے کہ ہمیں دشنام دہی سے منع کیا گیا ہے نہ یہ کہ اظہار حق سے روکا گیا ہو۔ پھر لکھا ہے:

آنحضرت ﷺ نے حق کی تائید کیلئے صرف الفاظ سخت ہی استعمال نہیں فرمائے بلکہ بتوں کو جوان کی نظر میں خدائی منصب رکھتے تھے اپنے ہاتھ سے توڑا بھی ہے۔

پھر مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت کہتا ہے، جیسا کہ فرماتا ہے اولئک علیھم لعنۃ اللّٰہ و الملائکۃ و النّاس اجمعین ۔ خدا تعالی نے قرآن شریف میں بعض کا نام ابولہب، بعض کا کلب اور خنزیر کہا اور ابوجہل خود مشہور ہے ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کئے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے: فلا تطع المکذّبین ودّوا لو تدھن فید ھنون و لا تطع کل حلّاف مھین ھمّاز مشّاءٍ بنمیم منّاعٍ للخیر معتدٍ اثیم عتلّ بعد ذلک زنیم سنسمہ علی الخرطوم ۔ ازالہ اوہام صفحہ ۲۷۔ (اس کے بعد مرزا صاحب نے یہ دعا کی ہے کہ) اے خدا قادر مطلق ہماری قوم کے بعض لمبے ناک والوں کے ناک پر بھی استرا رکھ۔

❁ جو کچھ مرزا صاحب نے اخلاقی قوت واستعمال سخت الفاظ میں لکھا ہے اس کا جواب اسی جگہ عرض ہوا ہے امید ہے کہ ناظرین دیکھ کر انصاف فرمائیں گے۔ باقی جو عبارت ازالہ اوہام کے حوالہ سے درج ہوئی ہے اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ مرزا صاحب نے خود اقبال کیا ہے کہ دشنام دہی سے ہمیں منع فرمایا گیا اس لئے یہاں یہی سوال ہے کہ پھر دشنام دہی کیوں کی گئی؟

❁ بیان واقعہ کی نسبت یہ عرض ہے کہ اللہ تعالی تو عالم الغیب و الشہادۃ اور خالق کلّ شیء ہونے کے باعث ہر ایک کے واقعی اور اصلی حالات سے محرم و واقف ہو کر اپنی حاکمیت

خالقیت ربوبیت کے استحقاق حقہ سے جو کسی کی نسبت فرماوے، بجا ہے۔لیکن مرزا صاحب چونکہ ایسے حالات وکسی کے انجام سے واقف نہیں اور نہ ایسے (خدائی) حقوق رکھتے ہیں تو وہ کیونکر کسی کو جو اصلاً حلال زادہ ہو، حرام زادہ کہہ سکتے ہیں۔

❁ لعنتوں اور ولید بن مغیرہ کی نسبت آیت کریمہ میں دیکھ لیجئے، کوئی کسی کا نام نہیں ہے۔ لعنتوں میں بھی یہی ہے کہ جو صدق و راستی ومخلوق الٰہی کے دین و دنیا کی فلاح کے مخالف اور اپنی جانوں کے دشمن ہو کر ظالم اور مرتکب جرائم ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے ان میں نام کسی کا نہیں۔غرض برے افعال اور ان کے کرنے والوں کی مذمت ہے۔ابولہب کا نام اس واسطے آ گیا کہ اس نے پیغام الٰہی جو سراسر فلاح دارین کے واسطے تھا ایک مقبول ومسلّم صادق ﷺ سے سن کر اور راستی کا دشمن بن کر گستاخی سے تبّ لک زبان سے نکالا اس کی سزا میں وہی کلمہ معہ اس کے نام کے رب غیور نے بطور یادگار اپنی کتاب عزیز میں نازل فرمایا۔ نہ وہ ایسا کرتا، نہ سزا پاتا۔ پھر سوائے ابولہب کے اور کسی ایسے معتوب کا نام قرآن مجید میں نہیں جو دیگر نام مثل فرعون و ہامان وغیرہ آئے ہیں صرف ان کے حالات وقصص عبرت کے لئے مذکور ہوئے ہیں حالانکہ مرزا صاحب نے ذرا ذرا سے اختلاف اور اپنی ذات کی خفیف بے ادبی پر نام لے لے کر خوب دشنام ولعنتیں اپنی تصانیف میں درج کی ہیں۔ دیکھئے کس قدر فرق عظیم ہے۔

❁ بابی وامی رسول اللہ ﷺ کی سخت الفاظی کسی کی نسبت بھی مروی نہیں۔سرور کائنات کے حلم ونرمی عفو ودرگذر کی نظیر کہیں بھی نہیں ہے کچھ قدرے قلیل ذکر اسکا عرض ہوتا ہے۔

بتوں کا ہاتھ سے توڑنا دوسری بات ہے وہ تو ضروری تھا کیونکہ معبود باطلہ کا نابود کرنا تردید شرک و اثبات توحید میں داخل ہے اور خاص واصل مدعا بعثت انبیاء۔ بلکہ آج کل تو دشنام دہی کو برا جاننے والے خود بت پرست عقل خداداد کے باعث بت شکنی ومورتی کھنڈن پر آمادہ ہیں اور توڑتے ہیں۔لیکن بات تو دشنام دہی وسخت کلامی پر ہے جو اس مخاطب بخطاب انک لعلی خلقٍ عظیم سے ہرگز مروی نہیں۔ چنانچہ آپ نے مشرکین پر بددعا کرنے کے سوال پر خود فرمایا انّی لم ابعث لعا نا انّما بعثت رحمۃ (تحقیق میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا میں تو رحمت بھیجا گیا ہوں) پس جب وہ ذات مبارک دوسروں کو ایسے لعن طعن وفحش کی باتوں سے منع کر کے ارشاد فرمائے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ تو وہ ذات بابرکات مطہر خود کیونکر اور کس طرح ان امور کو پسند وگوارا کر کے فاعل ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔اور لعنت کی ممانعت میں تو

آپ ﷺ نے بہت تاکید و وعید فرمائی ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

اب یہ امر فیصلہ طلب رہا کہ مرزا صاحب تو اس خلق کو خلق عظیم میں داخل کر کے اس کو جائز و مباح بلکہ لازمہ امامت قرار دیتے ہیں اور دوسرے مسلمان بحوالہ قرآن مجید و حدیث شریف وعمل باجماع خلف وسلف استعمال لعن طعن سبّ وشتم کو اخلاق رذیلہ میں سمجھتے ہیں لہذا بحکم:

فان تنا زعتم فی شئی فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول ان کنتم تومنون با للّٰہ و الیوم الآخر ۔ ذلک خیر و احسن تاویلاً ۔ فلا و ربّک لا یومنون حتّی یحکّموك فیما شجر بینھم ثمّ لا یجدوا فی انفسھم حر جاً ممّا قضیت و یسلّموا تسلیماً (پس اگر تم کسی شئے میں جھگڑا کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیرو۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن کے ساتھ ایمان رکھتے ہو یہ اچھا ہے اور انجام میں بہتر ہے۔ پس قسم ہے تیرے رب کی وہ ایمان والے نہیں ہوتے جب تک تجھے اپنے اختلاف میں حاکم نہ بناویں اور پھر تیرے فیصلہ سے اپنے دل میں ذرا تنگی نہ پاویں اور پورے طور پر تسلیم کرلیں)

اس کا فیصلہ قرآن و مجید و حدیث شریف سے ہونا چاہیے تا کہ اختلاف رفع ہو۔ پس مرزا صاحب آیات قرآن مجید:

ادفع بالّتی ھی احسن ۔ فا عف عنھم و اصفح ۔ ولیعفوا و لیصفحوا فا صفح الصفح الجمیل۔ ا لا تحبّو ن ان یغفر اللّٰہ لکم ۔ و الکا ظمین الغیظ و العا فین عن النّاس ۔ و لا تسبّو الّذین .. الخ (تو اس طریقہ سے دفع کر جو کہ اچھا ہے۔ ان سے معاف کر اور درگذر کر۔ ان کو چاہیے کہ معاف کریں اور درگذر کریں۔ پس تو اچھے طور پر درگذر کر۔ کیا تم یہ دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہیں بخشے، اور غصہ کے کھانے والے اور درگذر کرنے والے)

وغیرہ کو جو درباره عفوو درگذر وغیرہ ہیں، کو مع حدیث:

لم یکن رسو ل اللّٰہ ﷺ فا حشاًو لا متفحشاً و لا سخا باً فی ا لا سواق ولا یجز ی السیئۃ با لسیئۃ و لکن یّعف و یصفح (رسول اللہ ﷺ نہ تو فاحش تھے اور نہ فحش کا ارادہ کرنے والے اور نہ بازاروں میں غل کرتے اور نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیتے بلکہ معاف اور درگذر فرماتے)

کو مدنظر رکھ کر اس طرح نام بنام لعن طعن سبّ وشتم کرنے کا ثبوت کتاب اللہ وسنت سے فرماویں اور کسی ربانی امام برحق کی جس نے ان کو جائز ومباح سمجھ کر استعمال کیا ہو معتبر کتب سے معہ دلائل نظیر بتلاویں تاکہ اس مسئلہ کے اختلاف کا فیصلہ ہو جائے۔

عاجز ایک رات اس مضمون کی مزید تکمیل کے لئے ضمیمہ انجام آتھم میں مرزا کی گوہر افشانی دیکھ کر ان کے جوہر وکمال در بارہ ایجاد واظہار دشنام پر حیران تھا، اس رات (۷ رمضان ۱۳۱۷ھ) مرزا کے انجام پر اور انکے زیر مشق مسبوب غریب مسلمانوں کی نسبت یہ الہام ہوئے:

. فیمت و ھو کا فر ۔ ردّت الیه لعا نه ۔ و ازلفت الجنّة للمتّقین غیر بعید (خاتمہ بحالت کفر ہوگا ۔ اس کی لعنتیں اسی کی طرف لوٹائی گئیں ۔ اور نزدیک کی جاوے گی جنت واسطے متقین کے)۔

بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی امام الزمان کے دل میں ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اور بنی نوع کی سچی ہمدردی اس (امام الزمان) کے دل میں ہوتی ہے۔

جواب ۔ بے شک سچی ہمدردی انسانی خاصیت ولازمہ ہے لیکن کل اناء یترشّح بما فیه (جو کچھ برتن میں وہی اس سے نکلتا ہے یعنی، بالفاظ دیگر جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان سے نکلتا ہے) کے موافق جو الفاظ مرزا صاحب نے مسلمانوں مومنوں، عالموں، فقراء سجادہ نشینوں وغیرہ کے حق میں استعمال وتحریر فرمائے ہیں، کیا یہ بھی اسی سچی ہمدردی کا جوش ہے۔

اگر مرزا فرماویں کہ یہ سب کچھ ہمدردی سے کہا گیا ہے تو پھر اسکے نتیجہ کی نسبت یہ سوال ہوگا کہ بجائے موافقت ومحبت کے جو اصلاح اور ہمدردی کے لازم وملزوم ہیں مخالفت وعناد ودشمنی جو مرزا صاحب کی اصلاح وسچی ہمدردی سے چاروں طرف پھیلی ہوئی نظر آرہی ہے اس کا کیا سبب ہے کیونکہ عطایائے ربانی یعنی اصلاح وہمدردی منزلہ آسمانی کے ایسے خراب وتباہ کن نتائج تو کبھی نہیں ہوئے اور نہ کسی نے دیکھے نہ سنے بلکہ ایسا ہوتا رہا ہے جیسا قرآن مجید میں فرمایا:

و اذ کروا نعمة اللّه علیکم اذ کنتم اعداءً فا لّف بین قلو بکم فاصبحتم بنعمته اخوا ناً (اور یاد کرو اللہ کی نعمت جو کہ تم پر ہے جب کہ تم دشمن تھے پس تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہوگئے)

جس کا مبارک نتیجہ واثر بھی بلا درنگ تمام دنیا پر ظاہر وثابت ہوگیا۔ پھر مرزا صاحب کی اصلاح و ہمدردی کا نتیجہ جو اس کے برخلاف ظہور پذیر ہوا ہے اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے اس کو حسب منشاء قانون الٰہی نہیں برتا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ ادع الی سبیل ربّک بالحکمة و الموعظة الحسنة و جادلهم بالّتی هی احسن (تو لوگوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور نیک وعظ کے ساتھ بلا اور ان سے احسن طریق سے مناظرہ کر) کے مطابق تعامل و کاروائی ہو پھر ناکامی ہو؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

ہاں مرزا صاحب کی طرف سے یہ عذر ہوسکتا ہے کہ، میں نے تو یہ لکھا ہے، کہ بنی نوع کی سچی ہمدردی اس کے دل میں ہوتی ہے، سو ہمارے دل میں سچی ہمدردی بھری ہوئی ہے۔

اور اسی طرح اصلاح کے بارے میں فرمادیں کہ،

ابھی اس کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئے ہیں اور ایسا ہی تمام ضروری شرائط اصلاح اور اعلیٰ درجہ کی قوت اخلاقی ہم کو عطا ہوئی ہے اور یہ سب کچھ سچی ہمدردی وضروری شرائط اصلاح اعلیٰ درجہ کی قوت اخلاقی ہمارے پاس موجود ہیں۔،

تو براہ مہربانی فرماویں کہ بیس برس بلکہ ۲۳، ۲۴ برس تو مرزا صاحب کو بقول خود اپنا منصبی کام شروع کئے ہوئے گذر چکے ہیں تو اصلاح قوت اخلاقی اور سچی ہمدردی وغیرہ مرزا صاحب کب شروع فرماویں گے کیونکہ عاجز مخلوق الٰہی عموماً اور اہل اسلام خصوصاً تو ان امور کے از بس حاجت مند محتاج حقدار اور خواہاں ہیں۔

اخلاقی قوت سے نرمی مراد نہ ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور اخلاقی قوت سے یہ مراد نہیں کہ ہر جگہ وہ خواہ مخواہ نرمی کرتا ہے کیونکہ اخلاقی حکمت کے اصول کے برخلاف ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ جس طرح تنگ ظرف آدمی دشمن اور بے ادب کی باتوں سے جل کر اور کباب ہوکر جلد مزاج میں تغیر کر لیتے ہیں اور ان کے چہرہ پر اس عذاب الیم کے، جس کا نام غضب ہے، نہایت مکروہ طور پر آثار ظاہر ہوجاتے ہیں اور طیش اور اشتعال کی باتیں بے اختیار اور بے محل منہ سے نکلتی چلی جاتی ہیں، یہ حالت اہل اخلاق کی نہیں ہوتی۔ ہاں وقت اور محل کی مصلحت سے کبھی معالجہ کے طور پر

سخت لفظ بھی استعمال کر لیتے ہیں لیکن اس استعمال کے وقت نہ ان کا دل جلتا، نہ طیش کی صورت پیدا ہوتی، اور نہ منہ پر جھاگ آتی ہے۔

جواب۔ غالباً مرزا صاحب کو خود بدولت کی درافشانی اور سخت الفاظ استعمال کرنے کی یاد بظاہر اس قاعدہ کے وضع کی محرک معلوم ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے تو اس خصلت کو بہت عالی شان اور کم یاب خیال فرما کر امام الزمان کے اوصاف میں درج فرمایا ہے لیکن کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آج کل تو اس خصلت و عادت والے پولیٹکل لوگوں سے دنیا بھری پڑی ہے۔ ولایت تو اس وصف کے اشخاص کا مخزن ہی ہے لیکن یہاں پنجاب میں بھی ریاستوں کا یہی حال ہے کہ اکثر اہل کاران بلا لحاظ مذہب اسی خصلت و اوصاف کے ہیں۔ ان کی باہم کیسی ہی دشمنی، ناچاقی وعناد و بغض ہو لیکن باہمی مکالمہ و گفتگو میں خواہ کیسی ہی مخالفت پر ہو، کیا مقدور کہ چہرہ پر تغیر غضب طیش اور اشتعال وغیرہ کا کچھ بھی اثر نمایاں ہو۔ خندہ پیشانی اور ہنستے ہنستے ہی اپنے مخالف کو بہت کچھ کہہ لیں گے اور اس کا کام تمام کر دیں گے۔ تو مرزا صاحب فرماویں اس خصلت سے وہ سب امام الزمان بن جاویں گے؟ اسلام میں حسن اخلاق کی تاکید بے شک ہے لیکن سخت الفاظ کا استعمال جو مرزا صاحب جائز و مباح کر کے خود بلا تامل استعمال کر لیتے ہیں اس کا ہرگز حکم نہیں ہے بلکہ نرمی اور رفق سے پیش آنے کا ارشاد ہے۔

❁ اس قاعدہ مرزا سے تو ہر ایک بدلگام، سخت زبان، باتباع نفس و شیطان خندہ پیشانی و بناوٹی ہنسی سے کسی کو لعنت ملامت سبّ وشتم کہہ کر اور اس طرح ارمان و جوش نکال کر بعد میں صاحب اخلاق فاضلہ بننے کے واسطے بدستاویز قاعدہ موصوفہ مرزا کہہ سکتا ہے کہ میں نے اخلاقی حکمت کے اصول کی مخالفت نہیں کی، کیونکہ نہ میں جل کر کباب ہوا، نہ مزاج میں تغیر ہوا، نہ طیش نہ اشتعال نہ بے اختیار و بے محل بات منہ سے نکالی بلکہ یہ سب کچھ محل و مصلحت کے سبب معالجہ کے طور پر سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، میرا دل اندر سے بڑے آرام وانبساط وخوشی میں ہے۔ تو مرزا صاحب انصاف سے فرماویں کہ وہ ایسی منافقانہ بات وحیلہ سے اپنی بدزبانی ودشنام دہی وغیرہ کے جرم سے بری ہو گیا؟ اور اگر ایسا ہی ہے تو یہ بہت عمدہ نسخہ کسی غریب کو جوش نفس سے بے آبرو کر کے پھر بری ہو جانے کا ہے۔ لیکن یہ بھی خیال رہے کہ شریعت اسلامی ایسے لغو خود تراشیدہ اوصاف و قواعد کو کہاں تک پسند و جائز رکھتی ہے؟

❁ مرزا قادیانی، خاندانی طبیب بھی ہیں۔ وقت ومحل کی مصلحت معالجہ کا طریق ان سے

بہتر کون جان سکتا ہے اور مسلمانوں کا بھی ایمان ہے کہ معالجہ بموافق حکمت الٰہی وطب نبوی ﷺ کے ہووے تو ممکن نہیں کہ کارگر وشفائے کامل نہ ہووے۔ پھر تعجب ہے کہ مرزا صاحب نے بدعوی طب جسمانی وروحانی موقعہ محل کی مصلحت کو پس پشت ڈال کر نہ صرف مخالفوں بلکہ دوسرے غریب موافقوں خیر خواہوں کو بھی ایسے سخت مسہل دیئے ہیں کہ انکا اصلی حالت پر آنا مشکل بلکہ محال ہو گیا ہے جو بظاہر نتیجہ مخالفت ارشاد ادع الی سبیل ربّک بالحکمة والموعظة الحسنة کا ہے۔

رعب دکھلانے کیلئے بناوٹی غصہ ظاہر کرنا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ہاں کبھی بناوٹی غصہ رعب دکھلانے کے لئے ظاہر دیتے ہیں اور دل آرام اور انبساط اور سرور میں ہوتا ہے۔

جواب۔ سبحان اللہ یہ وصف امام الزمان کا تو مرزا نے پہلے سے بھی بڑھ کر وضع کر کے تحریر فرمایا ہے۔ براہ مہربانی اس تراشیدہ و بناوٹی وصف پر غور فرماویں کہ دل آرام وانبساط وسرور میں اور ظاہر میں زبان اور چہرہ سے بناوٹی غصہ اور وہ بھی خالی رعب دکھلانے کیلئے، غرض اندر کچھ باہر کچھ، تو مرزا غور کریں کہ اس میں اور نفاق اور تقیہ میں بظاہر کیا فرق ہے؟ اور کیا یہ خصلت دوسرے امور کو بھی ساقط الاعتبار نہیں کرتی کیونکہ ہر موقع تحریر وتقریر پر اس بناوٹی عادت سے شک وشبہ ہو سکتا ہے کہ یہ امر واقعی صحیح و سچ نہیں، شائد بناوٹی ہو۔

غرض عادت تقیہ کی طرح کسی بات وفعل کا اعتبار نہیں ہو سکتا اور لطف یہ کہ مرزا صاحب چونکہ بزبان خود امام الزمان ہیں اور یہ وصف امام الزمان کا لازمہ ہے تو جو کچھ آپ نے آج تک اپنی زبانی تحریر وتقریر میں نصیحت فرمائی یا غصہ سے نہی عن المنکر فرمایا اس پر بھی یہی شک ہو سکتا ہے کہ وہ غصہ مرزا صاحب اور نہی عن المنکر بناوٹی اور رعب دکھلانے کے لئے ہوگا نہ حقیقی طور پر، اور مرزا کا دل آرام وسرور میں تھا اور دراصل اس میں کراہت، غصہ وغیرہ کچھ نہ تھا۔ اب مرزا فرماویں کہ اس وصف وخصلت کا اثر کہاں تک پہنچا اور یہ قابل تعریف ہوئی یا قابل مذمت ونفرت۔

آنحضرت ﷺ وصحابہ کبار کا ایسے اشخاص سے جن کو وہ دل سے پسند نہ فرماتے لیکن پھر بھی ان سے حسن اخلاق سے پیش آنا مروی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

عن عروة عن عائشه انّ رجلاً استاذن علی النّبیّ ﷺ فلمّا رآه

قال بئس اخو العشيرة و بئس ابن العشيرة ۔ فلمّا جلس تطلق النبی ﷺ فی وجهه و انبسط اليه فلمّا انطلق الرّجل قالت له عائشه يا رسول اللّه ﷺ حين رأيت الرجل قال قلت له كذا و كذا۔ ثم تطلقت فی وجهه و انبسطت اليه فقال رسول اللّه ﷺ يا عائشه متى عهد تنی فا حشاً ؟ ان شرّ النّاس عند اللّه منزلة يوم القيامة من ترکه النّاس اتّقاء شرّه (بخاری : ۲۰۳۲)

اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جن سے دلی الفت نہ ہو ان سے بھی رفق وخوش خلقی سے ملنا پیش آنا اخلاق حسنہ اور مطابق ارشاد الٰہی مندرجہ ذیل ہے:

ادفع با لّتی هی احسن فاذا الّذی بينک و بينه عداوة کانّه ولیّ حميم ۔ وما يلقّاها الّا الّذين صبروا و ما يلقّاها الّا ذو حظٍ عظيم (دور کر بدی کو اس طریق سے جو کہ احسن ہے ۔ پس اس وقت وہ شخص کہ تیرے اور اسکے درمیان عداوت ہے ایسا ہو جائے گا کہ گویا دوست حمایت کرنے والا اور اس خصلت کو وہی لوگ پاتے ہیں جو کہ صابر ہیں اور اس کو سوا اس شخص کے جو بڑا نصیب والا ہے دوسرا کوئی نہیں پا سکتا)

یعنی اخلاق فاضلہ کے لئے نفس کی مخالفت کر کے مخلوق الٰہی کی خیر خواہی مدنظر رکھ کر ان کو اچھا نمونہ دکھلانا عین عبادت احکم الحاکمین ، واتباع سید المرسلین ﷺ مخاطب بخطاب انّک لعلی خلقٍ عظیم ہے، لیکن مرزا کا قاعدہ و وصف تو اس کے بالکل مخالف و برعکس ہے یعنی خلاف تعلیم اسلام خلق ذمیمہ یعنی غصہ بناوٹی کا اظہار اور وہ بھی نہ خدا کے بلکہ مجرد اپنا رعب دکھلانے کے لئے جو کسی طرح بھی شریعت اسلامی میں جائز نہیں ۔ افسوس اور تعجب تو یہ ہے کہ مرزا کے دام افتادہ مرید ان کے ان امور کو بھی حقائق ومعارف میں داخل کر کے قربان ہوئے جاتے ہیں ۔

حضرت عیسیٰؑ کی طرف سخت الفاظ کی نسبت کرنا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

یہی وجہ ہے کہ اگر چہ حضرت عیسیٰؑ نے اکثر سخت لفظ اپنے مخاطبین کے حق میں استعمال کئے ہیں جیسا کہ سور، کتے ، بے ایمان، بدکار وغیرہ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ نعوذ باللہ آپ اخلاق فاضلہ سے بے بہرہ تھے کیونکہ وہ تو خود اخلاق سکھلاتے اور نرمی کی تاکید

کرتے ہیں۔ بلکہ یہ لفظ جو اکثر آپ کے منہ پر جاری رہتے تھے یہ غصہ کے جوش اور مجنونانہ طیش سے نہیں نکلتے تھے بلکہ نہایت آرام اور ٹھنڈے دل سے اپنے محل پر یہ الفاظ چسپاں کئے جاتے تھے۔

جواب۔ معاذ اللہ سخت الفاظ کی نسبت سیدنا عیسیٰؑ کی طرف عاجز ہرگز باور و قبول نہیں کرسکتا کیونکہ قرآن مجید جس میں سیدنا مسیح و دیگر انبیاء کی مدح وثنا اللہ پاک فرماتا ہے اور مومنین کو تعظیم وتکریم کرنے کو یہ ارشاد صداقت وہدایت بنیاد ہے:

آمن الرّسول بما انزل الیہ من رّبّہ والمومنون ۔ کلّ آمن باللّٰہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرّق بین احدٍ مّن رّسلہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربّنا والیک المصیر (رسول اس چیز کے ساتھ ایمان لایا جو اس کی طرف اس کے رب کے پاس سے نازل ہوئی اور مومن بھی ، ہر ایک اللہ اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کے ساتھ ایمان لایا۔ اور کہا کہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے...)

اس قرآن مجید میں تو اسکا کچھ ذکر نہیں ہے۔

بلکہ اس کے برخلاف قرآن میں تو مسیح کی نرم مزاجی اور ہر ناپسندیدہ اخلاق وصفت سے سلامتی کے بارہ میں یہ ارشاد ہے:

وبِرّاً بوالدتی ولم یجعلنی جبّاراً شقیّاً والسّلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیّاً (اور اپنی ماں کے ساتھ سلوک اور احسان کرنے والا ، اور مجھے جبار بدبخت نہیں بنایا۔ اور سلامتی ہے مجھ پر اس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن کہ میں مروں گا اور جس دن میں زندہ ہوکر اٹھایا جاؤنگا)

پھر مخبر صادق ﷺ نے بھی حضرت مسیح کے ایسے سخت الفاظ کی نسبت کچھ نہیں کہا بلکہ فرمایا:

لیس المومن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش البذی۔ ان شرّ النّاس منزلۃ یوم القیامۃ من ترکہ الناس اتقاء فحشہ۔ (مومن طعنہ اور لعنت کرنے والا اور فحش بے ہودہ گو نہیں ہوتا یعنی مومن میں یہ خصلتیں نہیں ہوتیں۔ بے شک بدترین لوگوں کا منزلت میں قیامت کے روز وہ شخص ہے کہ لوگ اس کو اس کے فحش سے ڈر کر چھوڑ جاویں)

جن سے ثابت ہے کہ لعن طعن فحش بد گوئی بد زبانی اللہ کو نہایت ناپسندیدہ و مبغوض ہے اسی واسطے کسی مومن کا یہ شعار نہیں ہے۔ پس جب مومن کے یہ شایان حال نہیں اور وہ ان رذائل سے پاک کیا جاتا ہے تو انبیاء جو ہدایت کے منصب پر اخلاقی و روحانی وغیرہ تعلیم کے واسطے اخلاق فاضلہ کے ساتھ رحمت الٰہی سے دنیا میں تشریف لاتے ہیں وہ بدرجہ اولی ان رزائل سے پاک ہوتے ہیں۔ سخت بے ادبی و توہین ہے اگر کوئی نافہمی سے ایسے امور کی نسبت ان عالی شان مطہرین معصومین کی طرف کرے اعاذنا اللّٰہ منہا۔ نظر براں مسلمانوں کی کیا مجال اور ان کو کیا حاجت کہ محرف کتب کے حوالہ سے ایسے کلمات کی نسبت جماعت انبیاء مقربین الٰہی کی طرف قبول کر لیں۔

یہ تو مرزا صاحب ہی ہیں کہ اس نبی معصوم کی نسبت حوصلہ سے کچھ نہ کچھ تحریر فرماتے رہتے ہیں اور یہاں بھی نہ معلوم کہ ان کی جگہ گدی نشینی کی ضرورت سے یا خود بدولت کی درافشانی سبّ وشتم کو جائز و مباح قرار دینے کے لئے محرف کتب کی دستاویز پر دلیری و بے خوفی سے فرما دیا کہ، یہ لفظ اکثر آپ کے منہ پر جاری رہتے تھے۔، عاجز نہ مولوی، نہ مباحث، نہ کسی کی جگہ گدی نشینی کا حاجت مند و خواہش مند، لہٰذا عاجز تو ان کی بلکہ کسی نبی کی شان میں بے ادبانہ کلمات کا اعادہ و نقل کرنا بھی معصیت اور موجب ناراضی و سخط رب غیور جانتا اور ڈرتا ہے۔

پھر مسلمانوں کو تو انّک لعلی خلقٍ عظیم کے مخاطب نبی ﷺ کے اخلاق فاضلہ ومبارکہ کی پیروی و اتباع کا بموجب ارشاد ان کنتم تحبّون اللّٰہ فاتّبعونی یحببکم اللّٰہ حکم ہے تو پھر ان کو کسی اور کے اخلاق کے نمونہ کی اور وہ بھی بے سند بے دلیل و غیر معتبر کتب کے حوالہ سے جن کو مرزا صاحب خود بے اصل فرما چکے ہیں، کیا حاجت؟

اخلاقی حالت میں اماموں کا باکمال ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

غرض اخلاقی حالت میں کمال رکھنا اماموں کیلئے لازمی ہے اور اگر کوئی سخت لفظ سوختہ مزاجی اور مجنونانہ طیش سے نہ ہو اور عین محل پر چسپاں اور عندالضرورت ہو تو وہ اخلاقی

حالت کے منافی نہیں ہے۔

جواب۔ یہ صحیح ہے کہ اخلاقی حالت میں کمال اماموں کیلئے لازمی ہے لیکن مرزا صاحب خود بدولت کے کمال کا پتہ ونشان بتلا دیں کہ کہاں اس کا ظہور ہوا ہے؟ اور اب تک جو کچھ مرزا کی طرف سے کمال اخلاق ظاہر ہوا اس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے جو کسی طرح امام تو کہاں عام مومن کے شایان حال نہیں ہے ہاں اگر مرزا صاحب کمال کے معنی ومراد زیادتی وفراوانی لیتے ہیں یعنی اگر کوئی ایک کہے تو اس کے مقابل ارشاد و جزاء سیّئۃٍ سیّئۃ مثلھا فمن عفا و اصلح فا جرہ علی اللّٰہ انّہ لا یحبّ الظالمین۔ کونظر انداز کر کے اس کو اس کی دو چند سہ چند کہہ کر بلکہ عاجز کم زبان بے گناہ اور کچھ بھی نہ کہنے والے کی بھی خبر لیتے لیتے بس نہ کرنا، تو یہ کمال مرزا صاحب کا اظہر من الشّمس ہے اور سب جانتے ہیں۔

اگر مرزا صاحب کے نزدیک جب بسوخت مزاجی ومجنونانہ طیش نہ ہو تو جس قدر کوئی لعن طعن سبّ وشتم اپنے مخالف کو کرنا چاہے وہ سب جائز ومباح ہے تو براہ مہربانی قرآن مجید و حدیث شریف سے اس کی سند بیان فرماویں اور کیا ارشاد و لیعفوا و لیصفحوا ... ان یغفر لکم و اللّٰہ غفور رّحیم ۔ و ان السّا عۃ لآ تیۃ فا صفح الصفح الجمیل انّ ربّک ھو الخلاق العلیم بھی مرزا صاحب کے نزدیک کچھ قابل لحاظ وعمل ہیں یا نہیں۔

یہ بھی غور فرمائیں کہ سوائے قلیل گروہ مریدین مرزا جو کسی سبب سے مرزا کی درافشانی سبّ وشتم سے بچ رہے ہیں کیا دوسرے تمام خاص وعام مسلمین مومنین ان لعن طعن کا ہی محل ہیں اور انہی غریبوں پر ان کو چسپاں کرنے کی مرزا صاحب کو اشد ضرورت تھی اور کس لئے۔ کیا اس لئے کہ وہ بے چارے مرزا صاحب کے پاس حاضر ہو کر یہ فیض وکمالات اخلاقی نہ اڑا لے جائیں۔

جنکو خدا امام بناتا ہے انکی فطرت میں قوت امامت رکھا جانا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور یہ بات بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جن کو خدا تعالی کا ہاتھ امام بناتا ہے ان کی فطرت میں امام کی قوت رکھی جاتی ہے اور جس طرح الٰہی فطرت نے بموجب آیہ کریمہ اعطی کل شئی خلقہ ہر ایک چرند پرند میں پہلے سے وہ قوت رکھ دی

ہے جس کے بارہ میں خدا تعالی کے علم میں یہ تھا کہ اس قوت سے اس کو کام لینا پڑے گا اسی طرح ان نفوس میں جن کی نسبت خدا تعالی کے ازلی علم میں یہ ہے کہ ان سے امامت کا کام لیا جائے گا منصب امام کے مناسب حال کئی روحانی ملکے پہلے سے رکھے جاتے ہیں اور جن لیاقتوں کی آئندہ ضرورت پڑے گی ان تمام لیاقتوں کا بیج ان کی پاک سرشت میں بویا جاتا ہے۔

جواب ۔ بار بار وہی بات کبھی فطرت میں امامت کی روشنی کہہ دینا ، کبھی فطرت میں امامت کی قوت رکھی جانا ، خیر یہ مرزا صاحب کی عادت مستمرہ ہے کہ عبارت میں اعادہ تکرار کی کبھی پرواہ نہیں کرتے لیکن عاجز اسی جواب پر اکتفا کرتا ہے جو عرض ہو چکا ہے۔

خدا تعالی کا ہاتھ امام بناتا ہے۔، کی نسبت عرض ہے کہ اور مخلوق کو کون بناتا ہے۔

یہ امر ظاہر ہے کہ جب کسی قوت کا ظہور ہوتا ہے تب ہی دوسروں کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوت اس کی فطرت میں ہے جس طرح مرزا صاحب جب عدالت انگریزی کے شغل میں اور اپنے مقدمات وغیرہ میں مصروف تھے اس وقت کسی کو کیا معلوم تھا کہ ان میں مہدویت، مسیحیت وغیرہ کی قوتیں بھی ہیں۔ اسی طرح کسی اور عاجز بندہ کی فطرت میں وہی قوتیں امام الزمانی وغیرہ کی اگر خالق نے رکھی ہیں جن کا ظہور بوقت ظہور کام و منصب کے ہوتا ہے تو مرزا صاحب ان کو خود بدولت کے سامنے کیوں محال خیال فرماتے ہیں۔ امامت، منصب نبوت تو نہیں کہ اس کو ختم ہوئے تیرہ سو سے کچھ زیادہ عرصہ گذر چکا ہے اور اللہ کا ایسا خزانہ نہیں کہ اس میں کسی شئے کی کمی ہو۔

آیت شریف اعطی کلّ شیء خلقه ثمّ هدی مرزا نے پوری کیوں نہیں تحریر فرمائی ۔کیا اس کا آخری جملہ ثمّ هدی مرزا کے کچھ مخالف پڑتا ہے۔

اماموں میں بنی نوع کے فائدہ کیلئے چند قوتوں کا ضروری ہونا

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۸ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور میں دیکھتا ہوں کہ اماموں میں بنی نوع کے فائدہ وفیض رسانی کے لئے مندرجہ ذیل قوتوں کا ہونا ضرور ہے۔

جواب ۔غور فرمائیں کہ ایک شخص واحد کی مفروضہ قوتیں تمام جہان کیلئے کیونکر موافق و

پسند خاطر ہوسکتی ہیں۔ مثلاً اگر مرزا صاحب فرماویں کہ امام میں ایسی قوت کا ہونا ضروری ہے کہ اس کے گھر میں ہزار ہا روپیہ کا زیور ہو، تا کہ امام جب چاہے اپنی جائیداد کو جس میں اور ورثاء کا بھی حق ہے اس کے عوض رہن کر کے اس کو لے لے، جیسا مرزا صاحب نے خود رہن زمین باغ میں عمل کیا ہے تو فرماویں کہ دوسرا غریب مفلس امام الاولین والآخرین ﷺ کے قدم بقدم چلنا پسند رکھتا ہو وہ یہ قوت کہاں سے بہم پہونچاوے۔

اسی طرح اگر مرزا صاحب فرمائیں کہ امام میں ایسی قوت ہونی ضروری ہے کہ اس کے واسطے عرق کیوڑہ بید مشک کی گاگرین خس کی ٹٹی مشک وغیرہ اشیاء مسافت دور دراز سے چلی آویں جیسا مرزا صاحب کے واسطے آتی ہیں تا کہ لوگوں کو اس طرح کی خاطر تواضع امام کے ثواب سے فیض پہنچے تو فرماویں کہ دوسرا غریب آدمی جو امیر المومنین عمرؓ کی طرح شہد کا شربت بھی جو بلا درخواست و بلا اشراف نفس آیا ہو پینا پسند نہ کرے، کیونکر اس کو پسند ومنظور کریگا۔ یا آپ کہیں کہ امام قانون دان ایسی قوت والا صاحب حوصلہ ہو کہ طرح طرح کے اقرار و مدارا اور وعدہ کر کے روپیہ قیمت کتب وقبولیت دعا عطائے فرزند وغیرہ کے نام واعتبار پر پیشگی حاصل کر کے اپنے قبضہ وتصرف میں لے آوے اور پھر وعدہ وغیرہ کو بالائے طاق رکھ کر پیچھے مریدین سے مشتہر کرا دے کہ امام وقت وخلیفہ اللہ کو بنیوں بقالوں تنگ دلوں زر پرستوں کے سے حساب کتاب سے کیا کام۔ گویا جو کچھ امام کئی وعدے کر کے لے وہ مثل مال غنیمت کے ہے جیسا اخبار الحکم میں شائع ہوا۔ مگر جو شخص توکل علی اللہ اور کسب حلال کو فرض سمجھے اور ہاتھ کی مزدوری سے کما کر کھانے کو بموجب حدیث:

ما اکل احد طعاما قطّ خیراً من ان یّاکل من عمل ید یه و انّ نبیّ اللّٰه داؤد کان یاکل من عمل ید یه (دونوں ہاتھ سے کما کر کھانے سے کوئی کھانا بہتر نہیں۔ داؤدؑ اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے)

پسند کرے اور حق العباد کے مواخذہ سے ازبس خائف وترساں ہو تو اس بے چارہ سے یہ کام اور حوصلہ کیونکر ہوسکے۔ وغیرہ۔ اسی طرح اور بہت نظائر ہیں لیکن بخوف طوالت بس کرتا ہوں۔

ہاں سیدھے طریق سے بجائے اپنے ایجاد طبع ومجوزہ اوصاف وقوتوں کے اگر یہ کہدیں کہ امام میں ظاہری باطنی اتباع سید الاولین والآخرین ﷺ کی قوت ووصف ہو تو اس کو بے چون وچرا مسلمان مان لیں گے وبس۔

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اول قوت اخلاق چونکہ اماموں کو طرح طرح کے لوگوں اور سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لئے ان میں اعلی درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے تا ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ ان کے فیض سے محروم نہ رہیں ۔ یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرہ بھی متحمل نہ ہو سکے اور جو امام الزمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنی ادنی بات میں منہ میں جھاگ آتا ہے، آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں، وہ کسی طرح امام الزمان نہیں ہوسکتا، لہذا اس پر آیت انک لعلی خلقٍ عظیم کا پورے طور پر صادق آجانا ضروری ہے۔

جواب۔ اخلاق کا ذکر مرزا صاحب پہلے بھی کر چکے ہیں پھر اسی کو بار بار تحریر فرماتے ہیں اگرچہ جواب عرض ہو چکا لیکن بقیہ اب عرض ہے۔ مرزا صاحب کا اختیار ہے کہ یہ درافشانی تو خود بدولت کریں اور دوسرے غریبوں کو اوباش سفلہ بدزبان اور جو چاہیں بنا دیں لیکن انصاف سے سوچیں کہ جو جو سخت الفاظ ضعیف العمر مولویان عالمان مصروف درس قرآن مجید و حدیث شریف اور اوراد و ظائف و ذاکرین اللہ فقراء وغیرہ کی نسبت مرزا صاحب کی زبان و قلم سے نکلے ہیں ویسے یا ان سے نصف و ربع ہی ان میں سے کسی نے بھی اپنی زبان سے کبھی نکالے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اگر مرزا فرماویں کہ ہمارے فتوی میں انہوں نے کافر دجال وغیرہ الفاظ لکھے ہیں تو اس کی نسبت عرض ہے کہ وہ ایک شرعی مسئلہ کے متعلق ہیں کہ جس کے عقاید خلاف اسلام، قرآن مجید و حدیث شریف ہوں وہ ایسا ہے۔ ورنہ مرزا کی طرح سبّ و شتم لعن و طعن فواحش وغیرہ جو آپ نے نام بنام درافشانی کی ہے ایسے ہرگز نہیں علاوہ ازیں مرزا صاحب تو انّک لعلی خلق عظیم کے دعویدار ہیں، لہذا برداشت و صبر ہی مناسب تھا، نہ یہ کہ اس سے سو درجہ زیادہ کہہ کر بھی بس نہ ہو اور آئے دن لکھتے ہی رہیں۔ اور لطف یہ کہ یہ عمل درآمد نہ قابل شرم ہو، نہ اخلاق رذیلہ میں شمار ہو ،نہ کچی طبیعت والے بنیں اور اس پر اعلی درجہ کی قوت اخلاقی اللہ عز و جل کی دوستی تحمل و امام الزمانی غرض کسی میں بھی ذرہ فرق نہ آئے بلکہ انّک لعلی خلقٍ عظیم کے مصداق بنے رہیں۔

اس نسخہ سے تو تبرائی لوگوں کو بھی اچھا حیلہ و بہانہ ہاتھ آتا ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم جو کچھ کہتے اور کرتے ہیں محل و مصلحت وقت سے کرتے ہیں۔ ہمارا دل آرام و انبساط و سرور میں ہوتا ہے کیونکہ ہم کو اسی تبرہ بازی میں سرور ہے لہذا ہم اصول حکمت اخلاقی کی کچھ مخالفت نہیں کرتے۔

اس نسخہ مرزا کا ان حضرات کو شکر گزار ہونا چاہیے کہ اہل سنت و الجماعت کے ایک بڑے بھاری اعتراض سے ان کو بچا دیا، گو محتاط اہل علم اول بھی اس قابل شرم عمل تبرہ بازی کو برا جانتے تھے۔ ایسے اختیارات سوائے امام الزمان کے کون عمل میں لا سکتا ہے۔

دوسرے غریب مسلمان بھی جو انّک لعلی خلقٍ عظیم سے حصہ حاصل کرنے کی خاطر طرح طرح کے مجاہدات سعی و کوشش کیا کرتے ہیں وہ بھی اس نسخہ سے اچھا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں کہ جو زبان پر آوے، گالی گلوچ وغیرہ، کسی کو کہہ لیں لیکن طیش مجنونانہ جوش نہ ہو اور زبان سے کہہ دیں کہ دل آرام میں ہے۔

ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

دوم قوت امامت ہے جس کی وجہ سے اس کا نام امام رکھا گیا ہے یعنی نیک باتوں اور نیک اعمال اور تمام الٰہی معارف اور محبت الٰہی میں آگے بڑھنے کا شوق، یعنی روح اس کی کسی نقصان کو پسند نہ کرے، اور کسی حالت ناقصہ پر راضی نہ ہو، اور اس بات سے اس کو درد پہنچے اور دکھ میں پڑے کہ وہ ترقی سے روکا جائے۔ یہ ایک فطرتی قوت ہے جو امام الزمان میں ہوتی ہے اور اگر یہ اتفاق بھی پیش نہ آوے کہ لوگ اس کے علوم و معارف کی پیروی کریں اور اس کے نور کے پیچھے چلیں تب بھی وہ بلحاظ اپنی فطرتی قوت کے امام ہے۔ غرض یہ دقیقہ معرفت یاد رکھنے کے لائق ہے کہ امامت ایک قوت ہے کہ اس شخص کے جوہر فطرت میں رکھی جاتی ہے کہ جو اس کام کے لئے ارادہ الٰہی میں ہوتا ہے اور اگر امامت کے لفظ کا ترجمہ کریں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ قوت پیشروی۔ غرض یہ کوئی عارضی منصب نہیں جو پیچھے سے لگ جاتا ہے بلکہ جس طرح دیکھنے کی قوت اور سمجھنے کی قوت ہوتی ہے اسی طرح یہ آگے بڑھنے اور الٰہی امور میں سب سے اول درجہ پر رہنے کی قوت ہے اور انہیں معنوں کی طرف امامت کا لفظ اشارہ کرتا ہے۔

جواب۔ بات تو مختصر ہے جس کو مرزا نے خواہ نخواہ بے ضرورت عبارت طول کر کے لکھا ہے۔ کہیں آگے بڑھنے کا شوق، نقصان پسند نہ کرنا، حالت ناقصہ پر راضی نہ ہونا، ترقی کے روکے جانے سے درد پہنچنا، کہیں دقیقہ یاد رکھنے کے لائق بنا دیا وغیرہ۔ غرض ایک ہی مطلب کو بار بار دوسرے الفاظ میں بیان کر کے بے فائدہ تحریر کا حجم بڑھایا ہے۔ یہ تو مسلّم ہے کہ مرزا کو فرصت اور فراغت اور ثنائے خود بخود گفتن کا عشق ہے لیکن اس تکرار و طوالت فضول سے کیا حاصل؟ بات وہ جو

ظہور میں آوے۔ سو جو کچھ قوت امامت آج تک مرزا صاحب سے ظہور میں آچکی ہے اس کا ذکر تو اس تحریر میں اکثر ہے اور خاص امور کا ذکر اپنی اپنی جگہ ہوا ہے آئندہ جو کچھ ظاہر ہوگا دیکھا جاویگا۔

ہاں مرزا صاحب فرما سکتے ہیں اور فرمایا ہے کہ امام دوسروں سے آگے بڑھا ہوا ہوتا ہے سو ہم نے (یعنی مرزا صاحب نے) جو کچھ ایفائے عہد امانت دیانت حصول فتوی میں عمل کیا یا جو تدابیر کیں یا مولوی عالمان وفقراء سجادہ نشینان وغیرہ مخلوق الٰہی کی جو خاطر کی اور خبر لی اور تحریریں فرمائیں یہ دوسرے لوگوں سے بڑھ کر ہے یا نہ؟

تو ان امور میں مرزا صاحب کی امامت بے شک قابل تسلیم ہے لیکن پھر یہ مشکل پیش آوے گی کہ عمل درآمد و اظہار قوت امامت جن جن امور میں مرزا صاحب سے ہوا یہ نیک باتوں نیک اعمال الٰہی معارف اور محبت وتقرب الٰہی ونور وغیرہ میں کیونکر داخل ہوسکتا ہے؟

مرزا صاحب کو کمالات فصاحت و بلاغت وحقائق دقائق کا بڑا دعوی ہے۔ یہ تو غور کریں کہ جو دقیقہ یاد رکھنے کے لائق مرزا صاحب نے فرمایا ہے وہ کیا دقیقہ ہے اور اس کے یاد رکھنے سے کیا حاصل، وہ تو کئی مرتبہ آپ کہہ چکے ہیں۔ صفحہ ۷ میں آپ نے کہا ہے، جس کو خدا تعالی کا ہاتھ امام بناتا ہے ان کی فطرت میں امامت کی قوت رکھی جاتی ہے،۔ مدعا اور مطلب تو ایک ہی ہے صرف لفظ دوسروں میں لکھ کر یاد رکھنے کے لائق بنادیا ہے۔

پھر ہر ایک جانتا ہے کہ تمام مخلوق کی جبلت وفطرت کا یہی حال ہے۔ انسان، حیوان، روباہ، کوا، بھیڑیا، بچھو، مکار، دغاباز وغیرہ سب مخلوق اپنی اپنی فطرت کے موافق کام کرتے ہیں۔ اور عاجز کا اس پر ایمان ہے اعطی کل شیء خلقه ثم هدی یعنی بعد تخلیق خالق ومحسن نے جو چاہا ہدایت کی۔ اس کو ہر طرح سے اختیار ہے اور قرآن مجید سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے:

فهدی اللّه الّذین آمنوا لما اختلفوا فيه من الحقّ باذنه ۔ و اللّه يهدی من يّشاء الی صراطٍ مستقيم ۔ فريقاً هدی و فريقاً حقّ عليهم الضّلالة ۔ انّهم اتّخذوا الشّياطين اولياء من دون اللّه و يحسبون انّهم مهتدون۔ ولقد بعثنا فی کل امةٍ رسولاً ان اعبدوا اللّه و اجتنبوا الطّاغوت فمنهم من هدی اللّه و منهم من حقّت عليه الضّلالة ۔ ان تحرص علی هداهم فانّ اللّه لا يهدی من يّضلّ و ما لهم من ناصرين۔ واضلّ فرعون قومه وما هدی (پس اللہ نے ہدایت کی ان لوگوں

کو کہ ایمان لائے اس حق کی طرف جس میں لوگوں نے اختلاف کیا اور اللہ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔ ایک فریق کو ہدایت کی اور ایک فریق پر گمراہی ثابت ہوئی اسلئے کہ انہوں نے شیطان کو دوست پکڑا سوا اللہ کے اور گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں اور تحقیق ہم نے ہر ایک امت میں رسول بھیجا اور اس نے کہا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔ پس ان میں سے بعض وہ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوئی۔ اگر تو انکی ہدایت پر حرص کرے پس اللہ ہدایت نہیں کرتا جو گمراہی اختیار کرتا ہے اور انکے واسطے کوئی مددگار نہیں۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور ہدایت نہیں کی)

❁ نہ معلوم مرزا صاحب اس پر کیوں زور دیتے ہیں اور بار بار لکھتے ہیں کہ فطرت ہی میں ہر شئے رکھی جاتی ہے۔ مرزا صاحب کا اس سے کیا مدعا حاصل ہوتا ہے؟ کیا یہ خود بدولت اول ہی سے امام بنے بنائے دنیا میں تشریف لائے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو تب بھی امامت تو کاموں سے ثابت ہوگی۔ دیکھئے کئی نسب سے سید ہوتے یا عام انسانی نسل سے افضل ہونے کے دعویدار ہوتے ہیں لیکن فضیلت و بزرگی تو تب ہی ہوگی جب سیدوں اور انسانوں والے کام ظاہر ہوں گے۔ اور اگر کوئی خشیت الٰہی کو خیر باد کہہ کر فسق و فجور حیلہ وحوالہ ناجائز وسائل سے پیٹ پالنے میں مصروف ہو یا انسان ہو کر تکبر و تعلّی و درندگی اور ایذا رسانی مخلوق میں مشغول ہو، تو اس کی جبلت اور فطرت کی عمدگی کے دعوی کا کیا فائدہ اور کیا نتیجہ؟

❁ علاوہ ازیں اگر یہ مان بھی لیں کہ ہمہ قدرت ہمہ اختیار والا جو چاہے اور جب چاہے، اول یا بعد میں، تو اس میں کیا حرج ہے۔ بلکہ ارشاد: و للّٰه الا مر من قبل ومن بعد و اللّٰه غالب علی امره (اللہ تعالی کے لئے ہیں سب کام پہلے اور پچھلے اور اللہ اپنے سب کاموں پر قابو رکھتا ہے) کے عین مطابق ہے۔

❁ عاجز انسان کو تو ایسا سمجھایا گیا ہے کہ علیم بذات الصّدور نے جو قرآن مجید میں آمنوا کے ساتھ عملوا الصّالحات کی برابر قید و تاکید لگائی ہے اس میں یہی حکمت ہے کہ مخلوق الٰہی کسی کی فرضی فطرتی جوہرداری کے مجرد دعوی سے دھوکہ میں نہ آجائے بلکہ اس کے اعمال سے اس کے دعوی کو جانچیں اور پرکھیں اور انجیل مروجہ میں بھی (گو وہ بوجہ تحریف مسلّمہ قابل سند نہیں) جس کے حوالہ سے مرزا صاحب نے حضرت مسیح پر دشنام دہی کے عادی ہونے کا الزام لگایا ہے، یہی ہے کہ درخت پھل سے پہچانا جاتا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ آمنوا کے ساتھ و عملوا

الصّالحات کا ہونا لازمی ولابد ہے تاکہ اگر جنگلی آک کا زہریلا کڑوہ ثمر آم کے ہم شکل ہمرنگ ہونے کے باعث اصلی شیریں آم ہونے کا دعویدار ہو، تو کھانے والے کو ضرور ہے کہ اول اچھی طرح سوچ سمجھ کر تشخیص کر لے، ایسا نہ ہو کہ اس کی شکل وشباہت سے دھوکہ کھا کر اس کو اصلی پیڑ آم کا ثمر سمجھ کر بعد میں پشیمانی اٹھائے۔

پھر مرزا فرماتے ہیں کہ اگر اس امام کی کوئی پیروی نہ کرے تب بھی بلحاظ فطرت وہ امام ہے،۔ یہ عجیب فلاسفی بھی توضیح کے قابل ہے کہ جب ایک شخص تنہا ہو تو اس کو پیشرو (امام) یا پس رو سے تعبیر کرنا کون سی عقل مندی ہے۔ پس وپیش کی تمیز جب ہی ہوسکتی ہے جب آگے یا پیچھے کوئی ہو۔ اور جب بے چارہ اکیلا ہو تو کیا معلوم کہ دوسرے کے مقابلہ پر آگے چلنے والا ہے یا پیچھے رہ جانے والا؟ انبیاء والی مثال یہاں مطابق نہیں ہوسکتی کیونکہ ان کی نبوت رسالت اور امامت تو اللہ کی طرف سے مسلّمہ ہے اور انہوں نے فرائض منصبی بھی ادا کر دیئے، خواہ بدبختی سے کوئی انکی پیروی نہ کرے وہ تو ضرور بہر حال نبی رسول ہی ہیں، لیکن یہاں تو ابھی یہی امر ثبوت طلب ہے کہ امامت مستدعویہ، مرزا کی اپنی خودساختہ ہے یا اللہ کی طرف سے ہے۔ اگرچہ خدا کی طرف سے نہ ہونے پر مشاہدہ تجربہ دیرینہ ملاقات ومعاملات اور پھر الہامات سے خاکسار کی تو پوری تسلی وتشفی ہوچکی ہے۔

پھر مرزا صاحب نے فرمایا، کہ یہ کوئی عارضی منصب نہیں۔

بجواب عرض ہے کہ مستقل وقدیمی کہاں سے ہوا؟ جب نہ فقط آدمی بلکہ سب دنیا ہی عارضی ہے تو منصب کیا چیز ہے؟ اور اگر یہ مطلب ہے کہ تازیست ضرور آدمی کے ساتھ ہر حال میں رہتا ہے تو یہ بھی نہیں۔ آیات کریمہ:

واللّٰہ غالب علی امرہ (اللہ اپنے امر پر غالب ہے)

واللّٰہ علی کلّ شیء قدیر (اور اللہ ہر شئے پر قادر ہے)

یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید (اور جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے)۔

یمحو اللّٰہ ما یشاء ویثبت ((اور جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے)

صاف فرما رہی ہیں کہ مالک قادر کا ہر طرح سے ہر چیز پر کامل اختیار ہے جو چاہے کرے۔ دیکھو اس زندگی میں آدمی کی آنکھ کان ودیگر اعضا موہوبہ ناشکری وشامت اعمال سے چھن کر وہ ان سے محروم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح روحانی ملکات ومناصب اگر تغیر حالت ناشکری تعلّیٰ وتفاخر ایذا وتحقیر مخلوق الٰہی کے باعث چھن جائیں تو کیا تعجب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے افامنوا مکر اللّٰہ فلا

یا من مکر اللّٰہ الّا القوم الخا سرو ن (کیا پس نڈر ہو گئے تد بیرالٰہی سے ۔پس نڈر نہیں ہو تے تد بیرالٰہی سے مگر قوم خسارہ پانے والی)۔اب خیال فر ماویں کہ اس حالت میں منصب عا رضی ہوا یا مستقل قدیمی مستقل ۔قدیم لم یزل لا یزال حی و قیوم تو ایک ہی ذات پاک منزہ ہے وبس ۔

ہاں اگر مسلمان اپنے اصلی منصب عبودیت کو مدنظر رکھ کر فرمان بر دار وحلقہ بگوش احکام قر آنی وتعلیمات و ہدایات روحانی سرور کا ئنات ﷺ ہمیشہ رہیں اور کسی حالت پر فخر تکبر وتعلیٰ نہ کر کے مدام قولاً وفعلاً

ر بّنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و تر حمنا لنکو ننّ من الخاسرین
(اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر تو ہم پر بخشش و رحم نہ کرے تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے)

اللّٰھم احینی مسکیناً وامتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین
(اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مار،اور مسکینوں کے زمرہ میں میرا حشر کر)

والی حالت میں مصروف رہیں تو اس کے فضل وکرم پر امید واثق ہے کہ ایسے مناصب بھی وہ ذات پاک دوامی طور پر برقرار رکھے اور یہ سب اسی کی توفیق واحسان پر موقوف ہے ورنہ انسان بے چارہ کی کیا حقیقت وہستی ۔

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۹ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

تیسری قوت بسطت فی العلم جو امامت کے لئے ضروری اور اس کا خاصہ لازمی ہے ۔چونکہ امامت کا مفہوم تمام حقائق و معارف اور لوازم محبت اور صدق اور وفا میں آگے بڑھنے کو چاہتا ہے اس لئے وہ اپنے تمام دوسرے قوی کو اسی خدمت میں لگا دیتا ہے اور ربّ زد نی علماً کی دعا میں ہر دم مشغول رہتا ہے اور پہلے سے اس کے مدارک اور حواس ان امور کے لئے جو ہر قابل ہو تے ہیں اس لئے خدا تعالی کے فضل سے علوم الٰہیہ میں اس کو بسطت عنایت کی جاتی ہے۔

جواب ۔علم کے بارہ میں کچھ باب اول میں شرط عالم وخاندانی کے ذیل میں اور کچھ آئندہ بذیل حقائق ومعارف وصرفی نحوی غلطیاں وغیرہ کے جوعرض ہوا اس کو ملاحظہ فر مائیں ۔

قل ربّ زدنی علماً کی تعلیم مع الرّ حمن علّم القرآن، و اللّٰہ یجتبیک ربّک و یعلّمک من تاویل الا حا دیث (اور اللہ تجھ کو برگزیدہ کریگا اور تجھ کو باتوں کی تعبیر

سکھائے گا) واللّٰہ غالب علی امرہ ولکنّ اکثر النّاس لایعلمون (اور اللہ اپنے کام، یا ارادے، پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) وغیرہ عاجز کو الہام ہوتی رہتی ہیں گو عاجز کو کسی قسم کا دعویٰ نہیں لیکن بفضلہٖ تعالیٰ یہ یقین کامل ہے کہ یہ احسانات وانعامات واحکام بے وجہ عبث نہیں۔

قرآنی معارف، کمالات افاضہ واتمام حجت میں یکتا ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا ایسا نہیں ہوتا جو قرآنی معارف کے جاننے اور کمالات افاضہ اور اتمام حجت میں اس کے برابر ہو۔

جواب۔ زبان اور قلم سے ہر ایک جو دعویٰ چاہے کر لے اور اپنے آپ کو بنا لے، لیکن بات وہ جو محض قول ہی نہ ہو بلکہ فعل سے ثابت وظاہر ہو جاوے مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآنی معارف جاننے میں کوئی دوسرا اس کے برابر نہ ہو۔ بہت اچھا! رسالہ ضرورۃ الامام میں چند آیات قرآن مرزا صاحب نے تحریر فرمائی ہیں:

اول۔ وکانوا من قبل یستفتحون کو وکانوا یستفتحون من قبل تحریر فرما دیا۔

دوم۔ اعطی کلّ شیء خلقہ، آخری جملہ ثمّ ھدی نہ معلوم مخالف مدعا ہونے یا کسی اور سبب سے بالکل چھوڑ دیا۔ لکھا ہی نہیں۔

سوم۔ واللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ، کو اللّٰہ یعلم حیث یجعل رسالتہ لکھا

چہارم۔ احبار ورہبان میں امتیاز نہ کر کے راہب کو یہود لکھ دیا جو دراصل نصاریٰ ہوتے ہیں۔

پنجم۔ ترجمہ وتفسیر آیات واحادیث میں جو حسب پسند خاطر کمی بیشی فرمائی، نیز آیات جو شہادت القرآن میں مفید مدعا وخلاف کبراء امت جس کا ذکر دوسرے موقع پر ہے وہ علاوہ رہی۔

اب غور فرماویں کہ یہی قرآنی معارف ہیں جن میں کوئی دوسرا مرزا صاحب کے برابر نہیں۔ معارف تو بجائے خود آیات بھی صحیح نہیں لکھیں اور عام فہم امور بھی درست نہیں بیان کئے۔ عاجز تو کوئی عالم مولوی نہیں اور نہ ایسے امور کی طرف توجہ لیکن ایسے عام فہم امور کہ عام کم علم مسلمان قرآن خوان بھی ان کو جانتے اور سمجھتے ہیں اور ایسی غلطیوں کو کلام اللہ میں گناہ جانتے ہیں۔

مرزا صاحب شائد یہ فرماویں کہ یہ سہو کاتب ہیں وغیرہ، لیکن لطف تب ہے کہ وہ اصل مسودہ دستخطی خود بدولت اس کے ثبوت میں اطمینان معترضین کے لئے پیش کریں جس سے ثابت ہو

کہ بے شک سہو کا تب ہے۔ اگر چہ احبار یہود کو بار بار راہب لکھنا وغیرہ تو کسی صورت میں سہو کا تب نہیں ہوسکتا۔ یا سیدھا صاف مومنین اہل اللہ کی طرح اعتراف کرلیں کہ ہم سے ہی ایسا ہوا ہے لیکن یہ امر بموجودگی دعاوی بے شمار بظاہر خیلے مشکل و دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ربّنا ظلمنا انفسنا .. الخ کے اقرار کرنے والے کی اولاد ونسل کے لئے کچھ مشکل و دشوار بھی نہیں ہے کیونکہ بنی آدم انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں پھر مرزا صاحب سے ہونا کیا تعجب وکیا جرح؟ ہاں غلطی کا اعتراف اوراس سے توبہ لازمی وفرض انسانی ہے اوراس پر ہٹ واصرار نسبت شیطانی۔

رہا کمالات افاضہ واتمام حجت، ان کا بھی ان ہی امور پر قیاس کرنا چاہیے اوران کی نسبت پہلے کچھ عرض بھی ہو چکا ہے۔

اس کی رائے کا درست ہونا، دوسروں کے علم کی تصحیح کرنا

ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اس (امام الزمان) کی رائے صائب دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے۔

جواب۔ جس کو اپنی غلطیوں کا ہی پتہ نہ لگے اورسال ہا سال تک صحیح نہ کرسکے جیسا کہ مرزا صاحب نے ایام الصلح میں خود اعتراف کیا ہے اور نہ غلطی سے بچ سکے، وہ دوسرے کے علوم کی کیا تصحیح کرے گا؟ ہاں اگر زبردستی خدا کا خوف چھوڑ کر اپنی غلطی کا اقرار نہ کرے اور خواہ مخواہ فضیلت جتانے کو دوسروں کی غلطیاں بتا کر ان کی تصحیح کرتا جائے اس کو کیا کہیں اوراس کا کیا علاج۔ مثلاً جو کوئی لیلۃ القدر، کو جس اللہ جل جلالہ خیر مّن الف شھر (بہتر ہے ہزار ماہ سے) فرماوے اور رسول اللہ ﷺ بھی اس کی نہ صرف تعریف فرمائیں بلکہ حکم دیں تحرو لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان (تم لیلۃ القدر کی تلاش کرو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں) اوراس میں دعا اللّٰھم انّک عفوّ تحبّ العفو فاعف عنا (اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور دوست رکھتا ہے معافی کو پس معاف کر مجھے) پڑھنے کی ہدایت کریں اور دیگر فضیلتیں بیان فرمائیں، لیکن وہ بہادر بے خوف بے ضرورت اس کو ظلمت کا زمانہ قرار دے جیسا کہ مرزا صاحب نے فتح اسلام صفحہ ۵۴ میں لکھا ہے:

تم کہتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے، لیلۃ القدر اس ظلماتی زمانہ کا نام ہے جس کی ظلمت کمال کی حد تک پہونچ جاتی ہے، درحقیقت یہ رات نہیں یہ زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت،

رات کا ہم رنگ ہے۔

اب غور وانصاف فرماویں کہ یہی رسول اللہ ﷺ کی پیروی ومحبت ہے کہ وہ فرماویں وہ رات ہے اس کو عشرہ آخر کے وتر رمضان میں تلاش کرو، اور آپ (مرزا) مخالفت اور مقابلہ سے حقیقت فہم بن کر کہیں کہ در حقیقت یہ رات نہیں یہ زمانہ ہے۔کیا آنحضرت ﷺ سے آپ معاذ اللہ زیادہ حقیقت جانتے ہیں۔ اور زور سے، در حقیقت، لکھ کر ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

اور ایسا ہی نزول ملائکہ میں ان کے شخصی وجود کے ساتھ زمین پر اترنے سے انکار اور حضرت جبریل کا اپنا نورانی سایہ ڈال کر مستعد کے دل میں اپنی عکسی تصویر رکھ دینا۔

روح القدس، روح الامین، شدید القوی ذوالافق الاعلی ان حالتوں کے نام ہیں جو خالق اور مخلوق کی محبت کے جوڑ سے متولد و پیدا ہوتی ہیں۔

دجال سے مراد ہر ایک حق پوش دجال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا۔

اسی طرح دوسرے شرعی و دینی مسائل کو اپنے مطلب و مدعا کے لئے استعارات۔

اور مسیح کے معجزات والی آیات قرآن مجید کو متشابہات، معجزات کو مسمریزم کی تاثیر کہے

صریح احادیث رسول اللہ ﷺ میں خلاف سلف وخلف کبراء امت خواہ نخواہ کچھ کا کچھ لکھے، تو کیا تصحیح علوم ورائے صائب ہونے کی یہ ہی علامات ونتائج ہیں۔شائد حصول فتوی امرتسر والہ میں جس میں الہام خود بدولت جزاء سیّئة ... الخ کے مرزا صاحب نے صداقت ثابت کی ہے اس میں بلحاظ ظاہر خیال کرتے ہوں کہ ہماری رائے صائب پڑی ہے، اس حیلہ سے فتوی حاصل کر لیا، لیکن خوش قسمتی سے کسی کے علوم کی صحت کا باعث پھر بھی نہیں ہوئی بلکہ مسلمانوں کے لئے باعث حیرانی وافسوس ہوئی کہ یہ دعاوی صدق وراستی کے اور یہ کار خلاف حق۔

دینی حقائق کے بیان میں حق اسی کی طرف ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اگر دینی حقائق کے بیان میں کسی کی رائے اسکی رائے کے مخالف ہو تو حق اسی کی طرف ہوتا ہے کیونکہ علوم حقہ کے جاننے میں نور فراست اسکی مدد کرتا ہے اور وہ نوران چمکتے ہوئی شعاعوں کیساتھ دوسروں کو نہیں دیا جاتا ذلک فضل اللّٰه یؤتیه من یّشاء

جواب۔ یہ عبارت گذشتہ کا اعادہ وتکرار ہے۔ بہر حال مجرد دعوی سے اور زبانی کہنے سے کہ حق ہماری طرف ہے، ہرگز حق ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ دلائل و براہین سے اور سب سے بڑھ کر اللہ عزوجل کی کلام پاک سے ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

و یحقّ اللّٰہ الحقّ بکلماتہ ولو کرہ المجرمون۔ ویمح اللّٰہ الباطل و یحقّ الحقّ بکلماتہ انّہ علیم بذات الصّدور (ثابت کرتا ہے اللہ حق کو اپنے کلموں کے ساتھ اگرچہ یہ برا لگے مجرموں کو۔ اور مٹاتا ہے اللہ باطل کو اور ثابت کرتا ہے حق کو اپنے کلموں سے، بے شک وہ جاننے والا ہے سینہ کی باتوں کا)

یہ عمدہ اور خوشی کی بات ہے کہ اس امر کا فیصلہ ہو جاوے کہ حق مرزا کی طرف ہے۔ سو اگرچہ امور تو بہت ہیں اور حقائق دینی بھی اعلیٰ علوم ہیں لہذا ان سب کو دوسرے مواقع کے واسطے رکھ کر سردست زیادہ نہیں دو آیات قرآن کی فقط عبارت ہی کی نسبت جو عام مسلمان اور کم علم حافظان قرآن مجید بھی سمجھ سکتے ہیں اور قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی دینی حقائق بھی نہیں ہو سکتے اور جن کی نسبت عاجز نے بھی سابقاً اور نزول و رؤیت ملائکہ کی نسبت بحوالہ احادیث بجواب عبارت ضرورۃ الامام عرض کیا ہے، ان میں اگر مرزا صاحب خود بدولت کی طرف حق ثابت کر دیں یعنی وہ آیات اسی طرح ثابت ہوں جس طرح مرزا صاحب نے اپنے رسالہ میں تحریر فرمائی ہیں اور نزول ملائکہ بدلائل شرعیہ وارشاد آنحضرت ﷺ ویسا ہی متحقق ہو جاوے جیسا کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے تو ان میں حق ان کی طرف مان کر بعد میں دوسرے امور و دینی حقائق بیان فرمودہ مرزا صاحب استفسار کریگا اور خدا کرے کہ اسی طرح دیگر اختلافات بھی رفع ہو کر فیصلہ ہو جاوے۔

نور فراست اور چمکتی ہوئی شعاعوں کا حال بھی اس میں کھل جائے گا۔ اگرچہ کچھ نور فراست کا حال مرزا صاحب نے خود ہی کتاب ایام الصلح کے صفحہ ۴۱ میں یوں بیان کیا ہے:

اس جگہ یاد رہے کہ میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفّی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں وہ میری غلطی ہے، الہامی غلطی نہیں۔ میں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض سہو ونسیان غلطی تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں۔ گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا تعالیٰ قائم نہیں رکھتا مگر یہ دعوی نہیں کرتا کہ میں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کر سکتا۔ خدا کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے مگر انسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ سہو ونسیان لازمہ بشریت ہے۔ میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر

کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ پھر واپس آئیں گے مگر یہ بھی میری غلطی تھی جو اس الہام کے مخالف تھی جو براہین احمدیہ میں لکھا گیا کیونکہ اس الہام میں خدا تعالی نے میرا نام عیسی رکھا اور مجھے اس قرآنی پیش گوئی کا مصداق ٹھہرایا جو حضرت عیسی کے لئے خاص تھی اور آنے والے مسیح موعود کے تمام صفات مجھ میں قائم کئے۔

اب مرزا صاحب خود ہی انصاف کریں کہ قرآنی حقائق معارف تو کہاں، خود اپنے الہام ہی کے سمجھنے میں کیسی غلطیاں کھائیں اور نور فراست کا کیا حال ہوا اور رائے صائب کیسی ضعیف و ناتواں رہی اور کس قدر سال ہا سال کے بعد ان غلطیوں پر آپ کو اطلاع ہوئی۔ اب بھی کیا دلیل ہے کہ غلطی پر اطلاع ہوئی یا غلطی پر اور غلطی ہوگئی اور یہ ہی امر بظاہر متحقق ہے۔ بہر حال اس عاجز کو بہت خوشی ہوئی کہ الحمد للہ آخر اپنے بارے کچھ سہو اور نسیان و غلطی کو قبول فرمایا۔ یہ بھی غنیمت ہے بمقابلہ اس افضلیت تکبر والوہیت وتفاخر و تعلّی کے جسکا اظہار اب تک مرزا صاحب کرتے رہے شکر ہے کہ اب ذرا تنزل فرما کر بشریت ولوازم بشریت کو منظور فرمایا ہے۔

امید کہ مرزا صاحب اگر انابت سے دعا اور غور کریں گے تو ان کو یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ الہام میں کسی نبی و رسول کے نام پر پکارے جانے ہی سے وہ ملہم امت سے نکل کر وہی نبی و رسول ہرگز نہیں بن جاتا کیونکہ نبوت ورسالت ختم ہو چکی ہے۔ اور یہ بھی غور کا مقام ہے کہ مرزا نے اپنے الہامات میں دوسرے بھی انبیاء کے نام سے اپنے تئیں مخاطب ہونا لکھا ہے مثلاً آدم، ابراہیم، یوسف، داؤد، سلیمان، موسی، بلکہ ایک جگہ مریم بھی لکھا ہے، تو کیا اس سے آپ یہ سب کچھ بن گئے اور اگر آپ کے نزدیک یہ امر مسلّم ہے تو پھر یہ خصوصیت سے حضرت مسیح بننے میں کیا حکمت ہے۔ کیا اس لئے کہ ان کی جگہ واسامی زمین پر خالی تھی اور مسلمان وغیرہ ان کے منتظر تھے۔

مرزا کے فہم واجتہاد کی غلطیاں اور بھی بہت ہیں جن میں سے کچھ عاجز نے مختصر طور پر عرض کی ہیں۔ مرزا قادیانی ان پر نیز اس امر پر کہ الہام میں باسم وخطاب انبیاء پکارے جانے سے کوئی ملہم، وہ نبی، نہیں بن سکتا اگر تامل وغور وٹھنڈے دل سے بلا طیش و جوش نظر فرمائینگے اور سلف صالحین کی تحقیق وتحریر در بارہ الہام توجہ سے دیکھیں گے تو امید ہے کہ بہ شرط اخلاص وانابت بہت فائدہ ہوگا اور کیا عجب کہ اپنے دعاوی پر نظر ثانی کر کے غلطی دور کرنے کی اللہ توفیق عطا فرماوے اور اس طرح سارے اختلاف کلیۃً رفع ہو جاویں۔ غلطی ہو جانا کچھ بھی عجب نہیں خصوصاً جب کوئی بے امام وبلا رہبر و پیر اس کوچہ میں قدم رکھے اور اللہ تعالی کے قانون کی خلاف ورزی کرے۔ لیکن

رجوع وتوبہ سے سب کچھ معاف ہوکر واہب العطیات کے انعام کے دروازے کھل جاتے ہیں اور درجات میں ترقی ہوتی ہے۔ اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے توفیق رفیق کرے۔ آمین

مرزا قادیانی نے ضرورۃ الامام صفحہ ۳ میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یمن کی طرف سے مامور خدا کی خوش بو کا آنا بیان فرمانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اویس میں خدا کا نور اترا ہے۔ پھر صفحہ ۴ میں مرزاحب نے فرمایا کہ امام الزمان کے ساتھ ہزارہا انوار آتے ہیں اور انتشار روحانیت ونورانیت ہوکر نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں مگر مسیح موعود کے زمانہ کو اس سے بھی بڑھ کر خصوصیت ہے۔ الخ

اب یہاں پہنچ کر مخالف فرمودہ سابق فرماتے ہیں:

وہ نور ان چمکتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ (بغیر امام) دوسروں کو نہیں جاتا۔ انتہی۔

سبحان اللہ! گویا آج کل جو کچھ ہیں مرزا صاحب ہی ہیں دیگر مخلوق ہیچ و بے نور۔ یہ ہی عجیب خصوصیت سب سے بڑھ کر خود بدولت کے عہد کو ہوئی۔

مرغی کا انڈوں کو پروں کے نیچے لے کر بچے بنانا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

پس جس طرح مرغی انڈوں کو اپنے پروں کے نیچے لے کر ان کو بچے بناتی ہے اور پھر بچوں کو پروں کے نیچے رکھ کر اپنے جوہر ان کے اندر پہنچا دیتی ہے اسی طرح یہ شخص اپنے علوم روحانیہ سے صحبت یابوں کو علمی رنگ سے رنگین کرتا رہتا ہے اور یقین اور معرفت میں بڑھاتا جاتا ہے۔

جواب۔ یہاں تو مرزا صاحب نے توحید وخالقیت وتربیت الٰہی کو حد تک پہونچا دیا انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔ عالم تو بجائے خود عام مسلمانان بھی خلق وتربیت وغیرہ کو خالق و مالک بدیع السّماوات و الارض و ما بینھما کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں، کاش مرزا صاحب نے، قدرت الٰہی سے، کا جملہ مرغی کے بچے بنانے وغیرہ کے ساتھ لکھ دیا ہوتا۔ مرغی بیچاری خاک اور اپنا سر بناتی ہے اور خاکستر جوہر پہنچاتی ہے، وہ پہلے اپنے آپ کو تو بنائے۔ مرض، بلی، کتے کی گرفت اور پھر ذبح وغیرہ سے تو بچائے۔ یہ سب اسی خالق مالک کی صفت ربوبیت ہے جو ہورہا ہے۔ ہر چرند پرند انسان حیوان بلکہ ذرہ ذرہ اس قادر، حیّ، قیوم لم یلد و لم یولد کے

حکم اذن وتحت میں خدمت کر رہا ہے اگر کوئی بوجہ نادانی شیخی سے اپنی ٹانگ اڑائے یا ان خاص صفات خالق کی نسبت کسی دوسری مخلوق کی طرف کرے تو اس کی کم فہمی و نادانی ہے۔

خیر جس طرح سے عوام ناواقفی و شیخی سے کہا کرتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا، وہ کیا، اسی طرح مرزا صاحب نے بھی بلا خیال مرغی کو بچہ بنانے والی، جو ہر پہنچانے والی، اور خود بدولت کو علوم روحانیہ سے رنگین کرنے والا اور یقین ومعرفت بڑھانے والا فرما دیا، لیکن یہ امر دعوی مشاہدہ جمال الٰہی وعرفان اور معرفت کے نہایت منافی ومخالف ہے اور محل تعجب۔ اس قادر و خالق کی مشیت قدرت واختیار وغیرہ، مدنظر رکھنے کے واسطے قرآن مجید میں حکم ہے کہ آئندہ کا کوئی وعدہ کرتے وقت انشاء اللہ ضرور کہو جیسا فرمایا و لا تقولنّ لشیء انّی فا عل ذلک غداً الّا ان یّشاء اللّٰہ (اور مت کہہ کسی شئے کے لئے کہ میں کل کرونگا مگر کہ اللہ تعالی نے چاہا تو) اور اسی لئے عام مومنین ہر امر پر اللہ تعالی کے قدرت واختیار کو بات چیت میں زبان پر لاتے ہیں۔ مرزا صاحب کو تقرب و مشاہدہ جمال الٰہی کا دعوی تمام جہان سے بڑھ کر ہے پھر تعجب ہے کہ بایں دعاوی پیدائش وخلق بچہ ہائے مرغی پر بھی خالق مالک کا اسم مبارک یاد نہیں فرماتے۔

کیا آیات قرآن مندرجہ ذیل کی طرف مرزا صاحب نے توجہ نہیں فرمائی یا شاید وہ دل سے محو ہو گئی ہیں جیسا کہ مقام عبودیت اور اپنی حد سے بڑھنے والوں کا حال ہوا کرتا ہے:

لا الہ الّا ھو خا لق کلّ شئی فاعبدوہ و ھو علی کلّ شیء وکیل (نہیں کوئی معبود مگر وہ پیدا کرنیوالا ہر شئے کا، پس اسکی عبادت کرو اور وہ ہر شئے پر نگہبان ہے)

قل أئنکم لتکفرون بالّذی خلق الارض فی یومین و تجعلون لہ انداداً ذلک ربّ العا لمین (تو کہہ کیا تم کفر کرتے ہو اس اللہ کے ساتھ جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا، اور اس کے واسطے شریک بناتے ہو، وہ ہی رب ہے جہانوں کا)

قل اللّٰہ ینجیکم منھا ومن کل کربٍ ثمّ انتم تشرکون (تو کہہ اللہ نجات دیتا ہے تم کو اس سے اور ہر سختی سے پھر تم شریک مقرر کرتے ہو)۔

قل من یّرزقکم من السّماء والارض (تو کہہ کون رزق دیتا ہے تمکو آسمان اور زمین سے)

ام من یملک السّمع و الابصار و من یّخرج الحیّ من المیّت و یخرج المیّت من الحیّ و من یدبّر الا مر۔ فسیقولون اللّٰہ فقل افلا تتقون۔ فذلکم اللّٰہ ربکم الحقّ فما ذا بعد الحق الّا الضّلال فانّی

تصرفون (یا کون مالک ہے کانوں اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے امر کی ۔ پس شتاب کہیں گے اللہ۔ پس تو کہہ کیا پس تم نہیں ڈرتے ۔ پس اللہ تمہارا رب سچا ہے۔ پس نہیں ہے حق کے پیچھے مگر گمراہی ۔ پس کس طرف پھرے جاتے ہو تم)

قل ھل من شرکاء کم من یبدؤالخلق ثم یعیدہ ۔ قل اللّٰہ خالق کل شئی وھو الواحد القھّار۔ ھل من خالق غیر اللّٰہ یرزقکم من السّماء والارض لا الہ الّا ھو فانّی توفکون ۔ اللّٰہ خالق کلّ شیء وھو علی کلّ شئی وکیل (تو کہہ کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ خلقت کو پیدا کرے اور پھر لوٹاوے ۔تو کہہ اللہ ہر شئے کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ایک ہے غالب ۔آیا کوئی پیدا کرنے والا سوا اللہ کے ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دے ۔نہیں کوئی معبود مگر وہی ، پس کس طرف پھرے جاتے ہو۔اللہ ہر شئے کا پیدا کرنیوالا ہے اور وہ ہر شئے پر وکیل ہے)

پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثمّ الّذین کفروا بربّھم یعدلون (پھر جو لوگ کافر ہوئے وہ ، دوسروں کو ، اپنے رب کے ساتھ برابر کرتے ہیں) ایسا ہی تجرید التوحید میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں شرک کرنے والوں میں وہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا پیدا کرنے والا ثابت کرتا ہے ، اگرچہ اللہ تعالیٰ کے برابر اس کو نہ کہے ۔ اور یہ قدریہ مجوسیہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ حیوان کے افعال کا پیدا اور پرورش کرنے والا نہیں ۔ الخ ۔

نہایت تعجب ہے کہ مرزا صاحب بایں دعاوی حقائق و معارف کے مرغی کو بچے بنانیوالی و جوہر پہنچانے والی اور خود بدولت کو رنگین کرنے والا فرماتے ہیں ۔ ایسی ایسی باتوں سے اس صادق موحد و خالص متوکل اغنی سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے توحیدی حالات و مقالات یاد آتے ہیں جن کی صحبت بابرکت بزبان حال بھی وعظ کرتی تھی

تشھد بانّ اللّٰہ جلّ جلالہ   متفرد بالملک والسّلطان
وھو القدیر فکلّ شیء فھو مقدور   لہ طوعا بلا عصیان
وعموم قدرتہ تدلّ بانّہ   ھو خالق الافعال للحیوان

(تم شہادت دو اس امر کی کہ اللہ جل جلالہ ، ملک اور بادشاہت میں اکیلا ہے ۔ اور وہ قادر ہے اور ہر شئے اس کے واسطے طوعاً بغیر نافرمانی کے مقدور ہے ، اور اس کی عموم قدرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ

حیوانوں کے واسطے افعال کا پیدا کرنے والا ہے)

خیر یہ تو عالی حالات وطبقہ کی باتیں ہیں یہاں تو بڑا تعجب ہے کہ باوجود دعوی علوم تمام جہان مرزا کو یہ بھی خبر نہیں کہ اب ایسی ایسی کلیں ایجاد ہوگئی ہیں جن میں قدرت الٰہی سے انڈوں سے بچے بدون محنت و ہمت مرغی بن جاتے ہیں اور وہ جو ہر بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور عرصہ بھی کم لگتا ہے اور نہ فقط یہ مصنوعی کلیں ہی بلکہ دوسری بے جان اشیاء مثل روئی و بھوسہ وغیرہ بحکم الٰہی یہ کام ایسے حسن وخوبی سے دیتے ہیں کہ خود مرغی سے ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ اکثر مرغیاں اپنی نافہمی و بے تمیزی سے سارے انڈوں کو سمیٹنے کی لیاقت و طاقت نہ رکھ کر ان کو پراگندہ وتتر بتر کر کے خراب وگندہ کر دیتی ہیں اور بعض بدخصلت خودغرض ایسی بھی ہوتی ہیں کہ چونچوں سے توڑ کر کھا جاتی ہیں ۔ اب دیکھئے کہ جب مرزا صاحب نے مرغی کو صفت خالقیت وحدہ لاشریک میں شریک کر دیا تو ان مصنوعی اشیاء کو کن صفات خالق و مالک کا عدیل قرار دیں گے ۔

مرزا صاحب نے بقول خود مرغی کی طرح بچے بنا کر پروں کے نیچے رکھ کر اپنے جوہر پہنچا کر علوم روحانیہ سے صحبت یابوں کو علمی رنگ میں رنگین اور یقین ومعرفت میں جیسا بڑھایا ہے اس کا کچھ مختصر حال دوسری جگہ عرض ہوا ہے اور کچھ مرزا صاحب نے براہ مہربانی آگاہی مخلوق کے لئے خود بھی اپنے رسالہ شہادۃ القرآن کے اخیر پر التوائے جلسہ کے اعلان میں اور اس کے بعد اشتہار ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء میں تحریر فرمایا ہے جو قابل ملاحظہ ہے۔

پھر یہ بھی حل طلب ہے کہ جو اصحاب سال ہا سال سے صحبت کا فیض اٹھا کر علوم روحانیہ سے علمی رنگ میں رنگین ویقین ومعرفت میں اس عرصہ دراز میں کامل اور فارغ التحصیل ہو چکے ہیں ان کاملوں کو دوسری مخلوق الٰہی کے فائدہ پہونچانے کی خاطر رخصت کیوں نہیں ملتی ؟ اگر وہ طالبان سال ہا سال وعرصہ دراز میں اب تک کمال کو نہیں پہنچے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لائق نہیں ہوئے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ۔ یا طالبان ہی غبی طبیعت وسنگ مزاج ہیں جن پر سعدی کا مصرعہ ، تربیت نااہل راچوں گردگان برگنبد است ، صادق آئے گا ، یا اثر صحبت وتعلیم ہی خود کمزور وناقص ہے ۔ بہر حال یہ ہر دو امور ایسے جلیل الشان دعوی امامت کیلئے باعث کسر شان ہیں جب دعا کا اثر بجلی کی طرح ہو، آسمانوں میں غلغلہ، ملائک میں شور واضطراب پڑے، تقدیریں بدلیں، الٰہی ارادہ اور رنگ پکڑیں ،تموج والا کن کبھی خطا نہ جائے ، (جیسا کہ مرزا نے ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے) تو وہاں جوہر پہنچانے اور تاثیر صحبت میں اس قدر عرصہ اور دیر کے کیا معنی ؟

دوسرے ملہموں کیلئے بسطت علم ضروری نہیں

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

مگر دوسرے ملہموں وزاہدوں کے لئے اس قسم کی بسطت علم ضروری نہیں کیونکہ نوع انسان کی تربیت علمی ان کے سپرد نہیں کی جاتی اور ایسے زاہدوں اور خواب بینوں میں اگر کچھ نقصان علم و جہالت باقی ہے تو چنداں جائے اعتراض نہیں کیونکہ یہ کسی کشتی کے ملاح نہیں ہیں، بلکہ خود ملاح کے محتاج ہیں۔ ہاں ان کو ان فضولیوں میں نہیں پڑنا چاہیے کہ ہم اس روحانی ملاح کی کچھ حاجت نہیں رکھتے ہم خود ایسے اور ایسے ہیں۔

جواب۔ بسطت علم کی نسبت عرض ہو چکا ہے۔ نوع انسان کی تربیت علمی جب مالک خالق علیم کسی کے سپرد کرتا ہے اس کے سب سامان بھی آپ ہی اپنے فضل وکرم سے عطا فرماتا ہے اس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں اور نہ سامان ہی ختم ہو چکے ہیں۔

نعماء الٰہی میں جو بلا لحاظ و بلا استحقاق ہر قسم ادنی اعلی مخلوق پر واہب العطیات ومنزل البرکات کے فیضان عام سے مثل باراں ہر جہت ہر آن ہر لحظہ نازل ہو رہی ہیں ان میں اس قدر امساک وبخل وحسد کی کیا ضرورت ہے۔

کبھی مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ تقوی طہارت سے کوئی شخص امام نہیں کہلا سکتا، کبھی ہر ایک ملہم صاحب رؤیا صادقہ امام نہیں ٹھہر سکتا، کبھی دوسرے عاجزوں کے الہام کی تحقیر کہ ان سے افاضہ علوم نہیں ہوتا، نہ کسی تحدی کے لائق ہوتے ہیں، بلکہ ٹھوکر کا موجب ہوتے ہیں، خطرات سے امن نہیں، کبھی امامت کی شرکت سے ترہیب، کبھی امامت کی ادنی چاکری وغلامی کی ترغیب، کبھی امامت کی حاجت نہ سمجھنے کے خیال کو سراسر معصیت فرمانا، کبھی امام کی شناخت نہ کرنے پر اس کو اندھا اٹھنا فرمانا، کبھی غلامی وسلسلہ میں داخل نہ ہونے والے کا خاتمہ خطرناک بتانا، کبھی مومنین کے رؤیا والہامات کو امام کے نور کا پرتوہ کہنا، کبھی الہام فکر غور تفقہ دینی کی استعداد تدبر سوچنے کی قوت رغبت عبادات مباحثات استدلال اتمام حجت کی طاقت خود بدولت امام ہی کی طفیل عطا ہونا، کبھی قسمت کا پھیر لگا کر غریبوں کے سلب ایمان تک نوبت پہنچانا، بلعم کی مثال دے کر ڈرانا، کہیں امام الزمان کو حسب پسند وخود تراشیدہ اوصاف سے متصف کرنا، کہیں جہان کے معقولیوں وفلسفیوں کو ہر رنگ میں مباحثہ کر کے مغلوب کرنا، دقیق در دقیق اعتراضات کا عمدگی سے جواب دینا، کسی

دشمن کے سامنے شرمندہ نہ ہونا، کبھی محمدی فوجوں کی سپہ سالاری، کبھی دین کی دوبارہ فتح، کبھی اس کے جھنڈے کے نیچے آنیوالوں کو اعلیٰ درجہ کے قوای عطا ہونا، امام کا قوت اخلاقی میں کمال فطرت میں امامت کی روشنی وقوت جو درشت بات کا متحمل نہ ہوسکے وہ کسی طرح امام الزمان نہیں ہوسکتا، الٰہی امور میں سب سے اول درجہ رہنے کی قوت، اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا ایسا نہ ہونا جو قرآنی معارف جاننے وکمالات افاضہ اتمام حجت میں اس کے برابر ہو۔ اس کی رائے صائب دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے۔ حق اسی کی طرف ہوتا ہے۔ غرض جس قدر عمدگی وبہتری افضلیت وکمال وغیرہ میں وہ سب خود بدولت کیلئے اور جو نقصان علم جہالت کمی وغیرہ ہے وہ سب دوسرے عاجزوں کے لئے تجویز فرمانا۔ اب مرزا براہ مہربانی ان سب کا جواب جو عاجز کو الہاماً تعلیم ہوا ہے انصاف سے اس پر غور فرمائیں کہ کیسا باصواب وکامل ہے۔ یعنی ضرورۃ الامام کے مطالعہ کے بعد الہام ہوا قل لو کنتم تملکون خزائن رحمۃ ربّی اذا لا مسکتم خشیۃ الانفاق (تو کہہ کہ اگر تم مالک ہو میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے تو اس وقت تم خرچ ہونے سے ڈر کر بند کر رکھو) اور مرزا نے سرورق رسالہ پر جو اظہار افضلیت کرکے لکھا ہے کہ، صرف ڈیڑھ دن میں طیار ہوکر مطبوع ہوا، اس کی نسبت الہام ہوا وکان الانسان عجولاً (ہے انسان جلدی کرنیوالا)۔

❁ کشتی کا ملاح بننے کا الہام بھی عاجز کو ہوتا ہے اور کشتی کی تیاری کا حکم بھی الہاماً ہوکر پھر الہام ہوا بسم اللّٰہ مجریھا ومرسٰھا انّ ربّی لغفور رحیم۔ (اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور ٹھہرنا بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے) پھر الہام ہوا انّ الّذین ظلموا انھم مغرقون (تحقیق وہ لوگ کہ ظلم کیا انہوں نے وہ ہی غرق کئے جاویں گے) جن کے ظہور کی قادر قدیر کے فضل وکرم سے امید واثق ہے۔ یہ بھی الہام بہت دفعہ ہوا ساوریکم آیاتی فلا تستعجلون (قریب دکھلاؤں گا میں تمہیں اپنی نشانیاں پس تم جلدی نہ کرو)۔

❁ جب عاجز اپنے آپ کو ناچیز محض ذرہ بے مقدار سمجھتا ہے اور کسی قسم کے علوم مرتبت فضلیت ولیاقت کا دعویدار نہیں تو فضولیوں میں پڑنے کا کیا ذکر؟

❁ یہ بھی قابل غور ہے کہ ہادی المضلین وارحم الراحمین جب ایک عاجز شخص کو محض اپنے فضل وکرم سے کسی مجرد زبانی دعویدار ملاح کو گرداب ضلالت میں خود غوطہ کھاتا ہوا اور ڈوبتا ہوا اور کشتی کو مع سواران غیر مامون واُلٹے راستہ پڑنے کے سبب معرض ہلاکت میں اور درصورت توبہ و استغفار کرکے ہوش سنبھال کر اپنی مخلصی ونجات کا فکر نہ کرنے کے قریب الغرق دکھلاوے تو پھر وہ

عاجز شخص کیونکر اس غوطہ کھانے والے اور ڈوبنے والے ملاح اور اس کی ناقص و پر خطر کشتی کی طرف التفات ونظر کرسکتا ہے؟ ہاں اگر اللہ پاک اس کو توفیق و ہمت دے گا تو ڈوبنے والوں کے بچانے کی حتی الوسع کوشش کرے گا۔ و ما توفیقی الا باللّٰہ

امام کی حاجت ایسا ضروری ہونا جیسے عورت کو مرد کی

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ضرور ان کو حاجت ہے جیسا کہ عورت کو مرد کی حاجت ہے خدا نے ہر ایک کو ایک کام کے لئے پیدا کیا ہے پس جو شخص امامت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اگر وہ ایسا دعوی زبان پر لائے گا تو وہ لوگوں سے اسی طرح ہنسی کرائے گا جیسا کہ ایک نادان ولی نے بادشاہ کے روبرو ہنسی کرائی تھی۔

جواب۔ اگر یہ قاعدہ مرزا صاحب کا ایسا ہی کلیہ وضروری ہے کہ اس امر میں دوسرے کی حاجت لابد ہے جیسا کہ بقول مرزا صاحب عورت کو مرد کی، تو مرزا صاحب بھی تو فرماتے کہ آپ نے ایسی حاجت کے وقت کس مرد خدا کی طرف رجوع فرمایا تھا؟ اور اگر خود بدولت کو اس سے مستثنی فرماویں تو دوسرے کسی عاجز کے حق میں اس استثنا کو بلا دلیل خود غرضی سے کیوں محال فرماتے ہیں ۔کیا وہ قاعدہ استثنا مثل نبوت ختم ہو چکا ہے یا بطور ٹھیکہ دوامی مرزا صاحب تک ہی محدود ہو چکا ہے۔

حاضر باشاں دربار خود بدولت کی مدح وثنا و چاپلوسی پر اعتماد نہ فرماویں ذرا دوسروں کی تصانیف و تقاریر بھی دیکھیں سنیں اور پھر سوچیں کہ مرزا پر ان کے طبع زاد، نوایجاد مسائل تراشیدہ و خود پسندیدہ حقائق معارف کے سبب کس قدر ہنسی و اعتراض ہو رہے ہیں ۔ دوسروں پر ہنسی ہونے سے تکلیف نہ اٹھاویں اول خود بدولت پر ہنسی کا فکر و تدارک فرماویں ۔سید الاولین والآخرین کے حال مبارک کی طرف غور کریں کہ باوجود اس عظمت وشان کے کیا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ فرمایا:

ما احبّ انی حکیت احدا و ان لی کذا و کذا (مجھے پسند نہیں کہ میں کسی کی نسبت بات کروں اور میرے لئے ایسا ایسا ہو)

و اللّٰہ لا ادری و اللّٰہ لا ادری و انا رسول اللّٰہ ما یفعل بی و لا بکم ..الخ (قسم ہے اللہ کی میں نہیں جانتا، قسم ہے اللہ کی میں نہیں جانتا، اور میں اللہ کا رسول ہوں، کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا)

ابوذرؓ کو وصیت میں فرمایا: لیحجزك عن النّاس ما تعلم من نفسک
(تجھے اپنے نفس کا فکر لوگوں سے باز رکھے)

اور خود بدولت بدعوی نیابت نبوت دوسرے غریبوں کے لے دے میں مصروف ہو کر اپنی حالت سے ایسے غافل اور بے فکر۔

ایک ولی مگر بے علم وفضول گو کا قصہ

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۰ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور قصہ یوں ہے کہ کسی شہر میں ایک زاہد تھا جو نیک بخت اور متقی تو تھا مگر علم سے بے بہرہ تھا اور بادشاہ کو اس پر اعتقاد تھا اور وزیر بوجہ اس کی بے علمی کے اس کا معتقد نہیں تھا ایک مرتبہ وزیر اور بادشاہ دونوں اس کے ملنے کے لئے گئے اور اس نے محض فضولی کی راہ سے اسلامی تاریخ میں دخل دے کر بادشاہ کو کہا کہ اسکندر رومی بھی اس امت میں بڑا بادشاہ گذرا ہے۔ تب وزیر کو نکتہ چینی کا موقع ملا اور فی الفور کہنے لگا کہ دیکھئے حضور فقیر صاحب کو علاوہ کمالات ولایت کے تاریخ دانی میں بھی بہت کچھ دخل ہے۔

جواب۔ مرزا کے دربار میں ہر بات بجا و بے جا پر واہ واہ تعریف و مدح ثنا کرنیوالے لوگ موجود ہیں اور مدح وثنا کا اثر ونتیجہ ضروری و لازمی ہے۔ لہذا حاضر باشان کی بیجا، و بے ضرورت، خودغرضانہ مدح وثنا کا یہ اثر ونتیجہ ہے کہ مرزا صاحب کو خیال ہی نہیں رہا کہ اور لوگ ایسے بے سرو پا ولغو قصص سن کر پسند کریں گے یا فضول سمجھ کر کشیدہ وکبیدہ خاطر ہوں گے؟

کیا مرزا صاحب کو معلوم نہیں کہ ایسے قصے کہانیاں کون سننا پسند کرتا ہے؟ موجودہ وقت میں تو ایسے بناوٹی وتراشیدہ قصص آماج گاہ اعتراضات ہوتے ہیں لہذا مرزا صاحب کا ہر موافق و مخالف وغیرہ کا خود بدولت کے حاشیہ نشینان پر قیاس فرمانا صحیح نہیں اور نہ یہ اہل اللہ معمور الاوقات کی شان ہے کہ ایسے فضول قصے اپنی فضیلت کے ثبوت میں تراش کر لوگوں کو سنائیں۔

اب دیکھئے کہ یہ کیسا لغو قصہ تراشا ہے اور آیا اس لائق ہے کہ ضرورۃ الامام میں درج ہو کر اس کی تقویت کا باعث ہو؟ ایک زاہد تھا، جس کو پہلے نادان و بے علم قرار دیا، نیک بخت اور متقی تو تھا، پھر فضولی کی راہ سے اسلامی تاریخ میں دخل بھی دے دیا۔ مرزا صاحب غور کریں کہ یہ کیا تقوی اور نیک بختی ہوئی اور نیک بخت متقی سے ایسا کب ہوسکتا ہے کہ فضولی کی راہ چلے؟ معلوم ہوتا ہے کہ

یہ کوئی خود بدولت کے شرف صحبت سے فیض یافتہ ولی ہوگا جہاں دخل در معقولات، خود نمائی، شیخی و فضولیات کے سوا آج کل اور کچھ نہیں ہوتا ورنہ اگر اللہ کی طرف سے وہ ولی پیرو سلف صالحین ہوتا تو وہ فضول بات کی دلیری کیوں کر کرسکتا؟ مومن متقی نیک بخت تو ارشاد عن اللّغو معر ضین (اور وہ بے ہودہ کاموں سے کنارہ کشی کرتے ہیں) کو نصب العین رکھ کر فضول باتوں سے پرہیز کرتے بچتے اور امن میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں مومنوں متقیوں اور اولیاء کے واسطے آیا ہے۔

❁ مرزا صاحب کو شاق ضرور گذرے گا مگر عرض کئے بغیر رہا نہیں جاتا کہ سید عبداللہ غزنویؒ کے فیض صحبت کی یہ تاثیر تھی کہ ان کے اکثر ملنے والے حدیث و من حسن اسلا م المرء ترکہ ما لا یعنیه (عمدگی اسلام آدمی سے یہ ہے کہ بیہودہ باتوں کو چھوڑ دے) کے نہ فقط عالم بلکہ جید عامل تھے۔ لغو بے جا کام تو کہاں فضول لفظ بھی زبان پر نہ لاتے۔ اب فرمائیے کہ جب ولی کے دیکھنے والوں کا یہ حال ہو تو خود ولی ایسے بے ہودہ کام کا مرتکب کب ہوسکتا ہے؟

❁ پھر وزیر بھی کوئی قرب و جوار مرزا کا باشندہ حقیقی نورانیت و روحانیت کا دشمن اور فقط بے نفع خشک علم سوکھی و خام تقاریر کا عاشق ہوگا جو اس ولی زاہد نیک بخت متقی کا باعث بے علمی معتقد نہ تھا جس طرح کوئی کم بخت بدقسمت و خشک علم والا سیدنا بلالؓ کا بجائے حیّ علی الصّلوۃ ، ھی علی الصلوۃ کہنے کے سبب معتقد نہ ہو لیکن معروف بمعلم الملکوت وبلعم کا باعث بے نفع و جہنم رسان علم کے معتقد ہو۔

❁ مرزا صاحب کسی کی نکتہ چینی سے ناراض و درہم برہم ہوں لیکن وہ اہل اللہ و بندگان الٰہی جن پر عبودیت، انابت، استغراق کا غلبہ ہے ان کو کسی ناواقف نادان کی نکتہ چینی کی پرواہ ہی کیا ہے

❁ مرزا صاحب تو متانت و ذہانت فہم و ذکا دور اندیشی کے بڑے دعویدار ہیں اور ان کا ایسا حال پہلے کبھی دیکھنے میں بھی نہیں آیا لیکن اب تو تصدیق مدعا کیلئے کیسے کیسے لغو قصص و الفاظ ان کی زبان و قلم سے نکلتے ہیں اور خود بدولت کو ان کا کچھ خیال و پرواہ نہیں ہوتی کہ یہ کیسے ہیں اور ان کا نتیجہ کیا ہوگا۔ وہی بات حق ہوئی انّ اللّٰه لا یغیّر ما بقوم حتّی یغیّروا ما با نفسھم ۔

❁ علمی قوت کی ضرورت کو الہامی ضرورت پر ترجیح

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

سو امام الزمان کو مخالفون اور عام سائلوں کے مقابلہ پر اس قدر الہام کی ضرورت

نہیں جس قدر علمی قوت کی ضرورت ہے کیونکہ شریعت پر ہر ایک قسم کے اعتراض کرنے والے ہوتے ہیں۔ طبابت کی رو سے، ہیئت کی رو سے، طبعی کی رو سے، جغرافیہ کی رو سے اور کتب مسلمہ اسلام کی رو سے عقلی بنا پر اور نقل کی بنا پر بھی (اسکے بعد پھر خود بدولت کی مدح وثنا کی طرف خیال چلا گیا اور فرمایا) امام الزمان حامی بیضہ اسلام کہلاتا ہے۔ اس باغ کا خدا تعالی کی طرف سے باغبان ٹھہرایا جاتا ہے اس پر فرض ہوتا ہے کہ ہر ایک اعتراض کو دور کرے اور ہر ایک معترض کا منہ بند کر دے۔ اسلام کی خوبی اور خوبصورتی بھی دنیا پر ظاہر کر دے نہائت قابل تعظیم وکبریت احمر کا حکم رکھتا ہے کیونکہ اس کے وجود سے اسلام کی زندگی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ اسلام کا فخر اور تمام بندوں پر خدا تعالی کی حجت ہوتا ہے۔ کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس سے جدائی اختیار کرے۔ وہ اسلام کی عزت کا مربی، تمام مسلمانوں کا ہم درد، کمالات دینیہ پر دائرہ کی طرح محیط ہوتا ہے۔ اسلام وکفر کی کشتی گاہ میں وہی کام آتا ہے اسی کے انفاس طیبہ کفر کش، وہ بطور کل کے باقی سب اس کے جز ہوتے ہیں۔

او چو کل وتو چو جزئی نے کلی　　تو ہلاک استی گر از وے بگسلی

جواب۔ مرزا کا اختیار ہے کہیں علمی قوت کی ضرورت کو بڑھا دیں کہیں الہام کے مقابل علم وفضل کو کو ہیچ ٹھہرا دیں۔ اگرچہ ہر ایک مطلق العنان وشریعت اسلامی سے آزادی پسند کا نفسِ امارہ کسی ضابطہ وقاعدہ کی پابندی کو خلل انداز خود مختاری سمجھ کر اس کا متحمل ہونا گوارا نہیں کرتا لیکن دعویداران اسلام ومتبعان شریعت پر تو ضرور پابندی ضوابط ولحاظ قول خود لازم ولابد ہے۔

مرزا صاحب نے اول خود ہی براہین احمدیہ صفحہ ۱۵۵ سے الہام کی مدح وثنا شروع کر کے طول طویل بحث سے اس کی فضیلت ثابت فرمائی ہے۔ پھر صفحہ ۱۶۱ میں فرمایا ہے:

ہماں بہتر کہ ما آں علم حق از حق بیاموزم　　کہ ایں علمے کہ ما داریم صد سہو وخطا دارد

پھر فرمایا ہے: الہام کے بغیر مجرد عقل کی پیروی میں صرف ایک نقصان نہیں بلکہ یہ وہ آفت ہے کہ کئی آفات اس سے پیدا ہوتی ہیں۔

پھر صفحہ ۱۹۵ میں فرمایا:

جو شخص صرف براہین منطقیہ کے زور سے راہ راست کی طرف کھینچنا چاہتا ہے اگر اس کی مغز زنی پر کچھ ترتیب اثر بھی ہو تو صرف ان ہی خاص طبیعتوں پر ہوگا جو بوجہ

تعلیم یافتہ لائق وفائق ہونے کے اس کی عمیق ودقیق باتوں وفلاسفری تقریر کو سمجھ سکیں
پھرازالہ اوہام میں بھی بہت اس کی تعریف لکھی ہے۔اب اس اپنی سب تحریر وتوصیف کو منسوخ وہیچ کر کے علم کو بڑھا دیا۔اس طرح پھر کسی دوسرے موقع ضرورت پر سلطان القلمی کے زعم سے الہام کو بڑھا دیں گے، تو فرمایئے کہ اعتبار اور قیام کس پر ہوا؟

علمی قوت کا ذکر ہو چکا۔علم ہو لیکن ربّ زدنی علماً کے ساتھ دعا آنحضرت ﷺ اللّٰھمّ انّی اعوذ بک من علم لا ینفع و قلب لا یخشع و نفس لا تشبع و دعاء لا یسمع بھی ہو۔یعنی اس علم سے جس پر تفاخر تعلّی کر کے معروف معلم الملکوت وبلعم وغیرہ متکبر خود بین تباہ وہلاک ہوئے اس سے ہر آن اللہ کی پناہ وحفاظت کا سوال ہو۔

بے سمجھ معترضین نے اس پاک ربانی دین پر اعتراض کر کے آج تک کیا بنایا ہے جو آگے بناوینگے؟ طبابت، ہیئت، طبعی، جغرافیہ وغیرہ کی رو سے جس کا جی چاہے زور لگا لے، اعتراض کر لے۔اس کا کسی اعتراضوں سے کچھ نہیں بگڑ سکتا۔اس کا بنانے والا خود اس کا حافظ وحامی ہے اور مرزا صاحب نے معترضین کا منہ بند کیا ہے یا ان کو بہ نسبت سابق دہن دریدہ وزیادہ زبان دراز بنانے کا فرض ادا کیا ہے؟ خود ہی انصاف فرماویں۔

اس پاک دین اسلام کی خوبصورتی وخوبیاں اس کی پاک کتاب کی ہدایات موافق ومناسب فطرت انسانی لا یکلّف اللّٰہ نفساً الّا وسعھا (اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسی قدر جسے اٹھا سکنے کی اس میں طاقت ہو) بخوبی روشن وظاہر ہیں۔اگر کسی خفاش سیرت کو ضعف بصارت ونابینائی ودیگر علل سے وہ نظر نہ آویں تو اس کا اپنا قصور ہوگا اس کا کچھ حرج نہیں۔یہ کسی دوسرے کی مدد کا محتاج ودست نگر نہیں ہے، اس کی خوبصورتی کا ظہور اور اس کی زندگی کا مدار کسی کے وجود پر کیا منحصر اور کوئی بے چارہ اس کا فخر اس کی عزت کا مربی کیا ہوسکتا ہے بلکہ جو طالب رضائے الٰہی ہو اس کی خود اس میں زندگی اور اسی میں اس کی عزت وفخر ہے کہ وہ اس کا خادم وچاکر بن کر رہے۔اس کا مالک مجیب عزیز حکیم وقادر ہے اس نے اس کی خدمت نہ صرف عالی شان جماعت انبیاء سے کرائی ہے بلکہ مخالف دشمن سے اور فاجر فاسق سے۔غرض جس سے چاہے اس کی خدمت لے لیتا ہے جیسا کہ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا انّ اللّٰہ تعالی یؤیّد الدّین بالرّجل الفاجر (اللہ فاجر کے ساتھ دین کی مدد کرتا ہے) پھر جس خدمت پر مرزا فخر وناز فرماتے ہیں اس کی کیفیت تو الہام قل ھل انبّئکم بالاخسرین اعمالاً (کہو کیا خبر دوں میں تم کو ساتھ بہت نقصان

اٹھانے والوں کے از روئے عملوں کے)میں گذر چکی ہے اورخود بدولت نے بھی کشف الغطاء میں اعتراف فرمایا ہےجس کا ذکر ہو چکا ہےاور ظاہرتو یہ ہے کہ مرزا نے اسلامی خدمت کی آڑ میں اپنے تصرف و مداخلت سے اسلام واسلامیان کی بہت تحقیر وتوہین کی ہےجس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

خدا کی طرف سے اسلامی باغ کا باغبان ہونا، منصب تو بہت عالی ہےلیکن غورکریں کہ مرزا صاحب کوکیا یہی حکم ملا ہے کہ تمام بڑے بڑے معمر مثمرسا یہ دارمبارک درخت جن سے ہزارہا نے فیضان اسلام یعنی قرآن مجید و حدیث شریف حاصل کیا، ایسے درختوں پرآپ دن رات نہ صرف چھانٹ وتراش کا ہاتھ چلادیں بلکہ سبّ وشتم ولعن کے تیر سے ان کو جبراًاس اسلامی باغ سے کاٹ کر باہرپھینکتے رہیں؟ اورقصورصرف یہ کہ مرزا صاحب کی چاکری وغلامی میں داخل ہوکر ہر بات خانہ ساز وموضوعہ پرخواہ کیسی ہی مخالف قرآن وحدیث ہوآمنا وصدقنا کیوں نہیں کہتے۔ یہ عجائب باغبانی تو ضرور دیکھنے میں آئی ہے کیونکہ ابھی تک کوئی عمدہ پودہ تو باغ میں نہیں لگا، جو لگے ہیں وہ ایسے خار دارنا ہموار ہیں کہ پاس سے گذرنے والوں بلکہ محسنوں کے لباس عزت وآبروکا ان سے محفوظ رہنا مشکل ہے۔اس کاٹ چھانٹ وتیراندازی سے اگرمرزا صاحب کا یہ مقصود دلی ہے کہ اصل دین آوردہ رسول امین ﷺ کوتقویم پارینہ قرار دے کر اور مدمنقولات میں جیسا کہ آپ اکثرکہا کرتے ہیں داخل کر کے ایک نیا دین بمصداق کلّ جدید لذیذ حسب خواہش و تمنائےنفس وضع کرکےخود بدولت کواس کے بانی مبانی ہونے کا فخرومرتبہ حاصل کریں تو ان کا اختیار ہےلیکن یہ خیال رہے کہ حسب وعدہ نحن نزّ لنا الذکر و انّا لہ لحا فظون (ہم نے اتارا ہےاس کو اورہم ہی اس کے حافظ ونگہبان ہیں)کے وہ اس پاک محکم دین کا ہرگز کچھ نقصان نہ کرسکیں گے بلکہ اپنا ہی نقصان کریں گے۔

طلب تعظیم وتکریم جوایک شاخ الوہیت ہےحسب ارشاد قرآن مجید و لہ الکبر یا فی السّما وات و الارض و ھو العزیز الحکیم (اسی کے واسطے ہے بزرگی آسمان اورزمین میں اوروہ غالب ہےحکمت والا)۔نہ معلوم مرزا صاحب اس تعظیم سے کب سیر ہوں گے۔نفس تو ضرور ھل من مزید کہنے والے کی طرح سیر ہونے والانہیں لیکن عارفان الٰہی تو ان امور سے خوب واقف ہوتے ہیں اوراس کی اصلاح کےفکرمند رہتے ہیں۔کیا خیرالقرون والاعمل درآمد یعنی اظہارعبودیت کے لئے اپنی تعظیم وتکریم پسند نہ کرنا اوراپنی مدح وثنا سن کرناراض ہونا اب بخیال مرزا صاحب قابل اتباع وپیروی نہیں رہا کہ آپ ہمیشہ اسی کی طلب وخواہش میں رہتے ہیں۔ اور

اپنی تحریر و تصانیف میں اسی کی تاکید کرتے ہیں۔

کبریت احمر میں اب کیا کسر باقی رہ گئی ہے روپئہ، زیور، مکانات وغیرہ، جائداد میں اس دام گستری واشتہار بازی وغیرہ کی بدولت کچھ کمی نہیں رہی لیکن مرزا صاحب کو ارشاد:

زیّن للنّاس حبّ الشّھوات من النّساء و البنین و القناطیر المقنطرة من الذّھب و الفضّة و الخیل المسوّمة و الانعام و الحرث ذلک متاع الحیوة الدّنیا واللّه عندہ حسن المآب (زینت دی گئی لوگوں کے لئے محبت خواہشوں کی، عورتوں سے بیٹوں سے اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی سے اور گھوڑے نشان دار اور چار پائے اور کھیتی سے۔ یہ فائدہ ہے زندگانی دنیا کا اور اللہ تعالی کے پاس اچھی بازگشت ہے)

کا خیال کرنا چاہیے نیز ان احادیث شریفہ پر جن میں آنحضرت ﷺ کی معاش مبارک کے حالات ہیں اور جن کی ظاہری و باطنی پیروی و محبت کا آپ کو بڑا دعوی ہے ان سب پر نظر چاہیے۔

مرزا کا کہنا ہے کہ، اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس (امام) سے جدائی اختیار کرے،

جواباً گذارش ہے کہ ایک طرف ارشاد شارع ﷺ وعلماء ربانی دوسری طرف فقراء صوفیہ کرام اور پھر الہامات ملہمین سال ہا سال کے چشم دید حالات، پھر معاملات مشاہدات تجارب وغیرہ سب یک زبان ہو کر ایسے زبانی فرضی خودغرض مخالف مسائل اسلامی امام سے جدائی وہجرت کی تاکید اکید فرماویں تو پھر اتفاق کیوں کر ہو؟ ہاں اگر کوئی معاذ اللہ ان سب کو بھلا کر اور عقل سلیم کو جواب دے کر مجنونانہ حبّک الشّی یعمی و یصمّ (تیرا ایک شئے کو دوست رکھنا اس کے عیوب دیکھنے سے اندھا اور سننے سے بہرا کر دیتا ہے) کا مصداق بنا رہے تو امر دیگر ہے۔ علاوہ ازیں:

(الف) نسبت ناری تکبر وعلو واستکبار انا خیر منہ والی، ونسبت ترابی عبودیت وانکسار ربّنا ظلمنا انفسنا کے اقرار والی میں بوجہ ناجنسیت میل جول کس طرح ممکن ہے۔

(ب) پھر بلحاظ اغراض دنیوی جس کو اللہ تعالی نے اپنے فضل وکرم سے حاجت ادویہ مقویات و اکل وشرب وغیرہ کی ضروریات سے مستغنی کیا ہو، اس کو غلامی و چاکری اور خلاف شریعت ہاں میں ہاں ملانے کو حاضر باشی کی تکلیف مالا یطاق اٹھانے کی کیا ضرورت؟

(ت) جو عاجز فضول امور سے متنفر اپنی فکر عقبی میں مصروف اور طلب رضائے الہی میں مشغول ہو اس کو تحقیر وتوہین مومنین بحث مباحثہ وردوقدح والی مجلس سے کیوں کر اتفاق ہوسکتا ہے؟

اعتراض دور کرنے اور معترضین کا منہ بند کرنے، مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کرنے، کمالات دینیہ پر محیط ہونے، اسلام و کفر کی کشتی گاہ میں کام آنے وغیرہ کا حال دوسرے مواقع پر عرض ہوا ہے۔

۱۱۔ اخیر پر جو فرمایا، تو ہلاک اتی گراز وے بکسلی۔، سو یہ تو ہر ایک کیلئے جو مرزا صاحب کی غلامی اختیار نہ کرے اسکی ہلاکت کا وظیفہ تو معمولی طور پر ان کے ورد زبان رہتا ہے اس کا ذکر بھی اور جگہ آیا ہے۔ تعجب ہے کہ بایں دعوی ہمدردی مسلمانان ایسے کو سنے تباہی ہلاکت ذلت وغیرہ آزاردہ خلاف شریعت الفاظ منہ وقلم سے نکالتے وقت مرزا صاحب حدیث قال رسول اللّٰہ ﷺ اذا قال الرّجل ہلک الناس فھو اھلکھم (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب آدمی کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے) پر کیوں خیال نہیں فرماتے؟

قوتِ عزم کا جواب اور اس کی نظیریں

ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

چوتھی قوت عزم ہے جو امام الزمان کے لئے ضروری ہے اور عزم سے مراد یہ ہے کہ کسی حالت میں نہ تھکنا، نہ نو امید ہونا، اور نہ ارادہ میں سست ہو جانا۔ بسا اوقات نبیوں اور مرسلوں اور محدثوں کو جو امام الزمان ہوتے ہیں ایسے ابتلاء پیش آ جاتے ہیں کہ وہ بظاہر ایسے مصائب میں پھنس جاتے ہیں کہ گویا خدا نے ان کو چھوڑ دیا ہے اور ان کے ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اور بسا اوقات ان کے وحی والہام میں فترت واقع ہو جاتی ہے کہ ایک مدت تک کچھ وحی نہیں ہوتی۔ اور بسا اوقات ان کی بعض پیش گوئیاں ابتلاء کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں اور عوام پر ان کا صدق نہیں کھلتا۔ اور بسا اوقات ان کے مقصود کے حصول میں بہت کچھ توقف پڑ جاتی ہے اور بسا اوقات وہ دنیا میں متروک اور مخذول اور ملعون اور مردود کی طرح ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک شخص جو ان کو گالی دیتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ میں بڑا ثواب کا کام کر رہا ہوں۔ اور ہر ایک ان سے نفرت کرتا اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ سلام کا بھی جواب دے لیکن ایسے وقتوں میں ان کا عزم آزمایا جاتا ہے وہ ہرگز ان آزمائشوں سے بیدل نہیں ہوتے اور نہ اپنے کام میں سست ہوتے ہیں یہاں تک کہ نصرت الٰہی کا وقت آ جاتا ہے۔

جواب۔ قوت عزم تو اللہ عزوجل نے کارخانہ دنیا چلانے کے واسطے ہر ایک میں حسب حیثیت رکھی ہے جب تک عزم نہ ہو کوئی کام اچھا ہو یا برا ہو نہیں سکتا۔ دیکھئے ڈاکوؤں و رہزنوں میں کیسی اعلیٰ قوت عزم ہوتی ہے کہ مرنے مارنے سے بالکل نہیں ڈرتے۔ ایسا ہی چور، جعلساز، دغا باز و دیگر جرائم پیشہ کا حال ہے کہ باوجود تنبیہہ وسزایابی بھی اپنے شیوہ دل خواستہ سے باز نہیں آتے۔ اسی طرح کئی دھوکہ باز بذریعہ اپنی چالوں و تقاریر کے ناخدا ترسی سے لوگوں کو ٹھگنے اور لوٹنے میں دن رات اپنے عزم میں مصروف و سرگرم ہیں جیسا کہ مرزا خود براہین صفحہ ۲۱۳ میں فرماتے ہیں کہ:

صالح آدمی نیک راہ میں فکر کر کے نیک باتیں نکالتا ہے اور چور نقب زنی کے باب میں فکر کر کے کوئی عمدہ طریق نقب زنی کا ایجاد کرتا ہے۔

تو پس کیا یہ سب ناخدا ترس اس قوت عزم سے بموجب قادیانی قاعدہ، امام الزمان بن جاویں گے۔ ہرگز نہیں۔ غرض ہر جاندار حصول مدعا کے واسطے ایسا ہی عزم بالجزم رکھتا ہے اس میں امام الزمان کی کیا خصوصیت ہے۔

❁ اگر مرزا صاحب نے تصنیفات امام حجت الاسلام محمد غزالیؒ وغیرہ سے فائدہ اٹھایا ہوتا تو آپ جانتے کہ حبّ جاہ و قبولیت خلق، جس میں خود بدولت بظاہر مبتلا ہیں، ایسے عزم طلب امور ہیں کہ ان کے حصول میں ہلاکت کا سامنا بھی ہیچ ہے۔ اس کے عشق و نشہ میں بعض نادان لوگ اپنے دست و بازو و دیگر اعضاء خشک و بیکار کر دیتے ہیں بعض عضو کاٹ دیتے ہیں، بعض ناخن نہیں کاٹتے بال نہیں کترتے، بعض کھڑے رہتے ہیں بیٹھتے نہیں، بعض آہنی میخوں پر بیٹھتے اور لیٹتے ہیں اور بعض بے عقل زندہ درگور ہو جاتے ہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ ان امور کو رضائے خالق و مالک سے کچھ تعلق نہیں۔ اس کی رضا تو اس میں ہے کہ انسان اپنے تمام قوی و اعضائے ظاہری و باطنی جو موہوبہ الٰہی ہیں ان سب کو اسی کے حکم کے موافق اس کی رضامندی کے کاموں میں لگائے اگر کوئی ناسمجھی سے ان نعمتوں کی ناقدری کر کے بیجا تکلیف اپنے اوپر ڈال کر مصیبت میں پڑے گا تو محنت رائیگاں۔ اسی طرح کوئی کم فہمی سے اپنے روحانی ملکات و عزم کو کسی دنیوی فانی لذات و غیر اخلاص وغیرہ کے قصد سے صرف کرے گا تو وہ بھی ان نعماء کا ناشکر و خاسرین میں شمار ہوگا۔ اس غنی وصمد کو ایسے اعمال کی کچھ پرواہ و حاجت نہیں۔

❁ لیکن افسوس یہ کہ مرزا صاحب اپنے خیال و پندار میں ایسے محو و سرشار ہیں کہ کسی کو خاطر میں ہی نہیں لاتے چنانچہ عاجز کو خوب یاد ہے کہ جب آپ لاہور میں تالاب کے پاس فروکش تھے

تو بندہ نے بطور خوش خبری خدمت والا میں عرض کیا کہ محمد دب صاحب نے احیاء العلوم انگریزی ترجمہ کے واسطے منگوائی ہے تو آپ نے چیں بجبیں ہو کر فرمایا کہ اس زمانہ میں سوائے تالیفات خود بدولت کے کسی غیر کی تصنیف کارآمد و لائق التفات نہیں ۔

❁ اقوام یورپ کو دیکھئے کیسے اولوالعزم ہیں کہ مشیت الٰہی سے صدہا برسوں سے اپنے عزم بالجزم میں مضبوط و کامیاب ہیں اور جس کام کو شروع کرتے ہیں صدیوں کا نتیجہ پہلے سوچ لیتے ہیں اور ایک ایک فرد ان کا اپنے دھن میں ایسا پختہ و جاں نثار ہوتا ہے کہ اپنے فنون، علوم، ایجادات، انکشاف امور میں اپنی عزیز جان کو ورطہ ہلاکت میں ڈالنے کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتا۔ کوئی چاند کی، کوئی قطب جنوبی کی سیر کو روانہ ہو پڑتا ہے۔ حتی کہ اس عزم غیر متزلزل میں بہت جانیں بھی تلف ہو جاتی ہیں جنکے حالات اخبارات میں اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کی قوت عزم میں ذرہ فرق نہیں آتا۔ سو اگر ایسے جانباز صاحبان عزم کو آپ فہرست امام الزمانوں میں حسب قاعدہ خود جگہ نہ دیں تو ترجیح بلا مرجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ مشاہدہ سے بڑھ کر اور کیا ثبوت و دلیل ہو سکتی ہے

❁ تعریف نہ تھکنے و نومید نہ ہونے کی ، اگر مرزا صاحب ذات خود بدولت تک ہی محدود رکھتے تو فضیلت و علو شان کے سبب مضائقہ نہ تھا دوسروں کو اس مرتبہ خاصہ میں شامل کرنا شہادت مخالف و معکوس کا طالب بننا ہے کیونکہ دیگر انبیاء و مرسلین اولوالعزم برگزیدگان و بندگان خاشعین عباد الرحمٰن کی نسبت تو قرآن مجید میں یوں ارشاد ہے حتّی اذا استأیس الرّسل و ظنّوا انّھم قد کذبوا (یہاں تک کہ جب ناامید ہوئے رسول اور گمان کیا انہوں نے کہ وہ جھٹلائے گئے ہیں) تو گویا مرزا صاحب لفظ ، نہ نومید ہونا ، لکھ کر خود بدولت کو اس عالی شان جماعت رسل سے بھی زیادہ صاحب حوصلہ و صاحب یقین ہونا ظاہر کرتے ہیں ۔ پس جب عالی شان و برگزیدگان جماعت رسل کا یہ حال ہے تو دوسرے بے چاروں کی کیا حقیقت ۔ اور یہ تو مرزا صاحب کی معمولی بات ہے کہ خود بدولت کو دیگر انبیاء مرسلین کے ہم پلہ کر کے ان کے حالات و اوصاف کے ساتھ ہی اپنی مدح و ثنا کرتے رہتے ہیں اس کا حساب عند ربّہ ہے۔

❁ ابتلاء بھی دنیا میں معمولی بات ہے اس سے کوئی ہی دنیا میں محفوظ رہتا ہوگا امام الزمان کی کیا خصوصیت ہے۔

❁ جب حسب قول مرزا صاحب پیشگوئیاں بسا اوقات ابتلاء کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں اور عوام پر ان کا صدق نہیں کھلتا، تو پھر مرزا صاحب اپنی ان پیش گوئیوں کو جن کا صدق غریب عوام

پر نہیں کھلا، بلکہ یہ خود مرزا صاحب پر بھی بباعث سہو ونسیان وغلطی، جیسا ایام الصلح میں فرمایا، نہیں کھلا تو راستی سے ایسا قبول کیوں نہیں کرتے کہ یہ ابتلائی رنگ میں ظاہر ہوئی ہیں؟ اور غریب مخلوق کو جن کے مشاہدہ میں وہ موافق تفہیم و میعاد مقررہ ومشتہرہ مرزا پوری نہیں ہوئیں ان کو سبّ وشتم کر کے دین وایمان سے کیوں فارغ کرتے اور لعنتیں ڈالتے رہتے ہیں اور زور دیتے رہتے ہیں کہ یہ اسی طرح پوری ہوگئی ہیں۔ اور مخلوق الٰہی اس سے حیران ہوتی اور گھبراتی ہے کہ مرزا جبر سے برا بھلا کہہ کر خلاف واقع وخلاف مشاہدہ لوگوں سے، پوری ہوگئیں، کہلواتے اور منواتے ہیں۔ مرزا صاحب مخلوق پر رحم اور دل میں انصاف فرمائیں۔

کیا مرزا صاحب نے ملعون ومردود کے اس جگہ بھی وہی مفہوم ومعنی لئے ہیں (یعنی خدا اس کا دشمن، اور وہ خدا کا دشمن۔ خدا اس سے بے زار اور وہ خدا سے بیزار، وغیرہ) جیسا بجواب سوالات سراج دین عیسائی مطبوعہ ۲۲ جون ۱۸۹۷ء صفحہ ۶ میں بمقابلہ عیسائیاں کے آپ نے لئے ہیں؟ (سراج دین بحالت تذبذب تخمیناً دو ماہ مرزا صاحب کی صحبت میں رہ کر عیسائیت کے قبول کرنے پر مستعد ومحکم ہوگیا چنانچہ اس کے اپنے الفاظ جو معتبر ذریعہ سے معلوم ہوئے ہیں کہ قادیان میں رہنے سے عیسائی مذہب میرے دل میں گھر کرتا گیا۔ الٰہی بخش) کیونکہ یہ تو انصاف نہیں کہ سیدنا مسیح پر لے دے کرنے کے واسطے آپ اس لفظ کے معنی کچھ کریں اور خود بدولت کے لئے کچھ۔

ایسے ایسے صفات و اقوات وابتلایات کا ذکر واشاعت مرزا صاحب کے مدعا کیلئے حکمتاً وعلاجاً بے شک نہایت ضروری معلوم ہوتا ہوگا تاکہ ایسے شرائط وپیش بندی سے مریدین ومذبذبین کچھ عرصہ کے لئے تو تھمے وجمے رہیں اور لمبی لمبی میعادوں مثل ہفت سال وسہ سال وغیرہ مشتہرہ مرزا صاحب کے منتظر رہیں اور پھر جب وقت قریب الاختتام ہو تو دوسری تاریخ پڑسکتی ہے۔

قوتِ اقبال علی اللہ

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

پانچویں قوت اقبال علی اللہ ہے جو امام الزمان کے لئے ضروری ہے اور اقبال علی اللہ سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ مصیبتوں اور ابتلاؤں کے وقت اور نیز اس وقت کہ جب سخت دشمن سے مقابلہ آپڑے اور کسی نشان کا مطالبہ ہو اور یا کسی فتح کی ضرورت ہو اور یا کسی

کی ہمدردی واجبات سے ہو خدا تعالی طرف جھکتے ہیں اور پھر ایسے جھکتے ہیں کہ ان کے صدق واخلاص اور محبت اور وفا اور عزم لا ینفک سے بھری ہوئی دعاؤں سے ملاء اعلی میں ایک شور پڑ جاتا ہے اور انکی محویت کے تضرعات سے آسمانوں میں ایک دردناک غلغلہ پیدا ہو کر ملائک میں اضطراب ڈالتا ہے پھر جس طرح شدت کی گرمی کی انتہا کے بعد برسات کی ابتداء میں آسمان پر بادل نمودار ہونے شروع ہو جاتے ہیں اسی طرح ان کے اقبال علی اللہ کی حرارت یعنی خدا تعالی کی طرف سخت توجہ کی گرمی آسمان پر کچھ بنانا شروع کر دیتی ہے اور تقدیریں بدلتی ہیں اور الٰہی ارادہ اور رنگ پکڑتے ہیں یہاں تک کہ قضا و قدر کی ٹھنڈی ہوائیں چلنی شروع ہو جاتی ہیں اور جس طرح تپ کا مادہ خدا تعالی کی طرف سے پیدا ہوتا ہے اور پھر مسہل دوا بھی خدا تعالی کے حکم سے ہی اس مادہ کو باہر نکالتی ہے ایسا ہی مردان خدا کے اقبال علی اللہ کی تاثیر ہوتی ہے ۔

آن دعائے شیخ نے چوں ہر دعا است　　فانی است و دست او دست خدا ست

جواب ۔ سبحان اللہ واللہ اکبر فرمان تو یہ کہ قوت اقبال علی اللہ امام الزمان کیلئے ضروری ہے اور اس پر عمل یہ کہ مرزا صاحب کو اپنی درشتی و سختی و زیادتی کے سبب اگر ذرا سا مقدمہ آ پڑتا ہے تو اس قدر فکر و تردد کرتے ہیں کہ بذریعہ تار برقی فوراً وکلا مریدین کو مسافت دور دراز سے بلا کر فراہم کر کے صلاح مشورہ تدابیر و پیروی مقدمہ میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں (اگرچہ بہ سبب لیاقت قانونی و مقدمات کے کسی غیر کی امداد کی چنداں آپ کو ضرورت نہیں ۔الٰہی بخش) اور شب و روز مجلس عالی میں یہی ذکر اذکار تا اختتام مقدمہ ہوتا رہتا ہے ۔

تعجب یہ ہے کہ اقبال علی اللہ توکل تسلیم رضا الٰہی وغیرہ صفات جن میں مرزا صاحب کو سب مسلمانان گذشتہ و موجودہ سے اعلی وارفع بلکہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہونے کا دعوی ہے لیکن موقعہ وقت پر ذرہ بھر بھی ان اخلاق و صفات کا مرزا صاحب سے ظہور نہیں ہوتا بلکہ اوسط درجہ کے مسلمانان جن کو کسی فضیلت و بزرگی کا کوئی دعوی نہیں ان کے قال و حال کے موافق بھی کچھ منصب ظہور میں نہیں آتا ۔ مثلاً شیخ تقی الدین احمد بن علی المقریزی نے جو رسالہ تجرید التوحید میں لکھا ہے :

فان التّوحید حقیقة ان تری الامور کلّها من اللّٰه تعالی رویة لقطع الالتفات عن الاسباب و الوسائط فلا تری الخیر و الشر الّا منه تعالی و هذا المقام بثمر التّوکل و ترك شکایة الخلق و ترك

الملا مۃ والر ضّاء عن اللّٰہ تعا لی و التّسلیم لحکمہ و یخرج عن هذا التّو حید السخط علی الخلق و الا لتفات الیھم فان من یری الکل من اللّٰہ کیف یسخط علی خیرہ او بأ مل سوا ہ و ھذا التّو حید مقا م الصّدّ یقین ۔ (پس توحید کی حقیقت یہ ہے کہ سب امور کو اللہ کی طرف دیکھے اور اسباب و وسائل کی طرف نگاہ کرنے سے منقطع کرے پس نہ دیکھے تو نیک اور بد کو مگر اللہ کی طرف سے، اور مقام کا ثمرہ توکل ہے۔ اور خلقت کی شکایت اور ملامت کو ترک کرنا اور اللہ سے راضی اور اسکے حکم کا تابعدار ہونا، اور اس توحید کے سبب آدمی دوسری خلقت پر غصہ کرنے اور انکی طرف متوجہ ہونے سے نکل جاتا ہے کیونکہ جو شخص اللہ کی جانب سے ہر بات کو دیکھے وہ اس کے غیر پر کیوں غصہ ہو یا اس کی خیر کی امید رکھے گا اور یہ توحید صدیقوں کا مقام ہے)

پس یہاں بھی ان حالات کا کچھ تو پتہ نشان وظہور ہونا چاہیے۔ یا یہ سب حالات و مقامات صرف زبانی ہی طے ہو جاتے ہیں۔

مرزا صاحب سے جو کچھ ظہور میں آیا وہ تو یہ ہے کہ مقدمات گذشتہ میں بجائے اقبال علی اللہ کے اقبال علی الوکلاء یہاں تک ہوا کہ نہ ایک، نہ دو، بلکہ اکٹھے چار وکلاء یعنی تین دیسی اور ایک انگریز اور جب ایک مرتبہ لاہور سے وکیل کے جانے میں ذرا دیر و تامل ہوا تو مرزا صاحب نے تردد و ناراضگی سے ایسا فرما بھیجا کہ اگر کسی مرد خدا کو خرچ وکلاء کی تکلیف معلوم ہو اور اس میں تامل ہو تو ہم اپنا زیور فروخت کر کے اخراجات وکلاء ادا کریں گے، وکلاء ضرور آویں۔ پس اسپر خود بخود سوال پیدا ہوتا ہے کہ قول وہ اور فعل یہ کیوں لم تقو لو ن ما لا تفعلون ۔ کبر مقتاً عند اللّٰہ ان تقو لوا ما لا تفعلو ن کے نیچے نہیں آ سکتا۔

ہاں مرزا صاحب کی طرف سے یہ جواب ہوسکتا ہے کہ ہم نے اس قوت اقبال علی اللہ کا امام الزمان کے لئے ہونا ضروری لکھا ہے نہ یہ کہ اس کا عمل درآمد بھی ضرور ہے، یا یہ کہہ سکتے کہ یہ مصیبت اور ابتلاء کا وقت نہ تھا۔ سخت دشمن سے مقابلہ نہ تھا صرف دوستوں کے ساتھ ایک ہنسی اور خوش طبعی کا مشغولہ تھا۔ کسی نشان کا مطالبہ نہ تھا۔ فتح کی ضرورت نہ تھی اور اپنی ہمدردی بھی واجبات سے نہ تھی کیونکہ ہم راضی برضاء الٰہی ہیں، یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالی کی طرف جھکنے صدق و اخلاص محبت وفا وعزم لاینفک سے بھری ہوئی دعاؤں سے ہم نے ملاء اعلی میں شور ڈالنا اور آسمانوں میں اضطراب ڈالنا اور تقدیروں کا بدلنا اور الٰہی ارادوں کا دوسرے رنگ میں کرنا (جیسا کہ مرزا صاحب نے

لکھا ہے) پسند نہیں کیا، لیکن ان جوابات پر بھی صدق و راستی میں ان ہی آیات قرآن لم تقو لو ما لا تفعلو ن وغیرہ کا لحاظ رکھنا ہو گا اور یہ بھی سمجھانا ہو گا کہ پھر ثلث در جن وکلاء، اس قدر تردد و تدابیر کرنے کی اور بمعیت مریدین دعاؤں کی کیا ضرورت تھی ۔ خیال فرماویں کہ صرف زبانی حساب کتاب اور منہ کی باتوں سے کیا ہوسکتا ہے ۔اور کیا کام چل سکتا ہے جب تک عملی نمونہ اور عملی نظیر اس کے ہمراہ نہ ہو۔ ہاں شاید عملی نمونہ ونظیر کی اس لئے بھی پرواہ نہ ہو کہ سب کام صرف تحریر و تقریر ہی پر چل نکلا ہے و ذلک مبلغهم من العلم (یہ ہے رسائی ان کی علم سے)۔

مرزا صاحب نے فتح کی ضرورت دشمن سے مقابلہ نشان کے مطالبہ یا کسی کی ہمدردی کے وقت جو صدق و اخلاص کی دعاؤں، محویت کے تضرعات سے آسمانوں میں غلغلہ ملائک میں اضطراب، تقدیریں بدلنا، الٰہی ارادوں کا دوسرا رنگ پکڑنا بیان کرنے کے پیرایہ میں خود بدولت کی تعریف کر کے اور مریدین کو ہمدردی کی امید اور دوسری جگہ اپنے مخالفوں کو ہلاکت کی دھمکی دی اور ایسا ہی بعض دوسری مخلوق کی حد سے بڑھ کو مدح وثنا کی ہے نہ معلوم اس وقت اسلامی توحید کی، جس کے ضمن میں علماء سلف نے حسب ذیل لکھا ہے، کیوں پرواہ نہیں کی:

فلا ولیّ و لا حکم و لا ربّ الّا اللّٰه و الّذی من عدل به غیره فقد اشرك فی ا لالوهیته و لو وحد ربو بیّته۔ فمن نعاظم و تکبّر و دعی النّاس الی طیرا نه و رجا ئه و مخا فته فقد تشبّه با للّٰه و نا زعه فی ربو بیّته و هو حقیق بان یهینه اللّٰه غایة الهوان و یجعله کا لذّرّ تحت اقدام خلقه و فی الصّحیح عنه ﷺ انّه قال یقول اللّٰه عزّ وجلّ العظمة ازاری و الکبر یاء ردائی فمن نازعنی فی وا حد مّنهما عذ بته و اذا کا ن المصّور الّذی یصنع الصّور بیده من اشدّ النّاس عذا باً یوم القیا مة تشبهه با للّٰه فی مجرد الصّنعة فما الظّن بالمشبه باللّٰه فی الرّ بوبیّة و الا لهیة کما قال ﷺ اشدّ النّاس عذا باً یوم القیامة المصوّرون یقال لهم ا حیوا ما خلقهم ۔ الخ ۔قو له تعا لی ثمّ الّذین کفروا بر بّهم یعد لون ۔ فمن ا حبّ غیر اللّٰه تعا لی و خا فه و رجاه و ذلّ له کما یحبّ اللّٰه تعا لی و یخا فه و یرجوه فهذا هو الشّرك الّذی لا یغفره اللّٰه فکیف بمن کان غیر اللّٰه ...؟ عنده و احبّ الیه

واخوف عنده و هو فی مر ضا ته اشدّ سعیاً منه فی مرضا ۃ اللّٰه فاذا کان المسوی بین اللّٰه و بین غیرہ مشرکاً فما الظّن بھذا فعیاذاً باللّٰه من ان ینسلخ القلب من التّوحید و ا لاسلام کا نسلا خ الحیّة من فشرھا و ھو یظنّ انّه مسلم مو حد۔ و من ا لا شرا ك قول القا ئل لا حدٍ مّن النّاس ما شاء اللّٰه و شئت، کما ثبت عن النّبیّ ﷺ انّه قال رجل ما شاء اللّٰه و شئت۔ قال اجعلتنی للّٰه نداً ،قل ما شاء اللّٰه وحده ھذا من انّ اللّٰه تعا لی قد ا ثبت للعبد مشیّته کقو له تعا لی: لمن شا ء منکم ان یّستقیم ، فکیف لمن یّقول انا متوکّل علی اللّٰه و علیک و انا فی حبّ اللّٰه و حبّک و ما لی الا اللّٰه و انت، ھذا من اللّٰه و منک۔ و ھذا من برکا ت اللّٰه و برکا تک و اللّٰه لی فی السّما ء و انت لی فی الارض وز ن بین ھذہ ا لالفا ظ الصّادرۃ من غا لب النّاس الیوم و بین ما نھی عنه من ما شاء اللّٰه و شئت ثمّ انظر ایّھا فحش یتبیّن لک ان قا ئلھا اولی بالبعد من ایّا ك نعبد و بالجوا ب من النّبیّ ﷺ القا ئل تلک الکلمة ۔ (پس کوئی ولی اور حاکم اور رب اللہ کے سوانہیں ۔ اور جس نے اللہ کے غیر کو اس کے ساتھ برا بر کیا تو اس نے اس کی الوہیت میں شریک بنایا اگر چہ اس کو ربوبیت میں ایک نہ مانے۔ پس جو شخص بڑا بنے اور متکبر ہو اور لوگوں کو اپنی امید اور خوف کی طرف بلاوے پس تحقیق اس نے اللہ تعالی کے ساتھ مشابہت دی اور اس کے ساتھ ربوبیت میں منازعت کی اور وہ اس لائق ہے کہ اللہ اس کو نہایت خوار کرے اور اس کو چیونٹی کی طرح اپنی مخلوق کے قدموں کے نیچے کرے۔ اور صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ عظمت میری ازار اور بڑائی میری چادر ہے۔ پس جو شخص ان دونوں میں سے ایک میں بھی میرا مقابلہ کرے تو میں اس کو عذاب دوں گا۔ اور جب کہ وہ مصور جو تصویر کو اپنے ہاتھ سے بناتا ہے لوگوں میں سخت عذاب والا ہو قیامت کے دن مجرد صنعت میں مشابہت سے ساتھ اللہ کے، تو ربوبیت اور الٰہیت میں مشابہت دینے والے کے حق میں کیا گمان ہوسکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سخت عذاب والے لوگوں میں قیامت کے دن مصور ہوں گے اور اللہ تعالی ان کو فرماوے گا جو تم نے پیدا کیا ہے اس کو زندہ کرو۔ اللہ تعالی کا قول کہ پھر

وہ لوگ جو کافر ہوئے اپنے رب کے ساتھ برابر کرتے ہیں۔ پس جو شخص اللہ کے غیر کو دوست رکھے اور اس سے خوف اور امید کرے اور اس کے آگے عاجز ہو جیسے کہ اللہ کو دوست رکھتا ہے اور اس سے ڈرتا اور امید رکھتا ہے پس وہ شرک ہے جس کو اللہ نہیں بخشتا ۔ پس اس شخص کا کیسا حال ہے جس کے نزدیک اللہ کا غیر نہایت درجہ ؟، غایت پیارا اور خوفناک ہو اور وہ اس شخص کی رضا میں اللہ کی رضا سے زیادہ ساعی ہو کیونکہ جب اللہ اور اس کے غیر کے درمیان مساوات کرنے والا مشرک ہے تو ایسے کے حق میں کیا گمان ہے۔ پس اللہ پناہ دے اس سے کہ دل توحید اور اسلام سے اس طرح نکل جائے جیسے سانپ اپنے پوست سے نکل جاتا ہے، حالانکہ وہ شخص گمان کرتا ہو کہ میں مسلمان موحد ہوں۔ اور شرک کی نوع سے ہے کسی قائل کا کسی انسان کے حق میں کہنا کہ جو اللہ اور تو چاہے جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ ایک آدمی نے کہا جو اللہ اور آپ چاہیں، پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا، تو کہہ کہ جو صرف اللہ ایک چاہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا باوجود یکہ اللہ نے بندہ کی مشیت ثابت کی ہے جیسا کہ فرمایا کہ، اس شخص کے واسطے جو تم میں سے چاہے کہ مستقیم ہو۔۔ پس کیا حال ہے اس شخص کا جو کہے کہ میں اللہ اور تجھ پر بھروسہ کرنے والا ہوں، اور میں اللہ اور تیری محبت میں ہوں، اور میرے واسطے اللہ اور تیرے سوا کوئی نہیں، اور یہ اللہ اور تجھ سے ہے، اور یہ اللہ اور تیری برکات سے ہے، اور اللہ میرے واسطے آسمان میں ہے اور تو زمین میں۔ اور وزن کران لفظوں میں جو کہ اکثر لوگوں سے صادر ہوتے ہیں آج کے دن، اور اس سے کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ یعنی ما شاء اللّٰہ و شئت میں کیا فرق ہے اور دیکھ کہ ان میں زیادہ فاش کون ہے تو تیرے لئے ظاہر ہوگا کہ ان کا قائل ایّاك نعبد سے بہت دور ہے اور اس سے جو نبی ﷺ نے جواب دیا ہے ایسے کلمات کے کہنے والے کے)

❁ عجب ہے مرزا صاحب حیات مسیح و استدراجات دجال مذکورہ احادیث کو تو منافی توحید اسلامی کہہ کر دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں اور خود باین دعوی امام الزمانی خود بدولت و دیگر مخلوق کی شان میں وہ وہ الفاظ تراش کر مدح وثنا میں لکھے ہیں کہ تراب کو رب الارباب کے برابر بنا دیا ہے۔ اور پھر مسلمان موحد بلکہ ساری مخلوق کے امام۔

❁ مرزا صاحب کے لفظ اقبال علی اللہ سے اس عبد صالح، بے ریا، سراپا صدق وصفا جو اس کا مجسم معانی و روح رواں تھا اعنی سید عبداللہ غزنویؒ کا حال یاد آ گیا۔ اگرچہ اس کا استماع مرزا کو

ناگوار تو ضرور گذرے گا لیکن کیا کروں رہا نہیں جاتا۔ سنیئے۔

اول۔ جب سید عبداللہ غزنوی صاحبؒ دہلی میں سماعت حدیث شریف کیلئے وارد تھے ہنگامہ غدر ۱۸۵۷ء ایک میم کا حالت بےکسی میں ان کو ملنے کا اتفاق ہوگیا تو انہوں نے بحکم آیت کریمہ وان احد مّن المشرکین استجارك فاجره حتّی یسمع کلام اللّٰه ثمّ ابلغه مأمنه (اور اگر کوئی ایک مشرکوں میں سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دی جاوے تاکہ اللہ کی کلام سنے پھر اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچاوے) اس بیچاری بیکس میم کو بہ معیت وحفاظت مرید خود اس کے قیام گاہ وجائے امن تک پہنچا دیا۔ اس پر اس میم کے شوہر انگریز نے جو ایک فوجی افسر تھا، خوش وشکر گذار ہوکر بلا درخواست، خود بخود اس خیرخواہی وخدمت جمیلہ کی چٹھی بطور سند لکھ بھیجی تاکہ فتنہ فرو ہونے کے وقت اس کا صلہ دیا جائے۔ اس مرید نے جب وہ چٹھی یا سارٹی فیکیٹ پیش کیا تو آپ نے فرمایا، مرا اللہ بس ست، یعنی اس سند کی ضرورت نہیں، جس اللہ تعالی کی رضا کے واسطے میں نے یہ کام کیا ہے وہ ہی میرے لئے کافی ہے۔ دیکھئے اقبال علی اللہ اس کو کہتے ہیں۔

ثانی۔ ایک دفعہ عاجز کی موجودگی میں ایک شخص لودہانہ سے امرتسر میں حضرت موصوف کی خدمت میں دہشت زدہ متفکر آیا اور اس نے کہا کہ تمہاری اور تمہارے فرزند کی نسبت مخبری ہوئی ہے کہ تم سرکار کے مخالفین کے پاس جاتے ہو اور ان کو مدد دیتے ہو۔ یہ سن کر تحیر سے فرمانے لگے

من کے رفتہ ام من ایں جا نشستہ ام

پھر اس شخص نے کہا کہ تمہاری ایذارسانی وتکلیف دہی کے واسطے یہ کام کیا گیا ہے۔ اس پر بےفکر ہوکر فرمایا حسبنا اللّٰه نعم الوکیل (کافی ہے ہم کو اللہ بہت عمدہ کارساز)

ثالث۔ بظاہر اور لوگوں کو معلوم ہی ہے کہ انہوں نے محض لوجہ اللہ اپنے وطن کے حاکموں اور مولویوں وغیرہ سے کس قدر تکلیف اٹھائی حتی کہ وطن گھربار خویش اقارب جائداد وغیرہ سے علیحدہ کئے گئے لیکن باوجود اس ظلم وتشدد دشمناں کے جب کوئی ان کے روبرو اس قصہ یعنی زمانہ مصیبت وموذیان کا ذکر کرتا تو آپ ناراض ہوکر فرماتے: تو بہ بکن شکایت مولی میکنی

اور پھر بارہا ان دشمنان ایذادہندگان کے واسطے دعا خیر بھی کرتے۔ سبحان اللہ

لا تسبّوا الدّهر فانّی انا الدّهر بیدی الامر اقلّب اللّیل و النّهار (تم زمانہ کو گالی نہ دو، میں زمانہ ہوں۔ میرے ہاتھ میں ہے امر، میں رات دن کو پھیرتا ہوں)

من لم یصبر علی بلائی و لم یرض بقضائی فلیخرج من بین

ارضی و سمائی و لیطلب ربّاً سوائی (جو شخص میری بلاء پر صبر نہ کرے، اور میری قضا پر راضی نہ ہو اس کو چاہیے کہ میری زمین اور آسمان سے نکل جائے اور میرے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کرے)

پر کیسی اعلی درجہ کی تعلیم ہے جس میں علاوہ اقبال علی اللہ کے التّعظیم لامر اللّٰہ والشفقۃ لخلق اللّٰہ کا بھی انتہائی درجہ کا نمونہ ہے جس سے ان کی کمال معرفت، باریک بینی، رموز دانی، لطائف وحقائق فہمی بھی ظاہر ہے، اور نہ محض علمی بلکہ عملی بھی۔ یہ حالات و واقعات ایسے پر اثر کالنّقش فی الحجر ہیں کہ کسی صورت عاجز ورفیقان عاجز کے دل سے محو نہیں ہو سکتے اور انہی کے خیال پر مرزا صاحب سے بھی میل ملاقات رہی۔ اگر ان کا نمونہ یا کچھ شائبہ بھی یہاں موجود ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ آپ سے موافقت نہ ہوتی۔

اب ہر سہ واقعات بالا پر غور فرمائیں کہ بصورت اول اگر خود بدولت کو ایسا سارٹیفکیٹ وچٹھی ملنے کا اتفاق ہوتا تو اس کو حرز جان بنا کر کتنی دفعہ چھپواتے اور سرکار پر احسان گراں جماتے جیسا کہ آپ ایک دو معمولی چٹھیوں کے شائع کرنے میں اکثر کرتے رہتے ہیں۔

بصورت دوم یعنی بخوف مخبری وشکایت کتنے میموریل وکاغذی رسالہ گوناگوں مضامین کے بنا کر ترجمہ کرا کر شائع و پیش کرتے اور کتنے وکلاء کی تقرری کیلئے سعی وکوشش وفکر وتجویز فرماتے جیسا کہ آپ کا دستور ومعمول ہے۔

بصورت سوم صرف زبانی اختلاف پر جو خود بدولت کا عمل درآمد سبّ وشتم یعنی دشنام دہی ودعا ہلاکت مخالفین ہے وہ ایسا اظہر من الشّمس ہے کہ محتاج بیان نہیں، خدانخواستہ اگر کچھ زیادہ اختلاف ہو تو نہ معلوم آپ کا غصہ کہاں تک پہونچ جائے۔ اقبال علی اللہ تو بہت دور کا مقام ہے۔

اور کسی نشان کا مطالبہ ہو، وغیرہ، معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کی تحریر کے شعر ذیل

دھوم اتنی ترے دیوانے مچا سکتے ہیں کہ ابھی عرش کو چاہیں تو ہلا سکتے ہیں

شاید مرزا صاحب کے خیالات میں گونج رہا ہوگا ورنہ قرآن میں تو آنحضرت ﷺ کو تفکر وآیت طلبی پر یوں خطاب موجود ہے وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقاً فی الارض او سلّماً فی السّماء فتاتیھم بآیۃ و لو شاء اللّٰہ لجمعھم علی الھدی (اور اگر تجھ کو ان کا اعراض بڑا معلوم ہوتا ہے تو اگر تو طاقت رکھتا ہے تو زمین میں سرنگ لگا کر یا آسمان میں سیڑھی لگا کر ان کے لئے نشانی لا۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا)۔

دیکھئے جب آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو پھر کسی دوسرے عاجز خاکسار امتی کو ایسی دلیری وشیخی نشان وغیرہ دکھلانے کی اور بایں عجز و بے بضاعتی اس خالق وقادر مطلق پر اپنا اختیار وحکومت جتلانی کب لائق وشایان حال عبودیت ہے۔

این دعاء شیخ نے چوں ہر دعاست فانی است و دست او دست خدا است

کا ظہور اور ثبوت بھی تو کچھ ہونا چاہیے۔ دست او دست خدا است، اگر تھا تو عبداللہ آتھم والی میعاد، پٹی والے داماد مرزا احمد بیگ کی میعاد، شیخ مہر علی کے مقدمہ کی میعاد، امیر شاہ رسالدار میجر سردار بہادر کے گھر فرزند ہونے کی میعاد، وغیرہ مقررہ مشتہرہ مرزا صاحب کوئی تو پوری ہوتی۔ نیز اپنے فرزند موعود بشیر کی نسبت باوجودیکہ دعائیں ملاء اعلی میں شور ڈالنے والی، آسمانوں میں دردناک غلغلہ پیدا کر کے ملائک میں اضطراب ڈالنے والی، تقدیریں بدلنے والی ہونے میں کچھ فرق وکمی نہیں ہوئی۔ آتھم کی موت کے واسطے تو اعتکاف میں مریدین کی جماعت سمیت آہ وزاری و نالہ و بیقراری کو بزعم خود آسمان و ملائک تک پہونچایا گیا، رسالدار میجر سردار بہادر کے پانچ سو روپیہ تو اسی شرط اور قسم پر ہی لئے تھے کہ کوئی دقیقہ جدوجہد وغیرہ کا باقی نہ رکھا جائے گا۔ بشیر فرزند کی صحت کیلئے نہ فقط دعاؤں وتوجہ کی گرمی بلکہ تمام میسر آمدہ دواؤں کی حرارت بھی پہونچائی گئی لیکن آسمان کو دردتک نہ پہنچا۔ پٹی والے معاملے کی حسرت و یاس سے اب تک دن رات جو مرزا صاحب کا جو حال ہے وہ روشن ہے بلکہ خواب بھی اسی کے آتے ہیں جیسا کہ عاجز کے روبرو مرزا صاحب نے پٹی سے اشتہار آنے کا خواب اپنا بیان کیا تھا، پھر فرماویں کہ دست او دست خدا، کیسا ہوا؟ کیا دست خدا ایسا ہی ہوتا ہے کہ گریہ وزاری وفکر واپس طلبی اجرت کی بے قراری کی فریاد پر خیال ہی نہیں کرتا اور تقدیروں کو نہیں بدلتا۔ اور ارادوں کو دوسرے رنگ میں نہیں کرتا؟ مسلمان تو اس کے قائل نہیں بلکہ ان کا تو یہ دین وایمان ہے کہ اللہ عزوجل عموماً سب مخلوق پر اور خصوصاً اپنے فرمان بردار اور خالص بندگان پر نہائت ہی مہربان رحیم وکریم اور اخلاص وانابت والی جائز دعاؤں کو ہرگز ردّ نہیں فرماتا بلکہ ان بندگان کی یہاں تک رعایت فرماتا ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو ان کی قسم پوری کرتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

ربّ اشعث مد فوع بالا بواب لو اقسم علی اللّٰہ لا برّہ (بہت پراگندہ بال ہیں جن کو دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے، اگر وہ اللہ تعالی پر قسم کریں تو اللہ ان کو حانث نہیں کرتا، یعنی ایسا ہی کرتا ہے جیسا وہ کہتے ہیں)

حالت فنا مرزا و مریدان حاشیہ نشینان کی تو اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ عرق کیوڑہ جے پور سے، بید مشک برف پردہ ٹٹی خس وغیرہ لاہور سے اور دیگر نعماء انواع واقسام دوسرے مقامات سے برابر قادیان پہنچتے رہتے ہیں لیکن حالت فنا ایسی کامل ہے کہ اس میں بالکل افاقہ وکمی نہیں ہوتی اور ادھر رسول اللہ ﷺ جن کی ظاہری و باطنی اتباع وقدم بقدم چلنے کا مرزا صاحب کو دعوی ہے ان کا فرمان ہے ایّاك و التّنعم فانّ عبا د اللّه لیسو بالمتنعّمین (تو اپنے آپ کو تنعم سے بچا اسلئے کہ اللہ کے بندے متنعم نہیں ہوتے) سبحان اللہ کیسی فرمان برداری وتابعداری ہے۔ بات تو زبان سے بن جاتی ہے لیکن مرزا براہ مہربانی ایسے طریق و پیرایہ کو اختیار فرماویں کہ عاجز مخلوق الٰہی اس کو سمجھ سکے، نہ ایسا کہ ان اقوال وافعال میں بعد المشرقین دیکھ کر حیران و پریشان ہوتے پھریں۔

امام الزمان کے اقبال علی اللہ کی دیگر اولیاء سے تیزی

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۲ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور امام الزمان کا اقبال علی اللہ یعنی اس کی توجہ الی اللہ تمام اولیاء اللہ کی نسبت زیادہ تر تیز اور سریع الاثر ہوتی ہے جیسا کہ موسیٰؑ اپنے وقت کا امام الزمان تھا اور بلعم اپنے وقت کا ولی تھا جس کو خدا تعالی سے مکالمہ اور مخاطبہ نصیب تھا اور نیز مستجاب الدعوات تھا، لیکن جب موسیٰؑ سے بلعم کا مقابلہ آ پڑا، تو وہ مقابلہ اس طرح بلعم کو ہلاک کر گیا کہ جس طرح ایک تیز تلوار ایک دم میں سر کو بدن سے جدا کر دیتی ہے اور بد بخت بلعم کو چونکہ اس فلاسفی کی خبر نہ تھی کہ گو خدا تعالی کسی سے مکالمہ کرے اور اس کو اپنا پیارا اور برگزیدہ ٹھہراوے مگر وہ جو فضل کے پانی میں اس سے بڑھ کر ہے، جب اس شخص سے اس کا مقابلہ ہوگا تو بے شک یہ ہلاک ہو جائے گا اور اس وقت کوئی الہام کام نہیں دے گا اور نہ مستجاب الدعوات ہونا کچھ مدد دے گا اور یہ تو ایک بلعم تھا مگر میں جانتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں اسی طرح ہزاروں بلعم ہلاک ہوئے جیسا کہ یہودیوں کے راہب عیسائی دین کے مرنے کے بعد اکثر ایسے ہی تھے..الخ

جواب۔ امام الزمان کی توجہ کی زیادہ تر تیزی وسریع الاثری کا حال فصل گذشتہ میں عرض ہو چکا ہے کہ برسوں گذر گئے اثر کا نام ونشان بھی نہیں۔ اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا موسیٰؑ و بد بخت بلعم کے مقابلہ کی نظیر جب انشاء اللہ تعالی حسب وعدہ والہام قائم

ہوگی تو نہ فقط مرزا صاحب بلکہ عام مخلوق دیکھے گی ۔مرزا جلدی نہ فرماویں امید واثق و یقین کامل ہے کہ سنت اللہ کے موافق سرکش متمرد ہم چومن دیگرے نیست کہنے والے کو انشاء اللہ ضرور ناکامی و شکست نصیب ہوگی۔کیونکہ قانون الٰہی یہی ہے جیسا اس نے فرمایا ہے:

انّه لا یحبّ المستکبرین (تحقیق اللہ تعالیٰ متکبروں کو دوست نہیں رکھتا)

قیل ا د خلوا ابوا ب جهنّم خا لدین فیها فبئس مثوی المتکبّر ین (کہا گیا کہ داخل ہو دوزخ کے دروازوں میں ہمیشہ رہنے والے اسی میں، پس بری ہے جگہ متکبروں کے لئے)

کذا لک یطبع اللّه علی کلِ قلب متکبر جبّار۔(ایسا ہی مہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ متکبر اور سرکش کے دل پر)

اس وقت متکبر تعلّیٰ وشیخی پسند کو سوائے یلیتنی کنت ترا باً (اے کاش میں مٹی ہوتا) کہنے کے اور کچھ نہ سوجھے گا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور عاجز بندگان پر جو اس کے فضل وکرم اور اس کی رضا کے سوا کسی شئے کے طالب وخواہش مند نہیں اپنی نظر عنایت وحفاظت رکھے۔آمین۔

یہ بھی مرزا صاحب کی عجیب طبع زاد فلاسفی ہے کہ اللہ پاک کسی کو اپنا پیارا اور برگزیدہ ٹھہراوے، مستجاب الدعوات کرے، الہام کرے اور پھر وہ اس کے برگزیدوں ومقبولوں سے مقابلہ کرنے والا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرے۔سبحان اللہ کیا الفاظ کو ترکیب دی ہے لیکن یہ تو غور فرماویں کہ وہ ولایت و بزرگی مکالمت مخاطبت قبولیت دعا اللہ عز وجل کی کیسی ہوئی ۔معاذ اللہ گویا برگزیدگی کے وقت یہ معلوم ہی نہ ہوا کہ یہ شخص ایسا ناپاک و بدسرشت ہے کہ میرے مقرر کردہ امام الزمان سے مقابلہ کرے گا نعو ذ با للّه من هذه العقیدة البا طلة ۔ اس قصہ میں شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے موضح القرآن میں لکھا ہے کہ:

سیدنا موسیٰؑ کی مخالفت سے اس کو باطن سے منع ہوا۔پھر بادشاہ نے اس کی عورت کو مال کی طمع دی، اس نے اس کو راضی کر کر بھیجا۔

(پھر لکھا ہے کہ) شائد ہانپتے کتے کی مثال اس میں ہو کہ جب تک وہ حرص سے خالی تھا اس کو باطن سے صحیح معلوم ہوا، جب دل میں حرص بیٹھی تو باطن سے معلوم نہ ہوا، یا ہوا تو مجمل معلوم ہوا اس کو اپنی طبع کے موافق سمجھ لیا۔

معالم التنزیل میں بھی لکھا ہے کہ:

بلعم نے اول بد دعا کرنے سے انکار کیا پھراسکی قوم نے ہدیہ دے کراور کہہ کراس کوفتنہ میں ڈالا۔

غرض اس کی ہلاکت کے یہ اسباب بیان ہوئے ہیں لہذا جس شخص کے حالات کی ان حالات سے مشابہت ہومثلاً اپنی عورت کی مراعاۃ میں حق کا مخالف ہوکر دوسروں کا حق زائل کرتا ہو یا حرص وغیرہ کے باعث جو باطن سے مجمل معلوم ہواس کو اپنی طبع کے موافق سمجھ کر طرح طرح کے دعاوی کرتا ہو، آمدنی ہدیہ و مال کی خاطر حق کا مخالف ہوکر نئے نئے خلاف سلف وخلف مسائل نکالتا ہو اس شخص کے لئے یہ قصہ قابل عبرت ہے۔ مرزا صاحب اس پر غور وتوجہ فرمائیں خصوصاً اس لئے بھی کہ جس شخص کی تحقیر ومخالفت کے آپ درپئے ہیں اسکا نام بھی الہامات میں اکثر موسٰی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

پھر وہی غلطی ،اللہ جل جلالہ تو راہب عیسائیوں کوفرماوے اورمرزا صاحب یہودیوں کے راہب ہی کہتے جاویں، امام الزمان جو ہوئے ،اس تکرار سے اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کو بایں دعوی علم وفضل احبار ورہبان کا فرق بھی معلوم نہیں۔ اظہار حقیقت حال کے لئے مناسب ہے کہ مرزا صاحب قسم کھا کر اعلان کردیں کہ ہم جانتے تو تھے لیکن اس استغراق یا مخالفین کے اعتراض وغیرہ سننے کی خاطر عمداً ہماری قلم سے بار بار بجائے احبار کے راہب ہی نکلتا چلا گیا تاکہ لوگوں ومریدوں کوآپ کا علم تو ظاہر ہوجاوے اور کچھ تو فیصلہ ہو۔

کشوف والہامات کا سلسلہ اورانکی کیفیت وکمیت کا اعلی ہونا

ضرورت الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

چھٹے کشوف والہامات کا سلسلہ ہے جو امام الزمان کیلئے ضروری ہوتا ہے امام الزمان اکثر بذریعہ الہامات کے خدا تعالی سے علوم اور حقائق اور معارف پاتا ہے۔سو اس کے الہامات دوسروں پر قیاس نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ کیفیت وکمیت میں اس اعلی درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں اوران کے ذریعہ سے علوم کھلتے ہیں اورقرآنی معارف معلوم ہوتے ہیں اور دینی عقدے اور معضلات حل ہوتے ہیں اوراعلی درجہ کی پیش گوئیاں جو مخالف قوموں پر اثر ڈال سکیں، ظاہر ہوتی ہیں۔غرض جو لوگ امام ہوں ان کے کشوف اورالہام صرف ذاتیات تک محدود نہیں ہوتے بلکہ

نصرت دین وتقویت ایمان کے لئے نہایت مفید اور مبارک ہوتے ہیں۔

جواب۔ کشوف والہامات تو دوسرے بندگان الٰہی کو بھی ہوتے ہیں اور صرف ذاتیات تک محدود بھی نہیں ہوتے۔ علوم ومعارف بھی واہب العطیات عطا فرماتا ہے اور ایسا ہی وہ علیم و خبیر کئی واقعات سے قبل محض اپنے فضل وکرم سے عاجز بندگان کو آگاہی بخشتا ہے گو وہ فضیلت وشیخی کو ریا وگناہ سمجھ کر غلبہ عبودیت سے ان امور کو شائع ومشتہر نہیں کرتے۔ پس ان میں امام الزمان کی کچھ خصوصیت وترجیح نہ ہوئی۔

❁ امام الزمان کے الہامات دوسروں پر قیاس نہیں ہو سکتے وہ کیفیت وکمیت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔ یہ محض زبانی دعوی ہی دعوی ہے کچھ ثبوت ودلیل اس پر نہیں۔

❁ مرزا صاحب کے علوم قرآنی معارف دینی عقدے حل ہونے، اعلیٰ درجہ کی پیش گوئیاں نصرت وتقویت دین کے لئے مبارک ومفید ہونے کا ذکر کئی جگہ ہو چکا ہے۔

❁ کیفیت وکمیت اور اعلیٰ درجہ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں وغیرہ۔ سو مرزا صاحب نے اس کا کچھ معیار ومحک اور ثبوت بیان نہیں کیا ہے۔ اس طرح تو ہر ایک اپنے واسطے ایسا ہی دعوی کر سکتا ہے تو پھر تصفیہ کیونکر ہو؟

اس کا جواب یہی ہوگا کہ نتیجہ اور اثر سے ثابت اور ظاہر ہو جاوے گا جس طرح کہ مرزا صاحب کے الہامات پیش گوئیوں وحقائق معارف کا حال ہوا۔ پس جائے غور وانصاف ہے کہ ان سے مخالف قوموں پر کیا اثر پڑا ہے؟ اور نصرت دین کے لئے کیا مبارک ومفید ہوئے ہیں؟ اور دینی عقدے کیا کھلے ہیں؟ آخر ہر ایک امر ثبوت اور نتیجہ سے مانا جاتا ہے اور پھر یہاں جب عقدہ کھلتا ہے تو یہی کھلتا ہے کہ مسائل مخترعہ موضوعہ مرزا صاحب خلاف قرآن وحدیث وامت اسلامی ہوتے ہیں جیسے لیلۃ القدر، نزول ملائکہ، مسئلہ تصویر وغیرہ یا حیلہ حوالہ سے فتوی حاصل کر کے یا محض تقریر وتحریر سے مخالفوں پر اپنی فتح کے طول طویل اشتہارات دینے وغیرہ۔

❁ خدا سے صفائی سے مکالمہ کرنا، غیب کو ہر پہلو سے قبضہ کر لینا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور خدا تعالیٰ ان سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے ان کی دعا کا جواب دیتا

ہے اور بسا اوقات سوال اور جواب کا ایک سلسلہ منعقد ہوکر ایک ہی وقت میں سوال کے جواب اور پھر سوال کے بعد جواب ایسے صفا اور لذیذ اور فصیح الہام کے پیرایہ میں شروع ہوتا ہے کہ صاحب الہام خیال کرتا ہے کہ گویا وہ خدا تعالی کو دیکھ رہا ہے اور امام الزمان کا ایسا الہام نہیں ہوتا کہ جیسے ایک کلوخ انداز در پردہ ایک کلوخ پھینک جائے اور بھاگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا، بلکہ خدا تعالی ان سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ پر سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے۔ اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی بلکہ وہ تو بسا اوقات اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے۔ اور امام الزمان کی الہامی پیش گوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں، یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتی ہیں جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے اور یہ قوت اور انکشاف اس لئے ان کے الہام کو دیا جاتا ہے تا ان کے پاک الہام شیطانی الہاموں سے مشتبہ نہ ہوں اور تا دوسروں پر حجت ہوسکیں۔

جواب ۔ مرزا صاحب حسب عادت خود بدولت کی تعریف وثنا جو زبان وقلم پر آوے، فرماتے جائیں اور دلیل وثبوت ندارد۔ اللہ تعالی کا مکالمہ ہمیشہ صفائی سے ہے مرزا صاحب کو کیونکر معلوم ہوا کہ وہ رحمٰن ورحیم دوسرے عاجز بندگان سے معاذ اللہ غیر لذیذ غیر فصیح وغیر صفائی والا یا دوسرے الفاظ میں لکنت ونقص والا کرتا ہے۔ معاذ اللہ وہ ذات پاک دوسرے خاکساران سراپا عجز کی دعاؤں کا بھی محض رحمت وکرم سے جواب عنایت فرماتا ہے۔

- سوال وجواب کے سلسلہ والے ملہم سید عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم ودیگر اہل اللہ کے اصحاب میں کئی ہیں۔
- کلوخ اندازی وٹھٹھے والا الہام مرزا صاحب کو ہوتا ہوگا جس سے ان کو یہ طرز وکیفیت معلوم ہوئی، عاجز تو اس سے آگاہ نہیں اور نہ کسی کتاب سلف وخلف صالحین میں الہام کا ایسا وصف لکھا ہوا دیکھنے میں آیا ہے۔
- قرب رب العالمین ارحم الراحمین وراء الوراء ثم الوراء ایک حالی کیفیت ہے نہ قالی، اس میں اپنی واقفیت وفضیلت جتانے کو قیل وقال کرنا مرزا کا حصہ ہے دیگر عاجز بندگان کو سوائے تسلیم و طلب رضائے مولی کریم کے دوسری طرف خیال نہیں۔ وہ تو ایسے امور میں اتباع سید المرسلین کچھ

نہیں بولتے۔ پھر دیکھئے امام ربانی مجدد الف ثانی جلد اول مکتوب سی ویکم میں فرماتے ہیں:

احاطہ وقرب او تعالی علمی است چنانچہ مقرّرِ اہل حق است شکر اللہ تعالی حبھم۔ واو سبحانہ تعالی باہیچ متحد نیست .... آنچہ در آفاق وانفس دیدہ میشود آیاتِ اویند سبحانہ وتقدس و قطب دائرہ و ولایت یعنی حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالی سرہ الاقدس فرمودہ اند کہ ہر چہ دیدہ شد وشنیدہ شد ودانستہ شد آنہمہ غیر است بحقیقۃ کلمہ لانفی آن باید کرد:

در تنگنائی صورت معنے چگونہ گنجد — در کلبہ گدایاں سطان چہ کار دارد
صورت پرست غافل معنی چہ داند آخر — گویا جمال جاناں پنہاں چہ کار دارد

- مکالمات الہیہ کہہ کر پھر ان کو ٹھٹھا کہنا مرزا کا حوصلہ ہے کسی دوسرے کی کیا مجال۔
- غیب کو ہر پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لینا جس طرح چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے، یہ بھی مرزا صاحب کرتے ہوں گے اگر چہ اس کا ثبوت وظہور تو کبھی نہیں ہوا۔ دوسرا کوئی مسلمان تو ایسا دعوی نہیں کرسکتا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

قل لایعلم من فی السّماوات و الارض الغیب الّا اللّٰہ وما یشعرون ایّان یبعثون (اور نہیں جانتا کوئی آسمانوں اور زمینوں میں غیب کو مگر اللہ، اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے)

و عندہ مفاتیح الغیب لایعلمھا الّا ھو (اور اس کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، نہیں جانتا ان کو مگر وہ)

و للّٰہ غیب السّماوات و الارض (اور اللہ کیلئے ہے غیب آسمانوں اور زمین کا)

لہ غیب السّماوات و الارض (اسی کے واسطے ہے غیب آسمانوں اور زمین کا)

اور آنحضرت ﷺ کو فرمایا:

قل لّا املک لنفسی نفعاً و لا ضرّاً الّا ما شاء اللّٰہ. و لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسّنی السّوء ان انا الّا نذیرٌ و بشیر لّقوم یؤمنون۔

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ و لا اعلم الغیب و لا اقول لکم انّی ملک۔ (کہہ نہیں کہتا میں کہ میرے پاس خزانے اللہ کے ہیں اور نہیں جانتا میں غیب کو

اور نہ کہتا ہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں)

غرض قرآن مجید جس کے حقائق و معارف کا مرزا صاحب کو بڑا دعویٰ ہے اس میں تو غیب جاننے کی نسبت یہ احکام ہیں اور مرزا صاحب اس کے برعکس و مقابلہ پر غیب کو ہر پہلو سے چابک سے گھوڑے کی طرح اپنے قبضہ میں کرنے کی فضلیت لوگوں پر ظاہر کر رہے ہیں گویا ہر بات نرالی وانوکھی ہے۔ ہاں اگر وہ ذات پاک محض اپنے فضل وکرم سے کسی امر کی کچھ آ گاہی بخش دے تو وہ اس کی عنایت لطف ومسکین نوازی ہے عاجز بندہ کی کیا شیخی۔

مرزا صاحب کے الہامات جیسے دوسروں پر حجت ہوئے ہیں ان کا ذکر تو ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں اپنے الہامات کی تعریف کر کے ان کو دوسروں پر حجت ٹھہرانا بھی مرزا صاحب ہی کا اپنا مسئلہ ہے ورنہ اکابر امت سلف وخلف صالحین تو اس امر کے بالکل مخالف ہیں۔ الہامات کا دوسروں پر حجت ہونا تو کجا وہ تو بغیر مطابقت کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کے الہام کو خود ملہم پر بھی حجت قبول نہیں فرماتے چنانچہ مجدد الف ثانی ؒ فرماتے ہیں :

> چہ الہام وکشف بر غیر حجت نیست ۔کشوف والہامات را تا بر محک کتاب وسنت نزنند یہ نیم؟ جوئے نمی پسندند۔الہام مثبت حلّ وحرمت نبود وکشف ارباب باطن اثبات فرض وسنت نماید کلّ حقیقۃ ردتھا الشّریعۃ فھو زندقۃ (جس حقیقت کو شریعت ردّ کرے وہ زندقہ ہے)

پیران پیر سید عبد القادر جیلانی ؒ فرماتے ہیں:

> کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے ہرگز علیحدگی نہ کر اگر کوئی خطرہ یا الہام پاوے تو کتاب اللہ وسنت پر عرض کر۔ اگر ان میں اس کی حرمت ہو تو اس کو دفع کر اور اس سے مہاجرت کر اور ہرگز اس پر عمل نہ کر اور یقین جان کہ وہ شیطان رجیم سے ہے اور اگر کتاب وسنت میں اس کی اباحت ہو یعنی وہ امر مباح ہو مثل کھانے پینے ولباس ونکاح و غیرہ کے تب بھی اس کو چھوڑ دے اور سمجھ کہ یہ الہام نفس اور اس کی خواہشوں کا ہے اور تحقیق تجھ کو نفس کی مخالفت کا حکم ہے۔ اور اگر اس امر کی کتاب وسنت میں نہ حرمت ہو، نہ اباحت ہو، یعنی نہ ممانعت ہو اور نہ اجازت ہو، بلکہ وہ ایسا امر ہو کہ تجھ کو معلوم نہیں مثلاً کسی جگہ یا کسی مرد صالح کی ملاقات کرنا، حالانکہ تجھ کو وہاں جانیکی حاجت نہیں اور نہ ملاقات اس شخص صالح کی ضرورت ہے بباعث اس کے کہ تجھ کو عطا فر چکا ہے اللہ علم و

معرفت ،پس اس امر میں بھی توقف کر اور ایسا جلد باز نہ ہو کہ تو کہے کہ یہ الہام اللہ کی طرف سے ہے، بلکہ اختیار و برگزیدگی وفعل حق عز و جل کا منتظر رہ تا کہ پھر اس کا امر ہووے یا نشانی ظاہر ہووے، جس کو اولیا اور مؤیدوں ابدالوں میں سے جانتے ہیں اور ہرگز جلدی نہ کرنی چاہیے کیونکہ تجھ کو معلوم نہیں کہ اس کا انجام کیسا ہوگا اور معلوم نہیں کہ اس میں فتنہ و ہلاکت و تدبیر امتحان الٰہی ہے۔ پس صبر کر کہ اللہ خود اس کا فاعل بنے۔

اور پھر فرمایا کہ یہ بھی اس حالت میں کہ جب وہ امر مباح ہو اور شرع میں اس کی مخالفت نہ ہو۔ انتہی ۔ کیونکہ پیر صاحب قدس سرہ نے بھی فرمایا ہے کلّ حقیقة لا یشھد لھا الشّرع فھی زندقة (جو حقیقت شریعت سے ثابت نہ ہو وہ کفر والحاد ہے)

پھر امام الملھمین امام المحدثین امیر المومنین عمر بن الخطابؓ کا حال دیکھئے جن کی شان میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں میں محدث تھے اور میری امت میں عمرؓ بن خطاب ہے ۔ دوسرے طریق سے حدیث میں ہے کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں سے اشخاص تھے جن کا مکالمہ ہوتا تھا بغیر اس کے کہ وہ انبیاء تھے اور میری امت میں ان میں سے عمرؓ ہے۔ عقبہؓ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ بن خطاب ہوتا۔ پھر فرمایا تحقیق اللہ تعالی، عمرؓ کی زبان اور دل پر حق جاری کرتا ہے۔

غرض باوجود ان فضائل کے ملہم محدث وامام الزمان ہونے کے آپؓ فرماتے:

(اول) کہ عہد رسول اللہ ﷺ میں لوگوں کا حال وحی سے معلوم ہو جاتا تھا اور اب وحی منقطع ہو چکی ہے۔ اب ہم ظاہر اعمال لے لیتے ہیں جو ہم کو بظاہر اچھا معلوم ہو اس کا اعتبار کرتے اور قبول کرتے ہیں اور اس کے پوشیدہ حالات سے کچھ تعلق نہیں اس کے باطن کا حساب اللہ جانے۔ اور جو ہم کو برا معلوم ہو اس کو ہم نہیں مانتے اور نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں خواہ وہ کہے کہ میرا اندرونی حال اچھا ہے۔

(دوم) ۔آپؓ خطبہ میں لوگوں کو فرماتے کہ اگر کسی نے قرآن مجید کا سوال پوچھنا ہو تو حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھے ، اگر حلال حرام کا مسئلہ پوچھنا ہو تو حضرت معاذ بن جبلؓ سے پوچھے۔ فرائض کا سوال کرنا ہو تو حضرت زیدؓ بن ثابت سے کرے۔ اور مال کا سوال مجھ سے کرے کیونکہ اللہ تعالی نے مجھ کو خازن بنایا ہے۔

(سوم) ایک حاملہ پر رجم کا حکم دیا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ اس پر تو آپ حکم

لگا سکتے ہیں مگر جو اس کے پیٹ میں ہے اس پر آپ کا اختیار نہیں۔ اس پر اس حکم سے رجوع کیا اور فرمایا کہ اگر معاذؓ نہ ہوتا تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔

(چہارم) پھر ایک اور عورت پر رجم کا حکم دیا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا کہ تین شخصوں سے قلم اٹھائی گئی ہے۔ ایک مجنون جب تک وہ صحیح وتندرست نہ ہو۔ دوسرا لڑکا جب تک وہ بالغ نہ ہو۔ تیسرا سویا ہوا جب تک وہ بیدار نہ ہو۔ یہ سن کر آپؓ نے فرمایا کہ ہاں درست ہے مگر ان امور کا یہاں کیا تعلق؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا یہ عورت مجنونہ ہے، فلاں قبیلے سے۔ اس پر آپ نے فرمایا اگر علیؓ نہ ہوتا تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔

(پنجم) ایک قتل عمد کے مقدمہ میں قاتل کے قتل کا حکم دیا اور باوجود مقتول کے بعض ولیوں کے معاف کرنے کے بھی حکم قتل بحال رکھا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ یہ بالکل ان کے اختیار میں تھا جب انہوں نے معاف کر دیا ہے تو آپ بھی جانے دیں۔ آپؓ نے فرمایا تمہاری کیا رائے ہے تو انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک قاتل کے مال سے دیت مقرر کر کے جنہوں نے معاف کیا ہے ان کا حصہ وضع کر کے دیت دلوائی جائے۔ اس پر آپ نے اسی پر فیصلہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بعض فیصلوں پر فرماتے کہ تم خزانہ علم ہو۔

(ششم) ایک روز منبر پر جب آپؓ نے فرمایا کہ عورت کے مہر میں غلو (زیادتی) نہ کرو، تو ایک عورت نے کہا ہم آپ کے قول کو پکڑیں یا اللہ کا فرمان جس میں فرمایا ہے و آتیتم احداھنّ قنطاراً فلا تأ خذوا منه شیئاً۔ (تم دے چکے ایک عورت کو خزانہ پس اس سے کچھ واپس نہ لو) اس پر آپؓ نے منبر سے اتر کر فرمایا کہ سب آدمی عمرؓ سے زیادہ جاننے والے ہیں حتی کہ بوڑھی عورتیں بھی۔

(ہفتم) بلکہ حق طلبی راستی وعدل کے ایسے شائق تھے کہ لوگوں سے پوچھتے کہ اے جماعت مسلمین اگر میں دنیا کی طرف جھکوں اس وقت تم کیا کرو گے؟ تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر تلوار کھینچ کر کہا کہ ہم اس تلوار سے کہیں گے، اور اس سے کاٹ ڈالنے کا اشارہ کیا۔ اس پر فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے شکر ہے اللہ کا جس نے میری رعیت میں ایسے شخص بنائے کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھ کو سیدھا کر دیں گے۔

اب جائے غور کہ قبول نصح، اعتراف علی نفسہ، تعظیم وتکریم احکام قرآن وحدیث میں ان کا کیسا حال وعمل تھا۔ مرزا صاحب کی طرح انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم امام الزمان ہیں، ہم

سب سے حقائق معارف میں بڑھ کر ہیں ہمارے الہامات و مکاشفات تم پر حجت ہیں، ہم حقائق بیان کرتے ہیں، حق ہماری طرف ہے کیونکہ جونورفراست ہم کو دیا گیا ہے وہ چمکتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ دوسروں کو نہیں دیا گیا، ہماری بسطت فی العلم سب سے اعلیٰ ہے، ہماری رائے صائب دوسروں کی رائے کی تصحیح کرتی ہے، ہم محمدی فوج کے سپہ سالار ہیں وغیرہ، باوجودیکہ واقعتاً وحقیقتاً یہ سب اوصاف بلکہ ان سے کہیں زیادہ اللہ جل جلالہ نے سیدنا عمرؓ میں جمع فرمائے تھے لیکن اظہار فضیلت وخودستائی میں کبھی کچھ زبان پر نہیں لائے۔

✿ بلکہ احقاق مسائل میں یہاں تک فروتنی واہتمام تھا کہ محمد ابن زبیر ایک بہت ضعیف مرد سے راوی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مسئلہ میں استفسار کیا اور کہا میرے ساتھ آؤ حتی کہ علیؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا مرحبا یا امیر المومنین اور جب مسئلہ کا ذکر آیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ نے مجھے کیوں نہ بلا لیا تو بجواب فرمایا کہ آپ کے پاس آنا میرا ہی حق تھا۔

✿ طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ جب عمر بن الخطابؓ ملک شام میں آئے اور لشکر ان کو ملا تو اس وقت آپ کا لباس ایک چادر ایک عمامہ اور پاؤں میں مسّیاں تھیں اور اپنی سواری کی لگام ہاتھ میں لے کر پانی عبور کرتے ہوئے مسیاں اتار کر بغل میں دبائی ہوئی تھیں۔لوگوں نے کہا کہ یا امیر المومنین لشکر اور بطارقہ شام ابھی آپ سے ملنے والے ہیں اور آپ اس حالت میں ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے ہم کو اسلام سے معزز فرمایا ہے ہم اس کے غیر سے عزت کے خواہاں نہیں

یہ تو اسلامی امامت و امام الزمان کا حال تھا، اب یہاں مرزا، ان سے بلکہ بعض انبیاء سے بھی افضل و امام الزمان بزبان خود دعویدار ہو کر دنیوی خطابوں اور عزت کے واسطے کس قدر سعی وکوشش وخون دل سے کتابیں لکھ رہے ہیں، خطاب والے اشتہار شائع کر رہے ہیں جن کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اس زبانی امامت کو ان اسلامی اماموں سے کہاں تک مناسبت ومطابقت ہے۔

✿ دیکھئے جب عام مسلمانوں کو ایسے حقانی ربانی امام الزمانوں کی امامت کے یہ حالات واقعات معلوم و مدنظر ہیں تو وہ ان کے مقابل مرزا کی خودتراشیدہ علو وتعلّی والے نرالے اوصاف امامت کی طرف کب ملتفت ہو سکتے ہیں اور کیوں کر قبول کر سکتے ہیں؟ پھر جو صاحب خصوصیت سے اپنے تئیں حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کریں اور ان کو اپنا بزرگ جانیں وہ اگر ان کے پیرایہ و طریق امامت کے مخالف کسی مقابل ومغائر امامت کے فریفتہ و دلدادہ ہو کر اس کے حقائق و معارف کے گرداب موج میں آ گئے ہوں تو ان کو آیت انّه لیس من اھلک انّه عمل

غیر صالح (وہ تیرے اہل سے نہیں کیونکہ اسکے عمل غیر صالح ہیں) کی طرف غور وفکر کرنی چاہیے

خود بدولت کی تو ہر بات اور ہر امر کو اعلیٰ واولیٰ وارفع اور دیگر عاجزوں کی ہر چیز کو ردی و ناقص قرار دے کر مرزا صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیا یہی انصاف ورحمت وشفقت علی الخلق ہے؟ ذرا شارع ﷺ کے درج ذیل ارشادات پر توجہ فرماویں۔:

و الّذی نفسی بیده لا یو من احد کم حتّی یحبّ لا خیه المسلم ما یحبّ لنفسه (قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ہرگز بندہ ایمان والا نہیں ہوتا تاوقتیکہ دوست رکھے اپنی بھائی مسلمان کے واسطے وہ چیز جو اپنے نفس کے لئے دوست رکھتا ہے)

المسلم اخو المسلم لا یظلمه و لا یخذله و لا یحقره۔ التّقوی ھھنا و یشیر الی صدره ثلاث مرار، بحسب امرء من الشّرّ ان یحقر اخاه المسلم ۔ کلّ المسلم علی المسلم حرام دمه و ماله و عرضه (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ ظلم کرے اس پر اور نہ رسوا کرے اس کو اور نہ حقارت کرے اس کی ۔تقویٰ یہیں ہے اور اشارہ کرتے اپنے سینہ کی طرف تین بار ۔کافی ہے آدمی کے لئے برائی میں سے یہ کہ تحقیر کرے اپنے بھائی مسلمان کی ۔مسلمان کا سب کچھ مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون اس کا مال اور اس کی آبرو)

شیطانی ورحمانی الہامات

شیطانی الہام ہونا حق اور پاکوں کو شیطانی وسوسہ پر بلاتوقف مطلع کیا جانا۔ آنحضرت ﷺ پر جبریل کی توجہ کا ذکر ۔الہام پر حضرت محدث الامۃ عمرؓ کی احتیاط

مرزا صاحب ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں:

واضح ہو کہ شیطانی الہامات ہونا حق ہے اور بعض ناتمام سالک لوگوں کو ہوا کرتے ہیں اور حدیث نفس بھی ہوتی ہے جس کو اضغاث احلام کہتے ہیں اور جو شخص اس سے انکار کرے وہ قرآن شریف کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ قرآن شریف کے بیان سے شیطانی الہام ثابت ہیں اور اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب تک انسان کا تزکیہ نفس پورے اور کامل طور پر نہ ہو تب تک اس کو شیطانی الہام ہوسکتا ہے اور وہ آیت علی کلّ افّاکٍ اثیم کے نیچے آسکتا ہے، مگر پاکوں کو شیطانی وسوسہ پر بلاتوقف مطلع کیا جاتا ہے۔

جواب۔ عاجز کا اس پر ایمان ہے تنزّل الشّیاطین، تنزّل علی کلّ افّاکٍ اثیم (اترتے ہیں شیطان اوپر جھوٹ باندھنے والے گنہگار کے) ہوتا ہے اور یقولون ما لا تفعلون (کہتے ہیں وہ جو نہیں کرتے) والوں کا بھی اس کے ساتھ ہی ذکر ہے جس کے مرزا صاحب ابتدائے اشاعت براہین سے عادی ومشتاق ہیں لیکن الحمدللہ محض فضل وکرم وعنایت مولی سے عاجز کے الہامات ایسے نہیں کیونکہ زیادہ تر آیات قرآن مجید ہوتی ہے اور عاجز چونکہ بحث مباحثہ و مطالعہ کتب کا عادی نہیں، عربی پڑھا ہوا نہیں، صرف ونحو سے ناواقف۔ اپنی لیاقت سے فقرہ تو کجا حروف وکلمات کو باترتیب جمع کرنے پر قادر نہیں۔ قرآن مجید کا حافظ نہیں۔ پھر قرآن مجید کے متفرق ومختلف عبارات کا یکجا ہونا اور کبھی دیگر الفاظ غیر معلوم کا اظہار مدعا کے لئے ان کے ساتھ شامل ہونا، اس امر کی بین شہادت ہے کہ یہ انشاءاللہ شیطانی اور حدیث نفس نہیں ہیں کیونکہ شیطان ہرگز غیب دان اور علیم بذات الصدور نہیں ہے۔

علاوہ ازیں جب ارحم الرّاحمین: ادعونی استجب لکم، اجیب دعوۃ الدّاع اذا دعان، (پکارو مجھ کو میں جواب دونگا، قبول کرتا ہوں میں پکار پکارنے والے کی جب وہ مجھ کو پکارتا ہے) وغیرہ کا اپنے فضل وکرم سے وعدہ دینے اور فرمانیوالے سے تضرع وزاری سے پناہ مانگی جائے اور اس کی حفاظت کا بخشوع وخضوع سوال کیا جائے، اور تکبر وتعلّی سے جو حسب ارشاد ساصرف عن آیاتی الّذین یتکبّرون فی الارض بغیر الحقّ (عنقریب پھیر دونگا میں نشانیوں اپنی سے ان لوگوں کو کہ تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق) نعمائے الہیہ کے سدّراہ ہیں ہزار بار توبہ کی جائے، شہرت ریا واظہار فضیلت سے نفرت، مرید بنانے اور ان کو فراہم رکھنے کی کوشش سے بیزاری اللہ عطا فرماوے اور محض اپنی رحمت فراواں وشفقت بیکراں سے ایسے سلسلہ کی آمدنی پر

گذارہ کا مدار نہ ہو تو پھر شیطانی دخل سے بفضلہٖ تعالیٰ مامون ومحفوظ رہنے کی ہر طرح امید ہے۔

حدیث نفس، اضغاث احلام بھی ہرگز نہیں و امّا بنعمة ربّک فحدّث کی تعمیل کی نظر سے عرض ہے کہ جن امور میں عاجز دن بھر مشغول ومصروف رہتا ہے ان کا خطرہ دل پر کبھی نہیں گذرتا اور جن دینی امور میں جب کبھی تمنی کا دخل ہو ان میں ہرگز کامیابی نہیں ہوتی ۔ یعنی میلان طبیعت کے موافق جواب ہی نہیں ملتا، اور نہ وہ خیالات بفضلہٖ تعالیٰ سر میں گونج کر دماغ کو ایسا پریشان کرتے ہیں کہ جن کی ماحصل کو مرزا کی طرح الہام الٰہی قرار دیا جاوے بلکہ بفضلہٖ تعالیٰ ایسے خیالات دل سے بالکل محو کئے جاتے ہیں اور اس میں اللہ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ تا اس عاجز خاکسار پر فتنہ وابتلاء کے دروازہ بند رہیں کیونکہ تمنی کے ساتھ شیطانی دخل ہونا قرآن سے ثابت ہے و ما ارسلنا من قبلک من رّسول و لا نبیّ الّا اذا تمنّی القی الشّیطان فی امنیّته .. الخ (اور نہیں بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے کوئی رسول اور نبی مگر جس وقت آرزو کرتا تھا ڈال دیتا تھا شیطان بیچ آرزو اس کی کے ...) پس جب رسل انبیاء کی نسبت یہ ارشاد ہو تو اور کسی عاجز کی کیا حقیقت ہے ؟ ہاں یہ سچ ہے کہ نص کے موافق ان معصوموں کو اللہ ایسے واقعات پر فوراً مطلع فرما کر حفاظت فرماتا رہتا ہے لیکن دوسروں کے واسطے اس عصمت وحفاظت کا حکم و وعدہ کہاں ہے؟

جب کہ عاجز یہ مضمون صاف کر کے لکھ رہا تھا اچانک مجھ پر منکشف ہوا کہ عاجز کو کئی بار پہلے الہام ہو چکا ہے لن تجد لسنّتنا تحو یلاً (ہرگز نہ پاویگا واسطے عادت ہماری کے بدلنا) اس کے معنی کی رو سے مرزا کا دعویٰ حصول تقرب و طے منازل سلوک بلا واسطہ مرشد و رہبر سنت اللہ کے خلاف ہے اور اس لئے قابل پذیرائی نہیں کیونکہ سنت اللہ کے مطابق جب تک کوئی کسی اہل اللہ پیر کامل کی محبت وحصول رشد وفیض کے لئے جد و جہد نہ کرے تب تک کوئی رتبہ حاصل نہیں ہوسکتا چنانچہ آیت قرآن مجید لیس للا نسا ن الّا ما سعی (نہیں ہے واسطے کسی کے کچھ مگر وہ جو اس نے سعی کی) بھی اسی امر پر دال ہے اور پھر اس سنت اللہ سے اور کسی کا تو کیا ذکر خود سرور کائنات کو بھی مستثنی نہیں رکھا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

> فجاء ہ الملک فقال اقرأ فقال ما انا بقاریء۔ قا ل فا خذ نی فغطنی حتّی بلغ منّی الجھد ثمّ ارسلنی فقال اقرأ۔ فقلت ما انا بقاری۔ فغطنی الثّا نیة حتّی بلغ منّی الجھد ثمّ ار سلنی فقا ل اقرأ فقلت ما انا بقا ری فغطنی الثّا لثة حتّی بلغ منی الجھد ثمّ ار سلنی فقال

اقرأ باسم ربّک الّذی خلق۔ خلق الا نسا ن من علق۔ اقرأ و ربّک الاکرم الّذی علّم بالقلم۔ علّم ا لا نسا ن ما لم یعلم ۔ فر جع بھا رسول اللّٰہ ﷺ یر جف فوادہ فد خل علی خد یجۃ فقا ل زمّلو نی زمّلو نی زمّلو نی فز مّلوہ حتّی ذھب عنہ الروع ۔الحد یث۔

(آیا ان کے پاس فرشتہ ۔پس کہا پڑھ ۔ پس میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوانہیں ہوں ۔فرمایا کہ مجھے پکڑ کر دبایا حتی کہ مجھے مشقت معلوم ہوئی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ ۔ میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوانہیں ہوں ۔ پھر مجھے دوسری بار پکڑ کر دبایا حتی کہ مجھے مشقت معلوم ہوئی ۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ ۔ میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوانہیں ہوں ۔ پھر تیسری مرتبہ مجھے پکڑ کر دبایا حتی کہ مجھے مشقت معلوم ہوئی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ ساتھ اسم اپنے رب کے جس نے پیدا کیا انسان کو علق سے (علق کہتے ہیں خون بستہ کو اور جونک کو جو صورت اول نطفہ کی ہوتی ہے) پڑھ اور رب تیرا بہت عزت والا ہے جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا انسان کو جو کچھ نہیں جانتا تھا۔ پس واپس ہوئے رسول اللہ ﷺ ..اور خدیجہؓ کے پاس آئے اور فرمایا مجھ کو کپڑا اوڑھاؤ، مجھ کو کپڑا اوڑھاؤ ۔ پس کپڑا اوڑھایا آپ کو حتی کہ آپ سے خوف دور ہوا...)

اور اسی کو سورہ اقرأ کی تفسیر میں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے مفصل بیان فرمایا ہے۔

پھر الہام ہوا:

ہر آں کاریکہ بے استاد باشد یقین می داں کہ بے بنیاد شد

اگر مرزا صاحب فرماویں کہ اللہ جل شانہ قادر مطلق ہے، بلا وساطت استاد و پیر مرشد یہ نعمت عطا کرسکتا ہے تو جواب ظاہر ہے کہ بے شک یہ سچ ہے اور عاجز کا خیال بھی اب سے پہلے یہی تھا کہ قادر مطلق کو کسی کی حاجت نہیں بلاواسطہ سب کچھ عطا کرسکتا ہے۔ چنانچہ اس بنا پر مرزا صاحب کے اس قول کو جو انہوں نے ابتداء زمانہ میں بزبان خود عاجز کو کہا تھا کہ اگر کوئی میرا پیرو مرشد ہوتا تو میرے ہونے و دعوی کی کیا ضرورت تھی ؟ اس کو کچھ محل اعتراض نہیں سمجھتا تھا اگر چہ اور لوگ اس خیال عاجز کی مخالفت کرتے تھے ۔سوالحمد للہ علی احسانہ کہ اس اثنا میں اس خیال کی درستی کیلئے یہ القاء ہوا کہ قدرت اور شئے ہے اور عادت اور سنت اللہ اور شئے ہے، اور اس کے ساتھ ہی یہ مصرع الہام ہوا۔: قدرت تو ہے و لے نہیں عادت خدا کی یہ

الہامات ومنامات عاجز بفضلہٖ تعالی بعینہ اسی طور پر واقع وظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ کسی

تاویل وتدبیر کی بفضلہ تعالیٰ ضرورت وحاجت نہیں پڑتی۔ اس صورت میں عاجز ان کو کیونکر الہام شیطانی وحدیث نفس واضغاث احلام خیال کرے۔ بایں ہمہ اس بارے میں عاجز خاکسار کا عقیدہ حسب احتیاط اعتقاد وعمل حضرت عمرؓ کے ہے جیسا کہ مدارج السالکین میں لکھا ہے:

و امّا ما یقو له کثیر من ار با ب الخیا لا ت و الجها لا ت حدّثنی قلبی عن ر ّبی فصحیح انّ قلبه حد ثه عن من عن شیطا نه او عن ر بّه فا ذا قا ل حدّ ثنی قلبی عن ر ّبی کا ن مسند الحد یث الی من لم یعلم انّه حد ثه به و ذلک کذ ب و محد ث ا لا مة لم یکن یقو ل ذلک و تفوه به یوما من الدّ هر و قد اعا ذه اللّٰه من ان یّقو ل ذ لک بل کتب کا تبه یو ماً هذا ماری اللّٰه امیرالمومنین عمربن الخطاب فقا ل لا امحه و اکتب ما رای عمر بن الخطا ب فا ن کا ن صوا باً فمن اللّٰه و ان کا ن خطأ فمن عمر و اللّٰه و رسو له عنه بر ی ۔

(وہ جو کہتے ہیں بہت خیالات وجہالات والے کہ تحدیث کی دل میرے نے رب کی طرف سے۔ پس صحیح ہے کہ دل اس کے نے تحدیث تحدیث کی لیکن کس کی طرف سے؟ شیطان کی طرف سے یا اس کے رب کی طرف سے؟ جب کہتا ہے کہ تحدیث کی دل میرے نے رب سے، تو وہ نسبت کرتا ہے اس بات کی طرف ایسے شخص کے کہ نہیں جانتا اس کو جس نے بات کی اور یہ جھوٹ ہے۔ کہا کہ محدث الامت کبھی ایسا نہ کہتا تھا اور نہ کبھی منہ سے ایک دن بھی ایسا نکالا۔ اور تحقیق اللہ نے بچایا اس کو اس سے کہ ایسا کہے، بلکہ ایک دن اس کے کاتب نے لکھا کہ وہ ہے جو دکھلایا اللہ نے امیر المومنین عمر بن خطابؓ کو، تو فرمایا کہ مٹا دے اس کو اور لکھ کہ یہ دیکھا عمر بن الخطابؓ نے۔ پس اگر صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہے تو عمرؓ کی طرف سے، اور اللہ اور رسول اس سے بری ہیں)

لہذا عاجز ہمیشہ بین الخوف والرجاء رہ کر دعویٰ سے دور بھاگتا ہے اور کل امور دین ودنیا میں قرآن مجید وسنت رسول اللہ کو کافی وافی سمجھ کر لیل ونہار خدا سے دعا مانگتا ہے:

اللّٰهمّ الهمنی رشدی و ا عذ نی من شرّ نفسی (اے اللہ میرے دل میں ڈال میری بھلائی اور بچا مجھ کو شرارت نفس سے)

کسی عاجز مسلمان کا تو کیا مقدور کہ قرآن مجید کی مخالفت کا خیال بھی دل میں لائے،

یہ تو مرزا ہی کا حوصلہ ہے کہ دوسرے عاجزوں کے الہامات آیات قرآنی کو شیطانی الہامات قرار دے کر ان کی تحقیر کریں اور کبھی آیت قرآن کا خود بدولت کو مشارالیہ بنا کر الٹ پلٹ مسائل مثلاً جس کو قرآن میں خیر من الف شھر کہے اس کو ظلمت کا زمانہ اور جس غیب کو خاصہ خدا بیان کرے اس کو آپ ہر پہلو سے قبضہ میں کرنا وغیرہ میں بیان کر کے علانیہ مخالفت کریں۔

❁ مرزا صاحب نے جو بحوالہ فرمان الٰہی کہ جب تک انسان کا تزکیہ نفس پوری و کامل طور پر نہ ہو تب تک شیطانی الہام ہو سکتا ہے، ساتھ یہ بھی تو فرماتے کہ شیطانی الہام کی کیا علامت ہے؟ بظاہر یہی جواب ہوگا کہ وہ دھوکہ و جھوٹا ہوتا ہے اور پورا نہیں ہوتا۔ پس اگر مرزا صاحب کا اس جواب سے اتفاق ہو تو الہامات خود بدولت مذکورہ سابق کی طرف نظر کر کے توجہ فرمائیں کہ خود بدولت کے تزکیہ میں کیا نقص تھا اور کیا کسر تھی کہ ان کا یہ حال ہوا؟ یا تزکیہ سے شائد مرزا صاحب یہی مراد لیتے ہوں گے کہ بغیر کسی ریاضت و مجاہدہ کے مجرد اپنی مدح و ثنا اور تزکیہ کرنے سے تزکیہ پورا ہو جاتا ہے کیونکہ اپنی تعریف و مدح و اظہار فضیلت کو بھی تزکیہ ہی بولتے ہیں اور چونکہ مرزا صاحب احبار و رہبان میں بھی فرق نہیں جانتے اس لئے خیال آتا ہے کہ یہاں بھی آپ نے تزکیہ کو بھی ایسا ہی سمجھا ہے۔ انسان عاجز ہے کچھ غلطی ہونا تعجبات سے نہیں۔

❁ مرزا نے کہا ہے: مگر پاکوں کو شیطانی وسوسہ پر بلا توقف مطلع کیا جاتا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ مرزا کو مدت مدید کے بعد بھی مطلع نہیں کیا گیا۔ کئی امور کی معیادیں گذر کر عرصہ دراز منقضی ہو گیا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے سال ہا سال کے بعد ایام الصلح میں بعض امور میں اپنے سہو و نسیان کا خود اقبال فرمایا ہے۔ عبداللہ آتھم والی تفہیم موت پندرہ ماہ ختم ہونے کے شاید چند ساعات ہی پہلے مرزا نے شرط رجوع کی طرف رجوع فرمایا تھا۔ اگر مرزا فرماویں کہ وہ وسوسہ شیطانی نہ تھا، تا کہ ہم کو مطلع کیا جاتا، تو پھر خود ہی انصاف فرمائیں کہ وہ تفہیم موت والی جس پر مرزا صاحب اور کل جماعت قائم وجمی رہی بلکہ شرطیں لگاتے رہے، کیوں اسی طرح پوری نہ ہوئی؟ اور اخیر پر آپ کو دوسرے پہلو یعنی شرط رجوع کو پکڑ کے دفع الوقتی کی خاطر ایک حیلہ بنانا پڑا۔ یہ خیال رہے کہ یہاں نفس الہام پر اعتراض نہیں بلکہ تفہیم مقررہ و مشتہرہ مرزا صاحب پر ہے جس کے واسطے آپ کی جماعت زور شور سے دعائیں کرتے رہے اور پھر بھی اس کے برخلاف ہی ظہور میں آیا۔ یہاں غرض میعاد پندرہ ماہ اور مرزا صاحب کے جملہ، بلا توقف مطلع کیا جاتا ہے، کے موازنہ سے ہے۔ علیٰ ہذا القیاس، پیش گوئی دختر مرزا احمد بیگ والی کو بارھواں سال ہے، کیونکہ

اشتہار کی تاریخ دہم جولائی ۱۸۸۸ء ہے مگر باوجود اتنے سالوں کے توقف کی بھی اب تک اس کی غلطی یا عقدہ یا پیچ پر مرزا صاحب کو اطلاع نہیں ہوئی دیگر امور بھی کئی ہیں جن کا ذکر دوسرے مواقع پر ہوا۔ پس جب یہ حال ہے تو مرزا صاحب کا یہ فرمانا کیسا ہوا کہ ان کو بلا توقف مطلع کیا جاتا ہے۔

عیسیٰؑ کو شیطانی الہام ہونا اور ایسی تفسیر سے مرزا کا بدن کانپنا

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۳۔۱۴ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

افسوس کہ بعض پادری صاحبان نے اپنی تصنیفات میں حضرت عیسیٰؑ کی نسبت اس واقعہ کی تفسیر میں کہ جب ان کو ایک پہاڑی پر شیطان لے گیا، اس قدر جرأت کی ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ کوئی خارجی بات نہ تھی جس کو دنیا دیکھتی اور جس کو یہودی بھی مشاہدہ کرتے، بلکہ یہ تین مرتبہ شیطانی الہام حضرت مسیح کو ہوا تھا جس کو انہوں نے قبول نہ کیا۔ مگر انجیل کی تفسیر سننے سے ہمارا تو بدن کانپتا ہے کہ مسیح اور پھر شیطانی الہام، ہاں اگر اس شیطانی گفتگو کو شیطانی الہام نہ مانیں اور یہ خیال کریں کہ درحقیقت شیطان نے مجسم ہو کر حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات کی تھی تو یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر شیطان نے، جو پرانا سانپ ہے، فی الحقیقت اپنے تئیں جسمانی صورت میں ظاہر کیا تھا اور وجود خارجی کے کے ساتھ آدمی بن کر یہودیوں کے ایسے متبرک معبد کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا جس کے اردگرد صدہا آدمی رہتے تھے، تو ضرور تھا کہ اس کے دیکھنے کے لئے ہزاروں آدمی جمع ہو جاتے۔ بلکہ چاہیے تھا کہ حضرت مسیح آواز مار کر یہودیوں کو شیطان دکھلا دیتے جس کے وجود کے کئی فرقے منکر تھے۔ اور شیطان کا دکھلا دینا حضرت مسیح کا ایک نشان ٹھہرتا جس سے بہت سے آدمی ہدایت پاتے اور رومی سلطنت کے معزز عہدہ دار شیطان کو دیکھ کر اور پھر اسکو پرواز کرتے ہوئے مشاہدہ کر کے ضرور حضرت مسیح کے پیرو ہو جاتے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ یہ کوئی روحانی مکالمہ تھا جس کو دوسرے لفظوں میں شیطانی الہام بھی کہہ سکتے ہیں مگر میرے خیال میں یہی آتا ہے کہ یہودیوں کی کتابوں میں بہت سے شریر انسانوں کا نام بھی شیطان رکھا گیا ہے چنانچہ اس محاورہ کے لحاظ سے مسیح نے بھی ایک اپنے بزرگ حواری کو جس کو

انجیل میں اس واقعہ کی تحریر سے چند سطر ہی پہلے بہشت کی کنجیاں دی گئی تھیں، شیطان کہا ہے۔ پس یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ کوئی یہودی شیطان ٹھٹھے اور ہنسی کے طور پر حضرت مسیح کے پاس آیا ہوگا اور آپ نے جیسا کہ پطرس کا نام شیطان رکھا اس کو بھی شیطان کہہ دیا ہوگا۔ اور یہودیوں میں اس قسم کی شرارتیں بھی تھیں اور ایسے سوال کرنا یہودیوں کا خاصہ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سب قصہ ہی جھوٹ ہو عمداً یا دھوکہ کھانے سے لکھ دیا ہو۔

جواب۔ جب مرزا صاحب کا غیرت ایمانی سے ایسی تفسیر سننے سے بدن کانپتا ہے، کہ مسیح اور پھر شیطانی الہام، تو پھر تعجب ہے کہ آپ ورقوں کے ورق اسی مضمون پر مزہ لے کر نمک مرچ لگا کر اور کئی اعتراض اپنی طرف سے گھڑ کر کیوں سیاہ فرما رہے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں، چاہیے تھا کہ حضرت مسیح آواز مار کر یہودیوں کو شیطان دکھلا دیتے، کبھی لکھتے ہیں کہ جو فرقے شیطان کے وجود سے منکر تھے ان کو دکھلا دینا حضرت مسیح کا نشان ٹھہرتا، پھر رومی سلطنت کے معزز عہدہ دار شیطان کو پرواز کرتے ہوئے مشاہدہ کر کے حضرت مسیح کے پیرو ہو جاتے، مگر ایسا نہیں ہوا، وغیرہ۔

پس ایسی زبان درازی کرنی اور ایسے لغو و بے سروپا قصص ایک عالی شان نبی برگزیدہ بارگاہ رحمٰن کی تحقیر کے لکھنے میں سوائے سخط رب غیور حاصل کیا؟

مرزا صاحب کے اعتراضوں کا جواب ظاہر ہے کہ آیات طلبی پر مرزا صاحب خود تو انّما الآیات عند اللّٰہ (نشانیاں اللہ ہی کے پاس ہیں) پڑھ کر الگ ہو جاتے ہیں اور دوسروں اور سیدنا مسیح پر وہی اعتراض کہ ایسا کیوں نہ کیا، ویسا کیوں نہ کیا؟

پھر یہ بھی خیال نہیں فرمایا کہ کیا سیدنا مسیح، رومی سلطنت کے عہدہ داران و یہودیان کو کسی دنیوی غرض سے نشان دکھلانے کے لئے کسی عاشق دنیا کی طرح دن رات مریدین کی فراہمی کی فکر میں حیران تھے؟ معاذ اللہ انبیاء کا منصب ہے تبلیغ دین الٰہی بنظر خیر خواہی مخلوق، سو اگر کوئی قبول کرے اس کی خوش قسمتی ورنہ اس کے نصیب۔ مرزا صاحب براہ مہربانی اس برگزیدہ جماعت انبیاء کی پاک مبارک اعلیٰ اولیٰ وارفع اور خیر خواہی مخلوق الٰہی کے انتہائی درجہ کے حالات کا قیاس فریفتگان و دلدادگان دنیا کے حالات وخیالات پر نہ کریں کیونکہ انبیاء کی تمام ہمت ومحنت وکاروائی کی غلت غائی ہوتی ہے تبلیغ احکام الٰہی وحصول خوشنودی ورضائے رب العالمین، نہ کہ کسی دنیوی اموال و اولاد و چندوں کی اگراہی، جن کو دنیا دار بڑا کمال اور آسمانی جلال سمجھ کر بڑا ناز وفخر کرتے

ہیں، اشتہارات شائع کرتے ہیں اور اپنی فضیلت کا نشان و مدار کا رقرار دیتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں ان کے حق میں حکم موجود ہے:

انّما اموالکم و اولادکم فتنۃ (بے شک تمہارے مال واولاد فتنے ہیں)

قل لا اسئلکم علیہ اجراً (کہہ میں تم سے اس پر بدلہ یا اجرت نہیں مانگتا)

ایسی تفسیر سننے سے اگر آپ کا بدن کانپتا ہے تو پھر آپکو اس امر کے یقین ہونے کی، کہ یہ کوئی روحانی مکالمہ تھا جسکو دوسرے لفظوں میں خود ہی بدن کانپنے والا شیطانی الہام، کہنے کی کیا ضرورت اور حاجت تھی؟ یہ تو بظاہر وہی قدیمی عادت توہین وتحقیر مسیح اور اظہار فضیلت خود بدولت معلوم ہوتی ہے کہ خود بدولت کو تو نہیں لیکن سیدنا مسیح کو شیطانی الہام ہوا تھا گو انہوں نے قبول نہ کیا

مسیح کی مدح وثنا ومعجزات کا ذکر جو اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے اس پر غور فرمائیں:

و آتینا عیسی بن مریم البیّنات و ایّدناہ بروح القدس (اور دیا ہم نے عیسی بیٹے مریم کو بینات یعنی نشانیاں ظاہر اور تائید کی ہم نے اسکو ساتھ روح القدس کے)

اسمہ المسیح عیسی بن مریم وجیھاً فی الدّنیا والآخرۃ و من المقرّبین یکلّم النّاس فی المھد و کھلاً و من الصّالحین (نام اس کا مسیح، عیسی بیٹا مریم کا عزت والا دنیا اور آخرت میں، اور مقربوں سے ہے، باتیں کرتا لوگوں سے بیچ گود کے اور بڑی عمر کے، اور ہے نیکوں میں سے)

انّما المسیح عیسی بن مریم رسول اللّٰہ و کلمتہ القاھا الی مریم و روح مّنہ (سوائے اس کے نہیں کہ مسیح بیٹا مریم کا رسول، اللہ کا ہے، اور کلمہ اس کا ڈالا اس کو طرف مریم کے اور روح اسی کی طرف سے)

اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک و علی والدتک اذ ایّدتّک بروح القدس ۔ تکلّم النّاس فی المھد و کھلاً و اذ علّمتک الکتاب و الحکمۃ و التّوراۃ و الانجیل (جس وقت فرمایا اللہ نے اے عیسی بن مریم یاد کر میری نعمت جو تجھ پر اور تیری ماں پر ہے، جب میں نے تائید کی تیری ساتھ روح القدس کے۔ تو کلام کرتا تھا لوگوں سے بیچ گود کے اور بڑی عمر کے اور جب سکھائی تجھ کو حکمت اور توراۃ اور انجیل) و اذ تخلق من الطّین کھیئۃ الطّیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی و تبری الاکمہ و الابرص

باذنی واذ تخرج الموتی باذنی۔ واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبیّنات ۔ فقال الّذین کفروا منھم ان ھذا الّا سحر مّبین

(اور جب بناتا تھا تو مٹی سے مانند شکل جانور کے ساتھ حکم میرے کے، پس پھونکتا تھا تو بیچ اس کے، پس ہو جاتے تھے جانور ساتھ حکم میرے کے۔ اور تو اچھا کرتا تھا مادرزاد اندھوں کو اور برص والوں کو اور جب نکالتا تھا تو مردوں (اموات) کو میرے حکم سے اور جب روکا یعنی بنی اسرائیل کو تجھ سے جب لایا تھا تو ان کے پاس نشانیاں ظاہر پس کہا ان لوگوں نے جو منکر ہوئے ان میں سے، نہیں ہے یہ مگر جادو ظاہر)

گویا کہ جس طرح مرزا صاحب نے معجزات مسیح کو مسمریزم و عمل الترب کہا ہے اور ایسا ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے بینات کو کافروں نے ان ھذا الّا سحر مّبین کہا۔ اب مرزا غور فرماویں اور دیکھیں کہ سحر مبین کہنے والوں کے اقوال میں اور آپ کے مسمریزم عمل الترب کہنے میں کچھ فرق ہے؟

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۸ میں لکھا ہے:

یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح باذن وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے کہ الیسع کے درجہ کاملہ سے کم رہے ہوئے تھے

پھر مرزا صاحب نے لکھا ہے:

اگر یہ عاجز اس عمل کو قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

پھر مرزا صاحب نے صفحہ ۳۱۰ پر لکھا ہے:

جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع دفع کرنے کے لئے اپنی دلی ودماغی طاقتوں کو خرچ کرتا ہے وہ اپنی روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن وتزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح جسمانی بیماروں کو اس عمل کے ذریعے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے۔

جواباً عرض ہے کہ اس تحریر میں مرزا صاحب نے بہت زیادتی دلیری اور اسلامی احکام کی مخالفت کی ہے۔ اول کہا کہ قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے، اس کا کچھ ثبوت بیان نہیں کیا اور نہ کچھ ادلہ شرعیہ میں سے اس کے ثبوت میں لکھا ہے۔ اس پر کوئی دلیل بھی نہیں دی۔ یہ تو محض مرزا صاحب کا اپنا رائے وخیال ہے۔

دوم۔ سیدنا مسیح کو الیسع نبی کے درجہ کاملہ سے کم کہنے میں مرزا صاحب نے لا نفرّق بین احدٍ مّن رّسله (ہم رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے) اور ارشاد رسول اللہ ﷺ فی روایة عن ابی سعید لا تخیروا بین الانبیاء ۔ متفق علیه و فی روایة ابی هریره لا تفضلوا بین انبیاء اللّٰه (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ بڑھاؤ پیغمبروں کو ایک دوسرے سے، نہ فضیلت دو درمیان نبیوں اللہ تعالیٰ کے) کی صریح مخالفت کی ہے۔

سوم۔ مرزا صاحب نے خود ہی کہا کہ، باذن وحکم الٰہی اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔، پھر خود ہی اس اذن وحکم الٰہی والے عمل کو خود بدولت کا مکروہ وقابل نفرت سمجھنا بیان کیا ہے۔

چہارم۔ خود بدولت کی محض فضیلت میں اور انبیاء سے بھی قدم آگے رکھنے کے لئے لکھا ہے کہ عاجزان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

ازالہ اوہام صفحہ ۲ میں فرما چکے ہیں: میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔،

سبحان اللہ کیسا شان ہے۔

پنجم۔ برگزیدہ رسول اللہ سیدنا مسیح کو جو رحمت رحیم وکریم سے خاص ہدایت تبلیغ وتعلیم توحید کے واسطے اللہ کی طرف سے منصب نبوت پر مامور ہو کر تشریف لائے تھے ان کی نسبت کس جرأت وبے خوفی سے لکھا ہے کہ، ہدایت توحید دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ایسے کم رہے کہ قریب قریب ناکام رہے۔،

معاذ اللہ، تعجب یہ کہ خود ہی ازالہ اوہام صفحہ ۲ میں فرما چکے ہیں کہ:

مسیح ابن مریم نے انجیل میں توریت کا صحیح خلاصہ اور مغز اصلی پیش کیا تھا۔ مسیح صرف اسی کام کے لئے آیا تھا کہ توریت کے احکامات شد ومد کے ساتھ ظاہر کرے۔

پس جب مسیح اپنا فرض منصبی تبلیغ احکام الٰہی بقول مرزا شد ومد سے کر چکے تو پھر ناکامی کے کیا معنی؟ پھر مرزا نے توہین معجزات وغیرہ میں جو کچھ لکھا ہے اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے محض

خود بدولت کا مخالفت کے باعث خیال ہی خیال ہے۔لہذا غور فرماویں کہ آپ کے ایسے حقائق و معارف کوئی مسلمان متبع قرآن و اسلام کیونکر بلا دلیل شرعی مان کر آپ سے اتفاق کرسکتا ہے؟

نہایت افسوس یہ ہے کہ اللہ تو حضرت مسیح کو وجیھاً فی الدّنیا و الآخرۃ و من المقرّبین والصّالحین رسول اللّٰہ و کلمتہ (صاحب وجاہت دنیا وآخرت میں اور مقربین اور صالحین میں سے ،رسول ،اللہ تعالیٰ کا اور کلمہ اس کا) فرما کر ان کے کمالات مؤیّد بروح القدس معلّم الکتاب و الحکمۃ و التّوراۃ و الانجیل (مؤید ساتھ روح القدس کے معلم کتاب و حکمت وتوراۃ وانجیل کا) ہونے کے اور ان کے معجزات کے خلق میں من الطّین کھیئۃ الطّیر باذنہ و نفخ فیھا باذنہ ۔ابرء الاکمہ و الابرص باذنہ ۔اخرج الموتی باذنہ وغیرہ بینات کی قرآن مجید میں تعریف فرماوے،اور رسول اللہ ﷺ فرماویں:

من شھد ان لا الہ الّا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و انّ محمّداً عبدہ و رسولہ و انّ عیسی عبد اللّٰہ و رسولہ و ابن امّہ کلمۃ القاھا الی مریم و روح مّنہ و الجنّۃ و النّار حقّ ادخلہ اللّٰہ الجنّۃ علی ما کان من العمل ۔ متفق علیہ (جس نے گواہی دی کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اکیلا ،نہیں کوئی شریک اس کا اور یہ کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے،اور یہ کہ عیسیٰؑ بندہ اور رسول اس کا ،اور اس کی لونڈی کا بیٹا ،اور کلمہ اس کا ہے کہ ڈالا اس کو طرف مریمؑ کے اور روح اس کی طرف سے، اور یہ کہ جنت اور دوزخ حق ہیں ،داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بہشت میں اس کے عمل کے مطابق)

اور مرزا صاحب بدعوی اسلام ان فضائل فرمودہ خدا و رسول کی مخالفت وحقارت کریں ۔

پھر رسول اللہ ﷺ فرماویں کہ کل بنی آدم کے اجساد کو ولادت کے وقت شیطان مسّ کرتا ہے لیکن عیسیٰؑ بن مریم کے جسد کو اس نے مسّ نہیں کیا جیسا کہ حدیث میں فرمایا:

کلّ بنی آدم یطعن الشّیطان فی جنبہ باصبعیہ حین یولد غیر عیسی ابن مریم ذھب یطعن فطعن فی الحجاب ۔ متفق علیہ ۔

اب دیکھئے اللہ نے تو طفلی میں بھی ان کی ایسی حفاظت مسّ شیطان سے فرمائی اور مرزا ان کے ایسے مثیل ومشابہ بنے ہیں کہ ان کی جوانی ورشد میں ان کو شیطان کا الہام کرنا ،ان کے پاس آنا ،ان کو پہاڑ پر لے جانا ،بے سروپا لغوفضول وبے سند قصص کی بنیاد پر اس کے واسطے ثابت

کرتے ہیں۔ بھلا اس میں حاصل و فائدہ کیا؟ اور اسلام ومخلوق خدا کی اس میں کیا بہتری ہے؟

پھر مرزا صاحب کو کبھی یقین، کبھی خیال، کبھی قرین قیاس، کبھی احتمال، تھا، اور بدن کا کانپنا، لوگوں کو خوش کرنے کو۔ علاوہ براں تو پھر ان بے بنیاد احتمالات خیالات وقیاسات پر اس بے بنیاد قصہ پر طول طویل بحث کرنی اور اوراق لکھ کر تضیع اوقات کرنے کی کیا ضرورت؟ مومن کی تو ہرگز شان نہیں کہ فضول اور لغو بے بنیاد امر میں مصروف ہو خصوصاً جس سے انبیاء واصحاب انبیاء کی توہین وتحقیر کا خواہ نخواہ مرتکب ہو کر مجرم بنے۔

موجودہ اناجیل مسیح کی اناجیل نہیں

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۴ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

کیونکہ یہ انجیلیں حضرت مسیح کی انجیلیں نہیں ہیں اور نہ ان کی تصدیق شدہ ہیں بلکہ حواریوں نے یا کسی اور نے اپنے خیال اور عقل کے موافق لکھا ہے اسی وجہ سے ان میں باہمی اختلاف ہے لہذا کہہ سکتے ہیں کہ ان خیالات میں لکھنے والوں سے غلطی ہو گئی۔

جواب۔ جب یہ خیال ہے کہ نہ انجیلیں اصلی، نہ تصدیق شدہ اور پھر اختلاف سے پر، تو پھر ان کی شہادت پر ایسے بے سروپا قصص لکھ کر بلکہ بدعوی مسلمانی اپنی طرف سے نئے نئے اعتراض تراش کر ایک عالی شان نبی اور اس کے اصحاب کے حق میں برا بھلا کہہ کر خلاف قرآن مجید وحدیث شریف توہین وتحقیر کرنی مرزا صاحب جیسے صاحب علم وفضل وحقائق ومعارف مسیحیت مجددیت مہدویت امام الزمانی بلکہ بعض انبیاء سے افضلیت کے دعویدار کا ہی کام ہے۔

انجیل نویسوں کی غلطی کہ مسیح صلیب پر فوت ہوئے

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۵ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

جیسا کہ یہ غلطی ہوئی کہ انجیل نویسوں میں سے بعض نے گمان کیا کہ گویا حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے ہیں۔

جواب۔ خود بدولت مرزا قادیانی بھی ان کی حیات کے کب قائل ہیں؟ آپ بھی تو

ان کی موت اوران کی قبر کی کھوج لگانے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ قرآن میں اللہ تعالی ان کی صلیب وقتل کی صریح نفی کر کے فرماتا ہے:

و ما قتلوه و ما صلبوه و لکن شبّه لهم و انّ الّذین اختلفوا فیه لفی شکٍ مّنه ما لهم به من علم الّا اتّباع الظّنّ و ما قتلوه یقینا بل رّفعه اللّه الیه و کا ن اللّه عزیزاً حکیماً ۔ ہرگز اس کو قتل نہیں کیا اور نہ صلیب پر مارا لیکن ایک شبیہ ان کو ملا اور جو اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ شک میں ہیں اس کا کچھ علم ان کو نہیں صرف ظن کا اتباع کرتے ہیں اور ان کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اٹھا لیا اپنی طرف اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

عزیزاً حکیماً کا ارشاد ظاہر معلوم ہوتا کہ اس لئے فرمایا کہ مرزا صاحب وغیرہ جیسے لوگ فلسفیانہ مذاق سے اوران کے رفع اللّه الیه میں اپنے من گھڑت وتراشیدہ خیالات سے حیل وحجت اور چون و چرا کرتے وقت اس ارشاد خداوندی کی عظمت کا خیال کر کے ایسے توہمات واہیات سے باز رہیں لیکن باوجود اس صریح آیت شریفہ کے مرزا صاحب پھر بھی ان کو خواہ مخواہ صلیب پر چڑھا کر ان کے زخموں کی مرہم کے نسخے مشتہر فرما رہے ہیں اور مہربانی سے اس قدر کہتے ہیں کہ، صلیب پر فوت نہیں ہوئے لیکن زخمی ہوئے اور بعد میں فوت ہوئے ،۔ گویا صلیب پر چڑھانے میں تو مرزا صاحب اور انجیل نویس متفق ہیں، فرق اس قدر ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ صلیب پر فوت ہوگئے اور آپ کہتے ہیں کہ صلیب پر زخمی ہوئے اور بعد میں فوت ہوئے ۔ گویا فوت ہونے میں بھی اتفاق ہے، پھر مرزا صاحب ان پر اس خفیف سے اختلاف پر اعتراض کیوں کرتے ہیں؟

مرزا صاحب سیدنا مسیح کا صلیب پر میخوں سے زخمی ہونا بیان کر کے اس کے ثبوت میں مرہم عیسی کا نسخہ جو پیش کرتے ہیں اس سے تعجب ہوتا ہے کہ باوجود دعوی اسلام آپ قرآن کی آیات کو کس اعتقاد و نظر سے دیکھتے ہیں؟ کیا مرزا یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر مسیح یہودیوں کے قابو میں آکر صلیب پر چڑھائے گئے تو قرآن کی آیات و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنک (اور جب کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تم پر دست اندازی کرنے سے روکا)۔ اذ ایّد تّک برو ح القدس (جب ہم نے روح القدس سے تیری مدد کی) کے کیا معنی ہوئے اور کیسا ظہور ہوا؟ کیونکہ اذ کففت صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہود کا کسی طرح کا قابو و ہاتھ آپ پر نہیں پڑا ۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کو وہ قادر قدیر خود بند کرے اور روکے تو اس کے مقابل عاجز مخلوق کی کیا مجال کہ اس کو کھول کر دست درازی سے کسی قسم

کا ضرر پہنچا سکے چنانچہ موضح القرآن میں شاہ عبدالقادرؒ نے بھی اس آیت کے یہی معنی لکھے ہیں: بنی اسرائیل کو روکا تجھ سے یعنی قتل کرنے نہ دیا۔ اور ایسا ہی ایّدتک بروح القدس کی تائید بھی اسی امر پر دال ہے ورنہ تائید و نزول روح القدس تو جملہ انبیاء پر ہوتا ہی رہا ہے اس جگہ خصوصیت سے ارشاد و اظہار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر اگر میخوں سے زخمی بھی ہو گئے تو ارشاد و مطھّرك من الّذین کفروا (اور پاک کرنیوالا ہوں تم کو کافروں سے) کا کیا ظہور ہوا؟ کیونکہ طہارت ایمانی و اعتقادی تو عام مومنوں کو بھی دوسرے کفار سے حاصل ہے۔ اسی طرح آیت و السّلام علیّ یوم ولدتّ و یوم اموت و یوم ابعث حیّاً (اور مجھ پر اللہ کی امان جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مرونگا اور جس دن میں زندہ اٹھا کر کھڑا کیا جاؤنگا) دلالت کرتی ہے کہ ان کو زخم میخوں صلیبی موت وغیرہ کی ایذاء سے بفضلہٖ تعالی بالکل سلامتی رہی ہے۔ پس ان آیات سے صاف ثابت وظاہر ہے کہ بد بخت یہودیوں نے مسیح کی ایذا رسانی توہین تحقیر کی کوشش تو بہت کی لیکن اللہ قادر مطلق حافظ و ناصر نے کفار کے منصوبے و تدابیر کو بند و ناکام کر کے یہود کی دست برد سے مسیح کو پاک صاف بچا کر تائید فرما کر بامن و امان اپنی طرف اٹھا لیا جیسا کہ قدیمی اسلامی اعتقاد و مسئلہ ہے اور مرزا صاحب کا اس کے مخالف بیان کرنا صریحاً بے دلیل و خودغرضی اور بے وقری کلام الٰہی ہے جس سے اللہ ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین۔ ان آیات کی تفسیر میں مفسروں نے اور بھی بہت کچھ لکھا ہے لیکن جو معنی یہاں لئے ہیں وہ بھی معتمد و معتبر تفاسیر میں موجود ہیں۔

حواریوں کی غلطیاں، حالات ناقصہ، موٹی عقل

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

> ایسی غلطیاں حواریوں کی سرشت میں تھیں کیونکہ انجیل ہمیں خبر دیتی ہے کہ ان کی عقل باریک نہ تھی ان کے حالات ناقصہ کی خود مسیح گواہی دیتے ہیں کہ وہ فہم اور درایت کی قوت میں بھی کمزور تھے۔

جواب۔ بقول مرزا جب انجیل اصلی نہیں اور نہ تصدیق شدہ اور اختلافات علاوہ براں، پھر اس کی شہادت پر اعتبار کرنا اور اس کو مسیح کی گواہی قرار دینا کس فہم و فراست و درایت کا کام ہے اور پھر ایسے مومنین اصحاب مسیح کے حق میں جن کی نسبت قرآن کی شہادت من انصاری الی اللّٰہ (کوئی ہے جو اللہ طرف سے ہو کر میری مدد کرے) فرمانے پر ان مومنین نے کہا:

قا ل الحوا ریّو ن نحن ا نصار اللّٰه آ منّا با للّٰه و اشهد با نّا مسلمو ن ۔ ر بّنا آ منّا بما انز لت و اتّبعنا الرّسو ل فا کتبنا مع الشّا ھد ین

(حواریوں نے جواب دیا کہ اللہ کے طرف دار ہم ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیے کہ ہم تابعدار ہیں۔ اے رب ہمارے ایمان لائے ہم ساتھ اس کے جو اتارا تو نے اور تابعداری کی ہم نے رسول کی۔ پس تو ہم کو ان کے تصدیق کرنے والوں میں لکھ رکھ)

اب دیکھئے اللہ جل شانہ تو ان بزرگوں کی کیسی تعریف فرماتا ہے اور مرزا صاحب ان کی کیسے کیسے الفاظ میں دلیرانہ توہین وتحقیر کرتے اور برا بھلا کہتے ہیں، توجہ وغور فرماویں۔ کیا یہ ہی مرزا صاحب کے فضل وکمال وحقائق ومعارف کا نتیجہ ہے؟

پاکوں کے دل میں شیطانی خیال مستحکم نہ ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

بہرحال یہ سچ ہے کہ پاکوں کے دل میں شیطانی خیال مستحکم نہیں ہوسکتا اور اگر کوئی تیرتا ہوا سرسری وسوسہ ان کے دل کے نزدیک آ ہی جائے تو جلدتر وہ شیطانی خیال دور اور دفع کیا جاتا ہے اور ان کے پاک دامن پر کوئی داغ نہیں لگتا۔

جواب۔ سچ ہے پاکوں کا تو ایسا ہی حال ہے لیکن مرزا صاحب خود بدولت کی طرف خیال فرماویں کہ سالہاسال تک غلطیوں کی خبر ہی نہیں ہوتی جیسا خود ایام الصلح میں اقبال فرمایا ہے جس کا دوسری جگہ ذکر ہوا ہے۔

شیطان کا مسیح کے دل میں وسوسہ ڈالنے کا ارادہ کرنا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور ممکن ہے کہ شیطان لعین نے حضرت مسیح کے دل میں اس قسم کے خفیف وسوسہ ڈالنے کا ارادہ کیا ہو اور انہوں نے قوت نبوت سے اس وسوسہ کو دفع کردیا ہو، اور ہمیں یہ کہنا اس مجبوری سے پڑا ہے کہ یہ قصہ صرف انجیلوں میں ہی نہیں بلکہ ہماری احادیث صحیحہ

میں بھی ہے ...(جیسا کہ لکھا ہے) شیطان، عیسیٰؑ کے پاس آیا اور کہا کیا تو گمان نہیں کرتا کہ تو سچا ہے۔ اس نے کہا کیوں نہیں۔ شیطان نے کہا اگر یہ سچ ہے تو اس پہاڑ پر چڑھ جا اور پھر اس پر سے اپنے تئیں نیچے گرا دے۔ حضرت عیسیٰؑ نے کہا تجھ پر واویلا ہو، کیا تو نہیں جانتا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ اپنی موت کے ساتھ میرا امتحان نہ کر کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

جواب۔ مرزا صاحب ایسے صاحب حوصلہ ہیں کہ باوجود ایسے قصص سے بدن کا نپنے کے بھی اس مضمون سے سیر نہیں ہوتے اور بس نہیں کرتے۔ طرح طرح کے خیالات و جزئیات نکال کر شوق سے لکھتے چلے جاتے ہیں اور ماخذ وہی کتب جو اصلی نہیں اور آپ کو ان پر اعتماد بھی نہیں۔ بہرحال عاجز کو ان بے ثبوت قصص سے کچھ تعلق نہیں..۔ اس تمام ادھیڑ بن و جانکاہی سے مقصد تو مرزا صاحب کا صرف اظہار فضیلت خود ہے اور وہ بھی عادت کے سبب اور محض توہین و تحقیر حضرت مسیح کے لئے جو کسی مومن کے شایان حال نہیں لہذا یہ سب کچھ مرزا صاحب ہی کا حصہ سمجھ کر عاجز تو توہین و تحقیر انبیا و اصحاب انبیاء کو گناہ جانتا ہے اور ارشاد و من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه پر کاربند ہونا سعادت۔

❁ مجبوری سے کہنے کے کیا معنی۔ معاذ اللہ کسی نے مرزا صاحب کو دھمکایا یا جبراً حکم دیا ہے کہ آپ حضرت مسیح اور ان کے اصحاب پر طرح طرح کے اعتراض کر کے ان سب کی توہین و تحقیر کریں؟ معاذ اللہ ہرگز نہیں۔ یہ تو بظاہر مرزا صاحب کا نفس اور وہی وسوسہ ڈالنے والا آپ کو مجبور کرتا ہے جس کے مغالطہ پر آپ کو نظر و توجہ نہیں۔

❁ فن حدیث میں بھی مرزا صاحب کی دسترس اور مہارت و کمال کا حد و حساب نہیں۔ چنانچہ آپ نے جو حدیث صحیح کر کے لکھی ہے وہ صرف قول ابو ہریرہؓ کا ہے اور انہی تک موقوف ہے اوپر جناب رسول اللہ ﷺ تک نہیں پہنچتا۔ اسی کو حدیث صحیح کہہ دیا ہے گویا معلوم ہی نہیں کہ صحیح، حسن، منقطع، مرسل، موقوف کس کو کہتے ہیں۔ پھر راویوں میں آپ ہمیشہ عیینہ کو عینیہ ہی فرماتے اور لکھتے بھی ایسا ہی ہیں چنانچہ اس روایت بھی ویسا ہی لکھا ہے۔ یہ مرزا صاحب کا فضل و کمال ہے۔

نزول جبریل

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۶ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اب ظاہر ہے کہ شیطان ایسی طرز سے آیا ہوگا جیسا کہ جبریل، پیغمبروں کے پاس آتا ہوگا کیونکہ جبریل ایسا تو نہیں آتا جیسا انسان کسی گاڑی میں بیٹھ کر یا کسی کرایہ کے گھوڑے پر سوار ہوکر اور پگڑی باندھ کر اور چادر اوڑھ کر آتا ہو، بلکہ اس کا آنا عالم ثانی کے رنگ میں ہوتا ہے۔

جواب ۔ یہ تو ہرگز قرین قیاس نہیں کہ ایک مردود ذلیل لعین جس کو تکبر نا فرمانی و انا خیر منہ پر بارگاہ عالی جناب سے و انّ علیک لعنتی الی یوم الدّین (اور روز جزا تک تجھ پر میری پھٹکار) کا عتاب ہو، اور دوسرا جو مقبول اور معزز اور موصوف باوصاف ومخاطب بخطاب رسول کریم ذی قوّۃٍ عند ذی العرش مکین مطاعٍ ثمّ امین (پیغام پہنچانے والا، بزرگ قوت والا نزدیک صاحب عرش کے مرتبہ والا، کہا مانا گیا اس جگہ باامانت) ہو، پھر ان دونوں کا آنا ایک جیسا ہو، ظاہر ہے کہ یہاں بھی ایک متکبر، اکڑ باز مختال فخور (تکبر اور فخر کرنیوالا) کی رفتار و آنا اور ایک غریب مسکین ارشاد و عباد الرحمن الّذین یمشون علی الارض ھوناً و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً (اور بندے رحمان کے وہ ہیں کہ چلتے ہیں اوپر زمین کے آہستہ اور جس وقت بات کرتے ہیں ان سے جاہل تو کہتے ہیں کہ سلام ہے) کو بسر وچشم قبول کرکے اس پر عمل کرنے والے کی رفتار و آنا کب یکساں ہوتا ہے؟ فکر وغور فرمائیں کہ آپ کے منہ سے اب کیسی باتیں نکلنی شروع ہوگئی ہیں اور ان کا کیا سبب ہے۔

❁ مرزا قادیانی فرماتے ہیں، کہ جبریل انسان کی طرح گاڑی میں بیٹھ کر یا کسی کرایہ کے گھوڑے پر پگڑی باندھ کر اور چادر اوڑھ کر نہیں آتا۔ انتہی ۔ لیکن سیدنا عمرؓ وابو ہریرہؓ تو فرماتے ہیں کہ جبریل نہایت سفید لباس میں اور بہت سیاہ بالوں والے جن پر سفر کا اثر نہ تھا، اور ہم میں سے کوئی اور پہنچانتا نہ تھا، ہمارے سامنے آکر رسول اللہ ﷺ کے زانو بزانو بیٹھ گئے اور باتیں کرتے رہے اور ہم تعجب کرتے رہے جیسا کہ بخاری مسلم کے حوالہ سے مشکوۃ میں کتاب الایمان میں ہے:

عن عمر بن الخطاب قال بینما نحن عند رسول اللّٰہ ﷺ ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثّیاب شدید سواد الشّعر لا یری علیہ اثر السّفر ولا یعرفہ منّا احد حتّی جلس الی النّبیّ ﷺ فاسند رکبتیہ الی رکبتیہ و وضع کفّیہ علی فخذیہ و قال یا محمد

اخبرنی عن ا لاسلام ۔ قا ل ا لاسلا م ان تشھد ان لا الہ ا لّا اللّٰہ و ان محمّداً رسول اللّٰہ و تقیم الصّلوۃ و تؤتی الزّکوۃ و تصوم رمضان و تحجّ البیت ان استطعت الیہ سبیلاً ۔ قال صدقت۔ فعجبنا یسأله و یصدقہ ۔ قال فا خبرنی عن الایمان۔ قال ان تؤمن با للّٰہ و ملا ئکتہ و کتبہ و رسلہ و الیوم الآخر و تؤمن بالقدر خیرہ و شرّہ ۔ قال صدقت۔ قال فاخبر نی عن الاحسا ن۔ قال ان تعبد اللّٰہ کا نّک تراہ فان لم تکن ترا ہ فا نّہ یرا ك۔ قال فاخبرنی عن السّا عۃ۔ قال ما المسئول عنھا باعلم من السّا ئل ۔ قال فا خبرنی عن امارا تھا۔ قا ل ان تلد الامۃ ر بّھا و ان تر ی الحفا ۃ العرا ۃ .. رعاء الشا ء یتطاولو ن فی البنیان ۔قال ثم انطلق فلبثت ملیا ثمّ قال لی یا عمر اتدری من .. السائل قلت اللّٰہ و رسولہ اعلم۔ قا ل فانّہ جبرائیل اتا کم یعلّمکم د ینکم ۔ (روایت ہے عمرؓ سے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے کہ ظاہر ہوا ہم پر ایک شخص نہایت سفید کپڑوں اور سیاہ بالوں والا جس پر سفر کا اثر نہ معلوم ہوتا تھا اور نہ اس کو ہم سے کوئی پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ بیٹھ گیا حضرت رسول کریم کے پاس زانو بزانو اور رکھا اپنی ہتھیلیوں کو اس کی رانوں پر اور فرمایا اے محمد ﷺ مجھے بتاؤ اسلام کیا ہے ۔فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ،اور محمد، اللہ کا رسول ہے ۔ اور قائم رکھے نماز اور دیوے زکوۃ اور روزے رکھے رمضان کے اور حج کرے اللہ کے گھر کا اگر زادراہ کی طاقت ہو ۔سائل نے کہا کہ آپ نے سچ کہا۔ پس تعجب ہوا ہم کو اس کے پوچھنے اور تصدیق کرنے پر۔ پھر کہا ایمان کیا ہے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تو مانے اللہ کو اس کے فرشتوں کو اس کی کتابوں کو اس کے رسولوں کو، آخرت کے دن کو۔ اور ایمان لاوے تو ساتھ قدر خیر اور شر کے ۔سائل نے کہا کہ آپ نے سچ کہا۔ پھر سائل نے پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہ کہ تو عبادت کرے اللہ کی گویا تو اس کو دیکھتا ہے ۔اگر تو اس کو نہیں دیکھتا پس تحقیق وہ تجھ کو دیکھتا ہے ۔ پھر سائل نے کہا کہ مجھے خبر دیں قیامت کی ۔فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مسئول سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر سائل نے پوچھا کہ اس کی نشانیاں بتاؤ۔ فرمایا نبی ﷺ نے کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور یہ کہ دیکھے تو برہنہ پا اور

ننگے بدن والوں بھوکوں بکریاں چرانے والوں کو بڑائی کرنے والے ۔ پھر سائل چلا گیا۔ تھوڑی دیر گذری تو نبی ﷺ نے فرمایا، اے عمرؓ کیا تجھے معلوم ہے کہ سائل کون تھا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول کا بہت جانتا ہے ۔فرمایا کہ یہ جبریل تھا۔ اسلئے تمہارے پاس آیا تا کہ سکھلا وے تمہیں دین تمہارا)

پھر رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ کبھی فرشتہ بشکل انسان متمثل ہوکر مجھ سے کلام کرتا ہے جیسا اس حدیث میں ہے:

عن عائشه انّ الحارث بن هشام سأل رسول اللّه کیف یأتیک الوحی۔ فقال رسول اللّه ﷺ احیاناً یأتینی مثل صلصلة الجرس و هو اشدّه علیّ فیفصم عنی وقد وعیت عنه ما قال و احیاناً یمتمثل لی الملک رجلاً فیکلّمنی فاعی ما یقول۔ قالت عائشه ولقد رأیته ینزل علیه الوحی فی الیوم الشّدید البرد فیفصم عنه وان جبینه لیتفصّد عرقاً متفق علیه ۔(بخاری:۲)

پھر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ یوم احد ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دائیں بائیں دو آدمی جن پر سفید لباس تھا سخت جنگ میں مصروف تھے کہ ہم نے پہلے اور بعد ان کو نہیں دیکھا۔یعنی جبریل ومیکائیل ۔جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

عن سعد بن ابی وقاص قال رأیت عن یمین رسول اللّه ﷺ و عن شماله یوم احد رجلین علیهما ثیاب بیض یقاتلان کاشدّ القتال ما رأیتهما قبل و لا بعد یعنی جبریل و میکائیل۔ متفق علیه ۔(میں نے رسول اللہ ﷺ کے دائیں بائیں احد کے روز دیکھے دوشخص جن پر سفید پوشک تھی سخت لڑائی کرتے ہوئے ۔ میں نے ان کو پہلے اور بعد میں نہیں دیکھا۔یعنی جبریل ومیکائیل)

و عن ابن عباس قال بینما جبریل قاعد عند النّبیّ ﷺ سمع نقیضاً من فوقه فرفع رأسه فقال هذا باب من السّماء فتح الیوم لا یفتح قط الّا الیوم فنزل منه ملک فقال هذا ملک نزل الی الارض لم ینزل قط الّا الیوم فسلّم فقال ابشر بنورین اوتیتهما لم یوتهما نبیّ قبلک فاتحه الکتاب و خواتیم سورة البقره لن

تقرأ حرف منهما الّا اعطیته (ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ہمارے روبرو جبریل بیٹھے تھے نبی ﷺ کے پاس، اوپر سے آواز آئی۔ پس اس نے سر اٹھایا اور کہا کہ یہ دروازہ آسمانوں میں سے آج کھولا گیا ہے، آج کے سوا ہرگز نہیں کھلا۔ پس اترا اس میں سے ایک فرشتہ۔ فرمایا کہ وہ فرشتہ اترا ہے طرف زمین کے کہ کبھی نہیں اترا سوائے آج کے۔ سلام کہا فرشتہ نے اور کہا میں خوش خبری دیتا ہوں دو نوروں کی جو آپ کو دیئے گئے، کسی نبی کو پہلے نہیں ملے، اور وہ سورۃ فاتحہ اور خاتمہ سورۃ بقرہ ہیں۔ نہیں پڑھا جاتا کوئی حرف ان میں سے مگر کہ عطا ہوتا ہے)

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ کرایہ کے گھوڑے پر سوار نہیں ہوتا، اس سے امید ہوتی ہے کہ آپ کو کرایہ کے گھوڑے سے انکار ہے ان کے اصلی اپنے گھوڑے سے انکار نہیں۔ بہرحال اس کی نسبت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبریل ہیں اپنے گھوڑے کی عنان تھامے ہوئے معہ سامان حرب کے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

انّ النّبیّ ﷺ قال یوم بدر ھذا جبریل اخذ براس فرسه علیه اداة الحرب، رواہ البخاری (نبی ﷺ نے بدر کے دن فرمایا یہ جبریل ہے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اور اس پر لڑائی کا سامان ہے)

مرزا صاحب اب غور فرمائیں کہ آپ اب بھی جبریل کا گھوڑے پر آنا قبول کرتے اور مانتے ہیں یا نہیں؟ یا اب بھی فرماتے رہیں گے کہ جبریل کا ہیڈ کوارٹر آفتاب ہی ہے۔

سابقاً جو حدیث شریف ذکر ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فاخذنی فغطنی (ای ضغطنی و ضمنی و عصرنی) یعنی معانقہ میں گلے اور چھاتی سے لگا کر زور سے گھونٹا اور بھینچا، جس سے آپ ﷺ فرماتے ہیں حتّی بلغ منی الجھد تو کیا اس وقت آفتاب بھی جبریل کے ساتھ ہی غار حرا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا؟ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ یہ بھی ضرور بیان فرماتے جیسا کہ اور کل حال مفصل بیان فرمایا ہے۔ اور پھر قرب آفتاب سے گرمی و حرارت کے سبب اس خطہ کا جو اول ہی بہت گرم ہے کیا حال ہوتا؟

ایسا ہی اور بھی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام نے نزول ملک بچشم خود دیکھا جیسا کہ حدیث میں ہے عن ابن عباس انّی رأی جبریل مرّتین۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے جبریل کو دو مرتبہ دیکھا ہے اور آوازیں سنیں اور جبریل کے سوط اور گھوڑے کی آواز سنی چنانچہ جبریل کا اپنے گھوڑے کو اقدم حیزوم کہتے سنا۔ حیزوم، جبریل کے گھوڑے کا نام ہے۔

صحابہ و دیگر بزرگان عظام سے جو جلیل الشان تھے ایسا مروی ہونا کیا تعجب ہے جب عاجز ناچیز ہیچ میرز جیسے نالایق نے بھی عالم رؤیا میں دو دفعہ اس کو بصورت انسان مختلف ہیئت میں ایک دفعہ آسمان سے نازل ہوتے اور ایک دفعہ باہر سے آکر اپنے گھر میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔ اب غور فرماویں کہ غریب مسلمان متبع قرآن مجید، مرزا کی بات مخالف و مقابل ارشاد رسول اللہ ﷺ وصحابہ کرام جو چشم دید واقعہ اور اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کیوں کر سنیں اور قبول کریں۔

مسلمانوں کو اپنے دینی احکامات و ہدایات جن کو وہ بموجب ارشاد الیوم اکملت لکم دینکم و رضیت لکم الاسلام دیناً کے کامل مکمل سمجھتے اور یقین کرتے ہیں ان کی ترمیم و تنسیخ اور ان میں کسی کی کسی طرح کی بھی مداخلت قیامت تک بھی ان کو گوارا نہیں اور نہ وہ انشاء اللہ کبھی سنیں گے۔ سرسید بہ بالقابہ نے اگرچہ خیرخواہی و خدمت کی جب کہ ڈاکٹر ہنٹر بالقابہ کی کتاب انڈین مسلم لکھنے پر مسلمانوں خصوصاً اہل حدیث پر پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو سرسید نے سینہ سپر ہو کر ایک کتاب لکھی جس میں ڈاکٹر ہنٹر کی اغلاط و غلط فہمی مفصل بیان کر کے ولایت میں پیش کی تو اس پر فوراً پکڑ دھکڑ اور سوءظنی نسبت مسلمین موقوف ہو گئی، باوجود اس خدمت و خیرخواہی کے بھی جب سرسید نے اسلامی مسائل میں کچھ مداخلت کر کے خلاف متقدمین تفسیر وغیرہ تحریر کی تو دیکھئے مسلمان کس قدر افروختہ ہو کر ان کے مخالف ہوئے اور ان کی تفسیر پر کس قدر ردّ لکھے۔ لیکن سرسید نے مرزا صاحب کی طرح کبھی مخالفوں مسلمانوں کو برا بھلا سخت سست نہیں کہا اور خود بدولت سے سرسید جیسی خدمت تو کہاں بلکہ ان تمام مسلمانوں کو آئے دن اپنی طرف سے خونی مہدی، خونی مسیح کا منتظر ٹھہرا کر اور صرف خود بدولت و جماعت چند مریدین کو خیرخواہ سرکار قرار دے کر دوسرے تمام مسلمانوں کو جو آپ کے دعاوی قبول نہیں کرتے ان کو پکڑوانے اور سزا دلوانے کے لئے درخواستیں بھیجتے رہتے ہیں، سو خدانخواستہ سرکار دور اندیش معاملہ فہم و زیرک اور لوگوں کے ذاتی خود غرضانہ مقاصد سے واقف نہ ہو تو مرزا صاحب کے کہنے اور واویلا پر تمام مسلمانوں روئے زمین کو پھانسی دے کر برباد کر دے اور جو مرزا صاحب کی مسیحائی پر ایمان نہ لاوے اس کے لئے قانون سزا مقرر کر دے۔ تب مرزا صاحب راضی ہوں۔ پس جب مرزا صاحب کی خیرخواہی مسلمانان کی نسبت یہ ہے تو پھر مسلمانان مرزا صاحب کی ترمیم تنسیخ و بے جا مداخلت دینی ہدایات و احکامات کو کیوں اور کب سننے لگے: ایں خیال است و محال است و جنون

مرزا صاحب اس خیال میں نہ رہیں کہ مسلمان ہمارا مجرد دعوی زبانی خادم اسلام ہونے کا

سن کر ہماری بات مان لیں گے اور فریفتہ ہو جائیں گے ایسا ہرگز نہیں ہوگا انشاء اللہ۔ آپ ناحق تکلیف اٹھاتے پھرتے ہیں بہتر ہے ترمیم و تنسیخ مسائل سے باز آئیں۔

سب کو معلوم ہے کہ ہدایات ہادی اسلام و فرمان رسول ﷺ چیستاں نہیں ہیں، صاف صاف کھلے کھلے موافق محاورہ بول چال اور مروجہ عوام الناس کے ہیں تا کہ عام مخلوق الٰہی اس کو سمجھ کر دینی فائدہ اٹھاویں اور ہدایت پاویں پھر ان صریح دینی احکامات و ہدایات میں خواہ مخواہ اپنے حقائق و معارف کی ٹانگ اڑا کر دینی فضیلت اور علم جتلا کر مخلوق الٰہی خصوصاً غریب مسلمانوں کو ان کے پرانے مسلّمہ و متقبولہ اعتقادات و خیالات سے اکھاڑنے اور اپنے نوتراشیدہ خیالات کی طرف پھیرنے کی کوشش سے حیران و متردد و متفکر کرنے کی کیا ضرورت و کیا حاجت ہے؟

ظہور و وساوس شیطانی

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

پھر شیطان جو کم تر و ذلیل تر ہے کیونکر انسانی طور پر کھلے کھلے آ سکتا ہے۔

جواب۔ اگر شیطان ایسا کمتر و ذلیل تر ہے تو مرزا اس کے آنے کو ایک عالی معزز بارگاہ رحمان جبریل کے آنے کے ساتھ ہم پلہ مساوی و مشابہ کیوں کر اور کس دلیل سے کہتے ہیں؟

پھر صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے حفظ زکوۃ رمضان یعنی صدقہ فطر پر مقرر فرمایا تو ایک دن کوئی آ کر اس طعام سے مٹھی بھرنے لگا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھ کو رسول اللہ ﷺ تک لے چلوں گا۔ وہ کہنے لگا میں محتاج عیال دار ہوں اور سخت حاجت مند ہوں۔ اس پر میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ مجھ کو نبی ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ گذشتہ شب والا اسیر کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے حاجت شدید اور عیال داری کی شکایت کی، میں نے اس پر رحم کر کے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے تجھ کو جھوٹ کہا وہ پھر آئے گا۔ میں منتظر رہا وہ پھر آیا اور طعام سے مٹھی بھر رہا تھا کہ میں نے اس کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے کو کہا، تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دے میں محتاج عیال دار ہوں پھر نہیں آؤنگا۔ پھر میں نے رحم کر کے چھوڑ دیا۔ پھر صبح اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرما کر وہی فرمایا۔ پھر میں منتظر تھا کہ وہ آئے گا۔ پھر وہ آ کر طعام لینے لگا۔ پھر میں نے اس کو پکڑ کر رسول اللہ

ﷺ تک پہنچانے کا کہا، تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تم کو کلمات بتا تا ہوں اللہ ان سے تجھ کو نفع دے گا۔ جب تم اپنے بستر پر سونے لگو تو آیت الکرسی پڑھو، ہمیشہ اللہ کی طرف سے تم پر حفاظت ہو گی اور شیطان تمہارے نزدیک نہیں آئے گا حتی کہ فجر ہو۔ پھر میں نے اس کو جانے دیا۔ صبح کو پھر مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ویسا ہی دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھے کلمات سکھلائے جن سے اللہ مجھے نفع دیوے۔ فرمایا اس نے سچ کہا اگرچہ وہ جھوٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ یہ تین رات باتیں کرنے والا کون تھا۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا یہ شیطان تھا۔

پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی فتوح الغیب میں فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں شیطان کو دیکھا اور میں نے اس کے قتل کا قصد کیا۔ اس نے کہا مجھے کیوں مارتے ہو میرا کیا گناہ ہے؟ اگر اللہ کی تقدیر میں بدی ہے تو میں اس کو تغیر کر کے نیکی نہیں کر سکتا، اور اگر تقدیر میں خیر ہے تو میری قدرت نہیں کہ اس کو شر کر سکوں، اور کیا شئے میرے ہاتھ میں ہے؟

پیر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو نرم کلام، چند بال زنخدان پر، حقیر صورت، زشت رو دیکھا گویا کہ تبسم کرتا تھا، میرے سامنے شرمگیں وترسناک۔ اور یہ شب دوازدہم شہر ذی الحج ۴۹۱ھ کا واقع ہے۔

اب دیکھیے کھلے کھلے طور پر ابو ہریرہؓ کے پاس شیطان آیا یا نہ آیا؟ مرزا صاحب کو ان امور کے بدلانے اور ان میں اپنے حقائق و معارف ظاہر کرنے میں فائدہ کیا؟

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

> اس تحقیق سے بہرحال اس بات کو ماننا پڑتا ہے جو ڈریپر نے بیان کی ہے لیکن یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے قوت نبوت اور نور حقیت کے ساتھ شیطانی القاء کو ہرگز ہرگز نزدیک آنے نہیں دیا اور اس کے ذب اور دفع میں فوراً مشغول ہو گئے۔

جواب۔ یہ تحقیق ہی کیا ہے؟ خواہ نخواہ بے ضرورت مخالف ہدایات شارع ﷺ و بے دلیل دعاوی و باتیں۔ مرزا صاحب کا اختیار ہے کہ ڈریپر کا بیان مانیں یا بریڈلا، یا کسی اور جنٹل مین غیر مسلموں کا۔ مسلمانوں کو اپنے گھر میں وہ سلسلہ تحقیق و تدقیق قائم اور ایسا سامان دینی امور کی صداقت و حفاظت کا مہیا اور موجود ہے جو کسی غیر مذہب کو نصیب بھی نہیں ہوا، تو ان کو کسی دوسرے کے بیان سننے یا ماننے کی نہ کبھی ضرورت و حاجت ہوئی اور نہ ہو گی۔ مرزا صاحب کا یہ کہنا بھی غنیمت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے شیطانی القاء کو نزدیک نہیں آنے دیا۔

نورانی لوگوں کا شیطانی تسلط سے مستثنیٰ ہونا

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۶۔۱۷ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

جس طرح نور کے مقابل ظلمت نہیں ٹھہر سکتی اسی طرح شیطان اس کے مقابل ٹھہر نہیں سکا اور بھاگ گیا۔ یہ ہی انّ عبادی لیس لک علیھم سلطان کے صحیح معنی ہیں کیونکہ شیطان کا سلطان یعنی تسلط درحقیقت ان پر ہے جو شیطانی وسوسہ اور الہام کو قبول کر لیتے ہیں لیکن جو لوگ دور سے نور کے تیر سے شیطان کو مجروح کرتے ہیں وہ کچھ بکے جائے اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ شیطانی تسلط سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر ضروری ہے کہ ملکوت السّماوات و الارض دیکھنے میں مخلوقات کے مشاہدہ کا دائرہ پورا کرنے کے لئے وہ اس عجیب الخلقت وجود کا چہرہ دیکھ لیں اور کلام سن لیں جس کا نام شیطان ہے اس سے ان کے دامن تنزہ اور عصمت کو کوئی داغ نہیں لگتا۔

کیا بادشاہوں کے حضور کبھی بدمعاش کلام نہیں کرتے؟ سو ایسا ہی روحانی طور سے شیطان نے یسوع کے دل میں اپنا کلام ڈالا۔ یسوع نے اس شیطانی الہام کو قبول نہ کیا، بلکہ ردّ کیا، سو یہ قابل تعریف بات ہوئی اس سے کوئی نکتہ چینی کرنا حماقت اور روحانی فلاسفی سے بے خبری ہے۔ ملخصاً

جواب۔ شیطان کا تسلط وسلطان ضرور ان پر ہوتا ہے جو شیطانی خصلت انا خیر مّنہ والی کو پسند وقبول کر کے اپنی شیخی وتکبر کے اظہار میں دن رات مصروف رہتے ہیں کیونکہ ہم جنسی کا یہ لازمی خاصہ ہے، دیگر عاجز مسکین عباد الرحمٰن تفاخر شیخی وتکبر سے متنفر بے شک فضل وکرم ارحم الراحمین انّ عبادی لیس لک علیھم سلطان (تحقیق میرے بندوں پر تیرا غلبہ نہیں) کے مستحق ومصداق ہیں۔ اللّھم اجعلنا منھم بفضلک و رحمتک۔

مرزا صاحب نے ابھی فرمایا شیطان، جبریل کی طرح آیا ہوگا، پھر کہا شیطان کیونکر انسانی طور پر کھلے کھلے آ سکتا ہے۔ اب فرماتے ہیں کہ مستثنیٰ لوگ ضرور ہی اس کا چہرہ دیکھ لیں۔ غور فرماویں کہ ایسے غیر مقرر متضاد وبے سروپا بیانات وتحریرات کس وقر کے لائق ہیں۔

طرفہ تر یہ کہ اپنے رسالہ فتح مسیح میں مسیح کو خوب دل کھول کر برا کہہ کر دشنام دہی فحش گالیوں کا تختہ مشق بنا کر پھر لوگوں کے دل رکھنے کو عذر کیا ہے کہ یہ ہم مسیح کو نہیں کہتے بلکہ یسوع کو

کہتے ہیں جس کا نام قرآن میں نہیں ہے اور یہاں پھر حافظہ نباشد کے مصداق کی طرح مسیح و یسوع کو ایک جان کر اور مان کر فرمایا کہ شیطان نے یسوع کے دل میں اپنا کلام ڈالا اس نے شیطانی الہام کو قبول نہ کیا، ۔اب انصاف فرماویں کہ وہ سبّ وشتم مرزا کا مسیح کے حق میں ہوا یا کسی اور کے؟ مرزا کو تو کچھ پرواہ نہیں لیکن مسلمانوں کو ایسی اندھی بے ضروری فلاسفی وفضول بے سرو پا قصص، بے اصل قیل وقال کے سنانے کی کیا حاجت ہے ۔کبھی کچھ تو غور و نصاف فرمائیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کو شیطانی الہام ہونا

ضرورت الامام کے صفحہ ۱۷ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

لیکن جیسا کہ یسوع نے اپنے نور کے تازیانہ سے شیطانی خیال کو دفع کیا اور اس کے الہام کی پلیدی فوراً ظاہر کر دی ہر ایک زاہد وصوفی کا یہ کام نہیں ۔سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیطانی الہام مجھے بھی ہوا تھا۔ شیطان نے کہا اے عبدالقادر تیری عبادتیں قبول ہوئیں، اب جو دوسروں پر حرام ہے تیرے پر حلال، اور نماز سے بھی فراغت ہے جو چاہے کر۔ تب میں نے کہا اے شیطان دور ہو، وہ باتیں میرے لئے کب روا سکتی ہیں؟ جو رسول اللہ ﷺ پر روا نہیں ہوئیں۔ تب شیطان مع اپنے سنہرے تخت کے میری آنکھوں کے سامنے گم ہو گیا۔

جواب ۔سیدنا مسیح کے ارفع واولی شان کی نسبت وغیرہ عرض ہو چکا ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی جن کی فضیلت وشان در باب توحید وتفرید وانابت ورضا برضاء الٰہی واتباع سنت وغیرہ پر ان کی کتاب فتوح الغیب وغیرہ اور آپکے حالات وکرامات پر کتاب بہجۃ الاسرار جس میں بسند متصل بڑی تحقیق سے آپکے حالات درج ہیں، شاہد ہیں۔ ان کی اور سیدنا مسیح کی نسبت مرزا نے تحریر فرمادیا کہ شیطان نے الہام کیا لیکن خود بدولت کی نسبت کہیں نہیں فرمایا کہ ان کا بھی کبھی اسکے ساتھ سابقہ پڑا یا نہ۔ اگر چہ جو تفہیمات ومیعاد مقررہ مرزا اسی طرح پوری نہیں ہوئیں ان میں تو ضرور بالضرور بیقین کامل اسکا دخل مان لینا چاہیے جیسا کہ آفتاب نصف النہار کی طرح ظاہر وروشن ہے۔

مرزا کا یہ بیان کہ جب شیطان نے یہ کہا کہ اے عبدالقادر دوسروں پر حرام تجھ پر حلال، نماز سے بھی اب تجھے فراغت ہے جو چاہے کر، وغیرہ، تو پیران پیر نے صاف کہا کہ دور ہو ..الخ، یہ جواب وسرزنش نہایت صحیح ودرست ہے اور کاملین اہل اللہ کی یہی شان ہے ۔جیسا

کہ پیر صاحبؒ کے اقوال سے بھی ظاہر ہے کہ جو حقیقت شریعت سے ثابت نہ ہو وہ کفر والحاد ہے۔ اصل کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ہے، اعمال کتاب وسنت پر عرض کرنے چاہیے۔ کتاب وسنت امام بنا اور ان میں تامل وتدبر کے ساتھ نظر کر اور ان کے مطابق عمل کر۔ سلامتی کتاب وسنت کے ساتھ ہے وغیرہ۔ انتہی۔ تو پھر وہ بایں فضل وکمال ایسا صریح خلاف شریعت شیطانی الہام کیوں کر قبول کرنے لگے تھے؟ علاوہ ازیں وہ کامل مشائخ ومرشدوں کی صحبت دیکھے ہوئے تھے اور شیطانی مکروفریب سے خوب واقف تھے۔

❁ یہ صحیح ہے کہ اس کے دھوکہ وفریب سے بچنا محفوظ رہنا بقول مرزا ہر ایک زاہد وصوفی کا کام نہیں اور ایسا ہی تعلیٰ پسند، ہوا پرست، خودغرض کم تجربہ ملہم کا بھی شیطانی دھوکہ کو پہچان کر اس سے بچنا مشکل بلکہ ناممکن ہے اور خاص ایسے دھوکہ ومغالطہ کی شناخت کیلئے ہی رہبر کامل ومرشد اکمل کی سخت حاجت ہے اور اسی لئے خادمان دین نے کتابیں تلبیس ابلیس وغیرہ کے نام سے تصنیف فرمائی ہیں لیکن مرزا تو ان کی پرواہ ہی نہیں کرتے اپنے ہی علم پر نازاں ہیں۔ کاش وہ متقدمین کی تصانیف دیکھتے یا کسی کامل مرشد کی صحبت میں چندے فیض یاب ہوتے تو کچھ ان امور کی واقفی ہو جاتی۔

❁ اب پیران پیرؒ نے جو شیطان کو جواب دیا، اسی کو محک قرار دے کر مرزا خود بدولت کے حال ودعاوی فضل وکمال پر نظر عمیق وتوجہ فرمائیں کہ پیران پیرؒ نے ایسے الہام کو فوراً شیطانی سمجھ کر ردّ کر کے جواب دیا، دور ہو، لیکن مرزا نے اسی مضمون کے اپنے الہام اعمل ماشئت فانی قد غفرت لک۔ انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق، براہین احمدیہ صفحہ ۵۶۰ (تو جو چاہے کر پس میں نے تجھے بخش دیا۔ میری طرف سے تیرا ایسا مرتبہ ہے کہ خلقت نہیں جانتی) پر باوجود پیر صاحب وتمام امت سلف وخلف بلکہ بعض انبیاء سے بھی افضلیت کے دعوے دار ہونے کے جو عمل کیا وہ تو بظاہر یہی ہے کہ تعظیم وتکریم شریعت واحادیث نبوی کا کچھ لحاظ نہ کر کے اسلامی مقبولہ و مسلّمہ تفسیر آیات ومسائل وغیرہ کی خوب دل کھول کر مخالفت شروع کر دی۔ دیوانوں اور مجذوبوں کے اقوال کی سند سے نعوذ باللہ قرآن کی غلطیاں نکالنے کے ذکر والے مضمون شائع کرنے لگے۔ کہیں بدعوی حقائق معارف، آیات واحادیث کی الٹ پلٹ خودغرضانہ تفسیر وتشریح حسب پسند خاطر کی جن کی چند نظیریں مختلف مقامات میں بطور نمونہ درج ہیں۔ کہیں آیات قرآن کو اپنے اوپر چسپاں کر کے خود بدولت اسمہ احمد کے مصداق بن بیٹھے۔ کہیں مسیح کی دلیرانہ حقارت وتوہین کر کے ان کی حیات ونزول کو جو آیات قرآن واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے ملیامیٹ کیا اور ان کی مسند پر

خود رونق افروز ہوگئے اور پھر حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے پر کمر باندھی:

تحلیل حرام: ۱۔ اپنی اہلیہ ثانیہ کی خاطر شرعی ورثاء کو محروم الارث کرنے کے لئے جائداد کو اس کے پاس رہن رکھ دیا۔ جائے غور ہے کہ یہ عمل علاوہ اتباع وتقلید بلعم ہونے کے کیوں تحلیل حرام میں داخل نہیں ہوسکتا؟

۲۔ ایسا ہی پہلی بیوی سے اولاد کو عاق کرنا۔

۳۔ اظہار علمی فضیلت و فخر میں حضرات انبیاء ومعجزات و بزرگان دین ومومنین کی تحقیر ومخالفت کرنا

۴۔ خلاف احادیث صحیحہ وعمل سلف وخلف وکبرائے امت کے باتباع غیر سبیل اللہ اپنی طرح طرح کی تصویر اتروانا اور مریدین کے لئے اس کو مباح کرنا، وغیرہ۔

تحریم حلال: ۔اس پر بھی راضی نہ ہونا بلکہ معاذ اللہ انبیاء بلکہ خود رسول کریم ﷺ کے خاصہ میں ہاتھ ڈالنا، یعنی ازواج مطہرات امہات المومنین کا درجہ اپنی اہلیہ کو دے کر اخبار الحکم وغیرہ میں اس کو ام المومنین کے خطاب سے مشتہر کرانا۔ پھر جب ایک دوست نے حج فرض کے لئے مشورہ پوچھا تو فالنامہ موسوم بہ قرعہ شریفہ شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی تصنیفات زیر مطالعہ مرزا اکثر رہتی تھیں) دیکھ کر فرمانا کہ اس سال جانا مناسب نہیں۔ اسی طرح ایک دوست کو عند المشورہ فرمانا کہ اس سال حج کو جانے کی نسبت نہ جانا بہتر ہے۔

تحلیل حرام وتحریم حلال ہر دو: پھر دختر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کا اپنی الہامی بیوی قرار دینے میں تحریم حلال، وتحلیل حرام دونوں جمع ہیں۔ یعنی اگر وہ آسمانی نکاح کے موافق سے مرزا صاحب کی جائز وشرعی زوجہ ہوگئی ہے تو اس کے خاوند اصلی پر اس کی ظاہری شرعی منکوحہ زوجہ کو حلال سے حرام کرنا ہے، اور اگر احکام مسلّمہ شرع شریف وہ خاوند حال کی زوجہ ہے جیسا کہ واقعی ہے تو اس کو خود بدولت کے لئے جائز قرار دینا حرام کو حلال قرار دینا ہے۔ زیادہ تشریح سے شرم مانع ہے۔

اب ذرہ خوف خدا کو دل میں جگہ دے کر تدبر فرمائیں کہ محک وکسوٹی متذکرہ بالا کی رو سے مرزا صاحب کا کیا رنگ ظاہر ہوا اور اس میں آپ کھرے وکامل نکلے یا کھوٹے وناقص؟ اور آپ کے حال ودعاوی کا کیا حال ہوا؟

جیلانی کو جب شیطانی الہام ہوا تو عامۃ الناس کب بچ سکتے ہیں

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اب جب کہ سید عبدالقادر جیلانی جیسے اہل اللہ و مرد و فرد کو شیطانی الہام ہوا تو دوسرے عامۃ الناس جنہوں نے ابھی اپنا سلوک بھی تمام نہیں کیا وہ کیونکر اس سے بچ سکتے ہیں اور ان کو وہ نورانی آنکھیں کہاں حاصل ہیں تا سید عبدالقادر جیلانی اور حضرت مسیح کی طرح شیطانی الہام کو شناخت کر لیں۔

جواب۔ مختصر تو اسی قدر کافی ہے کہ عامۃ الناس بے شک نہیں بچ سکتے اور نہیں شناخت کر سکتے جیسا کہ مرزا کے حالات سے ظاہر ہے جسکا ذکر ہو چکا ہے۔ پھر عاجز ظلوماً جھولاً انسان کی کیا ہستی ہے اور کیا حقیقت ہے، اور کیا کائنات کہ بغیر فضل و کرم حافظ و مالک حقیقی کے اس سے بچ سکے تاوقتیکہ وہ ذات پاک اس کا خود حافظ و ناصر و مربی نہ ہو جاوے۔ اور ظاہر ہے کہ جب اللہ جل جلالہ کسی بندہ کو اپنے فضل و کرم سے ایسے امور کے لئے پسند فرماتا ہے اور کسی خاص کام کے واسطے منتخب کرتا ہے تو وہ اس کو ضرور بصیرت و شناخت بھی عطا فرماتا ہے اور ایسی بلاؤں سے بمصداق ارشاد کذلک لنصرف عنہ السّوء و الفحشاء انّہ من عبادنا المخلصین (ایسا ہی ہم اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں اس لئے کہ وہ ہمارے مخلص بندوں کیلئے ہے) وغیرہ محفوظ بھی رکھتا ہے جیسا کہ سیدنا پیر صاحبؒ نے بھی فرمایا ہے:

بل اللّٰہ اکرم و لیّہ واعزّ علیہ عن ان یّدخلہ فی مقام النّقص و القبح فی شرعہ و دینہ بل یعصمہ من جمیع ماذکر و یصرف عنہ و یحفظ دینہ لحفظ الحدود (اللہ تعالیٰ کا دوست بہت عزت والا ہے اس سے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مقام نقص اور قبح میں ڈالے بلکہ اس کو تمام مذکورہ چیزوں سے بچاتا ہے اور دین کی حفاظت اور حدود شرعیہ کے لئے محفوظ رکھتا ہے)

ہاں بندہ پر لازم فرض ہے کہ انعام و احسان الٰہی کی شکر گذاری میں رطب اللسان رہے تا کہ شکر باعث زیادتی و افزونی نعماء ہو حسب ارشاد لئن شکرتم لا زیدنکم .. الخ اور ایسی بلیات سے محفوظ رہنے کیواسطے اپنی عبودیت و بیچارگی پیش کر کے اس حافظ حقیقی کی حفاظت و پناہ کا ہر دم بعجز و انکسار خواہاں رہے۔

باقی رہا سلوک، سو وہ تو بخیال مرزا تب ہی تمام ہو سکتا ہے جب مرزا کی بیعت میں داخل ہو، اپنے نفس کو مع لوازم بیچ دے۔ علاوہ ازیں خود بدولت مرزا و جماعت مریدین میں مصروفیت و مداومت ذکر اللہ و توجہ الی اللہ و استغراق فی اللہ وغیرہ سلوک کی نسبت تاکید اول تو ہے

ہی نہیں جس کی تصدیق اس الہام مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے سے بخوبی ہوتی ہے جو انہیں در بارہ مرزا صاحب ہوا تھا و لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا و اتّبع هواه و کان امره فرطاً (اور تو تابعداری مت کر جس کے دل کو ہم نے ذکر سے غافل کر کیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہے) اور ظاہری حالت بھی اسی کے مطابق ہے۔ پس جہاں یہ حال ہو وہاں سلوک کہاں؟

ہاں اگر کچھ سلوک ہو تو تقریر بحث مباحثہ بے شک ہے جو مخالفین اسلام کے ساتھ حسب وارشاد ادع الی سبیل ربّک بالحکمة و الموعظه الحسنة و جادلهم بالّتی هی احسن (اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور موعظ حسنہ سے بلا اور احسن طریق سے مباحثہ کر) اگر ہو تو مضائقہ نہیں۔ اور اس طرح تو تقریری مشق سے دنیاوی وکلاء وغیرہ بھی ملکہ و سلوک بحث مباحثہ کا تھوڑے عرصہ میں حاصل وتمام کر لیتے ہیں جو عاجز کی طبیعت ونسبت کے ہرگز موافق نہیں۔ کیونکہ عاجز کو تو کبھی کبھی یہ حکم الہاماً ہوتا ہے

صد کتاب وصد ورق درنار کن　　　جان ودل را جانب دلدار کن

از دروں شو آشنا وز بروں بیگانہ وش　　　ایں چنیں زیبا روش کم دیدہ ام اندر جہاں

اس لئے عاجز ایسے سلوک کے حاصل وتمام کرنے سے عاری ومعذور ہے۔

اور مرزا صاحب نے خود بھی اپنے مریدین و جماعت کے سلوک کا حال پہلے اخیر رسالہ شہادۃ القرآن بذیل مضمون التوائے جلسہ ۱۸۹۳ء لکھا ہے اس کی نسبت شاید کہا جاوے کہ اس کو عرصہ ہو گیا ہے اور اب فیض صحبت میں بہ نسبت سابق بہت ترقی ہے تو اس کے ثبوت میں مرزا صاحب کا اشتہار ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء جس میں آپ نے بعد تنبیہ ونصیحت اخیر پر مختصراً، نماز میں حاضر نہ ہونا، مجلس میں ٹھٹھا ہنسی، حقہ نوشی، فضول گوئی کا شغل، پرہیز گاری کے اصول پر قائم نہ ہونا، وغیرہ لکھا ہے، کافی ووافی شہادت ہے کہ حاضر باشان صحبت والا کو عرصہ دراز میں سلوک اتمام کر کے کیا کیا کمالات حاصل ہوتے ہیں۔

بالآخر مرزا کے اپنے الہام اعمل ما شئت (کر تو جو چاہے) مذکورہ فصل گذشتہ و دیگر الہامات متذکرہ باب اول فصل ۱۰، نیز وہ الہام جن کے سال ہا سال تک نہ سمجھنے کا ایام الصلح میں مرزا صاحب نے خود اعتراف کیا ہے وغیرہ ان سب کی شناخت میں جو خود بدولت مرزا صاحب کی نورانی آنکھوں نے کام کیا ہے اس پر بھی تدبر وتامل فرمائیں۔

کاہنوں کو شیطانی الہام اور چارسو نبی کی جھوٹی پیشگوئی

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۷۔۱۸ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

یاد رہے کہ وہ کاہن جو عرب میں آنحضرت ﷺ کے ظہور سے پہلے بکثرت تھے ان لوگوں کو بکثرت شیطانی الہام ہوتے تھے اور بعض وقت وہ پیش گوئیاں بھی الہام کے ذریعہ کرتے تھے اور تعجب یہ کہ ان کی بعض پیش گوئیاں سچی بھی ہوتی تھیں .الخ۔

جوشخص شیطانی الہام کا منکر ہے وہ انبیاء کی تمام تعلیم کا انکاری ہے اور نبوت کے تمام سلسلہ کا منکر ہے۔ بائبل میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چارسو نبی کو شیطانی الہام ہوا تھا اور انہوں نے الہام کے ذریعہ سے جو ایک سفید جن کا کرتب تھا ایک بادشاہ کی فتح کی پیش گوئی کی۔آخر وہ بادشاہ بڑی ذلت سے اسی لڑائی میں مارا گیا اور بڑی شکست ہوئی اور ایک پیغمبر جس کو حضرت جبریل سے الہام ملا تھا اس نے بھی خبر دی تھی کہ بادشاہ مارا جائے گا اور کتے اس کا گوشت کھائیں گے اور بڑی شکست ہوگی۔سو یہ خبر سچی نکلی مگر اس چارسو نبی کی پیش گوئی جھوٹی ظاہر ہوئی۔

جواب۔ زیادہ تعجب تو مرزا یہ کریں کہ ان کاہنوں کے شیطانی الہام والی پیش گوئیاں پوری ہوں اور یہاں دعویدار مسیحیت مجددیت وافضلیت بر بعض انبیاء کے تحدی اور مقابلہ والے الہامات تفہیمات اور میعاد مقررہ ومشتہرہ جن کو ربانی اپنے صادق وکاذب ہونے کا محک قرار دیا گیا ہو وہ بھی سچی وپوری نہ نکلیں اور بعد میں بات بنانے وبحالی جماعت کے لئے تاویلات رکیکہ سے تمسک کرکے مشقت وتکلیف اٹھانی پڑے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ یہ مقام تو بڑی عبرت و استغفار کا ہے کہ باوجود علم کے آدمی نہ سمجھے اور جن کے کرتب کو نہ پہچانے لیکن بباعث کبر وتعلیٰ ختم اللّٰہ علی القلب پر جیسا کہ عاجز کو الہام ہوا ہے کسی کی کیا پیش کی جاسکتی ہے؟

اول تو مرزا صاحب اختلافات الہامات کا خود انکار فرما چکے ہیں چنانچہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۵ میں فرمایا:

یہ وہم کہ اگر الہام اولیاء شریعت حقہ محمدیہ کے مخالف ہو تو پھر کیا کریں، یہ ایسا ہی قول ہے جیسا کوئی کہے کہ اگر ایک نبی کا الہام دوسرے نبی کے الہام کے مخالف ہو تو پھر کیا کریں، پس ایسے وساوس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کامل النور الہام جس کی ہم نے اوپر

تعریف لکھی، ممکن نہیں کہ شریعت محمدیہ کے مخالف ہو اور اگر کوئی کم فہم کچھ مخالف سمجھے تو وہ اس کی سمجھ کا قصور ہے۔

اور اب فرماتے ہیں کہ انبیاء کو مخالف الہام ہوا ہے۔ اس پر خود بخود یہ سوال آتا ہے کہ مرزا صاحب کا پہلا قول حق ہے یا یہ دوسرا؟

❁ انبیاء کی تعلیموں اور تمام سلسلہ نبوت کا وہی منکر کہلائے گا جو ان تعلیموں اور مسائل شرعیہ میں خواہش نفس سے مداخلت کر کے ان کو ردّ و بدل کر کے شائع کریگا جو کسی مومن کا حوصلہ و کام نہیں

❁ جب بائیبل اور انجیل موجودہ کو مرزا اصلی انجیل نہیں مانتے (صفحہ ۱۴ ضرورۃ الامام) تو پھر اسکے ایسے بے ثبوت قصص پر جن میں تحقیر و توہین انبیاء ہو ان کی صداقت مشتبہ ہو انکے الہامات کو شیطانی اور سفید جن کا کرتب کہا گیا ہو، ان پر بے ضرورت و بلا دلیل اعتماد کر کے وعید قرآن ومن یّشاقق الرّسول من بعد ما تبیّن له الهدی و یتّبع غیر سبیل المومنین نولّه ما تولّی و نصله جهنم و ساءت مصیراً کا مصداق بننا کیا ضرور ہے؟

❁ مرزا صاحب چاہے محرف کتب کے ایسے فضول و بے بنیاد قصوں کو قبول و تصدیق کریں لیکن چونکہ مسلمان انبیاء کو نزول وحی و تبلیغ رسالت میں بالکل معصوم مانتے ہیں لہذا وہ ایسے قصص ہرگز قبول نہیں کرتے۔

❁ مرزا صاحب کو تائید دین اسلام و حمایت انبیاء کا خصوصیت سے بڑا دعوی ہے لہذا سوال یہ ہے کہ چارسو نبیوں کو شیطانی جھوٹا الہام ہونے والا مسئلہ بار بار اپنی کتابوں میں درج کرنے میں دین اسلام کی کیا تائید اور انبیاء کی کیا حمایت مرزا صاحب نے کی ہے؟ بظاہر تو اس پاک و برگزیدہ جماعت کی وحی و رسالت کو ساقط الاعتبار اور ان کی توہین کر کے تمام مسلمانوں کا دل دکھایا ہے۔

❁ مرزا نے یہ مسئلہ انبیاء کو جھوٹا الہام ہونے والا، اپنے رسالہ ضرورۃ الامام و ازالہ اوہام میں تو بظاہر دوسرے غریب عاجز مسلمین ملہمین کے الہامات کو خفیف و بے اعتبار ثابت کرنے کے واسطے درج کیا ہے، بایں مدعا کہ جب ایک گروہ کثیر انبیاء بھی دھوکہ و دستبرد شیطانی سے بچ نہیں سکا تو دوسرے غریبوں کی کیا حقیقت ہے؟ لیکن یہ خیال نہیں کیا کہ جب یہی حال ہے تو پھر خود بدولت کے الہامات و تفہیمات جو پورے بھی نہیں ہوئے، ان کے شیطانی دخل سے مامون و محفوظ رہنے پر کیا دلیل ہوسکتی ہے؟ اور مجرد زبانی دعوی کہ نبیوں کو اور دوسرے مسلمین مومنین کو تو شیطانی الہام ہوتے ہیں لیکن ہم (مرزا) کو نہیں ہوتے، اس کا کیا ثبوت ہے؟ اور کون صاحب عقل سلیم اس کو

بلاثبوت ودلیل قبول کرسکتا ہے؟ یا مرزا صاحب نے اس لئے اس مسئلہ کولکھا ہے کہ لوگ یہ امر سن کر اور جان کر کہ نبیوں کے الہام بھی پورے نہیں ہوتے لہذا وہ خود بدولت مرزا صاحب کے الہامات پر جو الوپ گئے اور پورے نہیں ہوئے، کچھ خیال نہ کریں اوران پر کچھ متردد ومتعجب نہ ہوں۔لیکن یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ انبیاء کی نسبت تو مسلمانان کا ہرگز ایسا اعتقادنہیں کہ ان کے الہام وپیش گوئیاں کبھی بھی خطا جائیں، بلکہ وہ دوسرے مومنین ملہمین متبع سیدالاولین والآخرین کے الہامات کوبھی جب دیکھتے ہیں کہ بفضلہ تعالی وتقدس بغیرکسی تاویل وحیلہ حوالہ کے برابراسی طرح پورے ہوتے ہیں تو اس صورت میں وہ مرزا صاحب کے اس خیال کے کبھی موافق نہیں ہوسکتے۔ یا مرزا صاحب ایسے بے بنیاد قصص کو اپنے حقائق ومعارف میں شمار کرتے ہوں گے سو اس کا یہ حال ہے کہ جن کتب سے مرزا صاحب نے یہ حقائق ومعارف لکھے ہیں اول تو بقول مرزا صاحب وہ اصلی اور بالکل قابل اعتماد ہی نہیں۔ اوران کو دیکھا بھی جاوے تو مرزا صاحب کے فہم وفراست ودقیقہ رسی ومعنی شناسی کا حال دگرگوں ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس قصہ کے متعلق توراۃ موجودہ مروجہ سے تو یہی ظاہروثابت ہوتا ہے کہ وہ چارسو نبی جن کی پیش گوئی جھوٹی نکلی وہ بت پرست ومندروں کے نبی یامہنت پجاری تھے، نہ کہ خداعزوجل کے برحق نبی جیسا کہ مرزا صاحب نے سمجھا اورلکھا ہے۔...

- مزید براں نہایت قابل غور یہ امر ہے کہ مرزا صاحب جیسے بناوٹی نبی تو بدعوی مسیحیت بزبان خود ساری دنیا وروئے زمین کے واسطے اکیلے کافی ہوں اور وہاں اکٹھے چارسو برحق نبی کی ایک ہی جگہ ایک ہی وقت میں جمع کرنے کی یک لخت ضرورت پڑی۔

- پھر جب بموجب قاعدہ مسلمہ مرزا صاحب کو پاکوں کو شیطانی وسوسہ پر بلاتوقف مطلع کیا جاتا ہے(ضرورۃ الامام،صفحہ۱۳): جلدتر وہ شیطانی خیال دوردفعہ کیا جاتا ہےاوران کے دامن پر کوئی داغ نہیں لگتا (صفحہ۱۵ رسالہ ضرورۃ الامام): شیطانی دخل کبھی انبیاء ورسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہےمگر وہ بلاتوقف نکالا جاتا ہے(ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۸)۔چونکہ یہ شیطانی الہام دفعہ اور دورنہیں کیا گیا اور نہ اس پر ان کومطلع کیا گیاحتی کہ وہ واقعہ پورا ہوگیا اور نہ ان کا دامن داغ سے صاف رہا تو اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ وہ جھوٹی پیشگوئی کرنے والے برحق وپاک نبیوں سے نہ تھے بلکہ مندروں کے پجاری ہی تھے۔غرض ہرطرح سے کماحقہ ثابت ہے کہ وہ جھوٹے پیش گوئی کرنے والے بتوں وبچھڑوں کے مندر کے نبی تھے، نہ اللہ جل شانہ وعم نوالہ کے۔

- قاضی محمد سلیمان صاحب نے بھی غایت المرام حصہ دوم میں اسی مسئلہ کی نسبت لکھا ہے

جس پر بحمایت مرزا صاحب مولوی حکیم نورالدین نے اپنے خط مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء مشتہرہ اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۸۹۹ء میں قاضی صاحب پر بہت لے دے کر کے ان کی غایت المرام کو لکھا ہے کہ :

ہیچ نیست واعتراض ہیچ نیست

بعل وغیرہ کے نبیوں کا ذکر اس پیش گوئی کے متعلق تو صریحاً توراۃ میں کئی جگہ درج ہے ،لیکن نہایت تعجب یہ امر ہے کہ مولوی حکیم نورالدین نے تاریخ، باب ۱۸ کی نقل کے اخیر پر کیونکر اس امر کی نفی کر کے بیان فرما دیا ہے کہ:

کہاں نبیان بعل کا ذکر ہے اور سلیمان نے کیسا دھوکہ دیا اور ٹھوکر کھائی ۔ انتہی ۔

یہ تجاہل عارفانہ وانکار مولوی صاحب جیسے نوردین وصاحب علم وفضل سے نہایت ہی باعث حیرت ہے ۔

مولوی نورالدین صاحب نے اپنے خط کے خاتمہ پر لکھا ہے:

ذرہ غور کرو کہ وہ بعل کے نبی تھے یا خداوند کے اور وہ روح خدا تعالی کے حضور سے پروانگی لے کر ان انبیاء کے پاس آئی تھی یا بعل سے، پھر اس راست باز نبی نے بھی پہلے انبیاء کی ہاں میں ہاں ملائی تھی یا نہیں؟

سو اس کا جواب کہ وہ بعل کے نبی تھے یا خداوند کے، توراۃ سے بخوبی عیاں ہے کہ وہ خدا کے نبی نہ تھے ۔ دوسری بات کہ وہ روح کہاں سے پروانگی لے کر آئی تھی سو اگر مولوی صاحب بجائے کسی دوسرے سے غور کرانے کے خود ہی غور فرما کر توجہ دلی سے قرآن مجید کی طرف التفات کرتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ وہ روح وہیں سے آئی تھی جہاں سے شیطان رجیم آیا جہاں سے اور بدکار بے ایمان خالق و مالک کی نافرمانی کرنے والے وسوسہ ڈالنے والے آتے ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا ہے:

قال اذهب فمن تبعك منهم فانّ جهنم جزاءكم جزاءً موفوراً ۔ واستفزز من استطعت منهم بصوتك واجلب عليهم بخيلك ورجلك وشاركهم في الاموال والاولاد وعدهم ۔ وما يعدهم الشّيطان الّا غروراً ۔ (فرمایا جا جو تیری پیروی کرے گا ان میں سے پس تحقیق دوزخ ہے سزا تمہاری پوری اور بہکا جس کو بہکا سکے ان میں سے اپنی باتوں سے اور چڑھا لا ان پر اپنے سوار اور پیادے اور شریک ہو ان کے مال واولاد میں، اور وعدہ دے ان کو، اور نہیں وعدہ

کرتا ان کو شیطان مگر فریب کا)

و من یّعش عن ذکر الرّحمن نقیّض له شیطاناً فهوله قرین (اور جو کوئی رحمان کی یاد سے منہ پھیرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کرتے ہیں اور وہ اس کے ساتھ رہتا ہے)؛ و انّ الشیاطین لیوحون الی اولیاءھم (شیطان وحی کرتے ہیں اپنے دوستوں کی طرف)؛ هل انبّئکم علی من تنزّل الشّیاطین۔ تنزّل علی کل افاکٍ اثیم (کیا میں تم کو بتلاؤں کہ کس پر نازل ہوتے ہیں شیطان۔ نازل ہوتے ہیں اوپر ہر جھوٹ باندھنے والے گنہگار کے)

اب ناظرین غور فرمائیں کہ مسئلہ کے متعلق دھوکہ کس نے دیا اور ٹھوکر کس نے کھائی ہے اور آیا راستی کو دھوکہ قرار دینا نور دینی و فراست ایمانی کا کام ہے یا اس سے برعکس؟

افسوس کہ مرزا نے اپنی ناکام پیشگوئیوں کی تقویت اور دوسرے عاجز مومنین کے الہامات کی تحقیر اور خود بدولت کے اظہار فضیلت کی خاطر یہ قصہ لکھ کر اور اس قصہ کی باتباع یحرّفون الکلم عن مواضعه (پھیرتے ہیں باتوں کو ان کی جگہ سے) والوں کے اصل تشریح اور حقیقت ظاہر نہ کر کے غریب مسلمانوں کو حیرانی میں ڈالا لیکن بفضلہٖ تعالیٰ حسب ارشاد والعاقبة للمتّقین الخ (اور انجام بخیر متقیوں کا ہے)۔ مسلمانوں کو فائدہ ہی ہوا کہ ان کو اصل قصہ دیکھ کر مرزا صاحب کی راستی صداقت و دیانت و فہم و فراست حقائق شناسی و دقائق رسی کا حال معلوم ہو گیا۔

جب یہ مسئلہ تحقیق ہو رہا تھا تو مرزا صاحب کے ایک معتبر مرید صاحب ۱۸ فروری ۱۹۰۰ء کو اول رفیق عاجز کو زبانی اور پھر عاجز کی عدم موجودگی میں عاجز کے مکان پر مرزا صاحب کا پیغام ذیل تحریر کر کے دے آئے:

...حضور (مرزا صاحب) نے جب مجھ سے منشی عبد الحق اور آپ کا بسبب ہمسائیگی منشی صاحب کے پوچھا تو بندہ نے عرض کی کہ میرے ساتھ تو فقط گفتگو بعل کے نبیوں اور دیگر انبیاء زادوں کی جنہوں نے پیش گوئی تھی گفتگو دو تین روز کچھ عرصہ کیلئے ہوتی رہی جس میں ان کے اعتراض جیسے کہ تھے عرض کیے تو آپ (مرزا) نے بڑی لمبی بسیط تقریر فرمائی اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اعتراضات ان کی کتاب زیر طبع میں ایسے ہی ہیں ان کیلئے آپ کو میرا پیغام پہنچا دو کہ اگر ایسا ہی انہوں نے لکھا ہے تو چونکہ وہ ایک عرصہ دراز کیلئے میرے ملاقاتی رہ چکے ہیں اس لئے میں نہایت درد سے کہتا ہوں کہ وہ اگر کچھ

ایسے طبع کرا چکے ہیں تو اس کو ضائع کر دیں اور سرکشی سے مجتنب رہیں ورنہ یاد رکھیں اور ضرور یاد رکھیں کہ ان کی سخت پردہ دری ہوگی اور سخت رسوا و ذلیل ہوں گے سخت ذلیل ہونگے سخت ذلیل ہوں گے اور پھر ان کے وہ مولوی جن پر ان کا انحصار ہے ان کی دست گیری نہیں کرسکیں گے۔ انتھی بلفظہ

مولوی نوردین کے خط ۳ جولائی ۱۸۹۹ء اسمی حافظ محمد یوسف (مندرجہ رسالہ خلاف بیانی) باستدعا برس چھ مہینے مخالفت چھوڑ کر خاموش رہنے کے مطالبہ پر جیسے عاجز کو الہام ہوئے تھے یعنی:

اتّبع ھواہ وکان امرہ فرطاً (وہ اپنی ہواء نفس کا تابع ہوا ہے اور اسکا کام حد سے بڑھا ہوا ہے)

فاصدع بما تومر (جو تجھ کو امر ہوا وہ آشکارا کردے)

ایسے ہی اس پیغام مرزا صاحب کے مطالعہ کے پہلے و مابعد بھی الہامات ذیل ہوئے:

(پہلے) اللّھمّ افتح لی ابواب رحمتک (یا اللہ اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول)

اللّھمّ طھّر بیتی للطّائفین (یا اللہ میرے گھر کو زائرین کے واسطے پاک رکھ)۔ وغیرہ

(مابعد) انّ صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للّٰہ رب العالمین و بذلک امرت و انا اوّل المسلمین۔ (تحقیق میری نماز، میری تمام عبادت، میرا جینا مرنا، سب اللہ رب العالمین کے واسطے ہے اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے پہلے فرمان بردار بندوں میں ہوں)

ان الہامات میں مرزا صاحب کے پیغام کا کافی جواب ہے اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ تحقیقات مسائل باعث کشادگی دروازہ ہائے رحمت طہارت اندرونی عاملین و عجز و ناکامی مزاحمین مانعین تحقیق ہے جن کو تقوی کا حکم کر کے حاضری یوم آخرت بحضور اللہ تعالی اور ہر ایک نفس کو حسب اعمال پوری جزا ملنے کی نصیحت ہے۔ پھر دھمکی کا جواب ہے کہ ہمارا تو سب کچھ اللہ تبارک و تعالی کا ملک و مال ہے ہماری عزت و ذلت کیا، اس کے بعد مرزا صاحب کے پیغام پر وعید ہے جو قابل توجہ ہے اور ان سے یہ بھی ظاہر و بین ہے کہ جس امر کو مرزا صاحب اپنی لغت میں اپنے حالات و معاملات و واقعات کے موافق ذلت قرار دیتے ہیں وہ عین عزت ہے اور مسائل کو صمّ بکم ہو کر بلا تحقیق مان لینا و یا تحقیق و تنقید سے مانع ہونا و ڈرنا اصل ذلت ہے یا سوائے ایمانی عزت کے کوئی دوسری عزت سمجھنا بموجب اس ارشاد قرآن مجید کے وللّٰہ العزّۃ و لرسولہ و للمؤمنین و لکنّ المنافقین لا یعلمون (اور عزت اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے) منافقانہ سمجھ و فہم ہے کہ اندر کچھ ہو اور باہر کچھ جیسا کہ مرزا صاحب نے

ایسے اخلاق امام الزمان کا وصف بیان فرمایا ہے۔

پھر دنیا میں کون صاحب عقل سلیم و تقوی اللہ اس امر کا قایل ہے کہ تحقیق مسائل دینی میں ذلت ورسوائی و پردہ دری ہے ہاں جس کی بناوٹ خودغرضی وجھوٹ اس تحقیق میں ظاہر ہو اس کی پردہ دری و ذلت تو ضرور ہے۔ قرآن میں تو اللہ اچھی طرح عقل سے مسائل نہ سمجھنے والوں کے حق میں فرماتا ہے انّ شرّ الدّواب عند اللّٰه الصمّ البکم الّذین لا یعقلون۔ اور تحقیق و تفقہ مسائل کی تاکید فرماتا ہے: فلولا نفر مّن کلّ فرقةٍ مّنھم طائفة لیتفقّھوا فی الدّین و لینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلّھم یحذرون (ایسا کیوں نہ کیا کہ ان کی ہر ایک جماعت میں کچھ لوگ نکل کر دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپسی پر اپنی قوم کو ڈراتے تاکہ وہ حذر کرتے) ان جاء کم فاسق بنبا فتبیّنوا (اگر آوے تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لیکر، تو تحقیق کرلو) وغیرہ۔ اور مرزا صاحب حقائق و معارف کے دعویدار ہو کر اس کے مخالف تحقیق وتنقید سے روکتے ومانع ہوتے ہیں۔ اگر فرماویں کہ یہ مسئلہ دینی مسائل میں سے نہ تھا کہ اس کی تحقیق ضروری ہوتی تو اس پر یہ سوال ہوگا کہ پھر خود بدولت نے بدعوی امام الزمانی وسراپا حمایت دینی اس کو کیوں بابار لکھا ہے؟

یہ امر مسلّم واظہر من الشّمس ہے کہ جس شخص کے جواہرات ومتاع سچے کھرے نفیس بیش بہا ہوں وہ تو بآواز بلند نقارہ کی چوٹ سے خریداروں کو یہی کہتا ہے کہ خوب پرکھو۔ جانچو، آزماؤ، آنچ دے کر دیکھو، کسوٹی پر لگاؤ، جس قدر زیادہ تفتیش وامتحان کروگے اسی قدر انکو اصلی اعلی وکامل المعیار پاؤ گے اور جوہری مالک کی قدر بڑھ کر اس کی عزت وصدق کا اعتبار دوبالا ہوگا۔ ہاں جس کو اپنی ملمع سازی دھوکہ اور اپنے مال کے کھوٹا وجھوٹا ہونے کا کھٹکا ودھڑکا ہو تو ضرور اپنی قلعی کھلنے کے ڈروخوف سے خریدار کو ہرطرح تحقیق وآزمائش سے روکنے اور تنقید و پرکھنے سے باز رکھنے کی سعی و کوشش کرے گا۔ پس مرزا کو اگر اپنے صادق اور اپنی تحقیق وتصانیف وکلمات سراسر حق ہونے کا یقین ہے جیسا کہ اوصاف امام میں ان کو بیان کیا ہے تو ان کو خوش ہونا چاہیے کہ لوگ جوں جوں تحقیق وتفتیش وآزمائش کریں گے توں توں اس کا صدق واعتبار بڑھے گا اور لوگ انکے مطیع ہونگے نہ یہ کہ اسکے برعکس کشف حالات وتحقیق وتنقید سے ڈریں اور گھبراویں اور اس کو روکیں اور اپنی جماعت مریدین میں بھی اپنے ادب وتعظیم وتکریم کی اس قدر مبالغہ واصرار سے تاکید وعمل درآمد رکھیں کہ ان کی ہر بات بلاچون وچرا بسروچشم قبول کرکے مریدین آمنا وصدقنا ہی کہتے رہیں۔ اور کسی امر ومسئلہ کے استفسار وتحقیق وتفتیش کی ہرگز جرأت نہ کریں جیسا کہ آج کل ان کا عمل ہے۔

چنانچہ مرزا صاحب کے مع اپنے مریدین کی تصویر کھنچوانے پر جب دوسرے مریدین نے کچھ سوالات واعتراضات کئے تو مرزا صاحب کے ایک غالی مداح مرید نے ان کے جواب میں اس کو کورانہ تقلید کی وجہ سے شورش پیدا ہونا اور ضعف قلب کی وجہ سے مزید اطمینان یا شرح صدر کے لئے اس پر نصوص سے دلائل چاہنا کہہ کر اخبار الحکم ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء میں لکھا ہے کہ:

میں اس وقت موقعہ نہیں دیکھتا کہ تصویر کی نسبت نقلی مباحثات کے الجھیڑے میں پڑوں مگر میں ایک عظیم الشان دلیل جس کے ذوق سے میرا سراپا مسرور ہے ایسی پاتا ہوں کہ اس کے بعد ان کے لئے خصوصاً جو کسی طرح حضرت اقدس کو امام الزمان موید من اللہ مان چکے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی اگر وہ طبع سلیم رکھتے ہوں اس سے زیادہ صاف اور قوی دلیل نہیں ہوسکتی اور وہ کیا ہے خود حضرت موید من اللہ مکلم اللہ مقرب اللہ کا عمل اور حضرت حکم عدل کا فعل۔

پھر نصیحت کی ہے کہ:

اب ان لوگوں کا فرض کیا ہے جو ایک امام یا لیڈر کو اس کے پورے معنی میں تسلیم کر چکے ہیں یہی کہ اس کی ہر حرکت ہر سکون ہر فعل غرض اس کی ہر ادا کے ساتھ انہیں کلی صلح اور پوری موافقت ہو جائے اور دل کے کسی گوشہ میں اس کے کسی فیصلہ پر کوئی اعتراض اور نکتہ چینی باقی نہ رہے۔

پھر آیت کریمہ فلا و ربّک لا یؤمنون حتّی یحکّموك فیما شجر بینھم (قسم ہے تیرے رب کی یہ لوگ ہرگز ایمان دار نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں تجھ کو حاکم نہ بنائیں) وغیرہ کے خلاصہ کے طور پر تشریح کر کے کہا ہے کہ:

میں بار بار کہونگا کہ شرط استفاضہ یہی ہے اور خدا کی خوشنودی اسی میں ہے کہ ایمان میں اپنے تئیں قرآن مجید کی اس آیت کے مصداق بنائیں اور اس کی سب باتوں کو روح اور راستی سے قبول کریں اور اس علم حق کے مقابل اپنے علم خشک کی پگڑیاں اتار دیں۔

بعدہ لکھا ہے:

کیا اسی طرح ہماری روحیں محسوس کرتی ہیں کہ ہماری دلی اور لذیذ اعتقاد کی تکیہ گاہ امام زمان ہے اور اس سہارے کو محسوس کر کے واقعی طمانیت اور سکینت انہیں حاصل ہوگئی ہے اگر یہ ہے تو مبارک ورنہ ایمان کی اور زندہ ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ مردہ ایمان

اور مذ ہذ ب ایمان اور ظلمتوں کی تحت الثری میں گرا ہوا ایمان کیا نفع پہنچا سکتا ہے، ملخصاً

اس تحریر میں دو تین آیات قرآن مجید تو لکھی ہیں لیکن نفس مضمون چونکہ متضمن شرک فی الرسالۃ ہے اس لئے کہ اس میں آیت فلا و ربّک لا یو منو ن .. الخ کو سوائے سید الا ولین و الاخر ین ﷺ کے کسی دوسرے کے حق میں بھی اعتقاد کیا اور اسکو ویسا ہی حکم و عدل مانا ہے اور مضمون شرک فی الالوہیۃ ہے اسلئے کہ اس میں سوائے خالق و مالک ورب العالمین اللہ سبحانہ وتعالی کے کسی دوسری مخلوق کو دلی اعتقاد کی تکیہ گاہ اور سہارا بنا کر ومحسوس کر کے طمانیت وسکینت حاصل کرنے کی تعلیم ہے لہذا یہ خلاف کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ وسرا سر خلاف عقائد اسلامی ہے۔ اور اگر طوالت وعلیحدگی از اصل مقصد کا خیال نہ ہوتا تو عاجز ہر ایک ان کی خود تراشیدہ دلیل کا اظہار حق کی خاطر جواب اسی جگہ لکھتا۔

افسوس یہ کہ مریدین مرزا صاحب کے ایسے ایسے پیغام واحکام وتدابیر وغلو سے بھی سبق حاصل کر کے حقیقت حال سے واقف ہونے کی سعی نہیں کرتے بلکہ مسائل کی تحقیق سے روکنے والی دھمکیوں کی تائید وتصدیق کر کے ان کو پیش گوئیاں مانتے وسمجھتے ہیں۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ احقاق حق کی مخالفت تقاضائے نورِ دین ہے یا خفائے سیرتی واخفائے حق ودین؟

مرزا صاحب کی دھمکی ذلت کا ایک پہلو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عاجز ورفیقان عاجز کی مرزا صاحب سے اس عرصہ دراز تک حسن ظن سے ملاقات کیوں رہی اور ان کی حمایت میں کیوں رہے ؟ ابتدائے ملاقات میں اول ہی ان کے اصل حال ومآل سے آگاہ ہوکر فوراً ان سے علیحدگی مہاجرت وکنارہ کشی کیوں نہیں کی؟ اس کی پاداش میں اگر سزا وذلت ورسوائی وغیرہ ضروری ہے تو عاجز ورفقاء اپنی حسن ظنی کے قصور کے معترف ہوکر اب بدرگاہ غافر الذنوب توبہ واستغفار کرتے ہیں۔

بالآخر مرزا صاحب خود بدولت مقدمات وغیرہ معاملات میں جیسا کہ اپنے مریدین سے دستگیری وحمایت کے طالب ہوکر انہیں کی امداد پر انحصار سمجھا کرتے ہیں سو اسی خیال پر عاجز و رفیق عاجز کو بھی فرما دیا ہے کہ، پھر وہ مولوی جن پر انحصار سمجھا کرتے ہیں ان کی دست گیری نہیں کر سکیں گے،۔ یا شائد بہ تقلید ان لوگوں کے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے و قال الّذ ین کفروا ان ھذا الّا افک ن افترا ہ و اعا نہ علیہ قو م آ خرون (اور کافر کہتے ہیں کہ یہ تو نرا جھوٹ اس نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس گھڑت میں اس کی مدد کی ہے) ایسا فرمایا ہے جس کا جواب قرآن مجید میں فقد جاء وا ظلماً و زوراً (پس تحقیق یہ لوگ سرتا سر ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے

) آچکا ہے لہذا اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں اور الحمد للّٰہ علی احسانہ کہ خالق مالک محسن مولی رحیم وکریم نے عاجز ورفیق عاجز کے کسی دینی و دنیوی امر کا کسی مخلوق پر انحصار نہیں رکھا اور نہ سوائے اپنی ذات پاک مبارک علی کلّ شیء قدیر کے اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ واتباع وطریق سلف وخلف صالحین امت مرحومہ کے کسی ایسے ویسے مولوی فقیر یا بزبان خود مصنوعی امام وغیرہ کی دستگیری کی حاجت رکھی ہے بلکہ عاجز کو الہاماً ارشاد فرمایا ہے اذا استعنت فاستعن باللّٰہ جیسا کہ حضرت عبداللہ صاحب غزنویؒ تعلیم وتاکید فرمایا کرتے تھے۔

کثرتِ شیطانی الہام کی وجہ سے امان کا اٹھنا

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۸ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کہ اس کثرت سے شیطانی الہام بھی ہوتے ہیں تو پھر الہام سے امان اٹھ جاتا ہے اور کوئی الہام بھروسہ کے لائق نہیں ٹھہرتا کیونکہ احتمال ہے کہ شیطانی ہو، خاص کر جب کہ مسیح جیسے اولوالعزم نبی کو بھی یہی واقع پیش آیا تو پھر اس سے تو ملہموں کی کمر ٹوٹتی ہے تو الہام کیا ایک بلا ہو جاتی ہے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بیدل ہونے کا کوئی محل نہیں۔ دنیا میں خدا تعالی کا قانون قدرت ایسا ہی واقع ہوا ہے کہ ہر ایک عمدہ جوہر کے ساتھ مغشوش چیزیں بھی لگی ہوئی ہیں۔ دیکھو ایک تو وہ موتی ہیں جو دریا سے نکلتے ہیں اور دوسرے وہ سستے موتی ہیں جو لوگ بنا کر بیچتے ہیں۔ اب اس خیال سے کہ دنیا میں جھوٹے موتی بھی ہیں، سچے موتیوں کی خرید و فروخت بند نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ جوہری جن کو اللہ نے بصیرت دی ہے ایک ہی نظر سے پہچان جاتے ہیں کہ یہ سچا اور یہ جھوٹا ہے۔ سو الہامی جواہرات کا جوہری امام الزمان ہوتا ہے، اس کی صحبت میں رہ کر انسان جلد اصل اور مصنوعی میں فرق کرسکتا ہے۔

جواب۔ جب امام الزمان کو اپنی ہی غلطیوں کا پتہ بقول خود سالہا سال کے بعد لگے جیسا ایام الصلح میں مرزا صاحب نے خود مانا ہے تو دوسروں کے اصلی اور مصنوعی کا کیا فرق کرسکے گا؟

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ شیطانی الہام وغیرہ سے بے دل ہونے کا کوئی محل نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب عادت کے سبب بے دل نہ ہوں لیکن دیگر مسلمانان تو نفس و شیطان کی مداخلت سے ہمیشہ اللہ عزوجل کی پناہ وحفاظت کے سائل اور لا حول و لا قوۃ الا

با للّٰہ ، قل اعوذ بربّ الفلق .. الخ ۔ قل اعوذ بربّ النّاس ..وغیرہ کے ورد میں مصروف رہتے ہیں اور مرزا صاحب شائد اس لئے بے دل نہیں ہوتے کہ ایسی تقاریر سے دوسرے غریب مسلمانوں کے الہامات کو شیطانی بنا کر ان کا بیدل کرنا مرزا صاحب کا عین مقصود ہوتا ہے اور خود بدولت اس لئے بھی بظاہر بے دل نہیں ہوتے کہ اول تو ایسے الہامات کے عادی ہیں، دوم بروقت ناکامی وگذرنے میعاد ایسے الہامات کے تاویلات رکیکہ کی تراش خراش سے ان کو بزبان خود سچا کرنے میں بزعم خود استعداد و مہارت کامل ہے۔ سوم، اگر بے دل ہوں تو یہ سلسلہ جماعت و معیشت فراخی و تیاری مکانات و زیور وغیرہ کیونکر قائم رہے۔

پھر اپنے آپ ہی کثرت الہامات شیطانی، ان سے امان اٹھنے، بھروسہ کے لائق نہ ہونے، ملہموں کی کمر ٹوٹنے کا سوال فرما کر خود ہی جھوٹے سچے موتیوں کی خرید و فروخت کی مثال و جواب لکھ کر خود بدولت و حاشیہ نشینان کو اس کا شناسندہ جوہری قرار دے کر مطمئن و خوش ہو گئے ۔ سبحان اللہ! اس طرح تو ہر ایک کا اختیار ہے کہ اپنے گھر میں جو چاہے بزبان خود بن بیٹھے لیکن انصاف تو تب تھا جب مرزا صاحب دوسرے غریب مسلمانان ملہموں سے بھی جو بفضل تعالی اظہار دعاوی مرزا صاحب کے پہلے ہی سے اس نعمت سے مالا مال اور تقوی و طہارت خشیت اللہ راست بازی وصدات میں بھی مقبول خاص و عام تھے ان سے بھی اس بارہ میں رائے و مشورہ لے کر ان کے دلائل و اعتراضات کو توڑ کر مطمئن و صحیح جوہری ثابت ہوتے ، نہ یہ کہ گھر میں زبانی سب کچھ پورا کریں اور اپنی ہی متاع کو باوجود امتحان میں کبھی سچا ثابت نہ ہونے کے بھی زبردستی سے اسی کو سچا اور دوسروں کے متاع اخلاص و عبودیت والے کو باوصف مطابقت کتاب وسنت و کامل المعیار ہونے کیا آپ بلا دلیل و مصنوعی جھوٹا اور سستا بناتے رہیں اس کو کون قبول کرسکتا ہے؟

لکھوی اور غزنوی الہامات درحق مرزا

مرزا صاحب تو کسی دوسرے مسلمان ملہم کا نام اور اس کی رائے اور شہادت در بارہ خود بدولت سننے کی اب تکلیف شاید ہی گوارا فرمائیں اگرچہ اپنے اشتہار ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء میں صلحاء

مشائخ اہل اللہ و مسلمانوں کو ایسی شہادت کے اظہار کیلئے قسمیں دی ہیں، لیکن عاجز بہ تعمیل الدّ ین نصیحة (دین خیر خواہی ہے) و بنظر خیر خواہی و تعمیل امر مندرجہ اشتہار چند ملہموں کی چند الہامی شہادات و رائے در بارہ مرزا صاحب پیش کرتا ہے، ملاحظہ فرماویں اور وہ ملہمین ہیں بھی حسب شرائط مرزا صاحب مسلمان امت و پیروان و خادمان محمد ﷺ اهد نا الصّرا ط المستقیم صرا ط الّذین انعمت علیھم (دکھا ہم کو راہ سیدھی، راہ ان کی جن پر تو نے انعام کیا) نمازوں اور دیگر اوقات میں پڑھنے والے، پاک چشمہ دین اسلام کے فیض یاب سچے دین پر ثابت قدم اور قائم اور سچے دل سے قرآن شریف کو خدا تعالی کا کلام جاننے والے، صدق و اخلاص سے اس پر عمل کرنے والے، حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالی کا سچا اور کامل پیغمبر اور سب پیغمبروں سے افضل اعلی بہتر اور خاتم الرسل اور اپنا ہادی و رہبر سمجھنے والے، جیسا مرزا صاحب نے خود براہین احمدیہ صفحہ ۲۱۵ میں یہ شرائط مقرر فرما کر لکھا ہے کہ یہ مبارک الہام ان عزت دار بندوں میں پایا جاتا ہے جو امت محمدیہ میں داخل اور خدام آنحضرت ﷺ ہیں جن کے الہامات کو مرزا صاحب نے قطعی یقینی سچے بابرکت علم قطعی کا موجب واقعی اور یقینی صداقت واجب التعمیل قرار دے فرمایا ہے کہ جو شخص جسکو اس الہام کی نسبت باور دلایا گیا ہے اس پر عمل کرنے سے عمداً دست کش ہو وہ مورد غضب الٰہی ہوگا بلکہ اس کے خاتمہ بد ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۶۴)۔

اور مولوی نورالدین نے بھی اپنے خط اسمی مولوی فاضل عبدالجبار مشتہرہ اخبار الحکم ۳۱۔ اگست ۱۸۹۹ء میں ان ملہموں کے صادق ہونے کی نہایت وثوق سے شہادت دی ہے۔

الہامات مولوی عبدالرحمٰن لکھویؒ درحقِ مرزا

(جن کے زہد و تقوی، طہارت، محبت و خشیت الٰہی، اتباع سنت و احتیاط سے ایک زمانہ واقف و قائل ہے اور جو اخیر توفّنا مع الا برار کے مصداق ہو کر شہادت کی مرض سے مدینہ میں قیامت تک مقیم ہوئے)۔

ا۔ خلاصہ خط مندرجہ اشتہار ۱۷ شعبان ۱۳۰۸ھ۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ جیسے حامیان الفاظ قرآنیہ کے تھے ویسے ہی حافظان معانی قرآنیہ تھے۔ ھکذا فی الا حادیث ھم حا فظو ھا و مبلغو ھا

و سا معو ھا و نا صرو ھا و فا ھمو ھا و دا ئمو ھا (وہ اسکے حافظ، اس کے پہنچانے والے، اسکے سننے والے، اس کی نصرت کرنیوالے، اس کے سمجھنے والے، اس کو ہمیشہ پڑھنے والے تھے)

میں نے مرزا صاحب کی بیعت کا خیال فکر کیا تو یہ الہام ہوا:

اتستبد لو ن الّذی ھو اد نی با لّذی ھو خیر (کہ جو چیز بہتر ہے کیا تم اس کے بدلے ایسی چیز لینا چاہتے ہو جو گھٹیا و ادنی ہے)۔

و لن تفلحوا اذاً ابداً (اور تم اس وقت ہرگز خلاصی نہ پاؤ گے)۔

انّکم اذاً مّثلھم (تحقیق تم اس وقت ان کی مثل ہو گے)۔

اور ایک روز بیعت کا فکر کیا تو الہام ہوا:

و لئن اتّبعت اھواء ھم بعد الّذی جاء ك من العلم ما لک من اللّٰه من و لیّ و لا نصیر۔ (اور اگر تو ان کی خواہشوں کی اتباع کرے گا اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آ چکا ہے تو تیرے لئے اللہ سے کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا)

و ما یعد ھم الشیطا ن ا لّا غرو راً۔ (شیطان ان کو فریب ہی کا وعدہ دیتا ہے)

اور بعضے وقت میں یہ الہام ہوا:

و اتّخذوا آ یا تی و رسلی ھز واً (اور انہوں نے میری آیتوں اور رسولوں کو ہنسی بنایا)

و من یکن الشّیطا ن له قر ین فساء قر یناً (اور جس کا قرین شیطان ہو تو بہت ہی برا قرین، ساتھی، ہے)۔

و ان تد عھم الی الھد ی فلن یھتدوا اذاً ابداً (اور اگر تو ان کو ہدایت کی طرف بلاوے تو وہ ہرگز کبھی ہدایت نہ پاویں گے)۔

و انھم یکیدو ن و ضلّوا فا ضلّو (وہ مکر کرتے ہیں، اور گمراہ ہوئے پس گمراہ کیا)

(و قو له تعا لی) یر یدو ن لیطفئو ا نور اللّٰه با فوا ھھم۔ (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں)

(و قو له تعا لی) و کذّ بوا بآ یا تنا کذّا باً (اور انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا)

دعا کردم: یا اللہ حکم تو در بارہ مرزا چیست۔ الہام شد او لئک ھم الکا فرو ن حقاً۔ (وہ لوگ پکے کافر ہیں)

❁ خط مندرجہ اشتہار ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ۔

مرزا قادیانی نے سرالخلافہ میرے پاس بھیجی ۔مہر ڈاک سے معلوم ہوا کہ ۲۵ جولائی کو وہاں سے روانہ ہوئی تھی جس تاریخ تک مرزا نے مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) کو اپنے زعم میں بھگا دیا اور سب علماء کو ملزم بنا دیا۔ مقابلہ کی اطلاع ہم کو پیچھے دی اور فتح پہلے چھاپ دی۔ ماشاء اللہ پہلی دفعہ دیکھنے پر ہی یہ الہام ہوا:

و لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا و اتبع هواه و كان امره فرطاً

اورسونے کے وقت دعا کی یا خبیر اخبرنی کہ مرزا کا کیا حال ہے؟ خواب میں یکم ماہ صفر ۱۳۱۲ھ کو یہ الہام ہوا:

انّ شانئك هو الابتر ۔ انّ فرعون و هامان و جنودهما كانوا خاطئين

بعض مرزائیوں نے کہا کہ مرزا دین کی مدد اور نصاریٰ کا ردّ کرتا ہے فی الفور الہام ہوا:

و قدمنا الى ما عملوا من عمل فجعلناه هباءً منثوراً

وہاں مرزائیوں کی شورش سنی ہے کیا وجہ ہے یہ الہام ہوا:

جند ما هنالك مهزوم من الاحزاب (بڑے بڑے لشکر اس جگہ شکست پا گئے ہیں فرقوں میں سے)۔

مورخہ ۲۱۔ اگست ۱۸۹۴ء انتہی ۔

یہ الہامات بہت ہی توجہ کے لائق ہیں کیونکہ مرزا کی کاروائی حصول فتح و تعلّی و تفاخر وغیرہ کا ان میں صاف صاف حال ہے اور مولوی عبد الرحمٰن لکھوی ؒ مرزا صاحب کی طرف ایسے رجوع و مائل تھے کہ مرزا سے بیعت کرنے اور مرید ہونے کے فکر و خیال میں تھے جیسا کہ خود انہوں نے اپنے خط میں تحریر فرمایا ہے لیکن حافظ حقیقی جل جلالہ نے ان کی حفاظت فرما کر اس امر سے بچایا اور مرزا صاحب کی طرف جانے سے ان کو روکا۔

الہامات حافظ حاجی مولوی عبد الحق درحقِ مرزا

و ما كيد فرعون الّا فى تباب (نہیں تدبیر فرعون کی مگر ہلاکت میں)

من شذ شذ فى النّار ۔ (جو اکیلا ہوا، اکیلا ہوا دوزخ میں)

سيصلى ناراً ذات لهب (عنقریب آگ شعلہ مارنے والی میں داخل ہوگا)

و اللّٰه معكم ولن يتركم اعمالكم (اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے عملوں کا نقصان نہ ہوگا)

انّ شا نئک ھو الا بتر (بے شک تیرا دشمن ابتر ہے)

و نری فرعو ن و ھا ما ن و جنو د ھما منھم ما کا نوا یحذرو ن (اور ہم نے فرعون اور ہامان اوران کے لشکر کو وہ شئے کہ اس سے ڈرتے تھے، دکھائی)

ا نّا علی ان نر یک ما نعد ھم لقا درو ن (اور ہم تجھ کو وہ شئے جس کا ہم ان کو وعدہ کرتے ہیں، دکھانے پر قادر ہیں)

فجعلنا ھا نکالاً لما بین ید یھا و ما خلفھا و مو عظۃً للمتّقین (پس ہم نے اس کو موجودہ لوگوں اور پچھلوں کے لئے عبرت بنا دیا اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت)

فقطع دا بر القو م الّذین ظلموا و الحمد للّٰہ ربّ العا لمین (پس اس قوم کی کہ انہوں نے ظلم کیا جڑ قطع کی گئی۔ پس سب تعریف اللہ کے واسطے ہے جو رب ہے تمام عالموں کا)۔

سنسمہ علی الخر طو م (عنقریب اس کے ناک پرنشان لگاویں گے)

انّھم یکیدو ن کیداً و اکید کیداً فمھّل الکا فر ین امھلھم رو یداً (تحقیق وہ مکر کرتے ہیں اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں پس کافروں کو مہلت دے تھوڑی دیر)

کان لّم تغن باالا مس۔ (گویا کہ وہ کل نہ تھا)

و یسئلو نک عن الجبا ل۔ فقل ینسفھا ر بّی نسفاً۔ فیو مئذٍ لا تنفع الشّفا عۃ۔ انّما یر ید اللّٰہ ان یصیبھم ببعض ذنو بھم (وہ تجھ سے پہاڑوں کی بابت سوال کرتے ہیں تو کہہ میرا رب ان کو پراگندہ کر دے گا۔ پس اس دن شفاعت نفع نہ دے گی۔ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو پہنچاوے بدلہ ان کے بعض گناہوں کا)

و ما رمیت اذ رمیت و لکنّ اللّٰہ ر می (نہیں پھینکا تو نے جب پھینکا مگر اللہ نے پھینکا)

رأیت کہ عبداللہ غزنوی را الہام شدہ کہ عاقبت قادیانی خراب خواہد شد

رأیت کہ عبداللہ گوید کہ قادیانی دعوی پیغمبری خواہد کرد

مندرجہ اشتہار ۱۷ شعبان ۱۳۰۸ھ ہے:

جب میں نے مرزا کے بارہ میں استخارہ کیا اور دل میں کچھ خوف تھا تو دیکھا سلام لک حتی مطلع الفجر (سلامتی واسطے تیرے طلوع فجر تک) اور مرزا کے بارہ میں گفتگو ہونے سے پہلے یہ الہام ہوا: جواب جاہلاں باشد خاموشی۔

بار دیگر جب کچھ قلق دل میں ہوا تو یہ الہام بے حساب ہوا:

انّی معک حیث ما کنت فلا تخف و لا تحزن (تحقیق میں ساتھ تیرے ہوں جہاں کہیں تو ہو۔ پس نہ ڈر اور نہ غم کر)

انا جلیسک وانیسک فلا تخف ولا تحزن (میں تیرا جلیس و انیس ہوں، خوف اور غم نہ کر)۔

فلا تھنوا و تدعوا الی السّلم و انتم الاعلون و اللّٰہ معکم (پس سست نہ ہو اور بلاؤ ان کو سمع کی طرف اور تم ہی غالب ہو، اللہ تمہارے ساتھ ہے)

جب مرزا کے مقابلہ میں کچھ سستی کی صورت ہوئی تو الہام ہوا:

و لنبلونّکم حتی نعلم المجاھدین منکم و الصّابرین ونبلوا اخبارکم (اور ہم تمہیں آزمائیں گے یہاں تک کہ ظاہر کر دیں ہم تم سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو، اور آزمائیں تمہاری خبریں)۔

یہ بھی دیکھا: انّ ولیّ اللّٰہ الّذی نزّل الکتاب و ھو یتولّی الصّالحین (تحقیق میرا کارساز دوست اللہ ہے جس نے کتاب کو اتارا اور وہی دوستی کرتا ہے صالحوں سے)۔

یہ بھی دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا: السلام علیکم۔ میں نے ابتدائے بیداری میں بآواز بلند کہا: و علیکم السّلام اور میری زبان سے بے اختیار یہ جواب نکلا۔

اور خوف کی حالت میں یہ بھی نظر آیا: و لن یّجعل اللّٰہ للکافرین علی المومنین سبیلاً (اللہ کافروں کو مسلمانوں پر ہرگز راہ نہ دے گا)۔

اور یہ بھی دیکھا: انّ ربک یقضی بینھم بالحقّ و ھو العزیز العلیم۔ فتوکّل علی اللّٰہ انّک علی الحقّ المبین۔ انّک لا تسمع الموتی و لا تسمع الصّم الدّعا (تیرا رب ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریگا اور وہی غالب ہے جاننے والا۔ پس تو اللہ پر توکل کر، تحقیق تو حق ظاہر پر ہے، تو مردے کو نہیں سناتا اور نہیں سناتا بہروں کو پکارتا ہوا)

جب کچھ خوف کی صورت نظر آئی اور دل کو نہایت قلق ہوا تو یہ الہام ہوا:

سلام علیکم من ربّ العالمین۔

اور یہ بھی دیکھا:

حاصل دادہ حۃ میزان۔ یوحدیث دہ بل قران۔ (ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ میزان ایک تو حدیث ہے اور دوسرا قرآن ہے)

فلا تکفرو لا تحزن۔ (پس ناشکری نہ کر اور غم نہ کھا)

ن و القلم و ما یسطرون ما انت بنعمۃ ربّک بمجنون ۔
و اصبر لحکم ربّک فانّک باعیننا (اور اپنے رب کے حکم پر جمارہ۔ تحقیق تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے)

لہ ما بین ایدینا و ما خلفنا و ما بین ذالک و ما کان ربّک نسیّا ،ای تارکاً لک ، (واسطے اس کے ہے جو آگے ہے اور پیچھے ہے، اور جو اس کے درمیان ہے ، اور تیرا رب بھولنے والا نہیں)

اتی نصر اللّٰہ و اللّٰہ عزیز حکیم (آئی مدد اللہ کی اور اللہ عزیز وحکیم ہے)
لا تخف انک انت الا علی ۔

ان سب مخالف الہامات پر اگر بحالی و برقراری جماعت کی خاطر یا کسی اور وجہ و ضرورت کے سبب کسی حاشیہ وغیرہ چڑھانے کی ضرورت وارادہ ہو تو مرزا صاحب براہ مہربانی قاعدہ مسلمہ خود بدولت مشتہرہ اشتہارے ۔اگست ۱۸۸۷ء متذکرہ باب اول فصل ۳۴ بھی مدنظر رکھیں۔

یہ الہامات خاص کر کے اس لئے بھی بہت توجہ وغور طلب ہیں کہ ان تمام مسلّمہ ملہمین و دیگر مشائخ وصلحاء کو جو مرزا صاحب کی طرف رخ کرنے سے بھی روکا جاتا ہے تو کیا ارحم الراحمین جل شانہ وعم نوالہ نے اس میں ان غریبوں کی ہلاکت تباہی و بربادی ونیست و نابود کرنے کا ارادہ فرمایا ہے؟ اور کس جرم پر؟ کیونکہ بظاہر تو انہوں نے اطاعت اللہ تعالی و رسول اللہ ﷺ و پابندی و فرمان برداری احکام شریعت اسلام میں حسب استطاعت خود کسی طرح کوتاہی و کمی نہیں کی ہے اور چونکہ ان پر نیستی و مسکینی عاجزی وانکساری بباعث غلبہ نسبت عبودیت غالب تھی اور ہے لہذا تکبر تعلّی شیخی یا اظہار فضلیت تو بفضلہ تعالی وتقدس ان کے نزدیک کیوں آنے لگا، بلکہ اپنے نفس پر یہاں تک بدگمانی ہے کہ مطمئن ہونے کے لئے الہامات منامات وکشوف کو بار بار کتاب وسنت پر عرض کیا جاتا ہے ۔لہذا مرزا صاحب ومریدین ان پر ضرور غور فرمائیں اور ان شہادات کو حسب وعدہ مندرجہ اشتہار تفکر وتدبر سے وزن کریں۔

اول تو مرزا صاحب الہامات کی مدح وثنا وفضیلت میں فرماتے رہے کہ:
علوم ربانی اور اسرار آسمانی مسلمانوں پر بذریعہ الہام یقینی وقطعی منکشف ہوتے ہیں۔
(براہین احمدیہ۔صفحہ ۲۲۳)۔
مسلمانوں کے سچے و بابرکت الہام۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۸)۔

اولیاء اللہ کے الہام کو جو علم قطعی کا موجب نہ سمجھے بلکہ علم ظنی کا موجب سمجھے اس کا قول ایک وسوسہ ہے جس پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی قائم نہیں ہو سکتی بلکہ تجربہ صحیحہ ومتواترہ وآیات محکمہ فرقانی اس کے ابطال پر دلائل قائم کرتے ہیں اور درحقیقت ایسے وساوس انہیں لوگوں کے دلوں میں اٹھتے ہیں جو الہام الٰہی کی کامل روشنی سے بے خبر ہیں اور علم لدنی کی قدر شناسی سے بے بہرہ۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۹)۔

پہلے اس نے اظہار علی الغیب کی نعمت اور علم لدنی یقینی قطعی کی دولت اپنے برگزیدوں رسولوں کو دی مگر پھر تعلیم اھد نا الصّراط المستقیم۔ صراط الّذین انعمت علیھم دے کر تمام سچے طالبوں کو خوش خبری دی کہ وہ اپنے رسول مقبول کی تبعیت سے اس علم ظاہری اور باطنی تک پہونچ سکتے ہیں جو بالاصالت خدا کے نبیوں کو دیا گیا، انہیں معنوں کر کے تو علماء وارث الانبیاء کہلاتے ہیں۔ (براہین احمدیہ۔ صفحہ ۲۳۱)۔

الہام ایک واقعی اور یقینی صداقت ہے جس کا مقدس اور پاک چشمہ دین اسلام ہے اور خدا جو قدیم سے صادقوں کا رفیق ہے دوسروں پر یہ نورانی دروازہ ہرگز نہیں کھولتا اور اپنی خاص نعمت غیر کو نہیں دیتا۔ (براہین احمدیہ۔ صفحہ ۲۵۹)۔

الہام میں عنایات حضرت احدیت اس کے حال پر مبذول ہوتے ہیں اور مقبولین میں شمار کیا جاتا ہے۔ (براہین احمدیہ۔ صفحہ ۲۷۲)۔

الہام واجب التعمیل ہے اس پر عمل کرنے سے عمداً جو دست کش ہو وہ مورد غضب الٰہی ہوگا بلکہ اس کا خاتمہ بد ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۶۴)۔

اور اب یک دفعہ ہی یہ تغیر حالت کہ اس سب تعریف ثنا وفضیلت قرارداد خود بدولت کو نسیاً منسیاً فرما کر دوسرے عاجز مسلمانوں کے الہامات کو ساقط الاعتبار و بمقابلہ خود بدولت محض ہیچ ٹھہرانے کی خاطر شیطانی الہامات کے صیغہ اور سلسلہ پر زور ڈالدیا اور ثبوت میں سیدنا مسیح ؑ وسید عبدالقادر جیلانیؒ جیسے اکابر کی طرف ان کی نسبت فرمائی ہے۔

مرزا صاحب نے الہامی جواہرات کا جوہری ہونا خود بدولت تک اور اصل ومصنوع میں فرق کرنا خود بدولت کے صحبت یافتوں پر منحصر فرما کر دوسرے تمام ملہمین کو بے بصیرتوں میں داخل فرمایا ہے لیکن کچھ تو اس دعوی بلا دلیل کی کوئی وجہ ثبوت تحریر فرماتے یا محض عاجز کے الہام لو کنتم تملکون خزائن رحمت ربّی اذا لا مسکتم خشیت الانفاق (اگر میری

رحمت کے خزانوں کے تم مالک ہوتے تو خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم ان کو بند رکھتے) کی تصدیق کے لئے ہی اس کا اظہار فرمایا ہے۔

یہ بھی فرماویں کہ مرزا صاحب نے سوائے خود بدولت و جماعت مریدین کے کسی دوسرے عاجز کے الہاموں کو بھی پرکھ کر سچا قرار دیا ہے؟ اگر فرماویں کہ ایسا موقع کبھی نہیں آیا تو اب جو الہامات درج کتاب ہذا ہوئے ہیں ان پر غور فرما کر رائے انصاف وخشیت اللہ سے دیں جس سے عام پر آپ کا عدل وانصاف وامانت ودیانت ظاہر ومتحقق ہو جاوے۔

☆ سچے الہامات: خصائص وعلامات

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

ای صوفیو! اور اس مہوسی کے گرفتارو، ذرہ ہوش سنبھال کر اس راہ میں قدم رکھو اور خوب یاد رکھو کہ سچا الہام جو خالص خدا تعالی کی طرف سے ہوتا ہے مندرجہ ذیل علامتیں اپنے ساتھ رکھتا ہے۔

جواب۔ یہ مرزا صاحب نے کیا فرمایا، ذرہ ہوش سنبھال کر اس راہ میں قدم رکھو۔ کیا انکے اس ڈرانے وخوف دلانے سے یہ مراد ہے کہ عبادت الہی، اتباع قرآن مجید و پیروی شریعت کوئی نہ کرے کہ آپ کا یہ خیال ہے کہ انسان اپنے آپ آرزو وخواہش سے اس الہام کی راہ میں قدم رکھتا ہے؟ شاید مرزا صاحب نے اپنی حالت وحکمت عملی ودور اندیشی حیل وتدابیر پر قیاس فرما کر المرء یقیس علی نفسه (آدمی اپنے نفس کے موافق دوسروں کا قیاس کرتا ہے) کے موافق دوسروں کو اپنی طرح سنبھل کر چلنے کا ارشاد کیا ہے لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں کیونکہ عبادت تو فرض انسانی ہے بموجب ارشاد و ما خلقت الجنّ و الا نس الّا لیعبدون (میں نے جن وانسانوں کو عبادت کرنے کے لئے ہی پیدا کیا ہے) اور جو صدق ومحبت سے اس کو فرض سمجھ کر اقرار الوہیت خالق واظہار عبودیت خود کرنے کو اس میں مصروف ہوگا اس پر لازمی نتائج کشوف الہام و دیگر انعام و اکرام موعودہ ضرور مبدء فیوض حقیقی کی طرف سے مترتب ہوں گے، خواہ کوئی ہوش سنبھالے یا نہ سنبھالے۔ ہاں اگر کوئی خلاف احکام یا سوائے نیت حصول ورضا وتعمیل حکم خالق کسی اور نیت عجب و ریا ویا الہام پانے یا اور کچھ بننے کی خاطر عبادت کریگا تو وہ ضرور خسر الدّنیا و الآخرۃ ہوگا۔

علامت اول: دل آتش درد سے پانی کی طرح بہنا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

(۱) وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ جب کہ انسان کا دل آتش درد سے گداز ہو کر مصفا پانی کی طرح خدا تعالی کی طرف بہتا ہے..الخ

جواب۔ اگر کسی دوسرے عاجز کا الہام اسی طرح اسی حالت کا ہوگا تو مرزا اس کو سچا مان کر قبول فرماویں گے؟ اول اس کا فیصلہ فرماویں تو پھر کچھ عرض ہوگا۔ مرزا اول قبول کر چکے ہیں کہ ہر ایک زمانہ میں امت محمدیہ میں کئی کروڑ ملہم ہوتے ہیں تو کیا جو لوگ آپ سے کچھ تعلق نہیں رکھتے ان میں سے اس کثیر التعداد میں اب ایک بھی ایسا نہیں جس پر یہ حالت ہو؟ اس نفی پر کیا دلیل ہے۔

علامت دوم: لذت سرور، فولادی میخ کی طرح

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

سچا الہام اپنے ساتھ ایک لذت و سرور کی خاصیت لاتا ہے اور نا معلوم وجہ سے یقین بخشتا ہے اور ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر دھنس جاتا ہے۔ اور اس کی عبارت فصیح اور غلطی سے پاک ہوتی ہے۔

جواب۔ وہی پہلا جواب کافی ہے۔ علاوہ اس کے یہ کہ مرزا صاحب کے الہامات کی عبارت تو فصیح اور غلطی سے پاک نہیں ہے جیسا کہ آپ کے انگریزی و عربی الہامات کی غلطیوں سے ظاہر ہے۔ تعجب یہ کہ ابھی تک مرزا صاحب کو اپنی غلطیوں کا علم ہی نہیں اور نہ انگریزی دان مریدوں نے ہی مطلع کیا۔ اور وہ بے چارے کیوں کر کریں جب کہ بڑے انتظام اور زور سے ان کی قوت فکر یہ و نظریہ کو نیست و نابود کرنے کا اہتمام ہر وقت ہے اور وعظ اور خطبہ وغیرہ تحریر کے ذریعہ ان کو یہی نصیحت و تاکید ہوتی رہتی ہے کہ امام کی ہر ادا و ہر امر، ہر بات سے موافقت کرنی چاہیے اور اس کو قبول کرنا چاہیے اور ہرگز کوئی اعتراض اور چون چرا نہیں چاہیے۔ افسوس یہی تعلیم اول ہندو برہمنوں و دیگر ناواقف خود غرض و خود پرست فرقوں کی اپنی قوم کو تھی کیونکہ اعتراض و تفتیش و تحقیق اغراض نفسی کے حارج و مانع ہے اور حق اور پاک دین اسلام میں یہ تعلیم ہرگز نہیں بلکہ خوب اچھی طرح عقل

سے تفقہ دینی کی تاکید ہے۔ مریدین مرزا صاحب برائے خدا آنکھیں کھولیں۔

علامت سوم: شوکت رعب

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۹ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

سچے الہام میں ایک شوکت اور بلندی ہوتی ہے اور دل پر اس سے مضبوط ٹھوکر لگتی ہے اور قوت اور رعب ناک آواز کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے مگر جھوٹے الہام میں چوروں اور مخنثوں اور عورتوں کی سی دھیمی آواز ہوتی ہے کیونکہ شیطان چور اور مخنث اور عورت ہے

جواب۔ یہ عبارت بڑھانے کیلئے نمبر دو گزشتہ کا دوسرے الفاظ میں اعادہ ہے۔ ہاں بجائے شوکت و بلندی شوکا پن یعنی تعلیٰ اور بلند پروازی تو مرزا صاحب کی طرف سے بے شک ظاہر ہوئی ہے اور ناکامی و ہزیمت وغیرہ سے مضبوط ٹھوکریں بھی دل پر ضرور لگتی ہوں گی۔ لیکن ضد وہٹ و دیگر اغراض نے مرزا صاحب کو اقبال نہیں کرنے دیا۔ جھوٹے الہام کی تعریف یعنی چوروں مخنثوں و عورتوں کی سی دھیمی آواز والا کیونکہ شیطان چور مخنث و عورت ہے وغیرہ، جو مرزا صاحب نے فرمایا ہے اس سے ظاہر ہے کہ خود بدولت اس سے خوب ماہر ہیں اور آپ کو شیطان کے ساتھ خوب رابطہ خلط ملط ہے جبھی تو اس کی طرز و ہیئت اپنے ذاتی تجربہ سے بیان فرمائی ہے۔

علامت ۴: اس کے اندر خدا کی طاقتوں کا اثر ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

سچا الہام خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا اثر اپنے اندر رکھتا ہے اور ضروری ہے کہ اس میں پیش گوئیاں بھی ہوں اور وہ پوری بھی ہو جائیں۔

جواب۔ مرزا صاحب کے الہام و پیش گوئیوں کا چشم دیدہ حال بہت جگہ کئی صورتوں میں بیان ہو چکا ہے ان مقامات کا ملاحظہ فرما کر اس علامت کے ساتھ انصاف وغور سے موازنہ کریں کہ الٰہی طاقتوں کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے؟

علامات ۵۔۶: انسانوں کو نیک بنانا، نئی زندگی و روشنی پیدا ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

سچا الہام انسان کو دن بدن نیک بنا تا جا تا ہے اور اندرونی کثافتیں اور غلاظتیں پاک کرتا ہے اور اخلاقی حالتوں کو ترقی دیتا ہے۔.... سچے الہام پر انسان کی تمام اندرونی قوتیں گواہ ہو جاتی ہیں اور ہر ایک قوت پر ایک نئی اور پاک روشنی پڑتی ہے اور انسان اپنے اندر ایک تبدیلی پاتا ہے اوس کی پہلی زندگی مر جاتی ہے اور نئی زندگی شروع ہوتی اور وہ بنی نوع کی ایک عام ہمدردی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

جواب۔ گستاخی معاف یہاں تو سارا معاملہ اس کے برعکس ہوا ہے جس سے ثابت ہے کہ سچا الہام نہ تھا، یا مداخلت نفس وتمنی و یا عجب وریا، و یا تکبر و تعلیٰ و یا توہین وتحقیر انبیاء و عاجزان اہل اسلام وغیرہ مخلوق کے باعث ایسا ہوا ہے جن کی نظیریں جا بجا اس کتاب میں موجود ہیں۔ چنانچہ کچھ تو بضمن خوش اخلاقی مرزا صاحب بقید حروف تہجی پہلے بیان ہو چکا ہے اور کچھ نیابت نبوت کے ذیل میں آئندہ آئے گا۔ اگر اسی کو دن بدن نیک بننا، اندرونی کثافتوں اور غلاظتوں سے پاک ہونا اور اخلاقی حالتوں کی ترقی کہتے ہیں، تو بے شک مرزا صاحب کے یہاں ان سب کا بحر مواج چل رہا ہے اور کچھ کمی نہیں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ قانون الٰہی و شریعت اسلامی نے ان امور کی تحسین تو کیا بلکہ نفرین کر کے ان کو مورد غضب الٰہی بتلایا ہے جس سے ہر ایک مسلمان وغیر مسلم پناہ مانگتے ہیں۔

اندرونی قوتوں کی گواہی ان پر نئی اور پاک روشنی پڑنے کی بیرونی غریبوں کو کیا خبر؟ ہاں تبدیلی اور پہلی زندگی عبودیت ونرمی وخوش اخلاقی والی مر جانی اور نئی زندگی تکبر و تعلیٰ شیخی و الوہیت و درشتی سبّ وشتم والی شروع ہو جانی، تو اظہر من الشّمس اور سب کو معلوم ہے اور بنی نوع کی ہمدردی کا حال پہلے گذر چکا ہے۔ پوشیدہ حالات و اسرار کا واقف تو اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے ظاہری حال جو کوئی دیکھے گا وہی کہے گا۔

علامت ۷: سچے الہام کا ایک آواز پر ختم نہ ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

سچا الہام ایک ہی آواز پر ختم نہیں ہوتا کیونکہ خدا کی آواز ایک سلسلہ رکھتی ہے وہ نہایت ہی حلیم ہے جس کی طرف توجہ کرتا ہے اس سے مکالمات کرتا ہے اور سوالات کا جواب دیتا ہے ایک ہی مکان اور ایک ہی وقت میں انسان اپنی معروضات کا جواب پا سکتا ہے

گو اس مکالمہ پر کبھی فترت کا زمانہ بھی آ جاتا ہے۔

جواب ۔ اس کا جواب وہی ہے جو نمبر ایک کی ذیل میں عرض ہوا۔اس حلیم وکریم ورحیم کے حلم ورفق پر مرزا صاحب بھی تو کچھ توجہ فرماویں کہ ادنی اعلی مخلوق پر کس درجہ کا حلم فرما رہا ہے اور پھر خود بدولت کے حلم ودرگذر پر بھی نظر فرمائیں کہ تخلّقوا باخلاق اللّٰہ (اخلاق میں اللہ کے اخلاق کا اقتداء مدنظر رکھو) کا کیسا نمونہ ہے اور ہر مخالف موافق کے ساتھ گو کیسا ہی محبّ ومخلص ہو بحالت اندک اختلاف بھی خواہ خواب ہی میں ہو کیسا لٹھم لٹھا سلوک کرتے ہیں اور پھر انک لعلی علی خلقٍ عظیم کے ساری دنیا سے بڑھ کر دعویدار ہیں۔

علامت ۸ : بزدل نہ ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

> سچے الہام کا انسان کبھی بزدل نہیں ہوتا اور کسی مدعی الہام کے مقابلہ سے اگرچہ وہ کیسا ہی مخالف ہو، نہیں ڈرتا۔جانتا ہے کہ میرے ساتھ خدا ہے اور وہ اس کو ذلت کے ساتھ شکست دے گا۔

جواب ۔ بہت اچھا خود بدولت اپنے اس قاعدہ پر قائم رہیں ۔مرزا کے اس قاعدہ کی رو سے مولوی عبدالحق غزنوی ومولوی عبدالرحمٰن لکھوی مرحوم اور حافظ اندھا جو مرگیا، اور ملا محمد بخش، یہ سب جو مرزا صاحب سے نہیں ڈرے، سچے الہام والے ہوئے اور عبدالحق غزنوی اور ملا محمد بخش تو اب تک خم ٹھونک کر مقابلہ پر اسی طرح قائم ہیں ۔تو انصاف یہ ہے کہ اب انکے سچے الہامات کو قبول فرمایا جاوے۔اگر مرزا صاحب فرماویں کہ نہیں یہ ہمارے مقابلہ والے گو دلیر ہیں بزدل نہیں لیکن سچے الہام والے ہرگز نہیں جیسا کہ ان کوئی مرتبہ وہ تحریر فرما چکے ہیں تو پھر خیال فرماویں کہ وہ قاعدہ تراشیدہ کہاں گیا اور مرزا صاحب نے کیوں اور کیسے مقرر فرمایا ہے؟ کیا محض اس لئے کہ دوسرے غریب کم زبان عاجزوں کے الہامات کو بہ مقابلہ اپنے الہامات کے جھوٹا کہا جاوے؟

پھر کیا جرأت و دلیری وقوی دلی اسی کا نام ہے کہ خیر الحافظین کی حفاظت کو بالائے طاق رکھ کر ایک ادنی سی تکلیف موہوم پر ضعیف مخلوق اور مصنوعی اشیاء کے واسطے وذریعہ ڈالے جائیں اور رحم ومہربانی کے واسطے پکارا جائے؟ اور اخیر پر باوجود دعوے سچے وفوق واعلی درجہ کے الہام کے جب کوئی ذرہ سا ڈر وخطرہ پیش آوے تو الٰہی الہامات واحکام کو بند رکھنے حتی کہ اللہ

کے پاس دعا بھی نہ کرنے کا عہد کیا جاوے؟ حالانکہ دعوی یہ ہو کہ خدا ہمارے ساتھ ہے وہ ہر مخالف کو ذلت کے ساتھ شکست دیگا۔

کسی دوسرے عاجز کم سمجھ کم علم سے ایسا امر منافی توکل وخلاف آیات قرآن مجید ہونا تعجبات سے نہیں لیکن مرزا صاحب جو ماشاءاللہ امام الزمان ہونے کے دعویدار و آیات قرآن مجید و احادیث کے حقائق و معارف جاننے سکھلانے اور ان کے عمل کرنے کرانے کے تمام جہان سے بڑھ کر دعویدار ہیں، انہوں نے درج ذیل ارشادات پر غور کیا ہوگا:

یا ایّھا النّا س ضرب مثل فا ستمعوا له۔ انّ الّذ ین تد عون من دون اللّه لن یّخلقوا ذبا باً و لو اجتمعوا له و ان یّسلبھم الذّ با ب شیئاً لا یستنقذو ہ منه ضعف الطّا لب و المطلو ب ۔ ما قدرو اللّه حقّ قد رہ۔ انّ اللّه لقویّ عز یز ۔(اے لوگو ایک مثال بیان کی گئی ہے پس اس کو تم سنو۔ تحقیق وہ معبود کہ تم سوائے اللہ کے پکارتے ہو، ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ سب جمع ہو جاویں۔ اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے جاوے تو اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ ضعیف ہے طالب اور مطلوب۔ نہیں قدر کیا انہوں نے اللہ کا حق اس کی قدر کا۔ تحقیق اللہ صاحب قدرت وغلبہ ہے)

و من النّاس من یّعبد اللّه علی حر فٍ فان ا صا به خیر ن ا طمأنّ به و ان ا صا بته فتنة ن انقلب علی و جھه ۔ خسر الدّ نیا و الآ خرة ۔ذا لک ھو الخسرا ن المبین۔ ید عو من دون اللّه ما لا یضرّ ہ و ما لا ینفعه۔ ذا لک ھو الضّلا ل البعید (اور بعض آدمیوں سے وہ شخص ہے جو عبادت کرتا ہے اللہ کی ...اگر اس کو بھلائی پہنچے تو اس کے ساتھ مطمئن ہوتا ہے اور اگر فتنہ پہنچے تو اپنے منہ پر پھر جاتا ہے۔ دنیا و آخرۃ میں خسارا پایا۔ یہی ہے خسارہ ظاہر۔ پکارتا ہے اللہ کے سوا اسے جو نہ نفع دے سکتا ہے نہ اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہی ہے گمراہی بڑی)

ید عو لمن ضرّہ اقر ب من نفعه لبئس الو لی ولبئس العشیر ۔ ان یّمسسک اللّه بضرّ فلا کا شف له ا لّا ھو و ان یّمسسک بخیرٍ فھو علی کلّ شیء قد یر ۔ و ھوالقاھر فوق عبا دہ و ھو الحلیم الخبیر۔

ان یّمسسک اللّه بضرّ فلا کا شف له الّا ھو و ان یر دك بخیر فلا راد لفضله یصیب به من یّشاء من عبا دہ و ھو الغفور الرّ حیم ۔

(اگر اللہ تجھے تکلیف دے تو اس کے سوا کوئی کھولنے والا نہیں اور اگر تیرے ساتھ نیکی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی ردّ کرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے فضل پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے)

حدیث شریف : یا غلام احفظ اللّٰہ یحفظک، احفظ اللّٰہ تجدہ تجاھک فاذا سئلت فسئل اللّٰہ و اذا استعنت فاستعن باللّٰہ و اعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لن ینفعوک الّا بشیء قد کتب اللّٰہ لک و لو اجتمعوا علی ان یضرّوک بشیء لم یضرّوک الّا بشیء قد کتبہ اللّٰہ علیک رفعت الاقلام و جفت الصحف ۔ (اللہ کو اے لڑکے یاد رکھ، اللہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد رکھ، تو اس کو اپنا ساتھی پائے گا۔ اور جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر، اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ سے مدد مانگ۔ اور جان لے کہ اگر تمام مخلوق اس بات پر جمع ہو کہ تجھے کچھ نفع ہووے تو سوا اس کے کہ اللہ نے تیرے واسطے لکھا ہے، کچھ نفع نہیں دے سکتے، اور اگر اس بات پر جمع ہوں کہ تجھے کچھ ضرر پہنچائیں تو سوا اس کے کہ اللہ نے تجھ پر لکھا ہے، کچھ تکلیف نہیں پہنچا سکتے۔ قلمیں اٹھ چکیں اور صفحے پورے ہو گئے)

پھر ایسے وقت اس ارشاد کو کیوں نظر انداز کیا گیا؟ اگر ارشاد ہو کہ رعایت اسباب سنت ہے تو براہ مہربانی صدر اسلام سے کسی امام الزمان کے ایسی بے طرح پھسل کر رعایت اسباب کرنے کی نظیر بیان فرماویں۔ عاجز کو تو معلوم نہیں بلکہ صلحاء امت کا حال مطابق آیات قرآن کے کتب میں پڑھا ہے اور آنکھوں سے بھی دیکھا ہے جس میں اس کم حوصلگی و بزدلی کا ہرگز نام ونشان بھی نہیں ہے۔

علامت ۹: اکثر علوم و معارف کے جاننے کا ذریعہ ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

سچا الہام اکثر علوم و معارف کے جاننے کا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ خدا اپنے ملہم کو بے علم اور جاہل رکھنا نہیں چاہتا۔

جواب۔ مرزا صاحب کے علوم و معارف کا حال بہت جگہ اس کتاب میں عرض ہوا ہے۔

علامت ۱۰: سچے الہام کیساتھ برکات اور غیب سے عزت ملنا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

سچے الہام کے ساتھ اور بھی بہت سی برکتیں ہوتی ہیں اور کلیم اللہ کو غیب سے عزت دی جاتی ہے اور رعب عطا کیا جاتا ہے۔

جواب: بجائے فقرہ، اور بھی بہت برکتیں، کے لفظ وغیرہ کافی تھا اور عزت اور رعب مرزا صاحب کا حال کچھ تو ان رسائل وکتب سے معلوم ہوتا ہے جو ان کے مخالف شائع ہو چکے ہیں اور کچھ آئندہ انشاء اللہ العزیز ظاہر ہو جاوے گا اور عاجز خاکسار کو خدانخواستہ آپ کی عزت اور رعب سے کسی قسم کا حسد وبخل نہیں بلکہ ارشاد ذیل پر کامل ایمان ہے:

قل اللّٰھمّ مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعزّ من تشاء و تذلّ من تشاء بیدك الخیر انّک علی کلّ شیء قدیر۔ تولج اللّیل فی النّھار و تولج النّھار فی اللّیل و تخرج الحیّ من المیّت و تخرج المیّت من الحیّ و ترزق من تشاء بغیر حساب (تو کہہ یا خدا تو مالک الملک ہے، تو ملک عطا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے تو ہی ملک لے لیتا ہے جس سے چاہے، تو جس کو چاہے عزت دے، تو جس کو چاہے ذلیل کرے، تیرے ہاتھ میں بہتری ہے۔ تحقیق تو ہر شئے پر قادر ہے۔ تو رات کو دن اور دن کو رات کرتا ہے تو مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالتا ہے اور تو جس کو چاہے بےحساب رزق دیتا ہے)

پھر مرزا صاحب کے عزت ورعب کا حال جو کچھ عاجز پر بذریعہ الہام منکشف ہوا ہے اس کا ذکر بھی اس جگہ مقتضائے محل ہے، وھو ہذا۔

عاجز کو مرزا کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے ایک دو بار اور وہاں سے واپسی پر بیشمار بار مختلف صورتوں میں الہام ہوتا رہا: انّی مھین لمن اراد اھانتک (میں ضرور اس کو ذلیل کرونگا جو تیری ذلت کا ارادہ کرے) اس کی تصدیق جس جس طرح ظہور میں آئی قابل غور ہے۔

اول اہانت کندہ معلوم نہ تھا کیونکہ بفضلہ تعالی عاجز کا کسی سے ایسا معاملہ ہی نہ تھا سو مرزا صاحب نے بے ضرورت عجلت وجوش میں آکر برائے نام رسالہ ضرورۃ الامام جس میں سوائے مدح سرائی، تعلّی، شیخی خود بدولت اور مضمون بہت کم ہے۔ اور اس میں عاجز کی نالیاقتی ہیچ میرزی اور

اپنی فضیلت وکمالات اوصاف اور بہت طاقتوں اور خواصوں کا اظہار پیٹ بھر کر فرمایا۔ اور چونکہ توہین کے بعد انّی مھین والا مضمون پورا ہونا تھا لہذا اس رسالہ کی اشاعت کے بعد ہی اللہ تعالی نے مرزا کو ایک مقدمہ میں مبتلا فرمایا تا کہ ان قوتوں وخواص واوصاف ادعائیہ کا حال جو مرزا نے اپنی صداقت وفضیلت میں بیان فرمائیں عملی طور پر عام مخلوق پر ظاہر و ثابت ہو جائے کہ وہ سب موضوعہ وتراشیدہ زبانی ہیں اور آپ میں ان کے عملی مادہ کا تخم بھی نہیں۔ چنانچہ دوران مقدمہ میں جو جو غلط بیانات وخلاف واقعات اپنی بریت کیلئے مرزا نے چھپوا کر پیش کئے جس میں بعض پیش گوئیوں مشتہرہ وزبانی سے بھی انکار فرمایا ان کا حال مرزا صاحب ومحرم رازان خود بدولت اپنے منہ گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں۔ وہ افسوس وشرمناک کاروائی جو الحرب خدعۃ (لڑائی دھوکہ بازی ہے) کی آڑ میں حصول فتوی تکفیر مولوی محمد حسین بٹالوی والے میں کی گئی جس کا حال باب اول میں مفصل درج ہوا ہے اور جس میں بجائے تین اشخاص اور بہت سے الہامات کو ترک کر کے صرف سیۃ بمثلھا کو پورا فرمایا، یہ بھی کچھ کم عجائبات وعبرتناک امور سے نہیں۔

پھر مقدمہ کے فیصلہ کی نسبت اشتہار ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء میں جو مرزا صاحب نے اپنی صدق بیانی ظاہر فرمائی کہ مولوی محمد حسین (جو گواہ تھے) پر مقدمہ ہونا لکھا۔ اقرار نامہ یا مچلکہ کا نام نوٹس رکھا۔ رہا، کو بری کہا، وغیرہ۔ اس سے جو عزت وعظمت ہوئی بخوبی عیاں ہے اور اخیر پر اقرار نامہ یا مچلکہ دے کر رہا ہوئے جس میں الہامات وغیرہ جن کو خود بدولت احکام الہی فرماتے ہیں، بند رکھنے کا عہد کیا، اور وہ ذلت والی پیش گوئیاں واپس لیں جن کے واسطے ایک دوست کے لکھنے پر انکار فرما چکے تھے کہ، الہی امور کو ہم کیوں کر واپس لے سکتے ہیں، ۔ غرض وہ ذلت والا الہام جو مرزا صاحب نے مولوی محمد حسین (بٹالوی) صاحب کی نسبت مشتہر فرمایا، وہ اہانت کی پاداش میں الٹا خود بدولت پر پڑا۔ اب غور فرماویں کہ یہ سب امور باعث رعب وعزت ہوئے یا باعث ذلت وخفت؟

اسی دوران مقدمہ میں عاجز کو یہ بھی الہام ہوا:

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت　　　　بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

سو اس کی تصدیق کشف الغطاء واقرار نامہ کے ملاحظہ سے ظاہر ہے۔ علاوہ یہ ذلت ہوئی کہ مولوی محمد حسین (بٹالوی) صاحب کا خواب جس میں انہوں نے شروع جنوری ۱۸۹۹ء میں ایک شخص کو انّک انت الاعلی ، الق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا انّما صنعوا کید ساحر و لا یفلح السّاحر حیث اتی (تحقیق تو ہی غالب ہے۔ ڈال دے جو تیرے داہنے ہاتھ

میں ہے، وہ نگل جاوے گا جسے بنا کر کھڑا کیا ہے انہوں نے کیونکہ جو بنا کر کھڑا کیا ہے وہ جادو کا کرتب ہے اور جادوگر ہرگز فلاح نہیں پاتے) کہتے ہوئے سنا، پورا ہوا ۔ کید بظاہر مرزا صاحب کے الہامات کی نسبت ہے جیسا کہ آپ کے ان کو واپس لینے سے صاف ظاہر ہے اور عجب یہ ہے کہ ان کلمات میں بھی آپ کے لئے وہی نسبت فرعونی موجود ہے جو دیگر ملہمین کے الہامات میں ہے جو بظاہر نتیجہ تکبر و تعلّی وتفاخر بے جا کا ہے۔

لا تسبّو الدّ ھر

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۹۔۲۰ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

آج کل ایسا ناقص زمانہ ہے کہ اکثر فلسفی طبع اور نیچری و برہمو اس الہام سے منکر ہیں اسی انکار میں کئی اس دنیا سے گذر بھی گئے ہیں ۔

جواب ۔کوئی ناخواندہ جاہل عام مسلمان ناواقفی سے زمانہ کو ناقص یا برا کہے تو کوئی محل تعجب نہیں لیکن مرزا سے بدعوی علوم لدنی حقائق و معارف افضل المسلمین فخر اسلام واسلامیان امام الزمانی وغیرہ کے ایسا کلمہ صادر ہونا اور زمانہ کو ناقص کہنا نہایت ہی تعجب و قابل افسوس ہے۔کیا مرزا صاحب کو یہ حدیث معلوم نہیں:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ قال اللّٰہ تعالی یوذینی ابن آدم یسبّ الدّھر و انا الدّھر بیدی الامر اقلّب اللّیل و النھار۔ متفق علیہ ۔(اللہ فرماتے ہیں کہ ایذاء دی ابن آدم نے مجھ کو، برا کہا زمانہ کو اور میں زمانہ ہوں، میرے ہاتھ میں حکم ہے پھیرتا ہوں رات اور دن کو)

بجائے زمانہ کو ناقص کہنے کے مرزا صاحب یہ فرما دیتے کہ آج کل فلسفی طبع و نیچری و برہمو نافہمی یا بدقسمتی سے اس صداقت وسچائی یعنی الہام سے منکر ہیں ۔خلاف ہدایت اسلام کلمہ قلم یا زبان سے نکالنا کیا ضرور ہے؟ اور ہاں اس پر بھی تو غور فرماویں کہ خود بدولت بھی تو سوائے اپنے چند مریدوں کے الہامات کے دوسرے عاجز ملہمین کے الہام سے منکر ہیں ۔فلسفی طبع نیچری و برہمو کل سے منکر ہیں آپ جزء سے سہی، انکار تو دونوں میں موجود ہے۔جیسے برہمو اپنے الہام کے قائل اور دوسروں کے منکر ہیں ایسا ہی مرزا صاحب کا حال ہے۔

سچائی کو سچائی ماننا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

لیکن اصل امر یہ ہے کہ سچائی سچائی ہے۔ (پھر خدا تعالی کو مان کر خدا تعالی کے کلام والہام سے انکار والوں کی غلطی کے بیان میں منکرین صفات الٰہی پر افسوس کر کے کہا ہے کہ:) خدا تعالی کی تمام صفات مان کر ان میں سے ایک ضروری حصہ کاٹ کر پھینک دیتے ہیں۔

جواب۔ سچائی کو سچائی ماننے کے لئے مرزا صاحب بھی فکر کریں ایسا نہ ہو کہ بے خیالی یا کسی اور سبب سے خواہ نخواہ ایک سچائی کے مکذب بنیں اور عاقبت میں خدانخواستہ حسرت سے لو كنّا نسمع او نعقل ما كنّا فی اصحاب السّعیر (اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے) کہنے والوں کے ساتھ ہونا پڑے۔ باقی حصہ کچھ جواب طلب نہیں۔

آریوں کا وید تک اور عیسائیوں کا مسیح تک الہام پر مہر لگانا

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۰۔۲۱۔۲۲ پر مرزا صاحب فرماتے ہیں:

افسوس کہ آریوں نے تو وید تک ہی خدا تعالی کی کلام پر مہر لگا دی تھی مگر عیسائیوں نے بھی الہام کو بے مہر نہ رہنے دیا، گویا حضرت مسیح تک انسانوں کو ذاتی بصیرت اور معرفت حاصل کرنے کیلئے چشم دید الہاموں کی حاجت تھی وغیرہ، تو یہ ہم نے مانا کہ فرد فرد میں ہونا ضروری نہیں۔ لیکن یہ ہم قبول نہیں کر سکتے کہ الہام کی سرے سے صف ہی الٹ دی جائے اور ہمارے ہاتھ میں صرف ایسے قصے ہوں جن کو ہم نے بچشم خود نہیں دیکھا۔

پھر آگے فلسفی طبع کرامتوں پر ٹھٹھا کرنیوالوں کا ذکر، وید پر ٹھٹھا کرنیوالوں کا ذکر، جین مت کا سکھوں کا ہندوؤں سے الگ ہونا، اوران کا اقرار کہ ہم وید کے ہرگز پیرو نہیں، وغیرہ لغایۃ یہ قصہ اس جگہ کے لائق نہیں ہے ملخصاً۔

جواب۔ آریوں اور عیسائیوں کی خدا تعالی کی کلام والہام پر مہر لگانی اسی کے مشابہ ہے جیسے مرزا صاحب نے سوائے خود بدولت کے دوسرے غریب عاجزوں کے لئے سچے اور قابل بھروسہ الہام ہونے کی مہر لگائی ہے جب بزبان خود امام الزمان کا یہ حال ہوا تو غیر قوموں کو کیا کہا جاوے؟ اگر مرزا صاحب الہام کی سرے سے صف الٹنا قبول نہیں کرتے تو دوسرے عاجزوں کے واسطے سچے اور قابل بھروسہ الہاموں کی صف بلا دلیل و بلا وجہ کیوں الٹتے ہیں؟ بقیہ قصہ کچھ جواب طلب نہیں نہ اس سے کچھ تعلق ہے۔

ایمان تازہ رکھنے کیلئے تازہ الہامات کی ضرورت

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ہمارا اصل مطلب تو یہ ہے کہ بنی نوع انسان کا ایمان تازہ رکھنے کے لئے تازہ الہامات کی ہمیشہ ضرورت ہے اور وہ الہامات اقتداری قوت سے شناخت کر لئے جاتے ہیں کیونکہ خدا کے سوا کسی شیطان جن بھوت میں اقتداری قوت نہیں ہے۔

جواب۔ مرزا صاحب کا اصل مطلب یہ ہے کہ بنی نوع انسان کا ایمان تازہ رکھنے کے لئے تازہ الہامات کی ضرورت ہے جزاہ اللّٰه الھدایة و الاستقامة لیکن اس کی کیا ضرورت ہے کہ بنی نوع انسان میں سے فقط ایک فرد بشر یعنی فقط خود بدولت مرزا صاحب ہی کو ہوں، دوسرے غریب منیب متوجہ الی اللہ اس نعمت الٰہی سے محروم رہیں۔

مباحثہ امرتسر میں تو فرمایا کہ ہمارا دعوی اقتدار کا نہیں اور یہاں الہامات کے ہمراہ اقتداری قوت لگا دی۔ بہر حال جو کچھ مرزا صاحب کے اقتداری الہامات کا حال ہے اس کا ذکر متفرق جگہ اس تحریر میں ہو چکا ہے۔

پیش گوئیوں کو مرزا صاحب بڑی کرامت و مدار قرار دیتے ہیں اور اسی ضرورۃ الامام میں ایک جگہ آپ نے شیطان کے اقتداری دخل کا نمونہ بیان کر کے تعجب سے فرمایا:

شیطانی الہام والی پیش گوئیاں سچی بھی ہوتی تھیں،۔

اور یہاں پہنچ کر شیطان کی اسی اقتداری قوت کا جھٹ انکار بھی کر دیا۔ مرزا صاحب کا حافظہ اول تو ایسا نہ تھا اب کیا ہو گیا؟ غالباً تغیر حالت یعنی تعلّی تکبر سرکشی کی تاثیر معلوم ہوتی ہے جس کا علاج ان سے توبہ و باز آنا ہے۔

امام الزمان کے الہام سے باقی الہام کی صحت ثابت ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور امام الزمان کے الہام سے باقی الہامات کی صحت ثابت ہوتی ہے۔

جواب۔ جب امام الزمان کے اپنے ہی الہامات کی صحت کا پتہ سالہا سال تک نہ لگے جیسا کہ خود مرزا قادیانی نے ایام الصلح میں قبول کیا ہے اور ان کے پورا نہ ہونے پر طرح طرح

کی شرمناک تاویلیں کرنی پڑیں تو وہ دوسروں کے الہامات کی صحت کا کیونکر معیار ہو سکتی ہیں؟ مرزا صاحب کسی محکم اور بین دلیل سے اس کو ثابت کریں جس پر کچھ اعتراض نہ ہو سکے ورنہ بلا دلیل و خلاف مشاہدہ اس کو کون مان سکتا ہے؟

امام الزمان کی جبلت میں قوت امامت ہونا

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۲۔۲۳ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام الزمان اپنی جبلت میں قوت امامت رکھتا ہے۔

جواب۔ جبلت میں قوت امامت کا ذکر قبل ازیں گذر چکا ہے۔ مدح اور خودستائی کا جواب ضروری نہیں کیونکہ مرزا صاحب کو اس میں سیری نہیں، بلکہ اس میں حظ مزہ و راحت جان ہے اس لئے اس فضول مضمون پر کوئی اپنا وقت عزیز کیوں ضائع کرے؟ تاہم ستاروں اور سورج کا ذکر بذیل تفسیر مرزا صاحب اذا الشّمس کوّرت وغیرہ میں آئندہ آتا ہے ملاحظہ فرماویں۔ چونکہ یہ دنیا دار العمل ہے اور اصلی دار الجزاء نہیں، اور آدمی کے قول و فعل پر حلیم کریم و شدید العقاب فوراً مواخذہ نہیں کرتا اس لئے مرزا صاحب نے دلیرانہ و بے باکانہ لعنت کو اپنا ورد وظیفہ بنا لیا ہے ورنہ اس کے اثر سے تفرقہ اندازوں اور لعنت خواہوں کا جو حال ہوتا سب لوگ دیکھتے۔ غریبوں کو تفرقہ پسند بناتے ہیں لیکن اپنی تفرقہ اندازی و تعلّی کی طرف نظر نہیں کرتے کہ کسی سے بھی اتفاق ہی نہیں جب تک وہ خود بدولت کا ماتحت نہ ہو اور خود بدولت کو تو کسی دوسرے کی ماتحتی باعث کسر شان و مخالف نفس ہونے کے سبب کسی صورت جائز نہیں۔

اولوالامر کی قادیانی تشریح

ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

حالانکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسول و اولی الامر منکم (تابعداری کرو اللہ کی، اس کے رسول کی، اور ان حکام کی جو تم میں سے

ہوں)۔ اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے۔

جواب۔ اللہ جل شانہ کا فرمان آمنّا و صدقنا۔ لوگوں سے اطاعت کرانے کا مرزا صاحب کو بڑا عشق ہے لیکن دوسرے عاجز تو خائف ہیں کہ منصب مطاع تو بجائے خود، مطیع ہونا ہی پورا ہو جاوے تو غنیمت ہے۔ اب رہا خود بدولت کا تراشیدہ قاعدہ کہ، جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے، اس پر غور فرمایئے کہ جو مسلمان جموں، کشمیر، فریدکوٹ، نابھہ، جنید، پٹیالہ، گوالیار، جے پور، جودھ پور، بڑودہ، نیپال وغیرہ ہندو ریاستوں میں رہ کر اپنے نماز، روزہ وغیرہ بلا روک ادا کر کے مذہبی فائدہ حاصل کرتے ہیں تو اس سبب سے وہ سب ہندو سکھ راجہ رئیس جن میں اکثریت بت پرستی و مورتی پوجن وغیرہ کو اپنا آبائی قدیمی دھرم موجب مکت جان کر خوشی وشوق سے بلا اکراہ کرتے اور اس پر فخر کرتے ہیں کیا وہ سب کے سب اپنی اس مسلمان رعایا کے اولی الامر ہوئے؟

❁ پھر جب مسلمان رعایا ریاست ہائے ہنود و رعایائے سرکار انگریزی حج کے واسطے جاتے ہیں اور کوئی روسی اگبوٹ اور کوئی فرانسیسی، کوئی جرمن، کوئی ڈچ، کوئی امریکی، کوئی چینی، کوئی جاپانی جہازوں وغیرہ پر سوار ہو کر جاتے ہیں اور ان میں اذان نماز جماعت وغیرہ ارکان اسلام بخوشی و بآزادی بجالا کر اخیر اعظم رکن اسلام حج سے مشرف ہو کر دینی فائدہ حاصل کرتے ہیں تو مرزا قادیانی کے قاعدہ کی رو سے وہ روسی جرمن ڈچ چینی جاپانی و امریکہ والے ان مسلمانوں کے اولی الامر واجب الاطاعت ہو گئے اور وہ ان میں سے ہو گئے؟ سبحان اللہ کیا عمدہ قاعدہ تراشا ہے جس سے تمام دنیا کی ہندو وغیرہ ریاستیں مسلمانوں کے لئے اولی الامر بن گئیں اور منکم میں داخل ہو گئیں۔ اس قدر وسعت وفراخی وسہولت سوائے مرزا صاحب کے اور کون کر سکتا ہے؟ لیکن باوجود اس قدر ارزانی کے امام الزمان پھر بھی ایک ہی رہا، تاکہ خود بدولت کی وحدت میں شرکت نہ ہو۔

❁ غالباً مرزا صاحب نے خود بدولت و مریدین کو تمام دنیا و جہان سمجھ کر یہ قاعدہ وضع فرمایا ہوگا لیکن ذرہ نظر اٹھا کر خیال نہیں فرمایا کہ آبادی دنیا دور دراز حصہ تک پہنچی ہوئی ہے اور ہمارے اس قاعدہ کا اثر کہاں تک پہنچے گا۔ مرزا صاحب اور ان کی جماعت اس قاعدہ کو قبول کر لیں، ان کا اختیار ہے لیکن تمام دنیا کے مسلمان و دیگر مذاہب والے اس کو ہرگز قبول نہ کریں گے کیونکہ اب لوگ

ایسے ناواقف نہیں ہیں۔

اگر مرزا صاحب نے سرکار انگریزی کی خوش آمد و راضی کرنے کے خیال سے یہ قاعدہ ایجاد کیا ہے جیسا کہ عبارت آئندہ میں تصریحاً فرمایا ہے تو سرکار کا اس سے خوش ہونا اور مرزا کے قاعدہ کو صحیح مان لینا بھی ہرگز قرین قیاس نہیں ہے۔ اس خام خیالی کو دل سے دور رکھیں کیونکہ جن کو اللہ تعالی نے سلطنت اور لیاقت بادشاہت اور فرمان روائی عطا فرمائی ہے اور جو معاش امور میں آئے دن طرح طرح کی ایجادیں کرتے وضوابط بناتے اور بال کی کھال اتارتے ہیں ہر مذہب کی کتب سے واقفیت حاصل کرنے کے واسطے ان کے تراجم اپنی زبان میں کرتے کراتے اور اپنے پاس رکھتے ہیں، دن رات اسی دھن میں سرتوڑ لگے ہوئے ہیں، نئے علوم اور معلومات کے لئے کسی قسم کی کوتاہی سستی اور تساہل نہیں کرتے۔ حتی کہ جانیں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ پس ایسوں پر کم فہمی اور مغالطہ کھانے کا گمان کرنا اپنی کوتاہ اندیشی اور غلط فہمی ہے۔

مرزائیوں کو انگریزوں کی اطاعت کی نصیحت

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

> اس لئے میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں کیونکہ وہ ہمارے دینی مقاصد میں حارج نہیں ہیں بلکہ ہم کو ان کی وجہ سے آرام ملا ہے (پھر کچھ اسلامی بادشاہوں کی کوتاہ ہمتی غفلت، سکھوں کی متفرق حکومتوں کے وقت میں دین پر مصیبتیں، پھر انگریزی سلطنت میں مذہبی آزادی واحسان بیان فرما کر اخیر میں فرمایا کہ): انگریزوں کے برخلاف بغاوت کی کھچڑی پکاتے رہنا خدا تعالی کی نعمتوں کو فراموش کرنا ہے۔

جواب۔ مرزا صاحب کی دانش مندانہ و دوراندیشانہ نصیحت و اولی الامر منکم کا مسئلہ فصل گذشتہ میں عرض ہو چکا ہے کہ سرکار ایسی کم فہم و ناواقف نہیں کہ مرزا کی حکمت عملی نہ سمجھے۔ خصوصاً جب آپ یہ بھی مشتہر فرما چکے ہوں کہ خود بدولت کے بدولت ہی یہ سلطنت قائم ہے۔

مرزا نے اپنے مریدین کو تو نصیحت فرمائی ہے کہ سرکار انگریزی کو اولی الامر سمجھ کر سچائی سے مطیع رہیں۔ لیکن یہ تو فرماویں کہ خود بدولت نے اس پر کیا عمل کیا اور کیا عملی نمونہ دکھایا ہے؟ عیسائیوں کی اطاعت تو بجائے خود سیدنا مسیح پر بھی لے دے، برا بھلا کہہ کر خلاف ہدایت اسلام جو

انہیں کے سبب ان کی خبر لی ہے کیا یہی اولوالامر ماننے اور سچائی سے اطاعت کا نتیجہ ہے؟ اگر مرزا فرماویں کہ وہ خبر اس واسطے لی ہے کہ عیسائیوں نے بھی ہمارے مذہب کو برا بھلا کہا ہے تو پھر یہ فرماویں کہ بموجب ارشاد قرآن مجید:

و لتسمعنّ من الّذین او تو الکتا ب من قبلکم و من الّذین اشر کوا اذی کثیراً و ان تصبروا و تتّقوا فا نّ ذا لک من عز م الا مور (اور تم ان سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکین سے بہت سی ایذاء کی باتیں سنو گے اور اگر صبر اور پرہیز گاری کرو تو بے شک یہ بہت ہمت کے کام ہیں)

کے آپ نے صبر کیوں نہیں کیا؟ جس کے واسطے خود اپنے اشتہار میں اسی آیت شریفہ سے تمسک کر کے صبر کی تاکید فرمائی ہے۔ یہ کیسا انصاف و عدل ہے کہ آپ محض زبانی ہی حکم فرماویں اور اس کا عمل دوسروں کے ذمہ ڈالیں۔

❁ یہ امر اظہر من الشّمس ہے کہ مسلمان ہر حالت یعنی سلطنت و رعایا والی سے خوب واقف ہیں ابتدائے زمانہ میں ان کے سلف غیر سلطنتوں میں رہ چکے ہیں اور آیت شریفہ:

و لتجد نّ اشدّ النّاس عداوۃ للّذین آ منوا الیھود و الّذ ین اشر کوا و لتجدنّ اقربھم مودّۃً للّذین قالوا انّا نصاری ذ لک با نّ منھم قسّیسین و ر ھبا نا و انّھم لایستکبرو ن (مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے یہود اور مشرکین کو تم سب لوگوں میں سخت پاؤ گے، اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں ان کو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاری ہیں، اس سبب سے کہ ان میں علماء اور گوشہ نشین ہیں اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے)

بھی بوقت تلاوت قرآن مجید ان کے زیر مطالعہ رہتی ہے۔ تو ایسی حالت میں جو آرام و مذہبی آزادی وغیرہ ان کو سلطنت انگریزی میں میسر ہے اس کو یہ ہرگز نہیں بھول سکتے۔ ہاں بے جا ظاہر داری کی منافقانہ خوش آمد نہ سرکار کو پسند ہے اور نہ مسلمانوں کو اس کی حاجت ہے۔

❁ یہ مرزا صاحب کی ناخداترسی ناانصافی خود غرضانہ حکمت بلکہ کینہ وری بداندیشی و بغض باطنی ہے کہ اپنی خیر خواہی جتانے کو خوانخواہ بغاوت کی کھچڑی پکانی اور نعمتوں کے فراموش کرنے کا الزام و اشارہ دوسرے غریب مسلمانوں پر کرتے رہتے ہیں۔.. سیدھا صاف آپ یوں کیوں نہیں فرماتے کہ جو آپ کو مسیح مان کر اطاعت نہ کرے اور اپنے نفس کو مع لوازم آپ کے ہاتھ بیچ کر آپ کا

چاکر وفرمانبردار نہ بنے وہ باغی اور تمام سزاؤں کا مستوجب ہے۔

امام الزمان کی اطاعت

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۳۔۲۴ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

پھر اصل کلام کی طرف عود کر کے کہتا ہوں کہ قرآن شریف نے جیسا کہ جسمانی تمدن کے لئے یہ تاکید فرمائی ہے کہ ایک بادشاہ کے زیر حکم ہوکر چلیں یہی تاکید روحانی تمدن کے لئے بھی اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالی یہ دعا سکھلاتا ہے اهدنا الصرّاط المستقیم۔ صراط الّذین انعمت علیهم وغیرہ۔ لہذا اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جن لوگوں پر اکمل واتم طور پر نعمت روحانی کی بارش ہوئی ہے ان کی راہوں کی ہمیں توفیق بخش تاکہ ہم ان کی پیروی کریں۔سو اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ تم امام الزمان کے ساتھ ہو جاؤ۔

جواب۔ الفاظ اگرچہ اور ہیں مگر مدعا وہی خود بدولت کی ثنا، اپنی حکومت اکمل واتم طور پر نعمت روحانی کے بارش کے محل اور اخیر پر حکم الہی اهدنا الصّراط المستقیم کو بھی فراہمی جماعت پر چسپاں کر دیا کہ اس میں یہی اشارہ ہے کہ تم امام الزمان کے ساتھ ہو جاؤ۔ مرزا معذور ہیں، جب کسی چیز کا عشق ہو جاتا ہے تو یہی حال ہوتا ہے کہ مطلوب کے سوا اور کچھ نہیں سوجھتا۔

قرآن مجید پر بھی مرزا نے ایسا قبضہ و دخل کیا ہے کہ اس کی آیات کی تفسیر ومعنی جس طرح منشاء کے موافق و پسند خاطر ہوں بلا تامل کر لیتے ہیں چنانچہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۱ میں فرمایا:

یہ تعلیم دے کر کہ اهدنا الصّراط المستقیم۔ صراط الّذین انعمت علیهم تمام سچے طالبوں کو خوش خبری دی کہ وہ اپنے رسول مقبول کی تبعیت سے اس علم ظاہری و باطنی تک پہنچ سکتے ہیں،

اب فرما دیا کہ اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ تم امام الزمان کے ساتھ ہو جاؤ۔،

براہین احمدیہ میں دوسری جگہ اس کی کچھ اور تفسیر و معنی کر دیئے ہیں۔ بے شک مرزا کی دلیری آزادی و حوصلہ کی ہمسری کسی دوسرے مسلمان سے ہونا محال وغیر ممکن ہے بلکہ کوئی فری تھنکر بھی ایسے دل و گردہ والا شاید ہی نکلے۔

امام الزمان ہونیکا قادیانی دعوی مع تردید

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی، رسول، محدث، مجدد، سب داخل ہیں، مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کے لئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات ان کو دی گئی وہ گو ولی ہوں یا ابدال ہوں، امام الزمان نہیں کہلا سکتے۔

جواب۔ جب یہ سب مناصب بزعم مرزا صاحب خود بدولت ہی کے قبضہ وقدرت میں آ گئے اور کل ارشاد ہدایات وکمالات آپ تک ہی محدود ہو کر قفل بند ہو گئے، تو پھر کسی دوسرے کی کیا مجال کہ اس امر میں کچھ حرف زبان پر لاوے۔ اور مرزا صاحب کے نزدیک کیا مجرد کہلانے ہی سے سب کچھ بن جاتا و پورا ہو جاتا ہے؟ مثلاً لوگوں میں غنی وساہوکار کہلاوے خواہ گھر میں ایک کوڑی بھی نہ ہو اور چوہے بھی قلابازیاں کھاتے ہوں؟ لیکن عاجز کے نزدیک تو منصب وعہدہ وہی ہے جو اللہ عزوجل کی طرف سے عنایت ہو۔

مرزا صاحب اس امر کا بھی خیال رکھیں کہ خزائن الہیہ (ارشاد ہدایت علوم ولایت الہامات کشوف وغیرہ) کو محدود یا خرچ وختم شدہ جاننا یا اللہ تعالی واہب العطیات کو ایسے بے شمار بلا احصی خزائن کا مالک نہ جاننا بموجب آیت ذیل کے کن لوگوں کا فہم وسمجھ ہے:

و للّٰہ خزائن السّماوات و الارض و لکنّ المنافقون لا یفقھون (اور تمام آسمانوں اور زمینوں کے خزانے اللہ کے ہی پاس ہیں مگر منافقوں کو اتنی سمجھ نہیں)

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سو اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالی کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان میں ہوں اور مجھ میں خدا تعالی نے وہ تمام علامتیں اور تمام شرطیں جمع کی ہیں اور اس صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرمایا ہے جس میں سے ۱۵ برس گذر بھی گئے۔

جواب۔ اگر قرآن مجید وحدیث شریف نیز حالات ومعاملات مرزا صاحب سے آپ کا امام الزمان ہونا اور ان کی پیروی خدا تعالی کی طرف سے تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا جانا

ثابت ہو جاوے تو کسی مسلمان کا کیا مقدور و مجال کہ اس سے انحراف کر کے مجرم بنے۔ یہ بدیہی امر ہے کہ ہر ایک کا منصب و رتبہ احکام حاکم سے یا اس کے اپنے حال و اعمال سے ہی متحقق و ظاہر ہوتا ہے لیکن گستاخی معاف یہاں تو احکام، حال و اعمال دونوں میں صفر ہے۔

چنانچہ آپ کا حال و اعمال تقویٰ، طہارت، راستی، امانت، دیانت، توکل علی اللہ وغیرہ حالات معاملات جو پندرہ برس سے پہلے کے اور اس پندرہ برس کے مشاہدہ و معاملات سے ظاہر ہوئے ہیں وہ تو امامت بجائے خود مقتدی و عام متقی خشیت اللہ والے مسلمان کے برابر بھی ثابت نہیں ہوئے جن کا مختصر حال اس تحریر میں حسب اصرار مرزا صاحب درج ہوا ہے۔

درباب احکام متعلق امامت احادیث ذیل پر تحمل و تامل سے توجہ فرماویں کہ امام صادق وہادی برحق ﷺ کا درباره امامت تو قطعی فیصلہ یہ ہے:

الا ئمة من قریش۔ (امام قریش سے ہیں)

النّاس تبع لقریش فی ھذا الشّان، مسلم تبع لمسلمھم و کافرھم تبع لکافرھم۔(متفق علیه)۔(لوگ اس امر میں قریش کے تابع ہیں ان کے مسلمان، مسلمان کے تابع ہیں، اوران کے کافر، کافر کے تابع ہیں)

لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان۔(متفق علیه)(یہ امر ہمیشہ قریش میں رہے گا جب تک ان میں سے دو آدمی بھی باقی رہیں گے)۔

انّ ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا کبه اللّه علی وجھه ما اقام الدّین۔(بخاری)۔(یہ امر قریش میں ہے اوران کے ساتھ کوئی عداوت نہیں کرتا مگر اللہ اس کو منہ کے بل گراوے گا، جب تک وہ دین کو قائم رکھیں)

ابتدائے اسلام سے اب تک یہی اصول تمام مسلمانوں میں مسلّم و مقبول رہا ہے مرزا صاحب فرماویں کہ اب اس وقت یہ کیونکر منسوخ ہوکر الا ئمة من الفارس او من المغل او من نسل جنجیز خان (امام فارس سے یا مغل سے یا نسل چنگیز خان سے) اسکی جگہ قائم ہوسکتا ہے؟

اگر مرزا فرماویں کہ وہ جسمانی امارت کے واسطے ہے اور روحانی امارت و امامت میں کسی غیر قریش کا امام ہونا لا باس ہے، تو عرض ہے کہ اول تو احادیث شریفہ موصوفہ بالا میں کوئی خصوصیت جسمانی و روحانی امامت و امارت کی نہیں ہے اور اگر زبردستی بلا دلیل مرزا صاحب خواہ نخواہ اپنی طرف سے خصوصیت و استثناء لگالیں تو پھر فرماویں کہ دوسرے غریب مسلمانوں کے واسطے

اس کو بلا وجہ کیوں محال و نا جائز خیال فرماتے ہیں؟

❁ عام مسلمان بھی منصب امامت کو قریش کا حق مان اور سمجھ کر ان سے سند نیابت حاصل کرتے اور نذرانہ بھیجتے رہتے اور یہاں نذرانہ تو کہاں بغیر کسی قطعی الدلالت نص قرآن مجید و حدیث شریف کے صرف گلاب شاہ فقیر مجذوب مرفوع القلم کے بیان پر جس کا ذکر کریم بخش جمالپوری کے اظہار مندرجہ کتاب نشان آسمانی دوسرا نام شہادت الملہمین صفحہ ۲۱۔۲۲ میں ہے یا خود بدولت کے الہامات پر جن کا حال و مآل کچھ اس تحریر میں عرض ہوا ہے مرزا صاحب نے اپنے آپ کو ایسا امام الزمان قرار دیا ہے کہ سید و قریش و غیر قریش بلکہ تمام مسلمانان دنیا پر اپنا اتباع و پیروی خدا تعالی کی طرف سے فرض ٹھہرا دی ہے۔ اور اس امر کا کچھ خیال نہیں فرمایا کہ جو بات بے دلیل اور خلاف سنت ہو اس کی قدر خرافات سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے؟ اور مسلمان اس کو قبول کر کے محرمات شرعی مثل تصویر کھچوانے، شرعی ورثاء کو محروم کرنے، حق العباد قیمت کتاب وغیرہ ادا نہ کرنے، ایفاء عہد کی پیروی نہ کرنے وغیرہ مسائل خلاف شریعت میں آپ کی پیروی کیونکر کر سکتے ہیں؟..

❁ اپنی زبان سے اپنی مدح و ثنا بیان کرنے کی نسبت یہ عرض ہے کہ اگرچہ یوم حنین میں سید الاولین والآخرین شارع علیہ افضل الصلوات والتحیات سے مروی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے خلق اللہ کو حق پہنچانے کے لئے، نہ فخر سے، فرمایا تھا: انا النّبیّ لا کذب انا ابن عبد المطلب (میں نبی ہوں جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)۔اور دوسرے موقع پر انا سیّد ولد آدم و لا فخر (میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور فخر سے نہیں کہتا) وغیرہ۔ نیز حضرات صحابہ کرام کے مناقب بھی کبھی کبھی سراپا صدق بیان فرمائے لیکن ایسے مواقع بہت نہیں اور پھر ان کے ساتھ اپنی ذات مبارک واطہر ﷺ کے لئے جو واقعاً صحیح و سچے طور پر مجمع فضائل وصفات حمیدہ وکمالات پسندیدہ و برگزیدہ تھے جب کسی ایک نے خیر البریّۃ کہا تو جواب میں: ذاك ابراھیم (وہ ابراہیم تھے) اور فرمایا:

> لا تطرونی کما اطرت النّصاری ابن مریم فانّما انا عبده فقولوا عبد اللّٰه و رسوله۔ (میری مدح میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسا نصاری نے ابن مریم کی تعریف میں مبالغہ کیا، میں فقط اس کا بندہ اور اس کا رسول ہوں)

اور وفد بنی عامر کے انت سیّدنا (تو ہمارا سردار ہے) کہنے پر فرمایا السیّد اللّٰہ

پس ان حالات کا یہاں مرزا صاحب کے حالات سے قیاس، قیاس مع الفارق

ہے وہاں اپنی مدح وتعریف ناگوار اور یہاں یہی پسندیدہ وخوشگوار۔ وہاں اس کی ممانعت یہاں حث وترغیب واجازت۔ وہاں اپنی مدح تو بجائے خود ایک کو دوسرے کی مدح وثنا سے بھی پرہیز وتحذیر میں اصرار، یہاں اکثر کتب واشتہارات کا یہی مضمون اور اسی پر دار و مدار۔

شاید کثرت وغلو فی المدح میں مرزا صاحب اس لئے خود بدولت کو معذور و مجبور خیال فرماتے ہوں کہ آپ کی ایک جان اور متعدد مناسب۔ مثیل مسیح، عیسی بن مریم موعود، مہدی مسعود، مجدد، محدث، امام الزمان، مرسل من اللہ وغیرہ۔ سو اگر ہر ایک منصب کے لئے ایک ایک بھی مدح ہو تو لاچارگی مناقب کا مجموعہ ہو جاتا ہے۔ لیکن غور طلب یہ امر ہے کہ اپنی مدح سرائی وخودستائی کی کوئی حد بھی مقرر ہے یا نہیں۔ ہادی جن وانس ﷺ وصحابہ کرام کا تو ارشاد فلا تزکّوا انفسکم ھو اعلم بمن اتّقی (پس تم اپنی بڑائی نہ کرو۔ وہ اس کو جس نے تقوی کیا، اچھا جانتا ہے) پر یہاں تک عمل درآمد تھا کہ ایک شخص کی ثنا کے موقع پر فرمایا اھلکتم او قطعتم ظھر الرّجل (ہلاک کیا تم نے یا اس آدمی کی پیٹھ کاٹ ڈالی)۔ و یحک قطعت عنق اخیک او صاحبک (افسوس تو نے اپنے بھائی یا دوست کی گردن کاٹ ڈالی) ایک شخص نے امیر المومنین عثمانؓ کی مدح کی تو حضرت مقدادؓ نے اس کے منہ میں مٹی ڈال دی۔ اس پر امام المسلمین سیدنا عثمانؓ نے دریافت فرمایا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا حکم اذا رأیتم المدّاحین فاحثوا فی وجوھھم التّراب (جب تم مدح کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے مونہوں میں مٹی ڈالو) سنا دیا۔

امیر المومنین وامام المسلمین حضرت عمرؓ نے فرمایا المدح ھو الذّبح یعنی کسی کی مدح کرنا اس کو ذبح کرنا ہے۔ ایک شخص نے آپ کی ثنا کی تو آپ نے فرمایا کہ، تو مجھ کو اور اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے،۔ اور آپ اس امر میں ایسے محتاط تھے کہ اگر کوئی مدح وثنا کر بیٹھے تو اس کا اثر زائل کرنے کے فکر وعلاج میں مصروف ہو جاتے چنانچہ زیدؓ بن ثابت فرماتے ہیں کہ عمرؓ کو سات پیوند ان کی چادر پر لگے ہوئے دیکھ کر میں بحالت گریہ اپنے گھر کو آیا پھر جب گھر سے نکلا تو راستہ میں عمرؓ کو مشک پانی کی کاندھے پر اٹھائے ہوئے لئے جاتے دیکھ کر میں کہا یا امیر المومنین! اس پر آپ نے مجھے فرمایا کہ کچھ نہ بولو میں تمہیں بتلاؤنگا۔ پس میں ان کے ساتھ ہولیا حتی کہ آپ نے وہ پانی ایک بڑھیا کے گھر ڈال دیا۔ پھر ہم آپ کے مکان کو پھرے اور اس بارہ میں ان سے ذکر کیا تو آپ نے کہا کہ تمہارے جانے کے بعد میرے پاس ملک روم اور فارس کے وکیل آئے اور انہوں نے کہا کہ یا عمر تمہاری نیکی اللہ کے لئے ہے اور بے شک لوگ تمہارے علم وفضل اور عدل پر متفق ہیں۔

جب وہ (یہ تعریف و مدح کر کے) چلے گئے تو مجھ میں جیسا کہ بشر میں داخل ہوتا ہے (عجب) داخل ہوا۔ پس میں اٹھا اور (علاجاً) اپنے نفس سے ایسا معاملہ کیا۔

حدیث شریف

عن ابی ھریرہ انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال ثلاث منجیات و ثلاث مھلکات۔ فامّا المنجیات فتقوی اللّٰہ فی السّرّ و العلانیّۃ و القول بالحقّ بالرّضاء والسّخط والقصد فی الغنی والفقر۔ وامّا المھلکات فھو متبع و شح مطاع و اعجاب المرء بنفسہ وھی اشدّ ھن

(ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دلانے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاکت والی۔ پس موجب نجات اللہ کا تقوی ہر حال میں کھلے چھپے، قول حق بحالت رضا وغصہ، میانہ روی غنا اور فقر میں۔ موجب ہلاکت اتباع ہواء، بخل، عجب انسان کا اپنے نفس کے ساتھ اور یہ سب سے سخت ہے)

کی ہدایت کے مطابق حضرت عمرؓ عجب نفس کے علاج کی طرف اہتمام سے اکثر متوجہ رہتے تھے جیسا کہ محمد بن عمر المخزومی نے اپنے باپ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے الصّلوۃ جامعۃ کی منادی کرائی جب لوگ جمع ہوئے اور کثرت ہوئی تو آپؓ نے منبر پر چڑھ کر اللہ تعالی حمد وثنا جس کے وہ لائق ہے کی اور محمد ﷺ پر صلوۃ بھیج کر فرمایا اے لوگو! تحقیق تم نے مجھ کو دیکھا ہے کہ میں اپنی خالات بنی مخزوم کا نوکر چرواہا تھا وہ مجھ کو مٹھی بھر کھجور خشک ومنقی دیتیں اور میں ایام گذاری کرتا۔

یہ کہہ کر آپ منبر سے اتر آئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا یا امیر المومنین آپ نے سواء ذلت اپنے نفس کے اور کچھ نہیں کہا۔ اس کے جواب میں فرمایا، اے ابن عوفؓ خلوت میں میرے نفس نے مجھ سے کہا، تو امیر المومنین ہے پس تجھ سے یہاں کون افضل ہے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ نفس کو اس کی اصل سمجھا دوں تا کہ وہ پہچانے۔

انہی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس حج سے واپسی پر جس کے بعد پھر آپ نے حج کا موقع نہیں پایا فرمایا کہ، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جس کو جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ میں اس وادی ضجنان میں خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا اور وہ تیز وسخت مزاج تھے۔ میرے کام پر مجھ کو عتاب بھی کرتے اور قصور پر مجھ کو مارتے بھی، اور اسی طرح میں صبح و شام گذارتا اور سوا اللہ تعالی کے کوئی نہ تھا جس سے خطاب ڈرتے۔

❁ حضرت عمرؓ حج میں میر قافلہ ہوتے ۔کبھی خیمہ وشامیانہ ساتھ نہ رکھا جہاں ٹھہرے کسی درخت پر چادر کپڑا ڈال کر اس کے سایہ میں پڑ رہتے ۔

❁ اب مرزا اور ان کے مرید غور فرمائیں کہ یہ حالات احتیاط و تعظیم امر اللہ وخشیت اللہ و زہد فی الدنیا وغیرہ جوان برحق وصادق امام الزمانان موصوف الصدر میں متحقق ہیں ان کے نام و نشان کا شائبہ بھی کبھی مرزا کی امام الزمانی میں پتہ لگا ہے؟ یا کبھی کچھ بھی ظہور ہوا ہے؟ ہرگز نہیں ۔ بلکہ جو کچھ ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ مرزا نے بزبان خود بدعاوی وبتقاریر گونا گوں امام الزمان بن کر یہاں تک بلند پروازی کی کہ دنیا میں کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے ۔امام الزمانی کی لاٹھ اوٹھا کر سب کو بھیڑ بکری کی طرح آگے رکھ لیا ہے ۔اور دن رات تحقیر وتوہین سبّ وشتم لعن وطعن مومنین و مسلمین ودیگر مخلوق وفراہمی مال وجائداد میں مصروف ہیں۔کوئی تو غور وتامل سے سوچے ۔

❁ بزبان خود امام صاحب تو خیر بہت عالی حوصلہ اور اس مدح وثنا کے مصنف وموجد اور اپنے ہاتھوں سے اس کو لکھنے والے ہیں لیکن مریدین بھی ماشاء اللہ ہر ایک ارشاد مرشد کو خواہ موافق شریعت ہو خواہ مخالف آمنّا و صدقنا کہہ کر نوش جان فرماتے جاتے ہیں ۔اور کوئی بھی اپنے نفس سے مطالبہ نہیں کرتا کہ یہ میری مدح وثنا صحیح ہے کہ نہیں ؟ اور مجھ کو اس سے نفع ہے کہ نقصان ؟اس میں شک نہیں کہ پیر کی نسبت عادات واخلاق کا اثر مریدین پر ضرور ہوتا ہے لیکن جو صاحب اپنے آپ کو ماہر قرآن وحدیث وعالم جانتے ہیں یا اس نام سے پکارے جاتے ہیں ان کو تو ضرور آنکھیں کھولنی چاہئیں کہ آیا یہ امور موافق تعلیم وہدایت قرآن مجید وحدیث شریف ہیں یا نہ؟

❁ ہاں اباحت مدح میں بھی احادیث وارد ہیں لیکن وہ کمال ایمان ویقین وریاضت نفس و معرفت تامہ والوں کے واسطے ہیں جو فتن نفس سے واقف و مامون ہوں ۔سو یہاں کل جماعت کا ایسا ہی اعلی وارفع حال ہوتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا لیکن بظاہر تو اس کا کچھ ثبوت و وجود نہیں بلکہ معاملہ برعکس ہے ۔خود امام صاحب کے جوش طبیعت کی یہ حالت ہے جو بیان ہو چکا ہے اور قریب کا ذکر ہے کہ ایک قدیمی مخلص وخیر خواہ دوست کی محض بنظر خیر خواہی ومحبت مجرد اتنا لکھنے پر کہ، نفس امارہ کو چھوڑ دو، برافروختہ ومشتعل ہو گئے اور اب اس دوست کی خدمات واحسانات سب فراموش کر کے مخالف ہو کر علانیہ تبرا بازی بذریعہ اشتہارات شروع کر دی ہے ۔سبحان اللہ! احکام شرعی کی کیسی رعایت ہے۔اور مریدین تعظیم وتکریم میں اس قدر غالی و بڑھے ہوئے ہیں کہ برملا بے دھڑک کہتے ہیں کہ ، ہیں حضرت میں نفس ہے، ۔معاذ اللہ یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ تمام جہان کے حضرات

کے حضرت ہادی علیہ السلام تو خود دعا فرماویں اللّٰھمّ رحمتک ارجوا فلا تکلنی الی نفسی طرفة عین و اصلح لی شانی کلّه لا اله الّا انت (یا اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، مجھ کو ایک طرفہ العین بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر، اور میرے سب کام سنوار دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں)۔ اور یہاں ان کے امام صاحب کو نفس سے نسبت کرنا ہی نہایت گناہ ہے۔ یہ بھی عجب فہم واتباع رسول اللہ ﷺ ہے۔

ایک دوسرے موقع خیر خواہی و درخواست پر کہ مولوی نورالدین ایک دو روز کے واسطے یہاں تشریف لے آویں۔ اس پر مرزا نے خفگی سے فرمایا کہ لکھدو اعملوا علی مکا نتکم انّی عامل فسوف تعلمون من تکون له عاقبة الدّار (تم اپنی جگہ کام کرو، میں بھی کرتا ہوں پس شتاب معلوم کرو گے تم کس کیلئے عاقبت ہے) اگرچہ یہ جواب ایام گذاری و جماعت مریدین کی استقامت سے جمے رہنے کے لئے تو عمدہ سبق ہے لیکن ارادہ الٰہی ہرگز کسی سے رک نہیں سکتا۔ ایک تیسرا موقع وہ ہے جہاں ایک خواب و نوم کی حالت بے اختیاری فقرہ پر اس قدر ناراضگی فرمائی کہ ایک کتاب تحریر کرکے شائع فرمادی۔ سب جوش وغصہ بظاہر نتیجہ مدح وثنا کے عادی ہونے کا ہے کہ ذرا سا خلاف نفس بھی گوارا نہیں ہوسکتا۔ ورنہ اہل اللہ تو نہایت صاحب وقار بردبار متحمل و صابر وعفو درگذر کرنیوالے ہوتے ہیں جیسا کہ مرزا کو بزبان خود ان سب اخلاق فاضلہ کا دعویٰ ہے۔

پس جب خود امام صاحب کا یہ حال ہے تو دوسرے مریدین کا اسی پر قیاس کر لینا چاہیے کہ مدح وثنا ان کے حق میں اوران کے تزکیہ نفس کے لئے کس قدر مفید وضروری ہے؟ نفوس کو تو مدح وثنا ضرور خوش آمد ہے لیکن مسلمانوں کو شارع ﷺ کے احکام مذکورالصدر کی تعظیم وتکریم وتعمیل تو ضرور مدنظر ہو کر اس سے پرہیز چاہیے۔

غلط اعتقادات دور کرنے کیلئے حکم ہونیکا دعوی مع تردید

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۴۔۲۵ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور ایسے وقت میں، میں ظاہر ہوا ہوں کہ جب کہ اسلامی عقیدے اختلافات سے بھر

گئے تھے اور کوئی عقیدہ اختلاف سے خالی نہ تھا ایسا ہی مسیح کے نزول کے بارہ میں نہایت غلط خیال پھیل گئے تھے اور اس عقیدے میں اختلاف کا یہ حال تھا کہ کوئی حضرت عیسی کی حیات کا قائل تھا اور کوئی موت کا اور کوئی جسمانی نزول مانتا تھا اور کوئی بروزی نزول کا معتقد تھا کوئی دمشق میں اون کو اتار رہا تھا اور کوئی مکہ میں اور کوئی بیت المقدس میں اور کوئی اسلامی لشکر میں اور کوئی خیال کرتا تھا کہ ہندوستان میں اتر ینگے۔ پس یہ تمام مختلف رائیں اور مختلف قول ایک فیصلہ کرنے والے حکم کو چاہتے تھے سو وہ حکم میں ہوں میں روحانی طور پر کسر صلیب کیلئے اور نیز اختلافات کے دور کرنے کیلئے بھیجا گیا ہوں ان ہی دونوں امروں نے تقاضا کیا کہ میں بھیجا جاؤں۔ میرے لئے ضروری نہیں تھا کہ میں اپنی حقیقت کی کوئی اور دلیل پیش کروں کیونکہ ضرورت خود دلیل ہے۔

جواب۔ جیسے خیالات اول سے چلے آتے ہیں اور جو جزوی اختلافات مسائل میں ہیں وہ اب تک بدستور ویسے ہی ہیں۔

مرزا صاحب اپنے اختلافات پر بھی نظر کریں کہ پہلے مسیح کے دوبارہ دنیا میں ظاہری و جسمانی طور پر خلافت سے آنے کے آپ قائل تھے (ازالہ اوہام۔ص ۱۹۷۔۱۹۸)۔

جس کو اب دوسرے قالب میں ڈھال کر خود بدولت کو ان کی جگہ آیا ہوا بیان کر کے پہلے قول کو رد کیا ہے۔ ازالہ اوہام۔ صفحہ ۷۲۔۷۳ میں لکھا ہے کہ:

میرا یہ دعوی نہیں کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جاوے۔

پھر ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۹۔۲۰۰ میں کہا ہے:

میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے میرا یہ بھی دعوی نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آ جائیں۔ ہاں اس زمانہ کے لئے میں مثیل مسیح ہوں اور ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے الفاظ صادق آ سکیں کیونکہ یہ عاجز دنیا کی بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔

چنانچہ مولوی نورالدین صاحب نے بھی اپنے خط ملحقہ اخیر ازالہ اوہام صفحہ ۱۱۔۱۲ میں اس مثیل مسیح ہونے کی تصدیق کی ہے اور لکھا ہے کہ:

تب میں نے (مرزا) سے عرض کیا کہ ایسی صورت میں احادیث کے باعث لوگ کیوں اشکال میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اب اس مثیل ہونے کو چھوڑ کر اصل مسیح موعود ہونے کے دعویدار ہیں۔ منارہ جس کا ذکر احادیث میں ہے اس کو قادیان میں تعمیر کرنے کی فکر میں ہیں۔ اور ابھی نہ معلوم آگے چل کر کیا کیا تغیر و تبدل کرتے رہیں گے؟ اس تذبذب واختلافات کو غور سے دیکھیں کہ جب خود بدولت کو کسی جگہ استقامت وقیام وقرار ہی نہیں تو آپ دوسروں کے اختلافات کا کیونکر اور کس طرح فیصلہ کریں گے؟ مرزا صاحب فرماویں کہ خود بدولت نے کونسا غلط خیال اور کونسا اختلاف دور فرمایا اور کس عقیدے کو اختلاف سے خالی کیا؟ بظاہر تو آپ نے بے چارے مسلمانوں کے حال پر یہ مہربانی کی ہے کہ ان کے قدیمی مسلمہ اصول جو نصوص بینہ پر مبنی تھے اور جن کی تصدیق قرآن مجید و حدیث شریف کرتے تھے مرزا صاحب نے خواہ نخواہ ان کی مخالفت میں اپنے تراشیدہ حقائق و معارف بیان کر کے اور بیسیوں اختلافات ان میں ڈال کر ان کی جنگا مشتی باہم کرا دی ہے جسکے لئے وہ غریب ان کو دعائیں دیتے ہیں کہ اللہ تعالی آپ کو اس کی جزا دیوے۔

اللہ جل جلالہ نے جب کبھی کسی مرسل کو کسی کام کے پورا کرنے کو بھیجا ہے تو وہ کام ضرور بالضرور اس بزرگ کے ہاتھ سے اللہ تعالی نے پورا کرا کے اس کی صداقت وعزت ثابت و قائم فرمادی ہے۔ اب مرزا فرماویں کہ جب آپ کسر صلیب واختلافات دور کرنے کیلئے بھیجے گئے ہیں تو پھر اب تک ایک اختلاف بھی دور کیوں نہیں ہوا، بلکہ اور ان میں زیادتی کیوں ہوئی، اور کسر صلیب کا پتہ ونشان دیں کہ کہاں ہوئی؟ یا وہ محض زبانی برا بھلا کہنے اور سیدنا مسیح کی تحقیر و بے ادبی کو کسر صلیب سمجھتے ہیں؟ معاذ اللہ۔ بظاہر تو بجائے کسر کے وہ قوی و مضبوط دکھلائی دیتی ہے اور یہ تو ترقی معکوس والا الٹا اثر پڑا، حالانکہ ربانی والٰہی احکام وارادوں میں تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔

یہ دلیل بھی مرزا صاحب نے عجب بیان فرمائی ہے کہ ضروری نہیں کہ میں اپنی حقیت کی کوئی اور دلیل پیش کروں کیونکہ ضرورت خود دلیل ہے۔،

توجہ فرماویں کہ ایک شئی کی ضرورت سے کیا وہ شئے بھی موجود ہو جاتی ہے؟ اور کیا ایسا قبول کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ ایک نابینا کو بینائی کی ضرورت ہے تو کیا اس ضرورت سے اس کی بصیرت و بینائی موجود ہوگئی؟

۲۔ خشک سالی میں پانی و باران رحمت کی کس قدر ضرورت ہوتی ہے؟ تو فرمائیے کہ مجرد ضرورت

ہونے سے بغیر پانی و بارش کے وہ خشک سالی رفع ہو جاتی ہے؟

۳۔ یا ایک ضال و مضل کو ہدایت کی ضرورت ہے تو کیا بمجرد اس ضرورت کے ہونے سے وہ بغیر توبہ واستغفار و آمنوا و عملوا الصالحات کے ہدائت یافتہ کہا جاوے گا؟

۴۔ یا حقیقی مثال سردار بہادر سید امیر علی شاہ رسالدار میجر کی ضرورت فرزند کی لے لیجئے کہ ان کو کیسی آرزو وضرورت ہے کہ امید دہندگان کے طمع پورے کرنے سے بھی انہوں نے اپنی نیکی فیاضی و فراخ حوصلگی کو دریغ نہ کیا تو کیا اس ضرورت سے قبل اس کے کہ علی کلّ شیء قدیر ان کو فرزند عطا فرماوے، تو ان کے فرزند موجود ہو گیا، کہا جاوے گا؟ غور فرماویں۔

۵۔ پھر دور نہ جائیں خود اپنے خاص الخاص مرید و حاضر باش مصاحب کے ہی حال پر نظر کریں کہ ان کو ایک چشم وایک ٹانگ کی درستی کی کیسی سخت حاجت وضرورت ہے، تو کیا مجرد اس ضرورت کے باعث ان کی بصارت ورفتار درست ہو کر شکایت رفع ہو گئی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کی تواضع و خاطر داری کی بدولت ان کا جسم بھاری ہو کر تکلیف اور زیادہ ہو گئی ہے۔

۶۔غور کیجئے مجرد ضرورت سے اس شئ کا وجود متحقق نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب نے تو خود اس امر پر ہونا چاہیے اور ہے، میں بڑا فرق ہے، اپنی براہین احمدیہ میں طول طویل بحث کر کے لکھا ہے کہ عقل زیادہ سے زیادہ ایک چیز کی ضرورت ثابت کرتی ہے لیکن یہ اس کی وسعت نہیں کہ وہ دکھلاوے کہ وہ شئے دراصل موجود بھی ہے۔

پھر اب یہ کیسا تغیر و تبدل ہوا کہ اس اپنی دلیل کو باطل ٹھہرا کر مجرد ضرورت ہی کو اس کے موجود ہونے کی دلیل ٹھہرایا۔

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۵ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

لیکن پھر بھی میری تائید میں خدا تعالیٰ نے کئی نشان ظاہر کئے ہیں اور میں جیسا کہ اور اختلافات میں فیصلہ کرنے کے لئے حکم ہوں ایسا ہی وفات حیات کے جھگڑے میں بھی حکم ہوں اور میں امام مالک و ابن حزم اور معتزلہ کے قول کو مسیح کی وفات کے بارہ میں صحیح قرار دیتا ہوں اور دوسرے اہل سنت کو غلطی کا مرتکب سمجھتا ہوں۔ سو میں بحیثیت حکم ہونے کے ان جھگڑا کرنے والوں میں یہ حکم صادر کرتا ہوں کہ نزول کے اجمالی معنوں میں یہ گروہ اہل سنت کا سچا ہے، کیونکہ مسیح کا بروزی طور پر نازل ہونا ضروری تھا، ہاں نزول کی کیفیت بیان کرنے میں ان لوگوں نے غلطی کھائی ہے وغیرہ،

اور مسیح کی وفات کے مسئلہ میں معتزلہ وامام مالک وابن حزم وغیرہ ہمکلام ان کے سچے ہیں کیونکہ بموجب نص صریح آیت کریمہ فلمّا تو فّیتنی کے مسیح کا عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے وفات پانا ضروری تھا۔ یہ میری طرف سے بطور حکم فیصلہ ہے۔ اب جو شخص میرے فیصلہ کو قبول نہیں کرتا وہ اسکو قبول نہیں کرتا جس نے مجھے حکم مقرر فرمایا۔

جواب ۔ مرزا صاحب کے تائیدی نشانوں کا ذکر کچھ تو عرض ہو چکا ہے اور کچھ آئندہ ہوگا ان کا اختیار ہے کہ اپنے منہ کچھ بن کر جو چاہیں کہیں ۔ معتزلہ وغیرہ کو سچے اور گروہ اہل سنت و جماعت کو غلطی کا مرتکب سمجھیں، کون روک سکتا ہے؟ آزادی ہے۔ اور وفات حیات ونزول میں بھی جو دل پسند وموافق مدعا ہو حکم صادر فرمائیں ۔ لیکن یہ تو سوچیں کہ جب مسلمانوں کو آپ کی قوت و لیاقت فیصلہ در بارہ نزول ملائکہ جبریل وغیرہ نیز آمد شیطان ، تعریف لیلۃ القدر جواز مسئلہ تصویر وغیرہ امانت و دیانت معلوم ہو چکی کہ سراسر خلاف احادیث صحیح ومشاہدہ عینیہ وعمل درآمد صحابہ کرام ہیں، تو پھر وہ فیصلہ مرزا صاحب کو جس وقعت کی نگاہ سے دیکھیں گے؟ خصوصاً درانحالیکہ قرآن مجید و احادیث شریف وسواد اعظم امت مرحومہ بھی مرزا صاحب مخالفت میں ان کے ہمراہ ہو۔

سیدنا مسیح کے حیات ونزول وغیرہ کے متعلق بھی کچھ عرض ہو چکا ہے ۔ پھر حسب مدعا و پسند خاطر فیصلے اپنے واپنے متعلقین کے حق میں جس طرح مرزا کرتے ہیں کہ کل فضائل وکمالات و مناصب محدثیت مجددیت مسیحیت مہدویت افضلیت بر بعض انبیاء وغیرہ سب کچھ اپنی ہی ذات کیلئے خاص ومحدود کرنے ، اگر کچھ باقی بچے تو وہ بھی اپنے ہی گھر اپنے صاحبزادہ کے واسطے رہیں جیسا:

۱۔ کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت والا آسمان سے اترے گا ، زمین والوں کی راہ سیدھی کرے گا ، اسیروں کو رستگاری بخشے گا ،شبہات کی زنجیروں کے مقیدوں کو رہائی دے گا ، فرزند دلبند گرامی وارجمند مظہر الحق والعلا کا نّ اللّٰہ نزل من السّماء (ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۶)۔

۲۔ اپنے بھائی صاحب کو بعد وفات قرآن مجید میں انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان پڑھنے والا اور اس طرح اپنے گاؤں قادیان کا نام بھی قرآن مجید میں مثل مکہ شریف و مدینہ منورہ دائیں صفحہ پر شاید نصف کے قریب ہونا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۷)

۳۔ اپنی اہلیہ ثانیہ کے واسطے مثل ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ کے ام المومنین کا لقب اخباروں میں مشتہر فرمانا وغیرہ،

سب کچھ اپنے ہی حق میں فیصلہ کرنا کچھ امر نہیں اور ایسے فیصلے تو ہر کس و ناکس بآسانی

کرسکتا ہے لیکن مدح وتعریف کے لائق تو وہ فیصلے ہیں جو کتاب وسنت کو مقدم کر کے خواہ اپنے نفس و متعلقین کے خلاف اور باعث تکلیف ہی ہوں کئے جاویں جیسا کہ امیرالمومنین وامام المسلمین سے کئی ایسے فیصلہ مروی ہیں مثلاً ایام خلافت امیرالمومنین عمرؓ میں ابی بن کعبؓ نے زید بن ثابت کے پاس مقدمہ دائر کیا۔ حضرت عمرؓ بحیثیت مدعا علیہ جواب دہی کو حاضر ہوئے۔ زیدؓ نے تعظیم دی تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ پہلی بے انصافی ہے جو تم نے کی۔ یہ کہہ کر آپ اپنے فریق مخالف کے برابر بیٹھ گئے۔ مقدمہ میں کچھ ثبوت نہ تھا اور عمر کو دعوی سے انکار تھا۔ ابیؓ کے حسب قاعدہ حضرت عمرؓ سے قسم چاہنے پر زیدؓ نے ان کے رتبہ کا پاس کر کے ابیؓ سے درخواست کی کہ امیرالمومنین کو قسم سے معاف رکھو۔ اس پر عمرؓ اس طرف داری سے نہایت رنجیدہ ہوئے اور زید کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمرؓ برابر نہ ہوں تم منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے

عبیداللہ بن عباسؓ راوی ہیں کہ حضرت عباسؓ کا ایک پرنالہ (مخرج آب) حضرت عمرؓ کے راستہ پر تھا۔ جمعہ کے روز حضرت عمرؓ لباس پہن کر نکلے۔ اس روز حضرت عباسؓ کے واسطے ایک چوزہ ذبح ہوا تھا۔ جب اس میزاب (پرنالہ) کے برابر پہنچے تو پانی وخون چوزہ کا حضرت عمرؓ کے کپڑوں پر پڑا، تو آپ نے اس میزاب کو اکھاڑ دینے کا حکم دیا اور خود واپس آ کر کپڑے بدلے اور آن کر لوگوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ بعدہ حضرت عباسؓ نے آن کر کہا کہ واللہ وہ میزاب اسی جگہ تھا جہاں رسول اللہ ﷺ نے اس کو رکھا تھا۔ یہ سن کر عمرؓ نے ان کو قسم دی کہ آپ کسی اور کام سے پہلے اس کو اسی جگہ لگالیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے اس کو رکھا تھا پس حضرت عباسؓ نے ویسا ہی کر لیا۔

و عن عمرؓ انه فرض لاسامةؓ فی ثلاثة آلاف و خمس مأة و فرض لعبد الله بن عمر ثلاثة آلاف۔ فقال عبد الله بن عمر لابیه لم فضلت اسامة علیّ فوالله ما سبقنی الی مشهد قال لانّ زیداً کان احب الی رسول الله علی حبی ۔ رواه الترمذی (حضرت عمرؓ نے اسامہ بن زیدؓ کیلئے ساڑھے تین ہزار مقرر کئے اور عبداللہ بن عمرؓ کیلئے تین ہزار مقرر کئے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے باپ سے کہا کہ اسامہؓ کو مجھ پر آپ نے کیوں فضیلت دی، واللہ وہ مجھ سے کسی موقعہ میں آگے نہیں بڑھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ اسلئے کیا ہے کہ زیدؓ (اسامہؓ کا باپ) رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تیرے باپ سے زیادہ پیارا اور اسامہؓ تجھ سے زیادہ عزیز تھا۔ پس میں نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دی ہے)۔

غور فرمایئے کہ انصاف والے حق و بے روورعایت والے فیصلہ یہ ہیں۔ اور مرزا صاحب

تو عمرؓ چھوڑ، ابوبکرؓ سے بھی خود بدولت کو کہیں اعلیٰ بتاتے ہیں، تو پھر عدل وانصاف بھی بدر جہا ان سے بڑھ کر چاہیے۔ اور مفید مطلب و دل پسند فیصلوں کی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک نادار شخص کے دعوی رسالت ونزول وحی پر ایک رئیس نے اس کو بھوکا سمجھ کر باورچی خانہ میں رہنے کا حکم دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کو پوچھا کہ اب کیا وحی آتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اب تو یہی حکم ہوتا ہے کہ باورچی خانہ سے باہر مت نکلو۔ سو ایسے فیصلہ تو نہایت آسانی سے ہر ایک حاجت مند کر سکتا ہے۔

حیات و وفات کے بارہ میں مرزا قادیانی نے مولوی محمد بشیرؒ، قاضی محمد سلیمانؒ، شیخ حسین بن محسن انصاریؒ یمانی، مولوی عبدالاحدؒ خانپوری، مولوی محمد حسین بٹالویؒ وغیرہ کے دلائل بھی ملاحظہ فرمائے ہیں یا نہیں؟ کاش اور نہیں تو رفع اعتراض کے لئے ہی ان کے دلائل کو بغور ملاحظہ فرما کر ان کا معقول جواب دے کر یہ فیصلہ فرماتے تو ایک بات تھی، لیکن اپنے مطلب کے مخالف تو خود بدولت نہ کچھ سنتے ہیں اور نہ پرواہ کرتے ہیں۔ مولوی محمد بشیر نے رسالہ الحق الصریح اور قاضی محمد سلیمان نے غایت المرام ہر دو حصص کس نرمی سے لکھے ہیں اور شیخ حسین یمانی کی الفتح الربانی وغیرہ لیکن جواب ندارد۔ اور اخیر پر السیف المسلول اگرچہ مولوی عبدالاحد خانپوری نے جوش اور تیزی میں لکھی ہے لیکن اس کے دلائل کا جواب تو ضرور دینا چاہیے تھا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اپنے موافق تو مرفوع القلم مجذوبوں کا کلام کا لوحی مان کر مشتہر کیا جائے اور اپنے مخالف محقق عالموں کی با دلائل کلام سے بھی نفرت و گریز ہو۔

حکم ہونیکے ثبوت میں دلائل ونشان پیش کردہ کا جواب

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال پیش ہو کہ تمہارے حکم ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس زمانہ کے لئے حکم آنا چاہیے تھا وہ زمانہ موجود ہے اور جس قوم کی صلیبی غلطیوں کی حکم نے اصلاح کرنی تھی وہ قوم موجود ہے اور جن نشانوں نے اس حکم پر گواہی دینی تھی وہ نشان ظہور میں آچکے ہیں اور اب بھی نشانوں کا سلسلہ شروع ہے۔ آسمان نشان ظاہر کررہا ہے، زمین نشان ظاہر کر رہی ہے اور مبارک وہ جن کی آنکھیں اب بند نہ رہیں۔

جواب۔ زمانہ موجود اور صلیبی قوم کا موجود ہونا تو وہ ہی دلیل ہے جیسا آپ نے ضرورت کو دلیل گردانا ہے جس کا جواب ابھی عرض ہو چکا ہے۔ کسر صلیب کی جگہ اب صلیبی غلطیوں

کی اصلاح کرنی لکھ دیا ہے۔ ماشاء اللہ آپ فہیم بہت ہیں لیکن براہ مہربانی کوئی ایسی حدیث تو لکھ دیتے جس کا مضمون صلیبی غلطیوں کی اصلاح کرنا ہوتا۔ بہرحال کسر صلیب یا صلیبی غلطیوں کی اصلاح کا کہیں پتہ ونشان نہیں ہے اس کی نسبت اول بھی عرض ہو چکا ہے۔

❁ نشانوں کی نسبت تو مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۰ میں لکھ چکے ہیں کہ:

بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ سکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا

جس سے عیاں ہے کہ نشان مذکورہ فی الاحادیث جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوئے وہ آئندہ صادق مسیح کے آنے پر ظاہر ہوں گے۔ جب یہ حال ہے تو اب خواہ نخواہ کے مصنوعی نشان اپنے حق میں کیسے زبانی بنا رہے ہیں؟

❁ پھر نشانوں کے سلسلہ میں امثال عشرہ جو باب اول وغیرہ میں تحریر ہوئے ہیں، کافی ہیں کیونکہ یہ نشان تو بے شک لوگوں نے دیکھے ہیں اور جو کچھ ان نشانوں نے مرزا صاحب کی صداقت وعزت ونصرت پر گواہی دی ہے وہ بھی سب کو بخوبی معلوم ہے اور آئندہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ بھی سارا جہان انشاء اللہ العزیز دیکھے گا۔

❁ ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

میں یہ نہیں کہتا کہ پہلے نشانوں پر ہی ایمان لاؤ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر میں حکم نہیں ہوں تو میرے نشانوں کا مقابلہ کرو۔ میرے مقابل پر جو اختلاف عقائد کے وقت آیا ہوں، اور سب بحثیں نکمی ہیں صرف حکم کے بحث میں ہر ایک کا حق ہے جسکو میں پورا کر چکا ہوں۔

جواب۔ نشانات مرزا صاحب کا جو مذکور ہو چکے ہیں کون مقابلہ کرسکتا ہے اور کون ان کو مان سکتا ہے۔ ایسی جسارت کا سوائے مرزا صاحب کس کو مقدور ہے۔

❁ مرزا صاحب کا قول کہ، میں اختلاف عقائد کے وقت آیا ہوں، بھی کیسا نرالا وعجائب ہے؟ بھلا زمانہ بعثت انبیاء سے لے کر آج تک کسی ایسے وقت کا نام و پتہ تو بتلا دیں کہ جس میں تمام دنیا میں کسی جگہ کبھی اختلاف عقائد نہ ہوا ہو؟ کاش مرزا صاحب اپنی یہ فضیلت وخصوصیت لکھتے وقت قرآن مجید کی آیت کریمہ ولو شاء ربّک لجعل النّاس امّۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الّا من رّحم ربّک ولذالک خلقھم ۔ ... الخ (اگر تیرا رب چاہتا تو لوگوں کو ایک امت کر دیتا، اور یہ ہمیشہ اختلاف کرتے ہیں مگر جن پر تیرے رب نے رحم کیا۔ اور اسی لئے ان کو پیدا

کیا ہے) کو ہی دیکھ لیتے۔

خود بدولت کی بحث کا حال بھی معلوم ہے کہ جب کبھی کوئی مولوی مفتی محمد عبداللہ ٹونکیؒ، مولوی محمد بشیر سہسوانیؒ، مولوی عبدالمجید دہلویؒ، مولوی سید نذیر حسین دہلویؒ وغیرہ بحث کیلئے آئے اور میر عباس صاحب مرحوم وغیرہ رو برو فیصلہ کیلئے مستعد ہوئے اور اخیر پر گنگا بشن جب نشان کے لئے مستعد ہوا تو مرزا صاحب حیلہ وحوالہ سے ٹالنے پر ہی زور دیتے رہے، یا ایسی پیچیدہ وغیر ممکن شرائط پیش کرتے رہے جن کا پورا ہونا اور کرنا محال ہے۔ آخر الذکر کے ساتھ اشتہار بازی پر تو آپ کے بعض معتقدین بھی اس بات کے طوعاً وکرہاً قائل ہو گئے تھے کہ مرزا صاحب ٹلاتے ہیں جس پر مرزا نے ان کو جماعت سے خارج کرنے کی دھمکی دی تھی۔ پھر جب کبھی کوئی کچھ لکھے مثل غایت المرام، و، الحق الصریح، و، سیف المسلول، و، الفتح الربانی وغیرہ تو ان کا جواب ندارد بلکہ ادھر رخ بھی نہیں کرتے اور یوں دکھلانے کو مریدین وغیرہ کے سامنے ہر طرح سے زبانی مستعد وطیار۔

نشانات مرزا قادیانی مع تردید

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۵ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

خدا نے مجھے چار نشان دیئے ہیں:

ا۔ میں قرآن کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت وفصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اسکا مقابلہ کر سکے۔

جواب۔ مرزا کی فصاحت و بلاغت کے بارہ میں ایک جید فاضل عالم باعمل مستند سے کئی علماء کی رائے باب اول میں عرض ہو چکی ہے۔ نیز کئی عالموں نے مرزا کی غلطیوں کی فہرستیں لکھیں اور بعض نے چھاپ دیں۔ عاجز تو کوئی مولوی عالم نہیں کہ اس امر میں رائے زنی کا مجاز ہو البتہ ظاہر ظاہر عبارت کلام رب عزیز وحکیم پر نظر و خیال کرنے سے جو عیاں ہے اس کی رو سے تو بیشک مرزا صاحب کے دعوے فصاحت و بلاغت وحقائق و معارف کا کوئی ہم پلہ نہیں ہوسکتا کہ و اللّٰہ اعلم کو و اللّٰہ یعلم اور کانوا من قبل یستفتحون کو و کانوا یستفتحون من قبل لکھے اور احبار و رہبان میں تمیز نہ کر سکے۔ اور پھر اس برتے پر اپنے تئیں مقابلہ میں لاثانی قرار دے۔ بھلا کلام الٰہی کو الٹ پلٹ کرنے کا مقابلہ وحوصلہ کسی مسلمان سے کب ہوسکتا ہے؟

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۶ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

۲۔ میں قرآن شریف کے حقائق معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

جواب۔ مرزا کے اسلامی دنیا سے وخلاف کبرائے امت سلف وخلف حقائق معارف کا مقابلہ کرنے میں کسی منیب مسلمان عبدالرحمٰن کو تضیع اوقات کر کے مجرم بننے کی کچھ ضرورت نہیں۔ مرزا نے تو ایسے خودغرضانہ حقائق معارف میں بے خوف ہوکر ورقوں کے ورق سیاہ کر دیئے ہیں لیکن دوسرا کوئی مسلمان متبع قرآن ایسی مخالفتوں کو زبان پر لانا ہی گناہ سمجھتا ہے۔ اور اسلئے نمونہ کے طور پر آگاہی مخلوق کے لئے بادل ناخواستہ مرزا کے چند حقائق معارف لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید جس کو خیر مّن الف شھر (ہزار مہینوں سے بہتر) فرماوے اس کو حقائق و معارف میں ڈھال کر درحقیقت ظلمت کا زمانہ کہتے ہیں۔

۲۔ سیدالعارفین والمحققین شارعؑ کے حقائق و معارف سے بھی اپنے حقائق و معارف کو در بارہ ابن مریم، دجال، یاجوج ماجوج، دابۃ الارض وغیرہ ترجیح دیتے ہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۱)۔

۳۔ آیت قرآن مجید و مبشّراً بّر سو لٍ یّا تی من بعدی اسمہ ا حمد (اور بشارت دینے والا اس رسول کی جو میرے بعد آوے گا اس کا نام احمد ہے)

ھو الّذی ار سل رسو لہ با لھدی و دین الحقّ لیظھرہ علی الدّ ین کلّہ (وہ ذات مبارک ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ساتھ ہدایت و دین حق کے تاکہ غالب کرے اس کو کل ادیان پر)

کو بلا دلیل اپنے حق میں اور آیت

و آ خر ین منھم لمّا یلحقوا بھم (اور دوسرے لوگوں کو ان میں سے جو ابھی ان سے نہیں) کو اپنے و اپنی جماعت کے حق میں

اور سبحان الّذی اسری بعبدہ لیلاً مّن المسجد الحرا م الی المسجد الا قصٰی الذی بار کنا حو لہ (پاک ہے وہ ذات مبارک جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک) کو اپنی مسجد واقع موضع قادیان کے حق میں حقائق و معارف سے بیان کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ سے مراد اس جگہ یروشلم والی مسجد نہیں بلکہ مسیح موعود کی مسجد ہے۔

شہادۃ القرآن صفحہ ۲۳ میں مرزا نے و اذا النّجو م انکد رت کی تفسیر کی ہے: اور جس وقت تارے گدلے ہو جاویں یعنی علماء کا نور اخلاص جاتا رہے گا۔

و اذا الکواکب انتثرت کی تفسیر کی ہے: اور جس وقت تارے جھڑ جاویں گے یعنی ربانی علماء فوت ہو جاویں گے۔

اذا الشّمس کوّرت کی تفسیر کی ہے: جس وقت سورج لپیٹا جاوے گا یعنی سخت ظلمت جہالت و معصیت کی دنیا پر طاری ہو جاوے گی، وغیرہ۔

یہ مرزا صاحب کے حقائق و معارف ہیں۔

❁ ان سب آیات کو مرزا اپنے عہد امامت و زمانہ سے متعلق فرماتے ہیں جس کی برکات و نشان میں حج کا بند ہونا، طاعون کا ملک میں پھیلنا۔ اور بہت نشانوں کا ظاہر ہونا ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے۔ پھر اشتہار منارہ ۲۸ مئی ۱۹۰۰ صفحہ ج میں اپنے عہد کی تعریف میں لکھا ہے:

آنحضرت ﷺ کا زمانہ شوکت اسلامی کا زمانہ تھا اس کا اثر غالب تھا کہ حضرت موسیٰ کی طرح مومنوں کو کفار کے حملہ سے نجات دی لیکن زمانہ برکات کا جو مسیح موعود کا زمانہ ہے اسکا یہ اثر ہے کہ ہر قسم کے آرام زمین میں پیدا ہو جائیں اور نہ صرف امن بلکہ عیش رغد بھی حاصل ہو۔

پھر صفحہ ح میں بہت تعریف لکھی ہے کہ:

طرح طرح کے آراموں سے اس قدر برکتیں پھیل جائیں گی جو اس سے پہلے کبھی نہیں پھیلی ہوں گی۔ ریل کے ذریعہ مشرق مغرب کے میوے اور تار کے ذریعہ ہزاروں کوسوں کی خبریں پہنچ جاتی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ جب یہ آیات بقول مرزا صاحب اسی زمانہ کے متعلق ہیں جس میں یہ آرام و راحتیں ہیں تو حضرت عمرؓ باایں فہم و فراست خداداد اور نزول قرآن مجید کی شہادت والے اور ماہر ہو کر اذا الشّمس کوّرت تلاوت کرتے ہوئے جب اذا الصّحف نشرت پر پہنچے تو (خشیت اللہ سے) غش کھا کر کیوں گر پڑے؟ اور کئی روز تک ان کی عیادت بیمار پرسی ہوتی رہی جیسا کہ معتمد محققین نے لکھا ہے۔ اگر ان آیات میں بقول مرزا قادیانی اس زمانہ کا ذکر تھا تو حضرت عمرؓ کو ایسے آرام و آسائش مسلمین سے خوش ہونا چاہیے تھا، نہ کہ خوف و دہشت سے غش کھا کر گر پڑنا۔

❁ اذا الشّمس کوّرت و اذا النّجوم انکدرت وغیرہ کی تفاسیر اپنا زمانہ و مدعا ثابت کرنے کو خلاف سلف صالحین تو کی ہے لیکن ظاہری ربط کا بھی کچھ لحاظ نہیں رکھا کیونکہ اذا الشّمس کوّرت کی جو تفسیر مرزا صاحب نے کی ہے وہ انکدار نجوم و انتشار کواکب کی تفسیر

سے بالکل بے ربط و غیر موزوں ہے اس لئے کہ شمس بمقابلہ دیگر نجوم وکواکب کے نیر اعظم ہے اور بمنزلہ ان کے بادشاہ کے ہے جیسا مرزا صاحب نے خود اپنے مدعا کے موافق ضرورۃ الامام صفحہ ۲۳ میں ایسا لکھ کر کہا ہے کہ:

اسی طرح خدا تعالی عام مومنوں کو ستاروں کی طرح اور امام الزمانوں کو ان کا سورج قرار دیتا ہے۔

جب یہ حال ہے تو جس طرح مرزا نے تارے گدلے ہو جانے سے علماء کا نور اخلاص جاتا رہنا، اور تارے جھڑ جانے سے ربانی علماء کا فوت ہو جانا، تفسیر لکھا ہے تو اسکے موافق اذا الشّمس کوّرت کی تفسیر بساط نوردی امام الزمان یا تکویر کے سبب اس کا ظلمت و معصیت میں پڑ کر تیرہ و بے نور ہونا کیوں تفسیر نہیں کی؟ جس سے انکدار نجوم وانتشار کواکب کی تفسیر کے ساتھ موافقت و ربط تو ہو جاتا اور اس تفسیر بساط نوردی امام الزمان سے آیات کریمہ کا مفہوم و منشاء و متعلق بھی جو ظاہر یوم الآخرۃ سے ہے وہ بھی صحیح و درست ہو جاتا۔

پھر اثبات مدعا کے لئے فراہمی آیات قرآن میں بھی مرزا نے کمال بے خوفی و بیباکی کی ہے یعنی اذا الشّمس کوّرت و اذا النّجوم انکدرت کو سورۃ تکویر سے لے کر اس کا مابعد و اذا السّماء کشطت و اذا الجحیم سعّرت و اذا الجنّۃ ازلفت علمت نفس مّا احضرت کو مخالف مدعا ہونے کے سبب نہیں لیا۔ اور اسی طرح و اذا الکواکب انتثرت کو سورۃ الانفطار سے لے کر اس کا مابعد واذا القبور بعثرت علمت نفس مّا قدّمت و اخّرت مخالف مطلب سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ان سے بوضاحت تمام ثابت ہے کہ یہ آیات کل متعلق یوم الآخرت ہیں۔ سو مرزا صاحب نے ان میں کوئی کوئی جملہ لے کر دلیرانہ حسب مدعا تفسیر کر کے ٹخنوں سے کان گانٹھنے کی مثال کے مطابق ان کو اپنے زمانہ پر چسپاں کیا ہے اور انکے ساتھ ہی جن آیات میں صریحاً ذکر آخرت ہے ان کو عمداً چھوڑ دیا۔ گویا قرآن مجید کلام رب عزیز کو اپنے گھر کی چیز و تماشا بنا لیا ہے۔ براہ مہربانی ذرا اس سورۃ کا نام و پتہ تو بتلا دیں جس میں اذا الشّمس کوّرت و اذا النّجوم انکدرت و اذا الکواکب انتثرت ایک ہی جگہ اسی طرح آیا ہو؟ اگر نہیں تو کچھ خوف خدا کریں اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد من قال فی القرآن برأیہ فلیتبوّأ مقعدہ من النّار کا لحاظ فرماویں اور سوچیں کہ قرآن مجید کو جولان گاہ و تختہ مشق رائے خود و حقائق معارف و تفسیر گوناگوں بنانا، کسی جگہ کچھ و کسی جگہ کچھ تفسیر ہر موقعہ پر حسب مدعا

خود حوصلہ و دلیری سے کر لینی کہاں تک مباح ہے اور اس کا انجام کیسا ہے؟

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

(۳) میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں، اور ان کا ثبوت میرے پاس موجود ہے۔

جواب۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو بے شک وشبہ مجیب الدعوات وقاضی الحاجات ہے اور تمام عاجز مخلوق کی دعائیں قبول فرماتا اور حاجات برلاتا ہے مرزا نے جو قبول ادعیہ کے بارہ میں لکھا ہے شائد ایسا ہو اور صرف صفروں ہی کا فرق ہو اور ثبوت کی بھی کیا ضرورت ہے جب خود بدولت کے مورد عتاب و ہدف بددعا والے اشخاص صحیح وسالم خوش وخرم نمونہ موجود ہیں۔ زیادہ نہیں رسالدار میجر سردار بہادر سید امیر علی شاہ والی دعا جس کے واسطے مرزا صاحب نے ۵۰۰ روپیہ لے کر برابر ایک برس تک اپنے اوقات صافیہ میں جدو جہد و دعا کا حلفی عہد کیا تھا وہی نمونہ قبولیت کا کافی ہے۔ پھر عبداللہ آتھم والی دعا جس میں تمام جماعت مریدین بھی مصروف وسرگرم رہی، اس کا حال بھی سب کو معلوم ہے۔ اور بھی بہت نظائر وثبوت اس میں مذکور ہوئے ہیں۔ اور رب رحیم کریم تو اپنی جمیع مخلوق یعنی نہ فقط فرمان برداروں ہی کا بلکہ فاسقوں فاجروں گنہگاروں، حشرات الارض کیا بلکہ اپنے منکروں کا بھی فریاد رس وروزی رساں ہے جیسا کہ اس نے خوب فرمایا:

امن یّجیب المضطرّ اذا دعاہ۔ کون ہے جو اجابت کرتا ہے بیقرار کیلئے جب وہ اس کو پکارتا ہے

وما من دابّۃٍ فی الارض الّا علی اللّٰہ رزقھا (کوئی جاندار زمین پر چلنے پھرنے والا ایسا نہیں مگر اللہ پر اس کا رزق ہے)۔

رزق ہی میں سارے حاجات آجاتے ہیں۔

۲۔ ہاں اگر کتابوں کے الفاظ (جیسا مرزا نے عاجز ورفیق عاجز کے روبرو بیان فرمایا تھا ایک ایک لفظ) قبولیت دعا کا نتیجہ ہے تو بے شک مرزا مستجاب الدعواتی کے دعویدار ہو سکتے ہیں اور اسی بنا پر دوسرے سب صاحب تصانیف ومنشی بھی یہی دعوی کر سکتے ہیں۔ یا اگر نذرانے وصدقات دینے والوں کو بھی اجابت دعا کا محل قرار دیا گیا ہے تو دنیا میں بہت ایسے حاجت مند اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر صدا کرنے والے موجود ہیں جن کی قبولیت دعا کی تعداد مرزا صاحب سے کہیں زیادہ نکلے گی۔ لیکن اس اصول پر بڑا اعتراض یہ ہوگا کہ اگر کسی حسن ظن و نیک نیتی سے دینے والوں کا دل قادر قدیر پھیر

دے اور مرزا صاحب کے زبردست جوش وخروش والی توجہ دردناک بجلی کی اثر والی دعا الٹا اثر کرے تو اس کو خود بدولت خذ لان مانیں گے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس وجہ وعذر سے؟

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

(۴) میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے یہ خدا تعالی کی گواہیاں میرے پاس ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیاں میرے حق میں چمکتے ہوئے نشانوں کی طرح پوری ہوئیں۔

آسمان بارد نشان الوقت میگو ید زمین   ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

جواب۔ مشکل تو یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنی سلطان القلمی جتلانے کو بار بار ایک ہی بات کو مختلف پیرایوں میں اظہار کر کے رائی کا پہاڑ بنا دیتے ہیں۔ وہ کون سے غیبی اخبار ہیں جن سے ان کے علو شان کا ظہور ہوا؟ چند مثالیں تو اس کتاب میں بھی پیشکش ہوئی ہیں، جو مرزا کے دعوی اخبار غیبیہ پر ناکامی و بدانجامی کا حکم دینے کو قطعی الدلالت ہیں۔ بلکہ ایسا دھبہ و داغ لگانے والی ہیں کہ نجومی جوتشی، رمال، کاہن، بھی ایسا واقع ہونے پر باوجود عدم دعوی علم غیب نادم وشرمندہ ہوں کیونکہ ان کی کامیاب پیش گوئیوں کا شمار فیصدی کچھ تو ہوتا ہے اور مرزا کا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ اس ثبوت میں ذاتی تجربہ وعینی شہادت والے کئی گواہ موجود ہیں جن میں سے سب سے پہلے مرزا کے سارٹیفکیٹ یافتہ وہی منشی فضل حق معروف بابو پیراں بخش ہیں جن کی معتبری کی نسبت خود بدولت نے مباحثہ لدھیانہ کے اشتہار میں شہادت دی ہے کہ یہ ڈپٹی کے برابر تنخواہ پاتے ہیں وہ اپنے ذاتی تجارب سے کئی رمال، پنڈتوں، سادھوؤں کے ایسے واقعات سنانے کو تیار ہیں اور ان کے بعد اور بہت۔ پھر اگر کوئی بات اٹکل سے کہی ہوئی اسی طرح پوری ہو بھی جائے جیسے صدہا عام لوگوں کی اکثر ہو جاتی ہے تو بھی یہ امر کچھ باعث فضیلت و بزرگی ہرگز نہیں ہے۔

ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مدت ہوئی کسوف خسوف رمضان میں ہو گیا۔

جواب۔ رمضان شریف میں کسوف خسوف کا جس قول میں ذکر ہے وہ اس مہدی کے واسطے ہے جس مہدی کا حدیث میں بیان ہے لیکن مرزا صاحب تو اس مہدی کے منکر ہیں اور اس کو خونی بنا کر اس سے بیزاری ظاہر فرماتے ہیں جیسا کہ اسی مضمون کے استفتاء والے اشتہار کے صفحہ ۱۰

پر ایسے مہدی کے اعتقاد کو کچھ اپنی طرف سے نمک مرچ لگا کر بالکل لغو باطل اور جھوٹا عقیدہ لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ اس مہدی سے تو انکار و بے زاری ظاہر فرماویں اور اس کی علامت کسوف خسوف کو جھٹ اپنے واسطے لے لیں یہ تو بعینہ نو من ببعض و نکفر ببعض والا حال ہوا اور زیادہ تعجب یہ کہ پھر یہ حکمت اپنی مریدین پر ظاہر ہونے اور کھلنے نہ دیں۔ الحق یہ مرزا کا ہی حصہ ہے۔

اس تحریر کے بعد جو ایک دن مابین خاکسار و رفیق اس مضمون کا ذکر آیا تو عاجز کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجیب الدعوات علام الغیوب کی بارگاہ سے اس نشان کی حقیقت معلوم ہونے کیلئے دعا والتجا کرنی چاہیے۔ سو ان دعاؤں کا نتیجہ مختصراً یہ ہوا کہ اول بحالت خواب بہت سی عبارت دکھلائی گئی جس کے قلب (وسط) کی عبارت کے مطلب میں سے عاجز کے دل پر فقط اتنا ہی نقش باقی رہا کہ مرزا صاحب کے اقوال واستدلال اس باب میں غلط ہیں، پھر الہام ہوئے:

فلمّا نسوا ما ذکّروا به فتحنا علیهم ابوا ب کلّ شیء حتّی اذا فرحوا بما اوتوا اخذ نا هم بغتةً فاذاهم مبلسون (جب بھول گئے جو کچھ کہ نصیحت کئے گئے تھے ساتھ اسکے کھول دیئے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز سے یہاں تک کہ جب خوش ہوئے ساتھ اسکے جو دیئے گئے تو پکڑ لیا ہم نے انکو یکبارگی پس وہ اس وقت ناامید ہو گئے)

لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکر نا و اتّبع هواه و کان امره فرطاً (پس مت کہا مان اس شخص کا کہ غافل کیا ہم نے اس کو اپنے ذکر سے اور وہ تابع ہوا اپنی خواہش کے اور اس کا کام حد سے بڑھا ہوا ہے)

انّا اعتد نا للکا فرین سلا سل واغلا لًا وّ سعیراً (تحقیق ہم نے تیار کیا ہے واسطے کافروں کے زنجیر اور طوق اور جہنم)

غور کا مقام ہے کہ ان میں مرزا کی احکام الٰہی سے فراموشی، اتباع ہواء اور پھر قرآن مجید واحادیث مبارک کو اپنی جولانی طبع و ذہن آزمائی کا تختہ مشق بنانے کا (جن کا نام خود بدولت نے حقائق ومعارف رکھا ہے، پھر اس کو تصرف بے جا سے کھینچ گھسیٹ کر اپنے اوپر لگانے کا، اخیر پر ان کے انجام کار کا) کیسا ہو بہو نقشہ وحال ہے؟ دیگر الہامات اسی کے متعلق یہ ہیں:

انّما علی رسو لنا البلا غ المبین (سوائے اس کے نہیں کہ ہمارے بھیجے ہوئے پر ظاہر پہنچا دینا ہے)

قل آ ت الحقّ من ر بّکم فمن شا ء فلیکفر (تو کہہ تحقیق آیا سچ تمہارے رب

کی طرف سے پس جو چاہے انکار کرے)

قل جاء الحق و زھق الباطل انّ الباطل کان زھوقاً (تو کہہ آیا حق اور گیا باطل تحقیق باطل گم ہو جانے والا ہی تھا)۔

قل لست مرسلاً (کہہ دے کہ تو فرستادہ نہیں ہے)

یہ جولائی ۱۸۹۹ء کے اخیر ثلث کا واقع ہے۔

ان الہامات سے صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ سب مرزا کے بناوٹی وخودغرضی کے استدلال ہیں اور غفلت ذکر، اتباع خواہش نفس اور افراط وتفریط کا نتیجہ ہے جیسا کہ الہام لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا و اتّبع ھواہ و کان امرہ فرطاً ۔گواہی دیتا ہے جو پہلے ہی ان کی نسبت مولوی عبدالرحمٰن لکھویؒ کو ہوا تھا اور اب عاجز کو بھی ہوا جس میں مرزا کی اطاعت یعنی اس غلط استدلال کے ماننے کی سخت ممانعت ہے اور جب خود بدولت پر ابواب کلّ شیء وا ہو گئے تو جو چاہیں کھل کھیل کریں وہ کب لائق التفات ہیں ؟ چنانچہ ایک اور الہام ذرھم یخوضوا و یلعبوا حتّی یلاقوا یومھم الّذی کانوا یوعدون (چھوڑ ان کو بکنے اور کھیل کرنے دے تاوقتیکہ وہ دن آپہنچے جسکا وعدہ دیئے گئے ہیں) بھی انکے اس کھل کھیل کی گواہی دیتا ہے

ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

حج بھی بند ہوا اور بموجب حدیث کے طاعون بھی ملک میں پھیلی اور بہت سے نشان مجھ سے ظاہر ہوئے جس کے صدہا ہندو مسلمان گواہ ہیں جن کو میں نے ذکر نہیں کیا۔

جواب ۔ کچھ قلیل عرصہ ملک کے لوگوں کو کچھ شرائط کے سبب حج سے رکاوٹ ہوئی تھی لیکن پھر بھی جو حیلہ و بہانہ جو نہ تھے ان کو کسی نے نہ روکا، وہ بدستور جاتے ہی رہے۔اور ان کے حق میں کوئی بندش نہ تھی ۔تس پر بھی اگر مرزا صاحب اس کو اپنی مہربانی اور کرامت میں داخل فرماتے ہیں تو جزاک اللہ آپ جیسے شخص کی امامت میں یصدّون عن سبیل اللّٰہ کا خاصہ ضرور ہونا چاہیے تاکہ حقیقی و بناوٹی میں التباس نہ ہو جائے۔

اب تو کچھ رکاوٹ کا باعث بھی ہے ۔جب بالکل ہی نہ تھا، تب بھی مرزا قانون و فراست کی سند پر حج کے التوا کا حکم دیتے تھے جس کی نظیریں بیان ہو چکی ہیں۔ اگر مرزا شروع ہی سے اپنی امامت کے ایسے خواص ظاہر فرما دیتے تو خواہ نخواہ عالمان دین اسلام کیوں آپ سے پرخاش کرتے اور اسلامی تعلیم کی رو سے کیوں تردید عقاید والا کی زحمت اٹھاتے ؟ مرزا صاحب کا

فقط اتنا ہی مشتہر کر دینا کافی تھا کہ حج بند، صدقات، زکوۃ، اضحیہ (قربانی کی کھالوں) وغیرہ مصرف زبانی امام الزمان اور اس کا کارخانہ۔ عقاید منصوصہ، و احکام شرعیہ سے آزادی، عملی تکالیف سے معافی، خود بدولت کی حلقہ بگوشی اور زبانی اقرار پر نجات کا دار مدار۔ یہ موٹی موٹی باتیں تھیں جن کو نفوس امارہ بخوشی و بآسانی قبول کرتے لیکن حقائق معارف و دقائق و باریکیوں سے مرزا صاحب نے ان کو پیچیدہ گورکھ دھندا بنا کر الجھاؤ ڈال دیا۔

☆ دوسرا نشان مستدعویہ طاعون بھی شاید مرزا صاحب کے دعوی رحمۃ للعالمینی کی صداقت پر شہادت دینے کو اللہ تعالی نے بھیجی ہے اور چونکہ مرزا صاحب نے اس جزوی نمونہ کو جو شامت اعمال سے اسی ملک ہندوستان میں اور پھر خاص پنجاب کے اس ضلع ہوشیار پور میں جس کو مرزا نے اپنا زاد بوم بتلا کر فرمایا تھا کہ:

> خلوت کے لئے میں لاہور اس واسطے نہیں گیا کہ اس کے شروع میں لا آتا ہے اور اس جگہ ہوشیار پور سے از روئے نام وزاد بوم ہونے کے مجھ کو خاص تعلق ہے۔،

غرض پنجاب میں اسی ضلع کے گرد و نواح میں اس کا ظہور و قیام ہے جس کا مرزا صاحب سے ایسا تعلق ہے اور شائد اسی لئے مرزا صاحب اس کو اپنا نشان بتلاتے ہیں لیکن مرزا صاحب کو یہ بھی خیال و معلوم رہے کہ ان کے پہلے بھی کئی ایسے مبارک و مسعود اشخاص ہو چکے ہیں جن کے وجود باجود سے لوگوں پر ایسے مصائب آئے ہیں۔ مثلاً ایک طاعون تو ۱۳۴۸ء میں انگلستان میں آئی۔ جب اڈورڈ سوم حکمران تھا۔ دوسری ۱۶۶۵ء میں اسی ملک میں بعہد حکومت چارلس دوم واقع ہوئی۔ تیسری اسی ہندوستان میں عہد جہانگیر بادشاہ نازل ہوئی۔ تو اس حساب سے بھی مرزا صاحب کا درجہ چوتھا ہوا۔ یا اگر فقط دوسرے ملکوں کو چھوڑ کر فقط ملک ہندوستان کو ہی لیں تو بھی خود بدولت کو زیادہ سے زیادہ مثنی و مثیل دوم و یا بدرجہ دوم مان سکتے ہیں کیونکہ اصلی و اول تو وہ ہوا جسکے قدوم سے یہ بلا عہد جہانگیر میں اتری، اور اس میں جس قدر کسر شان و ابطال دعوی مرزا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

❁ یوں ہی بلا تحقیق ایسی لچر باتیں بیان کرنے سے آدمی کو شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ لازم تھا کہ طاعون مستدعویہ کے معانی پر از روئے وسعت و محل و خصوصیت قسم و تاثیر کے مرزا صاحب خوب تامل و فکر فرماتے کیونکہ ایک خاص علامت کا تکرار تو اس کو خصوصیت سے ساقط الاعتبار کر دیتا ہے یعنی وہ نشان مخصوص نہیں رہتا۔ اس تحریر کے بعد رسالہ طاعون دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ وبا اور بھی بہت دفعہ کئی جگہ واقع ہوئی ہے، تو کیا اس سبب سے مرزا صاحب ان سب کو جن کے عہد میں یہ

طاعون وغیرہ شامت اعمال سے آئی مسیح مہدی و امام الزمان قبول کرلیں گے؟

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ان تمام وجوہ سے میں امام الزمان ہوں اور خدا میری تائید میں ہے اور وہ میرے لئے ایک تیز تلوار کی طرح کھڑا ہے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ جو شرارت سے میرے مقابل پر کھڑا ہوگا وہ ذلیل اور شرمندہ کیا جائے گا۔ دیکھو میں نے وہ حکم پہنچا دیا جو میرے ذمہ تھا اور یہ باتیں اپنی کتابوں میں کئی مرتبہ لکھ چکا ہوں۔

جواب۔ مرزا صاحب کی امام الزمانی کی نسبت تو پہلے عرض ہو چکا ہے لیکن اب یہ غور طلب ہے کہ آیا تمام زمانہ کے کمالات اوصاف اور فضیلتوں (مثل غیبی اخبار یعنی غیب دانی قبول دعا، حقائق معارف، فصاحت، بلاغت وغیرہ صفات) کا طرح طرح سے خود بدولت ہی کو موصوف قرار دینا مرزا صاحب کے اپنے فیصلہ وقرارداد مندرجہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۱۴ کے کہاں تک مطابق وموافق ہے جہاں لکھا ہے کہ:

اس سے زیادہ تر اور کیا کفر ہوگا کہ انسان ایسا خیال کرے کہ جس قدر خدا کے پاس خزائن علم وحکمت واسرار غیب ہیں وہ سب ہمارے ہی دل میں موجود ہیں اور ہمارے ہی دل سے جوش مارتے ہیں وبس۔ دوسرے لفظوں میں اس کا خلاصہ تو یہی ہوا کہ حقیقت میں ہم ہی خدا ہیں اور بجز ہمارے اور کوئی ذات قائم بنفسہٖ اور متصف بصفاتہٖ موجود نہیں جس کو خدا کہا جائے کیونکہ اگر فی الواقع خدا موجود ہے اور اس کے علوم غیر متناہی اسی سے خاص ہیں جن کا پیمانہ ہمارا دل نہیں ہوسکتا تو اس صورت میں کس قدر یہ قول غلط اور بے ہودہ ہے کہ خدا کے بے انتہاء علوم ہمارے ہی دل میں بھرے پڑے ہیں اور خدا کے تمام خزائن حکمت ہمارے ہی قلب میں سما رہے ہیں۔ گویا خدا کا علم اسی قدر ہے جس قدر ہمارے دل میں موجود ہے۔ پس خیال کرو اگر یہ خدائی دعوی نہیں تو اور کیا ہے۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ انسان کا دل خدا کے جمیع کمالات کا جامع ہو جاوے۔ کیا جائز ہے کہ ایک ذرہء امکان آفتاب وجود بن جائے؟ ہرگز نہیں ہم پہلے ابھی لکھ چکے ہیں کہ الوہیت کے خواص جیسے علم غیب اور احاطہ دقائق حکمیہ اور دوسرے قدرتی نشان انسان سے ہرگز ظہور پذیر نہیں ہو سکتے۔ انتہی بلفظہ

اب مرزا صاحب غور فرماویں کہ خود بدولت کے پہلے خیالات وحالات عبودیت والے

کیا تھے۔ اور وسعت و فارغ البالی وقبولیت وقلیل گروہ مریدین ہونے سے وہ کہاں مفقود ہو کر ان کی جگہ کیسے متضاد خیالات و دعاوی آن کر قائم ہوئے ہیں؟ فتدبر وتفکر

یہ امر بھی ثبوت و وضاحت طلب ہے کہ اگر خدا تعالی مرزا کی تائید میں تیز تلوار کی طرح کھڑا ہے، تو جن لوگوں نے مرزا کی نسبت کفر و دجال وغیرہ کے فتوی دیئے ہیں، مخالفت میں کتابیں لکھیں اور بعض سال ہا سال سے جنگ و مقابلہ پر مستعد و کمر بستہ ہیں مثلاً عالمان و حامیان دین اسلام مثل مولوی محمد حسین بٹالوی، منشی محمد سعد اللہ لدھیانوی، مولوی سید محمد نذیر حسین دہلوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی ابراہیم، مولوی عبدالحق غزنوی، مولوی محمد بشیر سہسوانی، مولوی قاضی محمد سلیمان منصور پوری، قاضی فضل احمد لدھیانوی، ملّا محمد بخش جعفرزٹلی، سید ابوالحسن تبّتی۔ یہ سب صاحبان نیز دیگر مولویان فقراء سجادہ نشینان بلکہ نصاری وسکھ و آریہ وغیرہ جن کی مخالفت میں مرزا بھی کبھی کوتاہی نہیں کرتے، تو پھر وہ تلوار کا اثر ان پر کیوں ظاہر نہیں فرماتا؟ یا وہ عالم الغیب و عادل ان سب کو مرزا صاحب کا دشمن وشرارت سے مقابل پر کھڑا ہونے والے نہیں جانتا، بلکہ ان کو حق پر اور مرزا کا خیر خواہ اور اپنے دین کا مؤید وحمایتی جانتا ہے، اور اسی لئے ان کی تائید وحمایت کرتا ہے جس کا مفصل ذکر ہو چکا ہے۔

مرزا صاحب کی دھمکی ذلت وموت کا مفصل جواب وذکر فصل آئندہ میں تحریر ہو چکا ہے۔ رہا یہ کہ یہ باتیں اپنی کتابوں میں کئی مرتبہ لکھی ہیں، سو مرزا صاحب کو سوائے ان امور کے اور شغل ہی کیا ہے؟ اپنی مدح وثنا وفضیلت اور دوسرے غریب مسلمانوں کی تحقیر وتوہین واہانت۔

ضرورۃ الامام کی وجہ تالیف اور کشف حقائق

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۶۔۲۷ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

مگر جس واقعہ نے مجھے ان امور کے لکھنے کی تحریک کی وہ میرے ایک دوست کی اجتہادی

غلطی ہے جس پر اطلاع پانے سے میں نے ایک نہایت دردناک دل کے ساتھ اس رسالہ کو لکھا۔ تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ ان دنوں یعنی ماہ ستمبر ۱۸۹۸ء جو مطابق جمادی الاول ۱۳۱۶ھ ایک میرے دوست، جن کو میں ایک بے شر انسان اور نیک بخت متقی اور پرہیز گار جانتا ہوں، اور ان کی نسبت ابتداء سے میرا بہت نیک گمان ہے و اللّٰہ حسیبہ، مگر بعض خیالات میں غلطی میں پڑا ہوا سمجھتا ہوں، اوراس غلطی کے ضرر سے ان کی نسبت اندیشہ بھی رکھتا ہوں، وہ تکالیف سفر اٹھا کراور ایک اور میرے عزیز دوست کو ہمراہ لے کر قادیان میں میرے پاس پہنچے اور بہت سے الہامات اپنے مجھ کو سنائے۔ پس اس سے مجھ کو بہت خوشی ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے ان کو الہامات کا شرف بخشا ہے مگر انہوں نے سلسلہ الہامات میں ایک خواب بھی اپنی مجھے سنائی کہ میں نے آپ کی نسبت کہا ہے کہ میں ان کی کیوں بیعت کروں بلکہ انہیں میری بیعت کرنی چاہیے۔

جواب۔ اول تو مرزا صاحب نے تحریک کا الزام ناحق خاکسار کے ذمہ لگایا ہے کیونکہ یہ تحریک تو خود بدولت کے اس قرین کی ہے جو شروع سے ہر وقت آپ کو اکساتا رہتا ہے کہ اپنی فضیلت و بے مثلی کے اشتہارات ہمیشہ دیتے رہو، آخر کوئی نہ کوئی تو آنکھ کا اندھا اور گانٹھ کا پورا پھنس جاوے گا، خواہ کتنے ہی عرصہ کے لئے ہو، بہرصورت کچھ فائدہ ہی ہوگا، جیسے بعض سوداگران و پیٹنٹ دواساز اپنی اشیاء کی تعریف میں بے حد بے شمار اشتہارات بصرف کثیر شائع کرتے ہیں اور اگر دو چار خریدار بھی اسیر دام ہو جاویں تو لاگت وصول ہو کر منافع ہی ہوتا ہے۔

جو کچھ مرزا صاحب نے عاجز خاکسار کی نسبت اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے عاجز دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے ایسا ہی کرے آمین۔ لیکن مجھے جو اس تحریر کے دن صبح (۲۸ جولائی ۱۸۹۹ء جمعہ) الہام ہوا ہے:

لقد لبثت فیکم عمری افلا تعقلون (تحقیق میں تم میں اپنی ایک عمر ٹھہرا ہوں، کیا پس تم نہیں سمجھتے)۔ ثمّ قست قلوبکم (پھر سخت ہوئے دل تمہارے)۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعتقاد مرزا صاحب کا مستحکم و دیرپا رہنے والا نہیں ہے اور غالباً اب ان تعریفی و توصیفی الفاظ کے عوض عاجز کو ان کے اضداد کا مصداق قرار دیں گے اور جس وقت مرزا صاحب کو چاہیے کہ اپنے دیگر حالات الہامات واجتہادات کو بھی اسی پیمانہ سے ناپ کر ان کے بھی ویسا ہی بے اعتبار و غلط ہونے کا اقرار واعتراف فرماویں کیونکہ الہام بتصریح بتلا رہا

ہے کہ قست قلو بکم کا مخاطب دل میری نسبت مرزا صاحب کو اپنی پہلی شہادت کے انکار پر مجبور کریگا، جس کی صداقت اب مرزا اور انکے مریدین نے بذریعہ اشتہارات شروع کر دی ہے۔

❁ خواب کی بے اختیاری کی حالت کے کلام کو مرزا صاحب اجتہادی غلطی کس قاعدہ سے قرار دیتے ہیں؟ اس میں تو کوئی خوض، فکر، جد و جہد نہیں ہوئی۔

❁ دردناک دل کے ساتھ رسالہ لکھنے کی بجائے اگر یہ فرماتے کہ خواب میں جو کلمہ گستاخی سرزد ہوا کہ، میں بیعت کیوں کروں بلکہ انہیں میری بیعت کرنی چاہیے، اس کی سزا و پاداش کے واسطے یہ لتاڑ چھتاڑ دھمکیوں کا رسالہ گوشالی کو بھیجا گیا، تو راست اور مطابق واقعہ تھا۔ لیکن خود بدولت کو کسی امر کی کیا پرواہ ہے، سلطان القلمی کے ثبوت میں الفاظ وکلمات مرتب فرما دیتے ہیں۔ کہیں تمام جہان سے نرالے ہوکر بے اختیاری حالت خواب کے کلمہ کو اجتہادی کہیں، دردناک دل کہیں، بہت خوشی کہیں، بہت نیک گمان کہیں، غلطی میں پڑا ہوا کہیں، بے شر نیک بخت متقی پرہیزگار کہیں، غلطی کے ضرر سے اندیشہ وغیرہ، جن میں خشک لفاظی تکرار اور دھمکیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

❁ جب خدا داد بصیرت سے مرزا صاحب کو عاجز کا متقی پرہیزگار ہونا سال ہا سال اور ابتداء سے متحقق و معلوم ہے اور اس وصف تقوی والوں کے حق میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

والعاقبة للمتّقين (اور انجام بخیر پرہیزگاروں ہی کے واسطے ہے)

وانّ للمتّقين مفازاً حدائق واعناباً وکواعب اتراباً وکاساً دهاقاً لا يسمعون فيها لغواً ولا کذّاباً جزاءً مّن رّبّک عطاءً حساباً۔ الخ۔

تو پھر ان آیات کی مخالفت کر کے بایں دعوی قرآن دانی، بے وجہ دھمکانے و ڈرانے کیلئے اظہار اندیشہ کیوں فرماتے ہیں؟ کیا مرزا صاحب کا یہ خیال ہے کہ آپ کی ان چالوں کو کوئی نہیں سمجھتا؟ ایسا خیال نہ کریں۔ شائد مرزا صاحب کو یاد نہ ہو کہ ہوشیار پور میں بھی (جہاں مرزا حسب بیان خود ایک مہوس کے اسی (۸۰) روپیہ دینے کے وعدہ پر اس کے نسخہ کیمیا کی ایک جز وفراموش شدہ کے انکشاف کیلئے روزہ رکھ کر مراقبہ میں مشغول تھے) خاکسار کے اس کہنے پر کہ آپ کی پیش گوئیوں میں تاویلوں کی بہت گنجائش ہوتی ہے،، مرزا صاحب نے جواب دیا تھا کہ:

اب رسالہ سراج منیر میں کوئی مبہم بات نہ ہوگی۔ صاف وصریح، جو کسی اعتراض کے متحمل نہ ہوں، وہی باتیں لکھی جائیں گی۔،

لیکن جس وقت اشتہار سراج منیر نکلا تو اس میں ویسی ہی ذو معنی پیش گوئیاں درج تھیں

جن پر خاکسار نے جب خدمت والا میں اس کی شکایت کی تو آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ اس سے صاف اور کیا ہو سکتی ہیں؟

خیر عاجز تو اس بات کا قائل ہے کہ مرزا صاحب کا کمال، خرق عادت، معجزہ، کرامت، ولایت، امامت، نبوت، سلطان القلمی، غیب دانی وغیرہ سب اسی میں ہیں کہ جو بات ہو، دورخی، پہلو دار، اور گول مال ہو، تاکہ ان کا الو کہیں نہ جاوے۔

عاجز اگر آنکھیں میچ کر بیعت میں داخل ہو جاتا، تو متقی پرہیز گار وغیرہ اوصاف بے شمار و بے حد کا محل و مصداق ہوتا، لیکن جب اللہ تعالی کے خوف اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ نیز الہامات تحذیری کے باعث علیحدہ و باز رہا تو ضرور اندیشہ کے نیچے آ گیا۔ اور مرزا صاحب بہر حال اپنی فضیلت کے دعوے دار رہے۔

سب امور میں مرزا صاحب اسی ہتھکنڈہ پر اپنے کھیل کا دار و مدار رکھتے ہیں اور بحالت اختلاف اپنے مقابل کی نسبت اندیشہ ضرر، ذلت، دھمکی، تیز تلوار و بالآخر موت پر بڑا زور ڈالتے ہیں۔ اور شائد اپنی حالت پر قیاس کر کے یہ خیال نہیں کرتے کہ جو مومنین اللہ جل جلالہ کو خالق و مالک علی کلّ شیء قدیر، حافظ و ناصر حقیقی مجیب المضطر و غیاث المستغیثین رحیم و کریم ہر آن و ہر لحظہ جانتے و مانتے ہیں، اور جن کا آیات قرآن مجید پر جن میں ارشاد ہے کہ سوائے اللہ تعالی کے کوئی دوسرا نفع و نقصان و ضرر و موت و حیات وغیرہ کا ہر گز ہر گز مالک نہیں، کامل یقین ہے اور جن کا حدیث رسول ﷺ مندرجہ سابقاً (جس میں یا غلام احفظ اللّٰہ یحفظک فرما کر فرمایا کہ اگر تمام خلقت جمع ہو کر تجھ کو نفع و ضرر پہنچانا چاہے، تو سوائے اس کے جو اللہ تعالی لکھ چکا، وہ ہر گز ہر گز کچھ نہیں کر سکتے ..الخ۔) پر پورا یقین ہے تو وہ ایسی فضول و بے اصل دھمکیوں کی کیا پرواہ کریں گے؟ پھر موت کی نسبت یہ بھی تدبر و غور نہیں کرتے کہ کیا ارشادات:

کلّ نفسٍ ذائقة الموت (ہر ایک نفس موت کا ذائقہ سمجھنے والا ہے)،

کلّ شیء ھالک الّا وجھه (ہر ایک چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اس کی ذات)

کلّ من علیھا فان و یبقی وجه ربّک ذوالجلال والاکرام (سب مخلوق جو زمین پر ہے فنا ہو جانیوالی ہے صرف باقی رہیگی ذات تیری رب صاحب عظمت اور بزرگی کی)

صحیح نہیں ہیں؟ جو آپ ایسی فضول دھمکیاں و بے ضرر خبریں دینے کی زحمت اٹھاتے ہیں؟ اور پھر موت بذات خود بھی کوئی مکروہ شئے یا سزا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو اللہ قرآن میں کیوں فرماتا

قل ان کا نت لکم الدّار الآ خر ۃ عند اللّٰہ خا لصۃً مّن دو ن النّا س فتمنوا الموت ان کنتم صادقین و لن یّتمنّو ہ ابداً بّما قد مّت اید یھم و اللّٰہ علیم با لظّا لمین ۔

قل یا ایّھا الّذ ین ھا دوا ان زعمتم انّکم او لیا ء للّٰہ من دو ن النّا س فتمنّوا المو ت ان کنتم صادقین (کہہ اے یہودیو! اگر تم گمان کرتے ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو اور دوسرے لوگ نہیں، تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو)

جن سے ظاہر ہے کہ آرزومندان وامیدواران دار الآخرۃ اولیاء اللہ وصادقین کے لئے موت کوئی بری ومکروہ شئے نہیں، بلکہ بہتر وعمدہ ذریعہ حصول مدعا ہے لا نّ المو ت ھو الّذی یوصلھم الیہ (اس لئے کہ موت ہی ان کو اس کی طرف پہنچاتی ہے) جیسا کہ تفسیر معالم التنزیل میں یہی عبارت عربی لکھی ہے۔ پھر احادیث میں ہے:

من ا حبّ لقا ء اللّٰہ ا حبّ اللّٰہ لقاء ہ و من کرہ لقاء اللّٰہ کر ہ اللّٰہ لقاء ہ فقا لت عا ئشہ او بعض ازوا جہ انّا لنکر ہ المو ت قال لیس ذ لک و لکن المومن اذا حضر المو ت بشر بر ضوا ن اللّٰہ و کرا متہ فلیس شیء ا حبّ الیہ ممّا اما مہ فیحبّ لقا ء اللّٰہ و ا حب اللّٰہ لقا ئہ و انّ الکا فر ا ذا حضر المو ت بشر بعذا ب اللّٰہ و عقو بتہ فلیس شیء اکرہ الیہ ممّا اما مہ فکر ہ لقاء اللّٰہ و کر ہ اللّٰہ لقاء ہ (جو شخص اللہ کی زیارت کو دوست رکھتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے وہ شخص جو اللہ کی زیارت کو مکروہ جانتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو مکروہ جانتا ہے۔ عائشہؓ یا کسی دوسری ام المومنینؓ نے کہا ہم موت کو مکروہ جانتے ہیں، فرمایا کہ ایسا نہیں جب مومن کو موت حاضر ہوتی ہے تو اللہ کی رضا کی بشارت دیا جاتا ہے تو اس سے کوئی چیز زیادہ اچھی نہیں لگتی جو اس کے سامنے ہوتی ہے اور وہ اللہ کی زیارت کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اسکی ملاقات کو دوست رکھتا ہے۔ اور جب کافر کی موت آتی ہے تو اسے عذاب کی خبر دی جاتی ہے اور اسے اس سے کوئی چیز زیادہ مکروہ نہیں لگتی جو اسکے سامنے ہوتی ہے اور اللہ کی زیارت کو مکروہ سمجھتا ہے اور اللہ اسکی ملاقات ناپسند کرتا ہے)۔

قال ا ثنان یکر ھما ابن آدم یکر ہ المو ت و المو ت خیر للمو من من الفتنۃ و یکرہ قلّت الما ل و قلّت الما ل اقلّ للحسا ب ۔

و عن ابی قتا دہ انه کا ن یحد ث انّ رسو ل اللّٰہ ﷺ مرّ علیه بجنازۃ فقال مستر یح او مسترا ح منه فقا لوا یا رسو ل اللّٰہ ما المستر یح او مسترا ح منه فقا ل العبد المو من یستر یح من نصب الدّ نیا و اذا ھا الی ر حمة اللّٰہ و العبد الفا جر یستر یح منه العبا د و البلا د و الشّجر و الدّوا ب۔

تحفة المومن المو ت ۔

مو ت الفجاء ت ا خذۃ ا لا سف للکا فر و رحمة للمو من۔

غرض موت جس کو مرزا صاحب نے بہ تقاضائے امواج رحمت و رحم دلی لوگوں کے ڈرانے کا ہوّا بنا رکھا ہے، نہ تو بذات خود ناشدنی ور کنے والا امر ہے اور نہ کسی جرم کی سزا ہے بلکہ مومن کے واسطے تو ذریعہ لقاء اللہ، موجب بشارت رضوان اللہ وکرامت باعث استراحت، خیر، تحفہ ورحمت ہے۔ پھر صالحین مومنین کی موت پر ہی ملائکہ سے خطاب ہوتا ہے:

ا خر جی را ضیة مر ضیة ... الی رو ح اللّٰہ و ریحا ن و ربّ غیر غضبا ن فتخر ج کا طیب ر یح المسک (اے روح نکل بحالت رضامندی اور راضی کی گئی، طرف روح اللہ کی رحمت اور خوشبو اور رب غصہ نہ ہونے والے کے پس وہ مشک کی خوش بو سے زیادہ خوشبوناک ہوکر نکلتی ہے)۔ اور آسمان سے بھی ایسا ہی خطاب مر حباً بالنّفس الطیّبه وغیرہ ہوتا ہے۔

پھر موت کی مجرد یاد ہی فی نفسہ ایسی ہے کہ اس کیلئے فرمایا:

اکثروا ذکر ھاضم اللّذا ت المو ت (بہت یاد کرو فنا کرنے والی لذات، یعنی موت، کو)

بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے جیسا چاہیے ویسا ہی حیا کرتا ہے جو موت کو یاد کرتا ہے

قال ذا ت یو مٍ لا صحا به استحیوا من اللّٰہ حقّ الحیا قا لوا انّما نستحیی من اللّٰہ یا نبیّ اللّٰہ و الحمد للّٰہ قا ل لیس ذا لک و لکن من استحیی من اللّٰہ حقّ الحیاء فلیحفظ الرأس و ما وعی و الیحفظ البطن و ما ھوی و لیذ کر المو ت والبلی ۔ من اراد ا لآخرۃ ترك زینة الدّ نیا فمن فعل ذ لک فقد استحیی من اللّٰہ حقّ الحیاء ۔

(ایک دن اپنے اصحاب ؓ سے فرمایا کہ تم اللہ سے پوری حیا کرو۔ انہوں نے کہا اے نبی اللہ ﷺ ہم اللہ سے حیا کرتے ہیں اور سب تعریف اللہ کے واسطے ہے۔ فرمایا یہ نہیں، لیکن جو اللہ

سے حق حیا کرنے کا حیا کرتا ہے پس اس کو چاہیے کہ سر اور جو شئے کہ اس میں ہے نگاہ رکھے اور شکم اور جو اس پر حاوی ہے نگاہ رکھے اور موت اور بلاؤں کو یاد رکھے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت چھوڑ دیتا ہے پس جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اللہ سے جیسا کہ حق حیا کرنے کا ہے حیا کرتا ہے)۔

پھر مطلق یاد پر ہی حصر نہ رکھے، موت وآخرت کی تیاری کے لئے بھی فرمایا:۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ فمن یّر د اللّٰہ ان یّھد یہ یشرح صدرہ للاسلا م فقا ل رسول اللّٰہ ان النّور اذا ادخل الصّدر انفسح فقیل یا رسو ل اللّٰہ ھل لتلک من علمٍ یعرف بہ قا ل نعم النجاۃ فی؟ من دا ر الغرور و ا لا نا بۃ الی دار الخلو د و الاستعداد للمو ت قبل نزو لہ۔ (ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ، پس اللہ جس کو ہدایت کرنی چاہتا ہے، اس کا سینہ اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے۔ پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نور جب سینہ میں داخل ہوتا ہے پھیل جاتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا اس کی کوئی علامت ہے جس سے شناخت ہو سکے۔ فرمایا: ہاں، غرور دھوکہ، کے گھر سے دور ہونا اور ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت کیلئے اس کے آنے سے پہلے تیار رہنا)

جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امت پر زیادہ خوف ہوا ہے ہواء اور لمبی امید کا۔ پس ھواء، حق سے روکتی ہے اور طول امید آخرت کو فراموش کراتی ہے۔ یہ دنیا فانی اور آخرت آنے والی ہے۔ دونوں کے فرزند ہیں۔ اگر ہو سکے تو دنیا کے فرزندوں میں نہ بنو۔ اسلئے کہ تم آج کے دن دار العمل میں ہو اور حساب نہیں، اور کل تم آخرت کے گھر میں ہوگے اور عمل نہیں ہوگا)

یا ایّھا النّاس انّ الدّ نیا عر ض حا ضر یا کل منھا البر و الفا جر و انّ ا لآ خرۃ وعد صا دق یحکم فیھا ملک عا دل قا در یحقّ فیھا الحقّ و یبطل البا طل کو نوا من ابناء ا لآ خرۃ و لا تکو نوا من ابنا ء الدّ نیا فان کل ام یتبعھا ولد ھا (اے لوگو دنیا متاع موجود ہے کہ اس میں سے ہر نیک و بد کھاتا ہے اور آخرت وعدہ سچا ہے کہ اس میں بادشاہ عادل قادر حکم کریگا۔ تم آخرت کے فرزندوں سے بنو اور دنیا کے فرزندوں سے نہ بنو کیونکہ ہر ماں کے تابع اسکی اولاد ہوگی)

خود ذات مبارک ﷺ کا عمل بھی اسی پر رہا۔ آپ فرماتے:

ما لی و للدّ نیا و ما انا و الدّ نیا الّا کرا کب استظلّ تحت شجرةٍ ثمّ راح ترکھا ۔ (مجھے دنیا سے کیا تعلق، میں اور دنیا اس سوار کی طرح ہیں کہ ایک درخت کے سایہ میں ٹھہرا پھر اس کو چھوڑ کر چلا گیا)

صحابہ کرام کا بھی ایسا ہی حال تھا چنانچہ :

عن ابن عمر قال اخذ رسول اللّٰہ ﷺ بمنکبیّ فقال کن فی الدّ نیا کانّک غریب او عابر سبیل و کان ابن عمر یقول اذا امسیت فلا تنتظر الصّباح و اذا اصبحت فلا تنتظر المساء و خذ من صحتک لمرضک و من حیوتک لموتک ۔

دنیوی حیات کو اللہ جل جلالہ نے لہو ولعب ومتاع الغرور فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی دنیا کے حق میں فرمایا:

الدّ نیا دار من لادار له و مال من لا مال له و لها یجمع من لا عقل له (دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس شخص کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور اس کے لئے وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں)

الدّنیا سجن المؤمن و جنّة الکافر (دنیا مومن کے واسطے قید خانہ ہے اور کافر کے واسطے جنت ہے)۔

تو پھر ایسی سراپا مشقت ومصائب والی جگہ میں جہاں طرح طرح کے ظلم وفساد و غفلت وعناد آئے دن موجود ہیں اور قسم قسم کے فن وفریب دغا مکر تکبر تعلیٰ شیخی والے مغرور لوگ ہوں جن کی شرارتوں وخودغرضانہ حیلوں سے عاجز بندگان الٰہی کو امن وآرام نہ ہو تو ایسی بے آرامی و رنج ومحن میں غریب مومنین نے رہ کر کرنا بھی کیا ہے؟

پھر موت میں کوئی خصوصیت ابرار واشرار کی نہیں ہے تاکہ مرزا صاحب کو اپنے کسی مخالف کے مرنے پر یہ کہنے کی گنجائش ہو کہ وہ مخالفت ودشمنی کے جرم کے سبب رحلت کر گیا کیونکہ حکم کلّ نفس ذائقة الموت کے نیچے آ کر کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔ اور جو پیدا ہوا ہے ضرور مرے گا۔ عام مخلوق کا تو کیا ذکر خاص برگزیدہ جماعت جو دوسری مخلوق کے لئے سراسر رحمت اور نعمت الٰہی تھی اس کے ساتھ بھی بظاہر یہی معاملہ وقانون الٰہی برتا گیا۔ جب کسی نے سارے انبیاء

حضرت آدمؑ سے گن کر اخیر میں کہا ہے:

چو ختم المرسلین ہم رفت باقی کیست کز ماند　　　مگر ذات مقدس قادر و قیوم و صمدانی

و نعم ما قیل:

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید　　　ز جام مرگ مئے کل من علیہا فان

اور کیا مرزا صاحب کے خویش اقارب و مریدین و عزیز نہیں مرے؟ یا خود بدولت نے نہ مرنے کا پٹہ لے لیا ہے؟

پھر ہر ایک ذی روح کی موت کا وقت بھی بارشاد لکلّ امةٍ اجل فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعةً وّ لا یستقدمون (ہر ایک امت کے واسطے وقت معین ہے جس وقت ان کا وقت مقدر آتا ہے نہ دیر کرتے ہیں نہ آگے چلتے ہیں) معین و مقرر ہو چکا ہے۔ ایک لحہ پس و پیش نہیں ہوتا، تا مرزا صاحب کی بیشی کرنے ہی میں اپنی کرامت کا دخل دیکر لوگوں کو دھمکائیں اور ڈرائیں۔ اور بالخصوص مسلمانوں کو ڈرانا یا دھمکانا تو قطعاً بے سود و لغو ہے کیونکہ وہ تو ان احکام سے خوب واقف ہیں۔ البتہ بعد الموت کیلئے فکر و مصروفیت لازمی ہے پس جو مومنین خاشعین عباد الرحمٰن ہیں ان کے لئے تو ہرگز موت ڈر اور خوف والی چیز نہیں۔

ہاں جن کو انابت الی اللہ و خشیت اللہ، حسن عمل، صدق نیت۔ زہد صبر تقوی طہارت تسبیح تحلیل تکبیر وغیرہ عبادات و مرضیات الٰہی کی توفیق نہ ہو، بلکہ وہ سرکشی بغاوت و غرور شیخی تکبر خودغرضی دوست و دشمن سے اختلاف خواہ نخواہ لڑائی، ایذا رسانی مخلوق الٰہی وغیرہ معصیت میں پڑ کر جرائم و باز پرس یوم حساب کا بوجھ دن بدن ان پر پڑتا و بڑھتا جاوے تو گو ان کی موت ایسی زندگی سے ان کے اپنے اور دوسروں کے حق میں بدرجہا بہتر و افضل ہے تاکہ وہ یستریح منه العباد و البلاد و الشّجر و الدّواب کے مصداق ہوں لیکن وہ ضرور اپنے کرتوتوں کے پھل اور اعمال کے وبال و خطر مآل سے ہراساں ہو کر عاشقان دنیا کی طرح مرنے کا نام سن کر کانپتے ہیں اور دنیاوی بقا اور حیاتی کے خواہاں رہتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

و لتجدنّھم احرص النّاس علی حیوة و من الّذین اشرکوا یودّ احدھم لو یعمّر الف سنة و ما ھو بمزحزحه من العذاب ان یّعمر و اللّٰه بصیر بّما یعملون (ان کو سب لوگوں سے زیادہ حرص کرنے والا حیاتی پر اور مشرکوں میں ان کا ہر ایک دوست رکھتا ہے کہ ہزار برس عمر دیا جائے حالانکہ عمر دیا جانا اس کو

عذاب سے چھڑانے والا نہیں اور اللہ دیکھنے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں)

انّ الّذین لا یرجون لقاء نا و رضوا بالحیوۃ الدّنیا و اطمأنوا بھا و الّذین ھم عن آیاتنا غافلون۔ اولئک مأواھم النّار بما کانوا یکسبون (تحقیق وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر خوش اور اسی کے ساتھ مطمئن ہوئے ہیں اور ان پر جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بسبب ان کے اعمال کے جو کرتے ہیں)

کے مصداق ہو کر دنیا ہی میں ان کی ساری امیدیں موت کے ساتھ فنا و ختم ہو جاتی ان کو معلوم ہوتی ہیں۔ اس لئے ان میں سے بعض لوگ اپنی مورتیں و تصاویر گوناگوں و عمارات وغیرہ سے دنیا میں اپنی بقا و یادگار کا سامان (گو صریح خلاف شرع کیوں نہ ہو) کرتے ہیں اور ان کے حصہ میں یہ کہاں کہ اپنے خالق و مالک محسن رب کی مشیت و ارادہ پر قانع رہیں اور اپنے مسلّم ہادی برحق ﷺ کے عمل و تعلیم اللّھمّ احینی ما کانت الحیوۃ خیراً لی و توفّنی اذا کانت الوفاۃ خیراً لی (اے اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ زندگانی میرے حق میں بہتر ہو اور جب وفات بہتر ہو تو فوت کر) کو مدنظر رکھیں۔

❁ پھر عمر بھی کچھ اعمال پر موقوف و منحصر نہیں۔ بہت صالحین منیبین نیک قلیل و کم عمر پاتے ہیں اور بہت اشرار، سرکش و نافرمان بلکہ منکران اللہ تعالیٰ عزوجل وغیرہ مخالفین و دشمنان صداقت اسلام طویل و دراز عمر پاتے ہیں، حالانکہ ان مخالفین کی ساری عمر علانیہ مخالفت حق و اسلام میں گذرتی ہے جیسا کہ بچشم خود دیکھا ہے اور مرزا صاحب تو ابھی بظاہر حمایت و اعانت اسلام کی آڑ میں درپردہ مخالفت کر کے اپنا نیا پنتھ مذہب و گروہ قائم کرنے کی فکر و انتظام میں ہیں۔

❁ پھر کذاب مفتری علی اللہ بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں کہ کذب و افتراء کے باعث اجل مقررہ سے پہلے ہی مر جاویں جیسا کہ مرزا معہ مریدین اخذ و بطش الٰہی سے بچ کر خود بدولت کے اب تک زندہ رہنے پر خوش فہمی سے لو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثمّ لقطعنا منہ الوتین .. الخ۔ (اگر ہم پر بعض باتیں جھوٹ باندھے تو ہم اس کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالتے اور اس کی گردن کی رگ) سے تمسک کر کے کہتے ہیں کہ مفتری علی اللہ جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ مرزا صاحب الفاظ مجازات استعارات دقائق و حقائق وغیرہ زبان سے تو بہت نکالتے و لکھتے ہیں لیکن موقعہ پر سب میں صفر ہی ہوتا ہے چنانچہ اس آیت کے جملہ لقطعنا منہ الوتین کو

آپ حقیقت پر حمل کر کے قطع جسمانی مراد لے کر اپنی صداقت کے دعویدار ہوتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہی لفظ قطع جو رسول اللہ ﷺ نے ویلک قطعت عنق اخیک (وائے تجھ پر تونے اپنے بھائی کی گردن کاٹ ڈالی)۔ اھلکتم و قطعتم ظھر الرّجل (ہلاک کر دیا تم نے، کاٹ ڈالی تم نے پیٹھ اس آدمی کی) میں فرمایا تو کیا اس میں قطع جسمانی مراد ہے؟ ہرگز نہیں۔ یا قرآن مجید میں اللہ تعالی نے قتل الخراصون (اٹکل بازوں کا ناس جائے، یا مارے جائیں،) فقتل کیف قدر (پس مارا جائے کیسی اٹکل دوڑائی)، ثم قتل کیف قدر (پھر مارا جائیو، یعنی خدا کی مار، کیسی اٹکل دوڑائی)۔ قتل الانسان ما اکفرہ (مارا جائے آدمی کیسا ناشکرا ہے) میں جو لفظ قتل فرمایا ہے تو کیا اس میں قتل جسمانی مراد ہے؟ ہرگز نہیں۔

علی ہذا القیاس حضرت عمرؓ نے المدح ھو الذّبح (تعریف کرنا ذبح کرنا ہے) میں جو لفظ ذبح فرمایا ہے تو اس میں ذبح جسمانی مراد ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس جب یہ ثابت ہوا کہ ان نصوص میں قطع، ہلاک، قتل، ذبح جسمانی ہرگز مراد نہیں تو مرزا بایں دعاوی علوم قطعنا منه الوتین میں قطع جسمانی کس طرح مراد لیتے ہیں؟ یہ مرزا کے نرالے استنباط و استدلال ہیں کہ قرآن مجید کے ایسے خلاف عقل ونقل معنی ومفہوم بیان کئے ہیں جن کو صریح مشاہدات و واقعات کے مخالف ہونے کے باعث کوئی بھی قبول نہ کر سکے۔ اور پھر اس من گھڑت ومخالفت کو قرآن مجید کی حمایت کہتے ہیں انّا للّٰه و انّا الیه راجعون۔ اورطرہ یہ کہ جو آیات شریفہ واحادیث مبارکہ صریح جسمانی حالت پر دال ہیں ان کو مرزا صاحب اپنی نیچریت کے تابع کر کے خلاف عقل کہہ کر ان کی حقیقت ظاہری جسمانی سے منکر ہیں مثلاً آیت بل رّفعه اللّٰه الیه (بلکہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا)۔ در بارہ حضرت مسیح کے باتباع فلاسفہ منکر جیسے ازالہ اوہام صفحہ ۴۷ میں لکھا ہے کہ:

> نیا و پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر ان طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوئی کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں پس اس جسم کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔

اور ایسا ہی مرزا صاحب نے اپنے اشتہار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء میں لکھا ہے کہ حال اور گذشتہ زمانہ کے تجارب ثابت کرتے ہیں کہ انسان سطح زمین سے چھ میل تک بھی اوپر کی طرف صعود کر کے

زندہ نہیں رہ سکتا (اور پھر اشتہار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء ص ۳ پر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ آج کل ثابت کیا گیا ہے کہ آسمان پر بھی مجسم مخلوق رہتی ہے جیسے زمین پر)۔

سبحان الّذی اسری بعبدہ لیلاً .. الخ (وہ اللہ پاک ہے جس نے اپنے بندے کو راتوں رات سیر کرائی) درباره جسمانی معراج رسول کریم ﷺ کے ایسے ہی خیالات سے منکر حالانکہ وکان اللّٰہ عزیزاً حکیماً، (اور اللہ غالب حکمت والا ہے) آیت بل رّفعہ اللّٰہ کے آخر اور سبحان الّذی آیت اسری کے پہلے بظاہر ایسے توہمات وتر ددات وشکوک کے دفعیہ کے لئے ہی اللہ تعالی جل جلالہ وعم نوالہ نے فرما دیا ہے۔ پھر آیت فقلنا لھم کونوا قردۃً خاسئین (تو ہم نے ان سے کہا کہ بندر بن جاؤ دھتکارے ہوئے) کی درباره مسخ یہود بھی جسمانی اثر سے خود بدولت مع اخص مرید مولوی نورالدین منکر ہیں جیسا کہ مولوی صاحب نے اپنی فصل الخطاب میں لکھا ہے اور بعد ازاں خطوط میں بھی اسی انکار پر اصرار کیا ہے حالانکہ فجعلنا ھا نکالاً لّما بین یدیھا و ما خلفھا و موعظۃ للمتّقین (پس ہم نے اس واقعہ کو ان لوگوں کے لئے جو اس، واقع کے، وقت موجود تھے اور ان لوگوں لئے جو اس کے بعد ہوئے عبرت بنایا اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت) اس کی ظاہری تصدیق کے واسطے موجود ہے کیونکہ بدون ظاہری نمایاں اثر کے یہ سزا موجب عبرت ونصیحت ہرگز نہیں ہوسکتی۔ خفیہ و باطنی حال ومسخ کو کون دیکھ سکتا ہے۔ اور وہ نکالاً لّما بین یدیھا و ما خلفھا کیونکر ہوسکتی ہے؟

مزید براں مرزا صاحب کا بھائی و ہمسایہ بہ دیوار مرزا امام الدین صاحب ان کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے جو امامت لال بیگیاں کا عرصہ دراز سے مدعی ہے۔ ان کو دیکھ کر بھی یہ نہیں سوچا کہ جب وہ بھی میرا بھائی ہو کر میرے مخالف میری ہی طرح اپنے تئیں مامور من اللہ کہہ کر لال بیگیوں کو اپنی اطاعت کی دعوت کرتا ہے اور میری ہی طرح قائم ہے، حالانکہ مرزا غلام احمد کے تراشیدہ قاعدہ کے موافق ایسا تقوّل علی اللّٰہ کرنے والا اس قدر عرصہ تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ چونکہ وہ بھی مرزا صاحب کی طرح صحیح وسالم ہے پس اس کی قیام وحیات ہی کو مرزا صاحب اپنے دلیل ودعوی کی تکذیب کیلئے کافی سمجھتے اور دل میں سوچ کر کے ایسے دلائل تراشنے اور ان لن ترانیوں سے باز آجاتے۔ لیکن وہاں تو کچھ خیال و پرواہ نہیں ہے۔ لہذا اظہار حق کیلئے مرزا صاحب کے اس نامعقول قاعدہ ودلیل کے ازالہ میں چند دیگریں نظیریں مفتری و تقوّل علی اللّٰہ کرنے والوں کی بیان کی جاتی ہیں جن کو کسی نے قطع وقتل نہیں کیا۔ اور وہ خود ہی بموجب حکم وقانون الٰہی کلّ

ٌنفس ذا ئقة المو ت ۔ فاذا جاء اجلھم لا یستا خرون سا عۃً وّ لا یستقد مو ن اپنی میعا د پوری کر کے سوائے کسی مخلوق کی دست درازی کے (گو وہ بھی اجل مسمی سے باہر نہیں اور نہ موجب شقاوت ہے کیونکہ رتبہ شہادت اکثر اسی ذریعہ سے نصیب ہوتا ہے) اپنی موت سے مرے ہیں جو ایسے مدعی کے باز دعوی وتوبہ کے لئے کافی ہیں بشرطیکہ کچھ خوف اللہ جل جلالہ باقی ہو۔

نظائر کذابین گذشتہ

۱۔ عاجز کا وصدہا دوسروں کا عینی مشاہدہ ہے کہ منشی کنہیا لال الکھد ہاری کا مالیر کوٹلہ میں بحالت زندگی دستور تھا کہ صبح کو کچہری میں آکر اپنے رات کے الہامات ایک خوش خط منشی سے لکھوا تا۔ ایک دن عاجز کو اس کی الہامی کتاب کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا تو اس میں ایک عبارت دیکھی جو خود عاجز نے ایام طفلی میں اپنے چاچا مرحوم سے سنی تھی اور اس کو بتلائی تھی یعنی:

قا ل افلا طو ن الحکیم انظر الی و جھک فی المر أۃ ان کا ن حسنا
فا فعل بما ینا سبہ و ان کا ن قبیحا فلا تجمع بین القبیحتین

(افلاطون حکیم نے کہا کہ اپنے چہرے کو آئینہ میں دیکھا کر، اچھا ہو تو کام بھی ویسے ہی کر اور اگر برا ہو تو دو برائیوں کو جمع نہ کر، یعنی بدصورتی و بدعملی)

کنہیا لال نے اس عبارت کا خلاصہ ترجمہ کر کے اپنی طرف سے اس کو اللہ کا الہام قرار دے کر لکھوایا ہوا تھا۔ وہ بہت عرصہ تک اس شغل میں مشغول رہا۔ کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں ایک کا نام فضیلت شیطان رکھا۔ اس نے بھی بڑی طویل عمر پائی اور گورنمنٹ میں بڑا نیک نام تھا۔ اور آخر اپنی موت سے مرا۔

۲۔ مرزا کے خاندان مغلیہ میں سے اکبر بادشاہ کا حال مفصل تواریخوں میں درج ہے کہ وہ ملحد مزاج کسی دین کا پابند نہ تھا۔ خود مامور من اللہ ہونے و نبوت کا دعوی کر کے ایک نیا دین وفرقہ بنام دین الٰہی بنا دیا (اور شاید مرزا صاحب نے بھی اسی کی تقلید سے اپنے مت کا نام الٰہی کارخانہ رکھا ہے) اس نے کہا کہ دین (اسلام) جس کا آغاز زمان بعثت سے تھا اس کی مدت و بقا ہزار سال تمام ہوگئی۔ کلمہ لا الہ الّا اللّٰہ اکبر خلیفۃ اللّٰہ ایجاد کیا۔ اخلاص کے چار مراتب تھے، ترک مال، ترک جان، ترک ناموس، ترک دین۔ بوقت ملاقات ایک شخص اللہ اکبر اور دوسرا جل جلالہ کہے یہ بمنزلہ

سلام تھا۔ آفتاب پرستی، آتش پرستی (جسکے آتش کدہ کا اہتمام ابوالفضل کے سپرد تھا)، تعظیم وتاثیر گواکب قشقہ وزنار کا رواج، سجدہ جائز۔ ہوم جو آتش پرستی ہے، بھراہی دختران راجگان ہند اپنے حرم میں معمول، وجوب غسل ساقط، جشن روز تولد وشادی بروز مرگ۔ تاریخ ہجری عربی تغیر کر کے اس کی جگہ سال جلوس جو مطابق ۹۶۳ھ تھا، تاریخ شروع کی۔ عید موافق اعیاد زردشتیان ایک سال میں چہاردہ مقرر کر کے سال وماہ الٰہی نام رکھا۔ عربی پڑھنا جاننا عیب، تفسیر حدیث وفقہ پڑھنے والا مطعون ومردود۔ بجائے اس کے نجوم حکمت حساب شعر تاریخ افسانہ رائج ومفروض۔ جو اس دین میں آئے ان کو الٰہیین کہتے۔ ایک شخص ایسا مرا تو اس کی قبر میں چراغ وشبکہ (جالی یا روشن دان) مقابل آفتاب اس اعتقاد سے رکھا کہ اس کی روشنی پاک کنندہ گناہان ہے۔ میت کو سر بجانب مشرق اور پاؤں بطرف مغرب دفن کرنا اور خواب بھی اسی طرح قرار پایا۔ ذبح گاؤ اور اس کا گوشت کھانا حرام کیا۔ اگر کوئی حیوانات ذبح کرنے والے کے ساتھ کھاوے، اس کا ہاتھ اور اگر اس کے اہلخانہ سے ہو تو اس کی انگلی کاٹی جائے۔ مجلس نوروزی میں اکثر علماء صلحا، قاضی ومفتی کو وادی قدح نوشی میں لاتے۔ مجتہدان خصوصاً فیضی کہتا کہ: ایں پیالہ رابکوری فقہاء میخورم

شیخ عبدالقادر بدایونی جو اکبر کے پیش امام وخطیب تھے انہوں نے بہت حال اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے ابوالفضل سے پوچھا کہ مذاہب مشہورہ میں سے آپ کا میل کس طرف ہے؟ بجواب کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ چند روز وادی الحاد کی سیر کروں۔ اس پر میں نے کہا کہ اگر قید نکاح موقوف کیجئے تو برا نہیں۔ اس پر ہنس کر چلا گیا۔ ایسے فریفتگان دنیا، گو پڑھے لکھے علم دین وروحانی مذاق سے بے بہرہ، اکبر کی صحبت میں تھے کسی کا شعر ہے:

خدا پناہ بدہد از جلیس بد مذہب
خراب کرد ابوالفضل شاہ اکبر را

بارہ برس گذرنے پر یہاں تک نوبت پہنچی کہ اکثر اراکین مثل حاکم ٹھٹھہ اور دوسرے اہل ارتداد اس مضمون کا اقرار نامہ لکھ دیتے کہ من فلاں بن فلان بطوع ورغبت وشوق قلبی از دین اسلام...کو چھوڑ کر دین الٰہی اکبر شاہی میں آ کر مراتب اخلاص ترک جان ومال وناموس ودین قبول کرتا ہوں۔ بخلاف تعلیم اسلام خنزیر وکتوں کی نجاست کا خیال مفقود بلکہ اندرون محل وزیر قصران کو رکھ کر ہر صباح دیکھنا عبادت میں داخل تھا۔ طلاء وابریشم پہننا فرض نماز روزہ حج پہلے ہی ساقط ہو چکا تھا وغیرہ، غرض ہر عقیدہ اصول وفروع اسلامیہ پر شبہات گوناگوں تمسخر واستہزا تھا۔ اگر کوئی معارض جواب

ہوتا تو جواب سب کا منع تھا۔ اور توجہ حکومت قاہری بجانب مقابل تھی۔ حالانکہ مباحثہ میں مساوات شرط ہے، کئی خانماں اس مباحثہ میں برباد ہوئے۔ وحاشا کہ یہ مباحثہ ہوتا۔ یہ تو دین فروشوں کا مکابرہ تھا جو خوش آمدانہ ہر جگہ سے شکوک متروک پیدا کر کے تحفہ لاتے۔ ملا شیری کے قطعہ میں سے اکبر کی نسبت یہ شعر ہے

شاہ ما امسال دعوی نبوت مے کند
سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

دبستان مذاہب میں اکبر کی کرامات بھی لکھی ہیں مثلاً طفلی میں مثل مسیح اپنی والدہ سے کلام کرنا۔ اور ایک شخص اس کے مقبرہ میں داخل ہو کر اس کی مذمت کرنے لگا تو اس کے پاؤں کی انگلی ایک پتھر کی دراڑ میں پڑ کر شکست ہو گئی۔ غرض یہ بادشاہ بایں افتراء وتحقیر اسلام عرصہ دراز تک اسی عمل درآمد میں بحالت پادشاہی (جس کی میعاد ۵۲ برس ہے) خوش وخرم رہ کر اپنی موت سے اپنا وقت پورا کر کے مرا۔ اور اب ان امور وطوفان بے تمیزی کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ اور دین حق اسلام یعلو و لا یعلی اسی طرح قائم ودائم موجود ہے۔ اور مرزا صاحب کے دعوی کو تو ابھی بہت میعاد نہیں گزری۔

۳۔ یہ تو بادشاہ تھا دوسرے ایسے اشخاص بھی بہت گذرے ہیں جو عوام میں تھے اور وہ بھی ایسے دعاوی کر کے عرصہ تک بلا کسی کے ہاتھ لگانے کے اپنی موت سے مرے ہیں۔ چنانچہ میاں بایزید روشن کی نسبت بھی لکھا ہے کہ وہ بھی اپنے تئیں مامور من اللہ جانتا تھا۔ آدمیوں کو ریاضت کا امر کرتا۔ نماز پڑھتا، لیکن تعیین جہت کو اٹھا دیا تھا۔ کہتا کہ غسل پانی کی حاجت نہیں کیونکہ جب انسان (اللہ تعالی کے) پاس پہنچا تن پاک ہو جاتا ہے کیونکہ چار عنصر مطہرات ہیں جو خدا اور اپنے آپ کو نہ پہچانے وہ آدمی نہیں وہ اگر موذی ہے تو بھیڑ یا چیتا سانپ وبچھو کی طرح ہے اور پیغمبر عربی نے کہا ہے موذی کو ایذا سے پہلے قتل کرو، اور اگر نیکوکار اور نماز گذار ہے تو مثل گاؤ بھیڑ کے ہے۔ اس کا مارنا جائز ہے۔ اسی بنا پر مخالفان خود شناسی کے مار ڈالنے کا امر کرتا کیونکہ وہ حیوان ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے اولئک کالانعام بل ھم اضلّ (مثل چار پایوں کے ہیں یا اس سے بدتر)۔ اور کہتا جس نے اپنے آپ کو نہ پہچانا اور جس کو زندگی جاوید وحیات ابدی کی خبر نہیں وہ مردہ ہے اور مردہ کا مال وارثان زندہ کو پہنچتا ہے اسی لئے ایسے لوگوں کے قتل کا حکم کرتا۔ اگر ہندو خود شناس پاتا اس کو مسلمان پر ترجیح دیتا۔ مدت تک بھر اہی اپنے فرزندان کے رہزنی کر کے اموال مسلمانان وغیرہ سے لے کر خمس بیت المال میں رکھتا اور بروقت حاجت اہل استحقاق پر بانٹ دیتا۔ عربی فارسی

ہندی و افغانی میں اس کی بہت تصانیف ہیں ۔ مقصود المومنین عربی میں ہے۔ کہتے ہیں کہ حق تعالی بلاوساطت جبریل اس سے سخن کرتا۔ ایک کتاب خیر البیان چار زبانوں میں ہے۔ اول عربی، دوم پارسی، سوم ہندی، چہارم پشتو میں۔ اور اس کو خطاب از حق تعالی و صحیفہ الہی جانتے ہیں۔ ایک کتاب حالنامہ ہے اس میں اپنا حال بیان کیا ہے۔ اور بہت الہامات عربی اس میں لکھے ہیں جن کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق کئے بغیر ان پر عامل ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ رہزنی کر کے مال مسلماناں وغیرہ لے لینا و مسلمانان و مخلوق الہی کو بغیر کسی شرعی جرم کے گائے بھیڑ کی طرح مار ڈالنا، عمل در آمد رہا۔ اور غریب تر یہ کہ وہ عامی آدمی تھا اور قرآن کے معنی کرتا، وسخنان حقائق آمود کہتا اور دانا انسان اس سے متحیر ہوتے۔ لکھا ہے کہ خدا ناشناسوں کے قتل کے واسطے مامور ہوا۔ تین دفعہ پے درپے امر ہونے پر تلوار کو ہاتھ نہ لگایا پھر جب حکم ہوا، ناچار جہاد پر کمر باندھی۔ یہ شخص جالندھر میں پیدا ہوا پھر اپنے والدین کے ہمراہ کافی کرم کوہستان افغاناں میں آیا۔ مرزا محمد حکیم ابن ہمایوں بادشاہ کا ہم عصر تھا۔ اس کی قبر تہہ پور کوہستان افغاناں میں ہے۔ یہ بھی اپنی موت سے مرا۔

۴۔ مسیلمہ کذاب بھی اول وفد بنی حنیفہ میں بحضور رسول اللہ ﷺ آکر مسلمان ہوا۔ جب یمامہ کو واپس ہوا تو مرتد ہو کر دعوی نبوت کیا۔ تحلیل خمر و زنا و اسقاط فریضہ نماز کیا۔ ایک جماعت اہل فسق وفساد اس کے ساتھ شامل ہوئی۔ بمقابلہ قرآن سجھائے نامطبوع گھڑے مثلاً:

یا ضفدع بنت ضفد عین الی کم تنقین لا الماء تکدرین و لا الشّاربین تمنعین راسک فی الماء و ذنبک فی الطّین (اے مینڈک لڑکی مینڈکوں کی تو کب تک ؟.. کرے گی تو پانی کو تیرہ و مکدر کرنے والی نہیں اور نہ پینے والوں کو منع کرنے والی۔ تیرا سر پانی میں اور تیری دم مٹی میں ہے)۔

الفیل مالفیل له خرطوم طویل ان ذلک من خلق ربّنا الجلیل

(یہ ہاتھی ہے کیسا ہاتھی اس کی سونڈ لمبی ہے، تحقیق یہ پیدائش ہمارے رب جلیل کی ہے)

جن کا حال اہل علم و دین پر پوشیدہ نہیں کہ یہ کیسے لغو ہیں اور بمقابلہ قرآن رب حمید ان کی کیا حقیقت ہے؟ اور لکھا ہے بعض خوارق عادت بھی اس سے ظاہر ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ کو ایک خط لکھا کہ نصف زمین ہماری و نصف قریش کے واسطے۔ ذات مبارک ﷺ نے بجواب تحریر فرمایا:

من محمّد رسول اللّٰه الی مسیلمة الکذّاب ۔ امّا بعد فانّ الارض للّٰه یورثها من یّشاء من عباده و العاقبة للمتّقین (سب زمین اللہ کی ہے

جس کو چاہتا ہے اس کا اپنے بندوں سے وارث بنا تا ہے اور انجام بخیر پر ہیز گاروں کیلئے ہے)

مسیلمہ نے دعوی تو عہد مبارک رسول اللہ ﷺ میں کیا لیکن بعد میں بعہد خلافت صدیق اکبرؓ بمقابلہ لشکر خالدؓ جو با مر صدیق اکبر بھیجا گیا تھا وحشیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ وحشیؓ جو قاتل حمزہؓ بھی تھا وہ کہتا تھا کہ میں بہترین مردم نیز بدترین مردم کا قاتل ہوں۔ اب دیکھئے کہ کیا مسیلمہ کذاب بھی جو خلافت صدیق اکبر تک زندہ تھا اور اس کے ساتھ اس کی ہم جنس جماعت بھی تھی وہ بھی آیت کریمہ لو تقوّل .. الخ سے مرزا صاحب کی طرح بتحسین حیات خود استدلال کر کے باین سرکشی ومخالفت قرآن مجید کے اپنا صدق وحق پر ہونا ثابت کر سکتا تھا؟ ہر گز نہیں۔

۵۔ طلیحہ بن خویلد اسدی نے بنی اسد میں دعوی نبوت کیا۔ غطفان اس کے مددگار ہوئے۔ بعدہ توبہ کی۔ اسی طرح سجاح بنت سوید بن یربوع نے دعوی نبوت کیا۔ فرسان میں تغلب اور تمام قبیلہ تمیم اس کی نصرت پر جمع ہوئے۔ ان میں رؤساء بھی مثل احنف بن قیس وحارثہ بن بدر وغیرہ شامل تھے۔ بہت قتل ہوا۔ پھر اس نے قصد یمامہ کیا۔ مسیلمہ اس خبر سے تنگ دل ہو کر متحصن ہوا۔ سجاح کے لشکر نے اس کا محاصرہ کیا۔ پھر بعد میں مسیلمہ کے ساتھ اس کا نکاح ہوا۔ مہر میں نماز عصر موقوف ہوئی۔ بالآخر سال ہا سال کے بعد وہ توبہ کر کے بزمان معاویہؓ مسلمان ہوئی۔ گویا اس کے فساد وسرکشی کا زمانہ تیس برس زمانہ خلافت راشدہ سے بھی کہیں زیادہ ہوا۔

۶۔ زمانہ ابن زبیر وعبدالملک بن مروان میں مختار بن عبید ثقفی نے بعد واقع سیدنا امام حسینؓ کے لوگوں کو ان کا قصاص لینے کے نام پر بلایا اور دراصل غرض اپنی امارت تھی۔ طالب دنیا تھا کوفہ میں دعوی نبوت کیا اور کذاب کہا گیا۔ منجملہ اس کے کذب کے ایک یہ دعوی تھا کہ جبریل اس کے پاس وحی لاتا ہے۔ اپنے مکاتب میں لکھتا: من مختار رسول اللّٰہ یہ بھی اپنی موت سے مرا

۷۔ متنبّی شاعر نے دعوی نبوت کیا۔ اپنے آپ کو مثل مسیح ومثل صالح علیہما السلام کے کہتا جیسا کہ اس کے شعروں میں ہے:

ما مقامی بارض نخلة الا کمقام المسیح بین الیهود

انا فی امة تدارکها اللّٰه غریب کصالح فی ثمود

(نخله قریة یعنی کلب عند بعلبک من ارض شام) لوگوں پر کلام پڑھتا جس کو زعم کرتا تھا کہ وہ قرآن اس پر نازل ہوا ہے۔ قاضی ابوالحسین ابن ام شیبان الہاشمی الکوفی سے ہے کہ انہوں نے ایک سورۃ اس سے لکھی تھی جو ضائع ہوگئی اور اس کا ابتداء جو ان کو یاد رہا، یہ تھا:

و النّجم السّیّار۔ و الفلک الدوّار۔ و اللّیل و النّھار۔ انّ الکا فر لفی اخطار امض علی سنتک و قف اثر من قبلک من المرسلین فانّ اللّٰہ قامع بک زیغ من الحد فی دینہ و ضلّ عن سبیلہ (قسم ہے تارے سیر کرنے والے اور فلک پھرنے والے اور رات اور دن کی۔ تحقیق کافر خطرات میں ہے تو اپنے طریقہ پر چل اور جو تجھ سے پہلے مرسلین ہیں ان کے نشان پر ٹھہر۔ تحقیق اللہ تیرے ذریعے دور کرنے والا ہے کجی اس کی جس نے اپنے دین سے تجاوز کیا اور اپنے راستہ سے گمراہ ہوا)

قبیلہ بنی کلب وغیرہ سے بہت لوگ اس کے تابع ہوئے۔ لؤلؤ امیر حمص نائب الاخشید یہ نے اس پر لشکر کشی کر کے اس کو قید کیا اور اس کے اصحاب کو متفرق کیا اور اس کو مدت تک حبس میں رکھا، قریب تھا کہ مرجاتا۔ اس سے توبہ طلب کی تو اس نے تحریری اپنے دعوی کا بطلان کیا اور اسلام کی طرف رجوع کیا تو اس کو چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ قریب قریب ایسا ہے جیسے ایک لائق بیدار مغز حاکم نے مرزا کی تعدی مطلق العنانی و دریدہ ذہنی دیکھ کر بتقاضائے عدل و انصاف غریب رعایا کی امن و حفظ آبرو کے لئے مرزا صاحب کو چشم نمائی کر کے ان سے توبہ نامہ (اقرار نامہ) لکھایا کہ آئندہ مخلوق الٰہی کو اپنے افتراء علی اللہ یعنی الہامی پیش گوئیوں کی دھمکی سے باز رہیں گے۔ اور ایک دوسرے ویسے ہی حاکم نے اسی بنا پر حضرت مسیحؑ کی توہین وتحقیر آمیز دل آزار اشتہار مرہم عیسی کی اشاعت بند کرائی۔ جس حکم کا اپیل بھی بحمد اللہ چیف کورٹ سے خارج ہوا۔ کاش یہ چشم نمائی وتنبیہ ایسی موثر ہوتی کہ مرزا ان سب دعاوی وسبّ وشتم تحقیر سیدنا عیسیٰؑ سے تائب ہو کر آئندہ ایسی گستاخی و بے ادبی کے عوض ان کے اولوالعزمی ومعجزات وعلوشان وصداقت کے قائل ومصدق ہو جاتے۔ اور ان کے حواریوں کو بھی سچا و برحق مانتے۔

۸۔ ایام معتمد باللہ میں بہبود زنجی قائد فتنہ زنج ہوا۔ اس نے عراق کو تباہ کیا اور آل رسول ﷺ کو خوار کیا۔ لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا۔ اس کا دعوی مرسل من اللہ ہونے کا اور غیب دانی کا تھا۔ عرصہ دراز کے بعد قتل ہوا۔

۹۔ مطیع باللہ کے عہد میں قوم تناسخیہ میں ایک جوان تھا جو اپنے میں روح علیؓ اور اس کی زوجہ فاطمہ زہراؓ اپنے میں گمان کرتے۔ ایک دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ وہ جبریل ہے جب اس کو زدوکوب کیا تو منسوب باہل بیت ہونیکی طرف پناہ پکڑی۔ معزالدولہ نے حکم دیا کہ اس کو رہا کر دو

۱۰۔ مغرب میں ایک شخص ہوا جس کا نام لا تھا۔ وہ کہتا کہ حدیث میں جو آیا ہے لا

نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) وہ میری خبر ہے۔ لا بمعنی نفی نہیں بلکہ لا مبتداء اور نبی اس کی خبر ہے کہ میرے بعد لا نبی ہوگا۔ سو میں ہوں۔ اسی طرح ایک عورت مدعیہ نبوت ہوئی جب اس کو کہا کہ حدیث میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، جواب دیا کہ نبی (بصیغہ) مذکر کہا ہے۔ نبیہ (بصیغہ مونث) نہیں کہا۔

۱۱۔ بیت المقدس میں ایک یہودی نے دعوی کیا کہ وہ مسیح ابن مریم ہے۔ فصیح زبان و خوش بیان تھا۔ وہ شعبدے دکھلاتا۔ جب حاکم گرفتار کرنے لگا تو بھاگ کر اسلام بول آگیا۔ احمد پاشا وزیر سلطان محمد خان رابع نے اسکو گرفتار کیا۔ جب مخلصی نہ دیکھی مسلمان ہوگیا۔

۱۲۔ فارس میں یحی ساباطی نے خلافت معز بلدہ تینس میں مدعی نبوت ہو کر طریق عیسی ابن مریم پر قدم مارا۔ احیاء اموات و ابراء ابرص واجذم واعمی شعبدہ سے معجزہ کرتا۔

۱۳۔ محمد بن تومرت نے ۵۱۴ھ میں نے دعوی مہدویت موعودہ منتظرہ کا کیا۔ جمع کثیر نے معتقد ہو کر اس سے بیعت کی اور بعض بلاد پر اس کا غلبہ وحکومت دس سال تک رہا۔ آخر مرگیا۔

۱۴۔ شام میں ایک شخص راعی نے دعوی نبوت کر کے مسلک موسوی اختیار کیا۔ عصا ظاہر کیا جو بنظر مردم اژدھا ہو جاتا اور دیکھنے والے مسحور ہو جاتے۔

۱۵۔ مصر میں ۸۱۹ھ میں ایک شخص نے دعوی کیا کہ وہ آسمان پر جا کر باری تعالی کو دیکھتا اور اس سے کلام کرتا ہے۔ عوام سے ایک جماعت اس کی معتقد ہوئی۔ ایک مجلس میں جمع ہو کر اس سے توبہ طلب کی لیکن اس نے نہ کی۔ حاکم نے اس لئے کہ وہ حاضر العقل ہو کر ایسا دعوی کرتا ہے۔ دو آدمیوں کی شہادت پر اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ لیکن ایک جماعت اطباء نے شہادت دی کہ وہ مختل العقل ہے اس پر اس کو بیمارستان (پاگل خانہ) میں قید کیا گیا۔

شیخ علامہ عبدالرحیم بن ابوبکر دمشقی معروف بجویری نے اپنی کتاب المختار فی کشف الاسرار میں مدعیان نبوت کا ذبہ ومشیخت، واعظین، رہبان، اطباء، لاعبین بنار ممنوع از حرق۔ ارباب شعبدہ۔ اعمال جو ہریہ وصیارف۔ واہل صنائع ولصوص (دزدان) نسوان ومردان وغیرہ کا کشف اسرار کر کے ان کے مکر وحیل کو خوب ظاہر کیا ہے۔ اس جگہ تو صرف دانہ از خروار کے طور پر انہیں چند اشخاص کا ذکر ہوا جو باوجود ایسے دعاوی کے اپنی عمر پوری کر کے اکثر اپنی موت سے مرے ہیں اور جو اس دعوی میں مارے گئے ان کا سوائے مسیلمہ کذاب وغیرہ کے ذکر نہیں کیا۔

بھلا یہ تو مفتری تقوّل علی اللّٰہ کرنے والے مدعیان نبوت ورسالت وغیرہ ہی

تھے۔اب ان سب سے بڑھنے والے فرعون کو دیکھو جس کے الوہیت و ربوبیت کا دعوی کرنے اور انا ربّکم الا علی (میں ہوں تمہارا رب اعلی)۔اور ما علمت لکم من الٰہٍ غیری (تمہارے لئے میں اپنے سوا کوئی الہ نہیں جانتا) لئن اتّخذ ت الھاً غیری لا جعلنّک من المسجو نین (اگر تو میرے سوا کوئی اور الہ پکڑے گا تو میں تجھ کو ضرور قید کر دونگا) کہنے کی شہادت قرآن مجید میں موجود ہے۔اسنے بھی کس قدر مہلت آسودگی وسلطنت میں بحکم الٰہی عمر بسر کی اور آخر کار اپنی میعاد پوری کر کے بغیر دست درازی کسی بشر کے مع لشکر غرق ہوا۔

یہ تو مصر کا فرعون تھا، مدعیان اسلام میں سے بھی کئی ایسے کذاب گذرے ہیں جو دنیوی آسودگی سلطنت وغیرہ کے سبب اسی مہلک مرض تعلّی وتکبر میں پڑ کر بدبختی سے ایسے دعاوی کرتے رہے ہیں جن کا حال کتب تواریخ میں درج ہے۔مثلاً معاذ اللہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد، فاطمین جن کو عبید یون بھی کہتے ہیں، جو اپنے آپ کو فاطمہ زہراؓ سے منسوب کرتے تھے لیکن اکثر مورخوں نے اس پر انکار کر کے لکھا ہے کہ وہ اولاد حسین بن محمد بن احمد القداح ہیں اور قداح مجوسی تھا۔ ان میں ۱۴ خلفاء گذرے ہیں جن میں اول عبید اللہ مہدی اور آخر عاضد تھا۔ان میں ایک حاکم بامر اللہ نے بھی مثل فرعون دعوی الوہیت و ربوبیت کیا۔بجائے بسم اللہ کے بسم ا لحا کم الرّ حمن الرّ حیم لکھتا۔بہت جہال اسکے پاس جمع ہوئے اور اس کو بنام خدا، یا واحد یا احد یا محیی یا ممیت کہتے اور بعض نے باطنیہ میں سے اس کے واسطے کتاب لکھی جس میں لکھا کہ روح آدم ابوالبشر نے اول بجسد علیؓ، اس کے بعد اس میں انتقال کیا۔یہ کتاب جامع قاہرہ میں پڑھی جاتی اور جبال شام میں بھی منتشر ہوئی۔ بہت خلقت گمراہ ہوئی۔لکھا ہے اب تک کئی دیہات کا اعتقاد ہے کہ وہ عود کر کے زمین کا بندوبست کرے گا۔رعیت کو حکم تھا کہ جب خطیب منبر پر اس کا ذکر کرے تو لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاویں اور اس کا تمام مملکت میں عمل ہوتا حتی کہ حرمین شریفین میں بھی اور اہل مصر تو جب کھڑے ہوتے سجدہ میں گر جاتے حتی کہ بازاروں والے بھی رعایا وغیرہ سے سجدہ میں ہو جاتے۔ ان ظالموں کی سلطنت مصر میں ۲۶۴ھ سے ۶۴۸ھ تک رہی۔

زمانہ مہدی بن منصور میں مقنع خراسانی مدعی الوہیت ہوا بطور حلول۔آخر حکومت کی تنگ گیری سے ۱۶۶ھ میں اپنے مریدوں کو شراب میں زہر ملا کر خود خم تیزاب میں بیٹھ کر فنا ہوا۔

بعض ناواقف سادہ لوح مرزا صاحب کے مجرد دعوی بے دلیل کو ہی ان کی سچائی کی دلیل خیال کرتے ہیں۔کاش وہ کتابیں دیکھیں تو ان کو معلوم ہو کہ پہلے بھی صاحب غرض وحاجت

مندلوگ کیسے کیسے دعاوی کر چکے ہیں اور شعبدہ یا کسی طرح سے کچھ کر بھی دکھلاتے رہے جن کا نمونہ کے طور پر کچھ یہاں ذکر ہوا ہے ۔ ایام مکتفی باللہ میں یحیٰ قرمطی ہوا اس کے بعد برادرش حسین نے اپنے منہ پر خال ظاہر کر کے زعم کیا کہ یہ آیت ہے اور مہدی امیر المومنین کہلایا۔ بعدہ اس کے ابن عم عیسیٰ بن مہرویہ نے زعم کیا کہ قرآن مجید میں مدثر سے وہی مراد ہے اور اپنے غلام مطوق کو ملقب بنور کیا۔ ۲۷۸ھ میں عثمان امام قرامطہ نے دعویٰ کیا کہ وہ داعیہ مسیح ہے۔عیسیٰ ، الکلمہ ، المہدی ، احمد بن محمد بن الحنفیہ اور جبریل ہے ۔ اور جس طرح مرزا صاحب کی تعریف میں طرح طرح کے الفاظ مرشد، آقا ، احمد، مسیح ، مہدی ، آدم ، نوح ، ابراہیم ، یوسف ، موسیٰ ، عیسیٰ ، فاروق ، اخبار الحکم ۳۰ جون ۱۸۹۹ء میں لکھے ہیں اسی طرح اس کو بھی کہتے کہ تو الداعیہ ، الحجۃ ، الناقۃ ، الدابۃ ، یحیٰ بن ذکریا اور روح القدس ہے ۔غرض گونا گوں دعاوی پہلے بھی ہو چکے ہیں اذا لم تستحی احد فلیفعل ما شاء و لیقل ما اراد (جب کوئی حیا نہ کرے تو جو چاہے اور جو ارادہ کرے، کرے)والا معاملہ ہے ۔ان دعویداران میں سے بعض محاربات میں قتل ہوئے اور بہت سے اہل حق بھی ان کے ہاتھوں شہید ہوئے اور بعض اپنی سلطنت وکمال عزت میں اپنی موت سے مرے اور اب ان کا اور ان کے دعاوی کا سوائے تاریخوں میں اور کہیں نام ونشان نہیں کیونکہ دعاوی الوہیت ونبوت ورسالت ووحی سرے سے ہی لغو بیہودہ اور صریح خلاف کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ ہونیکے سبب خاک دھول کی طرح اڑ گئے ۔ اور دعاوی عیسویت ومہدویت جو بے موقعہ وقبل از وقت تھے اور اب تک ہیں وہ بھی اس لئے ہباءً منثوراً ہو گئے اور ہو جائیں گے اس لئے کہ جو علامات ان کے اور اس عہد کے شریعت اسلامی میں مشرح ومفصل بیان ہو چکے ہیں وہ علامات موجود نہ تھیں اور نہ اب تک ہیں۔ لہذا اگر چہ چند جہال ہم جنس دعویداران کو چند روز کیلئے ان کے ہمراہ ہوئے لیکن آخر کار بے اخلاصی واغراض دنیوی کے سبب وہ سب نیست ونابود ہو گئے ۔اور جو موجودہ ہیں اسی طرح ہو جائیں گے ۔ عجوبہ پرست تو عام ہیں لیکن مسلمان اپنے مذہب اور دین کے ایسے عاشق ودلدادہ ہیں کہ اس کے متعلق اپنے خالق ومالک ویا اپنے ہادی ﷺ کے فرمان کا ذرہ پتہ نشان سنیں تو گرویدہ وراجع ہوتے ہیں لیکن جب اس کو موافق ومطابق قانون شریعت مسلمہ شریعت غرانہیں پاتے تو بہ تعمیل و موافق ارشاد و الّذین لا یشھدو ن الزّور و اذا مرّوا با للّغو مرّوا کرا ماً۔ ا ذا ذکروا بآیا ت ر بّھم لم یخرّو علیھا صمّا و عمیا ناً (اور وہ جھوٹ کے شاہد نہیں ہوتے اور لغو و بیہودہ سے بزرگانہ گذر جاتے ہیں اور وہ جب اپنے رب کی آیات سے نصیحت دیئے جاتے ہیں تو ان پر

اندھے اور بہرے ہوکر نہیں گرتے) کے متانت سے واپس آجاتے ہیں۔

دجالین وکذابین مدعیان نبوت وغیرہ کا ذکر حجج الکرامۃ فی آثار القیامہ کی ایک علیحدہ فصل میں آیا ہے اور اس میں اول ان احادیث کا بیان کیا ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کی طرف سے اماما ن گمراہ کرنے والوں سے خوف کرتا ہوں۔ فرمایا تحقیق میری امت میں تیس نفر کذاب ہوں گے اور ہر ایک ان میں سے دعوی کریگا کہ وہ نبی اللہ و رسول اللہ ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور میری امت میں سے ایک طائفہ ہمیشہ حق پر رہیگا اور مخالفت کنندہ ان کا کچھ ضرر نہ کریگا یہاں تک کہ امر الٰہی آجاوے۔

کئی احادیث ہیں جن میں تیس دجالوں کذابوں مدعیان نبوت و رسالت کا ذکر ہے جن کا آخر دجال اعرج ہوگا۔ بعض میں زیادہ بھی آیا ہے۔ اور اٹھ جانا علم کا، کثرت مال اور لوگوں کا عمارات میں زیادتی کرنا علامات فرمائیں۔

حدیث ابن عمرؓ میں ہے کہ تیس کذابان یا زیادہ۔ جب پوچھا گیا کہ ان کا کیا نشان ہے تو فرمایا کہ وہ ایسا طریقہ وسنت لائیں گے کہ تم اس پر نہیں ہو اور تمہارے طریقہ کو متغیر کریں گے پس جب تم ان کو دیکھو ان سے پرہیز کرو۔

غرض بڑا بین نشان و ما بہ الامتیاز ان کذابین دجالین مدعیان نبوت وغیرہ کا یہی ہے کہ ان کی دعوت وانکا طریق بخلاف ما جاء بہ النّبیّ ﷺ ہوگا جیسا کہ مسائل وغیرہ امور خلاف شریعت آج کل مرزا صاحب کے دعوی امامت ونبوت میں (گو اس کو ناقصہ بھی کہیں) پائی جاتی ہیں۔ مثل تصویر کشی، بناء عمارات، مینارہ یادگار، فراہمی مال وزیور و جائداد گوناگوں، واستعمال زیور طلا میان مردان امت مثل ہنسلی طلائی (ودھاوا) جو ایک خاص مرید لاہور سے بنوا کر بنام ودھاوا مرزا صاحب اپنے فرزند کو پہنانے کے واسطے لے گیا ہے وغیرہ۔ سبحان اللہ مسلمانوں کے واسطے کیسا پکا ومحکم غیر مبدل قانون بنا دیا کہ جو کوئی خلاف کتاب اللہ وسنت وتعلیم رسول اللہ ﷺ دعوت دے یا دعوی نبوت ورسالت کا کرے وہ ان ہی دجالین وکذابین میں سے ہے۔ پس بموجودگی ایسے مفصل ومشرح قانون کوئی مسلمان مرزا صاحب کا ایسا دعوی وتعلیم خلاف ما جاء بہ النّبیّ ﷺ کیونکر قبول کرسکتا ہے؟ کاش مریدین مرزا جو ناواقفیت احکام وتعلیم اسلامیہ کے باعث اسیر دام ہوا وہوس مرزا صاحب ہوگئے ہیں، نیز وہ جو بزعم خود عالم ہونے کے مدعی ہیں، علمی گھمنڈ چھوڑ کر ذرہ غور سے علامات دجالین وکذابین فرمودہ رسول امین ﷺ کو مرزا کے حالات ومقالات سے

مقابلہ وموازنہ کریں اورسوچیں اورغیاث المستغیثین وہادی المضلین کی درگاہ سے بعجز والحاح ہدایت کی التجا کریں تاکہ وہ غفورالرحیم ان کوتوفیق رجوع الی الحق وصراط مستقیم عطا فرماوے۔آمین۔

جب عاجز مذکورہ بالا چند نظائر لکھ چکا تو الہاماً معلوم ہوا کہ دجالین کذابین کی شناخت کے لئے ارشاد خداوندی لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النّبیّ (اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو) ہی کافی معیار ہے یعنی جوکوئی سیدالمرسلین وخاتم النبیین ﷺ سے اونچا بول بولے، اعنی، حقائق معارف کی زیادہ دانی یا اختراع وجواز مسائل جدیدہ، یا علم غیب کو سوار کے گھوڑے کی طرح قبضہ میں رکھنے وغیرہ کا مدعی ہو وہی کاذب دجال ہے۔ اوراس کے پیروی کنندہ بھی اس کے وبال کے حصہ دار ہیں چنانچہ اس کے ساتھ الہام ہوا۔

یوم ندعوا کلّ اناسٍ باما مھم (جب ہم سب لوگوں کو ان کے اماموں سمیت بلائیں گے)

پھران کے انجام کی خبر ہے:لو تری اذ المجرمون نا کسوا رؤسھم عند ربّھم ربّنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحاً انّا موقنون (کاش تو مجرموں کودیکھے کہ اعمال کے حساب کے وقت، اللہ کے روبرو سرجھکائے کھڑے ہیں،عرض کرتے ہیں، اے رب ہمارے، ہماری آنکھیں وکان کھلے،ہم کو پھر دنیا میں بھیج کہ ہم نیک عمل کریں۔اب ہم کو، عاقبت کا، پورایقین ہے)

پھرالہام ہوا: المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدّنیا والباقیات الصّالحات خیر عند ربّک ثواباً وّ خیر املاً (یہ مال اورفرزندان اس حیاتی دنیا کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تیرے رب کے نزدیک ثواب میں اور بہتر ہیں آرزو رکھنے میں)جومرزا صاحب کے فخر مال واولاد کا جواب ہے کیونکہ وہ حقیت کے بارہ میں آمدنی روپیہ وپیدائش فرزندان کو بھی سنداً پیش فرماتے رہتے ہیں۔

جس طرح مرزا صاحب حوصلہ وفخر سے اکثر کہتے ولکھتے ہیں کہ اگر ہمارا دعوی الہام ومسیحیت وغیرہ جھوٹا اوراللہ تعالی کے نزدیک ناپسندیدہ وافتراء ہے تو پھر ہم کواس قدر مہلت آرام آسودگی وآسائش کیوں میسر ہے؟ سومرزا صاحب کی یہ بات بھی کوئی نئی ونرالی نہیں کیونکہ پہلے بھی ایسے دلیر وظالم لوگ گذرے ہیں جنھوں نے اپنی آسودگی ظلم وزیادتیوں کواپنی حقیت وصداقت کی دلیل ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ قرامطہ جوخون اہل اسلام مباح جانتے ہیں اوردعوی کرتے ہیں کہ بعد نبی ﷺ کے امام برحق محمد بن حنفیہ ہے،غیراپنے کوکافر جانتے ہیں۔اوران کا غلبہ ایام مقتدرعباسی میں ہوا۔ان میں سے ابوطاہر قرمطی باطنی کے ظلم وفساد کے حالات میں لکھا ہے کہ اس نے ہجر میں گھر بنا

کراس کا نام دارالہجرۃ رکھا۔ وہ چاہتا تھا کہ حج کو وہاں منتقل کرے۔ ۳۱۷ھ کے اخیر سال جب حاجی روز ترویہ مکہ شریف آئے تو ابوطاہر معہ لشکر مسلح ان پر آن پڑا درانحالیکہ وہ طواف اور نماز میں تھے اور سوائے پارچہ احرام ان کے بدن پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ ان کو تہ تیغ بیدریغ کرنا شروع کیا۔ ابو طاہر بحالت نشہ تیغ برہنہ ہاتھ میں گھوڑے پر سوا تھا اور حاجی طواف کررہے تھے اور ان کے سر پر تلوار چل رہی تھی حتی کہ مکان شریف مسجد الحرام میں ۱۷۰۰ طائفین ومحرم شہید ہوئے..... دیکھئے اس رؤف رحیم کا درگذر وحلم کہ اپنے بیت الحرام کے ساتھ یہ زیادتیاں وبے ادبیاں دیکھ کر بھی کچھ نہیں کہا۔ وہ ذات پاک دوسروں کی طرح کم حوصلہ نہیں۔ ہمہ قدرت جانتا ہے کہ کوئی اپنی بدقسمتی سے نافرمانی وسرکشی کر کے کہاں جائے گا۔ آخر ہماری درگاہ عظمت وجلال میں اسے آنا ہے لہذا وہ درگذر کرتا ہے اور نادان غافل انسان اس کے حلم و درگذر سے غرا ہوتا ہے۔ یہ ابو طاہر آخر چیچک سے پارہ پارہ ہو کر مرا۔ اب مرزا بتلاویں کہ جب وہ ارحم الراحمین اپنی ذات پاک واپنے بیت مکرم کی ایسی بے حرمتی کا فوراً انتقام نہیں لیتا اور اجل مقررہ تک مہلت دیتا ہے تو مطلق تقوّل علی اللّٰہ کی اس کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے؟ عاجز کے نزدیک تو اہل غیرت کیلئے اس دارالعمل میں یہی سزا کافی ہے کہ تقوّل علی اللّٰہ کرنے والے کو خذلان نصیب ہو، یعنی جو کچھ وہ دعوی سے کہے اس کا ظہور اس کے برعکس ہو۔ اور پھر اس خالق کا اختیار ہے جس طرح چاہے کرے۔

لو تقول علینا میں مرزا کی غلط فہمی

مرزا نے لو تقوّل علینا .. الخ ۔ کو اپنے مدعا کی دلیل ٹھہرانے میں یہ نہ بتلایا کہ اس تقوّل علی اللّٰہ کے لئے کوئی میعاد بھی قرآن مجید وحدیث شریف میں مقرر ہے کہ اس عرصہ تک تقول علی اللہ کی اجازت ہے اس کے بعد قطع منه الو تین کی سزا دی جائیگی؟

ہاں مرزا کے ایک مرید نے اخبار الحکم ۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء صفحہ ۶ پر اسی مضمون پر زور دے کر لکھا ہے کہ

> آنجناب ﷺ کا تیرہ برس تک اس تحدی دعوی کے بعد معصوم ومحفوظ رہنا سنت اللہ ٹھہر گیا کہ دعوی نبوت وماموریت من جانب الٰہیت کے بعد اگر کوئی شخص اس حد تک معصوم ومحفوظ رہے اور آسمانی عذاب اور خدا کی گرفت اس پر نہ پڑے تو یقین جانو کہ وہ صادق ہے اگر ہم اور زیادہ وسعت دیں، اگرچہ حقیقۃ چنداں ضرورت نہیں، تو حضور ﷺ کی

کامل ۲۳ برس کی زندگی کو اسوہ اور معیار قرار دے سکتے ہیں۔ اگر کوئی بخل وحسد سے اس اصول کو نہ مانے تو وہ اپنی نادانی سے قرآن کریم کو ایک خطرناک فروگذاشت اور نقص کا داغ لگائے گا۔ انتھی ملخصاً

گویا کہ یہ مفتی بن کر اپنے اجتہاد سے ۱۳ برس یا ۲۳ برس کے اندر اندر تک تقوّ ل علی اللّٰہ کو قابل اعتراض نہیں سمجھتے۔ جب یہ میعاد گذر جائے اور تقوّ ل علی اللّٰہ کرنیوالا عذاب وگرفت الٰہی سے معصوم ومحفوظ رہے تو اس کے صادق ماننے کا فتوی دیتے ہیں۔ سبحان اللہ! لہذا اپنے اس تراشیدہ قاعدہ کے موافق اب یہ مضمون نویس و دیگر مریدین مرزا صاحب وخود مرزا غور کریں اور بتلاویں کہ اس خانہ ساز قاعدہ کی رو سے اکبر بادشاہ، سجاح وغیرہ دوسرے مدعیان جو بایں دعوی ۲۳ برس سے کہیں زیادہ معصوم ومحفوظ رہے، جن کا یہاں کچھ بیان ہوا ہے، تو کیا خود بدولت ومریدین ان سب کو صادق و برحق یقین کرتے و مانتے ہیں؟ اور پھر یہ بھی سوچیں کہ ایسے دلائل خلاف مشاہدہ وتجارب کا محل قرآن مجید کو ٹھہرانا، یہ اس کی حقارت کرنے و داغ لگانے میں داخل نہیں؟ مرزا صاحب ومریدین بزعم و بزبان خود مفتی و عالم بن کر اپنی ہر ایک حالت کا مقابلہ تو عالی شان ومبارک حالات رسول اللہ ﷺ سے کر لیتے ہیں لیکن ان عقل مندوں کو یہ نہیں سوجھتا کہ وہاں ۲۳ برس میں وہ رحمت وفیضان الٰہی لا الٰہ الّا اللّٰہ حسب تعلیم رسالت پناہی ﷺ کہاں تک پہنچا تھا کہ قریباً تمام مخالفین حلقہ بگوش ہو کر شرک سے بیزار اور توحید الٰہی کے جان نثار ہو گئے تھے اور اب تک اسی تعلیم حقہ کی بدولت و دیکھا دیکھی مشرکین توحید کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں اور یہاں اسی عرصہ کے قریب میں سال ہا سال کی محنت وجان کنی نے کیا بنایا اور کیا اثر دکھایا؟ گویا ہنوز روز اول کی طرح ہے۔ ہاں اس پیرایہ وسلسلہ کی بدولت بے شک آسودگی دنیوی ہو کر افلاس ظاہری کم ہو گیا ہے۔ سو یہ مال و دولت دنیا کچھ دلیل صدق وحقیت ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ غیر مذاہب والے یہود ونصاری مشرکین مجوس فاسق فاجر وغیرہ بہت دولت مند دنیا میں موجود ہیں۔ بظاہر مرزا صاحب کو تعلّٰی وخودنمائی کی ادھیڑ بن میں اور اپنا سلسلہ معاش قائم رکھنے کی خاطر ایسے اصولوں کی وضع کی ضرورت پڑتی ہے ورنہ قرآن تو صاف فرما رہا ہے کہ ایسے مفتریان علی اللہ کے معلم پیرومرشد یعنی شیطان رجیم کو قیامت تک اس تعلیم وتعلم کی مہلت ملی ہوئی ہے۔ اگر قطع منه الوتین سے کسی عرصہ معینہ تک ہی تقوّ ل علی اللّٰہ کی اجازت ہوتی تو ان کے مرشد کی ہستی اب تک ختم ہو گئی ہوتی۔

قا ل انا خیر مّنہ خلقتنی من نّا ر و خلقتہ من طین ۔ قا ل فا خر ج منہا فا نّک ر جیم ۔ و انّ علیک لعنتی الی یو م الدّ ین ۔ قا ل ربّ فانظر نی الی یو م یبعثو ن۔ قا ل فا نّک من المنظر ین الی یو م الوقت المعلو م ۔ قال فبعز تّک لا غوینّہم اجمعین الّا عبا د ك منہم المخلصین (بولا میں اس سے بہتر ہوں، مجھ کو تو نے آگ سے بنایا اور اس کو تو نے مٹی سے بنایا۔ فرمایا کہ تو یہاں سے نکل جا، تو راندہ ہو گیا، اور تجھ پر ہماری پھٹکار روز جزا تک ۔ بولا اے رب مجھ کو اس دن تک کی مہلت دے جب کہ اٹھا کر کھڑے کئے جائیں گے ۔فرمایا تم کو اس دن تک کی مہلت ہے جس کا وقت معلوم ہے ۔ بولا ،تو تیری عزت کی قسم ہے کہ میں جو تیرے خالص بندے ہیں ان کو چھوڑ کر سب کو گمراہ کر کے رہوں گا)

پس اگر قطع منہ الوتین کو جسمانی مانا جاوے تو اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں ۔ یا کہ بمجر دتقوّ ل علی اللّٰہ اسی وقت اس کی رگ کاٹی یا کٹوائی جائے یا جیسا کہ ان کے استاد پیر کو قیامت تک مہلت ملی ہے اس کے متبعان و چیلوں کو بھی وہی آزادی ملے کیونکہ تقوّ ل علی اللّٰہ کی تعلیم و ترغیب دینے والا تو تا قیامت مہلت پاوے اور اسکے پیرو و مرید فوراً قطع منہ الو تین کی پاداش میں ماخوذ ہوں، کیا یہ تعجب خیز نہیں؟ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے صفات کاملہ کلام مجید پر یہ عیب لگانا کہ وہ گویا ۲۳ برس تک تقوّ ل علی اللّٰہ و دیگر بدمعاشیوں کی اجازت دیتا ہے، کتنا بڑا ظلم و غضب ہے؟ باوجودیکہ ذات پاک نے بار بار منکرات سے ممانعت فرمائی ہے اور ایک ذرہ کے برابر شرارت و برائی کو ہرگز جائز نہیں رکھا۔

علی ہذ القیاس جھوٹی قسموں کا بھی کمی بیشی حیاتی میں کچھ دخل نہیں جیسا کہ حلف پیشہ لوگوں کے حالات سے سب کو بخوبی معلوم ہے ۔ ایسے گستاخ دلیرا خذ الٰہی سے بچ تو نہیں سکتے ۔ لیکن چونکہ وہاں حلم عفو درگذر و رحمت کا دریا جوش زن ہے لہذا میعاد واجل مقررہ پر ہر چیز ہوتی ہے

تو مشو مغرور بر حلم خدا   دیر گیر و سخت گیرد مر ترا

پر خیال رکھنا چاہیے ۔ اس بیان سے روشن ہے کہ مرنے جینے کو مدار فضیلت صدق و راستی بنانا محض فضول و نامقبول ہے ۔ ایک شاعر نے اس مضمون تقدیر موت کو کیا عمدہ نظم کیا ہے:

دو روز حذر کردنت از مرگ روا نیست
روزے کہ قضا باشد روزے کہ قضا نیست

روزے که قضا باشد کوشش نکند سود
روزے که قضا نیست در و مرگ روا نیست

ہاں اگر مرزا صاحب کسی اپنی حالت پر قیاس کر کے موت کو ہیبت ناک و پر خطر بلا سمجھ کر دوسروں کو ڈرائیں تو یہ اور بات ہے۔ اللہ تعالی اپنا رحم فرمائے۔

اب جب کہ مرزا کی اٹکل بازی ڈہکو سلے اور گیدڑ بھبکیوں کی قلعی کھل گئی اور سب کو ان کی صحت وسقم کا کافی ووافی حال معلوم وتجربہ ہو گیا ہے تو قرآن ماننے والوں کو چاہیے کہ آیات قرآن

و ان تطع اکثر من فی الا رض یضلّوك عن سبیل اللّٰه ان یّتبعو ن الّا الظّن و ان هم الّا یخر صو ن (اور اگر تو اکثر ان لوگوں کی جو زمین میں ہیں تابعداری کریگا تو تجھے اللہ کے رستہ سے گمراہ کر دیں گے۔ یہ تو ظن کی تابعداری کرتے ہیں اور انکے پاس اٹکل بازی کے سوا اور کچھ نہیں)

قتل الخرّا صو ن الّذین هم فی غمرةٍ سا هو ن (مارے جاویں اٹکل کرنے والے جو اپنی غفلت میں بھولے ہوئے ہیں)

پر غور کر کے ایسی اٹکلی خبروں کو لغو وخرافات سمجھیں اور آیات مندرجہ کے مضمون پر عمل کریں۔

الہامات سننے سے جس قدر خوشی مرزا صاحب کو ہوئی اس کا اندازہ تو ان کے رسالہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے عاجز بندہ خدا غریب مسلمان کے مشرف بالہام ہونے سے آپ کو کس درجہ راحت وخوشی پہنچتی ہے۔ اگر کچھ خوف خدا دل میں ہوتا تو اس اظہار خوشی کی نوبت کیوں آتی۔ الحمد للہ کہ یہاں پہنچ کر کہ یہاں پہنچ کر بفحوائے الحقّ یعلو و لا یعلی (حق غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) اس بات کا تو اقرار کر دیا کہ: خدا تعالی نے ان کو الہامات کا شرف بخشا ہے۔ اللہ تعالی کی قدرت سے بے اختیار یہ مرزا صاحب کی قلم سے نکل گیا ورنہ جس پر واز پر تحریر رسالہ مبنی ہے اس کی رو سے تو عاجز کے الہامات کو باعث رنج ومصیبت اور ان کو شیطان کی طرف نسبت کرنے پر مرزا صاحب کا سارا زور وتوجہ عیاں ہو رہی ہے مگر تدبیر کند بندہ وتقدیر کند خندہ والا معاملہ ہوا لیکن اب یہ تعریف واظہار خوشی ان کو ایک خطرناک مصیبت ہو گئی۔ دیکھئے اس کے دفعیہ کے لئے کیا کیا تدابیر حیل وچالیں عمل میں لاتے ہیں اور اس اقراری توصیف ومدح سے پھرنے کے واسطے مرزا کی زعمی سلطان القلمی کیا کیا عجائبات دکھلاتی ہے؟ جسکا آغاز بذریعہ اشتہارات شروع ہو گیا ہے۔

عاجز ورفیقان عاجز کو اللہ تعالی کے مرزا سے ناموافق رکھ کر آخر بکلی پھیر لینے میں بھی

اس قادر عزیز حکیم کی حکمت وقدرت کاملہ کا عجب جلوہ ہے جس میں کسی غیر کی مداخلت نہیں کیونکہ مرزا کی طرف سے بھی عاجز وعاجز کے رفیقان کو گھیرنے اور اپنے ساتھ ملانے میں کسی تدبیر وحیلہ میں کچھ کمی نہیں ہوئی ۔ اور ادھر سے بھی حسن ظن سے منتظر ظہور حق وصداقت رہنے میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی ، آخر اس قادر قدیر کا ارادہ (جو کسی کے اخلاص وانابت کو ضائع نہیں کرتا) غالب آیا۔

قادیانی کا رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خبر دار ہونیکا دعوی

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اس خواب سے معلوم ہوا کہ وہ مجھے مسیح موعود نہیں مانتے اور نیز یہ مسئلہ امامت حقہ سے بے خبر ہیں لہذا میری ہم دردی نے تقاضا کیا کہ تا میں ان کے لئے امامت حقہ کے بیان میں یہ رسالہ لکھوں اور بیعت کی حقیقت تحریر کروں۔ سو میں امام حق کے بارہ میں جس کو بیعت لینے کا حق ہے اس رسالہ میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں ۔

جواب ۔ عاجز خاکسار کی کیا حقیقت ہے، مرزا تو تمام مسلمانوں کو بمقابلہ خود بدولت بے خبر جانتے ہیں اور خود سید المرسلین ﷺ کے شان میں کس دلیری سے ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو، اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصلی کیفیت کھلی ہو، اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الہی نے اطلاع دی ہو، اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ہی ہی ظاہر فرمائی گئی ۔ ،

ایسا ہی دوسری جگہ لکھا ہے:

کیا یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کے بعض عجیب حقائق ومعارف اب ایسے کھل جائیں جو پہلوں پر کھل نہیں سکے کیونکہ اس وقت ان کے کھلنے کی ضرورت پیش نہیں ہوئی ۔ ۔

جب آپ یہاں تک پہنچ گئے کہ جو خود بدولت کو خبر ہے وہ رسول اللہ ﷺ وصحابہ کرام سلف وخلف وغیرہ کسی کو نہیں تو پھر کسی دوسرے عاجز مسلمان کی کیا حیثیت وحقیقت ہے؟ لیکن دراصل ایسا نہیں ہے ، یہ مرزا صاحب کو ناواقفی کے سبب دھوکہ لگا ہے ۔ عاجز کو علم کا دعوی نہیں ہے لیکن مرزا صاحب کے حالات سے تو ۱۸۔۱۹ برس کی ملاقات کے سبب عاجز کو بے خبری نہیں اور یہی

واقفیت حالات ومقالات ومنامات سخت مانع ہیں کہ مرزا صاحب کے بے شمار دعاوی میں سے کسی کو بھی معتبر یا ان کا کوئی عہدہ بھی مانا جاوے۔

❁ حسب ارشاد: انّما الاعمال بالنّیّات و انّما لکلّ امری ما نوی اگر مرزا نے ہمدردی صدق واخلاص سے یہ رسالہ لکھا ہوتا تو اس کی تاثیر خود بخود شہادت دیتی اور بحکم انّ اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین (تحقیق اللہ نیکوں کا بدلہ ضائع نہیں کرتا) مرزا صاحب بھی اس کے ایسے ہی اجر کے مستحق ہوتے لیکن اس میں تو سوائے اظہار فضلیت خود بدولت ومریدین وتوہین وتحقیر دیگر عاجز بندگان ومسائل وقواعد خانہ ساز خلاف شریعت اور کچھ درج نہیں لہذا یہ بظاہر تقاضاء نفس تعلّی وشیخی پسند ثابت ہوتا ہے، نہ تقاضاء ہمدردی۔ اوراسی واسطے اس کا اثر بھی ویسا ہی ہونا چاہیے تھا جیسا ہوا۔ اوراسی سے مرزا صاحب کی ہمدردی وصحت نیت کا حال بھی ظاہر ہے۔

❁ مرزا صاحب کی امامت کے بارہ میں حسب استعداد مشاہدات ومعلومات وفہم موہوبہ واہب العطیات عرض ہو چکا ہے۔

حقیقت بیعت اور ثمرات بیعت

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

رہی حقیقت بیعت کی، سو وہ یہ ہے کہ بیعت کا لفظ بیع سے مشتق ہے اور بیع اس باہمی رضامندی کے معاملہ کو کہتے ہیں جس میں ایک چیز دوسری چیز کے عوض میں دی جاتی ہے سو بیعت سے غرض یہ ہے کہ بیعت کرنیوالا اپنے نفس کو مع اسکے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ پر اس غرض سے بیچے کہ تا اس کے عوض میں وہ معارف حقہ اور برکات کاملہ حاصل کرے جو موجب معرفت اور نجات اور رضامندی باری تعالی ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ بیعت سے صرف توبہ منظور نہیں کیونکہ ایسی توبہ تو انسان بطور خود بھی کر سکتا ہے، بلکہ وہ معارف اور برکات اور نشان مقصود ہیں جو حقیقی توبہ کی طرف کھینچتے ہیں۔ بیعت سے اصل مدعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کر وہ علوم ومعارف اور برکات اس کے عوض میں لیوے جن سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے اور خدا تعالی سے صاف تعلق پیدا ہو۔ اوراسی طرح دنیوی جہنم سے رہا ہو کر آخرت کے

دوزخ سے مخلصی نصیب ہو، اور دنیوی نابینائی سے شفا پا کر آخرت کی نابینائی سے بھی امن حاصل ہو۔

جواب۔ مرزا صاحب وان کے مریدین کا اختیار ہے کہ مسائل شرعیہ میں کمی بیشی ترمیم تنسیخ کر کے ان کو بیان فرماویں اور مانیں لیکن مرزا صاحب تامل وانصاف سے غور کریں کہ دیگر مسلمان بہ موجودگی قرآن مجید وحدیث شریف ان مسائل کو خلاف تصریحات کتاب اللہ عزوجل (جس کے واسطے فرمایا اتّبعوا ما انزل الیکم من رّبّکم و لا تتّبعوا من دونه اولیاء قلیل مّا تذکّرون (تابعداری کرو اس کی جو تمہاری طرف تمہارے رب سے اتاری گئی ہے اور اس کے سوا دوستوں کی تابعداری نہ کرو تم نصیحت پکڑتے ہو) وخلاف سنت رسول اللہ ﷺ (جس کے واسطے فرمایا ما اتاکم الرّسول فخذوہ و ما نھاکم عنه فانتھوا (جو رسول تم کو دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو) کیونکر قبول کر سکتے ہیں۔

اب جائے غور ہے کہ بیعت کی شرائط میں جو مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ بیعت کرنے والا اپنے نفس کو معہ اس کے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ بیچے اور رہبر کی غلامی میں دے کر علوم ومعارف وبرکات اس کے عوض میں لے۔ یہ حکم قرآن مجید اور حدیث شریف میں کہاں ہے؟ نفس کو مع لوازم کے بیچنا یا غلامی میں دینا، سن کر انسان عاجز، جو فطرۃً سہولت وآزادی پسند ہے، اول ہی ہراساں وخائف ہو جاتا ہے حالانکہ ہر ایک مسلمان وغیرہ جانتے ہیں کہ دین اسلام میں ہرگز کسی قسم کی قید سختی وتنگ گیری نہیں بلکہ آرام درآرام سہولت درسہولت وآسائش درآسائش ہے جیسا کہ لا یکلّف اللّٰه نفساً الّا وسعھا (اور اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا) فرما کر ارحم الراحمین نے خود قرآن مجید میں فرمایا:

یرید اللّٰه بکم الیسر و لا یرید بکم العسر (اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں کرتا)

و ما جعل علیکم فی الدّین من حرج (اور اللہ نے تم پر دین کے بارہ میں کوئی تنگی نہیں کی)

ما یرید اللّٰه لیجعل علیکم من حرج (اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے)

کتاب انزل الیک فلا یکن فی صدرك حرج مّنه (یہ کتاب ہے جو تیری طرف اتاری گئی پس تیرے سینے میں اس سے تنگی نہ ہو)۔

بلکہ کتاب مبارک جس کی صفت میں فرمایا:

کتا ب ا حکمت آ یا تہ ثمّ فصّلت من لّد ن حکیم خبیر (یہ کتاب ہے کہ محکم کی گئی ہیں اس کی آیتیں پھر مفصل کی گئی ہیں حکیم خبردار کی طرف سے)

کتاب انز لناہ الیک لتخرج النّاس من الظّلما ت الی النّور با ذن ربّھم الی صرا ط العزیز الحمید اللّٰہ الّذی لہ ما فی السّما وا ت و ما فی الارض (یہ کتاب ہے کہ ہم نے تیری طرف اسلئے نازل کیا ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالے اللہ کے حکم سے.... الخ.)

اس کے نزول اور رؤف الرحیم نبی الامی ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ فرمایا کہ پہلے بوجہ بیہودہ قیو د و زنجیریں جن میں مخلوق نے اپنی نادانی و ناسمجھی سے اپنے آپ کو جکڑ کر قید کرلیا ہے وہ سب ان سے اتار کر ان کو آزاد و رہا کر دیا جائے، جیسے فرمایا:

و رحمتی وسعت کل شیء. فسا کتبھا للّذین یتّقو ن و یؤتو ن الز کوۃ و الّذین ھم بآ یا تنا یؤمنون . الّذین یتّبعو ن الرّسو ل النّبیّ ا لا می الّذی یجدو نہ مکتو باً عند ھم فی التّو راۃ و الانجیل یا مر ھم بالمعروف و ینھا ھم عن المنکر و یحلّ لھم ا لطّیّبا ت و یحرّم علیھم الخبائث و یضع عنھم اصرھم و الاغلال الّتی کا نت علیھم . فا لّذ ین آ منوا بہ و عزّ روہ و نصرو ہ و اتّبعوا النّور الّذی انزل معہ او لئک ھم المفلحو ن (اور میری رحمت سب چیزوں کو شامل ہے۔ یہ رحمت میں ان کے نام کرونگا جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور میرے حکموں کو مانتے ہیں۔ یعنی ان لوگوں کے جو رسول نبی امی کی تابعداری کرتے ہیں جس کو وہ توراۃ انجیل میں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں جو ان کو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور پاک چیزیں ان کیلئے حلال کرتا ہے اور پلید چیزیں ان پر حرام کرتا ہے، اور ان سے ان کے بوجھ جو ان پر تھے اتارتا ہے۔ پس جو لوگ کہ اس کے ساتھ ایمان لائے اور اس کی عزت کی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا اتباع کی وہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں)

اور اسی واسطے اس ہادی جن و انس ﷺ نے بھی فرمایا:

لا تشددوا علی انفسکم فیشد د اللّٰہ علیکم فا ن قو ماً تشددوا

علی انفسھم فشدد اللّٰہ علیھم فتلک بقا یا ھم فی الصّوا مع و الدّیا ر ۔ر ھبا نیّۃ ابتد عو ھا ما کتبنا ھا علیھم (..عبادت خانوں اور دیروں میں جنہوں نے ترک دنیا خود نکال لی ہم نے اس کو ان پر نہ لکھا تھا)

اب دیکھئے قرآن مجید واسلام تو آسانی وسہولت کر کے بندگان کو بیہودہ بوجھ، قیدوں و زنجیروں سے مخلصی دے کر آزاد کرتا ہے اور مرزا صاحب اس آزاد ورہا شدہ عاجز مخلوق الٰہی کے نفوس کو معہ لوازم خرید فرما کر اور ان کو اپنی غلامی میں جکڑ کر انکے مالک بن کر بڑے خوش ہوں۔ کیا خوب : اتّبعوا ما انز ل الیکم من رّ بّکم و لا تتّبعوا من دو نہ او لیا ء .. الخ

و لا تتّبعوا السّبل فتفرّق بکم عن سبیلہ.. الخ (اور مت پیروی کرو اور راہوں کی متفرق کریں گے تم کو اس کی راہ سے)۔ اور ارشاد رسول لا تشددوا .. الخ کا اتباع ہوا۔ اگر مرزا صاحب فرماویں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے:

انّ اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموا لھم با نّ لھم الجنّۃ یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون و یقتلون وعداً علیہ حقاً فی التّوراۃ و ا لا نجیل و القرآ ن و من او فی بعھدہ من اللّٰہ فاستبشروا ببیعکم الّذ ی با یعتم بہ و ذا لک ھو الفو ز العظیم (اللہ نے خرید لی ہے مسلمانوں سے ان کی جان اور مال بعوض بہشت کے، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں، مارتے ہیں اور مرتے ہیں، وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا توراۃ انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ کون عہد پورا کرنیوالا ہے پس خوشیاں کرو اس بیع پر جو تم نے کی ہے اس سے اور یہی ہے بڑی مراد ملنی)

جس سے یہ مطلب بھی واضح ہے کہ اللہ نے مومنین کی جانوں و مالوں کو اپنی فرمانبرداری و اپنے زیر حکم لے کر اس خفیف سی اطاعت وفرمانبرداری کے عوض میں جو وہ خواہش نفس کو چھوڑ کر کریں ان کو مقام رضا و جنت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور یہ بھی اس کی سراسر رحمت ہے ورنہ یوں تو بموجب ارشاد للّٰہ ملک السّما وات و الارض و ما فیھنّ و ھو علی کلّ شیء قدیر (اللہ کے ہیں ملک آسمانوں اور زمینوں کے اور جو کچھ ان میں ہے اور وہ سب چیز پر قدرت رکھتا ہے) ہر طرح ہر چیز کا مالک ہے۔ اگر بغیر کسی عوضانہ کے بھی جان لے لے تو وہ مالک ہر طرح سے مختار ہے۔

پھر اس خالق و مالک نے سوائے اپنی ذات کے اور کسی کا تو کیا ذکر، خاص برگزیدہ و پسندیدہ گروہ کو بھی اپنی مخلوق کے نفوس کا معہ لوازم کے مالک بننا تو بجائے خود اپنی طرف نسبت عبد و

غلامی کرنا بھی جائز نہیں فرمایا جیسا ارشاد ہے:

ما کان لبشرٍ ان یّؤتیه اللّه الکتاب و الحکمة و النّبوّة ثمّ یقول للنّاس کونوا عباداً لّی من دون اللّه و لکن کونوا ربّانیّین بما کنتم تعلّمون الکتاب و بما کنتم تدرسون و لا یامرکم ان تتّخذوا الملائکة و النّبیّین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون

(کسی بشر کو لائق نہیں کہ اللہ تعالی اس کو کتاب، حکم، اور نبوت دیوے پھر وہ لوگوں کو کہے کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ تعالی کو چھوڑ کر، لیکن یہ کہے کہ تم ربانی بن جاؤ جیسے کہ تم کتاب سکھلاتے اور پڑھتے تھے اور نہ تمہیں یہ کہے کہ فرشتوں اور نبیوں کو اپنا رب بناؤ، کیا تم کو کفر کو سکھاوے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے؟)

اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی نادار سے نادار اور غریب سے غریب صحابہ بلکہ کسی کو بھی کبھی نہیں فرمایا، نہ بیعت کے وقت اور نہ کسی اور وقت، کہ ہم نے تمہارے نفس کو معہ لوازم خرید لیا ہے اور اب ہم مالک ہو گئے ہیں حالانکہ علوم و فیوض و برکات الہی جو ذات مبارک رسالت پناہی ﷺ سے مخلوق کو حاصل ہوئے اور کسی سے کیا ہوتے ہیں اور کیا ہو سکتے ہیں۔

اب لیجئے مسئلہ بیعت جو ایک سیدھا سادھا اسلامی شرعی مسئلہ اور وضاحت سے قرآن شریف اور حدیث شریف میں بیان ہوا ہے۔ لفظ بیعت کی اشتقاق باع کے مصدر بیعۃ وغیرہ سے بحث کی کچھ ضرورت نہیں مرزا صاحب نے تو حسب مدعا لفظ بیعت کو بیع سے مشتق فرما کر نفس کو معہ لوازم بیچنا و غلامی میں دینا وغیرہ موافق مقصود خود بیان فرمایا۔ لیکن دیگر علماء نے اس کو خوب وضاحت سے بیان کیا ہے جیسا کہ مرحوم نواب صدیق حسن خان نے بھی بحوالہ ابن خلدون کے اپنی کتاب اکلیل الکرامۃ فی تبیان مقاصد الامامۃ میں اس کو مفصل بیان فرمایا ہے جس کو ضرورت ہو وہاں دیکھ لے۔ عاجز کو جو مولوی عالم نہیں یہاں علمی بحث سے سروکار نہیں صرف شرعی اصطلاحی معنی و مضمون و مقصد سے غرض ہے لہذا اسی کو عرض کیا ہے۔

بیعت ایک عہد کرنا ہے اور اس میں توبہ بھی داخل ہے جیسے گناہوں سے توبہ کرنے، آئندہ گناہ نہ کرنے، اور اوامر شرعیہ کی تعمیل کا وعدہ کرنا یا کفر شرک وغیرہ سے تائب ہو کر توحید الہی رسالت بعثت حشر ونشر کو مان کر بجا آوری احکام شرعیہ کا عہد کرنا وغیرہ۔ غرض منہیات شرعیہ سے توبہ و ان کو ترک کرنا اور بجا آوری اوامر کا عہد، یہ ہی بیعت کا شرعی معنی و مقصد ہے جیسا کہ قرآن

اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اول فرمایا:

انّ الّذین یبا یعو نک انّما یبا یعو ن اللّٰہ ید اللّٰہ فو ق اید یھم فمن نکث فا نّما ینکث علی نفسه و من اوفی بما عھد علیه اللّٰہ فسیؤتیه ا جراً عظیماً (جولوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ اللہ کا ہاتھ ہے انکے ہاتھوں پر۔ پھر جوکوئی عہد توڑے اس عہد شکنی کا وبال اسکے نفس پر ہے اور جوکوئی پورا کرے جس پر اقرار کیا اللہ سے پس وہ شتاب دے گا اس کوثواب بڑا)۔

اس میں بیعت کرنے والوں کے ہاتھ پر اپنی ذات مبارک کا ہاتھ ہونا فرمایا کہ جوعہد پورا نہ کرے گا اس کا وبال اس کے نفس پر اور جو پورا کرے گا اس کو اجرعظیم عطا ہوگا۔ پھر فرمایا:

لقد ر ضی اللّٰہ عن المو منین اذ یبا یعو نک تحت الشّجر ة فعلم ما فی قلو بھم فا نز ل السّکینة علیھم (اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب تجھ سے بیعت کی اس درخت کے نیچے، جانا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا، پھر اتاری ان پر تسلی)

اس میں تحت الشجر ۃ بیعت کرنیوالوں پر اپنی رضا ونزول سکینہ کا حال بیان فرمایا۔

عورتوں سے بیعت لینے کی نسبت فرمایا:

یاایّھا النّبیّ اذا جاء ك المؤمنا ت یبا یعنک علی ان لا یشر کن باللّٰہ شیئاً و لا یسر قن و لا یز نین و لا یقتلن او لا د ھنّ و لا یأتین ببھتا نٍ یّفترینه بین اید یھنّ و ار جلھنّ و لا یعصینک فی معرو فٍ فبا یعھنّ و استغفر لھنّ اللّٰہ ۔ ان اللّٰہ غفور ر حیم (اے نبی جب آویں تیرے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کو اس پر کہ شریک نہ ٹھہراویں اللہ کا کسی کو، چوری نہ کریں، بدکاری نہ کریں، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں، اور بہتان نہ باندھ لاویں اپنے ہاتھوں یا پاؤں میں، اور تیری نافرمانی نہ کریں کسی حکم شرع میں پس بیعت کران سے اور بخشش مانگ ان کے لئے اللہ سے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

اس آیت کریمہ میں شرک باللہ، چوری، زنا، قتل اولاد، بہتان، افتراء اور نافرمانی امر معروف میں نہ کرنے کا عہد لے کران بیعت کرنے والیوں کے لئے مغفرت طلب کرنے اور اپنی ذات مبارک کے غفور رحیم ہونے کا ارشاد فرمایا۔ اوراسی کے موافق رسول اللہ ﷺ کا قول مبارک

وعمل درآمد رہا۔یعنی ذات مبارک ﷺ نے کئی قسم کی بیعتیں اور عہد صحابہ کرام سے لئے۔ چنانچہ بخاری ومسلم وغیرہ صحاح میں ابواب اقسام بیعت موجود ہیں جیسا باب البیعۃ علی اقام الصّلوۃ ایتاء الزّکوۃ (باب بیعت اوپر نماز ادا کرنے اور دینے زکوۃ کے)۔شرک نہ کرنا۔ چوری نہ کرنا۔زنا نہ کرنا۔ سچ بولنا۔کسی سے سوال نہ کرنا۔دینی معاملات میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا۔مسلمانوں کا خیرخواہ رہنا۔اطاعت وفرمان برداری کرنی۔ اقامت ارکان اسلام وترک کبائر وغیرہ۔میت پرنوحہ نہ کرنا۔عہد پورا کرنا یعنی وفا بالبیعۃ وغیرہ۔جیسا احادیث سے ثابت ہے ۔سوائے اس کے بیعت امام علی ان لا یفرّوا (اس پر کہ نہ بھاگیں گے)وغیرہ علیحدہ ہیں۔

❁ شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ احادیث مشہورہ میں منقول ہے کہ لوگ بیعت کرتے آنحضرت ﷺ سے کبھی ہجرت اور جہاد پر اور کبھی اقامت ارکان اسلام پر (یعنی صوم صلوۃ حج وزکوۃ) اور کبھی ثبات وقرار معرکہ کفار میں جیسے بیعت رضوان اور کبھی سنت نبوی کے تمسک پر اور بدعت سے بچنے پر اور عبادت کی تحریص وشائق ہونے پر اور عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر۔اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چند فقراء مہاجرین سے بیعت لی اس پر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں ...۔اور اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی فعل بطریق عبادت واہتمام کے ثابت ہوتو وہ سنت دینی سے کم نہیں۔ نبی ﷺ خلیفۃ اللہ تھے اس کی زمین پر اور عالم تھے اس کے جو اللہ تعالی نے ان پر قرآن وحکمت کو نازل فرمایا اور معلم تھے کتاب وسنت کے اور پاک کرنے والے تھے امت کو۔سو جو فعل کہ آنحضرت ﷺ نے علی جہت خلافت کیا وہ خلفاء کیلئے سنت اور جو فعل بحیثیت معلم الکتاب والحکمۃ ومزکیاً للامۃ کیا وہ علماء الراسخین کے واسطے سنت ہوا۔اور بعض نے جو ظن کیا کہ بیعت قبول خلافت پر منحصر ہے اور صوفیوں کی بیعت شرعاً کچھ نہیں، یہ ظن فاسد ہے اس دلیل سے جو ہم نے ذکر کیا کہ نبی ﷺ بیعت لیتے تھے کبھی اقامت ارکان اسلام پر،کبھی تمسک سنت پر،جس پر صحیح بخاری شاہد ہے کہ حضرت ﷺ نے جریرؓ سے بیعت کے وقت شرط کی خیرخواہی ہر مسلمان کی۔ اور قوم انصار سے بیعت لی کہ امرالہی میں کسی کی ملامت سے نہ ڈریں اور جہاں کہیں ہوں حق کی بات کہیں۔سو ان میں بعض لوگ امراء وملوک کھلا کھلا ردّ وانکار کرتے۔ اور عورات انصار سے نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی وغیرہ۔اور یہ سب امور ازقسم تزکیہ اور امر بالمعروف والنہی عن المنکر ہیں۔انتہی۔

اس سے ثابت ہے کہ بیعت فقط قبول خلافت وسلطنت پر ہی منحصر نہیں بلکہ بیعت

الاسلام و بیعت التّمسک بحبل التّقوی وغیرہ بھی ہیں۔ پھر عبادۃؓ بن صامت کہتے ہیں

با یعنا رسول اللّٰہ ﷺ علی ان لا نشرک با للّٰہ شیئاً و لا نزنی و لا نسرق ولا نقتل النّفس الّتی حرّم اللّٰہ الّا با لحقّ (ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ اللہ تعالی کا کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور چوری نہ کریں گے اور اس جان کو کہ اللہ نے جس کا قتل حرام کیا ہے ناحق قتل نہ کریں گے)

اور امام نوویؒ بعد نقل روایت فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ قبل از ہجرت ہوا تھا۔ پس اس خیال والے لوگ یعنی جو بیعت کو قبول خلافت پر منحصر و محدود سمجھتے ہیں خوب غور کریں کہ قبل از ہجرت، خلافت وسلطنت کا کیا ذکر؟

❁ انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال وحولہ عصابۃ من اصحابہ تعالوا بایعونی علی ان لا تشرکوا با للّٰہ شیئاً و لا تسرقوا و لا تزنوا و لا تقتلوا اولادکم و لا تاتوا ببھتان تفترونہ بین ایدیکم و ارجلکم و لا تعصونی فی معروف و فی روایۃ للبخاری و النّسائی و قرأ آیۃً النّساء فمن اوفی منکم فاجرہ علی اللّٰہ و من اصاب من ذلک شیئاً فعوقب بہ فھو کفارۃ لہ و من اصاب من ذلک فسترہ اللّٰہ علیہ فامرہ الی اللّٰہ ان شاء عاقبہ و ان شاء عفا عنہ قال فبایعناہ علی ذلک (رسول اللہ ﷺ نے بحالیکہ آپ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت تھی فرمایا کہ مجھ سے بیعت اس بات کرو کہ اللہ کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ چوری اور زنا نہ کرو، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، اور بہتان اپنے ہاتھ سے پاؤں سے باندھ کر نہ لاؤ اور حکم شرع میں میری نافرمانی نہ کرو۔ ..... الخ)

بخاری میں ہے کہ بروز غزوہ خندق آنحضرت ﷺ نے سب مہاجرین و انصار کے واسطے دعاء مغفرت کی تو سب نے یہ عرض کیا نحن الّذین بایعوا محمداً علی الاسلام ما بقینا ابداً یعنی ہم نے بیعت کی محمد ﷺ سے اسلام پر جب تک ہم زندہ رہیں گے۔

حدیبیہ کے روز سینکڑوں صحابہؓ نے بیعت کی۔ ایک روایت میں ہے کہ لم یخلف احد مّن المسلمین حضرھا الّا جد بن قیس اخو بنی سلمہ (مسلمانوں میں سے کوئی پیچھے نہ رہا سوائے جد بن قیس کے) جسکی نسبت لکھا ہے کہ منافق تھا اس لئے حاضر بیعت نہ ہوا۔

بعض منکرین بیعت میں سے جو شبہ کرتے ہیں کہ، نومسلموں سے بیعت لی جاتی ہے دوسرے مسلمان جو اول ہی احکام شرعیہ سے واقف و پابند ہوں اس سے بیعت کی ضرورت نہیں، سوان احادیث مذکورہ بالا سے یہ شبہ بھی بخوبی رفع ہوگیا اس لئے کہ سال ہا سال کے متبعان حاشیہ نشینان موحد مسلمانان سے رسول اللہ ﷺ نے خود اصرار سے تکمیل اسلام کی بیعتیں لی ہیں۔

پھر عن جریر بن عبد اللّٰہ قال بایعت رسول اللّٰہ ﷺ علی اقام الصّلوٰۃ و ایتاء الزّکوٰۃ و النّصح لکلّ مسلم۔ (جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے، کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم رکھنے زکوۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنے پر بیعت کی)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت زبیرؓ اپنے فرزند عبداللہؓ کو بیعت کے واسطے لائے اور وہ سات آٹھ برس کے تھے رسول اللہ ﷺ ان کو اپنی طرف متوجہ پا کر مسکرائے پھر ان سے بیعت لی۔

بخاری و مسلم میں حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے:

قالت بایعنا رسول اللّٰہ ﷺ فقرأ علینا ان لا یشرکن باللّٰہ شیئاً و نھانا عن النّیاحۃ فقبضت منّا امرأۃ یدھا .. الحدیث۔

بعض ناواقف یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ و تابعین کا بیعت کرنا مروی و معلوم نہیں ہے۔ سو اول تو عذر ہی بے جا و غلط ہے کیونکہ:

(اول) اہل سلوک و صوفیا کرام تو اپنے سلسلہ بیعت کو برابر سیدنا ابوبکر و علی مرتضی تک پہنچاتے ہیں

(دوم) اگر کسی کو ناواقفی کے سبب عمل درآمد صحابہ کرام وغیرہ کی روایت نہ ملی یا معلوم نہ ہوا تو کسی کے قصور علم یا فہم کے باعث سنت رسول اللہ ﷺ منسوخ نہیں ہوسکتی۔

(سوم) سیدنا ابوبکر صدیقؓ ان کے بعد عمر فاروقؓ پھر عثمان غنیؓ پھر علی مرتضیؓ وغیرہ سب کے عہد میں بیعت جاری رہی چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بمشورہ صحابہ کرام، حضرت عثمانؓ کو خلیفہ مقرر کر کے بیعت کے وقت کہا:

ابایعک علی سنّۃ اللّٰہ و سنّۃ رسولہ و الخلیفتین

اور امام احمدؒ بن حنبل کی روایت میں ہے:

ابایعک علی کتاب اللّٰہ و سنّت رسولہ و سیرۃ ابی بکر و عمر۔

پس جب کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ و سیرۃ ابوبکرؓ و عمرؓ کے مطابق بیعت ہوئی تو اس میں تقوی خلافت وغیرہ امور شرعیہ سب طرح کی بیعت آگئی اور پھر کوئی کیونکر کہہ سکتا ہے کہ

صحابہ کا بیعت کرنا مروی و معلوم نہیں۔

(چہارم) اگر بفرض محال ان کے اس عذر و بے سند قول کو مان بھی لیں تو قابل غور یہ ہے کہ آیا سنت رسول اللہ ﷺ پر کسی خاص شخص کے کسی باعث عمل نہ کرنے سے وہ سنت سید المرسلین ﷺ ساقط ہو کر واجب العمل نہیں رہتی؟ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

❁ عاجز کے شیخ، سید عبداللہ غزنویؒ بیعت کو سنت رسول اللہ ﷺ و باعث برکات جان کر اس پر عامل تھے۔ بیعت میں اول گناہ سے توبہ کراتے۔ پھر شرک بدعت رسم خلاف شریعت نہ کرنے و اطاعت اللہ عز وجل و رسول اللہ ﷺ کرنے کا عہد و بیعت لیتے۔ اور یہ ہی سلف صالحین و خلف امت مرحومہ سے مروی ہے اور اسی پر تمام برکات انعام و اکرام بارگاہ الٰہی سے نائب و منیب بندگان پر ہوتی آئی ہیں۔

عاجز کو تو یہ حقیقت بیعت کی معلوم ہے اور مرزا صاحب نے جو حقیقت بیعت تراش کر تحریر فرمایا ہے کہ نفس کو معہ لوازم رہبر کے ہاتھ میں بیچ کر اپنے آپ کو اس کی غلامی میں دیوے اس کا تو کہیں ذکر نہیں آیا۔ ہاں مرزا صاحب کو سارے جہان و تمام مخلوق الٰہی کو بہ نیت مزید آمدنی اپنی چاکری و غلامی میں لینے کا شوق ہے اس لئے مرزا صاحب پھر پھر کر اسی پر زور ڈالتے ہیں اور اسی کی تاکید و دعوت کرتے ہیں۔

❁ یہ جو مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ، بیعت سے صرف توبہ منظور نہیں کیونکہ ایسی توبہ تو انسان خود بھی کرسکتا ہے، نہ معلوم یہ کس دلیل سے اور کہاں سے فرماتے ہیں؟ بیعت میں توبہ تو داخل ہوگی۔ توبہ کی حقیقت اکابر اسلام نے یہ لکھی ہے کہ گناہ کو جو موجب حجاب و دوری ہے گناہ اور برا و مضر جاننا، اس پر افسوس کرنا نادم ہونا۔ زمانہ حال و استقبال میں اس کے ترک کرنے اور اس سے دور رہنے کا قصد، اور تلافی مافات کرنا۔ سو یہی توبہ ہے بلکہ کبھی تو صرف ندامت ہی کو توبہ فرمایا جیسا النّدم توبة و التّائب کمن لا ذنب له (پشیمانی توبہ ہے اور تائب مثل اس کے ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو) اور جس قدر بیعتیں ذکر ہوئی ہیں ان سب میں یعنی شرک، چوری، زنا، قتل اولاد، بہتان، افتراء، سوال نہ کرنا، نوحہ نہ کرنا وغیرہ ان سب کے نہ کرنے کے عہد میں توبہ خود لا ینفک داخل ہے کیونکہ جو کچھ پہلے کیا ہے اس پر ندامت اور پشیمانی و توبہ کہ آئندہ نہ کرونگا اور اگر نہیں کیا تب بھی آئندہ نہ کرنے کا عہد توبہ میں داخل ہے۔ غرض توبہ تو ہر طرح لازمی جزو ہے۔ پھر آپ کس طرح فرماتے ہیں کہ صرف توبہ منظور نہیں۔ صرف توبہ نہ سہی، آئندہ نہ کرنے کے عہد کے ہمراہ سہی،

غرض توبہ اس کے ساتھ ضرور شامل ہے۔ مرزا صاحب کا طرز تحریر بھی عجیب و قابل داد ہے کہ اول تو ردّ وانکار کر کے فرمایا کہ:

بیعت سے صرف توبہ منظور نہیں کیونکہ ایسی توبہ تو انسان خود بھی کر سکتا ہے (پھر فرمادیا) بلکہ وہ معارف اور برکات اور نشان مقصود ہیں جو حقیقی توبہ کی طرف کھینچتے ہیں۔

تو خیال فرمایئے کہ اس کا انجام و مآل بھی توبہ ہی ہوا۔ گو مرزا نے لفظ حقیقی لگا کر اسی توبہ کو جس سے پہلے انکار کیا تھا آخر اسی کو قبول فرمایا۔ پھر کسی مومن مسلمان کی یہ کب شان ہے کہ اول جھوٹ موٹھ توبہ کرے یا کرائے اور اس کے بعد حقیقی و سچی توبہ کی نوبت آئے؟ شاید مرزا صاحب کے یہاں ایسا ہوتا ہوگا کہ بناوٹی وظاہرداری کی توبہ ہی ہوتی ہو۔ جیسا مرزا نے خود بدولت کے اخلاق میں بناوٹی غصہ ورعب کا ضرورۃ الامام کے صفحہ ۷ میں ذکر فرمایا ہے۔ اور پھر بعد میں دنیا بامید قائم کبھی ایسا زمانہ بھی شاید آوے جس میں حقیقی توبہ ہو۔ اور عاجز دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالی مرزا صاحب و مریدین کے واسطے ایسا وقت لاوے اوران کو توفیق توبہ وانابت عنایت فرماوے آمین۔

پھر توبہ ایسی نعمت و بخشش ہے کہ تواب رحیم ہر ایک کو نصیب فرمائے آمین۔ قرآن مجید میں اسی کے واسطے تاکید ہے:

و توبوا الی اللّٰہ جمیعاً ایّھا المومنون لعلّکم تفلحون (اور توبہ کرو سب اللہ کی طرف اے مومنو تاکہ تم خلاصی پاؤ)

یا ایّھا الّذین آمنوا توبوا الی اللّٰہ توبۃً نّصوحاً عسیٰ ربّکم ان یّکفّر عنکم سیّئاتکم و یدخلکم جنّات تجری من تحتھا الانھار (اے لوگو ایمان والو اللہ کی طرف توبہ کرو خالص۔ امید ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں دور کرے اور ایسے باغوں میں تم کو داخل کرے کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں)

و ان استغفروا ربّکم ثمّ توبوا الیہ یمتّعکم متاعاً حسناً .. الخ (اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو پھر توبہ کرو اس کی طرف تم کو فائدہ دے گا اچھا فائدہ)۔

انّ اللّٰہ یحبّ التّوابین و یحبّ المتطھّرین (تحقیق اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکی حاصل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)۔

حدیث شریف میں اس کے واسطے فرمان موجود ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ یا ایّھا النّاس توبوا الی اللّٰہ فانّی اتوب الیہ

فی الیوم مأۃ مرۃ ۔ مسلم۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو اللہ کی طرف توبہ کرو، تحقیق میں خود اس کی طرف ایک دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں)

انّ اللّٰہ یبسط یدہ باللّیل لیتوب مسیء النّھار و یبسط یدہ بالنّھار لیتوب مسیء اللّیل حتّی تطلع الشّمس من مغربھا ۔مسلم (تحقیق اللہ رات میں اپنے ہاتھ مبارک پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہ گار توبہ کر لے اور پھیلاتا ہے ہاتھ مبارک دن میں تاکہ رات کا گنہ گار توبہ کر لے یہاں تک کہ مغرب سے نکلے گا سورج)

انّ العبد اذا اعترف ثمّ تاب، تاب اللّٰہ علیہ ۔ متفق علیہ (جب بندہ اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے)

کلّ بنی آدم خطاء و خیر الخطائین التّوّابون (سب بنی آدم خطا کار ہیں، اور بہتر خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں)

غرض توبہ و استغفار اللہ تعالیٰ کو بہت پسند و مرغوب ہے اور مومنین کو اس کا بڑا اہتمام و خیال رہتا ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص اپنے رذائل نقائص و عیوب پر مطلع اور ان سے بیزار ہو کر ان کو ترک کرنیکو توبہ و بیعت کے واسطے مستعد ہوگا تو ضرور اس شخص کے ہاتھ پر عہد کریگا جس کو وہ ان رذائل نقائص و عیوب سے مخلصی یافتہ و مزکی و کم سے کم اپنے سے ان امور میں اعلیٰ و افضل جانے گا۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے فضل سے بہ خلعت و انّک لعلی خلقٍ عظیم مشرف ہو کر بہمہ اوصاف موصوف و کامل و اکمل تھے جیسا کہ آپ ﷺ کے حالات مندرجہ کتب سیر سے ظاہر ہے چنانچہ خود فرمایا: انّ اللّٰہ بعثنی لتمام مکارم الاخلاق و کمال محاسن الافعال لہذا ہر ایک شخص ذات مبارک سے توبہ و بیعت کر کے اس کامل واتم نور سے رنگین ہو کر اخلاق فاضلہ میں فائز المرام ہو جاتا تھا، اب کوئی دوسرا چونکہ نہ ایسا کامل و مکمل ہے اور نہ ہو سکتا ہے اس لئے ناچار جس وصف میں کوئی مرد ممیّز ہو، اسی خاص وصف یا خلق کو اس سے حاصل کرنا ہوگا جیسا کہ اکثر فقراء و اہل اللہ کے حالات سے ثابت ہے کہ وہ کئی مرشدوں سے توبہ و بیعت کر کے یا صحبت میں رہ کر مختلف اخلاق میں مستفیض ہوئے۔ عاجز خاکسار کا اپنا بھی مشاہدہ و تجربہ ہے کہ فقراء گو ذاکرین تو ہوتے ہیں لیکن آج کل نسبت خضوع و خشوع فی الصلوۃ و تعظیم اوامر شرعیہ ان میں اکثر کم ہوتی ہے۔ اکثر نماز جلد جلد جھٹ پٹ بے مذاقوں کی طرح پڑھ لیا کرتے ہیں، الّا ماشاء اللہ۔

❁ عاجز کے شیخ رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ غزنویؒ کو حسب ارشاد و جعلت قرّة عینی فی الصّلوٰة میں بہ فحوائے قد افلح المومنون الّذین ھم فی صلوتھم خاشعون (تحقیق فلاح پائی ان مومنوں نے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں) کے خشوع خضوع ذوق شوق و لذت وحلاوت بدرجہ کمال حاصل تھی۔ لہذا اکثر لوگ بہ نسبت حضور خضوع وخشوع فی الصلوۃ کے حصول کیلئے ان کے پاس حاضر ہوکر اوران کی صحبت کیمیا خاصیت میں رہ کر اپنی مراد میں کامیاب ہوتے۔ چنانچہ جس زمانہ میں مرزا صاحب ان کی خدمت بابرکت میں دعا کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے تو آپ نے یہ حال بچشم خود مشاہدہ کیا ہوگا اوراب بھی ان کے ملنے والوں وصحبت یافتوں میں یہ رنگ ونسبت ضرور دیکھتے ہوں گے وذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشاء۔

شیخ الکل سید محمد نذیر حسین خود سید عبداللہ مرحوم کے ذکر آنے پر اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ عبداللہ غزنویؒ ہم سے حدیث سے تو پڑھ گئے اور نماز ہم کو سکھلا گئے۔ اور عاجز کے رفیق سے حافظ ہدایت علی مرحوم نے خود بیان کیا کہ ہم معمولی نماز پڑھا کرتے تھے، عبداللہ غزنویؒ کے ملنے اوران کی دعا سے یک دفعہ ایسا حضور وسرور نماز میں پیدا ہوا کہ ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور مولوی رفیع الدین عظیم آبادی نے مولوی عبدالرحمٰن ہندوستانی سے کہا کہ باوجود کہ علم میں ہم منتہی ہو گئے اور حدیث احسان سب کتب میں پڑھی لیکن اس کی حقیقت مع عمل عبداللہ صاحب کی صحبت میں رہ کر کھلی۔ اب بھی ایک ذاکر ومتقی فقیر صاحب جو نقش بندی مجددی ہیں اور عبداللہ غزنوی مرحوم کو بھی انہوں نے دیکھا ہے وہ اس ذوق ولذت سے نماز پڑھتے ہیں کہ دیکھ کر اوران کے ساتھ نماز پڑھ کر دل خوش ہوتا ہے۔ اور مرزا صاحب کے یہاں تو یہ کیفیت کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ سبحان اللہ کیا عرض کروں سید عبداللہ صاحبؒ کی نسبت کا یہ مجرب اثر تھا کہ نیت نماز کے لئے ہاتھ اٹھانا دنیا ومافیھا کے خیالات وخطرات سے دست بردار ہوجاتا تھا اور بکاء وزاری طاری ہوجاتی اور نماز سے باہر آنے کو جی نہ چاہتا۔ یہ عاجز کا عینی مشاہدہ وذاتی تجربہ ہے، سنی سنائی بات نہیں۔ اور مرزا کے یہاں باتیں وتقاریر تو بہت سنیں لیکن اس حالت واثر کا کبھی نشان وپتہ معلوم نہ ہوا۔

❁ مرزا صاحب اپنی بیعت کے واسطے تو تمام دنیا کو بلاتے ہیں اور جو اس سے تساہل و پہلوتہی کرے اوراس میں داخل نہ ہو اس کو خدا اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا اور جہنمی ٹھہراتے ہیں۔ بھلا یہ تو فرمائیں کہ ایک شخص مخلصانہ اپنی عادت بسیار گوئی زبان درازی، ذرا سی بات پر لوگوں کو سبّ وشتم کرنے سے بیزار ہے، ہر چند چاہتا ہے کہ اس بد خلقی سے بچوں لیکن عادت متمکن ہوجانے

کے باعث وقت پر بچ نہیں سکتا۔ اب وہ اس سے بیزار و تنگ ہو کر کسی ایسے مرد خدا کے ہاتھ پر توبہ و بیعت کرنا چاہتا ہے جس میں خود یہ بدلگامی و دریدہ دہنی و سبّ و شتم کی عادت نہ ہو بلکہ وہ ان احکام شرعی اسلامی و ارشادات رسول اللہ ﷺ کا پابند و عامل ہو:

قال رسول اللّٰه ﷺ من یّضمن لی ما بین لحییه و ما بین رجلیه اضمن له الجنّة (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ضامن ہو مجھ سے اس چیز کا جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے تو میں اس کے لئے بہشت کا ضامن ہوں)

من صمت نجا (جس شخص نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات پائی)

من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه (آدمی کے اسلام کی خوبی سے ہے بے فائدہ باتوں کو ترک کرنا)

اذا اصبح ابن آدم فانّ الاعضاء کلّها تکفر اللسان فتقول اتّق اللّٰه فینا فانا نحن بک فان استقمت استقمنا و ان اعوججت اعوججنا (جب آدمی صبح کرتا ہے تو سب اعضاء زبان کو مبالغہ سے کہتے ہیں کہ ہمارے حق میں اللہ سے ڈر، ہم سب تیرے ساتھ ہیں تو سیدھا رہے تو ہم سب سیدھے اور اگر تو ٹیڑھی ہوئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے)

عن عقبه بن عامر قال لقیت رسول اللّٰه فقلت ما النّجاة فقال املک علیک لسانک و لیسعک بیتک و ابک علی خطیئتک (عقبہؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملا اور پوچھا کہ نجات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اپنی زبان پر قبضہ کر اور کافی ہو تجھے تیرا گھر اور اپنے گناہوں پر گریہ کر)

کفی بالمرء کذباً ان یّحدث بکلّ ما سمع۔

عن ابی ذر قال قلت یا رسول اللّٰه اوصنی قال اوصیک بتقوی اللّٰه فانّه ازین لامرك کله۔ فقلت زدنی۔ قال علیک بتلاوة القرآن و ذکر اللّٰه عزّ و جل فانّه ذکر لّک فی السّماء و نور لّک فی الارض۔ قلت زدنی۔ قال علیک بطول الصّمت فانّه مطردة للشّیطان و عون لک علی امر دینک۔ قلت زدنی۔ قال ایّاك وکثرة الضّحک

فانّه یمیت القلب و یذ ھب بنور الو جه۔ قلت زد نی۔ قال قل الحقّ و ان کا ن مرّاً۔ قلت زدنی۔ قا ل لا تخف فی اللّٰه لو مة لا ئم ۔ قلت زد نی۔ قا ل لیحجز ك عن النّاس ما تعلم من نفسک ۔

(ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے وصیت فرمائیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھے اللہ کے تقوی کی وصیت کرتا ہوں ... پھر میں نے کہا اور فرمایئے ۔فرمایا تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کو لازم پکڑو، یہ تیرے لئے آسمانوں میں ذکر ہے اور زمین میں نور۔ پھر میں نے عرض کی کہ اور فرمایئے ۔ فرمایا لمبی خاموشی کو لازم پکڑو کہ وہ شیطان کیلئے ہانکنے والی ہے اور دین کے امر پر تیری مددگار ہے ۔ میں نے کہا اور زیادہ فرمایئے ۔فرمایا تو اپنے آپ کو بہت ہنسنے سے بچا اس لئے کہ وہ دل کو مردہ کرتا ہے اور چہرہ کو زرد کرتا ہے ۔میں نے کہا اور زیادہ فرمایئے ۔فرمایا: حق کہو اگرچہ کڑوا لگے ۔میں نے کہا اور زیادہ فرمایئے ۔فرمایا: اللہ کے دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈر۔ میں نے اور فرمایئے ۔فرمایا: کہ تجھے لوگوں کے (عیب بیان کرنے) سے روکے وہ چیز کہ تو اپنے نفس میں جانتا ہے)

حضرت معاذؓ کی روایت میں اول بہت کچھ عبادت صلوۃ زکوۃ صوم رمضان حج صدقہ صلوۃ اللیل وغیرہ بیان کر کے فرمایا:

الا ا خبر ك بملا ك ذلک کلّه ۔ قلت بلی یا نبیّ اللّٰه ﷺ ۔فا خذ بلسا نه فقا ل کف علیک ھذا فقلت یا نبیّ اللّٰه و انّا لمواخذون بما نتکلّم به قا ل ثکلتک امّک یا معاذ و ھل یکبّ النا س فی النّار علی و جو ھھم او علی منا خر ھم الّا حصا ئد السنتھم (کیا نہ بتاؤں تجھ کو ان سب کی اصلیت ۔میں نے کہا یا نبی اللہ آپ فرماویں ۔ پس اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا کہ اس کو قابو میں رکھ ۔ میں نے کہا یا نبی اللہ ﷺ کیا ہم کلام کرنے پر بھی پکڑے جائیں گے ۔فرمایا تیری ماں تجھے گم کر دے اے معاذ، لوگ دوزخ میں مونہوں اور نتھنوں کے بل بوجہ زبانوں کی کاٹ کی وجہ سے ہی تو گرائے جائیں گے)

اب مرزا صاحب انصاف فرماویں کہ وہ غریب شخص جو زبان درازی و یاوہ گوئی و غفلت از ذکر اللہ سے مخلصی کا خواہاں و آمادہ توبہ و بیعت ہو تو وہ شخص مرزا صاحب سے بیعت کر کے کیا حاصل کرے گا؟ اور ان اوصاف و امراض سے کیونکر نجات پائے گا؟ کیونکہ آپ کے یہاں تو ان

اوصاف وامور یعنی تقریر بحث مباحثہ غیبت توہین تحقیر مومنین و سباب المسلم فسوق کا دریا اول ہی شب وروز ایسا موجزن ہورہا ہے کہ حالت بہ طغیانی پہنچی ہے، تو اس حالت میں اس بیچارے کو صمت وخاموشی ومصروفیت ذکر الٰہی کہاں سے نصیب ہوگی؟ مرزا صاحب کے یہاں مرید ارشد و اعلیٰ مرتبہ والا وہی ہے جو سب سے زیادہ بولنے والا اور لفاظی تقریریں کرنے والا ہو۔

❁ اس موقع پر پھر عاجز کو مجلس بابرکت نمونہ و یادگار سلف صالحین اعنی سید عبداللہ صاحبؒ غزنوی کی یاد آگئی ہے کہ سید الاولین والآخرین ﷺ کے حال مبارک میں جو آیا ہے کہ:

کان رسول اللّٰہ ﷺ طویل الصّمت (رسول اللہ ﷺ بڑے خاموش رہنے والے تھے)

کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا جلس یتحدّث یکثر ان یّرفع طرفہ الی السّماء (آپ ﷺ جب باتیں کرنے بیٹھتے تو اپنی آنکھیں آسمان کیطرف بہت اٹھاتے)

سو بمطابقت و بمتابعت آنجناب ﷺ کے اس مرحوم متبع سنت رسول اللہ ﷺ سید عبداللہ غزنویؒ کا بھی بعینہ ایسا ہی حال تھا اور ارشاد احادیث صمت ومصروفیت ذکر پر ایسا صدق سے عمل تھا کہ بڑے بڑے بولنے والے زبان درازوں، مقرروں، فلسفہ دانوں، عالی درجہ رئیسوں، معزز عہدہ داروں، دنیا داروں وغیرہ پر بھی اس کا ایسا اثر پڑتا کہ جو مجلس میں آتا چپ اور خاموشی کا عالم طاری ہوتا، بلکہ تمام مکان ومجلس میں ایسا سناٹا نمایاں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کانّ علی رؤسنا الطّیر (گویا کہ ہمارے سروں پر جانور ہیں) اور تمام دنیوی کاروبار وتفکرات بھول کر ذکر الٰہی کی طرف ساری توجہ ہو جاتی۔ اور اہل مجلس میں سے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوتی جب تک کہ وہ مصروف ذکر الٰہی ومنیب الی اللہ خود نہ بولتا۔ وہاں یہ بحث مباحثہ تقریر ومنصوبہ بازی ،ردّ وقدح، وغیبت مسلمین ومخلوق الٰہی کہاں؟ وہاں جا کر تو انسان کو اپنا ہی فکر پڑ جاتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لیحجزك عن النّاس (ای لیمنعک) اور ان کی تعلیم کے موافق اصطلاحات صوفیہ کرام لما و کیف سے اپنے اعمال وافعال کو موافق کرنے کے محاسبہ میں ایسا مستغرق ہوتا کہ آیت کریمہ لکلّ امرء منهم یومئذٍ شان یّغنیه (ہر ایک شخص کو اس دن ایسا فکر لگا ہوگا کہ وہ اس کو بس کرتا ہے) کا مصداق بن جاتا اور یہ فکر اس پر طاری ہوتا کہ میرے اعمال کی قبولیت کے آثار وشرائط یہی ہیں یا نہیں؟ یعنی (لما) جو سوال ہوگا کہ فلاں کام کس لئے اور کس نیت سے کیا؟ آیا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے یا کسی اور غرض سے؟ کیونکہ اس میں کوئی اور غرض یا اسکا

شائبہ ہے تو وہ لائق دربار اس غنی وقدوس کے اور قابل قبولیت کہاں؟ پھر (کیف)، اگر خالص خدا تعالیٰ کی رضا کے واسطے ثابت ہو تو اس پر یہ سوال ہوگا کہ کس طرح کیا؟ یعنی رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وسنت کے موافق کیا؟ یا اپنی مرضی اور رسم کو اس میں دخل دیا؟ کیونکہ اگر ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق نہ ہو تو وہ عمل بھی بحکم حدیث شریف من عمل عملاً لیس علیه امر نا فهو ردّ (جو شخص ایسا عمل کرے یا نکالے کہ اس پر ہمارا حکم نہ ہو، وہ مردود ہے) تو وہ بھی بے ہودہ ومطرود ہے۔

حق یہی ہے کہ انسان اول اپنا فکر کرے اور اپنی کرتوتوں کی طرف دیکھے اور جب اپنے نقائص پورے کر کے فراغت حاصل ہو (جو نہایت مشکل امر ہے اور بدون فضل وکرم اس رحمٰن ورحیم کے محال) تو پھر کسی دوسرے کے حال پر نظر ڈالے، نہ یہ کہ خود تو سراسر دریا بلکہ بحر اسود میں غرق ہو اور اوروں پر کسی نالی کا خاکی دھبہ یا جھیل کی چھینٹ دیکھ کر ان کو عیب لگاوے۔ مرزا کے مریدین ومداحین بے چارے معذور ہیں کیونکہ انہوں نے کسی اہل اللہ منیب وذاکر الٰہی عبد صالح کو نہیں دیکھا تا کہ مرزا صاحب کے حال سے اس کا مقابلہ وموازنہ کر کے ان کو فرق معلوم ہوتا۔ یہ بے چارے اکثر انگریزی خواں جوان اور بعض نیچری عقیدہ اور بعض بے مذاق خشک لفاظی وتقاریر ردّ وقدح بحث ومباحثہ کے شیدا ودلدادہ اور بعض بالکل بے خبر ہی تھے۔ پس مرزا صاحب کے پاس ان کو حسب مذاق پسند خاطر وہی چیز معہ کچھ فلسفیانہ ذکر قرآن مجید سو وہ بھی اکثر خلاف عقائد سلف وخلف اسلام کی مل گئی اور انہوں نے غنیمت جان کر ڈیرا لگا دیا اور بموجب عادت ومشق تقریری کے اب دن رات مومنین ومسلمین پر تبرا بازی ولے دے کرنے کو عبادت سمجھ کر اسی شغل میں ہیں اور مرزا معہ جماعت اسی میں راضی ومحظوظ ہیں۔ مرزا صاحب فرماویں کہ با مذاق ذاکرین الٰہی وروحانیت کے عاشقوں سے بھی کوئی احد من النّاس ان کی طرف مانوس ومتوجہ ہوا ہے؟ ہر گز نہیں۔ اگر مرزا ایک دو غریب مصیبت زدگان وحاجتمندان کا نام ظاہر فرماویں تو پھر انکا مفصل حال معہ اسباب وحاجات ملاقات مرزا صاحب بشرط ضرورت انشاء اللہ العزیز بیان ہوگا۔

غرض مرزا صاحب جیسے شخص کی چاکری وغلامی کے واسطے نہ تو قرآن مجید میں کوئی حکم اور نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں کہیں اجازت اور نہ مرزا صاحب کے حالات ومعاملات وتاثیرات اس کی مقتضی۔ اور اس پر انکے فیصلہ جات خلاف قرآن وحدیث اور اپنی رائے سے حقائق ومعارف بیان کر کے مسائل شرعیہ کو الٹ پلٹ کرنے سے اور بھی غریب مسلمان ترساں وگریزاں ہیں۔ باقی رہی برکات کاملہ، رضامندی باری تعالیٰ کی پیاس، علوم، معارف، معرفت، قوت ایمانی، خدا تعالیٰ

سے صاف تعلق، دنیوی جہنم و نابینائی سے شفا، سوان کا نام ونشان خود بدولت و مریدین میں کچھ بھی نمایاں نہیں۔ ہاں بعض بظاہر سعید و نیک طبع انسان جو مرزا کی جماعت میں کسی سبب سے بظاہر شامل ہیں وہ ان کے تعلق سے پہلے بھی ویسے ہی تھے جن میں بجائے ترقی کچھ تنزل ہی دکھائی دیتا ہے۔

❁ ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> سو اگر اس بیعت کے ثمرہ دینے کا کوئی مرد ہو تو سخت بدذاتی ہوگی کہ کوئی شخص دانستہ اس سے اعراض کرے۔ عزیز من ہم تو معارف اور حقائق اور آسمانی برکات کے بھوکے اور پیاسے ہیں اور ایک سمندر بھی پی کر سیر نہیں ہو سکتے پس اگر ہمیں کوئی اپنی غلامی میں لینا چاہے تو یہ بہت سہل طریق ہے کہ بیعت کے مفہوم اور اس کی اصلی فلاسفی کو ذہن میں رکھ کر یہ خرید و فروخت ہم سے کر لے۔

جواب۔ ارشاد مرزا صاحب دو حال سے خالی نہیں۔ اول یہ کہ مرزا صاحب نے ریا و تصنع سے علیحدہ ہو کر اور خود بدولت میں معارف حقائق و آسمانی برکات کی سچی بھوک پیاس محسوس کر کے سراپا صدق و اخلاص سے ظاہر و باطن یکساں کر کے مستعدی ظاہر فرمائی ہے اور اعراض کرنے والے کو بدذات فرما کر کہا کہ اگر اس بیعت کا ثمرہ دینے کا کوئی مرد ہو تو بیعت کے مفہوم اور اس کی فلاسفی کو ذہن میں رکھ کر یہ خرید و فروخت ہم سے کر لے۔ پس اگر درحقیقت یہی حال ہے تو چونکہ اللہ تعالی شکور علیم کسی کا اخلاص وطلب صادق ضائع نہیں کرتا جیسا کہ وعدہ فرمایا:

> من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ و من کان یرید حرث الدّنیا نوتہ منہا و ما لہ فی الآخرۃ من نصیب (جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اس کیلئے اسکی کھیتی میں زیادہ کرتے ہیں، اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو اس میں سے دیتے ہیں اور اسکے واسطے آخرت میں کوئی حصہ نہیں)
>
> والّذین جاھدوا فینا لنھد ینّھم سبلنا (اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ان کو اپنے راستوں کی طرف ہم ضرور راہ دکھلاتے ہیں)

لہذا امید کہ ضرور اللہ جل جلالہ ان کو کوئی مرد ملا دے گا بشرطیکہ آپ کے طلب میں صدق وثبات قائم رہے۔ دوم، یہ کہ اگر صرف زبانی ہی یہ مسکنت مریدین کو دکھلانے کیلئے ہے کہ ہم میں تعلّی شیخی وتکبر نہیں، حالانکہ دراصل یہ خیال و دعوی ہے کہ تمام دنیا میں ہمارے برابر معارف حقائق آسمانی برکات والا اور کوئی بھی نہیں (جیسا کہ آگے چل کر مرزا نے خود ظاہر فرمایا ہے) اور اگر کوئی مسکین

بندہ الٰہی ہو گا بھی تو وہ ریا، سمع، شیخی وغیرہ کو برا سمجھ کر ہماری طرح اشتہار اور فضیلت کا نقارہ کیوں بجانے لگا، تب بھی اس طرح کسی کے نہ بولنے پر ہماری ہی فضیلت وفوقیت و بزرگی ثابت ہو گی۔ پس اس صورت میں اگر کوئی عاجز بندگان الٰہی میں سے مرزا صاحب کی خیرخواہی اوران کو نفع رسانی کا ارادہ بھی کرے تو خود بدولت اس کی بات کب سننے اور قبول کرنے لگے؟ کیونکہ مرزا صاحب بقول خود اپنے آپ کو بعض انبیا سے بھی افضل قرار دیتے ہیں، تو پھر یہ کیونکر باور ہوسکے کہ وہ اس فضیلت کے خیال کی موجودگی میں کسی غریب امتی مسلمان کو اس بیعت کا ثمرہ دینے والا مرد قبول کرکے اس سے بیعت کرکے فیض یاب ہونے کا قصد کریں؟ اگرچہ زبان سے تو ایسے فیض سے محروم رہنے والے شخص کو بدذات بناتے ہیں۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر مرزا کی برکات کے واسطے بھوک و پیاس صادق ہوتی اور اس کے واسطے بیعت کو مستعد رہنے والا ان کا قول مخلصانہ و سچ ہوتا تو ابتداء ہی میں وہ بدون بیعت اور پیر و مرشد پکڑنے کے اس کوچہ سلوک و معرفت میں دم مارنے کی جرئت نہ کرتے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ مرزا کی نیت کے موافق ہی ان سے معاملہ کریگا جیسا انا عند ظنّ عبدی بی (ہم اپنے بندے کے گمان کے موافق اس سے معاملہ کرتے ہیں) میں ارشاد ہے۔

قرآنی معارف بیان کرنے کا قادیانی چیلنج

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۷، ۲۸ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اگر اس کے پاس ایسے حقائق و معارف اور آسمانی برکات ہوں جو ہمیں نہیں دیئے گئے اور یا اس پر وہ قرآنی علوم کھولے گئے ہوں جو ہم پر نہیں کھولے گئے تو بسم اللہ وہ بزرگ ہماری غلامی و اطاعت کا ہاتھ لیوے اور وہ روحانی معارف و قرآنی حقائق اور آسمانی برکات ہمیں عطا کرے۔ میں تو زیادہ تکلیف دینا ہی نہیں چاہتا، ہمارے ملہم دوست کسی ایک جلسہ میں سورۃ اخلاص کے ہی حقائق معارف بیان فرمادیں جس سے بڑھ کر ہزار درجہ بڑھ کر ہم بیان نہ کرسکیں تو ہم ان کے مطیع۔

ندارد باکسی باتو ناگفتہ کار ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

بہرحال اگر آپ کے پاس وہ حقائق اور معارف اور برکات ہیں جو معجزانہ اثر اپنے اندر رکھتے ہیں تو پھر میں کیا میری جماعت آپ کی بیعت کرے گی اور کوئی سخت بدذات ہوگا

جو ایسا نہ کرے۔

جواب۔ابھی فصل گذشتہ میں معارف حقائق و برکات کی بھوک پیاس ظاہر کی ہے اور اب یہاں وہی اظہار فضیلت وخودستائی کہ کوئی حقائق معارف میں ہم سے ہزار درجہ پر بھی نہیں، یہ مرزا صاحب کا عرفان وسلوک ہے جس میں وہ ناواقفی کے سبب معذور ہیں۔..

عاجز کسی حقائق معارف آسمانی برکات وقرآنی علوم کا ہرگز ہرگز دعویٰ نہیں کرتا اور نہ مجھ کو پیری مریدی یا کسی سے غلامی و اطاعت کے ہاتھ لینے کا شوق وحرص، نہ اکھاڑوں جلسوں میں اپنی فضیلت ظاہر کرنے کی رغبت وطمع، عاجز تو کالمیّت بین یدی الغسّال ہے، میرا محسن مالک آقا جو چاہے کرے۔ عاجز اسی خالق مالک کے ارشاد میں مقید و بے اختیار ہے اور اطاعت و فرمانبرداری سے سرمو انحراف نہیں کرسکتا، نہ مجھ سے ایسا ہوسکتا ہے۔مرزا کے مخالف الہاموں میں بھی عاجز بالکل معذور ہے۔اول اول مخالفت کا الہام انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّی یغیّروا ما با نفسھم سے شروع ہوا جس کی تفہیم یہی ہے کہ مرزا صاحب بلند پروازی و اظہار فضیلت خود بدولت میں مبالغہ کر کے حقارت تحقیر دیگر عاجز بندگان ارحم الراحمین میں بڑھ کر آپ خود ہی خسران میں پڑے ہیں جس کا تدارک اب توبہ واستغفار ہے۔

براہ مہربانی مشہور بمعلم الملکوت وبلعم باعور وغیرہ کے قصص جو اللہ جل شانہ نے تکبر و تعلّی وغیرہ اخلاق ذمیمہ سے پرہیز کرنے کو عبرتاً قرآن مجید میں ذکر فرمائے ہیں مرزا صاحب ان کو بھی نظرانداز نہ فرماویں اور خیال فرماویں کہ ان کی بسطت فی العلم کیسی تھی۔اور قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے قصہ خسف قارون میں بھی قارون کی شیخی علم کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

قال انّما اوتیتہ علی علمٍ عندی (کہا سوائے اس کے نہیں کہ علم جو میرے پاس ہے اسی پر (یہ مال وغیرہ) مجھ کو دیا گیا ہے)

اور اس کے بعد فرمایا:

او لم یعلم انّ اللّٰہ قد اھلک من قبلہ من القرون من ھو اشدّ منہ قوّۃ و اکثر جمعاً و لا یسئل عن ذنوبھم المجرمون۔

(کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کے پہلے ایسی امتوں کو جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور مال میں زیادہ تھے ہلاک کیا اور گناہ گاروں سے ان کے گناہوں کی بابت نہیں پوچھا جایا کرتا)

تفاخر وتعلّی تو ایک مہلک مرض ہے، علماء ربانی تو بموجب ارشاد باری انّما یخش

اللّٰه من عباده العلماء کے ہمیشہ خشیت الٰہی میں رہ کر اس مرض سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ نہایت تعجب ہے کہ مرزا صاحب علم ربانی کے دعویدار ہو کر ایسی مہلک مرض تکبر و تفاخر و تعلّیٰ میں گرفتار ہوں اور اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے درج ذیل صریح ارشادات کا کچھ لحاظ و خیال نہ کریں:

تلک الدّار الآخرة نجعلها للّذین لا یریدون علوّا فی الارض و لا فسادًا (یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے بناویں گے جو زمین پر سرکشی تعلّیٰ اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے)۔

انّ اللّٰه لا یحبّ کلّ مختالٍ فخور (اللہ دوست نہیں رکھتا کسی متکبر فخر کرنیوالے کو)

حدیث شریف: لا یدخل الجنّة من کان فی قلبه مثقال ذرةٍ من کبر (بہشت میں وہ شخص داخل ہوگا جس کے دل میں ذرہ بھر تکبر نہ ہو)۔

الکبر یا ردائی و العظمة ازاری فمن یّنا زعنی وا حداً مّنهما ادخلته النّار

حقائق معارف و معجزانہ اثر والی برکات کا تو مرزا کو بڑا دعویٰ ہے دوسرے کسی عاجز کا کیا مقدور کہ ایسی جرأت کرے؟ مرزا کے حقائق معارف کا ذکر دوسرے موقع پر آیا ہے۔ ایسا ہی جو مرزا صاحب کے معجزانہ اثر کا ظہور ہوا وہ بھی عرض ہو چکا ہے اور مرزا کی مستعدی مع جماعت کی نسبت عاجز فصل گزشتہ میں عرض کر چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ قول ان کا دلی حق و بااخلاص ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اپنے فضل و کرم سے اس کا سامان بہم پہنچا کر مرزا صاحب کو کامیاب کرے گا اور اگر اس کے برعکس ہے تو اس کے مطابق نتیجہ مرتب ہوگا۔

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

مگر میں کیا کہوں اور کیا لکھوں، معافی مانگ کر کہتا ہوں کہ جس وقت میں نے آپ کے الہامات لکھے ہوئے سنے تھے، ان میں بھی بعض جگہ صرفی اور نحوی غلطیاں تھیں۔ آپ ناراض نہ ہوں، میں نے محض نیک نیتی سے اور غربت سے دینی نصیحت کے طور پر یہ بھی بیان کر دیا ہے۔ با ایں ہمہ میرے نزدیک اگر الہامات میں کسی ناواقف اور ناخواندہ کے الہامی فقروں میں نحوی صرفی غلطی ہو جائے تو نفس الہام قابل اعتراض نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک نہایت دقیق مسئلہ ہے اور بڑی بسط کو چاہتا ہے جس کا یہ محل نہیں ہے۔ اگر ایسی غلطیاں سن کر کوئی خشک ملا جوش میں آجاوے تو وہ بھی معذور ہے کیونکہ روحانی فلاسفی کے کوچہ میں اس کو دخل نہیں، لیکن یہ ادنیٰ درجہ کا الہام کہلاتا ہے جو خدا کے نور کی پوری

تجلی سے رنگ پذیر نہیں ہوتا کیونکہ الہام تین طبقوں کا ہوتا ہے ادنی اوراوسط اوراعلی۔

جواب۔ عاجز کے الہامات اکثر آیات قرآن ہوتے ہیں اگرکسی میں کبھی کوئی غلطی ہو جاوے جیسا کہ مرزا نے بھی، بعض جگہ، ہی لکھا ہے تو عجب نہیں کیونکہ عاجز عربی میں بہت کم لیاقت ہے، اس لئے کہ اس کو باضابطہ نہیں پڑھا۔ یہ جس قدر آتا ہے یہ بھی پیرو شیخ علیہ الرحمۃ کے فیض صحبت کا اثر ہے اورصرف ونحو سے تو عاجز بالکل ہی ناواقف ہے۔ میرے شیخ بھی اخیر پر اس کے شغل ومصروفیت کو بباعث غلبہ انابت وذکرالٰہی ناپسند فرماتے تھے۔ لہذا کسی صرفی نحوی غلطی کا ہوجانا کیا عجب؟ لیکن بموجب قول مرزا کے نفس الہام قابل اعتراض نہیں ہوسکتا۔ گومرزا صاحب اس کو بمقابلہ خود بدولت حقارت کی نظر سے دیکھ کر ناقص وادنی ہی قراردیں۔

❁ ناراضی کی اس میں کوئی بات نہیں۔ عاجز تو اپنے آپ کو ذرہ بے مقدار و ناخواندہ اول ہی جانتا ہے۔ ناراض وہ ہو جو اپنے آپ کو سب سے اعلی عالم، کبھی نہ غلطی کرنے والا، سمجھتا ہو جس سے عاجز اللہ تعالی کی حفاظت وپناہ کا سائل ہے۔

عاجز و دوسرے غریب تو ناخواندہ و ناواقف ہوئے لیکن مرزا صاحب کو تو واقفی وعلم و فضل کا بڑا دعوی ہے، حتی کہ اپنے برابر کسی کو نہیں جانتے۔ وہ ذرا اپنے الہامات کی طرف بھی نظر کریں کہ ان میں کس قدر غلطیاں ہیں؟ جس زبان میں اچھی دسترس نہ ہو اس میں کچھ پس وپیش ہونا کچھ بھی محل تعجب نہیں جیسا کہ مرزا کے انگریزی الہامات کا حال ہے گو وہ متعدد ہی ہیں لیکن ان کی عبارت تو بہت غلط ہے۔ پھران کے عربی الہامات (جس زبان میں آپ کو قرآن کی ظل پر فصاحت و بلاغت کا معجزانہ دعوی ہے، ان) پر بھی مولویان ماہرفن نے بہت اعتراضات کئے اور کرتے ہیں اور غلطیاں نکالتے ہیں جن کی طرف آپ توجہ نہیں فرماتے تاکہ کسی مرید کے کان میں یہ بات نہ پڑے

❁ اللہ تعالی خالق مالک نے اپنی مختلف مخلوق کو مختلف القوی والاستعداد خلق فرمایا ہے کوئی کیسا اورکوئی کیسا۔ مرزا صاحب فارسی اردو پنجابی سے واقف ہیں۔ الحمدللہ کہ عاجز بھی یہ زبانیں جانتا ہے لیکن الحمدللہ کہ عاجز کو کسی قسم کا دعوی اس میں نہیں۔ غیرزبان عبرانی وغیرہ سے جیسے مرزا قادیانی ناواقف ہیں، ایسا ہی عاجز بھی ناواقف ہے۔ انگریزی مرزا صاحب بالکل نہیں جانتے، عاجز نے اس کو کچھ پڑھا ہے۔ لیکن عاجز کے نزدیک وہ زبان دانی ولسانی جو باعث تکبر وشیخی و دوری وحجاب جناب الٰہی ہو کسی کام کی نہیں۔

❁ قوت بیانی ولسانی اورتحریر میں بڑے بڑے کامل و ماہر موجود ہیں جن کو دین و رضائے

الہی وقرب الی اللہ سے کچھ غرض و واسطہ نہیں۔ ایسا ہی نظم وشعر اشعار کا حال ہے جس کو مرزا صاحب کرامتاً پیش فرمایا کرتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ شاعر و ناظم تو ہر قوم وملت میں ہوتے ہیں لہذا یہ کچھ فضیلت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ گو صحابہ کرام میں حسانؓ وغیرہ ایسے تھے جو موقع وضرورت پر کلام موزوں کرتے لیکن ہادی جن وانس ﷺ جن کے برابر نہ کوئی ہوا اور نہ ہوگا، انکے واسطے قرآن مجید میں ارشاد خداوندی جل شانہ وعم نوالہ موجود ہے و ما علّمناہ الشّعر و ما ینبغی لہ .. الخ (نہ ہم نے اس کو شعر سکھایا ہے اور نہ اس کو لائق ہے) جس سے ظاہر ہے کہ کمال معرفت الٰہی و منصب ہدایت سے اس کا کچھ تعلق و واسطہ نہیں کیونکہ اگر کچھ فضیلت فخر و کمال اس میں ہوتا تو آنحضرت ﷺ کے حق میں اللہ عز وجل و ما ینبغی لہ کیوں فرماتا؟ لہذا یہ کچھ قابل فخر نہیں۔ بناء علیہ عاجز کے شیخ سید عبداللہ غزنوی علیہ الرحمۃ تو شاعری کو غیر مناسب شان ومنصب نبی متبوع علیہ السلام وبعید از کمال معرفت سمجھ کر بفحوائے آیات کریمہ و الشّعراء یتّبعھم الغاوون۔ الم تر انّھم فی کلّ وادٍ یھیمو ن و انّھم یقو لو ن ما لا یفعلو ن (اور شاعروں کی تابعداری گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر جنگل میں حیران پھرتے ہیں اور وہ کچھ کہتے ہیں جو نہیں کرتے) اس نسبت سے اللہ تعالی کی پناہ مانگتے تھے اور اپنے مریدین کو بھی اس شغل سے منع فرماتے اور کہتے تھے: این سدّ راہ حلاوت قرآنی ہست

❁ یہ مرزا صاحب کے معمول میں داخل ہے دوسرے عاجزوں کے الہامات کو خوانخواہ ادنی اور خدا تعالی کے نور کی پوری تجلی سے خالی فرما کر خود بدولت کے برابر کسی کو نہ سمجھنا۔ بھلا یہ تو فرماویں کہ اگر الہام خدا تعالی کی طرف سے ہو تو وہ ادنی کیوں ہوا؟ ہاں اگر خدا تعالی کی طرف سے نہیں، حدیث نفس یا القاء شیطانی ہے، تو وہ پھر ادنی اوسط کیا، اس کو بالکل مردود سمجھ کر ویسا کہنا چاہیے اور ان کے واسطے ادنی، اوسط، اعلی درجات تراشنے کی کیا ضرورت؟

❁ اور یہ بھی مرزا ہی کا حصہ ہے کہ اول اپنی فضیلت وعلم جتلانے کو خود بدولت کی غلطیوں سے اغماض کر کے دوسرے کی صرفی ونحوی غلطیاں صرف زبان سے کہہ بھی دیں اور پھر فرما دیا کہ بایں ہمہ نحوی صرفی غلطی ہو جاوے تو نفس الہام قابل اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اور پھر تعجب کہ زبان سے غلطی کہدی لیکن کسی ایک غلطی کے بھی ظاہر کرنے اور بتانے کی تکلیف نہیں فرمائی۔

❁❁ ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

بہر حال ان غلطیوں سے مجھے شرمندہ ہونا پڑا، اور میں اپنے دل میں دعا کرتا تھا کہ

میرے معزز دوست کسی شریر خشک ملا کو یہ الہامات، جو بظاہر قابل اعتراض ہیں، نہ سنادیں کہ وہ خوانخواہ ٹھٹھا وہنسی کرے گا۔

جواب۔ مرزا صاحب کے شرمندہ ہونے کی تکلیف کی جو عاجز کے الہامات سن کر آپ کو ہوئی عاجز معافی مانگتا ہے۔اور یہ امر قابل مشکوری ہے کہ آپ بایں حوصلہ خود بدولت کی غلطیوں سے تو کبھی ایسی شرمندگی کا خیال بھی نزدیک نہیں آنے دیتے اور عاجز کی غلطیوں سے ان کو فوراً شرمندہ ہونا پڑا۔اور تعجب یہ ہے کہ اس وقت کوئی غیر آدمی بھی عاجز کا مخالف وعیب چین موجود نہ تھا

❁ مرزا صاحب کا یہ جملہ کہ، میں اپنے دل میں دعا کرتا تھا، بظاہر تو اس کا کچھ ثبوت نہیں محض رسمی طور سے دل میں دعا کرنے کا فقرہ مرزا صاحب کی قلم سے نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس وقت بہ تصدیق و بموافقت فقرہ الہام عاجز جو ۷ جنوری ۱۸۹۸ء بروز جمعہ کا ہے جس میں بعد ملاقات و گفتگو عاجز کے اس کہنے پر کہ، آپ بھی تو مٹی ہو جائیں اور میں بھی اور ہم سب، اس پر کشیدہ رو ہو گئے، خود بدولت پر وہی حالت کشیدہ روئی کی طاری تھی نہ کہ انابت الی اللہ واستغراق و مصروفیت دعا۔ کاش اگر وفور شفقت سے بجائے دل میں دعا کرنے، بظاہر ہی دعا کر دیتے تو عاجز کو اس عرض کا موقعہ ہی نہ ملتا۔ خیر عاجز کو کیا ضرورت ہے کہ مرزا صاحب سے اس امر کے واقعی و صحیح ہونیکا عہد لے اور عرض کرے کہ آپ علیم بذات الصّدور و عالم الغیب و الشھادۃ (جاننے والا سینوں کے بھید اور جاننے والا غائب وظاہر کو) کو حاضر ناظر خیال فرما کر فرماویں کہ ضرور آپ دعا ہی میں مصروف تھے؟ لہذا ان سب کو نظر انداز کر کے عاجز مرزا صاحب کی دلی دعا کا اگر انہوں نے واقعاً کی ہے تو شکر یہ ادا کرتا ہے۔

❁ شریر اور خشک ملا تو جب سنتے ہنسی ٹھٹھا کرتے یا نہ کرتے، لیکن یہاں تو سردست شرافت تراوت اور سب موجودہ مخلوق الٰہی سے افضلیت اخلاق فاضلہ و امامت کے دعویدار نے ہی ہنسی ٹھٹھا کرنے میں کچھ فرق و پرہیز نہیں کیا اور شاید ارشاد خداوندی جل جلالہ کی تصدیق کے واسطے و اذ لم یھتدوابہ فسیقولون ھذا افک قدیم (اور جب انہوں نے اس سے ہدایت نہ پائی تو قریب ہے کہ کہیں گے یہ جھوٹ ہے پرانا) مرزا صاحب خیال فرماویں کہ اب ہنسی ٹھٹھا کر کے شریر و خشک بقول مرزا صاحب کے کون بنا؟

❁ مرزا صاحب اس پر بھی توجہ فرمائیں کہ خود بدولت نے بھی تو ایسے ہی قابل اعتراض الہامات وغیرہ عام مخلوق کو نہ صرف سنائے بلکہ بارہا طبع کرا کر شائع فرمائے ہیں جن پر طرح طرح

کی ہنسی و اعتراضات ہوئے اور اب تک ہوتے رہتے ہیں چنانچہ ایک نظیر یعنی ترجمہ چٹھی انگریزی مورخہ ۲۹۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء جو سلطان احمد خان نے دہلی سے بنام اڈیٹر اخبار پانیر الہ آباد لکھی اور وہ پانیئر ۲ نومبر ۱۸۹۹ء میں شائع ہو کر بعدہ دیگر مختلف انگریزی اخباروں میں خوب مشتہر ہوئی، بطور نمونہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے جس سے آشکارا ہو جائیگا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہنسی ٹھٹھا مخول استہزا و تمسخر و مضحکہ و تحقیر موہوم خدائے مرزا ہوسکتی ہے؟ نعوذ باللہ منھا۔ و ھو ھذا:

آپ کے اخبار امروزہ میں مرزا غلام احمد قادیانی ایک ایسی تجویز پیش کرتا ہے جو ہمارے غیر ملہم دلوں کو نہایت ہی انوکھی معلوم ہوتی ہے۔ انیسویں صدی کے اخیر میں بہت سی جدید و حیرت انگیز باتیں ظہور پذیر ہوئی ہیں لیکن مجھ کو تعجب ہوگا اگر کوئی شخص پیغمبر قادیانی کی تجویز سے بڑھ کر زیادہ نرالی بات بتلا سکے۔ تاہم بطور جملہ معترضہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ملہم مرزا کے پاس کوئی ایسا عذر نہیں جس سے وہ مولویان کو بغاوت کے سنگین الزام کا اس لئے متہم کرے کہ وے اس کو بدعتی و کافر سمجھتے ہیں۔ اس سے مجھ کو کچھ سروکار نہیں کہ مولویان کی رائے مرزا کی نسبت صحیح ہے یا غلط۔ لیکن ان کو اپنی آزادانہ رائے کے اظہار کا ایسا ہی حق ہے جیسا کہ مرزا کو اپنی رائے ظاہر کرنے کا۔ یہ مقابلہ صرف مولویان تک ہی محدود نہیں بلکہ اس مقابلہ کی ساری دنیا کو دعوت کی گئی ہے لیکن مرزا بظاہر بیکس نظر آتا ہے تاوقتیکہ گورنمنٹ اس کی مدد کو نہ اٹھے اور دو فریق کے مابین یعنی ایک طرف مرزا اور دوسری طرف تمام ہندو مسلمان عیسائی علماء و ملہمین کے درمیان ایک طرح کی ضامن نہ بن جائے۔ وہ کہتا ہے کہ تاریخ معینہ سے ایک سال کے اندر ایک ایسا نشان دکھلاؤں گا جس میں قدرت الٰہی کی بدیہی علامتیں موجود ہوں گی اور تمام انسانی طاقت و منصوبہ سے بالاتر ہوگا۔ اور اگر دوسرا فریق بھی ایک ایسا نشان دکھلانے میں کامیاب ہو جائے تو مفہوم ہوگا کہ میں مامور من اللہ نہیں ہوں۔ اس دلیل بازی میں ایک صریح مغالطہ پڑتا ہے اور تعجب ہے کہ یہ مغالطہ ہوشیار اور ملہم مرزا صاحب سے کیوں نظر انداز ہو گیا کیونکہ اگر کوئی نشان ربانی ہو اور اگر ایک سے زیادہ آدمی اس کے ظاہر کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس کے ربانی ہونے میں فرق نہیں آتا، لیکن شاید الہام و منطق کی آپس میں موافقت نہیں، اس لئے مغالطہ کا کوئی مضائقہ نہیں۔ مرزا گورنمنٹ کو نصحاً یہ تحریک کرتا ہے کہ وہ خطاکار انسانوں کی رفاہ کیلئے

اسکو (مرزا کو) امداد دیوے۔ وہ کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ میرا آسمانی نشان دکھلانا مختلف دینی گروہوں میں اتفاق پیدا کر دے اور تمام احمقانہ تکراروں جھگڑوں مذہبی فسادوں اورفرقوں کی باہمی عداوتوں کو قطعی طور پر بند کرا دے اور یہ باتیں ایسی خطرناک حد تک پہونچ گئیں کہ ان کے باعث قانون بغاوت کا نفاذ ضروری ہو گیا۔ ظاہراً مرزا کی خواہش یہ ہے کہ قانون بغاوت کی بجائے کوئی زبانی قائم مقام مقرر کرے۔ اور یہ غرض بے شک قابل تحسین ہے لیکن اگر مرزا ایسا نہایت حیرت انگیز معجزہ دکھلانے پر قادر ہے جو آج تک کسی پیغمبر قدیم یا حال نے نہیں دکھلایا یعنی تمام مذہبی و دینی اختلافات و عداوتوں کو مٹانا اور ساری انسانی قوموں کو ایک ہی حبل اتحاد میں جکڑنا، تو وہ اس معاملہ میں گورنمنٹ کی تحریک کا انتظار کیوں کرتا ہے؟ (مضمون نویس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قدرت موجود ہے تو پھر بنظر شفقت علی الخلق قادیانی اس کو فوراً عمل میں کیوں نہیں لاتے؟ الٰہی بخش) شائد مرزا کا یہ اعتقاد ہے کہ قدرت الٰہیہ بدون حکم گورنمنٹ ہند کام نہیں کرسکتی سو یہ شاید نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی تعریف ہے جو کسی گورنمنٹ کو آج تک اپنی قدرت کاملہ کی نسبت حاصل ہوئی ہو۔

مرزا صاحب غور فرماویں کہ آپ اپنے تراشیدہ قواعد و تدابیر سے کیسے کیسے تمسخر و استہزاء اپنے اسلام پر اور اپنے آپ پر کراتے ہیں؟

- مرزا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے مخالف ہو کر خود رائی سے جس قدر حیلہ و حوالہ و تدابیر شہرت خود بدولت تراشیں گے، اسی قدر ان پر اعتراض و تمسخر ہونگے جن کا جواب معقول مرزا کبھی نہیں دے سکیں گے۔ لہذا مرزا اس میں فکر کریں اور توبہ و استغفار کر کے کتاب اللہ و سنت کو موافق سلف و کبراء امت چنگل ماریں۔ پھر دیکھیں کہ کبھی کوئی اعتراض و تمسخر ان پر قائم نہ ہو سکے گا
- دنیا میں مختلف الاستعداد مخلوق کے باعث اگرچہ بعض نادان کوتاہ فہم و سطحی نظر والے صدق و صادقوں پر بھی معترض ہوتے و استہزاء و تمسخر کرتے رہتے ہیں لیکن ان لغو اعتراضوں کی کچھ ہستی و وقعت نہیں ہوتی۔ ذرا سے تامل و جواب سے وہ ہباء منثوراً ہو جاتے ہیں برخلاف ان تمسخر و اعتراضوں کے جن کا مصنوعی و متکبر دعویدار فضیلت کبھی کچھ معقول جواب نہیں دے سکتا۔
- پھر متبعین و منبیین صادقوں کا اللہ تعالیٰ خود حافظ و ناصر و حامی ہو کر بموجب وعدہ انّا کفیناك المستهزئين (ہم کافی ہیں تجھ کو ٹھٹھا کرنیوالوں سے) انکے معترضین و مستہزئین کے

واسطے کافی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کے ارشادات ذیل سے بھی ان کا حال و مآل عیاں ہے:

و ما یا تیھم من ذکرٍ مّن الرّحمن محد ث ا لّا کا نوا عنه معر ضین ۔ فقد کذّ بوا فسیأ تیھم انباء ما کا نوا به یستھزؤن (اورنہیں آتا ان کے پاس کوئی نیا ذکر رحمان کی طرف سے مگر ہوتے ہیں وہ اس سے اعراض کرنیوالے ۔جھٹلایا انہوں نے پس قریب ہے کہ آوینگی ان کے پاس خبریں اس کی جس کے ساتھ تمسخر کرتے تھے)

ثمّ کا ن عا قبة الّذین اساؤا السّوء ان کذّ بوا بآ یا ت اللّه و کا نوا بھا یستھز ؤن ۔(پھر براہوا انجام ان لوگوں کا جنہوں نے بدی کی، جھٹلایا اللہ کی آیات کو اوران کے ساتھ تمسخر کرتے تھے)

و بدا لھم سیّئا ت ما کسبوا و حاق بھم ما کا نوا به یستھز ؤن(اور ظاہر ہوئی ان کو برائی اس چیز کی کہ کسب کیا انہوں نے اور گھیر لیا ان کو جس کے ساتھ تمسخر کرتے تھے)

و بدا لھم سیّئا ت ما عملوا و حاق بھم ما کا نوا به یستھز ؤن
(اور ظاہر ہوئی ان کے واسطے برائی اس کی کہ عمل کیا انہوں نے اور گھیر لیا ان کو اس نے جس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے)

فلمّا جا ء تھم رسلھم با لبیّنا ت فر حوا بما عند ھم من العلم و حاق بھم ما کا نوا به یستھز ؤن
(پس جب ان کے پاس آئے رسول ان کے نشانیوں کے ساتھ تو وہ اس علم سے جو ان کے پاس تھا خوش ہوئے اور گھیر لیا ان کو جس کے ساتھ استہزا کرتے تھے)

فا صا بھم سیئا ت ما عملوا و حاق بھم ما کا نوا به یستھز ؤن ۔

و لقد استھز ی بر سلٍ من قبلک فحا ق بالّذ ین سخروا منھم و ما کا نوا به یستھزؤن

❁ چونکہ صادق عبادالرحمٰن خوب جانتے ہیں کہ ہدایت کا مالک تو وہ خود ہادی جل جلالہ ہے جس نے فرمایا و الّذین اھتدوا زا د ھم ھدی و آ تا ھم تقوا ھم ۔اور ہدایت بھی انہی کے لئے ہے جن کی نسبت فرمایا و ما یتذ کّر ا لّا من یّنیب ۔ و یھدی الیه من انا ب لہذا وہ حصول رضا الٰہی کے واسطے مصروف تعمیل احکام تو ضرور رہتے ہیں لیکن مرزا کی طرح وہ کسی کے تمسخر

وہنسی وغیرہ کا فکر وخیال و پرواہ نہیں کرتے کیونکہ وہ مطمئن ہوتے اور جانتے ہیں کہ جب یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ طرف سے ہے اور ہمارا اس میں کچھ دخل وتصنع نہیں تو خواہ کوئی خوش قسمتی سے قبول کرے یا بدبختی و نادانی سے اعتراض وہنسی کرے ہمیں کیا؟ انا کفیناك المستھزئین فرمانے والا خود ہی سمجھ لے گا۔ ہاں جس بناوٹی کی بناوٹ وتراش خراش کا ان الٰہی امور میں دخل ہوگا اس کو ضرور شرمندہ ہونا پڑے گا۔

بالآخر مرزا صاحب بھی عاجز کے الہامات وغیرہ کی (جو اکثر آیات قرآن مجید ہوتے ہیں) تکذیب وتحقیر اور ان پر استہزاء کرتے وقت براہ مہربانی ان آیات وہدایات احکم الحاکمین خالق السماوات والارض، جل جلالہ وعم نوالہ کی طرف ضرور خیال فرمائیں۔

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

جو الہام حقائق معارف سے خالی اور غلطیوں سے بھی پر ہو کسی موافق یا مخالف کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا خاص کر اس زمانے میں بلکہ بجائے فائدہ نقصان کا اندیشہ ہے میں ایمان اور سچائی سے حلفاً کہتا ہوں کہ یہ بات سراسر سچ ہے۔

جواب۔ آپ ایمان سے حلفاً کہنے کی کیوں تکلیف کرتے ہیں یہ عاجز بلا حلف ہی قبول کرتا ہے کہ صحیح اور بالکل سچ ہے جیسا کہ خود بدولت کے الہامات سے فائدہ نہیں ہوا بلکہ بجائے فائدہ مخالفت بڑھی کسی زمانہ کی کیا خصوصیت ہے ہر زمانہ میں یہی حال ہے:

بوئے جنسیت کند جذب صفات

لیکن عاجز تو فائدہ ونقصان وغیرہ کسی چیز کی فکر نہیں کرتا کیونکہ الہامات میں جب کسی بشر کا دخل نہ ہو تو پھر وہ جیسے ہوں، ہوں۔ ہم تو فرمان بردار ہیں مالک خالق خواہ کسی کو فائدہ پہنچا دے یا نقصان اس کا اختیار ہے۔

ما بندگان عبودیت شعاریم
فتح و شکست کار نداریم

وبقول سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ:

بندہ خدمت گارم وباقبال وادبار کہ در قدرت واختیار قادر مختار است کار ندارم۔

ہمارا دخل ہی کیا ہے؟ اپنی فضیلت وشیخی جتانے کو آگے کیوں بڑھیں۔ ہم حسب الحکم وحسب استطاعت واطاعت وخدمت میں دست بستہ حاضر ہیں آگے وہ جانے اور اس کا کام۔ خود ہمارے

ہادی علیہ افضل الصلوۃ والتحیات کو جب اس نے فرمایا:

لست علیھم بمصیطر (توان پر داروغہ نہیں)

قل لّست علیکم بوکیل (کہہ میں تم پر وکیل نہیں ہوں)

انّک لا تھدی من احببت و لکنّ اللّٰہ یھدی من یشاء (تحقیق تو جس کو چاہے ہدایت نہیں دے سکتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے)

و ما انت علیھم بوکیل (توان پر وکیل نہیں)

ما انت بھادی العمی عن ضلالتھم ۔ ان تسمع الا من یّومن بآیاتنا فھم مسلمون ۔ (اور تو اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت کرنے والا نہیں، تو اسی کو سنا سکتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ مسلمان ہیں)

لیس علیک ھداھم و لکنّ اللّٰہ یھدی من یّشاء فان اعرضوا فما ارسلناک علیھم حفیظاً (تجھ پر ان کی ہدایت کا ذمہ نہیں لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے پس اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان نہیں بنایا)

ان علیک الا البلاغ (تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہے)۔ تو پھر کسی اور کی کیا حقیقت ہے

❁ حقائق و معارف کا بیان کئی جگہ ہو چکا ہے۔

❁❁ ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

میرے عزیز دوست توجہ الی اللہ کی طرف زیادہ ترقی کریں کہ جیسی جیسی دل کی صفائی بڑھے گی ایسا ہی الہامات میں فصاحت کی صفائی بڑھے گی یہی بھید ہے کہ قرآن کی وحی دوسرے تمام نبیوں کی وحیوں سے علاوہ معارف کے فصاحت بلاغت میں بھی بڑھ کر ہے۔ وغیرہ (الی) بیعت ایک خرید و فروخت کا معاملہ ہے میرا یقین ہے کہ اگر یہ معزز دوست زیادہ توجہ فرمائینگے تو جلد تر ان کے الہامات میں ایک کامل رنگ پیدا ہوجائیگا۔

جواب ۔ عاجز کی توجہ الی اللہ کا جو محض اسی واہب العطیات وارحم الراحمین کی عطا و بخشش ہے مرزا صاحب کو یہ اثر ہوا کہ آپ ایسے ناراض و برہم ہوئے کہ اس کے ردّ میں یا اس کی ناچیزی ثابت کرنے کو یہ رسالہ قریباً دو جزو کا تحریر فرما کر بنام نہاد نصیحت شائع فرمایا ہے پس اب اگر عاجز حسب ارشاد ان کے زیادہ توجہ کرے اور جو کچھ بفضلہٖ تعالی اس کا زیادہ نتیجہ ہو، اس پر خود بدولت بھی حسب دستور زیادہ ردّ فرما کر کوئی زیادہ حجم والا رسالہ شائع فرمانے کا قصد فرماتے ہوں گے؟ جو

ایسی نصیحت عاجز کو فرماتے ہیں۔ ہاں اگر مرزا صاحب نے الہامات مندرجہ ہذا ملاحظہ فرما کر اظہار خوشی فرمایا تو عاجز انشاء اللہ العزیز تعمیل ارشاد میں بعونہ تعالیٰ وتقدس سعی کرے گا۔

مرزا صاحب خود فرماتے ہیں کہ قرآن کی وحی تمام نبیوں کی وحیوں سے فصاحت میں بڑھ کر ہے اور عاجز کے الہامات اکثر آیات قرآن ہی ہوتے ہیں الّا ماشاء اللہ، تو پھر محض اظہار فضیلت خود بدولت کیلئے ان کی فصاحت وصفائی پر نکتہ چینی کیوں کرتے ہیں؟ شائد مرزا صاحب نے کبیدہ خاطری وبرہمی مزاج کی حالت میں ان الہامات کو سنا لہذا خیال نہیں کیا کہ یہ کیسے ہیں؟

مرزا صاحب کے نوٹ کی عاجز تصدیق کرتا ہے جس دن سے اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے مرزا صاحب کی اصلی حقیقت سے مطلع فرما کر ان کی طرف داری وحمایت چھوڑنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اس دن سے رنگ عمدہ اور کچھ اور ہی ہو گیا ہے وہ ناشائستگی وغیرہ کا نقص جاتا رہا ہے جو پہلے کچھ بھی قبض وتحیر کی حالت لاحق تھی وہ مبدل بہ بسط واطمینان ہوگئی ہے فالحمدللہ

یہ بھی غنیمت ہے کہ توجہ الی اللہ کو ترقی فصاحت کی صفائی اور کامل رنگ کا موجب فرمادیا ہے ورنہ جو کچھ مرزا کا عمل درآمد اور جس کا دن رات اعلان ہے وہ تو یہی ہے کہ کل ترقی وصفائی اور کامل رنگ وغیرہ نعمائے اسی کے لئے خاص ہیں جو ان کی غلامی وچاکری میں اپنے نفس کو معہ لوازم آپ کے ہاتھ پر بیچ دے۔ اس کو ہاتھ میں ہاتھ ملانے میں سب کچھ زبانی فوراً مل جاتا ہے گو اس کا ثبوت اور نمونہ کبھی دیکھا نہیں گیا۔ اور مرزا یہ تو فرماویں کہ اپنے مقابلہ پر تو آپ کسی دوسرے کی توجہ الی اللہ کی کچھ حقیقت نہیں جانتے تو پھر خود بدولت کے الہامات میں اس قدر عرصہ دراز کے بعد بھی فصاحت اور کامل رنگ کیوں پیدا نہیں ہوا؟ جس کے باعث علماء ومولوی غلطیاں نکالتے ہیں۔

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۹ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

> اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ جس قدر ہمارے دوست فاضل مولوی عبدالکریم وعظ کے وقت قرآن کے حقائق معارف بیان کرتے ہیں مجھے ہرگز امید نہیں کہ انکا ہزارواں حصہ بھی میرے عزیز دوست کے منہ سے نکل سکے۔ اسکی یہی وجہ ہے کہ الہامی طریق ابھی ناقص اور کسبی طریق بکلی متروک نہ معلوم کسی محقق سے قرآن سننے کا بھی موقع ہوا یا نہیں۔

جواب۔ ابھی صفحہ ۲۸ ضرورۃ الامام پر حلف اٹھا کر بیان کیا، اب پھر حلف، تعجب ہے کہ مرزا صاحب بدعوی اسلام وقرآن دانی ارشاد خداوندی و لا تجعلوا اللّٰہ عرضۃً لّایمانکم (اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ) کی پرواہ نہ کر کے اتّخذوا ایمانھم جنّۃ فصدّوا عن سبیل

اللّٰه انّھم ساء ما کا نوا یعملو ن (انہوں نے اپنی قسموں کوڈھال بنالیا ہے پس روکتے ہیں اللہ کے رستے سے، تحقیق برا ہے جو کچھ کرتے ہیں) والوں میں کیوں داخل ہوتے ہیں؟ اور پھر پیروان و متبعان قرآن کے سامنے بار بار قسمیں اٹھانے میں و لا تطع کلّ حلّا فٍ مّھین پر کیوں خیال نہیں کیا؟ مرزا صاحب بے ضرورت حلفوں کی تکلیف نہ کریں، عاجز بلا حلف ہی اس امر کو تسلیم وقبول کر لیتا ہے کیونکہ عاجز نے بطلاقت لسانی ذہن آزمائی کی مشق تو درکنار کبھی اس کوچہ میں پاؤں بھی نہیں رکھا اور نہ کبھی خیال کیا بخوف حکم من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النّار (جو قرآن میں اپنی رائے سے کہے وہ اپنی جگہ دوزخ میں تیار کرلے)

من قال فی القرآن برأیه فاصاب فقد اخطی (جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کہے اور صواب کو پہنچے تو بھی خطا کار ہے)۔

اور حضرت معاذؓ والی حدیث کا آخری حصہ بھی مدنظر ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا:

ثکلتک امّک یا معاذ هل یکبّ النّاس فی النّار علی وجوههم او علی مناخرهم الّا حصائد السنتهم (لوگ آگ میں مونہوں اور نتھنوں کے بل اپنی زبانوں کی کاٹ کے سبب سے ہی گرائے جائیں گے)۔

مرزا صاحب تو ہزارم حصہ فرماتے ہیں عاجز کی کیا مجال کہ لاکھواں بلکہ کروڑم حصہ کے بیان کرنے کا بھی دعوی کرے اور عاجز کو اس کا بھی کچھ مضائقہ نہیں کہ آپ عاجز کے الہامی طریق کو بزبان خود اپنے مرید کے مقابل ناقص کہہ کر کسی طریق کو بکلی متروک کہیں۔ گو مولوی صاحب کو خود اپنے ملہم ہونے کا یقین نہ ہو کیونکہ آج تک عاجز نے ان کا دعوی الہام یا کوئی الہام ان کا نہیں سنا۔ ہاں مولوی صاحب کی چونکہ مرزا صاحب خود نہایت خاطر تواضع خدمت و مدارات کرتے رہتے ہیں لہذا مولوی صاحب بھی اس کے عوضانہ میں ہر خطبہ وموقعہ پر مرزا صاحب کی گوناگوں مدح وثنا کرنے میں حتی الوسع نہایت ہی مصروف ومبالغہ کرتے رہتے ہیں کیونکہ اس کام کے سوائے اور کوئی خدمت بھی بظاہر مولوی صاحب کے ذمہ نہیں اور یہی کام مرزا صاحب کو نہایت پسند خاطر و مرغوب طبع ہے لہذا اسی کو حقائق ومعارف جانتے اور اسی کی تعریف کرکے کہتے ہیں کہ ان کا ہزارم حصہ بھی عاجز کے منہ سے نہیں نکل سکتا۔۔ اور یہ کہنا مرزا کا صحیح ودرست ہے۔ عاجز پر کیا موقوف کوئی مخلص مومن اپنا شغل ذکر اللہ عزوجل وعبادت الٰہی ترک کر کے محض خاطر وتواضع کے سبب مرزا کی خلاف واقعہ غیر صحیح مخالف شریعت مدح وثنا میں مصروف ہو کر اپنی تضیع اوقات وعمر رائگاں کیوں کر

کر سکتا ہے؟ مولوی صاحب کے حقائق و معارف کا ذکر باب سوم میں آتا ہے۔

ہاں مرزا نے بھی خود بدولت کا عرفی کسبی سلسلہ کبھی نہیں بیان فرمایا کہ کس بزرگ سے یہ کمال کسب فرما کر حاصل کیا ہے جس طرح کہ عاجز اپنے امام و پیر و مرشد سید عبداللہ غزنویؒ کے فیض صحبت و تعلیم کا مقر و مشکور ہے اور اسی طرح دوسرے فقراؤں میں بھی اپنے اپنے مشائخ و سلسلہ کے قائل و مداح ہیں۔ اگر مرزا صاحب فرماویں کہ کوئی عرفی کسبی سلسلہ نہیں بلکہ، خواندم در دبستان محمد، اور براہ راست تعلیم دبستان کریم سے ہے جیسا کہ شہادۃ القرآن کے صفحہ۲ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

> خدا تعالی نے میرے دل کو دنیا سے پھیر دیا ہے اور اپنی محبت سے بھر دیا نہ میری کوشش سے بلکہ اپنے فضل و کرم سے،۔

تو اس صورت میں دوسرے عاجزوں کے واسطے اس کو کیوں محال و مسدود خیال فرماتے ہیں؟ کیا ضرور ہے کہ اس شہنشاہ عالی جاہ کی رحمت محدود و خرچ ہو چکی ہوئی خیال کریں یا کہ الہام عاجز قل لّو کنتم تملکو ن خزا ئن ر حمت ربّی اذا لّا مسکتم خشیۃ ا لا نفاق کے مرزا صاحب بار بار خواہ نخواہ مصداق بنیں۔ ایسے تفاخر بلند پروازی و شیخی کے الفاظ کے مقابلہ پر براہ مہربانی عاجز کے الہامات:

> انّی مھین لمن ارا د اھا نتک (جو تیری اہانت کا ارادہ کرے میں اس کو ضرور ذلیل کرنے والا ہوں)
>
> ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد   تا دلے صاحب دلے نامد بدرد
>
> انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقو مٍ حتّی یغیّروا ما با نفسھم (تحقیق اللہ قوم کی نعمتوں میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ خود اپنے حالات نہ بدلے)

وغیرہ پر توجہ فرماویں۔ مرزا صاحب تحقیر فرما کر ان کو ناقص فرماویں لیکن جب عاجز روز بروز ان کو اسی طرح پورا واقع ہوتا دیکھتا ہے تو عاجز ان کو ایسا کیوں کر خیال کر سکتا ہے؟ اور کسبی طریق سے مرزا صاحب کی یہی مراد معلوم ہوتی ہے کہ ان کی بیعت کر کے حاصل کیا جائے۔ سو اس میں معذوری ہے کیونکہ عاجز طرح طرح سے اس سے روکا جاتا ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالی کے محض اپنے فضل و کرم سے الہاماً اس خاکسار ذرہ بے مقدار کو اکثر پڑھایا جاتا ہے کئی سورتیں اور کتنا ہی حصہ پڑھ چکا ہوں۔ اگرچہ اول بھی کچھ کچھ اپنے شیخ مرحوم کی صحبت میں پڑھا تھا جو اپنے وقت میں امام اہل قرآن تھے.. دوسرے کسی محقق سے قرآن مجید سننے

کا کیا عرض کروں مرزا کو اختیار ہے جو چاہیں فرماویں لیکن اس ارشاد و من لا یجب داعی اللّٰہ فلیس بمعجز فی الارض و لیس له من دونه اولیاء اولئک فی ضلالٍ مّبین (جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کو قبول نہ کرے پس وہ زمین میں عاجز کرنے، بھاگنے، والا نہیں اور اسکے واسطے اللہ کے سوا کوئی والی نہیں اور وہ لوگ گمراہی ظاہر میں ہیں) پر بھی ضرور غور فرماویں

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

> ہم انکار نہیں کرتے کہ آپ پر علم لدنی کے چشمے کھل جائیں مگر ابھی تو نہیں۔ خوابوں اور کشفوں پر استعارات و مجازات غالب ہوتے ہیں مگر آپ نے اپنے خواب کو حقیقت پر حمل کرلیا۔

جواب۔ الحمدللہ کہ کسی کے انکار و اقرار کی لدنی علم میں کچھ مداخلت نہیں۔ ثم الحمدللہ کہ یہ نعمت بلکہ ہر نعمت اس مالک علیم نے اپنے ہی قبضہ قدرت میں رکھی ہوئی ہے۔ اگر کسی ایسے بخیل و ممسک تنگ دل و تنگ چشم کا دخل و اختیار ہوتا جو کسی دوسرے پر نعمت الٰہی دیکھ نہیں سکتا تو اذا لامسکتم خشیۃ الانفاق والا ہی معاملہ کرتا۔

مرزا صاحب کا مگر، ابھی نہیں، کہنا تب معقول و بجا تھا کہ مرزا صاحب نے سوائے اپنے مریدوں کے کسی دوسرے غریب مسلمان پر لدنی علم کے چشمے کھلے ہوئے قبول فرمائے ہوتے۔ لیکن جس حالت میں سوائے خود بدولت کے کسی اور کو اس کا مستحق و مستفیض خیال ہی نہیں فرماتے اور نہ امید کہ بایں حالات و دعاوی آئندہ کو بھی کسی دوسرے کیلئے جائز رکھیں تو پھر یہ قول ہی فضول ہے خیر آپ سے اتنا بھی غنیمت ہے کہ عاجز پر لدنی علم کے چشمے کا دروازہ بالکل بند نہیں فرمادیا بلکہ اس کے قابل امیدواروں میں گو، ابھی نہیں، داخل تو کرلیا ہے۔

بے شک خوابوں اور کشفوں پر استعارات و مجازات غالب ہوتے ہیں اور اسی لئے عاجز ان کو جب تک کتاب اللہ و سنت کے موافق نہ پاوے ان پر ہرگز اعتبار نہیں کرتا۔ یہ مرزا صاحب ہی ہیں کہ خود بدولت کے ذرہ ذرہ خیالات واوہام کو بھی الہام و وحی کا درجہ دیتے ہیں۔ بنابراں اخیر پر ان کو ندامت وشرم سے تاویلوں کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔

مرزا نے یہ کیونکر فرمایا، عاجز نے تو خواب کو ہرگز حقیقت پر حمل نہیں کیا۔ یہ تو آپ کے مریدین ہیں کہ مجازات و استعارات تو درکنار خود الہام میں بھی فرق نہیں کرسکتے اور تس پر بھی خود بدولت انکے اشتہاری سرٹیفکیٹوں کو جو آپ کے تراش خراش و درستی کے بعد طبع ہوتے ہیں بسر و چشم

فخراً قبول کر لیتے ہیں اوران پر یہ خیال ہرگز نہیں آتا کہ خوابوں کو حقیقت پر کیوں حمل کر لیتے ہیں۔

مرزا صاحب کے مخالف عاجز کے بہت الہامات ہیں اور ہوتے رہتے ہیں اور جس حالت میں کہ وہ خواب تصدیق اور بعینہ پورا ہوگیا، تو اب اگر اس کو حقیقت پر بھی حمل کریں تو کیا مضائقہ کیونکہ وہ اسی طرح واقع ہو چکا۔ عاجز نے اپنا خواب صرف خواب ہی کے طور پر بیان کیا تھا جس کے آپ خود مقر ہیں، تو لازم تھا کہ آرام سے آپ اس کی تعبیر فرماتے، نہ کہ جوش میں آکر اپنی فضیلت کے اظہار کے لئے رسالہ لکھ مارتے۔

مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ پر قادیانی اتہامات

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

> مجدد صاحب سرہندی نے ایک کشف میں دیکھا تھا کہ آنحضرت ﷺ کو ان کے طفیل خلیل اللہ کا مرتبہ ملا اور اس سے بڑھ کر شاہ ولی اللہؒ نے دیکھا تھا کہ گویا آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے مگر انہوں نے بباعث بسطت علم کے وہ خیال نہ کیا جو آپ نے کیا، بلکہ تاویل کی۔

جواب۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے یہ الفاظ تو نہیں فرمائے جو آپ نے ان کی عبارت سے نکال کر فرمائے ہیں اور نہ انہوں نے کوئی تاویل کی ہے بلکہ جہاں اس امر میں کچھ تحریر فرمایا ہے وہاں صاف موجود ہے:

> چہ آں فرد ایں کمال را بمتابعت آن نبی یافتہ است و بطفیل او بایں دولت رسیدہ۔ پس آں کمال فی الحقیقت ازاں نبی ست و نتیجہ متابعت اوست و آن فرد بیش از خادم او نیست کہ از خزائن او خرچ کردہ لباسہائے مزیت طیار کردہ می آرد کہ باعث حسن و جمال مخدوم میگردد و در عظمت کبریائی او می افزائد۔ الخ۔

اور شاہ ولی اللہؒ صاحب نے بھی ان ہی معارف امام ربانی کی شرح میں اول بہت کچھ تحریر فرما کر پھر فرمایا ہے:

> واگر تحقیق دانشمندانہ در حل ایں اشکال سر دہیم میتوانیم گفت کہ غرض شیخ اثبات اصل خلت است آنحضرت ﷺ در اول امر بغیر توسط و اثبات توسط خود در فیضان خلت بر بنی آدم بآن معنی کہ بتوسط او بعد ہزار سال مردماں حصہ ازاں خلت یافتند و دریں جا

خدشہ نمی آید زیرا کہ فضائل اضافیہ مثل مقتداء ومتبوع عجم شدن بتوسط خلفاء متحقق شدہ است وہم چنیں ہر عالمے کہ بسبب او جمعی مہتدی شوند واتباع حضرت خاتم الانبیاء ﷺ درست کنند آں عالم واسط عموم دعوت ومقتداء بودن آنحضرت ﷺ مر آن قوم را خواہد بود انکار آن مکابرہ است والحمد للہ۔

ایسا ہی شاہ ولی اللہ ؒ کو تعلیم کے طور پر بیعت کرنے کا طریق اگر آنحضرت ﷺ نے سکھلایا تو یہ بھی کوئی تاویل طلب امر نہیں۔ فیوض الحرمین میں شاہ صاحب ؒ نے کئی جگہ اس تعلیم کا حال لکھا ہے چنانچہ مشہد ۱۷ میں فرمایا کہ:

مجھ کو سالک بنایا خود آپ ﷺ نے اور آپ نے تربیت فرمائی میری۔ پس میں اویسی ہوں اور شاگرد ہوں رسول اللہ ﷺ کا بلا واسطہ کسی کے۔

مشہد ۱۸ میں فرمایا کہ:

عطا کیا مجھے اللہ تعالی نے کالبد اپنے رستہ کے سلوک کا بواسطہ رسول اللہ ﷺ کے اور باعث عطا کا ہوئی ان کی روح مکرم۔

مشہد ۲۶ میں فرمایا:

فیض صحبت رسول اللہ ﷺ سے مجھ پر کھل گئے بہت علوم اللہ تعالی کی معرفت کے۔

مشہد ۲۸ میں فرمایا:

افاضہ ہوئی مجھ پر جناب مقدس رسول اللہ ﷺ سے کیفیت بندہ کی ترقی کی اپنی حیز سے حیز قدس کی طرف۔ الخ

مشہد ۳۳ میں فرمایا: مستفید ہوا میں جناب نبی ﷺ سے۔

اور انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں شاہ ولی اللہ صاحب ؒ نے مفصل تحریر فرمایا ہے:

در عالم باطن ارتباط ایں فقیر از جہت بیعت وصحبت وخرقہ وفیض توجہ وتلقین بجناب عالی حضرت پیغمبر ﷺ است وتفصیل ایں اجمال آنکہ فقیر در واقعہ دید کہ بخدمت آنحضرت ﷺ رسیدہ است ومقابل آنحضرت ﷺ نشستہ نخست آنحضرت ﷺ صورت مثالیہ افاضہ فرمودند۔

اس جگہ بعد تشریح مراتب وحالات کے فرمایا:

چوں ایں معرفت جلیلہ بخاطرم جا گرفت آنحضرت ﷺ متبسم کناں سر از جیب مراقبہ

بیرون بیرون آوردند و دو دست خویش برداشتند و اشارت فرمودند بہ بیعت و مصافحہ ایں فقیر برخاست و زانو بزانو متصل ساختہ دو دست خود درمیان دو دست آنحضرت ﷺ نہادو بیعت کردو بعد از فراغ از بیعت چشم فرو بستند و ایں فقیر نیز در حضور مبارک چشم بستہ متوجہ شد انگاہ ہماں نسبت خاصہ کہ سابقاً علم آں دادہ بودند عطا فرمودند فاحطت بھا علما و حاشا دریں واقعہ ہیچ کلمہ و کلام درمیان نہ بود و افاضہ روحانیہ بود باشارت و فعل۔

وچوں ایں فقیر بزیارت مدینہ منورہ رسید و مدتے بر قبر مبارک متوجہ شد مراتب جذب و سلوک ہمہ از ابتداء تا انتہاء در نظر آنحضرت ﷺ طی کردآنگاہ ایں فقیر را بزکی و حکیم ملقب ساختند و طریقہ عنایت فرمودند و آنچہ در علم مشکلات داشتم پرسیدم جواب باصواب اکثر آں چیزہا در رسالہ فیوض الحرمین نوشتہ ام و بیان طریقہ در رسالہ ہمعات میر شد؟

شاہ ولی اللہؒ نے تو اپنی بیعت کا ذکر اس طرح لکھا ہے جو بیان ہوا اور مرزا نے لکھ دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اگر اسی بیعت بیان فرمودہ شاہ صاحب کو مرزا صاحب نے اس پیرایہ عبارت میں بہ لیاقت سلطان القلمی و امانت و دیانت امام الزمانی ڈھالا ہے تو بجز انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون پڑھنے کے اور کیا کہا جاوے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی و شاہ ولی اللہ ہر دو صاحب کمال متبع کتاب اللہ و سنت تھے اور اس لئے حیلہ و فریب نفس و شیطان سے بفضلہٖ تعالیٰ و تقدس خوب ماہر و واقف تھے لہذا انہوں نے ہر موقع پر عبودیت ہی کو مدنظر رکھا۔ اگر خدانخواستہ مرض تعلّی و تفاخر و ہم چومن دیگرے نیست میں مبتلا ہوتے تو شاید حالات و کمالات پر خیال کر کے مثل ناواقفوں و خود پسندوں کے کچھ کا کچھ بن بیٹھتے لیکن نہیں بنے۔ اور یہ ہی راسخین فی العلم و اہل کمال کی شان ہے۔ مرزا بھی اس پر توجہ فرماویں۔

مرزا صاحب نے ان ہر دو حضرات کی بسطت علم کا اقبال و اعتراف فرمایا ہے تو ان کی نصائح و اقوال متبرکہ پر بھی توجہ فرمائیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی کے نصائح کا ذکر کئی جگہ اس کتاب میں ہوا ہے۔ خاص کر فضیلت مرتبہ عبودیت قابل ملاحظہ مرزا صاحب ہے کہ اس کو اپنے تفاخر و تعلّی و بلند پروازی سے موازنہ کریں کہ کس قدر بعد المشرقین ہے۔

امام ممدوح نے اپنے مکتوب میں شیخ عبد اللہ کو کتاب تبصرۃ الرحمٰن بعد مطالعہ واپس

فرماتے وقت تحریر فرمایا:

مصنف ایں کتاب خیلے میل بمذہب فلاسفہ دارد و ونزدیک است کہ حکماء را عدیل انبیاء سازد۔ آیۃ درسورۃ ہود بنظر درآمد کہ بیان آن را بطرز حکماء کہ خلاف طور انبیاء علیہم الصلوۃ والتحیات است کردہ است وتسویہ درمیان انبیاء وحکماء ارادہ وگفتہ است درمیان کریمہ اولئک الّذین لیس لھم فی الآخرۃ الّا النّار باتفاق الحکماء الّا النّار الحسی باوجود اجماع انبیاء اتفاق حکماء چہ گنجائش دارد؟ ودرعذاب اخروی قول شانرا چہ اعتبار است؟ علی الخصوص کہ مخالف اقوال انبیاء بود۔ فلاسفہ کہ عذاب عقلی اثبات می نمایند مقصود رفع عذاب حسی است کہ اجماع انبیاء بر ثبوت آں واقع شدہ است۔ درمواضع دیگر آیات قرآنی را موافق مذاق حکماء بیان میکند ہر چند مخالف مذہب مسکین نبود مطالعہ ایں کتاب بے ضرر ہائے خفیہ بلکہ جلیہ نیست اظہار ایں معنی لازم دانستہ بچند کلمہ متصدع گشت۔ والسلام فقط۔

مکتوب بست وسوم میں فرمایا کہ انبیاء عالمیان کے لئے رحمت ہیں۔ انہی بزرگوں کی بعثت کے ذریعہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہم ناقص عقلان وقاصرادرا کان کو اپنی ذات وصفات سے خبر دے کر باندازہ فہم کوتہ اپنے کمالات ذاتیہ وصفاتیہ مراضی ونامراضی پر اطلاع بخشی۔ اگر ان کے وجود شریف کا توسل نہ ہوتا تو عقول بشری اثبات صانع تعالیٰ سے عاجز اور ادراک کمالات او سبحانہ میں ناقص وقاصر رہتیں۔ قدماء فلاسفہ جو اپنے آپ کو اکابر ارباب عقول سمجھتے ہیں منکر صانع گزرے ہیں اور اشیاء کو نقصان عقل کے سبب دہر پر منسوب کرتے۔ چنانچہ مجادلہ نمرود بادشاہ کا بحضرت خلیل اللہ در اثبات خالق السماوات والارض مشہور ہے اور قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے۔ بالجملہ عقل اس دولت عظمیٰ کے اثبات میں قاصر ہے اور بدون ہدایت انبیاء اس دولت سرا تک اس کی رسائی نہیں۔ جب انبیاء کی دعوت بخدائے خالق زمین وزمان بتواتر شہرت پا کر ان بزرگواروں کا کلمہ بلند ہوا تو ہر زمانہ کے صفہاء جن کو ثبوت صانع میں تردد تھا اپنے قبح پر مطلع ہو کر بے اختیار وجود صانع کے قائل ہو گئے۔ یہ نور انوار انبیاء سے مقتبس ہوا اور یہ دولت انہی کے خوان سے ظاہر ہوئی اسی طرح جو تبلیغ انبیاء سے ہم کو پہنچا نسبت صفات کمال واجبی جل سلطانہ بعثت انبیاء، عصمت ملائکہ، حشر ونشر، وجود بہشت ودوزخ، تنعیم وتعذیب دائمی وغیرہ جن پر شریعت ناطق ہے عقل اس کے ادراک میں قاصر ہے اور بغیر سماع ان بزرگواران سے ان کے اثبات میں ناقص وغیر مستقل۔

جس طرح طور عقل، طور حسی کے علاوہ ہے کہ جو کچھ جو حس سے مدرک نہ ہو عقل اس کا ادراک کر لیتی ہے، اسی طرح طور نبوۃ علاوہ طور عقل کے ہے جو عقل سے سمجھا نہیں جاتا بتوسل نبوت سمجھ میں آ جاتا ہے۔اور جو کوئی سوائے طور عقل کے اور کوئی طریقہ معرفت اثبات کا نہیں مانتا فی الحقیقت وہ منکر طور نبوۃ ومصادم بداہت کا ہے۔پس وجود انبیاء سے چارہ نہیں تاکہ شکر منعم جل سلطانہ جو عقلاً واجب ہے اس کی طرف دلالت کریں اور تعظیم مولی جل وعلا جس کا تعلق علم وعمل سے ہے اسی سے معلوم کر کے ظاہر کریں کیونکہ تعظیم او تعالی جو او سبحانہ سے مستفاد نہ ہو وہ اس کے شکر کے شایان نہیں اس لئے کہ قوت بشری اس کے ادراک میں عاجز ہے۔اغلب ہے کہ غیر تعظیم او سبحانہ کو تعظیم او رعالی سمجھ کر شکر سے ہجو کی طرف چلے جاویں۔طریق استفادہ وتعظیم آنحضرت جل شانہ از آنحضرت تعالی وتقدس مقصور بر نبوۃ ومنحصر بہ تبلیغ انبیاء کے ہے اور الہام اولیاء انوار نبوت سے مقتبس ہے اور برکات وفیوض متابعت انبیاء سے۔اس امر میں اگر عقل مکتفی ہوتی تو فلاسفہ یونان جنہوں نے عقل کو اپنا پیشوا بنایا ہوا تھا وہ بادیہ ضلالت میں نہ رہتے اور حق سبحانہ کو سب سے زیادہ شناخت کرتے حالانکہ وہ جاہل ترین مردم ذات وصفات واجبی جل سلطانہ میں ہیں کہ حق سبحانہ کو بے کار و معطل جان کر اپنے پاس سے عقل فعال تراش کر حوادث کو خالق سماوات وارض سے علیحدہ کر کے اس سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ حق سبحانہ اپنے آپ کو خالق السماوات والارض رب المشرق و رب المغرب فرماتا ہے۔ان سفیہوں کو اپنے زعم فاسد میں حضرت حق سبحانہ تعالی سے کوئی احتیاج نہیں اور نہ اس ذات پاک سے کچھ سر نیاز۔ان کو چاہیے کہ اضطرار واحتیاج کے وقت بھی اپنی عقل فعال کی طرف ہی رجوع کریں اور اسی میں اپنی قضاء حاجت چاہیں کیونکہ معاملہ کو جو اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔عقل فعال جب ان کے نزدیک موجب ہے نہ مختار تو قضاء حاجت اس سے چاہنا بھی معقول نہیں انّ الکافرین لا مولی لھم (تحقیق کافروں کا کوئی مولی نہیں)۔عقل فعال کی کیا حقیقت کہ سرانجام اشیاء وحوادث اس پر موقوف ہو؟ اس کے خود نفس وجود وثبوت میں ہزار سخن ہیں کیونکہ اس کے تحقیق وحصول کی بنا مقدمات زراندودہ فلسفہ پر ہے جو بمقابلہ اصول فقہ اسلامیہ کے ناتمام ونافرجام ہیں۔ابلہی وبے عقلی ہوگی کہ اشیاء کو قادر مختار جل شانہ سے الگ کر کے ایسے امر موہوم کی طرف نسبت کریں بلکہ اشیاء اپنے عدم پر راضی وخورسند ہو کر ہرگز موجود ہونے کی آرزو نہ کریں گے اس لئے کہ ان کے ظہور ووجود کی نسبت ایک سفسطی کی تراشیدہ شئے کی طرف کی جائے اور وہ سعادت انتساب بقدرت قادر مختار جل سلطانہ سے ممتنع ہوں کبرت کلمۃً

تخرج من افواھھم ان یّقولون الّا کذباً (بڑی بات ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، یہ نرا جھوٹ بولتے ہیں)

کفار دارالحرب باوجود بت پرستی ہا اس جماعت سے اچھے ہیں کی تنگی کے وقت حق تعالی سبحانہ سے التجا کرتے اور بتوں کو وسیلہ شفاعت کا پیش کرتے ہیں۔ عجب ہے ان سفہاء کو حکماء کہتے ہیں اور بحکمت منسوب کرتے ہیں اور اکثر احکام ان کے خصوصاً الہیات میں کہ مقصد اسی سے ہے کا ذبہ ہیں اور مخالف کتاب وسنت ۔ باوجود سراسر جہل مرکب کے جو ان کے حصہ میں ہے اطلاق حکماء ان پر کس اعتبار پر کیا جاوے؟ مگر بر سبیل تحکم واستہزاء کہا جاوے ویا جیسا اطلاق بصیر کا اعمی پر ہوتا ہے؟ ان سفہاء میں سے ایک جماعت نے جو بغیر التزام طریق انبیاء کے بتقلید صوفیا الہیہ جو ہر عصر میں متبعان انبیاء سے ہوتے رہے ہیں طریق ریاضت ومجاہدات اختیار کیا اور اپنے وقت کی صفائی پر مغرور ہو کر اپنے خواب وخیال پر اعتماد کیا اور کشوف خیالی کو اپنا مقتداء بنا کر گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ صفائی صفائی نفس ہے جو ضلالت کی طرف لے جاتی ہے برخلاف صفائی قلب کے جو دریچہ ہدایت کا ہے اور صفائی قلب وابستہ بمتابعت انبیاء کے ہے اور تزکیہ نفس کا مربوط بصفائی قلب اور اس کی سیاست کے ہے جو خاص نفس کیلئے ہو ۔ بالجملہ طریق ریاضت ومجاہدات درمنگ؟ طریق نظر واستدلال تب قابل اعتبار واعتماد ہوتا ہے جب مقرون بتصدیق انبیاء ہووے جو وہ حق جل وعلا کی طرف سے تبلیغ کرتے ہیں اور بتائیداو سبحانہ مؤید ہیں ۔ ان بزرگواران کا کارخانہ بنزول ملائکہ معصومین کید ومکر دشمن لعین سے محفوظ ہے انّ عبادی لیس لک علیھم سلطان (جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہیں) ان کے نقد وقت ہے اور دوسروں کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی اور نہ دام نافرجام لعین سے رہائی متصورتا وقتیکہ التزام متابعت انبیاء کریں اور انہی کے اثر قدم پر چلیں

محال است سعدی کہ راہ صفا
توان رفت جز در پئے مصطفیٰ

عجب معاملہ ہے عقول ناقصہ فلاسفہ گویا درطرف نقیض بطور نبوۃ پڑی ہیں مبدا اور معاد دونوں میں، اور ان کے احکام مخالف احکام انبیاء ہیں، ان کا نہ ایمان باللہ درست اور نہ ایمان بالآخرۃ ۔ قدم عالم کے قائل ہیں حالانکہ حدوث عالم بجمیع اجزا پر اجماع نہیں ہے اسی طرح انشقاق سماوات و انتشار کواکب واندکاک جبال وانفجار بحار جو بروز قیامت موعود ہیں اس کے بھی قائل نہیں۔ حشر اجساد ونصوص قرآنی کے منکر ۔ ان کے متاخرین جو اپنے کو زمرہ اسلام میں داخل کرتے ہیں وہ بھی

اسی طرح اصول فلسفہ پر راسخ ہیں اور قدم سماوات وکواکب وغیرہ کے قائل اور ان کے عدم فنا و ہلاک پر حکم کرتے ہیں ان کا زور تکذیب نصوص قرآنی پر اور ان کے حصہ میں انکار ضروریات دین ہے۔ عجب مومن ہیں کہ خدا تعالی و رسول ﷺ پر لائے لیکن جو کچھ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا وہ قبول نہیں:

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفیہہ پس کل آن ہم سفیہہ باشد کہ حکم کل حکم اکثر است

انہوں نے ایسے آلہ کے تعلیم و تعلم میں جو خطائے فکری سے بچانے والا تھا اپنے کو مصروف تو کیا اور اس میں باریکیاں بھی نکالیں چونکہ قصد اقصائے ذات و صفات افعال واجبی علی سلطانہ نہ تھا (گویا نیت صحیح و درست نہ تھی) لہذا اپنے ہاتھ و پاؤں کو کھو بیٹھے اور آلہ عاصمہ کو چھوڑ کر خبطوں میں پڑ کر مہلک بیابان ضلالت میں رہ گئے۔ مثل اس شخص کے جو سال ہا سال آلات حرب طیار کرے اور بوقت حرب اپنے ہاتھ و پاؤں کھو کر ان کو کام میں نہ لائے۔ لوگ علوم فلسفہ کو منسق و منتظم جان کر خطا و غلطی سے محفوظ خیال کرتے ہیں بر تقدیر تسلیم یہ بھی ان علوم میں صادق ہوگا کہ ان میں عقل کو استقلال ہے جو خارج از مبحث و داخل دائرہ مالا یعنی ہیں۔ اور ان کا آخرت سے جو دائمی ہے کچھ کام نہیں اور نجات اخروی کا ان سے کچھ ربط نہیں۔ بات تو ان علوم میں ہے کہ عقل ان کے ادراک میں عاجز و قاصر ہے اور وہ طور نبوۃ سے مربوط ہیں اور نجات اخروی ان سے وابستہ ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رسالہ منقذ من الضلال میں فرماتا ہے کہ علم طب و علم نجوم کو فلاسفہ نے کتب انبیا سے سرقہ کیا اور خواص ادویہ وغیرہ جن کے ادراک میں عقل قاصر ہے، ان کو صحف و کتب منزلہ بانبیاء سے اقتباس کیا۔ علم تہذیب اخلاق کتب صوفیہ الہیہ سے جو ہر عصر میں ہر امت پیغمبر میں ہوتے رہے فلاسفہ نے اپنی اباطیل کے رواج دینے کیلئے چرایا۔ پس یہ تینوں معتبر علوم تو ان کے چرائے ہوئے ہیں اور جو خبط علم الہی، ذات و صفات واجبی جل سلطانہ میں انہوں نے کیا ہے اور ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ میں جو مخالفت نصوص قرآنی سے کی، اس کا کچھ ذکر ہو چکا ہے۔ باقی رہا علم ہندسہ و مثل اس کے جس کو ایک طرح کی ان سے خصوصیت ہے اگر وہ بھی منسق و منتظم ہووے تب بھی وہ کس کار آمد اور کس عذاب و وبال آخرۃ کو دور کر سکتا ہے، علامۃ اعراضہ تعالی عن العبد اشتغالہ لا یعنیہ (بندہ کا لغو امور میں مشغول ہونا، یہ علامت ہے اللہ کے اعراض کی اس سے)۔ جو کچھ آخرت میں بکار نہ آوے لایعنی ہے۔ منطق جو علم الہی ہے اور اس کو خطا سے بچانے والا کہتے ہیں وہ ان کے کام نہ آیا اور مقصد اصلی میں غلطی اور خطا سے ان کو نہ نکالا، تو دوسروں کے کس کار آمد ہو سکتا ہے اور خطا

سے بچا سکتا ہے۔ ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لّدنک رحمةً انّک انت الوھّاب۔ (اے ہمارے رب اپنی ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ کر اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، تحقیق تو ہی عطا فرمانے والا ہے)

بعض آدمی ناواقف جو تسویلات (سخن آرائی) فلاسفہ کے گرویدہ ہیں وہ ان کو حکماء جان کر انبیاء کے ہم پلہ جانتے ہیں بلکہ قریب ہے کہ ان کے کاذبہ علوم کو صادقہ جان کر شرائع انبیاء پر مقدم کریں۔ اعاذنا اللّٰہ سبحانہ عن ھذا الاعتقاد (ایسے اعتقاد سے اللہ ہم کو اپنی پناہ میں رکھے) جب کہ ان کو حکماء جانتے اور ان کے علم کو حکمت کہتے ہیں تو ناچار اس بلا میں پڑے کیونکہ حکمت عبارت علم شئے سے ہے جو مطابق نفس الامر ہو اور جو علم اس کے مخالف ہو گا وہ غیر مطابق نفس الامر کے ہو گا۔ بالجملہ ان کے اور ان کے علوم کی تصدیق مستلزم تکذیب انبیاء و تکذیب علوم انبیاء ہے کیونکہ یہ ہر دو علوم ایک دوسرے کے نقیض پڑے ہیں ایک کی تصدیق دوسرے کی تکذیب کی مستلزم ہے۔ پس جو چاہے ملت انبیاء کا التزام کر کے حزب حق جل وعلا اور اہل حیات میں سے ہو اور جو چاہے فلسفی بن کر گروہ شیطان میں داخل و خاسر و خائب ہو قال اللہ تعالی: فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر (جو چاہے مومن بنے اور چاہے کفر کرے)

انا اعتدنا للظّالمین نارًا .. الخ۔ (ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے)

و السّلام علی من اتّبع الھدی و التزم متابعة المصطفی علیه و علی جمیع اخوانه من الانبیاء الکرام و الملائکة العظام الصّلوات و التسلیمات اتمّھا و اکملھا

ان حالات و مقالات طیبہ کی دیکھا دیکھی مرزا صاحب بھی پہلے شروع تو اسی طرح ہوئے تھے جیسا ان کی کتاب سرمہ چشم آریہ و اس بیت سے ظاہر ہے:

فلسفی را چشم حق بین سخت نابینا بود　　گرچہ بیکن باشد و یا بوعلی سینا بود

لیکن تہیدستی قسمت و نامساعدت بخت و نامحرمی سلوک کے سبب اس حالت پر قائم نہ رہے اور اب تو حکماء و فلاسفہ کی تقلید و ان کے مسلمات و اقوال کے ایسے شائق و گرویدہ ہوئے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات کے مقابلہ پر بھی انہی کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ:

نیا و پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ انسان اس جسم خاکی کے ساتھ کرہ زمہریر تک پہونچ سکے۔

کبھی مرزا صاحب کہتے ہیں:

علم طبیعی کی تحقیقاتیں ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں کی ہوا ایسی مضر صحت ہے کہ اس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔

کبھی کہتے ہیں کہ انسان سطح زمین سے چھ میل تک صعود کر کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ کبھی کہتے ہیں کہ بہر حال اس بات کو ماننا پڑتا ہے جو ڈریپر نے بیان کی ہے۔

اور تفسیر اور اپنے حقائق معارف بھی خلاف سلف صالحین حسب مذاق حکماء فلاسفہ بے بصیرت ہی کرتے ہیں۔ غور کریں کہ جن اہل اللہ کے بسطت علم و بزرگی کے آپ قائل ہیں ان کے فلسفہ و فلسفیوں کی نسبت کیا خیالات ہیں؟

امام ربانی مجدد الف ثانی کا مکتوب صدم بھی نہایت قابل توجہ ہے جو آپ نے ملا حسن کشمیری کے سوال پر تحریر فرمایا جب ملا صاحب نے پوچھا کہ شیخ کبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق سبحانہ وتعالی عالم الغیب نہیں۔ اس کے جواب میں مجدد صاحبؒ نے فرمایا:

مخدوما فقیر را تاب استماع امثال ایں سخناں اصلا نیست، بے اختیار رگ فاروقیم در حرکت می آید و فرصت تاویل وتوجیہ آن نمیدہد۔ قائل آں سخنان شیخ کبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی۔ کلام محمد درکارست نہ کلام محی الدین عربی وصدر الدین قونیوی وعبد الرزاق کاشی۔ مارا بانص کار است نہ بفص۔ فتوحات مدینہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است۔ حق تعالی در کلام مجید خود را بعلم غیب خود می ستاید وخود را عالم الغیب می فرماید۔ نفی علم غیب کردن از وسبحانہ بسیار مستقبح؟ ومستنکر است وفی الحقیقت تکذیب است مر حق را سبحانہ را غیب را معنی دیگر گفتن از شناعت نمی بر آرد کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم۔ فیا لیت شعری ما حملھم علی التفوہ بامثال ھذہ الکلمات الصّریحۃ فی خلاف الشّریعۃ (بڑی بات ان کے منہ سے نکلی ہے، افسوس ہے کیا شئے ان کو ایسے کلمات صریح شریعت منہ سے نکالنے کی محرک ہوئی) منصور اگر انا الحق گوید وبسطامی سبحانی معذور اند ومغلوب اند درغلبات احوال اما ایں قسم کلام مبنی بر احوال نیست تعلق بعلم دارد ومستند بتاویل است عذر رانمی شاید وہیچ تاویلے دریں مقام مقبول نیست فانّ کلام السّکاری یحمل و یصرف عن الظّاھر لا غیر (تحقیق اہل سکر کا کلام ظاہر سے پھیرا جاتا ہے) واگر متکلم ایں کلام مقصود از

اظہار ایں کلام ملامت خلق داشتہ باشد و نفرت اینہا آں نیز مستکرہ است و مستحسن از برائے تحصیل ملامت خلق راہہا بسیار است بچہ ضرورت کسے تا بسر حد کفر رساند۔ الخ

دیکھئے ایک تو یہ مجدد زمان تھے کہ خلاف شریعت شیخ عبد الکبیر یمنی، شیخ اکبر محی الدین عربی، صدر الدین قونوی وعبد الرزاق کاشی، اوران کی کتب فصوص وفتوحات مکیہ کی بھی بمقابل ارشاد قرآن مجید وارشاد محمد ﷺ کچھ پرواہ نہ کرتے اور ایک اب بزبان خود مرزا صاحب مجدد ہیں کہ بمقابلہ قرآن مجید وحدیث شریف کے فلاسفہ کے اقوال اور محرف وبے سند کتب کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں اور ڈریپر وغیرہ کے قول کو قبول کر کے سنداً اپنی کتب میں درج کرتے ہیں۔

یہ تو امام ربانی مجدد الف ثانی کے باوجود بسطت علم کے معتقدات بیان ہوئے۔ اب ایک فتویٰ شاہ ولی اللہ محدث کی طرف بھی توجہ فرمائیں جو مرزا صاحب کی امامت کے بالکل موافق حال ہے وہ یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں:

ویکی از جوابہا کہ در فیوض الحرمین مرقوم نیست ایں جانوشتہ شد۔ ایں فقیر در جناب آنحضرت ﷺ عرض کرد بوجہے از کلام روحانی کہ آنحضرت ﷺ چہ میفرمائید در فرقہ شیعہ کہ محبت اہل بیت دعویٰ می کنند و باصحاب آنحضرت ﷺ عداوت دارند افاضہ فرمودند کہ مذہب ایں جماعت باطل است و بطلان مذہب ایشان از تامل در تعریف امام کہ ایشاں مقرر کردہ اند ظاہر خواہد شد۔

بعد از افاقت ازاں حالت در معنی امام تامل کردہ شد۔ معلوم گشت کہ ایشاں میگویند کہ امام معصوم مفترض الطاعت میباشد۔ ووحی باطنی کہ عبارت از القائے حکم الٰہی بر باطن است بطریق اجتہاد یا الہام با امن از خطا دراں مسئلہ اورا اثبات می کنند۔ ومیگویند اورا خدا تعالیٰ نصب کردہ است برائے مردمان تا ایشاں را احکام الٰہی رساندہ۔ وبحقیقت معنی نبوۃ ہمیں خصال رجوع می کنند زیرا کہ بعثہ اللّٰہ لتبلیغ الاحکام۔ حاصلش ہمیں نصب وافتراض طاعت است پس بہ حقیقت ایشاں قائل بہ ختم نبوۃ نیستند و آئمہ را رضی اللہ عنھم معنی نبوۃ اثبات میکنند۔ اگرچہ نام نبوۃ نمی گویند وھل عقیدۃ اقبح من ذلک (یعنی اس عقیدہ سے بھی کوئی اور بدتر عقیدہ ہے؟) انتہی۔

اب مرزا توجہ فرماویں کہ خود بدولت بھی اپنی امامت کو بعینہ ایسا بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر قرار دیتے اور بیان فرماتے ہیں۔ اپنے آپ کو معصوم عن الخطا قرار دیتے ہیں (گو سال ہا سال

کے بعد ایام الصلح میں کچھ قدرے قلیل اپنی غلطی وغیرہ کا اعتراف بھی کیا ہے) جیسا کہ اپنے پاک الہامات کا شیطانی الہامات سے مشتبہ نہ ہونا۔ صفحہ ۱۳ میں اور الہامی عبارت کا غلطی سے پاک ہونا صفحہ ۱۸ میں اور اپنے الہامات سے باقی الہامات کی صحت ثابت ہونا صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے۔ مفترض الطاعت ایسے بنتے ہیں کہ جو شخص پیروی و بیعت میں داخل نہ ہو اس کو خدا اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا اور جہنمی کہہ کر مرزا صاحب کہتے ہیں:

بعد از زیم ہر آنچہ پسندند ہیچ نیست　　بد قسمت آنکہ در نظرش ہیچ محترم

وحی باطنی و القائے حکم الہی بر باطن بطریق اجتہاد یا الہام کیسا بلکہ صریح وحی کے مہبط بن کر مرزا صاحب نے کہا ہے:

من می زیم بوحی خدائے کہ بامن ست　　پیغام اوست چوں نفس روح پرورم

بلکہ علانیہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ خدا کا کلام جو میرے پر (مرزا پر) نازل ہوا اس کے یہ الفاظ ہیں..الخ جیسا کہ اشتہار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء صفحہ ۳ پر لکھا ہے۔ امن از خطا در مسائل کے ایسے مصر کہ اپنی خطا کسی امر میں مانتے ہی نہیں جیسا ضرورۃ الامام میں فرمایا:

اگر دینی حقائق کے بیان میں کسی کی رائے اس کی رائے کے مخالف ہو تو حق امام کی طرف ہوتا ہے۔

اور الہامات میں تو حضرت مسیحؑ و سید عبدالقادر جیلانیؒ کو شیطانی الہامات ہونے بیان کئے ہیں لیکن اپنے الہامات کو دخل شیطانی سے مبرا گنا ہے۔ خدا تعالی کی طرف سے بہ لیاقت ہائے بے شمار امامت پر مقرر ہونے کے ثبوت میں رسالہ ضرورۃ الامام بھر دیا ہے اور دوسری جگہ کہا ہے:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم　　عیسی کجا است تا بنہد پا بمنبرم

ماموروم ومراچہ دریں کار اختیار　　رد ایں سخن بگو بخداوند آمرم

مخلوق الہی کو احکام الہی تبلیغ کرنے میں مرزا صاحب کہتے ہیں:

حکم است از آسمان بزمیں می رسانمش　　گر بشنوم نگوئش آنرا کجا برم

اب مرزا صاحب فرماویں کہ حسب قول شاہ ولی اللہ صاحب اس سے بڑھ کر اور کیا حقیقت ومعانی نبوۃ کے ہیں؟

اور مرزا صاحب کے دعاوی کے موافق یہ فتوی شاہ صاحب ممدوح والا کہ جو ایسا اعتقاد کرے وہ درحقیقت ختم نبوۃ کا قائل نہیں اور اس عقیدہ سے اور کوئی بدتر عقیدہ نہیں، فقط۔ یہ فتوی

مرزا صاحب کی امامت کے بعینہ حسب حال ہے کہ نہیں؟

❁ ختم نبوۃ سے انکار کا فتوی تو شاہ ولی اللہؒ نے رسول اللہ ﷺ سے مستفیض ہو کر فرمایا۔ اب دیگر دعاوی مثل غیب کو چابک سوار کی طرح ہر پہلو سے اپنے قبضہ میں کرنے وغیرہ کا فتوی کسی خدا خوف و عاقبت اندیش مولوی سے مرزا صاحب دریافت فرما لیں کیونکہ اپنے مجسم ومحبوب عیوب آدمی کو خود نظر نہیں آتے جیسے سرمہ کی سلائی آنکھ میں جا کر۔

❁ مولوی نورالدین بھی شاہ ولی اللہؒ کے اس فتوی کا ذکر فرمایا کرتے ہیں وہ ہی براہ مہربانی ذرہ تامل وغور فرما کر اور خالق مالک الارض والسماوات کا خوف کر کے انصاف سے آیت

یاایّھا الّذ ین آ منوا کو نوا قوّا مین با لقسط شھداء للّٰه و لو علی انفسکم او الوا لدین و الاقر بین ان یّکن غنیاً او فقیراً فا للّٰه او لی بھما فلا تتّبعوا الھوی ان تعد لوا و ان تلووا او تعر ضوا فا ن اللّٰه کان بما تعملو ن خبیراً (اے ایمان والو! اللہ کے واسطے شہادت دینے میں انصاف کے ساتھ قائم ہونے والے بنو، اگرچہ شہادت تمہاری جانوں یا ماں باپ یا قریبیوں کے مخالف ہو اور خواہ وہ غنی یا فقیر ہوں، اللہ تعالی ان کے ساتھ بہت مہربان ہے۔ عدل کرنے میں خواہش کی تابعداری نہ کرو اور اگر پھرو اور اعراض کرو تو تحقیق اللہ جو تم عمل کرتے ہو ان سے خوب خبردار ہے)

کو مدنظر رکھ کر فرماویں کہ آیا شاہ صاحبؒ والا یہ انکار ختم نبوۃ کا فیصلہ یا فتوی مرزا صاحب کی امامت ادعائیہ پر من وعن چسپاں ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

❁ باقی رہا مرزا کا فرمان کہ، مگر انہوں نے (یعنی مجددؒ وشاہ صاحبؒ نے) وہ خیال نہ کیا جو آپ نے کیا۔ سو بجواب عرض ہے کہ عاجز خاکسار نے تو اس پر کچھ بھی خیال نہیں کیا تھا مجرد اپنا خواب آپ کو سنایا تھا جو بالکل اسی طرح صحیح و پورا ہو گیا۔ آپ آرام سے ٹھنڈے دل سے اس کی تعبیر بتلاتے نہ کہ مجرد لے دے و لتاڑ وغیرہ سے اس رؤیا عاجز کی تصدیق یعنی سید عبداللہ غزنویؒ کی تحقیر شروع کر دیتے جو بالکل خلاف متانت و ثقاہت تھی جس پر عاجز حیران و متعجب تھا کہ یاالٰہی یہ کیا معاملہ ہے یہ دعوی کمال نیابت نبوۃ اور یہ حوصلہ؟ لیکن حق تو یہ ہے کہ حق کو کون روک سکتا ہے۔

❁ اس مضمون یعنی مجدد صاحبؒ وشاہ ولی اللہ صاحبؒ کے اختتام پر عاجز کو بحالت منام اول غیب سے آواز آئی، السلام علیکم۔ اس کے جواب میں وعلیکم السلام، کہنے پر عاجز کو خطاب ہوا۔

سنا اجی میاں دین محمد، ، اوراس کے بعدالہام ہوا انا لننصر رسلنا (ہم خود اپنے بھیجے ہووں کی مدد ضرور کرتے ہیں) کلّا بل تحبّو ن العا جله (تم تو جلدی کرتے ہو)۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو حالات و مقالات ان ہر دوا کا بر کے اس جگہ درج ہوئے ہیں وہ ہی حقیقتاً دین محمدی ہیں وبس۔ باقی الہام کا مطلب اظہار احسان ہے جواس مضمون کے بہم پہونچانے میں ہوئے کیونکہ عاجز جلدی کے مارے اس کی تلاش سے اکتا تا تھا۔

مرزا قادیانی کی معذرت

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

آپ برائے خدا ناراض نہ ہوں اب تک بیعت کی حقیقت نہیں سمجھی کہ اس میں کیا دیتے ہیں اور کیا لیتے ہیں۔

جواب۔ مرزا بے ضرورۃ و بلا وجہ ناراضگی پر بار بار زور دیتے ہیں۔ عاجز اپنے محسن خالق کا نہایت شکر گذار ہے کہ اس نے فضل و کرم سے ذرہ ذرہ بات پر ناراض ہو کر طیش و غضب میں آ کر جلتے بلتے رہنے اور دن رات انتقام کے فکر میں لگے رہنے والوں میں عاجز کو داخل نہیں کیا و ذلک فضل اللّه یو تیه من یّشاء (اور یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے) اور ناراض ہونے یا برا ماننے کی بات ہی کیا ہے۔ ہاں جو چیزیں بظاہر خلاف اسلام و غیر سبیل المومنین معلوم ہوں اس میں خواہ نخواہ خلاف ارشاد لا یکلّف اللّه نفساً الّا وسعها (اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ کام نہیں ڈالتا) ہاں میں ہاں ملانے سے باز رہنے کو ناراضگی کوئی نہیں کہتا۔

بیعت کا ذکر کچھ تو پہلے ہو چکا اب اس قدر اور عرض ہے کہ مرزا نے بے ضرورت اس کی حقیقت کو پیچیدہ و مشکل بنا کر لین دین کا سودا بنا دیا ہے۔ مرزا کی بار بار بیع وشرا پر زور دینے سے نہ معلوم کیا مدعا ہے؟ کیا آپ کا منشاء و مقصود کہیں آیت انّ اللّه اشترى من المو منين انفسهم و اموا لهم (اللہ نے خرید لئے ہیں مومنوں سے ان کی جانیں اور مال) کے مصداق بننے کا ہے؟ اور کھول کر کہنے سے اسلئے جھجکتے ہیں کہ مبادا لوگ یہ دعوی سن کر یک لخت درہم برہم ہو جاویں اور اگلی تراوت بھی جاتی رہے؟ لیکن ایسا سودائے خام پکانے کے پہلے اپنی کائنات ہستی عجز وضعف و ناتوانی پر بھی خیال رکھیں کہ اتنی قدرت بھی نہیں ہے کہ اپنی منکوحہ آسمانی پر ہی قبضہ کرسکیں۔

❁ بھلا یہ تو فرماویں کہ جس جنس، اعنی دعا و تعلیم حقائق و معارف قرآن مجید، کی دکان خود بدولت نے کھولی ہے تو ان کی بیع وشرا اسلامی شریعت میں کہاں جائز و درست ہے؟ کیونکہ قرآن تو صاف نہی فرما تا لا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً وّ ایّای فاتّقون (تم میری آیتوں کے عوض مول تھوڑا مت لو، دنیا کی محبت سے دین نہ چھوڑو، مجھ ہی سے ڈرو)۔ لیکن مرزا صاحب ایسے صاحب حوصلہ ہیں کہ اس کمائی پر فخر فرماتے، اور کرامت کا اثر ٹھہراتے ہیں۔ کیا اس لئے کہ مرزا صاحب کو اعمل ما شئت کا پروانہ مل چکا ہے؟

❁ طرفہ تر یہ بات ہے کہ لوگ تو پیر و مرشد اس لئے پکڑتے ہیں کہ دعاؤں وغیرہ کی توجہ سے پیر ہمارے مشکلات و مہمات میں کام آویں اور یہاں اس کے برعکس ہے کہ آئے دن بیچارے مریدین پیر کی خلاصی وحل مشکلات کے لئے پریشان۔ مقدمات میں وکلاء کی تقرری وفراہمی چندہ وغیرہ میں دن رات حیران وسرگردان پھرتے ہیں ایسی پیری مریدی بے شک نادر الوجود اور ایسا بیوپار بھی دنیا سے نرالا ہے۔ اللہ تعالی عاجز بندگان کو ایسے خسر الدّنیا و الآخرہ کے سودے سے بچاوے اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

❁ بیعت کی حقیقت صاف وظاہر ہے کہ اللہ نے اس کی تعریف قرآن مجید میں فرمائی، رسول اللہ ﷺ کو اس کا حکم دیا اور انہوں نے بیعت کی۔ صحابہ کرام کرتے رہے۔ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس میں بنظر ارشاد اللہ عز وجل وسنت رسول مقبول ﷺ بہت فوائد و منافع ہیں کیونکہ منہیات شرعی کے ترک کا عہد و گناہوں سے توبہ کرنا تو ہر وقت انسان پر فرض ہے۔ یہی اس کی حقیقت ہے اور کیا ہے؟ اور جو شخص اس کو ذریعہ معاش وگذران بنائے اور اس سے پیٹ پالنا اور بندگان الہی کو اپنا غلام و چاکر بنانا ہی مقصود رکھے، جیسا کہ مرزا صاحب کی نظم ونثر میں یہی مضمون و آرزو ہوتی ہے چنانچہ انہوں نے قصیدہ الہامیہ میں کہا ہے:

دل خون شد است از غم ایں قوم ناشناس | واز عالمان کج کہ گرفتند چنبرم
گر علم خشک وکورئے باطن نہ رہ زوے؟ | ہر عالم وفقیہہ شدی ہمچو چاکرم

وہ خود اپنا نقصان آپ ہی کرے گا فانّما حسابہ عند ربّہ (پس اس کا حساب، معاملہ، اللہ کے ساتھ ہے)۔ عاجز کے پیر و مرشد شیخ علیہ الرحمۃ کا تو یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ ایک قدیمی مخلص دوست نے بنظر خیر خواہی بسبیل تذکرہ ان سے اس مضمون کی درخواست کی کہ اگر آپ مریدین سے بیعت لے کر ان کو توجہ بھی دیا کریں تو ان کو بہت جلدی دینی فائدہ وسلوک میں ترقی نمایاں ہو، اور ان کی

خدمت سے جناب کے عیال واطفال کو بھی گذران میں سہولت وآرام ہوا کرے۔ اس بات کے سنتے ہی آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور دوست خیر خواہ سے توبہ کرا کے تجدید ایمان کرائی اور فرمایا کہ سوائے اللہ عزوجل کے کسی غیر پر کسی قسم کا بھروسہ رکھنا یا کوئی کام سوائے حصول رضائے الٰہی کرنا یا کسی سے کسی قسم کے حصول فائدہ کی امید رکھنا، یہ شرک ہے اور تم ایسے خیالات کی موجودگی میں ہرگز کبھی کسی سے بیعت مت لیا کرو کہ جو شخص کسی دنیوی مفاد کے لئے یہ طریق وعمل اختیار کرے وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ انتہی

غور فرماویں کہ امام اور بیعت لینے والے ایسے ہوتے ہیں، نہ ایسے کہ بیعت کر کے بندگان الٰہی غریب مخلوق کی جان و مال و ہر چیز کے مالک و خدا بن بیٹھیں وغیرہ۔ اور آئے دن مبایعین سے طرح طرح کے چندے وصول کر کے جائدادیں وزیور بنائیں۔

مدح مولوی نور الدین پر ایک نظر

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ہماری جماعت میں اور میری بیعت کردہ بندگان خدا میں ایک مرد ہیں جو جلیل الشان فاضل ہیں اور وہ مولوی حافظ حاجی حرمین نور الدین صاحب ہیں جو گویا تمام جہان کی تفسیریں اپنے پاس رکھتے ہیں اور ایسا ہی ان کے دل میں ہزارہا قرآنی معارف کا ذخیرہ ہے اگر آپ کو فی الحقیقت بیعت لینے کی فضیلت دی گئی ہے تو ایک قرآن کا سیپارہ ان ہی کو مع حقائق معارف کے پڑھا دیویں۔ یہ لوگ دیوانہ تو نہیں کہ انہوں نے مجھ سے ہی بیعت کر لی اور دوسرے ملہموں کو چھوڑ دیا۔ اگر آپ حضرت مولوی صاحب موصوف کی پیروی کرتے تو آپ کے لئے بہتر ہوتا آپ سوچیں کہ فاضل موصوف خانمان چھوڑ کر میرے پاس آبیٹھے اور کچے کوٹھوں میں تکلیف سے بسر کرتے ہیں۔ کیا وہ بغیر کسی بات کے دیکھنے کے دانستہ اس تکلیف کو گوارا کئے ہوئے ہیں؟

جواب۔ مرزا صاحب نے جو مولوی صاحب کی تعریف فرمائی ہے عاجز کو بھی قبل از تجربہ و وقوف بر اصل حقیقت سماعی بنیاد پر حسن ظن سے ایسا ہی گمان تھا، لیکن جوں جوں حالات سے آگاہی ہوتی گئی بفضلہ تعالیٰ وتقدس اس غلط حسن ظن سے بھی نجات ہوتی گئی مثلاً۔

۱۔سب سے اول تو اس حسن ظن میں فرق ڈالنے والا مولوی صاحب کا وہ حلفی اشتہار رہوا جو انہوں نے عبداللہ آتھم کے بارہ میں پیش گوئی پورا ہو جانے کا دیا۔ باوجودیکہ اس اشتہار سے پہلے ایک شخص کے استفسار پر تحریری شہادت دے چکے تھے کہ وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

۲۔مولوی صاحب کے علم وفضل کا جونمونہ خط وکتابت مندرجہ رسالہ خلاف بیانی میں موجود ہے وہ جیسا عبرت ناک و پردہ برانداز ہے، محتاج بیان نہیں کہ اول ایک خط بدرخواست ترک مخالفت اور برس چھ ماہ تک نشان دیکھنے کے لئے خاموش رہنے کے واسطےلکھ کر بھیجا، پھر انکار کر دیا کہ ایسا کوئی خط نہیں لکھا۔ بعد میں جب وہ خط ظاہر ہونے لگا اور آرندہ خط نے وہ خط لا کر پہنچا دینے کا لوگوں کے روبرو اقبال کر دیا تو پھر وہی خط مشتہر کر دیا۔

۳۔مولوی صاحب نے بمخالفت قاضی سلیمان صاحب اپنے خط موسومہ نورالدین مطبوعہ اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۸۹۹ء میں ایسا اندھیر کیا اور اپنی لیاقت و دیانت کا ایسا ثبوت دیا کہ اپنے فضل وکمال کے بارہ میں کسی قسم کی حسن ظنی کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔ بتوں اور مندروں کے پجاریوں کو نعوذ باللہ سچے نبی کہا اور پھر اپنے امام صاحب کی حمایت میں ان کی پیش گوئیوں کو جھٹلایا ہے۔اور ایسے بدیہی البطلان وغلط حوالہ جات سے کام لیا ہے کہ الامان۔مشن سکول کے طالب علم بھی ان کی توراۃ دانی و کج فہمی پر حیران ہیں۔اور مولوی صاحب نے باوجود اپنی اس سقیم الحالی کے الٹا قاضی صاحب کو خلاف دیانت وامانت دھوکہ دہ و ٹھوکر کھانے والا کہہ کر ان کے انّه من سلیما ن (تحقیق وہ سلیمان کی طرف سے ہے) کا مصداق بننے کو (جو آیت قرآن مجید قاضی صاحب نے اپنی کتاب کے سرورق پر تبرکاً لکھی ہے) محل طعن قرار دیا ہے بایں وجہ کہ وہ سکھ ریاست میں نوکر ہیں حالانکہ مذہبی آزادی میں اس ریاست جیسی کوئی دوسری ریاست نہیں کیونکہ علاوہ اس کے انتظامی اراکین مسلمان ہونے کے اس کا رئیس مسجد کا بانی وخادم اور وہاں تعطیل کا دن بھی جمعہ ہی مقرر رہا۔لیکن مولوی صاحب کے فہم پر کچھ ایسا سرپوش آیا کہ انہوں نے اس تحریر کے وقت اتنا نہ سوچا کہ ہم بمقابلہ قاضی صاحب حق پوشی کر کے اور ایسی ریاست میں سال ہا سال رہ کے جہاں دینی آزادی کا نام ونشان تک نہ تھا کیونکر حق نما ونورالدین بنے رہے؟ سبحان اللہ نورامامت نے کیسا انعکاس کیا ہے کہ صاف جگہ پر تو تنکے نظر آتے ہیں اور جہاں شہتیر اور لٹھوں کے ڈھیر لگے ہیں ان کی خبر ہی نہیں۔

❁ اول تو تمام کی جہان تفاسیر رکھنا ایک خلاف واقعہ امر ہے جو مبالغہ سے مرزا نے ان کی تعریف میں لکھ دیا ہے اور وہ بھی خوش ہوتے ہوں گے۔ پھر اگر کوئی تمام جہان کی تفسیریں اور

کتابیں درحقیقت اپنے پاس بھی رکھے تو کیا مجرد رکھنے ہی سے وہ خدا رسیدہ معارف وحقیقت شناس لطائف ونکتہ رس، معانی سنج، حقائق ورموز دان، عالم باللہ، ولی الرحمٰن، روحانی، سینٹ، مہا آتما، فوق العادت خارق اعجازی شخص بلاعمل ہی بن جاتا ہے، کہ مرزا نے ان کی تفاسیر داری پر ایسا فخر و ناز کیا ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو آیہ قرآن مثل الذین حمّلوا التّوراۃ ثمّ لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً (جن لوگوں پر توراۃ اٹھوائی گئی، دی گئی، پھرانہوں نے اس کو برداشت نہ کیا، یعنی اس پر کاربند نہ ہوئے، ان کی مثال بعینہ گدھے کی مثال ہے جس پر کتابیں لدھی ہوں) کے کیا معنی ہیں۔ اوراس کی شان نزول کیا ہے؟ کتاب داری تو تب ہی قابل قدر ہوتی ہے کہ جب تعمیل احکام واطاعت خیرالانام میں اس کا پیروکار ہوکر اپنی صحت فہم، درایت، حقیقت وحقیت دانی کا علمی وعملی نمونہ دکھلاوے ورنہ حمال کی طرح بار برداری وطوطی کی طرح حفظ کرنے ورٹنے سے کیا فائدہ؟

معارف کا ذخیرہ جومولوی صاحب میں مرزا صاحب بتلاتے ہیں وہ مرزا صاحب ہی کو نظر آتا ہوگا اور وہ ہی اس ذخیرہ سے فیض یاب ہوتے ہوں گے۔ یا خودمولوی صاحب اس کے ذائقہ وسرور سے محظوظ ومسرور رہتے ہوں گے۔ دوسروں پر جومولوی صاحب نے اس عرصہ دراز میں بطور مشتے ازخروار ذخیرہ معارف منتشر فرمایا ہے اس میں سے تو یہی نکلا وظاہر ہوا ہے کہ

۱۔ مولوی صاحب خط مندرجہ خلاف بیانی میں دریافت کرتے ہیں کہ دوملہموں کے مخالف الہامات میں کس معیار سے ہم تفرقہ کریں؟ گویا ان کو اب تک یہ معلوم ہی نہیں کہ اسلام میں کتاب وسنت ایسے کامل اکمل معیار ہیں جن سے حق وباطل صحیح وغلط راست وکج خوب کماحقہ پرکھا جاسکتا ہے خواہ کوئی کسی بھیس میں روپ بدل بدل کر مدعی الہام ووحی ونبوۃ ورسالت وغیرہ ہوکرآوے۔

۲۔ خوبی قسمت سے فہم وعلم بائیبل میں جوان کو کمال ہے وہ یہ ہے کہ بتوں ومندروں کے پجاری و سچے نبی میں ان کو امتیاز نہیں اور ایک کا دوسرے سے فرق نہیں کرسکتے۔ پھرطرفہ یہ کہ چارسو پجاریوں کو سچے کہہ کر پھر ان کی پیش گوئی کو جھوٹا کہیں، تو جناب الٰہی کے شان میں کوئی بٹہ نہیں لگتا۔ لیکن اگر مرزا صاحب کے کسی مخالف کو سچا الہام ہوتو اس میں نعوذ باللہ جناب الٰہی کے شان میں بٹہ لگتا ہے اوراسلام کا سرچور ہوتا ہے جیسا کہ خط مندرجہ رسالہ خلاف بیانی میں لکھا ہے۔

۳۔ آیت شریف و لو کان من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیہ اختلافاً کثیراً (اگر اللہ کے سوا کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے) کے معنی وتفسیر نمعلوم مولوی صاحب نے کہاں سے یہ سیکھے ہیں کہ جس عبدالرحمٰن کومولوی صاحب کے وہمی وفرضی وخودتراشیدہ

اعتقادات کے مخالف الہام وکشف ہو وہ اس اختلاف میں داخل ہے جیسا کہ انہوں نے خط اسمی حافظ محمد یوسف صاحب مطبوعہ الحکم ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء میں ظاہر فرمایا ہے جس سے مستنبط ہوتا ہے کہ وہ آیت شریف کے اصل معنی سے بے خبر ہیں جو عام فہم اور معمولی سمجھ کے لئے بھی سہل ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ اگر قرآن مجید اللہ تعالی کا کلام نہ ہوتا تو تم اس میں بہت اختلاف پاتے جس سے صاف وصریح طور پر ظاہر و باہر ہے کہ جو کلام نقیض ومتضاد باتوں وافراط وتفریط سے ایسا پر ہو جیسا مرزا صاحب کی تحریر ہوتی ہے تو وہ ہرگز اللہ تعالی کی طرف سے نہیں ہوسکتا کیونکہ اس پر مصرعہ: دروغ گو را حافظہ نباشد، صادق آتا ہے۔ اور اسی سے یہ بھی عیاں ہے کہ جو کلام، الہی وربانی تعلیمات یعنی شرع نبوی ﷺ کے مخالف ہو وہ بھی اسی بنا پر بالکل مردود و مطرود ہے۔

❁ دو شخصوں کے الہامات میں اختلاف ہونے کو لو کان من عند غیر اللّٰہ .. الخ کے نیچے لاکر مرزا صاحب کی حمایت میں بلا دلیل ان کے مخالف کو ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں اور تعجب یہ ہے کہ اسی مخالف کی نسبت کامل یقین سے سچے اور مفتری علی اللہ نہ ہونے کی خود بکمال وثوق اخبار الحکم ۳۱۔ اگست ۱۸۹۹ء میں اپنی شہادت مشتہر کرتے ہیں۔ پس اب مقتضائے راستی و دیانت یہ ہے کہ مولوی صاحب جن لوگوں کو کامل یقین سے مفتری علی اللہ ہرگز نہیں جانتے تو ان کے الہامات کو بھی جو بالکل متفق و یک زبان ہیں تسلیم وقبول کرلیں۔ ہاں اگر کوئی الہام کا مدعی یہ کہے کہ مجھ کو یہ الہام ہوتے ہیں کہ حج ملتوی کرو، زکوۃ کا مصرف ایسے غنی کے حوائج سمجھو جس پر پانچ سات ہزار روپیہ کی آمدنی کے سبب انکم ٹیکس تجویز ہو (خواہ وہ بعد میں عذر داری وحسب مدعا شہادت پیش کر کے معاف ہی کرالے)۔ غیر سبیل المومنین اپنی طرح طرح کی تصویر اتروا کر شغل بت پرستی کی بنیاد رکھنا جائز ہے، بلا ضرورت و بلا حاجت عمارات بلند گھنٹہ گھر و یادگاری مینار جس کے نیچے جلسہ کا کمرہ ہو برخلاف تعلیم وحکم رسول اللہ ﷺ غریبوں سے چندہ کر کے بنواؤ وغیرہ، تو مولوی صاحب اس کی تائید وتصدیق سے بلا تامل پرہیز وحذر کریں اور مخالف کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ ہونے کے باعث ان الہامات کو قبول نہ کریں بلکہ ان کی تردید کو فرض سمجھیں، نہ یہ کہ دوسرے بے بناوٹ غریب مومنین کے الہامات حقہ ومتفقہ کو محض مرزا صاحب کے خلاف عقل ونقل دعاوی کے مخالف ہونے کی وجہ سے ان کی مخالفت پر کمر باندھیں اور حق سے روگردانی کریں۔

❁ باوجود ان اوصاف کے مولوی صاحب کی کتاب فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب کا نام خلاف محاورہ عربی وغلط ہونے پر جو اعتراض ہوا اس کا مولوی صاحب اب تک کچھ جواب نہیں

دے سکے۔نظر بریں حالات ایسا ذخیرہ معارف جس قدر کے لائق ہے وہ ظاہر وعیاں ہے۔غرض یہ مولوی صاحب کے معارف کا نمونہ ہے جس کے لئے مرزا صاحب نے بھی بعینہ مخالفین اسلام کی طرز پر خود بدولت کی شان وفضیلت بڑھانے کے لئے ان کو مبالغہ سے ایسے عالی خطابات سے متصف فرمایا ہے کیونکہ یہ تو مخالفین اسلام کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی مسلمان مرتد ہوکر ان کے ساتھ جا ملے تو ان کو اسلامی فضیلت کے خطابات دینے میں ضرور مبالغہ کرتے ہیں اسی طرح مرزا صاحب بھی اپنے مریدین کو محدث، حافظ، حاجی، مولوی، عالم، فاضل اور بالکل ناخواندوں کو امام فخر الدین رازی وغیرہ کے القاب عطا فرماتے رہتے ہیں جس کے واسطے خلاف واقعہ اور بموجب تعلیم رسول اللہ ﷺ مدح وثنا باعث خرابی وضرر ممدوح ہونے کے اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ نظائر مرقوم الصدر سے بخوبی واضح ہوسکتا ہے کہ مولوی صاحب کیسے معارف دان فاضل وسلیم العقل ہیں اور ان کا ذخیرہ علم ومعارف غبطہ کے لائق ہے یا ایسا ہے جس کے لئے رسول کریم ﷺ نے دعا اللّٰھمّ انّی اعوذ بک من علمٍ لا ینفع و من قلبٍ لا یخشع .. الخ (اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جو خوف نہ کرے) تعلیم فرمائی ہے؟

مرزا صاحب تو مولوی صاحب کو ایک سیپارہ پڑھانا طنزاً فرماتے ہیں۔گو عاجز تو واقعاً و مطلقاً کچھ چیز وحقیقت نہیں لیکن اگر کسی وقت میرے قادر قدیر مولی ومحسن کو یہ کام بھی لینا منظور ہوا اور اس کا حکم آیا تو ایک سیپارہ کیا کل قرآن مجید، قرآن مجید والے کے حکم وفضل سے پڑھاوے گا۔ بارہا الہام تو ہوا ہے و اللّٰہ یجتبیک ربّک و یعلّمک من تاویل الاحادیث۔ و اللّٰہ غالب علی امرہ و لکنّ اکثر النّاس لا یعلمون (اللہ تجھے برگزیدہ کریگا اور باتوں کی تاویل سکھا دے گا اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اور کیا عجب کہ مولوی صاحب کو پڑھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے اور جیسے عاجز کے پیر سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت تھی کہ ان کی صحبت بابرکت میں اکثر احباب کو بغیر سلسلہ ومشقت تعلیم وتعلم خود بخود پڑھنا پڑھانا وحقائق ومعارف بفضل اوسبحانہ وتعالی آجاتے تھے اسی طرح مولوی صاحب کو بھی خود بخود اس مالک علی کل شیء قدیر کے فضل وکرم سے سب کچھ آجاوے اور موجودہ ردی خیالات اور فاسد توہمات ان کے صفحہ دل سے زائل ومحو ہوجاویں و ذالک علی اللّٰہ یسیر و ھو علی کلّ شئی قدیر (اور یہ اللہ پر آسان ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے) مرزا صاحب خواہ تعجب کریں، عاجز کے نزدیک تو یہ امر بالکل سہل اور ذرا بھی محل تعجب نہیں۔ ایام گذشتہ میں تو عاجز حسب استدعاء

مولوی صاحب ان کے واسطے دعا کرتا رہا ہے جو شائد انکو یاد ہو اور آئندہ کی علیم و خبیر کو خبر ہے کہ کون کون بندگان اللہ تعالیٰ عزوجل عاجز سے آن کر ملیں گے کیونکہ ایک دو دفعہ اس خبر کی الہاماً اطلاع تو ملی ہے قال آمنتم به قبل ان آذن لکم (کہا تم میرے اجازت دینے سے قبل ہی اس پر ایمان لے آئے ہو) لیکن ابھی معلوم نہیں کہ اس کا ظہور و واقعہ کس طرح ہوگا۔

۞ مولوی صاحب کا سب دیگر ملہمین را شدین سالکین تربیت یافتہ حسب سنت رب العالمین وطریقہ سید الاولین والآخرین کو چھوڑ کر مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونا مولوی صاحب کے اسی قول صادق کے موافق معلوم ہوتا ہے جو وہ خود فرمایا کرتے ہیں کہ،

بعض پنہانی قصور و گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ مرتکب کو کسی صادق کی صحبت میں ٹھہرنے نہیں دیتے۔

سو نمعلوم کس پنہانی جرم و قصور کی پاداش میں مولوی نورالدین صاحب کو باوجود بہت سے اولیاء اللہ صادقین مستغرقین ذکر اللہ تعالیٰ کی صحبت کیمیا خاصیت میسر آنیکے بھی ان کو ان بزرگان عارفان باللہ کی خدمت میں (جن کی انہوں نے لمبی فہرست بیان فرمائی ہے) ٹھہرنا و مستفیض ہونا نصیب نہیں ہوا؟ اور مکھن کے بال کی طرح کورے صاف نکل کر چلے آئے اور آخر ایک ایسی دلدل میں آن کر پھنس گئے جس سے رہائی کے واسطے اگر صدق دل سے انابت الی اللہ توبہ استغفار نہ کریں گے تو عاقبت محمود معرض خطر میں ہے۔ اور اسلئے مولوی صاحب کی خدمت میں خیر خواہانہ و مخلصانہ نصیحت ہے کہ وہ آیت شریف الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ (کیا مومنوں کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر کرنے پر ان کے دل ڈریں) پر جو ایک دفعہ عاجز کو خاص ان کیلئے الہام ہوئی تھی بغور تدبر و تفکر فرماویں اور اپنے حسن خاتمہ کا فکر کریں۔

۞ مولوی نورالدین کی دیوانگی خانماں چھوڑ کر مرزا صاحب کے پاس رہنا، کچے کوٹھوں میں بسر کرنا کچھ نیا نہیں۔ اول تو ان کا خانماں عیال واطفال اکثر سب ان کے ساتھ ہی ہے۔ دوم، مرزا اور مولوی صاحب کا مذاق ملتا ہے کیونکہ مولوی صاحب میں مرزا صاحب سے پہلے ہی باتباع یا بموافقت سرسید بالقابہ مسیح علیہ السلام کے مرنے مارنے اور ان کی قبر کھودنے کا خبط موجود تھا۔ اب ان کو ایک مددگار و ہم خیال مل گیا۔ بلکہ اکثر تو اس بات کے قائل ہیں کہ یہ چھیڑ انہوں نے ہی چھیڑی اور مرزا صاحب نے اس کو اپنے مفید مطلب سمجھ کر اس کی تکمیل کا بیڑہ اٹھا لیا اور شائد اور تعلقات بھی باعث ہوں۔ اس لئے وہ مرزا صاحب کے گرویدہ ہیں۔ اسی طرح بموجب عام قاعدہ کے

دوسرے ہزاروں بلکہ لاکھوں مرید اپنے اپنے پیروں پر بباعث ہم مذاقی وہم جنسی کے فدا ہیں یہ کچھ تعجب وا چنبا نہیں، کند ہم جنس با ہم جنس پرواز، مشہور مقولہ ہے۔

مولوی صاحب کا ڈیرہ لگانا تو ذرہ بھی تعجب خیز نہیں ان کی طبیعت وعادت قدیم سے ہی ایسی ہے۔ کیا مرزا صاحب کو یاد یا خیال نہیں رہا کہ عمر گذشتہ میں انہوں نے کس کس جگہ ڈیرہ نہیں لگایا ۔ رام پور میں لکھنو میں حکیم علی حسن صاحب کی خدمت میں ۔ حتی کہ سرسید آنجہانی کے بھی جو مرزا کے دعاوی کے کبھی موافق نہیں ہوئے محبّ ومعتمد رہ کر نہ صرف خود ہی ان کو مضامین و روپیہ سے امداد دیتے رہے بلکہ دوسروں کو بھی ان کی موافقت وامداد کی دعوت وہدایت امداد اسلام سمجھ کر کرتے وغیرہ۔ انکے علاوہ دیگر مقامات واشخاص بھی ہیں جن کا ذکر مولوی صاحب نے اپنے خط اسمی عاجز میں کیا ہے ۔ غرض صرف حسن عقیدت سے سب کچھ آرام آسائش رونق آمدنی وغیرہ فراموش کر کے ڈیرہ لگانا تو درکنار ان پر خوبی قسمت سے مادہ حسن ظنی ایسا غالب تھا کہ اس کے سبب یا غلبہ فطرت کے باعث عمداً مکار دغاباز وفریبیوں کے فریب میں بھی آجاتے رہے اور ان کے کہنے کی تعمیل دھوکہ کھا کر بعد تجربہ بھی کرتے رہے ہیں جیسا انہوں نے کئی مواقع خود بیان فرمائے ہیں اور اس لئے یہ بات سب میں ان کے دوستوں تک مشہور ہے کہ ان میں مادہ مردم شناسی ہرگز نہیں ہے۔ اور ان کی اس عالی حوصلگی اور نیک طبیعت کا (بشرطیکہ بے اختیاری نہ ہو) عاجز قائل ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ وہ تو سبھی مقامات طبیعت و مذاق پسند پر ایسا ہی کرتے رہے ہیں اور ابھی بشرط زندگی خدا جانے آئندہ کیا کچھ کریں گے پھر مرزا کے پاس کچے کوٹھوں میں رہنا کیا تعجب وانوکھی بات ہے؟

یہ امر ضرور غور طلب وقابل لحاظ ہے کہ مولوی نور الدین کو مرزا صاحب کی صحبت سے کیا فیض اور کس قدر روحانی ترقی ہوئی۔ سو درحقیقت اس کا اصل حال تو خود مولوی صاحب ہی کو معلوم ہوگا سوا اس کے دوسرا جو کوئی کہے گا وہ ظاہری حال پر نظر و قیاس کر کے کہے گا۔ سو ظاہری حال سے تو کچھ روحانی ترقی دکھائی نہیں دیتی بلکہ بجائے ترقی کے ان کی پہلی حالت مسکنت کہ باوجود وسعت کے بھی ریل کے سوم درجہ میں بہ معیت غرباء سفر کرنا، فروتنی ایسی کی بیماروں وغیرہ سے نہایت رفق وخلق سے پیش آنا، زہد بظاہر ایسا کہ خورونوش لباس وغیرہ کی کچھ پرواہ نہ کرنا۔ انابت الی اللہ واخلاص ایسا کہ ان کی ہر امر و حالت وعظ وغیرہ میں اس کا نمایاں اثر جو صدق کا خاصہ ہے ظاہر ہونا، طالب علموں پر ایسی شفقت کہ ان کو اپنے پاس سے امداد فیس و پارچات دینا اور ان کے سخت سست کہنے پر بھی تحمل و بردباری سے پیش آنا وغیرہ۔ سو اب بظاہر تو ان سب اخلاق حسنہ میں کمی

دکھائی دیتی ہے کہ بجائے مسکنت کے طبیعت میں ایسی تعلّیٰ شروع ہوگئی ہے کہ،

۱۔ مخلص و خادم دوستوں کو احمقانہ رنگ والے کہہ دیتے ہیں ذرا سے خلاف نفس پر ان کی سب خدمات واحسانات فراموش کر کے ان لا الہ الّا اللّٰہ کہنے والوں سے ترک ملاقات کرتے ہیں گو وعظ خوش اخلاقی اور اچھی طرح ملنے کی تاکید کا کرتے ہیں۔

۲۔ طالب علموں سے بجائے نرمی کے سختی سے پیش آتے وجھڑکتے ہیں۔

۳۔ جواب کے لئے ٹکٹ ملفوف کرنے و جوابی کارڈ بھیجنے پر بھی مسائل کا جواب مشکل سے دیتے ہیں اور دیتے ہیں تو ناتمام و بصیغہ بیرنگ۔

۴۔ ایک شخص نے تصویر کا مسئلہ پوچھا تو کہا کہ یہ آسان ہے اور کاغذ کی کمی کا عذر کر کے ٹال دیا۔

۵۔ معاملات میں صفائی وقسط کے عاملین وحق العباد ادا کرنے کی فکر کرنے والوں سے ان کے دل کو رنج پہنچتا ہے۔

۶۔ اللہ جل جلالہ نے قرآن مجید میں جوفرمایا ہے:

اعدلوا ھو اقرب للتّقوی و اتّقوا اللّٰہ انّ اللّٰہ خبیر بما تعملون (عدل کرو وہ تقوی کے بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، جوتم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے)

و اذا قلتم فا عدلوا و لو کا ن ذا قر بی و بعھد اللّٰہ او فوا ۔(اور جب بات کہو انصاف کرو اگر چہ قریبی ہی ہو اور اللہ کے عہد وفا کرو)

انّ اللّٰہ یا مر بالعد ل والاحسا ن .. (اللہ حکم فرماتا ہے عدل واحسان کرنے کو)

ان کے عمل درآمد وصفت عدل واحسان میں باوجود روز قرآن مجید پڑھنے کے مولوی صاحب نے یہ ترقی کی ہے کہ جو شخص مرزا کی مخالفت میں سختی و درشتی وتیز کلامی کرے اس کو تو کچھ نہیں کہتے، لیکن جو نرمی و ملائمت سے مرزا کو حضرت و جناب خطاب کر کے مہذبانہ مدلل بآیات قرآنی واحادیث ان کے دعاوی کی حقیقت واصلیت ظاہر کرے تو ایسی مہذب مدلل و ملائم تحاریر پر ناراض وخفا ہو کر ان کی مخالفت پر مستعدی ظاہر کرتے ہیں، جیسا کہ غایت المرام مصنفہ قاضی سلیمان کی نسبت اور شمس الھدایہ مصنفہ پیر مہر علی شاہ کی نسبت مولوی صاحب نے کیا ہے۔ شمس الھدایہ کے دیکھنے کا اتفاق عاجز کو بھی اخیر جولائی ۱۹۰۰ء میں ہوا ہے، نہایت متانت ونرمی سے بادلائل محققانہ لکھی ہے لیکن نہ معلوم مولوی صاحب بجائے ویسا ہی مدلل ومعقول جواب دینے کے ناراض کیوں ہوتے ہیں؟

صداقت اخلاص اور معرفت کے اثر کا یہ حال ہے کہ مولوی نورالدین صاحب نے ۲

جولائی ۱۹۰۰ء کو لاہور میں مضمون امساک باراں پر وعظ میں اول تو رجماً بالغیب ایک مدعی امام الزمانی مفتری علی اللہ کے صادق ہونے کی نسبت بہت قسمیں کھا کر بعد لمبی چوڑی تقریر کے کہا کہ جب تک تمام مسلمان مرزا صاحب کو امام وقت نہ مانیں ہرگز بارش کا منہ نہ دیکھیں گے اور کئی اور بلیات کا نشانہ بنیں گے، جیسا کہ اخبار لائل پور گزٹ ۱۶ جولائی ۱۹۰۰ء صفحہ ۳ پر بعنوان، ہر فرعونے راموسی، معہ تردید درج ہے۔

سو اس کی نسبت مختصراً یہ عرض ہے کہ ارحم الراحمین نے اپنی عاجز مخلوق کو مولوی صاحب کے اغوا و تذبذب سے بچانے کو ایسا فضل و کرم کیا کہ مولوی نورالدین کے لاہور سے رخصت ہوتے ہی باران رحمت کا نزول شروع ہوگیا اور الحمد للہ علی احسانہ کہ ان کی اس وعظ و تشریف بری کے بعد اخیر جولائی تک چھ مرتبہ بارش ہوئی اور زیادہ فضل و رحمت الٰہی کی امیدواری ہے۔ الحمد للہ تعالی کہ مولوی صاحب نے اپنی تذکیر میں رحمت الٰہی کی نفی کا پہلو لیا اگر اس کے برعکس فرماتے تو شاید غریب عاجز مخلوق کو تکلیف ہوتی۔ کیونکہ ان کے امام کے خلاف کتاب اللہ و سنت دعاوی کے سبب ان کی اکثر باتیں الٹی ہی ظہور پذیر ہوتی ہیں چنانچہ سال گذشتہ میں مرزا صاحب نے جو اشتہار دیا تھا کہ بارش ہوگی اگر بارش نہ ہوئی تو ہمارے مریدوں پر رحمت نازل ہوگی۔ اس کا بھی الٹا ہی اثر ہوا تھا کہ بارش کا خوب امساک ہوا اور مریدوں پر یہ رحمت ہوئی کہ ڈپٹی کمشنر لاہور کے نوٹس پر رات بھر اشتہار مرہم عیسی کو بازاروں گلیوں و کوچوں سے اتارنے میں حیراں و سرگرداں رہے۔ اسی طرح طاعون سے بھی جس کی اشتہاری معیاد انتہائی مقررہ مرزا صاحب سرما گذشتہ میں ختم ہوگئی بفضلہٖ تعالی و تقدس امن و امان رہی۔ لہذا اگر مخلوق الٰہی کی خیر خواہی کے مخالف ہی بیان فرمایا کریں تو بحق مخلوق بظاہر مفید ہو کیونکہ اللہ تعالی کی یہ سنت ہے کہ اپنی عاجز مخلوق کو ضلالت سے بچانے کی خاطر کذاب و مفتری کے خذلان کے لئے برعکس ہی اس کے امور ادعائیہ کا ظہور فرماتا ہے۔

بلکہ ان کی حالت کا تنزل تو اسی سے عیاں ہے کہ باوجود مولوی عالم فاضل مفسر محدث مصنف مناظر حافظ قاری حاجی حکیم (یعنی طبیب) وغیرہ لقب پانے کے ان کو آیت شریف اتّخذوا احبا رھم و رھبا نھم ار با باً مّن دو ن اللّٰہ .. الخ (ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں مشائخوں کو خدا بنا کھڑا کیا ہے) کے مشہور و معروف معنی و تفہیم کی طرف توجہ و التفات ہی نہیں رہی۔ چہ جائیکہ حدیث شریف من رأی منکم منکراً فلیغیّرہ بیدہ فا ن لم یستطع فبلسا نہ فا ن لم یستطع فبقلبہ و ذا لک ا ضعف ا لا یما ن (جو شخص تم میں سے خلاف شرع کام

ہوتا دیکھے تو اس کو ہاتھ سے ہٹاوے، اگر طاقت نہ رکھے تو زبان سے، اور اگر طاقت نہ رکھے تو دل سے، اور یہ نہایت ضعیف ایمان ہے) پر ان کو عمل کی جرأت ہو۔ عاجز ان کے ادب پر معاذ اللہ اعتراض نہیں کرتا، کیونکہ عاجز کو تو خود الہام ہو چکا ہے:

از خدا خواہیم توفیق ادب　　　بے ادب محروم ماند از لطف رب

مگر وہ ہی ادب اور اسی قدر جیسا ہادی ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے اور جس کی تعمیل و پیروی کر کے سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب (جن کی اولاد میں ہونے کا مولوی صاحب کو دعوی وفخر ہے) عالی مدارج پر فائز المرام ہوئے اور جیسا ادب آنحضرت ﷺ کا وقتاً فوقتاً وہ کرتے رہے، امید کہ مولوی صاحب کو معلوم ہوگا۔ ہاں باطن کا عالم الغیب والشہادۃ واقف ودانا ہے کسی دوسرے کو کیا خبر کہ مولوی صاحب قبل از ملاقات وصحبت مرزا صاحب اپنی نورانی وروحانی حالتیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اب ترقی کر کے اخفاء حال کی خاطر جو بعض فقراء ملامتیہ کی حالت ہوتی ہے (گو سلسلہ تعلیم نبوی میں جس کا مرزا صاحب کے ہاں دعوی ہے اس اخفاء حال کی کچھ ضرورت نہیں) مولوی صاحب بھی اسی طرح اس فیض و برکت وغیرہ کو جو مرزا صاحب کی صحبت سے حاصل فرمایا ہے بروقت سفر اس جگہ قادیان میں چند عرصہ کے لئے چھوڑ آتے ہوں۔ واللّٰہ اعلم بحقیقۃ الحال والمآل۔

❁ اللہ تعالی مولوی صاحب کا ہادی ہو اور امید کہ وہ غفور وشکور ان کے اخلاص کو ضائع نہ کرے بشرطیکہ وہ ذخیرہ معارف کی تعریف کا علمی گھمنڈ چھوڑ کر صدق دل سے ارشاد الم یان للّذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ کو نصب العین رکھ کر قرآن مجید وحدیث شریف کی تفسیر وتشریح میں صحابہ تابعین وسلف صالحین کا اتباع مدنظر رکھیں اور فلسفیانہ وحکیمانہ مذاق کی مداخلت نہ کریں۔ نیز مسیح علیہ السلام کی تحقیر بے ادبی وکاوش سے جس کے در پئے ہیں باز رہیں اور اپنے سینہ کو اس کدورت سے پاک وصاف کریں۔

❁ چونکہ مولوی نور الدین صاحب کی عاجز سے بھی چندے محبت رہی ہے عاجز کو دعا کرنے کے واسطے زبانی کہتے اور خطوط بھیجتے رہے جن کی عاجز تعمیل کرتا رہا۔ اور اب یہاں بھی جو کچھ لکھا ہے اسی ملاقات ومحبت کے سبب اخلاص سے مولوی صاحب کی خیر خواہی ومخلوق الٰہی کی نفع رسانی کی نظر سے لکھا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بھی حکم ہے:

انّ احدکم مرأۃ اخیہ فان رای بہ اذیً فلیمط عنہ (تحقیق ایک تمہارا اپنے بھائی کا آئینہ ہے اگر اس کی ایذا دیکھے تو چاہیے کہ اس سے دور کرے)

المو من مر أ ة المو من ا خو المو من یکفّ عنه ضیعته و یحو طه من ورا ء ہ مومن مومن کا آئینہ ہے اور مومن مومن کا بھائی ہے روکتا ہے اس سے ہلاکت اس کی اور حفاظت کرتا ہے اس کے پیٹھ پیچھے)

اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

رحم اللّٰه امرأ ا ھدی الینا عیو بنا (اللہ رحم کرے اس پر جو ہمارے عیب بتلائے)

ابو طالب سے مروی ہے:

انّ عمر خطب النّا س فقال انشد اللّٰه عبداً علم فی عیباً ا لّا اخبرنی به (تحقیق حضرت عمرؓ نے خطبہ میں لوگوں سے کہا کہ میں اللہ کی قسم دیتا ہوں اس کو جو مجھ میں کوئی بھی عیب دیکھے تو ضرور مجھ کو اس سے مطلع کرے)

لہذا مولوی صاحب کو بدعوی عمری النسب حسب روش و عادت سیدنا عمرؓ عاجز کی اس خیر خواہی و خدمت پر خوش و راضی ہونا چاہیے اور اگر کوئی لفظ یا جملہ مولوی صاحب کو ناگوار یا باعث ناراضی خاطر ہو تو عاجز کو اس کے جائز و شرعی معافی کا خواستگار ہونے میں کچھ تامل نہ ہوگا انشاء اللہ العزیز۔

❁ قادیان میں جب عاجز کے الہامات مطالعہ فرما رہے تھے تو فرماتے تھے کہ میں دیکھتا ہوں کہ خطابات موسوی وعصا تو الہامات میں ہیں لیکن ان کا پتہ نہیں (نشان واثر نظر نہیں آتا) لہذا مولوی نورالدین صاحب کا یہ تردد رفع کرنے کیلئے عاجز عرض پرداز ہے کہ مولوی صاحب عاجز و رفیق عاجز کی لیاقت واستعداد علم سے تو خوب واقف ہیں کہ خیر ہی خیر ہے۔ پس اب اس کتاب عاجز پر نظر عمیق ڈال کر غور فرماویں کہ یہ کام اور یہ تحریر عصا موسی علیہ السلام کا کام ہے یا نہ؟ یعنی جو عصا موسی علیہ السلام عاجز نے ایک رؤیا میں اپنے ہاتھ میں دیکھا تھا، کیونکہ بے بضاعتی، عادت خاموشی خلوت پسندی نفرتِ شہرت، رغبت گمنامی، کے سبب عاجز کو تو اپنے و رفیق جیسے ہیچ کارہ و نالائق سے اس قدر وایسی تحریر ہونا عجائبات وقدرت الٰہیہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

❁ مرزا صاحب جب مولوی نورالدین کو ایسا جلیل الشان فاضل تمام جہان کی تفسیریں اپنے پاس رکھنے والا اور ایسا ہی ان کے دل میں ہزار ہا قرآنی معارف کا ذخیرہ جانتے اور بیان فرماتے ہیں اور خود بدولت کا دعوی بھی اشاعت قرآن مجید واعلاء کلمۃ اللہ وفیض رسانی خلق اللہ کا ہے تو پھر مرزا صاحب مولوی صاحب کو قرآنی حقائق ومعارف سنانے اور قرآنی فیض رسانی کے لئے لاہور آن کر قرآن مجید پڑھنے و پڑھانے کی اجازت کیوں نہیں عطا فرماتے ؟ حالانکہ لاہور

والے شائقین کئی دفعہ علی التواتر اس فیض کے لئے متعدد درخواستیں و عرائض بھی ارسال خدمت کر چکے ہیں اور آپ نے وعدے بھی فرمائے، مگر نہ معلوم کہ ان کو قلیل عرصہ کے لئے بھی مولوی صاحب کی غیر حاضری و مفارقت کیوں گوارا نہیں؟ باوجودیکہ دعوی یہ ہے کہ فراہمی و کثرت جماعت کے واسطے کسی دوسرے کی موجودگی وتوسط کی آپ کو کچھ پرواہ نہیں۔

پھر مرزا کا مولوی صاحب پر ایک احسان یہ ہے کہ ان کی رعایت سخن و پاس خاطر سے یوز آسف یعنی فرضی مسیح کی قبر کو جس کی تشریح قاضی فضل احمد نے اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی میں خوب لکھی ہے اور جس کو اولاً مرزا نے بلا دشام میں قرار دیا تھا اب بخلاف تحریر سابقہ خود اس کو کشمیر میں ہی رہنے دیا اور اپنی زبانی قوت جاذبہ وقدرت کاملہ سے اس کو مثل منارہ دمشقی قادیان میں نہیں کھینچ لیا ورنہ ایسا کرنا کیا مشکل تھا کیونکہ روپیہ جس پر بزعم مرزا صاحب کھیلوں کا مدار ہے بقول مرزا صاحب اب بہت آتا ہے۔ان کی قبر کو بھی اگر کسی جگہ قادیان میں قرار دے دیتے تو گواہ بہت پیدا ہو جاتے۔کتبہ بھی نکل آتا بلکہ ان سے بڑھ کر شائد بتدبیر مرزا خود صاحب قبر بول اٹھتے کہ ہاں میں مسیح ابن مریم ہوں اور آپ میرے جانشین ہیں۔اور پھر اس معجزہ یا کرامت مرزا میں چون و چرا کی گنجائش بھی بہت نہ ہوتی کیونکہ تاریخ یونان و ہندوستان میں اس امر کے ثبوت کیلئے کئی نظائر موجود ہیں۔ بہت آدمی مطلق خواب کی بنا پر بزرگوں کی خانقاہیں جہاں چاہتے ہیں بنا لیتے ہیں جن سے ان کی اپنی اور عام لوگوں کی اوقات بسری بھی ہونے لگتی ہے چنانچہ عاجز نے بچشم خود ایسی قبریں اپنے سامنے بنتی دیکھی ہیں اور یہاں تو کسی موجودہ قبر کا فقط نام ہی بدلنا پڑتا۔

مولوی نورالدین فرماتے تھے کہ ان کا عقیدہ درباره ولادت مسیح علیہ السلام سرسید والا ہی تھا لیکن اس وقت مرزا صاحب کے عدم اتفاق کے باعث وہ گویا تقلیداً ساکت ہیں تو اس لئے بپاس خاطر مولوی صاحب کیا مرزا صاحب ضروری نہیں سمجھتے کہ خود بدولت بھی اپنے عقیدہ ولادت مسیح کو مولوی صاحب کے ساتھ موافق فرما کر عوام کا اس پر اظہار فرماویں؟ تاکہ ان کی پیدائش میں خلاف نیچر بے پدری کی خصوصیت نہ رہ کر ان کی موت کے ساتھ مطابق ہو جائے اور ان کی حالت ولادت و وفات میں مرزا صاحب کے نزدیک کوئی خصوصیت و نقیض نہ رہے؟ جب مرزا صاحب ایسا کریں گے تو پھر امید ہے کہ مولوی صاحب علاوہ زن و فرزند روپیہ آبرو جان بتمامہ آپ کا ملک کرنے کے باقی رہا سہا دین ایمان بھی خود بدولت پر قربان کر دیں گے اور ایسی ہی اطاعت موافقت و خدمات پر خیال کر کے مرزا صاحب نے نشان آسمانی صفحہ ۴۶۔۴۷ پر مولوی صاحب کی غلامی و

عطیہ ۳۰۰۰ روپیہ خوش ہو کر مثل شاعران مولوی صاحب کی تعریف کر کے فرمایا ہے :

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقین بودے

مرزا صاحب کی خوشی تو اس میں ضرور ہے کہ ہر ایک نور دین جیسا خادم اور جان و مال سے ہماری خدمت کرنے والا ہی ہو لیکن خالق مالک نے مخلوق کو و قد خلقکم اطواراً (تحقیق پیدا کیا تم کو طرح طرح کا) خلق کر کے ہر امر میں مساوات نہیں رکھی اور اس لئے جہاں مولوی نور الدین صاحب جان و مال سے خدمت کرنے والے ہیں وہاں ایسے بھی ہیں کہ صرف باتیں بنا کر اور اہااہا کہہ کر اپنی خدمت ہی کرائیں اور خرچ کوڑی نہ کریں۔ و قد خلقکم اطواراً کے اول اللہ جل جلالہ کیا عمدہ ارشاد فرماتے ہیں ما لکم لا ترجون للّٰہ وقاراً جس کا صاف مطلب ظاہر ہے کہ تم فانی اشیاء و فانی انسانوں پر کیا تمنی و امیدیں کرتے ہو کہ وہ ایسے ہوتے تو کیا خوش ہوتا۔، تم کو کیا ہو گیا کہ تم اللہ عز و جل علی کل شیء قدیر کا وقر کیوں نہیں کرتے جو سب کچھ کرا کر دینے والا ہے؟ مرزا صاحب اس پر توجہ فرمائیں۔

❁ اس وقت عاجز کی نظر نشان آسمانی صفحہ ۴۸ کی ضروری گذارش پر جا پڑی جس میں لکھا ہے کہ آگے تو ہمارے صرف بیرونی مخالف تھے اور فقط بیرونی مخالفت کی ہمیں فکر تھی اور اب وہ لوگ بھی جو مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں بلکہ مولوی وفقیہہ کہلاتے ہیں، سخت مخالف ہو گئے ہیں،۔

اس کے مطالعہ سے مرزا صاحب کا الہام لا تثریب علیکم الیوم (آج کے دن تم پر کوئی سرزنش نہیں) جو غالباً انہوں نے بمقام ہشیار پور ۱۸۸۶ء میں بتلا کر فرمایا تھا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مخالف اب موافق ہو جائیں گے، یاد آ گیا اور خیال آیا کہ اب جو دس برس کے بعد بخلاف الہام ۱۸۸۶ء، جنوری ۱۸۹۶ء کی چھپی ہوئی کتاب میں مرزا صاحب نے سخت مخالفت کا اقرار کیا ہے اور اس وقت الہام کی سند پر کہا تھا کہ اب مخالف موافق ہو جائیں گے، تو یہ پیش گوئی و تفہیم بھی مرزا صاحب کی کیسی پوری و صحیح ہوئی؟ مرزا صاحب اپنی تفہیمات پر غور فرماویں کہ کیسی درست اور صحیح ہوتی ہیں کہ آپ مغرب کو مشرق ہی سمجھتے ہیں۔

❁ مرزا صاحب کا اخیر پر مولوی صاحب کی پیروی کرنے کی نصیحت فرمانے سے ان کی مراد بیعت و مریدی میں داخل ہونا ہی معلوم ہوتا ہے، سو اس کی نسبت پہلے عرض کر چکا ہوں کہ بباعث ممانعت شرعی و الہامی منامی و وجدانی معذوری و مجبوری ہے۔ طرفہ تر یہ کہ طالبان مولی عز و جل و شائقان دین متین تو اپنے اطمینان و نجات کی خاطر خود پیرو مرشد کے خواہاں و جویاں ہوتے

ہیں لیکن یہاں برعکس اس کے مرزا کو مریدان و طالبان کی دن رات طلب و تلاش وفکر ہے۔

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۹۔۳۰ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ہمارے عزیز اور دوست ملہم صاحب یاد رکھیں کہ وہ ان خیالات میں سخت درجہ کی غلطی میں مبتلا ہیں۔ اگر وہ اپنی الہامی طاقت سے پہلے مولوی صاحب موصوف کو قرآن دانی کا نمونہ دکھلا دیں اور اس خارق عادت کی چمکار سے نوردین جیسے عاشق قرآن سے بیعت لیں تو پھر میں اور میری تمام جماعت آپ پر قربان ہے۔ کیا چند ناشناختہ الہامی فقروں کے ساتھ کہ وہ بھی اکثر صحیح نہیں یہ مرتبہ حاصل ہوسکتا ہے کہ انسان اپنے تئیں امام الزمان خیال کرلے۔ عزیز من امام الزمان کے لئے بہت سی شرائط ہیں تب ہی تو وہ ایک جہاں کا مقابلہ کرسکتا ہے۔

ہزار نکتہ باریک تر ز مواینجاست نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

جواب۔ سخت درجہ کی غلطی تو بخیال مرزا صاحب ان سے عدم موافقت ہے جس میں عاجز معذور ہے الہامی طاقت سے قرآن دانی کا نمونہ دکھلانے کا سوال بھی ایسا ہی ہے جیسا اور لوگ مرزا صاحب پر کیا کرتے ہیں اور اس کو خود بدولت ناپسند فرمایا کرتے ہیں لیکن یہاں ارشاد:

و الّذی نفسی بیدہ لا یؤ من عبدا حتّی یحبّ لا خیہ المسلم ما یحبّ لنفسہ (قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی بندہ ایمان والا نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے وہ شیئے دوست نہ رکھے جو اپنے نفس کے لئے دوست رکھتا ہے)

کو نظر انداز کر کے عاجز پر وہی سوال بلا تامل فرما دیا۔ مرزا صاحب یہ تو فرماویں کہ الہام وغیرہ الٰہی امور اپنے اختیاری ہیں کہ مداریوں کی طرح جو کسی نے کہا اور مانگا فوراً کر دکھایا؟

آیات طلبی و جنگ مقدس کا ذکر

کبھی مرزا صاحب عاجز کو ایک جلسہ میں سورۃ اخلاص کے حقائق و معارف بیان کرنے جس سے ہزار درجہ بڑھ کر خود بدولت بیان نہ کرسکیں اور کبھی مولوی عبدالکریم کے حقائق معارف کے ہزار حصہ کے برابر بیان کرنے میں عاجز کو عاجز جاننے میں حلف اٹھاتے اور کبھی مولوی نور الدین کو ایک سیپارہ پڑھانے اور کبھی الہامی طاقت سے قرآن دانی کا نمونہ دکھلانے کو اور کبھی

خارق عادت کی چمکار سے بیعت لینے کو فرماتے ہیں۔ جائے غور ہے کہ یہ طلب آیات کے مشابہ ہے یا نہیں؟ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ نے طلب آیات والوں کے قول نقل فرمائے ہیں مثلاً:

لولا انزل علیه آ یا ت من ربّه (اس پر اللہ کیطرف سے نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں)

و قا لوا لن نّؤمن لک حتی تفجر لنا من ا لا ر ض ینبو عاً او تکو ن لک جنّة من نخیل و عنب فتفجّر ا لا نهار خلا لها تفجیراً او تسقط السّما ء کما ز عمت علینا کسفاً او تا تی با للّه و الملا ئکة قبیلاً او تکو ن لک بیت من زخر ف او تر قی فی السّما ء و لن نؤمن لرقیّک حتّی تنزّ ل علینا کتا باً نقرأه (اور کہتے ہیں کہ ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں تاوقتیکہ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ بہا نکالو۔ یا کھجوروں اور انگوروں کا تمہارا کوئی باغ ہو اس کے بیچ میں تم نہریں جاری کر دکھاؤ۔ یا جیسا تم گمان کرتے تھے آسمان کے ٹکڑے ہم پر لا گراؤ۔ یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کرو، یا کوئی تمہارا طلائی گھر ہو، یا آسمان میں چڑھ جاؤ، اور جب تک ہم پر کتاب اتار کر نہ لاؤ کہ ہم اس کو آپ پڑھ لیں بے شک ہم تمہارے چڑھنے کو باور کرنے والے نہیں)

ان کے جواب تو ماشاء اللہ مرزا صاحب کو امید کہ معلوم ہوں گے کیونکہ آیات طلبی پر جنگ مقدس تاریخ ۲۶ مئی ۱۸۹۳ء صفحہ ۲۰ میں آپ نے قل انّما ا لآ یا ت عند اللّه (کہہ سوا اس کے نہیں کہ نشانیاں اللہ کے پاس ہیں) سے شروع کر کے پھر صفحہ ۲۱ و ۲۲ میں لکھا ہے کہ:

نشان دکھلانا اقتداری طور پر انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالی کے ہاتھ میں ہے۔،

اور پھر یہ کہہ کر: میرا دعوی نہ خدائی کا ہے اور نہ اقتدار کا، اور میں ایک مسلمان آدمی ہوں جو قرآن شریف کی پیروی کرتا ہوں،

وہی انجیل متی باب ۱۲ آیت ۳۸۔۳۹، باب ۱۶ آیت ۳ و ۴ والے انجیلی جواب ہی دے کر ان کو ٹالا تھا جس میں کہا ہے کہ:

اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں.. الخ۔

لیکن یہاں عاجز مسلمان متبع قرآن مجید پر ویسے ہی اقتداری نشان دکھلانے کو بار بار زور ڈالا، یہ عجیب انصاف ہے۔ خیر یہ بھی غنیمت ہے کہ مرزا صاحب نے ار نا اللّه جهرةً والا جو سوال حضرت موسیٰؑ پر ہوا تھا، ابھی نہیں کیا۔ اگرچہ اس کا جواب بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔

❁ مرزا صاحب خود بدولت کی الہامی طاقت اور خارق عادت کی چمکار کی طرف بھی خیال و غور فرماویں کہ عاجز اور عاجز کے رفیقان کے واسطے خود بدولت نے سال ہا سال سے کس قدر توجہ کی اور زور لگایا اور عاجز کو پیغام بھی اپنے خاص مریدوں کی معرفت بھجوائے کہ:

تمہاری علیحدگی بیعت کے باعث اور بہت سے لوگ بھی رکے ہوئے ہیں۔

اور مولوی نور الدین بھی ہمیشہ انجن کے ساتھ گاڑی ملانے کی بہت ہی تاکید فرماتے رہے اور ملاقات گذشتہ ستمبر ۱۸۹۸ء پر جس کا نتیجہ وظہور رسالہ ضرورۃ الامام ہے مرزا صاحب نے عاجز کے مطیع کرنے کو بہت ہاتھ پاؤں مارے اور زور ولیاقت خرچ کرنے میں کچھ کسر نہ رکھی۔ پھر فرماویں کہ اس کا نتیجہ واثر کیا ہوا؟ اور عاجز تو کسی قسم کا دعویٰ نہیں رکھتا لیکن مرزا صاحب کرامات اقتدار واجابت دعوات کے کیسے مدعی ہیں کہ بظاہر دنیا میں کوئی ایسا نہیں۔

❁ یہاں پر اپنے صادق الحال شیخ (سید عبداللہ غزنویؒ) کا حال یاد آ گیا کہ جب بوجہ جور مخالفین کے شہر سے باہر چلے تو وہاں لوگ انواع انواع چیزیں لے کر جوق جوق حاضر ہوتے تو اس وقت آپ نے دعا کی کہ:

یا اللہ من از تو ترا می خواہم بندگان رانمے خواہم

اور مرزا قادیانی کا عمل یہ کہ اپنی جمعیت بنانے کے لئے لوگوں کو ورغلانے اور پھسلانے میں خود بھی ہمہ تن مصروف رہیں اور دلالوں کو بھی مقرر فرما کر لوگوں کے پیچھے لگائے رکھیں۔

❁ الہامی طاقت وخارق عادت کی چمکار خاص کر پیش گوئیوں کو (اپنی قرار داد مندرجہ براہین احمدیہ کے مخالف) بڑا کمال قرار دے کر ان کے دیکھنے دکھانے کے مرزا صاحب عاشق تو بہت ہیں لیکن تقدیر الٰہی سے ان بناوٹی امور میں اکثر ناکام ہی رہتے ہیں۔ دوسرے اہل اللہ کے نزدیک یہ دیکھنے دکھلانے وشیخی بھگارنے کے کام معصیت وشرک ہیں لہذا وہ کبھی ایسے خلاف اخلاص ولغو امور کی طرف توجہ نہیں کرتے چنانچہ عاجز کے شیخ علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے کہ ،ایں کار جوگیاں است۔ ، اور سوائے نیت حصول رضا رب العالمین کسی اور فضول شغل سے ممانعت فرماتے۔ اس کے مطابق مرزا صاحب کو یاد ہوگا کہ جب لدھیانہ میں ایک مرتبہ سید عبداللہ غزنویؒ کے مرید حافظ صاحب کو مرزا نے بطلب امداد بعض امور کے انکشاف کیلئے توجہ ودعا کرنے کو کہا تھا اور انہوں نے مرزا کا کہنا مان کر توجہ کی تو ان کو فوراً معلوم ہوا اور جواب ملا کہ یہ شرک ہے، جو انہوں نے اسی وقت مرزا سے کہہ دیا تھا۔ مرزا صاحب خود ہی براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۰۲ میں لکھ چکے ہیں کہ:

اہل اللہ پیش گوئیوں سے نہیں بلکہ معرفت اپنے توکل خارق عادت سے کامل محبت، انقطاع تام، صدق وثبات، انس باللہ، شوق وذوق، غلبہ خشوع وخضوع، تزکیہ نفس، ترک محبت دنیا، لا ثانی تقوی وطہارت، انشراح صدر وغیرہ سے شناخت کئے جاتے ہیں پیش گوئیاں ان کا اصل مطلب نہیں ۔ملخصاً۔

اور حق بھی یہی ہے کیونکہ اگر پیش گوئیاں وامثال آں پر دینداری وتقرب الی اللہ کا مدار ہوتا تو جنم پتری بنانے والے پنڈت جوتشی، جوگی، حال سادھو وغیرہ بھی عارفان باللہ ومقربان الٰہی ہوتے کیونکہ ان میں بروئے حساب، ہندسہ، قیافہ، قیاس، عمل مثلث، غلاف نفس وغیرہ وسائل ناجائز پیش گوئیوں کا مادہ وسامان اکثر ہوتا ہے اور مرزا صاحب کی نسبت ان کی پیش گوئیاں بدرجہا بہتر زیادہ معتبر نکلتی ہیں جیسا کہ یہ امر بہت انسانوں وعاجز کا تجربہ شدہ ہے اور یہ امور کچھ قابل قدر بھی نہیں ہیں ۔اس جگہ ان امور وواقعات سے بحث نہیں ہے جن کو اللہ ذات علیم وخبیر وعلی کل شیء قدیر خود بخود اپنے فضل وکرم سے اپنے عاجز بندگان پر بلا درخواست کشف فرماوے اور کھول دے کیونکہ ان میں نہ ان بندگان کی کچھ درخواست وآرزو ہوتی ہے اور نہ ان کا کچھ دخل تراش خراش ۔لہٰذا اس میں کسی کی کیا شیخی؟

❁ عاجز تو بندگان الٰہی کو اپنے اوپر قربان ہونے دینا ہرگز ہرگز گوارا نہیں کرسکتا بلکہ حد سے زیادہ تعظیم وتکریم مرزا صاحب کی جو ان کے مریدین کرتے ہیں اور مرزا صاحب عالی حوصلگی و خوشی سے ارشاد وہدایت قرآنی کو نظر انداز کر کے اس غلو وتعظیم کو پسند وگوارا فرماتے اور ان کے نفوس کو مع لوازم کے اپنا ملک اور خود بدولت کو ان کا مالک قرار دیتے ہیں عاجز ایسی تعظیم کو خلاف شرع ہونے کے باعث اور بندگان الٰہی کے نفوس کی مالکی کو شرک وناجائز قرار دے کر اس سے بہت متنفر ہے کیونکہ یہ مخالف ومنافی نسبت عبودیت ہے۔

مرزا نے ابھی ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۷ و ۲۸ پر حقائق معارف وآسمانی برکات کے عوض اپنا ہاتھ دینے وخود مع جماعت کے بیعت کرنے کی مستعدی ظاہر کی اور اعراض کرنے والے کو بدذات کہا جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے اور اب یہاں یہ شرائط پیش کرتے ہیں کہ پہلے مولوی نوردین کو ایک سپارہ پڑھاؤ، قرآن دانی کا نمونہ دکھلاؤ۔ وخارق عادت کی چمکار سے اس سے بیعت لو وغیرہ ۔سبحان اللہ کیسی استقامت راست بازی نیک نیتی ظاہر ہورہی ہے۔

❁ الہامات جب آیات قرآنی ہوں، مزید براں اسی طرح پورے واقع بھی ہوتے رہیں

بلکہ مرزا خود ان کی عملاً تصدیق بھی کریں اور ہوں بھی بے شمار، پھر ان کو چند نا شائستہ الہامی فقرے وغیر صحیح وغیرہ کہنا کیونکر صحیح ہوا۔ کیا اس لئے کہ وہ سوائے مرزا کسی اور عاجز کو ہوئے؟ ہاں عرصہ کے بعض الہام (یعنی ملاقات ستمبر ۱۸۹۸ء سے پہلے ۱۸۹۷۔۱۸۹۸ء کے) کچھ من وجہٍ نا شناختہ تھے جیسے:

ان تصبک حسنة تسؤهم (تجھ کو بھلائی پہنچے تو ان کو بری لگتی ہے)

کا نواقو ما عا لین ۔ (یہ جماعت علو کرنے والی ہے)

انّ اللّه لا یغیّر ما بقو مٍ حتّی یغیّروا ما با نفسهم

سا و ریکم آ یا تی فلا تستعجلو ن (عنقریب میں تم کو اپنی نشانیاں دکھلاؤنگا جلدی مت کرو)

سینا لهم غضب علی غضب (قریب ہے کہ پہنچے ان کو غضب پر غضب)۔ (یہاں لفظ ظلموا بڑا غور طلب ہے قرآن مجید میں اللہ فرماتا ہے انّ الشّر ك لظلم عظیم، بے شک شرک بڑا ظلم ہے، مرزا صاحب نے جس قدر شرک فی الالوہیت وشرک فی النبوت میں غلو کیا ہے محتاج بیان نہیں)۔

قل ای و ربّی لتنبّئون بما عملتم (تو کہہ ہاں اپنے رب کی قسم ہے ضرور تم کو تمہارے عملوں کی خبر دی جائے گی)

تا اللّه لا کید نّ ا صنا مکم (میں تمہارے بتوں کے ساتھ ضرور چال کرونگا)

قل هل ننبئکم با لا خسرین اعما لاً .. الخ

انّها لشر ذمة قلیلو ن (تحقیق وہ جماعت تھوڑی سی ہے)

ما قدر و اللہ حقّ قدره ، (انہوں نے اللہ کا قدر اس کے حق قدر کے موافق نہ کیا)

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکاں برد

خادم کو مخدوم نہیں بنانا چاہیے۔

پھر الہام انّ اوّ ل بیتٍ وّ ضع للنّاس ببکه مبار کاً جس سے ظاہر ہے کہ اول واصل قبلہ تعظیم وتوجہ ومرجع خلائق جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے وہ وہی ہے جو مکہ مبارکہ میں ہے نہ کسی اور جگہ جیسا کہ مرزا صاحب نے اس اصل بیت وقبلہ مکہ معظّمہ والے کو فراموش کر کے مرزا اور ان کے مکان کو قبلہ وکعبہ قرار دیا ہے۔ اس میں بھی مرزا صاحب کے اعتقادات وغیرہ کی طرف ملتفت ہونے سے ممانعت ہے۔

یہ سب اور دیگر چند الہامات جو اول عاجز کو بایں وجہ کچھ نا شناختہ تھے کہ حسن ظنی سے ان کا محل تعلق ومخاطب مرزا صاحب کو کہنے میں تامل تھا لیکن اب مرزا صاحب نے مہربانی واحسان

فرما کر عند الملاقات اول اپنی تقریر میں اور پھر رسالہ ضرورۃ الامام وغیرہ میں سب کا خود بدولت کو مخاطب محل اور مصداق ہونا ثابت وظاہر فرمادیا جس سے یہ سب ناشناختہ سے شناختہ ہو گئے۔

امام الزمان کسی اور عاجز کا ہونا مرزا صاحب تو بے شک سخت ناپسند فرماتے ہیں لیکن فحوائے ارشاد الفضل بيد اللّٰه يؤتيه من يّشاء و اللّٰه واسع عليم ۔يختصّ برحمته من يّشاء و اللّٰه ذو الفضل العظيم ۔خالق و مالک قادر عزوجل کے کارخانہ میں کس کو دخل ہے؟ یہ سب اس کے ہاتھ میں اس کو اختیار ہے جس کو چاہے بنادے اور سرفراز فرماوے اور بنے ہوئے کو اس کی نالایقی تکبر و تعلّٰی وغیرہ جرائم کے سبب بگاڑ دے۔ عاجز تو ہر طرح راضی ہے، کسی طرح کا کچھ عذر نہیں اگر کسی کی غلامی میں ڈال کر راضی ہووے تو وہ بادشاہت اور سلطنت تمام جہان سے بدرجہا اعلی واولی ہے۔ عاجز کو الہاماً ارشاد بھی ہوتا ہے تعزّ من تشاء و تذلّ من تشاء بيدك الخير انّك على كلّ شيء قدير ۔مرزا صاحب کے ایک ہم خیال کے ساتھ مقابلہ کرنے ذکر آئندہ ہوگا۔

اخیر پر جو مرزا صاحب نے لکھا ہے:

ہزار نکتہ باریک تر زمو ایں جاست نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اس پر مرزا صاحب توجہ کریں کہ زبانی دعاوی فضل و کمال کبھی مثیل کبھی موعود کبھی کچھ کبھی کچھ بن بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوسکتا جب تک کہ انسان اپنی عبودیت مدنظر رکھ کر سراپا عجز و انابت سے بدل و جان مطیع و فرمان بردار کتاب اللہ عزوجل وسنت رسول اللہ ﷺ نہ بنے۔

قادیانی ملہمین

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۳۰ پر مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

میرے عزیز ملہم اس دھوکہ میں نہ رہیں کہ فقرات الہامی اکثر ان پر وارد ہوتے ہیں۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میری جماعت میں اس قسم کے ملہم اس قدر ہیں کہ بعض کے الہامات کی ایک کتاب بنتی ہے، سید امیر علی شاہ ہر ایک ہفتہ کے بعد الہامات کا ایک ورق بھیجتے ہیں۔ بعض عورتیں میری مصدق ہیں وغیرہ (یہاں مبالغہ سے صیغہ جمع عورتیں کہہ کر پھر فقط ایک کا ذکر کیا کہ اس کے الہام میں آپ کی نسبت غلطی کم ہوتی ہے۔ اور یہ لیہ والی مائی سلطان باہو صاحب کے خاندان قادریہ سے متعلق ہیں اور مرزا صاحب سے کبھی ان کو ملاقات بھی نہیں ہوئی اور نہ ان سے کچھ تعلق ہے اور معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اب اس کو بھی مرزا صاحب کے مخالف الہام ہوتے ہیں جن کو مرزا صاحب کا مرید شائع نہیں ہونے دیتا۔ الٰہی بخش) ایسا ہی کئی ملہم ہماری جماعت میں موجود ہیں۔ ایک لاہور میں تشریف رکھتے ہیں مگر کیا ایسے الہامات سے کوئی شخص امام الزمان کی بیعت سے مستغنی ہوسکتا ہے۔ (ملخصاً)

جواب۔ اگرچہ مرزا صاحب کے مریدین کے خوابوں والہاموں کی کیفیت و ماہیت کسی قدر عاجز کو بھی معلوم ہے کہ مجاز اور استعارات والہام کی تمیز سے بالکل بے بہرہ ہیں اور ان کو خواہ وہ از روئے کتب تعبیر کیسی ہی صریح مخالف کیوں نہ ہوں بمتابعت ہوا و ہوس خود حقیقت پر ہی حمل کرتے ہیں اور نعوذ باللہ اپنے اضغاث احلام کو قسمیہ الہام الٰہی کہنے کی جسارت کرتے ہیں حالانکہ امیر المؤمنین و امام الملہمین عمرؓ جیسے جلیل الشان اکابر اسلام و صحابہ عظام اپنے الہامات کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے سے حذر فرماتے تھے جس کا ذکر ہو چکا ہے لیکن مرزا صاحب کے مرید بیچارے بھی معذور ہیں کیونکہ ان کو خوبی قسمت سے پیر ہی ایسا ملا ہے جو بے رہبر و بلا پیر ہی کام چلاتا ہے بایں ہمہ کثرت ملہمین سے دل ما شاد چشم ما روشن اللہ تعالیٰ جل شانہ عم نوالہ کرے کہ اور زیادہ ہوں مگر حدود شرعیہ اسلامیہ کے پابند ہوں اور یہ دولت سارے جہان کو نصیب ہوتا کہ زمین ظلمت و فساد اور غفلت وعناد سے پاک ہونا عین علت غائی و مراد دلی ہے۔ معاذ اللہ عاجز خواہ نخواہ حسد کرکے حدیث شریف: ایّا کم و الحسد فانّ الحسد یا کل الحسنات کما یا کل النّار الحطب (تم اپنے تئیں حسد سے بچاؤ کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو) کی وعید کے نیچے کیوں آوے۔

عاجز کو یقین کامل ہے کہ اس قادر قدیر کی رحمت ختم ہونے والی نہیں اور نہ کسی ایک ہی شخص کو بطور ٹھیکہ عطا ہو کر اوروں کو اس سے محروم کیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب کو اختیار ہے ایسا خیال فرماویں۔ عاجز کا تو ایمان ہے:

ما یفتح اللّٰہ للنّاس من رحمتہ فلا ممسک لھا و ما یمسک و ما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ و ھو العزیز الحکیم (اور اللہ لوگوں کے واسطے جو رحمت کھولے اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا اور جو بند کرے تو بند کرنے کے بعد کوئی کھول نہیں سکتا۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے)

اور عاجز کو کسی کے مقابلہ سے کیا غرض؟ بقول

لنفسی ابکی لست ابکی لغیرھا لنفسی فی نفسی عن النّاس شاغل
(میں اپنے نفس کے لئے روتا ہوں کسی اور کے لئے نہیں روتا، اور اپنے نفس کی فکر میں اپنے نفس میں لوگوں کی طرف سے مشغول ہوں)

عاجز نے تو اپنے الہامات بتفصیل مرزا کو سنائے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بباعث ناگوار گزرنے وتغیر حالت کے مرزا ان کو توجہ سے نہیں سن سکے تاکہ صحت و مقابلہ کا موازنہ صحیح ہوتا

مرزا قادیانی نے لاہور میں صرف ایک ہی ملہم کا تشریف رکھنا فرمایا ہے حالانکہ لاہور کے مریدین میں نصف درجن سے زیادہ مدعیان الہام ہیں..اگر وہ بھی واقعی راست باز ملہمین ہیں جیسے کہ مرزا صاحب اپنی جماعت کی بارہا تعریف فرما چکے ہیں تو پھر ان کو فہرست ملہمین میں قبول و شامل کیوں نہیں فرمایا گیا۔ کیا ان پر کسی قسم کا شک ہے۔

آخر پر مرزا صاحب کی بیعت سے استغنا کا باعث تو الہامات ہیں جن کی مخالفت سے مرزا خود ڈراتے ہیں کہ اس صورت میں انسان کا خاتمہ بد ہونے کا خوف ہے۔ پھر سالہا سال کی ملاقات و معاملات وتجارب بھی مانع ہیں۔

قادیانی کو دس مضامین کی تعلیم کی پیش کش

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور مجھے تو کسی کی بیعت سے عذر نہیں مگر بیعت سے غرض افاضہ علوم روحانیہ اور تقویت ایمان ہے۔ اب فرمایئے کہ آپ بیعت میں کون سے علوم سکھلائینگے اور کون سے

قرآنی حقائق بیان فرمائینگے۔آپ آئے اور امامت کا چہرہ دکھلائیں ہم سب بیعت کرتے ہیں

حضرت ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرش راہ　　　پر کوئی مجھ کو تو سمجھائے کہ سمجھائیں گے کیا

جواب۔ اللہ اکبر! مرزا کو کسی کی بیعت سے عذر تو درکنار خواب کی حالت میں بھی جو بے اختیاری سے کسی عاجز مخلص کا بے تکلف و بے ساختہ مجرد کہنا کہ مرزا بیعت کرلیں، پسند تو کہاں اس کا مطلق سننا بھی گوارا نہیں ہوا، چہ جائے کہ خواب سمجھ کر اس کی تعبیر کیلئے ذرہ تامل وصبر کرتے اور آرام ومحبت سے فرماتے۔صرف اسی بات پر ایسے ناخوش اور برافروختہ ہو کر غیض وغضب فرمایا کہ اسی ایک خواب کے جملہ پر رسالہ لکھ کر طرح طرح سے لتاڑا اور دھمکایا۔کبھی اپنے مقابلہ پر، کبھی اپنے مرید کے، اور کبھی مولوی نورالدین کو سیپارہ پڑھانے کے واسطے للکارا۔اور اب بھی اخلاص سے رضائے الٰہی کیلئے نہیں بلکہ امامت کا جوہر دیکھنے کیلئے منکرین ومقابلین حق فا تنا بما تعد نا کہنے والوں کی طرح کہہ دیا کہ اپنی امامت کے جوہر دکھلائے (جس کا جواب قرآن مجید میں ہے قال انّما یا تیکم به اللّٰه ان شاء و ما انتم بمعجزین (اگر اللہ کو منظور ہو تو وہی عذاب تم پر نازل ہو)۔

اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے تو کسی کی بیعت سے عذر نہیں۔سبحان اللہ واللہ اکبر ۔مرزا صاحب توجہ سے آیات قرآن مجید:

لم تقولو ن ما لا تفعلو ن ، کبر مقتاً عند اللّٰه ان تقو لوا ما لا تفعلو ن کے ارشاد و نیز ر بّک یعلم ما تکنّ صدو رهم و مایعلنون ، و ما من غا ئبةٍ فی السّماء و الارض الّا فی کتابٍ مبین (جو باتیں لوگوں کے دلوں میں مخفی ہیں اور جو علانیہ کرتے ہیں تمہارے رب کو خوب معلوم ہیں اور آسمان وزمین میں ایسی کوئی بات مخفی نہیں جو کتاب واضح میں نہ ہو)

اور حدیث شریف:

> علیکم با لصّدق فانّ الصّدق یهدی الی البرّ و ان البرّ یهدی الی الجنّة .. الخ و اذا کذ ب العبد تباعد عنه الملک میلاً من نتن ما جا ء به (لازم پکڑو سچ بولنے کو کیونکہ یہ نیکی کی طرف کھینچتا ہے اور نیکی بہشت کی طرف لے جاتی ہے۔اور جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ جھوٹ کی بدبو کے مارے اس سے ایک میل پرے ہٹ جاتا ہے)

پر غور فرمائیں۔اسلام میں صدق وراستی بکار ہے ایسی بناوٹ کی بات وچال کی ضرورت نہیں۔

سبحان اللہ عجیب قدرت الٰہی ہے مولوی عبدالرحمٰن (لکھوی) مرحوم جنہوں نے مدینہ میں ایسی مرض سے جس میں موت بفحوائے حدیث شریف شہادت ہے جان بجان آفریں سپرد کر کے قرب و جوار رسول ﷺ میں قیام تا قیامت کر کے اپنی محبت واتباع رسول ﷺ کا بیّن ثبوت دیا، ان کا الہام، مرزا صاحب فرعون، بھی کیسا صحیح وحق ثابت ہوتا ہے جس کے معنی وتشریح یہ ہے:

۱۔ باضافت صاحب طرف فرعون کے جس کا معنی ہوا کہ مرزا ساتھی فرعون کا ہے جیسا کہ مرزا صاحب کی تعلّی وتفاخر وتکبر وخودستائی سے ظاہر ہے۔

۲۔ الہامی عبارت کل کو عربی کہا جاوے مرزا صاحب فرعون، مرزا مبتداء، صاحب فرعون اس کی خبر ہے، جسکا ترجمہ یہ ہوا، مرزا، صاحب فرعون کا ہے۔

۳۔ یا بر طریق ماضی لفظ صاحب کا واقع ہوا ہے جس کے معنی ہوئے کہ مرزا نے فرعون کی ہمراہی کی ہے۔

پھر ایسے ہی مضمون کے الہام جس میں مرزا صاحب کے تفاخر تعلّی شیخی کی خبریں ہوتی ہیں عاجز کو بھی ہوتے ہیں جن کا ذکر سابقاً ہو چکا ہے۔ اور عجب تر یہ کہ ادھر مرزا صاحب بھی اپنی تقریر وتحریر میں ان الہامات کی تصدیق میں وہی تعلّی تفاخر وتکبر والی فرعونی نسبت کو ضرور باصرار ظاہر کرتے ہیں مثلاً دیکھ لیجئے کہ مرزا صاحب کا:

۱۔ اپنی فضیلت، جائداد، آسودگی وکثرت جماعت وغیرہ کا فخر کرنا یا قوم لیس لی ملک مصر و هذه الا نهار تجری من تحتی (اے میری قوم کیا ملک مصر اور یہ نہریں جو اس کے نیچے بہتی ہیں میرا ملک نہیں) کے کیسا مشابہ ہے۔

۲۔ عاجز کو حقائق معارف کے بیان کرنے میں درماندہ اور خود بدولت کو ہزار درجہ بڑھ کر بیان کرنا بلکہ حلفاً کہنا کہ، امید نہیں بمقابلہ ہمارے مرید کے ہزارواں حصہ بھی (الٰہی بخش کے) منہ نکل سکے۔، یہ بھی قول انا خیر من هذا الّذی هو مهین و لا یکاد یبین (میں اس سے بہتر ہوں جو ایک ذلیل ہے اور اچھی طرح بیان بھی نہیں کر سکتا) کے کیسا ہم شکل وہم معنی ہے۔

۳۔ پھر عاجز کو الہامی طاقت سے قرآن دانی کا نمونہ دکھلانے کو سیپارہ پڑھانے کو، خارق عادت کی چمکار سے بیعت لینے کو، معجزانہ اثر والی برکات دکھلانے کو کہنا قول فلو لا القی علیه اسورة من ذهب و جاء معه الملا ئكة مقتر نين (پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے جمع ہو کر آتے) کے ساتھ کیسا ہو بہو ہے؟

مرزا و مریدین اسپر بہت غور سے توجہ کریں اور دیکھیں کہ عاجز غرباء منیب بندگان الٰہی کے الہامات کیسے سچے ثابت ہوتے ہیں کہ ملزم خود اپنی زبان وقلم سے طرح طرح سے ان کی تصدیق کرتا ہے۔ اور توجہ وفکر کر کے اس فرعونی تکبر و تعلّی والی نسبت وعمل درآمد سے توبہ واستغفار کر کے صادق وصحیح نسبت ربّ انّی لما انزلت الیّ من خیرٍ فقیر (اے میرے رب جو کچھ مجھ کو اپنی نعمتوں سے عطا فرمائے میں اس کا حاجت مند ہوں) کہنے والے کے پیرو ہو کر ظاہر و باطن متبع کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ ہوں جس میں فلاح دارین یقینی ہے۔ آگے اپنے اپنے نصیب۔

۳۔ دوسرا امر کہ بیعت میں کون سے علوم سکھلائیں گے، وغیرہ، سو اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ عاجز کے پاس سوائے ہدایت وارشاد مولی خبیر وعلیم تعلیم رسول رؤف رحیم ﷺ کے اور کیا شئے ہے؟ ہاں اس کے فضل وکرم پر بھروسہ کر کے امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ العزیز:

۱۔ بحکم لا تتّخذوا من دونی اولیاء (میرے سوا کسی کو دوست نہ پکڑو)۔

ما لکم من دون اللّٰہ من ولّی و لا نصیر (سوائے اللہ تمہارا کوئی دوست ومددگار نہیں)

ربّ المشرق و المغرب لا الہ الّا ھو فا تّخذہ وکیلاً (رب مشرق ومغرب کا اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اسی کو اپنا کارساز بناؤ)

لا تشرك با للّٰہ انّ الشّرك لظلم عظیم (اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو تحقیق شرک بڑا ظلم ہے)

و اعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئاً (اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ)۔

توحید الٰہی کے مقابل تمام عالم و عالمیان کو ہیچ سمجھنا اور اسی کو اپنا والی وکارساز جیسا کہ وہ حقیقتاً ہے، جاننا اور اس کی ذات وصفات میں بحالت عسر ویسر ومقدمات وغیرہ کبھی کسی کو شریک نہ بنانا کسی پر بھروسہ نہ کرنا اور نہ کسی کی خوش آمد کرنا۔

۲۔ بحکم من یّطع الرّسول فقد اطاع اللّٰہ (جس نے رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کی اس نے اللہ کی تابعداری کی)۔

من یّطع اللّٰہ و رسولہ یدخلہ جناتٍ تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ذالک الفوز العظیم (جو اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرتا ہے اللہ اسے باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ہمیشہ بہشت میں رہے گا اور یہ بڑا مراد پانا ہے)،

و من یّعص اللّٰہ و رسولہ و یتعدّ حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیھا و لہ عذاب مھین (اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے گذرے اللہ اس کو آگ

میں داخل کرے گا اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یہ ذلیل کرنے والا عذاب ہے)

ما آتاکم الرّسول فخذوہ و ما نھاکم عنه فانتھوا (جو کچھ تمہیں رسول ﷺ عطا کریں وہ لے لو جس سے روکیں اس سے رک جاؤ)۔

لا طاعة لمخلوق فی معصیت الخالق (اللہ کی معصیت میں مخلوق کی تابعداری نہ کرو)

اطاعت اللہ عزوجل، ورسول اللہ ﷺ میں کسی اہل دنیا کی پرواہ نہ کرنا۔ شارع ﷺ کے مفسر احکامات وتعلیمات میں خودغرضی وخودرائی کو دخل نہ دینا اوراس کی امرونہی میں بحکم

ما کان لمؤمنٍ و لا مؤمنةٍ اذا قضی اللّه و رسوله امراً ان یّکون لھم الخیرة من امرھم و من یّعص اللّه و رسوله فقد ضلّ ضلالاً مبیناً سرتسلیم خم کرنا۔

پابندی رسوم غیرشرع بحکم من عمل عملاً لیس علیه امرنا فھو ردّ

وخواہش نفس کی حسب ارشاد و لا تتّبع الھوی فیضلّک عن سبیل اللّه۔ انّ الّذین یضلّون عن سبیل اللّه لھم عذاب شدید بّما نسوا یوم الحساب تابعداری نہ کرنا

۳۔ بہ تعظیم ارشاد:

و للّه العزّة و لرسوله و للمؤمنین و لاکنّ المنافقین لا یعلمون۔

لا نفرّق بین احدٍ مّن رّسله۔

و یل لّکل ھمزةٍ لّمزة۔ ن الّذی جمع مالاً و عدّدہ۔

لا یغتب بعضکم بعضاً۔

بحسب امریء من الشّر ان یحقر اخاہ المسلم،

انبیاء واولیاء سلف صالحین و بزرگان دین متین میں سے کسی کی بھی عیب چینی توہین وتحقیر نہ کرنا، ذرا سے خلاف پر مسلمانان مولویان وفقراء کو سبّ وشتم وتبرا بازی کرانے کے واسطے کسی دریدہ دہن وناپاک زبان کو اسی کام کے لئے نان وپارچہ پر اپنے پاس رکھنے کو خلاف شرم وحیا سمجھنا اور نہ فکر حصول مال میں نادہندگان وناموافقان کے لئے اپنی مجلس کو غیبت گاہ بنانا بلکہ بحکم لیحجزك عن النّاس ما تعلم من نفسک (چاہیے کہ تجھے لوگوں (کے عیب بیان کرنے سے) روکے وہ چیز کہ تو اپنے نفس میں جانتا ہے) کے اپنے نفس کے فکر سے بھی غافل نہ ہونا۔

۴۔ حسب الحکم:

ان تؤدّ الا مانات الی اھلھا (امانتوں کو ان کے اہل کی طرف ادا کر)،

فان امن بعضکم بعضاً فلیو دّ الّذی اتمن اما نته (پس اگر تم میں سے کسی کے پاس کوئی امانت رکھے تو امانت دار کو چاہیے کہ امانت ادا کرے)۔

والّذ ین ھم لاما ناتھم وعھد ھم راعون (جو لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت رکھتے ہیں)

امانت میں امین ہونا اور جس طرح ہو سکے اس کو ادا کرنا اور بے محل صرف سے باز رہنا اور جس محل پر خرچ ہونے کو روپیہ آوے اس کو اسی محل پر خرچ کرنا، کسی اپنی نفسانی حاجت کو ہرگز مقدم نہ کرنا۔

۵۔ بموجب حکم:

او فوا با لعقود (اقراروں کو پورا کرو)

او فوا بالعھد انّ العھد کا ن مسئو لاً (اقرار پورا کرو اسلئے کہ عہد یعنی اقرار کی باز پرس ہوگی)

کے ایفاءِ عہد و وعدہ کا پابند رہنا خواہ مشکل ہو یا آسان ہرگز اس کا خلاف نہ کرنا اور بنظر تعمیل حکم:

و لا تا کلوا اموا لکم با لبا طل و تد لوا بھا الی الحکّام لتا کلوا فر یقاً مّن اموال النّاس با لا ثم و انتم تعلمو ن (اور آپس میں ناحق ایک دوسرے کا مال خورد برد نہ کر اور نہ مال کو حاکموں کے پاس رسائی پیدا کرنے کا ذریعہ گردانو، کہ لوگوں کے مال سے، جو کچھ ہاتھ لگے، جان بوجھ کر ناحق ہضم کر جاؤ)

کے بے گانہ مال کھانے و خورد برد کرنے میں حق العباد کے مواخذہ سے ڈرنا اور جسطرح ہو سکے اس کو ادا کر کے سبک دوش ہونا۔

۶۔ قل ما اسئلکم علیه من اجرٍ و ما انا من المتکلّفین (کہہ میں تم سے مزدوری نہیں مانگتا اور نہ مجھ کو تکلف کرنا آتا ہے)

و ما امروا ا لّا لیعبدوا اللّٰه مخلصین له الدّ ین حنفاء..... الآیۃ (اور ان کو یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کریں یک رخے ہو کر)

کے موافق اپنی فضیلت و بزرگی قائم و ثابت کرنے کو حیلہ حوالہ کوئی تدبیر نہ کرنا اور نہ ایسی گھات اور فکر میں لگے رہنا کہ کسی طرح کوئی پیچ ایسا لگے جس سے اپنی قدرت نمائی کا پرتو لوگوں پر پڑے جیسا کہ الہام غثم غثم والا جلی قلم سے لکھ کر مرزا صاحب کی مسجد و مکانوں میں چسپاں اور مریدوں میں مشتہر کیا گیا اور اخیر پر اس کی تصدیق و تکمیل معافی ٹیکس پر مرزا نے عاجزان

کے روبرو بیان فرمائی، تو اس کی وہی مثل ہوئی

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا   جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

۷۔ بحکم فلا تزکّوا انفسکم ھو اعلم بمن اتّقی۔

و لہ الکبریا فی السّما وات و الارض و ھو العزیز الحکیم۔ (اس کے لئے ہی بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ غالب دانا ہے)

انّ اللّٰہ لا یحبّ کلّ مختالٍ فخور۔

الکبریا ردائی و العظمۃ ازاری فمن نازعنی واحداً منھما ادخلتہ النّار۔

لا یدخل الجنّۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃٍ من کبر

تعلیٰ و تفاخر و کبریائی کو خاصہ الوہیت جان کر اس سے حذر کرنا، عبودیت کو ہمیشہ مدنظر رکھنا اپنی بقا کے لئے طرح طرح کی اپنی تصویریں مریدین میں تقسیم کرنا اور اپنے یادگاری مینار گھنٹہ گھر وغیرہ بنوانے کو غیر سبیل المؤمنین سمجھ کر ایسے امور سے پرہیز کرنا اور ان سے دور بھاگنا۔

۸۔ بحکم لا تشتروا بایاتی ثمناً قلیلاً (میری آیتوں کے عوض تھوڑی قیمت حاصل نہ کرو)۔

الا للّٰہ الدّین الخالص (خبردار اللہ کے لئے دین خالص چاہیے)۔

الدّعا مخّ العبادۃ (دعا عبادت کا مغز ہے)،

عبادت یعنی دعا وغیرہ کے لئے تقرری و تقاضائے اجرت و نذرانہ میں اصرار نہ کرنا اور نہ طمع کر کے اپنے اوقات صافیہ کو اس غرض سے ایک برس کے واسطے وقف کرنا۔ بلکہ جو کچھ کرنا بلا طمع خالص بہ نیت رضاء الٰہی کرنا۔

۹۔ بحکم یاایّھا الّذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عند اللّٰہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔

یستخفون من النّاس و لا یستخفون من اللّٰہ و ھو معھم اذ یبیّتون ما لا یرضی من القول و کان اللّٰہ بما یعملون محیطاً

تجدون شرّ الناس یوم القیامۃ ذو الوجھین الّذی یأتی ھؤلا بوجھٍ و ھؤلا بوجھہ،

قول و فعل یکساں کرنا، کوئی بات دورخی پہلودار بناوٹ کی نہ کرنا، ظاہر باطن یکساں رکھنا اور اپنی مطلب براری کی خاطر ناجائز حیلہ حوالہ نہ کرنا، اور اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالی

سے کوئی امر پوشیدہ نہیں ہے۔

۱۰۔ بحکم وَاذکُر اسمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّل اِلَیہِ تَبتِیلاً ۔

وَالَّذِینَ یَذکُرُونَ اللّٰہَ قِیَاماً وَ قُعُوداً وَ عَلٰی جُنُوبِہِم .. الخ ۔

یا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اذکُرُوا اللّٰہَ ذِکراً کَثِیراً وَ سَبِّحُوہُ بُکرَۃً وَ اَصِیلاً ۔

وَاذکُر رَّبَّکَ فِی نَفسِکَ تَضَرُّعاً وَ خِیفَۃً وَ دُونَ الجَھرِ مِنَ القَولِ بِالغُدُوِّ وَ الآصَالِ وَلَا تَکُن مِّنَ الغَافِلِینَ ۔ وَلَا تُطِع مَن اَغفَلنَا قَلبَہُ عَن ذِکرِنَا

مدام ذکر وتوجہ الی اللہ میں مشغول و مستغرق رہ کر اس کی رہنمائی کا طالب رہنا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ ارحم الراحمین ورؤف ورحیم نے محض اپنے فضل وکرم سے عاجز کو سکھلایا اور امتثال اوامر واجتناب نواہی کے لئے جوارح اپنے قابو وحفظ وامان میں رکھے۔

سو امید ہے کہ انشاء اللہ عاجز کے روحانی متعلقین ومتوسلین میں بھی یہی ملکہ راسخہ بفضلہٖ وکرمہٖ پیدا ہو جاوے گا۔ اس کے سوا فقیر عاجز مسکین بے بضاعت کے پاس اور کیا ہے؟

اور مرزا صاحب غور فرمالیں کہ یہ سب امور افاضہ علوم روحانیہ اور تقویت ایمان کے واسطے جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے کافی ووافی ہیں یا نہیں؟

❁ مرزا صاحب نے جو اپنے ہم قوم مرزا غالب کا شعر نقل کیا ہے

حضرت ناصح گر آئیں دیدہ ودل فرش راہ پر کوئی مجھ کو تو سمجھائے کہ سمجھائیں گے کیا

اس کی نسبت عرض ہے کہ عاجز کا کیا مقدور کہ اس بے بضاعتی سے مرزا کے ناصح ہونے کا فخر کرے، لیکن اس مولی محسن ہادی کے کرم وفضل پر امید ہے کہ اگر مرزا ظاہر وباطن یکساں فرما کر اس احکم الحاکمین کی حصول رضا کیلئے دیدہ ودل فرش راہ بناویں گے، تعلّی وتفاخر لفاظی وشاعرانہ گھمنڈ کو دور فرما کر حصول روشنی کیلئے اپنی کھڑکیوں کے کواڑ کھول دینگے تو وہ ارحم الراحمین، غفور شکور ہے کسی کی سعی واخلاص کو ہرگز ضائع کرنے والا نہیں وہ مالک قادر ضرور بالضرور حسب وعدہ وارشاد وَالَّذِینَ جَاھَدُوا فِینَا لَنَھدِیَنَّھُم سُبُلَنَا (جن لوگوں نے ہمارے دین میں کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھائینگے) مرزا کو جیسا مناسب اور ان کے حسب حال ہوگا سمجھانے کا سامان بہم پہنچائے گا۔ ورنہ کسی دوسرے کی کیا طاقت کہ مرزا کو سمجھاوے اور آج کل وہ کسی عاجز کی عرض وسمجھانے پر بایں خیالات بلند پروازی التفات ہی کب فرماتے ہیں۔

معرفت میں بیمثل ہونیکا قادیانی دعوی

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۳۰، ۳۱ پر مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

میں نقارہ کی آواز سے کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ سب بطور نشان امامت ہے جو شخص اس نشان امامت کو دکھلائے اور ثابت کرے کہ وہ فضائل میں مجھ سے بڑھ کر ہے، میں اس کو دست بیعت دینے کو تیار ہوں، مگر خدا کے وعدوں میں تبدیلی نہیں اس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا آج سے قریباً بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں یہ الہام درج ہے الرّحمن علّم القرآن ۔ لتنذر قوماً مّا انذر آباءھم و لتستبین سبیل المجرمین ۔ قل انّی امرت و انا اوّل المسلمین ۔ اس الہام کی رو سے خدا نے مجھ پر علوم قرآنی عطا کئے ہیں اور میرا نام اول المؤمنین رکھا اور مجھے سمندر کی طرح معارف اور حقائق سے بھر دیا ہے اور مجھے بارہا الہام دیا ہے کہ اس زمانہ میں کوئی معرفت الٰہی اور کوئی محبت الٰہی تیری معرفت اور محبت کے برابر نہیں ۔

جواب ۔ بے شک مرزا صاحب کی محنت و ہمت و سرتوڑ سعی جو آپ نے اشاعت معارف میں صرف کر کے اپنی فضیلت دور دراز بمبئی مدراس وغیرہ تک پہنچانے میں ظاہر فرمائی بینظیر ہے کیونکہ کسی ربانی بزرگ عبد صالح و اہل اللہ سے بذات خود اظہار فضیلت میں اس قدر محنت وسعی سننے میں نہیں آئی۔ البتہ یہ تو سنا اور پڑھا ہے:

و عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اذا احبّ عبداً دعا جبریل فقال انّی احبّ فلاناً فاحبہ قال فیحبّہ جبریل ثمّ ینادی فی السّماء فیقول انّ اللّٰہ یحبّ فلاناً فاحبّوہ فیحبّہ اھل السّماء ثمّ یوضع لہ القبول فی الارض (ترجمہ گذر چکا)..

و اذا ابغض عبداً دعا جبریل فیقول انی ابغض فلاناً فابغضہ قال فیبغضہ جبریل ثمّ ینادی فی اھل السّماء انّ اللّٰہ یبغض فلاناً فابغضوہ قال فیبغضونہ ثمّ یوضع لہ البغضاء فی الارض (اور جب کسی بندہ سے نفرت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر کہتا ہے کہ مجھ کو فلاں شخص سے نفرت ہے تو اس سے نفرت کر۔ پس جبریل اس سے نفرت کرتا ہے اور آسمان والوں میں منادی کرتا ہے کہ اللہ فلاں شخص کو مبغوض جانتا ہے تم بھی اس کو مبغوض جانو ۔ پس وہ اس کو مبغوض جانتے ہیں

پھر اس کے لئے خدا کی زمین میں بغض رکھ دیا جاتا ہے)

مدعا یہ کہ اللہ تعالی الودود اپنے محبوبین سے محبت کر کے ان کی شہرت وقبول فی الخلق خود فرماتا ہے۔ان کو اپنی فضیلت و بزرگی کا نہ خود خیال ہوتا ہے نہ وہ اس میں جان کنی کر کے کسی قسم کی محنت ومشقت اٹھاتے ہیں۔مصروفیت ذکر اللہ وطلب رضاء الہی سے ان کو فرصت کہاں کہ نقارہ کی طرح بجنے میں دن رات کمر بستہ ودہن کشادہ رہیں۔

چونکہ اللہ جل جلالہ کسی کی محنت وسعی ضائع نہیں فرماتا جیسا کہ فرمایا:

نولّه ما تولّی۔ من کان یرید حرث الآخرة نزد له فی حرثه و من کان یرید حرث الدّنیا نؤته منها و ما له فی الآخرة من نصیب۔

اسی کے موافق اس خالق مالک نے مرزا کو اس آواز پہنچانے میں مثل دیگر تجاران و اشتہار دہندگان کچھ کامیاب کیا اور اطراف وجوانب سے آپ کے نقارہ کی آواز سن کر جیسا کہ عوام الناس کا دستور ہے بمصداق: آوازہ دہل ہے خوش آئند دور کا۔ لوگ مرزا کے پاس آ گئے۔لیکن تعجب یہ کہ نزدیک والے واقفین ومحرم رازوں سے کوئی شاذ ہی اور وہ بھی کسی ضرورت وسبب سے یہ آواز سن کر مرزا کی طرف ملتفت ہوا۔اس جگہ وہ مقولہ تو ہرگز موافق مثال و چسپاں نہیں ہوسکتا کہ:

نبی اپنے ملک میں عزت نہیں پاتا اور دوسرے لوگ اور ملک والے ہی اس کے گرویدہ و مطیع ہوتے ہیں۔،

ہم کو کسی دوسری نظیر کی ضرورت نہیں ہمارے سید ومولی ﷺ کی مثال ہی کافی ہے کہ ایذاء وتکالیف بدنصیب مخالفین پر بحکم مالک قادر جب دوسرے شہر میں تشریف لے گئے تو ملک والے واقف حال ومحرم راز غلاموں کی طرح حلقہ بگوش ہوکر ساتھ گئے۔ چیدہ وسر برآوردہ جو ملک کے روح رواں بلکہ سب ملک وشہر والوں کے برابر بلکہ ان سے اعلی واولی تھے وہ سب کے سب ہی حاضر ہوگئے۔عزت آبرو ملک وطن جائیداد وغیرہ کی کچھ بھی پرواہ نہ کی۔شیفتہ و والہ ہوکر ذرہ بھر غیر حاضری وعلیحدگی برداشت نہ کر سکے اور السّابقون الاوّلون من المهاجرین (سبقت کرنے والے سب سے پہلے مہاجرین) کے عالی شان خطاب والقاب سے معزز وسرفراز ہوئے لیکن مرزا صاحب کے یہاں اس کا پاسنگ بھی موجود نہیں کیونکہ جو چند لوگ نو وارد ہیں تو وہ شمار میں کتنے ہیں؟ اور کیا یہاں کوئی مولوی عالم طالب حق نہ تھا جو آپ کی بیعت وصحبت کو غنیمت وسعادت عقبی سمجھ کر شامل ہو جاتا؟ پھر ساتھ دینے والوں میں سے بھی جوں جوں کوئی واقف ومحرم راز ہوتا

جائے ، بشرطیکہ خالص طالب رضائے مولی ہو اور کسی تعلق حاجت مندی و معیشت وغیرہ کی زنجیر میں گرفتار نہ ہو، تو وہ رفتہ رفتہ مرزا صاحب سے رخصت ہو جاتا ہے جس پر مرزا صاحب و مریدین موجودہ کو غور کرنی چاہیے۔

❁ نقارہ کی آواز کی مثال مرزا صاحب نے کچھ عمدہ سوچ سمجھ کر نہیں دی یا قدرت قادر نے ہی حق الامر کے موافق سجھا دی۔ بہتر ہوتا اگر کوئی شرعی مثال درج فرماتے کیونکہ اس ملک میں تو بیچارے تنگی کے مارے بوالہوس و شوریدہ حال دھوکہ دہی و عجوبہ نمائی سے پیٹ پالنے والے ایسے ایسے لوگ ہی مثل بازی گر، مداری، ڈھولی وغیرہ لغو تماشا کرنے والے اپنے تماشائیوں کو جمع کرنے اور ان سے ایک ایک دو دو پیسہ وصول کرنے کی خاطر ہی نقارہ کی آواز لوگوں کو سنایا کرتے ہیں۔

❁ مرزا فرماتے ہیں: کوئی دکھلاوے اور ثابت کرے کہ وہ فضائل میں مجھ سے بڑھ کر ہے، غور فرماویں کہ بمقابلہ ایک خاکی نژاد انسان مگر محبوب و برگزیدہ رحمٰن کے پہلے پہل کس بدنصیب نے دعوی اپنی فضیلت و بہتر ہونے کا کیا تھا؟ اگر اس پر بھی دل میں کچھ فکر پیدا نہ ہو تو خیال کریں کہ دکھلانے اور ثابت کرنے پر تو وہ آمادہ ہو جسکو مرزا صاحب کی طرح اظہار فضیلت و بزرگی کا جوش و عشق ہو یا وہ جو انا خیر منه والی نسبت سے مغلوب ہو۔ دوسرا کوئی غریب مسلمان عبودیت و عاجزی کی نسبت والا جو ریا و دکھانے کو شرک و گناہ جانتا ہو وہ کیوں اس طرف خیال کرنے لگا؟ پھر اگر کوئی مرزا کا ہم مذاق دکھلانے اور ثابت کرنے کو آمادہ بھی ہو تو کس کے سامنے ثابت کرے اور دکھلاوے؟ کیونکہ مرزا تو سوا خود بدولت کے کسی دوسرے کی فضیلت کے قائل ہی نہیں۔ بہتر و افضل تو کجا کسی کو اپنے برابر بھی ہرگز نہیں جانتے لہذا اگر کوئی ثابت کرنے پر مستعد بھی ہو تو فائدہ کیا؟ اور پھر مرزا آخر اپنے نشانوں کو بھی نظر عمیق سے دیکھیں کہ کیسے ثابت ہوئے اور مانے گئے؟ اور ان اپنے خیالات و مقالات پر غور کریں کہ اہل اللہ اور ربانیوں کی یہی شان ہے؟

❁ باوجودیکہ عاجز کو مرزا صاحب کے بہت الہام یاد و معلوم ہیں جن میں ان کی تفہیم کے خلاف و برعکس واقعات کا ظہور ہوا ہے جیسا مرزا نے عرصہ دراز کے بعد ایام صلح میں کچھ خود ہی قبول فرمایا تاہم چونکہ عاجز میں مادہ تفاخر ہم چوں من دیگرے نیست والا نہیں ہے لہذا بدظنی نہیں کرتا لیکن یہ ظاہر ہے کہ مرزا کا مسلک بسبب بے رہبر ہونے کے سلف و خلف صالحین امت محمدیہ ﷺ کے مخالف ہے۔ مرزا صاحب اپنے اوہام و خیالات کو بھی الہامات الہیہ کہتے و سمجھتے ہیں اور پھر تراش خراش کا بھی مضائقہ نہیں جانتے اور دوسری طرف عاجز.. باتباع کبراء امت ان کو کتاب اللہ وسنت

رسول اللہ ﷺ پر عرض کر کے مطابق احکام شرعیہ ان پر عامل و کار بند ہوتا ہے۔ نیز ان میں تصرف و ترمیم کے خیال کو بھی معصیت و افتراء سمجھ کر نہایت ڈرتا و حذر کرتا ہے اور شہرت کیلئے اشتہار وغیرہ دینے تو کجا۔ یہ مرزا کی ہی فراخ حوصلگی ہے کہ مریدوں تک کے خواب جس کو وہ الہام کہیں اس کو بھی اپنی مرضی کے موافق درست کر دیتے ہیں چنانچہ عاجز نے مرزا کے دستخطی خط میں ایک دفعہ پڑھا تھا کہ ایک راسخ الاعتقاد مرید جوان کے مقدمات کی پیروی میں بھی بہت سرگرم رہا اس کی تحریر پر اس کے الہامی لفظ مزد کو عضد سے بدل دیا۔ یعنی م کو عین سے اور ز کو ض سے بدل کر مزد کو عضد بنا دیا جس کے معنی اگر کچھ ہوسکیں تو بظاہر برعکس ہو گئے۔ خیال فرمایئے کس قدر فرق عظیم ہو گیا اور مرزا نے ترمیم کی وجہ شائد یہ رقم فرمائی تھی کہ تمہاری تفہیم میں غلطی ہوئی ہے۔

ان ہی اسباب سے مرزا کے ساتھ موافقت کرنے سے روکا و ڈرایا جاتا ہے۔

مرزا صاحب اپنے نشانوں وکرامات وغیرہ کا ذکر بار بار کرتے ہیں لہذا اس کے متعلق کچھ مختصراً عرض کیا جاتا ہے۔

۱۔ یہ سب کائنات زمین آسمان اور جو کچھ ان دونوں میں طرح طرح کی مخلوق انسان نیک و بد، حیوان مفید ومضر وغیرہ جو ظاہر و پوشیدہ ہے، اس کا خالق و مالک اللہ تعالی رب العالمین ہے جس نے اس کو پیدا کر کے ایک محکم مضبوط قانون اس کے لئے مقرر فرمایا ہے جس پر یہ کارخانہ چل رہا ہے۔ چونکہ مخلوق عاجز ضعیف محدود العقل والفہم تھی لہذا اس کو اپنا قانون ومنشاء ورضا سمجھانے کا بھی اپنی رحمت سے آپ ہی سامان فرمایا جس کے واسطے :

الحمد للّٰہ الّذی ھدا نا لھذا و ما کنّا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللّٰہ (اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو اسکا راستہ دکھایا اور اگر وہ ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے)

لقد جاء ت رسل ربّنا با لحقّ و ختمھم با فضلھم و اکملھم محمد ﷺ ن الّذی جاء با لصّدق (تحقیق ہمارے رب کے پیغمبر حق کے ساتھ آئے اور ان کا خاتمہ ان میں سے افضل و اکمل محمد ﷺ کے ساتھ کیا جو سچ کے ساتھ آیا)

کہنا بالکل صحیح اور ضروری ہے۔

۲۔ اس مخلوق کی دو حقیقتیں ہیں۔ اول حقیقت کونیہ یعنی خلق ہو کر موجود ہونا۔ دوم حقیقت دینیہ امریہ یعنی عمل درآمد بموجب حکم خالق۔ دنیا میں چونکہ انسانوں و جنوں کو بباعث عطا ہونے عقل وفہم و ادراک اور دیگر مختلف حواس وقوے کے مکلّف با حکام ہونا لازمی وعندالعقل واجب ہے اور دوسری

ایسی مخلوق جس کو ایسا فہم وادراک وقوی وغیرہ نہیں ملے جس سے وہ مکلّف باحکام ہونے کے لائق ہوتے اور نہ وہ مکلّف ومخاطب احکام کئے گئے، لہذا اس کا ذکر چھوڑ کر صرف مکلّف باحکام مخلوق انسان وغیرہ کا ہی یہاں ذکر ہوگا۔

۳۔ حقیقت کونیہ میں تو سب کائنات ومخلوق داخل ہے لیکن اس کا فرق نیک وبد، اچھا وبرا وغیرہ تفاوت باہمی حقیقت دینیہ امریہ سے پیدا وظاہر ہوتا ہے جس کو اللہ تعالی نے محض اپنے فضل وکرم و رحمت سے اپنے قانون وکتاب مبارک میں مفصل بیان فرمایا ہے جو صاف وصریح مطابق عقل اور فہم وفطرت انسانی ہے اور وہ یہ کہ جو کوئی صدق دل وایمان واخلاص سے اللہ تعالی کے قانون و احکام مقرر کے مطابق اس سے محبت وتعظیم وتکریم واس کی اطاعت کرے، اس کی ناراضی وغضب سے ڈرے، اس کی رضا کا طالب ہوکر وہی عمل کرے جو اسکو پسند اور اس کی رضا کا باعث ہیں اور اسی حالت پر اسکا دنیا میں اخیر وخاتمہ ہو تو وہ اللہ تعالی کے اولیاؤں متقین صالحین پیارے وبرگزیدہ بندگان میں سے ہے۔ اور ایسے ایمان داروں واستقامت والوں پر فرشتے نازل ہوکر جنت کی خوش خبری سناتے اور سلام کرتے ہیں۔ وغیرہ۔ ان کو اولیاء الرحمٰن کہتے ہیں لیکن جو کوئی اس خالق و مالک کے حکم وقانون مقررہ کی باوجود استطاعت پیروی واطاعت نہ کرے بلکہ بموجودگی عقل وفہم کے مخالفت کر کے وہ عمل کرے جو باعث کراہت وناراضی وغضب اس ذات تعالی وتقدس کے ہیں اور ایسی حالت میں اس کا دنیا میں اخیر وخاتمہ ہو تو وہ اس احکم الحاکمین کے مخالفوں، نافرمانوں، سرکشوں باغیوں دشمنوں میں سے ہے اور شیطان نافرمان لعین کا دوست ہے، جو شیطان اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتا ہے اور شیاطین ہر ایک جھوٹے گنہ گار پر اترتے ہیں، یہ اولیاء شیطان کہلاتے ہیں۔ اور یہ ایسا بدیہی امر ومسئلہ ہے کہ عوام بھی اسے فکر وتامل سے سمجھ سکتے ہیں۔

۴۔ جب یہ امر ہر طرح سے ثابت وظاہر ہے کہ اللہ کے مطیع وفرمانبردار اس کے اولیاء دوست پیارے ہونے چاہییں اور ہیں، اور اسکے نافرمان، سرکش، باغی اس کے دشمن واعداء ہونے چاہییں اور ہیں، تو ان ہر دو کے حالات کا یعنی جو کچھ بباعث خوشنودی ورضامندی خالق و مالک اولیاء اللہ پر انعام واکرام اور بباعث ناخوشنودی وناراضمندی نافرمانوں ودشمنان الہی پر زجر وتوبیخ وغیرہ ہو، کیا اس (موجودہ) جہان اور کیا اس (آنے والے) جہان میں یا جو کچھ ان سے سلوک ہوا یا ہوگا، ان سب کا مختلف وجدا جدا ہونا بھی لازمی اور ضروری ومقتضائے عدل وانصاف ہے تاکہ ان ہر دو میں مابہ الامتیاز ہو۔ اور چونکہ دنیا میں عاشقان دنیا چالاک ودھوکہ دہ انسان ایسے بھی ہوتے رہتے

ہیں کہ شعبدہ سحر حاضرات وغیرہ عجائب نمائی وزبانی تقریروں سے بلا اوصاف کے ربانی نبی رسول مجدد محدث وغیرہ اولیاء اللہ بن کر لوگوں سے خدمات و مال لینے کا سلسلہ وطریق جاری کرتے ہیں یا نادانی و ناواقفی علوم دینی سے شیطان ونفس وجن کے دھوکے میں آ کر بغیر صحیح فرمان برداری احکام الٰہی و پوری اطاعت رسول اللہ ﷺ کے اپنے آپ کو صاحب مناصب و اولیاء الرحمٰن جاننے لگتے ہیں لہٰذا اکابر اہلسنت نے اس مضمون پر عمدہ و قابل قدر تصانیف فرما کر فرق درمیان اولیاء الرحمان و اولیاء الشیطان خوب وضاحت سے ظاہر کر کے مخلوق الٰہی کو خبردار کیا ہے۔ شکر اللّٰہ سعیھم

۵۔ مجرد کثرت مال اولاد جماعت جائداد تن آسانی خوش گزرانی دنیوی آسودگی وغیرہ جن کو مرزا نشان کرامت واولیائی کہہ کر اس پر فخر کیا کرتے ہیں یہ امور تو ہرگز رضائے خالق مالک کے نشان و علامات نہیں ہو سکتے کیونکہ دنیا میں اکثر آسودہ حال ہی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری و اطاعت سے منحرف بلکہ بعض بالکل ہی اس ذات مجمع صفات حی قیوم خالق مالک سے منکر سرکشی کرنے والے گذرے ہیں اور اب بھی موجود ہیں۔

پس بندگان مطیع وفرمان بردار اولیاء اللہ اگرچہ بظاہر بلحاظ دنیا کچھ آسودگی و جائداد نہ رکھیں تاہم ان کی حالت انس ومحبت، ذوق وشوق، مصروفیت ذکر اللہ عزوجل طمانیت خاطر جو وابستہ ولازمہ ذکر ہے حسب ارشاد الا بذکر اللّٰہ تطمئنّ القلوب۔ ورضا برضائے الٰہی وغیرہ ایسی عجیب وغریب وراحت بخش اعلیٰ وارفع ہوتی ہے کہ دنیوی بادشاہوں حکمرانوں دولت مندوں کو اس کا پاسنگ بھی کبھی خواب وخیال میں نہیں آیا۔ اور دوسرے انعام واکرام بارگاہ رب العزت سے ان بظاہر غریبوں وخستہ حالوں پر ہوتے ہیں ان کا عشر عشیر بھی دنیاوی دولت مندوں کو کبھی نصیب نہیں ہوا۔ لیکن یہ سب کچھ موقوف و وابستہ اطاعت وفرمان برداری احکام خالق مالک احکم الحاکمین ارحم الراحمین ہے وبس۔ متکبر خود پسند زبانی چنیں و چناں شیخی وتعلّی والوں کو ہرگز نصیب نہیں تاوقتیکہ توبہ واستغفار کر کے ایسے ہی منیب وفرمان بردار نہ بنیں۔

۶۔ عباد الرحمٰن میں سے سب سے اول، اعلیٰ واولیٰ درجہ کے انعام واکرام تو ان پر ہیں جن کو خالق مالک نے اپنے دوسرے محدود العقل وضعیف الفہم مخلوق کی ہدایت رہنمائی اور پیشوائی کے منصب پر خود مقرر کر کے بھیجا ہے جیسا کہ انبیاء ورسل جنہوں نے مطابق ارشاد خالق و مالک کے اپنی تمام عمر اطاعت اللہ و ہمدردی، بہتری وخیر خواہی ونفع رسانی مخلوق اللہ میں صرف کی۔ لہٰذا ان کے حالات نشان و برہان بھی سب دوسری مخلوق سے اعلیٰ وارفع واولیٰ ہیں۔ اور ان کو برہان آیات ومعجزات کہا

جا تا ہے۔ انبیاء ورسل کے بعد ان کے فیض صحبت وتعلیم یافتگان اصحاب کرام کا درجہ ہے اور پھر آگے ان کے شاگردان و پیروان وغیرہ اولیاء اللہ ہیں جو اسی طرز وطریق پر مطابق قانون واحکام الٰہی کے ایمان اخلاص وصدق دل سے وہی چال وراہ چلے اور چلتے ہیں۔ جس کام کے کرنے کا حکم ہو اس کو کرتے اور جس سے منع ہو اس سے باز رہتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ خالق ومالک فرشتوں اور روح القدس سے ان کی مدد کرتا اور ان کے دلوں میں اپنے انوار ڈالتا اور کرامات سے اپنے اولیاء متقین کی تکریم وعزت کرتا ہے اور یہ اس کا قدیمی قانون ہے سبحانہ وتعالیٰ۔ اور سب اولیاء الرحمٰن ان انعام واکرام پر کبھی غرا ہو کر تکبر شیخی وتعلیٰ وخودستائی میں مصروف نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ خائف و ڈرتے ہی رہتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے:

(ترجمہ) قسم اللہ کی میں نہیں جانتا، قسم اللہ کی میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسول اللہ ہوں کہ مجھے کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔

بی بی عائشہؓ نے آیت قرآن و الذین یؤتون ما اتوا و قلوبھم و جلۃ کی نسبت رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا وہ شراب پینے والے اور چوری کرنے والے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ وہ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور صدقات خیرات کرتے ہیں اور پھر ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ یہ ہمارے اعمال (کسی نقص کے سبب) قبول نہ ہوں۔ فرمایا کہ یہی لوگ یسارعون فی الخیرات (جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں) ہیں۔ مرزا ذرا ان احکام وتعلیم اسلامی کو اپنے فخر وتعلیٰ سے موازنہ کریں۔

۷۔ برگزیدہ اولیاء اللہ کی کرامات دین کے حجت یا واسطے حاجات مسلمین کے ہوتی ہیں اور مثل معجزات انبیاء کے۔ اور یہ کرامات اولیاء محض برکت اتباع اپنے رسول ﷺ سے ہیں اور فی الحقیقت معجزات رسول اللہ ﷺ میں ہی داخل ہیں جیسے:

معجزات خاتم النبیین ﷺ

شق القمر جس کا ذکر سرمہ چشم آریہ مصنفہ مرزا قادیانی میں ہے۔

آپ ﷺ کے ہاتھ میں سنگریزوں کا تسبیح کہنا۔

آپ ﷺ کے پاس درخت کا چل کر آنا۔

راستہ میں پہاڑ و درخت کا السلام علیکم یارسول اللہ ﷺ کہنا۔ اور آپ کی صداقت پر شہادت دینا۔

تنہ درخت کھجور کا آپ ﷺ کی مفارقت میں رونا گریہ کرنا۔

آپ ﷺ کا شب معراج بیت المقدس کے حالات سے خبر دینا۔

دوسرے امور گذشتہ وآئندہ کی خبریں دینا جو اسی طرح بموجب فرمودہ واقع ہوئیں۔

کتاب العزیز قرآن مجید مبارک و بے مثل کا لانا۔

کئی دفعہ طعام اور پانی کا بڑھ جانا، جیسے کہ خندق کے دن ایک ہزار لشکر ایک ہنڈیا سے سیر کر دیا اور ہنڈیا میں کچھ کمی نہ ہوئی۔

دوسرے موقعہ پر جب لوگوں نے اونٹوں کے ذبح کرنے کا قصد کیا تو جوان کے پاس تھا جمع کر کے اللہ سے دعا کی تو ایسی برکت ہوئی کہ تمام لشکر نے (جو ایک ہزار تھا) طعام وزاد سے اپنے برتن بھر لئے

غزوہ خیبر میں ایک برتن پانی سے تمام لشکر سیر کر دیا اور اس میں کچھ کمی نہ ہوئی۔

غزوہ تبوک میں لشکر تقریباً تیس ہزار تھا تھوڑے طعام سے سب کو سیر کر دیا۔

حضرت انسؓ جو چند گھر سے چند نان جویں بغل میں دبا کر حضرت ابوطلحہؓ و حضرت ام سلیمؓ سے لے گئے تھے ان ہی سے اسّی (۸۰) آدمی سیر ہوئے اور پھر کھانا بچ رہا۔

ایک بکری کی کلیجی سے ایک سوتیس آدمیوں کو کھانا کھلانا اور پھر بھی بچ رہنا۔

حضرت انسؓ جو کچھ کھجوریں گھی و پنیر ملا، ایک برتن میں لے گئے تھے، آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ مبارک رکھ کر کچھ پڑھا، پھر دس دس آدمیوں کو فرماتے کہ بسم اللہ کہہ کر کھاؤ۔ تین سو آدمیوں کے سیر ہونے کے بعد بھی کھانا اسی طرح تھا۔

آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کی انگلیوں سے کئی مرتبہ حاجت کے وقت پانی چشمہ کی طرح جاری ہونا حتی کہ آپ کے ہمراہیوں کو جو ۱۴ یا ۱۵ سو غزوہ حدیبیہ میں تھے کافی ہوا (اور ایک نیابت نبوۃ کے دعویدار مرزا صاحب ہیں کہ آئے دن چندوں سے طعام مہمان داری وغیرہ کے نام سے مریدوں کی کھلڑی اتارنے پر مان کرتے ہیں اور ھل من مزید ہی کہتے رہتے ہیں)۔

حضرت قتادہؓ کی جب دو آنکھیں رخسارے پر گر پڑیں تو آپکے دست مبارک سے رکھ دینے پر پہلے سے بھی بہتر ہو گئیں۔

حضرت محمدؓ بن مسلمہ کا جب پاؤں ٹوٹ گیا تو آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک لگانے سے صحیح و سالم ہو گیا اسی طرح حضرت عبداللہؓ بن عتیک کی پنڈلی ٹوٹ گئی تو آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک لگانے سے صحیح ہو کر بالکل شکایت نہ رہی۔

ایسا ہی حضرت سلمہؓ بن الاکوع کی ساق کو ایسی ضرب بروز خیبر لگی کہ لوگوں نے کہا کہ مر گیا لیکن رسول اللہ ﷺ کے تین مرتبہ دم کرنے پر بالکل تندرست و صحیح ہو گیا (اور ایک خوارق کے دعویدار مرزا ہیں کہ ایک خاص الخاص مرید دن رات مدح وثنا کے گیت گانے والے کی ایک آنکھ اور ایک ٹانگ بھی آسمانوں میں شور ڈالنے والی تقدیریں بدلنے والی دعا کر کے درست نہیں کراتے اور نہ لاف وگزاف سے باز آتے ہیں)

حضرت عبداللہؓ والد جابرؓ جب غزوہ احد میں شہید ہوئے تو ان پر ایک یہودی کا تیس وسق قرض تھا۔ جابرؓ نے اس یہودی سے کہا کہ اس قرضہ کے عوض سب کھجوریں لے لے لیکن اس نے نہ مانا تو جابر نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آپ کی تشریف آوری پر اللہ تعالی نے سب قرض ادا کر دیا اور سترہ وسق بچ بھی رہیں۔ جابرؓ کہتے ہیں میں راضی تھا کہ میرے والد کا قرض ادا ہو جائے خواہ ایک کھجور بھی ہم کو نہ ملے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ایسی برکت ہوئی کہ جب میں بڑے انبار کو جس پر نبی ﷺ بیٹھے تھے دیکھا تو ایسا تھا کہ ایک کھجور بھی اس میں سے کم نہیں ہوئی۔

(ایک مدعی افضلیت بر صحابہ، مرزا صاحب ہیں کہ قرض وحق العباد لے کر ہضم کر جانا یا تو کرامت سمجھتے ہیں یا قرض خواہ کو چندہ خیرات وغیرہ سے خود ہی اپنا روپیہ وصول کرنے پر بڑا عقل مند خود بدولت کا خیر خواہ و دیندار تصور کرتے ہیں۔ اور قرضہ کی صفائی وحساب کو زر پرست بنیوں بقالوں کا کام ہونے کے اشتہار دلواتے ہیں)۔

یوم حنین جب جنگ زور میں تھا تو آپ نے ایک مشت سنگریزہ یا خاک اٹھا کر مخالفین کی طرف پھینک کر کہا قسم ہے رب محمد ﷺ کی انھزموا (بھاگ گئے)۔ بمجرد اس فرمانے کے دشمنان پیٹھ دے کر بھاگ گئے اور ہر ایک کی آنکھیں خاک سے بھر گئیں (مرزا صاحب مقابلہ کے وقت سبّ وشتم و لعنتوں کے تیر چلاتے ہیں اور حیلہ وحوالہ کر کے میدان چھوڑ دیتے ہیں)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ مشرکہ تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی شان میں کچھ بے ادبانہ کہا۔ حضرت ابو ہریرہؓ روتے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کی ہدایت کی دعا کرائی۔ آپ کے دعا کرنے پر وہ فوراً مخالفت چھوڑ کر مسلمان ہو گئی (مرزا خلق عظیم کے مدعی ہو کر ایسے موقع پر مخالفوں کے حق میں بجائے دعا کرنے کے ان سے قطع رحم کرنے کا حکم دیتے اور موت وذلت کی پیشگوئیوں سے دھمکاتے وڈراتے ہیں)

ایام قحط میں بروز جمعہ خطبہ میں ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ مال مویشی ہلاک ہو گیا اور عیال بھوک سے تنگ آپ اللہ تعالی دعا فرمائیں۔ اس پر آپ نے ہاتھ اٹھائے اور اس وقت کوئی بادل نہ تھا۔ آپ نے ابھی دعا سے ہاتھ نیچے نہ کئے کہ پہاڑوں کی طرح بادل آ گئے اور ابھی آپ منبر سے نہیں اترے تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور لگاتار دوسرے جمعہ تک ہوتی رہی۔ پھر

اس اعرابی یا کسی دیگر نے کہا یا رسول اللہ مکان گر گئے اور مال غرق ہو گیا اللہ تعالی سے آپ دعا کریں تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا، یا الہی ہمارے گرد ٹیلوں پہاڑوں اور جنگلوں پر برسے ہم پر نہ برسے۔ پس اسی وقت بادل کھل گیا اور دھوپ میں لوگ چلنے پھرنے لگے اور باہر سے بھی بارش کی ایسی ہی خبریں آئیں (ایک بزبان خود رحیم پر شفقت مہربان امام الزمان مرزا صاحب ہیں کہ لوگوں کی ہلاکت وعذاب کے ہی خواہاں ہیں اور اگر بھول چوک کر کبھی بارش ورحمت الہی کا جوش والہام مشتہر فرمایا ہے تو ان کے خذلان کے لئے الٹا ہی ظہور ہوتا ہے)۔

ایک اعرابی جنگلی نے جب کہا کہ اللہ تعالی کے وحدہ لاشریک اور آپ کے رسول اللہ ہونے کی اور کون شہادت دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ درخت ۔ پھر اسکو بلایا اور وہ زمین چیرتا ہوا سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور تین مرتبہ شہادت دے کر پھر اپنی اصل جگہ جا کھڑا ہوا۔

اسی طرح ایک اور اعرابی نے کہا کہ ہم کس طرح پہچانیں کہ آپ نبی ہیں؟ اس پر آپ ﷺ کے بلانے سے ایک شاخ کھجور ٹوٹ کر آپ کی طرف گری اور پھر آپ کے فرمانے سے اپنی اصلی جگہ جا کر پیوند ہوگئی اور وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔

ابو ہریرہؓ نے اکیس دانہ کھجور لے جا کر آپ سے برکت کی دعا کرائی تو آپ نے ان کو ہاتھ مبارک لگا کر دعا فرما کر فرمایا کہ ان کو ڈال رکھو، ضرورت پر ہاتھ ڈال کر لے لیا کرو، اور ان کو باہر نہ پھیلاؤ۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ان میں سے کئی وسق فی سبیل اللہ دیں اور آپ بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے رہے وہ جگہ کبھی خالی نہ ہوئی حتی کہ بروز قتل وشہادت عثمانؓ وہ ختم ہوئے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن پہلے رسول اللہ ﷺ نے کفار بدر کے گرنے وموت کی جو جو جگہ انشاء اللہ فرما کر ہم کو نشان دی و دکھلائی تھی اس حد سے ذرہ تجاوز نہ ہوا (ادھر مرزا ہیں کہ بایں دعاوی فضیلت جو کچھ دعوے سے کہتے و بتلاتے ہیں وہ کبھی پورا نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس ہی ظہور ہوتا ہے)۔

جب رسول اللہ ﷺ مع ابی بکر صدیقؓ، عامر بن فہیرہ، اور عبد اللہ اللیثی مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو تشریف لے جا رہے تھے تو راستہ میں ام معبد کے خیمہ کے کنارے ایک درماندہ بکری کو جو دودھ دینے کے لائق نہ تھی، اس کو ام معبد سے اجازت لے کر اللہ تعالی کا اسم مبارک لے کر دعا دے کر دوہا، تو اس نے اس قدر دودھ دیا کہ ام معبد نے سیر ہو کر پیا۔ آپ ﷺ کے ہمراہیان نے سیر ہو کر پیا، سب کے بعد آپ ﷺ نے پیا اور پھر دوھ کر دودھ سے برتن پر کر کے اس کو چھوڑ دیا اور روانہ ہوئے۔

غرض معجزات بہت ہیں۔قریب ایک ہزار کے تو شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبدالحلیم نے جمع کیئے ہیں اوراسی طرح آپ کے اصحاب اورتابعین وغیرہ سائرالمسلمین کی کرامات تو بہت ہی کثرت سے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

کرامات صحابہ

حضرت اسید بن حضیرؓ کے سورہ کہف کی تلاوت کے وقت آسمان سے سائبان، جو مثل چراغاں کے تھا، اترا اور وہ فرشتے تھے جو ان کی قرأۃ سننے کے لئے نازل ہوئے تھے۔

حضرت اسید بن حضیرؓ و حضرت عباد بن بشیرؓ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس باتیں کرتے دیر ہوگئی۔ جب وہ وہاں سے نکلے تو رات بہت اندھیری تھی دونوں کے ہاتھوں میں چھڑیاں تھیں ایک کی چھڑی کا کنارہ روشن ہوگیا اوراس کی روشنی میں چلے۔ جب ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے تو دوسرے کا عصا روشن ہوگیا اور ہر ایک روشنی میں اپنے اہل تک پہنچا۔

یوم احد حضرت جابرؓ کے والد عبداللہؓ نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے میں اول قتل ہونگا۔ چونکہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے تم ہی مجھ کو عزیز ہو، پس میرا قرض ادا کرنا اور میری وصیت کے موافق بہنوں سے نیک سلوک کرنا۔ صبح کو اول وہی شہید ہوئے اور عمروؓ بن الجموح جو ان کے دوست تھے ان کے ساتھ اکٹھے دفن ہوئے۔

حضرت خبیب بن عدیؓ جب مشرکین مکہ کے پاس قید تھے تو خلاف موسم خوشہ انگور کھایا کرتے تھے حالانکہ مکہ معظّمہ میں اس وقت انگور نہ تھا۔

سفینہؓ مولی رسول اللہ ﷺ جب ارض روم میں راستہ بھول کر لشکر سے علیحدہ پڑ کر لشکر کی تلاش میں تھے، کہ ناگہاں ایک شیر مل گیا، اس سے کہا یا ابا الحارث میں رسول اللہ ﷺ کا مولی ہوں اور راستہ گم ہوگیا ہے۔اس پر شیر دم ہلا کر ان کے ساتھ ہولیا اور لشکر تک پہنچا کر واپس ہوا۔

خالدؓ بن الولید نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو محصورین نے کہا کہ تم یہ زہر پی لو تو ہم اسلام قبول کرتے ہیں۔ انہوں نے زہر پی لی اور اللہ تعالی کے فضل سے اس نے کچھ ضرر نہ کیا۔

حضرت عمرؓ بن خطاب نے ایک لشکر بھیجا، اس پر ایک شخص ساریہ نام کو امیر کیا۔ ایک روز حضرت عمرؓ خطبہ کہتے ہوئے پکارنے لگے یا ساری الجبل یعنی اس پہاڑ کو اپنی پیٹھ پیچھے کرلو۔

جب لشکر سے قاصد آیا تو اس نے بیان کیا کہ یا امیر المومنین ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا، تو انہوں نے ہم کو پسپا کیا۔ اس اثنا میں ایک پکارنے والے کی آواز سنی یا ساری الجبل۔ تو ہم نے پہاڑ کو اپنی پیٹھوں پیچھے کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی۔

مدینہ میں قحط ہوا، لوگوں نے بی بی عائشہؓ سے شکایت کی تو آپؓ نے کہا کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک سے آسمان کی طرف ایک روشن دان ایسا کرو کہ درمیان قبر مبارک اور آسمان کے کوئی سقف نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، تو ایسی بارش ہوئی کہ گھاس بہت ہوا اور اونٹ خوب موٹے تازے ہوئے اور اس سال کا نام عام الفتق ہوا۔

پھر فرقان میں اولیاء الشیطان کے حالات کرامات گوناگوں بہت بیان فرمائے ہیں جن میں سے چند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

احوال شیطانیہ

عبداللہ بن صیاد کا حال جو زمانہ نبی ﷺ میں ظاہر ہوا تھا اور بعض صحابہ نے گمان کیا کہ وہی دجال ہے، نبی ﷺ نے بھی اس کے امر میں توقف فرمایا حتی کہ بعد میں آپ کو ظاہر ہوا کہ وہ دجال نہیں بلکہ کاہنوں کی جنس سے تھا۔ لکھا ہے کہ آخر وہ توبہ کر کے مسلمان ہو کر مرا، اور احادیث میں اس کا ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اس سے پوچھا کہ تو میرے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ آپ امیین کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ دخان دل میں رکھ کر اس سے فرمایا کہ میں نے تیرے لئے ایک بات چھپائی ہے۔ اس نے کہا ھو الدخ۔ آپ ﷺ نے فرمایا دور ہو، تو اپنے قدر سے ہرگز نہ بڑھ سکے گا۔ آپ کی مراد تھی کہ تو کاہنوں کے بھائیوں میں سے ہے اور کاہنوں میں ہر ایک کے لئے شیطانوں میں سے ایک قرین ہوتا ہے جو اس کو اکثر غیب کی خبریں دیتا ہے جو (ملائکہ سے) سن کر اور اس میں جھوٹ سچ ملا کر آ بتلاتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ عنان (سحاب) میں اترتے ہیں اور آپس میں جس امر کی قضا آسمان میں ہوتی ہے اس کی بات چیت کرتے ہیں اور شیطان چوری سے کان لگا کر سن کر کاہنوں کو وحی کرتے ہیں اور وہ اپنے پاس سے سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے ہے کہ نبی ﷺ چند انصار میں بیٹھے تھے، ناگہاں ایک تارا ٹوٹ کر روشن ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم ایام جاہلیت میں اس کو کیا کہتے تھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم کہتے تھے کہ کوئی بڑا

آدمی مرے گا یا کوئی بڑا آدمی پیدا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کسی کی موت وحیات کے لئے یہ ستارے نہیں پھینکے جاتے ولیکن ہمارا رب جب کسی امر کی قضا فرماتا ہے تو حاملان عرش تسبیح پڑھتے ہیں پھر ان کے متصل آسمان والے (ملائکہ) پھر ان کے متصل والے، یہاں تک کہ اس آسمان والوں تک تسبیح کی نوبت پہنچتی ہے بعدہ ساتویں آسمان والے حاملان عرش سے دریافت کرتے ہیں کہ ہمارے رب نے کیا فرمایا؟ تو وہ ان کو خبر دیتے ہیں۔ پھر نوبت بنوبت آسمان والے خبر پوچھتے ہیں یہاں تک کہ اس نچلے آسمان دنیا والے ملائکہ کو خبر پہنچتی ہے تو شیطان سنی بات کو اچک لیتے ہیں تو ان کی طرف ستاروں کا شعلہ پھینکا جاتا ہے پھر شیطان اس بات کو اپنے دوستوں کے کانوں میں ڈالتے ہیں۔ پس جو بات ٹھیک لے آتے ہیں وہ اسی طرح سچ ہوتی ہے لیکن وہ اپنی طرف سے اس میں بڑھا لیتے ہیں۔

پھر شیخ الاسلامؒ نے اور بہت سے حالات شیطانیہ بیان فرمائے ہیں مثلاً کوئی شیطانی حال سے آگ میں داخل ہوتا ہے، یا سیٹیوں اور تالیوں کے سماع میں شیطان اس پر نازل ہوکر اس کی زبان پر کلام کرتا ہے اور بعض حاضرین کو اس کے دل کی بات بتلا دیتا ہے (بعض سنگ ابرق چھلکہ سنگترہ وروغن مینڈک بدن پر مل کر یا کسی اور ترکیب طبیہ سے بھی آگ میں داخل ہوتے ہیں) شیطان کسی کے پاس روپیہ پیسہ طعام میوہ جات وغیرہ جو وہاں دستیاب نہ ہوں لے آتا ہے بعض کو بیت المقدس وغیرہ اور بعض کو بشب عرفہ عرفات لے جا کر اسی رات واپس لے آتا ہے۔ میقات حد مقررہ پر پہنچ کر احرام نہیں باندھتا اور نہ لبیک کہتا ہے نہ مزدلفہ کا وقوف نہ بیت اللہ کا طواف نہ صفا مروہ میں سعی نہ رمی جمار کرتا ہے اپنے معمولی لباس میں عرفات میں ٹھہر کر واپس آ جاتا ہے۔ اور باتفاق مسلمین یہ شرعی حج نہیں ہے بلکہ ایسا ہے جیسا کوئی شخص جمعہ میں حاضر ہو کر بغیر وضو کے قبلہ کے سوا کسی اور طرف نماز پڑھے۔ شیطان کسی مردہ کی صورت میں اسکے مرنے کے بعد آ کر قرض و امانتیں متعلق میت ادا کر جاتا ہے حالانکہ وہ مردہ آگ میں جلا دیا گیا ہوتا ہے لیکن وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ موت کے بعد زندہ ہوگیا ہے۔ کسی کو ہوا میں ایک تخت اور اس پر نور دکھائی دیتا ہے۔ آواز سنتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اگر وہ شخص اہل معرفت سے ہوتا ہے تو جان لیتا ہے کہ یہ شیطان ہے، پس اس کو دھمکاتا ہے اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو شیطان دور ہو جاتا ہے۔ کسی کا خواب میں سر مونڈ جاتا ہے کپڑا پہنا جاتا ہے اور صبح کو ویسا ہی سر منڈا ہوا اور کپڑا موجود ہوتا ہے اور یہ جن کا کام ہوتا ہے۔ بعض اسماء اللہ یا بعض اس کی کلام کو نجاست سے لکھنا یا سورۃ فاتحہ الکتاب سورہ اخلاص یا

آیت الکرسی وغیرہ سورتوں کو الٹا کرنا یا نجاست سے لکھنا یہ سب شیطانی حالات والوں کے کام ہیں ۔جن بھی کافر فاسق خطا کار مسلمان یہودی نصرانی بدعتی وغیرہ ہوتے ہیں ۔ان سے تعلق رکھنے والا شخص جیسا ہوتا ہے ویسا ہی وہ اس سے معاملہ کرتے ہیں ۔جب کوئی کافر جنوں کی موافقت کرتا ہے تو وہ اس کی مدد بھی کر جاتے ہیں ۔پانی کو زمین میں خشک کر دیتے ہیں ۔ایک جگہ سے نقل کر کے دوسری جگہ لے جاتے ہیں ۔کبھی کسی عورت ولڑکے کو جس کو وہ چاہے ہوا میں اٹھا کر یا دھکیل کر مجبور کر کے اس کے پاس لے آتے ہیں ۔وغیرہ بہت امور ہیں جن پر ایمان لانا ...جادو اور طاغوت شیطانی پر ایمان لانا ہے ۔بعض سورج چاند وستارہ پرستوں اور ان کو پکارنے والوں پر شیطان اتر کر ان کو خطاب کرتا اور بعض امور کی ان کو خبر دیتا ہے اور وہ لوگ اسکا نام روحانیت الکواکب رکھتے ہیں حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے (مرزا صاحب بھی روحانیت الکواکب اور ان کے اثر کے بڑے قائل ومقر ہیں جس کے لئے توضیح مرام میں بہت کچھ لکھا ہے)۔پھر فرقان میں فرمایا کہ میں اس کو جانتا ہوں جس سے زمین کی نباتات اپنے منافع وخواص اس کو بتلاتے ہیں، اور درحقیقت شیطان ان میں گھسا ہوا ہوتا ہے ۔ اس کو بھی جانتا ہوں جس کو پتھر ودرخت کہتے ہیں: مبارک تجھ کو یا ولی اللہ ۔پھر جب وہ آیت الکرسی پڑھتا ہے تو یہ کرشمے دور ہو جاتے ہیں ۔اس کو بھی جانتا ہوں جو کسی پرند کے شکار کا قصد کرتا ہے تو چڑیا وغیرہ پرندے اس کو کہتے ہیں کہ مجھ کو پکڑ لے تاکہ فقراء لوگ کھائیں ۔، ان میں بھی شیطان گھسا ہوا ہوتا ہے جیسا کہ انسانوں میں گھس کر ایسی باتیں کرتا ہے ۔اس کو بھی پہچانتا ہوں جس کو کہنے والا کہتا ہے کہ میں اللہ تعالی کے امر سے ہوں تو مہدی ہے جس کی بشارت نبی ﷺ نے دی ہے ۔، اور اس کے لئے پرندوں میں تصرف کرنے کے خوارق ظاہر کرتا ہے ۔مثلاً اس کے خیال میں گذرے کہ ہوا میں پرندے مکڑی ٹڈی دہنے بائیں جاوے تو جدھر کا ارادہ کرتا ہے ادھر ہی چلی جاتی ہیں ۔ اور جب اس کے دل میں بعض مواشی کے کھڑے ہو جانے یا سو جانے یا چلے جانے کا ارادہ آتا ہے تو اس کے موافق بغیر حرکت ظاہری کے ہو جاتا ہے ۔کبھی اسے اٹھا کر مکہ معظّمہ لے جاتے ہیں کبھی اس کے پاس خوبصورت اشخاص لاکر کہتے ہیں کہ یہ کروبی ملائکہ ہیں ان کو آپ کی زیارت کا شوق تھا ۔، جب وہ دل میں کہتا ہے کہ یہ بے ریش لڑکوں کی صورت کیونکر بن گئے ، پھر سر اٹھا کر دیکھتا ہے تو ان کو ریش دار پاتا ہے ۔اور اس کو کہتے ہیں کہ تیری مہدی ہونے کی یہ علامت ہے کہ ایک مسّا تیرے بدن پر نکلے گا ۔، تو وہ نکل پڑتا ہے اور وہ اس کو دیکھتا ہے ۔، اور اس کے سوا اور بھی بہت کچھ ۔اور یہ سب شیطانی مکر ہیں ۔کوئی گھر کے اندر بیٹھا ہوتا ہے اور دروازہ بند ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس گھر

و دروازے سے باہر دیکھتا ہے یا اس کے برعکس، اور ایسا ہی شہر کے بند دروازوں میں اس سے واقعہ ہوتا ہے۔ دراصل یہ جن کا کام ہوتا ہے جو اسے جلدی سے دروازہ بند کے اندر لے جاتا ہے اور کبھی باہر نکال لاتا ہے۔ یا اس کو انوار دکھاتا ہے۔ یا جس کو چاہے اس کو لا حاضر کرتے ہیں۔ یہ سب حرکات شیطانیہ ہیں اور آیت الکرسی بار بار پڑھے تو دور ہو جاتے ہیں۔ بعض مشائخ نے بیان کیا کہ کوئی روشن چیز پانی یا آئینہ کی طرح جن مجھ کو دکھلاتے ہیں اور جو کوئی مجھ سے کچھ پوچھتا ہے اس کی صورت اس میں کھینچ دیتے ہیں، تو میں لوگوں کو بتلا دیتا ہوں۔ اور ان میں سے جب کسی کو آشکارا ہو گیا کہ یہ شیطان سے ہیں، تو جن کو اللہ تعالی توبہ کی توفیق دیتا ہے وہ توبہ کرتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ بات اس قدر وسیع ہے کہ جو کچھ اس کے متعلق ہم نے دیکھا اور سنا اگر وہ لکھیں تو اس میں گنجائش نہیں اور ایک بڑی جلد کی ضرورت پڑے۔

فرمایا کہ شیطانی احوال ان ہی کو حاصل ہوتے ہیں جو کتاب اور سنت سے باہر نکلتے ہیں اور ان کا یہی حال ہے کہ جب ان کے پاس شیطانوں کے دور کرنے والا ذکر جیسے آیت الکرسی پڑھا جاتا ہے تو شیطان انہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں کیونکہ ابو ہریرہؓ والی حدیث (جس ذکر گذر چکا) سے ثابت ہو چکا ہے کہ بار بار بصدق دل اس کا ورد احوال شیطانیہ کو باطل و زائل کر دیتا ہے کیونکہ توحید شیطان کو دفع کرتی ہے اسی لئے جب شیطانی حال والوں سے کوئی ہوا میں اٹھایا گیا جب اس نے کہا لا الہ الّا اللّٰہ، تو گر پڑا۔ کبھی کسی کو شیطان اٹھا کر ہوا میں لے جانے کو گھر سے باہر لایا تو ایک نے اولیاء اللہ میں سے حاضر ہو کر اس کے شیطان کو بھگا دیا تو وہ گر پڑتا ہے۔ چنانچہ یہ ماجرا کئی ایک کو پیش آیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر انسان ظاہر و باطن اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ واصحابہ کا مطیع ہو تو شیطانوں کی طاقت نہیں کہ اسکے کام میں دخل دیں یا اس کے ساتھ میل جول رکھیں۔

(یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خاص ذاکرین مسلمانوں پر بہ سبب ان کی مصروفیت ذکر اللہ تعالی لا حول و لا قوۃ الّا باللّٰہ، آیت الکرسی وغیرہ پڑھنے سے مرزا کے منتر وافسوں تدابیر وحیل گوناگوں کچھ اثر نہ کر سکے)

پھر لکھا ہے کہ کرامات اولیاء اللہ میں اور احوال شیطانیہ جو ان کے مشابہ ہیں، ان کے درمیان کئی طرح کے فرق ہیں۔ ایک تو یہ کہ اولیاء اللہ کی کرامت کا سبب ایمان و تقوی ہوتا ہے اور احوال شیطانیہ کا سبب وہ امور ہوتے ہیں جن سے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے (جیسے تصاویر کھینچنی و کھچوانی، خلاف شریعت مسائل نکالنے بتلانے وغیرہ)۔ یہ بھی فرمایا کہ خوارق شیطانی والوں میں لا بد ہے کہ جہل سے یا دیدہ دانستہ دروغ گوئی بھی ہو۔

اب مرزا وان کے مریدین تامل سے اپنے عمل درآمد خلاف شریعت، دروغگو ئیاں بیشمار جن کا ذکر آئندہ بذیل ذکر نیابت نبوت آتا ہے، پیش گوئیوں پر زور دینے، طاعون، موت، ذلت و رسوائی کی دھمکی دینی سب کو سبّ وشتم، لعن وطعن کرنے وغیرہ پر غور کر کے نیز اس کو ذہن میں رکھ کر کہ اولیاء اللہ سلف وخلف کبراء امت میں سے کبھی بھی کسی نے باوجود کثرت خوارق وکرامات رحمانیہ وغیرہ دیگر انعامات الٰہیہ کے مرزا کی طرح شیخی وتکبر کر کے اپنے آپ کو لا ثانی کہہ کر اظہار فضیلت و شہرت کے لئے ایسی تدابیر اشتہار بازی کی ہے، یا کسی ولی اللہ ما مور من اللہ یا عام منیب مومن سے بھی اتباع نفس میں درباره نکاح ایسی خط وکتابت ہوئی ہے جیسے مرزا کی خط وکتابت بنام، مسیلمہ قادیانی کا مکر شیطانی یا نکاح آسمانی کے راز نہانی، چشمہ نور پریس امرت سر میں ۱۶۔ اگست ۱۹۰۰ء کو طبع ہو کر غلام احمد کی طرف سے بلا قیمت شائع ہوئی ہے۔ ان سب امور پر نظر کر کے انصاف کریں کہ آپ کن اولیاؤں میں داخل ہو سکتے ہیں۔

اور آپ کی کرامات جن کا وجود ونام ونشان سوائے آپکی زبان وقلم کے اور کہیں بھی نہیں اگر کچھ مثل حیل وغیرہ کے ہوں بھی تو وہ تلبیسات شیطانیہ سے مشابہ ہیں یا کرامات رحمانیہ سے؟

اصل کرامات اولیاء اللہ کی نسبت فرمایا:

چونکہ اکثر خوارق ایسے ہوتے ہیں جن سے انسان کا درجہ ناقص ہو جاتا ہے اسی لئے اکثر صالحین ایسی باتوں سے توبہ کرتے رہے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالی سے بخشش مانگتے رہے ہیں جس طرح کہ زنا وچوری سے توبہ کی جاتی ہے۔ بعض صالحین پر یہ خوارق پیش کی جاتی ہیں تو وہ اللہ تعالی سے ان کے دور ہونے کا سوال کرتے ہیں اور سب صالحین اپنے مرید سالک کو فرماتے رہتے ہیں کہ ان خوارق پر ٹھہر نہ جاوے اور ان کو اپنا اصلی مقصود نہ ٹھہراوے اور ان پر خوش نہ ہو۔ باوجودیکہ وہ ان کرامات کو کرامات ہی خیال کرتے ہیں پس (جب واقعی کرامات پر مغرور وخوش ہونا درست نہیں تو) جب شیطانوں کی طرف سے دھوکہ دینے والے حالات ہوں تو ان پر غرہ ہونا کیوں کر درست ہے؟ فرمایا کہ غایت درجہ کی کرامت یہ ہے کہ شریعت پر مستقیم رہے اس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں کہ اللہ اپنے بندے کو ان امور کی توفیق دے جن کو وہ چاہتا اور جن سے وہ راضی ہے اور ایسے اعمال زیادہ کرے جو اس کو اللہ تعالی کے قریب کریں اور اس کے درجات بلند ہوں۔ اب مرزا صاحب اہل اللہ کے ان عالی خیالات پر غور کریں اور پھر اپنے سطحی خیال خود فروشی، خودنمائی و ہر دم اظہار فضیلت کی دھن کو دیکھ کو باہم موازنہ کریں۔

معجزات انبیاء وکرامات اولیاء الرحمٰن مذکورہ بالا سے بخوبی ظاہر ہے کہ ان انعامات الٰہیہ کا ظہور یا تو بہتری وخیر خواہی وحاجت روائی مخلوق اللہ کے لئے ہوا، یا محض اظہار انعام واحسان الٰہی کے طور پر ہوا، اور بسا اوقات بلا کسی کی آرزو وبغیر کسی کے مقابلہ وتحدی کے، لیکن مرزا کے یہاں چونکہ دہل خالی کی طرح محض زبانی آواز ہی ہے اور دراصل مطلق کچھ نہیں، لہٰذا موقعہ پر عبدالکریم کی آنکھ وٹانگ کی صحت کی درخواست پر اشتہار نور الابصار میں تحدی بالمقابل کی شرط گھڑ کر اپنی طرف سے لگادی اور خشیت وانصاف مدنظر رکھ کر یہ نہیں خیال کیا کہ قتادہؓ کی آنکھیں، حضرت محمد بن مسلمہؓ کا پاؤں، اور اسی طرح حضرت عبداللہؓ بن عتیک کی پنڈلی اور حضرت سلمہؓ بن الاکوع کی ساق جو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ لگانے سے فوراً شفا ہو کر یہ سب صحیح وسالم ہو گئے تھے، بھلا وہاں تحدی مقابلہ وانکار وغیرہ کہاں تھا؟ افسوس مخلوق الٰہی کو دھوکہ دینے کیلئے خوف اللہ عزوجل چھوڑ کر کیسے کیسے اصول تراشے جاتے ہیں؟ پھر بطور تنزل اگر شرط تحدی مان بھی لیں تاکہ مرزا صاحب کی ضد ٹوٹے تو لیجئے تحدی بھی مولوی حافظ حاجی عبدالحق غزنوی کے اشتہار جولائی ۱۹۰۰ء میں موجود ہے جس میں انہوں نے اعلان دیا ہے کہ:

مرزا مع فرضی تعداد تیس ہزار حواریان کے عبدالکریم کی ایک آنکھ وٹانگ کی صحت کے لئے دعا کریں اور ہم مخالفت پر دعا کریں گے کہ اے اللہ سچ کو غالب کرنے والے اور باطل کو مٹانے اور جھوٹوں کو ذلیل کرنے والے اس کو تاحین حیات اسی طرح کانا ولنگڑا ہی رکھ۔ (اور لکھا ہے کہ) ہم آپ کی شرط کے موافق چالیس روز پیشتر ہی نام لے کر پیش گوئی کرتے ہیں کہ عبدالکریم تاحین حیات ایسا ہی رہے گا۔ الخ۔

اب دیکھئے کیا یہ تحدی نہیں؟ پھر ملا محمد بخش صاحب نے بھی اپنے اشتہار میں ضمیمہ جعفر زٹلی ۸۔ اگست ۱۹۰۰ء میں تحدی کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ لیجئے تحدیاں بھی ہو گئیں۔ اب بھی اپنے دعاوی وشیخی کے مطابق کچھ کر کے دکھا دیں۔

فرقان میں فرمایا ہے کہ خوارق عادت امور میں لوگ تین قسم ہیں۔

اول وہ ہیں کہ سوائے انبیاء کے اور کسی کیلئے ان کے وجود کے بالکل انکاری ہیں۔ کبھی مجملاً مان بھی لیں تو جب بہت لوگوں سے ان خوارق کا صادر ہونا ان سے ذکر کیا جاوے تو انکار کر دیتے ہیں اس لئے کہ وہ لوگ ان کے نزدیک اولیاء اللہ میں سے نہیں ہیں۔

دوم ایسے لوگ ہیں کہ جس کسی سے کوئی امر خوارق عادت ہو اس کو ولی اللہ مان لیتے ہیں

اور اسی لئے کہتے ہیں کہ مشرکین و اہل کتاب کے ساتھ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جو مسلمانوں سے لڑنے اور مقابلہ کے وقت ان مشرکین وغیرہ کی مدد کرتے ہیں۔ اور یہ دونوں اول انکاری و دوسرے ذرا سا اچنبا دیکھ کر سب کو ولی اللہ مان لینے والے خطا پر ہیں۔

سوم، قول صحیح وصواب یہ ہے کہ مشرکین و اہل کتاب کے ساتھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو مسلمانوں پر ان کی نصرت و امداد کرتے ہیں لیکن وہ انہی کے ہم جنس ہوتے ہیں، ہرگز اولیاء اللہ نہیں ہوتے۔ شیطان انکے قرین ہوتے ہیں اور ان کے مناسب حال ان سے خوارق صادر ہوتے ہیں۔

آج کل بھی اسی قسم کے لوگ ہیں۔ بعض انگریزی خوان فلسفہ مزاج لوگ برکات و نورانیت اسلام سے ناواقف باتباع حکماء فلاسفہ معجزات و کرامات اسلامیہ سے انکاری و منکر ہیں بلکہ تمام اخبار ماضیہ و امور گذشتہ کو اس لئے کہ وہ ان کے مشاہدہ میں نہیں آئے، یا ان کی رسائی عقل سے بالا ہیں ان کو بے اعتباری حقارت و ہنسی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور نہیں مانتے۔ اگرچہ اس میں کسی مومن کا کچھ حرج تو نہیں لیکن ان منکرین کو خیال کرنا چاہیے کہ کیا جو شئے مشاہدہ میں نہ آوے، اپنے سامنے موجود نہ ہو، یا جس کا حواس خمسہ ظاہری سے ثبوت نہ ملے، تو کیا وہ سب ناقابل اعتبار ہے؟ ظاہر ہے کہ اس قاعدہ کی پابندی فرض ضروری ہے تو اس سے نہ صرف کل اہم واقعات تاریخی اور جو ان سے فوائد و نتائج انسانی بہبودی و کمالیت کے حاصل ہوئے ہیں وہ کل کے کل ستیاناس و نیست و نابود ہوتے ہیں بلکہ یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ انسان اپنی پیدائش، ماں باپ وغیرہ قریبی رشتہ داروں و متعلقین پر اسی لغو بنیاد پر شک و اعتراض کرے اور نہ مانے اور اس طرح نہ کوئی کسی کی جائداد کا وارث بنے اور نہ قرار دیا جائے۔ اور اس لغو قاعدے و قانون سے جو فتور و فساد نظام دنیا میں واقعہ ہوگا وہ عیاں ہے۔ امید کہ کوئی شخص دنیا میں بموجودگی ہوش و حواس و عقل اس کو کبھی پسند و جائز نہ رکھے گا اور چار و ناچار کوئی قاعدہ و قانون ایسی بے اعتباری کرنے والوں کو وضع و قائم کرنا پڑے گا جس سے اخبار ماضیہ و امور و واقعات گذشتہ کو قبول کیا جاوے و مانا جاوے تاکہ انتظام و کاروبار دنیا قائم رہے اور چلے۔ پس جو قاعدہ اس میں کوئی مقرر کر لے یا آج تک جو قواعد ضروریات کے سبب عقلاء زمانہ نے مقرر کر رکھے ہیں ان سب قواعد و قوانین سے بڑھ چڑھ کر بدرجہا بہتر و احسن ان معجزات انبیاء و کرامات اولیا کرام کے ثبوت و تصدیق کے لئے اسلام میں ایسا قاعدہ موجود ہے کہ اس سے زیادہ عمدہ و بہتر ہونا ہرگز ممکن نہیں ہے۔

مرزا قادیانی کشتی کے میدان میں

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

پس بخدا میں کشتی کے میدان میں کھڑا ہوں جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا عنقریب وہ مرنے کے بعد شرمندہ ہوگا اور اب حجۃ اللہ کے نیچے ہے۔

جواب۔ کشتی کے میدان میں کھڑے ہونے میں بظاہر رونق و گرم بازاری اور چپ چاپ میں سرد بازاری تو لازمی ہے اور اسی لئے جب ایک دو ماہ چپ چاپ گذر جانے پر کچھ چرچا سرد ہو جاتا ہے تو مرزا کوئی نہ کوئی تدبیر سوچ کر ایک ایسا اشتہار شائع کر دیتے ہیں جس پر چرچا و گفتگو شروع ہو کر گرم بازاری ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ حالات عاشقان دنیا و دنیا پرستوں کیلئے ہوتے ہیں ،اہل اللہ کی یہ شان نہیں۔ لہذا عشاق شہرت و ناموری کے شیدا دلوں پر مقناطیسی اثر کا حکم رکھتے ہیں

مرزا صاحب میدان میں آنے اور بلا لحاظ موافق و مخالف و دوست و دشمن سب کے ساتھ مقابلہ کو زبانی و دکھلانے کو تو ہر طرح سے آمادگی و تیاری ظاہر کرتے ہیں لیکن یہ تو ظاہر ہو کہ کسی میدان میں کبھی بھی ان سے کچھ بن پڑا ہے یا بمقابلہ مخالفین کبھی عہدہ برآ ہو سکے ہیں؟ اور جب کوئی مقابلہ پر آ کھڑا ہوا تو حیلہ حوالہ شرائط پیچیدہ و عذرات لاطائل سے اپنی جان چھوڑا کر اپنے گھر میں بیٹھ کر مضامین تراش کر اپنی فتح کے خلاف واقعہ اشتہارات شائع کرنے پر زور آزمائی کرنے کے سوا مرزا صاحب نے کبھی اور کچھ کیا ہے؟ ہرگز نہیں جیسا کہ مرزا صاحب کا عمل درآمد کاروائی مباحثہ لودھیانہ، دہلی، سیالکوٹ وغیرہ سے عیاں ہے۔

ان دنوں میں بھی نہ معلوم کسی کی صلاح و مشورہ پر یا خود ہی یہ خیال کر کے کہ پیر مہر علی شاہ چشتی سجادہ نشین گولڑہ عالم و فاضل ہیں لیکن معمور الاوقات مصروفیت ذکر اللہ کے سبب مقابلہ منظور نہ کریں گے مرزا صاحب نے ان کے واسطے خصوصاً مع ۸۵ کس دیگر علماء و فضلاء و مولویان و غیرہ کے مقابلہ کے واسطے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو ۱۴ صفحہ کا اشتہار دے دیا اس میں اول ہی صفحہ پر ان کو علم قرآن و حدیث سے بے بہرہ بالکل پست و محدود خیالات والے کہہ کر لکھا کہ: وہ اپنے تمام ذخیرہ لغویات میں ایک بھی ایسی بات پیش نہیں کر سکے جس کے اندر کچھ روشنی ہو۔

پھر کہا:

کسی حدیث سے حضرت عیسیٰؑ کا مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ جانا یا کسی آخری زمانہ میں مع جسم عنصری نازل ہونا ثابت نہیں اگر لکھا ہے تو کیوں ایسی حدیث پیش نہیں کرتے

پھر مرزا نے شرائط مقرر کیں کہ بحث لاہور میں ہو۔مولوی عبد اللہ پروفیسر،مولوی عبدالجبار غزنوی و مولوی محمد حسین بٹالوی شہادت کیلئے مجھے منظور ہے کہ منتخب ہوں۔ دوسرے مولوی مقابلہ والے چالیس سے کم نہ ہوں۔ اگر میں حاضر نہ ہوا تب بھی کاذب سمجھا جاؤنگا۔وغیرہ۔

پیر صاحب بحث و مباحثہ و مقابلہ کے شائق و مذاق والے تو نہ تھے مگر قدرت الٰہی و تحریک ربانی سے ایسے آمادہ ہوئے کہ حسب اشتہار مرزا اول اشتہار منظوری مقابلہ و شرائط مرزا شائع کرا کر بروز جمعہ ۲۴۔اگست ۱۹۰۰ء کو مع کثیر جماعت علماء و فضلاء و مولویان کے جن کے نام اکثر مرزا کے اشتہار میں درج تھے مع انبوہ کثیر مخلوق اللہ کے لاہور آ پہنچے۔مولوی عبدالجبار غزنوی ،مولوی عبد اللہ ٹونکی پروفیسر بھی آ موجود ہوئے۔ بعد انتظار مرزا کے ایک بڑا بھاری جلسہ علماء فضلاء وکلاء و رؤساء و دیگر باشندگان شہر اور جو بیرونجات سے آئے ہوئے تھے شاہی مسجد لاہور میں ہوا۔ افسوس کہ اس موقع پر مرزا لاہور نہ آئے۔ پیر مہر علی شاہ لاہور میں مقیم رہے اور مرزا کے مریدین اس اثنا میں پیر صاحب کے انکار و فرار کے اشتہارات گلی کوچوں میں چسپاں کرتے رہے اور آخر جب پیر صاحب ۲۹ تاریخ کو بعد انتظار لاہور سے واپس چلے گئے تو مرزا کا ایک اشتہار زرد رنگ (علامت زردروئی و ہزیمت) بلا تاریخ نکلا کہ پیر صاحب نے ہمارا طریق فیصلہ منظور نہیں کیا اور چال بازی کی۔

✽ چونکہ مرزا صاحب فن حیل میں بڑے استاد مشاق و تجربہ کار ہیں لہذا ایک اور اشتہار بہ سرخی آخری حیلہ، شائع کیا۔اس کی تاریخ طبع قادیان تو ۲۹۔اگست ۱۹۰۰ء ہے لیکن وہ لاہور میں پیر صاحب کی تشریف بری کے کئی روز بعد تقسیم ہوا۔اس میں مرزا صاحب نے اس امر کی بہت شکایت کی ہے کہ پیر صاحب نے جوابی اشتہار میں پہلے نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کی رو سے مباحثہ ہونا کیوں لکھا ہے۔۔تعجب ہے کہ مرزا صاحب نے یہ اعتراض و شکایت کرتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ ہم نے خود ہی تو اول ان کو علم قرآن و حدیث سے بے بہرہ ،محدود خیالات ولغویات وغیرہ کے ذخیرہ والا کہہ کر حدیث رفع ونزول عیسیٰ کا ان سے مطالبہ کیا ہے کہ پیش کریں۔پس اگر پیر صاحب نے مرزا صاحب کی غلط بیانی ثابت کرنے کو اپنا علم قرآن و حدیث، و بلندی خیالات، ذخیرہ معارف کا ثبوت دینے وآیات قرآن مجید و حدیث در بارہ رفع ونزول عیسیٰ پیش کرنے کے لئے اول نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کی رو سے مباحثہ ہونا لکھ دیا تو کیا بیجا کیا؟ بلکہ انہوں نے عین مرزا صاحب کے الفاظ ومطالبہ کی موافقت کی، لہذا مرزا صاحب کی یہ شکایت صحیح نہیں۔علاوہ ازیں پیر صاحب کی طرف سے اشتہار ۲۱۔اگست ۱۹۰۰ء میں کل شرائط مقررہ مرزا منظور ہو کر ۲۵۔اگست کو جانبین کا لاہور میں

پہونچ جانا قرار پاچکا تھا جس کے بعد مرزا صاحب کی طرف سے کوئی عذر وحیلہ باقی نہ تھا۔ اگر مرزا یہ عذر کریں کہ پیر صاحب نے اپنی شرط چھوڑ کر ہماری ہی کل شرائط منظور کرنے کا اشتہار اپنے نام سے نہیں دیا،، تو اس کا جواب ظاہر ہے کہ مرزا نے بھی پیر صاحب کے اشتہار منظوری مباحثہ کے جواب میں اپنے نام سے کب مشتہر کیا تھا کہ ہم اپنے ہی مخصوصہ شرائط پر مقابلہ کریں گے اور پہلے جو ہم نے پیر صاحب کے علم واحادیث رفع ونزول کا مطالبہ کیا تھا اس کو اب ہم واپس لیتے ہیں۔

پھر اگر مرزا صاحب کہیں کہ ہمارے مرید کا اشتہار ہمارا ہی اشتہار ہے، اس میں شرط تقریر زبانی سے انکار درج ہے۔، تو مرزا صاحب انصاف کریں کہ پھر پیر صاحب کے مرید حکیم سلطان محمود کا اشتہار جس میں لکھا ہے کہ:

> اگر مرزا صاحب کی خرق عادت وتائید آسمانی کا انحصار صرف بحث تحریری میں ہی ہے اور مرزا صاحب کی الٰہی وآسمانی طاقت مباحثہ تقریری کے وقت ان کو جواب دے جاتی ہے (اگرچہ تمام انبیاء مرسلین و مامورین علیہم السلام کی تقریر زبانی ہی سنت رہی ہے) اور مرزا صاحب کی علمی عملی کمزوریاں ان کو اپنی گھڑی ہوئی شرطوں کے احاطہ سے باہر نہیں نکلنے دیتیں اور اسی پر ضد ہے تو تمہاری سب شرطیں بعینہٖ منظور ہیں۔،

وہ اشتہار کیوں پیر صاحب کا اشتہار نہ مانا جاوے؟ مرزا صاحب کے مرید کا اشتہار معتبر وحجت ہو اور پیر صاحب کے مرید کا اشتہار قابل التفات نہ ہو، یہ کیسا انصاف ہے (نور الابصار کے صفحہ ۴ پر مرزا صاحب کے سربرآوردہ مرید نے اپنے اظہار فضیلت میں پیر صاحب کو جن کے مقابلے پر آنے سے ان کے امام صاحب تو حیلے حوالے ہی کرتے رہے لیکن یہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں مناظرہ تحریری کے لئے مستعد وآمادہ ہوں۔ اگرچہ آپ کو اپنا مخاطب صحیح نہیں سمجھتا۔ مگر کیا کیجئے

با ہمہ مرداں بباید ساخت　　چہ تواں کرد مرداں ایند

سبحان اللہ واللہ اکبر یہ تعلّی وتفاخر و انا خیر منہ کہنے والی نسبت وہمت کسی اہل اللہ مخلص مصروف الذکر طالب رضاء الٰہی میں نہ دیکھی نہ سنی اور مرزا صاحب کے تمام خاص وعام مریدین میں اس کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں)۔

مرزا صاحب نے اشتہار میں لکھا ہے کہ:

> میں بہر حال لاہور پہنچ جاتا مگر میں نے سنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر صاحب کے ساتھ ہیں اور ایسا ہی لاہور میں اکثر سفلہ وکمینہ طبع لوگ گلی کوچوں میں گالیاں دیتے پھرتے ہیں، مخالف مولوی وعظ کررہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔

بعض کارڈ گندی گالیوں کے مجھے پہنچے ہیں جو چوہڑوں چماروں کی گندی گالیوں سے زیادہ ہیں۔

اس میں اکثر حصہ تو خلاف واقعہ و پراز مبالغہ ہے جس کا کچھ وجود نہیں اور پھر تعجب ہے کہ مرزا صاحب باوجود اللہ تعالی کو اپنا حافظ ناصر حمایتی مددگار جاننے اور نصرت الہیہ کے ازبس زبانی دعویدار ہونے اور قرآن مجید کی آیات و اللّٰه یعصمک من النّاس (اور اللہ تمہیں لوگوں سے بچائے گا)۔ و مکروا و مکر اللّٰه و اللّٰه خیر الما کرین (اور انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے تدبیر کی اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے) وغیرہ کے عامل و معارف دانی کے مدعی ہونے کے پھر موقع وقت پر کیسے کر جاتے اور اپنا پردہ فاش کرتے ہیں۔ اگر مرزا صاحب صادق ہوتے تو ان ارشادات قرآن مجید سے اعراض کر کے ایسے خائف ولرزاں کیوں ہوتے؟ اور ایسے لا طائل بے بنیاد نامقبول بے ہنگام عذرات نہ گھڑتے۔ لیکن اگر ایسا نہ کرتے تو لوگوں پر ان کے کذب کی زیادہ حقیقت کیوں کر کھلتی اور عاجز کے الہام (جو ۲۰۔ اگست ۱۹۰۰ء جمعہ کو قبل از استماع خبر آمد پیر صاحب ہوئے)، رفعت شان رفت براوج فلک، جو بحق پیر صاحب ہوا، اور بعدہ الہام کا لعهن المنفوش (مثل اون دھنی ہوئی) جو بحق مرزا صاحب ہوا، ان ہر دو کی حقیقت وصداقت کیونکر ظاہر ہوتی؟

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے کہا ہے کہ میں دو امر کا خواہش مند ہوں جن پر میرا لاہور پہنچنا موقوف ہے۔ ایک پیر صاحب بوجہ ایک شرط زیادہ لکھنے کے اپنے نام سے اشتہار مصدقہ پانچ معزز ارکان لاہور شائع کریں۔ دوم میرے لاہور پہنچنے کے لئے تین رئیس ایک تحریر بالاتفاق اس ذمہ داری کی شائع کریں کہ پیر مہر علی شاہ کے مریدوں ہم عقیدوں (جو قریباً تمام مسلمان مرزا کے مخالفین ہیں) وہم جنس مولویوں کی طرف سے کوئی گالی یا کوئی وحشیانہ حرکت ظہور میں نہ آئے گی۔

سبحان اللہ! یہ خوب انصاف ہے کہ خود بدولت مرزا صاحب تو کسی کی ایک شرط بھی قبول نہ کریں اور آپ شرائط پر شرائط بڑھاتے جائیں اور وہ بھی ایسے ناممکن العمل کہ کبھی ہو نہ سکیں۔ بھلا تین رئیس تمام دنیا کے مسلمان وغیرہ مخالفین مرزا صاحب کے الفاظ وحرکات کے کیونکر ذمہ وار ہو سکتے ہیں۔ اور ان کو غرض ہی کیا ہے کہ اس دردسری میں مبتلا ہوں؟ باوجودیکہ وہ مرزا صاحب کی چال تدابیر وحیلہ حوالہ سے بھی بخوبی ماہر وواقف ہوں۔ جب مرزا صاحب لاہور آنے سے ایسے ہراساں وترساں تھے تو اول خود ہی اشتہار دے کر انہوں نے اپنی جان کو اس خلجان میں کیوں ڈالا؟ افسوس مرزا صاحب پر عادت حیلہ سازی نے ایسا غلبہ کیا ہے کہ پیچدار حیلوں بہانوں کے سوا بات ہی

نہیں کرتے اور سیدھے راستے سے یوں نہیں فرماتے کہ و قذف فی قلوبھم الرّعب (اور ڈالا ان کے دلوں میں رعب) والا معاملہ ہمارے ساتھ ہوا اس لئے ہم لاہور نہیں آسکے۔

❁ کسی دوسرے کی گالیوں کی شکایت مرزا کس طرح زبان پر لا سکتے ہیں؟ ذرا اپنی بدزبانی سبّ وشتم لعن طعن مذکور برصفحات سابق، ملاحظہ فرمائیں۔ پھر مرید خاص واحد العین کی زبان درازی کو، جس سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا، پھر اسی مرید جس کو فاضل جلیل القدر مولوی سید محدث اور فقیہہ زرد اشتہار میں کہہ کر لکھا ہے کہ انکے ساتھ بحث کرنا پیر صاحب کیلئے فخر تھا، ذرا ان کی تحریروں کو بھی غور سے دیکھیں کہ ماشاء اللہ خوبی قسمت سے باوجود ضعیف العمری سید کہلانے وغیرہ اوصاف عطیہ مرزا وفیض صحبت زبانی امام الزمان کے اب تک تمسخر ہنسی دوسرے مومنین کو برا بھلا کہنے و لکھنے سے سیر ہو کر انابت الی اللہ وخشیت الٰہی کی فکر اپنے پاس پھٹکنے ہی نہیں دیتے۔ جب کل جماعت کی زبان درازی وتبرا بازی کی یہ نوبت ہو تو پھر مرزا کو دوسروں کی شکایت کرنا کب زیبا ہے؟ اور پھر طرفہ یہ کہ اب شکایت کرتے وقت بھی اپنی اس بدگوئی کی عادت سے نہیں چوکے۔

❁ پھر کہا ہے کہ اس فتنہ واشتعال کے وقت بجز شہر کے رئیسوں کی پوری طور کی ذمہ داری کے لاہور میں قدم رکھنا گویا آگ میں قدم رکھنا ہے۔ کیا شرع وعقل فتوی دے سکتی ہے کہ پر جوش و مشتعل لوگوں کے مجمع میں بغیر کسی پورے قانونی بندوبست کے جانا مضائقہ نہیں؟

مرزا صاحب یہ تو فرماویں کہ اس مجمع کا باعث ومحرک سوائے خود بدولت کے اور کون ہے؟ خود ہی تو تمام دنیا کو مقابلہ کے واسطے بلانے کی دعوت کرتے واشتہار پر اشتہار دیتے ہیں اور جب بتعمیل حکم خود بدولت وہ لوگ آن کر جمع ہوں تو پھر گھبرا کر کہتے ہیں کہ ایسے مجمع میں جانا گویا آگ میں قدم میں رکھنا ہے۔ ذرا اس کو بھی غور کرو کہ اللہ تعالی کے فرستادے ومرسل تو سچ مچ دہکتی آگ میں بھی ڈال دیئے گئے اور وہ نار ان کے لئے بحکم حافظ حقیقی برداً و سلاماً ہوگئی جیسا کہ سیدنا ابراہیمؑ کا معاملہ ہوا۔ پھر مرزا کیسے مرسل من اللہ ہونے کے دعویدار ہیں کہ اپنی ہی سلگائی ہوئی وہمی آگ سے ایسے خائف و بدحواس ہوتے اور اللہ خیر الحافظین وخیر الناصرین کی حفاظت و نصرت وتوکل کو بالائے طاق رکھ کر اس سے ایسی بے تعلقی ظاہر کرتے ہیں کہ گویا آپ کو اس ذات لا تأخذہ سنۃ وّ لا نوم۔ و لا یؤدہ حفظھما و ھو العلیّ العظیم، کی حفاظت پر اعتماد نہیں یا اس حی وقیوم کی خبر ہی نہیں۔

❁ اخیر پر مرزا صاحب نے سہل طریق فیصلہ یہ لکھا ہے کہ بعد ذمہ واری رئیسان لاہور کے

مجمع عام میں جس میں ہر سہ رئیس موصوفین بھی ہوں تین گھنٹہ اپنے دعوی کے دلائل میں سناؤں پھر پیر مہر علی شاہ صاحب قرآن و حدیث سے نزول مسیح کا ثبوت دیں۔،

اس کا جواب ظاہر ہے کہ پیر صاحب تو فقط اسی غرض سے ہی حسب اشتہار مرزا لاہور آئے تھے اگر مرزا بھی ذرہ حوصلہ کر کے اللہ کے حافظ و ناصر ہونے کا یقین رکھ کر آجاتے تو اس کا فیصلہ ہو جاتا۔ مگر پیر صاحب کے سفر دور دراز کر کے مع علماء آنے پر آپ کے ہراساں ہو کر پہلو تہی کرنے اور ادھر رخ بھی نہ کرنے سے یہ تصفیہ رہ گیا اور مرزا کے دعاوی کی نسبت ایک بین و آسمانی نشان ظاہر ہو گیا یعنی وہی جو مرزا نے کہا تھا کہ، اگر میں حاضر نہ ہوا تب بھی کاذب سمجھا جاؤں گا۔

مرزا صاحب کے اس سہل طریق سے بھی سہل طریق شیخ عبدالرحمٰن بازار کشمیری لاہور کے اشتہار میں لکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ:

> مرزا صاحب لاہور میں مسجد شاہی میں محراب و منبر کے سامنے کھڑے ہو کر علماء اسلام کے روبرو ویسی ہی قسم کھاویں جو مرزا صاحب نے علماء محکمین کے واسطے تجویز کی ہے پھر آخر میں کہیں، الٰہی اگر میں جھوٹا ہوں اور اس منصوبے سے بالکل بری و بے لوث نہیں ہوں تو سال بھر کے عرصہ کے اندر مجھ پر کوئی عذاب نازل کر کہ اہل اسلام کے لئے حجت قائم ہو جاوے اور کوئی میرے دام فریب میں نہ پھنسے۔،
>
> پھر اس قسم کے بعد اگر ان پر ایک سال خیریت سے گذر گیا اور مرزا صاحب اور ان کی جماعت پر کوئی بلا نازل نہ ہوئی تو ہم (مشتہر اشتہار) ہزار روپیہ نقد دیں گے۔
>
> اور یہ ایسا فیصلہ ہے کہ مرزا صاحب ہی کا تجویز کردہ ہے کوئی اس پر بحث بھی نہیں کر سکتا مرزا صاحب اسی طرح اپنے مخالفین کو قسم کھانے کے لئے بلایا کرتے ہیں اور سال کی میعاد لگایا کرتے ہیں۔،

اس تدبیر پر اگر مرزا صاحب عمل کریں تو وہ جو آسمانی گواہی و نشان کے تین سال میں ظہور کا مرزا صاحب نے اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۸ء دیا ہوا ہے جس کی معیاد دسمبر ۱۹۰۲ء تک ہے اس کا بھی اسی طرح ایک ہی سال میں فیصلہ ہو سکتا ہے۔

حفاظت کے لئے مخلوق کی ذمہ واری لینے اور اس پر بھروسہ کرنے کے بجائے اگر مرزا صاحب خیر الحافظین و خیر الناصرین کی حفاظت و حمایت پر اعتماد کریں تو اسلامی طریق و عمل در آمد کے موافق و مطابق ہے۔ بیچاری مخلوق جب خود فانی ہے اور اپنے نفع و نقصان کی مالک نہیں تو وہ پھر

کسی دوسرے کے نفع ونقصان کی کیونکر ضامن و ذمہ وار ہوسکتی ہے۔ یہ مرزا کے کشتی میں کھڑا ہونے کے حالات ہیں جن سے ان کے دعوی کا صدق یا کذب نصف النہار کی طرح روشن ہے۔

❁ کیا خوب وعمدہ ہو اگر مرزا صاحب کا میدان کشتی میں کھڑا ہونا مخلصانہ وطلب رضائے الٰہی کی خاطر ہو... ادع الی سبیل ربّک با لحکمة و الموعظة الحسنة و جادلھم با لّتی ھی احسن وغیرہ کے مطابق ہو اور باعث بہبودی ومنفعت خلق ہو کہ وہ کشتی قابل تحسین ہو۔ لیکن یہ تب ہوسکتا ہے جب مرزا صاحب موجودہ پہلو تفاخر تعلّی و پندار والا بدل کر توبہ واستغفار کے بعد اطاعت اللہ واور اطاعت رسول اللہ ﷺ والا طریق اختیار فرمائیں۔

❁ یہ امر تو مرزا صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کشتی میں بہادری اسی کا نام نہیں کہ ہر ایک کو ہر امر میں جس طرح ہو سکے اپنے مقابلہ میں اپنے گھر بیٹھ کر ہیچ پوچ حقیر ولاشئے سمجھ کر ..خود اپنی ہی افضلیت وشیخی اور فوقیت بیان کئے جائیں جیسے مرزا صاحب کی عادت ہے اور جس کا مظہر رسالہ ضرورۃ الامام ہے ۔تعجب ہے کہ مرزا صاحب کو بایں دعاوی ومراتب انا خیر مّنه والی مہلک مرض ونسبت سے بچنے کیلئے ربّنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و تر حمنا لنکو ننّ من الخا سرین والی نسبت حاصل کرنے کا کبھی فکر وخیال نہیں آتا، ہمیشہ اپنی مشیخت وانانیت و بےنظیری ظاہر وثابت کرنے کی تدابیر و دھن میں مستغرق رہتے ہیں۔

❁ عاجز کو تو سردست مقابلہ وکشتی کے میدانوں سے پرہیز کرنے کیلئے.. وتعلماً الہام ہوتا ہے بادوستان تلطف بادشمناں مدارا۔آئندہ جیسا ہوگا اس کی تعمیل کو بتوفیقہ واحسانہ حاضر ہے۔

❁ مرنے کے بعد شرمندہ ہونے کی بھی عمدہ وعجیب دھمکی ہے۔اول مرزا صاحب کا اپنے دعاوی میں صادق ہونا تو ثابت ہو پھر یہ امر بھی قابل غور ولحاظ ہوسکتا ہے اور مرزا غور فرماویں کہ جن لوگوں نے یہاں ان کو قبول نہیں کیا بلکہ قبول وسکوت تو بجائے خود ،خوب عمدہ طرح سے مقابلہ کیا مقدمات کئے اور مخالفت میں تحریراً وتقریراً کسی طرح کوتاہی نہیں کی جیسے مولوی محمد حسین بٹالوی جن کو مرزا صاحب منذر الہاموں سے ڈراتے اور دھمکاتے بھی رہے، قاضی محمد سلیمان منصور پوری مولوی اسماعیل صاحب، مولوی عبداللہ صاحب امروہی، منشی سعد اللہ لدھیانوی، مولوی محمد بشیر سہسوانی، شیخ حسین بن محسن مصنف الفتح الربانی، مولوی صوفی عبدالحق غزنوی، قاضی فضل احمد لدھیانوی، مولوی عبداللہ صاحب، پیر مہر علی شاہ مصنف شمس الہدایۃ، سید یاسین ہزاروی مصنف منور الایمان؟، سلطان محمود خاں مشتہر اشتہار واجب الاظہار، مولوی محمد شفیق، مولوی محمد

غازی، مولوی غلام احمد مصنف مسیلمہ قادیانی کا مکر شیطانی، مولوی صاحب پنج گرائیں، ملا محمد بخش وغیرہ، تو کیا جیسے یہ لوگ شرمندہ ہوئے ہیں اسی طرح دوسرے قبول نہ کرنے والے مرنے کے بعد شرمندہ ہوں گے یا اس سے بھی زیادہ۔ پھر جن لوگوں کو مرزا نے ایسا دھمکایا اور ایسی خبریں سنائیں ان کا اب تک کیا بگڑا ہے اور کیا شرمندہ ہو رہے ہیں۔ مرزا صاحب اس کے سمجھانے میں ایسا شرعی طریق اختیار کریں کہ مخلوق الٰہی سمجھ کر ایسے لوگوں کے حال سے عبرت پکڑ کر خود بدولت کی غلامی میں داخل ہونے کی فکر کرے۔

❁ جب مرزا صاحب کی دنیوی و زمینی پیشگوئیوں کا یہ حال ہے جیسا مختصراً اس میں عرض ہوا ہے تو آسمانی وعقبی کے حالات کی خبروں کا اسی پر قیاس ہوسکتا ہے۔

❁ حجت الٰہی اگر ثابت ہو تو پھر انکار کرنے والا بدبخت ہے۔ مگر یہاں تو برعکس نہند نام زنگی کافور کا معاملہ ہی ہے اور بس۔

اختتامی خطاب بہ الٰہی بخش اور جواب خطاب

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی (منشی الٰہی بخش کو مخاطب کرکے) لکھتے ہیں:

اے عزیز کوئی کام دنیا کا ہو یا دین کا بغیر لیاقت کے نہیں ہوسکتا ہے۔ یاد رہے کہ انگریز حاکم کے پاس ایک خاندانی شخص پیش کیا گیا کہ اس کو تحصیل دار بنا دیا جائے اور جس کو پیش کیا گیا وہ محض جاہل تھا اردو بھی نہیں آتی تھی۔ اس انگریز نے کہا کہ اگر میں اس کو تحصیل دار بنا دوں تو اس کی جگہ مقدمات کون فیصلہ کرے گا میں اس کو پانچ روپیہ مذکوری اور کوئی نوکری نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے اللّٰہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔

جواب۔ لیاقت کی نسبت اول عرض ہو چکا ہے مرزا اس پر بار بار زور دیتے ہیں یہ تو فرماویں کہ کل لیاقت اس شہنشاہ عالی جاہ مالک الملک حیّ و قیّوم، علی کلّ شیء قدیر، و ما من شیء الّا عندہ خزائنہ فرمانے والے کے خزانہ عامہ سے خرچ ہو چکی ہے اور اب اور کسی کو کچھ نہیں مل سکتی؟ معاذ اللہ۔ وہ ذات پاک ایسے بخیلانہ و بے ادبانہ خیال سے پاک و منزہ و اعلیٰ ہے بل یداہ مبسوطتان اس کی شان دائمی ہے اور ابدالاباد تک رہے گی۔

❁ مرزا صاحب نے جو انگریز حاکم و ناخواندہ خاندانی شخص کے تحصیلدار یا مذکوری بنانے کی مثل تراشی ہے اول تو اس کو بحث ما نحن فیہ سے کچھ تعلق نہیں ۔ علاوہ براں دنیوی حاکموں کی ہی کئی ایسی مثالیں و نظیریں موجود ہیں کہ ادنی اردلیوں اور چپراسیوں وغیرہ سے تحصیلدار کیا ڈپٹی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنائے گئے ۔ کئی ڈپٹی ناخواندہ اور محض دستخط ہی کر سکتے تھے دیکھنے میں آئے ہیں بلکہ اب بھی آنریری مجسٹریٹوں میں جن کی مجسٹریٹی کے ماتحت کئی گاؤں ہیں بحالت ناخواندگی مقدمات کا فیصلہ کر رہے ہیں، یوں مرزا کی تراشیدہ مثال نیست و نابود و کالعدم ہو جاتی ہے ۔

❁ جہان کے حاکم چونکہ اول حصول علم و لیاقت کے واسطے مصیبت و محنت برداشت کر کے مغز زنی و مشقت کی تکلیف شب و روز اٹھا کے پھر کسی حکومت کے حاصل کرنے میں بآرادہ الٰہی کامیاب ہوتے ہیں لہذا اگر وہ کسی ناخواندہ و نالیاقت شخص سے کچھ کام نہ لے سکیں تو کچھ عجب نہیں لیکن جو حاکم ہمہ قدرت ہمہ علم احکم الحاکمین ارحم الراحمین ایسا ہو جس کی شان :

و ھو علی کلّ شیء قدیر ، (وہ ہر چیز پر قادر ہے)

و اللّٰہ عزیز حکیم (اللہ غالب حکمت والا ہے)،

انّ ربّک ھو القوّی العزیز (تیرا رب قوی اور غالب ہے)۔

و ما ذالک علی اللّٰہ بعزیز (اور یہ اللہ پر مشکل نہیں) ۔

و انّ الفضل بید اللّٰہ یؤتیہ من یّشاء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم (فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے ۔ اور اللہ فضل عظیم والا ہے)۔

و اللّٰہ یختصّ برحمتہ من یّشاء (اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے)

وغیرہ ہو جس کے سہارے و فضل پر ان سب حاکموں بلکہ کل مخلوقات کی کامیابی کا حصر ہے اور جو ناخواندہ و اونٹ بکری چرانے والوں کو ایک آن میں امر کن سے کل لیاقت و جبلتیں بخش کر تحصیلدار و ڈپٹی کیا تمام دنیا کی بادشاہت بلکہ اس کے ساتھ عاقبت کی بادشاہت بھی بخشتا رہا ہو، اس کو کیا ضرور ہے کی کسی کی ناخواندگی و نالیاقتی کا اپنے کاروبار چلانے میں فکر کرے ۔ کیا جس طرح پہلے وہ قادر قدیر ان ناخواندہ اونٹ بکری چرانے والوں سے اپنے اہم و ارفع دینی و دنیوی خدمات لیتا رہا ہے تو اب اس سے ادنی درجہ کی خدمت بھی کسی سے نہیں لے سکتا ؟ یا معاذ اللہ اسکے اختیارات محدود ہو گئے ہیں، چھن گئے ، یا اس نے اقرار کر لیا اور اعلان دے دیا کہ اب کسی قسم کی بخشش و عطا کسی پر نہیں کرونگا ؟ معاذ اللہ ۔ افسوس کہ ایسے محسن مالک الملک بااختیار کی تشبیہہ کیسے بے

اختیار حاکم سے دی گئی اور بمقابلہ ارشاد قرآن مجید فلا تضر بوا للّٰہ الا مثا ل (پس نہ بیان کرو اللہ کے لئے مثالیں) کیسی لغو و ردّی مثال گھڑی اور تراشی گئی۔

سچ ہے جب اللہ کا غضب آتا ہے تو ناک کان کاٹ کر صورت ہی مسخ نہیں کرتا بلکہ دل کو مسخ کر دیتا ہے جس سے مغضوب علیہ اس کی ذات وصفات کا انکار کرنے لگتا ہے۔ سو مرزا فکر و غور کریں کہ کہیں صفت خالقیت مرغی کے حوالہ کر دیتے ہیں، کہیں اس کے اختیارات حکومت کو محدود کرتے ہیں، کہیں نعوذ باللہ قرآن مجید کی غلطیاں نکالنے لگتے ہیں، کہیں اس کی آیتوں وعبارت کو الٹ پلٹ کرتے ہیں، تو کیا اس سے انجام کار یہ خوف معلوم نہیں ہوتا کہ کہیں اس واجب الوجود کو آخر ہستی سے جواب دینے پر آمادہ ہوں جیسا کہ اکثر خود بین متکبرین شیخی خوروں کا حال ہوا۔

مرزا صاحب تو بدعوی علم وفضل اللّٰہ یعلم حیث یجعل رسا لتہ کو بصیغہ مضارع تحریر فرماتے ہیں لیکن عاجز اس کو بصیغہ افعل التفضیل اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسا لتہ جیسا کہ قرآن مجید سورہ انعام الجزالثامن ربع اول میں ہے، پڑھتا جانتا اور اس پر کامل ایمان رکھتا ہے۔ مرزا صاحب اپنی نسبت تو اس آیت شریفہ کو لے لیتے ہیں لیکن دوسروں نے کیا گناہ کیا ہے کہ ان کے واسطے بغیر کسی وجہ کے اس کو محال خیال فرماتے ہیں۔

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

> کیا جسکے پاس ہزاروں دشمن دوست سوالات واعتراضات لے کر آتے ہیں اور نیابت نبوت اس کے سپرد ہوتی ہے اس کی یہی شان چاہیے کہ صرف چند الہامی فقرے اس کی بغل میں ہوں اور وہ بھی بے ثبوت۔ کیا قوم اور مخالف قوم اس سے تسلی پکڑ سکتے ہیں۔

جواب۔ بعد الہامی دعا اللّٰھم ارنا الحقّ حقاً و ارزقنا اتّباعہ و ارنا الباطل با طلاً و ارزقنا اجتنابہ کے عرض ہے کہ اول ہم بزعم خود مرزا صاحب کے منطقی وفلسفیانہ دلائل کو بمقابلہ معترضین اسلام وانگریزی طالب علموں کے بڑا کام سمجھتے تھے، سو الحمد للہ کہ اس حکیم علیم نے اس تعجب وغلطی کو دور فرمایا، الہام ہوا:

اجعلتم سقا یۃ الحا جّ و عمارۃ المسجد کمن آ من با للّٰہ و الیو م ا لآ خر (کیا تم نے سمجھا ہے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد تعمیر کرنا، اس شخص کے برابر جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا)

جس سے صاف وصراحتاً ظاہر ہو گیا کہ جھگڑالو اور معترضین کو جواب دینا، ان کے جوش اعتراض کو آب دلائل سے فرو کرنا، اور ضعیف اور بداعتقادوں کی بوسیدہ عمارت کی خود تراشیدہ

اوزاروں سے پیچ کاری کرنا، (جو امام فن مناظرہ اور سرسید وغیرہ بھی کرتے رہے) یا یوں کہو کہ اپنی ہی مسجد علیحدہ بنانا (کیونکہ یہاں الہام میں لفظ الحرام، مسجد کے ساتھ نہیں فرمایا) یہ سب کچھ ایمان باللہ وبالیوم الآخر سے والوں سے کبھی برابری نہیں کرسکتا۔ اور یہ الہام بھی ہوا۔

گر باستدلال کار دین بدی　　　فخر رازی راز دار دین بدی

اسی آیت کریمہ اجعلتم سقایۃ الحاج .. الخ کے بعد اللہ جل جلالہ خود بھی فرماتا ہے لا یستوون عند اللّٰہ (اللہ کے نزدیک برابر نہیں) اور آمن باللّٰہ والیوم الآخر والوں کا بمقابلہ دوسروں کے تو لطف وکرم سے کئی جگہ تعریف سے ذکر فرمایا جیسا انّ الّذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثمّ استقاموا ..الخ (تحقیق جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور پھر مستقیم رہے)۔

تلک الدّار الآخرۃ نجعلھا للّذین لا یریدون علوّا فی الارض و لا فساداً۔ قد افلح من تزکّی و ذکر اسم ربہ فصلّی بل تؤثرون الحیوۃ الدّنیا و الآخرۃ خیر وّ ابقی۔ فما اوتیتم من شیء فمتاع الحیوۃ الدّنیا و ما عند اللّٰہ خیر و ابقی للّذین آمنوا و علی ربّھم یتوکلون۔

لہذا اب عاجز ردّ وقدح بحث ومباحثہ وخشک تقاریر والوں کو بمقابلہ کمن آمن باللّٰہ والیوم الآخر والوں کے ہرگز ترجیح ووقعت نہیں دے سکتا۔

پھر مرزا صاحب غور فرماویں کہ انہوں نے معترضین کے کیا اعتراضات دور کئے ہیں؟ مباحثہ عیسائیاں میں، پھر سراج دین کے جو اعتراضات دور کرانے کیلئے عرصہ تک قادیان میں مرزا صاحب کی صحبت میں رہا۔ پھر عام علماء ومولویان کے جو مرزا کے نئے تراشیدہ مسائل وعقائد پر بدلائل قرآن مجید وحدیث شریف اعتراضات کرتے ہیں، کہاں دور کئے ہیں۔

نیابت نبوت کی ذیل میں مرزا صاحب مسائل ذیل پر غور سے توجہ فرمائیں۔

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے و الکاظمین الغیظ و العافین عن النّاس و اللّٰہ یحبّ المحسنین۔ و اصفح الصفح الجمیل۔ و لیعفوا و لیصفحوا۔ الا تحبّون ان یغفر اللّٰہ لکم۔ و لمن صبر و غفر انّ ذلک لمن عزم الامور

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے الرّاحمون یرحمھم الرّحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السّماء (رحم کرنے والوں پر رحمان رحمت کرتا ہے تم ان پر جو زمین میں ہیں رحم کرو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے)

۔ انّ اللّٰہ رفیق یحبّ الرّفق ۔ (اللہ رفیق ہے اور رفق کو دوست رکھتا ہے)

رفع القلم عن ثلاثۃ عن النّائم حتی یستنقیظ .. الخ (قلم تین آدمیوں سے اٹھائی گئی ہے سوئے ہوئے سے یہاں تک کہ جاگ اٹھے) اور یہاں مرزا صاحب بدعوی مسیحیت و نیابت نبوۃ ایسے بے صبر و مشدد و سخت گیر کہ ایک خفیف کلمہ خواب کو (کہ مرزا صاحب بیعت کریں) جس پر بموجب حدیث شریف موصوفہ کچھ مواخذہ نہیں ہوسکتا، اس کو خود بدولت نے ایسا سخت پکڑا اور ایسا جوش کیا کہ ایک کتاب تحریر فرما کر شائع کردی، یہ کیسی نیابت ہوئی۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے بارہا احادیث شریف میں لعن طعن سبّ وشتم سے منع فرمایا کہ یہ مومن کی شان نہیں ہے جیسا سابقاً ذکر ہوا ہے اور مرزا صاحب کی کتب میں لعن وطعن وسبّ وشتم کا حدوحساب نہیں۔ بعض جگہ ہزار تک لعنتیں پوری کر کے تحریر فرمائی ہیں۔ اور نہ صرف مخالفین اسلام کو بلکہ عوام وخاص مسلمانان کلمہ گویان، اہل قبلہ پابند صوم وصلوۃ حج وزکوۃ ذاکرین اللہ عزوجل، مولویان فقراء وسجادہ نشینان، خادمان اسلام معلمان قرآن وحدیث کو بھی نہیں چھوڑا حالانکہ حدیث میں ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔ یہ کیسی نیابت نبوت ہے۔

۳۔ ایسا ہی مرزا صاحب اپنے دعاوی کے انکار کے سبب سب کو ہلاکت وعذاب کی وعید سناتے رہتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے اذا قال الرّجل ھلک النّاس فھو اھلکھم۔

عن ابی ھریرہ قال قیل یا رسول اللّٰہ ادع علی المشرکین قال انّی لم ابعث لعاناً و انّما بعثت رحمۃً (کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ مشرکین کیلئے بددعا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں لعنت کرنے والا نہیں میں تو رحمت بھیجا گیا ہوں)

اس کے برعکس مرزا صاحب کا جو عمل ہے وہ اظہر من الشّمس ہے۔

۴۔ آیات المنافقین میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اذا اوتمن خان و اذا حدث کذب و اذا عاھد غدر (اخلف) و اذا خاصم فجر (جب امانت دی جاوے خیانت کرے جب بات کہے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو خلاف ورزی کرے، ..الخ)۔

لیطبع المومن علی الخلال کلّھا الّا الخیانۃ و الکذب (مومن خیانت اور جھوٹ کے سوا تمام خصلتوں پر مطبوع ہوتا ہے)۔

اب مرزا صاحب غور فرمائیں کہ اذا اوتمن خان میں جو روپیہ سراج منیر (۱۴ سو روپیہ کی لاگت والی) و براہین کی قیمت میں آیا اس کو دوسری جگہ اپنی خانگی ونفسانی حاجات میں خرچ

کرنا داخل ہے یانہیں ؟ رسالہ سراج منیر کے چندہ دینے والے و براہین کے خریدار کئی تو مر گئے اور بہت باقی ہیں جو حسب وعدہ ہائے مرزا صاحب ہر دو کتب کے منتظر و امید وار ہیں ۔ نیز وہ روپیہ جو مرزا صاحب کے حساب میں بایں غرض جمع کیا گیا تھا کہ جب رسالہ موعودہ مسٹر الگزینڈر روب امریکہ والا تیار ہوگا تو اس روپیہ سے ترجمہ کرایا جائے گا، سو وہ رسالہ تو وعدہ وعید میں نابود ہوگیا، اور اس کے ساتھ ہی وہ روپیہ بھی خرد برد ہوا ۔ پھر جو روپیہ مسجد کے واسطے جمع ہوا، وہ کہاں گیا ؟ براہین کی نسبت شائد یہ عذر پیش کریں کہ ہم نے واپسی روپیہ کا اشتہار دے دیا ہے اسلئے بری الذمہ ہو گئے ۔لیکن اس میں یہ عرض ہے کہ اولاً تو پہلے ہی ایسی کوئی شرط نہ تھی ، ثانیاً وہ اشتہار سب روپیہ دہندگان کے پاس کہاں بھیجا گیا ؟ فقط اپنے مریدین میں ہی اس کی اشاعت کافی سمجھی گئی تھی ۔ ثالثاً اس اشتہار میں بھی ایسا فن، حکمت و چالاکی کی کہ بے چارے شرم ولحاظ خلق سے مطالبہ روپیہ کی جرأت نہ کریں اور اگر کریں بھی تو مرزا صاحب کے کسی معتبر کا سرٹیفکیٹ پیش کریں ۔ ایک آشنا نے مجھ سے پوچھا کہ بقیہ براہین احمدیہ خدا جانے کب آوے؟ میں نے جواب دیا کہ اس کی بظاہر کوئی امید نہیں کیونکہ مرزا صاحب اسکی قیمت واپس کرنے کا اشتہار دے چکے ہیں ،۔ وہ بولا ہم کو تو خبر ہی نہیں ہوئی ۔ بھلا اب روپیہ مل جاوے گا ؟ میں نے کہا ہاں اگر آپ روپیہ دینے کا سرٹیفکیٹ دے دیں ۔ تب اس نے کہا کہ جس کی معرفت ہم نے روپیہ دے کر کتاب منگوائی ہے وہ تو مر گیا ۔،

فقط اسی پر دوسرے بے چارے خریداروں کا قیاس کر لینا چاہیے ۔ پھر جن لوگوں نے براہین کے واسطے سینکڑوں روپیہ دیئے تھے، وہ اشتہار ان کے پاس بھی نہیں پہنچا۔ اگر مرزا صاحب کی نیت بخیر ہوتی تو جیسا کہ عاجز کو ایک دفعہ فرمایا، یا لکھا تھا، کہ ہم نے روپیہ دہندگان کے نام و روپیہ کی کتاب کھولی ہوئی ہے ،۔ تو اس کو قائم رکھتے اور اس کے موافق سب کو روپیہ واپس دیتے ۔ اگر کوئی لینے سے انکار کرتا تو پھر آپ کا مال تھا ۔ یا اول روپیہ دہندگان و خریداران کو حسب ضابطہ رسید ہی دی ہوتی تا اس کو پیش کر کے روپیہ وصول کر سکتے ۔ یہ حق العباد تھا اس بارہ میں جس قدر سعی اور اہتمام ہوتا ثواب وعبادت میں داخل تھا ۔ خیر یہ تو براہین کے روپیہ کا حال ہوا، باقی سراج منیر و مسٹر الیگزینڈر روب والے روپیہ کا کیا عذر ہے؟ علی ہذا القیاس اور بہت رقوم جو کہیں کی کہیں خرچ ہوئیں یہ سب کیوں اذا اوتمن خان میں داخل نہیں ؟

۵ ۔ اذا عاھد غدر (اخلف) میں جو وعدے نسبت براہین احمدیہ جلد اول اعلان سرورق جلد اول و دوم میں کہ ضخامت سو جزو سے زیادہ ہوگی ۔ قیمت اول پانچ پھر دس پھر پچیس اور اقرار کہ اس

کی طبع میں آئندہ کبھی توقف نہیں ہوگی۔ جلد سوم کے سرورق پر فرمایا کہ اب کتاب تین سو جزو تک پہنچ گئی ہے۔، اور اخیر صفحہ پر اس کی قیمت ایک سو روپیہ قرار دے کر فرمایا کہ اگر اس کے عوض دس یا ۲۵ روپیہ ہی مسلمان پیشگی نہ دیں تو پھر کام کے انجام سے خود مانع ہوں گے۔، (اس فقرہ کی تحریر سے مرزا صاحب کے اپنے رئیس اعظم صاحب جائداد ہونے اور ہزار ہا روپیوں کے اشتہارات دینے کی حقیقت و ماہیت بھی خوب ظاہر ہوتی ہے کہ جو کچھ ملے پیشگی ملے)۔ جلد چہارم میں آخر کار فرمایا کہ

> اب اس کا متولی ظاہراً و باطناً رب العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ و مقدار تک اس کو پہنچاوے گا اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اس نے جلد چہارم تک انوار حقیقت اسلام ظاہر کئے ہیں اتمام حجت کے لئے یہی کافی ہیں زندگی کا اعتبار نہیں ...

افسوس راستی موجب رضائے خداست، پر خیال کر کے یہ نہ فرمایا کہ اب اندوختہ ختم ہو چکا ہے اور جو ہم نے تین سو دلائل کا قید تحریر میں آ کر طیار ہونا لکھا تھا، غلط تھا اس لئے آئندہ تولیت سے دست بردار ہوتے ہیں اور روپیہ وصول شدہ حق العباد کی عباداللہ سے معاف چاہتے ہیں۔، پھر وعدہ طبع رسالہ سراج منیر جس کا ۱۴ سو روپیہ کے خرچ سے طبع کا اعلان ۱۳۰۴ھ میں سرورق شحنہ حق پر ہوا تھا جس کے لئے کئی مقامات سے خاطر خواہ چندہ آ گیا تھا اور جس کی نسبت خاکسار نے (جب مرزا صاحب انبالہ میں تشریف رکھتے تھے) بذریعہ خط وعدہ خلافی کی شکایت کی تھی تو مرزا صاحب اس پر درہم برہم ہو کر خفا ہوئے تھے یہ ۱۸۸۶ء کا ذکر ہے جب سرمہ چشم آریہ چھپا تھا اور اس کی قیمت ایک روپیہ بارہ آنہ عام سے اور خاص ذی استطاعت سے جو بطور امداد دیں اس مشروط وعدہ پر مقرر کی کہ سراج منیر اور براہینا حمدیہ کے لئے اسی قسم سے سرمایہ جمع ہو کر اس کے بعد رسالہ سراج منیر پھر اس کے بعد پنجم حصہ براہین احمدیہ چھپنا شروع ہوگا۔ پھر وعدہ اجراء رسالہ ماہواری قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ آخر جون ۱۸۸۷ء کی بیس تاریخ سے ماہ بماہ نکلا کریگا۔ نیز رسالہ تجدید دین یا اشعۃ القرآن ۔ پھر ۲۸ مئی ۱۸۹۲ء جس کو سات برس سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے نشان آسمانی کے صفحہ ۴۲۔۴۳ میں ضروری گذارش با ہمت دوستوں کی خدمت میں امداد کے لئے کی اور اس کی سرخی ۔ اے مردان بکوشید و برائے حق بجوشید، لکھ کر فرمایا کہ:

> پختہ ارادہ وخواہش ہے کہ اس رسالہ (نشان آسمانی وشہادۃ الملہمین) کے چھپنے کے بعد رسالہ دافع الوساوس طبع کرا کر شائع کیا جاوے۔(سو آئینہ کمالات اسلام کا دوسرا نام دافع الوساوس رکھ کر مرزا صاحب اس سے تو بری الذمہ ہو گئے) اور بعد اس کے بلا توقف رسالہ

حیات النبی ومماۃ المسیح جو یورپ وامریکہ کے ملکوں میں بھی بھیجا جاوے گا، شائع اور اس کے بعد بلا توقف حصہ پنجم براہین احمدیہ جس کا دوسرا نام ضرورت قرآن رکھا گیا ہے، ایک مستقل کتاب کے طور پر چھپنا شروع ہو (یہ مطلب ہے کہ اس کی قیمت علیحدہ ہوگی۔ براہین کی قیمت دینے والے اس پر اپنا حق قائم نہ سمجھیں) لیکن اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے یہ احسن انتظام خیال کرتا ہوں کہ ہر ایک رسالہ جو میری طرف سے شائع ہو، میرے ذی مقدرت دوست اس کی خریداری سے مجھ کو بدل وجان مدد دیں۔

پھر مرزا صاحب نے فرمایا:

اگر میری جماعت میں ایسے احباب ہوں جو ان پر بوجہ املاک واموال وزیوات وغیرہ کے زکوۃ فرض ہو، تو ان کو سمجھنا چاہیے کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بے کس کوئی بھی نہیں اور زکوۃ نہ دینے میں جس قدر تہدید شرع میں وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے اور عنقریب ہے جو منکر زکوۃ کافر ہو جائے۔ پس فرض ہے جو اسی راہ میں اعانت اسلام میں زکوۃ دی جائے زکوۃ میں کتابیں خریدی جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں۔ اور میری تالیفات بجز ان رسائل کے اور بھی ہیں جو نہایت مفید ہیں جیسے احکام القرآن، اربعین فی علامات المقربین اور سراج منیر اور تفسیر کتاب عزیز لیکن چونکہ کتاب براہین احمدیہ کا کام از بس ضروری ہے اسلئے بہ شرط فرصت کوشش کی جائے گی کہ یہ رسائل بھی درمیان طبع ہو کر شائع ہو جائیں آئندہ ہر ایک امر اللہ جل شانہ کے اختیار میں۔

کیفیت جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کے صفحہ ۲۴ پر درخواست چندہ (قابل توجہ احباب) میں کہا کہ تین قسم کی جمعیت کی ہمیں سخت ضرورت ہے جس پر ہمارے کام اشاعت حقانی معارف دین کا سارا مدار ہے۔ اول دو پریس، دوم ایک خوش خط کاپی نویس۔ سوم کاغذات۔ ان تینوں مصارف کے لئے اڑھائی سو روپیہ ماہواری کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ ہر ایک دوست بہت جلد بلا توقف اس میں شریک ہو اور چندہ ہمیشہ ماہواری تاریخ مقررہ پر پہنچ جانا چاہیے۔ یہ تجویز ہوئی ہے کہ بقیہ براہین اور ایک اخبار جاری ہو اور آئندہ حسب ضرورت وقتاً فوقتاً رسائل نکلتے رہیں۔

اب مرزا نے عذر داری ٹیکس میں سالانہ آمدنی ۴۰۰۰ (جو تقریباً ۳۳۳ روپیہ ماہوار ہوئے) اقبال کیا ہے اور اوسط سالانہ آمدنی جو چار ہزار قبول کی ہے اس کی ماہوار اوسط بھی ۳۳۳ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے اس کے علاوہ مرزا کی اپنی زمین و باغ وغیرہ کی آمدنی علیحدہ ہے۔ پریس بھی کئی

موجود ہیں، خوش خط کاپی نویس مریدین حاضر لیکن بقیہ براہین وغیرہ کا اب تک نام ونشان ندارد ہے۔ دوسری جو کتاب نکلتی ہے اسکی قیمت بھی اس قدر بڑھ کر ہوتی ہے کہ لاگت سے تگنا چوگنا منافع ہو۔ اب فرماویں کہ یہ سب وعدے اس وعید اذا عاھد اخلف میں کیوں داخل نہیں؟ واضح رہے کہ یہ فقط وہ وعدے ہیں جو تحریراً پبلک تک پہونچ چکے ہیں زبانی و پرائیویٹ وعدے علیحدہ رہے۔

اذا حدث کذب میں مرزا کا اپنے انکاری ومخالف کو خواہ اس بے چارہ کا اخلاص و نیک نیتی پر ہی مدار ہو، بے ایمان وحرامزادہ صراحتاً یا پیچیدہ الفاظ میں کہنا کیوں داخل نہیں؟ کیونکہ تشخیص ایمان جو دلی حالت ہے اور تشخیص نطفہ، یہ ہر دو غیبی امور ہیں جن پر محیط ہونا سوائے عالم الغیب کے ناممکن ہے۔ نیز اپنی پیش گوئیوں کے عدم ظہور پر خلاف واقع دلائل وعذرات پیش کرنا، اپنے مضمون وخطوط دوسروں کے نام سے لکھوانا، اپنے مریدوں کی تعداد بڑھا کر کچھ کا کچھ بتلانا، پھر ایک طرف تو مسلمانوں کو دم دینا کہ ہمارا سب کام حمایت اسلام کے لئے لوجہ اللہ ہے اور دوسری طرف گورنمنٹ کو پٹی دینا کہ ہماری سب کاروائی گورنمنٹ کی خیر خواہی وخدمت کے لئے ہے۔ ان دو باتوں میں ایک قول تو ضرور کذب ہے۔ اگرچہ قاضی فضل احمد نے (جن پر خفیہ خفیہ نیش زنی کرنے وایذا رسانی کے واسطے مرزا صاحب نے کوئی منصوبہ ودقیقہ فروگذاشت نہ کیا) اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی میں اپنی تحقیق سے اصل حال ظاہر کر کے گورنمنٹ سے اس کا صلہ بھی پایا ہے۔ پھر ادھر تو اعلان دینا کہ میں کسر صلیب کے لئے مامور ہوں اور کسر صلیب کر رہا ہوں ادھر اسی صلیبی گورنمنٹ کو بذریعہ اشتہارات جتلانا کہ میں قیام سلطنت کے واسطے دعائیں کرتا ہوں اور میری وجہ سے یہ سلطنت قائم ہے۔ اس میں بھی ایک تو ضرور کذب ہے کیونکہ اجتماع ضدین محال ہے۔ پھر کسی کی گرفت وصحیح اعتراض پر حیلہ وبہانہ بنا کر ٹالنا جیسا منشی فضل حق صاحب المعروف بابو میراں بخش سے عندالمطالبہ سراج منیر کے مرزا صاحب نے عاجز کے مکان پر کیا تھا وغیرہ مثل ذلک۔ یہ سب کیوں کذب میں داخل نہیں۔ وعلی ہذا القیاس ذوالوجوہ یعنی دورخی بلکہ سہ رخی باتیں کرنا جن کی مثالیں بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ پھر باوجود عدم استطاعت وعدم قدرت کے ہزار ہا روپیہ کے اشتہار دینا کذب نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اخبار الحکم جو مرزا صاحب کے مقاصد ومذہب کی اشاعت کا آلہ ہے اور جس میں جہاں تک ظاہر معلوم ہے مرزا کی ہدایت واجازت سے مضامین شائع ہوتے ہیں چنانچہ ہمارے سامنے مولوی عبدالکریم نے شاید مولوی عبدالقادر والے خط کے چھاپنے کی بھی اجازت مانگی تھی۔ لیکن عدالت میں مرزا نے اس سے اپنی بے تعلقی وبرائت بیان فرمائی۔ غرضیکہ اسی طرح کی اور بہت

سی باتیں اگر کذب نہیں تو پھر نہ معلوم مرزا صاحب کی لغت وسمجھ میں کذب کے کیا معنی ہیں؟

اذا خاصم فجر ۔مرزا کی درافشانی مندرجہ ص ۱۴۴ لغایت ۱۴۶ مع دشنامہائے ذیل کے کیوں داخل نہیں؟

شیطان، دیو گمراہ، فرعون، شقی، ملعون، حرام زادہ ۔ نیم ملا، بدسرشت، ظالم، کاذب، خبیث القلب، ولدالحرام، کورچشم، دیوانہ، درندہ، ذریت شیطان، غزنی کے ناپاک سکھ (سبحان اللہ یہ تو مرزا صاحب کی قرآن مجید وحقائق معارف دانی آیت مبارکہ وکان ابوھما صالحاً کا نہایت ہی عمدہ نمونہ ہے) وغیرہ

بلکہ ان سب سے بڑھ کر لا تسبّو الّذ ین ید عو ن من دو ن اللّٰہ .. الخ (تم ان لوگوں کو گالی نہ دو جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں) نظر انداز کر کے غیر مذہب والوں کے معبودوں کی بھی خوب خبر لی ہے اور نو مسلموں کو جنھوں نے خالصۃ للہ اپنے خویش واقارب واموال ونعماء دنیا کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا، ان کے اظہار عیب کے لئے ہندوزادہ استعمال کرتے ہیں ۔تو اب اللہ تعالی کو حاضر ناظر جان کر ذرہ انصاف سے فرماویں کہ جو شخص ایسی گالیوں ونا شائستہ الفاظ کا فوارہ و گنجینہ ہو اس کو رحمۃ للعالمین کہنا چاہیے یا زحمۃ للعالمین ۔اور ایسے مشتہر متکلم ومعلم دشناموں کو سوائے امام الفاسقین والفاجرین کے اور کیا کہنا چاہیے؟ عاجز کے شیخ حضرت سید عبداللہ غزنویؒ جو بلا دعوی متبع وجاں نثار سنت آنحضرت ﷺ تھے، وہ اپنے دشمنوں وایذا رسانوں کے واسطے بھی دلی خیر خواہی سے دعا فرماتے ۔اگر کوئی کہتا کہ: فلاں مولوی درحق شما ایں طور بدمیگوید ۔تو حسن ظن سے جواب دیتے کہ: برائے خدا می گوید دعا کنید کہ اللہ تعالی حق ظاہر کند ۔ اور ایک مرزا صاحب فضائل و کمالات بے نہایت کے دعویدار ہیں جن کے حال کی گواہی کے واسطے الفاظ مرقوم الصدر کافی ہیں ۔

فراہمی ومحبت مال متاع الدنیا وطول امل میں جو مرزا صاحب کا عمل اس کتاب عصائے موسی میں سابقاً ذکر ہوا وہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ یہ کیسی نبوت ہے ۔

اعظم رکن اسلام یعنی حج کی نسبت جو احکام اس نبی کریم ﷺ نے پہنچائے اور جو اس کے مقابلہ پر مرزا صاحب کا عمل درآمد ہوا، وہ بھی اس کتاب میں درج ہو چکا ہے ۔خود بدولت بھی باوجود استطاعت مال وجائداد ہزارہا روپیہ کی کبھی اس کی تیاری نہیں فرماتے اور دوسرے طالبان رضائے الہی نے جب کبھی مستعد ہو کر اس کے لئے صلاح ومشورہ طلب کیا تو ان کو بھی مانع ہوئے تو یہ بھی خوب نیابت نبوت ہے ۔

اوصاف لیلۃ القدر وصفات ملائکہ اور ان کے نزول کی کیفیت جو آنحضرت ﷺ اور

صحابہ کرامؓ نے بیان فرمائی اور جو کچھ اس کے مخالف مرزا صاحب نے تحریر فرمایا وہ اس کتاب میں سابقاً درج ہو چکی ہے۔

❁ قرآن مجید کی عبارت وتفسیر میں جناب کے تصرف وتحلیل حرام وتحریم حلال کا بھی کچھ بیان اس کتاب عصائے موسیٰ میں سابقاً حوالہ قلم ہوا۔

❁ دعا جو مخّ العبادة ہے، اس کو اور توجہ الی اللہ کو مرزا صاحب کا بیچنا یعنی ان کا مول لے کر اپنے اوقات صافیہ کو وقف کرنا، یا روزہ جو خاص الٰہی عبادت ہے وہ کسی دنیوی یا مالی غرض کے واسطے رکھ کر مراقب ہونا، ان کی نظیریں اور اس بارہ میں قرآنی حکم بھی اس کتاب میں سابقاً ہدیہ ناظرین ہو چکا ہے۔

❁ زکوۃ۔ رسول اللہ ﷺ نے تو اس کے مصارف کا حکم قرآن مجید

انّما الصّدقات للفقراء و المساکین و العاملین علیها و المؤلّفة قلوبهم و فی الرّقاب و الغارمین و فی سبیل اللّه و ابن السّبیل فریضةً مّن اللّه و اللّه علیم حکیم ۔

پہنچا کر اپنے اوپر اور اپنی اولاد پر تمام صدقات وزکوۃ کے مال کو کثافت ومیل قرار دے کر حرام فرمایا۔ اور یہاں یہ نیا بت واتباع ہوا کہ مرزا نے دین اسلام کو یتیم وغریب و بے کس قرار دے کر اور اس کو اپنے جسم میں مجسم کر کے ان صدقات کا خود بدولت کو محل ومصرف ومستحق ٹھہرا دیا جیسا ابھی ذکر ہوا ہے۔ اگرچہ اسلامی امام وحاکم جو بیت المال کا امین ہو وہ صدقات زکوۃ وغیرہ فراہم کر کے اپنی تجویز سے ان کے صرف کرنے کا مجاز ہے لیکن یہاں امانت صدق راستی و دیگر لوازم شرائط وعلامات امامت کہاں ہیں؟ جو روپیہ وعدہ ہائے گونا گوں کر کے لیا گیا اس کا تو پتہ کہیں نہیں۔ اگر بیت المال سپرد و اختیار میں ہو تو اس کا کیا حال ہو؟

❁ قرآن مجید میں اللہ پاک نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کی بہت تاکید فرمائی ہے جیسا کہ لقد کان لکم فی رسول اللّه اسوة حسنة (تحقیق رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں عمدہ نمونہ ہے)۔ و اطیعوا اللّه و اطیعوا الرّسول ۔ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو) وغیرہ۔ اور رسول اللہ ﷺ نے نصیحت وتاکید فرمائی کہ اپنے حق میں کبھی بددعا نہ کرو جیسا کہ حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے:

قال رسول اللّه ﷺ لا تدعوا علی انفسکم و لا تدعوا علی اولادکم

و لا تد عوا علی امو الکم لا توا فقوا من اللّٰہ ساعۃ یسال فیھا عطاء فلیستجب لکم ۔ مسلم ۔(رسول اللہ نے فرمایا اپنی جانوں اور اولاد اور مالوں پر بد دعا نہ کرو...)

اب مرزا صاحب فرمائیں کہ اس نصیحت و تاکید کے مخالف خود بدولت نے کس حکم کے موافق اپنی کتاب حقیقت مہدی میں یہ دعا مانگی ہے:

گر تو می بینی مرا در فسق و شر | گر تو دیدا ستی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن من بد کار را | شاد کن ایں زمرہ اغیار را
آتش افشاں بر در و دیوار من | دشمنم باش و تباہ کن کار من

شاید مرزا صاحب کہیں کہ ہم نے اگر کا لفظ شرطیہ لگا دیا ہے اور اپنی صداقت کے بھروسہ اور اس کو ثابت کرنے کے واسطے ایسا کہا ہے، تو اس میں سوال یہ ہے کہ آپ کو تو دعوی نیابت نبوت ہے لہذا اس امر میں منیب ﷺ کی کوئی نظیر یا کوئی حکم اپنے حق میں ایسی بد دعا کرنیکا بیان فرماویں۔ تعجب اور افسوس کہ پیغمبر ﷺ تو فرماویں کہ اپنی جان، اپنی اولاد، و مال کے واسطے بد دعا مت کرو، بلکہ اپنے دین و دنیا کی بہتری و فلاح و عافیت اور اللہ سے فضل کا سوال کرو جیسا اللہ نے خود قرآن میں ارشاد فرمایا ہے وا سئلو اللّٰہ من فضلہ انّ اللّٰہ بکلّ شیء علیماً (اور اللہ سے اس کا فضل مانگو، تحقیق اللہ ہر شئی کو جانتا ہے) اور ربّنا آ تنا فی الدّ نیا حسنۃ و فی ا لآ خرۃ حسنۃ و قنا عذا ب النّار (اے ہمارے رب ہم کو دنیا و آخرت میں نیکی عطا فرما اور آگ کے عذاب سے بچا) وغیرہ بہت دعائیں تعلیم فرمائیں اور حدیث شریف میں بہت ادعیہ مروی ہیں چنانچہ

اللّٰھمّ ا غفر لی و ار حمنی و اھد نی و عا فنی و ار زقنی (اے اللہ مجھے بخش اور رحم کر اور ہدایت کر اور عافیت دے اور رزق دے)۔

اللّٰھمّ انی اسألک الھدی و التقی و العفا ف و الغنی (اے اللہ میں تجھ سے ہدایت اور تقوی اور پارسائی اور تونگری مانگتا ہوں)

اور صبح و شام فرماتے: اللّٰھمّ انی اسألک العا فیۃ فی الدّ نیا و ا لآ خرۃ ۔ اللّٰھمّ انّی اسألک العفو و العا فیۃ فی دینی و دنیا ی و اھلی و ما لی ۔ اللّٰھم استر عوراتی و آ من رو عا تی

اللّٰھمّ ا حفظنی من بین یدی و من خلفی و عن یمینی و عن شما لی و من فوقی

و اعوذ بعظمتک ان اغتال من تحتی یعنی الخسف ۔

اور عند الکرب فرماتے: لا اله الّا اللّٰه العلیّ العظیم لا اله الّا اللّٰه ربّ العرش العظیم لا اله الّا اللّٰه ربّ السّماوات و ربّ العرش الکریم

اور زوال نعمت و عافیت سے پناہ مانگتے اللّٰھمّ انّی اعوذ بک من زوال نعمتک و تحول عافیتک و فجاءۃ نقمتک و جمیع سخطک

اور مرزا صاحب ان احکام و ہدایات کی مخالفت کر کے ان بے نصیب مخالفین اسلام ابو جہل وغیرہ کے اقوال کی پیروی واتباع کریں جس کا قرآن پارہ ۹ رکوع ۱۸ میں اس طرح ذکر ہے

و اذ قالوا اللّٰھمّ ان کان ھذا ھو الحقّ من عندك فامطر علینا حجارۃً مّن السّماء او ائتنا بعذابٍ الیم (جب کافروں نے دعائیں مانگیں اے اللہ اگر یہ دین حق ہے تیری طرف سے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب نازل کر)

اور پارہ ۲۳ رکوع ۱۱ میں:

و قالوا ربّنا عجّل لنا قطّنا قبل یوم الحساب (اور انہوں نے کہا اے رب ہمارے جلدی ہمارے عذاب کا حصہ روز حساب سے پہلے ہم کو دے)

غور فرمائیے یہ کیسی نیابت نبوت ہوئی؟ مومن تو ہمیشہ اللہ جل جلالہ کے فضل و کرم کے حاجت مند ہیں اور ربّنا آتنا فی الدّنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النّار کا ورد کرتے ہیں مقولہ مولوی رومی صاحب:

یا کریم العفو حی لم یزل یا کثیر الخیر شاہ بے بدل
آتنا فی دار دنیانا حسن آتنا فی دار عقبیٰ ناحسن

مرزا کی اس دلیری و جرأت سے اپنے لئے بددعا کرنے کی اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے یہ سمجھ کر کہ اتنی مدت دشمنوں کیلئے بتضرع و زاری مضطربانہ تنہاء و بمعیت مریدین مل کر بددعا کرنے کیا نتیجہ ہوا، جو اب اس ظاہرداری کی دعا کا کچھ خوف و اندیشہ ہو؟ ورنہ ایسی دلیری کسی مسلمان سے کب ہوسکتی ہے۔ خصوصاً جب شرائط استحقاق عذاب، اعنی فسق و شر و ایذا دہی مخلوق اور غبن حق العباد اور ہر ایک سے دنگہ فساد وغیرہ، بھی موجود ہوں؟ کیونکہ احکام رب عزیز ملک العلام و شریعت رسول خیر الانام ﷺ کی مخالفت سے بڑھ کر اور کیا فسق و شر وغیرہ ہوسکتا ہے؟ بلکہ ایسی بیباکی تو فقط وہی شخص کرسکتا ہے جو اللہ تعالی کے سمیع و بصیر و حاضر و ناظر ہونے پر ایمان نہ رکھتا ہو اور

اللہ جل شانہ کی قدرت اجابت ونکرین کا قائل ومعتقد نہ ہو اور اس کو علی کل شیء قدیر نہ جانتا ہو۔

تاثیر کواکب ۔ صحیحین میں ہے کہ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ نے بارش کے بعد نماز صبح پڑھائی تو صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ وہ بولے کہ اللہ اور اس کا رسول اچھا جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے کوئی مجھ پر ایمان لاتا ہے اور کوئی کافر ہوتا ہے۔ پس جس نے کہا کہ ہم پر اللہ تعالی کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی وہ تو مجھ پر ایمان لانے والا اور ستاروں سے منکر ہے اور جس نے کہا کہ بارش فلاں فلاں سبب سے ہوئی ہے وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں پر ایمان لانیوالا ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالی آسمان سے اپنی برکت نازل فرماتا ہے تو ایک فریق اس سے کافر ہو جاتا ہے اللہ تعالی بارش نازل فرماتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ستارے کے فلاں فلاں سبب سے ہوئی۔

ان احکام کے مخالف مرزا نے لکھا ہے کہ تمام سیارات کائنات الارض کی تکمیل وتربیت کیلئے ہمیشہ مشغول ہیں تمام نباتات و جمادات وحیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے۔

اب مرزا صاحب اپنے دعوی نیابت نبوت کو اور دوسری طرف اپنے عمل درآمد کو جو حرف بحرف اور لفظ بلفظ مخالف وہدایات رسول اللہ ﷺ ہے دیکھیں اور انصاف سے سوچیں کہ یہ نیابت نبوت ہے یا سراسر مخالفت و بغاوت ومقابلہ نبوت ہے اور جب منیب کے ہر حکم و ہدایت کی سب کچھ خلاف ہی کیا جاوے تو اس کو نیابت کیوں کر کہہ سکتے ہیں۔

مرزا کہتے ہیں: صرف چند الہامی فقرے اس کی بغل میں ہوں اور وہ بھی بے ثبوت۔

تعجب وافسوس ہے کہ مرزا صاحب کو طریق سلف صالحین کبراء امت طالبان رضا الہی کا، اعنی الہامات وکشوف پر غرہ نہ ہونا، ان کو ذریعہ معاش وخوش گذرانی دنیا وشہرت، وفضیلت خود نہ بنانا، بلکہ جو الہام وکشف مخالف احکام کتاب وسنت ہو اس کو بے ثبوت و شیطانی وسوسہ سمجھ کر اللہ تعالی سے پناہ مانگنا، وغیرہ پسند خاطر نہیں، اس لئے الہامات کو پوشیدہ بغل میں رکھنے کو عیب جان کر کراہت کرتے ہیں۔ بیچارے کیا کریں۔ ریا، سمع، وآفات شہرت جن کا ذکر قرآن مجید واحادیث میں مفصل ہے ان سے واقف نہیں کیونکہ ایسے امور کا سیکھنا وحاصل کرنا ابتداء ہی سے خیال: ہم چو من دگرے نیست، متمکن ہونے کے سبب ان کو نصیب نہیں ہوا۔ پھر مرزا صاحب کے ایسے فقرات مومنین منیبین کی توہین وتحقیر کے جواب میں عاجز کو جو الہام ہوا ہے کبرت کلمةً تخرج من افواھھم مرزا صاحب اس پر بھی غور وتامل فرمائیں۔ عاجز تو خاکسار ذرہ بے مقدار ہے اور کسی قسم

کا دعویدار نہیں لیکن و له اسلم من فی السّما وا ت و الا ر ض طو عاً و کر ھا و الیه یر جعو ن (جو آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ چارو نا چار اسی کے حکم بردار ہیں)۔ و للّٰہ یسجد من فی السّما وا ت و ا لارض طوعاً وکرھاً و ظلالھم با لغدوّ وا لآصال کے فر ما نے والے ما لک کی طرف جس کے ارا دہ و مشیت سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے خیال فر ما کر عا جز مخلوق کی توہین وتحقیر سے باز آ کر التّعظیم لا مر اللّٰہ و الشّفقة لخلق اللّٰہ پر متوجہ ہوں۔

مرزا کا فقرہ کہ، کیا قوم اور مخالف قوم اس سے تسلی پکڑ سکتے ہیں، کے جواب میں عرض ہے کہ دوسرے عاجزوں اور ان کے الہامات کی تو مرزا کے سامنے کچھ حقیقت نہیں اور نہ ہی ان کو کسی قسم کا دعوی ہے لیکن خود مرزا صاحب کے الہامات وکاروائی سے قوم ومخالف قوم نے جو اطمینان وتسلی حاصل کی ہے اس کا بھی تو کچھ ثبوت و پتہ نشان ہونا چاہیے، تا کہ عوام مخلوق الٰہی کو معلوم ہو۔ نہ یہ کہ وہ تسلی صرف قادیان میں وہ بھی فقط مرزا کے مقبوضات کی چار دیواری میں ہی محدود ومحفوظ رہے۔

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

> اب میں اس مضمون کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور اگر اس میں کوئی گراں لفظ ہو تو ہر ایک صاحب اور نیز اپنے دوست ملہم سے معافی مانگتا ہوں کیونکہ میں نے سرا سر نیک نیتی سے چند سطریں لکھی ہیں اور میں اس عزیز دوست سے بدل و جان محبت رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کے ساتھ ہو۔ فقط۔

جواب۔ غنیمت ہے کہ مرزا صاحب نے اس بے ضرورت مضمون کو ختم کرنا چاہا۔ اگر چہ عادت مستمرہ کے باعث اس زبانی ارادہ کو پورا نہیں کر سکے جیسا کہ مرزا صاحب کے اس رسالہ کے بعد بھی اس مضمون کے خطوط و اشتہارات وغیرہ شائع کرتے رہنے اور اپنے مریدین سے بھی کراتے رہنے سے ظاہر ہے۔ اور اس میں مرزا صاحب ایک طرح سے معذور بھی ہیں کیونکہ سوائے اس کے ان کو اور کوئی کام و شغل بھی نہیں ہے۔ اور سارے کاروبار وسلسلہ معاش وغیرہ کا مدار بھی اسی کاروائی پر منحصر ہوا۔ ذکر، فکر، مراقبہ، استغراق جانتے ہی نہیں کہ کیا شئے ہے۔ قلب نہ چلے تو کیا زبان و ہاتھ بھی نہ چلا ویں تو پھر کریں تو کیا کریں؟

زبانی معافی کا لفظ بولنا اور ایسا ہی واپس لینے کا لفظ کہنا انگریزی فیشن تو ضرور ہے جس کے ساتھ اگر دلی ارادہ واخلاص نیت نہ ہو، تو اہل اسلام کے نزدیک محض فضول و بے فائدہ بلکہ گناہ ہے، لہذا اسلام میں یہی ہدایت ہے کہ اول ہی حزم واحتیاط کر کے زبان سے اسی قدر نکالے جس کا

شریعت میں حکم واجازت ہے اور اگر نا دانستہ و نا دیدہ کچھ سرزد ہو جائے تو اس کے لئے معافی وتوبہ و استغفار کا تدارک کرے نہ یہ کہ اول برا بھلا کہتے کہتے بس نہ کرے اور جب نامہ اعمال خوب پر ہو جائے تو بعد میں منافقانہ معافی مانگنا بھی زبان سے نکال دے۔

❁ مرزا صاحب یقین کریں کہ عاجز نے بھی جو کچھ لکھا ہے خیر خواہی و نصیحت خدمت دینی و اظہار حق کی خاطر ہی لکھا ہے (اور نیت کا حال تو عالم الغیب ہی جانتا ہے) اور وہ اول بوجہ مرزا صاحب کی پتنگ اندازی جس کی ڈور کو عاجز نے بعصائے موسی کھینچ کر بلندی سے پست کیا جس کا ذکر سابقاً ہوا۔ اور دوم بباعث بے حد و بے نہایت اصرار و تاکید مرزا صاحب کے بہ مشیت قادر مختار طوعاً و کرہاً حوالہ قلم ہوا۔ ورنہ مرزا صاحب کو خوب معلوم ہے کہ عاجز کبھی ایسے شغل و بحث مباحثہ میں مشغول و مصروف نہیں ہوا۔ اور نہ کبھی محض بفضل وکرم مولی کریم و رحیم اپنی شہرت و ناموری کی خواہش میں مبتلا ہوا۔ فالحمد للّٰہ حمداً کثیراً۔ بلکہ حق الامر یہ ہے کہ مرزا صاحب نے بھی عاجز کی عادت سکوت، نفرت بحث، مخالفت شہرت، و رغبت گمنامی، و کسمپرسی وغیرہ پر قیاس کر کے اس قدر زور دے دیا، کیونکہ ان کو معاملات و تجربہ سے کامل یقین تھا کہ عاجز غلبہ فطرت کے باعث خلاف عادت ہرگز نہیں کرے گا بلکہ نام کے مشتہر ہونے کے ڈر سے گھبرا کر ہماری خوش آمد کریگا جس سے ہم کو لوگوں میں اپنی فوقیت وفضیلت جتلانے کا موقع ہاتھ آئے گا۔، اور اللہ تعالی جل جلالہ کی قدرت یخرج الحیّ من المیّت سے بے خبر ہو کر اس طرف مرزا صاحب کا خیال ہی نہ دوڑا کہ:

خاکساران جہاں را بحقارت منگر　　　تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے علو وغرور کو توڑنے کو قادر مطلق نے نالائق ہیچمدانوں سے یہ تحریر اظہار حق و خدمت دین میں کرالی۔

باب سوم متعلق خط ملحقہ ضرورۃ الامام

☆ مکتوب اور کاتب

یہ خط جو رسالہ ضرورۃ الامام کے ساتھ ملحق ہے عاجز خاکسار کے نام نہیں اور نہ عاجز اس

میں مخاطب ہے۔ وہ خط مرزا صاحب کے مرید نے اپنے ایک دوست کے نام لکھا ہے اس میں اپنے والدین بھائیوں وغیرہ سے علیحدہ ہو کر امام الزمان کی شناخت کے سبب مہینوں سے قادیان میں دھونی رمائے بیٹھنا (ایسے الفاظ اکثر مشرک بت پرست ہندو سادھو بولتے ہیں۔قرآنی شرعی اسلامی مذاق والے ان مشرکوں کی تقلید ہر گز نہیں کرتے۔لیکن حق یہ ہے کہ ان کا یہ کام ایسا ہی ہے جو فی الواقع انہی الفاظ میں ادا ہونے کے لائق ہے۔الٰہی بخش)، کچھ اپنے اوصاف، متقیانہ زندگی، معائب سے بری ہونا، کتاب اللہ کے معارف اسرار سے بہرہ مند ہونا، پڑھنا پڑھانا، ایک معتد بہ جماعت میں مشارالیہ ہونا، کتب تفاسیر و تصوف کو پڑھنا وغیرہ، پھر کچھ اپنے خیالی امام الزمان کی مدح وثنا بیان کر کے بالآخر اپنی نیکی سے بھری ہوئی صحبتوں کو ان کی نیک دل اور پاک تیاری کو یاد دلا کر اپنے مکتوب الیہ صاحب کی ضمیر روشن اور فطرت مستقیمہ کی خدمت میں سوچنے اور وقت بہت نازک ہونے کی اپیل کی ہے اور اخیر پر ہاتھ میں ہاتھ دینے (بیعت) میں توقف کرنے سے خوفناک تبدیلی پیدا ہونے کا خوف ظاہر کر کے کہا ہے کہ: دنیا کا خوف چھوڑ و اور خدا کے لئے سب کچھ کھو دو کہ یقیناً سب کچھ مل جائے گا۔،

گو عاجز کو اس خط سے کچھ تعلق تو نہیں لیکن چونکہ مرزا صاحب نے مناسبت کی وجہ سے اس کو اپنے رسالہ کے ساتھ ملحق فرمایا ہے لہذا اس کے ضمن میں کچھ اس کی حقیقت ظاہر کرنا بھی مناسب ہے۔سو مختصراً عرض ہے:

گو عاجز تو کاتب خط (مولوی عبدالکریم سیالکوٹی) کے حالات سے واقف نہیں، مرزا کے طفیل ہی ان سے ملاقات ہوئی تھی۔تاہم وہ ایسے مشہور و معروف ہیں کہ بہت سے لوگ ان سے، ان کے خاندان سے اور ان کے ابتدائی حالات سے، جب کہ ان کا سیالکوٹ مشن سکول سے اور پھر سر سید بالقابہ وغیرہ سے تعلق تھا، خوب واقف ہیں۔اور اب تو وہ مولوی صاحب کہلاتے ہیں۔قادیان میں مرزا صاحب کے یہاں جیسا ان کا قدر و منزلت ہے ویسا کسی اور کا نہیں۔مرزا صاحب و جماعت کے پیش امام وہ ہیں۔اخبار الحکم وغیرہ (جس میں اکثر انہی کے مضامین ہوتے ہیں) میں مشتہر کیا جاتا ہے کہ ان کی دعا و جعلنا للمتّقین اماماً (اور ہم کو متقین کے واسطے امام بنا) قبول ہوگئی، گویا وہ امام المتقین ہو گئے۔مرزا صاحب کے احکام وخطوط نویس وہ ہیں۔مدحیہ مضامین نویس، جو الحکم وغیرہ میں در بارہ تعریف و توصیف امام الزمان و جماعت نکلتے ہیں، وہ ہیں۔اور پھر مجلس میں مرزا صاحب کے حقائق و معارف کی داد دے کر مدح وثنا کا بھاری کام بھی انہوں نے سنبھال رکھا ہے۔ جیسا اخبار الحکم مورخہ ۳۰ جون ۱۸۹۹ء میں فرمایا:

اے میرے مرشد، میرے آقا مسیح موعود اللہ تعالیٰ کا سلام تجھ پر ہو۔ اے احمد، اے مسیح، اے مہدی، اے آدم، اے نوح، اے ابراہیم، اے یوسف، اے موسیٰ، اے عیسیٰ، اے فاروق، خدا کی تجھ پر رحمت ہو۔

بظاہر مولوی (عبدالکریم) صاحب پر بہت کام و محنت ہے اور ان میں ان کا بہت دماغ خرچ ہوتا ہے باوجودیکہ ضعف بصارت، ضعف دماغ اور جسم وزنی ہو جانے سے قیام و رفتار میں تکلیف کی شکایت بھی مزید براں ہے لیکن مولوی صاحب کے جوش تقریر و عشق گویائی کو یہ امور مانع نہیں ہیں۔ ادھر مرزا و جماعت کی طرف سے بھی مولوی صاحب کی خدمت تواضع، غور و پرداخت میں کسی قسم کی کمی و کوتاہی نہیں۔ الا یچی تک اگر آدھی رات کو مانگیں تو مرزا خود اپنے ہاتھ سے اسی وقت حاضر کرتے ہیں جیسا کہ عاجز کے روبرو خود مولوی (عبدالکریم) صاحب نے بیان کیا تھا۔ باوجود کہ خدمت گار بھی ان کی خدمت کو ہر وقت موجود رہتے ہیں اور مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر ان کا حکم مانا جاتا ہے اور یہ شائد اسلیئے بھی ہو کہ علاوہ رونق مجلس مداح وغیرہ ہونے کے امام الزمان کے امام بھی تو ہیں اور دیگر ادویہ مقوی دماغ و اعصاب مثل کولو، مرکب فولاد، کونین و کچلہ تریاق الٰہی و غیرہ کا تو کچھ حد و حساب نہیں کیونکہ مرزا صاحب کو خود بھی اکثر ان کا استعمال رہتا ہے اور مولوی صاحب بھی ہر وقت حاجت مند پاس ہی ہوتے ہیں۔

چنانچہ عاجز کے سامنے کا ذکر ہے کہ مرزا صاحب نے جب عاجز کے رفیق سفر سے فرمایا کہ یہ انگریزی دوا کولو کے مقوی اعصاب وغیرہ ہونے کی بہت تعریف کرتے ہیں تم بھی پی کر دیکھو۔ اس پر رفیق نے ذرا دیر تامل کیا، تو مولوی (عبدالکریم) صاحب نے فوراً فرمایا مجھے دو، جس کو ضعف اعصاب وغیرہ کے سبب بہت حاجت ہے۔ اس پر مرزا صاحب نے وہ دوا ان کو پلا دی۔ لاہور میں واپس آکر اس دوا کے خواص کی بابت اپنے ایک دوست انگریزی دوا فروش سے تفتیش کی تو اس نے کہا کہ، تم اس کو کیوں پوچھتے ہو، اس میں تو شیری شراب ہوتی ہے۔

ایسا ہی مرزا صاحب کے عقیدت مند مریدین و جماعت بھی ان کی خدمت میں قاصر نہیں بلکہ مرزا صاحب کی خدمت کے ساتھ ہی مولوی صاحب کی بھی خدمت کرتے ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب کے واسطے جب پارچات پوشیدنی طیار ہوتے ہیں تو ان کے ہمراہ مولوی صاحب کے واسطے بھی ساتھ ہی ساتھ بنتے ہیں۔ وغیرہ۔ اور شاید انہی خدمات پر قیاس کر کے مولوی صاحب نے اپنے دوست کو لکھا ہے: کہ دنیا کا خوف چھوڑ دو اور خدا کے لئے سب کچھ کھو دو کہ یقیناً سب کچھ

مل جائے گا، کیونکہ مولوی صاحب کا ذاتی تجربہ ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ آیا اس دوست کی موجودہ حالت ویسی ہے جیسی کہ مولوی صاحب کی دھونی رمانے سے پہلے تھی یا کچھ فرق ہے؟ اگر ویسی ہو اور ان کو یقین بھی ہو کہ مولوی صاحب کی طرح ان کی قدر بھی تا زیست ویسی ہی ہو گی تو یہ دعوۃ قابل قبول ہے بشرطیکہ خوف خدا مانع نہ ہو۔

❁ مرزا صاحب جس طرح دل سوزی سے یا کسی اور غرض سے مخلوق الٰہی پر شفقت و مہربانی کر کے ان کو اپنی بیعت و غلامی میں داخل ہونے کے لئے وقتاً فوقتاً دعوت کرتے اور دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں اسی طرح مولوی صاحب نے بھی اپنے دوست مکتوب الیہ کو اپنے ساتھ ہمدرد بننے اور مرزا صاحب کی بیعت و جماعت میں داخل ہو کر زندہ ایمان و گناہ سوز آگ حاصل کرنے کو دعوت کی اور رغبت دلائی ہے اور حق یہی ہے کہ اگر ایسا ایمان حاصل ہو جاوے تو اور کیا چاہیے؟ لیکن مولوی صاحب کو اب جو نعمت و حالت میسر ہے، ظاہر ہے کہ ان کو اپنے گھر سیالکوٹ میں جہاں وہ بہت قلیل تنخواہ پر مشنری پادریوں کے کئی برسوں تک مخالف اسلام مدرسہ میں ملازم رہے، وہاں یہ حالت آسودگی اور خاطر تواضع ان کو خواب میں بھی نہ آئی ہو گی اور ایسی حالت میں ہو کر جو کچھ دوسروں پر اثر ہوسکتا ہے وہ تو ہوا ہی ہو گا، لیکن حق تو یہ ہے کہ اگر مولوی صاحب اس حالت میں ہو کر جو پسند و معمول بہ ہادی جن وانس ﷺ تھی، جو حالت سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عمر بن الخطابؓ کی تھی، جو حالت مہاجرین اصحاب صفہ وغیرہ کی بحالت حاضری خدمت اقدس ﷺ تھی۔ یعنی اصحاب صفہ وغیرہ کے بدن پر سوائے ستر عورت کوئی پارچہ نہیں، کوئی مسکن نہیں، کھانے پینے کا کچھ اہتمام نہیں، روزے شروع ہیں تو بس نہیں، نماز قرآن ذکر اللہ غرض سوائے عبادات وحصول رضائے رب العالمین اور کوئی شغل وشئی مدنظر نہیں..

سو اگر مولوی صاحب بھی زیادہ نہیں دو تین برس ہی اس حالت میں گذار کر اور اس رنگ میں رنگین ہو کر دوسروں کو دعوت فرماتے تو لوگوں پر ان کا صدق و اخلاص ظاہر ہو جاتا اور پھر لوگ بھی امید کہ خود بخود ایسے گرویدہ ہوتے کہ بن بلائے ایمانی و روحانی ذائقہ کی چاشنی دیکھ کر دوڑتے چلے آتے لیکن جہاں ان حالات و امور کا نام و نشان بھی نہ ہو تو وہاں مولوی (عبدالکریم) صاحب یہ رنگ کہاں سے لاویں؟ اور اب جس حالت افسری و کمانیری میں مولوی صاحب فی الحال وہاں رونق افروز اور زیب محفل ہیں اور دیگر احباب کو بھی ایسی حالت کے واسطے دعوت کرتے ہیں تو ایسی حالت کے واسطے طالبان رضاء الٰہی و دارالآخرۃ، جن کی نظر میں آسودگی دنیا کی کچھ حقیقت نہیں رکھتی، کم

راغب ہوں گے، بلکہ نہیں ہوں گے، ہاں عاشقان خوش گذرانی جیسا کہ عام کا حال ہے بیشک ایسی زندگی کو جس میں سوائے تحریری وتقریری مدح سرائی بسورنے و داد دینے کے اور کوئی تکلیف اور کسی قسم کے کھانے پینے وغیرہ کا فکر نہ ہو، کیوں کو ناپسند کرنے لگے؟ بلکہ اغلب ہے کہ فریفتہ ہوں۔

مال دنیا دام مرغان ضعیف　　ملک عقبی دام مرغان شریف
چشم کودک ہم چوخر در آخرست　　چشم عاقل درحساب آخرست

قادیانی اورعبدالکریم کے باہمی تعلقات

بہر حال اگر چہ مولوی (عبدالکریم) صاحب کی مدارات و خاطر تواضع بھی بہت ہوتی ہے پر مولوی صاحب نے بھی جو کام مرزا صاحب کی حمایت میں تقوی وخشیت اللہ کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں کو برا بھلا کہنے وگالیاں نکالنے، تبرہ بازی کرنے کا اپنے ذمہ لیا ہوا ہے، وہ بھی کچھ کم نہیں۔اور یہ تو اللہ تعالی ہی کو معلوم ہے کہ ترازو میں کون سا پلہ بھاری نکلے؟ خیر چونکہ عاجز کا ان امور سے کچھ تعلق نہیں لہذا ارشاد و لا تزر وازرۃ وزر اخری (کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا) کو مدنظر رکھ کر اس مضمون کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔لیکن ایک سوال عاجز کے دل میں بار بار کھٹکتا ہے اس لئے معافی مانگ کر دریافت کرتا ہے بایں التجا کہ اس کا جواب ایمان و وجدان صحیحہ کے موافق عطا فرماویں۔ اور وہ یہ ہے کہ:

مرزا صاحب کی مولوی صاحب پر کمال درجہ کی نظر عنایت اور محبت ہے اور دوسری طرف مولوی صاحب بھی بظاہر ایسے گرویدہ ومفتون ہیں کہ گویا فنافی الشیخ ہو چکے ہیں۔خدمات بھی بہت ان کے سپرد ہیں جن کو بظاہر وہ نہایت محنت وخوشی سے اپنا کام سمجھ کر بجا لاتے ہیں اور خدمات اکثر تو دماغی ونظری ہیں جیسے خطوط و مضمون نویسی تقریر وعظ وغیرہ اور بعض خدمات جسمی ہیں جیسے امامت وخطبہ وغیرہ جو کھڑے ہوکر کرنے پڑتے ہیں اور ان ہی امور کے لئے مولوی صاحب شکایت کیا کرتے ہیں یعنی ضعف دماغ کیواسطے ادویہ اور ضعف ونقص بصارت کے واسطے چشمہ کا استعمال ہوتا ہے لیکن اس سے اصلی نقص دور نہیں ہوسکتا۔ایسا ہی ضعف ونقص زیریں حصہ جسم کا حال ہے کہ اس کی شکایت بھی کبھی لاٹھی وعصا وغیرہ کی استعمال سے بکلی رفع ہونے والی نہیں۔پس یہ ہر دو نقص روحانی طور پر شافی مطلق اللہ جل جلالہ کے فضل ہی سے دور ہو سکتے ہیں۔

☆ قادیانی دعاوی متعلق اقتداری معجزات، واستجابت دعوات

مرزا صاحب قادیانی کو مسیح بن مریم، مہدی، مجدد، محدث وغیرہ ہونے کے علاوہ اقتداری معجزات نصرت الہیہ واستجابت دعوات کا ایسا دعوی ہے کہ بموجب ان کے اپنے قول کے تیس ہزار سے زیادہ تو ان کی دعائیں قبول ہو چکی ہیں اور انکی محبت وفا عزم لا ینفک سے بھری ہوئی دعاؤں سے ملاء اعلی میں شور پڑ جاتا ہے۔ محویت کے تضرعات سے آسمانوں میں ایک دردناک غلغلہ پیدا ہو کر ملائک میں اضطراب ڈالتا ہے۔ ان کے اقبال علی اللہ کی حرارت خدا کی طرف سخت توجہ کی گرمی آسمان پر کچھ بنانا شروع کر دیتی ہے اور تقدیریں بدلتی ہیں الٰہی ارادے اور رنگ پکڑتے ہیں۔

اور اخیر پر صفحہ ۱۲ ضرورۃ الامام میں فرمایا کہ

ایں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست　　　فانی است ودست اودست خداست

گو یا کہ اپنے سے فانی ہو کر اللہ تعالی کے ہاتھوں سے اللہ تعالی کے آگے دعا کرتے ہیں تو ایسی حالت میں قبولیت میں کیا شک ہوسکتا ہے؟

❁ ادھر مولوی (عبد الکریم) صاحب نے اپنے مضمون دعا مشتہرہ اخبار الحکم ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء میں لکھا ہے کہ: دعا مضطر کی قبول ہوتی ہے۔،

لوگوں کو نصیحت کر کے کہا ہے:

قبولیت دعا کی شرائط کے حصول اور اسباب معینہ معلومہ کے جمع آوری کا نشان کسی شخص میں یہ ہے کہ اس کو خدا تعالی سے توفیق مل جاوے کہ وہ خلیفۃ اللہ لسان اللہ علیہ السلام کے زیر نظر رہے یہاں تک کہ خود خداوند کریم اس داعی کی توجہ اس کی طرف پھیر دے۔

پھر مرزا صاحب کا فرمان ہے:

دعا نہایت نازک امر ہے اس کے لئے شرط ہے کہ مستدعی و داعی میں ایسا رابطہ مستحکم ہو جاوے کہ اس کا درد اس کا درد ہو جاوے۔

غرض مولوی صاحب تو خود ان امور کے عالم و واقف ہیں اور مرزا صاحب کے زیر نظر بھی ایسے کہ دوسرا کوئی نہیں ہے اور رابطہ بھی مرزا صاحب سے ایسا محکم کہ کسی اور کا ایسا نہیں۔ اور کام بھی وہ مرزا صاحب کی تائید کا بقول مرزا صاحب دن رات دینی خدمت ہی کرتے ہیں۔ جس کے واسطے مرزا صاحب اپنے اندر تحریک پاتے ہیں۔ گو یا سب امور مہیا و موجود ہیں۔

❁ پھر آئینہ کمالات اسلام میں مرزا نے اقتداری معجزات کے بیان میں رسول اللہ ﷺ

کے دوسرے معجزوں کے ساتھ ایک یہ معجزہ بھی بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈھیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا۔ اور بھی بہت کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقت الٰہی مخلوط تھی۔

پھر مرزا صاحب نے لکھا ہے:

> اور ہمارے ہادی و مقتدا ﷺ نے یہ اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھلائے بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا جو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں حسب ضرورت زمانہ ظہور میں آتا رہے اور اس دنیا کے آخری دنوں تک اسی طرح ظاہر ہوتا رہے گا اور الٰہی طاقت کا پرتوہ جس قدر اس امت کی مقدس روحوں پر پڑا ہے اس کی نظیر دوسری امتوں میں ملنی مشکل ہے۔،

اور اس میں کچھ کلام نہیں کہ مرزا صاحب کو تمام امت سے بلکہ بعض انبیاء سے بھی اعلیٰ افضل و برتر ہونے کا دعویٰ ہے اس لئے الٰہی طاقت کا پرتوہ بھی ان میں سب سے بڑھ کر ہونا بموجب ان کی اپنی قرارداد کے ضروری ہوا۔ پھر مرزا صاحب نے فرمایا:

> اب ان تحریرات سے ہماری غرض اس قدر ہے کہ لقاء کا مرتبہ جب کسی انسان کو میسر آتا ہے تو اس مرتبہ کے تموج کے اوقات میں الٰہی کام ضرور اس سے صادر ہوتے ہیں اور ایسے شخص کی گہری صحبت میں جو شخص ایک حصہ عمر کا بسر کرے تو ضرور کچھ نہ کچھ یہ اقتداری خوارق مشاہدہ کرے گا کیونکہ اس تموج کی حالت میں کچھ الٰہی صفات کا رنگ ظلی طور پر انسان میں آجاتا ہے یہاں تک کہ اس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم اور اس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ بغیر کسی دعا کے کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہو جائے تو وہ پیدا ہو جاتی ہے اور کسی پر غضب کی نظر سے دیکھتا ہے تو اس پر کوئی وبال نازل ہو جاتا ہے اور کسی کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مورد رحم ہو جاتا ہے۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کا کن دائمی طور پر نتیجہ مقصودہ کو بلا تخلف پیدا کرتا ہے ایسا ہی اس کا کن بھی اس تموج اور مدّ کی حالت میں خطا نہیں جاتا (مرزا صاحب الٰہی طاقت کا پرتوہ اور تموج کی حالت میں کن خطا نہ جانا امتیوں اور خود بدولت کے واسطے تو ثابت کرتے ہیں لیکن نبی اولوالعزم مسیح علیہ السلام کے واسطے ان کو محال جانتے ہیں۔ یہ عجیب سمجھ و عقل ہے۔ الٰہی بخش) اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ان خوارق کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ شخص

شدت اتصال کی وجہ سے خدا عزوجل کے رنگ سے ظلی طور پر رنگین ہو جاتا ہے اور تجلیات الہیہ اس پر دائمی قبضہ کر لیتی ہیں اور محبوب حقیقی حجب حائلہ کو درمیان سے اٹھا کر نہایت شدید قرب کی وجہ سے ہم آغوش ہو جاتا ہے اور جیسا کہ وہ خود مبارک ہے ایسا ہی اس کے اقوال وافعال وحرکات وسکنات اور خوراک و پوشاک اور مکان وزمان اور اسکے جمیع لوازم میں برکت رکھ دیتا ہے۔تب ہر ایک چیز جو اس سے مس کرتی ہے بغیر اس کے جو یہ دعا کرے برکت پاتی ہے۔اس کے مکان میں برکت،اس کے دروازوں کے آستانے برکت سے بھرے ہوئے،اس کے گھر کے دروازوں پر برکت برستی ہے جو ہر دم اس کو مشاہدہ ہوتی ہے۔اور اس کی خوش بو اس کو آتی ہے۔جب یہ سفر کرے تو خدا تعالی مع اپنی تمام برکتوں کے اس کے ساتھ ہوتا ہے۔اور جب یہ گھر میں آوے تو ایک دریا نور کا ساتھ لاتا ہے۔غرض یہ ایک عجیب انسان ہوتا ہے جس کی کنہ بجز خدا تعالی کے اور کوئی نہیں جانتا۔

عبدالکریم کی صحت پران دعاوی کا کیا اثر ہے؟

اب ظاہر ہے کہ ان سب مراتب و حالات ودرجات کا مصداق مرزا خود بدولت ہی کو قرار دیتے ہیں اور کسی دوسرے کو اپنے برابر یا ان مراتب میں حصہ پانے والا نہیں سمجھتے۔ ادھر مولوی (عبدالکریم) صاحب کی صحت گویا ان کی اپنی صحت ہے۔اور خدانخواستہ مولوی صاحب کی صحت کی بظاہر کچھ بہت ردّی حالت بھی نہیں۔کوئی چیز بالکل مفقود نہیں جو از سرنو پیدا کرنی پڑے۔اگرچہ بدعوے اعجاز متذکرہ بالا مرزا صاحب کے کسی چیز کا از سرنو پیدا کرنا بھی مشکل نہیں معلوم ہوتا۔مولوی صاحب کی صرف ایک آنکھ میں نقص بصارت اور ایسا ہی کچھ خلل فقط ایک ٹانگ میں ہے جو اللہ تعالی کے فضل وکرم سے ایک طرفۃ العین میں دور ہو سکتا ہے۔اس لئے سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کے یہاں جو اِن اقتداری حالات کرامات برکات کا دریا بلکہ سمندر موجزن ہے تو کیا وجہ کہ محبت، وفا ،عزم لاینفک سے بھری ہوئی ،ملاء اعلی میں شور ڈالنے والی دعاؤں، آسمانوں میں دردناک غلغلہ، ملائک میں اضطراب ڈالنے والی تضرعات،اور تقدیریں بدلنے والی اور ارادہء الہی کو دوسرے رنگ میں کرنے والی اقبال علی اللہ کی حرارت اور

ایں دعائے شیخ نے چوں ہر دعا ست فانی است و دست او دست خدا ست

اور کن جو تموج و مدّ کی حالت میں خطا نہ جانے والا جیسا کہ خدا تعالیٰ کا کن دائمی طور پر نتیجہ مقصودہ کو بلا تخلف پیدا کرتا ہے، تو ان سب کے فیض و برکت سے مولوی صاحب بے چارے باوجود اس قدر قرب، محبت، عزیز، منظور نظر، حاضر باش، دستور معظم، نائب بلکہ بحالت نماز امام اور دن رات دینی خدمات میں مستغرق و مصروف ہونے کے کیوں محروم رہیں؟ اور ان شکایات مرقوم الصدر سے بتوجہ و بموجودگی ایسے امام الزمان عظیم الشان کے جس کے نشان و معجزات بموجب ان کے دعاوی کے سیدنا مسیح علیہ السلام سے بھی کئی درجہ زیادہ و بڑھ کر ہوں جیسا مرزا صاحب نے خود لکھا ہے کہ:

مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲)۔

پھر ایک ہزار روپیہ انعام دینے والے اشتہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء میں لکھا کہ:

میرا یہ دعوی بھی ہے کہ یسوع کی پیش گوئیوں کی نسبت میری پیش گوئیاں اور میرے نشان زیادہ ثابت ہیں۔

پس ایسے دعویدار امام الزمان کی صحبت میں مولوی صاحب کیوں شفایاب نہ ہوں؟ اور اس برکت وفیض سے ان کو محروم رکھنا مرزا صاحب کیوں پسند فرماویں؟

حسب ارشاد مرزا صاحب:

اس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم اور اس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب ہو جاتا ہے اور بغیر دعا کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہو جائے تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔

مرزا صاحب کو بلحاظ ان کی خدمات و محبت کے بلا درخواست ان کی ان پر نظر رحم چاہیے تھی تاکہ یہ نقص بصارت و خلل زیریں حصہ جسم دور ہو کر مرزا صاحب کی ظاہری باطنی اتباع و نیابت نبوۃ کا جس کے مرزا صاحب دعویدار ہیں نیز مشابہت معجزہ رسول اللہ ﷺ کا بین نشان ہوتا جس کی نسبت ابھی مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کے ڈھیلے باہر جا پڑے ہوئے اپنے ہاتھ مبارک سے درست کر دیئے تھے۔ اور دوسرا معجزہ متعلق درستی ٹانگ جو مرزا صاحب نے نہیں لکھا وہ مناسبت کی وجہ سے عاجز عرض کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک سے ایسا کئی مرتبہ ہوا چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہؓ جب رسول اللہ ﷺ کے ایک کام پر گئے اور گر پڑنے سے ان کا پاؤں ٹوٹ گیا تو آنجناب ﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ بالکل صحیح و درست ہو گیا۔ اسی

طرح حضرت عبد اللہ عتیکؓ کی پنڈلی ٹوٹ گئی تو آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک لگانے سے بالکل شکایت نہ رہی۔ ایسا ہی حضرت سلمہؓ بن الاکوع کی ساق کو ایسی ضرب لگی کہ لوگوں نے کہا کہ مرگیا لیکن آپ ﷺ کے دم کرنے سے وہ بالکل تندرست وصحیح ہوگئے۔

اور اگر مرزا صاحب کی بوجہ استغراق واقبال علی اللہ مولوی صاحب کی ان تکالیف پر نظر ہی نہیں پڑی اور اس طرف توجہ ہی نہیں فرمائی (جس کا ایک ہی مکان میں دن رات باہم سکونت کے لحاظ سے ہرگز باور نہیں ہوسکتا کیونکہ مرزا صاحب ادویات بہم پہنچانے کی تکلیف کے علاوہ بعض اوقات اپنے مضامین پڑھ کر جلسوں میں سنانے کے واسطے ان کے لئے دعائیں بھی کیا کرتے ہیں) تو کیا مولوی صاحب بھی ایسے راضی برضائے الٰہی ہیں کہ اس اپنی صحت ورفع نقص کے واسطے (جو اگر دور ہو جائے تو دینی کام بہ نسبت حالت موجودہ کے زیادہ کرکے زیادہ ثواب کے مستحق ہوں) وہ خود بھی کبھی اس کے خواہشمند ومستدعی نہیں ہوئے؟ نہایت تعجب ہے۔ کیونکہ مومن کامل تو دینی خدمات وحصول ثواب وترقی درجات سے کبھی سیر نہیں ہوتے۔ پس اگر یہ امر یعنی رفع نقص بتوجہ مدعی مسیحیت امام الزمانی گو اب تک نہیں ہوا لیکن اب بھی ہوجائے تو نہایت خوشی ومسرت کا باعث ہو اور مرزا صاحب کو بھی بہمراہی دیگر کرامات خود بدولت کے ان کو بھی مشتہر کرنے کا موقع حاصل ہو اور رجوع خلق اللہ بھی جس کے واسطے مرزا صاحب ہر دم فکر تردد وتدابیر وانتظامات کرنے کی تکلیف اٹھاتے ہیں اس سے بھی مخلصی ہوجاوے اور خود بخود لوگ دوڑتے آویں۔ اور ادھر مولوی صاحب بھی مدامی تکالیف استعمال وخرچ ادویہ وحاجت عینک واستعمال عصا سے نجات ومخلصی پاویں۔

عبدالکریم کا مضمون در تردید قادیانی

مولوی صاحب کا موحدانہ مضمون دعاء مندرجہ الحکم ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء بھی بہت غور طلب وقابل داد ہے جہاں انہوں نے مرزا صاحب کے مضمون بلند پروازی مندرجہ آئینہ کمالات اسلام کے مقابلہ پر بلکہ صریح اس پر پانی پھیر کر اس کی تردید ورد میں فرمایا ہے کہ:

بھائیو! کبھی نفس و شیطان کے دھوکے سے مطمئن نہ بیٹھو جب تک اپنے اندر خالص ایمان کی چمک نہ دیکھو جس میں کسی دنیوی غرض کی آمیزش نہ ہو خدا تعالی کے فرستادوں کا کام ہے صراط مستقیم دکھا دینا اپنے قول سے، اپنے فعل سے۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کا کام ہے کہ ان کے متوسلین وخدام پر آسمان سے جو قضاوقدر نازل ہوتی ہیں وہ انہیں ٹال دیا کرتے ہیں۔

مولوی (عبدالکریم) صاحب کو معلوم ہو کہ مرزا صاحب کے کلمات و دعاوی سے جو اوپر درج ہیں جن میں لکھا ہے کہ ان کی دعاؤں سے تقدیریں بدلتی الٰہی ارادے اور رنگ پکڑتے ہیں اور ان کا کن کبھی خطا نہیں جاتا وغیرہ ، جن پر ان کے مریدین نے ایسے خطوط دھڑا دھڑ بھیجنے شروع کر دیئے کہ دعوی تو یہ، اور کچھ ہونا ہوانا ندارد۔ اور پھر ایسے خطوط کی کثرت پر آپ کو ان کی تسلی وتسکین کی خاطر یہ چوتھا سرکلر خط لکھنے کی تکلیف اٹھانی پڑی۔ نہ مرزا ایسی بلند پروازی کے دعوی کرتے، نہ مریدان کو دعا قبول نہ ہونے کی شکایت لکھتے۔ نہ آپ کو اس تحریر کی تکلیف کرنی پڑتی۔

مولوی (عبدالکریم) صاحب لکھتے ہیں: اور نعوذ باللہ خدا ان کے کسی منتر جنتر یا کسی عمل وظیفہ کا مسخر ومنقاد ہوتا ہے؟ کہ جو چاہیں اور جب چاہیں اس سے کرالیں؟ یہ مشرکانہ عقائد ہیں جو خدا تعالی کی صفات کاملہ کی عدم واقفیت سے دنیا میں پھیلے ہیں۔

جواب۔ مولوی صاحب! یہ جناب کے امام صاحب ہی نے تو فرمایا ہے کہ وہ اقتداری طور پر بغیر کسی دعا کے کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہو جائے تو پیدا ہو جاتی ہے۔ اور آپ ان کے کلمات طیبات کو کاٹ کر ان کی تردید ورد فرمارہے ہیں کہ: خدا تعالی کسی منتر جنتر یا کسی وظیفہ کا مسخر ومنقاد نہیں اور یہ مشرکانہ عقائد ہیں جو خدا تعالی کی صفات کاملہ کی عدم واقفیت سے پھیلے ہیں۔ کیا آپ اپنے مرشد امام صاحب کو ایسے مشرکانہ عقاید والا اور ناواقف صفات الٰہی خیال فرماتے ہیں؟ اخبار الحکم۔ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں آپ خود مرزا صاحب کی حمایت میں فرما چکے ہیں کہ:

سیاہ ہو وہ منہ جس میں اس کا شکوہ اور گلہ ہو، اور کٹ جائے وہ جیبھ (زبان) جو اس کی عیب چینی کرتی ہو۔

تو آپ فرماویں کہ اب کس منہ اور کس جیبھ (زبان) سے بذات خود بیبا کانہ عیب چینی کررہے ہیں؟ ہوش فرمائیے۔

مولوی (عبدالکریم) صاحب لکھتے ہیں:

افسوس بہت حصہ مسلمانوں کا مشرکین اور کفار کی تقلید پر اپنے بزرگوں کی نسبت ایسا ہی خیال کرتا ہے اور اس بنا پر میں دیکھتا ہوں کہ اکثر خطوط میں حضرت مسیح موعود سے اسی قسم کی درخواستیں کی جاتی ہیں اور بہتیرے ان میں سے ایسے ہیں جو اس سلسلہ میں داخل ہیں۔کاش وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو پڑھیں اور قرآن کریم میں تدبر کریں۔

جواب۔ یہ سب کچھ آپ کے امام صاحب کی مہربانی ہے کہ اس قدر طول طویل مبالغہ سے فضائل و مراتب کمالات خود بدولت لکھ کر انیس بیس برس کی محنت، جانفشانی وعرق ریزی واشتہار بازی سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور آپ ان کو مشرکانہ عقائد کہہ کر اس پہلے خیال وعقائد سے جس پر مرزا صاحب نے اتنے عرصہ کی جانکاہی سے بہزار محنت جمایا تھا، مرزا صاحب کے پاس بیٹھ کر اکھاڑنے کی سعی فرما رہے ہیں گویا یخربون بیوتھم بایدیھم پر عمل کر رہے ہیں۔غور فرمایئے۔

اس موحدانہ تحریر مولوی صاحب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ استدعاء کو مشرکانہ عقیدہ و صفات کاملہ باری تعالی کی واقفیت کے مخالف سمجھ کر اپنی صحت کی نسبت مرزا صاحب سے مستدعی دعا نہیں ہوئے۔ اور یہ دو امر سے خالی نہیں۔ یا تو انہوں نے اپنے مرشد مرزا صاحب کے کلمات و دعاوی کو جو انہوں نے دربارہ اقتداری کرامات وحالات ومراتب بیان فرمائے ہیں ان کو مجرد زبانی لاف وگزاف سمجھ کر راست وصحیح نہیں مانا۔ یا کم سے کم اپنے امام کی عملی حالت میں ان اوصاف کا مفقود ہونا مشاہدہ کر کے ان سے اتفاق نہیں کیا اور آخر الامر اس طرح نرمی سے موقع وقت میسر آنے پر بغل میں بیٹھ کر حکمت سے ردّ کر کے ان سب کو ملیا میٹ کر دیا۔ بہرحال مولوی صاحب کا یہ کام جو کچھ بلیاقت خداداد انہوں نے کیا ہے بہرصورت قابل داد وتعریف ہے کیونکہ یہ تعلیم اسلام و قرآن مجید کے موافق ہے اور اس میں معنوی طور پر عاجز کے الہام کا نتا رتقاً ففتقنا ھما کی تصدیق بھی مولوی صاحب نے عملی طور پر کر دی جس کے عوض اللہ تعالی ان کو جزائے خیر دیوے۔

عاجز کے اس الہام کی تصدیق مولوی عبدالکریم صاحب نے سیرت مسیح مطبوعہ جولائی ۱۹۰۰ء میں بھی کی ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۰۰ پر لکھا ہے کہ:

میری روح تو کانپ اٹھتی ہے جب اپنے رسول اللہ ﷺ کی نسبت یہ تجویز کروں کہ اس کو خدا تعالی نے قبر میں مدفون کر دیا اور اسرائیلی نبی کو آسمان پر چڑھایا۔ خاتم النبیین کو اللہ تعالی نے ایک تاریک و پرخوف غار ثور میں جگہ دی اور مسیح کو ایسی عزت دی کہ اسے آسمان پر چڑھا کر اپنے داہنے ہاتھ بٹھایا۔ حاشا وکلا کہ میں کسی اسرائیلی نبی کو اپنے نبی

پر کسی امر کی فضیلت میں ترجیح دوں۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۱۰۱ پر کہا ہے:

کس قدر شرم کی بات ہے کہ ایسے کامل مکمل کی نسبت کوئی ایسی بات روا رکھی جائے جس میں ان کی کسر شان ہو یا جس میں کسی اسرائیلی نبی کو ان پر ترجیح ہو۔

مولوی صاحب نے کئی الفاظ میں اسی مضمون کو لکھا ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ وہ اوپر اور آسمان پر چڑھنے کو عزت فضیلت اور باعث پیار خداوند تعالی جانتے ہیں اور زمین پر و قبر میں ہونے کو کسر شان و منافی فضیلت سمجھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے واسطے ان امور کو روا رکھنا غیر تمند مسلمانوں کا کام نہیں سمجھتے، بلکہ شرم کی بات کہتے ہیں۔ یہ تو مولوی صاحب کی فلاسفی ہے، دوسری طرف مولوی صاحب کے مرشد و امام مرزا صاحب اپنے اشتہار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء میں فرماتے ہیں:

جسمانی طور پر کسی کا آسمان پر جا بیٹھنا نجات کے مسئلہ سے کچھ بھی اس کو تعلق نہیں اور نہ کوئی قرب الٰہی اس سے ثابت ہوتا ہے۔ آج کل تو ثابت کیا گیا ہے کہ آسمان پر مجسم مخلوق رہتی ہے جیسے زمین پر، تو پھر کیا آسمان پر رہنے سے وہ سب نجات یافتہ ہیں؟

دیکھ لیجئے یہاں بھی مولوی صاحب نے اپنے مرشد و امام کے مخالف ہی قلم چلائی ہے۔ وہ آسمان پر جانے کو فضیلت عزت و پیار خداوند تعالی کا باعث کہتے ہیں اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ کوئی قرب الٰہی اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور فی الحقیقت حق بھی یہی ہے کہ مجرد اوپر اور اونچا اور آسمان پر ہونے سے کوئی فضیلت عزت و ترجیح نہیں ہوسکتی۔ دیکھئے جملہ انبیاء زمین پر ہوئے، ملائکہ ان سے اونچے آسمان پر، تو کیا کل آسمانی ملائکہ کو مولوی صاحب انبیاء سے افضل و برتر مانیں گے؟ پھر اپنے اپنے وقت پر جو سب انبیاء زمین پر رہ کر چل پھر کر دعوت مخلوق و اعلاء کلمۃ اللہ کرتے اور پرند و طیور چیل و کوے و باز وغیرہ ان کے سروں پر ان سے اونچے ہوا میں اڑتے رہے، تو کیا مولوی صاحب اپنی تراشیدہ فلاسفی کے موافق ان کو ترجیح دے کر اللہ تعالی کے مقرب مانیں گے؟ بظاہر تو امید نہیں۔ پھر جو لوگ بیلون (غبارے) میں اڑ کر باقی سب انسان سے اوپر چڑھ جاتے ہیں کیا یہ بھی بموجب قاعدہ مولوی عبدالکریم صاحب کے انبیاء سے افضل مانے جانے کے لائق ہو سکتے ہیں؟ معاذ اللہ (مولوی صاحب کے فہم و عقل سے تو اس دکاندار کا فہم و عقل بڑھ کر ہوا، جس سے ایک پادری نے سوال کیا کہ، اوپر والا بڑھ کر ہے یا نیچے والا؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہم تو روز یہی دیکھتے اور جانتے ہیں کہ ترازو کا ہلکا و سبک پلہ (طرف) اوپر کو اونچا جاتا ہے اور جو طرف وزن و قیمت میں دوسرے سے زیادہ ہوتا ہے وہی نیچے کو رہتا ہے

لہذا نیچے والا ہی بڑھ کر ہے)۔

مولوی صاحب کو معلوم رہے کہ غار ثور میں جانا کچھ کسر شان نہیں ہے وہ تو صریح ظہور قدرت قادر قدیر کا ایک موقع و نظارہ تھا۔ اللہ جل شانہ نے لوگوں کو دکھلا دیا کہ وہ اپنے برگزیدہ رسولوں و بندوں کی اسی طرح حمایت وحفاظت فرماتا ہے، چاہے تو زمین پر ہی رکھے اور دشمن قریب تر پہنچ کر بھی کوئی دست اندازی نہ کر سکیں اور اگر چاہے تو ایسے نازک وقت میں اپنے بندے کو مخالفین سے بچا کر با امن امان آسمان پر پہنچا دے، اس کے نزدیک کوئی مشکل وانہونی نہیں۔ مسیح علیہ السلام کے آسمان پر لے جانے کا اور رسول اللہ ﷺ کو اسی جگہ زمین پر رکھ کر بچا لینے کا، یہ ہر دو کرشمے اپنی قدرت کاملہ کے دکھا دیئے۔ مسیح علیہ السلام کو عرش پر دہنے ہاتھ بٹھانے کا مسئلہ تو مولوی صاحب نے نئے مسیح پر ایمان لانے کے سبب لکھا ہوگا، مسلمان تو چند عرصہ مقررہ تک مسیح علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا مانتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں کہ بموجب احادیث کے وہ آخر نازل ہوکر زمین پر فوت اور مثل دیگر انبیاء زمین میں دفن ہوں گے۔ نمعلوم مولوی صاحب کی روح مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور چند عرصہ تک وہاں رہنے سے کیوں کانپتی ہے؟ خود غیور مسلمان اور شرم والے اور اپنے مرشد وامام کو جن کے نزدیک آج کل آسمان پر بھی مجسم مخلوق کا مثل زمین کے رہنا ثابت ہے اس کو کیوں غیرت وشرم سے معرا بناتے ہیں؟

تعجب یہ امر ہے کہ مولوی صاحب کبھی تو مسائل اسلام کے موافق (جیسا کہ ان کا مضمون دعا ہے) اور کبھی اسلام کے مخالف غیر سبیل المؤمنین (جیسا کہ یہ مضمون ہے) بلا تامل لکھ دیتے ہیں اور تحریر کے وقت ایسی جرأت و دلیری ظاہر کرتے ہیں کہ اپنے مسلّمہ ومقبولہ مرشد وامام کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتے، مضمون پورا کر دیتے ہیں خواہ کچھ ہی ہو۔ امید ہے کہ یہ تو مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ حدیث شریف میں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ، دجال کانا ہوگا، پھر اس کی خودستائی کہ اس نے کہا، میں زمین کی چالیس رات میں سیر کرونگا سوائے مکہ شریف اور طیبہ (مدینہ منورہ) کے کوئی جگہ نہ چھوڑونگا، اگر میں تیرا اونٹ، تیرا باپ، تیرا بھائی، مرا ہوا زندہ کر دوں تب بھی تو مجھ کو رب نہ مانے گا، وغیرہ۔ کبھی کچھ کبھی کچھ کرنے کا ذکر فرمایا، جس سے ظاہر ہے کہ کانا پن خودستائی اپنی تعریف کرنا بھی دجالی اوصاف ہیں۔ ادھر مولوی صاحب کو صانع حکیم وقدیر کی قدرت سے شبیہہ بھی وہ ہی ملی ہے۔ خودستائی میں اپنے آپ کو زکی الحس، ہر بات میں کچھ سمجھنے و ماننے والا، تیز حس، نکتہ رس، اول ہر امر میں ڈوبنے والا اور اس کی تہ سے کام کی بات نکالنے والا، نہ کبھی دل کو

دھوکہ دیا اور نہ دل نے حقیقت کے خلاف روپ بدلا، منازل سلوک طے کردہ، وغیرہ، کہنا۔ اور مسیح علیہ السلام کی نسبت یہ کہنا کہ:

یسوع مسیح کا نہایت ناقص نمونہ اخلاق میں، اعمال میں، معاشرت میں، سیاست میں، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں.. الخ۔

معاذ اللہ! اور پھر تحریر میں کبھی کچھ کبھی کچھ۔ پھر جس کو امام و مرشد ماننا، اسی کے مضامین وتحریر کو مشرکانہ عقائد اور اس کو ناواقف صفات الٰہی، غیرت وشرم سے عاری کہنا، وغیرہ، تو اب حل طلب امر یہ ہے کہ یہ مشابہت دجالی اور یہ سب امور مولوی صاحب سے اضطراراً سرزد ہوتے ہیں، یا مولوی صاحب واحد العینی کے سبب قصداً وعمداً یہ سب امور کرتے ہیں؟

استفتاء بخدمت علماء قادیان

بالآخر یہ استفتاء بھی قابل حل باقی ہے کہ جن لوگوں نے مرزا کو اب تک امام نہیں مانا اور اس امر میں کوشش وسعی کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ظاہر فرماوے، وہ تو ہر طرح سے انشاء اللہ العزیز مامون و بے خوف ہیں اور ان کے ذمہ کچھ مواخذہ نہیں ہے، لیکن جو شخص مرزا صاحب کو امام برحق و مرشد صادق مع ان کے کل دعاوی کے قبول کر کے پھر اس امام مسلّمہ ومقبولہ سے مرتد و باغی ہو کر اس کی مخالفت کر کے اس کے مضامین وتحریر کو مشرکانہ عقائد بناوے اور اس کو ناواقف صفات الٰہی و شرم وغیرت سے خالی ٹھہراوے، جیسا کہ مولوی صاحب نے کیا ہے، تو ایسے مرتد و باغی وسرکش امام کے حق میں بموجب شرع شریف اسلامی کے کیا فتویٰ وکیا حکم ہے؟ بینوا و توجروا۔

باب چہارم متعلق معافی انکم ٹیکس

سعی مرزا قادیانی دربارہ معافی

اس معاملے سے بھی عاجز کا کچھ تعلق نہیں۔ مرزا صاحب نے اس میں طرح طرح سے لکھا ہے کہ نادان دشمنوں اور حاسدوں نے بہت زور لگایا لیکن آخر ان کو شکست ہوئی اور ہم کو فتح

ہوئی۔ سو جنہوں نے مرزا صاحب کی مخالفت کی ہوگی وہ جانیں اور ان کا کام۔ کسوف خسوف وڈپٹی عبداللہ آتھم وغیرہ کی پیش گوئیوں کی نسبت جو مرزا صاحب نے اس میں لکھا ان کا ذکر دوسری جگہ ہو چکا ہے۔ مرزا صاحب ہر امر کو کیسا ہی رڈی وفضول کیوں نہ ہو، اپنی صداقت کا نشان گردان لیتے ہیں۔ اس میں بھی کسی کا کیا حرج ہے بشرطیکہ ادلہ شرعیہ سے ثابت ہو جائے۔

اس کے متعلق صرف اس قدر عرض ہے کہ مرزا صاحب نے تو معافی ٹیکس میں بہت سعی و کوشش کی۔ عذرداری کی۔ وکیل مختار مقرر فرما کر مقدمہ کی پیروی کی تاکہ چند روپیہ کا نقصان نہ ہو اور آئندہ اس کا راستہ نہ پڑ جاوے۔ گویا باوجود دعوی خیر خواہی وخدمت گورنمنٹ مفت کی آمدنی میں سے چند روپے دینے بھی گوارا نہیں ہوئے۔ اخیر پر حسب ضابطہ عدالت مرزا صاحب وان کے مریدین گواہان کے حلفی بیان کے اعتبار پر بجائے ۷۲۰۰ روپے سالانہ آمدنی کے تخمیناً ۵۴۰۰ روپیہ آمدنی مقبولہ مرزا صاحب کا مصرف مذہبی امور قرار پا کر ٹیکس معاف ہوا۔

اسی طرح ہر سال تشخیص آمدنی ہو کر ٹیکس لگتا ہے تو ہزارہا لوگ عذرداری کرتے ہیں جو حسب ضابطہ تحقیقات ہو کر بغیر کسی وکیل ومختار کرنے کے ہزارہا لوگوں کے ٹیکس معاف ہو جاتے ہیں چنانچہ فقط پنجاب ہی کا تخمینہ کیا جاوے تو قیاس کیا جاتا ہے کہ مردمان معاف شدگان کی تعداد تخمیناً ۵۰۰۰ کس سالانہ سے کیا کم ہوتی ہوگی، تو گویا اس صورت میں بھی مرزا صاحب پانچ ہزار میں ایک ہوئے۔ اور بہت ان میں سے صاحب کلکٹر کو اسی وقت کہہ دیتے ہیں کہ آپ ٹیکس تو لگاتے ہیں مگر یہ قائم نہیں رہے گا۔ لیکن چونکہ وہ بے چارے گمنام اپنی کرامتوں کے دعویدار نہیں ہوتے، بلکہ بعض اللہ تعالی کے بھی قائل نہیں ہوتے، تو معافی ٹیکس ان کے نزدیک ایک معمولی بات ہوتی ہے نہ کوئی خاص اور تازہ نشان جس پر غرہ ہو کر اشتہار طبع کرا کر مشتہر کریں اور اس بہانہ سے اپنے مخالفوں کی بھی مرزا صاحب کی طرح خوب برا بھلا کہہ کر خبر لیں۔

مرزا کا بیان حلفی در بارہ رہن جائداد اور اس کا اثر

تعجب امر اس میں مرزا صاحب کا اپنا حلفی بیان ہے جس میں فرمایا کہ اپنا باغ بعوض مبلغ پانچ ہزار روپیہ اپنی اہلیہ (والدہ محمود) کے پاس گروی رکھ کر چار ہزار روپیہ کا زیور اور ایک ہزار روپیہ نقد وصول کیا۔ اس میں صرف یہی تعجب ہے کہ وقت نکاح جو کچھ زیور تھا وہ تو اس قدر نہ تھا۔ بہر حال جو کچھ بنا اور آیا اس کے بعد ہی بنا، لیکن جب کل آمدنی مریدین کی بلکہ ان کی اپنی بھی حسب بیان

مرزا صاحب مہمان خانہ، مطبع، مدرسہ، سالانہ جلسوں وخط وکتابت میں صرف ہو جاتی ہے تو پھر اتنی بچت کیونکر ہوئی کہ اس قدر زیور بنایا گیا؟ اگر مرزا صاحب فرماویں کہ ہماری اپنی دیگر املا کی آمدنی سے بنایا گیا، تو اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ اول تو مرزا صاحب نے اپنی ذاتی آمدنی باغ وزمین و تعلقہ داری کی جو حلفاً اس مثل میں لکھا ہے وہ اسی قدر ہے جو ان کے خرچ کے کافی ہے، اس قدر وافر نہیں ہے کہ اس سے ہر روز طرح طرح کے زیور طیار ہوسکیں۔ دوم، عاجز کو سلسلہ خط وکتابت میں مرزا کے حاجت مندانہ مضامین پڑھ کر ہمیشہ آپ کے خطاب رئیس اعظم کی نسبت تردد وشک ہی ہوتا رہا۔ حتی کہ آخر کار وہ شک مبدل بیقین ہو گیا چنانچہ ۱۸۸۴ء میں عاجز کے نام ڈیرہ غازیخان جو الہامی تعریفوں کا خط لکھ کر فرمایا تھا کہ یہ تعریفیں اس کے واسطے ہیں جو ۵۰۰ روپیہ قرض دیوے اور اگر ایک سے نہ ہوسکے تو دومل کر دیویں، اس امر کا کافی ثبوت ہے۔ اس پر عاجز کا دل تو بہت للچایا کہ ان تعریفوں کا مصداق بنے لیکن روپیہ نہ ہونے کے باعث اس نعمت کے حصول سے محروم رہا اور ایک اور دوست نے اس میں سبقت کی، پر وصولی روپیہ کے لئے اس کو خریدار کتب خود ہی بکمال ہمت وکوشش بہم پہنچانے پڑے اور پیشگی قیمت کتب وصول کر کے وہ رقم قرضہ میں مجرا کرتا رہا اور آخر فیاض دل ومخیرّ مردمان کے کیسہ سے باقی ماندہ قرضہ بمشکل وصول ہوا۔ پھر جب مرزا صاحب نے صدقات کا مطالبہ شروع کر دیا تو سارا معاملہ ہی صاف ہو گیا۔ اس کے بعد اگر کوئی دوسری آمدنی کی صورت ہوگئی ہو تو اس کی سبیل صاف ظاہر ہے۔ اور جب بقول مرزا صاحب سب آمدنی دینی امور میں خرچ ہو جاتی رہی تو پھر اس میں سے اتنی بچت ہو کر زیور بنا لینا بھی عمدہ دنیوی دور اندیشی و کفایت شعاری کا نمونہ قابل داد ہے۔

پھر سوال ہوسکتا ہے کہ زمین و باغ بذریعہ رجسٹری رہن کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ مرزا صاحب کی اہلیہ کا مع فرزندان مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونے کا اشتہار الحکم میں ہو چکا ہے۔ سو اگر صدق دل سے وہ داخل زمرہ مریدین ہوئے ہیں تو جو کچھ ان کا مال ہے وہ مثل دیگر مریدین کے مال کے مرزا صاحب ہی کا مال ہے کیونکہ مرزا صاحب ان کے نفوس کے مع لوازم مالک ہو چکے ہیں جیسا کہ مرزا نے بیعت کی تشریح میں بیان کیا ہے، اس لئے بھی رجسٹری کی حاجت نہ تھی۔ رجسٹری وغیرہ تو وہاں ہوتی ہے جہاں بدگمانی وایک دوسرے پر بدظنی و بے اعتباری ہو۔ یہ مسئلہ بھی قابل تشریح ہے۔ اور اگر اہل بیت کے جماعت مریدین میں داخل ہونے سے پہلے رجسٹری کی گئی تب بھی ان کو بیعت سے کچھ عرصہ پہلے حسن ظنی تو مرزا صاحب پر ہوگی اور مرزا کے کمالات و

راستی کے ضرور کچھ عرصہ پہلے ہی سے قائل ہوں گے، لہذا پھر بھی ان کو بے اعتباری کر کے رجسٹری کی ضرورت نہ تھی۔ صرف اسلامی حکم قرآن کے مطابق فکا تبوھم پر عمل کر لیتے۔ قیمت اسٹام و فیس رجسٹری وغیرہ کے فضول خرچ کا متحمل ہونا کیا ضرور تھا۔ کیونکہ غریب دوستوں سے جب روپیہ ضرورت پر لیتے رہے ہیں تو کبھی رجسٹری تو کہاں، سادہ نوشت خواندکی بھی نوبت نہیں آئی، تو پھر گھر ہی میں ایسی اور یہاں تک نوبت کیوں پہنچی۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ اس قدر جائداد، زیور، روپیہ، عمل درآمد رجسٹری اور یہ میعاد تیس سالہ مسیح موعود ومہدی مسعود مجدد وامام الزمانی بلکہ افضلیت بر بعض انبیاء کے دعوے دار کے واسطے جس کو دعوی ظاہری و باطنی پیروی ومشابہت رسول اللہ ﷺ کا ہو، از روئے شرع محمدی قرآن مجید و حدیث شریف کے یہ سب امور کہاں تک اس سے مناسبت وموافقت رکھتے ہیں، وبس؟..

واللّٰہ تعالی اعلم بالصّواب والیہ المرجع والمآب وصلی اللّٰہ تعالی وسلّم علی محمّد سیّد رسلہ وانبیاءہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

فیصلہ قرآنی تکذیب قادیانی

(مؤلفہ حافظ حکیم محمد الدین ساکن ننگر تحصیل وضلع لاہور)

☆ مرزا صاحب کی علمی لیاقت

آپ کی ایک تحریر دوسری تحریر کی تکذیب کر رہی ہے۔ دیکھو کہ

مرزا غلام احمد اپنے رسالہ دافع البلاء ورق اخیر پر عیسیٰ ابن مریم کی نسبت لکھتے ہیں:

ہم مسیح ابن مریم کو بیشک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانے کے لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم۔

پھر اپنے قول کی آپ ہی تردید کرتے ہیں جو یوں ہے:

یا د رہے کہ یہ جو ہم نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے زمانے کے بہت لوگوں کی نسبت اچھے تھے، یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے ورنہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے وقت میں خدا تعالیٰ کی زمین پر راست باز اپنی راست بازی اور تعلق باللہ میں حضرت عیسیٰؑ سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی نسبت فرماتا ہے:

و جیهاً فی الدّنیا و الآخرة و من المقرّبین۔

پھر اپنے اور خدا کے قول کی مرزا صاحب خود ہی تکذیب کرتے ہیں: وہ یہ ہے

لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحیی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحیی کا نام محصور رکھا مگر مسیح کا نام یہ نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام رکھنے سے مانع تھے۔

(پھر مرزا لکھتے ہیں) اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اس کی ماں مسّ شیطان سے پاک ہیں اس کے معنی نادان لوگ نہیں سمجھتے۔

اپنے رسالہ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

میں مشابہتِ تام اور مماثلت شدید کی وجہ سے مسیح ابن مریم کا مثیل بھی ہوں۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے اعتقادات مذکورہ بالا میں دس غلطیاں کی ہیں:۔

اول ۔ عیسیٰؑ بن مریم کو راست باز آدمی بنایا، نہ پیغمبر، حالانکہ خدا تعالیٰ نے ان کے حق میں و رسولاً الی بنی اسرائیل فرمایا ہے۔

دوم ۔ پھر راست بازی کی تردید خود ہی فرمائی۔

سوم ۔ و جیھاً فی الدنیا و الآخرۃ و من المقرّبین، شہادت باری تصدیق راست بازی مسیح میں پیش کی۔ مرزا صاحب کا عجب علم ہے بخیال خود مسیح کو راست باز آدمی ظنی طور پر مانتے ہیں پھر اپنے قول کی تردید کے لئے مقرب قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔

چہارم ۔ مسیح کو شراب کا بہتان لگاتے ہیں۔

پنجم ۔ مسیح کو فاحشہ عورتوں کا مال کھانے کی تہمت لگاتے ہیں۔

ششم ۔ معاذ اللہ مسیح کو زانی بناتے ہیں۔

ہفتم ۔ معاذ اللہ مسیح کو ولدالزنا بناتے ہیں۔

ہشتم ۔ مریم کو معاذ اللہ زانیہ بناتے ہیں۔

نمبر ہفتم اور ہشتم مذکورہ بالا مرزا صاحب کی عبارت مفصل ذیل سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں اگر چہ یہ عبارت پہلے بھی لکھی گئی ہے مگر دوبارہ رفع شکوک کے لئے لکھی جاتی ہے۔ جس میں مرزا صاحب مسیح کو معاذ اللہ ولدالزنا اور مریم کو زانیہ بتاتے ہیں:

> اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اس کی ماں مسّ شیطان سے پاک ہیں اس کے معنی نادان لوگ نہیں سمجھتے۔

اے ارباب بصیرت! جب حضرت مریمؑ معاذ اللہ مسّ شیطان سے پاک نہ ہوئی تو حضرت عیسیٰؑ ولدالزنا ٹھہرے۔ نعوذ باللّٰہ منھا

نہم ۔ مرزا نے جس قدر بہتان نسبت مسیح تحریر کئے ہیں وہ سب کے سب قرآن کے برخلاف، موافق اعتقاد یہود لکھے ہیں۔ بلکہ قرآن میں پروردگار نے مریمؑ کی دو فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔

ایک، برگزیدگی یعنی پاک دامنی۔ دوم برگزیدگی تمام عورات عالمین سے۔

یہ دونوں خطاب کسی عورت کو حاصل نہیں کما قال اللہ تعالیٰ:

انّ اللّٰہ اصطفاکِ و طھّرکِ و اصطفاکِ علی نساء العالمین۔

ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ یہودی بھی مریم کو مسّ شیطان سے پاک نہ سمجھتے تھے چنانچہ آیت ہذا سے ثابت ہے: قالوا یا مریم لقد جئتِ شیئا فریا ...۔ مگر بریت مریم بہت

مقامات قرآن شریف میں خدا تعالی نے بیان فرمائی ہے مثلاً ، و امّه صدّ یقه
الّتی ا حصنت فر جها فنفخنا فیها من روحنا و جعلنا ها و ابنها آ یةً للعا لمین

اس آیت سے تین امر ثابت ہوتے ہیں، حضرت مریمؑ زانیہ نہیں اور حضرت عیسیٰؑ بن باپ ہے، حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ خدا تعالی کی قادریت کا نشان ہیں۔

اور حضرت عیسیٰؑ کی نسبت گیارہ اوصاف سورۃ آل عمران میں خدا نے بیان فرمائے ہیں منجملہ ان میں مقرب اور رسول بھی ہے۔ ہم مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کیا بخیال آپ کے جیسا کہ آپ عیسیٰؑ کو بہتان لگاتے ہیں، زانی شرابی حتی کہ ناجائز فطرتی ، ایسے شخص کو خدا عالم الغیب مقرب اور رسول بنا سکتا ہے۔ معاذ اللہ! یہ بہتان تو یہود لگایا کرتے تھے جن کی بریت کے لئے قصہ حضرت مسیح کا قرآن شریف میں بیان ہوا۔

دہم ۔ افسوس ہے مرزا صاحب باوجود بہتان مذکورہ بالا کے پھر لکھتے ہیں کہ مشابہت تام اور مماثلت شدید کی وجہ سے مسیح ابن مریم کا مثیل بھی ہوں (یعنی مانند)۔

ہم مرزا صاحب سے بڑے ادب سے پوچھتے ہیں کہ ایک طرف تو مسیح ابن مریم کو شرابی، زانی، حرام کا مال کھانے والا، حتی کہ ناجائز فطرتی، اپنی قلم سے لکھتے ہو اور دوسری طرف آپ لکھتے ہو کہ سخت مشابہت کی وجہ سے مسیح ابن مریم کا مثیل بھی ہوں۔ فرماویں آپ کی مشابہت بہتان مذکورہ بالا میں ہے یا کسی اور بات میں کیونکہ اسمی ، پیدائشی ،قولی فعلی قومی ملکی ، آپ کی مشابہت عیسیٰؑ بن مریم کے ساتھ ہرگز ہرگز نہیں ۔ اس فیصلہ کے لئے ہم قرآن شریف کو منصف اختیار کرتے ہیں۔

مشابہت اسمی ۔ عیسیٰؑ بن مریم کے قبل از تولد خدا تعالی کی طرف سے تین اسم مقرر ہیں۔ مسیح خطاب ہے معنی اس کے ہیں: جسکے ہاتھ لگانے سے سخت بیمار اچھے ہوں یا مردہ زندہ ہوں ۔ اور یہی وصف مسیح کے قرآن نے بیان فرمائے ہیں۔
عیسیٰؑ اسم علم عرفی ہے ۔ اور ابن مریم کنیت ہے۔

آپ کا علم عرفی غلام احمد مگر والدین کا رکھا ہوا ۔ لقب مرزا ، خطاب خدا کی طرف سے تو کیا بادشاہ وقت کی طرف سے بھی نہیں ۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عیسیٰؑ بن مریم کے ساتھ اسمی کوئی مشابہت نہیں بلکہ سفید جھوٹھ۔

مشابہت پیدائشی ۔ عیسیٰؑ ابن مریم بے شک بے باپ ہے ۔ آپ کا باپ مرزا غلام مرتضی جن کو سب عورتیں قادیان کی جانتی ہیں ۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عیسیٰؑ بن مریم

کے ساتھ پیدائشی بھی کوئی مشابہت نہیں بلکہ سرخ جھوٹھ۔

مشابہت قولی۔ عیسیٰؑ بن مریم کا قول خدا تعالی قرآن شریف میں بیان فرماتا ہے کہ عیسیٰؑ نے یہود کو کہا کہ تحقیق میں رسول ہوں طرف تمہاری، ماننے والا واسطے اس چیز کے کہ آگے میرے ہے توراۃ۔ (سورۃ صف)۔

آپ کا قول تو کیا بلکہ اسم بھی غلام احمد، قرآن شریف میں کہیں نہیں آیا۔ پس ثابت ہوا کہ قولی بھی کوئی مشابہت نہیں بلکہ سیاہ جھوٹ۔

مشابہت فعلی۔ خدا تعالی قرآن میں عیسیٰؑ کا فعل بیان فرماتا ہے کہ تولد کے روز ہی باتیں کرتا تھا۔ بیماروں کو اچھا کرتا تھا۔ بلکہ مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عیسیٰؑ کا نام قبل از تولد خدا تعالی نے مسیح رکھا۔ آپ (مرزا) نے نہ تولد کے روز باتیں ہی کیں۔ اور نہ کوئی بیمار اچھا کیا۔ اگر کرتے تو مولوی عبدالکریم کو کرتے۔ حضور جب بیمار ہی کو اچھا نہیں کر سکتے تو مردوں کو کس طرح زندہ کر سکتے ہیں؟ پس ثابت ہوا کہ فعلی بھی کوئی مشابہت نہیں بلکہ جھوٹ مع دھوکہ۔

مشابہت قومی۔ عیسیٰؑ بن مریم اسرائیلی ہیں اور آپ مغل ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ قومی مشابہت بھی نہیں بلکہ زرد جھوٹھ۔

مشابہت ملکی۔ عیسیٰؑ بن مریم شامی ہیں اور آپ ہندی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ملکی مشابہت بھی نہیں بلکہ جھوٹ بیداغ۔

پس ثابت ہوا کہ تمام تحریرات مرزا اور دعوی مسیح موعود آپ کی تحریروں سے ہی غلط ہیں۔

نیز مرزا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ سخت مشابہت کی وجہ سے مسیح ابن مریم کا مثیل ہوں اور پھر اس کی تردید بھی کرتے ہیں۔ اور اپنا درجہ بخیالِ خود مسیح ابن مریم سے زیادہ لکھتے ہیں بلکہ ان کو اپنے غلاموں سے بھی کم درجہ سمجھتے ہیں۔ دیکھو عبارت مرزا صاحب رسالہ دافع البلاء ص ۱۳:

> اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا، تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنی غلام سے بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یعنی وہ کیسا مسیح جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کم تر ہے۔

نیز صفحہ ۲۰ رسالہ دافع البلاء میں مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

ارباب بصیرت پر لازم ہے کہ مرزا صاحب کے اعتقاد پر غور کریں۔ایک طرف لکھتے ہیں کہ سخت مشابہت کی وجہ سے مسیح ابن مریم کا مانند ہوں پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ میرا شان مسیح ابن مریم سے زیادہ ہے۔ ہم مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کا نام خدا کی طرف سے قبل از تولد ہے۔ نیز عیسی علم ہے قبل از تولد۔ آپ کا نام غلام احمد ہے۔ اور مسیح موعود آپ ہی اپنا نام رکھنے والے ہو، وہ بھی کب؟ جب یہ دوکان نئے مذہب کا شروع کیا۔ حضرت آپ اپنی تحریروں ہی سے اپنے دعوی کو جھوٹا کر رہے ہو، ہمارا تو کوئی قصور نہیں۔

نیز آپ اپنے ایک الہام میں اپنی نسبت ولدیت خدا کا بھی دعوی کرتے ہیں دیکھو رسالہ دافع البلاء۔ص ٦۔ وہ دعوی یہ ہے:

انت منّی بمنزلة اولادی ۔ انت منّی و انا منک ۔

عسی ان یّبعثک ربّک مقاماً محمو داً۔

ہم مرزا صاحب سے بڑے ادب سے پوچھتے ہیں کہ یہود و نصاری خدا کے بیٹے مقرر کرتے تھے کما قال اللہ تعالی: و قالت الیھود عزیر ن ابن اللّه و قالت النّصاری المسیح ابن اللّه ۔

مگر اس اعتقاد کی تردید میں خدا تعالی فرماتا ہے:

ذلک قولھم با فواھھم ۔ یضاھئو ن قول الّذین کفروا من قبل قاتلھم اللّه انّی یؤفکو ن ۔

آیت ہذا سے صاف ثابت ہے کہ یہود اور نصاری خدا کے بیٹے مقرر کرتے تھے۔ اس کی تردید میں پروردگار نے تین امر بیان فرمائے ہیں۔

اول: یہود اور نصاری اپنے منہ سے کہتے ہیں، کوئی ثبوت نہیں۔

دوم۔ یہود اور نصاری اور بت پرستوں میں کوئی فرق نہیں یعنی کافروں میں۔

تیسرا۔ لعنت ہو اللہ کی یہود اور نصاری پر کیسا برا اعتقاد رکھتے ہیں۔

قرآن شریف میں خدا تعالی یہود و نصاری کو اس اعتقاد کے بدلے مشابہت کافروں کی دیتا ہے اور آپ باوجود واقفیت قرآن پھر خدا کا بیٹا ہونے کا دعوی کرتے ہیں نعوذ باللہ منھا۔ ناظرین مرزا صاحب کے دعووں پر غور کرو۔

نیز مرزا صاحب بخیال خود رسول بھی ہیں۔ وہ عبارت مرزا صاحب کی یہ ہے:

براہین احمدیہ میں خدا تعالی فرماتا ہے کہ میں آخری دنوں میں طاعون بھیجوں گا تا کہ میں ان خبیثوں اور شریروں کا منہ بند کروں جو میرے رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔
(دافع البلاء۔ص ۹)

نیز مرزا صاحب دافع البلاء صفحہ ۱۰ میں فرماتے ہیں:

قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

دعوی رسالت مرزا صاحب چار وجہ سے درست نہیں:

اول: رسول اصطلاح اسلام میں اس شخص کو کہتے ہیں جو نئی شریعت لاوے یعنی وحی اس پر نازل ہو اور کتاب الہامی بھی رکھتا ہو۔ مرزا صاحب تو شریعت محمدی ﷺ کے پیرو (ہونے کا دعوی کرتے) ہیں۔ لہذا دعوی رسالت صحیح نہیں۔

دوم: مرزا صاحب مثیل مسیح ابن مریم اپنے آپ کو لکھتے ہیں۔ پھر رسول کیونکر ہو سکتے ہیں؟

سوم: مرزا صاحب خود لکھتے ہیں، میں غلام احمد ہوں یعنی غلام، احمد ﷺ کا۔ اگرچہ دعوی غلامی بھی بخیال خود مرزا صاحب کرتے ہیں تاہم ان کی رسالت کی نفی کرتا ہے کیونکہ ایک طرف تو احمد ﷺ کے غلام بنتے ہیں پھر دعوی رسالت کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔ دعوی غلامی احمد ﷺ کی عبارت جو مرزا صاحب لکھتے ہیں یہ ہے:

کیونکہ عیسائی مشنریوں نے عیسی بن مریم کو خدا کا بیٹا بنایا اور ہمارے سید و مولا حقیقی شفیع ﷺ کو گالیاں دیں اور بدزبانی کی کتابوں سے زمین کو نجس کر دیا اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنی غلام سے بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ مرزا صاحب نے اپنی عبارت میں دو دعوؤں کی خود ہی نفی کی ہے۔ مثلاً اپنا درجہ بڑھانے سے مثیل ابن مریم نہ ہوئے، اور غلام، احمد ﷺ بننے سے دعوی رسالت باطل ہو جاتا ہے اور مرزا صاحب نے اپنی عبارت مذکورہ میں علاوہ جمع کرنے نقیض اور ابطال دعوی دو بڑے جھوٹ لکھے ہیں۔

جھوٹ اول: مرزا صاحب کا یہ لکھنا: اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا اس امت میں مسیح موعود بھیجا۔

معاذ اللہ بخیال خود مرزا صاحب یہ لکھتے ہیں۔ قرآن شریف میں کہیں مرزا غلام احمد کا نام بھی نہیں آیا۔ لہذا مرزا صاحب کا لکھنا جھوٹ ثابت ہوا۔

جھوٹ دوم: مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میرا نام خدا نے غلام احمد اس لئے رکھا تا اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے۔ مرزا کی عبارت یہ ہے:

اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تا کہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے کہ احمد کے ادنی غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ہم مرزا صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ سفید جھوٹ آپ نے کیوں لکھا۔ آپ کا نام غلام احمد آپ کے والدین رکھنے والے ہیں نہ کہ خدا تعالی۔ حضور اپنے دعووں کو خود ہی باطل کر رہے ہیں اور اجتماع نقیضین لکھنے سے ناظرین کو اپنی علمی لیاقت سے مستفیض کر رہے ہیں۔

وجہ چہارم۔ اگر مرزا صاحب کے لکھنے پر ہی مرزا صاحب کو رسول جانیں تو مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوگا کیونکہ آپ تو خود محمدی شریعت کی پابندی کا دعوی رکھتے ہیں اور مسلمان شریعت محمدی کو پہلے بھی مانتے ہیں اسی واسطے اپنا نام مسلمان بھی رکھاتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب اپنے دعووں سے ہوس نفس کو پورا کر رہے ہیں دعاوی تو بہت ہیں لیکن بفضل خدا ثبوت ایک کا بھی نہیں۔ ہم مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کیا کوئی بوالہوس اپنا نام وائسرائے رکھ لیوے تو کیا اختیار اصل وائسرائے حاصل کر سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ علی ہذا حضور بھی تمام القاب اور خطابات بخیال خود اپنے آپ کو دے رہے ہیں مگر اپنے آپ رسول بننے سے اصل کب بن سکتا ہے۔

نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے الہام ہوتے ہیں۔ لیکن اظہر من الشّمس ہے کہ مرزا کے تمام الہامات جھوٹے ہوتے ہیں اس امر کی تصدیق کے لئے شہادت ان کے چچازاد بھائی مرزا امام الدین سلطان العارفین المشہور لال بیگ چوہڑوں کے پیر جو کہ وہ اپنی کتاب گل شگفت صفحہ ۱۸ بابت الہام مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہم پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

میں مرزا امام الدین حقیقی چچازاد بھائی ملہم کاذب قادیانی کا ہوں اور اس کے چال چلن سے ابتداء سے آج تک بخوبی واقف ہوں غیر کو کیا خبر ہے۔ اس خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہتا ہوں جو عالمین ہے کہ جس قدر اس کے دعاوی الہامات ہیں سب غلط اور لچر

پوچ ہیں اگر یہ سچا اور حق پرست ہوتا تو میں اس کا پیرو ہوتا۔ جس مکر کو مکار پورا کرنا چاہتے ہیں تو چار مکار متفق ہوکر پورا کرتے ہیں۔

ہم طوالت کے لئے سب عبارت نہیں لکھ سکتے صرف تین الہام جو مرزا امام الدین سلطان العارفین رسالہ گل شگفت میں لکھتے ہیں ہم ناظرین کو دکھاتے ہیں وہ یہ ہے:

سنو الہام کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا اور نام اس کا انموائیل ہوگا اور وہ ایسا ہوگا اور ایسا ہوگا تمام جہان کو فیضان اس کا پہنچے گا۔ بفضل خدا بجائے انموائیل کے انموائیلی ہو گئی۔ پھر مجدد صاحب نے پہلوئے مکر بدل کر جواب دیا کہ میں نے اس حمل سے نہیں کہا تھا۔ دوسرے حمل سے لڑکا تو پیدا ہوا اور پھر دو چند اس لڑکے کی تعریف لکھی یہ ایسا ہوگا ویسا ہوگا۔ وہ بھی لڑکا تین سال زندہ رہ کر مر گیا اور ملہم صاحب کو شرمندہ کر گیا۔ پھر الہام ہوا کہ عبداللہ آتھم صاحب فلانے مہینے اور فلانے روز مرے گا اگر اس روز نہ مرے گا تو میرا منہ کالا کرکے اور گدھے پر سوار کرکے پھانسی دلایا جائے۔ وہ بھی بفضل خدا اس تاریخ پر نہ فوت ہوا اور چاروں طرف سے لعنت اللہ علی الکاذبین کی بارش ہونے لگی تو آٹھ روز تک شرمندہ ہوکر گھر سے نہ نکلا۔

پھر الہام ہوا مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی میری زوجہ بنے گی اگر وارثان لڑکی دوسری جگہ نکاح کریں گے تو وہ خاوند اس کا تین سال میں مرے گا (اڑھائی سال میں مریگا۔ بہاء) اور وہ پھر میری زوجہ بنے گی۔ وارث لڑکی آدمی عقل مند تھا اس نے اس کو جھوٹا سمجھ کر موضع پٹی مغلاں میں اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ بفضل خدا وہ لڑکی اب صاحب اولاد ہے اور اپنے خاوند کے گھر آباد ہے۔ پھر ایک لڑکے ہندو ساکن قادیان کو کہا گیا کہ تیری نسبت الہام نازل ہوا کہ دو برس کے عرصہ میں اگر تو مسلمان ہوگیا تو بہتر ورنہ مر جائے گا۔ یہ بھی الہام بفضل خدا جھوٹا نکلا اور صدہا الہام ایسے جھوٹے اور لغو ہیں اور پوچ ہیں۔ اگر ان کو تفصیل سے لکھا جائے تو گویا ایک دفتر چاہیے۔

ہم مرزا صاحب سے بڑے ادب سے پوچھتے ہیں کیا حضور سچے مدعی ہیں یا مرزا امام الدین صاحب جو کہ وہ بالمیکی اور لال بیگی اور سلطان العارفین اپنے آپ کو لکھتے ہیں۔ ناظرین اصل میں پنجاب خراب ہے اگر کوئی شخص ایک کام کرنے لگتا ہے تو بیسیوں اور بھی اسی کام کو شروع کر دیتے ہیں گو ان کو فائدہ ہو یا نہ ہو مگر دوسرے کے کام میں ہرج ہو ہی جاتا ہے۔ دور نہ جائیے پہلے

مرزا غلام احمد نے صاحب نے دعوی مجددیت کیا پھر آپ کے حقیقی چچا زاد بھائی مرزا امام الدین لال بیگ بن کر چوہڑوں کے پیر بن بیٹھے۔ پھر مرزا غلام احمد نے دوسرا دعوی مہدویت کر لیا حالانکہ پہلے بھی دعوی مہدویت ایک شخص سوڈانی نے کیا ہوا تھا۔ اب کوئٹہ اور کابل میں مدعی مہدویت سنے جاتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کیا وہ مدعی سچے ہیں یا آپ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے بڑی محنت کی چنانچہ تحفہ گولڑویہ میں حضور نے لکھا ہے کہ ہم نے چالیس کتابیں اور ساٹھ ہزار اشتہار اپنے دعوں کے ثبوت میں دیئے ہیں۔ ہم بھی صد آفرین کہتے ہیں کہ حضور نے اپنے قلم کے زور سے خالص پیتل کو سونے کے نرخ پر فروخت کیا ہے۔ مگر واضح رہے کہ چالیس کتابیں اور ساٹھ ہزار اشتہار جو اپنے دعووں کے ثبوت میں حضور نے دیئے ہیں سب کے سب محض فضول ہیں۔ ہم اس میں آپ کی کوئی لیاقت نہیں سمجھتے بلکہ یہ لیاقت سرسید احمد مرحوم کی ہے کیونکہ حضور کے بعینہ وہی ثبوت ہیں جن کو سید احمد خان تردید اعتراضات مخالفین اسلام کے لئے اپنی تفسیر میں آپ کے دعوے سے پیشتر ہی لکھ چکے ہیں پھر حضور کی کیا لیاقت ہے؟

سرسید احمد کے تفسیری شذوذ اور اعتقادات

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ سرسید احمد خان مرحوم نے چند ایک سیپاروں کی تفسیر بنائی ہے ہم خلاصہ مضمون اس تفسیر کا ناظرین کو دکھلاتے ہیں۔ وہ یہ ہے:

انکار وجود فرشتگان و جنات۔ انکار بہشت و دوزخ۔ انکار ابلیس۔ انکار وجود آسمان۔ انکار تعظیم کعبۃ اللہ۔ انکار معجزات پیغمبران اور جواز ربا۔

پھر سرسید احمد مرحوم نے ثبوت کیلئے تیراں وجوہ سے اپنا مدعا ثابت کیا۔ اول۔ قرآن شریف کے حقیقی معنوں کو مجازی معنی ثابت کیا یا برعکس اس کے مجازی معنوں کو حقیقی بنا دیا۔ دوم۔ اختلاف مفسرین۔ ۳۔ حدیث۔ ۴۔ لغت۔ ۵۔ رواج ملک۔ ۶۔ جغرافیہ۔ ۷۔ تاریخ۔ ۸۔ اقوال انجیل۔ ۹۔ اقوال تورات۔ ۱۰۔ اقوال سیاحین عرب۔ ۱۱۔ اقوال سیاحین یورپ۔ ۱۲۔ اقوال فلاسفہ۔ ۱۳۔ نحو۔

اب ہم تفسیر سرسید مرحوم کی غرض بیان کرتے ہیں۔ قرآن میں سات آسمان بیان ہوئے ہیں نئی تحقیقات کے نزدیک آسمان کا کوئی وجود نہیں۔ مخالفین اسلام اس پر طعن کرنے لگے کہ قرآن شریف غلط کلام ہے۔ سرسید احمد مخالفوں کی تردید کیلئے کوئی دلیل پیش نہ کر سکے لہذا قرآن

شریف کے معانی عقل کے موافق اور فلاسفہ حال کے مطابق بیان کر کے مخالفوں کی تردید کی۔ چونکہ یہ تردید علماء کے نزدیک ناجائز تھی اسی واسطے سرسید احمد کو علماء نے کفر کے فتوے بھی دیئے تاہم سرسید کی ہمت پر آفرین ہے کہ مخالفوں کی تردید انہوں نے فرمائی۔ الغرض اعتراضات مخالفین میں سے ایک معجزہ بھی تھا۔ جس کو سرسید احمد نے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی اختیار کر کے ثابت کیا کہ معجزہ نبوت کی کوئی دلیل نہیں۔ منجملہ معجزات، عیسی ابن مریم کے معجزے بھی تھے۔ چونکہ کل معجزوں کی سید احمد نے نفی کی لہذا ان کو عیسیٰؑ بن مریم کے معجزوں کی بھی نفی کرنی پڑی۔

نیز دو امر نسبت عیسیٰؑ ابن مریم زمانہ قدیم سے ہی مختلف فیہ تھے۔ ایک تولد عیسیٰؑ، دوم موت۔ ان دونوں امروں میں سید احمد مرحوم نے بحث کی۔ گو وہ بحث نئی نہیں،.. ہم اس بحث کو تفصیلاً سمجھاتے ہیں۔ مثلاً تولد عیسیٰؑ پر زمانہ قدیم سے یہ اختلاف چلا آتا تھا کہ بعض یہود عیسیٰؑ ابن مریم کو یوسف کا بیٹا جانتے تھے اور بعض ناجائز فطرتی سمجھتے تھے۔ سرسید احمد نے اس بحث میں یوسف کا بیٹا ہی قرار دیا اس لئے کہ بعض نصاری عیسیٰؑ بن باپ پیدا ہونا معجزہ جانتے تھے۔ چونکہ سر سید احمد نے معجزوں کی نفی کا دعوی کیا تھا لہذا بعض یہود کے اعتقاد کو لے کر یوسف کا بیٹا ثابت کیا۔

امر دوم، موت عیسی بن مریم۔ اس میں بھی بہت اختلاف۔ بعض یہود اعتقاد رکھتے تھے کہ پہلے عیسیٰؑ بن مریم کو سنگسار کرا کر پھر سولی دیا گیا پھر قتل کیا گیا اور بعض کہتے تھے پہلے سولی دیا گیا پھر قتل کیا گیا۔ نصاری برخلاف ان کے سولی دیا جانا اقرار کرتے تھے مگر پھر زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ جانا معجزہ ابن مریم کا سمجھتے تھے۔ اس مقام پر بھی سید احمد خان نے ابطال معجزہ کیلئے عیسیٰؑ ابن مریم کا بعد سولی دیئے جانے اپنی طبعی موت سے مرنا ثابت کیا۔ گو یہ ثبوت بھی سید مرحوم کا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا کیونکہ کوئی ثبوت نہیں دے سکے کہ عیسیٰؑ بن مریم کی قبر فلاں جگہ ہے۔ مگر تاہم اس اختلاف کو اختیار کر کے اپنے دعوی کو ثابت کیا۔

پس ناظرین کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ سرسید احمد خان مرحوم نے اپنے وہم میں تفسیر کا بنانا ثواب سمجھا ہے اور جہاں تک سنا جاتا ہے اور ان کی تحریروں سے بھی پایا جاتا ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے تفسیر نیک نیتی اور مخالفوں کی تردید پر تیار کی۔ مگر سرسید مرحوم نے نہ عیسیٰؑ اور مریمؑ پر بہتان لگائے نہ اور کسی پیغمبر اور نہ بزرگ پر۔ افسوس حضرت مرزا صاحب پر ہے کہ اول تو دعوی مثیل المسیح کا قائم کیا، پھر مسیح اور ان کی والدہ پر یہودیوں کی طرح بہتان لگائے اور کشمیر میں قبر عیسیٰؑ بن مریم کی بنائی حالانکہ یہ خیال سرسید احمد مرحوم نے بھی نہ فرمایا بلکہ یہ اعتقاد کسی یہودی کا بھی نہیں

ہے۔ حضرت مرزا صاحب! ہم بڑے ادب سے آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ نے قرآن شریف کی تکذیب کی ہے۔ دیکھو سورہ بقرہ ہی میں چار دفعہ پروردگار فرماتا ہے کہ کسی پیغمبر کی شان میں فرق نہ کیا جاوے کما قال اللہ تعالی:

و ما اوتی موسی و عیسی و ما اوتی النبیّیون من ربّھم لا نفرق بین احدٍ منھم و نحن لہ مسلمون۔

اب رہا فیصلہ قرآنی:

چونکہ آپ کے دعاوی قرآن شریف کے برخلاف ہیں لہذا حضور آیت ہذا کے حکم کے مصداق ہیں: و من لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولئک ھم الکافرون (مائدہ۔ع ۵)

سرسید احمد خان کے اعتقاد پر سرسری بحث

ناظرین پر واضح رہے کہ مذہب مرزا صاحب بعینہ وہی ہے جس کو سید احمد مرحوم نے اپنی تفسیر میں بخیال نیک نیتی لکھا تھا۔ چونکہ سید مرحوم کے لکھنے سے یہ فساد ہوا کہ مرزا صاحب نے دعوی مسیح موعود کرلیا لہذا ہم کو تکذیب قادیانی میں یہ دکھلانا پڑا کہ سید مرحوم نے اپنی تفسیر میں عیسیٰؑ بن مریم کی نسبت اور علاوہ اس کے کیا لکھا ہے۔ اگرچہ تمام رسالہ میں اعتقاد سید مرحوم کی تردید کی گئی ہے تاہم مختصر اعتقاد اور قرآن شریف سے ان کی تردید ناظرین کو دکھلاتے ہیں۔

یاد رہے کہ تین امروں میں سرسید مرحوم نے عیسیٰؑ بن مریم کی نسبت اپنی تفسیر میں بحث کی ہے۔ ۱۔ عیسیٰؑ بن مریم بن باپ نہیں۔ ۲۔ عیسیٰؑ بن مریم آسمان پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ سولی پر چڑھائے گئے لیکن اپنی طبعی موت سے مرے۔ ۳۔ معجزات عیسیٰؑ کے بلکہ تمام پیغمبروں کے صحیح نہیں۔

نمبر ۱۔ عیسی بن مریم بن باپ نہیں۔ یہ اعتقاد سید مرحوم کا چھ وجہ سے صحیح نہیں۔

وجہ اول۔ زمانہ نزول قرآن شریف میں نسبت عیسیٰؑ، یہود کے دو اعتقاد تھے۔ بعض عیسیٰؑ کو یوسف کا بیٹا جانتے تھے اور بعض ناجائز فطرتی۔ برخلاف اس کے بعض نصاری، عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور بعض خود خدا اور بعض تثلیث پر یقین رکھتے تھے اور قرآن شریف نے ان کی تردید فرمائی۔ الغرض اگر عیسیٰؑ، یوسف کا بیٹا ہوتا تو قرآن میں اللہ تعالی، عیسی کو ابن مریم نہ فرماتا، حالانکہ ہر قوم

اور مذہب میں ولد، والد کے نام سے نامزد ہوتا ہے جس کو علم کنیت بھی کہتے ہیں۔ پس جب واقعہ عیسیٰؑ میں کہیں بھی یوسف کے نام پر عیسیٰؑ نہیں پکارا گیا تو بیٹا کیونکر ہوسکتا ہے۔

وجہ دوم۔ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ مریم کو پروردگار نے بذریعہ فرشتہ خبر دی کہ تم کو لڑکا پیدا ہوگا میرے حکم سے خطاب اس کا مسیح ہے۔ علم اس کا عیسیٰؑ، کنیت اس کی ابن مریم ہوگی۔ دیکھو یہی مضمون اس آیت سے نکلتا ہے:

اذ قالت الملائكة يا مريم انّ اللّه يبشّرك بكلمةٍ مّنه اسمه المسيح عيسى ابن مريم۔

پس اس آیت سے تین امر ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ مریمؑ کو پہلے ہی اطلاع دی گئی۔ دوم، عیسیٰؑ، خدا کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں امر سوم۔ عیسیٰؑ کا خطاب مسیح اور علم عیسی اور کنیت ابن مریم ہے۔ یہ تینوں اسماء قبل از تولد خدا کی طرف سے ہیں۔ پس یوسف کا بیٹا کیونکر ہوسکتا ہے۔

وجہ سوم۔ زمانہ آنحضرت ﷺ میں عیسیٰؑ کے بارہ میں یہودیوں نے سوال کیا تھا کہ عیسیٰؑ بن باپ کیونکر پیدا ہوسکتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں خدا نے ان کے اعتراض کو رد کیا انّ مثل عيسى عند اللّه كمثل آدم۔ اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ آدمؑ بغیر والدہ کے پیدا ہوا ہے تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ کی نسبت بحث والد کی طرف سے تھی نہ کہ والدہ کی طرف سے۔ اس اعتبار سے انّ مثل عيسى كمثل آدم مخالفین کے لئے کافی جواب ہے۔ نیز سید مرحوم نے آدم کا معنی انسان نطفی پیدائش کا لیا ہے مگر یہ صحیح نہیں کیوں کہ جہاں پروردگار عام انسان کو نداء کرتا ہے وہاں بنی آدم یا انسان کے لفظ سے پکارتا ہے دیکھو ثبوت اس کا غرض پنجم مکر یہود میں آگے چل کر مفصل بیان ہم نے کیا ہے۔

وجہ چہارم۔ سید مرحوم نے اپنے دعوی کے ثبوت میں لکھا ہے کہ انجیل متی ولوقا میں نسب نامہ عیسیٰؑ کا یوسف ابن یعقوب کے ساتھ ملتا ہے مگر اس میں حضرت سید مرحوم نے بڑی غلطی کی، اگر یہ نسب نامہ صحیح ہوتا تو زمانہ حضرت ﷺ میں جھگڑا کیوں ہوتا۔ غلطی دیگر، اگر یہ نسب نامہ بالفرض مانا بھی جاوے تو وہ اختلاف جو کہ بعض یہود، عیسیٰؑ کو ناجائز فطرتی سمجھتے تھے معاذ اللہ کیوں نہ مانا جاوے۔ الغرض یہ اعتقاد قرآن شریف کی رو سے صحیح نہیں۔

وجہ پنجم۔ سید احمد مرحوم نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ عیسیٰؑ کے بن باپ ہونے میں کیا حکمت اور کیا غرض ہے؟ مگر ہم کہتے ہیں کہ تمام نباتات واشجار میں سے بذریعہ تخم یا شاخ لگانے

سے پیدا ہوتے ہیں برخلاف اس کے افلیتموں بغیر بیخ نمود کیوں کرتا ہے اور خدا نے اس کو برخلاف نباتات کے کیوں پیدا کیا۔ الغرض ایسے بے ہودہ اعتراض ہو سکتے ہیں جن کا علم سوائے خالق حقیقی کے دوسرے کو نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ اعتراض سرسید کا قانون قدرت پر ہے نہ علماء مفسرین پر

وجہ ششم۔ عیسیٰؑ کا بن باپ تولد ہونا آیت مفصلہ ذیل سے بدیع امر ہے:

قالت انّی یکون لی غلام و لم یمسسنی بشر ولم اك بغیاً

آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول۔ زمانہ نزول قرآن میں یہ اختلاف موجود تھا کہ بعض کہتے تھے کہ عیسیٰؑ یوسف کا بیٹا ہے اور بعض ناجائز فطرتی سمجھتے تھے لہذا قول مریمؑ لم یمسسنی بشر سے نکاح نہ ہونا مراد ہے اور لم اك بغیا سے بدکاری سے پاک ہونا مراد ہے

امر دوم: اللہ نے قول مریم مذکورہ کی تصدیق فرمائی: قال کذالک۔ پھر اس کے بعد بن باپ ہونے عیسیٰؑ کی نسبت کہا میرے اوپر پیدا کرنا آسان ہے قال ربّک ھو علی ھیّن

امر سوم۔ مریم کو اس پہلی آیت کے جواب میں پروردگار نے پیدا ہونے عیسیٰؑ کی علت بیان فرمائی لنجعلہ آیۃً للنّاس و رحمۃً مّنا و کان امراً مقضیاً۔ ناظرین کو واضح رہے کہ امر سوم میں بن باپ ہونے عیسیٰؑ کی بابت تین وجہ اللہ نے بیان فرمائی ہیں۔ وجہ اول: عیسیٰؑ نشان قادریت پروردگار کا ہے۔ وجہ دوم: احسان مریمؑ پر جیسا کہ رحمۃ منا سے ظاہر ہے۔ وجہ سوم: خدا کے علم میں یوں ہی تھا: و کان امراً مقضیاً

پس ناظرین کو آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا ہو گا کہ مریم مسّ شیطان سے پاک ہے اور عیسیٰؑ بن باپ ہے اور مریمؑ پر پروردگار کی طرف سے احسان ہے اور تقدیر میں یوں ہی ہونا تھا۔ حقیقت میں تمام اعتراضات یہود اور نصاریٰ بلکہ سرسید مرحوم کی آیات مذکورہ بالا سے ہی تردید ہوتے ہیں۔ افسوس اگر ہم ان آیات سورت مریم کو پورا بیان کرتے، ماقبل و مابعد کے ساتھ تو بہت بڑا ناظرین کو فائدہ پہنچتا مگر طوالت کے خوف سے یہاں نہیں بیان کرتے حسب موقعہ ہر ایک واقعہ کو بیان کیا جاوے گا۔

سرسید احمد مرحوم نے حضرت عیسیٰؑ کو یوسف کا بیٹا بنانے کے واسطے تحویلیں کیں مگر آیت لم یمسسنی بشر ولم اك بغیاً کے بیان کرنے پر کافیہ تحویلات آپکا تنگ ہو گیا۔ اس آیت پر آپ یہ لکھتے ہیں:

سب سے زیادہ غور کے لائق لفظ لم یمسسنی بشر و لم اك بغیا ہے بلاشبہ یہ

دونوں کلمات نہایت صحیح ہیں اور جس زمانہ میں بشارت ہوئی اس زمانہ میں بلا شبہ حضرت مریم کو کسی مرد نہیں چھوا تھا بلکہ غالباً ان کا خطبہ بھی یوسف کے ساتھ نہ ہوا تھا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد بھی یہ امر واقع نہیں ہوا۔

ناظرین ہم سرسید کی مذکورہ بالا عبارت پر بحث کرتے ہیں۔ سید مرحوم کا یہ اعتقاد کہ جب یہ آیت لم یمسسنی .. الخ آئی اس کے بعد خطبہ ہوا ہے یا یوں کہو کہ جب مریمؑ نے یہ بات کہی تھی اس کے بعد مریمؑ کا یوسف سے خطبہ ہوا، بالکل غلط ہے۔ آٹھ دلیلوں سے :

دلیل اول ۔ ابتدائے نزول قرآن شریف میں یوسف کے خطبہ کا یہودیوں میں اختلاف موجود تھا۔ قرآن شریف نے اس اعتقاد کی تردید فرمائی ہے۔ اس واسطے قرآن شریف کا نام فرقان ہے بلکہ خدا تعالی قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اکثر یہودیوں کے اختلاف کو قرآن شریف میں بیان فرماتا ہے کما قال اللہ تعالی: انّ ھذا القرآن یقصّ علی بنی اسرائیل اکثر الّذی ھم فیہ یختلفون ۔ چونکہ مریم و یوسف کے خطبہ کا اختلاف نزول قرآن شریف سے پہلے ہی موجود تھا اور قرآن شریف میں بیان ان کی تردید کیلئے نازل ہوا ہے لہذا سرسید احمد کا قول مذکور بالا غلط ثابت ہوا۔

دلیل دوم : کسی عورت کو جس طرح کہ مریمؑ کو بیٹا پیدا ہونے کی بشارت دی گئی ہے پہلے نہیں دی گئی۔ لہذا ثابت ہوا کہ بن باپ ہی بیٹا پیدا ہونا تھا۔

دلیل سوم ۔ پروردگار خود فرماتا ہے کہ میرے پر بن باپ بیٹا کرنا آسان ہے۔

دلیل چہارم ۔ عیسیٰؑ کا بن باپ ہونا خدا کی قادریت کا نشان ہے۔

دلیل پنجم ۔ خدا تعالی فرماتا ہے کہ عیسیٰؑ بن باپ پیدا ہونا میری طرف سے مریم پر مہربانی ہے جیسا کہ ورحمۃً مّنّا سے ظاہر ہے۔

دلیل ششم ۔ پروردگار خود فرماتا ہے کہ ازل میں یوں ہی ہونا تھا جیسا کہ وکان امراً مّقضیّاً سے ظاہر ہے۔

دلیل ہفتم ۔ مریمؑ کے ذکر کے ماقبل یحیٰؑ کے تولد کا ذکر ہے جو کہ عیسیٰؑ کی پیدائش بن باپ سے اس کی پیدائش کم نہیں کیونکہ یحیٰؑ کی والدہ اور والد دونوں ناقابل اولاد تھے حالانکہ عیسیٰؑ کی والدہ تو قابل تولید تھی۔ پھر اگر یحیٰؑ کی پیدائش کو ہم قدرت سے مانیں تو عیسیٰؑ کے بن باپ پیدا ہونے میں کیا مشکل ہے۔

دلیل ہشتم ۔ سرسید مرحوم نے جو بحث عیسیٰؑ پر یوسف کے بیٹا بنانے پر کی ہے محض فضول اور لغو ہے، کیونکہ مریم آزاد شدہ تھی جس کو ہمارے ملک میں آج کل تارک بولا جاتا ہے جو کہ زمانہ حال میں بعض خاندانوں ہندو اور مسلمانوں میں لڑکیوں کا تارک بٹھانا رواج موجود ہے۔ گویا یہ رواج اس کے قریب قریب ہے اور یہودیوں میں اس سے بھی بڑھ کر تھا۔ پس جب مریم کو والدین نے آزاد کر دیا تو پھر وہ والدین مریم، یوسف کے ساتھ کیونکر خطبہ کر سکتے تھے حالانکہ یہودیوں میں رواج تھا کہ جو آزاد کیا جاتا تھا وہ پھر تمام عمر بیت المقدس میں ہی اپنی عمر عبادت میں بسر کرتا تھا، نہ یہ کہ شادی کر کے صاحب اولاد ہو۔ اسی واسطے تو مریم کو بہتان لگائے گئے تھے کہ باوجود آزاد ہونے کے اس نے بیٹا جنا۔ برخلاف ان کے جو معتقد مریمؑ ہوئے انہوں نے یہ غضب کیا کہ بعض عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنا بیٹھے کیونکہ ان کا کوئی باپ نہ تھا اور بعض عیسیٰؑ کو خدا بنا بیٹھے کیونکہ جب خدا کا بیٹا ہوا معاذ اللہ تو خدا کے ملک کا وارث ہوا۔ پس اس اعتبار سے وہ خدا کہنے لگے۔ اور بعض نصاری تین خدا بنا بیٹھے کیونکہ جب خدا معاذ اللہ مریمؑ کا خاوند ہوا اور عیسیٰؑ بیٹا ہوا تو ہر ایک خدائی کا حصہ دار ہوا نعوذ باللّٰہ منہا۔ انہیں مذکورہ بالا اعتقاد کیلئے اللہ نے تمام واقعہ مریم بیان کیا تھا۔

نمبر ۲ ۔ عیسیٰؑ بن مریم آسمان پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ سولی پر چڑھائے گئے لیکن اپنی طبعی موت سے مرے۔ یہ اعتقاد سرسید مرحوم کا بالکل غلط ہے۔ ناظرین اس بحث کو غرض پنجم یہود میں آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں جہاں ہم نے اعتقاد مذکور کی اپنے پوری تردید کی ہے، یہاں ہم ناظرین کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ اگر عیسیٰؑ سولی دیئے جاتے اور پھر طبعی موت سے مرتے تو پروردگار و ما صلبوہ و ما قتلوہ نہ فرماتا۔ سید مرحوم نے و ما صلبوہ پر یہ تحویل فرمائی ہے کہ بعض یہود یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ عیسیٰؑ اول سولی دیئے گئے پھر قتل کئے گئے اور بعض یہود یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ پہلے عیسیٰؑ کو سنگسار کیا پھر سولی دیا پھر قتل کئے گئے لہذا دونوں اعتقادوں کی تردید کیلئے خدا نے و ما صلبوہ و ما قتلوہ فرمایا لیکن تعجب ہے کہ سید مرحوم کی تحویل پر کہ نفی از شئے من کل الوجوہ ہوتی ہے نہ نفی بعض الشئے۔ خدا کے کلام سے تو یہ مفہوم ہے کہ نہ سولی دیئے گئے اور نہ قتل کئے گئے۔ معاذ اللہ اگر حضرت عیسیٰؑ سولی دیئے جاتے بزعم سید مرحوم تو کیا خدا تعالی یہ عبارت نہ بنا سکتے تھے کہ عیسیٰؑ سولی دیا گیا لیکن سولی پر فوت نہیں ہوا اور اپنی طبعی موت سے مر گیا اور فلاں جگہ اس کی قبر ہے، حالانکہ یہ اعتقاد کسی یہود اور نصاری کا بھی نہیں اور نہ کسی انجیل میں لکھا ہے

اور نہ قرآن میں عیسیٰؑ کی قبر کا کہیں پتا لگا یا۔لہذا یہ اعتقاد سید احمد کا گویا بہار دانش ہے۔

نمبر۳۔ معجزات عیسیٰؑ بن مریم بلکہ تمام پیغمبروں کے صحیح نہیں۔سید احمد خان مرحوم نے اپنی تفسیر میں زیادہ تر آیت مفصلہ ذیل پر بحث کی ہے

و آتینا عیسی ابن مریم البیّنا ت

اس پر بحث کر کے سید مرحوم نے یہ نتیجہ نکالا کہ لفظ آیات یا بینات دونوں کے ایک ہی معنی ہیں کیونکہ آ یا ت موصوف ہے اور بیّنا ت صفت۔پھر جہاں لفظ صرف بیّنا ت کا ہے وہاں موصوف اس کا مقدر ہے۔اور لفظ آ یت کا لغوی معنی نشان آپ نے ثابت کیا ہے۔

ان دونوں امر مذکورہ بالا میں ہم کو بھی کوئی انکار نہیں مگر انکار اس بات میں ہے کہ سر سید احمد مرحوم نے آیات یا بینات کا معنی صرف احکام ہی لئے ہیں حالانکہ لفظ آیت کا معنی فحوائے قرآن شریف سے تین ثابت ہوتے ہیں۔اول حکم، دوم نشان، سوم معجزہ۔لیکن سید مرحوم چونکہ کل معجزات کی نفی کرتے ہیں لہذا انہوں نے دو معنی لفظ آیت کی طرف توجہ ہی نہیں فرمائی ہے نہ تو لغوی معنی لفظ آیت کا لیا اور نہ لفظ آیت کا معنی معجزہ ثابت کیا۔پس ہم پہلے بیان کرنے اپنے ثبوت کے سر سید احمد کی عبارت کو ناظرین کے لئے لکھتے ہیں۔سر سید احمد خان صاحب لکھتے ہیں:

پس جہاں قرآن شریف میں اس لفظ یعنی آیت یا آیات یا بینات یا آیات بینات کا استعمال خدا کی جانب سے ہوا ہے اس سے ہمیشہ وہ احکام یا نصائح اور مواضح مراد ہیں جو خدا تعالی نے بذریعہ اپنے کلام یا وحی کے اپنے انبیاء پر نازل فرمائی ہیں۔

آخر میں سید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ہم آیات بینات سے جہاں کہ وہ خدا کی طرف سے بولا گیا ہے وہ چیز مراد نہیں لیتے جس کو لوگ معجزہ یا معجزات کہتے ہیں۔

ہم اس بحث کو دو قسم پر بیان کرتے ہیں۔قسم اول، تحقیق معنی لفظ آیت۔قسم دوم ثبوت وجود معجزات

قسم اول: ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لفظ آیت کا معنی فحوائے قرآن شریف سے تین ثابت ہوتے ہیں۔اول حکم، دوم نشان، سوم معجزہ۔لفظ آیت بمعنی حکم دیکھو:

یا اهل الکتا ب لم تکفرو ن بآ یا ت اللّه و انتم تشهدو ن

(اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو ساتھ حکماں اللہ کے اور حالانکہ تم گواہ ہو)۔

یہ آیت جس کا ہم نے ترجمہ کیا ہے سورہ آل عمران کے رکوع ۷ میں ہے۔ اس کے ماقبل عیسیٰؑ کی نسبت اور ابراہیمؑ کی نسبت جھگڑا ہو چکا تھا۔ یہود اور نصاری کہتے تھے کہ ہم ابراہیمی مذہب ہیں حالانکہ یہودی عزیرؑ کو خدا کا بیٹا اور نصاری عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور بعض خود خدا، اور بعض تثلیث کو مانتے تھے، لہذا پروردگار نے اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا:

یا اھل الکتاب لم تکفرون بآیات اللّٰہ و انتم تشھدون

یعنی اہل کتاب یہودی اور نصاری توریت وانجیل میں پڑھتے ہیں کہ خدا ایک ہے پھر خدا کے ساتھ شریک لاتے ہیں اور قرآن کو منزل من اللہ اور محمد رسول اللہ کو رسول نہیں سمجھتے۔ پس ناظرین کو مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہو گیا ہوگا کہ لفظ آیت کا معنی آیت مذکورہ میں سوائے حکم کے دوسرا نہیں بن سکتا۔ دیکھو نیز آیت سورہ بلد:

ثمّ کان من الّذین آمنوا و تواصوا بالصّبر و تواصوا بالمرحمۃ۔ اولئک اصحاب المیمنہ۔ والّذین کفروا بآیاتنا ھم اصحاب المشئمۃ

سے بھی صاف ثابت ہے کہ لفظ آیت بمعنی حکم ہے کیونکہ ایمان لانا اور ایک دوسرے کو نصیحت کرنا اور ایک دوسرے پر رحم کرنا جو کہ پہلی آیت میں گذرا ہے بلا شبہ یہ احکام ہیں پھر والّذین کفروا بآیاتنا ھم اصحاب المشئمۃ میں جو لفظ آیت کا ہے ذرا بھی شبہ نہیں ہوسکتا کہ لفظ آیت بمعنی حکم نہ ہو۔

نیز۔ ھو الّذی بعث فی الامّیین رسولاً مّنھم یتلوا علیھم آیاتہ میں جو لفظ آیت کا آیا ہے بلاشبہ اس سے احکام کے ہی معنی ہیں کیونکہ یتلوا علیھم سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ آیت کا معنی حکم ہے نہ نشان اور معجزہ۔

دوم: لفظ آیت بمعنی نشان۔ دیکھو:

و تصریف الرّیاح والسّحاب المسخّر بین السّماء والارض لآیات لّقوم یّعقلون

آیت ہذا میں پروردگار نے اپنے دلائل الوہیت کے وہ بیان کئے ہیں جو کہ طاقت بشریت سے باہر ہیں۔ یعنی ہوا کا چلانا اور بادلوں کا زمین اور آسمان کے درمیان بغیر واسطہ کے رکھنا بلاشبہ عقلمندوں کے واسطے الوہیت کے نشان ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آیت مذکورہ میں لفظ آیت بمعنی نشان نہیں۔ نیز دیکھو:

ان اوّل بیتٍ وضع للنّاس للّذی ببکّة مبارکاً و ھدیً للعالمین۔ فیه آیات بینات مقام ابراھیم

ناظرین غور کریں کہ آیت ہذا میں دو لفظ یعنی بیت اور مقام ایسے صریح ہیں جس سے ذرا سا بھی شبہ نہیں ہوسکتا کہ یہ دو لفظ خانہ کعبہ کی عمارت و دیواریں مراد ہیں۔ پس جب یہ ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں خانہ کعبہ کا بیان ہے جس کو ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے عبادت کے لئے خدا کے حکم سے تیار کیا تھا پھر بلا شبہ لفظ آیات بینات کا معنی نشان ہوا، کسی وجہ سے حکم کا معنی نہیں بن سکتا بلکہ نشان سے حجر اسود جو کہ کعبہ شرقی و شمالی کونہ میں پڑا ہے اور حاجی لوگ اس کو تبرکاً بوسہ بھی لیا کرتے ہیں، مراد ہے۔ سید احمد مرحوم نے بھی اس نشان کو اپنی تفسیر نقشہ کعبۃ اللہ میں لکھی ہے۔ مقام ابراہیمؑ عام لوگوں کے نزدیک وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیمؑ نے کھڑے ہو کر کعبہ کی دیوار چنی تھی۔ پس سر سید احمد مرحوم کی مذکورہ بالا عبارت میری تحقیق کو ثابت کرتی ہے کہ لفظ آیت مذکورہ موقعہ پر بمعنی نشان ہے نہ حکم۔

نیز۔ الر۔ تلک آیات الکتاب الحکیم۔

الر۔ تلک آیات الکتاب و قرآن مبین۔ سورہ حجر۔ (ترجمہ۔ الر۔ یہ نشانیاں ہیں کتاب کی یعنی قرآن بیان کرنے والی کی)۔ پس ثابت ہوا کہ پروردگار نے الر کو نشان فرمایا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ عبارت مذکورہ قرآن میں لفظ آیت بمعنی نشان نہیں فرمایا، کون کہہ سکتا ہے کہ اس مقام میں لفظ آیت کا معنی حکم نکلتا ہے۔

سوم۔ لفظ آیت بمعنی معجزہ۔ دیکھو پروردگار قول فرعون کا بیان کرتا ہے:

قال ان کنت جئت بآیتٍ فات بھا ان کنت من الصادقین (کہا فرعون نے موسیٰؑ کو اگر ہے تو آیا ساتھ نشانی یعنی معجزہ کے پس لے آ اس کو اگر تو ہے سچوں سے)۔

پس موسیٰؑ نے فرعون کے سوال معجزہ پر اپنا عصا ڈال دیا پھر وہ عصا اژدھا بن گیا۔ پھر ہاتھ اپنا نکالا پھر وہ سفید تعجب خیز ہوگیا واسطے دیکھنے والوں کے کما قال اللہ تعالی:

فالقی عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین۔ و نزع یدہ فاذا ھی بیضاء للنّاظرین

پہلی آیت سے صاف ثابت ہے کہ حضرت موسیٰؑ سے فرعون نے معجزہ طلب کیا تھا اور دوسری آت سے صاف ثابت ہے کہ جو فرعون نے معجزہ طلب کیا تھا اس کو موسیٰؑ نے پورا کیا۔ پھر

بعد اس واقعہ کے پروردگار نے یہ بیان شروع فرمایا ہے :

قال الملاء من قوم فرعون انّ ھذا لساحر علیم ۔ یرید ان یّخرجکم من ارضکم فما ذا تا مرون (کہا فرعون کی قوم کے سرداروں نے، تحقیق یہ یعنی موسیٰ جادوگر ہے بڑا دانا، ۔ چاہتا ہے یہ کہ نکال دے تم کو زمین تمہاری سے ۔ پس کیا تجویز سوچتے ہو)۔ (اعراف: ۱۰۹۔۱۱۰)

پھر فرعون کے سرداروں کا جواب خدا تعالیٰ بیان کرتا ہے

قالوا ارجه واخاه وارسل فی المدائن حاشرین یأتوك بكلّ ساحرٍ علیم (کہا اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور بھیج بیچ شہروں کے اکٹھا کرنے والے لے آویں تیرے پاس جادوگر دانا کو)

آخر جادوگر بلائے گئے اور انہوں نے حضرت موسیٰؑ کی طرح لاٹھی اور رسیوں کے سانپ بنائے مگر موسیٰؑ کا عصا اژدھا بن کر ان کو کھا گیا تب ساحروں نے کہا ہم ایمان لائے ساتھ رب عالمین کے جو رب حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کا ہے۔ بلا شبہ یہ معجزہ مذکورہ بالا میں جو لفظ آیت آیا ہے اس کے معنی اس مقام پر حکم نہیں ہوسکتا صرف نشان بھی نہیں ہوسکتا بلکہ علانیہ طرز مباحثہ سے معجزہ ہی ثابت ہوتا ہے۔ نیز

وما تلک بیمینک یا موسی قال ھی عصای اتوکوء علیھا واھشّ بھا علی غنمی ولی فیھا مآرب اخری قال القھا فاذا ھی حیّة تسعی قال خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولی واضمم یدك الی جناحک تخرج بیضاء من غیر سوء آیةً اخری

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ آیات مذکورہ بالا سورہ مریم پہلی آیت جو کہ سورہ اعراف کی جن میں معجزہ لفظ آیت کا معنی نکالا تھا ان کی مصدقہ ہیں کہ لفظ آیت بمعنی معجزہ ہے اور آیات ہذا سے آٹھ امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول، عصا موسیٰ کا لکڑی ثابت ہونا۔ ۲۔ اس کا اژدھا بننا۔ ۳۔ پھر اصلی حالت پر عود کرنا۔ ۴۔ اس سے حضرت موسیٰؑ کا ڈرنا۔ ۵۔ پروردگار کا حضرت موسیٰؑ کو تسلی دینا۔ ۶۔ دست مبارک موسیٰؑ کا سفید تعجب خیز ہونا۔ ۷۔ دو معجزوں کا حضرت موسیٰؑ کو دیا جانا۔ ۸۔ لفظ آیات کا معجزہ پر اطلاق ہونا خدا کی طرف سے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ لفظ آیت سے حکم یا نشان کا معنی نکلتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سید احمد

مرحوم کو دھوکا لگا جو انہوں نے لفظ آیت کا معنی صرف حکم پر ہی حمل کیا ہے۔

قسم دوم۔ ثبوت وجود معجزات

قرآن شریف سے معجزات کا ثبوت بلا شبہ ثابت ہے اگرچہ ہم مذکورہ بالا آیت سے وجود معجزہ ثابت کر چکے ہیں تاہم اسی آیت میں پھر بحث کرتے ہیں دیکھو کما قال اللہ تعالی:

و ما تلک بیمینک یا موسی (اور کیا ہے یہ بیچ تیرے ہاتھ کے اے موسی)

یہ پروردگار نے موسیٰ کو کیوں کہا؟ وہ تو عالم الغیب ہے۔ اس لئے کہ پروردگار نے موسیٰ کے عصا کو اژدھا بنانا تھا اور انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ اژدھے سے ڈرتا ہے، سو اسلئے عالم الغیب کو حضرت موسیٰ کے ذہن نشین کرنا منظور تھا کہ یہ لکڑی تمہاری ہے۔ پھر ہم اسی بحث کو لکھتے ہیں حضرت موسیٰ نے خدا تعالی کو جواب دیا کہ یہ عصا ہے۔ جیسا کہ پروردگار حضرت موسیٰ کا قول بیان فرماتا ہے قال ھی عصای۔ آخر پروردگار نے فرمایا کہ موسیٰ نے عصا کو ڈالدیا۔ پھر ناگہاں عصا موسیٰ اژدھا تھا دوڑنے والا دیکھو آیت ہذا: فالقاھا فاذا ھی حیّۃ تسعی۔ ناظرین اب کون کہہ سکتا ہے کہ عصا لکڑی نہیں ہوتی اور کون کہہ سکتا ہے کہ حیّۃ کے معنی سانپ نہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ تسعی سے مراد حرکت کرنا یا دوڑنا مراد نہیں۔ پھر معجزات سے انکار کرنا تو علانیہ قرآن کا انکار کرنا ہے۔ اب ہم ید بیضا کی تعریف نہیں کرتے جو کہ مابعد مضمون مذکورہ بالا کے ہے ناظرین خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اب ہم ایک اور نظیر ثبوت معجزات پیش کرتے ہیں کما قال اللہ تعالی:

و اتل علیھم نبا ابنی آدم بالحقّ۔ اذ قرّبا قربانا فتقبّل من احدھما ولم یتقبّل من الآخر۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ آیت ہذا سے چار امر ثابت ہوتے ہیں۔

امر اول: آنحضرت ﷺ کو حکم ہوا کہ قصہ دونوں بیٹوں کا مخالفین کو سنا۔

امر دوم: یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ قصہ دونوں بیٹوں کا تھا۔

امر سوم: یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے قربانی کی۔

امر چہارم: یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک کی قربانی جناب الٰہی میں قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی

نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہے کہ جس کی قربانی قبول ہوئی اس کا وہ قبول ہونا ہی معجزہ ہے اور

یہ قول مقولہ منجانب اللہ ہے۔ پس اس آیت ہذا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ کا رواج آدم سے ہی شروع ہے۔ لہذا آنحضرت ﷺ سے مخالفین اہل کتاب اور کفار اسی قدیمہ رواج مشہورہ کی وجہ سے معجزہ طلب کرتے تھے۔ چنانچہ پروردگار ان کا قول بیان فرماتا ہے:

قالوا لولا اوتی مثل ما اوتی موسی (کہا انہوں نے یعنی مخالفوں نے کیا نہیں دیا گیا یہ پیغمبر یعنی رسول اللہ ﷺ مثل اس کے جو دیا گیا تھا موسی یعنی معجزہ)

اب قابل غور یہ بات ہے کہ انہوں نے معجزہ رسول اللہ ﷺ سے طلب کیا اگر معجزہ پیغمبروں کا قدیمی فعل نہ ہوتا تو وہ آنحضرت ﷺ سے معجزہ کیوں طلب کرتے۔ نہیں ضرور قدیم رواج تھا۔ دیکھو ماقبل کی آیت کا جواب او لم یکفروا بما اوتی موسی من قبل (کیا یہ کفر نہ کرتے تھے ساتھ اس چیز کے کہ دیا گیا تھا موسی یعنی معجزہ پہلے اس سے) مابعد اسکے پہلی آیت کی تفسیر کرتا ہے ان کا قول بیان کرکے قالوا سحران تظاھرا (کہتے تھے یہ دونوں جادو ہیں ایک دوسرے کا مددگار یعنی عصا موسیٰ اور ید موسیٰ) اس کے بعد اللہ تعالی پھر انہیں کا قول بیان فرماتا ہے جو کہ انہوں نے دونوں معجزے دیکھ کر کہا تھا و قالوا انّا بکلٍ کافرین (اور کہتے تھے تحقیق ہم ساتھ ہر ایک کے یعنی معجزوں موسی کے کافر ہیں یعنی انکار کرنے والے)۔

ناظرین یہاں تک آیات مذکورہ بالا میں بیان ہے جنہوں نے موسی کے معجزہ دیکھ کر انکار کیا تھا اگر معجزہ کا وجود قدیم سے نہ ہوتا تو نہ وہ رسول اللہ ﷺ سے معجزہ طلب کرتے اور نہ یہ واقعہ موسیٰ کا جو تمثیلاً بیان ہوا ہے پروردگار بیان فرماتا۔ یہ امر بحث طلب ہے کہ پہلی آیت میں یعنی آیت ہذا میں قالوا لولا اوتی مثل ما اوتی جو کہ مخالفوں کا آنحضرت ﷺ پر معجزہ دکھلانے کا سوال تھا، اور معجزہ قدیم سے پیغمبروں کا شیوہ تھا، آنحضرت ﷺ نے ان کے سوال کو پورا کیا یا نہ؟ بلا شبہ آنحضرت ﷺ نے بموجب حکم باری تعالی ان کے سوال کو پورا کیا یعنی معجزہ کا دکھلایا، وہ معجزہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بلا شبہ امّی یعنی ان پڑھ تھے۔ اور اس زمانہ میں شاعروں کا زور تھا۔ چونکہ ہر زمانہ میں جو پیغمبر ہوتا رہا موافق رواج قوم یا یوں کہو کہ جو اس زمانہ میں لوگ کسی ایک امر کے مدعی ہوتے تھے اور اپنے دعوی میں خدا کے ساتھ شرک کرتے تھے ان کی تردید کے لئے پیغمبر کو پروردگار ان سے بڑھ کر فضیلت بخشتا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ کے وقت ساحروں کا زور تھا، پروردگار نے موسیٰ کو دو معجزے عطا کئے یعنی عصا اور ید بیضاء۔ پھر انہوں نے ساحروں کو مغلوب کیا۔ اور حضرت عیسیٰ کے وقت طبیبوں کا زور تھا لہذا پروردگار نے حضرت عیسیٰ میں یہ خواص بخشا کہ سخت مریضوں کو اچھا

کرتے تھے بے علاج ادویہ، بلکہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ زمانہ آنحضرت ﷺ میں شاعروں کا زور تھا، انکے عاجز کرنے کیلئے ایسے پیغمبر کی ضرورت تھی کہ بغیر پڑھے ایسی کلام سناوے جس سے شاعر عاجز ہوں اور شرک وکفر سے نجات پاویں۔ اگرچہ دوسرے معجزے بھی اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کی ذات کو بخشے ہوئے تھے جیسا کہ شق القمر سے ظاہر ہوتا ہے، تاہم شاعروں کا عاجز کرنا اہم معجزہ تھا اور مخالفوں کے معجزہ طلب کرنے پر آنحضرت ﷺ نے قرآن بنانے کا معجزہ مخالفین کو بحکم باری تعالی پیش کیا:

قل فأتوا بکتاب من عند اللّٰہ ... الآیۃ (کہہ دے اے محمد مخالفوں کو پس لاؤ تم ایک کتاب اللہ کی طرف سے جو کہ وہ کتاب بہت ہدائت کرنیوالی ہو یعنی راہ مستقیم کی طرف ان دونوں سے یعنی توریت وانجیل سے)

نیز حضرت داؤدؑ کو پروردگار نے تین معجزے دیئے۔ ایک پہاڑوں کا حضرت داؤدؑ کے کہنے سے تسبیح کرنا۔ دوم جانوروں کا ان کے کہنے سے تسبیح پڑھنا۔ سوم آہن یعنی لوہا حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں مثل موم ہونا اور پھر حضرت داؤدؑ کا زرہ بنانا۔ دیکھو کما قال اللہ تعالی:

و لقد آتینا داؤد منّا فضلاً۔ یا جبال اوّبی معہ و الطّیر و النّا لہ الحدید۔ ان اعمل سابغاتٍ و قدر فی السرد و اعملوا صالحاً۔ (اور البتہ تحقیق دی ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بزرگی یعنی کہا اللہ تعالی اے پہاڑو اور جانورو تسبیح کرو ساتھ اس کے یعنی داؤد کے۔ اور نرم کیا ہم نے واسطے اس کے یعنی داؤد کے ہر طرح کا لوہا اس لئے کہ بنائیں زرہیں پوری۔ اور امر کیا ہم نے داؤد کو اندازہ رکھ کر ایک دوسری کنڈی کے پرونے میں اور عمل کر اچھے)۔

نیز حضرت سلیمانؑ کو تین معجزے دیئے گئے۔ اول ہوا جو بموجب حکم سلیمانؑ کے ان کے تخت کو جہاں چاہیں لے جاتی تھیں۔ دوم تانبے کا پانی ہوجانا حکم سلیمانؑ سے۔ سوم جنوں کا مطیع ہونا۔ دیکھو کما قال اللہ تعالی:

و لسلیمان الرّیح غدوّھا شھر و رواحھا شھر و اسلنا لہ عین القطر۔ و من الجنّ من یّعمل بین یدیہ باذن ربّہ و من یزغ منھم من امرنا نذقہ من عذاب السّعیر۔ (اور واسطے سلیمان کے تابع کیا ہوا کو۔ صبح کی سیر اس کی ایک مہینہ تھا اور شام کی سیر ایک مہینہ تھا۔ اور بہایا ہم نے واسطے اس کے چشمہ

گلے ہوئے تانبے کا، اور تابع کیا واسطے سلیمان کے بعض جنوں کو۔ اس کے سامنے کام کرتے تھے اسکے رب کے حکم سے۔ جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے سرتابی کریگا ہم اس نافرمان کو دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھاویں گے)۔ (سبا: ۱۲)

الغرض وجود معجزات کا قرآن سے ثابت ہے جو لوگ ان کے منکر ہیں حقیقت میں ان کو علم قرآن ہرگز ہرگز نہیں۔

سید احمد کے نزدیک فرشتوں کا کوئی وجود نہیں انہوں نے اپنی تفسیر میں بحث فرشتوں میں آخر یہ اعتقاد اپنا ظاہر کیا ہے کہ فرشتوں کے نام یہودیوں کے مقرر کئے ہوئے ہیں جو مختلف قوای کی تعبیر کرنے کو انہوں نے رکھ لئے تھے۔

مگر یہ اعتقاد قرآن کی رو سے ہرگز صحیح نہیں۔ کما قال اللہ تعالی۔

لیس البرّ ان تو لّوا و جو ھکم قبل المشر ق و المغرب و لا کنّ البرّ من آ من با للّٰہ و الیو م ا لآ خر و الملا ئکۃ و الکتا ب و النبییّن۔ (بقرہ ۱۷۷) (یہ کوئی نیکی نہیں جو تم اپنا منہ مشرق مغرب کی طرف پھیرتے جاؤ۔ ہاں نیکی والے وہ لوگ ہیں جو خدا کو اور قیامت کے دن کو اور ملائکہ کو اور سب کتابوں کو اور نبیوں کو مانیں)

آیت ہذا سے چار امر ثابت ہوتے ہیں۔ امر اول۔ صرف نماز، نجات کے لئے کافی نہیں تاوقتیکہ مفصلہ ذیل اشیاء پر ایمان نہ لاویں وہ اشیاء یہ ہیں۔ اول خدا کو وحدہ لاشریک سمجھیں۔ دوم قیامت۔ سوم فرشتے۔ چہارم نبی ﷺ۔ پنجم آسمانی کتابیں۔

امر دوم۔ آیت مذکورہ سے خدا تعالی نے فرشتوں کا وجود ثابت کیا ہے۔ معاذ اللہ اگر اگر فرشتوں کا وجود ثابت نہ ہوتا جیسا کہ سید احمد نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے تو اللہ تعالی یہ حکم نہ فرماتا جو کہ ایمان لانا فرشتوں پر آیت مذکورہ میں گذرا ہے۔

امر سوم۔ آیت بالا سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پہلے لوگوں میں سے بھی بعض ایسے تھے جو وجود فرشتوں سے انکار کرتے تھے لہذا اللہ نے آیت مذکورہ میں ایمان لانا فرشتوں پر فرمایا۔

امر چہارم۔ مقدس کتابیں توریت وانجیل جو کہ زمانہ حال میں بھی موجود ہیں ان میں بھی فرشتوں کا وجود ثابت ہے۔

خلاصہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ وجود فرشتوں کا کلام الٰہی سے ثابت ہے۔ بلکہ قرآن شریف میں فرشتوں کا پروں والا ہونا ثابت ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی:

الحمد للّٰہ فاطر السّماوات و الارض جاعل الملائکۃ رسلاً اولی اجنحۃٍ مثنیٰ و ثلث و رباع یزید فی الخلق ما یشاء انّ اللّٰہ علی کلّ شئی قدیر (سورہ فاطر)

آیت ہذا سے پانچ امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول، فرشتوں کا وجود۔ دوم، پیغام کے لئے فرشتوں کا ایلچی ہونا۔ سوم، فرشتوں کا پروں والا ہونا، دودو، تین تین، چار چار پر۔ چہارم، اس سے بھی زیادہ۔ لہذا حدیثوں میں حضرت جبریل کے چھ سو پر بیان ہوئے ہیں۔ پنجم۔ سید احمد خان کی طرح پہلے بھی لوگ فرشتوں کے انکاری تھے لہذا اللہ تعالی نے جوامع الکلم، انّ اللّٰہ علی کلّ شئی قدیر فرمایا۔ یہ جوامع الکلم اسی مقام پر آیا کرتا ہے جہاں مخالف گمان کرسکتا ہو کہ یہ کام کیوں اورکس طرح ہوسکتا ہے۔ الغرض اختلاف قدیمہ سے فرشتوں کا اختلاف بھی تھا بلکہ اہم امر نزول قرآن شریف کا سات مسئلہ اختلافی کا ثبوت کرنا تھا۔

مسئلہ اول۔ لوگ توحید پر قائم نہ رہے تھے جیسا کہ کافر بت پرست تھے اور یہودی عزیرؑ کو خدا کا بیٹا جانتے تھے اور بعض نصاری حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور بعض تثلیث کو مانتے تھے۔

مسئلہ دوم مختلف فیہ، بعض فرشتوں سے سید احمد خان کی طرح انکار کرتے تھے اور بعض فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں جانتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا جنوں کے ساتھ اپنی بیٹیوں کا ناطہ کرتا ہے۔ چنانچہ سورہ صافات رکوع ۴ میں اسی باطل خیال پر خدا تعالی آنحضرت ﷺ کو فرماتا ہے:

الربّک البنات و لھم البنون۔ ام خلقنا الملائکۃ اناثاً وّ ھم شاھدون (کیا پروردگار کے لئے لڑکیاں ہیں اور ان کے لئے لڑکے۔ کیا ان کے سامنے ہم نے فرشتوں کو مونث بنایا تھا)۔ نیز۔ و جعلوا بینہ و بین الجِنۃ نسباً۔ (اور انہوں نے خدا میں اور جنات میں ناطہ مقرر کر رکھا ہے)....

مسئلہ سوم مختلف فیہ، آسمانی کتابوں پر اکثر لوگ یقین نہ رکھتے تھے جیسا کہ یہود انجیل اور قرآن سے منکر ہیں۔

مسئلہ چہارم مختلف فیہ، پیغمبروں کی رسالت سے بھی انکار کرتے تھے جیسا کہ عیسیٰؑ و محمد ﷺ سے یہودی و نصاری اور مشرک انکاری ہیں۔

مسئلہ پنجم مختلف فیہ، بعض لوگ دہریہ زمانہ قدیم میں بھی موجود تھے جو کہ تدبیر کے قائل اور تقدیر کے منکر ہیں چنانچہ آج کل بھی اسی اعتقاد کے دہریہ کم وبیش موجود ہیں۔ دیکھو: فما بال

القرون الاولی ، نیز قول فرعون :قال فمن ربّکما یا موسی (سورہ طہ)

مسئلہ ششم مختلف فیہ، قیامت تھا۔ بعض یہود اعتقاد رکھتے تھے کہ عذاب قیامت چند روز ہوگا و قالوا لن تمسنا النار الّا ایاماً معدودۃ۔(بقرہ:۸۰)۔ اور بعض یہود اعتقاد رکھتے تھے کہ قیامت نہ ہوگی یا ایّھا الّذین آمنوا لا تتولوا قوماً غضب اللّٰہ علیھم قد یئسوا من الآخرۃ کما یئس الکفّار من اصحاب القبور (سورہ ممتحنہ)۔

مسئلہ ہفتم مختلف فیہ، کفار بعض تو بعث من القبور کے منکر تھے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہے اور بعض کفار آنحضرت ﷺ کو استہزاء یا تعجباً کہا کرتے تھے، کیا جب ہو جاویں گے ہم ہڈیاں گلی ہوئی کیا ہم پھیرے جاویں گے بیچ پہلی حالت کے۔ دیکھو یہی قول ان کا اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے یقولون ءانّا لمردودون فی الحافرۃ۔ ءاذا کنّا عظاماً نخرۃ۔ دیکھو ان کے استہزاء۔ خدا ان کا قول بیان کرتا ہے قالوا تلک اذاً کرۃ خاسرۃ۔ آیت ہذا کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیتا ہے اور فرعون کا قصہ بھی تمثیلاً انہیں کو سناتا ہے کہ فرعون بھی تمہاری طرح اعتقاد رکھتا تھا آخر اس اعتقاد کے بدلے غرق ہوا۔ ناظرین دیکھو سورہ نازعات میں۔ پس یہی وجہ کامل ہے کہ ان سات مسئلہ مختلف فیہ کے یقین کرنے کو ایمان مفصل کہتے ہیں لہذا مسلمانوں میں ان کا جاننا اور یقین کرنا فرض ہے۔..اور دیکھیں جب کوئی غیر مذہب اسلام کو قبول کرتا ہے تو اس کو بھی پہلے یہی پڑھاتے ہیں۔ اگر وہ پڑھ لے اور دل سے یقین بھی کر لے تو اسی کا نام مسلمان ہے۔ اور وہ ایمان مفصل عربی عبارت میں یہ ہے۔ آمنت باللّٰہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ و الیوم الآخر و القدر خیرہ و شرّہ من اللّٰہ تعالیٰ و البعث بعد الموت۔ پس نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ وجود ملائکہ کا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ گو سرسید احمد مرحوم نے مخالفوں کی تردید کی ہوگی تاہم سرسید مرحوم کا یہ اعتقاد صحیح نہیں۔

سرسید احمد مرحوم نے اپنی تفسیر میں ابلیس اور جنوں سے بھی انکار کیا ہے مگر یہ اعتقاد بھی قرآن شریف سے صحیح نہیں بلکہ قرآن شریف میں جنوں کا وجود ثابت ہے اور جن قرآن پڑھتے رہتے رہے اور حضرت ﷺ سے سنتے رہے۔ دیکھو:

و اذ صرفنا الیک نفراً من الجنّ یستمعون القرآن۔ فلمّا حضروہ قالوا انصتوا۔ فلمّا قضِی ولّوا الی قومھم منذرین (احقاف رکوع ۴)

(اور جس وقت کہ پھرلائے ہم تیری طرف جماعت جنوں میں سے سنتے تھے قرآن پس

جب وہ اس موقع پر آئے ، کہنے لگے آپس میں چپ رہو۔ جب تمام ہوا پڑھنا پھر گئے طرف قوم اپنی کے ڈراتے ہوئے)۔

ایضاً: پروردگار نے سورۃ نمل میں ایک جن کا نام بھی فرمایا ہے جو کہ حضرت سلیمانؑ کے مصاحبوں میں تھا:

قال عفریت من الجنّ انا آتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک و انّی علیہ لقویّ امین (کہا ایک دیو نے جنوں میں سے میں لے آؤں گا تمہارے پاس اس کو پہلے اس سے کہ کھڑے ہو تم جگہ اپنی سے اور بے شک اوپر اس کے البتہ قوی امین ہوں)

پس ثابت ہوا کہ وجود جنوں کا قرآن شریف سے ثابت ہے ۔ اگر کوئی معترض یہ اعتراض کرے کہ وجود فرشتوں کا اور جنوں کا ہمیں نظر کیوں نہیں آتا، تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ عالم دنیا میں ایسی بہت اشیاء ہیں، کہ ان کا وجود بھی محسوس بالنظر نہیں ہوتا۔ مثلاً ہوا جب تیز ہوتی ہے تو درخت توڑ دیتی ہے مکان گرا دیتی ہے۔ مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جسم ہوا کا اتنا لمبا یا اتنا چوڑا یا سرخ یا سیاہ رنگ ہوتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اگر کوئی معترض یہ کہے کہ ہوا کا فعل تو محسوس ہوتا ہے۔ تو ہم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ فرشتوں کا فعل یا وجود کا حس کرنا پیغمبروں کا ہی خاصہ ہے وہ بھی ان کے وجود کو دیکھتے ہیں ان کی آواز سنتے ہیں۔ لہٰذا منزلہ کتابوں میں فرشتوں اور جنوں کا جسم اور فعل بلکہ نام موجود ہے۔ اصل میں ایسے سوالات کرنے محض فضول ہیں۔ انسانی عقل محدود ہے، تعقل اس کا تمام قانون قدرت کو کیونکر سمجھ سکتا ہے حالانکہ انسان کو اپنے بدن کی بھی پوری کیفیت معلوم نہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ میرے اتنے لڑکے یا لڑکیاں ہوں گی ۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ روح جو بول رہی ہے اس کی کیا صورت یا کیا رنگ ہے۔ پس جب اپنے بدن کی کیفیت ہی معلوم نہ ہوئی تو فرشتوں اور جنوں کی کیفیت کیوں کر حاصل کر سکتا ہے۔ البتہ جن کو اللہ تعالیٰ ان کے سمجھنے کا علم دیوے وہ بے شک سمجھ سکتے ہیں۔

سرسید بہشت اور دوزخ سے بھی انکاری ہیں۔ وہ اپنی تفسیر میں بحث کرتے کرتے اخیر یہ لکھتے ہیں: پس یہ مسئلہ کہ بہشت اور دوزخ دونوں بالفعل مخلوق و موجود ہیں قرآن سے ثابت نہیں۔

یہ اعتقاد سرسید احمد کا قرآن کی رو سے محض غلط ہے کیونکہ قرآن میں دونوں کا وجود خدا تعالیٰ ثابت کرتا ہے: دیکھو:

و لمن خاف مقام ربّہ جنّتان فبایّ آلاء ربّکما تکذّبان۔ ذواتا

افنان ۔ فیھما عینان تجریان ۔ فیھما من کلّ فا کھۃٍ زوجان ۔ متّکئین علی فر شٍ بطا ئنھا من استبر ق و جنا الجنّتین دا ن (الرحمان)(اور واسطے اس شخص کے کہ ڈرتا ہے آگے پروردگار کے کھڑا ہونے سے دو بہشت ہیں ۔ پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھٹلاتے ہو ۔ دونوں بہشت شاخوں والے ہیں بیچ ان دونوں کے چشمے چلتے ہیں بیچ ان دونوں کے ہر میوہ سے دو قسمیں ہیں ۔ تکیہ کئے ہوئے اوپر فرشوں کے کہ استر اس کے تافتے کے ہیں اور میوے دونوں بہشت کے نزدیک ہیں)

نیز ۔ ثبوت وجود دوزخ ، ناظرین کو یاد رہے پہلے لوگوں میں سے بھی ایسے تھے جو کہ سید احمد کی طرح دوزخ بہشت سے انکاری تھے ۔ لہذا خدا نے فبا یّ آ لاء ربّکما تکذّ بان بہشت کے منکروں کے لئے فرمایا ۔ اور دیکھیں دوزخ کے منکروں میں سے بڑا منکر اس زمانہ میں ولید بن مغیرہ تھا ۔ کافروں نے مشورہ کر کے کہا کہ یہ محمد (ﷺ) کہتا ہے کہ یہ قرآن خدا کی کلام ہے تو سن اس کو ، پھر انصاف کر کیا یہ خدا کی کلام ہے یا نہ ۔ پس جب حضرت ﷺ نے سنایا تب ولید بن مغیرہ کہنے لگا یہ جادو ہے نقل کیا جاتا ہے ۔ نہیں یہ قرآن مگر قول آدمی کا یعنی خدا کا کلام نہیں ۔ دیکھو خدا بھی مذکورہ بالا قول بیان فرماتا ہے فقا ل ان ھذا ا لّا سحر یّو ثر۔ ان ھذا ا لّا قول البشر ۔ اس قول ولید کے کے جواب میں پروردگار نے یہ فرمایا : سا صلیہ سقر ۔ پھر ولید بن مغیرہ نے سقر پر بھی استہزا کی ۔ لہذا پروردگار نے فرمایا : و ما ادراك ما سقر لا تبقی و لا نذر ۔ لوّا حۃ للبشر ۔ علیھا تسعۃ عشر ۔ (کہا ولید نے نہیں یہ قرآن مگر جادو قدیمہ ۔ نہیں یہ قرآن مگر قول آدمی کا ۔ اللہ فرماتا ہے شتابی داخل کروں گا اس (ولید) کو دوزخ میں ۔ تو کیا جانے کیا ہے دوزخ ۔ نہیں باقی رکھتی اور نہیں چھوڑتی ۔ ساڑ دینے والی ہے چہرے کو ۔ اوپر اس کے ۱۹ فرشتے ہیں) ۔

پھر ولید مغیرہ نے ۱۹ فرشتہ پر بھی استہزاء کی کہ ہم تو بہت آدمی ہیں ۱۹ فرشتے ہماری طاقت کے سامنے کیا کر سکتے ہیں ۔ الغرض دور تک یہی جھگڑا دوزخ کا چلا جاتا ہے ۔ مگر ہماری گفتگو اس میں تھی کہ سرسید مرحوم نے یہ جو کہا ہے کہ وجود دوزخ اور بہشت کا قرآن شریف سے ثابت نہیں ۔ یہ قول ان کا ہم نے قرآن شریف کی رو سے غلط ثابت کیا ۔ شائد سید احمد مرحوم نے منزل آخر کو نہیں دیکھا کیونکہ نے یہ ساری بحث پہلے ہی سیپارہ میں کی ہے ، یا کہ دیدہ دانستہ انہوں نے انکار کیا ۔ بہرحال ہم ان کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ خدا ان کو بخشے کیونکہ اکثر تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر سید مرحوم نے اپنے وہم میں مخالفین کی تردید کے لئے بنائی ہے ۔

سرسید احمد خان کے نزدیک قرآن شریف کی سورتوں کے نام نہ تو خدا تعالی نے رکھے ہیں نہ رسول نے بلکہ علماء نے خود بنا لئے ہیں۔مگر یہ اعتقاد سید مرحوم کا بھی صحیح نہیں۔ہم اپنے دعوی کو آخر بیان کریں گے پہلے ہم سید احمد خان کا اعتقاد لکھتے ہیں جو کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے وہ عبارت سید احمد خان کی یہ ہے:

الٓمٓ۔(یعنی سورہ بقر) یہ سورت انہیں انتیس سورتوں میں سے ہے جن کو خود خدا نے ان کے نام سے موسوم کیا ہے۔یہ حروف مقطعات ان سورتوں کے نام ہیں۔

پھر سرسید احمد خان لکھتے ہیں:

علماء اسلام نے رفع التباس کے لئے ان سورتوں کے نام کے ساتھ جن کے متحد نام تھے یا جن میں حروف مقطعات زیادہ تھے یا کسی صورت کے اہم مضمون پر زیادہ وضاحت سے اشارہ کرنے کی غرض سے اور نیز ان سورتوں کے لئے جو کسی نام سے موسوم نہ تھی، اسے یہودی قاعدہ کے مطابق اسی صورت میں سے کوئی لفظ اس سورۃ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے منتخب کیا جو رفتہ رفتہ ان سورتوں کے نام متصور ہونے لگے مگر درحقیقت وہ الفاظ ہیں جو علماء نے ان سورتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اختیار کر لئے ہیں

پھر سرسید احمد خان لکھتے ہیں:

الم جو اس (بقرہ) کا نام ہے مبتداء ہے اور ذلک مبتداء ثانی ہے اور الکتاب اس کی خبر ہے اور یہ مبتداء وخبر مل کر پہلے مبتداء کی خبر ہیں یعنی الم کا مسمی ذلک الکتاب پرمحمول ہے۔

ناظرین کو سرسید مرحوم کی عبارت سے ثابت ہو گیا ہوگا کہ ان کے نزدیک سورتوں کے نام علماء نے یہودیوں کی طرح اپنی طرف سے اختیار کئے ہیں اور سید مرحوم کے نزدیک ۲۹ سورتیں جن پر حروف مقطعات الم آیا ہے وہی الم ان کا نام ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ حروف مقطعات الم ان سورتوں کے نام نہیں۔اس بحث میں سید مرحوم نے سات غلطیاں کی ہیں:۔

غلطی اول۔حروف مقطعات کو سورۃ کا نام لکھا۔حالانکہ مقطعات کا لفظی معنی خود دلالت کرتا ہے کہ سورت کے ساتھ ان کو ہرگز کوئی تعلق نہیں۔اسی وجہ سے ان کو حروف مقطعات بھی کہا جاتا ہے۔پس جب الم مقطعات ہوئے تو سورت کا اسم کیوں کر بن سکتے ہیں۔

غلطی دوم۔الم تین حروف ہیں۔ہر ایک جدا حرف ہے اور ہر ایک علیحدہ اسم ہے مثلاً

الف ایک اسم ہے، لام ایک اسم ہے، میم ایک اسم ہے۔ پھر یہ تو تین اسم ہوئے۔ پھر تین اسموں کا ایک سمجھنا تو علانیہ غلط ہے۔

غلطی سوم۔ تمام قرآن شریف میں ۲۹ سورتیں ہیں جن پر یہ حروف مقطعات الم آئے ہیں۔ اگر ہم سید صاحب مرحوم کے لکھنے پر ہی یقین کریں کہ یہ سورتوں کے نام ہیں، تو یہ مشکل ہے کہ مخالفین کہیں گے کہ قرآن اچھی خدا کی کلام ہے کہ ۲۹ سورتوں کا نام ایک ہی رکھ دیا۔ کیا خدا کو کوئی دوسرا نام رکھنا بھی نہ آتا تھا۔ معاذ اللہ۔

غلطی چہارم۔ لفظ ذالک اسم اشارہ واحد مذکر غائب ہے۔ مشار الیہ اس کا ماقبل ہوتا ہے۔ آپ نے مابعد الکتاب کو بنایا ہے۔

غلطی پنجم۔ سورتوں کے نام حضرت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہی رکھے گئے تھے۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ حضرت ﷺ نے خود رکھے یا وحی جبریل نے بتائے۔ بہرحال حضرت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی نام سورتوں کے جو کہ آج کل مشہور ہیں لئے جاتے تھے۔ اور منزلیں بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہی بنی ہیں دیکھو بخاری کتاب فضائل القرآن باب انزل القرآن علی سبعة احرف میں عمر بن الخطابؓ سے حدیث مروی ہے کہ ہشامؓ بن حکیم نے صبح کی نماز میں سورت فرقان پڑھی اختلاف قرأت کے ساتھ پھر اصحابوں میں جھگڑا پڑ گیا۔ آخر حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس جھگڑا پیش کیا گیا حضرت ﷺ نے ہشامؓ ابن حکیم کو فرمایا کہ سورت فرقان پڑھو۔ نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ اگر اس وقت سورتوں کے نام مقرر نہ ہوتے تو آنحضرت ﷺ ہشامؓ ابن حکیم کو کیوں فرماتے کہ سورت فرقان پڑھ۔ پس ثابت ہوا کہ سورتوں کے نام زمانہ حضرت ﷺ میں مقرر ہو چکے تھے۔

غلطی ششم۔ سرسید احمد خان نے حروف مقطعات الم کو مبتداء بنایا اور ذالک مبتداء ثانی اور الکتاب اس کی خبر۔ حروف الم مقطعات ہوئے۔ یعنی ان کو عبارت سے کوئی تعلق ہی نہ ہوا تو الم مبتداء کیوں کر بن سکتا ہے اور ذالک مبتداء ثانی کیونکر ہوسکتا ہے۔ پھر الکتاب اس کی خبر کسی صورت میں نہیں بن سکتی، سرسید احمد خان مرحوم نے یہ نہ سوچا کہ مبتداء اور خبر میں اسناد ہوتا ہے حالانکہ کوئی اسناد نہیں۔

غلطی ہفتم۔ حروف مقطعات الم حالانکہ ۲۹ سورتوں پر آئے ہیں مگر ذلک الکتاب لا ریب فیه ماسوا سورہ بقرہ کے اور کسی سورت پر ۲۹ سورتوں میں نہیں لکھے گئے۔ پس

اگر یہ تمام سورتیں متحد المضمون ہوتیں جیسا کہ سرسید احمد خان نے وہم کیا ہے تو ذلک الکتا ب لا ریب فیه کا لا نا بھی ضروری ہوتا۔ چونکہ الم حروف مقطعات ہی ہیں نہ اسم سورتوں کے۔ لہذا پروردگار نے باقی سورتوں الم والی میں ذا لک الکتا ب لا ریب فیه نہ فرمایا۔

سرسید احمد نے حروف مقطعات الم کی غرض بیان فرمائی ہے ہم طوالت کے خوف سے بعینہ عبارت نہیں لکھتے صرف خلاصہ ان کی عبارت کا ناظرین کو دکھلاتے ہیں۔ وہ یہ ہے:

آپ نے الف سے مراد امر بالمعروف لیا ہے۔ لا م سے مراد لیل ونہار لیا ہے۔ م سے مراد موت وحیات لیا ہے۔

مگر یہ استنباط سید مرحوم کا صحیح نہیں کیونکہ سورت روم، لقمان، عنکبوت، سجدہ پر حالانکہ یہی حروف مقطعات موجود ہیں مگر ان میں کوئی احکام امر بالمعروف نہیں بلکہ صرف توحید کا بیان ہے۔ لہذا سید احمد کا یہ استنباط بھی صحیح نہیں۔ اب یہاں سورۃ بقر پر پانچ سوالات پیدا ہوتے ہیں:

سوال اول: سورۃ بقرہ پر حروف مقطعات (الم) کس غرض کے لئے آئے۔ ۲۔ لفظ ذالک اسم اشارہ کا مشار الیہ کون ہے۔ ۳۔ الکتا ب لا ریب فیه کس سے مراد ہے؟ ۴۔ هدی للمتقین کس کی صفت ہے۔ ۵۔ سورۃ بقرہ بعد سورۃ فاتحہ کس غرض سے لائی گئی، یعنی ان میں کیا ارتباط ہے۔

جواب: الم، یادرہے کہ جن سورتوں پر یہ حروف آئے ہیں سب میں تین غرضیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زمانہ نزول قرآن میں تین گروہ تھے۔ بت پرست، موسائی، عیسائی۔ پھر موسائی حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا جانتے تھے اور احکام اسلام میں کئی طرح کے اختلاف کرتے تھے۔ رشوت کی وجہ سے جھوٹے فتوے دیا کرتے تھے اور بعض نصاری، حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور بعض خود خدا اور بعض تثلیث پر یقین رکھتے تھے چونکہ یہ تینوں فریق توحید پر قائم نہ تھے لہذا محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن شریف کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ یہی علت پروردگار نے سورت لم یکن الّذین کفروا من اهل الکتا ب و المشر کین منفکّین حتّی تا تیهم البیّنة.. الخ۔ نزول قرآن شریف کی بیان فرمائی۔ پس آنخضرت ﷺ تینوں فریق مشرک موسائی عیسائی کو ہدایت توحید فرمانے لگے تو ہر سہ فریق نے آنخضرت ﷺ کی تکذیب کی۔ یہودی کہتے تھے کہ یہ قرآن پہلی کہانیاں ہیں۔ بت پرست کہتے تھے کہ یہ ساحر ہے، الغرض بت پرست موسائی عیسائی اپنے اپنے اعتقاد سے باز نہ آئے گو آہستہ آہستہ تینوں فریق سے بہت ایمان بھی لے آئے تاہم آج

تک وہی فریق موجود ہیں ۔

ناظرین کو یہ ثابت ہوگیا ہوگا کہ تین امروں کا مخالفین مذکورہ بالا کو منانا پروردگار کا اصل مقصود تھا۔ وہ تین امر یہ ہیں: امر اول، اللہ ایک ہے۔ امر دوم قرآن شریف منزل من اللہ ہے۔ امر سوم یہ پیغمبر، رسول اللہ ہے۔

پس جن سورتوں میں انہیں تینوں امور مذکورہ بالا کی مخالفوں کو منانے کی ضرورت تھی ان سب سورتوں میں حروف مقطعات الم آئے ہیں جو کہ الف سے مراد الھکم الہ واحد، ہے جس میں وہ تینوں فریق اختلاف رکھتے تھے۔ اور لام سے مراد ھذا کتاب من لدن ہے جس کی نسبت وہ تینوں فریق اختلاف کرتے تھے۔ اور میم سے مراد محمّد الرّسول اللّٰہ۔

خلاصہ مضمون مذکورہ بالا کا یہ ہوا: اللہ ایک ہے، قرآن سچ ہے، محمد ﷺ برحق ہے۔

جو مراد حروف مقطعات (الم) کی ہم نے بیان کی وہ بعینہ سورۃ بقرہ کی آیات مفصلہ ذیل سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں: دیکھو الف کا مصداق آیت الھکم الہ واحد۔ سورۃ بقرہ رکوع ۱۸، لام کا مصدقہ آیت الکتاب لا ریب فیه ۔ ایضاً و لقد انزلنا الیک آیات بیینات۔ میم کا مصدقہ آیت، انّا ارسلنا ك بالحقّ بشیراً ونذیراً ۔ ایضا: وانّک لمن المرسلین سورہ بقرہ رکوع ۲۲۔

سوال دوم: ذا اسم اشارہ کا مشار الیہ کون ہے۔

جواب: یہ بات مسلّم الثبوت ہے کہ ہر ایک سورت ایک کتاب ہے اور یہ بھی بلا شبہ تسلیم ہے کہ سورۃ فاتحہ اجمالی قرآن شریف ہے اور اس میں شک نہیں کہ سورۃ فاتحہ کا طرز کلام ایسا ہے کہ گویا بندہ کی کلام ہے مثلاً ایا ك نعبد و ایا ك نستعین سے بلا شبہ یہ شک ضرور پڑتا ہے کہ یہ کلام خدا کا نہیں بلکہ بندہ کا ہے گو صاحب علم سمجھتے ہیں کہ یہ پروردگار نے طریقہ یاد کرنے اپنے کا سکھایا ہے ۔ اور قل اس میں مقدر ہے لیکن ناواقفوں اور مخالفوں کو کہ جس طرح کہ زمانہ حال میں فاتحہ کی نسبت شک پڑتے ہیں، اسی طرح زمانہ نزول قرآن شریف میں مخالف کہا کرتے تھے۔ لہذا شروع سورۃ بقرہ میں پروردگار نے اسم اشارہ بیان فرمایا ہے جس کا مشار الیہ وہی کتاب سورۃ فاتحہ ہے جس میں مخالفوں کو کلام الٰہی ہونے میں شک تھا۔ اس امر کی تصدیق کیلئے اسم اشارہ لانا ضروری تھا تاکہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ میں ارتباط پیدا ہو۔ لہذا باقی سورتوں میں حروف مقطعات (الم) والی یہ طرز اختیار نہیں کی گئی۔

سوال سوم: الکتا ب لا ریب فیه کس سے مراد ہے۔

جواب: وہی کتاب جس میں مخالفین یہود و نصاری شک کرتے تھے اور اب بھی مخالفین کلام بندہ سمجھتے ہیں۔ الغرض الکتا ب لا ریب فیه وہی سورۃ فاتحہ جس کے برابر کوئی سورت نہیں جس کی شان میں خدا نے اس کو قرآن فرمایا ہے سبع من المثا نی و القر آ ن العظیم

سوال چہارم۔ ھدی للمتقین کس کی صفت ہے۔

جواب: وہی کتاب سورۃ فاتحہ کی صفت ہے جس میں مخالفین کا اعتراض تھا۔

سوال پنجم: سورۃ فاتحہ اور بقرہ میں کیا ارتباط ہے۔

جواب: سورہ فاتحہ میں تین گروہ کا علاوہ دلائل توحید کے بیان ہے مثلاً انعمت جو پیغمبروں اور نیک لوگوں سے مراد ہے۔ اور مغضوب، جو یہود یا وہ لوگ ہیں جن پر واقعی عذاب وارد ہوا تھا۔ سوم ضال جو کہ نصاری یا فاسق فاجر مراد ہیں۔ پس مضمون سورۃ فاتحہ سے چار امر ثابت ہو رہے ہیں ایک توحید اور تین گروہ۔ انہیں چار امور اجمالی کی سورۃ بقرہ میں تفسیر ہے۔ دیکھو پروردگار نے اول رکوع میں مومنون کی تعریف فرمائی اس کے بعد کافروں کی اور رکوع دوم میں منافقوں کا حال بیان کیا۔ رکوع سوم میں اپنی الوہیت اور وحدانیت کے دلائل بیان فرمائے۔ پس اسی ارتباط کی وجہ سے سورۃ بقرہ بعد سورۃ فاتحہ کے اللہ تعالی نے بیان فرمائی اور اسی وجہ سے ذا لک الکتا ب لا ریب فیه ھد ی للمتقین سورۃ بقرہ پر فرمایا اور باقی صورتیں جن پر حروف مقطعات (الم) آئے تھے ذلک الکتاب لا ریب فیه نہ فرمایا۔

حضرت مرزا صاحب ہم نے یہ جتنے ورق سیاہ کئے ہیں یہ سب آپ کی خاطر ہی کئے ہیں کیونکہ آپ سرسید احمد مرحوم کے اصولوں کو پکڑ کر اپنا دعوی افترائی بنا بیٹھے ہیں۔

وجہ نزول قرآن

پہلی وجہ نزول قرآن شریف یہ ہے کہ زمانہ آنحضرت ﷺ میں تین فریق تھے اول کافر دوم نصاری سوم یہود۔ پھر کافر بھی مختلف اعتقاد کے تھے۔ بت پرست، کوکب پرست، حیوان پرست۔ چنانچہ یہی فریق آج کل بھی کم وبیش موجود ہیں۔ فریق دوم نصاری، ان کے تین فریق تھے ایک وہ جو حضرت عیسیٰؑ بن مریم کو خدا سمجھتے تھے۔ دوم وہ جو حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا سمجھتے تھے

۔سوم وہ جو تثلیث کو مانتے تھے۔

فرقہ سوم یہود تھے یہ نہایت ہی مختلف اعتقاد کے تھے بعض عزیرؑ کو خدا کا بیٹا جانتے تھے بعض عاملوں اور درویشوں کو خدا بنا بیٹھے تھے بعض قیامت کے عذاب کو چند روزہ یقین کرتے تھے اور نماز روزہ حج وغیرہ احکام اسلام میں کئی طرح کے افتراء کرتے تھے چنانچہ شتر بحیرہ صائبہ و حام وغیرہ کو حرام جانتے تھے شتر کے گوشت کو مطلق حرام جانتے تھے۔ایک رحم کے دو بچوں کو بعض کیلئے حرام اور بعض کے لئے حلال جانتے تھے۔شہور حرام کو بدل دیتے تھے اور رشوت لے کر جھوٹے فتوے دیتے تھے حتی کہ عیسیٰؑ بن مریم کو (نعوذ باللہ) ولد الزنا اور حضرت مریمؑ کو زانیہ یقین کرتے تھے حالانکہ حضرت عیسیٰؑ تردید اختلافات مذکورہ بالا کے واسطے خدا کی طرف سے رسول تھے کما قال اللہ تعالی و رسو لاً الی بنی اسرا ئیل۔لیکن یہود نے بجائے رسالت ماننے کے انہیں قتل کرانے اور پھانسی چڑھانے کی تدبیریں کیں مگر ان کی تدبیریں کارگر نہ ہوئیں۔نہ پھانسی دیئے گئے نہ قتل کئے گئے چنانچہ ہم عنقریب اس بحث کو مکر یہود میں بیان کریں گے۔

الغرض ناظرین کو مضمون مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا ہو گا کہ ہر سہ فریق میں سے یعنی کافر، نصاری، یہود، کوئی بھی توحید پر ثابت قدم نہ تھا یہی وجہ نزول قرآن شریف کی ہوئی:

لم یکن الّذین کفروا من اھل الکتا ب و المشرکین منفکین حتّی تاتیھم البیّنة ۔ رسول من اللّه یتلوا صحفاً مطھّرة ۔ فیھا کتب قیّمة

پس جب آنحضرت ﷺ دعوت اسلام صراط مستقیم ہر سہ فریق مذکورہ بالا کو کرنے لگے تب حضرت ﷺ کو بھی طرح طرح کے الزام دینے لگے۔مثلاً مفتری شاعر مجنون کذاب۔اور آنحضرت ﷺ کو یہود اور نصاری طرح طرح کے سوالات بھی کرنے لگے مثلاً یہود، حضرت عیسیٰؑ کو ناجائز فطرتی اور بعض مقتول بیان کرتے تھے اور برخلاف ان کے نصاری بعض عیسی کو خدا اور خدا کا بیٹا اور بعض تثلیث کا اعتقاد اظہار کرتے تھے۔چونکہ یہ دونوں فریق افراط اور تفریط میں غرق تھے کیونکہ نہ تو حضرت عیسیٰؑ ناجائز فطرتی اور نہ مصلوب اور مقتول ہوئے تھے اور نہ حضرت عیسیٰؑ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے اور نہ تین خدا تھے جیسا کہ بعض نصاری کا اعتقاد تھا۔پس اسی اختلاف مذکورہ بالا کی وجہ سے قصہ عیسی قرآن شریف میں مختلف مقام پر مختلف اغراض کیلئے خدا تعالی نے بیان فرمایا۔

الغرض چونکہ سب اعتقادات یہود و نصاری محض بہتان تھے لہذا اللہ نے کسی جگہ اعتقاد یہود اور کسی جگہ نصاری کی تردید فرمائی جو لوگ مذکورہ بالا اغراض کا علم نہیں رکھتے ان کو شکوک باطلہ

یہودیہ یا نصاریہ پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ مرزا اسی یہودی اعتقاد کو پکڑ کر کلمات ناشائستہ، بہتانیہ، تاویلیہ، افترائیہ، خودغرضیہ، خیالہ وہمیہ نسبت عیسیٰؑ اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں چنانچہ عیسیٰؑ کو شرابی فاحشہ عورتوں کا مال کھانے والا حتی کہ ناجائز فطرتی بھی اپنی قلم سے لکھتے ہیں نعوذ باللّٰہ

اغراض قرآنی متعلقہ مریم کا بیان

☆ غرض اول: حقیقت پیدائش مریم میں

سوال: بجناب باری تعالیٰ والدہ مریم: ربّ انّی نذرت لک ما فی بطنی محرراً فتقبّل منّی انّک انت السّمیع العلیم ۔ فلمّا وضعتها قالت ربّ انّی وضعتها انثی ۔ (اے رب میرے تحقیق نذر کیا واسطے تیرے جو کچھ بیچ پیٹ میرے کے ہے آزاد کیا ہوا ۔پس قبول کر مجھ سے بیشک تو سننے والا جاننے والا ہے۔ پس جنا اس کو کہا اے رب میرے جنا اس لڑکی کو)

جواب۔ باری تعالیٰ: و اللہ اعلم بما وضعت (اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ جنا)۔

اظہار والدہ مریم: و لیس الذّکر کالا نثی و انّی سمّیتها مریم ۔ (اور نہیں مرد مانند عورت کے اور تحقیق میں نے نام رکھا اس کا مریم)۔

دعا والدہ مریم وقت آزادگی مریم: و انّی اعیذها بک و ذرّیّتها من الشّیطان الرّجیم (اور بے شک میں نے پناہ دی اس کو ساتھ تیرے اور اولاد اس کی کو شیطان راندے ہوئے سے)۔

جواب باری: فتقبّلها ربّها بقبولٍ حسنٍ و انبتها نباتاً حسناً (پس قبول کیا اس کو رب اس کے نے، ساتھ قبول اچھے کے اور اگایا اس کو اگانا خوب اچھا)۔

غرض دوم: حقیقت پرورش مریم کے بیان میں

و کفّلها ذکریّا (اور سونپ دی وہ ذکریا کو)

بیان حال احسانات باری تعالیٰ: و جد عندها رزقاً (پایا نزدیک اس کے رزق)

خبر سوال تعجبانہ ذکریاؑ: قال یا مریم انّی لکِ هذا (کہا اے مریم کہاں سے آیا واسطے تیرے یہ رزق)

جواب مریمؑ: قالت هو من عند اللّٰه انّ اللّٰه یرزق من یّشاء بغیر حساب (کہا مریم

نے وہ نزدیک اللہ سے، تحقیق اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بے شمار)

یہی سبب ہے واسطے اولاد کے دعا مانگنا ذکریا کا:

ھنا لک دعا زکریّا ربّہ (اس جگہ پکارا ذکریا نے پروردگار اپنے کو)

اے ارباب بصیرت! آج کل جو لوگ مثلاً مرزا صاحب بن باپ تولد ہونا حضرت عیسیٰؑ کا محال جانتے ہیں حقیقت میں یہ قول یہود کا تھا جس کو پروردگار نے حضرت زکریا کی نظیر دے کر من وجہ تردید فرمائی کیونکہ عیسیٰؑ کی والدہ تندرست جوان تھی لیکن یحیؑ کے والدین دونوں قابل اولاد نہ تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا کا قول بیان فرمایا:

قال ربّ انّی یکون لی غلام و قد بلغنی الکبر و امرأتی عاقر (کہا اے میرے رب کیونکر ہوگا میرے ہاں لڑکا اور پہنچا ہے مجھ کو بڑھاپا اور بیوی میری بانجھ ہے)

جواب۔ قال کذا لک قال ربّک ھو علیّ ھیّن و قد خلقتک من قبل ولم تک شیئا (کہا اسی طرح۔ کہا رب تیرے نے وہ اوپر میرے آسان ہے اور تحقیق پیدا کیا میں نے پہلے اس سے بیشک نہ تھا تو کچھ)

افسوس حضرت یحیؑ بغیر قابلیت والدین خدا تعالیٰ کی قادریت سے پیدا ہوا اور مرزا صاحب حضرت عیسیٰؑ کو جس کی والدہ توصحیح المزاج تھی بن باپ پیدا ہونا نہیں مانتے بلکہ حکم خدا تعالی یفعل ما یشاء جو کہ دعوی قادریت ایزدی ہے چھوڑ دیتے ہیں۔ افسوس پھر افسوس آپ نے سمجھا بھی نہیں۔ یہ سب آیات مذکورہ بالا سورہ آل عمران اور سورہ مریم کی ہیں۔

غرض سوم: تہمت یہود کے بیان میں

مرزا صاحب کی طرح یہود بھی مریم کو بدکار جانتے تھے جیسا کہ خدا تعالی یہود کا قول بیان کرتا ہے:

قالوا یا مریم لقد جئت شیئاً فریاً۔ یا اخت ھارون ما کان ابوكِ امرأ سوء و ما کانت امّکِ بغیّاً (کہا انہوں نے اے مریم البتہ تحقیق لائی تو ایک عجیب چیز۔ اے بہن ہارون کی نہ تھا تیرا باپ برا اور نہ تھی ماں تیری بدکار)۔

ہم بریت مریم دوسرے موقع پر دکھاوینگے یہاں صرف بہتان یہود اور مرزا کا دکھانا تھا۔

غرض چہارم: بریت مریم کے بیان میں

یہاں پر مریم کا قول اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:

انّی یکو ن لی غلا م و لم یمسسنی بشر و لم اك بغیاً (کیونکر ہوگا واسطے میرے لڑکا اور نہیں ہاتھ لگایا مجھ کو کسی آدمی نے اور نہیں میں بدکار)۔

آیت ہذا سے صاف دو امر ثابت ہوئے کہ نہ یوسف سے نکاح ہوا اور نہ کسی کے ساتھ بدکاری کی۔ مرزا قادیانی، یہود کی طرح دونوں عیب لگاتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ دعویٰ مذکورہ مریم کو تصدیق کرتا ہے:

قا ل کذا لک قا ل ربّک ھو علیّ ھین و لنجعله آ یة للنّاس و رحمةً منّا و کا ن امراً مقضیاً (کہا اسی طرح۔ کہا تیرے رب نے وہ اوپر میرے آسان ہے اور تاکہ کریں ہم اس کو نشان لوگوں کیلئے اور مہربانی اپنی طرف سے اور ہے کام مقرر شدہ)

آیت مذکورہ بالا سے چار امر ثابت ہوئے۔ اول، کسی آدمی نے مریم کو مس نہیں کیا۔ اور نہ مریم بدکار ہے۔ دوم، اللہ تعالیٰ پر بغیر باپ، بیٹا پیدا کرنا آسان ہے۔ سوم، عیسیٰؑ اس کی قادریت کا نشان ہے۔ چہارم، علم ازل میں یوں ہی ہونا تھا۔

ناظرین! مرزا، اعتقاد میں یہودیوں سے کم نہیں۔ مذکورہ بالا آیت سورہ مریم کی ہیں۔

غرض پنجم: اوصاف مریم کے بیان میں

و اذ قالت الملا ئکة یا مر یم انّ اللّٰه اصطفا ك و طھّر كِ و اصطفاكِ علی نسا ء العا لمین (جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ نے برگزیدہ کیا تجھ کو اور پاک کیا تجھ کو اور برگزیدہ کیا تجھ کو اوپر عورتوں عالمین کے)

اے ارباب بصیرت آیت ہذا میں مریم کو خدا نے دو فضیلتیں بخشی ہیں۔ ایک پاکیزگی یعنی پاکدامنی، دوم برگزیدگی تمام عورات عالمین سے۔ یہ دونوں خطاب کسی عورت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اور انعام اور خوش خبری نہیں ملی۔ ہائے افسوس خدا تعالیٰ جس کی یہ فضیلت بیان فرماوے اور مرزا صاحب اس کو تہمت بدکاری کی لگاویں، سوائے خلل دماغ یا بے علمی کے اور کچھ نہیں۔

غرض ششم: بشارت تولد عیسیٰؑ کے بیان میں

و اذ کر فی الکتا ب مر یم ۔ اذ انتبذ ت من اھلھا مکا ناً شر قیّاً ۔

فاتّخذ ت من دونهم حجاباً فارسلنا الیها روحنا فتمثّل لها بشراً سویّاً ۔ قا لت انّی اعو ذ با لرّ حمن منک ان کنت تقیاً ۔ قا ل انّما انا رسو ل ربکِ لا ھب لکِ غلا ماً زکیاً (اور یاد کر بیچ کتاب کے مریم کو جب جا پڑی لوگوں اپنے سے مکان شرقی میں ۔ پس پکڑا ورے ان سے پردہ۔ پس بھیجا ہم نے طرف اس کی روح اپنے کو یعنی فرشتہ پس صورت پکڑی واسطے آدمی تندرست کے۔ کہنے لگی میں پناہ مانگتی ہوں تجھ سے اگر ہے تو پر ہیز گار ۔ کہنے لگا سوائے اس کے نہیں میں بھیجا ہوا ہوں رب تیرے کا، تا کہ بخش جاؤں تجھ کو لڑکا پاکیزہ)

اغراض قرآنی متعلقہ عیسیٰ کا بیان

☆ غرض اول : کیفیت تولد عیسیٰؑ کے بیان میں

فحملته فا نتبذ ت به مکا ناً قصیاً ۔ فا جا ء ھا المخا ض الی جذ ع النّخلة ۔ قا لت یا لیتنی متّ قبل ھذا و کنت نسیاً منسیاً ۔ فنا دا ھا من تحتھا ا لّا تحز نی قد جعل ر بّک تحتکِ سر یّا ۔ و ھزّ ی الیکِ بجذ ع النّخلة تسا قط علیک رطباً جنیا (پس حاملہ ہوگئی ساتھ اس کے پس جا پڑی ساتھ اس کے مکان دور میں ۔ پس لے آیا اس کو درد زہ طرف تنے درخت خرما کے کہا اے کاش میں مرگئی ہوتی پہلے اس سے اور ہوتی بھولی بھولائی ہوئی۔ پس پکارا اس کو نیچے اس کے سے، یہ کہ مت غم کھا، تحقیق کر دیا رب تیرے نے نیچے تیرے چشمہ۔ اور ہلا بیخ کھجور کے طرف اپنی، ڈالے گی اوپر تیرے کھجور تازی)

ناظرین ! ماقبل کی دو آیتوں سے آپ کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ دو احسان یعنی تازہ خرما اور چشمہ آب بھی طاقت بشری اور مرزا کے علم سے بعید ہیں ۔ اگر خرما تازہ اور چشمہ احسان الٰہی مانا جاوے تو تولد عیسیٰؑ بغیر باپ ماننے میں کیا مشکل ہے ۔ اصل بات یہ ہے اگر عیسیٰؑ کو بن باپ اور رفع الی السماء بجسد عنصری نہ مانا جاوے تو دو مشکل پیش آتی ہیں ۔ ایک تو تمام معجزوں کا انکار کرنا پڑیگا جیسا کہ کھجور اور چشمہ کا یہاں خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے، یا اور مقامات میں معجزے پیغمبروں کے بیان فرمائے ہیں جیسا کہ موسیٰؑ کا دریائے نیل سے عبور کرنا اور فرعون کا غرق ہونا اور موسیٰؑ کے عصا

کا اژدہا بننا، ہاتھ مبارک کا سفید ہونا، پتھر سے ۱۲ چشموں کا نکلنا، ابراہیمؑ کے وجود کا آتش نمرودی کو سرد کرنا، سلیمانؑ کے مصاحبوں میں سے ایک شخص کا مطلوبہ چیز کو طرفۃ العین میں لانا، صالح کی اونٹنی کا معہ بچہ پیدا ہونا، کشف سے حضرت خضرؑ کا کشتی میں سوراخ کرنا اور لڑکے کو قتل کر ڈالنا، سلیمانؑ کا غیر جنس جانوروں سے کلام کرنا۔ لشکر جن طیور کا بھرتی کرنا، حضرت محمد ﷺ کا شق القمر کرنا، معراج بجسد عنصری کرنا، ان تمام مذکورہ معجزوں سے انکار کرنا پڑیگا تو پھر قرآن کا کیا حصہ رہا۔

مشکل دوم۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کو بن باپ اور رفع الی السماء بجسد عنصری اور مریمؑ کو بے عیب پاکدامن نہ سمجھا وے تو یہودیوں اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اور نہ مباہلہ سورۃ آل عمران کا کوئی فائدہ ہے۔

غرض دوم: اوصاف عیسیٰؑ کے بیان میں

اذ قالت الملائكة يا مريم انّ اللّه يبشّرك بكلمة منه المسيح عيسى بن مريم وجيهاً في الدّنيا و الآخرة ومن المقرّبين و يكلّم النّاس في المهد و كهلاً و من الصّالحين و يعلّمه الكتاب و الحكمة و التّوراة و الانجيل و رسولاً الى بني اسرائيل (جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ بشارت دیتا ہے تجھ کو ساتھ ایک بات کے اپنی طرف سے نام اس کا مسیح، عیسیٰ بیٹا مریم کا، آبرو والا بیچ دنیا اور آخرت کے، اور مقربوں میں سے ہے، اور کلام کرے گا لوگوں سے بیچ جھولے کے یعنی طفولیت میں اور صالحین سے ہے اور سکھا وے گا اس کو لکھنا اور حکمت یعنی خواص الاشیاء اور توراۃ اور انجیل اور رسول طرف بنی اسرائیل کے)

اے ارباب بصیرت یہ اوصاف حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ آیات قرآنی نہیں؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اوصاف جمیلہ نہیں؟ پس جب مرزا صاحب ان اوصاف حمیدہ کو چھوڑ کر بہتان شراب، ناجائز فطرتی، فاحشہ عورتوں کے مال کھانے والا، یہودیوں کی طرح لگاتے ہیں تو آپ خود سوچ سکتے ہو کہ مرزا صاحب کو قرآن شریف کے معانی سے کہاں تک واقفیت ہے؟ کیا ایسے کلمات کہنے والا دعوی اسلام میں صادق ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں

غرض سوم: دعوت عیسیٰؑ کے بیان میں

جب حضرت عیسیٰؑ مامور بدعوت اسلام ہوئے تب بنی اسرائیل کو دعوت اسلام کرنے لگے

انّی قد جئتکم بآ یۃٍ مّن رّ بّکم انّی اخلق لکم من الطّین کھیئۃ الطّیر فا نفخ فیہ فیکو ن طیراً با ذن اللّٰہ و ابری ا لا کمہ و الا برص و ا حی الموتی با ذن اللّٰہ و انبّئکم بما تا کلو ن و ما تدّ خرون فی بیوتکم انّ فی ذلک لآ یۃ لکم ان کنتم مو منین ۔ و مصدقاً لّما بین یدیّ من التّوراۃ و لاحل لّکم بعض الّذی حرّ م علیکم و جئتکم بآ یۃ مّن رّبّکم فا تّقوا اللّٰہ و اطیعون، انّ اللّٰہ ر بّی و ربّکم فا عبدوہ ھذا صراط مستقیم ۔ (آ یا ہوں میں تمہارے پاس ساتھ نشانی رب تمہارے کے، یہ کہ میں بنا تا ہوں واسطے تمہارے مٹی سے مثل صورت جا نور کی ۔ پس پھونکتا ہوں میں بیچ اس کے پس ہو جا تا ہے جا نور ساتھ اذن اللہ کے، اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے اور سخت برص کو، اور زندہ کرتا ہوں مردے کو حکم اللہ سے، اور خبر دیتا ہوں تم کو ساتھ اس چیز کے جو کھا تے ہو تم اور جو کچھ ذخیرہ کرتے ہو تم بیچ اپنے گھروں کے ۔ بیچ اسکے نشانی ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم ایمان والے ۔ اور سچ کرنے والا ہوں اس چیز کو جو آ گے میرے ہے تو رات سے اور تا کہ حلال کروں میں واسطے تمہارے بعض وہ چیز کہ حرام کی گئی ہے او پر تمارے، اور لا یا ہوں پاس تمہارے نشانی رب تمہارے سے ۔ پس ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا ۔ بے شک اللہ رب میرا ہے اور رب تمہارا پس عبادت کرو اس کی ۔ یہی راہ سیدھی ہے)

اے ناظرین دعوی حضرت عیسیٰؑ پر غور فرماویں جو کہ خدا تعالی نے حال دعوت حضرت عیسیٰؑ کا قرآن میں بیان فرمایا ہے پھر مرزا، حضرت عیسیٰؑ کے حق میں یہود کی طرح کلمات ناشائستہ فرماتے ہیں ۔ دیکھیں یہ انکار قرآن نہیں تو کیا ہے؟

غرض چہارم : امداد انصار کے بیان میں

حضرت عیسیٰؑ نے جب یہود کو دعوت راہ مستقیم کی تو یہود نے ان کی تکذیب کی تب حضرت عیسیٰؑ نے انصار سے امداد طلب کی:

فلمّا احسّ عیسی منھم الکفر قال من انصاری الی اللّٰہ ۔ قال الحواریّو ن نحن انصار اللّٰہ ۔ امنّا با للّٰہ۔ و اشھد با نّا مسلمو ن ۔

ربّنا آمنّا بما انزلت و اتبعنا الرّسول فا کتبنا مع الشّا ھدین

(پس جب دیکھا عیسیٰؑ نے ان سے انکار، کہا کون ہے مدد دینے والا مجھ کو طرف اللہ کی۔ کہا حواریوں نے ہم ہیں انصار اللہ، ایمان لائے ہم ساتھ اللہ کے اور تو گواہ ہو ساتھ اس کے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اے پروردگار ہمارے! ایمان لائے ہم ساتھ اس چیز کے جو اتاری تو نے اور پیروی کی ہم نے رسول کی۔ پس لکھ ہم کو ساتھ شاہدوں کے)

آیت ہذا سے مابعد کی آیت میں اللہ تعالیٰ مکر یہود بیان فرماتا ہے جس کے معنی مرزا صاحب کو خلل دماغ اور بے علمی کی وجہ سے منشاء قرآن شریف کے مطابق سمجھ میں نہیں آئے۔ اس بحث کو ہم دوسری جگہ مکر یہود میں دکھلاتے ہیں۔

غرض پنجم: مکر یہود کے بیان میں

غرض ہذا میں تین امور بحث طلب ہیں جب تک ان کا علم نہ ہو قرآن شریف کا مطلب حل نہیں ہوسکتا۔ وہ امر یہ ہیں: امر اول، زمانہ نزول قرآن شریف میں لوگوں کے اعتقاد عیسیٰؑ بن مریم کی نسبت کیا تھی؟ امر دوم قرآن شریف میں قصہ عیسیٰؑ کیوں آیا؟ امر سوم۔ ذکر مکر یہود سورہ آل عمران میں کیوں آیا؟

امر اول: زمانہ نزول قرآن میں لوگوں کے تین فریق تھے۔ بت پرست، موسائی، عیسائی۔ پھر بت پرست مختلف اعتقاد کے تھے جیسا کہ ہم سابقاً ذکر کر چکے ہیں اور بت پرست عیسیٰؑ کی نسبت کچھ بحث نہ کرتے تھے۔ دوم موسائی ان کے بھی مختلف فریق تھے۔ بعض عزیرؑ کو خدا کا بیٹا جانتے تھے بعض درویشوں کو خدا بنا بیٹھے تھے، بعض اپنے آپ کو خدا کے دوست یا بیٹے سمجھتے تھے۔ الغرض یہود کے بے تعداد فریق تھے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے انّ ھذا القرآ ن یقص علی بنی اسرا ئیل اکثر الّذی ھم فیه یختلفو ن (بے شک یہ قرآن بیان کرتا ہے اوپر بنی اسرائیل کے اکثر اس چیز کا کہ وہ بیچ اس کے اختلاف کرتے ہیں) اور عیسیٰ بن مریم کی نسبت تہمت فطرت ناجائز و بدکاری لگاتے تھے جس کو ہم غرض سوم تہمت یہود میں بیان کر چکے ہیں۔ اور بعض مقتول اور بعض مصلوب ہونا بھی یقین کرتے تھے۔ دوم عیسائی، ان کے بھی بہت فریق تھے۔ ایک وہ جو عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا جانتے تھے دوسرے وہ جو عیسیٰؑ کو خود خدا ہی مانتے تھے تیسرے وہ جو تثلیث کے قائل تھے۔ چوتھے وہ جو عیسیٰؑ بن مریم کو یوسف کا بیٹا سمجھتے تھے۔ پانچویں وہ جو مریم کا باپ ہیلی سمجھتے تھے۔ چھٹے

وہ جو مریم کا باپ عمران سمجھتے تھے، لیکن قرآن شریف عمران ہی کو ثابت کرتا ہے۔ پس ناظرین کو دو امر ثابت ہو گئے ہوں گے۔ اول یہ کہ ہر سہ فریق مشرک، یہود، نصاری، میں سے توحید پر کوئی بھی ثابت قدم نہ تھا۔ دوم اصل واقعہ عیسیٰؑ میں کئی طرح کے اختلاف کیئے ہوئے تھے جن کی تردید میں اللہ نے واقعہ عیسیٰؑ کی اصلیت بیان فرمائی۔ یہی وجہ نزول قرآن شریف ہے:

لم یکن الّذین کفروا من اھل الکتاب و المشرکین منفکّین حتّی تاتیھم البیّنۃ۔ رسول مّن اللّٰہ یتلوا صحفاً مطھّرۃ فیھا کتب قیّمۃ

(نہ تھے وہ لوگ جو کافر ہوئے اہل کتاب سے اور مشرک باز رہنے والے یہاں تک کہ آوے ان کے پاس دلیل روشن۔ پیغمبر، خدا کی طرف سے پڑھتا ہوا صحیفہ پاکیزہ۔ بیچ ان کے ہیں کتابیں قائم کرنے والی دین کو)۔

امر دوم: قصہ عیسیٰؑ قرآن شریف میں کیوں آیا، اس کی وجہ اختلاف مذکورہ بالا ہے۔

امر سوم: ذکر مکر یہود سورہ آل عمران میں کیوں آیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اعتقادات باطلہ یہود و نصاری جو کہ حضرت عیسیٰؑ و مریمؑ کی نسبت رکھتے تھے سورہ آل عمران میں ان کی تردید معہ اصل واقعہ اللہ نے بیان فرمائی۔ مثلاً شروع آل عمران میں صفت حی قیوم اپنی بیان کی جو یہ صفت نہ ہی عیسی کو نہ ہی مریم کو اور نہ ہی عزیر کو حاصل تھی۔ پس ثابت ہو گیا کہ ہر سہ اشخاص بندگان خدا میں سے تھے۔ اس کے بعد قرآن شریف کی تعریف فرمائی کہ یہ مصدق ہے تورات اور انجیل کا اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہ فرقان ہے یعنی فرق کرنے والا تحریفوں کا جو یہود اور نصاری نے تورات اور انجیل میں کی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالی پر کوئی بات زمین کی مخفی نہیں۔ اس کے بعد فرمایا اللہ وہ ذات ہے جو تمہاری صورتیں بناتا ہے بیچ رحم کے جس طرح چاہتا ہے۔ یہ اشارہ ہے حضرت عیسیٰؑ کی طرف۔ یہ دونوں قومیں یہود اور نصاری افراط و تفریط کرتی تھیں یعنی یہود حضرت عیسیٰؑ کو ناجائز فطرتی اور مریم کو بدکار سمجھتے تھے اور بعض نصاری برخلاف ان کے عیسیٰؑ کو خدا اور کوئی خدا کا بیٹا کوئی تثلیث مانتے تھے۔ نتیجہ بحث کا یہ ہوا کہ خدا تعالی جس طرح چاہتا ہے رحم میں صورت دے دیتا ہے بن باپ، با باپ، ہر طرح سے قادر ہے۔ نہ عیسیٰؑ ناجائز فطرتی ہے اور نہ اس کا باپ یوسف ہے۔ علی ہذا تین رکوع آل عمران تک مختلف طرح پر تردید یہود و نصاری بیان فرمائی اور رکوع چہارم میں پروردگار نے اصل واقعہ عیسیٰؑ و مریمؑ شروع فرمایا اس طرز پر کہ جس طرح تاریخ بیان کی جاتی ہے۔ فرمایا بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام لوگوں پر برگزیدہ کیا۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ اول آدمؑ جد پیغمبران تھے اس کے بعد نوحؑ اس کے بعد ابراہیمؑ بعدہ جتنے پیغمبر ہوئے آل ابراہیم سے ہوئے اور اس کے بعد آل عمران کو بیان فرمایا۔ عمران نام ہے والد مریم کا جس کو بعض یہودی و نصاری ہیلی بھی سمجھتے ہیں جو آج کل بھی مریم کے باپ کا نام ہیلی مشہور ہے۔ ایک اختلاف تو اللہ تعالی نے والد مریم کے نام سے رد کیا اس کے بعد والدہ مریم کا قول بیان فرمایا اور اس میں تمام کیفیت نذر ماننے والدہ مریم کی جو کچھ جواب وسوال اس وقت ہوئے تھے معہ قبول نذر بیان فرمائی۔ اس کے بعد مریم کی پرورش کا حال جو کہ ذکریا کفیل ہوا تھا بیان فرمایا، نیز تولد یحی کی بھی پوری کیفیت بیان فرمائی جو کہ عیسیؑ کی پیدائش سے کم نہیں۔ اس کے بعد رکوع پنجم میں حضرت مریم کی تعریف شروع فرمائی اس کے بعد اپنے مامور آنحضرت ﷺ کی تصدیق فرمائی ذلک من انباء الغیب نوحیه الیک۔ اس کے بعد وہ زمانہ بیان فرمایا جس وقت حضرت مریم کو بذریعہ وحی تولد عیسیؑ کی خبر دی گئی تھی۔ اس کے بعد عیسیؑ کے اوصاف بیان فرمائے۔ اس کے بعد عیسیؑ کی دعوت جو بنی اسرائیل کو تھی، بیان فرمائی۔ لیکن بنی اسرائیل نے حضرت عیسیؑ کی تکذیب کی۔ اس کے بعد پروردگار نے حال بیان فرمایا جب کہ عیسیؑ نے بنی اسرائیل کی تکذیب دیکھی تو انصار سے مدد طلب کی، نیز انصار کی مدد کا حال بیان کیا۔ آخر اس آیت کے بیان فرمایا کہ یہود نے حضرت عیسیؑ کے قتل کرانے کی تدبیریں کیں مگر میں بہتر تدبیر کرنے والا ہوں، اس کے بعد رکوع ششم آل عمران میں وہ خبر دی جو کہ مکر یہود کے وقت پروردگار نے عیسیؑ کو فرمائی تھی جس سے رفع الی السماء بجسد عنصری ثابت ہوتا ہے جو کہ عنقریب ہم انشاء اللہ ناظرین کو دکھائیں گے۔ اس کے بعد پھر مامور آنحضرت ﷺ کی تصدیق فرمائی ذلک نتلوه علیک من الآیات و الذّکر الحکیم۔ اس کے بعد بیان فرمایا کہ پیدائش عیسیؑ میرے نزدیک مثل بابا آدم کی ہے۔ ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ بعض لوگوں نے (مثل سرسید احمد) آدم کے معنی عام انسان کے لئے ہیں مگر وہ صحیح نہیں اس لئے کہ جہاں ذکر انسان کا قرآن میں آتا ہے وہاں لفظ انسان سے اللہ نے یاد فرمایا:

فامّا الانسان اذا ما ابتلاه ....، یا ایھاالانسان ما غرّك ...، ھل اتی علی الانسان حین مّن الدّھر... انّا خلقنا الانسان من نطفة۔ ۔ انّ الانسان لفی خسر، انّ الانسان لربّه لکنود

الغرض تمام قرآن میں پروردگار نے انسان کا لفظ عام آدمی کے واسطے بیان فرمایا۔ اور

لفظ آدم تمام قرآن میں بابا آدم کے واسطے استعمال فرماتا ہے۔ اب ہم اس دعوی کو قرآن شریف سے ثابت کر کے دکھلاتے ہیں کہ لفظ آدم مخصوص ہی ساتھ بابا آدم کے ہے دیکھو اللہ فرماتا ہے:

ان اللّٰہ اصطفی آدم؛ و علّم آدم الاسماء؛ قال یا آدم؛ و اذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا؛ و قلنا یا آدم اسکن؛ فتلقی آدم من ربّہ؛ یا بنی آدم قد انزلنا علیکم؛ یا بنی آدم لا یفتننّکم الشّیطان؛ یا بنی آدم خذوا زینتکم؛ یا بنی آدم امّا یاتینکم؛ و لقد عھدنا الی آدم؛ یا آدم انّ ھذا؛ یا آدم ھل ادلک

و عصی آدم (طہ)

یہ تمام مثالیں اسم آدم کی جو قرآن شریف میں اللہ تعالی نے بیان کی ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالی نے لفظ آدم بابا کے لئے مذکورہ بالا مقامات میں بیان نہیں فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے انّ مثل عیسی عند اللّٰہ کمثل آدم سے عام آدمی یا انسان نطفی خلقت سے مراد لیا ہے انہوں نے علانیہ غلطی کی، صرف غلطی ہی نہیں بلکہ تکفیر کی۔ کیونکہ ان کو اس غلطی پر یہ بھی کہنا پڑا کہ عیسیٰؑ بن باپ نہیں بلکہ یوسف کا بیٹا ہے معاذ اللہ۔ اب ہم پھر بحث وہی پہلی ناظرین کو دکھاتے ہیں انّ مثل عیسی کے بعد اللہ نے فرمایا: الحقّ من ربّک فلا تکوننّ من الممترین۔ ناظرین، الحق کا الف لام جنس کا ہے جس سے مراد تمام قصہ عیسیٰؑ جو بیان ہوا ہے حق اور سچ ہے۔ یعنی عیسیٰؑ پیغمبر بن باپ معجزوں کے دکھانے والا، نہ مقتول ہوا نہ مصلوب۔ لیکن یہود نے بھی مرزا صاحب کی طرح انکار کیا لہذا اس آیت کے بعد حکم مباہلہ ہوا لیکن انہوں نے مباہلہ بھی نہ مانا۔ پھر اس کے بعد پروردگار نے آنحضرت ﷺ کو حکم فرمایا کہ کہہ دے مخالفوں کو کہ اگر اصل واقعہ عیسیٰؑ نہیں مانتے اور اپنے اختلاف کو نہیں چھوڑتے اور مباہلہ بھی نہیں کرتے تو آئیں طرف ایک بات جو کہ وہ توحید ہے۔ مگر پھر بھی حق کی طرف نہ آئے اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے حق میں جھگڑنے لگے کیونکہ یہود اپنے آپ کو ابراہیمی مذہب پر سمجھتے تھے علی ہذا عیسائی۔ اس کے جواب میں پروردگار نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نہ مذہب یہودی پر ہے نہ نصاری پر۔ اس کے بعد کئی طرح ہوتا ہوتا، دس رکوع آل عمران تک چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد پروردگار مسلمانوں کو مخاطب کر کے احکام بیان فرماتا ہے۔ الغرض منجملہ اختلافات یہود و نصاری میں مقتول و مصلوب ہونا حضرت عیسیٰؑ کا جو کہ فی الحقیقت خلاف اصل بلکہ جھوٹ تھا، خدا تعالی نے بیان فرمایا۔ اب ہم پہلے ثبوت دینے

اختلاف جھوٹ یہود و نصاری کے قرآن کا خلاصہ مضمون جو کہ ماقبل مکر یہود کے ہے بیان کرتے ہیں۔ اللہ نے قرآن میں عیسیٰؑ کی دعوت جو کہ وہ یہود کو کرتے تھے اس طرح بیان فرمائی ہے:

بیشک میں لایا ہوں تمہارے پاس نشان پیغمبری کے رب تمہارے سے۔ وہ نشان یہ ہے بیشک میں پیدا کرتا ہوں واسطے تمہارے مٹی سے صورت جانور کی پس پھونکتا ہوں میں بیچ اس کے یعنی روح۔ پس ہو جاوے گا جانور خدا کے حکم سے (نشانی یعنی معجزہ) اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھوں کو اور سخت برص کو۔ بے شک زندہ کرتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے اور خبر دیتا ہوں تم کو ماکول تمہاری اور جو کچھ کہ ذخیرہ کرتے ہو تم گھروں میں ۔آخر عیسیٰؑ نے فرمایا بے شک بیچ مذکورہ معجزوں کے ضرور نشانی ہے واسطے تمہارے (یعنی نشانی پیغمبری میری کی) اگر تم ایمان لانے والے (یعنی میری پیغمبری پر)

اس کے بعد عیسیٰؑ نے کہا بے شک میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کا اور میں پیغمبر اس لئے ہوا ہوں تا کہ حلال کروں واسطے تمہارے بعض اس چیز کا جو حرام کی گئی ہیں اوپر تمہارے یعنی یہودی شریعت میں بوجہ نافرمانی ان کی کے خدا تعالی نے احکام سخت کئے ہوئے تھے جیسا کہ سورہ اعراف میں خدا تعالی فرماتا ہے: ذلک جزینا هم ببغیهم و انا لصادقون۔

اور سورۃ نساء میں فرماتا ہے: و اخذ نا منهم میثا قاً غلیظاً ۔ فبما نقضهم میثا قهم و کفرهم بآیات اللّٰه .. الخ

اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے کہا میں لایا ہوں تمہارے پاس حکم رب تمہارے کے پس ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو اس واسطے کہ بے شک اللہ رب میرا اور رب تمہارا ہے یعنی عبادت اس کی کرو۔ حضرت عیسیٰؑ نے یہ کیوں کہا کہ بعض یہود حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا بعض درویشوں کو خدا بناتے تھے۔ اس کے بعد کہا کہ یہی صراط مستقیم ہے۔

ناظرین یہ جو مذکور ہوا ہے پروردگار نے حال دعوت عیسیٰؑ بیان فرمایا۔ اس کے بعد خدا تعالی وہ خبر دیتا ہے جو کہ یہود نے انکار کی تھی: فلما احسّ عیسی منهم الکفر یعنی انکار پیغمبری عیسیٰؑ۔ اس کے بعد عیسیٰؑ نے کہا انصار کو، کون مدد دینے والا ہے مجھ کو طرف اللہ کی؟ الغرض انصار نے اقرار کیا کہ ہم مددگار ہیں اور ایمان لانے والے ہیں خدا پر اور تیری پیغمبری پر۔ اس کے بعد پروردگار وہ خبر بیان فرماتا ہے کہ جو یہود نے عیسیٰؑ کے قتل کرانے کے لئے تجویز کی تھی۔

اب ہم تجویز یہود بیان کرتے ہیں۔ جب حضرت عیسیٰؑ کی ہدایت راہ مستقیم سے یہود

نے انکار کیا تب علماء یہود نے اس وقت کے حکمران کو کہا کہ عیسیٰ ناجائز فطرتی کذاب دعوی پیغمبری کرتا ہے اور احکام توراۃ کو چھوڑتا ہے۔ پس حکمران نے عیسیٰ کو سولی دینے کا حکم دیا لیکن پروردگار نے عیسیٰ کو بجسد عنصری آسمان پر اٹھا لیا۔ اور عیسیٰ کے شبہ میں میں ایک اور شخص پکڑا گیا اور وہ سولی بھی دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل بعض نصاری بھی عیسیٰ کو سولی دیئے جانے کا اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ ان کی انجیلوں میں لکھا ہوا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی اختلاف لکھا ہے کہ عیسیٰ سولی پر فوت نہیں ہوئے بلکہ عیسیٰ سولی پر بے ہوش ہو گئے۔ اور میعاد مقررہ پر سولی سے اتار لئے گئے تب ان کو دفن کیا گیا حسب حکم حکمران کے، پھر حواریوں نے عیسیٰ کو رات کے وقت قبر سے نکال لیا پھر وہ اپنی طبعی موت سے مرے۔ مگر اس اعتقاد نصاری پر تین اعتراض ہیں۔ اول اگر فی الواقع عیسیٰ سولی دیئے گئے ہوتے تو خدا تعالی نے و ما صلبوہ کیوں فرمایا۔ دوم ذکر مکر یہود میں کیوں فرمایا و اللّٰہ خیر الماکرین۔ سوم قصہ پیدائش وغیرہ کا خدا نے بیان فرمایا اور مرجانے اور دفن کا کیوں نہ فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا و مرشد مرزا، جس کی کتابوں سے مرزا نے اپنا مذہب خود تراش کیا ہے، غرض قصہ عیسیٰ سے بلکہ قرآن شریف سے یقیناً ناواقف ہیں۔ اب ہم دلائل بینہ نہ مرنے عیسیٰ کے اور بجسد عنصری آسمان پر چڑھائے جانے کے ناظرین کو دکھلاتے ہیں وہ دلائل یہ ہیں:

دلیل اول: رکوع چہارم آل عمران جس قصہ عیسیٰ سے شروع ہوتا ہے رکوع چھ تک جہاں قصہ عیسیٰ کا ختم ہوتا ہے تمام وقف کافی ہے۔ کافی وہ وقف ہوتا ہے جسکے ماقبل اور مابعد کا مضمون ملتا ہو۔ علی ہذا وقف و مکروا و مکر اللّٰہ و اللّٰہ خیر الماکرین پر وقف کافی ہے

دلیل دوم مکر یہود کے بعد اللہ تعالی دعوی خیر الماکرین کا فرماتا ہے: و اللّٰہ خیر الماکرین۔ اگر عیسیٰ کو سولی دیئے جانے یا مرجانے کا یقین کیا جاوے تو یہ دعوی ایزدی و اللّٰہ خیر الماکرین کا کوئی معنی نہیں۔

دلیل سوم: جہاں آیت و اللّٰہ خیر الماکرین ختم ہوتی ہے اور آیت اذ قال اللّٰہ شروع ہوتی ہے کوئی عطف نہیں بلکہ اذ ظرفیہ (تفسیریہ) ہے جس کا ظرف وہ وقت ہے جب اللہ تعالی نے عیسیٰ کو مکر یہود سے بچایا۔

دلیل چہارم: اذ قال اللّٰہ یا عیسی میں آنحضرت ﷺ کو مکر یہود کی خبر دی ہے یعنی آیت ہذا و اللّٰہ خیر الماکرین کی تفسیر ہے۔

دلیل پنجم۔ انی متوفیک جو ایک جملہ خبریہ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معنی اس

کا اٹھانے کے ہیں کیونکہ خدا تعالی نے آگے کسی پیغمبر کو مرنے کی اطلاع نہیں دی۔

دلیل ششم: و را فعک میں واو عطف تفسیری ہے جسکے معنی ہیں: اٹھا لینے والا ہوں تجھ کو

دلیل ہفتم: و را فعک میں کاف خطاب کا ہے خطاب جسم مع الروح کو ہوتا ہے نہ صرف روح کو۔ دیکھو مثال قرآنی والدہ عیسیؑ: یا مریم انّ اللّٰہ اصطفاك و طهّرك و اصطفاك؛ اذ اوحینا الی امّک ما یوحی

دلیل ہشتم: کلمہ الیّ سے ثابت ہے کہ عیسیؑ زندہ خدا نے اپنی طرف اٹھا لئے ورنہ الیّ کی ضرورت نہ تھی۔

دلیل نہم: و مطہّرك میں دو دلیلیں ہیں اٹھا لینے کی۔ اول مطہّرك کے اس مقام پر بچا لینے کے ہیں نہ پلیدی سے پاک کرنے کے۔ دوم کاف خطاب کا ہے جسم مع الروح کے واسطے ہوتا ہے۔

دلیل دہم: من الّذین کفروا میں من نسبتیہ ہے الذی موصولہ ہے کفروا سے وہ یہود مراد ہیں جنہوں نے حضرت عیسیؑ کے ساتھ مکر یعنی تدبیر پھانسی کی کرائی تھی۔ ایضاً دیکھو و جاعل الّذین اتّبعوك فوق الّذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ آیت ہذا سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیؑ زندہ ہی آسمان پر ہیں اور پھر آئینگے کیونکہ آیت ہذا میں اللہ، حضرت عیسیؑ کو خوش خبری دیتا ہے کہ تیری پیروی کرنیوالے لوگ تیرے مخالفوں پر قیامت تک غالب رہینگے اگر زندہ آسمان پر نہ چڑھائے جاتے تو آیت ہذا سے خوشخبری دینے کا کوئی معنی نہیں۔ ضرور ہی آویں گے۔ تصدیق آیت ہذا دیکھو و انّه لعلم للسّاعة فلا تمترن بها و اتّبعون لہذا اللہ نے پہلی آیت میں قیامت کا لفظ فرمایا۔

دلیل یاز دہم: عطف ثمّ۔ یہ عطف تراخی کا ہے۔۔یہود جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ در بارہ مقتول و مصلوب عیسی کے جھگڑا کرتے تھے ان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

ثمّ الیّ مرجعکم فا حکم بینکم فیما کنتم فیه تختلفون

آیت ہذا میں سب ضمیر مخاطب کے ہیں۔ اس سے ذرہ بھی شبہ نہیں ہوسکتا کہ یہ آیت جس میں ہم بحث کر رہے ہیں وہ یہودی مخاطب ہیں جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ مقتول یا مصلوب ہونے عیسیؑ کے بارہ میں جھگڑا کرتے تھے۔

دلیل دواز دہم: فیما کنتم فیه تختلفون۔ آیت ہذا میں فیه میں جو ضمیر ہے

مرجع اس کا مکر یہود ہے اور تختلفو ن سے صاف ثابت ہے کہ یہود نے اپنا اختلاف جو کہ وہ بعض مقتول ہونا عیسیٰؑ کا اور بعض مصلوب ہونا یقینی امر جانتے تھے اس اعتقاد سے باز نہ آئے۔

دلیل سیز دہم: فا الذین کفروا سے صاف ثابت ہے کہ جو لوگ بعد سمجھانے آنحضرت ﷺ کے اپنے اعتقاد سے باز نہ آئے ان کے لئے وعدہ عذاب کا پروردگار نے فرمایا جیسے کہ آیت ہذا میں ہے: فا عذّ بھم عذا باً شدیداً ۔

دلیل چہاردہم: و امّا الّذ ین آ منوا سے مراد ایمان لانا اس بات پر کہ حضرت عیسیٰؑ نہ مقتول ہوئے نہ مصلوب۔

دلیل پانز دہم: ذلک نتلوہ علیک من ا لآیات و الذّ کر الحکیم اگر متوفی کا معنی فوت ہونا لیا جائے تو مسلمانوں اور یہودیوں میں کوئی فرق نہیں اور نہ کوئی آیت ہذا کا فائدہ ہے

دلیل شانز دہم: فمن حا جک فیہ .. الخ ۔ آیت ہذا مباہلہ کی آیت ہے اور فیہ کا ضمیر کا مرجع وہی اختلاف مکر یہود وغیرہ ہے اگر یہود اپنے اعتقاد مقتول اور مصلوب سے باز آتے اور حضرت عیسیٰؑ کو بن باپ سمجھتے تو مباہلہ کی ضرورت نہ تھی۔

دلیل ہفدہم: ان ھذا لھو القصص الحق (اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ وہ سچے قصے ہیں) آیت ہذا مابعد اتمام واقعات تردید اختلاف یہود و نصاری جو کہ نسبت عیسیٰؑ اور مریمؑ کے کرتے تھے بطور فیصلہ کلی مقولہ منجانب باری تعالی بیان ہوا ہے۔ یعنی عیسیٰؑ بن باپ ہے اور مریمؑ مسّ شیطان سے پاک ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب۔ بلکہ بجسد عنصری آسمان پر چڑھائے گئے اگر حضرت عیسیٰؑ کو سولی دیا جانا یا قتل کیا جانا یا یوسف کا بیٹا قرار دینا صحیح ہوتا تو آیت انّ ھذا لھو القصص الحق کا کوئی معنی نہیں کیونکہ ھذا کا مشار الیہ اور ھو کا مرجع وہی بیان جو رکوع سوم سورۃ آل عمران سے شروع ہو کر رکوع ششم تک یعنی آیت ہذا، جس میں ہم بحث کر رہے ہیں، پر ختم ہوا ہے حق اور سچ ہے۔

دلیل ہژدہم: و ما قتلوہ و ما صلبوہ .. الخ، پروردگار نہ فرماتا۔

دلیل نوزدہم: بل رفعہ اللّٰہ ۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کو بجسد عنصری رفع الی السماء نہ سمجھا جاوے تو آیت ہذا کا کوئی معنی نہیں۔

دلیل بستم: و ان من اھل الکتا ب الّا لیؤ منّن بہ قبل مو تہ ۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کو زندہ آسمان پر نہ سمجھا جاوے تو آیت ہذا کا کوئی معنی نہیں۔

دلیل بست و یکم: و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنک: آیت ہذا میں دو دلیلیں ہیں ایک: حضرت عیسیٰؑ، مکر یہود سے بچ گئے۔ دوم: زندہ ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے عنک فرمایا ہے۔ کاف خطاب جسم مع الروح کیواسطے ہوتا ہے نہ صرف روح پر۔

دلیل بست و دوم: و انّه لعلم للسّا عة ۔ فلا تمتر ن بها و اتبعون۔ آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول، حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر ہیں۔ دوم، ان کا پھر آنا قیامت کی نشانی ہے۔ سوم، زمانہ آنحضرت ﷺ کے یہود حضرت عیسیٰؑ کے زندہ اور پھر آنے پر مرزا صاحب کی طرح انکار کرتے تھے لہذا پروردگار نے فرمایا فلا تمتر ن بها ضمیر بها کا مرجع علامت ہے نہ نفس عیسیٰؑ۔

دلیل بست سوم: و جعلنا ها و ابنها آیةً للعا لمین سے صاف ثابت ہے کہ عیسیٰؑ بن مریم بغیر باپ پیدا ہوئے اور زندہ آسمان پر ہیں ورنہ آیت ہذا کا کوئی معنی نہیں۔

بحث تو فی

اب ہم لفظ متوفی پر بحث کرتے ہیں جس کے معنی مرزا صاحب فوت ہونا حضرت عیسیٰؑ کا سمجھتے ہیں۔ لفظ متوفی کے بہت معنی ہیں جیسا کہ

قل یتو فّاکم ملک المو ت الّذ ی .. الخ۔

و الّذین یتو فّو ن منکم و یذ رو ن ازوا جاً

ان دونوں مقاموں پر صاف موت کا معنی ہے۔

ایضاً: هو الذی یتو فّا کم با للّیل و یعلم ما جرحتم با لنّهار .. الخ۔ آیت ہذا سے ثابت ہے کہ لفظ یتو فی نیند کے معنی پر آیا ہے۔

ایضاً: فا ن شهدوا فا مسکو هنّ فی البیو ت حتّی یتو فّهن المو ت

آیت ہذا میں صاف ثابت ہے کہ یتو فی پورا لینے پر بولا گیا ہے جو حقیقی معنی ہیں اگر موت کا معنی لیا جاوے تو لفظ موت لفظاً موجود ہے اور اگر ایک ہی معنی دونوں کا سمجھا جاوے تو بلاغت کے برخلاف ہے کیونکہ تکرار آتا ہے۔ الغرض تو فی کے تین معنی ثابت ہوئے۔ پورا لینا حقیقۃ، موت مجازاً اور نیند مجازاً۔

اب ہم آیت مکر یہود بیان کرتے ہیں:۔

و مکروا ۔معنی اس کے یہ ہیں، اور تدبیر کی انہوں نے ۔ یعنی یہود نے قتل کرانے یا سولی چڑھانے عیسیٰؑ کی ۔

و مکر اللّٰہ ۔اس کا معنی یہ ہے، اور تدبیر کی اللہ نے ، یعنی عیسیٰؑ کے بچاؤ کی ۔

و اللّٰہ خیر الماکرین ۔اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والوں کا ہے ۔

اس کے بعد کی آیت ہے اذ قال اللّٰہ یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ و مطھّرك .. الخ ۔ چونکہ متوفی کا معنی مارنے والا بھی ہے لہذا پروردگار نے اس ابہام کو واؤ عطف تفسیری سے رفع کیا جس کے یہ معنی ہیں یعنی اٹھانے والا ہوں تجھ کو۔ و مطھّرك کے معنی اس مقام پر بچانے کے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے و اذ کففت بنی اسرائیل ... ، اور من الذین کفروا سے ثابت ہوتا ہے حقیقت میں آیت اذ قال اللّٰہ یا عیسی تفسیر ہے آیت ماقبل و مکروا و مکر اللّٰہ و اللّٰہ خیر الماکرین کی ۔

یاد رہے کہ مرزا صاحب نے اپنی بعض تحریروں میں لفظ توفی پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی دھوکہ دیا ہے کہ صحیح بخاری میں ابن عباسؓ کا مذہب متوفی بمعنی ممیتک ہے۔ بے شک یہ ٹھیک ہے مگر گفتگو اس میں ہے کہ اپنی تفسیر میں انہوں نے لکھا ہے کہ متوفیک و رافعک میں تقدیم و تاخیر ہے کیونکہ حرف واؤ مطلق جمع کے لئے آتا ہے نہ ترتیب کے لئے چنانچہ مختصر معانی و مطول وغیرہ کتب میں لکھا گیا ہے ۔پس ابن عباسؓ کا مذہب متوفّیک ممیتک درست ہوا کیونکہ خدا مسیح کو آسمان پر سے نازل کر کے وفات دے گا۔ابن عباسؓ کا مذہب دربارہ نزول مسیح از آسمان مرزا صاحب کی تمام قلعی کو کھول دیتا ہے جس سے ان کی تمام شیخی کرکری ہو جاتی ہے اگر کوئی جاہل یوں بکنے لگے کہ خدا کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ تقدیم و تاخیر سے دھوکہ دیا جاتا ہے ۔سو اس کا جواب یہ ہے کہ دھوکہ صرف انہیں ہوتا ہے جو اصول عربیت سے ناواقف ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اس کی کئی مثالیں ہیں ۔ دیکھو مریمؑ کو حکم ہوتا ہے و اسجدی و ارکعی ۔ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے نموت و نحیی حالانکہ قیاس ہر دو مثالوں میں برخلاف تھا۔ واضح رہے کہ اس قسم کا تقدم و تاخر بھی کئی فوائد پر مشتمل ہوتا ہے جو علم بلاغت والے جانیں مرزائیوں کو کیا خبر۔لیکن مرزا صاحب بوجہ بے علمی اپنی کے لفظ متوفّی کا معنی مارنے والا حضرت عیسیٰؑ کا لے کر دعوی مسیح موعود کا بنا بیٹھے تب اس میں مرزا صاحب کو یہ مشکل درپیش ہوئی کہ عیسیٰؑ کی قبر بھی کہیں تلاش کی جائے تو بہتر ہے عرصہ دراز تک آپ کو یہ تلاش دامن گیر رہی آخر آپ کو کہیں سراغ ملا کہ کشمیر میں ایک قبر بنام یوز

آسف یعنی بگمان مرزا صاحب یسوع مشہور ہے۔ اس پر آپ کو موقع مل گیا کہ اسی قبر کو عیسی ابن مریم کی قبر مشتہر کیا جائے چنانچہ اس بہتان کو شائع بھی کر دیا۔ افسوس جب کوئی انسان جھوٹا دعوی عدالت میں دائر کرتا ہے تب اس کو کئی جھوٹی شہادتیں اور موقعہ بنانے ہی پڑتے ہیں۔ مرزا صاحب آپ کی تحریر ایک میری نظر سے گذری ہے جس میں ایک شخص مخاطب تھا اس تحریر میں آپ نے لکھا ہے کہ اگر تم عیسیؑ ابن مریم کو زندہ قرآن شریف سے ثابت کر دو تو میرے سب دعوی باطل ہو جاویں گے لہذا خاکسار عرض کرتا ہے کہ اب آپ مشتہر کر دیویں کہ میرے سب دعوی باطل ہیں دیکھو مرزا صاحب ویل لکلّ افاكٍ اثیم یسمع آیات اللّٰہ تتلی علیھم ثمّ یصر مستکبراً کان لم یسمعھا فبشّرہ بعذاب الیم

ہم اب حواریوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے حواریوں میں حکیم مولوی نور الدین ہیں۔ انہوں نے دعوی حواریت مرزا صاحب میں دو غلطیاں کی ہیں۔

اول۔ لفظ حواری عبرانی ہے۔ معنی اس کا دھوبی ہے۔ بے شک آپ دھوبی نہیں، لہذا حکیم صاحب کا یہ دعوی صحیح نہیں۔

دوم۔ مرزا صاحب عیسی بن مریم نہیں جو حکیم صاحب ان کے حواری بن سکیں، صرف دعوی ہی دعوی ہے، ثبوت نہیں۔ کیا کوئی آج کل عیسائی مذہب اختیار کرے تو حواری بن سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ جو لوگ زمانہ موجودگی عیسیؑ میں ان پر ایمان لائے تھے ان کو بھی حواری نہیں کہا جاتا تھا بلکہ حواری وہی دھوبی تھے جو پہلے حضرت عیسیؑ پر ایمان لائے۔ اور حضرت عیسیؑ کو اسلام میں مدد دی ان کا خطاب ہے، ہم اس خطاب کو قرآن شریف سے ثابت کرتے ہیں۔

دو حواری عیسیؑ نے شہر انطاکیہ میں بغرض توحید پھیلانے کے بھیجے: اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما۔ لیکن شہر والوں نے ان کی تکذیب کی۔ پھر تیسرا حواری بھیجا: فعززنا بثالثٍ۔ خلاصہ بحث ہذا کا یہ ہے کہ ایک آدمی اس شہر میں سے اول اول حواریوں کی تلقین سے خدا پر ایمان لایا جس کی خبر اللہ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے دیکھو: وجاء من اقصا المدینۃ رجل یّسعی قال یا قوم اتّبعوا المرسلین .. الخ۔ مگر اللہ تعالی نے اس شخص ایمان لانے والے پر بھی لفظ حواری استعمال نہ فرمایا جس سے صاف ثابت ہے کہ حواری وہی دھوبی تھے جو اول حضرت عیسیؑ پر ایمان لائے اور توحید پھیلانے میں مدد دی۔ پس ثابت ہوا کہ نہ مرزا صاحب عیسی ہیں نہ حکیم صاحب حواریت کا کوئی استحقاق رکھتے ہیں بلکہ بخیال خود وہ مسیح ہیں اور حکیم صاحب

حواری۔ نیز حکیم صاحب بخیال خود سرگروہ انصار مرزا صاحب اور مہاجر بھی ہیں لیکن مرزا صاحب اور انصار کی برکت سے اسلام کو یہ فائدہ تو بیشک ہوا کہ پنڈتوں اور عیسائیوں نے اسلام اور بزرگان اسلام کی اپنی تصانیف میں سخت ہجو لکھیں اور گالیاں دیں۔ میرے محسن حکیم صاحب دیکھو خدا تعالیٰ کیا فرماتا ہے: ومن اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذباً۔ او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شیء ومن قال سانزل مثل ما انزل اللّٰہ۔ (انعام) حکیم صاحب دعویٰ حواریت تو آپ کسی طرح کر ہی نہیں سکتے۔ رہا دعوی انصاریت، لیکن وہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ لفظ انصار جہاں قرآن شریف میں آتا ہے وہاں مراد ان لوگوں سے ہوتی ہے جو کہ پہلے کافر تھے پھر وہ ایمان لائے خدا اور رسول پر، پھر انہوں نے پیغمبر ﷺ کو مدد دی توحید پھیلانے میں۔ کسطرح کی مدد، یا تو تلوار سے مخالفوں کو مارا، یا مالی مدد دی۔ پھر کب جب کہ حضرت ﷺ پر نہایت تنگی کا وقت تھا دیکھو: لقد تاب اللّٰہ علی النّبیّ والمھاجرین والانصار اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق مّنھم ثمّ تاب علیھم۔ چونکہ آپ مسلمان ہی پیدا ہوئے ہیں کیونکہ آپ کے والدین خاندانی مسلمان تھے پھر آپ نے کوئی مدد فی سبیل اللہ پیغمبر ﷺ کو مالی یا بدنی نہیں دی۔ پس ثابت ہوا کہ آپ کا دعوی انصاریت بھی غلط ہے۔

حکیم صاحب نے دعوی مہاجریت میں بھی دو غلطیاں کی ہیں۔ اول مہاجر اصطلاح اسلام یا یوں کہو کہ قرآن شریف میں ان شخصوں پر بولا جاتا ہے جنہوں نے پیغمبر ﷺ کے ساتھ مکہ معظّمہ سے مدینہ کو ہجرت کی تھی۔ غلطی دوم، جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی، ان کو اصحاب بھی بولا جاتا ہے۔ حکیم صاحب نے نہ تو حضرت کیساتھ ہجرت کی نہ اصحابی کا خطاب پایا، نہ پہلے سے مکہ کے رہنے والوں کی طرح کافر تھے بلکہ قدیمی مسلمان خاندانی شہر بھیرہ کے باشندے، نہ مکہ کے، پھر جموں سے قادیان میں آنا بھلا ہجرت اصحاب کے ساتھ کیا مشابہت رکھتا ہے۔ دیکھو تعریف مہاجروں کی اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے: والذین آمنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولٰئک منکم۔ کیا کوئی بوالہوس اپنا نام احمد یا محمد مشہور کرے تو وہ پیغمبر ہو سکتا ہے؟ کیا حکیم نام رکھنے سے حکمت آسکتی ہے؟ کیا مولوی نام رکھنے سے علم پڑھا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حکیم صاحب معانی قرآن شریف کو سمجھتے ہیں اور نہ ان کے پیر مرشد مرزا صاحب۔ اور دیکھئے شروع قرآن مجید میں پروردگار فرماتا ہے: ایّاك نعبد وایّاك نستعین۔ اگر ہر دو صاحب ایّاك نعبد وایّاك نستعین کے معنی سمجھتے تو نہ مرزا صاحب

دعاوی افترائی کرتے اور نہ حکیم صاحب دعوی حواریت انصاریت مہاجریت ۔ کوئی شک نہیں کہ آیات ہذا حکیم صاحب و مرزا کے حسب حال ہیں اتا مرون النّاس بالبرّ و تنسون انفسکم و انتم تتلون الکتاب افلا تعقلون ..، و لا تلبسوا الحقّ بالباطل و تکتموا الحقّ و انتم تعلمون ۔

یاد رہے کہ ہم نے اس غرض کے متعلق آیات بلکہ تمام اغراض کے متعلقہ آیات کل بیان نہیں کئے صرف بطور نمونہ دکھلائے گئے ہیں اگر ایک غرض کے تمام آیات اور تفصیل بھی پوری کی جاوے بموجب منشاء قرآن شریف کے، تو ایک غرض سے ہی کتاب بنتی ہے۔

غرض ششم: اختلافات یہود فی القتل والصلب کے بیان میں

ناظرین کو غرض پنجم مکر یہود میں عیسی کا رفع الی السماء بجسد عنصری ثابت کر چکے ہیں مگر یہ نہیں دکھلایا گیا کہ دوسری جگہ قرآن شریف پارہ ٦ سورۃ نساء رکوع اول میں وما قتلوہ و ما صلبوہ خدا تعالی نے کیوں فرمایا ہے؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ زمانہ آنحضرت ﷺ کے یہود مختلف اعتقاد رکھتے تھے۔ بعض یقین کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ مقتول ہوئے ہیں اور بعض یقین کرتے تھے کہ مصلوب ہوئے ہیں ۔ شروع رکوع میں اللہ تعالی آنحضرت ﷺ کو متنبہ کرتا ہے کہ یہود تجھ کو سوال کرتے ہیں یہ کہ اتارے تو کتاب آسمان سے ۔ تحقیق سوال کیا گیا موسیٰ تیرے سوال سے زیادہ۔ یعنی یہود سوال کرتے تھے کہ دکھا ہم کو اللہ روبرو ۔

یسئلک اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتاباً من السّماء فقد سألوا موسی اکبر من ذالک .. الخ ۔

ناظرین کو خلاصہ مضمون رکوع ہذا دکھاتے ہیں تاکہ وما قتلوہ و ما صلبوہ کا مطلب حل ہو جاوے ۔ وہ خلاصہ مطلب یہ ہے:

کہ یہودی حضرت موسیٰ کو سوال کرتے تھے کہ تو خدا ہم کو ظاہر دکھا دے تو پھر ہم تم پر ایمان لاویں گے ۔ حضرت موسیٰ نے اس سوال کو قبول کیا اور چند آدمی یہود کے حضرت موسیٰ کے ساتھ خدا دیکھنے کے لئے کوہ طور پر گئے ۔ یہ مفصل قصہ سورہ اعراف میں ہے ۔ پھر وہ تجلی باری تعالی سے بیہوش ہو گئے پھر حضرت موسیٰ کی دعا سے ہوش میں آئے لیکن حضرت موسیٰ پر پھر بھی ایمان نہ لائے۔ پھر خدا ان پر کوہ طور کو اٹھا کر گرانے لگا، تب انہوں نے حضرت موسیٰ سے التجا کی کہ اگر یہ

پہاڑ رک جاوے تو ہم تم پر ایمان لاویں گے۔ علیٰ ہذا کئی ایک عہد شکنیاں اسی قسم کی حضرت موسیٰؑ کے ساتھ یہود نے کی تھیں۔ پس اسی واسطے اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے علت بیان فرمائی ہے کہ یہود بے وفا قوم ہے اس واسطے ان پر احکام شرعی سخت کئے گئے پھر ان کی بے وفائیاں اور عیوب متعددہ میں سے دو عیب حضرت عیسیٰؑ و مریمؑ کے حق میں بیان فرمائے:

عیب اول: و بکفرھم و قولھم علی مریم بھتانا عظیماً۔

اے ناظرین آپ کو یاد رہے کہ یہودیوں کے عیبوں میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک عیب بیان فرمایا جس کو مرزا صاحب نے یہودیوں کی طرح قائم رکھا ہوا ہے۔

عیب دوم: یہود کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ کو ہم نے قتل کرایا چنانچہ یہی اعتقاد ان کا اللہ بیان فرماتا ہے: و قولھم انّا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللّٰہ۔

یہ اعتقاد یہود کا حضرت عیسیٰؑ کے حق میں تھا چونکہ یہ اعتقاد صحیح نہ تھا لہذا پروردگار نے ردّ اعتقاد مذکورہ بالا پر یہ آیت فرمائی:

و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبّہ لھم و انّ الّذین اختلفوا فیہ لفی شکٍ مّنہ ۔ ما لھم بہ من علم الّا اتّباع الظّن ۔ و ما قتلوہ یقیناً ۔بل رّفعہ اللّٰہ الیہ و کا ن اللّٰہ عزیزاً حکیماً

آیت ہذا سے چھ امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول، حضرت عیسیٰؑ مارا نہیں گیا۔ دوم، مصلوب بھی نہیں ہوا۔ سوم، حضرت عیسیٰؑ کے شک میں کوئی اور شخص پکڑا گیا۔ چہارم، جو لوگ مارے جانے یا قتل ہو جانے کا یقین کرتے ہیں وہ تابع ظن کے ہیں۔ یعنی ان کے پاس کوئی سند نہیں، اگر ہے تو وہ غلط ہے۔ پنجم، حضرت عیسیٰؑ کو پروردگار نے اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ ششم، و کا ن اللّٰہ عزیزاً حکیماً یہ آیت جوامع الکلم اس مقام پر آیا کرتی ہے جہاں انسان یہ گمان کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا حکم کس واسطے بھیجا ہے یا ایسا کیوں کیا ہے۔ یہی اعتراض بل رفعہ اللّٰہ میں ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر زندہ کیوں اٹھا لیا تو اس کے جواب میں یہ جوامع الکلم آیا ہے کہ خدا تعالیٰ غالب حکمت والا ہے چڑھانے یا اٹھانے کی وہی حکمت جانتا ہے۔

اے ناظرین اب آپ کو ثابت ہو گیا ہو گا کہ واقعی اعتقاد مرزا صاحب اور یہود میں کوئی فرق نہیں ویل یو مئذٍ للمکذّبین

غرض ہفتم : مباہلہ مخالفین کے بیان میں

ایک امر بحث طلب ہے جب تک اس امر کا بیان نہ کیا جاوے تب تک غرض مباہلہ معلوم نہیں ہوسکتی۔ وہ یہ ہے کہ مباہلہ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ بعض یہود کہتے تھے عیسیٰؑ مصلوب اور بعض کہتے تھے مقتول ہوئے اور حضرت عیسیٰؑ کے ناجائز فطرتی ہونے پر کامل یقین تھا۔ برخلاف یہود کے بعض نصاری حضرت عیسیٰؑ کو خود خدا اور بعض خدا کا بیٹا اور بعض تثلیث کو مانتے تھے۔ علی ہذا یہود بعض عزیرؑ کو خدا کا بیٹا جانتے تھے اور بعض درویشوں کو ارباب بنا بیٹھے تھے چونکہ غایۃ الغایۃ کتاب الہامی کا توحید کو ثابت کرنا تھا اور یہ دونوں قومیں کفر پر ثابت قدم تھیں لہذا پروردگار نے حضرت محمد ﷺ کو مامور کر کے دونوں قوموں کی تردید اعتقاد کے لئے مبعوث کیا لیکن انہوں نے اپنے اپنے اعتقادات باطلہ کو نہ چھوڑا بلکہ کذاب مفتری شاعر مجنون کا خطاب دیا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ امی تھے لہذا علماء یہود اور نصاری نے اپنا اپنا اعتقاد مذکورہ بالا اظہار کیا چونکہ یہ سب اعتقادات برخلاف اصلیت اور برخلاف توحید تھے لہذا آنحضرت ﷺ نے ان کے اعتقاد کو ردّ کیا۔ تب یہود اور نصاری عالموں نے مشورہ کر کے اصلیت قصہ حضرت عیسیٰؑ پر بحث کی۔ جو سوالات دونوں قوموں نے آنحضرت ﷺ پر اس بارہ میں کئے ان کے جواب میں پروردگار نے بذریعہ وحی جبریل جواب نازل فرمائے مگر پھر بھی انہوں نے حق کو اختیار نہ کیا۔ یعنی یہود بہتان سے باز نہ آئے اور نصاری اپنے اعتقاد سے باز نہ آئے۔ ہر دو فریق اپنے اعتقاد افراط اور تفریط میں قائم رہے لہذا پروردگار نے حکم مباہلہ کا آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرمایا:

فمن حاجک فیه من بعد ما جاء ك من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثمّ نبتهل فنجعل لعنة اللّٰه علی الکاذبین

لیکن مخالفین نے مباہلہ کو بھی اختیار نہ کیا اور ساتھ ہی پروردگار نے قصہ حضرت عیسیٰؑ کی تصدیق فرمائی اور معبود واحد کی تصدیق کی چنانچہ میرے مضمون بالا کی آیت ہذا مصدق ہے:

ان هذا لهو القصص الحقّ ۔ و ما من اله الّا اللّٰه ۔ و انّ اللّٰه لهو العزیز الحکیم ۔ فان تولّوا فانّ اللّٰه علیم بالمفسدین ۔

جب دونوں قوموں نے مباہلہ کو اختیار نہ کیا اور اپنے اعتقادات باطلہ سے بھی باز نہ آئے تب اللہ تعالی نے یہ فرمایا:

قل یا اھل الکتا ب تعا لواالی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الّا نعبد الّا اللّٰہ ولا نشر ک بہ شیئاً و لا یتخذ بعضنا ار با باً من دون اللّٰہ فا ن تو لوا فقولوا اشھدوا با نّا مسلمو ن ۔ (آ ل عمرا ن: ۶۴) (تو کہہ دے اے کتاب والو! ایک بات کی طرف آ ؤ جو ہمارے اورتمہارے میں مساوی ہے یہ کہ ہم تم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا مربی سمجھے۔ پس اگر منہ پھیریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تابعدار ہیں)

یہی جھگڑا مختلف صورتوں میں دور تک چلا جا تا ہے پس نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ یہود اور نصاری نے اپنے اپنے اعتقادات باطلہ کو نہ چھوڑا جس طرح مرزا صاحب اب یہودیوں کی طرح اعتقاد نہیں چھوڑتے ۔

غرض ہشتم: اختلاف اعتقاد نصاری بحق عیسیؑ کا بیان

اے ناظرین یہاں آیت اعتقاد نصاری وردّ اعتقاد نصاری بیان کئے جاتے ہیں ۔

اول وہ جو حضرت عیسیؑ کو خدا کا بیٹا جانتے تھے و قا لت النّصاری المسیح ابن اللّٰہ۔

جواب: ذ لک قو لھم با فوا ھھم

دوم ۔ جو حضرت عیسیؑ کو خدا جانتے ہیں:

لقد کفر الّذین قالوا انّ اللّٰہ ھو المسیح ابن مر یم ۔

جواب: ما المسیح ابن مر یم ا لّا رسو ل قد خلت من قبلہ الرّسل

سوم ۔اعتقاد تثلیث لقد کفر الّذین قا لوا انّ اللّٰہ ثا لث ثلا ثہ ۔

جواب : لا تقو لوا ثلا ثۃ

غرض نہم: احسان باری تعالی کے بیان میں

اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والد تک اذ ایّد تّک بروح القدس تکلّم النّاس فی المھد و کھلاً ۔ و اذ علّمتک الکتا ب و الحکمۃ و التّورا ت و الانجیل و اذ تخلق من الطّین کھیئۃ الطّیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبری الاکمہ و الابرص

و اذ تخرج الموتی با ذنی و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنک اذ جئتهم با لبیّنا ت فقال الّذین کفروا منهم ان هذا الّا سحر مّبین

اے ارباب بصیرت! مذکورہ بالا آیات سے آپ کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ تمام معجزے حضرت عیسیٰؑ کے صحیح ہیں کیونکہ اس موقع پر بطور احسان حضرت عیسیٰؑ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ نیز ایک ان احسانوں میں سے احسان بندر کھنے بنی اسرائیل کا بیان فرمایا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نہ مصلوب ہوئے اور نہ مقتول۔

و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنک اذ جئتهم با لبیّنا ت فقا ل الّذ ین کفروا منهم ان هذا الّا سحر مّبین

آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوتے ہیں اول، مکر یہود سے حضرت عیسیٰؑ کو خدا نے بچایا، دوم، حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو معجزے دکھائے۔ سوم حضرت عیسیٰؑ کے معجزوں کو یہود نے سحر کہا۔ یہی عقیدہ تمام تصنیفات مرزا صاحب میں پایا جاتا ہے۔ پھر ناظرین غور فرما سکتے ہیں کیا اعتقاد مرزا صاحب اور یہود میں کچھ فرق ہے۔ بے شک مرزا صاحب کو اگر علم ہوتا یہ دعویٰ ہرگز نہ کرتے۔

غرض دہم: سوالِ باری تعالیٰ بروز قیامت

و اذ قا ل اللّه یا عیسی بن مر یم أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الهین من دون اللّه ۔ قال سبحا نک ما یکو ن لی ان اقو ل ما لیس لی بحقّ ان کنت قلته فقد علمته ۔ تعلم ما فی نفسی و لا اعلم ما فی نفسک ۔ انّک انت علا م الغیو ب ۔ ما قلت لهم الّا ما امر تنی به ان عبدوا اللّه ر بّی و ربّکم و کنت علیهم شهیداً مّا دمت فیهم فلمّا تو فّییتنی کنت انت الرّ قیب علیهم و انت علی کلّ شیء شهید (اور جب کہے گا اللہ اے عیسے بیٹے مریم کے کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو کہ پکڑو مجھ کو اور میری ماں کو معبود سوا اللہ کے۔ کہے گا پاکی تجھ کو، نہیں واسطے میرے کہ کہوں میں وہ چیز کہ نہیں واسطے میرے لائق۔ اگر میں نے کہا ہوگا یہ ان کو پس تحقیق جانتا ہوگا تو اس کو، جانتا ہے تو جو کچھ بیچ میرے خیال کے ہے اور میں نہیں جانتا جو بیچ نفس تیرے کے ہے۔ تحقیق تو ہی جاننے والا ہے غیبوں کا۔ نہیں کہا میں نے واسطے ان کے مگر جو کچھ کہ حکم کیا تو نے مجھ کو ساتھ اس کے

یہ کہ عبادت کرو اللہ پروردگار میرے اور پروردگار اپنے کی، اور تھا میں ان پر گواہ جب تک رہا میں بیچ ان کے اور جب اٹھا لیا تو نے مجھ کو تو ہے نگہبان او پر ان کے)۔(المائدہ: ۱۱۷)

ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ مذکورہ بالا آیات جو کہ بطرز سوال و جواب یعنی سوال باری تعالیٰ اور جواب حضرت عیسیٰؑ مذکور ہوئے ہیں ان میں تین امر بحث طلب ہیں۔ اول، اسی رکوع سورۃ مائدہ میں یہ سوال جواب کیوں ہوئے۔ امر دوم، پروردگار نے حضرت عیسیٰؑ کو شروع میں یہ کیوں فرمایا، کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو پکڑو مجھ کو اور والدہ میری کو دو معبود سوا اللہ کے۔ امر سوم: مضمون سوال و جواب باری تعالیٰ کی غرض کیا ہے۔

اگر ہم ان امور کو مفصل بیان کریں تو یہ بھی ایک کتاب بن جائے گی۔ لہذا صرف لفظ توفّیتنی کا مطلب ناظرین کو دکھلاتے ہیں وہ یہ ہے کہ معنی توفّیتنی کا اگر اس جگہ بھی اٹھا لینا عیسیٰؑ کا بجسد عنصری نہ ہوتا تو ضرور لفظ موت کا یہاں استعمال ہوتا اس لئے کہ یہ لفظ مشبہ المعنی تھا جیسا کہ ہم اسی لفظ کو بہت معنوں کے لئے قرآن شریف میں غرض پنجم مکر یہود میں مفصلاً دکھا چکے ہیں پس ثابت ہوا کہ توفیتنی کا معنی قصہ عیسیٰؑ میں فوت ہونے کی نہیں معاذ اللہ فوت ہونا حضرت عیسیٰؑ کا یہودیوں کا اعتقاد تھا نہ اہل اسلام کا۔ دوم رکوع ۱۶ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں اور رکوع ۱۵ جو ماقبل ۱۶ کے ہے اس میں پروردگار نے اپنے تمام احسانات میں سے ایک احسان حضرت عیسیٰؑ کا مکر یہود سے بچانا ہے و اذ کففت بنی اسرائیل عنک۔ پس آیت ہذا سے بھی ثابت ہوا کہ توفیتنی کا معنی اٹھا لینے کے ہیں کیونکہ رکوع ۱۵ جہاں ختم ہوتا ہے اور رکوع ۱۶ شروع ہوتا ہے وہاں وقف کافی ہے یعنی مضمون ماقبل اور مابعد کا ملتا ہے۔

قادیانی کی خود غرضیوں کا بیان

خود غرضی اول: دعوی مسیحیت میں

مرزا صاحب نے دعوی مسیحیت میں چار غلطیاں کی ہے۔

غلطی اول۔ مسیح کا لفظ عبرانی ہے معنی اس کا جس کے ہاتھ لگانے سے لا علاج مریض اچھے ہوں یا

مردے زندہ ہوں۔ یہی اوصاف عیسیٰؑ کے قرآن سے ثابت ہوتے ہیں و ابری الاکمہ و الابرص و احی الموتی باذن اللّٰہ۔ پس قرآن شریف سے مسیح کا صحیح معنی یہی ثابت ہوا جو ہم نے بیان کیا ہے۔ نہ سیاحت جو کہ مرزا صاحب نے سمجھے ہیں۔ قرآن شریف سے ثابت نہیں اور نہ ہی سیاحت موصوف کے لئے صفت ہے جب کہ مرزا صاحب میں مسیحیت کے اوصاف نہیں تو دعوی کیوں کر کر سکتے ہیں۔

اب ہم اسم مسیح کی غرض بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے زمانہ حضرت مسیح میں طبیبوں کا بڑا زور تھا اور اپنے علم و تجربات کا ان کو نہایت ہی گھمنڈ تھا حتی کہ صفات الوہیت کو دعوی طب سے چھوڑتے جاتے تھے چونکہ پروردگار کو اپنی قدرت کاملہ کا اظہار اور طبیبوں کو عاجز کرنا منظور تھا لہذا خدا تعالی نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کو دو خواص برخلاف فطرت انسانی کے بخشے۔ اول بن باپ پیدا ہونا۔ دوم شفا بے علاج ادویہ ہونا۔ یہ دونوں خواص طبیبوں کے نزدیک غیر ممکن تھے جن کو خدا نے عیسیٰؑ کی فطرت میں ممکن کیا اور فرمایا کہ یہ میری قادریت کا نشان ہے جیسا کہ و جعلنا ھا و ابنھا آیۃ للعالمین سے ثابت ہے۔ علی ہذا موافق ضرورت زمانہ کے ہر پیغمبر کو خواص جدا جدا دیئے گئے جیسے کہ زمانہ حضرت موسیٰؑ میں ساحروں کا زور تھا ان کے عاجز کرنے کو خواص ید بیضاء اور عصا حضرت موسیٰؑ کو خدا تعالی نے عطا فرمائے اور ساحران کو عاجز کیا۔ دیکھو

فغلبوا ھنا لک و انقلبوا صاغرین و القی السّحرۃ ساجدین قالوا آمنا برب العالمین رب موسی و ھارون۔

اور زمانہ آنحضرت ﷺ میں شاعروں کا زور تھا ان کے عاجز کرنے کو حضرت رسول اللہ ﷺ امی خدا تعالی نے پیدا کئے جو ایک بڑے تعجب کی بات تھی اس پر بھی مخالف شک کرنے لگے جیسا کہ آیت ہذا سے ثابت ہوتا ہے قال الّذین کفروا ان ھذا الّا افک ن افتراہ و اعانہ علیہ قوم آخرون۔ (فرقان) واضح ہو کہ یہ قول اللہ تعالی نے کفار کا بیان فرمایا ہے۔ یہودی برخلاف کفار کہتے تھے کہ یہ قرآن کہانیاں ہیں پہلوں کی جیسا کہ پروردگار یہود کا قول بیان فرماتا ہے و اذا تتلی علیھم آیاتنا قالوا قد سمعنا لونشاء لقلنا مثل ھذا ان ھذا الّا اساطیر الاولین۔ (انفال) لیکن یہود کے ردّ میں اللہ تعالی نے قرآن میں بہت جگہ فرمایا ہے کہ ایک سورت لاؤ مثل اس کی۔ دس سورتیں لاؤ مثل اس کے۔ آخر یہ فرمایا اے محمد ﷺ یہود کو کہہ دے کہ اگر اکٹھے ہوں تمام آدمی اور تمام جن اس غرض سے کہ بناویں مثل اس قرآن

کی نہ بنا سکیں گے مثل اس قرآن کے بے شک اگر چہ ہوویں بعض ان کے واسطے بعض کے مددگار۔ پھر کفار اور یہود تہمت شاعری کی آنحضرت ﷺ کو دینے لگے اس کے جواب میں اللہ تعالی نے تردید فرمائی کہ ہم نے محمد ﷺ کو شعر نہیں سکھایا اور نہ لائق ہے واسطے اسکے کہ شعر کہے۔ نہیں وہ قرآن مگر نصیحت ظاہر۔ و ما علّمناہ الشّعر و ما ینبغی لہ ان ھو الّا ذکر و قرآن مبین

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ معجزہ اور خواص میں صرف لفظی فرق ہے مثلاً اگر امر غیر ممکن یعنی خارق عادت پیغمبر سے صادر ہو تو اس کا نام معجزہ ہے اور اگر وہی کسی ولی اللہ سے ظاہر ہو تو اسکا نام کرامت ہے۔ اگر یہی فعل حکیم سے صادر ہو تو اس کا نام حکمت ہے۔ اگر یہی فعل عام آدمی سے صادر ہو تو اس کا نام دانائی ہے۔ اگر یہی فعل کسی مخالف شرع سے صادر ہو تو اس کا نام استدراج ہے (مثل جوگیوں کے قوم ہنود سے) یا سحر۔ پس جو لوگ معجزوں کے منکر ہیں حقیقت میں ان کو علم خواص الاشیاء کا نہیں۔ جب اختلاف فطرت ہم مشاہدہ سے دیکھ رہے ہیں پھر معجزہ سے انکار کرنا علانیہ غلطی ہے۔ اب ہم اختلاف فطرتی بالمشاہدہ بیان کرتے ہیں مثلاً سنگ مقناطیس کا حدید کو جذب کرنا، بوٹی لاجونتی کا سایہ مرد سے مرجھانا، مچھلی کا خشکی میں مرنا، سم الفار کا حیوانات کے لئے قاتل ہونا، تریاق کا رفع سم کے لئے مفید ہونا، تمبا کو ہر تنج کا معطس ہونا، حب الملوک کا مسہل ہونا، افیون کا قابض ہونا، پانی کا مبرد، آتش کا محرق، افتیمون کا بغیر بیج کے نمود کرنا، طوطا مینا کا کلام کرنا، حیوان مذکور کا اپنے مادہ حاملہ کا تمیز کرنا انسان کا تمیز نہ کرنا، یہ سب بدیہی دلائل تفاوت فطرتی ہیں اسی کا نام ہے خاصۃ الشیء لو جد فیہ و لا یو جد فی غیرہ۔ پس ثابت ہوا کہ مردوں کا زندہ کرنا حضرت عیسیٰ کا خاصہ تھا۔ اور شق القمر و معراج بجسد عنصری کرنا حضرت محمد ﷺ کا خاصہ تھا بے شک اللہ تعالی قادر ہے انّ اللّٰہ علی کلّ شیء قدیر۔

غلطی دوم۔ مرزا صاحب! مسیح اسم حضرت عیسیٰ بن مریم کو قبل از تولد خدا تعالی کی طرف سے عطا ہوا ہے دیکھو آیت:

یا مریم ان اللّٰہ یبشّرک بکلمۃ مّنہ اسمہ المسیح عیسی بن مریم .. الخ

اور ساتھ ہی یہ صفات بھی خدا تعالی نے عیسیٰ کے حق میں بیان فرمائے ہیں، عزت والا دنیا و آخرت میں، مقرب، تولد کے روز ہی باتیں کرنے والا، نیکو کار، واقف خواص اشیاء، تورات اور انجیل کو بغیر پڑھے پڑھنے والا، پیغمبر بنی اسرائیل کا، خدا کے اذن سے جانور پیدا کرنے والا، مادرزاد اندھوں کو اچھا کرنے والا، سخت برص کو اچھا کرنے والا، بفضلہٖ مردوں کو زندہ کرنے والا

بفضلہٖ کھائی گئی چیزوں کو بتانے والا، بفضلہٖ پوشیدہ چیزوں کو بتانیوالا۔ مرزا صاحب! عیسیٰؑ بن مریم کو خدا تعالیٰ نے یہ صفات عطا فرمائے ہیں اسی واسطے نام مسیح رکھا ہے جو اسم بامسمی ہونے کی دلیل ہے۔ آپ کا نام غلام احمد ہے کیا آپ کے نام کوئی سورۃ ہے کیا آپ کی والدہ کے نام کوئی سورۃ ہے کیا آپ کی والدہ کی قرآن میں خدا نے تعریف کی ہے۔ ہم اس لئے پوچھتے ہیں کہ مریم کی خدا نے تعریف کی ہے۔ تعریف بھی ایسی کی ہے کہ کسی اور پیغمبر کی والدہ یا بیوی کی نہیں کی۔ دیکھئے آیت:

و اذ قالت الملا ئکۃ یا مریم انّ اللّٰہ اصطفاكِ و طھّرك و اصطفاكِ علی نساء العالمین

پس ثابت ہوا کہ آپ ہی اپنا نام رکھنے والے ہو لیکن اپنے آپ نام رکھنے سے صفات نام کا مدعی نہیں ہوسکتا۔ ہم اس مسئلہ کو تمثیلاً سمجھاتے ہیں مثلاً ایک بوالہوس اپنا نام وائسرائے مشہور کرتا ہے مگر نام وائسرائے سے اختیار اصل وائسرائے کے ہرگز حاصل نہیں کرسکتا۔ علی ہذا مرزا صاحب دعوی مسیح سے صفات کے مدعی مسیح نہیں ہوسکتے۔ مرزا صاحب! حضرت عیسیٰؑ کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہو ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور جو کچھ اتارا گیا طرف ہماری اور جو کچھ اتارا گیا طرف ابراہیمؑ کی اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور اولاد اس کی کے اور جو کچھ دیئے گئے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور جو کچھ دی گئی پیغمبروں کو پروردگار اپنے سے، اور کہو نہیں جدائی ڈالتے درمیان کسی کے ان میں سے اور کہو ہم واسطے اس کے فرمان بردار ہیں دیکھو آیت:

قولوآ منّا باللّٰہ و ما انزل الینا و اما انزل الی ابراھیم و اسماعیل واسحاق و یعقوب والاسباط و ماا وتی موسی و عیسی و ما اوتی النّبیّون من رّبّھم لا نفرّق بین احدٍ مّنھم و نحن لہ مسلمون۔

خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ ایمان لایا جاوے اللہ کے ساتھ پھر قرآن کے ساتھ پھر جو کچھ دیئے گئے تمامی پیغمبر، اور کسی پیغمبر میں فرق بھی نہ کیا جاوے، سب کی اطاعت یکساں کی جاوے، مرزا صاحب کیا اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ پر بہتان لگانے کا حکم ہے جو آپ لگاتے ہیں۔

غلطی سوم۔ مرزا کو کوئی مشابہت مسیح ابن مریم کے ساتھ نہیں یعنی نہ تو آپ قوم یہود میں سے ہیں نہ آپ کا نام خدا کی طرف سے مسیح ابن مریم ہے بلکہ جبلی نام غلام احمد۔ غرض آپ کا دعوی قرآن شریف سے ہرگز سچا نہیں لہذا آپ مصداق ہیں ویل یومیذٍ للمکذبین کے

غلطی چہارم: مرزا صاحب عیسیٰؑ بن مریم کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

ان ھو الّا عبد انعمنا و جعلناہ مثلاً لبنی اسرا ئیل ۔ و لو نشا ء لجعلنا منکم ملا ئکۃ فی ا لارض ... و انّہ لعلم للسّا عۃ فلا تمتر ن بھا و اتّبعو ن ھذا صرا ط مستقیم

آیت ہذا سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں ۔ حضرت عیسیٰؑ پر انعام، یادگار نبی اسرائیلی، صفات ملائکہ، حضرت عیسیٰؑ کا پھر آنا نشان قیامت کا ہے۔

اس زمانہ کے یہود پیغمبر کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے پھر آنے کی نسبت مرزا صاحب کی طرح منکر تھے لہذا پروردگار نے و انہ لعلم للسا عۃ کے ساتھ فلا تمتر ن بھا بھی فرمایا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ آنے پر یقین نہ کرتے تھے لیکن حضرت عیسیٰؑ کا پھر آنا ضمیر بھا سے ثابت ہوتا ہے۔ ناظرین مطلع رہیں کہ ضمیر بھا کا مرجع علامت ہے نہ نفس عیسی، یہی دلیل قوی ہے پھر آنے حضرت عیسیٰؑ پر، لہذا پروردگار نے بعد اس کے ھذا صرا ط مستقیم فرمایا، ناظرین غور کرو پھر غور کرو۔ مرزا صاحب کے حق میں نہ تو خدا تعالی نے انعام کا وعدہ کیا نہ نمونہ واسطے بنی اسرائیل کے ہوئے ۔ اور نہ فرشتوں کی سی صفات دیئے گئے نہ آپ کا آنا قیامت کا نشان ہو، اور نہ عیسیٰؑ بن مریمؑ کی طرح خطاب کلمۃ اللہ و روح اللہ و مسیح عطا ہوئے تو پھر آپ کا دعوی کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ایضاً عیسیٰؑ بن مریمؑ کے حق میں خدا تعالی فرماتا ہے، نہیں کوئی اہل کتاب مگر ضرور ایمان لاوے گا عیسیٰؑ ابن مریم کے ساتھ قبل مرنے اس کے کے : و ان من اھل الکتا ب الّا لیو منّ بہ قبل مو تہ (نسا ء)

مرزا اپنے گریبان میں منہ ڈالو، آپ کے دعوی مسیحیت پر ابھی تک کوئی اہل کتاب بلکہ مسلمان بھی ایمان نہیں لائے.. جب سے حضور کا دعوی مسیح موعود ہوا ہے تب سے طاعون آپ کی برکت کا نشان ہے اور جو آپ کے الہاموں نے مسلمانوں کو فائدہ دیا ہے خصوصاً الہام عبداللہ آتھم و لیکھرام وغیرہ وہ تو اظہر من الشّمس ہے۔ ناظرین کو مفصلاً سمجھایا جاتا ہے کہ جس روز عبداللہ آتھم تاریخ الہامی مرزا صاحب پر فوت نہ ہوا، ہر شہر میں پادریوں اور پنڈتوں نے اسلام پر سخت ناجائز الفاظ استعمال کئے خصوصاً گوجرانوالہ میں تو ایک ممثل مرزا صاحب بنا کر منہ سیاہ کیا اور اس کی پیشانی پر سفید حرفوں سے مرزا قادیانی تحریر کیا، پھر اس کو گدھے پر الٹے منہ بٹھا کر تمام بازاروں میں باجوں کے ساتھ پھرایا۔ دوسرا الہام مرزا صاحب لیکھرام کی بابت، اس الہام کا مسلمانوں کو یہ فائدہ ہوا کہ ہزارہا مسلمان بعوض لیکھرام ناحق شہید ہو گئے اور مسلمان اور پیغمبر ﷺ اور اہل پیغمبر ﷺ پر سخت

ناجائز ہجو کی گئی اور ہندؤوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں میں سخت تفرقہ پڑ گیا جس کی بنا روز بروز ترقی پر ہے۔ دیکھو تصنیف امہات المومنین اور تکذیب براہین احمدیہ مؤلفہ پنڈت لیکھ رام۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ بطفیل حضرت مرزا صاحب اسلام اور مسلمانوں کو اس قدر ضعف پہنچا ہے جس کو قلم تحریر نہیں کر سکتی لیکن پادریوں اور پنڈتوں کو واضح رہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا یہ ہرگز منشا نہیں جو مرزا صاحب لکھتے ہیں، اگر قصور ہے تو مرزا صاحب کا نہ مسلمانوں اور اسلام کا۔ کیونکہ مسلمان مولویوں نے تو مرزا صاحب پر کفر کے فتوے دیئے ہوئے ہیں۔

حضرت مرزا جی! اپنے گریبان میں منہ ڈالو آپ کو کیا استحقاق ہے مسیحیت سے۔ آپ کے دوست اور امام (لیکن) مرید، حتی کہ رشتہ دار جو کئی سال سے آپ کے جان فدا ہیں، دو مرضوں میں مبتلا ہیں۔ ایک تو ان کا پاؤں نہیں چلتا۔ دوسرا ایک آنکھ کی بصارت نہیں۔ حضور سے اتنے عرصہ میں ایک مرض بھی رفع نہ ہوئی۔ پھر افسوس ہے آپ کے دعوی مسیحیت پر۔ اب آپ کو مناسب ہے کہ نفس امارہ کے برخلاف چلیں اور اپنی غلطیوں کا اقرار کر کے مشتہر کریں۔ میں صرف آپ کے دوزخ کے بچاؤ کے لئے کہتا ہوں دیکھیں اللہ تعالی ایسے لوگوں کے حق میں کیا فرماتا ہے:

ویل لکل افاكٍ اثیم ۔ یسمع آیات اللہ تتلی علیه ثم یصر مستکبراً کان لم یسمعها فبشره بعذاب الیم ۔ (جاثیہ)

ویل یومئذ للمکذبین

خود غرضی دوم: دعوی مہدویت

اس دعوی مرزا میں تین سوال پیدا ہوتے ہیں:

اول۔ اس وقت تین مدعی مہدی اور بھی سنے جاتے ہیں مہدی سوڈان۔ مہدی کابل، مہدی کوئٹہ۔ چوتھا دعوی حضور مرزا کا ہے۔ نہ معلوم آپ سچے ہیں یا وہ۔

دوم: مرزا صاحب کے معاً چار دعوے ہیں مسیحیت، مہدویت، امامیت، مجددیت۔ لیکن اس سے پہلے کسی نبی اور رسول نے نہیں کیے۔

سوم: مرزا صاحب کا بروزی طور پر رسولی دعوی بھی ہے۔ اور ساتھ ہی قرآن کا حوالہ دیتے ہیں۔ دیکھو و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد۔ اسم احمد سے مرزا صاحب اپنا اسم نکالتے ہیں لیکن اس میں مرزا صاحب نے تین غلطیاں کی ہیں۔ اول یہ کہ مرزا کا نام غلام احمد ہے،

نہ احمد، دوم یہ کہ مرزا صاحب نے ماقبل اور مابعد آیت کا چھوڑ دیا اس لئے کہ دعوی میں نقص آتا تھا ۔ ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ یہ بحث جو ہم بیان کررہے ہیں سورۃ صف پارہ ۲۸ میں مذکور ہے ۔ شروع سورۃ ہذا میں پروردگار مسلمانوں کو فرماتا ہے کہ جو بات تم نہیں جانتے اس کا دعوی نہ کرو ۔ دعوی کرنا بہت بری بات ہے نزدیک اللہ کے ۔ اور بعد اس کے پروردگار نے قوم موسی کا حال تمثیلاً بیان فرمایا کہ قوم نے موسی کو ایذا دینی شروع کی تھی بعوض اس ایذا کے پروردگار نے قوم موسی کو ایذا دی ۔ یہ مفصل قصہ سورۃ اعراف و مائدہ و بقر میں ہے ۔ پھر اس کے بعد پروردگار نے عیسیؑ کی تمثیل بیان فرمائی کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیؑ کی تکذیب کی حالانکہ عیسیؑ بنی اسرائیل کو سمجھا رہے تھے کہ میں رسول، اللہ کا ہوں طرف تمہاری، ماننے والا ہوں واسطے اس چیز کے جو آگے میرے ہے توراۃ سے اور خوش خبری دینے والا ہوں ساتھ اس پیغمبر کے جو آوے گا پیچھے میرے جو نام اس کا احمد ہے۔ پس جب آیا ان کے پاس پیغمبر ساتھ ظاہر دلیلوں کے کہا انہوں نے یہ جادو ظاہر ہے ۔ دیکھو:

و اذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انّی رسول اللّٰہ الیکم مصدقاً لّما بین یدیّ من التّوراۃ و مبشّراً برسولٍ یّاتی من بعدی اسمہ احمد ۔

ناظرین اس آیت میں خدا، حضرت عیسیؑ کا قول بیان فرما رہا ہے کہ اس طرح عیسیؑ نے اپنی قوم کو کہا، لیکن انکار عیسی کی قوم کا سورۃ مائدہ میں بیان ہے ۔ یہ صرف مسلمانوں کو تہذیب سکھلانے کیلئے خدا تعالی نے فرمایا کہ اپنے پیغمبر کا انکار اور دعوی بے جا جس کا علم نہ ہو، نہ کیا کریں مابعد کی آیت میں پروردگار ان یہودیوں کو جو عیسائی مذہب رکھتے تھے ضمیر غائب کے ساتھ تنبیہاً یاد دلاتا ہے کہ عیسیؑ نے خبر دی تھی کہ میرے بعد پیغمبر احمد ﷺ آئے گا جو کہ محمد رسول اللہ سے مراد ہے اور مابعد کی آیت کے حصہ میں اللہ تعالی نصاری کو فرماتا ہے کہ جب پیغمبر ﷺ ان کے پاس احکام قرآن شریف لایا تو انہوں نے کہا یہ سحر ظاہر ہے، یہ کیوں کہا اس لئے کہ محمد ﷺ امی تھے باوجود امی ہونے کے احکام قرآن مجید سناتے تھے تو بوجہ پیغمبری آنحضرت ﷺ کو تہمت سحر کی دیتے تھے فلما جاء ھم با لبینا ت قا لوا ھذا سحر مبین ۔ آیت ہذا کی مابعد آیات میں پروردگار نے اس تہمت سحر کی تردید فرمائی اور اپنے مامور محمد ﷺ کی تصدیق فرمائی کئی ایک مثالوں میں ۔ پس ثابت ہوا کہ اسم احمد سے مراد غلام احمد قادیانی نہیں ہے و یل یو مئذ للمکذّ بین ۔

غلطی سوم: مرزا صاحب! اسم احمد، یسن، طہ، مزمل، مدثر، حضرت محمد ﷺ کے خدا کی طرف سے اسم خطابی ہیں جیسا کہ عیسی بن مریم کے ہیں روح اللہ کلمۃ اللہ روح القدس مسیح ۔ فرماویں

آپ غلام کو اڑا کر احمد کے مدعی بن بیٹھے۔ ایسے جھوٹے دعوی یہودی عالم کرتے تھے دیکھو آیت:

و یقو لو ن ھو من عند اللّٰہ ۔ و ما ھو من عند اللّٰہ ۔ و یقولون علی اللّٰہ الکذ ب و ھم یعلمو ن

خودغرضی سوم: دعوی امامیت میں

مرزا صاحب نے دعوی امامیت تو کیا مگر غلط کیونکہ امام کا معنی قرآن بھی ہے جیسا کہ خدا تعالی نے فرمایافی امامٍ مبین ۔ پھر مرزا صاحب قرآن کس طرح بن سکتے ہیں۔

دوم۔ امام بمعنی پیغمبر بھی آیا ہے جیسا کہ یو م ندعوا کل اناسٍ با ما مھم سے پیغمبر مراد ہے۔ بے شک مرزا صاحب نے پیغمبری کا دعوی کیا مگر کوئی کتاب الہامی یعنی آسمانی نہیں لائے، لہذا دعوی صحیح نہیں۔

سوم ۔ بے شک نماز پڑھانے کو بھی امام کہا جاتا ہے اگر ان معنوں سے مرزا صاحب امام ہیں تو بھی صحیح نہیں کیونکہ مرزا تو کبھی جماعت کراتے ہی نہیں بلکہ مرزا کا امام مولوی عبدالکریم ہے ۔لہذا مناسب ہے کہ دعوی امامیت کو مولوی عبدالکریم صاحب کے حوالے کریں۔

چہارم ۔ایک امام اور بھی ہوتا ہے جس کو مجتہد بھی کہتے ہیں جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ،امام مالکؒ،امام احمدؒ بن حنبل ۔ چونکہ مرزا صاحب نے بجز فساد کے شریعت محمدی میں کوئی اجتہادنہیں کیا،صرف دعوی ہی دعوی ہے پس ثابت ہوا کہ تمام دعاوی مرزا صاحب کے جھوٹے ہیں۔ دعوی سچا وہ ہوتا ہے جس کو خدا تعالی سچا فرماوے آؤ ہم سچا مدعی دکھاویں:

یس۔ و القرآ ن ا لحکیم ۔ انک لمن المر سلین

خود غرضی چہارم: الہام و دعائے بد میں

اے ناظرین دشمن کی بد دعا سے اگر خدا تعالی اپنا قانون بدلنے لگتا تو جہان فنا ہو جاتا۔ یہ مرزا صاحب کی خلل دماغی کا نتیجہ ہے جو کہ وہ اپنے ناصح کو بد دعائیں دیتے ہیں۔افسوس کہ مرزا صاحب خودغرضی کی وجہ سے حکم قرآن شریف کو بھول جاتے ہیں:

و الکا ظمین الغیظ والعا فین عن النّاس و اللّٰہ یحبّ المحسنین ۔

خودغرضی پنجم : طاعون میں

مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ طاعون اس لئے ہندوستان پنجاب میں پڑا کہ لوگ مجھے مسیح موعود نہیں مانتے ۔اس دعوی میں مرزا جی نے کئی غلطیاں کی ہیں ۔

غلطی اول ۔مرزا صاحب کا دعوی قرآن شریف سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ مرزا جی خود حکم و اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسول کے برخلاف کررہے ہیں ۔

غلطی دوم ۔ ہر بیماری کے لئے اسباب قدرتی ہوتے ہیں جب کہ وہ اسباب جس جگہ میں مہیا ہوجاتے ہیں وہاں بیماری شروع ہوجاتی ہے ۔ دیکھیں ہزارہا دیہات ہندوستان پنجاب میں ایسے ہیں جہاں طاعون کا نام ونشان بھی ابھی تک نہیں ہوا اور انشاء اللہ بعض گاؤں ایسے بھی محفوظ رہیں گے جو وہاں طاعون نہ ہوگا ۔

غلطی سوم ۔ مرزا صاحب ہندوستان اور پنجاب میں ہزارہا گاؤں ایسے بھی موجود ہیں جو مرزا صاحب کے نام ونشان سے بھی واقف نہیں لیکن طاعون سے تباہ اور ویران ہوگئے ہیں ۔ہم مرزا سے پوچھتے ہیں کہ ان کی کیا خطا ہے ۔معہذا مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں اپنے مریدوں کے محفوظ رہنے کی پیش گوئی کی ہے حالانکہ ہر ایک شہر میں جہاں طاعون پڑا ہے مرزائی لوگ بھی اس کا شکار ہوچکے ہیں ۔ غالباً مرزا صاحب اس کی وجہ یہ بتلاویں گے کہ وہ لوگ خالص الایمان نہ تھے جیسا کہ وہ خود اس پیش گوئی میں بطور حفظ ما تقدم لکھ چکے ہیں ۔ الغرض بیماری طاعون کے اصل اسباب سماوی اور ارضی ہیں، گو بعد اس کے کرم پیدا ہوجاتے ہیں ۔مرزا صاحب کی بددعا کا کوئی اثر نہیں ۔افسوس مرزا صاحب خودغرضی کی وجہ سے دعوی قادریت خدا تعالی کو بھی بھول گئے :

ولکن اللّٰہ یفعل ما یرید ۔ انّہ فعّال لما یرید ۔

خودغرضی ششم : وجہ تسمیہ دارالامان قادیان کے بیان میں

افسوس مرزا صاحب نے یہ نہ سوچا کہ قادیان، دارالامان کن معنوں سے بن سکتا ہے ۔ موت حیات اور تکلیفات کا سلسلہ وہاں بدستور ہے ۔ الغرض دارالامان اسم بامسمی نہیں ۔ اے مرزا صاحب دارالامان اور دارالحرام وہ ہے جس کو پروردگار نے دارالامان کے لفظ سے یاد فرمایا:

و اذ جعلنا البیت مثابۃً للنّاس و امناً ، و لا آمین البیت الحرام ۔

خودغرضی ہفتم : اشاعت اشتہارات کے بیان میں

ہم اس کی تفصیل نہیں کرتے ناظرین خودغور فرما سکتے ہیں کہ اشاعت اشتہارات سوائے شہرت مرزا صاحب کے مخلوق کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔

خودغرضی ہشتم : چندہ مینار کے بیان میں

اے ارباب بصیرت! مرزا صاحب نے مسیح موعود کی تصدیق من گھڑت میں صرف اپنے آپ کو ہی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ چندہ مینار دینے والوں کو بھی ساتھ زمرہ مبذرین سے بنایا۔

و آت ذا لقربی حقّه و المساکین و ابن السّبیل ولا تبذّر تبذیراً ۔ انّ المبذّرین کانوا اخوان الشّیاطین و کان الشّیطان لربّه کفوراً

اے حضرت مرزا صاحب! خدا تعالی کا حکم اول قرابتیوں بعد مسکینوں بعد مسافروں کو خرچ کرنا فرماتا ہے ،حضور کے قرابتیوں کی زمین بلکہ مکان بھی ان کے ڈپٹی مرزا اعظم بیگ مرحوم کے پاس رہن و بیع ہیں اگر آپ خودغرض نہ ہوتے تو پہلے آپ قریبیوں پر احسان اور مروت فرماتے ۔یہی آپ کے کذب دعوی پر دلیل کافی ہے۔

خودغرضی نہم: تصانیف کے بیان میں

اے ارباب بصیرت! جائے غور ہے کہ احکام شرعی کیلئے مسلمانوں کو قرآن اور حدیث و فقہ کافی ہیں ۔ پھر مرزا کی تصنیف کی غرض وجہ معاش نہیں تو کیا ہے بلکہ مرزا بوجہ تصنیف خودحکم آیت ہذا کے مصداق ہیں: و من لم یحکم بما انزل اللّٰه فا و لئک هم الکا فرون ۔

خودغرضی دہم: تجارت تصاویر کے بیان میں

اے مسلمانوں! پروردگار نے قرآن شریف کو رفع شرک کے واسطے نازل فرمایا ہے جابجا قرآن شریف رفع شرک پر زور دیتا ہے ۔کیا تصویر مرزا صاحب بت ودسواع یغوث نسر سے آپ لوگ کم سمجھتے ہیں۔مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے تصاویر پرستوں سے پوچھتا ہوں کہ سوا مشرک بنانے کے تصویر مرزا صاحب کیا فائدہ دیتی ہے ۔افسوس اگر مرزا صاحب کو علم قرآن ہوتا

تو بذریعہ تصویر اپنی کے لوگوں کو مشرک نہ کرتے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے:

یا ایھا النّاس ضرب مثل فاستمعوا له ۔ انّ الّذین یدعون من دون اللّٰہ لن یّخلقوا ذبابًا و لو اجتمعوا ۔ و ان یسلبھم الذّباب شیئًا لا یستنفذوہ منه۔ ضعف الطّالب و المطلوب ۔

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کو خلوص دل سے ایک جانو۔ خود مرزا یا تصویر مرزا ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے ہیں اور اگر مکھی ان کی کوئی چیز لے جاوے تو چھڑا بھی نہیں سکتے۔

خود غرضی یازدہم: کالج قادیانی کے بیان میں

صاحب بصارت پر کیفیت کالج قادیانی مخفی نہیں۔ علاوہ تشہیر مذہب اختراعیہ افترائیہ مرزائیہ کی تخم ریزی کی بنا ہے۔ اے اہل اسلام خود غرض عالم اور درویش، لوگوں کا مال کئی باطل طریقوں سے کھاتے ہیں۔ دیکھو قرآن میں ہے یا ایّھا الّذین آمنوا انّ کثیرًا من الاحبار و الرّھبان لیاکلون اموال النّاس بالباطل و یصدّون عن سبیل اللّٰہ

خود غرضی دوازدہم: اتہام مریم علیھا السلام کے بیان میں

مرزا صاحب مریم کو اپنی قلم سے یہودیوں کی طرح لکھتے ہیں کہ مسّ شیطان سے پاک نہیں۔ اور خدا مریمؑ کے حق میں فرماتا ہے برگزیدہ کیا تم کو اور پاک کیا تم کو جہان کی عورتوں پر

و اذ قال الملائکة یا مریم انّ اللّٰہ اصطفاكِ و طھّركِ و اصطفاكِ علیٰ نساء العالمین

ناظرین کیا مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے جس طرح مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

خود غرضی سیزدہم: اتہام حضرت عیسیٰؑ کے بیان میں

حضرت عیسیٰؑ کو مرزا صاحب پیغمبر نہیں مانتے ایک راست باز آدمی لکھتے ہیں وہ بھی نیک ظنی کے لفظ سے نہ دلی اعتقاد سے اور اپنے رسالہ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اور اس کی والدہ مسّ شیطان سے پاک نہیں۔ اور رفع الی السماء نہیں مانتے بلکہ فوت ہو کر کشمیر میں

مدفون قرار دیتے ہیں۔ یہی تمام اعتقادات اہل یہود کے تھے ان کی تردید ہم سابقاً بیان کر چکے ہیں یہ اعتقاد تو مرزا صاحب کا ہے اور خدا تعالیٰ و جیھاً فی الدّنیا و الآخرۃ و من المقرّبین۔ نیز و رسولاً الی بنی اسرائیل فرماتا ہے۔

قادیانی بے علمی از معانی و مضمون بندی قرآن

مرزا صاحب رسالہ دافع البلاء ورق اخیر پر متضاد کلمات اوصاف نسبت حضرت عیسی کے بیان فرماتے ہیں جس کے پڑھنے سے ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کو علاوہ بے علمی کے خلل دماغ بھی ہے۔ وہ متضاد کلمات یہ ہیں: حضرت عیسیٰؑ منجی نہیں راست باز آدمی ہے مگر راست بازی بھی ظنی طور پر نہ یقینی۔ شرابی، فاحشہ عورتوں کا مال کھانے والا بے تعلق عورتوں سے تعلق رکھتا تھا۔ الغرض مسّ شیطان سے خالی نہیں۔ یہ کلمات تمام مرزا صاحب کی عبارت رسالہ دافع البلاء کا خلاصہ ہے۔ اور ساتھ ان بہتانوں کے یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں و جیھاً فی الدنیا و الآخرۃ و من المقربین۔ ارباب بصیرت غور فرماویں افراط اور تفریط عبارت مرزا صاحب سے خلل دماغ اور بے علمی آپ کو ثابت ہوگی۔

ایک طرف تو بہتانات مرزا صاحب اور دوسری طرف شہادت باری تعالیٰ ہے جس کے ہاتھ میں ہماری جان ہے وہ و جیھاً فی الدنیا و الآخرۃ و من المقربین فرماتا ہے۔ اگر مرزا صاحب کو و جیھاً اور مقرب کے معنی آتے ہیں تو بہتان مذکورہ بالا نہ لگاتے۔ اے مرزا صاحب! مقرب کے معنی رسول کے ہیں جیسا کہ شروع سورہ واقعہ میں اصحاب المیمنہ و اصحاب المشئمہ ...کی تقسیم سے صاف پیغمبری کے معنی ثابت ہوتے ہیں و رسولاً الی بنی اسرائیل حضرت عیسیٰؑ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ناظرین کو مرزا صاحب کی متضاد تحریر سابقاً دکھا چکے ہیں۔ جس آیت کے حوالہ سے مرزا صاحب کے تلفظ میں بے علمی ثابت کر چکے ہیں اسی آیت سے پھر ہم مضمون بندی میں غلطی پکڑتے ہیں وہ آیت یہ ہے و جیھاً فی الدنیا و الآخرۃ و من المقربین ختم آیت ہذا پر گول دائرہ کا نشان اور اس پر لا کا نشان ہے، یہ لا کا نشان دلالت کرتا ہے نہ ختم ہونے معنوں پر۔ اگر مرزا کو علم ہوتا تو باقی صفات حضرت عیسیٰؑ بھی دیکھتے جو اللہ نے بیان فرمائے تھے اور باقی صفات یہ ہیں

و یکلّم النّاس فی المھد و کھلاً و من الصّالحین۔

و یعلّمه الکتا ب و الحکمة و التّورا ت والا نجیل ۔ و رسو لاً الی بنی اسرا ئیل

جس آیت میں ہم پہلے دوقسم کی بحث کر چکے ہیں اسی آیت میں پھر مرزا کی بے علمی قرأت میں دکھا تے ہیں و جیهاً فی الد نیا و ا لآ خرہ و من المقربین ۔ختم آیت پر جو نشان گول دائرہ کا ہے جس کونشان آیت اور وقف بھی کہتے ہیں یہ وقف اوراس کے مابعد کے وقف کافی دورتک چلے جاتے ہیں ۔کافی وہ وقف ہوتا ہے جہاں معنی ختم نہیں ہوتے اگرمرزاصاحب کوعلم قرأت ہوتا توعیسیٰؑ کی صفات جو کہ خدا نے بیان فرمائی تھی تحریر کرتے ۔ مرزا کومناسب ہے کہ پہلے دعوی مسیحیت کے علم قرآن سیکھیں بعداس کے دلائل استحقاق مسیحیت قرآن سے بیان کریں ورنہ حیف ہے ایسے کذب دعوی پر کیونکہ خدافرماتا ہے فنجعل لعنة اللّٰه علی الکا ذبین

عام لوگوں کا خیال ہے کہ مرزا کے کئی عالم مرید ہیں ۔اگرفی الواقع مرزا قادیانی ،مسیح موعود نہ ہوتا تو مولوی مرید کیوں ہوتے ۔اس کا جواب یہ ہے کہ مولویوں کا مرید ہونا دعوی مسیح موعود کا کوئی قرآنی ثبوت نہیں ۔ ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ آج کل بعض مسلمان خودغرض ،عیسائی و آریہ ہوتے جاتے ہیں اور بعض ہندوعیسائی ہورہے ہیں ۔علی ہذا کئی ایک مولوی خودغرض اورکئی بے علم اپنی بےعلمی کی وجہ سے مریدمرزاصاحب ہورہے ہیں لیکن جائے غور ہے کہ دعوی مذکورہ بالا کی ہم قرآن سے تردیدکرچکے ہیں اورایسے عالموں کے حق میں خداتعالی فرماتا ہے:

یا ایّها الّذین آ منوا انّ کثیراً مّن ا لاحبار و الرّ هبا ن لیا کلو ن
اموال النّا س با لبا طل و یصدّو ن عن سبیل اللّٰه

پس خودغرض مولویوں اور بےعلم لوگوں کا مرید ہونا دعوی مسیحیت کا کوئی ثبوت نہیں ۔

دیکھوحکیم مولوی نورالدین بھیروی جوکہ بڑےحواری مرزا کے ہیں، خاکسار نے ان کوسوال کیا:

حکیم نورالدین سے مباحثہ

- آپ مرزاصاحب کوکس ثبوت سے مسیح موعودسمجھتے ہیں؟
- حکیم صاحب نے فرمایا کہ مرزاصاحب کوالہام ہوتے ہیں ۔
- میں نے کہا الہام مسیحیت کی کوئی دلیل نہیں، اکثر لوگوں کی خوابیں بعض سچی اوربعض

جھوٹی ہوتی ہیں۔ یہی الہام مرزا قادیانی کا ہم سنتے ہیں کوئی اور دلیل جناب مسیحیت کی فرماویں۔

❁ حکیم نورالدین نے فرمایا کہ مجھ کو قرآن شریف نہ آتا تھا خصوصاً سورۃ نجم۔ اگر ہم اب سورۃ نجم کو سو عالم میں بیان کریں تو دنگ ہو جاویں۔

❁ میں نے کہا کہ حضرت یہ تو مسیحیت کی کوئی دلیل نہیں۔ واقف قرآن ہندو ہو یا عیسائی سمجھا سکتا ہے۔ جناب کوئی اور دلیل فرماویں۔

❁ حکیم نورالدین نے فرمایا کسوف اور خسوف رمضان میں مہدویت مرزا کا نشان ہے۔

❁ میں نے کہا ممکن ہے کہ خدا کی زمین پر کوئی اور مہدی پیدا ہو گیا ہو۔ جناب کوئی اور دلیل بیان فرماویں۔

❁ حکیم نورالدین نے فرمایا میں مرزا صاحب کا عاشق ہوں۔

❁ میں نے کہا حضرت میں نے اپنا اور آپ کا وقت ضائع کیا۔ عشق تو مرض ہے۔ میں دلیل مسیحیت پوچھتا ہوں۔

پس خاکسار السلام علیکم عرض کر کے رخصت ہوا۔ پس ناظرین کو ثابت ہو گیا ہو گا کہ مولوی مرید مرزا صاحب کے بھی دعوی مسیحیت و مہدویت کا کوئی ثبوت نہیں رکھتے۔

اعلان۔ چونکہ ہم دعاوی مرزا غلام احمد صاحب کی تکذیب قرآن شریف سے ثابت کر چکے ہیں لہذا مرزا صاحب کو مناسب ہے کہ دلائل استحقاق دعاوی قرآن شریف سے بیان کریں ورنہ عقیدہ یہودیہ، خیالیہ، وہمیہ، افترائیہ، خودغرضیہ، بہتانیہ سے توبہ کریں۔

و ما علینا الا البلاغ

ملا لطیف قادیانی

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

ایک دفعہ میں نے صرف حمیت مذہبی سے اور حمایت نبی سے، نہ کسی اور غرض سے، ایک سابق لفٹننٹ گورنر پنجاب سے، (جو اس وقت نیم پادری تھے، اور اب ولایت میں پورے

پادری بن کر مشن کا کام کر رہے ہیں،) عندالملاقات ان گالیوں (جو مرزا نے مسیح کو دی ہیں) کا تذکرہ کیا تو وہ بولے کہ اس پر مواخذہ کرنا میرا کام نہیں۔ میں نے کہا آپ کسی پادری کو ہی چارہ جوئی پر آمادہ کریں۔ وہ بولے کہ پادری لوگ جھگڑا لڑائی نہیں کیا کرتے۔ لیفٹننٹ گورنر نے سچ کہا تھا۔ بے شک پادری صاحبان مذہبی حمیت نہیں رکھتے اس لئے کوئی حضرت مسیح کو گالی دے تو وہ اس سے جھگڑا نہیں کرتے ولیکن اگر خود پادری صاحب کو کوئی گالی دے، یا ارادہ توہین کرے، تو جھٹ پولیس کو بلاتے ہیں۔ اسی وجہ سے مرزا اس سلطنت کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہتا ہے۔ اور اس کو بار بار ابر رحمت کہتا ہے۔ اور اسی وجہ وہ بلاخوف و بلا دھڑکہ ایسے دعاوی کر رہا ہے۔ اور اگر وہ کسی اسلامی سلطنت دولت خدادا افغانستان یا عربستان یا ایران میں جائے اور وہاں اس قسم کے دعاوی زبان پر لاوے تو ان دعاوی کا مزہ چکھ لے۔

ان دنوں مرزا کا ایک خلیفہ افغانستان پہنچا اور اس نے وہاں جا کر اس قسم کے خیالات و دعاوی مرزا کا اظہار کیا، تو وہاں اس سے وہی سلوک ہوا جو ایک نبی کی توہین کرنے والے، امتی ہو کر عیسے بن بیٹھنے والے، احادیث نبویہ کو رد کرنیوالے، کروڑوں مسلمانوں کے دل دکھانے والے سے، بحکم شریعت اسلام وقدیم ادیان ہونا چاہیے تھا چنانچہ متعدد دیسی اخباروں میں اس کا ذکر ہوا ہے۔ (جیسا کہ:)

پیسہ اخبار ۲۳۔ اگست ۱۹۰۳ء میں بحوالہ پنجاب سماچار درج ہے کہ ملّا لطیف بنوں میں جاگیر دار تھا، حج بیت اللہ کے لئے تیار ہوا۔ قریباً ایک ہزار روپئہ امیر صاحب کابل کی طرف سے اس کو بطور زاد راہ ملا۔ ملّا صاحب مکہ معظّمہ کو جاتے ہوئے راستہ میں قادیان وارد ہوئے، اور مرزا قادیان کے مرید بن کر مکہ معظّمہ جانے کے بجائے وطن واپس پھرے۔ جب امیر صاحب کو یہ حال معلوم ہوا تو اس ملّا کو بلا کر پہلے تو سمجھایا، جب اس نے نہ مانا تو ملّا صاحب آخر توپ کے سامنے کھڑے کر کے توپ سے اڑائے گئے۔ یہ واقعہ ایک مہینے کا ہے اور اس کی صحت کا ذمہ دار ملا متوفی کا چچازاد بھائی ہے

خاکسار (محمد حسین) کہتا ہے ہمارے شہر بٹالہ کے قریب موضع مسانیاں کے سید کابل سے بٹالہ وارد ہوئے تو انہوں نے بھی اس خبر کے اخباروں سے مشتہر ہونے سے پہلے یہ خبر بٹالہ شہر میں مشتہر کی۔ اور مرزائی پارٹی لاہور وغیرہ بھی اس کو مانتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ کابل میں جو ہیضہ واقع ہوا ہے وہ اسی خلیفہ (قادیان) کے قتل کئے جانے کی سزا میں حضرت اقدس کی بددعا

سے ہوا ہے۔ خاکسار محمد حسین کہتا ہے یہ خوب سزا ہے کہ کرے داڑھی والہ، پکڑا جائے مونچھو ں والہ۔ جن کے حکم سے اور جن کے ہاتھ سے وہ مرتد مارا گیا وہ تو خدا کے فضل سے امن وعافیت میں رہیں اور سزا ہیضہ ان کو ملے جو وہ اس قتل میں بے گناہ رہیں۔ یہ ڈھکوسلہ مرزائی نیا نہیں پرانا ہے جس کا ایک جواب اور بھی ہے جو عنقریب آتا ہے (درج ذیل ہے)۔

ملا لطیف جو علاقہ سرحد میں جاگیر دار تھا اور امیر کابل سے اچھا رسوخ رکھتا تھا۔ حج بیت اللہ کے لئے تیار ہوا۔ تقریباً ایک ہزار روپیہ امیر کابل کی طرف سے اس کو زاد راہ ملا۔ جب ملا صاحب مکہ معظّمہ کو روانہ ہوئے تو راستہ میں قادیان میں وارد ہوئے اور قادیانی مسیح موعود کی باتوں میں آکر ان کے مرید بن گئے مکہ معظّمہ جانے کا ارادہ فسخ کر کے مرزا صاحب کے لئے وعظ کرنے کی ٹھانی۔ جب یہ معاملہ امیر کابل کو معلوم ہوا تو انہیں کسی طرح بلوا کر سمجھایا کہ یہ فرقہ خارج از اسلام ہے اور مکہ معظّمہ اور مدینہ کے علماء کے فتوی موجود ہیں، لہٰذا اس خیال سے باز آؤ۔ اور سوچنے کی مہلت دی گئی۔ لیکن ملا لطیف اپنی بات پر اڑے رہے۔ اگر ہم کو کوئی ایذا دے گا تو اس کی خبر ہمارے مسیح کو بذریعہ الہام پہلے ہی ہو جائے گی اور وہ ضرور مدد کریں گے۔ لیکن بعد ایام مہلت ملا صاحب توپ کے سامنے کھڑے کر کے اڑا دیئے گئے۔

راقم نامہ نگار سرحد ساکن بنوں۔ پنجاب سماچار۔

مولانا احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنہ ہند اس بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

ضمیمہ (شحنہ ہند) میں اس معاملے پر بحث ہو چکی ہے اور ایک صاحب اعلان دے چکے ہیں کہ اگر مرزا افغانستان جائیں تو میں پچاس ہزار روپیہ دینے کو تیار ہوں۔ اور ہم تو کہتے ہیں کہ مرزا جی کابل خود تو کیا جائیں گے اپنا ڈیپوٹیشن بھیجتے ہوئے بھی کپکپاتے ہیں کیونکہ افغانی عملداری میں ملحدوں اور مرتدوں کے ساتھ زبان سیف سے تصفیہ کیا جاتا ہے نہ قلم و زبان سے (ضمیمہ شحنہ ہند ص ۳۔ ۲۴۔ اگست ۱۹۰۳ء)

کتابیات

عہد نامہ عتیق و جدید

عصائے موسیٰ ۔منشی الٰہی بخش لاہوری ۔مطبع انصاری دہلی ۔۱۹۰۰ء

فیصلہ قرآنی تکذیب قادیانی ۔حکیم حافظ محمد الدین ۔طبع ۱۳۲۲ھ

قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگذشت ۔اللہ وسایا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان ۔۱۹۹۰ء

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸

ضمیمہ ہفت روزہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۹۰۳ء

قادیانی لٹریچر:

براہین احمدیہ؛ سرمہ چشم آریہ؛ شحنہ حق؛ فتح اسلام؛ توضیح مرام؛ ازالہ اوہام؛ نشان آسمانی ، آئینہ کمالات اسلام؛ جنگ مقدس؛ شہادۃ القرآن؛ انجام آتھم مع ضمیمہ؛ کشف الغطا؛ تحفہ قیصریہ؛ ایام الصلح؛ ضرورۃ الامام؛ تریاق القلوب؛ اربعین؛ تحفہ گولڑویہ؛ اعجاز احمدی؛ کشتی نوح؛ دافع البلاء؛ حقیقۃ الوحی؛ چشمہ معرفت

مجموعہ اشتہارات مرزا قادیانی

تحریک ختم نبوت حصہ ششم پر تبصرہ

(تبصرہ نگار: علامہ ابن احمد نقوی دہلی)

تحریک ختم نبوت (جلد ششم)، مؤلف ڈاکٹر محمد بہاء الدین، صفحات ۵۹۷
ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی ٦

ڈاکٹر محمد بہاء الدین کی قاموسی تالیف کا یہ چھٹا حصہ ہے جو ۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۲ء تک کے واقعات پر محیط ہے۔ یعنی جب مرزا غلام احمد قادیانی اپنی عمر کے آخری دور میں تھا (مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں راہی ملک عدم ہوا) اہل اسلام نے اس دور میں مرزا اور اس کے امتیوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ علمائے اہل حدیث اس معرکہ میں صف اول میں تھے۔ (اخبار) اہل حدیث امرتسر نے قادیانیوں کے خلاف ایک مستقل اور کامیاب محاذ کھول رکھا تھا اور مرزا کی جان حلق میں اٹک گئی تھی۔ اس دور میں مرزا نے حضرت میاں صاحبؒ (سید نذیر حسین محدث دہلوی) کو چیلنج کیا۔ حضرتؒ کی طرف سے ان کے تلمیذ رشید امام محمد بشیرؒ سہسوانی بھوپال سے دہلی آئے اور حیاۃ مسیح پر تحریری مناظرہ ہوا اور مرزا میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اسکے بعد دیگر مرزائیوں سے بھی مناظرے، مباحثے، مناقشے ہوتے رہے، اس میں امت کے علماء نے کھل کر حصہ لیا۔ مولانا محمد اسماعیل علی گڈھیؒ ہوں یا پیر مہر علی شاہؒ، یا دیگر اہل قلم، سب کی خدمات اس فتنہ کی سرکوبی میں ہماری دینی تاریخ کا روشن باب ہیں۔

آج اکیسویں صدی میں جب کہ قادیانیت رسوا ہوکر برصغیر سے کم وبیش معدوم ہوچکی ہے ہم حالات کی اس سنگینی کا اندازہ نہیں کر سکتے جب مرزا زندہ تھا۔ اسے اور اس کے گمراہ حواریوں کو صلیبی سامراج کی سرپرستی حاصل تھی۔ مرزا کے بعد اس کا.. بیٹا مرزا محمود اعلان کرتا تھا کہ مکہ، مدینہ ویران ہو چکے ہیں، اب قادان ہی شاداب ہے، جسے حج کرنا ہے وہ یہاں آئے۔ مرزائی دعوی کرتے تھے کہ مرزا اپنی نبوت میں نبی صادق ﷺ سے اس لحاظ سے برتر ہے کہ اس کا وجود اس دور میں ہوا جب علم سائنس اور انسانی عقل وشعور ارتقا کی طویل منزلیں طے کر چکا ہے۔ جن چیزوں کا ابتدائے اسلام میں بزرگ صحابہ کو بھی علم نہیں تھا اس دور میں وہ عام ہوچکی ہیں، اس لئے مرزا کی نبوت عہد دانش کا معجزہ ہے۔

غرض اس قسم کی باتیں کر کے وہ اپنے ادعا کیلئے طلسماتی فضا تیار کرتے تھے۔ اس دور میں یہ ہمارے علماء کا ہی حوصلہ تھا کہ مرزا اور اس کے ابلیسی دعووں کے ابطال میں ہمہ وقت سینہ سپر

رہے تھے۔ علامہ امرتسریؒ ..قادیان جا پہنچے تاکہ مرزا صاحب سے بالمشافہ گفتگو کریں۔ ظاہر ہے کہ اگر علماء کرام کو اپنے موقف کی صداقت پر حق الیقین نہ ہوتا تو وہ ایسے مجاہدانہ انداز سے اقدام نہیں کر سکتے تھے۔ پھر مرزا خود ہی ..اپنے دعوی یا بددعا کا شکار ہوا کہ (مرزا قادیانی اور ثناء اللہ میں سے) جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے گا۔ مرزا ۱۹۰۸ء میں مرا، جب کہ شیخ الاسلام امرتسری ۱۹۴۸ء میں دامن رحمت میں گئے۔

آج کا قاری جب یہ سارے واقعات پڑھتا ہے تو اسے احساس نہیں ہوتا کہ ہمارے علماء مجاہدین نے کیسے صبر آزما اور حوصلہ شکن حالات میں کلمہ حق کو بلند کیا۔ ان کا مقابلہ مرزا سے نہیں تھا بلکہ وہ بالواسطہ صلیبی سامراج سے معرکہ زن تھے، مرزا تو محض ایک بہانہ تھا جسے سامراجی ایک ڈھال کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

قادیانیت کی شکست جماعت اہل حدیث کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو ہماری دینی علمی ملی تاریخ میں سنہرے باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسی داستان ہے جسے ہماری نئی نسل کو بطور خاص بالاستیعاب پڑھنا چاہیے تاکہ وہ جان سکیں کہ ہمارے آباء نے شمع دین حق کی حفاظت میں کس طرح آندھیوں میں فانوس بن کر کام کیا اور طوفانی جھونکوں میں صداقت کی روشنی کو جھلملانے نہیں دیا، آج زمانہ پہلے سے زیادہ اسلام کا حریف بن کر اٹھا ہے عالمی طور پر اسلام اور پیروان اسلام کو نشانہ ستم بنایا جا رہا ہے۔ آج کے زہریلے پودے سے زیادہ زہریلے ناگ اور خونخوار عفریت مسلمانوں کو اپنے حصار میں کئے ہوئے ہیں اس وقت مسلمانوں کے عقیدہ پر یلغار تھی آج مسلمانوں کا وجود داؤ پر لگا ہوا ہے۔ اس وقت اہل کتاب کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی آج اس کی جگہ اہل عہد نامہ (صلیبی اور صیہونی) کا چلن ہے۔ یعنی مسلمانوں کے خلاف ایک نیا محاذ کھولا گیا ہے۔ مسلمانوں کا جتنا خون بہا ہے اتنا صلیبی جہاد کے دوران بھی نہیں بہا تھا۔ اور عبرت کی بات یہ ہےکہ صلیبیوں نے خود مسلمانوں کو ہی مسلمانوں کا خون بہانے کا مامور کر دیا۔ عراق، افغانستان، پاکستان ہر جگہ امریکی گرگے اپنے بھائیوں کا خون بہا رہے ہیں۔ چشم فلک نے ایسا عبرت ناک نظارہ پہلے کب دیکھا ہوگا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ ستم کا یہ سیل بیکراں کب رکے گا اور کیسے رکے گا۔

کلیسا اور اس کی امت آج بھی اسلام اور مسلمانوں سے مصالحت پر آمادہ نہیں ہے۔ قادیانیت کا ایک دور تھا وہ شجر خبیثہ برگ و بار سے محروم ہو کر اب فقط چوب سوختنی بن کر رہ گیا ہے لیکن اس کے بعد صلیبیوں نے ستم کی لرزہ خیزی کی انتہائی زہریلی فصلیں اگائی ہیں اور وہ برگ و بار لا رہی ہیں۔ان حوصلہ شکن حالات میں امت مسلمہ کو پھر اسی عزم و اتحاد کا مظاہرہ کرنا اور اسی پامردی سے باطل کا مقابلہ کرنا ہوگا جیسا کہ قادیانیت کے فتنے کا کیا ہے۔

قادیانیت کا فتنہ کم نہیں تھا، اگر خدانخواستہ کامیاب ہو جاتا تو برصغیر کے مسلمان کٹی پتنگ بن کر رہ جاتے۔ ہمارے بعض برادران وطن بھی خوش تھے کہ قادیانیت کے فروغ سے دنیا کے مسلمان، ہندوستان کی طرف راغب ہوں گے۔ وہ عرب (مکہ، مدینہ) کا رخ کرنے کی بجائے پنجاب (قادیان) کی طرف آئیں گے اس سے ہندوستان مسلمانوں کا مرجع بن جائیگا۔ ہندوستانی مسلمان بھی قادیانیت کے زیر سایہ قوم پرستی پر مائل ہونگے۔عرب کی بجائے اپنے وطن ہندوستان کی طرف دیکھیں گے۔آج صلیبی پھر یہ سوچ رہے ہیں کہ مادی ترقی اور خوش حالی مسلمان کو لبرل اسلام (اسلام کی اصل تعلیمات سے دور اور مغرب سے قریب) کی طرف لے آئیگی اس لئے سلفیت ان کا خاص نشانہ ہے۔قادیانیت نے بھی سلفیوں کو ہی اپنا اولین حریف سمجھا تھا۔ ایک لحاظ سے دیکھئے تو قادیانیت آج بھی صلیبی اور صیہونی جارحیت کے پیرہن میں زندہ ہے۔مغرب اور اسرائیل میں قادیانیوں کے مراکز آج بھی سرگرم کار ہیں۔اس کا چہرہ بدل گیا ہے، کردار وہی ہے یعنی دین حق کی بیخ کنی کے لئے زور لگانا، یا شمع ایزدی کو پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کرنا۔

ایسے عالم میں تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث جیسی کتابیں ہمارے لئے شاہنامہ کا درجہ رکھتی ہیں، وہ رزمیہ داستانیں ہیں جو ماضی میں ہماری سرفروشی کی دلنواز اور دل گداز منظر ہماری نگاہوں کے سامنے لاتی ہیں۔علامہ ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ ہمارے وہ نقیب اور نقارہ زن ہیں جو میدان کارزار میں ہمارے خون گرم رکھنے اور ہمارے حوصلوں کو نئی بلندیاں عطا کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔تاریخ بتاتی ہے جب مسلمان فوجیں فارس میں برسرپیکار تھیں تو سپہ سالار عساکر اسلامی (امین الامت) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ صاحبِ فراش ہوگئے وہ میدان جنگ میں آنے سے معذور تھے لیکن میدان کے قریب ہی ایک بالا خانے پر لیٹے ہوئے فوج کی کمانڈ کرتے تھے۔

پرچوں پر احکام لکھ کر نیچے پھینکتے رہتے تھے اور نقیب انہیں لشکر میں پہنچاتے تھے۔ اس طرح صاحبِ فراش رہ کر بھی اسلام کے اس عظیم مجاہد اور فرزند نے معرکہ جیت لیا۔ ہمارے قائد ڈاکٹر بہاء الدین کا بھی یہی عالم ہے وہ ایک عرصہ سے صاحبِ فراش ہیں۔ میدان عمل میں تیز قدم نہیں ہو سکتے لیکن اپنے بستر مرض سے بھی وہ اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ان کا عزم، ہمت، حوصلہ، استقامت انہیں دل برداشتہ نہیں ہونے دیتی اور وہ ہمارے تندرست وتوانا افراد سے بھی زیادہ سرگرمی سے نقارہ زنی کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت عمر واقبال عطا کرے اس لئے کہ وہ ہمارے لئے چراغ راہ کی حیثیت بھی رکھتے ہیں اور ہماری عظمت ماضی کے داستان گو بھی ہیں۔

(پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی۔ ۱۶۔۳۰ نومبر ۲۰۰۹ء ص ۲۰)

☆☆☆

والصّلوۃ والسّلام علی خیر خلقه محمّد و علی آله و صحبه اجمعین

www.ircpk.com

☆☆☆☆☆

مکتبہ قدوسیہ

تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

حصہ دوازدہم (۱۲)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب:	تحریک ختم نبوت حصہ دوازدہم (۱۲)
صفحات:	۵۴۴
مولف:	ڈاکٹر محمد بہاء الدین
طبع:	اول
سال طباعت:	۲۰۱۱ء

فہرست عنوانات

پیش لفظ

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم ۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ یہ عقیدہ اپنے اندر کئی اہم بنیادی امور کو سمیٹے ہوئے ہے جو ضروریات دین میں سے ہیں مثلاً: ختم نبوت کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ اب نزول وحی اور شریعت سازی کا سلسلہ موقوف (بند) ہو چکا ہے، اس کا لازمی تقاضا ہے کہ شریعت محمدی اور دین قرآنی مکمل ہے اس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں اور نہ ہی نسخ وتغیر کی۔

نبوت اور آسمانی ہدایت انسانوں کی سب سے اہم ضرورت ہے کہ اس کے بغیر سعادت روحانی اور نجات کا حصول ناممکن ہے لہذا پروردگار عالم نے انسانوں کی دیگر ضروریات سے بڑھ کر اس صورت کا معقول انتظام فرمایا۔ اب جب کہ سلسلہ نبوت، حضرت سید المرسلین ﷺ پر ختم کر دیا گیا تو ربوبیت الٰہی کا تقاضا ہوا کہ قیامت تک لوگوں کی ضرورت کا انتظام رہے۔ چنانچہ ختم نبوت کا لازمی تقاضا ہوا کہ نبوت محمدی، انسانیت کے آخری قافلے تک بے غبار شکل میں محفوظ رہے اور عالم انسانیت پر اللہ رب العالمین کی جانب سے حجت کا اتمام ہوتا رہے۔

آخری شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری رب العالمین نے سابقہ امتوں کی طرح افراد امت کے سپرد نہیں کی بلکہ، الذکر، کی حفاظت کا ذمہ خود لیا، اس الٰہی وعدے کی سب سے بڑی علت ختم نبوت ہی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ پر نازل کردہ آخری اور مکمل دین کی حفاظت کے ذریعے نبوت محمدی قیامت تک کے لئے ناقابل تنسیخ وتبدیل قرار پائی چنانچہ اسی کی بدولت بغیر کسی نئی نبوت کے تمام لوگوں پر اتمام حجت اور انتظام ہدایت کی سنتِ الٰہی بھی قائم رکھی۔

اللہ تعالیٰ کے مذکورہ وعدے اور سنت کی تکمیل کے لئے ضروری ہوا کہ لا تزال طائفة من امتی ظاہرین (منصورین) علی الحق.. الحدیث۔ کے نبوی الفاظ زندہ حقیقت کا روپ دھارلیں اور امت کا باسعادت طبقہ وطائفہ قرآن وسنت کے خالص دین کی حفاظت کا فریضہ انجام دینے میں لگا رہے اور اس میں تحریف وتبدیل، حذف واضافہ، اور معارضہ ومخالفت کی ہر کھلی اور چھپی کوشش کو ناکام بنانے پر کمر کسے رہے تاکہ چہرہ نبوت بے داغ وشفاف رہے اور شریعت کا مصدر وسرچشمہ ہر طرح کی آلودگی وآمیزش سے پاک صاف۔ ختم نبوت کی نفی ان تمام ضروریات کی نفی کرنا ہے۔ حفاظت دین کے الٰہی وعدے اور ختم نبوت کے تقاضوں نے شریعت حقہ کی صیانت وخدمت اور اس کے دفاع ورڈ باطل کا ایسا انتظام فرمایا کہ یہ علمی کاوشوں وعملی

کوششوں اور بسا اوقات جان فروشیوں کی درس وعبرت سے لبریز متداول تاریخ بن گئی۔

عہد رسالت صادقہ سے لے کر آج تک تقریباً ہر دور میں ختم نبوت کے ثابت شدہ عقیدے کے سامنے مختلف چیلنجوں نے سر اٹھایا، کتنے پیشہ ورانِ دین اپنے گرد تقدس وعقیدت کا ہالہ بنا کر ارادت مندوں کا مرکز اقتدار بننے کی خاطر دانستہ یا نادانستہ شارع ﷺ کی امامت کبری اور مرکز ہدایت کی حیثیت کیلئے چیلنج بنتے رہے۔ ان کے تئیں کشف والہام اور مناماتِ ورؤیا (خواب) کی غلو آمیز حیثیت اور افراط زدہ فکر نے وحی کے انقطاع اور تکمیل شریعت کے واضح اعلان کے باوجود ختم نبوت کی شاندار وجاندار عمارت میں نقب لگانے کی کوشش کیں۔ شرع متین میں کمی بیشی تغیر وتبدیل کے چور دروازے کی مذموم مساعی انجام دیں۔ علاوہ ازیں امت کے ایک طبقے نے تقلید شخصی کے التزام وجمود کی راہ سے جانے انجانے آئمہ کرام کے اجتہادات وآراء کو منزل من اللّٰہ نصوص کا مقام دینا چاہا۔ طائفہ منصورہ اور جمہور علماء امت نے ایسی ہر جسارت کو بے نقاب اور ہر کوشش کو نامراد کیا اور بلاخوف لومۃ لائم مقام نبوت اور نصوص شریعت کی بالاتری کو ثابت فرمایا۔ مجددین دین کا وظیفہ بھی یہی تھا کہ وہ اپنے زمانے میں شریعت مطہرہ کے حقیقی چہرے پر پڑنیوالے غبار کو صاف کر دیں۔ وہ دین جدید پیش نہیں کرتے، خاتم النبیین کے دین کی تجدید کرتے ہیں (نبوی فرمان کے مطابق ہر صدی کے سرے پر مجدد کا ظہور ہوتا ہے مجدد کا ظہور بھی ختم نبوت کے بے شمار دلائل میں سے ایک قوی دلیل ہے کہ اگر سلسلہ نبوت ختم نہ ہوتو مجدد کی ضرورت نہ ہوتی، حسب حال نیا نبی مبعوث ہوتا)

عقیدہ ختم نبوت خلاف کشف والہام، خواب واجتہاد کو مقام وحی دینے کے چور دروازول کے علاوہ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں وحی ورسالت کے کھلے دعوی بھی ظہور پذیر ہوئے۔ عہد رسالت میں مسلمہ کذاب اور ما بعد سجاح اور اسود عنسی سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور متعدد چھوٹے بڑے مدعیان نبوت نے ختم نبوت محمدی کو چیلنج کیا۔ وحی الٰہی کے مقابل حسب استعداد وحی شیطانی پیش کی۔ تاریخ کا ہر جھوٹا نبی ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا ہ.... الآیہ، جیسے ارشادات کے مطابق اپنے قدرتی انجام کو پہنچا (بجز انکے جنہیں توبہ کی توفیق نصیب ہوئی) لیکن جھوٹے نبیوں کے وجود وظہور نے امت کا امتحان لیا۔ جو کم سواد وبدنصیب انکے دام فریب میں آگئے ناکام ہوئے۔ جنہوں نے جھوٹی نبوت کا انکار کیا اور اس کی تردید وتکذیب میں اپنا کردار نبھایا وہ کامیاب، اور تردیدی فریضے کی ادائیگی میں اپنے عمل اور جذبے کے مطابق درجات کے مستحق۔

اس معرکہ حق وباطل میں طبعی طور پر سب سے نمایاں کردار امت کے اسی طبقہ کا ہونا تھا

جو طائفہ منصورہ کہلانے کا سب سے زیادہ حقدار ہے، جس کے منہج فکر و عمل نے نبوت محمدی کے حسین ترین پیکر کے مقابل تقلیدی جمود کو بھی گوارا نہیں کیا کہ اس سے مقام رسالت مجروح ہوتا ہے چنانچہ یہ تاریخ کی برہنہ حقیقت ہے کہ جب بھی یہ معرکہ حق و باطل چھڑا طائفہ منصورہ، وعدہ الٰہی کی تکمیل کے لئے توفیق پانے والے لشکر کا ہراول دستہ رہا و للہ الحمد و المنۃ

ہندوستان کی تاریخ تحریک ختم نبوت بھی اسی فطری و تاریخی صداقت کا ایک روشن باب ہے۔ غیر منقسم ہندوستان میں استعمار کے مبعوث کردہ قادیانی نبوت کا علمبردار اپنے دائرہ تاثیر و تلبیس کی وسعت کے اعتبار سے حدیث نبوی کی تعبیر د جالون کذابون کے زمرے میں نظر آتی ہے۔

اسلام مخالف افکار و مذاہب کے رد و ابطال کے عزم کا اعلان کر کے مسلمانان ہند کی ہمدردی اور زبردست مالی تعاون کے ذریعہ قادیانی نے براہین احمدیہ نامی کتاب کے ذریعہ ۱۸۸۰ء کے عشرے میں اپنے دعوی مسیحیت و نبوت کی مخفی انداز میں تمہید باندھی۔ پھر ۱۸۹۱ء میں فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام کے ذریعے اپنے متعلق مسلمانان ہند کی خوش فہمیوں کے اوہام کا کھل کر ازالہ کر دیا، بالآخر ظلی و بروزی کے تاویلی سابقے کے ساتھ نبوت کا برملا دعوی کر دیا۔

اس دعوت کے اشارہ کردہ ابتدائی پس منظر، انگریزی حکومت کی در پردہ سرپرستی نیز مرزا قادیانی اور اس کے بعض رفقاء (مثلاً حکیم نورالدین) کے علم کلام، وحی شیطانی سے آراستہ شبہات نے اپنا ایک حلقہ اثر بنا لیا... جو لوگ قادیانی لٹریچر اور فکر سے کسی قدر واقف ہیں اور ساتھ ہی وہ منکرین حدیث کی اعتزال و استشراق زدہ عقلانیت کی شد بد رکھتے ہیں، وہ بخوبی جان سکتے ہیں کہ قادیانی علم کلام نے انکار سنت کے علم برداروں کو تشکیک و انکار کے لئے کافی غذا فراہم کی ہے۔ یا یہ کہیں کہ منکرین حدیث اور نیچری فکر کی اس نے بہت سے امور و مسائل میں موافقت کی ہے اور دونوں نے باہم فکری تبادلہ کیا ہے۔ وفات مسیح کا اثبات مسیح کی (بن باپ کی) معجزانہ ولادت کا انکار (یوسف نجار کی فرزندی کا دعوی) مسیح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کے معجزات کی نفی اور عقلی تاویلات جیسے متعدد امور ہیں جن میں نیچری مذہب، انکار سنت و قادیانی فکر شانہ بشانہ نظر آتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ نیچری اور منکرین سنت مغرب کی عقل پرستی سے مرعوب اور احساس کمتری کا شکار ہیں جب کہ قادیانی نبوت کو اپنے دعووں کے اثبات میں ان کی ضروریات ہے۔

مسیح کی وفات ثابت کر لی جائے تو احادیث صحیح میں نزول مسیح کا ذکر و ثبوت بزعم خود

قادیانی نبوت کے لئے مسیحیت کے دعوی کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے ۔ معجزات کی نفی و انکار سے ، قادیانی نبی ، کے معجزات سے عاجزی کا جواز فراہم ہوتا ہے۔ یہاں انکار حدیث و نیچریت کے جملہ معترضہ سے مقصود اس خیال کو پیش کرنا ہے کہ قادیانی دجل وفریب کو تقویت پہنچانے والے بعض دیگر ذرائع بھی موجود تھے اور ان میں سے ہر فکر دین محمدی کا حلیہ بگاڑنے والی مقام رسالت کو مجروح کرنیوالی یا ختم نبوت کے عقیدے اور اس کے مقتضیات پر ضرب کاری لگانا چاہتی تھی۔

چنانچہ انّا نحن نزّلنا الذّکر و انّا له لحافظون ۔اور، لا تزال طائفة مّن امّتی ظاهرین علی الحقّ جیسے متلو اور غیر متلو وحی کے الفاظ نے تحریک ختم نبوت کی شکل اختیار کر لی ..اور حق یعنی کتاب وسنت پر جو جتنا قائم تھا جن افراد و جماعات کی جس قدر (حق سے) وابستگی تھی اسی قدر اس نے اس تحریک میں اپنا رول نبھایا اور بغیر کسی جانبدارانہ رجحان کے یہ حقیقت ہے کہ طبقہ اہل الحدیث کتاب وسنت کا روئے زمین پر سب سے زیادہ امین وعلمبردار ہے۔

برصغیر کی تاریخ تحریک ختم نبوت جس قدر شاندار اور عظیم الشان ہے اس کے حقائق اور تفصیلات اسی قدر مظلومیت کا شکار ہیں ۔اس ظلم کے مرتکب کچھ لوگ غفلت شعار ہیں تو اکثر تعصب اور مسلکی جانبدارانہ رویہ کے شکار۔

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے تاریخ تحریک ختم نبوت کو مرتب و مدون کرتے ہوئے جو سلسلہ مضامین سے سلسلہ کتب کی شکل میں وسعت پذیر ہے محض واقعہ نگاری نہیں کی ہے بلکہ اس سلسلے کا معمولی سا مطالعہ بھی غمازی کرتا ہے کہ موصوف نے خون جگر نچوڑ کر تاریخ کے اس باب کے جملہ تقاضوں کی تکمیل کیلئے سعی بلیغ کی ہے چنانچہ اس دل آویز مرقع میں برصغیر کی مختلف جماعتوں اور افراد کا کردار نظر آتا ہے اور ان کی فکر کا واضح عکس بھی اس میں بہت سے معلوم واقعات کے نامعلوم پس منظر کا پتہ چلتا ہے مختلف حوادث کی درمیانی گم شدہ کڑیوں کا سراغ ملتا ہے اہم بات یہ ہے کہ کوئی بات ادعاءِ محض پر مبنی نہیں نظر آتی جو بھی بیان کیا مدلل اور مستند ہے۔

اس دستاویزی تحریر میں بہت سے مخلص کارندوں اور خدّامان دین پر لگائے گئے بے جا الزامات کی قلعی کھلتی ہے تو بہت سے مدعیان سرفروشی کے تاریخ سازانہ کارناموں کی نقاب کشائی ہے۔اس آئینے میں تحریک ختم نبوت کے نشیب وفراز اور ماضی کے حقیقت سے قریب تر بلکہ ہو بہو خدوخال نظر آتے ہیں۔سب سے اہم اور مفید امر یہ ہے کہ تحریک ختم نبوت کے کارپرداز علماء کی تحریروں ، مباحثوں ، مناظروں اور مباہلوں کی ذکر کردہ اور منقولہ تفصیلات میں ایسا زبردست علمی

مواد اور سرمایہ اکٹھا اور یکجا ہو گیا ہے جو دعاۃ و مبلغین علماء و طلبہ کیلئے علمی دلائل کا بیش قیمت ذخیرہ و خزانہ کہلا سکتا ہے۔ یہ علمی مواد آج بھی معاندین کی بہتیری پر فریب تشکیکات وشبہات کے ازالے کا سامان ہے۔ استدلال کی قوت اور مخالفین کے علمی تعاقب ومواخذے کی صلاحیتیں بخشنے والا ہے۔

زیر نظر کتاب، جو اپنے سلسلے کی بارھویں جلد ہے، کا لگ بھگ نصف حصہ میں نے دیکھا ہے جسے پڑھ کر جہاں ختم نبوت کا دفاع کرنے والے بزرگان اور علماء دین کی بے پناہ دینی غیرت و حمیت کا اندازہ ہوتا ہے وہیں ان کی گہری علمی بصیرت وصلاحیت بھی معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالی ان بزرگوں کو جزائے خیر اور بلند درجات عطا فرمائے کہ انہوں نے متنبّی قادیان کی وحی شیطانی کے ایک ایک شبہے اور مغالطے کا بھرپور تعاقب اور پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ ان کے دلائل واستدلالات میں حسین علمی جواہر ہیں۔ قادیانی متنبّی کی تضاد بیانیوں کی بے مثال علمی واصولی گرفت ہے اسکی دروغ گوئی اور افترا پردازی کے پختہ شواہد ہیں، قادیانی تلبسات میں نصوص کتاب وسنت کی تحریفات اوراس کی جھوٹی، مضحکہ خیز پیشین گوئیوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے کہ اگر قادیانی امت کا بھی کوئی فرد حسین لڑی میں پروئے ہوئے ان مجموعہ ہائے مضامین اور تاریخ کا منصفانہ مطالعہ کرے تو اسے یہ اعتراف کرنے میں چنداں دیر نہیں لگے گی کہ قادیانی نبی بلاشبہ دجال وکذاب تھا۔

ان سطور کو لکھتے ہوئے مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ڈاکٹر بہاء الدین کو یہ کہنا اپنی اس کوشش اور گراں مایہ علمی وتحقیقی کوشش پر وہ مبارکباد اور تحسین کے مستحق ہیں، اس کاوش کی ناقدری ہے کیونکہ ان کے کارنامے کی عظمت ان الفاظ سے کہیں بلند ہے۔ تحریک ختم نبوت کے حقیقی سالاران لشکر اور سپاہیوں نے جو کچھ کیا تھا وہ تاریخ کے قبرستان میں دب چکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے انتہائی عرق ریزی اور جہد گراں کے ساتھ اس دفینے کی جستجو کر کے اسے کھودا اور اپنی گہری فکر و بصیرت، تبحر علمی اور خوش بیان قلم کے بوتے قم باذن اللہ کہہ کر اس تاریخ کے کرداروں، کارناموں اور علمی شہ پاروں کو پھر سے زندہ کر دیا ہے۔ اللہ اس حیات کو دوام بخشے۔ اس ناچیے سے تحریک ختم نبوت کے سالار اول شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی، شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالحق غزنوی، فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا رشید احمد گنگوہی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور اس سلسلۃ الذہب کے بہتیرے اساطین علم وفضل تحریک ختم نبوت کے عظیم قائدین و کارگذاران کے ذکر جمیل کے ساتھ، ڈاکٹر صاحب اس آخری شخصیت تک جن کے ختم نبوت کے باب میں علمی عملی کارنامے ہیں کا

تذکرہ وہ کریں گے (آئندہ قسطوں میں)۔یقیناً ڈاکٹر صاحب موصوف ان تمام بزرگوں کی مساعی اور تاریخی کردار میں شریک کہلائیں گے اللہ تعالی قبول فرمائے جس کی بارگاہ میں خیر کی دلالت کرنے والا بھی صاحب خیر کے ساتھ اجر میں برابر کا شریک قرار پاتا ہے صاحب خیر کے اجر میں کسی کمی کے بغیر۔ اللہ تعالی نے ڈاکٹر صاحب موصوف کوتحریک ختم نبوت کے تاریخی قافلوں کا شریک عمل واجر بنانے کے لئے منتخب فرمایا۔ یہ عظیم سعادت انہیں مبارک ہو۔

برسوں پر محیط محنت، بوسیدہ اوراق اور گم شدہ تاریخ کا کھوج لگانا اور سمیٹنا۔جمع وترتیب کا دقت طلب عمل جو محض اکٹھا کرنا اور سن وار ترتیب دینا نہیں ہے بلکہ اس میں جرح وتعدیل، بحث و تحقیق اور نقد وتنقیح کے مسلم اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے واقعات کی صحت وعدم صحت کا پتہ لگانا، متعارض بیانات میں تطبیق وترجیح دینا بھی شامل ہے۔ نیز جا بجا استنباط واخذ مطالب اور واقعات کی ٹوٹی اور گمشدہ کڑیوں کو جوڑنے کا فقیہانہ عمل بھی اس تاریخ نویسی کا حصہ ہے۔اہل نظر جانتے ہیں کہ صاحب تصنیف کی والہانہ دلچسپی، جذبہ صادق اور جنونی جگر کاری کے بغیر یہ ممکن نہیں

چند ماہ پیشتر محترم شیر خان جمیل احمد نے جامعہ محمدیہ (منصورہ مالیگاؤں) کی ایک ملاقات میں ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کی تصنیفی وتحقیقی کاوشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر اس سلسلے کی کوئی مفید کتاب یا علمی مواد ملے تو بلاتاخیر اطلاع دینا..پھر چند روز قبل موصوف جب برطانیہ سے ہندوستان تشریف لائے تو ان کے توسط سے کتاب کے اس بارھویں حصہ کا نصف مسودہ ملا اور یہ سعادت بخش حکم بھی کہ جلد از جلد اس جلد کے لئے بطور مقدمہ ایک مضمون لکھ دیں۔علماء کبار کی بھیڑ میں مجھ کم مایہ کا انتخاب مجھے عجیب سا محسوس ہوا۔غور کیا تو یہ محض اللہ تعالی کا فضل معلوم ہوا۔مگر ڈاکٹر بہاء الدین کی تحریر اور کتاب کا علمی معیار، تحقیق کی بلندی اور زبان و بیان کی دلکشی دیکھ کر حد درجہ احساس کمتری کا شکار رہا۔کئی دنوں تک تعمیل حکم میں قلم کو جنبش نہ دے سکا کہ اچانک محترم شیخ جمیل نے رابطہ کر کے قدرے شدت کے ساتھ اصرار فرمایا کہ میری ہندوستان سے روانگی کا وقت آن پہنچا ہے اور برطانیہ پہنچتے ہی ڈاکٹر صاحب کو دیئے وعدے کو پورا کرنا ہے ...شیخ موصوف کے رویہ سے محسوس ہوا کہ ختم نبوت کی تحریک وتاریخ کے احیاء کے توفیق یافتہ گروہ کے سالار قافلہ کے معاون سپاہی بھی اپنے جذبہ تعاون میں حد درجہ پر جوش اور جذبہ صادق کے حامل ہیں۔ نیز وہ ڈاکٹر بہاء الدین کے تصنیفی وتحقیقی کام کی قدر ومنزلت سے بھی بخوبی واقف ہیں تقبّل اللّٰہ جھودھم۔
میں شیر خان جمیل احمد کا بے پناہ ممنون ہوں کہ انہوں نے محترم ڈاکٹر بہاء الدین کے عظیم الشان

کارنامے سے کسی بھی درجے میں وابستگی کا موقع فراہم کیا۔ ایک ایسی کتاب جو محض کسی روایتی تصنیف میں اضافہ نہیں ہے کیونکہ آج ہر روز متعدد تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہی ہیں جن میں سے بیشتر بقول شخصے، مصنف کے نام کے علاوہ کسی اور چیز کا اضافہ نہیں کرتیں، علاوہ ازیں ان میں سے اکثر کتابوں کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اگر وہ شائع نہ ہوتیں تو علمی، دعوتی، تاریخی، مواد و ضرورت کے اعتبار سے کوئی کمی محسوس نہ ہوتی لیکن بلاتردد میں یہ دعوی کرسکتا ہوں کہ تحریک ختم نبوت کا یہ وقیع سلسلہ تصنیف علمی و تصنیفی دنیا میں محض ایک مصنف کے نام کا اضافہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا تحقیقی مرقع اور تاریخی دستاویز ہے جس کی فراہمی قوم کی ضرورت تھی۔ جو طائفہ منصورہ پر برسوں سے واجب الاداء فرض کی قضا ہے۔ نیز اگر یہ کتاب نہ لکھی جاتی تو یہ صرف عمل و تحقیق کی کمی نہ ہوتی بلکہ بہت بڑا خلاء باقی رہتا جسے پر کرنے کیلئے ماہرین کی جماعت درکار ہوتی .. اللہ تعالی ڈاکٹر بہاء الدین اور انکے رفقاء کو پوری جماعت اہلحدیث بلکہ پوری ملت پر اس احسان کے بدلے اجر جزیل سے نواز کر اعلی درجات سے کامیاب فرمائے۔

ہندو پاک کے جملہ ملی اخوان سے عمومی طور پر اور طائفہ منصورہ کے وابستہ برادران سے عرض کرونگا کہ اگر آپ اس کتاب کے مطالعہ سے محروم ہیں تو یہ حد درجہ بدنصیبی ہے۔ آپ اپنی تاریخ سے ناواقف ہیں۔ اپنے بزرگوں کی حقیقی علمی و عملی میراث سے محروم ہیں۔ تحریک ختم نبوت کا سلسلہ تصنیف آپ کا اپنا کھویا ہوا سرمایہ ہے جسے کسی نے نہایت دیانت داری اور عرق ریزی سے صاف ستھرا بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ اس کا مطالعہ آپ کو برصغیر کے بہت سے امور میں کتابوں کے دفاتر سے بے نیاز کردے گا۔ بہت سے مختلف فیہ یا مبہم و تشنہ امور میں تھکا دینے والی جستجو سے راحت عطا کرے گا۔ علماء دعاۃ اور طالبان علم کے لئے علم و تحقیق کی بہت بڑی کمی اور نقص کو دور کرنے میں یہ کتاب مفید ہوگی۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالی اس علمی و تاریخی دستاویز کے افادے کو عام فرمائے۔ مولف معاونین و ناشرین کے لئے صدقہ جاریہ بنا کر نجات کا ذریعہ بنائے اور ہم کوتاہ کار لوگوں کو بھی اس زمرے میں شریک فرمائے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

(مولانا) ابو رضوان محمد اسماعیل اکبر۔ ناظم اعلی صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر (انڈیا)۔
استاد جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں، اڈیٹر ماہنامہ صوت الحق مالیگاؤں

عرض مؤلف

الحمد للہ و المنہ کہ تحریک ختم نبوت (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) کا بارھواں حصہ قارئین کی نذر ہونے جا رہا ہے۔

جلد ہذا کا آغاز علامہ شمس الحق محدث ڈیانویؒ کی ۱۳۲۰ھ یعنی ۱۹۰۲ء کی ایک بابرکت تحریر سے کیا جا رہا ہے جو انہوں نے عون المعبود لحل مشکلات سنن ابی داؤد میں حدیث متعلقہ دجال کی تشریح کرتے ہوئے رقم فرمائی تھی۔ علامہ کے متعلق معلومات صرف اس تحریر تک محدود تھیں جو انہوں نے شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کی جانب سے جاری ہونے والے فتوی تکفیر مرزا پر تائیدی دستخط فرماتے ہوئے لکھی تھی۔ اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ علامہؒ نے اپنی مشہور عالم تصنیف میں بھی حدیث متعلقہ دجال پر بحث کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کی مفصل تردید کی ہے۔ یہ مختصر تحریر کو شمس الحق کے عنوان سے نقل کی گئی ہے۔

بعد ازاں اس حصہ کتاب میں پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی دو کتابوں کا اختصار پیش خدمت ہے۔ پیر صاحب نے رد قادیانیت کے موضوع پر پہلی کتاب فارسی میں ہدیۃ الرسول کے نام سے (شائد) ۱۸۹۹ء میں لکھی تھی، پھر اسی کتاب کے مضامین کو انہوں نے اردو کے قالب میں شمس الہدایۃ کے نام سے پیش کیا۔ میں نے تلخیص کرتے ہوئے ساری شمس الہدایہ کو سامنے رکھا ہے اور اس کے بیشتر مضامین شامل اشاعت کر کے پیر صاحب کی مشہور کتاب سیف چشتیائی کے بعض مضامین کی تلخیص بھی پیش کی گئی ہے۔

قادیانیوں کا کہنا ہے کہ پیر مہر علی صاحب نے سیف چشتیائی میں مرزا صاحب کی تفسیر سورۃ فاتحہ پر جو اعتراضات کے ہیں وہ دراصل مولوی کرم الدین جہلمی کے رشتہ دار مولوی محمد حسن فیضی کے نوٹس ہیں جو اس نے اپنی وفات سے قبل تحریر کئے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ متنازعہ نوٹس تو

سیف چشتیائی کا ایک مختصر سا حصہ ہیں جب کہ کتاب ایک بسیط تصنیف ہے جس میں تفسیر سورہ فاتحہ کے علاوہ بھی بہت سے قادیانی مسائل اور اعتقادات کی تردید کی گئی ہے اور کتاب میں کئی دیگر مصنفین کی کتابوں سے اقتباسات بھی بقید اسماء مولفین نقل کئے گئے ہیں۔۔قادیانیوں کے نزدیک سیف چشتیائی میں محمد حسن فیضی کے نوٹس کی موجودگی کوئی جرم ہے تو ان نوٹس کے ذریعے محمد حسن نے مرزا صاحب کے جو سرقے مقامات حریری وغیرہ سے ظاہر کئے ہیں، تب بھی ان کا جواب تو دیا جانا چاہیے۔اور جو سیف چشتیائی میں مولانا ثناء اللہ کے رسالہ سے باحوالہ جو اقتباسات ہیں ان کا بھی جواب دینا چاہیے ،اور جو مولانا محمد بشیر سھسوانی کی کتاب سے اقتباسات ہیں ان کا کیا جواب بھی ہونا چاہیے۔علاوہ ازیں سیف چشتیائی کے بیشتر حصوں میں خود پیر صاحب نے قادیانی مسائل کا جو تاروپود بکھیرا ہے، اس کا کیا جواب ہے۔

شمس الھدایہ اور سیف چشتیائی کا ذکر شروع ہو جائے تو ان مقدمات کا ذکر بھی ضروری ٹھہر جاتا ہے جو قادیانیوں اور مولوی کرم الدین جہلمی وغیرہ کے درمیان کم وبیش دو سال تک جہلم اور پھر گورداسپور میں چلتے رہے۔مولوی کرم الدین نے ان مقدمات کے مختصر روداد زیر نظر دور (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) میں کتابی صورت میں شائع کر دی تھی ۔اور بعد میں اسی روداد کو بعض اضافات کے ساتھ ۱۹۳۲ء میں تازیانہ عبرت کے نام سے شائع کیا جس کی طبع نو ہمارے سامنے ہے۔ہم نے اس میں سے زیر نظر دور کی طبع شدہ روداد کی تلخیص شامل اشاعت کر دی ہے۔

ان مقدمات کی روداد قادیانی روایت سے ہمیں الحکم اور بدر قادیان کے مختلف شماروں میں جستہ جستہ دیکھنے کو ملی ہے۔یہ مقدمات کفر واسلام کی فتح وشکست کا معاملہ نہ تھا۔ تاہم قادیانی حضرات نے انہیں جا بجا زور شور سے مرزا صاحب کی روحانی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا۔ ہم نے بروایت ان کے بعض کاروائیاں ملخصاً اور بعض کاروائیاں تفصیلاً بیان کر دی ہیں۔

تحریک ختم نبوت کے زیر نظر حصے میں قادیانی اخبارات مثل الحکم اور البدر کے شماروں کی ورق گردانی کرتے ہوئے عدالتی مقدمات کی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب کبھی تو مقدمات کی پیروی کے لئے حاضر عدالت ہوتے تھے اور کبھی بیماری کے باعث حاضری سے معذرت کر لیتے تھے۔جیسا کہ ایک مرتبہ اڈیٹر الحکم نے لکھا کہ مرزا صاحب کی:

> طبیعت کسی نہ کسی قدر ناساز چلی جاتی ہے اور اصل تو یہ ہے کہ خود جناب رسالت مآب ﷺ آپ کے ضعف ومرض کا سارٹیفکیٹ اپنی پیش گوئی میں دے چکے ہیں کہ وہ آنے

والا موعود دو زرد رنگ کی چادروں میں آئے گا۔(اخبار الحکم قادیان ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۱۶)

یہ دلچسپ اقتباس مرزا صاحب کے دعاوی کے صدق و کذب کے تعین میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مرزا صاحب کا فیلڈ یا شعبہ بزعم ان کے مسیحیت و نبوت تھا۔ تاجدار ختم نبوت ﷺ نے جب سرٹیفیکیٹ جاری کر دیا کہ وہ بیمار ہے تو اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ بیماری کی وجہ سے یہ کام کرنے کی صلاحیت و اہلیت نہیں رکھتا، جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے کہ بیماری کے سرٹیفیکیٹ کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ حامل سرٹیفیکیٹ کام کے قابل نہیں ہے۔

مرزا صاحب مجموعۃ الامراض تھے اور قادیانی لٹریچر میں انہیں لاحق کئی دیگر امراض کا ذکر موجود ہے۔ مثلاً اسہال کی بیماری، درد گوش، دماغ میں اختلاج، تشنج قلب، خارش، ضعف بصر (ایک عورت نے ان کی موجودگی میں ان کے کمرے میں عریاں ہو کر غسل کیا، غسل کے ایک دوسری عورت کو بتایا تو اس نے کہا کہ تمہیں شرم نہ آئی کہ مرزا صاحب کے موجودگی میں اور جاگتے ہوئے تم نے اس کمرے میں غسل کر لیا۔ غسل کرنیوالی عورت نے جواباً پوچھا کیا اسے کچھ نظر آتا ہے؟ اونہوں کجھ دیدا اے؟ نیز بتایا جاتا ہے کہ ایک دفعہ کسی جانور کو ذبح کرنے لگے، جانور کی گردن نظر نہ آئی اور مرزا صاحب اپنی ہی انگلی زخمی کروا بیٹھے)، اعضاء کی شکست و ریخت (مرزا صاحب کے دائیں بازو کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی حتی کہ چائے کی پیالی بھی دائیں ہاتھ سے نہیں اٹھا سکتے تھے)، وغیرہ۔ الغرض مدعی مسیحیت کی بیماریوں کا ذکر بھی جلد ہذا کا ایک مختصر سا حصہ ہے اور ساری کتاب بڑی دلچسپ معلومات سے بھری ہوئی ہے۔

مقدموں کے فریقوں نے اپنی اپنی مظلومیت اور صداقت کے گن گاتے ہوئے اپنے اپنے فریق کو اعلی حضرت، حضرت اقدس، حجۃ اللہ، امام الزمان، فاضل اجل، قطب عالم، وغیرہ کے طور پر پیش کیا ہے اور مخالفین کی جہالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے انہیں تحقیر آمیز انداز میں اور عموماً مفرد کے صیغوں میں ذکر کیا ہے۔ ہم نے مولوی کرم الدین جہلمی کی کتاب اور الحکم قادیان، بدر قادیان سے یہ روداد یں نقل کرتے ہوئے اپنوں کیلئے عقیدت اور دوسروں کے لئے تحقیر کے الفاظ والقاب نکال کر مقدموں کے سبھی فریقوں اور گواہوں کو مفرد کے صیغوں میں ذکر کر دیا ہے۔

قادیانی جہلمی مقدمات کی روداد کی تلاش میں ہمیں قادیانی اخبارات سے دو مزید مقدمات کی روداد بھی ملی ہے۔ ایک مقدمہ دیوار کے نام سے قادیانیوں میں مشہور ہے جو مرزا صاحب اور ان کے شریکوں میں ایک دیوار کے جھگڑے سے پیدا ہوا تھا، اور دوسرا مقدمہ، سرکار بنام محمد حسین بٹالوی و غلام احمد قادیانی، ہے۔ موقع کی مناسبت سے میں نے ان مقدمات کی روداد بھی

بروایت قادیان شامل اشاعت کر دی ہے۔امید ہے قارئین کے لئے دل چسپی کا باعث ہو گی۔

مقدمات کی روددادوں کی تلاش میں ہمیں اس دور کے قادیانی اخبارات دیکھنے کا موقع ملا،تو مقدمات کے علاوہ بہت سا دیگر مواد بھی سامنے آیا جس کا تعلق تحریک ختم نبوت سے ہے۔ اور ہمیں خیال ہوا کہ اس مواد کا سامنے آجانا اور ممکنہ حد تک ان کے جوابات بھی سامنے آجانا مفید ہو گا اس لئے اسے بھی اس سرگذشت کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔

یاد رہے کہ جب دو فریق آمنے سامنے ہوتے ہیں، فتح وشکست کا حتمی فیصلہ ہونے تک دونوں سے طرف انواع واقسام کے وار ہوتے ہیں ۔بعض حکمت عملیاں ناکام رہتی ہیں یا مکمل فائدہ نہیں دیتی ،بعض کارکن سپاہی نو آموز ہوتے ہیں ،اور بعض منجھے ہوئے نہائت جنگ آزمودہ ہوتے ہیں،اسی طرح بعض وار بالکل خالی جاتے ہیں، کچھ وار ایسے ہوتے ہیں جن کا اثر محدود رہتا ہے،اور بعض وار فیصلہ کن ہوتے ہیں۔بعض اوقات شہ سوار بھی گر جاتے ہیں۔ طویل جنگ کے دوران ہر ایک لڑائی میں فتح ہی حصے میں نہیں آتی ۔ جیسے دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر بھی جیتتا رہا، لیکن جنگ کا خاتمہ اس کی موت اور شکست پر ہوا۔ اس طرح عین ممکن ہے کہ رد قادیانیت کی بعض کتابیں اتنی موثر نہ ہوں جتنی ہونی چاہیے تھیں ، ہوسکتا کہ کسی مباحثے میں کسی خادم تحریک کوفن مناظرہ میں درک نہ ہونے کے باعث شکست بھی ہوگئی ہو۔تاہم جنگ میں مجموعی کامیابی میں نو آموز اور منجھے ہوئے آزمودہ کاروں کی اہمیت یکساں ہوتی ہے، اور خالی جانے والے واروں کی بھی اہمیت ہوتی ہے۔ اس لئے تحریک ختم نبوت میں جن بزرگوں نے کام کیا ہے ان کے کام کی حیثیت میں بلحاظ اثر پذیری کے باہم تفاوت سے انکار نہیں ہوسکتا، اور اس دوران لکھے جانیوالے کتب ورسائل ،اور کئے جانے والے مباحثات کی اہمیت وقعت ،جامعیت اور اثر پذیری میں بھی باہم تفاوت ہے۔میزائل مس فائر بھی ہو جاتے ہیں، اور توپوں کی مار بھی مختلف ہوتی ہے، کچھ توپیں فرلانگوں کی دوری پر گولے پھینکتی ہیں کچھ میلوں کی دوری پر، کچھ میزائل سینکڑوں میل دور مار کرتے ہیں اور کچھ کی مار ہزاروں میل تک ہوتی ہے ۔سب سپاہیوں کے سارے کام ہم مرتبہ نہیں ہوسکتے، بعض اوقات فرینڈلی فائر بھی ہوجاتے ہیں جن سے اپنی صفوں میں اپنا ہی نقصان ہو جاتا ہے، اور بعض دفعہ مست ہاتھی رخ پلٹ کر اپنی ہی سپاہ کا نقصان بھی کر دیتے ہیں۔لیکن نتیجہ انجام پر منحصر ہے جیسا کہ مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ...

لوگ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتے ؟اگر میں نے یہ اور یہ کام کر دیئے تو میں سچا ہوں

اور اگر یہ اور یہ نہ ہو سکا، تو میں جھوٹا ہوں۔

زیر نظر حصہ کی تیاری میں فضیلۃ الشیخ مولانا عبداللہ سعود ناظم مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا محفوظ الرحمٰن لائبریرین جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا محمد اشرف جاوید دارارقم فیصل آباد، مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلی ورکاں ضلع شیخوپورہ، صاحبزادہ عبدالحفیظ مظہر ڈسکہ سیالکوٹ، ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج، مولانا رئیس الاعظم فیضی دہلی، مولانا اسماعیل رافعی محمدی ممبئی، عزیزم محمد سہیل بورے والہ کا تعاون شامل ہے اللہ سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مواد کی فراہمی، تنقیح وترتیب، تخریج وتصحیح میں برادر مکرم مولانا شیر خان جمیل احمد عمری کا تعاون بے مثال ہے۔ تاہم مسودہ میں رہ جانیوالی کمپوزنگ کی غلطیوں کے لئے قارئین سے معذرت اور تنبیہ کا خواستگار ہوں۔

تلک عشرۃ کاملہ سے آگے احدی عشر کو کبا سے ہوتے ہوئے اثنتا عشرۃ عیناً کی منزل پر رحمت باری کی باد بہاری مشام جان کو معطر کرنے جا رہی ہے۔ حظ اٹھا یئے اور اس فقیر کے حسن خاتمہ کی دعا فرمایئے۔

فقیر بارگاہ صمدی: **محمد بهاء الدين** ١٢ نومبر ٢٠١٠ء

شمس الحق

(باب خروج الدجال، عون المعبود لحل مشکلات سنن ابی داؤد)

حد ثنا هد بة بن خا لدٍ: حد ثنا همّا م بن یحی عن قتادة ، عن عبدالر حمن بن آدم ، عن ابی هر یرة عن النّبی ﷺ قال :

لیس بینی و بینه یعنی عیسی علیه السلام ، نبیّ، و انّه نازل ۔ فاذا رأیتموه فاعرفوه : رجل مربوع الی الحمرة والبیاض بین ممصّرتین کأنّ رأسه یقطر و ان لم یصبه بلل۔ فیقا تل النّاس علی الاسلام فیدقّ الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یهلک اللّه فی زما نه الملل کلّها الّا الاسلام و یهلک المسیح الد جال فیکمث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی فیصلّی علیه المسلمون ۔

(یعنی عیسی علیه السلا م) هذا تفسیر للضمیر المجرور فی، بینه ، من بعض الرواة (نبی) : اسم مؤخر للیس ۔ قا ل السیو طی فی مر قا ة الصعود : او الحد یث عند ا حمد : ا لا نبیاء ا خوة لعلا ت ، امها تهم شتی و دینهم وا حد ، و انی اولی الناس بعیسی ابن مر یم ۔ لم یکن بینی و بینه نبی ۔

و اخر ج ابو دا ؤد فی با ب التخییر بین الا نبیاء من الکتاب السنّة عن ابی هر یره قا ل سمعت رسو ل الله ﷺ یقو ل : انا او لی الناس با بن مر یم ، الانبیاء او لاد علات و لیس بینی و بینه نبی۔

(و انّه) : ای عیسیؑ (نازل) : و اخر ج ابو دا ؤد الطیا لسی فی مسنده : حد ثنا هشا م عن قتا ده عن عبد الر حمن بن آ دم عن ابی هر یره عن النبی ﷺ قا ل : یمکث عیسی فی ا لارض بعد ما ینز ل ار بعین سنة ثم یمو ت و یصلی علیه المسلمو ن و ید فنو ه ۔ و هذا

حد یث اسناده قوی ۔

ابو دا ؤد الطیا لیسی هو سلیما ن بن دا ؤد البصری قا ل عبد الرحمن بن مهدی : هو ا صدق ، و قا ل ا حمد : ثقة ۔ و قا ل و کیع: جبل العلم، و شیخه هشا م هو ابن ابی عبد الله الدستوا ئی امیر المو منین فی الحد یث قا ل العجلی : ثقة ثبت ا خر ج له ا لآ ئمة الستة ۔ و قتا ده بن دعا مة البصری ثقة ثبت احد ا لآ ئمة ا لا علا م اخر ج له ا لا ئمة الستة و اما عبد الر حمن بن آ دم فهو من ر جا ل مسلم و وثقه ابن ابن حبا ن ۔ و اللّٰه اعلم

قال القر طبی فی التذ کرة: ذهب قو م الی ان بنزو ل عیسی علیه السلا م یر تفع التکلیف ؛ لئا یکو ن رسو لاً الی اهل ذالک الز ما ن ، یا مر هم عن الله و ینها هم ، و هذا مردود لقو له تعا لی : و خا تم النبیین ، و قو له ﷺ لا نبی من بعدی و غیر ذ لک من ا لاخبا ر ، و اذا کان ذلک فلا یجوز ان .. یتو هم ان عیسی علیه السلا م ینز ل نبیاً بشریعة متجددة غیر شر یعة محمد نبینا ﷺ بل اذا نز ل فا نه یکو ن یو مئذ من اتباع محمد ﷺ کما ا خبر ﷺ حیث قا ل لعمر : لو کا ن موسی حیاً ما وسعه ا لا اتباعی فعیسی علیه السلا م انما ینز ل مقرراً لهذه الشر یعة و مجدداً لها ، اذ هی آ خر الشرا ئع و محمد ﷺ آخر الرسل، فینزل حکماً مقسطاً ، و اذا صا ر حکماً فا نه لا سلطان یو مئذ للمسلمین و لا امام و لا قا ضی و لا مفتی غیره ، و قد قبض الله العلم و خلا الناس منه فینز ل و قد علم با مر الله تعا لی فی السما ء قبل ان ینز ل ما یحتا ج الیه من علم هذه الشریعة للحکم بین الناس و العمل به فی نفسه فیجتمع المو منو ن عند ذکر ذلک الیه و یحکمونه علی انفسهم ۔ اذ لا احد یصلح لذلک غیره

قال السیو طی : ما قا له ککو ن العلماء یسلبو ن علمهم با طل قطعاً بل لا تزا ل ا لا مة بعلما ئهم و قضا ئهم و غیر هم ا لا ان

الامام الا كبر المر جوع اليه هو نبى الله عيسى ، على نبينا و عليه الصلوة و السلا م ، و قبض العلم انما يكو ن بعد مو ت المو منين (ر جل) : اى هو ر جل (مر بوع) : اى بين الطو يل والقصير (بين ممصرتين) : قا ل فى النها ية : الممصرة من الثيا ب التى فيها صفرة خفيفة، اى ينز ل عيسى عليه السلا م بين ثو بين فيهما صفرة خفيفة (كان رأسه يقطر و ان لم يصبه بلل) : كنا ية عن النظافة والنضارة (فيد ق الصليب) : اى يكسره ، قا ل فى شر ح السنة و غيره : اى فيبطل النصرا نية و يحكم بالملة الحنيفية۔

و قا ل ابن الملک : الصليب فى ا صطلا ح النصارى خشبة مثلثة يد عو ن ان عيسى عليه الصلوة صلب على خشبة مثلثة على تلک الصورة و قد يكو ن فيه صورة المسيح (و يقتل الخنز ير) : اى يحر م اقتنا ء ه و اكله و يبيح قتله (و يضع الجز ية): قا ل الخطا بى : اى يكره اهل الكتا ب على ا لاسلا م ، فلا يقبل منهم الجز ية بل ا لا سلام او القتل۔

وقال فى النها ية : فلا يبقى ذمى تجرى عليه جز ية ، اى لا يبقى فقير لاستغناء الناس بكثرة الاموال فتسقط الجزية لانهاانما شرعت لتردد فى مصالح المسلمين تقوية لهم فا ذا لم يبق محتا ج لم تؤخذ

و قال القا ضى عيا ض : او اراد بو ضع الجز ية تقرير ها على الكفار بلا محا با ة فيكثر الما ل بسببه۔ و تعقبه النووى بان صوا به ان عيسى لا يقبل غير الاسلا م و يؤيده ما فى روا ية ا حمد و تكو ن الدعوة واحدة۔

قال النووى فليس باسقاط الجز ية نسخ لما تقرر بشريعتنا لانّه مقيد بانّهاتستمرالى نزوله فتوضع۔ فنبينا محمدﷺ بين غاية استمرارها، فلا نسخ لشريعته بل هو عمل بما بينه ﷺ، كذا فى مرقاة الصعود۔

(و يهلک): من الاهلاک اى عيسى عليه السلام (المسيح الدجال

): مفعول یهلک، زاد احمد: ثم تقع الامنة علی الارض حتی ترتع الاسد مع الابل و النمار مع البقر و الذ ئا ب مع الغنم و تلعب الصبیان با لحیا ت (فیمکث): ای عیسی علیه السلام(فی الارض اربعین سنة): قا ل الحافظ عماد الدین بن کثیر: یشکل بما فی روا یة مسلم من حد یث عبد اللّه بن عمرو انّه یمکث فی الارض سبع سنین قال: اللهم الا ان تحمل هذه السبع علی مدة اقا مته بعد نزوله فیکو ن ذ لک مضا فاً لمکثه بها قبل رفعه الی السما ء، فعمره اذ ذالک ثلاث وثلاثون سنة بالمشهور۔ انتہی

و فی فتح الباری فی کتاب الانبیاء: و عند احد من حد یث عائشة : و یمکث عیسی فی الارض اربعین سنة۔ و روی مسلم من حد یث ابن عمرو فی مدة اقامة عیسی بالارض بعد نزوله انّها سبع سنین۔

و روی نعیم بن حماد فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس ان عیسی اذ ذاک یتزوج فی الارض و یقیم بها تسع عشر سنة۔

و باسناد فیه مبهم عن ابی هریره بها اربعین سنة ۔و روی احمد و ابو داؤد باسناد صحیح من طر یق عبد الر حمن بن آدم عن ابی هریرة مثله مرفو عاً ۔

(ثمّ یتو فی) بصیغة المجهول۔ قال الحافظ ابو القا سم بن عسا کر یتوفی بطیبة فیصلی علیه هنا لک و ید فن بالحجرة النبویة۔ و قد روی الترمذی عن عبد اللّه بن سلام: مکتوب فی التوراة صفة محمّد و عیسی بن مریم ید فن معه ۔کذا فی مر قا ة الصعود ۔

قال المنذری: عبد الرحمن بن آدم هذا أخرج له مسلم فی صحیحه حد یثاً عن جا بر بن عبد اللّه و هو بصری یقال فیه ابن برثن بضم الباء الموحدة و تسکین الراء المهملة و ضمّ الثاء المثلثة و بعد ها نون فی قو ل، و یعرف بصاحب السّقایة۔ و قا ل الدار قطنی: عبد الرحمن بن آدم انما نسب الی آدم ابی البشر ولم یکن له اب یعرف

انتہی کلام المنذری مختصراً۔

و قال الحافظ فی التقریب: عبد الرحمن بن آدم البصری صاحب السقا یة صدوق۔ و قال فی فتح الباری: اسنا دہ صحیح کما تقدم آنفاً

و اخرج الحا کم فی المستدرک عن ابی ہریرۃ مرفوعاً: ان روح اللّٰہ عیسی نازل فیکم فاذا رأیتموہ فاعرفوہ فانّہ رجل مربوع الی الحمرۃ و البیاض، علیہ ثوبان ممصران کأن رأسہ یقطر و ان لم یصبہ بلل، فیدق الصلیب و یقتل الخنز یر و یضع الجزیۃ و ید عوا النّاس الی الاسلام، فیہلک اللّٰہ فی زمانہ المسیح الد جال و یقع الامنۃ علی الارض فذ کر الحد یث ۔و فیہ :فیکمث اربعین سنۃ ثم یتوفی و یصلی علیہ المسلمو ن۔

قلت: تواترت الاخبار عن النّبیّ ﷺ فی نزول عیسی بن مر یم صلی اللّٰہ علیہ و سلم من السما ء بجسدہ العنصری الی الارض عند قرب السّا عۃ و ہذا ہو مذ ہب اہل السنۃ۔

قال النووی قال القا ضی نزول عیسی علیہ السلام و قتلہ الدجال حق و صحیح عند اہل السنۃ للاحادیث الصحیحۃ فی ذلک، و لیس فی العقل و لا فی الشّرع ما یبطلہ، فوجب اثبا تہ۔ و انکر ذلک بعض المعتزلۃ و الجہمیۃ ومن وافقہم، و زعموا ان ہذہ الاحادیث مردودۃ بقولہ تعالی: و خا تم النبیین و بقولہ ﷺ :لا نبی بعدی و باجماع المسلمین انّہ لا نبی بعد نبیّنا ﷺ ،و ان شریعتہ مؤبدۃ الی یوم القیامۃ لا تنسخ۔ و ہذااستدلال فاسد لانہ لیس المراد بنزول عیسی علیہ السلام انّہ ینزل نبیا بشر ع ینسخ شرعنا، و لا فی ہذہ الاحا دیث و لا فی غیرہا شیء من ہذا، بل صحت ہذہ الاحادیث ہنا، ای فی کتا ب الفتن و ما سبق فی کتا ب الایمان و غیر ہا انّہ ینزل حکماً مقسطاً یحکم بشرعنا و یحیی من امور شرعنا ما ہجرہ الناس۔ انتہی ۔

و فی فتح الباری: تواتر ت الاخبار بان المهدی من هذه الامة ،و ان عیسی علیه السلام یصلی خلفه۔

و قال الحا فظ ایضاً :الصحیح ان عیسی رفع و هو حیی۔ انتہی ۔

و قال الشوکانی فی رسا لته المسماة با لتوضیح فی تواتر ما جاء فی الاحادیث فی المهدی و الدجال و المسیح: و قد ورد فی نزول عیسی علیه السلام من الاحا دیث تسعة و عشرون حد یثاً ،ثم سردها و قال بعد ذ لک: و جمیع ما سقناه با لغ حد التوا تر کما لا یخفی علی من له فضل اطلاع، فتقرر بجمیع ما سقناه ان الاحادیث الواردة فی المهدی المنتظر متوا ترة، والاحادیث الواردة فی الد جا ل متوا ترة، و الاحادیث الواردة فی نزول عیسی علیه السلام متواترة ۔ انتہی

و انّی اسرد بعض الاحادیث الواردة فی نزول عیسی علیه السلام غیر ما تقدم ذکره فی المتن و الشرح لشدة الاحتیا ج الیه فی عصرنا هذا فا قول: اخرج البخا ری فی باب قتل الخنز یر من کتاب البیوع، و مسلم فی کتاب الایمان و اللفظ للبخاری: حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا ا للیث عن ابن شهاب عن ابن المسیب انّه سمع ابا هریرة یقول قال رسول اللّه ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجز یة و یفیض المال حتی لا یقبله احد۔

و قال مسلم: حد ثنا قتیبة بن سعید قال اخبرنا لیث ح۔ و حد ثنا محمد بن ر مح قال حدثنا ا للیث عن ابن شها ب عن ابن المسیب انّه سمع ابا هریرة یقول قال رسول اللّه ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکنّ ان ینزل فیکم ابن مر یم حکما مقسطاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنز یر و یضع الجز یة ویفیض المال حتی لا یقبله احد۔

و اخر جه التر مذی عن قتیبة عن ا للیث مثله سندا و متنا و قال حد یث حسن صحیح۔ انتہی ۔

قال مسلم : و حد ثناه عبد الا علی بن هماد و ابو بکر بن ابی شیبة و زهیر بن حرب قا لوا: اخبر نا سفیان بن عینیه ح۔ و حد ثنیه حر ملة بن یحی قال اخبر نا ابن وهب قال: حد ثنی یونس ح ۔و حد ثنا حسن الحلوانی و عبد بن حمید عن یعقوب بن ابراهیم بن سعد قا ل: اخبرنا ابی عن صا لح کلهم عن الزهری بهذا الاسناد۔ و فی روا یة ابن عینیه: اماماً مقسطاً و حکماً عدلاً و فی روا یة یونس حکماً عادلاً و لم یذ کر اما ما مقسطاً ۔ و فی حد یث صا لح حکما مقسطاً کما قال اللیث۔ و فی حدیثه من الزیادة و حتی تکو ن السجدة الوا حد ة خیراً من الد نیا و ما فیها ثم یقول ابوهر یرة: اقرؤا ان شئتم و ان من اهل الکتا ب الا لیو منن به قبل مو ته انتہی ۔ و ا خرجه ابن ماجه عن ابی بکر بن ابی شیبه حدثنا سفیان بن عینیه بنحو اسناد مسلم بلفظ لا تقوم الساعة حتی ینزل عیسی بن مر یم حکماً مقسطاً ۔

واخر ج البخا ری فی با ب کسر الصلیب من کتا ب المظا لم: حد ثنا علی بن عبد اللّٰه حدثنا سفیان حدثنا الزهری اخبرنی سعید بن المسیب سمع ابا هریرة عن رسول اللّٰه ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتی ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصلیب فذ کر الحد یث۔ و اخرج فی باب نزول عیسی بن مریم ﷺ من کتاب الانبیاء حد ثنا اسحاق أنبأنا یعقوب بن ابراهیم حدثنا ابی عن صالح عن ابن شهاب ان سعید بن المسیب سمع ابا هریرة قال قال رسول اللّٰه ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فذ کر الحد یث و فیه: ثمّ یقول ابوهریره و اقرؤا ان شئتم وان من اهل الکتاب الالیومنن به قبل موته و یوم القیا مة یکون علیهم شهیدا۔ حد ثنا ابن بکیر حدثنا ا للیث عن یونس عن ابن شهاب عن نافع مولی ابی قتاده الانصاری ان ابا هریرة قال قال رسول اللّٰه ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم تابعه عقیل و

الاوزاعی۔ انتہی کلام البخاری

و حد یث نافع عن ابی ہریرہ اخرجہ مسلم فی کتاب الایمان من ثلا ثۃ طرق و ا خر ج من حد یث عطاء بن میناء عن ابی ہر یرہ انہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ : واللّٰہ لینزلن ابن مریم حکماً عادلاً فلیکسرن الصلیب و الیقتلن الخنزیر و لیضعن الجزیۃ و لتترکن القلا ص فلا یسعی علیہا و لتذ ھبن الشحناء و التبا غض و التحاسد و لید عون الی المال فلا یقبلہ ا حد ۔

و اخر ج مسلم من حد یث ابن جر یج قال: ا خبرنی ابو الزبیر انہ سمع جابر بن عبد اللّٰہ یقول سمعت النّبی ﷺ یقول: لا تزال طا ئفۃ من امّتی یقا تلون علی الحقّ ظا ھرین الی یوم القیا مۃ، قال فینز ل عیسی بن مر یم صلی اللّٰہ علیہ و سلم فیقول امیرھم تعال صلّ لنا، فیقول: لا، ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللّٰہ ھذہ الا مۃ ۔

و ا خر ج مسلم فی حد یث طو یل فی الفتن عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یخر ج الدجال فی امّتی فیمکث اربعین فیبعث اللّٰہ عیسی بن مر یم کا نہ عروۃ ابن مسعود فیطلبہ فیھلکہ، ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوۃ فذ کر الحد یث بطو لہ۔

و عند احمد من حد یث جابر فی قصہ الدجال و نزول عیسی: و اذا ھم بعیسی فیقال: تقدم یا روح اللّٰہ، فیقول: لیتقدم اما مکم فلیصل بکم ، و لا بن ما جہ فی حد یث ابی اما مۃ الطو یل فی الد جال قال: و کلّھم ای المسلمو ن، ببیت المقدس و اما مھم رجل صا لح قد تقدم لیصلی بھم اذ نزل عیسی فرجع الامام ینکص لیتقدم عیسی، فیقف عیسی بین کتفیہ ثم یقول: تقدم فا نہا لک اقیمت۔ انتہی۔

و ا خر ج مسلم فی الفتن من حد یث سھیل عن ابیہ عن ابی ھر یرۃ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال لا تقوم السّا عۃ حتی تنز ل الروم بالا عماق ا و

بدا بق، فیخر ج الیهم جیش من المد ینة من خیار اهل الارض یومئذ، فا ذا تصا فوا قا لت الروم: خلوا بیننا و بین الذین سبوا منا نقا تلهم، فیقول المسلمو ن: لا و اللّٰه لا نخلی بینکم و بین اخوا ننا فیقا تلونهم فیهزم ثلث لا یتوب اللّٰه علیهم ابداً ،و یقتل ثلث هم افضل الشهداء عند اللّٰه، و یفتتح الثلث لا یفتنون ابداً ،فیفتتحو ن قسطنطنیة، فبیناهم یقتسمون الغنا ئم قد علقوا سیو فهم با لزیتون اذ صا ح فیهم الشیطان: ان المسیح قد خلفکم فی اهلیکم فیخرجون و ذ لک با طل فاذا جا ؤا الشا م خر ج، فبینما هم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذ اقیمت الصلوة فینزل عیسی بن مریم صلی اللّٰہ علیه و سلم فا مهم۔ الحد یث

و قال الشوکانی فی التو ضیح: اخر ج الامام احمد فی مسنده من حد یث ابی سعید باسناد فیه کثیر بن زید، و ثقه ا حمد و جماعة و بقیة رجاله رجال الصحیح بلفظ: یوشک المسیح بن مر یم ان ینزل حکماً مقسطاً فیقتل الخنز یر، و یکسر الصلیب، و تکون الدعوة واحدة، فا قرؤه من رسول اللّٰه ﷺ السلام۔

و اخر ج ا حمد باسنا دین ر جا لهما رجا ل الصحیح من حد یث ابی ہریره : انی لأا ر جوا ان طا ل بی عمر ان القی عیسی بن مر یم فا ن عجل بی مو ت فمن لقیه فلیقرأه منی السلام۔

قلت: لفظ احمد حد ثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن محمد بن زیا د عن ابی هریرة عن النبی ﷺ انه قال: انی لارجو ان طال بی عمر ان القی عیسی بن مر یم علیه السلام، فان عجل بی موت فمن لقیه منکم فلیقرأه منی السلام۔

حد ثنا یز ید بن ها رون انبأنا شعبة عن محمد بن زیاد عن ابی هریره فذکره۔

و ا خر ج الحا کم من حد یث ابی هر یرة ایضاً بلفظ: لیهبطن عیسی

ابن مر یم حکماً و اما ماً مقسطاً و لیسلکن فجا جاً حا جاً او معتمراً و لیأتین قبری حتی یسلم و لاردن علیہ۔ انتہی۔

و ا خر ج التر مذی فی با ب قتل عیسی بم مر یم الد جا ل من حدیث عبد الر حمن بن یز ید الا نصاری قا ل: سمعت عمی مجمع بن جاریۃ الا نصاری یقول: سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: یقتل ابن مر یم الدجال ببا ب لد ھذا حد یث صحیح۔

و فی البا ب عن عمرا ن بن حصین و نافع بن عتبۃ و ابی برزۃ و حذیفۃ بن اسید و ابی ھر یرۃ و کیسا ن و عثمان بن ابی العاص و جابر و ابی اما مۃ و ابن مسعود و عبد اللّٰہ بن عمرو و سمرۃ بن جندب و النواس بن سمعا ن و عمرو بن عوف و حذیفہ بن الیما ن۔

فلا یخفی علی کل منصف ان نز و ل عیسی بن مر یم علیہ السلا م الی الارض حکماً مقسطاً بذاتہ الشریفۃ ثابت بالاحادیث الصحیحۃ والسنۃ المطھرۃ و اتفاق اھل السنۃ و انہ الآن حیی فی السّماء لم یمت بیقین۔

و اما ثبو تہ من الکتا ب فقال اللّٰہ عز و جل رداً علی الیھود المغضوب علیھم الزاعمین انھم قتلوا عیسی بن مر یم علیہ السلام: و ما قتلو ہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ۔ ففی ھذہ الآ یۃ الکر یمۃ اخبرنا اللّٰہ تعالی ان الّذی اراد الیھود قتلہ و اخذہ و ھو عیسی بجسمہ العنصری لاغیر رفع اللہ الیہ و لم یظفروا منہ بشیء کما وعدہ اللّٰہ تعا لی قبل رفعہ بقولہ: و ما یضرو نک من شیء، و برفع جسدہ حیاً فسرہ ابن عباس کما ثبت عنہ باسناد صحیح۔

فثبت بھذا ان عیسی علیہ السلام رفع حیاً و یدل علی ما ذکرناہ الاحادیث الصحیحۃ المتوا ترۃ المذ کورۃ، المصرحۃ بنزولہ بذاتہ الشر یفۃ، التی لا تحتمل التا ویل۔

و قال اللّٰہ تعا لی: و ان من اھل الکتا ب الا لیو منن بہ قبل مو تہ،

ای قبل موت عیسی علیه السلام کما قال ابو ھریرہ و عبد اللّٰہ بن عباس و غیر ھما من الصحا بۃ و السلف الصا لحین و ھو الظا ھر کما فی تفسیر ابن کثیر، فثبت ان عیسی علیه السلا م لم یمت بل یموت فی آ خر الزما ن و یؤ من به کل اھل الکتا ب۔

و قد ذکر اللّٰہ تعا لی فی کتا به ان نزو له الی ا لارض من علا ما ت السا عۃ قال اللہ تعا لی: و انه لعلم للسا عۃ ۔

و قال الامام ابن کثیر فی تفسیرہ: الصحیح ان الضمیر عا ئد الی عیسی علیه السلام، فا ن السیاق فی ذکرہ و ان المراد نزوله قبل یو م القیامۃ کما قال تعا لی: وا ن من اھل الکتا ب الا لیؤ منن به قبل موته، ای قبل موت عیسی علیه السلا م و یؤید ھذا المعنی القرأۃ (و انه لعلم للساعۃ) یعنی بفتح العین و اللام ای امارۃ و دلیل علی وقوع السا عۃ۔

و قال مجاھد و انه لعلم للسا عۃ ای آ یۃ للسا عۃ خرو ج عیسی بن مریم قبل یوم القیا مۃ۔

و ھکذا روی عن ابی ھریرۃ و ابن عباس و ابی العالیۃ و ابی ما لک و عکرمۃ و الحسن و قتادۃ و الضحا ک و غیرھم، و قد تواترت الاخبار عن رسول اللّٰہ ﷺ انه ا خبر بنزول عیسی علیه السلا م قبل یو م القیا مۃ اما ماً عا دلاً و حکماً مقسطاً انتہی ۔

فھذہ الآیا ت الکر یمۃ و النصو ص الصحیحۃ الثا بتۃ عن رسو ل اللّٰہ ﷺ تدل دلا لۃ وا ضحۃ علی نزو ل عیسی بن مر یم علیه السلام من السماء الی ا لارض عند قر ب السا عۃ ولا ینکر نزوله الا ضال مضل معاند للشرع مخالف لکتاب اللّٰہ و سنۃ رسوله و اتفاق اھل السنّۃ ۔

و من المصا ئب العظمی البلا یا الکبری علی الاسلا م ان ر جلاً من الملحد ین الد جا لین الکذا بین خر ج من الفنجا ب من اقلیم

الهند، و هو مع کو نه مد عیا للاسلا م کذّب الشر یعة و عصی اللّه و رسو له و طغی، و آ ثر الحیاة الد نیا، و کا ن او ل ما ادعاه انه محدّث و ملهم من اللّه تعا لی ثم کثرت فتنته و عظمت بلیته من سنة ست و الف و ثلا ثة مأة الی السنة الحا ضرة و هی سنة عشرین بعد الالف و ثلا ث مأة ۔و الف الرسا ئل العدیده (منها تو ضیح المرا م، و مها ازالة الاوهام و منهما فتح الا سلام و غیر ذ لک من التحریرات) فی ا ثبا ت ما ادعاه من ا لا لها ما ت الکاذبة و الدعاوی العقلیة الواهیة و اقوال الز ند قة و الالحاد، و حرّف الکلم و النصوص الظا هرة عن موا ضعها، و تفوه بما تقشعر منه الجلود و بما لم یجترئ علیه ا لا غیر اهل الاسلام، اعاذنا اللّه تعا لی و المسلمین من شروره و نفثه و نفخه فمن اقواله الواهیة المردودة التی صر ح بها فی رسائله ان نزول عیسی ابن مر یم و رفعه الی السماء بجسده العنصری من الخرافات و المستحیلات۔

و اد عی ان عیسی المسیح الموعود فی الشریعة المحمد یه و الخارج فی آ خر الزمان لقتل الدجال لیس هو عیسی بن مریم الذی توفی، بل المسیح الموعود مثیله و هو انا الذی انزلنی الله تعا لی فی القادیان و انا هو الذی جاء به القرآن العظیم و نطقت به السنة النبویة، و اما عیسی بن مر یم فلیس بحیی فی السماء۔

و انکر و جود الملا ئکة علی الوجه الذی ا خبر نا به رسو ل اللّه ﷺ، و انکر نزول جبر ئیل علیه السلام علی النّبی ﷺ، و انکر نزول ملک الموت، و انکر لیلة القدر۔

و یذ هب فی و جود الملا ئکة مذ هب الفلا سفة و الملاحدة و یقول ان النبوة التا مة قد انقطعت ولکن النبوة التی لیس فیها الّا المبشّرا ت فهی با قیة الی یوم القیا مة لا انقطاع لها ابداً ،و ان ابواب النّبوة الجزئیة مفتوحة ابداً،و یقول ان ظواهرالکتاب والسنة

مصروفة عن ظواهرها، وان اللّه تعالی لم یزل یبین مراده بالاستعارا ت و الکنا یا ت۔ و غیر ذالک من الخرا فا ت و العقا ئد البا طلة۔

قلت: و اکثر عقائده و معظم مقالا ته موا فق لمقا لات الفرقة النیجریة الطاغیة و مطابق لمذهب هؤلاء الطائفة الزائعة، فان الطائفة النیجر یه افسدت فی ارض الهند و تقوّلت علی الله بما لم یقل به، و صنف رئیس النیجر یه و اما مهم تفسیر اً للقرآن الکر یم بلغة الهند ففسره برأیه الفا سد و حرّف فی معا نی القرآن و صرف الی غیر محله، و جا ء بالطا مة الکبری و انکر معظم عقا ئد الاسلام، و احکم و اتقن مذا هب الفلاسفة وا هل الاهواء، و عکف علی تالیفات هؤلاء فاستخرج عنها ما اراد من الاقوا ل المضادة للشریعة و المخالفة للسنة النبویة علیه افضل الصلوة والتحیة، و ردّ الاحادیث الصحیحة الثا بتة و انکر و جود الملا ئکة و الجن و الشیاطین و الجنة و النار و انکر المعجزات باسرها، و ا ثبت الاب لعیسی بن مر یم علیه السلام، و غیر ذا لک من المقا لا ت البا طلة المردودة، و صنف لاثبا ت هذه المقالات رسائل کثیرة و حرر التحریرا ت، فضلّ و ا ضل کثیرا من الناس، لکن علماء الاسلام لم یزل دأبهم و همتهم لرد مقا لا ت اهل الالحا د و الز یغ و الفساد و یعدون ذلک خیر ذخیرة للمعاد۔ فقام علی رد مقالاته الفاسدة شیخنا العلا مة القا ضی بشیر الدین القنوجی فصنف کتا باً سماه بامداد الآ فاق برجم اهل النفاق فی رد تهذ یب الاخلاق (هو کتا ب صنفه العلامه القا ضی رحمه الله و نسبه الی الرئیس امداد العلی الا کبر آ بادی و لذا اشتهر با سمه) و غیر ذ لک من التحریرا ت العجیبة و المضامین البا لغه۔ و جر ی بین شیخی و بین رئیس تلک الطا ئفة تحریرات شتی الی عدة سنین یطول بذ کر ها المقام۔

ثم بعد ذلک تعا قب تعا قباً حسنا و رد کلامه رداً بلیغاً الفا ضل اللا هوری (المراد به الفا ضل الجلیل ابو سعید محمد حسین ا للا هوری حیث اطنب الکلام فی الرد علی امام تلک الطا ئفة فی اشاعة السنة و الرسا ئل الاخری) وشفا صدور المو منین، فرئیس النیجر یة متبوع متبوع و اما م صراط الضلا لة ای المد عی لمثیل المسیح تا بع له فی اکثر الاقوا ل البا طلة، و انما ا لا ختلا ف بینهما فی تلک الا لها ما ت الکاذبة و الادعاء لمثیل المسیح۔

فالواجب علی کل مسلم ان یبین للناس ضلال هذا الرجل المفتری المدعی ان المسیح علیه السلام قد مات و انه مثیل عیسی بل عیسی علیه السلام حیی فی السما ء و ینز ل فی آ خر الزما ن بذا ته الشر یفة۔ و قد تقدم ان عیسی علیه السلا م ینز ل عند المنارة البیضا ء شر قی دمشق و لیست مد ینة دمشق و لا المنارة البیضا ء بلدة القا دیا نی و لا منا رته۔

و تقدم ایضاً ان رسول اللّٰه ﷺ قا ل فی وصف عیسی علیه السلا م بانه ر جل مر بوع الی الحمرة و البیا ض، و انه ینزل بین ممصر تین کان را سه یقطر و ان لم یصبه بلل، و انه بنز و له تذ هب الشحنا ء و التبا غض و التحا سد، و انه ید عوا الی الما ل فلا یقبله ا حد، و انه یحثو المال حثوا، و انه یقا تل علی الاسلام، و لا وجود لهذه الاوصاف الشریفة المذکورة فی هذا الرجل المدعی انه مثیل عیسی و ان عیسی علیه السلام لا اب له کما دلت علیه الاخبار الصحیحة و هذا الرجل له اب و جد و لیس فیه من الصفات ما یصحح دعواه، بل دعا ویه کلها اکا ذیب وا هیة تد ل علی ضلا له و سخف عقله و فساد رأ یه و من یضلل الله فما له من ها د ۔

و قد رد علیه جما عة من العلماء منهم شیخنا الامام ر حلة ا لآ فاق السید (و شاعت رسا لة الشیخ هذه مع اشاعة السنة و علیها التقا ریظ و

المواهير لجم الغفير من آ ئمة الحد يث و الفقه کا لشيخ المحد ث عبد الجبار الغز نوی الا مر تسری و الحا فظ المحد ث عبد المنا ن الو زير آ بادی و غير هما من مشا هير المحد ثين و اکا بر الاحنا ف جزا هم الله خيراً) محمد نذير حسين الد هلوی ادا م الله برکاته، و منهم شيخنا المحد ث القا ضی حسين بن محسن الا نصاری الف رسا لة سما ها بالفتح الر با نی فی الرد علی القاديا نی و غيرهما (کا لشيخ العلا مة الشهير محمد بشير السهسوا نی صنف کتا باً سما ه بالحق الصريح فی ا ثبا ت حيوة المسيح و کالشيخ الفا ضل المشتهر فی المشر قين ابو سعيد محمد حسين ا للا هوری حيث رد عليه ردا مشبعاً من ابتداء دعوه الی يو منا هذا فی اشاعة السنة فقد خاب و خسر من افتری علی الله کذ باً و بهت و انقلب صا غراً و ذلک با ن الله مو لی الذين آ منوا و ان الکا فرين لا مو لی لهم و الفا ضل الجليل محمد اسما عيل الکو لی صنف کتا باً مبار کاً سماه با علاء الحق الصريح بتکذ يب مثيل المسيح و غير ذ لک من الکتب و الرسا ئل العلماء عصر نا کشفاء للناس و کتا ب عصا ئے موسی و هما کتا با ن نا فعا ن جليلا ن جزا هم الله تعا لی ۔ ابو عبد الله ابی الطيب محمد ادريس) من العلماء الکرا م الحا می لدين الاسلا م، و اتفقت کلمتهم با ن الرجل المذ کور قد ا ظهر فی رسا ئله عقا ئد کفرية و مقا لا ت بدعية خر ج بها عن اتباع السنن و الاسلام، و تبع فيها الفلا سفة و ا لآ رية و النصاری و الملا حدة البا طنية اللئا م، و انه قد عارض الحق الصر يح و انکر کثيرا من ضرور يات الدين و اجماع السلف الصا لحين، فلا ينبغی للمسلمين ان يجالسوه و يخا لطوه و الله تعا لی اعلم ۔

و مثل هذا الرجل المد عی خر ج عصر شيخ الاسلام ابن تيميه رحمه الله و ادعی با نه عيسی بن مر يم کما قا ل الشيخ ابو العباس تقی الدين احمد بن عبد الحليم ابن تيميه فی رسا لته المسماة ببغية المر تا د فی الرد علی المتفلسفة و القرا مطة و البا طنية اهل

الالحاد من القائلین بالحلو ل والاتحاد ، و قد کا ن عند نا بدمشق الشیخ المشھور الذ ی یقال لہ ابن ھود وکان من اعظم من رأ ینا ہ من ھؤلاء الا تحا دیۃ زھداً و معرفۃ و ریا ضۃ، و کان من اشد الناس تعظیماًلا بن سبعین و مفضلاً لہ عندہ علی ابن عر بی و غلا مہ ابن اسحاق ، و اکثر الناس من الکبار و الصغار کا نوا یطیعون امرہ و کا ن اصحا بہ الخوا ص بہ یعتقدو ن فیہ انہ ای ابن ھود المسیح بن مریم و یقولون ان امہ اسمھا مر یم و کا نت نصرا نیۃ، و یعتقدو ن ان قو ل النبی ﷺ :ینزل فیکم ابن مر یم ھو ھذا، و ان رو حا نیۃ عیسی علیہ السلا م تنز ل علیہ، و قد نا ظرنی فی ذ لک من کا ن افضل الناس عند ھم فی معرفتہ بالعلو م الفلسفیۃ و غیرھما مع دخو لہ فی الزھد و التصوف، و جر ت بینی و بینھم مخا طبا ت و منا ظرا ت یطول ذکر ھا حتی بینت لھم فساد دعوا ھم بالاحا دیث الصحیحۃ الواردۃ فی نزو ل عیسی المسیح، و ان ذ لک الو صف لا ینطبق علی ھذا الر جل ، و بینت لھم فساد ما د خلوا فیہ من القرمطۃ حتی اظھر ت مبا ھلتھم و حلفت لھم ان ما ینتظر ونہ من ھذا الر جل لا یکو ن ولا یتم، و ان اللہ لا یتم امر ھذا الشیخ، فا بر اللہ تلک ا لاقسا م و الحمد للہ رب العا لمین۔ ھذا مع تعظیمھم لی و بمعرفتی عند ھم و الا فھم یعتقدو ن ان سا ئر الناس محجو بو ن بحال حقیقتھم و غوا مضھم و انما الناس عند ھم کا لبھا ئم ۔ انتھی کلا مہ مختصراً

(عون المعبود لحل مشکلات سنن ابی داؤد۔شمس الحق ڈیانوی۔جلد رابع ۔ص۲۰۳۔۲۰۷)

شمس الهدایہ

وجہ تالیف: حمد وثنا کے بعد پیر مہر علی گولڑویؒ لکھتے ہیں:

علماء زمان عرصہ سے اس ہیچمدان خوشہ چین علماء کرام کو بھی ایسے حقائق و معارف سے جو تالیفات مرزا صاحب ازالہ اوہام ودافع الوساوس وایام صلح میں مندرج ہیں مطلع فرماتے تھے۔ راقم الحروف ان کولعن طعن سے بخیال اس امر کے کہ خلاف شعائر اسلام ہے اور عکس ارشاد مشائخ بھی، روکتا رہا۔ آخر الامر جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر محفل میں اظہار حقیت عقیدہ مرزا اور تکذیب و تجہیل بلکہ تکفیر علماء کرام کی جن کا اعتقاد مطابق سلف کے تھا، ہونے لگی تو اس اثنا میں چند احباب نے مجھے کچھ مضامین مرزا صاحب کی تالیفات کے سنائے۔ گو کہ میں بھی ابناء زمان کی طرح بسبب کم علمی اور محروم ہونے اشراق نوری سے قابل اس امر کے نہ تھا کہ ناظرین کو آج کل کے دھوکوں سے بچاؤں مگر تحقیر اور تجہیل سلف ومشائخ زمان کے سننے کی برداشت مجھ سے نہ ہوسکی اور عقیدہ حقہ کا یوماً فیوماً اضمحلال گوارا نہ کر سکا لہذا یہ چند مضامین متعلق آیات رفع واحادیث نزول محض حسبۃً للہ بغیر اس کے کہ محرک اس کا عناد یا حسد یا بغض کسی مسلمان بھائی سے ہو حسب رائے ناقص کے لکھے گئے ہیں تاہ ابناء زمان اتنی جرأت سے باز آئیں اور معانی جو مراد ہیں آیات اور احادیث سے ان کو واضح ہو جائیں اور چند اعتراضات ابلہ فریب سے جو استشہاد آیات واحادیث ازالہ اوہام وغیرہ وغیرہ میں مذکور ہیں خوف کھا کر عقیدہ اجماعیہ اہل اسلام سے انحراف کیا بلکہ آیت اور احادیث کو کچھ اور ہی نہ سمجھ لیویں کیونکہ اصول ان کے ایسے ہیں جو عنقریب بلحاظ تعلیم یافتگان لندن باقی آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کو بھی ہاتھ ڈالیں گے۔

آج کل کے اردو خوانوں اور زعمی مولویوں فاضلوں کا قصور نہیں، ان بے چاروں کو جب مثلاً کہا جائے کہ بتاؤ میاں آیہ یا عیسی انّی متو فّیک و را فعک الیّ اور ایسے ہی فلمّا تو فّیتنی کنت انت الرّ قیب علیھم جس قرآن کے ساتھ تمہارا ایمان ہے اس میں موجود ہے یا نہیں، اور لفظ تو فی کا تئیس جگہ قرآن کریم میں معنی موت ہی میں مستعمل ہے اور افقہ الناس عبداللہ بن عباس نے بھی یہی لیا ہے۔ بخاری اور عباسی تفسیر ابن کثیر وغیرہ وغیرہ تو حسب قولہ تعالی یا عیسی انّی متو فیک و را فعک الیّ کے وعدہ وفات اور بمقتضائے فلمّا

توفّیتنی.. تحقق موت عیسی بن مریم اور رفع روحانی کا ہو چکا، اور آیت قیل ا دخل الجنۃ اور ایسے ہی فاد خلی فی عبا دی و اد خلی جنتی اور ایسے احادیث صحیحہ سب شہادت دے رہی ہیں کہ ارواح مقربین بعدالوفات جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور بعد دخول جنت کے پھر نکلنا اس سے بحکم آیۃ و ما ھم منھا بمخرجین کے ناممکن، اور مستلزم ہے وقوع کذب آیت مذکورہ میں، ایک فلمّا توفّیتنی کیا بلکہ آیت

قد خلت من قبله الرّسل اور انّک میّت و انّھم میّتون اور اموات غیر احیاء بتمامہا، اور خاتم النبیین اور من نعمّرہ ننکّسه فی الخلق، اور الیوم اکملت لکم دینکم اور فیھا تحیون و فیھا تموتون اور ولکم فی الارض مستقرّ و متاع الی حین اور کانا یاکلان الطعام اور و اوصانی بالصلوۃ و الزکوۃ ما دمت حیاً اور قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا اور ھل ینظرون الا یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملائکۃ و قضی الامر اور

ھل ینظرون الا تاتیھم الملائکۃ او یاتی ربک او یاتی بعض آیات یوم یاتی بعض آیات ربک لاینفع نفساً ایمانھا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیراً و قالوا لو لا انزل علیه ملک و لو انزلنا ملکا لقضی الامر ثمّ لا ینظرون ۔ و لو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلاً و للبسنا علیھم ما یلبسون

اور حدیث صحیح

کما قال العبد الصالح اور حدیث صحیح لا یاتی مأۃ سنۃ علی الارض نفس منفوسۃ ...الخ ۔

یہ سب آیات اور احادیث صحیحہ بآواز بلند موتِ ابن مریم کی خبر دے رہی ہیں علاوہ اس کے عقل انسانی اور قصہ عود ایلیا بھی جو انجیل میں مذکور ہے صعود اور نزول مسیح سے بعینہ بجسدہ العنصری منکر ہیں ۔ احادیث نزول ابن مریم اور خروج دجال وغیرہ من جملہ مکاشفات نبویہ کے ہیں، اور کشف اجمالی مثل دیکھنے آنحضرت ﷺ کے عورت پراگندہ بالوں والی کو کہ گرداگرد مدینہ طیبہ کے گھوم رہی تھی وغیرہ تعبیر طلب ہوتا ہے بحالت خواب دیکھنے میں کچھ اور آتا ہے اور ظہور میں کچھ اور

ہوتا ہے اور جیسا کہ خواب میں آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو دیکھا اور تعبیر اس کی وباء مدینہ سے فرمائی معہذا تعبیر میں وقوع خطا بھی ممکن ہے جیسا کہ خواب میں آپ نے یہی سمجھا کہ امسال مکہ معظّمہ جانا ہوگا اور بعد مراجعت فرمانے کے حدیبیہ سے معلوم ہوا کہ تعبیر تخصیص امسال کی غلطی ہوئی ۔الغرض آیات اور احادیث صحیحہ متذکرہ بالا باعث شدید ہیں ماول ٹھہرانے پر احادیث نزول مسیح و خروج دجال وغیرہ کے کیا معنی؟ احادیث نزول سے مراد ظہور اس شخص کا ہے جو مماثل ہو ابن مریم کا جیسا کہ ایلیا کے دوبارہ آنے سے مثیل ایلیا یعنی ظہور یحیٰ کا شبہات مسیح ابن مریم کے تھا وہ شخص مثیل ابن مریم کا کون ہے؟ میں ہوں یعنی مرزا صاحب ۔کیونکہ الہام منجملہ براہین قاطعہ اور حجج ساطعہ کے ہے اور فتوحات مکیہ اور میزان شعرانی وغیرہ۔

بعد استماع اس کے بالضرور اردوخوان اور نام کا مولوی تقریر مذکور کو جس کی بنا کی تشیید اور ترصیص کتاب اللہ اور سنت اور انجیل اور عقل سے ہو چکی ہے لامحالہ طوعاً وکرہاً مسلّم اور قبول کرے گا۔ نہ کرے تو کیا کرے ۔قرآن و حدیث سے کیسے منکر ہو۔ لہذا یہ خزف ریزہ چند ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تا کہ اس تقریر کے دھوکے میں نہ آجائیں ، اور اسی پیٹے پاٹے راستہ پر چلیں جو مراد اس حدیث لن تضلّوا بعدی ما تمسّکتم با مرین.. کتا ب اللّٰہ و سنّۃ نبیّہ (موطا امام مالک) اور قسمیہ کہتا ہوں کہ جناب مرزا صاحب سے کسی قسم کا حسد یا عناد باعث تحریر اس رسالہ کا نہیں ہوا۔ بالتخصیص اگر چہ مرزا صاحب عرصہ سے ان مشائخ عظام کو جن کے ساتھ یہ بے ہیچ بھی الحبّ للّٰہ کا تعلق رکھتا ہے بآواز بلند اپنی تالیفات میں القاب مکروہہ سے پکار رہے تھے۔اس وجہ سے جناب موصوف کو کچھ اگر لکھا بھی جاتا تو بمقابلہ آپ کی اس جرأت کے محل شکایت اور موجب گستاخی میں شمار نہ ہوتا مگر تاہم بخیال اس کے کہ الحمد للہ کوئی شخص اہل اسلام سے بمقابلہ اعداء دین ہنود و نصاریٰ کے کھڑا ہوا ہے، گو کہ ہم کو برا ہی کہے، ہم نے کچھ نہیں کہا، بلکہ لعن طعن والوں کو بھی کسی نہ کسی وجہ سے روکنا ہی چاہا۔ ہم تو خود قائل ہیں

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند   تو برونِ در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

اور خاموشی بمقابلہ ہتک مشائخ کرام کے اس وجہ سے نہ تھی کہ اس کے سننے کو ہم مکروہ اور موذی نہ سمجھتے تھے بلکہ موجب اسکا اتباع مشائخ عظام ہی تھا جو فی الحقیقت اتباع ہے سید الاولین والآخرین ﷺ کا۔ سلطان المشائخ وعن سائر المشائخ کا مقولہ ہے

آنہا کہ بجائے من بدی ہا کردند   گر دست رسد بجز نکوئی نکنم

مرزا صاحب ایام الصلح کے صفحہ ۱۳۲ میں لکھتے ہیں :

اس وقت زیر سقف نیلگوں ہیچ متنفس قدرت ندارد لاف برابری من زند من آشکاری گویم و ہرگز باک ندارم۔ اے اہالی اسلام درمیان شما جماعتے مے باشند کہ گردنبدعوی محدثیت ومفسریت برے فرازند و طائفہ اند کہ از نازش ادب پا بر زمین نگذارند گروہے اند کہ دم بلند از خدا شناسی زنند وخود را چشتی وقادری ونقشبندی وسہروردی و چہا چہا گویند ایں جملہ طوائف رانزد من بیارید

آپ نے بجا فرمایا، وہ لوگ چونکہ مفسر محدث اور خدا شناس ہیں تو پھر کیسی لاف زنی اور گردن فرازی ان سے ظاہر ہو بلکہ وہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ آپ کو بھی اللہ ایسی لافوں سے بچائے بخدائے لا یزال ولم یزل اپنی چشم دید عرض کرتا ہوں کہ مشاہیر اور مستورین کو بھی گروہ اہل اللہ سے دیکھا کہ کمالات باطنیہ از قسم مکاشفات وغیرہ ان کے نفوس مطہرہ سے صبغۃ اللہ کی رنگت اور کنت سمعه بی یسمع و بصره بی ینصر کا تماشا دکھلا رہے تھے مگر کیا ممکن کہ نظر برقدم اور ہوش دردم سے گردن اٹھا کر کسی طرح کا دعوی یا لاف زنی کریں۔

کلمہ شریف کا مطلب

اس گستاخی کے بعد معروض خدمت ہے کہ طالب عرفان کو چہا و چہا سے کیا غرض، حصول مطلب چاہیے جس سے ہو۔ آپ ہی معنی کلمہ طیبہ کا جو اصل ایمان اور عرفان کا ہے۔ فقط ظاہری طور پر فرماویں۔ محاورہ قرآن میں لفظ الله کا درحالتِ اتصاف بالوحدۃ مثل انه واحد کے، اور ایسا ہی وقت اضافت موحدین کی طرف مثل الهکم و اله آباء کم مراد اس سے معبود حقیقی ہوتا ہے اور وقت استغراق کے مثل و ما لکم من اله غیره اور جمعیت کی مثل لو کان هو لاء آلهة ما وردوها و کل فیها خالدون اور ایسا ہی وقت اضافت کے مشرکین کی طرف مراد اس سے معبودات ممکنہ مثل اصنام وغیرہ کے ہوتے ہیں بناء علیہ لفظ الہ جو لا اله الا الله میں واقع ہے مراد اس سے آلهه ممکنہ ہوں گے۔ اور نیز تقریب بھی اسی صورت میں تام ہوتی ہے کیونکہ براہین خمسہ میں مراد آلهه سے اصنام ہی ہیں مثلاً لو کان فیهما آلهة الّا الله لفسدتا بعد تعیین ارادہ اصنام کے الله سے کلمہ طیبہ میں تقدیر امکان یا وجود کی مستلزم ہے وقوع کذب کو (العیاذ باللہ) اصل اسلام میں جو کلمہ طیبہ ہے کیونکہ اس وقت معنی یہ ہوگا کہ کوئی فرد افراد معبوداتِ ممکنہ سے

یعنی اصنام وکواکب وغیرہ، ممکن نہیں یا موجود نہیں۔ اور استیلاء صفاتی بعضها علی بعض، جیسا کہ منافی للوجوب برتقدیر وحدت وجوب نہیں اور ایسا ہی برتقدیر تعدد بھی نہ ہوگا۔ بناء علیہ اگر ارادہ استحقاق للعبادۃ کا حقیقی طور پر جو مساوق للوجوب ہے عنوان موضوعی یا محمولی سے بھی کیا جائے تو مستلزم لما کانتا یالفسدتا کو نہیں ہوسکتا اور ازلیت امکان چونکہ مستلزم ہے امکان ازلیت کو مادہ وجوب میں لہذا ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ جو نقیض ہے ضروریہ سالبہ کلیہ کی یعنی لا الٰہ موجود بالضرورۃ کی (العیاذ باللہ) صادق ہوگا۔ الغرض تقدیر ممکن یا موجود یا مستحق زعمی کی مستلزم وقوع کذب کو مدعی میں اور ارادہ استحقاق واقعی کا مقتضی ہے بطلان براہین کو۔ اس تقریر سے ناظرین پر ظاہر ہوگیا ہوگا کہ جواب تفتازانی اور شیخ اکبر وغیرہ علماء کا دفع اشکال مذکور میں مفید نہیں جواب اس کا حسب محاورہ قرآنیہ چاہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ فرق کرنا تعاوق فیما بین الذوات اور تعاوق فیما بین الصفات میں بعد اشتراک فی الوجوب کے مفید نہ ہوگا جیسا کہ وجوب بالذات اور بالغیر میں، کیونکہ یہ مجوز ہے سلب صفات کو ذات واجبیہ سے فی مرتبۃ من المراتب ایسی گفتگو کہ جس سے خودنمائی کی بو آئے، شان عیسویت اور وضع مہدویت کے ہرگز شایان نہیں۔

حضرات ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ دوبارہ متوجہ ہونا اس بے ہیچ کا اس امر غیر معتاد کی طرف جس کو آج کل بڑا کمال سمجھتا جاتا ہے مشروط ہے بایں شرط کہ اگر کوئی صاحب برخلاف مضامین مسطورہ رسالہ ہذا کے اپنے مسلک کو یا تو تفاسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر وابن کثیر کے جن میں روایات صحابہ کرام بالاسناد مذکور ہوں اور احادیث صحیحہ سے ثابت کرے اور یا فقط قرآن کریم سے حسب استنباط اپنے مدعا کو مدلل کرے جس کو علمائے ثقات فصحاء و بلغاء قبول فرمائیں نہ کہ مثل ازالہ اور ایام صلح کے جن کی نقل اور استنباط دونوں میں غلطی اور سقم ہے۔

رفع ونزول مسیح

{ سوال: اہل اسلام کا مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانیکے بارے میں عقیدہ اجماعیہ کیا ہے؟

{ جواب (گولڑوی): اکثر و بیشتر اہل اسلام حضرت مسیح ابن مریم کے اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل ہیں مگر بعض محققین کا خیال ہے کہ وہ جسم برزخی تھا لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہی مسیح ابن مریم دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے۔

{ سوال: یہ عقیدہ محض بے اصل اور اجماع کورانہ ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام

میں لکھا ہے یا قرآن وحدیث سے بھی اس کی کوئی سند ہے؟

} جواب (گولڑوی): ارشاد باری ہے و ما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ(یعنی یہود نے حضرت مسیح ابن مریم کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا)۔ یہ نصّ قطعی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ آپؑ یہودیوں کے ہاتھوں مقتول نہیں ہوئے بلکہ جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

} سوال ۔بل رّفعہ اللّٰہ الیہ سے کیا رفع روحانی مراد نہیں ہے بشہادت محاورہ قرآن یا ایّتھا النّفس المطمئنّۃ ارجعی الی ربّکِ را ضیۃً مر ضیۃ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عنداللہ معزز ومکرم ہوئے۔

} جواب (گولڑوی)۔آیت مذکورہ میں حسب محاورہ قرآنیہ اور اہل لسان ، بل ،جس کا ترجمہ بلکہ ہوتا ہے، ابطال ما قبل کے لئے ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ زعم یہود کو، جو حضرت مسیح ابن مریمؑ کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل تھے، باطل فرماتا ہے اور ما قبل اور ما بعد اضرابیہ ابطالیہ کے متضاد ہوتے ہیں یعنی دونوں متحقق نہیں ہوتے بلکہ پہلے جملہ کا ابطال اور دوسری کا اثبات کیا جاتا ہے۔
فائدہ: قولہ تعالیٰ: و ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ من جملہ واقسام قصر الموصوف علی الصفۃ کی ایک قسم ہے یعنی قصر قلب کلمہ بل کا مفرد میں اضراب یعنی اعراض کے لئے ہوتا ہے اگر بعد امر یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کے لئے کرے گا اور معطوف علیہ کو کالمسکوت عنہ کر دے گا اور بعد نفی یا نہی کے حکم اول یعنی منفی یا منہی کو برحالِ خود رکھے گا اور ضد اس حکم کی مابعد کیلئے ثابت کرے گا جیسے قا م زید بل عمرو اور لیقم بکر بل خا لد پہلی مثال میں قیام کا اثبات عمرو کے لئے ہوگا نہ زید کے لئے، کیونکہ عمرو بل کے مابعد واقع ہوا ہے اور ماقبل اس کے قا م زید مقولہ غلطی پر مبنی ہے اور دوسری مثال لیقم بکر میں طلبِ قیام خالد سے ہے نہ بکر سے وغیرہ۔اور نفی نہی کی صورت میں ماقبل کے لئے حکم نفی کا بحال رہے گا اور مابعد کے لئے اثبات کا جیسا کہ لم اکن فی مر بع بل یتھما لا تضر ب زیداً بل عمروا۔

اور جس صورت میں مابعد بل کے جملہ ہو تو ابطال جملہ اولیا ورا ثبات جملہ ثانیہ کے لئے ہوگا قولہ تعالیٰ بل عباد مکر مون یاانتقا ل من غر ض الی غر ض آ خر پر دال ہوگا۔ قولہ تعالیٰ بل تؤثرون الحیوۃ الد نیا ۔ یہ بھی معلوم ہو کہ بل دونوں صورتوں یعنی مفرد و جملہ میں عطف کے لئے ہوتا ہے۔ بنا بر تحقیق اور مشہور عند النحا ۃ عاطفہ ہونا اس کا مختص بالمفرد ہی ہے یعنی

جس صورت میں کہ بعد اس کے مفرد واقع ہو۔ اور جملہ میں حرف ابتدا کا ہوگا۔ بنا بر مشہور بل مشترک ٹھہرا عطف اور ابتداء میں۔ اور ظاہر ہے ذکی ماہر پر کہ عدم اشتراک صحیح ہے بہ نسبت اشتراک کے فقط بودے لوگ سرسری جو امتیاز درمیان معنی وضعی اور اس کیا فراد میں نہیں کر سکتے جب استعمال لفظ کا افراد میں بھی معنی وضعی مطلق کی طرح پاتے ہیں تو ان کو دھوکہ اشتراک اللفظ بین المطلق و الافراد کا لگ جاتا ہے بلکہ فرد معین ہی کو بلحاظ کثرت استعمال کے موضوع سمجھ لیتے ہیں جیسا کہ آج کل اردوخوانوں کو لفظ توفّی میں دھوکا لگا ہوا ہے۔ بیان اسکا عنقریب آئے گا۔

کلمہ بل کا موضوع لہ فقط اعراض ہے پہلے کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اس کی۔ علی ہذا القیاس انتقال ذات پہلے کی یا انتقال غرض سے، یہ سب انواع ہیں اعراض کے لئے جو معنی وضعی ہے (بحر العلوم مسلّم الثبوت) الغرض کلمہ بل کا بنا بر تحقیق ہذا آیہ مذکورہ میں حرف عطف ٹھہرا ابطال جملہ اولی یعنی قتلوہ کے لئے۔ اور منجملہ طرق قصر کے بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المثبت والمنفی کرے کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیز بین الخطاء والصواب کے لئے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خلط بین الصواب و الخطاء ہے نکل جاوے اور بالخصوص قصر بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں۔

مانحن فیہ میں یہود کا افتراء دو وجہ سے تھا ایک مسیح کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا دوسرا اس کی مقتولیت کو محقق بولنا یعنی انا قتلنا سے تعبیر تاکیدی کرنی۔ وجہ اول کو متکلم بلیغ نے وما قتلوہ وما صلبوہ سے رد کیا دوسرے کو وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ سے۔ اب اگر بل رفعہ اللہ الیہ کو کنا یہ اعزاز و اکرام کہا جائے جیسا کہ مرزا صاحب و رافعک الیّ میں فرماتے ہیں تو بمقتضائے قصر قلب کے چاہیے کہ ما بعد بل یعنی اعزاز اور ماقبل اس کا یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں مع آنکہ مقتول مومنین میں سے اعلی درجہ کا معزز و مکرم عند اللہ ہوتا ہے۔ قصر قلب میں اگرچہ تنافی بین الوصفین بنا بر تحقیق ضروری نہیں مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسری وصف کے لئے نہایت ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یذکرہ المتکلم کے متصور ہو اور اگر رفع سے مراد موت طبعی بعد واقعہ صلیب بعرصہ دراز مثل مزعوم مرزا صاحب کے لی جاوے تو بحسب مضمون بالا کے تصریح بہ بل بقی حیاً ثم توفّاہ اللّٰہ و رفعہ الیہ کی ضروری ہے ورنہ فصاحت اور بلاغت قرآن کریم میں جو اعلی وجوہ اعجاز اسکے سے ہیں خلل واقع ہو۔ متکلم بلیغ کی شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام یعنی تمیز ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسی کلام بولے

جس کا معنی بحسب التبادر مخالف ہو معنی مراد سے کیونکہ بل رفعه الله الیه سے تحقیق رفع در وقتِ واقعہ صلیب یا قبل اس کے بحسب محاورہ قرآنیہ وغیرہ مفہوم ہوتا ہے دیکھو بل جاء هم بالحق جو بعد ام یقولون افتراه کے واقع ہے اور ارادہ موت طبعی کا رفعه الله الیه سے مع زعم تحقق اس کے قبل از واقعہ صلیب مستلزم ہے وقوع کذب کو کلام الٰہی میں (العیاذ باللہ لا نتفاء المحکی عنه) بعد از قطع احتمالات مذکورہ آیت بل رفعه الله الیه کی محکم ٹھہری رفع جسمی مسیح میں لہٰذا اہل لسان اور محاورہ دان صحابہ اور سلف رفع جسمی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف مروی نہیں۔ اور اسی وجہ سے چونکہ محکم ہے رفع جسمی میں تو مخصص ہوگی واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل قد خلت من قبله الرّسل اور ما من نفس منفوسة وغیرہ اور یہی قرینہ صارفہ ہے ارادہ کرنے معنی موت کے توفّیتنی سے اور متوفّیک سے بر تقدیر عدم تقدیم وتاخیر کے۔ اور یہی آیت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ شهیداً مّا دمت فیهم میں حیاً ملحوظ نہیں ہے اور یہی آیت قرینہ ہے فاقول کما قال العبد الصالح میں فلمّا توفّیتنی سے معنی غیر موت کا لینے کے اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث لو کان موسی و عیسی حیین میں بر تقدیر صحت کے حیات سے حیات فی الارض مراد لینے کی اور یہی آیت بعد از قطع احتمالات مذکورہ کے استبعاد عقل انسانی کو جو در بارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے بجسدہ العنصری آسمان پر تھا زائل کر رہی ہے۔..

و قالوا اتخذ الرحمن ولدا بل عباد مکرمون۔ ولدیت اور عبودیت تنافی ہیں تحقق میں ام یقولون به جنّة بل جاء هم بالحق، مجنونیت اور اتیان بالحق یعنی منجانب اللہ حق کو عباد کی طرف لانا متضاد نہیں۔ مثلاً زید کو میں نے نہیں مارا بلکہ اس کو عزت دی۔ عمرو کو میں نے بھوکا نہیں چھوڑا بلکہ پیٹ بھر کے کھلایا۔ مارنا اور عزت دینی، ایسا ہی بھوک اور سیری باہم متضاد ہیں۔ بعد تمہید ہذا آیت وما قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه میں بھی حسب مقتضی کلمہ بل مقتولیت اور مرفوعیت یعنی مسیح کے مارے جانے اور اٹھائے جانے میں منافات اور عدم اجتماع فی التحقیق چاہیے۔ اور ظاہر ہے کہ مابین مارے جانے اور اٹھائے جانے روح کے آسمان کی طرف کچھ منافات نہیں۔ دونوں امر معاً پائے جاتے ہیں۔

(قولہ مابین الخ توضیح مقام آنکہ رفعه الله الیه یا تو یہ کنایہ ہوگا اعزاز اور رفع منزلت سے جیسا کہ مرزا صاحب بشہادت محاورہ اور حوالہ کتب لغت لیتے ہیں اس صورت میں ظاہر ہے کہ قتل اور قرب الٰہی میں تضاد نہیں بلکہ قتل اور

شہادت موجب مستحق ہے رفع منزلت عند اللہ کے سوائے نبوت کے۔اور یا مراد اس سے رفع روحی بطریق موت طبعی کے ہوگا بقرینہ وعدہ توفی یعنی یا عیسی انی متوفیک و رافعک الی فقط لفظ متوفیک اگرچہ مطلق موت پر دال ہے عام اس سے کہ اپنے آپ ہو یا بمباشرت قتل کے لیکن حصر جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کے مسند الیہ اور صیغہ مشتق کے مسند بنانے سے مفید ہے موت طبعی کا۔اس تقریر پر اگرچہ تضاد محقق ہے مگر بلحاظ اس کے کہ ماضویت توفی اور رفع کی بل توفاہ اللہ و رفعہ اللہ الیہ میں بہ نسبت ماقبل کلمہ بل کے ہوتی ہے چاہیے کہ موت طبعی مسیح کی قبل از واقعہ قتل وصلیب زعمی متحقق ہو حالانکہ کوئی مورخ نہ اسلامی اور نہ غیر اسلامی اس کی شہادت نہیں دیتا بلکہ ابن عباس اور سائر اہل اسلام قاطبۃً الی یومنا ھذا رفع جسمی مسیح کے قبل از واقعہ صلیب کے قائل ہیں تفسیر نقلی صحابہ کی چونکہ حکم مرفوع میں ہوتی ہے بناء ہر مسلمان کے لئے واجب التسلیم اور ضروری القبول ہوگی کیسے نہ ہو رفع جسمی قبل از واقعہ صلیب کا مضمون جو اثر ابن عباسؓ میں عنقریب آئے گا نہ تو معتقد بہ یہود اور نصاری کا تھا تاکہ احتمال روایت ابن عباس کا اہل کتاب سے ہو اور نہ خود ابن عباسؓ اس مضمون کو اپنے اختراع سے پیدا کر سکتے ہیں لہذا یہی ماننا پڑے گا کہ بالضرور ابن عباس نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے اور مورخ غیر اسلامی یعنی یہود و نصاری موت بالقتل والصلیب مسیح کے قائل ہیں اور مرزا صاحب موت طبعی بعد از واقعہ صلیب کے معتقد ہیں حسب زعم ان کے بل بقی حیاً ثم توفاہ اللہ و رفعہ اللّٰہ الیہ چاہیے تھا۔الحاصل تقدیر مذکور مستلزم ہے فقدان محکی عنہ کی وجہ سے وقوع کذب کو العیاذ باللہ۔آیت مذکورہ میں بعد بطلان احتمالات مذکورۃ الصدر کے یہی معین ہوا کہ مراد رفعہ اللہ الیہ سے رفع جسمی ہے اور توفاہ اللہ سے جو قبل از رفعہ اللہ کے بقرینہ وعدہ مقدر ہے معنی قبضہ اللہ کا۔آیت مذکور جیسا کہ نص ہے ابطال افتراء یہود اور رفع جسمی مسیح میں ایسے ہی قرینہ صارفہ ہے ارادہ موت کے لئے متوفیک اور فلما توفیتنی سے اور یہی وجہ ہے قول بالتقدیم والتاخیر کی۔آیت یا عیسی انی متوفیک و رافعک الیّ میں بر تقدیر ارادہ معنی موت کے متوفیک سے۔باقی رہا یہ زعم کہ لفظ توفی کا قرآن کریم میں فقط معنی موت ہی میں مستعمل ہے یہ صرف سادہ لوحوں کا خیال ہے اس کی تحقیق عنقریب آئے گی۔ان شاءاللہ ...)

مقربین میں سے جو قتل کیا جاتا ہے ان کی ارواح بھی عالم علوی کو اٹھائی جاتی ہیں اب بالضرور رفع جسمانی لینا پڑے گا کیونکہ مسیح کے قتل جسمی اور رفع جسمی دونوں میں تضاد اور تنافی ہے اگر جسم مسیح یہود کے ہاتھ مقتول ہو تو وہی جسم عالم بالا کی طرف مرفوع نہ ہو اور اگر مسیح بجسدہ العنصری بحفظ وامان اٹھائے گئے تو یہود کے ہاتھ میں مقتول نہیں ہو سکتے۔اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ رفعہ اللّٰہ میں رفع جو صیغہ ماضی ہے اس کی ماضویت کس کی نسبت ہے اس کا ماضی ہونا بہ نسبت ماقبل بل کے ہے جس کو باطل کرنا منظور ہے وہ کیا قتلوہ۔اس امر کو ہم قرآنی شہادت سے ثابت

کرتے ہیں دیکھو بل جاء هم بالحق لانا آیات قرآنی کا منجانب اللہ پہلے ہوا بعدازاں نسبت جنون کی کفار نے آپ کی طرف کی۔ اب بل رفعه الله اليه سے ثابت ہوا کہ تحقق رفع قبل از تحقق قتل زعمی یہود کے ہوا ہے یعنی پہلے جسم مسیح بحفظ وامان آسمان کی طرف اٹھایا گیا بعدازاں یہود نے ان کی شبیہ کو قتل کیا۔ اور بل رفعه الله اليه کو قیاس یا ايّتها النّفس المطمئنّة پر کرنا بے جا ہے کیونکہ اس میں خطاب نفس کی طرف ہے نہ جسم مع الروح کو بخلاف رفعه اللّه اليه کے کہ مرجع ضمیر منصوب متصل کا یعنی رفع میں جو ضمیر ہے وہی مرجع ہے جو ماقبل اس کے ما قتلوه و ما صلبوه کے لئے ہے یعنی جسم مع الروح۔

یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اصل واقعہ میں یا اس کے علم میں تغیر کا ہونا اس امر کو نہایت مدخل ہے کلام کے حقیقت یا مجاز ہونے میں ایک ہی کلام کبھی حقیقت ہوتی ہے معنی مراد میں جب اصل واقعہ اعتقاداً یا بحسب نفس الامر ایک طرح ٹھہرایا جائے اور اسی کلام کو بعینہ افراد مجاز میں سے شمار کیا جاتا ہے جس حالت میں کہ اصل واقعہ دگرگوں قرار دیا جائے مثلاً ابنتِ الربيع البقل یعنی موسم ربیع نے ترکاری اگائی جس حالت میں کہ قائل اس کا مومن ہو، مجاز ہوگا کیونکہ وہ اسناد ہے الی غير ما هو له عندالمتکلم اور یہی قول حقیقت کی امثلہ میں شمار کیا جائے گا جب کہ اسکا قائل جاہل ہو یعنی وہ شخص جس کے اعتقاد میں فی الواقع اگانے والی موسم ربیع ہے کیونکہ حسب اعتقاد اسکے اسناد فعل کی الى ما هو له اس کلام میں واقع ہے اقسام اس بحث کے بہت ہیں ناظرین کی ملالت اور تشویش کے باعث اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

ایسے کشف فلا ن عن سا قه فلاں نے اپنی پنڈلی سے پردہ اٹھایا جس حالت میں کہ فلانے نے فی الواقع اپنی ساق کو بروقت گذرنے کے پانی سے یا کسی اور تقریب سے برہنہ کیا، یہ کلام حقیقت ہوگی یعنی لفظ کشف اور ساق اپنے اپنے معنی حقیقی میں مستعمل ہوں گے اور درحالتے کہ فلانے نے پنڈلی کو برہنہ نہیں کیا بلکہ کسی کام کی تیاری میں مصروف ہورہا ہے۔ اس وقت یہی کلام کشف فلاں عن سا قه کنایہ ہوگی مستعد ہونے سے اس کام پر۔

اب اگر کوئی ظاہر بین اردوخوان نام کا مولوی کسی کتاب میں دوسرے معنے کو جو حسب محاورہ ہے معنی کنائی اور کلام مذکور کو کنایہ لکھا ہوا دیکھ کر منحصر ہونا اس کلام کا معنی استعداد ہی میں بشہادت محاورہ سمجھ لے تو منشاء اس کا بجز جہالت کے اور کیا ہے لفظ رفع کا صلہ جب الی واقعہ ہو تو بہرحال اس کو اسی معنی میں یعنی کسی کو کسی کے ساتھ نزدیک کرنا اور مرتبہ دینا منحصر سمجھنا بشہادت محاورہ

جس کو اہل لغت نے بھی بیان کیا ہے اسی قبیل سے ہے جو بیان کر چکا ہوں یعنی جہالت ہے حدیث شریف میں یہی محاورہ ہے فرفعه الی یده ای رفعه الی غا یة طول یده لیراه الناس فیفطرو ن (مجمع البحار) رفع جسمی میں وارد ہے بغیر رفع منزلت کے ایسا ہی یرفع الحد یث الی عثمان اور یر فعه الی النّبیّ ﷺ اور ایسا ہی یر فع الیه عمل اللیل قبل عمل النهار ای الی خزا ئنه لیضبط الی یوم الجزاء (مجمع البحار) ان سب میں یہی محاورہ اٹھانے چیز میں بعینہ جو ہر ہو یا عرض مدخول الی کی طرف مستعمل ہے بغیر ارادہ رفع مرتبہ کے۔ مانحن فیہ میں جب اثر صحیح ابن عباسؓ وغیرہ کا دربارہ مرفوع ہونے جسم صحیح کے اور نص بل رفعه اللّٰه الیه کی جو کئی وجوہ سے شہادت رفع جسمی مسیح پر دیتی عنقریب بیان ہوں گے۔ پھر اصل واقعہ کو خیال نہ کرنا اور رفع کو فقط رفع بحسب المرتبہ میں منحصر سمجھ لینا خطا درخطا ہے ایک تو صاحب صراح وغیرہ کی غرض نہ سمجھی انہوں نے تو استعمال رفع کا درحالت صلہ واقع ہونے الی کے معنی رفع منزلت اور علق قدر میں ذکر کیا یعنی لفظ رفع کا اس حالت میں معنی مذکور میں استعمال ہوتا ہے یعنی بشرط مطابقت اصل واقعہ اور ارادہ اس معنی کے نہ یہ کہ جہاں رفع کا صلہ ہو الی ہو بالضرور رفع منزلت بغیر رفع جسمی کے مدلول لفظ رفع کا ہوگا اگرچہ ارادہ متکلم کا ادا کرنے معنی رفع جسمی کا بعبارت مذکور بھی ہو کشف عن السّاق کو جو کنایہ (معنی کنائی حقیقی کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے نہ مجازی۔مطول) بحسب محاورہ تیار ہونے سے ٹھہراتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی وقت معنی حقیقی پر دال نہ ہوگا۔

الغرض صلہ الی قرینہ صارفہ ارادہ معنی رفع جسمی سے نہیں بلکہ مجوزہ ہے ارادہ معنی رفع منزلت کے لئے بروقت موجود ہونے قرینہ صارفہ کے یعنی لفظ رفع سے مراد رفع بحسب المرتبہ نہ ہوگا۔مگر اسی صورت میں کہ صلہ اس کا کلمہ الی واقع ہونہ بالعکس یعنی یہ نہیں کہ جس جگہ صلہ اس کا الی ہو اس جگہ بغیر اس رفع منزلت کے رفع جسمی پر دال نہ ہوگا۔ مطلقہ عامہ کو محصورہ کلیہ سمجھ لیا۔ دوسری خطا یہ ہے کہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں تبائن کلی اور منافاۃ فی التحقق سمجھ لی حالانکہ مانحن فیہ میں تو رفع جسمی کی صورت میں بحسب القدر بالاولی اور بالاحسن معلوم ہوتا ہے۔

اس تحقیق سے ناظرین کو اچھی طرح مرزا صاحب اور ان کے مخلصین کا دھوکا کھانا معلوم ہوسکتا ہے۔ القول الجمیل تصدیق المثیل کے صفحہ ۵۹۔۶۰ کو ملاحظہ کریں۔ مرزا صاحب اور ان کے اتباع فرماتے ہیں کہ قرآن یا حدیث میں لفظ سماء جس کا معنی آسمان ہے متعلق رفع اور نزول مسیح کے نہیں آیا یعنی رفعه اللّٰه الی السّماء اور ینزل من السّماء

بھلا صاحب! یہ تو فرمائیے کہ بل رّفعه اللّه الیه جس کا مدلول خدا کی طرف مرفوع ہوتا ہے، رفع روحانی ہی سہی، کس طرح متحقق ہوگا؟ اور ایسا ہی ارجعی الی ربّک میں اپنے رب کی طرف نفس کے رجوع کی کیا صورت ہوگی؟ اور کلمات طیّبہ اور عمل صالح کا خدائے پاک کی طرف مرفوع ہونا کیسے ہوگا؟ یہی تو فرمائیں گے جیسا احادیث میں وارد ہے کہ خدا کی طرف مرفوع ہونا یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آسمان کو جو عباد مکرمین کا محل ہے قرار گاہ ان کی بنایا جائے، نہ کہ بجائے آسمان کے زمین میں یا آسمان اور زمین دونوں سے باہر مقرر کیا جائے۔ ایسا ہی رفع جسمی کی صورت میں بھی الیہ کا ملاحظہ فرما کر سماء کو مذکور سمجھیں۔ پس رفع الی اللّه اور رفع الی السّماء اور رجوع الی الرّب اور صعود الی الرّب اور صعود علی السّماء متساوق فی المعنی ہیں اور احادیث میں تو صراحتاً بھی لفظ سماء آ گیا ہے۔ عنقریب ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

آیت مذکورہ یعنی بل رفع اللّه الیه جیسا کہ اثبات رفع جسمی اور ابطال افتراء یہود کہ انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم کہتے تھے اور تردید عقیدہ نصاری باتباع یہود فرما رہی ہے ایسا ہی تکذیب عقیدہ فرقہ نیچریہ اور مرزائیہ کی بشہادت سیاق وآثار صحابہ واحادیث صحیحہ کر رہی ہے احادیث صحیحہ کے نام لینے میں بھول گیا ہوں حضرت سائل تحقیق اور استفسار سے ہی نہ رہ جائیں کیونکہ ان کے اصول موضوعہ میں سے تقابل قرآن اور حدیث صحیح بھی ہے۔ اس مغالطہ سے بڑے کام نکلتے ہیں۔ جب عوام کالانعام سے مخاطب ہوکر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ میاں خداوند کریم کی کلام پاک مقدم ہے یا بندہ کی؟ مخاطبین بے چارے حسب لیاقت خود بول اٹھتے ہیں کہ خدائے تعالی کی کلام مقدم ہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا، کہ آپ سوال تقدیم وتاخیر از راہ عظمت ومنزلت فرما رہے ہیں یا از قبیل تفصیل وبیان؟ اگر من حیث العظمت ہے تو سب اہل اسلام کلام الہی کو زائد العظمت مانتے ہیں۔ لہذا نماز کا رکن کلام الہی ہوسکتی ہے، نہ حدیث۔ اور اگر بجہت تفصیل وتشریح فرماتے ہیں تو حدیث شریف مقدم ہے کیونکہ پہلے مضمون تفصیلی حدیث شریف کا ہمارے اذہان میں آئے گا تب اجمال آیت کو ہم سمجھیں گے۔ ہاں صحت میں غور کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس رحمۃ للعالمین خاتم النبیین ﷺ کو حکیم مطلق لا تدرکه الابصار نے اسلئے اپنے اور ہمارے درمیان برزخ قرار دیا ہے کہ برزخ کے پرلی طرف کی بات برزخ ہی کے مبارک منہ سے بمعہ تشریح سن لیں، کیونکہ جیسا کہ:

انزل علی عبدة الکتاب ولم یجعل لّه عوجاً (اپنے بندے پر کتاب نازل

فرمائی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی)؛

انّا انزلنا الیک الکتاب بالحقّ لتحکم بین النّاس بما اراک اللّٰہ ولا تکن للخائنین خصیماً (ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی تا کہ جو کچھ اللہ نے آپ کو دکھایا اس کے مطابق لوگوں میں حکم فرمائیں اور خیانت کرنے والوں کے طرف دار نہ بنیں)؛

وما انز لنا علیک الکتا ب الّا لتبیّن لھم الّذی اختلفوا فیہ و ھدی و رحمۃً لّقومٍ یّؤمنو ن (اور ہم نے آپ پر کتاب نہیں اتاری مگر اس لئے کہ آپ صاف طور پر وہ چیز بیان کر دیں جس میں انہیں اختلاف ہے۔ اور ہدایت و رحمت اس قوم کے لئے ہے جو ایمان لاتے ہیں)؛

و انز لنا الیک الذکر لتبیّن للنّاس ما نزّل الیھم و لعلّھم یتفکّرون (اور ہم نے آپ پر ذکر نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے لئے وہ چیز بیان فرما دیں جو ان کی طرف نازل کی گئی اور شائد کہ وہ فکر کرلیں)؛

الا انّی اوتیت القرآن و مثلہ معہ (یعنی السنّہ)(خبردار میں قرآن اور اس کی مثل اس کے ساتھ دیا گیا ہوں)، اسی برزخ سے مخصوص ہے۔ ایسا ہی ذمہ داری ، انّ علینا جمعہ و قرآنہ ثمّ انّ علینا بیانہ ، بیشک قرآن کا جمع کرنا، اس کا پڑھنا اور بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے، اسی کو شایان ہے۔

فرقہ مرزائیہ عیسی بن مریم کے مصلوب ہونے یعنی صلیب پر چڑھانے کے یہود و نصاری کی طرح معتقد ہیں فقط صلیب پر مر جانے میں باہم مختلف ہیں۔ یہود اور نصاری کہتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مر گئے اور مرزائیہ صلیب سے زندہ اتار کر بعد ۸۷ سال کے کشمیر خاص سری نگر میں دفن کرتے ہیں۔ ایام الصلح صفحہ ۱۱۲، اس کا بطلان رفعہ اللّٰہ کی ماضویت سے جو بہ نسبت ماقبل بل یعنی ما قتلوہ و ما صلبوہ کے ثابت کی گئی ہے اصل کتاب سے اور فائدہ جلیلہ سے جو منہیہ میں لکھ چکا ہوں بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔ اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ مراد ماقبل بل سے نفس قتل اور صلب ہے قطع نظر منفی ہونے اس کے سے کیونکہ نفی حکایت میں ہے نہ محکی عنہ میں۔ اس تقریر سے جو صراحۃً نظم قرآنی سے سمجھی جاتی ہے ظاہر ہو گیا کہ سرسید احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنف تفسیر حضرت شاہی کو ما صلبوہ کے معنی میں جو ان صاحبوں نے روایات اناجیل کے ملاحظہ

سے لیا ہے سخت دھوکا ہوا۔ کہتے ہیں ما صلبوہ یعنی یہود نے مسیح کی ہڈیوں کو نہ توڑا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۸ سے ۳۸۲ تک تفسیر حضرت شاہی صفحہ ۱۹۔ فتامل۔ ایسا ہی استشہاد میں معنی مذکور پر ساتھ عبارت قاموس کے و العظام استخرج و دکّھا۔ اوراس حدیث کے لمّا قدِم مکۃ اتاہ اصحاب الصلب بسکون اللام و ضمّھا و فتحھا ای الذین یجمعون العظام و یستخرجون ودکّھا و یأتدمون بہ۔ کیونکہ قاموس کی عبارت کا مفہوم چکنائی کا نکالنا اور شوربا بنانا ہے۔ اور اگر ہڈیوں کا توڑنا بخیال اس کے کہ شوربا بغیر اس کے نہیں بن سکتا، صلب کا معنی قرار دیا جائے تو چاہیے کہ موت طبعی اس جانور کی یا ذبح اس کا بھی مدلول اس کا ٹھہرایا جائے اور حدیث میں لفظ اصحاب الصلب سے معنی مذکور سمجھا گیا، کیونکہ صلب کا معنی چکنائی اور اصحاب الصلب کا معنی چکنائی والے لوگ۔ ہڈیوں کا توڑنا نہ تو لفظ اصحاب کا مدلول ہے اور نہ صلب کا۔ دیکھو قاموس اور مجمع البحار۔ صلیب پر چڑھانے میں تو نظم قرآنی اور احادیث نزول کو جو استلزاماً رفع جسمی سے خبر دے رہی ہیں ان سب کو سلام کہہ کر روایات اناجیل سے کام لیا۔ بعد از واقعہ صلیب مسیح کا زندہ رہنا اور عرصہ دراز کے بعد کشمیر میں مدفون ہونا، اس میں اناجیل کو بھی چھوڑا۔

بطلان مذہب مرزائیہ در بارہ رفع عیسی

بطلان اس مذہب خانہ زاد کا آیۃ و ما قتلوہ یقیناً۔ بل رفعہ اللّٰہ الیہ سے بشہادت کلمہ بل ایک وجہ سے تو ظاہر ہو چکا ہے۔

دوسری وجہ بطلان کی اتحاد مرجع ہے دونوں ضمیروں منصوب متصل کا جو واقع ہیں ما قتلوہ اور بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں۔ ما قتلوہ میں مرجع ضمیر کا چونکہ جسم مع الروح ہے بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں بھی نظر بہ اتحاد وہی مجموع مرجع ہوگا نہ فقط روح۔

تیسری وجہ بطلان کی یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالی سلک جرائم یہود میں فقط افتراء اور بہتان ان کا ذکر فرماتا ہے یعنی و قولھم انّا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللّٰہ فرمایا اور فقط ذکر قتل یا صلیب پر چڑھانے کا بغیر انضمام قول کے نہیں کیا یعنی و قتلھم المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ و صلبھم نہیں فرمایا، صلیب پر چڑھانا اور کوچہ بکوچہ رسوا کرنا اور مار پیٹ سے تکلیف دینا یہ تو بڑا سنگین جرم اور موجب غضب الٰہی ہے بہ نسبت اس کے کہ فقط افتراء یا جھوٹ بول دیا ہو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع مسیح مقتول اور مصلوب نہ

تھے بلکہ ایک اور شخص مسیح کے حواریوں میں سے ۔ اللہ تعالی فرماتا ہے و مکروا و مکر اللّٰہ و اللّٰہ خیر الما کرین یعنی یہود نے مشورہ مسیح کے قتل کرنے کا کیا تھا مگر ہم بڑے اسباب بچاؤ کے جانتے ہیں مسیح کو تو ہم نے اٹھالیا اور اس کی شبیہ کو مقتول اور مصلوب کرایا۔ یہود نے حسب زعم اپنے کے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو جو رسول من جانب اللہ کہلاتا تھا مصلوب کر کے مار ڈالا مگر یہود اس قتل مسیح کے بارہ میں مشکک تھے اور نصاری بھی باتباع یہود مسیح کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل ہوئے بغیر ان چند حواریوں کے جو اس گھر میں جس میں سے مسیح مرفوع الی السماء ہوئے ،موجود تھے ۔ القصہ اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو اس واقعہ سے خبر دی کہ یہود اس قول میں کہ انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ مفتری ہیں اور یقینی طور پر انّا قتلنا نہیں کہتے بلکہ اس میں بھی مشکک ہیں ، اور واقعی امر تو یہ ہے کہ مسیح کو انہوں نے مقتول اور مصلوب نہیں کیا بلکہ اس کے شبیہ کو، اور مسیح کو تو ہم نے ان کی ایذا سے بچانے کے لئے آسمان پر اٹھالیا۔ اسکے بعد فرمایا و کا ن اللّٰہ عزیزاً ، یعنی یہ خیال مت کرو کہ جسم عنصری آسمان پر کس طرح جا سکتا ہے کیونکہ ہمارا نام عزیز ہے با عزت اور با غلبہ اور ہم اس رفع جسمانی پر غالب ہیں ہمارے سامنے کوئی بڑی بات نہیں حکیماً یعنی ہم با حکمت ہیں کوئی کام ہمارا حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ اس مسیح کے اٹھانے اور بقیہ ایام حیات پورے کرنے میں بھی ایک حکمت ہے۔ وہ کیا ؟ ان کو ہم اپنے حبیب ازلی ﷺ کے خدام اور خلفاء سے بنائیں گے کیونکہ اس نے یہ منصب ہماری بارگاہ سے بہ نالہ ہائے نیم شبی اور سعا ہائے سحری مانگا ہوا ہے۔ گو کہ ہم زمین میں بھی اس کے محفوظ رکھنے اور بچانے پر ایذاء یہود سے قادر ہیں مگر ہماری حکمت کا مقتضی یہی ہے کہ ہر چیز کے ساتھ معاملہ حسب استعداد مادہ فطرتی اس کے کیا جائے ۔ نفخ روح القدس مریم کے گریبان میں چونکہ منجملہ اس کے اسباب فطرتی کے تھا اور تشبہ بالملائکۃ ممتاز طریق پر اس کو حاصل تھا لہذا آسمان پر رہنا اس کا موجب تعجب اور خلاف حکمت نہیں ۔ یہاں تک تو حاصل ہے اس آیت کریمہ:

و قولھم انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبّہ لھم و انّ الّذین اختلفوا فیہ لفی شکٍّ مّنہ ما لھم بہ من علم الا اتّباع الظّنّ و ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ و کان اللّٰہ عزیزاً حکیماً

احادیث مبارکہ:

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لمّا اراد اللّٰه ان یرفع عیسی الی السّماء ... و ھو رفیقی فی الجنّۃ (تفسیر ابن کثیر)۔ترجمہ۔فرمایا ابن عباسؓ نے جب خدا نے عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا...وہ رفیق میرا ہوگا جنت میں۔

و اخرج عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر عن مجاھد فی قولہ تعالی شبہ لھم قال صلبوا رجلاً غیر عیسی شبھوہ بعیسی یحسبونہ ایّاہ و رفع اللّٰہ الیہ عیسی حیا (تفسیر ابن کثیر) ..صلیب یعنی دار پر چڑھایا یہود نے شبیہ عیسی کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اس شبیہ کو مسیح اور اٹھا لیا اللہ نے مسیح کو زندہ آسمان پر

و اخرج عبد ابن حمید و ابن جریر و ابن المنذر عن قتادہ و قولھم انّا قتلنا .. الخ قال اولئک اعداء اللّٰہ الیھود افیخروا لقتل عیسی و زعموا انّھم قتلوہ و صلبوہ و ذکر لنا انّہ قال لا صحابہ ایّکم یقذف علیہ شبھی فانّہ مقتول قال رجل مّن اصحابہ انا یا نبی اللّٰہ فقتل ذلک الرجل و منع اللّٰہ نبیّہ و رفعہ الیہ ۔ (درمنثور)۔فرمایا قتادہؒ تابعی نے یہود جو دشمن اللہ کے ہیں فخر کیا اور گمان کیا ساتھ قتل اور صلب عیسیٰؑ کے۔فرماتے ہیں قتادہؒ یہ گمان غلط ہے اس لئے کہ پہنچی ہے ہم کو یہ بات کہ فرمایا عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو،کون ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جائے اور قتل کیا جائے۔عرض کی ایک نے، میں ہوں اے رسول، اللہ کے۔پس قتل کیا گیا وہ شخص اور باز رکھا اللہ نے عیسی کو قتل ہونے سے بایں طور کہ اٹھا لیا اللہ نے ان کو زندہ آسمان پر۔

و اخرج ابن جریر عن السدی قال ان بنی اسرائیل حصروا عیسی و تسعۃ عشر رجلا من الحواریین فی بیت فقال عیسی لا صحابہ من یاخذ صورتی فیقتل و لہ الجنۃ فاخذھا رجل منھم و صعد بعیسی الی السّماء فذلک قولہ و مکروا و مکر اللّٰہ و اللّٰہ خیر الماکرین ....

(غرض پیر صاحب نے یہاں) مسیح ابن مریم کے بجسد عنصری رفع الی السماء اور نزول من السماء پر چالیس کے قریب احادیث اور آثار صحابہ کی تخریج فرمائی جن میں اکثر کے اندر لفظ

سماء موجود ہے، جنہیں بخاری، مسلم، مسند امام احمد، تفسیر ابن جریر، ابن کثیر، درّ منثور اور کنز العمال شامل ہیں اور جن کی روایت حضرات عائشہ، ابن عباس، ابن مسعود، ابو ہریرہ، انس بن مالک، عبد اللہ بن عمر، عثمان بن ابی العاص، ابی امامہ، جابر، سمرہ بن جندب، عمرو بن عوف، حذیفہ بن اسید، حذیفہ بن یمان، عمران بن حصین، کیسان، ابی شریحہ، نواس ابن سمعان، اور مجمع بن جاریہ، رضی اللّٰہ تعالی عنھم

... چوتھی وجہ بطلان اس مذہب کی یہ آیت یعنی و ان من اھل الکتاب .. بھی ہے کیونکہ بمنطوقہ دال ہے نزول مسیح ابن مریم پر جو مستلزم ہے رفع جسمی کو۔

پانچویں وجہ بطلان کی وعدہ فرمانا اللہ کا ہے مسیح ابن مریم سے کہ میں تجھ کو یہود کے ہاتھ سے بچاؤں گا۔ تو پھر تعجب ہے کہ بعد تسکین بخشی کے اس قول سے یا عیسی انّی متوفّیک و را فعک الیّ یہود کے ہاتھ میں گرفتار کرا کر کو بکو رسوا کرنا اور مار پیٹ کے بعد صلیب پر انہی کے ہاتھ سے دلانا اتنی تکلیف کے بعد صلیب سے زندہ اتارنا، یہی ثمرہ ایفاء عہد خداوندی اور اثر اجابت دعا مسیحیہ کا نکلا جو رات بھر روتے چلاتے مانگی جاتی تھیں۔

چھٹی وجہ بطلان کی اتصال رفع کا ساتھ کلمہ بل کے یعنی بل رّفعہ اللّٰہ الیہ کہنا اور حسب مزعوم جناب مرزا صاحب یوں چاہیے تھا بل بقی حیاً ثم توفّاہ اللّٰہ و رفعہ الیہ

ساتویں وجہ آیت و انّہ لعلم للسّاعۃ ہے یعنی بالتحقیق نزول مسیح ابن مریم اسباب علم قیامت میں سے ہے۔

اخرج الفریابی و سعید بن منصور و مسدد و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم و اطبرانی من طرق عن ابن عباس فی قولہ و انّہ لعلم للسّاعۃ قال خروج عیسی قبل یوم القیامۃ و اخرج عبد بن حمید عن ابی ھریرہ و انّہ لعلم للسّاعۃ قال خروج عیسی یمکث فی الارض اربعین سنۃ تکون تلک الا ربعون اربع سنین یحج و یعتمر و اخرج عبد بن حمید و ابن جریر عن مجاھد و انّہ لعلم للسّاعۃ قال آیۃ السّاعۃ خروج عیسی بن مریم قبل یوم القیامۃ و اخرج عبد بن حمید و ابن جریر عن الحسن و انّہ لعلم للسّاعۃ قال نزول عیسی و اخرج ابن جریر من طرق عن ابن عباس و انّہ لعلم

للسّاعة قا ل نزول عیسی (در منثور)۔(حاصل یہ ہے کہ ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ اور مجاہدؒ اور حسنؒ سے بطریق متعددہ مروی ہے کہ ضمیر انّہ جو آیت و انّہ لعلم للسّا عۃ میں ہے عیسیٰؑ کے نزول کی طرف پھرتی ہے)

و قا ل الا حمد حد ثنا ھا شم بن القاسم حد ثنا شیبا ن عن عاصم بن النجود عن ابی رزین عن ابی یحی مو لی بن عیل ا لا نصاری قا ل قا ل ابن عباس لقد علمت آ یۃ من القرآن .. و انّہ لعلم للسّا عۃ قال ھو خرو ج عیسی بن مر یم قبل یو م القیا مۃ و قو لہ تعا لی و انّہ لعلم للسّا عۃ تقدم تفسیر ابن اسحاق ان المراد من ذلک ما یبعث بہ عیسی من ا حیاء المو تی و ابراء الا کمہ و الا بر ص و غیر ذ لک من ا لاسقا م و فی ھذا نظروا بعد منہ ما حکا ہ قتا دہ عن الحسن البصری و سعید بن جبیر ان الضمیر فی انہ عا ئد علی القر آ ن بل الصحیح انہ عا ئد علی عیسی فان السیاق فی ذکرہ ثم المراد بذلک نزو لہ قبل یو م القیا مۃ کما قا ل تبار ک و تعا لی و ان من اھل الکتا ب ا لا لیو منن بہ قبل موتہ ای قبل موت عیسی ثمّ یوم القیا مۃ یکو ن علیھم شھیداً و یؤید ھذا المعنی القرأۃ ا لاخر ی و انّہ لعلم للسّا عۃ ای امارۃ و دلیل علی وقوع السّاعۃ قا ل مجا ھد و انّہ لعلم للسّا عۃ خرو ج عیسی ابن مر یم قبل یوم القیا مۃ و ھکذا روی عن ابی ھر یرۃ و ابن عباس و ابی العا لیۃ و ابی ما لک و عکر مۃ و الحسن و قتادہ و الضحا ک و غیرھم و قد توا ترت الاحادیث عن رسول اللّٰہ ﷺ انّہ اخبر بنزول عیسی قبل یوم القیا مۃ اما ماً عادلاً (ابن کثیر تفسیر)

الحاصل روایت کی امام احمدؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے اسناد صحیح کے ساتھ کہ فرمایا انہوں نے و انّہ لعلم للسّا عۃ ا ے خروج عیسی یعنی نزول ان کا قبل قیامت کے ۔ یہی مروی ہے مجاہد، ابو ہریرہ ،ابو عالیہ، ابو مالک،عکرمہ، حسن ،قتادہ،ضحاک وغیرھم سے ۔ اور یہی صحیح ہے بنظر ماقبل کے اور اسی کو تائید دیتی ہے دوسری قرآۃ اور آیۃ و ان من اھل الکتا ب الخ احادیث کی

نزول کی بطریق تواتر بھی اسی کی تائید کرتی ہیں پس ضمیر انّه کی قرآن کی طرف پھیرنی غیر صحیح ہے۔ سیاق اور اقوال صحابہ اور تابعین کی رو سے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیرنی باعتبار زندہ کرنے ان کے مردوں کو وغیرہ یہ بھی غیر صحیح ہے بلحاظ تفسیر صحابہ اور تابعین کے اور بلحاظ سیاق ایضاً بنظر دقیق۔ اعلم بالقرآن ابن عباسؓ بروایت ابی صالح بھی اس آیت میں یونہی فرماتے ہیں۔

اب بخوبی واضح ہو چکا کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں انّه کی ضمیر کا مرجع قرآن لکھتے ہیں غیر صحیح ہے سیاق آیت اور تفاسیر صحابہ وتابعین کی رو سے قولہ تعالیٰ و لمّا ضرب بن مریم مثلاً اذا قومک منه یصدون ۔ اس آیہ میں منه کی ضمیر اور ایسا ہی ام هو ، اور، ان هو اور انعمنا علیه اور جعلناه یہ سب ضمائر ابن مریم کی طرف ہی راجع ہیں مرزا صاحب اگر و انه کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھراتے ہیں تو ان ضمائر مذکورہ کو بھی قرآن کی طرف راجع فرمائیں تاکہ تحریف مضمون قرآن کریم کی بخوبی ہو جائے۔ نزول مسیح سے مستلزم ہے رفع جسمی اور حیات مسیح الی الآن اور بطلان مذہب مذکور کو۔

آٹھویں وجہ ما آتاکم الرّسول فخذوه و ما نهاکم عنه فانتهوا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے من جملہ علامات قیامت کے خروج شخص معین مسمی بہ دجال یہود میں سے اور مسیح ابن مریم کا بعد نزول اسکو قتل کرنا بیان فرمایا بمقتضائے آیت مذکورہ ہم کو ایمان بما جاء به الرسول واجب اور انکار اس کا موجب کفر ہے۔ خیال رکھنا چاہیے کہ رفع جسمی مسیح اور نزول کا ثبوت چونکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ متواترہ سے نہایت واضح طریق پر ہو گیا تو بعد اسکے مومن بما جاء به الرسول کو ہرگز ہرگز متوجہ ہونا انا جیل کی طرف باعث دھوکہ کھانے یہود اور نصاریٰ کے اس مقام میں بوجہ القاء شبہ جائز نہیں۔ اسی دھوکہ کھانے اور تشکیک کی وجہ سے تواتر ان کا بھی قابل اعتبار نہیں کیونکہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ واقعہ قتل اور صلب مسیح جو انا جیل میں مذکور ہے اور ایسا ہی افتراء یہود کہ انّا قتلنا المسیح کہتے تھے ان کی تکذیب نص و ما قتلوه و ما صلبوه و لکن شبّه لهم اور ما قتلوه یقیناً بل رّفعه اللّه الیه سے ہو چکی جیسا کہ مسیح ابن مریم نے خود برنباس کو فرما دیا تھا کہ اے برنباس چونکہ حواری اور والدہ ہماری دنیاوی محبت سے مجھے ابن اللہ کہتے تھے یعنی اس معنی سے جو کسی کے لائق نہیں خداوند نے چاہا کہ قیامت کے دن مجھ پر ہنسی نہ ہو تو دنیا میں یہود کی مصلوبیت اور موت سے مجھے بدنام نہ کرنا۔ لیکن یہ غلطی تاوقت شریف آوری محمد رسول اللہ ﷺ کے ہو گی جب وہ تشریف لائینگے تو اس غلطی کو دفع فرمائیں

گے۔انجیل برنباس ادریس کا قول نامہ یہودا میں اسی مضمون پر دال ہے کہ لوگ صاحب یعنی عیسی پر ہنسیں گے اور جب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوں گے تب لوگوں کو سزا دیں گے مطابق اس پیش گوئی کے قرآن کریم نے برأت مسیح کی تہمت قتل اور مصلوبیت سے بیان فرمائی جیسا کہ اصل واقعہ یعنی رفع مسیح الی السماء کو ذکر کیا کیونکہ رفع الی اللّٰہ اور رفع علی السماء مساوق ہیں۔

الغرض کتب سابقہ میں سے جس مضمون کی تکذیب قرآن کریم یا احادیث صحیحہ متواترہ سے ہوگئی ہرگز قابل اعتبار نہیں اور جس مضمون کا مصدق قرآن کریم ہو اس کی نقل بطریق استشہاد لا من حیث الاعتضاد جائز ہوگی جیسا کہ حدیث بخاری بلّغوا عنّی و لو آیۃ و حدثوا عن بنی اسرائیل و لا حرج .. الخ کے محمل کی یہی صورت ہے اور جسکی تصدیق اور تکذیب دونوں سے قرآن کریم ساکت ہو اس کے بارہ میں مومن کو چاہیے کہ مطابق حدیث شریف لا تصدقوھم و لا تکذبوھم کے نہ تصدیق اس کی کرے اور نہ تکذیب (تفسیر ابن کثیر) بناء علیہ جس مقام میں روایت اناجیل کے مطابق نص قرآن کریم یا احادیث متواترہ کے ہو نقل اس کی جائز ہے جیسا کہ رسولوں کے اعمال۔ پہلا باب۔ ورس ۹۔ اور وہ یہ کہ ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھا لیا گیا اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے چھپا لیا۔ اور اس کے جاتے ہوئے جب وے آسمان کی طرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس کھڑے تھے اور کہنے لگے اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے اسی طرح جس طرح تم نے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آویگا۔ اس میں فقرہ (پھر آویگا) مطابق آیت و ان مّن اھل الکتاب اور آیت و انّہ لعلم للسّاعۃ اور احادیث نزول کے ہے

ابن عباسؓ کا موقف در بارہ متوفیک

} سوال : افقہ الناس ابن عباسؓ نے متوفّیک کا معنی ممیتک کا لیا ہے بناء علیہ یاعیسی انّی متوفّیک کا معنی یہ ہوا کہ اے عیسی میں تجھے مارنے والا ہوں اسی طرح فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم میں بھی۔ اس سے جب وفات مسیح ثابت ہو چکی تو بالضرور بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں رفع سے رفع روحانی مراد لینا پڑیگا اور احادیث نزول مسیح واجب التاویل ہوں گی کیونکہ مرنے کے بعد ارواح مقربین بشہادت قیل ادخل الجنۃ اور فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی اور احادیث صحیحہ کے جنت میں داخل ہوتی ہیں۔ بعد ازاں

بموجب آیت و ما هم منها بمخر جین جنت سے نکالی نہیں جاتیں بناءعلیہ مسیح ابن مریم بعد مرجانے کے دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آسکتے۔

{ جواب (گولڑوی): افقہ الناس حضرت ابن عباسؓ کا فیصلہ ہم کو بسر وچشم منظور ہے مگر پہلے آپ علی رؤس الاشہاد اقرار کر لیویں کہ ہم بھی افقہ الناس کے قول سے منحرف نہ ہوں گے انسان معاملہ سے پہچانا جاتا ہے۔ ناظرین ازالہ اوہام اور ایام الصلح سے معلوم کر سکتے ہیں کیا آپ نے قصہ عود ایلیا سے جو کتاب سلاطین میں مذکور ہے اپنے دعوی پر تمسک نہیں پکڑا اور اسی کتاب میں صعود ایلیا بجسدہ العنصری جو مذکور ہے پھر اس سے منحرف نہیں ہوئے۔ یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لے کر بعد ازاں رفع جسمی سے جو کتاب اعمال میں صراحۃً مذکور ہے منحرف نہیں ہوئے۔ یا توفی کے معنی لینے میں ابن عباس کو اعلم بالقرآن سمجھ کر مقتدی بنا کے اور ان کے اتباع کا دم بھر کے بعد ازاں آیت بل رفعه اللّٰه اليه اور ایسا ہی و لكن شبّه لهم اور فلمّا توفّيتنى اور قبل موته کے معنی میں جو ان من اهل الكتاب الّا ليومننّ به قبل موته میں مذکور ہے اور ایسا ہی و انه لعلم للساعة ان سب اقوال میں قول افقہ الناس ابن عباسؓ کو سلام نہیں کہا، یا اجماع امت مرحومہ کو عقیدہ رفع جسمی مسیح پر پہلے اجماع کو رانہ ازالہ اوہام میں اور اہل اجماع کو حزب نادان اور بے حیا ایام الصلح میں قرار دے کر پھر سب کے عقیدہ کو مطابق اپنے عقیدہ کے بدلائل واہیہ ازالہ اور ایام الصلح میں ثابت نہیں کیا۔ اور احادیث نزول اور ظہور دجال کو پہلے بعض جو ضعیف اور بعض کو مضطرب اور بعض کو مخالف توحید ٹھہرا کر بعد ازاں انہیں کا مصداق خود ہی نہیں بن گئے۔

بعد اس کے اولاً تو یہ معروض ہے کہ اثر مذکور ابن عباس کا علی بن ابی طلحہ کے مروی ہے اور اہل الجرح و التعدیل کو اس میں کلام ہے چنانچہ قسطلانی نے تضعیف اور عدم ثبوت ملاقات اس کی کو ساتھ ابن عباس کے ذکر کیا ہے اور تقریب میں ہے:

علی بن ابی طلحه سالم مولی بنی العباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس و لم یره من السادسه صدوق قد یخطی۔ انتہی۔ و فی الخلاصة قال احمد له اشیاء منکرات۔ و فی المیزان قال احمد بن حنبل له اشیاء منکرات۔ قال دحیم لم یسمع علی ابن ابی طلحه التفسیر عن ابن عباس

اور ثانیاً بر تقدیر صحت کے مثبت اس امر کا نہیں ہوسکتا کہ معنی مذکور کو یعنی ممیتک مذہب ابن عباسؓ کا قرار دیا جائے بلکہ جائز ہے کہ من جملہ دیگر مباحثات یومیہ صحابہ کرام کے بطریق بیان احتمال ہو۔ پہلے مفسرین کے زمانہ میں چونکہ اسالیب تقریر منقح ہونے میں نہیں آئے تھے لہذا تحریر احتمالی ان کی تقریر بالجزم سے مشتبہ ہو جاتی ہے مثلاً حضرت ابن عباسؓ آیت فامسحوا برؤسکم و ارجلکم کے متعلق فرماتے ہیں لا اجد فی کتاب اللّٰہ الّا المسح لکنّھم ابوا الّا الغسل یعنی قرآن کریم میں بغیر مسح پاؤں کے میں نہیں پاتا ہوں مگر یہ لوگ یعنی صحابہ کرام نہیں مانتے مگر غسل کو۔ اب جو شخص حقیقت روزمرہ مباحثہ صحابہ سے واقف ہوگا وہ مسح قدموں کو مذہب ابن عباسؓ کا سمجھ لے گا حالانکہ ابن عباسؓ کو ایک اشکال کی تقریر کرنی منظور ہے تاکہ امتحان کریں کہ علماء عصر اس اشکال کے دفع میں کیا کہتے ہیں مذہب آپ کا وہی غسل قدمین ہے۔ ما نحن فیہ میں بھی محتمل ہے کہ تفسیر متوفّیک ممیتک کے ساتھ اسی قبیل سے ہو اور یہ کوئی خیال نہ فرمائے کہ اس تقریر پر نقل سے امان اٹھ جائے گا کیونکہ محتمل مذکور پر آثار صحیحہ ابن عباس کے جو متعلق بل رفعہ اللّٰہ الیہ اور و ان من اھل الکتاب اور و انہ لعلم للساعہ کے بالاسناد لکھ چکا ہوں شاہد ہیں۔ ماسوا ان کے احادیث نزول مرویہ ابن عباس کی بھی موید احتمال مذکور ہیں

و ذکر العینی و روی ابو نعیم فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس ان عیسی اذ ذلک یتزوج فی الارض فیقیم بھا تسع عشرۃ سنۃ الی ان قال و عن ابن عباس یتزوج الی شعیب و ختن موسی و ھم جذام فیولد فیھم و یقیم تسع عشرۃ سنتہ

اور ثالثاً اگر ابن عباسؓ کا مذہب بھی مانا جائے تاہم عقیدہ اجماعیہ اسلامیہ کو مضر نہیں کیونکہ ابن عباسؓ بلحاظ نص بل رفع اللّٰہ الیہ جس میں موت کا طبعی معنی لینا ممکن نہیں جیسا ممکن نہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا آیت یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ میں بعد ارادہ معنی ممیتک کے قائل بہ تقدیم و تاخیر ہے

اخرج اسحاق بن بشر و ابن عساکر من طریق جوھر عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ انی متوفیک و رافعک یعنی رافعک ثمّ متوفّیک فی آخر الزمان (در منثور)

حاصل ابن عباسؓ سے قول اللہ تعالی انی متوفّیک و رافعک الیّ میں تقدیم و

تاخیر مروی ہے یعنی یوں عبارت آئی ہے کہ را فعک ثمّ متو فّیک فی آ خر الزّمان اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں بھی۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم وتاخیر کا آیہ مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں شواہد تقدیم وتاخیر کے آیات قرآنیہ میں یہ ہیں قول باری فقا لوا ارنا اللّٰہ جھرۃً میں بھی ابن عباسؓ سے تقدیم وتاخیر مروی ہے یعنی انہوں نے یوں تفسیر کی فقالوا جھرۃ ارنا اللّٰہ اور ابن حاتمؒ نے قتادہؒ سے قولہ تعالیٰ فلا تعجبک اموا لھم و اولادھم انّما یرید اللّٰہ لیعذّ بھم بھا فی الحیوۃ الدّ نیا میں تقدیم وتاخیر روایت کی ہے یعنی فرمایا کہ اصل عبارت اس طرح ہے

فلا تعجبک اموا لھم ولا اولاد ھم فی الحیوۃ الدّ نیا انّما یرید اللّٰہ لیعذّ بھم بھا فی الآخرۃ

اور مجاہدؒ سے قولہ تعالیٰ انزل علی عبدہ الکتا ب و لم یجعل لّہ عوجاً قیماً یعنی انزل علی عبدہ الکتا ب قیماً و لم یجعل لہ عوجاً مروی ہے اور قتادہؒ سے قولہ سبحانہ انّی متوفّیک و را فعک الیّ میں انّی را فعک الیّ و متوفّیک مروی ہے اور عکرمہؒ سے قول باری لھم عذا ب شدید بما نسوا یوم الحسا ب میں لھم عذا ب شدید یوم الحسا ب بما نسوا مروی ہے۔ اگر زیادہ مرویات صحابہ کرام وتابعین وغیرہ دربارہ تقدیم وتاخیر دیکھنے منظور ہوں تو بالتفصیل تفسیر اتقان سے ملاحظہ فرمائیں۔

نیز فا طر السّما وا ت و الارض بد یع السّما وا ت و الا ر ض خلقکم و الّذین من قبلکم کذا لک یوحی الیک و الی الّذین من قبلک انّا اوحینا الیک کما او حینا الی نو حٍ و النّبیین من بعدہ میں معطوف با عتبار تحقق خارجی کے معطوف علیہ سے مقدم ہے اور قرآن شریف میں ہزاروں مثالیں موجود ہیں جن میں معطوف، معطوف علیہ سے تحقق میں مقدم ہے۔

الغرض آپ کو قول ابن عباسؓ کا متو فیک ممیتک مفید نہیں ہوسکتا جب تک قول ان کا متعلق فلما تو فیتنی کے ہیں ساقط عن الا عتبار ٹھہرائیں یا ہم قول ابن عباسؓ کا متعلق فلمّا توفّیتنی کے جو دال ہو ارادہ معنی غیر موت پر بیان کرتے ہیں۔

ا خر ج ابو الشیخ عن ابن عباس ان تعذ بھم فا نّھم عباد ک یقول عبید ک قد استوجبوا العذا ب بمقا لتھم و ان تغفرلھم ای من ترکت

منهم و مدی عمری (یعنی عیسی) حتی اهبط من السّماء الی الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقالتهم و و حدک و اقروا انا عبید و ان تغفر لهم حیث رجعوا عن مقالتهم فانک انت العزیز الحکیم (سیوطی ۔ در منثور)

ایسا ہی تفسیر عباسی میں تو فیتنی کا معنی رفعتنی مذکور ہے۔ اگر آپ کو ابن عباسؓ کا مسلک لینا ضروری ہے تو قبول فرماویں یہ تو نہ ہوتا رک صلوۃ نے تمسک آیت ولا تقربوا الصّلوۃ سے پکڑا، دوسرے نے کہا میاں ابھی مضمون پورا نہیں ہوا و انتم سکاری کو بھی ساتھ ملاحظہ کرو۔ جس کا مضمون یہ ٹھہرا کہ، حالت نشہ میں نماز مت پڑھو، تو متمسک (اول) نے کہا، سارے قرآن پر تمہارا باپ عمل کرتا ہوگا۔ ہم سے اگر ایک آیت پر بھی ہو تو بڑی بات ہے۔ قول ابن عباسؓ اگر قابل احتجاج ہے تو اس کو اول سے آخر تک ملاحظہ فرماویں پھر دیکھئے رفع جسمی کس طرح کھلے کھلے طور پر بشہادت تفسیر ابن عباسؓ ثابت ہوتا ہے۔

امام بخاریؒ و دیگر علماء کا موقف در بارہ متوفیک

اب ناظرین با انصاف سمجھ چکے ہوں گے کہ تفسیر ابن عباسؓ کا پیرو اور متبع کون ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا ہوگا کہ مرزا صاحب نے اتباع ابن عباسؓ کو تو بجائے خود چھوڑا الٹا بہتان صحابی پر باندھا جیسا کہ امام بخاریؒ کے اوپر کہ وہ بھی حدیث نزول ابن مریم میں مثیل ابن مریم مراد لیتے ہیں بلکہ سب آئمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا یعنی وفات مسیح ابن مریم۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت امام بخاریؒ تو احادیث نزول کے تراجم میں آیات سورہ مریم اور آل عمران کو لا کر بعد ازاں احادیث بیان فرماتے ہیں (دوسری وجہ بہتان کی امام بخاریؒ پر وہ حدیث ہے جس کو امام بخاریؒ نے تاریخ میں بیان کیا ہے جس کو میں لکھ آیا ہوں۔ تیسری وجہ بہتان کی کہنا بخاری کا باب نزول عیسی بن مریم۔ اگر مذہب امام بخاری کا مثیل عیسی ہوتا تو استعارہ کے طور پر بیان کرتا بلکہ تصریح بمذہب خود ضروری تھی)۔ اب ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ اگر آیات قرآن میں ذکر مسیح ابن مریم کا ہے جو نبی وقت تھے تو ان احادیث میں بھی ان کا ذکر ہوگا۔ اور اگر آیات میں ذکر خیر جناب مرزا صاحب کا ہے تو احادیث میں بھی مثیل بن مریم مراد ہوگا۔ میں نہایت متعجب ہوں کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں بڑے زور سے علماء اسلام پر اعتراض کرتے ہیں (کہ حدیث بخاری و

الّذی نفسی بیدہ .. الخ میں مولوی صاحبان فقرہ یکسر الصّلیب اور ایسا ہی یقتل الخنزیر میں تو تاویل سے کام لیتے ہیں اور ابن مریم سے مثیل ان کا مراد لینے میں ماول کو ملحد قرار دیتے ہیں) معروض خدمت ہے ۔ کہ علماء اسلام کس طرح پر تاویل کرسکیں بعد ازاں کہ نصوص قرآنیہ سے بہ تفسیر ابن عباسؓ رفع جسمی اور نزول مسیح صاحب انجیل کے ساتھ ایمان لا چکے ہوں اور پیش گوئیاں حلفی اور تاکیدی طور پر اسے مسیح کے بارہ میں آنحضرت ﷺ سے بطریق تواتر معنوی سن چکے ہوں جس میں امکان تاویل بہ مثیل بھی گنجائش نہیں رکھتا مثلاً شب معراج مسیح ابن مریم کا بوقت گفتگو ہونے قیام قیامت کے بارہ میں فرمانا کہ تعیین وقت تو میں نہیں کرسکتا مگر میرے ساتھ میرے رب نے عہد کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تو زمین پر اتر کر دجال اور قوم یاجوج ماجوج کو ہلاک نہ کرے گا (تفسیر درمنثور اور ابن کثیر اور خازن) اخرجہ احمد جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اسناد اور متن اس حدیث کا احادیث نزول میں جس کا اول یہ ہے:

قال احمد حد ثنا هشیم عن العوا م بن حو شب عن جبلة ... عن موثر بن غفاره عن ابن مسعود عن رسو ل الله ﷺ قا ل لقیت لیلة اسری بی ابرا هیم و مو سی و عیسی ۔

اور بھی روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے ساتھ اسناد دوسرے کے ۔ شاید مرزا صاحب ہی نے شب معراج میں بیان معاہدہ رب کا جواب مذکور ہوا ہے کیا ہو، اس مضمون کا اقرار کرنا بہ نسبت باقی اقراءات کے ان کے سامنے کچھ بڑی بات نہیں ۔

الغرض علماء اسلام بعد ایمان بما جاء به الرّسول کس طرح حدیث مذکور میں ابن مریم سے مثیل ان کا مراد لیں اور ایمان اپنا ضائع کریں اور دنیا میں بھی مولوی کے مولوی رہیں ۔ مرزا صاحب کو اتنا فائدہ تو ہے کہ لقب عیسویت اور شان مہدویت چند سادہ لوحوں کے سامنے حاصل کیا علماء بے چاروں کو کیا فائدہ؟ جناب عالی ! یہی وجہ ہے کہ علماء کی ابن مریم سے مثیل ان کا نہ لینے کی ۔ باقی رہا فقرہ یکسر الصّلیب اور ایسا ہی و یقتل الخنز یر میں تعذر حقیقت دلیل ہے ارادہ مجاز کی شائد آپ کے نزدیک وقوع مجاز ایک فقرہ کلام میں دلیل ہے سب کے سب فقرات کلام کے مجاز ہونے پر ۔ ایسے خانہ زاد اصول کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں ۔

اور رابعاً تطبیق بین الآیات میں بعد اس کے کہ استشہاد بہ محاورہ قرآنیہ وعرف قرن اول ولغت کے ہو کچھ ضرور نہیں کہ وجہ تطبیق ایک ہی معنی اور احتمال میں منحصر رکھی جاوے حضرت ابن عباسؓ

اور سائر مفسرین صحابہ سے بعد مراعاۃ مذکور کے وجوہ تطبیق میں اقوال متعددہ بیان فرماتے ہیں بلکہ بحسب لا یکون الرجل فقیھا کل الفقه حتی یری للقرآن وجوھا کثیرۃ کے کمال تفسیر دانی کا معیار عدم حصر کو ٹھہرایا گیا ہے۔

توفی کے معانی

(پیر مہر علیؒ فرماتے ہیں) اب ہم لفظ توفّی کا معنی سوائے موت کے قرآن کریم اور لغت سے ثابت کر کے وجہ تطبیق بین الآیات بیان کرتے ہیں۔ توفّی ماخوذ ہے وفا سے۔ وفا کا معنی ہے پورا ہونا۔ کہتے ہیں فلانی شئے کافی وافی ہے یعنی پوری۔ ایفاء کا معنی پورا کرنا اور توفی تفعّل ہے بمعنی استفعال کے یعنی استیفاء جس کا ترجمہ پورا لینا۔ لغت کی کتابیں مثل صحاح اور صراح اور قاموس وغیرہ اور ایسا ہی تفاسیر سب متفق ہیں معنی مذکور پر۔ اور یہ امر بھی نہایت قابل غور ہے کہ لغت اور تفاسیر میں مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں، گو کہ موضوعٔ نہ بھی ہو، بلکہ فرد ہی اس کا ہو، یا کسی نوع کا علاقہ معنی موضوع لہ سے رکھتا ہو جیسا کہ الٰہ جس کا معنی معبود، طلق ہے واجب ہو یا ممکن اور آلھه بمعنی معبودات مطلقہ کے، کواکب ہوں یا بت یا آدمی۔ حالانکہ بہت اہل لغت اور مفسرین بھی تفسیر الٰہ کی اصنام کے ساتھ کر دیتے ہیں صراح وغیرہ کتب لغت کو الٰہ کے متعلق دیکھیں۔ اور تفسیر ابن عباسؓ کو متعلق اموات غیر احیاء کے ملاحظہ فرمائیں کہ اموات، اصنام لکھتے ہیں۔ ہر سلیم الطبع پر ظاہر ہے کہ اصنام یعنی بت موضوع لہ لفظ الٰہ کا نہیں بلکہ ایک فرد ہے معنی موضوع لہ کا جو معبودات مطلقہ اوپر بیان کیا گیا ہے بودے لوگ اردو خوان زعمی مولوی ایسے مقامات کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بھی بیان معنی وضعی کا ہے بلکہ اسی کو حصر کے طور پر بہ نسبت اس مطلق کے موضوع لہ قرار دیتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کر سکتے۔ الغرض الفاظ مشتقہ میں معنی حقیقی کبھی اور ہوتا ہے اور مستعمل فیہ اور۔ مانحن فیہ میں بھی مرزا صاحب اور ان کے اتباع کو یہی دھوکا لگا ہوا ہے لغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ توفّی کا معنی موت بھی ہے اور صحیح بخاری میں متوفّیک کی تفسیر ابن عباس نے ممیتک سے کی تو اس اشتباہ مذکورہ میں پڑ گئے۔

میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ الٰہ اور اموات کا معنی اصنام ہی خیال کرتے ہونگے ورنہ توفی سے معنی موت ہی کا لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے فی الواقع یوں ہے کہ توفی اور استیفاء میں بجز پورا لینے کے اور کچھ ماخوذ نہیں توفی نے جس کے ساتھ تعلق پکڑا ہے دیکھا جائیگا وہ کیا چیز ہے روح ہوگی

یا غیر روح اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر۔ ایک تو اس کا پکڑنا مع الامساک یعنی پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا، اس کا نام تو موت ہے۔ موت کے مفہوم میں دو امر توفی کے مفہوم کے علاوہ اعتبار کئے گئے ایک روح دوسرا امساک۔ دوسرا قسم توفی کا نیند ہے جس کے مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنی چھوڑ دینا ماخوذ ہے۔ الحاصل موت اور نیند دونوں فرد ہوئے توفی کے (تفسیر ابن کثیر، تفسیر کبیر۔ شرح کرمانی صحیح بخاری) اور متعلق توفی کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع الروح ہو گا جیسا کہ انّی متوفّیک یا اور جیسا کہ توفّیت ما لی (قاموس) بیان اس امر کا جو مذکور ہو چکا ہے یعنی توفّی کا معنی فقط کسی شئے کا پورا لے لینا ہے عام اس سے کہ وہ شئے روح ہو یا غیر روح اور بر تقدیر روح ہونے کا مقید بارسال ہو یا بامساک نص سے بھی ثابت ہے یعنی قرآن کریم کی اس آیت سے جس میں خداوند کریم کو اظہار تصرف اور قدرت اپنی کا اسی پیرایہ میں منظور ہے کہ اللہ تعالی ارواح کو بعد القبض کہیں تو بند رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منا مھا اللہ تعالی قبض فرماتا ہے ارواح کو حالت موت اور نیند میں فقط اتنا ہی فرق ہے کہ موت میں امساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے اس آیت میں تو استعمال لفظ توفی کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض اور ارواح مدلول ہے لفظ انفس کا اور آیت و ھو الّذی یتوفّاکم باللیل میں مستعمل ہے نیند میں جو فرد ہے مفہوم توفی کا یعنی قبض کا۔ اور آیت و الّذین یتوفّون منکم وغیرہ آیات میں مدلول اس کا موت ہے جو منجملہ افراد اسی توفی کے ہے یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ میں اور ایسا ہی فلمّا توفّیتنی میں بھی معنی موت کا مطابق بعض نظائر قرآنیہ وغیر قرآنیہ کے جیسا کہ توفّی اللّٰہ زیداً توفّی اللّٰہ عمروا توفی اللّٰہ بکراً وغیرہ لیا جاتا ہے۔ اگر نص بل رفعہ اللّٰہ الیہ کی رفع جسمی مسیح بن مریم پر شہادت نہ دیتی جیسا کہ لکھ چکا ہوں یا آیات و ان من اھل الکتاب اور و انّہ لعلم للسّاعۃ اور احادیث صحیحہ جو دال ہیں اسی رفع جسمی پر استلزاماً وارد نہ ہوتیں کیونکہ جب ایک شخص کا بخصوصہ نص سے حکم معلوم ہو جائے تو عموم آیات میں جو برخلاف اس حکم کے ہوں داخل نہیں ہوگا اور نہ وہ لفظ جو مستعمل اس کے بارہ میں ہے محمول ہوتا ہے اپنے نظائر پر۔ دیکھو آدمؑ کی پیدائش کا حال جب نص خلقہ من تراب سے معلوم ہو چکا تو پھر الم نخلقکم من ماءٍ مھین اور ایسا ہی خلق من ماءٍ دافق یخرج من بین الصّلب و التّرائب سے مستثنی ہے اور قول قائل کا خلق اللہ آدم محمول نہ ہوگا اپنے نظائر پر یعنی خلق اللّٰہ زیداً خلق اللّٰہ بکراً وغیرہ جو کروڑہا سے زائد

ہیں ۔یعنی یہ نہ کہا جائے گا کہ کیفیت خلقت آدم وغیرہ بنی نوع انسان یکساں ہے ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا دلیل ارادہ اس کی درصورت قیام قرینہ صارفہ کے جو یہاں پر نص بل رّفعه اللّه اليه کی ہے نہیں ہوسکتی ۔اب ہر ایک صاحب فہم اور منصف پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ یا عیسی انّی متوفّیک و را فعک الیّ اور ایسا ہی فلمّا توفّیتنی میں توفی سے معنی موت کا لینا اور تقدیم تاخیر نہ کہنی اور معنی موت کے ارادہ پر شہادت نظائر مثل و الّذین یتوفّون منکم وغیرہ پیش کرنی ، منشا اس کا بغیر از جہالت اور کیا قرار دیا جائے ۔تعجب ہے کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام اور ایام الصلح میں کہیں تو استعمال لفظ توفّی کو حسب محاورہ قرآن کریم کے معنی موت ہی میں منحصر کہتے ہیں اور کہیں وجہ اطلاق توفّی کی نیند پر النّوم اخ الموت کو قرار دیتے ہیں ایک تو دھوکا موضوع لہ کے فرد کو عین موضوع لہ سمجھنے کا کھایا اور دوسرا اطلاق الطلق علی بعض افرادہ کو از قبیل اطلاق الفرد علی الفرد سمجھ لیا (ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۲) اور پھر بعد دعوی حصر مذکور کے قائل باستعمال توفّی نیند میں بھی حسب محاورہ قرآن کریم ہوئے ۔

الغرض آیت یا عیسی انّی متوفّیک میں یا تو معنی موت کا لے کر مع قول بہ تقدیم تاخیر فی الآیۃ اور فلمّا توفّیتنی سے معنی رفع کا ابن عباسؓ کی طرح لینا پڑے گا یا ہر دو جگہ معنی قبض کا لیں گے ۔

پھر مکرر عرض کرتا ہوں کہ جب حسب نص بل رفعه اللّه اليه کے رفع جسمی اور حیات الی الآن مسیح کی ثابت ہو چکی تو پھر آپ کو تاویل احادیث پر کون سا باعث رہا کیونکہ باعث تاویل تو یہی تھا کہ آپ متوفّیک اور فلمّا توفّیتنی سے موت مسیح ثابت کر کے رفع کو قرب منزلت اور نزول کو ظہور پر محمول فرماتے تھے ۔اور مسیح بن مریم سے بطریق استعارہ مثیل مسیح لیتے تھے تشریح سب آیات کی حسب محاورہ قرآن کریم وشہادت سیاق سے اثبات حقیت عقیدہ اجماعیہ کا کامل طور پر ہو گیا لکھ چکا ہوں بعد عدم تعذر معنی حقیقی بلکہ واجب الارادہ ٹھہرنے اس کے وقوع استعارات کی اگر لاکھوں نظیریں آپ بیان فرماویں تو بھی مانحن فیہ میں دلیل ارادہ مجاز نہیں ہوسکیں گے ۔

میں قادیانیوں سے ایک مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ علماء کرام سے بڑے اصرار سے ہر معنی پر شہادت محاورہ قرآنیہ طلب فرماتے ہیں، آپ لفظ عیسی بن مریم سے مثیل ان کا مراد لینے پر محاورہ قرآنی یا سوائے مانحن فیہ یعنی احادیث نزول کی کوئی حدیث صحیح بتلا ویں، ہرگز نہیں بتلا سکتے ۔ نہایت حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ آج تک مسیح موعود یعنی آپ نے فقرہ یقتل الخنزیر و یکسر

الصّلیب کے سارے کرہ زمین کے اوپر سے فقط اپنے معتقدوں کو مسلمان کیا، کیا بغیر ان کے یہود و نصاری و ہنود سب حق پر ہیں۔ اور یہی بے چارے خنزیر خور اور صلیب پرست علاوہ تمام دنیا کے تھے جن کو آپ ہی نے قتل اور کسر فرما کر موحد بنایا؟

} سوال: ابن عباسؓ کی تفسیر جو متعلق بل رفعه اللّه اليه و ان من اهل الكتا ب اور و انّه لعلم للسّا عة اور فلمّا توفّيتنى کے ہے بخاری میں تو مذکور نہیں۔ اس میں فقط متوفیک کی تفسیر ممیتک مذکور ہے۔

} جواب (گولڑوی): عدم ذکر بخاری دلیل عدم صحت کی نہیں ہوسکتی۔ حضرت امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں ما ادخلت فى كتاب الجامع الا ما صح و تركت كثيراً من الصّحاح لحال الطول یعنی بہتیری حدیثیں صحیحہ میں نے ذکر نہیں کیں اپنی کتاب جامع یعنی صحیح بخاری میں۔ نہایت تعجب ہے کہ اگر عدم ذکر امام بخاریؒ دلیل صحیح نہ ہونے کی ہے تو پھر آپ استدلال ان احادیث سے جو بخاری میں نہیں کیوں پکڑتے ہیں مثلاً لا مهدى الا عيسى ، لو كان موسى و عيسى .. وغیرہ۔ یا بغیر بخاری کے اور کوئی کتاب قابل استشہاد نہیں تو ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۱ میں آپ کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان کے حوالے کیوں دیتے ہیں ہم بھی اسی ابن کثیر کو پیش کرتے ہیں۔

} سوال۔ آیہ يا عيسى انّى متوفّيك و را فعک الىّ میں تقدیم تاخیر کہنا اور ترتیب قرآنی کو بگاڑنا اور ایسا ہی فلمّا توفّيتنى سے معنی رفع کا مراد لینا یہ الحاد اور تحریف ہے۔ قرآن شریف میں اول سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہی معنی کا یعنی موت کا التزام ہے۔ (یہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۱، اور صفحہ ۹۲۲ کا خلاصہ ہے)۔

} جواب (گولڑوی)۔ میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ آپ ابن عباسؓ کی اتباع سے آخر کار منحرف ہوں گے اب ویسا ہی ظاہر ہوا۔ مزید برآں (العيا ذ با للّه) ان کو ملحد اور محرف بھی ٹھہرایا جیسا کہ باقی مفسرین اہل اسلام کو سلف سے خلف تک جنھوں نے معنی قبض یا رفع کا لیا ہے۔ جناب عالی! اتنی جرأت اور گستاخی ایک عامی مسلمان کے بارہ میں نہ چاہیے چہ جائے کہ صحابہ کرام اور آئمہ سلف کے حق میں۔

ناظرین! آیات قرآنیہ کو جن میں وقوع تقدیم وتاخیر سب کے نزدیک واجب التسلیم ہے جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں ملاحظہ فرمالیں (فقا لوا ارنا اللّه جهرة کے تفسیر ابن عباسؓ وغیرہ)

اور معنی رفع اور قبض توفی سے مراد لینا بشہادت قرآن کریم پہلے اسی رسالہ میں ثابت ہو چکا ہے آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۲ میں فرماتے ہیں:

غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں بھلا اگر ہے تو کم سے کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارہ میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہوں۔ ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے۔

میں عرض کرتا ہوں قرآن اور حدیث اور اجماع امت مرحومہ تو اس بیان کی شہادت دے رہے ہیں پھر معلوم نہیں لغو اور بے اصل کیوں ٹھہرایا جاتا ہے۔ ہاں آپ کے مسیح موعود ہونے میں بے شک خلل انداز ہیں اسی خلل اندازی کی وجہ سے سب اہل سلف سے خلف تک ملحد قرار دیئے گئے (یا ھادی اھدنا الصّراط المستقیم)

جناب! آپ پہلے کسی مسئلہ اجماعیہ میں روایات صحابہ باسانید اور بقید اسامی تین چار سو تک بیان فرماویں بعدازاں ہم تین چار ہزار تک بیان کریں گے۔

اجی حضرت! آپ ایسے مغالطّوں اور دھوکا دینے سے اردو خوانوں اور عوام کو کس لئے گمراہ کرتے ہیں صحابہ کرام کے نام رسالہ ہذا میں آپ دیکھ چکے ہوں گے پھر جب تک آپ پانچ دس کا بھی انکار ثابت نہ کریں تو اجماع منقوص نہ ہوگا۔

حضرت من! صحابہ کو قرآن کریم کے واقعات منصوصہ کے ساتھ ایمان تھا اور چونکہ اہل لسان اس مضمون کو آیت مذکورہ سے بلا تکلف اور بلا احتمال غیر رفع جسمی کے سمجھ چکے تھے تو پھر کیا ضرورت واقع ہوئی جو موجب ذکر اس مضمون کا بین الصحابہ اختلافیات کی طرح ہو۔ بلکہ یہی بڑی دلیل ہے اس کے مجمع علیہ ہونے پر۔ آپ ہی کسی قصہ میں قصص قرآنیہ سے جو صریح طور پر سمجھے گئے ہیں مثلاً قصہ اصحاب کہف میں اقوال صحابہ کے دس تک بھی ذکر فرمائیں پانچ سو کی آپ کو معافی ہے اسی لئے آج تک ذکر نزول مسیح نص محکم قرآنی سے علماء کرام تلاش کرتے آئے۔ بخلاف صعود جسمی کے کہ وہ تو صراحۃً مذکور تھا۔

} سوال: ہم نے مانا کہ ابن عباسؓ آیت یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ میں تقدیم اور تاخیر کے قائل ہیں مگر وجہ تقدیم ما حقہ التاخیر کی کیا ہے یعنی مقدم ذکر کرنا متوفی کا جس کا وقوع بعد نزول کے ہوگا۔

} جواب (گولڑوی): مسیح ابن مریم کے ذہن میں بعد مشورہ یہود کے یہی امر موجب قلق واضطراب ہوا کہ یہود ہی حسب تشاور میرے متوفی اور ذریعہ وفات ہوں گے لہذا پہلے ہی سے اللہ جل شانہ نے بہ تقدیم لفظ متوفّیک سے دفع مرکوز خاطر ان کا بصیغہ حصر فرما کر پھر رافعک سے تسلی بخشی اگرچہ متوفّیک تحقیق میں موخر ہے۔

جاننا چاہیے کہ فرق ہے مابین سا توفّاک اور انّی متوفّیک میں ضمیر متکلم کا مسند الیہ اور مشتق یعنی متوفّی کا مسند بنانا مفید حصر ہے یعنی میں ہی تیرا متوفّی ہوں ایسا نہیں جیسا تمہارے ذہن نشین ہوا ہے کہ میرے توفّی کا ذریعہ یہود ہوں گے بلاغت کا مقتضی یہی ہے کہ حسب حال مخاطب القاء کلام کیا جائے بخلاف سا توفّاک کے کہ وہ مطابق حال مخاطب نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسا ہی فرق ہے مابین انّی متوفّیک بصیغہ مشتق اور انّی ساتوفّاک میں کہ مضارع فقط حدوثِ فعل توفی سے خبر دیتا ہے بخلاف صیغہ مشتق کے کہ مزید برآں صفت مختصہ پر حسب محاورہ دلالت کرتا ہے یعنی تمہارا مارنا ہی میری صفت مختصہ اور میرے ہی ذمہ پر ہے مثلاً یہ کہ میں ہی تجھ کو دونگا، اس میں اور اس قول میں کہ، میں ہی تیرا دینے والا ہوں، فرق ہے کہ پہلا فقط وعدہ دینے پر مشتمل ہے اور دوسرا مزید برآں افادہ اس مضمون پر کہ دینا تمہارا میرا ہی کام اور میری ہی شان ہے ۔الغرض انّی متوفّیک سے وہ اطمینان دہی مستفاد ہوتی ہے جو دوسرے صیغوں میں نہیں علی ہذا القیاس ۔معنی قبض کو بھی حسب تقریر مذکور خیال فرماویں۔

اسی طرح یہود کا کہنا انّا قتلنا مفید اختصاص اور حصر ہے جو ان کے فخر کا موجب حسب زعم ان کے قرار دیا گیا یعنی ہم نے ہی یہ بڑا کام کیا نہ کسی اور نے ، لہذا قتلنا پر بغیر انّا کے کفایت نہیں کی اور پھر متعلق فعل یعنی مسیح کو موصوف بنا کر ذکر کیا ہے یعنی انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ کہا اور انّاقتلنا پر اکتفا نہ کی۔ یہ دلیل ہے اس پر کہ مناطِ افتراء اور موجب خوشی ان کا فقط صدور فعل نہیں بلکہ وقوع قتل کا محل خاص پر یعنی مسیح بن مریم جو رسول خدا کہلاتے ہیں بعد ادنی تامل کے ناظرین کی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اس کی یعنی و ما قتلوہ و ما صلبوہ کی مناط بھی اسی نسبت وقوع پر ہے یعنی مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا نہ نسبت صدوری پر یعنی صدور نفس قتل پر۔ اس تقدیر سے بعد غور کے محاورہ دان عقل مند پر بطلان تقریر مرزا صاحب کا جو ازالہ اوہام میں متعلق وما قتلوہ و ما صلبوہ کے انہوں نے لکھی ہے ظاہر ہوسکتا ہے کہ انہوں نے مناط تردید کی نسبت صدوری کو سمجھا ہے اور آیات مذکورہ کی تفسیر میں روایات ان لوگوں سے لی

ہیں جن کی تکذیب اور تضلیل قرآن کریم انہیں آیات سے فرماتا ہے۔..

} سوال: بیضاوی تفسیر کبیر تفسیر ابن کثیر معالم التنزیل کشاف وغیرہ نے توفّی سے معنی موت کا لیا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۱ میں استشہاداً ذکر کیا ہے۔

{ جواب (گولڑوی): یہ استشہاد ان کا ویسا ہی ہے جیسا کہ ابن عباسؓ کے قول سے پکڑا تھا سب تفاسیر کے دیکھنے سے ناظرین اس دھوکا سے بھی مطلع ہو سکتے ہیں سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت بل رفعه اللّٰه الیه کے حکم کو زیر نظر رکھ کر انّی متوفّیک و را فعک الیّ کے معنی میں دو مسلک اختیار کرتے ہیں۔ایک تو ابن عباسؓ کا یعنی تقدیم تاخیر بر تقدیر ثبوت اور ارادہ معنی ممیتک کا متوفّیک سے یعنی اے عیسیٰ میں تجھے بالفعل اٹھانے والا ہوں اور بعد نزول تجھے مارنے والا ہوں اور دوسرا متوفّیک سے معنی قبض اور رفع کا لینا، یعنی اے عیسیٰ میں تجھے پکڑ نیوالا اور اٹھانیوالا ہوں اور بعض مثل صاحب کشاف کے متوفّیک کو کنایہ ٹھہراتے ہیں عصمت اور بچا لینے سے یعنی اے عیسیٰ میں تجھے یہود کے ایذا سے بچانے والا ہوں۔

مرزا صاحب نے ممیتک کو جو تفسیر معنی کنائی کے ضمن میں صاحب کشاف کے قول میں واقع ہے متوفّیک کا سمجھ لیا ہے یہ نہیں خیال فرمایا کہ اس احتمال کو یعنی متوفّیک سے معنی ممیتک لینے کو تو خود صاحب کشاف بعد اس کے تضعیف کر رہا ہے عبارت کشاف کی یہاں نقل کی جاتی ہے تا کہ ناظرین دھوکا سے بھی مطلع ہو جائیں:

متوفّیک ای مستوفی اجلک و معناه انّی عا صمک من ان یّقتلک الکفّار و مؤخّرک الی اجلٍ کتبته لک و ممیتک حتف انفک لا قتلاً با یدیهم و رافعک الیّ الی سمائی و مقرّ ملائکتی و مطهّرک من الّذین کفروا من سوء جوارهم و خبث صحبتهم و قیل متوفّیک قابضک من الارض من توفّیت مالی علی فلان اذ استوفیته و قیل ممیتک فی وقتک بعد النّزول من السّماء و رافعک الآن۔ و قل متوفی نفسک بالنّوم من قوله و الّتی لم تمت فی منامها و را فعک و انت نا ئم حتّی لا یلحقک خوف و تستیقظ و انت فی السماء۔

(مرید مخلص مرزا صاحب کی عبارت مستوفی اجلک و موخرک الی اجل مسمی کو دلالت کنندہ غیر معنی موت پر ٹھہرا رہے ہیں دیکھو سطر تیسری ص ٦١٠ کی اور مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۱ کی سطر اخیر پر

کشاف کو شاہد معنی موت کا قرار دے رہے ہیں معلوم نہیں مرید مخلص بڑھ گئے ہیں یا امام الزمان یہ موروثی امر ہے مرزا صاحب ازالہ اوہام میں متعلق تفسیر سورہ القدر نزول ملائکہ کے قائل ہیں ایام الصلح میں قریب اختتام کے اس سے منکر ہو گئے۔ القول الجمیل کے صفحہ ۶۱ کی سطر پانچویں میں مرید مخلص علماء سلف کے حق میں فرماتے ہیں: سبحان اللہ مفسر ہوں تو ایسے ہوں۔ حیا بھی نہیں آتی خود پھسلنا اور دوسروں پر ہنسی و تمسخر کرنا بلکہ مشرک کہنا کیا مہدی اور اس کے مصداق کی یہی شان ہے۔ مہر علی)

رفع جسمی کا چونکہ بل رفعه اللّه الیه، و ان من اهل الکتا ب اور و انّه لعلم للسّا عة اور احادیث متواترہ صحیحہ سے استلزاماً ثابت اور مومن بہ اہل اسلام کا سلف سے خلف تک ہو چکا اور بظاہر آیت یا عیسی انّی متو فّیک و را فعک الیّ منافی اس کی معلوم ہوتی تھی کیونکہ مفاد اس کا یہ نکلتا ہے کہ اے عیسٰی میں تجھ کو مار کر بعد ازاں اٹھانے والا ہوں لہذا ابن عباسؓ نے رفع منافات یوں فرمائی کہ آیت میں تقدیم تاخیر ہے، یعنی میں تجھ کو اول اٹھانیوالا ہوں آسمان کی طرف اور بعد نزول تجھ کو مارنے والا ہوں اور باقی مفسرین میں سے کسی نے تو توفّی سے معنی قبض کا لیا ہے اور کسی نے نیند کا۔ سب کا مقصود یہی تھا کہ یہ آیت مخالف نہ ہو اس نص بل رفعه اللّه الیه سے جس کا مدلول آنحضرت ﷺ سے بھی بوضاحت تامہ استلزاماً بیان ہو چکا ہے۔ صاحب کشاف نے ان سب مذہب کو ضعیف سمجھ کر حتی کہ ممیتک کو بھی جیسا کہ قیل ممیتک فی وقتک سے تمریض اور تضعیف اس کی ظاہر کی ہے ایک اور راستہ پکڑا، وہ کیا، انّی تو فیتک کنا یہ ہے عا صمک سے یعنی میں تمہارا بچانے والا ہوں شر یہود سے۔ استیفاء اجل اور عصمت لازم ہیں تو فی کو، بعد ملاحظہ حصر کے جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کی مسند الیہ اور مشتق کے مسند بنانے سے۔ یعنی جب اللہ ہی ان کا مارنے والا ہو بغیر مداخلت ایذاء یہود کے تو ضرور ہی معنی استیفاء اجل اور عصمت کا متحقق ہوگا۔ اس معنی کنائی کی تشریح میں صاحب کشاف نے و معناه انی عا صمک ذکر کیا اب قول اس کا و ممیتک حتف انفک، یہ معنی کنائی کے ضمن میں داخل ہوا نہ یہ کہ مراد متوفّیک سے ممیتک ہے۔ اس کو تو خود صاحب کشاف و قیل ممیتک فی وقتک سے تضعیف کر رہا ہے اور وجہ تضعیف کی یہ ہے کہ استیفاء اجل بسبب مشتمل ہونے اس کے تاخیر اجل پر منافی حیات اور زندگی بسر کرنی مسیح کی آسمان پر نہیں بخلاف ممیتک کے کہ بغیر انضمام قیود خارجہ عن المدلول کے یعنی الآن اور بعد النزول دفع منافاۃ میں مفید نہ ہوگا (اس تحقیق سے غرض ہماری بیان کرنا مقصود صاحب کشاف کا ہے اور غلطی مرزا صاحب کی نہ کہ یہ مسلک مختار ہمارا

ہے۔مہرعلی)

} سوال ۔انّی متوفّیک سے ممیتک بشہادت قرآنیہ کیوں نہ لیا جائے اور ایسا ہی فلمّا توفّیتنی اور بل رفعه اللّٰه اليه سے رفع روحانی جیسا کہ یا ایّتھا النّفس المطمئنّة ارجعی الی ربّک را ضیةً مّرضیّة اور آیت و ان من اهل الكتاب کا معنی جو تفسیروں میں لکھا ہے وہ بالکل غلط اور مستلزم وقوع کذب ہے کلام الٰہی میں۔ کیونکہ جب مفاد آیت یہ ٹھہرا کہ ہر ایک یہود بعد نزول مسیح اس کے ساتھ ایمان لاوے گا تو جو یہود قبل از نزول اس کے فوت ہو چکے ہیں وہ تو اس آیت کے حکم میں داخل نہیں ہو سکتے پھر استغراق آیت کا جو و ان من اهل الکتا ب سے مستفاد ہے صحیح نہ ہوا معنی صحیح اس کا یہ ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیال کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو۔ قبل موته یعنی قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا۔

(یہ معنی مرزا نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۲ پر بیان کیا ہے اور اس کے بعد اس معنی کا اسی وقت الہام ہونا حلفاً بیان کیا ہے اور بڑے شکر اور محامد اس کے ہونے پر کئے ہیں اور علماء زمان کو نادان مولویوں کا لقب دے کر ایسے سربستہ راز سے ان کا محروم ہونا ذکر فرمایا ہے۔انہیں صفحات پر ناظرین ملاحظہ کر لیویں)

} جواب (گولڑوی) : پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ نص بل رفعه اللّٰه اليه کی قطعی طور پر دلیل صارف ہے اور ارادہ کرنے سے معنی موت کے متوفّیک اور فلمّا توفّیتنی سے ہاں صرف متوفّیک سے بعد التزام قول بہ تقدیم وتاخیر فی الآیہ لے سکتے ہیں ، اور یہ مانع ہونا اس نص کا ارادہ معنی مذکور سے بوجہ ثلاثہ ثابت ہے۔

وجہ اول : اثر ابن عباسؓ سے متعلق اس نص کے جس میں احتمال اسرائیلی ہونے کا ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ اہل کتاب قبل از واقعہ صلیب مرفوع ہونے مسیح کے قائل ہی نہیں ۔اور ظاہر ہے کہ ابن عباس اپنی رائے سے بھی نہیں فرماتے کیونکہ یہ مضمون اثر مذکورہ بالا محض نقلی ہے ۔ بعد دفع احتمالات یہی ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔

وجہ دوم ۔مستفاد ہے و لکن شبّه لهم سے ۔ کیونکہ بعد تعیین معنی (صلیب پر نہ چڑھانے کے) ما صلبوه سے بشہادت لغت جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں صورت تشبیہ یا التباس کی یہی ٹھہری کہ مصلوب پر مسیح کا حلیہ ڈالا گیا ، نہ یہ کہ التباس فی القتل ہو۔نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح کو بکلیةً حق سبحانہ وتعالی نے ایذا یہود سے بچا کر اپنی طرف اٹھا لیا ، یعنی آسمان پر۔

تیسری وجہ ۔ ہونا آیت و ما قتلوہ و ما صلبوہ ، از قبیل قصر قلب من جملہ اقسام قصر الموصوف علی الصفۃ کے اور تنافی الوصفین اگر چہ بنا بر تحقیق شرط نہیں قصر قلب کے لئے مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسرے وصف کیلئے بالاتفاق ضروری ہے تا کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یذکرہ المتکلم کے متصور ہو (اور مخاطب بکلام قصری چونکہ اعتقاد اس کا صواب اور خطا سے ملا ہوا ہوتا ہے اور غرض متکلم کی اثبات صواب اور نفی خطا کی ہوتی ہے اور بالخصوص بطریق العطف و جو بانص علی المثبت والمنفی کا مقتضی ہوتا ہے ۔ بناء علیہ آیت میں بر تقدیر ارادہ موت طبعی کے تصریح بحیوۃ مسیح بعد از واقعہ صلیب ضروری تھی ۔ بعد ازاں ذکر موت طبعی چاہیے تھا یعنی یوں کہا جاتا بل بقی حیاً ثمّ توفّاہ اللّٰہ و رفعہ اللّٰہ الیہ والا فصاحت و بلاغت قرآن کریم جو اعلیٰ مرتبہ اعجاز کا اس میں خلل واقع ہوگا یہاں تک کلام بر تقدیر عاطفہ ہونے کلمہ بل کے ہے جیسا کہ مذہب صحیح ہے اور اگر اس کو حروف ابتداء کا کہا جائے تو بھی ارادہ معنی موت طبعی کا مخل ہوگا فصاحت بلاغت میں کیونکہ متکلم پر وقت تمیز خطاء وصواب اور دھوکا نکالنے کی تصریح بہ مثبت ومنفی ضروری ہے ۔ مہر علی)

اور ظاہر ہے کہ ما نحن فیہ میں رفع عزت لازم ہے موت بالقتل کو درصورت ہونے مقتول کے من جملہ عباد مقربین کے ۔ اور ارادہ رفع روح کا موت طبعی کے طور پر مستلزم ہے جمع کو بین الحقیقۃ والمجاز حسب زعم آپ کے ، کیونکہ آپ درصورت ہونے کلمہ الی کے صلہ رفع کا اس ترکیب کو مجاز فی التقرب ٹھہراتے ہیں اور نیز مقتضی ہے وقوع کذب کو آیت مذکورہ میں (العیاذ باللّٰہ) کیونکہ محکی عنہ منتفی ہے بعد ملاحظہ ماضویت اضافیہ کے یعنی بہ نسبت ما قبل بل کے اور ماضویت بالاضافۃ الی زمان النزول مخل ہے فصاحت میں ۔

اس تقریر سے ظاہر ہوا بطلان قول بعض نحاۃ کا جو قائل ہیں بانحصار کلمہ بل کے معنی انتقال ہی میں جس وقت ما بعد اس کے جملہ ہو کیونکہ آیت مذکورہ منجملہ افراد قصر قلب سے ہے جس میں متکلم کو مزعوم مخاطب کا ابطال مقصود ہوتا ہے آپ جو بڑے زور شور سے شہادت نظائر لفظ توفّی سے ارادہ معنی موت پر پیش فرماتے ہیں بعد مانع ہونے نص مذکور کے ارادہ مذکور سے مسموع نہیں ہو سکتی بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ بالفرض اگر نص مذکور مانع نہ بھی ہوتا ہم شہادت مذکور علت موجبہ ارادہ معنی موت کے لئے متوفّیک اور فلمّا توفّیتنی سے نہیں ہوسکتی ۔ ایک لفظ ہزار جگہ اگر ایک ہی معنی میں مستعمل ہو تو بھی بعد قیام قرینہ صارفہ کے اس سے اور معنی مغائر معنی اول کے لے سکتے ہیں وہ قرینہ اگر چہ حدیث ہی ہو اخبار احاد میں سے یا کوئی اور ۔ ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے کہ ہر

جگہ قرآن کریم میں بعل کا معنی زوج ہے مگر اتد عون بعلاً میں بعل سے مراد بت ہے۔ اور ہر جگہ قرآن میں اسف کا معنی حزن ہے مگر فلمّا اسفونا کا معنی فلمّا اغضبونا یعنی غصہ دلایا انہوں نے ہم کو۔ اور ہر جگہ قرآن میں مصباح سے مراد کوکب ہے مگر مصباح جو سورہ نور میں ہے اس سے مراد چراغ ہے۔ ہر جگہ قرآن میں صلوۃ سے مراد عبادت یا رحمت ہے مگر بیع و صلوات و مساجد میں صلوات سے مراد اماکن یعنی مقامات۔ ہر جگہ قرآن میں کنز سے مراد مال ہے مگر جو کنز سورہ کہف میں ہے اس سے مراد صحیفہ کا علم ہے (تفسیر جامع البیان میں آیت وکان تحته کنز لهما کی تفسیر میں بعض سلف سے کنز سے مراد کنز علم یعنی علم کا خزانہ منقول ہے۔ فیض) ہر جگہ قرآن میں قنوت سے مراد اطاعت ہے مگر کل له قانتون کا معنی اقرار کرنے والے ہے۔ ہر جگہ بروج سے مراد کواکب ہیں مگر فی بروج مشیدة میں بروج سے مراد محل پختہ ہے۔ نظائر اس کے اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ تفسیر اتقان وغیرہ تفاسیر سے ملاحظہ فرمائیں۔

علی ہذا القیاس اکثر جگہ توفّی کا معنی قرآن میں موت یا نیند ہے مگر فلمّا توفیتنی میں قبضتنی یا رفعتنی یا اخذتنی وافیاً مراد ہے بقرینہ بل رفعه اللّه الیه کے اور ایسا ہی متوفّیک سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے۔ بڑا تعجب ہے کہ ما نحن فیہ میں احادیث متواترہ بھی نہیں سنی جاتیں ہم تو بحسب مطالبہ آپ کے نص قرآنی محکم فی المراد اور احادیث صحیحہ عرفاً کشفاً جن کا کشف آپ کے نزدیک مسلّم ہے یعنی محی الدین ابن عربی اور جلال الدین جن کے اقوال سے الہام کے حجت ہونے کے بارے میں آپ استشہاد پکڑتے ہیں، یہ سب پیش کرتے ہیں مگر آپ بھی عیسی بن مریم کے لفظ سے معنی مثیل کا مراد لینا بمحاورہ قرآن کریم کے نہ سہی کسی حدیث صحیح سے بغیر ما نحن فیہ کے گو کہ غریب ہی ہو دکھلائیں۔ یہ بھی نہ سہی کسی ثقہ یا غیر ثقہ کی کلام میں بغیر تعذر ارادہ معنی حقیقی کے نشان دیویں۔ میں جانتا ہوں آپ جلسی سے لکل دجال عیسی پڑھ دیں گے مگر یہاں تو کل استغراقی وصف کا منتزع من الشخص کا خواہاں ہے۔ یعنی لکلّ محق مبطل باقی اشعار وغیرہ میں جو اطلاق عیسی کا طبیب حاذق یا معشوق وغیرہ پر آیا ہے بعد تعذر ارادہ معنی حقیقی کے ہے ما نحن فیہ آپ کے نزدیک بڑی قوی دلیل تعذر ارادہ معنی حقیقی کی متوفّیک اور فلمّا توفّیتنی تھی وہ بھی نہ رہی۔ لفظ رفع اور نزول کی بھی یہی کیفیت ہے جو سن چکے ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے جو احادیث نزول کی بیان کی ہیں تفسیر درمنثور میں ملاحظہ فرمائیں اور ماقبل میں بھی گزر چکے ہیں۔

اب حدیث شیخ اکبر کی جس میں تاویل بہ مثیل عیسی ممکن نہیں بیان کی جاتی ہے۔ بگوش

قال الشیخ الا کبر فی الباب السّادس و الثّلاثین من الفتوحا ت بعد سوق الاسناد مرفو عاً عن ابن عمر قال کتب عمر بن الخطا ب الی سعد بن ابی وقاص و هو بالقادسیة ان وجه نضلة بن معاویة الانصاری الی حلوان العراق فلغر علی نواحیها فوجهه مع جماعة فا صابوا غنیمةً وسبیاً و انقلبوا یسوقون الغنیمة و السبی حتّی زهقت بهم العصر و کادت الشّمس تغرب فالجاء نضلة السبی و الغنیمة الی سفح الجبل ثمّ قام فاذّن فقال اللّه اکبر اللّه اکبر۔ فقال مجیب من الجبل کبرت کبیراً یا نضلة۔ ثمّ قال اشهد ان لا اله الا اللّه۔ فقال هی کلمة الاخلاص یا نضله ۔ ثمّ قال اشهد انّ محمّداً رسول اللّه۔ فقال هذا هو الّذی بشّرنا به عیسی بن مر یم و انّه علی راس امته تقوم السّا عة۔ ثمّ قال حیّ علی الصّلوة۔ فقال طوبی لمن مشی الیها و وا ظب علیها۔ ثمّ قال حیّ علی الفلاح۔ قال قد افلح من اجاب محمداً و هو البقاء لا متہ ۔ثمّ قال اللّه اکبر اللّه اکبر۔ قال کبرت کبیراً۔ ثمّ قال لا اله الا اللّه۔ قال اخلصت الاخلاص یا نضلة حرم الله جسدک علی النّار ۔ قال فلمّا فر غ من ا ذا نه قمنا فقلنا من انت یرحمک اللّه ملک ام ساکن من الجنّ ام من عباد اللّه اسمعتنا صو تک فار نا شخصک فا نّا وفد اللّه و وفد رسول اللّه و وفد عمر بن الخطا ب ۔ قال فانفلق الجبل عن شخص هامته کالرّحی ابیض الرأس و الحیة علیه طمران من صوف فقال السلام علیکم و رحمة اللّه و برکا ته فقلنا و علیک السّلام و رحمة اللّه و برکاته من انت یر حمک اللّه قال انا زریب بن بر تملا و صی العبد الصالح عیسی بن مر یم اسکننی بهذا الجبل و دعا لی بطول البقاء الی نزوله من السّما ء فیقتل الخنزیر و یکسر الصّلیب و یتبرأ ممّا نحلته النّصاری۔ ثمّ قال ما فعل بنبیّ اللّه ﷺ ۔قلنا قبض۔ فبکی

بکاءً طو یلاً حتّی خضبت لحیته بالدّ موع۔ ثمّ قال فمن قام فیکم بعدہ۔ قلنا ابو بکر۔ قال ما فعل بہ۔ فقلنا قبض۔ قال فمن قام فیکم بعدہ ۔ قلنا عمر۔ قال اذاً فاتنی لقاء محمد فا قرؤا عمر منّی السّلام و قولوا لہ یا عمر سدد و قا رب فقد د نا الا مر و ا خبروہ بھذا الخصال الّتی ا خبرکم بھا و قولوا یا عمر اذا ظھرت ھذہ الخصال فی امّۃ محمد ﷺ فالھرب الھرب اذا ستغنی الرّجال بالرّجال و النساء بالنّساء و انتصبوا فی غیر منا صبھم و انتموا الی غیر موا لیھم و لم یرحم کبیرھم صغیرھم و لم یوقر صغیرھم کبیرھم و ترک الامر بالمعروف فلم یومر بہ و ترک النّھی عن المنکر فلم ینہ عنہ و تعلم عالمھم العلم لیجلب بہ الدنانیر و الدراھم و کان المطر قیظا و طولوا المنابر و فضضوا لمصاحف و زخرفوا المساجد و ا ظھروا الرشی و شیدوا البناء و اتبعوا الھوی و باعوا الدّین بالدّنیا و استقتحوا لد ماء و انقطعت الارحام و بیع الحکم و اکل الرّ با و صار التسلط فخرا و الغنی عزّا و خرج الرجل من بیتہ و قا ل الیہ من ھو خیر منہ و رکبت النساء السرو ج قا ل ثم غا ب عنا فکتب بذ لک نضلۃ الی سعد و کتب سعد الی عمر فکتب عمر الیہ ا ذ ھب انت و من معک من المھا جر ین و ا لا نصارحتی تنز ل بھذا الجبل فا ذا لقیتہ فا قرأہ منی السلا م فا ن رسو ل اللہ ﷺ قا ل ان بعض او صیاء عیسی بن مر یم نز ل بھذا الجبل بنا حیۃ العراق فنز ل سعد فی اربعۃ آ لا ف من المھا جرین و الانصار حتی نز ل بالجبل و بقی اربعین یو ماً ینادی بالاذا ن فی وقت کل صلوۃ فلم یجدہ۔

(ترجمہ: فرمایا ابن عمرؓ نے کہ میرے والد نے سعدؓ بن وقاص کی طرف خط لکھا کہ نضلہؓ انصاری کو حلوان عراق کی جانب روانہ کرو تا کہ وہاں جا کر مال غنیمت اکٹھا کریں۔ پس روانہ کیا سعدؓ نے نضلہؓ انصاری کو جماعت مجاہدین کے ساتھ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بہت مال غنیمت کا حاصل کیا اور ان سب کو کروا پس آئے تو آفتاب غروب ہونے کو تھا۔ پس نضلہ انصاریؓ نے

گھبرا کر ان سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے ہو کر اذان دینی شروع کی جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ کے اندر سے ایک مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ تو نے بہت خدا کی بڑائی کی۔ پھر نضلہؓ نے اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو اسی مجیب نے جواب میں کہا کہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے اور جس وقت نضلہؓ نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو اسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام پاک اس ذات کا ہے جس کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے ہم کو دی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اس نبی کی امت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔ پھر نضلہؓ نے حیّ علی الصلوۃ کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ یہ خوش خبری ہے اس شخص کے لئے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جس وقت نضلہؓ نے حیّ علی الفلاح کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس شخص نے نجات پوئی پھر جب نضلہؓ نے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر کہا تو وہی پہلا جواب مجیب نے دیا جب نضلہؓ نے لا الہ الا اللّٰہ پر اذان ختم کی تو مجیب نے فرمایا اے نضلہؓ تم نے اخلاص کو پورا کیا۔ تمہارے بدن کو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔ جب نضلہؓ اذان سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرامؓ نے کھڑے ہو کر دریافت کرنا شروع کیا کہ اے صاحب آپ کون ہیں فرشتہ یا جن یا انسان؟ جیسے اپنی آواز آپ نے ہم کو سنائی ہے اسی طرح اپنے آپ کو دکھایئے۔ اس واسطے کہ ہم خدا اور اس کے رسول اور نائب رسول عمرؓ کی جماعت ہیں۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص باہر نکل آئے (جن کا سر بہت بڑا چکی کے برابر تھا اور سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور ان پر دو پرانے کپڑے صوف کے تھے) اور السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا۔ ہم نے وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہہ کر دریافت کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ میں زریب بن برتملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰؑ نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے نزول من السماء تک میری درازی عمر کے لئے دعا فرمائی۔ جب وہ اتریں گے تو خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے اور بیزار ہوں گے نصاریٰ کے اختراع سے۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ وہ نبی صادق بالفعل کس حال میں ہیں۔ ہم نے عرض کی کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا، اس وقت بہت روئے یہاں تک کہ آنسوؤں سے تمام داڑھی بھیگ گئی۔ پھر پوچھا ان کے بعد کون خلیفہ ہوا؟ ہم نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ۔ پھر فرمایا وہ کیا کرتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ وہ وفات پا گئے۔ فرمایا کہ ان کے بعد کون تم میں خلیفہ ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ عمرؓ۔ پھر فرمایا کہ محمد ﷺ کی زیارت تو مجھے میسر نہ ہوئی پس تم لوگ میرا اسلام عمرؓ کو پہنچائیو۔ اور کہیو کہ

اے عمرؓ عدل وانصاف کر اس واسطے کہ قیامت قریب آ گئی ہے۔ اور یہ جو واقعات میں تم سے بیان کرونگا ان سے عمرؓ کو خبردار کرنا اور کہنا کہ اے عمرؓ جس وقت یہ خصلتیں محمد ﷺ کی امت میں ظاہر ہو جائیں تو کنارہ کشی کے سوا مفر نہیں، جس وقت مرد مردوں سے بے پرواہ ہوں اور عورت عورتوں سے اور مقرر ہوں گے اپنے منصب کے خلاف (یعنی لوگ جس منصب کے اہل نہ ہوں گے اس پر مسلط ہوں گے) اور ادنی نسب والے اعلی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور چھوٹے بڑوں کی توقیر وعزت چھوڑ دیں اور امر بالمعروف اس طرح متروک ہو جائے کہ کوئی اس کے ساتھ مامور نہ کیا جائے اور نہی عن المنکر کو ایسے چھوڑ دیں کہ کسی کو اس سے نہ روکیں اور ان کے عالم علم کی تعلیم بغرض حصول دنیا کریں اور گرم بارش ہو یعنی وہ بارش جو فائدہ نہ بخشے یا بالکل ہی بند ہو جائے اور بڑے بڑے منبر بنائیں اور قرآن مجید کو نقرئی وطلائی کریں اور مسجدوں کی از حد زینت کریں۔ پھیلائیں رشوت اور پختہ پختہ مکانات بنائیں اور خواہشات کی اتباع کریں اور دین کو دنیا کے بدلے بیچیں اور خونریزیاں کریں اور صلہ رحمی منقطع ہو جائے اور حکم فروخت کیا جائے اور بیاج (سود) کھایا جائے اور حکومت فخر ہو جائے اور دولت مندی عزت بن جائے اور ادنی شخص کی تعظیم اعلی کرے اور عورتیں زین پر سوار ہوں۔

پھر ہم سے غائب ہو گئے۔ پس اس کو نضلہؓ نے سعدؓ کی طرف لکھا اور سعدؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس پہاڑ کے پاس اترو، جس وقت ان سے ملو میرا سلام ان کو پہنچاؤ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعض وصی پہاڑوں میں اترے ہوئے ہیں۔ پس سعدؓ چار ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اس پہاڑ کے قریب اترے اور چالیس روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے رہے مگر ملاقات نہ ہوئی)۔

اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسناد حدیث میں محدثین کے نزدیک کلام ہے مگر ہم صاحب کشف والوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

اور پھر شیخ اکبر نے باب ۳۶۰ میں حدیث نواسؓ بن سمعان کی ذکر کی جس میں ینزل عیسی بن مریم بالمنارة البیضاء شرقی دمشق .. الخ وارد ہے۔

اور جابجا شیخ قدس سرہ فتوحات مکیہ میں نزول حضرت عیسیٰؑ بن مریم کا ذکر فرماتے ہیں

اور اسی فتوحات میں شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ میں ان مضامین کی تحریر اور بیان میں بالکل معرّی اور خالی ہوں خود بخود خداوند کریم ان کا بیان کرنے والا ہے۔..

اب ہم بعد پیش کرنے حدیث کشفی محی الدین بن عربی صاحب کی جو باسناد اوپر لکھی گئی ہے معروض کر سکتے ہیں کہ آپ زریب بن برتملا اپنے حواری کو جس کو بشہادت مذکور آپ نے کوہ عراق میں رہنے کا حکم فرمایا تھا آپ کے نزول من السماء تک ہمیں دکھلائیں (یہ خطاب مرزا سے ہے کہ اگر آپ ہی مسیح موعود ہیں تو پھر یہ باتیں واضح کریں۔فیض)، یا شب معراج میں قیامت کے بارہ میں جو مذاکرہ آپ کا باقی انبیاء کرام سے ہوا ہے سنائیں۔

اس کے بعد ہم ایک اور حدیث زبدۃ العارفین رئیس المکاشفین حضرت حسن بصری کی پیش کرتے ہیں

و قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد اللّٰہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدّثنا الرّبیع بن انس عن الحسن انّہ قال فی قولہ تعالیٰ انّی متوفّیک یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللّٰہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللّٰہ للیہود انّ عیسی لم یمت و انّہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ (فرمایا ابن ابی حاتم نے حدیث بیان کی مجھ سے میرے والد نے احمد سے انہوں نے عبداللہ بن جعفر سے، جعفر نے اپنے باپ سے انہوں نے ربیع سے ربیع نے حسن سے فرمایا حسن نے بیچ قول اللہ کے انّی متوفّیک، اٹھایا اللہ نے عیسیٰ کو نیند میں اور کہا حسن نے فرمایا رسول کریم نے یہود کو بے شک عیسیٰ فوت نہیں ہوئے وہ لوٹیں گے تمہاری طرف قبل قیامت کے اور اخراج کیا اس حدیث کو ابن جریر نے بھی (ابن کثیر اور درمنثور)

یونس بن عبید جو منجملہ اصحاب حسن بصریؒ میں سے ہے کہتا ہے میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آپ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں باوجود اس کے کہ آپ نے زمانہ رسول اللہ ﷺ کو نہیں پایا۔ حسن بصریؒ نے جواب دیا: انی احدث الحدیث عن علیّ و ما ترکت اسم علیّ فی الاسناد الا لملاحظۃ زمان الحجاج یعنی میں بواسطہ علیؓ کے آنحضرت ﷺ سے روایت کرتا ہوں مگر نام حضرت علیؓ کا بلحاظ زمانہ حجاج کے ترک کر دیتا ہوں۔

مولانا علی القاریؒ شرح نخبہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال جمہور العلماء المرسل حجۃ مطلقاً بناءً علی الظّاہر و حسن

الظّنّ به انّه ما یروی حد یثه الا عن الصّحابی و انّما حذ فه بسبب من الاسباب کما اذا کا ن یروی الحد یث عن جماعة من الصّحابة لما ذکر عن الحسن البصری انّه قال انّما اطلقه اذا اسمعه من السّبعین من الصّحابة و کان قد یحذف اسم علیّ ایضاً بالخصوص لخو ف الفتنة ۔

اور شیخ الشیوخ سہروردیؒ، عوارف کے چھٹے باب میں فرماتے ہیں:

قال الحسن البصری لقد ادرکت سبعین بدریاً کان لباسھم الصّوف

{ سوال: اگر کہا جائے کہ قتادہؒ کہتا ہے:

و اللّٰہ ما حد ثنا الحسن عن بدری مشا فھة و ما حدّ ثنا سعید بن المسیّب عن بدری مشا فھة الا عن سعد بن ما لک

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسنؒ بصری اور حضرت سعید بن مسیّبؒ دونوں کی حضرت علیؓ سے ملاقات نہیں ہوئی کیونکہ حضرت علیؓ بدری ہیں۔

{ جواب (گولڑوی): اولاً یونس بن عبید اور ملا علی قاری کا قول جو ابھی لکھ چکا ہوں ثبت ملاقات حسن بصری کی حضرت علیؓ کے ساتھ ہے اور نہ روایت کرنا حضرت حسن بصریؒ کا بدری سے حضرت قتادہؒ کے سامنے اس کو ثابت نہیں کرتا کہ حضرت حسن بصریؒ نے کسی کے سامنے روایت بدری سے نہ کی ہو، اور حضرت حسن بصریؒ کی ملاقات کسی بدری سے نہ ہو کیونکہ حضرت قتادہ کہتا ہے ما حدّ ثنا یعنی ہمارے سامنے حسنؒ نے بدری سے روایت بطریق مشافہہ نہیں کی۔ ہاں اگر حضرت قتادہؒ یوں فرماتے قال الحسن ما حدثنا بدری یعنی حسن بصریؒ نے کہا ہے کہ ہمارے سامنے کسی بدری نے حدیث بیان نہیں کی، یا قتادہؒ یوں کہتے کہ حضرت حسن بصریؒ نے سب احادیث جو ان کو صحابہ یا تابعین سے پہنچی تھیں بتمامہا جمیع طریق سے میرے سامنے بیان کیں مگر کسی بدری سے روایت نہیں کی تب البتہ ثبوت عدم ملاقات ہوسکتا تھا۔

اور ثانیاً حضرت قتادہؒ کے قول سے فقط نفی حد ثنا لازم آتی ہے جو اخص ہے سمعت سے (کرمانی شرح بخاری) اور قاعدہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی چہ جائے کہ مفید ہو سلب اعم الاعم یعنی ملاقات کو۔ ہرگز نہیں۔ حضرت حسن بصریؒ کی روایت اور ملاقات حضرت زبیر

بن العوامؓ سے بھی ثابت ہے جن کے بدری ہونے میں کچھ شک نہیں قوام المحد ثین جمال الدین مزنی تہذیب الکمال میں کہتے ہیں و هو اول من سل سیفاً فی سبیل اللّٰه ۔ روی عن النّبی صلی اللہ علیہ وسلم روی عنه الاحنف بن قیس و الحسن البصری۔ اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ، حافظ زین الدین عراقیؒ سے نقل فرماتے ہیں قال الحسن رأیت الزبیر بایع علیاً ۔ اور امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں فرماتے ہیں :

حدّ ثنا عبد اللّٰه قال حدّ ثنی ابی قال حدّ ثنا عفان قال حدّ ثنا المبارک قال حدّ ثنا الحسن قال جاء رجل الی زبیر بن العوام

جمال الدین مزنی تہذیب میں فرماتے ہیں:

علی بن ابی طالب شهد بدراً و المشاهد کلّها مع رسول اللّٰه ما خلا تبوک روی عنه ابراهیم ابن عبد اللّٰه بن حسین مرسلاً و ابراهیم بن عبد اللّٰه بن عبد القاری کذلک و ابراهیم ابن محمّد ولد علی ابن ابی طالب و الاحنف بن قیس التمیمی و ابنه الحسن علی بن ابی طالب و الحسن البصری و ابنه الحسین بن علی بن ابی طالب و سعید بن مسیب

اس سے تعارض درمیان قول قتادہؒ کے کہ ما حدّ ثنا سعید بن مسیّب .. الخ اور عبارت قدوۃ المحد ثین ابن الاثیر جامع الاصول کی اسماء الرجال میں کہ سعید بن المسیّب روی عن علیؓ کی بھی مرتفع ہوگیا۔ اس بحث کو زیادہ طول بباعث ملال ناظرین کے نہیں دیتا ہوں کسی صاحب نے اگر کلام کی تو بعد ازاں لکھا جائے گا۔

الغرض حدیث مذکور جو حسن بصریؒ سے مروی ہے اور حافظ ابن کثیرؒ نے باسناد صحیح ذکر کی ہے یعنی قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم للیهود عیسی لم یمت و انّه راجع الیکم بوضاحت تامہ نص بل رّفعه اللّٰه الیه کی اور ایسا ہی و ان من اهل الکتاب اور و انّه لعلم للسّاعة کی تفسیر فرما رہی ہے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ عقیدہ اجماعیہ نصوص قرآنیہ سے علی حسب تفسیر قرآن بالقرآن اور مطابق تفسیر القرآن بالاحادیث الصحیحہ ثابت ہے و ما بعد الحقّ الاالضّلال اور وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به کا مفاد حسب تقریر جناب مرزا صاحب یہ نکلا کہ ہر ایک اہل کتاب کو ایمان بہ بیان مذکورہ بالا حاصل ہے یعنی ہر ایک جانتا ہے

کہ ہم عیسیٰ کے مقتول ہونے میں مشکک ہیں اس تقریر میں (جانتا ہے اور ایمان رکھتا ہے) ترجمہ لیؤمننّ کا ہوا۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ مضارع موکد بہ لام اور نون تاکید کے (ثقیلہ ہو یا خفیفہ) محاورہ قرآن میں الحمد سے والناس تک معنی استقبال میں ہی مستعمل ہے۔ ایک جگہ بھی بمعنی حال یا ماضی کے نہیں آیا۔ نظائر لیؤمننّ کے قرآن سے ملاحظہ فرماویں:

لتومنن به و لتنصرنه لا تخذ ن ۔ و لاضلنهم و الامنّينّهم لا قعدنّ لآ تينّ لا ملئنّ لتعودنّ لنخر جنّک لا قطعنّ لا صلّبنّ لنو منّنّ لک و لنرسلنّ معک لنکوننّ من الخاسرين ليسجننّ و ليکوناً ليسجننه لازيدنّکم و لنصبرنّ و لنمکننکم لا زينن لا غوينّ لتسئلنّ و ليبينّ لکم فلنحيينّه و لنجنز ينهم لا حتنکن لنتخذن عليهم لا جدنّ لارجمنّک لنحشرنّهم لنحضرنّهم لننزعنّ و لاصلبنّکم و لتعلمنّ لا کيدنّ ليد خلنهم لا جعلنک لتکوننّ لا عذّبنّه لاذبحنّه لياتينّي لننجينه ليا تينّهم ليقولنّ ۔ ليقو لنّ لتدخلنّ المسجد و لنبلو نّکم لنسفعاً

آپ ایک جگہ بھی قرآن سے نہ سہی کسی اہل لسان کے کلام ہی میں دکھلائیں کہ مضارع موکد بہ لام ونون ثقیلہ یا خفیفہ معنی حال یا ماضی میں مستعمل ہو۔ دوسرا قبل موته کا جو آپ نے معنی کیا ہے کسی جگہ قرآن کریم میں قبل مضاف اور موتہ مضاف الیہ کے مابین لفظ ان يو منوا یا لفظ ایمان کا مقدر مراد ہو اس کی نظیر بھی دکھلائیں کیونکہ آپ محاورہ قرآنیہ پر چلنے کا دعوی کرتے ہیں اب اس مقام پر اتباع ابن عباس اور استشہاد صحیح بخاری کو آپ نے بالائے طاق رکھ دیا۔

یہ تقریر مرزا صاحب کی چونکہ الہامی ہے لہذا مولف رسالہ اعلام الناس فاضل امروہی صاحب کو بہ مجبوری تسلیم کرنی ہوگی بحسب تقریر ہذا مرجع ضمیر قبل موته کا عیسیٰ بن مریم ہی ہے حصہ دوم اعلام الناس صفحہ ۵ سطر ۱۰ فاضل امروہی صاحب کو تو جناب مرزا صاحب نے اور آپ کو محاورہ قرآنیہ نے صاف صاف جواب دے دیا و الّذی نفسی بيده ليو شکن میں ثمّ قال ابو هر يره و اقرؤا ان شئتم و ان من اهل الکتا ب الّا ليؤمننّ به قبل مو ته

ناظرین پر بطلان تقریر مرزا صاحب بشہادت قرآن کریم ظاہر ہو گیا ہوگا معنی آیت کا

حسب محاورہ قرآن وہی ہے جو ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ اور سب مفسرین نے لکھا ہے اور دوسرا معنی جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے غالباً جملہ مباحثات یومیہ سے اور احتمال مرجوح نظم ذوالوجوہ کا ہے لیؤمننّ کے مستقبل ہونے میں تو سب متفق ہیں مگر ارجاع ضمیر میں اختلاف رکھتے ہیں پہلے اس کے بشہادت سیاق ترجیح ابن کثیر کی اسی معنی کو ذکر کر چکا ہوں (کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر ضرور ہی ایمان لائے گا مضمون بالا کے ساتھ یعنی مسیح کا مرفوع ہونا آسمان کی طرف اور یہود کے ہاتھ میں مقتول اور مصلوب ہونا) قبل ازموت اپنی کے۔ یعنی جتنے یہود نزول مسیح بن مریم کے وقت موجود ہوں گے وہ سب خلاف پہلے عقیدہ اپنے کے ایمان بہ مضمون بالا لاویں گے مطابق پیش گوئی اس آیت کے ہم کو ایمان ہے کہ فرقہ مرزائیہ بھی بروقت نزول مسیح کے اگر موجود رہا تو ضرور ہی اہل کتاب کی طرح ایمان بہ مضمون لائے گا۔

باقی رہا اعتراض مرزا صاحب کا اس معنی پر جس کو ابو ہریرہؓ وابن عباسؓ وغیرہ مفسرین نے کیا ہے کہ بنابریں معنی کذب آیت میں لازم آئے گا۔ سنئے حضرت! آیت میں چونکہ الّا بعد نفی کے واقع ہوا ہے یعنی ان، و ان من اھل الکتاب میں بمعنی نفی ہے اور الّا اس کے بعد، تو بنابر قاعدہ مسلمہ کہ استثنا منفی سے مفید اثبات ہوتا ہے آیت مذکورہ بھی کلام ایجابی بنی۔ اور ثبوت ایک شئے کا دوسری چیز کے لئے چاہتا ہے کہ مثبت لہ یعنی وہ دوسری چیز پہلے موجود ہو۔ اب مطابق قاعدہ مسلمہ آیت مذکور میں اایمان لانا انہیں اہل کتاب کے لئے ہوا جو اس وقت موجود ہونگے غیر موجود تو محکوم علیہ ہی نہیں پھر کذب کہاں۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶۸ پر علماء کو مرزا صاحب باعث لاحل سمجھنے اس اعتراض کے شرمندہ اور بے زبان لکھتے ہیں۔ اور بعد ازاں اس معنی ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ اور مفسرین پر بعلاوہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث صحیحہ بتلا رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اسکے منکر خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مریں گے، تو یہ معنی بھی جو پیش کئے گئے ہیں بہ بداہت فاسد ہیں میں کہتا ہوں احادیث کا مفاد یہی ہے کہ و تکون الملل ملّۃ واحدۃ یعنی مسیح کے زمانہ میں کوئی ملت بغیر اسلام کے نہ رہے گی۔ یہ جب ہی ہوتا ہے کہ کوئی منکر اور کافر نہ رہے، جو موجود رہیں سب ایمان لائیں، اس میں کون سا فساد ہے۔ مثلاً اگر کہا جائے عرب شریف میں حجۃ الوداع کے بعد کوئی نہ رہا کہ مشرف باسلام نہ ہوا ہو، تو صحیح اور درست ہوگا، اور صورت اس کی یہی وقوع میں آئی کہ منکر اور کافر مارے گئے اور موجودہ مشرف باسلام ہوئے۔ احادیث صحیحہ میں فقرہ و تکون الملل

کلّھا ملّۃ الاسلام اور ترتع الاسود مع الابل اور والنّمار مع البقراور و الذ ئاب مع الغنم اور یلعب الصبیا ن با لحیا ت وغیرہ جو قطعاً زمانہ حال میں متحقق نہیں آپ کو مسیح موعود ہرگز نہیں بننے دیتے۔

} سوال: فقرہ و تکو ن الملل کلّھا ملّۃ الاسلا م کو معارض ہے آیت و لو شاء اللّٰہ لجعل النّاس امّۃ وّاحدۃ و لا یزالون مختلفین الّا من رحم ربّک و لذ لک خلقھم و تمّت کلمۃ ربّک لأ ملئنّ جھنّم من الجنّۃ و النّاس اجمعین۔

چنانچہ فاضل امروہی اعلام الناس میں لکھتے ہیں، کیونکہ بحسب مقتضی اس آیت کے کسی زمانہ میں اتفاق ایک ملت پر ممکن نہیں۔

{ جواب (گولڑوی)۔اس فقرہ حدیث صحیح کو بوجہ عدم قبول تاویل کے حسب مطلب اپنے کے آپ کاٹنا چاہتے ہیں آیت میں استثناء الّا من رحم ربّک موجود ہے اور استثناء زمانیات کا مستلزم ہے استثناء زمانہ کو۔ لہٰذا مسیح کے وقت سب کا مرحوم ہونا اور سب کا متفق ہونا ملت واحدہ پر ممکن ہوگا۔ضروری امر بمقتضی آیت کے صرف اتنا ہی ہے کہ اختلاف فی الجملہ اور جہنم کا بھر دینا متحقق ہو۔ ہاں اگر بعد لا یزا لون مختلفین کے الّا من رحم ربّک نہ ہوتا تب بوجہ اختلاف دائمی کے زمان مسیح کا اتفاقی ہونا ناممکن تھا۔تعجب ہے کہ بایں ہمہ انہیں احادیث بخاری سے آپ اپنا حلیہ ثابت کرتے ہیں کیونکہ آپ اور اتباع آپ کے فرماتے ہیں کہ حلیہ مرزا صاحب کا گندمی رنگ سیدھے بال یعنی گھونگر والے نہیں کندھوں کے قریب کانوں کی لو کے نیچے تک لٹکے ہوئے۔صحیح بخاری میں لکھا ہے ارانی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن ما تری من او دم الرجال تضر ب لمتہ بین منکبیہ رجل الشعر اوراسی بخاری میں اس کے قریب ہی مسیح اول یعنی صاحب انجیل کا حلیہ یہ لکھا ہے سرخ رنگ اور گھونگریالے بال چوڑا سینہ فامّا عیسی فا حمر جعد عر یض الصدر

ناظرین! یہ مغالطہ بھی قابل غور ہے سرخی اور گندمی رنگت دونوں کا راوی ابن عباسؓ ہی ہے ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر والے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مسیح ابن مریم کی رنگت سرخی مائل سفیدی تھی ایسا ہی بالوں میں جعود غیر تامہ یعنی تھوڑے گھونگر والے۔ایسی صورت میں سرخ رنگ بھی کہنا درست ہے اور گندمی رنگ بھی ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر والے بخاری میں جو:

عن مجاھد عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ رأیت عیسی و

موسی و ابرا ھیم فا مّا عیسی فا حمر جعد عر یض الصدر

آیا ہے، خطا بخاری کی ہے فی الواقع عن مجاہد عن ابن عباسؓ ہے دیکھو اخراجات محمد بن کثیر اور اسحاق بن منصور سلولی اور ابن ابی زائدہ اور یحی بن آدم وغیرہ کے۔ عینی بخاری اور مشکوۃ میں :۔

و عن ابن عباس عن النّبیّ ﷺ رأیت لیلۃ اسری بی موسی رجلا آدم طوالا جعدا کا نّہ من رجال شنؤۃ و رأیت عیسی رجلا مربوع الخلق الی الحمرۃ و البیا ض سبط الرأ س ۔ متفق علیہ ۔

اس حدیث میں حضرت ابن عباسؓ ہی سرخی سفیدی سے ملے ہوئے اور غیر گھونگر والے بلحاظ نفی کمال کے بیان فرماتے ہیں ۔اب یہ احتمال (کہ عیسی احمر اور عیسی آدم یعنی گندم گوں اور) اس لئے نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت ﷺ بحسب دونوں روایت کے من جملہ واقعہ اسراء یعنی معراج کا ذکر فرماتے ہیں جس کے پہلے بروایت مسلم عن جا بر انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال عرض علیّ الا نبیاء مذکور ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسی عیسی کا ذکر ہے جو سلک انبیاء کرام میں مثل موسی و ابراہیم داخل ہے ... ورنہ آپ ﷺ فرماتے ، دیکھا میں نے عیسی اور مثیل اسکا (یعنی مرزا کو) اپنے اپنے حلیہ کے ساتھ ۔اس صورت میں ضروری تھا کہ بعد ذکر عیسی کے مثیل عیسی کو بلفظ عیسی استعارہ کے طور پر ذکر نہ کیا جاتا کیونکہ موجب خلط اور اشتباہ کا ہے بیان مقصود میں جو منافی ہے فصاحت اور بلاغت کے ۔ باقی رہی روایت حضرت ابن عمرؓ ارا نی اللیلۃ .. الخ اور انہیں کی دوسری روایت بلفظ بینما انا نا ء .. الخ بخاری ۔تقریر مذکور سے وجہ بیان گندم گونی اور ایسے ہی حلف اٹھانے ابن عمرؓ کی نفی حمرۃ پر یعنی حمرہ کا ملہ ناظرین کو معلوم ہوسکتی ہے ابن عمرؓ کا قول اس حدیث میں لا و اللّٰہ صاف دلالت کرتا ہے اوپر و حدہ ما نسب الیہ الحمۃ و الاد مۃ ورنہ نفی کی کوئی وجہ نہیں بلکہ واجب تھا کہ فرماتے وہ سرخ رنگت والا اور شخص ہے اور گندم گوں اور۔

اس تقریر سے ناظرین معلوم کرچکے ہوں گے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام بھی ایک ہی مسیح بن مریم کا ذکر فرماتے اور سنتے رہے ہیں اور انہی عیسی کو بہ نص محکم بل رفعہ اللّٰہ الیہ کے جیسا کہ بیان کرچکا ہوں مرفوع علی السماء اور انہی کو دوبارہ نازل من السماء مانتے رہے ہیں۔ پس وہم امروہی صاحب کا اعلام الناس میں مرزا صاحب کے حلیہ کے بارہ میں جو بخاری کی حدیث سے ثابت کرتے ہیں اس تطبیق سے دفع ہوگیا۔

{ سوال : اور نسب مرزا صاحب کا صحیح مسلم وغیرہ میں لکھا ہوا فرماتے ہیں صفحہ ۵۴

لو كان العلم معلقاً بالثريا لنا له رجل من ابناء فارس

{ جواب (گولڑوی) ۔ اولاً متفق علیہ شیخین کی حدیث اس طرح مذکور ہے

قال فوضع النّبی ﷺ یدہ علی سلمان ثمّ قال لو كان العلم .. الخ

یہ حدیث آپ ﷺ نے سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمائی جس سے سلمان فارسیؓ کا مصداق ہونا اس حدیث کا ثابت ہوتا ہے۔ اور ثانیاً اگر بلحاظ جمیعۃ لفظ رجال اور ھؤلاء کی جنس مراد ہو تو بھی اہل فارس ہی کو شامل ہوگی ۔ مرزا نے تو ایام الصلح میں اپنا سمرقندی الاصل ہونا ثابت کیا ہے اور سمرقند خراسان سے ہے نہ کہ فارس سے ۔ جن کو کچھ بھی مہارت جغرافیہ وغیرہ میں ہے ان پر ظاہر ہے ۔ اور ثالثاً اگر مراد رجل میں ھؤلاء سے عجم لئے جائیں بلحاظ امیین کے پھر بھی لو كان العلم میں العلم معرف باللام سے مراد علم بمطابق کتاب وسنت ہے نہ مخالف ان کے ۔ اور رابعاً بعد فرض تسلیم تطابق مسئلہ مسیح میں حدیث مذکور سے فقط تحصیل علم ۔ بہر صورت اس شخص کے لئے ثابت ہوتی ہے نہ یہ کہ وہ شخص مسیح موعود ہو۔

{ سوال : پھر امروہی صاحب صفحہ مذکور میں من جملہ علامات موعود کے جو مرزا صاحب میں موجود ہیں ابطال دین نصرانیت اور اس کے آثار کا مٹا دینا ذکر کرتے ہیں ۔

{ جواب (گولڑوی): آج بتاریخ ۱۵ شعبان ۱۳۱۷ھ تک بالکلیہ دین نصرانیت کا مٹ جانا متحقق نہیں ہوا ، اور مسیح موعود عرصہ سے آچکے ہیں ۔

{ سوال : پھر امروہی صاحب صفحہ ۵۵ پر اس حدیث کے ٹکڑے لید عون الی المال فلا یقبلہ احد سے مراد مرزا صاحب کو ٹھہراتے ہیں کیونکہ مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہارات کے روپئہ دینے کا وعدہ مخالفین اسلام کو فرمایا اور کسی نے قبول نہ کیا۔

{ جواب (گولڑوی): حدیث میں تو فلا یقبلہ احد مذکور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں چونکہ سب لوگ اہل اسلام ہی ہوں گے اور سب کو رغبت عبادت کی بغایت درجہ ہوگی اور سب تارک دنیا اور زاہد ہوں گے چنانچہ اس پر حتّی تكون السّجدة الواحدة خیراً من الدّنیا وما فیھا شاہد ہے اس لئے وہ مسلمان زاہد عابد دنیا کو قبول نہ کریں گے، نہ یہ کہ مخالفان اسلام بھی موجود ہوں گے اور ان کو بمقابلہ اظہار حقیت اسلام بذریعہ اشتہارات روپئہ دینے کا وعدہ دیا جائے گا اور وہ قبول نہ کریں گے ۔

ناظرین کو یہ بھی خیال نہ رہے کہ اسلام فی نفسہ ایسا امر حق مطابق للواقع ہے کہ قیامت

تک کوئی مخالف اس کی غیر حقیت کو ثابت نہیں کرسکتا اس میں محتاج زید و عمر کی طرف نہیں جیسا کہ فقرہ حدیث صحیح مسلم کا (ظا ھرین الی یو م القیا مۃ)اس پر شاہد ہے۔اب ہر ایک شخص بیان کنندہ حقیت اسلام بالبرا ھین و الحجج مسیح موعود نہیں ہوسکتا الّا بعد از تحقق علامات جو احادیث میں مذکور ہیں ۔

} سوال: آیہ سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رسو لا۔آسمان پر چڑھنے اور اس سے اترنے کی تکذیب کررہی ہے۔

} جواب (گولڑوی)۔ ہاں بے شک ۔مگر حسب استنباط آپ کے ۔ جناب عالی ! اس آیت کا بھی خیال فرمائیں۔

و قالوا لن نؤمن لک حتّی تفجر لنا من الارض ینبوعاً او تکون لک جنّۃ مّن نّخیل وعنبٍ فتفجر الانھار خلالھا تفجیراً۔ اوتسقط السّماء کما زعمت علینا کسفاً او تاتی باللّٰہ و الملائکۃ قبیلاً ۔او یکون لک بیت من زخرفٍ او ترقی فی السّماء و لن نومن لر قیّک حتّی تنزل علینا کتاباً نقرأہ قل سبحان ربّی ھل کنت الّابشراً رسولاً

آیت سبحان ربّی جو جواب میں کفار کے واقع ہوئی ہے اگر دلالت کرتی ہے امتناع صعود اور نزول جسمی پر جیسا کہ جناب نے سمجھا ہے تو چاہیے کہ جتنے امور قول کفار میں مذکور ہیں سب کے ممتنع ہونے پر دال ہو ماقبل میں جیسا صعود اور نزول کا ذکر ہے ایسا ہی چشموں کے جاری کرنے کا زمین میں اور ایسا ہی باغ خرما اور انگور کا جو چشمہ دار ہو اور ایسا ہی گر جانے آسمان کا۔ اور ایسا ہی اللہ اور ملائکہ کا سامنے ہونا اور ایسا ہی آپ ﷺ کیلئے گھر سونے کا ہونا، ہر ایک عاقل سونے کے گھر کو اور باغ خرما اور انگور کو جس میں چشمے بہتے ہوں مطلق فرد بشری کیلئے ممتنع تصور نہیں کرتا چہ جائے کہ آپ ﷺ کیلئے ۔..اور جاری کرنا چشموں کا انبیاء اور اولیا سے بعد اجابت دعا محال نہیں خیال کیا جاتا بلکہ اس کے وقوع پر فا نفجر ت منہ اثنتنا عشرۃ عیناً دال ہے اور آسمان کے گرجانے کے عدم امتناع پر آیت و ان یروا کسفاً اور ایسے ہی

و لو فتحنا علیھم باباً من السّماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انّما سکّر ت ابصارنا بل نحن قوم مسحورو ن۔

اور ایسے ہی:

ان نشا نخسف بھم الارض او نسقط علیھم کسفاً من السّماء

دلالت کر رہی ہے فقط عدم ایقاع ان امور کا بلحاظ اس کے ہے کہ کفار بعد ایقاع بھی بوجہ عناد اور مکابرہ کے ایمان نہ لاویں گے جیسا کہ آیت

و لو نزّلنا علیک کتا باً فی قرطاس فلمسوہ با یدیھم لقال الّذین کفروا ان ھذا ا لّا سحر مّبین

اس مضمون کی شہادت دے رہی ہے اور بعد آنے حق تعالی کے سامنے ان کے اتمام حجت ہو جائے گا بعد ازاں ایمان لانا ان کا ان کو نفع نہ دے گا۔

الحاصل آیت مذکورہ بشہادت باقی آیات جواب مذکور ہو چکی ہیں امتناع صعود اور نزول پر دال نہیں مقصود آیت سے یہ ہے کہ اللہ بزرگ اور برتر ہے اس سے کہ کوئی اسکے امور سلطنت اور انتظام ملکی میں دخل دیوے۔ یا حق تعالی حسب اقتضاء کفار کے جس وقت وہ جیسا چاہیں نشان ظاہر کرے خصوصاً وہ نشان جو متمم حجت ہونے کیلئے موجب ہلاک ہو وہ فعّال لما یرید ہے اگر چاہے اجابت مسئول تمہارے کی فرمائے ورنہ کچھ محل جبر اور شکایت کا نہیں۔ میرا کام فقط تبلیغ اور رسالت ہے مجھ کو اسی میں مشغول رہنا چاہیے اور مسئولہ کی طرف متوجہ ہونا اپنے منصب سے گویا باہر جانا ہے

ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہوگا کہ مضمون ہذا جو مدلول آیت ہے یہ کہاں اور امتناع امور مذکورہ کہاں۔ بلکہ اسی آیت میں فقرہ و لن نومن لرقیّک حتّی تنز ل علینا .. دلالت صراحۃً کر رہا ہے اس پر کہ کفار بھی آپ کے آسمان پر جانے کو ممتنع نہیں سمجھتے تھے لہذا او ترقی فی السّماء پر اکتفا نہ کی بلکہ و لن نومن لرقیّک .. الخ کو بھی ساتھ منضم کیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

زمین پر نزول ملائکہ کا ثبوت

اور ملائکہ کو ارواح کواکب ماننے کی تردید

{ سوال: آیت ھل ینظرو ن الّا ان تأتیھم اللّٰہ فی ظللٍ مّن الغمام و الملا ئکۃ و قضی الامر ، اور ایسا ہی ھل ینظرو ن الّا ان تا تیتھم الملا ئکۃ او یاتی ربّک او یأتی بعض آیات ربّک یوم یأ تی بعض آ یا ت ربّک لا ینفع نفساً ایمانھا لم تکن آ منت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیراً صاف خبر دے رہی

ہیں موضوع ہونے حدیث دمشقی کے اوپر۔ کیونکہ بعد نزول ملائکہ کے اتمام حجت ہو جاتا ہے پھر کسی کا ایمان لانا مفید نہیں ہوتا۔ اور حدیث دمشقی میں نزول مسیح ملائکہ کے کندھے پر ہتھیلی رکھے ہوئے مذکور ہے، جس کو آیات مذکورہ بالا تکذیب کر رہی ہیں۔ اور ایسا ہی آیت و قالوا لو لا انزل علیہ ملک و لو انزلنا ملکاً لقضی الامر ثمّ لا ینظرون و لو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا و للبسنا علیھم ما یلبسون دال ہے اوپر اس کے کہ نزول اور چلنا ملائکہ کا بنی آدم کی ہیئت پر عادت الہیہ سے نہیں اور اگر فرشتہ زمین پر اترے بھی اور زمین پر چلے پھرے اور مشہور خواص و عام ہو تو بالضرور خواص اور لوازم آدمیوں کے اس میں ہونے چاہییں۔ جب ایسا ہو تو پھر وہی لبس اور اشتباہ بحال باقی رہے گا اور وہ سوال ان کا بے جواب۔ (یہ ترجمہ ہے ایام الصلح مصنفہ مرزا صاحب کی عبارت کا)

{ جواب (گولڑوی): ھل ینظرون سے او کسبت فی ایمانھا خیراً تک ذکر ہے یوں حشر کا اور بعض اشراط ساعت کا۔ جس وقت ایمان لانا نافع نہ ہوگا یعنی نزول ملائکہ بعد پھٹ جانے آسمان کے اور حق تعالی کا نزول بادلوں کے سایہ میں جو یوم الحشر میں متحقق ہوگا۔ بدلیل و یوم تشقق السّماء بالغما م و نزل الملا ئکۃ تنز یلاً اور بعض اشراط ساعت مثل طلوع الشّمس من المغرب جو قبل از قیامت ظہور میں آئیں گے کیا یہ کفار ان امور کے منتظر ہو رہے ہیں۔ یہ مضمون مفصل تفسیر ابن کثیر میں بشہادت احادیث مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ باقی رہی آیت و لو انز لنا... ثم لا ینظرو ن یہ دلالت امتناع نزول ملائکۃ پر دنیا میں کسی خدمت خداوندی کے لئے نہیں کرتی بلکہ مفاد اس کا یہ ہے کہ اگر حسب اقتضاء کفار کے رسول ملکی بھیجیں اور کفار کو بحالت کفر پائیں، تو فیصلہ ہو جائے گا، یعنی کفار کو ہلاک کر دیں گے۔ شاہد اس کی دوسری آیت ہے ما ننز ل الملا ئکۃ الّا بالحقّ و ما کانوا اذا منظر ین ایسا ہی یہ آیت یوم یرون الملا ئکۃ لا بشری یو مئذ للمجر مین، و قو لہ تعا لی: و لو جعلناہ ملکا۔ مطلب اس سے یہ ہے کہ رسول ملکی اگر بھیجیں تو بالضرور بر رعایت انتفاع اور استفادہ کے بصورت بشری نازل ہوگا اور اگر ایسا ہوا پھر بھی مقصود یعنی دفع اشتباہ حاصل نہ ہوگا۔ آپکی اس تیز طبعی کے مطابق تو کتنی ہی آیات اور احادیث صحیحہ میں تناقض غیر مندفع پیدا ہوگا۔ آپ ازالہ اوہام اور ایام الصلح میں انہیں آیات سے استدلال پکڑ کر نزول ملائکہ سے زمین پر منکر ہیں اور ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے۔ سنیئے:

فار سلنا الیھا روحنا فتمثّل لھا بشراً سو یاً۔ اور ایسا ہی

ھل اتا کـ حد یث ضیف ابرا ھیم المکر مین۔اور ایسا ہی

اذ تقول للمومنین الن یکفیکم ان یمدّ کم ربّکم بثلاثۃ آلاف من الملا ئکۃ منزلین۔ بلی ان تصبروا و تتقوا و یأتوکم من فورھم ھذا یمدد کم ربّکم بخمسۃ آ لا فٍ من الملا ئکۃ مسو مین۔ اور ایسا ہی

و لمّا جاء ت رسلنا لو طاً سیء بھم و ضاق بھم ذرعاً و قال ھذا یوم عصیب ۔ و جاء ہ قومہ یھرعون الیہ و من قبل کا نوا یعملون السّیئات قال یا قوم ھؤلا ء بناتی ھنّ اطھر لکم فاتقو ا اللّٰہ و لا تخزون فی ضیفی الیس منکم رجل رشید ۔ قالوا لقد علمت ما لنا فی بنا تک من حقّ و انّک لتعلم ما نرید۔ قال لو انّ لی بکم قوّۃ او آوی الی رکن شد ید

ان سب آیات قرآنی میں آپ کیا عقیدہ رکھتے ہیں ۔آیا یہ آیات قرآنی ہیں یا نہیں؟ اور نزول ملائکہ اور چلنا پھرنا ان کا زمین پر ثابت کر رہی ہیں یا نہیں؟ بزعم آپ کے یہ ارواح کواکب زمین پر اتریں تو کواکب آسمان سے کیوں نہ گریں یا متغیر نہ ہوں، جسم بلا روح کے کیسے قائم رہ سکتا ہے؟ آپ فرماویں یہ متمثل بصورت بشری مریم کے نزدیک آنے والا ، اور یہ جو تین ہزار اور پانچ ہزار موٹے گھوڑوں پر سوار تھے، اور یہ مہمان ابراہیمؑ اور لوطؑ کے، اور وہ خوش شکل جس پر اثر سفر کا معلوم نہیں ہوتا تھا، اور سب حضار مجلس نبوی اس سے ناواقف تھے جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا فانّہ جبر یل اتا کم یعلمّکم د ینکم اور بخاری میں ابن عباسؓ سے ہے کہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یوم بدر ھذا جبر یل ا خذ بر أس فر سہ علیہ ادا ۃ الحر ب یعنی آپ ﷺ نے بدر کے روز فرمایا کہ یہ جبریلؑ ہیں مسلح کھڑے ہوئے اور گھوڑے کو پکڑے ہوئے ۔اور وہ معلم جس نے آنحضرت ﷺ کو امام بن کر تعلیم کیفیت نماز کی اور رمضان میں آپ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتا تھا، اور وہ گھوڑے کا سوار جس کو فرعون کے لشکر نے دیکھا، اور سامری نے خاک اس کے گھوڑے کے قدموں کی اٹھائی، اور وہ شخص جو صورت دحیہ صحابیؓ میں آتا تھا اور ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ یا صدیق اکبرؓ کو فرمایا کہ یہ جبریلؑ ہے اور تم کو سلام دیتا ہے ۔اور وہ فرستادہ جو اہل طائف کے ایذاء دینے کے وقت کہتا تھا کہ اے محمد ﷺ تیرا خدا فرماتا ہے کہ اگر تو چاہے تو

میں اس پہاڑ کو ان کے سر پر پھینکوں وغیرہ۔ کیا یہ سب ارواح کو اکب تھے؟

قرآن کریم کو کسی سمجھ والے سے پڑھنا چاہیے تا کہ ایک آیت کو حسب زعم اپنے کے معنی مفید مطلب پر دال ٹھہرا کر آیات اور احادیث میں تناقض پیدا نہ کریں۔

مماۃ مسیح پر قادیانی دلائل کا رد

} سوال: آیت و من نعمّرہ ننکّسہ فی الخلق دال ہے وفات عیسیٰؑ پر کیونکہ حسب مفاد اس آیت کے جو شخص ۸۰ یا ۹۰ سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور واژگوئی بہ نسبت پہلی حیاتی کے پیدا ہوتی ہے، تو کیسا حال ہوگا اس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ رہے۔ (ایام الصلح)

{ جواب (گولڑوی): ۸۰ یا ۹۰ سال کی قید جو آپ نے لگائی ہے یہ کون سے کلمہ قرآنی کا مدلول ہے۔ برائے خدا تحریف کلام الٰہی سے باز آئیں۔ آپ نے آیت و لبثوا فی کھفھم ثلاث مأۃ سنین و ازدادوا تسعاً قرآن کریم میں نہیں دیکھی۔ اگر و من نعمّرہ ننکّسہ فی الخلق کا مفہوم ۸۰ یا ۹۰ سال تک عمر کے محدود ہونے کا ہے تو پھر یہ آیت و لبثوا .. ۳۰۹ برس تک اصحاب کہف کو کس طرح سلا رہی ہے اور حضرت نوحؑ کی عمر ۱۴۰۰ سال .. کیسے مدلول آیت قرآنی وقوع میں آئے۔ یہ سب کمال تیزی فہم اور طلاقت لسانی کا ہے ہادی ہدایت کرے۔

} سوال: آیت و منکم من یّتوفّی و منکم من یّردّ الی ارذل العمر دال ہے وفات عیسیٰؑ پر۔ کیونکہ کسی جگہ میں و منکم من صعد الی السّماء بجسدہ العنصری ثمّ یرجع فی آخر الزّمان وارد نہیں ہوا۔ فقط دونوں ہی امر کا ذکر ہے۔ اب اگر صعود الی السّماء بھی مانا جائے تو حصر آیت باطل ہوتا ہے۔

} جواب (گولڑوی): مسیح بن مریمؑ اس آیت کے دوشق میں سے و منکم من یردّ الی ارذل العمر میں ہے اور ارذل العمر کیلئے حد معین نہیں نہ منصوصی اور نہ عقلی۔ تا کہ اس سے متجاوز ہونا موجب موت کا ہو۔ علماء طبعیین نے جو تحدید کی ہے اس کو شیخ اکبر اپنے کشفی طریق سے فتوحات میں رد فرماتے ہیں۔ مضمون ان کے قول کا یہ ہے کہ اگر جو کچھ علم طبعی میں ہمارے اوپر مکشوف ہوا ہے علماء طبعیین کو معلوم ہوتا تو ہرگز عمر طبعی انسان کی محدود بہ حد معین نہ کہتے۔

امید ہے کہ آپ کشفی دلیل تو مان ہی لیں گے۔ باقی رہا مسیحؑ کا آسمان پر جانا، سو یہ حالات متوسط بین الولادت اور بین الوفات سے ہیں۔ حالات متوسطہ کا اگر ضروری سمجھا جائے تو

چاہیے کہ عدم ذکر واقعہ صلیب بھی جیسا کہ مزعوم جناب کا ہے یعنی مسیح کو صلیب پر دیا جانا مانتے ہیں، موجب بطلان حصر آیت ہو۔ اور اگر یہ عدم ذکر موجب بطلان حصر نہیں تو ایسا ہی عدم ذکر صعود علی السماء (جو حالات متوسط سے ہے) بھی مخل حصر آیت نہیں ہوسکتا۔

{ سوال: و ما جعلنا هم جسداً لا يأكلون الطّعام اور ایسے ہی كا نا يأ كلان الطّعا م نص صریح ہے موت حضرت عیسیٰ پر، کیونکہ صریح معلوم ہوتا ہے کہ مایہ حیات انبیاء کرام کا بھی مثل باقی افراد بشری کے طعام ہی ہے، تو پھر آسمان پر زندہ رہنا حضرت مسیح کا اتنی مدت بغیر خوردونوش کے کیسے ہوسکتا ہے؟

{ جواب (گولڑوی): طعام کے معنی ما يطعم کے ہیں جو طعم اور غذا ہو کر مایہ حیات بنے۔ طعام کا معنی گیہوں جو وغیرہ حبوب نہیں بلکہ یہ بھی من جملہ افراد طعام میں سے ہیں۔ آپ نے حدیث و ايّكم مثلى انّى ا بيت يطعمنى ربّى و يسقينى متفق علیہ سنی ہوگی۔ وہ خدا کے ہاں بغیر گندم اور جو وغیرہ حبوب ارضی کے کسی اور چیز کی خوردونوش سے خبر دے رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ فرمارہے ہیں کہ میں تمہاری طرح مرغ آب و دانہ نہیں ہوں کہ ماکولات معتادہ ہی میری حیات کا ذریعہ ہوں۔ رات گزارتا ہوں اور میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور ایسے ہی وہ حدیث جس کو ابو داؤد اور احمد بن حنبل اور طیالسی نے روایت کیا ہے فكيف بالمؤمنين يومئذ فقا ل يجزيهم ما يجزى اهل السّماء من التسبيح و التقديس۔ راوی حدیث آنحضرت ﷺ سے پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ کیسا حال ہوگا جس دن دجال کے ہاتھ میں طعام ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس طرح آسمان پر رہنے والوں کا مایہ حیات ذکر الٰہی تسبیح اور تقدیس ہے اسی طرح مومنین بھی سبحا ن الملک القدوس کا ذکر کریں گے اور یہی ذکر ان کا طعام اور مایہ حیات ہوگا۔ انجیل متی اور لوقا باب ۴ ورس ۴ میں حضرت مسیح نے لکھا ہے، اس لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحف انبیاء گذشتہ میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح مرقوم ہے کہ خاصان خدا کے بدن میں کلام ربانی وہی تاثیر پیدا کر دیتا ہے جو عوام کے جسموں میں طعام کی تاثیر مسلم ہے۔ انتہی۔

اصحاب کہف کا قصہ زیر لحاظ رکھیں ان کو کس طرح حکیم مطلق نے بغیر طعام اور شراب مالوف اور بغیر تنظیف شعاع آفتابی اور ہوا کے اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا۔ آپ اور قانون قدرت کے مرید بھی انبیاء اور اولیاء کو اپنے پر قیاس فرماتے ہیں۔ اس امت مرحومہ میں اب بھی اور قیامت تک ایسے لوگ موجود ہیں اور ہوں گے جن کا مایہ حیات ذکر الٰہی ہے اور ہوگا۔

{ سوال: بحکم آیت و او صانی بالصّلوۃ و الزّکوۃ ما دمت حیاً چاہیے کہ مسیح بن مریم آسمان پر صلوۃ اور زکوۃ ادا کرتے ہوں حالانکہ آسمان پر جیسے خوردونوش سے فارغ ہیں ایسا ہی باقی لوازم جسمیت سے۔ علاوہ اس کے اداء زکوۃ، مال کو چاہتا ہے۔

{ جواب (گولڑوی): حضرت عیسیٰ تو دنیا میں بھی بباعث زہد وفقر کے مالک نصاب نہیں ہوئے ادائے زکوۃ میں تو نصاب کا ہونا شرط ہے آپ زمین پر ان کا ادائے زکوۃ ثابت کریں بعد اس کے ہم آسمان پر ثابت کر دیں گے۔ یہ اعتراض تمسخر ہے ساتھ مسیح بن مریم کے جیسا کہ ایام الصلح میں آپ نے لکھا ہے لا نفرّق بین احدٍ من رسلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں باریک قلم سے آپ لکھتے ہیں کہ احیاء موتی ایک مسمریزم کے طور پر کھیل تھی اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا..الخ،

میں متعجب ہوں کہ اللہ جل شانہ نے اس کھیل اور لہو ولعب کو اس نبی اولوالعزم کی نعمتوں موہوبہ سے قرآن کریم میں کیسے شمار کیا:

و اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم اذ کر نعمتی علیک و علی والد تک اذ اید تک بروح القدس تکلّم النّاس فی المھد و کھلاً و اذ علّمتک الکتا ب و الحکمۃ و التّوراۃ و الانجیل و اذ تخلق من الطّین کھیئۃِ الطّیر با ذ نی فتنفخ فیھا فتکو ن طیراً با ذ نی و تبری الا کمہ و الابرص با ذ نی و اذ تخرج الموتی با ذ نی

یہ مردوں کا قبر سے زندہ کر کے باذن خداوند نکالنا، یہ بھی مسمریزی طلسم آپکے نزدیک ہوگا تو پھر باذنی لگانے کی کیا حاجت تھی۔ یہ تو اسی لئے ہے کہ ایسے خوارق کا ظہور بندہ کے ہاتھ پر موہم الوہیت اس کا نہ ہو بلکہ فی الواقع زندہ کرنیوالا میں ہوں۔ اور انبیاء کرام بظاہر محل ظہور ہوتے ہیں۔ معجزہ تو نام اسی خارق کا ہے جو اسباب عادیہ میں سے نہ ہو۔ ورنہ دوسرے لوگ اس کی مثل لانے سے کیسے عاجز ہوں گے۔ علاقہ مماثلت تو پیار کو چاہتا ہے مرزا صاحب کو باوجود علاقہ مماثلت کے مسیح بن مریم سے معلوم نہیں کیا رنج ہے، ان کے معجزات منصوصہ سے کیا، بلکہ سب انبیاء کے معجزات سے منکر بلباس ماول ہو گئے ہیں۔ بالخصوص انکار معجزات عیسویہ کے تو البتہ وجہ ہے تا کہ لوگ ہم کو ایسے خوارق کے اظہار کی تکلیف نہ دیں۔ مگر اور انبیاء کروم کے معجزات میں کیونکر انکار رہا؟

{ سوال: آیت انک میّت و انّھم میّتو ن۔ صریح ہے وفات عیسی بن مریم میں۔

{ جواب (گولڑوی) ۔ یہ دونوں یعنی انک میّت اور ایسا ہی و انهم میّتون قضیہ مطلقہ عامہ ہیں نہ دائمہ مطلقہ ،یعنی تحقیق تو اے حبیب ﷺ فوت ہونے والا ہے اپنے وقت معین میں ۔اور وہ سابقہ انبیاء بھی اپنے اپنے اوقات معینہ میں مرنے والے ہیں ۔اب فرمایئے کہ مسیح ابن مریم کو بعد نزول سب اہل اسلام انّھم میّتو ن میں داخل سمجھتے ہیں یا نہ ۔نزول آیت کے وقت اگر مرجانا ان کا ضروری ہوتو چاہیے کہ آپ ﷺ بھی وقت نزول آیت داخل اموات ہو گئے ہوں ۔

{ سوال : میت مشتق موت سے ہے اور حمل مشتق کا قیام مبداء کو چاہتا ہے جو یہاں پر موت ہے تو بنا برآں چاہیے کہ وہ سب مر چکے ہوں حتی کہ مسیح بھی ۔

{ جواب : قیام مبداء کا وقت تحقق مضمون قضیہ ضروری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ

{ سوال : آیت و الّذین ید عون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً و ھم یخلقون اموات غیر احیاء و ما یشعرون ایّان یبعثو ن دلیل ہے وفات مسیح پر ۔

{ جواب (گولڑوی): یہ آیت سورہ نحل کی ہے جس کا نزول مکہ میں ہوا ہے ۔بناء علیہ مراد من دون اللّٰہ سے معبودات مشرکین مکہ کے ہوں گے،یعنی اصنام اور بت ، نہ حضرت مسیح بن مریم ؑ جو معبود اہل کتاب کا ہے ۔حضرت ابن عباسؓ اموات کی تفسیر میں اصنام اموات فرماتے ہیں ۔

{ سوال :عموم لفظ کو اعتبار ہوا کرتا ہے نہ خصوص مورد کو۔ بنا براں چاہیے کہ مراد من دو ن اللّٰہ سے مطلق معبودات باطلہ ہوں بغیر تخصیص بتو ں کے ۔تو پھر مسیح ابن مریم بھی داخل اموات بحکم اس آیت کے ہوگا ۔

{ جواب (گولڑوی): معبودات باطلہ میں فقط مسیح ہی اس تقریر پر داخل نہ ہوگا بلکہ ملائکہ جو من جملہ معبودات باطلہ سے ہیں وہ بھی داخل اموات ہوں گے تو بحکم آیت مذکورہ روح القدس بھی مر گیا ہوگا۔اب یہ مصیبت کس پر پڑی ؟ آپ پر ۔کیونکہ سلسلہ الہامی کا اول ہی سے انقطاع لازم ہوا،اور اگر اموات سے وہی معنی مطلقہ عامہ کی رنگ سمجھا جائے یعنی اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ بیضاوی اور ابن کثیر اور تفسیر کبیر اور کشاف اور سب تفاسیر میں ہے تو مسیح ابن مریم بھی قبل از وقت معین زندہ رہے گا ۔

{ سوال :قد خلت من قبلہ الرّ سل شہادت دے رہی ہے وفات عیسیٰؑ بن مریم پر

{ جواب (گولڑوی): آپ نے معنی خلت کے تو فت سمجھے ہیں تب ہی خوش ہو رہے ہیں ۔اگر ایسا ہے تو آیت سنّۃ اللّٰہ الّتی قد خلت اور دوسری آیت و لن تجد لسنّۃ اللّٰہ

تبد یلاً میں تناقض صریح ہوگا کیونکہ پہلے کا مفاد یہ ہوا کہ سنت خداوندی مرچکی اور معدوم ہوگئی اور دوسری کا مفاد یہ کہ سنت الٰہیہ متغیر نہیں ہوتی یعنی ہمیشہ بحال خود باقی رہتی ہے۔

حضرت من! سنئے خلت مشتق ہے خلو سے جس کا معنی تنہا ہوتا ہے جیسا کہ و اذا خلوا الی شیا طینھم اور دوسرا معنی گذرنا بھی ہے اور یہ معنی صفت زمانہ کی بالذات ہوتا ہے کہتے ہیں سال گذشتہ اور قرون خالیہ اور زمانیات کی بالعرض یعنی جو اشیاء کہ زمانہ میں موجود ہیں ان کو بھی بعلاقہ ظرفیت اور مظروفیت کے موصوف کیا جاتا ہے اب معنی آیت کا یہ ہوا، گزر چکے ہیں قبل آنخضرت ﷺ کے رسول۔ اور دو طرح پر صادق ہوتا ہے جو مر گئے ہوں ان کو بھی اور جو زندہ ہوں مگر رسالت سے فارغ ہیں جیسا کہ مسیح بن مریم۔

محاورہ ہے کہ فلاں حاکم شہر میں تحصیل دار ہو گذرا ہے۔ یہ ہر دو صورت میں صادق ہے۔ اگر مر گیا ہو جب بھی اور اگر ملازمت بصیغہ تحصیل داری سے علیحدہ ہوکر زندہ موجود ہو جب بھی۔

عیسیٰؑ بن مریم کا مستثنی ہونا اثبات مدعا میں مخل نہیں کیونکہ واقعہ احد اور حادثہ وفات شریف دونوں میں مزعوم مخاطب کا برأت ہے آنخضرت ﷺ کی وفات سے۔ اور ظاہر ہے کہ دفع مزعوم مذکور میں جو سالبہ کلیہ ہے یعنی لا شیء من الرسل بھا لک فقط ایجاب جزئی جو نقیض صریح ہے سلب کلی کیلئے کفایت کرتی ہے جس سے اظہار اس امر کا مقصود ہے کہ رسالت منافی موت کی نہیں۔ صورت استدلال نزول آیت کے لحاظ سے یہ ہے الموت لیس بمنافٍ للرّسالۃ لانّہ لو کان منا فیاً لما توفّی احد من الرسل لکنہ ... الخ

الغرض مقصود کلام سے ابطال مزعوم مخاطبین کا ہے باثبات نقیض مزعوم کے۔ جنہوں نے محمد ﷺ کو بلحاظ رسالت کے موت سے بری خیال کیا ہوا تھا، لہذا اس کی تردید میں وما محمد الا رسول فرمایا یعنی محمد ﷺ موت سے بری نہیں ہاں رسول ہیں اور رسالت منافی موت کے لئے نہیں۔ اگر منافی ہوتی تو کوئی رسول نہ مرتا۔ لیکن آپ ﷺ سے پہلے کئی رسول مر چکے ہیں۔ لفظ رسول اس لئے کہتا ہوں کہ آیت بل رفعہ اللہ کی مخصص ہے عموم اس کے لئے۔ استدلال صدیق الامۃ میں بھی اسی طرح سمجھیں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ یہاں مزعوم مخاطبین کا عدم وتحقق وفات شریف کا ہے۔ صدیق الامۃ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات شریف سے بخیال رسالت کے کیوں انکار کرتے ہو۔ رسالت منافی موت نہیں تم کو قرآن کا مضمون بھی بھول گیا (کہ اگر رسالت منافی موت کی ہوتی تو پہلے آپ ﷺ کے کوئی رسول نہ مرتا) لیکن قد خلت من قبلہ الرسل۔

اس تقریر سے آپ سمجھ چکے ہونگے کہ قد خلت من قبله الرسل مقدمہ استثنائیہ ہے قیاس استثنائی کا نہ کبری شکل اول کا جیسا کہ آج کل کے زعمی مولویوں نے سمجھ رکھا ہے کیونکہ قطع نظر قوام ہیئت شکل اول سے مضمون ہی صحیح نہیں ہوسکتا۔ اس تقریر پر غرض صدیقی یہ ہوگی کہ محمد ﷺ بالفعل وفات پا چکے ہیں کیونکہ آپ رسول ہیں اور جو رسول پہلے گزرے سب مر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سب رسولوں کا مر جانا اس کا مقتضی نہیں کہ آپ ﷺ بالفعل ہی وفات پاویں کیونکہ یہ مقتضی تو ابتدائے ولادت شریفہ سے موجود تھا۔ تو چاہیے تھا کہ پہلے سے وفات شریف متحقق ہوتی دفع استعجاب مخاطبین میں قد خلت من قبله الرّسل کا کلیہ ہونا بلحاظ قبلیت کے ضرور نہیں۔ اور باعتبار تحقق وفات کے اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ بالخصوص علی نبینا ﷺ کے لئے بعد نزول قد خلت من قبله الرسل بطریق کلی صادق ہوگا۔ کوئی مسلمان مسیح بن مریم کو حی قیوم وغیرھا لک نہیں سمجھتا۔ صاحب القول الجمیل نے امت مرحومہ کو بعد انتساب اعتقاد ہذا ناحق مشرک ٹھہرایا ہے دیکھو قول جمیل صفحہ ۶۸۔ بعد اظہار مقصود اس آیت کے ناظرین اس دھوکا سے جو مسلک العارف میں متعلق آیت مذکور ہے بچ سکتے ہیں۔

{ سوال: مابعد اس کے افان مات قرینہ ہے ارادہ موت پر قد خلت سے۔

{ جواب (گولڑوی): افا ن ما ت چونکہ بمقابلہ او قتل کے واقع ہوا ہے لہذا ما ت سے مراد موت حتف انفه ہوگی۔ یعنی اپنے آپ مرنا بغیر قتل کسی کے (و فیه ما فیه من وجهین منه فتا مّل) جب یہ خیال شریف میں متمکن ہو چکا تو اب منصف ہوکر فرماویں کہ اگر افان ما ت کو قرینہ ارادہ معنی موت پر قد خلت سے ٹھہرائیں گے تو ضرور قد خلت سے بھی موت حتف انفه مراد ہوگی یعنی موت طبعی، تو لازم آئے گا قد خلت من قبله الرّسل کا کاذب ہونا کیونکہ سب انبیاء موت حتف انفه سے تو نہیں مرے بلکہ کوئی اپنی موت سے اور کوئی مقتول ہوکر شہید ہوئے اور اگر خلت سے معنی مطلق موت کا بھی لیا جائے تو آیت رفع مخصص ہوگی عموم اس آیت اور ان کے نظائر کی جیسا کہ پیدائش آدم کا بیان آیت خلقه من ترا ب اور نظائر جو اس کے ہیں ہو چکا (جواب تحقیقی یہی ہے) تو پھر عموم الم نخلقکم من ماءٍ مّهین اور ایسا ہی خلق من ماءٍ دا فق یخرج من بین الصّلب و التّرا ئب مخصوص البعض ہے۔ یعنی ان آیات میں جو ذکر انسان کی پیدائش کا مادہ منی سے ہے آدم کو شامل نہیں، بلکہ آدم کے باقی افراد انسانی کا حکم ہے کیونکہ آدم کا ذکر علیحدہ ہو چکا۔ ایسا آیت بل رفعه اللّه الیه سے اور اسکے نظائر

سے چونکہ مسیح کا اب تک زندہ رہنا ثابت ہو چکا تو پھر قد خلت من قبلہ الرسل اور اس کے نظائر سے مراد غیر مسیح ہو گا۔ اس آیت کی مفصل تشریح کتب تفاسیر میں ملاحظہ فرماویں مولف ایام الصلح اور ان کے اتباع کو جو دھوکا یہاں پر دعوی اور دلیل میں ہوا ہے وہاں پر مفصل مذکور ہے۔

} سوال: آیت فیھا تحیون و فیھا تموتون بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ بغیر کرہ زمین کے نوع انسانی کا مستقر اور مستودع یعنی قرارگاہ اور نہیں، تو پھر مسیح بن مریم آسمان پر کس طرح بقیہ ایام حیات بسر کر رہا ہے۔

} جواب (گولڑوی) ۔ کرہ ارضی کا مستقر اور مستودع ہونا بطریق اصالت یہ منافی نہیں اس کے کہ بعض افراد بشری کو عارضی طور پر کسی اور کرہ میں رکھا جائے، جیسا کہ ملائکہ کیلئے موطن اصلی اور مقر طبعی افلاک ہیں، معہذا زمین پر عارضی آمد و رفت رکھتے ہیں۔ بالجملہ حصر جو مستفاد ہے تقدیم ظرف سے وہ اضافی ہے بہ نسبت استقرار اصلی کے، اور اختصاص جو مستفاد ہے و لکم فی الارض مستقرّ و متاع سے اثر ہے جعل تکوینی کا جس کا مجعول الیہ عارض لازم ہے اور اس صورت میں انفکاک مابین مجعول اور مجعول الیہ کے متصور ہوسکتا ہے جیسا کہ و جعل اللیل لباساً و جعل النّھار معاشاً جب کہ زید مثلاً ساری رات کسب وجہ معاش میں گزارے اور دن نیند میں۔ دلیل عارضی ہونی مجعول الیہ یعنی حیوۃ فی الارض کے قصہ ہبوط ابلیس کا اور بعد ازاں صعود اس کا بدلیل فوسوس لھما الشّیطان فاخرجھما ممّا کانا فیہ جب ابلیس بعد امر ہبوط کے پھر آسمان پر جا کر وسوسہ انداز آدم کا ہوا تو بعض افراد نوع انسانی جن کا مادہ فطرتی نفخ روح القدس کا ہو اس کا صعود کس طرح ممتنع مانا جاوے۔

} سوال: خاتم النبیین ہونا آپ ﷺ کا دلیل ہے وفات مسیح پر کیونکہ مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ ہو اور آخر زمانہ میں نزول فرماوے تو آپ ﷺ کے بعد بھی اور نبی آ گیا۔ آپ ﷺ خاتم النبیین نہ رہے اور اگر در رنگ احادامت آئے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ علم ازلی میں جب وہ نبی تھے تو پھر بغیر نبوت کے کیسا نزول کریں گے۔

{ جواب (گولڑوی): بعد نزول در رنگ احادامت ہی اتریں گے علم ازلی کا مسئلہ سنئے:

علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے من حیث المطابقہ یعنی جس طرح معلومات یعنی اشیاء موجود فی الواقع اپنے اپنے وقت میں موجود ہیں اسی طرح حق سبحانہ وتعالی ازل میں قبل از وجود ان کے ان کو جانتا ہے۔ اگر معلوم کا اتصاف کسی صفت کے ساتھ علی سبیل الاستمرار

ہے تو اسی طرح ۔ اور اگر علی سبیل الانقطاع ہے تو اسی طرح اس کو جانتا ہے مسیح بن مریم کی بلکہ کل انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بحد ظہور نبی پچھلے کے ہوتی ہے۔ لہٰذا علم ازلی میں بھی بوصف محدودیت اور انقطاع معلوم ہوگا ورنہ جہل لازم۔

} سوال: قصہ عود ایلیا میں بھی تاویل ہماری کا مثبت ہے یعنی ایلیا کا دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر جو صحیفہ ملاکی باب ۴، آیت ۵ میں واقعہ ہے عیسیٰ فرماتے ہیں کہ مراد ایلیاء کے آنے سے یہ تھی کہ اس کا مثیل آئے گا سو وہ آ گیا۔ یوحنا یعنی یحیی۔ باب ۱۱۔ انجیل متی، اسی طرح مراد نزول مسیح سے جو احادیث میں مذکور ہے میں ہوں۔ یعنی مرزا صاحب۔

} جواب (گولڑوی): قصہ عود ایلیا اگر صحیح بھی مانا جائے تو آخر کار نظیر ہی بنے گی علت مثبت تو نہ ٹھہرے گی۔ دیکھئے لاکھوں نظیریں پیدائش افراد انسانی ہمارے زیر نظر ہیں اور ہر روز دیکھنے میں آتا ہے کہ سب مادہ منی جو باپ کی اور ماں کے سینہ سے نکلتی ہے پیدا ہوتے ہیں باوجود اس کے کہ یہ نظائر مع کثرت اپنی کثرت کے قانون کلی کو ثابت نہیں کرتیں دیکھو آدم اور حوا، اور عیسیٰ اس حکم سے خارج ہیں۔ ایسا ہی ایلیاء کا آنا در رنگ ظہور یحیی یہ ایک نظیر کس طرح پر نزول مسیح کی درصورت ظہور مثیل ثابت کرسکتی ہے۔ یہاں تو جب آیت اور احادیث نے بالخصوص نزول مسیح بن مریم کو ثابت کیا تو پھر ایک نظیر کیا اگر لاکھوں بھی ہوں اثبات نزول مسیح در رنگ مرزا صاحب نہیں کرسکتے۔ اثبات احکام بشہادت نظائر اس صورت میں ہوتا ہے کہ بالخصوص نصوص وارد نہ ہوئی ہوں وہ بھی حسب تخمین ظن نہ بر سبیل قطعیت جیسا کہ دلیل استقرائی کا شان ہے پھر میں کہتا ہوں اگر بالفرض نظیر کو مثبت علی سبیل القطعیت مانا بھی جاوے تو یہ نظیر (یعنی ایلیا کا قصہ) جناب کے دعوی کو باطل کرے گی اس لئے کہ ایلیا کا آنا در رنگ ظہور مثیل یعنی یحیی چونکہ مماثل اور مماثل لہ ہردو نبی ہیں یہ نظیر اسی کو ثابت کرے گی کہ مثیل مسیح بھی نبی وقت ہو مثل یحیی کے۔ آپ کو یا تو مثل یحیی سلسلہ انبیاء میں ثابت کریں یا دعوی مسیح موعود کرنے سے باز آئیں اگر آپ فرمائیں کہ مماثلت بین الامرین مشارکت فی جمیع الاوصاف کی مقتضی نہیں ہوتی تو ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکم بھی چونکہ منجملہ اوصاف ہے تو مشارکت فی الحکم کی کیا ضرورت ہے۔ ایلیا بہ ظہور مثیل اپنے یحیی کے نازل ہوا اور مسیح بن مریم بنفسہ نازل ہو کیا ضرورت ہے کہ کیفیت نزول ایلیا اور نزول مسیح بن مریم کی من جمیع الوجوہ ایک ہی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ آپ یہاں پر علماء امّتی کا نبیاء بنی اسرائیل کو ہاتھ ڈال کر اپنے میں نبوت ثابت کریں گے مگر پھر بھی چھوٹنا مشکل ہے کیونکہ وہی اشکال عود کریگا۔ یعنی اگر مشارکت

فی جمیع الاوصاف من کل الوجوہ ضروری ہے تو اپنی ذات میں نبوت مثل یحی کی پیدا کریں والّا تو پھر اتحاد بھی ضروری نہیں۔

پھر سہ بارہ میں عرض کرتا ہوں کہ انجیل متی کے گیارھویں باب میں موجود ہے کہ عیسیٰؑ، یحیٰؑ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ یہ وہی ایلیا موعود ہے اور پہلے باب انجیل یوحنا میں انکار یحی کا مذکور ہے، تو اب مناسب یہ ہے کہ یحی کا قول معتبر سمجھا جائے کیونکہ ہر شخص اپنے حال سے اچھی طرح واقف اور خبردار ہوتا ہے بالخصوص جب نبی اور ملہم من اللہ بھی ہو۔ اور اگر زائد نہ سمجھا جائے تو کم از کم دونوں کو مساوی ٹھہرا کر اذا تعارضا فتساقطا کا حکم لگانا ہوگا یعنی کوئی قابل احتجاج نہ رہیگا۔

اتنی تطویل اور تضیع اوقات محض آپ کے لحاظ سے کی جاتی ہے ورنہ اہل اسلام کو بعد ازاں کہ ایک بات قرآن کریم سے بشہادت سیاق و تفاسیر صحابہ کے اور احادیث صحیحہ متاترۃ المعنی سے معلوم ہو چکی ہو، اور خصوصاً وہ مقام جو خود منصف اور فیصلہ دہندہ اور دافع شکوک پہلوں کا ہو، تو پھر ہم کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع امت کو چھوڑ کر اسرائیلیات کی طرف کیوں متوجہ ہوں کیونکہ یہ توجہ مقید ہے ان کنتم لا تعلمون کے ساتھ۔ آپ اختلافات اناجیل سے بخوبی واقف ہیں ... واقعہ صلیب تو بجائے خود رہا، نبوت عیسی کو جو واقعی اور بغیر عناد مسلّمہ جانبین ہے اگر انجیلوں سے ثابت کرنا چاہیں تو مشکل پڑے گی۔ بغیر از رجوع قرآن کریم کی طرف چارہ نہ ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ یواقیم بن یوشیا نے جس وقت صحیفہ ارمیا کو جلایا تھا ارمیا کے اوپر وحی نازل ہوئی کہ (کہتا ہے رب یواقیم ملک یہود کی ضد میں کہ اس میں سے ہرگز کوئی داؤد کی کرسی پر نہ بیٹھے گا) اور عیسی چونکہ اولاد یواقیم سے ہے مطابق نسب مذکور کے انجیل متی میں تو چاہیے کہ قابل جانشینی داؤد کے نہ ہو بحکم وحی ارمیا کے زندہ اٹھنا مسیح کا قبر سے اور ایسا ہی واقعہ صلیب اس میں جو اختلافات واقع ہیں آپ بخوبی جانتے ہوں۔ ایوب ساتویں باب ورس ۹ میں اپنی کتاب کے کہتا ہے (ترجمہ فارسیہ ۱۸۴۵ء۔ ابر پراگندہ شدہ نابودمی شود ہمیں طور کسے کہ بقبرے مے رود برنمے آید)۔ ورس ۱۰ (بخانہ اش دیگر برنخواہد گردید ومکانش دیگر وے رانخواہد شناخت)۔ ۱۴ویں باب اپنے میں ورس ۳، اور ۱۴ میں کہتا ہے ترجمہ فارسیہ ۱۸۳۸ء انسان می خواہد ونخواہد برخاست مادامیکہ آسمان محونشود بیدارنخواہد شد واز خواب برنخواہد خواست۔ آدمی ہرگاہ بمیرد آیا زندہ می شود۔ الخ۔

اب یہ مسیح کے زندہ ہوکر اٹھنے کا قبر سے انکار کر رہا ہے۔ دوسرے عیسائی اس کو بعد تین دن کے زندہ ہوکر آسمان کی طرف چڑھنے کے قائل ہیں۔ ایسا ہی واقعہ صلیب کے اختلافات دوسری

جگہ ناظرین ملاحظہ کر لیویں ۔ اللہ تعالی نے اس امت کو بہ طفیل حبیب اکرم ﷺ ایسے اختلافات سے جو یہود اور نصاری میں چلے آتے تھے نجات بخشی ،جیسا کہ برأت مریم کی بیان فرمائی ایسا ہی افتراء یہود کا قتل مسیح کے بارہ میں لغو ٹھہرا کر بیان امر واقعی کا فرمایا کہ مسیح کو تو ہم نے حسب وعدہ ان کے ایذا سے بچالیا، یعنی آسمان کی طرف اٹھالیا انہوں نے مسیح کی شبیہ کو صلیب پر چڑھا کر قتل کیا۔ بڑا افسوس ہے کہ آج تک امت مرحومہ آیات بل رفعه الله اليه اور ایسا ہی و ما قتلوه و ما صلبوه اور ایسا ہی و لكن شبّه لهم ان سب کو صحابہ سے کر علماء زمان تک مکذب عقیدہ یہود اور نصاری ٹھہراتے رہے اور پھر آج انہیں آیات کو مرزا صاحب یہود اور نصاری کے اقوال پر الٹا کر لے جاتے ہیں ۔اب ابن عباسؓ کا معنی اور قول قابل اعتبار نہ رہا۔

چوتھی دفعہ پھر عرض کرتا ہوں کہ قصہ عود ایلیا کے دو ٹکڑے ہیں ایک صعود ایلیا بجسدہ العنصری آسمان پر، اور دوسرا نزول اس کا بمعنی ظہور مثیل اس کے یعنی یحی ۔ پہلا ٹکڑا نظیر کامل صعود مسیح کیلئے بجسدہ العنصری آسمان پر ہوسکتا ہے کیونکہ دونوں مماثل شریک فی النبت ہیں اور دوسرا ٹکڑہ نظیر کامل نزول مسیح بمعنی ظہور مثیل یعنی مرزا نہیں ہوسکتا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔اب فرمائیے کہ قصہ عود ایلیا نے عقیدہ کافہ اہل اسلام کو فائدہ بخشا یا آپ کو، بلکہ الٹا مضر ہوا کیونکہ آپ صعود بشر بجسدہ العنصری کو محالات عقلیہ لا نظير لها جانتے ہیں۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۶۹ میں آپ نزول مسیح کو فرع صعود بجسدہ العنصری کی بنا کر اس امر کا اقرار کر چکے ہیں کہ ہم کو بعد ثبوت صعود بجسدہ العنصری کے نزول بجسدہ میں کوئی انکار نہ ہوگا۔ اب قصہ عود ایلیا اگر قابل تمسک ہے تو حسب اقرار اپنے کے نزول مسیح بجسدہ العنصری قائل ہو جائیں ۔ ورنہ تو استشہاد آپ کا اس قصہ سے کیا معنی رکھتا ہے۔

اور قصہ عود ایلیا بجسدہ العنصری میں ایلیا کی چادر کا گر جانا جو مذکور ہے آپ اس کو چھوڑ جانا بدن کا خیال فرماتے ہیں اس تاویل کو باطل کرتا ہے اس چادر کا پانی پر مارنا اور گزر جانا ندی سے جو اسی قصہ میں مذکور ہے۔کتاب سلاطین باب ۲ ورس ۸ ۔۱۴

۸۔اور ایلیا نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کے پانی پر مارا کہ پانی کے دو حصے ہو کے ادھر ادھر ہو گیا اور دونوں خشک زمین پر ہو کر پار ہو گئے ۔

۹۔ اور ایسا ہوا کہ جب پار ہوئے تب ایلیا نے الیسع کو کہا کہ اس سے آگے کہ میں تجھ سے جدا کیا جاؤں مانگ کہ میں تجھے کیا دوں ۔تب الیسع بولا مہربانی کر کے ایسا کیجئے

کہ اس روح کا جو تجھ پر ہے مجھ پر دوہرا حصہ ہو۔

۱۰۔ تب وہ بولا تو نے بھاری سوال کیا۔ سو اگر تو مجھے آپ سے جدا ہوتے دیکھے گا تو تیرے لئے ایسا ہی ہوگا اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہوگا۔

۱۱۔ اور ایسا ہوا کہ جونہی وے دونوں پڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھ کر ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آ کے ان دونوں کو جدا کر دیا۔ اور ایلیا بگولے ہو کر آسمان پر جاتا رہا۔

۱۲۔ اور الیسع نے یہ دیکھا اور چلایا، اے میرے باپ میرے باپ اسرائیلی کی رتھ اور اس کی سارتھی سو اس نے پھر نہ دیکھا اور اس نے اپنے کپڑوں پر ہاتھ مارا اور انہیں دو حصے کیا۔

۱۳۔ اور اس نے ایلیا کی چادر کو جو اوپر سے گر پڑی تھی اٹھالیا اور الٹا پھرا اور یردن کے کنارے پر کھڑا ہوا۔

۱۴۔ اور وہاں اس نے ایلیا کی چادر جو اس سے گر پڑی تھی لے کے پانی پر مارا اور کہا کہ خداوند ایلیا کا خدا کہاں ہے۔ اور اس نے بھی اس چادر کو جب پانی پر مارا تو پانی ادھر ادھر ہو گیا اور الیسع پار ہوا۔

ناظرین سمجھ چکے ہونگے کہ مرزا صاحب نے قصہ ایلیا کو جو دلیل اپنے مدعا کی یعنی نزول مسیح بن مریم بمعنی ظہور مثیل یعنی مرزا صاحب بنایا ہے، پہلا ٹکڑا اس کا مضران کے پڑا، اور دوسرا ٹکڑا نظیر کامل نہ بن سکا۔ یہ عادت آپ کی فقط قصہ ایلیا میں ہی نہیں بلکہ ہر جگہ نقل اور استشہاد میں ایسا ہی کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ کی تفسیر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر لے لیا اور باقی کو چھوڑ کر یہ غل مچایا کہ ہمارے دعوی کی شہادت ابن عباسؓ کی تفسیر دے رہی ہے۔

مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۰۰ سے ۱۳۶ تک سورہ قدر اور سورہ بینہ اور سورہ زلزال کی تفسیر لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سنۃ اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خدا تعالی کا کلام لیلۃ القدر ہی میں نازل ہوتا ہے اور اس کا نبی لیلۃ القدر ہی میں دنیا میں نزول فرماتا ہے۔ پھر بعد اس سورت کے خدا تعالی نے سورہ بینہ میں بطور نظیر کے بیان کیا لم یکن الّذین کفروا من اھل الکتا ب و المشرکین منفکّین حتّی تا تیھم البیّنہ۔ یعنی جن سخت بلاؤں میں اہل کتاب اور مشرکین مبتلا تھے ان سے نجات پانے کی کوئی سبیل نہ تھی بجز اسکے کہ خدا نے آپ پیدا کر دی کہ وہ زبردست

رسول بھیجا جس کے ساتھ زبردست تحریک دینے والے ملائک نازل کئے تھے۔ پھر بعد اس کے آنے والے زمانہ کیلئے خدا تعالیٰ سورہ زلزال میں بشارت دیتا ہے اور اذا زلزلت کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تمام زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی ہے اور کوئی ربانی مصلح خدا کی طرف سے معہ ہدایت پھیلانے والے فرشتوں کے نازل ہو گیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:

اذا زلزلت الارض زلزالها و اخرجت الارض اثقالها و قال الانسان ما لها يومئذ تحدّث اخبارها بانّ ربّك اوحى لها يومئذٍ يّصدر النّاس اشتاتاً لّيروا اعمالهم فمن يّعمل مثقال ذرّةٍ خيراً يره و من يعمل مثقال ذرّةٍ شراً يره۔

یعنی ان دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدا کی طرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئے گا اور فرشتے نازل ہوں گے، یہ نشان ہے کہ زمین جہاں تک اس کا ہلانا ممکن ہے ہلائی جائے گی۔ یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ تک جنبش دی جائے گی، اور خیالات عقلی اور فکری اور سبعی اور بہیمی پورے پورے جوش کے ساتھ حرکت میں آجائیں گے، اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دے گی۔ یعنی انسانوں کے دل اپنی تمام استعدادات خفیہ کو بمنصہ ظہور لائیں گے، اور جو کچھ ان کے اندر علوم وفنون کا ذخیرہ ہے، یا جو کچھ عمدہ عمدہ دلی و دماغی طاقتیں ولیاقتیں ان میں مخفی ہیں سب کی سب ظاہر ہو جائیں گی۔ اور فرشتے جو اس لیلۃ القدر میں مرد مصلح کے ساتھ آسمان سے اتریں گے ہر ایک شخص پر اس کی استعداد کے موافق خارق عادت اثر ڈالیں گے۔ یعنی نیک لوگ اپنے نیک خیال میں ترقی کریں گے اور برے، برے خیالوں میں۔ اور مرد عارف متحیر ہو کر اپنے دل میں کہے گا کہ یہ عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں۔ تب اس روز ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کرے گی کہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتیں میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک وحی ہے جو ہر ایک استعداد پر بحسب اس کی حالت کے اتر رہی ہے اور یہ ظہور و بروز کا دائرہ پورا ہو جائے گا تب خدا تعالیٰ کے فرشتے ان تمام راست بازوں کو ایک گروہ کی طرح اکٹھا کر دیں گے اور دنیا پرستوں کا بھی کھلا کھلا ایک گروہ نظر آئے گا تاکہ ہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے ثمرات کو دیکھ لے تب آخر ہو جائے گی۔ یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بنا ابھی ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا انت اشدّ

منا سبة بعیسی بن مر یم ا شبه النّاس به خلقاً و خلقاً و زما ناًہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر اس سورہ زلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئے گا کہ تمام زمین اس سے زیروزبر ہو جائے گی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آ جائیں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا؟ تب اس روز میں باتیں کرے گی اور اپنا حال بتائے گی، یہ سراسر غلط تفسیر ہے۔

ناظرین! ذرا اس کی تفتیش فرماویں کہ آنحضرت ﷺ نے کہ جن پر کلام پاک اتری اس کو کس طرح پر بیان فرمایا اور حاضران مجلس نبوی نے کیا سمجھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اذا زلزلت الارض زلزالها ای تحرکت من اسفلها و اخرجت الارض اثقا لها یعنی القت ما فیها من المو تی یعنی یہی کرہ ارض بعد نفخہ ثانیہ قیامت برپا ہونے کے دن ہلایا جائے گا اور اپنے بوجھوں یعنی مردوں کو باہر نکالے گا۔ قرآن کریم کی آیت یا ایّها النّاس اتّقوا ربّکم انّ زلزلة السّاعة شی عظیم اور ایسے ہی دوسری آیت و اذا الارض مدّ ت و القت ما فیها و تخلّت اس معنی پر جو ابن عباسؓ نے بیان فرمایا شہادت دے رہی ہے حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ زمین اپنے کلیجہ کے ٹکڑوں کو پھینک دے گی جو مثل ستونوں کے سونے اور چاندی کے ہوں گے، پھر قاتل اس کو دیکھ کر کہے گا کہ اس کے لئے میں نے قتل کیا۔ اور قاطع الرحم کہے گا اس کے لئے میں نے قطع رحمی کی، اور سارق آئے گا اور کہے گا اس کے لئے میں نے اپنا ہاتھ کٹوایا ہے پھر اس کو چھوڑ دیں گے اور اس سے کچھ نہ لیں گے۔

حدّ ثنا واصل بن عبد الاعلی حدّ ثنا محمد بن فضیل عن ابیه عن ابی حازم عن ابی هر یره قال قال رسول اللّه ﷺ تلقی الارض افلا ذ کبد ها امثال الاسطوان من الذّهب و الفضّة فیجیء القاتل فیقول فی هذا قتلت و یجیء القاطع فیقول فی هذا قطعت رحمی و یجیء السّارق فیقول فی هذا قطعت یدی ثمّ یدعونه فلا یأخذون منه شیئاً (صحیح مسلم) و قال الانسان ما لها ای استنکر امرها بعد ما کانت قارة سا کنة ثا بتة و هو مستقر علی ظهرها ای تقلبت الحال فصا رت متحرکة مضطر بة قد جاء ها من امر اللّه تعا لی ما قد اعده لها من الزلزا ل الّذی محید لها عنه ثمّ القت ما فی بطنها من

الاموات من الاو لین و الآخر ین و حینئذ استنکر النّاس امرھا و تبدل الارض و السّماوا ت و برزوا للّٰہ واحد القھار یومئذ تحدّ ث اخبارھا ای تحدث بما عمل العا ملون علی ظھرھا۔

یعنی قیامت کے دن زمین شہادت دے گی کہ میرے اوپر زندگی کی حالت میں فلاں نے یہ کام کیا فلاں نے یہ۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں بعد پڑھنے اس آیت کے یو مئذ تحد ث اخبار ھا ، کیا تم جانتے ہو کیا ہے اخبار اس زمین کی۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ و رسول اعلم ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا اخبار زمین کی یہ ہے جو شہادت دے گی ہر غلام اور لونڈی پر (یعنی ہر مرد و عورت پر جو غلام اور لونڈی ہیں خدا کے) متعلق ان اعمال کے جو انہوں نے اس طبقہ زمین کی پشت پر کئے تھے کہے گی فلاں عمل فلاں دن، یہ ہیں اخبار اس کے۔

قال الامام احمد حد ثنا ابراھیم حد ثنا ابن المبارک و قال الترمذی و ابو عبد الرحمن النسا ئی و ا للفظ لہ حد ثنا سو ید بن نضر اخبرنا عبد اللّٰہ ھو ابن المبارک عن سعید بن ابی ایوب عن یحی بن ابی سلیمان عن سعید المقبری عن ابی ھریرہ قال قرأ رسول اللّٰہ ھذہ الآیۃ یو مئذ تحد ث ا خبارھا۔ قا ل اتد رون ما ا خبار ھا۔ قا لوا اللہ و رسو لہ اعلم ۔ قا ل فان اخبارھا ان تشھد علی کل عبد و امۃ بما عمل علی ظھ ھا ان تقو ل عمل کذا و کذا یو م کذا و کذا فھذہ اخبارھا۔ ثمّ قال الترمذی ھذا حد یث حسن صحیح غریب و فی معجم الطبرانی من حدیث ابی لھیعہ حد ثنی الحر ث بن یزید سمع ر بیعۃ الحد سی ان رسول اللّٰہ ﷺ قال تحفظوا من الارض فا نّھا امکم و انّہ لیس من ا حد عا مل علیھا خیراً او شراً ا لا و ھی مخبرۃ

حاصل یہ ہے کہ زمین کا خیال رکھو، اس لئے وہ تمہاری ماں ہے اور بالتحقیق کوئی نہیں اس پر عمل اچھا یا برا کرتا مگر وہ زمین خبر دینے والی ہوگی۔

بانّ ر بّک او حی لھا ، قال البخاری اوحی لھا و او حی الیھا و وحی لھا و و حی الیھا واحد و کذا قال ابن عباس اوحی لھا ای اوحی الیھا و قال شبیب بن بشر عن عکرمۃ عن ابن عباس یومئذٍ تحد ث

اخبارھا قال قال لھا ربھا قولی فقالت ابن عباس آ یة یو مئذٍ تحد ث ا خبار ھا

کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ زمین کو حکم کرے گا پھر وہ باتیں کرے گی۔

یو مئذٍ یصدر النا س اشتا تاً ای انوا عاً و ا صنا فاً ما بین شقیّ و سعید ما مور بہ الی الجنّة و مامور بہ الی النّار لیروا اعما لھم ای لیعلموا و یجاز وا بما عملوا فی الد نیا من خیر و شر و لھذا قال فمن یّعمل مثقال ذرّة خیراً یرہ و من یعمل مثقا ل ذرّةٍ شراً یر ہ

یعنی سب لوگ موقف حساب سے قیامت کے دن لوٹیں گے تا کہ جزا اپنے اپنے اعمال کی جو دنیا میں انہوں نے کئے تھے دکھائے جائیں۔ اسی لئے فرمایا جو کوئی مقدار ایک ذرہ کا نیکی یا بدی کرے گا دنیا میں دیکھ لے گا اس کو قیامت کے دن (تفسیر ابن کثیر و درمنثور مع الاختصار)۔ بعد اس کے بخاری اور مسلم اور مسند امام احمد اور ابن جریر کی احادیث متعلق اس آیت کے یعنی فمن یّعمل اس تفسیر میں مذکور ہیں وہاں سے دیکھ لیں، سب کا خلاصہ ترغیب ہے عمل نیک پر تا کہ یوم الحساب کام آئے۔

ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے ارض سے جو اس سورۃ میں مذکور ہے یہی کرہ ارض مراد رکھا ہے اور اسی زمین کا متکلم ہونا باذن رب احادیث صحیحہ میں بیان فرمایا ہے اور مراد زلزلہ سے بھی جنبش اس کرہ کی متکلم یعنی حق تعالی اور سامع یعنی آنحضرت ﷺ کے نزدیک جیسا کہ انّ زلزلة السّا عة میں بھی اس کا ذکر ہے۔ یہ وہ تفسیر ہے جس کو مرزا صاحب سراسر غلط قرار دے چکے ہیں۔ اب رہا انصاف ناظرین پر خواہ مرزا صاحب کی تصدیق اور سرور عالم ﷺ کی تکذیب (العیاذ باللہ) اختیار کریں یا بالعکس جیسا کہ شایان اور واجب ہے ہر مومن کو۔

اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ مرزا صاحب نے اس تفسیر سے کیا فائدہ لینا چاہا ہے؟ وہ میں عرض کر دیتا ہوں۔ سورہ قدر میں جو لیلة القدر ہے اس کو حسب زعم اپنے کے قیامت تک امتداد دیا تا آپ کا نزول بھی انبیاء کی طرح لیلة القدر میں متحقق ہو۔ مگر یہ دونوں فقرے یعنی لیلة القدر کا امتداد قیامت تک اور ہر نبی کا ظہور لیلة القدر ہی میں ہوتا ہے، ان کے اپنے خانہ زاد اسرار میں سے ہے۔ پھر سورہ البینہ سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ سخت بلاؤں سے نجات پانے کی سبیل اللہ نے پیدا کر دی وہ کیا ، البینہ خدا کے ہاں سے آ گیا۔ رسول مّن اللّٰہ یتلوا صحفاً مّطھّرة فیھا کتب قیّمة

یعنی مرزا صاحب۔ بعد ازاں سورہ زلزال سے یہ ثابت کر دکھایا کہ سب کمالات موعدہ نوع انسانی کے ظہور میں آ گئے کسی کی حالت منتظرہ باقی نہیں رہ گئی، تو پھر نزول ملائکہ میں سرانجام دینے کے لئے اس امر مہتم بالشان کے بذریعہ بندہ مصلح جس کا نزول لیلۃ القدر ممتدہ میں ہو گیا ہے کیوں توقف ہو، ہرگز نہیں، بلکہ لیلۃ القدر میں رسول آ گیا، اور دورہ کمالات انسانی بھی پورا ہو چکا۔ فقط اتنی ہی بات کہ فمن یّعمل مثقال ذرّةٍ خیراً یره ومن یعمل مثقال ذرّةٍ شراً یره تمامہ ظہور میں نہیں آئے مگر شروع ہے یعنی اہل سعادت اور نیک فطرت اس رسول نازل شدہ کے ساتھ ایمان لا کر ایک جماعت اکٹھی ہو رہی ہے اور اہل شقاوت اور بدطینت انکار میں آ کر دوسرا گروہ حسب مضمون یو مئذٍ یّصدر النّاس اشتا تاً لیروا اعما لھم بن رہا ہے جس کی شان میں جناب مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۰۴ کی پہلی سطر کی ابتدا میں یوں لکھتے ہیں (اور جو شرارت اور شیطان کی ذریت تھے وہ اس تحریک سے خواب غفلت سے جاگ اٹھے)۔

ناظرین کو سمجھنا چاہیے کہ یہ تفسیر مرزا صاحب کی بطریق مشتے نمونہ خروار ہے، باقی خود انصاف فرماویں کہ یہ تحریف ہے کتاب اللہ اور کتاب الرسول کی یا بیان ہے بطون قرآن کا۔ پہلے بھی اہل باطن اسرار اور اشارات کو بیان فرماتے رہے ہیں، اقتباس الانوار کے صفحہ ۲۳۱ پر اسی سورۃ کی تفسیر ملاحظہ فرماویں۔ مگر ظاہر قرآن سے انکار کرنے والے کو ملحد قرار دیتے رہے ہیں۔ بے شک و جوه الفهم لا تنحصر فيما فهموه و علم اللّه لا يتقيد بما علموه اس کے ہم بھی قائل ہیں مگر قرآن کے ظہر اور بطن دونوں کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں نہ یہ کہ تفسیر ظہر قرآن کی سراسر غلط قرار دی جائے۔ العیاذ باللہ

فی فتح البیان یکون الضابط فی الصحته ان لا یرفع ظاهر المعانی المنفهمة عن الالفا ظ بالقوا نین العربیة و ان لا یخالف القواعد الشر عیة و لا یبا ین اعجا ز القر آ ن .. الی ان قا ل .. و الا فهو بمعز ل عن القبو ل

دوسری جگہ فتح البیان میں ہے:

و کذ لک اذا ثبت تفسیر ذ لک الرسول ﷺ فهو اقدم من کل شیء بل حجّة متبعة لا یسوغ مخالفتها لشئی آخر ثمّ التفاسیر علماء الصّحابة المختصین برسول اللّه ﷺ فانّه یبعد کلّ البعد ان یفسر

احد هم کتا ب اللّٰہ و لم یسمع فی ذلک شیئاً عن رسول اللّٰہ ﷺ و علی فرض عدم السّماع فھو احد العرب الّذین عرفوا من ا للغۃ دقّھا و جلھا ۔

یعنی قبول معنی بطون قرآن مجید کی شرط یہ ہے کہ مخالف ظاہر کی نہ ہو اور سب سے مقدم اور واجب القبول تفسیر آنحضرت ﷺ کی ہے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کرام کی ۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ سارے قرآن میں تفسیر ابن عباسؓ کی سرا سر غلط ٹھہری اور لفظ متوفیک کے متعلق جو ممیتک ہے منظور ہوئی وہ بھی آدھی ۔اور فلمّا توفّیتنی کے متعلق جو ابن عباسؓ سے باسناد صحیح تفسیر درمنثور میں مذکور ہے اور ایسا ہی بل رفعہ اللّٰہ الیہ و ان من اھل الکتا ب اور و انّہ لعلم للسّا عۃ اور احادیث نزول جو ابن عباسؓ سے مروی ہیں اور تفسیر سورۃ قدر اور سورہ بینہ اور سورہ زلزال بلکہ جن جن مقامات میں آپ متفرد ہیں یہ سب متروک ۔ اسی وجہ سے کہ آپ کے مطلب کے برخلاف ہیں ۔ اکثر اعتراضات جناب مرزا کے جو باستشہاد آیات عقیدہ اجماعیہ پر انہوں نے کئے تھے جواب ان کا لکھ چکا ہوں بقیہ اعتراضات بہ نسبت ان کے بہت ہی لغو ہیں ناظرین ادنی توجہ سے دھوکا ان کا سمجھ لیں گے لہذا اسی قدر پر اکتفا مناسب سمجھ کر اختتام ایک دو بات ضروری پر کیا جاتا ہے۔

ایک تو بہ نسبت احادیث نزول اور خروج دجال کے جو مرزا صاحب نے منجملہ مکاشفات اجمالیہ کے ٹھہرا کر واجب التاویل قرار دی ہیں، کہتا ہوں کہ اس کی تحقیق دوسری جگہ ملاحظہ فرمالیویں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث نزول اور خروج دجال مکاشفات تفصیلیہ میں سے ہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے مکاشفات تفصیلیہ میں آنحضرت ﷺ نے جس جس شخص کو بقید نام جس طرح فرمایا ہے اسی طرح ظہور میں آیا، سر مو بھی تفاوت نہیں ہوا۔ پیشگوئیاں آنحضرت ﷺ کی اس امر کی وضاحت کے متعلق دوسرے مقام پر فرماویں ۔اس دھوکہ میں بھی ایک رکن ایمان کا بلکہ سارا ایمان زائل ہوتا ہے اور احادیث نزول وخروج کو مکاشفہ اجمالی در رنگ دیکھنے آنحضرت ﷺ کے وباء کو بصورت عورت جو گرداگرد مدینہ طیبہ کے پھر رہی تھی خیال نہ کرنا مکاشفہ اجمالی تعبیر طلب ہوتا ہے بخلاف تفصیلی کے اور تعبیر میں اگرچہ وقوع خطا ممکن ہے مگر بقاء علی الخطاء نبی کی عصمت کو باطل کرتا ہے بناء علی ہذا بالفرض اگر احادیث نزول اور خروج مکاشفہ اجمالی کے قبیل سے بھی ہوں تو ساری عمر آپ کا باقی رہنا خطائی التعبیر پر (نعوذ باللہ) آپ کی عصمت میں ہارج ہوگا۔

دوسرا یہاں پر آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیاں اور ان کے ظہور کو زیر نظر رکھنا کارآمد ہے بہ نسبت اس کے کہ ابن مریم سے مثیل ان کا مراد لینے پر قصہ ایلیا شاہد لایا جاوے کیونکہ اول تو وہ بباعث تناقض قول یحیٰؑ اور عیسیٰؑ کے قابل اعتبار نہیں دوسرا ہم کو آپ ﷺ کی پیش گوئیوں سے نظائر کا ملاحظہ آپ ہی کے کلام سمجھنے کے واسطے از بس ضروری ہے۔

حضرت ام حرامؓ جو ایک صحابیات میں سے ہے روایت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ قیلولہ سے بیدار ہوئے حالت تبسم میں۔ میں نے عرض کیا کہ باعث تبسم کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں متعجب ہوں اپنی امت کے ایک گروہ سے جو بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار رہوں گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے خدا سے دعا مانگیں کہ مجھ کو بھی ان میں سے کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو انہی میں سے ہے (بخاری عن انس بن مالک) اس پیش گوئی کا ظہور امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے عہد میں بوقت فتح ہونے جزیرہ قبرص کے واقع ہوا۔ ان ایام میں حضرت ام حرامؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ کے نکاح میں تھیں۔

حضرت ام حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے میری امت سے ایک لشکر غزوہ دریا کا کریں گے اور ان سے عمل جنت کا واجب کرنے والا صادر ہوگا۔ ام حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی میں بھی ان میں سے ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو ان میں سے ہے۔ بعدہ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ایک لشکر غزوہ قیصر کے شہر کا کریں گے اور ان کو مغفرت دی جائے گی۔ میں نے عرض کیا کہ میں ان میں سے ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں (بخاری عن عمیر بن الاسود العنسی)

حضرت عثمانؓ کے حق میں آپ ﷺ نے فرمایا افتح لہ یعنی اس کے لئے دروازہ کھول دے اور اس کو جنت کی بشارت دے ایک مصیبت پر جو اس کو پہنچے گی (بخاری ومسلم)

ذکر کیا آنحضرت ﷺ نے ایک فتنہ کو، پھر حضرت عثمانؓ کے حق میں فرمایا کہ یہ اس فتنہ میں بحالت مظلومی قتل کیا جائے گا (ترمذی)

آپ نے حضرت عثمانؓ کو فرمایا تو سورۃ بقرہ کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائے گا اور تیرے خون کا قطرہ اس آیت پر پڑے گا فسیکفیکھم اللہ و ھو السمیع الحکیم (حاکم)

آنحضرت ﷺ نے عثمانؓ کے ساتھ بحالت تنہائی ایام مرض میں گفتگو فرمائی۔ حضرت عثمانؓ کا چہرہ متغیر ہوا (ابن ماجہ)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ عہد کیا آنحضرت ﷺ نے کہ نہ وفات پائے گا تو جب تک امیر نہ کیا جائے گا اور پھر رنگین کی جائے یہ یعنی ریش اسکے خون سے یعنی سر کے (احمد)

آپ ﷺ نے امہات المومنینؓ میں سے ایک کے شان میں فرمایا (ترجمہ) کس طرح پر ہوگا حال ایک تمہارے میں سے جب آواز کریں گے اس پر کتے پانی بنی عامر کے جس کا نام حوب ہے (ابوبکر وابویعلی واحمد) اور یہ لفظ ابویعلی کا ہے۔

حضرت عائشہؓ کو جب حوب کے کتوں کی آواز آئی تو پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ پانی ہے بنی عامر کا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا لوٹاؤ مجھ کو۔ سنا میں نے رسول خدا ﷺ سے...

فرمایا آنحضرت ﷺ نے نہ قائم ہوگی قیامت جب تک نہ لڑیں گے دو گروہ بھاری جن کے مابین قتل عظیم واقع ہوگا اور دونوں کا دعوی ایک ہی ہوگا (بخاری و مسلم)

یہ اشارہ واقعہ صفین کی طرف اور (دعوی انکا ایک ہی ہوگا) اشارہ اس طرف کہ اہل شام نے قرآن کو اٹھا کر کہا تھا کہ تمہارے اور ہمارے درمیان میں یہ قرآن ہے اور حضرت علیؓ نے فرمایا تھا یہ قرآن صامت اور میں بولنے والا ہوں۔

ایسا ہی آپ ﷺ نے واقعہ نہروان سے خبر دی اور وہ حدیث متواترہ ہے اور علیؓ اس واقعہ میں بروقت معائنہ پیش گوئی آنحضرت ﷺ کے بعینہ بغیر تفاوت سرموئے کے فرماتے تھے صدق رسول اللہ ﷺ (احمد عن عبید اللہ بن عیاض بن عمرو القاری)

یہ وہ واقعہ ہے جس میں آپ ﷺ نے وقت پیش گوئی کی علامت بیان کی (ایک سیاہ کا ہونا ناقص ہاتھ والا جس کے ہاتھ میں کالے بال ہوں گے) ذکر کی۔ علی ہذا القیاس

آپ ﷺ نے .... فرمایا سراقہ بن مالک جو کہ ایک اعرابی تھا اس کے دونوں بازوؤں کو ملاحظہ فرما کر، گویا دیکھ رہا ہوں میں جو تو نے کنگن کسری کے اور کمر بند اس کا اور تاج اس کا پہنے ہیں۔ امیر المومنین عمرؓ کی خلافت میں ایسا ہی وقوع میں آیا (ازالۃ الخفاء)...

اور فرمایا آپ ﷺ نے ایک یہودی کو بنی ابی الحقیق میں سے، کیسا حال ہوگا تیرا جس وقت نکالا جائے گا تو خیبر سے اور اونٹنی تیری بھگا لے جائے گی تجھ کو...

امیر المومنین عمرؓ نے اسی پیش گوئی کے صدق پر اعتماد فرما کر اس کو خیبر سے خارج کیا۔ اس نے عذر کیا کہ ابوالقاسم ﷺ نے ہم کو خیبر میں قائم رکھا اور آپ ہم کو نکالتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کے اسی فرمان کو بیان فرمایا کہ میں نہیں بھولا آنحضرت ﷺ کے فرمان کو (جو اوپر مذکور

ہو چکا ہے)۔اس نے کہا یہ آپ ﷺ نے ہنسی کے طور پر فرمایا تھا۔حضرت عمرؓ نے غصہ میں آ کر فرمایا کذ بت یا عدو اللّٰہ یعنی جھوٹ کہا تو نے اے دشمن اللہ کے۔

ناظرین اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور ایسے ہی اور اصحاب کرام آپ ﷺ کی پیش گوئیوں کو ظاہری معنوں پر حمل فرماتے تھے، اور بے وجہ تاویل اس یہودی کی طرح موجب غضب صحابہ کرام تھی ۔اسی طرح پر اور بہتیری پیش گوئیاں آپ ﷺ کی ہیں جو بلا تخلف اور بلا تاویل ظہور میں آئیں ۔

ناظرین پر ظاہر ہے کہ ان پیش گوئیوں میں حضرت ام حرامؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ جو پیش گوئیاں بقید اسامی مذکور ہیں کوئی تاویل طلب نہیں گو کہ بعض فقرات ماسوائے اسماء کے جو در رنگ استعارہ ہیں، اور ارادہ معنی حقیقی وہاں پر متعذر ہے تعبیر طلب ہے وقوع تاویل بعض فقرات میں موجب تاویل کا سب کلمات میں نہیں ہوسکتا بلکہ بنا اس کی تعذر ارادہ حقیقت پر ہے۔

الغرض پیش گوئیاں مذکورہ اور سب پیشگوئیاں جن کو مرزا صاحب معنی تاویلی پر شاہد لائے ہیں کوئی ان میں سے شہادت اس کی نہیں دیتی کہ اسامی مذکورہ فی الاحادیث میں تاویل بہ مثیل واقع ہے، بلکہ مراد اس کی وہی اشخاص ہیں جن کے نام ذکر کئے گئے ۔اور بوقت ظہور پیشینگوئی کے بھی انہیں کا حال ظاہر ہوا۔خلافت عثمانیہ اگرچہ عالم مثال میں برنگ قمیص نظر آئی مگر حضرت عثمانؓ وہی عثمان ہیں نہ کوئی اور مثیل ان کا۔نہایت ہی افسوس ہے کہ مجدد وقت ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں کہ جب چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی ہوا ہے کہ اس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو حضرت عیسیٰؑ کیوں کر اٹھائے گئے اور اتارے جائیں گے۔متعجب ہوں کہ وہ قادر قوی جس نے نصوص میں اپنی قدرت شاملہ سے خبر دی ہے اور کتنے ہی امور کا وقوع جن تک ہماری عقل ناقص کی رسائی ناممکن ہے بیان فرمائی، آیا وہ بھی دافع ایذاء ہوائی پر قدرت نہیں رکھتا۔اصحاب کہف کو کس طرح پر ۳۰۹ برس تک سلایا۔ بائیبل کو ملاحظہ کیجئے حضرت نوحؑ کی کشتی کس قدر اونچائی پر تھی جس میں انواع حیوانات موجود تھے وہ سب کے سب کس طرح زندہ رہے ۔

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱ ۷ سے ۲۵ ۷ تک یہ بیان فرمایا ہے کہ

اعداد وانا علی ذهاب به لقادرون کے ۱۲۷۴ ہوتے ہیں، اور یہی زمانہ فی الحقیقت ضعف اسلام اور خروج دجال کا بھی ہے۔خدا تعالی فرماتا ہے جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھا لیا جائے گا چنانچہ اس زمانہ میں قرآن اٹھایا گیا۔اب میں ان

حدیثوں کے مطابق جن میں لکھا ہے کہ ایک مرد فارسی الاصل دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ہوگا، میں قرآن کو لے آیا ہوں۔

آپ بجا فرماتے ہیں، مگر پہلے یہ تو فرمائیے کہ آیات کو آپ مبیّن مراد باعداد جفری ٹھہراتے ہیں یا بوضع لغت عربیہ۔ ظاہر ہے انا انزلناہ قرآنا عربیاً لعلکم تعقلون دال ہے اس پر کہ دلالت وضعیہ معتبر ہے بیان معتبر شارع میں نہ اعداد جفری۔ ہر ایک شخص ادنی تامل سے سمجھ سکتا ہے کہ مثلاً آیت ظهر الفساد فی البرّ و البحر دلالت ظہور فساد پر جنگل اور دریا میں حسب اعداد اس آیت کے نہیں کرتی کیونکہ اعداد اس کے مطابق حساب جمل ۱۸۴۶ ہیں، تو چاہیے کہ قبل از ۱۸۴۶ کے ظہور فساد نہ ہوا ہو۔ ایسا ہی اقیمو الصّلوة میں من حیث الاعداد فرضیت نماز پر دلالت نہیں کرتی، بایں معنی کہ فرضیت نماز کی ۹۰۷ سال میں جو عدد ہیں اس آیت کے وقوع میں آئے اور قبل اس کے نماز فرض نہ ہو۔ علاوہ اس کے اعداد کی تمیز میں بھی کوئی برسوں کا ہونا ضروری نہیں۔ یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں کہ ۱۸۴۶ سال ہی ہوں نہ کوئی اور چیز۔ ایسا ہی تقرر تاریخ ہجری کا منصوص نہیں اور جس آیت کو مرزا نے ذکر فرمایا ہے یعنی و انا علی ذهاب به لقادرون معنی اس کا ماقبل اور مابعد کے ملاحظہ سے بخوبی ناظرین پر ظاہر ہو جائے گا

و انزلنا من السّماء ماء بقدرٍ فاسکناه فی الارض و انا علی ذهاب به لقادرون فانشانا لکم بن جنات من نخیل و اعناب و لکم فیها فواکه کثیرة و منها تاکلون (ترجمہ) ہم نے آسمان سے پانی اتارا موافق اندازہ کے، اور ہم اس کے دور کر دینے پر قادر ہیں۔ پھر ہم نے پانی سے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے ان باغوں میں بہت میوے ہیں جن کو تم کھاتے ہو۔

قرآن مجید کا تو آیت میں ذکر ہی نہیں پانی مذکور ہے جس کی طرف دونوں ضمیریں راجع ہیں۔ اگر مراد ماء سے قرآن کریم بھی لیا جاوے تو پھر بھی اٹھایا جانا اس کا آسمان کی طرف ۱۲۷۴ ہجری میں جب ثابت ہوگا کہ تمیز اعداد کی بالخصوص سال ہی لیوں گے اور لقادرون سے جس کا معنی فقط قدرت رکھنے کا ہے معنی یہ لیویں کہ سنہ مذکور میں بالفعل متحقق کرنے والے ہیں۔ یہ دونوں امر بلا دلیل تسلیم نہیں کئے جاتے۔ بالفرض اگر اٹھایا جانا قرآن شریف کا آیت مذکورہ سے مانا جاوے تو پھر دوبارہ اس کا زمین پر کسی آیت سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ مرزا صاحب کو الزامی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف مسیح کی طرح قرآن سے ثابت ہوگیا۔ بعد اس کے اترنا

اس کا دنیا میں فقط حدیث سے بسبب نہ قطعی ہونے اسکے ثابت نہیں ہوسکتا۔ جب احادیث متواترہ نے بقول آپ کے کام نہ دیا تو ایک حدیث کس طرح آسمان پر چڑھے ہوئے قرآن کو اتار سکتی ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ حدیث بھی کسی طرح آپ کے مدعا پر شاہد نہیں ہوسکتی کیونکہ حدیث لو کان الایمان معلقاً عند الثّریّا لنالہ رجل من فارس آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمائی تھی۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو میرے اصحاب میں سے ایک شخص ایسا موجود ہے کہ اس کی طلب وہاں تک کرتا، تو وہ شخص سلمان فارسیؓ ہیں۔ جن کی سوانح عمری دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شک وہ ایسے ہی شخص تھے جنہوں نے ابتدائے جوانی سے پیری تک دین حق کی تلاش میں عمر عزیز کو صرف کیا، آخر الامر بعد مشرف باسلام ہونے ان کے آپ ﷺ نے فرمایا اسلام اور دین حق کو اللہ تعالی نے دنیا میں بھیج دیا، اگر آسمان پر ہوتا تو اس مرد فارسی الاصل کی تلاش ایسی ہے کہ ضرور کامیاب ہوتا۔

مرزا قادیانی اپنی زندگی میں ہی قرآن کریم کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف فرماتے ہیں، حالانکہ حجج الکرامۃ کے صفحہ ۴۴۲ پر یہ حدیث منقول ہے کہ عیسیٰؑ بن مریم نازل ہونگے، دجال کو قتل کریں گے اور چالیس برس تک قیام کریں گے، کتاب اللہ اور میری سنت پر عمل کریں گے پھر موت پائیں گے مسلمان حضرت عیسیٰؑ کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جس کا نام مقعد ہوگا خلیفہ بنائیں گے۔ جب وہ بھی مرجائے گا تو اس کی وفات کے بعد بیس سال نہ پورے ہوں گے کہ لوگوں کے سینوں سے قرآن اٹھایا جائے گا رواہ ابو الشیخ عن ابی ھریرہ مرفوعاً۔ اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں۔

احادیث خروج دجال

عن المغیرہ بن شعبہ قال ما سال احد رسول اللّٰہ عن الدجال مما سالتہ وانہ قال لی ما یضرک قلت انّھم یقولون انّ معہ جبل خبز و نھر ماء قال ھو اھون علی اللّٰہ من ذلک (بخاری مسلم)

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ کسی نے دجال کے بارہ میں مجھ سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ سے سوال نہیں کیا۔ اور آپ ﷺ نے مجھ کو فرمایا تجھ کو ضرر نہ دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ فرمایا آپ ﷺ

نے وہ خدا تعالی کے ہاں حقیر تر ہے۔

یعنی وہ خدا کے ہاں اتنی رفعت اور منزلت نہیں رکھتا جو اس کے پاس فی الواقع روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر موجود ہو، بلکہ یہ چیزیں محض خیال ناظرین میں دکھلائی دیں گی، اس میں امتحان اور ابتلاء ہوگا۔ مومن اپنے ایمان پر ثابت رہے گا اور کافر لغزش کھائے گا۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ اس کے پاس یہ چیزیں نہ ہوں گی (ملا علی قاری) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر دجال کا چرچا صحابہ میں بہت تھا جیسا کہ انّھم یقولون سے معلوم ہوتا ہے۔

دوسرا، دجال کا ایک شخص معین ہونا، نہ یہ کہ کسی جماعت کا نام ہو، ورنہ آپ ﷺ باوجود کثرت سوال حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے جس سے مقصود اس کا غایت توضیح ہے اس امر کی تشریح سے اعراض نہ فرماتے۔

عن عبد اللّٰه بن عمر انّ عمر ابن الخطاب انطلق مع رسول اللّٰه ..

عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جماعت صحابہ کے ساتھ جس میں عمرؓ بن خطاب بھی تھے ابن صیاد کی طرف تشریف لے گئے وہ اس وقت بنی مغالتہ کے محلوں کے پاس لڑکوں میں کھیل رہا تھا اور ان ایام میں بلوغت کے قریب تھا۔ اس کھیل کی حالت میں آپ ﷺ کے تشریف لے جانے سے غافل تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کی پیٹھ پر مارا، اور فرمایا کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اس نے دیکھ کر کہا میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ امیین کے رسول ہیں (یعنی عرب کے)۔ پھر ابن صیاد نے کیا تم شہادت میری رسالت پر دیتے ہو۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے قطع کلام کیا۔ اور فرمایا آمنت باللّٰہ و برسولہ۔ پھر ابن صیاد سے پوچھا کیا معلوم ہوتا ہے تجھ کو۔ اس نے کہا مجھ کو خبر دینے والا کبھی سچ بولتا ہے کبھی جھوٹ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر سچ اور جھوٹ مل گیا۔ فرمایا آپ ﷺ نے میں نے تم سے کوئی چیز پوشیدہ کر رکھی ہے۔ آپ نے یہ آیت چھپا رکھی تھی یوم تاتی السماء بدخان مبین۔ اس نے کہا دخ۔ آپ نے ﷺ فرمایا، دور ہو تو ہرگز نہ بڑھے گا تو اپنے قدر سے۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھ کو اذن اس کی گردن مارنے کا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ لڑکا اگر وہ ہے تو، تو اس پر مسلط نہیں ہوسکتا، اور اگر وہ نہیں تو اس کے قتل میں تجھ کو کچھ فائدہ نہیں۔

راوی حدیث کا حضرت ابن عمرؓ کہتا ہے بعد اس کے

تشریف لے گئے آنحضرت ﷺ وابی بن کعبؓ انصاری باغ خرما میں جس میں ابن صیاد تھا۔ آپ ﷺ خرما کے درخت کے پیچھے چھپتے تھے اور چاہتے تھے کہ ابن صیاد سے کچھ سنیں قبل اس کے وہ آپ ﷺ کو دیکھے، اور وہ اپنے بستر پر کپڑے میں لیٹا ہوا تھا اور خفی سی آواز کر رہا تھا۔ ابن صیاد کی والدہ نے آپ ﷺ کو خرما کے درخت کے پیچھے چھپے ہوئے دیکھ لیا اور ابن صیاد کو کہا کہ اے صاف (یہ اس کا نام تھا) یہ محمد ﷺ ہیں۔ پھر رک کیا اپنی گنگناہٹ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کاش کہ اگر چھوڑ دیتی تو اس کو تا کہ کچھ بیان کرتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہوکر باری تعالی کی ثنا کہی، پھر ذکر کیا دجال کو اور فرمایا سب انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے۔ نوحؑ نے بھی اپنی قوم کو خوف دلایا ولیکن میں تم کو اس کے بارہ میں ایسی بات کہوں گا جو کسی نبی نے نہیں کی۔ جان لو کہ وہ دجال کانا ہوگا، اور اللہ تعالی اس سے منزہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

جاننا چاہیے کہ پہلے آنحضرت ﷺ نے بعض علامات دجال کے جن کا آپ کو علم تھا اصحاب کے سامنے بیان فرمائیں جو منطبق ہوتی تھیں ابن صیاد پر۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دجال کے ماں باپ کے گھر تیس برس تک اولاد نہ ہوگی بعد ازاں ایک لڑکا کانا بڑی بڑی داڑھوں کچلیوں والا پیدا ہوگا کم منفعت اس کی آنکھیں سویا کریں گی اور دل جاگتا ہوگا اس کا باپ قد کا لمبا خشک ہوگا چونچ جیسی اس کی ناک ہوگی اس کی والدہ موٹی چوڑی لمبی ہوگی (رواہ فی شرح السنہ)

حضرت ابوبکرہ صحابی کہتے ہیں ہم نے سنا کہ مدینہ کے یہود میں ایسا ہی لڑکا پیدا ہوا ہے میں اور زبیر بن العوام مل کر گئے سب علامات اس میں اس کی والدہ میں ویسی ہی پائیں جیسی کہ آپ نے فرمائی تھیں۔ یہ حلیہ دجال جس سے آپ ﷺ نے پہلے خبر دی تھی جب صحابہ نے ابن صیاد پر بمعہ والدین اس کے منطبق پایا تو یقین کر لیا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے، اس لئے حضرت عمرؓ نے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی مگر آپ ﷺ نے اجازت نہ دی اور فرمایا ان یکن ھو فلست صاحبه و انّما صاحبه عیسی و الا یکن ھو فلیس لک ان تقتل رجلاً من اھل العھد یعنی اگر یہ دجال ہے تب تو تو اس کا قاتل نہیں بغیر عیسی ابن مریم کے قاتل اس کا کوئی نہیں اور اگر یہ ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا سزاوار نہیں۔

اس حدیث سے ایک تو دجال کا شخص معین ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت

ﷺ کا تشریف لے جانا ابن صیاد کی طرف یہ دلیل ہے دجال کے شخص معین ہونے کی۔ اگر دجال عبارت قوم دغاباز وغیرہ سے ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں تو آپ ﷺ ابن صیاد کی طرف بخیال اس کے کہ شاید دجال ہو کیوں جاتے۔ دوسرا یہ بھی ظاہر ہوا کہ دجال کا قاتل بغیر حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے اور کوئی نہیں۔ مرزا صاحب ابن صیاد کو دجال معہود ٹھہرا کر مدینہ منورہ میں مار کر مدفون سمجھ رہے ہیں جیسا کہ ازالہ اوہام میں اسی امر کو حضرت عمرؓ کے حلفی بیان اور ابن عمرؓ کے اس قول سے کہ ما اشک ان المسیح الدجال ابن صیاد ثابت کیا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں کیونکہ مسیح کو دجال شخصی کا قاتل ہونا چاہیے اور دجال باعتقاد مرزا صاحب تیرہ سو سال پہلے آپ یعنی مرزا سے فوت ہو چکا ہے۔ تیسرا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مراد قتل دجال سے یہی معنی ظاہری قتل کا ہے یعنی ظاہری سبب سے مار دینا، نہ دلائل کے ذریعہ سے مغلوب کر لینا۔ شاہد اس کا اذن طلبی ہے حضرت عمرؓ کی ابن صیاد کے قتل کے بارہ میں، آپ کا بیان کہ قاتل اس کا عیسیٰؑ بن مریم ہوگا تو اس کو قتل نہیں کر سکتا۔ اگر قتل سے مراد مزعوم مرزا صاحب ہوتا تو آپ ﷺ یوں فرماتے کہ اے عمر! دجال کو تو دلائل و بینات سے ساکت کرنا چاہیے نہ یہ کہ اس کو جان سے مارا جائے۔

ناظرین سمجھ چکے ہوں گے کہ بیان حلفی حضرت عمرؓ کا ابن صیاد کے دجال ہونے میں اور ایسا ہی عبداللہ بن عمرؓ کا مقولہ کہ ما اشک .. الخ یعنی میں شک نہیں کرتا ہوں ابن صیاد کے دجال ہونے میں۔ یہ دونوں اسی بنا پر تھے جو اوپر بیان کی گئی یعنی منطبق ہونا علامات مبینہ کا ابن صیاد پر۔ بعد ازاں جب ان کو اور علامات بھی بہ تعلیم ربانی بتلائے گئے مثلاً اس کا زمین مشرق و ارض خراسان سے نکلنا۔ مکہ و مدینہ میں داخل نہ ہو سکنا، ک ف ر پیشانی پر لکھا ہوا ہونا اور مقتول ہونا اس کا مسیح ابن مریمؑ کے ہاتھ سے تو حضرت عمرؓ پہلے عقیدہ سے باز آ گئے۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں بیان حلفی عمرؓ سے جس کی بنا ان کے زعم پر تھی استدلال ابن صیاد ہی کے دجال ہونے پر پکڑتے ہیں تعجب ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاک فرمان کا یعنی و انما صاحبہ عیسی بن مریم کا کچھ خیال نہیں فرماتے۔ ابن صیاد ہی کے دجال ہونے پر زور لگانا مرزا صاحب کا اسی لئے ہے کہ کوئی یہ سوال نہ کرے کہ قبل از ظہور مسیح بن مریم دجال کا وجود چاہیے، بتائیں وہ کہاں ہے۔ مگر یہ خیال نہ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ اور مزعومی قول حضرت عمرؓ کو جس سے حضرت عمرؓ بھی بعد استماع قول آنحضرت ﷺ کے باز آ گئے تھے محکم پکڑ لینا اور بحکم و انما صاحبہ عیسی بن

مریم کے مرے ہوئے دجال کو زندہ ماننا اور پھر اس کے لئے ان امور کا جائز رکھنا جو عیسیٰؑ بن مریم کے لئے ناجائز قرار دیئے گئے تھے یعنی اتنی مدت تک زندہ رہنا باوجود عدم تغیرات جسمانیہ کے یا اپنے مسیح موعود سے ہاتھ دھونا یہ اتنے بڑے مفاسد کس کو اٹھانے پڑے۔ حضرت عمرؓ کا ابن صیاد ہی کے دجال ہونے سے بعد بیان آنحضرت ﷺ کے باز آنا اس حدیث سے بھی ثابت ہے جو ابن عباسؓ سے مروی ہے:

قال خطب عمر بن الخطاب و کان من خطبته و انّه سیکون منکم قوم یکذبون بالرجم و بالدجال و بالشّفاعة و بعذاب القبر .. الخ

حضرت عمرؓ کا خطبہ میں یہ فرمانا کہ تمہارے پیچھے پیدا ہوگا ایک گروہ جو رجم اور دجال اور شفاعت اور عذاب قبر کا منکر ہوگا۔ عہد خلافت اپنی میں اور احادیث دجال کی صحت میں تاکید فرمانی دلیل ہے ابن صیاد کے دجال نہ ہونے پر (اخرجہ احمد)

یہ بھی ایک پیشین گوئی ہے حضرت عمرؓ سے در بارہ پیدا ہونے معتزلہ اور نیچریہ اور مرزائیہ کے۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ جس شئے کی نسبت کہتے ہیں کہ اسے میں ایسا خیال کرتا ہوں وہ وہ ویسی ہی نکلتی۔ قیس بن خارق کہتا ہے کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے کہ عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔ ابن صیاد نے خود بھی ابوسعید خدریؓ کو مکہ کے راستہ میں انہیں دلائل اور علامات سے مغلوب کیا تھا یعنی ابوسعید خدریؓ کو کہا:

میں بڑا متعجب ہوں لوگوں سے جو مجھے دجال سمجھ رہے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سنا رسول خدا ﷺ سے کہ دجال لا ولد ہوگا اور میری اولاد ہے، اور دجال کافر ہوگا اور میں مسلمان ہوں، اور دجال مکہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا اور میں اب مدینہ سے آرہا ہوں اور مکہ کو جاتا ہوں۔

بعد اس کے ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے کہنے لگا قسمیہ کہتا ہوں کچھ شک نہیں اس میں کہ میں جانتا ہوں مولد یعنی محل پیدائش اس کی کو اور مکان اس کے کو اور کہاں ہے وہ یعنی فلانی جگہ، اور اس کے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں۔ ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ اس نے مجھ کو اشتباہ میں ڈال دیا۔ (مسلم)

اور ایسا ہی جابر بن عبداللہ کو جب محمد بن منکدر نے کہا کہ تم حلفاً ابن صیاد کو دجال کیوں کہتے ہو تو جابر بن عبداللہ نے بجواب اس کے کہا،

میں نے سنا حضرت عمر کو حلف اٹھاتا آنحضرت ﷺ کے پاس، اور آپ نے حلف سے اسے روکا نہیں (بخاری۔ مسلم)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت جابرؓ کا حلفی طور پر ابن صیاد کو دجال کہنے کی بنا حضرت عمرؓ کے حلف پر تھی اور ان کی حلف اپنے زعم پر۔ کیونکہ قبل از سننے علامات کے ان کو باعث اکثر علامات کے ابن صیاد پر پختہ یقین تھا اور آپ ﷺ کا حضرت عمرؓ کو نہ روکنا حلف سے اس لئے ہوا کہ انہوں نے اپنے ظن غالب کے مطابق حلف اٹھائی تھی۔

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ باقی علامات میں سے اکثر کا وجود ابن صیاد میں بروقت دعوی الوہیت کے محتمل تھا۔ یعنی آپ ﷺ اور صحابہ کو یہ بھی احتمال ہوا کہ شاید مثلاً ک ف ر کا پیشانی پر ظاہر ہونا یا اس کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی نہر وغیرہ کا ہونا اس وقت ہوں گے جب اس نے دعوی خدائی کا کیا۔ یہ احتمال اس کے مرنے تک چونکہ باقی تھا لہذا آپ ﷺ اور صحابہ کرام بھی اس کے بارہ میں متردد رہے۔

الحاصل ابن صیاد میں اور اس کے ماں باپ میں چونکہ وجود اکثر علامات کا مشاہدہ کیا گیا اور جو موجود نہیں تھے ان کا وجود بھی اس کی حین حیات تک محتمل رہا، لہذا اس کے بارہ میں متردد رہے۔ قطع احتمال جب ہوا کہ وہ مر گیا۔

ناظرین یہی وجہ ہے تردد کی ابن صیاد کے بارہ میں ازالہ اوہام کو اس مقام پر دیکھنے سے ہرگز دھوکا نہ کھانا اور احادیث صحیحہ کو اپنی نافہمی کے باعث غلط نہ کہنا۔ مرزا صاحب کو تو اپنا مطلب زیر نظر ہے تم کو آیات اور احادیث کے الٹ پلٹ کرنے سے بجز از نقصان کون سے فائدے کی امید ہے۔ اور یہ بھی آپ معلوم کر چکے ہوں گے کہ دجال کے پاس روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر کا ہونا اور مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ علامات پر سب از قبیل تخیل اور امتحان خداوندی ہوں گے نہ یہ کہ فی الواقع اور بغیر ابتلاء دجال موصوف بصفات مذکورہ ہونا کہ شریک حق جل شانہ کا سمجھا جائے یہ امور محض امتحاناً بدبختوں کے خیال میں ایسے نظر آئیں گے۔ مرزا صاحب نے ان کو واقعی سمجھ کر احادیث دجال کے معتقدین کو مشرک ٹھہرایا اور اردو خواں کم علموں کو ایسا دھوکہ دیا کہ آیات اور احادیث صحیحہ کے منکر ہو گئے، کسی میں تحریف اور کسی کی تغلیط۔ وہ خواب جس کی تعبیر مرزا صاحب قادیانی نے مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم سے نیند کی حالت میں استفسار فرمائی تھی (یعنی میں دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے جب دائیں طرف چلاتا ہوں ہزاروں مخالف اس سے قتل ہو جاتے ہیں اور جب بائیں

طرف چلاتا ہوں ہزاروں دشمن اس سے مارے جاتے ہیں) شائد اس کی تعبیر یہ نہ ہو کہ تلوار آپ کے ہاتھ میں، مراد اس قوت سے درّاکہ جو تیز ہے، جیسی تلوار کی دھار تیز ہوتی ہے، دائیں جانب آیات قرآنیہ اور بائیں جانب احادیث صحیحہ۔ قوت درّاکہ کی تیغ جب آیات کی طرف چلتی ہے ہزاروں مضمون جو مراد تھی قتل کئے جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلتی ہے تو ہزاروں مضامین احادیث نبویہ مارے جاتے ہیں۔ تعجب ہے کہ مرزا صاحب بمقابلہ آیات اور احادیث صحیحہ کے جن سے آپ کا مسیح موعود نہ ہونا واضح ہو چکا ہے لا مھدی الا عیسی کو لاتے ہیں جس کی نقادان حدیث نے تضعیف کی ہے مثل محقق ابن جزری وغیرھم۔

ایام الصلح کے صفحہ ۱۱۸ پر کتاب اقتباس الانوار کا حوالہ دے کر ذکر بروز فرماتے ہیں جو عبارت ہے تصرف کرنے سے روح کسی کامل کی صاحب ریاضت اور مجاہدہ پر۔ اور نزول مسیح عبارت اسی بروز سے ہے مطابق حدیث لا مھدی الا عیسی بن مریم کے یعنی روح عیسوی مہدی آخرالزمان میں جو میں ہوں متصرف ہوگی انتہا بغرضہ

میں کہتا ہوں آپ مصنف کتاب مذکور کو جو شیخ محمد اکرم صابری ہیں اسی صفحہ میں اس طور پر موصوف کرتے ہیں کہ، از اکابر صوفیاء متاخرین بودہ می فرماید۔، اگر فی الواقع آپ کے اعتقاد میں حضرت موصوف ایسے ہی ہیں تو اقتباس الانوار کے اسی صفحہ یعنی ۵۲ پر تیسری سطر میں ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت شیخ محمد اکرم بعد نقل اس قول کے بایں لفظ فرماتے ہیں:

وایں مقدمہ بغایت ضعیف است۔،

اور صفحہ ۳۴، اسی کتاب کے اوپر سطر دسویں میں فرماتے ہیں:

وایں ردّ است مرقول کسے راکہ می گوید مہدی ہمیں عیسی است وتمسک مے کند بایں حدیث کہ لامھدی الاعیسی بن مریم وجواب ایں حدیث حمل است برحذف لا مھدی بعد المھدی المشھور الذی ھو من اولاد محمد ﷺ و علیؓ الا عیسی

اور نیز قصیدہ نعمت اللہ ولی جس کا نام آپ نے نشان آسمانی رکھا ہے مہدی وقت اور عیسی کے ایک ہی شخص ہونے کی دلیل بنایا ہے، مزید برآں موجب تعجب یہ ہے کہ،

مہدی وقت وعیسی دوراں ہر دو را شہسوار مے بینم

واؤ جو مہدی وقت اور عیسی کے درمیان ہے اس کو واؤ تفسیر ٹھہرایا اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ دوسرے مصرعہ میں لفظ، ہر دو را، جو واقع ہوا ہے وہ کیا کہہ رہا ہے لا مھدی الا عیسی کو اگر صحیح بھی

مانا جائے تو بھی مرزا صاحب کو مفید نہیں کیونکہ جب ارادہ مثیل کا ابن مریم سے بشہادت آیات قرآنیہ ممتنع ہوا تو پھر وہی عیسی بن مریم جو نبی وقت تھا مہدی بنا، مرزا صاحب کو کیا فائدہ؟

احادیث نزول اورظہور دجال اورمہدی متواترۃ المعنی ہیں۔ مسلمانوں کو ایمان رکھنا ان کے ساتھ ضروری ہے ہرگز ہرگز کسی کے دھوکا میں نہ آنا چاہیے فاللّٰہ خیر حافظاً و ھو ارحم الرّاحمین اور دلیل ان کے مسیح موعود نہ ہونے پر الہامی کلام حضرت عیسیؑ کی ہے:

تب اگر کوئی تمہیں کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین مت لاؤ۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھائیں گے یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔ دیکھو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ پس اگر وے تمہیں کہیں دیکھو وہ جنگل میں ہے تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھڑی میں ہے تو باور نہ کرو۔ کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندتی ہے او پچھّم سے چمکتی ہے ویسا ہی انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہوگا۔

اس میں مرزا صاحب کا جواب کہ، جھوٹے مسیح پادری لوگ ہیں، نہایت ہی سست اورنکما ہے کیونکہ جھوٹا مسیح وہ ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعوی کرے اور علامات لازمہ موجود نہ ہوں خواہ پادری ہو یا مسلمان۔

ناظرین کو بخوبی واضح ہو چکا ہوگا کہ سب احادیث صحیحہ متواترہ اسی مسیح بن مریمؑ کے آنے سے خبر دے رہی ہیں جو نبی وقت تھا اوراس کے زمانہ نزول کے علامات متذکرہ بالا ابھی موجود نہیں۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

مسلمان کم ازکم میرے قول کو حسن ظن کے طریق پر ہی مان لیتے۔،

جناب ہم کو مان لینے میں کوئی عذر نہ تھا اگر کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع امت برخلاف آپ کے شہادت نہ دیتے۔ آپ منانے کا انتظار نہ کیجئے تقصیر تحریف آیات و احادیث بارگاہ الٰہی سے معاف کرانے کا فکر فرمائیں ابھی وقت ہے ربّنا لا تواخذ نا ان نسینا او اخطأ نا میں سچ کہتا ہوں آپ نے معتقدوں کیلئے ایسا راستہ بتایا ہے اور اصول قائم کئے ہیں کہ ضرور ہی وجود حشر وغیرہ مواعید ربانیہ کے منکر ہو جائیں گے ازالہ اوہام میں آپ یہ قول اپنے معتقدین کے بارہ میں لکھ کر (کہ قریب تر با من اور نزدیک تر بسعادت کون لوگ ہیں کیا وہ لوگ جنہوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا ہے یا وہ لوگ جو منکر ہو گئے) ان کو خوش تو فرمایا ہے مگر آپ نے ان کے

لئے یہ خیر و برکت تجویز کر دی ہے کہ قبل از وقوع شئے اس کے ساتھ ایمان نہ رکھنا کہ مخبر صادق ﷺ نے جنکے ہزاروں نظائر پیش گوئیوں کے بعینہ اسی طرح ظہور میں آئے بشہادت حلفی بیان فرمائیں۔ بناء علیہ عذاب قبر وسوال منکر نکیر وحشر وغیرہ امور واجبۃ الایمان میں ان کو مذبذب کر دینے کے انوار و برکات سے افادہ بخشا۔ رسولوں کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں مسیح کا مکاشفہ کچھ بہت صاف نہیں تھا ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۰ یہ دخل شیطانی کلمہ کا کبھی انبیاء اور رسولوں کو وحی میں بھی ہو جاتا ہے ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۸ کچھ تعجب نہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم دجال یا جوج ماجوج، دابۃ الارض، دجال کے گدھے کی حقیقت کاملہ اور اصلی معلوم نہ ہوئی ہو ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۱ میں کہتا ہوں انبیاء کو دھوکہ لگ جاتا (العیاذ باللہ) مگر آپ (مرزا) کا الہام بالکل محفوظ اور قطعی ہے جن کو غیب کے مطلع کرنے پر اتنا اہتمام کیا جائے فانّہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصداً یعنی کلام ربانی چوکیوں پہروں سے بحفظ تمام انہیں تک پہنچائی جائے ان کا مکاشفہ ناقص اور پر اشتباہ۔ اور جن کے یہ نشان نہیں ان کا مکاشفہ کامل اور واضح تر۔ آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۸۱ میں فرماتے ہیں:

> چوتھی یہ کہ وہ خدا تعالی کے بھیجے ہوئے بندہ پر ایمان لاکر اس سختی اور غضب الہی سے بچ گئے جو ان نافرمانوں کے حصہ میں ہوتا ہے جن کے حصہ میں بجز تکذیب اور انکار کے اور کچھ نہیں۔

میں کہتا ہوں خدا تعالی کا بھیجا ہوا بندہ ترجمہ ہے عبدہ و رسولہ ہم بصدق دل پڑھتے ہیں آمنت باللّٰہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ .. الخ اور آنحضرت ﷺ کو چونکہ خاتم النبیین جانتے ہیں لہذا آپ کو عبدہ و رسولہ موصوف بہ مجموع ہر دو صفت نہیں مانتے۔

ازالہ اوہام میں آپ فرماتے ہیں:

> اور میرے دعوی کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اتر ہی آوے تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم آسمان سے اترتے دکھائی دیں اگر کوئی کہے کہ اہل حق کی دعا اہل باطل کے مقابل پر قبول ہونی ضروری نہیں، ورنہ لازم آتا ہے کہ ہندوؤں کے مقابل مسلمانوں کی دعا قیامت کے بارہ میں قبول ہو کر ابھی قیامت آجائے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گذرنے سے پہلے واقع نہیں ہو سکتی۔ اور ضرور ہے کہ خدا اسے روکے رہے جب تک وہ ساری علامتیں کامل طور پر ظاہر نہ ہو جائیں جو حد

یٹوں میں لکھی گئی ہیں لیکن مسیح کے ظہور کا وقت تو یہی ہے اور وہ تمام علامتیں بھی پیدا ہو گئیں جن کا مسیح کے وقت پیدا ہونا ضروری تھا۔

ناظرین پر واضح ہو کہ یہ قول مرزا صاحب کا کہ، مسیح کو بذریعہ دعا جلد آسمان سے اتار لو اگر سچے ہو، اسی قبیل سے ہے جو منکرین قیامت کہتے تھے کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب متحقق ہوگا و یقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین۔ ہم کہتے ہیں کہ اس کا علم بجز خدا جل شانہ کے اور کسی کو نہیں۔ منکرین جب معائنہ کریں گے ان کے منہ برے ہو جائیں گے اور ان کو کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کو تم مانگتے تھے قل انّما العلم عند اللّٰہ و انّما انا نذیر مبین۔ فلمّا رأوہ زلفۃً سیئت وجوہ الّذین کفروا و قیل ھذا الّذی کنتم بہ تدعون۔

اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ نزول مسیح کا وجود قیامت پر قیاس نہ کیا جائے کیونکہ مسیح موعود آچکا اور علامات بھی موجود ہو چکے۔ میں کہتا ہوں ناظرین کو ماقبل سے واضح ہو گیا کہ علامات مبینہ فی الاحادیث ظہور میں نہیں آئے اور حضرت مسیح ابن مریمؑ جو نبی وقت ہوا ہے اور جس کے نزول کا وعدہ احادیث میں مذکور ہے وہ کہاں آیا؟ مثیل کا مراد لینا احادیث سے پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ ہرگز نہیں ہوسکتا اور یہ جو لکھا ہے کہ، قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی، میں کہتا ہوں کہ یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپ نے لگا دی ہے یہ منافی ہے لا یجلّیھا لوقتھا الّا ھو کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت ﷺ نے لاعلمی بیان فرمائی ہے اور اس حدیث معراج کے جس میں حضرت عیسیٰؑ نے ذکر معاہدہ رب کا کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے روائت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہم میں کھڑے ہو کر ذکر ابتداء پیدائش سے لے کر انتہاء تک فرمایا حتی کہ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں داخل کر دیا۔

بایں مکاشفہ آپ ﷺ قیامت کے بارہ میں اس طرح مامور ہیں قل انّما العلم عند اللّٰہ اور بجواب سوال جبرئیل یوں فرماتے ہیں ما المسؤل عنھا باعلم من السّائل کسی جگہ آپ نے اس علم کا افادہ نہیں فرمایا کہ سات ہزار سال تک تو بے غمی ہے بعد ازاں وقوع اس کا ہوگا مگر وقت معین معلوم نہیں اردوخوں سادہ لوحوں کو کیا کیا دھوکے، کیا کیا مضامین الٹ پلٹ کئے ہوئے سناتے ہیں اللہ حافظ ہو اور حدیث الدنیا سبعۃ آلاف سنۃ و انا فی آخرھا الفاً بر تقدیر صحت کے مراد آنحضرت ﷺ کی اس حدیث سے یہ ہے کہ آدم سے آج تک چھ ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اور ساتواں ہزار شروع ہے کہ میں ساتویں ہزار میں ہوں (مولانا رفیع الدین)

اور استشہاد مرزا صاحب کا ساتھ حدیث اقول کما قال العبد الصالح کے موقوف ہے اس امر کے اثبات پر کہ مابعد لفظ کما اور ماقبل اس کا مشارک فی جمیع الاوصاف و الاحکام ہوتے ہیں و دونہ خرط القتاد۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا دیکھو آیت کما بدأ نا اوّل خلقٍ نعیدہ جو اسی حدیث میں مذکور۔ اعادہ اور بدأ الخلق مغائر فی الکیفیت ہیں بہ سبب اشتراک دونوں کے حیز قدرت میں کلمہ کما اطلاق کیا گیا۔ ایسا ہی حدیث شریف میں بیان اشتراک فی وصف البرأۃ منظور ہے نہ فی جمیع الخصوصیات۔ اور باقی استشہادات کے اجوبہ دوسری جگہ ملاحظہ کئے جائیں

ربنا لا تؤاخذ نا ان نسینا او اخطأنا و صلّ و سلّم علی سید نا محمد و آلہ و صحبہ و آخر دعوا نا ان الحمد للہ رب العالمین

سیف چشتیائی

(پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی کتاب سیف چشتیائی کے کچھ مضامین جلد ششم میں نقل کئے جا چکے ہیں، اور چند مضامین ملخصاً ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔ بہاء)

قادیانی کے ظلی نبی ہونے کی تردید

} سوال: قادیانی صاحب مع محمد احسن امروہی صاحب وغیرہ کے احادیث متواترہ فی نزول المسیح کا انکار نہیں کرتے بلکہ بعد التسلیم ان کو ماؤل ٹھہراتے ہیں یعنی مسیح بن مریم یا عیسی بن مریم سے مراد قادیانی ہے۔ بعلاقة مما ثلة

} گولڑوی: تاویل بغیر قرینہ صارفہ عن المعنی الحقیقی کے تحریف ہوتی ہے خصوصاً جبکہ قرائن مانعہ عن التاویل بھی موجود ہوں کیونکہ ایسے تصریحات در بارہ نزول اسی مسیح بن مریم بعینہ نہ بمثیلہ کے آنحضرت ﷺ سے موجود ہیں جن میں کسی طرح تاویل ممکن ہی نہیں چنانچہ قال رسول اللّٰہ ﷺ للیھود انّ عیسی لم یمت و انّہ راجع الیکم قبل یوم القیامة دیکھو علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ محقق ہے کہ عیسیٰؑ نہیں مرا، اور یہ بھی محقق ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔

اب یہ پیشگوئی کیسے صریح طور پر صاف صاف لفظوں میں آنحضرت ﷺ نے فرمادی ہے جس میں مومن کو کسی طرح کا وسوسہ اور شک نہیں مگر افسوس کہ بحکم: اے تیزی طبع تو برمن بلا شدی ۔ امروہی صاحب یہاں بھی وار کئے بغیر نہیں تھمے۔ فرماتے ہیں کہ لم یمت کا مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سولی پر نہیں مرے (دیکھو شمس بازغہ۔ ص ۷۰ سطر ۲۰)۔ معلوم نہیں اس تحریف نے آپ کو کیا فائدہ بخشا اور یہ خیال نہیں کیا کہ مابعد کا فقرہ و انّہ راجع الیکم کیا کہہ رہا ہے۔ یہ تو اسی عیسیٰؑ کو جس کا ذکر آنحضرت ﷺ نے یہود سے کیا تھا دوبارہ دنیا میں لاتا ہے، آپ کے مرزا قادیانی صاحب کا تو ذکر ہی نہیں۔

} سوال: ممکن ہے کہ راجع سے مراد عیسیٰؑ کا رجوع بروزی طور پر بصورت قادیانی ہو۔

{ گولڑوی: مرزا جی چونکہ بروزِ عیسی اور بروزِ محمدی دونوں کے مدعی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ عیسوی رجوع بصورت قادیانی سے تو احادیث متواترہ میں خبر دیتے ہیں اور اپنے رجوع بروزی یعنی دوبارہ دنیا میں بصورت قادیانی ہو کر آنے سے ایک حدیث میں بھی اعلام نہیں فرماتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رجوع بروزی مراد نہیں بلکہ رجوع بعینہ۔ اور نیز بروز سے مراد اگر یہ ہے کہ روحِ قادیانی روح عیسوی سے مستفیض ہوتا ہے تو یہ استفاضہ قادیانی کے بغیر بھتیرے لوگوں کو حاصل ہوا ہے چنانچہ حضرت شیخؒ فتوحات میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰؑ بن مریم ہمارا پہلا شیخ ہے اس کے ہاتھ پر ہم نے توبہ کی اور ہمارے حال پر ان کی بڑی عنایت ہے کما قال:

و ھو شیخنا الاوّل رجعنا علی ید یہ و لہ بنا عنا یۃ عظیمۃ لا یغفل عنّا ساعۃ

اور ان کے سوا اور بھی عیسی المشرب صوفیہ بھتیرے گذر گئے اور موجود ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعوی نہیں، اور نیز اس طرح کا افاضہ عیسیٰؑ ابن مریم کا، اس کے زندہ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ بر تقدیر مر جانے عیسیٰؑ ابن مریم کے بھی قادیانی کو فیض پہنچ سکتا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کا فرمانا و انّہ راجع الیکم، اگر بطریق بروز ہوتا تو انّ عیسی لم یمت بے ربط ٹھہرتا کیونکہ وہ تو موت کی تقدیر پر بھی ہوسکتا ہے۔

نیز راجع علیکم سے بروز فی القادیانی جب لیا جا سکتا ہے جب قادیانی صاحب یہود میں سے ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ یہود سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ و انّہ راجع الیکم ای بارز فیکم۔ امروہی صاحب کو شاید محقق ہو گیا ہو کہ قادیانی یہود میں سے ہیں، لہذا یہ تاویل فرما رہے ہیں۔

الغرض راجع الیکم بمعنی بارز فیکم جب ہی صادق آئے گا کہ یہود میں سے کسی شخص کو عیسوی بروز کا مالک قرار دیا جائے۔

لینزلن فیکم ابن مریم کا معنی قادیانی کے نزدیک یہی ہے کہ تم مسلمانوں میں سے کسی ایک مسلمان میں عیسی کا بروز ہوگا۔ اور آج تک چونکہ کوئی شخص رجوع ونزول بروزی کا مدعی نہیں بنا، تاکہ اس پر یہودی ہونے کا الزام عائد ہو۔ لہذا یہ امروہی تاویل کا میوہ خاص مرزا صاحب ہی کیلئے پیش ہوسکتا ہے۔ اور اگر مراد بروز سے یہ ہے کہ روحِ عیسوی قادیانی کے بدن میں آ گیا تو یہ تناسخ ہوا، و ھو باطل۔ نیز بروزی احتمال کو پہلا فقرہ حدیث مذکور کا کہ، انّ عیسی لم یمت

مردود کرتا ہے کیونکہ جب عیسیٰ بن مریمؑ بقول آنحضرت ﷺ کے مرا نہیں، زندہ ہے تو انّہ راجع سے یہی ثابت ہوا کہ وہی عیسیٰؑ بن مریم خود ہی دوبارہ دنیا میں آئے گا اور امروہی صاحب کی تاویل مذکور پر اس حدیث میں پہلا فقرہ دوسرے سے بالکل بے ربط ہوا جاتا ہے۔

} سوال: اس قسم کی صریح احادیث میں تاویل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم شہادت دیتا ہے کہ عیسیٰؑ ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور جو مر جاتے ہیں دوبارہ دنیا میں لوٹ کر نہیں آتے۔ بناء علیہ دفعاً للتعارض تاویل کرنا ضروری ٹھہرا۔

{ گولڑوی: قرآن کریم کی آیات اسی رسالہ میں اپنی جگہ پر مشرّح لکھی جائیں گی۔ اس جگہ اتنا ہی کہا جاتا ہے کہ اصول ثلاثہ یعنی قرآن حدیث اجماع میں حقیقی تعارض واختلاف ہرگز ممکن نہیں۔ پس جب کہ احادیث متواترہ اور اجماع اسی عیسیٰؑ بن مریم کے رجوع پر صراحۃً ناطق ہے کما سیظھر تو ضرور آیات قرآنیہ کا معنی بھی وہی صحیح ہوگا جو سنت اور اجماع کے مخالف نہ ہو جیسا کہ یہی ہے مسلک سلف صالحین کا نیز معلوم ہو کہ ماول یعنی تاویل کرنیوالا اگر حدیث کو صحیح الثبوت و مسلّم المراد جان کر تاویل کرتا ہے تو بے شک وہ تحریف کے الزام سے کسی طرح بری نہیں ہوسکتا۔ صحیح الثبوت و مسلّم المراد کا معنی یہ ہے کہ یہ حدیث آنحضرت ﷺ ہی کا فرمان ہے اور آپ کی مراد بھی ان الفاظ سے وہی معنی ہیں جس کو چھوڑ کر تاویل کی رو سے اور معنی لیا جاتا ہے۔ قادیانی اور امروہی ان احادیث کو صحیح الثبوت و مسلّم المراد سمجھ کو ماول ہیں اس کا ثبوت دونوں صاحبوں کا آج تک کسی تالیف میں حدیث مذکور ونظائرہ کی صحت پر معقول کلام نہ کرنا اول دلیل ہے تسلیم صحت پر، اور اسے بلا وجہ مردود کہنا قابل اعتبار نہیں بلکہ علاوہ سیوطیؒ جیسے محدث کی تصحیح (جن کے پاس صحتِ حدیث کے لئے معیار، علاوہ اصول حدیث کے کشف صحیح بھی تھا جس کو قادیانی صاحب بھی ازالہ اوہام میں تسلیم کرتے ہیں) کافی ہے۔ حدیث مذکور کی صحت کے لئے دیکھو مقدمہ فتح البیان۔ امروہی صاحب کی عبارت منقولہ ذیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ احادیث نزول ورجوع اور اقوال مفسرین میں (جن سے حیات و رجوع عیسیٰؑ بن مریم پر استدلال کیا گیا ہے) قائل کی مراد وہی معنی ہے جس کو ہم چھوڑ کر تاویلی معنی لیتے ہیں اور اس تاویل کرنے میں ہم مجبور ہیں کیونکہ یہ اقوال دلائل قطعیہ کے معارض ہیں۔ دیکھو صفحہ ۷۸ سطر ۳ شمس بازغہ پر لکھتے ہیں:

اگر کہا جاوے کہ تمہاری تاویل ان اقوال میں توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کی مصداق ہے پس ایسی تاویل کیوں کر قبول کی جاسکتی ہے، تو گذارش یہ ہے

کہ اگر آپ ان اقوال مردودہ کی یہ تاویل تسلیم نہیں کرتے تو چونکہ یہ اقوال دلائل قطعیہ مذکورہ کے معارض ہیں لہذا محض باطل ہیں۔ پس ہم ان کے تسلیم نہ کرنے پر مجبور ہیں۔

پھر صفحہ ۷۰ سطر ۱۹ کتاب مذکور پر لکھتے ہیں:

پس اگر آپ کو انّ عیسی لم یمت .. الخ کی تاویلِ ذیل منظور اور پسند ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سولی سے نہیں مرے جو ملعون ٹھہرتے بلکہ مرفوع الدرجات ہوئے اور بروزی طور پر قبل قیامت کے مبعوث ہونے والے ہیں۔ الخ، تو فبہا، ہم کو یہ تاویل کب مضر ہے ہم بھی اس تاویل کو تسلیم کرتے ہیں ورنہ خلاف قواعد مسلّمہ نحویہ کے آیت کے معنی مزعوم آپ کیوں کر کر سکتے ہیں۔

اور قادیانی صاحب کی تالیف میں مکرر لکھا ہوا ہے کہ کشف نبوی ﷺ نے دجال وغیرہ مکشوفات کو علی وجہ الکمال کما هو فی الواقع احاطہ نہیں کیا جس سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ان پیشین گوئیوں میں واقعی امر کو نہیں سمجھ سکے۔ دیکھو صفحہ ۴۳ سطر ۱۰۔ ایام صلح۔

و ہم چنیں لازم نیست کل استعارات انباء را علم نبی از قبل احاطہ کند ..الخ

پس امروہی صاحب نے تو تاویل القول بما لا یرضی به قائله کے علاوہ قائل کو آیات قرآنیہ سے جاہل قرار دیا۔ العیاذ باللہ۔ اور قادیانی نے بھی نہ صرف بڑی مہتم بالشان کشف نبوی پر دھبہ لگایا بلکہ واقعی تقدیر پر آنخضرت ﷺ اور کل امت مرحومہ کو قرآن سے بے بہرہ خیال کیا نعوذ باللّٰہ من هفوات الجاهلين۔

رہا بیان ان آیات کا جن کو انہوں نے دلائل قطعیہ باعثہ علی التاویل ٹھہرایا ہے سو بیان ان کا اپنے مقام پر لکھا جائے گا۔ اس جگہ صرف اتنا ہی بیان کرنا منظور تھا جو ہو چکا یعنی یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے معنی مراد کو عمداً چھوڑ کر تاویل کرتے ہیں۔ اللہ ان کو راہ راست پر لائے۔

قادیانی صاحب اس اشتہار میں، اور کل تصانیف میں، عیسی بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے نزول کو آیت خاتم النّبیین کے منافی لکھتے ہیں۔ اس کا جواب الزامی طور پر وہی فقرہ کافی سمجھا جاتا ہے جس کو اسی اشتہار کے صفحہ ۳ سطر ۲ پر قادیانی نے اپنے رسول اور نبی ہونے کے لئے لکھا ہے:

ہمارے نبی ﷺ کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو

میں کہتا ہوں کہ عیسیٰؑ بن مریم کے بارہ میں سب اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ جدید شرع

اپنے ساتھ نہ لائیں گے بلکہ شرع محمدی کے مطابق حکم کرینگے کما ھو مصرّح فی الفتو حا ت وغیرھا ۔ جب کہ قادیانی کا نبی ورسول ہونا خاتم النبیین کے مفہوم میں بباعث نہ لانے شریعت جدیدہ کے فرق نہیں لاتا تو عیسیٰؑ بن مریم کا نزول ہمارے عقیدہ کے مطابق خاتم النبیین کی مہر کو کس طرح توڑ سکتا۔

} سوال : عیسی بن مریمؑ چونکہ مستقل انبیاء اولوالعزم میں سے ہیں ،تو برتقدیر نزول کے بشرع محمدی حاکم ہونا ان کو نبوت سے معزول کرتا ہے جو سراسر خلاف ہے عقل ونقل کے اور درصورت نزول مع النبوۃ کے خاتم النبیین کی مہر ٹوٹتی ہے بخلاف قادیانی کے نبی ورسول بننے کے کیونکہ یہ فنا فی الرسول ہونے کے باعث نبی اور رسول ہونے کا مدعی ہے۔

{ گولڑوی : فنا فی الرسول ہونے کی وجہ سے بعد آنحضرت ﷺ کے نبی ورسول ہونے کا کوئی مستحق نہیں ۔ چنانچہ اوپر لکھا گیا ہے اور عیسیٰؑ بن مریم کے نزول کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نبوت و رسالت کے لئے دو رخ ہیں ۔ یا یوں کہو بطون وظہور سے ۔ بطون عبارت ہے اخذ کرنے فیضان سے منجانب اللہ ، جس کو خدا کے ہاں مقربین میں سے ہونا لازم غیر منفک ہے ۔ اور ظہور عبارت ہے توجہ الی الخلق سے یعنی تبلیغ شراع وا حکام کی ۔ اس ظہور میں تو بسبب تغیر وتبدل شرائع انقلاب آ سکتا ہے نبی لاحق کی شریعت چونکہ ناسخ ٹھہری نبی سابق کی شریعت کیلئے تو نبی سابق کو بھی برتقدیر موجود ہونے اس کے نبی لاحق کی شریعت کے زمانہ میں ، اپنا شرع چھوڑ کر شرع لاحق کے ساتھ عمل درآمد کرنا ہوگا ۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتا تو اس کو بھی بغیر میری شریعت کے عمل درآمد کرنا جائز نہ ہوتا ۔ اور اس عمل درآمد کے تغیر وتبدل سے وہ نبوت کا بطون جس کو قرب الٰہی اور عند اللہ معزز ہونا لازم ہے ہرگز متغیر نہیں ہوتا ۔ کیا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کی اجازت دی اور بعد اسکے جب بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو آپ کی نبوت ورسالت میں فرق آ گیا یا آپ اس قدر ومنزلت سے جو آپ کو پہلے بارگاہ خداوندی میں حاصل تھی معزول کئے گئے ۔ ہرگز نہیں۔

الحاصل بطونِ نبوت مع لازم اپنے کے جو قرب ہے ، کبھی انبیاء ورسل سے زائل نہیں ہوتا بخلاف ظہور نبوت وتبلیغ شرائع اپنے کے کہ یہ محدود ہے تا ظہور نبوت نبی لاحق کے ۔ اور نبوت و رسالت انبیاء سابقہ کا بطون گو کہ دائمی ہے مگر چونکہ آنحضرت ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ان کو ملا ہے لہذا خاتم النبیین کی مہر کو اگر سارے انبیاء دنیا میں آپ کے بعد آ جائیں تو بھی نہیں

توڑ سکتے اور یہی مطلب ہے قاضی بیضاوی کا اس قول سے کہ مع انّه آخر من نبِی اس تشریح سے ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ نزول مسیح کو آیت خاتم النبیین کے منافی سمجھنا اور کل امت مرحومہ کو بلکہ آنحضرت ﷺ کو بھی اس منافاۃ سے بے خبر خیال کرکے اپنی قرآن دانی پر نازاں ہونا کس حد تک جہالت مرکبہ ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تنازعہ اس مسئلہ میں (کہ نزول مسیح مع وصف النبوۃ ہوگا یا بدوں اس کے) تنازعہ لفظی ہے یعنی جنہوں نے مع وصف النبوۃ لکھا ہے مراد انکی بطون نبوت کا ہے اور جنہوں نے بدون النبوۃ کہا ہے انہوں نے ظہور نبوت کا لیا ہے مضمون ہذا میں اگر جناب مولوی صاحب (وہ علماء معاصرین مراد ہیں جنہیں شمس الہدایہ کی عبارت سمجھنے میں مغالطہ ہوا) ذرا غور فرمائیں تو شمس الہدایت کی عبارت مسطورہ ذیل پر معترض نہ ہوں گے (مسیح ابن مریم بلکہ کل انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بحد ظہور نبی پچھلے کے ہوتی ہے۔ شمس الہدایۃ۔ص ۸۷۔ سطر ۲۲)

شمس الہدایت کے اسی صفحہ ۸۷ کی سطر ۱۷ میں عبارت ہذہ (بعد نزول در رنگ آحاد امت ہی اتریں گے) پر جناب موصوف اعتراض فرماتے ہیں کہ (بعد النّزول) اور پھر (اتریں گے)، یہ تکرار کیسا؟ جواباً گذارش کہ عبارت مسطورہ میں (در رنگِ آحاد امت) ظرف بغو؟؟ ہے متعلق بہ (اتریں گے)۔ پس (اتریں گے) مقید ٹھہرا بہ نسبت (نزول) کے۔ اور ظاہر ہے کہ مقید بعد المطلق ہی ہوا کرتا ہے اور بوجہ فرق اطلاق وتقیید تکرار بھی نہیں۔ ثانیاً معروض ہے کہ بالفرض اگر تقیید مذکور نہ بھی ہوتی اور صرف (بعد النزول اتریں گے) ہوتا تو بھی چونکہ اخبار بالمشتق فرع ہے قیام مبداء کے لئے، لہذا صدق (اتریں گے) کا بعد تحقق النزول ہی ہوگا۔

شمس الہدایت کے صفحہ ۸۴ سطر ۱۷ عبارت ہذہ (اور انبیاء سابقہ بھی ..الخ) پر جناب کا اعتراض یہ ہے کہ قولہ تعالی انّهم میّتون میں مرجع هم کا انبیاء نہیں بلکہ مشرکین ہیں۔ بجواب اس کے گذارش ہے کہ یہاں پر قصرالمسافة سوق الكلام على طرز استدلال الخصم ہے استدلال خصم کی تقدیر انّک میّت میں مرجع ضمیر آنحضرت ﷺ ہیں صراحۃً اور باقی انبیاء دلالۃً اور انّهم میّتون میں مشرکین صراحۃً اور باقی کفار دلالۃً۔ پس نبی وغیر نبی مرجع ٹھہرا بوجہ تقابل کے دلالۃً اذ لا فارق بين نبیّ و غيره في الموت۔ پس انّک میّت و انهم میّتون (زمر: ۳۰) سے باقی انبیاء کی موت منجملہ جن کے مسیح بھی ہے ثابت ہوئی،

تشریح سوال وجواب بطرز دیگر اور اظہار اس امر کا کہ استدلال اس آیت سے کس نے

کیا اور کیا کیا۔

ایّھا النّا ظرون! یہ تو ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے کسی تالیف میں وفات مسیح پر آیت مذکورہ سے استدلال نہیں پکڑا اور نہ بظاہر ہو ہی سکتا ہے کیونکہ اس میں انّھم کا مرجع انبیاء و رسل نہیں۔ مرزا صاحب کے ایک حواری نے ہمارے سامنے آیت مذکورہ سے وفات مسیح پر استدلال کیا تھا جس کا طرز استدلال یہ تھا کہ آیت مذکورہ سے دلالت النص کے طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ نبی و غیر نبی موت میں مساوی ہیں۔ اذ لا فارق بین المذکور وغیرہ یعنی آنحضرت ﷺ اور کل انبیاء جن کا یہاں ذکر صراحۃً نہیں اور ایسا ہی مشرکین مکہ اور غیر ان کے بشریت کی وجہ سے مساوی فی الموت ہیں۔

جواب کا حاصل۔ انک میّت و انّھم میّتو ن کا اطلاق بدلالۃ النص گو کہ انبیاء سابقہ پر مفہوم ہوتا ہے لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ سب انبیاء مر چکے ہوں چنانچہ میّت کے اطلاق سے آنحضرت ﷺ کا اس عالم سے تشریف لے جانا نزول آیت کے وقت ثابت نہیں۔ پس قضیہ مطلقہ عامہ ٹھہرا نہ دائمہ مطلقہ۔ اور اس جواب میں ضمیر انّھم کا ارجاع انبیاء کی طرف نہیں بلکہ طرز استدلال کے مطابق بطریق حاصل واقع ہے۔ (سیف چشتیائی۔ص ۲۰ تا ۲۴)

قادیانی کے دلائل نبوت اور انکا ردّ

{ قولہ: پھر اسی اشتہار کے صفحہ ۳ سطر ۱۱ پر لکھتے ہیں: اور اگر بروزی معنوں کی رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہوسکتا تو پھر اس کے کیا معنی کہ اھدنا الصّراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم

{ گولڑوی: اس کا یہ معنی ہے کہ اے اللہ بتا ہم کو ان لوگوں کا سیدھا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے یعنی ہم بھی ان کی مانند کتاب آسمانی کی ہدایت کے مطابق تیری عبادت والے سیدھے راستے پر چلنے سے تیری حب وانس ورضا ولقاء کو پالیویں۔

اس کا یہ معنی نہیں کہ ہم بھی انبیاء ورسلِ گذشتہ کا مقام نبوت ورسالت حاصل کر لیویں یا بسبب کمال اتباع کے ان لقب مخصوص کے مستحق بن جاویں کیونکہ نبوت ورسالت مع لوازم اپنے کے القاب ہوں یا احکام خاصہ ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشاء (مائدہ:۵۴) سے تعلق رکھتے ہیں یعنی موہوبی ہیں نہ کسبی۔ اور بہ سبب اتباع کے اگر القاب خاصہ اور احکام خاصہ مل سکتے ہیں تو

خلفاء اربعہ اور حسنین اور اولیاء سلف بڑا استحقاق رکھتے تھے۔ علی کرم اللہ وجہہ باوجود شان (انت منّی بمنزلة هارون من موسی) کے فرماتے ہیں الا و انّی لست نبی ولا یوحی الیّ۔ (ازالۃ الخفاء۔ ص ۳۴)۔

} قولہ: پھر اسی صفحہ ۳ سطر ۱۵ پر فرماتے ہیں، اگر خدا تعالی سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نبوت کے معنی اظہار غیب ہے۔

{ گولڑوی: مجھ کو اپنے اوقات عزیزہ کے تضیع پر جو ایسے جاہلانہ اشتہارات کی تردید میں ہو رہی ہے نہایت رنج و افسوس آتا ہے مگر کیا کروں بعض احباب نے مجبور کر رکھا ہے اللّٰھم لک الحمد و الیک المشتکی و انت المستعا ن و لا حول ولا قوّة الا بک۔

عن عائشه عن النّبیّ ﷺ انّه کان یقول قد کان یکون فی الامم قبلکم محد ثون فان یکن فی امّتی منهم ا حد فانّ عمر بن الخطا ب منهم (مسلم)

آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو اس حدیث میں محدث کا لقب عطا فرمایا۔ شاید بزعم مرزا قادیانی، آنحضرت ﷺ کو محدث کے لفظ کا ٹھیک لغوی معنی معلوم نہیں ہوا۔ ورنہ محدث نہ فرماتے۔ العیاذ باللہ

اور شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی مقصد دوم ازالہ (الخفاء) میں لکھتے ہیں کہ:

اما تشبہ درزیادت قوت علمیہ بآں وجہ تواند بود کہ کسے را از امت محدث و ملہم فرمایند تا بعض بروق غیب شعاع خود را در دل وے اندازد۔

تحدیث کا معنی لغت کی رو سے چونکہ کسی کے ساتھ بات کرنے کا ہے لہذا الہام پانے والے کو بھی محدث کہا گیا جیسا کہ وہ شخص جس کو کوئی بات بتا دی گئی ہو واقعی خبر دیتا ہے ایسا ہی یہ ملہم بھی ٹھیک ٹھیک پتہ دیتا ہے۔

اب دیکھو حضرت عمرؓ کو آنحضرت ﷺ نے محدث نام فرمایا اور نبی کا لقب نہیں دیا اس حدیث کی رو سے بھی نبی اور رسول کے لقب کی اجازت بعد آپ کے کسی کو نہیں ملتی جیسا کہ حدیث انت منّی بمنزلة هارون من موسی الّا انّه لا نبوّة بعدی، اور ایسا ہی حدیث یعنی قول

علیؓ کا الا و انّی لست بنبیّ ولا یوحی الیّ اجازت نہیں دیتے، یعنی میں نبی نہیں ہوں اور نہ میری طرف وحی کی جاتی ہے ۔ حضرت علیؓ اور ایسا ہی حضرت عمرؓ کے مکاشفات وا خبارات حقہ کو جن پر تاریخ اور کتب سیر شاہد ہیں وحی نہیں کہا گیا اور نہ ان کے سبب سے ان کو نبی کہلوانے پر جرأت ہوئی ۔ بلکہ جب دیکھا کہ ہمارے مکاشفات واخبارات اور بیان حقائق ومعارف قرآنیہ کے باعث لوگ ہم کو نبی اور موحی الیہ سمجھیں گے تو جھٹ ان کے غیر واقعہ خیال کا ازالہ فرمایا اور تنبیہاً کلمہ (الا) کے ساتھ کہا کہ الا و انّی لست نبی و لا یوحی الیّ ۔

} قولہ: قادیانی صاحب اسی اشتہار کے اسی صفحہ ۳ کی سطر ۲۶ پر لکھتے ہیں:

اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کے اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہوکر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی ۔

} گولڑوی : آپ کی صداقت اور حلفی بیان کو آپ کا کشف والہام وحی ظاہر کر رہا ہے ۔ دیکھو ازالہ اوہام، صفحہ ۷۶ میں آپ لکھتے ہیں:

اس جگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انّا انزلناہ قریباً من القادیان تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے ۔ تب انہوں نے کہا یہ دیکھو لکھا ہوا ہے ۔ تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے ۔

تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے

بہ نسبت اس الہام کے گذارش ہے کہ یا تو انّا انز لناہ قر یباً مّن القادیان کو قرآن میں دکھلائیں اور یا اس کشف کے غیر واقعی ہونے کا اقرار کریں اور آئندہ جھوٹی قسم نہ کھائیں

دوسرا کشف جس کو قادیانی صاحب کتاب البریہ کے صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں:

ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اسکے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انّا زیّنا السّماء الدّنیا بمصابیح ۔ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں ۔ الخ

اس جگہ بھی وہی گذارش ہے کہ یا تو نئے آسمان اور زمین کو جو آپ نے بنائے ہیں دکھلائیں یا ایسے کشفوں کو مالیخولیا جان کر نبی اور رسول نہ بنیں ۔

تیسرا کشف ۔ آپ نے اپنے صحیح الاخلاص مرید پشاوری سے کہا کہ مجھ کو بارہا الہام ہو چکا ہے کہ فلاں شخص (یعنی مہر علی) میرے قتل کرانے کا ارادہ رکھتا ہے ۔ سو میں خدائے لایزال ولم یزل علام الغیوب کو حاضر ناظر سمجھ کر کہتا ہوں کہ میں نے قادیانی کے قتل کرانیکا ارادہ نہیں کیا ۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ اس پشاوری مرزائی نے واقعی کیفیت معلوم کرنے کیلئے ہمارے مخلص جناب مولوی ہندی صاحب سے تنہائی میں دریافت کیا تھا انہوں نے اس الہام کے غیر واقعی اور محض افتراء پر اطمینان بخش ثبوت دیا یہاں تک کہ وہ میرزائی بھی قادیانی صاحب کے الہام میں مذبذب ہو گیا ۔ قادیانی صاحب کے بعض الہامات کو اگر واقعی اور سچا مانا جائے تو وہ ان کے محرف سنت ہونے اور احادیث صحیحہ کے قطع و برید کرنے پر صاف گواہی دیتے ہیں ۔

{ قولہ: دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۷۶ سطر ۶ پر:

پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا ۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولھے ہیں ۔ میری پرستش کی جگہ ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں ۔

{ گولڑوی: ناظرین! خدا را انصاف ۔ احادیث نبویہ کو کترنے والے بھلا وہ علماء اور مولوی جو مخالف قادیانی کے ہیں ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ۔ کیونکہ انہوں نے تو احادیث نزول مسیح و خروج دجال وظہور مہدی کو سلف صالحین کے مطابق تسلیم کیا ہوا ہے اگر اس تسلیم کا نام قطع و برید اور کترنا ہو، تو چاہیے تھا کہ قرون ماضیہ میں ہر صدی کے سرے پر جو مجدد گذرے ہیں ان کو بذریعہ کشف والہام سمجھایا جاتا کہ تم خود بھی اور دوسروں کو بھی اس عقیدہ سے کہ عیسیٰؑ بن مریم بعینہ آسمان

سے اترے گا، یا کہ دجال ایک شخص معین ہوگا، اور ایسا ہی امام مہدی فاطمی ہوگا یعنی اولاد فاطمہ الزہرا ؓ سے، باز آؤ اور روکو۔ اور میرے نبی ﷺ کی احادیث کومت کترو، بلکہ غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی موعود ظاہر ہوگا۔

ناظرین کو معلوم ہے آج تک سب اہل اسلام اور مجددین ان کے اسی عیسیٰؑ بن مریم کو بعینہ بغیر مثیل اس کے آسمان سے اترنے والا مانتے آئے ہیں اور ایسا ہی دجال شخصی اور مہدی فاطمی کو احادیث کا مدلول ٹھہراتے رہے ہیں۔ اور کسی کو اس عقیدہ کے بارہ میں امتناعی الہام نہیں ہوا لہذا اس الہامی عبارت منقولہ بالا میں چوہوں سے مراد علماء مخالفین للقادیانی نہیں ہو سکتے بلکہ اس سے مراد وہی مولوی صاحبان ہیں جنہوں نے قادیان میں جا کر چولہے ڈالے اور ٹھوٹھیوں پیالیوں میں قادیانی کے ہم پیالہ وہم نوالہ ہو کر احادیث کو کترنا شروع کیا تا کہ نیا عقیدہ درست کیا جائے۔

الہامی عبارت کا معنی یہ ہوا کہ قادیانی صاحب کو اللہ تعالی جل جلالہ فرماتا ہے کہ میری عبادت گاہ یعنی یہ مسجد یا یہ بیت الذکر یا یوں کہو یہ قلب تمہارا جوان مولویوں تمہارے کے جمع ہونے سے پہلے میری عبادت کی جگہ تھی اب بحکم فبئس القرین یا بحکم مقولہ سعدی:

خیالات نادان خلوت نشین — بہم بر کند عاقبت کفر و دین

عبادت کی جگہ نہیں رہی بلکہ تمہارے مولویوں نے اپنا اپنا اصلی وطن چھوٹ کر اسی مسجد قادیان میں ڈیرے لگا دیئے (یعنی متصل اس کے) اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی احادیث کو کترنا شروع کیا۔ یا تیرے قلب میں ایسے اصول اور استنباطات شیطانیہ گھس گئے کہ میری عبادت کا نشان بھی نہ رہا

} قولہ: اسی صفحہ پر بعد نقل الہام مذکور لکھتے ہیں:

عبادت گاہ سے مراد اس الہام میں زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں۔

} گولڑوی: یہ قادیانی صاحب کا تعصب یا جہالت ہے۔ الہام مذکورہ کے معنی نہیں سمجھے کیونکہ زمانہ حال کے وہ علماء جو آپ کے مخالف ہیں وہ تو ہرگز اس الہام کا مصداق نہیں بن سکتے۔ اس کا مصداق وہی ہیں جنہوں نے اپنے اوطان اصلیہ کو چھوڑ کر قادیانی کی مسجد کے پاس فروکش ہو کر چولہے بنا لئے۔ اور قادیانی صاحب کے ہم پیالہ وہم نوالہ ہو گئے۔ انہی کی ٹھوٹھیاں قادیانی کی مسجد میں ہیں، بخلاف ان علماء کے جو قادیان نہیں پہنچے کیونکہ ان کی ٹھوٹھیاں پیالے تو اپنے اپنے گھروں میں رکھی ہوئی ہیں۔ قادیانی صاحب اگر بہ نظر انصاف دیکھیں تو یہ الزام نہایت وضاحت سے ان کو اور ان کے مولویوں کو احادیث نبویہ کے کترنے سے روک رہا ہے مگر من یھدی اللّٰہ

فلا مضلّ له و من یضلله فلا ھا دی له حاکم فی جمیع الا زمنہ ہے۔

} سوال: کیا گذشتہ زمانہ میں بھی ایسے لوگ گذرے ہیں جن کو ایسے الہامات و مکاشفات در پیش آئے ہوں اور انہوں نے بنا بر ان الہامات کے اپنے تئیں عیسی بن مریم وغیرہ یقینی طور سمجھ رکھا ہو۔

{ گولڑوی: ہاں ایسے لوگ گذرے ہیں۔ مگر ان کو سابقہ عنایات الہیہ نے اپنے شیخ کے برزخ میں غالبًا اور بغیر اس کے گا ہے ان جاہلانہ دعاوی سے جو برخلاف ہوں کتاب وسنت کے ہٹاتی رہی۔ الا ماشاءاللہ۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات کے باب ۸۱ میں فرماتے ہیں:

و الجامع لمقامهم انّ الشيخ عبارة عمن جمع جميع ما يحتا ج اليه المريد السا لک فی حا ل تر بيته و كشفه الى ان ينتهى الى ا لا هلية للشيوخة و جميع ما يحتاج اليه المريد اذا مرض خاطره و قلبه بشبهة وقعت له لا يعرف صحتها من سقمها كما وقع لسهل فی سجود القلب (یعنی شیخ کہلانے کے لائق ایسی جامع شخصیت ہوتی ہے جو مرید سالک کے تمام باطنی امراض وشبہات کا ازالہ کرسکے) و كما وقع لشيخنا حين قيل له انت عيسى بن مر يم فيدا ويه الشيخ بما ينبغی .. الخ۔

(حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ کو بھی یہ شبہ واقع ہوا تھا اور اس کو اس الہام نے کہ، تو عیسی بن مریم ہے، دھوکا دیا تھا)۔

} سوال: کیا قادیانی کو بھی اہل اللہ کی طرح شبہ واقع ہوا ہے یا مفتری علی اللہ ہیں۔

{ گولڑوی: جہاں تک ان کے دعاوی ومضامین کی اصلاح ہوسکتی ہے دریغ نہیں کیا جاتا تاہم بعض الہامات ان کے مفتری کہنے پر مجبور کرتے ہیں جیسا کہ الہام ارادہ قتل محرر سطور کے بارہ میں (یعنی میں انہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں) اور اس میں بھی شک نہیں کہ ان کا اپنا اجتہاد اور استنباط (جوالہامی کلام سے کرلیتے ہیں) وہ بالکل تلبیس ابلیس اور شیطانی دھوکا ہے چنانچہ هو الّذی ارسل رسو له بالهدى و دين الحقّ .. الخ (صف:۹) کے الہام سے اپنے کو رسول قرار دے لیا ہے اور چند مکاشفات والہامات مخترعات کے ذریعہ سے جو خود بھی اپنے کاذب ہونے پر صریح شہادت دے رہے ہیں مثلاً انّا انزلناه قر يباً مّن القاديان کا قرآن میں لکھا ہوا دیکھنا ان کو دھوکہ لگ رہا ہے۔ اور اسی اشتہار میں آیت فلا يظهر على غيبه احداً ۔ ا لّا من

ارتضی من رسولٍ سے متمسک ہوکر یہ نتیجہ نکال لیا کہ میں نبی اور رسول ہوں حالانکہ ازالہ اوہام میں خضر صاحبِ موسی کی شان میں لکھا ہے کہ صرف ملہم ہی تھا نبی نہیں تھا۔اس بارہ میں اس استدلال نے کام نہ دیا شائد ان کا الہام خضر کے الہام سے سچا ہوگا۔

الغرض اکثر الہامات ان کے تو کاذب ہونے کی وجہ سے ان کو مفتری علی اللہ قرار دیتے ہیں۔اور بعض الہامات گو کہ فی نفسہا صحت رکھتے ہیں مثل آیات قرآنیہ ملہمہ کی، مگر ان سے الٹا نتیجہ نکالنے کے باعث سے ان پر پوری جہالت کا دھبہ لگاتے ہیں، اور مع ہذا تلبیس ابلیس ہونے میں بھی کوئی شک نہیں رہتا۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ سرور عالم ﷺ ، حضرت علیؓ جیسے شخص کو تو الا انہ لا نبوّۃ بعدی فرما کر (نبی غیر مشرع) کے لقب سے بھی مایوس فرماویں اور آپ ﷺ کو فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول کا مطلب العیاذ باللہ سمجھ میں نہ آوے تا کہ اس آیت سے متمسک ہوکر علی کرم اللہ وجہ کو نبی کا لقب عطا فرماویں۔اب اگر ایسے استدلالات واجتہادات کو تلبیس شیطانی نہ کیا جائے تو اور کیا نام رکھیں۔اور بہت ہی تعجب ہے کہ قادیانی صاحب ملہم ہونے کی وجہ سے نبی ہو جاویں اور خضر علیہ السلام اس لقب سے محروم رہیں۔

(سیف چشتیائی۔ص ۲۵۔۲۹)

قادیانی کے الہامات کی تقسیم

۱۔الہامات کاذبہ جن کے کاذب ہونے پر وہ خود ہی گواہ ہیں۔

۲۔ الہامات کاذبہ جن کو بوجہ نہ پورا نکلنے ان کے کاذب سمجھا گیا ہے۔اس قسم کے الہامات کو واقف کاروں اور قادیانی صاحب سے تعارف رکھنے والوں نے لکھا ہے چنانچہ عنقریب نقل کئے جاوینگے۔

۳۔ الہامات صیادیہ جن کا ابن صیاد کی طرح اگر سر ہے تو پیر نہیں اگر پاؤں ہیں تو سر نہیں۔سورہ دخان کو آنحضرت ﷺ نے تو یہ فرما کر ابن صیاد سے امتحاناً فرمایا کہ خبئت لک یعنی میں نے تیرے سے کوئی چیز چھپا رکھی ہے تو بتا دے کہ وہ کیا چیز ہے۔اس نے جواب دیا کہ دخ۔ دخان سے دخ کا پتہ دیا۔آپ ﷺ نے فرمایا ، خوار ہو تو اپنے قدر سے ہرگز تجاوز نہ کرے گا۔حضرت شیخ قدس سرہ اس کا نام مکر الٰہی اور استدراج رکھتے ہیں اور اس منزل میں لغزش سے بچنے کا طریق بیان فرماتے ہیں کہ اگر صاحب اس منزل کا سارے تصرفات میں خدا کی جانب سے اطلاع نہ پا سکے تو اتنا اہتمام اس کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس میزان کو جو اس کے لئے مقرر کیا گیا ہے (یعنی اپنے

پیغمبر کی شرع) ہرگز نہ چھوڑے تاکہ وہ میزان اس کو مکر الہی سے محفوظ رکھے

قال الشّیخ رضی اللّٰہ عنہ فی البا ب الاربعین و ثلاث مأۃ و ھو منزل عظیم فیہ من المکر الالٰھی و الاستدراج ما لا تأمن مع العلم بہ الملائکۃ من مکر اللّٰہ فالعاقل اذا لم یکن من اھل الاطلاع فی تصرفاتہ فلا اقل من انّہ لا یزیل المیزان المشروع لہ الوزن بہ فی تصرّفاتہ من یّدہ بل من یمینہ فیحفظہ فی نفس الامر من ھذہ المکر۔

قادیانی صاحب بھی اگر میزان شرعی کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوڑتے اور آپ ﷺ کے فرمان پاک الا انّہ لا نبوّۃ بعدی کو زیر توجہ رکھتے تو اس مکر الہی اور استدراج سے محفوظ رہتے۔ اب میزان شرعی کو چھوڑ دینے کی وجہ سے ابن صیاد کے شریک بنے۔

۴۔ الہامات شیطانیہ انسیہ جن کو کسی آدمی پڑھے ہوئے نے اس کے قلب میں ڈال دیا ہے۔

۵۔ الہامات شیطانیہ جنیہ

۶۔ الہامات شیطانیہ معنویہ جن کا ذکر فتوحات کی عبارت مسطورہ ذیل میں مندرج ہے:

قال الشیخ الاکبر فی البا ب الخامس و الخمسین

اعلم انّ الشّیطان قسمان قسم معنویّ و قسم حسیّ ثمّ القسم الحسیّ من ذلک علی قسمین شیطان انسیّ و شیطان جنیّ یقول اللّٰہ تعالی شیاطین الانس و الجنّ یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غروراً و لو شاء ربّک ما فعلوہ فذرھم و ما یفترون۔ فجعلھم اھل الافتراء علی اللّٰہ و حدث فیما بینھما شیطان معنوی۔

یعنی شیطان جنی اور انسی کے درمیان تیسرا شیطان معنوی پیدا ہو جاتا ہے۔

و ذلک ان شیاطین الجنّ و الانس اذا القی منھم قلب الانسان امراً ما یبعدہ عن اللّٰہ فقد یلقی امراً خاصاً و ھو خصوص مسئلۃ بعینھا. یعنی کبھی شیطان انسان کے دل میں ایک خاص شخصی مضمون ڈال دیتا ہے (مثلاً تو مسیح موعود ہے)

و قد یلقی امراً عاماً و یترکہ فان کان امراً عاماً فتح لہ فی ذلک

طر یقاًالی امور لا یتفطن لھا و لا الانسی یتفقہ فیھا و یستنبط من تلک الشبہ اموراً اذا تکلم بھا تعلم ابلیس غوا یتہ فتلک الوجوہ التی تنفتح لہ فی ذلک الاسلوب العام الّذ ی القاہ و لا شیطا ن الانس او شیطان الجنّ تسمّی الشّیاطین المعنویّۃ لان کلا من شیاطین الانس و الجنّ یجھلون ذ لک ۔

یعنی کبھی ایک امر قاعدہ کے طور پر شیطان انس کے دل میں ڈالتا ہے اور پھر کھول دیتا ہے وجوہ فاسد اور استدلالات کاسدہ کا دروازہ جن کو شیطان معنوی کہا جاتا ہے (مثلاً جس شخص پر امور غیبیہ منکشف ہوں تو وہ شخص نبی اور رسول ہے گو کہ آنخضرت ﷺ کے بعد میں ہو)۔

و ما قصدوہ علی التعیین و انّما ارادوا بالقصد الاوّل فتح ھذا البا ب علیہ لانّھم علموا ان من قوتہ و فطنتہ ان ید قق النظر فیہ فینتفح لہ من المعانی المھلکۃ مالا یقدر علی ردّہ بعد ذلک و سبب ذلک القصد الاول فانّہ اتّخذہ ا صلاً صحیحاً و عوّل علیہ فلا یزال التفقہ فیہ یسوقہ حتّی یخرج بہ عن ذ لک ا لاصل و علی ھذا جر ی اھل البدع والاھواء فان الشّیاطین القت الیھم اصلاً صحیحاً لا یشکون فیہ ثمّ طرت علیھم التلبیسات من عدم الفھم حتی ضلّوا فینسب ذلک الی الشیطان بحکم الاصل و ما علموا انّ الشیطان فی تلک المسا ئل تلمیذ ھم یتعلّم منھم ۔

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ جس شخص کو شیطان جنی بہکانا چاہتا ہے تو کبھی ایک مضمون خاص شخصی اس کے دل میں ڈال دیتا ہے اور کبھی مضمون عام ۔ اور یہ معاملہ اسی کے ساتھ کرتا ہے جس کا مادہ مالیخولیا کا ہو پھر وہ شخص طرح طرح کے استنباط و تفقہ و استدلالات و براہین زعمیہ نکالتا ہے جن میں مشاقی کی وجہ سے شیطان بھی اس کی شاگردی پر نازاں ہوتا ہے۔

مضمون خاص مثلاً ، تو مسیح ہے، قادیانی سے پہلے بھی کئی ایک لوگوں کو القاء ہو چکا ہے جیسا کہ ابھی اوپر بحوالہ فتوحات لکھا گیا مگر ان لوگوں کو اپنے مشائخ کی ہدایات سے اور میزان شرعی کے التزام سے اللہ نے محفوظ کر لیا، کما قال سبحانہ وتعالی: فینسخ اللّٰہ ما یلقی الشّیطان

مضمون عام مثلاً ، جسم ثقیل کا بالطبع میلان مرکز خاک ہی کی طرف ہوتا ہے، یا مثلاً ، جس شخص

کوغیب کی خبریں معلوم ہو جائیں تو وہ نبی اور رسول ہے گو کہ بعد آنحضرت ﷺ کے ہی ہو، یا مثلاً، میں نے آسمان اور زمین نئے پیدا کئے۔ اور جو کوئی زمین و آسمان پیدا کرے وہ اللہ ہوتا ہے لقولہ تعالیٰ: ھل من خالقٍ غیر اللّٰہ۔ یا مثلاً، میں سمیع و بصیر ہوں، ۔ اور سمیع و بصیر سوائے خدا کے دوسرا نہیں لقولہ تعالیٰ: انّہ ھو السّمیع البصیر۔ پس میں بھی خدا ہوں، وغیرہ جو قادیانی صاحب اور امروہی صاحب کی تالیفات سے بہت اور ارزاں مل سکتے ہیں۔

نتائج مہلکہ ۔ آنحضرت ﷺ کے جسمانی معراج سے انکار، اور یہ کہ میں بھی بہ شہادت فلا یظھر علی غیبہ احداً الّا من ارتضی من رّسول کے نبی اور رسول ہوں وغیرہ۔ آج کل یوحی بعضھم الی بعضٍ زخرف القول غروراً کی ایک یہ صورت بھی موجود ہے جس سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے کہ قادیان میں اربعہ غیر متناسبہ کی سرگوشی اور ان کے مشن کی تعلیم اور باہر والوں کے لئے الحکم ہے، اللہ امت مرحومہ کو اس ایماء کے سب اقسام سے سلامت رکھے۔ اربعہ غیر متناسبہ اس لئے لکھتا ہوں کہ ایک صاحب کچھ لکھ رہے ہیں دوسرے کچھ اور تیسرے دونوں سے برخلاف اور چوتھے تینوں سے الگ۔ سب صاحبان کی خدمت میں بڑے ادب سے گذارش ہے کہ بحسب وصیت حضرت شیخ اکبر مسطورہ بالا آپ لوگ میزان شرعی کو محکم پکڑیں۔ صورت اس کی یہ ہے کہ سمجھ دار عالم سے علوم آلیہ پڑھ کر حاصل کرنے کے بعد قادیان میں بیٹھ کر تدریس اور ارشاد میں مشغول ہوویں تا کہ آیت مسطورہ ذیل کا مصداق نہ آپ بنیں اور نہ سادہ لوح اردو خوانوں کو بناویں۔

> قل ھل ننبّئکم بالاخسرین اعمالاً ۔ الّذین ضلّ سعیھم فی الحیوۃ الدّنیا و ھم یحسبون انّھم یحسنون صنعاً ۔ اولئک الّذین کفروا بآیات ربّھم و لقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزناً ۔ ذلک جزاءھم جھنم بما کفروا و اتخذوا آیاتی و رسلی ھزواً (کہف: ۱۰۳۔۱۰۶)

خدا تعالیٰ کی آیات کا تمسخر اس سے اوپر کیا ہوگا کہ ایک عبدالبطن ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدی .. الخ کو سن کر، فرض کرو الہامی طور پر ہی سہی، خود رسول اور نبی بن بیٹھے (قادیانی کو بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نباشد یہ خیال نہیں رہا کہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۳ سطر ۱۰ پر لکھ چکا ہوں کہ خضر علیہ السلام باوجود ملہم ہونے کے نبی نہ تھا، صرف ملہم تھا)۔

خدا کے رسولوں کا بالخصوص افضل الرسل (ﷺ) کا تمسخر اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کی احادیث متواترہ قطع برید کر کے اپنے شیطانی الہام کے مطابق کی جاویں۔ مطابقت بھی ایسی کہ دمشق سے خطِ منحنی (ٹیڑھا) نکلتا ہوا قادیان میں آ پہنچے۔ مبدء خطِ خاص دمشق کو ٹھہرانا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اور دوسری کروٹ بدلنے پر ان کا ہی انکار کیا جاوے اور اجماع امت مرحومہ کو کبھی کورانہ اور کبھی ان سے انکار کر کے الٹا اجماعی مسئلہ کی نقیض پر انعقاد اجماع کا کل امت مرحومہ کو اتہام دیا جاوے۔ کمافی ازالۃ الاوہام وایام الصلح وغیرہ۔ اور حضرت عیسیٰؑ بن مریم کو مکار و فریبی اور ان کی تین دادیوں اور نانیوں کو زنا کار کسبی عورتیں لکھا جاوے۔ کمافی ضمیمہ انجام آتھم۔ اور آنحضرت ﷺ کے کشفِ غیبی شب معراج والے کو غیر واقعی اور آپ کو مدت عمر شریف تک باقی علی الخطاء قرار دیا جاوے۔ العیاذ باللہ۔ قال اللہ تعالیٰ و ما جعلنا الرّءیا الّتی اریناک الّا فتنةً للنّاس (بنی اسرائیل:۶۰) قال ابن عباس رؤیا عین۔ معراج کا قصہ سن کر جو لوگ اہل مکہ سے مرتد ہوئے تھے ان کے بارہ میں فتنةً للناس فرمایا گیا۔ قادیانی مشن کے لوگ بھی بوجہ انکار معراج جسمی اور رؤیت عینی کے فتنةً للناس کا مصداق ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے قول کا ذکر عنقریب آئیگا

} سوال: امام عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب میزان کبری کے صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں کہ صاحب کشف مقام یقین میں مجتہدین کے مساوی ہوتا ہے اور کبھی بعض مجتہدین سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ اسی چشمہ سے چلو بھرتا ہے جس سے شریعت نکلتی ہے اور پھر امام صاحب اسی جگہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ صاحب کشف ان علوم کا محتاج نہیں ہوتا جو مجتہدین کے حق میں ان کی صحت اجتہاد کیلئے شرط ٹھہرائے گئے ہیں۔ اور صاحب کشف کا قول بعض علماء کے نزدیک آیت اور حدیث کی مانند ہے۔

پھر صفحہ ۳۳ میں فرماتے ہیں کہ بعض حدیثیں محدثین کے نزدیک محل کلام ہوتی ہیں مگر اہل کشف کو ان کی صحت پر مطلع کیا جاتا ہے جیسا کہ اصحابی کالنجوم کی حدیث

پھر صفحہ ۴۸ میں فرماتے ہیں کہ بہتیرے اولیاء اللہ سے مشتہر ہو چکا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ سے عالم ارواح میں یا بطور کشف ہم مجلس ہوئے اور ان کے ہم عصروں نے ان کے دعوی کو تسلیم کیا۔

پھر امام شعرانیؒ نے ان لوگوں کے نام لئے ہیں جن میں سے ایک امام محدث جلال الدین سیوطی بھی ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ورق جلال الدین سیوطی کا دستخطی

ان کے صحبتی شیخ عبدالقادر شاذلیؒ کے پاس پایا جو کسی شخص کے نام خط تھا جس نے ان سے بادشاہ وقت کے پاس سفارش کی درخواست کی تھی سو امام صاحب نے اسکے جواب میں لکھا تھا کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تصحیح احادیث کے لئے جن کو محدثین ضعیف کہتے ہیں حاضر ہوا کرتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت تک حالت بیداری میں ۷۵ دفعہ حاضر خدمت ہو چکا ہوں۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ بادشاہ وقت کے پاس جانے کے سبب اس حضوری سے رک جاؤنگا تو قلعہ میں جاتا اور تیری سفارش کرتا۔

شیخ محی الدین عربیؒ نے جو فتوحات میں اس بارہ میں لکھا ہے اس میں سے بطور خلاصہ یہ مضمون ہے کہ اہل ولایت بذریعہ کشف آنحضرت ﷺ سے احکام پوچھتے ہیں اور ان میں سے جب کسی کو کسی واقعہ میں حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے۔ پھر جبریل نازل ہوتے ہیں اور آنحضرت ﷺ جبریل سے وہ مسئلہ جس کی ولی کو حاجت ہوتی ہے پوچھ کر اس ولی کو دیتے ہیں یعنی ظلی طور پر وہ مسئلہ بہ نزول جبریل منکشف ہو جاتا ہے۔

پھر شیخ ابن عربیؒ نے فرمایا ہے کہ ہم اس طریق سے آنحضرت ﷺ سے احادیث کی تصدیق کرا لیتے ہیں۔ بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہتیری حدیثیں موضوع ہیں اور آنحضرت ﷺ کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہیں۔

اور فتوحات مکیہ میں ابن عربیؒ نے فرمایا ہے کہ اہل ذکر و خلوت پر وہ علوم لدنیہ کھلتے ہیں جو اہل نظر و استدلال کو حاصل نہیں ہوتے اور یہ علوم لدنیہ اور اسرار و معارف انبیاء اولیاء کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور جنید بغدادیؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے تیس سال اس درجہ میں رہ کر یہ رتبہ حاصل کیا ہے اور ابو یزید بسطامیؒ سے نقل کیا ہے کہ علماء ظاہر نے علم مردوں (اموات) سے لیا ہے اور ہم نے زندہ سے جو خدائے تعالی۔ تمّ کلامہ۔

تو بموجب نقول بالا ممکن ہے کہ قادیانی نے بھی بذریعہ کشف کے آنحضرت ﷺ سے پوچھ کر مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہو اور احادیث نزول کے معانی ماولہ حسب اجازت آنحضرت ﷺ کے بیان کئے ہوں اور اپنے دعوی کے اثبات میں وہ احادیث جن کو علماء ظاہر ضعاف میں سے شمار کرتے ہیں آنحضرت ﷺ سے صحیح کر لی ہوں اور احادیث صحیحہ عند العلماء کو تعلیم نبوی سے غیر صحیح

سمجھ لیا ہو۔

{ گولڑوی: چونکہ عبارت منقولہ بالا تتم کلامہ تک ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۹ سے ۱۵۲ تک کی ہے لہذا قادیانی صاحب کو جلال الدین سیوطی اور شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے کشفی فیصلہ کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوسکتا۔ سو گذارش ہے کہ محی الدین ابن عربی اور علامہ سیوطی بھی اور ایسا ہی شیخ محمد اکرم صابری صاحبِ کتاب اقتباس الانوار نزول عیسی بن مریم بعینہ کے قائل ہیں بلکہ کل اہل کشف وشہود کا اسی عیسی بن مریم بعینہ نہ بمثیلہ کے نزول پر اتفاق ہے اور ایسا ہی معراج جسمی آنحضرت ﷺ پر بھی۔ حضرت محی الدین ابن عربی فتوحات کے باب ۳۶۷ پر حدیث معراج میں فرماتے ہیں:

فلمّا دخل اذا بعیسی بجسدہ عینه فانّه لم یمت الی الآن بل رفعه اللّٰه الی ھذہ السّماء و اسکنه بھا و حکمه بھا و ھو شیخنا الاول الّذی رجعنا علی یدیه و له بنا عنایة عظیمة لا یغفل عنّا ساعة واحدة ..

(یعنی آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں عیسیٰ کو زندہ بجسدہ العنصری پایا کیونکہ وہ اب تک مرا نہیں)۔

نیز فتوحات کے باب ۳۷ میں شیخ اکبر لکھتے ہیں:

ابقی اللّٰه بعد رسول اللّٰه من الرّسل الاحیا باجساد ھم فی ھذہ الدار الدّنیا ثلاثة و ھو ادریس علیه السلام بقی حیا بجسدہ و اسکنه اللّٰه فی السّماء الرّابعة و السّماوات السّبع ھن من عالم الدّنیا الی ان قال و ابقی فی الارض ایضاً الیاس و عیسی و کلاھما من المرسلین

اور علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور ملاحظہ ہو جو احادیث سے عیسیٰ بن مریم کا نزول اخیری زمانہ میں اور بعد اس کے مدفن ان کا روضہ نبویہ ﷺ میں ثابت کرتے ہیں۔ درمنثور کی اکثر احادیث شمس الہدایۃ میں لکھی گئی ہیں اور حدیث برتملاوصی عیسی بن مریم کی فتوحات کی جلد اول میں ملاحظہ ہو جو شمس الہدایت میں لکھ چکا ہوں۔..

اور شیخ محمد اکرم صابریؒ اقتباس الانوار کے صفحہ ۵۲ پر بروزی نزول کی تضعیف فرماتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

وبعضی برانند کہ روح عیسی درمہدی بروز کند ونزول وعبارت ایں بروز است مطابق ایں

حدیث لا مهدی الا عیسی بن مریم وایں مقدمہ بغایت ضعیف است۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں:

یک فرقہ برآں رفتہ اند کہ مہدی آخرالزمان عیسی بن مریم است وایں روایت بغایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیح ومتواتر از حضرت رسالت پناہ ﷺ ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود وعیسی بن مریم با واقتدا کردہ نماز خواہد گذارد وجمیع عارفان صاحب تمکین برایں متفق اند چناں چہ شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ درفتوحات مکی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخرالزمان از آل رسول ﷺ من اولاد فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ظاہر شود۔

قادیانی نے اس مقام پر بڑی چالاکی اور دجل سے کام لیا ہے۔ آپ ایام الصلح فارسی کے صفحہ ۱۸۰ پر اپنے دعوی کی تائید کیلئے شیخ محمد اکرم صابریؒ کو بایں صفت موصوف کر کے:

شیخ محمد اکرم صابری کہ از اکابر صوفیاء متاخرین بودہ اند،

صرف اسی قدر نقل کرتے ہیں کہ،

وبعضے برآنند کہ روح عیسی درمہدی بروز کند ونزول عبارت ازہمیں بروز است مطابق ایں حدیث لا مهدی الّا عیسی۔

بعد اس کے شیخ محمد اکرمؒ کا قول ہذا (وایں مقدمہ بغایت ضعیف است) حذف کر دیتے ہیں تا کہ ہمارے دعوی کی تردید شیخ محمد اکرم ہی کے قول سے نہ ہو جائے۔

الغرض کل اہل کشف وشہود مطابق احادیث صحیحہ عیسیٰؑ بن مریم نہ بمثیلہ کے نزول اور نیز اس کے مغائر ہونے پر مہدی سے متفق ہیں۔ ایسا ہی معراج جسمی آنحضرت ﷺ پر بھی ان سب سے قادیانی صاحب کا علیحدہ ہونا بڑی روشن دلیل ہے اس کے کاذب ہونے پر، کیونکہ ازالہ اوہام میں ان لوگوں کا کشف برابر آیت وحدیث کے مانا گیا ہے اور نیز معلوم ہو کہ جو لوگ مقام، علی بینة من ربه، اور کشف صحیح کے مالک ہوتے ہیں ان کا کشفی مقولہ ایک امر کے بارے میں ایک ہی ہوتا ہے مختلف نہیں ہوتا کما قال الشیخ الاکبر فهو نور مّن ربّهم نور علی نور و لو كان من عند غير اللّٰه لو جدوا فيه اختلا فاً كثيراً

اب قادیانی صاحب سے دریافت کرنا چاہیے کہ آپ مسیح موعود ومہدی موعود ودجال شخصی ومعراج جسمی وآیات بینات قرآنیہ یعنی معجزات کے بارہ میں کس لئے علامہ سیوطی ومحی الدین

ابن عربی وکل اہل اللہ سے علیحدہ ہو گئے اور آپ کے منہ سے اقوال متناقضہ کیوں نکلتے ہیں۔ آپ اس اشتہار میں غیب مصفی پر اطلاع پانے اور ملہم ہونے کی وجہ سے آیت فلا یظھر علی غیبہ احداً۔ الّا من ارتضی من رّسول سے متمسک ہو کر نبی و رسول بن گئے اور خضر صاحبِ موسیٰ جیسے ملہم جس کی پیش گوئیوں کی صداقت پر قرآن کریم شاہد ہے آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۳ سطر ۹ پر نبی نہیں مانتے چنانچہ لکھتے ہیں:

> وہ شخص جس نے کشتی کو توڑا اور ایک معصوم بچہ کو قتل کیا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ صرف ایک ملہم ہی تھا نبی نہ تھا۔

کیا آپ کی پیش گوئیوں کی صداقت خضرؑ کی صداقت پر بڑھی ہوئی ہے۔ لہٰذا آپ نبی ورسول اور وہ صرف ملہم ہے نہ نبی۔

نیز آپ کبھی مسیح ابن مریم کو گلیل میں کشف کی آنکھ سے مدفون دیکھتے ہیں اور کبھی کشمیر خاص سری نگر میں بلکہ انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان کو قرآن مجید میں لکھا ہوا ملاحظہ کر لیتے ہیں۔ کیا ایسے ہی مکاشفات کو قرآن مجید اور توریت وانجیل و زبور کے ہم پلہ سمجھتے ہیں اور حلفی طور پر بیت اللہ میں کھڑے ہو کر بیان کرنے کا معتقدین کو سہارا دیتے ہیں۔ ان میں سے عقل مند تو تاڑ گئے ہیں۔ ہم اس جگہ نقل کرنا پیش گوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم کا غیر مناسب نہیں سمجھتے۔ یہ پیش گوئی مرزا جی نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کو امرتسر میں عیسائیوں کے مباحثہ پر اپنے حریف مقابل مسٹر آتھم کی نسبت کی تھی جس کے اصل الفاظ یہ ہیں (جنگ مقدس۔ ص ۱۸۸):

> آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

پھر فرماتے ہیں:

میں حیران تھا کہ اس بحث میں مجھے آنے کا کیوں اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی خود بھی اپنی بحث کو معمولی جانتے ہیں مگر افسوس کہ مرزا جی کے سادہ لوح حواری اس بحث پر بہت کچھ ناز کیا کرتے ہیں۔ ثناء اللہ)۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے وقت تھا۔ میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسا ڈال دیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں، پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (حوالہ مذکور) (الہامات مرزا مصنفہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری)

اس پیش گوئی کا مضمون بالکل صاف ہے یعنی ڈپٹی آتھم جس نے مسیح کو خدا بنایا ہوا ہے اگر مرزا جی کی طرح موحد و مسلم نہ ہوا تو عرصہ ۱۵ ماہ میں مرجاوے گا اور ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ اسلام اگرچہ اپنی حقیت میں ایسے مکاشفات کا محتاج نہیں، تاہم مرزا جی نے مخالفین سے اسلام پر دھبہ لگوایا۔ اس پیش گوئی کے متعلق مرزا جی نے جو حیرت انگیز چالاکیاں کیں ہیں، ان کی تردید اس پیش گوئی کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے رسالہ الہامات مرزا میں وہ تردید لکھی ہے کہ جس سے بڑھ کر متصور نہیں اور یہ پیش گوئی مع نظائر اسی رسالہ سے نقل کی گئی ہے۔

اس چٹھی کا جو محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ نے آتھم والی پیش گوئی کے خاتمہ پر بھیجی تھی اس جگہ نقل کرنا ضروری ہے تاکہ مسلمانوں پر صداقت پیش گوئیوں مرزا جی کی بخوبی ظاہر ہو جاوے اور مرزا جی کے بیت اللہ میں حلف اٹھانے کا دھوکہ نہ کھائیں۔

السلام علیکم۔ آج ۷ ستمبر ہے اور پیش گوئی کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ گو پیش گوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں، لیکن آپ نے جو الہام کی تشریح کی تھی وہ یہ ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے

نزدیک جھوٹ پر ہے وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لئے تیار ہوں ۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں ۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کریگا۔ زمین وآسمان ٹل جاویں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی ۔

کیا اب آپ کی پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی ؟ نہیں ہرگز نہیں ۔ عبداللہ آتھم اب تک صحیح وسالم موجود ہے، اور اس کو بہ سزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا ۔ اگر یہ سمجھو کہ پیش گوئی الہام کے الفاظ کے بموجب پوری ہوگئی جیسا کہ مرزا خدا بخش نے لکھا ہے۔ اور ظاہری معنی جو سمجھے گئے تھے وہ ٹھیک نہ تھے ۔ اول تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کا اثر عبداللہ آتھم پر پڑا ہو، دوسری پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں :

اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے، اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا ۔ اور اس کو ذلت پہنچے گی ۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے ۔ اور جو شخص حق پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی ۔ اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جاوینگے بعض لنگڑے چلنے لگیں گے بعض بہرے سنیں گے ۔

پس اس اس پیش گوئی میں ہاویہ کے معنی اگر آپ کی تشریح کے بموجب نہ لئے جاویں اور صرف ذلت اور رسوائی لی جائے تو بے شک جماعت ذلت اور رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی ۔ عیسائی مذہب اسی حالت میں سچا سمجھا جاوے اگر یہ پیش گوئی سچی سمجھی جائے۔ جو خوشی اس وقت عیسائیوں کو ہے وہ مسلمانوں کو کہاں ۔ شرمندگی اور بڑی شرمندگی ہوئی ۔ پس اگر پیش گوئی کو سچا سمجھا جاوے تو عیسائیت ٹھیک ہے کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگئی ۔ اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی ۔ میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی ۔ دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو یہ بڑی مشکل کی بات ہے کہ ہر پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ۔ لڑکے کی پیشگوئی میں تفاول کے طور سے ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا وہ مرگیا، تو اس وقت بھی غلطی ہوئی ۔ اب اس معرکہ کی پیش گوئی کے

اصلی مفہوم کے نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ احد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی آخر شکست ہوئی تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیش گوئی نہ تھی۔ اور اس میں لوگوں سے غلطی ہو گئی تھی۔ اور آخر جب مجتمع ہو گئے تو فتح ہوئی۔ کیا ایسی کوئی نظیر ہے کہ اہل حق کو بالمقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہو کر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست ہوئی ہو۔ مجھ کو تو اب اسلام پر شبہے پڑنے شروع ہو گئے۔ لیکن الحمد للہ! کہ اب تک جہاں تک غور کرتا ہوں اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے دعاوی کے متعلق تو بہت ہی شبہ ہو گیا۔ پس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر فی الواقع سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اور اس زخم کیلئے کوئی مرہم عنایت فرمائیں جس سے تشفی کلی ہو۔ باقی جیسے کہ لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو آپ یہی کہہ دیں گے کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تھی۔ الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ براہ مہربانی بدلائل تحریر فرماویں۔ ورنہ آپ نے مجھ کو ہلاک کر دیا۔ ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ میں برائے استفادہ نہایت دلی رنج سے یہ تحریر کر رہا ہوں۔ راقم محمد علی خان

{ سوال: قادیانی کے صرف ایک ہی کمال کا اگر خیال کیا جاوے تو بھی ایسے شخص کو برا نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس نے اسلام کی حقیت پر براہین قاطعہ قائم کر کے مخالفین اسلام کو لا جواب کر دیا

{ جواب: براہین قاطعہ کا نمونہ انہی دلائل کو جن کی تردید ہو رہی ہے خیال فرمالیویں۔ کیا ایسے ہی جاہلانہ خیالات کا نام براہین رکھا جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسلام کا خدا خود محافظ ہے۔ اور خود ہی اس کی حقیت مخالفین کو ہر زمانہ میں لا جواب کر رہی ہے اور کرے گی قادیانی صاحب نے جو بصورت دوست مگر بمعنی اسلام اسلام کے دشمن تھے جہالت کی وجہ سے اسلام کی بیخ کنی کر دی تھی مگر الحمد للہ کہ علمائے اسلام نے اس کا تدارک کر لیا۔ شیخ سعدی نے سچ کہا ہے

ترا اژدہا گر بود یارِ غار ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

اور مخالفین سے آنحضرت ﷺ کی شان میں وہ کفریات بکوائے کہ خدا نہ سنائے بلکہ جریدہ عالم پر ان کو بوجہ تحریری ہونے ان کو ثبت کرا دیا۔ الحمد للہ والمنۃ کہ اللہ جل شانہ بحسب وعدہ انّا نحن نزّلنا الذّکر و انّا لہ لحافظون (حجر:۹) کے ہمیشہ اس کو پیش گوئیوں میں ناکامیابی دیتا رہا تاکہ عوام کالانعام اس کو بوجہ صداقت پیش گوئی کے کتاب وسنت کے بیان میں سچا نہ سمجھ لیں

بلکہ یہ جان لیں کہ یہ شخص قرآن اور سنت کا محرف ہے کیونکہ اکثر فی زمانناقرآن دانی کا معیار جہالوں کے ہاتھ میں صرف پیش گوئیوں کی صداقت ہی رہ گئی ہے۔ (سیف چشتیائی۔ص ۳۰ تا ۳۷)

عیسیٰؑ ابن مریم کے نزول پر اجماع

اس بات پر کل امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ عیسیٰ بن مریم بعینہ نہ بمثلہ کما اخترءالقادیانی آسمان سے بحسب پیشین گوئی آنحضرت ﷺ کے اتریں گے۔ اور ظاہر ہے کہ نزول جسمی بعینہ بغیر اس کے کہ رفع جسمی بحالت زندگی مانا جاوے ممکن نہیں۔ لہذا ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ کل امت کا جیسے نزول مذکور پر اجماع ہے ایسا ہی حیات مسیح عندالرفع پر بھی ہے۔ یعنی آسمان کی طرف اٹھایا جانے کے وقت مسیح کی حیات پر سب کا اتفاق ہے بحکم مقدمہ مذکورہ کہ نزول فرع ہے رفع کی۔ رہا یہ کہ قبل از رفع بھی مسیح زندہ رہا، کما ھو مذھب الجمھور، یا وفات پا کر بعد ازاں اٹھانے کے وقت زندہ کیا گیا ہو، کما ھو مذھب النّصاری و بعض اھل الاسلام مثل مالکؒ سو یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے، اس پر اجماع نہیں کیونکہ امام مالکؒ وفات کے قائل ہیں۔ نصاریٰ کا قول بحیات المسیح بعد وفاتہ تو ان کی کتابوں سے ظاہر ہے اور امام مالکؒ کا قائل ہونا بحیات المسیح عندالرفع، ان کے بڑے بڑے معتبروں مقلدوں کی تصریحات سے پایا جاتا ہے۔ ورنہ مقلدین امام مالکؒ اپنے امام سے علیحدہ نہ ہوتے اور برتقدیر علیحدہ ہونے کے نزول جسمی کو، جو فرع ہے رفع جسمی بعینہ کی، مجمع علیہ کل امت مرحومہ کا نہ لکھتے لہذا مجمع البحار میں: قال مالک مات، کے بعد شیخ محمد طاہرؒ یہ تاویل کرتے ہیں:

و لعلّه اراد رفعه علی السّماء حقیقةً یجیء .. آخر الزّمان لتوا تر خبر النّزول

اس تقدیر سے واضح ہوا کہ مسئلہ نزول کی طرح حیات مسیح پر بھی اجماع ہے۔ کل اہل اسلام اس پر متفق ہیں بلکہ نصاریٰ بھی اس میں مسلمانوں سے الگ نہیں مگر اجماعی حیات الی مابعد النزول وہ ہے جو مسیح کے لئے عندالرفع مانی گئی ہے۔

اس مضمون پر عبارات مسطورہ ذیل شاہد ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

و خروج الدّجال و یاجوج و ماجوج و طلوع الشّمس من المغرب و نزول عیسی علیه السّلام من السّماء و سائر علامات یوم القیامة

علی ما وردت به الاخبار الصّحیحة حق کائن (فقہ اکبر)

اور یہی مذہب ہے کل آئمہ شفعویہ کا، یعنی سب اسی عیسی بن مریم بعینہ لا بمثیلہ کے نزول پر متفق ہیں چنانچہ آئمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطیؒ وغیرہ کی تصریح سے ظاہر ہے۔

اور آئمہ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے چنانچہ شیخ الاسلام احمد نضراوی المالکیؒ نے فواکہ دوانی میں تصریح کر دی کہ اشراط ساعت سے ہے آسمانوں سے عیسیٰؑ کا اترنا اور علامہ زرقانیؒ مالکی شرح مواہب قسطلانی میں بڑی بسط سے لکھتے ہیں:

فاذا نزل سیّدنا عیسی فانّه یحکم بشریعة نبیّنا ﷺ بالھام او اطلاع علی الروح المحمدی او بما شاء اللّه من استنباط لھا من الکتاب و السنّة و نحو ذلک۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

فھو علیه السّلام و ان کان خلیفة فی الامة المحمدیة فھو رسول و نبی کریم علی حاله لا کما یظنّ بعض انه یأتی واحداً من ھذه الامّة بدون نبوّة و رسالة و جھل انّھما لا یزولان بالموت کما تقدم فکیف بمن ھو حیّ نعم ھو واحد من ھذه الامّة مع بقائه علی نبوّته و رسالته

اور علامہ سیوطیؒ کتاب الاعلام میں فرماتے ہیں:

انّه یحکم بشرع نبیّنا و وردت به الاحادیث و انعقد علیه الاجماع

اور فتح البیان میں ہے کہ:

و قد تواترت الاحادیث بنزول عیسی جسماً اوضح ذلک الشّوکانی فی مولفٍ مستقل یتضمن ذکر ما ورد فی المنتظر و الدّجال و المسیح وغیره و صحح الطبری ھذا القول و وردت بذلک الاحادیث المتواتره۔ (فتح البیان ج ۲ ص ۳۴۴)

آئمہ اربعہ کے مسانید اور ایسی ہی ان کے مقلدین کی تصنیفات میں احادیث نزول موجود ہیں کسی نے نزول عیسیٰؑ بن مریم کو نزول مثیل عیسی نہیں لکھا بلکہ نزول جسدہ بعینہ کی تصریح کر دی ہے۔ فتوحات کی نقلیں بحوالہ ابواب گذر چکی ہیں اور نیز شیخ اکبرؒ اس نزول کے اجماعی ہونے کو اس عبارت سے باب ۷۳ میں ظاہر فرماتے ہیں:

و انّه لا خلاف انّه ینزل فی آ خر الزّ مان .. الخ ۔

اور نیز حدیث برتملا وصی عیسیٰؑ فتوحات میں موجود ہے جس سے چار ہزار صحابی کا اجماع حیات مسیح پر معلوم ہوتا ہے۔

الغرض کل محدثین اور آئمہ مذاہب اربعہ اور اصحاب روایت و درایت اور صحابہ کرام چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو ہریرہؓ اور عبداللہؓ بن سلام اور ربیعؓ اور انسؓ اور کعبؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور جابرؓ وثوبانؓ اور عائشہؓ اور تمیم داریؓ و غیرہ اور بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابوداؤد اور بیہقی وطبرانی وعبد بن حمید وابن ابی شیبہ وحاکم وابن جریر وابن حبان وامام احمد وابن ابی حاتم وعبدالرزاق وغیرہ کا اجماع ہے عیسیٰؑ ابن مریم کے زندہ اٹھائے جانے اور اترنے پر بعینہ لا بمثلہ

قال الشّیخ الاسلام الحرانی و صعود الآدمی ببدنه الی السّماء قد ثبت فی امر المسیح ابن مریم فانّه صعد الی السّماء و سوف ینزل الارض و هذا ما توافق النّصاری علیه المسلمین فانّهم یقولون المسیح صعد الی السّماء ببدنه و روحه کما یقوله المسلمون و یقولون انّه سوف ینزل الی الارض ایضاً و هذا کما یقوله المسلمون و کما اخبر به النّبیّ ﷺ فی الاحادیث الصحیحة لکن کثیراً من النّصاری یقولون انّه صعد بعد ان صلب و انّه قام من القبر و کثیر من الیهود یقولون انّه صلب و لم یقم من قبره امّا المسلمون و کثیر من النّصاری یقولون انه لم یصلب و لکن صعد الی السّماء بلا صلب و المسلمون و من وافقهم من النّصاری یقولون انّه ینزل الی الارض قبل یوم القیامة و انّ نزوله من اشراط السّاعة کما دلّ علی ذلک الکتاب و السّنّة

اس تصریح سے ثابت ہے کہ قادیانی کا مذہب اس مسئلہ میں سب اہل اسلام سے الگ ہے اور نیز اس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے کہ بلاشک قادیانی صاحب نے دین کی پرلے درجہ کی تحریف کی ہے۔ غیر اجماعی کو اجماعی بنا دیا اور اجماعی کو غیر اجماعی۔ اور جہال کو کیسے کیسے دھوکے دیتے ہیں۔ پناہ بخدا۔ (سیف چشتیائی۔ص ۳۸۔ ۳۹)

ارض ذات النخلہ

} سوال: ارض ذات النخلہ کو یمامہ خیال فرمانا جو فی الواقع مدینہ طیبہ کی طرف اشارہ تھا، اور ایسا ہی لتدخلنّ المسجد الحرام کا وقت صلح حدیبیہ والا سال سمجھ لینا، کیا یہ ہر دو نظائر ان کے از قبیل قصور فی الکشف اور خطا فی التعبیر نہ تھے۔ جب مکاشفات مذکورہ میں قصور اور خطا فی التعبیر واقع ہو گئے تو نزول عیسی ابن مریم والی پیش گوئی میں کیوں واقع نہیں ہو سکتے یعنی آنحضرت ﷺ نے غلام احمد قادیانی کو عیسی بن مریم کی صورت میں دیکھا ہو۔

} گولڑوی: ارض ذات نخلہ والے مکاشفہ میں آنحضرت ﷺ نے کسی سے پیش گوئی نہیں فرمائی کہ بالضرور یمامہ ہی جانا ہوگا۔ صرف آپ کا خیال شریف یمامہ کی طرف گیا تھا سو وہ بھی قائم نہ رہا چنانچہ ارشاد فرمایا فذھب وھلی الی الیمامۃ اور دخول مسجد حرام کے متعلق بھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ضرور تم اسی سال مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ الغرض کشف ایک اجمالی ہوتا ہے اور ایک تفصیلی۔ اور اجمالی میں کبھی اجمال فی نفس المضمون ہوتا ہے یعنی واقعی امر برنگ استعارہ و تمثیل نظر آتا ہے چنانچہ مدینہ کی وبا کو آپ نے بشکل ایک عورت پراگندہ سر کے دیکھا تھا وغیرہ، اور کبھی اجمال فی اوضاع المضمون من الزمان وغیرہ چنانچہ دخول مسجد والے مکاشفہ میں نفس دخول مسجد حرام کما ھو فی الواقع صرف مکشوف ہوا۔ مسجد حرام کے داخل ہونے کا وقت معلوم نہیں ہوا تھا لہذا اس سال آپ ﷺ حدیبیہ تشریف لے گئے، بلکہ مناسب شان نبوت یوں معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ والے سال بھی جانا آپ کا قصور فی الکشف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حصول صلح کے لئے جو مقدمہ فتح کا تھا بحسب فرمان خداوندی واقع ہوا کشف اجمالی کی دونوں صورتوں میں آپ نے کبھی پیش گوئی یقینی طور پر نہیں فرمائی۔ یعنی جس جزء میں اجمال و خفاء ہوتا تھا اس کے بارہ میں اس طرح پر نہیں فرماتے تھے کہ یہ جزء بالضرور اسی طرح وجہ مخصوص پر واقع ہو گی۔ اس قسم کی پیش گوئی میں قبل از وقوع ایمان علی حسب مراد اللہ رکھنے کے ہم مکلّف ہیں نہ ایمان علی وجہٍ خصوص کے طور پر۔ بخلاف کشف تفصیلی عینی کے۔ یعنی جس امر کو کھلا کھلا آپ نے معائنہ فرمایا اور اس کے بارہ میں پیش گوئی یقینی طور پر فرما دی تو مومن بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کو ہرگز تاویل سے کام لینا جائز نہیں۔ چنانچہ بعض اقسام اس کے شمس الہدایت میں بحوالہ کتب حدیث لکھے گئے ہیں جن میں سے اکثر کا وقوع بھی مطابق پیش گوئی آپ کے ہو چکا ہے۔ نزول مسیح ابن مریم وظہور دجال وغیرہ علامات قیامت

والی پیش گوئیاں کشف عینی کے قبیلہ سے ہیں گو بعض کی تفصیل وقتاً فوقتاً معلوم ہوتی رہی جن میں آپ ﷺ کو نہایت اہتمام سے امت مرحومہ کو متنبہ کرنا منظور تھا تا کہ امت مرحومہ کسی جھوٹے مسیح کے دام میں نہ پھنس جائے چنانچہ مسیح ابن مریم بھی کہتے گئے کہ میرے آنے سے پہلے کئی جھوٹے مسیح آئیں گے۔ دیکھو انجیل کی کتاب اعمال اور نیز قصہ نزول ایلیاء بھی عبرت کے لئے کافی نظیر وقوع میں آچکا تھا جس کے لحاظ سے آپ کو تفصیلی وتاکیدی بیان فرمانا ضروری تھا اور آنحضرت ﷺ کا خطا پر قائم رہنا فی التعبیر ہی کیوں نہ ہو، ہرگز ممکن نہیں۔ کہاں یہ بات کہ عمر بھر یہ دھوکہ آپ کو واقع رہے اور بذریعہ وحی کے اطلاع نہ دی جائے الغرض بحکم فینسخ اللّٰہ ما یلقی الشّیطان انبیاء کا خطا پر قائم رہنا اور ایسا ہی بمقتضی فانّہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصداً (جن) وحی کا غلط ہونا شرعاً وعقلاً محال ہے۔ الحاصل کشف اجمالی بھی بعد البیان اللاحق تفصیلی کی طرح واجب الایمان ہوتا ہے۔ (سیف چشتیائی۔ص ۶۷۔ ۶۸)

نزول مسیح کا مسئلہ

چونکہ حاضرین کو محل تعجب واستبعاد معلوم ہوتا تھا معہذا نزول ایلیا والے اشتباہ سے بھی امت مرحومہ کو بچانا منظور تھا لہذا آپ نے اس پیشگوئی کو تاکید بالقسم ونون ثقیلہ ولام تاکید سے موکد کر کے بیان فرمایا والّذی نفسی بیدہ لیوشکنّ .. الخ تا کہ امت مرحومہ اس نزول کو بھی نزول ایلیا کی طرح خیال نہ کریں اس قسم کی پیش گوئی کے ساتھ قبل از وقوع ایمان لانا ضروریات سے ہے کما قال۔ ما آتاکم الرّسول فخذوہ۔ اس مقام پر مرزا جی نے بمعہ اپنے علماء کے سب پیش گوئیوں میں ایک ہی قانون مقرر کر رکھا ہے کہ قبل از وقوع ہم کو ایمان لانا ضروری نہیں۔ حق یہ ہے کہ کشف اجمالی اور تفصیلی میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ان کو سخت دھوکہ ہوا ہے میں حیران ہوں کہ وہ قیامت کو بھی قبل از وقوع نہ مانتے ہونگے ہاں اس الزام کا یہ جواب دیتے ہیں کہ قیامت تو مطابق حدیث الدّنیا سبعۃ آلاف و انا فی آخرھا الفاً کے سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ حدیث ثقات کے نزدیک مثل سیوطیؒ وغیرہ کے موضوعات یا ضعاف سے ہے اور نیز یہ تحدید برخلاف ہے تصریح رئیس المکاشفین حضرت شیخ کے دیکھو فتوحات۔ تیسرا برتقدیر تسلیم الزام مذکور بھی دافع نہیں کیونکہ آدم سے لے کر آج تک سات ہزار سے اوپر تین سو

گذر چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا اور امروہی حساب میں بھی کمال رکھتے ہیں:

تا مرد سخن نگفتہ باشد   عیب و ہنرش نہفتہ باشد

الغرض بحکم و لن یصلح العطّار ما افسده الدّ ھر جہاں تک بھی ہاتھ پاؤں مارے جاتے ہیں قادیانی صاحب کا دعوی ہرگز کتاب وسنت واجماع سے تطبیق نہیں رکھتا۔ مجھے اس مقام کے متعلق ایک بزرگ کی بات یاد آ گئی ہے جس کا لکھنا بعید از مقام معلوم نہیں ہوتا۔ حبیب شاہ صاحب خوشابی سے جن کا نام مرزا جی نے ایک اشتہار میں اپنے مولویوں اور مریدوں میں لکھا ہے، میں نے راجڑ کے اسٹیشن پر بعد ملاقات کے پوچھا کہ آپ کے بیعت کرنے کا مرزا جی سے کیا باعث ہے۔ بہ جواب اس کے فرمانے لگے کہ قرآن کی تفسیر لکھنے میں عدیم المثال ہیں۔ اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ پھر میں نے پوچھا آپ مرزا صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ ان کے اس دعوی سے میں الگ ہوں۔ پھر میں نے متعجب ہو کر پوچھا کہ جب آپ ان کو اس دعوی میں کاذب اور مفتری علی اللہ خیال فرماتے ہیں تو پھر بیعت کیسے ہوئی، کیونکہ جس شخص کو مفتری علی اللہ سمجھا جاتا ہے اس کی وقعت اتنی نہیں ہوتی کہ اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ سمجھ کر اپنے ہاتھ میں رکھا جاوے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ قرآن دان بہت عمدہ ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مرزا جی کی تفسیر متعلق سورہ زلزال کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ کہنے لگے کہ اس تفسیر سے بھی علیحدہ ہوں۔ اس پر میں نے نہائت ہی تعجب سے کہا کہ کیا آپ کو کوئی مرزا صاحب جیسا مفتری علی اللہ اور قرآن کا محرف اپنے علاقہ میں نہیں ملا تھا کہ قادیان جا کر مرزا جی سے بیعت کی۔ بعد اس کے فرمایا کہ خیر میں نے بیعت توبہ کی ہے۔ یہ اور طرفہ نکالا، آخر الامر کہنے لگے کہ ازالہ اوہام کو دیکھوں گا۔

واضح ہو کہ اللہ جل شانہ رسولوں کے مطلع علی الغیب کرنے کی نسبت فرماتا ہے:

عا لم الغیب فلا یظهر علی غیبه ا حداً ۔ ا لّا من ارتضی من رسول فا نّه یسلک من بین ید یه و من خلفه ر صداً (جن: ۲۶۔۲۷)

وہ جاننے والا غیب کا پس نہیں خبردار کرتا او پر غیب اپنے کے کسی کو مگر جس کو پسند کرتا ہے پیغمبروں میں سے پس تحقیق وہ چلاتا ہے آگے اس کے سے اور پیچھے اس کے سے نگہبان

یعنی رسولوں کی وحی کے ساتھ چوکی پہرے کا اہتمام کیا جاتا ہے تا کہ شیطان دخل نہ کرنے پاوے۔ لہذا پیغمبروں کیلئے عصمت ہے اوروں کے لئے نہیں اور ان کی وحی یقینی ہے اوروں کی وحی میں شبہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں میں شیطان کا ہرگز دخل نہیں جیسا کہ مرزا نے

ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۲۶ میں چار سو نبی کی نسبت لکھا ہے کہ ان کو شیطانی وحی ہوئی اور وہ جھوٹے نکلے ۔اور قادیانی صاحب گو بزعم خود اپنی پیش گوئیوں کو پیغمبروں کی پیش گوئیوں کے برابر خیال کرتے ہیں مگر ان کی پیش گوئیوں کا کاذب ہونا واقف کاروں سے پوشیدہ نہیں ۔

(سیف چشتیائی ۔ص ۶۹ ۔۷۰)

مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں

پیر مہر علی گولڑوی لکھتے ہیں کہ ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ میں مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے متعلق شائع ہونے والا ایک مضمون یوں ہے :

اجی مرزا صاحب بس رہنے دیجئے خلق اللہ تیس سال تک آپ کے نمونے دیکھتے دیکھتے سیر ہوگئی ہے ۔

۱ ۔کسی شخص کے بیٹا پیدا ہونے کیلئے آپ نے بہتیرا سر مارا بلکہ ایک معقول رقم بھی اس سے پھٹکار لی مگر بیٹا اب تک ندارد ۔

۲ ۔عبداللہ آتھم کیلئے از حد گڑگڑائے مگر وہ میعاد معینہ میں نہ مرا ۔

۳ ۔ ملا محمد بخش وغیرہ کی بربادی کیلئے ہزار آہ وزاری کی مگر اس کا بال بھی بیکا نہ ہوا ۔

۴ ۔لیکھ رام کیلئے ہر چند سر پٹکا مگر اس کی موت نے آخر آپ کو ہی مشتبہ کیا ۔

۵ ۔آسمانی منکوحہ کیلئے آپ کا چہرہ بھی خشک ہوگیا مگر حسرت ہی رہی ۔

۶ ۔کسی شخص کی بیوی کے اچھا ہونے کیلئے بہتیرے جوڑ توڑ کئے مگر وہ بیمار رہ کر چل بسی ۔

۷ ۔اپنے جس لڑکے کو موعود قرار دیا اور اپنے لئے اور دنیا کے لئے باعث برکت سمجھا وہ بھی آپ کو مفارقت دے گیا ۔

۸ ۔ جس قدر مباحثے آپ نے کئے شکست ہی کھا کر بھاگے ۔اب مباحثہ کے نام سے بھی اوسان خطا ہوتے ہیں ۔

۹ ،جن لوگوں نے آپکو بالمقابل دعا کرنے کیلئے بلایا آپ ایک دن بھی سامنے نہ ہوئے

۱۰ ۔ ہمیشہ آپ نشان دکھانے کیلئے میعاد مقرر کرتے رہے ۔مگر آخر ندامت ہی اٹھانی پڑی چنانچہ اب بھی ایک بڑے بھاری نشان کے لئے میعاد مقرر ہے ۔

۱۱ ۔آپ کہتے ہیں کہ شاہان یورپ کو اسلام کی دعوت کی اور اپنی تصانیف بھیجیں مگر ایک

عیسائی بھی آپ پر ایمان لاتے نہ دیکھا۔

۱۲۔آپ نے کہا سب خلقت مجھے قبول کر لے گی۔مگر سب آپ سے متنفر اور بیزار ہی رہے سوائے معدودے چند اشخاص کے جو کسی شمار میں نہیں آ سکتے۔

۱۳۔آپ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر دعوی سے لکھی۔لوگوں نے اس کے پرخچے اڑائے۔

۱۴۔آپ نے منشی الٰہی بخش کی نسبت گیارہ کا ہندسہ ظاہر کرکے الہام شائع کیا۔بفضلہٖ اب گیارہ ماہ قریب الاختتام ہیں۔مگر ان کی عصائے موسیٰ نے آپ کا سارا بنا بنایا کھیل درہم برہم کر دیا۔

۱۵۔ پیر مہر علی شاہ کیلئے آپ ہر چند دانت پیستے رہے مگر انکی شہرت ہی شہرت اور عزت ہی عزت رہی۔

۱۶۔آپ نے عرصہ سے مینار بنانا چاہا،مگر ہنوز روز اول۔

۱۷۔آپ نے انگریزی رسالہ شائع کرنا چاہا مگر اب تک اقرار اور وعدہ کے مطابق آپکو ناکامی ہے۔

۱۸۔آپ نے بجائے اتوار کے جمعہ کی تعطیل کرانی چاہی مگر سوائے ناکامی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

۱۹۔سینکڑوں اشخاص کیلئے آپ دعا کرتے رہے ہیں مگر کوئی اثر یا نتیجہ نہیں نکلتا۔اور پھر آپ کہتے ہیں کہ دعا کرنے والے کو یہ کرنا چاہیے وہ کرنا چاہیے۔ دعا کرنے سے تعلق پیدا کرنا چاہیے وغیرہ۔

مرزا جی کیا یہ دعائیں مشتے نمونہ از خروارے کافی نہیں۔ پھر آپ کو بار بار اعلان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

} پیر صاحب فرماتے ہیں کہ رسالہ الہامات (مرزا) کی عبارت ذیل بھی قابل غور ہے:

مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت
اور آسمانی منکوحہ کے نکاح کے متعلق پیشگوئی

اس پیش گوئی کو مرزا جی نے خاص مسلمانوں کے حق میں بتلایا ہے اس لئے ہمارا بھی حق ہے کہ ہم بھی جی کھول کر سعی کریں اور تحقیق کر کے بال کی کھال اتاریں۔اور پیش گوئیوں میں بھی مرزا جی زور لگایا کرتے ہیں مگر اس پیش گوئی کے متعلق جو کچھ مرزا جی نے مساعی جمیلہ خرچ کئے ہیں

ان کا ذکر نہ کرنا غالباً ناشکری ہوگی ۔ پہلے ہم اس پیش گوئی کا اشتہار نقل کرتے ہیں۔ ازاں بعد مرزا جی کی مساعی جمیلہ بتلاویں گے ۔ وھو ہذا

ایک پیش گوئی پیش قبل از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا   قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا   کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کی حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرت سر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا ، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں مندرج ہے ۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے۔ اور والد اس دختر کا بباعث تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے ۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کے لئے ہو رہے ہیں تب ہی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفریں بریں عقل و دانش ۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا ۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں ۔ غرض یہ لوگ مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے ہیں اور اسلام اور قرآن پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی ۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے ۔ اس کی زمین جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج

کرا دی گئی تھی ۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گرداسپور میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار یا پانچ ہزار روپئہ قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرا دیں ۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا تھا چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضا مندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا، تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دست خط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہیے ۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا ، پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا ۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا جس کو خدائے تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک و مروت اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں ۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا ۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئینگے ۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے جو مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا ۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاؤ نگا چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے کذّبوا بآیاتنا و کانوا بها یستهزؤن ۔ فسیکفیکهم اللّه و یردّها الیک ۔ لا تبدیل لکلمات اللّه ۔انّ ربک فعّال لما یرید ۔ انت معی و انا معک۔ عسی ان یّبعثک ربّک مقاماً

محموداً یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے ۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں ۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی ۔ یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خدا تعالی کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء ۔

اس اشتہار کے متصل ہی صرف پانچ دن کے فاصلہ سے ایک اور اشتہار دیا جو بعنوان ذیل ہے:

تتمہ اشتہار ۔ دہم جولائی ۱۸۸۸ء

۱ ۔ اشتہار مندرجہ عنوان کے صفحہ ۲ میں جو یہ الہام درج ہے فسیکفیکھم اللّٰہ اس کی تفصیل مکرر توجہ سے یہ کھلی ہے کہ خدائے تعالی ہمارے کنبے اور قوم میں سے ایسے تمام لوگوں پر جو اپنی بے دینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے پیش گوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے اپنے قہری نشان نازل کرے گا اور ان سے لڑے گا اور انہیں انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا کرے گا ۔ اور وہ مصیبتیں ان پر اتارے گا جن کی ہنوز انہیں خبر نہیں ۔ ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اس کی عقوبت سے خالی رہے کیونکہ انہوں نے نہ کسی اور وجہ سے بلکہ بے دینی کی راہ سے مقابلہ کیا ۔ ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں، کیا مرد اور کیا عورت ، مجھے میرے الہام اور دعاوی میں مکار اور دکاندار خیال کرتے ہیں ۔ اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے ۔ اور ان کا اپنا حال یہ ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرہ محبت ان میں باقی نہیں رہی ۔ اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں جیسا کوئی ایک تنکے کو اٹھا کر پھینک دیتے ہیں ۔ وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور ننگ و ناموس کو خدا اور رسول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں ۔ پس خدائے تعالی نے انہیں کی بھلائی کے لئے انہیں کے تقاضا سے انہیں

کی درخواست سے اس الہامی پیش گوئی کو جو اشتہار میں درج ہے ظاہر فرمایا ہے، تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اسکے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔ کاش وہ پہلے نشانوں کو کافی سمجھتے اور یقیناً وہ ایک ساعت بھی مجھ پر بدگمانی نہ کر سکتے، اگر ان میں کچھ نور ایمان اور کانشنس ہوتا۔ ہمیں اس رشتہ کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ سب ضرورتوں کو خدا تعالی نے پورا کر دیا تھا، اولاد بھی عطا کی۔ اور ان میں وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا، اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدائے تعالی اس کنبہ کے منکرین کو عجوبہ قدرت دکھلا وے۔ اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اور ان بلاؤں کو دفع کرے جو نزدیک چلی آتی ہیں۔ لیکن اگر وہ رد کریں تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کرے۔ برکت کا نشان یہ ہے کہ اس پیوند سے ان کا دین درست ہوگا اور دنیا ان کی من کل الوجوہ صلاحت پذیر ہو جائے گی۔ اور وہ بلائیں جو عنقریب اترنے والی ہیں نہیں اتریں گی۔ اور قہر کا نشان وہی ہے جو اشتہار میں زکر ہو چکا اور نیز وہ جو تتمہ ہذا میں درج ہے۔

والسلام علی عباد اللہ المومنین۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ پانزدہم جولائی ۱۸۸۸ء

یہ دونوں اشتہار اپنا مضمون بتلانے میں بالکل واضح ولائح ہیں۔ کسی مزید توضیح یا تشریح کی حاجت نہیں رکھتے۔ صاف بتلا رہے ہیں کہ تاریخ نکاح سے تین سال تک دونوں (احمد بیگ اور اسکا داماد) فوت ہو جائیں گے۔ البتہ تاریخ معلوم کرنے کے لئے کہ نکاح کب ہوا اور کب تک ان دونوں کی موت کی تاریخ ہے، مرزا جی کی ایک دوسری تحریر سے شہادت لینے کی ضرورت ہے۔

رسالہ شہادت القرآن میں مرزا جی خود ہی اس کی میعاد بتلاتے ہیں کہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے۔

> مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے، جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے، قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ (شہادۃ القرآن۔ مصنفہ مرزا۔ ص ۷۹)

پس بموجب اقرار مرزا جی ۱۲۔ اگست ۱۸۹۴ء کو مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ کو دنیا

میں رہنے کی اجازت نہ تھی ۔ مگر افسوس کہ وہ مرزا صاحب کے سینہ پر مونگ دلتا ہوا آج یکم دسمبر ۱۹۰۱ء تک زندہ ملتان کیمپ میں ملازم ہے ۔ مگر مرزا جی کیا ایسے نرم اور کم گو تھے کہ خاموش ہو جاتے ۔ انہوں نے بڑے بڑے امور مشکلہ کو نہایت آسانی سے حل کر دیا تھا تو اس پیش گوئی کا پورا کر لینا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

اس پیش گوئی کے دو حصے تھے ۔ ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اس کے داماد کی نسبت، اور پیش گوئی کے بعض الہامات میں جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے، یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی ۔ سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اٹھانا نصیب نہ ہوا ۔ کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیش گوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی ۔ اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے کہ پیش گوئی کے وقت نے منہ دکھلا دیا اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملہ سے ہی اس جہان سے رحلت کر گیا۔ تب تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز اور روزہ میں عورتیں لگ گئیں ۔ اور مارے ڈر کے ان کے کلیجے کانپ اٹھے ۔ پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا سو وہ لوگ سخت احمق اور نادان اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجودہ کے موافق پوری ہوگئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے (سراج منیر)

مرزا جی کا یہ عذر کہ فلاں شخص دل میں توبہ کر گیا، نماز روزہ کا پابند ہو گیا، اس بے ایمان عطار کی بوتل سے کم نہیں جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے ۔ تعجب ہے کہ مرزا جی کے مقرب علم کے مدعی ایسی واہیات تاویلوں کو مان لیتے ہیں بلکہ نہ ماننے والوں پر غراتے ہیں ۔ ناظرین بغور اشتہار مذکور کو دیکھ سکتے ہیں کہ اس سے اصل غرض کیا ہے ۔ یہ عجب (بے ادبی معاف) ڈھکوسلہ ہے کہ تو مان نہ مان میں تیرا مہمان، مخالف اسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے، ذات شریف پر تبرے اور صلواتیں سناتا ہے، ہاں بوجہ مسلمان ہونے کے نماز بھی پڑھتا ہوگا، تو اس کا نام خوف زدہ رکھا جاتا ہے ۔ ہم آتھم کے متعلق ایک حدیث کی شہادت سے ثابت کر آئے ہیں کہ اگر آپ کی پیش گوئی سے وہ ڈرتا تو بھی رجوع مستلزم تاخیر عذاب نہ ہوتا، چہ جائے کہ وہ مخالفت پر ویسا ہی تلا بیٹھا ہے جیسا کہ اس وقت تھا بلکہ اس سے بھی زائد۔

اس پیش گوئی کے متعلق جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں مرزا جی کی مساعی جمیلہ خاص طور قابل ذکر ہیں اس ضمن میں ہم چند خطوط ہم نقل کرتے ہیں جو مرزا صاحب نے خود اور دوسروں سے رشتہ داروں کو اس نکاح سے متعلق لکھوا کر بھیجے تھے۔ (اس کے بعد قادیانی مکتوب بنام مرزا علی شیر بیگ، بنام والدہ عزت بی بی، بنام مرزا احمد بیگ، اور مکتوب زوجہ مرزا فضل احمد بطرف والدہ درج ہیں۔ جنہیں ہم نے یہاں حذف کر دیا ہے کیونکہ وہ کسی اور جگہ بھی نقل ہوئے ہیں۔ اور نقل خطوط کے بعد مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں)

ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا جی اپنی اغراض نفسانی کو پورا کرنے کیلئے عموماً بقول حافظ شیرازی

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش و لے
دام تزویر مکن چوں دِگراں قرآن را

اسلام اور قرآن ہی کو پیش کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ خدا اپنے دین کا آپ حامی ہے کسی ایسے ویسے الہامی وغیرہ کی حمایت پر اس کی امداد موقوف نہیں اس لئے ہمیشہ مرزا جی کو ناکامی ہوتی ہے اور یہ بھی ایک معنی سے قطع الوتین ہے۔ (منقول از الہامات مرزا مصنفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ طبع اول)

پیر صاحب فرماتے ہیں: ناظرین خدا را انصاف! کیا ایسی ہی پیش گوئیاں کرنیوالے کو مطابق الا من ارتضی من رسول .. کے نبی اور رسول بننے کا حق ہے، جیسا کہ قادیانی صاحب اس اشتہار میں بڑے زور سے لکھ چکے ہیں۔ دیکھو توضیح صفحہ ۱۸ کہ

۱۔ محدث بھی ایک معنی میں نبی ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے ۲۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ ۳۔ رسولوں اور نبیوں کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔ ۴۔ مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے۔ ۵۔ وہ بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔ ۶۔ انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے۔ ۷۔ اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جاویں۔ انتھی بعبارتہ

امروہی صاحب کیا یہ پیش گوئیاں اور دعائیں مشتے نمونہ از خروارے آپکے پیغمبر کی نبوت پر اور آپ کے ایمان پر خاک نہیں ڈالتیں۔ اگر پیش گوئی بھی سچی نکلے اور دعا بھی مستجاب ہو تو کیا فرمان خاتم النبیین ﷺ کے برخلاف آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو بھی سکتا ہے؟

(سیف چشتیائی۔ ص۔ ۷۱ تا ۷۹)

غیر تشریعی نبی

} سوال: بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی یا رسول صاحب شرع جدید نہیں ہوسکتا:

کما قال الشیخ الاکبر فی الباب الثّالث و السّبعین و ھذا معنی قولہ ﷺ ان الرسالۃ و النبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبیّ ای لا نبیّ بعدی یکون علی شرع یخالف شرع .. الخ

اور مرزا قادیانی نبوت اور رسالت غیر تشریعیہ کا مدعی ہے۔

} گولڑوی: آنحضرت ﷺ نے علی کرم اللہ وجہہ کو ہارونؑ سے تشبیہہ دے کر الا انّہ لا نبوّۃ بعدی کے ساتھ نبوت کی نفی کردی مع آنکہ ہارون کی نبوت غیر تشریعی تھی یعنی موسوی شریعت سے الگ کوئی شرع ان کے پاس نہیں تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی غیر تشریعی بھی نہیں ہوسکتا۔ رہا شیخ اکبر کا حوالہ، سو وہ قادیانی کو مضر ہے مفید نہیں کیونکہ وہ اسی باب میں عیسی بن مریم کو بعینہ بغیر کسی مثیل کے زندہ بجسدہ العنصری زمین پر اتارتے ہیں دیکھو اسی باب کا صفحہ ۶ جس میں لکھتے ہیں:

ابقی اللّٰہ بعد رسول اللّٰہ ﷺ من الرّسل الاحیاء باجسادھم فی ھذۃ الدّار الدّنیا ثلاثۃ .. الی ان قال .. و ابقی فی الارض ایضاً الیاس و عیسی و کلاھما من المرسلین۔

اور نیز حضرت شیخ گو کہ بعد آنحضرت ﷺ کے مقام نبوت کے تحقق کا قول فرماتے ہیں مگر نبی کہلوانے اور کہنے کو جائز نہیں رکھتے چنانچہ اسی باب کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں:

فسددنا باب اطلاق النّبوّۃ علی ھذا المقام۔

نیز فتوحات کے فصل تشہد میں فرماتے ہیں:

فانّہ لو عطف علیہ لسلم علی نفسہ من جھۃ النّبوّۃ و ھو باب قد سدّہ اللّٰہ کما سدّ باب الرسالۃ عن کل مخلوق بعد رسول اللّٰہ ﷺ الی یوم القیامۃ۔

یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت اور رسالت کا دروازہ سب مخلوق پر بند کیا گیا

(سیف چشتیائی۔ص۸۰)

قادیانی کی مغلظ قسمیں

} سوال: مرزا قادیانی کی اس قدر مغلظہ قسمیں کس طرح جھوٹی سمجھی جاویں۔

} گولڑوی: پہلے ملہمین و محدثین لکھ گئے ہیں کہ کبھی شیطان انسان کے قلب پر بہکانے کیلئے کوئی مضمون خاص ڈالتا ہے اور کبھی امر عام۔ جس سے نتائج عجیبہ و غریبہ نکلواتا ہے جیسا کہ ماَنحن فیہ میں قادیانی صاحب نتائج نکال رہے ہیں:

قال الشّیخ الا کبر فی الباب الخامس و الخمسین و حدث فیھما .... الانسان شیطان معنوی ....

شیاطین بعض آدمی کو ایسا مضمون پکڑا دیتے ہیں جس سے وہ نتائج مہلکہ نکالتا ہے اور اس اغوا شیطانی کی تردید نہیں کرسکتا اور پھر ایسا مشاق ہو جاتا ہے کہ شیطان کو بھی شاگرد بنالیتا ہے

کما قال الشیخ فی ھذا الباب و ما علموا انّ الشیاطین فی تلک المسائل تلمیذ لھم یتعلم منھم۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ سرور عالم ﷺ نے تمام امور کو جو قیامت تک ہونے والے ہیں بطور پیشین گوئی کے بیان فرمایا ہے۔ حذیفۃ بن الیمان کی حدیث صحیحین میں ملحوظ ہو۔ چنانچہ اس مدت میں تیرہ سو برس تک صدہا امور جو احادیث میں مندرج تھے مطابق ارشاد نبوی ﷺ ظہور میں آکر حجت علی المنکرین ہوئے منجملہ انکے ایک پیش گوئی یہ بھی ہے جو بروایت مقدام بن معدی کرب، ابن ماجہ اور دارمی و ابوداؤد میں مذکور ہے۔ ترجمہ حدیث:

فرمایا آنحضرت ﷺ نے مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور قرآن کے سات اس کی مثل بھی ۔خبردار ہو، قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا ہوا (کھاتا پیتا مغرور) شخص اپنے چھپر کھٹ پر بیٹھا یہ کہے گا کہ تم صرف قرآن ہی کو لو اور جو اس میں حلال ہو اس کو حلال سمجھو اور جو حرام ہو اس کو حرام خیال کرو۔

تحقیق یہ ہے کہ جس کو رسول اللہ ﷺ حرام فرماتے ہیں وہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا نے اسے حرام کیا ہے۔ یہ پیشین گوئی ۱۳۰۸ھ میں ظاہر ہوئی یعنی مرزا غلام احمد قادیانی نے احادیث کی صحت کا مدار قرآن مجید کو مطابق اجتہاد و استنباط اپنی کے ٹھہرایا۔ یعنی پہلے قرآن کریم کا مطلب حسب مدعی اپنے کے ٹھہرایا جاوے، گو کہ نصوص کا انکار و تحریف ہی ہو، اور بعد ازاں احادیث کو، اگر

چہ مع الصحت شہرت بھی رکھتی ہوں پھینک دیا جاوے۔ ہاں اگر حدیث کو بھی پیرایہ تحریف پہنایا جاوے، گو کہ صحت ہم ندارد، تو البتہ مقبول ہوسکتی ہے۔

مرزا قادیانی اور اس کے تابعین کے بارہ میں حضرت عمرؓ نے بھی پیش گوئی فرمائی ہے جو ترجمان غیب تھے

عن ابن عباس قال خطبنا عمر فقال یا ایّھا النّاس سیکون قوم من ھذہ الا مۃ یکذ بو ن با لرجم و یکذ بون با لدّ جال و یکذ بو ن بطلو ع الشّمس من مغر بھا ..الخ۔

کہا ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ میں پیشین گوئی فرمائی کہ اے لوگو اس امت میں سے ایک قوم پیدا ہونے والی ہے جو رجم کی تکذیب کرے گی اور دجال معہود کا انکار کرے گی اور مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو باطل کہے گی۔ (ازالۃ الخفا۔ص ۱۸۱)

نیز آنحضرت ﷺ نے ان تیس کذابوں کے وجود سے اطلاع دی جو کہ اپنے کو خدا کا نبی زعم کریں گے سیکون فی امّتی کذّا بون ثلا ثون کلّھم یزعم انہ نبیّ اللّٰہ۔ نیز ان تیس دجالوں کے حدوث سے آگاہ فرمایا جو اپنے کو خدا کا رسول ہونا زعم کریں گے:

لا تقوم السّاعۃ حتّی یبعث دجّالون کذّا بون قرب من ثلا ثین کلّھم یز عمون انّہ رسول اللّٰہ ۔ (بخاری ومسلم)

پس اگر ان پیش گوئیوں کو بھی خارج میں مطابق کر کے دیکھا جاوے تو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور حمدان بن قرمط کے بعد یہی قادیانی ہیں جنھوں نے خود کو نبی سمجھا اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں آیہ مبشراً برسول یا تی من بعدی اسمہ احمد کے تحت لکھا کہ آنیوالے کا نام جو احمد کہا گیا ہے وہ بھی اسی مثیل کی طرف اشارہ ہے۔ اور اشتہار معیار الاخیار میں شائع کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ:

قل یا ایّھا النّاس انّی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً فھل انتم مسلمون

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے قادیانی لوگوں کو یہ کہہ دے کہ میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوکر آیا ہوں۔ وغیرہ۔ (سیف چشتیائی۔ص ۸۰۔۸۱)

تصویر

} قولہ: اس جگہ پر ہم تصویر کے جواز یا عدم جواز پر کچھ گفتگو نہیں کرتے ہاں مخالفین کو اس قدر متنبہ کئے دیتے ہیں کہ یہ تو سب کو معلوم ہوگا کہ تصویر کی حرمت، حرمت لغیرہ ہے حرمت لذاتہ نہیں جیسا کہ بت خانہ میں جانا بحرمت لغیرہ حرام ہے۔ بت پرست جو بت خانہ میں بت پرستی کے لئے جاتا ہے اس کو بت خانہ میں جانا بھی حرام ہے لیکن بت شکن کو بھی بت خانہ میں جانے کی ضرورت پڑتی ہے مگر اس کو بت خانہ میں جانا بڑا ثواب ہے۔ بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔

ولنعم ما قیل: احمد و بوجہل در بت خانہ رفت درمیاں این وآں فرقیست زفت

{ اقول (گولڑوی): الحمد للہ: عدو شود سببِ خیر خدا خواہد۔ آپ نے مرزا صاحب کے عکس کھینچنے کو جب حرام ٹھہرا کر گو کہ لغیرہ سہی بت خانہ میں جانے کے ساتھ تشبیہ دی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسا کہ بت خانہ میں جانا بت شکنی کے لئے جائز اور بت پرستی یعنی بتوں کی تعظیم کرنے کیلئے حرام ہو گا ایسا ہی مرزا صاحب کی تصدیق کی طرف جانا تصویر شکنی کے لئے جائز اور تصویر پرستی یعنی اس کی تعظیم کرنے کیلئے حرام ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ تصویر کا بنانا اور اس کا رکھنا تعظیم اور برکت جوئی کیلئے ہے نہ اس کے توڑنے اور تحقیر کیلئے (یعنی جن لوگوں کو جن سے عقیدت ہوتی ہے ان کی تصویر عموماً بغرض تعظیم وتبرک رکھتے ہیں اور شرعاً تصویر کی تعظیم اور اسے متبرک سمجھنا حرام ہے)

آذر و بوجہل در بت خانہ رفت
ہر یکے را قصد بد آں بت پرست
بت تراشی آذر از تعظیم بود
سجدہء بو جہل از تکریم بود

مولانا روم صاحب کا شعر یہاں پر بے موقعہ تھا: بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

(سیف چشتیائی۔ ص ۸۷)

جانب شرقی دمشق

{ سوال ۔قادیان کا جانب شرقی دمشق ہونا جوعلم جغرافیہ سے ہم نے ثابت کر دیا ہے وہ تمام نقشہ جات میں لکھا ہوا ہے۔کیا اب بھی کوئی ردّ کرسکتا ہے۔

{ اقول (گولڑوی): شرقی دمشق چونکہ نواس بن سمعان والی حدیث کا ٹکڑا ہے اور مرزا جی اس حدیث کی نسبت لکھ چکے ہیں کہ اس کے مضامین عقل شرع تو حید کے خلاف ہیں لہذا مرزا کا استدلال اس حدیث سے اور آپ کی جانفشانی جس پر لڑکے بھی ہنسی اڑا رہے ہیں عقل شرع تو حید کے خلاف ہوف ہوگا۔ دوسرا جب کہا جاوے شرقی دہلی یا شرقی لاہور، تو دہلی یا لاہور کے مضافات قریبہ سے کوئی جگہ جو جانب شرق میں واقع ہو، مراد ہوتی ہے، نہ یہ کہ ہزارہا کوس کے فاصلہ پر جو کہ شرق میں واقع ہو وہ مراد لی جائے ولنعم ما قیل:

چہ عذر ہائے موجّہ ز بہر خود گفتی بچشِ لعاب دہانت کہ قند میخائی
تمام عرصہ قیامت مگس فرو گیرد اگر چنیں بہ قیامت شکر فروش آئی

نیز دمشق سے اگر خط مستقیم سیدھا جانب شرق کو کھینچا جائے تو لاہور بلکہ جموں وغیرہ بھی راستہ میں نہیں پڑتا۔ دیکھو نقشہ ایشیاء مرتبہ ومروجہ مدارس سرکاری۔ دمشق سے جانب شرق اگر ایک خط مستقیم کھینچا جائے تو حسب ذیل مشہور مقامات سے عبور کرے گا، تبریز، بحیرہ خزر یا جیل۔ شمالی حصہ ترکستان، سلسلہ کوہ الطائی۔ صحرائے منگولیا۔ صوبہ منچوریا۔ اب آپ اگر چشم حق بین کھول کر بنظر انصاف ملاحظہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ خط مذکور قادیان سے بجانب شمال ہزار میل سے بھی زیادہ فاصلہ پر گذرتا ہے۔ پس مرزا صاحب کو تو اس کی ہوا کا پہنچنا بھی ناممکن ہے۔ اب انصاف فرمایئے کہ کیا حضرت سعدی کا یہ قول آپ کے دعوی کی پوری دلیل نہیں ہےَ

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

خط سیدھا عرفی طور پر چھوڑ دو اور کرویۃ ارض کا لحاظ کرو تو بھی دمشق اور قادیان ایک محاذات میں واقع نہیں ہوتے بلکہ قادیان سے بجانب شمال عبور کریگا (سیف چشتیائی۔ص ۸۸)

کشمیری مقبرہ

{ قولہ (یعنی امروہی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ) بعد سیر و سیاحت کے کشمیر خاص سری نگر میں دفن کئے گئے دیکھو مرزا صاحب کی تصانیف ایام الصلح اور راز حقیقت ۔

{ اقول (گولڑوی): ایام الصلح کا مولف یعنی مرزا صاحب تو خود ہی مدفن مسیح میں مذبذب ہے۔ کسی کتاب میں بیت المقدس اور کسی میں سری نگر لکھتا ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۳ پر لکھا ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل جا کر فوت ہو گیا۔ اور ادھر ایام الصلح میں لکھتا ہے کہ کشمیر خاص سری نگر میں فوت ہوا اور ہر ایک کتاب کے الہامی ہونے کا مدعی ہے۔ پھر کیا کیا حیلے کئے گئے ہیں۔ مخلصی عزیز جی سوداگر کشمیری جو ایک بڑا نامی اور نہایت متدین آدمی ہے اس کا بیان کہ کشمیر میں مرزا صاحب کے بھیجے ہوئے کئی آدمی ایک مزار متبرک کے مجاورین کو روپیہ کا طمع دے کر دستخط کروانا چاہتے تھے کہ ہم ابًا عن جدٍ (باپ دادا سے) سنتے آئے ہیں کہ یہ مزار عیسی کا ہے۔ مگر مجاوروں نے جھوٹ بولنا گوارا نہ کیا بلکہ ان آدمیوں کو بے عزت کر کے نکالا ۔..اور آپ لوگوں کی حدیث دانی کہاں گئی، کیا آنحضرت ﷺ نے لسان وحی ترجمان سے نہیں فرمایا:

لعن اللّٰہ الیھود و النّصاری اتّخذوا قبور انبیاء ھم مسا جد کہ یہود و نصاری کو اللہ لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔

جب تم وفات مسیح اور پھر سری نگر میں اس کے مدفون ہونے کے قائل ہو تو بحسب حدیث مذکور چاہیے تھا کہ یوز آسف کا مزار مسجودِ نصاری ہو۔ ورنہ آپ ﷺ کے پاک فرمان کا کذب العیاذ باللہ لازم آوے گا۔ اور ظاہر ہے کہ آج تک کسی نصرانی وغیرہ کو اس نرالے مزار کا علم ہی نہیں ۔

(سیف چشتیائی ۔ ص۔۱۲۸۔ ۱۲۹)

ما قتلوہ و ما صلبوہ

{ قولہ: کما قال تعالی فی سیاق الآیۃ ما قتلوہ و ما صلبوہ پس قرآن سے ہی ثابت ہوا کہ یہود، عیسی کے قتل بالصلیب کے قائل تھے ورنہ کلمہ ماصلبوہ بالکل حشو ولغو ہوا جاتا ہے۔

{ گولڑوی: قرآن سے ہی ثابت ہوا کہ فرقہ مرزائیہ بھی یہود کی طرح کاذب اور دھوکے میں ہے کیونکہ جس طرح قرآن مجید ما قتلوہ سے قتل کی نفی فرما رہا ہے ایسا ہی ما صلبوہ سے

صلیب پر چڑھانے کو بھی خلاف واقعہ ٹھہرا رہا ہے۔ اور واضح ہو کہ صلب ماخوذ ہے صلیب سے کما فی مجمع البحار ولسان العرب جس کا معنی خون اور چربی کا ہے۔ اور سولی پر چڑھانے اور چار میخ کرنے سے بھی کیونکہ خون اور چربی بہتی ہے لہذا اس شخص کو جو سولی پر چڑھایا جاوے مصلوب کہا جاتا ہے۔ اور یہ نہیں کہ مصلوب کا اطلاق قبل از مقتولیت نہیں ہوسکتا۔ ہاں سولی پر چڑھانا بھی چونکہ منجملہ اسباب قتل کے ہے، اس وجہ سے صلب کا اطلاق مسبّب یعنی قتل پر بھی مجاز مرسل کے طور پر ہوسکتا ہے چنانچہ لسان العرب میں ہے الصّلب القتلة المعروفة .. الخ اور روایت میں چونکہ قتل صلیبی کی نفی پہلے وما قتلوہ سے ہو چکی ہے لہذا ما صلبوہ سے معنی قتل کا مجازی طور پر نہیں لے سکتے ورنہ کلام الٰہی لغو ہوا جاتا ہے۔ الغرض اگر کل تصریحات ص ل ب پر نظر ڈالی جائے اور ایسا ہی صلب کے ماخذ یعنی صلیب کو جو بمعنی چربی یا بمعنی سولی کے ہے ملحوظ رکھا جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ صلب کا معنی سولی پر چڑھانا اور چار میخ کرنا ہے اور مرزا صاحب خود بھی ازالہ اوہام میں مسیح پر باوجود زندہ اتار لئے جانے کے اطلاق مصلوب کا کرتے ہیں۔ کما سیجیء

} قولہ: اب اصل کلام کی طرف رجوع کی جاتی ہے کہ اولاً فرمایا کہ وما قتلوہ وماصلبوہ اب سامع کو یہ وہم پیدا ہوا کہ حضرت عیسی باتفاق فریقین یہود ونصاری کے صلیب پر تو چڑھائے گئے تھے و ما صلبوہ کہنا کیونکر درست ہوا کیونکہ صلیب پر چڑھایا جانا ان کا ایک ایسا تاریخی واقعہ تھا جس سے اکثر اہل اسلام بھی انکار نہ کر سکے۔ ہاں لوگوں نے اس تاریخی واقعہ کی یہ تاویل کی کہ حضرت عیسی کی شبیہ کا نہ ہو صلیب پر چڑھائی گئی تھی نہ حضرت عیسیٰؑ۔ چونکہ قرآن مجید رفع اختلاف بین الیہود والنصاری و نیز بنا بر رفع نزاعات واقعہ بین المسلمین الی یوم القیامۃ نازل ہوا ہے لہذا اس اختلاف کو بھی کلام الٰہی نے خود رفع فرما دیا و لکن شبّہ لھم ظاہر ہے کہ حرف لکن واسطے استدراک کے آتا ہے یعنی واسطے دفع کرنے اس وہم کے جو کلام سابق سے سامع کو پیدا ہوتا ہے قاموس میں لکھا ہے:

و لکن سا کنة النون ضربان مخففة منالثقیلة و ھی حرف ابتداء لا یعمل خلا فاً للاخفش و یونس دا ن و لیھا فھی حرف ابتداء لمجرد افا دة ا لاستد راک و لیست عا طفة

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کلام سابق سے کیا وہم پیدا ہوا جس کو لکن کے ساتھ دفع کیا گیا جب ہم کلام سابق پر نظر کرتے ہیں تو کوئی اور وہم پیدا ہی نہیں ہوتا بجز اس کے کہ حضرت

عیسی سولی سے ضرور قتل کئے گئے ۔اب ہم اس وہم کے دفع کے واسطے جو کلام سابق ما قتلوہ و ما صلبوہ سے پیدا ہوا بحرف استدراک لکن کے دفع کیا گیا کہ ہاں عیسی صلیب پر چڑھائے گئے تھے اور یہ صلیب پر چڑھایا جانا مشابہ قتل بالصلیب کے ہے اسی واسطے بحرف لکن فرمایا گیا ہے یعنی ولکن حضرت عیسی مشابہ یا مشبہ مقتول الصلیب یہود کے لئے کئے گئے ۔

} گولڑوی: (اس وہم کے دفع کے واسطے) کہہ کر پھر (بحرف استدراک لکن کے دفع کیا گیا) کہنا کیسی فصاحت ہے۔سبحان اللہ

اب اس وہم کا جو کلام ماسبق ما قتلوہ و ما صلبوہ سے پیدا ہوا بحرف استدراک لکن کے دفع کیا گیا۔ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ نئی تفسیر بالکل تحریف اور مخالف ہے آیات قرآنیہ کے

اول تو ان جہلاء نے صلیب پر چڑھانا حضرت عیسیٰ کا مسلّم رکھا باوجود اس کے کہ اللہ جل شانہ مستقل طور پر و ما صلبوہ فرماتا ہے یعنی مسیح کو صلیب پر یہود نے نہیں چڑھایا۔

دوسرا، اگر مسیح کو یہود نے صلیب پر چڑھایا تو اللہ تعالی پہلے سلک جرائم یہود کے بیان میں کما قال:

فبما نقضهم میثا قهم و کفرهم بآ یا ت اللّه و قتلهم الا نبیاء بغیر حقٍ و قولهم قلوبنا غلف (النساء:۱۵۵۔۱۵۶)

و بکفرهم و قولهم علی مریم بهتا ناً عظیماً ۔ و قولهم انّا قتلنا المسیح ..الخ۔ (النساء:۱۵۷۔۱۵۸)

صرف و قولهم فرما کر غلط بیانی ہی کو منجملہ جرائم میں شمار کرتا ہے مقتضی مقام کا یہ تھا کہ انکی ایذاءرسانی کو بھی ضرور ذکر کیا جاتا یعنی (و صلبهم المسیح)تا کہ یہود کے مردود و مطعون ہونیکے اسباب کا سلسلہ نامکمل نہ رہتا اور سبب قوی واجب الذکر کو ترک کرنا خلاف بلاغت ہے ۔

تیسرا۔صلیبی اعتقاد صرف و ما صلبوہ کے ہی مخالف نہیں بلکہ صریح آیت دوسرے مقام میں اس عقیدہ کی تردید فرما رہی ہے دیکھو سورہ مائدہ میں اللہ درضمن کرنعماء اپنے کے جو مسیح اور اسکی والدہ پر عطا کی تھیں فرماتا ہے و اذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتهم با لبیّنات (مائدہ: ۱۰) یعنی منجملہ میری نعمتوں کے جو تیرے پر فیضان کی ہیں ایک نعمت یہ بھی ہے،

یاد کر جب کہ روک رکھا تھا ہم نے بنی اسرائیل کو تجھ سے، یعنی تم کو ان کی ایذا سے بچا لیا تھا۔

اگر واقعہ صلیبی مزعومہ مرزائیہ بہ تقلید یہود و نصاری واقعی تھا تو پھر کففت فرمانا کاذب ہوا جاتا ہے ۔ ایسا ہی اس آیت کے ابتداء میں اذ قا ل اللّه یعیسی ابن مر یم اذ کر

نعمتی علیک فرمانا بے جا ہوگا۔

چوتھا، بنا بر تقدیر مذکور حضرت مسیح کو بروقت مشورہ کرنے یہود کے ایذا رسانی کے بارہ میں اللہ کی اطمینان دہی کما قال: اذ قال اللّٰہ یعیسی انّی متوفّیک و را فعک الیّ .. العیاذ باللہ دھوکہ بازی ہو جاتی ہے کیونکہ اس کا ثمرہ تو یہ نکلا کہ یہود کے ہاتھوں پکڑ وا کر صلیب دلا دینے کے بعد تیرا دم نہ نکلنے دونگا اور تجھے مشابہ بالقتل بناؤنگا۔ کیا اطمینان دہی اسی کا نام ہے؟

پانچواں، و ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ۔ یہ آیت بعد ملاحظہ فائدہ جلیلہ شمس الہدایت کے نص قطعی ہے رفع جسمی پر، جو منافی ہے صلیبی اعتقاد کو۔

چھٹا، آج تک کسی حدیث یا قول صحابی یا تابعی سے تسلیم صلیبی واقعہ ثابت نہیں۔ بلکہ سب اہل اسلام اس اعتقاد سے علیحدہ ہی رہے ہیں وجہ اس کی بغیر اس کے کوئی نہیں کہ آنحضرت ﷺ وصحابہ وسائر اہل اسلام نے الی یومنا ھذا قرآن کی شہادت کو یعنی و ما صلبوہ ایسا ہی بل رفعہ اللّٰہ الیہ کو پیش نظر رکھ کر یہود ونصاری کی روایات کو پس پشت پھینک دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ باوجود اس کے کہ بلّغ ما انزل الیک، اور ایسا ہی انزلنا الیک الکتاب بالحقّ لتحکم بین النّاس بما اراک اللّٰہ و لا تکن للخا ئنین خصیماً (النساء: ۱۰۵) اور نیز و ما انزلنا علیک الکتاب الّا لتبیّن لھم الّذی اختلفوا فیہ و ھدی وّ رحمۃ لّقومٍ یّومنون (نحل: ۶۴)۔ قال تعالیٰ: و انزلنا الیک الذّکر لنبیّن للنّاس ما نزل الیھم (نحل: ۴۴) ۔ ایضاً قال تعالیٰ: انّ علینا جمعہ و قرآنہ، اور ثمّ انّ علینا بیانہ کے ساتھ مامور ومبشر ہو کر ان معانی سے کیسے بے خبر رہے ہوں گے۔ ہرگز ممکن نہیں۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ نئی تفسیر بالکل تحریف اور خلاف محاورہ عرب ہے۔ اور لسان العرب کا قول (الصّلب القتلۃ المعروفۃ) معنی مجازی کا بیان ہے چونکہ صلیب پر چڑھانا اور خون اور چربی وغیرہ کا نکلنا منجملہ اسباب قتل کے ہے لہذا صلب کا اطلاق قتل پر مجاز مستعار کے طور پر ہوا ہے کیونکہ صلب کا ماخذ صلیب ہے بمعنی خون و چربی کے یا بمعنی سولی کے نہ قتل۔

} قولہ: اور جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے شبیہ سولی پر قتل کئے گئے تھے لہذا یہ وہم پیدا ہوا کہ خود حضرت عیسیٰؑ مقتول بالصلیب ہوئے۔

} گولڑوی: یہ کیسا خبط ہے اور (لہذا یہ وہم پیدا ہوا) کیسا بے ربط ہے ماقبل سے۔ بھلا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰؑ کے شبیہ سولی پر قتل کئے گئے تھے یہ مضمون کس طرح منشاء وہم ہوسکتا ہے۔ اس

لئے خود حضرت عیسیٰ مقتول بالصلیب ہوئے ۔ بندے خدا کے اس کا منشاء کہ خود حضرت عیسیٰ مقتول بالصلیب ہوئے کلام سابق ہے یعنی و ما قتلوہ و ما صلبوہ ۔ کیونکہ جب حضرت عیسیٰ باتفاق فریقین یہود و نصاری صلیب پر چڑھائے گئے تھے بلکہ بزعم ان کے مقتول بھی ہو گئے تو پھر نفی قتل و صلب کی کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اس وہم کو اللہ تعالی و لکن شبّہ لھم سے دفع فرمایا یعنی واقعہ صلیبی جو ایک واقعات مشاہیر میں سے ہے اس کی نفی نہیں کی گئی ۔ قتل اور صلب تو متحقق ہوا مگر وہ مقتول و مصلوب مسیح نہ تھا بلکہ اس کا شبیہ تھا۔

} قولہ: مگر اس صورت میں استدراک جو مقتضائے حرف لکن کا ہے کب ٹھیک ہوتا ہے کیونکہ لکن کے سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے ۔ جس سے یہ وہم پیدا ہو، تا کہ خود حضرت عیسیٰ مقتول بالصلیب ہو گئے ہیں ۔ پھر لکن کے ساتھ کون سا وہم ناشی عن الکلام دفع کیا گیا۔

{ گولڑوی : دماغ کے فساد کا معالجہ کروا کر بعد ازاں تفسیر لکھیں ۔ آپ فرماتے ہیں (کہ سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے) خدا کے بندے یہ مضمون کہ حضرت عیسیٰ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے یہ تو مدخول حرف لکن کا ہے جس سے دفع وہم ناشی عن الکلام السابق کا کیا گیا ہے ۔ اگر یہ دفعیہ پہلے ہی مذکور ہوتو پھر وہم بھی قبل از لکن مدفوع ہو جاوے، ہدایۃ النحو پڑھنے والے بھی جانتے ہوں کہ لکن کے استعمال میں چار چیز کا ہونا ضروری ہے ۔ ایک کلام سابق ، دوسرا وہم ناشی عنہ، تیسرا دفع وہم جو مدلول ہے لکن کا ، چوتھا وہ مضمون جس سے وہم سابق دفع کیا جائے جو دائماً لکن کے بعد ہی ہوا کرتا ہے و لکن شبّہ لھم میں ایک تو کلام سابق ہے وہ ہے وما قتلوہ و ما صلبوہ ، دوسرا وہم ناشی جو اوپر بیان کیا گیا ہے تیسرا لکن ، چوتھا ما یدفع بہ الوھم یعنی شبّہ لھم کا مضمون۔

ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا کہ محمد احسن امروہی صاحب شمس بازغہ لکھنے کے ایام میں بوجہ اس کے کہ حق کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر تحریف کر رہے ہیں مخبوط الحواس والعقل ہو گئے ہیں ۔ یا ان کا کمال علمی یہی کچھ ہے جو نئے نئے رنگ دکھلا رہا ہے۔ کاش اگر کسی محقق عالم سے شمس الھدایت کو پڑھ لیتے تو اس رسوائی سے محفوظ رہتے۔

} قولہ: معہذا منشاء وہم کو تو پھر لکن کے بعد ذکر کیا گیا جس سے وہ وہم اور قوی ہو گیا اندریں صورت حرف لکن جو دفع وہم ناشی عن الکلام السابق کے واسطے آتا ہے محض لغو اور حشو ہوا

ہو جاتا ہے تعالی کلمه عن ذلک علوا کبیراً۔ اس صورت میں عبارت یوں ہونی چاہیے تھی کہ و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن قتلوا و صلبوا شبیه عیسی فلھذا شبّه لھم ۔ واین ھذا من ذلک

{ گولڑوی : منشاء وہم کا ما قتلوہ و ما صلبوہ ہے جو لکن کے ماقبل مذکور ہے لہذا آپ کی عبارت ، مع ہذا سے لے کر ، ہوا جاتا ہے ، تک محض لغو اور حشو ہے ۔ سبحان اللہ اس لیاقت سے اللہ کو اصلاح دے رہے ہیں ۔ فصیح صاحب و لکن شبّہ لھم کے جملہ سے وہی مضمون ادا کیا گیا ہے جس پر آپ کی دوسطریں دال ہیں یعنی و لکن شبّہ لھم المقتول بالمسیح۔ قرآن کریم اگر آپ کی اصلاح کے مطابق ہوتا تو معجز کس طرح ہوسکتا تھا۔

} قولہ: ہاں جو معنی آیت کے ہم لیتے ہیں ان میں یہ سب امور یعنی استدراک اور پیدا ہونا وہم کا کلام سابق سے اور دفع کرنا اس کا لکن سے وغیرہ سب متحقق ہو جاتے ہیں ۔ یعنی ما صلبوہ سے یہ وہم پیدا ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا مقتول بالصلیب ہونا تو یہود و نصاری کا آج تک اتفاقی مسئلہ ہے پھر ما صلبوہ کیوں کر درست ہوسکتا ہے جواب دیا گیا و لکن شبّہ لھم یعنی ولکن حضرت عیسیٰ صلبوہ کے مضمون سے مشبّہ اور مشابہ کئے گئے یعنی صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر جلد تر زندہ اتار لئے گئے ۔ اس شبہ سے کہ مقتول بالصلیب ہو چکے ہیں ۔

{ گولڑوی : سب اہل اسلام وہم ناشی عن الکلام السابق یہی ٹھہراتے ہیں جو ما قتلوہ و ما صلبوہ سے پیدا ہوتا ہے ۔ آپ کا اور سب اہل اسلام کا تخالف و لکن شبّہ لھم کی تفسیر میں ہے ۔ حسب تفسیر آپ کے و ما صلبوہ کاذب ہوگیا۔ الغرض آپ کی تفسیر و ما صلبوہ کو کاذب یا محرف ٹھہراتی ہے ۔ اور نیز اس تقدیر پر و ما صلبوہ جو مستقل طور پر نفی سولی چڑھانے کی کر رہا ہے لغو ٹھہرتا ہے ۔ علاوہ اس کے حضرت عیسیٰ صلبوہ کے مضمون سے مشبہ کئے گئے ہیں ، یہ اور نرالی تفسیر ہے ۔ کیا حضرت عیسیٰ مشبہ بالمقتول و المصلوب معاً ٹھہرائے جائینگے یا صرف مقتول سے یا فقط مصلوب سے ۔ پہلی اور تیسری تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مسیح مصلوب نہ ہوا ہو جیسا کہ مقتول نہیں بلکہ مشبہ ان دونوں کا ہو ۔ اور یہ خلاف ہے مزعوم تمہارے کے کیونکہ تم مصلوب ہونا مسیح کا یہود و نصاری کی طرح واقعی سمجھتے ہو ۔ اور بر تقدیر ثانی مخل ہونے کے فہم مراد میں ترجیح بلا مرجح ہوگی ۔ اور نیز صلبوہ کے مضمون کو مشبہ بہ کہنا سراسر جہالت ہے کیونکہ تشبیہ عبارت ہے تشریک امرٍ بامرٍ فی وصف سے ۔ ایک امر تو حضرت عیسیٰ ہوا ، اور دوسرا صلبوہ کا مضمون یعنی صلب

الیھود المسیح ۔اب فرمایئے اگر عیسیٰؑ وصفِ صلب کے ساتھ جو معنی صدری ہے تشبیہ دیئے گئے تو پھر حضرت عیسیٰؑ اور وصف مذکور کس وصف وصف میں شریک ہوئے ۔ بیّنوا توجروا ۔

} قولہ: ان معنوں میں علاوہ محاسن مذکورہ کے معنی تشبیہ جو باب تفعیل سے ہے وہ بھی ٹھیک ہو گئے اور مرجع ضمیر شبہ کا بھی کلام سابق میں عیسی مذکور ہے اور مشبہ بہ یعنی مضمون قتلوہ و صلبوہ بھی مذکور ہے ۔الحمدللہ کہ الفاظ قرآن مجید سے ہی سب امور کا فیصلہ ہو گیا ۔

} گولڑوی: ان معنوں میں علاوہ مفاسد مذکورہ کے معنی شبہ کے بھی ٹھیک نہیں ہوتے کیونکہ الحمد سے والناس تک بلکہ محاورۃ عرب وغیرہ میں کبھی کوئی جملہ یا مضمون اس کا مشبہ بہ کسی شخص کے لئے نہیں ٹھہرایا گیا ۔اور نہ معنی تشبیہ کا صادق آتا ہے چنانچہ ابھی اوپر ثابت ہو چکا ہے ۔الحمدللہ کہ نظم قرآن مجید سے ہی تمہاری تفسیر کا تحریف ہونا ظاہر ہو گیا ۔اہل اسلام کی تفسیر پر مشبہہ یعنی عیسیٰؑ کا مذکور ہونا تو ظاہر ہے اور مشبہ یعنی مصلوب بھی مذکور ہے حکماً ۔ کیونکہ جب ما قتلوہ و ما صلبوہ سے یہ وہم پیدا ہوا کہ مصلوب اگر مسیح نہیں تو کون تھا ۔نظر بخبر متواتر کوئی شخص تو مصلوب ضروری ہی ہوا ہو گا لہذا مصلوب کا لمذکور ٹھہرا ۔

} قولہ: وہ شخص جس پر عیسیٰؑ کی شبیہ ڈالی گئی اس کے متعلق چند سوال :

وہ کون تھا ۔۲ ۔اس کا نام کیا تھا ۔۳ ۔اس کا کوئی خاندان دنیا میں موجود تھا یا نہیں ۔بشق اول اس کا ماتم کیا گیا یا نہیں ، یا کچھ جستجو بھی اس کی کی گئی یا نہیں ۔ بصورت ثانی ، نہایت بعید از عقل ہے کہ ایک شخص تو سولی سے بچ جاوے اور ایسے سنگین مقدمہ میں دوسرا شخص غیر مجرم سولی دیا جاوے اور ایسے حواری کا ذکر نہ انجیل نہ کسی تاریخی کتاب میں لکھا جاوے ۔۴ ۔مریم صلیب کے نیچے بیٹھ کر ماتم کرے اور اللہ تعالی اس کو بذریعہ یا کسی حواری کے مسیح کے آسمان پر لے جانے سے مطلع نہ کرے جیسے موسیٰؑ کی والدہ کو لا تخا فی و لا تحزنی سے تسلی بخشی تھی اور مریم کو و السلام علیّ یوم و لدتّ و یوم اموت و یوم ا بعث حیّاً (مریم :۳۳) بھی بھول گیا جو عیسیٰؑ نے ان کو طفولیت میں پڑھا دیا تھا ۔۵ ۔ اور کیا یہ شخص حضرت عیسیٰؑ کا کفارہ بن گیا تھا جیسا کہ عیسائی اس کو مقتول بالصلیب ٹھہرا کر سب عیسائیوں کا کفارہ قرار دیتے ہیں ۔

} گولڑوی: پہلے آپ اور آپکے پیغمبر جنکا فرض منصب ہے شبہات کا نکالنا ذرا یہ تو فرماویں کہ بحسب عقیدہ آپ لوگوں کے مسیح سولی پر بھی دیا گیا اور اس کو تازیانے بھی لگائے گئے اور جس قدر گالیاں سننا اور طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے اڑائے جانا اس کے حق میں مقدر تھا ، سب اس نے

دیکھا۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۸ تا ۳۸۴۔ اور پلاطوس کی عورت کو بذریعہ خواب سمجھایا گیا کہ یہ شخص راست باز ہے اور اس کا قتل کرنا موجب تباہی پلاطوس کا ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ مذکورہ۔ اور مسیح کا (ایلی ایلی لما سبقتنی) چلا چلا کر پکارنا بھی انجیلوں میں مندرج ہے۔ ان عقاید کے متعلق گزارش ہے کہ اللہ تعالی نے یہ تو سب کچھ کیا کہ مسیح کو روح القدس سے تائید فرمائی اور احیاء موتی اور ابراء اکمہ وغیرہ معجزات مزید براں، پہلے سے مسیح کو تسلی و دلاسہ بھی فرمایا تھا کما قال: انّی متو فّیک و را فعک الیّ۔ لیکن اس سے اس قدر نہ ہو سکا کہ حسب وعدہ اپنے کے مسیح کو یہودیوں کے تازیانے لگانے اور کوچہ بہ کوچہ رسوا کرنے اور سولی پر دینے سے بچا سکے، اور مریم صلیب کے نیچے ماتم کرے، جیسا کہ آپ کی انجیلوں میں موجود ہے حضرت مریم کو وہ بھی یاد نہ رہا جو حضرت عیسیٰؑ نے طفولیت میں اس کو پڑھا دیا تھا کہ و السّلام علیّ یوم ولدتّ و یوم اموت و یو م ابعث حیاً۔ اور پھر بڑی تعجب کی بات ہے کہ پلاطوس کی عورت کو تو بذریعہ کشف منامی اطلاع دی جاوے اور مریم محروم رہ جائیں۔ موسیٰؑ کی والدہ کے ہم پلہ ہونے کی شکایت نہ سہی مگر پلاطوس کی بیوی جیسی بھی نہ ہو۔ پھر گزارش ہے کہ پلاطوس کی بیوی نے بھی حضرت مریم کو آگاہ نہ کیا اور نہ سمجھایا کہ تم کیوں روتی ہو حضرت عیسیٰؑ کو تو اللہ تعالی نے مرنے نہیں دیا کیونکہ پلاطوس کو میں نے آگاہ کر دیا تھا کہ تمہاری ہلاکت مسیح کے مقتول ہونے میں ہے۔ سو وہ حسب ہدایت میری کے سپاہیوں کو سمجھا کر ضرور زندہ ہی مسیح کو اتروائے گا۔ پھر گزارش ہے کہ مسیح کو باوجود اس کے کہ انبیاء اولوالعزم میں سے تھے اور پہلے سے اطمینان بھی دیا گیا تھا پھر کیوں چلا چلا کر ایلی ایلی لما سبقتنی پکارتے رہے۔ ہاں شاید اس لئے کہ میرے خدا نے العیاذ باللہ میرے ساتھ دھوکہ کیا۔ پھر گزارش ہے اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کیا اللہ تعالی کو اپنا وعدہ بھول گیا تھا یا قدرت خداوندی العیاذ باللہ باقی نہ رہی تھی۔ پھر گزارش ہے کہ پلاطوس کی بیوی کا نام کیا تھا یا اسکے سپاہیوں کے نام بمعہ آباء وامہات کیا تھے۔ اگر معلوم النسب تھے تو کسی انجیل یا کسی تاریخی کتاب نے کیوں نہیں لکھے اور اگر مجہول النسب والاسم تھے تو اندریں صورت یک نہ شد دو شد بلکہ سہ شد بلکہ یہ لوگ تو حضرت عیسیٰؑ سے بھی بڑھ گئے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کے اگر باپ نہیں تھے والدہ تو تھیں۔ اور ان اشخاص کے نہ ماں نہ باپ۔ ان ھذا لشیء عجاب۔ عیسائی تو ایک مسیح کو بدرجہ الوہیت پہنچاتے ہیں۔ اور ان روایات اسرائیلیہ پر ایمان لانے والے تو بہتیروں کو خدا مانتے ہونگے ہم حیران ہیں کہ ان دونوں میں سے کس کو کاذب اور کس کو صادق سمجھیں۔ شد پریشان خوابِ من از کثرت تعبیر ہا

اگر حضرت محمد احسن امروہی صاحب کہیں کہ روایات مسطورہ اسرائیلیات میں سے ہیں، تو جواباً عرض ہے کہ اگر آپ کے نزدیک یہ روایات قابل اعتبار نہیں تو آپ نے اور آپ کے پیغمبر نے کس واسطے اپنی تصانیف انہی روایات سے بھر دیں اور انہی پر اعتماد کر کے نصوص صریحہ کو سلام کہا اور سب صحابہ وعلماء اسلام سے الگ ہوئے۔

تحقیقی جواب: مسیح کے مصلوب ومقتول ہونے کو چونکہ قرآن کریم نے صریح لفظوں میں رد کر دیا ہے اسی لئے آج تک ذلک الکتاب لا ریب فیه کے ساتھ ایمان رکھنے والے، اخبار یہود ونصاریٰ کو بدلیل و ما قتلوه و ما صلبوه خلاف واقعہ خیال کرتے چلے آئے ہیں۔ اس زمانہ میں مرزا صاحب نے بہ تقلید یہود ونصاریٰ کے، واقعہ صلیبی کو واقعی خیال کر کے قرآن کریم کی صریح آیات میں رد و بدل کر دیا۔ یہود کا انّا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللّٰه میں مفعول کو ذکر بدیں اصرار وتکرار کرنا، اور پھر تردید میں بقولہ تعالیٰ و ما قتلوه و ما صلبوه بھی اسی مفعول پر وقوع قتل وصلب سے نفی کرنا، صاف دلالت کر رہے ہیں اس پر کہ مقصود تردید اور مردود دونوں میں سلب یا ایجاب نسبت وقوعیہ کا ہے یعنی مسیح کا مقتول ومصلوب ہونا یا نہ ہونا محل بحث ہے، نہ نسبت صدوریہ۔ یعنی صرف صدور قتل وصلب میں کلام نہیں۔ یعنی یہ نہیں کہ یہود کا مطلب صرف یہی ہو کہ ہم سے قتل وصلب صادر ہو گیا خواہ کسی شخص کو ہم نے مقتول ومصلوب کیا ہو اور بالخصوص مسیح مدنظر نہ ہو۔ ایسا ہی تردید میں، یعنی؟ اذا تقرر ؟ هذا۔ تو جب و ما قتلوه و ما صلبوه نے قتل یا صلب کے مسیح پر واقع ہونے کی نفی کی۔ اور یہ ظاہر اور سب گروہ کا اتفاقی ہے کہ ضرور کوئی شخص تو مقتول ومصلوب ہوا ہے۔ پس ما قتلوه و ما صلبوه کے بعد گویا وہ شخص بلحاظ مضمون سابق مذکور ٹھہرا۔ لہٰذا و لکن شبّه لهم میں ضمیر نائب عن الفعل کا مرجع وہی شخص ٹھہرایا گیا جیسا کہ جلالین وغیرہ میں ہے۔ یا لهم کو نائب عن الفاعل کہا جاوے جیسا کہ دوسرا محاورہ ہے قاموس میں۔ بعد استشریح کے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مسلمان کو حسب ہدایت ان آیات کے یہ اعتقاد ضروری ہے کہ مسیح مقتول ومصلوب نہیں ہوا بلکہ وہ کوئی اور شخص تھا۔ رہا یہ کہ وہ کون تھا کیا نام رکھتا تھا اس کے والدین کا کیا نام تھا سو آیت و ما قتلوه و ما صلبوه کی غرض کو اس سے کچھ تعلق اور لگاؤ نہیں۔ لہٰذا قرآن کریم اس کے درپئے نہیں ہوا، تو پھر ہم کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اس شخص کے متلاشی بنیں۔ ہاں ایسی تلاش میں ان لوگوں کا ہونا ضروری ہے جو اہل کتاب کی روایات مندرجہ کتب محرفہ مخالفہ لکتاب اللّٰہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہوں۔ اور نہ صرف اس پر قانع

ہوں بلکہ ان روایات کو کتاب اللہ پر ترجیح دے کر کلام اللہ کو ان کی طرف لے جاویں قال اللہ تعالی: قتل الخرّا صون ۔ ھم فی غمرةٍ سا ھون (الذاریات: ۱۰-۱۱) یعنی اٹکل کے تکے چلانے والے قتل کئے جاویں جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں ۔

اثر ابن عباسؓ جو باسناد صحیح شمس الہدایت میں مسطور ہے جس کی صحت کو بڑے بڑے فحول نے اہل حدیث سے مثل حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ نے قبول کیا ہے موید اور مشرح ہے اسی مضمون قرآن کا جیسا کہ آج تک مفسرین شکر اللّٰہ سعیھم لکھتے چلے آئے ہیں اور اس اثر کا مضمون چونکہ قیاسی نہیں لہذا یہ حکم مرفوع میں ہوگا کما ھو المنقح فی اصول الحدیث۔ اور چونکہ یہود و نصاری بالاتفاق مسیح کو مقتول بالصلیب مانتے ہیں، تو قبل از قتل صحیح وسالم آسمان کی طرف اٹھایا جانا جیسا کہ وہ مضمون ہے اس اثر کا ، ان کے معتقدات سے ہرگز نہیں ہوسکتا اور اگر بعض ان کے قائل اور راوی ہوں بھی اور یہ بھی تسلیم کرلیا جاوے کہ ابن عباسؓ نے انہی سے سنا ہے تو پھر بھی ابن عباسؓ کا اس مضمون کو قبول کرنا جو ان کے بیان بغیر الترديد سے پایا جاتا ہے، دلیل ہے اس پر کہ یہ کتاب اللہ کی کسی آیت کے برخلاف نہیں ۔ مسلمانو! خوب یاد رکھو اور غور کرو کہ مسیح کا مقتول بالصلیب ہونا یا صرف مصلوب ہی ہونا یہود و نصاری و اتباعہما کا عقیدہ ہے اور برخلاف ہے صریح آیت و ما قتلوہ و ما صلبوہ کے ۔ آج تک سب مفسرین نے یہی لکھا ہے مرزا صاحب نے آیات قرآنیہ کو اناجیل کے مطابق کرنا چاہا۔ یہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا۔ و ما علینا الا البلاغ

اب ہم ناظرین کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ امروہی صاحب نے (شمس بازغہ کے) صفحہ ۶۰ تک جو کچھ لکھا ہے خلاصہ اس کا دو ہی باتیں ہیں ۔ ایک تو جواب اس سوال کا جو کلمہ طیبہ کے متعلق، دوسرا بل رفعه اللّٰه اليه سے بلحاظ ہمارے فائدہ جلیلہ کے، وفات طبعی مسیح کا ثابت کرنا۔ جواب کا حال تو عرصہ سے چار ورق میں شائع ہو چکا ہے جس کا اثر یہ ہوا کہ تمام علماء متبحرین نے جن کو ان چار ورق دیکھنے کا اتفاق ہوا یہی کلمہ کہا کہ واقعی امروہی صاحب نے اس جواب میں اپنا جہل مرکب خوب ثابت کر دکھایا ہے۔

دوسرے کے متعلق گزارش ہے کہ اس میں محمد احسن امروہی صاحب نے بل کے ماقبل یعنی قتل صلیبی اور مابعد یعنی رفع اعزاز میں تضاد، حسب قواعد مرقومہ فائدہ جلیلہ کے ثابت کیا ہے۔

اس پر ہماری تردید کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ تورات کے حکم کے مطابق صرف اس مقتول بالصلیب کی ملعونیت ثابت ہے جو کہ مجرم ہو، اور مسیح علم باری میں بے گناہ ہے لہذا بل کے ماقبل اور مابعد میں

برتقدیر مذکور تضاد فی علم باری نہیں اور رفع جسمی جس کی تقدیر پر تضاد فی الواقعہ و فی علم الباری متحقق ہے بناء علیہ جو کچھ امروہی صاحب نے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے اس کے مستحق ہم ٹھہرے یعنی جب آیت بل رفعه الله الیه کی نص قطعی ٹھہری حیوۃ مسیح میں، تو ہم نے جو کچھ فائدہ جلیلہ کے آخر میں تفریعات لکھی تھیں وہی درست رہیں۔ سبحان اللّه و الحمد للّه، لا، کے شکنجہ اور بل کے بلوں نے مخالفین کے تمام بل نکال دیئے اور اور کچھوں؟ کو سیدھا کر دیا لکن: من یهده اللّه فلا مضلّ له و من یضلله فلا هادی له۔ (سیف چشتیائی۔ ص ۱۲۹۔ ۱۳۸)

امروہی کے چند اعتراضات کا جواب

{ محمد احسن امروہی صاحب کہتے ہیں، ابو ہریرہؓ کا یہ کہنا فا قرؤا ان شئتم، و ان من اهل الکتاب الّا لیومننّ به قبل موته ... (نساء۔ ۱۵۹) اگر اس خیال سے ہے جو مخالفوں کے ذہنوں میں جائے نشین ہے تو یہ چند وجوہ سے باطل ہے

اول، تو حصر صحیح نہیں۔ تمام اہل کتاب کا جو حضرت عیسیٰؑ کے رفع سے نزول تک ہوئے ہیں یا ہوں گے ایمان لانا عیسی کے ساتھ متصور نہیں۔ ایسا ہی جو اہل کتاب نزول آیت سے نزول مسیح تک مراد لئے جاویں تو بھی ممکن نہیں۔ اور اگر صرف وہی اہل کتاب مراد ہوں جو نزول مسیح کے وقت موجود ہوں گے تاہم صحیح نہیں۔

ایک، تو اس تخصیص کے لئے کوئی مخصص موجود نہیں۔

دوئم، ہزاروں اہلکتاب بقول مخالفین جہاد سے اور لاکھوں مسیح کی دعا اور کچھ وباء سے ہلاک ہونگے

۳۔ اہل کتاب کا موجود رہنا قیامت تک بحکم و جاعل الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیامة۔ و اغرینا بینهم العداوة و البغضاء الی یوم القیامة۔ و غیر ذلک من الآیات

۴۔ ایمان لانا جملہ اہل کتاب کا دور محمدی ﷺ میں حضرت عیسیٰؑ پر بے معنی ہے۔

۵۔ و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً (نساء۔ ۱۵۹) بھی چسپاں نہیں ہوسکتی کیونکہ مطابق لتکونوا شهداء علی النّاس و یکون الرّسول علیکم شهیداً کے امت محمدیہ تمام امم کے لئے گواہ ہے۔ اور آنحضرت ﷺ اپنی کل امت کے لئے شہید اور گواہ ہیں۔

{ پہلے اعتراض کا جواب: حصر صحیح ہے۔ اور مراد وہ اہل کتاب ہیں جو نزول مسیح کے وقت

موجود ہوں گے ۔ اور دلیل تخصیص کی ایجاب ہے جو استثنا من النفی سے مستفاد ہوا ہے ۔ نظیر اس کی قرآن مجید سے، آمن الرّسول بما انزل الیه من ربّه و المو منون ، ہے اور ایسا ہی کلّ آمن باللّه ، کیونکہ ما انزل الیه من ربّه مجموعہ ان آیات کا ہے جو آ من الرّسول .. الخ کے نزول تک اتر چکی تھیں ۔ اور اس مجموعہ کے ساتھ من جملہ مومنین میں سے انہی مومنین کا متحقق ہوا جو مجموعہ کے نزول کے وقت موجود تھے ۔ اور جو پہلے اس مجموعہ کے نزول سے مر گئے تھے، انکا ایمان تفصیلی صرف انہی آیات کے ساتھ جو ان کی موجودگی میں اتری تھیں متحقق ہوا لهذا مومنین ان آیات کے ساتھ تعمیل کرنیکے مکلّف بھی نہ تھے ، جو ان کے پیچھے اتریں ۔ مثلاً جو صحابہ مدینہ میں قبل از نزول تحویل قبلہ فوت ہو گئے تھے وہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کیساتھ مکلّف تھے ۔ الغرض ایجاب میں حکم بثبوت الشّیء للشّیء ہوتا ۔ اور ثبو ت شئے بشےء فرع ثبوت المثبت له ایک مقدمہ مسلمہ ہے لهذا، و ان من اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ به میں مراد وہی اہل کتاب ہوں گے جو در وقت نزول مسیح موجود ہوں گے ۔

دوسرے اعتراض کا جواب ۔ مسیح کے نزول کے زمانہ میں اہل کتاب میں سے کوئی جہاد سے اور کئی ایک مسیح کی بد دعا سے اور کئی وبا سے بحالت کفر مر جائیں اور کئی ایک ایمان بالمسیح لائیں گے ۔ یہاں تک کہ کوئی ملت بغیر ملت اسلام کے باقی نہ رہیگی ۔ اب اگر کہا جاوے کہ کل اہل کتاب نزول مسیح کے وقت ایمان بالمسیح لائیں گے تو یہ صحیح نہیں ۔ اور اگر کہا جائے کہ کل اہل کتاب قبل از موت مسیح ایمان بالمسیح لائیں گے تو بالکل درست ہوسکتا ہے اور آیت کا مفاد بھی یہی ہے نہ اول کیوں کہ و ان من اهل لکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته نازل ہوا ہے نہ یہ کہ و ان من اهل الکتا ب الّا لیؤ منںّ به فی عین وقت النّزول ۔

تیسرے اعتراض کا جواب ۔ درصورت معدوم ہو جانے کفار کے فوقیت اور غلبہ متبعین کا جو مفاد ہے و جا عل الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیا مۃکا باقوے وجوہ متحقق ہوسکتا ہے کیونکہ تحقق غلبہ کا اپنے کمال کو پہنچنا اسی طریق سے ہے کہ فریق مقابل اصلاً معدوم ہو جاوے چنانچہ لیظهره علی الدیّن کلّه کا تحقق یعنی دین محمدی ﷺ کا غالب ہونا خطہ عرب میں اپنے کمال کو پہنچا کہ کوئی مخالف نہ رہا اور و اغرینا بینهم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیا مۃ میں الی یوم القیا مۃ تعبیر ہے طولِ زمان سے جیسا کہ ما دامت السّماوات و الارض میں مفسرین نے لکھا ہے ۔ قرینہ اس پر یہی احادیث صحیحہ ہیں ۔

چوتھے اعتراض کا جواب۔ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ اہل کتاب کا ایمان لانا در ضمن ایمان بہ افضل الاولین والآخرین سید محمد ﷺ ہوگا تخصیص بالمسیح کی وجہ سے سوق آیت سے ظاہر ہے جس سے یکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر کی تصریح بھی موجہ ہوسکتی ہے یعنی اب تو یہود مسیح ابن مریم کو نبی نہیں مانتے۔ اور نصاری صلیب پرستی اور استحلال خنزیر کو عیسوی دین خیال کرتے ہیں، مگر بعد نزول مسیح کے آسمان سے سب اہل کتاب مسیح کو مان لیں گے۔ اور مسیح بذات خود صلیب پرستی اور استحلال خنزیر کو موقوف کرے گا۔ اور ان کو منجملہ مفتریا ت فی الدین المسیحی کے قرار دے گا۔ امروہی صاحب نے شاید یہ سمجھا ہے کہ یہود اس وقت صرف عیسیٰؑ کے ساتھ ایمان لاویں گے۔ یہ نہیں خیال فرمایا کہ عیسیٰؑ تو خود ہی آنحضرت ﷺ کے دین پاک کی اشاعت کریں گے۔

پانچویں اعتراض کا جواب۔ جناب عالی جس قرآن مجید میں لتکونوا شھداء علی النّاس لکھا ہوا ہے اس میں فکیف اذا جئنا من کلّ امۃٍ بشھید و جئنا بک علی ھؤلاء شھیداً (نساء۔۴۱) بھی موجود ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ہر امت کا نبی اس پر شاہد بنایا جائے گا اور تجھ کو اے حبیب اکرم ﷺ اس امت پر گواہ کیا جاوے گا۔ ابن کثیر، فتح البیان، جلالین ۔الغرض امت مرحومہ کی شہادت اور انبیاء کی شہادت باہم متنافی نہیں۔

{ قولہ: بعد اس کے امروہی فرماتے ہیں صفحہ ۸۵۔ کہ ہاں اگر آیت کے وہ معنی (جو مختار ہمارے ہیں) لئے جاویں تو کوئی خرخشہ باقی نہیں رہتا۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ کے رفع سے لے کر خواہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک یا آخر زمانہ تک بلکہ قیامت تک کے اہل کتاب قتل صلیبی حضرت مسیح سے اپنے متردد اور شاک ہونے پر ایمان و ایمان رکھتے ہیں۔ اور یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے حضرت عیسیٰؑ کو مقتول بالصلیب کیا بہ سبب ان وجوہ قویہ کے جو سیاق آیت میں مذکور ہوئی ہیں اویقین واذعان تمام اہل کتاب کو قبل موت عیسیٰؑ بن مریم سے ہی ہے۔ پس دیکھو یہ معنی کیسے صاف اور صحیح بلا خرخشہ ہیں۔

{ گولڑوی: یہ معنی کیسے بے ربط اور خلاف محاورہ قرآن مجید وقرن اول کے ہیں نعوذ باللّٰہ من تحریف الجا ھلین

ترا اژدہا گر بود یارِ غار ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

اول تو اس معنی کی بنا، واقعہ صلیبی پر ہے۔ لہذا سارے وجوہ اس فساد کے جو پہلے بیان کئے گئے ہیں اس کی طرف منسوب ہوسکتے ہیں۔

۲۔ یہود کا متردد و مشکک ہونا مسیح کی مقتولیت کے بارہ میں آیت و ما قتلوہ یقیناً سے معلوم ہو چکا۔ اور یہود کی تکذیب وتردید انّا قتلنا المسیح .. الخ میں صرف اسی تردد و شک کو دخل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک انسان کو اوصاف انضمامیہ اپنے اپنے نفس کے ساتھ علم حضوری ہوا کرتا ہے یعنی جس کو مثلاً زید قائم کے مضمون میں شک ہے تو اس کے نزدیک قیام زید مشکوک ہوا، اور وصف شک معلوم بعلم حضوری ٹھہری۔ اور سب محاورات مروجہ دنیا کے برخلاف ہے کہ جب کسی کا شاک و متردد ہونا یا ظن کرنا یا وہم کرنا تخییل کرنا یا یقین کرنا کسی مضمون میں بیان کیا جاوے، تو بعد اس کے یہ مضمون کہ (وہ شخص اپنے شک یا ظن یا وہم تا تخییل یا یقین کے ساتھ یقین رکھتا ہے) مؤکد بانواع تاکید بیان ہو یعنی جب یہود مسیح کے قتل کے بارہ میں شاک اور متردد تھے تو پھر ان کو اپنا متردد ہونا بداہۃً معلوم ہے۔ پھر اس امر بدیہی الوجود العلم کو اللہ تعالی نے حرف تاکید انّ اور نون تاکید اور لام توطیہ اور قسم سے مؤکد کر کے کس کا انکار توڑنے کے لئے ذکر فرمایا ہے۔

۳۔ حسبِ قاعدہ امروہی کہ (نون التّاکید لا یوکّد الّا مطلوباً) لیو منن میں ایمان یہود بالشک والتردد مطلوب خداوندی ہوگا۔ پھر اس امر بدیہی والوجود کی طلب اور اہتمام کی حاجت ہی کیا تھی۔

۴۔ کل اہل کتاب قیامت تک کا یقین کرنا بہ تردد مذکور بغیر اس کے نہیں ہوسکتا کہ یہود موجودہ در وقت واقعہ صلیب بالضرور خلف کو اپنے متردد ہونے سے خبر دیتے گئے ہوں۔ ھلمّ جراً الی یوم القیامۃ۔ اور باعث بریں ضرورت کوئی امر معلوم نہیں ہوتا بلکہ خبر نہ دینا ان کا بدلیل استصحاب حال قرین بہ قیاس معلوم ہوتا ہے۔

۵۔ بعض نصاری کو مسیح کے قتل صلیبی کے ساتھ یقین تھا۔ بخلاف یہود کے کما قال اللہ تعالی: و ماقتلوہ یقیناً اور اسی پر مبنی ہے کفارہ کس مسئلہ اور مخفی طور پر لاش کا نکالنا قبر سے، تو پھر کل اہل کتاب کا ایمان بہ تردد مذکور کس طرح متصور ہوسکتا ہے۔

۶۔ ایمان کا اطلاق محاورہ قرآنیہ وعرف شرعی میں یقینِ مخصوص پر آتا ہے یعنی یقین بالتّوحید و الرّسالۃ و الملائکۃ و القدر خیرہ و شرّہ من اللّٰہ تعالی و البعث بعد الموت نہ یہ کہ ہر ایک یقین کو ایمان کہیں۔ کجا کہ ایک غیر متہم یقین یعنی یقین بہ تردد مذکور کا نام بھی ایمان ہو۔ رہا یہ اعتراض کہ تردد مذکور بھی چونکہ مفہوم (وما قتلوہ یقیناً) کا ہے لہذا درضمن ایمان بہ کتاب اللہ اس کے یقین کو بھی ایمان کہہ سکتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہود کا یقین بہ شک وتردد مذکور

چونکہ من حیث جاء بہ القرآن نہیں بلکہ صرف علم حضوری وجدانی ہے لہذا اس کو ایمان نہیں کہہ سکتے ۔ دیکھو فتوحات وکتب عقاید۔ الغرض بر تقدیر معنی امروہی و مرزا صاحب کے بالکل (لیومننّ) عرفِ شرعی سے خارج ہو جاتا ہے بخلاف معنی حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے ۔اور یہی وجہ ہے حصر کی دونوں تفسیروں میں یعنی ابو ہریرہؓ و ابن عباسؓ کی ،جن پر لیومننّ منطبق ہوسکتا ہے بخلاف خرافات امروہی وغیرہ کے۔

۷۔ قبل موتہ کا ٹکڑا اس تقدیر پر بالکل بے ربط ہوجاتا ہے۔فتدبر

۸۔ و یوم القیامۃ یکون الرّسول علیھم شھیداً نظر بہ سوق آیت اجنبی ہوگا۔ مفسرین کی تفسیروں پر کوئی خرخشہ باقی نہیں رہتا۔ کما عرفت فتامل

۹۔آپ کے معنی کے مطابق بوجہ خارج ہونے ان اہل کتاب کے جو واقعہ صلیبی سے پہلے مر گئے تھے آیت مذکور کا حصر باطل ہوگا و الجواب ھو الجواب فتامل ۔اور شمس الہدایت میں صفحہ ۳۸ پہ حاشیہ متروکہ میں (یا ضمیر بہ کے مضمون بالا کی طرف یعنی مرفوع ہونا عیسی کا) سطر ۱۵ کا نہیں ۔اس سطر میں نشانؑ کا ...کاتب کی غلطی اور مصحح کی غفلت سے ہے کیونکہ عبارت متن کی اسکے بعد (اور آثار صحابہ اور تابعین مثل حضرت ابن عباسؓ و حضرت ابی ہریرہؓ و حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت مجاہدؒ و حضرت قتادہؒ وغیرھم کی اس پر دال ہیں) چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ کسی نے حضرات مذکورہ سے (بہ) کی ضمیر مضمون بالا کی طرف راجع نہیں کی بلکہ یہ حاشیہ سطر ۱۷ کے اخیر سے تعلق رکھتا ہے جس کا ارادہ سطر ۱۸ میں ، لیکن، سے دفع کیا گیا،

{ قولہ: پھر امروہی صاحب نے صفحہ ۸۷ میں حضرت ابو ہریرہؓ پر اعتراض یا افتراء باندھا کہ استشہاد حضرت ابو ہریرہؓ کا آیت و ان من اھل الکتاب .. کے ساتھ بخیال مفسرین اگر ہو تو صحیح نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر حدیث نزول میں مسیح موعود قادیانی کو لیا جاوے ،اور آیت کا اشارہ کسر صلیب کی طرف کیا جاوے تو استشہاد درست ہوسکتا ہے۔ گویا حضرت ابو ہریرہؓ نے آیت کے مفہوم کو شاہد قرار دیا حدیث کے منطوق پر اور بس۔

{ گولڑوی: حاصل یہ ہوا کہ اگر حضرت ابو ہریرہؓ اپنی مروی حدیث نزول سے آپ کے خیال کے مطابق غلام احمد قادیانی لیویں تو استشہاد بہ آیت درست و الّا نہ۔ ناظرین اس مالیخولیا کا علاج خود ہی نظرِ غور و نبض انصاف سے فرما سکتے ہیں۔

{ قولہ:صفحہ ۸۸ سے ۹۱ تک کا حاصل ۔ ابو ہریرہؓ کی حدیث انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال

لیهلن عیسی بن مریم بفج الروحا بالحجّ و العمرۃ او بنیتھما جمیعاً (مسند احمد و مسلم)۔ امروہی فرماتے ہیں، چوں کہ روحاء کسی ملک کا میقات نہیں جس سے احرام باندھا جائے لہذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنوں پر محمول نہیں ہوسکتی۔ تاویلی معنی بہت صاف ہیں۔ اہلال اور تلبیہ مسیح سے مراد تبلیغ دعوتِ اسلام ہے۔ اور پنجاب بہ لحاظ کثرتِ انہار و دریاؤں اور نیز بوجہ دوآبوں کے بالضرور فج روحاء ہے۔ گویا حضرت ﷺ نے جیسا کہ اس گاؤں قادیان کا پتہ اور کلام الٰہی میں اس کی مسجد اور اقصی کا ذکر ہوا۔ اسی طرح پر اس کے ملک کا پتہ ونشان یہ دیا کہ وہ ایک فج روحاء ہے جو ملک پنجاب ہے۔ الغرض روحاء جو عرب میں مدینہ طیبہ سے تیس چالیس کوس کے فاصلہ پر ہے کما فی القاموس، اس حدیث میں وہ مراد نہیں بلکہ پنجاب سے فج روحاء کے ساتھ کنایہ تعبیر کی گئی فان المجاز و الکنایۃ ابلغ من الحقیقۃ و التصریح

{ گولڑوی: ان تحریفات وخرافات کی تردید کی حاجت نہیں۔ اور یہ جو کہا ہے کہ روحا کسی ملک کا میقات نہیں لہذا اس سے اہلال یعنی احرام حج متصور نہیں ہوسکتا بالکل جہالت ہے کیونکہ ذوالحلیفہ یا ذات العرق یا جحفہ قرن یا یلملم جو کتب اسلامیہ میں مواقیت الحج ہیں ان کے میقات ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان میقات پر احرام باندھتے ہیں اور بغیر احرام باندھنے کے گذرنا حرام ہے یہ نہیں کہ ان کے پہلے احرام کا باندھنا حرام ہو۔ لہذا مسیح کا احرام باندھنا فج روحاء سے مخالف شرع محمدی ﷺ کے نہ ہوا، تاکہ تاویل کی حاجت ہو۔

{ قولہ: (ص ۹۲۔۹۳ کا حاصل)۔ امروہی صاحب فرماتے ہیں کہ احادیث میں نزول سے مراد نزول بطور بروز کے ہے۔ اور بروز کا مسئلہ فتوحات کے باب ۳۶ و ۳۷ سے جو بیانِ عیسوی اور قطاب عیسوی میں ہیں، ثابت ہے اور قرآن مجید سے بھی کما قال اللہ تعالی: نحن قدّرنا بینکم الموت و ما نحن بمسبوقین۔ علی ان نبدّل امثا لکم و ننشئکم فی ما لا تعلمون۔ (واقعہ: ۶۰۔۶۱)۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالی کی عادت ہے کہ بعد موت کے امثال موتے کے پیدا کرتا رہتا ہے۔ اور نیز متعدد آیات سورہ بقرہ میں اللہ تعالی نے کفار یہود موجودین عہد آنخضرت ﷺ کے مخاطب فرمایا ہے۔ اور مراد اس سے کفارِ یہود وعہد موسی ہیں۔ اگر اول الذکر امثال ثانی الذکر کے نہیں تھے تو پھر مضمون قرآنی سے طرزِ خطاب سے غلط ہوا جاتا ہے قال اللہ تعالی و اذ قلتم یا موسی لن نّؤمن لک حتّی نری اللّٰہ جھرۃً (بقرہ: ۵۵) و اذ قلتم یا موسی لن نّصبر علی طعامٍ وا حدٍ (بقرہ: ۶۱) و اذ فرقنا بکم

البحر (بقرہ : ۵۰) و ظللنا علیکم الغما م و انزلنا علیکم المنّ و السّلوی (بقرہ :۵۷)علاوہ اس کے قرآن مجید میں ہر ایک مومن کو مثیل مریم فرمایا گیا ہے قال اللہ تعالی ضرب اللّٰہ مثلاً... الی قو لہ .. و مر یم ابنت عمران الّتی احصنت فرجھا (تحریم :۱۱۔۱۲) ۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مومن مثیل مریم ہے تو مومن کی اولاد ابن مریم ہوئی ۔اور نیز حدیث علماء امّتی کا نبیاء بنی اسرائیل بھی موجود ہے ۔حضرت علی کو آنحضرت ﷺ نے ایک ادنی سی وجہ سے مثیل عیسی قرار دیا ہے تو اس مجدد عظیم الشان (قادیانی) کو باوجود مشابہت تامہ کے مثیل مسیح کیوں نہ قرار دیا جائے ۔

{ گولڑوی : اول بروز کا معنی ناظرین کی خدمت میں ہدیہ کرنا ضروری ہے ۔اس کے بعد خود ہی انصاف فرما سکتے ہیں ۔اہل کمون و بروز کی اصطلاح میں بروز اسکو کہتے ہیں کہ ایک شخص کامل کی روح دوسرے شخص مبروز فیہ میں بصفات خود ظہور کرے ۔ چنانچہ مجدد الف ثانی مکتوبات کی دوسری جلد کے صفحہ ۵۸ میں فرماتے ہیں کہ:

در بروز تعلقِ نفس بہ بدن از برائے حصول حیات نیست کہ ایں مستلزم تناسخ است بلکہ مقصود ازیں تعلق حصول کمالات است مرآں بدن راچناں کہ جنّی بفردِ انسانی تعلق پیدا کند و در شخص او بروز نماید و مشائخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون و بروز ہم لب نمی کشایند

اس کے بعد فرماتے ہیں:

نزدفقیر بنقل روح از قول بتناسخ ہم ساقط تر است زیرا کہ بعد از حصولِ کمال نقل ببدنِ ثانی برائے چہ بود

پھر فرماتے ہیں: درنقل روح اماتت بدن اول است واحیاء بدن ثانی ۔

پھر فرماتے ہیں: افسوس ایں قسم بطالان خودرا بمسند شیخی گرفتہ اند ومقتدائے اہل اسلام گشتہ ضلّوا فا ضلّوا ۔انتہی ملخصاً

پس امام ربانیؒ کے قول سے ظاہر ہے کہ معنی بروز بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ ایک کامل کی روح دوسرے ناقص کے بدن میں بروز اور ظہور کرے ۔اب معروض ہے کہ اگر احادیث نزول میں عیسی سے مراد نزول بروزی ہے غلام احمد میں، تو اس کی یہی صورت ہے کہ عیسی بصورت غلام احمد قادیانی متولد ہوئے یا قادیانی میں ظاہر ہوئے ۔پہلی صورت میں عیسی اور قادیانی کا تشخصِ واحد ہونا لازم آتا ہے و ھو خلف عند خصم ۔ایضاً کما ھو فی الواقع اور دوسری صورت میں ایک

بدن میں دو روح کا ہونا لازم ہے جو بالکل باطل ہے اور مناقض قواعد حشر ونشر کے ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عیسیٰ بن مریم کا نزول بصورت بروز بہت سے مفاسد کا باعث ہے دین محمدی ﷺ میں۔ اور قابل افسوس تو یہ ہے کہ بروز عیسوی فی القادیانی نے بجائے اس کے کہ فیما بین بارز ومبروز فیہ محبت و اتحاد ہو اور نفع و انتفاع۔ قادیانی سے عیسی ابن مریم کو مکار وفریبی اور پشت بہ پشت زنا کاروں کا بیٹا کہلوانے کا اتحاد پیدا کیا۔ دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷۔ سطر ۱۶ و ۱۷۔ اور امت محمدیہ کو یہودی ہونے کا خطاب دلوایا۔ دیکھو انجام آتھم صفحہ ۲۱ میں امت مرحومہ کے مولویوں کو جلی قلم کے الفاظ ذیل سے خطاب کیا:

اے بدذات فرقہ مولویان! تم کب تک حق کو چھاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویوں تم پر افسوس ہے کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔

اب سنیئے فتوحات مکیہ کے ۳۶ باب کا خلاصہ:

شرع محمدی ﷺ چونکہ شرائع سابقہ پر مشتمل اور سب کی جامع ہے لہذا تابع شرع محمدی پر بروقت عمل وسلوک بریں شرع شریف، شرع عیسوی یا موسوی یا ابراہیمی وغیرہ کے اسرار و احوال بحسب اختلاف الاستعدادات مکشوف اور وارد ہوتے ہیں۔

محمدی درویش وتابع کو موسوی المشرب یا عیسوی المشرب کہنا اسی مقام سے ہے یعنی اس نے عیسوی شریعت کے واردات درضمن اتباع شرع محمدی حاصل کئے ہیں۔

سیدنا جیلی قدس سرہ اس مقام سے خبر دیتے ہیں:

وکل ولی لہ قدم وانی علی قدم النبی بدر الکمال

عیسی ابن مریم کے حواری جیسے کہ عیسوئین کہلاتے ہیں ایسے ہی شرع محمدی کے متبعین میں سے بھی عیسوئین ہوتے ہیں اور ہمارے زمانہ میں عیسی ابن مریم کے حواریوں میں سے بعض لوگ زندہ ہیں چنانچہ زریت بن برثملا مطلقاً عیسوئین کی علامات میں سے ہے کہ ان کی زبان پر بجز کلمہ خیر کے نہیں گذرتا۔ چنانچہ عیسی ابن مریم نے خنزیر کو... سلام بولا تھا کسی نے اسکی وجہ دریافت کی، تو فرمایا کہ اعود لسانی قول الخیر۔ اپنی زبان کو کلمہ خیر کی عادت ڈالتا ہوں۔ من جملہ ان علامات کے یہ بھی ہے کہ جس چیز کو دیکھتے ہیں اس کی بھلائی پر ان کی نظر پڑتی ہے۔

ناظرین یہ ہے خلاصہ فتوحات مکیہ کے باب ۳۶ کا۔ اب محمد احسن امروہی سے دریافت فرماویں کہ کہاں ہے ذکر زبور کا۔ جس کا معنی بہ نقل عبارت حضرت مجدد صاحب لکھ چکا ہوں۔ ہاں عیسوی المشرب لوگوں کا ذکر ہے جن میں نزول عیسی بمعنی بروز کے نہیں۔ بروز تو الگ رہا صرف عیسوی المشرب کی علامات مذکورہ فی الباب قادیانی صاحب میں کہاں ہیں۔ البتہ بجائے کلمہ خیر کے دشنام بازی میں اول نمبر ہیں

فتوحات مکیہ کے باب ۳۷ کا حاصل:

عیسوی قطب جب چاہتا ہے کہ کسی شخص کو (جس کی استعداد کا علم اس کو باعلام الٰہی ہو جاتا ہے) اپنے احوال میں سے کچھ عنایت کرے تو ان وجوہ مفصلہ ذیل سے دیتا ہے

۱۔ لمس ہاتھ لگانے سے۔ ۲۔ معانقہ سے۔ ۳۔ بوسہ دینے سے۔ ۴۔ کپڑا دینے سے۔ ۵۔ یا اس کو کہتا ہے کہ اپنا کپڑا اچھا اور پھر ہاتھ سے اس میں کچھ ڈالتا ہے۔ دیکھنے والے خیال کرتے ہیں کہ ہوا میں ہاتھ ڈال رہا ہے تو اس شخص میں حال عیسوی قطب کا سرایت کر جاتا ہے۔

منجملہ علامات ان کے بلاغت ہے گفتار میں۔ اور باوجود امی ان پڑھ ہونے کے اس کے اعجاز قرآن کو جانتا ہے معیار اس کا التزام حق کا ہے اقوال وافعال واحوال میں۔ نیز اس کو اسرار علم طبیعت وتالیف وتحلیل اس کے اور منافع اشیاء کے ملوم ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ راستہ میں چلتے ہوئے ہر ایک بوٹی اس کو اپنے منافع سے بول کر اطلاع دیتی ہے بعد اس کے اس کو اسماء الہیہ کا علم دیا جاتا ہے۔ اور نیز اس کو نشاء طبیعت ونشاء روحانیت دنیا اور آخرت دونوں میں خود دنیا وآخرت کی معرفت دی جاتی ہے۔

فتوحات مکیہ کے باب ۳۶ اور ۳۷ کا حاصل ملاحظہ کرنے کے بعد بجائے اس کے کہ مرزا کو کچھ نفع حاصل ہو نقصان اٹھانا پڑتا ہے کیونکہ علاوہ انتفاء ان علامات کے، صاحب فتوحات تو زریت بن برثملا وصی مسیح بن مریم کی روایت سے اسی مسیح بعینہ کو دوبارہ دنیا میں لائے ہیں۔ اور اگر بروز سے مراد تصرف کرنا روح عیسوی کا مرزا صاحب کے بدن میں ہو، چنانچہ شیخ محمد اکرم صاحب اقتباس الانوار میں لکھتے ہیں کہ: بروز آں را نامند کہ روحانیت کمل در بدن کامل تصرف نماید وفاعل افعال اوشود۔ تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اس تقدیر پر روح عیسوی کا تصرف بدن مثالی کے ساتھ ہوگا۔ چنانچہ شیخ محمد اکرم موصوف فرماتے ہیں کہ:

مے گوید محرر سطور عفی اللہ عنہ شاید کہ روحانیت علی مرتضی دو بست سال پیش از ولادت خود وجود مثالی گرفتہ سلمان فارسی را از شیر نجات بخشیدہ باشد۔

الغرض اگر بدن مثالی میں ہوکر روح عیسوی متصرف ہو تو مسیح موعود مرزا صاحب نہ رہے بلکہ خود عیسی بن مریم جسم مثالی میں مسیح موعود ہوا، جو مغائر ہے مرزا صاحب سے اور برخلاف ہے ان کے دعوے کے۔ اور اگر مرزا صاحب کے بدن میں ہوکر روح عیسوی متصرف ہے اور بصورت مرزا صاحب ظاہر ہوا ہے تو عیسی بن مریم اور غلام احمد قادیانی ایک چیز کا نام ہوا۔ یہ بھی برخلاف ہے دعوی مرزا صاحب کے۔ اور فی الواقع بھی ناممکن ہے کیونکہ عیسی بن مریم قرآن مجید میں انبیاء کی فہرست میں شمار کئے ہوئے ہیں، اور روح القدس کے نفخ سے بغیر باپ کے پیدا ہیں۔ والدہ ماجدہ ان کی مریم ہے ..الی غیر ذلک من الخصوصیات۔ اور اگر مرزا صاحب کے بدن میں مرزا صاحب کی روح کی طرح متعلق ہوا ہے تو ایک بدن میں دو روح کا ہونا لازم آتا ہے۔ اور نیز شیخ محمد اکرم اقتباس الانوار ص ۵۲ سطر ۲ پر فرماتے ہیں: وبعض برانند کہ روح عیسی در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازیں بروز است مطابق ایں حدیث لا مھدی الّا عیسی وایں مقدمہ بہ غایت ضعیف است۔ اسی کتاب میں دوسری جگہ اس قول ضعیف کی تردید فرماتے ہیں کما سبق

اور سب سے حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ آیت نحن قدّرنا بینکم الموت و ما نحن بمسبو قین۔ علی ان نبدّل امثا لکم و ننشئکم فی ما لا تعلمون (واقعہ: ۶۰) کو اس بروز کے ساتھ کیا تعلق کیونکہ آیت میں انتقال روح دوسرے بدن کی طرف نشاء دنیا میں ثابت نہیں ہوتا خواہ امثال کو جمع مثل کی بفتحتین ٹھہراویں، یا جمع مثل بمعنی مثیل کے۔ برتقدیر اول آیت کا مفاد تغیّر اوصاف ہوگا یعنی طفولیت اور شباب اور کہولت اور شیوخت، اور برتقدیر ثانی یا تو تبدّل اشکال دنیویہ واخرویہ پر دلالت کرے گی اور یا تبدل اشخاص دنیویہ واخرویہ پر جو متخالفۃ الروح والجسم ہوں گے۔ اور یا تغیر اشخاص دنیویہ پر علی سبیل المسخ علی ما قال الحسن ای نجعلکم قردۃ و خنازیر۔ پہلی صورت میں تو ظاہر ہے کہ روح کا انتقال ہی نہیں صرف اوصافِ طفولیت وغیرہ وغیرہ کا تغیّر ہے، دوسری صورت میں منتقل الیہ جسم حشری ہے۔ مرزا صاحب تو ابھی دنیا ہی میں تشریف رکھتے ہیں (یعنی بوقت تالیف سیف چشتیائی)۔ اور تیسری صورت میں آیت کا حاصل یہ ہو کہ (تم کو اور جہان میں لے جاویں اور تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بساویں) تو اس صورت میں مماثلت بمعنی دخول تحت النوع الواحد ہوئی۔ اور امثال بایں معنی مسلّم بین الفریقین ہیں، نہ ہم

کو مضر ہیں اور نہ آپ کو مفید۔ کیونکہ اہل اصطلاح بروز و کمون اس کو بروز نہیں کہتے۔ رہی چوتھی صورت، سو اس کو علاوہ مخالفت اہل اصطلاح کے، مرزا صاحب بھی ناگوار سمجھیں گے۔ اور نیز تبدیل امثال کا آیت سے صرف تحت القدرۃ اور مقدور ہونا ثابت ہوتا ہے نہ وقوع اس کا کما ھو مزعوم الجناب

دوسری آیت و ضرب اللّٰہ مثلاً للذین آمنوا امرأۃ فرعون ۔اذ قالت ربّ ابن لی عندک بیتاً فی الجنّۃ و نجّنی من فرعون و عملہ و نجّنی من القوم الظّالمین ۔ و مریم ابنت عمران الّتی احصنت فرجھا (تحریم : ۱۱۔۱۲)۔ اس آیت کو بھی مسئلہ بروز سے کوئی تعلق نہیں۔ صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر مومن مثیل فرعون کی عورت اور مریم کا ہے۔ اور یہ مماثلت بھی آپ کے مدعا کو مفید نہیں کیونکہ محل بحث، یعنی حدیث نزول میں، آپ ابن مریم سے غلام احمد قادیانی مراد لیتے ہیں۔ اس خیال پر کہ آنحضرت ﷺ نے ابن مریم یا عیسی سے مثیل اس کا لیا ہے۔ سو اولاً گذارش ہے کہ تاوقتیکہ تعذر حقیقت ثابت نہ ہو، آپ مجاز کے مجاز نہیں ہو سکتے حالانکہ تعذر حقیقت کے دلائل کا فساد اور مزید براں ارادہ حقیقت کا وجوب ثابت ہو چکا ہے۔

ثانیاً آں کہ قطع نظر تعذر حقیقت وغیرہ سے، آیت کا مفاد تو صرف اتنا ہی ہے کہ وصف ایمان علاقہ مصححہ لارادۃ القادیانی، ابن مریم سے ہے یعنی اگر لفظ مریم سے قادیانی بعلاقہ ایمان مراد رکھا جاوے۔ تو یہ علاقہ اس ارادہ کے لئے صلاحیت رکھتا ہے۔ اور صرف صلاحیت بغیر اس کے کہ وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن یا حدیث سے ثابت کیا جاوے، تو یہ علاقہ اس ارادہ کیلئے صلاحیت رکھتا ہے، اور صرف صلاحیت بغیر اس کے کہ وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن یا حدیث سے ثابت کیا جاوے، مفید نہیں۔ خدارا انصاف! کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن یا حدیث میں ایک جگہ بھی مریم یا امرأۃ فرعون کے لفظ سے مراد کوئی مومن ہے۔ اور خود مریم اور فرعون کی عورت مراد نہیں۔

ثالثاً۔ ابن مریم سے مراد ہونا قادیانی صاحب کا، چنانچہ اسی جگہ ص ۹۳ سطر ۸ پر امروہی صاحب لکھتے ہیں (کہ ہر ایک مومن مثیل مریم ہے۔ تو مومن کی اولاد ابن مریم ہوئی) جبھی ہوسکتا ہے کہ پہلے قادیانی صاحب کے والد غلام مرتضی، مریم کے لفظ سے کسی استعمال میں (پنجابی ہی سہی) مراد لئے گئے ہوں۔ یعنی پہلے غلام مرتضی کو مریم کے لفظ سے پکارا گیا ہو تو پھر مرزا صاحب ابن مریم

یعنی مریم کے مثیل کا بیٹا بن سکتے ہیں۔ الغرض باپ اور بیٹے دونوں میں وقوع وثبوت استعمال مفیدِ مدعی ہوسکتا ہے نہ صرف صلاحیت۔ ایسا ہی اگر (ابن مریم) سے قادیانی صاحب مراد لئے جائیں، تو یہاں پر بھی علاقہ مصححہ للمجاز کا کام نہ دیوے گا جب تک کہ غیر محل نزاع میں کتاب و سنت سے وقوع استعمال ثابت نہ کیا جائے۔

رہی تیسری آیت جس کو امروہی صاحب نے بروز کے اثبات میں پیش کیا ہے و اذ قلتم یا موسی لن نومن لک حتّی نری اللّٰہ جھرۃً (بقرہ: ۵۵) اس میں فرماتے ہیں کہ کیا آنحضرت ﷺ کے وقت یہود نے کہا تھا کہ حتّی نری اللّٰہ جھرۃً یا یہ مقولہ حضرت موسیٰ کے وقت کے یہود کا ہے۔

حضرات ناظرین! غور فرماویں کہ اس آیت کو بھی پہلی آیات کی طرح کوئی تعلق مسئلہ بروز سے نہیں۔ کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ کے وقت کے یہودیوں کے ارواح منتقل ہوکر با بدان یہود متعلق ہوگئے تھے موجودہ وقت آنحضرت ﷺ کے، یا کہ ان ارواح نے ارواح کاملین کی طرح یہودِ موجودہ زمان سرور عالم ﷺ کے ابدان میں کوئی تصرف کیا تھا۔ خدارا انصاف۔ اس مضمون کا ذکر اس آیت میں صراحتاً یا کنایۃً پایا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

یہاں پر صرف اتنا ہی ہے کہ نسبت قول کے و اذ قلتم یا موسی لن نّصبر .. الخ میں اور نسبت فرق کے و اذ فرقنا بکم البحر اور نسبت تظلیل کے علی سبیل الوقوع و ظلّلنا علیکم الغمام اور نسبت انزال کے علی طریق الوقوع و انز لنا علیکم المنّ و السّلوی میں جو فی الواقع یہ نسبتیں یہودِ موجودہ زمان حضرت موسی کی طرف تھیں، ان آیات میں یہودِ موجودہ بزمانِ آنحضرت ﷺ کے کی گئیں، جن کو انتسا ب الفعل الی غیر ما ہو لہ کہتے ہیں۔ عالمان علم معانی جانتے ہیں کہ یہ مجاز فی الاسناد کے قبیلہ سے ہے نہ مجاز فی المفرد یا مجاز فی الطرف۔ یعنی یہ نہیں کہ یہود موجودہ بزمان نبوی سے مراد وہ یہود ہوں جو بزمان موسی موجود تھے

امروہی صاحب نے ان آیات میں دو طرح سے کمال کیا۔ ایک تو بروز کا اثبات دوسرا مجاز فی الاسناد کو مجاز فی الطرف بنا دیا۔ اردو خوانوں بے چاروں کو کیا خبر ہے۔ وہ تو اس خیال سے کہ آپ قرآن اور احادیث کو حافظوں کی طرح پڑھے جاتے ہیں، چاہے بے محل ہی کیوں نہ ہوں آمنا و صدّقنا کہیں گے۔ مگر یہ فرمایئے کہ آپ بروز محشر کیا جواب دیں گے۔ ناظرین کو اس تقریر سابق سے علماء امّتی کا نبیاء بنی اسرائیل کا حال بھی معلوم ہوسکتا ہے۔ یعنی

برتقدیر صحت حدیث کی تا وقتیکہ استعمال موسیٰؑ وعیسیٰؑ و ہارونؑ و یوسفؑ وغیرہ بنی اسرائیل کا کسی عالم محمدی میں کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو، یہ استدلال بھی مفید نہیں ۔ نہ مسئلہ بروز میں اور نہ مجاز مستعار میں۔

{ قولہ، صفحہ۹۳۔ انہ نازل بطور مسئلہ بروز کے ہے۔

{ گولڑوی :اگر بطور بروز فرمایا ہوتا تو بزعم قادیانی چونکہ اس میں بروز محمدی بھی ہے لہذا و انّہ نازل کی جگہ ونحن نازلون فرمانا بمقتضائے مقام ضروری تھا۔ کیونکہ ماقبل میں وجہ قرب و مناسبت بہ عیسی بن مریم بیان کی گئی ہے دیکھو لا نّہ لم یکن نبیّ بینی و بینہ لہذا بیان شرکت فی النزول بقولہ و نحن نا زلو ن معاً واجب ٹھہرا۔ نزول بروزی کا بطلان مفصل طور پر گذر چکا ہے۔

} قولہ۔ پھر جناب امروہی صاحب صفحہ۹۴ پر علیہ ثوبان ممصران کو ظاہری معنی پر حمل نہ کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ کوئی وصف ممتاز نہیں کیونکہ ہر شخص سرخ مٹی سے رنگا ہوا کپڑا پہن سکتا ہے۔

{ گولڑوی : کیوں حضرت ! یہ وجہ تو پہلے فقرہ حدیث میں بھی موجود تھی (رجل مربوع الی الحمرۃ و البیاض) کیونکہ اعتدال اور گندم گونی اوراشخاص میں بھی پائی جاتی ہے۔اس میں تاویل نہ کرنیکی کیا وجہ ہے۔کیا اس جگہ الکنایۃ ابلغ من التصریح کو بھول گئے۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ مسیح موعود کا حلیہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ معتدل اندام اور رنگ اس کا سرخی اور سپیدی کی طرف میلان کریگا۔ اور نزول کے وقت اس پر دو کپڑے سرخ رنگ کے ہونگے ۔ اس کلام میں تاویل کا کوئی حق نہیں ۔ اور وصف ممتاز ہونا کبھی بحسب مجموع اجزاء کلام کے ہوتا ہے اور کبھی بحسب بعض دون بعض اور وصف غیر ممتاز کا بیان صرف واقعی طور پر ہوتا ہے نہ علی سبیل الاحترا ز کما ھو شان القیود فا نّھا قد تکون لبیان الواقع وا حیا ناً للاحتراز

{ قولہ: پھر اسی صفحہ پر ثوبان ممصران کی تعبیر دنیا کی خوش حالی اور توفیق فرائض منصبی مسیح سے لکھتے ہیں۔

{ گولڑوی : آنحضرت ﷺ کا مسیح موعود کے خصوصیات بیان فرمانا ذاتی اور زمانی کو چونکہ اس لئے تھا کہ امت مرحومہ کسی جھوٹے مسیح کے دام میں نہ پھنس جاوے ۔ بنابرآں اگر ظاہر معنی مراد

نہ تھا تو علیه ثوبان ممصران کی تعبیر کا بیان بھی ضروری تھا تا کہ امت مرحومہ کو بجائے منفعت الٹا نقصان نہ اٹھانا پڑے۔کیا آپ ﷺ کو امروہی صاحب جیسا علم تعبیر الرؤیا میں ادراک نہ تھا یا آپ کو قصداً العیاذ باللہ دھوکہ دینا منظور تھا۔امروہی صاحب نے علم معانی سے ایک ہی مسئلہ الکنایة ابلغ من التّصریح اور علم تعبیر الرؤیا سے یہ کہ سرخ کپڑے سے مراد خوری اور توفیق طاعت ہوتی ہے، خوب یاد کرلیا ہے۔مگر محل بے محل یکساں ہی جاری کئے جاتے ہیں۔خدا کے بندے اگر کسی نے شیر کو دیکھ کر کہا کہ رأیت اسداً، یا کسی پر زرد رنگ کا کپڑا دیکھ کر کہا کہ رأیت فلاناً علیه ثوب ممصر کیا آپ یہاں پر بھی وہی کنایہ اور تعبیر لئے جاؤ گے۔آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ عیسیٰ جو میرے سے پہلے گذرا ہے اور میرے اور اس کے مابین کوئی نبی نہیں ہوا، اترنے والا ہے پس تم جب اس کو دیکھو تو پہچانو اس کو اس حلیہ اور علامت سے کہ وہ ایک مرد ہوگا معتدل اندام مائل بہ سرخی وسفیدی جس پر دو کپڑے سرخ ہوں گے۔

{ قولہ: پھر اسی صفحہ پر امروہی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ دونوں کپڑے حضرت مسیح اقدس سیدنا مسیح موعود پہنے ہوئے ہیں۔دنیا کی حیات طیبہ جو ان کو حاصل ہے وہ شاید کسی بادشاہ بلکہ شہنشاہ کو بھی نصیب نہ ہوگی۔اور فرائض منصبی تجدید دین کے جو اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں سے کرا رہا ہے دنیا بھر میں کوئی نظیر ان کا اس باب میں معلوم نہیں ہوتا۔

{ گولڑوی: کیا عیسوی اور محمدی بروز وتشبہ والوں کی دنیاوی معاش ایسی ہونی چاہیے جس کو آپ بیان فرما رہے ہیں۔یہ بیان تو محمدی اور عیسوی تشبہ کا انکار ہے یعنی قادیانی بھی اگر جداگانہ مشابہت آنحضرت ﷺ اور عیسیٰؑ ابن مریم سے رکھتے، تو ان کی طرح دنیا میں رہتے، اور بجائے فرائض منصبی تجدید دین کے فرائض منصبی تحریف دین کے ادا نہ کرتے۔

{ قولہ: پھر امروہی صاحب اسی صفحہ پر کان رأسه يقطر و ان لم يصبه بلل کی تاویل کرتے ہیں۔یعنی وہ حقائق ومعارف قرآنی کا مالک ہوگا۔

{ گولڑوی: یہ فقرہ حدیث مذکور کا بھی اپنے ظاہر پر ہی محمول ہے۔یعنی اس کے سر سے پانی کے استعمال کے بغیر بھی قطرات ٹپکتے ہوئے معلوم ہوں گے۔یعنی ذاتی رطوبت ان میں ہوگی نہ عارضی۔اور اس فقرہ میں بھی امر واقعی کا بیان ہے۔کوئی قرینہ صارفہ عن الظّاهر باعثه علی التّاویل نہیں۔اور پھر ایسی تاویل کہ قرآن اور سنت کے محرف کو قرآنی حقائق ومعارف کا مستحق ٹھہرایا جاوے۔العیاذ باللہ۔ہاں اس حدیث میں فقرہ یکسر الصّلیب اور ایسا ہی و

یقتل الخنزیر میں قرینہ صارفہ موجود ہے۔ لہذا کسر صلیب اور قتل خنزیر سے مراد ابطال دین نصرانیت کا ہے، جہاد سے ہو یا صرف دعوت و تبلیغ سے۔ چنانچہ دونوں پر دال ہیں احادیث صحیحہ، جو قتل دجال و یاجوج ماجوج وغیرھم میں وارد ہیں۔ امروہی صاحب کا شرح حدیث کی طرف صرف ابطال بالحجج کو منسوب کرنا جیسا کہ صفحہ ۵۵ سطر اول پر لکھتے ہیں ای یبطل دین النّصرانیة با لحجج و البراھین۔ چالاکی اور دجل ہے با لحجج و البرا ھین۔ ایسا ہی آپ کے حاشیہ میں یقتل الخنزیر سے مراد یہ ہے کہ مسیح ابن مریم صلیبی پرستش و استحلال خنزیر کو، برخلاف مزعوم و افتراء نصاری، حرام و باطل کہے گا۔ یعنی میرے دین میں دونوں امر نہیں۔ ان کو دین مسیح سے قرار دینا نصاری کا افتراء تھا۔ اور بخاری کی روایت میں فقرہ حتّی تکون السّجدۃ خیراً من الدّنیا ، جو غایت ہے کسر صلیب اور قتل خنزیر یعنی ابطال دین نصرانیت کیلئے کما قال فی مجمع البحار غایة لمفھوم یکسر الصّلیب قتل لیکھرام کے ارادہ کو باطل کررہا ہے کیونکہ لیکھرام کا قتل عرصہ سے متحقق ہو چکا ہے۔ حالانکہ سجدہ کا پیارا ہونا ساری دنیا سے اب تک نہیں ہوا۔

{ قولہ: پھر اسی صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں: و یضع الجزیة مراد یہ ہے کہ جہاد کو موقوف کر دیوے گا جیسا کہ یضع الحرب وارد ہے تو پھر جزیہ کیوں کر قائم ہوسکتا ہے۔ جزیہ تو متفرع ہے جہاد پر۔ جب جہاد ہی نہ ہوا تو جزیہ بھی نہیں ہوسکتا۔ انتھی

{ گولڑوی: ناظرین خدارا انصاف۔ یضع فعل متعدی ہے۔ معنی یہ ہوا، وہ مسیح جزیہ کو موقوف کردیگا۔ اب غور فرماویں۔ کیا قادیانی جو باقی رعایا کی طرح زیر سایہ گورنمنٹ بحفظ و امان ایام بسر کررہا ہے، یہ استحقاق رکھتا ہے کہ جہاد کرنا یا نہ کرنا یعنی اسے موقوف کردینا اس کا منصب ہو؟ تو یہ ظاہر ہے کہ بوجہ من جملہ رعایا ہونے کے جہاد کرنے کا منصب نہیں رکھتا۔ رہا جہاد کا موقوف کر دینا سو بحسب محاورہ یہ جملہ بھی اسی پر صادق آ سکتا ہے جو جہاد کرنے کی حیثیت رکھتا ہو اور پھر جہاد نہ کرے۔ مثلاً بادشاہ اسلام نے جس وقت مخالفین اسلام پر جزیہ مقرر کردیا، یا کوئی مخالف باقی نہ رہا، تو کہا جا سکتا ہے کہ اس نے جہاد کو موقوف کر دیا۔ قادیانی بے چارہ بھلا گورنمنٹ پر کیا احسان جتلا سکتا ہے اور بدیں وجہ من جملہ خدام گورنمنٹ شمار کیا جا سکتا ہے کہ اس نے جہاد کو موقوف کر دیا۔ ہر گز نہیں۔ گورنمنٹ کو بذریعہ تحریرات یہ خدمت گذاری جتلانا گویا دھوکہ دینا ہے۔ اور اگر صرف بیان عدم فرضیت جہاد کا فرض منصبی ہے تو عدم فرضیت کے بیان کنندہ کو واضع الجہاد نہیں کہا جاتا، چنانچہ فرضیت کے بیان کنندہ کو مجاہد نہیں کہا جا سکتا۔ الغرض قادیانی کو فیضع الجزیة کا مصداق

خیال کرنا مثل مشہور تو مان نہ مان میں تیرا مہمان ، کا مصداق بنانا ہے ۔ جزیہ کا موقوف کرنا بھی اسی سے متصور ہوسکتا ہے جس میں فلا یقبل الّا السّیف او الاسلام کی لیاقت ہو تا کہ بقیہ مخالفین بوجہ اسلام میں داخل ہونے کے محل جزیہ نہ رہیں ۔ چنانچہ سچے مسیح موعود کے زمانہ میں ایسا ہی ہوگا ۔ اور وجہ عدم قبول جزیہ کی بغیر از قتال یا اسلام پہلے گذر چکی ہے ۔ اس تقریر سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جہاد بہ تیغ و سناں چونکہ بہ اخذ جزیہ موقوف ہوسکتا ہے اور بوضع جزیہ واجب ، جب تک سب اسلام میں داخل نہ ہوں ۔ لہذا وضع جزیہ دلیل ہے تعیین جہاد سنانی پر مسیح موعود کے زمانہ میں ، بخلاف جہاد بالحجۃ والبرہان کے ، کیونکہ یہ اخذ جزیہ سے موقوف نہیں ہوسکتا اور نہ وضع جزیہ سے واجب ۔ اور یضع الحرب کا فقرہ محمول ہے اختلاف اوقات پر ۔ جیسا کہ قلت و کثرت باراں و وجود البرکت و عدم البرکت مواشی اور رزق میں وغیرہ وغیرہ ۔ اس تقریر میں ذرا غور کے بعد معلوم ہوسکتا ہے کہ امروہی صاحب نے اس حدیث میں کس قدر دجل سے کام لیا ہے و لیس ھذا باوّل قارورۃ کسرت فی الاسلام ۔ عبارت مسطورہ ذیل صفحہ ۹۵ سطر ۱۳ شمس بازغہ کی ملاحظہ ہو:

> اور وضع جزیہ کے لئے حجت و برہان سے ابطال دین نصرانیت نہایت مناسب ہے ۔ کیونکہ کوئی مجدد اور موید اسلام باخذ جزیہ حجت و برہان کو موقوف نہیں کرسکتا ، بخلاف تیغ و سنان کے کہ باخذ جزیہ ان کا وضع ہوسکتا ہے ۔ انتہی ۔

اس عبارت میں جملہ تعلیلیہ قابل توجہ ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حدیث میں ابطال بہ تیغ و سنان مراد ہے ۔ فتامل

{ قولہ: پھر امروہی صاحب صفحہ ۹۵ میں ویھلک اللّٰہ فی زمانہ الملل کلھا الّا الاسلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ جملہ بھی دلیل ہے جہاد بالبرہان پر کما قال تعالی لیھلک من ھلک عن بیّنۃٍ و یحی من حیّ عن بیّنۃٍ (انفال:۴۲) اسی طرح پر جملہ یھلک اللّٰہ فی زمانہ المسیح الدّجّال معنی مذکور مراد ہے ۔ انتہی مختصراً

{ گولڑوی: یہ جملہ بھی مطابق احادیث صریحہ فی القتال کے دال ہے اہلاک فی الحرب پر ۔ اور نصوص قطعیہ و احادیث صحیحہ سے ، جن کو بزعم خود امروہی صاحب نے منافی ٹھہرایا ہے ۔ جواب پہلے گذر چکا ہے اور اس جملہ اور ایسا ہی جملہ و یھلک اللّٰہ .. الخ کو قیاس آیت مذکورہ لیھلک من ھلک عن بیّنۃٍ .. الخ سے کرنا کس قدر جہالت ہے ۔

ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ بروقت ارادہ ابطال بالبرہان کے تصریح بلفظ برہان یا

حجت یا بینہ ضروری ہے۔ چنانچہ آیت مذکورہ میں عن بیّنہ موجود ہے لہذا و کم اھلکنا من قریۃٍ۔ اور وحرام علی علی قریۃ ا ھلکنا ھا ، و نظائرھما میں اہلاک و الابطال بالبینہ مرادنہیں۔الحمد سے والناس تک سارا قرآن ملاحظہ ہو۔ (سیف چشتیائی ۔ص ۱۲۶۔۱۷۶)

قادیانی کی تفسیر سورہ فاتحہ کا تجزیہ

{ سوال: قادیانی صاحب کا سورہ فاتحہ کی عربی تفسیر بلیغ و فصیح لکھنا باوجود امّی ہونے کے اور حریف مقابل کا اس پر قادر نہ ہونا بڑی زبردست دلیل ہے اس کے صدق پر۔

{ جواب از گولڑوی۔ امّی ہونے کا پتہ تو مرزا جی اور انکے ہم درسوں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے۔...قادیانی کی تفسیر عربی بھی ایک برہان ہے منجملہ ان براہین کے جو آپکو مسیح موعود و نبی ورسول نہیں بننے دیتے کیونکہ اس تفسیر میں کہیں تو سرقہ و چوری سے کام لیا گیا ہے کہیں لفظی غلطی اور کہیں تحریف معنی جن پر ادنی سے ادنی طالب علم بھی ہنسی کررہے ہیں۔ایسی تفسیر کو اعجاز نام رکھنا اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے۔..دوسرے علماء کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے اشغال کو چھوڑ کر ایک فضول مقابلہ میں مصروف ہوتے۔کیا ان کو نبی ورسول بننا منظور تھا۔..اب اعجاز المسیح کے وجوہ اعجاز کو خیال فرمائیے

{ قادیانی: اعجاز المسیح کے پہلے صفحہ جو ہندسہ سے خالی ہے (قادیانی صاحب) لکھتے ہیں: فی سبعین یوماً من شھر الصّیام۔

{ گولڑوی۔ رمضان شریف ستر (۷۰) دن کا نہیں ہوتا اور بر تقدیر تاویل ایہام معنی غیر مراد سے خالی نہ ہوگا جو منافی ہے فصاحت و بلاغت کو۔

{ قادیانی: پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ و کان من الھجرۃ ۱۳۱۸ و من شھر النّصاری ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء

{ گولڑوی: بے ربط عبارت اور خلاف محاورہ عرب کے ہے۔

{ قادیانی: پھر لکھتے ہیں۔ مقام الطبع قادیان ضلع گورداسپور

{ گولڑوی: ضلع گورداسپور۔ بھی خلاف محاورہ عربی ہے۔ نہ صرف اسی وجہ سے کہ بجائے گورداسپور کے ،غورداس فور، چاہیے تھا بلکہ من جہت الترکیب والاعراب بھی۔

{ قادیانی۔ پھر کہتے ہیں، باھتمام الحکیم فضل دین۔

} گولڑوی: بعد التعریب فضل الدین چاہیے جیسا البھیروی

} قادیانی: ص ۲۔ کد ستِ غا ب صدره ۔ او کلیلِ افل بدره

} گولڑوی: یہ عبارت حریری کے صفحہ ۱۲۴ سے ماخوذ ہے۔

} قادیانی: ص ۲۔ و خلت را حتھا من بخل المزنه

} گولڑوی: ظاہر ہے کہ من صلہ خلت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہوسکتا اور تعلیلیہ موہم ہے معنی غیر مراد کی طرف، اس لئے یہاں لام کا محل تھا۔

} قادیانی: کا حیاء الوا بل للسنة الجماد

} گولڑوی: مقامات حریری کے صفحہ ۱۲۴ سے ماخوذ ہے بتغیر ما۔

} قادیانی: و عاد جر ھا سبر ھا

} گولڑوی: یہ مثل مشہور ہے۔

} قادیانی: صفحہ ۳۔ من کل نو ع الجنا ح

} گولڑوی: کلمہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا افادہ دیتا ہے جو یہاں پر مقصود نہیں ۔ اس لئے نوعٍ للجناح چاہیے تھا۔

} قادیانی: صفحہ ۳۔ کل امر ھم علی التقوی

} گولڑوی: یہاں بھی کل مجموعی خلاف مراد ہے اس لئے امرٍ لھم چاہیے تھا۔

} قادیانی: ص ۴ ۔ فلا ایما ن له او یضیع ایما نه

} گولڑوی: لفظ ایمان کا تکرار دو دفعہ مستکرہ ہے۔

} قادیانی: ص ۷۔ و افرّق بین رو ض القدس و خضراء الد من

} گولڑوی: یہ عبارت مقامات حریری کی ہے۔

} قادیانی: ص ۷۔ کا لرّ بیع الّذی یمطر فی ابانه۔

} گولڑوی: یہ بھی حریری سے ہے۔

} قا دیا نی: و عندی شھادا ت من ربّی لقوم مستقرین و آ یا ت بیّنا ت للمبصرین و جه کوجه الصّادقین

} گولڑوی: و و جه عطف ہے شہادت پر، گویا و عندی وجه ہوا ۔ اور یہ خلاف محاورہ ہے کیونکہ جزء پر عند نہیں آ تا ۔

{ قادیانی: ص ۸۔ این الخفا فا فتحوا العین ایّھا العقلاء

{ گولڑوی: فا فتحوا پر فا کا لانا بے محل ہے کیونکہ فا کا ماقبل اس کے بعد کیلئے سبب ہوتا ہے اور اس جگہ پر عکس ہے۔ عدم الخفاء سبب فتح العین کے لئے نہیں بلکہ فتح العین سبب ہے عدم الخفاء کیلئے۔

{ قادیانی:۔ ما قبلو نی من البخل و ا لاستکبار

{ گولڑوی: من کا کلمہ یہاں پر قبلو، مثبت کے لئے تعلیلیہ نہیں ہوسکتا۔ اور نفی مستفاد من الحرف کے لئے خلاف محاورہ ہے۔ نیز بخل کی جگہ حسد چاہیے۔

{ قادیانی: ص ۹۔ و اعطِی ما تو قعوہ

{ گولڑوی: اسکا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونیکا زیادہ مستحق ہے اسلئے واعطوا چاہیے

{ قادیانی: ص ۹۔ قا لوا مفتری

{ گولڑوی: مفترٍ چاہیے۔

{ قادیانی: و اذا رموا البریبا فیکۃ فضحکوا

{ گولڑوی: فضحکوا پر فا نہ چاہیے۔

{ قادیانی: ص ۱۲۔ و قد موا ھبّ الصلّا ت علی حب الصلوۃ

{ گولڑوی: حریری کے پہلے مقامہ سے ماخوذ ہے بتغیر ما۔

{ قادیانی: ص ۱۳۔ بل یریدون ان یسفکوا قا ئلہ

{ گولڑوی: ان یسفکوا دم قا ئلہ چاہیے لا یقا ل سفک زیداً بل دمہ۔

{ قادیانی: ص ۱۳۔ و لما جاء ھم امام لا تھوی انفسھم

{ گولڑوی: قرآن کا سرقہ ہے بغیر ما۔

{ قادیانی: ص ۱۵ و لما کان ھذا من المشیّۃ الرّبّانیۃ مبیناً علی المصا لح الخفیہ فما تطرق الی عزم العداء

{ گولڑوی: لما، کی جزا پر فا نہ چاہیے۔

{ قادیانی: صفحہ ۱۹۔ و یستقرؤن فی کل وقتٍ موا ضع الجھاد

{ گولڑوی: کیا جو شخص ایسی جھوٹی غمازی سے سرکار کو مسلمانوں پر بدظن کرنا چاہے وہ خدا پاک کا بندہ ہوسکتا ہے۔

{ قادیانی: صفحہ ۲۰۔ و جعل قلمی و کلمی منبع للمعارف

{ گولڑوی: منا بع المعارف یا منبعی المعارف چاہیے۔

{ قادیانی: صفحہ ۲۱۔ تنکرون باعجازی

{ گولڑوی: ۔ تنکرون اعجازی چاہیے۔

{ قادیانی: صفحہ ۲۲۔ فلمّا دعوته بهذه الدّعوة بعد ما ادعی انّه یعلم القرآن و انّه مناهل المعرفة الی من یکتب تفسیراً بحذاء تفسیری

{ گولڑوی: لعنة اللّه علی الکاذبین۔ مقابلہ تحریری کو مسلّم کر کے تقریری بحث کو بڑھانا، اس کو زیادت فی الشرائط کہا جاتا ہے نہ کہ انکار۔

{ قادیانی: صفحہ ۲۲۔ و کان غبیاً و لو کان کا لهمدا نی او الحریری فما کان فی وسعه ان یکتب کمثل تحریری

{ گولڑوی: ایسا ذہین آپ کے بغیر کون ہوسکتا ہے جو غیر المغضوب علیهم ولا الضّا لین سے یہ سمجھ لے کہ، اس سے معلوم ہوا کہ دجال شخصی، جیسا کہ مزعوم ہے، کوئی چیز نہیں۔ اگر علم الٰہی میں اس کا وجود ہوتا تو یوں فرماتا غیر المغضوب علیهم ولا الدّ جّال۔ دیکھو صفحہ ۱۸۹، اسی اعجاز مزعومی کا۔ پھر اسی اعجاز المسیح کے صفحہ ۱۴۳ پر آپ لکھتے ہیں کہ: مالک یوم الدّین میں یوم الدین جو ہے اللہ تعالی نے مسیح موعود یعنی قادیانی کے زمانہ کا نام رکھا ہے۔ و سمّی زمان المسیح الموعود یوم الدّین لانّه زمان یحی فیه الدّین۔ یہاں میں پھر کہوں گا لعنة اللّه علی الکاذبین۔ اللہ تعالی خود قرآن کریم میں یوم الدّین کی تفسیر اس طرح فرماتا ہے و انّ الفجّار لفی جحیم ۔ یصلونها یوم الدّین (انفطار: ۱۴۔۱۵) یعنی گنہ گار دوزخ میں قیامت کے دن داخل ہوں گے۔ اگر یوم الدّین، قادیانی کا زمانہ ہے تو کیا اسی وقت دوزخ میں حساب کتاب کے بعد داخل ہونا شروع ہو گیا ہے۔

{ قادیانی: پھر فرماتے ہیں و ما ادراک ما یوم الدّین ۔ ثمّ ما ادراک ما یو م الدّین ۔ یوم لا تملک نفس لنفسٍ شیئاً ۔ و الامر یومئذٍ للّه (انفطار۔۱۷۔۱۹)۔غور کرو یوم الدّین اور یو م لا تملک نفس لنفس شیئاً دونوں کا مفاد ایک ہی ہے۔

اور پھر صفحہ ۱۲۵؟ پر لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالی نے اس آیت میں و له الحمد فی ا لاولی و الآ خرة ۔ (قصص: ۷۰)۔ دو احمدوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اولی سے احمد پہلا یعنی آنحضرت ﷺ اور

آخرہ سے احمد پچھلا یعنی غلام احمد قادیانی۔

اسکے بعد لکھتے ہیں: و قد استنطبت ھذا النکتۃ من قولہ الحمد للّٰہ ربّ العالمین

{ گولڑوی: جب آپ ایسے استنباط کر سکتے ہیں جن سے آنحضرت ﷺ بھی بے خبر تھے تو پھر بھلا مہر علی بیچارہ بالمقابل آپ کے کس طرح ایسے نرالے استنباط کرسکتا ہے۔

{ قادیانی: و مع ذلک کان یخاف النّاس

{ گولڑوی: خائف وہی ہوتے ہیں جن کو میدان میں سامنا موت نظر آتا ہے۔ مع آنکہ تحریک مقابلہ بھی پہلے خود ہی کی ہو۔ مامور من اللہ کو میدان میں موجود ہونا نہایت ہی ضروری تھا۔ تاکہ خلق اللہ مامور کی غیر حاضری کے باعث اس کو مفتری علی اللہ سمجھ کر صراط مستقیم کو نہ چھوڑ دیں۔ مخالفین کو للکار کر بلانا اور پھر گھر سے باہر نہ نکلنا گویا اپنے ہی ہاتھوں سے دین کی بیخ کنی کرنا ہے۔مگر ایسے مامور اور ایسے دین کا عمل درآمد ایسا ہی ہونا چاہیے۔آپ کا دین اگر وہی محمدی دین ہوتا تو بجائے اس قول پاک آنحضرت ﷺ کے

انا النّبیّ لا کذب انا ابن عبد المطلب

آپ

انا الرّسول لا مراء انا ابن غلام مرتضی

کہتے ہوئے میدان میں موجود ہوتے۔ واقعی امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بحسب وعدہ انّا نحن نزّلنا الذّکر و انّا لہ لحافظون کے قرآن کریم کو تحریف سے بچانا منظور تھا۔اور امت مرحومہ کو یہ سمجھانا کہ غلام احمد قادیانی کتاب اور سنت اور اجماع کا محرف ہے۔اس لئے پہلے اس کے ہاتھ سے اشتہار دعوت بآن کروفر، کہ ضرور میرا مقابل میرے مقابلہ میں ذلیل ہوگا۔ یہ ہوگا وہ ہوگا۔ روئے زمین پر دلوایا، جس میں خود ہی اس نے تین علماء (جناب مولوی محمد عبداللہ پروفیسر لاہوری، اور جناب مولوی عبدالجبار امرتسری، اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) کو حکم قرار دیا اور انتظام پولیس وغیرہ بھی لکھ دیا اور پہلے اس کے آپ کو الہام بھی ہو چکا تھا کہ واللّٰہ یعصمک من النّاس، اور نیز انّی مھین من اراد اھانتک ، اور نیز، تیری اور تیرے گروہ کی حفاظت کرونگا، اور تیرا گروہ ہی قیامت تک غالب رہے گا (دیکھو کتاب البریہ) اور پھر اسی اشتہار میں اخیر پر یہ لکھ دیا کہ لعنۃ اللّٰہ علی من تخلف و ابی۔

مسلمانو! غور سے سوچو یہ ایک مکر الٰہی تھا بمقابلہ مکر قادیانی صاحب کے، جوانہوں نے

سو چا تھا کہ کسی کو کیا ضرورت جو اجابت دعوت کرے۔ ہم کو گھر میں بیٹھے بٹھائے فتح ہو جائے گی۔ اور عقل اور دین کے غنڈے اور میاں مٹھو بغلیں بجاتے ہوئے دام میں پھنسیں گے۔ اور تصویر فروشی اور اشتہار فروشی اور تصنیف فروشی اور منارہ فروشی اور کشش درا ہم بنام تجارت پھر مزید برآں بہ بہانہ خسارو غیرہ وغیرہ پولیٹکلوں کی آسامی نکل آئیں گے مگر چونکہ بحکم و اللّٰہ خیر الما کرین کے الٰہی مکرہی غالب رہتا ہے لہذا قادیانی صاحب کے اس کروفر کے بعد ایام جلسہ لاہور میں قلمی اور کلمی طاقتیں سلب کر دی گئیں یعنی عدم حاضری کا عذر تک بھی قلم اور منہ سے نہ نکلا باوجود اس کے کہ معتقدین ومخالفین دونوں کی جانب سے سخت اصرار اور کش مکش بھی ہوئی۔ تخمیناً پانچ چھ دن کے بعد جب ہمارے واپس ہونے کی خبر جناب کو پہنچی تو زرد کاغذ پر بید لرزاں کی طرح قلم ملنے لگا اور اعذار باردہ اوھن من بیت العنکبوت شروع ہوئے کہ ہم کو سرحدی لوگوں کا خوف تھا اس لئے نہیں آئے۔ اس عذر پر لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ان الہامات کو بھول گئے جن میں آپ کو ملہم کی جانب سے پوری تسلی اور غالب رہنے کی بشارت دی گئی تھی۔ یا آپ کے ملہم سے ایفاء وعدہ کی قدرت سلب کر لی گئی۔ ہماری جانب سے تقریری شرط کی ترمیم اس لئے تھی کہ تقریر بھی معیار صداقت ہونے میں تحریر سے کم نہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالی غالب کرنا چاہتا ہے اور اس کو منظور ہوتا ہے کہ اس کے غالب رہنے کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کرے تو اس کے غلبہ کو معیار صداقت ٹھہرانے کے بعد ضرور ہی اس کو غالب کرتا ہے اور اس سچے مامور کو فرض منصبی کی رو سے حریف مقابل کو دو بدو ہونا نہایت ضروری تھا۔ بلکہ قادیانی صاحب چونکہ بروز وفنا محمدی وعیسوی کے مدعی ہیں تو تقریری مقابلہ کی تسلیم ان پر ضروری تھی کیونکہ ان کے بارزین یعنی آنحضرت ﷺ وعیسیٰؑ نے بھی تبلیغ حق تقریری طور پر کی تھی۔ دوسری وجہ ترمیم کی یہ ہے کہ صرف تحریر میں احقاق حق اچھی طرح نہیں ہوتا۔ بالفرض اگر قادیانی جلسہ لاہور میں بھی تفسیر لکھتے تو کیا ان کی بھولی بھالی جماعت بے تمیزی کی وجہ سے اپنی ضلالت پر زیادہ پکی نہ ہو جاتی۔ ان کی ذاتی لیاقت اس قدر کہاں تھی کہ اس تفسیر کے مضامین واہیہ اور محرفہ پر اطلاع پاویں، یا مرزا جی کے سرقہ کو پکڑ سکیں۔ وہ تو صرف عربی عبارت مسروقہ کو دیکھ کر اور زیادہ گمراہ ہو جاتے۔ اس لئے نہایت ضروری تھا کہ پہلے علماء کے سامنے قرآن وحدیث کو نکال کر بلحاظ سیاق سباق اثبات مدعی کیا جاتا اور علماء انصاف فرماتے کہ کس کا مضمون یا استنباط اصول شرعیہ کے مطابق ہے تاکہ اس کو قبول کر لیا جاوے اور کس کا مخالف اور جاہلانہ چار کونسلی ہے تاکہ اس سے حاضرین کو تقریراً اور غائبین کو تحریراً سمجھا دیا جاوے کہ اس مسلک سے بچنا مسلمانوں کو

نہایت ضروری ہے۔

مرزائیوں کی اس کم توجہی پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ انہوں نے نبوت اور قرآن دانی کا معیار انشا پردازی کو سمجھ رکھا ہے اور پھر انشا پردازی بھی وہ جس کی لفظی اور معنوی کمال کی قلعی کھل رہی ہے۔ بھلا مثلاً اگر کوئی عربی زبان میں مضمون لکھ دے کہ نماز عبادت صرف توجہ الی اللہ سے ہے اور اوضاع معمولہ اہل اسلام کی کوئی حقیقت نہیں، اور اپنے دعوے کی دلیل اس امر کو ٹھہراوے کہ میری طرح چونکہ کوئی شخص عربی نویس نہیں، اور فی الواقع ایسا ہو بھی تو کیا کوئی عاقل ایسی واہی دلیل سے اس کے دعویٰ کو مان سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

} قادیانی: صفحہ ۲۲۔ و کان یعلم انّه تخلف فلا غلبة و لا حجا س

} گولڑوی: جب غیر مامور من اللہ حصول غلبہ کے لئے پیچھے نہ رہا تو مامور من اللہ کو وجوہ مذکورہ بالا کی رو سے کسی طرح تخلف جائز نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاملہ بالعکس ہے۔

} قادیانی: صفحہ ۲۲۔ فکاد کیداً

} گولڑوی: یہ کید چونکہ انّهم یکیدون کیداً (طارق: ۱۵) کے مقابلہ میں تھا لہذا اس کو و اکید کیداً کا ظہور سمجھنا چاہیے۔ اسی لئے و اللّٰه خیر الماکرین (آل عمران: ۵۴) کے مطابق غالب رہا اور کیوں نہ ہوتا کتب اللّٰه لا غلبنّ انا ورسلی انّ اللّٰه قویّ عزیز (المجادلہ: ۲۱)

} قادیانی: صفحہ ۲۳ و یحکم من کان لک عدواً و اشدّ بغضاً من علماء الزّمان

} گولڑوی: ان کی عداوت اس وقت نہیں سوجھی تھی جس وقت اشتہار دعوت میں آپ ہی نے ان لوگوں کو یعنی مولوی عبداللہ صاحب و مولوی عبدالجبار صاحب و مولوی محمد حسین صاحب کو حکم لکھا تھا۔ کیا اس وقت آپ نے اجابتِ دعوت کو غیر ممکن الوقوع سمجھا ہوا تھا، اس لئے تینوں صاحبوں کو لکھ مارا۔ اور جب سر پر آ گئی تو اس وقت یہ حیلہ سوچ میں آیا کہ یہ علماء میرے دشمن ہیں۔ یہ بھی ہم مسلّم کر لیتے اگر انہیں ایام میں آپ عدم تشریف آوری کی وجہ بھی لکھ دیتے تاکہ ہم ان حضرات کے سوا تین اور اہل علم مقرر کر لیتے۔ کیا آپ کو رجسٹری شدہ چٹھی حافظ محمد دین تاجر کتب لاہوری کی ۲۵۔ اگست سے پیشتر ۲۰ یا ۲۱ کو نہیں پہنچی تھی جس میں لکھا ہوا تھا کہ اگر آپ کو کسی شرط کی ترمیم کرانی ہو تو کرا لیجئے۔ ورنہ آپ کا کوئی عذر و حیلہ قابل اعتبار نہ ہوگا۔ اگر آپ کو اشتراط تقریر یا علماء ثلاثہ کا محکم ہونا گوارا نہ تھا تو قطع حجت کے لئے فوراً اشتہار اور چٹھی کے پہنچتے ہی خود اپنی دستخطی جواب یا اپنے نام کے اشتہار سے اس خاکسار کو واضح کر دیتے کہ اس قید کو اٹھا دو تب ہم آ سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اگر آپ

یہ خیال فرماویں کہ ہمارے مرید امروہی نے یہ بات پہنچادی تھی تو ہماری طرف سے ہمارے مخلص حکیم سلطان محمود نے جواب ترکی بہ ترکی شائع کردیا تھا کہ اگر آپ تقریر کسی صورت میں تسلیم نہیں کر سکتے تو بعینہ پیش کردہ شرطیں آپ کی بلاکم وکاست محرر سطور منظور کر کے لاہور آتے ہیں آپ بھی تاریخ مقررہ پر لاہور آویں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے مرید کی بات تو ہم پر حجت ہو اور ہمارے مخلص کی بات قابل التفات نہ ہو۔ بھلا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر معاملہ بالعکس ہوتا یعنی ہماری طرف سے اشتہار دعوت شائع ہوتا اور آپ یہی جواب دیتے جو ہم نے لکھا تھا۔ اور پھر آپ تاریخ مقررہ پر آتے اور میں حاضر نہ ہوتا یا آپ کے اشتہار دعوت کا میں جواب نہ دیتا بلکہ آپ کی طرح بالکل خاموش ہوجاتا، تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں، انصاف سے کہو کہ اندریں صورت آپ معہ اپنے چیلوں چانٹوں کے مارے خوشی کے بغلیں نہ بجاتے اور اشتہاروں پر اشتہار نہ دیتے کہ دیکھو آسمانی نشان ظاہر ہوگیا۔ پس چونکہ یہی نشان علمائے اسلام کے حق میں ظاہر ہو چکا تو پھر آپ کیوں ضد نہیں چھوڑتے۔

{ قادیانی: وما رمیت اذ رمیت و لکنّ اللّٰہ رمی

} گولڑوی: قرآنی آیت ہے۔

{ قادیانی: صفحہ ۲۷۔ و حجّۃ با لغۃ تلدغ الباطل کا لمنضنا ض

} گولڑوی: حریری کے صفحہ ۴۹ سے مسروق ہے بتغیر ما۔

{ قادیانی: صفحہ ۲۸۔ و من نوادر ما اعطی لی من الکرامات

} گولڑوی: ما اعطی لی کی جگہ ما اعطیت چاہیے۔

{ قادیانی: ولا نرھق بالتبعۃ و المعتبۃ

} گولڑوی: حریری کے صفحہ ۲ کا سرقہ ہے۔

{ قادیانی: و توفیقاً قائداً الی الرّشد و السّداد

} گولڑوی: حریری سے لیا ہے۔

{ قادیانی: ص ۳۶۔ ان اری ظالعہ کا لضلیع

} گولڑوی: مسروق من الحریری ص ۵ بتغیّر ما۔

{ قادیانی: ص ۳۷۔ یقال عثارہ

} گولڑوی: حریری کے صفحہ ۵ سے مسروق ہے بتغیّر ما۔

{ قادیانی: ص ۳۹۔ اقتعد منا غارب الفصا حة و امتطی مطا یا الملاحة
{ گولڑوی: حریری کا سرقہ ہے۔
{ قادیانی: ص ۴۱۔ فقد انعد م علمه کثلج ینعدم با لذوبا ن
{ گولڑوی: انعد م کا لفظ غیر مستعمل ہے بجائے اس کے عدم چاہیے دیکھو قاموس
{ قادیانی: ۴۱۔ لا بدّ ان یکون له هذا العلم
{ گولڑوی: ضمیر کا موقع ہے اس کا ما قبل ملاحظہ ہو
{ قادیانی: ص ۴۲۔ و لو فرضنا
{ گولڑوی: لو کا محل نہیں۔
{ قادیانی: ص ۴۳۔ بالا عا نة علی الابانة
{ گولڑوی: حریری کے صفحہ ۳ کا سرقہ ہے۔
{ قادیانی: ص ۴۳ و یعصمهم من الغوا یة و یحفظهم فی الرّوا یة و الدّرا یة
{ گولڑوی: حریری سے ہے بتغیّر ما صفحہ ۳۔
{ قادیانی: ص ۴۳۔ مو قف مند مة
{ گولڑوی: حریری ص ۳ کا سرقہ ہے۔
{ قادیانی: ص ۴۵۔ و ای معجزة
{ گولڑوی: و اية معجزة چاہیے۔
{ قادیانی: ص ۴۹۔ کمجهول لا یعرف و نکرة لا تعرف
{ گولڑوی:: حریری ص ۵ سے مسروق ہے
{ قادیانی: ص ۵۰۔ فکل ر داءٍ ترتدیه جمیل
{ گولڑوی: ایک مشہور شعر کا سرقہ ہے۔ حماسہ ۱۴، قال السمو ئل بن عادیا :

اذا المرء لم ید نس من اللؤم عرضه فکلّ رداء یرتد یه جمیل

{ قادیانی: ص ۵۵۔ لا شیوخ و لا شا ب
{ گولڑوی: ایک کا جمع اور دوسرے کا مفرد لانا کیا درجہ رکھتا ہے۔
{ قادیانی: ص ۵۵۔ کنز المعا رف و ممد ینها و ما ء الحقا ئق و طینتها
{ گولڑوی: مقامات کی عبارت ہے۔

} قادیانی: ص ۵۸۔ کما یملأ الد لو الی عقد الکرب

} گولڑوی: مقامات بدیع کے شعر ثانی کا مصرع ہے باز یاد لفظ کما

} قادیانی: ص ۵۹۔ او زاد منھم سیری

} گولڑوی: زاد، اکثر متعدی آتا ہے۔

} قادیانی: ص ۶۰۔ القیت بھا جرانی

} گولڑوی: مقامات حریری کے صفحہ ۱۲۴ کا سرقہ ہے۔

} قادیانی: ص ۶۱۔ کادراک العھاد۔ لسنۃ جماد

} گولڑوی: مقامات حریری کے صفحہ ۱۲۴ سے مسروق ہے بتغیر ما

} قادیانی: ص ۶۳۔ اخر نبل من النبال

} گولڑوی: خلاف محاورہ ہے قابل غور ہے۔

} قادیانی: ص ۶۴۔ فما کا نوا ان یتحرکوا

} گولڑوی: مصدر کا حمل نا جائز ہے ان لئے (ان) نہ چاہیے تھا۔

} قادیانی:۔ و لیس فیھم الا السبّ و الشّتم قا عدین فی الحجرات

} گولڑوی: کس سے حال ہے۔

} قادیانی: ص ۶۷۔ و انا جئناک

} گولڑوی: تقدیم مسند الیہ بے وجہ ہے۔

} قادیانی: ص ۷۷۔ و مثلھا کمثل ناقۃ تحمل کلّما تحتاج الیہ و توصل الی دیار الحب من رکب علیہ

} گولڑوی: ناقہ کی طرف مذکر ضمیر کا ارجاع غلط ہے۔

} قادیانی: ص ۷۹۔ کما جاء فی القرآن

} گولڑوی: یہ سجع قلیل الا لفا ظ بعد کثیرھا واقع ہے۔ ماقبل ملاحظہ ہو۔

} قادیانی: ص ۸۱۔ و ھذا الرّجیم ھو الّذی ورد فیہ الوعید اعنّی الدّجّال

} گولڑوی:۔ عجیب مسئلہ ہے کہ اعوذ باللّٰہ من الشّیطان الرّجیم میں جو شیطان ہے اس سے مراد تو ابلیس ہے۔ اور جو اس کی صفت ہے اس سے مراد دجال ہے۔ جسے عیسی قتل کرینگے۔آج تک یہی سنا تھا کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا کرتا ہے مگر اعوذ باللّٰہ

من الشّيطان الرّجيم سے مرزا صاحب نے کیسا ثابت کر دیا ہے کہ ان کا مصداق مغائر بھی ہوسکتا ہے۔

{ قادیانی: ص۸۲۔ و کم من حامل العظام

{ گولڑوی: منصوب ہوکر پھر مکسور پڑھا گیا ہے۔

{ قادیانی: ص۸۲۔ بکف المصطفی اضحی الزمام

{ گولڑوی: مرفوع کو مجرور کا قافیہ کیا گیا ہے۔

{ قادیانی: ص۸۳۔ الزم اللّٰه کافة اهل الملّة

{ گولڑوی: کافه کا لفظ عربی میں مضاف نہیں آتا۔

{ قادیانی: ص۸۷۔ ان الاسم مشتق من الوسم

{ گولڑوی: هذا خلاف ما صرح به الثقات۔

{ قادیانی: ص ۱۲۶۔ ثمّ انّ لفظ الحمد مصدر مبنیے علی المعلوم و المجهول و للفاعل وللمفعول من اللّٰه ذی الجلال

{ گولڑوی: من اللّٰه ذی الجلال بے ربط ہے۔

{ قادیانی: ص۱۲۷۔ فقد یزید عالم الضلال .. الخ

{ گولڑوی: اس جگہ سے جو مضمون چلا ہے اس کو آیت سے کوئی ربط نہیں۔

{ قادیانی: ص۱۲۷۔ طرق اللّٰه ذا لجلال

{ گولڑوی: ذا لجلال منصوب غلط ہے۔

{ قادیانی: ص۱۲۹۔ و لم یزل هذه الجنود و تلک الجنود یتحاربان

{ گولڑوی: تتحاربان مونث چاہیے۔

{ قادیانی: ص ۱۲۹۔ الا من اعطی له عینان

{ گولڑوی: خلافِ اولی ہے کیونکہ اعطی کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونیکا حقدار ہے

{ قادیانی: ص۱۲۹۔ و انعدم ما یری

{ گولڑوی: انعدم خلاف محاورہ ہے

{ قادیانی: ص۱۳۰ ومن اشرف العالمین واعجب المخلوقین و جود الانبیاء و المرسلین

{ گولڑوی: وجود کا لفظ نہیں چاہیے، لعدم صحّة الحمل۔

{ قادیانی: ص۱۳۴۔ و من العالمین زمان ارسل فیھم خاتم النبیّین

{ گولڑوی: یہاں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالم زمانہ کا نام ہے۔ پہلے یہ ثابت کیا کہ انسان حمد کرنے سے عالم ہو جاتا ہے۔ پھر آیت سے یہ مضمون ہرگز مستفاد نہیں ہوتا۔

{ قادیانی: ۱۳۵۔ قد استنبطت ھذہ النکتة من قوله الحمد للّٰه ربّ العالمین

{ گولڑوی: مرزا جی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں و لی الحمد فی الاولی و الآخرة دو احمدوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایک اولی احمد مصطفیٰ ﷺ اور آخری احمد بن غلام مرتضیٰ۔ شفاہ اللّٰه عن الما لیخولیا۔ سبحان اللہ عجیب استنباط ہے۔

{ قادیانی: ص ۱۳۶۔ الا علی النّفس الّتی سعی سعیھا

{ گولڑوی: سعی کی جگہ سعت مونث چاہیے۔

{ قادیانی: ص۱۳۹۔ الا تری انّ سلسلة خلفاء موسی انتھت الی نکتة مالک یوم الدّین

{ گولڑوی: کیسا استنباط ہے سبحان اللّٰه۔

{ قادیانی: ص۱۳۹ کما یفھم من لفظ الدّین فانّه جاء بمعنی الحکم و الرّفق

{ گولڑوی: اس جگہ بمعنی جزا کے ہے بدلیل و ما ادرک ما یوم الدّین (انفطار: ۱۷)

{ قادیانی: ص ۱۴۰۔ و ذلک وقت المسیح الموعود و ھو زمان ھذا المسکین و الیه اشار فی آیة یوم الدّین

{ گولڑوی: لعنة اللّٰه علی الکاذبین المحرّفین۔

{ قادیانی: ص۱۴۳۔ و سمّی زمان المسیح الموعود یوم الدّین

{ گولڑوی: ثانیاً لعنة اللّٰه علی الکاذبین المحرّفین۔

{ قادیانی: ص۱۵۹۔ الا قلیل الّذی ھو کالمعدوم

{ گولڑوی: فصیح بلیغ ملیح صاحب موصوف نکرہ ہے اور صفت معرفہ۔

{ قادیانی: ص۱۶۳۔ ان یجعل اللّٰه احمد کل من تصدی للعبادة

{ گولڑوی: جعل کا دوسرا مفعول بے وجہ مقدم کیا گیا ہے۔

{ قادیانی: ۔ص۱۶۳ و علی هذا کا ن من الوا جبات ان یّکو ن ا حمد فی آ خر هذه ا لا مّة

{ گولڑوی: نہ کوئی اشارت ہے نہ دلالت ۔

{ قادیانی: ص ۱۶۵۔ و ان لا توذی ا خیک

{ گولڑوی: ا خاکــ چاہیے۔

{ قادیانی: ۔ص۱۶۶ و اشارة الی انّ اللّه اعدّ لهم کلما اعطی الانبیاء السّا بقین

{ گولڑوی ۔محض غلط ہے ۔

{ قادیانی: ص ۱۷۰۔ و انّهم ثمرات الجنّة فو یل للذی ترکهم

{ گولڑوی: ۔ ترکھا چاہیے۔

{ قادیانی: ۔ص۱۷۰ ۔ اتظن ان یکون الغیر

{ گولڑوی: فصیح صاحب! کلمہ غیر معرف باللام نہیں ہوتا ۔

{ قادیانی: ص ۱۷۱۔ان یّبعث فی هذة الامّة

{ گولڑوی: بعد التسلیم مفید مطلوب نہیں ہے ۔

{ قادیانی: ص۱۷۲۔ و انه لن یا تی ا حد من السّماء

{ گولڑوی: کہاں سے معلوم ہوا۔

{ قادیانی: ص ۱۸۹۔ و ذکر الضّا لین فی مقام کان واجباً فیه ذکر الدّ جّال و ان کا ن ا لا مر کما هو ز عم الجها ل لقا ل اللّه فی هذه المقا م غیر المغضو ب علیهم و لا الدّ جّا ل

{ گولڑوی : دجال کا ذکر ضالین کے ضمن میں بسبب عموم مفہوم اس کے ہو چکا ہے ۔اور ذکر شخصی اگر ضروری سمجھا جاوے تو پہلے آپ کا چاہیے تھا کیونکہ دجال مفسر ومحدث بن کر دھوکا نہ دے گا بہ خلاف آپ کے کہ حامیان اسلام کے لباس میں منبر پر کھڑے ہو کر تحریف کر رہے ہیں ۔ لہذا آپ کا ذکر نہایت ہی ضروری تھا۔

(سیف چشتیائی ۔ص ۵۵۔۶۶ مختصراً)

سرکار بنام قادیانی و بٹالوی

شیخ یعقوب علی تراب قادیانی اڈیٹر الحکم نے لکھا ہے:

اکثر احباب ہم سے دریافت کرتے ہیں کہ اخبارات میں جو خبر گشت کر رہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور محمد حسین بٹالوی کے نام حفظ امن ضمانت کے لئے نوٹس جاری ہوئے ہیں اس کی اصل حقیقت کیا ہے۔ ہم اپنے ناظرین کو اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ یہ ایک معمولی سا امر ہے۔ محمد حسین بٹالوی نے کچھ عرصہ ہوا مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے شائع ہونے پر شیخیت نمائی کے طور پر ایک چھری رکھ لی تھی اور اکثر لوگوں کو دکھاتا پھرتا تھا۔ اس پر ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ نے اس چھری کو دیکھ کر رپورٹ کر دی کہ نقص امن کا اندیشہ ہے مرزا صاحب اور محمد حسین سے ضمانت لی جائے۔ اس پر صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع نے ۱۴ دسمبر کو نوٹس جاری کئے۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء کو پہلی تاریخ پیشی تھی بدون کسی کاروائی کے مقدمہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء پر ملتوی ہوا۔ محمد حسین نے جو وکیل کہا جاتا ہے مسلمانوں سے چندہ لے کر کیا تھا اس نے اپنی کسی مصروفیت کی وجہ سے ۵ جنوری ۱۸۹۹ء کی تاریخ تبدیل کرالی اور اب مقدمہ کل ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے اجلاس میں پیش ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے۔

یہ مقدمہ ایک بڑی دل چسپی سے دیکھا جا رہا ہے اور پبلک میں مختلف قسم کی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ ہم نہ تو ضرورت سمجھتے ہیں اور نہ مناسب کہ اس کی نوعیت پر کسی قسم کی رائے دیں مقدمہ ایک دور اندیش حاکم مجاز کے سامنے ہے بعد کل کاروائی کہ ہمارا حق ہوگا کہ ہم اس پر رائے زنی کریں۔ ہاں اتنا کہہ دینا شاید بے محل نہ ہوگا کہ مرزا صاحب کے اشتہارات مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء اور رسالجات کشف الغطاء وغیرہ کا مطالعہ ہمارے بیدار ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو اصل معاملہ کی تہ تک پہنچنے کے لئے بہت مدد دیں گے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۲)

{ شیخ یعقوب علی تراب قادیانی لکھتے ہیں:

جو مقدمہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے اجلاس میں زیر دفعہ ۱۰۷ دائر ہے اور جس میں مرزا صاحب اور محمد حسین بٹالوی بطور فریق ثانی ہیں عام طور پر دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے۔ ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو مقدمہ مذکورۃ الصدر گورداسپور میں با جلاس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پیش ہوا۔ مرزا صاحب کی

طرف سے مسٹر براؤن اور مولوی فضل الدین لاہور اور خواجہ کمال الدین پلیڈر پشاور سے اور مولوی شیخ علی احمد لوکل پلیڈر بطور پیروکار پیش ہوئے ۔ محمد حسین بٹالوی کی طرف سے بھی دو وکیل پیش ہوئے جن میں ایک صاحب بہادر لاہور سے آئے تھے اور دوسرے صاحب گورداسپور ہی کے وکیل تھے۔

۱۱ جنوری کو مرزا صاحب، محمد حسین ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ، انسپکٹر پولیس گورداسپور کے بیانات ہوئے اور مقدمہ ۲۷ جنوری ۱۸۹۹ء پر ملتوی ہوا جو بمقام دھاریوال پیش ہوگا۔

جیسا ہم نے پہلے بھی لکھا تھا کہ ہم مقدمہ کی نوعیت پر کسی قسم کی رائے ابھی دینا قبل از وقت سمجھتے ہیں لیکن ہم نے اس سے پیشتر ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ کے وقت بھی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کو اصلیت تک پہنچنے کے لئے یہ بات کہی تھی کہ وہ اس معاملہ پر کامل توجہ فرمائیں کہ مرزا صاحب اور عام مولویوں کے درمیان بنائے مخاصمت کیا ہے؟

بہر حال ہم کو امید ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اس معاملہ پر پوری توجہ فرماویں گے ہم کو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ صاحب موصوف نہایت متانت اور غور سے کام کرتے ہیں۔

(اخبار الحکم قادیان۔ ۱۷ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۶)

} شیخ یعقوب علی تراب بتاتے ہیں:

خیمہ میں جو عدالت کا کمرہ بنایا گیا تھا مجسٹریٹ ان کا منشی اور کورٹ انسپکٹر اور ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ موجود تھے۔ مرزا صاحب کی طرف سے حسب معمول مولوی فضل الدین پلیڈر لاہور، مسٹر براؤن پلیڈر لاہور خواجہ کمال الدین پلیڈر پشاور پیش ہوئے۔ محمد حسین بٹالوی آج ایک نئے قانونی مشیر لے کر آئے تھے۔ پیش ہوتے ہی مسٹر ہربرٹ پیروکار محمد حسین نے عذر پیش کیا کہ جدید ضابطہ کی رو سے ایک ہی وقت پر محمد حسین اور مرزا صاحب کا مقدمہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اس قانونی وجہ سے ڈپٹی کمشنر نے آئندہ سماعت ۱۴ فروری ۱۸۹۹ء مقرر کی اور سب سے پہلے مرزا صاحب کا مقدمہ سننے کا حکم دیا اور پھر از سر نو نوٹس بھیجنے کا ارشاد فرمایا گویا سابقہ کل کاروائی کالعدم ہی سمجھی گئی۔ اب ۱۴ تاریخ سے اصلی معنوں میں مقدمہ شروع ہوگا۔ (اخبار الحکم قادیان۔ ۳۱ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۸)

} شیخ صاحب بتاتے ہیں: مقدمہ کی تاریخ ۱۴ فروری ۱۸۹۹ء مقرر ہوئی ہے اور اس مرتبہ یہ مقدمہ بمقام پٹھانکوٹ پیش ہوگا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ فروری ۱۸۹۹ء ص ۷)

} شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو علی الصبح مقدمہ کی پیروی کیلئے مرزا غلام احمد معہ احباب قادیان

سے بٹالہ کو روانہ ہوئے جہاں سے بسواری ریل پٹھان کوٹ کو تشریف لے جائیں گے۔

(اخبار الحکم قادیان ۳ مارچ ۱۸۹۹ء ص ۱۰)

} شیخ صاحب نے مقدمہ فوجداری سرکار بنام مرزا غلام احمد قادیانی و مولوی ابوسعید بٹالوی مسل بایں الفاظ نقل کی ہے:

باجلاس مسٹر جی ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مرجوعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ فیصلہ زیر تجویز نمبر بستہ قادیان۔... جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

رپورٹ خاص تھانہ بٹالہ:

جناب عالی! مرزا غلام احمد ساکن قادیان و مولوی محمد حسین ساکن بٹالہ کے باہم ایک عرصہ سے تکرار مذہبی چلا آتا ہے۔ دونوں اپنی اپنی تائید اور مخالف کی تکذیب میں تحریرات دیگر چھاپہ و قلمی جاری کرتے رہتے ہیں اور جوش مذہبی کے بہانہ سے ایسے اشتعال بخش الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے ان کے دیکھنے والا ان کی جماعت کے مریدان و معتقد آمادہ بفساد ہو سکتے ہیں ہر دو کے حالات سابق وقتاً فوقتاً بذریعہ رپورٹ ہائے خاص گذارش بحضور ہوتی رہی ہیں۔ دونوں نے یہ طریقہ محض اپنی ناموری اور فائدہ ذاتی کے واسطے اختیار کیا ہوا ہے کہ ان کی عزت اور فریق مخالف کی ذلت ان کی جماعت میں پیدا ہو اور ان کے واسطے علاوہ شہرت کے دنیاوی فائدہ پہنچے جیسے کہ اب تک بذریعہ منی آرڈر وغیرہ رقومات کثیر پہنچ رہی ہیں۔ حال میں غلام احمد قادیانی نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے درخواست کی کہ وہ فیصلہ بحث مذہبی کا بذریعہ مباہلہ کرے (یہ اسلام میں ایک طریقہ دعا کا واسطے فیصلہ منجانب اللہ کے ہے اور فریق کاذب پر اس فیصلہ کی رو سے عذاب نازل ہوتا ہے)

مولوی محمد حسین نے مباہلہ تو منظور کیا، مگر میعاد نازل ہونے عذاب کی، بجائے ایک سال مقررہ مرزا غلام احمد کے تین روز کے اندر اندر مقرر کی۔ اور مرزا غلام احمد کی طرف سے بصورت فتح یابی مولوی محمد حسین کو ۸۲۵ روپیہ انعام دیا جانا مقرر کیا گیا۔ بجواب اس کے ایک شخص سید ابو الحسن تبّتی وارد کوہ شملہ سنجولی نے ایک اشتہار تاریخ ۳۱۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو دیا کہ بصورت فتح یابی مولوی محمد حسین بٹالہ کے تحریر کیا کہ مرزا غلام احمد کا منہ کالا کیا جاوے، اس کو ذلیل کیا جاوے، اس کی روسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر

کے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جائے، اور بجائے دینے (محمد حسین کو) ۸۲۵ روپیہ انعام کے صرف ۸۲۵ جوتے ان (مرزا) کے سر پر لگائے جائیں وغیرہ وغیرہ۔

اس اشتہار پر ملا محمد بخش لاہوری نے اپنی طرف سے کچھ نوٹ ایزاد کئے جو درج اشتہار منسلکہ ہیں اور اس پر نشان سرخی سے دیا گیا ہے۔ اس اشتہار اور نوٹوں کی بابت مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت خیال کرتے ہیں کہ مولوی محمد حسین سکنہ بٹالہ نے بنام نہاد دوسرے شخص کی طرف سے یہ اشتہار دلایا ہے۔

اور اب مرزا غلام احمد نے ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو ایک اشتہار جس کا عنوان یہ ہے، ہم خدا پر فیصلہ چھوڑتے ہیں، برخلاف مولوی محمد حسین و ملا محمد بخش لاہوری و سید ابوالحسن تبّتی کے جاری کیا جس کا اخیر یہ ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ ۱۳ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک یہ تینوں اشخاص ذلیل اور رسوا ہوں گے۔ اور اس میں جو اس نے دعا کی، اور جو اس کا جواب بذریعہ الہام کے معلوم ہوا اردو عربی میں تحریر کئے ہیں۔

اس اشتہار کے جاری ہونے پر مولوی محمد حسین ساکن بٹالہ کو سخت اشتعال اور خوف پیدا ہو گیا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ اشتہار اپنی سابقہ عادت کے بموجب اس کی نقصان رسانی کا انتظام میعاد مقررہ کے اندر کر کے جاری کیا ہے اور اس غرض سے مولوی محمد حسین مذکور نے ایک چھری تیز دھار ساخت بھیرہ ضلع شاہ پور خریدی ہے اور ہر وقت اپنے پاس بغرض حفاظت رکھتا ہے اور عام طور پر چھری مذکور لوگوں کو دکھلاتا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد نے لیکھ رام کی طرح میری ہلاکت کا انتظام کر کے اشتہار جاری کیا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اس پیشگوئی کی صداقت کے واسطے وہ مجھے قتل کرائے گا۔ اس لئے واسطے اپنی حفاظت اور مقابلہ دشمن کے چھری ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ دونوں فریق میرے علاقہ میں آباد ہیں اور انکے مریدوں ومعتقدوں کی ایک بڑی بھاری جماعت ہے جس میں ہر طرح کے لوگ تیز مزاج وغیرہ شامل ہیں۔

اب صورت اس معاملہ کی بدانست کمترین یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ زیادہ تحمل مقتضی نہیں ہے۔ ضرور سخت اندیشہ نقض امن کا فریقین کی طرف سے ہے۔ اور اشتہارات علاوہ دل

شکن و رنجدہ اشتعال آمیز کلمات فریقین کی طرف سے روز مرہ سے اور دیکھے جاتے ہیں، اوران کا چرچا عوام میں ہوکر ایک دوسرے فریق کی جماعت کی دل شکنی و اشتعال طبع کا باعث ہوتے ہیں۔ حضور کو یاد ہوگا کہ جب مرزا غلام احمد مقدمہ حفظ امن پادری ہنری کلارک امرتسر سے بری ہوا تھا تو ڈگلس ڈپٹی کمشنر نے زبانی اس کو فہمائش فرمائی تھی کہ برائے آئندہ ایسے اشتہار یا پیشین گوئی جس سے نقض امن کا اندیشہ ہو، نہ دیا کرے ۔ کچھ عرصہ تک مرزا غلام احمد نے اس پر عمل کیا اور خاموشی رکھی، اب پھر اسی طرح اشتہار بازی شروع کر دی ہے جو موجب نقض امن ہے۔ لہذا رپورٹ اطلاعاً ارسال بحضور ہے اشتہارات و اخبارات لف ہیں جہاں اس کا ذکر درج ہے اس پر نشان سرخی سے دیا گیا ہے ۔ اگر پسند رائے حضور ہو تو معرفت انسپکٹر صاحب اس امر حقیہ کی دریافت فرما کر فریقین کی ضمانت و مچلکہ حفظ امن کا انتظام فرمایا جاوے۔

تحریر یکم دسمبر ۱۸۹۸ء ۔ محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ

} رپورٹ پولیس گورداسپور:

اصل درخواست ہذا اخبارات و اشتہارات سے علیحدہ ہو کر بخدمت ڈپٹی کمشنر بھیجی جاوے اور گذارش کیا جاوے کہ سال گذشتہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے برخلاف مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری دائر کیا گیا تھا مگر کسی وجہ سے وہ رہا ہوا اور ڈگلس ڈپٹی کمشنر نے جن کی عدالت میں یہ مقدمہ سماعت ہوا تھا حکم دیا تھا کہ آئندہ کیلئے مرزا غلام احمد ایسی پیشگوئی نہ کرے ۔ مگر اب پھر اس نے اس حکم کے برخلاف کرنا شروع کیا ہے جس سے اندیشہ نقض امن کا ہے ۔ ہماری دانست میں مرزا غلام احمد قادیانی نے کپتان ڈگلس کے حکم اور وعدہ کے خلاف کیا ہے اور ضرور نقض امن کو روکنے کے لئے فریقین کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ فریقین کی حفظ امن میں ضمانت لینی چاہیے۔ کاغذات ہذا بصیغہ خفیہ مرسل ہوویں ۔ تحریر ۳ دسمبر ۱۸۹۸ء دستخط بحروف انگریزی

} درخواست دربارہ حصول لائسنس مولوی ابوسعید محمد حسین
مشمولہ مسل اجلاسی مسٹر ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور

سرکار دولت مدار بنام مرزا غلام احمد قادیانی و مولوی ابوسعید محمد حسین ساکن بٹالہ ۔

جرم زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری ۔

جناب عالی: مرزا غلام احمد ساکن موضع قادیان نے برخلاف مظہر سائل بدیں مضمون اشتہار دیا ہے کہ مولوی ابوسعید محمد حسین کو ۱۳ ماہ کے اندر ذلت کی مار اور رسوائی ہوگی جس سے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ اپنی پیشینگوئی کو سچا کرنے کیلئے میری جان کو نقصان پہنچانے کی کوئی ناجائز تدبیر اختیار کریگا۔ لہذا درخواست ہے کہ مظہر سائل کو ایک پستول اور ایک بندوق کا حفاظت جان کیلئے کل احاطہ پنجاب کے واسطے لائسنس دیا جاوے کیونکہ مظہر کل پنجاب میں واسطے وعظ وغیرہ ضرورتوں کے دورہ کیا کرتا ہے۔ سوائے اوزار کے اندیشہ ہے کہ اس کی جماعت میں سے کوئی دشمن نقصان پہنچاوے۔

مولوی ابوسعید محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور۔ ۵ دسمبر ۱۸۹۸ء

} از پیش گاہ ڈپٹی کمشنر بہادر پیش ہوکر حکم ہوا کہ مرزا غلام احمد و مولوی محمد حسین برائے ۱۵ ماہ حال صدر میں طلب ہوویں۔ اہلمد کاغذات کو بطور خفیہ احتیاط سے رکھے۔ ۱۰۔ دسمبر ۱۸۹۸ء

}نقل حکم عبوری مع رپورٹ اہل مد اجلاسی مسٹر ٹی ایف ڈیکسن ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور آج پیش ہوکر حکم ہوا کہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء کو مقدمہ ہذا پیش ہووے۔ فریقین کو فہمائش کی گئی۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء دستخط حاکم

جناب عالی! کاغذات برائے ۵ جنوری ۱۸۹۹ء پیش کرتا ہوں۔ دستخط اہلمد۔ ۲۵ دسمبر ۱۸۹۸ء

}حکیم عبوری واقعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء۔

اجلاسی مسٹر جی ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

فریقین مرزا غلام احمد اور ابوسعید محمد حسین بتعمیل نوٹس حاضر ہوئے کہ جو ہمارے جانشین نے بنام پولیس اس غرض سے جاری کیا تھا کہ ان کو ۱۵ دسمبر کیلئے پیش کیا جائے مقدمہ ۵ جنوری تک ملتوی کیا گیا منجملہ فریقین کے ایک فریق کے وکیل مسٹر اورٹل نے بذریعہ تار ہم سے درخواست کی کہ مقدمہ ۱۲ تاریخ تک ملتوی کیا جائے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ دوسرے فریق کا وکیل بھی رضامند ہے ہم نے مقدمہ کا التواء ۱۱ جنوری تک کیا ہے کیونکہ ۱۲ کو ہم دورہ میں جائیں گے۔ ایک نقل مندرجہ حکم کی زیر دفعہ ۱۱۲ مجموعہ ضابطہ فوجداری فریقین پر تعمیل کیا جائے کہ مرزا غلام احمد سکنہ قادیان اور ابوسعید محمد حسین کچھ

عرصہ سے آپس میں سخت مذہبی مباحثہ کر رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ خدا تعالی سے مباہلہ کی درخواست کی جائے کہ اس شخص پر ذلت پڑے کہ جو غلطی پر ہو۔ ہر دو فریق کی تحریرات اس حد سے باہر چلی گئی ہیں کہ جس کو مباحثہ واجب کہا جاوے۔

ابوسعید محمد حسین کے فریق کے ایک ممبر سید ابوالحسن تبّتی نے ایک اشتہار در بارہ مرزا غلام احمد سکنہ قادیان کے جاری کیا گیا ہے کہ جو نہایت فحش ہے۔

اور ایک اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں مرزا نے خدا کے پاس صرف یہی درخواست نہیں کی کہ اس شخص کو جو غلطی پر ہو ذلیل کیا جاوے بلکہ اس کے مخالفان پر بھی، جو افواہیں لاہور میں قتل پنڈت لیکھ رام کی نسبت مشہور ہوئی ہیں عام طور پر روشن ہیں خواہ وہ راست ہوں یا دروغ ،لیکن ان سے مرزا غلام احمد سکنہ قادیان کو رہنمائی ہونی چاہیے تھی کہ وہ اس قسم کے مباحثے سے پرہیز کرے جس میں موت کی (یا جیسا کہ مقدمہ حال میں) ذلت کی پیشگوئی اس کے مخالفوں کی نسبت شامل ہو۔

ہماری رائے میں یہ مناسب ہے کہ نقض امن کے روکنے کیلئے ہر دو اشخاص مندرجہ صدر سے ان کے اپنے مچلکے ایک ایک ہزار روپئے کے برائے ایک سال واسطے رکھنے حفظ امن کیلئے جاویں۔

لہذا حکم ہوا کہ نامبردگان ۱۱ جنوری کو حاضر آویں اور وجہ ظاہر کریں کہ کیوں ایسا حکم صادر نہ کیا جاوے۔

نقل اس حکم کی نوٹس کے ہمراہ برائے تعمیل بھیجی جاوے۔تحریر ۵ جنوری ۱۸۹۹ء دستخط حاکم

} حکم عبوری بمقدمہ فوجداری باجلاسی مسٹر جی ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور واقعہ ۲۲ جنوری ۱۸۹۹ بمقام گورداسپور

مولوی ابوسعید محمد حسین ساکن بٹالہ و مرزا غلام احمد ساکن قادیان ملزم حاضر ہیں ۔مسٹر ڈبلیو براؤن، شیخ فضل الدین، شیخ علی احمد و خواجہ کمال الدین وکلاء من جانب مرزا غلام احمد حاضر ہیں ۔مسٹر اورٹل بیرسٹر و شیخ نبی بخش وکیل من جانب ابوسعید محمد حسین حاضر ہیں ۔مسٹر براؤن تسلیم کرتے ہیں کہ مندرجہ ذیل دستاویزات ان کے موکل نے جاری کیں ۔

الف ۔اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء ۔

ب ۔ اشتہار ۳ جنوری ۱۸۹۹ء ۔

ج ۔ اشتہار مورخہ ۶ جنوری ۱۸۹۹ء ۔

د ۔ رسالہ کشف الغطاء ۔

ھ ۔ اشتہار مورخہ ۷ جنوری ۱۸۹۹ء

} بیان مولوی محمد حسین ابو سعید ساکن بٹالہ ۔

ایک فتوی تکفیر کا نسبت مرزا غلام احمد .. میرے اخبار میں چھپا کہ مرزا غلام احمد کافر ہے اس فتوی کے لکھنے والے مولوی نذیر حسین تھے اور اس فتوی پر اور مولویوں کی مہریں ہیں میری مہر نہیں ہے ۔ میں سائل تھا جواب انہوں نے دیا ۔ تب سے ہمارا مذہبی بحث اس کے ساتھ ہوتا رہا ۔ میں محمد بخش جعفر زٹلی ساکن لاہور کو جانتا ہوں اس کے ساتھ میری سابقہ کوئی خاص دوستی نہیں لیکن خط و کتابت دنیوی کام میں کبھی کبھی میری اس کے ساتھ ہوتی ہے ۔ میں لاہور میں جاتا رہتا ہوں کبھی کسی دوست کے گھر کبھی کسی دوست کے گھر رہتا ہوں، اس کے گھر میں کبھی نہیں رہا ۔ میرا پیپر اشاعۃ السنۃ وہاں چھپتا ہے فقرے جو آپ نے مجھ کو پڑھ کر سنائے ہیں یہ میرے اخبار کا خلاصہ ہے جو نمبر ۵ جلد ۱۸ اشاعۃ السنہ میں ہے ۔

اور جو اشتہار محمد بخش نے لاہور سے جاری کیا اس کے متعلق ہے ۔ اصل اشتہار میرے رسالے میں نہیں چھاپا نہ مجھ سے کوئی مشورہ لیا گیا اور نہ مجھ سے پوچھا گیا ۔

پرچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۸ میں سے جو فقرات متعلق تیسری حرکت پڑھ کر سنائے گئے ہیں وہ میرے رسالے میں درج ہیں ۔ پرچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸ میں سے فقرات مجھ کو پڑھ کر سنائے گئے یہ بھی میرے اخبار میں سے ہے ۔ پرچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱۶ میں سے چند سطور مجھ کو سنائیں یہ میں نے اپنے اخبار میں چھپوائیں ۔ پرچہ نمبر ۷ جلد ۱۸ اشاعۃ السنہ میں سے جو سطریں مجھ کو سنائی گئی ہیں میرے رسالے میں چھپی ہیں ۔ میرے رسالے میں وہ دجال اور کافر بہت دفعہ لکھا گیا ہے جیسے وہ مجھے کہتا ہے ۔ میں نے مولوی ابوالحسن تبّتی کو دیکھا ہے، وہ کبھی شملہ میں رہتا ہے اور کبھی لاہور کبھی دہلی ۔ آخیر مرتبہ میں شملہ میں اکتوبر میں گیا تھا یا قریب اس کے، اور ۱۴ دن وہاں رہا ۔ اس وقت میں نے اس مولوی کو دیکھا تھا ۔ اشتہار مورخہ ۳۱ ۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کی نسبت میرا کوئی

مشورہ اس کے ساتھ نہیں ہوا کہ جس میں لکھا ہے کہ منہ کالا کیا جاوے اور گدھے پر پھرایا جاوے وغیرہ۔ میں جانتا ہوں کہ اس اشتہار کی نسبت کوئی ذکر اشاعۃ السنہ میں نہیں ہوا میرے پاس اس اشتہار کی نقل ڈاک میں آئی تھی اور دستی بھی ملی۔ جب پہلے ڈاک میں میرے پاس نقل بھیجی میں نے کوئی جواب سید ابو الحسن تبتّی کو نہیں لکھا۔ اس اشتہار کی نسبت میں نے اخیر مرتبہ ۲۴۔ اکتوبر کو شملہ میں اس کو دیکھا تھا اس وقت تک اس نے مجھ سے کوئی ذکر اس اشتہار کی نسبت نہیں کیا کہ میں کوئی ایسا اشتہار چھاپوں گا۔

۱۸۹۷ء سے ایک چھری اپنی حفاظت کے واسطے اپنے پاس رکھتا ہوں۔ مجھ کو یہ خوف ہے کہ مرزا غلام احمد اشتعال دیگا میری نسبت اسی طرح سے جس طرح کہ دیگر لوگوں کی نسبت اس نے پیش گوئیاں کیں۔ میں نے اس خوف سے ایک بندوق اور ایک پستول کیلئے لائسنس کی درخواست ۵ دسمبر ۱۸۹۸ء کو دی تھی جو شامل مسل ہے۔ اور میں نے وہ درخواست دیکھی ہے۔

عبداللہ آتھم اور پنڈت لیکھ رام کی نسبت جو واقعہ ہوا اس کی وجہ سے مجھ کو خوف ہے اور بہ نسبت اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے بھی مجھ کو خوف ہے۔

دستخط ابو سعید محمد حسین۔ دستخط حاکم۔

بیان ہمارے مواجہہ میں تحریر ہو کر سنایا گیا۔ سن کر راست تسلیم کیا۔ دستخط حاکم

{ بیان مرزا غلام احمد ساکن قادیان۔

عبدالکریم سیالکوٹی میرا مرید ہے ... جنگ مقدس چھاپا اس میں جو چند فقرات مجھ کو پڑھ کر سنائے گئے ہیں وہ اس میری پیشین گوئی کی نقل ہے جو عبداللہ آتھم کی نسبت تھی اس کا سبب یہ تھا کہ آتھم نے مجھ سے تحریری درخواست کی تھی ان کی رضا مندی اور تحریری درخواست میں نے یہ پیشینگوئی کی تھی کیونکہ انہوں نے اصرار کیا تھا۔ آتھم کی درخواست جو میرے نام تھی وہ بمقدمہ ڈاکٹر کلارک شامل ہے دیکھی جاوے۔ جو پیشگوئی مجھے سنائی گئی وہ پنڈت لیکھرام کی نسبت تھی اور میں نے پنڈت لیکھرام کی رضامندی سے اور اس کی تحریری درخواست پر کی تھی۔ اس خاص پیش گوئی کی خاطر وہ پشاور سے ...اور بہت بدزبانی کرتا رہا اور تمام ...اور پنڈت لیکھ رام پانچ برس کے اوپر ہوا کہ مر گیا.. میرے گھر کی تلاشی ہوئی اور پنڈت لیکھ رام کے مرنے کے بعد میں نے

ایک اشتہار جاری کیا جو مجھ کو اب پڑھ کر سنایا گیا، جب مقدمہ ڈاکٹر کلارک کا ہوا اس میں کپتان ڈگلس نے مجھے یہ ہدایت دی تھی اور میں نے ایک نوٹس پر دستخط کئے تھے پنڈت لیکھ رام نے ایک اشتہار اپنی طرف سے میری نسبت دیا تھا کہ تم تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے مرجاؤ گے اور اس پیش گوئی کو اس نے پہلے آپ شائع کیا تھا (مرزا صاحب کہتے کہ آتھم مرتو گیا، کیا ہوا جو پیشین گوئی کی مدت کے بعد مرا۔ بتاؤ اب وہ کہاں ہے۔

مرزا صاحب بقول خود اور بروایت اپنے سسر کے وبائی ہیضہ سے مرگئے، کیا ہوا جو وہ تین سال کی معیاد کے بعد مرے، بتاؤ وہ اب کہاں ہیں۔ بہاء) دستخط مرزا غلام احمد بقلم خود

الحکم قادیان میں جاری ہوتا ہے جو اس کا اڈیٹر ہے وہ میرے مریدوں میں سے ہے اس میں سے جو فقرہ حرف... مجھ کو پڑھ کر سنایا گیا ہے وہ میرے مشورہ سے جاری نہیں ہوا مجھ کو فرصت نہیں کہ میں ایسے معاملات دیکھ سکوں میرے حالات کیلئے میری تعلیمیں دیکھی جائیں جو میری کتابوں میں ہیں۔ دستخط مرزا غلام احمد بقلم خود

بیان ہمارے مواجہہ سماعت میں تحریر ہو کر سنایا گیا سن کر درست تسلیم کیا گیا۔ دستخط حاکم

} بیان محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ نمبر۵۶۴ گواہ استغاثہ باقرار صالحہ

میں بٹالہ میں ۱۸۹۳ء سے ڈپٹی انسپکٹر ہوں یہ بحث مذہبی ان پانچ سالوں میں برابر جاری رہا ہے۔ مولوی محمد حسین نے مجھ کو چھری دکھلائی تھی یہ کہا تھا کہ آپ نے سنا ہے کہ مرزا غلام احمد نے جو تیرہ مہینے کی میعاد کا اشتہار جاری کیا ہے میں اس کو اپنی حفاظت کے واسطے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ بوجہ اس خوف کے کیا اس کے واسطے کچھ لائسنس کی ضرورت ہوگی؟ میں نے اس کو کہا کہ میرے خیال میں یہ معمولی چھری ہے اور اس کے واسطے لائسنس کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس وقت مولوی محمد حسین نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ میں پستول اور بندوق کے لئے درخواست لائسنس کی کرونگا۔

الحکم قادیان میں چھپتا ہے اور شیخ یعقوب علی اس کا اڈیٹر ہے۔ مرزا غلام احمد کے اہتمام میں چھپتا ہے۔ میرے خیال میں جو کچھ اس میں چھپتا ہے وہ مرزا کے مشورہ اور ملاحظہ سے اور ان کی نگرانی میں چھاپا جاتا ہے۔ یعقوب علی اس کے مکان میں رہتا ہے اسی سے کھانا کھاتا ہے۔

ان دونوں فریقوں کا جوش بڑا اشتعال انگیز ہے اور دشمنی سالہا سال سے چلی آتی ہے

جب پنڈت لیکھ رام مارا گیا اس وقت بٹالہ میں مذہبی جوش بہت تھا۔ مولوی محمد حسین جو اندیشہ بتا تا تھا میرے خیال میں وہ واقعی اندیشہ ہے۔ مجھ کو اس واسطے خیال ہے کہ عام افواہ ہے کہ جو پیشین گوئیاں کی گئی ہیں ان کے پورا کرنے کے لئے کوششیں کی گئی ہیں میرے نزدیک واقعی اندیشہ ہے

(جرح مسٹر اورٹل پر کہا) محمد حسین کی نسبت میرے پاس کوئی رپورٹ نہیں ہوئی کہ اس سے اندیشہ ہے وہ کبھی کسی مقدمہ یا لڑائی میں شامل نہیں ہوا۔ یہ دونوں اپنی اپنی جگہ پیشوا اسلام سمجھتے ہیں۔

(جرح مولوی فضل دین وکیل پر کہا) مرزا غلام احمد کی نسبت کسی آدمی کی طرف کوئی خاص رپورٹ تھانہ میں نہیں ہوئی کہ اس کی طرف سے خطرہ ہے۔

چند سالوں سے مرزا صاحب ہمیشہ قادیان میں رہتے ہیں۔ مرزا صاحب کا اپنا چھاپہ خانہ قادیان میں ہے، سوائے اس الحکم کے چھاپے خانے کے۔ میرے سامنے مرزا صاحب نے کبھی مشورہ یا صلاح کسی امر کے چھاپے جانے کی نسبت یعقوب علی کو نہیں دی۔ میری آمدورفت قادیان میں اکثر زیادہ رہتی ہے ہفتے یا دوسرے ہفتہ جایا کرتا ہوں جو اخبار یا رسالہ کبھی دیکھنے کے منگاتا تھا تو مجھ کو یہ خبر ملتی تھی کہ مرزا صاحب کے حکم سے اڈیٹر دیتا ہے۔ میں نے الحکم میں اڈیٹر کا یہ اعلان نہیں دیکھا کہ مرزا صاحب کا اس رسالہ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

ایک شکایت نسبت ایک کانسٹیبل حاکم علی کے الحکم میں چھپی تھی اس نے رپورٹ دی تھی کہ مرزا غلام احمد اور نظام الدین کے درمیان بابت تنازعہ ایک دیوار کے سخت اندیشہ فساد کا ہے۔

مولوی محمد حسین نے بعد اشتہار تیرہ ماہ کے مجھ کو چھری دکھلائی تھی مجھ کو مقامی حالات کی وجہ سے یہ خیال ہے جب کبھی مرزا صاحب پیشین گوئی کرتے ہیں تو اس کی صداقت کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بقلم خود

بیان گواہ ہمارے مواجہہ اور سماعت میں تحریر ہو کر سنایا گیا سنکر درست تسلیم کیا دستخط حاکم

} بیان سید بشیر حسین انسپکٹر پولیس باقرار صالح

میں ضلع ہذا میں انسپکٹر پولیس ہوں۔ میں لاہور شہر میں انسپکٹر پولیس تھا قبل اس کے

کہ ضلع ہذا میں آیا۔ پنڈت لیکھ رام کے قتل کے وقت وہاں تھا۔ یہ عام قوی شبہ تھا کہ مرزا غلام احمد کا تعلق اس قتل میں تھا۔ جو فقرات اس وقت پڑھ کر ہر دو فریق کو سنائے گئے ہیں انکے شائع ہونے کی وجہ سے کوئی شبہ نہیں ہے کہ نقض امن کا اندیشہ ہے۔ نہ مرزا اور نہ مولوی محمد حسین خود کوئی ایسا فعل کرینگے مگر وہ اپنے مریدوں کو اشتعال دینگے۔

(جرح مسٹر اورٹل بیرسٹر پر کہا) محمد حسین کی نسبت کبھی شبہ نہیں ہوا ہ اس نے یا اس کے پیروی کنندوں نے اشتعال قتل دیا ہے۔ مجھ کو اس ضلع میں آئے ہوئے تین ماہ ہوئے ہیں مجھ کو محمد حسین کی نسبت سب حال معلوم نہیں ہے مگر اس قدر معلوم ہے کہ اس کے دوست اور مرید ہیں جو جو کچھ وہ کہے کریں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس کے مرید ہیں، مرزا کے بھی مرید ہیں۔

(جرح مسٹر براؤن پر کہا) لاہور میں یہ افواہ تھی کہ پیش گوئی پورا کرنے کیلئے مرزا نے ایسا قتل کیا ہے۔ مجھ کو کسی خاص کتاب کی بابت معلوم نہیں لیکن اس قدر معلوم ہے کہ پنڈت لیکھ رام اپنے مخالفوں کی نسبت کتابیں شائع کرتا تھا۔ میں ذاتی طور پر محمد بخش جعفر زٹلی کا واقف نہیں ہوں لیکن اتنا سنا ہے کہ وہ (ناخواندہ؟) ہے مولوی محمد حسین کا دوست ہے لیکھ رام کے متعلق شمس الدین اور تاج الدین کے گھروں کی تلاشیاں ہوئیں اور نیز ایک انجمن کے مکان کی بھی تلاشی ہوئی تھی وہ انجمن مرزا کے مخالف تھی۔

دستخط انسپکٹر پولیس۔ دستخط حاکم

بیان گواہ ہمارے مواجہہ اور سماعت میں تحریر ہو کر سنایا گیا سنکر درست تسلیم کیا دستخط حاکم

} حکم عبوری مورخہ ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء بمقدمہ فوجداری با جلاسی مسٹر جی ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

وکلائے ہر دو فریق چاہتے ہیں کہ مقدمہ کا التواء کیا جائے اس لئے ۲۷ جنوری ۱۸۹۹ء کو بمقام دھاریوال اب یہ مقدمہ پیش ہووے۔ وکلاء کو آج کی کاروائی کی نقل دی جاوے اور نیز فقرہ ہائے کی نقل بھی دی جاوے کہ جو عدالت میں پڑھی گئیں اور اگر ممکن ہووے تو وکلاء اس کا ترجمہ داخل کریں چنانچہ وہ اس بات پر رضامند ہیں۔

تحریر ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء۔ دستخط حاکم (الحکم قادیان ۳ مارچ ۱۸۹۹ء ص ۶۔۱۰)

نقل اقرار نامہ

میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالی حاضر جان کر اقرار صالح کرتا ہوں کہ آئندہ

۱۔ میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر و ذلت کی جاوے یا مناسب طور سے حقارت ذلت سمجھی جاوے یا خدا تعالی کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کرونگا۔

۲۔ میں اس سے بھی اجتناب کرونگا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جاوے کہ کسی شخص کو حقیر ذلیل کرنے کے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الہی بنے یا یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳۔ میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا جس سے کہ کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جاتے ہوں

۴۔ میں اجتناب کرونگا یعنی ؟ مباحثہ میں مولوی ابوسعید محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کے برخلاف گالی گلوچ کا مضمون یا یا تصویر لکھوں یا شایع کروں جس سے اس کو درد پہنچے میں اقرار کرتا ہوں کے اس کے یا اس کے دوست یا پیرو کے برخلاف اس قسم کے الفاظ استعمال نہ کرونگا جیسا کہ دجال کافر کاذب بطالوی میں کبھی اسکی (نجی).زندگی یا خاندانی رشتہ داروں کے برخلاف کچھ شائع نہ کرونگا جس سے اس کو آزار پہنچے۔

۵۔ میں اجتناب کرونگا مولوی محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کو مباہلہ کیلئے بلاؤں اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ مباحثہ میں کون صادق اور کون کاذب ہے، نہ میں اس محمد حسین یا اس کے دوست یا پیرو کو اس بات کے لئے بلاؤں گا کہ وہ کسی کے متعلق کوئی پیش گوئی کریں۔

۶۔ میں حتی الوسع ہر ایک شخص کو جس پر میرا اثر ہو سکتا ہے اس طرح کار بند رہنے کے لئے ترغیب دوں گا جیسا کہ میں نے فقرہ نمبر ۱ تا ۵ میں اقرار کیا ہے۔۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

دستخط مجسٹریٹ مسٹر ڈوئی۔ دستخط کمال الدین پلیڈر۔ دستخط مرزا غلام احمد قادیانی

عدالتی کاروائی کے بعد مرزا صاحب حسب ذیل اشتہار جاری کیا:

اپنے مریدوں کی اطلاع کیلئے
جو پنجاب اور ہندوستان اور دوسرے ممالک میں رہتے ہیں اور نیز دوسروں کیلئے اعلان

جو کہ ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مجھ پر اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ پر عدالت جے ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں دائر تھا بتاریخ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء بروز جمعہ اس طرح پر فیصلہ ہوا کہ فریقین سے اس مضمون کے نوٹسوں پر دستخط کرائے گئے کہ آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دلآزار مضمون کی پیش گوئی نہ کرے کوئی کسی کو کافر اور دجال اور مفتری اور کذاب نہ کہے کوئی کسی کو مباہلہ کیلئے نہ بلائے اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جائے اور نہ بٹالہ کو طا کے ساتھ اور ایک دوسرے کے مقابل نرم الفاظ استعمال کریں، بدگوئی اور گالیوں سے مجتنب رہیں، اور ہر ایک فریق حتی الامکان اپنے دوستوں اور مریدوں کو بھی اس ہدایت کا پابند کرے۔ اور یہ طریق نہ صرف باہم مسلمانوں میں بلکہ عیسائیوں سے بھی یہی چاہیے۔،

لہذا میں نہایت تاکید سے اپنے ہر ایک مرید کو مطلع کرتا ہوں کہ وہ ہدایت مذکورہ بالا کے پابند رہیں اور نہ مولوی محمد حسین اور نہ اس کے گروہ اہل حدیث اور نہ کسی اور سے اس ہدایت کے مخالف معاملہ کریں۔ بہتر تو یہی ہے کہ ان لوگوں سے بکلی قطع کلام اور ترک ملاقات رکھیں۔ ہاں جس میں رشد اور سعادت دیکھیں اس کو معقول اور نرم الفاظ سے راہ راست سمجھائیں اور جس میں تیزی اور لڑنے کا مادہ دیکھیں تو اس سے کنارہ کریں۔ کسی کے دل کو ان الفاظ سے دکھ نہ دیں کہ یہ کافر ہے یا دجال ہے یا کذاب ہے یا مفتری ہے گو وہ مولوی محمد حسین ہو یا اس کے گروہ میں سے یا اس کے دوستوں میں سے کوئی اور ہو۔ ایسا ہی کسی عیسائی اور کسی دوسرے فرقہ کے ساتھ بھی ایسے الفاظ جو فتنہ برپا کر سکتے ہوں استعمال میں نہ لاویں اور نرم طریق سے ہر ایک سے

برتاؤ کریں۔

اور ہم مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں کہ چونکہ اس نوٹس پر ان کے بھی دستخط کرائے گئے ہیں بلکہ اسی تحریری شرط سے عدالت نے ان پر مقدمہ چلانے سے ان کو معافی دی ہے، لہذا وہ بھی اسی طور سے اپنے گروہ اہلحدیث امرتسری، لاہوری، لدھانوی، دہلوی اور راولپنڈی کے رہنے والے اور دوسرے اپنے دلی دوستوں کو بذریعہ چھپے ہوئے اعلان کے بلا توقف اس نوٹس سے اطلاع دیں کہ وہ حسب ہدایت مجسٹریٹ ضلع گورداسپور اپنے فریق مخالف یعنی میری نسبت کافر دجال اور مفتری اور کذاب کہنے اور گندی گالیاں دینے سے روکے گئے ہیں اور اس معاہدہ کی پابندی کے لئے نوٹس پر دستخط کر دیئے گئے ہیں کہ آئندہ نہ مجھے کافر کہیں نہ دجال نہ کذاب نہ مفتری اور نہ گالیاں دیں گے اور نہ قادیان کو چھوٹے کاف سے لکھیں گے اور ایک حد تک اس بات کے ذمہ دار رہینگے کہ ان کے دوستوں اور ملاقاتیوں اور گروہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال نہ کرے۔ سو سمجھاویں کہ اگر وہ لوگ بھی اس نوٹس کی خلاف ورزی کریں گے تو اس عہد شکنی کے جواب دہ ہوں گے۔ غرض جیسا کہ میں نے اس اعلان کے ذریعہ سے اپنی جماعت کے لوگوں کو متنبہ کر دیا ہے مولوی محمد حسین کی دل کی صفائی کا یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ وہ بھی اپنے اہل حدیث اور دوسرے منہ زور لوگوں کو جو ان کے دوست ہیں بذریعہ اعلان متنبّی کریں کہ اب وہ کافر دجال کذاب کہنے سے باز آجائیں اور دلآزار گالیاں نہ دیں ورنہ سلطنت انگریزی جو امن پسند ہے باز نہ آنے کی حالت میں پورا پورا قانون سے کام لے گی۔

اور ہم تو ایک عرصہ گذر گیا کہ اپنے طور پر یہ عہد شائع کر چکے ہیں کہ آئندہ کسی مخالف کے حق میں موت وغیرہ کی پیش گوئی نہیں کریں گے اور اس مقدمہ میں جو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو فیصلہ ہوا ہے ہم نے اپنے ڈیفنس میں جو عدالت میں دیا گیا ثابت کر دیا ہے کہ یہ پیش گوئی کسی شخص کی موت وغیرہ کی نسبت نہیں تھی محض ایسے لوگوں کی غلط فہمی تھی جن کو عربی سے ناواقفیت تھی۔ سو ہمارا خدا تعالی سے وہی عہد ہے جو ہم اس مقدمہ سے مدت پہلے کر چکے۔ ہم نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ میں شیخ محمد حسین اور اس کے گروہ سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ سات سال تک اس طور سے ہم سے صلح کر لیں کہ تکفیر

اور تکذیب اور بد زبانی سے منہ بند رکھیں اور انتظار کریں کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے لیکن اس وقت کسی نے ہماری درخواست قبول نہ کی اور نہ چاہا کہ کافر اور دجال کہنے سے باز آ جائیں یہاں تک کہ عدالت کو امن قائم رکھنے کے لئے وہی طریق استعمال کرنا پڑا جس کو ہم صلح کاری کے طور پر چاہتے تھے۔

یاد رہے کہ ڈپٹی کمشنر نے مقدمہ کے فیصلہ کے وقت مجھے یہ بھی کہا تھا، وہ گندے الفاظ جو محمد حسین اور اس کے دوستوں نے آپ کی نسبت شائع کئے آپ کو حق تھا کہ عدالت کے ذریعہ سے اپنا انصاف چاہتے اور چارہ جوئی کراتے اور وہ حق اب تک قائم ہے۔، اس لئے میں شیخ محمد حسین اور ان کے دوستوں جعفر زٹلی وغیرہ کو مطلع کرتا ہوں کہ اب بہتر طریق یہی ہے کہ اپنے منہ کو تھام لیں اگر خدا کے خوف سے نہیں تو اس عدالت کے خوف سے جس نے یہ حکم فرمایا اور یہ فہمائش کی اپنی زبان کو درست کرلیں اور اس بات سے ڈریں کہ میں مظلوم ہونے کی حالت میں بذریعہ عدالت کچھ چارہ جوئی کروں۔ زیادہ کیا لکھا جاوے۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء

(اخبار الحکم قادیان ضمیمہ ۳ مارچ ۱۸۹۹ء)

{ چندروز کے بعد اڈیٹر الحکم نے حسب ذیل چٹھی جاری فرمائی:

گورنمنٹ پنجاب اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور کی توجہ کے لائق

(ہم امید کرتے ہیں کہ مندرجہ ذیل سطور جن کو ہم اپنی ایک خاص چٹھی کے ذریعہ مندرجہ بالا اٹھارٹیز کے پاس بھیجتے ہیں توجہ تام سے ملاحظہ فرمائی جاویں گی۔ اڈیٹر الحکم)

یہ امر غالباً گورنمنٹ پنجاب سے بھی پوشیدہ نہیں رہا ہوگا کہ پچھلے دنوں میں جو مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ جناب مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ پر دائر تھا اس کا آخری فیصلہ فریقین کے ایسے معاہدہ پر ہوا ہے جو قانونی طور پر خواہ اثر انداز ہو یا نہ ہو کہ مولوی محمد حسین آئندہ خود اور اپنے دوستوں کو بھی ایسی تحریروں کی اشاعت سے

باز رکھیں گے جو اس سے پیشتر ان کی طرف سے حسب معمول گالیوں اور مرزا صاحب اور انکے دوستوں کی شان میں گستاخیوں سے لبریز شائع ہوا کرتی تھیں اور ایسا ہی مرزا صاحب بھی جیسا کہ وہ کتاب البریہ میں ظاہر کر چکے تھے آئندہ کیلئے ایسی پیشگوئیوں کی جو کسی کی ذلت یا موت کے متعلق ہوں بدون درخواست شائع نہ کریں گے،

ہم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے اس فیصلہ پر نہایت اطمینان اور مسرت ظاہر کرتے ہیں کہ کچھ شک نہیں کہ امن کے قائم رکھنے کیلئے یہ ایک بہترین صورت ہے۔ مگر ہم ایک امر ان کی خدمت میں پیش کر کے یہ جتلا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ کیا محمد حسین کی طرف سے اس عہد کی خلاف ورزی شروع نہیں ہوگئی ؟ کیونکہ بعد انفصال مقدمہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر جو ۲۵ و ۲۶ فروری کو لاہور میں ہوا، ایک پنجابی رسالہ چودھویں صدی دا جھوٹا مسیح سہ حرفی اڑ ر پو پو وغیرہ کے نام سے جو محمد حسین کے دیرینہ شاگرد سعد اللہ مدرس لدھیانہ کی تصنیف ہے اور جو محمد حسین کے دوست ہدایت اللہ ساکن راولپنڈی کی فرمائش سے لکھا گیا ہے اور محمد حسین کے دوست ملا محمد بخش جعفر زٹلی نے عین جلسہ میں تقسیم اور فروخت کیا ہے ہم نے خود ملا محمد بخش سے اس کی دو کاپیاں لی تھیں بلکہ یہ لفظ بھی اس نے ساتھ ہی کہے تھے کہ، ساڈا ایہہ پہلا تحفہ اے،۔ الغرض یہ پنجابی رسالہ جس پر کوئی تاریخ درج نہیں جو ہمارے خیال میں پریس ایکٹ کی رو سے خلاف ورزی قانون بھی ہے نہایت گندے اور فحش الفاظ میں لکھا گیا ہے اور پھر ایک اشتعال اور جوش دلایا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ مرزا صاحب اس رسالہ پر کوئی ایکشن لیں گے یا نہیں۔ غالباً وہ اپنی عادت کے موافق ان گندی گالیوں کو بھی سن کر بھی صبر ہی کرینگے اور وہ حکام تک اس بات کو پہچانا بھی شاید پسند نہ کریں مگر ہم اپنے فرض منصبی کو ادا کرنے کیلئے گورنمنٹ پنجاب کو عموماً اور خاص کر اپنے ضلع کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اس معاملہ پر توجہ کریں اور پوری توجہ کریں کیونکہ اس رسالہ کے ذریعہ سے جس کا ذمہ دار محمد حسین کو بوجوہات معقول ہونا چاہیے ایک قسم کا نقض عہد کیا ہے اور وہ جواب دہ ہونا چاہیے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس معاملہ کو یوں ہی نہ چھوڑا جاوے گا ہم اس امر میں اپنے حکام ضلع کو کافی مدد دے سکتے ہیں کہ سعد اللہ کے ساتھ محمد حسین کے بہت ہی گہرے تعلقات ہیں اور وہ اس کو اپنا عزیز

شاگرد لکھا کرتا ہے اور اس کتاب کے محرک اور شائع کرنے والے سب اس کے دوست اور رفیق ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس کو ذمہ وار قرار نہ دیا جائے۔ اڈیٹر

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ مارچ ۱۸۹۹ء ص ۷)

} چند ماہ بعد اڈیٹر الحکم نے اپنے اخبار میں لکھا:

ہمارے مخالف نئے بھیس میں

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش　　　من انداز قدت را می شناسم

لاہور سے خادم ہند نام ایک پندرہ روزہ چو ورقہ شائع ہوا ہے جس کی پاک اور ضروری خدمت یہ قرار پائی ہے کہ وہ حق پرست، راست باز، بہی خواہ نوع انسان کی ذات پر ناپاک اور قابل شرم حملے کرے۔ اس کا ایک نمبر ہمارے پاس بھی پہنچا ہے جس میں مرزا صاحب پر ملا جعفر زٹلی نے ایک خواب کے پیرایہ میں حسب معمول نہایت کمینے حملے کئے ہیں۔ ہم کو جعفر زٹلی کے مخاطب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہاں ملک کی حالت پر رحم آتا ہے کہ اگر اس کا مذاق اور اخلاقی اور روحانی حالت بگڑی ہوئی نہیں تو کیوں ایسے رسالے یا اخبار اشاعت پاتے ہیں۔ بہرحال جب کہ مسٹر ڈوئی آج کل لاہور میں کمشنر ہیں (جن کے زمانہ ڈپٹی کمشنری گورداسپور میں وہ مشہور مقدمہ ہوا تھا جس میں مولوی محمد حسین بٹالوی اور مرزا صاحب بطور فریق ثانی تھے اور جس میں انہوں نے آئندہ کیلئے فریقین کو اپنے اور اپنے دوستوں کی سخت تحریروں کے شائع نہ کرنے کی ہدایت کی تھی) تو کم ازکم یہ اخباران کی نظر سے گذرنا چاہیے اور گورنمنٹ کو یہ امر مدنظر رکھنا چاہیے کہ کس فریق نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور یہ دوسرا موقعہ ہے ہم ایسی تحریروں کو پسند نہیں کرتے اور خصوصاً جب سے ہمارے حضرت نے ان لوگوں کو مخاطب کرنے سے بھی عام اشتہار کے ذریعہ منع فرمایا ہے پس ہمارے مخالفوں کو کم ازکم متانت اور تہذیب کا شیوہ اختیار کرنا چاہیے اور گورنمنٹ کو ایسے لوگوں کا خیال رکھنا چاہیے جو ایسی تحریروں سے ایک جماعت کی دلآزاری کرتے ہیں (اخبار الحکم قادیان ۲۳ ستمبر ۱۸۹۹ء ص ۸)

مقدمہ دیوار

مرزا غلام احمد کی اپنے شریکوں سے ایک دیوار پر تنازعہ کے نتیجہ میں مقدمہ بازی ہوئی تھی، جسے قادیانی لٹریچر میں مقدمہ دیوار کے نام سے بیان کیا جاتا ہے۔الحکم وغیرہ اس مقدمہ کی کاروائی شائع ہوتی رہی ہے۔ذیل میں اس سلسلے کی چند خبریں نقل کی جارہی ہیں۔

} اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کو ۱۵ جولائی ۱۹۰۱ء کو اس مقدمہ میں جو میرزا نظام الدین وغیرہ پر مسجد کا راستہ جو شارع عام ہے بند کرنے کی وجہ سے کیا گیا ہے فریق ثانی کی درخواست پر بغرض ادائے شہادت جانا پڑا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۹)

} اڈیٹر الحکم، شیخ یعقوب علی تراب بتاتے ہیں:

جس روز رات کو (مقدمہ دیوار میں) گورداسپور پہنچے تھے مرزا صاحب کی طبیعت کسی قدر ناساز تھی ..منشی عبد العزیز اور دو تین اور دوست اس مکان میں رہے جہاں مرزا صاحب آرام کرتے تھے۔ ساری رات حضرت ناسازی طبیعت اور شدت حرارت کی وجہ سے سو نہ سکے۔ چونکہ بار بار رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی اس لئے بار بار ...اٹھتے تھے۔

مرزا صاحب ارشاد فرماتے تھے کہ میں حیران ہوں منشی عبد العزیز ساری رات یا تو سوئے ہی نہیں اور یا اس قدر ہشیاری سے پڑے رہے کہ ادھر میں سر اٹھاتا تھا ادھر منشی صاحب فوراً اٹھ کر اور لوٹا لے کر حاضر ہو جاتے تھے۔ گویا ساری رات یہ بندہ خدا جاگتا ہی رہا اور ایسا ہی دوسری رات بھی۔ (الحکم قادیان ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۱۱۔۱۲)

} اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

عدالت میں کرسی؟

ہمارے نزدیک اس افتراء کا ازالہ بھی ضروری ہے جو فریق مخالف نے افتراء باندھا ہے کہ مرزا صاحب کیلئے خواجہ کمال الدین نے کرسی بچھا دی اور عدالت نے اٹھا دی، یا امام الدین (مدعا علیہ) نے عذر کیا کہ مدعی اور مدعا علیہ کو عدالت میں کرسی نہ دی جائے ..

ہم ان سب واقعات کو از سرتا پا غلط قرار دیتے ہیں...

مرزا صاحب دنیوی عزت ونمود پر ہمیشہ سے لات مارے ہوئے ہیں....
ان کو تو نہ کسی کے سلام کی پرواہ اور نہ کسی کی کرسی کی غرض۔

القصہ مرزا صاحب عدالت میں شہادت کیلئے پیش ہوئے اور آپ نے (کھڑے کھڑے ؟)اپنا بیان دینا شروع کیا (اس کے بعد بیان ہے جو ذیل میں نقل کیا جارہا ہے۔ بہاء)

(اخبار الحکم ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۶۔۷)

مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان

جولائی ۱۹۰۱ء میں عدالت میں مرزا صاحب لکھاتے ہیں:

اللہ تعالی حاضر ہے میں سچ کہوں گا۔ میری عمر ساٹھ سال کے قریب ہے (یعنی ساٹھ سال سے کم ہے۔ بہاء)...ایک چاہ پرانا ہے جو سلطان احمد پسرم کے مکان کے دروازہ کے آگے ہے چھ سات سال؟ سے میں نے ایک چاہ اپنے زنان خانہ میں سہولت زنان خانہ کیلئے بنایا ہے۔ سقہ بہت سا پانی نہیں دے سکتا اس وقت بھی زنان خانہ میں پچاس ساٹھ عورتیں ہیں جو چاہ متصل دروازہ مکان سلطان احمد کے ہے عرصہ سے ہمارے مصرف میں نہیں آتا ہمارے آدمی پانی لینے جاویں تو سلطان احمد کے آدمی روکتے ہیں سلطان احمد کا خاص کوئی آدمی نہیں ہے اس کی پہلی بیوی مرگئی ہے اب امام الدین مدعا علیہ کی بیٹی اس کی بیوی ہے اور امام الدین کی بہن سلطان احمد کی تائی ہے جو میرے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی بیوی ہے۔ روکنے والی وہی امام الدین کی بہن سلطان احمد کی تائی ہے وبسازش امام الدین روکتی ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے ممانعت سنی ہے میں نے خود امام الدین کی ہمشیرہ کی زبانی سنا ہے کہ یہ لوگ میرے بھائی امام الدین و نظام الدین کے دشمن ہیں اور میرا رشتہ بھائیوں سے ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ اس چاہ سے پانی بھریں ان کو روک دو میں اس کو بہت دفعہ کہتے سنا ہے۔ سلطان احمد مجھ سے مخالفت رکھتا ہے ایک وجہ مخالفت کی یہ ہے کہ وہ مرزا غلام قادر کا متبنی بنایا گیا تھا اور میری نصف جائداد کا شریک کیا گیا تھا اب وہ اسی میں مصلحت دیکھتا ہے کہ تائی کے ساتھ موافقت رکھے ...(اخبار الحکم قادیان ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۷)۔ کبھی سیر کو جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔ عموماً صبح کے وقت ہی جاتا ہوں، شام کو کبھی شاذو نادر ہی جاتا ہوں میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے۔ کبھی کبھی وہ بھی میرے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ طبی

اصولوں کے مطابق اس کیلئے چہل قدمی مفید ہے۔ ان کے ساتھ چند خادم عورتیں بھی ہوتی ہیں اور پردہ کا پورا التزام ہوتا ہے۔ خادم عورتوں سے مراد خدمت گار عورتیں ہیں پندرہ سولہ عورتیں ہیں، چند فارغ خدمت گاروں کو ساتھ لے لیتی ہیں۔ یہ بات عام نہیں ہے بلکہ علاج کے لئے ہے ...

احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیش گوئی ہے وہ اشتہار میں درج ہے اور ایک مشہور امر ہے وہ مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے (یعنی وہ امام الدین کی قریبی ہے، غلام احمد کی چچا زاد ہمشیرہ کی بیٹی ہے اور امام دین کی سگی ہمشیرہ کی، اور جب امام دین، غلام احمد کا دشمن ہے اسے کافر کہتا ہے تو شادی کے معاملے میں محمدی بیگم امام دین کے پاس ہوگی نہ کہ غلام احمد کے پاس۔ غلام احمد کا رشتہ تو ایسا ہے کہ دونوں کی شادی باہم جائز ہے جب کہ امام دین کیلئے وہ محرمات میں شامل ہے۔ قریبی کس کی ہوئی؟) جو خط بنام مرزا احمد بیگ کلمہ فضل رحمانی میں ہے وہ میرا ہے اور سچ ہے۔ وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا جیسا کہ پیشگوئی میں درج ہے۔ وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی جیسا کہ پیشگوئی میں تھا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں ہنسی کی گئی ہے ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑیگا اور سب کے ندامت سے سر نیچے ہوں گے۔ پیش گوئی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی پیش گوئی تھی کہ وہ دوسرے کے ساتھ بیاہی جاوے گی اس لڑکے کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیش گوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ کی تھی لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی اس لئے وہ بیاہ کے بعد چند مہینوں کے اندر مر گیا اور پیش گوئی کی دوسری جزو پوری ہوگئی۔ اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر پڑا جو پیش گوئی کا ایک جزء تھا۔ انہوں نے توبہ کی (کیا وہ مرزائی ہوا؟ کیا اس نے طلاق دی؟ اگر نہیں تو، توبہ کا کیا مطلب؟ بہاء) چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے۔ اس لئے خدا تعالی نے اس کو مہلت دی۔ عورت اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی۔ امید کیسی؟ یقین کامل ہے۔ یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی۔ اشخاص ذیل کی نسبت موت کا الہام تھا عبداللہ آتھم، لیکھرام، احمد بیگ، سلطان محمد۔ ان میں سے صرف سلطان محمد زندہ ہے۔ عبداللہ آتھم اگرچہ ظاہری نگاہ میں میعاد کے اندر نہیں

مرا، مگر اسکی نسبت شرطیہ الہام تھا چونکہ اس نے ظاہری میعاد کے اندر توبہ کر لی اس کو مہلت دی گئی اسکے بعد اس نے اخفاء حق کیا پھر میرے اشتہار کے بعد وہ بہت جلد مر گیا اب آتھم کہاں ہے اسے لاؤ۔ احمد بیگ اپنی میعاد کے اندر مر گیا لیکھ رام بھی میعاد کے اندر مر گیا.... بعض علماء نے میری نسبت کفر کا فتوی دیا ہے اور بہتوں نے مجھے قبول کیا ہے اور ان میں سے بھی جنہوں نے کفر کا فتوی دیا تھا بعض توبہ کر کے میرے پاس آتے جاتے ہیں۔تم کلامہ

{ اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی نے لکھا ہے:

مرزا صاحب کے بیان میں وہ زور اور جوش تھا کہ ہم الفاظ میں اس کو ادا نہیں کر سکتے۔ الفاظ کے ادا سے ایک خاص قسم کا رعب اور ہیبت ٹپکتی تھی چنانچہ جس وقت آپ نے یہ فرمایا، اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر ہنسی کی جاتی ہے ..الخ، فرمایا تو خصوصیت کے ساتھ ناظرین میں سے ہمارے اکسٹرا اسسٹنٹوں پر بہت بڑا اثر پڑا۔ وہ بڑی حیرت کے ساتھ آپ کے چہرہ کی طرف دیکھتے تھے۔ ایسا ہی جب ڈسٹرکٹ جج نے یہ سوال کیا کہ کیا امید ہے کہ وہ پھر آپ کے نکاح میں آئے اس کے جواب میں حضرت اقدس نے جس لب ولہجہ میں یہ فرمایا کہ امید کیا ہوتی ہے یقین کامل ہے کہ وہ میرے نکاح میں آئے، تو اس کا بھی ایک خاص اثر پڑا غرض اس انداز کو ہم بیان نہیں کر سکتے اور اس اثر اور جوش کی تصویر نہیں دکھا سکتے جو اس وقت ظاہر ہو رہا تھا...

مرزا صاحب (بعد بیان) ایک مجمع کثیر کے ساتھ عدالت کے کمرہ سے باہر آئے۔ آپ اس قدر خوش تھے جس کی کوئی حد و پایان نہیں۔ فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا زمانہ آ گیا ہے اگر ہم ہزار روپیہ بھی خرچ کرتے اور آرزو رکھتے کہ عدالت کے کاغذات میں درج ہو جائے اور اس طرح پر تین ڈپٹی گواہ ہو جاویں تو کبھی بھی نہ ہوتا۔ یہ خدا کا کام ہے اور اس کی باتیں عجیب ہوتی ہیں، اب عدالت کے کاغذات سے کون اس کو مٹا سکے گا۔ جب یہ پیشگوئی پوری ہو گی کیا ان ڈپٹیوں پر اس کا اثر نہ پڑے گا، ضرور ہی پڑیگا جیسے لیکھ رام کی پیش گوئی کی بہت شہرت ہوئی تھی اسی طرح اسکی شہرت ہو گئی۔ اور یہ بہت ہی اچھا ہوا کہ عدالت کے کاغذات میں درج ہو گئی۔

اس کے بعد ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی گئی اور اس خوشی کے متعلق بار بار

حضرت ذکر کرتے رہے ..(نوٹ : عدالت میں ڈپٹی گنگارام ،مرزا ظفراللہ خان صاحب اور منشی عبدالشکور صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنران بھی موجود تھے)۔

(اخبارالحکم قادیان ۱۰۔اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۴۔۱۵)

} گورداسپور میں بعداز مقدمہ، مرزا صاحب نے فرمایا:

آ ج عدالت میں سلطان محمد کے معاملہ کو پیش کیا گیا کہ وہ زندہ ہے ۔ میں کیا کروں کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں اورکون سا طریق اختیار کروں جو ان کو سمجھا سکوں۔ یہ لوگ نہ میرے پاس آتے ہیں ،نہ میری باتوں کو سنتے ہیں اور نہ ان کو خدا تعالی کے قوانین پر اطلاع ہے، اور نہ علم ہے۔ وہ نہیں دیکھتے کہ چار شخصوں کے متعلق پیش گوئیاں تھیں جن میں سے تین مر گئے اوراب صرف ایک باقی ہے، اور وہ بھی پیش گوئی ہی کے موافق اب تک زندہ ہے۔اس پیش گوئی کے غلط ہونے کا اعتراض اس وقت ہوسکتا ہے جب سلطان محمد سے پہلے میں مر جاؤں یا وہ عورت مر جائے۔لیکن جب خدا تعالی نے اسی طرح پر مقدر کیا ہے کہ وہ عورت بیوہ ہوکر میرے نکاح میں آئے اور یہ کبھی نہیں ٹلے گا، کیونکہ خدا کی باتیں پوری ہوکر رہتی ہیں پھر کیوں یہ لوگ صبر سے انتظار نہیں کرتے۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں جیسا کہ آج میں نے خان بہادر خدا بخش صاحب کے سامنے عدالت میں کہا کہ آج مجھ پر ہنسی کی جاتی ہے لیکن ایک وقت آئے گا کہ اس کا اثر پڑے گا اور وہ وقت ہنسی والوں کے لئے شرمندگی کا ہوگا۔

(اخبارالحکم قادیان ۔۳۱۔اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۱)

مقدمہ دیوار کا فیصلہ

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں :

۱۶ جولائی کے بعد مقدمہ ۱۰۔ اگست ۱۹۰۱ء پر ملتوی کیا گیا تھا۔۱۰۔اگست کو مدعا علیھم کے باقی گواہ پیش ہوئے۔عدالت میں ثابت کیا گیا کہ ان گواہوں میں سے دو گواہ سزا یافتہ بھی تھے جو قید بھگت چکے ہیں۔۱۰۔اگست کو شہادت مدعا علیہ ختم ہوکر وکلاء کی بحث بھی ہوگئی۔آخر حکم سنانے کیلئے ۱۲۔اگست ۱۹۰۱ء مقرر ہوئی جس میں ڈسٹرکٹ جج نے دیوار گرانے اور سفید میدان میں کسی جدید تعمیر نہ کرنے کا دوامی حکم دیا اور ایک سو

روپئہ بطور حرجانہ مدعی کو علاوہ اخراجات مقدمہ کے دیئے جانے کا حکم صادر ہوا..
سنا جاتا ہے فریق مخالف کا منشاء ہے کہ وہ اپیل کرے۔
(اخبار الحکم قادیان ۱۷۔اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۴۔۱۵)

} (اس مقدمہ میں جو مرزا صاحب کے اپنے شریکوں کے ساتھ تھا مرزا صاحب کے کذب کا ایک نشان ظاہر ہوا۔ وہ یہ کہ اس مقدمہ میں بیان دیتے ہوئے مرزا صاحب نے بڑی تحدی سے فرمایا کہ محمدی بیگم سے شادی کی انہیں امید ہی نہیں بلکہ یہ اٹل بات ہے۔ یہ شادی ہو کر رہے گی، کوئی اسے ٹال نہیں ہوسکتا، یعنی سلطان محمد ان کی زندگی میں مرے گا۔ محمدی بیگم بیوہ ہوگی، اور پھر میرے نکاح میں آئے گی۔

اور مرزا صاحب کے کہنے کے مطابق اب یہ پیش گوئی عدالتی کاغذات میں درج ہوگئی ہے جہاں سے کوئی مخالف اسے ختم نہیں کرا سکتا اور بڑے بڑے سرکاری افسران اس پیش گوئی کے گواہ بن گئے ہیں، اور یہ کہ جب یہ پیش گوئی پوری ہوگی تو مخالف شرمندہ ہوں گے وغیرہ،

نیز مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ ابھی تک میں بھی زندہ ہوں، وہ عورت بھی زندہ ہے، اس لئے مجھ پر کوئی اعتراض نہ کرو، اور انتظار کرو۔

پھر لوگوں نے انتظار کیا، سرکاری افسر گواہوں نے انتظار کیا، عدالتی کاغذات میں وہ پیش گوئی مرزا صاحب کو للکارتی رہی، ان کی منکوحہ آسمانی، مرزا سلطان محمد کے بچے جنتی رہی۔

مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب راہی ملک عدم ہوگئے، نہ سلطان محمد مرا، نہ محمدی بیگم بیوہ ہوئی)۔

روئداد مقدمات مابین جہلمی و قادیانی

بروایت مولوی کرم الدین

مولوی ابوالفضل کرم الدین دبیر جہلمی بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف جہلم میں ایک استغاثہ دائر ہوا جو ایک قانونی بنا پر خارج ہوگیا تو آپ نے پیش گوئیوں کی بھرمار کر دی۔ جوش میں آ کر جہلم میں ایک کتاب مطبوعہ مواہب الرحمٰن تقسیم کی گئی جس میں میرا (کرم الدین) نام لکھ کر گالیاں دی گئیں۔ اس کی بنا پر دوسرا استغاثہ کیا گیا جو آپ کیلئے بلائے بے درماں ثابت ہوا۔ قریباً دو سال اس میں سرگرداں رہے۔ آخر عدالت مہتہ آتما رام سے آپکو پانچ سو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ آپ کے مرید حکیم فضل دین بھیروی کو اسی مقدمہ میں دو سو روپیہ جرمانہ یا پانچ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ آخر عدالت سیشن میں اپیل کرنے پر رہائی ہوئی۔ صرف اس ایک واقعہ کی بنا پر آپ نے کتنے نمبر نشانات مشتہر کئے، ان کی تفصیل سنئیے۔ حقیقۃ الوحی میں ان نشانات کا اندراج ہے جو درج ذیل ہیں:

} کرم دین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کی نسبت پیش گوئی تھی ربّ کل شئے خادمک فاستحفظنی وانصرنی وارحمنی (اس عبارت میں مقدمہ فوجداری یا بریت کا کوئی ذکر نہیں) اور دوسرے الہامات بھی تھے جن میں بریت کا وعدہ تھا۔ چنانچہ خدا نے مجھے اس مقدمہ سے بری کیا۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۱۴)

} کرم دین جہلمی کے اس مقدمہ فوجداری میں جو گورداسپور میں چندو لال اور آتمارام مجسٹریٹ کی عدالت میں میرے پر دائر تھا اور پیش گوئی میں بتلایا گیا تھا کہ آخر بریت ہوگی۔ چنانچہ میں بری ہوا۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۱۴)

} کرم دین جہلمی کی سزایابی کی نسبت پیش گوئی تھی جس کی رو سے آخر وہ سزا پا گیا۔ دیکھو میری کتاب مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۲۹ سطر ۸ یہ تینوں پیش گوئیاں درج ہیں۔ پیش گوئی کی عبارت یہ ہے جو کتاب موصوف میں شائع ہوئی:

و من آیاتی انبأنی العلیم الحکیم فی امر رجل لئیم .... و قد ظھر

من انبآء ہ تعالی من اجزاء ھذہ القضیۃ فیظھر بقیتھا کما وعد من غیر الشک و الشبھۃ

ترجمہ۔ اور منجملہ میرے نشانوں کے ایک یہ ہے کہ جو خدائے علیم وحکیم نے ایک لئیم شخص کی نسبت اور اس کے بہتان عظیم کی نسبت مجھے خبر دی ...پس جب ایک برس گذرا تو یہ مقدر کی باتیں کرم دین کے ہاتھ سے ظہور میں آگئیں (یعنی اس نے ناحق میرے پر فوجداری مقدمات دائر کئے) پس اس کے مقدمات دائر کرنے سے پیش گوئی کا ایک حصہ تو پورا ہو گیا اور جو باقی ہے یعنی میرا اس کے مقدمات سے نجات پانا اور آخراسی کا سزایاب ہونا، یہ بھی عنقریب پورا ہو جائے گا (حقیقۃ الوحی ۔ ص۲۱۴۔۲۱۵) (حالانکہ بیانات حلفی میں مقدمہ کی نسبت پیشگوئی سے انکار کرتے رہے۔ اسکا ذکر آئیگا)

} آتمارام کی اولاد کی موت کی نسبت پیش گوئی ۔ چنانچہ بیس دن میں اس کے دولڑکے مر گئے ۔ اس پیشگوئی کے گواہ وہ جماعت کے لوگ ہیں جو گورداسپور میں میرے ساتھ مقدمہ میں حاضر تھے (حقیقۃ الوحی ۔ص ۲۱۵)۔

(ہر گز یہ پیش گوئی کسی کتاب یا اخبار میں شائع نہیں کی گئی ۔ بعد از واقعہ یہ پیش گوئی گھڑی گئی ۔ اور آتمارام کی اولاد کے مرنے سے کیا فائدہ ہوا؟ آتمارام نے آپ کو پانچ سو روپیہ جرمانہ یا قید کی سزا بھی دے دی ۔ فائدہ تو جب تھا کہ آتمارام مر گیا ہوتا اور مرزا جی سزا سے بچ جاتے ۔ کرم الدین)۔

} لالہ چندو لال مجسٹریٹ اکسٹرا اسسٹنٹ گورداسپور کے تنزل کی پیش گوئی ۔ چنانچہ وہ گورداسپور سے تبدیل ہو کر ملتان منصفی پر چلا گیا۔ (حقیقۃ الوحی ۔ ص ۲۱۶)

(کسی کتاب یا اخبار یا اشتہار میں اس پیش گوئی کا نام ونشان نہیں ۔ اگر مرزا جی کو علم ہوتا کہ ان کی پیش گوئی کے مطابق مجسٹریٹ نے تبدیل ہو جانا ہے تو انتقال مقدمات کی درخواست کی زحمت چیف کورٹ تک کیوں کی جاتی ۔ پھر چندولال کی تبدیلی سے مرزا کو کیا فائدہ ہوا؟ ان کے مقدمات جو خاکسار کے خلاف دائر تھے وہ خارج کر گئے ۔ اور ان کے وقت تو مرزا جی پیشی مقدمہ کے وقت آرام سے کرسی پر بیٹھے رہتے تھے ان کی تبدیلی پر ایک ایسا جابر حاکم مہتہ آتمارام آ گیا کہ جس نے عدالت میں روزانہ ۶ ۔ ۶ گھنٹہ مرزا جی کو ملزموں کے کٹھرے میں پاؤں پر کھڑا کیا ۔ آخر پانچ سو روپیہ جرمانہ ورنہ چھ ماہ کی قید کی سزا بھی دے دی ۔ فائدہ تو تب ہوتا کہ چندولال کی تبدیلی پر مرزا جی کا کوئی مرید مجسٹریٹ آ جاتا اور مرزا جی کو بری کر دیتا۔ کرم الدین)

} براہین احمدیہ میں یہ پیش گوئی ہے کہ جس قدر میرے پر مقدمات کئے جائیں مجھے فتح ہوگی ۔ چنانچہ ہر مقدمہ میں مجھے فتح ہوتی رہی (حقیقۃ الوحی ۔ص ۲۲۴)

} جب میں ..کرم الدین کے فوجداری مقدمہ کی وجہ سے جہلم میں جارہا تھا تو راہ میں مجھے الہام ہوا اریک برکا تٍ من کل طرفٍ یعنی ہر ایک پہلو سے تجھے برکتیں دکھلاؤنگا۔.. یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ جب میں جہلم کے قریب پہنچا تو تخمیناً دس ہزار سے زیادہ آدمی ہوگا کہ وہ میری ملاقات کیلئے آیا۔ اور تمام سڑک پر آدمی تھے اور ایسے انکسار کی حالت میں کہ گویا سجدے کرتے تھے ۔اور پھر ضلع کی کچہری کے اردگرد اس قدر لوگوں کا ہجوم تھا کہ حکام حیرت میں پڑ گئے ۔ ۱۱سو آدمیوں نے بیعت کی اور قریباً دوسو عورت بیعت کر کے اس سلسلہ میں داخل ہوئی (حقیقۃ الوحی ۔ص ۲۵۲) (اسکے متعلق ہم آگے چل کر بحث کرینگے ۔مقدمہ میں مجھے بریت ہوئی ۔کرم الدین)

} ایک دفعہ جب میں گورداسپور میں ایک فوجداری مقدمہ کی وجہ سے (جو کرم دین جہلمی نے میرے پر دائر کیا تھا) موجود تھا، مجھے الہام ہوا

یسئلونک عن شانک ۔ قل اللّٰہ۔ ثمّ ذرھم فی خوضھم یلعبون۔

یعنی تیری شان کے بارہ میں پوچھیں گے کہ تیری کیا شان اور کیا مرتبہ ہے ۔کہہ وہ خدا ہے جس نے مجھے یہ مرتبہ بخشا۔ پھر ان کو اپنی لہو ولعب میں چھوڑ دے۔

اپنی جماعت کو یہ الہام سنا دیا۔خواجہ کمال الدین (پلیڈر) اور مولوی محمد علی بھی موجود تھے ۔کچہری میں گئے تو فریق ثانی کے وکیل نے سوال کیا ۔کیا آپ کی شان اور مرتبہ ایسا ہے جیسا کہ تریاق القلوب میں لکھا ہے ۔ میں نے جواب دیا کہ خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے، جو اس نے یہ مرتبہ مجھے عطا کیا ہے ۔تب وہ صبح کا الہام قریباً عصر کے وقت پورا ہوگیا (حقیقۃ الوحی ص ۲۶۶)۔

(یہ ہے مرزا صاحب کا سفید جھوٹ ۔آپ کے ہر دو بیانات حلفی آگے بجنسہ درج ہوں گے ۔ان میں نہ اس سوال کا ذکر ہے نہ جواب کا ۔ایسے الہامات اور ایسے اقوال کا کیا کہنا ۔پیغمبر تو جھوٹ نہیں بولا کرتے ۔مرزا جی عجیب نبی ہیں کہ تانا بانا سب جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔کرم الدین)۔

(نیز حاشیہ میں روحانی خزائن کے لکھا ہے: یہ سہوا لکھا گیا ہے ۔مراد تحفہ گولڑویہ ہے کیونکہ مرزا صاحب سے سوال تحفہ گولڑویہ کے متعلق کیا گیا تھا۔ ہمارے پاس مسل مقدمہ حکیم فضل دین بنام کرم دین کی مصدقہ نقل موجود ہے اس میں یہ الفاظ درج ہیں: تحفہ گولڑویہ میری تصنیف ہے یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا، پیر مہر علی کے مقابلہ پر لکھی ہے ۔ یہ کتاب سیف چشتیائی کے جواب میں نہیں لکھی گئی ۔

سوال: جن لوگوں کا ذکر ص ۴۸ لغایت ۵۰ اس کتاب میں لکھا ہے آپ ہی اسکا مصداق ہیں ۔

جواب ۔خدا کے فضل اور رحمت سے میں اسکا مصداق ہوں ۔ مصحح، حاشیہ ص ۲۷۸ حقیقۃ الوحی ۔ بہاء)

} ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو رات کے وقت یہ فکر ہو رہی تھی کہ مقدمات کرم دین کا کیا انجام ہو گا۔ الہام ہوا انّ اللّٰہ مع الّذین اتّقوا و الّذین ھم محسنون۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمات کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۶۵)

} مولوی کرم دین کے مقدمہ میں جو گورداسپور میں ہوئے کرم دین لئیم اور کذاب کے معنی سنگین بیان کرتا تھا، ہم خفیف۔ ان دنوں الہام ہوا۔ معنی دیگر نہ پسندیم۔ آخر فیصلہ میں ہمارے معنی پسند کئے گئے۔

} ایک دفعہ ۱۹۰۲ء میں مجھے الہام ہوا یریدون ان یّطفئوا نورک و یتخطّفوا عرضک۔ و انّی معک و مع اھلک ان دنوں میں نے خواب دیکھا کہ تین قوی ہیکل سنڈھے مجھے مارنے کو کھڑے ہیں۔ ایک نے ان سے مجھ پر جو حملہ کیا میں نے ہٹا دیا۔ پھر دوسرے نے حملہ کیا وہ بھی ہاتھ سے ہٹا دیا۔ تیسرا بڑی شدت سے آیا۔ قریب آیا تو دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا اور میں اس کے ساتھ رگڑ کر اس کے پاس سے گذر گیا۔ پھر القاء ہوا ربِّ کل شئی خادمک ربّ احفظنی و انصرنی و ارحمنی اس واقعہ کے دیکھنے کے ساتھ ہی مجھ کو تفہیم ہوئی، کوئی دشمن مقدمہ برپا کریگا اور اس کے تین وکیل ہونگے۔.. آخر کرم دین نے جہلم میں مجھ پر مقدمہ کیا اور مقدمہ سخت تھا میرے کشف کے مطابق اس میں تین وکیل تھے (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۸۰۔۳۸۱)

(اس مقدمہ میں تین نہیں بلکہ سات وکیل تھے۔ البتہ جس وقت وکلاء مرزا نے مسل دیکھی اس وقت تین تھے۔ وہی بات ذہن میں تھی کشف بن گیا۔ کرم الدین) آخر کار مقدمہ خارج ہو گیا۔ غور کیجئے مقدمہ خارج ہونے کو کتنے نمبروں میں بیان کر کے نشانات کے نمبروں میں اضافہ کیا گیا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں۔ صرف دو مقدمات (جہلم و گورداسپور) کا بار بار اعادہ کر کے گیارہ نشانات بنائے گئے ہیں۔ بات کا بتنگڑ اسی کو کہتے ہیں۔..

اب جب جناب والا کو مقدمات سے نجات ملی پیش گوئیوں کی بھرمار ہونے لگی۔ لیکن دوران مقدمہ میں ایسی کوئی پیش گوئی سے صاف انکار فرماتے رہے چنانچہ آپ نے جو بیان حلفی بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین جرم ۴۲۰ تعزیرات ہند عدالت لالہ چندولال مجسٹریٹ میں بحیثیت گواہ صفائی لکھایا اس میں صاف بیان کیا:

مواہب الرحمٰن جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔ اس سے پہلے لکھی گئی تاریخ لکھنے کی یاد نہیں ہے کیونکہ بشریت ساتھ ہے۔ اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ کتاب کب چھپی ہے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ کب لکھی گئی اور کب شروع ہوئی۔ البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جب جہلم گیا تھا تو اس وقت یہ کتاب ساتھ گئی تھی یعنی چھپی ہوئی تھی۔ صفحہ ۱۲۹ مواہب الرحمٰن میں نے دیکھی اس میں کرم الدین کا حوالہ ہے۔ مقدمہ کا ذکر نہیں ہے مگر اگلے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے جو کرم الدین کی طرف سے ہوا۔،

اس بیان میں مرزا قادیانی نے کتنے ہیر پھیر کئے۔ پہلے فرمایا کہ صفحہ ۱۲۹ پر مقدمہ کا ذکر نہیں ہے حالانکہ اب اسی صفحہ کی عبارت کو مقدمہ کی پیشگوئی بتایا جاتا ہے۔، آخر مجبور ہو کر دبی زبان سے کہنا پڑا کہ صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے۔ اگر یہ پیشگوئی منجانب اللہ تھی تو کیوں نہ صاف فرما دیا۔

اب دیکھئے، حکیم الامۃ مولانا نورالدین اس عبارت کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے جو بیان حلفی بمقدمہ کرم الدین بنام مرزا غلام احمد بہ حیثیت گواہ صفائی بعدالت لالہ آلہ رام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور میں لکھایا اس میں صاف لکھاتے ہیں، کہ اس میں مقدمات کا کچھ تعلق نہیں۔ نہ تین حامیوں سے مراد تین وکیل ہیں۔ بیان یوں ہے:

میں نے یہ کتاب مواہب الرحمٰن پڑھی ہے مثل عربی خوانوں کے جو اس کتاب کو سمجھ سکتے ہیں، میں سمجھا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ۔

۱۔ مجھے خدا نے خبر دی ہے، ایک لئیم اور بہتان والے آدمی کے متعلق۔ ۲۔ وہ تیری آبرو ریزی کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ ۳۔ آخر کار وہ تیرا نشانہ بنے گا۔ ۴۔ اس نے تین آدمی تجویز کئے ہیں جن کے ذریعہ سے تیری اہانت ہو۔ ۵۔ کہ میں ایک محکمہ میں حاضر کیا گیا ہوں۔ ۶۔ آخر میں نجات ہوگی۔،

یہ واقعات بالکل الگ الگ ہیں۔ اس کو پڑھ کر یقین نہیں ہو سکتا کہ کس بات کی بابت یہ بیان ہے۔ کرم دین کے نام سے بھی یقین نہیں ہوتا۔ اگر واقعات اور اخباروں کو مدنظر نہ رکھا جائے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا پتہ لگتا ہے۔ بعد آخری سطر صفحہ ۱۲۹ کے یہ پتہ لگتا ہے کہ کرم الدین نے سلب امن کا ارادہ کیا ہے۔ اور وکلاء کیلئے کچھ مال رکھا ہے۔ اور کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا ہے۔ واقعات کے لحاظ سے میں یہ سمجھا کہ لئیم اور بہتان باندھنے والا خطوط اور سراج الاخبار سے پیدا ہوگا... انہی خطوط و اخباروں کا نتیجہ ہے۔

پھر اخیر میں فرماتے ہیں

ذلک مثل واحد ہے اس کی تعیین خواب میں نہیں ہوئی واقعات نے تصریح نہیں

کی کہ کیا ہیں۔ واقعات کے قرائن نے بتلایا کہ شہاب الدین، پیر صاحب اور اڈیٹر سراج الاخبار.. تین مددگار ہیں ارادہ توہین ہوا بذریعہ خطوط اخبار اور مقدمہ مقام جہلم۔ کتاب سے کسی مددگار کا پتہ نہیں چلتا۔ وکیل مددگار نہیں ہوا کرتے۔

الجواب، وکیل ملزمان۔ جس غرض کے لئے کرم دین نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی، اس سے مراد یہ ہے کہ خط اور مضمون کرم دین کا قرار دیا گیا۔

دیکھئے حکیم نورالدین نے کیسا صاف الفاظ میں ساری پیش گوئی پر پانی پھیر کر مرشد کی ساری کاروائی کو غارت کر دیا۔ آبروریزی سے مراد مقدمہ نہیں خطوط و اخبار بیان کئے۔ تین مددگار وکیل نہیں بلکہ شہاب الدین، پیر مہر علی اور اڈیٹر سراج الاخبار قرار دیئے گئے۔ اور کھلے الفاظ میں مرزا کے قول کی تکذیب کرتے ہوئے فرما دیا کہ وکیل مددگار نہیں ہوا کرتے۔ اور کرم دین کا نشانہ بننے سے یہ مراد نہیں کہ مقدمہ میں سزا ہوئی بلکہ یہ کہ خط و اخبار کا مضمون اس کے قرار دیئے گئے۔

کیا مرزائی صاحبان حکیم الامۃ کے اس بیان کی تصدیق کرتے ہوئے تسلیم کریں گے کہ مقدمات کے متعلق پیش گوئی اور ثلاث حماۃ (تین مددگار) سے تین وکیل مراد ہونا غلط ہے، نہ کوئی پیش گوئی تھی نہ کوئی الہام تھا۔ ایسے گول مول الہامات اور پیش گوئیاں تو ارڑ پوپو بھی کر دیا کرتے ہیں اور واقعات کے بعد ان کو اپنے مطلب کے مطابق کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اب مرزا جی کے حلفی بیان اور مولانا نورالدین کے حلفی بیان کے بعد یہ ساری بنیاد جو نشانات کی تعمیر کی گئی تھی بالکل متزلزل ہو جاتی ہے۔

اسی طرح مرزا صاحب نے حسب عادت وفات محمد حسن فیضی کو بھی دو نمبروں میں بیان کر کے نشانات کی تعداد بڑھائی ہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں:

{ ایسا ہی مولوی محمد حسن بھیں والے نے میری کتاب اعجاز احمدی کے حاشیہ پر لعنت اللّٰہ علی الکاذبین لکھ کر اپنے تئیں مباہلہ کے پیچ میں ڈال دیا۔ چنانچہ اس تحریر پر ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ بڑے دکھ کے ساتھ اس جہان سے گذر گیا اور جواناں مرگ موت ہوگی اسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا مباہلہ ہمارے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ لے (حقیقۃ الوحی ص ۳۴۳ نشان نمبر ۱۵۳)

(حقیقۃ الوحی کا مصحح کہتا ہے کہ اعجاز احمدی کی بجائے اعجاز المسیح کر دیا گیا ہے کیونکہ مولوی محمد حسن نے اعجاز المسیح کے حاشیہ پر لعنت اللّٰہ علی الکاذبین لکھا تھا۔ بہاء)

تعجب ہے کہ صرف لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین لکھنے والا جس میں مرزا جی کا نام تک

نہیں مباہلہ کی زد میں آ گیا لیکن مولوی ثناء اللہ امرتسری ..اور ڈاکٹر عبدالحکیم جو اس سے سخت سنگین کلمات مرزا جی کی نسبت استعمال کرتے رہے ان کا بال بھی بیکا نہ ہوا بلکہ مرزا جی ان سے پہلے خود چل بسے۔

(نشان نمبر ۱۵۴۔ پیر مہر علی گولڑوی نے اپنی کتاب سیف چشتیائی میں مجھے چور کہا تھا یعنی اس کے خیال میں، میں نے دوسروں کی کتابوں کا مضمون چرا کر لکھا ہے۔اس افتراء کی خدا نے اس کو یہ سزا دی کہ عدالت میں کرم الدین کے مقدمہ میں وہ خود محمد حسن بھین کے نوٹوں کا چور ثابت ہوا چنانچہ عدالت میں اس بارہ میں حلفی شہادتیں گذر گئیں تب اس پر بھی الہام انّی مھین من اراد اھا نتک پورا ہو کر خدا تعالی کا نشان ظاہر ہوا۔حقیقۃ الوحی۔ص ۳۴۳)

لیکن تعجب تو یہ ہے کہ مرزا جی نے عدالت میں مولوی محمد حسن کی نسبت پیش گوئی کرنے سے بھی صاف انکار کیا اب کس منہ سے ان کو اپنی پیش گوئی کا مصداق قرار دے رہے ہیں۔

بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین مرزا جی کا جو حلفی بیان بحیثیت گواہ صفائی عدالت لالہ چندو لال مجسٹریٹ میں ہوا اس میں یوں ارشاد ہے:

الہام انّی مھین من اراد اھا نتک کئی سال پہلے مجھ کو ہوا تھا میں مقدمات سے کئی سال پہلے یہ پیش گوئی من قا م للجوا ب و تنمّر۔ فسوف یری انه تند م و تد مر فیضی کی نسبت نہیں ہے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

سوال: یہ دونوں الہام آپکے سچے ہوئے کہ نہیں؟ متعلق مولوی محمد حسن اور پیر مہر علی شاہ

جواب۔ پہلے میں نے قبل سراج الاخبار شائع ہونے کے خیال کیا تھا کہ یہ دونوں الہام سچے ہو گئے ہیں مگر سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد میں نے یقین کر لیا کہ یہ میری رائے غلط نکلی کیونکہ پیش گوئیوں کا مصداق قائم کرنا اکثر رائے سے ہوا کرتا ہے یہ بات صرف رائے کے متعلق ہے نفس پیش گوئیوں کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

پھر اس حلفی بیان کے خلاف مرزا جی کا یہ کہنا کہ مولوی محمد حسن میری پیش گوئی کے مطابق فوت ہوا ہے کس قدر ڈھٹائی ہے۔

اب ہم اس قدر تمہید لکھنے کے بعد اپنے اصل مقصود کی طرف آتے ہیں۔سو واضح ہو کہ مقدمہ بازی کا سلسلہ پہلے مرزا صاحب کے حکم سے مرزائیوں نے چھیڑا۔اس کا نام اخبارات و اشتہارات میں جہاد رکھا، اور اس جہاد کے بہانہ سے مریدوں کو خوب لوٹا۔ چنانچہ آخری روز فیصلہ

کے دن خواجہ کمال الدین بی اے وکیل مرزا نے سر عدالت تسلیم کیا کہ مقدمہ بازی میں ہمارے تیس ہزار روپے صرف ہوئے ہیں ۔ظاہر ہے کہ مرزا جی نے جیسا کہ ان کے بیانات سے ظاہر ہوگا ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا، نہ ہی فریق مقدمات حکیم فضل الدین، شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم کی یہ حیثیت تھی کہ چندیں ہزار روپیہ کے مصارف پورے کرتے ۔ یہ سارا بوجھ مرزا جی کے مریدوں نے برداشت کیا اور پبلک کا ناحق روپیہ اس فضول کام میں پانی کی طرح بہایا گیا۔

مزید یہ کہ یہ ناگوار مقدمہ بازی مابین فریقین کیوں شروع ہوئی۔سو جہاں تک ہم غور کرتے ہیں درحقیقت یہ... حسب منشاء قدرت ایزدی جاری ہوا اور اثنائے مقدمات میں قدرت کے عجیب عجیب کرشمے نمودار ہوتے رہے ۔ ہر چند اس سلسلہ کو چھیڑنے والے مرزا جی اور انکے اراکین جماعت تھے اور انہوں نے اس غرض سے یہ سلسلہ چھیڑا تھا کہ دنیا پر اپنا رعب قائم کریں گے اور اپنے قانونی مشیروں (وکلاء) کی قانونی قابلیت اور افراط زر اور گرم جوش جماعت کی متفقہ طاقت سے چشم زدن میں مخالف فریق کو نیست و نابود کر کے لمن الملک کا نقارہ دنیا میں بجا دیں گے ۔لیکن ان کو کیا علم تھا کہ، ماچہ درخیالیم و فلک درچہ خیال ۔اس چھیڑ خانی کا نتیجہ ان کے حق میں آخر کیا نکلے گا ۔ اگر ان کو یہ علم ہوتا کہ یہ مقدمہ بازی ہمارے لئے وبال جان ہو جائے گی تو ہرگز اس کا نام نہ لیتے ۔لیکن خدا کو اپنی زبردست طاقت کا دکھلانا اور مرزائی پندار و غرور کو خاک میں ملانا منظور تھا۔

مرزائیوں کا پہلا مقدمہ

سب سے پہلے مرزا جی کے مرید حکیم فضل الدین نے مجھ (کرم الدین) پر زیر دفعہ ۴۱۷ تعزیرات ہند اولاً گورداسپور میں استغاثہ دائر کیا ۔ وہ مقدمہ ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو گنگا رام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر و مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور میں حکیم مذکور نے معرفت خواجہ کمال الدین و مولوی محمد علی وکلاء دائر کیا ۔ رائے گنگا رام تھوڑے عرصہ کے بعد وہاں سے تبدیل ہو گئے ۔(ہم نے ان کی عدالت سے مقدمہ منتقل کرنے کیلئے چیف کورٹ میں درخواست کی تھی اس اثنا میں وہ گورداسپور سے تبدیل ہو گئے ۔ اس لئے اگر ہمارا دعوی ملہمیت کا ہوتا جیسا کہ مرزا نے کہا کہ رائے چندو لال ہماری پیشگوئی کے مطابق تبدیل ہو گئے ہیں تو ہم بھی کہہ سکتے کہ رائے گنگا رام ہماری دعا سے تبدیل ہو گئے ۔کرم الدین) پھر یہ مقدمہ انکے جانشین لالہ چندو لال اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر و مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں چلتا رہا۔اس مقدمہ میں استغاثہ کی طرف سے علاوہ دیگر گواہوں کے مولوی نورالدین اور مولوی عبدالکریم کی بھی شہادتیں گذریں ۔اور .. بابو

غلام حیدر تحصیل دار کی بھی شہادت ہوئی اور صفائی کی طرف سے اس مقدمہ میں مرزا غلام احمد کی بھی شہادت گذری۔

مرزا صاحب کو اس مقدمہ میں فتح ونصرت کے الہامات بارش کی طرح نازل ہوتے رہے لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمہ خارج اور ملزم عزت کے ساتھ بری کر دیا گیا۔ مرزا جی کے الہامات کے پرخچے اڑ گئے اور دنیا میں فریق مخالف کی فتح وظفر کا نقارہ بج گیا۔ یہ فیصلہ عدالت چندولال مجسٹریٹ درجہ اول سے ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء کو صادر ہوا۔ مرزائیوں کو اس مقدمہ میں بڑی مصیبتوں کا سامنا ہوا اور بے اندازہ روپیہ صرف ہوا۔ نتیجہ مقدمہ کے متعلق ہم وہ مضمون درج ذیل کرتے ہیں جو اس موقعہ پر سراج الاخبار جہلم .. جنوری ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔

مولوی کرم الدین کی فتح

۱۴ جنوری ۱۹۰۴ء کو مرزائیوں کا وہ الہامی مقدمہ فوجداری تھا جو منجانب حکیم فضل الدین مرزا جی کے خاص حکم سے برخلاف مولوی صاحب موصوف دائر کیا گیا تھا اور جو ہر ماہ سے چل رہا تھا اور جس کی نسبت مرزا جی کو متواتر نصرت وفتح کے الہامات بارش کی طرح برس رہے تھے آخر کار انصاف مجسم حاکم جناب بابو چندولال بی اے مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت سے خارج ہو گیا، اور مولوی صاحب عزت سے بری ہو گئے۔ اس تاریخ کو بہت سے احمدی جماعت کے ممبر دور دور سے مسافت طے کر کے آخری حکم سننے کے لئے جمع ہو گئے تھے اور منتظر تھے کہ مرزا جی کا تازہ نشان (فتح مقدمہ) دیکھیں لیکن مجسٹریٹ کا حکم سن کر سب کے رنگ فق ہو گئے اور وہ سب امیدیں جو مرشد جی نے مدت دراز سے فتح وظفر کی دلا رکھیں تھیں خاک میں مل گئیں اور مرزا جی کے الہام کی قلعی کھل گئی۔

کیوں جی مرزائی صاحبان! سچ بتایئے گا وہ الہام جاء ک الفتح ثمّ جاء ک الفتح کیا ہوا، اور وہ مجموعہ فتوحات کا وعدہ کہاں اڑ گیا، اور انجام مقدمات کی پیشگوئی کیا ہوئی اور ان تازہ الہامات مشتہرہ الحکم ۱۶ و ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء ہماری فتح ہمارا غلبہ ظفر من اللہ وفتح مبین وغیرہ وغیرہ کا کیا حشر ہوا۔ آپکے حضرت حجۃ اللہ نے تو جیسا کہ الحکم مذکور میں چھپا خواب میں اصحاب القبور (مردگان) کے سامنے بھی ہاتھ جوڑے اور دعائیں کرائیں لیکن افسوس کہ وہ سب محنت اکارت گئی۔ سچ ہے و عندہ مفا تیح الغیب

لا یعلمها الّا هو۔ کیا مرزائی صاحبان اس معاملہ پر غور نہیں فرمائیں گے یارو خدارا انصاف الیس منکم رجل رشید ذرا مرزا جی سے یہ تو پوچھئے گا کہ آپ نے خود انجام مقدمات کی پیش گوئی اس آیت سے فرمائی تھی انّ اللّٰہ مع الّذین اتّقوا و الّذین ھم محسنون اب آپ ہی فرمایئے اہل تقوی آپ ہے یا آپ کے مخالف۔ میدان تو مولوی (کرم الدین) صاحب جیت گئے خدا کی نصرت ان کی یاور ہوئی۔ پھر یا تو آپ کو اپنے ملہم پر صاف بدظن ہو جانا چاہیے یا اس کا فیصلہ مان لیجئے کہ حق آپ کے خلاف ہے۔ ایک اور آیت بھی آپ نے الحکم میں اس مقدمہ کی پیش گوئی میں شائع کی تھی الم ترکیف فعل ربّک با صحاب الفیل الم یجعل کید ھم فی تضلیل و ارسل علیھم طیراً ابا بیل ترمیھم ..

سواب آپ ہی تشریح فرمایئے کہ اصحاب الفیل اس موقع پر کون ہیں اور ان کے مقابلہ میں مظفر و منصور کون۔ ہم تو گورداسپور میں جہاں تک دیکھتے رہے آپ ہی کی پارٹی بڑے کروفر سے رتھوں اور گاڑیوں پر سوار ہو کر آتی تھی پھر آپکی نسبت طیراً ابا بیل کا خیال کرنا تو نہایت بے ادبی ہے۔ البتہ پہلی شق کی کوئی وجہ نکل سکتی ہے تو براہ مہربانی اس الہام کی پوری تفسیر کر دیجئے گا۔ مرزائی صاحب آپ؟ مانیں یا نہ مانیں دنیا میں تو سب مولانا محمد کرم الدین کی فتح کا ڈنکا بج گیا اور مرزا جی کا وہ طلسم اعجاز دعوی (الہام) ٹوٹ گیا الحقّ یعلو و لا یعلی۔ اب تو مرزائی صاحبان کو مرزا جی سے صاف کہہ دینا چاہیے بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے۔

افسوس ہے کہ مرزا جی کے جری سپاہی خواجہ کمال الدین وکیل کی یک سالہ محنت اکارت گئی اور برخلاف ان کے فاضل وکلاء جناب سید امیر شاہ پلیڈر بٹالہ اور شیخ نبی بخش پلیڈر گورداسپور، بابو.. بی اے وکیل گورداسپور نے میدان جیت لیا۔ ہم ان وکلاء صاحبان کو تہ دل سے مبارک باد دیتے ہیں اور ان کی محنت کا اعتراف کرتے ہیں اور پھر صدہا مبارک باد مولوی محمد کرم الدین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک زبردست فتح حاصل کی۔ راقم: ایک گورداسپوری

مرزائیوں کا دوسرا مقدمہ فوج داری

دوسرا مقدمہ بھی مرزا قادیانی کے اسی جا نثار نے ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو بذریعہ مسٹر اوگارسن بیرسٹرایٹ لاء لاہور وخواجہ کمال الدین وکیل، عدالت لالہ چندولال مجسٹریٹ میں دائر کیا۔ اور اس مقدمہ کی بنا اس سے شروع ہوئی کہ حکیم فضل الدین کا بیان بمقدمہ ۴۱۷ تعزیرات ہند ہو رہا تھا جرح کے وقت اس کے ایک بیان کی تردید کے لئے ہم نے کتاب نزول المسیح کے چند اوراق پیش کر دیئے چونکہ اس سے اس کے پہلے بیان کی تکذیب ہوتی تھی اس لئے اس نے اس وقت اس کتاب کی ملکیت سے صاف انکار کیا چنانچہ لکھایا کہ کتاب نزول المسیح جو ملزم نے پیش کی ہے اور جس پر نشان اے نمبر اے کا ہے، اس کا پہلا ورق ہمارے مطبع کا معلوم ہوتا ہے باقی اوراق کی نسبت میں نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مطبع کے چھپے ہوئے ہوں۔ پھر لکھایا کہ نزول المسیح کی کاپی جو ملزم کی طرف سے پیش ہوئی ہے جس پر میں اعتبار نہیں کرتا ممکن ہے ہمارے مطبع کے کاتب سے مل کر لکھائی ہو یا کسی اور کاتب سے لکھائی ہو جس کا خط ایسا ہی ہو استاد کاتبوں کے خط مشابہ ہوتے ہیں۔

پھر ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو بعد صلاح مشورہ ان اوراق کو مال مسروقہ ظاہر کر کے زیر دفعہ ۴۱۱ تعزیرات ہند استغاثہ دائر کیا گیا اور لکھایا کہ کاپی ہماری ملکیت ہے ہمارے ہی مطبع کی چھپی ہوئی اور ہمارے ہی کاتبوں نے لکھی ہے۔

یہ بے وجہ بے بنیاد بے حیثیت مقدمہ ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو رائے چندولال مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت میں حکیم فضل الدین کی طرف سے بذریعہ مسٹر اوگارسن بیرسٹرایٹ لاء وخواجہ کمال الدین وکیل دائر کیا گیا اور اس کی تحقیقات میں ناحق عدالت کے قریباً نو ماہ صرف ہوئے۔ چونکہ ۴۱۷ والے مقدمہ کی کمزوری گواہان استغاثہ کے بیانات سے ظاہر ہو چکی تھی اور مرزائیوں کو اپنے اس مقدمہ میں کامیابی کی امید قریباً منقطع ہو چکی تھی اور ادھر مرشد جی کی طرف سے بہت سے الہامات فتح ونصرت کے پیش از وقت شائع ہو چکے تھے اس لئے بمصداق الغریق یتشبث بالحشیش انہوں نے یہ دوسرا مقدمہ بے حقیقت دائر عدالت کر دیا باوجودیکہ وہ خوب جانتے تھے، مگر چند اوراق نزول المسیح کی چوری کرنے یا کرانے کی فریق ثانی کو کیا ضرورت تھی اور اتنے دور دراز فاصلہ سے چوری کرنا یا کرانا کس طرح باور کیا جا سکتا تھا اور طرفہ یہ کہ فضل الدین جو مقدمہ ہذا میں مستغیث گردانا گیا پہلے اپنے حلفی بیان میں اس کتاب کی ملکیت سے انکار کر چکا تھا جس کی

تفصیل گذر چکی ہے۔

لیکن ان کے نقطہ خیال میں یہ تھا کہ دفعہ مقدمہ ایسی ہے کہ محض مقدمہ دائر کر دینے سے ہی فریق ثانی کو بہت کچھ نقصان پہنچا سکتی ہے جرم نا قابل ضمانت ہے مستغاث علیہ زیر حراست رہے گا اور بقواے تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود، جب تک کہ تحقیقات میں مقدمہ کی حقیقت کھلے گی اس سے پہلے ہی مرشد کے الہام انی مھین من اراد اھا نتک کا کرشمہ ظاہر ہو جاوے گا۔ لیکن چندو لال مجسٹریٹ نے مقدمہ کی حقیقت پر نگاہ ڈال کر بجائے اجرائے وارنٹ بلا ضمانت کے وارنٹ ضمانتی جاری فرمایا۔ تاہم مرزائی جماعت نے یہ بھی غنیمت سمجھا اور وارنٹ دستی حاصل کر کے تعمیل کیلئے ایک مخلص حواری شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم کو مامور کر دیا کہ خود فریق ثانی کے مسکن میں بذریعہ پولیس پہنچ کر تعمیل کرائے تاکہ وہاں کے باشندگان یہ کاروائی دیکھیں اور اس کی خفت ہو۔ لیکن مستغاث علیہ ان دنوں اپنے دیہہ مسکن میں موجود نہ تھا اس لئے مسٹر تراب دور دراز فاصلہ کی صعوبات سفر برداشت کر کے موضع بھیں میں پہنچے اور ہر چند وہاں دشوار گذار کھنڈرات میں دن بھر بھٹکتے اور خاک چھانتے پھرے لیکن دل کی امنگ پوری نہ ہوئی مستغاث علیہ کا پتہ نہ ملا۔ بالآخر اپنے ارادہ میں ناکام ہو کر وہ پریشان ہو کر بے نیل و مرام رجعت قہقہری قادیان میں بصد حسرت وارمان لوٹ آئے۔

(نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مختلف مقاصد کیلئے اس وحشتناک سفر میں مبتلا گئے اور کبھی چکوال کبھی بھیں اور ادھر ادھر بھی دورہ فرماتے رہے لیکن ایک دفعہ بھی فائز المرام نہ ہوئے اور ہر یک دفعہ بہت سی تکالیف برداشت کر کے یوں ہی واپس ہونا پڑا۔ کاش مرزا جی پہلے ہی ان کو آگاہ کر دیتا کہ میاں کاہے کو تکلیف اٹھاتے ہو تم نے اپنے ارادوں میں نامراد ہی رہنا ہے۔ اور اگر ملہم میں کوئی طاقت تھی تو ان کی مدد کرتا اور فوراً ان کا مطلب پورا کر دیتا۔ نہایت تعجب ہے کہ مقدمات کی اتنی لمبی دوڑ میں فریق ثانی کو ایک دفعہ بھی قادیان جانے کی ضرورت پیش نہ آئی اور مرزائی جماعت کو کم سے کم چھ سات دفعہ موضع بھیں کی زیارت کرنی پڑی اور یاتون الیک من کل فجٍ عمیق کا الہام بجائے قادیان کے الٹا موضع بھیں پر صادق آتا رہا اور یہ سن کر ناظرین کو تعجب ہوگا کہ مرزائی جماعت کے بعض صاحبان کئی رنگ بدل بدل کر بھیں میں مقدمہ کا مصالحہ لینے گئے۔ چنانچہ ایک جہلمی مرید ایک دفعہ پٹھانوں کے لباس میں ... ہینگ فروشی کے بہانہ سے کوبہ کو در بدر خراب ہوتا رہا لیکن آخر بے چارہ وہ بھی ساحل مقصود پر نہ پہنچا۔ پھر ایک دفعہ وہی شخص سارجنٹ پولیس بن کر رات کو موضع بھیں میں گیا لیکن تاڑنے والے تاڑ گئے کہ کشمیری بچہ سوانگ بھر رہا ہے۔ کیا ایک راستباز کے متبعین کو ایسی چالبازیاں کرنا جائز ہیں۔ ہرگز نہیں۔ کرم الدین)

الغرض یہ بے اصل استغاثہ دائر ہونے اور اس کی کاروائی شروع ہو جانے پر مرزائی جماعت بڑی خوشیاں منا رہی تھی اور بڑی بے صبری سے انتظار کیا جا رہا تھا کہ اگر پہلے نہیں تو اختتام شہادت پر مستغاث علیہ ضرور زیر حراست ہوگا اور مرزائیوں کے دل ٹھنڈے ہوں گے چنانچہ اختتام شہادت کے موقع پر اخبار الحکم نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ اگر خدا نے چاہا تو ۲۴۔ اگست کا پرچہ ایک خاص پرچہ ہوگا۔ لیکن ہم اس ذات پاک جل وعلاء شانہ کی کمال قدرت پر قربان ہیں جس نے اس زبردست پارٹی کو اپنے ارادوں میں ناکامیاب کیا۔

اس استغاثہ کی تائید میں جتنے گواہ گذرے ہیں وہ سارے کے سارے مرزا صاحب کے مرید حکیم فضل الدین مستغیث کے پیر بھائی تھے جو مقدمہ بازی میں حصہ لینے کی غرض سے بدون طلبی عدالت مختلف دور دراز شہروں سے تشریف لا کر تائید استغاثہ میں گواہ بنے تھے۔ اور یہ سن کر ان سب کو افسوس ہوا ہوگا کہ ان کی شہادت نے ان کے مرشد بھائی کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور مقدمہ خارج ہو گیا۔ گواہان استغاثہ حسب ذیل تھے: خلیفہ نور الدین۔ شیخ نور احمد۔ کرم علی۔ مفتی محمد صادق۔ ظفر احمد۔ حبیب الرحمٰن ریاست کپورتھلہ۔ امتیاز احمد؟ وزیر آباد، عبداللہ کشمیری امرتسر، شیخ رحمت اللہ وغیرہ.. احمد دین اپیل نویس گوجرانوالہ حکیم محمد حسین لاہوری۔ ان گواہوں کی بالعموم یہی شہادت تھی کہ وہ مرزا صاحب کی تصنیفات کے خریدار ہیں اور مدت سے حکیم فضل دین کی معرفت کتابیں منگوایا کرتے ہیں اور کتاب نزول المسیح متنازعہ ان کے پاس نہیں پہنچی۔

ان گواہوں کے متعلق صرف اس قدر کہہ دینا ضروری ہے کہ بالعموم اپنے بیانات میں انہوں نے لکھایا کہ نو دس سال کے زائد عرصہ سے مرزا صاحب کی تصانیف حکیم فضل دین ہی سے منگوایا کرتے ہیں اور اسی کو قیمت بھیجا کرتے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب اپنے بیان (بمقدمہ دفعہ ۴۱۷) صاف لکھاتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے جو دفتر میں کتابیں تھیں ان کی فروخت کسی میرے آدمی کی معرفت ہوتی تھی مگر ۱۹۰۱ء کے بعد پھر میں نے یہ انتظام کیا کہ یہ تمام کتابیں حکیم فضل الدین کے سپرد کر دیں کہ وہ فروخت کرے۔ لیکن گواہان ۱۹۰۱ء سے پہلے کئی سالوں سے برخلاف قول مرزا صاحب فضل دین ہی سے کتابیں لینا بیان کرتے ہیں۔.. غرض یہ مقدمہ بھی دفعہ ۴۱۷ والے مقدمہ کی طرح خارج ہو کر مرزائیوں کی رسوائی کا باعث ہوا۔

مرزائیوں کا تیسرا مقدمہ فوجداری

تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم کی طرف سے میرے (کرم الدین) اور مولوی فقیر محمد کے خلاف زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ازالہ حیثیت عرفی دائر کیا گیا۔ اس مقدمہ میں مجسٹریٹ نے مستغاث علیہما کو ... جرمانہ کیا جس کی اپیل نہیں کی گئی۔ اس مقدمہ میں بھی عجیب عجیب انکشافات ہوئے۔ مرزا صاحب کو بھی شہادت صفائی میں پیش کر کے آپ پر زبردست جرح کی گئی (یہ بیان درج ہوگا) یعقوب علی تراب قادیان میں تو بڑے جنٹل مین بنے ہوئے تھے لیکن ہم کو بتانے والوں نے آپ کا اتا پتا بتایا تو معلوم ہوا کہ آپ ذات کے ... ہیں۔ جب سوالات جرح میں آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی ذات ... ہے تو خواجہ کمال الدین بڑے خفا ہو کر عدالت سے کہنے لگے کہ یہ دوسرا لائیبل ہے۔ عرض کی گئی کہ آپ گھبرائیں نہیں ہمارے پاس اس کا ثبوت ہے۔ اور اس کے متعلق ہم تراب کے والد ماجد کو طلب کرا کر آپ کو ان کی زیارت کرائیں گے اور ان کے منہ سے اس امر کی کہ آپ ... ہیں تصدیق کرائیں گے۔ تراب صاحب دراصل ضلع جالندھر میں ایک موضع جاڈلہ کے باشندہ ہیں۔ پیدا ہوتے ہی برخوردار کا نام چھجو رکھا گیا آپ کے والد کا نام چٹو اور دادا کا نام تانا تھا اور ذات ... تھی۔

سوالات جرح میں تراب صاحب سے جب ذات پوچھی گئی تو آپ نے اپنے حلفی بیان میں اپنی ذات سے لاعلمی ظاہر کی اور لکھ دیا کہ نہیں معلوم میری قوم کیا ہے۔ یہ بھی پوچھا گیا کہ آپ شیخ کیوں کہلاتے ہیں؟ تو کہا کہ مسلمان کی حیثیت سے میں نے اپنے آپ کو شیخ لکھایا ہے نہ بلحاظ قومیت کے۔ یہ بھی پوچھا گیا کہ آپ کے والد صاحب کا نام چٹو ہے یا نہیں؟ اسکے جواب میں فرمایا کہ میں نے نہیں سنا کہ میرے باپ کا نام چٹو تھا۔ گواہان صفائی میں آپ کے والد ماجد کو طلب کرایا گیا جن کے نام کا سمن اس پتہ پر تعمیل ہو کر آیا: بنام چٹو ولد تانا عرف سلطان بخش ذات ... ساکن جاڈلہ ضلع جالندھر۔

جب میاں چٹو عدالت میں شہادت کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے اپنی عرفیت چٹو تسلیم کی اور ذات شیخ لکھائی حالانکہ یعقوب علی صاحب قوم شیخ ہونے سے انکار کر چکے تھے۔ جرح میں آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر شیخ ہے تو آپ کو ... کیوں کہا جاتا ہے، چنانچہ سمن بھی اسی پتہ پر تعمیل ہوا، تو اس کے جواب میں وجہ یہ ظاہر فرمائی کہ میرے ایک بزرگ نے ... کے گھر شادی کر لی

تھی۔ علاوہ ازیں بابو محمد افضل اڈیٹر البدر گواہ استغاثہ نے اپنی شہادت میں صاف لکھایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یعقوب علی ذات کے ... ہیں۔

اس مقدمہ میں بھی مرزائیوں کا بڑا روپیہ خرچ ہوا۔ بڑے بڑے اڈیٹران اخبار اور تحصیلدار ڈپٹی گواہان گذرے۔ آخر نتیجہ کیا ہوا؟ کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ تراب صاحب کی عزت کی قیمت ... پڑی جو مستغاث علیہ پر جرمانہ ہوا۔

مرزا قادیانی پر فوجداری مقدمہ

اب ہم اس مقدمہ کا ذکر کرتے ہیں جو زیر دفعات ۵۰۰، ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند میری (کرم دین) طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے مرید حکیم فضل الدین بھیروی ثم القادیانی کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا مواہب الرحمٰن کی عبارت مندرجہ صفحہ ۲۹۔۳۰ کی بنا پر دائر کیا گیا تھا اور جس میں مرزا صاحب دو سال تک سرگردان و پریشان رہے۔ آخر عدالت مہتہ آتمارام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور سے مرید و مرشد کو جرمانہ ورنہ قید کی سزا ہوئی اور سینکڑوں روپے اپیل پر خرچ ہو کر جرمانہ معاف ہوا۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مرزا جی کی بدزبانی سے کسی ملت کسی فرقہ کا کوئی متنفس نہ بچا ہوگا، جو کہ ان کی گالیوں کا نشانہ نہ بنا ہو بعض نے آپ کو ترکی بترکی سنائیں اور بعض سنجیدہ مزاجوں نے اپنی عالی وقاری سے مطلق سکوت کیا جوں جوں دوسری طرف سے خاموشی ہوتی گئی مرزا صاحب کا حوصلہ بلند ہوتا گیا اور گالیوں میں مشاق ہوتے گئے حتی کہ گویا فن گالیوں کے آپ پورے امام بن گئے اور گالیوں کی ایجاد میں آپ نے یدطولی حاصل فرمایا کہ اس علم کے آپ استاد اور ادیب مانے جانے لگے اور دنیا قائل ہوگئی کہ کوئی شخص امام الزمان کا مقابلہ اس فن میں کرنے کے قابل نہیں رہا۔ آخر رفتہ رفتہ یہ معاملہ حکام وقت کے سامنے پیش ہوا اور مختلف مواقع پر آپ کی وہ تصنیفات جو مغلظات کا ایک مجموعہ تھیں دفتر عدالت میں پیش ہوگئیں چنانچہ بعض حکام نے مرزا جی کو ڈانٹا کہ مرزا جی منہ کو سنبھالئے اور گورنمنٹ انگلشیہ کے اصول امن پسندی کو نظر انداز نہ فرمائیے۔ عامہ خلائق کی دل آزاری اور ایذا رسانی سے باز آیئے ورنہ معاملہ دگرگوں ہو جائے گا۔ وہاں مرزا جی عدالت کے تیور دیکھ کر آئندہ کے لئے قسم کھانے لگے کہ معاف کیجئے آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ اس موقع پر مناسب ہے کہ ناظرین کی آگاہی کے لئے اس حلفی معاہدہ کی جو مرزا جی نے مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور

کی عدالت میں داخل کیا بجنسہ نقل کی جاوے اور اس کے بعد مسٹر ڈگلس ڈپٹی کمشنر کے فیصلہ کی نقل بھی درج کی جاوے:

{ میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالیٰ حاضر جان کر اقرار صالح کرتا ہوں کہ آئندہ :ا۔ میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر و ذلت کی جاوے یا مناسب طور سے حقارت ذلت سمجھی جاوے یا خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کرونگا۔

۲۔ میں اس سے بھی اجتناب کرونگا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جاوے کہ کسی شخص کو حقیر ذلیل کرنے کے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الٰہی بنے یا یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳۔ میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا جس سے کہ کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الٰہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جاتے ہوں

۴۔ میں اجتناب کرونگا یعنی مباحثہ میں مولوی ابو سعید محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کے برخلاف گالی گلوچ کا مضمون یا یا تصویر لکھوں یا شایع کروں جس سے اس کو درد پہنچے میں اقرار کرتا ہوں کے اس کے یا اس کے دوست یا پیرو کے برخلاف اس قسم کے الفاظ استعمال نہ کرونگا جیسا کہ دجال کافر کاذب بطالوی میں کبھی اس کی (نجی) زندگی یا خاندانی رشتہ داروں کے برخلاف کچھ شائع نہ کرونگا جس سے اس کو آزار پہنچے۔

۵۔ میں اجتناب کرونگا مولوی محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کو مباہلہ کیلئے بلاؤں اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ مباحثہ میں کون صادق اور کون کاذب ہے، نہ میں اس محمد حسین یا اس کے دوست یا پیرو کو اس اس بات کے لئے بلاؤں گا کہ وہ کسی کے متعلق کوئی پیش گوئی کریں۔

۶۔ میں حتی الوسع ہر ایک شخص کو جس پر میرا اثر ہوسکتا ہے اس طرح کار بند رہنے کے لئے ترغیب دوں گا جیسا کہ میں نے فقرہ نمبر ا تا ۵ میں اقرار کیا ہے۔۲۴ فروری ۱۸۹۹ء ۔ دستخط مجسٹریٹ ضلع بحروف انگریزی مسٹر ڈوئی۔ دستخط بحروف انگریزی کمال الدین پلیڈر۔ دستخط مرزا غلام احمد قادیانی بقلم خود

{ حکم اجلاسی جی ایم ڈبلیو ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور

زیر دفعہ...ضابطہ فوجداری ۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو متنبّی کیا جاتا ہے کہ اگر چہ بمقدمہ ڈاکٹر کلارک صاحب ان کے برخلاف کافی شہادت نہیں ہے کہ ان سے ضمانت حفظ امن کی لی جاوے لیکن جو تحریرات عدالت میں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ فتنہ انگیز ہے درانحالیکہ کوئی شہادت اس کے باور کرنے کے واسطے نہیں ہے کہ مرزا صاحب خود یا کسی دیگر شخص کی معرفت نقص امن کریں گے مگر ان کی تحریرات اس قسم کی ہیں کہ انہوں نے بلاشبہ طبائع کو اشتعال کی طرف مائل کر رکھا ہے اور مرزا صاحب کو ذمہ دار ہونا چاہیے کہ یہ تحریرات ان کے مریدوں پر کیا اثر رکھیں گی پس مرزا صاحب کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ملائم اور مناسب الفاظ میں اپنی تحریرات کو استعمال کریں ورنہ بہ حیثیت مجسٹریٹ ضلع ہم کو مزید کاروائی کرنی پڑے گی۔

دستخط مجسٹریٹ: مسٹر ڈگلس۔دستخط مرزا غلام احمد بقلم خود

سو یہ دونوں مرحلے جو ہر دو صاحبان ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالتوں میں مختلف اوقات میں پیش آئے مرزا جی کو آئندہ عبرت دلانے کیلئے کافی تھے لیکن خدا کے جری (مرزا جی) کی شان سے بمراحل بعید تھا کہ آپ تحریرات کے پابند رہتے۔افسوس کہ نہ تو آپ نے اس بات کی پرواہ کی کہ انہوں نے گورنمنٹ عالیہ کے ذمہ دار افسروں کے سامنے معاہدہ کیا ہے جو دراصل گورنمنٹ کے سامنے تھا اور سلطان وقت کے حکم کی اطاعت کرنا فرض ہے، اور نہ ہی اس بات کا خیال کیا کہ وہ نہ صرف مسٹر ڈوئی کے سامنے معاہدہ کر رہے تھے بلکہ احکم الحاکمین کو حاضر ناظر جان کر (جیسا کہ شروع میں لکھا ہے) حلفاً اقرار کیا تھا، جو درحقیقت خدا پاک سے معاہدہ تھا، اور ایفائے عہد ایک ضروری امر ہے، اور عہد کا توڑنے والا بزرگ تو بجائے خود مسلمان کہلانے کے قابل بھی نہیں رہتا، بلکہ علامات منافق میں داخل ہے اذا عاھد غدر اور قیامت میں عہد شکن (جو خدا سے گویا غدر کرنے والے ہیں) اس سزا کے مستوجب ہوں گے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ترجمہ: غادر (عہد شکن) کے چوتڑوں میں قیامت کے روز جھنڈا ہوگا جو اس امر کی منادی کرے گا کہ یہ عہد شکن غادر تھا۔

الغرض مرزا صاحب نے ہرگز اس اپنے معاہدہ حلفی کا پاس نہ کیا اور نہ مسٹر ڈگلس کی تنبیہ کا ہی کچھ خوف کیا، بے دھڑک اسی طرح آپ کی تحریرات شائع ہو کر خلق خدا کو ایذاء پہنچاتی رہیں۔اس بات کے نظائر بے تعداد ہیں جو مرزا صاحب کی تصانیف پڑھنے والوں پر اظہر من الشّمس ہیں لیکن ہم اس موقعہ پر صرف ایک ہی نظیر کی طرف ناظرین کو توجہ دلائیں گے جس سے وجہ

دائرہ مقدمات فریقین بھی ظاہر ہو گی۔

موضع بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم میں مولوی محمد حسن فیضی، مرزا کے عقاید کے مخالف تھے۔ مولوی صاحب تقدیر الٰہی سے ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے جب مرزا صاحب کو ان کی وفات کی خبر ملی تو آپ حسب عادت خلاف معاہدہ حلفی دنیا میں ڈینگ لگانے لگے کہ محمد حسن فیضی ان کی بد دعا سے فوت ہوئے ہیں اور ان کی پیش گوئی والہام کا نشانہ ہوئے ہیں۔ یہ مضامین آپ نے کشتی نوح، تحفہ ندوہ، نزول المسیح میں خود بھی شائع کئے اور اپنے اڈیٹر الحکم قادیان سے بھی شائع کرائے۔

یہ امر کہ مرزا قادیانی کا محمد حسن فیضی نے کیا نقصان کیا تھا اور کیوں آپ ان کو بعد وفات برا بھلا کہنے پر مستعد ہوئے؟ ان سے قصور یہ سرزد ہوا کہ ایک دفعہ حسب تجویز چندا کابر اسلام آپ سیالکوٹ میں مرزا جی سے ملے اور آپ کے علمی کمالات کی قلعی یوں کھولی کہ ایک بے نقط قصیدہ عربیہ منظومہ خود، مرزا صاحب کے پیش کیا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ مرزا جی سخت گھبرائے اور کچھ سمجھ نہ سکے کہ قصیدہ میں کیا لکھا ہے، نہ کوئی جواب دے سکے۔ مولوی محمد حسن فیضی، مرزا جی سے بے اعتقاد ہو کر واپس آئے اور اخبارات کے ذریعہ ساری کیفیت کھول دی اور وہ قصیدہ بھی ایک اسلامی رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں شائع کر دیا جس کو شایع ہوئے قریباً ۶ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اب تک مرزا جی یا ان کے کسی حواری کو جواب لکھنے کی طاقت نہ ہوئی، اور نہ ہی اس کیفیت کی جو اخبارات میں شائع ہوئی کسی مرزائی نے تردید لکھی۔

اس کے بعد پھر دوسری خطا محمد حسن فیضی سے یہ ہوئی کہ ایک مطبوعہ چٹھی کے ذریعہ مرزا جی کو بڑی متانت سے ان کے اس ادعا پر کہ ان کے کلام میں قرآن کریم جیسا اعجاز ہے، متنبہ کیا کہ آپ کا دعویٰ بچند وجوہ غلط ہے۔ نیز چیلنج کیا کہ اگر آپ میں عربی لکھنے کی طاقت ہے تو جہاں آپ مجھے بلاویں مقابلہ کیلئے حاضر ہوں۔ اس چٹھی کا جواب بھی مرزا کی طرف سے فیضی کی زندگی میں ہرگز نہ ملا نہ مرزا جی کو مقابلہ کی طاقت ہوئی۔ وہ چٹھی سراج الاخبار ۱۳۔ اگست ۱۹۰۰ء ص ۶ پر چھپی تھی۔

علاوہ ازیں فیضی سے مرزا جی کی ناراضگی کی یہ بھی وجہ تھی کہ جب مرزا جی کے چیلنج تفسیر نویسی کے مطابق پیر مہر علی شاہ گولڑوی بمعہ بہت سے جلیل القدر علماء وفضلاء کے لاہور تشریف لے گئے تھے اور باوجود دعوت پر دعوت ہونے کے مرزا جی کو اپنے بیت الامن کی چار دیواری سے باہر نکلنے کی جرأت نہ ہوئی تھی، بالآخر شاہی مسجد میں علماء وفضلاء کا جلسہ ہوا جس میں مسلمانان لاہور بھی

کثرت سے شامل تھے، اس جلسہ میں محمد حسن فیضی نے بھی مناسب حال تقریر کی تھی۔

مرزا صاحب سے یہ تو نہ ہوسکا کہ مرحوم کو ان کی زندگی میں جس متانت سے انہوں نے ان کو چٹھیاں لکھیں جواب باصواب دیتے یا مقابلہ کے لئے بلاتے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ فیضی فوت ہو چکے ہیں اور اب میدان خالی ہے، تو آپ نے مرحوم کی روح کو ستانا شروع کیا اور ان کے پس ماندگان کی دل آزاری کیلئے اپنی تصانیف ان کے عم زاد (مولوی کرم الدین بھین، جو اس مقدمہ میں مستغیث تھے) کے پاس بھیں روانہ کیں۔

مولوی کرم الدین نے مرزا جی کو نوٹس بھیجا کہ آپ پر اس امر کی نالش فوجداری کی جاوے گی کہ آپ نے انکے بھائی کی توہین کر کے ان کی دل دل آزاری کی ہے۔

اس پر قادیان میں عجیب کھل بل مچی اور قانونی مشیروں کے مشورہ سے پیش بندی کر کے مولوی کرم الدین کے خلاف مقدمہ فوجداری حکیم فضل الدین کے ذریعہ زیر دفعہ ...تعزیرات ہند گورداسپور میں دائر کر دیا اور اس کے بعد کچھ عرصہ مولوی کرم الدین نے فیضی کی توہین کا مقدمہ جہلم میں رائے سنسار چند کی عدالت میں دائر کر دیا۔ اس مقدمہ میں مرزا جی بذریعہ وارنٹ بضمانت ایک ہزار روپیہ طلب ہوئے اور نیز آپکے چند مرید بھی آپ کے ساتھ بذریعہ وارنٹ بلائے گئے۔

اس مقدمہ کی نسبت قانونی مشیروں نے یہ اعتراض سوچا کہ مقدمہ فیضی کے پسران کی طرف سے ہونا چاہیے تھا جن کی موجودگی میں مستغیث کو حق نالش کا نہیں پہنچتا۔ اس پر مرزا صاحب کا حوصلہ بندھ گیا اور جہلم روانہ ہونے سے پہلے اپنی ایک کتاب مواہب الرحمٰن میں جو اس وقت زیر تصنیف تھی اس مقدمہ کی نسبت کچھ تذکرہ چھاپ کر ہمراہ لائے اور جہلم میں آ کر کتاب تقسیم کر دی ۔اس کتاب میں مولوی صاحب کی نسبت سخت ہتک کے لفاظ درج کئے گئے جو آپ پر اس استغاثہ کی دائری کا باعث ہوئے۔

۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو اس مقدمہ کی پیشی ہوئی اور امام زمان بجائے اس کے کہ سینہ سپر ہو کر تنہاء مقابلہ میں نکلتے ایک جتھہ وکلاء کا اپنی نجات کا وسیلہ بنا لائے جن میں سے ایک صاحب انگریز بیرسٹر بھی تھے جو اس عیسائی مذہب کے تھے جنکی نسبت دجال وغیرہ کے القاب آپ استعمال فرمایا کرتے ہیں۔ بالآخر وکلاء نے وہی اعتراض اٹھایا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور حاکم نے وہ اعتراض سن کر استغاثہ داخل دفتر کیا۔

بس پھر کیا تھا مرزائیوں نے فتح فتح کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور لمبے چوڑے

اشتہاروں میں مرزا جی کو خدا کا برگزیدہ رسول اور نبی اللہ کے خطاب دے کر مبارک بادیاں دی گئیں۔اس موقعہ پر اخبار چودھویں صدی میں ایک مضمون جو مرزائیوں کے اس غیر معمولی جوش پر اڈیٹر اخبار موصوف نے لکھا تھا، درج کر دینا موجب دلچسپی ناظرین ہوگا:

نقل مضمون اخبار چودھویں صدی راولپنڈی مطبوعہ یکم فروری ۱۹۰۳ء صفحہ کالم اول

مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک مقدمہ میں فتح کی خوشی میں انکے مریدان باصفا نے مرزا صاحب کے مراتب کو اور بھی بلند فرما دیا ہے چنانچہ اخبار الحکم کے ضمیمہ میں جو اس عظیم الشان فتح پر ان کو مبارک باد دی گئی ہے اس میں سے ذیل کے الفاظ ہم نقل کرتے ہیں:

اے خدا کے برگزیدہ رسول الحق خدا تیرے ساتھ کھڑا ہوا ہے۔اے نبی اللہ تجھے وہ بشارت ملی ہے جس کا وعدہ بشارۃ تلقا ھا النبیو ن میں یوم العید کو دیا گیا۔لاریب خدا تعالی کے وہ سارے وعدے جو اس نے اس مقدمہ کے متعلق کئے تھے پورے ہوئے ان تمام پیش گوئیوں کے پورا ہونے پر تجھ کو اور تیری قوم کو مبارک باد دیتے ہیں۔

ہم نے تو ایک سابقہ پرچہ میں پیش گوئی کر دی تھی اور اس کے واسطے کسی الہام کی ضرورت نہیں تھی کہ مرزا صاحب کو آج کل جو الہامات ہو رہے ہیں ان کی تعبیر عنقریب ان مقدمات کے نتائج سے کی جاوے گی مقدمہ جو مرزا صاحب پر اور ان کے دوستوں کے برخلاف تھا وہ جہاں تک ہم نے سنا ہے اس امر کا تھا کہ مولوی محمد حسن جو موضع بھیں ضلع جہلم کے رہنے والے تھے ان کی نسبت کچھ نا ملائم اور ناشائستہ الفاظ انہوں نے یا آپ کے کسی دوست نے لکھے تھے ان الفاظ کی بنا پر مولوی محمد حسن کے ایک رشتہ دار مولوی کرم الدین نے مرزا صاحب وغیرہ پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کر دی تھی عدالت کے سامنے سوال یہ تھا کہ آیا مولوی کرم الدین مولوی محمد حسن مرحوم کا اتنا قریبی رشتہ دار ہے کہ متوفی مولوی کو برا کہا جانیکی وجہ سے نالش کرنے کا مستحق ہے عدالت نے یہ قرار دیا ہے کہ مولوی کرم الدین اتنا قریبی رشتہ دار مرحوم کا نہیں ہے کہ وہ دعوی کر سکے۔اس مقدمہ کے متعلق وضاحت سے جو الہام مرزا صاحب کو ہوئے ہیں وہ دوران مقدمہ میں ہوئے ہیں جب کہ انکو انکے وکلاء قانونی مشورہ دے چکے تھے اور اس واسطے ہم جانتے ہیں کہ ان الہامات کے کیا معنی ہیں لیکن ہم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس تقریب پر مرزا صاحب کے مراتب ومناقب میں کوئی ترقی ہونے والی ہے، اور غالباً مرزا کو

بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ اس عظیم الشان فتح کی خوشی میں خدا کے برگزیدہ رسول، اور نبی اللہ ہو جائیں گے اور خاتم الانبیاء ختم الرسل کی تعریفات جو آنحضرت ﷺ کے مبارک اور پیارے نام کے ساتھ گذشتہ تیرہ سو برس میں استعمال ہوتی رہی ہیں ان کے مٹانے کی کوشش کی جائیگی۔ لیکن اگر مرزا صاحب اس ترقی کے مستحق ثابت ہوئے ہیں تو ہماری رائے میں ان وکیلوں کی جنہوں نے مرزا کو اس مقدمہ میں چھڑایا ہے نہایت حق تلفی کی گئی ہے۔ مقدمہ سے چھوٹنے والا تو امام سے برگزیدہ رسول اور نبی ہو جائے اور مقدمہ سے چھوڑانے والے بیچارے کو خاص اور چھوٹنے والے سے بہتر مرتبہ کے مستحق نہ قرار دیئے جائیں حالانکہ حالات نے مرزا صاحب کے وکلاء کو انعام میں ایک خاص ترقی دینے کا موزوں موقع پیدا کر دیا تھا۔ یعنی مرزا کے تین وکلاء تھے ان تینوں میں سے جن سے وہ راضی ہوتے ایک کو خدا دوسرے کو خدا کا بیٹا اور تیسرے کو روح القدس بنا دیا جاتا، پھر تینوں مل کر خدا بنا دیئے جاتے اور مرزا کے دین کے لحاظ سے یہ کوئی نئی یا اچھوتی بات نہ ہوتی۔ مرزا صاحب نے اپنے مضمون کشتی نوح میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ مریم بنا دیئے گئے تھے اور پھر ان کو حمل ہو گیا تھا۔ اور جب ان کو دردزہ ہوا تو وہ کھجور کے درخت کے نیچے چلے گئے اور وہاں جا کر انہوں نے بچہ جنا اور وہ بچہ جننے کے بعد ان کو آخر کار کسی وقت معلوم ہوا کہ وہ دونوں ماں اور بچہ وہ خود ہی ہیں، تو جس دین میں یہ عجائبات ظہور پذیر ہو سکتے ہیں وہاں چند الہاموں کے الٹ پھیر سے ان بے چارے وکلاء کو بھی ترقی دی جا سکتی تھی جس کے وہ مستحق تھے۔ اور امید ہے کہ مرزا صاحب اور انکے دوست اس سہو پر غور کر کے اس موقعہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دینگے۔ مرزا کے برخلاف مولوی کرم الدین کا استغاثہ نہیں چل سکا تو اب سنا ہے کہ مولوی محمد حسن کے لڑکے استغاثہ کرنیوالے ہیں۔ ہماری اب بھی وہی رائے ہے جو پہلے تھی کہ مسلمانوں کے مذہبی جھگڑوں کو عدالتوں میں نہیں گھسیٹنا چاہیے۔ دونوں فریق میں اگر کوئی عاقبت اندیش بزرگ ہیں تو وہ ان کو یہی صلاح دینگے کہ مقدمہ بازی کو چھوڑ دیں۔

الحاصل ادھر تو بے چارے وکلاء نے اس عذر پر کہ استغاثہ اس مستغیث کی طرف سے نہیں چل سکتا مرزا جی کو نجات دلائی، ادھر مرزا جی جیسے ناعاقبت اندیش موکل ہیں کہ اسی مستغیث کو خود ایک دوسرے استغاثہ کا مصالحہ تیار کر کے خود ہی اس کے ہاتھ میں دے گئے یعنی کتاب مواہب

الرحمٰن میں مستغیث کا صریح نام لکھ کر اس کو گالیاں دیں اور جہلم کے احاطہ کچہری میں اس کو تقسیم کیا۔ چنانچہ مرزا جی مبارکبادیاں لیتے خوشیاں مناتے قادیان پہنچے ہی ہوں گے کہ ادھر کتاب مذکور کی بنا پر دوسرا استغاثہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو اسی حاکم لالہ سنسار چند کی عدالت میں دائر ہو گیا اور مرزا جی اور حکیم فضل الدین بذریعہ وارنٹ وغیرہ پھر طلب ہو گئے۔ اس خبر پر قادیان میں پھر ماتم برپا ہو گیا۔ ہر چند قادیانی صاحب نے اس مقدمہ کو معمولی سمجھ کر (یہ امر کہ مرزا جی کے الہام کا یہی منشاء تھا کہ ابتداء ہی میں آپ کو نجات مل جائے گی ان کی اس درخواست سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے جو کہ لالہ سنسار چند کی عدالت میں مرزا کی طرف سے استثناء حاضری کیلئے گذری تھی اس میں صاف درج تھا کہ امید نہیں کہ استغاثہ ابتدائی مراحل سے آگے چل سکے) اسکے متعلق یہ الہام اخبار الحکم میں اسی وقت شائع کر دیا تھا سا کرمک اکراماً عجیباً (الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء) اس الہام کا منشا یہ تھا کہ دیکھو ابھی تم کو عجیب اعزاز ملتا ہے یعنی استغاثہ خارج ہوتا ہے۔ سا کرمہ قابل غور ہے لیکن غیور خدا کو چونکہ مرزا کے الہاموں کی بیخ کنی منظور تھی اس معمولی مقدمہ نے مرزا جی کو ایسا جکڑا کہ دو سال تک پیچھا نہ چھوڑا۔ اور کوئی مصیبت کوئی ذلت نہ ہوگی جو کہ اکرام عجیب کے منتظر کو اثنائے مقدمہ میں نصیب نہ ہوئی ہو۔ آخر دو سال کے بعد ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مرزا جی کو عدالت لالہ آتمارام مجسٹریٹ گورداسپور سے اکرام عجیب کا یہ تمغہ ملا کہ آپ پانچ سو روپیہ جرمانہ ادا کریں ورنہ چھ ماہ قید محض بھگتیں۔ بے شک مرزا جی کیلئے یہ اکرام عجیب تھا جو عمر بھر میں آپ کو اس سے پہلے نہیں ملا تھا۔

مقدمہ بازی فریقین کا خاتمہ جس قدر کہ ہو چکا ہے اس کے مجموعی حالات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی اور اس کی جماعت اس مقدمہ بازی میں ہرگز فتح یاب نہیں ہوئے (جیسا کہ ان کے مرید ظاہر کر رہے ہیں) بلکہ اس مقدمہ بازی نے ان کی وقعت اور ان کی صداقت کی ساری قلعی کھول دی ہے۔ سوچنے والے مجموعی نتائج پر غور کر کے صاف قائل ہوں گے کہ مرزا اور اس کے گروہ نے اس مقدمہ بازی میں سخت شکست کھائی ہے اور اس مقدمہ بازی کے ذریعہ پبلک کو مرزا صاحب سے سخت بے اعتقادی حاصل ہوئی اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مرزا جی کے دعاوی ملہمیت مسیحیت نبوت وغیرہ سب غلط ہیں۔ اس بارہ میں امور ذیل قابل توجہ ہیں:

اول: اس مقدمہ بازی کا سلسلہ اول مرزائیوں نے چھیڑا اور مرزا جی کی خاص ہدایت سے چھیڑا گیا اور اس سلسلہ کے چھیڑنے سے وہ اعتراضات ذیل کا نشانہ بنے ہیں۔

۱۔ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ بحیثیت مسیح موعود خود حکم عدل ہیں پھر ان کو ہرگز شایان شان نہ تھا

کہ وہ فیصلہ نزاع کے لئے اور کسی حکم کے محتاج ہوتے۔ کیا کسی حدیث سے ثبوت ملتا ہے کہ مسیح موعود اپنے ظہور کے وقت عدالتوں میں مقدمات بھی لڑیں گے۔

۲۔ خداوند تعالیٰ کا مسلمانوں کو یہ ارشاد ہے فان تنازعتم فی شیء فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول یعنی اگر تم مسلمانوں میں کسی امر میں تنازع ہو، تو خدا اور اس کے رسول کے سپرد کر دو۔ پھر مرزا جی نے کیوں اس آیت قرآن کا خلاف کر کے حکیم فضل الدین کو ہدایت فرمائی کہ بجائے اس کے کہ معاملہ کو خدا اور رسول کے سپرد کریں گنگا رام مجسٹریٹ کی عدالت کی طرف رجوع کریں۔

۳۔ یہ مقدمہ بازی ایک سخت فتنہ پردازی تھی جس میں مسلمانوں کی جان مال دو سال تک مبتلا رہی اور خداوند عالم نے فرمایا ہے و الفتنۃ اشدّ من القتل۔ مرزا جی مسیح موعود ہوتے تو بجائے اس کے کہ مسلمانوں میں امن اور صلح قائم کریں یہ بدامنی ہرگز نہ پھیلاتے جو کہ سخت گناہ میں داخل ہے قرآن میں ہے انّ الّذین فتنوا المؤمنین و المؤمنا ت ثمّ لم یتوبوا فلھم عذا ب جھنّم و لھم عذا ب الحر یق جو لوگ مسلمانوں میں فتنہ ڈالتے اور توبہ سے پہلے مر جاتے ہیں ان کے لئے سخت جلانے والا عذاب (جہنم) تیار ہے۔

۴۔ گورنمنٹ کی امن پسند پالیسی بھی اس امر کے مانع ہے کہ اس کی رعایا میں بذریعہ مقدمہ بازی بدامنی پھیلے اور ان کا روپیہ مفت برباد ہو۔ سو اس مقدمہ میں جس قدر مسلمانوں کا روپیہ برباد ہوا یا مسلمانوں کو بدنی تکالیف پہنچیں ان سب کے ذمہ دار مرزا جی ہیں جنہوں نے سلسلہ مقدمہ بازی کو پہلے شروع کیا و البادی اظلم۔ سب سے پہلا مقدمہ جو مسیح الزمان کے خاص حکم سے بذریعہ حکیم فضل الدین عدالت میں بڑے زور شور سے دائر کیا گیا تھا اور علاوہ دیگر گواہوں کے مرزائی جماعت کے اعلیٰ ممبر حکیم نور دین اور عبدالکریم بھی گواہ بنائے گئے تھے اس مقدمہ کی فتح یابی کے متعلق مرزا جی کو الہاموں کی بھر مار ہو رہی تھی۔ اور اس مقدمہ کے بنانے پر بہت کچھ روپیہ خرچ کیا گیا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی کرم الدین بری اور مقدمہ خارج۔ مرزا جی کے الہامات کے پرخچے اڑ گئے اور دنیا میں فریق مخالف کی فتح وظفر کا نقارہ بج گیا۔ اور تمام اخبارات میں مولوی صاحب کی فتح اور مرزا صاحب کی شکست کے مضمون شائع ہو گئے۔ کبھی مرزا جی کو یہ بھی کہیں الہام ہوا تھا کہ اس مقدمہ کا یہ حشر ہوگا تم روپیہ کیوں برباد کر رہے ہو اس مقدمہ کی شکست کا دھبہ قیامت تک مرزا قادیان اور ان کی جماعت کے ذمہ رہے گا اور یہ حسرت ان کو مرتے دم تک رہے گی کہ خدا کی برگزیدہ جماعت نے ناخنوں تک زور لگایا مگر فریق مقابل کا بال بیکا نہ ہوا۔

سوم : پھر دوسرا مقدمہ فوجداری زیر دفعہ ..تعزیرات ہند مال مسروقہ کو پاس رکھنا مولوی صاحب کے خلاف قائم کیا گیا تھا اور جن گواہوں کا اس کے ثبوت کیلئے عدالت میں پیش کیا گیا تھا جن میں شیخ رحمت اللہ مالک بمبئی ہاؤس جیسے معززین تھے اور مسٹر اوگارسن بیرسٹر اس کی پیروی کیلئے بلائے گئے تھے اس مقدمہ کیلئے بھی طرح طرح کے الہامات تھے لیکن اس کا نتیجہ بھی یہی ہوا کہ استغاثہ بعدم ثبوت ڈسمس اور مولوی صاحب رہا۔

اس شکست بعد شکست نے قادیانی جماعت تک کو مذبذب کر دیا تھا اور مرزائی کسی سے بات کرنے سے بھی شرمندہ ہوتے تھے کیا یہ مقدمہ بھی خدا کے برگزیدہ رسول (معاذ اللہ) نے اسی امید پر دائر کر دیا تھا کہ باوجود کثیر مصارف برداشت کرنے کے اور گواہان کو تکالیف شہادت پہنچنے کے بعد فریق مخالف صاف نکل جائے اور مرزائی بے چارے آہ وفغاں کرتے رہ جائیں۔ اگر مرزا جی ملہم ہوتے تو ان کو اول ہی بذریعہ الہام خبر مل جانی چاہیئے تھی کہ مقدمہ بے وجود ہے اس کو چھیڑ کر اپنی تخفیف نہ کراؤ۔ کیا اس کا کوئی جواب مرزائیوں کے پاس ہے۔

مقدمہ زیر بحث یعنی قادیانی مقدمہ جسکے متعلق کاروائی عدالت اپیل پر مرزائی اخبارات شور مچا رہے ہیں اور ان کی جماعت والے مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے، سو اس مقدمہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مرزا جی کے سارے اسرار طشت از بام کرنے والا اور سارے دعاوی کی قلعی کھولنے والا یہی مقدمہ ہے جو کہ صفحہ دہر پر بہت دیر تک یادگار رہے گا اس کے متعلق امور ذیل قابل غور ہیں:۔

۱۔ مرزا نے اس مقدمہ کو بالکل معمولی تصور کیا اور اپنے قیاس کے موجب الہام بھی جلدی فتح یاب ہونے کا کر دیا لیکن ان کے قیاس اور الہام کو غلط کرنے کیلئے قضا وقدر نے اس کو اس قدر طول دے کر مرزا کو طرح طرح کے مصائب کا نشانہ بنایا جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملے گی۔

۲۔ اس مقدمہ میں مرزا جی کے ادعائے ریاست وکرسی نشینی کی بھی ساری حقیقت کھل گئی۔ ہمیشہ کرسی کرسی کی پکار سنا کرتے تھے اور اسی کو گویا معیار صداقت قائم کیا جاتا تھا کہ دیکھو فلاں موقعہ پر ہم کو کرسی ملی اور مخالف فریق کو کرسی نہ ملی۔ اور الہام انی مھین من اراد اھا نتک و معین من اراد اعانتک وغیرہ کا ظہور ہوا لیکن خدا تعالی نے اس شیخی باز کو مقدمہ میں وہ دن دکھائے کہ چھ چھ گھنٹہ عدالت میں کھڑا رہنا پڑا، اور کرسی کا نام تک لینے کی جرأت نہیں ہوئی۔ جب تک چندو لال مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ رہا اس وقت تک ہر دو فریق یعنی مولوی صاحب مستغیث و مرزا کو

بالمساوات کرسی ملتی رہی لیکن جب سے کہ مرزا جی نے دعوات سحری کے ذریعہ سے (جیسے کہ انکے مرید کہتے ہیں) موصوف کو تبدیل کرایا اور بجائے ان کے لالہ آتما رام مجسٹریٹ آ گئے تو کرسی کی رعایت موقوف ہوگئی۔ ہر دو فریق کو بالمقابل عدالت میں کھڑا ہونے کا حکم ملا ۔.. مرزا جی ملزموں کے کٹہرے پر تکیہ لگائے گھنٹوں پاؤں پر کھڑے نظر آتے تھے۔

مرزا جی کے مرید ہر چند اس بات پر پھولیں کہ آخر کار مرزا جی کا جرمانہ معاف ہوا لیکن درحقیقت مرزا جی کیلئے جو سزا قدرت نے مقدر کی تھی وہ بھگت چکے۔ مرزا جی کو مشکل سے وہ زمانہ بھولے گا جو آپ نے اس مقدمہ کے دوران دیکھا۔ کہاں وہ قادیان کی عیش وعشرت اور کہاں گورداسپور کے ایام غربت، زن و بچہ سمیت آپ در بدر بھٹکتے پھرے۔ گورداسپور میں آپ کو بصد بمشکل مکان بھی رہنے کیلئے ملا جیسا کہ الحکم میں بھی اس بات کا اعتراف کیا گیا اور پھر عدالت میں روزانہ حاضری، احاطہ عدالت کے سامنے درخت جامن کے نیچے بیٹھے بیٹھے دروازہ عدالت کی طرف ٹکٹکی باندھے دن بھر گذر جاتا تھا۔ کثرت کام عدالت کے باعث پچھلے پہر حکم دیا جاتا کہ کل حاضر ہو۔ ایک شاعر نے مرزا جی کے اس زمانہ کا نقشہ ایک دل کش نظم میں کھینچا تھا جسے ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے اور یہ نظم ہمیں اخبار میں درج کرنے کے لئے دی گئی تھی:۔

ارے او میرزائے قادیانی
بتا تیری کہاں وہ لن ترانی
کہاں تیری وہ کرسی ہائے کرسی
ہمیشہ سنتے تھے تیری زبانی
کھڑا کیوں پاؤں پر ہے دست بستہ
جھکا کر پیٹھ با صد ناتوانی
کٹہرا ملزموں کا تیری جا ہے
کہاں وہ راحت دار الامانی
کہاں وہ کیوڑا صندل کے شربت
نہ ملتا آپ کو ہے آج پانی
رلایا در بدر تجھ کو خدا نے
نہیں حاصل تجھے اب شادمانی

وہ بیت الفکر بیت الذکر بھولے
ہے اب گورداسپور کی خاک چھانی
عدالت میں تیری پیشی ہے ہر روز
مصیبت ہے یہ گویا جاودانی
کمالی زور سے آ کر پکارے
ہو ہاجر جلد مرجا کادیانی

دوران مقدمہ میں مرزا جی اور ان کے ساتھی (فضل دین) طرح طرح کی آفات سماوی اور امراض طبیعیہ میں مبتلا ہوتے رہے ..حکیم فضل الدین اثناء تحقیقات مقدمہ میں ایک ناگہانی سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے اور ان کے پیر بھائی اسی حالت میں چارپائی اٹھا کر ان کو کمرہ عدالت میں لائے تھے۔ اور دن بھر بیچارے کمرہ میں لیٹے رہے ..مرزا جی بیماری . وغیرہ میں مبتلا ہو کر غشی پر غشی کھاتے رہے۔ ان بیماریوں کی تصدیق مسل میں موجود ہے۔

۴۔ مرزا جی باوجودیکہ متوکل علی اللہ ہونے کے مدعی اور الہام الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ کے تسلی یافتہ ہیں لیکن مقدمہ میں جو حوصلہ آپ نے دکھلایا اس سے معلوم ہوا کہ یہ ساری کہنے کی باتیں تھیں ۔ یوں تو آپ نے الحکم میں یہ الہام بھی چھپوا دیا تھا کہ خدا تعالی نے مجھے کہا ہے لا الہ الا انا فاتخذ نی و کیلاً لیکن جری اللہ فی حلل الانبیاء کو ایک دن بھی عدالت میں تنہاء پیش ہونے کا حوصلہ نہ ہوا۔ جب تک کہ دائیں بائیں آگے پیچھے وکلاء کی جماعت نہ ہوتی تھی عدالت میں جانا محال تھا۔ اگر خدا تعالی کی طرف سے تسلی مل چکی تھی کہ آپ فتح یاب ہوں گے اور یہ بھی کہ خدا ہی تمہاری امداد کو کافی ہے۔ اور پھر صریح فرمان ہے کہ میں ہی خدا ہوں مجھے وکیل بنا، تو پھر مرزا جی کو کیا ضرورت تھی کہ وکلاء کی امداد حاصل کرتے ۔ وہ تو صریح خدا کی نافرمانی ٹھہری ۔ نیز اگر بجز وکلاء کے حوصلہ نہ بندھتا تھا تو پھر اپنے دونوں حواری خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی ہی کافی تھے، ان پر بھی بھروسہ نہ کیا مسٹر اوگارسن، مسٹر اوریئیل اور بالآخر بیچی صاحب کو بھی اپنا مددگار بنانا پڑا۔

ہر کہ را با شد توکل بر الہ
غیر را ہرگز نیارد در پناہ
میرزا را گفت چوں رب جلیل
من خدائم بس مرا میدان وکیل

حاجت خواجہ کمال الدین چہ بود
راست گو مرزا توکل ایں چہ بود
ایں عجب مرشد گرفتار بلاست
حامی و شافع مرید با صفا ست
ویں عجب تر چوں مسیحائے زمان
از نصاری جوید امداد و امان
اوزئیل اوگارسن کردن وکیل
روئے پیچیدن ز فرمان جلیل
حل ایں عقدہ نیاید در خیال
ہست از مرزائیاں ما را سوال
مے شود عیسی گرفتار و ذلیل
بہر خود دجال را سازد وکیل

۵۔ اس مقدمہ میں مرزا صاحب کی علمی قابلیت کے بھی جوہر کھل گئے اور بالکل واضح ہو گیا کہ آپ تقریر سے عاجز ہیں۔ سچ پوچھو تو اگر مرزا جی کے قابل وکیل خواجہ کمال الدین مقدمہ کے پیروکار نہ ہوتے تو مرزا جی مخالف کی پرزور تقریروں کی دہشت سے حواس باختہ ہو جاتے۔

جب ۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو رائے چندو لال کے اجلاس میں تائید استغاثہ میں مولوی کرم الدین نے اپنی حیثیت کا مقابلہ مرزا جی کی حیثیت سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اس بات کا کافی ثبوت پیش کر دیا ہے کہ میں بہت سی جائداد منقولہ و غیر منقولہ کا مالک ہوں اور مرزا جی اپنی تمام جائداد بیوی کے نام منتقل کر کے نرے مسیح ہی رہ گئے ہیں اور آپ اب اس حالت میں ہیں کہ اگر خدانخواستہ مریدان خوش اعتقاد برگشتہ ہو جائیں تو مرزا جی روٹی کیلئے بھی محتاج ہو جائیں اور چونکہ تمام مخلوق کو آپ نے ستایا ہوا ہے امید نہیں کہ گدا کرنے پر بھی آپ کو خیر ملے۔ مستغیث نے تو ورثہ پدری کے علاوہ اور جائیداد حاصل کی ہے لیکن مرزا جی جدی بھی تلف کر بیٹھے ہیں اور بقول مرزا جی ان کا مکان رہائشی تو ایسا بے حیثیت ہے کہ دو روپیہ کرایہ ماہوار پر بھی اس کو کوئی نہیں لے سکتا (دیکھو بیان مرزا بمقدمہ انکم ٹیکس) نیز مستغیث کی عزت اپنے ضلع و تحصیل کے حکام کی ان اسناد سے جو شامل مسل کر دی گئی ہیں ظاہر ہے لیکن مرزا جی کی وقعت جو حکام ضلع کے نزدیک ہے وہ یہ ہے کہ وہ

فتنہ انگیز ہے (دیکھو فیصلہ مسٹر ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور)۔

اس تقریر نے مرزا صاحب کے دل پر ایسا اثر ڈالا کہ ڈیرہ پر جاتے ہی آپ کو سخت بخار ہو گیا چنانچہ دوسرے روز سرٹیفکیٹ بیماری پیش کیا اور مدتوں عدالت میں حاضری سے ٹال مٹول ہوتی رہی اور بالخصوص اس روز تو مرزا جی کی علمی لیاقت کی قلعی ہی کھل گئی جب کہ بوقت شہادت مولوی برکت علی منصف بٹالہ گواہ استغاثہ کے اس پرچہ کے جواب میں جو کہ لغات متعلقہ غریبہ جمع کر کے گواہ کے سامنے وکیل مرزا نے رکھا تھا کہ اس کا ترجمہ کر دیں اور عدالت نے فضول سمجھ کر رد کر دیا تھا مولوی کرم الدین نے چند اشعار عربیہ منظومہ خود مرزا صاحب کے پیش کئے تھے اور کہا کہ آپ ان اشعار کا ترجمہ کریں، اور ترجمہ نہیں تو صرف ان کو پڑھ کر ہی سنا دیں تو سارے مقدمے چھوڑ کر اس وقت آپکی بیعت کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نے وہ پرچہ دیکھ کر اپنا سر نیچے کر لیا۔

پکارا مولوی نے جب کئی بار
کہ پڑھ کر تم سنادو میرے اشعار
ابھی یہ ختم ہو جاتی ہے تکرار
ہوں مرزا جی کی بیعت کو بھی تیار
نہ ہرگز میرزا نے لب ہلائی
کہ لاؤ سامنے اشعار بھائی
مسیحا نے تو ایسا سر جھکایا
کہ حیراں رہ گیا اپنا پرایا
کرشمہ تھا یہ قدرت ایزدی کا
کہ توڑا ادعا اس مدعی کا

۶۔ اس مقدمہ میں رائے چندولال کے سامنے فرد جرم کے موقع پر جو بزدلی مرزا جی نے دکھائی تھی وہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آپ کو اپنے خدا پر کچھ بھروسہ نہ تھا۔ نہ ان کو اللہ تعالیٰ سے کوئی الہام ہوتا ہے۔ آپ اس مرحلہ پر ایسے گھبرائے کہ چندولال کے سامنے ہونا آپ نے موت کے برابر سمجھ لیا۔ اگر خدا سے مرزا جی کو اطلاع مل چکی تھی کہ خدا ان کا مددگار ہے تو پھر ایک مجازی حاکم کے سامنے آنے سے گھبراہٹ کی کیا وجہ تھی۔ آپ متواتر سرٹیفکیٹ بھیجتے رہے اور بیماری کے عذرات ہوتے رہے اور پھر اس عدالت سے انتقال مقدمہ کی درخواست ڈپٹی کمشنر کے ہاں گذاری کہ اس حاکم سے

مجھے ڈر ہے کہ میری مخالفت کریگا۔اس درخواست کیلئے لاہور سے مسٹر اوریئل بیرسٹرایٹ لاء بلائے گئے اور بہت کچھ روپیہ خرچ کیا گیا۔آخر بمقام علیوال صاحب بہادر نے فیصلہ کیا کہ عذرات فضول ہیں درخواست نامنظور۔مقدمہ اسی عدالت میں رہے گا۔پھر اس پر بھی صبر نہ کیا گیا بلکہ چیف کورٹ میں مرافعہ کیا گیا وہاں سے بھی ناکامی حاصل ہوئی تو متواتر شکستیں اٹھا کر مرزا جی کے وکیل پھر اسی عدالت میں پیش ہوئے اور مرزا جی کی غیر حاضری میں فرد جرم سنائی گئی۔مرزا جی کے مرید کہتے ہیں کہ رائے چندو لال، مرزا جی کی دعا سے یہاں سے تبدیل ہوئے حالانکہ رائے صاحب کی اپنی درخواست تھی کہ ان کو یہاں سے تبدیل کیا جائے۔

۷۔پھر جن لوگوں نے فیصلہ مقدمہ ہذا کیلئے مرزا صاحب کی حالت کوبچشم خود مشاہدہ کیا ان پر تو بالکل روشن ہوگیا کہ آپ ایک معمولی انسان جیسا بھی دل گردہ نہیں رکھتے ان کی مضطربانہ حالت اور بدحواسی اس بات کا یقین دلاتی تھی کہ بزدلی میں مسیح الزمان کا کوئی ثانی نہیں۔ہونٹ خشک ہوتے جاتے تھے، چہرہ زرد تھا، بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی تھی، چونکہ مجسٹریٹ نے اس روز انتظام کیا تھا کہ ایک سالم گارد پولیس معہ ایک سارجنٹ وڈپٹی انسپکٹر کے بلوا لئے تھے جو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لئے کمرہ عدالت میں ۶ بجے صبح سے ادھر ادھر ٹہل رہے تھے مرزا جی کی ساری جماعت کو یقین ہوگیا تھا کہ حالت نازک ہے۔ پھر اس وقت کی حالت بالخصوص مشاہدہ کے قابل تھی جب اردلی نے مرزا جی کو زور سے پکارا، مرجا گلام احمد حاجر۔مرزا جی عدالت کی طرف جو چلے تو سچ مچ آپ ان اشعار کے مصداق نظر آتے تھے:

قدم اٹھتا نہیں جلدی گھٹا جاتا ہے دم کیسا
نہیں سولی دھری پھر کیوں مسیحا خوف کھاتا ہے
تماشا دیکھنے آئی ہے خلقت آج مہدی کا
کہ دیکھیں فیصلہ مرزا کو کیا حاکم سناتا ہے
نکالو پانچ سو ورنہ تو بھگتو قید ششماہہ
یہ مرزا جی کو حاکم حکم اپنا پڑھ سناتا ہے

۸۔رہی یہ بات کہ مرزا جی کا جرمانہ معاف ہوگیا۔..سو ہم کو مرزائیوں پر تعجب آتا ہے کہ کیوں اتنی جلدی وہ ساری ذلتیں اور شکستیں بھول گئے جو مرشد جی کی نسبت اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے تھے اور ان کے سارے الہامات کی تکذیب کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا تھا۔کیا صرف اتنی سی بات سے کہ

مرزا جی کا جرمانہ اپیل میں معاف ہو گیا وہ سارے شدائد اور مصائب جو بھگت چکے تھے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے نسیاً منسیاً ہو گئے۔ صاحبان مرزا کے لئے قدرت کی طرف سے جو سزائیں مقدر تھیں وہ بھگت چکے دنیا میں انکے الہامات کی قلعی کھل گئی پھر اپیل سے جرمانہ معاف ہو گیا تو کون سی انوکھی بات ہو گئی۔ مرزا صاحب نے تو بڑے زور سے کئی برس پہلے اس امر میں فیصلہ کر دیا ہوا ہے کہ بریت وہ ہے جو فرد جرم سے پہلے ہو۔ فرد جرم لگنے کے بعد کی بریت کسی کام کی نہیں۔ وہ تو عدالت کا رحم ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں ہم تریاق القلوب مولفہ مرزا صاحب کی اصل عبارت درج ذیل کرتے ہیں: (اس عبارت ذیل میں سوائے ان چند نوٹوں کے جو خطوط وحدانی کے اندر ہیں ہماری طرف سے ہیں باقی سب عبارت مرزا جی کی تریاق القلوب سے ہے۔ کرم الدین)

تریاق القلوب صفحہ ۸۴۔ بری وہ ہے جس پر جرم ثابت نہیں اور اس کے مجرم ٹھہرانے کے لئے کوئی وجہ پیدا نہیں ہوئی اور مبرا وہ ہے جو اس کے مجرم ٹھہرانے کے لئے وجوہ تو پیدا ہوئیں مگر صفائی کی وجوہ نے ان کو توڑ دیا، اور ان پر غالب آ گئیں لہذا یہ امر محقق اور فیصلہ شدہ اور قطعی اور یقینی ہے کہ ڈسچارج کا ترجمہ بری ہے اور ایکیٹ کا ترجمہ مبرا۔ دوسرے قسم کے بری پر جو انگریزی ایکیٹ کہلاتا ہے یہ زمانہ آ گیا کہ وہ مجرم بھی قرار دیا گیا اور اس پر فرد قرارداد لگایا گیا (جیسا کہ مرزا صاحب پر یہ زمانہ آ چکا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ بھی کہ سزائے قید یا جرمانہ کا حکم بھی سنایا گیا) اور شائد وہ ایک مدت تک حوالات میں رہا شاید ہتھکڑی بھی پڑی (یا یوں کہو کہ مدت تک گھر سے جلاوطن رہا اور عدالت کے سامنے روزانہ کئی کئی گھنٹوں تک کھڑا رہنے سے ٹانگیں کمزور ہو گئیں اور اس پر یہ وقت بھی آیا کہ پانی طلب کرنے پر نہ مل سکا اور کہ قید یا جرمانہ کا حکم ہو جانے سے وہ حوالات میں گویا ہو چکا اور ہتھکڑی بھی گویا پڑ گئی) مگر جو شخص ڈسچارج کیا گیا اس کی نیک چلنی کی چمک نے ان تمام ذلتوں سے محفوظ رکھا (افسوس نہ تو مرزا جی ڈسچارج کئے گئے اور نہ ان کی نیک چلنی کی چمک نے ان کو تمام ذلتوں سے محفوظ رکھا)۔ انتہی ملخصاً

تو پھر جب خود مرزا جی لکھ چکے ہیں کہ بریت وہی ہوتی ہے جو فرد جرم سے پہلے ہو تو پھر مرزائی اب کیوں مرزا جی کے اس مقررہ اصول کی مخالفت کرتے ہیں۔

جو خود تریاق میں لکھ چکے مرزا صراحت سے
کہ بعد از فرد کچھ عزت نہیں ہرگز بریت سے

تو کیا حاصل اپیلوں سے جو جرمانہ ہوا واپس
کہ مرزا جی سزا بھی پا چکے پہلے عدالت سے
ملی جو ذلتیں مرزا کو کیا کم تھیں سزا اس کو
سزا تو ہو چکی تھی جو مقدر ہوئی قدرت سے
نہ مرزا جی کو بھولے گا زمانہ وہ کبھی ہرگز
بچائی جان بے چارہ نے مر مر کر مصیبت سے

۹۔ بہت بڑی بات جو ان مقدمات میں ظاہر ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ مرزا جی اور ان کی وہ جماعت جن کو خدا کی برگزیدہ جماعت کا خطاب دیا جاتا ہے اور جن کے منہ پر صداقت صداقت کا کلمہ ہر وقت جاری رہتا ہے کہاں تک اپنے دعوی صداقت میں سچے ہیں۔ مرزا جی اپنی متعدد تصانیف کے ذریعہ دنیا کے سامنے یہ دعوی زور سے کر چکے ہیں کہ عمر بھر میں کسی معاملہ دنیوی میں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اس لئے مان لینا چاہیے کہ وہ اپنے روحانی دعاوی میں بھی سچے ہیں۔ لیکن ان مقدمات نے بہت بڑا جو راز کھولا وہ مرزا جی کی صداقت کی قلعی کھولنا ہے۔ مرزا جی نے اپنے حلفی بیانات میں جو عدالت میں انہوں نے لکھائے بہت سے جھوٹ بولے ہیں جن کی ہم مکمل فہرست اس روئداد کے اخیر پر ہدیہ ناظرین کرینگے۔ اور ساتھ ہی انکے بعض ارکان نے جو کچھ اپنے بیانات میں غلط بیانیاں کی ہیں ان کی بھی فہرست دیں گے تاکہ پبلک اس امر سے پورا فائدہ اٹھائے کہ جو شخص عدالت میں حلفی بیانات میں جھوٹ بولے وہ کبھی بھی خدا کا راست باز بندہ یا ولی امام نبی وغیرہ نہیں ہوسکتا ہے ۔ہم ان بیانات کا جھوٹا ہونا مرزا جی کے اپنے ہی دوسرے بیانات یا تصنیفات سے اور ان کے اپنے حواریوں کے بیانات سے ثابت کرینگے تاکہ سوچنے والوں کو مرزا جی کے ادعائے مسیحیت مہدویت نبوت وغیرہ کے صدق وکذب کا معیار مل جاوے ایسے مقدمات میں جرمانہ کا ہونا یا نہ ہونا یا معاف ہو جانا کوئی بڑی باتیں نہیں ہیں ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں سب سے اہم بات ایسے مواقع پر صدق وکذب کا پرکھنا ہوتا ہے جو ان مقدمات میں ظاہر ہو چکا ہے۔ اور انشاء اللہ عنقریب وہ فہرست ہدیہ ناظرین ہوگی اور اس سے ہمارا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ پبلک کو فائدہ پہنچے۔ اور وہ مرزا کے معاملہ میں غور کرنے کے وقت اس فہرست سے استفادہ حاصل کریں۔

} اب ہم روئداد مقدمہ کو لکھنا شروع کرتے ہیں چونکہ اس مقدمہ میں بیانات مستغیث و گواہاں فریقین مکرر سہ کرر جرح ہونیکے باعث اس قدر طویل ہوئے ہیں کہ ایک ایک بیان قریباً بیس

تمیں ورق پر نقل ہوا ہے اس لئے ان بیانات کی نقل کی یہاں گنجائش نہیں۔ ہمارا مقصود مرزا قادیانی (مدعی نبوت) اور ان کے حواریوں کے کارناموں کا دکھلانا ہے جو مقدمہ ہذا سے ظہور میں آئے، اس لئے ہم واقعات مقدمہ دکھلانے کے لئے نقل استغاثہ کے علاوہ لالہ آتمارام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کے فیصلہ لکھ دینے پر اکتفا کرینگے جنہوں نے تمام واقعات کو اپنے فیصلہ میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور عدالت اپیل نے بھی اس تفصیل کا حوالہ اپنے فیصلہ میں دیا ہے اور سوائے تنسیخ حکم سزا اور چند ایک امور کے باقی امور مندرجہ فیصلہ عدالت ماتحت سے اتفاق کیا ہے اور ان کا غذات کی نقول درج ہوں گی جو مرزا صاحب کی ذات کے متعلق ہیں مثلاً ان کے عذرات بیماری اور سرٹیفیکیٹ پیش کردہ کی نقول اور ان درخواستوں کی نقلیں جو انتقال مقدمہ کے متعلق گذریں اور نقل حکم عدالت جس کے ذریعہ سے درخواستیں نامنظور ہوئیں وغیرہ۔ نیز مرزا صاحب کے ان بیانات کی نقل جو بمقدمہ اڈیٹر الحکم ومقدمہ ...تعزیرات ہند، شہادت ڈیفنس ہوا، بھی یہاں درج کی جائیں گی کیونکہ فہرست صداقت قادیانی میں جو اخیر میں لکھی جائیگی ان بیانات سے بھی حوالے دیئے جائیں گے، اور ان بیانات کی نقول درج کریں گے جو مرزا صاحب کے حواریوں مثلاً مولوی نور الدین بھیروی وغیرہ کے ہوئے۔

قبل اس کے کہ اس مقدمہ کے متعلقہ بیانات لکھے جاویں مرزا قادیانی اور مولوی نور الدین بھیروی کے بیانات جو ایک دوسرے مقدمہ عذرداری انکم ٹیکس کے متعلق ہیں درج کئے جاتے ہیں اگرچہ ظاہراً ان بیانات کا تعلق ان مقدمات سے نہیں ہے لیکن چونکہ ان بیانات کا اخیر میں ریویو کے وقت ان کے بیانات سے مقابلہ کرنا ہے جو ۱۴۷ والے مقدمات میں ہوئے ہیں اس واسطے ان کو پہلے درج کر دینا مناسب سمجھا گیا ہے۔

بیان قادیانی متعلقہ عذرداری انکم ٹیکس

نقل بیان مرزا غلام احمد بمقدمہ عذرداری ٹیکس اجلاسی ایف ٹی ڈکسن ڈپٹی کمشنر گورداسپور۔ روبروئے منشی تاج الدین تحصیلدار بٹالہ۔ مرجوعہ ۲۰ جون ۱۸۹۸ء۔ فیصلہ ۱۷ستمبر؟ ۱۸۹۸ء...نمبر بستہ قادیان۔ نمبر مقدمہ ۵۵

مثل عذرداری انکم ٹیکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضی ذات مغل سکنہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

بیان مرزا غلام احمد: مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضی ذات مغل ساکن قادیان عمر ۶۰ سال تخمیناً پیشہ زمین داری باقرار صالح۔

میرے تین گاؤں تعلقہ داری کے ہیں۔بنسی۔ننگل۔دکھارا۔ان کی آمدنی سالانہ تخمیناً ...آنے ہوتی ہے اس کے علاوہ میری اراضی قریباً ۸۰ گھماؤں غیر موروثی ہے اور کچھ موروثی ہے جس کی آمدنی تخمیناً تین سو روپیہ سالانہ ہوتی ہے (خیال گذرتا ہے کہ واقعی آپ ایک اچھے زمین دار ہوں گے کہ تین گاؤں کی تعلقہ داری رکھتے ہیں لیکن جو اس کے ساتھ یہ پڑھا کہ ان کی آمدنی سالانہ تخمیناً ...ہوتی ہے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ ایک ادنی زمین دار کی سی آمدنی بھی نہیں ہے۔شک تھا کہ اس تعلقہ داری کے علاوہ کوئی اور معقول حصہ جائداد بھی ہوگا لیکن وہ شک بھی رفع ہو گیا جب یہ پڑھا کہ علاوہ میری اراضی قریباً اسی (۸۰) گھماؤں غیر موروثی ہے اور کچھ موروثی جس کی آمدنی مل ملا کر تخمیناً تین سو روپیہ سالانہ ہوتی ہے۔ مرزا صاحب کے اس بیان پڑھنے سے ان کی ریاست اور زمین داری کی آمدنی کی قلعی کھل گئی۔کرم الدین)۔میرا باغ بھی ہے۔اس کی آمدنی مختلف ہوتی ہے چنانچہ کسی سال میں ..سو کسی سال میں تین سو کسی میں چار سو، حد درجہ پانچ سو روپیہ سالانہ ہے۔(یہاں خیال گذرا کہ باغوں کے مالک بھی ہیں تو آمدنی تین سو روپیہ کچھ بڑی بات نہیں لیکن آگے چل کر معلوم ہوتا ہے کہ ان باغات کی ملکیت تو آپ کی زوجہ محترمہ کے نام منتقل ہو چکی ہے۔کرم الدین) ان آمدنیوں کے علاوہ میری کوئی آمدنی نہیں۔کم ہے۔میرا کوئی گھر ایسا نہیں جس کا مجھے کرایہ آتا ہو۔اس گاؤں میں یا کسی اور جگہ اگر میرا سکونتی مکان کرایہ پر دیا جائے تو تخمیناً دو روپیہ ماہوار کرایہ کی آمدنی ہو۔میرا نقد روپیہ اس قسم کا کوئی نہیں ہے جس کی مجھے آمدنی ہو بنک وغیرہ میں کوئی روپیہ نہیں ہے۔میری زوجہ کے زیورات قریباً چار ہزار روپیہ کے ہوں گے لیکن وہ میری ملکیت نہیں ہیں۔میں نے اپنا باغ اپنی زوجہ کے پاس رہن کر دیا ہے ابھی تک رجسٹری ہوئی ہے داخل خارج نہیں ہوا لیکن قبضہ باغ کا دے دیا ہوا ہے اس کے عوض چار ہزار کا زیور اور ایک ہزار روپیہ نقد میں نے وصول پایا ہے (اگر آپ سچے رسول ہوتے تو عورت کی اس زیور طلبی پر فوراً وہ ڈانٹ بتاتے جو ہمارے سید و مولا سچے نبی ﷺ نے فرمائی تھی ان کنتن تردن الحیوۃ الدّنیا و زینتها فتعا لین امتّعکنّ و اسرّحکنّ سرا حاً جمیلا۔ کرم الدین) یہ زر رہن ابھی تک میں نے کہیں لگایا نہیں ہے، میرے پاس پڑا ہے۔تخمیناً دو ہزار کا زیور میری زوجہ کا

ان کی والدہ نے دیا تھا، باقی کا دو ہزار کا زیور ۱۴ سال میں میں نے اپنی زمینداری کی آمدنی سے ڈالا ہوا تھا۔ یہ دو ہزار کا زیور بھی میں اپنی زوجہ کی ملکیت کر چکا تھا۔(بیوی بھی آپ کی اچھی ہم درد۔خاوند ایسا جوامامت نبوت بلکہ خدائی کا دعویدار اور گھر والوں کے نزدیک ایسا بے اعتبار کہ بیوی قرضہ تب دیتی ہے کہ جائیداد پہلے رجسٹری کرالی جاتی ہے۔کرم الدین) میرے مریدوں سے مجھے تخمیناً پانچ ہزار دوسو روپیہ سالانہ کی آمدنی ہے۔ یہ آمدنی مجھے اس سال میں ہوئی جس کی بابت انکم ٹیکس لگائی ہوئی ہے اور اوسط سالانہ آمدنی قریباً چار ہزار روپیہ کی ہوتی ہے تخمینہ میں نے یادداشت سے لکھوایا ہے تحریری یادداشت میرے پاس کوئی نہیں ہے۔اس میں سے میں اپنے ذاتی خرچ میں کچھ بھی نہیں لاتا اور نہ مجھے ضرورت ہے(مگر یہ عقدہ حل نہیں ہوا کہ ۵ ہزار روپیہ کی مرزا جی کو کون سی ضرورت پڑی تھی جس کے عوض اپنی جدی میراث اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھے۔ وہ روپیہ کن ضروریات دنیویہ یا دینیہ میں خرچ ہوا ہے۔اور بے شک آپ کی جانثاری تو قابل داد ہے کہ اپنی عمر بھر کی کمائی بیوی صاحبہ کے زیورات کی نذر کر دی البتہ ان کی سردمہری پر افسوس ہے کہ آپکو قرضہ دیتے وقت ساری جائداد ہی سنبھال لی۔کرم الدین) میرا اپنا ذاتی خرچ تو سات آٹھ روپیہ ماہوار میں ہوسکتا ہے،(شائد وہ افواہ غلط ہوگی کہ سال بھر میں ہزاروں کا عنبر ہی اڑ جاتا ہے۔کرم الدین) یہ روپیہ مختلف مدوں میں خرچ ہوتا ہے جس میں سے بڑی مدلنگر خانہ ہے۔لنگر خانہ میں جو آٹا خرچ ہوتا ہے اس کا حساب موضع تھیہ موضع ننددوال اور بٹالہ ساہوکاران اور مالکان گھوراٹ سے دریافت ہوسکتا ہے موضع ریہہ میں مہر سنگھ اور متاب سنگھ اور ٹہل سنگھ سے اور اس کے حصہ دار ٹھیکہ داران سے اور موضع یاروال میں ٹھیکہ دار کا نام یاد نہیں۔ وہاں سے اور قصبہ بٹالہ میں ویر بھان دار ولد گنڈامل سے لیتے رہے ہیں۔جس سال کی بابت انکم ٹیکس تشخیص ہوا ہے اس سال میں آٹا بٹالہ میں بیر بھان دار ولد گنڈامل باتیہ سے اور دہاریوال میں متاب سنگھ وٹہل سنگھ ٹھیکہ داران گھوراٹ سکنائے امرتسر لیا گیا ہے۔حساب آمد آٹا کا ان کے پاس ہے ہمارے پاس مفصل نہیں ہے۔البتہ دیر بھان کی زبانی اتنا درج ہے کہ اس سال دیر بھان سے تخمیناً چار سو کا آٹا آیا ہے۔ دہاریوال کے آٹا کا کوئی حساب معلوم نہیں ہے یہ وہاں سے دریافت ہوسکتا ہے۔ اس سال آٹا علاوہ مندرجہ بالا کے گندم لگان کھتری آڑھتی ساکن قادیان سے ...من بحساب ساڑھے سولہ سیر فی روپیہ کی تخمیناً...ایک سوستاسٹھ

روپیہ کی خریدی۔ اسی سال میں دھنپت آڑھتی سکنہ قادیان سے گندم تخمیناً تین سو روپیہ کی خریدی۔ میں نے خرچ آٹا وغیرہ یعنی گوشت مصالح روغن زرد چاول چائے دودھ تیل ...مصری کھنڈہ آٹے میں نقل کر کے داخل کیا ہوا ہے وہ تخمیناً لکھا گیا ہے ملاحظہ ہوسکتا ہے۔ مہمان خانہ میں جو عمارتیں مہمانوں کے اترنے کے لئے پختہ اور خام بنی ہیں ان پر تخمیناً ۱۷۶۲ روپیہ خرچ اس سال میں ہوا ہے۔ جو آمدنی مدرسہ کی مد پر آتی ہے وہ اس آمدنی کے علاوہ ہے اور اس کا خرچ بھی اس خرچ کے علاوہ ہے۔ میں نے انتظاماً وہ کام مولوی نورالدین کے سپرد کر رکھا ہے وہی حساب و کتاب رکھتے ہیں۔ اور بذریعہ اشتہار چندہ دہندگان کو اطلاع دی گئی ہے کہ اس کا روپیہ براہ راست مولوی نورالدین کے نام ارسال کریں۔ یعنی اپنی آمدنی پانچ ہزار دوسو روپیہ سالانہ ٹھہرائی ہے اس میں مدرسہ کی آمدنی درج نہیں ہے اور وہ اس لحاظ سے کہ وہ آمدنی براہ راست مولوی نورالدین کے پاس ہوکر ان کو پہنچتی ہے اس آمدنی وخرچ مدرسہ کا حساب و کتاب ان کے پاس ہے وہ حساب و کتاب باضابطہ ہے۔ اس سال میں اکیس اشتہار مشتہر کئے گئے جن میں سے بعض کی تعداد سات سو اور بعض کی چودہ سو اور بعض کی دو ہزار ہے۔ ان پر صرف ڈاک کا خرچ اس سال میں دوسو روپیہ تخمیناً ہوا ہے۔ جواب خطوط رجسٹری وغیرہ پر اس سال میں تخمیناً دوسو چالیس روپیہ خرچ ہوا ہے۔ خرچ مطبع اس سال میں تخمیناً ایک ہزار روپیہ ہوا ہے جس کا حساب کوئی نہیں ہے۔ اس میں مدات ذیل ہیں: رولیا۔ اسفنجیا۔ پریسمین ،سنگساز، کاپی نولیس، کاغذ، ؟

آمدنی مطبع کی حسب ذیل اس سال میں ہوئی۔ آمدنی فروخت کتب چارسو اٹھاسی روپیہ دس آنہ۔ چنانچہ اس حساب سے خرچ مطبع آمدنی سے تخمیناً پانچ سو روپیہ کے قریب زیادہ آتا ہے یہ خرچ دوسری مدات میں سے دیا جاتا ہے۔ کیونکہ مریدوں کی طرف سے مجھے اجازت ہے کہ حسب ضرورت ایک مد سے دوسری مد میں روپیہ خرچ کر لیا جاوے جو بچت ہو سال گزشتہ کی کبھی ہوتی ہے تو میں حسب ضرورت ...اس کو خرچ کر دیتا ہوں دینی ضرورت میں خرچ کیا جاتا ہے میرے ذاتی خرچ سے اس خرچ کو تعلق نہیں ہے مجھے کوئی حاجت نہیں کہ میں مریدوں کا روپیہ اپنے خرچ میں لاؤں۔ میرا خرچ میری آمدنی ذاتی سے جو صرف زمین داری سے ہوتی ہے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں

ہے۔ میں اپنی ذاتی آمدنی سے بھی مدات مذکورہ بالا میں خرچ کر دیتا ہوں۔ میری ذاتی آمدنی جس قدر مجھے باقی از منہائی خرچ بچتی ہے وہ میں کسی دینی خدمت میں خرچ کر دیتا ہوں۔ تجارت وغیرہ کسی کام میں جہاں سے آمدنی ہو خرچ نہیں کرتا۔ اور کچھ بیان نہیں کیا۔ ۱۵۔ اگست ۱۸۹۸ء۔ دستخط حاکم۔ دستخط مرزا غلام احمد بقلم خود

بیان نورالدین متعلقہ عذرداری ٹیکس:

نقل بیان حکیم نورالدین روبروئے تاج الدین تحصیل دار با اختیار اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم پرگنہ بٹالہ مشمولہ مسل عدالت مال باجلاس ڈپٹی کمشنر کلکٹر ضلع گورداسپور۔ مرجوعہ ۲۰ جون ۱۸۹۸ء فیصلہ ۱۳ ستمبر ۱۸۹۸ء نمبر بستہ .. نمبر مقدمہ ۵۵۔ تعداد ٹیکس مشخصہ ... تعداد ٹیکس بوجہ فیصلہ عذرداری۔ معاف۔ تعداد ٹیکس بعد فیصلہ اپیل (اگر ہوا)

مثل عذرداری انکم ٹیکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضی ذات مغل ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

بیان حکیم نورالدین ولد غلام رسول ذات قریشی فاروقی ساکن بھیرہ باقرار صالح

۵ سال سے میں مرزا صاحب کی خدمت میں ہوں۔ مرزا صاحب کا اپنا گذارہ باغ اور زمین سے ہے (باغ رہن ہو چکا پھر اس کی آمدنی میں مرزا صاحب کو کیا دخل؟ کرم الدین) لوگ جو باہر سے بھیجتے ہیں وہ روپیہ مرزا صاحب اپنے ذاتی خرچ میں نہیں لاتے۔ جو روپیہ مرزا صاحب کو علاوہ اپنی آمدنی کے باہر سے آتا ہے اس کو وہ پانچ مدوں میں خرچ کرتے ہیں۔ اول جو مہمان باہر سے آتے ہیں ان کی مہمان نوازی پر خرچ ہوتا ہے۔ یہ مہمان خاص مرزا صاحب کے پاس آتے ہیں جہاں تک مجھے علم ہے کل مہمان مرزا صاحب کے پاس علم دین سیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ کبھی ایسے مہمان بھی آجاتے ہیں جن کا ان سے محض دوستانہ تعلق ہے وہ دین کی وجہ سے نہیں آتے۔ بعض صورتوں میں مرزا صاحب کو لوگوں سے ہدایت ہوتی ہے کہ ان کا روپیہ مہمان نوازی میں خرچ ہو اور بعض صورتوں میں ایسی ہدایت نہیں ہوتی اور مرزا صاحب خود بخود مہمان نوازی میں روپیہ صرف کرتے ہیں۔ جس روپیہ کی باہر کے لوگ تخصیص نہیں کرتے اس کی نسبت مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ پانچ مدوں میں سے جس مد میں چاہیں خرچ کریں۔ مرزا

صاحب نے اول کتاب فتح اسلام اورتوضیح مرام میں ان پانچ مدوں کا ذکر کیا ہے۔ میں مرزا صاحب کو اپنی گرہ سے روپیہ دیا کرتا ہوں لیکن تخصیص نہیں ہوتی کہ وہ ان پانچ مدوں میں سے فلاں مد میں خرچ کریں۔ جو روپیہ میں دیتا ہوں وہ ان مدوں میں ضرور خرچ ہوتا ہے۔ دوسری مد خط وکتابت کی ہے۔ تیسری کتابوں کی۔ چوتھی قیام مدرسہ۔ پانچویں بیمار اور مساکین کیلئے۔ان باقی ماندہ مدوں میں جو روپیہ خرچ ہوتا ہے کبھی بھیجنے والے تخصیص کراتے ہیں کبھی تخصیص نہیں کرتے مرزا کی رائے پر چھوڑ دیتے ہے۔

ان پانچ مدوں کے متعلق جس قدر روپیہ مرزا صاحب کے پاس آتا ہے وہ خیرات کا ہے لنگرخانہ میں سے مرزا صاحب خود کھانا لے کر کھالیا کرتے ہیں کیونکہ ان کا روپیہ بھی ان مدوں میں خرچ ہوتا ہے۔ان مدوں کے روپیہ میں سے مرزا صاحب اپنا کپڑا نہیں بناتے۔لوگ مرزا صاحب کو ان کے اپنے خرچ کے لئے بطور ہدیہ پیری مریدی کے طور پر دیا کرتے ہیں، لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کی آمدنی تخمیناً سالانہ کتنی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ایسی آمدنی سالانہ پانچ سو روپیہ سے کم ہے یا زیادہ ہے۔مرزا صاحب کے بال بچے ہیں تین لڑکے ایک لڑکی۔ ایک لڑکا پڑھتا اور دو چھوٹے ہیں۔ان کے لئے مرزا صاحب کی اپنی آمدنی کافی ہے۔مرزا صاحب کے دو لڑکے اور بھی ہیں لیکن ان سے مرزا صاحب کو کوئی تعلق نہیں۔ابھی چھوٹے لڑکے کی تعلیم پر جو پڑھ رہا ہے کچھ خرچ نہیں ہوتا۔لڑکی بھی دودھ پینے والی بچی ہے۔مرزا صاحب کے خسر پینشن یاب ہیں اور آسودہ حال ہیں نواب لوہارو کے رشتہ دار ہیں، معلوم نہیں کہ قریبی یا بعیدی۔اس وقت مرزا صاحب کی ایک عورت ہے، مجھے معلوم نہیں کہ ان کے خسر نے کیا زیور دیا، میں ساتھ نہیں گیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کی عورت کا اس وقت کس قدر زیور ہے۔ مجھے علم نہیں کہ اس سال میں یا کبھی پہلے کوئی زیور ان کی عورت کا بنا ہو۔مرزا صاحب بیوپار وغیرہ نہیں کرتے۔ ۵۔اگست ۱۸۹۸ء۔دستخط حاکم۔

(مولوی نورالدین کا یہ بیان ان کے مرشد کے بیان کے متناقض ہے۔ وہ تو صاف لکھتے ہیں مجھے کچھ حاجت نہیں کہ میں مریدوں کا روپیہ اپنے خرچ میں لاؤں، میرا خرچ میری آمدنی ذاتی سے جو صرف زمینداری سے ہوتی ہے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں ہے، کم ہے اور حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ لوگ مرزا صاحب کو ان کے اپنے خرچ کے لئے بطور ہدیہ کے پیری مریدی کے طور پر دیا کرتے ہیں ان دونوں اقوال میں سے کس کا قول سچا ہے۔کرم الدین)

استغاثہ بعدالت مجسٹریٹ جہلم

مولوی کرم الدین فرماتے ہیں کہ ناظرین کو تمہید سے اس امر کا علم ہو چکا ہے کہ بناء استغاثہ مرزا صاحب کی کتاب مواہب الرحمٰن ہے جو ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں تقسیم کی گئی تھی۔ سو اس کی بنا پر استغاثہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء جہلم میں بعدالت لالہ سنسار چند ایم اے مجسٹریٹ درجہ اول جہلم دائر ہوا جس کی نقل ذیل میں ہے:

ابوالفضل مولوی محمد کرم الدین ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم مستغیث۔

بنام مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان سکنائے قادیان۔

جرم زیر دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲ تعزیرات ہند

جناب عالی! تمہید استغاثہ یوں ہے:

۱۔ مستغیث فرقہ اہل سنت والجماعۃ کا ایک مولوی ہے اور مسلمانوں میں خاص عزت اور امتیاز رکھتا ہے۔

۲۔ مستغیث نے ایک استغاثہ فوجداری بعلت ازالہ حیثیت عرفی برخلاف ملزمان نمبر ا و ۲ نسبت اس ہتک و توہین کے جو انہوں نے بذریعہ تحریرات مطبوعہ میرے بھائی و بہنوئی مولوی محمد حسن فیضی کی تھی عدالت لالہ سنسار چند مجسٹریٹ درجہ اول ضلع جہلم میں دائر کیا ہوا تھا جس کی تاریخ پیشی ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء مقرر تھی۔

۳۔ ملزمان کو اس بات کا مجھ سے رنج تھا۔ اس واسطے ملزم نمبر ا نے اپنی مصنفہ مولفہ کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۲۹ پر مقدمہ مذکور کی نسبت پیش گوئی کے پیرایہ میں ایک تحریر شائع جس میں میرا صریح نام لکھ کر میری سخت تحقیر و توہین کی گئی اور میری حیثیت عرفی کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اس نیت سے کہ اس مضمون کی اشاعت پر مستغیث کی نیک نامی اور عزت کو جو مسلمانوں کے دلوں میں ہے صدمہ پہنچے اور میری وقر وآبرو کو نقصان پہنچے چنانچہ تحریر مذکور کے فقرات ذیل قابل غور ہیں:

الف: و من آیا تی ما انباء فی العلیم الحکیم فی امر رجل لئیم و بھتانہ العظیم واز جملہ نشانہائے من اینست کہ خدا مرا در بارہ معاملہ شخص لئیم و بہتان بزرگ او خبر داد۔ سطر ۳ ص ۲۹۔ اس فقرہ میں رجل لئیم جس کے معنی کمینہ شخص

ہے اس سے ملزم نے مراد مستغیث کو رکھا ہے اور یہ لفظ مستغیث کی نسبت سخت توہین و تحقیر کا کلمہ ہے۔ اور بهتان العظیم کے لفظ سے ملزم نے میرے ذمہ یہ خلاف واقع اتہام لگایا کہ میں جھوٹے بہتان باندھنے والا ہوں اور ایسا اتہام میرے ذمے میری سخت بے عزتی کا باعث ہے کیونکہ جھوٹا بہتان باندھنا ایک اخلاقی اور شرعی جرم ہے۔

ب۔ ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المهین۔ ترجمہ۔ یہ بلا میرے دشمن پر پڑے گی جو کذاب (بہت ہی جھوٹا) اور اہانت کنندہ ہے۔ اس فقرہ میں مستغیث کی نسبت کذاب کا لفظ لکھا گیا ہے جس کا معنی بہت ہی جھوٹا ہے۔ اور یہ ایک سخت تحقیر کا کلمہ ہے جس سے کوئی زیادہ مزیل حیثیت عرفی اور دل آزار کلمہ نہیں ہو سکتا خصوصاً ایک مسلمان اور مولوی کی نسبت ایسا اتہام کہ وہ بہت جھوٹ بولنے والا ہے، اس کی نیک نامی اور عزت کو بالکل غارت کر دینے والا ہے۔

ج۔ فاذا ظهر قدر اللّٰہ ... اسمه کرم الدین۔ ترجمہ: پس ناگاہ ظاہر شد تقدیر خدا تعالیٰ ... کہ نام او کرم الدین است۔ ، اس فقرہ میں تصریح ہے کہ الفاظ مذکورہ بالا کا مصداق مستغیث ہی ہے۔

۴۔ کتاب مواہب الرحمٰن جس میں مستغیث کی ہتک صریح کی گئی ہے ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو خاص شہر جہلم میں جو حد سماعت عدالت ہذا میں ہے کثرت سے شائع کی گئی اور خاص احاطہ کچہری میں یہ کتاب بہت لوگوں میں ملزمان نے مفت تقسیم کی بلکہ ایک مجمع عظیم میں جس میں مستغیث موجود تھا مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کو جو ہمارے فرقہ کا ایک عالم شخص ہے ملزم نمبر ا ہمدست محمد دین کمپوڈر شفاخانہ جہلم جو اس کا مرید ہے بھیجی، جس سے ملزم مذکور کی نیت یہ تھی کہ اس مجمع میں یہ کتاب پڑھی جانے سے مستغیث کی نیک نامی و عزت کو نقصان پہنچے گا اور عام مسلمانوں میں اس کی خفت ہوگی۔

۵۔ اس کتاب کی تحریر مذکور کی اشاعت سے میری سخت خفت اور توہین ہوئی اور میری حیثیت عرفی کا ازالہ ہوا۔

۶۔ ملزم نمبر ۲ نے کتاب مذکور باوجود اس امر کے علم ہونے کے کہ اس میں صریح لائیبل ہے اپنے مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں جس کا وہ مالک و مینیجر ہے چھاپا ہے اور اس کو شہر جہلم میں جو حد سماعت عدالت ہذا میں ہے بھیج کر شائع کیا۔

۷۔ چونکہ ملزمان نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے جس کی تشریح دفعات ۵۰۰، و ۵۰۱، و ۵۰۲ تعزیرات ہند میں ہے، اسلئے استدعا ہے کہ بعد تحقیقات ان کو سزا دی جائے اور اگر واقعات سے ملزمان کسی اور جرم کے بھی مرتکب ہوں تو اس میں بھی ان کو سزا دیجائے

عرضے۔ فدوی مولوی کرالدین ولد مولوی صدر الدین ذات آوان ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء

} بعد قلم بند ہونے بیان سرسری مستغیث کے لالہ سنسار چند مجسٹریٹ نے حکیم فضل الدین ملزم کے نام وارنٹ ضمانتی، اور مرزا غلام احمد ملزم کے نام سمن (جس میں اصالتاً حاضری کا حکم لکھا گیا) جاری کیا اور تاریخ حاضری ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔ قادیان میں اس کی اطلاع پہنچنے پر مرزا جی کے وکیل خواجہ کمال الدین نے ۲ مارچ ۱۹۰۳ء کو ایک تحریری درخواست من جانب مرزا غلام احمد گذرانی جس میں استدعا کی گئی کہ ملزم مذکور کو زیر دفعہ ۲۰۵ ضابطہ فوجداری اصالتاً حاضری سے معاف فرمایا جائے۔ مجسٹریٹ نے بعد غور درخواست کو منظور کیا اور حکم دیا کہ تاحکم ثانی ملزم کو ذاتی حاضری سے معاف کیا جاتا ہے اس کی جانب سے اس کا وکیل پیروی کرے۔

۱۶ مارچ تاریخ سماعت مقدمہ پر فضل دین ملزم اصالتاً حاضر ہوا اور مرزا کی طرف سے اس کا وکیل پیش ہوا۔ ملزمان کی طرف سے زیر دفعہ ۵۲۶ ضابطہ فوجداری درخواست بغرض التوائے مقدمہ دی گئی کہ وہ چیف کورٹ میں درخواست انتقال مقدمہ کرنا چاہتے ہیں عدالت نے ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۳ء تک مہلت دی۔

۱۴۔ اپریل ۱۹۰۳ء کو عدالت عالیہ چیف کورٹ میں درخواست انتقال گذری جو آخرکار منظور ہو کر مقدمہ سپرد عدالت لالہ چندولال مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور ہوا۔

رائے چندولال کی عدالت سے طلبی ملزمان جہت حاضری ۱۸۔ اگست ۱۹۰۳ء کا حکم صادر ہوا اور تاریخ مذکور پر مرزا جی اور فضل دین ملزمان اصالتاً حاضر عدالت ہوئے۔ حاضر ہوتے ہی ایک تحریری درخواست مرزا کی طرف سے ان کے وکیل خواجہ کمال الدین نے پیش کی کہ ملزم کو زیر دفعہ ۲۰۵ ضابطہ فوجداری اصالتاً حاضری سے معاف فرمایا جائے اس پر وکلاء طرفین کی بحث ہوئی وکیل ملزم اس بات پر زور دیتا تھا کہ لالہ سنسار چند مجسٹریٹ جہلم نے ملزم کو اصالتاً حاضری سے معاف کیا تھا۔ عدالت مذکور کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔ شیخ نبی بخش اور بابو مولامل وکلاء منجانب استغاثہ نے

بالتفصیل بیان کیا کہ ملزم کو اصالتاً حاضری سے معاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں جب کہ مستغیث اور اس کے گواہان ایک دور دراز ضلع جہلم سے آتے ہیں تو ملزم کو یہاں سے ۱۲ کوس (قادیان) سے آنے میں کون سی مصیبت ہے ۔ اگر سنسار چند نے اس کو اس بنا پر حاضری سے مستثنیٰ کیا تھا کہ اس کو جہلم میں ایک دور جگہ ضلع گورداسپور سے آنا پڑتا ہے تو اب وہ علت موجود نہیں بلکہ اب تو ملزم کی نسبت مستغیث کو دقت ہے کہ وہ بعد مسافت طے کر کے یہاں آتا ہے ۔

مجسٹریٹ نے فیصلہ کیا کہ ملزم کو حاضر رہنا پڑے گا اور اس کی درخواست نامنظور ہے ،حاضری کے لئے مچلکہ فوراً اس سے لیا جاوے ۔حسب حکم عدالت مچلکہ داخل کیا گیا اور آئندہ پیشی کی تاریخ ۲۳ ستمبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی اور مستغیث کو حکم ہوا کہ گواہان استغاثہ کو طلب کرائے چنانچہ گواہان استغاثہ بادخال خرچہ طلبانہ طلب کرائے گئے ۔

تاریخ مقررہ پر پھر مقدمہ پیش ہوا مرزا جی وفضل دین ملزمان معہ وکلاء خود حاضر آئے اس تاریخ کو مرزا جی نے ایک اور منصوبہ یہ سوچا کہ آج درخواست اس مضمون کی ہونی چاہیے کہ یہ مقدمہ تاانفصال دیگر مرزائی مقدمات کے ملتوی رہے ۔ چنانچہ درخواست پیش کی گئی اور اس پر بھی خواجہ کمال الدین وکیل نے بڑی لمبی بحث کی کہ اس مقدمہ کو ان مقدمات سے بڑا تعلق ہے جو حکیم فضل دین اور یعقوب علی (مرزائیوں) کی طرف سے مستغیث (کرم دین) پر دائر ہیں جب تک ان کا فیصلہ نہ ہولے یہ مقدمہ بھی ملتوی رہے ۔

بعد اختتام تقریر وکیل ملزمان کے وکلاء استغاثہ نے اپنی مفصل بحث میں اس درخواست کے فضول اور بے بنیاد ہونے پر دلائل دیئے اور ثابت کیا کہ اس مقدمہ کو ان مقدمات سے کیا واسطہ ۔ یہ عجیب بات ہے کہ مرزائیوں کے مقدمے تو چلتے رہیں اور مولوی کرم الدین ان مقدمات میں خراب ہوتے رہیں لیکن ان کا مقدمہ داخل دفتر رہے ۔ عدالت نے کہا کہ مقدمہ چلے گا ملزم کی درخواست نامعقول ہے نامنظور کی جاتی ہے ۔درخواست نامنظور ہو کر حکم ہوا کہ مقدمہ ۱۷۔ اکتوبر کو پیش ہو۔ اور اس تاریخ کو گواہان استغاثہ بھی حاضر آئیں ۔

(سوال یہ ہے کہ مرزا جی کے کان میں ہر وقت آسمان سے نداء وحی پہنچا کرتی ہے تو کیوں فضول درخواستیں کر کے خواہ مخواہ اپنی خفت کرائی ۔ کیا اس بارہ میں پہلے الہام نہ ہوا کہ تمہاری یہ محنت رائے گال جائے ایسی عبث درخواست کر کے اپنی سبکی مت کراؤ ۔ کرم الدین) ۔

۱۷۔ اکتوبر کو پھر مقدمہ پیش ہوا۔ ملزمان بھی اصالتاً حاضر آئے ۔ اس تاریخ کو مستغیث

کا بیان قلم بند ہوا اور مولوی برکت علی بی اے گواہ استغاثہ کی شہادت ہوئی۔ وکلاء ملزمان نے جرح محفوظ رکھی۔ چونکہ دوسرے گواہوں کی اطلاع یابی نہ ہوئی تھی ،مکرر طلب ہوئے اور تاریخ پیشی ۱۲۔ ۱۳۔۱۴ نومبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔

۱۲ نومبر کی تاریخ کو فریقین کو پکار ہوئی تو مستغیث حاضر ہوا اور ملزمان میں سے صرف مرزا جی حاضر آئے، فضل دین نہ آیا۔ وکیل نے کہا کہ فضل دین سخت بیمار ہے حاضری سے اس کو آج کی تاریخ کیلئے معاف کیا جائے۔ وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ ملزم زیر ضمانت ہے اس کو ضرور حاضر ہونا پڑے گا۔ آخر عدالت نے حکم دیا کہ کہ ملزم کو آنا پڑے گا۔ اگر یوں نہیں آ سکتا تو چار پائی پر اٹھا کر لے آ ؤ۔ آخر حکیم فضل دین کو ان کے پیر بھائی چار پائی پر اٹھا کر لے آئے اور کمرہ عدالت کے باہر لٹایا۔ شہادت گواہان قلم بند ہونا شروع ہوئی۔ بیان گواہان قلم بند ہوئے مولوی محمد علی ایم اے وکیل ، ملک تاج دین.. واصل باقی نویس جہلم ،مولوی ابوالوفا ثناء اللہ مولوی فاضل امرتسر، مولوی عبدالسبحان ساکن مسانیاں، مولوی اللہ دتا ساکن سوہل۔ وکیل ملزمان نے کہا کہ وہ گواہان پر جرح محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ حاکم نے کہا کہ اگر جرح کرنی ہے تو کرو ورنہ بعد فرد جرم لگنے کے جرح کا موقع ملے گا۔ اس پر وکیل نے کہا کہ آج تیار نہیں ہوں کل جرح کرونگا۔ عدالت نے حکم دیا کہ کل کا خرچہ گواہان کا آپ کو دینا پڑے گا تو کچھ لیت ولعل کی گئی آخر وکیل ملزمان نے خرچہ گواہان دوسرے روز کا دینا تسلیم کیا اور دوسرے روز پر مقدمہ ملتوی ہوا۔

مولوی کرم الدین پر جرح

۱۳ تاریخ کو مولوی محمد کرم الدین مستغیث پر جرح شروع کی گئی جو ۱۴۔ ۱۵ تک جاری رہی اور ۱۶ کو ختم ہوئی۔ سوالات کی ترتیب دینے پر مرزائیوں کی ساری کمیٹی متعین تھی۔... چونکہ بیان بہت بڑا طویل ہے اس کی نقل کرنے سے سوائے طوالت کے کوئی فائدہ نہیں اس لئے ہم اس بیان میں سے صرف اس فہرست کو نقل کر دیتے ہیں جو کہ مرزا صاحب نے اپنے عقاید کی فہرست تحریری دے کر مولویصاحب سے ان کے بالمقابل استفسار کیا تھا.. وھو ہذا

- قادیانی: حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔
- کرم الدین: حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں۔
- قادیانی: عیسیٰؑ صلیب پر چڑھائے گئے اور غشی کی حالت میں زندہ ہی اتارے گئے تھے

} کرم الدین: نہیں۔

} قادیانی: حضرت عیسیٰؑ آسمان پر معہ جسم عنصری نہیں گئے۔

} کرم الدین: گئے۔

} قادیانی: حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نہیں اتریں گے اور نہ کسی قوم سے وہ لڑائی کریں گے

} کرم الدین۔ آسمان سے اتریں گے اگر لڑائی کی ضرورت ہوگی تو لڑائی کریں گے اگر امن کا زمانہ ہوا تو نہیں کریں گے۔

} قادیانی۔ ایسا مہدی کوئی نہیں ہوگا جو دنیا میں آکر عیسائیوں اور دوسرے مذاہب والوں سے جنگ کرے گا۔ اور غیر اسلامی اقوام کو قتل کر کے اسلام کو غلبہ دے گا۔

} کرم الدین: مہدی آئیں گے اور ایسے زمانہ میں آئیں گے جب بدامنی اور فساد دنیا میں پھیلا ہوا ہوگا فسادیوں کو مٹا کر امن قائم کریں گے۔

} قادیانی: اس زمانہ میں جہاد کرنا، یعنی اسلام پھیلانے کیلئے لڑائی کرنا بالکل حرام ہے۔

} کرم الدین: اس زمانہ میں برٹش انڈیا میں جہاد کرنا حرام ہے کیونکہ زمانہ امن کا ہے۔

} قادیانی: یہ بالکل غلط ہے کہ مسیح موعود آکر صلیبوں کو توڑتا اور سوروں کو مارتا پھرے گا۔

} کرم الدین: یہ مسئلہ بحث طلب ہے۔

} قادیانی: میں مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی موعود اور امام الزمان اور مجدد وقت اور ظلی طور پر رسول اور نبی اللہ ہوں اور مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔

} کرم الدین: میں نہیں مانتا۔

} قادیانی: مسیح موعود اس امت کے تمام گذشتہ تمام اولیاء سے افضل ہے۔

} کرم الدین: مرزا صاحب مسیح موعود نہیں اور نہ وہ کسی سے افضل ہے۔

} قادیانی: مسیح موعود میں خدا نے تمام انبیاء کے صفات اور فضائل جمع کر دیئے ہیں۔

} کرم الدین۔ مرزا نہ مسیح موعود ہیں اور نہ ان میں اوصاف نبوت میں سے کوئی ہیں۔

} قادیانی: کافر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔

} کرم الدین: بحث طلب ہے۔

} قادیانی: مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے۔

} کرم الدین: مہدی موعود قریش کے خاندان ہی سے ہوگا۔

{ قادیانی : امت محمد یہ کا مسیح اور اسرائیلی مسیح دو الگ شخص ہیں اور مسیح محمدی، اسرائیلی مسیح سے افضل ہے

{ کرم الدین: مسیح ایک ہے اور وہ اسرائیلی ہے۔

{ قادیانی : حضرت عیسیٰؑ نے کوئی حقیقی مردہ زندہ نہیں کیا۔

{ کرم الدین: حضرت عیسیٰؑ نے مردہ زندہ کئے ہیں۔

{ قادیانی : آنحضرت ﷺ کا معراج جسم عنصری کے ساتھ نہیں ہوا۔

{ کرم الدین: آنحضرت ﷺ کا معراج جسم عنصری کے ساتھ ہوا۔

{ قادیانی : خدا کی وحی آنحضرت ﷺ کے ساتھ منقطع نہیں ہوئی۔

{ کرم الدین: منقطع ہوئی۔

مرزا غلام احمد۔ دستخط حاکم بحروف نگریزی۔ محمد کرم الدین

(عقیدہ نمبر ۴، ۵، ۶ میں مرزا جی ایک گہری چال چلے تھے اور ان کا خیال تھا کہ ان کے جوابات میں حریف بڑی دشواری میں پڑے گا لیکن جوابات سن کر پھر حیرت میں رہ گئے۔ وہ ہمیشہ اس بات کی سعی کیا کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کو مسلمانوں سے بدظن کریں کہ وہ ایسے مہدی و مسیح کے منتظر ہیں جو آ کر عیسائیوں اور دیگر مذاہب والوں کو تہ تیغ کر کے اسلام کو غلبہ دے گا۔ اور خود گورنمنٹ پر احسان جتلایا کرتے ہیں کہ آپ ہی ہیں جو گورنمنٹ کی خیرخواہی میں مسلمانوں کو ایسے مسیح یا مہدی کے انتظار سے روکتے ہیں اور خود ہی مہدی خود ہی مسیح ہیں یہی غرض تھی اس موقع پر تھی کہ اگر مولوی کرم الدین یہ کہیں گے کہ مہدی و مسیح وہ ہوں گے جو اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلائیں گے اور عیسائیوں اور غیر مذاہب کے لوگوں کو نیست و نابود کر دیں گے تو گورنمنٹ کو بھی بدظنی ہوگی۔ اور مجسٹریٹ کو جو کہ ہندو مذہب ہے بھی ناراضگی ہوگی لیکن ان کا منصوبہ کو خاک میں مل گیا۔ جو جواب لکھائے گئے ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ غلط بات ہے جو مرزا جی گورنمنٹ اور دیگر مذاہب والوں کو کہہ کر مسلمانوں سے بدظن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں کہ مہدی و مسیح خواہ مخواہ بے وجہ تلوار چلاتے پھریں گے اور غیر مذاہب والوں کو قتل کرتے پھریں گے ہاں گر فساد اور بدامنی کا زمانہ ہوگا تو شر مٹانے اور امن قائم کرنے کے لئے ان کو یہ کرنا پڑے گا کہ ایسے فسادیوں کو مٹا کر امن قائم کر دیں اور یہی بات ہر ایک باانصاف سلطنت کا اصول انصاف ہے مرزا جی ہمیشہ مغالطہ دیا کرتے ہیں کہ مسلمان خونی مہدی اور خونی عیسی کے منتظر ہیں لیکن افسوس ہے کہ خونی کا لفظ کہاں سے انہوں نے لگا لیا کسی حدیث میں یہ لفظ ان کی صفتوں میں نہیں آیا اور نہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے بلکہ ان کی اوصاف تو حکم عدل احادیث میں لکھی ہیں اور یہ کہ وہ زمانہ جور و جفا کو امن و صلح سے بدل دینگے پھر مرزا جی کو کچھ تو خوف خدا کرنا چاہیے کہ وہ کیوں مسلمانوں

کے ذمہ ایک بے ہودہ تہمت لگاتے ہیں علاوہ بریں گورنمنٹ پر مرزا جی ہر چند احسان شماری کریں اور مسلمانوں سے بدظن کرنے کی کوشش کریں ان کے اس قول بے اصل کی کچھ بھی وقعت ہماری جز ورس اور بیدار مغز گورنمنٹ کے سامنے نہیں ہوگی گورنمنٹ کو اپنی وفادار مسلمان رعایا پر اطمینان ہے اور گورنمنٹ کو خوب معلوم ہے کہ مرزا جی جیسے مہدی مسیح وغیرہ بننے والے ہی کوئی نہ کوئی آفت سلطنت میں پیدا کیا کرتے ہیں مسلمان تو یہ زمانہ مہدی و مسیح کا قرار ہی نہیں دیتے کیونکہ یہ امن اور انصاف اور عدل کا زمانہ ہے اور خلق خدا کو ہر طرح سے اس سلطنت کے سایہ میں امن اور آسائش حاصل ہے اور مہدی اور مسیح کے آنے کی جب ضرورت ہوگی کہ عنان سلطنت سخت ظالم اور جفا پیشہ بادشاہ کے ہاتھ میں ہوگی اور روئے زمین پر کشت وخون اور فتنہ وفساد ہوگا اس وقت اس کی ضرورت ہوگی کہ الہ العالمین اپنی مخلوق کی حفاظت اور آسائش و امن گستری کیلئے کسی انصاف مجسم امام بادشاہ اسلام (مہدی و مسیح) کو مبعوث فرمائیں لیکن مرزا جی نے تو مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا ہے کہ مہدی و مسیح کا زمانہ یہی ہے اور قادیان ضلع گورداسپور میں وہ مہدی و مسیح بیٹھا ہوا ہے وہ کسر صلیب کے لئے مبعوث ہوا ہے کہ تاکہ عیسویت کو محو کر کے اسلام کو روشن کرے اور یہ بھی برملا کہتا ہے کہ خدا نے اسے بتلا دیا ہے کہ سلطنت بھی اسی کو ملنے والی ہے چنانچہ اس نے اپنی متعدد تصانیف میں یہ الہام و کشف سنایا ہے کہ خدا نے اسے بتلا دیا ہے کہ بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے بلکہ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ بادشاہ اسے دکھائے بھی گئے ہیں اور یہ بھی کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہت مرزائیوں کی جماعت کو کسی زمانہ میں ملے گی۔

اب خیال فرمائیے کہ یہ خیال کہاں تک خوفناک خیال ہے جب کہ مرزا جی نے یہ الہام ظاہر کر کے پیش گوئی کر دی ہے کہ بادشاہ اس کے حلقہ بگوش ہوں گے اور بادشاہت مرزائیوں کو ملے گی کیا عجب کہ ایک زمانہ میں مرزائیوں کو جو اس کی پیش گوئیاں پورا کرنے کے لئے اپنی جانیں دینے کو تیار ہیں (جیسا کہ اپنے بیان میں وہ لکھا چکا ہے کہ اس کے مرید جان و مال اس پر قربان کئے بیٹھے ہیں) یہ جوش آجائے کہ اس پیش گوئی کو پورا کیا جائے اور وہ کوئی فتنہ و بغاوت برپا کر دیں اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا جی نے مسلمانوں کو نصاریٰ سے سخت بدظن اور مشتعل کر رکھا ہے وہ دجال سمجھتے ہیں تو نصاریٰ کو، خر دجال کہتے ہیں تو ریلوے کو۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ریلوے کس نے جاری کر رکھی ہے جب یہ خر دجال ہے تو اس کے چلانے والے (بادشاہ وقت) کو ہی یہ دجال کہتے ہیں اور مسلمانوں کو اس کے برخلاف سخت مشتعل کر رہے ہیں گورنمنٹ کو ایسے اشخاص کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیے۔

عقیدہ نمبر۱۲ میں مرزا جی کہتے ہیں کہ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے حالانکہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں المھدی من عترتی من اولاد فاطمہ (ابوداؤد) یعنی مہدی میرے اہل بیت بنی فاطمہ سے ہوگا۔ اب کہیے مرزا جی آپ سچے ہیں یا رسول خدا سچے۔ آپ یہ تو فرمائیے کہ آپ کے ہاتھ میں اس امر کا

کیا ثبوت ہے کہ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے۔ جن لوگوں کو اپنے صادق و مصدوق ختم المرسلین نبی برحق پر ایمان ہے وہ کبھی بھی آنحضرت ﷺ کے قول پاک کی تکذیب کر کے آپ کی یہ بات نہ مانیں گے کہ مہدی موعود بنی فاطمہ سے نہ ہونا چاہیے بلکہ اولاد آلنقواء سے ہونا چاہیے۔ علاوہ اس کے مہدی موعود کی نسبت تو آنحضرت ﷺ نے یہ پتہ دیا ہے کہ وہ عرب کے بادشاہ ہوں گے لا تذھب الدّنیا حتّی یملک العرب رجل من اھل بیتی یوا طی اسمه اسمی (مشکوۃ) دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک یہ نہ ہو کہ عرب کی بادشاہت اس شخص کو حاصل ہو جو میرے اہل بیت سے ہوگا اور اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔ لیکن مرزا جی تو عرب کا نام سن کر کانپتے ہیں اگر آپ مہدی موعود ہیں تو آپ کو قادیان میں نہیں بیٹھ رہنا چاہیے بلکہ عرب میں تشریف لے جانا چاہیے اور عرب کی بادشاہت بھی حاصل کرنا چاہیے پھر اگر آپ عرب کی ملک گیری میں کامیاب ہو جائیں گے تو پھر مسلمان اس امر پر غور کریں گے کہ آپ کو مہدی کہلانے کا حق حاصل ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ دوسری تعریف مہدی موعود کی آنحضرت ﷺ نے یہ بتلائی ہے یملأ الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً، ترجمہ۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم و بدامنی سے پر ہوگی۔ (مرزا جی مسلمان اس مہدی کے معتقد و منتظر ہیں جس کی تعریف یہ ہے کہ وہ دنیا کو عدل وانصاف و امن سے پر کر دیں گے۔ حالانکہ آپ گورنمنٹ کو مغالطہ دے رہے ہیں کہ مسلمان خونی مہدی کے قائل ہیں کیا آپ برخلاف اس تعریف کے جو اس تعریف میں ہے مہدی کی تعریف میں خونی کہیں دکھلائیں گے) حالانکہ مرزا جی نے تو دنیا میں شور شرارت بدامنی سے نمونہ قیامت برپا کر دیا ہے پھر کس طرح مانا جائے کہ وہ مہدی موعود ہیں اس تعریف سے جو حدیث بالا میں مہدی موعود کی رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے بعثت مہدی کا زمانہ ہی وہ ہوگا جب کہ دنیا ظالم اور جفاکار بادشاہوں کے ہاتھ سے نالاں ہوگا اور زمین پر بدامنی اور فساد پھیلا ہوا ہوگا اور اس وقت مہدی معہود اس فتنہ و فساد کو دور کر کے امن قائم کرینگے حالانکہ اس وقت ہمارے سر پر ایک ایسے امن پسند بادشاہ (ملک معظم قیصر ہند) کا ہاتھ ہے جس کے انصاف و عدل اور امن گستری کے مخالف و موافق قائل ہیں اور مسلمان اس کے سایہ میں امن و امان سے اپنے مذہبی فرائض بجا لاتے ہیں جمعہ عیدین اطمینان سے پڑھتے ہیں اور بیوت اللہ (مساجد) کو آباد کئے ہوئے ہیں یعنی ہم کو اپنے مذہبی امور کی بجا آوری سے بالکل آزادی ہے پھر اگر مسلمان اس زمانہ میں کسی مہدی کی ضرورت سمجھیں تو وہ حدیث رسول (جو اوپر ذکر ہو چکی ہے) کی تکذیب کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔ اب فرمائیے کہ مہدی کے متعلق جو عقیدہ ہم مسلمانوں کا ہے گورنمنٹ کے نزدیک قابل اطمینان ہے یا وہ عقیدہ جو آپ نے پھیلا رکھا ہے کہ مسیح و مہدی اس وقت ہندوستان میں اور خاص قادیان ضلع گورداسپور میں بیٹھا ہوا ہے مسلمان اس کے ساتھ ہولیں تا کہ کسر صلیب کا کوئی انتظام کیا جائے۔ اور دجال کا خروج بھی ہو چکا ہے وہ کون نصاری (انگریز) ہیں اور انکی ریل دجال کا گدھا ہے اور عنقریب بادشاہت

اسی مہدی کے گروہ میں آنے والی ہے اور خدا نے اس مہدی سے کہہ دیا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈ ینگے اوران بادشاہوں کی صورتیں بھی خدا نے اس مہدی کو دکھا دی ہیں۔سو یہ ایک خطرناک عقیدہ ہے جو قادیانی مہدی نے مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کی ہے۔اور لوگوں کو طرح طرح کی دھمکیاں دے کر یہ عقیدہ منوانے کی کوشش کی جارہی ہے کسی کو موت کی دھمکی دی جاتی ہے اور کسی کو سخت ذلت کی کہیں زلزلوں کے حوادث سے ڈرایا جاتا ہے اور کہیں طاعون کا تازیانہ دکھایا جاتا ہے۔ بہر حال مرزا قادیانی کا ہندوستان میں اس زمانہ امن میں ضرورت مہدی کا عقیدہ قائم کرنا ایک خوفناک عقیدہ ہے جس سے کسی آنے والے فتنہ کا سخت خوف ہے الھم احفظنا من الفتن و اھدنا الصّراط المستقیم ۔

عقیدہ نمبر۱۴ میں مرزا نے حضرت عیسیٰؑ ایک اولوالعزم مقتدر رسول سے افضل ہونے کا کھلے طور پر دعوی کیا ہے حالانکہ کوئی شخص غیر رسول، رسول سے افضل نہیں ہوسکتا خواہ وہ کیسا ہی عارف زاہد صاحب کمالات کیوں نہ ہو (یہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے) اور پھر ایسے رسول سے جو صاحب شریعت و کتاب ہو اور جس کے فضائل پر قرآن شاہد ہو۔اور جس کے معجزات کی ایک دنیا معترف ہو اور ادھر افضلیت کے مدعی کی یہ حالت ہو کہ اس کی منکوحہ آسمانی (محمدی بیگم) اغیار کے ہم آغوش ہو، اور مسیحیت کا دعویدار دیکھ دیکھ کر خون جگر کھا رہا ہو اور آسمانی عدالت میں اس کی اس قدر بھی شنوائی نہ ہو کہ وہاں سے عزرائیل (ملک الموت) ایک مسلح سپاہی کے ہاتھ ایک وارنٹ گرفتاری بھیج کر اس کے رقیب کو فوراً عالم برزخ کی جوڈیشل حوالات میں دیا جا کر اپنے برگذیدہ نبی (معاذ اللہ) کی منکوحہ اسکو واپس دلائی جائے ۔مرزا جی جب تک آپ کا محمدی بیگم والا الہام پورا نہ ہو کون عقل مند ہوگا جو آپ کو رسولوں سے افضل صاحب کرامت و معجزہ تسلیم کرلے آپ سے گڑگڑا کر دعا مانگو اور رو رو کر درخواست کرو کہ آپ کی آسمانی منکوحہ جلد تر بموجب الہام آپ کو عطا ہو ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ آپ اپنے ایام زندگی کو بسر کر کے آنجہاں چل دیں اور آپ کی دلی آرزو آپ کے ساتھ ہی خاک میں مل جائے۔ کرم الدین)

شہادت گواہان

قاضی غلام محمد جہلمی کی شہادت

مستغیث پر جرح ہونے کے بعد آئندہ تاریخ پیشی ۱۵ دسمبر ۱۹۰۳ء قرار پائی تھی اس تاریخ پر گواہان استغاثہ بھی حاضر آئے اور مرزا جی بھی معہ اپنے حواری کے اصالتاً حاضر تھے۔مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال کی شہادت شروع ہوئی ۔اثناء شہادت گواہ موصوف عدالت نے مناسب

سمجھا کہ مرزا غلام احمد ملزم سے کچھ استفسار کیا جائے چنانچہ مرزا صاحب سے کہا گیا کہ آپ سے استفسار ہوتا ہے آپ سامنے ہو کر لکھائیں، مرزا جی ادھر ادھر جھانکنے لگے۔ آپ کے وکیل نے کہا میں مشورہ نہیں دیتا کہ میرا موکل بیان لکھائے۔ مجسٹریٹ نے کہا ہم ضرور پوچھیں گے، کیوں مرزا جی جواب دو گے یا نہیں۔ مرزا جی کے اعضاء پر کچھ رعشہ سا آ گیا اور مجسٹریٹ کا رعب کچھ ایسا چھایا کہ آپ کو وکیل کے مشورے کے خلاف عدالت کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی اور آپ کا بیان قلم کیا گیا جس کی نقل حسب ذیل ہے:

سوال: کیا مواہب الرحمٰن آپ کی تصنیف ہے؟

جواب۔ میری تصنیف ہے۔

سوال: یہ الفاظ لئیم کذاب بہتان عظیم مندرجہ صفحہ ۱۲۹ کلمات تحقیر ہیں کہ نہیں؟

جواب: جو شخص ان الفاظ کا مصداق نہ ہو اس کی نسبت تحقیر کے کلمات ہیں۔

سوال۔ صفحہ ۱۲۹ کا مضمون مستغیث کی نسبت ہے یا کیا؟

جواب: ہاں مستغیث کی نسبت ہے۔

سوال۔ کیا آپ مستغیث کو ان الفاظ کا مصداق سمجھتے تھے؟

جواب۔ ہاں سمجھتا تھا۔

سوال: کیا آپ نے یہ کتاب جہلم میں تقسیم کی؟

جواب۔ جہلم میں یہ کتاب تقسیم ہوئی تھی جو میرے سامنے میرے آدمیوں نے شائع کی تھی مفصل بیان میں تحریری بذریعہ وکیل دینا چاہتا ہوں جو بعد میں دیا جائے گا

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ صفحہ ۱۲۹ مواہب الرحمٰن میں الفاظ لئیم وغیرہ آئے ہیں کس تاریخ کو آپ نے لکھا، اگر ٹھیک تاریخ یاد نہیں ہے تو قریباً اس صفحہ کی تحریر کی تاریخ کون سی ہے۔

جواب: ۱۲، ۱۳، ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو یہ صفحہ میں نے لکھا تھا۔ مختلف صفحوں کا مضمون مختلف تاریخوں پر لکھتا رہا ہوں جیسا کہ مضمون بنتا گیا ویسا لکھتا گیا۔ تاریخوں کی کوئی یادداشت میرے پاس نہیں ہے مگر زبانی یادداشت سے مجھ کو یہ تاریخیں یاد ہیں۔

سوال: کیا آپ نے اس کتاب کا کوئی مضمون ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء سے پہلے بھی لکھا تھا؟

جواب: میں اس کو اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا یعنی مجھ کو یہ یاد نہیں ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ لکھا ہو یا نہ

مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ العبد مرزا غلام احمد۔ میں خود پڑھ کر دستخط کئے۔ دستخط حاکم

منصف برکت علی کی شہادت

ملزم کا بیان لکھے جانے کے بعد پھر مولوی غلام محمد کی شہادت ختم ہو کر جرح ہوئی۔

دوسرے روز ۱۶ دسمبر کو مولوی برکت علی منصف بٹالہ کی شہادت شروع ہوئی چونکہ مولوی صاحب ایک بڑے فاضل اور لائق مشہور شخص ہیں آپ کی شہادت سننے کیلئے بہت سے لوگ اہل کاران وغیرہ جمع ہو گئے اور کمرہ عدالت میں ایک خاصہ ہجوم ہو گیا۔ مرزا جی کے وکلاء نے بہت کچھ سوالات جرح لکھ رکھے تھے اور ان کا خیال تھا کہ زبردست جرح سے فاضل گواہ کی شہادت میں سقم پیدا کر دیں گے اور اگرچہ منصف صاحب کی قابلیت علم انگریزی میں تو مسلّم تھی لیکن کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ آپ کی لیاقت عربی علوم میں کیسی ہے اور اس شہادت میں سوال عربی علم ادب کے متعلق ہونے تھے اور الفاظ استغاثہ کردہ جو عربی تھے ان کی تشریح لغت گرامر اور علم ادب کی رو سے ہونی تھی اس لئے مرزائی سمجھے ہوئے تھے کہ گواہ سوالات جرح کے جواب میں چکر کھا جائیگا لیکن جس وقت خواجہ کمال الدین وکیل ملزم نے گواہ مذکور پر جرح کرنی شروع کی تو اس قابلیت ولیاقت سے فاضل گواہ نے جواب دینے شروع کئے کہ تمام عربی دان فضلاء جو کمرہ عدالت میں موجود تھے سن کر حیرت زدہ ہو گئے آپ نے الفاظ استغاثہ کردہ کی تشریح بموجب علم صرف ونحو کے جس وقت بیان کی تو وکیل جرح کنندہ کو ساری جرح بھول گئی۔ اور کچھ پیش نہ جاسکی آخر تھک کر رہ گئے اور جرح ختم کر دی،

منصف کی گواہی مستغیث کی اعلیٰ حیثیت اور الفاظ استغاثہ کردہ کے سخت مزیل حیثیت الفاظ ہونے اور ان سے مستغیث کی ازالہ حیثیت عرفی ہونے کے متعلق تھی۔ منصف کی شہادت سے عدالت معلوم ہو گیا کہ واقعی الفاظ بنائے استغاثہ سخت سنگین ہیں اور مستغیث کی حیثیت کا ازالہ کرتے ہیں۔ یہ بات بھی ذکر کرنے کے قابل ہے کہ اثنا جرح میں وکیل ملزمان نے ایک چھپی ہوئی عربی تحریر منصف صاحب کے سامنے رکھی کہ آپ اس کا ترجمہ کریں۔ منصف صاحب اس کا ترجمہ کرنے پر تیار ہو گئے لیکن عدالت نے یہ سوال فضول سمجھ کر رد کر دیا کہ اس کا ترجمہ کرانے کی گواہ سے کچھ ضرورت نہیں۔ اس وقت مستغیث نے ایک عربی نظم ہاتھ میں لے کر مرزا سے درخواست کی کہ اگر معیار لیاقت عربی تحریروں کے ترجمہ کرنے پر ہے تو آپ جو عربیت میں فاضل وقت ہونے کے مدعی ہیں اس نظم کا ترجمہ کر دیں۔ میں آپ کا اس وقت مرید بنتا ہوں اور مقدمات چھوڑتا ہوں ۔مرزا صاحب نے سر نیچے کر دیا اور زبان تک نہ کھولی کہ لاؤ ہم ترجمہ کرتے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی شہادت

۱۷ دسمبر کو مرزا صاحب کے مشہور مقابل (فاتح قادیان) مولوی ابوالوفا ثناء اللہ مولوی فاضل امرتسری کی شہادت پر جرح تھی اور اس تاریخ کو بہت سے مرزائی دور دور سے آئے ہوئے تھے اور علاوہ ان کے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے تھے کیونکہ مرزائیوں میں یہ مشہور ہو رہا تھا کہ دیکھو تو مولوی ثناء اللہ صاحب اب ہمارے قابو آیا ہے جرح سے اس کی ہوش مار دیں گے اور تمام مسائل متنازعہ وفات مسیح وغیرہ سب اسی شہادت میں صاف کرا لئے جائیں گے۔

مولوی صاحب پر جرح شروع ہوئی اور بہت سی جماعت مرزائی مولویوں کی امداد کے لئے پاس بٹھائی گئی جن میں مولوی محمد احسن امروہی بھی تھے۔ متفقہ امداد سے سوالات مرتب ہوتے اور فاضل گواہ کے پیش کئے جاتے لیکن جواب سننے پر مرزائیوں کو غشی آ جاتی تھی۔ مولوی فاضل گواہ نے بھی مرزائی جماعت کی کچھ پیش نہ جانے دی۔ ۱۷ سے شروع ہو کر ۱۹ دسمبر تک جرح ہوتی رہی لیکن مرزائیوں کو کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آخر غیر متعلق سوالات کا سلسلہ چھیڑنا چاہا تو عدالت نے فضول سمجھ کر جرح سے روک دیا اور حیات و وفات مسیح کی بحث وغیرہ کا منصوبہ دل کا دل ہی میں رہ گیا۔

الغرض شہادت استغاثہ ختم ہو چکی اور آئندہ پیشی کی تاریخ ۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء بغرض سماعت بحث فریقین مقرر ہوئی۔

درخواست انتقال مقدمہ

۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو بحث فریقین سننے کیلئے کمرہ عدالت میں جم غفیر شرفاء شہر گورداسپور اور اہل کاران وغیرہ مردمان کا جمع ہو گیا اور پہلے استغاثہ کی طرف سے بحث شروع ہوئی۔ ۱۱ بجے سے بحث منجانب استغاثہ شروع ہوگئی چنانچہ پہلے بابو مولامل وکیل نے قانونی بحث سے کی بعد ازاں خود مولوی محمد کرم الدین مستغیث نے واقعات کی بحث کی .. مرزا جی بھی اصالتاً حاضر تھے اور بحث سن رہے تھے۔.. دوسرے روز مرزا جی عدالت میں نہ آئے اور انکے وکیل نے بیماری کا سرٹیفیکیٹ پیش کیا اور ساتھ ہی فضل دین کی طرف سے وکیل نے درخواست دی کہ زیر دفعہ ۵۲۶ ضابطہ فوجداری مقدمہ کو ملتوی کیا جائے کیونکہ ملزم عدالت ہذا سے مقدمہ انتقال کرانیکی درخواست عدالت عالیہ میں کرنا چاہتا ہے۔ وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ اس مرحلہ پر اب التواء نہیں ہوسکتا مگر مجسٹریٹ

نے ان کی درخواست کو سن کر حسب ذیل حکم کے ذریعہ ۱۴ فروری ۱۹۰۴ء تک مقدمہ ملتوی کیا:

حکم نسبت درخواست التوائے مقدمہ

آج یہ درخواست وکیل ملزم فضل الدین نے پیش کی شہادت استغاثہ ختم ہو چکی تھی اور بحث وکیل مستغیث اس امر کی بھی ختم ہو چکی ہے آیا ملزمان پر فرد جرم مرتب ہووے یا نہ اور ملزمان کی طرف سے آپ بحث ہونی تھی کہ فرد جرم مرتب کی جائے یا نہ کی جائے کہ وکیل ملزم نے یہ درخواست دی کہ ہم مقدمہ انتقال کرانا چاہتے ہیں مہلت مل جاوے۔ فریق ثانی اس درخواست پر اعتراض کرتا ہے کہ مہلت نہیں ہو سکتی مگر دفعہ.. میں حکم ہے کہ ایسی درخواست کی صورت میں التواء لازمی طور پر کر دینا چاہیے اس لئے حکم ہوا کہ مقدمہ ۴ فروری کو پیش ہووے۔ مورخہ ۴ جنوری ۱۹۰۴، دستخط حاکم۔

} اس کے بعد ۴ فروری ۱۹۰۴ء کو عدالت ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں درخواست انتقال مقدمہ کی گئی جو کہ بذریعہ مسٹر اورٹیل گذری جس کی نقل درج ذیل ہے:

جناب عالی! وجوہات درخواست حسب ذیل ہیں:

۱۔ جب کہ مجسٹریٹ نے بروئے فیصلہ خود بمقدمہ دغا برخلاف مستغیث یہ قرار دے دیا تھا کہ مستغیث ہی ان خطوط کا لکھنے والا ہے جن میں مبینہ دستخطی نوٹ محمد حسین فیضی متوفی کا ذکر ہے اور نیز وہ ان چٹھیوں کا بھی لکھنے والا تھا جو اس کے مضمون سراج الاخبار میں شائع ہوئیں مجسٹریٹ کو مقدمہ ہذا شروع ہی میں خارج کر دینا چاہیے تھا۔

۲۔ یہ کہ برخلاف اس کے ماتحت عدالت نے غیر معمولی جلدی کے ساتھ مقدمہ شروع کیا اور اپنا مصمم ارادہ ملزمان پر فرد جرم لگانے اور مجرم قرار دینے کا ظاہر کیا۔

۳۔ یہ کہ تمام دوران مقدمہ میں مجسٹریٹ نے استغاثہ کی طرف رعایت ظاہر کی مثلاً:

الف: مستغاث علیہ مرزا غلام احمد کو اصالتاً حاضری کے لئے مجبور کرنا جب کہ حاضری معاف ہو چکی تھی اور مقدمہ خفیف سے خفیف تھا اور ان کی اصالتاً حاضری بالکل غیر ضروری تھی۔

ب: کئی مواقع پر مرزا غلام احمد کا استفسار لیا گیا باوجودیکہ وکیل نے اعتراض کیا کہ اس استفسار کی غرض استغاثہ کی شہادت کی کمی کو پورا کرنا تھا۔

ج: مستغاث علیہ حکیم فضل دین کو عدالت سے باہر رہنے کا حکم دینا جب کہ فضل دین کی

صحت خطرناک حالت میں تھی۔

د: ثناء اللہ گواہ کی جرح کو پورا کرنے کی اجازت نہ دینا اور مقدمہ کو جلد ختم کرنے میں بڑی بے صبری ظاہر کرنا۔

ھ: مستغاث علیھم کے تحریری بیان لینے سے ایک طرح انکار کرنا جب کہ اس کے تحریری بیان میں یہ دکھایا گیا تھا کہ ان کے برخلاف کوئی جرم نہیں۔

و: الفاظ استغاثہ کردہ کے ایسے معانی کے ثبوت کرنیکی اجازت دینا جو استغاثہ میں نہیں ہے باوجودیکہ زبانی حکم کے ذریعہ اس کے برخلاف خود فیصلہ عدالت نے کردیا تھا۔

ز: مستغاث علیھم کو شہادت استغاثہ کی جرح کیلئے ایک حد تک اخراجات کا ذمہ دار کرنا۔

۴۔ یہ کہ متعلقہ مقدمہ دغا میں برخلاف مستغیث کے مجسٹریٹ نے جن مبینہ بیانات شہادت استغاثہ و بیان مرزا غلام احمد پر ملزم کو بری کیا وہ بیانات مسل میں نہیں۔

لہذا سائلان کو سخت خطرہ ہے کہ ان کا مقدمہ بے رورعایت بعدالت مجسٹریٹ ہو سکے لہذا درخواست ہے کہ مقدمہ عدالت حضور میں انتقال ہو۔

عرضے: فضل دین حکیم سائل ۴ فروری ۱۹۰۴ء

اس درخواست کے گذرنے پر ڈپٹی کمشنر نے مستغیث کے نام نوٹس جاری کیا اور تاریخ پیشی مقدمہ ۱۲ فروری ۱۹۰۴ء قرار پائی۔ اس تاریخ کو مقدمہ بمقام علیوال (جہاں موصوف دورہ پر تھے) پیش ہوا۔ علاوہ خواجہ کمال الدین و مولوی محمد علی وکلاء کے مسٹر اورٹیل بیرسٹرایٹ لاء بھی آ گئے تھے اور ادھر سے مستغیث اور ان کے وکیل بابو مولامل بھی پہنچ گئے تھے۔ قریب گیارہ بجے مقدمہ بلایا گیا اور ڈپٹی کمشنر نے ایک گھنٹہ تک وکلاء فریقین کی تقریریں سن لیں۔ ملزمان کی طرف سے مسٹر اورٹیل نے بڑی بحث کی کہ رائے چندولال کی عدالت سے مقدمہ ضرور انتقال ہونا چاہیے۔ دوسری طرف سے بابو مولامل وکیل مستغیث نے ثابت کیا کہ انتقال مقدمہ کی کوئی وجہ نہیں ہے اور انتقال مقدمہ کی صورت میں مستغیث کو سخت تکلیف ہوگی جو کہ دور دراز ضلع سے آتا ہے اور ملزمان نے اس کو تکلیف میں ڈالنے کے واسطے ہی انتقال مقدمات کی درخواستیں کی ہیں۔

بعد سماعت بحث ہر دو فریق کے ڈپٹی کمشنر نے مرزائیوں کی درخواست کو نامنظور کیا اور حکم دیا کہ اسی عدالت میں مقدمات سماعت ہوں اس وقت مرزائیوں کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ ذیل میں ڈپٹی کمشنر کے فیصلہ کی نقل کی درج کی جاتی ہے:

فیصلہ ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

بحث وکلائے فریقین سنی گئی۔ کرم دین کا وکیل انتقال مقدمہ کی بابت اس وجہ پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ مقدمات ایک مجسٹریٹ نے ایک حد تک سماعت کئے ہوئے ہیں میرا موکل جو جہلم سے آتا ہے اس کو دوبارہ گواہوں کے بلانے سے بلا وجہ سخت حرج اور تکلیف ہوگی۔ یہ درست ہے۔

کیا کوئی وجوہات ہیں جن سے فرض کیا جائے کہ مجسٹریٹ نے پہلے ہی سے اس مقدمہ کا فیصلہ سوچ لیا ہوا ہے؟ میں ایسا خیال نہیں کرتا۔ اس نے ان مقدمات کو بہت کچھ سن لیا ہے لیکن ہنوز ان مقدمات میں حکم نہیں لگایا۔ تینوں مقدمے ایک ہی حد تک پہنچے ہوئے ہیں یعنی استغاثہ کی شہادتیں ختم ہوگئی ہیں صرف وکلاء کی بحث کا انتظار ہے۔ پس یہ ممکن نہیں کہ اس حد پر یہ کہا جاسکے کہ مجسٹریٹ فرد لگانا چاہتا ہے یا نہیں۔

یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے فیصلہ میں بہت دیر لگائی ہے اس واسطے یہ وجوہات ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ مرزائی جماعت کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ مگر میں یہ بات نہیں دیکھتا۔ یہ توقف طویل بحث اور جرح فریقین کے باعث سے ہوئی ہے اور بیماری کی وجہ سے التواء کی درخواستیں کرنیکے باعث اور آخر کار انتقال کی یہ درخواستیں دینے پر۔

میں نہیں دیکھتا کہ ایک طرف کو دوسرے کی نسبت زیادہ الزام دوں۔ مقدمات کی کیفیت کی بابت مجھے کچھ تعلق نہیں ہے اور نہ ان کی نسبت کوئی رائے ظاہر کرسکتا ہوں۔ جو کچھ مجھے کرنا ہے وہ ان مقدمات کے انتقال کی بابت ہے۔

میں نہیں دیکھتا کہ مجسٹریٹ نے مرزا غلام احمد یا فضل دین کی بابت کوئی کمی کی ہو۔ مرزا عدالت کی حاضری سے جب تک کہ اس کی حاضری ضروری نہ ہو، معاف کیا گیا ہے اور پھر دوسرے فریق کی درخواست پر اس کو بلایا گیا ہے جب تک کہ ڈاکٹر کے سرٹی فیکیٹ سے نہیں دکھایا گیا کہ بوجہ بیماری حاضری سے معذور ہے۔ حکیم فضل دین نے درخواست کی ہے کہ وہ بیمار ہے۔ اس کو باہر لیٹنے کی اجازت دی جائے کیونکہ وہ عدالت میں کھڑا نہیں ہوسکتا۔ اسے یہ اجازت دی گئی۔ مجسٹریٹ نے ان دونوں جنٹل مینوں کی بابت ہر ایک رعایت کی ہے۔

لیکن ان مقدمات کے انتقال کرنے سے انکار کرنے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مجھے انصافاً یہ معلوم ہوا ہے کہ تمام مقدمات اسی مجسٹریٹ کو فیصل کرنے چاہییں اور خاص کر جب کہ اس نے ان مقدمات کو اس قدر سن لیا ہے۔ان مقدمات میں سے جو جہلم میں دائر کیا گیا تھا چیف کورٹ کے حکم سے اس ضلع میں تبدیل کیا گیا ہے اور ججوں نے یہ لکھا ہے کہ ان کا ایک ہی جج فیصلہ کرے۔ اور مجھے اس بات کا اطمینان نہیں ہے کہ مجسٹریٹ نے کوئی تعصب کیا ہے۔ میں اس موقعہ پر اور زیادہ اس امر کو مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ مقدمات یہی مجسٹریٹ فیصلہ کرے اور ان کا فیصلہ جہاں تک ممکن ہو جلدی کیا جائے۔

مذکورہ بالا دلائل سے انتقال کی درخواستیں تینوں مقدمات کی بابت نامنظور ہیں

دستخط: ڈپٹی کمشنر گورداسپور۔علیوال۔۱۲فروری۱۹۰۴۔

فرد جرم بنام مرزا قادیانی بعدالت چندولال

جب ڈپٹی کمشنر کی عدالت سے درخواست انتقال نامنظور ہو کر عدالت رائے چندولال میں مسلیں واپس آئیں تو عدالت موصوف نے ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء تاریخ پیشی مقدمہ مقرر کر کے فریقین کو نوٹس روانہ کئے کہ تاریخ معہود پر عدالت میں آ کر پیروی مقدمہ کریں۔

تاریخ مذکور سے ایک روز پہلے مرزا صاحب گورداسپور پہنچ گئے۔لیکن یہاں پہنچ کر پھر ایسی لاچاری ہوئی کہ کچہری تک جانا محال ہو گیا ...چنانچہ عدالت میں ان کے وکیل نے سرٹیفیکیٹ پیش کیا کہ مرزا جی ایک سخت بیماری قلب میں مبتلاء ہیں، سو اس واسطے حاضری عدالت سے معذور ہیں۔مجبوراً عدالت نے ایک ماہ تک مرزا جی کو حاضری سے معاف کیا اور وکیل نے ان کی طرف سے پیروی کرنے کا ذکر کیا۔ اتنے میں لاہور سے مسٹر اورٹیل صاحب کا تار آیا کہ انہوں نے چیف کورٹ میں منجانب ملزمان درخواست انتقال مقدمات داخل کر دی اس واسطے عدالت نے کاروائی مقدمہ کو ملتوی رکھا اور ۲۳فروری تاریخ مقرر کی۔ ادھر چیف کورٹ نے بھی درخواست انتقال مقدمات کو نامنظور کیا اور ۲۳ فروی کو مرزائی جماعت پھر اسی عدالت میں حاضر ہوئی۔ عدالت نے ۸ مارچ تاریخ پیشی مقدمہ مقرر کی۔اس تاریخ پر مقدمہ پیش ہوا۔خواجہ کمال الدین وکیل ملزمان نے تردید استغاثہ میں تقریر کی اور استغاثہ کی طرف سے ۱۸ ورق کی تحریری بحث مستغیث نے جواب میں ۱۰

مارچ کو داخل کر دی۔ مجسٹریٹ نے بعد غور و فکر کے فرد قرار داد جرم دونوں ملزمان پر مرتکب کر کے سنا دی اور فضل دین ملزم کا جواب بھی لیا گیا۔ مرزا جی کو جواب کے لئے ۱۴ مارچ کے واسطے طلب کیا گیا اس فرد جرم کے لگنے سے مرزائیوں پر سخت اداسی کا عالم طاری ہو گیا کیونکہ مرزا جی اپنی تصانیف میں لکھ چکے تھے کہ فرد جرم لگنے سے پہلے چھوٹ جانے کو ہی بریت کہتے ہیں بعد فرد جرم لگنے کے چھوٹ جانا داخل بریت نہیں۔ ذیل میں فرد قرار داد جرم کی نقل درج کی جاتی ہے:

میں لالہ چندو لعل مجسٹریٹ اس تحریر کی رو سے تم، مرزا غلام احمد ملزم، پر حسب تفصیل ذیل الزام قائم کرتا ہوں کہ تم نے کتاب مواہب الرحمٰن تصنیف کر کے شائع کی جس میں صفحہ ۱۲۹ میں مستغیث کی نسبت الفاظ لئیم بہتان عظیم اور کذاب استعمال کئے جو اس کی توہین کرتے ہیں۔ اور یہ کہ تم نے ۱۷ ماہ جنوری ۱۹۰۳ء کو یا اس کے قریب موقعہ جہلم میں شائع کئے لہٰذا تم اس جرم کے مرتکب ہوئے جن کی سزا مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰، و ۵۰۱، و ۵۰۲ میں مقرر ہے اور جو میری سماعت کے لائق ہے۔ اور میں اس تحریر کے ذریعہ حکم دیتا ہوں کہ تمہاری تجویز بر بنائے الزام مذکور عدالت موصوفہ کے (یا ہمارے) روبرو عمل میں آئے۔

عدالت مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء۔ مہر عدالت۔

دستخط رائے چندو لعل مجسٹریٹ درجہ اول بحروف انگریزی

نوٹ۔ ملزم عدالت کی اجازت سے غیر حاضر ہے اس کو واسطے جواب کے بتقرر ۱۴ مارچ ۱۹۰۴ء کو طلب کیا جاوے۔ دستخط حاکم

۱۴ مارچ کو بھی مرزا صاحب عدالت میں پیش نہ ہوئے اور بیماری کا سرٹیفکیٹ پیش کیا گیا وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ یہ روزمرہ کے عذرات بیماری محض مقدمہ کو تعویق میں ڈالنے کے لئے ہیں۔ بحث و مباحثہ کے بعد سول سرجن سے شہادت لئے جانے کا فیصلہ ہوا چنانچہ کپتان مور سول سرجن گورداسپور کی شہادت حسب ذیل گذری:

میں نے بمقام قادیان مرزا غلام احمد کا ملاحظہ کر کے ۱۳ مارچ والا سرٹیفکیٹ دیا تھا جو کچھ سرٹیفکیٹ میں لکھا تھا اس پر میری رائے اب تک قائم ہے میری رائے میں مرزا غلام احمد اب بھی گورداسپور تک سفر کرنے کے ناقابل ہے گورداسپور تک سفر کرنا اس کی صحت کے لئے خطرناک ہے۔

جرح : اس سے قبل دو دفعہ میں اس کا ملاحظہ کیا تھا گورداسپور میں ہی دیکھا تھا۔ جب میں نے پہلی دفعہ اس کو دیکھا تھا اس کو دو ماہ کا عرصہ ہوگیا ہے جب دوسری دفعہ اس کو ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء کو دیکھا اس کو اس وقت پرانی کھانسی کی تیزی کا دورہ تھا۔ میں نے سرٹیفکیٹ میں بیماری کا نام نہیں لکھا جس میں اب مبتلا ہے۔ اس کی عام جسمانی صحت کی حالت سے میری یہ رائے ہے کہ وہ عدالت میں آنے کے قابل نہیں۔ خطرناک کہنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ سردی یا کمزوری کے باعث ممکن ہے کہ وہ مرجائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس جگہ صحیح وسلامت حاضر ہوسکے۔

۱۵۔ مارچ۔ دستخط حاکم۔ دستخط کپتان مور۔ سول سرجن گورداسپور

سول سرجن کی اس شہادت پر عدالت کو تاریخ بدلنی پڑی چنانچہ ۲۔ اپریل تک مقدمہ کی تاریخ ایزاد کی گئی۔

(اگر مرزاجی کو خدا کی طرف سے تسلی مل چکی تھی کہ خدا ان کے ساتھ ہے اور کوئی شخص ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور کہ اس مقدمہ میں آخر انہوں نے بچ جانا ہے تو پھر یہ حیلہ بازیاں اور عذر سازیاں کیوں ہوئیں سینکڑوں روپئے ڈاکٹروں کی فیس پر لگائے۔ سول سرجن کو ڈبل سفر خرچ اور فیس دے کر بلانا اور پھر اخیر تک سرٹیفکیٹ پیش ہوتے رہنا یہ ہرگز ایسے شخص سے نہ ہونا چاہیے تھا۔ فی الجملہ مرزاجی کا مرض دور نہ ہوا جب تک کہ آپ کو یہ خبر نہ پہنچی کہ رائے چندولال یہاں سے تبدیل ہوگئے ہیں اور ان کی جگہ رائے آتمارام آ گئے ہیں۔

اگرچہ مرزاجی نے خود کسی جگہ نہیں لکھا لیکن مرزائی عموماً کہتے ہیں کہ رائے چندولال کی تبدیلی مرزاجی کی بددعا کی وجہ سے ہوئی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رائے چندولال تنزل ہوکر گورداسپور سے تبدیل ہوئے۔ سو واضح ہو کہ موصوف کی تبدیلی بموجب ان کی اپنی درخواست کے ہوئی تھی مرزاجی کی دعا یا بددعا کا کوئی اثر نہیں تھا۔ اور پھر اسی تنخواہ پر وہ گورداسپور سے ملتان کو تبدیل ہوئے اور وہاں ان کو اختیارات جج عدالت خفیفہ بھی عطا ہوئے۔

مرزاجی کی دعا نے ان کو فائدہ کیا بخشا کہ جس بات کا ان کو اس حاکم سے خوف تھا وہی سلوک ان سے دوسرے حاکم نے بھی کیا۔ یعنی آخر کار فرد جرم کی تکمیل کی اور پھر سزا بھی دے دی۔ ہاں مرزاجی کی کرامات کے ہم بھی قائل ہو جاتے اگر رائے چندولعل کی تبدیلی پر کوئی مرزاجی کا مخلص مرید یہاں آ جاتا اور وہ آتے ہی مرزاجی کو مصیبت مقدمہ سے مخلصی بخش کر ان کو رخصت کر دیتا۔ لیکن یہاں تو یہ معاملہ ہوا کہ جو آرام و آسائش مرزاجی کو پہلے حاکم کے وقت حاصل تھے دوسرے حاکم نے وہ سب سلب کر دیئے پہلے آپ مزے سے کرسی پر بیٹھے ٹھنڈے شربت اور دودھ نوش کرتے تھے، دوسرے حاکم نے کٹہرا پر کھڑا رہنے کا حکم دے دیا، پانی تک پینے کی اجازت نہ دی۔ کرم الدین)

آتمارام کی عدالت میں پیشی

نئے حاکم کے اجلاس میں ۸مئی ۱۹۰۴ءکومقدمہ پیش ہوا۔مرزا جی بھی حاضر آئے چونکہ وکلاء ملزمان نے درخواست کی تھی کہ کاروائی ازسرنوشروع ہو اس لئے عدالت نے دوبارہ شہادت لینی شروع کی۔ اور مرزا جی ملزموں کے کٹہرے میں معہ اپنے حواری فضل دین کے کھڑے کئے گئے مولوی محمد علی گواہ استغاثہ کی شہادت شروع ہوئی ۱۱ بجے سے شروع ہوکر ۴ بجے تک مقدمہ پیش رہا اور اتنا عرصہ مرزا جی پاؤں پر کھڑے رہے۔

رائے آتمارام صاحب نے یہ قاعدہ کرلیا کہ مقدمہ روز پیش ہوا کرے۔مرزا جی روزانہ احاطہ عدالت میں حاضر باش رہتے۔ایک درخت جامن کے نیچے برلب سڑک ڈیرہ ڈال رکھا تھا دن بھر وہاں پڑے رہتے اور مقدمہ پیش ہوکر پھر حکم ہوجاتا کہ کل حاضر ہو۔ اسی طرح روزانہ حاضری فریقین ہوتی رہی اور شہادت گواہاں ذیل منجانب استغاثہ اگست ۱۹۰۴ء تک ختم ہوئی۔مولوی محمد علی ایم اے وکیل۔مولوی ثناءاللہ فاضل امرتسری،مولوی محمد جی قاضی تحصیل جہلم،مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال۔

ہر چند مرزا صاحب اور ان کے حواری امیدوار تھے کہ مقدمہ اسی مرحلہ پر خارج ہوجائیگا چنانچہ اخبار الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء میں حسب ذیل الہامات بھی اسی امید پر شائع کردیئے گئے تھے۔

۱۔ مبارک سومبارک۔۲۔ میں تجھے ایک معجزہ دکھاؤنگا۔

لیکن آخرکار پردہ غیب سے جو بات ظہور میں آئی اس نے ان کی سب امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔یعنی لالہ آتمارام مجسٹریٹ کی عدالت سے ۸۔اگست ۱۹۰۴ء کو فرد جرم کی تکمیل ہوگئی اور فرد جرم سنا کر مرزا جی سے شہادت صفائی وغیرہ طلب کی گئی اور پوچھا گیا کہ کیا آپ گواہان استغاثہ کو بھی طلب کرانا چاہتے ہیں یانہیں۔مرزا صاحب نے کچھ دن اور مقدمہ کو طوالت دینے کی خاطر اور مستغیث کو تنگ کرنے کی غرض سے گواہان استغاثہ کو دوبارہ طلب کرنیکی درخواست کردی۔ باوجودیکہ جرح وغیرہ میں کچھ کسر نہ رہ گئی تھی چونکہ قانوناً فرد جرم کے بعد ملزمان کا حق ہوتا ہے کہ گواہان استغاثہ کو طلب کرائیں اس لئے عدالت نے بموجب ان کی درخواست کے بعض گواہان استغاثہ کو دوبارہ طلب کیا اور حسب ذیل گواہوں پر دوبارہ جرح کی گئی مولوی ثناءاللہ،مولوی محمد جی ،مولوی برکت علی منصف بٹالہ مولوی محمد علی ایم اے وکیل۔گواہان استغاثہ پر جرح مکرر کا مرحلہ بھی

طے ہو چکا تو اب مرزا صاحب کے گواہان صفائی کی نوبت پہنچی ۔ملزمان کی طرف سے ایک لمبی چوڑی فہرست داخل کی گئی جس میں ۲۴ گواہان دور دراز فاصلہ سے بلوانے کی استدعا تھی ۔گواہوں میں کئی سیشن جج اور اعلی عہدہ دار بھی درج کئے گئے تھے اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو بھی لکھایا گیا تھا.. حاکم نے تمام دور دراز فاصلہ کے گواہوں کو چھوڑ دیا اور پیر صاحب کو بھی ترک کیا گیا،صرف گیارہ گواہ جو قریب فاصلہ کے تھے اور جن کے آنے میں زیادہ دقت نظر نہ آتی تھی بلانا منظور کیا ۔..

۱۰ ستمبر سے شہادت گواہان صفائی شروع ہوگئی جن اصحاب کی شہادت قلم بند ہوئی ان میں سے حسب ذیل اصحاب کے نام ہمیں یاد ہیں:

ڈاکٹر محمد دین لاہوری ۔بخشی رام لبھایا مالک اخبار دوست ہند بھیرہ ،چوہدری نصر اللہ خان پلیڈر سیالکوٹ،مولوی غلام حسن سب رجسٹرار پشاور، شیخ علی احمد پلیڈر گورداسپور، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ ،مولوی فیروز دین ڈسکوی ،سید محمد شاہ پلیڈر، منشی احمد دن اپیل نویس گوجرانوالہ ڈاکٹر محمد حسین ،محمد علی خان مالیر کوٹلہ ،مفتی محمد صادق بھیروی ،حکیم نورالدین بھیروی ، شیخ نور احمد وکیل ،منشی عزیز الدین پنشنر تحصیل دار ،میاں حسین بخش پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر۔

۱۹ ستمبر تک شہادت گواہان صفائی ختم ہوگئی ۔صفائی اس امر کے متعلق تھی کہ الفاظ استغاثہ سنگین نہیں خفیف ہیں، کہ مستغیث کی نسبت ملزمان کو ایسا کہنے کا حق تھا ۔..

مولوی فیروز الدین ڈسکوی کی شہادت کے وقت یہ عجیب لطف ہوا کہ جو معانی آپ نے شہادت میں حسب مدعا ملزمان لکھائے ان کے برخلاف ان ہی کی مصنفہ کتاب لغات فیروزی سے فاضل مستغیث نے معنی دکھا کر ان کی تردید کی اور مجسٹریٹ نے مولوی فیروز دین سے پوچھا کہ آپ کے یہ معنی درست ہیں جو اب لکھائے ہیں یا وہ جو کہ لغات فیروزی میں ہیں ۔اس وقت مولوی کچھ دیر تو سکوت میں رہا آخر بتایا کہ یہ صحیح ہیں جو میں نے اب لکھائے ہیں (اپنی کتاب کے لکھے ہوئے کو شہادت کی خاطر اپنے منہ سے غلط کہنا پڑا۔کرم الدین) ۔ایسا ہی بعض دیگر گواہوں کی شہادت میں عجیب لطیفے ہوتے رہے چونکہ گواہوں کے بیانات بہت ہی طویل ہوئے ہیں ان کے نقل کرنے سے طوالت ہوتی ہے اس لئے باقی گواہوں کے بیانات کو چھوڑ دیا جاتا ہے ہاں حکیم نورالدین کا بیان ضرور لکھنے کے قابل ہے اور اسکے پڑھنے سے ناظرین بہت کچھ دلچسپی اٹھائیں گے اس لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بیانات مولوی نورالدین :

نورالدین ولد غلام رسول قریشی عمر ۶۵ سال پیشہ طبابت سکنہ قادیان

بجواب وکیل ملزمان

میں بارہ سال سے قادیان میں رہتا ہوں۔ اس سے پیشتر بھوپال و جموں میں نوکر تھا۔ جموں میں میری تنخواہ ماہور ۶۰۰ روپیہ تھی یعنی ... سے ...تک ہوگئی۔ (مولوی صاحب نے اپنے اس بیان میں جو بمقدمہ ۱۴۱/۱۷ تعزیرات ہند لکھایا تھا اپنی تنخواہ ۵۷۵ روپیہ لکھائی تھی۔ اب چھ سو روپیہ لکھاتے ہیں۔ اس بیان میں حکیم الامۃ کے جھوٹوں کا یہ نمبرا کہنا چاہیے) عربی کی معلومات میری اس حد تک ہیں جس کا نام ندارد (ہر ایک انسان کی معلومات کی کوئی حد ہوتی ہے لا یحیطون بشیء من علمہ صرف الہ العالمین کی صفت ہے۔ مولوی صاحب کی عربی معلوم جن کا نام ندارد کی نسبت کیوں نہ کہا جائے کہ ان کا وجود ہی نہیں) مکہ مدینہ یمن وغیرہ میں تعلیم پائی۔ تدریس کرتا ہوں ہر ایک قسم کے علوم جو عربی ہیں پڑھاتا ہوں۔ کذاب کے معنی جھوٹا بروزن فعال، مضال بھی مبالغہ کا وزن ہے۔ اگر ایک فعل ایک وقت کے بعد دوسرے وقت کیا جائے تو اس کے لئے فعال آتا ہے۔ اگر عادت کے طور پر کیا جائے تو اس کے لئے مفعال آتا ہے (بروئے شرح حماسہ تبریزی).. بہتان کے معنی بے جا الزام کے ہیں۔ لئیم کے معنی بخیل و غیر کریم کے ہیں۔ اسلام نے لئیم کے لفظ کو محدود معنوں میں استعمال کیا۔ کریم کے معنی خلاف تقوی ہے غیر شقی جھوٹ بولنا بہتان لگانا خلاف تقوی ہیں لئیم صفت مشبہ ہے۔ صفت مشبہ اس صفت مشتق کو کہتے ہیں جس کو اسم فاعل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو۔ صفت مشبہ اور اسم فاعل میں یہ فرق ہے، اول فاعل کے وزن پر آتا ہے سہ حرفی لفظوں میں جو فاعل کے وزن پر نہ ہو وہ صفت مشبہ ہوتا ہے۔ دوسرا صفت مشبہ میں زمانہ حال میں وہ معنی موجود ہو ماضی (۳) واستقبال میں ہوں یا نہ ہوں (کتب صرف اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ اسم فاعل میں حدوث ہوتا ہے اور صفت مشبہ میں ثبوت پھر اس کے الٹ یہ کہنا کہ صفت مشبہ کا اطلاق زمانہ حال کی رو سے ہوتا ہے ماضی واستقبال میں وصف ہو یا نہ ہو مکہ مدینہ یمن وغیرہ کی تعلیم کی رو سے نہیں بلکہ قادیانی درس گاہ کی تعلیم کا فیضان ہے۔ کرم الدین)۔ سراج الاخبار میں نے پہلے پڑھا ہے غالباً دو؟ سال ہوئے (مولوی نور

الدین اپنے اس بیان میں جو بمقدمہ ۲۰۴ لکھا یا مضمون سراج الاخبار کا صرف مرزا صاحب کی مجلس میں ذکر ہونا بیان کرتے ہیں اور کہ ان کو یاد تک نہیں کہ اخبار مرزا جی کی مجلس میں پڑھا بھی یا نہیں۔ اب آپ لکھاتے ہیں کہ انہوں نے خود پڑھا تھا۔ یہ ہے جھوٹ نمبر۲۔ کرم الدین)

کاتب مضمون کا چال وچلن مجھے بہت ناپسند ہوا اور افسوس ہوا۔ بہ لحاظ الفاظ کے اور کیا بہ لحاظ کاروائی کے وہ الفاظ کذاب لئیم بہتان باندھنے والا کا مصداق بھی میری رائے میں ہے (الحکم ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۴۔۵ دکھائے گئے) دو سال سے زائد عرصہ ہوا میں نے یہ خطوط قادیان میں پڑھے تھے (مولوی نور الدین پہلے بیان میں لکھاتے ہیں کہ میں نے اس وقت خط کو نہیں دیکھا اس خط کا مضمون جو پڑھا گیا تھا یہی ہے اور جس کو میں نے اب پڑھا ہے۔ اب آپ اس کے برخلاف فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خطوط قادیان میں پڑھے تھے یہ ہے جھوٹ نمبر۳۔ کرم الدین) تاریخ سننے خطوط کی معلوم نہیں نہ یہ کہ کتنے دن بعد پہنچنے کے ۶، و ۱۳، اکتوبر کے سراج الاخبار پہنچنے کے بعد اکثر ذکر آتا تھا۔ میں نے یہ کتاب مواہب الرحمٰن پڑھی ہے مثل عربی خوانوں کے جو اس کتاب کو سمجھ سکتے ہیں میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے

۱۔ ایک لئیم اور بہتان والا آدمی کے متعلق۔

۲۔ وہ تیری آبروریزی کا ارادہ کرتا ہے۔

۳۔ اخیر وہ تیرا نشانہ بنے گا۔

۴۔ آخر میں نجات ہوگی۔

یہ واقعات بالکل الگ الگ ہیں اس کو پڑھ کر یقین نہیں ہوسکتا کہ کس کی بابت یہ بیان ہے۔ کرم دین کے نام سے بھی یقین نہیں ہوتا اگر واقعات اور اخباروں کو مدنظر رکھا جاوے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا پتہ لگتا ہے بعد آخری سطر صفحہ ۱۲۹ کے یہ پتہ لگتا ہے کہ کرم دین نے سلب امن کا ارادہ کیا ہے اور اس ارادہ کے بعد اس نے استغاثہ کی تجویز کی اور وکلاء کے لئے کچھ مال رکھا گیا ہے اور کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا ہے۔

واقعات کے لحاظ سے میں نے یہ سمجھا کہ لئیم اور بہتان باندھنے والا خطوط اور سراج الاخبار سے پیدا ہوتا ہے اور آبروریزی کا ارادہ انہی خطوط واخباروں کا نتیجہ ہے آخر وہ نشانہ بنا ہے اس مقدمہ سے جو اس پر کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب جہلم گئے تھے۔ آخر

نجات مقدمہ کے بعد دی گئی۔ قضیہ سے مراد وہ معاملہ ہے جس کا ذکر صفحہ ۱۲۹ پر ہے اور نیز خطوط و اخبار انباء کے معنی خبر دینا ہے نبا واحد ہے پھر کہا ہے کہ ضمیر واحد ہے انباء جمع ہے اس لفظ سے کم از کم تین پیشگوئیاں ہوسکتی ہیں۔ کسی محاورہ میں دو بھی آ سکتے ہیں بعض انباء ظاہر ہو چکی ہیں صفحہ ۱۲۹ پر مقدمہ کے متعلق پیشگوئیاں یہ ہیں۔ ۱۔ آبرو ریزی مقدمہ کے ذریعہ۔ ۲۔ کرم دین کا مدعا علیہ ہونا۔ ۳، مرزا کا اس محکمہ میں حاضر کیا جانا۔ صفحہ ۱۳۰ پر قضیہ جس کا ترجمہ مقدمہ ہے وہ اس پیشگوئی کے متعلق ہے جو پہلے بیان کی گئی ہے یعنی ۶ پیشگوئیاں لفظ ثم کے معنی پھر کے ہیں۔ ف کے معنی پس کے ہیں۔

بجواب مستغیث: میں نے پیشتر مستغیث کے مخالف کی طرف سے گواہی دی تھی اس کا پورا علم نہیں ہے کہ وہ مقدمہ خارج ہو گیا (جس مقدمہ کی نسبت خود بدولت گواہ ہوں اور آپ کا ہم وطن مخلص بھائی فضل دین بھیروی مستغیث ہو اور جس کی نسبت فتح ونصرت کے الہامات روز دائری مقدمہ سے برس رہے ہوں اور جس میں مرزا صاحب آپ نے مرشد نے ۴۔۵ گھنٹہ کھڑے ہو کر شہادت دی ہو اس کے خارج ہونے کی نسبت آپ کو پورا علم نہ ہو، کیوں حضرت اس کو سفید جھوٹ سے تعبیر کیوں نہ کیا جائے۔ اس مقدمہ کے خارج ہونے پر قادیان میں کئی روز سوگ رہا ہوگا اور آپ خود لکھا چکے ہے کہ مرزا جی کی مجلس میں روزانہ آپ کی حاضری ہوتی ہے پھر یہ کس طرح سچ مان لیا جائے کہ آپ کو اس کے خارج ہونے کا پورا علم نہیں ہوا۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۴۔ کرم الدین) جموں میں مجھے حکم دیا گیا تھا کہ چلے جاؤ شاید تین دن کے اندر۔ میں نے عربی کا کوئی امتحان نہیں دیا۔ میرے وقت میں کوئی امتحان نہ تھے۔ میں نے یہ کہیں نہیں دیکھا کہ عادی جھوٹے کو کذاب کہتے ہیں ایسے شخص کو مکذاب بولیں گے۔ ابن خلقان (خلکان ؟) نے کہا ہے میں نے ابن خلقان میں بھی دیکھا ہے میرے نزدیک دو دفعہ جھوٹ بولنے سے کذاب ہو جاتا ہے۔ کتاب تبریزی میں اس کا ترجمہ وقتاً بعد وقتٍ جھوٹ بولے۔ کاذب کا لفظ وسیع ہے اور کذاب کا خصوصیت رکھتا ہے۔ کاذب تھوڑا یا بہت بولنے والے کو کہیں گے خواہ جھوٹ بولے یا ایک یا دو سے زیادہ۔ کذاب دو دفعہ جھوٹ بولنا ضرور ہے جو شخص سو دفعہ جھوٹ بولے وہ بھی کاذب ہے اور کذاب بھی ہے (بہت اچھا! لیکن قبلہ یہ تو فرمایئے کہ آپ کے بیان حلفی میں اگر دو سے زیادہ جھوٹ ثابت ہوں جیسا کہ اوپر کی گنتی سے واضح ہے اور آئندہ بھی آئیں گے تو پھر آپ کو کذاب کا خطاب دے دینا بموجب آپ کے اس فتوی کے نادرست تو

نہیں ۔کرم الدین) کریم رحیم خدا کی صفات ہیں ۔ یہ لفظ صفت مشبہ ہیں ۔ خدا کو کریم بلحاظ حال کہا جاتا ہے (مولوی نور الدین نے ایسا کہنے کی جرأت کیوں کی ہے؟ ایک جاہل سے جاہل شخص بھی جانتا ہے کہ خدا تعالی زمانہ حال ہی میں کریم نہیں بلکہ پہلے بھی تھا اور آئندہ بھی رہے گا جیسا کہ اس کی ذات ابدی ازلی ہے ویسا ہی اس کی صفات بھی ازلی ابدی ہیں ۔ پھر اس سے بڑھ کر کیا جھوٹ ہوگا کہ خدا تعالی کو صرف بلحاظ زمانہ حال کریم کہا جائے جس کا صاف معنی یہ ہے کہ پہلے کریم نہیں تھا اور آئندہ بھی نہیں ہوگا کیوں حضرت یہ مکہ مدینہ کی تعلیم کا اثر ہے یا درس گاہ قادیان کا ۔آپ جیسے فاضل وقت کے منہ سے ایسا کلمہ نکلنا نہایت ہی سخت افسوس کے قابل ہے آپ کو یہ مجبوری صرف اس لئے پیش آئی کہ صفت مشبہ کی نسبت آپ نے الٹا قاعدہ ایجاد کیا کہ اس کا اطلاق موصوف پر بلحاظ زمانہ حال کے ہوتا ہے اسلئے آپ یہ کلمہ کفر کہنے پر مجبور ہو گئے کہ خدا کو بھی کریم بلحاظ زمانہ حال کے کہا جاتا ہے اس کے خلاف اگر کہتے کہ خدا تعالی ہر زمانہ میں کریم ہے تو قاعدہ مخترعہ ٹوٹتا تھا اور مولوی صاحب نے یہ خیال کر کے کہ خواہ راستی کا خون ہو ایمان کو نقصان پہنچے لیکن قاعدہ موضوعہ نہ ٹوٹے ایسا کلمہ کہنے کی جرأت کی ہے مرزائیو! انصاف سے کہنا کیا اب بھی مولوی صاحب سے اس قول میں متفق ہوں گے کہ خدا تعالی صرف بلحاظ زمانہ حال کے ہی کریم ہے ۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۵ ۔کرم الدین) صرف لفظ کریم سے دوام نہیں نکلتا۔ یوسف کو پیغمبر صاحب نے اپنی حدیث میں کریم بلحاظ حال کے کہا ہے قبل و بعد کا تعلق نہیں (حضرت یوسفؑ ہمارے پیغمبر ﷺ کے زمانہ سے کئی صدیاں پہلے فوت ہو چکے تھے پھر اب ان کو کریم بلحاظ زمانہ حال کس طرح کہتے تھے ۔مگر مولوی صاحب کیا کرتے ،قاعدہ کو تو قائم رکھنا تھا گو دنیا آپ کی ایسی باتوں پر کیوں نہ ہنسے ۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۶ ۔کرم الدین) ۔پیغمبر صاحب کے وقت میں یوسف موجود تھے (اجی حضرت آپ ہوش میں تو ہیں، کیا فرما رہے ہیں ۔ یوسفؑ تو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود نہ تھے بلکہ ان کو فوت ہوئے ایک عرصہ گذر چکا تھا ۔آپ کی تبحر علمی کا تو سارا پردہ ہی فاش ہو گیا۔ یوسفؑ کا آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود ہونے کا ادعا تو بہت بڑا جھوٹ ہے ۔ جھوٹ نمبر ۷۔کرم الدین)۔ کذاب، لئیم ،بہتان بڑے سخت توہین کے کلمات ہیں ۔ میں سراج الاخبار کا خریدار نہیں ہوں ۔تاریخ پہنچنے سراج الاخبار کی قادیان میں یاد نہیں ۔ میں نے اخبار سنا اور پڑھا تھا (حالانکہ آپ پہلے بیان بمقدمہ دفعہ ۱۴۱ صرف اخبار کے مضمون کا ذکر سننا لکھا چکے ہیں ۔اب اخبار سنا اور پڑھا تھا ،کہنا اس کے متناقض ہے ۔جھوٹ نمبر ۸ ۔کرم الدین) خطوط میں نے دیکھے تھے (یہ قول آپ کا

آپ کے بیان مذکورہ سابق کے خلاف ہے۔جھوٹ نمبر ۹۔کرم الدین) تاریخ یاد نہیں ۔خطوط اخبار سے پہلے دیکھے تھے تعداد خطوط یاد نہیں۔کرم دین وہ لکھا ہے جس کے ہاتھ پر تقدیر خدا کی ظاہر ہوئی ۔ وہ تقدیر وہ ہے جس کا ذکر پہلی سطروں میں ہے یعنی جو خواب کے ذریعہ سے مرزا صاحب کو ظاہر ہوئی ۔ امور متذکرہ خواب میں عدالت میں پکڑے ہوئے جانا شامل ہے اس کا ظہور بھی اسی کرم دین کے ہاتھ پر ہوا۔عدالت میں پکڑے ہوئے جانا بذریعہ استغاثہ کے ہوتا ہے۔اب پتہ لگ گیا ہے کہ کرم دین وہ ہے جس نے استغاثہ مرزا صاحب پر کیا ہے اور اس میں مرزا صاحب عدالت میں گئے ۔آگ میں جلانا اور دن کو رات کرنا متعلق ارادہ ہیں جو ارادہ متعلق مقدمہ و خطوط و اخبار کے ہے معلوم کرنے کے وقت بھی آدمی جمع کئے جاتے ہیں واقعات کے لحاظ سے استغاثہ سطر۲ ص۱۳۰ سے مراد استغاثہ کی ہے جو جہلم میں کیا گیا تھا بوقت تصنیف کتاب اس مواہب الرحمٰن کے وہ استغاثہ دائر تھا۔نشانہ بننے سے مراد یہ ہے کہ اس پر کوئی بات آنیوالی ہے اور وہ آبروریزی کے بعد یہ معنی نہیں ہیں کہ نشانہ بن گیا ۔۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء کو واقعات کی رو سے کرم دین نشانہ بن چکا تھا یعنی اس کے اوپر بھی ایک مقدمہ کیا گیا تھا ۔مرزا صاحب کو نجات ہوئی کرم الدین کو بھی غرض کا نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی صفحہ ۱۲۹ پر ذالک اشارہ واحد ہے اس کی تعیین خواب میں نہیں ہوئی ۔ واقعات نے تصریح نہیں کی کہ کیا ہیں واقعات کے قرائن نے بتلایا کہ شہاب الدین، پیر صاحب اور اڈیٹر سراج الاخبار یہ تین مددگار ہیں ۔ ارادہ توہین کا ہوا بذریعہ خطوط اخبار اور مقدمہ بمقام جہلم کتاب سے کسی مددگار کا پتہ نہیں لگتا وکیل مددگار نہیں ہوا کرتے (یہاں ایک امر کا انکار کیا گیا ہے۔ساری دنیا جانتی ہے کہ وکیل موکل کا مددگار رہتا ۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۱۰۔کرم الدین) اگر کوئی ساری عمر میں تین جھوٹ بولے تو اس کو کذاب کہیں گے۔

بجواب وکیل ملزمان :

یوسف کو کریم بلحاظ حال کے سمجھ کر کہا گیا عربی میں ظہور کے معنی مشاہدہ کے نیچے آجاتا کرم دین کا تعین واقعات کی رو سے میں نے کہا ہے متعلق عدالت میں حاضر ہونے کے جس غرض کے لئے کرم دین نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی اس سے مراد یہ ہے خطوط اور مضمون اخبار کرم دین کا قرار دیا گیا۔العبد نور الدین ۔ دستخط حاکم

بجواب عدالت:

جب کوئی عربی لفظ اردو میں استعمال کیا جاوے تو کبھی اس کے معنی میں فرق پڑے گا اور کبھی نہیں۔ یہ ہر لفظ کی نسبت ایسا نہیں ہے۔ میں مرزا صاحب کا مرید ہوں قریباً ۲۰ سال سے۔ اردو قواعد دانوں نے عربی کی اصلاحیں کی ہیں اور بہت کچھ عربی کے مطابق کرنے کی کوشش کی ہے۔ العبد نورالدین۔ دستخط حاکم

} اب ہم مولوی نورالدین بھیروی کا وہ حلفی بیان درج کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جو آپ نے بمقدمہ ۴۱۷ تعزیرات ہند بحیثیت گواہ استغاثہ عدالت میں دیا:

بیان مولوی نورالدین گواہ استغاثہ مقدمہ ۴۱۷ تعزیرات ہند۔

مرجوعہ: ۲۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔

حکیم فضل دین ولد کرم دین سکنہ موضع قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور مستغیث۔

بیان گواہ استغاثہ باقرار صالح: نورالدین ولد غلام رسول قوم قریشی سکنہ قادیان عمر.. پیشہ طبابت قریباً بارہ سال سے میں قادیان میں مقیم ہوں اس سے پہلے بھیرہ ضلع شاہ پور میں تھا وہاں میرا اصلی وطن تھا۔ پہلے میں جموں میں ملازم تھا۔ خاندان شاہی کا طبیب تھا۔ پندرہ سال میں شاہی طبیب رہا تخمیناً ہزار روپیہ ماہوار میری آمدنی تھی تنخواہ سرکاری ۵۷۵ روپے تھی۔ اس سے پہلے ریاست بھوپال میں ملازم تھا۔ وہاں بھی خاص بیگم صاحبہ کا طبیب تھا۔ جب سے میں قادیان میں رہتا ہوں بہت سی ریاستوں نے مجھ کو ملازمت کے لئے کہا۔ منجملہ ان کے بہاولپور کی ریاست ہے وہ مجھے بطور تنخواہ کے ۵۰۰ روپیہ ماہوار اور بہت سی زمین دینا چاہتی تھی۔ میں نے منظور نہیں کیا صرف اس وجہ سے کہ میں مرزا صاحب کے پاس رہنا چاہتا تھا۔ ملزم کرم دین سے میں واقف ہوں۔ مدتوں پہلے جب میں جموں میں تھا اور الگ ہونے والا تھا کرم دین ملزم میرے پاس تشریف لائے تھے۔ میرے پاس کچھ دن رہے طبابت پڑھنے کے واسطے یاد پڑتا ہے آئے تھے۔ جب میں قادیان میں آیا تو گاہے گاہے وہ مجھ کو خط لکھا کرتے تھے۔ میں خطوط کی جو ان کی طرف سے آئے تعداد نہیں بتا سکتا۔ ان کی طرف سے جو خطوط آتے تھے بمقابلہ اپنے خطوط کے جو میں ان کو لکھتا تھا لمبے ہوتے تھے۔ یہ اخبار میں نے

دیکھا الحکم ہے یہ اخبار قادیان سے نکلتا ہے۔ جو کچھ اس اخبار میں میری نسبت لکھا ہے وہ بہت صحیح ہے (یہ اخبار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء ہے) میں کرم دین کے دستخط پہچان سکتا ہوں۔ پی نمبر ۴ مولوی کرم دین کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ پی نمبر ۹ پی نمبر ۱۱ پی نمبر ۱۲ پی نمبر ۱۳ کا معہ لفافہ مولوی کرم دین کے دستخطی ہیں۔ پی نمبر ۱۴ کا بھی مولوی کرم دین کے دستخطی ہے پی نمبر ۴، اور پی نمبر ۱۴ ایک ہی ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ جو خط موضع بھین سے قادیان میں آیا ہوا ہے مجلس میں پڑھا گیا، یہ مولوی کرم دین کی طرف سے تھا۔ مولوی عبدالکریم نے پڑھا تھا میں نے اس خط کو نہیں دیکھا۔ اس خط کا جو مضمون پڑھا گیا تھا یہی ہے جو پی نمبر ۴ میں ہے اور جس کو میں نے اب پڑھا ہے اس خط کے مضمون پر عمل درآمد۔ اس خط کو یقینی سمجھا گیا۔ اس وقت مرزا صاحب نے کہا کہ کسی کو جانا چاہیے (... مستغیث کا بھی یہی بیان ہے کہ مرزا صاحب نے کہا کہ ان کے مریدوں میں سے کوئی ایسا ہے جو مولوی کرم دین کے پاس جائے۔ مرزا صاحب کی اس خواہش کی تعمیل میں میں نے اپنی خدمات پیش کیں ..مرزا جی نے اپنے بیان مورخہ ۱۶۔ اگست میں اس کے برخلاف یوں لکھایا کہ اس خط کے مضمون کی تصدیق کے واسطے میں نے کوئی آدمی نہیں بھیجا مگر مشورہ ... کہ حکیم فضل دین نے کہا اس کاروائی میں میرا فائدہ ہے میں نے ان کو کہا کہ آپ کا اختیار ہے کہ آپ جانیں۔، فرمایئے ہر سہ اصحاب میں سے کس کا قول مانا جائے۔ کرم الدین) تب حکیم فضل دین ایک ہمارے بھائی ہیں جو مقدمہ میں مستغیث ہے انہوں نے کہا اس خدمت کو میں اپنے ذمے لیتا ہوں پھر وہ چلے گئے۔ اس سے پہلے حکیم فضل دین کا ارادہ قادیان کو چھوڑنے کا نہ تھا۔ جس طرح سے میں اپنا رہنا وہاں ضروری سمجھتا ہوں اس طرح اس کا وہاں رہنا ضروری ہے۔ حکیم فضل دین قادیان میں مستقل رہتے ہیں مطبع ضیاء الاسلام کا مالک حکیم فضل دین ہے۔ اس مطبع کے نفع نقصان سے اور کسی کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ ایک کتاب نزول المسیح اس مطبع میں چھپی تھی کن ایام میں چھپی معلوم نہیں۔

سرقہ تصنیف میں اس کو کہتے ہیں کہ کسی ایسے شخص کا کلام جو مشہور نہ ہو اور اس کا کلام بھی مشہور نہ ہو ایسی جماعت میں پیش کیا جائے جو اس پیش کرنے والے کی نسبت خیال کر سکیں کہ اسی متکلم کا کلام ہے اس نے کسی اور سے نہیں لیا۔ لیکن جب کوئی کلام اس متکلم کے سوا کسی اور شخص کا مشہور کلام ہو اور وہ متکلم بھی مشہور ہو تو پھر اس کلام کو اپنی کلام کے

اندر لانا سرقہ نہیں ہوسکتا متکلم کا ذکر کرنا خوبی نہیں ہے (مولانا سرقہ کی یہ نرالی تعریف ہے۔ ہم نے تو بیان و معانی کی ساری کتابیں چھان ماریں آپ کی یہ تعریف اور شہرت و عدم شہرت کی قیود کہیں نہیں ملتیں آپ نے مطول، اکبر، مرشدی کا نام لیا تھا سو مطول میں تو یہ تعریف ہرگز نہیں۔ مرشدی کی سمجھ نہیں آئی کہ اس کا معنی آپ کے مرشد مرزا صاحب ہیں یا کسی کتاب کا نام ہے۔ اکبر کوئی کتاب معانی کی دنیا میں نہیں ہے آپ پر فرض ہے کہ مرشدی اور اکبر اگر کوئی کتابیں ہیں اور ان میں سرقہ کی یہ من گھڑت تعریف ہے تو دکھائیں اور اپنے ذمہ سے یہ غلط بیانی کا دھبہ اٹھائیں۔ کرم الدین)

ملزم کے مضمون مندرجہ سراج الاخبار مورخہ ۶۔ اکتوبر میں جو فقرات عربی اور فارسی کے درج کئے گئے ہیں ان کو سرقہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ فقرے مشہور ہیں اور ان کے متکلم مشہور ہیں۔ میں نے سیف چشتیائی پی آر نمبر ..اور اعجاز المسیح پی نمبر .. کے نوٹوں کا مقابلہ کیا ان نوٹوں کی نقل سیف چشتیائی میں قریباً برابر ہے۔ سیف چشتیائی کے چھپنے سے پہلے وہ مضمون جو نوٹوں میں ہے میں نے قطعاً کہیں نہیں دیکھا۔

سوال: اعجاز المسیح کے نوٹ اگر سیف چشتیائی کے نہ ہوں اور یہ فرض کیا جائے کہ ان کے لکھنے والا مصنف چشتیائی نہیں ہے تو یہ سرقہ ہے کہ اقتباس۔

جواب: سرقہ ہے کیونکہ وہ کلام مشہور نہیں۔

بجواب جرح: میں نے اپنے وطن کی سکونت بالکل ترک کر دی ہے اور فضل دین صاحب نے بھی جو مستغیث ہیں ترک کر دی ہے۔ میں نے اپنی مذہبی اصلاح کے لئے بہت ضرورت سمجھی کہ یہاں قادیان میں رہوں، وطن میں وہ اصلاح نہیں ہوسکتی تھی۔

سوال وکیل ملزم: یہاں کیا اصلاح ہوتی ہے۔ وکیل مستغیث اعتراض کرتے ہیں۔

فیصلہ حاکم۔ یہ سوال بہت مبہم ہے اسکا جواب طول طویل بحث ہے اسلئے نامنظور۔

نور الدین: دنیا کے رشتہ داروں سے میں مرزا صاحب کو بڑھ کر سمجھتا ہوں مرزا صاحب کے پاس دو دفعہ میں حاضر ہوتا ہوں ان کے ساتھ چار نمازوں میں بھی شریک ہوتا ہوں ان میں سے دو دفعہ زیادہ حاضر ہونے کا موقعہ ملتا ہے ان دو وقتوں میں اس (فضل دین) کو بھی وہاں دیکھتا ہوں۔ میری شادی ثانی میں مرزا صاحب شریک تھے۔ مجھ کو اس بات کا پورا علم نہیں ہے کہ مرزا صاحب نے تحریک کر کے یہ شادی کری تھی۔ مرزا صاحب کا مرید ہوں اور مستغیث بھی ان کا مرید ہے۔ میں مرزا صاحب کے احکام کی

تعمیل خدائی حکموں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے حکموں اور اپنی جسمانی (پھر مرزا جی کا وہ قول درست نہ نکلا جوازالہ اوہام، فتح اسلام وغیرہ میں آپ کی نسبت درج فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنا مال و جان وعزت مرزا صاحب پر قربان کر دی ہوئی جسمانی ضروریات کو آپ نے اپنے رسول، مرزا، کے حکام پر مقدم رکھا تو پھر آپ کا ایمان ان سے صدیقی اور فاروقی ایمان کے رتبہ کو تو نہ پہنچا۔ کرم الدین) سخت ضرورتوں کی ماتحت پسند کرتا ہوں اگر ماتحت نہ ہوں تو تعمیل سمجھتا ہوں ۔ مرزا صاحب نے مجھ کو کوئی خطاب عطا نہیں کئے۔ حکیم امت خطاب میرا نہیں ہے مرزا صاحب کو جو لوگ برا کہتے ہیں ان کو میں اچھا نہیں کہتا، ایسے مسلمان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ سلام علیک گو ان سے کرتا ہوں (سلام علیک کرنے میں آپ مرزا جی کے نافرمان ہیں ان کا حکم تو ہے کہ مخالفوں سے نہ سلام لو نہ دو۔ دیکھو الحکم) ایسے شخص کا جنازہ جو مرزا صاحب کو برا کہتا ہے میں مرزا کی ہدایت کے مطابق پڑھوں گا یعنی اگر مرزا صاحب فرماویں گے تو پڑھوں گا ورنہ نہیں پڑھوں گا ۔ مرزا کے الہام اور پیشگوئیوں کو میں سچا سمجھتا ہوں اور ان کو یعنی الہام اور پیش گوئیوں کو من جانب اللہ سمجھتا ہوں ۔ میں شام کے وقت اور ظہر کے وقت ضرور مرزا صاحب کے پاس جاتا ہوں۔

خطوں کا قاعدہ یہ ہے۔ خط کئی قسم کے آتے ہیں بعض خطوں کا جواب مرزا صاحب گھر کے اندر دیتے ہیں اور ہمیں اس کی اطلاع کبھی نہیں ہوتی۔ اکثر خطوط مولوی عبدالکریم کے سپرد کرتے ہیں جن کو پڑھنے کا میں عادی نہیں ہوں ۔ جو خط مرزا صاحب کے نام خطوط ہوتے ہیں سب ان کو ملتے ہیں، بعض خطوں کو بغیر پڑھنے کے اور بعض پڑھ کر مولوی عبدالکریم کے سپرد کر دیتے ہیں وہ جواب لکھتے ہیں ان کی اطلاع مجھ کو نہیں ہوتی بعض بعض خطوط کا مجلس میں ذکر آتا ہے جو ذکر مرزا صاحب یا مولوی عبدالکریم کرتے ہیں بعض وقت زبانی ذکر ہوتا ہے اور بعض وقت خط پڑھا بھی جاتا ہے یہ خط اکثر ظہر کے وقت پڑھے جاتے ہیں بعض خطوط کا تذکرہ شام کو بھی آتا ہے قادیان میں میں دو کام کرتا ہوں ایک طبابت کا دوسرا درس و تدریس کا ۔ میری طبابت کی فیس سالانہ پانچ چھ سو روپئہ کے قریب ہوتی ہے یہ سال گزشتہ کی آمدنی بتائی ہے محرم سے لے کے محرم تک ایک سال سمجھتا ہوں مدرسہ کا کام مرزا صاحب نے میرے ذمہ نہیں ڈالا ہوا مدرسہ کے چندہ کا کام جب سے مدرسہ ہوا ہے کبھی میرے سپرد نہیں ہوا چندہ میرے نام کبھی نہیں آتا

(۴ ناظرین مولوی صاحب کا بیان بغور پڑھیں پھر بیان مرزا عذر داری انکم ٹیکس بھی پڑھیں جس میں مرزا جی مدرسہ کی آمدنی کی نسبت لکھاتے ہیں، میں نے انتظاماً وہ کام مولوی نورالدین کے سپرد کر رکھا ہے وہی حساب کتاب رکھتے ہیں بذریعہ اشتہار چندہ دہندگان کو اطلاع دی گئی ہے کہ اس کا روپیہ براہ راست مولوی نورالدین کے نام ارسال کریں۔ آمدنی براہ راست مولوی نورالدین کے سپرد ہو کر ان کو پہنچتی ہے اس آمدنی اور مدرسہ کا خرچ حساب کتاب ان کے پاس ہے وہ حساب کتاب باضابطہ ہے اور یہاں مولانا نورالدین فرماتے ہیں: مدرسہ کا کام مرزا صاحب میرے ذمہ نہیں ڈالا ہوا۔ مدرسہ کا کام جب سے مدرسہ ہوا ہے میرے سپرد نہیں ہوا چندہ میرے نام نہیں آتا۔ کوئی تطبیق کی صورت ہوسکتی ہے تو کیجئے۔ کرم الدین) ایک شخص محمد رضوی کبھی کبھی میری معرفت چندہ بھیجتا ہے۔ مرزا صاحب کو جو چندے آتے ہیں ان کا مجھ کو کچھ علم نہیں ہے (بے شک آپ کو علم نہ ہوگا لیکن مولانا آپ نے اپنے بیان متعلقہ عذر داری انکم ٹیکس میں تو چندوں کی نسبت اپنا پورا علم لکھایا ہے اور پانچ مدوں کا ذکر کر کے اقسام چندہ کی تفصیل بھی بتائی ہے اور یہاں بالکل بے علمی ۔کیا وہ بات نہیں لکیلا یعلم بعد علمٍ شیئا... مولوی صاحب آپ کی کون سی بات سچی ہے۔ کرم الدین)

خط جو مجلس میں پڑھے جاتے ہیں ان کے مطالب بعض یاد رہ سکتے ہیں اور رہ جاتے ہیں اور ان آدمیوں کے نام بھی یاد رہ جاتے ہیں۔ مجھ کو اس طرح سے کوئی خط یاد نہیں ہے کہ اس دن جس دن کرم دین کا خط مجلس میں پڑھا گیا یا اس سے آٹھ دن پہلے یا آٹھ دن بعد ایسے خطوط تاریخوں کے ساتھ کسی شخص کا خط مجلس میں پڑھا گیا ہو۔ میں جنوری ۱۹۰۳ء یا فروری ۱۹۰۳ء میں جو خط مجلس میں پڑھے گئے انکے مضمون تاریخوں کے ساتھ قید لگا کر نہیں بتا سکتا۔

اپریل اور مئی گذشتہ میں ہمارے دوست عبدالرحمان کا خط آیا اور مجلس میں اس کا ذکر کیا گیا۔ اپریل میں آیا، یا مئی میں آیا، یہ نہیں کہہ سکتا۔ ایک خط اور ایک بار ان ہی گذشتہ مہینوں میں ڈاکٹر اسماعیل اور ان کے خسر کی بیماری کے متعلق آئے تھے اور مجلس میں ان کا ذکر آیا تھا۔ کل خط کتنے آئے تھے مجھ کو یاد نہیں۔ جو لڑکے میرے پاس جموں میں پڑھتے رہے ان میں سے بہتوں کے نام یاد ہیں اور بہتوں کے یاد نہیں ہیں۔ جو ہمیشہ میرے پاس رہتے تھے آٹھ دس لڑکے تھے کبھی کوئی چلا بھی جاتا تھا اور کبھی نیا آ بھی جاتا تھا۔ آٹھ دس وہ تھے جو ہمارے یہاں پرورش پاتے تھے، باقی بھی میرے یہاں کھانا

کھاتے، ایسے پانچ چار طالب علم رہتے تھے۔ ان دنوں کے طالب علموں کے نام اس وقت مجھ کو یاد نہیں ہیں جو اس وقت جب کرم دین میرے پاس آئے میرے پاس تھے۔ یہ بھی یاد نہیں کہ وہ کتنی مدت میرے پاس پڑھتے رہے۔ کرم دین نے کوئی کتاب شروع نہیں کی تھی مہینے سے کم کرم دین میرے پاس ٹھہرے تھے۔ کچھ دن وہ ٹھہرے تھے جن کی تعداد مجھ کو یاد نہیں ہے۔ میرے سامنے کرم دین نے کبھی کچھ نہیں لکھا تھا۔ اس کے بعد کرم دین پھر مجھ کو کبھی نہیں ملا۔ مجھ کو تاریخ یاد نہیں کہ آخری خط کرم دین کا میرے پاس کب آیا۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کتنی مدت ہوئی کہ ان کا خط آخری آیا۔ مجھ کو کرم دین کے خطوں کی تعداد یاد نہیں ہے جو میرے پاس ان کے آئے۔ ان طالب علموں میں سے جو میرے پاس پڑھتے تھے بعضوں کے خط میرے پاس آئے۔ غلام محمد جو گلگت میں رہتا ہے اور ایک غلام محمد جو پشاور میں رہتا ہے، ان دو کا مجھ کو یقین ہے کہ ان کے خطوط میرے پاس اب تک آتے ہیں، اور کسی کا یاد نہیں ہے۔ جو مریضوں کے خط بھی میرے پاس آویں اور ان کو نسخے بھیجوں ان کے نام بھی یاد نہیں رکھتا کیونکہ ضروری نہیں سمجھتا۔ اگر چاہوں تو یاد رکھ سکتا ہوں۔ بہت سے ایسے آدمی ہیں جن کے خط میرے پاس آئے ہوں اور بعد میں سلسلہ بند کیا گیا ہو، تو پھر اگر ان کا لکھا ہوا میرے سامنے آوے تو میں اس کو اچھی طرح پہچان لیتا ہوں اور پہچان سکتا ہوں۔

سوال: جو خط آپ کے پاس آتے ہیں ان کی دوائر، شکلیں، کششیں وغیرہ اپنے دماغ میں جما لیتے ہو۔

جواب۔ قرائن مجموعی ہیئت اور مضامین مجمل طور پر میرے دماغ میں جم جاتی ہے جن کو مکرر دیکھنے سے یقین کرتا ہوں کہ اس پہلے آدمی کا خط ہے۔ سطروں کلمات کی بندش، عبارت کا فرما، اور حروف کی صفائی یا ان کا بالکل بدخط ہونا، یا خوش خط ہونا، ذہن میں رہ جاتے ہیں۔ بعض بعض آدمیوں کے دوائر اور کششیں بھی یاد رہ جاتی ہیں اور بعض کے نہیں رہتے۔ جس کے ساتھ کوئی خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے انکے یاد رہ جاتے ہیں۔ خطوں کے ملانے کا مجھ کو موقع ہوا ہے۔ میرے چند دوستوں نے میری طرز پر لکھنے کی کوشش کی ہے لیکن میں ان کے خطوں کو تمیز کر سکتا ہوں۔ خطوں کی پہچان کے لئے ایک دفعہ میں سیالکوٹ میں مبصر کے طور پر ایک سیشن جج کے روبرو بلایا گیا تھا۔ بخشی رام

بسایا مدعی تھا اور وکٹوریہ پیپر کا اڈیٹر مدعا علیہ تھا۔ کئی ہزار روپیہ کا مقدمہ تھا، یاد نہیں کئی سال ہوئے۔ نتیجہ اس کا وہی ہوا جو میں نے بتایا تھا۔ جن خطوں کا اس مقدمہ میں مقابلہ کرنا تھا میں نے دیکھے ہوئے تھے کیونکہ ان لوگوں کے خطوط میرے پاس آتے جاتے تھے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ میرے سامنے ہی لکھتے۔ جو طالب علم میرے پاس پڑھتے تھے ان کے خطوں کی مجموعی ہیئت بھی یاد ہے۔ سامنے آ جاویں تو پہچان لوں، ان کا نام بھی نہ لکھا ہوا ہووے تو بھی پہچان لوں، بعض کو پہچان لوں۔ خط اے نمبر ۷ (ایک چٹھی ہے منجانب مولوی نورالدین بنام کرم الدین) کی حیثیت مجموعی کو میں نے دیکھا، میں نے پہچانا نہیں کہ کس کا ہے۔ اس خط کے نیچے میری دستخطی کچھ لکھا ہوا ہے۔ اعجاز المسیح پی نمبر ۶ کے ص ا کے حاشیہ پر جو تحریر ہے میں نہیں پہچان سکتا کس کا ہے۔ اے نمبر ۳ (مولوی صاحب پہلے اپنے بیان میں لکھا چکے ہیں کہ یہ نمبر ۴ سے ۱۴ تک سب دستخطی مولوی کرم دین ہیں اب سوائے پی نمبر ۱۱ پی نمبر ۱۲ پی نمبر ۱۳ باقی کے دیکھنے سے بھی انکار فرماتے ہیں۔ کرم الدین) سے پی نمبر ۱۰ تک میں نے پہلے نہیں دیکھے۔ اخیر کے تین خط پی نمبر ۱۱ پی نمبر ۱۲ اور پی نمبر ۱۳ دیکھے تھے پی نمبر ۱۴ و پی نمبر ۱۵ میں نے پہلے عدالت میں نہیں دیکھے۔ میں نے پی نمبر ۱۱، پی نمبر ۱۲ اور پی نمبر ۱۳ کا میلان خط کیا ہے ان کے مضمون کی بندش کلموں کی پیوستگی علی العموم مخصوص ہوتی ہے، بعض مل جاتے یعنی بعضے خط مل جاتے ہیں۔ ای نمبر ۸، اور ای نمبر ۹ دونوں کارڈ شائد مولوی عبدالکریم کے ہوں (اے نمبر ۸، ایک کارڈ ہے من جانب قاضی فضل احمد اڈیٹر اخبار چودھویں صدی بنام مولوی کرم الدین۔ اور اے نمبر ۹، ایک کارڈ ہے من جانب غلام حسین بنام مولوی کرم دین) جو قادیان میں رہتا ہے کیوں کہ مجھ کو ان کے خط کی ہیئت مجموعی سے خیال آتا ہے کہ یہ کارڈ ان کے ہوں۔ مجھے ان کے بہت دفعہ خط دیکھنے کا موقع ملا ہے ان کے خط کی ہیئت مجموعی سے مجھے آگاہی ہے۔ اے نمبر ۱۰ کارڈ یقیناً مولوی فضل دین مستغیث کا ہے (اے نمبر ۱۰، ایک کارڈ ہے جس کے نیچے خاکسار نورالدین لکھا ہے بنام مولوی کرم الدین، اور اے نمبر ۱۱، خادم حسین کا لکھا ہوا ہے بنام مولوی کرم دین)۔ اے نمبر ۱۱ مولوی فضل دین کا معلوم ہوتا ہے مگر میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا۔ ای نمبر ۸، ای نمبر ۹، ای نمبر ۱۰، ای نمبر ۱۱، ان چاروں کارڈوں کے صرف پتے دکھائے گئے ہیں۔ نزول المسیح اے نمبر ۱ پیش کردہ ملزم اور نزول المسیح پیش کردہ مستغیث ان دونوں کا خط ایک ہے ٹائٹل پیج سے

بظاہر ایک معلوم ہوتا ہے مگر صفحہ ۸۰ دونوں کا جو میں نے مقابلہ کیا وہ ایک معلوم نہیں ہوتا ۔ نیز اس صفحہ پر ایک ہی فٹ نوٹ دیا ہوا ہے دوسرے میں نہیں ہے ۔ دونوں کا پیوں کا کاتب صفحہ ۴۰ میں ایک ہی معلوم ہوتا ہے صفحہ ۸۰ ، اور ۷۹ کے کاتب دونوں کا پیوں کے الگ الگ ہیں ۔

(اب وقت تنگ ہو گیا ہے ۔خزانہ کے کام کا وقت ہے کل پیش ہو وے ۔ دستخط حاکم ۔ ۲۴ جون ۱۹۰۳ء)

اگر کوئی کتاب پہلے تھوڑی تعداد میں چھاپنی منظور ہو اور چھپنی شروع ہو جاوے اور پھر زیادہ تعداد کی چھاپنی منظور ہو تو میں نہیں کہہ سکتا کہ کاتبوں اور حرفوں میں فرق پڑ جاوے گا یا نہیں ۔ قادیان میں میرے خیال میں شائد تین چار مطبع ہیں سوائے ضیاء الاسلام کے ایک الحکم کا مطبع ہے جس کا نام مجھ کو معلوم نہیں ۔ سب سے پہلے ضیاء الاسلام جاری ہوا ،ان کے جاری ہونے کی ترتیب مجھ کو معلوم نہیں کیونکہ ایسی باتوں سے مجھ کو دلچسپی نہیں ہے ۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ الحکم کا مطبع الحکم کے ساتھ جاری ہوا کہ کب؟ البدر کا مطبع البدر کے بعد جاری ہوا ۔ مرزا صاحب کو کام کی جب کثرت ہوتی ہے تو شیخ نور احمد کو تلاش کرتے ہیں، اس واسطے اس نے ایک کل چھاپہ کی رکھ چھوڑی ہے ۔حضرت (مرزا) صاحب اس کو کئی دفعہ بلاتے تھے ۔حضرت صاحب کی کتابیں مستغیث حکیم فضل دین کے مطبع میں چھپتی ہیں ۔ اور ان کے اشتہار بھی حکیم فضل دین کے مطبع میں چھپتے ہیں ۔ مجھ کو علم نہیں ہے کہ اجرت کے بارہ میں ان کا آپس میں کیا معاملہ ہے ۔ حضرت (مرزا) صاحب کا اپنا مطبع کوئی نہیں ہے (مرزا صاحب اپنے بیان متعلقہ انکم ٹیکس میں مطبع کی آمدنی وخرچ کا حساب بالتفصیل لکھا چکے ہیں اور ملازمان پریس کی فہرست معہ تنخواہ وغیرہ کے مفصل لکھا چکے ہیں اور باوجود اس کے بقول مولوی نورالدین ،حضرت مرزا صاحب خود بدولت مالک مطبع بھی نہیں ہیں ۔ پھر رولیہ اسفنجیا وغیرہ کا ذکر کیوں؟ حالانکہ حکیم فضل دین کے مطبع کا تو بقول اس کے کوئی رولیہ، اسفنجیا ہے ہی نہیں) ۔

جموں میں جتنی دیر رہا اس کی سند یا تحریر میرے پاس کوئی نہیں ۔جموں کے حاکم اعلیٰ کا حکم میرے پاس پہنچا تھا کہ ریاست سے چلے جاؤ ۔ جب مستغیث قادیان سے چکوال کی طرف گیا معلوم نہیں کتنے دن بعد آیا ۔ جو باتیں عام جماعت مرزا صاحب کے متعلق

ہوتی ہیں ان کا ذکر زیادہ تر مغرب اور عشاء کے درمیان ہوتا ہے۔ اور کچھ ظہر کی نماز کے وقت، مستغیث نے واپسی پر مرزا صاحب سے اپنی واپسی کا تذکرہ کس وقت کیا مجھ کو معلوم نہیں۔ پہلا خط جب پڑھا گیا مجھے اچھی طرح یاد ہے بلکہ دو دفعہ اس کا ذکر آیا ظہر اور مغرب کے وقت جن بہت سے آدمیوں نے اس خط کی بابت اٹھے تو میں نے بھی جانا، اس وقت ۷۰،۸۰،۹۰ کے درمیان تعداد حاضرین کی ہوگی۔ خط کا ذکر پہلی دفعہ ظہر کے وقت ہوا۔ جب پہلی دفعہ میں سنا خبر نہیں ہے کہ حکیم فضل دین صاحب کے جانے کا اول دفعہ ذکر ظہر کے وقت آیا یا مغرب کے، پھر کہا اول دفعہ ان کے جانے کا ذکر ظہر کے وقت ہوا تھا پھر مغرب اور عشا کے درمیان۔ حکیم فضل دین کے جانے کا حکم مرزا صاحب نے کس وقت دیا، یہ مجھ کو اس وقت یاد نہیں ہے۔ حکیم فضل دین جو کچھ وہاں سے لائے عدالت میں آنے سے پہلے چھوٹی مسجد میں ظہر کے وقت دیکھا میں نے منگوا کر الگ دیکھے تھے۔ اعجاز المسیح کو میں نے اس وقت دیکھا تھا اور کچھ نہیں دیکھا تھا۔ الحکم کو جو میرے مضمون کے متعلق ہو یا اس مضمون کو جو مرزا صاحب نے فرمایا ہو اور میں اس وقت موجود نہ ہوں تو میں اس مضمون کو پڑھ لیتا ہوں۔ سارا اخبار پڑھنے کی مجھ کو عادت نہیں ہے۔ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء کا الحکم میں نے پڑھا تھا کہ نہیں مجھ کو یاد نہیں۔ جمعہ کے مضمون کی کاپیاں الحکم دکھلا لیتا تھا چھپنے سے پہلے جو لفظ الحکم ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء میں حکیم الامت کا لفظ جو میری نسبت لکھا ہوا ہے میں نے نہیں کاٹا، یہ خطاب مرزا صاحب کا دیا ہوا نہیں ہے۔ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء کے سراج الاخبار میں جو مضمون کرم دین کا چھپا ہے مجھ کو یاد نہیں ہے کہ مرزا صاحب کی مجلس میں پڑھا گیا کہ نہیں۔ مرزا کی مجلس میں اس مضمون کا ذکر آیا اور آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے افسوس ہے کہ یہ لوگ تقوی سے کام نہیں لیتے۔ جو مضمون الحکم میں مرزا صاحب کے موافق یا مخالف ہو اس کے پڑھنے کا میں عادی نہیں ہوں اور نہ اس کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ جو نوٹس کرم دین نے مرزا صاحب کو اگر دیا ہو اس کا ذکر میرے سامنے مجلس میں کبھی نہیں آیا۔ مجھ کو یاد نہیں کہ جہلم کے مقدمات کا مجلس میں بھی کبھی ذکر آیا کہ نہیں۔ (کاہے کو ذکر ہونا تھا، جہلم کے مقدمات کون سی اتنی بڑی بات تھی لیکن حضرت مسیح کے سر پر تو اس وقت قیامت برپا تھی اور دن رات ایک ہو گئے تھے جیسا کہ مواہب الرحمٰن میں لکھا ہے یجعل نہار نا ... الظلم۔ ادھر حواری ہیں کہ ان کو خبر تک

بھی نہیں ۔کرم الدین)۔

ان مقدمات کا جو اس وقت دائر ہیں ،مرزا صاحب کی مجلس میں میرے سامنے کبھی ذکر نہیں آیا۔ یہ مجھ کو یاد نہیں کہ خواجہ کمال الدین کو مشورہ کے لئے بلایا ہو۔حکیم فضل دین جب کبھی سفر میں جاتے ہیں تو مجھ کو کبھی خبر ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی اور جب وہ لکھنؤ کے سفر کو گئے تھے تو مجھ کو خبر نہیں تھی اور نہ وہ مجھ کو کہہ کر گئے تھے۔ جب وہ جہلم گئے تھے تو انہوں نے مجھ کو کہا کہ وہاں کی کوئی فرمائش ہو تو لاؤں۔ایک بیوی ان کی قادیان میں رہتی ہے۔کئی مہینے ہوئے کہ ان کی دو بیویاں یہاں تھیں، سال کے اندر کی بات ہے کہ ان کی دو بیویاں یہاں تھیں ۔معلوم نہیں ان کی دوسری بیوی آج کل کہاں ہے۔

سرقہ کی تعریف جو میں نے کی ہے وہ مرشدی اور دیگر کتابوں میں پائی جاتی ہے جیسے مطول، اکبر، مختصر المعانی ایک چھوٹی کتاب ہے مگر بہت مختصر ہے جو تعریف سرقہ کی میں نے سنائی تھی وہ نثر کیلئے عام طور پر ہے اور نظم میں بھی آتی ہے۔ ہر قسم کی نثر میں بھی آتی ہے مختصر معانی میں عام سرقہ کی تعریف اسجگہ نہیں لکھی جو مجھ کو وکیل ملزم نے دکھائی ہے اعجاز المسیح پی نمبر ۶ ، اور سیف چشتیائی پی نمبر ۵ کا آپس میں مقابلہ کیا۔یعنی پی نمبر ۵ کے صفحہ ۱۸۷ تک اور پی نمبر ۵؟ کے صفحہ ۷۰ سے ۸۰ تک اکثر مقام بعینہ ہیں یعنی جیسے سیف چشتیائی میں ہیں ویسے ہی اعجاز المسیح میں۔کہیں کہیں تھوڑی سی عبارت سیف چشتیائی میں زیادہ ہے اور کہیں کہیں اعجاز المسیح کے حاشیوں میں زیادہ ہے۔یعنی کہیں کہیں بہت خفیف کم وبیشی ہے۔لفظوں کی کم وبیشی ہے وہ بھی بہت کم، اعجاز المسیح کے صفحہ ایک کے نوٹ سیف چشتیائی میں نہیں ہیں۔

سوال: سیف چشتیائی پی نمبر ۵ کے صفحہ ۷۳ سے ۷۶ کے اخیر تک جو عبارت ہے وہ اعجاز المسیح کے نوٹوں میں کہیں ہے؟

جواب: یہ عبارت اعجاز المسیح پی نمبر ۶ کے حاشیہ پر نہیں ہے۔(پھر تو مضمون بلکہ ورقوں کا فرق نکل آیا آپ تو لفظوں کی کم وبیشی اور وہ بھی بہت کم فرماتے تھے۔کرم الدین)

سوال: نزول المسیح کے صفحہ ۷۲ کے حاشیہ پر جو نوٹ ہے آٹھ سطروں کا وہ آپ پڑھ کر اور نیز الحکم ۱۷ستمبر ۱۹۰۳ء کے صفحہ ۳ پر جو نوٹ قبل از خطوط کے تیسرے کالم میں درج ہے اس کو پڑھ کر بتایئے کہ دونوں ایک ہیں کہ ہیں۔

جواب: دونوں ایک ہیں نزول المسیح ابھی شائع نہیں ہوئی اور الحکم شائع ہو چکی ہے پس جس جماعت میں نزول المسیح جائے گی جس میں الحکم پہلے خوب طرح شہرت پا چکی ہے اس لئے سرقہ نہیں ہے۔

سوال: مشہور اور شہرت سے آپ کی کیا مراد ہے؟

جواب: قرآن کا کوئی کلمہ ان لوگوں کے سامنے جو قرآن جانتے ہیں اور حدیث کا کوئی فقرہ جو حدیث جانتے ہیں شعراء کا کلام ان لوگوں میں جو اس قسم کے اشعار پڑھتے ہیں اور ادیب لوگوں کے فقرے اور کسی زبان کی ضرب المثلیں ان لوگوں میں جو اس زبان کی ضرب المثلوں اور کلمات سے واقف ہوں اور اسی طرح کسی حکیم کا فقرہ ان لوگوں میں جو حکماء کے فقروں سے آگاہ ہوں بلا اس کے کہ مصنف کا نام بھی وہ مشہور ہوتا ہے اسی طرح سے کوئی کلام جب کسی قوم میں شہرت پا جاوے وہ کلام مشہور کہلاتا ہے ایک فقرہ کی نسبت دو نقطہ چینیوں کو یا شارحین کو ممکن ہے کہ توارد ہو جائے۔

اعجاز المسیح کو میں معجزہ مانتا ہوں، وہ علی العموم مرزا صاحب کا کلام ہے کہیں کہیں فقرہ خاص کوئی الہام کا بھی ہوگا۔ جو شرائط مرزا صاحب نے معجزہ کے واسطے بیان کی ہوں ان شرائط کی پابندی سے وہ سارا کام نہیں ہوسکتا معجز نما کلاموں میں بھی دوسرے مصنفوں کی عبارات اور فقرات داخل ہو جاتے ہیں۔

جرح ختم ہوئی۔ ۲۵ جون ۱۹۰۳ء۔ دستخط حاکم

گواہ نے کل اظہار پڑھ کر ہر ایک صفحہ پر اپنی العبد کی اور صفحہ ۵۵ ،اور صفحہ ۵۶ پر پنسل کے نوٹ کر دیئے اور ریڈر کے سامنے نوٹ کئے گئے جن کے مواجہہ میں گواہ نے اظہار پڑھا۔ دستخط حاکم

الحاصل۔ شہادت گواہان صفائی ملزمان ختم ہونے پر عدالت نے حکم دیا کہ ۲۰ ستمبر کو بحث سنی جائیگی۔ چنانچہ ۲۰ ستمبر کو ۲ بجے سے کمال الدین وکیل ملزمان نے بحث شروع کی اور ۴ بجے ختم کی ۲۱ ستمبر کو ۹ بجے صبح سے شروع ہو کر ایک بجے تک مولوی کرم الدین مستغیث نے واقعات کی بحث کی.. مولوی صاحب کی تقریر ختم ہونے پر بابو مولا مل پلیڈر نے قانونی بحث تائید استغاثہ میں بہت پرزور کی۔ عدالت نے حکم دیا کہ یکم اکتوبر کو حکم سنایا جائے گا۔ لیکن یکم اکتوبر کو چونکہ فیصلہ مکمل نہ ہو چکا تھا اس لئے عدالت نے ۸۔ اکتوبر حکم سنانے کے لئے مقرر کی۔

۸۔ اکتوبر کو خلق خدا دور دور سے آخری فیصلہ سننے کے لئے آ گئی۔ مجسٹریٹ نے ایک گارد پولیس منگوائی جنہوں نے سویرے ہی کمرہ عدالت کے اردگرد گھومنا شروع کر دیا۔ سب نے وردی پہنی ہوئی تھی ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لی ہوئی تھیں۔ مرزا جی معہ اپنی جماعت کے ۸ بجے کے قریب احاطہ عدالت میں آ پہنچے۔ مرزا جی کی حالت قابل دید تھی بار بار پیشاب کا دورہ ہوتا۔ اور چہرہ پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ آخر تین بجے کے قریب فریقین کو بلایا گیا۔ مرزا جی کو پیش ہوتے ہی مجسٹریٹ نے حکم سنایا کہ مرزا غلام احمد پانچ سو روپیہ جرمانہ دے یا پانچ ماہ قید محض میں رہے۔ ہر طرف غل مچ گیا کہ مرزا صاحب سزایاب ہو گئے۔ اور ایسی نرالی سزا ملی کی کسی الہام کی بھی تصدیق نہ ہو۔ مرزا جی نے ایک یہ الہام شائع کر رکھا تھا کہ انّک لانت یوسف۔ لیکن چونکہ جرمانہ کی سزا ہوئی اس لئے مشابہت یوسفی بھی نہ ہو سکی کسی نبی کو آج تک سزائے جرمانہ ہوئی ہے؟

مرزا جی اخبار عام میں

مولوی کرم الدین لکھتے ہیں کہ مجسٹریٹ کا فیصلہ لکھنے سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ مرزا جی کے اس بیان کی نقل درج کر دیں جو بمقدمہ اڈیٹر الحکم انہوں نے بحیثیت گواہ ڈیفنس لکھایا کیونکہ اس بیان کا ذکر اس فہرست میں ہوتا ہے جس کا اخیر میں لکھا جانے کا وعدہ ہم کر چکے ہیں لیکن اس بیان کی نقل کرنے سے پہلے مرزا صاحب کی وہ چٹھی جو انہوں نے اخبار عام میں شائع کرائی تھی نقل کی جاتی ہے کیونکہ بیان میں اس چٹھی کا حوالہ موجود ہے۔ اس چٹھی میں مرزا جی نے بہت سے ایسے جھوٹ لکھے ہیں جن کی تکذیب ان کے مریدان باصفا کی تحریرات بلکہ ان کے بیان مصدقہ عدالت سے بھی ہوتی ہے۔ اس چٹھی کے لکھنے کی ضرورت آپ کو اس لئے عائد ہوئی کہ سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء میں ایک مختصر مضمون حسب ذیل شائع ہوا تھا:

> ۱۷۔ جنوری کو جہلم میں اس معرکہ کے مقدمہ کی پیشی تھی جس میں مولوی کرم الدین مستغیث اور مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ مستغاث علیہ تھے۔ مرزا صاحب کی جماعت ۱۶ کو ۲ بجے کی گاڑی سے پہنچ گئے ہوئے تھی اس مقدمہ کو سننے کے لئے بے حد خلق خدا جہلم میں جمع ہو گئی تھی بازاروں اور سڑکوں پر آدمی ہی آدمی نظر آتا تھا مولوی محمد کرم الدین معہ اپنے معزز گواہان کے ۱۰ بجے بگھی کی سواری میں بہمراہی چوہدری غلام قادر خان سب رجسٹرار جہلم وراجہ محمد خان رئیس سنگھوٹی کچہری کی طرف روانہ ہوئے خلق خدا

شہر سے شروع ہو کر کچہری تک دو رویہ صف بستہ مولوی صاحب موصوف کے دیدار کے لئے کھڑی تھی سب لوگ آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔

اس مضمون کی نقل اخبار عام مطبوعہ ۲۷ جنوری میں شائع ہوئی اور مرزا جی اس میں اپنے فریق مقابل مولوی کرم دین کا ذکر پڑھ کر مارحسد سے ایسے جل بھن گئے کہ اڈیٹر اخبار عام کے نام اپنی دستخطی ایک چٹھی لکھی کہ آپ نے یہ جھوٹ شائع کیا ہے کہ جہلم میں لوگ مقدمہ سننے کیلئے جمع ہوئے تھے اور کرم دین کے دیدار کو بھی آتے تھے بلکہ یہ سب لوگ تو میرے دیکھنے کیلئے آئے تھے وغیرہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مقدمہ جہلم کی غلط فہمی: اڈیٹر صاحب بعد ما وجب، آج آپ کے پرچہ اخبار عام مورخہ ۲۷ جنوری میں وہ خبر پڑھ کر جو جہلم کے اخبار سے آپ نے لکھی ہے سخت افسوس ہوا۔ ہم نے آپ کے اخبار کا خریدنا اس خیال سے منظور کیا تھا کہ اس میں سچائی کی پابندی ہو گی مگر آج کے اخبار میں جس قدر صریح جھوٹ کو آپ نے شائع کیا ہے شائد دنیا میں اس کی کوئی نظیر ہو یا نہ ہو، اخبار نویس کا فرض ہے کہ گو بد منقولات کچھ درج کرے تاہم جہاں تک ممکن ہو اس کی تحقیق کر لے کیونکہ ہر ایک روایت قابل اعتبار نہیں، خاص کر اس زمانہ میں جب کہ اکثر لوگ دہریہ طبع ہو گئے ہیں ہر ایک راست پسند کا فرض ہے کہ بے تحقیق خلاف واقعہ لکھ کر اپنے اخبار کی عزت پر بٹہ نہ لگا دیں۔

اب میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں کہ حال واقعی یہ ہے کہ کرم الدین جس کو جہلم کے خود غرض اخبار نے اس قدر اوپر چڑھا دیا ہے ایک معمولی آدمی ہے، نہ گورنمنٹ میں اس کو کرسی ملتی ہے (فرمایئے حضرت کیا آپ کو بھی گورنمنٹ سے کرسی ملتی ہے اگر ایسا ہے تو پھر آپ نے اس وقت حاکم سے کیوں استدعا نہ کی جب گورداسپور میں لالہ آتما رام کے اجلاس میں دن بھر کھڑے رہنے سے آپ کی ٹانگیں خشک ہو جاتی تھیں۔ کرم الدین) اور نہ قوم نے اس کو اپنا امام یا سردار مانا ہوا ہے، محض عام لوگوں میں سے ایک شخص ہے ہاں اپنے گاؤں میں مولوی کر کے مشہور ہے جس طرح امرتسر لاہور وغیرہ میں بہت سے لوگ مولوی کر کے پکارے جاتے ہیں۔ ہر ایک مسجد کے ملا یا واعظ کو لوگ مولوی کہہ دیا کرتے ہیں مگر بقول جہلم کے اخبار کے گویا ہزارہا مخلوق کرم الدین کے دیدار اور زیارت کے لئے اور مقدمہ کے تماشہ کے لئے اکٹھے ہوئے تھے۔ یہ ایک بےنظیر جھوٹ ہے، اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام

لوگ جو تخمیناً تیس ہزار یا چونتیس ہزار ہوں گے (یہ ایک سفید جھوٹ ہے جو مرزا جی کے قلم سے نکلا ہے جس کو عقل بھی باور نہیں کر سکتی۔ بھلا جہلم کے محدود احاطہ کچہری میں ۳۰ یا ۳۴ ہزار آدمی کس طرح سما سکتے ہیں اور پھر طرفہ یہ کہ مرزا جی اپنے بیان میں جو آگے آئیگا اپنے منہ سے اسکی تردید کرتے ہیں چنانچہ وہاں لکھاتے ہیں کہ میری دانست میں دس ہزار آدمی جمع ہوئے تھے۔ اگر مرزا جی کا حلفی بیان سچا ہے تو آپ کے قلم نے ۲۴ ہزار کا جھوٹ لکھا ہے۔ کیا اتنے بڑے جھوٹ لکھنے والا بھی امام مجدد مہدی مسیح کہلانے کے قابل ہوسکتا ہے۔ یہ ہے مسیح الزمان کا جھوٹ نمبر ۱) یہ سب میرے دیکھنے کیلئے آئے تھے۔ جب لاہور سے آگے میرا گذر ہوا (یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب محض آپ کے دیکھنے کیلئے آئے تھے کیا آپ نے ایک ایک کو بلا کر پوچھ لیا تھا، ان کے دل کا حال خدا کو معلوم ہے، بلا کسی ثبوت کے آپ کا یہ لکھنا کہ یہ سب محض میرے دیکھنے کیلئے آئے تھے جھوٹ صریح ہے۔ جھوٹ نمبر ۲) تو صدہا لوگ میں نے ہر ایک سٹیشن پر جمع پائے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ جہلم کے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے چالیس ہزار کے قریب لوگ میرے راہ گذر اسٹیشنوں پر جمع ہوئے ہوں گے (کیا وجہ کہ لاہور سے آگے گذر کر صدہا لوگ ہر ایک سٹیشن پر آپ کو دیکھنے کو جمع ہوئے اور لاہور سے ورے کوئی بھی سلامی نہ ہوا۔ کرم الدین)۔ اور پھر جہلم میں سردار ہری سنگھ صاحب کی کوٹھی میں اترا تو قریب سات سو کے میرے ساتھ میرے مخلص دوست تھے تب جہلم اور گجرات اور دوسرے اضلاع سے اس قدر مخلوق میرے دیکھنے کے لئے جمع ہوئی کہ جن لوگوں نے بہت غور کر کے اندازہ لگایا وہ بیان کرتے ہیں کہ چوبیس ہزار یا تیس ہزار (یہ وہی پہلا جھوٹ آپ کے قلم سے نکلا ہے اس لئے اس کا نمبر بھی مکرر شمار میں آنا چاہیے۔ جھوٹ نمبر ۴) کے قریب لوگ ہوں گے۔ جب میں کچہری میں جاتا تھا اور جب کوٹھی آتا تھا تو وہ لوگ ساتھ ہوتے تھے۔ چنانچہ حکام نے اس کثرت کو دیکھ کر دس یا پندرہ کانسٹیبل اس خدمت پر مقرر کر دیئے تھے کہ کوئی امر مکروہ واقع نہ ہو اور خاص جہلم کے تحصیلدار غلام حیدر خان اس خدمت میں سرگرم رہے اور دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر بھی اس خدمت پر لگے ہوئے تھے ان لوگوں میں سے قریب باراں سو آدمی بیعت میں داخل ہوئے یعنی میرے مرید ہوئے (جہلم میں بارہ سو مرد مان کا داخل بیعت ہونا بھی ڈبل جھوٹ ہے جس کی تردید مرزا جی کے اپنے مخلص مرید کرتے ہیں اخبار الحکم مطبوعہ ۲۱؟ جنوری میں لکھا ہے کہ تمام سفر جہلم میں جس قدر زن و مرد نے مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ان کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے۔ اور رسالہ ریویو آف

ریلی جنتر مطبوعہ ۲۰ فروری کے صفحہ ۸۰ پر بیعت کنندگان جہلم کی تعداد ٦ سو درج ہے ۔ اب ان شاہدان عادل کی شہادت سے ثابت ہوا کہ مرزا جی کا بیعت کنندگان کی تعداد باراں سو بتانا ایک سفید جھوٹ ہے ۔ جھوٹ نمبر ۵) اور باقی کل مریدین کی طرح تھے اور نذریں دیتے تھے اور نماز پیچھے پڑھتے تھے (یہ بھی صریح جھوٹ ہے جو لوگ اس روز دور دراز سے مقدمہ کا تماشا دیکھنے آئے تھے ان میں بجز معدودے چند اشخاص کے جو مرزا جی کے مرید ہوں گے باقی کل آپکے عقیدہ کے مخالف لوگ تھے پھر آپ کا یہ کہنا کہ باقی کل مریدوں کی طرح تھے اور نذریں دیتے تھے اور نماز پیچھے پڑھتے تھے کیسا صریح جھوٹ ہے ۔ اور باقی بعض یا اکثر کی قید ہوتی تو بھی کچھ صداقت کا احتمال ہوتا باقی کل کی قید تو ضرور ہی اس جملہ کو جھوٹا بنا دیتی ہے اجی حضرت یہ تو بتائیے کہ وہ تیس چونتیس ہزار خلقت کس میدان میں جمع ہو کے آپ کے پیچھے نماز پڑھ سکتی تھی اس میدان کا بھی پتہ بتا دیا ہوتا۔ جھوٹ نمبر ٦) آخر جب مقدمہ پیش ہوا تو میں اپنے وکیلوں کے ساتھ گیا۔ اس وقت میں نے ایک شخص سیاہ لنگی سر پر (جناب والا اس روز آپ کے مخالف مولوی نے نہ سیاہ بلکہ سفید لنگی سر پر باندھی ہوئی تھی، کرم الدین) حاکم عدالت کے سامنے کھڑا ہوا دیکھا معلوم ہوا کہ وہی کرم دین ہے مگر تعجب ہے کہ حاکم نے مجھے دیکھتے ہی کرسی دی (ہائے کرسی ہائے کرسی ! آپ کا یہ غرور بھی آخر خدا نے توڑ دیا۔ مرزا جی سچ بتاؤ لالہ آتما رام مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں کتنے کتنے گھنٹے آپ کو کھڑا رہنا پڑا ، منشی سنسار چند نے تو نہ صرف آپ کو بلکہ تمام حاضرین کمرہ کے لئے کرسیاں بچھوا دیں تھیں جن پر ہر کہ و مہ بیٹھے ہوئے تھے ۔ کرم الدین) لیکن وہ شخص جو بقول اخبار جہلم اس قدر معزز تھا کہ ہزارہا آدمی اس کو سجدہ کرتے تھے اس کو قریباً چار گھنٹہ تک حاکم نے اپنے سامنے کھڑا رکھا (یہ بھی سفید جھوٹ ہے مولوی کرم دین بھی کرسی پر بیٹھے رہے ۔ صرف بیان لکھانے کے وقت کھڑے ہوئے تھے جس پر چار منٹ بھی نہ خرچ ہوئے تھے ۔ ۴ گھنٹہ کھڑا رہنا ایسا جھوٹ ہے جس کی تصدیق کوئی شخص بھی نہ کرے گا ۔ جھوٹ نمبر ۷) اور آخر دونوں مقدمے اس کے خارج کر دیئے ۔ اور پھر غلام حیدر خان نے حاکم عدالت کو دو ہزار آدمی دکھلائے جو میرے دیکھنے کے لئے موجود تھے (اس کی تردید منشی غلام حیدر صاحب نے اپنے حلفی بیان میں جو انہوں نے بمقدمہ اڈیٹر الحکم لکھایا صاف طور پر کر دی اس لئے ہم ایک معزز گواہ ، جس کو مرزائیوں نے پیش کیا ہے ، کے مقابلہ میں مرزا جی کی اس تحریر کو سچا نہیں سمجھ سکتے اور نیز اس لئے بھی کہ مرزا جی نے خود اپنے حلفی بیان میں لکھایا ہے کہ مجھ کو اچھی طرح یاد نہیں کہ غلام حیدر نے عدالت کو میرے مرید دکھائے تھے ، جھوٹ نمبر ۸)

جب میں واپس کوٹھی میں آیا وہ سب میرے ساتھ تھے گویا میری کوٹھی کے اردگرد ایک لشکر اترا ہوا تھا۔ اور سردار ہری سنگھ نے سات سو آدمی کی دعوت سے جو نہایت پرتکلف دعوت تھی ثواب کا بڑا حصہ لیا (یہ بھی بالکل جھوٹ ہے سردار ہری سنگھ اس روز جہلم میں ہی نہ تھے جیسا کہ منشی غلام حیدر نے اپنے بیان میں لکھایا ہے کوئی دعوت سردار صاحب نے نہیں کی بلکہ تین دن جہلم میں ٹھہرے تھے، تینوں دن ان کے مریدوں نے ہی دعوت کی۔ چنانچہ اڈیٹر الحکم نے اپنے اشتہار میں صاف کہا ہے: مختصراً ہم اپنی جہلم کی جماعت کی مہمان نوازی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے تین دن تک ڈیڑھ ہزار آدمیوں کی روزانہ دعوت کا فیاضی سے انتظام کیا۔ جھوٹ نمبر ۹) یہ واقعات ہیں جن کو عمداً چھپایا گیا ہے۔

آپ پر اعتراض صرف اس قدر ہے کہ آپ نے فراست سے کام نہیں لیا۔ اگر کرم دین اس قدر شہرت کا آدمی تھا تو آپ کو ایک مدت سے اس کا حال معلوم ہونا چاہیے تھا کیونکہ جس کو ہزار ہا انسان سجدہ کرتے ہوں وہ چھپ نہیں سکتا۔ اخبار جہلم نے بڑا گندہ جھوٹ بولا ہے اور واقعات کو عمداً چھپایا ہے۔ (اخبار جہلم کو جھوٹ کہنے والے صرف مرزا جی ہیں جس پر اور کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں لیکن مرزا جی کے جھوٹ جس قدر اس چٹھی میں ہیں اس کا جھوٹ ہونا ان کے اپنے بیان یا مخلص حواریوں کی تحریرات وغیرہ سے ظاہر ہے پھر آپ خود انصاف کریں کہ گندہ جھوٹ بولنے والا اخبار جہلم ہے یا حضرت مسیح الزمان۔ کرم الدین)۔ آپ کو چاہیے کہ اس جھوٹی نقل کا کچھ تدارک کریں میرے نزدیک اس طرح پر پورے یقین تک پہنچ سکتے ہیں کہ آپ بلاتوقف جہلم چلے جائیں (بے شک جن فرضی واقعات کے لکھنے کی آپ نے جرأت کی اخبار جہلم ان کی گھڑت سے معذور تھا۔ کرم الدین) اور غلام حیدر خان اور ڈپٹی انسپکٹر دیوی سنگھ اور منشی سنسار چند ایم اے مجسٹریٹ جن کے پاس مقدمہ تھا اور ڈپٹی کمشنر ضلع اور تمام پولیس کے سپاہیوں اور شہر کے معزز رئیسوں اور بازار کے معزز مہاجنوں سے دریافت فرماویں (افسوس کہ اڈیٹر اخبار عام نے امام الزمان کے حکم کی تعمیل نہ فرمائی ورنہ جہلم آکر دریافت کرنے سے ان کو معلوم ہو جاتا کہ بے نظیر جھوٹ وہ ہے جو اخبار عام نے سراج الاخبار سے نقل کیا ہے یا وہ چٹھی جو حضور نے اخبار عام میں شائع کرائی ہے۔ کرم الدین) کہ اس قدر مخلوقات کس کیلئے جمع ہوئی تھی تب آپ پر اصل حقیقت کھل جائے گی اور میں آپ کو اگر جہلم جائیں آمدورفت کا کرایہ اپنی گرہ سے دونگا۔ انٹرمیڈیٹ کے حساب سے جو کرایہ ہوگا آپ کو

بھیج دونگا اور اگر آپ پوری تحقیقات کے بعد اس خبر کو رد نہیں کریں گے تو پھر آپ کے اخبار سے ہمیں دست کش ہونا پڑے۔
آپ کو واضح ہو کہ اڈیٹر اخبار جہلم اس گروہ میں سے ہے جو مجھ سے سخت دشمنی رکھتا ہے۔ ...میری جماعت میں سے اس پر ایک نالش فوجداری کر رکھی ہے اسلئے قابل شرم جھوٹ اس نے شائع کیا ہے۔ تعجب ہے کہ جس روز کرم دین نے جہلم میں نالش کی اس دن اس کی زیارت کے لئے کوئی نہ آیا اور پھر جس دن بذریعہ وارنٹ وہ جہلم میں ہی پکڑا گیا اس دن بھی ایک آدمی نے بھی اس کو سجدہ نہ کیا لیکن جس دن میں جہلم میں پہنچا تب ہزار ہا آدمی اس کو سجدہ کرنے کے لئے موجود ہو گئے حالانکہ وہ جہلم کے ضلع کا باشندہ ہے اور اکثر ضلع میں رہتا ہے۔ اب میں ختم کرتا ہوں اور منتظر رہوں گا کہ آپ اس جھوٹ کا دفعیہ کس پختہ طریق سے کرتے ہیں۔

آپ کا ہمدرد خیر خواہ مرزا غلام احمد ۲۸ جنوری ۱۹۰۳ء

بیان مرزا قادیانی بمقدمہ یعقوب علی

یعقوب علی تراب بنام مولوی کرم الدین و مولوی فقیر محمد مالک سراج الاخبار

مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضی مغل عمر ۶۵ سال پیشہ زمینداری (آپ اپنی کتاب اعجاز احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۳ء میں عبداللہ آتھم سے مباحثہ ہونے کے وقت آپ کی عمر اس کی عمر کے برابر تھی اور اس کی عمر اس وقت ۶۴ سال تھی تو پھر نہایت تعجب ہے کہ اس وقت سے قریباً ۱۲ سال کے بعد آپ کی عمر ۶۵ سال ہے۔ گویا ۱۲ سال میں آپ کی عمر میں صرف اک سال کا اضافہ ہوا۔ اعجاز احمدی کی تحریر جھوٹ ہے یا یہ بیان جھوٹ۔ جھوٹ نمبر ۱۰)

بجواب کرم الدین

میں مستغیث (یعقوب علی) کو دس یا گیارہ سال سے جانتا ہوں وہ میرا مرید ہے اور الحکم اخبار مستغیث کی ہے۔ اس کے اپنے پریس سے نکلتا ہے اس پریس کا نام معلوم نہیں

(مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ پریس کا نام معلوم نہیں ہے یہ کہاں تک سچ ہوسکتا ہے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ انوار احمدیہ پریس جس میں الحکم چھپتا ہے اس سے مرزا صاحب لاعلم ہوں کیونکہ اس میں آپ کی متعدد تصانیف شائع ہوئیں اور اخبار الحکم جس میں آپ کے دربار صبح و شام کی کیفیت روزانہ چھپتی ہے اس

پریس سے ہفتہ وار نکلتا ہے یہ لاعلمی صرف اس لئے ظاہر کی گئی ہے کہ آپ اخبار اور پریس سے بالکل بے تعلق ثابت ہوں۔ جھوٹ نمبر ۱۱)

(الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء دکھایا گیا) یہ اخبار مطبع انوار احمدیہ سے نکلتا ہے (پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا جب آپ جانتے تھے کہ جرح کنندہ نے زبردستی بھی کہلا لینا ہے) یہ مطبع میرے نام پر منسوب ہے بحیثیت مسیح و مہدی میرا لقب حکم بھی ہے۔ نام اخبار میں وہی الفاظ ہیں (ذرا غور فرمایئے کس ہیر پھیر کے ساتھ سوال کا جواب دیتے ہیں بجائے اس کے صاف طور پر کہہ دیتے کہ اخبار میرے لقب حکم پر نامزد ہوا ہے۔ آپ جواب لکھاتے ہیں کہ کس طرز سے کہ نام اخبار میں وہی لفظ ہیں۔ اس جواب سے آپ کی علمی لیاقت کی بھی قلعی کھلتی ہے۔ حکم ایک لفظ ہے نہ بہت الفاظ۔ پھر آپ کا فرمانا کہ نام اخبار میں وہی الفاظ ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو مفرد اور جمع کی تمیز بھی نہیں)

(روئداد جلسہ مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء اے نمبر ۱۲ مقدمہ دفعہ ۴۲۰ کا صفحہ ۳ دکھایا گیا) اس کے سطر ۱۳ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی اخبار جاری کرنے کی تجویز ہوئی تھی، نیز مطبع کے صفحہ ۲۰ سے ظاہر ہے کہ مطبع کے لئے چندہ جمع ہوا تھا۔ صفحہ... سے ظاہر ہے ایک پرچہ اخبار بھی شائع ہوا کرے گا۔ اس تجویز کے بعد پہلے الحکم قادیان سے جاری ہوا (اس سے تو صاف ثابت ہے کہ چندہ کر کے آپ نے ہی یہ اخبار جاری کیا حالانکہ آپ فرماتے ہیں کہ الحکم اخبار مستغیث کا ہے اور اس کے اپنے پریس سے نکلتا ہے۔ کرم الدین) اور بعدہ البدر۔ یاد نہیں کتنا عرصہ بعد الحکم کے البدر جاری ہوا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ البدر کو جاری ہوئے کتنا عرصہ گذرتا ہے۔

عدالت کا نوٹ: پہلے گواہ نے کہا تھا کہ شاید آج سے دو سال پیشتر البدر جاری ہوا تھا۔

(عدالت کا یہ نوٹ مرزا صاحب کی صداقت کے لئے ایک ایسا تمغہ ہے جو قیامت تک آپ کی سچائی کو ظاہر کرتا رہے گا آپ خود فرما چکے ہیں کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ ہوتا ہے دیکھو بیان مرزا بمقدمہ فضل دین۔ اب عدالت نے آپ کی نسبت صاف نوٹ کیا ہے کہ آپ ایسے راست باز ہیں کہ عدالت کے سامنے سرا جلاس پہلے یہ کہہ کر کہ شاید آج سے دو سال پیشتر البدر جاری ہوا تھا پھر اس سے صاف مکر گئے اور کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ البدر کو جاری ہوئے کتنا عرصہ گذرا ہے۔ جھوٹ نمبر ۱۲)

معلوم نہیں الحکم کا مطبع کبھی میرے مکان میں رہا ہو (یہ معلوم نہیں، بھی راستی کا خون کرنے کی غرض سے کہا گیا ہے بھلا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے مکان میں کوئی کارخانہ جاری رہا ہو اور اس کو علم تک نہ ہو کہ اس کے مکان میں کارخانہ رہا ہے یا نہیں۔ الحکم کا مطبع پہلے مرزا صاحب کے مکان ہی میں قائم

ہوا اور ایک عرصہ رہا اور اسی لئے جرح کنندہ نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ کارخانہ درحقیقت آپ ہی کا ہے یہ سوال اٹھایا تھا جس کا جواب بالکل غلط دیا گیا۔ جھوٹ نمبر ۱۳)۔

کسی پریس واقع قادیان سے میرا ذاتی تعلق نہیں ہے (حالانکہ آپ کے اس بیان کی رو سے جو آپ نے بمقدمہ انکم ٹیکس شیخ تاج الدین تحصیل دار کے سامنے لکھایا تھا صاف ثابت ہے کہ مطبع ضیاء الاسلام واقعہ قادیان آپ ہی کا مطبع ہے چنانچہ آپ نے اس کی آمد و خرچ کی وہاں تفصیل بھی بتا دی ہے پھر اگر آپ کا وہ بیان درست ہے تو آپ کا یہ فرمانا کہ کسی پریس واقع قادیان سے آپ کا تعلق نہیں ہے صاف جھوٹ ہے۔ جھوٹ نمبر ۱۵)۔

الحکم سے میرا کسی طرح کا تعلق نہیں ہے میں الحکم میں الہامات شائع نہیں کراتا، عام طور پر یہ لوگ شائع کر دیتے ہیں شاذونادر کوئی مضمون میں کبھی کبھی شائع کر دیتا ہوں (یہاں تو آپکا مطلب یہ ہے کہ الحکم سے مجھے اس قدر بے تعلقی ہے کہ میں اس میں کوئی الہام بھی خود شائع نہیں کراتا لوگ ہی شائع کر دیتے ہیں لیکن جب جرح کنندہ کے ہاتھ میں کتاب مواہب الرحمٰن دیکھی تو آپ کو وہ فقرہ یاد آ گیا ثمّ اشعت کلّما رأیت فی جریدۃ یسمی الحکم ۔ الخ ،تو پھر کہہ دیا کہ شاذونادر کوئی مضمون کبھی کبھی شائع کر دیتا ہوں۔ کرم الدین)

(مواہب الرحمٰن ص ۱۲۹ دکھایا گیا) سطر ۷ میں درج ہے کہ میں نے شائع کیا جو مجھ پر خواب آئی اور مجھے الہام ہوا۔ اس کے ظہور سے پہلے اخبار الحکم میں۔

میں اخبار نویسی کو معزز اور راست بازی کا پیشہ سمجھتا ہوں (لیکن آپ اپنی کتاب الہدیٰ میں اس کے برخلاف تحریر فرما چکے ہیں۔ کرم الدین)۔ کسی اڈیٹر کی نسبت جس نے کوئی اور خلاف واقعہ نہیں لکھا یہ کہنا کہ اس نے جھوٹ لکھا ہے اس سے اس کی توہین ہوتی ہے۔ اور اگر خلاف واقعہ لکھا ہے تو یہ کہنا کہ اس نے خلاف واقعہ لکھا ہے اس کی کوئی توہین نہیں۔

جو اڈیٹر سچے واقعات لکھتا ہے اور دوسرا جھوٹے واقعات لکھتا ہے دونوں کی حیثیت میں فرق ہوگا۔ اول الذکر قابل عزت ہوگا آخر الذکر قابل عزت نہیں ہے۔ جو اڈیٹر جھوٹے واقعات عمداً لکھنے میں شہرت پا چکا ہے اس کی نسبت یہ کہنا کہ تو نے جھوٹے واقعات لکھے ہیں اس کی توہین نہیں ہوتی۔

مقدمہ غالباً میرے مشورہ سے دائر ہوا ہوگا گو اچھی طرح یاد نہیں ہے (مشورہ دینے کی نسبت غالباً کی قید لگانا اور کہنا گو اچھی طرح یاد نہیں ہے، بھی بالکل غلط ہے ساری خلقت جانتی ہے کہ

مقدمہ آپ نے دائر کرایا اور وکیل وکلاء سب آپ کے حکم سے پیروی کے لئے گئے۔ پھر آپ کیوں صاف نہیں فرماتے یقیناً میرے مشورہ سے مقدمہ دائر ہوا۔ جھوٹ نمبر۱۶)۔ دینی امور میں میرے مشورہ سے کام کرتے ہیں خانگی امور میں اپنی مرضی سے کام کرتے ہیں۔ میں نے اس مقدمہ کے لئے کوئی چندہ اپنی طرف سے نہیں دیا، لیکن جو چندہ سلسلہ میں وصول ہوتا ہے اس میں سے کسی نے دے دیا ہو تو مجھے خبر نہیں ہے(آپکا یہ کہنا کہ اس مقدمہ کیلئے کوئی چندہ اپنی طرف سے نہیں دیا، شاید مان لیا جائے کیونکہ آپ اپنی جیب سے ایک پائی بھی خرچ کرنیوالے نہیں، لیکن آپ کا یہ کہنا جھوٹ ہے کہ جو چندہ سلسلہ میں وصول ہوتا ہے اس میں سے کسی نے دے دیا ہو تو مجھے خبر نہیں، کیونکہ یہ امر محال ہے کہ جو چندہ وصول ہو وہ آپ کی بے اجازت دیا جائے اور آپ کو اس کی خبر نہ ہو۔ جھوٹ نمبر۱۷) اس امید پر کہ مستغیث میرا مرید ہے میں نے لکھا ہے کہ وہ مقدمہ داخل کرانے کی بابت میرا کہنا مان لے گا۔

اشتہار۱۴ جون۱۹۰۴ء مدخلہ ملزم میری طرف سے ہے۔ اس نے میرے اوپر جہلم میں مقدمہ کیا تھا۔ اس میں مستغیث حال بھی ملزم تھا میں نے سنا تھا کہ غلام حیدر تحصیل دار واسطے انتظام کے بحکم ڈپٹی کمشنر آیا تھا۔ میری دانست میں دس ہزار (حالانکہ چٹھی میں آپ تیس پینتیس ہزار آدمی شائع کر چکے ہیں۔کرم الدین) آدمی جمع ہوئے تھے کئی سو آدمی مرد و عورت جہلم میں میرے مرید ہو گئے تھے، غلام حیدر مرید نہیں ہوا۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ غلام حیدر نے عدالت کو میرے مرید دکھائے تھے یا نہیں

(اخبار عام ۲ فروری ۱۹۰۳ء دکھایا گیا) اس کے صفحہ ۴۔۵ پر مضمون مقدمہ جہلم ... میں یہ لکھا ہے کہ پھر تحصیل دار غلام حیدر نے حاکم عدالت کو وہ ... ہزار ہا آدمی دکھلائے جو میرے دیکھنے کے لئے موجود تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ قریباً ۳۰ ہزار کے آدمی ہوں گے (اب جب چٹھی دکھائی گئی اور آپ کی آنکھ کھلی تو آپ گویا تطبیق اس طرح دینا چاہتے ہیں لوگ کہتے تھے کہ قریباً ۳۰ ہزار آدمی ہوں گے حالانکہ وہاں بڑے وثوق سے کہا گیا کہ جن لوگوں نے بہت غور کر کے اندازہ لگایا کہتے تھے کہ تیس پینتیس ہزار ہوں گے جب آپ اپنے بیان میں دس ہزار کی تعداد بتاتے ہیں تو پھر لوگوں کے غلط اندازہ کے تیس پینتیس ہزار کو اخبار عام میں آپ نے کیوں شائع کرایا اور صحیح اندازہ سے اس کو کیوں تعبیر کیا)

اس وقت میرے مرید دو لاکھ سے زیادہ ہوں گے تحفہ غزنویہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں (دکھایا گیا

) اس کے صفحہ ۱۷ پر درج ہے کہ ۳۰ ہزار آدمی کی جماعت اب میرے ساتھ ہے یہ کتاب میری تصنیف ہے ... (تحفۃ الندوہ مطبوعہ اکتوبر ... صفحہ .. دکھایا گیا) جس میں لکھا ہے کہ تعداد مریدان ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ مختلف مقامات میں یہ کتاب بھی میری ہے۔ نیز تحفہ گولڑویہ مواہب الرحمٰن صفحہ .. دکھایا گیا۔ اس میں لکھا ہے کہ جماعت ہماری ان تین برسوں میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ یہ کتاب ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء کی ہے اور میری تصنیف ہے۔ الحکم ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ دکھایا گیا۔ اس میں بروئے مردم شماری کے کاغذات کے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جماعت تین سو تیرہ ہیں یا ایک لاکھ کے قریب ہے میں نے کاغذات نہیں دیکھے میں نے اندازاً کہا ہے۔ الحکم ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ا دکھایا گیا اس میں لکھا ہے کہ ۷ فی صدی بھی الحکم لینے والے ہوں تو دولاکھ کی جماعت میں الحکم کی اشاعت بیس ہزار ہونی چاہیے۔ الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء صفحہ ۸ دکھایا گیا اس میں تعداد ہماری جماعت کی قریباً تین لاکھ لکھی ہے الحکم مذکور دکھایا گیا اس میں بطور تقریر میری کے لکھی ہے۔ ایک اقدامی اظہار دکھایا گیا جس میں تعداد مریدان دولاکھ سے زیادہ لکھی ہے۔ ۱۴ جون ۱۹۰۴ء ی تصنیف میری ہے میرے پاس کوئی رجسٹر مریداں نہیں لیکن مولوی عبدالکریم نے ایک ایسا رجسٹر چند ماہ سے بنوایا تھا شائد ۱۰ ماہ سے بنوایا ہے۔ مریدان آمدہ سے تعداد معلوم ہوتی ہے

(تعداد مریدین کی نسبت مرزا جی اور ان کے مریدوں کے بیانات میں عجیب گڑ بڑ ہے۔ ۱۹۰۰ء میں جب منشی تاج الدین تحصیل دار انکم ٹیکس کے مقدمہ کی تحقیقات کیلئے قادیان گئے ان کے سامنے تعداد مریدان ۳۱۸ بتائی، چنانچہ انہوں نے اپنی رپورٹ میں تعداد مریدان مرزا ۳۱۸ لکھی۔ تحفہ غزنویہ میں تیس ہزار لکھی ہے۔ تحفۃ الندوہ مطبوعہ ۶، اکتوبر ۱۹۰۲ء میں تعداد مریداں ایک لاکھ سے زیادہ بتائی گئی۔ اب اگر تحفہ غزنویہ کی تحریر سچ ہے تو تحفہ الندوہ کی تحریر صریح جھوٹ ہے کیونکہ دونوں کتابیں ایک ہی سنہ اور ایک ہی ماہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں طبع ہوئی ہیں۔ پھر مواہب الرحمٰن میں جو ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء میں تصنیف اور طبع ہوئی اس میں بھی وہی تعداد ایک لاکھ سے زاید بتائی گئی۔ پھر الحکم ۱۸ مئی ۱۹۰۳ء میں دولاکھ کی تعداد بتائی گئی۔ گویا تین ماہ میں ایک لاکھ کی تعداد بڑھ گئی لیکن یہ عجیب تماشا ہے کہ الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۴ء میں مرزا جی کی جو تقریر چھپی ہے اس میں تعداد مریدان مرزا تین لاکھ بتائی گئی ہے مگر ۶ جولائی ۱۹۰۴ء جس روز مرزا جی کا یہ بیان حلفی ہوا آپ تعداد مریدان دولاکھ بتاتے ہیں۔ اب اگر یہ بیان

درست ہے تو اس سے ایک سال پہلے الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء میں تین لاکھ تعداد بتانا ایک بےنظیر جھوٹ ہے اور بایں ہمہ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ تعداد کس بنا پر آپ بتاتے ہیں کیا آپکے پاس کوئی رجسٹر ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کوئی رجسٹر نہیں ۔ اب اس موقع پر اکاذیب کے نمبر بے تعداد ہو جاتے ہیں لیکن ہم رعایتاً نمبر اس جھوٹ کا لگاتے ہیں جو تحفہ غزنویہ اور تحفہ ندوہ کے تعارض سے پیدا ہوا دوسرا وہ جو مرزا صاحب کے بیان حال اور الحکم ۱۰ جولائی والی تحریر سے سخت تعارض ظاہر ہوتا ہے اور تیسرا نمبر وہ شمار کرتے ہیں جو آپ کے اس بیان کہ میرے پاس کوئی رجسٹر مریدان نہیں ،اور پھر باوجود عدم ثبوت کے تعداد بیان کرنے سے ثابت ہوتا ہے اس لحاظ سے آپ کے جھوٹوں کی تعداد کا آخری نمبر ۲۰ ہو گیا۔

اور مولوی عبدالکریم اپنے اس بیان میں جو اس نے بمقدمہ فضل دین ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء کو لکھایا آپ کے اس بیان کو جھوٹا ثابت کرتا ہے چنانچہ اس نے عدالت سے لکھا دیا کہ مرزا صاحب کے مریدوں کا ایک رجسٹر ہے جو اور صاحب کے سپرد ہے ملاحظہ ہو کیفیت مقدمہ اولی ۔ تو اب اگر عبدالکریم سچا ہے تو مرزا جی اس بیان میں ۳ جھوٹ بولے ہیں ۔ پہلا کہتے ہیں کہ میرے پاس مریدوں کا کوئی رجسٹر نہیں ۔ دوسرا یہ کہتے ہیں کہ مولوی عبدالکریم نے رجسٹر بنا لیا ہے ۔ تیسرا یہ کہ وہ چند ماہ سے رجسٹر بنا ہے حالانکہ مولوی عبدالکریم کا بیان آپ کے اس بیان سے پہلے ایک سال لکھا گیا تھا اور اس وقت وہ رجسٹر کا موجود ہونا اور دوسرے کے سپرد ہونا بیان کر چکا ہے ۔ اب آپ کے جھوٹوں کا نمبر ۲۳ تک پہنچ گیا ہے)

مسمی شہاب الدین موضع بھین میں میری مریدی ظاہر کرتا ہے ..میں نے صرف سنا ہے کہ شہاب الدین مریدی کے خط بنام مولوی عبدالکریم بھیجتا رہا ہے۔ شہاب الدین قادیان میں ہرگز نہیں آیا ۔ نہ اس نے مجھے مریدی کا خط لکھا ہے (جب اس نے آپ کے نام مریدی کا کوئی خط نہیں لکھا تو پھر آپ کا الحکم ۳۱ جولائی ۱۹۰۲ء میں اس کا بیعت کنندگان میں شائع کرانا ایک بہت بڑا جھوٹ ہے اور چونکہ اڈیٹر الحکم کی یہ جرأت نہیں کہ بغیر اجازت آپ کے وہ کسی کا نام مریدوں میں شائع کرے اس لئے یہ جھوٹ بھی آپ کی طرف منسوب ہوگا ۔ جھوٹ نمبر ۲۴) اس میں چند نام سکنہ بھین کے درج ہیں جن کو میں نہیں جانتا (جن آدمیوں کے نام الحکم ۷ امئی ۱۹۰۳ء میں لکھے ہیں اور ان کی سکونت بھین لکھی گئی ان ناموں کے کوئی آدمی بھین میں ہرگز نہیں ہیں ۔ اگر مرزا جی یا اس کا کوئی مرید ثابت کر دیوے کہ بھین میں ان ناموں کے کوئی آدمی ہیں تو ہم ان کو پانچ سو روپیہ انعام دینے کا موکد وعدہ کرتے ہیں ۔ یہ جھوٹ صریح جو الحکم میں شائع ہوا یہ بھی آپ ہی کی

طرف منسوب ہوگا جھوٹ نمبر۲۵) ۔دستخط حاکم ۔۶ جولائی ۱۹۰۴ء

الحکم ۱۷۔اکتوبر۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱ کالم اول پر جس خط کا ذکر ہے معلوم نہیں کہ یہ خط میرے نام آیا تھا یا مولوی عبدالکریم کے نام۔

(عدالتی نوٹ: پہلے کہا تھا کہ یہ خط مجھے پہنچا تھا)۔

(عدالت کا یہ نوٹ دوسرا تمغہ صداقت ہے کہ آپ ایسے راست باز ہیں کہ عدالت میں پہلے کچھ کہتے ہیں اور پھر برخلاف اس کے کچھ اور کہہ کر اپنی راست بیانی کا ثبوت دیتے ہیں۔جھوٹ نمبر۲۶) مجھے یاد نہیں کہ یہ میں نے کہا یا نہیں کہ اس کو کہہ دو کہ تمہاری دھمکی تم پر ہی پڑے گی یا دوسرے مولویوں پر، جو دوسرے مولویوں پر پڑا ہے وہی تم پر پڑے گا۔

الحکم ۱۳۱ اکتوبر۱۹۰۲ء صفحہ ۶ پر جو واقعہ درج ہے مجھے یاد نہیں کہ صحیح ہے یا نہیں۔میں سراج الاخبار کا خریدار نہیں ہوں۔۶ ،اور۱۳۔اکتوبر۱۹۰۲ء کے سراج الاخبار کے پرچے یعقوب علی کے نام پہنچے تھے اور میرے روبروئے پڑھے گئے تھے۔اس کی وجہ یہ تھی چونکہ پہلے کرم دین نے ایک خط میرے نام لکھا تھا جو ۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء کا تھا کہ پیر مہر علی شاہ نے جو کتاب سیف چشتیائی بنائی ہے وہ مولوی محمد حسن بھین کے نوٹ چرا کر بنائی گئی ہے اب ۶۔اکتوبر۱۹۰۲ء کا مضمون جو کرم دین نے شائع کیا ایسا ہی ۱۳۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کا اس میں یہ لکھا گیا تھا کہ وہ خطوط جعلی ہیں میری طرف سے نہیں ہیں جب کرم دین کے نام سے وہ مضمون تھا تو یقین کیوں نہ ہوتا مجھے کوئی نظیر یاد نہیں کہ ایک اخبار کا ایک شخص نامہ نگار بھی ہو اور ہفتہ وار اخبار بھی پہنچتی ہو پھر دوسرا شخص اسکے نام پر مضمون چھپائے اور وہ اس حال تک خاموش رہے۔

کتاب حقیقت المہدی میری بنائی ہوئی ہے صفحہ ۵ ،اس کا میں نے دیکھ لیا ہے،عبارت ذیل اس میں درج ہے:

اور گندی گالیوں کے مضمون اپنے ہاتھ سے لکھے اور محمد بخش جعفرزٹلی لاہوری اور ابوالحسن تبّتی کے نام سے چھپوا دیئے ایسا کرنے والا محمد حسین تھا۔

نزول المسیح صفحہ۶۷ پرعبارت ذیل حاشیہ پر درج ہے:

میں نے بھی اسی قدر مضمون لکھا تھا کہ مجھے آج ۲۶ جولائی ۱۹۰۲ء کو موضع بھین سے میاں شہاب الدین دوست مولوی محمد حسن بھین کا خط ملا۔

اس خط کا لفافہ مولوی عبدالکریم کے نام تھا مجھے یاد نہیں کہ یہ خط مولوی عبدالکریم نے مجھے دیا یا نہیں پڑھا گیا تھا۔

نزول المسیح صفحہ ۲۷ پر درج ہے کہ شہاب الدین کچھ ارادت رکھتا ہے (حالانکہ آپ اپنے بیان حلفی میں برخلاف اس کے کہہ چکے ہیں کہ وہ آپ کا مرید نہیں۔نزول المسیح والی تحریر کو جھوٹ کہیں یا بیان کو، دونوں تو سچے نہیں ہو سکتے۔ جھوٹ نمبر ۲۷) اس لئے پیر مہر علی کے سرقہ کے برآمد کرانے کے لئے کوشش کی۔ اس خط کے علاوہ میرے نام اور کوئی خط نہیں آیا مجھے یاد نہیں ہے ملزم کرم دین کا خط میرے نام آیا تھا اور اس کا لفافہ میرے نام تھا۔ وہ خط پڑھ کر میں نے مولوی عبدالکریم کو دے دیا۔ سراج الاخبار ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۶ کالم اول میں راقم مضمون لکھتا ہے کہ الحکم کا پرچہ اڈیٹر نے اس کے پاس نہیں بھیجا، اس بات سے نتیجہ نکالتا ہے کہ جھوٹے اور فرضی خط میرے اور میرے شاگرد میاں شہاب الدین کے نام سے اس اخبار میں درج کئے ہیں۔

اسی اخبار کے صفحہ ۸ سطر ۳ میں لفظ ،اور، کا کلمہ ابتدائے کے واسطے ہے عطف کے واسطے نہیں پچھلے فقرہ کے ساتھ اور کسی بعد کے فقرہ کا تعلق ہے (ساری دنیا جانتی ہے کہ اور کا کلمہ عطف کے واسطے آتا ہے لیکن امام الزمان اس سے انکار کرتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ اگر حرف عطف مانیں تو مستغیث کے استغاثہ میں سقم آتا ہے۔کرم الدین)۔

میں نہیں جانتا کہ ،اور، کس قسم کا ہے۔ اگر ،اور، کا کلمہ عطف کا ہو تو اس کے مابعد کا جملہ معطوف اور یہ جملہ معطوف علیہ ہوگا۔ ہر حال میں معطوف تابع معطوف علیہ کا نہیں ہوتا (یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کا تابع ہوتا ہے لیکن مرزا جی کی علمیت پر ہزار افسوس ہے کہ آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ معطوف تابع معطوف علیہ کا ہوتا ہے۔کرم الدین)۔

سطر تین میں ،اور، کے لفظ کے مابعد کا جملہ پہلے جملہ کا تابع نہیں مابعد والے زیادہ بیان ہے ماقبل میں کم جھوٹ اور افترا کلام کے مفہوم سے تعلق رکھتا ہے جو انہیں الفاظ سے نکالا جاتا ہے۔

اخبار سراج الاخبار ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵ میں یہ شعر

کچھ جھوٹے خطوط گھڑ کے ۔۔۔ خود ہی یہ بات ہے ملک میں اڑائی

پہنچے ہیں خطوط مجھ کو بھین سے ۔۔۔ فیضی کی ہے ہتک جن میں پائی

میں ان خطوط کا ذکر ہے جن سے فیضی کی ہتک پائی گئی ۔ان دوشعروں میں انہیں دو خطوط کا گھڑنا لکھا ہے ۔صفحہ ۵ میں جو اشعار ہیں ان میں صرف انہیں خطوط کا ذکر ہے جن میں فیضی کی ہتک پائی جاتی ہے ((اگر چہ آپ کا یہ کہنا مستغیث کے لئے مفید مطلب نہ تھا اور آپ ایسا کبھی کہنے والے نہ تھےلیکن مولوی صاحب نے جب دیکھا کہ آپ کسی طرح راستی کی طرف جھکنے والے نہیں تو انہوں نے یہ سوال کیا کہ ان اشعار کی آپ ترکیب بتائیں تب مرزا جی نے سمجھا کہ ترکیب تو ہو سکے گی نہیں اور مفت کی پردہ دری ہوگی چلو اس کے اس کے مفید مطلب بات کہہ کر جان چھڑالو تب آپ یہ بیان کرنے پر مجبور ہو گئے) ۔

سوال : جو خط شہاب الدین کا ۱۳ ۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے سراج الاخبار صفحہ ۶ پر چھپا ہوا ہے کہ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ کسی فتنہ باز نے محض شرارت سے یہ چالبازی کی تھی۔ خداوند کریم کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں اس قسم کی عادت سے بیزار ہوں۔ میں نے کوئی خط نہیں لکھا جس میں یہ لکھا گیا ہو کہ مولوی صاحب مرحوم کی موت ایسی ہوئی تو اس عبارت میں راقم خط اس خط کو چالبازی قرار دیتا ہے اور اس کے لکھنے سے انکار کرتا ہے جو الحکم میں فیضی کی ہتک کے متعلق چھپا یا نہیں ۔

وکیل استغاثہ اس سوال کی نسبت اعتراض کرتا ہے مگر جو حوالہ پیش کیا گیا ہے اس کی تائید میں وہ اس کی قطعی ممانعت نہیں کرتا اس لئے سوال پوچھنے کی اجازت دی گئی حوالہ جلد ۶ ص ۲۳...

جواب ۔ اس خط میں شہاب الدین اس بات سے انکار کرتا ہے کہ کوئی خط میرا بھیجا گیا ہو، جو الحکم میں درج کیا گیا جس میں مولوی محمد حسن کی ہتک لکھی گئی ہو یاد نہیں کہ جس وقت مضمون نظم سنایا گیا تھا اس وقت خط بھی سنایا گیا کہ نہیں میں نے شہاب الدین کو ملزم گردانے جانے کا مشورہ نہیں دیا۔ دستخط حاکم

نوٹ ۔اب پانچ بج گئے ہیں اس لئے پرسوں یہ مقدمہ پیش ہو۔ ۱۸ جولائی ۱۹۰۴ء
دستخط حاکم

نوٹ ۔ ہماری آنکھوں میں درد ہے اس لئے بمواجہ اور سماعت خود مسل خواں سے بیان تحریر کرایا۔ دستخط حاکم ۲۰ جولائی ۱۹۰۴ء

فریقین حاضر۔مولوی کمال الدین ومنشی محمد علی وکلاء استغاثہ

گواہ صفائی نمبرا باقرار صالح مرزا غلام احمد۔

میں نے کرم دین ملزم کو کبھی لکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جس خط کا میں نے ذکر کیا ہے اس سے پہلے کوئی خط و کتابت ملزم کے ساتھ میری نہیں ہوئی۔ میں ملزم کے خط پہچان نہیں سکتا۔

بیان مورخہ ۱۹۔ اگست ۱۹۰۳ء بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین روبروئے رائے چندولال میں نے سن لیا، وہ بیان میرا ہے اور درست ہے۔

اے نمبر۳ میں نے پڑھ لیا ہے اس میں پہلا خط میرے نام ہے اور دوسرا عبدالکریم کے نام۔ میں نے کوئی خط مشمولہ خط اول ہاتھ سے نہیں لکھا۔ لکھوا دیا تھا مولوی عبدالکریم نے لکھا۔ اس واسطے میں نے کہا ہے کہ میرا قاعدہ ہے کہ انہیں سے یعنی مولوی عبدالکریم سے ہر ایک خط لکھوا دیا کرتا ہوں۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے پہلے کوئی خط مولوی عبدالکریم سے لکھوایا ہو اگر لکھا ہوگا تو میری اجازت سے لکھا ہوگا۔ مجھے یاد نہیں کہ کوئی خط میرے نام آیا کہ نہیں۔ کارڈ پی نمبر۵ وہ کارڈ ہے جو مولوی کرم دین کے خط میں مجھ کو ملا جو ۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء کو لکھا ہے۔

(عدالتی نوٹ: پہلے یہ کہا تھا کہ یہ کارڈ پی نمبر۵ پیر مہر علی شاہ کے خط میں پہنچا) (یہ تیسرا تمغہ عدالت کی طرف سے آپ کو عطا ہوا ہے۔ آپ نے ٹھیک فرمایا تھا کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ پس جب عدالت آپ کو تین تمغۂ صداقت کے بخشتی ہے تو پھر پبلک کو حق ہے کہ وہ حق الیقین سے سمجھ لے کہ آپ کو جھوٹ کہنے میں تامل نہیں ہے حتیٰ کہ سرا جلاس عدالت بھی آپ اس عادت سے باز نہ آئے۔ جھوٹ نمبر ۲۸۔ کرم الدین)

نزول المسیح ص ۶۸ سطر ۷ پر یہ عبارت درج ہے اور بلکہ اس نے خود پیر مہر علی شاہ کا دستخطی ایک کارڈ بھیج دیا تھا۔ اس فقرہ میں، اس نے، سے مراد شہاب الدین ہے اس کارڈ سے مراد پی نمبر۵ ہے۔ (نزول المسیح میں آپ لکھ چکے ہیں کہ وہ کارڈ، اس نے، شہاب الدین نے، خود بھیجا تھا اور بیان میں فرماتے ہیں کہ مولوی کرم دین نے بھیجا ہوا تھا۔ یا آپ کی نزول المسیح والی تحریر جھوٹ ہے یا یہ بیان جھوٹا ہے اس لئے ہم مجبور ہیں کہ آپ کے جھوٹوں میں ایزاد کریں۔ جھوٹ نمبر۲۹۔ کرم الدین)

ضلع جہلم میں میرے مرید ہیں۔ مجھے زبانی یاد نہیں کہ تحصیل چکوال میں میرے مرید ہیں یا نہیں۔

کتاب ضمیمہ رسالہ انجام آتھم میری کتاب ہے یعنی میری تصنیف ہے۔ مضمون اس کا درست۔ پیسہ اخبار مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۱ء میں جو مضمون عبدالعزیز نمبردار بٹالہ کی طرف سے ہے یہ عبدالعزیز میرا مرید تھا پھر برگشتہ ہوگیا جو اس کی طرف سے مضمون ہے وہ میری توہین ہے۔ عبدالعزیز کا دوسرا نام

نبی بخش ہے ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ ۴۳ پر فہرست مریدان میں ص ۶۷ پر وہی منشی چوہدری نبی بخش معہ اہل بیت بٹالہ درج ہے۔ تھوڑے دنوں سے اس نبی بخش نے پھر توبہ نامہ شائع کیا تھا۔ اب اس وقت باہر آیا ہوا ہے۔ (منشی عبدالعزیز یا نبی بخش نمبردار بٹالہ مرزا صاحب کے وہ مقرب مرید ہیں جن کا نام ضمیمہ انجام آتھم میں آپ نے ۳۱۳ مریدوں میں درج فرمایا ہے جن کو بمنزلہ اصحاب بدر قرار دیا ہے اس بدری صحابی نے جو پوست کنندہ حالات مرزا جی اور ان کے درباریوں کے لکھے ہیں ان سے مسیحیت کی کچھ قلعی کھلتی ہے اس لئے اس مرید خاص کا وہ مضمون جو پیسہ اخبار لاہور مطبوعہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۱۰-۱۱ پر ہے باختصار ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یہ پرچہ شامل مسل ہو چکا ہے:

مکرمی اڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور۔ السلام علیکم۔ الحکم کے اڈیٹر نے آپ کے ریمارک حقیقت المہدی پر ناراض ہو کر بہت زہر اگلا ہے اور آپ سے بعض باتوں کے مطالبہ کے لئے زور دیا ہے چونکہ ان میں ایسی باتیں بھی ہیں جن کا جواب میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں اس لئے ان کو قلم بند کر کے ارسال خدمت کرتا ہوں آپ براہ مہربانی انکو اپنے قیمتی پرچہ میں جگہ دیں تاکہ اڈیٹر الحکم اور اسکے ہم خیالوں کے لئے تسلی کا موجب ہو۔ اول، اپنے راسخ الاعتقاد ہو چکنے کی نسبت جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کے لئے میں امید نہیں کرتا کہ آپ کے پرچہ میں جگہ ہو اس کا مفصل بیان رسالہ الہلال میں ہوگا۔ اس جگہ صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ مرزا صاحب نے کمال محبت کے باعث مجھے اپنے گھر میں وہ جگہ دی ہوئی تھی جس میں نواب محمد علی خان مالیر کوٹلہ والے اترا کرتے تھے اور وہ مکان ان کے مکان کی دیوار بدیوار ہے اور اس دیوار میں ایک دریچہ بھی ہے جس سے مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ جو میری بیوی سے کمال محبت رکھتی تھیں ہر روز آ کر رات تک اس مکان میں بیٹھا کرتی تھیں یہاں تک کہ جب ہم بٹالہ میں تھے تو بیوی صاحبہ دو دفعہ وہاں بھی تشریف لائیں۔ اسکا مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کو بخوبی علم ہے۔ اس کی تصدیق اڈیٹر الحکم سے بھی کر لیجئے کہ اس کو سچ کہنا گوارا ہوگا تو انکار نہیں کرے گا۔ اگر میرے راسخ الاعتقاد ہونے میں کسی قسم کی شیطانی رگ کے ذریعہ فرق آ گیا ہوتا اور اب گو وہ جانتا ہے موجودہ خاص الخاص مریدوں میں سے کس کس میں شیطانی رگ ہے جو ہمارے ملک میں مشہور ہے لنگڑے یا کانے میں ایک رگ زیادہ ہوتی، تو مرزا صاحب جو ملہم ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور ان کی ہر بات وحی تصور کی جاتی ہے خدا تعالی سے اس امر کی ضرور اطلاع پاتے ہیں اور اپنے گھر والوں کو ہمارے ساتھ ایسا رابطہ نہ کرنے دیتے۔

دوم۔ میرے راسخ الاعتقاد ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ جب

تمام جوان عورتوں کو جن کی نسبت مرزا صاحب گورداسپور کے مقدمہ میں حلفاً بیان کر چکے ہیں کہ وہ.. صبح ہوا خوری کو نکلتی تھیں تو ان کی حفاظت کا کام میرے سپرد ہوتا تھا۔ ان دفعہ بھی ان عورتوں کے ریوڑ کی حفاظت کے لئے کوئی اور مرید مقرر نہ ہوا۔ اس ریوڑ میں اڈیٹر الحکم کی بیوی بھی شامل ہوتی تھی۔ اڈیٹر صاحب اس کا جواب دیں کہ مجھ سے بڑھ کر کون راسخ الاعتقاد سمجھا جاتا تھا۔

سوم، مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ عشاء کو بھی کبھی کبھی اپنی ہم جولیوں کے ساتھ باغ میں جایا کرتی تھیں اور ان میں اڈیٹر الحکم کی بیوی بھی ہوتی تھی، جو کوڈ کبڈی میں شامل ہوتی تھی۔ ایسے پر خطر وقت میں جب کہ عورتیں زیورات سے لدی ہوئی ہوتی تھیں ان کی حفاظت کا کام میری ہی ذمہ ہوتا تھا۔ ان سب باتوں کا علم اڈیٹر الحکم کو بھی ہے اگر اس کے دل میں خدا تعالی کا ذرا بھی خوف ہوا تو جھوٹ نہیں بولے گا ۔ پھر جناب مرزا صاحب، خدا ان کی عمر دراز کرے، موجود ہیں۔

چہارم ۔ میں ان کے ۳۱۳ اصحاب میں سے ہوں جن کی نسبت مرزا صاحب کا خیال ہے کہ ان کا وہی مرتبہ ہے جو جنگ بدر والوں کا تھا۔ ان ۳۱۳ ، کی فہرست مرزا صاحب کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور پھر میرے نام کو چند اور کے ساتھ اور بھی خصوصیت سے بیان کیا ہے۔ اس فہرست میں میرا نام درج کرنے کے وقت مرزا صاحب نے اڈیٹر کو کوئی اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

پنجم ۔ مرزا صاحب کی بیوی کو میری بیوی کے ساتھ یہ محبت تھی کہ انہوں نے اپنے چھوٹے لڑکے کو میری بیوی کا بیٹا قرار دیا اور میرے لڑکے کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ اس پر انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور ہم نے زردے اور نمکین پلاؤ کی دیگیں پکائیں اور تمام مریدین قادیان کو دعوت دی۔ اڈیٹر الحکم نے بھی خوب پلاؤ گوشت سے پیٹ ٹھونسا اور اس وقت اسے خیال نہ آیا کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

ششم ۔ جب مرزا صاحب پر ہنری کلارک صاحب نے مقدمہ دائر کیا اور ڈگلس صاحب بہادر نے بٹالہ میں قیام کیا اور مرزا صاحب نے سب مریدوں کو تار دیا اور سب نے بٹالہ آ کر کئی روز ڈیرہ کیا اس وقت بندہ نے ہی سب کی مہمان نوازی کا ذمہ اٹھایا اور ہر طرح کے اخراجات کو گوارا کیا۔ اس کے علاوہ میرا گھر ہمیشہ مرزا صاحب کے مریدان کے لئے ہوٹل رہا جو چاہتا قادیان جاتے وقت ٹھہرتا اور جو چاہتا قادیان سے آتے وقت بھی وہاں اترتا۔ خواجہ کمال الدین، مفتی محمد صادق اور کئی ایسے معزز مریدوں کی بیویاں رات کو میرے ہی گھر آرام کرتی رہیں جس وقت اڈیٹر صاحب نے کسی اپنے پیر بھائی کو اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

ہفتم ۔مرزا صاحب نے مجھے سرکاری طور پر اپنا مختار بھی کر دیا تھا۔اگر ان کو مجھ پر کوئی شک وشبہ ہوتا تو یہ ذمہ داری کا کام میرے سپرد کیوں کیا جاتا ۔اس جگہ یہ منظور نہیں کہ میں اپنی خدمت گذاریاں جتلاؤں خدائے علیم بذات الصدور خوب جانتا ہے۔ اس قدر بیان صرف اڈیٹر الحکم کے خیال کے مٹانے کو ضروری تھا۔ کاش وہ مضمون لکھتے وقت جناب مرزا صاحب کا مشورہ لیتے اور معقول بحث کی طرف توجہ فرماتے ۔گیند سے پھاڑنے سے چیتھڑے ہی نکلیں گے۔آئندہ احتیاط کو کام میں لائیں اور حسب شرائط حقیقت مہدی کا جواب لکھ کر دوصد روپیہ پائیں۔

اب رہا باغ کا معاملہ،سواس کا علم اڈیٹر صاحب کو بخوبی حاصل ہے خود مرزا صاحب نے اپنے خسر اور بیوی صاحبہ کے کہنے سے باغ کا اہتمام میرے ذمہ ڈالا۔اور یہ ضرورت ان کو اس واسطے پڑی کہ آپ کی بیوی صاحبہ کو عورتوں کے ہمراہ باغ میں جانے اور دل بہلانے کا شوق ہے اور جب وہ باغ میں جاتی تھیں تو ٹھیکہ دار باغ ان کو باغ کے اندر نہیں آنے دیتے تھے کیونکہ وہ خود درختوں سے پھل پھول توڑنا چاہتی تھیں اس لئے انہوں نے اپنے فائدہ کے لئے باغ میرے سپرد کیا۔ جب تک باغ میرے سپرد رہا مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ تمام عورتوں کو ہمراہ لاتی رہیں اور اپنے ہاتھوں سے پھل پھول توڑتیں اور جاتے وقت ہر ایک عورت جھولیاں بھر کر خاوندوں کے لئے بھی لے جاتی رہیں۔اڈیٹر الحکم کی بیوی نے بھی ان کے آگے کئی دفعہ میوہ جات نظر کئے ہوں گے۔اڈیٹر صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے محض مرزا صاحب کی بیوی کی خاطر غیروں کے پاس باغ فروخت نہیں کیا،تا کہ ان کو اور ان کی ہم جولیوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔علاوہ اسکے آموں کے دنوں میں آموں کے ٹوکرے عام مریدوں کے لئے بھی آتے رہے ہیں اور سب سے زیادہ لالچی آموں کے اڈیٹر صاحب ہی ہوتے رہے۔اس بات کی مرزا صاحب بھی تصدیق کر سکتے ہیں۔ میں نے مرزا صاحب کے باغ پر صدہا روپئے لگا کر برباد کر دیئے اور اپنی نمبرداری اور زمین داری کا ذرا خیال نہیں کیا۔کیا اڈیٹر صاحب کو اس قدر واقعات کے بعد خیال نہ آیا کہ میں قادیان میں فائدہ پہنچانے کو گیا تھا یا فائدہ اٹھانے کو۔

اب رہا مرزا صاحب کی صحبت سے فائدہ اٹھانا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا،سو مرزا صاحب کی صحبت سے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ ان کے عقاید مخالف اسلام ہیں اور ان کا دعوی پیغمبری کا ہے،اپنے منکروں کو کافر جانتے ہیں۔کیا یہ میرے لئے کافی نہیں ؟ رہی نماز سو خدا کے فضل سے کبھی ضائع نہ ہوئی۔ ہاں مرزا صاحب .... نمازیں جمع کر کے ضائع کر دیتے ہیں،کعبہ حج جو عین فرض ہے اس کو ضروری نہیں سمجھتے ،یہی وجہ ہے کہ شیخ رحمت اللہ اور حکیم نورالدین جیسے متمول لوگوں کو قطعاً معاف کرا دیا

ہے۔ شیخ صاحب کی طرف دیکھئے ولایت کو کس طرح بھاگتے اور حج سے کس طرح ڈرتے ہیں۔ نہ زکوۃ کبھی مرزا صاحب نے دی حالانکہ گھر میں ہزار ہا روپیہ کا زیور موجود ہے۔ اور روزے تو جان بوجھ کر مریدوں سے چھوڑا دیتے ہیں اگر کسی نے ذرا عذر کر دیا کہ مجھے ذرا تکلیف ہے تو روزوں کی معافی ہے۔ علاوہ اس کے کبھی آپ نے خود امامت نہیں کرائی۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا میں بڑا ثواب سمجھتا ہوں لیکن اس بات کو میں بہت مکروہ خیال کرتا رہا ہوں کہ مولوی نور الدین اور محمد احسن امروہی جیسے فاضلوں کو امامت کی اجازت نہ دی جائے اور ایک ناقص الاعضاء شخص کو امام بنایا جائے جس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ لیکن پھر بھی میں دیکھا دیکھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا رہا ہوں۔ اب اڈیٹر الحکم بتائیں کہ کتنی نمازیں میں نے امام کے پیچھے نہیں پڑھیں۔ میرا اعتقاد وہی ہے جو مرزا صاحب کے بیعت میں داخل ہونے سے پہلے تھا میں خود پنج بناء اسلام پر قائم ہوں اور جو شخص ... ہو وہ میرے نزدیک مسلمان ہے۔ میں حدیث کا منکر نہیں ہوں البتہ صرف ایسی حدیثوں کا منکر ہوں جن کے معنی مرزا صاحب من گھڑت کر کے ایزاد لگاتے ہیں۔ ایک ورق ابتدائے حقیقت المہدی بعد ترمیم جناب اڈیٹر صاحب پیسہ اخبار کی خدمت میں مرسل ہے اس میں میرے عقیدہ کا مفصل بیان ہے ایک ورق اڈیٹر صاحب الحکم کو بھی بھیج دیا ہے۔ خاکسار مولوی عبدالعزیز نمبردار و رئیس بٹالہ ضلع گورداسپور)

نوٹ۔ فقیر محمد ملزم نے کوئی سوال نہیں کیا۔

بجواب وکیل استغاثہ خواجہ کمال الدین:

پی نمبر۴ وہی خط ہے جو ڈاک میں میرے نام آیا اور مجھے ملا تھا۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ جعل میں نے نہیں کیا۔ اس میں یہ لکھا ہے پیر صاحب کا ایک کارڈ جو مجھے پرسوں ہی پہنچا ہے باصلہا جناب کے ملاحظہ کے لئے روانہ کر دیا جس میں انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ انہوں نے چرا کر سیف چشتیائی کی رونق بنا لی ہے، لفافہ اس کا میرے پاس نہیں۔

خط پی نمبر۴ میں لکھا ہے کہ کل میرے عزیز دوست میاں شہاب الدین طالب علم نے مجھے ایک خط رجسٹری شدہ مولوی عبدالکریم کی طرف سے دیا جس میں پیر گولڑوی کی سیف چشتیائی کا ذکر تھا۔ میاں شہاب الدین ..کو ؟ خاکسار نے ہی اس امر کی اطلاع دی تھی اور آخر میں یہ لکھا ہے میاں شہاب الدین کی طرف سے بعد السلام علیکم مضمون واحد ہے۔ نمبر... میں درج ہے دوسرے خط میں گولڑوی کا کارڈ ہے جو اس نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر مولوی کرم دین صاحب کو روانہ کیا ہے ملاحظہ ہو

پیر مہر علی شاہ سے براہ راست میری خط وکتابت نہیں۔ جو دو لاکھ سے زیادہ میں نے مرید لکھائے ہیں ان میں سے بہت تھوڑے یعنی دو سو یا تین سو سے کم ایسے مرید ہوں گے جن کو پوری طرح سے میں شناخت کر سکتا ہوں (یک نہ شد دو شد جب آپ دو سو یا تین سو سے کم مریدوں کو پوری طرح شناخت کرتے ہیں تو پھر ضمیمہ انجام آتھم میں تین سو سے زائد مریدوں کے نام لکھ لکھ کر ان کو اصحاب بدر کی مثل قرار دینا آپ کا بے بنیاد اور رجماً بالغیب ہوا۔ اور پھر ان ہزار ہا مریدوں کو جو آپ سے بیعت کئے جاتے ہیں اور چندوں پر چندہ لائے جاتے ہیں بیعت فسخ کر دینا چاہیے۔ کرم الدین)۔

کتاب تحفہ گولڑ ویہ میں نے ۱۹۰۰ء میں لکھنی شروع کی اور اکثر حصہ اس سن میں چھپ گیا یاد نہیں کس ماہ میں۔ کتاب واقعات ضمیمہ مطبوعہ نومبر ۱۹۰۰ء کا مولف منشی محمد صادق میرا مرید ہے اشتہار جو صفحہ ۵۱۔۵۲ پر درج ہے وہ میں نے دیا ہے۔ انہی دنوں میں یعنی ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء میں اس میں یہ درج ہے، میں نے پیر مہر علی شاہ کیلئے بطور تحفہ. (آسمانی ؟).. تالیف کیا ہے جس کا نام میں نے تحفہ گولڑ ویہ رکھا ہے اخبار الحکم ۳۱۔ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۵ کالم ۳ پر فقرہ درج ذیل ہے، امام ہمام علیہ الصلوۃ والسلام کے رسالہ تحفہ گولڑ ویہ نے ہمیشہ کیلئے پورا کر دیا ہے۔ تحفہ گولڑ ویہ صفحہ ۳۵ پر تیس ہزار آدمی کا ذکر ہے۔ الحکم .. ستمبر ۱۹۰۰ء ص ۱۰ کالم ۲ پر ذیل کی عبارت ہے:

حضرت اقدس وغیرہ وغیرہ اور تحفہ گولڑ ویہ کی تصنیف کے کام میں مصروف ہیں۔ تحفہ مذکور ۶۴ صفحہ تک پریس میں جا چکا ہے۔ الحکم مورخہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۴ میں درج ہے تحفہ گولڑ ویہ عنقریب تیار ہوا چاہتا ہے۔ اب خاتمہ لکھا جا رہا ہے امید کی جاتی ہے کہ ۱۵ نومبر تک ختم ہو کر شائع ہو گا۔

الحکم ۱۶ دسمبر ۱۹۰۰ء ص ۶ کالم ۳ پر درج ہے:

تحفہ گولڑ ویہ کا کام آج کل چندروز کے لئے ملتوی ہے۔

اس کے بعد بند پڑا رہا اور پھر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔ تحفہ غزنویہ بھی ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی اور ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔

الحکم ۱۶ جولائی ۱۹۰۰ء ص ۶ کالم اول میں لکھا ہے عبدالحق غزنوی کے اشتہار کی حقیقت کھولنے کے لئے حضرت اقدس نے تحفہ غزنویہ نام ایک رسالہ چھاپنا شروع فرمایا ہے۔

الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۰ء ص ۱۰ کالم ۲ میں لکھا ہے:

تحفہ غزنویہ عبدالحق غزنوی امرتسری کے جواب میں لکھا گیا ایک بے نظیر رسالہ ہو گا۔

اس رسالے کا بھی بہت بڑا حصہ طبع ہو چکا ہے۔

تریاق القلوب میری تصنیف ہے۔ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا اسکے صفحہ ۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفحہ ۱۸۹۹ء میں لکھا گیا۔

الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۰ء ص ۳ کالم ۳ پر ایک مضمون شروع ہوتا ہے جس کا عنوان یہ ہے: ۱۸۹۹ء پر ایک نظر۔ اس کے نیچے ص ۴ پر ایک عنوان ہے تصنیفات و تالیفات اس میں یہ درج ہے۔: ایسا ہی کتاب تریاق القلوب وغیرہ وغیرہ چھپنی شروع ہوئی ہے۔

میرے مریدوں کی تعداد ۱۸۹۸ء میں بڑھنی شروع ہوئی اور کثرت خاص کر ۱۹۰۳ء، ۱۹۰۴ء میں ہوئی اور اعلان مریدوں کی بیعت میں داخل کرنیکا ۱۸۸۷ء میں کیا تھا۔ کتاب براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے جس کو قریباً ۲۲ یا ۲۳ سال کا عرصہ ہو گیا دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہیں کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ حملوں سے مراد طاعون کا زمانہ ہے۔

الحکم جلد ۱ نمبر ۱ مورخہ ۸۔ اکتوبر ۱۸۹۷ء اول مرتبہ امرتسر سے شائع ہوا اس کا ساتواں دستور العمل یہ ہے: جو خط و کتابت و ترسیل زر ڈاکخانہ کے قواعد کے مطابق شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر و پروپرائیٹر الحکم کے نام ہونا چاہئے۔ اوران کی دستخطی رسید وغیرہ مصدقہ ہوگی۔

البدر نمبر ۱ جلد ۱۔ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔

پیسہ اخبار ہمیشہ میری مخالفت کرتا ہے۔

ضمیمہ شحنہ ہند میں بھی میری مخالفت ہوتی ہے۔

جعفر زٹلی ہمیشہ کا مخالف ہے۔

ان اخباروں میں جو الحکم کی مخالفت ہوتی ہے وہ میری مخالفت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

الحکم ۳۱۔ اگست ۱۹۰۱ء ص ۳ کالم ۲، ۳ میں جو اعلان نسبت خارج ہونے نبی بخش نمبر دار بٹالہ کا ہے وہ درست ہے۔ پیسہ اخبار مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۰۱ء میں نبی بخش المعروف عبدالعزیز نے میری مخالفت میں لکھا ہے۔

الحکم ۱۳ ستمبر ۱۸۹۸ء ص ۱۳ کالم ۳ پر جلی قلم سے

جو اخبار الحکم کے متعلق ہر قسم کی خط و کتابت خواہ وہ ترسیل زر کے متعلق ہو یا کسی قسم کی شکایت پر مبنی ہو خواہ کسی اصلاح کاری کے لئے ہو، وہ خاکسار اڈیٹر کے نام آنی چاہیے

۔حضرت اقدس کے نام مطلق نہ کیونکہ حضرت اقدس کو بحیثیت مالک یا مینیجر ہونے کے اخبار سے تعلق نہیں ہے۔

بجواب کرم دین ملزم:

پی نمبر۴ کو میں مضمون کے لحاظ سے شناخت کرتا ہوں کہ یہ وہی خط ہے جو کرم دین نے میرے نام بھیجا اور جو نزول المسیح کے صفحہ ۷۵ پر درج ہے۔ لفافہ اس خط کا ضائع ہو گیا یہ خط ۲۱ جولائی ۱۹۰۴ء کا لکھا ہوا تھا اور ۲۵ و ۲۶ جولائی ۱۹۰۴ء کو پہنچا ہوگا۔

جتنے پرچے الحکم پیش ہوئے ہیں وہ میرے سامنے طبع نہیں ہوئے۔ ۱۸۹۸ء سے پہلے تعداد مریدان ایک ہزار سے کم تھی (یہ کہتے ہوئے شاید آپ کو شرم آتی ہے کہ کل تعداد مریدان ۳۱۸ تھی جیسا کہ منشی تاج الدین تحصیل دار نے بعد کامل تحقیقات کے اپنی رپورٹ میں ظاہر کیا اور جیسا کہ تھوڑی دیر آگے چل کر آپ کو اپنے منہ سے قائل ہونا پڑے گا اور نیز آپ کا مخلص حواری اڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلی جنز رسالہ مذکور ج ۲ نمبر ۱ بابت جنوری ۱۹۰۲ء کے ص ۳۸ میں لکھتا ہے کہ ۱۸۹۹ء میں اس فرقہ کی تعداد صرف چند سو تک تھی) اور پھر ۱۸۹۹ء میں دس ہزار کے قریب ہوئی (کیا کوئی صاحب عقل تسلیم کر سکتا ہے کہ ایک مدت دراز کی کوشش کے بعد ۱۸۹۸ء تک تو تعداد بیان بمشکل ۳۱۸ کو پہنچی لیکن ۱۸۹۹ء میں صرف چند ماہ کے بعد دس ہزار کے قریب پہنچ گئی حالانکہ ۳۱۳ کی تعداد اخیر ۱۸۹۸ء یعنی ماہ ستمبر میں ثابت ہوئی تھی دیکھو رپورٹ تحصیل دار موصوف۔ جھوٹ نمبر ۳۰۔ کرم الدین) اور ۱۹۰۰ء میں تیس ہزار کے قریب ہو گئی۔ کتاب ضرورۃ الامام میں عبارت ذیل درج ہے۔

اس فرقہ میں حسب فہرست منسلکہ ہذا تعداد تین سو اٹھارہ آدمی ہے۔ یہ کتاب میری تصنیف ہے۔ یہ نقل رپورٹ منشی تاج الدین تحصیل دار پرگنہ بٹالہ ضلع گورداسپور کا مقدمہ عذر داری انکم ٹیکس تاریخ فیصلہ ۱۷ استمبر ۱۸۹۸ء ہے ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ ۳۲ سطر ۸ پر میرے مریدوں کی تعداد آٹھ ہزار لکھی ہے۔(آپ اپنے پہلے بیان میں تسلیم کر چکے ہیں کہ ۱۸۹۸ء سے پہلے تعداد مریدان ایک ہزار سے بھی کم تھی پھر ۲۴ جنوری ۱۸۹۷ کو ضمیمہ انجام آتھم میں تعداد مریدان آٹھ ہزار لکھنا غلط ہے۔ جھوٹ نمبر ۳۱) ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء کو یہ تعداد درج ہوئی مجھے ذاتی علم ہے نسبت تحفہ گولڑویہ اور تحفہ غزنویہ کے لکھے جانے اور اکثر حصہ چھپ جانیکے جو ۱۹۰۰ء میں واقعہ ہوا، طاعون کا حملہ قریب چھ سال سے شروع ہوا ہے۔

مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۲۰ سطر ۳ کا ترجمہ ذیل ہے:

باوجود اس کے کہ وہ جماعت ابتدائی دنوں میں ۳۰۰ کے قریب تھی (کیا لطف جو غیر پردہ کھولے، جادو سو جو سر پہ چڑھ کے بولے۔ آپ کی یہ تحریر تو ثابت کرتی ہے کہ واقعی ۱۸۹۷، اور ۱۸۹۸ء، و ۱۸۹۹ء میں تعداد مریدین

۳۰۰ کے قریب تھی کیونکہ ترقی تو بقول آپ کے ۱۹۰۰ء سے شروع ہوئی اور اس سے پہلے کے سال ابتدائی دنوں میں شمار ہیں حالانکہ آپ تو اپنے حلفی بیان میں ابھی کہہ رہے تھے کہ ۱۸۹۹ء میں دس ہزار کے قریب تھی اور پھر ۱۹۰۰ء میں ۳۰ ہزار ہو گئی۔کرم الدین)۔ اس سے اوپر یہ درج ہے کہ ہماری جماعت انہیں سالوں (۱۹۰۰ء۔۱۹۰۱ء، ۱۹۰۲ء)، میں ایک لاکھ سے اوپر بڑھ گئی ہے (یہ بھی محض جھوٹ ہے رپورٹ مردم شماری میں تعداد فرقہ احمدیہ کل ۱۳ سو درج ہے۔ دیکھو رپورٹ سرکاری ص ۱۴۳ پیراگراف ۳۹۔ اور سرکاری تحقیق کے مقابلہ میں تعداد مریدان کے متعلق مرزا جی کے سخت متناقض اور اٹکل پچو اقوال کوئی وقعت نہیں رکھتے۔کرم الدین) یہ کتاب ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔ دستخط حاکم۔

یہ بیان گواہ نے پڑھ لیا اور پڑھ کر درست تسلیم کیا اور دستخط کر دیئے۔ دستخط حاکم۔

(اب اپنے منہ سے قائل ہونا پڑا کہ ترقی ۱۹۰۰ء سے شروع ہوئی ہے تو پھر ۱۸۹۹ء یا ۱۸۹۸ء کی تعداد بیان کردہ تعداد کے جھوٹا ہونے کے تو آپ خود ہی قائل ہو گئے۔۔ حضرات مرزا جی کی راست بازی کا اسی سے قیاس کر لینا چاہیے کہ مریدوں کی تعداد بتانے میں جس قدر جھوٹ سے آپ نے کام لیا اور اپنے بیان میں ان کو اپنے جھوٹوں کو تسلیم کرنا پڑا ۔ پھر ایسا ہی سمجھئے کہ ان کے دعاوی بھی سارے کے سارے جھوٹے ہیں جب ایک امر میں ایک شخص کا جھوٹ ظاہر ہو جائے تو اس کی راست بازی مشتبہ ہو جاتی ہے کجا یہ کہ جھوٹوں کے نمبر ۳۰ سے بڑھ جائیں۔ یہ تو صرف ایک چٹھی اور ایک بیان سے جو بمقدمہ یعقوب علی ہوا ہے دکھائے گئے ہیں، جو آپ کا دوسرا بیان بمقدمہ فضل دین ہوا ہے اس میں ۸۰ سے بھی زائد جھوٹ ثابت ہوتے ہیں کیا یہی صداقت تھی جس پر ہمیشہ مرزا جی فخر کرتے ہیں اور بڑے زور سے اپنی تصانیف میں دعوی کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بھر کبھی کوئی جھوٹ نہیں کہا۔ ۳۱ جھوٹ تو آپ کے تفصیل سے اوپر ثابت ہو چکے ہیں۔کرم الدین)۔

} اب ہم حضرت جی کا وہ حلفی بیان درج کرتے ہیں جو آپ نے بمقدمہ ۴۱۷ تعزیرات ہند بحیثیت گواہ صفائی عدالت میں دیا تھا۔

بیان مرزا قادیانی گواہ صفائی

حکیم فضل دین ساکن قصبہ قادیان تحصیل بٹالہ مستغیث۔

بنام محمد کرم الدین ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم۔ ملزم۔

جرم زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند۔

بیان گواہ صفائی باقرار صالح

(چونکہ گواہ ملزم کا مخالف گواہ ہے اس لئے اس کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ سوالات بہ شکل جرح کرے)

مرزا غلام احمد: میں مولوی کرم دین کو اس وقت سے جانتا ہوں اور دیکھا ہے جب مقدمہ جہلم میں کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے مولوی کرم دین کا ایک خط میرے نام آیا تھا اس وقت معلوم ہوا تھا کہ کرم دین ہے مگر میں خط سے یہ نتیجہ نہیں نکالتا تھا کہ وہ اس کا خط ہے میں نے کوئی ایسا طریقہ نہیں نکالا جس سے معلوم ہو سکے کہ خط کے لکھنے والا وہی ہے جس کا وہ لکھا ہوا ہے۔ یہ الہام انّی مهين من اراد اها نتک کئی سال پہلے مجھ کو ہوا تھا، یعنی ان مقدمات سے کئی سال پہلے ہوا تھا۔ یہ پیش گوئی من قا م للجواب و تنمّر ۔ فسوف یری انه تنند م و تد مر فیضی کی نسبت نہیں ہے (مرزا صاحب اخباروں اور تصنیفوں میں شور مچا چکے ہیں کہ فیضی ہماری دعا کا نشانہ ہو کر مر گیا۔ اب عدالت میں اس کی تسلیم سے چوکتے ہیں۔ کرم الدین) یہ اس شخص کی نست ہے جو اعجاز المسیح کا جواب لکھے۔

پہلا الہام عام ہے کہ جو شخص ہماری واقعی اہانت کرے اس کی نسبت وہ خاص الہام ہے یعنی اس شخص سے نفس الامر میں ایک فعل اہانت کا صادر ہووے۔ فعل میں اہانت بذریعہ تحریر بھی داخل ہے۔ خط پی نمبر ۴ کے مضمون سے ان الہامات کا کچھ تعلق نہیں پایا جاتا۔ اس خط میں کوئی اہانت نہیں ہے اور نہ مقابلہ ہے اس خط میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے جو ان الہامات سے کچھ تعلق رکھتا ہو۔ اس خط کے مضمون کی تصدیق کے واسطے میں نے کوئی آدمی نہیں بھیجا (فضل دین مستغیث اور حکیم نور الدین گواہ مرشد جی کے بیان کی تکذیب میں صاف لکھاتے ہیں کہ مرزا جی کے حکم کی تعمیل کے لئے فضل دین بھین گیا۔ دیکھو بیان مستغیث و بیان مولوی نور الدین گواہ۔ لیکن مرزا جی فرماتے ہیں میں نے کسی کو نہیں بھیجا۔ کوئی بتائے ان میں سے سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟) مگر مشورہ کے طور پر مجھ سے حکیم فضل دین نے کہا کہ اس کاروائی میں میرا فائدہ ہے کیونکہ اس کتاب نزول المسیح میں زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے میں نے ان کو کہا کہ آپ کا اختیار ہے کہ آپ جانیں کتاب نزول المسیح کا مصنف میں ہی ہوں اور اس کی تصنیف میں اپنے طور سے اپنی طرف سے کرتا تھا مگر اگر کوئی امر نیا پیش آوے جو میری کتاب کو زیادہ مفید بنا سکتا ہوں میں اس کو بھی لیتا ہوں۔

سوال: اس کتاب میں آپ نے دیگر سے اس طور سے مدد لی ہے جیسا آپ نے اوپر بیان کیا ہے؟

جواب۔ میں نے جب کرم دین کا خط آیا تھا تو اس خیال سے کہ اس کا خط صحیح ہوگا، وہ تذکرہ نزول المسیح میں کیا تھا (سوال تو یہ ہے کہ نزول المسیح میں آپ نے دوسروں سے مدد لی ہے یا نہیں؟ لیکن مرزا جی اس کا جواب لا و نعم سے نہیں دیتے کچھ اور ہی راگ گانا شروع کیا۔ جواب کیوں دیں تصنیف کی قلعی کھلتی ہے اور جو الزام سرقہ

کا دوسروں پر لگاتے ہیں خود ملزم بنتے ہیں)

مگر جب سراج الاخبار (عدالتی نوٹ: خود بخود)

(کورٹ کا خود بخود والا نوٹ قابل غور ہے، بے پوچھے مطلب کی باتیں ہانکی جاتی ہیں لیکن سائل کے سوال پر التفات نہیں ہوتی۔کرم الدین) میں نے اس کے برخلاف لکھا تو وہ میرا خیال قائم نہ رہا۔بعض باتیں میرے حافظہ سے فرو ہو جاتی ہیں۔ میں ان کو بتلا نہیں سکتا۔فرو ہو جانے کی وجہ استغراق روحانی اور ضعف دماغ ہے۔

سوال: دونوں الہام آپ کے سچے ہوئے یا نہیں؟ بہ متعلق مولوی محمد حسن اور پیر مہر علی شاہ؟

جواب: پہلے میں نے قبل سراج الاخبار شائع ہونیکے خیال کیا تھا کہ یہ دونوں الہام سچے ہو گئے ہیں مگر سراج الاخبار شائع ہونیکے بعد میں نے یقین کر لیا کہ یہ میری رائے غلط نکلی کیونکہ پیش گوئیوں کا مصداق قائم کرنا اکثر رائے سے ہوا کرتا ہے۔ یہ بات صرف رائے کے متعلق ہے نفس پیش گوئی کو اس سے کچھ تعلق نہیں (جب آپ کو اپنے الہام کی غلطی پر یقین ہو لیا تو پھر مواہب الرحمٰن میں یہ الہام ۱۴ جنوری کو شائع کرنا آپ کی دیانت پر حرف لاتا ہے۔کرم الدین)۔

سوال: ان دو پیش گوئیوں کا مصداق اور معیار آپ کی رائے ہے یا کوئی اور چیز بھی ہے۔

جواب: چونکہ یہ دونوں پیش گوئیاں مجمل ہیں اس لئے محض رائے سے خیال کیا گیا کہ ان کا مصداق اور معیار صرف رائے قرار دی گئی۔

سوال۔کس کی رائے؟

جواب: یہ میری رائے تھی کرم الدین کی تحریک سے اس وقت تک جب تک اس کا بیان مخالف سراج الاخبار میں شائع نہیں ہوا تھا۔

سوال: جو مضمون نزول المسیح کے حاشیہ صفحہ ۶۷ سے لے کر ۸۱ تک ہے یہ آپ نے کس بنا پر لکھا۔ خطوں کی بنا پر یا کسی اور بنا پر۔

جواب: کرم دین کے خط اور شہاب الدین کے خط کی بنا پر لکھا اور ایک کارڈ کی بنا پر جو کرم دین کے خط میں ملفوف تھا جس کی نسبت یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ کارڈ پیر مہر علی کا ہے۔مجھ کو یاد نہیں ہے کہ اعجاز المسیح کے حاشیہ کے نوٹوں کی نقلیں مجھ کو مل چکی تھیں کہ نہیں مگر مجھ کو ان کی نسبت خبر مل چکی تھی۔صفحہ ۷۰ کی عبارت خطوں کی بنا پر ہے۔خطوں پر یقین کر کے ایسا لکھا گیا۔ان سے استنباط کیا گیا (پہلے آپ لکھا چکے ہیں کہ میں خط سے نتیجہ نہیں نکالتا تھا کہ وہ اسی کا خط ہے، اب خطوں پر یقین ظاہر کرتے ہیں۔کرم الدین)

سوال: وہ کون سے خطوط ہیں؟

جواب: پی نمبر۳، اور پی نمبر۴ خطوط سے استنباط کیا تھا۔

سوال: ۶۔اکتوبر کا سراج الاخبار آپ نے کب پڑھا؟

جواب: میرے پاس سراج الاخبار نہیں آتی ہے کچھ دیر کر کے آئی ہوگی اور پھر مجھ کو اطلاع ہوئی ہوگی۔ الحکم میں نہیں پڑھا کرتا (فضل دین اور عبدالکریم سراج الاخبار ۶۔ اکتوبر کا دو تین دن کے بعد مرزا صاحب کی مجلس میں پڑھا جانا بیان کرتے ہیں۔کرم الدین)۔

سوال: تحفہ ندوہ ان واقعات کے بعد یعنی واقعات مندرجہ سراج الاخبار مطبوعہ ۶۔اکتوبر ۱۹۰۲ء آپ نے لکھا کہ کیا؟

جواب: تحفہ ندوہ میں نے ۶۔اکتوبر کو لکھا، ساتھ ہی چھپ گیا (یہاں مرزا جی کتاب تحفہ ندوہ کی تصنیف لکھائی چھپائی اشاعت سب کی تاریخ ۶۔ اکتوبر بیان کرتے ہیں لیکن تحفہ ندوہ پکار کر کہتی ہے کہ میرا مصنف مقدمہ بنانے کیلئے جھوٹ لکھ رہا ہے۔ میری تصنیف تو ۲۔اکتوبر کو شروع ہوئی اور ۶۔اکتوبر کو ختم۔ ملاحظہ ہو تحفۃ الندوہ مطبوعہ ضیاء الاسلام صفحہ ا شروع سطر میں لکھا ہے:

آج ۲۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ایک اشتہار مجھے ملا..الخ۔

پھر صفحہ ۸ پر لکھا ہے۔المولف مرزا غلام احمد۔۴۔اکتوبر ۱۹۰۲ء۔

اور اخیر صفحہ پر لکھا ہے۔المولف مرزا غلام احمد قادیانی ۶۔اکتوبر ۱۹۰۲ء۔

اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ ۵ ورق کی کتاب ۲۔اکتوبر سے شروع ہو کر ۶۔اکتوبر تک پانچ دنوں میں صرف تصنیف ہوئی، اور پھر کاتب کی لکھائی اور چھپائی کیلئے بھی چند دن درکار ہوں گے۔لیکن بایں ہمہ مرزا صاحب اپنے حلفی بیان میں صرف ایک دن کی ساری کاروائی بیان فرماتے ہیں۔ بتائیں کہ مرزا کے حلفی بیان کی تکذیب کریں یا انکی تحریرات مندرجہ تحفہ ندوہ کی۔ دونوں صورتوں میں مرزا جی کی صداقت پر حرف آتا ہے۔ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ تحفہ ندوہ جیسی ۵ ورقہ کتاب پر مرزا جی کے پانچ دن صرف ہو گئے تو پھر وہ ساری شیخیاں کہ چند دنوں میں کئی سو اشعار لکھے جاتے ہیں سب فرضی دعوے ہیں۔کرم الدین)

سوال: اس کتاب تحفہ ندوہ کی اشاعت ۶۔اکتوبر کے سراج الاخبار کے مضمون کی اطلاع ہونے کے بعد ہوئی یا پہلے؟

جواب: ۶۔اکتوبر کو کتاب تحفہ ندوہ شائع ہوئی۔مواہب الرحمٰن جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی اس سے پہلے لکھی گئی۔تاریخ لکھنے کی یاد نہیں کیونکہ بشریت ساتھ ہے (یہاں تو آپ کی غرض سراج الاخبار ۶۔

اکتوبر سے تجاہل ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ مواہب الرحمٰن تو جنوری میں چھپی لیکن اس کے لکھنے کی تاریخ یاد نہیں یعنی ممکن ہے کہ سراج الاخبار ۶۔ اکتوبر کی اطلاع سے پہلے کی لکھی ہو۔ لیکن جب بمقدمہ لائبل کیس آپ کا استفسار بحیثیت ملزم ہوا تو پھر اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ اس کتاب کے صفحہ ۱۲۹ کی تحریر جس کی بنا پر آپ پر استغاثہ دائر ہے سراج الاخبار ۶۔ اکتوبر کی اطلاع کے بعد کی ثابت کی جائے تو وہاں آپ نے لکھایا کہ یہ تحریر ۱۲، ۱۳، یا ۱۴ کی لکھی ہوئی ہے۔ کیا ایسے ہیر پھیر کرنا راست بازی کا تقاضا ہے۔ کرم الدین) مجھ کو اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ کب یہ کتاب چھپی، میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کب لکھی گئی اور کب شروع ہوئی، البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جب جہلم گیا تھا تو اس وقت یہ کتاب ساتھ گئی تھی، یعنی چھپی ہوئی تھی۔ صفحہ ۱۲۹ مواہب الرحمٰن میں نے دیکھا۔ اس میں کرم الدین کا حوالہ ہے، مقدمہ کا ذکر نہیں ہے مگر اگلے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے جو کرم الدین کی طرف سے ہے۔

سوال: ابھی آپ نے فرمایا کہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے اخبار سراج الاخبار جہلم کا مضمون معلوم ہونے کے بعد مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میری رائے یا میرا اجتہاد در بارہ صداقت والہامات کے غلط ہے، تو کتاب مواہب الرحمٰن کے اندراج صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷ کا کیا جواب ہے۔

جواب: مجھے معلوم نہیں کہ سراج الاخبار میرے پاس کب پہنچا۔ اور کب اس کے مضمون سے مجھ کو اطلاع ہوئی۔ ماسوا اس کے جیسا کہ میں نے پہلے خطوط پر یقین کر لیا تھا ایسا ہی سراج الاخبار پر ایک خیالی یقین تھا (واہ حضرت! واہ خیالی یقین کی قسم خیالی ہی ایجاد فرمائی۔ ہم تو سنا کرتے تھے کہ جہاں یقین آجائے وہاں خیال و وہم کی گنجائش ندارد.. لیکن چودھویں صدی کے بناوٹی مسیح نے جہاں دنیا کو اور نئے شگوفے سنائے یہ بھی خوب ہی نئی گھڑت سنائی) اگرچہ وہ خیال غالب نہ ہوا مگر عدالت کے ذریعہ اس کا تصفیہ کرانا ضروری تھا اسلئے قطعی طور پر مجھے انکار نہیں ہوا، کہ شائد خطوط مرسلہ کرم الدین حقیقت میں سچے، اور اس سے بھی انکار نہیں تھا کہ شاید مضمون سراج الاخبار سچا ہو۔

سوال: یقین اور خیالی یقین کے کیا معنی ہیں۔

جواب: یقین تین قسم کا ہوتا ہے اول علم الیقین جیسے ایک جگہ دھواں اٹھتے دیکھیں تو خیال ہوگا کہ یہاں آگ ہوگی۔ اس کو خیالی یقین کہتے ہیں۔ دوسری قسم عین الیقین جب ہم آگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ تیسری قسم حق الیقین وہ یہ کہ آگ میں اپنا ہاتھ ڈال کر دیکھ لیں کہ جلانے والی شئے ہے۔ پس عین الیقین عدالت کے ذریعہ سے میسر آتے ہیں (بہت اچھا کیا ایک ملہم من اللہ مدعی رسالت بھی کسی دنیوی عدالت کا محتاج ہے باوجودیکہ دعوی یہ ہے کہ آپ خود بدولت دنیا میں حکم عدل ہو کر آئے ہیں۔ مرزا جی سچ

فرمائیے گا شرعی امور کے فیصلہ کیلئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر کون سی عدالت میں رجوع فرمائیے گا حالانکہ خدا تعالیٰ کا تو امر ہے فان تنا زعتم فی شیء فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول، اور ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ .. الخ ۔ مرزا جی یہاں تو آپ عدالت کو حق الیقین کا ہادی مانتے ہیں لیکن تصنیفات سے کچھ اور ہی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ آپ کا مخلص حواری مولوی عبدالکریم اپنی کتاب سیرۃ المسیح کے دیباچہ میں عدالتوں اور اس کے متعلقین کی نسبت یوں رقم طراز ہے:

> کچہریاں مقدمہ بازی نے تقوی دیانت امانت اور اخوت اور ہمدردی ان سب اخلاق فاضلہ کا خون کر دیا ہے۔ اور گھر گھر اور کوچہ بکوچہ اور گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں بنی آدم کے لباس میں گرگ و پلنگ اور گیدڑ اور کتے پیدا کر دیئے ہیں اپیل نویس اور عرضی نویس عموماً وکلاء اور بیرسٹر مختار مقدمات کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان صورتوں میں کہاں خدا کا خوف دلوں میں سمائے ہر ایک مکان میں مقدمہ بازی کے لئے رات دن جھوٹے منصوبے اور مشورے ہوتے ہیں، اور دین اور کاردین مہمل چھوڑا گیا ہے۔
>
> حکام اور سربرآوردہ لوگوں کا میلان النا س علی دین ملوکھم چونکہ حکام محض فسادی اور دنیا دوں کے کیڑے ہیں، اور خدا اور معاد سے ان کو ذرا بھی تعلق نہیں اس لئے ضروری ہے کہ رعایا پر بھی وہی اثر پڑے۔ لاجرم اکثر افرار رعایا کے سراسر کلاب الدنیا ہو گئے ہیں۔

جائے غور ہے کہ دوسروں کو مقدمہ بازی سے منع کیا جاتا ہے اور حکام سے بدظن کیا جاتا ہے اور جب اپنی مقدمہ بازی کی نوبت آتی ہے تو اسکو جہاد سے تعبیر کیا جاتا ہے اور عدالتوں کے ذریعے حق الیقین کی تلاش ہوتی ہے۔ کرم الدین)

کرم الدین کے جب خط آئے تھے ان کو میں نے خیالی یقین سے یقین کیا تھا (یہ کیسا پر لطف جملہ ہے خیالی یقین سے یقین کرنا۔ کرم الدین)

سوال: جب ۶۔ اکتوبر کا سراج الاخبار آپ کو معلوم ہوا تو خطوں اور اخبار کی نسبت وزن کرنے یعنی مقابلہ کرنے میں آپ کا کیا خیال یعنی کیسا یقین پیدا ہوا یعنی مقابلتاً ان دونوں میں سے کون سچ ہے اور کون جھوٹ۔

جواب: اگرچہ ہم سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد قطعی فیصلہ نہیں کر چکے بلکہ صرف کشمکش میں تھے لیکن یہ ترجیح سراج الاخبار میں پائی گئی کہ جو خطوط مجھے بھیجے گئے تھے وہ ایک خفیہ کارروائی تھی جس کی نسبت کرم الدین نے بار بار تاکید کی تھی کہ اس کو ظاہر نہ کرنا۔ لیکن سراج الاخبار میں کھلے طور پر شائع کیا کہ میں نے ان کو دھوکہ دیا، اس لئے ہمیں سراج الاخبار کے مضمون کو مجبوراً ترجیح دینی پڑی۔ مجھ کچھ یاد نہیں ہے کہ در بار شام؟ مندرجہ الحکم مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کوئی ذکر نسبت مضمون

مولوی کرم دین کا ہوا کہ نہیں کیونکہ صدہا باتیں ہوتی ہیں (آپ کا کمزور حافظہ اس موقعہ پر آپ کی یاد سے ایک بہت بڑا واقعہ زائل کرتا ہے جو کہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے الحکم میں شائع ہو چکا ہے کہ خواجہ کمال الدین کا ایک لطیف مضمون سراج الاخبار ۶۔ اکتوبر کی تردید میں شام کے دربار میں حضرت جی کو سنایا گیا اور آپ نے از بس پسند فرمایا۔ تعجب ہے کہ ایسا واقعہ مسیح الزمان کے حافظہ سے ایسا زائل ہو جاتا ہے کہ باوجود یاد دہانی کے بھی یاد نہیں آتا۔ اور الحکم کے لکھے ہوئے پر بھی بے اعتباری ہے تو خیر مرزا جی درباریوں خصوصاً اڈیٹر الحکم سے باادب پوچھا جاتا ہے کہ انصاف سے بتائیں کہ مرزا کا، یاد نہیں ہے، کا عذر آپ کے نزدیک بھی ٹھیک ہے۔ کرم الدین) الحکم میں دربار شام کی بابت کئی غلطیاں ہو جاتی ہیں کچھ ناسمجھی سے سہو ہو جاتا ہے کہ ایک تقریر پوری یاد نہ رہے ادھوری لکھ دی۔ مجھے یاد نہیں کہ الحکم میں کبھی خلاف واقعہ دربار شام کی بابت لکھا ہووے اگر درستی کرنا ضروری سمجھوں تو درستی کر دوں اگر ضروری نہ سمجھوں تو نہ۔

سوال: الحکم مورخہ ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۱۰ پر جو مضمون نسبت وفات محمد حسن و پردہ دری پیر گولڑوی چھپا ہے جو کچھ اس میں آپ کی نسبت لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا سچ ہے۔

جواب: مجھ کو یاد نہیں ہے۔ تحفہ گولڑویہ میری تصنیف ہے یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ پیر مہر علی شاہ کے مقابلہ پر لکھی ہے۔ یہ کتاب سیف چشتیائی کے جواب میں نہیں لکھی گئی۔

سوال: جن لوگوں کا ذکر صفحہ ۴۸ لغایت ۵۰ اس کتاب میں لکھا ہے آپ ہی اس کا مصداق ہیں۔

جواب: خدا کے فضل اور رحمت سے میں اس کا مصداق ہوں۔

سوال: ان روحانی طاقتوں کو کام میں لا کر جس سے جھوٹے اور سچے ہیرے شناخت کئے گئے آپ نے کرم الدین کے دونوں خطوں کو پرکھا۔ یعنی پی نمبر ۴، اور مضمون مندرجہ سراج الاخبار جہلم اور نیز نوٹ ہائے مندرجہ حاشیہ اعجاز المسیح۔

جواب: میں نہ ان صفحات میں اور نہ کسی اور جگہ کبھی دعوی نہیں کیا کہ میں عالم الغیب ہوں (افسوس سوال کا جواب ہرگز نہیں دیا گیا۔ کرم الدین)

سوال: صفحہ ۲۹ پی نمبر ا سطر ؟ سے جو مضمون چلتا ہے وہ آپ نے اپنی نسبت لکھا ہے۔

جواب: میں اس مضمون کو اپنی طرف منسوب کرتا ہوں۔ صفحہ ۸۹ پر بھی جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی نسبت لکھا ہے۔

سوال: بہ لحاظ اندراج صفحات ۲۹، ۳۰، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۸۹ تحفہ گولڑویہ آپ نے کرم دین کے خطوں کو اور محمد حسن کی تحریر کو پرکھا؟

جواب: ایسی عام طاقت کا میں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا (یہاں بھی سوال کا جواب نہ دیا۔ کرم الدین)

سوال: جو طاقت چند پیسوں کے کھوٹے ہیروں پر برتی گئی تھی اور جس سے وہ ہیرے شناخت کئے گئے تھے وہ عام تھی یا خاص؟

جواب: وہ خاص طاقت تھی کبھی انسان دھوکہ کھا لیتا ہے، اور اپنی فراست سے ایک بات کی تہ تک پہنچ جاتا ہے۔...

سوال: آپ نے اپنے رسالہ دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ صفحہ ۶ بہ سطر ۸؟ تمام دنیا کو چیلنج کیا ہے یا نہیں؟

> اگر تم کو میری بات میں یا میری اخبار غیب میں جو خدا کی طرف سے مجھ کو پہنچتی ہیں شک ہو تو میرے ساتھ مقابلہ کر لو۔

جواب: میں نے چیلنج کیا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں ہر ایک بات میں عالم الغیب ہوں۔ مقابلہ کے وقت میں ضرور خدا مجھ کو غلبہ دے گا۔

سوال: یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ پیر مہر علی شاہ بجائے اس کے مجھ پر الزام سرقہ لگاتا ہے خود تمام و کمال کا سارق بن گیا۔ یہاں آپ نے کسی اطلاع پر لکھا تھا یا خود ہی فیصلہ نوٹوں کا کیا تھا؟

جواب: میں نے میاں کرم دین کی اطلاع پر لکھا تھا مجھے نوٹوں کے مقابلہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا اور نہ مجھے فرصت تھی (کسی خط میں ہرگز یہ درج نہیں کہ پیر صاحب ساری کتابوں کے سارق ہیں۔ اگر ہے تو بتائیے۔ کرم الدین)

میں نے اعجاز المسیح میں کئی جگہ پیر مہر علی شاہ کو چیلنج کیا ہو گا کہ وہ اس کا جواب لکھیں میں نے صفحہ ۲۲؟ ۱۹ میں یہ چیلنج کیا ہے۔

مطبع ضیاء الاسلام میرے خیال میں ۱۸۹۵ء سے جاری ہوا۔ میں نے جاری نہیں کیا حکیم فضل دین اس کا مالک تھا۔ ۱۸۹۵ء سے لے کر آج تک وہی مالک ہے۔ اس کے نفع اور نقصان کا وہ ہی ذمہ دار ہے (پھر عبدالکریم کیوں اپنے بیان میں لکھاتے ہیں کہ پہلے یہ مطبع مرزا صاحب کا تھا حالانکہ وہ ثقہ حواری ہیں۔ کرم الدین)۔ صرف یہ بات ہے چونکہ وہ مرید ہے اس لئے بغیر نفع لینے کے میری کتابیں اصل لاگت پر چھاپ دیا کرتا ہے۔ اشتہارات مفت چھاپ دیتا ہے۔ ابتداء سے ایسا ہی چلا آتا ہے۔ کسی مطبع کے ساتھ قادیان میں سوائے چھپائی کے اور کوئی تعلق نہیں ہے۔ اجنبی پریسوں میں نفع بھی دینا پڑتا ہے۔ ۱۸۹۲ء میں ایک اشتہار دیا تھا کہ لوگ مطبع کے لئے چندہ دیں تاکہ مطبع تیار

کیا جاوے اور کچھ روپیہ بھی آیا تھا مگر وہ بات ملتوی رہی وہ روپیہ کسی اور جگہ خرچ کیا گیا۔ جو بیان میرا روبرو تحصیل دار صاحب بٹالہ بمقدمہ عذرداری انکم ٹیکس (آر نمبر ۱۶) پڑھا اس میں جو مطبع کا ذکر ہے اس سے مراد ہی یہ ہے کہ جو مطبع میں کتابیں چھپوائی جاتی ہیں (ناظرین مرزا صاحب کا بیان متعلق انکم ٹیکس غور سے پڑھیں خصوصاً جہاں مطبع کا حساب کتاب دکھایا ہے، اور پھر اس بیان کا مقابلہ کریں۔ کرم الدین)۔ مطبع عربی لفظ ہے جس کے معنی چھپوائی ہے (مطبع کے معنی چھپوائی کرنا بھی خوب ہے ناظرین اللہ انصاف کیجئے گا آج تک کسی لغت میں آپ نے بھی یہ نرالا معنی سنا، یا اس لفظ کو اس معنی سے کہیں کسی نے استعمال کیا۔ مرزا جی تناقض بیانات کو رفع کرنے کے لئے غضب کی چالا کی کیا چاہتے ہیں۔ اچھا یہ بھی سہی مطبع کا معنی چھپوائی ہی لیجئے لیکن اس بیان میں تو آپ نے رولیا، اسفنجیا، سنگ ساز، کاپی نویس، پریس مین وغیرہ کی تنخواہوں کی میزان بھی لگائی ہوئی ہے، اس کی کیا تاویل فرمائیں گے۔ کرم الدین) اور جائے طبع بھی ہے۔ لفظ مطبع جو اس بیان میں آتا ہے اس سے مراد چھپوائی ہے اور آمدنی مطبع سے مراد کتابوں کی فروخت کی آمدنی ہے۔ آمدنی مطبع سے مراد آمدنی فروخت کتب سے ہے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے جو دفتر میں کتابیں تھیں ان کی فروخت میرے کسی آدمی کے ذریعہ ہوتی تھی۔ مگر ۱۹۰۱ء کے بعد پھر میں نے یہ انتظام کیا کہ یہ تمام کتابیں حکیم فضل دین کے سپرد کر دیں اور ان کو یہ فہمائش کی کہ میں ان کتابوں کی قیمت آپ سے نہیں چاہتا تم ان کتابوں کی وقتاً فوقتاً فروخت کر کے اپنے مطبع کو جو ہمارے سلسلہ کی خدمت کرتا ہے ترقی دو۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے میری کتابیں مطبع ضیاء الاسلام میں چھپتی تھیں اور میری لاگت سے چھپتی تھیں۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے مطبع ضیاء الاسلام میں جہاں تک میرا خیال اور علم ہے میری ہی کتابیں چھاپتے تھے شاید کوئی اور کتاب بھی چھاپتے ہوں اور اس کا مجھ کو علم نہیں ہے۔ مختلف آدمیوں کی معرفت میری کتابیں فروخت ہوتی تھیں میں ان کے نام نہیں بتا سکتا۔ خریداران اکثر حکیم فضل الدین کو کتاب کے واسطے لکھ دیتے تھے اور بعض مجھ کو لکھ دیتے تھے۔ کتابوں کی چھپوائی پر مریدوں کی آمدنی سے خرچ ہوتی تھی۔ نزول المسیح کی چھپوائی کے واسطے سید ناصر نے صرف ان کتابوں کی چھپوائی کے لئے جو میری طرف سے چھپتی تھیں پانچ سو روپیہ یا کم و بیش دیا تھا (غلط ہے۔ الحکم ۱۰۔ اگست ۱۹۰۲ء میں چھپ چکا ہے کہ سارا خرچ اس رسالہ کا سید ناصر نے دیا۔ کرم الدین) کچھ اور روپیہ بھی اس پر لگایا تھا۔ یہ روپیہ بھی آیا تھا میں یہ تخمینہ نہیں کر سکتا کہ اگر ۲۹۰۰ جلد تیار ہو جاتی تو اس پر کیا لاگت آتی۔ میری نیت یہ تھی کہ نزول المسیح مفت شائع کروں مگر اگر متمول آدمی قیمت دے دیں تو میں لے لیتا ہوں اور اشاعت پر ہی خرچ کرتا ہوں۔ کبھی کوئی روپیہ بچ گیا تو دوسری کتاب کی اشاعت پر خرچ ہو جاتا ہے۔ مجھ کو تاریخ یاد

نہیں کہ نزول المسیح کب چھپنی شروع ہوئی۔ مجھ کو علم نہیں ہے کہ جو مضمون میں نے سرقہ شدہ نوٹوں پر لکھا ہے وہ فضل دین کے کسی خط کے آنے پر لکھا ہے، یا ان کے خود آنے کے بعد۔ میں اور مسودہ تیار کرتا ہوں اور کاتب کو جو میرے پاس ہوتا ہے دے دیتا ہوں اور وہ کبھی ادر کا ادر لکھا جاتا ہے کبھی باقی رہ گیا تو اس کے ساتھ ادر دے دیا۔ نزول المسیح کے چند صفحات میں بھی مجھے اس لئے درستی کرنی پڑی کہ ایک صفحہ میں میں نے پیر مہر علی صاحب کے بیان کو اپنے لفظوں میں لکھا تھا۔ پھر مجھے مناسب معلوم ہوا کہ انہی کے لفظ حرف بحرف شائع کئے جائیں تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔ اور ساتھ ہی یہ غلطی معلوم ہوئی کہ ایک جگہ لکھا گیا تھا کہ میاں کرم الدین کو ...روپے دیئے گئے، مگر دراصل چھ روپے دیئے گئے تھے۔ اس غلطی کی اصلاح بھی ضروری تھی۔ ایک دو سطر میں کچھ الفاظ مجھے سخت معلوم ہوئے ان کی تبدیلی بھی ضروری معلوم ہوئی۔ اس لئے دو یا تین صفحے جتنے تھے مجھے بدل دینے پڑے۔ میں ہر ایک کتاب چھپنے کے وقت نظر ثانی کر لیا کرتا ہوں بعض وقت کاپی کو دیکھ کر بعض وقت پروف کو دیکھ کر اور بعض وقت چھپ چکے کاغذ کو دیکھ کر بدلنا پڑتا ہے۔

سوال: کاپی پروف اور چھپنے کیبعد آپ تینوں حالتوں میں کتاب کو دیکھتے ہیں یا کہ ایک حالت میں

جواب: بعض وقت تینوں دیکھتا ہوں کیونکہ بعض وقت کاپی سے غلطی معلوم ہو جاتی ہے۔ بعض وقت پروف سے اور بعض وقت چھپی ہوئی کتاب سے۔ غرضیکہ تینوں حالتوں میں دیکھنا پڑتا ہے۔ حکیم فضل دین سے معلوم ہوا تھا کہ کرم دین نے اول ...کا مطالبہ کیا تھا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ صرف چھ روپے دیئے گئے۔ (حکیم فضل دین ایک ہی شخص ہے جو کبھی ... بتاتا ہے اور کبھی چھ روپے۔ اسکے کس قول کا اعتبار کیجئے گا۔ کرم الدین)

شہاب الدین کا سب سے پہلا خط جو اس بارہ پہنچا ہے میرے پاس نہیں مولوی عبدالکریم کی تحویل میں خط رہتے ہیں۔ میں نہیں بیان کرسکتا کہ اس عرصہ میں حکیم فضل دین بھین کو گئے اور وہاں سے واپس آئے مجھ کو کوئی الہام کہ نہیں ہوا۔ نوٹوں کے ایک دو صفحے دیکھے تھے مقابلہ نہیں کیا۔ مولوی محمد حسن کے خط سے میں واقف نہیں ہوں۔ میں نے اس نالش کرنے کا مشورہ دیا تھا (حواری تو اس راز کو اپنے بیانات میں مخفی کرتے رہے لیکن مرزاجی نے بھانڈا پھوڑ دیا، اور مان لیا ہے کہ میرے ہی مشورہ سے یہ نالش ہوئی ہے۔ کرم الدین) اس مقدمہ کا خرچ مستغیث کرتا ہے۔ غالباً اس مقدمہ کے خرچ کے واسطے اس آمدنی سے دیا ہوگا جو خود ان لوگوں کے ایک چندہ کی آمدنی ہے (ادھر غالباً، ترجیح کا حکم، کی قید اور ادھر، دیا ہوگا، کلمہ شک، عجیب جملہ ہے۔ افسوس راست گوئی بہت مشکل ہے) میں نے ایک پیسہ نہیں دیا (ہاں یہ مان لیں

گے آپ کی ذات کا ہے کو پیسہ دے گی ۔ آپ پیسے لینے والے ہیں ، نہ دینے والے۔ کرم الدین) میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ کچھ روپیہ اس مقدمہ کے واسطے دیا ہے کہ نہیں (غالبًا کہہ کر پھر وثوق اڑ گیا مسیح الزمان کا بیان عجیب مزے کا ہے کوئی بات بھی ٹھکانے کی نہیں ہوتی ۔ کرم الدین)۔ مقدمات کے خرچ کے واسطے کوئی چندہ نہیں آتا (اس کی تصدیق کے لئے مرزائی صاحبان ہی منصف بن کر فرمائیں کیا آپ لوگوں نے مقدمات کے خرچ کے واسطے چندہ نہیں دیا، حالانکہ شیخ رحمت اللہ اپنے بیان میں مقدمہ کے لئے چندہ دینا تسلیم کر گئے ہیں ۔ کرم الدین)۔ مجھے اختیار ہے کہ اور چندوں میں سے مقدمہ کے خرچ کے واسطے دوں یا نہ دوں ۔ چندوں کی آمدنی کا کوئی حساب کتاب نہیں ہے ۔ جو لوگ بیعت کرتے ہیں وہ جان و مال قربان کرتے ہیں ۔ تھوڑے عرصہ سے مولوی عبدالکریم نے ایک رجسٹر آمدنی چندہ کا بنایا ہے ۔ یہ نہیں کہہ سکتا کب سے میرے پاس چندہ کی کوئی یادداشت نہیں ہے اور نہ میں لایا ہوں عبدالکریم والی کتاب عبدالکریم لایا ہے میں نہیں لایا۔

جرح ۔ وکیل مستغیث جرح نہیں کرتے۔

۱۹۔ اگست ۱۹۰۳ء ۔ دستخط رائے چندو لعل مجسٹریٹ درجہ اول ۔ العبد مرزا غلام احمد

فیصلہ: بعدالت لالہ آتما رام مہتہ

اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور

مولوی کرم الدین ولد مولوی صدر الدین قوم آوان ساکن موضع بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم مستغیث ۔ بنام مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور مستغاث علیہم ۔ جرم زیر دفعہ ۵۰۰ ، ۵۰۱، ۵۰۲

یہ مقدمہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں دائر کیا گیا تھا اور اس ضلع میں بموجب حکم چیف کورٹ ۲۹ ؟ جون ۱۹۰۳ء کو منتقل ہوا ۔ اس مقدمہ میں ایک غیر معمولی عرصہ تک طول کھینچا کسی قدر تو مجسٹریٹوں کی تبدیلیوں کی وجہ سے طوالت ہوئی اور زیادہ تر فریقین کی طوالت کے باعث ۔

یہ مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کا زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ملزم نمبرا پر ہے اور زیر دفعہ ۵۰۱ ، و ۵۰۲ تعزیرات ہند ملزم نمبر ۲ پر ۔

فریقین مسلمان ہیں اور مذہبی اختلاف کی وجہ سے شمشیر بکف ہیں ۔ مستغیث اس فرقہ

سے ہے جس کا سرپرست پیر مہر علی شاہ ساکن گولڑہ ضلع راولپنڈی میں ایک مشہور آدمی ہے۔ یہ فرقہ اپنے پرانے مذہبی اعتقادات کا پورا معتقد ہے۔

ملزم نمبر ا، ایک نئے فرقہ کا جس کا نام احمدی یا مرزائی ہے بانی اور مذہبی پیشوا ہے اور اس کے بہت سے مرید ہیں۔ اس کا دعوی ہے کہ میں پیغمبر مسیح موعود ہوں اور خدا تعالی سے مجھے مکالمہ حاصل ہے اور مجھے الہام یا وحی اس کی طرف سے اترتی ہے۔ اپنے اس دعوی کی تائید میں وہ وقتاً فوقتاً پیش گوئیاں کرتا رہتا ہے۔

ملزم نمبر ۲ ملزم نمبر ا کے خاص مریدوں میں سے ہے نیز مطبع ضیاء الاسلام واقعہ قادیان ضلع گورداسپور کا مالک ہے۔

دوسرا فریق ملزم نمبر ا، اور اسکے معاونین کے دعاوی کی تردید کرتا رہتا ہے

۱۹۰۱ء میں ملزم نمبر ا یعنی مرزا غلام احمد نے ایک کتاب عربی زبان میں جس کا نام اعجاز المسیح (مسیح کا معجزہ) ہے طبع کی ہے۔ اس میں اس نے کل دنیا کو مخاطب کیا کہ اس کی فصاحت کے برابر کوئی شخص کتاب لکھ دے اور ساتھ ہی بطور پیش گوئی کے یہ دھمکی دی ہے کہ جو شخص ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کرے گا وہ زندہ نہیں رہے گا۔ مگر اس کے مقابلہ میں پیر مہر علی شاہ ساکن گولڑہ نے ایک کتاب مسمی بہ سیف چشتیائی (چشتی کی تلوار) تالیف کی اور شائع کی۔

اس کی تردید میں مرزا غلام احمد ملزم نمبر ا نے ایک کتاب لکھنی شروع کی جس کا نام نزول المسیح (مسیح کا اترنا) رکھا۔

۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزا غلام احمد ملزم نے ایک اور کتاب شائع کی جس کا نام مواہب الرحمٰن ہے جو ملزم نمبر ۲ کے مطبع واقع قادیان میں چھپی۔ یہ کتاب مقدمہ کی اصل بناء ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں مذہبی رنگ میں لکھی گئی ہے اور بین السطور فارسی میں ترجمہ کیا ہوا ہے۔ مضمون بنا استغاثہ صفحہ ۱۲۹ پر درج ہے اور ذیل کا اقتباس جو لیا گیا ہے مضمون بنا استغاثہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس میں ملزم اس طرح لکھتا ہے:

میری نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ خداوند تعالی نے مجھے ایک لئیم آدمی اور اس کے بہتان عظیم سے اطلاع دی اور مجھے الہام کیا کہ مذکورہ بالا آدمی میری عزت کو نقصان پہنچائے گا اور مجھے خوش خبری بھی دی گئی تھی کہ وہ بدی میرے دشمن پر پڑے گی جو کہ

الکذاب المہین ہے۔

لئیم اور بہتان عظیم کے الفاظ اس عربی کتاب کی پانچویں اور آٹھویں سطر میں ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ مستغیث کی ازالہ حیثیت عرفی کرتے ہیں، اور ملزم نے مستغیث کی عزت کو نقصان پہنچانے کی نیت سے چھاپے ہیں۔

ملزم نمبر ا نے اقرار کیا ہے کہ وہ اس کتاب کا مصنف ہے اور یہ کہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو چھاپی گئی اور ۱۷ جنوری کو جہلم میں تقسیم کی گئی۔ اور یہ بھی اقرار کیا ہے کہ الفاظ زیر بحث مستغیث کی نسبت استعمال کئے گئے ہیں اور یہ کہ الفاظ بنفسہ مزیل حیثیت ہیں۔

ملزم نمبر ۲ تسلیم کرتا ہے کہ یہ کتاب اس کے مطبع میں اور اس کے زیر اہتمام چھاپی گئی ہے اور اس نے اس کی جلدیں فروخت کیں۔

فرد قرارداد جرم برخلاف ملزمان زیر دفعہ ۵۰۰، و ۵۰۱، و ۵۰۲ تعزیرات ہند مرتب کی گئی۔ ہر دو ملزم ارتکاب جرم سے انکاری ہیں اور وہ حسب ذیل صفائی پیش کرتے ہیں:

الف۔ یہ کہ مستغیث نے اپنے آپ کو جھوٹا اور دھوکہ باز، جعل ساز، بہتان گو وغیرہ سراج الاخبار کے مضمونوں میں جو اس نے ۶، اور ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء؟ کو اخبار مذکور میں دیئے مشہور کرنے سے اپنی تمام عزت ضائع کر دی ہے۔ اور یہ کہ جب اس کی کوئی عزت باقی نہیں رہی تو مستغیث کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ کہتا کہ عوام میں اس کی عزت کم ہو گئی ہے کیونکہ کوئی عزت باقی نہ رہی تھی جو کم ہوتی۔

ب۔ بفرض محال اگر مستغیث کی کچھ عزت ہے بھی جس کا ازالہ ہو سکتا تھا تاہم زیر مستثنیات نمبر ۱، ۳، ۶، ۹ دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند ملزم کا یہ کام درست و حق بجانب ہے۔

ج۔ الفاظ زیر بحث ان الفاظ کے جواب میں کہے گئے ہیں جو مستغیث نے خود سراج الاخبار میں استعمال کئے ہیں۔

آئندہ واقعات کے انکشاف اور مقدمہ کو آسان کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک مختصر بیان ان واقعات کا لکھا جاوے جو فریقین کے درمیان واقعہ ہوئے۔

نزول المسیح کی تالیف کے اثناء میں مرزا اور اس کے دو مریدوں کو بھین سے چند خطوط پہنچے جو مستغیث کی جائے سکونت ہے۔ جو خطوط ایک دوسرے مقدمے کی مسل میں شامل ہیں (فضل دین بنام کرم دین جرم زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند) اور جو بظاہر ثابت ہوا ہے

کہ بعض تو اسی مستغیث کے لکھے ہوئے تھے اور کچھ مستغیث کے شاگرد شہاب الدین کے لکھے ہوئے (دیکھو فیصلہ عدالت ہذا بمقدمہ یعقوب علی بنام کرم دین وفقیر محمد)۔ یہ خطوط حقیقت میں ایک بڑی حکمت عملی پر مبنی تھے جو مرزا کی پیش گوئیوں اور الہاموں کے دعاوی کو آزمانے کے لئے برتی گئی۔ گو بظاہر ان سے یہ غرض معلوم ہوتی تھی کہ پیر مہر علی کی تصنیف سیف چشتیائی کے علمی سرقہ کے ظاہر کرنے میں معاون ہوں۔ یہ خطوط مرزا نے اس وجہ سے اپنی کتاب نزول المسیح میں شائع کئے (عدالت کا یہ نوٹ قابل غور ہے مرزا جی کا مقدمہ بازی کا سوانگ کھڑا کرنے سے اصل منصوبہ یہ تھا کہ پیر مہر علی کی نسبت یہ اقدام ثابت ہو جائے کہ آپ نے کتاب سیف چشتیائی میں مضامین فیضی کا سرقہ کیا ہے مقدمہ بازی کی ساری تکالیف برداشت کرنے اور اخراجات کثیر کا زیر بار ہونے کو مرزائی پارٹی نے اسی غرض کے لئے گوارا کیا تھا اور عدالت سے اسی امر کا فیصلہ کرانا مطلوب تھا۔ اور اس امر کے ثبوت میں وہ خطوط شامل مسل کرائے گئے تھے، جو مولوی کرم دین کی طرف منسوب کئے جاتے تھے لیکن ہمیں سخت افسوس ہوا کہ مرزا جی اور ان کی امت نے اس مدعا میں سخت ناکامی حاصل کی۔ عدالت نے یہ فیصلہ تو دیا کہ خطوط کرم الدین کے لکھے ہوئے ہیں گو عدالت کا ایسا قرار دینا بھی محض قیاسات پر مبنی تھا، لیکن ساتھ ہی اس امر کا فیصلہ بھی فرما دیا کہ ان خطوط میں یہ لکھا جانا کہ پیر صاحب نے فیضی کے کسی مضمون کو سیف چشتیائی میں نقل کیا ہے محض مرزا کے الہام اور پیش گوئیوں کے امتحان کی غرض سے تھا اس کے الہام اس کو اصلیت کا بھی کچھ پتہ دیتے ہیں یا نہیں۔ اب مرزائی دوست خود ہی اس امر کا فیصلہ کریں کہ ان کے پیرو مرشد اس مقدمہ بازی میں جیتے یا ہارے۔ فیصلہ عدالت سے پیر صاحب کا سرقہ ثابت نہ ہوا۔ اور مرزا جی طرح طرح کے مصائب میں دو سال تک مارے مارے پھرے۔ آخر عدالت نے پیر صاحب کو اتہام سرقہ سے پاک قرار دیا۔ اور خطوط میں سرقہ کی شکایت محض بغرض امتحان قرار دی۔ عدالت اپیل نے بھی اس کی کوئی تردید نہیں بلکہ اپنے فیصلہ میں واقعات کی نسبت تفصیل فیصلہ ماتحت ہی کو صحیح سمجھ کر اس کا حوالہ دینا کافی سمجھا۔ اور مرزا جی اپنے حلفی بیان میں مان چکے ہیں کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ اب ان کو بروئے فیصلہ عدالت قائل ہونا چاہیے کہ پیر صاحب کی نسبت اتہام سرقہ لگانے میں وہ جھوٹے تھے۔ کرم الدین) اور یعقوب علی نے جو مرزا کا مرید ہے اور اڈیٹر بھی ہے اپنے اخبار الحکم مورخہ ۱۷ستمبر ۱۹۰۲ء میں کاتبوں کے نام پر شائع کر دیئے۔ اس اخبار میں ایک مضمون بھی تھا جس میں محمد حسن فیضی کی وفات پر جو مستغیث کا بہنوئی اور

تایا زاد بھائی ہے رنجدہ لفظوں میں نکتہ چینی کی گئی تھی ۔ اس کے بعد سراج الا خبار جہلم میں ۶ ، اور ۱۳ ۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو دو مضمون مستغیث کی دستخطی چھاپے گئے ۔ ایک نثر میں تھا دوسرا نظم میں جو ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم کی تردید میں تھی ۔ انہوں نے فریقین کے درمیان مقدمات کرا دیئے ۔

اس کے تھوڑا ہی عرصہ پہلے یعنی ۱۶ ۔ اگست ۱۹۰۲ء کو بمقام جہلم ان دو مخالف فریقوں میں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ایک مذہبی مباحثہ ہوا ۔ اس مباحثہ میں ایک طرف مستغیث اور ایک اور آدمی تھا اور دوسری طرف مبارک علی اور ایک اور آدمی تھا ۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس علمی جھگڑہ میں آخر الذکر کو شکست ہوئی (مرزا جی نے مقدمہ بازی کر کے عدالت سے اس امر کا بھی ناطق فیصلہ کرا لیا کہ مباحثہ جہلم میں مرزائی جماعت شکست یاب ہوئی ۔ اور مرزا صاحب حلفاً اقرار کر چکے ہیں کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے ۔ کرم دین) ۔ اس شکست نے جلتی آگ پر اور لکڑیاں ڈالیں ۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مستغیث نے ملزم نمبر ۲ یا یعقوب علی اڈیٹر الحکم کے نام ایک گم نام کارڈ بھیجا جس میں ان کو دھمکی دی کہ میں تم کو اس مضمون کی وجہ سے جو تم نے اپنے اخبار میں لکھا ہے عدالت میں کھینچونگا ۔ ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو فضل دین نے جو ملزم نمبر ۲ ہے ایک استغاثہ بنام مستغیث زیر دفعہ ۴۱۷ ۔ ۴۲۰ تعزیرات ہند گورداسپور میں دائر کیا ۔ ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مستغیث نے دو استغاثے زیر دفعہ ۵۰۰ ، ۵۰۱ ، ۵۰۲ تعزیرات ہند بنام موجودہ مستغیث وفقیر محمد جو کہ اڈیٹر و مالک سراج الا خبار جہلم ہے دائر کیا ۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو مستغیث کے مقدمات جہلم میں پیش ہوئے جہاں کہ ملزم نمبر ا نے کتاب مواہب الرحمٰن کی اشاعت کی ۔

اس سے پہلے کہ ان عذرات پر جو صفائی کی طرف سے پیش ہوئے ہیں بحث کی جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ استغاثہ کردہ کے معنی صاف کئے جائیں ۔ تمام الفاظ جو استغاثہ کردہ ہیں وہ برے معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں اس بات کو فریقین مانتے ہیں ۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ کس درجہ کی برائی کو وہ پہنچتے ہیں ۔ مستغیث تو ان کے معنوں کی تعبیر مبالغہ آمیز طرز میں کرتا ہے اور ملزم ان کے معمولی معنی بیان کرتا ہے ۔ مثلاً لئیم کا لفظ ایک فریق بیان کرتا ہے کہ اس کے معنی کمینہ اور پیدائشی کمینہ کے ہیں دوسرا فریق اس کے معنی صرف کمینہ کرتا ہے ۔

بہتان عظیم کے معنی بڑا اور حیران کرنے والا جھوٹ ہے، اور ایک بڑا بہتان لگانے والا یا افتراء کرنے والا ہے،

اور کذاب المہین کے معنی ایک بڑا اور عادی جھوٹا اور بہتان باندھنے والا ہے۔ اور جھوٹا اور اہانت کرنے والا ہے۔

دونوں طرف سے سندات پیش ہوئی ہیں جو ہر ایک فریق کے معنی کی تائید کرتے ہیں۔ ہم ان الفاظ کو سخت معنوں میں لینے کی طرف مائل ہیں۔ اور یہ صرف دیسی عربی سندات کی بنا پر ہی نہیں (ڈکشنریاں اور قواعد کی کتابیں جن کا حوالہ مستغیث نے دیا ہے) بلکہ ان معنوں کی بنیاد پر بھی جن میں خود کتاب کے مصنف نے ان الفاظ کو اور جگہ بھی استعمال کیا ہے۔ اور نیز مصنف کے دل کی اس حالت کی بنیاد پر بھی جس وقت مصنف اس کتاب کو لکھ رہا تھا۔ لفظ لئیم ایک بڑی حقارت کا لفظ ہے ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس میں تمام برائیاں مستقل طور پر پائی جاتی ہوں اور یہ لفظ ملزم نمبر ایک نے مصر کے فرعون کی بابت استعمال کیا ہے جس نے اپنے آپ کو خدا مشتہر کیا۔ اور شیطان اور گدھے کی نسبت بھی۔ بہتان عظیم بلحاظ اپنے ماخذ کے اس آدمی کو کہتے ہیں جو جھوٹے اور سخت قسم کے الزام لگانے کا عادی ہو۔ کذاب کا لفظ مبالغہ کا صیغہ ہے اور یہ بڑے یا عادی جھوٹے کے معنی ظاہر کرتا ہے۔ المہین کے معنی اہانت کنندہ یعنی توہین کرنیوالا ہے۔

مضمون صفحہ ۱۲۹۔۱۳۰ کو غور سے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ مصنف نے جب ان دونوں صفحوں کو لکھا اس وقت سخت رنج وغصہ اور کینہ میں مبتلا تھا جیسا کہ آگے چل کر بتلایا جائے گا۔ فریقین میں اس وقت سخت دشمنی تھی اور کوشش کرتے تھے کہ ایک دوسرے کا گلا کاٹ ڈالیں۔ ایسے حالات میں یہ امید نہیں ہوسکتی کہ مصنف اعتدال اور صفائی کو برتتا۔

اب صفائی کے عذرات وغیرہ اس امر کے فرض کر لینے پر مبنی ہیں کہ سراج الاخبار کے ۶ ،اور ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے مضامین اور صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ مواہب الرحمٰن کے متن کو باہم تعلق ہے۔ دراصل یہ عذر اٹھایا گیا ہے کہ الفاظ استغاثہ کردہ جو مواہب الرحمٰن میں ہیں ان الفاظ پر مبنی ہیں جو کہ مستغیث نے اپنے مضمونوں میں لکھا کہ ملزم نمبر ۱، اور اسکی جماعت پر حملے کئے ہیں، لیکن واقعہ میں یہ بات نہیں ہے۔ ذیل کے دلائل ان عذرات کی تردید کرتے ہیں:

اول: ذرا سا بھی حوالہ صریحاً یا کنایۃً قریبی یا بعیدی ان مضامین کی طرف نہیں ہے جو سراج الاخبار ۶، اور ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ہیں، یا ان کے مدعا کی طرف۔

دوم: مضامین کے سخت معنوں کے لحاظ سے اور بنظر اس مدعا کے جو اپنی جماعت کو بچانے کے لئے یا اپنے چال چلن کو ان الزاموں سے پاک کرنے کے لئے ضروری تھی یہ بہت غیر اغلب ہے اگر غیر ممکن نہ ہو کہ مصنف بالکل کوئی اشارہ صریحاً یا معناً ان کی طرف یا ان خطوط کی طرف نہ کرنا جو الحکم میں شائع ہوئے۔

سوم: اس کتاب (مواہب الرحمٰن) کے صفحہ ۱۲۶۔ ۱۲۷ پر مصنف نے محمد حسن کی موت کو بطور پیش گوئی بیان کیا ہے۔ لیکن ایسا بیان ممکن نہیں ہے کہ وہ لکھتا اگر سراج الاخبار کا مضمون اس کے دل میں ہوتا کیونکہ سراج الاخبار کے مضامین میں اس بیان کی تردید کر دی گئی تھی۔ دیکھو ملزم کا بیان جو اس نے ۲۹۔ اگست ۱۹۰۳ء کو دیا ہے جو اس مقدمہ کی مسل میں شامل ہے جو زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند ہے۔

چہارم: ملزم کو اس بات کا یقین نہ تھا کہ خطوط کے مضمون جو الحکم میں چھپے تھے اور وہ مضامین جو سراج الاخبار میں چھپے ہیں درست ہیں اپنے دل کی ایسی حالت میں مصنف ممکن نہ تھا ایسے خیالات ظاہر کرنے کی جرأت کرتا جو اس کتاب کے صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ میں ہیں جیسا کہ اس نے ظاہر کئے ہیں۔

پنجم: ملزم نمبر ا سراج الاخبار کے مضمونوں کی بنا پر کس طرح الزام لگا سکتا تھا جب کہ ان مضمونوں کے مصنف کا قرار دینا زیر بحث تھا اور یہ امر عدالت نے فیصلہ کرنا تھا جو ابھی عدالت نے نہ کیا تھا۔

ششم: سراج الاخبار کے مضمون ماہ اکتوبر کے آغاز میں لکھے گئے۔ وہ صفحات جن میں مزیل حیثیت عبارت ہے قریباً چار ماہ کے بعد نکلے اگر یہ صفحے ان مضامین کے جواب میں لکھے گئے تھے تو یہ ضروری تھا کہ اس سے بہت پہلے لکھے جاتے۔

ہفتم۔ اب کتاب پر غور کرو اور دیکھو کہ وہ کیا کہتی ہے۔ یہ ملزم کے بیان کی تردید کرتی ہے۔ صفحہ ۱۲۹۔ ۱۳۰ کے متن سے اس امر کی کافی شہادت ہے کہ یہ سراج الاخبار کے خطوط کے جواب میں نہیں لکھے گئے کیونکہ اس عبارت میں ان کی بابت کوئی ذرہ بھی اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ ان مقدمات کی طرف اشارہ ہے جو مستغیث نے جہلم میں دائر

کئے۔سطر ۶ صفحہ ۱۲۹ میں مقدمات کا صاف حوالہ ہے(عربی یا فارسی) جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میں (ملزم نمبر ۱) ایک عدالت میں گرفتار ہوکر حاضر ہوں گا کیونکہ ملزم کے نام وارنٹ جاری ہوا تھا۔اور.. صفحہ ۱۳۰ میں مستغیث نے جو مقدمہ دائر کیا تھا اس کا صاف ذکر ہے اور مستغیث کا نام صفحہ ۱۲۹ کی سطر ۱۰ میں لکھ دیا ہے اور ۱۲۹ کی سطر ۵ میں ان تین وکلاء کا حوالہ دیا ہے جو مستغیث نے کئے تھے اور سطر ۲ صفحہ ۱۳۰ میں بھی ذکر ہے اور صفحہ ۱۲۹ کی سطر ۴ میں مقدمات دائر کرنے کی غرض منجانب مستغیث لکھی ہے اور اس صفحہ کی سطر ۵ میں وکلاء کرنے کی غرض مندرج ہے۔اور استغاثوں کی فتح یابی سے جو نتائج ہونے ممکن تھے ان کی طرف اشارہ صفحہ ۱۲۹ کی اخیر سطر میں اور صفحہ ۱۳۰ کی پہلی سطر میں ہے۔مقدمہ کا نتیجہ (یعنی اپنی آخری فتح) صفحہ ۱۲۹ سطر ۷ میں بیان کی گئی ہے کیونکہ مقدمے فارغ ہو چکے تھے صفحہ ۱۲۹ کی سطر ۱۰ میں استغاثہ دائر کرنے کا وقت ایک سال بعد اس پیش گوئی کے بیان کیا گیا ہے۔یہ پیش گوئی ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء کو شائع کی گئی اور یہ مقدمات ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو دائر کئے گئے۔صفحہ ۱۳۰ کی سطر ۷ میں مصنف بڑی خوشی سے شائع کرتا ہے کہ وہ جیلخانہ میں نہیں جائے گا اور نہ ہی کالے پانی کو بھیجا جائے گا اور آخری سطر میں تسلیم کرتا ہے کہ مستغیث کی اس حرکت سے اس کو غصہ آ گیا تھا۔

ہشتم: ایک اور امر بھی ہے جو میرے نتیجہ کی تائید کرتا ہے مستغیث نے اپنے مقدمات جہلم میں ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو دائر کئے اور ملزم نمبر ۱ نے اپنی کتاب کے صفحات ۱۲۹، ۱۳۰ جنوری، ۱۲، ۱۳ یا ۱۴، ۱۹۰۳ء کو تالیف کی اور یہ کتاب ۱۴ تاریخ کو شائع کی اور ۱۷ ماہ مذکور کو جہلم میں تقسیم کی، یعنی اس دن جب کہ مقدمات کی پیشی تھی۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ان مقدمات اور اس کتاب میں باہمی تعلق ہے۔مستغیث کے مقدمات بر خلاف ملزم دائر تھے۔ملزم وارنٹ کے ذریعہ گرفتار ہوکر عدالت میں حاضر ہوا اور یہ توہین، تکلیف، تردد، بے عزتی، ذلت وغیرہ کے موجبات تھے۔ان سب امور کی شکایت کی گئی ہے۔

نہم: مستغیث کے استغاثہ جات جہلم کے جواب میں ملزم مضحکہ خیز اور سفلہ جرأت کرتا ہے کہ کتاب کے ان صفحات اور سراج الاخبار ۶، اور ۱۳، اکتوبر ۱۹۰۲ء کے درمیان تعلق ثابت کیا جائے اور اس غرض کیلئے دھینگا زوری کی دور از قیاس تاویلات پیش کرتا ہے

جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گواہوں کے بیانات کے اختلاف سے بہت قابل ذلت ناکامی کا منہ ملزم نے دیکھا مواہب الرحمٰن کی مزیل حیثیت عبارت اور سراج الاخبار کے مضامین یا خطوط میں مطلقاً تعلق نہ ہونیکی وجہ سے صفائی کا پہلا عذر بالکل خاک میں مل جاتا ہے۔
اب دوسرے عذر کی بابت ذکر ہوتا ہے جن میں مستثنیات پر بھروسہ کیا گیا ہے۔ وہ ایک ،تین ، چھ ،نو ، ہیں۔
الف ۔ان تمام مستثنیات پر اعتبار کرنے سے یہ فرض کرنا پڑتا ہے کہ ملزم کا فعل سراج الاخبار جہلم کے مضامین کی بنیاد پر ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ۔لیکن صفائی سے یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔
ب ۔ پہلے استثنا کی بابت یہ ضرورت ہے کہ وہ عبارت جس میں الزام لگایا گیا ہے وہ سچی ہونی چاہیے ۔اور اس سے پبلک کا فائدہ ہو۔اس امر کو صفائی سے ملزم ثابت نہیں کرسکا ۔جہلم کے اخبار کے علاوہ کوئی دوسرا امر نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ مستغیث کسی ایسی حرکت کا مرتکب ہوا جس کی رو سے بطور شریف اور راست باز آدمی کے اب عزت نہیں رہی اور وہ ان خطابات کا مستحق ہو گیا ہے جو اس پر لگائے گئے ہیں ۔ اور یہ خیال کرنا ایک امر محال ہے کہ ایسی مزیل حیثیت اشاعت سے کون سا پبلک کا فائدہ نکلا ہے
ج۔ سراج الاخبار کے علاوہ کوئی دیگر حوالہ نہیں دیا گیا جس کی وجہ سے عوام کو مستغیث کی نسبت رائے لگانے کا حق حاصل ہو گیا ہے۔
د ۔ پہلے استغاثہ کے علاوہ دیگر مستثنیات میں نیک نیتی ایک بڑی ضروری جزو ہے۔ ذیل کے واقعات سے نیک نیتی کا نہ ہونا اور بد نیتی کا پایا جانا ثابت ہوتا ہے۔
اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مستغیث کی ملزم کے ساتھ دوستی تھی اور اس نے اس کو چند خطوط مدد کا وعدہ کرتے ہوئے لکھے لیکن اس کا ..وعدہ الٹا نکلا۔ ۲۶ ۔اگست ۱۹۰۲ء کو مستغیث اور ملزم کے مریدوں کے درمیان ایک مذہبی مباحثہ جہلم میں واقعہ ہو گیا جس میں آخر الذکر غالباً شکست یاب ہوئے ۔ ۱۷ستمبر ۱۹۰۲ء کو الحکم میں جو ملزم کا ایک آرگن ہے اس میں چند خطوط مستغیث کی طرف سے چھپے نیز ایک مضمون رنجدہ الفاظ میں جس میں رشتہ دار مستغیث مسمی فیضی کی موت کا ذکر تھا نکلا ۔ملزم نمبر ا نے یہ خطوط نزول المسیح میں مستغیث کے نام پر چھاپ دیئے ۔ یہ سب کچھ مستغیث کی ہدایت کے برخلاف کیا گیا

کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا نام ظاہر کیا جاوے۔

اکتوبر۱۹۰۲ء میں مستغیث نے دو مضمون سراج الاخبار جہلم میں الحکم کی تردید میں دیئے یہ مضامین مرزا اوراس کی جماعت کو بڑے ناپسند اور رنجدہ ثابت ہوئے۔مستغیث نے ایک گمنام کارڈ بھی قادیان میں بھیجا کہ جس میں ملزم کو عدالت میں کھینچنے کی دھمکی دی۔ اس کے بعد ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو ملزم نمبر۲ نے ایک مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند دائر کیا ۔ ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مستغیث نے دو مقدمہ جہلم میں زیر دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱ تعزیرات ہند ملزم اور دیگران پر عائد کئے۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو یعقوب علی اڈیٹر الحکم نے ایک مقدمہ مستغیث اور فقیر محمد اڈیٹر سراج الاخبار پر دائر کیا۔

فریقین کے درمیان مقدمہ بازی کی نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی جبکہ مواہب الرحمٰن تالیف کی گئی اور دنیا کے سامنے پیش کی گئی۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو مستغیث کے مقدمات کی پیشی مقرر ہوگئی۔ اور ملزم کو بذریعہ وارنٹ حاضر ہونے کا حکم ہوا۔ وہ مستغیث کی ان حرکات پر نہایت مایوس اور آزردہ ہوئے جس کو انہوں نے اپنی غلطی سے بڑا مفید اور معاون اور دوست خیال کیا تھا لیکن آخرکار اس کو خوفناک دشمن بھیس بدلے ہوئے پایا۔ یہ سب باتیں مصنف کے دل میں کھٹک رہی تھیں جب کہ اس نے یہ مزیل حیثیت مضمون لکھا اور چھاپا، وہ جلدی جو مصنف نے تالیف کی تکمیل میں ۱۴ جنوری کو دکھائی، اس غرض کے واسطے کہ وہ ۱۷ جنوری کو جہلم میں لوگوں کے ان گروہوں کے درمیان تقسیم کرے جو ان مقدمات کو دیکھنے آئے ہوئے تھے۔اس سے اس کی اصل منشاء کا پتہ ملتا ہے جس نے اس کو اس کام پر آمادہ کیا تھا۔

مذکورہ بالا مقدمات کے بعد اور مقدمہ بازی بڑھی۔ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو مستغیث نے یہ مقدمہ دائر کیا۔ اور جون ۱۹۰۳ء کو ملزم نمبر۲، ایک اور استغاثہ زیر دفعہ ... تعزیرات ہند مستغیث کے برخلاف دائر کیا۔ملزم کے دل کی حالت اس امر سے معلوم کی جاسکتی ہے کہ اس نے مستغیث کے وکلاء کو ٹٹوؤں سے اور انکے محنتانہ کو گھاس سے مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۳۰ میں نسبت دی ہے ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کو دوڑ رہے تھے نیک نیتی کہاں تھی؟

باقی تمام مقدمہ ڈسمس ہو چکے ہیں یہ ملزم کا کام تھا کہ نیک نیتی ثابت کرتا۔قانون میں

نیک نیتی کے معنی مناسب احتیاط وتوجہ لکھے ہیں لیکن نیک نیتی کی بابت کوئی کوشش نہیں کی گئی سوائے سراج الاخبار کے حوالہ کے جو کہ یہی رنج دینے کی وجہ تھی ۔فریقین کے باہمی تعلقات کی کشیدگی کے لحاظ سے اس امر کی توقع کرنا غیر ممکن اور دوراز قیاس تھا۔

تحت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ملزم نمبرا سراج الاخبار کے مضمونوں کو سچا سمجھتا تھا کیونکہ دیر تک مستغیث نے اس کی تردید نہیں کی اور یہ کہ اسی یقین پر مستغیث کے بارے میں اس نے مزیل حیثیت الفاظ کو استعمال کیا ۔ یہ حجت بالکل غلط ہے ملزم نمبرا کے اپنے بیان سے جو اس نے ۱۹۔ اگست ۱۹۰۳ء کو جو کہ مقدمہ ۴۲۰ تعزیرات ہند کی مسل میں ہے ،اس کی تردید ہوتی ہے ۔اس بیان میں اس نے تسلیم کرلیا ہے کہ سراج الاخبار ۶ ۔۱۳ ، اکتوبر ۱۹۰۲ء کے مضامین شائع ہونے کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ میرا وہ اعتبار اور یقین غلط تھا۔ پھر کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک سمجھ دار آدمی مزیل حیثیت عبارت اس اعتبار سے لکھے جو کہ چاہ ماہ پہلے ہی غلط ثابت ہو چکا ہو۔ پھر وہ آدمی کس طرح نیک نیتی کا دعوی کرسکتا ہے جس نے انہیں الفاظ پر جو ایر (زیر؟) استغاثہ ہیں اکتفا کر کے اپنی دشمنی کو صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے ۔ اور تین جگہوں میں کہتا ہے کہ وہ میرا سخت دشمن ہے اور اس کے علاوہ صفحہ ۱۳۰ مواہب الرحمٰن میں اور الفاظ بھی جو مزیل حیثیت ہیں استعمال کرتا ہے ۔ مثلاً شریر، جاہل، غبی، شقی ۔

ملزم نمبرا ، اسی صفحہ کی اخیر سطر میں تسلیم کرتا ہے کہ مستغیث نے مجھے غصہ دلایا ۔ علاوہ ازیں ملزم نمبرا نے شہادت کے اثنا میں مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند میں بیان کیا کہ میں مستغیث کو صرف اس وقت سے جانتا ہوں کہ جب کہ اس کو کمرہ عدالت میں دیکھا ۔ یہ موقعہ پہلی دفعہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو بمقام جہلم ہوا۔اس بیان سے پایا جاتا ہے کہ ملزم مستغیث سے اس تاریخ سے پہلے کوئی ذاتی واقفیت نہیں رکھتا تھا۔۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو اس کتاب کی تصنیف کی تاریخ سے اس کو کیونکر معلوم ہوا کہ مستغیث لئیم، بہتان عظیم، الکذاب المہین تھا۔البتہ نبوت اور وحی کی طاقت سے وہ اس بات کا دعوی کر سکتا تھا لیکن ایسا بیان تک نہیں کیا گیا، ثابت کرنا تو کجا رہا۔

جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ باہم دشمنی ہے اور ملزم کو دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی مستثنیات کے مفاد سے محروم ہوتا ہے۔

صفائی کا تیسرا عذر بھی پہلے عذر کے ساتھ خاک میں مل جاتا ہے۔ حسب تجویز بالا علاوہ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ الفاظ زیر استغاثہ سراج الاخبار کے جواب میں لکھے گئے ہیں کیونکہ یہ الفاظ وہاں واقع ہی نہیں ہیں۔ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مستغیث اپنے علاقہ میں ایک معزز آدمی ہے اور یہ کہ مولوی صاحب عربی علم و ادب اور علوم دینیہ کا فاضل ہے اور جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا مالک اور حکام اس کی عزت کرتے ہیں، ایک مذہبی کتاب میں جو مسلمانوں کے استعمال کے واسطے چھاپی گئی ہے اس کو ایک ایسے آدمی کے طور پر ظاہر کرنا جو پیدائشی کمینہ ہو، بڑا ہی عادی جھوٹا ہو، بڑا بہتان لگانے والا ہو، یہ ایک سخت قسم کا الزام ہے جس سے اس پر ہمیشہ کے لئے دھبہ لگتا ہے کہ وہ کمینہ بدچلن آدمی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاں الفاظ مزیل حیثیت استعمال کئے گئے ہیں اور جن سے ظاہرا جرم قائم ہوسکتا ہے تو ان کا چھپانا ہی ظاہر کرتا ہے کہ باہم دشمنی تھی جو اصول استثناء نمبر۴ میں قائم کیا گیا ہے وہ مقدمہ ہذا کے متعلق نہیں بلکہ ایسے موقع پر عاید ہوسکتا ہے جہاں کہ الفاظ کے معنوں میں شک ہو (جلد ۹۔ الہ آباد صفحہ ۴۲۰ تعزیرات ہند نیلسن ص ۵۰۸، لیکن اس مقدمہ میں الفاظ استغاثہ کردہ کے معنوں کی بابت کوئی شبہ نہیں۔ دفعہ ۴۹۹ کے بموجب صریح مزیل حیثیت ہیں، اور یہ کہ جلدی یا غصہ میں لکھے گئے ہیں ملزمان اس کے بالکل جواب دہ ہیں پھر ضابطہ فوجداری کے صفحہ ۶۷۲، اور ۶۷۳ میں لکھا ہے کہ جب کوئی آدمی کوئی تحریر چھاپے جو کہ درست نہ ہو جیسا کہ اس مقدمہ میں ہے تو قانون یہ خیال کرے گا کہ اس نے دشمنی سے ایسا کیا ہے اور یہ جرم ہوگا۔ یہ غیر ضروری ہے کہ اس بارہ میں زیادہ ثبوت نیت کا دیا جائے۔ تعزیرات ہند کے بموجب یہ خیال کیا جاوے گا کہ اس نے نقصان پہنچانے کے ارادہ سے یا جان بوجھ کر یا اس بات کا یقین کرکے کہ یہ مستغیث کی عزت کو ضرور نقصان پہنچائے گا، ایسا کیا۔

میں نیلسن صاحب اپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۸۷۶ پر بیان کرتا ہے کہ:

ہر ایک آدمی قیاس کیا گیا ہے کہ اپنے قدرتی اور معمولی کاموں کے نتیجہ کا ذمہ دار ہوتا اگر تشہیر کا میلان مستغیث کو نقصان دہ ہو تو قانون خیال کرے گا کہ ملزم نے اس کے چھاپنے سے ارادہ کیا ہے کہ اس سے مستغیث کو نقصان پہنچے۔

پھر یہی مصنف صفحہ ۹۰۱ پر لکھتا ہے کہ:

کسی کی ذاتیات اور پرائیویٹ رائے رفاہ عام میں داخل نہیں ۔ پبلک میں ثابت شدہ افعال پر رائے زنی کرنا ، یا سرکاری ملازم کی کاروائی پر سختی سے نکتہ چینی کرنا ، ایک اور بات ہے ۔ اور بد چلنی کے افعال کا اسے مجرم بیان کرنا ایک دوسری شئے ہے ۔

پھر رتن لعل رام چند داس اپنے قانون میں جو اس نے نیلسن پر لکھا ہے اس کے صفحہ ۲۰۴ میں ذیل کے فقروں میں یہی لکھتا ہے کہ :

کوئی اشارہ کمینگی یا شریر منشاء کا یا نا معقول یا بد چلن کا بغیر کسی بنیاد کے نہیں ہونا چاہیے ۔ یہ کوئی صفائی نہیں کہ ملزم ایمانداری سے سچے طور پر یقین کرتا تھا کہ یہ الزام سچا ہے ۔ ایک نکتہ چین کو ہر وقت اختیار ہے کہ وہ مصنف کی رائے یا خیالات پر نکتہ چینی کرے لیکن اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی آدمی کے چال چلن پر ہتک آمیز ریمارک کرے ۔

لعل چند اپنی تعزیرات ہند میں اس طور پر ذیل کی سطور میں لکھتا ہے :

کسی آدمی کے افعال اچھے ہوں یا برے ، اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں جب تک کہ وہ اس پر وارد ہوں ، کسی کو حق نہیں کہ ان کو لوگوں کے سامنے پیش کرے ۔ ہر ایک آدمی قانونی حق رکھتا ہے کہ جو کچھ اس کے متعلق ہے اسی کے متعلق ہے ، خواہ وہ روپئے ہوں یا خیالات ہوں خواہ اخلاقی افعال ہوں ۔

آجر ، اپنے لائبل اور سلینڈر میں صفحہ ۵۶ پر لکھتا ہے :

اگر کوئی آدمی مستغیث کے ذاتیات پر بلا ضرورت حملہ کرے تو وہ جواب نہیں ہوسکتا ، کونٹر چارج ہو جاتا ہے ۔ اور اگر مزیل حیثیت ہو تو لائبل ہو جاتا ہے ۔ ایک اخبار میں تشہیر کرنے کی طرز سے نیک نیتی کا سوال پیدا ہوسکتا ہے اور ملزم کو ان مستثنیات کے مفاد سے محروم کرسکتا ۔ ذیل کے اقتباس میں بیان کیا گیا ہے ۔

نیلسن اپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۵۹۱ میں لکھتا ہے :

ایک سچا الزام یا جھوٹا الزام لگایا جاوے یا چھاپ دیا جاوے جو پبلک کے فائدہ کے واسطے ہو تو وہ بھی بوجہ طرز تشہیر اور اخبارات لکھنے والے کو مفاد مستثنیات سے محروم کرسکتا ہے اس صورت میں کہ جب کہ یہ تشہیر مفاد عام کے لئے ہو یعنی یہ کہ عوام الناس کے ایک طبقہ کے مفاد کے لئے تو بھی مستثنیات اول کی رعایت کالعدم ہو جاتی ہے ۔

اگر واقعات مذکورہ کو متعلقین کی نسبت زیادہ وسیع دائرہ ناظرین تک وہ واقعات پہنچائے

جائیں ایسے رویہ سے یہ تجویز قرار پاسکتی ہے کہ بیان مذکورعوام الناس کے فائدہ کے لئے نہ تھا، جن کے روبرو بیان مذکورپیش کرنا مطلوب تھا۔

لال چنداپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۶۳۶ میں اسی رائے کی تائید کرتا ہے جوحسب ذیل الفاظ میں ظاہر کی گئی ہے:

مثلاً اگرکوئی شخص اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے کوئی بیان مزیل حیثیت عرفی کسی اخبار میں چھپوائے جیسا کہ مقدمات مدراس میں ہوا ہے، تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بیان مذکور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے نیک نیتی سے مشتہر کیا گیا تھا جس سے کہ مستغیث کی حیثیت کونقصان پہنچانا بے احتیاطی یالا پرواہی سے نہ ازروئے کینہ کےلکھا گیا گیا تھا۔ مقدمات مدراس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ جوطرز تشہیر کی اختیار کی گئی ہے وہ غیرضروری ہے اوراپنی رعایت قانونی سے بڑھ کر قدم مارا ہے اس لئے ملزم محفوظ نہیں۔ دیکھو مدراس جلد ۵ ص ۲۱۴ وجلد ۶ ص ۳۸۱۔

اس رائے کی تائید جلد ۱۹ بمبئی صفحہ ۷۰۳ سے ہوتی ہے جہاں کہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ تشہیر سے مفاد عامہ منظور نہ تھا کیونکہ اخبار میں تشہیر کی گئی تھی۔

مقدمہ ہذا میں جملہ ضروری اجزاء جرم ازالہ حیثیت عرفی موجود ہیں۔ اتہامات سخت قسم کے لگا کر مستغیث کے چال چلن پرمشتہر بایں ارادہ کئے گئے ہیں کہ اس کی حیثیت عرفی کونقصان پہنچے، کھلے کھلےطور پر وہ بیانات مزیل حیثیت عرفی ہیں اور ہم وطنوں کی نگاہ میں مستغیث کی قدر ومنزلت کوان سے نقصان پہنچتا ہے۔ یہ الزامات بے بنیاد ہیں اور ازراہ کینہ لگائے گئے ہیں اورایک مذہبی کتاب میں جوعام مسلمانوں کے استعمال کے لئے ہے مشتہر کئے گئے ہیں۔ نیک نیتی ان میں بالکل نام کونہیں۔

القصہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کوملزم نمبر ۱ نے ایک کتاب مواہب الرحمٰن تصنیف کی اوراسے مشتہر کیا۔ ملزم نمبر ۲ نے اسے چھاپ کرفروخت کیا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کوکتاب مذکور بمقام جہلم تقسیم کی گئی جہاں کہ مستغیث نے ملزمان کے برخلاف مقدمات کئے ہوئے تھے اوران کی سماعت ہورہی تھی۔ ملزمان بذریعہ وارنٹ وہاں حاضر ہوئے تھے۔ اس کتاب میں ایسے الفاظ موجود ہیں جن کوسادہ معنوں میں اگرلیا جاوے تو بھی مزیل حیثیت عرفی ہیں کیونکہ سخت قسم کے اتہام چال چلن مستغیث پران میں لگائے گئے ہیں

۔ بروئے رعایات تشریح ومستثنیات دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند جو صفائی پیش کی گئی ہے وہ بالکل ناکام رہتی ہے بموجب سند کتاب آجر درباره لائیبل صفحہ ۵ ؟ ایسے الفاظ قابل مواخذہ ہوا کرتے ہیں ۔ اگر وہ الفاظ جھوٹے اور مزیل حیثیت ہوں خواہ سہواً یا اتفاقیہ طور پر ان کی تشہیر ہو جائے یا خواہ نیک نیتی کے ساتھ ان کو سچا سمجھ کر ان کی تشہیر کی جاوے صفحہ ۱۸۴ کتاب مذکور میں مندرج ہے کہ اگر کسی شخص کو ایک خط بدیں اختیار ملے کہ اس کی تشہیر کی جائے تو تشہیر کنندہ بری الذمہ نہ ہوگا ۔ اگر اسے کسی اخبار میں مشتہر کرے جب کہ الفاظ لائبل والے اس میں ہوں ۔ پس ثابت ہوا کہ ملزم نمبر ا مجرم زیر دفعہ ۵۰۰ ، اور ملزم نمبر ۲ زیر دفعہ ۵۰۱ ، ۵۰۲ تعزیرات ہند ہے ۔ اور ان کو ان جرائم کا مجرم تحریر ہذا کی رو سے قرار دیا جاتا ہے ۔

اب فیصلہ کرنا نسبت سزا کے رہا ۔ مدعا سزا کا صرف یہی نہیں ہوتا کہ مجرم کو بدلہ اس کے فعل کا دیا جائے بلکہ اس کو آئندہ کے لئے ایسے جرم سے روکنے کا منشاء ہوتا ہے ۔ صورت ہذا میں ایک خفیف جرمانہ سے یہ مطلب حاصل نہیں ہوسکتا ۔ خفیف رقم جرمانہ کی موثر اور رکاوٹ پیدا کرنے والی نہ ہوگی اور غالباً ملزم اسے محسوس نہ کرے گا ۔ ہر روز اسے بیشمار چندہ پیروؤں سے آتا ہے جو ملزم کے لئے ہر قسم کے ایثار کرنے کو تیار ہیں ۔ ان حالات میں تھوڑا سا جرمانہ کرنے سے ایک خاص گروہ کو جو بے گناہوں کا ہے سزا ہوگی ۔ دراصل اصلی مجرمان پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑے گا ۔

ملزم نمبر ایک کی عمر اور حیثیت کا خیال کر کے ہم اس کے ساتھ رعایت برتیں گے ۔ ملزم نمبر ایک اس امر میں مشہور ہے کہ وہ سخت اشتعال دہ تحریرات اپنے مخالفوں کے برخلاف لکھا کرتا ہے اگر اس کے اس میلان طبع کو برمحل نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقص پیدا ہوگا ۔ ۱۸۹۷ء میں کپتان ڈگلس نے ملزم کو ہیچو قسم تحریرات سے باز رہنے کے لئے فہمائش کی تھی ۔ پھر ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا کہ ہیچو قسم نقض امن والے فعلوں سے باز رہے گا ۔

نظر بر حالات ایک معقول تعداد جرمانہ کی ملزم نمبر ایک پر ہونی چاہیے اور ملزم نمبر دو پر اس سے کچھ کم ۔

لہذا حکم ہوا کہ ملزم نمبر ایک ۵۰۰ روپیہ جرمانہ دے اور ملزم نمبر دو ، ۲۰۰ روپیہ ۔ ورنہ اول

الذکر چھ ماہ اور آخر الذکر دو ماہ قید محض میں رہیں۔

حکم سنایا گیا۔ ۸۔اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ دستخط حاکم عدالت

} مرزا صاحب نے عدالت مسٹر ہری سیشن جج قسمت امرتسر ۵ نومبر ۱۹۰۴ء کو اپیل داخل کیا۔اور اپیل میں علاوہ دیگر عذرات کے اپنی کبر سنی اور واجب الرحم حالت جتا کر ان مصائب کا جو دوران مقدمہ میں آپ کو نصیب ہوئیں شکوہ کیا اور اس بات کا رونا روئے کہ مجسٹریٹ نے دوران مقدمہ میں ان کے بڑھاپے پر کوئی رحم نہیں کیا اور طرح طرح کی صعوبات میں مبتلا رکھ کر آخر کار ایک سنگین سزا بھی دے دی۔

اپیل کی آخری پیشی ۷ جنوری ۱۹۰۵ء کو قرار پائی۔سیشن جج نے مستغیث کو بھی نوٹس دے دیا تھا۔چنانچہ مستغیث اصالتاً اور ملزمان کی طرف سے مسٹر بیچی ایڈووکیٹ و خواجہ کمال الدین پیش ہوئے۔جانبین کی بحث سننے کے بعد سیشن جج نے اپیل ملزمان کو منظور کیا اور واپسی جرمانہ کا حکم دیا۔

معاونین دوران مقدمہ

تازیانہ عبرت میں مولوی کرم الدین صاحب نے ان بزرگوں کا ذکر بھی کیا ہے جنہوں نے دوران مقدمات ان سے تعاون کیا۔ ہم اس تحریر کو ملخصاً نقل کئے دیتے ہیں کہ اس تحریر سے تحریک ختم نبوت کے اس دور کے چند کارکنوں کا تعارف ہوتا ہے۔مولوی صاحب لکھتے ہیں:

ہم ان مخلص احباب و اعوان اور مہربانوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس نازک وقت میں محض اخوت اسلامی سے ہم سے ہمدردی کی اور حتی الوسع قلبی جانی مالی معاونت سے دریغ نہ فرمایا جزاھم اللہ خیر الجزاء۔چونکہ فریق مخالف کے جانباز مرید اس موقعہ پر روپؤں کا مینہ برسا رہے تھے اور ہر طرف سے ہزاروں کی تعداد میں دھڑا دھڑ درہم و دینار آ رہے تھے اس لئے ہم اپنی اکیلی مالی طاقت سے ان کا مقابلہ کس طرح کر سکتے تھے لیکن پھر بھی ہم نے کسی صاحب کے سامنے دست سوال دراز ہرگز نہ کیا اور جو کچھ اپنے پاس تھا اس کو بے دریغ خرچ کرتے رہے لیکن خدائے کریم نے بعض ہمدردان اسلام کے دلوں میں تحریک پیدا کر دی وہ بدوں ہمارے کہنے کے ہماری مدد کرنے لگے اور جس طرح سے ہو سکا انہوں نے ہماری معاونت کی۔

سلطان راجہ جہانداد خان سی ایس آئی کے نام نامی سے اسلامی دنیا عموماً واقف ہے اور

جو بلحاظ حسبی نسبی فضائل کے مستغنی عن التعریف والتوصیف ہیں آپ دنیوی اقتدار کی رو سے ممتاز ہونے کے علاوہ علمی کمالات میں بھی اعلیٰ پایہ رکھتے ہیں خصوصاً علم عربی میں آپ کو پوری مہارت حاصل ہے۔قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے لگیں تو سننے والے کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں مسلمان روٴساء میں سے میں نے علوم عربیہ کا ایسا کوئی فاضل پنجاب میں نہیں دیکھا یہی باعث ہے کہ آپ اہل علم کی قدر کرتے ہیں اور علماء دین کی تعظیم فرماتے ہیں اوائل میں جب مرزا نے اپنی چند کتابیں تائید اسلام میں شائع کیں اور اپنا دعویٰ صرف ملہمیت مجددیت تک محدود رکھا تو راجہ صاحب کو مرزا جی سے حسن ظن تھا اور انہوں نے ان کو بہت کچھ مالی امداد بخشی تھی۔مرزا جی بھی اس زمانہ میں آپ کے مداح تھے اور اپنی چند تصانیف میں ان کو ملہم من اللہ مانتے رہے۔لیکن راجہ صاحب نے جب مرزا جی کا دعویٰ رسالت ونبوت ان کی بعض مصنفات میں کھلے طور سے لکھا ہوا دیکھا تو فوراً کہہ اٹھے انا بریء منہ و من معتقدا تہ۔اس وقت سے آپ مرزا جی کے دعاوی سے سخت متنفر ہیں۔جناب ممدوح کو ہمارے خاندان سے خاص محبت وشفقت ہے اور ہم پر ہمیشہ نظر عنایت رکھتے ہیں میرے بھائی محمد حسن فیضی سے آپ کو خاص محبت تھی اور مرحوم کے کئی ایک عربی فارسی قصائد میں آپ کا ذکر خیر پایا جاتا ہے۔اس مرحوم کے بیٹے فیض الحسن دار العلوم نعمانیہ میں تعلیم پاتے ہیں راجہ صاحب کی طرف سے وقتاً فوقتاً ان کو بھی کافی مدد پہنچتی رہتی ہے۔

ممدوح الصدر کی طرف سے ہمیں سب سے بڑھ کر مقدمات کے اثنا میں مالی مدد پہنچتی رہی اور نیز آپ کے قابل قدر مشوروں سے ہم مستفید ہوتے رہے۔ہم صاحب ممدوح کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کافی الفاظ نہیں پاتے۔

(یہ راجہ صاحب جیسا کہ معلوم ہوتا ہے ابتداء میں قادیانیت کے ہمدرد تھے۔ان کی وفات پر قادیانیوں نے بھی اظہار افسوس کیا تھا جیسا کہ انہوں نے لکھا:

راجہ جہان داد خان چیف آف گکھڑ ۱۸ نومبر عید کے دن رات کو دس بجے اس جہان فانی سے رخصت ہوئے انا للہ و انا الیہ را جعون۔کہا جاتا ہے کہ راجہ صاحب کی موت عارضہ قلب کے باعث یکا یک واقع ہوئی۔کچھ شک نہیں کہ راجہ صاحب کی وفات ہندو پنجاب کے مسلمانوں کی مادی حیثیت سے مسلمانوں کے لئے ایک سخت صدمہ ہے اور ان کی جونا مرگی پر واقعی قلق ہوتا ہے۔راجہ صاحب وہی بزرگ ہیں جو سلسلہ عالیہ کے لئے ایک نشان تھے جو چودھویں صدی والا بزرگ کے نام سے ہماری جماعت میں مشہور ہیں۔

انہوں نے براہ راست مرزا صاحب کی قبولیت دعا کی اطلاع پا کر اپنے جرم کا اقرار کر کے مرزا صاحب کے حضور نہایت تذلل اور انکسار کے ساتھ عفو تقصیر چاہی اور حضرت نے نہایت فراخ دلی سے معاف کر دیا۔ اس کے بعد افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ بعض گردو پیش کی صحبتوں نے انہیں خدا کے راست باز برگزیدہ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دیا لیکن وہ الحکم ہمیشہ پڑھتے رہے جس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ دل چسپی رکھتے تھے مگر دنیا کے تعلقات کے لمبے سلسلے نے انہیں پورے طور پر مستفیض ہونے کا موقع نہ دیا بہرحال اب جب کہ وہ اس غدار دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ان کا معاملہ اللہ تعالی سے ہے اللہ تعالی ان پر اپنا فضل کرے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل دے۔ آمین۔ اخبار الحکم قادیان ۳۰ نومبر ۱۹۰۶ء ص ۶۔ بہاء)

جن دیگر مسلمان بھائیوں نے اس موقعہ پر اسلامی ہمدردی کی رو سے ہماری مالی اعانت کی اس میں مسلمانان جہلم، لاہور اور مسلمانان گورداسپور کا نمبر اول ہے۔ بالخصوص مسلمانان گورداسپور کی مہربانی کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے کہ انہوں نے ہم سے بہت اچھا سلوک کیا اور ہم باوجود مسافرت کے گورداسپور میں وطن سے زیادہ بآرام رہے۔ ابتداء میں جب مقدمات جہلم سے منتقل ہو کر گورداسپور میں گئے تو ہمارے دلوں کو سخت تشویش تھی کہ اس قدر دور دراز مسافرت پر جانا ایک سخت مصیبت ہے، اور ہمارے فریق مخالف کو ہر طرح سے وہاں امن و آرام حاصل ہوگا۔ لیکن گورداسپوریوں نے ہم سے وہ حسن سلوک کیا کہ ہم کو گھر سے بڑھ کر وہاں آرام و راحت معلوم ہوتی تھی اور مرزائی پارٹی کو وہاں اس قدر تکالیف کی شکایت تھی کہ الحکم کو اخبار میں لکھنا پڑا کہ مکان تک ان کو وقت سے کرایہ پر نہ ملا۔ جناب میر احمد شاہ وکیل بٹالہ، شیخ نبی بخش وکیل گورداسپور نے اسلامی اخوت کا وہ نمونہ دکھایا کہ مدۃ العمر ہمیں یاد رہے گا۔ صاحب مقدم الذکر اپنے خرچ پر گورداسپور میں جاتے رہے اور بلا فیس وغیرہ پیروی کرتے رہے۔ ایسا ہی صاحب موخر الذکر اپنے سب مقدمے چھوڑ کر بلا فیس ہمارے مقدمات میں کئی کئی دن اجلاس عدالت میں گذارتے رہے۔ الغرض ان دونوں حضرات نے قانون پیشہ اصحاب کے زمرہ میں داخل ہو مروت و احسان کا اعلی نمونہ دکھایا باوجودیکہ ہم سے کسی قسم کا سابقہ تعارف نہ تھا کسی قسم کے طمع اور فائدہ کی توقع نہ تھی لیکن ہمیں غریب الوطن سمجھ کر صرف للہی ہمدردی دکھائی ہم ان کی عنایات کا کسی طرح سے بھی شکریہ ادا نہیں کر سکتے جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

ایک اور صاحب لالہ مولامل وکیل نے بھی ہماری بہت مدد کی اور صرف برائے نام فیس

پر پیروی مقدمات میں انہوں نے کمال سرگرمی دکھائی خدا ان کو خوش رکھے۔

ایک صاحب خواجہ عبدالرحمٰن ایجنٹ شیخ علی احمد وکیل نے جو کچھ ہم سے ہمدردی کی اس کا شکریہ ہم سے ادا نہیں ہوسکتا۔ ہماری جماعت کے جس قدر اشخاص ہوتے تھے سب کے لئے کھانا پکانے کی تکلیف آپ کے ذمہ تھی اور چار پائیاں بستر وغیرہ کا سارا انتظام ان کے سپرد تھا اور بھی کئی تکالیف ان کے ذمہ تھیں لیکن اس جوانمرد نے اس کام کو اس خوبی سے اخیر تک نبھاہا کہ باید وشاید جزاہ اللہ خیراً۔ خواجہ صاحب کا ایک فرزند رشید خواجہ عبدالحی جو اس وقت سکول میں تعلیم پاتا تھا اب تکمیل علوم عربیہ کے بعد جامعہ ملیہ دہلی میں شیخ التفسیر ہے ہم عزیز خواجہ کی ترقی اور ترقی مراتب کے لئے دست بدعا ہیں اللھم زد فزد

اور دو صاحبان مولوی اللہ دتا و علی محمد خیاط سوہل ضلع گورداسپور کی ہمدردی کے بھی ہم مشکور ہیں جتنا عرصہ مقدمہ رہا آپ اپنا سب کام چھوڑ کر وہاں ہی رہے اور حتی الوسع ہمارے ممدو معاون بنے رہے (اے خدا تو ان کو جزائے خیر عطا فرما)

ایک مولوی صاحب مولوی عبدالسبحان صاحب ساکن گلیانہ ضلع گجرات جو مسانیاں تحصیل بٹالہ میں معلم سادات کرام تھے۔ سب کاروبار چھوڑ کر ہمارے ساتھ رہے اور اخیر تک رفاقت کو نبھاہا جزاہ اللہ۔

دوران مقدمہ میں چند مخلص ہم وطن گورداسپور میں میرے رفیق و ہمدم رہے ان میں مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال، مولوی محمد حسن قاضی تحصیل جہلم بطور گواہان استغاثہ اور مولوی پیر منور شاہ ساکن نلہ پیراں تحصیل جہلم و مولوی حکیم غلام محی الدین ساکن دیالی (سرگڈھن) بطور گواہان صفائی طلب کرائے گئے تھے۔

پیر مہر علی شاہ کی خاص توجہ ہمارے شامل حال تھی اور آپ ہی کی دعا برکت سے ہمارے جملہ مراحل کامیابی سے طے ہوتے رہے۔

ایک دوسرے اہل کمال مولوی فتح محمد ساکن جنڈی ضلع گورداسپور تھے۔ آپ فی الواقعہ ایک خدا رسیدہ اہل باطن کامل بزرگ تھے۔ آپ کو ہمارے حال پر خاص توجہ تھی اور ہمیشہ دعا فرماتے آپ کی طرف سے ہمیں مالی امداد بھی معقول ملتی رہی۔

جن دنوں چیف کورٹ لاہور میں درخواست ہائے انتقال مقدمات جانبین سے گذری ہوئی تھیں مرزائیوں کی درخواست تھی کہ مقدمات گورداسپور میں ہوں اور ہماری درخواست تھی کہ جہلم

میں اتفاقاً انارکلی میں مجھے مجذوب فقیر مل گئے جن کے بدن کے کپڑے میلے کچیلے پھٹے پرانے اور سر کے بال بکھرے ہوئے تھے مجھ سے پوچھنے لگے کہ جوان تم کون ہو کہاں کے رہنے والے ہو یہاں کیا کام ہے چونکہ میں متفکر تھا دوسرے روز چیف کورٹ میں پیشی تھی کچھ سادہ جواب دے کر ٹالنا چاہا کہ فقیر میں جہلم کا رہنے والا ہوں یہاں کچھ اپنا کام ہے۔فرمانے لگے کام ہے ہم سے چھپاتے ہو ۔تمہارا قادیانی سے مقدمہ ہے چیف کورٹ میں تمہاری درخواستیں ہیں تم چاہتے ہو کہ مقدمہ جہلم میں ہو وہ چاہتے ہیں گورداسپور میں ہو۔تمہاری درخواست نامنظور ہوگی اور مقدمات گورداسپور میں ہوں گے خدا کو منظور ہے کہ مفتری علی اللہ کو اس کے گھر میں ذلیل کیا جائے۔یاد رکھو آخر کار تم فتح یاب ہو گے اس کو ذلت کے بعد ذلت ہوگی اس وقت تمام اہل اللہ تمہارے لئے دست بدعا ہیں یہ تمہارا اور مرزا کا مقابلہ نہیں بلکہ یہ اسلام و کفر کا مقابلہ ہے۔..تائید الٰہی تمہارے شامل حال رہے گی تم کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔مخالف طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوگا۔

(تازیانہ عبرت ملخصاً و مختصراً آغاز تا ص ۲۰۱)

قادیانی جہلمی مقدمات

بروایت قادیان

مولوی کرم الدین وغیرہ کے ساتھ قادیانیوں کی جو مقدمہ بازی ہوئی اس کی کاروائی وقتاً فوقتاً قادیانی اخبارات الحکم والبدر میں بھی شائع ہوتی رہی۔ ذیل میں اس سلسلہ مقدمات میں قادیانی روایات قادیانی اخبارات سے نقل کی جاتی ہیں۔

{ اڈیٹر اخبار الحکم قادیان، شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

ہمارا پہلا مقدمہ: ناظرین کو معلوم ہے کہ سیف چشتیائی کے متعلق ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم میں بعض خطوط کی بنا پر جو مولوی کرالدین ساکن بھیں اور ان کے شاگرد میاں شہاب الدین کی طرف سے قادیان پہنچے تھے ایک مضمون لکھا گیا تھا اس پر فریق مخالف میں بہت کچھ کھلبلی مچی اور مولوی کرم الدین نے اپنی بریت وصفائی کیلئے سراج الاخبار جہلم میں ایک مضمون شائع کر دیا جس کا منشا اور مفہوم یہ تھا کہ مولوی مذکور نے ان خطوط کے بھیجنے کے متعلق جس قدر کاروائی کی ہے وہ ایک فریب اور دھوکہ تھا۔ اس پر حکیم فضل الدین مالک ومہتمم ضیاء الاسلام قادیان نے اپنے قانونی حقوق سے فائدہ اٹھا کر بذریعہ عدالت چاری جوئی کی اور مولوی کرم الدین پر زیر دفعہ ۴۱۷۔ ایک نالش کر دی جس میں وارنٹ ضمانتی مولوی موصوف کے نام جاری ہو گیا مگر صرف سراج الاخبار کے اڈیٹر پر بہ حیثیت گواہ سمن کی تعمیل ہوئی باقیوں کی تعمیل نہیں ہوئی۔ پیر مہر علی شاہ بعذر بیماری حاضر نہ ہوئے۔ انہوں نے لکھا کہ میں اس قدر بیمار ہوں کہ چارپائی سے اٹھ نہیں سکتا۔ اور مکرر سمن اور وارنٹ گواہوں اور مستغاث علیہ کے نام جاری ہوئے اور تاریخ مقدمہ ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔

مولوی فقیر محمد گواہ نے پیش ہو کر وہ اصل کاغذات حوالہ عدالت کر دیئے جو اس نے اپنے اخبار میں چھاپے تھے۔

ہم پر مقدمہ: اب فریق مخالف کی کیفیت سنئے۔ ناظرین بخوبی آگاہ ہیں کہ بالمقابل نالش آج کل کے زمانہ کی ایک سنت ہوگئی جب جہلم میں یہ خبر پہنچی کہ نالش ہوئی ہے مولوی کرم الدین نے بھی دو استغاثہ زیر دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱۔ وغیرہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اڈیٹر الحکم، حکیم فضل الدین و مولوی عبد اللہ کشمیری پر دائر کر دیئے اور وارنٹ ضمانتی وہاں کی عدالت سے جاری ہو کر ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء تاریخ پہلی پیشی مقرر ہوئی۔

ہمارا دوسرا مقدمہ: سراج الاخبار جہلم میں جو خطوط مولوی کرم الدین کی طرف سے شائع ہوئے تھے وہ چونکہ اڈیٹر الحکم کی حیثیت عرفی کے مزیل تھے، الحکم کی عزت و وقعت کے لحاظ سے ہم نے قرین مصلحت سمجھا کہ عدالت سے مدد لیں، اور ان مضامین کے متعلق جو قانونی حقوق ہم نے محفوظ رکھے تھے ان سے استفادہ کرنا چاہا۔ چنانچہ گورداسپور میں مولوی کرم الدین اور مولوی فقیر محمد اڈیٹر و مالک سراج الاخبار جہلم پر اڈیٹر الحکم کی طرف سے زیر دفعہ ۵۰۰۔ ۵۰۱ وغیرہ استغاثہ دائر کیا گیا جس میں وارنٹ ضمانتی پانچ پانچ سو روپیہ مولوی کرم الدین اور مولوی فقیر محمد کے نام جاری ہو گئے ہیں اور تاریخ پیشی ۲۱ جنوری ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی..

گورداسپور سے فارغ ہو کر خواجہ (کمال الدین) صاحب جہلم بغرض معائنہ تشریف لے گئے اور ساتھ ہی مناسب کاروائی کے بعد یہ حکم بھی لے آئے کہ مرزا صاحب کا وارنٹ بلا تعمیل واپس آجائے چنانچہ یہ روبکار قبل از تعمیل وارنٹ پہنچ گئی۔

(اخبار الحکم قادیان۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۷)

شیخ یعقوب علی تراب نے لکھا ہے: {

مولوی کرم الدین مستغاث علیہ نے دونوں مقدمات میں چیف کورٹ میں درخواست دی ہوئی تھی کہ وہ مقدمات گورداسپور سے منتقل ہو کر جہلم چلے جاویں چنانچہ چیفکورٹ میں ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۳ء تاریخ مقرر ہوئی تھی لیکن کثرت کار کی وجہ سے یہ مقدمہ اس روز پیش نہ ہو سکا اور پھر ۲۰۔ اپریل پر ملتوی ہوا لیکن اس روز بھی اسی وجہ سے پیش نہ ہوا اور ۲۱۔ اپریل کو پیش ہوا۔ ہماری طرف سے خواجہ کمال الدین اور مسٹر اورٹیل پیروکار تھے۔ مولوی کرم الدین کی طرف سے مولوی فضل الدین پلیڈر تھے جو بیمار ہونے کے باعث حاضر عدالت عالیہ نہ ہو سکے اور پھر ان کی بجائے منشی حکم چند وکیل پیش ہوئے۔ آخر

معمولی بحث کے بعد چیف کورٹ سے مولوی کرم الدین کی درخواست نامنظور اور مسترد ہوئی یعنی یہ قرار پایا کہ مقدمات گورداسپور ہی میں ہوں۔

اب گورداسپور میں باقاعدہ مقدمہ شروع ہوگا۔ جو مقدمہ جہلم میں مولوی کرم الدین صاحب نے اپنی ذاتی توہین کے متعلق مرزا صاحب اور حکیم فضل الدین کے خلاف دائر کیا ہوا تھا اور جس میں بڑی شیخی کے ساتھ نااہلوں کے جھوٹ کی نجاست اور جھوٹ بولنے کی وعید سے خوف نہ کھا کر شائع کیا تھا کہ وارنٹ نکلے ہیں، اس کے انتقال کے لئے چیف کورٹ میں درخواست دائر کر دی گئی ہے کہ یہ مقدمہ بھی گورداسپور میں ہی ہونا چاہیے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۳)

} نقل بیان مولوی کرم دین مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء مشمولہ مثل فوجداری اجلاسی رائے سنسار چند اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر با اختیار مجسٹریٹ درجہ اول صدر جہلم نمبر مقدمہ ۴۔ مرجوعہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء فیصلہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء موقع جہلم

مولوی کرم الدین ولد مولوی صدر الدین ذات آوان ساکن بھیں تحصیل چکوال مستغیث۔

بنام عبداللہ کشمیری و شیخ یعقوب علی و مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور۔ ملزمان

جرم زیر دفعہ ۵۰۰، و ۵۰۱، و ۵۰۲ تعزیرات ہند

بیان کرم الدین ولد صدر الدین ذات آوان

پیشہ زمینداری و امامت و مدرس ساکن بھین باقرار صالح

میرے دادا کا نام مہر محمد ہے۔ مہر محمد کے باپ کا نام مجھ کو ٹھیک یاد نہیں۔ محمد حسن متوفی کے باپ کا نام نورحسن تھا۔ نورحسن کے باپ کا نام اللہ نور تھا اس کے باپ کا نام مجھ کو یاد نہیں ہے مگر اس قدر معلوم ہے کہ مہر محمد کا باپ اور اللہ نور کا باپ حقیقی بھائی تھے۔ محمد حسن کے تین پسران ہیں اس کی عورت بھی ہے وہ میری حقیقی ہمشیرہ ہے۔ محمد حسن کا ایک بیٹا سولہ، سترہ سال کا ہوگا، باقی دونوں بہت چھوٹے ہیں۔ نورحسن زندہ ہے مگر ضعیف العمر اور بیمار ہے۔ محمد حسن کا کوئی بھائی نہیں ہے۔

سوال وکیل مستغیث: جواب دیا، محمد حسن کے لڑکے میرے زیر اہتمام ہیں۔ محمد حسن متوفی کا ماتم میں نے کیا ہے یعنی میں نے ہی محمد حسن کے جنازہ کے واسطے لوگوں کو بلایا

اور میں نے ہی ماتم کا خرچ کیا اور میرے پاس ہی لوگ ماتم پرسی کو آئے۔ محمد حسن کا گور وکفن مین نے ہی کیا۔ اس کی ماتم پرسی کے خط میرے پاس ہی باہر سے آئے بہت سی چٹھیات میرے پاس ان کی ماتم پرسی کی معزز اشخاص کی طرف سے موجود ہیں۔ محمد حسن کا باپ نورحسن ان پڑھ ہے۔ مولوی محمد حسن کا قائم مقام اب میں ہی بطور مولوی اس علاقہ میں ہوا ہوں مجھ کو محمد حسن کے برخلاف تحریرات سے سخت رنج ہوا ہے۔

۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء۔ دستخط مجسٹریٹ درجہ اول۔ مقابلہ شد

حکم اخیر عدالت فوجداری

اجلاسی رائے سنسار چند اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر با ختیار مجسٹریٹ درجہ اول

مقام صدر جہلم نمبر مقدمہ ۴ (۴۰) مرجوعہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء فیصلہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء

مولوی کرم دین ولد مولوی صدر الدین ذات آوان ساکن بھیں تحصیل چکوال مستغیث

بنام عبداللہ کشمیری احمدی مدرس قادیان

شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم قادیان

مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور مستغاث علیھم

جرم دفعہ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲ تعزیرات ہند

تجویز عدالت: حالات اس استغاثہ اور استغاثہ نمبری (۵) کے تقریباً یکساں ہیں اس واسطے یہ حکم ان دونوں استغاثوں میں ایک مولوی کرم الدین ہے مگر ملزمان میں سے مرزا غلام احمد قادیانی و شیخ یعقوب علی دونوں ایک ہی ہیں۔ تفاوت صرف یہ ہے کہ استغاثہ نمبری ۴ میں عبداللہ کشمیری بھی ان کے ساتھ ملزم ہے۔ مگر استغاثہ نمبری ۵ میں عبداللہ کشمیری ملزم نہیں ہے۔ بلکہ بجائے اس کے حکیم فضل الدین ان کے ساتھ ملزم ہے جو کہ ۱۷ جنوری کو بوجہ عدم تعمیل وارنٹ حاضر نہیں ہوا۔

۲۔ مستغیث کا بیان ہے کہ مولوی محمد حسن فیضی اس کا حقیقی بہنوئی تھا کہ جواب مر گیا ہے اور مشہور ومعروف عالم و فاضل تھا اس کی نسبت ملزمان نے ہتک آمیز کلمات تحریر اور شائع کئے جن کا ذکر اس نے اپنے ہر دو استغاثہ جات میں مفصل درج کیا ہے۔ پس اب ملزمان پر مواخذہ زیر دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند کیا جاوے۔

۳۔ مستغیث کا جو بیان نسبت اس کی رشتہ داری اور تعلق ہمراہ مولوی محمد حسن فیضی متوفی لیا گیا تو اس کا یہ بیان ہے کہ وہ محمد حسن متوفی کا حقیقی سالا ہے یعنی محمد حسن متوفی کی عورت اس کی ہمشیرہ حقیقی ہے اور کہ اس کا پڑ دادا اور محمد حسن متوفی کا پڑ دادا حقیقی بھائی تھے۔ یہ بھی اس کا بیان ہے کہ محمد حسن متوفی کا باپ نور حسن ان پڑھ ہے وہ بھی اب تک زندہ ہے اور کہ اس کی عورت یعنی حقیقی ہمشیرہ مستغیث اور محمد حسن کی تین لڑکیاں جو ابھی نابالغ ہیں وہ بھی زندہ اور موجود ہیں اور اس کی سر پرستی میں رہتی ہیں اور کہ وہ بھی اس کی خبر گیری کرتا ہے اور کہ اس نے محمد حسن متوفی کی ماتم داری اور تجہیز وتکفین کیا تھا اور کہ اسی کے پاس لوگ اس کی ماتم پرسی کے لئے آئے تھے۔

۴۔ پس اب اس مرحلہ پر وکلا ملزمان نے یہ سوال پیدا کیا کہ بہ موجودگی بیوہ و پدر و پسران محمد حسن متوفی مستغیث کو جو محض سالا متوفی ہے یا پانچ پشت دور کا رشتہ دار اس کا ہے، کوئی منصب دائری استغاثہ جات ہذا ہے۔ لہذا یہ استغاثہ جات خارج ہو کر ملزمان رہا ہونے چاہییں۔ چنانچہ فریقین کے وکلا کی بحث اس اہم اور اوائل اعتراض کے متعلق سماعت کی گئی اور اس پر کافی طور سے غور کیا گیا۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ ہماری رائے میں بلاشبہ مستغیث کو کوئی منصب دائری استغاثہ جات ہذا کا بموجودگی بیوہ پدر پسران متوفی نہیں ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں وہ وجوہات اس کے متعلق قلم بند کرتے ہیں۔

۵۔ وکلاء ملزمان کی اول حجت یہ ہے کہ زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری جس کے تحت میں ہی استغاثہ ہذا زیر باب اکیس (۲۱) ہو سکتا ہے الفاظ مظلوم شخص Aggressed Person... سے وہ شخص سمجھے جانا چاہیے کہ جو زیر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری اس جرم میں راضی نامہ بھی کر سکیں کیونکہ یہ جرم قابل راضی نامہ ہے۔ پس اگر کوئی ایسا شخص استغاثہ زیر باب اکیس زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری دائر کرے کہ جو اس جرم میں راضی نامہ نہ کر سکتا ہووے تو وہ منصب دائری اس استغاثہ کا نہیں رکھتا ہے کیونکہ پھر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری کی تعمیل نہیں ہو سکی اور جرم قابل راضی نامہ نہیں رہ سکتا حالانکہ قانون نے اس کو قابل راضی نامہ قرار دیا ہے۔ مگر ہماری رائے میں یہ دلیل وکلاء ملزمان کی درست معلوم نہیں ہوتی ہے۔ قانون نے جرم ازالہ حیثیت عرفی زیر باب ۲۱ کو جیسا کہ دیگر جرائم کو قابل راضی نامہ زیر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری صرف ان حالتوں میں قرار دیا

ہے جب کہ دفعہ مذکور کی فہرست جرائم کی خانہ نمبر ۳ کی تعمیل بھی ہو سکے اگر اس خانہ کی تعمیل نہیں ہوسکتی تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ جرم قابل راضی نامہ نہیں ہے۔ مثلاً جرم زیر دفعہ ۴۹۸ تعزیرات ہند کے لئے خاوند عورت بھی دعوی کرسکتا ہے اور وہ شخص بھی کہ جس کی حفاظت میں خاوند نے اس کو چھوڑا ہوا تھا، مگر راضی نامہ صرف خاوند ہی کر سکتا ہے۔ علی ہذا القیاس اگر کسی شخص کا چالان زیر دفعہ ۳۲۵ تعزیرات ہند کیا گیا ہو مگر بعد میں وہ مر گیا، تو استغاثہ تو اس کی نسبت پولیس کی معرفت ہی دائر ہوسکتا ہے حالانکہ اس کا راضی نامہ ایسی صورت میں نہیں ہو سکے گا۔ پس ان امور سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ ضرور نہیں کہ زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری جو مظلوم شخص دعوی ازالہ حیثیت عرفی دائر کرسکتا ہو وہ وہی شخص ہو کہ جس کا ذکر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری کی جدول جرائم کے خانہ نمبر ۳ میں کیا گیا ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں اگر ایسی عبارت کو لکھا جاوے تو یہ ہوگا کہ متذکرہ بالا امور سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شخص مظلوم مندرجہ دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری مترادف شخص ہتک شدہ مندرجہ دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری سے ہے جیسا کہ وکلاء استغاثہ بھی منتشر اور بے سروپا طور سے بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ جیسا کہ ابھی اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ مختلف اشخاص ہو سکتے ہیں اور اکثر دفعہ ہوتے ہیں علاوہ بریں اگر وکلاء ملزمان کی حجت اول کو صحیح اور درست مان لیا جاوے اور سوائے شخص ہتک شدہ کے اور کوئی شخص دائرہ استغاثہ کا منصب نہ رکھتا ہو تو پھر دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی تشریح (نمبر ۱) ایک فضول اور بے معنی عبارت ہو جاتی ہے کیونکہ پھر تو ایک متوفی کی توہین ہو جانے کی حالت میں کوئی بھی استغاثہ دائر نہ کر سکا کریگا۔ حالانکہ قانوناً ایسا استغاثہ دائر کیا جا سکتا ہے۔

پس وکلاء فریقین کی اس بحث سے ہمارا اتفاق نہیں ہے کہ شخص مظلوم مندرجہ دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری جو استغاثہ زیر باب اکیس تعزیرات ہند دائر کرسکتا ہے وہ وہی شخص ہونا چاہیے کہ جو دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری کی جدول جرائم کے خانہ نمبر ۳ میں مندرج ہے۔ ساتھ اس کے ہم وکلاء ملزمان کی اس حجت سے بھی اتفاق نہیں کرتے ہیں کہ اگر ایسا نہ مانا جاوے گا تو زیر دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری جرائم زیر باب اکیس تعزیرات ہند کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا کیونکہ ان کی حجت کے مطابق جب کہ ایک رشتہ دار متوفی کے دعوی

ازالہ حیثیت عرفی کا فیصلہ ہوا تو دوسرے رشتہ دار متوفی پر جدید دعوی دائر کر سکتا ہے مگر ہماری رائے میں دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری کے الفاظ بالکل صاف ہیں اس میں صاف مندرج ہے کہ جب کہ ایک دفعہ عدالت مجاز کے جرم کا فیصلہ کر دیگی اور ملزم بری یا سزا ب ہو جاوے گا تو انہیں واقعات پر کبھی اس کی تحقیقات اور تجویز نہیں ہو سکے گی ۔ پس نہ ختم ہونے والی سلسلہ کا خوف وکلاء ملز مان اپنی حجت اول کو ظاہر کرنے سے بیان کرتے ہیں وہ خود الفاظ دفعہ ۴۰۳ کے مطالعہ سے قطعی جاتا رہتا ہے۔ پس ان حالات میں جو اختلافات وسقم قانون کو وکلاء ملز مان بیان کرتے ہیں کہ واقعہ ہونگے اگر الفاظ مظلوم شخص مندرجہ دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری اور شخص ہتک کردہ مندرجہ دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری کو مترادف نہ مانا جاوے وہ ہماری رائے میں کوئی واقعی اور دراصل وجود نہیں رکھتی ہیں ۔

۶ ۔ البتہ اگر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری کے الفاظ مظلوم شخص کو دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی تشریح نمبر ا سے علیحدہ کر کے پڑھا جاوے تو دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری کی تعبیر میں بڑی دقت پیش آتی ہے مثلاً اگر ایک شخص متوفی جس کی کہ ہتک کی گئی ہے اس کے پسران یہی ہیں اور اس کی بیوہ یہی ہے اور علاوہ انکے اس کے دوسرے رشتہ داران قریبی مثلاً بھائی چچا اور باپ بھی ہیں اور وہ سب کے سب زیر دفعہ ۴۹۹ تشریح (ا) تعزیرات ہند ایک ہی دفعہ مختلف استغاثہ جات ازالہ حیثیت عرفی نسبت کسی شخص کے دائر کریں جیسا کہ تشریح نمبر ا دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند مذکور کے تحت وہ کر سکتی ہیں کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک کا استغاثہ دائر کر دینا دوسروں کو اس کی دائری سے روک دیوے، تو پھر سوال یہ لازمی طور سے پیدا ہوگا کہ کس کے استغاثہ کی تحقیقات ہووے اور کس کو نظر انداز کیا جائے، یا اگر ان دائر کردہ استغاثہ جات میں سے کوئی شخص مثلاً بھائی متوفی ملزم سے مل جاوے اور راضی نامہ دے دیوے (کیونکہ حسب بحث وکلا استغاثہ شخص مظلوم مندرجہ دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری زیر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری راضی نامہ دے سکتا ہے ۔ بوجہ اس کے کہ ان کی بحث کے مطابق ایسی حالت میں وہی شخص ہتک شدہ ہے) اور اس میں ملزم لامحالہ بری کیا جاوے تو پھر کیا اثر دیگر استغاثہ جات دائرہ شدہ پر ایسی بریت کا پڑے گا جب کہ زیر دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری انہیں واقعات پر کسی جرم کی تحقیقات اور تجویز اور دوبارہ نہیں ہو

سکتی اور جب کہ ایک دفعہ کوئی شخص اس سے بری یا سزا یاب ہو چکا ہے تو پھر کسی طرح سے ان دیگر استغاثہ جات کے ساتھ سلوک کیا جاوے گا یا اگر یہ مان لیا جاوے کہ وہ شخص راضی نامہ نہیں دے سکتا مگر اگر وہ دانستہ یا نادانستہ اپنے استغاثہ کو خارج ہونے دے اور ملزم کو اسی طرح بری کراوے، تو کیا اثر اس کی ایسی کاروائی سے دیگر استغاثہ جات متدائرہ پر پڑے گا کیونکہ ایسی حالت میں ایک مقابلتاً دور کا رشتہ دار اپنے فعل سے کسی متوفی ہتک شدہ کے اپنے سے زیادہ قریبی اور قدرتی رشتہ داران مثلاً بیوہ یا پسران یا باپ کو ان جائز حقوق یعنی دائری مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی سے اور اس کے متعلق انصاف حاصل کرنے سے محروم کر سکتا ہے کہ جو واقعی بڑا ظلم اور قانون فوجداری کے تحت بے قاعدگی ہوگی۔ یا اگر متوفی کا پسر اور بیوہ جو سب سے قریب ترین رشتہ متوفیہ سے رکھتی ہوں اور جو قدرتاً استغاثہ ازالہ حیثیت عرفی دائر کرنے کیلئے سب سے زیادہ اور سب سے اول مستحق ہوں مگر خواہ ملزم سے مل کر یا کسی دیگر بواعث سے وہ ایسا دعوی اور استغاثہ دائر نہ کرنا چاہتے ہوں اور نہ ان الفاظ کو جو متوفی کی نسبت تحریر کی گئی ہیں وہ ازالہ حیثیت عرفی کی حد تک پہنچی ہوئی سمجھتی ہوں تو کیا پھر ان کی موجودگی عدم دائری استغاثہ میں ایک ان کی مقابلہ سے دور کے رشتہ دار کو منصب دائری استغاثہ زیر دفعہ ۴۹۹ تشریح (۱) ہو سکتا ہے بفرض اگر ان حالات کو مدنظر رکھا جاوے اور نیز جب کہ فیصلجات پنجاب ریکارڈ نمبری ۳۹، ۱۸۸۷ء و انڈین لاء رپورٹ الہ آباد جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۴ و انڈین لاء رپورٹ بمبئی جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۱ و جلد ۲۵ ص ۱۵۶ و انڈین لا رپورٹ مدراس جلد ۱ ص ۳۸۳ و ضابطہ فوجداری مولفہ مسٹر آئر صاحب صفحہ ۳۴۰ وغیرہ کو دیکھا جاوے جن میں ججان ہائی کورٹ نے سوائے خاوند کو مقدمہ زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند دائر کرنے کا اختیار دینے کے محض نسبت اپنی زوجہ کے بدچلن کے ہتک آمیز الفاظ بیان کئے جانے کے، کہ بوجہ اس کے کہ قانوناً ان کی ذات کو ایک مانا گیا ہے اور کسی رشتہ دار کو حق کہ باپ کو اپنی بیٹی یا دختر کی ہتک کے واسطے یا بھائی کو اپنی ہمشیرہ کی ہتک کے واسطے یا پسر کو اپنی والدہ کی ہتک کے واسطے یا بھائی کو اپنی بھاوج کی ہتک کے واسطے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ (یا) کا جو مابین اشخاص خاندان اور دیگر قریبی رشتہ داران مندرج ہے اور اس کے یہ کبھی معنی نہیں ہو سکتے کہ جب کہ متوفی شخص کے اس قسم کے دونوں رشتہ داران موجود

ہوں تو ہر دو جداگانہ استغاثہ جات ازالہ حیثیت عرفی کے ایک ہی وقت میں دائر کر سکتے ہیں یا کہ اشخاص خاندان اگر دعوی نہ کریں یا نہ کرنا چاہیں تو بھی دیگر قریبی رشتہ دار کر سکتے ہیں کیونکہ اگر اس ، یا ، لفظ کے یہ معنی لئے جاویں تو پھر وہی گڑبڑ نظارہ اس جگہ پیدا ہو جاوے گا کہ جس کی تشریح فقرہ نمبر ۶ حکم ہذا میں ہم اوپر مفصل کر آئے ہیں۔

پس ان حالات میں ہماری رائے میں لفظ ، یا ، سے مراد یہی ہو سکتی ہے۔ اور یہ ہی معنی اس کے کل عبارت تشریح نمبر ا کے ساتھ مربوط اور پیوست ہو سکتے ہیں۔ اور یہ ہی معنی اس کے متذکرہ بالا کل اختلافات اور بے قاعدگی ہائے مندرجہ فقرہ نمبر ۶ حکم ہذا کو دور کر سکتے ہیں کہ دیگر قریبی رشتہ دار کے متوفی کے صرف اس حالت میں ازالہ حیثیت عرفی کی نالش زیر دفعہ ۴۹۹ تشریح نمبر ا کر سکتی ہیں جب کہ کوئی اشخاص اہل خاندان میں اس کے موجود نہ ہوں۔ اور جب تک کہ وہ موجود ہوں تب تک دیگر قریبی رشتہ داروں کو کوئی حق استغاثہ ازالہ حیثیت عرفی دائر کرنے کا زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری نہ ہوگا۔

۹۔ اب صرف ایک امر کی نسبت تذکرہ کرنا باقی رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آیا اشخاص خاندان میں یا دیگر قریبی رشتہ داروں میں کون شخص شمار ہو سکتے ہیں اور کیا ان میں مستغیث مقدمہ ہذا شامل ہوسکتا ہے۔ مگر اول اس جگہ یہ درج کرنا ضروری ہے کہ مستغیث کے دو رشتے متوفی محمد حسن فیضی سے اس کے بیان کے مطابق پائے جاتے ہیں ایک تو وہ ان کا سالا ہے۔ اور دوم وہ اس کا یک جدی ہے پانچ پشت میں ہے۔ اب ہم خیال نہیں کر سکتے کہ لفظ خاندان و رشتہ داروں قریبی کے خواہ کوئی تعبیر کی جاوے اس میں ہی کسی کے رو سے سالا خاندان اور قریبی رشتہ داروں متوفی میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ ہماری رائے میں وہ مطلق ان دونوں لفظوں کی تعریف میں نہیں آ سکتا اور نہ عام بول چال اہل زبان میں اس کی نسبت ایسا اطلاق دیا جا سکتا ہے چنانچہ تعزیرات ہند اردو میں لفظ Family.. ترجمہ صرف اہل وعیال ہی کیا ہے بلکہ دو یک جدی اشخاص اہل اسلام کے درمیان بھی۔ کیونکہ اہل ہنود میں تو ایسے رشتے بہت دور کے تعلقات کو چھوڑ کر کئے جاتے ہیں اور ہمیشہ مختلف گوت اور خاندانوں میں بھی ہوتے ہیں ایسا رشتہ قائم ہونا ہی بذات خود بڑی بھاری دلیل اس بات کی ہو جاتی ہے کہ اب خونی تعلقات کا کچھ اثر باہمی طور سے ان میں نہیں مانا جاوے گا اور نہ رہے گا۔ اور کہ خواہ وہ کسی وقت

یک جدی ہی تھے مگر آئندہ کے واسطے وہ دو مختلف خاندان مانے جاویں گے اور متصور ہونگے پس متوفی محمد حسن کا سالا ہونے کی حیثیت میں ہماری رائے میں مستغیث ہر دو مقدمات ہذا لفظ خاندان و دیگر رشتہ داروں قریبی متوفی کے ذیل میں نہیں آ سکتا اور نہ اس کا اس سے پانچ پشت میں ملنا اس کو قریبی رشتہ داروں کی تعریف میں لا سکتا ہے۔

اب یہاں یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ ہم وکلاء استغاثہ کی اس بحث کو ماننے کے واسطے تیار نہیں کہ الفاظ خاندان یا قریبی رشتہ دار مندرجہ تشریح (۱) دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کو ان لامحدود مہمل اور بسیط معنوں میں تعبیر کیا جاوے کہ جس طرح سے وہ عام لوگوں میں استعمال کئے جاتے ہیں اور کہ جس کی رو سے ایک دس بار اں پشت کا یا اس سے بھی زیادہ دور کا یک جدی بعض دفعہ ایک خاندان میں سے کہا جا سکتا ہے کیونکہ وہ کسی زمانہ میں ایک مورث کی اولاد سے ہو چکے ہیں یا کہ جس کی رو سے ایک مشترکہ یک جدی جب تک ایک گھر میں رہے تو ایک خاندان سمجھا جاتا ہے اور جب جائیداد تقسیم کر کے علیحدہ ہو جاتا ہے تو علیحدہ خاندان میں سمجھا جاتا ہے وعلی ہذا القیاس۔ مگر ایسا کرنے سے ہم تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۹۹ کی تشریح (۱) کو بالکل مہمل بنا دیتے ہیں۔ اور اس کو ایسی وسعت دے دیتے ہیں کہ جس سے ایک شخص کے ہتک کئے جانے کا کوئی اندازہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسی حالت میں وہ شخص کہ جو شخص ہتک کردہ کی زندگی میں صرف ایک ہی استغاثہ ازالہ حیثیت عرفی کا اس کی جانب سے دائر کئے جانے کا مستوجب ہو سکتا تھا مگر اس کے مر جانے کی حالت میں ہزاروں نامعلوم اشخاص کے استغاثہ جات کے دائر کرنے کا مورد ہو سکتا ہے یعنی کہ جو شخص متوفی کے یک جدی ہونے کو ثابت کرا سکے مگر ہماری رائے میں قانون فوجداری مندرجہ دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی تشریح نمبر ایک کا ایسا وسیع اور مہمل مطلب نہیں ہو سکتا۔

لہذا وجوہات بالا ہماری رائے میں مستغیث کرم الدین کو ان ہر دو استغاثہ جات دائر کرنے کا کوئی منصب قانونی بموجودگی پسران بیوہ و پدر متوفی نہیں ہے خواہ وہ ان پڑھ ہیں یا پڑھے ہوئے اور خواہ اس کو خود زیادہ رنج ان الفاظ سے ہوا ہے کہ جو ملزمان نے متوفی محمد حسین کے بارہ میں دستاویزات متدعویہ میں درج کئے ہیں۔

۱۰۔ پس ہم ان ہر دو استغاثہ جات کو خارج کر کے داخل دفتر کرتے ہیں اور ہر سہ

ملزمان استغاثہ نمبر۴ کو اور ملزمان استغاثہ نمبر ایک و تین استغاثہ نمبر ۵ کو رہا کرتے ہیں اور ملزم نمبر۴ مندرجہ استغاثہ ۵ جو حاضر نہیں ہوا ہے اسکے برخلاف بھی اب کوئی کاروائی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں اور اس کے برخلاف استغاثہ مذکور کو زیر دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری خارج کرتے ہیں مندرجہ بالاحکم وکلاء فریقین کو سنایا گیا۔

۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء۔ دستخط رائے سنسار چند اکسٹرا اسسٹنٹ باختیا مجسٹریٹ درجہ اول

(اخبار الحکم قادیان ۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۹۔۱۰)

{ اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

ہمارے مقدمات:

مقدمات کے متعلق ۲۳۔۲۴ ستمبر ۱۹۰۳ء کی تاریخیں مقرر تھیں ۔۲۳ ستمبر کو مولوی کرم الدین کا استغاثہ جو حکیم فضل الدین کے خلاف پیش ہوا۔ حکیم فضل الدین نے ایک درخواست اپنے وکلا کی معرفت پیش کی کہ یہ مقدمہ جب تک زیر دفعہ ۴۲۰ فیصلہ نہ ہو لے ملتوی رہے کیونکہ اس مقدمہ کا انحصار ایک پہلو سے انہیں واقعات اور دستاویزات پر ہے ۔ وکلاء کی بحث کے بعد مجسٹریٹ نے مقدمہ کی تاریخ ۱۷۔ اکتوبر درخواست نامنظور کر کے مقرر کر دی۔

۲۴ ستمبر کو اڈیٹر الحکم کا مقدمہ بنام مولوی کرم الدین واڈیٹر سراج الاخبار جہلم پیش ہوا۔ ملزم نے شہادت کے موجود ہونے پر مستغیث پر بقایا جرح کرنی چاہی شہادت استغاثہ چونکہ اس تاریخ پر طلب نہیں ہوئی تھی اس لئے ۲۱ ۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء مکرر اس مقدمہ کی سماعت کے لئے مقرر ہوئی۔

مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ جس میں مولوی کرم الدین کی شہادت صفائی گذرنی ہے اس کے لئے ۲۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء مقرر ہے۔ ۱۷۔ اکتوبر کے لئے مولوی کرم الدین کو کہا گیا کہ وہ اپنی شہادت استغاثہ بھی طلب کرائے۔

۲۸ ستمبر کو مقدمہ سرقہ کے متعلق وکلاء فریقین کی تقریریں ہونے والی تھیں مگر ملزم کی درخواست پر وہ ۵۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء پر ملتوی ہو گیا۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۰۔ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۲۰)

} اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں:

مقدمات جہلم کی کاروائی:

مولوی کرم الدین اور مولوی فقیر محمد اڈیٹر سراج الاخبار جہلم پر ایک استغاثہ زیر دفعہ ۵۰۰-۵۰۲ وغیرہ گورداسپور میں اڈیٹر الحکم کی طرف سے دائر تھا۔ دوسری نالش زیر دفعہ ۴۱۷ دغا کی حکیم فضل الدین کی طرف سے مولوی کرم الدین پر گورداسپور ہی میں دائر تھی۔ اولاً اس مقدمہ کے التواء کے لئے مختلف صورتیں پیش آئیں جن کا باعث فریق ثانی تھا۔ آخر فریق ثانی نے چیف کورٹ میں درخواست پیش کی کہ یہ مقدمات گورداسپور سے جہلم منتقل کئے جائیں مگر چیف کورٹ کے ججوں نے فیصلہ کر دیا کہ یہ مقدمات گورداسپور ہی میں ہوں گے منتقل نہیں ہو سکتے۔ اب یہ مقدمات گورداسپور میں ۲۳ مئی ۱۹۰۳ء سے شروع ہو گئے ہیں۔

ان استغاثوں کے بالمقابل مولوی کرم الدین نے جہلم میں چار مقدمے مرزا غلام احمد، اور حکیم فضل الدین اور مولوی عبد اللہ اور خاکسار اڈیٹر الحکم کے خلاف دائر کئے تھے جو رائے سنسار چند کی عدالت سے پہلی ہی پیشی پر خارج ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ان مقدمات کی نگرانی مولوی کرم الدین نے سیشن جج جہلم کی عدالت میں کی تھی جس کے ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء مقرر تھی۔ اس تاریخ پر حکیم فضل الدین اور خاکسار اڈیٹر الحکم اصالتاً پیش ہوئے اور خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی ایم اے ایل ایل بی بطور وکیل پیش ہوئے اور مرزا صاحب کی طرف سے علاوہ وکلاء مذکور مسٹر اورٹیل بیرسٹر ایٹ لاء پیروکار تھے۔ مولوی کرم الدین کی طرف سے لالہ بھگوانداس اور منشی محمد دین وکلاء جہلم موجود تھے جنہوں نے اپنے موکل کے لئے اس قسم کی تقریر کی جو رائے سنسار چند کی عدالت میں کی تھی۔ جوابی تقریر مسٹر اورٹیل کی طرف سے ہوئی۔ آخر جج صاحب نے حکم دیا کہ اخیر مہینہ پر فیصلہ سنا دیا جاوے گا۔ یہاں تک مقدمات جہلم کی کاروائی ہو چکی۔

مولوی کرم الدین نے پہلے مقدمات کے خارج ہونے پر مواہب الرحمٰن کی بنا پر ایک استغاثہ مرزا قادیانی اور حکیم صاحب کے خلاف جہلم میں دائر کیا تھا اس مقدمہ کے گورداسپور منتقل کئے جانے کی درخواست ہماری طرف سے چیف کورٹ میں دائر کی گئی جس کی تاریخ پیشی ۱۰ جون مقرر ہوئی ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء ص ۱۶)

} مقدمہ جہلم میں جو نگرانی مولوی کرم الدین کی طرف سے حضرت اقدس اور حکیم فضل الدین و مولوی عبداللہ و اڈیٹر الحکم کے برخلاف بعدالت سیشن جج دائر ہوئی تھی اور جس کی پیشی ۱۵ مئی کو ہوئی تھی وہ ۲۹ مئی ۱۹۰۳ء کو خارج ہوگئی۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مئی ۱۹۰۳ء ص ۱۴)

} کیا پیر گولڑوی شہادت کیلئے نہ آئے گا؟

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

راولپنڈی سے افواہاً معلوم ہوا کہ اگرچہ پیر صاحب نے اس سمن کی تعمیل کردی ہے جو حکیم فضل الدین بنام مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں ان کو گورداسپور سے ادائے شہادت کیلئے آیا تھا مگر وہ ادائے شہادت کے لئے نہ آئیں گے بلکہ طبی سرٹیفیکیٹ پیش کرنے کی تجویز ہوگی۔ ہم اس افواہ پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کیونکہ پیر صاحب کی صحت اس وقت تک بہت اچھی ہے اور ابھی وہ دورہ کرکے واپس آئے ہیں جس سے ان کی صحت کی عمدہ ہونے کی شہادت ملتی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ ۲۲۔۲۳۔۲۴ جون تک بالکل تندرست رہیں جو لوگ ان کے ساتھ باوجود اپنے تعلقات کا اظہار کرکے بھی ایسی افواہیں اڑاتے ہیں وہ در پردہ پیر صاحب کے نادان دوست ہیں راولپنڈی کے ڈاکٹروں کی نسبت ہم کبھی یہ یقین نہیں کرسکتے کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نگاہ نہ رکھیں اور تندرست آدمی کو مریض کا سرٹیفیکیٹ دے دیں اور پیر صاحب کی شان سے بھی یہ امر بعید ہے کہ وہ اپنی شان پیری کو نگاہ نہ رکھیں اور کتمان شہادت کے گناہ عظیم کا خیال نہ کریں جس کیلئے قرآن شریف میں بڑے شد و مد سے اور متصوفین میں نہایت شرح و بسط سے وعید پر وعید آئی ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے لا تکتموا الشھادۃ و من یکتمھا فانّہ آثم قلبہ و اللّٰہ بما تعملون علیم۔ گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو کوئی اسے چھپائے تو بے شک گنہگار ہے دل اس کا۔ دل ہی تو اک شئے ہے جس کا تعلق رحمٰن سے ہے اور اہل تصوف و مشائخ میں اسی کے صاف اور پاک کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

پس ہم کبھی یہ تسلیم نہیں کرسکتے کہ پیر صاحب اس کو فراموش کرجائیں۔ ہم تو یہاں تک امید کرتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ پیر صاحب بیمار بھی ہوں تب بھی ادائے شہادۃ کی

ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے ضرور حاضر ہونا اپنا فرض سمجھیں گے۔ بہر حال ہم اس افواہ کے ماننے کو تیار نہیں ہیں اور راولپنڈی کے مشہور ڈاکٹروں سے امید کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنی جگہ اپنے معمول کے موافق طبی سرٹیفکیٹ کی طلب کے وقت دیانت سے کام لیں گے اور اپنی ذمہ داریوں کا خیال رکھیں گے۔

اس افواہ کو قبل از وقت شائع کرنا اسی غرض سے ہے کہ تا پیر صاحب عوام کے مشورہ سے پرہیز کریں اور لائق ڈاکٹر بھی مصنوعی بیماری کے پیش کرنے کے وقت متنبہ رہیں اور نیز حکام عالی مقام کو بھی ثانی الحال یہ تحریر کام آوے (اخبار الحکم قادیان ۱۰ جون ۱۹۰۳ء ص ۹)

{ اڈیٹر اخبار البدر قادیان لکھتے ہیں:

۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء گورداسپور

مرزا صاحب کی طبیعت عرصہ دراز سے بیمار چلی آتی ہے مگر گذشتہ ہفتہ آپ کو کھانسی نزلہ وغیرہ کی سخت تکلیف تھی۔ دم رات کو الٹ جاتا رہا اور اسی وجہ سے آپ اکثر اوقات مسجد میں تشریف نہ لا سکے لیکن تاہم جب مقدمہ کی تاریخ آئی تو آپ ۱۲۔ تاریخ کو اسی حالت میں سوار ہو کر گورداسپور تشریف لائے اور اسی حالت بیماری اور سخت تکلیف میں عدالت میں بھی گئے۔ (اخبار بدر نمبر ۴ جلد ۳۔ ۲۴ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۶)

{ اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

ہمارے مقدمات

۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو سب سے پہلے خواجہ کمال الدین نے مجسٹریٹ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے پچھلی پیشی پر وعدہ فرمایا تھا ۴۲۰ کا فیصلہ.. کو سنا دونگا آپ اگر وہ فیصلہ پہلے سناؤ تو تقریروں میں بہت اختصار ہو جائیگا کیونکہ اہم امور پر آپکی رائے سے فیصلہ ہو چکے گا مگر مجسٹریٹ نے کہا کہ میں فیصلہ بھول آیا ہوں ساتھ نہیں لا سکا کل سنا دونگا۔

اس کے بعد خواجہ صاحب نے مرزا غلام احمد کی طرف سے تحریری بیان (جس کا پہلے سرسری بیان میں اقرار تھا اور مجسٹریٹ نے بھی زبانی تسلیم کر لیا تھا کہ تحریری بیان دے دیں) جو سہولتوں کے لئے چھپوا لیا گیا تھا پیش کیا، اور اس کے ساتھ ہی ایک ایفی ڈیوٹ Affidavit بھی تھا جو حکیم فضل الدین کی طرف سے تھا۔ مجسٹریٹ نے اولاً اسے لے لیا لیکن فریق ثانی کے

وکیل کو بھی اطلاع دی کہ یہ تحریری بیان ہے اس پر اس نے عذر کیا کہ یہ نہیں لیا جا سکتا اس سوال کو غیر فیصل قرار دے کر چھوڑ دیا اور کہا کہ پہلے تقریر ہونی چاہیے چنانچہ وکیل استغاثہ اور خود کرم دین نے اپنی اپنی باری اور موقع پر تقریر کی چونکہ وقت بہت ہو چکا تھا خواجہ صاحب کی تقریر نہ ہوئی۔

اور پھر اس بیان تحریری کے متعلق عرض کیا جسکو عدالت نے لینا نا منظور کیا کہ یہ ڈیفنس نہ ہونے پر لیا جا سکتا ہے چونکہ دوران مقدمہ میں بعض امور اس قسم کے واقع ہوئے جن سے ہم کو مقدمات اس عدالت سے منتقل کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی اس لئے ۱۴ جنوری کو مقدمات کے انتقال کے لئے چیف کورٹ میں درخواست دینے کی بنا پر التواء مقدمات کی درخواست مجسٹریٹ صاحب کی خدمت میں پیش کی، جس کو انہوں نے کسی قدر تامل اور غور کے بعد منظور کر لیا اور مقدمات کو ۱۴ فروری ۱۹۰۴ء تک ملتوی کر دیا۔

مقدمات کے التواء کے بعد مجسٹریٹ نے فیصلہ کے لئے فرمایا کہ وہ میں غالباً لے آیا ہوں، سنا دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے فیصلہ نکالنے سے پہلے ہی زبانی فرمایا کہ، میں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سراج الاخبار مورخہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء اور خطوط اسی کے ہیں لیکن جرم ثابت نہیں۔، پھر فیصلہ نکال کر آپ نے سنانا شروع کیا اور کچھ حصہ سنا دیا اور فرمایا کہ ایسا ہی لکھا ہے۔ چونکہ مقدمہ ۴۲۰ فیصل ہو گیا ہے اس لئے اس مقدمہ کے متعلق ہم رائے زنی کر سکتے ہیں اور اسی لئے کسی دوسری جگہ اس پر تفصیل سے لکھا ہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۲۔۳)

}اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

ایک مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا

...اس وقت ہم صرف ایک مقدمہ کے متعلق جس کا فیصلہ ۱۴ جنوری کو رائے چندو لال مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور نے سنایا، ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور اس مختصر مضمون میں کل مقدمہ کا خاکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ مقدمہ وہ مقدمہ ہے جو الحکم میں مقدمہ دغا زیر دفعہ ۴۲۰ کے نام سے ظاہر کیا جاتا رہا ہے۔

ناظرین کو اس کے حالات اور کوائف پر پوری اطلاع پانے کے لئے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اعجاز المسیح جو مرزا صاحب کی عربی تصنیف ہے جو ۷۰ دن کے اندر باوجودیکہ چار جزو

کا وعدہ تھا ساڑھے بارہ جزو پر شائع ہوگئی اور ۲۳ فروری ۱۹۰۱ء کو پیر گولڑوی کو بصیغہ رجسٹری بھیجی گئی اور بالمقابل پیر صاحب کی طرف سے ان ستر دن کے اندر چار جزو اور ساڑھے بارہ جزو تو کجا ایک آدھ صفحہ بھی اعجازی عربی تفسیر کا شائع نہ ہوا۔..پیر صاحب نے اپنی اس ندامت کو دور کرنے کے لئے بڑی جد و جہد اور آخر محمد حسن فیضی کے نوٹو ں کو جو اس نے اعجاز المسیح پر لکھے تھے حاصل کر کے اعجاز المسیح کے رد میں سیف چشتیائی کا ایک حصہ مخصوص کر کے شائع کر دیا۔اور یہ الزام لگایا کہ اعجاز المسیح سرقہ ہے.. مولوی کرم دین ساکن بھیں اور شہاب الدین شاگرد مولوی کرم دین وغیرہ نے اپنے خطوط کے ذریعہ اطلاع دی کہ پیر گولڑوی کی کتاب سیف چشتیائی بجائے خود فیضی کا سرقہ ہے اور ان اصلی نوٹوں کے دکھانے کا وعدہ کیا جس پر فضل الدین بھین گئے اور ان نوٹوں کو چند روپئے دے کر خرید لیا۔

ان سب خطوط کی بنا پر الحکم مورخہ ۱۷ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون پیر گولڑوی کی اس چوری پر شائع ہوا.مولوی کرم الدین چونکہ گولڑی جماعت کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا اور ہم نے قرآن شریف کے احکام کے ماتحت اس کی پرواہ نہ کی اس کا نام ظاہر کر دیا جس سے برافرختہ ہوکع اس نے سراج الاخبار جہلم مورخہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون طبع کرایا کہ یہ فیضی کے نوٹ نہیں ہیں اور پیر گولڑوی نے سرقہ نہیں کیا وغیرہ مرزا صاحب سے ہماری خط و کتابت نہیں وغیرہ۔آخر اس کے فیصلہ کے لئے بجز اس کے اور کوئی راہ نہ تھا کہ بذریعہ عدالت فیصلہ ہو کہ آیا یہ نوٹ واقعی محمد حسن فیضی کے ہیں یا نہیں، پھر گولڑی نے ان کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے یا نہیں، پیر صاحب نے اپنی کتاب میں حوالہ دیا ہے یا نہیں ۔اور سیف چشتیائی کا وہ حصہ جو اعجاز المسیح کی تردید میں ہے اس طرح پر سرقہ ہے یا نہیں ۔ چنانچہ ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو یہ استغاثہ لالہ گنگا رام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت میں دائر کیا گیا۔اور ایک لمبی دوڑ کے بعد ۱۴ جنوری ۱۹۰۴ء کو پوری ۱۴ مہینے بعد اس کا فیصلہ سنایا گیا..کہ وہ خطوط جو حکیم فضل دین کی طرف سے عدالت میں پیش ہوئے تھے وہ کرم دین یا اس کے شاگرد شہاب الدین کے لکھے ہوئے ہیں اور مرزا صاحب یا ان کی جماعت کے افراد کے نام ہیں اور جو مضمون سراج الاخبار ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کرم دین کے نام سے چھپا تھا جن میں ہر دو یعنی

خطوط اور مضمون سراج الاخبار سے کرم الدین عدالت میں انکاری تھا اور کہتا تھا کہ یہ خطوط وغیرہ میرے نہیں ہیں، وہ سب اسی کے ثابت ہوئے لیکن کرم دین پر بقول مجسٹریٹ جرم دغا زیر دفعہ ۴۲۰ ثابت نہ ہوا..

ایک مقدمہ کا خاتمہ اس طرح پر ہو گیا ہے۔ گورداسپور کی پبلک کو ان مقدمات سے اچھی دل چسپی رہی یہاں تک کہ بعض مجسٹریٹ بھی دل چسپی حالات سنتے تھے۔ خصوصاً مرزا ظفر اللہ خان صاحب کو بہت دل چسپی تھی۔ مرزا صاحب کی شہادت جب اس مقدمہ میں ہوئی تو کئی مجسٹریٹ سننے کو موجود تھے۔

اس امر کا ذکر کرنا خالی از دل چسپی نہیں ہو گا کہ گورداسپور میں ہمارے مخالف یہ کوشش بھی کی گئی کہ ہم کو کوئی مکان رہنے کیلئے نہ ملے اور اس کوشش میں بڑے بڑے آدمیوں نے حصہ لیا.. (الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۵۔۶ ملخصاً)

{ اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور کے حضور جو درخواست بغرض انتقال مقدمہ قانوناً دی گئی تھی اور جس کی پیشی ۱۲ فروری ۱۹۰۴ء مقرر تھی، ۱۲ فروری کو بمقام علی وال درخواست پیش ہوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے درخواست مذکور کو نامنظور فرمایا اور مقدمہ بدستور لالہ چندو لال کی عدالت میں رہنے دیا گیا۔ درخواست انتقال ان امور کی بنا پر تھی جو عدالت کی بعض کارروائیوں سے ہم کو بحیثیت مستغیث انصاف کی راہ میں روک نظر آتی تھی۔ بہر حال ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اپنا یہی فیصلہ دیا جس کے متعلق عدالت عالیہ چیف کورٹ میں درخواست انتقال مقدمہ دی گئی ہے جس کیلئے ۲۲ فروری ۱۹۰۴ء مقرر ہے۔

مقدمہ ڈپٹی کمشنر کی عدالت سے واپس لالہ چندو لال کی عدالت میں جا کر ۱۶ فروری کو پیش ہوا مرزا غلام احمد کی طبیعت اس روز سخت ناساز ہو گئی اور آپ سول سرجن گورداسپور کے ہی سرٹیفیکیٹ کی وجہ سے اس روز واپس چلے آئے۔

۱۶ فروری کو ۱۱ بج کر ۲۰ منٹ گذرے مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ عدالت میں جانے سے پہلے گورداسپور کا اٹماسفیر Atmosphere ہماری خطرناک مخالفت کی آوازوں سے گونج رہا تھا اور مقدمات کے متعلق عجیب عجیب افواہیں اڑائی جا رہی تھیں مجسٹریٹ نے

جس اسلوب اور طریق پر آج کی کاروائی کی وہ کسی دوسرے وقت پر مفصل ہدیہ ناظرین کریں گے بہت سی ردوکد کے بعد مجسٹریٹ نے ایک ہفتہ کی مزید مہلت چیف کورٹ سے حکم لانے کے لئے دی اور ۲۳ فروری ۱۹۰۴ء مقرر کی۔ حصول نقول کے متعلق ہم کو جس قدر گورداسپور کے متعلق عدالتوں میں پریشانی اٹھانی پڑی وہ بھی کچھ کم نہ تھی۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ فروری ۱۹۰۴ء ص ۴)

{ ڈائری ۸ فروری ۱۹۰۴ء:

(مرزا قادیانی فرماتے ہیں) میں دیکھتا ہوں کہ یہ زمانہ اس قسم کا آ گیا ہے کہ انصاف اور دیانت سے کام نہیں لیا جاتا اور بہت تھوڑے لوگ ہیں جن کے واسطے دلائل مفید ہو سکتے ہیں ورنہ دلائل کی پرواہ ہی نہیں کی جاتی اور قلم کام نہیں دیتا۔ ہم ایک کتاب یا رسالہ لکھتے ہیں مخالف اس کے جواب میں طیار ہو جاتے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ دعا سے آخری فتح ہوگی (یعنی مخالفوں کے قلم نہیں ٹوٹے اور مرزا صاحب نے اپنے قلم کے ناکام ہونے کا اعتراف کرلیا۔ بہاء) اور انبیاء کا یہی طرز رہا ہے کہ جب دلائل اور حجج کام نہیں دیتے تو ان کا آخری حربہ دعا ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا و استفتحوا و خاب کل جبار عنید یعنی جب ایسا وقت آ جاتا ہے کہ انبیاء و رسل کی بات لوگ نہیں مانتے تو پھر دعا کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انکے مخالف متکبر و سرکش آخر نامراد اور ناکام ہو جاتے ہیں ایسا ہی مسیح موعود کے متعلق جو یہ آیا ہے و نفخ فی الصّور فجمعنا ھم جمعاً اس سے بھی مسیح موعود کی دعاؤں کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ نزول از آسمان کے یہی معنی ہیں کہ جب کوئی امر آسمان سے پیدا ہوتا ہے تو کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور اسے رد نہیں کرسکتا (مرزا صاحب نے یہاں تسلیم کیا ہے کہ ان کے مزعومہ نشانات آسمانی نہیں ہیں، اور انہوں نے قبول کرلیا کہ جن نشانات کا اب تک دعوی تھا، اگر وہ آسمانی ہوتے تو کوئی ان کا رد نہ کرسکتا۔ بہاء) آخری زمانہ میں شیطان کی ذریت بہت جمع ہو جائے گی کیونکہ وہ شیطان کا آخری جنگ ہے مگر مسیح موعود کی دعائیں اس کو ہلاک کردیں گی۔ اسی طرح نوح کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوا جب حضرت نوح تبلیغ کرتے کرتے تھک گئے تو آخر انہوں نے دعا کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طوفان آیا جس نے شریروں کو ہلاک کر دیا اور اس طرح پر فیصلہ کر دیا... یہ زمانہ

بھی نوح کے زمانہ سے مشابہ ہے خدا تعالی نے میرا نام بھی نوح رکھا اور وہی الہام جو کشتی کا نوح کو ہوا تھا یہاں بھی ہوا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷ فروری ۱۹۰۴ء ص ۵)

} اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی بتاتے ہیں:

مقدمات کے انتقال کی درخواست جو چیف کورٹ میں ۲۲ فروری ۱۹۰۴ء کو گذری وہ بھی نامنظور ہوئی ۲۳ کو مقدمات گورداسپور میں بعدالت چندولال پیش ہوئے۔ مرزا غلام احمد کو مسٹر اوگارسن بیرسٹر ایٹ لا، وخواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی وکلاء نے ریپریذنٹ کیا حکیم فضل الدین اور اڈیٹر الحکم کی طرف سے آخر الذکر وکلاء پیش ہوئے۔ مگر پہلے مقدمہ خاکسار اڈیٹر بنام کرم الدین پیش ہوا خواجہ صاحب نے تقریر کی کہ ملزمان پر فرد جرم لگایا جاوے اس کے بعد فریق ثانی نے اپنی بحث شروع کی اور ختم کی۔ ۲۴ فروری کو پہلے مسٹر اوگارمن؟ نے مرزا غلام احمد کی طرف سے ایک درخواست مع تحریری بیان پیش کی کہ یہ بیان شامل مثل کیا جائے جو ۲۵ کو فیصلہ کے لئے رکھی گئی جس کا فیصلہ ۲۵ کو نہیں ہوا اور آخر وہ بیان مسٹر موصوف نے بطور تقریر تحریری پیش کر دیا جو شامل ہو کر وکیل مستغیث کو عدالت نے دے دیا۔

۲۴ کو خواجہ کمال الدین نے کرم الدین کے مقدمہ میں جوابی تقریر شروع کی جو ختم نہیں ہوئی۔ ۲۵ کو کرم الدین نے بذریعہ ایک درخواست کے استدعا کی کہ مجھے تقریر کیلئے موقع دیا جائے کیونکہ شیخ نبی بخش نے مولوی فقیر محمد کی طرف سے تقریر کی تھی۔ اس پر خواجہ کمال الدین نے کہا کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ فقیر محمد ان مضامین کو جو سراج الاخبار میں چھپے ہیں کرم الدین کے باور کرتا ہے اور شیخ نبی بخش اپنی بحث میں انکار کرتے ہیں یہ تقریر پھر اس کی طرف سے کیوں کر ہوسکتی ہے۔ مگر عدالت نے ملزم کرم الدین کو موقع دیا اور اس نے تقریر کی۔ بالآخر خواجہ کمال الدین نے شیخ نبی بخش اور کرم الدین کی تقریروں پر جوابی تقریر ۴ بجے تک کی۔ اس کے بعد مقدمہ ۸ مارچ پر ملتوی ہوا۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ فروری ۱۹۰۴ء ص ۲-۳)

} اڈیٹر اخبار البدر بتاتے ہیں کہ ۲۴ فروری ۱۹۰۴ء کو:

مرزا صاحب نے مقدمات کا تذکرہ کیا کہ ان کی ابتداء کیونکر ہوئی۔ کس طرح اول کرم

دین نے مولوی عبدالکریم کو بذریعہ خطوط اطلاع دی کہ مہر علی شاہ نے فیضی متوفی کی کتاب سے سرقہ کیا ہے۔ اس کی اطلاع پر کتاب نزول مسیح لکھی گئی۔ پھر اس نے اپنے خطوط کے برخلاف ایک مضمون سراج الاخبار میں لکھ کر سبّ وشتم کیا اور ان کو اپنی طرف منسوب کرنے سے انکاری ہوا۔ اس طرح سے ہمارا چلتا کام بند ہو گیا۔ تنگ آ کر حکیم فضل دین نے دعوی کیا پھر کرم دین نے جہلم میں ہم پر ایک مقدمہ کر دیا وہ بڑا خطرناک مقدمہ تھا اس کے متعلق میں نے اول ہی خوابات دیکھے تھے جو کہ شائع ہو چکے ہیں اور قبل از وقت اس میں کامیابی کی خبر بھی خدا سے پا کر ہم نے شائع کر دی تھی اس میں ہمیں کامیابی ہوئی۔ پھر کرم دین نے خود ہم پر استغاثہ دائر کیا وہ مقدمات ابھی چل رہے ہیں۔ (بدر جلد ۳ نمبر ۱۰ ۸ مارچ ۱۹۰۴ء۔ ص ۵)

{ اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں:

مرزا غلام احمد کی طبیعت کسی نہ کسی قدر ناساز چلی جاتی ہے اور اصل تو یہ ہے کہ خود جناب رسالت مآب ﷺ آپ (مرزا) کے ضعف ومرض کا سارٹیفیکیٹ اپنی پیش گوئی میں دے چکے ہیں کہ وہ آنے والا موعود دو زرد رنگ کی چادروں میں آئے گا۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۱۶)

{ اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی بتاتے ہیں:

۸ مارچ ۱۹۰۴ء کو لالہ چندولال کی عدالت میں پھر پیش ہوئے۔ پہلے مسٹر اوگارمن بیرسٹرایٹ لاء لاہور پیروکار منجانب مرزا غلام احمد کے تار کے متعلق جو صاحب ممدوح نے لاہور سے بھیجا تھا ذکر ہوا کہ صاحب ممدوح بوجہ بیمار ہونے کے حاضر نہیں ہو سکے اس لئے مقدمہ کا التواء ہو۔ مگر عدالت نے بایں وجہ کہ خواجہ کمال الدین بھی پیروکار ہیں مقدمہ کو شروع کیا اور خواجہ صاحب کو تقریر متعلقہ مقدمہ کے لئے ارشاد فرمایا۔ تقریر شروع کرنے سے پہلے مرزا غلام احمد کے تحریری بیان کے متعلق عرض کیا گیا جو عدالت نے پچھلی پیشی پر پڑھنے کے لئے لیا تھا اور آج اس کا فیصلہ کرنا تھا کہ وہ شامل مثل کیا جاوے یا نہ۔ عدالت نے اس کے متعلق فیصلہ کیا کہ وہ شامل مثل ہو۔ فریق مخالف نے اعتراض کیا مگر عدالت نے فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ شامل مثل ہو اس لئے شامل مثل کیا گیا۔ اس کے بعد خواجہ کمال الدین نے اپنی تقریر شروع کی۔ ۴ گھنٹہ تک وہ تقریر کرتے رہے

جس میں انہوں نے قانونی طور پر مستغیث کے اپنے بیانات اور گواہوں کے بیانات سے استنباط کر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ مقدمہ ہمارے خلاف چل نہیں سکتا ۔ ۹ مارچ کو وہ اپنی اس تقریر کو ختم کر چکے اور آج شائد فریق مخالف جوابی تقریر ختم کرے ۔ اس کے بعد مقدمہ ۴۱۱ برخلاف کرم الدین کے متعلق تقریر شروع ہوگی اور ازاں بعد مجسٹریٹ نے ہر سہ مقدمات کا یک جائی فیصلہ سنانے کا وعدہ کیا ہے ۔ ۹ کی شام تک معلوم نہیں کہ وہ کس تاریخ پر سنائیں گے ۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۱۶)

{ اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد کی طبیعت ناساز ہے چنانچہ ۱۳ مارچ ۱۹۰۴ء کو سول سرجن گورداسپور قادیان تشریف لائے اور انہوں نے آپ کی عام حالت صحت کے لحاظ سے چھ ہفتہ تک سفر کرنے کے ناقابل ہونے کا سرٹیفیکیٹ دیا ۔ اس لئے آپ ۱۴ مارچ ۱۹۰۴ء کو گورداسپور حاضر نہ ہو سکے ۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۲)

{ اڈیٹر الحکم قادیان بتاتے ہیں:

بمقدمہ اڈیٹر الحکم بنام فقیر محمد اڈیٹر سراج الاخبار جہلم و کرم الدین فرد جرم سنایا گیا ۔ ۱۴ مارچ ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب کے خلاف مقدمہ تھا وہ ڈاکٹر کے سرٹیفیکیٹ پر ۱۵ مارچ کے لئے ملتوی ہوا کہ ڈاکٹر صاحب آ کر شہادت دیں کہ واقعی مرزا صاحب بیمار ہیں یا نہیں ۔ خواجہ کمال الدین نے عدالت کو توجہ دلائی کہ یہ شہادت شہادت ایکٹ کے ماتحت غیر متعلق ہے اور اس کے علاوہ پیر مہر علی کے متعلق جب سرٹیفیکیٹ پیش ہوتے رہے ہیں تو عدالت نے کبھی یہ تجویز نہیں کیا کہ ڈاکٹر خود آ کر شہادت حلفی دے ۔ مگر مجسٹریٹ نے اپنا فیصلہ بحال رکھا اور ۱۵ مارچ کو ڈاکٹر صاحب کی شہادت لی جنہوں نے اپنے سرٹیفیکیٹ کی تصدیق کی ۔ آخر عدالت نے اس مقدمہ کو ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۴ء پر ملتوی کیا ۔ مقدمہ سرقہ میں ۱۶ مارچ کو حکم سنانے کا وعدہ کیا اور ۱۶ مارچ کو مقدمہ خارج کر دیا اور کرم الدین ڈسچارج ہوا ۔ اب صرف دو مقدمے باقی ہیں ایک برخلاف کرم الدین و فقیر محمد دوسرا برخلاف حکیم فضل الدین و مرزا صاحب قادیانی ۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۲)

{ شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

مقدمہ کے حالات اس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں کہ بمقدمہ خاکسار (اڈیٹر الحکم یعقوب علی) بنام کرم الدین وغیرہ ۷ جون بغرض بقایا شہادت استغاثہ مقرر ہوئی ہے جس میں حافظ محمد عبدالقدوس قدسی اور بابو غلام حیدر خان تحصیل دار پنڈ دادن خان کی شہادت ہوگی۔ اور بمقدمہ کرم الدین بنام مرزا غلام احمد وحکیم فضل الدین، مولوی ثناء اللہ امرتسری پر جرح ہو رہی ہے۔ مولوی ثناء اللہ کی شہادت کے بعد ابھی دو گواہ اور استغاثہ کے باقی ہیں مقدمہ عموماً ہر روز پیش ہوتا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء ص ۷)

{ شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد کے مقدمہ میں ۱۶ جون ۱۹۰۴ء مقرر ہے جس میں مولوی محمد علی بی اے گواہ استغاثہ کرم الدین پر کرم الدین جرح کرے گا اور ثناء اللہ امرتسری پر جرح ہوگی۔

مقدمہ بنام کرم الدین میں شہادت استغاثہ ختم ہو چکی ہے اور کرم الدین اور فقیر محمد پر فرد قرار داد جرم مرتب ہو کر سنائی گئی۔ کرم الدین نے پھر شہادت استغاثہ پر جرح کرنی چاہی چنانچہ بابو غلام حید خان تحصیل دار پر مکرر جرح بھی ہو چکی۔ ۱۳ جون ۱۹۰۴ء کو حافظ عبدالقدوس پر جرح ہوگی اور اڈیٹر الحکم مستغیث پر اور ۱۸ جون ۱۹۰۴ء کیلئے مولوی عبدالکریم کو بھی مکرر جرح کیلئے بلایا گیا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ جون ۱۹۰۴ء ص ۱۰)

{ شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

۲۴ جون ۱۹۰۴ء .. عبدالقدوس قدسی پر جرح ... مقدمہ اڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وغیرہ .. شہادت من جانب استغاثہ دے چکے ہیں۔ اور مولوی عبدالکریم اور اڈیٹر الحکم پر جرح کے لئے ۲۹ جون ۱۹۰۴ء مقرر ہوئی ہے۔

مرزا غلام احمد کے مقدمہ میں استغاثہ کی شہادت میں دو گواہ مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال اور مولوی محمد جی قاضی تحصیل جہلم پیش ہونے تھے۔ مولوی غلام محمد کا سمن تعمیل نہیں ہوا اس لئے مکرر ۹ جولائی ۱۹۰۴ء کے لئے سمن جاری ہوا۔ مولوی محمد جی حاضر تھے ان کی شہادت کیلئے ۲۸ جون مقرر ہوئی۔

پیسہ اخبار میں جو مضمون کسی نے شائع کرایا ہے کہ فریقین کو بعض لوگ صلاح دیتے ہیں کہ صلح ہو جائے تو اچھا ہے۔ اس کے متعلق ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ بعض نیک دل اور شریف لوگوں نے یہ سلسلہ چھیڑا تھا مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔ کیوں

کامیاب نہیں ہوئے اس کا جواب انشاء اللہ کسی دوسرے وقت مفصل حالات شائع ہونے پر مل سکے گا (اخبار الحکم قادیان ۲۴ جون ۱۹۰۴ء ص ۷)

{ شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

مقدمہ اڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وغیرہ میں شہادت صفائی شروع ہے۔ مرزا غلام احمد بطور گواہ صفائی گذر رہے ہیں۔ کرم الدین کے اپنے مقدمہ میں شہادت استغاثہ میں سے مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال کی شہادت باقی ہے جو ۹ جولائی کو ہونے والی تھی پھر ۱۲ جولائی پر مقدمہ ملتوی ہو کر آخر ۱۹ جولائی پر ملتوی ہو چکا ہے۔ خاکسار اڈیٹر الحکم کا مقدمہ ۱۸ جولائی پر ملتوی ہوا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۹)

{ ایک واقعہ کا اظہار

(مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں) گورداسپور کی عدالت میں ایک مقدمہ مولوی کرم دین مستغیث کی طرف سے اس راقم (مرزا قادیانی) پر دائر ہے اور ایک مقدمہ میرے ایک مرید یعنی شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم کی طرف سے مولوی مذکور پر دائر ہے۔ اصل اور جڑھ ان مقدمات کی یہ ہے کہ ماہ جولائی و اگست ۱۹۰۲ء میں کرم دین کی طرف سے خطوط میرے نام اور میرے مرید حکیم فضل دین کے نام پہنچے اور ان خطوط کے ذریعہ ہمیں اطلاع دی کہ جو کتاب پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے میری کتاب اعجاز المسیح کے رد میں لکھی ہے دراصل اس میں پیر مذکور نے سارقانہ کاروائی کی ہے اور ایک شخص مسمی محمد حسن فیضی متوفی کے نوٹوں کو چرا کر اپنی کتاب میں وہ نوٹ اپنے نام درج کر دیئے ہیں اس کے ثبوت میں مولوی کرم دین نے وہ کارڈ بھی ہم کو بھیج دیا جو پیر مہر علی نے مولوی مذکور کے نام گولڑہ سے بھیجا تھا جس میں پیر مذکور نے محمد حسن کے نوٹوں کو اپنی کتاب میں درج کرانے کا اعتراف کیا ہے۔

یہ خطوط مجھے ایسے وقت ملے جب کہ میں نزول المسیح لکھ رہا تھا سو وہ خطوط میں نے نزول المسیح میں درج کئے ایسا ہی اڈیٹر الحکم اخبار نے بھی ان خطوط کی بنیاد پر ایک مضمون اپنے اخبار میں معہ نقل خطوط درج کیا اخبار الحکم کے جواب میں ایک مضمون مولوی کرم الدین کے نام سے سراج الاخبار جہلم مورخہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء اور ایک قصیدہ مولوی مذکور

کی طرف سے سراج الاخبار مورخہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع کیا جس میں اس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ خطوط جعلی اور جھوٹے ہیں۔ اس میں یہ بھی لکھا کہ مرزا غلام احمد یعنی راقم کی ملہمیت کی آزمائش کے لئے میں نے اسے دھوکہ دیا اور خلاف واقعہ خطوط لکھے اور لکھائے اور ایک خلاف واقعہ خطوط لکھے اور لکھائے اور ایک خام نویس طفل کے ہاتھ سے نوٹ لکھا کہ ان کو محمد حسن فیضی کے نوٹ ظاہر کئے پھر اس دھوکے کے ذریعہ چھ روپئے بھی حاصل کئے۔ اور راقم مضمون نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ سراج الاخبار کے ان مضامین میں میری نسبت سخت الزام لگائے اور یہ شائع کیا کہ گویا میں بحیثیت ایک مامور من اللہ اور مصلح ہونے کے ایک کام کر رہا ہوں۔ یہ تمام میرا مکروفریب ہے اور گویا میں اپنے دعوے میں کذاب اور مفتری ہوں۔ پس چونکہ یہ تحریر اس کی میری ایک کثیر جماعت پر جواب خدائے تعالیٰ کے فضل سے دو لاکھ سے بھی زیادہ ہے بہت ہی برا اثر ڈالتی تھی اور پبلک کی نگاہ میں مجھے جعل ساز اور فریبی اور قوم کو دھوکہ دینے والا اور سخت بدچلن قرار دیتی تھی اور اس بیجا حملہ سے ہزاروں آدمیوں کی روحانیت کا خون ہوتا تھا اسلئے میں نے اس خطرناک حملہ کا دفعیہ ضروری سمجھا۔ سو اگرچہ شرعاً وقانوناً اس وقت میرا حق تھا کہ میں اپنی بریت ثابت کرانے کے لئے ازالہ حیثیت عرفی کا مدعی ہو کر عدالت کی طرف رجوع کرتا لیکن میں نے صبر کیا اور منتظر رہا کہ مولوی کرم الدین خود اس مضمون کی تردید کرے لیکن جب تین ماہ سے زیادہ گذر گئے اور اس نے کوئی تردید نہ کی تو میں نے اس تہمت کو اپنے سے دور کرنے کے لئے اس قدر کافی سمجھا کہ اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں جو کہ کرم الدین کے مضامین کے تین ماہ بعد شائع ہوئی اس قدر اشارہ کر دوں کہ یہ شخص جو مجھ پر الزام لگانے والا ہے اور میری اہانت کرتا ہے خود ہی کذاب اور کمینہ اور بہتان کا مرتکب ہے۔ یہ الفاظ دراصل وہی تھے جن کا مصداق وہ خود اپنے آپ کو سراج الاخبار میں کنایتاً وصراحتاً ظاہر کر چکا تھا اور مان چکا تھا کہ میں نے دھوکہ دیا دغا دیا خلاف واقعہ خطوط لکھائے جعلی دستخط بنوائے جھوٹ کی تعلیم دی، وغیرہ وغیرہ۔

مناسب تھا کہ یہ شخص خاموش رہتا مگر اس نے ایسا نہ کیا اور میرے پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کر دی اگر مولوی کرم الدین بجائے ان بے جا تہمتوں اور الزاموں کے

جو اس نے اپنے مضمون مندرجہ سراج الاخبار میں میرے پر لگائے اور خلاف واقعہ واقعات مجھ پر چسپاں کر کے مجھے جعل ساز اور دھوکہ باز ٹھہرایا میرے پر تلوار چلا کر کوئی عضو میرا کاٹ دیتا تو مجھے اس خدا کی قسم ہے جو میرے دل کو دیکھتا ہے کہ میں پھر بھی اسے معاف کر دیتا اور کسی کے کہنے کی مجھے حاجت نہ ہوتی کہ میں اس سے صلح کر لوں اور اس کا گناہ بخش دوں۔ لیکن اے ناظرین جو لوگ مصلح قوم بن کر خدا تعالیٰ طرف سے آتے ہیں وہی ان مشکلات کو جانتے ہیں کہ ایسے بے جا الزام جو پبلک پر برا اثر ڈالنے والے ہیں وہ ان کے نزدیک تصفیہ کے لائق ہوتے ہیں اور جب تک وہ الزام ان کے سر پر سے پبلک کی نظر میں معدوم نہ ہو لیں تب تک وہ اس بات کو پسند نہیں کر سکتے کہ ایک گول مول مصالحت کر کے وہ اپنے داغ ہمیشہ کے لئے اپنے سر پر رکھیں ۔....لیکن جب بعض خیر خواہان قوم نے اس بات پر زور دیا کہ فریقین میں مصالحت ہو جائے یہاں تک کہ اس ضلع اور قسمت کے بعض نیک دل اور دور اندیش اعلیٰ افسران اور حکام نے بھی اپنی رضا مندی اس پر ظاہر کی کہ میں اس مستغیث سے صلح کر لوں خود مجسٹریٹ نے جن کی عدالت میں یہ مقدمہ ہے اپنی شریفانہ عادت اور نیک نیتی سے صلح پر پسندیدگی ظاہر فرمائی اس موقعہ پر منشی غلام حیدر خاں تحصیل دار پنڈ دادن خان نے بھی جو بطور شہادت اس مقدمہ میں تشریف لائے تھے مصالحت کی کوشش کی۔

ان تمام بزرگوں کی ترغیب اور دلی خواہش نے مجھے اس غور و فکر میں ڈالا کہ اب صلح کیونکر ہو۔ آخر میں نے یہ جواب دیا کہ اگر مستغیث یعنی مولوی کرم الدین خدا تعالیٰ سے ڈر کر عدالت میں یہ اقرار کر دے کہ خطوط محولہ مقدمہ اور مضمون سراج الاخبار مورخہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء و ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء اسی کے ہیں اور ہماری جعل سازی نہیں تو پھر میں اس سے صلح کر لونگا کیونکہ پبلک کے سامنے میری بریت کے لئے یہ اقرار کافی ہوگا۔ لیکن مولوی کرم الدین نے اس بات کو نہ مانا۔ پھر صلح کے لئے دوسری تجویز سوچی گئی کہ مولوی کرم الدین اور میری طرف سے دو پرچے علیحدہ علیحدہ لکھے جائیں۔ میری طرف سے پرچہ میں یہ ذکر ہو کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے الفاظ کذاب بہتان ولئیم مولوی کرم الدین کے متعلق یہ یقین کر کے لکھے تھے کہ خطوط محولہ مقدمات اور مضامین مندرجہ سراج الاخبار ۶ و ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء مولوی کرم الدین کے ہیں اور میں

دعا کرتا ہوں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو۔اسی طرح کرم الدین یہ تحریر پیش کرے کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خطوط محولہ مقدمات جو میری طرف سے ظاہر کئے گئے.. اور مضمون سراج الاخبار مندرجہ ۶ و ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء جو میرے نام پر اخبار میں شائع ہوئے ہیں میرے نہیں ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو۔ یہ ہر دو مسودے منشی غلام حیدر خان نے اپنے قلم سے لکھے اور ان مسودوں کو شیخ خدا بخش ڈسٹرکٹ جج کے پاس میرے وکیل خواجہ کمال الدین کے ہمراہ لے کر گئے کیونکہ شیخ صاحب موصوف نے ہمدردی قوم کے لحاظ سے بہت سا اپنا قیمتی وقت اس مصالحت کی انجام دہی ہیں خرچ کیا اور کوشش بلیغ فرمائی۔مصالحت کرانے والوں نے مسودہ مجوزہ کو پسند فرما کر کہا کہ یہ مسودہ اب کسی طرح قابل اعتراض نہیں۔ البتہ اس میں لفظ لعنت ثقیل ہے اس کو کسی طرح بدل دیا جائے۔راقم نے اس پر رضا مندی ظاہر کی اور بجائے لفظ لعنت کے مسودہ کی صورت حسب ذیل تجویز کر دی کہ میں اس مقدمہ کو انصاف کے لئے خدا تعالیٰ کی عدالت میں سپرد کرتا ہوں لیکن جب یہ مسودہ مولوی کرم الدین کو پیش کیا گیا تو اس نے منظور نہ کیا اور یہ عذر کیا میں قسم نہیں کھاتا حالانکہ عدالت میں بھی اس کا حلفیہ بیان ہو چکا تھا اور جب اس کے حلفیہ بیان کی مصدقہ نقل دکھلا کر اس کو کہا گیا کہ تم نے جب عدالت روبروئے رائے چندولال مجسٹریٹ حلفیہ بیان باقرار صالح دیا کہ میں نے یہ خطوط لکھے ہیں اور نہ سراج الاخبار کے مضامین میرے ہیں تو پھر وہی حلفیہ بیان اب دینا ہے اس پر مولوی صاحب موصوف نے کہا کہ وہ ایک مجبوری تھی والّا بلاضرورت اشد قسم کھانا جائز نہیں اس لئے میں قسم نہیں کھاتا۔آخر یہ تجویز ہوا کہ بجائے خدا کی قسم کے اقرار صالح لکھا جاوے۔اس تجویز پر ذیل کا مسودہ تجویز کیا گیا کیونکہ پہلا بیان مولوی مذکور کا باقرار صالح تھا:

میں اقرار صالح سے سچ سچ اپنے ایمان سے خدا تعالیٰ کے حضور میں بیان کرتا ہوں کہ خطوط محولہ مقدمہ جن سے میں نے انکار کیا ہے اور مضمون سراج الاخبار ۶ و ۱۳۔ اکتوبر ، اور تیرہ اکتوبر ۱۹۰۲ء جس سے میں انکاری ہوں درحقیقت وہ خطوط اور وہ مضامین ہرگز ہرگز میرے نہیں ہیں اگر میں اپنے اس بیان میں جھوٹا ہوں تو انصاف کے لئے اپنے اس معاملہ کو خدا کی عدالت کے سپرد کرتا ہوں۔

اس مسودہ پر یہ اعتراض مولوی مذکور نے کیا کہ الفاظ ، خدا کے حضور میں وغیرہ ،بھی قسم ہے،صرف لفظ اقرار صالح رکھا جائے اور معاملہ کی تصریح نہ کی جائے ۔ آخر کار بہت بحث کے بعد جو اخیری مسودہ بتاریخ ۱۱ جون پیش کیا گیا وہ حسب ذیل لکھا جاتا ہے:

میں کرم الدین باقرار صالح بیان کرتا ہوں کہ خطوط جو میرے نام سے مرزا غلام احمد صاحب اور حکیم فضل دین کو پہنچے ہیں اور مضامین جو ٦ ۔ اکتوبر میرے نام پر سراج الاخبار میں شائع ہوئے وہ میرے نہیں اور اگر میرا یہ بیان خلاف واقعہ ہے تو میں بغرض انصاف اس معاملہ کو خدا تعالی کی عدالت میں سپرد کرتا ہوں ۔

اس کے مقابل راقم نے مضمون ذیل منظور کیا:

میں خدا تعالی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جو الفاظ کرم دین کے متعلق کذاب بہتان لئیم کے لکھے ہیں وہ یہ یقین کر کے لکھے ہیں کہ خطوط محولہ امثلہ جات کا لکھنے والا اور اخبار سراج الاخبار مورخہ ٦ ۔ اکتوبر و ۱۳ ۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کا لکھنے والا مولوی کرم دین ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالی جھوٹے پر لعنت ڈالے ۔

جب مسودے حسب اجازت مجسٹریٹ مولوی کرم دین کو دکھلائے گئے تو اس نے کہا کہ الفاظ خطوط اور اخبار وغیرہ کا ذکر نہ کیا جائے اور ایسا ہی خدا کی عدالت میں انصاف کے لئے سپردگی بھی نکال دی جائے اور کوئی تصریح نہ کی جائے ۔جس کی وجہ وہ یہ بتاتا تھا کہ میرے برخلاف پیش گوئیاں کی جائیں گی ۔سو اس کے متعلق بھی شرط مان لی گئی تھی تا کہ مصالحت ہو جائے لیکن وہ کسی پہلو پر نہ آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ مصالحت میں قطعی مایوس ہو کر مقدمہ عدالت میں شروع ہو گیا۔

مجھے اس اشتہار کو جس میں صرف سادے اور سچے واقعات لکھے ہیں اشاعت کرنے کی یہ ضرورت پیدا ہوئی کہ تا ان نیک دل اور نیک نیت عالی حکام کو واقعات سے اطلاع ہو جاوے جنہوں نے نہایت ہمدردی اور شفقت سے جو ان کو میرے خاندان سے ہے مجھے من وجہ کہلا بھیجا کہ میں مصالحت کرلوں ۔ نیز ان پر روشن ہو جائے کہ کون فریق ہم میں سے مصالحت سے کنارہ کش ہے، مجھ پر الزام خطوط کی جعل سازی کا اور دیگر ناجائز الزامات سراج الاخبار میں لگائے گئے ہیں جس کے دفعیہ کیلئے میں نے کوئی چارہ جوئی عدالت میں نہیں کی بلکہ دفعیہ میں اسی بات پر اکتفا کیا کہ کتاب میں لکھ دیا کہ میری

آبروریزی کرنے والا مجھ پر بہتان باندھتا ہے اور میرا توہین کنندہ کذاب ہے اور اس کے یہ فعل کمینوں کے ہیں جس پر میں عدالت میں کھینچا گیا۔ میں نے حکام اور اپنے بزرگان قوم کی ہمدردی کی قدر کر کے یہی پسند کیا کہ ان الزامات جعل سازی وغیرہ کی بریت اگر عدالت سے نہ ہوسکے تو پھر خدا کی عدالت سے کراؤں اور معاملہ کو طے کروں ۔البتہ گول مول مصالحت پر میں راضی نہیں ہوسکتا۔اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا میں پھر اپنی رضامندی ظاہر کرتا ہوں کہ اگر فریق ثانی مذکورہ بالا بیان عدالت میں دینے کو تیار ہے تو بالمقابل میں اس قسم کا بیان دینے کو تیار ہوں کہ اسی دن ہر دو مقدمات داخل دفتر ہوسکتے ہیں۔ میں نے اپنے بیان کو ارادۃً سخت سے سخت اپنے لئے تجویز کیا ہے۔ یہ اشتہار اس لئے شائع کیا گیا ہے کہ واقعات متعلقہ مصالحت جو ہوئے ہیں ان کے متعلق کوئی غلط بیانی نہ ہو۔

المشتہر۔ میرزا غلام احمد رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور۔ ۱۴جون ۱۹۰۴ء

(حاشیہ از مرزا صاحب: یہ امر بالکل غلط ہے کہ اسلام میں قسم کھانا منع ہے۔ تمام نیک انسان مسلمانوں میں سے ضرورتوں کے وقت قسم کھاتے آئے ہیں۔ صحابہ کرام نے بھی ضرورتوں کے وقت قسم کھائی ہے۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ نے بھی بارہا قسمیں کھائی ہیں ۔خود خدا تعالی نے قرآن مجید میں قسمیں کھائیں ۔آنحضرت ﷺ کی عدالت میں مجرموں کو قسمیں دلائی گئیں ۔قسموں کا قرآن شریف میں صریح ذکر ہے۔ شریعت اسلام میں جب کسی اور ثبوت کا دروازہ بند ہو یا پیچیدہ ہو تو قسم پر مدار رکھا جاتا ہے اور صحیح بخاری جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے اس میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے قسم کھا کر فرمایا کہ مسیح موعود جو آنے والا ہے جو تمہارا امام ہوگا وہ تم میں سے ہی ہوگا یعنی اسی امت میں سے ہوگا آسمان سے نہیں آئے گا۔ پھر صحیح بخاری جلد نمبر ۴ صفحہ ۱۰۶ میں آنحضرت ﷺ کی قسموں کا ایک باب باندھا ہے اس میں بہت سی قسمیں آنحضرت ﷺ کی لکھی ہیں جو دس سے کم نہیں۔ ایسا ہی صحیح نسائی جلد ثانی صفحہ ۱۳۸ کتاب الایمان والنذور میں صفحہ ۱۳۹ تک آنحضرت ﷺ کی قسموں کا ذکر ہے۔قرآن شریف میں اللہ تعالی فرماتا ہے یستنبؤنک احق ھو ۔ قل ای و ربی انہ لحق یعنی تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حق ہے؟ کہہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ یہ حق ہے ۔ایسا ہی قرآن شریف میں یہ ہدایت ہے وا حفظوا ایما نکم یعنی جب تم قسم کھاؤ تو جھوٹ اور بدعہدی

اور بدنیتی سے اپنی قسم کو بچاؤ۔ ایسا ہی قرآن شریف میں یہ آیت بھی ہے اربع شھادا ت با للّٰہ انہ لمن الصادقین والخا مسۃ ان لعنۃ اللہ علیہ ان کا ن من الکا ذبین ۔یعنی شخص ملزم چار قسمیں خدا کی کھائے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں قسم میں یہ کہے کہ اس پر خدا کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے ۔اب دیکھو کہ اس جگہ نہ ایک قسم بلکہ ملزم کو پانچ قسمیں دی جاتی ہیں ہاں قرآن شریف کی رو سے لغو یا جھوٹی قسم کھانا منع ہے کیونکہ وہ خدا سے ٹھٹھا ہے اور گستاخی ہے اور ایسی قسمیں کھانا بھی منع ہے جو نیک کاموں سے محروم کرتی ہوں جیسا کہ ابوبکرؓ نے قسم کھائی تھی کہ آئندہ مسطح صحابی کو صدقہ خیرات نہیں دونگا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی و لا تجعلوا اللہ عر ضۃً لا یما نکم ان تبروا و تتقوا یعنی ایسی قسمیں مت کھاؤ جو نیک کاموں سے باز رکھیں ۔ یہ وہ آیت ہے جو مولوی کرم الدین نے پڑھ کر کہا قسم کھانا درست نہیں۔

تفسیر ابوسعود مفتی روم نے زیر آیت و لا تجعلوا عر ضۃ لا یما نکم لکھا ہے کہ عرضہ اس کو کہتے ہیں کہ جو چیز ایک بات کے کرنے سے حاجز اور مانع ہو جائے اور لکھا ہے کہ آیت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں ہے جب کہ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ مسطح جو صحابی ہے بباعث شراکت اس کی حدیث افک میں کچھ خیرات نہیں دونگا۔

پس خدا تعالی اس آیت میں فرماتا ہے کہ ایسی قسمیں مت کھاؤ جو تمہیں نیک کاموں اور اعمال صالحہ سے روک دیں نہ یہ کہ معاملہ متنازعہ جس سے طے ہو)

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۲ و ۷)

شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

مقدمہ اڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وغیرہ میں فرد جرم لگ جانے کے بعد قاعدہ اور قانون کے موافق ملزم کرم الدین اڈیٹر الحکم اور دوسرے گواہان استغاثہ پر مکرر جرح کر چکا ہے اور گواہان صفائی میں میں سے بھی تین گواہ گذر چکے ہیں اور صرف دو گواہ باقی ہیں جو ابھی تک حاضر نہیں ہوئے یعنی فضل الدین اڈیٹر اخبار وفادار لاہور اور محمد حفیظ ۔ابھی تک وہ گواہ حاضر نہیں ہوئے ۔اب ۲۔ اگست ۱۹۰۴ء اس غرض کے لئے مقرر ہوئی ہے کہ ان گواہوں کی حاضری کا آخری فیصلہ کیا جاوے۔

مقدمہ مرزا غلام احمد میں شہادت استغاثہ ختم ہو چکی ہے اور وہی فرد جو بابو چندو لال

سابق مجسٹریٹ نے لگایا تھا، بحال رکھا گیا۔ اس مرحلہ پر خواجہ کمال الدین نے عدالت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ عدالت کو شہادت استغاثہ پر غور کر لینی چاہیے کیونکہ ملزم کو بری کرنے کے لئے کافی مصالحہ اس میں موجود ہے اور اگر بعد غور بادی النظر میں کوئی جرم پایا جاتا ہو تو ہم شہادت صفائی پیش کرنے کو بھی تیار ہیں لیکن چونکہ ہماری حالت بہت نازک ہے اس لئے کہ ہماری مخالفت میں جھوٹ بولنا گناہ نہیں سمجھا جاتا۔ پس اگر ہم اپنے فریق کے گواہ پیش کریں گے تو ان کے مرید ہونے کی وجہ سے شہادت کو کمزور کرایا جائے گا اور غیروں سے ہمیں امید نہیں کہ وہ اظہار حق کی جرأت کریں اس لئے ہم مجبور ہوں گے کہ بعض اعلیٰ عہدہ داران کو شہادت میں پیش کریں جن میں انگریز بھی ہوں جن پر کسی قسم کی طرف داری اور دھڑہ بندی کا وہم بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ان کثیر معارف اور وقت کے لحاظ سے جو ایسی شہادت کیلئے بکار ہے، نظر کر کے جناب اگر غور کر لیں تو بہت جلد فیصلہ ہو جاتا ہے۔ مجسٹریٹ نے فرمایا کہ میں اس امر کے لئے موقع دونگا لیکن مجھے قانون دکھایا جاوے کہ فرد جرم کے بعد ایسا ہوسکتا ہے۔ اس کیلئے ۳۔ اگست ۱۹۰۴ء مقرر ہوئی۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷۔۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۶)

} شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے ارادہ فرمایا ہے کہ جب تک مقدمہ کی پیروی ضروری ہے اس وقت تک عارضی طور پر گورداسپور ہی میں ٹھہریں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے گورداسپور میں ایک اور وسیع مکان پہلے مکان کے علاوہ لیا گیا ہے جہاں مرزا کے اہل بیت اور دوسری خادم مستورات رہیں گی۔ مہمانوں کے لئے وہی پہلا مکان اگر کافی نہ ہوا تو تجویز ہے کہ کوئی اور وسیع مکان لیا جائے ... مرزا صاحب ۱۳۔ اگست ۱۹۰۴ء کو گورداسپور تشریف لے جانے کے عازم ہیں اور جب تک اللہ چاہے گا آپ گورداسپور میں مقیم رہیں گے۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۱ جولائی ۔۱۰۔ اگست ۱۹۰۴ء ص ۱)

} شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

مرزا صاحب ۱۳۔ اگست کو قادیان سے روانہ ہو کر براہ بٹالہ گورداسپور پہنچ گئے۔ وہ بڑا مکان جس کا ذکر صفحہ اول پر کیا گیا ہے فی الحال بعض وجوہات کی وجہ سے نہیں مل سکا اور مرزا صاحب کو اسی مکان میں، جو پہلے برلب تالاب لیا تھا، فروکش ہونا پڑا۔ مہمانوں

کی رہائش کیلئے فی الحال اس مکان کے سامنے ایک بڑا شامیانہ لگایا گیا ہے اور احاطہ کچہری میں ایک اور چھوٹا شامیانہ لگایا گیا ہے (الحکم ۳۱ جولائی ۱۰۔ اگست ۱۹۰۴ء ص ۱۵)

{ شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

۱۳۔ اگست ۱۹۰۴ء کو ہمارے مقدمہ میں کرم الدین کے باقی ماندہ دو گواہان صفائی پیش ہونے تھے جن کے واسطے اس کو ۲۹ جولائی ۱۹۰۴ء کو دستی سمن دیئے گئے تھے مگر آج بجز اڈیٹر دہلی پنچ کے دوسرا گواہ حاضر نہیں ہوا اور نہ اس پر تعمیل سمن ہوئی۔ کرم الدین نے خود بیان کیا کہ اس کا پتہ نہیں ملا۔ سنا ہے کہ وہ غازی گھاٹ گیا ہوا ہے۔ عدالت نے اڈیٹر دہلی پنچ کا بیان قلم بند فرمایا۔..

۱۵۔ اگست کو اڈیٹر دہلی پنچ، ری ایگزامینیشن re-examination کیلئے پیش ہوا۔ اسی تاریخ کو مجسٹریٹ نے کرم الدین کے دوسرے گواہ کا بھی فیصلہ کر دیا جس کے نام اس سے پہلے ہی دو تین مرتبہ سمن جاری ہو چکے تھے مگر وہ حاضر نہیں ہوا تھا، یا اس پر تعمیل سمن نہیں ہوئی تھی۔..

مجسٹریٹ نے کرم الدین سے پوچھا کہ کیا تم کوئی اور گواہ محمد حفیظ کے سوا دینا چاہتے ہو۔ جس کے جواب میں کرم الدین نے کہا کہ اس وقت نہیں۔ بالآخر مجسٹریٹ نے شہادت صفائی کو ختم کر دیا اور آخری تقریروں کے لئے ۲۴۔ اگست ۱۹۰۴ء مقرر کی۔ اس تاریخ پر کرم الدین اپنی تحریری تقریر پیش کرے گا اور اس کے بعد خواجہ کمال الدین اس کا جواب تحریری پیش کریں گے۔ ان تقریروں کے بعد مجسٹریٹ آخری فیصلہ ہمارے مقدمہ کا سنا دیں گے۔ اس لحاظ سے ہمارا مقدمہ ختم ہو چکا ہے ضابطہ کی کل کاروائی بجز تقریریں کے ہو چکی ہے امید کی جاتی ہے کہ اس مہینے کے آخر یا ستمبر کی ابتدائی تاریخوں میں اگر کوئی امر مانع نہ ہوا تو مجسٹریٹ ہمارے مقدمہ کا آخری حکم سنا دیں گے اب انجام پر نظر ہے اور وقت دعا ہے۔

مرزا غلام احمد کے مقدمہ میں مجسٹریٹ نے شہادت استغاثہ پر مکرر جرح کرنے کیلئے ۱۵۔ اگست ۱۹۰۴ء مقرر کی تھی اور اس تاریخ کیلئے ثناء اللہ امرتسری اور منشی برکت علی منصف بٹالہ بلائے گئے تھے۔ ان پر ہمارے مقدمہ کے بعد جرح کی گئی۔ اور باقی شہادت استغاثہ اور خود کرم الدین پر جرح کے واسطے ۱۷۔ اگست ۱۹۰۴ء اور ۱۸۔ اگست ۱۹۰۴ء

مقرر ہوئی۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ جولائی، ۱۰۔ اگست ۱۹۰۴ء ص ۱۵)

} ا ڈیٹر البدر قادیان لکھتے ہیں:

۶ ستمبر ۱۹۰۴ء کو محمد جی کی شہادت ختم ہوئی۔ ۷ ستمبر کو شیخ علی احمد وکیل گورداسپور اور ۸ ستمبر کو منشی عزیز الدین تحصیل دار دینا نگر اور میاں حسین بخش پنشنر بٹالہ کی شہادت ہوئی۔ ..۱۰ ستمبر کو ڈاکٹر محمد دین گواہ مستغیث میڈیکل پریکٹشنر لاہور حاضر عدالت ہوئے۔ خواجہ صاحب نے اول واقعات مقدمہ سے ان کو آگاہ کیا اور پھر شہادت ہوئی۔ ۱۰ ستمبر کو ڈاکٹر کی گواہی ختم ہوئی اور چودھری نصر اللہ وکیل سیالکوٹ کا بیان ہوا مگر جرح محفوظ رہی

(اخبار بدر قادیان ۲۴۔ اگست، طبع ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۷)

} فیصلہ مقدمات: ابتدائی عدالت میں

اڈیٹر اخبار بدر قادیان لکھتے ہیں:

قریباً دو سال کی لمبی دوڑ کے بعد ان مقدمات کا (جو عدالت گورداسپور میں دائر تھے) عدالت ابتدائی میں فیصلہ ہوگیا۔

مقدمہ اڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وفقیر محمد جو ۲۶۔ اگست ۱۹۰۴ء کو ختم ہو چکا تھا اس کا حکم ۸۔ ستمبر ۱۹۰۴ء کو سنا دیا گیا۔ مجسٹریٹ نے کرم الدین وفقیر محمد کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تمہارا جرم ثابت ہے اور تمہارے عذرات غلط اس لئے کرم الدین پر ۵۰ روپیہ جرمانہ بصورت عدم ادائے جرمانہ دو ماہ قید محض۔

اور فقیر محمد پر ۴۰ روپے جرمانہ بصورت عدم ادائیگی جرمانہ ڈیڑھ ماہ قید محض۔

مرزا غلام احمد کے خلاف جو مقدمہ تھا اس میں بھی مجسٹریٹ نے اسی تاریخ کو فیصلہ سنا دیا۔ مرزا غلام احمد کے خلاف پانچ سو روپیہ اور حکیم فضل الدین کے خلاف دو سو روپیہ جرمانہ کیا جو اسی وقت دیا گیا۔...

اس وقت عدالت ابتدائی کی کاروائی ختم ہوئی اور چونکہ ابھی مقدمہ عدالت اعلی میں جانے والا ہے اس لئے اس فیصلہ پر ہم کسی قسم کے ریمارک کرنا اپنے فرض کے خلاف سمجھتے ہیں۔ (اخبار بدر قادیان ۱۶ ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۸)

(مقدمہ کا فیصلہ۔ الحکم ۱۰۔ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء میں بھی کم وبیش انہی الفاظ میں درج ہے۔ بہاء)

فیصلہ عدالت اپیل
بمقدمہ مرزا غلام احمد

مجسٹریٹ نے واقعات مقدمہ بخوبی طور پر اپنے فیصلہ میں ظاہر کئے ہیں اوران کے مکرر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے انہوں نے مرزا غلام احمد ملزم پر اثبات جرم دفعہ ۵۰۰ و حکیم فضل دین ملزم پر زیر دفعات ۵۰۰ و ۵۰۲ تعزیرات ہند قائم کیا ہے انہوں نے علیحدہ علیحدہ اپیل نمبر ۴۲۶ و نمبر ۴۲۵ داخل کی ہیں اوران کا فیصلہ یک جا ہوسکتا ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ صفحات نمبر ۱۲۹۔۱۳۰ کتاب مواہب الرحمٰن کے جس کو ملزم نمبر ایک نے تصنیف کیا اور ملزم نمبر دو نے شائع کیا فی نفسہ مزیل حیثیت عرفی ہیں اور ہم اس امر کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ الفاظ لئیم اور بہتان اور کذاب جنکی بابت استغاثہ کیا گیا ہے برے معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں اوران سے بڑی بھاری اخلاقی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ساتھ ہی ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ملزمان مستحق بریت کے تھے۔ملزمان کا اہم عذر یہ تھا کہ مستغیث ان ملامت آمیز الفاظ کا بوجہ مضمون مندرجہ سراج الاخبار مورخہ ۶ و ۱۳۔اکتوبر کے مستحق تھا۔

مجسٹریٹ نے یہ ثابت کرنے کیلئے بہت کوشش کی ہے کہ ہتک آمیز مضمون کا ان آرٹیکلوں سے کوئی تعلق نہیں۔اس بارہ میں ہم مجسٹریٹ کے نتیجہ کو تسلیم کرنے کی کوئی وجہ نہیں دیکھتے۔مستغیث نے بیان کیا ہے کہ اس کی ازالہ حیثیت عرفی کی گئی ہے ملزمان کے پاس ایسی شہادت موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستغیث کی کوئی ایسی حیثیت نہیں ہے جس کا ازالہ ہوا، ہم کو اس شہادت کا رد کرنا بالکل ناممکن معلوم ہوتا ہے۔جیسا کہ مجسٹریٹ صاحب نے کیا ہے کیونکہ بظاہر اس سے جرم بہت خفیف ہوجاتا ہے خواہ ملزمان یہ ثابت نہ کرسکتے کہ انہوں نے یہ کاروائی نیک نیتی سے کی ، یا کہ اتہام افادہ عام کے واسطے لگایا گیا تھا ہم یہاں تک بھی کہنے کو تیار ہیں کہ اگر ملزمان کو اس وقت جب کہ انہوں نے اتہام لگایا اس ثبوت کا علم نہ بھی ہوتا کہ وہ اتہام صحیح تھا اور بعد ازاں ان کو اس امر کا علم ہوا ہو، تو بھی وہ اپنے جرم کو خفیف بنانے کے واسطے اس ثبوت کو پیش

کرنے کے مجاز تھے۔

مقدمہ ہذا میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ سراج الاخبار کے مضمون کا ملزمان کی کتاب سے کوئی تعلق نہیں ہے کتاب مذکور کے صفحات ۱۲۹، اور ۱۳۰ پر کسی جگہ کوئی ایماء نہیں ہے مستغیث بدیں وجہ دروغ گو اور بہتان باندھنے والا اور کمینہ شخص ہے کہ اس نے فوجداری استغاثہ کیا یا وہ کرے گا، بلکہ یہ مذکور ہے کہ ایک کمینہ شخص اور بہتان باندھنے والے شخص کی بذریعہ الہام اطلاع ہوئی ہے اور کہ وہ چاہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر مستغیث محض نالش فوجداری کرنے کی وجہ سے کمینہ وغیرہ خیال کیا گیا ہوتا تو الفاظ مثلاً جھوٹے استغاثہ کرنے والا۔ اپنی قسم کو توڑنے والا یا جھوٹے گواہان پیش کرنے والا کی ہر ایک کو توقع ہوسکتی تھی اور جو صرف متعلق جوڈیشیل کاروائی کے سمجھے جا سکتے۔ بے شک اگر ملزمان نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہوتے تو ان کی طرف سے اپنے طریق عمل کے جواز کیلئے دیگر اقسام کی اخلاقی لغزشوں کا پیش کرنا کافی نہ ہوتا مگر چونکہ صفحات نمبر ۱۲۹، ۱۳۰ پر الفاظ محض عام معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں اس واسطے ملزمان کا پورا پورا حق ہے کہ ان الفاظ کی تشریح کے لئے وہ مضمون سراج الاخبار کی طرف توجہ دلائیں اس میں کچھ شک نہیں کہ فوجداری نالش ہونے کی وجہ سے ملزمان کو اپنا دبا ہوا غصہ مستغیث پر نکالنے کا موقع ملا تاہم یہ ضروری نہیں ہے کہ ملامت آمیز الفاظ آرٹیکلوں کے باقاعدہ جواب میں استعمال کئے جانے چاہیے تھے بلکہ یہی کافی ہے اگر عدالت میں گھسیٹے جانے پر ہر دو ملزمان کو اپنا غصہ نکالنے کے وقت پر اپنے حریف کو ان ہتک آمیز الفاظ سے جو کہ استعمال کئے گئے ہیں نامزد کرنے کی کافی وجہ تھی۔ ہماری دانست میں اس پر یقین کرنا ناممکن تھا کہ ملزم نمبر ایک کو مستغیث کا عمل جو کہ سخت ردوبدل سے ظاہر ہوا مدنظر نہ تھا۔ خطوط جو تین ماہ یا کچھ عرصہ پیشتر شائع کئے گئے جن سے مرزا کے دعاوی کا مضحکہ اڑایا گیا ایک نہایت ہی رنج دہ اور شدید حملہ تھے جو کہ کبھی مستغیث کی طرف سے پہلے نہیں ہوا تھا اور چونکہ آرٹیکلوں کی تردید نہیں کی گئی ہے اور وہ مستغیث کے نام پر تھے اس لئے عوام الناس اور ہر دو ملزمان نے طبعاً مستغیث کے آرٹیکل خیال کئے۔ پس ہم مجسٹریٹ سے بالکل اختلاف کرتے ہیں اور قرار دیتے ہیں کہ ہر دو ملزمان ان الفاظ کے جواز ثابت کرنے کیلئے جو ان کی کتاب کے صفحات ۱۲۹، اور ۱۳۰ پر استعمال کئے

گئے ہیں ۶، اور ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے آرٹیکلوں کے حوالہ دینے کے سراسر مستحق ہیں۔
آرٹیکلوں کی بابت یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ان سے ایک دانستہ منصوبہ چال بازی اور خلاف بیانی کا ظاہر ہوتا ہے جن پر بے حیائی سے ایک عام اخبار کی سطروں میں دنیا کے سامنے فخر کیا گیا ہے۔ ہم خیال نہیں کرتے کہ ان آرٹیکلوں کو نویسندہ عدالتوں سے کسی مدد حاصل کرنے کا مستحق ہو اگر ان اشخاص نے جن کا ان خطوط سے مضحکہ اڑایا گیا، رنج اور غصہ میں الفاظ لئیم (کمینہ) یا بہتان (بڑا دروغ گو) استعمال کئے ہیں ہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کس طرح مجسٹریٹ نے یہ قرار دینے کے بعد کہ مستغیث نے ہی یہ آرٹیکل لکھے اور فی الواقعہ اسی بنا پر اس پر ایک اور مقدمہ میں اثبات جرم قائم کیا آرٹیکلوں کی طرز تحریر پر غور نہیں کی جن سے بہت ادنی درجہ کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں خواہ ملزمان اس وقت باقاعدہ طور پر آرٹیکلوں کا جواب دے رہے تھے یا نہ دے رہے تھے تاہم حیثیت مستغیث کا موازنہ کرنے میں آرٹیکلوں کو نظر انداز کرنا ناممکن ہے اور ہمارے خیال میں ہتک آمیز الفاظ کا استعمال یہاں تک درست تھا کہ ہم مستغیث کی مدد نہ کرتے اگر الفاظ مذکور کسی قدر اس سے بڑھ کر بھی ہوتے جب کہ بقول مجسٹریٹ فریقین ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے تو اس صورت میں الفاظ کی باریک کمی بیشی کے درپے نہیں ہونا چاہیے۔
دوسرا امر یہ ہے کہ کیا مستغیث نے آرٹیکل لکھے؟ مجسٹریٹ نے قرار دیا ہے کہ اس نے لکھے تھے۔ مستغیث پر اثباۃ جرم آرٹیکل لکھنے کی بنا پر قائم کیا گیا ہے اور اس نے اب تک اثباۃ جرم کی تنسیخ کے لئے (جس کو قریباً سہ ماہ گذر چکے ہیں) کوئی کاروائی نہیں کی۔ آرٹیکلوں پر ملزم کا نام بطور نویسندہ درج ہے۔ اس نے تسلیم کیا ہے کہ میں اکثر اوقات سراج الاخبار میں نامہ نگاری کرتا رہا ہوں۔ آرٹیکل اڈیٹر نے شائع کئے تھے اور اس نے ان کو مستغیث کے آرٹیکل باور کئے تھے۔ مستغیث نے ان کی تردید کے بارہ میں یا ان کے نویسندہ ہونے سے انکار کرنے کی بابت کبھی کوئی تحریر اخبار میں نہیں بھیجی۔ اندرونی شہادت سے دلالت ہوتی ہے کہ سوائے مستغیث کے کسی اور نے ان آرٹیکلوں کو تحریر نہیں کیا۔ بے شک مرزا کا کوئی مرید ایسا کام نہیں کرسکتا، نویسندہ اپنی چالاکی پر نہایت خوش معلوم ہوتا ہے اور غالباً اس کاروائی کی عزت کسی اور کو دینا پسند نہیں کرتا۔ مستغیث

نے اس تحریر کو جو اس کی بیان کی جاتی ہے شناخت کرنے میں اس قدر ٹال مٹول کیا ہے کہ ہم اس پر کوئی اعتبار نہیں رکھ سکتے۔ وہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء کو رائے چندولال کے روبرو یقیناً بیان نہیں کر سکا کہ آیا آرٹیکل مورخہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء اس نے لکھا تھا، اور دیگر دستاویزات کی بابت بھی یہی بیان کیا۔ سوالات جرح میں اس نے ۱۳ نومبر ۱۹۰۳ء کو تسلیم کیا تھا کہ فضل دین نے اس سے کتب مانگی تھیں اور اس نے اس کے کہنے کی تعمیل کر دی تھی اور وہ اس کے قبضہ میں تھیں۔

فی الحقیقت اس امر پر شک کرنا قریباً ناممکن ہے کہ واقعات مندرجہ آرٹیکل مورخہ ۶، اور ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء سے مستغیث کا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ اس واسطے ہمارا اتفاق دیگر عدالت ہائے کی رائے سے ہے کہ مستغیث ہی ۶، اور ۱۳۔ اکتوبر کے آرٹیکلوں مندرجہ سراج الاخبار کا نویسندہ ہے۔

ہمارے خیال میں اخیر پر اس میں کچھ شک نہیں ہوسکتا کہ یہ قرار دیا جائے کہ ملزمان نے نیک نیتی سے کاروائی کی۔ مرزا کے مذہبی دعاوی کا سوال ایک پبلک دل چسپی کا سوال تھا ہر ایک شخص کو مرزا کی حیثیت کا اندازہ مرزا کے اپنے خیال کے مطابق لگانا چاہیے بے شک کہ وہ اپنے آپ کو ایک طرح سے ملہم باور کرتا ہے اور اپنے مریدوں اور عوام الناس کے واسطے وہ ان اتہامات کی تردید کرنا جو خود اس کے اور اس کی مذہبی حیثیت اور اعتقادات کے برخلاف لگائے جائیں اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اگر کسی شخص کو ایسے مذہبی مباحثوں میں بہت کم دل چسپی ہوتی تو بھی ہر ایک کو خیال کرنا چاہیے کہ ان اشخاص کے لئے جو ان اصولوں کے پیرو ہیں وہ بہت وقعت رکھتے ہیں۔

ہم قرار دیتے ہیں کہ ملزم نمبر ایک، جہاں تک اس معاملہ کا اس کی ذات سے تعلق تھا، اسکے جواب میں اس امر کا بالکل مستحق تھا کہ وہ مستغیث پر ایسا اتہام لگاتا جس کو ہم فی الواقعہ راست قرار دیتے ہیں اور جو کہ مستغیث کے خود اپنے عمل سے بھی ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے تا کہ عوام الناس اس امر کا اندازہ لگا سکیں کہ مستغیث کے فعل اور قول کی کیا وقعت ہونی چاہیے۔ اگر ملزم مستغیث کے سراج الاخبار کے مضامین کو تسلیم کر لیتا تو اس کی مذہبی حیثیت خطرہ میں پڑ جاتی اور اگرچہ جہلم میں مقدمات قانونی ہونے کے موقعہ پر مستغیث پر حملہ کرنے کی نسبت کوئی اور بہتر اور زیادہ تر معقول طریق مضامین کی تردید

کرنے کا ملزم کومل سکتا تھا مگر پھر بھی ملزم کسی خاص طریقہ یا وقت یا جگہ کا پابند نہیں کیا جا سکتا اور وہ بے شک وہ علانیہ بمقام جہلم حملہ کرنے میں جس جگہ کھلے طور پر اس کا مضحکہ اڑایا گیا تھا درستی پر تھا یہ دیکھ کر عدالت ہائے نے بالاتفاق قرار دیا ہے کہ مستغیث ہی نے وہ آرٹیکل لکھے تھے۔ یہ اغلب نہیں ہے کہ فی الحقیقت ملزمان کو اس معاملہ کی بابت علم نہ ہوا ہو خواہ کبھی تھوڑے عرصہ کے واسطے کوئی شک ان کے دل میں .. پیدا بھی ہوا ہو۔

پس ہم قرار دیتے ہیں کہ ملزمان کی حفاظت استثناء نمبر ۶ دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند ہوتی ہے بہت ہی افسوس ہے کہ ایسے مقدمہ میں جو کاروائی کے ابتدائی مرحلہ پر ہی خارج کیا جانا چاہیے تھا اس قدر وقت ضائع کیا گیا ہے۔ لہذا ہر دو ملزمان مرزا غلام احمد وحکیم فضل دین بری کئے جاتے ہیں اور ان کا جرمانہ واپس دیا جاوے گا۔

المرقوم ۷ جنوری ۱۹۰۵ء دستخط مسٹر اے ای ہری سیشن جج قسمت امرتسر بحروف انگریزی۔ ترجمہ صحیح ہے۔ دستخط دیوان چند مترجم محکمہ سیشن جج امرتسر بحروف انگریزی۔

(اخبار بدر قادیان یکم فروری ۱۹۰۵ء ص ۵۔۶)

} اڈیٹر البدر قادیان لکھتے ہیں:

منشی وزیر علی نے بمبئی سے ایک اخبار بنام پنچ ارسال کیا ہے جس میں کسی خباثت کے فرزند نے بنارس سے ایک آرٹیکل فتح مقدمات کے متعلق دیا ہے اور اپنی خبیث طبیعت کے تقاضہ سے اس پر نکتہ چینی کی ہے۔ منشی صاحب موصوف نے چاہا ہے کہ اس کا جواب دیا جائے۔ ان کو واضح ہو کہ ایسے لایعقل اور جاہل لوگوں کا جواب قرآن شریف نے اعراض سے دیا ہے چنانچہ حکم ہے و اعرض عن الجاھلین۔ جواب ہمیشہ معقول پسند انسان کو ملتا ہے نہ کہ نقالوں ڈوموں مسخروں اور بھانڈوں کو، ان لوگوں کو مخاطب کرنا خود اپنے ہاتھ سے ان کی عزت کرنا ہے جو کہ گناہ اور ظلم عظیم ہے۔

(اخبار بدر قادیان ۱۸ فروی ۱۹۰۵ء ص ۶)

عبارات متعلقہ مقدمات

در مواہب الرحمٰن ونزول المسیح

مقدمات مذکورہ بالا میں مرزا غلام احمد کی کتب مواہب الرحمٰن اور نزول المسیح کی چند عبارات نہ صرف مسلسل زیر بحث رہیں بلکہ بعض استغاثوں کی بنیاد بھی انہیں پر رکھی گئی تھی ۔ یہ عبارات مختصراً کئی جگہ اوپر منقول ہوئی ہیں، اپنے ناظرین کے لئے ہم ذیل میں یہ عبارات مکمل نقل کئے دیتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

و من آ یا تی ما انبأ نی العلیم الحکیم ۔ فی امر ر جل لئیم و بھتا نه العظیم و اوحی الیّ انّه یر ید ان یتخطف عر ضک ۔ ثم یجعل نفسه غر ضک و ارا نی فیه رؤیا ثلث مرات ۔ و ارا نی ان العدوّ اعد لذالک ثلثة حماةٍ لتو ھین و اعنات ۔ و ر ئیت کا نّی ا حضرت محاکمة کا لما خو ذین و رئیت انّ آ خر امری نجاة بفضل رب العالمین ۔ و لو بعد حین ۔ و بشّرت ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المھین ۔ فا شعت کلما رئیت و الھمت قبل ظھوره فی جریدة یسمّی الحکم ۔ و فی جر یدة ا خری یسمّی البدر ثمّ قعدت کالمنتظرین و ما مرعی ما رئیت ا لّا سنة فا ذا ظھر قدر اللّٰه علی ید عدوّ مبین اسمه کر م الدین و انّه ھو الذی ر غب لا حرا قی فی نارِ تضر م ۔ و ضرار یعزم ۔ و اراد ان یسلب امننا و طمع فی عر ضنا لنعدم کل العدم و اراد ان یجعل نھار نا اغسی من لیلة دا جیة الظلم فاحمة اللعم فنحت من عنده استغا ثة ۔ و اعدّ لا فراس الو کا لة اثاثة و جمعت ا لا حزا ب و شمر الثیا ب ۔ لیر می کلّھم من قوس وا حد السھا م۔ (مواہب الرحمٰن)

ترجمہ فارسی از مرزا صاحب

واز جملہ نشان ہائے من ایں است کہ خدا مرا در بارہ ءشخصے لئیم و بہتان بزرگ اوخبر داد و وحی کرد سوئے من کہ آن شخص میخواہد کہ آبروئے ترا نقصان رساند۔ باز نفس خود را نشانہ تو خواہد کرد بنمود مرا درہمیں امر سہ بار خواب۔ و بنمود مرا کہ آں دشمن سہ کس حامیان برائے توہین و رنج دادن تو طیار کردہ است۔ و دیدم کہ گویا من در عدالتے حاضر شدم ہمچو گرفتاران و دیدم کہ آخر کار من نجات است از بری؟ او بفضل خدا تعالی۔ اگر چہ بعد از وقتے۔ و بشارت دادہ شدم کہ بلا ردّ کردہ خواہد شد بر دشمن اہانت کنندہ۔ پس شائع کردم ہر چہ دیدم و ہر چہ الہام یافتم قبل ظہور آں در اخبارے کہ نام آں الحکم است و در اخبارے دیگر کہ نام آں البدر است و نگذشت بریں مگر یک سال۔ پس ناگاہ ظاہر شد تقدیر خدائے تعالی بر دستِ دشمن صریح کہ نام او کرم دین است و او ہماں است کہ رغبت کرد برائے سوزیدن من در آتشے کہ فروختہ شد۔ و در گزند کہ قصد کردہ میشود۔ و ارادہ کرد کہ امن ما دور کند و در آبروئے ما طمع کند تا نیست و نابود شوم و ارادہ کرد کہ ما را تاریک تر از شبے کند کہ سخت بود سیاہی او و سیاہ بود موہائے او۔ پس تراشیدہ از نزد خود استغاثہ و طیار کرد برائے اسپان و کالت بسیار جائے گیاہ پس جمع شدند گروہ ہا و طیاری کردہ شد۔ تا از یک کمان تیر ہا برانند۔ (مواہب الرحمٰن)

ثمّ بعد ذا لک قا م ر جل لا یذائی اسمه محمد حسن فیضی و کان اعدا اعدا ئی ۔ و سبّنی و شتمنی و سعی لا فنا ئی و ا خزا ئی و لعننی حتی لعنه ر بّی و رد الیه ما عزا الی نفسی ۔ فما لبث بعده الا قلیلاً من الایام حتی رأی و جه الحمام ۔ و کنت کتبت فی کتابی الاعجاز ملهماً من اللّه الذی یجیب المضطر عند ا لارتماز ۔ من قا م للجواب و تنمّر ۔ فسوف یری انه تند م و تد مر ۔ فجعل الفیضی نفسه درّیّة کل وحی ذکرت ۔ و غر ض کل الهام، الیه ا شرت حتی اسکته المو ت من قا له و قیله ۔ و رده الی سبیله ۔ و کذا لک صار

نذ یر حسین الد هلوی درّیّة و حی اللّٰه تخر ج الصدور الی القبور۔ فانّه کان اوّل من کفّر نی و آ ذا نی و فرّ من النّور۔ و کا نت سنة وفا ته: ما ت ضا لاً ها ئماً (۱۳۲۰ھ)، بحسا ب الجمل (مواہب الرحمٰن)

تر جمہ فارسی: بعد ازاں شخصے برائے ایذائے من بر خاست نام او محمد حسن فیضی بود و بود از سخت تر دشمنان من و مرا دشنام داد و سعی کرد از بہر ہلاکت من و رسوائی من و بر من لعنت کرد تا آنکہ خداوند من او را لعنت کرد و ہر چہ مرا گفتہ بود سوئے او وا پس گردانید پس بر و صرف چند روز گزشتند کہ روئے مرگ را دید۔ و بودم کہ نوشتہ بودم در کتاب خود اعجاز المسیح بالہام آں خدا کہ دعائے بیقراراں در وقتِ اضطراب شنود ہر کہ برائے جواب ایں کتاب بایستد انجام او ندامت و موت حسرت خواہد بود۔ پس فیضی نفس خود را نشانہ ہر وحی کہ ذکر کردم بساخت و نشانہ ہر الہام کہ سوئے او اشارۃ کردم خود را بگردانید۔ تا آنکہ موت او را خاموش ساخت۔ و سوئے راہِ او را باز گردانید۔ و ہم چنیں نذیر حسین دہلوی نشانہ ایں وحی شد کہ تخر ج الصّدور الی القبور، او اول شخصے است کہ مرزا کافر قرار داد ہ و از نور بگریخت و تاریخ وفات او بحساب جمل مات ضا لاً ہائماً است

(مواہب الرحمٰن۔ص ۱۲۶۔۱۲۷)

{ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اب ہم اس بات کے ثابت کرنے کیلئے کہ درحقیقت پیر مہر علی صاحب نے اپنی کتاب سیف چشتیائی میں جس کو درحقیقت طنبور چشتیائی کہنا چاہیے اپنی طرف سے اور اپنے دماغ سے کام لے کر کچھ نہیں لکھا بلکہ اس میں تمام و کمال چوری کا سرمایہ جمع کر دیا اور چوری بھی مردہ کے مال کی جو ہر طرح قابل رحم تھا، مفصلہ ذیل ثبوت پیش کرتے ہیں۔

پہلے ہم صفائی بیان کیلئے لکھنا چاہتے ہیں کہ میاں شہاب الدین جن کا نام عنوان میں درج ہے یہ محمد حسن متوفی (فیضی) کے دوست ہیں اور علاوہ اس کے یہ اس بدقسمت وفات یافتہ کے ہمسایہ بھی ہیں اور اس کے اسرار سے واقف۔ اور انہیں کی کوشش سے پیر مہر علی شاہ کے سرقہ کا مقدمہ برآمد ہوا۔ اور بڑی صفائی سے ثابت ہو گیا کہ اس کی کتاب سیف چشتیائی مال مسروقہ ہے اور اس

میں مہر علی کی عقل اور علم کا کچھ بھی دخل نہیں اور بجز اس کے کہ وہ اس کاروائی سے نہ صرف جرم سرقہ کا مرتکب ہوا بلکہ اس نے شیخی کو حاصل کرنے کے لئے بہت قابل شرم جھوٹ بولا اور اپنی کتاب سیف چشتیائی میں اس مردہ بدقسمت کا نام تک نہیں لیا اور بڑے زور اور دعوی سے کہا کہ اس کتاب کا میں مولف ہوں چنانچہ نقل خطوط یہ ہے

پہلے خط کی نقل : مرسل یزدانی و ماموررحمانی حضرت اقدس جناب مرزا جی صاحب دام برکاتکم وفیوضکم ۔ السلام علیکم ۔ اما بعد آپ کا خط رجسٹری شدہ آیا دل غم ناک کو تازہ کیا۔ روئداد معلوم ہوئی ۔ حال یہ ہے کہ محمد حسن کا مسودہ علیحدہ تو خاکسار کو نہیں دکھایا کیونکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی کتابیں اور سب کاغذات جمع کر کے مقفل کئے گئے ہیں شمس بازغہ اور اعجاز المسیح پر جو مذکور نے نوٹ کئے تھے وہ دیکھے ہیں ۔ اور وہی نوٹ گولڑی ظالم نے کتابیں منگوا کر درج کر دیئے ہیں اپنی لیاقت سے کچھ نہیں لکھا اب محمد حسن کا والد وغیرہ تو میرے جانی دشمن بن گئے ہیں کتابیں تو بجائے خود ایک ورقہ تک نہیں دکھاتے ۔ پہلے بھی دیکھنے کا ذریعہ یہ ہوا تھا کہ جب گولڑی نے کتابیں شمس بازغہ اور اعجاز المسیح محمد حسن کے والد سے منگوائیں اور فارغ ہو کر واپس روانہ کیں تو چونکہ وہ حامل کتب اجنبی تھا اس لئے بھول کر میرے پاس مسجد میں آیا اور کہنے لگا کہ مولوی محمد حسن کا گھر کدھر ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا کام ۔ کہنے لگا کہ مہر علی شاہ نے مجھ کو کتابیں دے کر روانہ کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے والد کو یہ کتابیں شمس بازغہ اور اعجاز المسیح دے آ ۔ پھر میں نے کتابیں لے کر دیکھیں تو صفحہ پر نوٹ لکھے ہوئے دیکھے۔ میرے پاس سیف چشتیائی بھی موجود تھی عبارت کو ملایا تو بعینہ وہ عبارت تھی۔ آپ کا حکم منظور لاکن محمد حسن کا والد کتابیں نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میرے روبرو بے شک دیکھ لو مگر مہلت کے واسطے نہیں دیتا۔ خاکسار معذور ہے ۔

دوسری مجھ سے ایک غلطی ہوگئی کہ ایک خط گولڑی کو بھی لکھا کہ تم نے خاک لکھا کہ جو کچھ محمد حسن کے نوٹ تھے وہی درج کر دیئے۔ اس واسطے گولڑی نے محمد حسن کے والد کو لکھا ہے کہ ان کو کتابیں مت دکھاؤ کیونکہ یہ شخص ہمارا مخالف ہے۔ اب مشکل بنی کہ محمد حسن کا والد گولڑی کا مرید ہے اور اس کے کہنے پر چلتا ہے۔ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ میں

نے گولڑی کو کیوں خط لکھا جس کے سبب سے سب میرے دشمن بن گئے ۔ براہ عنایت خاکسار کو معاف فرماویں کیونکہ خالی میرا آنا مفت کا خرچ ہے اور کتابیں وہ نہیں دیتے ۔ فقط ۔ خاکسار شہاب الدین از مقام بھیں تحصیل چکوال

} دوسرے خط کی نقل : مکرمی و مولائی جناب مولوی عبدالکریم صاحب السلام علیکم اما بعد خاکسار خیریت سے ہے آپ کی خیریت مطلوب ۔ میں آنے سے کچھ انکار نہ کرتا ۔ لاکن کتابیں نہیں دیتے جن پر نوٹ ہیں ۔ یعنی شمس بازغہ اور اعجاز المسیح ۔ سیف چشتیائی میں جتنی سخت زبانی ہے اکثر محمد حسن کی ہے اسی وجہ سے اس کی موت کا ... نمونہ ہوا ... اب میرے خط لکھنے سے گولڑی خود اقراری ہے چنانچہ یہ کارڈ گولڑی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو اس نے مولوی کرم الدین صاحب کو لکھا ہے ۔ غرض گولڑی نے محمد حسن کے والد کو بہت تاکید کی ہے کہ ان کو کتابیں مت دکھاؤ یعنی اس راقم خاکسار کو ۔ گولڑی کارڈ میں لکھتا ہے کہ محمد حسن کی اجازت سے لکھا گیا مگر یہ اعتراف راست بازی کے تقاضا سے نہیں بلکہ اسلئے کہ یہ بھید ہم پر کھل گیا اس لئے ناچار شرمندہ ہو کر اقراری ہوا ۔ دوسرے خط میں گولڑی کا کارڈ ہے جو اس نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر روانہ کیا ملاحظہ ہو ۔ خاکسار شہاب الدین از مقام بھیں

{ مولوی کرم الدین کے خط کی نقل

مکرمنا حضرت اقدس مرزا جی مدظلہ العالی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ میں ایک عرصہ سے آپ کی کتابیں دیکھا کرتا ہوں ۔ مجھے آپ کے کلام سے تعشق ہے میں نے کئی دفعہ عالم رؤیا میں بھی آپ کی نسبت اچھے واقعات دیکھے ہیں اکثر آپ کے مخالفین سے بھی جھگڑا کرتا ہوں اگرچہ مجھے ابھی تک جناب سے سلسلہ پیری مریدی نہیں ہے کیونکہ اس بارے میں میرے خیال میں بہت احتیاط درکار ہے جب تک بالمشافہ اطمینان نہ کیا جاوے بیعت کرنا مناسب نہیں ہوتا لیکن تاہم مجھے جناب سے غائبانہ محبت ہے میں نے چار پانچ یوم کا عرصہ ہوا کہ جناب کو خواب میں دیکھا ہے آپ نے مجھے مبارک باد فرمائی اور کچھ شیرینی بھی عنایت کی ہے اور اس وقت میرے دل میں دو باتیں تھیں

جن کو آپ نے بیان کر دیا ہے اور اسی خواب کے عالم میں میں یہ کہتا تھا کہ آپ کے کشف کا تو میں قائل ہو گیا ہوں واللہ اعلم بالصواب۔

بعض باتوں کی سمجھ بھی نہیں آتی ہے اس واسطے میرا خیال ابھی تک جناب کی نسبت یک رخہ نہیں گو آپ کے صلاح وتورع کا میں قائل ہوں۔ میں نے اگلے روز آپ کی کتاب سرمہ چشم آریہ کی ابتداء میں چند اشعار فارسی اور چند اردو پڑھے ہیں اور وہ پڑھ کر مجھے رونا آتا تھا اور کہتا تھا کہ کذابوں کی کلام میں کبھی ایسا درد نہیں ہوتا۔

کل میرے عزیز دوست میاں شہاب الدین طالب علم کے ذریعہ سے مجھے ایک خط رجسٹری شدہ جناب مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف سے ملا جس میں پیر صاحب گولڑی کی سیف چشتیائی کی نسبت ذکر تھا۔ میاں شہاب الدین کو خاکسار نے بھی اس امر کی اطلاع دی تھی کہ پیر صاحب کی کتاب میں اکثر حصہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے ان نوٹوں کا جو مرحوم نے کتاب اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے حواشی پر اپنے خیالات لکھے تھے وہ دونوں کتابیں پیر صاحب نے مجھ سے منگوائی تھیں اور اب واپس آ گئی ہیں مقابلہ کرنے سے وہ نوٹ باصلہ درج کتاب پائے گئے۔ یہ ایک نہایت سارقانہ کاروائی ہے کہ ایک فوت شدہ شخص کے خیالات لکھ کر اپنی طرف منسوب کر لئے اور اس کا نام تک نہ لیا۔ اور طرفہ یہ کہ بعض وہ عیوب جو آپ کی کلام کی نسبت وہ پکڑتے ہیں پیر صاحب کی کتاب میں خود اس کی نظیریں موجود ہیں۔ وہ دونوں کتابیں چونکہ مولوی محمد حسن صاحب کے باپ کی تحویل میں ہیں اس واسطے جناب کی خدمت میں وہ کتابیں بھیجنا مشکل ہے کیونکہ ان کا خیال آپ کے خلاف ہے اور وہ کبھی بھی اس امر کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ ہو سکے گا کہ ان نوٹوں کو بجنسہ نقل کر کے آپ کے پاس روانہ کیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی خاص آدمی جناب کی جماعت سے یہاں آ کر خود دیکھ جائے لیکن جلدی آنے پر دیکھا جا سکے گا۔

پیر صاحب کا ایک کارڈ جو مجھے پرسوں ہی پہنچا ہے باصلہا جناب کے ملاحظہ کیلئے روانہ کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ انہوں نے چرا کر سیف چشتیائی کی رونق بڑھائی ہے لیکن ان سب باتوں کو میری طرف سے ظاہر فرمایا جانا خلاف مصلحت ہے۔ ہاں اگر میاں شہاب الدین کا نام ظاہر بھی کر

دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ پیر صاحب کی جماعت مجھ پر سخت ناراض ہو۔ آپ دعا فرماویں کہ آپ کی نسبت میرا اعتقاد بالکل صاف ہو جاوے اور مجھے سمجھ آجاوے کہ واقعی آپ ملہم اور مامور من اللہ ہیں۔

جناب مولوی عبدالکریم صاحب و مولانا نورالدین صاحب کی خدمت میں دست بستہ السلام عرض ہے زیادہ لکھنے میں ضیق وقت مانع ہے میاں شہاب الدین کی طرف سے سلام علیکم مضمون واحد ہے۔

والسلام خاکسار محمد کرم الدین عفی عنہ از بھین تحصیل چکوال مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء

} دوسرا خط مولوی کرم الدین بنام حکیم فضل دین معتبر ایں عاجز

مکرم معظم بندہ جناب حکیم صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ۳۱؟ جولائی کولڑکا گھر پہنچ گیا۔ اسی وقت سے کار معلومہ کی نسبت اس سے کوشش شروع کی گئی پہلے تو کتابیں دینے سے اس نے سخت انکار کیا اور کہا کہ کتابیں جعفر زٹلی کی ہیں اور وہ مولوی محمد حسن مرحوم کا خط شناخت کرتا ہے اور اس نے بتاکید مجھے کہا ہے کہ فوراً کتابیں لاہور زٹلی کے پاس پہنچا دوں۔ لیکن بہت سی حکمت عملیوں اور طمع دینے کے بعد اس کو تسلیم کرایا گیا مبلغ چھ روپیہ معاوضہ پر آخر راضی ہوا۔ اور کتاب اعجاز المسیح کے نوٹوں کی نقل دوسرے نسخہ پر کر کے اصل کتاب جس پر مولوی مرحوم کی اپنی قلم کے نوٹ ہیں ہمدست حامل عریضہ ابلاغ خدمت ہے کتاب وصول کر کے اس کی رسید حامل عریضہ کو مرحمت فرماویں اور نیز اگر موجود ہوں تو چھ روپئے بھی حامل کو دے دیجئے گا تا کہ لڑکے کو دے دئے جاویں اور تا کہ دوسری کتاب شمس بازغہ کے حاصل کرنے میں دقت نہ ہو۔ کتاب شمس بازغہ کا جس وقت بے جلد نسخہ آپ روانہ فرمائیں فوراً اصل نسخہ جس پر نوٹ ہیں اسی طرح روانہ خدمت ہوگا آپ بالکل تسلی فرماویں انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہ ہوگی اس لڑکے نے کہا ہے کہ اور بھی مولوی مرحوم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کئی ایک نوٹ ہیں جو تلاش پر مل سکتے ہیں جس وقت ہاتھ لگے تو ان کا معاوضہ علیحدہ مقرر کر کے نوٹ قلمی فیضی مرحوم بشرط ضرورت لے کر ارسال خدمت ہوں گے آپ شمس بازغہ کا نسخہ بہت جلدی منگا کر روانہ فرماویں کیونکہ لڑکا صرف ایک ماہ کی رخصت پر گھر آیا ہے

اس عرصہ کے انقضاء پر اس نے کتاب لاہور لے جانی ہے اور پھر کتاب کا ملنا متعذر ہوگا ۔ چکوال سے تلاش کریں شاید نسخہ مل جاوے تو حامل عریضہ کے ہاتھ روانہ فرماویں اور اپنا آدمی بھی ساتھ بھیج دیں تاکہ کتاب لے جاوے امید ہے کہ میری یہ ناچیز خدمت حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت قبول فرما کر میرے لئے دعاء خیر فرمائیں لیکن میرا التماس ہے کہ میرا نام بالفعل ہرگز ظاہر نہ کیا جاوے تاکہ پھر بھی مجھ سے ایسی مدد مل سکے ۔ مولوی شہاب الدین کی جانب سے السلام علیکم

والسلام خاکسار محمد کرم الدین عفی عنہ از بھیں تحصیل چکوال ۔ ۳ ۔ اگست ۱۹۰۲ء

} پیر مہر علی شاہ کے کارڈ کی نقل جس میں وہ اقرار کرتا ہے کہ کتاب سیف چشتیائی درحقیقت محمد حسن کا مضمون ہے :

مجی ومخلصی مولوی کرم الدین صاحب سلامت باشند وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ ۔ اما بعد یک نسخہ بذریعہ ڈاک یا کسے آدم معتبر فرستادہ خواہد شد ۔ آپ کو واضح ہو کہ اس کتاب (سیف چشتیائی) میں تردید متعلق سورہ فاتحہ یعنی (اعجاز المسیح) جو فیضی صاحب مرحوم ومغفور کی ہے باجازت ان کے مندرج ہے چنانچہ فیما بین تحریراً ونیز مشافۃً جہلم میں قرار پا چکا تھا بلکہ فیضی صاحب مرحوم کی درخواست پر میں نے تحریر جواب شمس بازغہ پر مضامین ضروریہ لاہور میں ان کے پاس بھیج دیئے تھے اور ان کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے نام پر طبع کرا دیویں ۔ افسوس کہ حیات نے وفا نہ کی اور نہ وہ میرے مضامین مرسلہ لاہور میں مجھے ملے ۔ آخر الامر مجھ کو ہی یہ کام کرنا پڑا ۔ لہذا آپ سے ان کی کتابیں مستملہ منگوا کر تفسیر کی تردید مندرجہ حسب اجازت سابقہ بتغیر ما کی گئی آئندہ شائد آپ کو یا مولوی غلام محمد صاحب کو تکلیف اٹھانی ہوگی ۔ والسلام ۔ (نزول المسیح ۔ حاشیہ ص ۷۲ ۔ ۷۹) ۔

قادیانی دریچے سے

عدالتی مقدمات کی کاروائی کی تلاش میں قادیانی اخبارات الحکم والبدر وغیرہ کا مطالعہ کیا گیا تو وہاں سے مزید مواد بھی حاصل ہوا جو تحریک ختم نبوت سے تعلق رکھتا ہے۔ ذیل میں ان اخبارات سے چند مضامین وشذرات، نقل کر کے حسب موقع وضرورت ان پر اپنی گذارشات پیش کی جارہی ہیں۔امید ہے ناظرین پسند فرمائیں گے۔ بہاء

پیر مہر علی شاہ اوران کی کتاب

{ مکتوب حکیم نورالدین بنام مہر علی شاہؒ

مولانا السید المکرّم المعظم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اول فتح نام آپ کے مرید سے پھر مولوی غلام محی الدین ساکن دہن، مولوی محمد علی ساکن ردال، حکیم اللہ دین ...حکیم شاہنواز کے باعث مجھے جناب سے بہت ہی حسن ظن حاصل ہوا اور میں بدیں خیال کہ جناب کو اشغال وارشاد میں فرصت کہاں کہ میرے جیسے آدمیوں کے خطوط کا جواب ملے گا ارسال عرائض سے متامل رہا۔ جناب کے دو کارڈ مجھے ملے اوران میں مرزاجی کے حسن ظن کا تذکرہ تھا اور بھی فرحت وسرور ملا ۔قریب تھا کہ میں حاضر حضور ہوتا، اسی اثنا میں ایک کتاب شمس الھدایۃ نام مجھے رات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔صفحہ ۴۰ تک رات کو پڑھی۔ جناب نے اس میں بڑا تنزل اختیار کیا کہ بالکل مولویوں اور منطقیوں کے رنگ میں جلوہ افروز ہوئے ۔ اور صوفیوں کے مشرب سے ذرہ جھلک نہ دی۔سبحان اللہ میں نے بارہا سنا کہ جناب فتوحات مکیہ کے غواص ہیں اور کتاب صفحہ ۴۰ تک صرف ایک جگہ شیخ اکبر کا ذکر وہ بھی لا الہ الا اللّٰہ کی توجیہہ ناپسندیدہ پر ایما،

کتاب کو دیکھ کر مجھے اس تحریر کی جرأت ہوئی کہ جب جناب تصنیف کا وقت نکال سکتے

ہیں تو جواب خط کوئی بڑی بات نہیں فا حسن کما ا حسن اللّٰہ الیک میری مختصر گذارش کا بالکل مختصر سا جواب کافی ہوگا۔

اول جناب نے صفحہ ۸ میں فرمایا ہے:

۱۔ تفاسیر معتبرہ ست مثل ابن جریر وابن کثیر..

عرض ہے کہ جناب نے تفسیر ابن جریر کو دیکھا ہے یا نہیں۔ کہاں سے یہ تفسیر صرف دیکھنے کے لئے مل سکتی ہے۔

۲۔ مثل ابن جریر سے کم سے کم پانچ چھ تفسیروں کے نام ارشاد ہوں۔

۳۔ کلی طبعی جناب کے نزدیک موجود فی الخارج ہے یا نہیں اور تشخص متشخص کا عین ہے یا غیر۔

۴۔ تجدد امثال کا مسئلہ جناب کے نزدیک صحیح ہے یا غلط۔ ۵......

۶: انبیاء ورسل آئمہ وعترۃ، اولیاء کرام، صحابہ عظام، انواع واقسام ذنوب وخطایا سے محفوظ ومعصوم نہیں، یا ہیں۔ بصورۃ اولی ان پر اعتماد کا معیار کیا ہوگا اور بصورۃ ثانیہ کوئی قوی دلیل مطلوب ہے مگر ہو مختصر۔ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ سے۔

۷۔ الہام وکشف رؤیا صالحہ کیا چیز ہیں اور ان سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں۔

۸۔ ایک جگہ جناب نے تاریخ کبیر بخاری کا حوالہ دیا ہے کیا وہ جناب کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۹۔ بعض احادیث کی تخریج نہیں فرمائی اس کو کس جگہ دیکھا جاوے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جناب نے ان احادیث کو کہاں کہاں سے لیا ہے، جس کا ذکر کتاب میں فرمایا ہے۔

۱۰۔ عقل، قانون قدرت، فطرۃ، کس حد تک مفید ہیں، یا یہ چیزیں شریعت کے سامنے اس قابل نہیں کہ ان کا نام لیا جاوے۔ تعارض اقوال شریعت وسنۃ اور مقابلہ فطرۃ و شرع کے وقت کونسی راہ اختیار کی جاوے۔ مختصر جواب بدون دلائل کافی ہوگا۔

۱۱۔ تفسیر بالرائے، اور متشابہات کے کیا معنی ہیں۔ کوئی ایسی تفسیر جناب کے خیال میں ہے کہ وہ تفسیر بالرائے سے پاک ہو اور متشابہات کو ہم کس طرح پہچان سکتے ہیں۔

مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۰۰ء از قادیان (۱۷ شوال ۱۳۱۷ھ)۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۰ء ص ۶۔ ۷)

{ مکتوب مہر علی شاہؒ بنام حکیم نور الدین

مولانا المعظم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امابعد۔

مولوی محمد غازی صاحب کتب حدیث وتفسیر اپنی معرفت سے پیدا کر کے ملاحظہ فرماتے رہے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف آج کل دولت خانہ کو تشریف لے گئے ہیں مولوی غلام محی الدین اور حکیم شاہ نواز وغیرہ احباب نے میری نسبت اپنے حسن ظن کے مطابق آپ کے سامنے بیان کیا ہوگا ورنہ من آنم کہ من دانم۔ مولوی صاحب نے اپنی سعی اور اہتمام سے کتاب شمس الہدایۃ کو مطبوع اور تالیف فرمایا۔ ہاں احیاناً اس بے ہیچ سے بھی اتفاق استفسار بعض مضامین ہوا۔ جس وقت مولوی صاحب واپس آئیں گے کیفیت کتب مسئولہ اور جواب سرفراز نامہ اگر اجازت ہوئی تو لکھیں گے۔ اللہ تعالی جانبین کو صراط مستقیم پر ثابت رکھے۔ زیادہ سلام نیاز علماء وفقراء مہر شاہ ۲۶ شوال ۱۳۱۷ھ (۲۷ فروری ۱۹۰۰ء)۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۰ء ص ۷)

(حکیم نور الدین اور پیر مہر علی شاہ کے ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے باہم اختلافات کے باوجود فریقین ۱۹۰۰ء کے آغاز تک ایک دوسرے کو مسلمان سمجھتے تھے۔ کیونکہ دونوں خطوں کا آغاز السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے ہوا ہے، اور پیر صاحب نے اپنے خط میں یہ دعا بھی فرمائی ہے کہ خدا جانبین کو صراط مستقیم پر ثابت رکھے۔ بہاء)

{ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی لکھتے ہیں:

قادیان ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۰ء:.... (پیر صاحب نے) مولوی نور الدین کے استفسار کے جواب میں ان کتابوں کے مطالعہ اور پاس موجود ہونے کا ثبوت دینے سے پہلو تہی کی جن کا ان کے مطالعہ میں آنا اور پاس ہونا یا کہیں اور سے مستعار ہی لے کر معائنہ کرنا ان کی کتاب اور بیان کی وقعت کے لئے ازبس ضروری تھا۔ مولوی نور الدین کے قول ثقیل سے جس نے ان کے علم کی پیٹھ کی ہڈیاں توڑ دیں، اول تو انہوں نے اس پھونس کی ٹٹی میں پناہ لینی چاہی کہ اپنی طرف فقیری اور لاعلمی کو منسوب کیا، اور یہ سارا کیچڑ مولوی غازی کے سر پر جا تھوپا اور صاف اقرار کیا کہ:

مولوی غازی صاحب کتب حدیث وتفسیر اپنی معرفت سے پیدا کر کے ملاحظہ فرماتے رہے ہیں مولوی صاحب آج کل دولتخانہ کو تشریف لے گئے ہیں

میری تحصیل اور شوق دونوں نا تمام ہیں اور اور پھر اعتراف کیا:

مولوی صاحب نے اپنی سعی اور اہتمام سے شمس الہدایہ مطبوع اور تالیف فرمایا ہاں احیانا اس بے ہیچ سے بھی اتفاق استفسار بعض مضامین ہوا۔

...مولوی نورالدین کا سوال آپ کے سر ویسا ہی قائم رہا..ان کا سوال تو یہ تھا کہ چونکہ آپ مولف ومصنف ہیں اور آپ نے تفسیر ابن جریر کا حوالہ دیا ہے اسلئے از راہ کرم اس امر کا جواب دیں کہ تفسیر ابن جریر کو آپ نے دیکھا بھی ہے یا نہیں؟ اور کہاں سے اور کیونکر یہ تفسیر دیکھنے کو مل سکتی ہے؟ آپ نے اس بوجھ سے کندھا ہلکا کرنے کے لئے انکار کر دیا کہ میں تو ایک ناقص نا تمام آدمی ہوں کتاب کی تالیف وغیرہ کا کام غازی صاحب کے ذمہ رہا ہے اور جب لوگوں نے آپ کو پکڑا اور پردہ اٹھتا نظر آیا تو آپ نے اس کتاب کی تالیف کا فخر خود لے لیا مگر اس صورت میں بھی مولوی صاحب کا مطالبہ تو اسی طرح رہا۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔اپریل ۱۹۰۰ء ص ۵۔۶)

پیر گولڑوی کی عہد شکنی

اڈیٹر الحکم نے اپنے اخبار میں ایک طویل تحریر شائع کی جس میں کہا گیا:

... پیر گولڑوی نے حال میں جو کتاب سیف چشتیائی شائع کی ہے اس میں اس نادان نقاب پوش فقیر نے اپنے معاہدہ کے خلاف کیا ہے جو لاہور کی شاہی مسجد کے جلسہ میں اقرار کیا تھا اور سب نے متفق ہو کر اقرار کیا تھا کہ آئندہ وہ مرزا صاحب کے مقابلہ میں نہ آئیں گے اور آپ کی تحریروں پر نوٹس نہ لیں گے۔ مگر جب مرزا صاحب کی طرف سے اعجاز المسیح پیر گولڑوی کی علمی اور عملی قابلیت کے امتحان کی غرض سے شائع ہوئی اور فاضل امروہی کی کتاب شمس بازغہ نے گولڑی اور اس کے منہ زور غازی رفیق کی علمی پردہ دری کر دی تو یہ لوگ نعل در آتش ہو گئے۔ اور اپنے وعدوں کا جو خدا کے گھر میں علماء کے ایک گروہ میں کیا گیا تھا کچھ پاس نہ کر کے اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح سے ان کتابوں کا جواب لکھا جاوے ....مہر علی شاہ نے اس ندامت کو دور کرنے کی ایک تدبیر سوچی اور وہ یہ کہ اسے معلوم ہو گیا کہ مولوی محمد حسن بھیں نے اعجاز المسیح پر کچھ نوٹ لکھے ہیں اس لئے وہ اس فکر میں ہوا کہ ان نوٹوں کو حاصل کیا جاوے۔ محمد حسن کی زندگی میں تو وہ نوٹ اس کو نہ مل سکے اس کے مرنے کے بعد خدا جانے کن حیلوں اور تدابیر

سے اس کی بیوہ سے ان نوٹوں کو حاصل کرلیا اوران کو ہی ترتیب دے کر سیف چشتیائی کے نام سے ایک رسالہ چھاپ دیا ...اور یہ اعتراف کہیں نہیں کیا کہ میں نے محمد حسن کی تحریروں کو شائع کیا ہے...اب دیکھو کہ کیا یہ خدا تعالی کا زبردست نشان ہے یا نہیں کہ حضرت مسیح موعود کی طرف دو چار فقروں کا سرقہ منسوب کرنے کے ساتھ ہی خود پوری کتاب کا سارق ثابت ہوگیا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۔۳ مختصراً)

(محمد حسن کے نوٹ جو بقول مرزائیوں کے سیف چشتیائی میں شامل ہیں، وہ تو اس کتاب کا صرف ایک باب ہے۔ باقی تو اس میں دوسری بحثیں ہیں، حتی کہ الہامات مرزا مصنفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کی طویل عبارتیں بھی اس میں باحوالہ دی گئی ہیں۔ مرزائی ان کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ اورمرزا صاحب اور اڈیٹر الحکم وغیرہ نے کتنی مرتبہ کہا کہ اب ہم آئندہ مخالفوں کو مخاطب نہیں کریں گے اوران کی کسی بات کا جواب نہیں دیں گے۔لیکن ان وعدوں کے باوجود وہ بار بار مخالفوں کی تردید میں لکھتے رہے، انہیں چیلنج دیتے رہے۔ ان کی ایسی چند عبارتیں کسی دوسری جگہ نقل کی گئی ہیں۔ بہاء)۔

{ اسی سیف چشتیائی کے متعلق ایک مرتبہ قادیانیوں نے لکھا:

پیر گولڑی نے سیف چشتیائی جو کتاب طیار کی ہے اس کے ٹائٹل پیج پر دو تلواروں کی تصویر بھی دی ہے ...سیف چشتیائی کے مصنف کی غرض ان تلواروں کے بنانے سے اگر حضرت حجۃ اللہ کے خلاف قتل کا مخفی اشارہ نہیں یا جہاد کی ترغیب نہیں تو اس فضول تحریک سے کیا فائدہ تھا۔ یہ امر بہر حال گورنمنٹ کے نوٹس لینے کے قابل ہے ہم اس پر کسی قدر صراحت سے لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ایک گوشہ نشین نقاب پوش درویش کی تحریر پر ان تلواروں کا نشان حیرت انگیز ہے اور کسی خاص راز کی طرف ایما کرتا ہے ورنہ پیر گولڑوی کے مذاق اورمشرب کے لحاظ سے تو طنبور و چنگ کی تصویریں موزوں تھیں۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ جولائی ۱۹۰۲ء ص ۲)

{ اخبار الحکم کے اڈیٹر نے لکھا ہے:

موسوی مسیح بھی چودھویں صدی میں آیا تھا۔مرزا صاحب نے اپنی تصانیف میں متعدد جگہ اس امر پر بحث کی ہے کہ مسیح ابن مریمؑ ،حضرت موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں آئے تھے اور چونکہ رسول اللہ ﷺ مثیل موسی ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً اس

لئے ضروری تھا کہ آنے والا مسیح موعود بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہو .... چونکہ مرزا کا ظہور اسی مبارک صدی پر عین وقت پر ہوا اس لئے مخالفین کو جب اور کوئی وجہ انکار کی نہ ملی تو یہی کہنا شروع کیا کہ مسیح ابن مریم، حضرت موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں نہیں آیا تھا۔ چنانچہ گولڑوی نے بھی اس مسئلہ پر اپنی تاریخ دانی کا ثبوت دیا ہے اور پردہ دری کرائی ہے وہ مانتا ہے کہ مسیح ابن مریم، حضرت موسی کے بعد سولہویں صدی میں آئے تھے۔ دروغ گورا تا بخانہ اش باید رسانید کا مضمون صحیح ثابت کرنے کے لئے مرزا نے مفتی محمد صادق کو جو عبرانی کے فاضل ہیں حکم دیا کہ وہ کسی یہودی کی تحریر اس معاملہ میں حاصل کریں چنانچہ بمبئی کے ایک یہودی فاضل نے اپنے خط میں (جو ۳ ستمبر کی شام کو مفتی صاحب نے سنایا) اعتراف کیا کہ مسیح ناصری حضرت موسیٰؑ کے بعد ۱۲۷۲ میں پیدا ہوئے۔ اب وہ خط محفوظ ہے اور مناسب مقام پر مرزا صاحب اسے شائع کریں گے۔ اب اگر بقول عیسائیاں ۳۰ سال اس میں اور شامل کر لئے جاویں تو مسیح کی دعوت کا سال ۱۳۰۲ ہو جاتا ہے جو چودھویں صدی کا سرا ہے۔ اب دیکھیں کہ گولڑوی اس ندامت سے کیا فائدہ اٹھاتا ہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۲)

(آنحضرت ﷺ کی وفات ۶۳۲ ء میں ہوئی ، اور مرزا صاحب کا دعوی مسیحیت ۱۸۹۱ء میں سامنے آیا۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات کے ۱۲۵۹ سال بعد۔ اور مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں مرے یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات کے ۱۲۷۶ سال بعد۔ گویا مرزا کی وفات کے ۲۴ سال بعد تیرھویں صدی ختم اور چودھویں صدی شروع ہوئی۔ اس طرح آپ چودھویں صدی کے مجدد اور مسیح موعود کیوں کر ہوئے ۔ اور یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح عیسی بن مریمؑ ، حضرت موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی یا چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے اسی طرح وہ چودھویں صدی کے سر پر آئے ہیں کیوں کہ وہ اس سے ربع صدی پہلے ہی آنجہانی ہو چکے تھے۔ یہ حساب شمسی کیلنڈر کی رو سے ہے۔

اور بتایا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات ۱۴۳۸ قبل مسیح میں ہوئی، یعنی حضرت عیسیٰؑ ، جناب موسیٰؑ کے بعد پندرھویں صدی میں مبعوث ہوئے ہیں۔ اس طرح مرزا صاحب کو (اگر

وہ مسیح موعود ہوتے تو) آنحضرت ﷺ کے بعد پندرھویں صدی میں آنا چاہیے تھا۔لیکن وہ تو پندرھویں صدی کے شروع ہونے سے پہلے ہی عرصہ ہوا آکر چلے بھی گئے ۔ بہاء)

{ ڈائری۔ یکم ۔اکتوبر ۱۹۰۲ء .. دودھاری تلوار:

گولڑوی کی کتاب سیف چشتیائی کے متعلق (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ اس نے دہرا کام کیا، فیضی کی موت کا ہماری پیش گوئی کے موافق ہونا اس سے ثابت ہو گیا اور گولڑوی کی پردہ دری بھی ہو گئی ۔ اگر فیضی زندہ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ اصلاح کرتا یا اس ارادہ سے باز ہی آجاتا مگر موت نے پیش گوئی کے موافق اسے آلیا۔اور گولڑوی اس کی کچی ہانڈی کھانے بیٹھ گیا اور نہ خیال کیا کہ اس کی ہر بات کی خود بھی تحقیق کر لے نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی پردہ دری کرالی اور محمد حسن کی بھی۔ (الحکم ۳۰ ۔اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۱۰)

(ناظرین کسی جگہ مرزا جی کا یہ بیان پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے فیضی کی موت کی پیش گوئی نہیں کی لیکن یہاں آپ بتا رہے ہیں کہ فیضی کی موت انکی پیشگوئی کیمطابق ہوئی ۔ بہاء)

ملہم گروہ اور قادیانی حضرات

عنوان بالا کے تحت ہم زیر نظر دور کے قادیانی اخبارات سے ان تحریروں کا انتخاب نقل کر رہے ہیں جو منشی الٰہی بخش لاہوری ، منشی عبدالحق لاہوری ، مولانا عبدالجبار غزنوی ، حافظ محمد یوسف وغیرہ سے متعلق ہیں جنہیں قادیانی حضرات الہامی گروہ کے نام سے یاد کرتے تھے ۔

{ مکتوب مرزا قادیانی بنام حکیم نور الدین

.... آپ کے لئے اجازت ہے کہ جب فرصت ہو اور کسی طرح کا ہرج نہ ہو تو اس رسم کے پورا کرنے کیلئے تشریف لے آویں بلکہ تقریب شادی پر جو آپ تشریف لاویں گے وہ نہایت عمدہ موقع ہے ، اور شرائط پر پابند ہونا باعتبار استطاعت کے ہے لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا ۔

میرے دوسرے خط کے جواب میں جلد مطلع فرماویں تا لدھیانہ میں اطلاع دی جائے ۔بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شائد آپ بماہ مارچ کشمیر کی طرف روانہ ہوں ۔ پس اگر یہی صورت ہو تو بماہ فروری کاروبار شادی بخیر و عافیت اہتمام پذیر ہونا چاہیے ۔

منشی عبدالحق صاحب و بابو الٰہی بخش صاحب لاہور سے تشریف لائے تھے۔ منشی عبدالحق صاحب نے تقریر کی تھی کہ ردتکذیب کو عام پسند بنانے کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ دیباچہ کتاب میں کھول کر لکھا جائے کہ ہمارا ایمان تو خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر ایسا قوی اور وسیع ہے کہ جس طرح اہل سنت و جماعت تسلیم کرتے ہیں مگر بعض نادر طور کے جواب صرف مخاطبین کی تنگ دلی اور قلت معرفت کے لحاظ سے انکے مذاق کے موافق لکھے گئے ہیں تا انہیں معلوم ہو کہ قرآن شریف پر اعتراض کرنے کی کسی معقولی ومنقولی کو مجال نہیں۔ اس عاجز کی دانست میں بھی ایسا لکھنا نہایت ضروری ہے تا عوام الناس فتنہ سے بچ جائیں۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ...فروری ۱۸۸۹ء (الحکم قادیان۔ ۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء ص ۱۱)

(یہ خط ان ایام کا ہے جب لدھیانہ میں حکیم صاحب کی شادی کی بات چل رہی تھی۔ انہی دنوں حکیم صاحب نے مرزا صاحب کی براہین احمدیہ کی تردید میں لکھی جانے والی پنڈت لیکھ رام کی کتاب تکذیب براہین احمدیہ کا جواب لکھا تھا۔ یہ زمانہ مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت سے قبل کا ہے اور منشی الٰہی بخش لاہوری اور منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ اس دور میں مرزا صاحب کے معاونین میں شمار ہوتے تھے اور ان کی خدمت میں عام طور پر حاضری دیا کرتے تھے۔ تاہم اس دور میں بھی منشی عبدالحق نے حکیم نورالدین کی کتاب میں (جو قادیانیوں کی مایہ ناز کتاب ہے) میں ترمیم واضافے کا مشورہ دیا تھا جسے مرزا صاحب نے بھی صائب سمجھتے ہوئے حکیم صاحب کو ہدایت کی کہ اس پر عمل کیا جانا چاہیے۔ بہاء)

} فرمایا (مرزا صاحب نے) ایک بار مجھے امرتسر جانے کا اتفاق ہوا۔ بعض غزنوی مجھے ملے اور مجھے پینے کو چائے دی۔ چونکہ میرے دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہے میں اس سے پی نہیں سکتا، میں نے بائیں ہاتھ سے لی۔ یہ لوگ آگ بگولہ ہوگئے اور مجھے کہا کہ خلاف سنت ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ مجھ سے وجہ پوچھتے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۶)

(یاد رہے کہ سید عبداللہ غزنویؒ کے قیام خیردی، اور امرتسر کے دوران حصول فیض کیلئے مرزا صاحب ان کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ سید عبداللہ کی وفات (۱۸۷۹ء) کے بعد مرزا صاحب نے مجددیت، مہدویت، مسیحیت وغیرہ کے دعوی کئے، اور ان کا خیال تھا کہ سید عبداللہؒ سے ان کی تعلق داری کی وجہ سے غزنوی حضرات ان کے دعاوی کی حمایت کریں گے۔ اس لئے وہ ان سے ملاقات رکھتے تھے۔ اور زیر نظر واقعہ اسے دور یعنی ۱۸۸۰ء کے عشرے کا ہے۔

تاہم غزنوی حضرات نے سید عبدالجبار غزنوی کی قیادت میں مرزا صاحب کے دعاوی کی تردید بڑے موثر اور پر جوش انداز میں فرمائی، حتیٰ کہ سید عبداللہ کے ایک شاگرد مولوی عبدالحق غزنوی نے مرزا صاحب سے ۱۸۹۳ء میں مباہلہ بھی کیا۔

یادر ہے کہ مباہلے کے بعد مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں اپنے مقابل مباہل کی زندگی میں چل بسے تھے، جب کہ انہوں نے خود ہی کہہ رکھا تھا کہ مقابل مباہل کی زندگی میں کاذب مر جایا کرتا ہے۔ بہاء)

} لاہوری ملہم پارٹی اور ہمارے حضرات

من از آن حسن روز افزون کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردہ عصمت بروں آرد زلیخا را

ہمارے محتشم ناظرین لاہوری ملہم کے نام سے الحکم کے کالموں میں مختلف نمبروں میں مرزا صاحب کے کسی مخالف کا نام پڑھ چکے ہیں اور بایں وجہ کہ انہوں نے مخالفت میں الہامی رنگ اور دعوی رکھا تھا اور رکھا ہے ناظرین کو ان کے متعلق چند ضروری امور اور کوائف کے معلوم کرنے کی بڑی آرزو ہے..

لاہوری ملہم صاحب کا نام الٰہی بخش ہے جو محکمہ نہر میں اکونٹنٹ ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا جب آپ قادیان بھی تشریف لائے تھے اور ان کی اصلاح کے لئے ضرورۃ الامام گراں قدر رسالہ کی ضرورت پڑی۔ منشی صاحب نے دعوی کیا کہ مجھے مرزا صاحب کے خلاف الہام ہوئے ہیں اس پر مرزا صاحب نے صرف اسلام کی حالت پر اور بنی نوع انسان پر رحم کر کے یہ مناسب سمجھا کہ چونکہ یہ امر ایک سخت حربہ اسلام اور نفس الہام پر ہے، ان لوگوں کے مخالف الہام جمع کر کے توجہ کی جائے تا کہ کوئی فیصلہ ناطق ہو جاوے کیونکہ اس سے لوگ دبدہا میں پڑیں گے کہ جب کہ خدا ہی کی طرف سے الہام ہوتے ہیں تو متضاد الہام کے کیا معنی۔

غرض اس بنا پر خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا جو درج اخبار ہوگا مگر لاہوری ملہم صاحب اب تک ایچا پیچی ہی میں ہیں۔ آپ کی پارٹی میں تین صاحب اور ہیں جن میں سے منشی عبدالحق پنشنر اکاؤنٹنٹ آپکے الہامات کے مفسر ہیں اور سید فتح علی شاہ خان بہادر ڈپٹی کلکٹر اور حافظ محمد یوسف ضلع دار نہر آپ کے پرانے رفیق ہیں۔ غرض یہ چار آدمیوں کی پارٹی ہے۔ سردست اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے اور مرزا صاحب کے خطوط اور مولوی نورالدین کے باقی خطوط جب درج ہوں گے ان

کے ساتھ ساتھ مختصر طور پر ضروری کوائف بتلاتے چلیں گے۔

منشی صاحب کے طرز عمل سے ہر چند کہ پایا جاتا تھا کہ انکی مخالفت کا سلسلہ ایک خاموشی کے عالم میں رہے گا، بلکہ سنا گیا ہے کہ ملہم پارٹی منشی الٰہی بخش کے اس رسالہ کے مضمون کا جو حضرت کی مخالفت میں لکھا گیا تھا بھی ایک اعجاز سمجھتی ہیں مگر خدا تعالیٰ کو جو مخرج ما کنتم تکتمون ہے ..آخر اس رسالے نے جو ذیل میں شائع ہوتا ہے پردہ اٹھا دیا اور یہ پہلی مرتبہ ہے کہ ہمارے لاہوری ملہم اصل نام کیساتھ اخباری دنیا میں آتے ہیں اور (حکیم نور الدین کا) وہ خط یہ ہے:

برادرم منشی تاج الدین صاحب۔ السلام علیکم

پرسوں شام کیوقت ایک میرے مکرم دوست نے برسر مجلس ذکر فرمایا جسکا خلاصہ یہ تھا:

منشی تاج الدین نے ارقام فرمایا ہے ڈپٹی فتح علی شاہ سے میں نے دریافت کیا ہے کہ کیوں اب تک منشی صاحب نے اپنے الہامات درباب مرزا صاحب شائع نہیں فرمائے ۔ڈپٹی صاحب نے فرمایا کہ نور الدین نے کیا معنی اس راقم خاکسار نے منشی جی کو بمنت سماجت خط لکھا ہے کہ منشی جی ایسے الہامات کے شائع کرنے سے باز رہیں اس لئے منشی صاحب نے اشاعت الہامات مخالفہ مرزا صاحب سے اعراض کیا۔

برادرم! اس کلام کے سننے سے مجھے تعجب اور حیرت ہوئی اور میں عام اہل اسلام کی حالت پر دیر تک افسوس کرتا رہا۔تعجب اس لئے کہ ایک ملہم من اللہ جس کو الہام الٰہی سے ثابت ہوگیا کہ فلاں شخص اللہ ورسول کا مخالف ہے تو اس مخالف اللہ ورسول کا پردہ فاش کرنے کیلئے ہمہ تن متوجہ ہونا چاہیے تھا کسی کے روکنے سے وہ کیونکر رک سکتا ہے۔

۲۔جب منشی الٰہی بخش کو ثابت ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات نعوذ باللہ شیطانی ہیں اور غلط ہوتے ہیں اور ان کو پختہ طور پر معلوم ہے کہ نور الدین مرزا جی کا دل سے جان سے مال سے اور عزت وآبرو سے فدائی ہے اور پورا معتقد ہے تو مرزا کے ایسے معتقد کے خط بخلاف الہامات الٰہیہ کیوں متبع ہوئے۔

۳۔نص صریح ہے کہ مامور من اللہ مداہن لوگوں کے کہنے پر نہیں چلا کرتے تو اگر نور الدین نے مداہنت چاہی تھی تو منشی الٰہی بخش پر واجب تھا کہ نور الدین کا وہ خط جس میں اس نے منشی جی کو روکا ہے الہامات کے ساتھ شائع کر دیتے تو کہ حسب منشاء منشی صاحب مرزا جی کے ساتھ مرزا کے ایک مرید کی بھی پردہ دری ہو جاتی اور اس سے عام

لوگ نتیجہ نکالتے کہ یہ جماعت کیسی مکار ہے۔

۴۔ اگر وہ الہامات منشی جی کے منجانب اللہ ہوتے تو وہ کسی کے کہنے سے ان کی اشاعت سے کیوں رکتے کیا ان کو خبر نہیں بلّغ ما انزل الیک من ربّک فان لم تفعل فما بلّغت رسالته کس کتاب کا حکم ہے کیا ان کو خبر نہیں کہ ودوا لو تدھن فیدھنون کون کہتا ہے۔

۵۔ مرزا صاحب نے منشی جی سے براہ راست خطوط لکھ کر تحریک کی ہے پس اس تحریک کے بالمقابل نورالدین کا پرائیویٹ خط کیوں زیادہ موثر ہوا۔

۶۔ مرزا صاحب اپنے الہامات اپنی تحقیقات کی اشاعت میں کیسے دلیر ہیں، ان کے مخالفین کو چاہیے تھا کہ مرزا صاحب سے زیادہ دلیر ہوتے۔ کیوں؟ وہ لوگ اپنے گمان کیا یقین میں راست باز اور مرزا صاحب نعوذ باللہ مفتری ہیں۔

۷۔ منشی صاحب نے وعدہ کا ایفاء نہ کیا اور نورالدین کے کہنے سے انّ العھد کان مسؤلا سے کیوں بے پروائی کی۔

۸۔ ڈپٹی صاحب اول سید اہل بیت دوم دنیا میں معزز عہدہ پر ممتاز میرا دل نہیں پسند کرتا کہ میں مان لوں ایسا بڑا آدمی جھوٹ بولتا ہو۔ جھوٹ بولنا بڑے ہی کمینوں کا کام ہے جھوٹا ذلیل ہوتا ہے پس مجھے حیرت ہے کہ یہ غیر واقعہ کلمات کہاں سے نکلے۔

۹۔ میرے نزدیک مامور من اللہ اور دوسروں میں یہ بھی ایک فرق ہے کہ مامور من اللہ ہمت نہیں ہارتے، تھکتے نہیں، ڈرتے گھبراتے نہیں، مشکلات کیوقت دلیر ہوتے ہیں۔ آخر کامیاب ہوتے ہیں دیکھو مرزا صاحب نے مخالفوں کے مقابلہ میں کیسے کیسے کام کئے ہیں، کیا ہمت ہاری ہے۔ نہیں، تھکا، نہیں ڈرا ہے نہیں، کیا دلیر نہیں ہوا؟ کیا کامیاب نہیں ہوا۔

۱۰۔ تلک عشرۃ کاملہ اگر منشی صاحب اپنے الہامات اور پیش از وقت اپنی پیش گوئیاں شائع کرتے تو ان کو پتہ لگ جاتا کہ ان پیش گوئیوں کی اشاعت میں کیا کیا مشکلات آتی ہیں اور پھر ان کو یہ بھی پتہ لگ جاتا کہ جو جو اعتراض انہوں نے مرزا جی پر کئے ہیں کیا وقعت رکھتے ہیں۔ مثلاً مرزا جی کے وعدہ پر، براہین احمدیہ کی اشاعت پر (کیوں التواء ہے حالانکہ مخالفوں کے لئے بار بار اشتہار دیئے گئے کہ وہ براہین کا روپیہ واپس

لے لیں اور روپیہ دیا بھی گیا) مثلاً آتھم کی پیش گوئی کہ آیا شرط پوری ہوئی جیسی الہام میں مشروط تھی یا نہ ہوئی، مثلاً بشیر احمد کے متعلق کہ وہ موعود فرزند ہے حالانکہ وہ موعود حسب الہامات بحمد اللہ موجود ہیں، مثلاً ان کا خیال کہ مسجد کا روپیہ مسجد پر خرچ ہوا یا نہیں ۔یا معرض التواء میں ہے وغیرہ۔

اب تک تو منشی صاحب اپنے گھر میں خاص خاص احباب کے سامنے بیان فرماتے ہیں اوران کے احباب بھی فرماتے ہیں کہ ان کی پیش گوئیاں بہ نسبت مرزا جی کے بہت مصفی اور صحیح ہیں مگر جب معاملہ پبلک میں عام طور پر مرزا جی کی طرح پیش ہو تب ظاہر ہو جائے گا کہ مامور من اللہ کون ہے؟ عند الامتحان یکرم المرء او یھان

برادرم! یادرکھو جو باتیں الہامی طور پر ثابت ہوں ان میں اعلی وہی ہیں جو لکھی ہوئی ہم دیکھیں قرآن کریم میں اللہ فرماتا ہے ام عندھم الغیب فھم یکتبون نبی کریم کے مخالفوں پر بھی الزام قائم ہوا ہے کہ اگر ان کے پاس غیب ہے تو اسے لکھا ہوا پیش کریں۔

میرے بھائی آخر میں آپ کو بڑے زور اور جوش سے نصیحت کرتا ہوں کہ آپ کامل استقلال کامل بردباری کامل حوصلہ اعلی ہمت سے کام لیکراس وقت ڈپٹی صاحب سے دریافت فرماتے لیس الخبر کا لمعا ئنہ ہمیں وہ خط نورالدین کا دکھاویں آپ ڈپٹی صاحب اگرچہ راست باز ہیں مگر راستی کا ثبوت دینا راست بازی کے مخالف نہیں۔ مولی کریم بھی سچا ،مولی کا رسول بھی سچا، مگر پھر بھی دونوں نے اپنی صداقت کے ثبوت دیئے ہیں۔ پس آپ راست باز سہی ہمیں راست بازی کے ثبوت سے محروم نہ فرماویں ۔ بہرحال اب پھر کوشش کریں شائداسی ذرہ سی بات میں حق ظاہر ہو جاوے کہ ڈپٹی صاحب اوران کے منشی صاحب کو یہ خبر دینے والا کیسا راست باز ہے۔ ہمیں تو ایسی خبریں ترقیات کا موجب ہیں اور انشاء اللہ بہتوں کیلئے ترقیات کا باعث ہوں گی۔

اب آپ ہمت بلند سے کام لیں اور اس خط کو نکلوائیں جس میں نورالدین نے خوش آمد کرکے منشی جی کو روکا ہے میرے بھائی میں دلیری سے عرض کرتا ہوں کہ میرے تحریریں بچپن سے لے کر آج تک کبھی بھی ایسی نہیں جن کی اشاعت سے مجھے کسی نوع کا خطرہ ہو۔ ٦۔اگست ١٨٩٩ء۔ (اخبارالحکم قادیان ١٠۔اگست ١٨٩٩ء ص ٩۔١٠)

(یاد رہے کہ منشی الٰہی بخش صاحب تقریباً ۱۸۹۸ء مرزا قادیانی کے معتقد رہے، ان کی مالی مدد کرتے رہے، تصنیفی سلسلے میں ان کی مدد کرتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر حق آشکار کر دیا تو انہوں نے قادیانیت کی تردید میں تحریری خدمات انجام دیں۔ مرزا صاحب انہیں ملہم ربانی مانتے تھے اور انہوں نے پیش گوئی بھی فرمائی کہ منشی صاحب دوبارہ ان کے حلقہ عقیدت میں داخل ہو جائیں گے۔ تاہم منشی صاحب عصائے موسیٰ کی تصنیف و اشاعت کے بعد اپریل ۱۹۰۷ء میں حالت ایمان و اسلام میں فوت ہوئے اور یوں مرزا صاحب کی پیش گوئی کی تکذیب کا نشان بن کر آیۃ من آیات اللّٰہ ہوئے۔

اوپر زیر نمبر ۵ حکیم صاحب نے مرزا صاحب کے خط کا حوالہ دیا ہے، جسے عصائے موسیٰ سے ہم مختصراً نقل کر رہے ہیں: مرزا صاحب حافظ محمد یوسف امرتسری کو لکھتے ہیں:

میرے پاس شیخ حامد علی .. نے یہ بیان کیا کہ حافظ محمد یوسف .. نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ منشی الٰہی بخش .. کو مرزا غلام احمد کی نسبت کئی الہامات ایسے ہوئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ منشی صاحب موصوف کو یہ خبر دیتا ہے کہ غلام احمد مسرف کذاب ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر الہام ہوئے ہیں لیکن منشی صاحب اس مصلحت سے ان الہامات کو کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع نہیں کرتے کہ مبادا مرزا غلام احمد ہم پر انگریزی عدالت میں نالش نہ کر دے۔ ہاں اگر مرزا غلام احمد یہ تحریری وعدہ لکھ دے کہ میں نالش نہیں کرونگا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہفتہ عشرہ میں کسی اشتہار یا اخبار کے ذریعہ سے ان الہامات کو منشی الٰہی بخش کے ہاتھ سے شائع کرا دیں گے۔ پس چونکہ یہ طریق نہایت عمدہ ہے اور ممکن ہے کہ اس سے کوئی فیصلہ ہو جائے اس لئے میں حضرت عزت کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ میں ایسے الہامات کے شائع کرنے سے کسی عدالت میں نالش نہیں کرونگا۔ ہاں یہ شرط ہے بلکہ نہایت ضروری شرط ہے کہ منشی الٰہی بخش خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر الہامات شائع کریں یعنی تحریر الہامات کے پہلے یہ قسم کھاویں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ جو الہامات ذیل میں لکھتا ہوں وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور اگر اس تحریر میں میری طرف سے کوئی گستاخی یا جھوٹ یا افتراء ہے تو خدا تعالیٰ اس افتراء کا مجھے پاداش دے۔ یہ لکھ کر یہ الہامات لکھ دیں۔ سو میں یہ رقعہ بخدمت حافظ محمد یوسف صاحب اسی غرض سے لکھتا ہوں۔

الراقم مرزا غلام احمد بقلم خود

مکرر یہ کہ یہ بھی شرط ہے کہ منشی الٰہی بخش اپنے تکذیب تفسیق کے الہامات کو اپنے نام اور پورے پتہ عہدہ سکونت وغیرہ سے شائع کریں اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر تین ہفتہ تک انتظار کر کے

یہ رقعہ کسی اشتہار یا اخبار کے ذریعہ سے شائع کر دیا جائے گا۔ اس کی ایک نقل اس غرض سے رکھی گئی ہے۔ فقط۔ ۲۷۔ اپریل ۱۸۹۹ء۔

اس کے جواب میں منشی صاحب نے لکھا تھا:

الٰہی بخش بخدمت حافظ محمد یوسف صاحب السّلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ

عرض آنکہ والا نامہ جناب وتحریر مرزا صاحب پہنچی۔ عاجز کو تعجب آتا ہے کہ مرزا صاحب کو تو ماشاء اللہ متانت، مستقل مزاجی، وقار اور تجربہ کاری کا بڑا دعوی ہے یا اب اس قدر تغیر ہوا کہ کچھ حد نہیں۔ سال ہا سال سے وہ عاجز سے واقف ہیں چنانچہ دور دراز تجربہ کے بعد مرزا صاحب نے رسالہ ضرورۃ الامام میں عاجز کی نسبت کئی تعریفی الفاظ بھی درج فرمائے ہیں یعنی: بے شر انسان، نیک بخت، متقی پرہیز گار؛
اور فرمایا ہے کہ ابتداء سے ہمارا ان کی نسبت نیک گمان ہے اور اخیر پر دعا فرمائی ہے کہ خدا پاک اس کے ساتھ ہو۔

یہ رائے مرزا صاحب کی کچھ سرسری نہیں بلکہ مدت مدیدہ عرصہ بعید کے تجربہ کا نتیجہ ہے اور اب حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ عاجز قسم تحریر کرے اور پھر الہامات لکھے۔ نیز شرائط مقرر فرماتے ہیں کہ اپنا نام پتہ عہدہ سکونت وغیرہ وغیرہ لکھے۔ اس تغیر وتبدیل حالات سے عاجز بہت متعجب ہے اور بار بار یہ خیال آتا ہے کہ علیم وخبیر نے جو اپنے فضل وکرم سے مرزا صاحب کے حالات کے تغیر کی عاجز کو الہاماً آیت شریفہ انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّی یغیّروا ما با نفسھم میں اطلاع فرمائی ہے، کیسی صحیح ہے۔ سبحان اللہ واقعاً سب کچھ اللہ پاک کے قبضہ قدرت میں ہے اور ذرہ ذرہ پر اس کا اختیار ہے جو چاہے سو کرے یقلّب کیف یشاء۔ یفعل ما یشاء، و یحکم ما یرید جناب خیال فرماویں کہ مرزا صاحب نے جو کچھ اول عاجز کی نسبت تحریر فرمایا کیا وہ صحیح نہیں کہ اب عاجز سے قسم وغیرہ شرائط لیتے ہیں۔ کیا خدانخواستہ عاجز کی ان سے کسی قسم کی عداوت و دشمنی یا کچھ حسد اور بغض ہے۔ معاذ اللہ۔ یا عاجز ان پر زور ڈالتا ہے کہ وہ خوانخواہ ضرور عاجز کے الہامات کو قبول و تصدیق کریں تا کہ عاجز پر کسی قسم کی شرائط قائم کرنے کی ضرورت و حاجت ہو۔ مرزا صاحب کے نزدیک نعوذ باللہ وہ ذات پاک قادر جل جلالہ عالم الغیب و الشّھادۃ بدون پتہ ونشان وقسم عاجز کے شناخت کرنے و پاداش دینے میں مغالطہ کھانے والی ہے۔ جناب کو

خوب معلوم ہے اور مرزا صاحب بھی خوب جانتے ہیں کہ عاجز ایک گمنام بے تعلق اور بفضل و کرم مولی غنی و کریم مستغنی المزاج شخص ہے اور شہرت و جاہ طلبی سے الحمدللہ اس ارحم الراحمین کی منت بیکراں و احسان بے پایاں سے متنفر و بیزار۔ پھر عاجز کو کیا ضرور ہے کہ ایسے فضول اور بے ضروری مخالف اخلاص شرائط کا پابند ہو۔ ہاں الہام الٰہی کی پابندی ضرور ہے اور اپنے اختیار سے باہر ہے۔ مرزا صاحب کے مخالف جو الہام عاجز کو ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں وہ سوائے آپ کے اور تین چار دیگر رفقاء کے بلحاظ ملاقات دیرینہ و بنظر ناراضگی مرزا صاحب اب تک کسی کو نہیں سنائے گئے اور اسی خیال سے شائع بھی نہیں کئے۔ اگر حضرت مرزا صاحب بخوش دلی و فراخ حوصلگی و اخلاص ان ربانی شہادات کو یعنی الہامات کو بلا کسی شرط و اکراہ و عذر کے سننا گوارا فرماتے ہیں جیسا کہ اہل اللہ کی شان ہوتی ہے تو عاجز کو حسب اجازت و ارشاد مرزا صاحب ان کے بیان و شائع کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ لیکن جناب غور فرمالیں کہ جو امور مخالف طبیعت، مخالف وجاہت اور خصوصاً سلسلہ پیری مریدی کے حارج و مضر ہوں تو وہ ضرور طبعاً ناگوار گذرا کرتے ہیں اور پھر جب غصہ آجاتا ہے تو انسان بے قابو ہو کر ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا حدیث شریف میں آیا ہے۔..

البتہ عباد الرحمٰن جن کا حافظ و ناصر خود وہ عزّ اسمہ ہو اور جو بحکم و الکا ظمین الغیظ و العا فین عن النّاس و اللّه یحبّ المحسنین کے ادب و لحاظ و تعمیل کرنے والے ہوں وہ البتہ مستثنیٰ ہیں اور غصہ میں بے قابو نہیں ہوتے اور نہ کسی قسم کی ایذا رسانی کی کاروائی کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ سو یہ ہر ایک کا منصب نہیں بحکم آیت کریمہ وما یلقّا ھا الّا الّذ ین صبروا وما یلقّا ھا الّا ذو حظّ عظیم عاجز خاکسار تو رضائے مولی کا خواہاں ہے اور اس کے احکام کا پابند، کسی سے کچھ مقابلہ نہیں اور نہ کچھ غرض، وہ مالک جو چاہے گا آپ ہی سب کچھ کر کرا لیگا۔ فقط لاہور، ۷۔مئی ۱۸۹۹ء یوم یک شنبہ

{ مکتوب مرزا صاحب قادیانی

۱۵مئی ۱۸۹۹ء: بخدمت مکرمی حافظ محمد یوسف صاحب۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ اگرچہ وہ شرائط جو میں نے لکھے تھے وہ سب قوم کے فائدہ کے لئے لکھے تھے اور ان کے لکھنے سے نہ یہ غرض تھی کہ منشی الٰہی بخش پر مجھے اعتبار نہیں اور نہ یہ غرض تھی کہ میں نعوذ باللہ ان کے لئے کوئی بد منصوبہ سوچتا ہوں۔ محض

نیک نیتی سے لکھا گیا تھا۔ لیکن چونکہ مجھے آسمانی فیصلہ مطلوب ہے یعنی یہ مدعا ہے کہ تا لوگ ایسے شخص کو شناخت کر کے جس کا وجود حقیقت میں ان کے لئے مفید ہے راہ راست پر مستقیم ہو جاویں اور تا لوگ اس شخص کو شناخت کر لیں جو درحقیقت خدا تعالی کی طرف سے امام ہے۔ اور ابھی تک یہ کس کو معلوم ہے کہ وہ کون ہے صرف خدا کو معلوم ہے یا ان کو جن کو خدا تعالی کی طرف سے بصیرت دی گئی ہے اس لئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ پس اگر منشی الٰہی بخش کے الہامات درحقیقت خدا تعالی کی طرف سے ہیں تو وہ الہام جو میری نسبت ان کو ہوئے ہیں اپنی سچائی کا کوئی کرشمہ ظاہر کریں گے (خود بدولت کے الہامات کی سچائی کا کرشمہ داماد مرزا احمد بیگ، عبداللہ آتھم و بشیر جو ظاہر ہوا اس کو بھی مدنظر رکھیں۔ الٰہی بخش) اور اس طرح یہ خلقت جو واجب الرحم ہے مسرف کذاب سے نجات پا جائے گی۔ اور اگر خدا تعالی کے علم میں کوئی ایسا امر ہے جو اس بدظنی کے برخلاف ہے تو وہ امر روشن ہو جائے گا۔ لہذا میں اس بات سے تو باز آیا کہ منشی صاحب کے منہ سے قسم کا اقرار لوں، گو خدا تعالی نے بھی قسمیں کھائی ہیں اور ہمارے سید و مولا آنحضرت ﷺ صحابہ کے سامنے بعض اوقات قسمیں کھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے و الّذی نفسی بیدہ لیکن میں عام لوگوں کو زیادہ توجہ دینے کیلئے خود اس وقت حضرت منشی الٰہی بخش صاحب کو قسم دیتا ہوں اور میری طرف سے منشی صاحب موصوف کو یہ قسم ہے کہ اے منشی صاحب آپ کو اس خدا قادر ذوالجلال کی قسم ہے کہ میری نسبت جس قدر آپ کو خدا تعالی طرف سے الہامات ہوئے ہیں وہ سب کے سب مع ترجمہ لکھ کر کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کر دیجئے۔ میں آپ کو اے منشی الٰہی بخش صاحب پھر اس قادر وقدوس کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ان الہامات میں سے جو آپ نے حافظ محمد یوسف صاحب کو یا حضرت منشی عبدالحق صاحب کو یا کسی اور کو سنائے ہیں یا ابھی سنائے نہیں، کوئی الہام مخفی نہ رکھئے۔ میں پھر تیسری مرتبہ اے منشی الٰہی بخش صاحب آپ کو اس حیّ قیّوم لا الہ الّا اللّٰہ کے مصداق کی قسم دیتا ہوں جس نے آنحضرت ﷺ پر قرآن شریف نازل کیا ہے اور قسم کا منشا یہی ہے کہ آپ اسی کے منہ کیلئے اسی کی عزت کے لئے اسی کے نام کے ادب کے لئے وہ کل الہامات جو میری نسبت آپ کو ہوئے ہیں اس خط کے پہنچنے سے ایک ہفتہ تک کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کرا دیجئے اور دس اشتہار میری طرف بھی بھیج دیجئے اور کوئی الہام جو میری نسبت ہو چکا ہے مخفی نہ رکھئے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ نعوذ باللہ میری طرف سے نہ کوئی آپ پر نالش ہوگی اور نہ کسی قسم

کا بے جا حملہ آپ کی وجاہت وشان پر ہوگا میں جانتا ہوں کہ ایسے سب کام بدذاتی ہیں میں صرف خدا تعالی سے عقدہ کشائی چاہونگا تا وہ لوگ جو مجھے مسرف کذاب کا نام دیتے ہیں جو قرآن میں فرعون اور کسی اشدّ کافر کا نام ہے اور وہ لوگ میرے دعوی مسیح موعود کی تصدیق کرتے ہیں ان میں اللہ تعالی آپ فیصلہ کرے۔ میں نے تین قسموں کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کی ہے اور یہ سنت رسول اللہ ﷺ اور تمام پیغمبروں کی ہے کہ جب قسم دے کر ان کو پوچھا جاتا تھا تو وہ اس جواب کو بغیر کم یا زیادہ کرنے کے اور بغیر کسی قسم کی خیانت وتحریف کے ٹھیک ٹھیک مطابق واقعہ بیان کر دیتے تھے۔ سو اب اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا آپ اپنے منہ سے قسم کھانے سے الگ رہے مگر میرا مدعا بھی اس طور سے حاصل ہو جائے گا۔ ضرور نہیں کہ اظہار قسم کرو۔ مرزا غلام احمد

جواب منشی الہی بخش

بخدمت مخدومی مکرمی حافظ محمد یوسف صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عرض آنکہ۔ والا نامہ مرزا صاحب محکومہ ۱۵ مئی ۱۸۹۹ء جو بذریعہ رجسٹری جناب کے نام تھا، موصول ہوا مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ شرائط جو لکھی تھیں قوم کے فائدہ کے لئے لکھی تھیں لیکن عاجز کے خیال میں اب تک نہیں آیا کہ قسم کھانے میں قوم کا کیا فائدہ ہے بلکہ اللہ تعالی کا تو حکم ہے لا تجعلوا اللّٰہ عرضۃً لّایما نکم ۔ خیر اب تو مرزا صاحب نے ناحق کی قسموں سے عاجز کو معاف فرما کر خود عاجز کو بے ضرورت قسمیں دی ہیں کیونکہ بموجودگی ارشاد و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذباً او کذّب بالحقّ لمّا جاءہ الیس فی جھنّم مثوی للکافرین کے مومنین خاشعین کو ان کی کچھ ضرورت نہیں۔ اگرچہ عاجز اب تک شش وپنج میں تھا کہ اشاعت الہامات میں خواہ مخواہ انگشت نمائی کا موجب بننا اور اپنی گوشہ گزینی میں خلل ڈالنا کیا ضرور ہے لیکن چونکہ اب مرزا صاحب اصرار فرماتے اور اللہ جل شانہ کی قسمیں ڈالتے ہیں لہذا مجبوراً عاجز ان کے ارشاد کی تعمیل میں حتی الوسع سعی کرے گا و ما توفیقی الّا باللّٰہ العلیّ العظیم ۔ لیکن جو چیز عاجز کی وسعت و اختیار سے باہر ہے اس کے واسطے عاجز ہرگز کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔ الہامات کوئی پانچ دس پندرہ نہیں کہ کل شائع ہو سکیں۔ ہاں کوشش کر رہا ہوں کہ ان کا معتدبہ حصہ معہ تفہیمات وتشریحات ان کی خدمت میں گذارش ہو جاوے اور چونکہ مرزا صاحب نے قوم کے فائدہ کا لفظ لکھ کر یاد

دلایا ہے لہذا اس کو مدنظر رکھنا بھی ضرور ہوا تا کہ ارشاد خیر النّاس من ینفع النّاس پر کچھ عمل ہو جاوے۔ چنانچہ اس ضمن میں انکے ساتھ چند مسائل مندرجہ رسالہ ضرورۃ الامام بھی استفساراً پیش کرنے کو لازمی و لابدّ سمجھ کر شامل کئے جا رہے ہیں۔ سو انشاء اللہ ختم ہونے پر مرزا کے ارشاد کی تعمیل کرونگا۔ در بارہ میعاد ایک ہفتہ جناب خیال فرماویں کہ عاجز مزدوری و ملازمت پیشہ ہونیکے باعث نہائت ہی عدیم الفرصت ہے لہذا اس قلیل میعاد کا جس کی بلحاظ ربانی کلام و منفعت رسانی خلق اللہ ہونیکے کچھ ضرورت نہیں، عاجز ہرگز اس کا وعدہ نہیں کرسکتا۔ دیکھئے مرزا صاحب جو ماشاء اللہ بالکل فارغ البال اور سوائے ایسے اشغال کے اوران کو کچھ شغل ہی نہیں، باوجود طول طویل میعادی وعدوں کے عہدہ برآ نہیں ہو سکے، چنانچہ انکے وعدے در باب براہین احمدیہ وسراج منیر (۱۴سو روپئہ کی لاگت والا)، رسالہ قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ، منن الرحمان جنکے وقتِ معہودہ کو گذرے ہوئے سال ہا سال گذر گئے، پر غور فرماویں۔ باوجودیکہ ان کے پاس استعداد، وقت، لیاقت، فرصت، چھاپہ خانہ، آدمی کارکن، وسب اسباب وسامان موجود ومہیا ہیں۔ پھر یہ عاجز خاکسار بایں بے بضاعتی وعدیم الفرصتی بے سرو سامانی بیمائیگی وکم لیاقتی کس طرح میعاد کا پابند ہوسکتا ہے۔ ہاں انشاء اللہ الرحمٰن اپنی طرف سے تعمیل ارشاد میں ہرگز کوتاہی نہ ہوگی آئندہ اختیار بدست قادر مختار ہے۔ بلکہ اس کی تالیف کے بارے میں الہام بھی ہوا ہے بسم اللّٰہ مجریھا و مرسا ھا انّ ربّی لغفور رّحیم ۔ لہذا اس کا چلنا وٹھہرنا اسی مالک وقادر مطلق کے ہاتھ ہے خاکسار بالکل ناچیز وبے حقیقت ہے۔ والسلام خیر ختام۔ لاہور ۲۳ مئی ۱۸۹۹ء یوم سہ شنبہ۔ (منقول از عصائے موسیٰ)

ذیل کا خط اس لئے نقل کیا جا رہا ہے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنے مکتوب الیہ کو ۱۸۸۴ء میں بتایا تھا کہ منشی الٰہی بخش کتاب براہین میں ان کے معاون ہیں، اور یہ کہ انہوں نے منشی صاحب کے لئے دعا کی ہے اور وہ دعا قبول ہوچکی ہے اوران کے غم دور جائیں گے)

مخدومی ومکرمی اخویم شاہ صاحب

.....نواب صاحب کے لئے یہ عاجز ایک مدت تک بہت تضرع سے دعا کرتا رہا ہے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ نواب صاحب کی حالت غم سے خوشی کی طرف مبدل ہو گئی ہے اور آسودہ حال اور شکر گذار ہیں اور نہایت عمدگی اور صفائی سے یہ خواب آئی اور یہ خواب بطور کشف تھی چنانچہ اسی صبح کو نواب صاحب کواس خواب سے اطلاع دی گئی۔

پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب الٰہی بخش نام اکونٹنٹ نے جو اس کتاب کے معاون ہیں، کسی اپنی مشکل میں دعا کیلئے درخواست کی اور بطور خدمت پچاس روپئے بھیجے۔ اور جس روز یہ خواب آئی اس روز سے دو چار دن پہلے ان کی طرف سے دعا کیلئے الحاح ہو چکا تھا، مگر یہ عاجز نوابصاحب کیلئے مشغول تھا اس لئے ان کیلئے دعا کرنے کو کسی اور وقت پر موقوف رکھا، اور جس روز نواب صاحب کیلئے بشارت دی گئی تھی تو اس دن خیال آیا کہ آج منشی الٰہی بخش کے لئے توجہ سے دعا کریں۔ سو بعد نماز عصر جب وقت صفا پایا اور دعا کا ارادہ کیا گیا تو پھر بھی دل نے یہی چاہا کہ اس دعا میں بھی نواب صاحب کو شامل کرلیا جائے۔ سو اس وقت نواب صاحب اور منشی الٰہی بخش دونوں کیلئے دعا کی گئی بعد دعا اسی جگہ الہام ہوا ننجی ھما من الغم یعنی ہم ان دونوں کو غم سے نجات دیں گے۔

غلام احمد۔ ۲۶ مئی ۱۸۸۴ء

(اخبار الحکم قادیان ۱۲۔ اپریل ۱۸۹۹ء ص ۸)

مکتوب نورالدین بنام حافظ محمد یوسف امرتسریؒ

بخدمت حافظ محمد یوسف صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ گذارش پرداز

جناب کو معلوم ہے کہ جناب واحد احد کی یکتا ذات پاک وحدۃ کو کیسے پسند فرماتے ہیں ہمارے سردار و مولی افضل الرسل خاتم النبیین پر احسانات کا اظہار فرماتے ارشاد کرتا ہے لکن اللّٰہ الّف بین قلوبھم اور اس کے مقابل اختلاف پر اپنا سخط یوں ظاہر فرمایا و لا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم

حافظ صاحب صرف مطاعن سے کام لینا کوئی پسندیدہ امر اور مقصود تک پہنچانے والی بات نہیں۔ پہلے خلیفۃ فی الارض حضرت ابوالبشر آدم پر خود ملائکہ نے مطاعن سے کام لیا مگر کیا فائدہ اٹھایا۔ یہ قصہ سورہ بقرہ میں جو فاتحہ کی اعظم ترین تفسیر ہے بڑی عبرت کیلئے درج ہوا ہے غور کرو

مامور من اللہ پر دو قسم کے معترض اعتراض کرتے ہیں ایک طرف ملائکہ دوسری طرف ابلیس پس ہم کسی اچھے یا برے معترض کے باعث ایک مامور امام کو کیوں چھوڑ سکتے ہیں حضرت موسی صاحب الشریعۃ پر بھی ایک فلسفی بادشاہ اعتراض کرتا ہے جیسے بیان ہوا

هو مهين و لا يكاد يبين لو لا انزل عليه اسورة من ذهب

تمام شیعہ اور خوارج صرف مطاعن سے کام لے کر شیخین ابوبکر وعمر رضوان اللہ علیھما اور ختنین علی وعثمان کی خلافتوں سے انکار کر گئے۔ ہمارے لئے کچھ بھی مشکل نہیں اگر ہم تواضع وانکسار وتوبہ واستغفار کے بعد تھوڑی سی غور کریں کیونکہ:

اول: تو پہلے انبیاء ورسل اور تمام راست بازوں کی تعلیمیں ہمارے پاس ہیں ان کے ساتھ نئے مامور من اللہ کی تعلیم ملالیں۔

دوم: عقل کا معیار پاس ہے عقل سے تول لیں کیونکہ افلا تعقلون سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ نعمت بے کار نہیں۔

سوم: وجدان وفطرت صحیحہ اگر وہم اور غضب سے اسے دبایا نہ جائے اور اسے بے کار نہ چھوڑا جائے تو بھی دین قیم کو ظاہر کرنے کا عمدہ سامان ہے۔

چہارم: تائیدات سماویہ پر نظر کریں کہ آیا اس مدعی کے شامل حال ہیں یا نہیں۔

پنجم: نقل کو دیکھیں اور مسلّم الثبوت نقل کو دیکھیں کہ آیا وہ اس مامور من اللہ کی موید ہے یا نہیں۔

ششم: ہمیں دیکھنا چاہیے کہ جس مامور من اللہ نے مامور من اللہ ہونے کا دعوی کیا ہے آیا اس کے دعوی کا وقت بھی ہے یا نہیں۔

ہفتم: ہمیں مامور کی گذشتہ زندگی کو دیکھنا چاہیے کہ کیسے گذری۔

ہشتم: جس کام کے لئے مامور مقرر ہوا ہے آیا اس میں لیاقت بھی اس کام کے کرنے کی ہے یا نہیں۔

نہم: مامور کی قوت نظریہ علمیہ اور قوت عملیہ کیسی ہے۔

دہم: آیا کوئی ممتاز قوم تیار کرسکتا ہے یا نہیں۔

و تلک عشرة كاملة اب میں پوچھتا ہوں کہ جس کو میں نے امام مانا ہے اس میں یہ دانہ از خروار اور قطرہ از انبار علامات موجود ہیں یا نہیں۔

پہلی نشانی کے لئے مرزاجی کی تعلیم موجود ہے غور کرلو کوئی امر تعظیم الہی یا شفقت علی کافہ انام کے خلاف ہے۔ میں دلیری سے کہونگا اور کہتا ہوں کہ نہیں۔

دوسری نشانی دعوی ہے کہ عیسی بن مریم فوت ہوچکے، دعوی کہ مردے واپس نہیں آتے

کیسی صاف باتیں ہیں جن کو عقل بلا تامل قبول کرتی ہے۔

تیسری نشانی انیس سو برس سے ایک مفقود الخبر انسان کیا زندہ رہ سکتا ہے۔

چوتھی نشانی، اجتماع کسوف وخسوف ایسے رنگ میں ہوا کہ عقل حیران ہو جاتی ہے، عطاء اولاد حسب وعدہ ایسی ہوئی کہ باید وشاید۔

پانچویں امر کو غور کرو سورہ نور میں مولی کریم وعدہ فرماتا ہے و عد اللّٰه الذین آ منوا منکم لیستخلفنّهم فی الا رض کما استخلف الذین من قبلھم کہ تم لوگوں میں مومنو! نیک اعمال والے ایسے خلفاء ہوں گے جیسے پہلے ہوئے ہیں اور باجماع اہل حدیث وکتب احادیث عیسی بن مریم کا نزول ثابت ہے۔ جیسے سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ مثل موسی تشریف لائے تھے آپ کی صدی چہاردہم میں مثل عیسی ضروری تھے اور یہ عیسی بن مریم کے نزول کے لئے نقل مفید ہے نہ کسی موسی کے واسطے۔

۶۔ کسر صلیب کا وقت بھی ہے پس جس کی کامل توجہ کسر صلیب پر مبذول ہے وہی مامور من اللہ ہو سکتا ہے۔

۷۔ ہمارے ماموراور امام کی گذشتہ زندگی کے واسطے اس کا ہم درس محمد حسین گواہ، حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش، تمام قادیان کے عمائد گواہ ہیں یستحق ان یقول: و قد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلو ن

۸۔ لیاقت کا حال لکھوں تو کیا لکھوں۔ مخالف وموافق نے سلطان القلم مانا ہوا ہے اور اس پر آشوب زمانہ میں جس میں لوگ مادر پدر آزاد ہو رہے ہیں ایک عظیم الشان کثیر التعداد سپاہ کا سپہ سالار ہے۔

۹۔ علم وعمل کا کوئی تجربہ کر کے دیکھے۔ بایں امراض کیسے نکات اور کس قدر تصنیف کر سکتا ہے، قابل غور ہے۔

۱۰۔ ممتاز قوم کا تیار کرنا اس کی ممتاز جماعت سے ظاہر ہے۔

آریہ، برہمو، سناتن، سکھ، پادری، یہودی صفت ملاں، سجادہ نشین، عوام خواص اس کی دشمنی میں کیسی سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ مقدمات کئے، فتوے لگائے، جھوٹے اتہامات کے لئے ایمان فروشی کی، مگر انا لننصر ر سلنا و الذین آ منوا فی الحیوۃ الد نیا کا سچا وعدہ کیسے زور سے جلوہ گر رہا۔

مولوی لوگوں فلسفہ دہریہ وغیرہ وغیرہ کا مباحثہ تو ذرہ بھی مشکل نہیں بالکل سہل ہے اور ان کا ضرر بھی کوئی معتد بہ ضرر نہیں کیونکہ اس کے باعث جناب الٰہی کی شان میں واقعی کوئی بٹہ نہیں لگ سکتا۔

الا سر دست آپ کی جماعت کچھ ایسا فکر کر رہی ہے کہ اسلام کے نازک سر پر ایک پہاڑ گرا دے اور اس کا سر پھوڑ کر چور کر دے اگر چہ انشاء اللہ اسلام کا حافظ و ناصر السلام نام ذات ہے۔ برا ماننے کی بات نہیں حافظ صاحب غور کرو کہ ایک طرف مرزا دعوی کرتا ہے کہ میں ماموزمن اللہ ہوں آپ بھی آج تک اس کی تصدیق کرتے رہے۔ کم سے کم اگر مفتری و کذاب ہوتا تو آپ لوگ اس سے تعلق نہ رکھتے۔

پھر وہ کہتا ہے کہ میرے متبع ہمیشہ تک ،ہاں قیامت تک، میرے منکروں پر بڑھے چڑھے رہیں گے۔

مرزا کا دعوی ہے کہ میں امام برحق ہوں جو مجھ امام برحق کو نہ مانے گا جاہلیت کی موت مریگا۔ دوسری طرف منشی الٰہی بخش صاحب کو الہام ہوتے ہیں کہ مرزا مسرف، کذاب ہے اور کم سے کم مرزا کی بیعت کو تو آپ بھی ایک لغو امر یقین کرتے ہیں جیسے آپ کے فعل سے ظاہر ہے۔

پس کیا دونوں الہام ،مرزا جی کے اور منشی کے ایک چشمہ سے نکل سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، نہیں و لو کان من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیہ اختلافاً کثیراً

آزاد خیال، مخالفان اسلام ،بل عامہ موافقان اسلام کو بھی کیسا موقع ہے کہ کہدیں کہ الہام بھی لغو اور بے ہودہ چیز ہے کہ ملہم باہم ایسے متخالف ہیں حالانکہ الہام الٰہی ہی اختلاف مٹا دینے کا ایک عمدہ ذریعہ ہوسکتا ہے۔

حیرت ہے کہ ایک طرف تو خدا (کسی کو کہے۔ بہاء) کہ تو عیسی بن مریم مہدی مجدد الوقت ہے، دوسری طرف (کسی اور کو کہے۔ بہا)... کہ، تو موسی وعیسی برگزیدہ ہے، اور وہ دوسرا عیسی مفتری و کذاب ہے۔ اب بتائیے کہ کس معیار سے ہم دونوں میں تفرقہ کریں حافظ صاحب غور کرو اور سوچو اور تامل سے کام لو۔

آپ کی بعض تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مرزا خاموش ہو جائے حتی کہ محمد حسین سے صلح کرلے، دعاوی ترک کردے۔ مگر فرمایئے کہ جس کو الہام ہوتے

ہوں کہ تو مہدی ہے، مجدد ہے، عیسی بن مریم ہے، تو دعوی کر، دعوت میں ہوشیار ہو جا، تو کامیاب ہوگا، وہ آپکے کہنے پر کیونکر خاموشی اختیار کرے اور امام ہو کر آپکا ماتحت ہو۔

العاقبة للمتقین کا پاک جملہ تائیدات الہیہ کا مقدس سلسلہ یقین دلاتا ہے کہ فیصلہ ہو کر رہیگا۔ مگر انسان کو سعی کرنا لابد ہے اور سنت اللہ کے مطابق ہے اس لئے عرض ہے کہ جناب کوئی موقع دیں جس میں، میں اور آپ ملیں تو اس معاملہ پر رو برو کچھ گفتگو کی جاوے۔

یہ ایک خطرناک مصیبت ہے کہ دو آدمیوں کو متخالف الہام ہوتے ہیں اور دونوں منجانب اللہ ہوں۔ اگر منشی الہی بخش کچھ ارقام فرماتے ہیں تو آپ جانتے ہیں کہ مرزا جی لکھنے میں بے نظیر شجاع ہیں، بلکہ وہ تحریر کو اپنے لئے ایک تائید الہی اور کرامت و معجزہ یقین کرتے ہیں و الامر حق۔

حافظ صاحب! ہماری جماعت میں بھی بہت سارے ملہم ہیں۔ اگر صرف الہی الہام عام اشخاص کا خلفاء اللہ کو خلافت امامت مہدویت سے بے کار کرسکتا ہے تو انبیاء و رسل اور آئمہ مہدیین کی خلافت باطل ہوسکتی ہے۔ مجھے آپ کی حق پسند طبیعت اور مصالحت کی خواہش کرنے والی آپ کی ارادت نے یہ خط لکھوایا ہے۔

آپ اس معاملہ میں بہت غور کر کے کوئی جگہ اور کوئی وقت مقرر فرماویں جہاں میں اور آپ مل سکیں۔ شائد حضرت حق سبحانہ کوئی عمدہ سبیل نکال دے۔ صرف آدمی کو اسی واسطے روانہ کیا ہے آپ از راہ کرم بہت تامل کے بعد جواب دیں اور بعد از ملاقات کم سے آپ انتظاری کرلیں کہ اول: کہ تائیدات الہیہ کھلے طور سے اور کامل زور سے کس کے ساتھ ہیں۔، دوم: برس چھ مہینے مخالفت چھوڑ کر آپ لوگ خاموش ہو رہیں اور دیکھیں کیا جلوہ گری ہوتی ہے۔ سوم: انتظار فرماویں کہ اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کا نشان دیکھنے والے کیلئے کس طور پر ظہور فرماتا ہے۔ یا گزشتہ نشانوں کا مقابلہ کریں کہ کھلے طور پر اور زور سے کس کی تائید ہوئی۔ اور دوسری بات میں انتظار کیا جاوے کہ آئندہ برس یا چھ ماہ تک تائیدات الہیہ کس کے شامل حال رہتے ہیں۔ چہارم: بات یہ ہے کہ دیکھا جاوے کہ کس کا وجود اپنی بقا سے مفید ہے اور کس کا وجود نکما اور بیکار ہو کر دنیا کے لئے برکت کا موجب نہیں ہوتا ہے۔

ضروری یادداشت (از اڈیٹر الحکم): یہ وہ خط ہے جس پر لاہوری ملہم پارٹی نے مولانا نورالدین کو اس خط لکھنے کی ضرورت محسوس کرائی جو گذشتہ نمبر میں شائع ہوا ہے اسی خط سے لاہور کی ملہم پارٹی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا نورالدین نے ان کو مرزا صاحب کے خلاف الہامات شائع کرنے سے بمنت روکا ہے، ناظرین خود اندازہ کریں۔ جس لفظ سے ان لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے اس پر کسی اگلی اشاعت میں واضح نوٹ جاوے گا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء ص ۷۔ ۸)

(یادرہے کہ حافظ محمد یوسف امرتسری، مرزا صاحب کے دعاوی کے ابتدائی دور میں ان کے بڑے معتقد تھے۔ اور مرزا صاحب کے مخالفین (مثل مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مولانا عبدالحق غزنویؒ، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھویؒ) سے نہ صرف خود بحث مباحثہ کیا کرتے تھے، بلکہ حکیم نورالدین، مرزا صاحب اور محمد احسن امروہی کے ساتھ مولانا محمد حسینؒ کے ساتھ مباحثوں کے انتظام کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے مولانا عبدالحق غزنویؒ کے ساتھ مرزا صاحب اور حکیم نوالدین کے صدق و کذب پر مباہلہ بھی کیا، جس کا ذکر ہم کسی گذشتہ جلد میں کر چکے ہیں۔ پھر اللہ نے انہیں راہ ہدایت نصیب فرمائی اور آپ قادیانیت کے دائرہ سے نکل آئے۔ آپ نے قادیانیت کے رد میں تحریری اور تقریری خدمات انجام دیں اور حالت اسلام میں فوت ہوئے۔

یہاں حکیم صاحب نے فرمایا کہ مرزا کی گذشتہ زندگی کے واسطے اس کا ہم درس محمد حسین گواہ، حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش تمام قادیان کے عمائد گواہ ہیں یستحق ان یقول: و قد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ گذشتہ زندگی تو یہ گواہی دیتی ہے کہ مرزا صاحب مسیح کے رفع آسمانی اور حیات الی الآن اور انکے نزول من السماء کے قائل تھے۔ جیسا کہ انہوں نے براہین میں لکھا اور کم و بیش ۱۸۹۰ء تک ان کا یہی عقیدہ رہا۔

اس خط میں حکیم نورالدین نے کہا کہ مرزا کا دعوی ہے کہ اس کے پیروکار قیامت تک اپنے مخالفوں پر بڑھے چڑھے رہیں گے۔ کیا یہ دعوی پورا ہوا؟ مرزائی تو آج بھی دنیا میں ایک حقیر اقلیت ہیں۔

پھر حکیم صاحب نے کہا کہ امّا ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کا نشان دیکھو کہ کس کے حق میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور ہوا یہ کہ مرزا صاحب رخصت ہو گئے اور ان کے مخالف مثل مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالحق غزنوی، ڈاکٹر عبدالحکم پٹیالوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالحق غزنوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، منشی محبوب عالم، مرزا حیرت دہلوی، حافظ عبدالمنان وزیرآبادی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، شاہ احمد رضا خان بریلوی، حامد رضا بریلوی وغیرہ زندہ تھے۔ یعنی جو نافع الناس تھے زندہ رہے اور جو نقصان دہ تھا اسے اٹھا لیا گیا

اور حکیم نورالدین کے مرزا صاحب کے متعلق دعاوی کا کئی جگہ علماء اسلام نے مفصل جواب دیا ہوا ہے، قادیانیوں کا طریق یہ ہے کہ دعاوی کو دہرائے جاتے ہیں اور ان کے جوابات سے آنکھیں بند کئے رکھتے ہیں۔ بہاء)

{ الحکم قادیان میں لکھا ہے:

ایک اشتہار دو ورقہ جس کے عنوان میں لکھا تھا:

جہالت ہے جہالت ہے جہالت

مشتہرہ ابو اسحاق محمد الدین امرتسری مولفہ ثناء اللہ طالب علم آج کی تاریخ ۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء کو منشی تاج الدین نے میرے پاس لاہور سے روانہ کیا جس کے حاشیہ سطر زیریں میں لکھا تھا (فقیر حافظ محمد یوسف کی طرف سے مولوی محمد احسن امروہی اپنے خط مندرجہ الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء کے جواب میں سردست یہی مضمون ملاحظہ کریں۔ فقط) جب کہ میں نے اس کو مطالعہ کیا تو مجھ کو حافظ محمد یوسف صاحب کی جہالت پر بڑا ہی افسوس پیدا ہوا کیونکہ خط مندرجہ الحکم ۲۴ نومبر میں جو دلائل بینہ مدعا اور مطلوب پر قائم کی گئی ہیں ان میں سے کسی ایک دلیل کا بھی اس اشتہار میں جواب نہیں۔ پھر حافظ صاحب نے اس اشتہار کو خط مذکور کا جواب کیونکر قرار دے دیا معلوم ہوا کہ جس طرح پر ظاہری قوی و جوارح حافظ صاحب کے معطل ہو گئے ہیں جن کے سبب سے پنشن کے مستحق ہوئے اسی طرح پر قوی روحانی اسباب ایمان وتقوی کے بھی مسلوب ہو گئے ہیں ...(شائد اڈیٹر الحکم کی تحریر ہے۔ بہاء)۔ (اخبار الحکم ۷ فروری ۱۹۰۲ء ص ۱۰)

{ لوتقول علینا

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں:

حافظ محمد یوسف ضلعدار کی باسی کڑھی کو پھر ابال آیا۔ تحفہ گولڑویہ کی اشاعت پر اس نے اشتہار دیا ہے کہ لو تقول علینا پر جو اس سے مطالبہ کیا گیا کہ کوئی ایسا مفتری پیش کرو جس نے خدا پر تقول کیا ہو، اور اپنے ان مفتریات کو شائع کیا ہو، اور پھر اس نے ۲۳ برس کی مہلت پائی ہو، تو ۵۰۰ روپیہ انعام دیا جاوے گا۔

اس طرح پر قطع الوتین ایک لغو سا اشتہار کسی امرتسری عطار نے دیا تھا۔ حافظ صاحب نے اپنے اشتہار میں اسی کا حوالہ دے کر اس بوجھ کو گردن سے اتارا، اور ندوہ کے جلسہ (امرتسر) میں مرزا صاحب کو بلایا ہے۔

مرزا صاحب نے تجویز فرمایا کہ اس کے متعلق ایک مختصر اشتہار ندوہ کو مخاطب کر کے لکھا جاوے۔ چونکہ وہ اشتہار الگ طبع ہوتا ہے جو کسی وقت الحکم میں شائع ہو جائے گا اس

لئے ضرورت نہیں کہ اس مضمون کا اعادہ یہاں اپنے لفظوں میں کیا جائے

(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۱۴۔۱۵)

(حافظ محمد یوسف نے مرزا صاحب کو تجویز پیش کی تھی کہ کہ ندوہ کا سالانہ جلسہ امرتسر میں ہونا قرار پایا ہے، جہاں برصغیر کے نامور علماء تشریف لائیں گے، مرزا صاحب جلسہ کے دنوں میں امرتسر تشریف لا کر علماء سے گفتگو کریں، اپنے دعاوی پیش کریں، علماء کے شکوک رفع کریں، اوراس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔لیکن مرزا نے امرتسر تشریف لیجانے سے انکار کر دیا۔ بہاء)

} الحکم میں لکھا ہے:

اشتہار کے ذکر پر (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ غزنویوں کو بھی اشتہار ضرور بھیجو مولوی عبد اللہ صالح آدمی تھے خدا صالح کی اولاد کو ضائع نہیں کرتا شاید ان کی سمجھ میں آجاوے۔ مولوی عبداللہ کو رؤیا میں ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ میں قرآن کھول کر بیٹھا ہوں الہام ہوا ھذا کتابی و ھذا عبادی فا قرؤا کتابی علی عبادی شائد ان لوگوں کو ہدایت ہو جاوے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۷)

(مرزا صاحب نے اس بیان میں اعتراف کیا ہے کہ سید عبداللہ غزنویؒ صالح آدمی تھے۔ اور یہ بھی دعوی کیا ہے کہ خدا تعالی صالح انسان کی اولاد کو ضائع نہیں کرتا۔ سید عبداللہ غزنویؒ کی اولاد میں عبدالجبار غزنویؒ ،عبدالواحد غزنویؒ وغیرھم شامل تھے جو سب کے سب مرزا صاحب کے ابتدائے دعاوی سے ان کی موت تک شدومد سے مخالفت کرتے رہے۔ اور مرزا صاحب کے دعاوی کو نہ ماننے کا نتیجہ بقول مرزا صاحب دنیا وآخرت میں خسران، حسرت وافسوس اور جہنم تھا۔اور بقول حکیم صاحب، مرزا صاحب کو امام الزمان وغیرہ نہ ماننے والا جاہلیت کی موت مرتا ہے، جیسا کہ ان کے ایک مکتوب بالا سے ظاہر ہے۔ ۔لیکن یہاں صالح آدمی کی اولاد، جسے خدا ضائع نہیں کیا کرتا، جہنمی ہوئی اوران کی دنیا وآخرت برباد ہوئی۔

اگر مرزا صاحب کی دونوں باتیں درست ہیں کہ سید عبداللہ صالح آدمی تھے اور خدا صالح کی اولاد کو ضائع نہیں کرتا، تو مرزا صاحب کے دعاوی مسیحیت ونبوت ومہدویت وغیرہ جھوٹے ہیں۔ اور اگر مرزا صاحب کے دعاوی مسیحیت وغیرہ سچے ہیں تو ان کی مذکورہ بالا دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بات جھوٹی ہے۔ اور جھوٹ بولنا، مرزا صاحب کے نزدیک شرک کے مترادف ہے اور گوہ کھانا ہے۔ اب مرزا صاحب تو ہیں نہیں، انکے مرید فیصلہ کرلیں کہ انکے پیرومرشد کس مقام پر کھڑے ہیں۔ بہاء)

مکتوب حکیم نورالدین بنام مولانا عبدالجبار غزنویؒ

اڈیٹر الحکم قادیان بتاتے ہیں کہ:

لاہور میں الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ نے کچھ دنوں سے الہامی رنگ میں مرزا غلام احمد کی مخالفت کا اظہار کیا ہے اور اپنے دو چار پرانے رفقاء کی دوست نوازی کی بنا پر کچھ ہاتھ پیر نکالے ہیں۔ چونکہ اس سے ایک عظیم الشان اور خطرناک حربہ اسلام پر ہوتا ہے کہ جب ایک ہی مقدس ذات سے الہامات کا سلسلہ جاری ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ متضاد الہام ہوں؟ ایک کو اول المومنین اور مسیح موعود ہونے کا الہام ہو اور دوسرے کو اس کے خلاف۔ اس لئے مرزا صاحب نے عامۃ المسلمین کی بہی خواہی کے لئے چاہا کہ ان مخالف الہاموں کو جمع کر کے توجہ کی جائے تاکہ اللہ کوئی فیصلہ اور یقین کی راہ نکالے۔ اس پر مولانا نورالدین نے غزنوی گروہ کے امام (عبدالجبار) کی طرف ذیل کا خط لکھا تاکہ ان کے پاس جو الہام مرزا صاحب کے خلاف موجود ہوں وہ لکھ کر بھیج دیں۔ ان خطوط سے جو مختلف اوقات میں کبھی حافظ محمد یوسف، کبھی منشی الٰہی بخش کبھی مولوی عبدالجبار وغیرہ کے نام لکھے گئے کوئی غرض اور غایت بجز اس کے نہ تھی کہ تا مسلمانوں پر رحم کر کے ان کو اس ٹھوکر سے بچایا جاتا اور اس صدمہ سے محفوظ رکھا جاتا جو ان کو اس ابتلاء سے پہنچ سکتا تھا.... خط نورالدین یہ ہے

من نورالدین الی الفاضل عبدالجبار اما بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فقیر خاکسار نے آپ کی کتاب تلبیس ابلیس بھیج دی ہے ان شاء اللہ پہنچی ہو گی اس وقت اپنا رضاعی برادر حافظ محی الدین ایک دینی غرض کے لئے روانہ کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ان الدنیا قد فسدت بلاد ھا عامرۃ و ھی خراب الا من کان اللہ و فی عون اللہ فلہ الفوز و حسن مآب

جناب من! ایک دردمند دل جس کو الٰہی رضامندی مقصود ہے وہ بھی بعض وقت اپنی بعض غفلتوں اور نادانیوں سے ابتلاء میں پھنس کر ہلاکت تک پہنچ سکتا ہے و لا عصمۃ الا لمن عصمہ اللّٰہ اس واسطے مجھے ایمان بین الخوف و الرجاء مل جاوے تو امید واثق ہے کہ میرا انجام اچھا ہو۔ ہاں میں جہاں تک اپنے آپ کو دیکھتا ہوں میرے لئے ایک بات بحمد اللہ موجود ہے کہ میں الٰہی رضا کا طالب اور اس کا امیدوار ہوں اور غضب الٰہی سے خائف اور خائف فی اللیل والنہار اور پھر سنت رسول اللہ کو

ایام فتن میں اپنے دائیں بائیں ہمیشہ رکھا ہے اور آئمۃ الاسلام آئمہ اربعہ فقہاء اور آئمۃ التفقہ والحدیث بل آئمہ اہل التصوف کی محبت کو بھی بحمد اللہ لمحہ کے لئے نہیں چھوڑا۔ اگر آپ سوچو تو عبدالواحد کو اپنی لڑکی امامہ رحمھا اللہ کا نکاح تمہارے والد ماجد کی محبت کا ہی ثمرہ تھا(یہ اس وقت کی بات ہے جب حکیم صاحب صحیح العقیدہ مسلمان تھے، اور مرزا صاحب کے دعاوی ابھی سامنے نہیں آئے تھے۔ حکیم صاحب کی یہ بیٹی بھی صحیح العقیدہ مسلمان تھی۔ شادی کے بعد اس خاتون کو اللہ تعالی نے ایک پختہ مسلمان کی حیثیت سے غزنوی خاندان کی بہو بنائے رکھا، اور مولوی اسماعیل غزنوی انہیں کے بطن سے تھے، جو اپنے بچپن میں حکیم صاحب یعنی اپنے نانا سے ملنے قادیان بھی جایا کرتے تھے جب کہ حکیم صاحب قادیانیت کی زد میں آچکے تھے۔ بہاء) ابتداء سے میرے کانوں میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ وتلمیذ الشیخ ابن قیم کی مذمت پہنچی مگر میرا دل ان کی محبت سے پر ہے۔ میں موافق اور مخالف کی باتیں سن لیتا ہوں مگر مجھے بحمد اللہ، اللہ تعالی کی کتاب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی محبت میں ترقی ہوتی ہے۔ میں نے دنیا کے بڑے بڑے مفید تعلقات اور آمدنی کو جو بظاہر مفید عام ہوتی ہے یا راحت رساں ترک کر کے قادیان کی اقامت چند ایسے ہی امور پر نظر کر کے اختیار کر لی ہے۔

میری عمر کا بڑا حصہ گذر گیا ہے اور کم باقی معلوم ہوتا ہے۔ قسم قسم کے امراض آئے دن لاحق ہوتے ہیں اس لئے میں کون سی دنیوی امید پر مولی کریم کو ناراض کرنے کی جرأت کرسکتا ہوں۔

میں نے تجربۃً الہامات الہیہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو صادق یقین کیا ہے اور ہر طرح کامل ارادہ اور استقلال سے اس کا ساتھ دیا ہے۔ دنیا کے لعن طعن کی پرواہ نہ کی و هذا امر ظاهرا جداً لا خفاء فيه آفتاب آمد دلیل آفتاب

لاکن آج کل ایک عظیم الشان امر پیش آگیا ہے جس میں آپ سے اعانت چاہتا ہوں و اعتقد ان المعين هو الله يا رب ايا ک نعبد و ايا ک نستعين اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی اعانت بمصداق ما كان العبد فى عون اخيه المسلم كان الله فى عونه باعث برکات ہوگی اور وہ امر عظیم یہ ہے

کہ مجھے میاں الٰہی بخش اکونٹنٹ اور عبدالحق الغزنوی اور مولوی محی الدین لکھو کے والے اور آپ کے حداد کی نسبت بھی کامل یقین ہے کہ ہر ایک ان میں سے مفتری علی

اللہ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اور میں نے پختہ طور پر سنا ہے کہ ان لوگوں کو مرزا جی کے خلاف الہامات ہوتے ہیں۔ پس میں چاہتا ہوں کہ ان مخالف الہامات کو سنوں۔

آپ سعی فرماویں کہ ایک مجموعہ ایسے الہامات کا جو مرزا جی کے خلاف ہوں جمع کر لوں پھر اس کامل توجہ اور غور سے کام لوں۔ آپ ضرور کوشش سے کام لیں اس میں ہر طرح انشاء اللہ فائدہ ہے ضرر کا واہمہ نہیں و ما رئیت منی خبثاً قط۔ و الحمد للہ رب العالمین۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱۔ اگست ۱۸۹۹ء ص ۵۔۶)

(اس خط میں حکیم نورالدین صاحب اعتراف کرتے ہیں کہ منشی الٰہی بخش لاہوری، مولوی عبد الحق غزنوی، مولوی محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی اور میاں حداد، جن کا ذکر مع الہامات ہم جلد گیارہ میں بضمن عصائے موسیٰ کر چکے ہیں، مدعیان الہامات، مفتری علی اللہ نہیں ہیں۔ یعنی یہ بزرگ سچے ملہم ہیں۔ و الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ بہاء)

{ بجواب منشی عبدالحق و منشی الٰہی بخش

الحکم ۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء میں، منشی عبدالحق کے اعتراضات اور عبدالکریم کی طرف سے جوابات، کے عنوان سے ایک مضمون شروع ہوتا ہے۔ یہاں صرف ایک اعتراض اور اس کا جواب نقل کیا جاتا ہے جس سے ہمارا مقصد یہ دکھانا ہے کہ منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ جو مرزا صاحب کے دعاوی کے ابتدائی زمانے میں ان کے نہایت سرگرم مرید و معاون تھے، اللہ تعالیٰ سے توفیق پا کر منشی الٰہی بخش کی طرح مرزا صاحب اور قادیانیت کے مخالف ہو گئے تھے اور تحریری محاذ پر بھی سرگرم عمل تھے۔ نیز یہ کہ مولانا عبدالواحد غزنوی، حکیم نورالدین خلیفہ قادیان کا داماد ہونے کے باوجود ردقادیانیت میں اتنے سرگرم تھے کہ مرزا صاحب کے روبرو ان کے عقاید و نظریات کی تردید فرمایا کرتے تھے۔ بہاء)۔

منشی عبدالحق فرماتے ہیں: مرزا صاحب راست باز نہیں

(مولوی عبدالکریم نے اس کا طویل جواب دیا ہے جس میں ایک جگہ لکھا ہے):

آج تیسرے روز کی بات ہے مولوی عبدالواحد غزنوی جو غزنوی جرگہ میں نیک بخت اور ذہین مانے جاتے ہیں مولوی نورالدین کے تعلق کی وجہ سے قادیان میں آئے اور مرزا غلام احمد سے بھی ملے۔ مرزا صاحب نے سنت انبیاء کے اقتداء پر کہ ملاقات خدا کے لئے ہو جائے اور انفاس ضائع نہ ہوں بڑی دل سوزی اور ہمدردی سے جو اس

پاک رحیم جماعت کا خاصہ ہے مولوی عبدالواحد کو تبلیغ شروع کی۔ مولوی صاحب چپکے سنا کئے، مگر جب مرزا صاحب نصرت وتائید الٰہی کے بیان پر پہنچے تو جھنجھلا کر بول اٹھے کہ تائید ونصرت الٰہی کوئی معیار نہیں، اور مفتری کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کہ کب اس کے افتراء پر خدا کی گرفت پڑے۔ اور آپ لوگ بار بار یہی دعوی کرتے ہیں مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی معیار نہیں۔ اور معاً یہ بھی کہا کہ میں کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا اور نہ زیادہ سننا چاہتا ہوں۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء۔ ص ۶)

} اڈیٹر الحکم قادیان بتاتے ہیں:

(مرزا صاحب کے رو برو) منشی الٰہی بخش صاحب اور ان کے رفیق اور ان کی تصنیف عصائے موسیٰ کا کچھ ذکر تھا کسی نے کہا فلاں شخص ان لوگوں کے چال چلن کی نسبت ایسی بات کہتا تھا فرمایا (مرزا صاحب نے) ہم اس میں نہیں پڑتے اور نہ ہم ذاتیات میں دخل دیتے ہیں یہ بات تقوی کے خلاف ہے۔

بابو محمد صاحب نے ذکر کیا کہ انہوں نے عصائے موسیٰ میں کئی باتیں واقعات کے برخلاف لکھی ہیں اس پر مرزا صاحب نے فرمایا کہ:

ہم نے ضرورۃ امام میں یہ ظاہر کیا تھا کہ ہمیں ان پر حسن ظن ہے مگر افسوس کہ انہوں نے اس طرح واقعات کے برخلاف امور لکھ کر ہمارے اس حسن ظن کو دور کر دیا ہے کسی دوسرے شخص کی عبارت نقل کر کے الٰہی بخش میری نسبت اور میرے والد صاحب کی نسبت ہتک کے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ وہ ایسے مفلس تھے تقوی کا خاصہ نہیں ہے کہ محض جھوٹ نقل کرے۔ ناقل بھی تو ذمہ وار ہوتا ہے اگر الٰہی بخش صاحب سے ہمارے تعلقات ایسے پرانے نہ ہوتے اور وہ ہمارے خاندان کے حالات سے واقفیت نہ رکھتے اور کسی دور دراز علاقہ کے رہنے والے ہوتے اور سر لیپل گریفن کی کتاب رؤساء پنجاب میں میرے والد کا ذکر نہ پڑھا ہوتا اور غدر میں سرکار انگریزی کو پچاس سواروں کی مدد کے حال سے وہ ناواقف ہوتے تو میں ان کو معذور سمجھتا مگر اب تو ان کے تقوی کا خوب اندازہ ہو گیا۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۴)

(غدر کے موقع پر جن لوگوں نے انگریز کی مدد کی تھی انہیں تو انگریزوں نے جاگیریں دی تھیں، انعامات دئے، وغیرہ لیکن مرزا صاحب کے والد تو ساری عمر اپنی مغل جاگیر بحال کرانے میں

مقدمہ بازی میں لگے رہے اور بقول مرزا صاحب ستر ہزار روپیہ مقدمہ بازی پر خرچ کیا۔ نہ معلوم اس قدر روپیہ ان کے پاس کہاں سے آیا جب کہ ان کی زمین جائداد چھن چکی تھی اور وہ خود حکمت کی دکان چلاتے تھے اور ان کا بڑا بیٹا کسی دفتر میں کلرک تھا اور چھوٹا بیٹا ۱۵ روپے ماہوار پر، وہ بھی صرف چار سال، سیالکوٹ کی کچہری میں بطور اہلمد ملازم کرتا رہا۔ اور اس دوران وہ گھر میں کچھ نہیں دیتا تھا بلکہ شائد اس کی اہلیہ اور بچوں کی پرورش کے اخراجات بھی والد صاحب ہی کو برداشت کرنے پڑتے تھے کیونکہ مرزا تو سیالکوٹ میں تنہا رہتے تھے۔ اور مرنے کے وقت مرزا کے والد مقروض تھے، اور ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ مرزا صاحب خود بتاتے ہیں کہ میرے والد کو خواب میں رسول کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ نذر دینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو صرف ایک کھوٹہ روپیہ تھا۔ اس لئے پچاس گھوڑوں اور سواروں کے دینے کی بات کچھ وزن نہیں رکھتی۔ یوں ہوسکتا ہے کہ بھرتی کے قادیان اور نواح کے کچھ بھرتی ہو گئے ہوں، اور بھرتی کرنے والوں نے اپنا دفتر مرزا کے والد کے گھر کی بیٹھک یا حکمت کی دکان کو بنایا ہو، جسے بعد میں یوں بنا دیا گیا کہ ہم نے گھوڑے اور سوار مہیا کئے۔ بہا)

} اڈیٹر الحکم، مرزا کے دربار شام ۱۷ نومبر ۱۹۰۱ء کی کاروائی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بابو محمد ہیڈ کلرک نہر سرہند اور منشی الٰہی بخش لاہوری ملہم اور حافظ محمد یوسف امرتسری کے درمیان خط و کتابت ہوئی تھی جو بابو محمد نے حضرت اقدس کے پاس بھیج دی ہے اس خط و کتابت میں الٰہی بخش کا ایک الہام بھی درج ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ، مرزا صاحب چندروز میں ذلیل ہو جائیں گے۔

اس الہام کو چونکہ منشی صاحب نے صاف دیکھا ہے کہ الٹا ان ہی پر پڑا ہے اور سلسلہ عالیہ تو خدا کے فضل سے آناً فاناً ترقی کر رہا ہے اور ادھر حضرت حجۃ اللہ کو لک خطاب العزۃ کے الہام ہوتے ہیں منشی الٰہی بخش اینڈ کو نے اپنی ذلت کو چھپانے کے لئے کتاب میں درج نہ کیا مگر ان کی شامت اعمال کب انہیں چھوڑ سکتی تھی ...

حضرت اقدس (مرزا) نے اس خط و کتابت پر فرمایا:

ہمارا دعوی ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا آدمی پیش کرو جس کے اس قدر نشانات، جن کے کروڑوں آدمی گواہ ہوں، پورے ہوئے ہوں۔ ایک سو سے زائد عظیم الشان پیشگوئیاں کتاب (تریاق القلوب) میں درج کر دی گئی ہیں۔ جب یہ لوگ کسی کو پیش

نہیں کر سکتے تو کہد یتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر بھی فضیلت کا دعوی کر تے ہیں ان کو اتنی خبر نہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ پر کہاں فضیلت ہوئی یہ بزرگی اور عظمت تو آپ ہی کی ہوئی کیونکہ آنخضرت ﷺ کے باہر تو کوئی چیز نہیں بلکہ سب اسی کے رنگ میں اسی کی چادر میں سے یہ ظہور نشانات کا ہورہا ہے اور اسی کے ہاتھ پر صادر ہورہے ہیں..

اصل بات یہ ہے کہ جو اسباب اور سامان تبلیغ واشاعت کے ہمیں میسر آئے ہیں اور اس زمانہ میں جمع ہوئے ہیں وہ پہلے نہیں ہوئے اور نہ مذاہب کا اس قدر زور ہوا غرض یہ نشانات اپنی نظیر نہیں رکھتے الٰہی بخش کی پیشگوئیاں کیا حقیقت رکھ سکتی ہیں۔

پھر مختلف باتوں کے تذکرہ میں (مرزا صاحب نے) فرمایا:

جو قوی خدا نے انسان کو دیئے ہیں ان سب سے بجز سچے موحد کے کوئی دوسرا کام نہیں لے سکتا شیعہ ترقی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو اپنی ساری کوششوں کا منتہاء امام حسین کو سمجھ بیٹھے ان کو رولینا اور ماتم کر لینا کافی قرار دے لیا ہمارے استاد ایک شیعہ تھے گل علی شاہ ان کا نام تھا کبھی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے منہ تک نہ دھوتے تھے اس پر نواب (محمد علی خان) صاحب نے آپ کی تائید میں بیان کیا کہ وہ میرے والد صاحب کے بھی استاد تھے اور وہاں جایا کرتے تھے اور یہ واقعی سچ ہے کہ ان کی مسجدیں غیر آباد ہوتی ہیں ہماری مسجد کا ایسا ہی حال تھا اور اب خدا کے فضل سے وہ آباد ہوگئی ہے ۔اس پر حضرت اقدس نے نواب صاحب کو مخاطب کر کے کہا وہ کبھی کبھی آپ کے والد صاحب کا ذکر کیا کرتے تھے اور یہاں سے تین تین مہینے کی رخصت لے کر مالیر کوٹلہ جایا کرتے تھے۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء ص ۳۔۴)

(}منشی صاحب نے تو عصائے موسیٰ میں کہا ہے کہ مجھے الہامات بہت ہوئے ہیں لیکن کتاب میں صرف چند ایک درج کر رہا ہوں۔

}مرزا صاحب آج کا زمانہ جس میں ٹیلی فون ہفیکس ، انٹرنیٹ، ٹیلی ویژن، ریڈیو، کیسٹ ریکارڈر، ٹی وی ، ای میل، سکین وغیرہ دیکھتے تو دنگ رہ جاتے۔اس کے مقابلے میں مرزا کے دور کے ذرائع مواصلات وابلاغ کی کیا حیثیت ہے۔

}مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ ان کی تعلیم وتربیت خود اللہ تعالی نے فرمائی ہے اور وہ کسی دنیاوی استاد کے شاگرد نہیں ہیں۔لیکن یہاں خود ہی اپنے دعوی کی تغلیط کر رہے ہیں کہ وہ ایک شیعہ

استاد سے پڑھتے رہے ہیں ۔ یہ استادی شاگردی کا تعلق ایک دو روز یا ایک دو مہینے کا مختصر تعلق تھا بلکہ مدتوں انکے سامنے زانوئے تلمذ کرتے رہیں۔ اور یہ مدت اتنی طویل تھی کہ اس دوران ان کے استاد تین تین مہینے کی رخصت لے کر مالیر کوٹلہ بھی چلے جایا کرتے تھے جہاں نواب مالیر کوٹلہ کو اپنے فیوض سے مستفیض فرمایا کرتے تھے۔

نیز اس اقتباس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے یہ استاد تارک نماز تھے اور ان کی طہارت و پاکیزگی کا یہ حال تھا کہ منہ بھی نہیں دھویا کرتے تھے۔ استاد کو چونکہ شاگرد کا روحانی باپ سمجھا جاتا ہے اسلئے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ مرزا صاحب کیسے روحانی باپ کے بیٹے تھے اور اس باپ نے اپنے روحانی بیٹے میں کس قسم کی روحانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوگی ۔ بہاء)

} ایک قادیانی لکھتا ہے:

بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ منشی الٰہی بخش اینڈ کو کی کتاب عصائے موسیٰ کا جواب اب تک کیوں نہیں دیا گیا۔ تعجب کی بات ہے کہ اس کتاب کا جواب ایسا ہو چکا ہے جس کا جواب منشی الٰہی بخش اور ان کے رفیق قیامت تک نہ دے سکیں گے جو لوگ ابھی تک اس سے ناواقف ہیں وہ پھر ان سے مطالبہ کریں۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ منشی الٰہی بخش صاحب اور رفیق نے عصاء موسیٰ میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے

اول اپنے الہامات، دوم حضرت اقدس کی ذات پر کچھ نکتہ چینیاں۔

الہامات کے متعلق تو خود منشی صاحب اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ وہ سب ظنیات کا مجموعہ ہے ایک بھی الہام ایسا نہیں جس پر یقین کا ایک حرف بھی زبان پر لا سکیں، اس لئے وہ الہامات تو یوں جاتے رہے ۔ باقی رہی ذاتی نکتہ چینیاں، اس کے متعلق ہم اتنا پوچھتے ہیں کہ وہ کوئی ایسا اعتراض اور نکتہ چینی پیش کریں جو اس سے پہلے کسی اولوالعزم نبی پر نہ کی گئی ہو اور اگر وہ ثابت نہ کر سکیں اور نہ کر سکیں گے لو کان بعضھم لبعض ظھیرا تو دانشمند خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ پھر عصائے موسیٰ میں باقی رہ کیا گیا ہے؟ (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء ص ۶)

(عصائے موسیٰ کا جواب دینے سے معذوری کا اظہار کرنیکا اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہوسکتا ہے کہہ دیا جائے کہ اس میں یا تو منشی الٰہی بخش کے الہامات ہیں، یا مرزا صاحب پر نکتہ چینیاں بھلے آدمی! مرزا صاحب کی کتابوں میں کیا ہے؟ یا تو ان کے الہامات ہیں یا دوسروں پر نکتہ

چینیاں ۔ اگر منشی صاحب کے الہامات کا جواب دینے کی ضرورت نہیں جسے خود مرزا صاحب ایک سچا ملہم ربانی سمجھتے ہیں اور حکیم نورالدین بھی انہیں مفتری علی اللہ نہیں جانتے ، یعنی صادق سمجھتے ہیں ، تو مرزا صاحب کی باتوں کا جواب دینے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے جہاں عامہ اہل اسلام انہیں مفتری اور کذاب سمجھتے تھے ۔ اور جہاں تک مرزا صاحب پر ذاتی نکتہ چینیوں کا جواب نہ دینے کی ضرورت نہ ہونے کی بات کی گئی ہے تو ذرا غور کریں:

مرزا صاحب مسیح موعود ہو کر اگر حج نہ کریں تو ان پر اعتراض کیوں نہ ہو؟ جب کہ آنحضرت صاحب ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح حج یا عمرہ کے لئے حجاز آئے گا۔

مرزا صاحب کی محمدی بیگم سے شادی نہ ہونے اور محمدی بیگم سے ان کی اولاد نہ ہونے پر مسلمان کیوں اعتراض نہ کریں؟ جب کہ بقول مرزا صاحب ، جناب رسالت مآب ﷺ فرما چکے ہیں کہ مسیح دنیا میں آ کر شادی کرے گا اور اس نکاح سے اس کی اولاد ہو گی ، اور ادھر مرزا صاحب نے دعوی مسیحیت کے بعد نہ کوئی شادی کی ، نہ ایسی شادی سے ان کی اولاد ہوئی ۔ یاد رہے کہ سلطان احمد کی والدہ اور محمود احمد کی والدہ سے مرزا صاحب کی شادیاں ان کے دعوی مسیحیت سے برسوں قبل ہو چکی تھی ۔

نیز یہ کہنا کہ وہ کون سا اعتراض ہے جو مرزا صاحب پر ہو سکے لیکن گذشتہ انبیاء پر نہ ہو سکے ۔ اس لئے غلط ہے کہ دنیا کی کم و بیش نصف آبادی انبیاء گذشتہ کو نہیں مانتی ، اس اصول کی رو سے ایسے لوگوں کے لئے مرزا صاحب کے پیغام میں کچھ بھی نہیں رہا ۔ وہ کیا کریں ۔ جب کہ دوسری طرف مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ امام الزمان ہیں ۔ یعنی سب کیلئے پیشوا ہیں ۔ بہاء)

☆ سید عبداللہ غزنوی اور مسیح موعود

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

منشی الہی بخش اور اس کے دوسرے رفیق اعتراض کرتے ہیں کہ میں بید مشک اور کیوڑہ کا استعمال کرتا ہوں یا اور اس قسم کی دوائیاں کھاتا ہوں ۔

تعجب ہے کہ حلال اور طیب چیزوں کے کھانے پر اعتراض کیا جاتا ہے ، اگر وہ غور کر کے دیکھتے اور مولوی عبداللہ غزنوی کی حالت پر نظر رکھتے تو میرا مقابلہ کرتے ہوئے ان کو شرم آ جاتی ۔ مولوی عبداللہ کو بیویوں کا استغراق تھا ، اس لئے انڈے اور مرغ کثرت سے کھاتے تھے ، یہاں تک کہ اخیر عمر میں شادی کرنا چاہتے تھے ۔ میری شہادت مل سکتی

ہے کہ مجھے کیوڑہ وغیرہ کی ضرورت کب پڑتی ہے۔ میں کیوڑہ وغیرہ کا استعمال کرتا ہوں جب دماغ میں اختلال معلوم ہوتا ہے یا جب دل میں تشنج ہوتا ہے۔ خدائے وحدہ لا شریک جانتا ہے کہ بجز اس کے مجھے ضرورت نہیں پڑتی۔ بیٹھے بیٹھے جب بہت محنت کرتا ہوں تو یکدفعہ ہی دورہ ہوتا ہے۔ بعض وقت تو ایسی حالت ہوتی ہے کہ قریب ہے کہ غش آجاوے اس وقت علاج کے طور پر استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اور اسی لئے ہر روز باہر سیر کو جاتا ہوں، مگر مولوی عبداللہ جو کچھ کرتے تھے یعنی مرغ انگور انڈے وغیرہ استعمال کرتے تھے اس کی وجہ کثرت ازدواج تھی اور کوئی سبب نہ تھا۔

انبیاء علیہ السلام ان چیزوں کو استعمال کرتے تھے مگر وہ خدا کی راہ میں فدا تھے۔ آنحضرت ﷺ جب کبھی گھبراتے تھے تو حضرت عائشہؓ کی ران پر ہاتھ مار کر کہتے: اے عائشہ ہم کو راحت پہنچا۔ آنحضرت ﷺ کیلئے تو سارا جہان دشمن تھا، پھر اگر ان کے لئے کوئی راحت کا سامان نہ ہو تو یہ خدا کی شان کے ہی خلاف ہے۔ یہ خدا تعالی کی حکمت ہوتی ہے کہ جیسے کافور کے ساتھ دو چار مرچیں رکھی جاتی ہیں کہ اڑ نہ جاوے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء ص ۳)

{ مولوی عبدالکریم کہتے ہیں:

ایک نادان سنت اللہ سے جاہل عصاء موسی میں کہتا ہے کہ (مرزا کو) عبادت کا موقع ہی کب ملتا ہے ... میرا ایمان تو یہی ہے کہ اس (مرزا صاحب) کا کھانا، پینا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، دوستوں سے ملنا، کتابیں لکھنا، غرض ہر فعل ہر قول عبادت ہی ہے، کیونکہ اپنے لئے نہیں بلکہ اس کا مقصود خدا ہے۔ اس کے سامنے ہمیشہ اللہ تعالی کا محبوب چہرہ رہتا ہے۔ ایک دن (مرزا) فرماتے تھے کہ مجھ پر امیت بہت غالب ہے۔ میں کچھ نہیں جانتا ایک ایک لفظ کے لئے دعا کرتا ہوں تب آتا ہے۔ اب دیکھو کہ کس قدر لفظ اس کے منہ اور قلم سے نکلے ہیں اور یہ بھی دعاؤں کے نتیجے ہیں۔ اندازہ تو کرو کس قدر دعائیں قبول ہوئیں۔ پھر احمق کہتا ہے کہ عبادت کا موقع ہی کب ملتا ہے (الحکم ۱۹۰۱ء ص)

(} ہر لفظ دعا کے نتیجہ میں آیا ہے، تو جو الفاظ توفی کے معنوں کے بارے میں براہین احمدیہ میں درج ہیں اور جن الفاظ میں وہاں مسیح کی دوبارہ آمد کا عقیدہ درج ہے وہ بھی دعا کی قبولیت کا نتیجہ ہوئے۔ مولوی عبدالکریم کو شائد معلوم نہیں تھا کہ ان اس تحریر کا کیا مطلب ہوتا ہے۔

} اورقبولیت دعاؤں کی تعداد تو مولوی عبدالکریم نے خوب بڑھالی۔ ہر لفظ کے لئے دعا، اور وہ بھی قبول شدہ ، یہ تو لاکھوں الفاظ ہوں گے، گو یا لاکھوں دعائیں کیں ، اور قبول ہوئیں ، اور یوں مرزا صاحب کی صداقت کے لاکھوں نشان وجود میں آ گئے۔

} ادھر ایک دعا کے لئے دو تین منٹ بھی شمار کر لیں تو مرزا صاحب کو اتنا وقت کب ملتا تھا، خاص طور ان کے وہ مضامین اور لیکچر (سیالکوٹ وغیرہ) جنکے متعلق بتایا جاتا ہے کہ بڑے محدود وقت میں لکھے گئے۔ وہاں منٹ اور الفاظ شمار کئے جائیں تو منٹ کم رہ جاتے ہیں، جب کہ دعا کیلئے منٹ بھی نکالنا ہوں گے اور لکھنے کیلئے بھی ، اور درشن دینے کیلئے بھی، اور سو سو دفعہ دن میں پیشاب کیلئے بھی ، نمازوں کیلئے بھی، دیگر مصروفیات کیلئے بھی، مریدوں سے ملنے ملانے کیلئے بھی، اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کیلئے بھی۔

} مرزا صاحب امیت کی بات بھی کرتے ہیں ، اور کم از کم تین اساتذہ کا ذکر بھی کرتے ہیں جن سے وہ برسوں پڑھتے رہے۔ ایک استاد کا نام تو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اور مرزا صاحب نے ایک استاد سے انگریزی بھی پڑھی جیسا کہ مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے: اس زمانہ میں مولوی الہی بخش کی سعی سے جو چیف محرر مدارس تھے کچہری کے ملازم منشیوں کیلئے ایک مدرسہ قائم ہوا کہ رات کو کچہری کے ملازم منشی انگریزی پڑھا کریں۔ ڈاکٹر امیر شاہ جو اس وقت اسسٹنٹ سرجن پنشنر ہیں استاد مقرر ہوئے۔ مرزا صاحب نے بھی انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں پڑھیں۔ سیرۃ المہدی روایت نمبر ۱۵۰۔ ۱۴۱ء)

} اختلاف دور کرنے کا طریق

مرزا غلام احمد نے ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء کو فرمایا: ہر ایک شخص اپنی حالت کے لحاظ سے معذور ہوتا ہے اس لئے ان میں فیصلہ کا ایک موٹا طریقہ ہے جسے ہم پیش کرتے ہیں۔ اس وقت مختلف اقوام جن کا اسلام سے بھی کچھ تعلق نہیں ہے الہام کے مدعی ہیں۔

دس سال کا عرصہ گذرا کہ ایک دفعہ امرتسر سے ایک سکھ کا خط آیا کہ سکھ مذہب کے سچا ہونے کی نسبت مجھے الہام ہوا ہے۔

اور ایسے ہی ایک انگریز نے الہ آباد سے لکھا کہ مجھے عیسویت کے سچا ہونے کی نسبت الہام کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی۔

اور ایک مولوی عبداللہ صاحب غزنوی جن کو میں نیک جانتا ہوں ان کی اولاد امرتسر میں ہے ان کو بھی الہام کا دعوی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں الہام ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ (احمدیہ) جھوٹا ہے اور مرزا صاحب کاذب اور دجال ہیں۔

پھر ادھر ہماری جماعت میں بھی ہزار ہا ایسے آدمی ہیں جن کو الہام اور رؤیا کے ذریعہ یہ اطلاع ملی ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نے زبان مبارک سے تصدیق کی ہے کہ یہ سلسلہ من جانب اللہ ہے اور یہی ذریعہ ان کی بیعت کا ہوا ہے۔

تو اب ان مختلف اقسام کے الہاموں میں جلدی سے فیصلہ تجویز کرنا تقوی سے بعید ہے اس لئے میں جلدی کو پسند نہیں کرتا انسان کو چاہیے کہ صبر اور دعا سے کام لے اور تقوی کے پہلو کو نہ چھوڑے....

آنحضرت ﷺ نے جیسے کہ قرآن مجید میں درج ہے یہ جواب دیا اعملوا علی مکانتکم انّی عا مل کہ اگر تم لوگوں پر میرا سچا ہونا مشتبہ ہے تو تم بھی اپنی جگہ عمل کرو میں بھی کرتا ہوں، انجام پر دیکھ لینا کہ خدا کی تائید اور نصرت کس کے شامل ہے جو امر خدا کی طرف سے ہوگا وہ بہر حال غالب ہوگا و اللّٰہ غا لب علی امرہ.

ان مختلف الہامات کے فیصلہ کے لئے بھی دراصل یہی معیار ہے..

پس اگر یہ سب الہامات خدا کی طرف سے سمجھے جائیں تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خدا بھی بہت سے ہیں کیونکہ اگر وہ سب ایک ہی کا کلام ہے تو آپس میں ایک دوسرے کی ضد کیوں ہیں کہ وہی خدا ایک کو کہتا ہے کہ فلاں سچا شخص سچا ہے اور دوسرے کو کہتا ہے کہ جھوٹا ہے۔ پس اس میں فیصلہ کی جو آسان ترین راہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک قول ہوتا ہے اور ایک فعل، اگر قول میں اختلاف ہے تو اب فعل کا انتظار کرنا چاہیے...

الہام میں دخل شیطانی بھی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف سے بھی ظاہر ہے مگر جو شخص شیطان کے زیر اثر ہو، اسے نصرت نہیں ملا کرتی، نصرت اسے ہی ملا کرتی ہے جو رحمان کے زیر سایہ ہو..

ہم لوگوں کے سامنے ہیں اور اگر فریب سے کام کر رہے ہیں تو خدا تعالی ایسے عذاب سے ہلاک کرے گا کہ لوگوں کو عبرت ہو جاوے گی اور اگر یہ خدا کی طرف سے ہے اور ضرور خدا کی طرف سے ہے تو پھر دوسرے لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔

(الحکم قادیان ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء ص ۲۔۳ مختصراً)

(مرزا صاحب کے سسر ناصر نواب صاحب، جو اپنے داماد کے وقتِ آخر ان کے سرہانے موجود تھے ، بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مجھے فرمایا: میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔ دیکھو حیات ناصر

....اور ہیضہ سے مرنا، اور وہ بھی اس حالت میں کہ مرزا صاحب دعا فرما چکے تھے، جس کی قبولیت کی اطلاع بھی بقول ان کے جناب باری سے انہیں ہو چکی تھی، کہ مجھ، مرزا، اور ثناء اللہ میں جو جھوٹا ہے وہ وہ صادق کی زندگی میں ہیضہ یا طاعون سے مرجائے۔ اب قادیانی حضرات بتائیں کہ مئی ۱۹۰۸ء میں (جب کہ ثناء اللہ امرتسری زندہ تھے) ہیضہ سے کون مرا، ایسے وقت میں کہ ثناء اللہ کے علاوہ بھی مرزا صاحب کے شدید مخالف مثل ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، پیر مہر علی شاہ، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبد الجبار غزنوی، عبدالحق غزنوی، علامہ شمس الحق ڈیانوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، شاہ احمد رضا بریلوی، مرزا حیرت دہلوی، منشی محبوب عالم اڈیٹر پیسہ اخبار وغیرہ زندہ تھے۔

اور آج اسلام کا ڈنکا بج رہا ہے کہ اس کے مقابل قادیانیت کا؟

اور دنیا میں آج مرزا سے نفرت کی جاتی ہے کہ اس کے دشمنوں سے۔ بہاء)

محمد حسین بٹالویؒ

عنوان بالا کے تحت ان شذرات، خطوط، خبروں، مضامین وغیرہ سے اقتباسات نقل کئے جارہے ہیں جو الحکم اور البدر میں شائع ہوئے۔ حسب ضرورت ان پر تبصرے اور جوابی گذارشات بھی پیش کی جارہی ہیں۔

قادیانی مکتوب بنام محمد حسین بٹالوی

مخدومی مکرمی مولانا اخویم مولوی محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ آں مخدوم پہنچا، باعث ممنونی ہوا الحمد للہ و المنہ کہ علماء شرع کی طرف سے حسن ظن اور رفق اور نرمی ظہور میں آئی۔ اور بعض نے طریق نزاع اختیار کیا ہے تو اس میں بھی حضرت ارحم الراحمین کی طرف سے کوئی مصلحت ہوگی۔ یہ عاجز بخوبی جانتا ہے کہ جناب الہی کی یہ عادت نہیں ہے کہ ایسے کاموں کو چپکے چپکے یک دفعہ کمال تک پہنچا دے اور ہر یک قسم کے دل سے یک بارگی آمنا صدقنا کا اقرار کرا دے۔ اگر ایسا ہوتا تو بہت سے ثواب کہ جو شدائد اور مکروہات کے دیکھنے پر موقوف ہیں، نبیوں اور مرسلوں کو اور ہم لوگوں کو جو ان کے متبعین ہیں ہرگز حاصل نہ ہو سکتے، بلکہ انواع واقسام کے اسرار مخفی رہ جاتے اور کئی قسم کی تائیدات اور

برکات سماوی اور آیات رحمانی جن کا ظہور بروز کسی موذی کی ایذاء سے وابستہ ہے پردہ اخفا میں چھپی رہتی ۔ ۱۵ فروری ۱۸۸۴ء مطابق ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ

(اخبار الحکم قادیان ۱۶ ستمبر ۱۸۹۹ء ص ۵۔۶)

(مولانا بٹالوی کے نام مرزا صاحب کا یہ خط ۱۸۸۴ء کے اوائل کا ہے، جب ان کی براہین احمدیہ کی چار جلدیں منظر عام پر آ چکی تھیں ۔ اس خط سے اس بات کی طرف اشارہ تک نہیں نکلتا کہ ان کا مسیحیت یا نبوت یا مہدویت کا کوئی دعوی ہے اور مرزا صاحب اپنے آپ کو نبیوں اور مرسلوں کا متبع بتاتے ہیں ۔ ایسے ہی جذبات و خیالات کی وجہ سے مولانا محمد حسین ان کی حمایت کرتے تھے اور مولانا رشید احمد گنگوہی انہیں صالح مسلمان قرار دیتے تھے ۔ بہاء)

{ الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۶ ۔ ۷ پر مرزا قادیانی ۱۸۸۷ء کے چند خطوط بنام محمد حسین بٹالوی درج کئے اور تعارفی نوٹ میں اڈیٹر نے لکھا ہے:

مولوی محمد حسین جب اول اول مخالفت پر آمادہ ہوئے اس وقت کے یہ مکتوبات ہیں ۔ ۱۸۸۷ء کا یہ معاملہ ہے ان خطوط کو پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وجہ مخالفت کیا ہوئی ۔ اعلی حضرت کو اپنے مولی کریم کی وحی پر کس قدر انشراح صدر سے بالبصیرۃ یقین کامل ہے کسی کی مخالفت اور اعتراض کی کچھ پرواہ نہیں دنیا کی خیالی ذلت وعزت سے سروکار نہیں اصل غرض اعلاء کلمۃ الاسلام ہے اس میں خواہ کوئی ناراض ہو یا خوش ... ۔

} از عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویکم مکرم ابوسعید محمد حسین صاحب بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ پہنچا، اشتہارات تلاش کر کے اور بعض مہمانوں سے لے کر ارسال خدمت ہیں ۔ میں بباعث بیماری وجع الاذن حاضر نہیں ہو سکا کیونکہ مجھ کو درد گوش سے بشدت تکلیف ہے اور اندیشہ تپ بھی ہے ۔ اعتراض احباب درباره کتب مؤلفہ ایں احقر معلوم نہیں کس صورت سے ہے، اگر توقف طبع کتاب پر ہے تو یہ امر قضا وقدر حضرت حکیم مطلق سے واقع ہو گیا ہے ۔ شائد اس میں یہ مصلحت ہو گی کہ جو کچھ درمیانی کاروائیاں آج تک ہوئی ہیں ان کا وقوع میں آ جانا قبل از طبع کتاب ضروری تھا ۔ میں اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوا اور نہ اب ہوں کہ کام طبع کتاب میں توقف ہو لیکن تمام توقعات قادر مطلق کی انواع واقسام کی روکوں سے واقع ہوتی گئی ہیں ۔ الوہیت کے زور اور قدرتیں بشریت کے ارادوں کو مضمحل اور کالعدم کر دیتی ہیں

اور پھر جب خوب غور سے سوچیں تو اصل خیر بھی انہیں میں ہوتی ہے۔ انسان اپنی فطرت سے مستعجل اور زود پسند ہے اور یہی چاہتا ہے کہ جو کل ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے لیکن عادۃ اللہ تانی اور توقف ہے جیسا کہ مدت نزول قرآن سے ظاہر ہے۔ غرض میرے ساتھ معاملہ حضرت عز وجل شانہ کچھ ایسا ہے کہ میں مردہ بدست زندہ ہوں اور اس کی مصلحت میری مصلحت پر مقدم آ جاتی ہے وہ لوگوں کے لعن طعن کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ قادر ہے کہ انجام کار لوگوں کو خوش کر دے اور جس بات کیلئے میرا سینہ کھول دیا ہے اس کیلئے ان کا سینہ بھی کھول دے و ھو علی کلّ شیء قدیر

اگر اس عاجز کی کتابوں پر اس صورت سے اعتراض ہو کہ ان میں بعض جگہ سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تو میں منطقیوں کی طرح ان سے جھگڑنا نہیں چاہتا بلکہ میں سادہ طور پر بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ حکیم مطلق نے میرے اجتہاد کو اسی طرف رجوع دیا اور میرے دل میں یہ نقش کر دیا کہ گو بظاہر ایسی تقریریں موجب اشتعال ہونگی مگر ایک عجیب اثر ان میں یہ ہوگا کہ مخالفین کو خواب خرگوش سے بیداری حاصل ہوگی اور گو وہ کیسے ہی بدتہذیبی سے پیش آئیں مگر ان کو ان تالیفات کی طرف، خواہ ردّ ہی کی نیت سے کیوں نہ ہو، رجوع ہو جائے گا اور اس رجوع کا انجام نہایت مفید ہوگا۔

سو جس بات پر میری رائے قائم ہوگئی سو اگرچہ ابھی اس کے اخیر نتیجہ کا وقت نہیں آیا مگر میں دیکھتا ہوں کہ صدہا ہندو ردّ کی نیت سے میری کتاب کو پڑھتے ہیں اور صدہا ہندوؤں کے خیالات پر اثر ہو گیا ہے۔ اور باایں ہمہ اس عاجز کی تقریر میں وہ سختی نہیں جس سختی کو ہندوؤں نے ابتداء سے استعمال کیا ہے۔

اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہ طرز تحریر جس کے اختیار کرنے کے لئے حال تک میرا سینہ کھول دیا گیا تھا اگرچہ وہ کسی معترض کی نظر میں صحیح ہو یا غیر صحیح، مگر یہ وہ شئے ہے جس پر میرا اجتہاد قائم کیا گیا اور اب میں نے جس قدر درشت الفاظ کو استعمال کیا اسی قدر کو کافی سمجھا ہے اور آئندہ میں نے قصد کیا ہے کہ ہر ایک بات حلم اور رفق سے بیان کی جائے اور اسی پر خدا تعالی نے میرے دل کو قائم کر دیا ہے۔ سو میں جانتا ہوں کہ اس میں بھی ایک حکمت تھی اور اس میں ایک حکمت ہے۔

اور جو آں مخدوم نے پہلے خط میں ذکر فرمایا تھا کہ پیش گوئی فرزند کو رسالہ میں درج کرنا

مناسب نہیں، میں نے اب تک آپ کی خدمت میں اس وجہ سے اس کا جواب نہیں لکھا کہ خدا تعالیٰ نے اس معاملہ میں میری رائے کو آپ کی رائے سے متفق نہیں کیا۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون مجھ کو منجانب اللہ اس بارے میں اعلان واشاعت کا حکم ہے اور جیسا کہ میرے آقا محسن نے مجھے ارشاد فرمایا ہے میں وہی کام کرنے کیلئے مجبور ہوں ۔ مجھے اس سے کچھ کام نہیں کہ دنیوی مصلحت کا کیا تقاضا ہے اور نہ مجھے دنیا کی عزت و ذلت سے کچھ سروکار ہے اور نہ اس کی کچھ پرواہ اور نہ اس کا کچھ اندیشہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جن باتوں کے شائع کرنے کیلئے میں مامور ہوں ہر چند یہ بدظنی سے بھرا ہوا زمانہ ان کو کیسی ہی تحقیر کی نگاہ سے دیکھے لیکن آنیوالا زمانہ اس سے بہت سا فائدہ اٹھائیگا

بعض احباب مجھ پر یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اسراف کا خرچ ہے جو دو دوسو تین تین سو روپئے ماہواری کا ہو جاتا ہے اور اسی خرچ نے طبع کتاب میں دقتیں ڈالیں اور انبار کا انبار قرضہ کا سر پر ہو گیا۔ اسکے جواب میں بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ اگر چہ یہ اعتراض سچ ہے مگر یہ مہمانداری محض للہ ہے اور اس میں بھی بار ہا تواضع اور اکرام ضیف کیلئے حکم ہوا ہے نہ تخفیف مصارف کیلئے۔ تین سال کے عرصہ میں شاید چالیس ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہونگے اور جہاں تک طاقت تھی حسب توفیق ان کی خدمت کی گئی ۔ سو بظاہر یہ نہایت درجہ کا اسراف معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ جل شانہ کو اپنے افعال میں مصالح ہیں اور میں اسی کے حکم اور امر کا پیرو ہوں اور کسی دوسری کمیٹی یا جماعت کی پیروی نہیں کر سکتا اور نہ وہ اس کاروبار میں کچھ دخل دے سکتے ہیں۔ جس قدر میرے پر قرضہ اور حقوق عباد کے بار ڈالے گئے ہیں میں جانتا ہوں کہ میں اپنی قوت سے اس بار گراں سے سبکدوش نہیں ہو سکتا بلکہ الٰہی طاقت مجھے سبکدوش کرے گی اس فوق الطاقۃ کام میں کسی دوست کی کچھ پیش نہیں جا سکتی مگر وہ ایک ہے حقیقی دوست ہے جو ان غموں کے دور کرنے پر قادر ہے۔ والسلام ۸ ستمبر ۱۸۸۷ء

} مخدومی اخویم مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ اللہ تعالیٰ ۔

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عنایت نامہ پہنچا۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میری نسبت سوء ظن مسلمان بھائیوں کا کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں ہے۔ میں ایسے مسلمانوں کی فسخ بیع پر راضی ہوں اور ان کا ظن کسی طور سے درست ہونے میں نہیں آتا۔ یہ تو سچ بات

ہے کہ مہمان نوازی کی نیت سے اور خود اپنی ذاتی ضروریات کی وجہ سے بہت کچھ روپیہ خرچ ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے لیکن یہ خیال کہ اکثر حصہ اس روپیہ کا وہی رقوم ہیں جو قیمت کتاب میں وصول ہوئیں، یہ ایک ضعیف خیال ہے جو حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ واقعی حقیقت یہی ہے کہ جیسے مصارف زیادہ ہوتے گئے اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے ان کو انجام دیتا گیا۔

غایت مافی الباب یہ کہ عندالضرورت قیمت کتابوں میں سے بھی کچھ قدر قلیل خرچ ہوتا رہا اور کچھ انہیں درمیانی کاروائیوں میں خرچ ہوا جو کتاب کے متعلق تھیں۔ خیر سائلین و معترضین کچھ سمجھیں اور کچھ خیال کر لیں لیکن مجھے خوب یقین حاصل ہے کہ خدا تعالی مجھے ایسی حالت میں موت نہیں دے گا کہ ان بدظنیوں کا میرے پر کوئی اعتراض اس قسم کا باقی رہ جائے کہ جو کچھ اصلیت رکھتا ہو الم تعلم انّ اللّٰہ علی کلّ شیء قدیر

طفل نوزاد کی نسبت میں نے کسی اخبار میں یہ مضمون نہیں چھپوایا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کی تعریف ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہارات میں مندرج ہے، ہاں کئی دفعہ گمان ہوتا ہے کہ وہی ہے کیونکہ۔ ۱۔ یہی لڑکا تین کو چار کرنے والا ہوا ۔ ۲۔ حضرت مسیح کے روز پیدائش میں ہوا ۔ ۳۔ سنا گیا ہے کہ اسی ماہ میں ستارہ مسیح بھی یورپ میں دکھائی دیا جیسا کہ نورافشاں میں درج ہے ۔ ۴۔ اس کے روز پیدائش میں بعد تولد یہ الہامات ہوئے انّا ارسلناہ شاھداً و مبشّراً کصیّب مّن السّماء فیہ ظلمات وّ رعد وّ برق کلّ شیء تحت قدمیہ ۔ سو میرے نزدیک اب تک یہ الہامات ذوالوجوہ ہیں و دیگر علامات بھی۔ واللہ اعلم بالصواب ۔ والسلام ۔ غلام احمد۔ ۱۶ ستمبر ۱۸۸۷ء

} مخدومی مکرمی اخویم مولوی محمد حسین السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آج ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء کو آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ واضح رہے کہ اس عاجز کے قلم سے کوئی کلمہ رنج یا خفگی کا آپ کی نسبت نہیں نکلا۔ بلکہ میں ممنون ہوں کہ آپ بغیر اس کے کہ اصل حال سے واقف ہوتے میرے خیر خواہوں اور خیر اندیشوں اور نیک خیالوں میں رہے۔ سو میرے لئے آپ کا شکر کرنے کے لئے یہی کافی ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ میں سچی محبت رہی ہے اور میرا دل شہادت دیتا ہے کہ فقط ایک سچی محبت کے جوش سے آپ قلم وزبان سے میری کاروائیوں کی نصرت میں لگے رہے ہیں، سو رنج

اور خفگی کا کوئی محل نہیں ۔تا میں نے آپ پر ایک واقعی حال اظہار کیا پھر وہ سب واقعی عذرات آپ کی نظر میں مکتفی نہ ہوئے تو بقول شخصے کہ طاقت بمہماں داشت خانہ مہمان گذاشت ۔ چند الفاظ مؤد بانہ ترک نزاع کے لئے میں نے استعمال کئے شائد انہیں الفاظ کو آپ نے کلمہ رنج وخفگی سمجھا ہوگا۔مگر حاشا وکلا میرا وہ منشاء نہیں ہے جو آپ نے سمجھا۔ میں پھر بادب آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آئندہ اخراجات کی کمی اور تخفیف کی فکر میں، میں آپ ہی ہوں،مگر گزشتہ تدارک میرے حد امکان سے باہر ہے ۔اس قصور کا خود معترف ہوں کہ جو کچھ کتاب کی قیمت میں آیا وہ خرچ ہوتا رہا ہے (گزشتہ خط میں کہا کہ اسکا کچھ حصہ خرچ ہوتا رہا ہے؟ بہاء) مگر یہ بات کہ خدا تعالی کے نزدیک میرے وہ مصارف کس رنگ میں ہیں اور نکتہ چینوں کی نظر میں کس رنگ میں ، اس میں بحث نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ گذری ہوئی بات کو طول دینا کچھ فائدہ نہیں اور میری ناقص رائے میں آپ کا اس فکر میں پڑنا لا یلزم ہے۔آں مخدوم سے شرعی یا عرفی طور پر کچھ مواخذہ یا مطالبہ نہیں و لا تزر وازرۃ وزر اخری ۔میں نے سرمہ چشم آریہ کے پہلے صفحہ پر ہی اشتہار دے دیا ہے کہ جو شخص خرید کتاب پر ناراض ہو وہ فسخ بیع کرسکتا ہے ۔ایسے خطوط جب پہنچیں گے تو میں کوشش کرونگا کہ جلد تر کتابیں واپس لی جائیں اور انکا روپیہ مسترد کیا جائے ۔سو وہ اشتہار اطلاع عام کے لئے کافی ہے۔ میں آپ پر مکرر ظاہر کرتا ہوں کہ میں آپ پر ہرگز ناراض نہیں ہوں لیکن اگر آپخواہ نخواہ بات کو طول دیں تو میری طرف سے ناراض ہونا بے محل بھی نہیں ۔ میں بشر ہوں اور بشریت کی صفات و لوازم سے نبی بھی الگ نہیں ہو سکتے جو شخص انکے دل کو خوش کرے اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور جو شخص انکے دل کو خواہ نخواہ آزار پہنچائے اس سے وہ خوش نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ بشر ہیں ۔آپکے سامنے قرآن وحدیث سے اس کے نظائر پیش کرنا حاجت نہیں۔

اور پھر آپ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ گویا مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ وہ لڑکا بہت قریب ہونے والا ہے۔آپ میرے اشتہار ۸ ۔اپریل ۱۸۸۵ء کو دیکھ لیں اس میں ،وہ، کا لفظ نہیں بلکہ ،ایک ،کا لفظ ہے اور یہ آپ کا قول کہ :ایسی پیش گوئیوں سے بجائے نفع اسلام کو کمال نقصان پہنچے گا۔، میری دانست میں یہ کہنا اسکا حق ہے کہ ان پیش گوئیوں کا

مقابلہ کر کے دکھلا وے۔ میرے رسالہ سراج منیر اور اس کی تمام پیشگوئیوں کی بناء اسی پر ہے کہ اگر کوئی مخالف کسی پیشگوئی کا انکار کرے تو ایسی پیشگوئی پیش کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

سراج منیر میں اسی طور کی پیش گوئیاں ہیں تو میری رائے ہے کہ سراج منیر کا طبع کرانا موقوف رکھا جائے کیونکہ ایسی کتاب سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا۔

اسکے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک سراج منیر میں اسی طرح کی پیشگوئیاں ہیں بلکہ سب سے بڑھ کر یہی پیشگوئی ہے، مگر دوسرا فقرہ آپ کا: ایسی پیشگوئیوں سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا، فراست پر مبنی نہیں ہے۔ اور آپ کا یہ قول کہ:

مجھے صرف یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کا زیادہ ہتک نہ ہو اور ان کا مال ناحق برباد نہ ہو۔

آپ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹا پیدا ہونے سے مسلمانوں کا کسی قدر ہتک ہوگیا اور آئندہ سراج منیر کے چھپنے سے اس سے زیادہ ہوگا۔ سو میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئیوں کا سچائی سے ظہور میں آجانا مسلمانوں کے لئے موجب ہتک ہے تو جس قدر یہ ہتک ہو اتنا ہی تھوڑا ہے۔ ۲۷ جولائی ۱۸۸۶ء کو آریوں نے ایک اشتہار دیا تھا کہ ہمیں اپنے پرمیشر کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ ہرگز بیٹا پیدا نہیں ہوگا۔ ابد تک نہیں ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندو منجم نے انکی اطمینان کی ہوگی اور یہ اشتہار پنجاب اور ہندوستان میں شائع کئے گئے تھے۔ اب آپ سوچ کر دیکھیں کہ برطبق اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء بیٹا پیدا ہو جانا جو مصدقہ پیشگوئی ہے، یہ موجب ہتک وندامت آریوں اور دیگر مخالفوں کا ہوا یا مسلمانوں کا اس سے ہتک ہوگیا۔ انجیل میں حضرت مسیح کی پیش گوئیاں آپ نے نہیں دیکھیں کہ بھونچال آویں گے، کال پڑیں گے، وبا پھیلے گی، لڑائیاں ہوویں گی۔ نہ کسی وقت کا پتہ نہ کسی مکان کا نشان۔ مگر اس وقت کے سچے عیسائیوں کا اس سے کچھ ہتک نہ ہوا۔ آپ کو یاد رہے کہ مخالفین خود ملزم ہیں کیونکہ وہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہر ایک چیز کا اندازہ قیمت مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

والسلام۔ خاکسار غلام احمد، ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء۔

{ مخدومی مکرمی مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ اللہ تعالیٰ۔

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں

آپ کے کسی حرف سے اتفاق نہیں کر سکتا جیسا کہ بظاہر سمجھا جاتا ہے آپ بھی میری رائے سے اتفاق نہیں کر سکتے تو پھر میری دانست میں خط و کتابت کی بات تو خاتمہ کو پہنچی ۔اب میری طرف سے تو یہ تحریر وداعی اور آخری خط ہی سمجھیں ۔اور آپ کو اختیار ہے کہ جس رائے پر آپ قائم ہیں اس کو اپنی طاقت قلمی سے بخوبی ظاہر کریں ۔میں بجز اس زمانہ اور وقت کے کہ حضرت مقلب القلوب اور ہادی مطلق آپ کو آپ کے اس قول سے رجوع دلا کر میری رائے سے متفق کرے، آئندہ کوئی خط آپ کی طرف لکھنا نہیں چاہتا اور نہ اپنے اختیار اور مرضی سے بغیر کسی امر جدید پیش آنے کے، جس کا اب مجھے علم نہیں، لکھونگا۔ ہاں، آپ کے اس خط کی نسبت جس کو میں نے عزت کے ساتھ اپنے صندوق میں رکھ لیا ہے اگر مناسب سمجھا سراج منیر یا کسی دوسرے رسالہ میں بغرض ازالہ وساوس کچھ لکھونگا اور وہ بھی اس حالت میں کہ آپ کا یہ خط یا ایسا ہی کوئی اور مضمون آپکے رسالہ یا کسی اور پرچہ میں شائع ہو جائے یا زبانی طور پر مختلف فرقوں میں شیوع پا جائے ۔سو مناسب ہے کہ اب آپ بھی میری طرف خطوط بھیجنے سے مستریح رہیں اور بذریعہ تحریرات مطبوعہ اپنے بخارات نکالیں۔ خاکسار غلام احمد عفی عنہ۔ ۵۔ اکتوبر ۱۸۸۷ء

(الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۴ء ص ۷)۔

(مرزا صاحب کے منقولہ بالا خطوط کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا بٹالویؒ نے درج ذیل معاملات میں مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے ان پر تنقید فرمائی ہے:

۱۔اسراف۔۲۔مسلمانوں سے براہین احمدیہ کیلئے حاصل کردہ چندے اور پیشگی رقوم کا ذاتی مصارف میں خرچ ۔۳۔ ایسی پیش گوئیاں شائع کرنا جن سے مسلمانوں کی ہتک ہوتی ہے، اور پیش گوئیاں شائع نہ کرنے کا مشورہ۔۴۔ کتابوں میں مخالفین کے بارے میں سخت زبان کا استعمال۔

جواب میں مرزا صاحب نے ۴۰ ہزار مہمان آنیکی بابت کی ہے۔ مخالفین کے بارے میں سخت زبان استعمال کرنے کا پہلے تو دفاع کیا ہے اور پھر تسلیم کیا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں کرونگا ۔ براہین وغیرہ کی قیمت میں آنے والی رقوم کے بارے میں اقرار کیا ہے کہ واقعتاً انہوں نے دیگر مدات میں انہیں استعمال کیا ہے۔ پیشگوئیاں شائع کرنیکا دفاع کیا کیونکہ یہ ان کی شہرت کا سبب بن رہی تھیں ۔تاہم مولانا بٹالوی کے دلائل سے لاجواب ہو کر کہا ہے کہ آئندہ مجھے کوئی خط نہ لکھیں

مرزا صاحب نے کہا کہ میری موت نہیں آئیگی جب تک مالی معاملے میں ان پر سے بدگمانیاں

وغیرہ ختم نہ ہو جائیں۔ دوسری طرف انکی موت سے چند گھنٹے قبل کا قصہ ہے کہ خود ان کے اخص مریدان پر مالی بے ضابطگیوں کے الزام لگا رہے تھے۔ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری نے مرزا صاحب پر (مالی) اعتراضات کیئے تو مرزا محمود احمد قادیانی نے خلیفہ حکیم نورالدین کو اپنے ایک خط میں لکھا:

باقی آپ (نورالدین) سے میں (محمود) یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ابتلاء اگر حضرت (مرزا) صاحب زندہ رہتے تو ان کے عہد میں بھی آتا۔ کیونکہ یہ لوگ (خواجہ کمال الدین اور محمد علی لاہوری) اندر ہی اندر تیاری کر رہے تھے۔ چنانچہ نواب (محمد علی خان) صاحب نے بتایا کہ ان سے انہوں نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب سے حساب لیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اپنی وفات سے پہلے، جس دن وفات ہوئی اسی دن بیماری سے کچھ ہی پہلے، کہا کہ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں کہ میں قوم کا روپیہ کھا جاتا ہوں، ان کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا۔ ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ آج خواجہ صاحب مولوی محمد علی کا ایک خط لے کر آئے اور کہا کہ محمد علی (لاہوری) نے لکھا ہے کہ لنگر کا خرچ تو تھوڑا سا ہوتا ہے باقی ہزاروں روپیہ جو آتا ہے وہ کہاں جاتا ہے۔ اور گھر میں آ کر آپ نے بہت غصہ ظاہر کیا اور کہا کہ کیا یہ لوگ ہم کو حرام خور سمجھتے ہیں۔ ان کو اس روپیہ سے کیا تعلق؟ اگر آج میں الگ ہو جاؤں تو سب آمدن بند ہو جائے۔

پھر خواجہ صاحب نے ایک ڈیپوٹیشن کے موقع پر جو عمارت مدرسہ کا چندہ لینے گیا تھا، مولوی محمد علی سے کہا کہ حضرت صاحب آپ تو خوب عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیں تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے خرچ کو گھٹا کر بھی چندہ دو۔ جس کا جواب محمد علی نے یہ دیا کہ ہاں اسکا انکار تو نہیں ہو سکتا مگر بشریت ہے۔ کیا ضرور کہ ہم نبی کی بشریت کی پیروی کریں۔ حقیقت اختلاف۔ مصنفہ مولوی محمد علی۔

پھر مرزا صاحب اپنے ایک نامطمئن مرید کو لکھتے ہیں:

محبی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں ایک سے ایک بیماریوں میں رہا اور اب بھی ان کا بقیہ باقی ہے میں چاہتا تھا کہ اپنے ہاتھ سے جواب لکھوں مگر بباعث بیماری کے نہ لکھ سکا آپ کے پہلے خط کا ماحصل جس قدر مجھے یاد ہے یہ ہے کہ میری نسبت آپ نے ...کی جماعت کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا تھا کہ روپیہ کے خرچ میں بہت اسراف ہوتا ہے (یہی بات محمد حسین نے عرصہ ہوا کہی تھی، اب وہی پتے ہوا دینے لگے ہیں جن پہ مرزا صاحب کا تکیہ تھا۔ بہاء) آپ اپنے پاس روپیہ جمع نہ رکھیں اور یہ روپیہ ایک کمیٹی کے سپرد ہو جو حسب ضرورت خرچ کیا کریں۔ اور یہ بھی ذکر تھا کہ اسی روپیہ میں سے باغ کے چند خدمت گار بھی روٹیاں کھاتے ہیں۔ اور ایسا ہی کئی اور قسم کے اسراف کی طرف اشارہ تھا جن کو میں سمجھتا ہوں

۔آپ نے اپنی نیک نیتی سے جو کچھ لکھا بہتر لکھا، میں ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کا رد لکھوں۔ میں آپ کو خدا تعالی کی قسم دیتا ہوں جس کی قسم پورا کرنا مومن کا فرض ہے اور اس کی خلاف ورزی معصیت ہے کہ آپ ...کی تمام جماعت کو اور خصوصاً ایسے صاحبوں کو جن کے دلوں میں یہ اعتراض پیدا ہوا ہے بہت صفائی سے اور کھول کر سمجھا دیں کہ اس کے بعد ہم ..کا چندہ بکلی بند کرتے ہیں اور ان پر حرام ہے اور قطعاً حرام ہے اور مثل گوشت خنزیر ہے کہ ہمارے کسی سلسلہ کی مدد کے لئے اپنی تمام زندگی تک ایک حبہ بھی بھیجیں۔ ایسا ہی ہر شخص جو ایسے اعتراض دل میں مخفی رکھتا ہے اس کو بھی ہم یہی قسم دیتے ہیں۔ یہ کام خدا تعالی کی طرف سے ہے اور جس طرح وہ میرے دل میں ڈالتا ہے خواہ وہ کام لوگوں کی نظر میں صحیح ہے یا غیر صحیح، درست ہے یا غلط، میں اسی طرح کرتا ہوں۔ پس جو شخص کچھ مدد دے کر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے وہ میرے پر حملہ کرتا ہے ایسا حملہ قابل برداشت نہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ اگر تمام جماعت کے لوگ متفق ہو کر چندہ بند کر دیں یا مجھ سے منحرف ہو جائیں تو وہ جس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے وہ اور جماعت ان سے بہتر پیدا کر دے گا جو صدق اور اخلاص رکھتی ہو گی جیسا کہ اللہ تعالی مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے ینصرک اللہ من عندہ ینصرون رجال نوحی الیھم من السماء یعنی خدا تیری اپنے پاس سے مدد کرے گا۔ تیری وہ مدد کریں گے جن کے دلوں میں ہم آپ وحی کریں گے اور الہام کریں گے۔

پس اس کے بعد میں ایسے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں اور کیا وجہ کہ اٹھیں جب کہ میں ایسے خشک دل لوگوں کو چندہ کے لئے مجبور نہیں کرتا جن کا ایمان ہنوز ناتمام ہے۔ مجھے وہ لوگ چندہ دے سکتے ہیں جو اپنے سچے دل سے مجھے خلیفۃ اللہ سمجھتے ہیں اور میرے تمام کاروبار خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں ان پر ایمان لاتے ہیں اور ان پر اعتراض کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔

میں تاجر نہیں کہ کوئی حساب رکھوں۔ میں کسی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں۔ میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرہ بھی میرے نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی میری طرف بھیجے۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں جب کہ خدا مجھے بکثرت کہتا ہے گویا ہر روز کہتا ہے کہ میں ہی بھیجتا ہوں جو آتا ہے اور کبھی میرے مصارف پر وہ اعتراض نہیں کرتا تو دوسرا کون ہے جو مجھ پر اعتراض کرے۔

ایسا اعتراض آنحضرت پر بھی تقسیم اموال غنیمت کے وقت کیا گیا تھا سو میں آپ کو دوبارہ لکھتا ہوں کہ آئندہ سب کو کہہ دیں کہ تم کو اس خدا کی قسم ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور ایسا ہی ہر ایک جو اس خیال

میں ان کا شریک ہے کہ ایک حبہ بھی میری طرف کسی سلسلہ کے لئے کبھی اپنی عمر تک ارسال نہ کریں پھر دیکھیں کہ ہمارا کیا حرج ہوا۔ اب قسم کے بعد میرے پاس اور کچھ نہیں کہ اور لکھوں۔ خاکسار مرزا غلام احمد۔ الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۵ء ص ۸۔۹

} معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط کافی عرصہ سے آیا ہوا تھا۔ مرزا نے دیر سے جواب دیا بہانہ بیماری کیا۔ کیا اس عرصہ میں مرزا صاحب نے کوئی تحریر نہیں لکھی، کسی کو کوئی خط نہیں لکھا۔

}مرزا صاحب نے جواب دینے میں اپنا زور قلم تو خوب استعمال کیا، لیکن نہ سابقہ اخراجات کا حساب دیا نہ آئندہ کے لئے کسی ضابطے کی پابند ہونا منظور کیا۔

}آنحضرت ﷺ کے دور میں مرزا نے تقسیم غنائم پر ہونے والے اعتراض کا ذکر کیا۔ لیکن وہاں تو معاملہ تقسیم کا تھا، اپنے اوپر صرف کرنے کا نہیں تھا۔ دوسروں کو ہی دیا تھا، خود نہیں رکھ لیا تھا۔ یہاں اعتراض ان مصارف پر ہے جو مرزا کے نجی امور پر ہوتے ہیں اور عوامی چندہ ان پر صرف ہوتا ہے جب کہ آپ رئیس قادیان ہیں۔ ۱۹۰۵ء تک ستر سے زائد آپ کتابیں لکھ چکے ہیں جن کے اڈیشن پر اڈیشن چھپ کر ہاتھوں ہاتھ نکل رہے ہیں، یہ مستقل آمدن ہے، پھر باغ و جائداد اور زمین کے مالک ہیں جس کی مستقل آمدنی ہے، ہزاروں روپئے مالیت کے زیورات آپ کی اہلیہ کے پاس ہیں، ہزاروں روپیہ کا زیور آپ نے بہوؤں کو پہنایا ہے۔ عہد رسالت میں ہونیوالے واقعہ کو آپکے حالات سے کیا نسبت؟

اور مرزا صاحب نے ۱۹۰۲ء میں اپنی کتاب الوصیت (ص ۲۔۳ طبع ۱۹۰۵ء) کہا تھا کہ:

اس جگہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ہم تیری نسبت ایسے ذکر باقی نہیں چھوڑیں گے جو تیری رسوائی اور ہتک کا موجب ہوں۔ اس فقرہ کے دو معنی ہیں۔ اول یہ کہ ایسے اعتراضات کو جو رسوا کرنے کی نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ہم دور کر دیں گے اور ان اعتراضات کا نام و نشان نہ رہے گا۔ دوسرے یہ کہ ایسے شکائت کرنے والوں کو جو اپنی شرارتوں کو نہیں چھوڑتے اور بد ذکر سے باز نہیں آتے دنیا سے اٹھا لیں گے۔ اور صفحہ ہستی سے معدوم کر دیں گے۔ تب انکے نابود ہونیکی وجہ سے انکے بے ہودہ اعتراض بھی نابود ہو جائیں گے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ ان کے بڑے دشمن ابھی زندہ موجود تھے۔ اور بے شمار چیزیں بھی موجود تھیں جو مرزا صاحب کے لیے اب تک باعث عار اور باعث ذلت ہیں۔ ذیل میں چند ایک ایسی باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں ایک ہی مباہلہ کیا تھا اور وہ کہا کرتے تھے کہ باہم مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ مرزا صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے مباہل

کو ختم کر کے مرتے۔لیکن ان کی وفات کے وقت یعنی مئی ۱۹۰۸ء میں مولانا عبدالحق زندہ تھے اور ان کی زندگی میں مرزا صاحب کی موت ان کے کذاب ہونے کی دلیل تھی۔

مرزا صاحب نے اپنی عمر کے آخر میں ایک بیٹے کی پیش گوئی بھی فرمائی تھی۔ ہوا یوں کہ جب ان کا بیٹا مبارک احمد ۱۹۰۷ء میں فوت ہوا تو آپ نے اپنے اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء میں فرمایا:

خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا انّا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوش خبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہو گا۔ اور اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہ ہو گا۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن (مبارک احمد کی موت سے) خوش ہو اس لیے اس نے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دی تا یہ سمجھا جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہے۔،

اور حقیقت یہ ہے کہ مبارک احمد کی موت کے بعد مرزا صاحب کے ہاں کوئی بیٹا نہیں ہوا اور اس موعود بیٹے کو وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے۔

اور مرزا صاحب فرماتے ہیں:

پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا۔ اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا۔ اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔ (مجموعہ اشتہارات ج اص ۱۰۲)۔

نیز فرماتے ہیں:

اس عاجز نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیش گوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی (اشتہار محک اخیار واشرار ستمبر ۱۸۸۶ء)۔

اور مرزا صاحب، حکیم نوردین صاحب کو لکھتے ہیں:

مخدومی اخویم مولوی نورالدین صاحب جو عنایات خداوند کریم جل شانہ کے اس عاجز کے شامل حال ہیں ان کے بارے میں ہمیشہ یہی دل چاہتا ہے کہ اپنے دوستوں سے کچھ اس میں سے بیان کرتا رہوں۔ سو آپ بھی جو میرے مخلص دوست ہیں ایک راز پیش گوئی کا بیان کرتا ہوں۔ شائد چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر و

الباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔ سو اس کا نام بشیر ہوگا۔ اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شائد وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ (نصرت بیگم) سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا۔ اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی۔ وہ صاحب اولاد ہوگی ان دنوں اتفاقاً نئی شادی کے لیے دو شخصوں نے تحریک کی تھی مگر جب ان کی نسبت استخارہ کیا گیا تو ایک عورت کی نسبت جواب ملا کہ اس کی قسمت میں ذلت اور محتاجگی اور بے عزتی ہے۔ اور اس لائق نہیں کہ تیری اہلیہ ہو۔ اور دوسری کی نسبت ارشاد ہوا کہ اس کی شکل اچھی نہیں۔ گویا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحب صورت و صاحب سیرت لڑکا جس کی بشارت دی گئی ہے وہ بر عائت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ و پارسا طبع سے پیدا ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ ان کے ابطال میں ایک دوست نے اشتہارات شائع کئے ہیں۔ مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے۔ کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں۔ غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے۔ اب دیکھیں کہ کس جگہ ارادہ ازل نے اس کا ظہور مقرر کر رکھا ہے۔ الہامات اس بارہ میں کثرت سے ہوئے ہیں۔ اور ربّی ارادہ میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے۔ خاکسار غلام احمد از قادیان ۸ جون ۱۸۸۶ء۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر۲ ص ۵۔۶)۔

اور دو ہفتے بعد حکیم صاحب کو جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مخدومی اخویم مولوی نور الدین ..اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا کیونکہ اس عاجز کی یہ عادت ہے کہ اپنے احباب کو ان کی قوت ایمانی بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امور غیبیہ بتا دیتا ہے۔ اور اصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کیلیے اشارہ غیبی ہوا ہے۔ تب سے طبیعت متفکر و متردد ہے۔ اور حکم الٰہی سے گریز کی جگہ نہیں مگر بالطبع کارہ ہے۔ اور ہر چند اول اول یہ چاہا کہ یہ امر غیبی موقوف رہے لیکن متواتر الہامات و کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ خاکسار غلام احمد ۲۰ جون ۱۸۸۶ء (مکتوبات ج ۵ نمبر۲)

اور ضمیمہ انجام آتھم (ص ۵۴) میں مرزا لکھتے ہیں:

اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا۔ اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت ایک حمد اور تعریف ہوگی

سوال یہ کہ نصرت بیگم کے بعد مرزا کو کون سی خواتین مبارکہ ملیں؟ اور ان سے کون سی اولاد ملی؟

پھر محمدی بیگم کا معاملہ زندگی بھر مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے لیے باعث عار بنا رہا۔ مرزا صاحب فرماتے تھے کہ محمدی بیگم ہمارے نکاح میں ضرور آئے گی۔ لیکن ایسا ہوا نہیں۔ مرزائی کہتے ہیں کہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کا نکاح ہونا مرزا سلطان محمد کی موت پر موقوف تھا۔ وہ چونکہ مرزا صاحب کی زندگی میں نہیں مرا اور محمدی بیگم بیوہ نہیں ہوئی اور اس لیے اس محمدی بیگم کا دوسرا نکاح مرزا صاحب کے ساتھ نہ ہوا۔ دوسری جانب مرزا صاحب انجام آتھم میں فرماتے ہیں

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔ (انجام آتھم)،

اور اپنے مباہل مولوی عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے مرزا صاحب کہتے ہیں

> پھر تمہارا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ احمد بیگ کا داماد اب تک زندہ ہے۔ سو میں کہتا ہوں اے نابکار قوم کب تک تو اندھی اور گونگی اور بہری رہے گی؟ اور کب تک تیری آنکھیں اس نور کو نہیں دیکھیں گی جو اتارا گیا؟ سن اور سمجھ کہ اس الہام کے دو ٹکڑے تھے۔ ایک احمد بیگ کے متعلق اور ایک اس کے داماد کے متعلق۔ سو تم سن چکے ہو کہ احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا۔ اور وہ دن آتا ہے کہ تم سن لو گے کہ اس کے داماد کی نسبت بھی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتی۔ (حجۃ اللہ)

کیا ۱۹۰۸ء تک سلطان محمد مر گیا تھا کہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی شادی کی راہ ہموار ہو سکتی؟ کیا یہ لڑکی ۱۹۰۸ء تک مرزا صاحب کے نکاح میں آ گئی تھی؟ کیا یہ لڑکی اور مرزا صاحب ابھی زندہ ہیں کہ ان کی باہم شادی کی امید رکھی جا سکے؟ اور کیا یہ ساری باتیں تک مرزا صاحب کے لیے باعث ذلت نہیں ہیں؟

اور مرزا صاحب نے کتاب الوصیت میں کہا ہے کہ اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری زندگی میں ہی وہ سب لوگ ختم ہو جائیں گے جو تم پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جب مرزا صاحب کی ۱۹۰۸ء میں وفات ہوئی کیا اس وقت تک ان کے مخالفین اور ان پر اعتراضات کرنے والے ختم ہو چکے تھے؟ کیا سید ابوالحسن تبتی مر گیا تھا؟ محمد بخش جعفر زٹلی مر گیا تھا؟ کیا ڈاکٹر عبدالحکیم مر گیا تھا؟ ابھی تو مولانا محمد حسین بٹالوی زندہ تھے جنہیں مرزا صاحب اپنا شدید ترین دشمن کہا کرتے تھے۔ ابھی تو مولانا ثناء اللہ زندہ تھے۔ جن

کے متعلق مرزا صاحب نے کہا کہ یہ مخالفت میں سب سے بڑھ گئے ہیں۔ جن کو آپ نے ابوجہل اور دجال بھی کہا۔ اور جن کے مقابلے میں انہوں نے دعا مانگی تھی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔ ۱۹۰۸ء میں جب مرزا صاحب نے دنیا سے کنارہ کیا تو اس وقت ۱۸۹۶ء والے مباہلے کے مخاطبین میں سے جو لوگ زندہ تھے ان میں مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولوی محمد حسین کوئلہ والہ دہلی، عبدالحق غزنوی، عبدالجبار غزنوی، عبدالواحد غزنوی، احمد اللہ امرتسری، عبدالاحد خانپوری، عبدالمنان وزیر آبادی، حسین عرب یمانی، عبدالحق حقانی، حافظ محمد رمضان پشاوری، قاضی احتشام الدین مراد آبادی محمد حسن رئیس لدھیانہ، شاہ احمد رضا خان، مولانا حامد رضا خان، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولوی کرم الدین جہلمی، منشی محبوب عالم، مرزا حیرت دہلوی وغیرہ شامل ہیں)

} مولوی عبدالکریم سیالکوٹی قادیانی فرماتے ہیں:

(مرزا) کس زور اور جرأت کے ساتھ کہتا ہے انا الفتاح افتح لک فتحاً مبینا۔ یہ الفاظ اس کے منہ سے نکلتے ہیں میں نے یہ الفاظ لاہور کے عظیم الشان مجمع میں جو بابو میراں بخش کی کوٹھی پر ہوا تھا اس وقت سنے تھے جب کہ مولوی محمد حسین پاس کی ایک مسجد کی شکستہ دیوار پر چلا چلا کر کہتا تھا کہ یہ جھوٹا ہے (۔ الحکم ۳۱۔ اگست ۱۸۹۹ء ص ۴)

} مرزا غلام احمد بعض اوقات خود پس پردہ رہ کر مریدوں کے ذریعے بھی مولانا محمد حسین بٹالوی کے خلاف اشتہار بازی کیا کرتے تھے جیسا کہ مولوی دوست محمد قادیانی نے کہا ہے

'مولوی عبدالقادر لدھیانوی (مرزائی) نے حضرت اقدس (مرزا) سے بٹالہ میں مولوی محمد حسین سے مباہلہ کرنے کی درخواست کی جسے حضور (مرزا) نے منظور فرما لیا۔ جس پر انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی ایک طویل خط میں سچائی کے فیصلہ کے لئے حضرت اقدس (مرزا) سے بٹالہ میں بلاشرط مباہلہ کرنے کی پرزور دعوت دی اور انہیں تحریص و ترغیب دلانے کے لیے ۲۰۰ روپیہ نقد انعام دینے کی پیش کش کی۔ مولوی عبدالقادر صاحب کا یہ خط جب الحکم قادیان ۲۰۔ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا تو شملہ۔ سیالکوٹ۔ بٹالہ اور الہ آباد کی جماعتوں کے علاوہ اور دیگر مقامات کے بعض مخلص احباب کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ انہیں بھی مباہلہ کی تحریک میں شامل کیا جائے اور انعام کی پیش کش بھی کی جس سے اکتوبر ۱۸۹۸ء کے آخر تک انعامی رقم دو ہزار پانچ سو پچیس روپیہ آٹھ آنہ تک پہنچ گئی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۳۱)

اور پھر دو ہزار پانچ سو پچیس روپیہ آٹھ آنہ کے انعام کے اعلان کے ساتھ مولوی یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم قادیان نے درج ذیل اشتہار شائع کیا:

یہ امر بوضاحت بیان ہو چکا ہے کہ میاں محمد حسین بٹالوی ہی مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی تکفیر کا اصل محرک اور بانی ہوا ہے اور باقی تمام مکفرین نے اس کی یا اس کے استاد میاں نذیر حسین دہلوی کی پیروی کی ہے اس لیے اسی کو اس درخواست مباہلہ میں مخاطب کیا گیا ہے۔ چونکہ اس نے حضرت اقدس مرزا صاحب سلمہ ربہ کی تکفیر اور تکذیب پر حد سے زیادہ زور مارا ہے اور باوجودیکہ وہ اپنی ناکامیوں اور حضرت اقدس کی کامیابیوں کو بارہا دیکھ چکا ہے اور بہت سے نشانات ملاحظہ بھی کر چکا ہے مگر اپنی غلطیوں کا اعتراف نہیں کرتا اس لیے اس کو مباہلہ کی دعوت دی جاتی ہے جو آسمانی اور خدائی فیصلہ ہے۔ یہ مباہلہ بدوں کسی قسم کی شرط کے ہوگا اور اگر ایک سال کے اندر نتیجہ مباہلہ ہمارے حق میں نہ ہوا اور ایک اثر قابل اطمینان ہماری تائید میں ظہور میں نہ آیا تو رقم مندرجہ بالا جو پہلے سے جمع کرا دی جاوے گی ان کو بطور نشان کامیابی ان صاحبوں کی طرف سے دی جاوے گی جنہوں نے مقرر کی ہے۔ میاں محمد حسین بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ اخیر نومبر ۱۸۹۸ء تک کسی وقت منظوری مباہلہ کی درخواست مطبوعہ یا بصیغہ رجسٹری ہمارے پاس بھیج دیں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۸۸۔۹۰)

چونکہ اس قسم کے اشتہارات مرزا صاحب کی بجائے ان کے مریدوں کی طرف سے شائع ہو رہے تھے اس لیے دوسری جانب سے بھی مولانا بٹالویؒ کے دوستوں نے یہ اشتہار دیا۔

سچے اور قطعی فیصلہ کی صورت صواب
دجال کادیانی کے اشتہار مباہلہ کا جواب

دجال کادیانی کو ڈگلس، ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ نے دبایا اور اس سے عہد لے لیا کہ آئندہ دلآزار الفاظ سے زبان بند رکھے (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۵۹ میں تفصیل سے بیان ہوا ہے) اور اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعہ لوگوں کی دلآزاری سے زبان بند کرنا پڑی اور الہامی گولے چلانا یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا ترک کرنا ضروری ہوا۔ اور پھر الہامی دلآزاری کے سوا اس کا کام بند ہونے لگا اور اس کی دکانداری میں نقصان

واقع ہوا تو اس نے اپنے نائبین کے ذریعہ یہ کام شروع کر دیا۔ تب سے وہ کام اس کے نائب کر رہے ہیں۔ اور اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے لوگوں کی دلآزاری میں مصروف ہیں۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۹ کے صفحہ ۷۷ وغیرہ میں ہوا ہے۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر ذیل میں ہوتا ہے۔

اس کے چند نائبین لاہور ولدھیانہ، وپٹیالہ وشملہ نے مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کیے ہیں کہ وہ بمقام بٹالہ کادیانی کے ساتھ مباہلہ کر لیں۔ اور اس مباہلہ کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سو پچیس روپیہ (جس کو وہ ان چاروں مواضع سے جمع کر کے پیش کریں گے) انعام لیں۔ اس کے ساتھ ان لوگوں نیدل کھول کر دلآزاری و بدگوئی سے اپنے دلوں کا ارمان نکالا اور کادیانی کی نیابت کو پورا کر دکھایا۔ میں ان لوگوں کی جرأت و حیا پر تعجب کرتا ہوں کہ باوجودیکہ مولانا مولوی صاحب اشاعۃ السنہ نمبر ۸ اور ۱۲ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۶۶ و ۱۸۸ و ۳۱۳ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ اور دیگر مقامات میں کادیانی سے مباہلہ کے لیے مستعدی ظاہر کر چکے ہیں اور اس سے گریز وانکار اسی کادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے نہ مولانا موصوف کی طرف سے۔ پھر یہ لوگ کس منہ سے مولانا مولوی صاحب کو مباہلہ کے لیے بلاتے ہیں۔ اور شرم وحیا سے کچھ کام نہیں لیتے۔ اسی وجہ سے مولوی صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف وگزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔ البتہ ان کے مرشد ، دجال اکبر، اکذب العصر سے مباہلہ کرنے کے لیے ہر وقت بغیر کسی شرط کے مستعد و تیار ہیں۔ اگر قادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے یا کم سے کم یہ مشتہر کر دے کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیئے ہیں وہ اسی کی رضا مندی وترغیب سے دیئے ہیں۔ اس میں مولوی صاحب ممدوح اپنی طرف سے کوئی شروط پیش نہیں کرتے۔ صرف کادیانی کی شروط و میعاد ایک سال کو اڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں جو عبداللہ آتھم کے مباہلہ وقسم کے لیے اس نے تسلیم کیے تھے اور قبل از مباہلہ کادیانی اس اثر کی بھی تعیین کر دے کہ وہ کیا ہوگا۔ اس کی وجہ و دلیل بتفصیل مع حوالہ حدیث وتفسیر وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۷۱ وغیرہ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ میں بیان کر چکے ہیں کہ یہ میعاد ایک سال کی خلاف سنت ہے اور

اس میں کادیانی کی حیلہ سازی وفریب بازی کی بڑی گنجائش ہے اور درصورت نہ ہونے ظاہر اثر مباہلہ کے مولوی صاحب کچھ نقد انعام لینا نہیں چاہتے۔ صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو کادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے لیے خود تجویز کی تھی۔ کہ اس کا منہ کالا کیا جاوے، اس کو ذلیل کیا جاوے۔ (دیکھو جنگ مقدس میں آخری پرچہ کادیانی کا صفحہ اخیر) پس ہم کو یہ شرط منظور ہے۔ لیکن اس روسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر کے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جاوے اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپیہ کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں۔ جن کو ان کے چاروں مواضع کیمرید آپ کی نذر کریں۔ اور اس کفش کاری اور پاپوش باری کے بعد پھر گدھے کی سواری پر آپ کا جلوس نکلے اور آگے آگے آپکے مخلص مرید بطور مرثیہ خوانی پڑھتے جاویں

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی
بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند
مرسل یزدانی و عیسیٰ نبی اللہ شدی
بازی گوئی کہ دجالت نخوانند اے حمار
کفشہا برسر خوری از افترائے ناسزا
روسیہ گشتی میان مردم قرب و جوار
اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے
یہ کھاتا جوتیاں سر پر مرا دیوانہ آتا ہے

راقم سید ابوالحسن تبتی حال وارد کوہ شملہ سنجولی ۳۱۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء

ضروری نوٹ:

۱۔ نائبین دجال اکبر کادیانی لعین نے جو اشتہاروں میں لکھا ہے کہ نام کا مولوی عبدالقادر لودہانوی، مولوی محمد حسین صاحب کا ہم مکتب ہے۔ یہ محض دروغ ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ بدنصیب بمقام ہندلہ (جبکہ ہم مولوی نورالحسن صاحب مرحوم سے شمس بازغہ پڑھتے تھے) ہم سے شرح ملا پڑھا کرتا تھا۔ اب وہ ہمارا ہم مکتب ہونے کا

دعویٰ کرتا ہے اور اس پر فخر کر رہا ہے۔ کیوں نہ ہو، یہ قدیم سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کی شکایت اس شعر میں ہے

کس نیا موخت تیراز من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

۲۔ یہ بھی مریدان دجال نے مشتہر کیا ہے کہ عبدالقادر نے قلمی خط مولوی محمد حسین صاحب کے پاس بھیجا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی محض کذب ہے لعنة الله على الكاذبين، ہم کو عبدالقادر کا کوئی خط نہیں پہنچا۔ قلمی خط تو ایک طرف رہا کوئی مطبوعہ پرچہ اخبارالحکم جس میں اس کا خط درج ہوا ہے یا کوئی اشتہار لاہور یا شملہ وغیرہ سے بھی اس مضمون کا کادیانی یا اس کے اتباع کا مرسلہ ہم کو نہیں پہنچا۔ بہت مشکل اور تلاش سے ہم نے ایک مدرس سکول بٹالہ سے اخبار کا پرچہ مستعار لے کر شیخ فتح محمد اہل حدیث گجرات کی قلم سے وہ خط نقل کرایا اور اشتہار اہل شملہ ہم نے شملہ کے ایک کلرک محکمہ آب و ہوا سے بتقاضا وصول کیا۔ اور اس دجال کے چیلوں کی قدیم عادت ہے کہ جو مضمون جواب طلب چھاپتے ہیں اس کی کاپی ہماری طرف نہیں بھیجتے۔

۳۔ عربی نویسی میں دجال قادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جو ان نائبین دجال نے مولوی صاحب کی طرف منسوب کیا ہے اس میں ان گمناموں نے دجال اکبر کی سنت پر عمل کیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۵۹ میں کادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لیے للکار چکے ہیں۔ پھر نمبر ۱۲ جلد ۱۵ میں کادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں۔ مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم و حیا کو نصیب اعداء سمجھ کر ان دعاوی باطلہ و اغلیط عاطلہ کادیانی کا اعادہ کر کے گڑے مردے اکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ اشاعۃ السنہ کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب مرتے اور پھر عربی نویسی کا دعویٰ زبان پر نہ لاتے۔ مگر یہاں شرم کہاں؟ ان کا مقولہ ہے کہ

شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید

۴۔ قادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو اس شیخ چلی کے شاگردوں نے دعویٰ کر کے اس میں مولوی صاحب کا مقابلہ چاہا ہے اس کا جواب مولوی صاحب اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۴ میں ۱۸۹۱ اور نمبر ا جلد ۱۶ بابت ۱۸۹۵ء کے صفحہ ۱۴۵ وغیرہ میں دے چکے

ہیں۔مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر انہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے۔ہم کہاں تک جواب دیتے جاویں۔مولوی سید ابوالحسن تبّتی نے جو ۸۲۵ روپیہ انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس جوتے کادیانی کے لیے تجویز کیے ہیں اس پر حضور ایں جانب کا صاد ہے۔لیکن ساتھ ہی اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس قادیانی اس قدر جوتوں کے بذات شریف ونفس نفیس متحمل نہ ہو سکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہو جاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہو جاوے تو باقی ماندہ آپ کے نائبین جنہوں نے گمنام اشتہارات دیئے ہیں آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص گمنام ، پٹیالہ والوں کو ، اور لدھیانہ والے، شملہ والوں کو ،اور پٹیالہ والے ، لدھیانہ والوں کو اور اسی طرح وہ ایک دوسرے کو بطور ہمدردی مدد دیں۔ہم کو اس بات پر اصرار نہیں کہ وہ سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کیے جاویں۔ یہ امر بحکم آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (بقرہ:۲۸۶) ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اصول اخلاق کے بھی مخالف ہے۔

الراقم ملا محمد بخش لاہور ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء

محمد بخش قادری منیجر اخبار جعفرزٹلی تاج الہندی پریس لاہور

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۶۲۔۶۷)

اس اشتہار کے جواب میں مرزا صاحب نے ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والا مشہور اشتہار شائع کیا جس میں پیش گوئی فرمائی کہ مولانا بٹالوی' مولوی ابوالحسن تبّتی اور محمد بخش جعفرزٹلی کو ۱۳ ماہ کے دوران ذلت اٹھانی پڑے گی۔اور اس کے وقوع کو انہوں نے اپنے اور مولانا بٹالوی مرحوم کے درمیان حق و باطل کے تعین کے لیے آخری فیصلہ قرار دیا۔یہ اشتہار درج ذیل ہے

'جن لوگوں نے شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کے چند سال کے پرچہ اشاعۃ السنۃ دیکھے ہوں گے اور وہ اگر چاہیں تو محض للہ گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس راقم کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی (اور میری صداقت کے) نشانوں سے شیخ محمد حسین اور اس کے ہم مشرب لوگوں نے فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ سختی اور بدزبانی روز بروز بڑھتی گئی۔چنانچہ ان دنوں میں میرے بعض دوستوں نے کمال نرمی اور تہذیب سے شیخ صاحب موصوف سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ مباہلہ کر کے تصفیہ کر

لیں اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اثر مباہلہ کے لیے اس طرف سے ایک سال کی شرط ہے ۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس درخواست مباہلہ کو شیخ محمد حسین نے قبول نہیں کیا اور یہ عذر کیا کہ تین دن تک مہلت اثر مباہلہ ہم قبول کر سکتے ہیں زیادہ نہیں ۔ سو شیخ محمد حسین نے باوجود بانی تکفیر ہونے کے اس راہ راست پر قدم مارنا نہیں چاہا اور بجائے اس کے کہ نیک نیتی سے مباہلہ کے میدان میں آتا یہ طریق اختیار کیا کہ ایک گندہ اور گالیوں سے پر اشتہار لکھ کر محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام سے چھپوا دیا۔ اس وقت وہ اشتہار میرے سامنے رکھا ہے اور میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو میں نے کی یہ ہے کہ اے میرے ذوالجلال پروردگار! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تو اے میرے مولا اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر ۱۳ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر۔ اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر۔ اور اس روز روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا میرے مولا میرے منعم میری ان نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں ، تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں میں جو پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کیے جاویں گے، شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنھوں نے میرے ذلیل کرنے کے لیے یہ اشتہار لکھا ہے، ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر...... میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کر ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ﴾ (آل عمران: ۱۱۲) کا مصداق کر، آمین ثم آمین۔ (اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ) یہ دعا تھی جو میں نے کی۔ اس کے جواب میں یہ الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی یہ خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبّتی دوسری طرف سے

خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔ ان میں سے جو کاذب ہوگا، وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لیے حق کے طالبوں کے لیے ایک کھلا کھلا نشان ہوکر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۷۔ ۶۱)

چند روز بعد مرزا صاحب نے درج ذیل اشتہار جاری فرمایا

ایک شخص محمد حسین نامی نے جو ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ کے اور ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور ہے، میرے پر ایک کفر کا فتویٰ لکھا اور بہت سے مولویوں کے اس پر دستخط کرائے اور مجھے کافر اور دجال ٹھہرایا۔ اور یہاں تک فتویٰ دیا گیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے، اور ان کا مال لوٹ لینا جائز اور ان کی عورتوں کو جبراً اپنے قبضہ میں لے کر ان کے ساتھ نکاح کر لینا، یہ سب باتیں درست ہیں۔ بلکہ موجب ثواب ہیں۔ چنانچہ اشتہار مورخہ ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ مطبوعہ مطبع حقانی لودیانہ اور رسالہ سیف مسلول مطبوعہ ایجرٹن پریس راولپنڈی کی پشت پر جو محمد حسین کی تحریک سے لکھے گئے ہیں یہ دونوں فتوے موجود ہیں۔ مگر جب رعب گورنمنٹ سے ان فتووں پر عمل درآمد نہ ہو سکا تو محمد حسین نے ایک اور تدبیر سوچی کہ اس شخص (مرزا) کو نہایت سخت گالیوں اور دلآزار کلمات سے ہمیشہ رنج دینا چاہیے جیسا کہ اس نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ مطبوعہ ۱۸۹۸ء میں کئی جگہ اس بات کا خود اظہار کیا ہے۔ اس قسم کی گندی گالیوں اور بدزبانیوں کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے ایک چالاک شخص کو جس کا نام محمد بخش جعفر زٹلی ہے اور لاہور میں رہتا ہے، مقرر کیا اور ہر قسم کے گندے اشتہار خود لکھ کر اس کے نام پر چھپوائے اور در پردہ وہ سب کارروائی خود محمد حسین کی ہے۔ اور اس اپنی کارروائی سے وہ لوگوں کو طلاع بھی دیتا رہا ہے اور اپنے رسالوں میں بھی شیخی کے طور پر یہ کام اپنی طرف منسوب کرتا رہا ہے۔ اور یہ تمام اشتہارات جو نہایت چالاکی اور بدزبانی سے ایک سال سے یا کچھ زیادہ عرصہ سے محمد حسین شائع کر رہا ہے۔ یہ نہایت اوباشانہ طریق سے گندے پیرایہ میں لکھے جاتے ہیں اور ان اشتہاروں میں کوئی پہلو میری بے عزتی اور بے آبروئی کا اٹھا نہیں رکھا۔ اور میرے ننگ و ناموس کو خاک میں ملانا چاہا ہے اور ایسی گندی اور ناپاک تہمتوں پر مشتمل ہیں کہ میں گمان بھی نہیں کر سکتا کہ اس سختی اور بے شرمی کا برتاؤ کبھی ذلیل سے ذلیل قوم کے آدمی نے کسی اپنے مخالف کے ساتھ کیا ہو۔ ان اشتہارات میں سے جو ۱۲ اگست

۱۸۹۸ء کا اشتہار ہے جو مطبع تاج الہند میں چھپا ہے۔ ایسا ہی ایک دوسرا اشتہار جو ۲۵ ستمبر ۱۸۹۸ء میں مطبع فخر الدین پریس لاہور میں طبع ہوا۔ اور ایسا ہی ایک تیسرا اشتہار اور ضمیمہ ۱۱ جون ۱۸۹۷ء کا جو اسی مطبع میں طبع ہوا ہے۔ ان چاروں کا نمونہ کے طور پر کسی قدر مضمون اس جگہ درج کرتا ہوں تا کہ حکام کو معلوم ہو کہ کہاں تک میری ذلت کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اور نہ ایک ماہ، نہ دو ماہ، بلکہ ایک سال سے ایسے گندے اشتہار جاری کر رہے ہیں جن کے متواتر زخموں کے بعد مجھے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء لکھنا پڑا جس میں جھوٹے کی ذلت خدا سے طلب کی ہے۔ اور محمد حسین کے یہ چاروں اشتہار جو جعفر زٹلی کے نام پر نکالے گئے مجھے بے عزت کرنے کے لیے ان میں نہایت سخت اور گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کیے ہیں۔ (روحانی خزائن جلد ۱۴ (کشف الغطا) ص ۱۹۶۔۱۹۷)

چند روز بعد مرزا صاحب نے خاص اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا

'میں اپنی جماعت کے لیے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجے کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہو گی ...... مجھے افسوس سے اس جگہ یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ ہمارے مخالف ناانصافی اور دروغ گوئی اور کجروی سے باز نہیں آتے۔ وہ خدا کی باتوں کی بڑی جرأت سے تکذیب کرتے اور خدائے جلیل کے نشانوں کو جھٹلاتے ہیں۔ مجھے امید تھی کہ میرے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے بعد جو بمقابلہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے لکھا گیا تھا یہ لوگ خاموش رہتے کیونکہ اشتہار میں صاف طور پر یہ لفظ تھے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک اس بات کی میعاد مقرر ہوگئی ہے کہ جو شخص کاذب ہوگا خدا اس کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔ اور یہ ایک کھلا کھلا معیار صادق و کاذب کا تھا جو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعے قائم کیا تھا اور چاہیے تھا کہ لوگ اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد چپ ہو جاتے اور ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرتے۔ لیکن افسوس انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ زٹلی مذکور نے اپنے اشتہار ۲۰ نومبر ۱۸۹۸ء میں وہی گند پھر بھر دیا جو ہمیشہ اس کا خاصہ ہے اور سراسر جھوٹ سے کام لیا...... اب یہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء آخری فیصلہ ہے۔ چاہیے کہ ہر طالب صادق، صبر سے انتظار کرے۔ خدا جھوٹوں

کذابوں دجالوں کی مدد نہیں کرتا...... اب یہ معاملہ آسمان پر ہے۔ زمین پر چلانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دونوں فریق اس کے سامنے ہیں اور عنقریب ظاہر ہوگا کہ اس کی مدد اور نصرت کس طرف آتی ہے۔' (اشتہار مورخہ ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۶۷۔۷۳)

اور انہوں نے فرمایا کہ

'۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کا ہمارا اشتہار جو مباہلہ کے رنگ میں شیخ محمد حسین اور اس کے دو ہم راز رفیقوں کے مقابل پر نکلا ہے وہ صرف ایک دعا ہے۔ جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جھوٹے کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ذلت پہنچے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کو جھوٹا مارا جائے۔ یا کسی کوٹھے سے گرے۔ چونکہ محمد حسین اور زٹلی اور تبّتی نے افتراؤں اور لعنتوں اور گالیوں سے صرف میری ذلت چاہی ہے اس لیے میں نے خدا تعالیٰ سے یہی چاہا ہے کہ اگر درحقیقت میں ذلت کے لائق اور کاذب اور دجال اور لعنتی ہوں جیسا کہ محمد حسین نے اس قسم کی گالیوں سے اپنے رسالے بھر دیئے ہیں اور بار بار میرا دل دکھایا ہے تو اور بھی ذلیل کیا جاؤں اور شیخ محمد حسین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت ملے۔ لیکن اگر میں کاذب اور دجال اور لعنتی نہیں ہوں تو جناب احدیت میں میری فریاد ہے کہ میرے ذلیل کرنے والے محمد حسین اور زٹلی اور تبّتی کو خدا کی طرف سے ذلت پہنچے...... مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جو فریق درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم اور کاذب ہے' اس کو خدا ذلیل کرے گا اور یہ واقعہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک پورا ہو جائے گا۔

(روحانی خزائن جلد ۱۴ (راز حقیقت) ص ۱۷۳۔۱۷۶ بعنوان حاشیہ متعلقہ ص اول مورخہ اشتہار ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء)

مرزا صاحب نے یہ بھی کہا

'پس جب کہ یہ ظلم محمد حسین اور اس کے گروہ یعنی محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کا حد سے گذر گیا...... اور پھر مباہلہ کے لیے متواتر درخواست بھی کی تو بالآخر میں نے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جاری کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ خدا تعالیٰ ہم دونوں گروہ میں سے اس کو ذلیل کرے جو جھوٹا ہے اور پھر اس اشتہار کی شرح ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں اور بھی تصریح کر دی'۔ (روحانی خزائن جلد ۱۴ (کشف الغطاء) ص ۱۹۸)

نیز فرمایا کہ

'شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنھوں نے میرے ذلیل کرنے کے لیے یہ

اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر (یہ تیرہ مہینے خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئے ہیں یعنی سال پر ایک ماہ اور زیادہ ہے) غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار ہیں اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر۔ اور اگر مجھے تیری جناب میں وجاہت اور عزت ہے تو میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کر کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ﴾ (آل عمران: ۱۱۲) کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین۔ یہ دعا جو میں نے کی اس کے جواب میں یہ الہام ہوا 'میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا' اور ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام کیا اور وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے اور افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔

اور چند عربی الہام ہوئے (جیسا کہ) وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ (الفرقان: ۲۷) جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا (یونس: ۲۷) (تذکرہ۔ صفحہ ۳۲۴۔۳۲۵)

انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ

مولوی محمد حسین آج تک توہین اور تحقیر اور گالیاں دینے سے باز نہ آیا۔ اور گندی گالیوں کے مضمون اپنے ہاتھ سے لکھے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی کے نام سے پرچھپوائے... یہی موجبات تھے جن کی وجہ سے میں نے اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع کیا۔ جس کے بعد محمد حسین نے ایک چھری خریدی جس سے مجھے اس طور سے بدنام کرنا منظور تھا کہ گویا میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن جس شخص نے پہلے اس سے میرے قتل کا فتوی دیا اس کا چھری خریدنا کس بات کی دلالت کرتا ہے؟۔ (خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۴۹۔۴۳۸)

مرزا صاحب کی نومبر اور دسمبر ۱۸۹۸ء کی ان تحریروں سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ مختصراً یوں ہے کہ مولانا بٹالویؒ، مولانا محمد جعفر زٹلیؒ اور مولانا ابوالحسن تبتیؒ رسائل اور اشتہارات کے ذریعے مرزا صاحب کے عقائد ونظریات کا رد کر رہے تھے۔ مرزا صاحب کو ان بزرگوں کے کلام اور طرز کلام سے اگرچہ بہت تکلیف ہو رہی تھی لیکن وہ (بقول خود) ایک عرصہ تک صبر کرتے رہے۔ پھر ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور انہوں نے بارگاہ احدیت میں دعا فرمائی کہ اے اللہ اگر وہ (یعنی مرزا) کاذب اور دجال ہیں تو بٹالوی، زٹلی اور تبتی کو عزت عطا فرما، اور خود انہیں (یعنی مرزا کو) ذلیل کر۔ اور اگر وہ

کاذب اور دجال نہیں ہیں تو اے اللہ ان تینوں کو ذلیل کر اور خود انہیں (مرزا) عزت عطا فرما۔ اور یہ کہ اے اللہ یہ (عزت و ذلت کا) فیصلہ تیرہ ماہ یعنی ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک کے عرصہ میں ہو جائے۔ مرزا صاحب نے عزت و ذلت کی اس دعا کے نتیجے کو اپنے اور مخالفین کے درمیان آخری فیصلہ قرار دیا اور فرمایا کہ یہ کام ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ہو جائے گا۔ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ اس دعا کے بعد انہیں الہام ہوا ہے کہ اللہ ظالم کو ذلیل اور رسوا کرے گا اور انہوں نے واضح طور پر یہ بھی لکھ دیا کہ یہ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک تیرہ ماہ کی مدت انہیں خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئی ہے۔

آگے بڑھنے سے قبل مرزا صاحب کی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والی اشتہاری دعا کو پھر ملاحظہ کر لیجیے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں

> 'میں نے خدا تعالیٰ کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے۔ اور وہ دعا یہ ہے۔ اے میرے ذوالجلال پروردگار اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو اے میرے مولا اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر ۱۳ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر۔ اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل ورسوا اور ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ﴾ (آل عمران:۱۱۲) کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین...... (اور کہتے ہیں کہ) یہ دعا تھی جو میں نے کی اور جواب میں الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ فریقین میں جو کاذب ہے وہ ذلیل ہوگا۔

یہ ہے مولانا بٹالویؒ اور ان کے دوستوں سے آخری فیصلہ کے بارے میں مرزا صاحب کی دعا اور الہام اور پیش گوئی ، جس میں بتایا گیا ہے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک مولانا بٹالویؒ اور ان کے ساتھیوں کو ذلت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس ذلت کو حق و باطل کا معیار ٹھہرا کر انہوں نے اپنے اور مولانا بٹالویؒ کے درمیان آخری فیصلہ قرار دیا۔ اس پیش گوئی کے بعد مرزا صاحب نے مولانا بٹالویؒ اور ان کے ساتھیوں کے شب و روز اور عالم اسلام کے حالات پر گہری نظر رکھنا شروع کر دی۔ پھر

انہوں نے ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو ایک اشتہار شائع کیا:

'میری وہ پیش گوئی جو الہام ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں فریق کاذب کے بارے میں تھی...... مولوی محمد حسین پر پوری ہوگئی...... محمد حسین نے مذہبی اختلاف کی وجہ سے مجھے دجال اور کذاب اور ملحد اور کافر ٹھہرایا تھا اور اپنی جماعت کے تمام مولویوں کو اس میں شریک کرلیا تھا...... آخر میں نے تنگ آ کر اسی وجہ سے مباہلہ کا اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جاری کیا...سو آج وہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔

(روحانی خزائن جلد ۱۴ (کشف الغطاء) صفحہ ۲۲۲، مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۴۷)

اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ..

اس میں یہ بیان ہے کہ پیش گوئی مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جس کا خلاصہ یہ تھا جزاء سیئة بمثلها و تر هقهم ذلة آج پوری ہوگئی۔ اس پیشین گوئی کا حاصل مطلب یہی تھا کہ فریق ظالم نے فریق مظلوم کو جس قسم کی ذلت پہنچائی ہے اسی قسم کی ذلت فریق ظالم کو پہنچے گی اور ضرور پہنچے گی کوئی اس کو روک نہیں سکتا سو وہ ذلت فریق ظالم کو پہنچ گئی۔

...میں نے مولوی محمد حسین بطالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ کے مقابل پر اس کی بہت سی گالیوں اور بہتانوں اور دجال کذاب کافر کہنے کے بعد اور اس کی اس پلید گندہ زبانی کے بعد جو اس نے خود اور اپنے دوست محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کے ذریعہ سے میری نسبت کی تھی ایک اشتہار بطور مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو لکھا تھا (یعنی مرزا نے محمد حسین وغیرہ سے مباہلہ کرلیا۔ پھر ان کی زندگی میں مرگیا۔ بہاء) اور اس میں فریق ظالم اور کاذب کی نسبت یہ الہام تھا کہ جزاء سیئة بمثلها و تر هقهم ذلة یعنی جس قسم کی فریق مظلوم کو بدی پہنچائی گئی ہ ءاسی قسم کی فریق ظالم کو جزا پہنچے گی سو آج یہ پیش گوئی کامل طور پر پوری ہوگئی (محمد بخش اور تبّتی کو کیا ہوا۔ کامل کیسے ہوگئی؟ بہاء) کیونکہ مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلت کی تھی اور میرا نام کافر اور دجال اور کذاب اور ملحد رکھا تھا اور یہی فتوی کفر وغیرہ کا میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا اور اسی بنا پر محمد حسین مذکور کی تعلیم سے اور خود اس کے لکھوانے سے محمد بخش جعفر زٹلی لاہورو غیرہ نے گندے بہتان میرے پر اور میرے گھر کے لوگوں پر لگائے، سواب یہی فتوی

پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں بلکہ خود محمد حسین کے استاد نذیر حسین نے اس کی نسبت دے دیا یعنی یہ کہ وہ کذاب اور دجال اور مفتری اور کافر اور بدعتی اور اہل سنت سے خارج بلکہ اسلام سے خارج ہے اور اس فتوی کا باعث یہ ہوا کہ محمد حسین مذکور نے تمام علماء پر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کر رکھا تھا کہ وہ ان کی طرح اس مہدی موعود کا منتظر ہے جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہوگا اور کافروں سے لڑے گا اور مسیح موعود اس کی مدد کے لئے اور اس کی خون ریزی کے کاموں ہاتھ بٹانے کے لئے آسمان سے اترے گا اور اس نے علماء کو یہ بھی کہا تھا کہ پہلے میں نے غلطی سے ایسا خیال کیا تھا کہ مہدی کے آنے کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں مگر میں نے اب اس قول سے رجوع کر لیا ہے اور اب میں پختہ اعتقاد سے جانتا ہوں کہ ایسا مہدی ظہور آئے گا اور عیسائیوں اور دوسرے کافروں سے لڑیگا اور اس کی تائید کے لئے عیسی آسمان سے اتریگے تا دونوں مل کر کافروں کو مسلمان کریں یا مار ڈالیں ۔ یہ اعتقاد اس وقت محمد حسین نے مولویوں میں جوش پھیلانے کیلئے ظاہر کیا تھا جب کہ اس نے میرے کافر ٹھہرانے کے لئے ایک فتوی لکھا تھا اور بیان کیا تھا کہ یہ شخص مہدی موعود کے آنے سے اور اس کی لڑائیوں سے منکر ہے ۔، لیکن جب ان دنوں محمد حسین کو گورنمنٹ سے زمین لینے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے پوشیدہ طور پر ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو انگریزی میں ایک فہرست شائع کی جس میں اس نے گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا کہ میں اس مہدی موعود کو نہیں مانتا جس کے مسلمان منتظر ہیں اور وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں جن میں اس کے آنے کی خبر ہے اور اس کی بدقسمتی سے اس انگریزی فہرست کی مسلمانوں کو اطلاع ہوگئی اور لوگوں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسا منافق ہے کہ اپنی قوم کے آگے مہدی موعود کے آنے کے بارے میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور گورنمنٹ کو یہ سناتا ہے کہ میں اس اعتقاد کا مخالف ہوں ۔ تب میں نے اس کے بارے میں ایک استفتاء لکھا (کیا اپنا نام بھی لکھا؟ بہاء) اور فتوی لینے کے لئے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کے سامنے پیش کیا ۔ تب مولویوں اور نذیر حسین اس کے استاد نے بھی وہ استفتاء پڑھ کر اسی طرح محمد حسین کو کافر اور دجال ٹھہرایا جیسا کہ مجھے ٹھہرایا تھا اور اسی طرح ذلت کے الفاظ اس کی نسبت لکھے جیسا کہ محمد حسین نے میری نسبت لکھے تھے سو وہ اسی طرح ذلیل کیا گیا جیسا کہ اس نے جھوٹے فتووں سے مجھے ذلیل کیا تھا (

یعنی مرزا واقعی فتووں سے ذلیل ہوئے تھے۔ دوسری طرف کہتے ہیں کہ ایسے فتووں کی ہمیں کیا پرواہ ہے، اور یہ اگر مخالفت نہ ہو تو کام آگے نہیں بڑھتا یہ فتوے ہمارے مددگار ہیں۔ بہاء) سواس طرح پر یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ یہ سچ ہے کہ میں ایسے خونی مہدی کو نہیں مانتا کہ جو تلوار سے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چاہے گا اور نہ ایسے مسیح کے آسمان سے اتر نے کا میں قائل ہوں جو ناحق اس خون ریزی میں شریک ہوگا اور میں نے دلائل قویہ سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ اعتقاد خونی مہدی اور ایسے مسیح کے آسمان سے اترنے کا سراسر جھوٹ اور لغو اور بے اصل ہے اور قرآن وحدیث سے سراسر مخالف ہے۔ ہر ایک سوچ سکتا ہے کہ اس منافقانہ کاروائی سے محمد حسین گورنمنٹ کو تو کچھ کہتا رہا اور پوشیدہ طور پر لوگوں کو کچھ کہتا رہا۔ کامل درجہ پر اس کی ذلت ہوگئی ہے۔ اور مولویوں کی طرف سے وہ برے خطاب بھی اس کو مل گئے ہیں جو سراسر ظلم سے اس نے مجھے دیئے تھے یعنی ہر ایک نے اس کو کذاب اور دجال سمجھ لیا ہے۔

رہا یہ امر کہ اب گورنمنٹ اس کی نسبت کیا رائے رکھتی ہے سو ہماری دانا گورنمنٹ ادنی توجہ سے سوچ سکتی ہے کہ ایسا منافق جس نے گورنمنٹ کے سامنے یہ جھوٹ بولا کہ میں یہ کاروائی کر رہا ہوں کہ خونی مہدی کے آنے کے خیالات لوگوں کے دل سے مٹا دوں اور مولویوں کو یہ لکھ لکھ کر دیتا رہا کہ اس اعتقاد پر پختہ رہو کہ مہدی خونی فاطمہ کی اولاد سے ضرور آئے گا اور کہتا رہا کہ جو شخص یہ اعتقاد چھوڑتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ایسے منافق کے قول اور فعل کا کیا اعتبار ہے؟ اور کون سا فائدہ اس کے وجود سے گورنمنٹ کو پہنچ سکتا ہے؟

پھر دوسری خیانت جو اس کی ذلت کا موجب ہے یہ ہے کہ اس نے گورنمنٹ پر یہ ظاہر کیا ہے کہ میں سلطان روم کو خلیفہ برحق نہیں سمجھتا کیونکہ وہ قریش میں سے نہیں ہے۔ اور پھر اپنے اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸ صفحہ ۱۴۳ سطر ۶ میں میری مخالفت کیلئے (کبھی مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا، اشاعۃ السنہ کو دیکھتا سنتا ہی نہیں تھا اس لئے جواب کیوں دیتا۔ بہاء) مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ حضرت سلطان المعظم مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور خلیفہ برحق ہیں ان سے استغناء موجب کفر ہے۔ اب اس جگہ اس نے سلطان روم کو خلیفہ برحق مان لیا اور انگریزوں کی سلطنت کی نسبت اسی صفحہ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان کی اطاعت

پولیٹکل نظر سے یعنی محض منافقانہ طور پر اور مصلحت وقت کے لحاظ سے کرنی چاہیے مگر مذ ہبی نظر سے یعنی دلی اخلاق سے صرف سلطان ہی واجب الاطاعت ہے۔، اس تقریر میں اس نے یہ خیانت کی ہے کہ جو مذہبی آزادی اور جو مذہبی فوائد ہمیں سلطنت انگریزی سے پہنچے ہیں ان سب کا انکار کر دیا ہے اور سرکار انگریزی کے ایک ثابت شدہ احسان کا خون کر دیا ہے اور یہ نہیں سوچا کہ سکھوں کے وقت میں جب ہمارے تمام دینی فرائض رو کے گئے تھے اور مذہبی احکام کے بجالانے میں ہر وقت جان اور مال اور عزت کا اند یشہ تھا یہاں تک کہ بلند آواز سے بانگ نماز دینے سے مسلمانوں کے خون بہائے جاتے تھے، اس وقت سلطان روم کہاں تھا؟ آخر انگریز ہی ہے جو ہمارے چھڑانے کے واسطے عقاب کی طرح دور سے آئے (مرزا صاحب ایک سیڑھی چھوڑ رہے ہیں، مسلمانوں کی حکو مت کو ختم کرنے والوں کو بھول رہے ہیں، بہاء) اور صدہا دینی روکوں سے ہمیں آزادگی دی۔ یہ بڑی بدذاتی ہوگی کہ ہم اس سے انکار کریں کہ گورنمنٹ انگریزی کے وجود سے دینی فائدہ ہمیں کچھ بھی نہیں پہنچا ہے بلکہ سلطان روم سے زیادہ پہنچا ہے۔ اس گور نمنٹ کے آنے سے ہم اپنے فرائض مذہبی آزادی سے ادا کرنے لگے (یہ انگریزوں کی چاپلوسی ہے، خوش آمد ہے، اس وقت جب ان کے سامنے مقدمہ درپیش تھا، اور ایسے اشتہارو ں کے ذریعہ وہ خود کو حکمرانوں کا برخوردار ماتحت وفادار خدمت گار احسان شناس، اور مخالف کو دشمن حکومت غدار قرار دے کر ان کی رائے اپنے حق میں لینا چاہتے تھے۔ بہاء) ہمارے مذہبی مدرسے کھل گئے ہمارے واعظ خوب تسلی سے وعظ کرنے لگے سکھوں کے وقت کسی ہندو کو مسلمان کرنے سے اکثر خون ہو جاتے تھے صدہا مسلمان اسی وجہ سے قتل کئے گئے بلکہ آگ میں جلائے گئے اور درندوں کے آگے ڈالے گئے۔ اب انگریزی عملداری کا جھنڈا ہمارے ملک میں کھڑا ہونے سے ہزارہا ہندو مسلمان ہو گئے ہزارہا دینی کتابیں شا ئع ہوگئیں اور مسلمانوں نے اعلیٰ درجہ تک دینی علوم میں ترقی کی اور ہمیں اس گورنمنٹ کے آنے سے وہ دینی فائدہ پہنچا کہ سلطان روم کے کارناموں میں اس کی تلاش کرنا عبث ہے۔ اب کس قدر ناشکری بلکہ بدذاتی ہوگی اگر ہم ان تمام احسانوں کو اندر ہی اندر دبا دیں اور اس شکر کا اقرار نہ کریں جو انصاف کی رو سے ہمیں کرنا لازم ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ انگریزی سلطنت سے ہمیں آزادی اور دینی فائدہ نہیں پہنچا؟ ہرگز سچ نہیں۔

پھر محمد حسین کا یہ قول کہ وہ یہ تمام احسانات سلطان روم کی طرف منسوب کرتا ہے کس قدر بے انصافی اور ظلم پر مبنی ہے ۔ وہ لکھتا ہے کہ ہم لوگ انگریزوں کی اطاعت محض پولیٹکل نظر سے کرتے ہیں ، اور ورنہ دینی حمایت ان کی طرف سے کچھ بھی نہیں ۔ یہ سب سلطان کی طرف ہے،، یہ دونوں فقرے اس کے ایسے برے اور گندے اور فتنہ انگیز ہیں کہ اگر میرے منہ سے بھی نکلے ہوتے تو میں ضرور اپنے او پر فتوی دیتا کہ میں نے سرکار انگریزی کے بے شمار دینی احسانوں کے مقابل سخت ناشکر گزاری اور نمک حرامی کا کلمہ استعمال کیا ہے ۔ ان لوگوں نے اسی بنا پر مجھے کافر ٹھہرایا تھا جب کہ میں نے سلطان روم کے مقابل پر گورنمنٹ انگریزی کے احسانات کو ترجیح دی تھی جس کی نسبت سید احمد خان سی ایس آئی نے اپنے علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ معہ تہذیب الاخلاق ۲۴ جولائی ۱۸۹۷ء میں میری گواہی دی تھی ۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ حیا دار آدمی کے لئے یہ ذلت بھی کچھ تھوڑی نہیں کہ گورنمٹ کے سامنے جھوٹ بولا اور اپنی قوم سے بھی اپنی نسبت کافر اور کذاب اور مفتری کا فتوی سنا سو بلا شبہ وہ الہامی پیشین گوئی اس پر پوری ہوگئ ..جس میں لکھا تھا کہ فریق ظالم اسی قسم کی ذلت دیکھے گا جو اس نے فریق مظلوم کی کی ۔ اب ذیل میں مولویوں کا وہ فتوی جس میں مولوی نذیر حسین محمد حسین کا استاد بھی شامل ہے لکھتا ہوں اور ناظرین پر اس بات کا انصاف چھوڑتا ہوں کہ میرے الہام ۲۱ نومبر کو غور سے پڑھ کر خود گواہی دیں کہ خدا تعالی نے کیسے وہی الفاظ محمد حسین کی نسبت مولویوں کے مونہہ سے نکالے جو محمد حسین نے میری نسبت کہے تھے اور یہی معنی اس الہامی فقرہ کے ہیں کہ جزاء سیئۃ بمثلھا ۔نقل فتوی شامل ہذا ہے ۔ راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۳ جنوری ۱۸۹۹ء ۔

(اس کے بعد استفتاء درج ہے)

..کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک شخص مہدی موعد کے آنے سے جو آخری زمانہ میں آئے گا اور بطور ظاہر وباطن خلیفہ برحق ہوگا اور بنی فاطمہ میں سے ہو گا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے قطعاً انکار کرتا ہے (مرزا تو انکار کرتا ہے اور خود ہی پوچھ رہا ہے، وہ اگر بنی فاطمہ میں سے مہدی کو مانے تو وہ خود کیسے ہوسکتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ جمہوری عقیدہ ہے جس پر تمام اہل سنت دلی یقین رکھتے ہیں ۔ اس فتوی سے باہر نکلیں ، تو اس تحریر کی

روشنی میں معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ مہدی موعود بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔ ،اور پھر جب مرزا صاحب فارسی یا سمرقندی ہیں تو وہ کیسے ہو سکتے مہدی موعود۔ بہاء) اور اس جمہوری عقیدہ کو جس پر تمام اہل سنت دلی یقین رکھتے ہیں سراسر لغواور بے ہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت اور الحاد خیال کرتا ہے کیا ہم اس کو اہل سنت میں سے اور راہ رات پر سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذاب اور اجماع کا چھوڑنے والا اور ملحد اور دجال ہے۔ بینوا توجروا۔ المرقوم ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۱۶ھ

السائل المعتصم باللہ الاحد مرزا غلام احمد عافاہ اللہ واید

الجواب ... پہلے دستخط عبدالحق غزنوی کے پھر عبدالجبار غزنوی کے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ استفتاء مرزا کی طرف سے عبدالحق کے پاس مرزا کے نام سے جا سکتا تھا؟ یا نذیر حسین کے پاس؟ وہ ایک کافر کو کیوں جواب دیں؟ ایسے شخص کو جو کہتا ہے کہ اجماعی عقیدہ یہ ہے، اور خود ہی اس کا منکر ہے، اور یہ علماء اس پر فتوی بھی لگا چکے ہیں ۔ یہ بھی سوال ہے کہ ان علماء کے پاس کیا مرزا صاحب خود استفتاء لے کر گئے تھے، اور اگر بذریعہ ڈاک بھیجا تھا تو کیا اس وقت بھی بطور سائل ان کا نام تھا اور انہیں کے واپسی پتہ پر جواب درکار تھا؟ ....(الحکم قادیان ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء ص۴۔۵)

} اڈیٹر الحکم بتا تا ہے:

۳ جنوری ۱۸۹۹ء ۔ محمد حسین کی انگریزی فہرست اتفاقاً مل گئی تھی جس میں گورنمنٹ کے سامنے اس خدمت کا گویا احسان جتلایا تھا۔ اس پر حضرت مرزا صاحب نے ایک استفتاء تیار کیا ہوا تھا کہ جو شخص مہدی خلیفۃ اللہ کے آنے کا انکار کرے اس کے حق میں علماء دین متین کیا فتوے دیتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل گوڑیانی، یہ استفتاء لے کر امرتسر لاہور دہلی گئے تھے چنا آج وہ فائز المرام واپس آئے (مرزا خدابخش صاحب جو تکمیل فتوی مذکور کے لئے ...روانہ ہوئے تھے وہ بھی فائز المرام واپس آئے۔ اور علماء نے ایسے شخص کی تکفیر کا فتوی دیا۔ الحمد للہ۔ آج حضرت اقدس کی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار والی پیش گوئی بالکل پوری ہوگئی اور جزاء سیئة بمثلها کا الہام سچا ثابت ہوا۔ اب اس پیش گوئی کا انکار کرنا عقل مندی نہیں اور ایسا ہی آئندہ انتظار خلاف دانش مندی۔ (الحکم ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۷)

} الحکم میں احمد اسماعیل نامی ایک قادیانی نے لکھا ہے:

... یہ فتوی مولوی محمد حسین بٹالوی کی نسبت تھا..اب مولوی عبدالحق غزنوی نے ایک اشتہار نکال کر اپنی قدیم گندی عادت کے موافق حضرت مرزا صاحب کو بہت گالیاں دی ہیں کہ استفتاء میں محمد حسین کا نام ہم پر ظاہر نہیں کیا اور اس سے مطلب ان کا یہ ہے کہ اگر معلوم ہوتا کہ محمد حسین کے لئے یہ فتوی طلب کیا گیا ہے تو اس کو دجال نہ کہتے ...

(لیکن مرزا نے سائل کا نام بھی نہیں لکھا تھا، اس بات کا تذکرہ کیوں نہیں کرتے ۔

محمد حسین کے بارے میں استفتاء تب ہوتا اگر اس کے مضامین یا کوئی تحریر، یا وہ فہرست جس کا ذکر کیا جاتا ہے، ساتھ ہوتی یا اس کے اقتباسات شامل استفتاء ہوتے ، جب وہ فہرست ہی نہیں اس سے اقتباس ہی نہیں تو یہ محمد حسین پر کیوں کر لاگو ہوگا ۔ اگر فہرست موجود تھی ، یا اس کے اقتباسات موجود تھے تو پھر ظاہر ہے کہ محمد حسین کا نام بھی ظاہر ہے ۔ پھر یہ سارا مضمون بے کار ہے کیونکہ اس میں کہیں نہیں کہا کہ ہم نے نام بالواسطہ یا بلا واسطہ ظاہر کر دیا تھا ۔

نام نہ ہونے کے ،کوئی تحریر یا فہرست ، یا اقتباس نہ ہونے کی صورت میں یہ فتوی اسی شخص کے بارے میں ہوسکتا ہے جس کے متعلق سب کو معلوم ہو کہ بنی فاطمہ سے مہدی کے آنے کا منکر ہے ۔، اور ایسا منکر اس دور میں مرزا ہی تھا ، اسی لئے مرزا نے سائل کے طور پر اپنا نام نہیں لکھا ۔ اگر وہ اپنا نام لکھتا تو وہ خود ہی سائل بن کر اپنے لئے فتوی کا طلب گار ہوتا ، اور یہ مضحکہ خیز صورت حال ہوتی جس سے بچنے کے لئے اس نے بطور سائل اپنا نام نہیں لکھا۔ لیکن دھوکہ یہ کیا کہ جب یہ استفتاء اپنے اخبار میں شائع کرایا تو اس میں اپنا نام بطور سائل درج کر دیا)

سائل نے صورت سوال کے بیان کرنے میں کوئی خیانت نہیں کی اگر محمد حسین کے اس عقیدہ میں شک ہو تو اس کے انگریزی رسالہ کو جو وکٹوریہ پریس میں چھپا ہے کسی سے لے کر یا لاہور جا کر دیکھ لینا چاہیے (کیا فتوی طلب کرتے وقت خدا بخش وغیرہ جو لاہور گئے تھے انہوں نے یہ رسالہ حاصل کے مفیوں کے سامنے رکھا تھا؟ کیا انہوں نے محمد حسین کا نام لیا تھا کہ اس کے بارے میں ہے شک ہے تو فلاں فہرست دیکھ لو؟ بہاء) بالآخر ہم عبدالحق اور اس کے محرک عبدالجبار سے پوچھتے ہیں کہ آپ لوگوں کی یہی دیانت داری اور ایمان داری ہے کہ باوجودیکہ محمد حسین کے انگریزی رسالہ کا پتہ دے دیا اور دوسرے اشتہار میں اس رسالہ کی عبارتیں بھی لکھ دیں پھر بھی آپ نے درندگی کے دانت سائل کو دکھلائے

(الحکم ۱۷ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۲ ۔ اشتہار احمد اسماعیل ۱۴ جنوری ۱۸۹۹ء)

اور مرزا صاحب اپنے ایک اشتہار میں لکھتے ہیں:...

ان سے یہ فتوی طلب کیا گیا تھا کہ اس شخص کی نسبت آپ لوگ کیا فرماتے ہیں جو اس مہدی کے آنے کا منکر ہو جس کی نسبت آپ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ظاہری و باطنی خلیفہ ہوگا اور بذریعہ لڑائیوں کے دین کو غالب کرے گا تو ان مولویوں نے اپنے دلوں میں یہ خیال کر کے کہ ایسے اعتقاد کا پابند تو یہی شخص یعنی یہ عاجز ہے محض شرارت کی راہ سے یہ تجویز کی کہ آؤ اب بھی اس کو اس فتوی کی رو سے اس کو کافر دجال اور مفتری قرار دین (اگر مرزا کا نام بحیثیت سائل لکھا ہوتا، تو اس کا مطلب یہ سمجھا جاتا کہ مرزا نے اجماعی عقیدہ اپنا لیا ہے، اپنا سابقہ عقیدہ مہدی وغیرہ ہونے کا ترک کر دیا ہے۔ اس لئے یہ علماء شائد پہلے مرزا سے اس بات کی وضاحت چاہتے کہ کہیں تم نے بھول کر تو نہیں لکھ دیا۔ بہاء) اشاعۃ السنہ کی بعض خفیہ تحریریں ہمارے ہاتھ آگئی ہیں .. دیکھو فہرست انگریزی مورخہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء جس کو ابھی محمد حسین نے پوشیدہ طور پر شائع کیا ہے ... ایک قلمی تحریر جو مولوی احمد اللہ امرت سری سے میرے ایک دوست کو ملی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فہرست انگریزی سے پہلے مولوی محمد حسین نے مولوی احمد اللہ کے آگے ایک تقریب پر اشارۃً یہ ظاہر کر دیا تھا جس سے یہی معنی نکلتے تھے کہ اب میں نے اعتقاد انکار مہدی سے رجوع کر لیا ہے... وہ رقعہ یہ ہے: ۹ ذی قعد .. مطابق ۵ مئی کو میرے سامنے مولوی محمد حسین نے میرے پاس صاف ظاہر کیا کہ میں حضرت مہدی کے ظہور کا معتقد ہوں (یعنی اب معتقد ہو گیا ہوں، مانتا ہوں جو وہ سوا حضرت مسیح کے ہیں جن کے بعد حضرت مسیح آویں گے) (یہ بریکٹ کی عبارت تو مرزا صاحب کی ہے اور ایسا مطلب نہیں جو اصل عبارت کا ہے۔ اور اس میں تو مسیح کے ظہور کا عقیدہ بتایا ہے۔ بہاء۔ اعتراض کیا ہے) (اخبار الحکم۔ ۱۷ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۷)

} مرزا صاحب لکھ ایک سائل کے جواب میں لکھتے ہیں:

اور اعتراض یہ ہے کہ جب حضرت مسیح آئیں گے تو نماز کے کے بارہ میں آپس میں مہدی و مسیح تواضع کریں گے اور ایک دوسرے کو کہیں گے کہ وہ امام ہو یا یہ امام ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیثیں جو امام مہدی کے متعلق ہیں کل مجروح و مخدوش ہیں ان میں ایک بھی صحیح نہیں کہلا سکتی۔... ماسوا اس کے ان حدیثوں کے مخالف ایک دوسری حدیث ہے لا مھدی ا

لا عیسی جو ابن ماجہ اور مستدرک میں لکھی ہوئی ۔ یہ حدیث ہمارے نزدیک صحیح ہے...

سوال ۔عیسی اتریں گے پھر نکاح کریں گے اور ان کے اولاد ہوگی ۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ اعتراض کیوں پیش کیا ہے ہر ایک شخص نکاح کرتا ہے اور اولاد بھی ہو جاتی ہے ہاں اس صورت میں اعتراض ہو سکتا تھا کہ اب تک میں نے کوئی نکاح نہ کیا ہوتا ، یا اولاد نہ ہوتی ۔ نکاح موجود ہے اولاد بھی چھ لڑکے ہیں (مسیح بننے کے بعد تو کوئی نکاح نہیں کیا ، اور مسیح بننے کے لڑکے صرف تین ہوئے جن میں ایک مر گیا ۔ دو لڑکے تو عاق کئے ہوئے تھے، انہیں کیوں گنا گیا ہے ۔ بہاء)

اور یہ اعتراض جو مسیح کا آنحضرت ﷺ کی قبر میں دفن کیا جانا ضروری ہے ۔ اول تو یہ قبل از وقت ہے کیونکہ ابھی تک میں زندہ ہوں (لیکن اب تو مرزا صاحب مر چکے ہیں، اب کیا جواب ہے ۔ بہاء) پھر ماسوا اس کے ...اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر کھودی جاوے اور یہ نبی کی قبر کی توہین اور تحقیر ہے ۔ اس لئے اس حدیث کے معنی بھی روحانی طور پر ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کے قریب قریب اس کا مرتبہ ہوگا اور وہ بہشت جو میری قبر کے نیچے ہے اس سے وہ پورے طور پر حصہ پائے گا ۔ ...اور یہ حدیث جو آپ نے لکھی ہے کہ مہدی فلاں خاندان سے ہے اور اس کے باپ کا نام یہ ہوگا ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ یہ حدیثیں کل مردود اور موضوع ہے قابل توجہ نہیں ہیں کیونکہ قرآن اور احادیث صحیح کے مخالف ہیں جب کہ یہ حدیث اسی صحاح ستہ میں موجود ہے لا مہدی الا عیسی (الحکم ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء ص ۳۔۴)

}اور جس بات کو مرزا صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب کی ذلت اور پیش گوئی کے پورا ہو جانے کے ثبوت کے طور پر پیش کیا وہ یہ تھی کہ مولانا بٹالوی نے ظہور مہدی کے بارے میں ایک ایسا نظریہ ظاہر کیا ہے جو مہدی کے بارے میں ان کے سابقہ موقف سے مختلف ہے ۔ گویا نظریات میں تبدیلی مرزا صاحب کے نزدیک مولانا بٹالوی کی ذلت تھی ۔ اگر نظریات میں تبدیلی نشان ذلت ہے تو خود مرزا صاحب باقرار خود ، ذلیل تھے ۔ وہ کہتے ہیں

'میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ واپس آئیں گے ۔ مگر یہ میری غلطی تھی' ۔ (روحانی خزائن جلد ۱۴ (ایام الصلح) ص ۲۷۲)

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں

'میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کیے ہیں ۔ جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں ۔ مگر یہ امر جائے

اعتراض نہیں۔ میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے '۔

(ایام الصلح ص ۴۱' براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۳۷ حاشیہ منقول از تذکرہ ص ۹۷ حاشیہ)

مرزا صاحب کی ان تحریروں کی روشنی میں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر نظریات میں تبدیلی نشان ذلت ہے تو مرزا صاحب خود بھی اس کی زد میں آتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بھی اپنی اس کمزوری کا احساس تھا اس لیے وہ اس بات پر پختہ نہیں رہے بلکہ مزید نشانات بھی ڈھونڈتے رہے۔ اور جب ۱۹۰۰ء میں مد والے مناظرے میں مولانا امرتسریؒ نے مرزائی مناظر کو للکارتے ہوئے فرمایا کہ مولانا بٹالویؒ کی ذلت کے بارے میں مرزا صاحب کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور اگر کسی کو میری بات سے اختلاف ہے تو ان تیرہ مہینوں کے دوران مولانا بٹالوی اور ان کے دونوں ساتھیوں کو پہنچنے والی ذلت کا ثبوت پیش کریں۔ مرزائیوں کو مناظرے کے دوران تو مولانا امرتسری کی اس بات کا کوئی جواب نہ سوجھا لیکن بعد میں مرزا صاحب نے اپنی کتاب اعجاز احمدی میں لکھا کہ 'مولوی ثناء اللہ نے مد کے مباحثہ میں یہ اعتراض بھی پیش کیا ہے کہ جو ذلت کی پیش گوئی محمد حسین اور جعفر زٹلی اور ان کے دوسرے رفیق کی نسبت کی گئی تھی وہ پوری نہیں ہوئی۔ اگر یہ لوگ (یعنی مولوی ثناء اللہ وغیرہ) ایسے اعتراض نہ کرتے تو پھر یہود سے مشابہت کیونکر ہوتی۔ میرے نزدیک ضروری تھا کہ یہ ایسے اعتراض ہوتے۔ اے بھلے مانس جس حالت میں اسی مقدمہ کے اثناء میں مولوی محمد حسین کی وہ تحریر پکڑی گئی جو فتویٰ تکفیر کے مخالف ہے تو کیا ایک عالمانہ حیثیت کی نظر سے اس کی ذلت اور رسوائی نہیں ہوئی؟...... رہی عزت جعفر زٹلی کی۔ پس ان لوگوں کا کوئی مستقل وجود نہیں۔ یہ سب مولوی محمد حسین کے سایہ ہیں وہ ان کا ایڈووکیٹ جو ہوا۔ جبکہ ان کے ایڈووکیٹ کی ذلت ثابت ہوگئی تو کیا ان کی ذلت پیچھے رہ گئی۔ سایہ اصل کا ہمیشہ تابع ہوتا ہے۔ جب اصل درخت ہی گر پڑا تو سایہ کیونکر کھڑا رہ سکتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۹ (اعجاز احمدی۔ ضمیمہ نزول المسیح) ص ۱۱۸۔۱۱۹)

یعنی ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب نے یہ اقرار کیا کہ جعفر زٹلی اور محمد بخش کی کوئی ذلت نہیں ہوئی لیکن چونکہ محمد حسین ان کا وکیل ہے اس لیے محمد حسین کو پہنچنے والی ذلت گویا ان کی ذلت بھی ہے۔

} دوسری طرف مرزا خطاب کی آرزو لگائے بیٹھے تھے۔ اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی ترا

ب بتاتے ہیں :

یہ چار الہام جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ۱۳ ستمبر ۱۸۹۹ء کو ہوئے نہایت خوش خط اور خوبصورت لکھوا کر مرزا صاحب نے مسجد بیت الذکر میں ۱۶ ستمبر کو چسپاں کرائے ہیں۔ کلام الٰہی کے الفاظ بجائے خود ایک عظیم الشان بشارت اور نشان کی خبر دیتے ہیں ہماری غرض اس اشاعت سے صرف یہی ہے کہ جس وقت یہ الہام پورا ہو مومنوں کے لئے ازیاد ایمان کا موجب ہو (اڈیٹر)

الہام یعنی کلام الٰہی جو حضرت اقدس پر نازل ہوا ہے یہ ہے

ایک عزت کا خطاب۔ ایک عزت کا خطاب۔ لک خطا ب العزة

ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۶ ستمبر ۱۸۹۹ء ص ۶)

(مرزا صاحب کا خیال تھا کہ انہیں انگریزی حکومت کی طرف سے کوئی خطاب ملنے والا ہے اس لئے انہوں نے پیش گوئی فرمادی اور اس پیش گوئی کے الفاظ کو خوش خط لکھوا کر اپنے بیت الذکر کی دیوار پر آویزاں کرایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس پیش گوئی پر نظر رکھیں۔ لیکن ہوا کیا؟ مرزا صاحب اس کے بعد تقریباً نو سال تک انتظار کرتے رہے اور بصد حسرت و یاس اس جہان چل بسے لیکن نہ وہ خان بہادر بن سکے، نہ سٹار آف انڈیا، نہ ایم بی ای، نہ سر، نہ شمس العلماء وغیرہ وغیرہ۔ ان کے بیٹے کو تاہم خان بہادر کا خطاب مل گیا تھا اور قادیانیوں کو موقع مل سکتا تھا کہ وہ اپنے باپ کے متعلق پیش گوئی کو اس کے بیٹے پر چسپاں کر کے پوری کرنے کی کوشش کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس حیلہ کا راستہ پہلے ہی بند کر چھوڑا تھا جب باپ (مرزا غلام احمد) نے بیٹے (سلطان احمد) کو نافرمانی اور محمدی بیگم سے شادی میں معاونت نہ کرنے پر عاق کر دیا تھا۔ بہاء)

محمد حسین بٹالوی کا ہم سے خطاب اور ہماری طرف سے جواب

نگفتہ ندارد کسے با تو کار ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی سے الحکم کے ناظرین خوب آشنا ہیں اس لئے ہمیں ان کو پبلک میں انٹروڈیوس کرنے کی چنداں ضرورت نہیں آج ۲۶۔ اگست ۱۹۰۲ء کا شیخ صاحب موصوف کا ایک پوسٹ کارڈ جس کی پشت پر، میاں فضل الدین و حکیم نور الدین اور اڈیٹر اخبار الحکم، لکھا ہوا تھا ہمیں موصول ہوا۔ شیخ صاحب نے تین مختلف اشخاص کو ایک ہی کارڈ میں کیوں مخاطب کیا اور کیوں عام اخلاق اور طریق تہذیب کے خلاف جدا گانہ نہ لکھا ہمیں اس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں یہ

غالباً ان کی خداداد زمین کی برکت ہے یا اکانومی کے اصولوں کی پابندی ہے کہ تین پیسہ کے بجائے ایک پیسہ سے کام چلا لیا (شائد قواعد ڈاک خانہ کے خلاف بھی ہو)۔ بہرحال وہ خط چونکہ مولوی صاحب! ایڈوکیٹ اہل حدیث! اڈیٹر اشاعۃ السنہ کی علمیت اور قابلیت کی پردرد دستاویز ہے اس لئے ہم اس کو مع اپنے جواب کے ذیل میں درج کرتے ہیں: مولوی صاحب کا خط:

شملہ سینجو لی۔ مکان مراد ٹھیکہ دار۔ ۲۳۔ اگست ۱۹۰۲ء (نمبر ۲۸۲)۔ میاں فضل الدین صاحب واصلی راقم کارڈ.. بہر رنگے کہ می آئی شناسم۔ مرید پرافٹ قادیان ہو کر خاکسار کی نسبت دعوی حسن ظنی دھوکہ دہی، جس سے میرے مضمون ... (پڑھا نہیں گیا) واغراض کی تائید ہوتی ہے۔ کیا پرافٹ کا باوجود مستطیع ہونے کے حج نہ کرنا ان شنانہ روزی اعمال سے نہیں جن سے اس کا مریدان کو آزادی دینا ثابت ہوتا ہے۔ نہیں تو کیوں نہیں۔ اور باتوں کو رہنے دو صرف یہی بتاؤ کہ پرافٹ حج کیوں نہیں کرتا۔ اگر اس کو فرض جانتا ہے، خوف قتل ہے تو بشارت و اللہ یعصمک من الناس کس دن کے لئے ہے۔ کوئی مرد میدان میں نکلے تو سنبھل کر قدم رکھے کوئی ہاتھ بڑھاوے تو پہلے اس بیت کو خیال میں لاوے

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد ساعد سیمیں خود را رنجہ کرد

مضمون کے پورا ہونے کا انتظار تو کیا ہوتا ابھی بسم اللہ شروع ہوئی ہے
پہلا صدمہ دیکھ کر روتا ہے کیا۔ آگے چل کر دیکھئے ہوتا ہے کیا

الحکم صاحب کچھ خامہ فرسائی کریں تو پرچہ جولانگاہ خامہ میرے پاس بھیج دیں ادھر سے بھی جوابی پرچہ روانہ ہوگا چنانچہ تاج الدین لاہوری کی معرفت کہا گیا تھا اور تمہاری بہتری اور خیر تو اسی میں ہے کہ اشاعۃ السنہ سے نہ الجھو، و الا فتذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی اللہ۔ الراقم ابوسعید محمد حسین

جس کارڈ کا ذکر شیخ صاحب نے اپنے اس کارڈ میں کیا ہے وہ مولانا نورالدین کے ایک شاگرد مولوی فضل الدین نے ان کو لکھا تھا اور جس کا باعث وہ یہ بتاتے ہیں کہ جب ان کا رسالہ اشاعۃ السنہ دیکھا گیا جس میں مرزا صاحب کے سلسلہ احمدیہ کی ہندوستان و پنجاب میں اشاعت کا باعث یہ لکھا ہے کہ، وہ اپنے پیرؤوں کو آزادی کا سبق دیتا ہے کہ تصویر بناؤ، سود کھاؤ اور دور دراز سفر کی مصیبت اٹھا کر مکہ کیوں جاتے ہو بجائے مکہ، قادیان کو کعبہ بناؤ۔ گرمی کے موسم میں روزہ رکھ کر

بھوکے نہ مرو بلکہ اس بیت پر عمل کرو

نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا نہ جا مسجد نہ کر سجدہ۔ وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا (اشاعۃ السنہ ص ۹۲)۔

اس تحریر کے پڑھنے سے پہلے ان کو ایک مسلمان کی حیثیت سے شیخ صاحب پر حسن ظن تھا کہ وہ مولوی کہلاتے ہیں اہل حدیث کے ایڈووکیٹ بنتے ہیں وہ اس قدر جھوٹ نہ بولتے ہوں گے لیکن جب قادیان میں آ کر دیکھا کہ اباحت کی کوئی تعلیم نہیں بلکہ قرآن وسنت پر عمل ہے اور دن رات اسی کی اشاعت اور جلال وعظمت کے اظہار کیلئے فکر ہے تو مولوی صاحب کے اس قول الزور پر انہیں سخت تعجب ہوا جس پر انہوں نے شیخ صاحب کو ایک کارڈ لکھ دیا کہ یہ آپ نے جھوٹ لکھا ہے۔

مولوی صاحب نے اس کارڈ کے جواب میں مندرجہ بالا کارڈ لکھا ہم کو افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ مولوی صاحب باوجود مسلمان مولوی اہل حدیث کہلانے کے پھر سوء ظن سے کام لیتے ہیں اور اس کارڈ کا کاراقم اصلی کسی اور شخص کو قرار دیتے ہیں۔

تعجب کا مقام ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے اس رسالہ میں (جس کا ایک کوٹیشن ہم نے اوپر دیا ہے) تو پوری اباحت اور بے دینی اور بے قیدی کا الزام سلسلہ عالیہ پر لگایا ہے لیکن اپنے کارڈ میں ساری بحث اس ایک امر پر رکھ دی ہے کہ کیا۔ پرافٹ کا باوجود مستطیع ہونے کے حج نہ کرنا ان شبانہ روزی اعمال سے نہیں ہے جن سے اس کا مردوں کو آزادی دینا ثابت ہوتا ہے۔،...

مولوی صاحب کو شائد اتنا بھی معلوم نہیں کہ حج ساری عمر میں ایک بار فرض ہے ...لکھتے ہیں: اور باتوں کو رہنے دو.. کس دن کے لئے ہے۔،.....تعجب کی بات ہے کہ آپ کی ساری عمر اسی کش مکش میں گذری کہ اور نہیں تو کسی کو کافر ہی بنائیں اشاعۃ السنہ کو ۱۸۷۸ء سے شائع کرنے کا دعوی مگر اس قدر صاف اور سہل مسئلہ حج کا جو قرآن شریف حدیث اور فقہ کی عام کتابوں اور مسجد کے معمولی ملانوں تک کو بھی معلوم ہے آپ کو معلوم نہیں ہوا۔ دہلی میں ۱۲ برس رہ کر بھاڑ جھونکا کئے شاید ایسے ہی موقع پر بولا کرتے ہیں۔ مولوی صاحب مانع صرف زادراہ نہیں اور من استطاع الیہ سبیلاً خدا تعالی نے خود بطور کلام کے فرمایا ہے اگر مانع حج صرف زادہ راہ ہی ہوتا اور اور امور مثل صحت کی حالت کا عمدہ نہ ہونا یا راہ یا مکہ میں خود امن کی صورت کا...نا یا کسی اور قسم کے عذر جو عند اللہ جائز ہوں اس میں داخل نہ ہوتے تو یہ بطور کلام کلی کے نہ بیان فرمایا ہوتا۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کے علم وقرآن دانی کو کیا ہوا بجز اس کے کہ یہ کہیں کہ اولیاء الرحمٰن کی مخالفت میں اسی طرح علم سلب ہو جایا کرتا ہے۔

مولوی صاحب! آپ کو ہمارے سید و مولا حضرت مسیح کے حج کی اتنی فکر کیوں پڑی ہوئی ہے؟ آپ نے کبھی اپنے شیخ مولوی عبداللہ غزنوی کا تو اس الزام سے تبریہ کیا ہوتا صدیق حسن خان نے بھی یہی اعتراض کیا تھا کہ وہ حج کیوں نہیں کرتے ان کے پاس روپیہ تھا بڑے امن اور آرام سے زندگی بسر کرتے تھے اور کوئی مانع بھی بظاہر ان کو نہ تھا انہوں نے حج کیوں نہ کیا؟ (کیا عبداللہ غزنوی کا دعوی مسیح ہونے کا تھا؟ بہاء) کیا سلطان روم جن کو آپ خلیفۃ المسلمین مانتے ہیں اس نے حج کیا ہے حالانکہ ان کو تو بڑی آسانی اور سہولت ہے (کیا اس کا دعوی مسیح ہونے کا ہے؟ بہاء) ان کو آپ نے کتنی مرتبہ نصیحت کی اور حج نہ کرنے کی وجہ سے کتنی مرتبہ کفر کا فتوی دیا حالانکہ آپ اسی رسالہ اشاعۃ السنہ میں ترکی کے اعیان وسلطنت کے افراد میں خلاف شریعت کاروائی کا ارتکاب بھی تسلیم کرتے ہیں جس پر ہم پھر لکھیں گے۔ اور نہیں تو امیر کابل سے ہی کہا جاتا جہاں آپ کو باریابی کا موقع ملا تھا اور کچھ نقد بھی بطور زادراہ مل گیا تھا۔ اس زادہ راہ کے ملنے کی وجہ سے ہی تو حج کی نصیحت شاید آپ نے نہیں کی اور خاموش رہے مگر آپ کو معلوم نہیں، نہیں یقیناً معلوم نہیں مامور من اللہ، اللہ تعالی کے احکام کے نیچے چلتے ہیں مواضع فتن سے بچنا سنت انبیاء ہے اور لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ارشاد قرآنی ہے پھر ایک مامور من اللہ قرآن کریم کا سچا متبع اور زندہ نمونہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مردہ کا احیا کرنے والا اپنے آپ کو فتنہ میں ڈال سکتا ہے؟ (پھر مرزا محمود نے کیوں حج کیا اور اپنے کو فتنہ میں کیوں ڈالا؟ بہاء)..پس اس وقت حج کے لئے قدم اٹھانا لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے خلاف کرنا اور گنہ گار ہونا ہے (تو مرزا محمود گنہگار رہا؟ بہاء)..

آپ یہ تو بتائیں کہ احادیث میں مسیح موعود کا کیا کام لکھا ہے۔ کیا جب وہ ظاہر ہوگا تو اس کا اول فرض یہی ہوگا کہ وہ حج کرے یا مسلمانوں کو دجال کے خطرناک فتنہ سے بچائے اور بیت اللہ کی عظمت کو قائم کرے۔ اور کاش آپ کو کم از کم مسیح موعود کے ظہور کی حدیث یقتل الخنزیر و یکسر الصلیب ہی یاد ہوتی۔ اگر کوئی ایسی حدیث ہے جس میں مسیح موعود کا یہ کام لکھا ہوا ہے کہ وہ آتے ہی حج کو جائے گا تو اسے آپ پیش کریں (۱۹۰۲ء میں، آتے ہی کی بات تو نہیں تھی، مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں مسیح ہونے کا دعوی کیا تھا۔ جس پر گیارہ سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ اور ان کی زندگی کے صرف ۶ سال باقی رہ گئے تھے۔ یا کیا مرزائی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو الہام اور دعاؤں کی بنا پر یقین تھا کہ ان کی عمر ۹۵ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوگی۔ بایں صورت واقعی ان کے زندگی کے ابھی کئی عشرے باقی تھے۔ بہاء) اور اگر مسیح کی بعثت کی اصل غرض یہی ہے کہ وہ قتل دجال کرے اور صلیب کو توڑے جس سے مراد اہلاک

ملل باطلہ بذریعہ محض حجت و آیات بینہ ہے تو پھر وہی کام پہلے ہونا چاہیے اور ہم آپ کو بشارت دے رہیں کہ حضرت مسیح موعود حجت و برہان اور آیات بینات سے خنزیروں کے قتل اور صلیب کی شکست میں روز و شب مصروف ہیں۔ بہت سے سور مر چکے ہیں اور بعض سخت جان ابھی باقی ہیں ...

اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ مسیح کا پہلا کام حج کو جانا ہے تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہمارے سید و مولی امام الزمان اس امر پر بے شک تیار ہیں کہ خواہ کوئی بھی عذر ہو وہ حج کو اپنا پہلا کام سمجھ کر جانے کو تیار ہیں..

سوروں کے قتل اور شکست سے پہلے کسی اور کام کی طرف توجہ کرنا مسیح موعود کی شان ہی کے خلاف ہے۔ مسیح موعود کا حج اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آکر طواف بیت اللہ کرے گا (جب حج نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ دجال باز نہیں آیا۔ براہین وغیرہ ناکام رہیں، مرزا صاحب کا کام نہ ہو سکا، مشن پورا نہ ہو سکا، مرادیں پوری نہ ہوئیں، اور جو آخر میں کہا کہ ہم تو اپنا کام ختم کر چکے، لاہور، میں وہ بھی غلط ثابت ہوا۔ اصل کام یعنی دجال کی شکست نہیں ہوئی اس نے طواف نہیں کیا اور اس کے ساتھ مرزا نے بھی نہیں کیا۔ بہا) اس وقت دجال بیت اللہ کے گرد اپنی فاسد نیت سے چوروں کی طرف طواف کرتا ہے اور مسیح موعود بیت اللہ کی حفاظت کے لئے طواف کر رہا ہے۔ مسیح موعود تو ہر وقت طواف میں مصروف ہے۔ مسیح موعود یہ چاہتا ہے کہ بیت اللہ کو قائم کرے اور اس کی عظمت کی جا بجائی میں مصروف ہے اور آپ ہیں کہ ایسے کام سے ہٹا کر یہ چاہتے ہیں کہ بیت اللہ رہے یا نہ رہے مگر مسیح موعود حج ضرور کرے۔ مولوی صاحب آپ کے لئے اس قسم کے اعتراض سخت شرم دلانے والے ہیں۔

حج کے متعلق غالباً آپ کے سوال کا جواب ہو چکا۔ اب صرف آپ کا یہ مغالطہ باقی ہے کہ اگر خوف قتل ہے تو بشارت و اللّٰہ یعصمک کس دن کے لئے ہے؟

مولوی صاحب!.. کیا آپ کو معلوم نہیں کہ و اللّٰہ یعصمک من الناس کی بشارت آنحضرت ﷺ کو بھی ملی تھی۔ پھر اے نادان مولوی اتنا تو بتا کہ آپ ایک چھوڑ دو زرہیں کیوں پہنا کرتے تھے؟...

آپ حسب معمولی بڑی تعلیٰ اور تکبر سے کام لیا ہے کہ اگر کوئی مرد میدان میں نکلے تو سنبھل کر قدم رکھے ... یہ تو آپ کو چاہیے تھا کہ شکست پر شکست آپ کو ملی (مقابلے سے بھاگ کر سانس تو مرزا صاحب کا پھولا رہتا تھا۔ بہاء)...خدا کا مسیح اپنی رسالت میں کامیاب ہو گیا اب اسے اپنی راہ کی خس و خاشاک پر کیا نظر....

(اخبار الحکم قادیان ۳۱۔ اگست ۱۹۰۲ء ص ۱۲۔ ۱۵ ملخصاً)

(یہ مضمون مولانا بٹالوی کے کسی خط کے جواب میں لکھا گیا ہے، اور اس کا جواب خود اسی مضمون میں موجود ہے۔ اور ناظرین پر قادیانیوں کی دنداں شکن تحریروں اور ان کے علم کلام کی قلعی بھی کھل جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ لفاظی اور جذبات نگاری کے سوا ان کی تحریروں میں حجت و برہان کا شمہ تک نہیں ہوتا۔ بہاء)

} اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں:

شیخ ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے خط کا جواب الحکم کی گذشتہ اشاعت میں کسی قدر بسط سے شائع ہو چکا ہے لیکن اتمام حجت اور ایک دوسرے نکتہ معرفت کے لئے اتنا اور عرض کرنا ضروری سمجھا ہے کہ مرزا صاحب کے حضور جب وہ خط پڑھا گیا اور یہ اعتراض پیش کیا گیا کہ آپ حج کیوں نہیں کرتے؟ تو فرمایا کہ میرا پہلا کام خنزیروں کا قتل اور صلیب کی شکست ہے۔ ابھی تو میں خنزیروں کو قتل کر رہا ہوں بہت سے خنزیر مر چکے ہیں اور بہت سے سخت جان ابھی ہیں ان سے فرصت اور فراغت تو ہو لے۔

شیخ بٹالوی صاحب اگر انصاف سے کام لیں گے تو امید ہے یہ لطیف جواب انہیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ شیخ صاحب! ٹھیک ہے نا، پہلے خنزیروں کو قتل کر لیں۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ ستمبر ۱۹۰۲ ص ۱۶)

(ستمبر ۱۹۰۲ء کے بعد انہوں نے کون سے خنزیر قتل کئے؟ کتنے عیسائی پادری مارے؟ اور یہاں آپ نے یہ بھی کہا کہ خنزیروں کے قتل کے بعد حج کرونگا۔ حج نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خنزیر قتل نہیں ہوئے، جو بقول آپ کے مسیح کا پہلا کام تھا۔ اور انہیں قتل کئے بغیر مر گئے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ناکام مرے، اور وہ خود کہا کرتے تھے کہ دنیا میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی، اگر میں وہ کام کر دیا جس کے لئے میں آیا ہوں تو سچا اور اگر نہ کر سکا تو کروڑوں نشان دکھانے کے باوجود بھی جھوٹا۔ اور اگر مرزا صاحب خنزیر قتل کر دیئے، اور پھر حج نہیں کیا تو اس سے مرزا صاحب کا دعوی غلط ہوتا ہے کہ میں قتل کے بعد حج کروں گا۔ اور حدیث سے مطابقت بھی نہیں ہوتی کہ مسیح حجاز آئے گا۔ بہاء)۔

} ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء صبح کی سیر..

مولوی محمد حسین کے رجوع کے متعلق ذکر پر (مرزا صاحب نے) کہا کہ جو کچھ ہماری تصانیف میں اس کے متعلق لکھا گیا ہے وہ یادگار رہے گی، آنحضرت (مرزا) نے فرمایا کہ یہ سب اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاوے گا۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۳)

(یعنی مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ محمد حسین بٹالوی بالآخر مرزائی جائیں گے اور جو کچھ اس نے اب تک ہمارے خلاف لکھ کر گناہ کئے ہیں، ہماری طرف سے اس کے خلاف تحریریں اس کا کفارہ ہو جائیں گی۔ لیکن ہوا یہ کہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ حالت اسلام میں ۱۹۲۰ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے اور کبھی کسی مرزائی کو جرأت نہیں ہوسکی کہ وہ ثابت کر سکے کہ محمد حسین، بالآخر قادیانی ہو گئے تھے۔ بہاء)

{ ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء صبح کی سیر

مرزا صاحب فرماتے ہیں:

خدا تعالی نے ایک الہام میں محمد حسین کا نام فرعون رکھا ہے۔ ہامان، نذیر حسین تھا جو نامراد مر گیا مگر فرعون آخر ایمان لایا تھا۔

ابن عربی کہتے ہیں کہ فرعون کا ایمان قرآن سے ثابت ہے اور وہ جہنم میں نہیں جائے گا کہ اس نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش بطور باپ کے کی تھی شاید یہی وجہ ہو جس سے اس کو ایمان نصیب ہوا ہو۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۶)..

(مرزا صاحب فرعون کو بقول شیخ ابن عربی جنتی کہتے ہیں کہ اس نے موسی کی پرورش کی تھی، اور یہ نیکی اس کے کام آئی، اسی طرح محمد حسین بٹالوی نے ابتداء میں اس سلسلہ احمدیہ کی پرورش کی تھی یعنی براہین کی حمایت کر کے، جیسا کہ ذیل کے اقتباس سے ظاہر ہے: مفتی محمد صادق قادیانی لکھتے ہیں:

اس زمانہ کا فرعون اور ابوجہل

فرمایا (مرزا صاحب نے): ابوجہل اس امت کا فرعون تھا کیونکہ اس نے بھی نبی کریم ﷺ کی چند دن پرورش کی تھی جیسا کہ فرعون موسی نے حضرت موسی کی پرورش کی تھی۔ اور ایسا ہی مولوی محمد حسین نے ابتداء میں براہین کا ریویو لکھ کر ہمارے سلسلہ کی چند یوم پرورش کی۔ (ذکر حبیب۔ ص ۲۹۵)

مرزا صاحب کا یہ فرمان اپنے اندر تاریخی غلطی رکھتا ہے کیونکہ ابوجہل نے کبھی بھی آنحضرت ﷺ کی پرورش نہیں کی۔ یہ بات سیرۃ نبویہ ﷺ سے مرزا صاحب کی عدم واقفیت کا ثبوت ہے۔ نیز مرزا صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ فرعون نے اگرچہ مرتے وقت ایمان لانے کے کلمات ادا کر دیئے تھے لیکن ابوجہل نے تو ایسا نہیں کیا تھا۔

مرزا صاحب نے اپنی امت کا فرعون محمد حسین کو قرار دے کر اپنی امت کو امت مسلمہ سے الگ کر لیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ ان کی امت کا فرعون، ابوجہل ہے۔ جس طرح حضرت موسی کی امت کا فرعون، فرعون مصر تھا۔

تاہم مرزا صاحب فرماتے ہیں فرعون اس نیکی کی وجہ سے ایمان لے آیا تھا جو اس نے حضرت موسیٰ کی پرورش کر کے کی تھی، اور چونکہ محمد حسین نے بھی ابتداء میں ان کے سلسلہ کی پرورش کی ہے اس لئے اس نیکی کے بدلے میں اسے بھی ایمان لانے یعنی قادیانیت اختیار کرنے کی جزاء دی جائے گی۔ اور جس طرح بقول شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، فرعون جنتی ہے، محمد حسین بھی جنت میں جائے گا۔

یہاں معلوم ہوتا کہ مرزا صاحب، مولانا محمد حسین کو فرعون قرار دیتے ہیں، اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ فرعون موسی سے پہلے مرا کرتا ہے، لیکن محمد حسین تو مرزا صاحب کے بعد فوت ہوئے ہیں، فرعون کیسے ہو گئے، موت وحیات کے اس کلیہ کے مطابق تو فرعون مرزا صاحب ہوتے ہیں جو مولانا محمد حسین کی زندگی میں مر گئے تھے۔

پھر یہاں مرزا صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس نیکی کی وجہ سے جو محمد حسین نے سلسلہ احمدیہ کی پرورش کی صورت میں کی تھی محمد حسین کو وقت آخر ایمان نصیب ہو جائے گا یعنی وہ قادیانی ہو جائیں گے۔ اور یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ وہ قادیانی نہیں ہوئے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ براہین کی حمایت اور سلسلہ کی پرورش نیکی شمار نہ ہوئی کہ اس کے بدلے میں انہیں قادیانیت والا نام نہاد ایمان نصیب ہوتا،....

☆ میاں خیر الدین سیکھوانی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ دعوی سے پہلے ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود، مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مکان واقع بٹالہ پر تشریف فرما تھے۔ میں بھی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ کھانے کا وقت ہوا تو مولوی صاحب خود حضرت مرزا کے ہاتھ دھلانے کے لئے آگے بڑھے۔ حضور نے ہر چند فرمایا کہ مولوی صاحب آپ نہ دھلائیں مگر مولوی صاحب نے باصرار حضور کے ہاتھ دھلائے اور اس خدمت کو اپنے لئے فخر سمجھا۔ ابتداء میں مولوی صاحب، حضرت مرزا کی زاہدانہ زندگی کی وجہ سے آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔

اس روایت سے سوائے اسکے اور کیا ثابت ہوتا ہے کہ مولانا متواضع اور مہمان نواز تھے۔

پیر سراج الحق نعمانی قادیانی لکھتے ہیں: ایک روز مرزا صاحب کو الہام ہوا:

یہودا اسکر یوطی۔

یہ الہام کیسا سچا ہوا؟ وہ یوں ہوا کہ جیسے میں نے اپنے کشف میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کی اور مولوی محمد حسین بٹالوی کو اس کشف میں دیکھا تھا کہ مجلس مبارک میں آنحضرت ﷺ کو پشت دے کر بیٹھا ہے، سو ویسا ہی اس الہام نے ظاہر کر دیا کہ یہودا اسکر یوطی مولوی محمد حسین بٹالوی ہے۔ اگرچہ بعض آدمیوں نے ملاوامل ساکن قادیان آریہ پر یہ چسپاں کیا اور ملاوامل نے یہ سن

کرحضرت مرزا سے عرض بھی کیا کیونکہ یہ مذکورہ بالا شخص حضرت مرزا کا اس زمانہ میں بہت معتقد تھا کہ خدا کرے میری نسبت یہ الہام نہ ہو۔..

جہاں تک میری سمجھ ہے وہ یہ ہے کہ گو ملا وامل آریہ مخالف ہو گیا مگر اس مخالفت سے وہ یہودا اسکریوطی نہیں ٹھہر سکتا جب تک کوئی اس کا پورا مثل عملی طور سے نہ ہو جاوے۔ یہ عملی نمونہ یہودا اسکریوطی کا محمد حسین نے دکھلایا اور عملی طور سے ظاہر کر دیا کہ یہودا اسکریوطی فی الواقع محمد حسین بٹالوی ہے۔

اول اول یہ مرزا صاحب کا معتقد تھا اور یہاں تک اس کو اعتقاد تھا کہ حضرت مرزا کی جوتیاں اٹھا کر چلتا تھا اور پھر اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بڑی تعریف حضرت مرزا کی لکھی اور آپ کو وضو بھی کرایا کرتا تھا۔ اور آپ کے الہامات اور دعوی کا مصدق رہا (کون سے دعوی کا مصدق رہا؟ بہاء) لیکن جب مخالف ہوا تو یہودا اسکریوطی کے سارے کام کر کے دکھلائے۔تحریر سے تقریر سے پوری مخالفت کی، فتوی کفر اس سے شروع ہوا۔ ابولہب اور فرعون اسی کا نام مرزا صاحب کے الہام میں ہے۔ مولوی صاحب کے یہودا اسکریوطی ہونے اور میرے کشف کی تصدیق میں کہ مرزا صاحب کو میں نے آنحضرت ﷺ کی شکل میں دیکھا اور مولوی صاحب کو آنحضرت ﷺ کی طرف پشت پھیرے دیکھا۔ ایک کشف مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم ومغفور کا بھی ہے جو چھپ چکا ہے کہ حضرت مولوی عبداللہ صاحب مرحوم نے دیکھا کہ مولوی محمد حسین کا جامہ چاک ہو گیا اور سر سے پیر تک پھٹ گیا اور بار بار فرماتے تھے کہ مولوی محمد حسین سے کوئی کہے کہ توبہ کرے اس کا تکبر اس کو لے ڈوبا۔ (تذکرۃ المہدی۔ص ۲۱۱ تا ۲۱۳)

الہام ہوا کس کو؟ مرزا کو۔ گواہی کہاں سے ملی؟ سراج الحق کے کشف سے۔ کیا یہ خواجے کا گواہ ڈڈو والی بات نہیں ہے؟ رہی جوتیاں اٹھانے اور وضو کرانے کی بات، یہ محمد حسین کی انکساری ہے مہمان کی عزت افزائی ہے جو اسلام کا حکم ہے۔ اور اس وقت مرزا مناظر اسلام ہی کے عنوان سے مشہور تھا۔ یہ عزت افزائی ایک اسلامی مناظر کی تھی، نہ کہ قادیانی مسیح ومہدی کی۔ اور مہمان نوازی، مہمان کی عزت افزائی، انکساری، تواضع اسلامی محاسن ہیں۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جب مرزا کینچلی اتار کر اپنے اصل روپ میں آئے تو پھر کیا ہوا۔ اور جس کتاب کی تعریف کی تھی اس میں مرزا نے اسلامی عقائد بیان کئے تھے۔ تصوف و الہام کے پیرائے میں۔ اور اس نے اپنے عقائد بدل لئے تو تعریف بھی ختم ہو گئی۔

سید عبداللہ غزنوی سے منسوب فقرہ، کوئی محمد حسین کو کہے، والی بات بھی عجیب ہے۔ کیونکہ سید

عبداللہ غزنوی مرحوم اپنی زندگی کے آخری دنوں میں، جب کہ وہ بہت بیمار تھے، لاہور میں مولانا بٹالوی کے ہاں مقیم رہے، ان کی دیکھ بھال، علاج معالجہ اور تیمار داری مولوی محمد حسین ہی کرتے رہے۔ لاہور سے واپس امرتسر جانے کے چندروز بعد وہ وفات پا گئے۔ کہنے کی بات سید صاحب خود ہی کر سکتے تھے۔

اور مرزا صاحب تو محمد حسین کو فرعون کہتے ہیں، اور سراج الحق اسے یہوداسکر یوطی کہتا ہے۔

من چہ سرائم وطنبورہ من چہ می سرائد

یہوداسکر یوطی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ محمد حسین شروع میں مرزا کا ماتحت اور حواری تھا۔ جب کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ مرزا علمی طور پر ان سے جونیر تھا۔ علمی میدان میں محمد حسین کے بعد آیا۔ آٹھویں عشرے کے آغاز ہی سے محمد حسین کا شہرہ ہندوستان میں پھیل چکا تھا بلکہ معیار الحق، جو ابتدائی طور پر انہیں کی تالیف ہے، ساتویں عشرے کے وسط میں منظر عام پر آ چکی تھی۔ اس وقت مرزا صاحب ابھی سیالکوٹ میں اہلمد کی حیثیت میں کلر کی کر رہے تھے۔ اور خود مرزا کہتا ہے کہ محمد حسین نے اس کے سلسلہ کی کچھ عرصہ تک پرورش کی ہے۔ یعنی وہ کچھ عرصہ مرزا کیلئے ربّیانی صغیراً کا مصداق تھا۔ اور پیر صاحب اسے مرزا کا ماتحت اور حواری بنائے جا رہے ہیں۔)

{ ڈائری۔ ۲ جنوری ۱۹۰۳ء: (مرزا صاحب نے

اپنا ایک پرانا کشف بیان کیا کہ جب مولوی محمد حسین صاحب نے ہمارے کفر کا فتویٰ دیا اور لوگوں کو بھڑکایا کہ یہ مسلمان نہیں ان کے جنازے درست نہیں ان کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ ہونے دیا جائے اس وقت چونکہ بغض و عداوت بڑھ گئی تھی ہم گویا تنہا رہ گئے اس وقت میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کی شکل پر ایک شخص آیا ہے مگر مجھے فوراً معلوم کرایا گیا کہ یہ فرشتہ ہے۔ میں نے کہا تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ جئت من حضرۃِ الوِتر۔ میں جناب باری سے آیا ہوں۔ میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا بہت سے لوگ تم سے الگ ہو گئے ہیں اور تمہاری عداوت میں بڑھتے جاتے ہیں، یہ پیغام دینے آیا ہوں۔ میں نے اس کو الگ ہو کر ایک بات کہنی چاہی۔ جب وہ الگ ہوا تو میں نے کہا کہ لوگ تو مجھ سے علیحدہ ہو گئے ہیں مگر کیا تم بھی الگ ہو گئے ہو۔ اس نے کہا نہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ معاً میری حالت کشف اس پر جاتی رہی (اخبار الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۶)

}۳ جنوری ۱۹۰۳ء۔ صبح کی سیر کے وقت:

...مولوی محمد حسین اور اس کا رجوع:

ابوسعید عرب صاحب نے اپنے ذوق سے بیان کیا کہ محمد حسین والی پیش گوئی یقیناً خدا کی طرف سے ہے۔فرمایا (مرزا نے) کہ اس میں کیا شک ہے، زور کے ساتھ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ رجوع کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی مقدر کیا تھا۔اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا مگر میں دیکھتا تھا کہ ابتداء سے اس میں ایک قسم کی خود پسندی تھی۔ پس خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس طرح پر اس کا تنقیہ کر دے۔ یہ اس کے لئے استفراغ ہے۔ براہین میں ایک الہام درج ہے جس میں اس کا نام فرعون رکھا گیا اس نے بھی آخر میں یہی کہا تھا کہ آمنت بالّذی آمنت بہ بنو اسرائیل اس لئے اس کے لئے بھی آمنت بالذی کا وقت مقدر ہے۔ا

س پر پوچھا گیا کہ وہ کیا امر ہے جس کی وجہ سے یہ آخری سعادت اس کے لئے مقدر ہے؟۔فرمایا (مرزا صاحب نے) یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر اس نے ایک کام تو کیا ہے براہین احمدیہ پر ریویو لکھا تھا اور وہ واقعی اخلاص سے لکھا تھا کیونکہ اس وقت اس کی یہ حالت تھی کہ بعض اوقات میرے جوتے اٹھا کر جھاڑ کر آگے رکھ دیا کرتا تھا اور ایک بار مجھے اپنے مکان میں اس غرض سے لے گیا کہ وہ مبارک ہو جاوے اور ایک بار اصرار کر کے مجھے وضو کرایا۔غرض بڑا اخلاص ظاہر کیا کرتا تھا۔کئی بار اس نے ارادہ کیا کہ میں قادیان میں ہی آ کر رہوں۔مگر میں نے اس وقت اسے یہی کہا تھا کہ ابھی وقت نہیں آیا ۔اس کے بعد اسے ابتلاء پیش آ گیا۔کیا تعجب ہے کہ اس اخلاص کے بدلے میں خدا نے اس کا انجام اچھا رکھا ہو۔

اس پر ایک بھائی نے سوال کیا کہ حضور اب اسے کیسا سمجھیں۔فرمایا (مرزا نے) اب تو حکم حالت موجودہ ہی پر ہوگا۔ وہ دشمن ہی اس سلسلہ کا ہے۔ جب دیکھو جب تک نطفہ ہوتا ہے اس کا نام نطفہ رکھتے ہیں گو اس کا انسان بن جاوے مگر جوں جوں اس کی حالتیں بدلتی جاتی ہیں اس کا نام بدلتا جاتا ہے آخر اپنے وقت پر جا کر انسان بنتا ہے۔ یہی حال اس کا ہے۔سر دست تو وہ اس سلسلہ کا مخالف اور دشمن ہے اور یہی اس کو سمجھنا چاہیے ....دیکھو یہ جو پیش گوئی ہے کہ میری عمر ۸۰ برس کے قریب ہوگی کیا کوئی مفتری اس قسم کی پیش گوئی کر سکتا ہے اور خصوصاً اس پر تیس برس گذر بھی گئے ہوں۔...

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۷۔۸)

(اس کا مطلب ہے یہ کہ ۸۰ والی پیش گوئی ۱۸۷۲ء میں یا اس سے پہلے ہوئی تھی ۔ جب کہ دوسری جگہ کہتے ہیں عمر زیادہ ہونے کی خبر انہیں اس وقت دی گئی تھی جب انہیں تجدید وغیرہ کا عظیم کام سونپا گئے اور وہ گھبرا گئے کہ میں تو بیمار ہوں، اتنا بڑا کام کیسے کر سکتا ہوں ، میری زندگی بجھتی ہوئی شمع کی مانند بہت مختصر ہے ، یعنی ۱۸۸۰ء کے عشرے میں ۔ دو متضاد باتوں میں ایک بات غلط ہے۔

وضو کرانے ، جوتے چھاڑ کر سامنے رکھنے ، برکت کیلئے گھر لے جانے کی باتوں کا طعنہ مرزا صاحب دے رہے ہیں ۔ حالانکہ یہ مولانا بٹالوی کے انکسار ، اور بزرگوں کے ادب ، اور مہمانوں کے اکرام کا مظاہرہ تھا ، جو عین اسلامی آداب ہیں ، انہیں مرزا صاحب سے کوئی دنیاوی غرض تو تھی ہی نہیں بلکہ مرزا صاحب کے ابتداء عہد میں وہ مرزا صاحب سے دنیاوی طور پر زیادہ مرفع الحال تھے ، اور ان سے علم وفضل میں بھی بڑھ کر تھے کیونکہ مرزا تو پندرہ روپئے ماہوار کے ملازم تھے اور مولانا رئیس ابن رئیس ، بٹالہ میں شہری جائداد کے مالک ، اور وقت کے نامور اساتذہ سے فیض یاب تھے ۔ وہ مرزا صاحب کی عزت اس لئے کرتے تھے کہ ان کی شہرت ۱۸۸۰ء کے عشرے کے وسط تک ایک مناظر اسلام کی تھی اور عام لوگوں کا خیال تھا کہ عیسائیوں اور آریوں کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے جو لوگ خدمات بجا لا رہے ہیں ان میں مرزا صاحب بھی شامل ہیں ۔ دعاوی کے بعد جب مرزا صاحب سے یہ ملمع اتر گیا تو پھر مولانا بٹالوی کا طریق عمل بھی بدل گیا ۔

اس بیان میں مرزا صاحب نے پھر دہرایا ہے کہ محمد حسین بالآخر مرزائی ہو جائے گا۔ اور مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی واقعات نے غلط ثابت کر دی ۔ بہاء)۔

} اڈیٹر اخبار الحکم لکھتا ہے :

پیسہ اخبار غالبًا اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اس سلسلہ کی وقعت کم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دے مگر اسے معلوم ہو جائے گا کہ خدا جس کو بلند کرنا چاہتا ہے اس کو کوئی گرا نہیں سکتا ۔ اڈیٹر صاحب ۲۸ مارچ ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں اپنے اردو زبان کے ماہوار رسالے کے عنوان کے نیچے اشاعۃ السنہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ستمبر ۱۹۰۲ء کے رسالے میں دیگر مضامین کے جو سب کے سب پڑھنے کے قابل ہیں ایک بہت اچھا مضمون پرافٹ آف قادیان کی پیش گوئی کا پورا نہ ہونا کے عنوان سے شائع ہوا ہے ۔ ،

اصل غرض اڈیٹر صاحب کی اس آخری فقرہ کے اندراج سے تھی ۔ مگر ہمیں افسوس سے

ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ پیسہ اخبار کے اڈیٹر یا اڈیٹر صاحبان کو یہ ریمارک کرتے ہوئے اتنا خیال نہ آیا کہ پورے چھ ماہ بعد جس رسالہ کی اشاعت کا ذکر کرتے ہیں کیا وہ چھ ماہ کے اندر متواتر وقت پر شائع ہوتا رہا ہے ۔ اور اگر اس کی اشاعت اسی حد تک ثابت ہو کہ چھ مہینے میں ایک ہی نمبر نکلا ہو تو پھر شائد پیسہ اخبار کو اشاعۃ السنہ کی اشاعت ثانی پر افسوس کرنا پڑے گا ۔ کیا پیسہ اخبار کا اڈیٹر اس نکتہ پر غور کرے گا؟

(اخبار الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء ص ۱۶)

(اس نوٹ میں اڈیٹر الحکم نے اشاعۃ السنہ کی اشاعت میں تاخیر کا طعنہ دیا ہے ۔ لیکن اشاعت السنہ میں شائع ہونے والے مولانا کے نوٹ، پرافٹ آف قادیان کی پیش گوئی کا پورا نہ ہونا، پر کچھ نہیں لکھا۔ جہاں تک تاخیر کی بات ہے اس دور کے کئی اخبارات و جرائد کا کم وبیش یہی حال تھا، شخصی جرائد تھے، مثلاً مولانا خود ہی اڈیٹر تھے خود ہی مضمون نگار ہوتے تھے، خود کاتبوں کے پیچھے بھاگنا پڑتا تھا خود ہی مطبعوں کی کوچہ گردی کرنا ہوتی تھی، خود ہی ترسیل وغیرہ کا کام کرنا ہوتا تھا، اور اس پر مستزاد اپنے گھریلوں امور کی انجام دہی اور وعظ، درس و تدریس، اور تبلیغی اسفار۔ اس ہجوم کار میں اشاعت میں تاخیر کوئی ان ہونی بات نہیں تھی ۔ بہاء)

تازہ الہام

۱۸ ۔ اپریل ۱۹۰۳ء کی شام کو حضرت حجۃ اللہ (مرزا صاحب) نے فرمایا کہ میں لیٹا ہوا تھا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب میری نظر کے سامنے سے پھر گئے پھر یہ لفظ الہام ہوئے سا خبرہ فی آخر الوقت انک لست علی الحق

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۵)

(مرزا صاحب کے ایسے الہامات اور دعاوی پر اوپر تبصرہ ہو چکا ہے ۔ بہاء)

مکتوب مرزا بنام نور الدین : ..عنایت نامہ مشتمل بر تلطفات محبت تامہ پہنچ کر باعث انشراح وسرور وممنونی ہوا ۔ آپ کی ملاقات کو دل بہت چاہتا ہے خدا تعالی آپ کو خیر وخوشی کے ساتھ جلد ملاوے تعلقات دنیا میں حاسدوں کا ہونا ایک طبعی امر ہے و لکل مقبل حاسد حفاظت وحمایت الہی آپ کے لازم حال رہے بے شک ایسے تعلقات بہت خطرناک ہیں اور دل میں بجز خاص رحمت الہی کے انجام خیر کے ساتھ عہدہ برا ہونا بہت مشکل ہے ۔ ہمیشہ تضرع اور استغفار حضرت رب کریم کی جناب میں

لازم حال رکھیں اور رفق اور نرمی اور اخلاق میں تو پہلے ہی سے آنمکرم سبقت لے گئے ہیں لیکن امید رکھتا ہوں کہ حاسدوں اور دشمنوں سے بھی یہی طریق جاری رہے اور حتی الوسع ریاست کے کاموں میں بہت دخل دینے سے پرہیز رہے کہ سلامت بر کنار است کا مقولہ قابل توجہ ہے۔

ازالہ اوہام اب تک چھپ کر نہیں آیا شائد دس پندرہ روز تک آجاوے گا اس کے نکلنے کے بعد آن مکلّف کو تکلیف دونگا کہ اس کا لب لباب نکال کر تشریحات و ایزادات مناسبہ کے ساتھ آن مکرم کی طرف سے بھی کوئی رسالہ شائع ہو جاوے۔

مولوی محمد حسین صاحب سے جس قدر بحث ہوئی وہ مصلحت سے خالی نہیں تھی اور امید رکھتا ہوں کہ فریقین کے بیانات کے شائع ہونے کے بعد انشاءاللہ اس کا بہت نیک اثر دلوں پر پڑے گا۔

یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ سید محمد عسکری خان صاحب کی نسبت ابھی کچھ تذکرہ ہوا ہے یا نہیں اور سب خیریت ہے۔ خاکسار غلام احمد از لوہانہ اقبال گنج۔ ۱۶۔ اگست ۱۸۹۱ء (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء ص ۷)

(اس خط میں مرزا صاحب نے اس مباحثے کی طرف اشارہ کیا ہے جو انہوں نے ۱۸۹۱ء میں مولانا محمد حسین بٹالوی کے ساتھ لدھیانہ میں کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب کا خیال تھا کہ مرزا صاحب ایک نامناسب بحث میں الجھ گئے تھے، لیکن مرزا صاحب حکیم صاحب کو تسلی دے رہے ہیں کہ جو کچھ ہوا، اچھا ہوا۔ بہاء)

مولوی محمد حسین بٹالوی کا رجوع

اس ذکر پر کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا رجوع کب ہوگا فرمایا (مرزا نے) دیکھو جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے اگرچہ وہ زندہ ہوتا ہے تاہم وہ خوشی پر ہنس نہیں سکتا اور تکلیف پر رو نہیں سکتا، بلاؤ تو بولتا نہیں، مگر جب باہر آجاتا ہے تو اس کو حواس ملتے ہیں پھر ہنستا بھی ہے اور روتا بھی ہے اور بلانے سے بولتا بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اول زندگی جو پیٹ میں تھی وہ اصلی اور حقیقی زندگی نہ تھی، حواس اس میں نہ تھے۔ جب خدا ایک بات دل میں ڈالتا ہے تو حواس آجاتے ہیں۔ یہی حال مولوی محمد حسین صاحب

کا ہے جب کوئی بات خدا کی طرف سے دل میں ڈالی جاوے گی تو اسی وقت تبدیلی ہو جائے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء ص ۹)

(رجوع کی پیش گوئیوں پر اوپر تبصرہ ہو چکا۔ تاہم اتنا کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ رجوع محمد حسین کی بات مرزا صاحب نے ایک ہی بار نہیں فرمائی کہ شائد غلطی سے ان کے منہ نکل گئی ہو، بلکہ بار بار، ان گنت مرتبہ، اس یقین، آرزو، پیش گوئی کا ظہار کیا کہ محمد حسین قادیانی ہو جائیں گے۔ اور محمد حسین کا قادیانی نہ ہونا مرزا صاحب کی ایک بات کی تکذیب نہیں بلکہ ان کی ان گنت باتوں کی تکذیب ہے۔ بہاء)

{ مکتوب نور احمد از ننگل بنام محمد حسین بٹالوی ۱۱ستمبر ۱۸۹۳ء

الحکم قادیان ۱۷جولائی ۱۹۰۳ء کے ص ۵ سے ۹ تک نور احمد قادیانی کا طویل خط درج ہے جس میں ایک جگہ لکھا ہے:...

باقی رہی یہ بات کہ اشاعۃ السنہ میں کہا گیا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ واقعی وہ ولی یا ملہم ہے یا نہیں۔ ولی را ولی مے شناسد، ہم ولی نہیں کہ اس (مرزا) کے ولی ہونے کی شہادت فعلی دیں، بالکل بوڑا عذر ہے۔

۱۔ ولی سے آپ کی کیا مراد ہے قرآن مجید میں بحکم ان اولیاء ہ الا المتقون جس میں اتقاء کی صفت پائی جاوے اس کو ولی کہہ سکتے ہیں۔ کیا آنخضرت (محمد حسین) اس کو اس وقت متقی نہ جانتے تھے، اگر متقی نہیں تو ایسے شخص کی حمایت میں کیوں آپ نے اپنے اوقات کا اور لوگوں کے اعتقاد کا خون کیا (براہین پر ریویو لکھتے وقت؟) اور اگر متقی جانتے تھے تو ناشناسی کا عذر کیوں کرتے ہیں۔

۲۔ ولی سے مراد اگر کوئی اور معنی ہیں جو معنی مذکور سے اپنے اندر شئے زائد رکھتے ہیں تو فرمایئے کہ اب آپ نے وہ رتبہ ولایت حاصل کر لیا ہے، جو اس کو کافر کافر کہہ کہ اٹھے ہیں۔ اب بھی وہی بات رہنے دیں، ولی را ولی مے شناسد، مردوں کے بول پورے ہونے چاہییں جب آنخضرت (محمد حسین) اعانت اور اقرار کی حالت میں نہیں پہچان سکے تو اب مخالفت و انکار کی حالت میں کس طرح پہچان سکتے ہیں۔ کیا آپ کو الہام کا ذاتی تجربہ ہو گیا ہے۔

۳۔ اگر ولی کو ولی پہچان لیتا ہے تو اس وقت آپ نے مولوی عبدالرحمٰن صاحب صوفی صافی اور مولانا مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور اخی فی اللہ مولوی عبدالحق صاحب

غزنوی اور باقی اہل ولایت وتصوف اولاد امجاد واتباع مولوی عبداللہ صاحب مرحوم کا کیوں کہا نہ مانا یہ سب ولی وصوفی اس وقت اذان واعلان دے رہے تھے کہ یہ شخص (مرزا) کافر اور مخالف شریعت محمدی ہے آخر وہی آپ نے مانا جوانہوں نے پہلے فرمایا تھا ۔ایک کامل ولی اللہ مولوی غلام علی صاحب فراست ایمان سے اس کے دعاوی تحادی پر محققانہ گفتگو کر رہے تھے ان کا بھی آپ نے قدر نہ جانا اور اقرار انکار کی حالت میں اپنی فصاحت سے ان کو نشان گاہ بنا رکھا ہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء ص ۸۔۹)

(اتفاق یہ ہے کہ اس عبارت سے ۱۴ سطور اوپر قادیانیوں نے محمد حسین کو، آنحضرت لکھ کر اس لفظ پر صلوۃ وسلام کا نشان ، صاد، ہے ۔ اور الحکم کو اس دور کے تقریباً ہر مرزائی بشمول مولوی محمد احسن امروہی، حکیم نورالدین ، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی اور مرزا صاحب قادیانی وغیرہ نے پڑھا ہوگا اور محمد حسین بٹالوی پر صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے درود وسلام بھیجا ہوگا۔ بہاء)

{ مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی

السلام علیکم ..مدت کے بعد عنایت نامہ پہنچا کبھی کبھی اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں گو اس عاجز کی طرف سے بوجہ کم فرصتی جواب بھیجنے میں کچھ تاخیر بھی ہو جایا کرے مولوی محمد بشیر صاحب بلا شبہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اخلاص سے خدا تعالی کا ارادہ طلب کرتے ہیں مگر انسان بعض شبہات کے پیدا ہونے سے مجبور ہو جاتا ہے اور ہر ایک دل اللہ جل شانہ کے دست تصرف میں ہوتا ہے جس طرف چاہتا ہے پھیرتا ہے یہ عاجز اگر وقت ہاتھ آیا اور اللہ جل شانہ نے ارادہ فرمایا تو کسی وقت مولوی صاحب موصوف کے لئے دعا کرے گا خدا تعالی طالب صادق کو ضائع نہیں کرتا اور با استعداد آدمی کو محجوب نہیں رہنے دیتا خدا تعالی نے اس سلسلہ کو ایک مصلحت عظیم کے لئے برپا کیا ہے اور صادقین اور متقین کو اس میں داخل کرنا چاہا ہے سو وہ خود اپنے قوی ہاتھ سے اپنے لوگوں کو اس طرف کھینچ لائے گا اگر کوئی راست باز آدمی کچھ مدت تک بعض خدشات کی وجہ سے متخالف رہے تو یہ کچھ اندیشہ کی بات نہیں حضرت عمرؓ جیسے مخلص قوی الایمان چار برس کے بعد ایمان لائے مجھے قریب قریب یقین کے معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت خدا تعالی مولوی محمد بشیر صاحب کو اطمینان بخش دے گا و ھو علی کل

شیء قدیر (یعنی وہ مرزائی ہو جائیں گے۔لیکن کیا ایسا ہوا؟ بہاء)

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے چند خط در باب الہامات ضرور لکھے تھے مگر چونکہ یہ عاجز بدل اس بات سے متنفر ہے کہ ہم مشرب بھائیوں سے جو تعلق محبت بھی رکھتے ہوں ظاہری جھگڑوں اور مناظرات میں الجھا رہے اس لئے ایک دن بھی خط بحفاظت نہیں رکھے گئے کیونکہ ان کے کسی آخری نتیجہ سے کچھ غرض نہیں تھی۔ مولوی صاحب کو نرمی سے سمجھایا گیا تھا کہ آپ اس رائے میں غلطی پر ہیں۔اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو مولوی صاحب ان وجوہات کو جو پیش کی گئی تھیں سمجھ لیتے۔ وہ میرے ایک پرانے دوست ہیں اور ان کی نسبت میرا نیک ظن ہے۔اور گو وہ اپنے خیال میں اب بہت دور جا پڑے ہیں مگر مجھے اس تصور سے بغایت درجہ دل دردمند ہے کہ ایسا دوست محروموں اور مجوبوں کی طرح ہو جائے۔ میرے دل میں پختہ ارادہ ہے کہ ان کے لئے غائبانہ کوشش کروں اور اس قادر مطلق سے جس پر میرا بھروسہ ہے ان کی رہائی چاہوں۔ ظاہری بحثوں اور مناظرات سے دل نرم نہیں ہو سکتا بلکہ جہاں تک میرا تجربہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ آج کل کے مباحثات و مناظرات مخالفت و کینہ و بخل کو بڑھانے والے ہیں اور ان کا ضرر ان کے فائدہ سے بہت زیادہ ہے۔ یہ بھی دیکھا ہے کہ مجرد مشاہدہ خوارق اور کرامات کا کسی کی ہدایت کے واسطے کافی نہیں بلکہ ہدایت امر من جانب اللہ ہے جو سعید روحیں ہیں بہر حال اس کو پا لیتی ہیں۔ یاد پڑتا ہے کہ ایک مرتبہ مولوی محمد حسین صاحب نے کچھ عرصہ قادیان میں رہنے کے لئے مجھ لکھا تھا اس وقت میں نے اس وقت کے مصالح کے موافق بھی مناسب سمجھا تھا کہ وہ ابھی اپنے مکان میں اپنے کام میں لگے رہیں لیکن میری دانست میں اس وقت کی حالت قرب کو چاہتی ہے۔مولوی صاحب کے دل میں طرح طرح کے شکوک وشبہات ہیں اور میری دانست میں جو کچھ ان کے دل میں ہے وہ بہت زیادہ اس سے ہے کہ جو ان کی زبان سے نکلتا ہے مگر بوجہ منطقی طبع ہونے اور نیز بباعث علاقہ دوستی ومحبت کے وہ اپنے دل کے پورے شبہات و بخارات کو ظاہر نہیں فرما سکتے کیونکہ وہ ایسا فعل برخلاف طریق اتقا واخلاص کے خیال کرتے ہیں لیکن اگر انہیں الہامات اور ان انوار الہیہ میں تامل ہے کہ جو اس عاجز پر نازل ہو رہے ہیں تو اس سے بہتر کوئی طریق نہیں کہ مولوی صاحب اپنی پہلی درخواست

کے موافق تین چار ماہ تک درویشانہ حالت میں اس عاجز کے پاس گوشہ گزیں ہوں اور یہ عاجز وعدہ کرتا ہے کہ اگر مولوی صاحب اس قدر مدت تک رہیں تو جہاں تک طاقت ہے ان کے لئے دعا کرونگا اور خدا تعالی سے ان کی تفہیم چاہوں گا اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہے کہ جو چاہے ظہور میں لاوے لیکن اگر کچھ آثار نہ ہوں تو کم سے کم مولوی صاحب کے ہاتھ میں یہ بات تو ضرور آ جائے گی کہ یہ شخص مقبولین میں سے نہیں ہے کیو نکہ جب مقبولین جوش دل سے اضطرار کے وقت اپنے رب جلیل سے کچھ مانگتے ہیں تو بے شک وہ ان کی سنتا ہے اور جب ایسی حالت میں وہ تضرع کرتے ہیں تو بلا شبہ امدا دات الھیہ ان کی طرف توجہ کرتی ہیں کیونکہ وہ خدا تعالی کے پیارے بندے اور مخلص ہیں جن کے لئے وہ بڑے بڑے کام کر دکھا تا ہے اور یہ جو میں نے کہا کہ مولوی صاحب تین چار ماہ تک اس جگہ رہیں یہ اپنے جوش کے لئے ایک حیلہ سوچتا ہوں کیونکہ جوش تضرع میرے اختیار میں نہیں مولوی محمد حسین صاحب جیسے جید فاضل میرے دروازہ پر ہوں گے تا امتحان کریں تو یہ بات جوش پیدا کرنے کے لئے بڑی مؤثر ہوگی۔ خاکسار مرزا غلام احمد

(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۳)

(مولانا محمد بشیر اور مرزا صاحب کا دہلی میں مباحثہ ۱۸۹۱ء میں ہوا تھا جسے نامکمل چھوڑ کر مرزا صاحب دہلی سے چلے آئے تھے۔ اس مباحثے کے باوجود اس خط میں مرزا صاحب اپنے مرید خاص محمد احسن امروہی کو بتا رہے ہیں کہ محمد بشیر سہسوانی مخلص اور با استعداد ہیں اور وہ خدا سے ان کے لئے دعا بھی کریں گے، اور انہیں قریب قریب یقین ہے کہ وہ قادیانی ہو جائیں گے۔ اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ مخلص صادق اور با استعداد شخص قادیانی ہوا، اگر نہیں ہوا تو مرزا صاحب کا یقین کہاں رہ گیا؟۔

اور مرزا صاحب یہ بھی بتا رہے ہیں کہ محمد حسین بھی چاہتا تھا کہ وہ ان کے پاس آ کر قادیان رہے تا کہ کوئی نشان وغیرہ دکھا سکے۔ لیکن میں نے منع کر دیا تھا۔ بہاء)

{ مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی:

مکرمی مجی اخویم السلام علیکم .. عنایت نامہ پہنچ کر آپ کی محبت اور اخلاص اور اعتقاد پر اس امتحان کے وقت میں خبر پا کر نہایت درجہ خوشی ہوئی خدا تعالی آپ کو اس سے بھی بڑھ کر استقامت بخشے مولوی محمد حسین بٹالوی بار بار اپنے خطوط میں اپنی مخالفت کا

اظہار کر رہے ہیں میں نے مولوی صاحب کو لکھا تھا کہ آپ ایک جلسہ عام علماء وغیرہ کا کر کے بعض شکوک اپنے تحریری طور پر پیش کیجئے اور اسی جلسہ میں تحریری طور پر آپ کو جواب دیا جائے گا اور وہ دونوں تحریریں عام لوگوں کو سنا دی جائیں گی اگر یہ طریق شافی وکافی نہیں ہوگا تو پھر آپ اشاعۃ السنہ میں درج کریں بالمواجہ گفتگو میں ایک خاص برکات ہوتے ہیں جو اس مخالفانہ تحریر میں ایک زبانی الہام کا مخالف ہرگز نہیں پا سکتا جو ایک گوشہ میں بیٹھ کر کوئی یکطرفہ تحریر کرنا چاہتا ہے لیکن مولوی محمد حسین صاحب ایسے جلسہ کو قبول نہیں کرتے لیکن اپنے طور پر اپنی مخالفت عام طور پر یہ مشہور کر رہے ہیں اور اب اشاعۃ السنہ میں اپنے خیالات کو تحریر کرنا چاہتے ہیں اس عاجز نے محض للہ بہت سمجھایا کہ آپ بمقام امرتسر علماء کے جلسہ میں تحریری طور پر مجھ سے گفتگو کریں شائد خدا تعالی آپ کے دل کو راستی کی طرف پھیر دیوے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن اب تک انہوں نے قبول نہیں کیا۔ آج پھر اس عاجز نے خط لکھا ہے۔ رسالہ ازالہ اوہام شاید بیس دن تک چھپ جائے بیس جزو کے قریب ہوگا انشاء اللہ القدیر چھپنے کے بعد آپ کی خدمت میں بھیجونگا۔ اگر آنمکرم کے پاس وہ کاغذات پہنچے ہوں جو موی عبد الجبار صاحب و مولوی اسماعیل صاحب نے لکھے ہیں تو مہربانی فرما کر ارسال فرماویں۔

والسلام خاکسار غلام احمد ۱۴ مارچ ۱۸۹۱ء (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۳۔۱۴)

(۱۸۹۱ء کے ابتدائی مہینوں میں مرزا صاحب اور مولانا بٹالوی کی خط وکتابت کی طرف اس خط میں اشارہ ہے۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ مرزا صاحب ان سے مل کر ان کے سوالات کا جواب دیں اور ممکن ہوتو وہ قادیان بھی آنے کے لئے تیار ہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی سے مرزا صاحب کی ۱۸۹۱ء کی خط وکتابت ہم نے کتاب ہذا کی جلد ۴، اور ۷ میں نقل کر دی ہے۔ مرزا صاحب کا مکتوب بالا بنام محمد احسن امروہی ۱۴ مارچ کا ہے جس میں مرزا صاحب نے بتایا ہے کہ انہوں نے محمد حسین کو کہا ہے کہ امرتسر میں جلسہ علماء منعقد کر کے ان سے گفتگو کر لیں، لیکن وہ اس بات پر رضامند نہیں ہیں۔ اصل صورت حال واضح کرنے کے لئے ہم ۱۴ مارچ ۱۸۹۱ء تک جانبین کے خطوط مختصراً یہاں پھر نقل کئے دیتے ہیں:

اس سلسلے کا پہلا خط حضرت بٹالوی نے لاہور سے ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء کو تحریر کیا:

مکرمی جناب مرزا غلام احمد صاحب۔ آپ کا رسالہ فتح اسلام امرتسر میں چھپ ہی رہا

تھا کہ میں اتفاقاً امرتسر پہنچا۔ اور میں نے اس رسالہ کے پروف مطبع ریاض ہند سے منگا کران کو دیکھا اور پڑھوا کر سنا۔ اس رسالہ کے دیکھنے اور سننے سے مجھے یہ سمجھ میں آیا کہ آپ نے اس میں یہ دعوی کیا ہے کہ موعود مسیح جن کے قیامت سے پہلے آنے کا خدا تعالی نے اپنی کلام مجید میں اشارۃً اور رسول خدا ﷺ نے اپنی کلام مبارک میں، جو صحاح احادیث میں موجود ہے، صراحۃً وعدہ دیا ہے، وہ آپ ہی ہیں جو مسیح ابن مریم کے مثیل کہلاتے ہیں، نہ وہ مسیح ابن مریم جن کو عام اہل اسلام مسیح موعود سمجھتے ہیں ۔....

اس دعوی سے آپ کی مراد کچھ اور ہے؟ وہی مراد ہے تو صرف ہاں یا نعم فرماویں

} اس کے جواب میں مرزا صاحب نے ۵ فروری ۱۸۹۱ء کو لکھا:...

افسوس میری علالت طبع کے وقت آپ عیادت کیلئے بھی نہیں آئے۔ آپکے استفسار کے جواب میں صرف ہاں کافی سمجھتا ہوں۔

☆ اس کے جواب میں مولانا نے ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء کو لاہور سے لکھا:

مکرمی جناب مرزا صاحب: آپ کا کارڈ میں نے وصول پایا۔ مجھے کمال افسوس ہے کہ مجھے آپ کے اس دعوی کا کہ میں مسیح موعود ہوں، خلاف مشتہر کرنا پڑا۔ اس الہام کو آپ خدا تعالی کی طرف سے سمجھتے ہیں تو خدا کی جناب میں دعا کریں کہ وہ مجھے اس خلاف سے روکے۔.... میں آپ سے ملونگا انشاء اللہ، مگر جلد نہیں مل سکتا۔

☆ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے لکھا:

..اگر چہ خداوند خوب جانتا ہے کہ یہ عاجز اس کی طرف سے مامور ہے، اور ایسے امور میں جہاں عوام کے فتنے کا اندیشہ ہو، جب تک کامل اور قطعی اور یقینی طور پر اس عاجز پر ظاہر نہیں کیا جاتا، ہرگز زبان پر نہیں آتا۔ لیکن اس میں کچھ حکمت خداوند کریم کی ہوگی کہ اس نزول مسیح کے مسئلے میں جسکو اصل اور لب اسلام سے کچھ تعلق نہیں، اور ایک مسلمان پر اسکی اصل کیفیت کھولی گئی ہے، جس پر بوجہ اخوت حسن ظن بھی کرنا چاہیے۔ آن مکرم کو مخالفانہ تحریر کے لئے جوش دیا گیا ہے، اور میں جانتا ہوں کہ آپ کی اس میں نیت بخیر ہوگی۔ اور اگر چہ مجھے آپ کے استعجال کی نسبت شکایت ہو، اور اس کو روبرو یا غائبانہ بیان بھی کروں، مگر آپ کی نیت کی نسبت مجھے حسن ظن ہے۔ ..لیکن میرے نزدیک بہتر ہے کہ آپ اول مجھ سے بات چیت کر کے اور میری کتابوں کو یعنی رسائل ثلاثہ کو دیکھ کر کچھ تحریر کریں۔ ..اب مجھے آپ کی ملاقات کے لئے

صحت حاصل ہے ۔اگر آپ بٹالے میں آ جائیں تو اگر چہ میں بیمار ہوں اور دوران سر اس قدر ہے کہ نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھی جاتی ، تاہم افتاں وخیزاں آپ کے پاس پہنچ سکتا ہوں ۔

اس کے جواب میں مولانا محمد حسین نے لاہور سے ۱۶ فروری کو لکھا:

آپ کا محبت نامہ اور پمفلٹ توضیح المرام موصول ہوئے ۔ توضیح کو میں نے دیکھا، اس نے میری مخالفت رائے کو اور پختہ کر دیا اور مجھے امید ہے کہ جو مخالف مضامین فتح اسلام اس کو دیکھے گا وہ اس مخالفت میں اور پختہ ہوگا ۔قیاس مقتضی ہے کہ ایسا ہی ازالۃ الاوہام ہوگا ۔مع ہذا میں اس کے مضامین کو دیکھنے یا سننے کے بغیر اپنے خلاف کا اشتہار کرنا ،اور آپ کی شکایت استعجال کا مورد بننا نہیں چاہتا ۔لہٰذا ملتمس ہوں کہ اگر وہ رسالہ چھپ گیا ہو تو جلد ارسال فرماویں ۔اور اگر اس کے چھپنے میں توقف ہے تو اس کے مضامین کو آپ زبانی بیان کریں ، میں حاضر ہو کر سننے کو تیار ہوں ، میں ایک شب کے لئے قادیان میں خود پہنچ سکتا ہوں ،اور اگر اس سے زیادہ وقت آپ چاہتے ہیں ،تو آپ بٹالہ میں تشریف لاویں اور جب تک چاہیں میرے غریب خانہ پر رہیں اور اظہار مافی الضمیر کریں ۔..

{ مرزا صاحب نے اس کے جواب میں لکھا:

.. چونکہ آں مکرم عزم پختہ کر چکے ہیں تو پھر میں کیا عرض کرسکتا ہوں ۔اس عاجز کی طبیعت بیمار ہے ۔دوران سر اور ضعف بہت ہے، ایسی طاقت نہیں کہ کثرت سے بات کروں ۔جس حالت میں آں مکرم کسی طور سے اپنے ارادہ سے باز نہیں رہ سکتے ۔اور ایسا ہی یہ عاجز اس بصیرت اور علم سے اپنے تئیں نابینا نہیں کرسکتا جو حضرت احدیت جل شانہ نے بخشا ہے، اس صورت میں گفتگو عبث ہے ۔رسالہ ابھی کسی قدر باقی ہے ۔ناقص کو میں بھیج نہیں سکتا ۔اس جگہ آنے کیلئے آں مکرم کو یہ عاجز تکلیف دینا نہیں چاہتا ۔مگر ۲۶ فروری ۱۸۹۱ء کو یہ عاجز انشاء اللہ القدیر لودیانہ کے ارادہ سے بٹالہ میں پہنچے گا، وہاں صرف آپ کی ملاقات کرنے کا شوق ہے، گفتگو کی ضرورت نہیں ۔...

☆ اس کا جواب مولانا بٹالوی نے ۲۱ فروری ۱۸۹۱ء کو لاہور سے بایں الفاظ دیا:

.. خاکسار شب و روز بطور استخارہ مسنونہ دست بدعا رہتا ہے اور جناب باری میں التجا کرتا ہے کہ آپکے جواب و خطاب میں خدا تعالیٰ مجھ سے اپنے حق سے زائد نہ کہلوائے اور میرے قلم سے ایسی بات نہ نکلوائے جسکی جواب دہی میرے ذمہ لازم ہو۔

مجھے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد لا تکلم بکلام تعذر منه غداً اکثر اوقات پیش نظر رہتا ہے ۔اور مجھے خدا تعالی سے قوی امید ہے کہ آپ کے خطاب میں کوئی ایسی بات نہ لکھونگا جو آپ کی کلام کے منطوق یا قطعی مفہوم سے ثابت نہ ہو۔اور میں اس جواب میں حسن ظنی ہاتھ سے نہ دونگا اور سوء ظنی سے کام نہ لونگا۔اور میں کوئی کلمہ توہین وتحقیر آپکے حق میں نہ لکھوں گا۔ مگر ایسا کلمہ جس کو میں حق اور بحکم شریعت صادق سمجھوں گا اس کو آپ توہین اور تحقیر سمجھیں تو میں معذور ومجبور ہوں۔ و لکل امرء ما نوی..

ازالۃ الاوہام کے جس قدر اوراق چھپے ہیں، بھیج دیں باقی جب چھپیں، تب سہی۔اور اگر مجھ کو اجازت ہو تو میں مطبع سے پروف دیکھ لوں۔..

میں کوشش کرونگا کہ ۲۵ فروری ۱۸۹۱ء کو دس بجے دن تک بٹالہ پہنچوں۔کیا یہ امر ممکن ہے کہ اگر میں بٹالہ نہ آسکوں تو امرتسر میں آپ سے ملوں۔ممکن ہو تو بتائیے کہ امرتسر میں آپ کس وقت کی ٹرین میں آئیں گے اور کس مقام پر وقفہ کریں گے اور کس قدر کریں گے۔

{ اس کا جواب مرزا صاحب نے ۲۱ یا ۲۲ فروری کو یوں دیا۔

... چونکہ یہ عاجز اپنی دانست میں نا تمام مضمون ازالۃ الاوہام کا آنمکرم کو دکھلانا مناسب نہیں سمجھتا، اس لئے اجازت نہیں دے سکتا۔مگر اس عاجز کی رائے میں صرف بیس پچیس روز تک رسالہ ازالۃ الاوہام چھپ جائے گا، کچھ بہت دیر نہیں ہے۔پھر انشاء اللہ القدیر سب سے پہلے یہ عاجز آنمکرم کی خدمت میں بھیج دے گا۔..

یہ عاجز رسالہ ازالۃ الاوہام میں آنمکرم کے ریویو کی بعض عبارتیں درج بھی کر چکا ہے۔..اس عاجز کو پختہ طور پر معلوم نہیں کہ کس تاریخ اس جگہ سے یہ عاجز روانہ ہو۔بعض موانع پیش آگئے ہیں۔مگر معلوم ہوتا ہے کہ شائد ایک ہفتہ کے اندر اندر روانہ ہو جاؤں اس صورت میں بالفعل ملاقات مشکل معلوم ہوتی ہے۔لہذا اطلاعاً آپکی خدمت میں لکھتا ہوں کہ اس عاجز کیلئے بٹالہ تشریف نہ لاویں کیونکہ کوئی پختہ معلوم نہیں۔جس وقت خدا تعالی چاہے گا، ملاقات ہو جائیگی.

{ اس کا جواب حضرت بٹالوی نے ۲۴ فروری کو لاہور سے یوں دیا:

.. میں بٹالہ کو تیار تھا کہ آپ کا خط موصول ہوکر مانع ہوا۔آئندہ آپ جب عزم بٹالہ کریں مجھے دو روز پیشتر اطلاع دیں۔...اخیر میں، میں بھی آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اس دعوی سے کہ میں مسیح موعود ہوں، عیسی بن مریم موعود نہیں ہے، دست کش ہو جائیں۔یہ امر آسمانی

نہیں ہے اور نہ یہ الہام رحمانی ہے۔ یہ صرف آپکا خیال ہے جس کو آپ الہام سمجھ بیٹھے ہیں۔

} مولوی جلال الدین شمس قادیانی نے لکھا ہے کہ اس خط کا مرزا صاحب نے جواب نہیں دیا۔ اور ۳ مارچ کو وہ قادیان سے لدھیانہ چلے گئے۔ پھر ۶ مارچ کو مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا صاحب کو خط لکھا۔ جو یہ ہے

لاہور ۶ مارچ ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب۔ میرے خط (۲۴ فروری) کا آپ نے جواب نہیں دیا۔ میں منتظر ہوں۔ حافظ محمد یوسف صاحب نے لکھا تھا کہ آپ ۸ مارچ ۱۸۹۱ء کو لاہور میں آکر ایک مجلس علماء میں گفتگو کریں گے۔ آج معلوم ہوا کہ آپ ماہ اپریل میں مجمع کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ ماہ اپریل میں، میں ہندوستان میں ہونگا۔ اور سنا ہے کہ مولوی احمد اللہ صاحب و مولوی عبدالجبار صاحب بھی ان دنوں سفر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لہذا آپ گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ابھی کریں۔

(یاد رہے یہ اصل خط لودہانہ بھیجا گیا، جہاں مرزا صاحب تین تاریخ مارچ کو بلا اطلاع محمد حسین پہنچ گئے۔ اور مولانا نے اس خط پر نوٹ لکھا کہ اگر آپ قادیان سے لدھیانہ جانے کی اطلاع دے دیتے تو لدھیانہ کے راستے میں امرتسر یا بٹالہ میں آپ سے ملاقات کرتا۔)

} مرزا صاحب نے ۸ مارچ کو لدھیانہ سے اسکا جواب یوں دیا:۔

بظاہر مجھے گفتگو میں کچھ فائدہ معلوم نہیں دیتا۔ مجھے خدا تعالی نے ایک علم بخشا ہے جس کو میں چھوڑ نہیں سکتا۔ ایسا ہی آپ بھی اپنی رائے کو چھوڑنے والے نہیں۔ مجھے ایک ایسا سبیل بخشا گیا ہے جو معرض بحث میں نہیں آسکتا و لیس الخبر کا لمعاینۃ۔

ہاں اس نیت سے میں مجلس علماء میں حاضر ہوسکتا ہوں کہ شائد خدا تعالی حاضرین میں سے کسی کے دل کو اس سچائی کی طرف کھینچے، جو اس نے اس عاجز پر ظاہر کی ہے۔ سو اگر شرائط مندرجہ ذیل آپ قبول فرمائیں تو میں حاضر ہوسکتا ہوں۔

ا۔ اس مجمع میں حاضر ہونے والے صرف چند ایسے مولوی صاحب نہ ہوں جو مدعی کا حکم رکھتے ہیں، کیونکہ وہ مجھ سے بجز اس صورت کے ہرگز راضی نہیں ہو سکتے کہ میں ان کے خیالات واجتہادات کا اتباع کروں۔ اور میری طرف سے بار باران کو یہی جواب ہے کہ ان ھدی اللّٰہ ھو الھدی۔ اگر یہ مجمع کسی قدر عام مجمع ہوگا اور ہر ایک مذاق اور طبیعت کے آدمی اس میں ہوں گے، تو شائد کوئی دل حق کی طرف توجہ کرے اور مجھے اس کا ثواب ملے۔ سو میں

چاہتا ہوں کہ یہ مجلس صرف چند مولوی صاحبوں میں محدود نہ ہو۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ یہ بحث جو محض اظہاراً للحق ہوگی، تحریری ہوگی۔ کیونکہ بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ صرف زبانی باتیں کرنا آخر منجر بفتنہ ہوتی ہیں۔ اور بجز چند حاضرین کے دوسروں کو ان کی نسبت رائے لگانے کا موقعہ نہیں دیا جاتا، اور کیسی ہی عمدہ اور محققانہ باتیں ہوں، جلدی بھول جاتی ہیں۔ اور جن لوگوں کو غلو یا دروغ بیانی کی عادت ہے، خواہ وہ کسی گروہ کے ہیں، ان کو جھوٹ بولنے کی بہت سی گنجائش نکل آتی ہے۔ کوئی شخص محنت اٹھا کر، اور ہر ایک قسم کے اخراجات سفر کا متحمل ہو کر، اور بہت سی مغز خواری کرنے کے بعد کب روا رکھ سکتا ہے، کہ غیر منتظم طریق کی وجہ سے تمام محنت اس کی ضائع جائے اور طالب حق کو اس کی تقریر سے فائدہ نہ پہونچ سکے۔ سو تحریری بحث کا ہونا ایک شرط ہے۔

۳۔ اس مجمع بحث میں وہ الہامی گروہ بھی ضرور شامل ہونا چاہیے، جنھوں نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس عاجز کو جہنمی ٹھہرایا ہے، اور ایسا کافر جو ہدایت پذیر نہیں ہوسکتا، اور مباہلہ کی درخواست کی ہے۔ الہام کی رو سے کافر اور ملحد ٹھہرانیوالے تو میاں مولوی عبدالرحمٰن لکھوکی والے ہیں اور جہنمی ٹھہرانے والے میاں عبدالحق غزنوی ہیں، جن کے الہامات کے مصدق و پیرو مولوی عبدالجبار ہیں سو ان تینوں کا جلسہ بحث میں حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ مباہلہ کا بھی ساتھ ہی قضیہ طے ہو جائے، اور اگر مولوی صاحب باہم مسلمانوں کے مباہلہ کو صورت پیش آمدہ میں ناجائز قرار نہ دیں تو مباہلہ بھی اسی مجلس میں ہو جائے کیونکہ یہ عاجز اکثر بیمار رہتا ہے۔ بار بار سفر کی طاقت نہیں۔

۴۔ یہ کہ تحریری بحث کیلئے تمام مخالف الرائے مولوی صاحبوں کی طرف سے آپ منتخب ہوں۔ کیونکہ یہ عاجز نہیں چاہتا کہ خواہ مخواہ لعن طعن اور تو تو میں میں متفرق لوگوں کا سنے۔ ایک مہذب اور شائستہ آدمی تحریری طور پر سوالات پیش کرے، کہ اس عاجز کے اس دعوی میں، جسکی الہام الٰہی پر بنا ہے، کیا خرابیاں ہیں۔ اور کیا وجہ ہے کہ اس کو قبول نہ کیا جاوے۔ سو اس عاجز کی دانست میں اس کام کے لئے آپ سے بہتر اور کوئی نہیں

۵۔ یہ آپ کا اختیار ہے کہ جس تاریخ میں آپ گنجائش سمجھیں مجھے اور اخویم مولوی نورالدین صاحب کو اطلاع دیں۔ چونکہ یہ عاجز بیمار ہے اور مرض ..... سے لاچار اور ضعیف بہت ہے، اس لئے اخویم مولوی نورالدین کا شامل آنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ اس عاجز کی

طبیعت زیادہ علیل ہو جائے، جیسا کہ اکثر دورہ مرض کا ہوتا رہتا ہے، اور زیادہ بات کرنے سے سخت دورہ مرض کا ہوتا ہے، اس صورت میں مولوی صاحب موصوف حسب منشاء اس عاجز کے مناسب وقت کاروائی کر سکتے ہیں۔

۶۔ اگر آپ ہندوستان کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں، تو لدھیانہ راہ میں ہے۔ کیا بہتر نہیں کہ لدھیانہ میں ہی یہ مجلس قرار پائے۔ یہ عاجز بیمار ہے۔ حاضری سے عذر کچھ نہیں، مگر ایسی صورت میں مجھے بیماری کی حالت میں شدائد سفر اٹھانے سے امن رہے گا۔ ورنہ جس جگہ غزنوی صاحبان اور مولوی عبدالرحمٰن یہ جلسہ منعقد ہونا مناسب سمجھیں تو اسی جگہ یہ عاجز حاضر ہوسکتا ہے۔

مکرر یہ کہ ۲۳ مارچ ۱۸۹۱ء تاریخ جلسہ مقرر ہوگئی ہے اور یہ قرار پایا ہے کہ بمقام امرتسر یہ جلسہ ہو۔ اشتہارات عام طور پر اپنے واقف کاروں میں یہ عاجز شائع کر دے گا۔ ایسا ہی آپ کو بھی اختیار ہے۔ آپ بواپسی ڈاک جواب سے مطلع فرماویں کہ جواب کا انتظار ہے۔

خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج مکان شاہزادہ غلام حیدر ۸۔ مارچ ۱۸۹۱ء

{ اس خط کا جواب حضرت بٹالوی نے ۹ مارچ کو دیا:

آپ کو معلوم ہے کہ تجویز مجمع علماء کی تحریک میری طرف سے نہیں ہوئی۔ لہذا میں ان شرائط کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا، جو میری ذات خاص سے متعلق نہ ہوں۔ مجمع کے متعلق جو شرائط آپ تسلیم کرانا چاہتے ہیں ان لوگوں سے کرائیں جو آپ کے مدعی ہیں یا محرک سلسلہ مجمع ہیں۔ میں نہ مدعی ہوں نہ محرک۔ میں تو صرف دوستانہ اور برادرانہ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ جس کیلئے نہ کسی مجمع کی حاجت ہے نہ کسی شرط کی ضرورت۔ میں نے پہلے بھی لکھا تھا اور اب پھر لکھتا ہوں کہ آپ ایک شب کے لئے میرا آنا کافی سمجھتے ہیں تو میں آپ کے پاس آتا ہوں۔ اور اگر زیادہ وقت چاہتے ہیں تو آپ تشریف لاویں۔..

اور اگر آپ دونوں شق قبول نہ کریں تو تحریری گفتگو مسائل پر شروع کر دیں۔ پس اگر آپ کے دلائل یہی ہیں جو توضیح المرام اور فتح اسلام میں ہیں، تو مجھے اجازت دیں کہ میں ان پر شرعی بحث وکلام کروں۔ اور اگر اور بھی دلائل ہیں جو ازالۃ الاوہام میں مکنون ہیں، تو آپ ازالہ اوہام کو جلد میرے پاس بھیج دیں۔ یا بصورت توقف طبع رسالہ اس کے دلائل کا خلاصہ خطوط کے ذریعہ سے ظاہر کریں۔ انشاء اللہ یہ تحریری گفتگو اس انداز سے چلتی رہے گی جس انداز سے اب

تک میری اور آپ کی مراسلت ہو رہی ہے۔

} اس کا جواب مرزا صاحب نے یہ دیا۔

عنائت نامہ پہنچا۔اس عاجز کے لئے بڑی مشکل کی بات یہ ہے کہ طبیعت اکثر دفعہ ناگہانی طور پر ایسی علیل ہو جاتی ہے کہ موت سامنے نظر آتی ہے اور کچھ کچھ علالت تو دن رات شامل حال ہے ۔اگر زیادہ گفتگو کروں تو دورہ مرض شروع ہو جاتا ہے ۔اگر زیادہ فکر کروں تو وہی دورہ شامل حال ہے۔ چونکہ آپ کا آخری خط آیا، معلوم ہوتا تھا کہ گویا بشمولیت مولوی عبدالجبار صاحب لکھا گیا ہے، اس لئے جواب اس طرز سے لکھا گیا تھا۔ یہ عاجز غلبہ مرض سے بالکل نکما ہو رہا ہے۔ یہ طاقت کہاں ہے کہ مباحث تقریری یا تحریری شروع کروں

محض خدا کے فضل سے یہ تینوں رسالے لکھے گئے اور وہ بھی اس طرح کہ اکثر دوسرا شخص اس عاجز کی تقریر کو لکھتا گیا، اور نہایت کم اتفاق ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا ہو۔ اتنی فرصت نہیں ہوتی جو عبارت کو عمدگی سے درست کر دیا جائے ۔آپکے معلومات تحدیث میں بہت وسیع ہیں ۔ یہ عاجز ایک امی اور جاہل آدمی ہے، نہ عبادت ہے۔ نہ ریاضت، نہ علم نہ لیاقت ۔غرض کچھ بھی چیز نہیں ۔خدا تعالی کی طرف سے ایک امر تھا اور قطعی اور یقینی تھا۔ اس عاجز نے پہنچا دیا۔ ماننا، نہ ماننا، اپنی اپنی رائے اور سمجھ پر موقوف ہے۔ درحقیقت میرے لئے یہ کافی تھا کہ میں صرف الہام الٰہی کو ظاہر کرتا ۔لیکن میں نے اپنے رسالوں میں قال اللہ وقال الرسول کا بیان اس لئے مختصر سا کر دیا ہے کہ شائد لوگ اس سے نفع اٹھاویں مجھے اس سے کچھ بھی انکار نہیں کہ خدا تعالی آئندہ کسی کو اسکی روحانی حالت کے لحاظ سے درحقیقت مسیح بنا کر دمشق کی شرقی طرف اس طور سے اتار دے جیسے مسافر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا اترتے ہیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانے میں کوئی دجال بھی ہو حضرت مہدی بھی ہوں اور پھر اسلام میں سیفی طاقت پیدا ہو جائے اور تمام لوگ مسلمان ہو جاویں۔مگر جو خدا تعالی نے اس عاجز پر کھولا ہے صرف اتنا ہے، کہ یہ عاجز روحانی طور پر مثیل مسیح ہے اور روحانی طور پر موعود بھی ہے۔اور نیز یہ کہ کوئی مسیح آسمان سے خاکی وجود کے ساتھ اترنے والا نہیں ۔ظلّی اور مثالی طور پر مسیح کے آنے سے مجھے انکار نہیں بلکہ ایک کیا ہزار مسیح بھی کہا جائے تو میرے نزدیک ممکن ہے میرے نزدیک احادیث صحیحہ بھی حقیقی طور پر مسیح کے اترنے کے بارے میں وہ زور نہیں دیتیں جو آج کل کے علماء خیال کر رہے ہیں۔ مسیح کا اترنا سچ، مگر ظلی اور مثالی طور پر۔...اگر آپ کی ملاقات ہو، تو میں خوشی سے چاہتا ہوں۔مگر آپ کے آنے کا کرایہ میرے ذمے رہے۔ میں آپ کو مالی تکلیف نہیں دینی چاہتا۔ یہ بہتر ہے کہ آپ اس جگہ آجائیں۔ بہرحال ملاقات کی خوشی تو اس بیماری کی حالت میں ہوگی۔ ازالۃ الاوہام عنقریب طیار ہوتا ہے۔

بھیج دونگا۔ ابھی کچھ باقی ہے۔ والسلام۔ غلام احمد

☆ مولانا بٹالویؒ ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء کو لاہور سے اس کے جواب میں لکھا:

آپ کے خط کے جواب میں کوتاہ سخنی کرتا ہوں اور مکلّف ہوں کہ اگر آپ زیادہ بحث وکلام کی طاقت نہیں رکھتے اور مجھے جلد دیکھنا چاہتے ہیں تو صرف اتنا کریں کہ اپنے اس الہام کا جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کا، اور ابن مریم کے موعود نہ ہونے کا دعوی ہے، فیصلہ براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنہ کے ریویو براہین احمدیہ سے منظور کریں۔ اور یہ اقرار و وعدہ تحریری دیں کہ اگر براہین اور اس کے ریویو سے یہ الہام غلط ثابت ہوا تو ہم اس الہام کو غلط سمجھیں گے اور اس سے رجوع کا اشتہار دیں گے۔ یہ فیصلہ منظور ہو تو صرف اس عبارت کی تحریر پر اکتفا کریں، اس میں اور کوئی قید نہ بڑھائیں۔ آپ خط سابق میں دعوی بھی کر چکے ہیں کہ ہم نے براہین احمدیہ سے بڑھ کر کچھ نہیں کہا، بلاکم وبیش وہی کہا جو اس میں کہا تھا اور تم (اے محمد حسین) اس کی تصدیق کر چکے ہو۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ میں براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنہ کے ریویو براہین کو حکم بناتا ہوں۔ آپ اس تحکیم کو منظور کریں گے، تو میں اس امر کے تصفیہ کیلئے آپ کے پاس انشاء اللہ پہنچونگا۔..

میرے وہاں جلد آنے کے لئے یہ بھی ایک شرط ہے کہ میں ازالۃ الاوہام کے اوراق جس قدر چھپ چکے ہیں، یہاں دیکھ لوں، باقی پھر سہی۔...

☆ مرزا قادیانی نے ۱۴ مارچ کو جواباً لکھا:

مخدومی مکرمی ...آپ کا خط آج کی ڈاک میں مجھ کو ملا اور اس کے پڑھنے سے مجھ کو بہت ہی افسوس ہوا کہ آپ مکالمات الٰہیہ کے امر کو لہو ولعب میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس عاجز (مرزا) نے براہین کے صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ میں اس ظاہری عقیدے کی پابندی سے جو مسلمانوں میں مشہور ہے، یہ عبارت لکھی ہے کہ: یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے۔ اور جب حضرت مسیحؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائے گا۔ چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے، اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک رکھا ہے۔ فقط۔ لیکن ان عبارتوں کو اس امر کیلئے دستاویز ٹھیرانا کہ براہین میں اول یہ اقرار ہے، اور پھر اسکے مخالف یہ دعوی۔ ایسا خیال سراسر غلط اور دور از حقیقت ہے۔

اے میرے عزیز دوست اس عاجز کے اس دعوی کی جو فتح اسلام میں شائع کیا گیا ہے اپنے علم اور عقل پر بِنا نہیں، تا ان دونوں بیانات میں بوجہ اتحادِ بِنا صورت تناقض پیدا ہو۔ بلکہ براہین کی مذکورہ بالا عبارتیں تو صرف اس ظاہری عقیدے کی رو سے ہیں۔ جو سرسری طور پر عام طور پر اس زمانہ کے مسلمان ما

نتے ہیں۔ اور دعویٰ کی بِنا الہام الٰہی اور وحی ربانی پر ہے پھر تناقض کے کیا معنی ہیں۔..

اب خدا تعالیٰ نے فتح اسلام کی تالیف کے وقت مجھے سمجھایا تب میں سمجھا اس سے پہلے کوئی اس بارے میں الہام نہیں ہوا کہ درحقیقت وہی مسیح آسمان سے اتر آئے گا۔ اگر ہے تو آپ کو پیش کرنا چاہیے ۔ ہاں یہ عاجز روحانی طور پر مثیل موعود ہونے کا براہین میں دعویٰ کر چکا ہے۔ جیسا کہ اسی صفحہ ۴۹۸ (براہین) میں موعود ہونے کی نسبت یہ اشارہ ہے صدق اللّٰہ و رسولہ چونکہ آپ نے اپنے ریویو میں اس دعویٰ کا ردّ نہیں کیا، اس لئے اپنے اس معرض بیان میں سکوت اختیار کر کے، اگرچہ ایمانی طور پر نہیں، مگر امکانی طور پر، مان لیا۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر براہین احمدیہ میں ابن مریم کے موعود یا غیر موعود ہونے کے بارے میں کچھ بھی ذکر نہیں کیا صرف ایک مشہور عقیدہ کے طور سے ذکر کر دیا تھا۔ آپ کو اس جگہ اور پر پیش کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ ہمارے نبی ﷺ بھی بعض اعمال میں جب وحی نازل نہیں ہوتی تھی، انبیاء بنی اسرائیل کی سنن مشہورہ کا اقتداء کیا کرتے تھے۔ اور وحی کے بعد جب کچھ ممانعت پاتے تھے، تو چھوڑ دیتے تھے۔ اس کو تو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے، آپ جیسے فاضل کیوں نہیں سمجھیں گے۔ مجھے نہایت تعجب ہے کہ آپ یہی طریق انصاف پسندی کا قرار دیتے ہیں، کیا اس عاجز نے کسی جگہ دعویٰ کیا ہے کہ میرا ہر ایک نطق وحی اور الہام میں داخل ہے۔ اگر آپ طریق فیصلہ اسی کو ٹھہراتے ہیں، تو بسم اللہ میرے رسالہ کا جواب لکھنا شروع کیجئے آخر حق کو فتح ہوگی۔

میں نے آپ کو ایک صلاح دی تھی کہ عام جلسہ علماء کا بمقام امرتسر منعقد ہو اور ہم دونوں حسبۃً للّٰہ و اظہاراً للحقّ اس جلسہ میں تحریری طور پر اپنی اپنی وجوہات بیان کریں اور پھر وہی وجوہات حاضرین کو پڑھ کو سنا دیں اور وہی آپ کے رسالہ میں چھپ جائیں۔ دور نزدیک کے لوگ خود دیکھ لیں گے۔ جس حالت میں آپ اس کام کے لئے ایسے سرگرم ہیں کہ کسی طرح رکنے میں نہیں آتے اور جب تک اشاعۃ السنہ میں عام طور پر اپنے مخالفانہ خیال کو شائع نہ کر دیں، صبر نہیں کر سکتے تو کیا اس تحریری مباحثہ میں کسی فریق کی کسر شان ہے۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس جلسہ میں خاک کی طرح متواضع ہو کر حاضر ہو جاؤنگا اور اگر کوئی ایسی سخت دشنامی بھی کرے جو انتہاء تک پہنچ گئی ہو، تو میں اس پر بھی صبر کرونگا۔ اور سراسر تہذیب اور نرمی سے تحریر کرونگا۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے، جو اس نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔...

اگر آپ مجھے اب بھی اجازت دیں تو میں اشتہارات سے اس جلسہ کیلئے عام طور پر خبر کر دوں۔

اب میری دانست میں خفیہ طور پر آپ کا مجھ سے ذکر کرنا مناسب نہیں ۔ جب آپ بہر حال اشاعت پر مستعد ہیں، تو محض للہ اس طریق کو منظور کریں۔

جناب بٹالوی نے ۱۵ مارچ کو یہ جواب لکھا:

آپ کے خط کو میں نے کمال افسوس سے پڑھا۔اس کے شروع میں جو الفاظ لہو ولعب استعمال کیئے گئے ہیں وہ بڑے موہم ہیں، اوران کا اثر دور تک پہنچ سکتا ہے (یعنی ان آیات و احادیث تک جو نزول مسیح ابن مریم کے باب میں وارد ہیں ۔محمد حسین) ایسے الفاظ آپ اس شخص کے مقال و استدلال کی نسبت استعمال کر سکتے تھے، جو آپ کو ملہم سمجھے اور آپ کے الہام زیر بحث کو الہام رحمانی تسلیم کرے۔اور پھر اس کا معارضہ صرف اپنے بے دلیل خیال سے کرے۔اور جو شخص آپ کو اور آپ کے الہام کو ایسا نہ سمجھے اور آپ کے اس غلط خیال کو، جس کو آپ الہام سمجھتے ہیں، احادیث صحیحہ اور اصول مسلّمہ سے ردّ کرے اس کے مقال واستدلال کی نسبت آپ کو ان الفاظ کا استعمال کرنا کیا جائز ہے ۔ ہرگز نہیں۔

آپ مجمع عام میں خاکساری اور تواضع کا وعدہ دیتے ہیں مگر ایک پرائیویٹ تحریر میں تو آپ سے یہ نہ ہو سکا۔ گزشتہ را صلوات آئندہ احتیاط ۔ براہین احمدیہ کے مضمون نزول جسمانی مسیح کو آپ ایک غلط خیال جانتے تھے تو آپ نے ایک خط میں یہ کیوں لکھا تھا کہ

> درحقیقت ان رسالوں میں کوئی نیا دعوی نہیں کیا تھا۔ بلکہ بلا کم وبیش وہی دعوی ہے جس کا براہین احمدیہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے، جس کو آنمکرم اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں امکانی طور پر تصدیق کر چکے ہیں ۔ پھر متعجب ہوں کہ اب پھر دوسری مرتبہ آنمکرم کو لکھنے کی حاجت ہی کیا ہے۔کیا وہی کافی نہیں جو پہلے آنمکرم اشاعۃ السنہ جلد سات میں تحریر فرما چکے ہیں ۔جبکہ اولسے آخر تک وہی دعوی، وہی مضمون، وہی بات ہے، تو پھر آپ جیسے محقق کی نگاہ میں نیا معلوم ہو۔کس قدر مقام تعجب ہے (مکتوب مرزا قادیانی ۲۳ فروری ۱۸۹۱ء)،

جس پر تحکیم براہین احمدیہ اور ریویو براہین احمدیہ کی طرف آپکو بلایا گیا تھا۔آپ اگر ایسا نہ لکھتے بلکہ بجائے اس کے یوں لکھتے کہ براہین احمدیہ میں ہم نے غلطی کی ہے اوراس میں عوام جہال یا علماء اہل ضلال، جو مسیح کا جسمانی نزول مانتے ہیں، کی تقلید اختیار کر کے وہ بات لکھی تھی، اب ہم کو یہ حق سوجھا جو اور مسلمانوں کے کیا، ہمارے خیال میں بھی نہ گزرا تھا، تو آپ کو تحکیم براہین وریویو براہین کی طرف نہ بلایا جاتا۔اب آپ براہین کے مضمون مذکور کو غلط بتاتے ہیں لہذا میں بھی اب اسکو حکم نہیں بناتا کیونکہ اس الہام کی تغلیط مضمون براہین احمدیہ کی تسلیم پر موقوف نہیں ۔احادیث صحیحہ اور اصول مسلمہ اتفاقیہ سے اسکی تغلیط آسانی

سے ممکن ہے۔ اگر آپ مجھے گفتگو کا موقع دیں۔

آپ اس گفتگو کے لئے انعقاد مجمع عام کو شرط ٹھیراتے ہیں جس سے گفتگو میں التواء ہوتا جاتا ہے۔ میری طرف سے آپ کو اختیار ہے آپ شوق سے مجمع کریں اور اس کا اہتمام اپنے ذمہ لیں۔ میں بھی اس مجمع میں اگر وطن میں رہا تو شریک ہو جاؤنگا انشاء اللہ تعالی۔ مگر اس مجمع سے پہلے خاص مجھ سے ایک پرائیویٹ جلسہ میں اپنے خیال و مقال کی بابت گفتگو کرنے سے آپ کیوں رکتے ہیں۔ کیا وہ گفتگو انعقاد مجمع عام کیلئے ایک مانع اور روک ہو جائے گی؟ جس فائدہ کی آپ مجمع عام سے امید رکھتے ہیں وہ اس مجمع سے، جب وہ ہو، حاصل کریں اس سے پہلے مجھ سے تو دو حرفی بات کر لیں۔ اس خط کے جواب میں آپ نے مجھے بلایا تو میں پہلے چند اصول، جن پر ہمارا آپ کا فیصلہ ہوگا، آپ سے تسلیم کراؤنگا، اسکے بعد گفتگو کے لئے حاضر ہونگا۔ اور اگر آپ نے مجھے نہ بلایا تو میں اپنے خیال کا اظہار اشاعۃ السنہ میں کر دونگا۔ بالفعل اتنا ہوگا کہ اس تمام کارسپانڈنس کو جس سے میری رائے اور آپ کے خیالات و دلائل کا ناظرین کو اجمالی علم ہو سکتا ہے، میں چھاپ دونگا۔ آئندہ جو وقوع میں آئے گا، وقتاً فوقتاً مشتہر کیا جائے گا۔

آپ اعتقاد نزول جسمانی مسیح کو جو زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں آپ رکھتے تھے اور اس کے صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ میں ظاہر کر چکے ہیں، آنحضرت ﷺ کے اس فعل کی جو باقتداء سنن مشہورہ انبیاء بنی اسرائیل آپ نے کیا، پھر بحکم وحی اس کو چھوڑ دیا، یا اس خیال کی جو کسی الہام کے معنی سمجھنے میں آپ ﷺ کے دل میں گزرا پھر وہ غلط ثابت ہوا، نظیر ٹھہراتے ہیں اور یہ غور نہیں فرماتے کہ وہ اعتقاد احادیث صحیحہ اور ان کے معانی قطعیہ اتفاقیہ سے آپ کے دل میں مستحکم تھا جس کو آپ نے کمال وضاحت سے بیان کیا اور اب اسکا خلاف ایک ایسے خیال سے کیا جس کا ان احادیث پر عرض کرنا اور درصورت اختلاف اس خیال کو غلط سمجھنا آپ کو واجب تھا اور اگر اب وہ اعتقاد آپ کے نزدیک سنن مشہورہ بنی اسرائیل یا الہام کی غلط تاویل کی نظیر ہو گیا تھا تو آپ پر اس امر کا اظہار واجب تھا اور اس مضمون کا اشتہار عین فرض کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ میں جو ہم نے حضرت مسیح علیہ السلام کا دنیا میں دوبارہ آنا اور جسمانی نزول فرمانا بیان کیا ہے وہ مطلب الہام کو غلط سمجھنے یا اس وقت کے گمراہ مسلمانوں کی تقلید سے تھا، اب ہم کو خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے کہ اس نزول جسمانی سے روحانی نزول مراد ہے اور ابن مریم سے غلام احمد بن غلام مرتضی مراد ہے اور یہ ہرگز جائز نہ تھا جیسا کہ آپ نے اپنے ایک خط (۲۳ فروری ۱۸۹۱ء) میں صاف لکھا ہے اور فتح اسلام میں بھی جتایا ہے کہ جو کچھ ہم نے اب دعوی کیا ہے یہ بلا کمی بیشی براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ میرے عزیز دوست آپ مضمون براہین احمدیہ اور اس نئے دعوی دونوں کو سچا کرنا چاہتے ہیں اور ناسخ و منسوخ دونوں کو تسلیم

کراتے ہیں جو کمال درجہ کا مغالطہ ہے جس سے ادنی منصف کو احتراز واجب ہے، چہ جائے کہ آپ جیسا ملہم ہو۔ اب بھی وقت ہے اپنے سابق عقیدے کی غلطی یا منسوخیت کا اشتہار دیں ورنہ لوگ آپ کو مضمون براہین سے الزام دیں گے۔

روحانی طور پر آپ کے مسیح یا مثیل ہونے کے امکان پر میرا سکوت کیا، اس کا صریح اقرار اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۷ میں بصفحہ ۱۹ موجود ہے۔ مگر اس سکوت یا اقرار سے آپ کے جدید دعوی کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ پھر آپ کس خیال سے بار بار میری کلام کا حوالہ دیتے ہیں اور رسالہ ازالۃ الاوہام میں اس کو نقل کرنے کا ذکر فرماتے ہیں۔

میرے پیارے دوست میرے مضمون ریویو کا ایک حرف آپ کے اس دعوی جدید کا مصدق نہیں ہے۔ نہ آپ نے براہین احمدیہ میں یہ دعوی صراحۃً یا اشارۃً کیا، نہ میں نے اس کی تصدیق وتائید میں کوئی کلمہ لکھا۔ آپ سخت غلطی کریں گے اگر میری عبارت ریویو سے اس جدید دعوی کے اثبات کے درپئے ہوں گے۔ میں کیونکر آپ کے اس دعوی پر، اگر وہ ہوتا، سکوت کرسکتا تھا جس حالت میں آپ خود اس کی تکذیب کر چکے ہیں اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ میں اس کے برخلاف یہ تصریح کر چکے ہیں:

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب وہ مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگانی کا نمونہ ہے، اور اس عاجز کی اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے، گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدّے اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسی کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ﷺ۔ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا مورد ہے۔

اس عبارت کے سیاق سے اور اس کے ان الفاظ سے کہ . اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے . یہ معلو

م ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے اس مقام میں کہا ہے وہ الہام سے کہا ہے صرف یہودیوں (بزعم جناب مسلمانوں) کی تقلید سے نہیں کہا۔ بناء علیہ یہ جدید الہام اس الہام قدیم کے مخالف ہے مگر شاید اس میں آپ یہ عذر کریں کہ الہام کی عبارت ایک حد تک ختم ہو چکی ہے اور اس کی آخری عبارت جس میں مسیح کے جسمانی مصداق ہونے کا بیان ہے غیر الہامی ہے۔ لہذا میں اس عبارت کو الہامی ٹھہرا کر تناقض کا الزام نہیں دیتا ،صرف یہی چاہتا ہوں کہ آپ مضمون عبارت مذکور کے غلط ہونے کا اشتہار دیں اور اس مضمون اور مضمون الہام جدید کو ایک نہ کہیں۔....

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس خط کے جواب میں ۲۹ مارچ کو لودہانہ سے ایک خط پہنچا جو نہ تو مرزا کے قلم کا لکھا ہوا تھا اور نہ اس پر ان کا دستخط ثبت تھا۔اور اس کے ساتھ مرزا کا وہ اشتہار پہنچا جو ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو انہوں نے شائع کیا تھا۔ہم نے اس خط کو اس پر یادداشت ذیل لکھ کر واپس کیا:

اس خط پر مرزا غلام احمد صاحب کا دستخط نہیں ہے لہذا واپس ہے وہ اس پر توجہ دلانا چاہتے ہیں تو اس پر دستخط کر کے واپس کریں۔

آج یکم اپریل (۱۸۹۱ء) کو اس خط کی نقل واپس آئی ہے جس پر مرزا صاحب کی قلم سے یہ عبارت ثبت ہے:

السلام علیکم ۔اس عاجز کی منشاء کے موافق ہے۔خاکسار غلام احمد ۳۱ مارچ ۱۸۹۱ء۔

جس سے صاف ثابت ہے کہ اس خط کا راقم کوئی اور شخص ہے۔مرزا صاحب صرف اس کے مصدق وموافق ہیں۔لہذا ہم اس خط کو اس رسالہ میں نہیں دیتے۔اور اس کے راقم کو اپنا مخاطب بنانا پسند نہیں کرتے۔ ہاں اس خط کے مضمون کا جس کے مرزا صاحب مصدق ہیں، جواب دینا ہمارا فرض ہے۔سو ذیل میں معروض ہے:

اس خط میں ہمارے خط مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء کی کسی بات کا جواب نہیں ہے۔صرف اسی پرانے دعوی کا اعادہ ہے کہ پرائیویٹ گفتگو میں کچھ فائدہ نہیں لہذا ہم جلسہ عام میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں جس کو آپ نے اشتہار ۲۶ مارچ میں طعن وطنز سبّ وشتم سے محلّی ومزین کر کے ادا فرمایا ہے ۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس خط اور اس اشتہار سے آپ نے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات کو قطع کر دیا ہے اور مخاصمانہ مباحثہ کی بنا کو قائم و مستحکم کر دیا۔لہذا ہم بھی آپ سے دوستانہ و برادرانہ بحث بلکہ پرائیویٹ ملاقات تک نہیں چاہتے اور مخاصمانہ مباحثہ کے لئے حاضر ومستعد ہیں آپ جس دن اور جس مقام مباحثہ کرنا چاہیں، ہم حاضر ہیں۔ ہماں میداں ہماں چوگاں ہمیں گو۔انعقاد مجلس عام کا انتظام آپ کے ذمہ ہے کیونکہ پہلے آپ ہی اس کے مد

عی بنے ہیں ۔اور بعد تقرری تاریخ ومقام وحسن انتظام حاضر ہونا ہمارے ذمہ
۔آپ جانتے ہیں کہ ماہ اپریل میں ہمارا عزم سفر تھا، اسی مباحثہ کے شوق سے ہم نے اس عزم کو فسخ کیا ہے۔اب ماہ اپریل کو بھی آپ نے ٹلایا تو لوگ آپ کی طرف گریز کو منسوب کریں گے اور صاف کہیں گے کہ آپ جلسہ عام کے حیلے و بہانہ سے مباحثہ کو ٹلاتے ہیں۔...(اشاعۃ السنہ۔جلد۱۲۔ص ۳۷۷۔۳۸۸)

اس خط وکتابت سے واضح ہو جاتا ہے کہ ملاقات سے کون کترا کر رہا ہے، گفتگو سے کون اعراض کر رہا ہے ۔ بحث سے کون جان چھڑا رہا ہے۔اپنی ذمہ داری دوسرے پر ڈال کر مریدوں کی نظر میں کون سرخرو ہونے کی کوشش کر رہا ہے ۔کہ جلسہ علماء تو مرزا صاحب کی تجویز ہے، اور مولانا محمد حسین سے کہا جا رہا ہے کہ آپ اس جلسے کا انتظام واہتمام کریں اور فلاں فلاں لوگوں کو اس میں بلائیں، اور پھر جلسے میں ان کے صم بکم بیٹھے رہنے کی ذمہ داری اٹھائیں ، انہیں بحث ومباحثہ سے روکیں وغیرہ وغیرہ ۔ بہاء

{ مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی :

مخدومی مکرمی اخویم السلام علیکم ..عنایت نامہ اور کارڈ بھی پہنچا جزاکم اللہ خیرا من ینصر اللہ ینصرہ آپ کے رسالہ اعلام الناس کا انتظار ہے معلوم نہیں کہ قول فصیح مولفہ مولوی عبدالکریم صاحب آپ کی خدمت میں پہنچ گیا یا نہیں اگر نہیں پہنچا تو یہ عاجز بھیج دیوے۔کارڈ واپس ارسال خدمت ہے۔مولوی محمد حسین صاحب نے تار بھیج کر مباحثہ چاہا جب اس طرف سے تیاری ہوئی تو پھر بحث کرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہ مباہلہ کے اشتہارات آپ کی خدمت میں پہنچ گئے ہوں باقی سب خیریت ہے والسلام خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج ۔ ۷۔اپریل ۱۸۹۱ء

(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۴)

(تیاری کیا ہوئی ؟ حکیم نورالدین صاحب لاہور سے مناظرہ نامکمل چھوڑ کر لدھیانہ بھاگ آئے تھے ، اور مولانا نے مرزا صاحب کو لدھیانہ تار دیا کہ حکیم صاحب کو بھیجیں تاکہ نامکمل رہ جانے والے مناظرے کو مکمل کیا جائے ، اگر وہ نہیں آتے تو آپ تشریف لاکر مناظرے کو وہیں سے شروع کریں جہاں حکیم صاحب چھوڑ گئے تھے ۔مرزا صاحب نہیں آئے۔تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں تحریک ختم نبوت جلد چہارم ۔ اور ہفتم)

{ مکتوب مرزا قادیانی بنام نواب محمد علی خان:

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب ..آپ کے چار خط یکے بعد دیگرے پہنچے .... اور آپ نے جو پانچ ہزار روپیہ لکھا ہے میرے نزدیک آپ کا دوسروں کے ساتھ شامل ہونا عمدہ طریق نہیں بلکہ مناسب ہے کہ آپ علیحدہ طور پر اشتہار دیں کہ چونکہ مسلمانوں میں تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اور اس طرح قوم میں ضعف پیدا ہوتا جاتا ہے اس لئے میں نے یہ تجویز سوچی ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو بانی مبانی اس تفرقہ کے ہیں شخص مدعی سے مباہلہ کرلیں۔ الہام کا مدعی جب ایک سال کی مہلت الہام کی بنا پر پیش کرتا ہے تو وہی مہلت قبول کرلیں اگر اس مدت میں شخص مدعی ہلاک ہوگیا یا کسی اور ذلیل عذاب میں مبتلا ہوگیا تو خود جماعت اس کی بے اعتقاد ہوکر متفرق ہوجائے گی اور اس طرح پر قوم میں سے فتنہ اٹھ جائے گا اور اس صورت میں محض نیک نیتی اور ہمدردی قوم کی وجہ سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ مبلغ پانچ ہزار روپیہ مولوی محمد حسین صاحب کو بطور نذر کے دیں گے اور ان کے لئے دو خوشیاں ہوں گی کہ دشمن مارا اور روپیہ ملا لیکن اگر اس سال کے عرصہ میں جو مباہلہ کے دن سے شمار کیا جائے گا کوئی بلا مولوی صاحب پر نازل ہوئی تو پھر سمجھنا چاہیے کہ مولوی صاحب اس جنگ و جدل میں حق پر نہیں ہیں تو اس صورت میں قوم کو شخص مدعی کی طرف بصدق دل رجوع کرنا چاہیے یہ فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ممکن نہیں کہ بغیر ارادہ الٰہی کے کوئی شخص یوں ہی مارا جاوے۔ غرض یہ اشتہار آپ کی طرف سے ہونا چاہیے امید کہ بڑا مؤثر ہوگا اگر آپ اشارہ فرمادیں تو اسی جگہ چھاپ دیا جائے جلد مطلع فرمائیں ..

والسلام غلام احمد از قادیان ۸ نومبر ۱۸۹۸ء (اخبار الحکم قادیان ۳۱۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۳)

(یہ اس وقت کی بات ہے ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے مرزا صاحب حفظ امن ...کا اقرار نامہ لکھوایا تھا اور کہا تھا کہ مرزا صاحب، محمد حسین یا اس کے دوست پیرو وغیرہ کو چیلنج نہیں کریں گے، مباہلہ کی دعوت نہیں دیں گے وغیرہ۔ اور اس اقرار نامے کے بعد انہوں نے اپنی قوم کو بذریعہ اشتہار ہدایت فرمائی تھی کہ بٹالوی صاحب اور ان سے دوستوں وغیرہ سے مباہلے مناظرے نہ کریں اور میرے عدالتی اقرار نامے کی پابندی کریں۔

یہ تو مرزا صاحب کا وہ رخ تھا جو سب کے سامنے تھا، لیکن خفیہ خفیہ وہ یوں کرتے تھے کہ اپنے

مریدوں سے مناظروں مباہلوں کے اشتہار دلاتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر پھڈے بازی نہ ہوان کا کام ٹھپ ہو جائیگا۔ ایسا ہی اشتہار انہوں نے مختلف شہروں کے قادیانیوں سے دلوائے کہ محمد حسین آئے مباہلہ کرے اور ۸۲۵ روپیہ انعام پائے وغیرہ۔ پوچھنے والوں کو وہ یہ کہتے تھے کہ ایسے اشتہار، ان مریدوں کے ذاتی ہیں ان کا مرزا صاحب سے کوئی تعلق نہیں۔ مرزا صاحب کے زیر نظر مکتوب بنام محمد علی خان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اشتہاروں کی ترغیب مرزا صاحب ہی دلاتے تھے، اور پھر انہیں قادیان ہی سے اپنی نگرانی میں چھپواتے تھے۔ یعنی ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور تھے اور کھانے کے اور۔ بہاء)

{ مرزا قادیانی کا سفر نامہ دہلی

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں کہ قادیان سے دہلی جاتے ہوئے:

ابھی اعلی حضرت (مرزا) (بٹالہ سٹیشن پر) تشریف نہ لائے تھے اور میں اور دوسرے احباب اسٹیشن پر موجود تھے۔ اتنے میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سٹیشن پر ۱۰ بجے کی گاڑی میں امرتسر جانے کے لئے تشریف لائے ساتھ ان کا ایک بچہ بھی تھا میں نے ان کو اور انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔ اپنے بھائی صاحب کو کسی امر کے متعلق تاکید کر رہے تھے اور ایک شیعہ صاحب بھی ان کے پاس بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی کہا:

یعقوب کدھر؟

خاکسار۔ حضرت اقدس (مرزا) دہلی جاتے ہیں، میں بھی آپ کے ہمراہ جاؤنگا۔

محمد حسین: تم ابھی تک مرزائی ہو؟

خاکسار: الحمد للہ اسوقت تک خدا کے فضل سے احمدی ہوں اور دعا ہے کہ اسی پر خاتمہ ہو اور آپ کو بھی شامل ہوتا ہوا دیکھ لیں۔

محمد حسین: میرا رسالہ پڑھ لیا ہے؟

خاکسار: ہاں آپ نے تو مجھے بھیجا نہیں لیکن میں نے اسے پڑھ لیا ہے۔ اس رسالہ کو پڑھ کر مجھے آپ پر رحم آتا ہے۔

محمد حسین (شیعہ سے خطاب کر کے) تم میرا احسان مانو۔

شیعہ: تمہارا احسان کس بات کا؟

محمد حسین: تم نے وہ اشتہار مرزا کا نہیں پڑھا جو ابھی اس نے شائع کیا ہے جس میں

حضرت امام حسین کی بڑی تعریف کی ہے۔

شیعہ: اس میں تمہارا کیا احسان ہے؟ اشتہار مرزا صاحب نے دیا اور احسان تمہارا؟

محمد حسین: ان کو معلوم نہیں وہ اشتہار میرے رسالہ ہی کو پڑھ کر انہوں نے شائع کیا ہے

خاکسار: آپ کے رسالہ کو تو انہوں نے دیکھا ہی نہیں، اور وہ دیکھنے کے قابل چیز ہی کیا ہے۔ اس رسالہ کو تو جو شخص پڑھے گا اس کو آپ کی حالت پر بہت رحم آئے گا۔

محمد حسین: اب دیکھو گے کیا ہوتا ہے۔

خاکسار: پہلے آپ نے کیا کر لیا جو آئندہ کر لو گے۔ آپ کو انہیں تعلیوں نے خراب کیا جب یہ تکبر نکل جائے گا پھر خدا تعالی کے وعدہ کے موافق رجوع کر لو گے۔

محمد حسین: میں ہرگز نہیں کرونگا۔

خاکسار: یہ اس وقت کی بات ہے، اوس وقت آپ کو ندامت ہوگی کہ میرے دعوے کیا تھے۔ آپ کے اس رجوع کی خبر کی وجہ سے آپ پر بہت رحم آتا ہے اور ہم منتظر ہیں کہ آپ کی اس حالت کو بھی دیکھ لیں۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۰ نومبر ۱۹۰۵ء ص۔۴۔۵)

(یعقوب علی جو مرزا صاحب کے سرکاری آرگن کے اڈیٹر تھے، کس دعوی سے کہہ رہے ہیں کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی پوری ہوگی اور محمد حسین مرزائی ہو جائیں گے اور اپنے مخالفانہ طرز عمل پر شرمندہ ہوں گے۔ ادھر محمد حسین کہہ رہے ہیں کہ وہ مرزائی نہیں ہوں گے انشاء اللہ۔ اب دیکھئے کہ یعقوب علی کا دعوی اور مرزا صاحب کی پیش گوئی پوری، کہ محمد حسین مرزائی ہو جائے گا، ہوئی یا محمد حسین کی پیش گوئی کہ، وہ انشاء اللہ حالت اسلام میں زندگی بھر رہیں گے اور اسی حالت میں مریں گے، پوری ہوئی۔ بہاء)

}اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ ۱۷ نومبر کو:

مولوی محمد حسین کے رجوع کے متعلق ذکر کیا گیا کہ جو کچھ ہماری تصانیف میں اس کے متعلق لکھا گیا ہے وہ یادگار رہے گی۔ آنحضرت (مرزا) نے فرمایا کہ یہ سب کچھ اسکے گناہوں کا کفارہ ہو جاوے گا۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۳)

(اس اقتباس میں بھی مرزا کی اس پیش گوئی کا اعادہ کیا جا رہا ہے کہ محمد حسین بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے۔ مولانا ۱۹۲۰ء میں فوت ہوگئے اور سبھی جانتے ہیں کہ وہ بحمد اللہ مسلمان کی حیثیت میں فوت ہوئے اور آخر دم تک مرزائیت کے خلاف برسر پیکار رہے۔ یوں مرزا صاحب کی پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی۔ بہاء)

} گھڑی کی گم شدگی

مرزا صاحب نے ۲۸ مئی ۱۹۰۵ء کو فرمایا:

شیخ رحمت اللہ صاحب کی ایک گھڑی میرے پاس ہے اور ایک ایسی چیز جیسے ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں ... میں ایک ڈولی میں بیٹھا ہوا ہوں۔ پھر کسی نے میاں شریف احمد کو اس میں بٹھا دیا اور اس کو چکر دینا شروع کیا۔ اتنے میں گھڑی گر گئی اور اس جگہ قریب ہی گری ہے۔ میں کہتا ہوں اس کو تلاش کرو ایسا نہ ہو کہ محمد حسین نالش کر دے۔ فرمایا کہ خیال گذرتا ہے کہ شاید گھڑی سے مراد وہ ساعت ہے جو زلزلہ کی ساعت ہے جو معلوم نہیں واللہ اعلم اور وہ رحمت کی ساعت ہے یعنی یہ ساعت ہمارے واسطے رحمت الٰہی کا موجب ہوگی۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مئی ۱۹۰۵ء ص ۱)

(اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب، مولانا بٹالوی سے کس قدر خائف رہتے تھے۔ بہاء)

محمد حسین کا رجوع {

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ یکم اگست ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب کی مجلس میں:

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ایک خط کا ذکر ہوا جو انہوں نے منشی حسین بخش تحصیلدار پنڈی گھیپ حال رخصتی قادیان کے نام لکھا تھا۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا معلوم نہیں وہ کون سی بدی تھی جس نے اس کو اس سلسلہ کی شناخت سے محروم رکھا۔ تاہم جب تک وہ زندہ ہے ہم اس پیش گوئی کی تاویل نہیں کرتے جو اس کے متعلق ہے کہ وہ آخر رجوع کرے گا۔ میں جانتا ہوں کہ اوائل میں وہ بڑا اخلاص ظاہر کرتا تھا۔ بٹالہ کے سٹیشن پر خود اس نے حامد علی سے لوٹا لے کر مجھے وضو کرایا اور جب میں اٹھتا تھا تو میرا جوتا اٹھا کر آگے رکھ دیتا تھا۔ اس میں دوسرے مولویوں کی نسبت ایک بات تو ہے وہ یہ کہ جب یہ کسی بات کو مان لے تو دلیری کے ساتھ اس کا اعلان کر سکتا ہے۔

(الحکم ۱۰۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۲)

(اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا خیال تھا کہ محمد حسین یا تو ان کی زندگی میں مرزائی ہو جائے گا یا ان کی زندگی میں مر جائے گا۔ اور جب وہ مر جائے گا بغیر مرزائی ہوئے، تو پھر ہم اس پیش گوئی کی کوئی تاویل کریں گے۔ مولوی صاحب ۱۹۲۰ء میں فوت ہوئے، اور مرزا صاحب کے بیان بالا سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا خیال تھا کہ وہ کم از کم ۱۹۲۰ء تک زندہ رہیں گے اور اسکی موت کے بعد اسکے رجوع سے متعلق پیش گوئی کی تاویل کریں گے۔ اور دوسری طرف مرزا صاحب قبل موت کہا کرتے تھے کہ ہم اپنا کام پورا کر چکے ہیں، لیکن حقیقت

یہ ہے محمد حسین کے متعلق پیش گوئی کو پورا ہوتے دیکھنا انہیں نصیب ہوا نہ ہی انہیں پیش گوئی کی تاویل کرنے کا موقع ملا۔ بہاء)

} مرزا صاحب کا سفر دہلی:

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب:

۲۳۔اکتوبر ۱۹۰۵ء...کو دہلی پہنچے...۲۹۔اکتوبر کو حضرت شاہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ کے مزار پر گئے اور فاتحہ پڑھی۔دہلی کے لوگ علی العموم آتے ہیں۔اس وقت تک کوئی شوخی اور شرارت ظاہر نہیں ہوئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دہلی ہی بدل گئی ہے جو ۱۸۹۱ء میں تھی جب اعلیٰ حضرت پہلے تشریف لائے تھے۔...عام لوگوں میں اس وقت دل چسپی پیدا ہو رہی ہے ابھی پورے طور پر کہہ نہیں سکتے کہ کیا اثر اور نتیجہ ہو مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی بھی آرہ جاتے ہوئے یہاں اترے اور بعض مولویوں کو کچھ سبق دے کر رخصت ہوئے۔(اخبار الحکم قادیان ۳۱۔اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۲)

(اس اقتباس سے معلوم ہوتا کہ مولانا بٹالوی کس شد و مد سے مرزا صاحب کا تعاقب کیا کرتے تھے۔ ۱۸۹۱ء میں جب مرزا صاحب دہلی تشریف لے گئے تھے اس وقت مولانا ان کے تعاقب میں دہلی جا پہنچے تھے، اور مرزا صاحب کو اس قدر زچ کر دیا تھا کہ انہوں نے یہاں تک فرما دیا کہ محمد حسین سے مباحثہ کرنا تو درکنار میں کسی ایسی مجلس میں کسی اور سے بھی مباحثہ نہیں کروں گا جہاں سامعین وحاضرین میں بھی محمد حسین موجود ہوں۔اور جب مرزا صاحب ۱۹۰۵ء میں دہلی تشریف لے گئے تو مولانا اس وقت بھی ان کے تعاقب میں دہلی جا پہنچے۔بہاء)

} ڈائری ۱۷۔اپریل ۱۹۰۲ء

مرزا صاحب کے ڈائری نویس نے لکھا ہے:

فرمایا (مرزا صاحب نے) دو دفعہ ہم نے رؤیا میں دیکھا کہ بہت سے ہندو ہمارے آگے سجدہ کرنے کی طرف جھکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اوتار ہیں اور کرشن ہیں اور ہمارے آگے نذریں دیتے ہیں اور ایک دفعہ الہام ہوا ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما ہو تیری استتی گیتا میں موجود ہے۔لفظ رودر کے معنی نذیر اور گوپال کے معنی بشیر کے ہیں...فرمایا: ابوجہل اس امت کا فرعون تھا کیونکہ اس نے بھی نبی کریم کی چند دن پرورش کی تھی جیسا کہ فرعون مصری نے حضرت موسیٰ کی پرورش کی تھی اور ایسا ہی مولوی محمد حسین صاحب نے ابتداء میں براہین پر ریویو لکھ کر ہمارے سلسلہ کی چند یوم پرورش کی

سفرنامہ دہلی از اڈیٹر الحکم میں لکھا ہے:

(مرزا صاحب کہتے ہیں): عرصہ تخمیناً اٹھارہ برس کا ہوا ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر چند آدمیوں کو ہندوؤں اور مسلمانوں میں سے اس بات کی خبر دی کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ انّا نبشرک بغلام حسین یعنی ہم تجھے ایک حسین لڑکے کے عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ میں نے یہ الہام ایک شخص حافظ نور احمد امرتسری کو سنایا جو اب تک زندہ ہے اور بباعث میرے دعویٰ مسیحیت کے مخالفوں میں سے ہے اور نیز یہی الہام شیخ حامد علی کو جو میرے پاس رہتا تھا سنایا، اور دو ہندوؤں کو جو آمدورفت رکھتے تھے یعنی شرم پت اور ملاوامل ساکنان قادیان کو بھی سنایا، اور لوگوں نے اس الہام سے تعجب کیا کیونکہ میری پہلی بیوی کو عرصہ ۲۰ سال سے اولاد ہونی موقوف ہو چکی تھی اور دوسری کوئی بیوی نہ تھی۔ لیکن حافظ نور احمد نے کہا کہ خدا کی قدرت سے کیا تعجب ہے کہ وہ لڑکا دے۔ اس سے تقریباً تین برس کے بعد جیسا کہ ابھی لکھتا ہوں دہلی میں میری شادی ہوئی اور خدا نے وہ لڑکا بھی دیا اور تین اور عطا کیے۔...

تخمیناً اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گذرا ہے کہ مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اس کو یہ الہام سنایا جس میں کئی دفعہ اپنے مخالفوں کو سنا چکا تھا اور وہ یہ ہے بکر و ثیب۔ جس کے یہ معنی ان کے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کیے کہ خدا کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا اور اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔

.. تخمیناً سولہ برس کا عرصہ گذرا ہے کہ میں نے شیخ حامد علی اور لالہ شرم پت کھتری ساکن قادیان اور لالہ ملاوامل کھتری ساکن قادیان اور جان محمد ساکن قادیان اور بہت سے اور لوگوں کو یہ خبر دی تھی کہ خدا نے اپنے الہام سے مجھے اطلاع دی ہے کہ ایک شریف خاندان میں وہ میری شادی کرے گا اور وہ قوم کے سید ہوں گے اور اس بیوی کو خدا مبارک کرے گا اور اس سے اولاد ہوگی۔ یہ خواب ان ایام میں آئی تھی کہ جب میں بعض اعراض اور امراض کی وجہ سے بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا بلکہ قریب ہی وہ زمانہ

گذر چکا تھا جب کہ مجھے دق کی بیماری ہوگئی تھی ..

یہ الہام ہوا تھا ہر چہ باید نوعروسے را ہمہ سامان کنم ۔یعنی اس شادی میں تجھے کچھ فکر نہیں کرنا چاہیے...

ایک ابتلاء اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور درد سر مع دوران سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا اس لئے میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں تھی ۔ اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا اور ایک خط جس کو میں نے اپنی جماعت کے بہت سے معزز لوگوں کو دکھلایا ہے جیسے اخویم مولوی نور الدین اور اخویم مولوی برہان الدین وغیرہ ،مولوی محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ نے ہمدردی کی راہ سے میرے پاس بھیجا کہ آپ نے شادی کی ہے اور مجھے حکیم محمد شریف کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ بباعث سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے ۔ اگر یہ امر آپ کی روحانی قوت سے تعلق رکھتا ہے تو میں اعتراض نہیں کرسکتا کیونکہ میں اولیاء اللہ کے خوارق اور روحانی قوتوں کا منکر نہیں ، ورنہ ایک بڑے فکر کی بات ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آوے.....

غرض اس ابتلاء کے وقت میں نے جناب الٰہی میں دعا کی اور مجھے اس نے دفع مرض کے لئے اپنے الہام کے ذریعہ سے دوائیں بتلائیں اور میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ دوائیں میرے منہ میں ڈال رہا ہے چنانچہ وہ دوا میں نے تیار کی اور اس میں خدا نے اس قدر برکت ڈال دی کہ میں نے دلی یقین سے معلوم کیا کہ وہ پر صحت طاقت جو ایک پورے تندرست انسان کو دنیا میں مل سکتی وہ مجھے دی اور چار لڑکے مجھے عطا کئے ... میں اس زمانہ میں اپنی کمزوی کی وجہ سے ایک بچہ کی طرح تھا اور پھر اپنے تئیں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا ..

قریباً اٹھارہ برس سے ایک یہ پیش گوئی ہے الحمد للہ الذی جعل لکم الصہر و النسب ۔ترجمہ۔ وہ خدا سچا ہے جس نے تمہارا دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید تھے کیا اور خود تمہارے نسب کو شریف بنایا جو فارسی خاندان اور سادات

سے معجون مرکب ہے

..دہلی میں ایک شریف اور مشہور خاندان سیادت میں میری شادی ہوگئی اور یہ خاندان خواجہ میر درد کی لڑکی کی اولاد میں سے ہے جو مشاہیر اکابر سادات دہلی میں سے ہیں... یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نصرت جہان ہے یہ تفاول کے طور اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہانوں کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے..

میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک شاہی خاندان ہے اور بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے یا شہرت عام کے لحاظ سے یوں کہو کہ وہ خاندان مغلیہ اور خاندان سادات سے ایک ترکیب یافتہ خاندان ہے مگر میں اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے خاندان کی ترکیب بنی فارس اور بنی فاطمہ سے ہے کیونکہ اسی پر الہام الٰہی نے تواتر کے ساتھ مجھے یقین دلایا ہے اور گواہی دی ہے

(سفرنامہ دہلی۔اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۴)

(الہام نے مرزا صاحب کو بتایا ہے کہ تم خاندان مغلیہ سے نہیں ہو، اس لئے تمہارا مرزا اور مغل ہونے کا دعویٰ غلط ہے۔ اس کے باوجود مرزا صاحب ساری عمر اپنے نام کے ساتھ سبھی تحریروں میں مرزا لکھتے رہے، اور الہام کی نافرمانی کرتے رہے۔

مرزا امام دین بھی اسی خاندان سے تھا جسے مرزا صاحب بنی فاطمہ اور بنی فارس کے خون سے مرکب کہتے ہیں، مرزا نظام الدین بھی اسی خاندان سے تھا، محمدی بیگم بھی اسی خاندان سے تھی، احمد بیگ بھی اسی معجون مرکب خاندان سے تھا۔ مرزا فضل احمد بھی اسی خاندان سے تھا جس کا مرزا نے جنازہ بھی نہیں پڑھا اور ظاہر ہے کہ وہ مرزا کے نزدیک جہنمی تھا، احمد بیگ، امام الدین، نظام الدین وغیرہ کی طرح۔اس خاندان میں کتنے جہنمی ہوئے؟ کیا ایسا خاندان بھی قابل فخر ہوسکتا ہے؟ بہاء)

مرزا قادیانی کا عرصہ حیات

اتنی بات تو قادیانیوں اور مسلمانوں میں مسلمہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ۲۶ مئی 1908ء کو لاہور میں آنجہانی ہوئے تھے لیکن ان کے ایں جہانی ہونیکے ماہ وسال متنازعہ ہیں۔اس تنازع کی وجہ سے ان کا عرصہ حیات ۶۷ شمسی برس ہونا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ہم اس موضوع پر کچھ گزارشات قبل ازیں کسی جلد کر چکے ہیں۔تاہم حالیہ دنوں میں الحکم و بدر کی فائلوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے اس موضوع پر مزید روایات پڑھنے کو ملی ہیں جن میں خود مرزا صاحب، اوران کے اہم ترین حواریوں مثل حکیم نورالدین ، محمد احسن امروہی ، اور عبدالکریم سیالکوٹی کے بیانات شامل ہیں جن کا تجزیہ کرنے سے مرزا صاحب کا عرصہ حیات معلوم کیا جا سکتا ہے۔

یہ روایات ذیل میں درج کی جاتی ہیں جو مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے اپنے اخباروں میں شائع ہوئیں، اور اگر غلط ہوتیں تو اشاعت کے بعد مرزا صاحب ان کی تصحیح کرا دیتے۔ ملاحظہ فرمایئے:

} گلاب شاہ مجذوب اور نعمت اللہ ولی کی پیشگوئیوں کا ذکر کر کے مرزا صاحب کہتے ہیں:

..بہت سے اکابر امت گذرے ہیں جنہوں نے میرے لئے پیش گوئی کی اور پتہ بتایا۔ بعض نے تاریخ پیدائش بھی بتائی ، جو چراغ دین ۱۲۶۸ ہے۔

(اخبار بدر قادیان ۱۴۔ یکم جون ۱۹۰۴ء ص ۴)

} اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں:

حضرۃ اقدس مرزا نے ایک روز اپنی اور سلسلہ عالیہ کے خاص دوستوں کی زیادتی عمر کے لئے دعا کی تو یہ مبشر الہام ہوا رب زد نی عمری و فی عمر زو جی زیا دۃ خارق العا دۃ یعنی اے میرے رب میری عمر میں اور میرے ساتھی کی عمر میں خارق عادت زیادت فرما۔ (اخبار الحکم قادیان۔ ۱۷، اپریل ۱۹۰۱ء ص ۱۳)

اڈیٹر الحکم نے زو جی میں خواہ مخواہ سلسلہ کے خاص دوست شامل کر لئے ہیں مرزا صاحب نے کسی ایک فرد (واحد) کو اس دعا میں اپنے ساتھ شامل کیا تھا۔

خاص دوستوں کی بات ہو تو سب سے قریبی عبدالکریم تھے جو ان کے گھر میں ہی رہتے تھے اور نورالدین وغیرہ تھے۔ عبدالکریم تو اس دعا کے ۴ سال بعد ۴۷ سال کی عمر میں چل بسے، اور حکیم صاحب ۱۳ سال بعد ۷۰ سال سے کم عمر میں چل بسے۔ ان کی عمروں میں کیا زیادتی ہوئی اور کیا خارق عادت ہوا؟ اور خود مرزا صاحب اس دعا کے ۷ سات سال بعد چل بسے جب کہ ۸۰ سال عمر کا انہیں الہام تھا، اور اس میں ۱۵ سال اضافے کی دعا پہلے سے موجود تھی، اور میر مردان علی حیدر آبادی نے بھی اپنی عمر میں سے پانچ سال مرزا صاحب کو دے رکھے تھے۔ یعنی ۱۰۰ سال کی عمر تو پہلے سے تھی، اب اس میں خارق عادت اضافہ تو یہی ہونا چاہیے کہ اس سو، پچاس، سال مزید شامل کر دیئے جائیں۔ لیکن ہوا کیا؟)

} مرزا قادیانی کا خطبہ عیدالفطر ۲ فروری ۱۹۰۰ء:

...خدا تعالیٰ کی ہم پر بہت رحمتیں ہیں ازانجملہ ایک یہ ہے کہ اس نے ہم کو جلتے ہوئے تندور سے نکالا۔ سکھوں کا زمانہ ایک آتشی تندور تھا اور انگریزوں کا قدم رحمت و برکت کا قدم ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جب اول ہی اول انگریز آئے تو ہوشیار پور میں کسی موذن نے اونچی اذان کہی۔ چونکہ ابھی ابتداء تھی اور ہندوؤں اور سکھوں کا خیال تھا کہ یہ بھی اونچی اذان کہنے پر روکیں گے یا ان کی طرح اگر گائے کو کسی سے زخم لگ جاوے تو اس کا ہاتھ کاٹیں گے، اس اونچی اذان کہنے والے موذن کو پکڑ لیا۔ ایک بڑا ہجوم ہو گیا اور ڈپٹی کمشنر کے سامنے وہ لایا گیا۔ بڑے بڑے رئیس مہاجن جمع ہوئے اور کہا حضور ہمارے آٹے بھرشٹ ہو گئے، ہمارے برتن ناپاک ہو گئے۔ جب یہ باتیں انگریز کو سنائی گئیں تو اسے بڑا تعجب ہوا کہ کیا بانگ میں ایسی خاصیت ہے کہ کھانے کی چیزیں ناپاک ہو جاتی ہیں؟ اس نے سررشتہ دار سے کہا کہ جب تک تجربہ نہ کر لیا جاوے اس مقدمہ کو نہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے موذن کو حکم دیا کہ تو پھر اسی طرح بانگ دے۔ وہ ڈرا کہ شاید دوسرا جرم ہو۔ مگر جب اس کو تسلی دی گئی اس نے اسی قدر زور سے بانگ دی۔ صاحب بہادر نے کہا ہم کو تو اس سے کچھ ضرر نہیں پہنچا۔ سررشتہ دار سے پوچھا کہ تم کو کوئی ضرر پہنچا۔ اس نے بھی کہا کہ حقیقت میں کوئی ضرر نہیں۔ آخر اس کو چھوڑ دیا اور کہا گیا جاؤ جس طرح چاہو بانگ دو...

ہمارے اس گاؤں میں جہاں ہماری مسجد ہے کارداروں کی جگہ تھی۔ ہمارے بچپن کا زمانہ

تھا لیکن معتبر آدمیوں سے سنا ہے کہ جب انگریزی دخل ہو گیا تو چند روز تک وہی قانون رہا(اذان دینے کا)۔ ایک کاردار آیا ہوا تھا اس کے پاس ایک مسلمان سپاہی تھا۔وہ مسجد میں آیا اور موذن کو کہا کہ بانگ دے۔اس نے گنگنا کر اذان دی۔ سپاہی نے کہا کیا تم اسی طرح پر بانگ دیتے ہو؟ موذن نے کہا ہاں اسی طرح دیتے ہیں۔ سپاہی نے کہا نہیں کوٹھے پر چڑھ کر اونچی آواز سے اذان دے۔ اور جس قدر زور سے ممکن ہے دے۔ وہ ڈرا، آخر اس نے زور سے بانگ دی۔ تمام ہندو اکٹھے ہو گئے اور ملا کو پکڑ لیا۔ وہ بیچارا بہت ڈرا اور گھبرایا کہ کاردار مجھے پھانسی دیدے گا۔ سپاہی نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ آخر سنگ دل چھری مار برہمن اس کو پکڑ کر کاردار کے پاس لے گئے اور کہا کہ مہاراج اس نے ہم کو بھرشٹ کر دیا۔ کاردار تو جانتا تھا کہ سلطنت تبدیل ہو گئی ہے اور اب وہ سکھا شاہی نہیں رہی، مگر ذرا دبی زبان سے پوچھا کہ تو نے اونچی آواز میں کیوں بانگ دی؟ سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا کہ اس نے نہیں میں نے بانگ دی۔ کاردار نے کہا کم بختو! کیوں شور ڈالتے ہو، لاہور میں تو اب کھلے طور سے گائے ذبح ہوتی ہے تم ایک اذان کو روتے ہو جاؤ چپکے ہو کر بیٹھ رہو(الحکم ۱۰ فروری ۱۹۰۰ء ص ۶)

(اس واقعہ سے مرزا اور اس کے باپ کے اثر ورسوخ کا بھی پتہ چلتا ہے، کہ ہندو انہیں قادیان میں بلند آواز سے اذان نہیں دینے دیتے تھے حالانکہ یہ لوگ اپنے آپ کو قادیان اور نواحی گاؤں کا مالک اور رئیس قادیان سمجھتے اور کہتے تھے۔

نیز مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں: آخری عمر میں دادا (مرزا غلام مرتضی) صاحب نے ایک مسجد تعمیر کروانے کا ارادہ کیا، اور اس کیلئے موجودہ بڑی مسجد (مسجد اقصی قادیان) کی جگہ کو پسند کیا۔اس جگہ سکھ کارداروں کی حویلی تھی ۔ جب یہ جگہ نیلام ہونے لگی تو دادا نے اسکی بولی دی (سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۲۳۲) اغلباً یہی وہ جگہ ہے جہاں بیٹھ کر ۱۸۵۷ء کے گردو پیش انگریزوں نے وہ فوجی بھرتی کی یا کرائی ہوگی جس کے متعلق مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میرے باپ نے پچاس سوار اور گھوڑے وغیرہ انگریزوں کو دیئے تھے ۔ اور اس واقعہ سے مرزا کی عمر کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ سکھوں کی عملداری ختم ہونے کے بعد انگریزوں کی عملداری شروع ہونے کے وقت مرزا صاحب ایک کم عمر بچے تھے)

} مولوی عبدالکریم سیالکوٹی اپنی ایک چٹھی میں لکھتے ہیں:

...اور اللہ تعالی نے یہ بھی آپ ﷺ کو دکھایا کہ اس (مسیح موعود) کی بعثت کے وقت

سے آخر تک دو زرد چادریں اس کے زیب تن رہیں گی، یعنی ایک بیماری اس کے اوپر کے حصہ میں ہوگی اور ایک نیچے کے حصہ میں۔

اس امر کے معلوم کرنے سے ضروری ہے کہ کام کی بزرگی اور مصروفیت کی شدت نے آپ ﷺ کے قلب مبارک میں ترحم اور تعجب کو تحریک دی ہو اور آنحضرت ﷺ کے دل میں گذرا ہو کہ ایک طرف تو اس (مسیح موعود) کا یہ کام ہوگا کہ وہ اس دجال ستم گر سے قتال کرے گا جس کے تصور سے آپ ﷺ کا رنگ زرد ہو ہو جاتا تھا، اور با ایں ہمہ دو بیماریاں اور بڑی بھاری بیماریاں بھی اس (مسیح) کے لازم حال رہیں گی، تو اس صورت میں اتنا بڑا کام کیونکر چلے گا۔

معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ کی تسلیت خاطر اور تثبیت قلب کے لئے جہاں خداوند کریم نے آپ ﷺ کو مسیح موعود کی نسبت بڑی بڑی بشارتیں دیں جن کی بنا پر آپ نے کبھی اس کے حق میں فرمایا کہ وہ بعثت کے بعد ۴۰ سال تک اپنا کام کرے گا یعنی اس کی عمر لمبی کی جائے گی اور کاروائی کے لئے وسیع موقع دیا جائے گا..(الحکم ۱۷ استمبر ۱۹۰۱ء ص ۵۔۶)

(یاد رہے کہ مرزا صاحب نے دعوی میسیحیت ۱۸۹۱ء میں کیا اور اس کے سترہ، اٹھارہ سال بعد مئی ۱۹۰۸ء میں وہ چل بسے۔ جب کہ مولوی عبدالکریم کے بیان کے مطابق مرزا صاحب اگر مسیح موعود ہوتے تو انہیں ۱۸۹۱ء سے ۱۹۳۱ء تک زندہ رہنا تھا۔ بہاء)

} مرزا صاحب کہتے ہیں:

خدا تعالی بہتر جانتا ہے کہ مجھے کبھی اولاد کی خواہش نہیں ہوئی تھی حالانکہ خدا تعالی نے پندرہ یا سولہ برس کی عمر کے درمیان ہی اولاد دے دی تھی یہ سلطان احمد اور فضل احمد قریباً اسی عمر میں پیدا ہو گئے تھے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ ستمبر ۱۹۰۱ء ص ۱۱)

} مرزا صاحب نے ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک قادیان میں مریدوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

.... اس طرز کے اختیار کرنے سے مدعا یہ ہے کہ مسیح کی خدائی باطل کی جاوے۔ یہ اعتقاد ظلم عظیم ہے، اور مجھے تو خدا کی قدرت ہے کہ شروع سے جب کہ ابھی میں طالب علم ہی تھا اس کی تردید کا ایک جوش خدا نے دیا تھا۔ گویا میری سرشت میں یہ بات رکھ دی تھی۔ چنانچہ جب پادری فنڈر صاحب نے اپنی کتابیں شائع کیں تو ۱۸۵۹ء یا ۱۸۶۰ء

کا ذکر ہے کہ میں مولوی گل علی شاہ صاحب کے پاس جو ہمارے والد صاحب نے خاص ہمارے لئے استاد رکھے ہوئے تھے، پڑھا کرتا تھا۔ اور اس وقت میری عمر سولہ سترہ برس کی ہوگی تو اس کی میزان الحق دیکھنے میں آئی۔ ایک ہندو نے جو میرا ہم مکتب تھا اس کی فارسی کو دیکھ کر اس کی بڑی تعریف کی۔ میں نے اس کو بہت ملزم کیا اور بتایا کہ اس کتاب میں بجز نجاست کے اور کچھ نہیں تو نری زبان چلاتا ہے۔ اس وقت سے خدا نے اس جوش میں ترقی کی ہے اور میرے رگ و ریشہ میں یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ اس افتراء کے پتلے (مسیح کی خدائی کا عقیدہ) کو تباہ کیا جائے۔ اور خدا تعالی جانتا ہے کہ آج کل جو نمازیں جمع کی جاتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے پہلے سے فرمایا تھا کہ اس کیلئے نمازیں جمع کی جاویں گی تو یہ عظیم الشان پیش گوئی پوری ہو رہی ہے۔ میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہوں پھر بھی آج کل میری مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور دوران سر کا دورہ تیز ہو جاتا ہے مگر میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کام کو کئے جاتا ہوں۔

چونکہ دن چھوٹے ہوتے ہیں اور مجھے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ دن کدھر جاتا ہے اسی وقت خبر ہوتی ہے جب شام کی نماز کیلئے وضو کرنے کے واسطے لوٹا رکھ دیا جاتا ہے اس وقت مجھے افسوس ہوتا ہے کہ کاش اتنا دن اور ہوتا۔

حالانکہ مجھے اسہال کی بیماری ہے اور ہر روز کئی کئی دست آتے ہیں مگر جب پاخانہ کی حاجت بھی ہوتی ہے تو مجھے رنج ہی ہوتا کہ ابھی کیوں حاجت ہوئی اور ایسا ہی روٹی کے لئے جب کئی مرتبہ کہتے ہیں تو بڑا جبر کر کے جلد جلد چند لقمے کھا لیتا ہوں۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء ص ۶)

(مرزا صاحب کے اس بیان سے ایک تو یہ ظاہر ہوا کہ مرزا صاحب ایک دنیاوی استاد کے شاگرد تھے، دوسرا یہ کہ ایک ہندو بھی ان کا ہم مکتب تھا۔ تیسرا یہ کہ ۱۸۵۹ء، ۱۸۶۰ء میں ان کی عمر سولہ سترہ سال کی تھی، یعنی انکی ولادت ۱۹۴۴ء کے گردو پیش ہوئی، اور ۱۹۰۸ء میں ان کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر چونسٹھ یا پینسٹھ برس ہوتی ہے۔ چوتھے یہ کہ مرزا صاحب کو مراق کی بیماری تھی۔ پانچواں یہ کہ آپ کو اسہال کی بیماری بھی لاحق رہتی تھی اور روزانہ کئی کئی دست آتے تھے۔ نیز آپ کو دوران سر کی بیماری تھی۔ بہاء)..

{ مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:

میں سولہ سترہ برس کی عمر سے عیسائیوں کی کتابیں پڑھتا ہوں اور ان کے اعتراضوں پر غور کرتا رہا ہوں میں نے اپنی جگہ ان اعتراضوں کو جمع کیا ہے جو عیسائی آنحضرت ﷺ پر کرتے ہیں ان کی تعداد تین ہزار کے قریب پہنچی ہوئی ہے ..جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے سولہ یا سترہ برس برس کی عمر سے عیسائیوں کی کتابیں پڑھتا رہا ہوں مگر ایک طرفۃ العین کے لئے بھی ان اعتراضوں نے میرے دل کو مذبذب نہیں کیا۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۱ء ص ۲)

(مرزا صاحب کا یہ بیان بھی بیان بالا کی بازگشت ہے کہ جب وہ سولہ برس کے تھے، اور گل علی شاہ سے پڑھتے تھے، تو انہوں نے پادری فنڈر کی کتاب پڑھی۔ وغیرہ۔ اس بیان سے بھی مرزا صاحب کے عرصہ حیات کے بارے میں مذکورہ بالا نتیجہ ہی نکلتا ہے۔ بہاء)

{ الحکم میں کسی قادیانی کا ایک طویل مضمون شائع ہوا جس میں بتایا گیا ہے:

....آریوں نے بھی اسلام پر پیش دستی کر کے حملے کئے ہیں چنانچہ سب سے پہلے ۱۸۶۶ء میں اندرمن مراد آبادی نے جب ہمارے سید مولا امام حضرت مسیح موعود کی عمر کوئی بیس سال سے بھی کم ہوگی، پاداش اسلام، نام ایک گندی سے گندی کتاب شائع کر کے مسلمانوں کو ستایا۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء ص ۱۲)

(اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۶ء میں مرزا صاحب کی عمر بیس سال سے کم تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی ولادت ۱۸۴۶ء کے گردو پیش کی ہے۔ اس حساب سے ان کی موت کے وقت ۱۹۰۸ء میں ان کا عرصہ حیات تقریباً باسٹھ برس ہوتا ہے۔ بہاء)

{ ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک مرتبہ مرزا صاحب نے فرمایا:

ثمانین حولاً کی پیش گوئی ہے۔ اس پیش گوئی پر ایک زمانہ گذر گیا۔ کوئی شخص ایک دم کے لئے بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں زندہ رہونگا لیکن ایک خاص تعداد سالوں کی خبر دے دینا کیا یہ انسانی طاقت کا کام اور پھر میرے جیسے آدمی کے لئے جس کو دو بیماریاں لگی ہوئی ہیں باوجود ان بیماریوں اور ضعفوں کے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ دینا کہ تیری اسّی (۸۰) برس کے قریب عمر ہوگی کیسا عجیب ہے۔ اور حقیقت میں خدا ہی کی طرف سے اس قسم کی خبر ہو سکتی ہے ورنہ عاجز انسان کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ پیشگوئی بھی پوری شدہ ہی سمجھ

لیں کیونکہ بہت عرصہ اس پر گذر گیا ہے اور میری عمر اب ساٹھ سے متجاوز ہو چکی ہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۵)

(} یہاں ثما نین یعنی اسی ،۸۰ برس کا ذکر ہے ، پانچ چھ کم یا زیادہ کا نہیں ، اور کم یا زیادہ کی صورت میں خاص تعداد بھی باقی نہیں رہتی۔

} (مرزا صاحب کو دو نہیں بے شمار بیماریاں تھیں ، پیشاب ، دوران سر، خفقان قلب کی ، اسہال کی ، مراق کی، بازو کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھیں ایک آنکھ بند رہتی تھی وغیرہ ،لیکن وہ صرف دو کا ذکر ۔ دو زرد چادروں کی مناسبت سے کرتے تھے ۔ جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے اور ممصرتین ان پر ہوں گی۔جن کا ترجمہ دو زرد چادریں کیا جاتا ہے ۔ مرزا صاحب چونکہ آسمان سے تو آئے نہ تھے لیکن چادروں کا انہیں فکر تھا جو ان کے پاس نہ تھیں ، اس لئے انہوں نے اپنی دو کہنہ امراض کو چادریں قرار دے دیا، اور وہ کثرت پیشاب اور دوران سر کی بیماریاں تھیں۔

ممصرتین ایسی چادریں ہوتی ہیں جن میں ہلکی سی زردی ہو۔ اگر مرزا صاحب اپنی ان بیماریوں کو ممصرتین قرار دینا چاہتے تھے تو یہ بھی ہلکی بیماریاں ہونی چاہییں تھیں۔لیکن مرزا صاحب کے سوانحی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہلکی نہیں تھیں بلکہ انتہائی شدید تھیں جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ دن میں سو سو مرتبہ پیش آتا ہے۔سو مرتبہ دن رات میں پیشاب کا آنا تسلیم کیا جائے تو ہر ۱۵ منٹ بعد انہیں بیت الخلاء جانا پڑتا ہوگا۔نہیں بلکہ ہر ۱۰ منٹ بعد ، کیونکہ بیت الخلاء جانے ، پیشاب کرنے ، استنجا کرنے ، پھر واپس آنے میں بھی تو چار پانچ منٹ تو لگتے ہی ہوں گے ، اور واپس آتے ہی لنگوٹ ڈھیلا کر کے پھر سے بیت الخلاء کیلئے پا بہ رکاب ہو جاتے ہوں گے ۔ اس سے بڑی بیماری ،عذاب ، تکلیف ،مصیبت ہو سکتی ہے جس میں یہ مسیح الزمان مبتلا تھے۔

}ستمبر ۱۹۰۲ء میں مرزا صاحب بتاتے ہیں کہ ان کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو گئی ہے۔مئی ۱۹۰۸ء موت کے وقت اس حساب سے ان کی عمر ۶۸ سال ہوتی ہے اور ان کا سال ولادت ۱۸۴۰ء بنتا ہے۔

}مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ان کی عمر ۸۰ برس کے قریب ہونے کا وعدہ ہے ۔ جو ظاہر ہے کہ پورا نہیں ہوا۔ اگر یہ خدائی وعدہ ہوتا تو ضرور پورا ہوتا ، اور چونکہ پورا نہیں ہوا اس لئے ثابت ہوا کہ وعدہ خدائی نہیں تھا اور جس نے مرزا صاحب سے یہ وعدہ کیا تھا وہ خدا نہیں کوئی اور تھا۔ بہاء)

} مرزا غلام احمد اپنے مرید حکیم نور الدین کو لکھتے ہیں:

بخدمت اخویم مخدوم ومکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب ....عنایت نامہ پہنچا اور کئی بار میں نے اس کو غور سے پڑھا۔ جب میں آپ کی ان تکلیفوں کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف اللہ تعالی کی ان کریمانہ قدرت کو جن کو میں نے بذات خود آزمایا ہے اور میرے پروارد ہوچکی ہیں تو مجھے بالکل اضطراب نہیں ہوتا ..

جس قدر ضعف دماغ کے عارضے میں یہ عاجز مبتلا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو۔ جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں آخر میں نے صبر کیا اور دعا کرتا رہا تو اللہ جل شانہ نے اس دعا کو قبول فرمایا۔ ضعف قلب تو اب بھی مجھے اس قدر ہے کہ میں بیان ہی نہیں کرسکتا۔ ..

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۲ جنوری ۱۸۸۷ء (الحکم ۱۷۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۳)

☆ مولوی محمد احسن امروہی ایک مخالف کے خطاب میں لکھتے ہیں :

آپ (مخالف) نے سنین نبوی کا شمار ۱۲۸۸ھ کو ترک کر کے سن نبوۃ سے ہی اعتبار کیا ہے کہ ۱۲۸۸ھ کی جگہ ۱۳۰۰ نبوتی قائم کئے ہیں لہذا مہدی کے لئے بھی ان کی بعثت کا وقت جو نزول انوار الہام کا زمانہ ہے معتبر رکھنا ضروری ہے اور ۱۲۸۸ھ میں جو جو آپ برعایت ابتدائے بعثت نبی کریم ﷺ کے ۱۲ سال اور زائد کر کے مطابق ۱۳۰۰ نبوت کے گردانتے ہیں یہ ہم کو کچھ مضر نہیں بلکہ مفید ہے ہماری مراد تو یہ ہے کہ روشنی عامہ کا ظہور ۱۲۸۸ھ میں ہوا جو مطابق ۱۳۰۰ نبوت کے آپ کے نزدیک ہے اور ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء کے ہیں اور اس ۱۸۷۱ء میں عمر حضرت اقدس (مرزا) قریب ۳۲ سال کے تھی کیونکہ سنہ پیدائش آپ کا ۱۸۳۹ء ہے اور اسی ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں جو آپ کے نزدیک ۱۳۰۰ نبوتی ہوتے ہیں انوار الہام کا کا نزول شروع ہوگیا تھا دیکھو الہام پیش گوئی نمبر ۲۱ مندرجہ نزول المسیح واقعہ ۱۸۶۸ء کو بھی اور ایسے الہامات کثرت سے ہیں جو ۱۸۷۱ء سے پیشتر ہوئے (یعنی وقت سے پہلے ہوگئے ۔ بہاء) پس ۱۸۷۱ء میں نزول روشنی کا بطریق اولی ثابت ہوا اور اس عمر ۳۱ یا ۳۲ سالہ میں حضرت اقدس کے الہامات ہونے میں یہ سر اور حکمت ہے کہ مشابہت بین المسیح المحمدی و بین المسیح الموسوی ثابت ہوجاوے، کیونکہ مسیح موسوی کا سنہ بعثت بھی یہی ہے۔ اور آپ تو صرف حدیث سے ۱۳۰۰ کے بعد کا اشارہ نکالنا چاہتے ہیں لیکن ہم تو قرآن اور حدیث دونوں سے اس

امام آخرالزمان کے نور کے ظہور کا کامل وقت ۱۳۰۰ھ کے بعد آپ کو بتائے دیتے ہیں قرآن مجید میں تو وہی آیت استخلاف موجود ہے جس میں لفظ کما استخلف الذین من قبلھم موجود ہے۔ آپ کو خوب معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی میں حضرت عیسیٰ مبعوث ہوئے تھے، لہذا مسیح محمدی بھی چودھویں صدی میں بلحاظ لفظ کما کے مبعوث ہونا لازم ہوا، تاکہ مشابہت بین السلسلتین متحقق ہو جاوے، اور حدیث تو خود بآواز بلند اس وقت میں پکار کر کہہ رہی ہے کہ چودھویں صدی کے راس پر ہی بعثت مجدد ضروری ہے اور مجدد بھی وہی مصلح موعود جس کو لفظ کما مقتضی ہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۶)

(اس تحریر میں مولوی محمد حسن امروہی بتاتے ہیں کہ ۱۸۷۱ء میں مرزا صاحب کی عمر ۳۲ سال کے قریب تھی، یعنی پورے بتیس سال بھی نہیں تھی ۔ اور یہ کہ ان کی ولادت ۱۸۳۹ء میں ہوئی تھی ۔اس حساب سے ۱۹۰۸ء میں وفات کے وقت مرزا صاحب کی عمر ۶۸ سال کے قریب ہوتی ہے، پورے اڑسٹھ سال بھی نہیں ۔ بہاء)

} مارچ ۱۹۰۴ء میں کسی نے مرزا صاحب سے پوچھا:

کیا جناب کو یہ اطلاع بھی دی گئی ہے کہ آپ کی عمر کتنی ہوگی؟

مرزا صاحب نے جواب دیا: ہاں عمر کے متعلق مجھے الہاماً یہ بتایا گیا تھا کہ وہ اسّی (۸۰) کے قریب ہوگی اور حال میں ایک رؤیا کے ذریعہ یہ بھی معلوم ہوا کہ ۱۵ سال اور بڑھا نے کے واسطے دعا کی ہے۔

پھر سوال ہوا: اب جناب کی عمر کیا ہوگی؟

مرزا صاحب نے جواب دیا: ۶۵ یا ۶۶ سال، (اخبار الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۳)

(اس سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ ۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب کی عمر بقول خود ۶۵ یا ۶۶ سال تھی، اور یہ کہ انہیں الہاماً یہ بتایا جا چکا تھا کہ ان کی کل عمر ۸۰ سال کے قریب ہوگی، جس میں ۱۵ سال کے اضافے کی دعا بھی انہوں نے کر رکھی ہے۔ اور مرزا کا دعوی تھا کہ خدا نے ان سے وعدہ کیا ہوا ہے اجیب کل دعائک الا فی شرکائک ۔ میں تیری ہر دعا قبول کرونگا سوائے ان دعاؤں کے جو تو اپنے شریکوں کے بارے میں کرے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر بعد اس دعا کے بعد ۹۵ سال کے قریب ہونے کا وعدہ تھا۔

لیکن مرزا صاحب اس سوال و جواب کے چار سال بعد آنجہانی ہو گئے ۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا عرصہ حیات ۶۹ یا ۷۰ سال تک محدود رہا۔ نہ ۸۰ سال عمر والا الہام پورا ہوا، نہ اسّی (۸۰) برس عمر کی پیش گوئی پوری ہوئی،

نہ ۸۰ میں ۱۵ سال اضافے کی دعا قبول ہوئی اور نہ اجیب کل دعا ئک الا فی شر کا ئک کا والہ الہام، اور خدائی وعدہ پورا ہوا۔

یاد رہے کہ سب مسلمانوں کا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالی وعدہ خلافی نہیں فرماتے، اس لئے مرزا صاحب جسے خدائی وعدہ کہہ کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے اگر وہ واقعتاً خدائی وعدہ ہوتا تو ضرور مرزا صاحب کی عمر ۸۰ سال کے قریب بلکہ ۹۵ سال کے قریب ہوتی۔

اور پھر مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ جو شخص مخلوق کے فائدہ مند ہوتا اسے طویل عمر دی جاتی ہے، جو فائدہ مند نہ ہو اسے جلدا ٹھا لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے:

مسیح موعود کے زمانہ میں درازی عمر کا راز

احادیث میں جو آیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں عمریں لمبی ہو جائیں گی اس سے یہ مراد نہیں کہ موت کا دروازہ بالکل بند ہو جائے اور کوئی شخص نہیں مرے گا بلکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مالی جانی نصرت میں اس کے مخلص احباب ہوں گے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہوں گے ان کی عمریں دراز کر دی جائیں گی اس واسطے کہ وہ لوگ نفع رساں وجود ہوں گے اور اللہ تعالی کا وعدہ ہے و امّا ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ یہ امر قانون قدرت کے موافق ہے کہ عمریں دراز کر دی جائیں گی اس زمانہ کو جو دراز کیا ہے یہ بھی اس کی رحمت ہے اور اس میں کوئی خاص مصلحت ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۰)

(مرزا صاحب کے اس فرمان کی روشنی میں یہ دیکھنا چاہیے کہ محمد افضل اڈیٹر البدر قادیان اور مرزائیوں کے مخدوم الملت مولوی عبد الکریم چھوٹی عمر میں کیوں مر گئے تھے حالانکہ وہ جانی بدنی نصرت میں لگے ہوئے تھے اور مرزا صاحب کے بہت ہی قریبی لوگ تھے۔ اور خود مرزا صاحب کی عمر کیوں نہ بڑھی بلکہ ڈاکٹر جب عبد الحکیم نے پیش گوئی کی مرزا ۱۴ ماہ کے اندر مر جائے گا، تو اس کے مقابلے میں مرزا صاحب نے پیش گوئی کی کہ ان کی عمر بڑھا دی جائے گی۔ لیکن مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی بھی پوری نہ ہوئی، اور الٹا بعد از پیش گوئی ۱۴ ماہ سے بھی ان کی عمر کم ہو گئی۔

اور مرزا صاحب کے بیٹے بشیر اول اور مبارک احمد بچپن میں کیوں مر گئے؟ کیا اس لئے کہ وہ زندہ رہتے تو ضرر رساں ہوتے؟ اور اگر مبارک احمد کو کسی پیش گوئی کے سچا کرنے کی غرض سے جلدی مرنا تھا تو مرزا صاحب نے افرا تفری میں اس بیمار نابالغ کی شادی کیوں کر دی؟ بہاء)

{ یکم فروری ۱۹۰۴ء کو بموقع سیر مرزا صاحب نے فرمایا:

قوائے خواہ کتنے ہی قوی ہوں اور عمر کس قدر اوائل کیوں نہ ہو، مگر تاہم عمر کا اعتبار نہیں ہے۔ نہیں معلوم کہ کس وقت موت آجاوے اس لئے میرا ارادہ ہے کہ اگرچہ اپنے فرض کا ایک حصہ بذریعہ تحریروں کے ہم نے پورا کر دیا ہے مگر تاہم ایک بڑا ضروری حصہ باقی ہے کہ عوام الناس کے کانوں تک ایک دفعہ خدا تعالی کے پیغام کو پہنچا دیا جائے کیونکہ عوام الناس میں ایک بڑا حصہ ایسے لوگوں کا ہوتا ہے کہ جو تعصب اور تکبر وغیرہ سے خالی ہوتے ہیں اور محض مولویوں کے کہنے سننے سے وہ حق سے محروم رہتے ہیں اور جو کچھ یہ مولوی کہہ دیتے ہیں اسے آمنا وصدقنا کہہ کر مان لیتے ہیں، ہماری طرف کی باتوں اور دعووں اور دلیلوں سے محض ناآشنا ہوتے ہیں۔ اس لئے ارادہ ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں جا کر بذریعہ تقریر کے لوگوں پر اتمام حجت کی جائے اور ان کو بتلایا جاوے کہ ہمارے مامور ہونے کی غرض کیا ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں۔...

(اس واقعہ کے بعد مرزا صاحب کہاں کہاں گئے؟۔ کیا بمبئی، کلکتہ، مدراس، ملتان، بہاولپور، پشاور، بھوپال، حیدرآباد، آگرہ، جے پور، حیدرآباد سندھ، کراچی، لائل پور، مظفر گڑھ، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، سری نگر، جموں، لکھنؤ، بنارس، ڈھاکہ، وغیرہ گئے، کیونکہ اس وقت ہند کے بڑے شہر یہی تھے۔ اس بیان کے بعد دہلی میں گئے تو وہاں کوئی لیکچر اور تقریر وغیرہ نہیں کی مزاروں کی زیارتیں کرتے رہے۔ لاہور میں گئے لیکن لیکچر ہی تیار کرتے رہے جسے نامکمل چھوڑ کر چل بسے۔ گورداسپور، فیروز پور، لدھیانہ، پٹیالہ، ہوشیار پور میں بھی کوئی لیکچر نہیں دیا۔

پھر مرزا صاحب ہندوستان سے باہر بھی نہیں نکلے، نہ کابل گئے نہ تہران، نہ مشہد، نہ قم، نہ بخارا نہ سمرقند، نہ شنگھائی نہ پیکنگ، نہ لندن نہ پیرس، نہ نیویارک نہ واشنگٹن۔ نہ ماسکو نہ سنیٹ پیٹرز برگ، نہ برمنگھم نہ اڈنبرا، نہ مانچسٹر، نہ روم۔ نہ ایتھنز، نہ استنبول، نہ قونیہ نہ دمشق، نہ یروشلم، نہ قاہرہ، نہ مکہ نہ مدینہ۔

قادیانی شائد یہ فرمائیں کہ آنحضرت ﷺ بھی ساری دنیا کے مبعوث ہوئے تھے، پھر وہ ان سب شہروں میں دعوت و تبلیغ کے لئے کیوں نہ گئے؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ بلاشک آنحضرت ﷺ ساری دنیا کے ہیں لیکن آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا میں بذات خود بڑے بڑے شہروں میں بغرض تبلیغ جانا چاہتا ہوں۔ قصہ مختصر مرزا کے بیان اور ہماری گذارشات سے واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا اپنے کام کا ایک ضروری حصہ انجام دیئے بغیر دنیا سے چلے گئے۔ بہاء)

فرمایا (مرزا نے) کہ عمر کی نسبت اگرچہ مجھے الہام بھی ہوا ہے اور خوابیں بھی آئی ہیں مگر جب اللہ تعالی کی بے نیازی پر نظر پڑتی ہے تو مجھے اپنی عمر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا پھر مجھے لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ ان کو عمر کا کوئی وعدہ بھی نہیں ملا ہوا مگر پھر بھی وہ ایسے عمل کرتے

ہیں کہ جیسے مطلق موت آنی ہی نہیں (اخبار البدر قادیان۔۱۶فروری ۱۹۰۴ءص ۳)۔

(یا تو مرزا صاحب کو خدائی وعدہ پر اعتبار نہیں ، یا وہ سمجھتے ہیں کہ ہوسکتا ہے، عمر سے متعلق ان کے الہام اور خوابیں شیطانی ہوں ۔ بہاء)

} مرزا صاحب ۶ مارچ ۱۹۰۴ء کو فرماتے ہیں:

خدا کو راضی کرو تو وہ تمہاری عمر بڑھا دے گا فا ما ما ينفع الناس فيمكث فى الارض ۔ جو چیز لوگوں کو فائدہ رساں ہوتی ہے خدا اسے زیادہ دیر زمین میں رکھتا ہے۔کوئی زمین دار اپنے بیل کو ذبح نہیں کرتا جب تک وہ ناکارہ نہ ہو جائے ۔ جب وہ کام کا نہیں رہتا تو آخر زمین دار کہنے لگتا ہے کہ دو چار روپۓ کھال ہی کے آجاویں گے، گوشت بھی کام آویگا۔اسی طرح جب انسان خدا کی نظر میں کسی کام کا نہیں رہتا تو وہ خس کم جہان پاک کا مصداق ہو جاتا ہے۔کیا تم اپنے گھر کی اچھی چیزوں کو باہر پھینک دیتے ہو؟ ہرگز نہیں سونا چاندی وغیرہ بیش قیمت اشیاء کو کیسے سنبھال کر رکھتے ہو لیکن ایک چوہا مرا ہوا نظر آئے تو اسے فوراً پھینک دو گے اسی طرح خدا اپنے نیک بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ (اخبار بدر قادیان ۱۶ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۷)

(اور اس بیان کے ایک سال بعد مخدوم الملت مولوی عبدالکریم ۴۷ سال کی عمر میں چل بسے، اور اس بیان کے تین سال بعد مرزا صاحب کا بیٹا مبارک احمد نابالغی کی حالت میں ایک بیوہ چھوڑ مرا۔اور اس بیان کے ۴ سال بعد خود مرزا صاحب کو چہ محبوب (یعنی پٹی ضلع لاہور) کے راستے میں لاہور میں آنجہانی ہو گئے)

} مرزا صاحب کے امام مسجد اور قادیانیوں کے مخدوم الملت جنہیں بقول مرزا صاحب، اللہ تعالی نے مسلمانوں کا لیڈر کا خطاب دیا تھا، یعنی مولوی عبدالکریم سیالکوٹی ، کہتے ہیں:

.... منجملہ خدا کی ہستی کے ثبوتوں کے ایک یہ بات ہے جو حضرت مرزا غلام احمد نے بڑی قوت اور تحدی سے دنیا میں شائع کی ہے کہ قریب نوے برس تک اس کی عمر ہوگی، اور اس اثنا میں اس کی آنکھیں اور اس کے مفاصل ان ناتوانیوں اور تباہیوں سے محفوظ رہیں گے جو عادتاً ایسے اوقات میں بوڑھوں پر نازل ہوا کرتی ہیں۔

یہ دعوی متفرق کتابوں میں صاف صاف لفظوں میں مشتہر کیا گیا ہے۔ بڑی خوبصورتی اس پیش گوئی کی اس وقت معلوم ہوتی ہے جب یہ دیکھا جاوے کہ مدعی کی جسمانی

حالت دعووں کے وقت مادی نگاہ میں کس قسم کی ہے۔ یہ بات تمام واقفوں پر روشن ہے کہ دو بیماریاں اس شخص کے ساتھ ہمیشہ لازم رہتی ہیں۔ ایک بیماری جسم کے اوپر کے حصے میں یعنی سر سے تعلق رکھتی ہے جس کے شدید جوش کے وقت برد اطراف کا وہ غلبہ ہوتا ہے کہ گرم کیا ہوا لوہا بھی جسم پر لگانے سے بے اثر ثابت ہوتا ہے۔ دوسری بیماری جسم کے حصہ زیریں سے تعلق رکھتی ہے، وہ ہے پیشاب کی کثرت اور ہضم کا اپنے اعتدال پر نہ رہنا۔ یہ دو مرضیں اس قسم کی ہیں کہ عام انسان ان میں مبتلا ہو کر بہت تھوڑی زندگی پاتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ ایک شخص بڑی قوت سے یہ دعوی کرتا ہے کہ خدا نے مجھ کو کہا ہے کہ میں تجھے حیات طیبہ کا شرف بخشوں گا اور اتنی لمبی عمر میں ارذل عمر کے نشانوں میں سے کوئی نشان نہ دیکھے گا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷۔۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۶)

(مولوی عبدالکریم کے اس بیان میں مرزا صاحب کی اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں الہام ہو چکا ہے کہ ان کی عمر ۸۰ سال کے قریب ہوگی، جس میں ۱۵ برس اضافہ کی وہ دعا کر چکے ہیں، یعنی ان کی عمر ۹۵ برس کے قریب ہوگی۔ مولوی عبدالکریم نے بطور احتیاط ۹۵ برس کے قریب کہنے کی بجائے نوے (۹۰) برس تک کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

تاہم اللہ تعالی نے مرزا صاحب کی تکذیب یوں فرما دی کہ اسے ۹۰ سال، یا ۸۰ سال کی عمر عطا کرنے کی بجائے ۷۰ سال کی عمر کو پہنچنے سے بھی پہلے دنیا سے اٹھا لیا۔

نیز اس بیان میں مولوی عبدالکریم نے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ ارذل عمر کی بیماریوں سے مرزا صاحب محفوظ رہیں گے۔ ارذل عمر کی بیماریاں کیا ہوتی ہیں، ضعف بصارت، اعضاء کی شکست وریخت، نظام ہضم کی خرابی، کثرت پیشاب یا مثانے کی کمزوری، کانوں کی خرابی، غشی کے دورے، عام جسمانی کمزوری، ضعف دماغ، سوء حفظ۔ وغیرہ۔ اور یہ سب بیماریاں مرزا صاحب کو لاحق تھیں۔ بہاء)

} ایک قادیانی، مرزا صاحب کے حین حیات ان کے سرکاری آرگن میں پیسہ اخبار لاہور میں مرزا صاحب کی عمر کے بارے میں کسی مضمون پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مسیح موعود کی عمر پر اعتراض کا جواب اور مسٹر محبوب عالم کا قول وفعل:

قول اگر آپ نے دیکھنا ہو تو پیسہ اخبار کا وہ آرٹیکل دیکھا جاوے جو ۸ جولائی ۱۹۰۴ء کے روزانہ میں اخبار اور ہمارا طرز عمل کے عنوان سے دیا گیا ہے جس کی نقل ہم نے ۲۴ جون ۱۹۰۴ء کے البدر میں دی ہے اور اس اخبار میں ان کے فعل کا نمونہ بھی دکھایا

ہے جو کہ قول کے بالکل خلاف ہے۔

پیسہ اخبار کے اس آرٹیکل میں محبوب عالم نے اخبار نویسوں کو اسلئے ملزم کیا تھا کہ ایک خبر کی صحت اور تصدیق میں وہ پورا حق ادا نہیں کرتے چنانچہ اسکی تائید میں انہوں نے سلف صالحین کے اس طریق تصدیق کو پیش کیا ہے جو ایک مسئلہ اور خبر کی تحقیق کیلئے وہ برتتے تھے اور جب تک پورے طور سے خبر کے راوی کی سچائی اور دیانت وغیرہ کا حال دریافت کر کے اسے قابل اعتبار نہ سمجھ لیتے تب تک اسکی اشاعت حرام خیال کرتے مسٹر محبوب عالم جیسے اڈیٹر کی شان کے شایان تو یہ تھا کہ ایک ایسے آرٹیکل کو اپنے قلم سے نکالنے کے بعد وہ اپنا عملی نمونہ اخباری دنیا میں سب سے اول پیش کرتے اور اپنے اخبار میں جو پورے طور پر تصدیق نہ ہوئی ہو، درج نہ کرتے۔ لیکن افسوس کہ جس بات کو وہ دوسروں کے لئے چاہتے ہیں اپنے نفس کے لئے اسے ہرگز پسند نہیں کرتے...

اور یہی وجہ ہے کہ ان کو آخر کار بڑی ندامت کا نشانہ ہونا پڑتا ہے اور پھر،

اخبار نویس عالم الغیب نہیں ہوتے،

جیسے آرٹیکل لکھ کر داغ ندامت کو دھوتے ہیں۔ اور نامہ نگاروں کو بدبخت دشمن عقل ظالم وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ اخبار نویسی کی جس طرز کی آپ نے مدح سرائی کی تھی کیا اس میں عالم الغیبی کی بھی کوئی شرط لگائی تھی۔ آپ کو کس نے مجبور کیا کہ جو خبر کسی غیر معتبر بدبخت کی طرف سے آوے تو آپ ضرور اس پر اعتبار کر لیں خصوصاً وہ خبریں جو کسی ذی شان کی وفات یا معاملات کے متعلق ہوں۔ اور پھر طرہ یہ ہے کہ جب مولوی محمد عثمان اور مولوی حسن محمد کی زندگی میں ان کے کسی دشمن نے ان کی وفات کی خبر چھپوا دی ہے تو مسٹر محبوب عالم ان کو لکھتے ہیں کہ ہر دو صاحبوں کو چاہیے کہ غلط خبریں چھپوانے والے کا پتہ لگائیں اور عدالت سے چارہ جوئی کریں۔ نہیں معلوم کہ ان کو اس سر دردی کی کیا ضرورت ہے۔ غلطی کریں مسٹر محبوب عالم اور اس کا خمیازہ اٹھاویں مولوی صاحبان۔ کیا کہیں کفارہ کا مسئلہ تو ذہن نشین نہیں ہے کہ گناہ کرے تمام جہاں اور صلیب پر چڑھیں یسوع مسیح۔ کسی نے سچ کہا ہے:

آسان نہیں ہے رشتہ الفت کا توڑنا۔ مشکل ہے بالی پن کی محبت کا چھوڑنا

تحقیق اور تصدیق کے طریقہ پیش کرنے کے بعد اب یہ عذر کام نہیں آ سکتا کہ

فلاں لنڈن کے اخبار میں بھی، ایسی غلطی ہوگئی تھی۔ کیونکہ جب ایک طریق تم خود پیش کرتے ہو تو اس پر عمل درآمد کیوں نہیں کرتے۔ پھر ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ کو معذرت کی ضرورت کیوں پیش آئی جس حالت میں خلاف واقعہ بلاتحقیق واقعات لکھ دینا آپ کے نزدیک جائز ہے تو پھر آنسو پونچھنے سے کیا فائدہ۔

گذشتہ نظیر نہیں، ایک تازہ نظیر اپنی اسی کرتوت کی اور لو، کہ آپ نے ۳۰ جولائی کے روزانہ (پیسہ) میں حضرت مرزا صاحب کے متعلق ایک خبر لکھی ہے:

مرزا صاحب نے اپنی عمر ۶۵ سال لکھائی ہے حالانکہ آپ اپنی کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۳ سطر ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ آتھم کے مباحثہ اور پیش گوئی کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال کی تھی۔ وہ مباحثہ ۱۸۹۳ء میں ہوا... باوجود گذرنے دس سال کے آپ کے سن میں ایک سال کی ترقی ہوئی۔،

اصل عبارت اعجاز احمدیہ کی جو سطر ۱۵ صفحہ ۳ میں ہے وہ یہ ہے:

اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے۔ اگر شک ہو تو اس کے پنشن کے کاغذات دفتر سرکاری میں دیکھ لو کہ کب اور کس عمر میں اس نے پنشن پائی ...خدا کی لعنت ان لوگوں پر جو جھوٹ بولتے ہیں جب انسان حیا کو چھوڑ دیتا ہے تو جو چاہے بکے کون اسے روک سکتا ہے۔،

اس عبارت سے یہ امر عیاں ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کتاب اعجاز احمدی کی تصنیف کے وقت جو آپ کی عمر تھی، اس کا مقابلہ عبداللہ آتھم کی عمر سے کیا ہے۔ (یعنی اعجاز احمدی کے وقت مرزا کی عمر ۶۴ سال تھی اس سے ۵ سال بعد موت کے وقت ان کی عمر ۶۹ سال ہوتی ہے۔ بہاء) اعجاز احمدی ۱۹۰۳ء کی تصنیف ہے اور کتاب البریہ ص ۱۴۶ کے حاشیہ کی سطرے میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

کہ اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے اخیری وقت میں ہوئی ہے اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس یا سترھویں برس میں تھا۔

اب حساب کرلو کہ ۱۹۰۳ء میں آپ کی عمر ۶۴ سال کی ہونی چاہیے تھی یا کہ نہیں؟ اور عبداللہ آتھم کی ۶۴ سال کی عمر آپ نے انعامی اشتہارات میں لکھی ہے۔ دیکھو اشتہار فتح اسلام ستمبر ۱۸۹۴ص ۴ سطر ۴۔: اگر آتھم صاحب ۶۴ برس کے ہیں تو عاجز قریباً

ساٹھ برس کا ہے۔، اشتہار انعامی تین ہزار۔ص ۲: اگر آپ ۶۴ برس کے ہیں تو میری عمر بھی قریباً ساٹھ کے ہو چکی ہے۔

ان عبارات میں لفظ قریباً قابل غور ہے۔ پھر اسی اشتہار صفحہ ۷ سطر ۷ میں صاف لکھا ہے، حالانکہ ان کی عمر کچھ ایسی بڑی نہیں بلکہ میری عمر سے چند سال ہی زیادہ ہیں۔

کیا آپ کو شرم آئی ہوگی کہ جب کہ ۱۸۹۴ء میں مرزا صاحب اپنی عمر، عبداللہ آتھم سے کم بتلاتے ہیں تو ۱۹۰۲ء میں آپ کی عمر عبداللہ آتھم کے برابر ہونا کوئی خلاف واقعہ امر نہیں ہے، بہ نسبت کسی دوسری خبروں کے، حضرت مرزا صاحب کے متعلق ہر ایک خبر کو تحقیق کرنے کا ایک بڑا معتبر ذریعہ آپ کے پاس خود کارخانہ میں موجود ہے، اگر آپ تحقیق کرلیا کریں تو پبلک کو بھی معلوم ہو جایا کرے کہ آپ اپنے مضمون، اخبار اور ہمارا طرز عمل، مطبوعہ روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۸ جولائی ۱۹۰۴ء کے کہاں تک پابند اور اس پر عامل ہیں ورنہ یہ مثل ضرور صادق آئے گی کہ ہاتھی کے دکھانے کے دانت اور ہوتے ہیں اور کھانے کے اور۔

کیا اڈیٹر پیسہ اخبار، اخبار اور ہمارا طرز عمل، والے مضمون کو قائم رکھنے کے لئے آئندہ ہر ایک خبر کی تحقیق کرلیا کرے گا؟ کاش خدا آپ کو سمجھ دے کہ اسی ایک خدا کے برگزیدہ کی مخالفت کا نتیجہ ہے کہ ہر روز قابل شرم اور بے سروپا ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں ورنہ آپ پیش کریں کہ دوسرا بھی کوئی اس شان کا اخبار ہے کہ جس میں بے شمار غلط خبریں چھپتی ہوں (اخبار بدر قادیان۔ ۸۔ اگست ۱۹۰۴ء ص ۵)

(اس تحریر میں مرزا صاحب کی ناک کے نیچے بیٹھ کر قادیانیوں نے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۹۰۳ء میں ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔، اس حساب سے موت کے وقت یعنی ۵ سال بعد ان کی عمر ۶۸ سال ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ یادر ہے کہ یہ مضمون مرزا صاحب کی موجودگی میں ایک مخالف کے اعتراضات کے جواب میں لکھا تھا۔ جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بہاء)

} جب مرزا صاحب زلزلے کے خوف سے اپنا گھر بار چھوڑ کر ایک باغ میں خیمہ زن تھے، ان دنوں کے حالات اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی تراب نے بایں الفاظ بیان کئے ہیں:

اعلیٰ حضرت (مرزا) دعا کیلئے ہمیشہ بیت الدعا الگ رکھتے ہیں.. باغ میں چلے جانے کے باعث آپ کے اس معمول دعا میں تو کوئی فرق نہیں آیا پھر بھی آپ نے ایک

خاص چھولداری بیت الدعا بنانے کی غرض سے حال میں منگوائی ہے جہاں آپ خصوصیت کے ساتھ اپنی جماعت کیلئے دعائیں کریں گے اور ایک یہ بھی دعا آپ کر رہے ہیں کہ اللہ تعالی اس جماعت میں سے طاعون کو اٹھاوے.. براہین احمدیہ حصہ پنجم کی تصنیف میں وہ وقت گذرتا ہے جو مندرجہ بالا اوقات سے اور نمازوں کی ادائیگی سے ملتا ہے اسی میں ضروریات روزمرہ بھی شامل ہیں۔

۶۶ سال کی عمر میں اس قدر مصروفیت اور وہ بھی محض خدا تعالی کی توحید اور اعلائے کلمۃ الاسلام میں، بجز خدا کے مامور و مرسل کے دوسرے کی زندگی میں قطعاً نہیں پائی جاسکتی ۔عصر کی نماز کے بعد عموماً حضور کی صحت اچھی نہیں رہتی۔ چکرآنے لگتے ہیں اس لئے مغرب اورعشا کی نمازمیں باہرتشریف نہیں لاتے بلکہ اندرہی نماز پڑھتے ہیں۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۰۔اپریل ۱۹۰۵ء ص ۱۳)

(اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں قادیانی جماعت طاعون کی زد میں آئی ہوئی تھی اور مرزا صاحب ان کے بچاؤ کی دعائیں کررہے تھے۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں ان کی صحت ٹھیک نہیں رہتی تھی، چکرآتے تھے، اور مغرب اورعشاء کی نماز کے لئے خیمہ سے باہرآکر جماعت میں شامل نہیں ہوسکتے تھے۔ نیز یہ کہ اپریل ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب کی عمر ۶۶ برس تھی۔ چونکہ اس تحریر کے تین سال بعد مرزا صاحب آنجہانی ہوگئے تھے اس لئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت ان کی عمر بقول شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم مرزائیوں کے ۶۹ سال تھی۔ بہاء)

مرزا صاحب کا آخری بیان

مرزا صاحب کے سسر میر ناصر لکھتے ہیں:

حضرت (مرزا) صاحب جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جاکر سو چکا تھا۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا۔جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو آپ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا:

میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔(حیات ناصر۔طبع ۱۹۲۷ء ص ۱۴)

مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے، یہ فقرہ مرزا کا خیال یا ان کی رائے نہیں ہے،

بلکہ ایک حقیقت واقعہ کا بیان ہے۔ یہ ان کی ایک سٹیٹ منٹ statement ہے جن کا دعوی تھا کہ انہیں ہر وقت الہامی رہنمائی ملتی ہے اور جو و ما ینطق عن الھوی کے منصب پر فائز ہیں۔

رائے اور اجتہاد کی غلطی تو مرزا صاحب کسی نہ کسی طرح معاف کروا لیتے تھے لیکن ایک بیان کو کس طرح چھپا یا سکتا ہے۔ وہ حکیم ابن حکیم تھے اور ساری عمر بیماریوں سے لڑتے اور کھیلتے رہے تھے، ان کی بیٹی عصمت بھی ہیضہ سے ان کے ہاتھوں میں فوت ہوئی تھی، اس لئے ان سے زیادہ بہتر کون سمجھ سکتا تھا کہ ہیضہ کیا ہوتا ہے۔ اور جب وہ اپنے سسر کو بتا رہے ہیں کہ مجھے ہیضہ ہو گیا ہے تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے شک ہے کہ مجھے ہیضہ ہو گیا، بلکہ انہوں نے واضح الفاظ میں ایک حقیقت بیان کی کہ مجھے ہیضہ ہو گیا ہے۔

اب اگر قادیانی یہ کہیں کہ ان کی موت ہیضہ سے نہیں ہوئی تو یہ مرزا کی تکذیب ہے اور یہ کہنے کے مترادف ہے کہ حضور! آپ کا ادب و احترام سر آنکھوں پر، لیکن آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔

اور اپنے نبی کو جھوٹا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ ان کی امت سے خارج ہو گئے۔

اگر قادیانیوں کو مرزا صاحب کی امت میں رہنا مطلوب ہو، تو میر صاحب سے مرزا صاحب کی اس بات چیت کے بعد کر مرزا صاحب کی موت تک کے چند گھنٹوں کے عرصہ میں سے مرزا صاحب کا کوئی فرمان پیش کریں جس میں انہوں نے بتایا ہو کہ

میں نے جو میر صاحب سے کہا تھا درست نہیں، کیونکہ مجھے وحی والہام سے بتا دیا گیا ہے کہ یہ مرض ہیضہ نہیں ہے۔

اس لئے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ان سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو انہیں اس پر باقی نہیں رکھا جاتا بلکہ بذریعہ وحی اس کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔ لہذا ان چند گھنٹوں کے دوران نازل ہونے والی کسی وحی کی ضرورت ہے۔

ایسی وحی کی عدم موجودگی میں یہ ماننا پڑیگا کہ مرزا صاحب کا فرمان کہ: مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے، درست تھا۔ بصورت دیگر مرزا صاحب اور قادیانیوں کے مابین طلاق واقع ہو جائیگی۔

☆☆☆

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

تقریظات اور تبصرے

} مولانا محمد افضل باجوہ لکھتے ہیں:

محبوب خدا ﷺ کے نام و مقام ذات وصفات معجزات وکمالات کا تحفظ و دفاع کرنا اصل دین بندگی ہے۔حضرت خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

و انه سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی اللّٰه و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

یعنی میری امت میں تیس جھوٹے نمودار ہوں گے اوران میں ہر ایک دعوی کریگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میری بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے ان چند بنیادی عقائد میں سے ہے جن پر ہمیشہ امت کا اجماع رہا ہے گویا کہ عقیدہ ختم نبوت دین کی اساس، دین کی روح ،دین کی آبرو ہے۔ختم نبوت کی حفاظت عین کلمہ توحید قرآن وایمان کی حفاظت ہے۔ختم نبوت کی حفاظت عظمت و مقام مصطفیٰ و ناموس رسالت کی حفاظت ہے۔

تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ صحابہؓ نے سب سے زیادہ قربانیاں ناموس رسالت وتحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ کی خاطر پیش کیں۔اسلام کے پہلے غازی ختم نبوت سیدنا فیروز دیلمی نے اسود عنسی کو ادعائے نبوت کے جرم میں قتل کیا۔مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا تو سیدنا ابوبکرؓ نے اس کو مرتد اور واجب القتل یقین کر کے اس پر لشکر کشی کی۔لشکر اسلام کے عظیم مجاہد ختم نبوت حضرت وحشیؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر آدمی (حضرت امیر حمزہؓ) کو شہید کیا تو میں نے سب سے شریر آدمی (مسیلمہ کذاب) کو قتل کرنے کا بھی شرف حاصل کیا ہے۔

گویا عاشقان وغلامان مصطفیٰ ﷺ نے ہر دور میں ہر سطح پر مصطفیٰ کریم ﷺ کی عظمت و ناموس کے تحفظ کے لئے تحریراً تقریراً فعلاً پہرہ دیا اور انشاءاللہ اس مشن کے امین بن کر رہیں گے۔

مسیلمہ پنجاب قادیانی کذاب نے ۱۹۰۰ء میں اپنے پر پرزے اچھی طرح نکال لئے تھے جب کہ اس سے قبل مجددیت ومحدثیت کی اصطلاحات کو اس نے اپنا مطمح نظر بنایا۔انگریز کے اس خبیث پودے کے کانٹے پھیلتے چلے گئے اور انگریزی حکومت کی سرپرستی میں اس کذاب نے

دجل وفریب کے ایسے مکروہ منصوبے مرتب کئے جس سے شیطان اور اس کی ذریت کے وارے نیارے ہو گئے۔ مگر عاشقان مصطفیٰ ﷺ نے اس کذاب اور اسکے حواریوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے ہر سطح پر تحریک ختم نبوت شروع کی اور سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا تن من دھن نثار کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی سے کام نہ لیا اور ہر مسلک و مکتبہ فکر کے علماء وعوام الناس ،سینکڑوں غلامان مصطفیٰ ﷺ نے اپنی جان کے نذرانے پیش کر کے اس تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرانے کی مساعی جمیلہ فرمائی۔

فتنہ قادیانیت کے رد میں علماء ومشائخ نے جو علمی وقلمی کام کیا میں سے بعض کتب گم گشتہ و نایاب تھیں اس بکھرے مواد کو تلاش کر کے غلامان خاتم النبیین ﷺ تک پہنچانا انتہائی ضروری تھا۔ اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے مفتی محمد امین قادریؒ نے علماء ومشائخ کی کتب ورسائل کو، عقیدہ ختم نبوت، کے نام سے متعدد جلدوں میں کراچی سے شائع فرمایا ہے۔ اہل حدیث مکتبہ فکر کی طرف سے فاضل اجل حضرت مولانا محمد داؤد ارشد صاحب (اطال اللہ عمرہ) آف کوٹلی ورکاں نارنگ منڈی نے تحریک ختم نبوت حصہ اول تا حصہ ہفتم، ناچیز کو ارسال فرمائی۔

تحریک ختم نبوت، ایک ایسی تاریخی کتاب ہے جسے محترم ڈاکٹر محمد بہاء الدین صاحب سلمہ اللہ نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے تصنیف کیا، جو اپنی نوعیت میں مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے گھر گھر پہنچایا جائے تاکہ مسلمانوں کو قادیانیت کے کفریات ومغلظات اور ریشہ دوانیوں سے مطلع ہو کر اپنا ایمان وایقان مستحکم رکھنا نصیب ہو۔

مکتبہ قدوسیہ بھی مبارکباد کا مستحق ہے جس نے اس کتاب کو نہایت جاذب نظر خوبصورت عمدہ طباعت سے اشاعت کا لباس پہنایا ہے۔ اعلی سفید کاغذ اور مضبوط جلد نے کتاب کے وزن و وقار میں بے حد اضافہ کیا ہے۔ دعا ہے قارئین کرام اس سے پورا پورا استفادہ کریں اور جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کو اللہ تعالی مزید لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین فقط

(مولانا) محمد افضل باجوہ نائب امیر تحریک فدایان ختم نبوت پاکستان

ناظم اعلی جامعہ اسلامیہ فیروزیہ چوک داتا زید مرید کے۔ نارووال روڈ ضلع سیالکوٹ

☆ ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری لکھتے ہیں:

محترم ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کی کتاب تحریک ختم نبوت، کی ہندوستان میں مرکزی

جمیعت اہل حدیث کے مکتبہ ترجمان دہلی سے ۷ جلدیں شائع ہوگئی ہیں جب کہ پاکستان میں مکتبہ قدوسیہ سے گیارہ جلدیں منظر عام پر آکر اہل علم سے پذیرائی حاصل کر رہی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے تحریک ختم نبوت کی ۷ ویں، ۸ ویں، ۹ وں اور ۱۰ ویں جلدیں برطانیہ سے حضرت مولانا شیر خان جمیل احمد عمری مدنی حفظہ اللہ کے ہاتھ بھجوائیں جو دہلی میں ۱۰۔۱۱۔ اپریل ۲۰۱۰ء کو ۳۰ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ میں ان دونوں حضرات کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ سے دعا بھی کہ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

۷ ویں جلد ۶۷۵ صفحات پر مشتمل ہے کتاب کے شروع میں مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے ڈاکٹر صاحب کو حوصلہ افزاء ودعائیہ کلمات سے نوازتے ہوئے لکھا ہے:

> ڈاکٹر صاحب کی ہمت قابل داد ہے کہ وہ برسوں سے ایسی کتابوں کا مطالعہ کر رہے ہیں جن کا ادب وانشاء سے دور ونزدیک کا کوئی تعلق نہیں۔ ہم نے قادیانی لٹریچر کو جب بھی پڑھنے کی کوشش کی اس میں کامیاب نہ ہوسکے اسے ہاتھ لگایا دو چار سطریں پڑھیں اور رکھ دیا لیکن ہمارے دوست ڈاکٹر بہاء الدین پر احقاق حق اور ابطال باطل کا جذبہ پر خلوص اس قدر غالب آچکا ہے کہ انہوں نے اپنے مطلب کا مواد تلاش کرنے کے لئے قادیانی لٹریچر کے مطالعہ کو اپنے آپ پر ضروری قرار دے لیا ہے۔

صفحہ ۱۳ پر مولانا محمد داؤد ارشد نے ڈاکٹر صاحب کی یوں حوصلہ افزائی کی:

> محترم ڈاکٹر بہاء الدین مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے دیار غیر میں بیٹھ کر اس اہم تاریخی کام کا بیڑا اٹھایا اور مختلف اشخاص اور غیر معروف کتب خانوں سے نادر معلومات کو جمع کر کے ایک گل دستہ کی صورت میں شائع کر کے صاحب علم لوگوں کو ایک نادر علمی تحفہ دیا وہ پوری امت بالخصوص طائفہ منصورہ کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں

صفحہ ۱۴ سے ۱۷ تک ڈاکٹر صاحب کا مقدمہ ہے جس میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اس ساتویں جلد میں کیا کیا مباحث پیش کئے ہیں اور کن کن کتابوں کی تلخیص پیش کی ہے۔ ایک جگہ ڈاکٹر صاحب نے اسی مقدمہ میں بتایا ہے، اشاعۃ السنہ ہی میں مولانا بٹالوی نے توفی کے معانی کی وضاحت کی اور اس موضوع پر مرزا کے چیلنج کا جواب دے کر اسے جوابی چیلنج کیا جس سے مرزا زندگی بھر عہدہ برآ نہ ہوسکے اور جو انعامی رقم مرزا کے لئے رکھی گئی تھی وہ یوں ہی پڑی رہی۔،

صفحہ ۱۸ سے کتاب شروع ہوتی ہے ڈاکٹر صاحب نے بتایا ہے کہ برصغیر میں تحریک ختم

نبوت جنوری ۱۸۹۱ء میں شروع ہوئی لیکن علمائے کرام نجی گفتگو اور خط وکتابت کے ذریعہ انہیں ۱۸۹۱ء سے بہت پہلے ہی ملحدانہ عقاید سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ ایسے ہی ایک اہلحدیث عالم مولانا نوراحمد لکھویؒ مرزا قادیانی کو ۱۸۸۴ء کے شروع میں ہی خط کے ذریعہ کاذب ومفتری کہہ چکے ہیں جو بقول مرزا کافر کہنے کے مترادف تھا۔

ڈاکٹر صاحب قادیانی لٹریچر کا بہت گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں جس کا اندازہ قارئین کو بھی ہو گیا ہوگا جب ڈاکٹر مرزائی دلائل کو نقل کرتے ہیں تو ان دلائل پر جو نوٹ لگاتے ہیں وہ ڈاکٹر صاحب کے عمیق مطالعہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی صفحہ ۲۸ پر ڈاکٹر صاحب نے مرزا کی متضاد بات پکڑی کہ ایک جگہ قادیانی نے لکھا: جو کچھ کتابوں کی قیمت میں آیا وہ خرچ ہوتا رہا۔، اور ایک جگہ لکھا کہ: اس کا کچھ حصہ خرچ ہوتا رہا۔،

صفحہ ۵۰ سے ۵۳ تک ڈاکٹر صاحب نے اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۳ کا بٹالوی اداریہ نقل کیا ہے جس میں بٹالویؒ نے بتایا کہ میں نے براہین احمدیہ پر ریویو کیوں کیا؟ اور اب قادیانی کی مخالفت کیوں کر رہا ہوں۔ یہ بات بٹالوی صاحب نے تفصیلاً سمجھائی ہے۔ اصل میں اہل حدیثوں کا طرہ امتیاز یہ رہا ہے کہ ملت اسلامیہ کے اتحاد میں کبھی رخنہ نہیں ڈالتے بلکہ وہ تعاونوا علی البرّ کے تحت لوگوں کا تعاون کرتے ہیں اور اگر یہی لوگ قرآن وحدیث پر حملہ کرتے ہیں تو ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان کے تحت کاروائی کرتے ہیں۔ ایسے ہی بٹالوی صاحب نے قادیانی کی حمایت کی جب تک لگا کہ یہ شخص اسلام کے مخالفین سے برسرپیکار ہے اور جب اس کی بکواس سامنے آئیں تو سب سے زیادہ اہل حدیثوں نے ہی خصوصاً بٹالوی نے مرزا کی ناک میں دم کئے رکھا۔

ص ۵۳ سے ڈاکٹر صاحب نے قادیانی کا ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کے اشتہار پر بٹالوی تبصرہ دیا ہے اس سے پہلے ڈاکٹر جلد ۴ میں اس اشتہار کا مضمون نقل کر چکے ہیں کہ اس میں قادیانی نے کن کن لوگوں کو کس شرط کے ساتھ مناظرہ کی دعوت دی اور اب ڈاکٹر صاحب نے بٹالوی صاحب کا اس اشتہار کا جواب نقل کیا جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

ص ۵۸ سے ۸۷ تک ڈاکٹر صاحب نے بٹالوی اور حکیم نورالدین کے درمیان ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو لاہور میں ہونے والے مباحثے کی مکمل روداد نقل کی ہے حکیم نورالدین اس مباحثہ کو نامکمل چھوڑ کر لاہور سے رات ۴ بجے بھاگ گئے پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ بٹالوی نے حکیم نورالدین کو یکم مارچ ۱۸۹۳ء کو یعنی ۲ سال بعد اپنے دوران سفر پورب ٹرین میں جا پکڑا اور وہیں سے

گفتگوشروع کی جہاں سے حکیم جی چھوڑ گئے تھے۔

صفحہ ۱۱۹ سے ۲۱۸ تک ڈاکٹر صاحب نے مولانا عبدالمجید دہلوی کی کتاب بیان للناس نقل کی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔صفحہ ۲۱۹ سے ڈاکٹر بہاءالدین صاحب نے شفاءللناس از مولانا عبداللہ شاہجہان پوری نقل کرنا شروع کی۔شروع میں ڈاکٹر صاحب نے بطورتمہید کے بتایا کہ مولانا عبداللہ نے یہ کتاب ایک ایسی کتاب کے جواب میں لکھی ہے جو بقول مرزا روح القدس کی تائید سے لکھی گئی۔ یہ کتاب ۱۱۹ سال پرانی ہے۔صفحہ ۲۸۰ پر ڈاکٹر بہاءالدین صاحب نے ایک اہل حدیث عالم مولانا سلامت اللہ جیراجپوری کے ۲ مباحثے نقل کئے ہیں جو محمد احسن امروہی سے ہوئے تھے ایک مباحثہ عبداللہ صاحب نے نقل کیا ہے اور ایک ڈاکٹر صاحب نے خود ۱۹۳۰ء کے اخبار سے نقل کیا ہے، اس میں اللہ پاک نے مولانا سلامت اللہ کو غالب کیا۔

صفحہ ۳۱۹ پر مولانا عبداللہ نے محمد احسن امروہی کو مناظرہ کا انعامی چیلنج ان الفاظ میں دیا:

> اب میں بذریعہ اشتہار مؤلف اعلام الناس اوران کے پیرو اوران کے تمام ہم خیالوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ جوکوئی ان میں کاکسی آیت یا حدیث مرفوع صحیح صریح الدلالۃ سے نصاً اس بات کو ثابت کر دیں کہ مسیح موعود مسلمانوں میں پیدا ہوں گے اور مسیح موعود وہی مسیح ابن مریم نہیں تو میں اس کو چالیس روپئے حق المحنت دونگا اور میرا یہ اقرار بہت سچا اور صحیح سمجھا جاوے۔

یہ کتاب ڈاکٹر صاحب نے صفحہ ۳۲۸ تک نقل کی ہے جو قادیانی کے دعوی مسیحیت کے بعد بالکل ابتدائی دور کی ہے اسی وقت ہی علمائے اہل حدیث نے تحریری طور پر بھی مرزا کے دلائل و اس کے حواریوں کے دلائل کا منہ توڑ جواب دیا اللہ ان بزرگوں کے درجات بلند فرمائے آمین۔

مرزا قادیانی نے جون ۱۸۹۲ء میں ۵۰ صفحے کی ایک کتاب بنام نشان آسمانی لکھی جس میں مرزا نے نعمت اللہ شاہ اور گلاب شاہ مجذوب کی پیش گوئیاں درج کرکے اپنے اوپر چسپاں کیں ۔اس کے رد میں اگلے ہی ماہ یعنی جولائی ۱۸۹۲ء میں مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ نے تائید آسمانی نامی کتاب لکھی ۔آپ نے اس کتاب کو تلخیص واختصار کے بعد ساتویں جلد کی زینت بنا دیا اور اس کتاب کے مصنف کو ہم لوگ مجاہد آزادی کے طور پر جانتے ہیں۔ اس کتاب میں بہت ہی دلچسپ باتیں ہیں۔محمد جعفر تھانیسریؒ نے مرزا کی لالچی زندگی کے بارے میں تفصیلاً بتایا کہ اس نے اپنے عیش وآرام کیلئے کن حیلے بہانوں سے روپئے جمع کئے۔

صفحہ ۳۴۵ سے ڈاکٹر صاحب نے قادیانی کی ،آسمانی فیصلہ، نامی کتاب کا رد بٹالوی کے ۱۰۰ صفحے کے مضمون سے نقل کیا اوراس کی تمام شیطانی باتوں کا منہ توڑ جواب دیا۔

ڈاکٹر صاحب نے صفحہ ۴۳۸ سے قادیانی کی ۲ کتابیں بنام حجت الاسلام اور سچائی کا اظہار، کا رد بٹالوی کے اشاعۃ السنہ سے کیا ہے۔عبداللہ آتھم عیسائی کے متعلق قادیانی کی پیش گوئی پر مولانا بٹالویؒ نے تفصیلاً لکھا ہے ایک جگہ صفحہ ۴۶۸ پر بٹالویؒ نے لکھا:

> اور قادیانی کے اعتقاد وعمل وطریق کی نظر سے اس کو ایک دجال وکذاب خیال کر کے بحکم شہادت اندرونی بیرونی اس پیش گوئی کو ایک رملی یا نجومی یا مسمریزسٹ وغیرہ کی پیش گوئی سمجھ کر اس کی مضرت سے بچ جائیں گے اور اپنے آپ کو ان مسلمانوں کی نظیر بن کر دکھائیں گے جو دجال موعود سے اس قسم کے خوارق اور نشان دیکھ کر بھی اس کو کافر کہیں گے اور اس کے ظاہری بہشت کو چھوڑ کر اس کی آگ میں جانا منظور کریں گے پر ایمان کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔،

صفحہ ۴۸۱ پر ڈاکٹر صاحب نے بٹالویؒ کی پیش گوئی نقل کی جوانہوں نے ۱۸۹۳ء میں کی تھی کہ قادیانی کو حج کے لئے حرمین جانا نصیب نہیں ہوگا۔اس سلسلہ میں اور علمائے کرام نے بھی ایسی ہی پیش گوئی کی تھی لیکن مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے یہ پیش گوئی سب سے پہلے اور پھر اللہ تعالی نے مرزا کو حج کی توفیق ہی نہیں دی۔ یہ مضمون ڈاکٹر صاحب نے صفحہ ۵۰۴ تک نقل کیا ہے۔

صفحہ ۵۱۲ سے ۵۱۸ تک ڈاکٹر صاحب نے ماہنامہ اشاعۃ السنہ سے قادیانی کی کتاب دافع الوساوس کے عربی خطبہ کی ۵۰ غلطیاں نقل کی ہیں۔

صفحہ ۵۲۵ سے ۵۳۰ تک ڈاکٹر صاحب کئی مستند قادیانی روایات سے غلام احمد کا حنفی ہونا ثابت یا ہے کہ وہ قبل دعوی مسیح موعود بھی حنفی تھا اور بعد میں حنفی تھا بلکہ ڈاکٹر صاحب قادیانیوں کے ایک معتمد ہندو پنڈت سے ثابت کیا ہے کہ مرزا حنفی تھا۔

صفحہ ۵۳۰ سے ڈاکٹر صاحب نے قادیانی کی عمر اور موت کے تعلق سے کئی دلچسپ روایتیں ذکر کی ہیں ایک جگہ ڈاکٹر صاحب نے قادیانی کی جان کنی کا عالم مرزائی کتاب سے پیش کیا ہے اس میں ہے کہ مرنے سے کچھ دیر قبل مرزا نے کاغذ قلم دوات منگا کر کچھ لکھا۔اس پر ڈاکٹر صاحب نے بڑی پکڑ کی بات نوٹ کی ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ:

> مرزا صاحب کی یہ آخری تحریر ہے کہاں؟ مرزا صاحب کے وہ تمام کاغذات جوان کی

موت کے وقت ان کے بستر یا تکیے کے نیچے سے ملے وہ تو محفوظ کر کے قادیانیوں نے پیغام صلح وغیرہ کی صورت میں شائع کرا دیئے تھے لیکن مرزا صاحب کی آخری تحریر کو کہاں غائب کر دیا گیا ہے؟ کیا معلوم کہ مرزا نے اس میں یہی لکھا ہو کہ مجھ پر اپنی ہی بد دعا کا اثر ہو رہا ہے، اور اپنے مریدوں کو وصیت کی ہو کہ تم میرے عقاید ونظریات کو چھوڑ دینا کیونکہ میں نے خود ہی مولوی ثناء اللہ کے مقابل دعا کی ہوئی ہے کہ کاذب سچے کی زندگی میں مرجائے ۔،

صفحہ ۵۴۲ پر ڈاکٹر بہاء الدین نے مرزا کی پیش گوئیوں کی بابت کیسا سچا طنز کیا ہے کہ:

قادیانیوں کا یہی حال ہے اور مرزا صاحب کا بھی یہی حال تھا کہ وہ ایسی بات کرتے تھے جس کے دو مطلب نکلتے ہوں اور وہ بھی باہم مخالف، اس لئے لڑکا پیدا ہو تب بھی پیش گوئی پوری سمجھی جاتی لڑکی پیدا ہوتی تب بھی پیش گوئی پوری ۔آتھم اختتام مدت کے بعد تک زندہ رہا تب بھی پیشگوئی پوری، آتھم بعد اختتام مدت مرا، تب بھی پیشگوئی پوری ۔محمدی بیگم کی شادی مرزا سے ہونے کی بجائے سلطان محمد سے ہوگئی تب بھی پیش گوئی پوری محمدی بیگم سے مرزا کی اولاد ہونے کی بجائے سلطان محمد کی اولاد پیدا ہوئی تب بھی پیش گوئی پوری ۔

صفحہ ۵۴۳ سے ۵۴۸ تک ڈاکٹر صاحب نے قادیانی کی دعائیں کے عنوان سے ۵ صفحوں کا مضمون دیا ہے ۔ میں قارئین سے درخواست کرونگا کہ اس مضمون کو کم از کم دو بار پڑھیں انشاء اللہ محظوظ ہوں گے ڈاکٹر صاحب نے اس مضمون میں کئی مثالوں سے بتایا ہے کہ قادیانی کی بہت سی مشہور دعائیں قبول نہیں ہوئیں جب کہ قادیانی کا دعوی تھا کہ خدا میری دعا سب سے بڑھ کر قبول کرتا ہے ۔

ڈاکٹر صاحب نے کتاب کا آخری باب منظوم کلام کے لئے مخصوص کیا ہے صفحہ ۵۵۷ سے ۵۷۵ تک ایک صفحہ میں مولانا محمد دبکاویؒ کا کلام ہے باقی سارا کلام منشی سعد اللہ لدھیانویؒ کا ہے ۔ادبی ذوق کے لوگ انشاء اللہ بہت پسند فرمائیں گے ۔ اللہ پاک ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ و مولانا شیر خان جمیل احمد عمری مدنی حفظہ اللہ کو اور دیگر معاونین کو جزائے خیر سے نوازے اور دین و دنیا کی بھلائی عطا فرمائے ۔آمین

فقط والسلام : ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کا عقیدت مند و خیر خواہ

ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کا سگنج یو پی انڈیا۔۲۴۔اپریل ۲۰۱۰ء

} پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی ۔گورنمنٹ کمرشل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ منکیرہ ضلع بھکر لکھتے ہیں:

گرامی قدر محمد سہیل صاحب حفظہ اللہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔میں آپ کا ازحد ممنون اور دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے برادرمکرم مولانا محمد رمضان سلفی حفظہ اللہ کی سفارش پر تحریک ختم نبوت مکمل میرے لئے بھجوائی ۔اللہ کریم آپ کو جزائے خیر سے نوازے ۔آمین ۔

یہ کتاب واقعی ایک علمی ذخیرہ ہے میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کے والد گرامی ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب حفظہ اللہ کی زندگی میں اورعلم وعمل میں برکتیں فرمائے تاکہ وہ مزید علمی خدمت کر کے ہم ایسوں کی راہ نمائی کرتے رہیں آپ کے دادا محترم، اللہ کریم انہیں بھی صحت و سلامتی اورایمان والی زندگی سے نوازے، وہ بلا شبہ ہماری جماعت کا عظیم سرمایہ ہیں۔

آپ کے کہنے پر کتاب کے متعلق مختصر سے تاثرات لکھ کر بھیج رہا ہوں یہی ٹوٹے پھوٹے الفاظ قبول فرمائیں ۔زندگی نے وفا کی تو عنقریب کسی وقت بورے والا حاضر ہوکر ملاقات کرونگا انشاء اللہ۔میری طرف سے دادا جان کو بہت بہت سلام عرض کر کے دعا کی درخواست پیش کردیں ۔والد محترم سے بات ہوتو میری طرف سے سلام اور دلی جذبات بھی ضرور پہنچا دیں ۔

حضرۃ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ کا اسم گرامی جماعت وعلماء اہل حدیث کی فہرست میں ایک معتبر نام ہے آپ اپنے علم وعمر اور شخصیت وخدمات کے حوالے سے انتہائی محترم ہیں ۔آپ کی پوری زندگی اسلام کی تبلیغ اورمسلک اہل حدیث کی نشر واشاعت میں بسر ہوئی اسی لئے آپ کو پوری جماعت میں ازراہ احترام بجا طور پر بابائے تبلیغ اور بابائے اہل حدیث بھی کہا جاتا ہے ۔آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس وقت آپ وہ واحد شخصیت ہیں جنہیں امام المناظرین شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اوراس دور کے اعاظم واکابر اہل علم کی معیت میں تبلیغی خدمات سرانجام دینے کی سعادت حاصل رہی ۔

آپ کی زندگی علم وعمل حسن اخلاق واعمال اورسادگی کا بہترین نمونہ ہے۔آپ ماشاء اللہ باغ و بہار شخصیت کے مالک اور بذلہ سنج طبع کے حامل ہیں ۔دلی دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کو ایمان اورصحت وسلامتی والی زندگی سے نوازے اوران کے خاندان اور پوری جماعت پر ان کا سایہ

دیر تک سلامت رکھے ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ نے اپنی اولاد کی بھی دینی تربیت خوب کی، جو آپ کے بلندی درجات اور آخرت کا ذخیرہ ہے۔ انشاء اللہ۔ آپ کے فرزند گرامی ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر حفظہ اللہ ہیں جو آج کل ڈاکٹر بہاء الدین کے قلمی نام سے علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے رواں اور سیال قلم سے متعدد کتابچے اور بیسیوں علمی و تحقیقی مقالات وجود میں آ کر جماعتی جرائد میں شائع ہوئے اور اہل ذوق نے ان کی توصیف فرمائی۔

حقیقت ہے کہ آپ کی ایک ایک تحریر علم و تحقیق کا نادر نمونہ اور بیش بہاء مجموعہ ہے۔ آپ کی تمام تحریرات کو نئے سرے سے مرتب کر کے یک جا کر دینے کی ضرورت ہے تا کہ آئندہ نسلیں ان سے مستفید ہوتی رہیں۔ ڈاکٹر صاحب اگر خود یہ کام سرانجام دیں تو بہتر ہوگا۔ واللہ الموفق۔

آپ نے مستقل کتابوں کی تصنیف کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے ان میں سے ایک تاریخ اہل حدیث ہے، جو بلا شبہ مسلک و تاریخ اہل حدیث کا ایک جامع انسائکلو پیڈیا ہے جس میں مسلک اہل حدیث، اس کے عقاید، اور تاریخ و خدمات اہل حدیث اور اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور لائق مطالعہ کتاب ہے۔ آپ کی تصنیفات میں ایک کتاب کشف الاسرار بجواب نعیم الابرار ہے۔ اسی طرح آپ نے تحریک ختم نبوت کے اولین سالار مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی حیات و خدمات پر بھی ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔

اس وقت آپکی ایک عظیم اور شاہکار تصنیف تحریک ختم نبوت ہمارے پیش نظر ہے۔ یہ محض ایک کتاب نہیں بلکہ اپنے موضوع پر بلند پایہ علمی تحقیقی اور تاریخی دستاویز ہے جس میں فتنہ قادیانیت کی ابتداء، ان کے باطل افکار، ملحدانہ نظریات، مرزا صاحب قادیانی کے ہفوات و کذبات اور جھوٹی پیش گوئیوں کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے اس فتنہ کے استیصال کے سلسلہ میں بلا لحاظ مسلک تمام علمائے اسلام کی خدمات و مساعی کا نہایت ادب و احترام سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس وقت تک اس کی نو جلدیں منظر عام آ چکی ہیں، پوری کتاب علم و تحقیق کے اعلیٰ معیار کی حامل ہے۔ اس میں اپنے طور پر تاریخ سازی کرتے ہوئے کسی کو بہت زیادہ نمایاں یا کسی کو منظر نامے سے پیچھے نہیں رکھا گیا بلکہ اس سلسلے میں جس شخصیت نے جو خدمات سرانجام دیں اسے اسی نسبت سے ذکر کر دیا گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے فتنہ قادیانیت کے پروان چڑھنے کے تمام مراحل اور اس کا مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں علماء اسلام کی خدمات کا مرحلہ وار تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ بلا شبہ تحریک ختم

نبوت اور فتنہ قادیانیت کے رد کے سلسلے میں یہ کتاب ایک مستند جامع علمی دستاویز ہے۔

کتاب کی جلد اول کے مشمولات ملاحظہ ہوں:

مرزا غلام احمد کی زندگی کے ابتدائی حالات؛ تحریک ختم نبوت کا آغاز؛ مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء؛ مباحثہ دہلی ۱۸۹۱ء، مباحثہ لاہور ۱۸۹۲ء؛ مباہلہ امرتسر ۱۸۹۳ء؛ چیلنج مباہلہ ۱۸۹۶ء؛ قادیانیت کے خلاف اولین فتویٰ کفر؛ مرزا کی محمدی بیگم سے نکاح میں رغبت، سعی پیہم، پیش گوئی؛ اور ناکامی کی داستان عبرت؛ مولانا اسماعیل علی گڈھی اور قاضی سلیمان منصور پوری کی رد قادیانیت کے سلسلہ میں خدمات۔ اور آخر میں ان تیرہ عظیم شخصیات کا تذکرہ ہے جنہوں نے تحریک ختم نبوت میں حصہ لے کر اپنا فریضہ ادا کر کے اپنی آخرت سنواری۔ پوری کتاب اسی انداز کے علمی مقالات پر مشتمل ہے

یاد رہے کہ سب سے پہلے حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ میدان میں اترے اور انہوں نے پوری ہمت و جرأت سے مرزا کا مقابلہ کیا اور اس کی خانہ ساز وخود ساختہ نبوت، جھوٹے دعاوی، اور پیش گوئیوں سے اسلامیان ہند کو آگاہ کیا۔ اور شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے مرزا اور اس کے متبعین کی تکفیر کا سب سے پہلا اور اولین فتویٰ مرتب کرانے کے بعد، دور دراز کے سفر کر کے بہت سے علمائے اسلام کے تصدیقی دستخط حاصل کر کے اسے شائع کیا (اس کی تفصیل تحریک ختم نبوت کی جلد اول اور جلد سوم میں آ گئی ہے) نیز مولانا بٹالوی نے اپنے رسالے اشاعۃ السنہ کو اسی کام کے لئے وقف کر دیا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری بھی اس میدان عمل میں آئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا انہوں نے بھی تقریر، تحریر، تصنیف اور مناظروں کے ذریعہ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے کا مقابلہ کیا اور اسے اس قدر زچ کیا کہ بالآخر اس نے مولانا امرتسری رحمہ اللہ کے خلاف ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو، مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ، کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا۔ چنانچہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس دنیا کو چھوڑ گیا اور مولانا امرتسری ۱۹۴۸ء تک حیات رہے۔ رحمہ اللہ۔

الغرض تحریک ختم نبوت اس موضوع پر مطالعہ کرنے والوں کے لئے انتہائی اہم اور جامع مرقع ہے۔ علمائے کرام کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور۔ ۱۹ مارچ ۲۰۱۰ء)

} تحریک ختم نبوت حصہ ہفتم طبع دہلی ۲۰۱۰ء پر: میر کاروان صداقت، کے عنوان سے علامہ ابن احمد نقوی لکھتے ہیں:

تاریخ نویسی اور وقائع نگاری کے مختلف انداز ہوتے ہیں ہر ایک کا مقصد بھی جدا ہوتا ہے۔بعض خوش آمد اور چاپلوسی کے لئے ہوتے ہیں جیسے شاہی دربار کے وقائع نگار جو اپنے ممدوح کی لڑائی کو جہاد قرار دے کر اس کی سفاکی کی داستانیں لکھتے تھے، اسے غازی اور ظل اللہ کہہ کر قصیدے سناتے اور اپنی جھولیاں بھرتے تھے۔بعض تاریخ نگار ایک خاص مقصد کے تحت واقعات کو مسخ کرتے اور اسے تاریخ کا نام دیتے تھے جیسے انگریز مورخین نے برطانوی سامراج کو سہارا دینے کے لئے تاریخ کو مسخ کرنے کا نسخہ استعمال فرمایا اور فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کر کے سامری اقتدار کو طویل العمری کے انجکشن دیتے رہے۔بعض وقائع نگار کذب کی تشہیر کے لئے قلم اٹھاتے ہیں جیسے قادیانیت کے اخوان الشیاطین جنھوں نے سیرۃ المہدی وغیرہ کتابیں مرتب کر کے باطل کی ظلمت پھیلانے کی کوشش کی۔ان سب کے مقابلے میں وہ مورخ اور وقائع نگار ہوتے ہیں جو اظہار حقیقت کے لئے قلم اٹھاتے ہیں۔باطل کے پردہ ظلمت کو چاک کرتے ہیں، نور حقیقت اور ضیائے صداقت سے ذہنوں کے جالے صاف کرتے ہیں، باطل کو آئینہ دکھاتے ہیں۔علامہ ابوسعید محمد حسین بٹالوی، شیخ الاسلام ثناءاللہ امرتسری، امام محمد بشیر سہسوانی، علامہ احسان الٰہی شہید رحمہم اللہ اسی سلسلۃ الذہب کی کڑی تھے۔انہوں نے اپنی زبان وقلم سے قادیانیت کا مقابلہ کیا اور بالآخر اسے تہہ خاک کر دیا۔ردقادیانیت کی تاریخ ان علمائے جلیل کے تذکرے اور ان کی تابناک خدمات کا تفصیلی ذکر کئے بغیر مرتب نہیں کی جا سکتی۔

اس دور میں مورخ سلفیت علامہ ڈاکٹر محمد بہاالدین حفظہ اللہ اس کاروان صداقت کے امیر ہیں۔انہوں نے تحریک ختم نبوت کے عنوان سے ایک سلسلہ کتب (سیریز) کے تدوین کا بیڑا اٹھایا ہے۔اب تک اس سلسلے کی چھ ضخیم جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں یہ ساتویں جلد ہے اور جیسا کہ علامہ کا کہنا ہے کہ وہ گیارھویں جلد پر کام کر رہے ہیں، گویا ردقادیانیت کی انسائکلو پیڈیا تیار کر چکے ہیں۔علامہ کی عمر اور خرابی صحت اور پھر اس قاموسی پراجیکٹ کو دیکھئے تو حیرت ہوتی ہے اور ساتھ ہی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اگر عزم محکم ہو تو انسان پہاڑ کو بھی دھکیل سکتا ہے۔یہ اللہ کی توفیق ہی تو ہے

کہ ایک عمر رسیدہ شخص جو بیماریوں کے نرغے میں ہے وہ کوہ کنی کر رہا ہے۔

ڈاکٹر علامہ محمد بہاء اللہ حفظہ اللہ کی مرتب کردہ ختم نبوت کی یہ ساتویں جلد ۱۸۹۱ء سے۱۹۱۲ء کے واقعات پر محیط ہے۔ قادیانیت کا یہ سب سے اہم دور ہے۔ اسی عرصہ میں سامراج کے اس خود کاشتہ پودے نے برگ و بار نکالے اور اسی دوران وہ شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسری کے مدمقابل اپنی ہی بددعا کا شکار ہو کر لقمہ اجل ہو گیا۔ قادیانیت اور اس کی تلبیس ابلیس کو سمجھنے کے لئے اس کا مطالعہ بے حد اہم بلکہ لازمی ہے، علامہ محمد بہاء الدین نے ۶۰۰ صفحات کی اس ضخیم جلد میں اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔

ڈاکٹر بہاء الدین کا اپنا منفرد اسلوب ہے، وہ اجمال سے زیادہ تفصیل سے کام لیتے ہیں اور یہ صحیح بھی ہے کیونکہ اجمال سے باطل پرستون کو تاویل کا موقع مل سکتا ہے اور وہ تحریف کے ذریعہ صداقت کا انکار کر سکتے ہیں اور قادیانیت کا سارا تانا بانا تاویل وتحریف پر ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہر پہلو کو بسط و وضاحت سے پیش کر کے تاویل وتحریف کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔

کتاب کا ایک دلچسپ باب خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری کا مرزا سے آمدہ رقومات کا حساب طلب کرنے کے متعلق ہے۔ یہ دونوں قادیانی اعلی تعلیم یافتہ تھے اس لئے قادیانی ہو کر بھی مرزا سے اندھی عقیدت نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے مرزا کے خانگی اخراجات اس کے اہل و عیال کی عیش کوشی اور اصراف کو دیکھ کر مرزا سے مطالبہ کیا کہ ان رقوم کا حساب پیش کیا جائے جو لنگر کے نام پر مرزا کو موصول ہوتی ہیں اور ان کا مصرف کس طرح ہوتا ہے۔ اس اعتراض پر مرزا تلملا گیا اور اس نے تلخ لہجے میں کہا: یہ لوگ مجھ پر بددیانتی کا الزام عائد کرتے ہیں۔ اگر میں اس سارے معاملے سے خود کو علیحدہ کر لوں تو ساری رقومات کی آمد بند ہو جائے گی۔ مرزا کی اس دھمکی پر مولوی محمد علی لاہوری نے بڑا چبھتا ہوا سوال کیا: کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کی آمد کا مقصد محض پیسہ بٹورنا تھا۔ کیا ایسا شخص جسے خالق اکبر نے ایک خاص مشن کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا ہو ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ کیا ایسا شخص اپنے کسی پیرو کے اعتراض کے جواب میں یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ اپنے (خدائی) مشن کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جائے گا، کیا ایسی بات کسی مبعوث کی زبان پر تو کیا اس کے ذہن میں بھی آ سکتی ہے؟ اس سے اندازہ کیجئے کہ اس شجر خبیثہ کی جڑیں کتنی کمزور تھیں۔

علامہ بہاء الدین نے اپنی سعی اور جدو جہد سے ہر جگہ اور ہر اس شخص سے جس کی اس مواد تک دسترس تھی ردقادیانیت کا مواد اکٹھا کیا۔ ہندوستان پاکستان برطانیہ ہر جگہ سے انہوں نے

قدیم رسائل و کتب کی فراہمی کا اہتمام کیا پھر ان سب کی شیرازہ بندی کر کے اس عظیم علمی و تاریخی سلسلے کی تدوین کا کام شروع کیا جسے بفضلہٖ تعالی انہوں نے اختتام تک پہنچا دیا ہے۔ علامہ اسی کے ساتھ تاریخ اہل حدیث کی ترتیب و تالیف کے کام میں بھی منہمک ہیں اور اس سلسلے کی بھی کئی جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ اگر چہ تاریخ اہل حدیث اور رد قادیانیت بظاہر دو الگ موضوعات ہیں مگر درحقیقت رد قادیانیت، تاریخ اہل حدیث برصغیر کا وہ اہم ترین باب ہے جو سلفیان برصغیر کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔ اللہ تعالی نے علماء اہل حدیث کو یہ توفیق دی کہ انہوں نے قادیانیت کی سرکوبی کے لئے بلا امتیاز مسلک وعقیدہ مسلمانوں کو یک جا کر کے مرزا کے خارج از اسلام ہونے پر علماء امت کے اجماع کی یہ شکل نکالی کہ ہر مسلک کے عالم سے مرزا کی تکفیر کے فتوے حاصل کئے اور اس طرح قادیانی متنبّی اور اس کے امتیوں کو ملت اسلامیہ سے خارج قرار دیا۔ علامہ امرتسری نے اپنے اخبار اہل حدیث امرتسر میں قادیانی مشن کا ایک مستقل عنوان قائم کیا اس کے مندرجات رد قادیانیت کے لئے بنیادی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ علامہ محمد بہاء الدین کا فرمانا ہے کہ وہ اس عنوان کے سلسلے میں بھی ایک مستقل باب قائم کریں گے۔ تاریخ اہل حدیث اور ختم نبوت سیریز (سلسلہ) کی ضخیم جلدیں ایک مہتم بالشان علمی کارنامہ ہیں، اسے سلفی ادب میں گراں بہا اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے جو ہماری آئندہ نسلوں کے لئے بھی عنوان ہدایت ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ۔

اللہ تعالی علامہ ڈاکٹر محمد بہاء الدین کو عمر صحت اور توانائی سے نوازے کہ نامساعد حالات میں بھی وہ تن تنہا اس محاذ پر سرگرم کار ہیں۔ آج مورخ عصر علامہ محمد اسحاق بھٹی اور علامہ ڈاکٹر محمد بہاء الدین جیسے عظیم اہل قلم کی وجہ سے ہی سلفیت کا علمی کاروان سرگرم سفر ہے اور تصنیف و تالیف کی تابندہ روایات زندہ ہیں۔ اللہ تعالی ان دونوں عظیم دانشوروں اور جماعت کے دیگر اہل قلم علماء کو سلامت رکھے تا کہ علم و قلم کا یہ کاروان یوں ہی آگے بڑھتا رہے۔

ابن احمد نقوی۔ نئی دہلی

☆ تحریک ختم نبوت جلد ہفتم مطبوعہ دہلی ۲۰۱۰ء کے پیش لفظ میں مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی، ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند لکھتے ہیں:

ساری تعریف اور ہر طرح کی حمد و ثنا صرف اللہ تعالی کو حقیقت میں لائق و زیبا ہے جس نے ہم کو انسان بنایا اور اپنی خاص عنایت اور دولت دین اسلام سے سرفراز فرمایا جسے اسکے پیارے

نبی محمد ﷺ لے کر آئے اور ہم تک وہ پیغام الٰہی اور امانت عظمی پوری امانت اخلاص و ہمدردی اور محبت ومحنت سے امت کو سونپ دیا۔ پھر صلوۃ وسلام نازل ہو خاتم الانبیاء محمد ﷺ پر جن کے ذریعہ سے اللہ تعالی نے شریعت مکمل فرمائی۔ اور آپ ﷺ نے قرآن کی عملی تفسیر اور وحی غیر متلو حدیث پاک کے ذریعہ انسانیت کی صلاح وفلاح اور ہدایت ورہنمائی اور نجات وسرخروئی اور تزکیہ وتطہیر اور تعلیم وتربیت کا فریضہ بدرجہ اتم انجام دے کر امت محمدیہ کو روز روشن شاہراہ پر گامزن فرما دیا کہ اسکی راتیں بھی دن کے مانند اور واضح ہیں اور ان دونوں نور وبرہان کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھام کر پیارے نبی ﷺ کے اصحاب کرام رضوان اللہ اجمعین نے پوری انسانیت میں اس مکمل تعلیم کو عام کیا اور بلا کم وکاست اور ادنی فرق کے اس امانت کو چہار دانگ عالم مے پھیلایا اور اس کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی اور اس کی اصلی وحقیقی شکل وصورت کو دنیائے انسانیت کے لئے عملی نمونہ بن کر پیش فرمایا۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام ہی قرآن وحدیث اور نبی ﷺ کے اولین مخاطب تھے لہذا انہوں نے من وعن کتاب وسنت کو ہم تک پہنچایا صحابہ کرام ہی اولین رواۃ الاسلام، مبلغین اسلام، عاملین بالکتاب والسنہ ہیں اور انہوں نے بہت باریک بینی توجہ وانہماک شوق لگن اخلاص ومحبت اور انتہائی لگاؤ اور چاہت سے دین وایمان کی باتیں نبی ﷺ سے سیکھا، بالمشافہ ومشاہدہ کے ساتھ سوال واستفسار کے ذریعہ بھی فہم کتاب وسنت اور اس پر عملاً کاربند ہو کر اسکی نمائندگی کی۔ اللہ تعالی ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالی سے راضی ہوئے۔ پھر ان کے بعد تابعین کرام، تبع تابعین اماماں دین ومحدثین، فقہاء امت وعلماء دین ومجددین اور اولیاء اللہ نے ہر دور میں ان ہی دو سرچشموں سے سیرابی کی کوشش کی اور اسی کی روشنی میں اپنا منہج وعقیدہ متعین فرمایا اسی کی نشر واشاعت میں متاع حیات صرف کی اس کے علاوہ بھی یہی نہیں کہ کسی بات کو لائق اعتنا نہیں سمجھا بلکہ ہر وہ چیز جسے داخل دین کرنے کی کوشش کی گئی اس پر سخت نکیر کی اور اس کی تردید کو اپنا مشن بنا لیا اور ہر نئی بات کو مردود قرار دے دیا۔

نبی کا اسوہ ونمونہ ہر وقت ان کے سامنے رہتا اور من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو ردّ کے فرمان نبوی کی روشنی میں قرآن وحدیث کے علاوہ دین کے معاملہ میں کوئی بھی نئی بات پیش ہوگی وہ مردود ہوگی کیونکہ دین محمد بن عبداللہ نبی وامام کائنات پر مکمل ہو گیا اور آپ خاتم النبیین قرار پائے۔

یہی تمام امت محمدیہ مسلمہ کا عقیدہ ہے اس کے برخلاف کسی طرح کے وحی ونبوت کا

دعوی باطل محض ٹھہرا ایک مسلمان پر خصوصاً عالم پر فرض ہے کہ وہ صرف آخری نبی محمد ﷺ کی تعلیمات کو حرز جاں بناتے رہیں کسی بھی نئی بات خصوصاً مدعی نبوت کے خلاف تحریک چلائیں اور اس بغاوت وظلم کے خلاف اپنی ہر طرح کی توانائیاں صرف کریں چنانچہ علماء امت نے ان باتوں کو ملحوظ خاطر رکھا اور جس نے بھی جس عصر و مصر اور زمان و مکان میں نبوت کا دعوی کیا اس کی تردید و تکذیب و تکفیر پر کمر بستہ ہو گئے ہر دور میں علمائے اہل حدیث و حاملین کتاب و سنت سلفی علماء نے یہ فریضہ انجام دیا۔ خصوصاً استعمار کے پیداوار غلام احمد مدعی نبوت ظلی یا بروزی کے کذب و افتراعلی النبوت کا پردہ چاک کرنے میں ہراول دستہ کا کام کیا ہر محاذ پر تحریک ختم نبوت کی قیادت کی۔ اس سلسلہ میں ان کے جہود و خدمات کی داستان اتنی طویل ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ترین ہے تاہم یہ کام عرصہ دراز کے بعد محترم جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب مورخ جماعت نے جب انجام دینا شروع کیا تب بھی اس کے لئے دسیوں مجلّات تنگ پڑنے لگے۔

اب حالت یہ ہے کہ ہم یہ سطور ساتویں جلد کے مقدمہ وعرض ناشر کے طور پر تحریر کرنے بیٹھے ہیں اس وقت ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے دیگر اہم ترین علمی و تاریخی کاموں کے شانہ بشانہ اب تک اسکی بارہ جلدیں تیار کر چکے ہیں.. اللہ تعالی کی ذات بابرکات اور اسکے احسانات وعنایات کریمانہ سے امید ہے کہ اس نے جس طرح مؤلف کتاب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کو اس عظیم علمی سفر کو جاری رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائی ہے تو ہمیں بھی اپنی غیبی مدد سے اسکی نشر واشاعت کی توفیق سے نوازتا رہے گا۔

ہم مولائے کریم کے دربار میں سراپا عجز و نیاز دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالی اس عظیم علمی مرد مجاہد غازی وقت کو تادیر سالم و غانم رکھے۔ قوائے جسمانی و روحانی اور طاقت و توانائی و جوانی عطا کرتا رہے اور اپنے دین حنیف اور ناموس نبوت کے پہرہ داروں، خدمت گاروں سالاروں اور شہیدوں کی خدمات وجہود کو بیش از بیش منظر عام پر لانے کی توفیق دیتا رہے کیونکہ یہ سعادت عظمی اس ذات صمد ولازوال و بندہ نواز کی بندہ نوازیوں کے مرہون منت ہے۔ ورنہ تحریک ختم نبوت اور تحفظ ختم نبوت کی داستان ماضی اور تاریخ کو اتنی دیر سے اتنے بڑے پیمانے پر ترتیب وتصنیف و تالیف کے کیا معنی؟ سوائے اس کے کہ جھوٹے مدعیان نبوت کی سرکوبی وتکذیب کے ساتھ موجودہ دور میں کارٹونی سیاست کے شکار، رشدی ونسرینی و یورپی ومغربی شعبدہ بازوں اور انسانیت کے دشمنوں اور انبیاء کے قاتلوں اور ان کی عزت وناموس کو بٹہ لگانے کی سعی مذموم کرنے والوں کی

تردید وتکذیب وتکفیر وتنبیہہ وسرزنش بھی ساتھ ساتھ اس تاریخی کام کے ذریعہ ہو جائے۔

اس تناظر میں کل شیء مرھون بوقتہ سے قطع نظر یہ اتفاق نہیں حسن اتفاق ہے کہ ماضی کے مدعیان نبوت اور نبوت میں نقب زنی کرنے والوں کی بیخ کنی کی تاریخ بھی حیطہ تحریر میں آ رہی ہے اور حال کے گستاخان وشاتمین نبی آخرالزمان ﷺ کی سرکوبی و مذمت اور تردید بھی ہورہی ہے۔ اور اس کے ذریعہ محبان رسول اکرم ﷺ کو اپنی محبت کے صیقل کرنے کا سنہری موقع بھی فراہم ہوتا ہے۔ نیز محسن انسانیت رحمۃ للعالمین کا ذکر جمیل بھی بڑے پیمانے پر ہو اور آپکی تعلیمات کو عام کرنے اور اس کی طرف دنیا جہان کے اذہان وقلوب وانظار متوجہ رہے اور رفعنا لک ذکرک کی عملی تفسیر معجزانہ طور پر بیگانگان اور بعید الاوطان کے درمیان خوب عام ہورہی ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی اس سلسلہ ذہبیہ کے ذریعہ تحریک تحفظ ختم نبوت کی آبیاری ہوتی رہے اور دجالین وکذابین و مدعیان نبوت کی قلعی کھلتی رہے اور عظمت نبی ﷺ کو چار چاند چہاردانگ عالم میں لگتے رہیں۔ اس موقع پر خاص طور پر رب کریم کے شکریہ کے بعد مولف موصوف ڈاکٹر بہاء الدین کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ ساتھ ہی برادر محترم فاضل اجل گرامی قدر شیخ جمیل احمد شیر خان وفقہ اللہ وزادہ توفیقاً وتقدما کا شکرگزار ہوں جن کی پیہم جدو جہد اور توجہ خاص سے یہ علمی و دینی وتاریخی کام بہر طور انجام پا رہے ہیں اور ہر میدان اور سطح پر اس عملی سفر میں ممدو معاون بنے ہوئے ہیں۔

(مولانا) اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔ دہلی۔

کتابیات

قرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر۔مولانا محمد جونا گڑھی، حافظ صلاح الدین یوسف۔
المعجم المفھرس لا لفاظ القرآن الکریم محمد فؤاد عبدالباقی۔طبع رابع۔۱۹۹۷ء
عون المعبود لحل مشکلات ابی داؤد۔شمس الحق عظیم آبادی جلد رابع۔ نشر السنہ۔ملتان
شمس الہدایۃ۔پیر مہر علی شاہ گولڑوی
سیف چشتیائی۔پیر مہر علی شاہ گولڑوی
الہامات مرزا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری
عصائے موسیٰ۔منشی الٰہی بخش لاہوری
الحق الصریح۔محمد بشیر سھسوانی
تازیانہ عبرت۔مولوی کرم الدین جہلمی
چودھویں صدی کا مسیح۔مظہر صدیقی

قادیانی تصانیف:

براہین احمدیہ
فتح اسلام۔
توضیح المرام
ازالہ اوہام۔
انجام آتھم
حقیقۃ الوحی
تریاق القلوب
ایام صلح۔پیغام صلح
شہادۃ القرآن
سراج منیر

کتاب الوصیت ۔ حجۃ اللہ
کشتی نوح، تحفہ ندوہ
سراج منیر
شہادۃ القرآن
مواہب الرحمٰن
مجموعہ اشتہارات قادیانی
مکتوبات مرزا قادیانی
حیات ناصر۔ طبع ۱۹۲۷ء
سیرۃ المہدی۔ مرزا بشیر احمد قادیانی
تذکرۃ المہدی۔ پیر سراج الحق نعمانی قادیانی
ذکر حبیب۔ مفتی محمد صادق قادیانی
تاریخ احمدیت۔ دوست محمد شاہد قادیانی
اخبار الحکم قادیان ۱۸۹۸ء متعدد شمارے؛ اخبار الحکم قادیان ۱۹۰۱ء متعدد شمارے
اخبار الحکم قادیان ۱۹۰۲ء متعدد شمارے؛ اخبار الحکم قادیان ۱۹۰۳ء متعدد شمارے
اخبار الحکم قادیان ۱۹۰۴ء متعدد شمارے؛ اخبار الحکم قادیان ۱۹۰۵ء متعدد شمارے
اخبار بدر قادیان ۱۹۰۴ء متعدد شمارے؛ اخبار بدر ۱۹۰۵ء قادیان متعدد شمارے
ریویو آف ریلیجنز قادیان
اخبار شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۹۰۴ء

مکتبہ قدوسیہ

تحریکِ ختمِ نبوّت

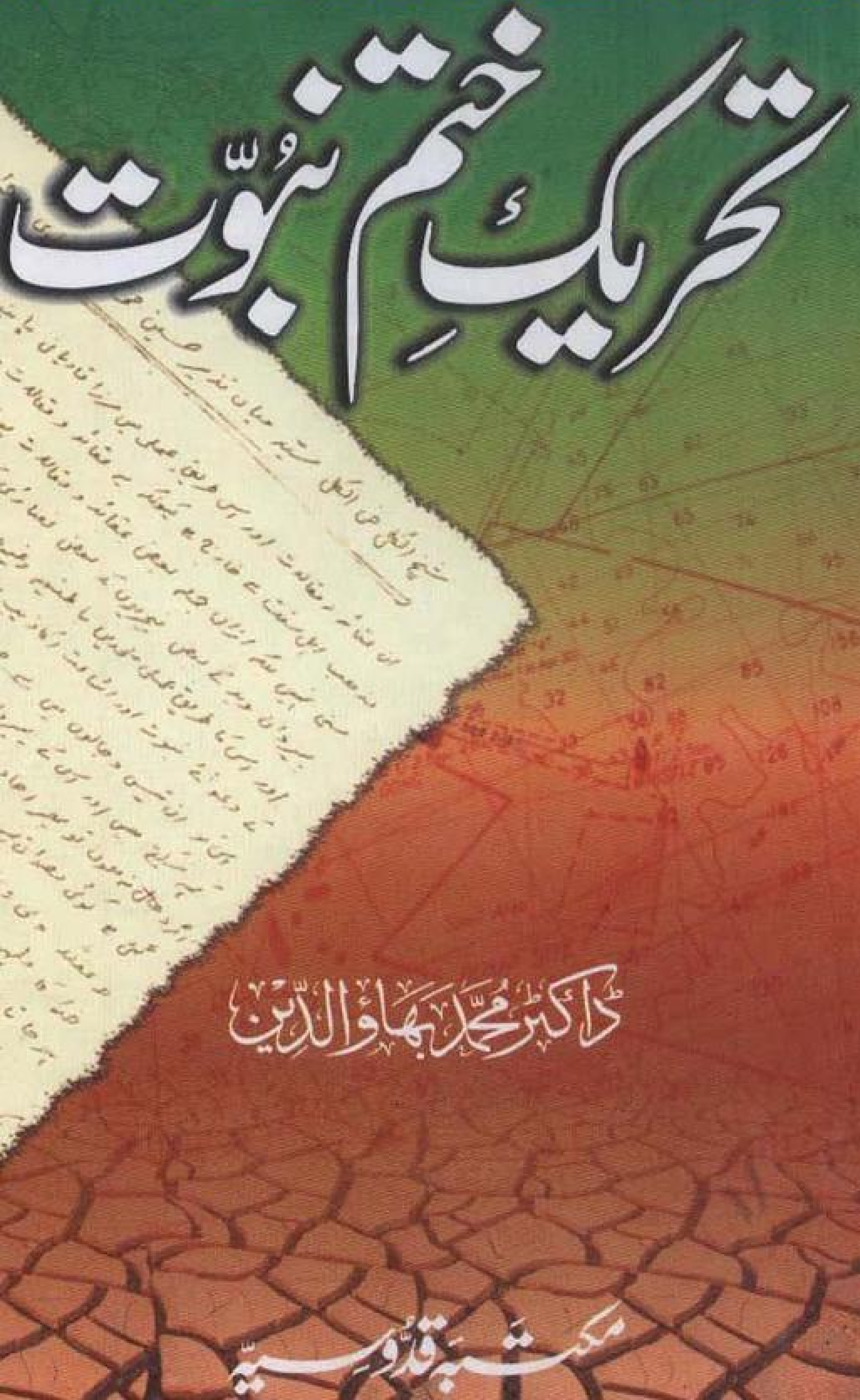

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انّه من سلیما ن و انّه بسم اللّٰه الرّحمن الرّحیم

تحریک ختم نبوت

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

حصہ سیز دہم (۱۳)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب:	تحریک ختم نبوت حصہ سیزدہم (۱۳)
صفحات:	۵۴۴
مولف:	ڈاکٹر محمد بہاء الدین
طبع:	اول
سال طباعت:	۲۰۱۱ء

فہرست

پیش لفظ

ہمارے ممدوح جناب ڈاکٹر بہاء الدین کی سلسلہ ،تحریک ختم نبوت ،کی تیرھویں جلد میرے سامنے ہے قبل اس کے کہ میں اس کتاب کے صوری اور معنوی محاسن پر خامہ فرسائی کروں، چاہتا ہوں کہ تحریک ختم نبوت سے اپنی شعوری وابستگی ،علمی قربت ،اور عملی جد و جہد کا ایک خاکہ قارئین کے سامنے پیش کرتا چلوں ۔

تحریک ختم نبوت کا میرے لوح دماغ پر پہلا عکس غالباً میری عمر کے گیارھویں سال (۱۹۵۳ء) کا رہین منت ہے ۔میں ساتوں جماعت کا طالب علم تھا،سیالکوٹ شہر کے ایک دومنزلہ مکان کی کھڑکی سے گلی کا شور وغل ہم سب اہل خانہ کیلئے باعث تشویش ہوا۔دیکھا کہ گلی میں لوگوں کا ہجوم تکبیر کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں آگے بڑھ رہاہے،لوگوں کے کندھوں پر جنازے ہیں، ایک کے بعد دوسرا کفن ،کفن کی لالی خون شہداء کی فراوانی کا غماز تھی۔ہمیں بتایا گیا کہ یہ ان جوانوں کے جسد خاکی ہیں جو ہمارے پیارے رسول ﷺ کی ختمی مرتبت پر نثار ہو گئے ۔ یہ وہ نفوس پاکیزہ ہیں جوتحریک ختم نبوت کوگولیوں کی بوچھاڑ سے ختم کرنے کی ناپاک ،لیکن لاحاصل مہم کے نتیجہ میں نخل حیات سے کٹ کرگر چکے ہیں ۔ مڈل کلاس کے طالب علم کے ذہن پر مرتسم ہونے والا یہ دھندلا ساعکس مرور ایام کے سے اجلا ہوتا گیا۔

عصری اور پھرعربی تعلیم وتعلم کے مراحل طے ہوتے گئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت (۱۹۶۶ء) کے بعد تدریس وتبلیغ کا داعیہ مشرقی افریقہ کے مرغزاروں کی سیر کرا گیا۔ نیروبی میں اپنے مسکن سے شہر جاتے وقت سڑک کے دائیں طرف ایک ویران مسجد کے مینار نظر آتے ، یہاں سناٹا سا چھایا دیکھا،معلوم ہوا کہ نیروبی کے قادیانی مشن کا ہراول دستہ ہے۔شہر میں مسلمانوں کی جامع مسجد ہندوستانی طرز تعمیر کے مینار اور گنبد پر مشتمل تھی،اس مسجد سے متصل لائبریری اس مسجد کے اولین بانی امام عبداللہ غزنوی کے نام سے موسوم تھی۔ لائبریری کی مقفول المارياں غالباً میری منتظر تھیں ۔ مجھے وہاں کیا کیا گوہر نایاب ہاتھ آئے وہ ایک علیحدہ موضوع ہے،لیکن ایک شیلف میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر کی پرانی جلدیں میرے لئے ایک

نعمت غیر مترقبہ تھیں، میں بیسویں صدی کے اوائل کے پرچے دیکھ رہا تھا جن میں مولانا امرتسریؒ اور مدعی نبوت کا ذبہ غلام احمد قادیانی کے مابین مباحثات ومناظرات کا باب کھلا نظر آ رہا تھا۔ مرزا قادیانی کے آخری فیصلہ کے اشتہار اور پھر ۱۹۰۸ء کے پرچوں میں صادق سے پہلے کاذب کی ہلاکت کی خبر مجھے بیسویں صدی کے اوائل کی سیر کراتی گئی۔

۱۹۷۶ء میں لندن منتقلی کے بعد جہاں اس ملک میں مسلمانوں کی دعوتی تبلیغی اور تدریسی سرگرمیوں کا بالمشافہ علم ہوا وہاں ووکنگ کی شاہ جہان مسجد کے سابق امام جناب بشیر مصری سے ذاتی ملاقاتیں اور پھر التقوی کے مدیر جناب حسن بن محمود عودۃ (سابق قادیانی مبلغ) کے ذاتی تجربات نے اس جماعت سے متعلق بہت سے مخفی گوشے اجاگر کیے۔ میرے قلم سے انہی دنوں، قادیانیت کی حقیقت، پر ایک پمفلٹ قرآن سوسائٹی کے زیر اہتمام شائع ہوا جسے بعد ازاں انگریزی میں Truth About Ahmadiat اور عربی میں بعنوان، القادیانیہ فی المیزان، شائع کرنے کی توفیق ہوئی۔

اور اس دوران میری لائبریری میں ختم نبوت کے موضوع پر کتابوں، رسائل، اور مختلف تحریروں کا اضافہ ہوتا رہا۔ قادیانیت کے ہفوات کی تردید میں مولانا محمد عبداللہ معمارؒ کی محمدیہ پاکٹ بک، پروفیسر الیاس برنیؒ کی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، اور مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ کی یادداشت یا فائل حوالہ جات جس میں قادیانی زعماء کی تحریروں کے عکس شائع کیے گئے ہیں، میرے لئے سرمایہ افتخار رہے۔

سرزمین مغربی افریقہ کے ایک صاحب علم دوست بابا آدم مرحوم کی دعوت پر گھانا کا خصوصی سفر کیا جہاں ان کے دارالعلوم کے طلبہ کو قادیانیت کی حقیقت کے بارے میں کئی لیکچر دینے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ایام نیروبی کے دوران پاکستان کی ایک زیارت میں شوق جستجو ربوہ بھی لے گیا جہاں جماعت احمدیہ کا مکتبہ اور پھر خاک اڑاتا بہشتی مقبرہ بھی نظر نواز ہوا۔

قادیانیت کے بارے میں اب مجھے کسی ضخیم کتاب کی توقع نہ تھی لیکن کیا دیکھتا ہوں کہ انگلینڈ کے شمالی افق سے ایک ذرہ تابناک اس موضوع کا اس وارفتگی اور وسعت کے ساتھ احاطہ کرتا نمودار ہوا کہ تیرھویں جلد تک اس کا پہنچ جانا گویا ہلال کا بدر کی شکل میں نمودار ہونا ہے۔

جناب بہاء الدین نے مرزا کے دعوی مسیح (سال ۱۸۹۱ء) سے تحریک ختم نبوت کے ہراول دستے کی حکایت سے آغاز کیا تھا پہلی جلد پہلے چھ سال تک کے وقائع پر مشتمل تھی دوسری جلد میں یہ سلسلہ بیسویں صدی کے اوائل اور تیسری جلد میں ۱۹۱۲ء تک کے واقعات کا احاطہ مقصود تھا

لیکن پھر جو حکایت دراز ہونا شروع ہوئی تو اب تیرھویں جلد اس عالم میں طلوع ہو رہی ہے کہ بات ابھی مرزا غلام احمد قادیانی کی ہلاکت سے تجاوز نہیں کر پائی ہے۔

پچھلی جلدوں کی تقریظات، تبصروں اور تاثرات میں متعدد اہل فکر ونظر نے ان تمام جلدوں کے موضوعات کی طرف بالتفصیل اشارہ کیا ہے۔ قند مکرر کے طور پر عرض ہے کہ ان تیرہ جلدوں کے مباحث کو اگر الگ الگ ترتیب دیا جائے تو انہیں مندرجہ ذیل موضوعات کے تحت سمیٹا جا سکتا ہے۔

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے مختلف دعووں جیسے تجدید، مہدویت، مسیحیت اور پھر نبوت کا تدریجی ارتقاء، مرحلہ بمرحلہ بیان ہوتا چلا گیا ہے

۲۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے مباحثہ لدھیانہ (۱۸۹۱ء) سے لے کر ان تمام مباحثوں مناظروں اور مجادلات کی تفصیل اس کتاب میں سمودی گئی ہے جو علم الکلام کے ایک طالب علم کیلئے اپنے دامن میں بیش بہاء معلومات کا ذخیرہ لئے ہوئے ہے۔

۳۔ شیخ الحدیث مولانا نذیر حسین دہلویؒ سے لے کر فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ان شخصیات کا تذکرہ جنہوں نے ردقادیانیت میں بھرپور حصہ لیا۔ جلد دوئم میں مجھے اپنے پردادا مولانا عبدالجبار عمرپوریؒ کا تذکرہ فیہ ذکر کم کا مصداق نظر آیا۔

۴۔ ان تمام کتب کے علمی مباحث کا خلاصہ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے اکانوے (۹۱) رسائل و کتب کی رد میں تحریر کی گئیں۔ مرزا کی کتب اگر روحانی خزائن کے عنوان سے ۲۳ جلدوں میں سمودی گئی ہیں تو ہمارے ممدوح ڈاکٹر بہاء الدین کی تصنیف بجاطور پر روحانی خزائن کے پوسٹ مارٹم کا درجہ رکھتی ہے۔

۵۔ مناظرات کے علاوہ وہ مراسلت جس کا آغاز مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مرزا قادیانی سے ہوا اور پھر مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ تک یہ زنبیل دراز ہوتی گئی۔

۶۔ مرزا قادیانی کی پیش گوئیاں چاہے ان کا تعلق اشخاص سے ہو یا کونی وزمانی واقعات سے، علماء حق کی وہ ساری تحریریں تک جا کر دی گئی ہیں جو کہ ان کی حقیقت کو آشکار کرتی ہیں اور دجل وتلبیس کے سارے فریب چاک کرتی ہیں۔

۷۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات کا کچا چٹھا پیش کیا گیا ہے جس سے یہ دونوں پہلو ظاہر ہوتے ہیں کہ ایک طرف یہ تحریف آیات قرآن کا شاہکار ہیں اور دوسری طرف زبان کے لحاظ سے رکیک

اور بے سلیقہ ہیں۔

۸۔ادعاء مثیل مسیح کے دلائل میں لفظ توفی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اوران احادیث نزول مسیح کی مرزا قادیانی کے حالات و وقائع سے عدم مطابقت کو ظاہر کیا گیا ہے۔

۹۔ قادیانیوں کے باہمی مجادلات اور رسہ کشی کی تصویر دسویں جلد کا ایک باب ہے۔

۱۰۔مؤلف نے کمال انصاف سے کام لیتے ہوئے ان تمام علماء کی کاوشوں کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے جنھوں نے ردقادیانیت میں کسی نہ کسی طرح حصہ لیا ہے۔اہل حدیث علماء کے ساتھ مولانا اشرف علی تھانوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، اور شاہ احمد رضا خان کی کاوشوں کے تذکرہ سے غافل نہیں رہے ہیں۔ تلک عشرۃ کاملہ

ہمارے پیش نظر بارھویں جلد میں خاص طور پر ردقادیانیت میں قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کی تحریریں اس گلدستہ حکمت کو چار چاند لگا رہی ہیں۔میرے پیش رو صاحب علم حضرات اپنی تقریظات تاثرات میں مولف کتاب ڈاکٹر بہاءالدین اوران کے دست راست جناب جمیل احمد شیر خان کا شکریہ بھرپور انداز میں پیش کر چکے ہیں۔میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی مولف کتاب کو صحت کاملہ سے نوازیں کہ جس پر کٹھن راستے کا بیشتر حصہ وہ طے کر چکے ہیں، اللہ تعالی کی توفیق سے وہ اس کی آخری منزل تک پہنچ سکیں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

کتبہ : ڈاکٹر صہیب حسن

صدر مسجد و مدرسہ التوحید ٹرسٹ لندن برطانیہ۔ ۲۷ شوال ۱۴۳۱ھ، ۶۔اکتوبر ۲۰۱۰ء

عرض مؤلف

تاریخ تحفظ ختم نبوت ایک مختصر سے دور (۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء) میں دفاع اسلام کے ایک محاذ پر علماء اسلام کی حسن کارکردگی کی روئداد ہے۔زیر نظر جلد اس روئداد کا تیرھواں حصہ ہے ۔ نہ روئداد ختم ہوئی ہے اور نہ من حیث لا یحتسب کے لامتناہی خزائن سے توفیق و امداد میں کوئی وقفہ آیا ہے اللہ تعالی عنایات کریمانہ سے مشرف کئے جا رہے ہیں اور فقیر درگاہ، ان عنایات کو دامن میں سمیٹ کر اپنے قارئین کی نذر کئے جا رہا ہے۔

تحریک ختم نبوت کی تاریخ کے زیر نظر حصہ میں حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کی چند تحریریں اور ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۹ شائع ہونے والے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے چند مقالات نذر قارئین کئے جا رہے ہیں جو دراصل قادیانیت اور اس کی رد کی تحریک کی رننگ کمنڑی کی حیثیت رکھتے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان سے کیسے میزائل داغے جا رہے تھے اور کس طرح اپنا بچاؤ کر کے رد قادیانیت کے کیمپ سے جوابی وار ہو رہے تھے۔

مولانا حامد رضا خان بھی تحریک ختم نبوت کے اولین کارکنوں میں شامل تھے انہوں نے قادیانی کے خلاف ایک فتوی صادر فرمایا تھا جو الصارم الربانی علی اسراف القادیانی کے نام سے ان کے فتاوی میں موجود ہے۔ہم نے اسے ملخصاً نقل کیا ہے نیز اس فتوی پر قادیانی حضرات نے جو تبصرہ کیا تھا اسے بھی ہم نے نقل کر دیا ہے۔

مولانا انوار اللہ حیدر آبادیؒ کی افادۃ الافہام تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کی نہایت ضخیم کتاب ہے۔مولانا امرتسری نے کسی جگہ لکھا ہے کہ مولانا انوار اللہ نے افادۃ الافہام لکھتے ہوئے ان کی مؤلفہ،الہامات مرزا، سے بھی استفادہ فرمایا ہے۔کتاب دیکھنے سے معلوم ہوا اس قابل قدر کتاب میں نہ صرف الہامات مرزا سے ہی استفادہ کیا گیا ہے بلکہ مولانا محمد بشیر سھسوانی کی الحق الصریح ، مولانا عبداللہ شاہجہان پوری کی شفاء للناس،مولانا عبدالمجید دہلوی کی بیان للناس،مولانا محمد جعفر تھانیسری کی تائید آسمانی،منشی الٰہی بخش لاہوری کی عصائے موسی سے بھی وسیع پیمانے پر نہ صرف استفادہ کیا گیا ہے بلکہ انتہائی فراخ دلی سے اس کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس دور میں افادۃ الافہام لکھی گئی اس وقت حیدر آباد دکن میں رد قادیانیت پر مسلمانوں کا

متداول سرمایہ کم وبیش انہی کتب پر مشتمل تھا۔ یوں افادۃ الافہام نہ صرف بذات خود تحریک کے ابتائی دور کے لٹریچر میں شامل ہے بلکہ ایک معاصر شہادت بھی ہے کہ اس دور میں کن بزرگوں کی تالیفات عوام وعلماء میں متداول تھیں۔

تلخیص کی غرض سے افادۃ الافہام کے مطالعہ کرتے ہوئے معلوم ہوا کہ مولانا انوار اللہؒ کے سامنے ردقادیانیت کی سرگرمیوں کی پوری تفصیل موجود نہیں تھی، اس لئے چند مقامات پر نامکمل واقعات بیان ہوئے ہیں جنہیں کسی جگہ تو ہم نے مکمل کر دیا ہے، اور کسی جگہ حذف کر دیا ہے تاہم ایسے کسی بھی موقع پر ان کے استدلال پر زد نہیں پڑنے دی۔ بعض عبارات و واقعات کو بغرض اختصار حذف کر دیا ہے یوں افادۃ الافہام کے حصہ اول سے تقریباً ایک تہائی مواد ترک کر کے باقی ماندہ کو مختلف عنوانات کے تحت شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

گذشتہ جلد میں قادیانی دریچہ کھولا گیا تھا، اور کچھ مضامین قادیانی اخبارات سے نقل کر کے ان پر حسب ضرورت نقد وتبصرہ کیا گیا تھا۔ زیر نظر جلد میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور الحکم، البدر اور ریویو آف ریلی جنز سے اقتباسات نقل کر کے حسب موقع وضرورت ان پر نقد وتبصرہ کیا گیا ہے

قادیانی اخبارات کی ورق گردانی سے بعض ایسی کتب ورسائل اور کارکنان تحرک ختم نبوت کے نام سامنے آئے ہیں جو اس سے قبل میرے علم میں نہ تھے۔ بنابریں میں نے وہ اقتباسات جن میں ایسے کارکنوں اور کتابوں وغیرہ کے نام، یا ان پر تبصرے ہیں، بھی نقل کر دیئے ہیں۔ چونکہ اصل کتابیں میرے سامنے نہیں ہیں اس لئے تبصروں پر تبصرہ کسی اور کیلئے چھوڑ دیا ہے۔

تعاونوا علی البر کے زمرہ میں مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلی ورکاں ضلع شیخوپورہ، ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج، مولانا رئیس الاعظم فیضی دہلی، حافظ ابوبکر ظفر رفیق ادارہ دارالدعوۃ السلفیہ لاہور، جناب عبدالحنان بن مولانا محمد علیؒ جانباز سیالکوٹ، مولانا عبدالباسط عمری نیوکیسل اور عزیزم محمد سہیل بورے والہ شامل ہیں اللہ سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مواد کی فراہمی، تنقیح وترتیب، تخریج وتصحیح میں برادر مکرم مولانا شیر خان جمیل احمد عمری کا تعاون بے مثال ہے۔ تاہم مسودہ میں رہ جانیوالی کمپوزنگ کی غلطیوں کے لئے قارئین سے معذرت اور تنبیہ کا خواستگار ہوں۔

فقیر بارگاہ صمدی **محمد بہاء الدین** ۱۶۔نومبر ۲۰۱۰ء

انه من سلیما ن و انه بسم اللہ الر حمن الر حیم

قریب تر بامن ونز دیک تر بسعا دت

(قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ)

مرزا غلام احمد قا دیانی کا دعوی ہے، قریب تر بامن ونز دیک تر بسعا دت، کہ جنھوں نے اس عا جز (مرزا) کا مسیح موعود ہونا مان لیا ہے، وہ سعادت مند ہیں نہ کہ (یا) وہ لوگ جو منکر ہو گئے ہیں۔مرزا قا دیانی نے معتقدین اور مبائعین کو جو انوار و بر کا ت حا صل ہوئی ہیں ان کا بیان کر تے ہوئے تمہیدی الفاظ میں ہی لکھا ہے:

وہ لوگ ہر ایک خطرہ کی حالت سے محفوظ ومعصوم ہیں۔،

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ فر ما تے ہیں:

نا ظرین ! انہی الفا ظ پر غور کرو۔ ہر ایک خطرہ سے محفوظ ہو نے وا لے معصوم بننے وا لے یہ کون؟ مقام خوف وہ مقا م ہے کہ بڑے بڑے اولوالعزم رسول ہیبت وخوف سے کا نپا کر تے تھے اللہ تعالی نے خود اس کا تصفیہ فر ما دیا ہے:

فلا یأمن مکر اللّٰہ ا لّا القو م الخا سرون (اعراف:۹۹)

سورہ یوسف میں ہے:

و ما ابرّیء نفسی انّ النّفس لا مّا رۃ با لسّو ء (یوسف:۵۳) (میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا کیونکہ نفس تو ہمیشہ برائی کا ہی حکم دیتا ہے)۔

حضرت عثمانؓ بن مظعو ن کے جنازہ پر آنحضرت ﷺ نے فر مایا:

و اللّٰہ لا ادری و اللّٰہ لا ادری ما یفعل بی و لا بکم (معجم کبیر ج ۹ ص ۳۷ نمبر ۸۳۱۷) بخدا میں نہیں جانتا حا لانکہ میں رسول خدا ہوں کہ میرے ساتھ کیا بر تا ؤ ہو گا اور تمہارے ساتھ)

حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں ہے:

الجنۃ اقرب الی احد کم من شراک نعلہ و النّار مثل ذلک ۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۶۰ باب الجنۃ اقرب الی احدکم) بہشت اور دوزخ تو تمہارے جوتے کے تسمہ سے بھی زیادہ تم سے قریب تر ہیں)۔

حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے:

تم وہ عمل کرتے ہو جو تمہاری آنکھوں میں بال سے بھی زیادہ تر باریک ہیں۔ ہم ان کو عہد رسول اللہ ﷺ میں مہلکات سے شمار کرتے تھے (بخاری ج ۲ ص ۹۶۱ باب ما یتقی من محقرات الذنوب)

یہ ارشادات ان مقتدایان ملت اور انبیاء کرام کے ہیں جن کی عصمت پر نص قطعی موجود ہے جن کا کوئی لمحہ کوئی لحظہ خوف اور خشیت خدا اور بیم و رجا سے خالی نہ ہوتا تھا۔

آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں واللہ اگر تم جان لو تو ہنسو کم اور گریہ بہت کرو۔ عورتوں سے فرش پر لذت نہ پاؤ۔ راہوں سے نکل بھاگو۔ اور خدا سے فریاد کرو۔ (ترمذی ج ۲ ص ۵۷۔ ابواب الزھد عن ابی ذر)

باوجود ایسے نصوص شرعیہ وقطعیہ کے اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خطرہ سے محفوظ سمجھتا ہے تو بحکم آیت خاسرین میں داخل ہے۔ اب رہا مریدان جناب (مرزا قادیانی) کا خطرہ سے معصوم ہوجانا، یہ خاصہ انبیاء کا ہے اور وہ باوجود معصوم ہونے کے بھی ڈرتے رہے ہیں۔ اول آپ نے عاجز، گنہگار بندوں کو معصوم بتایا۔ اور پھر خشیت اور خوف کی صفت سے خالی کر کے ان کو ہلاکت کے قریب کر دیا۔ جس طرح نصاری فضل پر بھروسہ کر کے بیٹھ گئے صدق اعمال ان سے اٹھ گیا حسن عبادت جاتا رہا۔ وہی حال ان بیچاروں کا بھی ہونے والا ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہو رہا ہے۔ میں تو مرزا قادیانی کے جتنے مریدوں سے واقف ہوں اور بیعت سے پہلے کی واقفیت رکھتا ہوں ان کی حالت ماسبق و مابعد پر اکثر احتیاط اور غور سے فکر کیا کرتا ہوں تو ان کو بدترین حالت میں پاتا ہوں۔ ان میں سنن ہدی بہت کم نظر آتے ہیں۔ اوقات صلوۃ کے بھی پابند نہیں ہوتے۔ خیر اب ناظرین ان انوار و برکات کی تفصیل سنیں جو مرزا قادیانی نے فرمائی ہیں:

۱۔ ان لوگوں نے اپنے بھائی پر حسن ظن کیا ہے اور اس کو مفتری یا کذاب نہیں ٹھہرایا اور اس کی نسبت طرح طرح کے شکوک فاسدہ کو دل میں جگہ نہیں دی۔ اس وجہ سے اس ثواب کا انہیں استحقاق ہوا کہ

جو بھائی پر نیک ظن رکھنے کی حالت میں ملتا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۸۰)

ناظرین! حسن ظن ایک عمدہ صفت ہے اور بے شک ہر مسلمان کو ہر مسلمان پر ہونی چاہیے مگر حسن ظن اس کا نام نہیں ہے کہ ایک شخص پر حسن ظن کرتے کرتے تمام سلف وخلف صلحاء وعلماء سے سوءظنی پیدا ہو جائے اور صرف ایک شخص کو مفتری یا کذاب نہ کہنے کے لئے صحابہ اور تابعین تک کو ملحد ومحرف تسلیم کرلیا جائے۔ معاذ اللہ

میں سچ کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی سے حسن ظن صرف اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے جب جملہ مفسرین ومحدثین وتابعین آئمہ واصحابہ کرام کی طرف سے سخت شکوک اور بدظنیوں کو دل میں مستحکم کرلیا جائے۔ اگر حضرت ابوہریرہؓ روایت حدیث کے ساتھ و ان من اھل الکتاب الّا لیومننّ بہ قبل موتہ سے حیات عیسیٰؑ ثابت کرتے ہیں تو کیا کریں۔

اگر ابن جریر وابن کثیر تفسیر طبری جز ۶ ص ۱۸، وامام احمد باسناد صحیح ابن عباس سے اس آیت ان من اھل الکتاب میں حیات ونزول مسیح بیان کرتے ہیں تو خیر وہ بھی بیان کیا کریں

اگر ضحاک اور قتادہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے انّی متوفّیک و رافعک کے معنی رافعک ثمّ متوفّیک فی آخر الزّمان روایت کرتے ہیں تو خیر وہ بھی روایت کرتے رہیں۔

اگر امام حاکمؒ وابن مردویہؒ، طبرانیؒ اور ابن ابی حاتمؒ، حضرت ابن عباسؓ سے انّہ لعلم للسّاعۃ میں نزول عیسی قبل یوم القیامۃ کی تفسیر کرتے ہیں تو خیر، یہ بزرگوار بھی اپنی کتابیں اپنے پاس رہنے دیں۔

اگر عبد بن حمیدؒ نے انّہ لعلم للسّاعۃ میں ابوہریرہؓ کا مذہب بھی یہی نقل کیا ہے کہ قبل از قیامت حضرت مسیحؑ تشریف فرمائے دنیا ہونگے تو وہ بھی اس نقل کو اپنے پاس رکھ چھوڑیں۔

اور اگر رئیس المفسرین ابن جریرؒ نے سند متصل وصحیح کے ساتھ امام حسن بصریؒ سے جو جملہ اہل کشف وشہود اولیاء وعلماء کے امام وسرگروہ ہیں ان من اھل الکتاب الّا لیومننّ بہ قبل موتہ میں حیات عیسیٰؑ بیان کرتے ہیں اور و اللّٰہ انّہ لحیّ الآن عند اللّٰہ و لکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون فرماتے ہوں جس کا ترجمہ یہ ہے: بخدا حضرت عیسیٰؑ اس وقت خدا کے پاس ضرور ہی زندہ ہیں۔ مگر جب نازل ہوں گے تو سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے)، تو خیر قسم کھایا کریں۔

اگر حضرت کعب احبارؒ، حضرت قتادہؒ، حضرت مجاہدؒ، آیات بالا میں نزول اور حیات مسیح ثابت کرتے ہوں تو کیا کریں۔

اگر معالم و بیضاوی، کشاف و درمنثور، بحر مواج وغیرہ آیات صدر میں معانی بالا پر جزم کرتے ہوں، تو کیا کریں۔

اگر سلف و خلف کا اجماع و اتفاق اسی عقیدہ پر ہو، تو ہوا کرے۔

اگر خروج دجال کی احادیث کے راوی ۳۵ صحابہ ہوں، تو ہوا کریں۔ اگر قتل دجال و نزول عیسیٰؑ کی احادیث کے راوی ۱۳۰ صحابہ ہوں، تو خیر۔

مگر وہ حسن ظن جو ایک بھائی کو بھائی سے ہونا چاہیے، وہ مانع ہے کہ مرزا قادیانی کو کاذب اور مفتری خیال کیا جائے۔ مرد آدمی حسن ظن کے یہ معنی کس نے کئے ہیں کہ تمام جہان کے عقلائے ملت و علماء دین ایک طرف ہوں اور ایک مدعی ایک طرف پھر بھی وہ حسن ظن ہی چلا جائے؟

یقین رکھئے کہ یہ بہت بڑی خرابی ہے جو واقع ہو رہی ہے اس کا انجام بخیر ہرگز نہیں ہوسکتا۔

مرزا قادیانی اس کے بعد دوسری خوبی یہ بتلاتے ہیں:

۲۔ دوسری یہ کہ وہ حق کے قبول کرنے کے وقت ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈرے اور نہ نفسانی جذبات ان پر غالب ہوسکے۔ اس وجہ سے وہ ثواب کے مستحق ٹھہر گئے کہ انہوں نے دعوت حق کو پا کر اور ربانی منادی کی آواز سن کر پیغام کو قبول کرلیا اور کسی طرح کی روک سے رک نہیں سکے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۸۰)

ناظرین! حقیقت یہ ہے کہ ہم مسلمان صدق دل سے اعتقاد رکھتے ہیں کہ داعی الی اللہ اور ربانی مناد محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور آنحضرت ﷺ کے ان دونوں مراتب رفیعہ کا ذکر قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے:

یا قومنا اجیبوا داعی اللّٰہ و آمنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم۔ (احقاف:۳۱)

دوسری جگہ ہے و داعیاً الی اللّٰہ باذنہ و سراجاً منیراً (احزاب:۴۶)

حدیث میں ہے: فالدّاعی محمد و المادبہ الجنۃ۔

ربانی مناد کا اس آیت میں ذکر ہے:

ربّنا انّنا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ان آمنوا بربّکم فاٰمنا ربّنا فاغفر لنا ذنوبنا و کفّر عنّا سیّآتنا و توفّنا مع الابرار۔ (آل عمران:۱۹۳)

پس جن لوگوں نے محمد ﷺ کو داعی الی اللہ قبول کر کے ان کی دعوت حق کو قبول کر لیا ہے اور احمد مصطفیٰ ﷺ کو ربانی منادصدق دل سے جان کر ان کی ندا کو گوش جان سے سن لیا ہے وہ مجبور ہیں کہ کسی اور کو داعی الی اللہ سمجھیں یا اس کی دعوت کو دعوت حق قرار دیں۔ چونکہ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی دعوت حق نہیں کر سکا اور کسی کی ندا اس مبارک ندا سے زیادہ شیریں اور روح بخش نہیں ثابت ہوئی اس لئے اس مبارک دعوت اور نداء کے بعد اور جتنی دعوتیں اور ندائیں ہیں وہ سب گمراہی اور ضلالت کی دعوت اور ندائیں ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فما ذا بعد الحق الا الضلال (یونس:۳۲)۔

پس یہ دوسری مصیبت (معصیت) ہے جو مبائعین مرزا قادیانی پر نازل ہو چکی اور نازل ہو رہی ہے جس مصیبت کا گرنا ان کو برف باری کی طرح خوشنما معلوم ہوتا ہے مگر تھوڑی دیر میں وہ خوش آئند منظر مہلک ثابت ہوگا۔

۳۔ تیسری بات مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

پیش گوئی کے صدق پر ایمان لانے کی وجہ سے وہ ان تمام وساوس سے مخلصی پا گئے کہ جو انتظار کرتے کرتے ایک دن پیدا ہو جاتے ہیں اور آخر یاس کی حالت میں ایمان دور ہو جانے کا موجب ٹھہرتے ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۸۰)

ناظرین یہ تیسری برکت ہے جو مبائعین کو مرزا قادیانی سے حاصل ہوئی۔ اگر مرزا کے مبائعین کا ایمان یہی ہے کہ وہ ہر چیز پر مشاہدہ کے بغیر ایمان نہیں لا سکتے اگر مبائعین کی اتنی ہی عقل ہے کہ وہ ہر ایک پیش گوئی کو جو ان کے عہد حیات میں پوری نہ ہو، قبول نہیں کر سکتے اور اگر وہ ایسے دل کے بودے، طبیعت کے کمزور ایمان کے کچے ہیں کہ خدا کے وعدوں اور مصلحتوں اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادوں کو وہ اپنے پیدا شدہ وساوس کا دافع نہیں جانتے تب مرزا قادیانی بخوبی یقین رکھیں کہ وہ ان لوگوں کو وساوس سے مخلصی نہیں دے سکتے اور ان کا ایمان جو حالت یاس سے دور ہونے لگ گیا ہے قائم نہیں رکھ سکتے کیونکہ مسیح موعود کی پیش گوئی پر جب یہ وساوس کرنے اور پھر ایمان چھوڑنے لگے تب تو مرزا قادیانی نے احسان فرما کر خود دعوی کر دیا اور ان کی روک تھام کر لی لیکن کل کو جب قیامت کے وجود پر وساوس قائم کریں گے اور وہی انتظار کی وجہ سے حالت یاس پیدا ہو کر ازالہ ایمان ان کا ایمان ہو جائے گا تب مرزا قادیانی کیا تدبیر فرمائیں گے۔ آپ کے پنجاب کی ایک مثل ہے اج نیتی کل نیتی کیسو پھوتے سدا پنتھی۔ ہاں اگر حسن بن محمد گیاہ بزرگ امید کی

آپ نے تقلید کی اور قیامت موعودہ بھی اپنے نفس ہی کو ٹھہرایا، تب تو کیا کہنے ہیں۔

غرض یہ تیسری مصیبت ہے کہ ایک پیشگوئی کے انتظار سے اگر آپ نے مریدان عقیدت کیش کو رہائی بخشی ہے تو اور سینکڑوں آنیوالی اور ظاہر ہونیوالی پیشگوئیوں کی نسبت انکے دلوں میں وساوس اور اوہام پیدا کر دیئے اور قریب ہے کہ جلد باز جب ان ربانی وعدوں کا انتظار نہ کر سکیں گے اور مصلحت الٰہی پر یقین نہ رکھیں گے تو سب کے سب منکر ہو جائینگے اور وہ وقت بھی پہنچے گا جب لو کنّا نسمع او نعقل ما کنّا فی اصحاب السّعیر کہنے کی ان کو ضرورت پڑے۔

۴۔ چوتھی بات مرزا قادیانی یہ بتاتے ہیں کہ:

وہ خدا تعالی کے بھیجے ہوئے بندہ پر ایمان لاکر اس سخت غضب الٰہی سے بچ گئے جو ان نافرمانوں کے حصہ میں ہوتا ہے کہ جن کے حصہ میں بجز تکذیب و انکار کے اور کچھ نہیں۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۱۸۱)

ناظرین! خدا تعالی کا بھیجا ہوا بندہ یہ الفاظ عبدہ و رسولہ کا ترجمہ ہیں اور ہم رب کریم کو شاہد بنا کر صدق دل سے پڑھتے ہیں نشهد ان لا اله الّا اللّه وحده لا شریک له و نشهد انّ محمّداً عبده و رسوله۔ ہمارا ایمان ہے کہ محمد ﷺ کے بعد جو شخص اپنے آپ کو خدا تعالی کا بھیجا ہوا بندہ کہتا ہے وہ اس حدیث کا مورد ہے:

سیکون فی امّتی دجّالون کذّابون کلّهم یزعم انّه نبیّ اللّه (سنن ترمذی۔ ج ۲ ص ۴۵۔ ابواب الفتن)

پس یہ چوتھی مصیبت ہے جو مرزا قادیانی کے مبائعین پر نازل ہوئی ہے کہ انہوں نے مرزا قادیانی کو خدا تعالی کا بھیجا ہوا مان کر آیت ختم النبیین کا انکار کیا۔ اور اس انکار سے اس غضب الٰہی کے مستحق ٹھہر گئے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے منکرین کے لئے ہے۔ مرزا قادیانی! اگر ہر دعوی کرنے والا زبان دراز محض ادعا اور زبان درازی سے خدا تعالی کا نبی بن سکتا ہے تب آپ سجاح اور مسیلمہ اور اسود کا کیوں انکار کرتے ہیں؟

پانچویں بات مرزا قادیانی نے بتائی کہ:

وہ ان فیوض اور برکات کے مستحق ٹھہر گئے جو ان مخلص لوگوں پر نازل ہوتے ہیں جو حسن ظن سے اس شخص کو قبول کر لیتے ہیں جو خدا کی طرف سے آتا ہے (ازالہ اوہام ص ۱۸۱)

مرزا قادیانی! یہ پانچویں برکت تو وہی ہے، جو پہلی تھی۔ آپ نے خواہ مخواہ ۱۵ سطروں

بعد اس کوئی برکت بنانا چاہا۔ الحمد للّٰہ رب العالمین ۔ آپ کے وجودِ باجود سے مبائعین کو جو فیوض و برکات حاصل ہونے والے (بزمانہ مستقبل) ان کی تفصیل وتشریح آپ نے خود ہی فرمادی ۔ جناب یہ تو وہ فوائد ہیں جو برہم سماجیوں کو کیشب چندرسین سے اور دیو دھرمیوں کو اگنی ہوتری لاہوری سے، دتے شاہیوں کو اپنے پیر سے، آریہ کو دیا نند سرستی سے حاصل ہو چکی ہیں، اس میں مسیح موعود نے کیا طرہ لگا دیا۔ اب آپ اگر ان سعادتوں کی تفصیل معلوم کرنا چاہیں جو آپ کو قبول نہ کرنے والوں اور رد کر دینے والوں کو پہلے سے حاصل وشامل ہیں اور آپ کے انکار سے اور زیادہ ہو گئے ہیں تو میں سچ کہتا ہوں کہ ان کی تفصیل کے لئے دفتر ضخیم بھی کافی نہیں ۔ سب سعادات سے اعلیٰ وافضل واکمل اتباع سنت نبوی کی سعادت ہے جس کیلئے قرآن مجید فرماتا ہے:

قل ان كنتم تحبّو ن اللّٰه فا تّبعو نى يحببكم اللّٰه (آل عمران:۳۱)

نیز ارشاد ہے ان تطيعوه تهتدوا یعنی محمد ﷺ کی اطاعت کرو گے تب ہدایت پاؤ گے

مرزا قادیانی ! آپ نے دافع الوساوس میں بلىٰ من اسلم و جهه کی تفسیر کرتے ہوئے ہر ایک مدعی کے لئے فنا و بقا اور لقا کے مدارج کا ذکر فرمایا ہے خیر مدعی اسلام تو برطرف، میں گستاخانہ سوال کرتا ہوں کہ آپ کے مریدان باعقیدت کو یہ مراتب کیوں حاصل نہیں ہوئے اور ان انوار و برکات سے کس لئے محروم رہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وساوس میں ان مضامین کو صوفیہ کی کتابوں سے اخذ کر کے لکھ تو دیا ورنہ نہ خود آپ کو یہ منصب حاصل ہے اور نہ تا حشر آپ کے کسی متبع اور معتقد کو ان ہرسہ مراتب میں سے کوئی مرتبہ مل سکتا ہے ۔ یا مقام حاصل ہوسکتا ہے ۔ آپ سچے ہیں تو اقتداری کن کا جلوہ خود دکھائیں یا کسی مرید کو پیش کریں ۔

ناظرین! اس مضمون کو غور سے ملاحظہ فرمائیں ۔ حق تعالیٰ آپ کی بصیرت کو زیادہ کرے ۔ مرزا قادیانی کو اپنے مسیح موعود ہونے کے دعویٰ میں اتنا تو غلو ہے کہ انہوں نے یہ بھی لکھ مارا:

اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعویٰ میں غلطی پر ہے تو آپ لوگ کچھ کوشش کریں کہ مسیح موعود جو آپ کے خیال میں ہے، انہی دنوں میں آسمان سے اتر آوے کیونکہ میں تو اس وقت موجود ہوں، مگر جس کے انتظار میں آپ لوگ ہیں وہ موجود نہیں اور میرے دعویٰ کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اتر ہی آئے تا کہ میں ملزم ٹھہر سکوں ۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح بن مریم جلد آسمان سے اترتے دکھائی دیں (ازالہ اوہام ۔ ص ۱۵۵)

مرزا قادیانی! ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالی کے سب کام حکمت کے ساتھ ہیں اور ہر چیز کا اس نے اندازہ کر رکھا ہے اور ہر کام کا ایک وقت مقرر فرما دیا ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں کوئی چیز اندازہ سے باہر نہیں کوئی کام ایک ساعت آگے یا پیچھے نہیں ہوتا۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح نازل ہوں گے خواہ ہم شرف زیارت سے مشرف ہوں، یا اس مسعود وقت سے پہلے اپنے انفس و حیات پورے کر کے تہ خاک چلے جاویں۔ بہر حال ہم کو نزول مسیح پر وہی ایمان ہے جس کو سیدنا علیؓ بن ابی طالب نے ان الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے:

لو کشِف الغطاء لما ازدت یقیناً۔

اب رہا آپ کا فرمانا کہ مسیح کو جلد بلا لو ابھی بلا لو اسی زمانہ میں بلا لو اس کے جواب میں ہم صرف وہی آیات پڑھ دینا کافی سمجھتے ہیں جو منکرین قیامت کی ایسی بیہودہ گوئیوں کے جواب میں اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو تعلیم فرمائیں:

و یقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین (یونس: ۴۸) کہتے ہیں یہ وعدہ کب کا ہے (اور کہاں ہے) اگر تم سچے ہو۔

قل انّما العلم عند اللّٰہ و انّما انا نذیر مبین۔ فلمّا رأوہ زلفة سیئت وجوہ الّذین کفروا و قیل ھذا الّذی کنتم بہ تدّ عو ن (ملک: ۲۶۔۲۷)

کہدے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو ڈرسنانے والا ہوں ظاہر، پھر جب دیکھیں گے کہ وہ ان سے نزدیک ہے تب نافرمانوں کے منہ برے برے ہو جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا یہ ہے جو تم اس وقت مانگتے تھے۔

ناظرین! مرزا قادیانی یہاں بھی اپنی چالاکی سے نہیں چوکے اور اس اعتراض کا کہ دعا سے مسیح کا اترنا ضروری ہے جواب خود ہی دینا چاہا ہے،

اگر کوئی کہے کہ اہل حق کی دعا اہل باطل کے مقابل پر قبول ہونی ضروری نہیں، ورنہ لازم آتا ہے کہ ہندوؤں کے مقابل پر مسلمانوں کی دعا قیامت کے بارہ میں قبول ہو کر ابھی قیامت آجائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گذرنے سے پہلے واقع نہیں ہوسکتی۔ اور ضرور ہے کہ خدا اسے روکے رہے جب تک وہ ساری علامتیں کامل طور پر ظاہر نہ ہو جائیں جو حدیثوں میں لکھی گئی ہیں لیکن مسیح کے ظہور کا وقت تو یہی ہے ..اور وہ تمام علامتیں بھی پیدا ہوگئیں جن کا مسیح کے وقت پیدا

ہونا ضروری تھا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۶۳)

اس بیان سے ہمارے اعتراض کو مرزا غلام احمد قادیانی درحقیقت اٹھا نہیں سکے بلکہ دو اور مغالطے لکھ مارے:

۱۔ یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گذرنے سے پہلے واقع نہیں ہوسکتی۔ اس فقرہ میں آپ نے نصوص قطعیہ فرقانیہ اور احادیث نبویہ کا بھی خلاف کیا اور اللہ کے مکروغضب سے لوگوں کو بے خوف کر دینا بھی چاہا۔ قرآن مجید کی دربارہ قیامت یہ تعلیم ہے:

لا یجلّیھا لو قتھا الّا ھو (اعراف: ۱۸۷)

اور حدیث جبریل میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے:

ما المسؤل عنہ باعلم من السّائل (مشکوۃ۔کتاب الایمان)

یعنی اے جبریل جیسی تمہیں خبر نہیں ویسے مجھے بھی نہیں کہ قیامت کب ہوگی۔

دوسری حدیث میں ہے اسرافیل صور کو منہ لگائے ایک پاؤں پیچھے ایک آگے کو کئے ہوئے کھڑا ہے کان آواز پر لگے ہوئے ہیں اور آنکھیں عرش کی جانب اٹھ رہی ہیں، کیا جانے کس وقت حکم آپہنچے۔ پس مرزا قادیانی نے سات ہزار برس سے پہلے قیامت کے نہ آسکنے کا عقیدہ بالکل اسلام کے خلاف بیان کیا ہے۔

۲۔ دوسرا مغالطہ آپ کا یہ ہے کہ ابن مریم کے آنے کی علامات پوری ہو چکی ہیں۔ جن لوگوں کی احادیث پر نظر ہے یا جنہوں نے غایت المرام میں ہمارا مضمون زمانہ نزول مسیح، اور اس رسالہ میں مضمون امام محمد بن عبداللہ المہدی پڑھا ہے وہ آپ کے قول کی تکذیب بخوبی کر سکتے ہیں اور حاصل کلام جس پر اس مضمون کا خاتمہ ہے یہ ہے کہ آپ نے مسیح موعود ہونے کا نہ کوئی ثبوت ہی پیش کیا اور نہ مسیح موعود کی صفات کا اپنے اندر ہونا ہی ثابت کر دکھلایا۔ غرض کیا ان دلائل کی قوت سے جو مسیح موعود کے بارہ میں ہم اپنے پاس رکھتے ہیں اور کیا ان اباطیل کی لغویت سے جو آپ نے اس بارہ میں پیش کی ہیں، بخوبی ظاہر ہو گیا کہ آپ مسیح موعود ہرگز نہیں اور اس دعوی کے ثبوت کے لئے قرآن وحدیث میں سے ایک لفظ بھی مرزا قادیانی کے پاس موجود نہیں۔ (تائید الاسلام۔۱۱۴۔۱۲۲)

الہام ومکاشفہ

(قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

لغت میں الہام کسی شخص کے حلق میں کھانا ڈالنے کو کہتے ہیں اس طرح پر کہ اس شخص کو ہونٹ اور دانت ہلانے نہ پڑیں۔اب اصطلاح شرعی میں الہام کسی امر کے اس داعیہ کو کہتے ہیں جو دل میں کسی پہلے فکر کے بغیر پیدا ہو۔

الہام ربانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۲۸)

پس اس لئے کہ الہام ربانی اور شیطانی دونوں قسموں کا ہوتا ہے بزرگان دین نے اس کی شناخت کے لئے ایک معیار قائم کیا ہے یعنی کتاب اور سنت۔اور قرار دیا ہے کہ جب تک اس کی آزمائش نہ کر لی جائے تب تک الہام کو ربانی کہنے کی جرأت نہ کرنی چاہیے۔

الہام کی یہ تعریف جو ہم نے کی ہے ایسی واضح ہے جس پر تمام سلف وخلف کا اتفاق ہے اور وہ بزرگ جن کی تحقیقات شریف تصوف اور علم میں تازگی کی روح ڈالنے والی ہے، سب کے سب ایسے ہی الفاظ لکھ گئے ہیں۔

بیہقی وقت قاضی ثناءاللہ ارشاد الطالبین میں لکھتے ہیں کہ:

الہام اولیاء موجب علم ظنی ہے اور اگر دو ولیوں کا کسی ایک الہام میں اتفاق کلی ہو جائے تو اس کا درجہ ظن غالب ہو جاتا ہے۔لیکن اگر ولی کا کشف اور الہام کسی حدیث کے جو آحاد میں سے ہو بلکہ کسی قیاس کے جو شرائط قیاس کا جامع ہو، مخالف ہوگا تب بھی اس جگہ حدیث کو بلکہ قیاس کو الہام پر ترجیح دینی چاہیے۔

اس کے بعد قاضی ثناءاللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ سلف اور خلف میں مجمع علیہ ہے۔

ابوسلیمانؒ دارانی کہا کرتے تھے:

الہام پر عمل نہ کرو جب تک اس کی تصدیق آثار سے نہ ہو جائے (احیاء العلوم)

پیران پیر شیخ عبدالقادرؒ جیلانی فتوح الغیب میں لکھتے ہیں: الہام اور کشف پر عمل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ قرآن اور حدیث نیز اجماع اور قیاس صحیح کے مخالف نہ ہو۔

عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصومؒ اپنے مکتوب نمبر ۱۷۷ میں لکھتے ہیں کہ

کشوف اور منامات اور بشارات صحیحہ صادقہ اور ان کے خلاف میں کوئی فرق کرنا دشوار ہے۔پس ان

پر اعتماد کرنا نہ چاہیے اور ان کو اتنا معتبر نہ خیال کرنا چاہیے کہ کمال معتد بہ انہی لگا ہوا ہے بیشک اعتماد کے لائق اور نجات دینے والی تو صرف کتاب اور سنت ہے۔

پھر لکھتے ہیں:

جو لوگ بلند ہمت ہوتے ہیں وہ ایسے امور کی طرف التفات نہیں کرتے۔

کشف کے معنی میں کھلنے اور آشکار ہونے کے ہیں اصطلاح صوفیہ میں کسی ایسے امر کو جو حواس ظاہرہ کے بغیر معلوم ہو جائے کشف کہتے ہیں۔اس کے چند اقسام ہیں:

ا۔نوم و رؤیا یعنی خواب میں کسی امر کا دیکھنا۔واضح ہو کہ منامات میں روح کے ساتھ نفس کا بھی تعلق ہوتا ہے اور اس لئے اکثر خواب یا خواب کا بیشتر حصہ صحیح نہیں ہوتا۔صرف انبیاء ہی کی یہ شان ہے جن کے خواب بعینہ صحیح ہوتے ہیں اور ان میں تعبیر کی یا تو بالکل ہی ضرورت نہیں پڑتی یا بہت ہی کم جیسا کہ (بخاری ج ا ص ۲ باب کان بدء الوحی) میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آغاز کار نبوت میں حضرت رسول اللہ ﷺ جو خواب شب کو دیکھتے صبح کو نور صبح کی طرح اسی طرح دیکھ لیتے یا جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰنؑ نے اپنے خواب میں فرزند کو خود ذبح کرتے ہوئے دیکھا تو ذبح کا قصد مصمم کر لیا اور اس کی تعبیر نہیں کی۔یا حضرت یوسفؑ نے کواکب و قمرین کا اپنے آپ کو مسجود پایا اور بھائیوں اور والدین کو سجدہ شکرانہ کرتے ہوئے ھذا تاویل رؤیای فرمادیا،

۲۔واقعہ، یعنی اثنا ذکر و استغراق میں ایسی حالت آکر طاری ہو جائے کہ محسوسات غائب ہو جائیں اور بعض امور غیبی کے بعض حقائق کھل جائیں جیسے نائم پر حالت نوم میں کھل جاتے ہیں ان میں بھی نفس اور روح مشارک ہوتے ہیں۔

۳۔مکاشفہ، اس میں واقعہ کی طرح محسوسات سے غائب ہونا لازمی نہیں بلکہ وہی حالت حضوری میں ہی ہو جاتی ہے اور اعلی مکاشفہ کی صفت یہ ہے کہ روح انسانی غواشی بدن سے تجرد پا کر مطالعہ مغیبات میں تفرد حاصل کرے۔یہ تجرد اور تفرد بھی بقدر مراتب ہوتا ہے کیونکہ کشف درحقیقت آئینہ خیال میں صورت مثال کے عکس پڑنے کا نام ہے۔پس جس قدر زیادہ آئینہ خیال مصفی و مجلی ہوگا اسی قدر کشف بھی درست اور صادق ہوگا ورنہ نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بیہقی وقت ارشاد الطالبین میں لکھتے ہیں کہ انبیاء کے خواب بھی وحی قطعی ہیں اور اولیا کے رؤیا اور کشف میں بھی خطا واقع ہوتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی جن کی مجددیت اور مثیلیت کی بنیاد زیادہ تر الہام و مکاشفہ پر ہے۔

اس بارہ میں علماء وصوفیہ سلف وخلف کی طرح مان چکے ہیں:

کشف میں خطا کا احتمال بہت ہے (ازالہ اوہام۔ص ۵٦۷)

شیطان اپنی شکل نوری فرشتہ کیساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے (ازالہ اوہام ۔ص ٦۲۹)

الہام ولایت یا الہام عام مومنین بجز موافقت ومطابقت قرآن کے حجت نہیں (ازالہ اوہام ص ٦۲۹)

بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی تو انبیاء کے الہامات اور اولوالعزم رسولوں کے مکاشفات کو بھی صحیح اور قابل اعتماد نہیں سمجھتے بلکہ جائز رکھتے ہیں کہ سیدالانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا کشف بھی ایسا مکدر ہو کہ حقائق غیبیہ کا ظہور اس کشف کے خلاف ہو۔ انبیاء کے الہامات صحیح نہ ہونے پر آپ نے ازالہ اوہام صفحہ ٦۲۹ میں لکھا ہے:

مجموعہ توریت میں سلاطین اول باب ۲۲، آیت ۲۹ میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت چارسو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیش گوئی کی (یہاں قاضی صاحب نے ایک مفصل حاشیہ لکھا ہے جسے ہم کسی اور جگہ نقل کر چکے ہیں۔ بہاء) اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔

اس حوالہ توریت کے بعد انبیاء کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹے نکلنے کا سبب اسی صفحہ پر مرزا قادیانی یہ تحریر فرماتے ہیں:

اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا اور نوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا۔

اسی واقعہ کا حوالہ قادیانی نے، حقانی تقریر بر وفات بشیر، صفحہ ۷ میں بدیں الفاظ دیا ہے:

بنی اسرائیل کے چارسو نبی نے ایک بادشاہ کی فتح کی نسبت خبر دی اور وہ غلط نکلی یعنی بجائے فتح کے شکست ہوئی۔ دیکھو سلاطین اول باب ۲۲۔ آیت ۱۹۔ مگر اس عاجز کی کسی پیش گوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک نہ صرف ایک بلکہ چارسو نبیوں کا الہام اور وہ بھی متفقہ الہام غلط ہوسکتا ہے اور الہام شیطانی بھی ایسے زرق و برق کے ساتھ ہوا کرتا ہے کہ نبیوں کی تعداد کثیر بھی اسی دھوکے میں آسکتی ہے بلکہ آچکی ہے۔

اب رسولوں کی نسبت ملاحظہ فرمائیں ۔مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

مسیح کا مکاشفہ بہت صاف نہیں تھا۔(ازالہ اوہام۔ص ۶۹۰)

یہ دخل (شیطانی کلمہ کا) کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے (ازالہ ص ۶۲۸)

اور سید الانبیاء ﷺ کی نسبت ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

کچھ تعجب نہیں کہ آپ ﷺ پر ابن مریم دجال یا جوج ماجوج دابۃ الارض دجال کے ستر باع کے گدھے کی حقیقت کاملہ اور اصلیت معلوم نہ ہوئی ہو (مختصراً)

ان تمام عبارات کے بعد جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک اولیاء کا الہام اور کشف اور مرزا قادیانی کے نزدیک انبیاء کا الہام اور کشف بھی جب حجت اور دلیل نہیں ہوسکتا تو پھر ہر ایماندار اندازہ کرسکتا ہے کہ ایک عامی کا الہام کیا درجہ رکھ سکتا ہے اور اس کی کیا وقعت ہوسکتی ہے؟ مرزا قادیانی کے نزدیک گو انبیاء اور رسل کے الہام اور مکاشفہ میں غلطی ہوتی رہی مگر ان کے خیال میں یہ نہایت مشکل ہے کہ تمام افراد امت کا بھی یہی حال ہو۔ان کا خیال ہے کہ محدث جو اس امت میں سے ہی ایک فرد ہوتا ہے ایسے درجہ کا شخص ہوتا ہے کہ اس کے الہام کو وحی کہنا چاہیے اور یقین کرنا چاہیے کہ، رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے (توضیح المرام۔ص ۱۸) پھر ازالہ اوہام کے صفحہ ۹۱۳ پر لکھا ہے کہ:

محدث حالت درربودگی میں جو کلام لذیذ لے آتا ہے وہی وحی الٰہی ہوتی ہے ۔

میں زیادہ تر اسی کی تنقیح کرنا چاہتا ہوں ۔مرزا قادیانی کے اس دعوی پر کہ وہ محدث ہیں ، میں اپنے رسالے غایت المرام میں بخوبی بحث کر چکا ہوں کہ صحیحین کی حدیث مرفوع متصل اور سنن ترمذی کی حدیث صحیح اور حضرت ابن عباسؓ کے قول سے جس کو امام بخاریؒ اپنی صحیح کی تعلیقات میں لائے ہیں اور ان خواص سے جن کا محدث میں ہونا لازمی ہے یہی ثابت ہے کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ کے سوا امت محمدیہ میں اور کوئی محدث نہیں ۔اب میں اس جگہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ آیا فی الواقع محدث کی وحی آمیزش شیطانی سے پاک ہوتی ہے (جیسا کہ مرزا قادیانی کا اعتقاد ہے) یا نہیں (جیسا کہ جمہور سے مروی ہے)۔

اس بارے میں کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان سے میں ایک فصل کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں:

ولی خدا ، کی شروط میں سے یہ بات نہیں کہ وہ معصوم ہو اور غلطی یا خطا نہ کرے،

بلکہ جائز ہے کہ علم شریعت کا کوئی حصہ اس سے مخفی رہے۔ اور بعض امور دین اس پر مشتبہ رہیں حتی کہ بعض ممنوع امور کو مامور بہ خیال کر بیٹھے۔ یا وہ بعض خوارق کو کرامات اولیاء میں سے شمار کرنے لگے حالانکہ وہ شیطانی ہوں اور شیطان نے ان کو ناقص کرنے کے لئے تلبیس کر دی ہو اور اس بندہ خدا کو اس امر کی آگاہی بھی نہ ہو۔ اور بایں ہمہ اس کی ولایت الہی میں کچھ فرق بھی نہ آئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امت محمدیہ کی خطا ونسیان سے درگذر کی گئی ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ ولی خدا سے غلطی کرنا جائز ہے تو ہم کو ضرور نہیں کہ اگر اس کے دل میں کوئی الہام آئے یا محادثہ وخطاب الہی سے وہ مشرف ہونا خیال کرے تو ان پر اعتماد بھی کر لے بلکہ اسے لازم ہے کہ اس الہام وخطاب کو احادیث نبوی کے سامنے پیش کرے اگر احادیث کے موافق ہو تو قبول کرے ورنہ رد کر دے اور اگر اسے خبر نہ ہو کہ احادیث کے موافق ہے یا مخالف، تو ان میں توقف کرنا چاہیے۔ واضح ہو کہ اس بارہ میں لوگوں کی تین صفتیں ہیں۔ ایک وسط میں، اور دو افراط و تفریط میں۔ ایک وہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی شخص کو ولی اللہ سمجھ لیتا ہے تو اس کے ان تمام اقوال میں جن کی نسبت ولی اللہ کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کے دل میں خدا کی طرف سے آئے ہیں ولی اللہ کی موافقت کر لیتا ہے اور اس کے افعال اسی کو سپرد کر دیتا ہے (خواہ کیسے ہی ہو) ایک وہ ہے کہ جب کسی نیک آدمی سے کوئی ایسا قول یا فعل دیکھ پاتا ہے جو شرع کے موافق نہیں ہوتا تو اس کی ولایت کی ہی نفی کر دیتا ہے گو اس نیک کی یہ غلطی اجتہادی غلطی ہو۔ مگر واضح ہو کہ بہترین امور اوسط ہوتی ہے چاہیے کہ نہ اسے معصوم سمجھے اور نہ (ناظرین کو یاد رہے کہ مرزا قادیانی کی یہ غلطی اجتہادی غلطی نہیں کیونکہ اجتہاد کو نصوص شرعیہ کے موجود یا معلوم نہ ہونے پر کیا جاتا ہے۔ اگر نصوص صحیحہ وقطعیہ شرعیہ کے ہوتے ہوئے کوئی شخص ان کا خلاف کرے اور اس کا نام اجتہاد رکھے تو آئمہ ملت نے قرار دیا ہے کہ ایسا شخص معاند فی الدین یعنی دین سے عداوت کرنے والا ہوتا ہے) اجتہادی غلطی پر گناہ گار ہی قرار دے۔ لازم ہے کہ عام اقوال میں اس کا اتباع نہ کرے اور اجتہادی غلطی کی وجہ سے کفر اور فسق کا فتوی نہ دیا جائے۔ واجب یہ ہے کہ اتباع صرف ان احکام میں کیا جائے جو اللہ اور رسول نے دیئے ہیں مگر جب کسی فقیہ کا قول مخالف شرع اور دوسرے کا موافق پائے تو اس کو یہ الزام دینا کہ یہ شرع کے خلاف کرتا ہے، ٹھیک نہیں

کیونکہ صحیحین (بخاری ج ا ص ۵۲۱ باب مناقب عمر) میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے قد کا ن فی الا مم قبلکم محدّ ثون فان یّکن فی امّتی ا حد فعمر (تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے پس اگر ان میں سے کوئی ایک میری امت میں ہے تو عمرؓ ہے) اور ترمذی میں یہ ارشاد نبوی ہے لو لم ابعث فیکم لبعث عمر (اگر میں تم میں نبی نہ بنایا جاتا تو عمرؓ بنایا جاتا) نیز ایک اور حدیث میں ہے انّ اللّٰہ ضر ب الحقّ علی لسان عمر و قلبہ (خدا تعالی نے عمرؓ کے دل و زبان پر حق قائم کر دیا ہے) اسی حدیث شریف میں ہے لو کان بعدی نبیّ لکان عمر (اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا) اور روایت شعبی میں سیدنا و مولا نا علیؓ بن ابی طالب سے مروی ہے ما کنّا نبعد انّ السّکینۃ تنطق علی لسان عمر (ہم اسے کچھ بعید نہ سمجھتے کہ عمرؓ کی زبان پر سکینہ بول رہا ہے) سیدنا ابن عمرؓ کا قول ہے ما کا ن عمر یقو ل بشیء انّی لا را ہ کذا ا لا کا ن کما یقو ل (عمرؓ جس شئے کی نسبت کہتے کہ میں اسے ایسا خیال کرتا ہوں وہ ویسی ہی نکلتی) اور قیسؓ بن خارق سے روایت ہے کنّا نتحدّ ث انّ عمر ینطق علی لسا نہ ملک (ہم آپس میں باتیں کیا کرتے کہ عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے) حضرت عمرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے اقربوا من افواہ المطیعین و اسمعوا منھم ما یقو لون فانّہ تجلی لھم امور صادقۃ (اطاعت کرنیوالوں کے ہونٹوں سے قریب ہو جاؤ، جو وہ کہتے ہیں سنو کیونکہ ان پر امور صادقہ کی تجلی ہوا کرتی ہے)

واضح ہو کہ ان امور صادقہ سے وہ مکاشفات مراد ہیں جو اللہ تعالی اپنے دوستوں پر کھول دیتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اولیاء اللہ کے مخاطبات اور مکاشفات ثابت ہیں (مگر ان مخاطبات اور مکاشفات کا بمقابلہ شرع اعتبار کرنیکے لئے تم یہ خیال کرو) کہ سید الانبیاء ﷺ کے بعد افضل ترین سیدنا ابوبکرؓ اور ان کے بعد سیدنا عمرؓ ہیں اور حدیث صحیح حضرت عمرؓ کا محدث ہونا تعین کر چکی ہے۔ اب امت محمدیہ میں خواہ کوئی شخص محدث اور مخاطب فرض کر لیا جائے (اس امام نے جو لفظ، فرض کیا جائے، استعمال کیا اس سے واضح ہے کہ ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ سوا حضرت عمرؓ کے اور کوئی محدث نہیں جیسا کہ احادیث کا منشاء ہے) بہرحال سیدنا عمرؓ اس سے افضل و برتر ہوں گے۔ سیدنا عمر فاروقؓ کا یہ حال تھا کہ واجبات شرعی کے موافق اپنا کام کرتے تھے اور اپنے واقعات کو احکام

شرعی پر پیش کیا کرتے تھے (لفظ واقعات علم تصوف میں کشف اور تجلیات اور واردات قلبی کو جوغیب سے ہوں، کہتے ہیں) کبھی ایسا ہوتا کہ ان کے الہامات اور واقعات موافق شرع نکلتے ہیں اور یہ امر ان کی فضیلت کا باعث سمجھا جاتا جیسا کہ بارہا قرآن مجید حضرت عمرؓ کی موافقت میں نازل ہوا۔ اور بارہا رب کریم نے حضرت فاروقؓ سے موافقت فرمائی ہے کبھی ایسا ہوتا کہ وہ الہامات و واقعات خلاف شرع ثابت ہوتے تو سیدنا عمرؓ ان سے رجوع کر لیتے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے دن ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ صلح کر لی اور صلح نامہ میں بعض ایسی شرائط درج ہوئیں جن میں مسلمانوں کی ظاہر سبکی تھی تو بہت سے مسلمانوں پر یہ صلح گراں گزری۔ سیدنا عمرؓ بھی انہی میں تھے حتی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کیا ہم حق پر اور ہمارے اعداء باطل پر نہیں؟ فرمایا، ہاں۔ عرض کی کیا ہمارے شہید جنت میں اور کفار کے مقتول دوزخ میں نہ جائیں گے؟ فرمایا ہاں۔ عرض کی پھر کیوں ہم اپنے دین کو سبک ہونے دیں اور ایسی شرائط پر صلح کریں؟ فرمایا میں خدا کا رسول ہوں اور ہر امر میں وہی مجھے حکم دیتا ہے اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔ عرض کی، کیا آپ ﷺ نے .... آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اسی سال کا کہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں، یہ تو نہیں فرمایا۔ فرمایا پس تو یقین رکھ کہ (ہم ضرور مشرکین پر غالب آ کر ایک نہ ایک دن) بیت اللہ پہنچ کر طواف کریں گے۔ حضرت عمرؓ اس کے بعد سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئے اور یہی تقریر کی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے وہی جواب جو رسول اللہ ﷺ نے دیئے تھے ان کو دیئے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے فہم سے رجوع کیا اور اس کے کفارہ میں بہت سے اعمال کئے (مرزا قادیانی نے اس قصہ سے بھی فائدہ اٹھایا ہے اور اس تائید میں کہ پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہو جایا کرتی ہے اس قصہ کا حوالہ دے کر نتیجہ نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خواب کے بھروسہ پر مدینہ منورہ سے بہ نیت عمرہ وطواف چل پڑے تھے مگر اس سال مشرکین نے اجازت نہ دی۔ اور تب معلوم ہوا کہ خواب اس سال کے متعلق نہ تھا۔ مرزا قادیانی کو لازم ہے اس مکالمہ نبوی کو جو حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوا دیکھیں اور سمجھیں کہ سال کا تعین حضرت رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی نہ اپنے دل میں نہ اپنے کلام میں کیا تھا۔ اور آپ کا مکہ آنا صرف بتقاضائے شوق صحابہ کرام تھا لہٰذا آپ رسول کریم ﷺ کی طرف ایسی غلط نسبت لگانے سے احتراز کریں)۔ اس

سے واضح ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ موافقت نبوی میں سیدنا عمر فارقؓ سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ ایسا ہی حال وفات نبوی پر ہوا۔ کہ حضرت عمرؓ محدث نے انکار موت کیا اور صدیق اکبرؓ نے جب خطبہ پڑھا کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے، تب حضرت عمر محدثؓ نے اپنے قول سے رجوع فرمایا۔ علی ہذا جب حضرت صدیق اکبرؓ نے مانعین زکوۃ سے قتال کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے آ کر کہا، آپ ان سے کیونکر قتال کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے تو یوں فرمایا ہے:

امرت ان اقاتل النّاس حتّی یشھدوا ان لا الہ الّا اللّٰہ و انّ محمداً رسول اللّٰہ فاذا قا لوھا عصموا منّی دماء ھم و اموالھم الّا بحقّھا

(البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۱۱)

حضرت صدیقؓ نے فرمایا جب الّا بحقّھا لفظ موجود ہے تو تم یاد رکھو کہ زکوۃ بھی اسی کا حق ہے۔ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں اگر کوئی عہد نبوی سے ایک بچہ شتر بھی مجھ کو کم دے تو میں اس سے جنگ کرونگا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس تقریر کے بعد میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالی نے ابوبکرؓ کے سینہ کو جنگ کے لئے کھول دیا ہے اور حق بھی یہی ہے۔ ایسے ہی اور بہت نظائر ہیں جن سے سیدنا ابوبکرؓ کا تقدم سیدنا عمرؓ پر ثابت ہے حالانکہ حضرت عمرؓ محدث ہیں۔ بات یہ ہے کہ صدیق کا مرتبہ محدث سے اوپر ہوتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ صدیق جو کچھ لیتا ہے وہ رسول معصوم کے قول اور فعل سے لیا کرتا ہے۔ مگر محدث اپنے قلب سے بھی بہت اشیاء (الہام، مکاشفات وغیرہ) لیا کرتا ہے اور اس لئے محدث کا قلب معصوم نہیں ہوتا۔ اسے ضرور ہوتا ہے کہ اپنی واردات قلبی کو احادیث کے سامنے پیش کرے۔ یہی وجہ ہے (کہ باوجود محدث ہونے کے) حضرت عمر فاروقؓ، صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا کرتے اور مناظرہ فرمایا کرتے اور بعض امور میں دوسروں کی رائے کی طرف رجوع کر لیا کرتے تھے۔ علی ہذا صحابہ کرام بھی اکثر امور میں عمرؓ سے تنازع کیا کرتے تھے صحابہ آپ پر کتاب اور سنت کے دلائل وارد کرتے اور آپ صحابہ پر، آپ ان لوگوں کو برابر تنازع اور بحث کرنے دیتے اور کبھی یہ نہ فرماتے کہ میں محدث ملہم اور مخاطب من اللہ ہوں، اس لئے تم کو چاہیے کہ میرا قول قبول کر لو اور مجھ سے معارضہ نہ کرو۔ جب یہ حال ہے تو اب خواہ کوئی شخص خود ولایت اور مخاطبہ الٰہی کا

مدعی ہو یا اس کے مرید، اور تجویز کرتے ہوں کہ اس کے مریدوں پر اس کے تمام اقوال وافعال کا ماننا ضروری اور اس کی واردات کا تسلیم کر لینا بلا کتاب وسنت سے پرکھ لینے کے لابدی ہے تو وہ خود نیز اس کے مرید سب خاطی ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی گمراہ ہیں ان کو یاد کرنا چاہیے کہ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ ان سب سے افضل ہیں اور امیر المومنین بھی ہیں مگر مسلمان برابر آپ سے جھگڑا کرتے۔ اور آپ کے مقولوں کا کتاب وسنت سے معارضہ کیا کرتے حقیقت یہ ہے کہ تمام امت کے آئمہ سلف وغیرہ کا اس پر اتفاق ہے کہ بجز رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی شخص ایسا نہیں جس کا قول لیا جائے اور چھوڑا نہ جائے کیونکہ نبی اور ولی میں صرف یہی فرق ہے۔

اس قدر لکھنے کے بعد ہم مرزا قادیانی کو توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اول تو آپ کا محدث ہونے کا دعویٰ ہی ایسا ہے جن کی صحیحین اور سنن کی احادیث مرفوع ومرسل تکذیب کر رہی ہیں پھر اس کے بعد جو آپ نے محدث کے یہ نو خواص قرار دیئے ہیں:

۱۔ محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کیلئے نبوت تامہ نہیں مگر جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے

۲۔ کیونکہ وہ خدا سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔

۳۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔

۴۔ رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔

۵۔ اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے۔

۶۔ اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔

۷۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے۔

۸۔ اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔

۹۔ اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں (یہ عبارت مرزا کی ہے صرف نمبر میں نے لگائے ہیں۔ منصور پوری)۔ (توضیح المرام۔ ص ۱۸)

پس اگر ان صفات کا محدث کی ذات میں ہونا ضروری اور لابدی ہے اور محدث وہی ہوتا ہے جس میں یہ صفات پائے جائیں تو مناسب ہے کہ سب سے پیشتر آپ ان صفات کا وجود حضرت عمر فاروقؓ میں جو بالتحقیق محدث ہیں ثابت کیجئے۔ بجائے اس کے کہ محدث کا ایک معنی سے نبی ہونا آپ ثابت کر سکیں، میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد پیش کرتا ہوں:

قد کان فی من قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلّمون من غیر ان یّکونوا انبیاء فان یکن فی امّتی منھم احد فعمر

جس میں صاف تصریح ہے کہ محدث نبی نہیں ہوتا، نہ ایک معنی سے نہ دو چار معنی سے۔ اس حدیث کو بھی آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۹۱۴ پر درج کیا ہے اور یہی ترجمہ اس کا کیا ہے۔ اب رسولوں اور نبیوں کی طرح محدث کی وحی کا آمیزش شیطانی سے منزہ ہونا بھی تحقیق طلب ہے کہ حضرت عمرؓ سے بعض ایسے حرکات سرزد ہوئے ہیں جن کا ان کو کفارہ دینا پڑا تو تنزہ کہاں رہا؟ علی ہذا ، بعینہ انبیاء کی طرح محدث کا مامور ہوکر آنا یہ بھی فیصلہ طلب ہے اگرچہ بعینہ کی عینیت کے معنی میری سمجھ میں آج تک نہیں آئے کیونکہ جب عینیت ہی ہوگئی تو غیریت کے کیا معنی اور باوجود تحقیق عینیت ایک کو محدث اور دوسرے کو نبی کہنے میں تفریق کی کیا وجہ؟ مگر اس میں بھی مرزا قادیانی کو ثابت کرنا تھا کہ حضرت عمرؓ کب اور کیونکر مامور ہوکر آئے تھے۔ اسی کے ساتھ ملا ہوا مرزا قادیانی کا یہ فقرہ ہے کہ بعینہ انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے۔ حضرت عمرؓ کی محدثیت کا ظہور زیادہ سے زیادہ ان کے زمانہ خلافت میں خیال کیا جاسکتا ہے۔ سو آپ کو معلوم ہے اور کل مورخین جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے نام خلافت نامہ لکھ کر جب خلیفہ رسول نے انہیں طلب کیا تو حضرت عمرؓ نے صاف فرمایا تھا: مرا بخلافت حاجت نیست (ناسخ التواریخ) تو کیا حضرت عمرؓ نے اس فرض کو اسی طرح بآواز ظاہر کیا تھا کہ خلافت سے قطعی انکار کیا اور گوشہ خمول میں بسر کرنے کو زیادہ پسند فرمایا تھا۔ اب رہا کہ محدث سے انکار کرنے والا ایک درجہ تک مستوجب سزا ہوتا ہے۔ اس کلیہ میں خدا جانے کتنے صحابہ رسول داخل ہوگئے ہوں گے جو مسائل اور واقعات میں نہایت آزادی کے ساتھ حضرت عمرؓ سے بحث کیا کرتے تھے۔ بالخصوص حضرت صدیقؓ اور حضرت ابو تراب علی کرم اللہ وجھہ تو ضرور ہی مرزا قادیانی کے نزدیک ایک کلیہ میں داخل ہوں گے جنہوں نے بارہا حضرت عمرؓ کی آراء کا خلاف کیا اور ان کو ساکت بھی کردیا۔ اب رہی سب سے آخری وجہ کہ نبوت کے معنی یہی ہیں کہ امور متذکرہ اس میں پائے جائیں ، تو میں حیران ہوں کہ محدث کی نبوت کو جزئی کہنے کی جرأت اور مبادرت آپ نے کیوں کر کی؟ اجی حضرت! جب نبوت کے معنی ہی یہ ہیں تو پھر جس کو بظاہر محدث کہا جاتا ہے وہ بباطن نبی کیوں نہیں؟ اور جب یہی بات ہے تو آپ اس سے بھی زیادہ صاف جس کو اردو کی پہلی پڑھنے والے بھی سمجھ لیں کیوں نہیں لکھ دیتے۔ مگر کوئی مصلحت ہے جس نے مہر سکوت لگادی ہے۔

مرزا قادیانی! میں رب کریم کے فضل سے ثابت کر چکا ہوں کہ اولیاء کا کشف اور الہام حجت اور دلیل بننے کی ذرا صلاحیت اور قابلیت نہیں رکھتا اور اسی مضمون میں آپ کی تحریروں سے ثابت کر چکا ہوں کہ آپ کا یہی اعتقاد نہ صرف اولیاء بلکہ انبیاء کے حق میں بھی یہی ہے مگر آپ محدث کو کوئی ایسی شئے سمجھے ہوئے تھے جس کے الہام کو آمیزش شیطانی سے تنزیہہ حاصل ہے، میں نے اس فہم کا بھی سراپا غلط ہونا ثابت کر دیا۔ اب آپ بہر خدا آیئے اور اس الہام کے بھروسہ پر جو دعاوی کئے ہیں ان کو خیر باد کہہ دیجئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وفات مسیح اور عدم نزول مسیح اور اپنی قائم مقامی بجائے مسیح کے خیالات آپ کو اپنے الہام سے پیدا ہوئے جس کو آپ نے ان الفاظ میں تسلیم کر لیا ہے:

مجھے یقیناً معلوم ہے کہ میری اس رائے کے شائع ہونیکے بعد جس پر میں بینات الہام سے قائم کیا گیا ہوں، بہت سی مخالفانہ قلمیں اٹھیں گی۔ (توضیح المرام۔ص ۱)

اور ان الہامات کو مقدم رکھ کر پھر آپ نے نصوص شرعیہ قرآن اور حدیث کی تاویل کر کے ان کو اپنے سانچے میں ڈھالا ہے اور اس امر میں آپ نے نہایت جرأت فرما کر قرآن اور حدیث کو تابع الہام اور الہام کو متبوع ٹھہرا دیا ہے۔ لہذا آپ خیال فرمائیں اور ان عقاید سے توبہ کریں۔

میں اس مضمون کے ختم کرنے سے پہلے مرزا قادیانی سے یہ مسئلہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جب ایک ہی شخص کے دو الہام آپس میں متضاد اور متناقض ہوں تو ان دونوں میں سے اس کو اور نیز دیگر اشخاص کو کس پر یقین اور عمل کرنا چاہیے۔ خصوصاً جب کہ ایک الہام تو کل اہل اسلام کے عقیدہ کے موافق ہو اور دوسرا کل اہل اسلام کے مخالف۔ (ازالہ اوہام۔ صفحہ ۱۸۴ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے: میرے اس دعوی پر ایمان لانا جس کی الہام الٰہی پر بنا ہے کون سی اندیشہ کی جگہ ہے۔ بفرض محال میرا یہ کشف و الہام غلط ہے اور جو کچھ مجھے حکم ہو رہا ہے اس کے سمجھنے میں میں نے دھوکہ کھایا ہے، تو ماننے والے کا اس میں ہرج بھی کیا ہے۔۔ ہاں صاحب! ہرج صرف اتنا ہے کہ یہ شخص احادیث کا جھٹلانے والا بن جاتا ہے یعنی فقط ایمان جاتا ہے اور بس۔ منصور پوری)۔ اور اس موافق و مخالف ہونے کا صاحب الہام کو خود بھی اقرار ہو۔ جب آپ اس کا جواب عطا فرمائیں گے تو حیات اور وفات مسیح کی بحث چار سطروں میں ختم ہو جائے گی۔ (تائید الاسلام۔ص ۲۷۹۔۲۹۰)

نزول مسیح

قاضی محمد سلیمانؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور وہ تم میں نزول فرمائیں گے جب ان کو دیکھو تو (اس حلیہ سے) پہچان لو۔ قد درمیانہ، رنگ سرخ وسفید، لباس زردی مائل، گویا ان کے سر سے باوجود تر نہ کرنیکے پانی ٹپکتا ہوگا۔ وہ دین اسلام کے لئے لوگوں سے جنگ وقتال کریں گے صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کرینگے خدا ان کے زمانہ میں تمام مذاہب کو محو کردے گا صرف اسلام باقی رہے گا وہ دجال کو ہلاک کریں گے پھر زمین پر چالیس سال تک قیام فرمائیں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

(عن ابی ہریرہؓ۔ ابوداؤد۔ ج ۲ ص ۱۳۵ کتاب الملاحم)

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت حق پر لڑتی رہے گی اور قیامت تک غالب رہے گی۔ پس عیسیٰ بن مریم اتریں گے۔ امیر جماعت کہے گا آیئے نماز پڑھایئے۔ فرمائیں گے نہیں، تم ایک دوسرے کے امام ہو، خدا نے اس امت کو یہ بزرگی دی ہے (مسلم باب نزول عیسیٰ)

یہ حدیث جو حضرت جابرؓ کی ہے، صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۸۷ باب نزول عیسیٰ کی حدیث بروایت ابو ہریرہؓ کیف انتم اذ نزل فیکم ابن مریم و اما مکم منکم، کی بخوبی تفسیر کرتی ہے کہ و اما مکم منکم سے دوسرا امام غیر عیسیٰ ہی مراد ہے۔ نہ کہ حسب قول مرزا قادیانی خود عیسیٰ ہیں جنہوں نے و اما مکم منکم کے معنی بنانے کیلئے و ھو اما مکم بنالیا ہے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں شب معراج ابراہیمؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ سے ملا۔ قیامت کے بارہ میں گفتگو ہونے لگی۔ فیصلہ حضرت ابراہیمؑ کے سپرد ہوا۔ انہوں نے کہا مجھے اس کی خبر نہیں۔ پھر حضرت موسیٰؑ پر بات ڈالی گئی۔ انہوں نے کہا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰؑ پر اس کا تصفیہ رکھا گیا۔ انہوں نے کہا قیامت کے وقت کی خبر تو خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں، ہاں خدا نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا اور میرے ہاتھ میں شمشیر برندہ ہوگی جب وہ مجھے دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا جیسے رانگ پگھل جاتا ہے (عن ابن مسعودؓ۔ مسند احمد۔ ج ا ص ۳۷۵)

۴۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے خدا پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک

قریب ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہوکر اتریں گے صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ کو اٹھا دیں گے مال کی کثرت ہو جائے گی اور زر و مال کو کوئی قبول نہ کرے گا یہاں تک کہ تمام دنیا اور دنیا بھر کے مال و متاع سے ایک سجدہ کرنا اچھا معلوم ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے تھے اگر تم ارشاد نبوی کے ساتھ قرآن سے دلیل چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو و ان من اهل الكتاب الّا ليؤمننّ به قبل موته (آل عمران) نہیں کوئی اہل کتاب مگر یہ کہ وہ ایمان لاوے گا عیسیٰؑ پر عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے۔ یہ حدیث صحیح بخاری، ج ا ص ۴۹۰ باب نزول عیسی کی ہے۔

۵۔ حضرت عیسیٰؑ زمین میں چالیس سال قیام فرمائیں گے اگر وہ پتھریلی زمین سے کہدیں کہ نرم ہوکر بہ جا، وہ بہ چلے۔

پہلی حدیث ابوداؤد، دوسری مسلم، تیسری مسند احمد، چوتھی بخاری پانچویں مسند کی ہے اور یہ احادیث متعدد صحابہ سے مروی ہیں۔ ناظرین ان کتابوں کے نام دیکھ کر ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جملہ دواوین حدیث میں کس قدر احادیث نبوی مندرج ہیں۔ خاتمۃ المحدثین امام شوکانیؒ نے کتاب التوضیح میں ان احادیث کو متواتر کہا ہے۔

اب خصوصیات زمانہ نزول مسیح کو ملاحظہ کیجئے:

۱۔ ان کے زمانہ میں جزیہ نہ لیا جائے گا کیونکہ مال کی مسلمانوں کو کچھ ضرورت نہ ہوگی۔

آج خود عیسی بننے والے ہی روپیہ کے محتاج، خواستگار اور چندہ کے سائل ہیں۔

۲۔ مسلمان اپنے مال کی زکوۃ نکالیگا اور اسے زکوۃ لینے والا کوئی نہ ملیگا۔ سب متمول ہوں گے۔

آج دنیا کی تمام اقوام میں سے سب سے زیادہ مفلس اور غریب مسلمان ہیں۔ زکوۃ نکالنے والوں کی تعداد قلیل ہے اور لینے والے ہزاروں۔

۳۔ آپس کی بغض اور عداوتیں جاتی رہیں گی سب میں اتحاد اور محبت قائم ہو جائے گی۔

آج عیسی بننے والیکے ہاتھ پر جنھوں نے بیعت کی ہے خود ان میں تباغض اور تحاسد موجود ہے ایک دوسرے کی چارپائی الٹ دیتا ہے، گالی گلوچ ہوتا ہے، قادیانی اور نورالدین کو خود اسکا اقرار ہے۔

۴۔ ہر زہریلے جانور کا زہر جاتا رہے گا۔ وحوش میں سے درندگی نکل جائے گی۔ آدمی کے بچے سانپ بچھو سے کھیلیں گے ان کو کچھ ضرر نہ ہوگا۔ بھیڑیا بکری کے ساتھ چرے گا۔

نقشہ اموات ملاحظہ ہو کہ صرف ملک ہندوستان میں سانپ کے کاٹے، وحوش کے کھائے ہوئے آدمیوں کی تعداد لاکھوں سے کم نہیں۔ پھر تمام دنیا کی آبادی کو اس سے قیاس کرلو۔

۵۔ زمین صلح سے بھر جائے گی۔لڑائی مفقود ہو جائے گی۔
اس زمانہ میں سلاطین کی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں چھوڑ کر شاہان عظام کی جنگی تیاریوں، جنگی فوج کی کثیر تعداد پر نظر ڈالو جو ایک عالمگیر جہاں آشوب جنگ کی خبر ہے۔
۶۔ زمین کو حکم ہو گا کہ اپنے پھل پیدا کر اور اپنی برکت کو لوٹا دے اس دن ایک انار کو ایک گھرانہ کھائے گا اور انار کے چھلکہ کو بنگلہ سا بنا کر اس کے سایہ میں بیٹھیں گے۔ دودھ میں برکت ہو گی یہاں تک کہ دودہار اونٹنی آدمیوں کے بڑے گروہ کو، دودھار گائے ایک برادری کے لوگوں کو دودہار بکری ایک جدی شخصوں کو کفایت کرے گی۔
۷۔گھوڑے سستے بکیں گے کیونکہ لڑائی نہ رہے گی۔ بیل گراں قیمت ہو جائیں گے کیونکہ تمام زمین کاشت کی جائے گی۔
اس زمانہ کی بے برکتی سب جانتے ہیں۔گھوڑوں کا گراں زر ہونا ظاہر ہے۔
یہ سب علامات مرزا قادیانی کے زمانہ میں ایسے مفقود ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ
۔مرزا قادیانی! دعوی مسیحائی کرنا آسان ہے ازالہ اوہام کے برابر موٹی موٹی کتابیں چھپانا آسان ہے مگر ان احادیث کی تاویل کرنا مشکل اور محال ہے۔ اگر آپ کو ایمانی طور پر یقین ہے کہ آپ فی الواقع آنے والے مسیح ہیں تو ان احادیث کی تاویل تو کی ہوتی نہ یہ کہ (ازالہ اوہام۔ص ۲۰) پر وعدہ کیا کہ اب ہم وہ احادیث جس سے علماء کو ڈگری ملتی ہے مع ترجمہ کے لکھتے ہیں اور لکھنے کے وقت صحیح بخاری کی چار سطروں کی حدیث بھی پوری پوری نہ لکھی۔

نزول کے بعد:

۱۔حضرت عیسیٰؑ جامع دمشق میں مسلمانوں کے ساتھ نماز عصر پڑھیں گے۔ پھر اہل دمشق کو ساتھ لے کر طلب دجال میں نہایت سکینت و متانت سے چلیں گے۔ زمین ان کے لئے سمٹ جائے گی۔ان کی نظر قلعوں کے اندر گاؤں تک اثر کر جائے گی۔
۲۔جس کافر کو ان کے سانس کا اثر پہنچے گا وہ فی الفور مر جائے گا۔
۳۔ بیت المقدس کو بند پائیں گے، دجال نے اسکا محاصرہ کر لیا ہو گا اس وقت نماز صبح کا وقت ہو گا۔
۴۔ان کے وقت میں یاجوج ماجوج خروج کریں گے تمام خشکی و تری پر پھیل جائیں گے۔حضرت عیسیٰؑ مسلمانوں کو کوہ طور پر لے جائیں گے۔
۵۔ یہ روضہ رسول میں نبی ﷺ کے پاس مدفون ہوں گے مسلمان ان کی جنازہ کی نماز پڑھیں گے

۶۔ دجال کو باب لد پر قتل کریں گے اس کا خون اپنے نیزہ پر لوگوں کو دکھائیں گے۔

مرزا قادیانی کے پاس یہ صفات کہاں ہیں۔ دعوی کرنا آسان اور ثابت کرنا مشکل۔

قل لو کا ن البحر مداداً لکلما ت ربّی لنفد البحر قبل ان تنفد کلما ت ربّی و لو جئنا بمثله مدداً ۔ قل انّما انا بشر مّثلکم یوحی الیّ انّما الٰهکم اله وا حد فمن کا ن یر جو لقا ء ر بّه فلیعمل عملاً صا لحاً و لا یشر ك بعبادة ر بّه ا حداً ۔ ر بّنا افتح بیننا و بین قو منا با لحقّ و انت خیر الفا تحین ۔ و آ خر دعوا نا ان الحمد للّه ربّ العا لمین ۔

مہدی کے اہل بیت سے ہونیکی احادیث:

۱۔ لا تذ هب و لا تنقضی الدّ نیا حتی یملک العرب رجل من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی (ابوداؤد۔ ج ۲ ص ۱۳۱ کتاب المہدی۔ ترمذی۔ ج ۲ ص ۴۷ باب ما جاء فی المہدی عن ابن مسعودؓ) دنیا ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک شخص جس کا نام میرے نام پر محمد ہوگا، عرب کا مالک نہ ہو جائے۔

۲۔ سنن ابوداؤد، جلد۲ ص ۱۳۱ کی دوسری روایت میں ہے: یوا طی اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی۔ اس کا نام میرے نام پر اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا یعنی محمد بن عبداللہ

۳۔ المهدی من عترتی من و لد فا طمة۔ مہدی میرے کنبہ میں سے فاطمہ کی اولاد ہوں گے۔ (ابوداؤد۔ ج ۲ ص ۱۳۱ عن ام سلمہؓ)۔ ۴۔ ان کا مولد مدینہ ہے رواہ نعیم عن علیؓ

۵۔ ہجرت گاہ ان کا بیت المقدس ہوگا۔ (ابوداؤد۔ ج ۲ ص ۱۳۲) کتاب الملاحم کی حدیث میں ہے بیت المقدس کی کامل آبادی سبب ہے مدینہ کی ویرانی کا۔

۶۔ حلیہ ان کا یہ ہے۔ گندم رنگ، کم گوشت، میانہ قد، کشادہ پیشانی، بلند بینی، کمان ابرو، رخسار پر تل سیاہ۔ چہرہ نورانی ایسا روشن جیسا کہ کوکب دری، ریش پرانبوہ، کشادہ ران، عربی رنگ، اسرائیلی بدن، زبان میں لکنت جب بات کرنے میں دیر ہوگی تو ران پر ہاتھ ماریں گے۔ کف دست میں نبی ﷺ کی نشانی ہوگی۔

ناظرین! ایسی احادیث ہیں جن کے ایک حرف سے بھی مرزا قادیانی کو تطبیق حاصل نہیں

(تائید الاسلام۔ ص ۱۲۹۔۱۴۳؛ ص ۲۹۵)

الصارم الربانی
علی اسراف القادیانی

سوال: سرساوہ میں ایک شخص جو اپنے آپ کو نائب مسیح یعنی مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا ہے۔ پرسوں اس نے ایک عبارت پیش کی جس کا مضمون ذیل میں تحریر کرتا ہوں۔ ایک دوسرے صاحب نے وہی عبارت مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو بھیجی ہے مگر میں خدمت والا میں پیش کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد جواب سے مشرف ہونگا اور درصورت تاخیر کئی مسلمانوں کا ایمان جاتا رہے گا اور وہ اپنی راہ پر لے آئے گا۔ تحریر یہ ہے:

ایک مدت سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات وحیات پر ہر جگہ گفتگو ہوتی ہے اور اس میں دو گروہ ہیں ایک وہ گروہ ہے جو مدعی حیات ہے اور ایک وہ گروہ ہے جو منکر حیات ہے اور ان دونوں فریق کی طرف سے کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

اب آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ ان دونوں فریق میں سے کون حق پر ہے؟ بس اس بارے میں ایک آیت قطعیۃ الدلالۃ اور صریحۃ الدلالۃ یا کوئی حدیث مرفوع متصل اس مضمون کی عنایت فرمائیں کہ عیسیٰؑ بجسدہ العنصری ذی حیات جسمانی آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں اور کسی وقت میں بعد حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ آسمان سے رجوع کرینگے اور اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہیں گے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو خدا تعالیٰ اس عہدہ جلیلہ سے معزول کردیگا؟ تو پہلے تو کوئی آیت بشروط متذکرہ بالا ہونی چاہیے اور بعد اسکے کوئی حدیث، تاکہ ہم اس حالت تذبذب سے بچیں اور جو آیت ہو اس میں لفظ، حیات، ہو خواہ وہ کسی صیغے سے ہو۔ یہاں کئی صاحب ایسے ہیں جو عیسیٰؑ کی حیات پر گفتگو کرتے ہیں اور متوفیک و فلمّا توفّیتنی دو آیت پیش کرتے ہیں اور ان دونوں آیتوں کا ترجمہ حضرت رسول خدا ﷺ و ابن عباسؓ سے پیش کرتے ہیں اور سند میں صحیح بخاری اور اجتہاد بخاری موجود کرتے ہیں۔

اب آپ ان آیتوں کے ترجمے جو کسی صحابی یا رسول اللہ ﷺ سے منقول ہوں اور صحیح

بخاری میں موجود ہوں عنایت فرمائیے۔ اور دونوں طرف روایتیں ہر قسم کی موجود ہیں ہم کو صرف، قرآن شریف، سے ثبوت چاہیے جس تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی آیت، اور نہیں ہے تو وجہ۔ فقط۔ بینوا توجروا۔ یعقوب خان کلارک پولیس سرساوہ ضلع سہارنپور ۱۵ رمضان ۱۳۱۵ھ

❁ جواب از مولانا حامد رضا بریلوی: بسم اللّٰه الرحمن الرحیم ۔ میں پیش از جواب چند مقدمات نافعہ ذکر کرتا ہوں جن سے بعونہ تعالیٰ حق واضح ہو۔ و اللّٰه المعین

مقدمہ اولی: مسلمانو! میں پہلے تمہیں ایک سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہوں جو خود قرآن مجید اور حدیث حمید میں ارشاد ہوئی۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم اتارا تبیانًا لّکلّ شیء (یعنی جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے) تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ مگر ساتھ ہی فرمادیا: و ما یعلمھا الّا العالمون (یعنی اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو) اس لئے فرماتا ہے: فا سئلوا اھل الذّکر ان کنتم لا تعلمون (نحل: ۴۳) (یعنی علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو)۔ اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ کے سمجھ لینے پر قادر ہوں، نہیں بلکہ اسکے متصل ہی فرمادیا: و انزلنا الیک الذّکر لتبین للنّاس ما نزل الیھم (نحل: ۴۴)۔ (ہم نے یہ ذکر تیری طرف اسلئے اتارا کہ تو لوگوں سے شرح بیان فرماوے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی)۔

اللہ اللہ قرآن عظیم کے لطائف ونکات منتہی نہ ہوں گے۔ ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العالمین نے ترتیب وار سلسلہ فہم کلام الٰہی کا منتظم فرمادیا کہ، اے جاہلو! تم کلام علماء کی طرف رجوع کرو، اور اے عالمو! تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو، تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے گا۔..

امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے، میزان الشریعۃ الکبری میں اس معنیٰ کو جا بجا بتفصیل تام بیان فرمایا، از انجملہ فرماتے ہیں:

> (ترجمہ) اگر رسول اللہ ﷺ اپنی شریعت سے مجملات قرآن کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یوں ہی مجمل رہتا اور اگر آئمہ مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یوں ہی مجمل رہتی اور اسی طرح ہمارے زمانے تک کہ اگر کلام آئمہ کی علمائے بعد شرح نہ فرماتے تو ہم اسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے۔

تو یہ سلسلہ ہدایت اللہ کا قائم فرمایا ہوا ہے جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ ضلالت کی راہ چل رہا ہے۔ اسی لئے قرآن کی نسبت فرمایا: یضلّ بہ کثیراً و یھدی بہ کثیراً

جو سلسلے سے چلتے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں چاہ ضلالت میں گرتے ہیں۔ اسی لئے امیر المومنین عمر فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں:

سیأتی ناس یجا دلونکم بشبھات القرآن فخذوھم با لسّنن فان اصحاب السّنن اعلم بکتاب اللّٰہ (یعنی قریب ہے کہ کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے تم انہیں حدیثوں سے پکڑو کہ حدیث والے قرآن کو خوب جانتے ہیں) رواہ الدا رمی و نصر المقدسی فی الحجّۃ و اللا لکا ئی فی السّنّۃ و بن عبد البرّ فی العلم و ابن ابی بو ز مین فی ا صل السنۃ و الدار می و الدارقطنی و الاصبھا نی فی الحجّۃ ابن النّجّار (یعنی دارمیؒ نے اور نصر مقدسیؒ نے حجۃ میں اور لا لکائیؒ نے سنہ میں اور ابن عبد البرؒ نے العلم میں اور ابن بوز مینؒ نے اصول السنہ اور دارقطنیؒ اور اصبہانیؒ نے حجۃ میں اور ابن نجارؒ نے اس حدیث پاک کو روایت کیا)۔

اسی لئے امام سفیانؒ بن عینیہ فرماتے ہیں ا لحد یث مضلّۃ ا لّاا لفقھاء یعنی حدیث گمراہ کر دینے والی ہے مگر آئمہ مجتہدین کو۔

تو وجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح آئمہ مجتہدین نے کر دکھائی، تو جو آئمہ کا دامن چھوڑ کر قرآن و حدیث سے اخذ کرنا چاہے بھکے گا اور جو حدیث کو چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادی ضلالت میں پیاسا مرے گا۔ تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے، ہمیں تو قرآن و حدیث چاہیے، جان لو یہ گمراہ ہے۔ اور جسے کہتا سنو، ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں تو قرآن درکار ہے، سمجھ لو کہ یہ بددین، دین خدا کا بدخواہ ہے پہلا فرقہ قرآن کی پہلی آیت فا سئلوا اھل الذ کر کا مخالف مستکبر اور دوسرا طائفہ قرآن کی دوسری آیت لتبیّن للنّاس ما نزل الیھم (نحل:۴۴) کا منکر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے پہلے فرقہ کا رد اس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

الا سألوا اذا لم یعلموا فانّما شفاء العی السوال کیوں نہ پوچھا جب نہ جانتے تھے کہ تھکنے کی دوا تو پوچھنا ہے۔ رواہ ابو داؤد عن جا بر بن عبد اللّٰہ۔

اور دوسرے طائفہ ملعونہ کا ردّ اس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

الا انّی او تیت القرآن و مثله معه ا لا یوشک رجل شبعان علی اریکته یقول علیکم بهذا القرآن فما وجد تم فیه من حلال فاحلّوه و ما وجد تم فیه حرام فحرموه و ان ما حرّم رسول اللّه ﷺ کما حرّ م اللّه (یعنی سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو اس میں حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام جانو حالانکہ جو چیز رسول اللہ ﷺ نے حرام کی وہ اسی کے مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمائی) رواه الآئمة احمد و الدارمی و ابو دا ؤد و التّرمذی و ابن ماجه عن المقدا م بن معدی کر ب و نحوه عند هم ما خلا الدارمی و عند البهیقی فی الدلائل عن ابی رافع و عند ابی دا ؤد عن عر باض بن ساریه (اس حدیث پاک کو امام احمدؒ، دارمیؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے مقدام بن معدی کربؓ سے روایت کیا اور ایسے ہی ان کے نزدیک سوائے دارمی کے اور بیہقی کے نزدیک دلائل میں حضرت ابورافع سے اور ابوداؤد کے نزدیک عرباض بن ساریہ سے روایت کیا)

رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اس زمانہ فساد میں ایک تو پیٹ بھرے بے فکرے نیچری حضرات ہیں جنہوں نے حدیثوں کو یکسر ردی کر دیا اور بزور زبان صرف قرآن عظیم پر دارو مدار رکھا حالانکہ واللہ وہ قرآن کے دشمن اور قرآن ان کا دشمن، وہ قرآن کو بدلنا چاہتے ہیں اور مراد الٰہی کے برخلاف اپنی ہوائے نفس کے موافق اس کے معنی گھڑنا۔

اب دوسرے یہ حضرات نئے فیشن کے مسیحی اس انوکھی آن والے پیدا ہوئے کہ ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔ تو بات کیا ہے کہ یہ دونوں طائفے دل سے خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں ان کا ٹھکانا نہیں حضور ﷺ کی روشن حدیثیں ان کے مردہ خیالات کے صاف پرزے پارچے بکھیر رہی ہیں اسی لئے اپنی بگڑی بنانے کو پہلے ہی دروازے بند کرتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے جس میں عوام بیچاروں کے سامنے اپنے سے لگتے لگا لینے کی گنجائش ہو۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تو حدیث کی پناہ لو اگر اس میں ایں و آں نکالیں تو تم آئمہ کا دامن پکڑو، اس تیسرے درجے پر آ کر حق و باطل

صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے صاف کھل جائے گا اس وقت یہ ضال مضل طائفے بھاگتے ہوئے نظر آئیں گے کانّھم حمر مّستنفرہ یعنی گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگتے ہوں۔

اول تو ان حدیثوں ہی کے آگے انہیں کچھ نہ بنے گی صاف منکر ہو بیٹھیں گے اور وہاں کچھ چون وچرا کی تو ارشادات آئمہ معانی حدیث کو ایسا روشن کر دیں گے کہ پھر انہیں یہی کہتے بن آئے گی کہ ہم حدیث کو نہیں مانتے اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ ان کا امام ابلیس لعین ہے جو انہیں لئے پھرتا ہے اور قرآن وحدیث وآئمہ کے ارشادات پر جمنے نہیں دیتا۔ ولا حول ولا قوّۃ الّا باللّٰہ العلیّ العظیم ۔ یہ نفیس وجلیل فائدہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھو ہر جگہ کام آئے گا اور باذن اللہ تعالی ہزار گمراہیوں سے بچائے گا۔

مقدمہ ثانیہ۔ جسمائی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں

اول ۔ضروریات دین جن کا منکر کافر، ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالۃ واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبے کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔

دوم ۔ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت، جن کا منکر بد مذہب، ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگر چہ باحتمال تاویل باب تکفیر مسدود ہو۔

سوم ۔ بینات محکمہ جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی وآثم قرار پاتا ہے، ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح ومضمحل کر دے یہاں حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی اور قول سواد اعظم وجمہور علماء سند وافی ید اللّٰہ علی الجماعۃ یعنی بیشک اس جماعت پر اللہ کا دست قدرت ہے۔

چہارم ۔ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے، ان کے لئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب خلاف کے لئے گنجائش بھی رکھی ہو۔

ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلی درجے کی دلیل مانگے جاہل بیوقوف ہے یا مکار فیلسوف

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد　　　گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اور بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں حتی کہ مرتبہ اعلی اعنی ضروریات دین میں بھی بہت باتیں ضروریات دین سے ہیں جن کا منکر کافر مگر

بالتصریح ان کا ذکر آیات واحادیث میں نہیں۔

مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا قرآن وحدیث میں اللہ عزوجل کے علم واحاطہ علم کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امکان وامتناع کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ:

واقع میں تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادۃ ہے کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے۔

تو کیا وہ کافر نہ ہوگا؟ کہ اس امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں حاش للہ ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر، تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح صریح قرآن وحدیث میں نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مڑ چڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی دکھلاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے نری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔

اس کی نظیر یوں سمجھنا چاہیے کہ، کوئی کہے فلاں بیگ کا باپ قوم کا مرزا تھا، زید کہے کہ اس کا کیا ثبوت ہے؟ ہمیں قرآن میں لکھا دکھاؤ کہ مرزا تھا، ورنہ ہم نہ مانیں گے کہ قرآن کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں۔ ایسے سفیہ کو مجنون سے بہتر اور کیا لقب دیا جا سکتا ہے؟

زید کہے کہ میں نہیں مانتا کہ یحیٰ کی رحلت ہو چکی ہے، ہمیں تو خاص قرآن میں دکھا دو کہ ان کی رحلت ہو چکی۔ تو اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ قرآن مجید میں بالتصریح کتنے انبیاء کی موت وحیات کا ذکر ہے جو یحیٰ کے انتقال وزندگی کا ذکر ہوتا، بلکہ قرآن نے تو چند ہی انبیاء کے نام گنائے اور باقی کو فرما دیا و منهم من لم نقصص عليك ؟ بہت انبیا وہ ہیں جن کا ذکر ہی ہم نے تمہارے سامنے نہ کیا۔

تو عاقل کے نزدیک جس طرح ہزاروں انبیاء کا اصلاً تذکرہ نہ ہونے سے ان کی نبوت معاذ اللہ باطل نہیں ٹھہر سکتی۔ یوں ہی موت یحیٰ یا حیات عیسیٰ کا ذکر نہ فرمانے سے ان کی موت اور ان کی حیات بے ثبوت نہیں ہو سکتی۔ عقل وانصاف ہو تو بات اتنے ہی فقرے میں تمام ہو گئی اور جنون وتعصب کا علاج میرے پاس نہیں۔

مقدمہ ثالثہ۔ جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اس کا بار ثبوت اسی کے ذمہ ہوتا ہے۔ آپ اپنے دعوی کا ثبوت نہ دے دوسروں سے الٹا ثبوت مانگتا پھرے وہ پاگل کہلاتا ہے یا مکار پرفنون۔

مقدمہ رابعہ: جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اس دعوی کے متعلق بحث کی جائیگی۔ خارج از بحث بات کہ ثابت ہو تو مفید نہیں، نہ ثابت ہو تو اس کے خصم کو مضر نہیں، ایسی بات میں اس

کا بحث چھیڑنا، وہی جان بچانا اور عوام ناواقفوں کے آگے اپنے فریب کا ٹھیلنا ہوتا ہے۔

مثلاً زید مدعی ہو کہ میں قطب وقت ہوں۔ اپنی قطبیت کا تو کچھ ثبوت نہ دے اور بحث چھیڑ دے کہ اس زمانے کے جو قطب تھے ان کا انتقال ہو گیا۔ اس عیار سے یہی کہا جائے گا کہ اگر ان کا انتقال ثابت بھی ہو جائے تو تیرے دعوے کا کیا ثبوت؟ اور تجھے کیا نافع، تیرے خصم کو کیا مضر ہوا؟ کیا ان کے انتقال سے یہ ضرور ہے کہ تو ہی قطب ہو جائے، تو اپنے دعوے کا ثبوت دے۔

مقدمہ خامسہ: کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اس کی تشریف آوری کو محال نہیں کر سکتا۔ اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

او کالّذی مرّ علی قریۃٍ و ھی خاویۃ علی عروشھا۔ قال انّی یحی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا فاماتہ اللّٰہ مأۃ عام ثمّ بعثہ۔ قال لبثت یوماً او بعض یوم۔ قال بل لبثت مأۃ عام فانظر الی طعامک لم یتسنّہ وانظر الی. حمارك ولنجعلک آیۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحماً۔... انّ اللّٰہ علی کلّ شیء قدیر۔

(یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ گری ہوئی تھی اپنی چھتوں پر بولا کہاں جلائے گا اسے اللہ بعد اس کی موت کے سوا سے موت دی اللہ نے سو برس پھر زندہ کیا اور فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا بولا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ فرمایا بلکہ تو یہاں ٹھہرا سو برس اب دیکھ اپنے کھانے اور پینے کو (جو دو روز میں بگڑ جانے کی چیز تھے وہ اب تک) نہ بگڑے۔ اور دیکھ اپنے گدھے کو (جس کی ہڈیاں تک گل گئیں) اور تاکہ ہم تجھے نشانی بنائیں لوگوں کیلئے (کہ اللہ تعالیٰ یوں مردوں کو جلاتا ہے) اور دیکھ ان ہڈیوں کو ہم کیونکر اٹھاتے ہیں پھر گوشت پہناتے ہیں جب یہ سب اس کے لئے ظاہر ہو گیا (اور اس کی آنکھوں کے سامنے ہم نے اس کے گدھے کی گلی ہوئی ہڈیوں کو درست فرما کر گوشت پہنا کر زندہ کر دیا) بولا میں جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے)

اس کے بعد رب جل وعلا نے سیدنا ابراہیمؑ کا قصہ ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے عرض کی کہ مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے جلائے گا حکم ہوا چار پرندے اپنے اوپر بلا لے پھر انہیں ذبح کر کے متفرق پہاڑوں پر ان کے اجزاء رکھ دے سیدنا ابراہیمؑ نے ایسا ہی کیا ان کے پر اور خون اور گوشت قیمہ قیمہ کر کے سب خلط ملط کئے اور اس مجموع مخلوط کے حصے کر کے متفرق پہاڑوں پر رکھے، حکم ہوا، انہیں بلا تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔ سیدنا ابراہیمؑ نے بیچ میں

کھڑے ہوکر آواز دی، ملاحظہ فرمایا کہ ہر جانور کے گوشت پوست پروں کا ریزہ ریزہ ہر پہاڑ سے اڑ کر ہوا میں باہم ملتا اور پورا پرند بن کر زندہ ہوکر ان کے پاس دوڑتا آرہا ہے۔

تو جب چرند پرند مر کر دنیا میں پھر پلٹے اور عزیرؑ یا ارمیاؑ سو برس موت کے بعد دنیا میں پھر تشریف لاکر ہادی خلق ہوئے تو اگر سیدنا عیسیٰؑ نے بالفرض انتقال بھی فرمایا تو ان کے دوبارہ تشریف لانے اور ہدایت فرمانے کا کیا مانع ہوسکتا ہے۔

یہاں مسلمانوں سے کلام ہے جو اپنے رب کو قادر مطلق مانتے اور اس کے کلام کو حق یقینی جانتے ہیں نیچری ملحدوں کا ذکر نہیں جن کا معبود ان کے زعم میں نیچر کی زنجیروں میں جکڑا ہے کہ ان کے ساختہ نیچر کے خلاف دم نہیں مارسکتا جو بات ان کی ناقص عقل معمولی قیاس سے باہر ہے کیا مجال کہ ان کا خدا کرسکے ان کے نزدیک قرآن مجید کے ایسے ارشادات معاذ اللہ بناوٹ کی کہانیاں ہیں کہ گھڑ گھڑ کر من سمجھوتے کو بنائی گئی ہیں۔..

اب فقیر (حامد رضا) ان مقدمات خمس سے منکر شمس کے حواس خمسہ درست کرکے بتوفیق اللہ تعالی جانب جواب عطف عنان اور چند تنبیہوں میں حق واضح کو ظاہر و بیان کرتا ہے۔

تنبیہ اول۔ سید عیسیٰؑ بن مریم رسول اللہ وکلمۃ وروح اللہ کے بارے میں یہاں تین مسئلے ہیں مسئلہ اولی۔ یہ کہ نہ وہ قتل کئے گئے نہ سولی دیئے گئے بلکہ ان کے رب جل وعلا نے انہیں مکر یہود عنود سے صاف سلامت بچا کر آسمان پر اٹھالیا اور ان کی صورت دوسرے پر ڈال دی کہ یہود ملاعنہ نے ان کے دھوکے میں اسے سولی دی یہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ قطعیہ یقینیہ ایمانیہ پہلی قسم کے مسائل یعنی ضروریات دین سے ہے جس کا منکر یقیناً کافر اس کی دلیل قطعی رب العزت کا ارشاد ہے

و بکفرھم و قولھم علی مریم بھتا ناً عظیماً وقولھم انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مر یم رسول اللّٰہ و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبّہ لھم و انّ الّذین ا ختلفوا فیہ لفی شکٍ مّنہ ما لھم بہ من علم الّا اتّباع الظّنّ و ما قتلو ہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ و کا ن اللّٰہ عزیزاً حکیماً ۔و ان من اھل الکتا ب الا لیومننّ بہ قبل موتہ و یوم القیا مۃ یکون علیھم شھیداً (اور ہم نے یہود پر لعنت کی بسبب ان کے کفر کرنے اور مریم پر بہتان اٹھانے اور ان کے اس کہنے کے کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسی بن مریم خدا کے رسول کو۔ اور انہوں نے نہ اسے قتل کیا نہ اسے سولی دی، بلکہ اس کی صورت کا دوسرا بنادیا گیا ان کیلئے اور

بے شک وہ جو اس کے بارے میں مختلف ہوئے (کہ کسی نے کہا اس کا چہرہ تو عیسی جیسا ہے مگر بدن عیسی کا نہیں کسی نے کہا نہیں بلکہ وہی ہیں) البتہ اس سے شک میں ہیں انہیں خود بھی اس کے قتل کا یقین نہیں مگر گمان کے پیچھے ہو لینا اور بالیقین انہوں نے اسے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور نہیں اہل کتاب سے کوئی مگر یہ ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیٰ پر اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہی دے)

اس مسئلے میں مخالف یہود و نصاری ہیں اور مذہب نیچری کا قیاس چاہتا ہے کہ وہ مخالف ہیں۔ یہود تو خلاف کیا ہی چاہیں، اور ساختہ نیچری کی سمجھ سے دور ہے کہ آدمی سلامت آسمان پر اٹھا لیا جائے اور اس کی صورت کا دوسرا بن جائے، اس کے دھوکے میں سولی پائے مگر ختم الٰہی کا ثمرہ کہ نصاری بھی اس عبداللہ و رسول اللہ کو معاذ اللہ، اللہ و ابن اللہ مان کر پھر باتباع یہود اسی کے قائل ہوئے کہ دشمنوں نے انہیں سولی دے دی قتل کیا، نہ ان کی خدائی چلی نہ بیٹے ہونے نے کام دیا۔ طرفہ یہ کہ (ان کا) خدا (ایسا) جسے آدمی سولی دیں۔

مسئلہ ثانیہ۔ اس جناب رفعت قبابؑ کا قرب قیامت آسمان سے اترنا دنیا میں دوبارہ تشریف فرما ہو کر اس عہد کے مطابق جو اللہ نے تمام انبیاء کرام سے لیا، دین محمد رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنا، یہ مسئلہ قسم ثانی یعنی ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت سے ہے جس کا منکر گمراہ، خاسر، بدمذہب، فاجر، اسکی دلیل احادیث متواترہ و اجماع اہل حق ہے ہم یہاں بعض احادیث ذکر کرتے ہیں:

۱۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اما مکم منکم یعنی کیا حال ہوگا تمہارا جب تم میں ابن مریم نزول کریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔

۲: صحیحین و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

و الّذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینزل؟ فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی یکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا و ما فیھا فیقول ابو ھریرہ اقرأو ان شئتم و ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ (قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک ضرور نزدیک آتا ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں پس صلیب کو توڑ دیں اور خنزیر کو قتل

کریں اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا یہاں تک کہ ایک سجدہ تمام دنیا اور اس کی سب چیزوں سے بہتر ہوگا۔ یہ حدیث بیان کر کے ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں تم چاہو تو اس کی تصدیق قرآن مجید میں دیکھ لو کہ اللہ فرماتا ہے: عیسیٰ کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے)۔

۳: صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ رومی نصاری اعماق یا وابق میں اتریں (کہ ملک شام کے موضع ہیں) ان کی طرف مدینہ طیبہ سے ایک لشکر جائیگا جو اس دن بہترین اہل زمین سے ہوں گے جب دونوں لشکر مقابل ہوں گے رومی کہیں گے ہمیں ہمارے ہم قوموں سے لڑنے دو جو ہم میں سے قید ہو کر تمہاری طرف گئے (اور جو مسلمان ہو گئے) ہیں مسلمان کہیں گے، نہیں واللہ! ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے مقابلے میں تنہا نہ چھوڑیں گے۔ پھر ان سے لڑائی ہوگی۔ لشکر اسلام سے ایک تہائی بھاگ جائیں گے، اللہ تعالی کبھی انہیں توبہ نصیب نہ کرے گا۔ اور ایک تہائی مارے جائیں گے وہ اللہ کے نزدیک بہترین شہداء ہوں گے۔ اور ایک تہائی کو فتح ملے گی یہ کبھی فتنے میں نہ پڑیں گے۔ پھر یہ مسلمان قسطنطنیہ کو (کہ اس سے پہلے نصاری کے قبضے میں آچکا ہوگا) فتح کریں گے۔ وہ غنائم تقسیم کرتے ہی ہوں گے اپنی تلواریں درختان زیتون پر لٹکا دی ہوں گی کہ ناگاہ شیطان پکار دے گا کہ تمہارے گھروں میں دجال آ گیا۔ مسلمان پلٹیں گے اور یہ خبر جھوٹی ہوگی جب شام میں آئیں گے دجال نکل آئے گا۔ اسی اثنا میں کہ مسلمان دجال سے قتال کی تیاریاں کرتے صفیں سنوارتے ہوں گے کہ نماز کی تکبیر ہوگی عیسی بن مریم نزول فرمائیں ان کی امامت کریں گے وہ خدا کا دشمن دجال جب انہیں دیکھے گا ایسا پگلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گل جاتا ہے اگر عیسی رسول اللہ اسے نہ ماریں جب بھی گل گل کر ہلاک ہو جائے مگر اللہ انکے ہاتھ سے اسے قتل کریگا مسیح مسلمانوں کو اس کا خون اپنے نیزے میں دکھائینگے

۴: صحیح مسلم وسنن ابوداؤد و جامع ترمذی ونسائی وسنن ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انّها لن تقوم تروا قبلها عشر آيات فذكر الدخان و الدابة و طلوع الشمس من مغربها و نزول عيسى بن مريم و ياجوج ماجوج .. الحديث (بے شک قیامت نہ آئے گی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ ازاں جملہ ایک دھواں، اور دجال اور دابۃ الارض اور آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا اور عیسیٰؑ

بن مریم کا اترنا اور یاجوج ماجوج کا نکلنا)۔

۵: مسند احمد و صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہؓ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے دجال کے ذکر میں فرمایا:

یأتی بالشام مدینة بفلسطین باب لد فینزل عیسی فیقتله و یمکث عیسی فی الارض اربعین سنة اماماً و عدلاً و حکماً مقسطاً ۔(وہ ملک شام میں شہر فلسطین دروازہ شہر لد کو جائے گا۔عیسیٰؑ اتر کر اسے قتل کریں گے۔عیسیٰؑ زمین میں چالیس برس رہیں گے امام عادل و حاکم منصف ہوکر)

۶: نیز مسند و صحیح مذکور میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لا تزال طائفة من امّتی یقا تلون علی الحقّ ظا هرین الی یوم القیامة فینزل عیسی بن مر یم فیقول امیرهم تعال صلّ لنا فیقول لا ،ان بعضکم علی بعض امراء، تکر مه اللّٰه تعا لی لهذه الامه (ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق پر قتال کرتا قیامت تک غالب رہے گا۔عیسیٰؑ بن مریم اتریں گے امیر المومنین ان سے کہے گا آیئے ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں نہ،تم میں بعض بعض پر سردار ہیں بسبب اس امت کی بزرگی اللہ تعالی کی طرف سے)

۷: مسند احمد صحیح مسلم جامع ترمذی سنن ابن ماجہ میں مطولاً اور سنن ابی داؤد میں مختصراً حضرت نواس بن سمعانؓ سے، رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا کہ

وہ شام وعراق کے درمیان سے نکلے گا۔ چالیس دن رہے گا۔ پہلا ایک دن ایک سال کا ہوگا۔ دوسرا ایک مہینے کا ،تیسرا ایک ہفتہ کا ،باقی دن جیسے ہوتے ہیں۔اس قدر جلد ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچے گا جیسے بادل کو ہوا اڑائے لئے جاتی ہو۔ جو اسے مانیں گے ان کے لئے بادل کو حکم دے گا برسنے لگے گا، زمین کو حکم دے گا کھیتی جم اٹھے گی۔ جو نہ مانیں گے ان کے پاس سے چلا جائے گا ان پر قحط ہو جائے گا تہی دست رہ جائیں گے۔ ویرانے پر کھڑے ہوکر کہے گا اپنے خزانے نکال،خزانے نکل کر شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے ہولیں گے۔ پھر ایک جوان گٹھے ہوئے جسم کو بلا کر تلوار سے دوٹکڑے کرے گا۔ دونوں ٹکڑے ایک نشانہ تیر کے فاصلے سے رکھ کر مقتول کو آواز دے گا، وہ زندہ ہوکر چلا آئے گا دجال لعین اس پر بہت خوش ہوگا، ہنسے گا۔

فبینما هو کذا لک اذ بعث اللّٰه المسیح عیسی بن مریم فینزل

عند المنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهزودتیں واضعاً کفیه علی اجنحة ملکین ...(الحدیث)

(دجال لعین اسی حال میں ہوگا کہ اللہ، مسیح عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کی شرقی جانب منارہ سپید کے پاس نزول فرمائیں گے۔ دو کپڑے ورس وزعفران سے رنگے ہوئے پہنے، دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے، جب اپنا سر جھکائیں گے بالوں سے پانی ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے موتی سے جھڑنے لگیں گے۔ کسی کافر کو حلال نہ ہوگا کہ ان کے سانس کی خوشبو پائے اور مر نہ جائے اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی وہ دجال کو تلاش کر کے شہر لد کے دروازے کے پاس اسے قتل فرمائیں گے)۔

۸: نیز مسند احمد و صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

یخرج الدجال فی امّتی فیمکث اربعین فیبعث اللّٰہ عیسی بن مریم فیطلبه فیهلک .. الحدیث (دجال میری امت میں نکلے گا ایک چلہ ٹھہرے گا پھر اللہ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا وہ اسے ڈھونڈ کر قتل کریں گے)

۹۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لیس بینی وبینه نبی یعنی عیسی و انّه نازل فاذا رأیتموه فاعرفوه رجل مربوع... الحدیث (ترجمہ) میرے اور عیسیٰؑ کے بیچ کوئی نبی نہیں بیشک وہ اترنے والے ہیں جب تم انہیں دیکھنا پہچان لینا وہ میانہ قد ہیں رنگ سرخ وسفید دو کپڑے ہلکے زرد رنگ کے پہنے ہوئے گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے اگرچہ انہیں تری نہ پہنچی ہو۔ وہ اسلام پر کافروں سے جہاد فرمائیں گے صلیب توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ اٹھا دیں گے انکے زمانے میں اللہ تعالیٰ، اسلام کے سوا سب مذہبوں کو فنا کر دے گا وہ مسیح دجال کو ہلاک کرینگے دنیا میں چالیس برس رہ کر وفات پائینگے مسلمان انکے جنازے کی نماز پڑھیں گے۔

۱۰: جامع ترمذی میں حضرت مجمع بن جاریہ انصاری سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

یقتل ابن مریم الدجال بباب لد عیسیٰ بن مریم دجال کو دروازہ شہر لد پر قتل فرمائیں گے امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے اور اس باب میں حدیثیں وارد ہیں حضرت عمران بن حصین ، ونافع بن عتبہ وابو برزہ وحذیفہ بن اسید، وابو ہریرہ وکیسان ، عثمان بن ابی العاص وجابر وابوامامہ و ابن مسعود وعبداللہ بن عمر، سمرہ بن جندب ونواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذیفہ بن الیمان سے

۱۱: سنن ابن ماجہ وصحیح ابن خزیمہ ومستدرک حاکم وصحیح ...؟ میں ابوامامہ باہلی سے حدیث طویل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بالتفصیل عجائب احوال اعور دجال بیان فرمائے پھر فرمایا:

اہل عرب اس زمانے میں سب کے سب بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کا امام ایک مرد صالح ہوگا فبینما اما مھم قد تقدم یصلی بھم الصبح فنزل علیھم عیسی بن مریم الصبح اس اثنا میں کہ ان کا امام نماز صبح پڑھانے کو بڑھے گا۔ ناگاہ عیسی بن مریم وقت صبح نزول فرمائیں گے مسلمانوں کا امام الٹے قدموں پھرے گا کہ عیسی امامت کریں۔عیسی اپنا ہاتھ اس کی پشت پر رکھ کر کہیں گے آگے بڑھو نماز کی تکبیر تمہارے لئے ہوئی تھی۔ان کا امام نماز پڑھائیگا،عیسی سلام پھیر کر دروازہ کھلوائیں گے اس طرف دجال ہوگا جسکے ساتھ ستر ہزار یہودی ہتھیار بند ہوں گے جب دجال کی نظر عیسی پر پڑے گی پانی میں نمک کی طرح گلنے لگے گا بھاگے گا عیسی فرمائیں گے کہ میرے پاس تجھ پر ایک وار ہے جس سے تو بچ کر نہیں جا سکتا پھر شہر لد کے شرقی دروازے پر اسے قتل فرمائیں گے۔،

۱۲: سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ہے شب اسراء رسول اللہ ﷺ وابراہیم وموسی و عیسی سے ملے باہم قیامت کا چرچہ ہوا۔انبیاء نے پہلے ابراہیمؑ سے ان کا حال پوچھا۔انہیں خبر نہ تھی موسیؑ سے پوچھا انہیں بھی معلوم نہ تھا۔انہوں نے عیسیؑ پر رکھا۔حضرت عیسیؑ نے فرمایا:

قیامت جس وقت آئے گی اسے تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہاں اس سے پہلے کے باب میں مجھے رب العزۃ نے ایک اطلاع دی ہے۔پھر خروج دجال کا ذکر کر کے فرمایا، میں اتر کر اسے قتل کرونگا پھر یاجوج ماجوج نکلیں گے میری دعا سے ہلاک ہوں گے ... مجھے اللہ نے اطلاع دی ہے کہ جب یہ ہولے گا تو اس وقت قیامت کا حال لوگوں پر ایسا ہوگا جیسے کوئی عورت پورے دنوں پیٹ سے ہو گھر والے نہیں جانتے کس وقت اس کے بچہ ہو پڑے۔

۱۳: امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور رویانی مسند ...میں سمرہؓ بن جندب سے راوی رسول اللہ ﷺ نے ذکر دجال بیان کر کے فرمایا:... (ترجمہ) اس کے بعد عیسی بن مریم جانب مغرب سے آئیں گے محمد ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے اور انہیں کی ملت پر، پس دجال کو قتل کریں گے۔ پھر آگے قیامت ہی قائم ہونا ہے۔

۱۴: معجم کبیر میں عبداللہ بن مغفل سے ہے رسول اللہ ﷺ نے بعد ذکر دجال فرمایا:

یلبث فیکم ما شاء اللہ ثم ینزل عیسی بن مریم مصدقاً بمحمد علی ملتہ اماماً مہدیاً و حکماً عدلاً فیقتل الدجال (وہ تم میں رہے گا جب تک اللہ چاہے پھر عیسیٰؑ بن مریم اتریں گے محمد ﷺ کی تصدیق کرتے حضور ﷺ کی ملت پر امام راہ پائے ہوئے اور حاکم عدل کرنے والے وہ دجال کو قتل کریں گے)

۱۵: مسند احمد و صحیح ابن خزیمہ و مسند ابی یعلی و مستدرک حاکم و مختارہ مقدسی میں حضرت جابر بن عبداللہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے حدیث طویل ذکر دجال میں فرمایا:

مسلمان ملک شام میں ایک پہاڑ کی طرف بھاگ جائیں گے وہ وہاں جا کر ان کا حصار کرے گا اور سخت مشقت و بلا میں ڈالے گا ثمّ ینزل عیسی فینادی السحر فیقول یا ایھا الناس ما یمنعکم ان تخرجوا الی الکذاب الخبیث.. (الحدیث) (اس کے بعد عیسی اتریں گے پچھلی رات مسلمانوں کو پکاریں گے، لوگو اس خبیث کذاب کے مقابلے میں کیوں نہیں نکلتے۔

۱۶: نعیم بن حماد، کتاب الفتن میں حذیفہؓ بن الیمان سے راوی

قلت یا رسول اللّٰہ انہ دجال قبل او عیسی بن مریم قال الدجال ثمّ عیسی بن مریم .. الحدیث ۔(میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پہلے دجال نکلے گا یا عیسی؟ فرمایا، دجال پھر عیسیٰؑ)

۱۷: طبرانی کبیر میں اوس بن اوسؓ سے راوی رسول اللہ فرماتے ہیں:

ینزل عیسی بن مریم عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق ۔ عیسی بن مریم (دمشق کی شرقی جانب منارہ سپید کے پاس نزول فرمائیں گے)

۱۸: مستدرک حاکم میں ابو ہریرہؓ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لیھبطن عیسی بن مریم حکماً و اماماً مقسطاً لیسلکن ... حاجاً او معتمراً و لیاتین قبری حتی یسلم علی و لاردن علیہ ۔(خدا کی قسم ضرور عیسی ابن مریم حاکم و امام عادل ہو کر اتریں گے اور ضرور شارع عام کے رستے حج یا عمرے کو جائیں گے اور ضرور میرے سلام کے لئے میری قبر پر آئیں گے اور ضرور میں ان کے سلام کا جواب دونگا)

۱۹: صحیح ابن خزیمہ و مستدرک حاکم میں حضرت انسؓ سے ہے رسول اللہ فرماتے ہیں:

سیکون ؟ رجلان من امّتی عیسی بن مریم و یشھدان قتل الدجال

(عنقریب میری امت سے دو مرد عیسیٰؑ بن مریم کا زمانہ پائیں گے اور دجال سے قتال میں حاضر ہوں گے)۔

۲۰: امام حکیم ترمذی نوادر الاصول اور حاکم مستدرک میں جبیرؓ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

لن یخزی اللّٰہ تعالی امۃ انا اولھا و عیسی بن مریم آخرھا۔

(اللہ ہرگز رسوا نہ فرمائے گا، اس امت کو جس کا اول میں ہوں اور آخر عیسیٰؑ بن مریم)۔

۲۱: ابوداؤد طیالسیؒ حضرت ابوہریرہؓ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لم یسلط علی دجال الا عیسی بن مریم۔

(دجال لعین کے قتل پر کسی کو قدرت نہ دی گئی سوا عیسی بن مریم کے)

۲۲: مسند احمد و سنن نسائی و صحیح مختارہ میں ثوبانؓ سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

عصابتان من امتی احرزھما اللّٰہ تعالی من النّار عصابۃ تغزو الھند و عصابۃ تکون مع عیسی بن مریم۔

(میری امت کے دو گروہوں کو اللہ عز وجل نے نار سے محفوظ رکھا ہے ایک گروہ وہ جو کفار ہند پر جہاد کرے گا دوسرا وہ جو عیسیٰؑ بن مریم کے ساتھ ہوگا)۔

۲۳: ابونعیم حلیہ اور ابوسعید نقاش فوائد العراقیین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

(ترجمہ)....خوشی اور شادمانی ہے اس عیش کے لئے جو بعد نزول عیسی ہوگا۔ آسمان کو اذن ہوگا کہ برسے اور زمین کو حکم ہوگا کہ اگے، یہاں تک کہ اگر تو اپنا دانہ پتھر کی چٹان پر ڈال دے گا تو وہ بھی جم اٹھے گا اور یہاں تک کہ آدمی شیر پر گذرے گا اور وہ اسے نقصان نہ پہنچائیگا اور سانپ پر پاؤں رکھ دیگا وہ اسے مضرت نہ دیگا نہ آپس میں مال کا لالچ رہے گا نہ حسد نہ کینہ)

۲۶: صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) میں امید کرتا ہوں کہ اگر میری عمر دراز ہوئی تو عیسی بن مریم سے ملوں۔ اگر میرا دنیا سے تشریف لے جانا جلد ہو جائے، تو تم میں جو انہیں پائے ان کو میرا اسلام پہنچائے۔

۲۷: ابن الجوزی کتاب الوفا میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ینز ل عیسی بن مر یم الی ا لا ر ض فیتزوج و یو لد له فیمکث کمساً و ار بعین سنة ثم یموت فید فن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی بن مر یم من قبر وا حد بین ابی و عمر ۔(عیسی بن مریم زمین پر اتریں گے۔ یہاں شادی کریں گے ۔ان کے اولاد ہوگی۔ ۴۵ برس رہیں گے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔ میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ روز قیامت، میں اور وہ ایک ہی مقبرے سے اس طرح اٹھیں گے کہ ابوبکر وعمر دونوں کے داہنے بائیں ہوں گے)

۲۸: بغوی شرح السنہ میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے حدیث طویل ابن صیاد میں راوی (جس پر دجال ہونے کا شبہ کیا جاتا تھا)۔ امیر المومنین عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ اسے قتل کر دوں ۔فرمایا:

ان یکن ھو فلست صا حبه انما صا حبه عیسی بن مر یم و ا لا یکن ھو فلیس لک ان اقتل ر جلاً من اھل العھد(اگر یہ دجال ہے تو اس کے قاتل تم نہیں۔ دجال کے قاتل تو عیسی بن مریم ہوں گے۔ اور اگر یہ وہ نہیں تو تمہیں نہیں پہنچتا کہ کسی ذمی کو قتل کرو)

۲۹: ابن جریر، حضرت حذیفہ بن الیمان سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

(ترجمہ)....قیامت کی بڑی نشانیوں میں پہلی نشانی دجال کا نکلنا، اور عیسی بن مریم کا اترنا، اور یاجوج وماجوج کا پھیلنا (وہ گروہ کے گروہ ہیں ہر گروہ میں چار لاکھ ان میں کہ مرد نہیں مرتا جب تک خاص اپنے نطفے سے ہزار شخص نہ دیکھ لے ہیں بنی آدم سے)، وہ دنیا کو ویران کرنے چلیں گے (دجلہ وفرات وبحیرہ طبریہ کو پی جائیں گے)، یہاں تک کہ بیت المقدس تک پہنچیں گے، اور عیسی اس دن کوہ طور سینا میں ہوں گے، اللہ عیسی کو وحی بھیجے گا کہ میرے بندوں کو طور اور ایلہ کے قریب محفوظ جگہ میں رکھ۔ پھر عیسیٰؑ ہاتھ اٹھا کر دعا کریں گے، اور مسلمان آمین کہیں گے۔ اللہ یاجوج ماجوج پر ایک کیڑا بھیجے گا نغف نام وہ انکے نتھنوں میں گھس جائے گا)۔

۳۰: حاکم و ابن عساکر تاریخ اور ابونعیم کتاب ، اخبار المہدی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

کیف تھلک امة انا فی اولھا و عیسی بن مریم فی آ خرھا و المھدی من اھل بیتی فی وسطھا (کیوں کر ہلاک ہو وہ امت جس کی ابتداء میں

میں ہوں انتہاء میں عیسیٰ بن مریم اور بیچ میں میرے اہل بیت سے مہدی)

۳۱: نیز اسی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

منّا الّذی یصلّی عیسی بن مریم خلفه۔

(میرے اہل بیت میں وہ شخص ہے جس کے پیچھے عیسیٰؑ بن مریم نماز پڑھیں گے)

حضرت امام مہدیؑ کی نسبت متعدد احادیث سے ثابت کہ وہ عترت رسالت و بنی فاطمہ سے ہیں اور متعدد احادیث میں ان کا علاقہ نسب حضرت عباسؓ عم مکرم سید عالم ﷺ سے بھی بتایا گیا اور اس میں کچھ بعد نہیں وہ نسباً سید حسنی ہوں گے اور مادری رشتوں میں عباسؓ سے بھی اتصال رکھیں گے جیسے جعفر صادقؒ نے رافضیوں کے رد میں فرمایا کہ کیا کوئی شخص اپنے باپ کو بھی برا کہتا ہے ابوبکر صدیقؓ دوبار میرے باپ ہوئے یعنی دو طرح سے میرا نسب مادری صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے

۳۳: اسحاق بن بشر و ابن عساکر حدیث طویل ذکر دجال میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے راوی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(ترجمہ) جب دجال نکلے گا اور سب سے پہلے ستر ہزار یہودی طیلسان پوش اس کے ساتھ ہولیں گے اور لوگ اس کے سبب بلائے عظیم میں ہوں گے مسلمان سمٹ کر بیت المقدس میں جمع ہوں گے۔ اس وقت میرے بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے کوہ افیق پر اتریں گے، امام راہنما، حاکم عادل ہوکر، ایک اونچی ٹوپی پہنے، میانہ قد، کشادہ پیشانی، موئے سر سید ھے، ہاتھ میں نیزہ جس سے دجال کو قتل کرینگے۔ اس وقت لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دیگی اور سب جہان میں امن وامان ہوجائے گا۔ آدمی شیر سے ملے گا تو وہ جوش میں نہ آئے گا۔ اور سانپ کو پکڑے گا تو وہ نقصان نہ پہنچائے گا۔ کھیتیاں اس رنگ پر اگیں گی جیسے زمانہ آدم میں اگا کرتی تھیں۔ تمام اہل زماں ان پر ایمان لے آئینگے اور سارے جہان میں صرف ایک دین اسلام ہوگا۔

۳۴: ابن عساکرؒ، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے راوی، میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں حضور ﷺ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔ فرمایا:

و انی لی بذلک الموضع ما فیه الّا موضع قبری و قبر ابی بکر و عمر و عیسی بن مریم ۔(بھلا اس کی اجازت میں کیونکر دوں، وہاں تو صرف میری قبر کی جگہ ہے اور ابوبکر وعمر وعیسیٰ بن مریم کی)۔

۳۵: مسند ابی یعلی میں حضرت ابوہریرہؓ سے ہے رسول اللہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: قسم اس کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک عیسی بن مریم اتریں گے پھر اگر میری قبر پر کھڑے ہوکر مجھے پکاریں گے تو ضرور میں انہیں جواب دونگا۔

۳۶: ابونعیم، حلیہ، میں عروہ بن رویم سے مرسلاً راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

خیر ھذہ الامۃ اولھا و آخرھا فیھم رسول اللہ و آخرھا فیھم عیسی بن مریم ۔(اس امت کے بہتر اول وآخر کے لوگ ہیں۔ اول کے لوگوں میں رسول اللہ ﷺ رونق افروز ہیں اور آخر کے لوگوں میں عیسی بن مریم تشریف فرما ہوں گے)۔

۳۸: ابن عساکر حضرت ابوہریرہؓ سے راوی

(ترجمہ)۔عیسی بن مریم اتریں گے نماز پڑھیں گے جمعے قائم کریں گے مال حلال کی افراط کردیں گے گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں ان کی سواریاں انہیں تیز لئے جاتی ہیں بطن وادی روحا میں حج یا عمرے کے لئے

۳۹: وہی حضرت ترجمان القرآن سے راوی:

لا تقوم السّاعۃ حتّی ینزل عیسی بن مریم علی ذروۃ افیق بیدہ حربۃ یقتل الدجال ۔(قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ عیسی بن مریم کوہ افیق کی چوٹی پر نزول فرمائیں، ہاتھ میں نیزہ لئے جس سے دجال کو قتل کریں گے)

۴۰: وہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے راوی:

ان المسیح بن مریم خارج قبل یوم القیامۃ لیستغن بہ الناس عمن سواہ (بے شک مسیح بن مریم قیامت سے پہلے ظہور فرمائیں گے۔ آدمیوں کو ان کے سبب اور سب سے بے نیازی چاہیے)۔

۴۱: وہی حضرت عبداللہ بن عمر سے ایک طویل حدیث ذکر مغیبات آئندہ میں راوی کہ:

چنین و چناں ہوگا پھر مسلمان قسطنطنیہ و رومیہ کو فتح کریں گے پھر دجال نکلے گا اس کے زمانہ میں قحط شدید ہوگا فبینما ھم کذلک اذ سمعوا صوتاً من السّماء ابشروا فقد اتاکم الغوث فیقولون نزل عیسی بن مریم فیستبشرون و یستبشر بھم و یقولون صل یا روح اللّٰہ فیقول انّ اللّٰہ اکرم ھذہ الامۃ فلا ینبغی لاحدٍ یؤمھم الا منھم فیصلّی امیر المؤمنین بالناس و یصلی عیسی خلفہ لوگ اسی ضیق و پریشانی میں ہونگے، ناگاہ

آسمان سے ایک آواز سنیں گے، خوش ہو کہ فریادرس تمہارے پاس آیا۔ مسلمان کہیں گے کہ عیسی اترے، خوشیاں کرینگے۔ اور عیسی انہیں دیکھ کر خوش ہونگے۔ مسلمان عرض کریں یا روح اللہ نماز پڑھایئے۔ فرمائیں گے اللہ نے اس امت کو عزت دی ہے، اس کا امام اسی میں سے چاہیے۔ امیر المومنین نماز پڑھائیں گے اور عیسی ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ سلام پھیر کر اپنا نیزہ لے کر دجال کے پاس جا کر فرمائیں گے، ٹھہر اے دجال اے کذاب۔ جب وہ عیسی کو دیکھے گا اور ان کی آواز پہچانے گا ایسا گلنے لگے گا جیسے آگ میں رانگ یا دھوپ میں چربی۔ اگر روح اللہ نے ٹھہر نہ فرمادیا ہوتا تو گل کر فنا ہو جاتا۔ پس عیسیٰؑ اس کی چھاتی پر نیزہ مار کر واصل جہنم کریں گے۔ پھر اس کے لشکر کو کہ یہود و منافقین ہوں گے قتل فرمائیں گے، صلیب توڑیں گے، خنزیر کو نیست و نابود کریں گے اب لڑائی موقوف اور امن چین کے دن آئیں گے یہاں تک کہ بھیڑیئے کے پہلو میں بکری بیٹھے گی اور وہ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے گا۔ بچے سانپ سے کھلیں گے وہ نہ کاٹے گا ساری زمین عدل سے بھر جائے گی۔

(پھر خروج یاجوج ماجوج اور ان کی فنا وغیرہ کا حال بیان کر کے فرمایا): و یقبض عیسی بن مریم و ولیه المسلمون و غسله و حنطوه و کفنوه و صلوا علیه و حضروا له و دفنوه

ان سب وقائع کے بعد عیسی بن مریم وفات پائیں گے مسلمان ان کی تجہیز کریں گے نہلائیں گے خوشبو لگائیں گے کفن دیں گے نماز پڑھیں گے قبر کھود کر دفن کریں۔

یہ سر دست بے قصد استیعاب کچھ حدیثیں ہیں۔..اور قرآن کریم میں ہے و انه لعلم للساعة بے شک مریم کا بیٹا علم ہے قیامت کا یعنی ان کے نزول سے معلوم ہو جائے گا کہ قیامت اب آئی۔ ابو ہریرہؓ و عبداللہ ابن عباسؓ کی قرأت و انه لعلم للساعة بے شک ابن مریم نشانی ہیں قیامت کے لئے۔

معالم التنزیل میں ہے:

و انّه یعنی عیسی لعلم للسّاعة یعنی نزوله من اشراط الساعة یعلم به قربها و قرأ ابن عباس و ابو هریره و قتادہ و انه لعلم للساعة بفتح اللام و العین ای امارة و علامة۔ (یعنی حضرت عیسی قیامت کیلئے علم

ہیں، یعنی ان کا نزول قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، اس سے جان لیا جائے گا کہ قیامت قریب تر ہے اور ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ اور قتادہؒ نے اسے انه لعلم للساعة پڑھا یعنی بے شک وہ قیامت کے لئے نشانی ہیں ۔ لام اور عین کے زبر کے ساتھ یعنی ان کا نزول قرب قیامت کی امارت و علامت ہے)

مدارک التنزیل میں ہے:

و انه لعلم للسا عة و ان عیسی مما یعلم به مجیء السا عة و قر أ ابن عباس العلم و هو العلا مة ای و ان نز و له علم الساعة

(یعنی بے شک عیسیٰؑ قیامت کے لئے علامت ہیں جس سے جان لیا جائے گا کہ اب قیامت آنے والی ہے اور ابن عباسؓ نے انه لعلم للسا عة پڑھا یعنی ان کا نزول قرب قیامت کی علامت ہے)

امام جلال الدین محلی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں:

و انّه ای عیسی لعلم للسّا عة تعلم بنزوله (یعنی بے شک حضرت عیسیٰؑ قیامت کے لئے علم ہیں جو ان کے نزول سے پہچان لی جائے گی)

بالجملہ یہ مسئلہ قطعیہ یقینیہ عقاید اہل سنت و جماعت سے ہے جس طرح اس کا منکر گمراہ بالیقین، وہیں اس کا بدلنے والا اور نزول عیسی بن مریم کو کسی زید و عمرو کے خروج میں ڈھالنے والا بھی ضال مضل بددین کہ ارشادات حضور سید عالم ﷺ کی دونوں نے تکذیب کی۔

مسئلہ ثالثہ: سیدنا روح اللہ کی حیات

اقول....اس کے ثبوت کو اولاً اسی قدر کافی ووافی کہ رب جل وعلا نے فرمایا

و ان من اهل الکتا ب ا لا لیؤمننّ به قبل موته (یعنی کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے)

جس کی تفسیر حضرت ابو ہریرہؓ صحابی سید عالم ﷺ سے گذری۔ مخالف نے اپنی جہالت سے صرف صحیح بخاری کی تخصیص کی تھی یہ تفسیر نہ صرف اس میں بلکہ صحیح بخاری و مسلم دونوں میں موجود ۔شرح مشکوۃ شریف للعلامہ الطیبی میں ہے:

استد لّ بآ یة علی نزول عیسی فی آ خر الزّمان مصدقاً للحد یث و تحر یر ہ ... قبل مو ته لعیسی و المعنی و ان من اهل الکتا ب الا

لیؤمننّ بعیسی قبل مو ت عیسی و هم اهل الکتا ب الذین یکون فی زما ن نزو له فیکو ن الملة وا حدة و هی ملة ا لاسلا م ۔

خلا صہ یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ اس آیت سے تصدیق حدیث کیلئے نزول عیسی پر استدلال فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ہر کتابی عیسیؑ کی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لانے والا ہے اور وہ یہود و نصاری ہیں جو بعد نزول عیسی ان کے زمانے میں ہوں گے تو تمام روئے زمین پر صرف ایک دین ہوگا، دین اسلام۔ نقل عنه الملا علی القا ری فی المر قا ة

ثانیاً: یہی تفسیر بسند صحیح دوسرے صحابی جلیل الشان ترجمان القرآن عبداللہ بن عباسؓ سے بھی مروی ہے جن سے صحیح بخاری میں قول موت منقول ہونے کا مخالف نے ادعا کیا تھا۔

صحیح بخاری وارشادالساری میں ہے:

ترجمہ: یعنی اس حدیث کو روایت کر کے ابو ہریرہؓ آخر زمانے میں عیسیٰؑ کے نزول پر دلیل لانے حدیث کی تصدیق قرآن مجید سے بتانے کے لئے فرماتے تم چاہو تو یہ آیت پڑھو و ان من اهل الکتا ب ا لا لیو منن .. ا لآ یہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر کتابی ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیٰؑ پر ان کی موت سے پہلے اور وہ وہ کتابی ہیں جو اس وقت انکے زمانے میں ہوں گے سارے جہان میں صرف ایک دین اسلام ہوگا اور اسی پر جزم کیا حضرت ابن عباسؓ نے اس حدیث میں جو ان سے ابن جریرؒ نے ان کے شاگرد سعید بن جبیر کے واسطے سے بسند صحیح روایت کی۔

اور یہی تفسیر امام حسن بصریؒ سے مروی ہوئی کما سیا تی انشا ء اللّه

ثالثاً: تصریحات کثیرہ آئمہ کرام ومفسرین عظام وعلمائے اعلام

امام سیوطیؒ تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں:

انّی متوفیک قا بضک و را فعک الیّ من الد نیا من غیر موت (یعنی اللہ نے عیسیٰؑ سے فرمایا میں تجھے اپنے پاس لے لوں گا اور دنیا سے بغیر موت دیئے اٹھالوں گا)۔

تفسیر امام ابوالبقا... میں ہے: انّه رفع الی السّما ء ثمّ یتوفی بعد ذلک عیسی آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں اور اس کے بعد وفات دیئے جائیں گے۔..

امام بغویؒ تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

قا ل الحسن و الکلبی و ابن جر یج انی قا بضک و را فعک من الد نیا الی من غیر مو ت بذ لک (یعنی حسن بصریؒ ، محمد بن سائب کلبیؒ اور عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریجؒ نے آیہ کریمہ کی تفسیر کی ، کہ اے عیسی میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا بغیر اس کے کہ تیرے جسم کو موت لاحق ہو)

امام فخر الدین رازیؒ ، تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں: (ترجمہ)..دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ عیسی زندہ ہیں اور سید عالم ﷺ سے حدیث آئی ہے کہ وہ عنقریب اتر ینگے اور دجال کو قتل کریں گے پھر اس کے بعد اللہ انہیں وفات دے گا۔

اسی تفسیر میں ہے:

التوّفی ا خذ الشّیء وا فیاً و لما علم اللہ تعا لی ان من النّاس من یخطر با لہ ان الذی رفع اللّٰہ ھو روحہ لا جسدہ ذکر ھذا الکلا م لیدل انہ علیہ السلام رفع بتما مہ الی السما ء برو حہ و جسدہ ۔

(توفی کہتے ہیں کسی چیز کے پورا لینے کو جب کہ اللہ کے علم میں کہ کچھ لوگوں کو یہ وہم گذرے گا کہ عیسی کی روح آسمان پر گئی نہ بدن، لہذا یہ کلام فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ وہ تمام وکمال مع روح وبدن آسمان پر اٹھا لئے گئے)

تفسیر عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی، علامہ شہاب الدین الخفاجی میں ہے:

سبق انہ علیہ السلا م لم یصلب و لم یمت ۔

(اوپر گذرا کہ عیسیؑ نہ سولی دیئے گئے نہ انتقال فرمایا)

امام بدر الدین محمود عینیؒ ، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

(ترجمہ) آیہ کریمہ و ان من اھل الکتا ب کی جو تفسیر ابو ہریرہؓ نے فرمائی امام حسن بصری سے بطریق ابی رجاء مروی ہوئی کہ انہوں نے فرمایا معنی آیت یہ ہیں کہ تمام کتابی موت عیسیؑ سے پہلے ایمان لانے والے ہیں اور فرمایا خدا کی قسم عیسی زندہ ہیں اور اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے۔

شمس الدین ابوعبداللہ محمد ذہبی نے تجرید الصحابہ اور تاج الدین سبکی نے کتاب القواعد اور ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں سیدنا عیسیؑ کو ہمارے نبی اکرم سید عالم ﷺ کے صحابیوں میں شمار کیا کہ وہ شب معراج حضور اقدس ﷺ کے دیدار سے بہرہ اندوز ہوئے ظاہر ہے کہ ان کی تخصیص

اسی بنا پر ہے کہ انہیں یہ دولت قبل فرمان موت نصیب ہوئی ورنہ شب معراج حضور کی زیارت کسی نبی نے نہ کی امام سبکی نے اسی مضمون کو ایک چیستاں میں ادا فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت سے وہ کون سا جوان ہے جو باتفاق تمام جہان کے حضرت افضل الصحابہ صدیق اکبر و فاروق اعظم و عثمان غنی و علی مرتضی سب سے افضل ہے، یعنی سیدنا عیسی۔ اصابہ میں ہے:

عیسی المسیح بن مریم الصدیقه رسول الله و کلمته القاها الی مریم ذکره الذهبی فی التجرید مستدرکاً علی من قبله فقال عیسی بن مریم رسول اللّه رأی النّبی ﷺ لیلة الاسراء فهو نبی و صحابی و هو آخر من یموت من الصحابة والغرة؟ القاضی تاج الدین السبکی فی قصیدته التی فی اواخر القواعد له فقال

من باتفاق جمیع الخلق افضل من
خیر الصحاب ابی بکر و من عمر
و من علی و من عثمان و هو فتی
من امة المصطفی المختار من مضر

یعنی مسیح ابن مریم اللہ کے رسول ہیں اور وہ اللہ کا کلمہ ہیں جنہیں اس نے حضرت مریم کی طرف القاء فرمایا، اسے امام ذہبی نے تجرید الصحابہ میں اپنے اگلوں سے استدراک کرتے ہوئے ذکر کیا تو فرمایا اللہ کے رسول عیسی بن مریم نے شب معراج میں حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تو وہ نبی اور صحابی ہیں اور وہ ایسے صحابی ہیں جن کا وصال سارے صحابہ کے بعد ہوگا اور قاضی تاج الدین سبکی نے اسے اپنے قصیدے میں رکھا جو کہ کتاب القواعد کے اواخر میں ہے کہ وہ کون سا جوان ہے جو باتفاق تمام جہان افضل الصحابہ ابوبکر و عمر عثمان علی سے بھی افضل ہے وہ جوان امت مصطفیٰ کا قبیلہ مضر سے ہے۔

امام ذہبیؒ کی اس عبارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ عیسیٰؑ ایسے صحابی ہیں جن کا انتقال سب صحابہ کرام کے بعد ہوگا۔ یہاں کلمات آئمہ دین و علمائے معتمدین کی کثرت اس حد پر نہیں کہ ان کے احاطہ و استیعاب کی طمع ہو سکے اور اہل حق کے لئے اس قدر بھی کافی ہیں اور مخالف متعسف کہ اپنی ناقص عقل کے آگے آئمہ کو کچھ نہیں گنتے ان کے لئے ہزار دفتر ناوافی، لہٰذا اسی قدر پر بس کریں۔

رابعاً۔ یہی قول جمہور ہے اور قول جمہور ہی معتمد و منصور، ابھی شرح صحیح بخاری سے گذرا

، ذهب الیه اکثر العلم یعنی اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے

خامساً یہی قول منقح و مرجح اور قول صحیح کا مقابل ساقط و نا معتبر، امام قرطبی صاحب ملہم شرح مسلم،، پھر امام ابو السعو د تفسیر ارشاد العقل السلیم میں فرماتے ہیں۔

الصحیح انّ اللّٰہ تعالی رفعه من غیر وفاۃ ولا نوم کما قال الحسن و ابن زید و ھو اختیار الطبری و ھو الصحیح عن ابن عباس

(صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں زندہ اٹھا لیا، نہ ان کا انتقال ہوا، نہ اس وقت سوتے تھے۔ جیسا کہ امام حسن بصریؒ و ابن زیدؒ نے تصریح فرمائی ہے اور اس کو امام طبریؒ نے اختیار کیا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی صحیح روایت یہی ہے)۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

القول الصحیح انّه رفع و ھو حیّ (صحیح قول یہ ہے کہ وہ زندہ اٹھائے گئے)

اقول: یہ تو بالیقین ثابت ہے کہ وہ دنیا میں عنقریب نزول فرمانے والے ہیں اور اس کے بعد وفات پانا قطعاً ضرور، تو اگر آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے بھی وفات ہوئی ہوتی تو دوبارہ ان کی موت لازم آئے گی، کیوں کہ امید کی جائے کہ اللہ اپنے محبوب جمیل ایسے رسول عظیم و جلیل پر دوبارہ مصیبت بھیجے گا۔

جب حضور پر نور ﷺ سید یوم النشور کی وفات ہوئی اور عمرؓ اس سخت صدمے کی دہشت میں تلوار کھینچ کر کہنے لگے خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے انتقال نہ فرمایا اور انتقال نہ فرمائیں گے یہاں تک کہ منافقوں کی زبانیں اور ہاتھ پاؤں کاٹیں اور ان کے قتل کا حکم دیں۔ صدیق اکبرؓ نعش اقدس پر حاضر ہوئے جھک کر روئے انور پر بوسہ دیا پھر روئے اور عرض کی:

با بی انت و امی و اللّٰہ لا یجمع اللّٰہ علیک موتین..الخ

(میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان خدا کی قسم اللہ تعالی حضور ﷺ پر دو موتیں جمع نہ فرمائے گا وہ جو مقدر تھی ہو چکی)..

تو ایسی بات جب تک نص صریح سے ثابت نہ ہو، انبیاء خصوصاً ایسے رسول جلیل کے حق میں ہرگز نہ مانی جائے گی خصوصاً روح اللہ عیسی جن کی دعا یہ تھی کہ الٰہی اگر تو یہ پیالہ یعنی جام مرگ کسی سے پھیرنے والا ہے تو مجھ سے پھیر دے۔ بارگاہ عزت میں رسول اللہ کی جو عزت ہے اس پر ایمان لانے والا بے دلیل صریح واضح التصریح کے کیوں کر مان سکتا ہے کہ وہ یہ دعا کریں، اور رب

عز وجل اس کے بدلے ان پر موت پر موت نازل فرمائے۔ یہ ہرگز قابل قبول نہیں۔ انصاف کیجئے تو ایک یہی دلیل ان کے زندہ اٹھائے جانے پر کافی ووافی ہے و با للّٰہ التو فیق

تنبیہ دوم۔ اقول۔ قرآن مجید سے اتنا ثابت اور مسلمان کا ایمان کہ سیدنا عیسیٰ یہود عنود کے مکر و کیود سے بچ کر آسمان پر تشریف لے گئے۔ رہا یہ کہ تشریف لے جانے سے پہلے زمین پر ان کی روح قبض کی گئی اور جسم یہیں چھوڑ کر صرف روح آسمان پر اٹھائی گئی اس کا آیت میں کہیں ذکر نہیں، یہ دعویٰ زائد ہے جو مدعی ہو، ثبوت پیش کرے۔

مخالف نے جو کچھ ثبوت میں پیش کیا سب بے ہودہ ہے۔ وہ یا تو نرا افتراء اس کے اپنے دل کا اختراع ہے، یا مطلب سے محض بے گانہ جس میں مقصود کی بو بھی نہیں، یا مراد میں غیر نص جو مدعی کے لئے ہرگز بکار آمد و کافی نہیں۔ سب کا بیان سنئیے:

ایک افتراء۔ تو اس کا یہ کہنا ہے کہ سید عالم ﷺ نے ان آیات کی تفسیر میں ثابت فرمادیا کہ عیسیٰ بعد قبض روح آسمان پر اٹھائے گئے۔

دوسرا افتراء۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ پر کہ انہوں نے ایسا فرمایا۔ حالانکہ ہم ابھی ثابت کر آئے ہیں کہ ان سے بسند صحیح اس کا خلاف ثابت ہے۔ وہ اسی کے قائل ہیں کہ عیسیٰؑ نے ابھی وفات نہ پائی، ان کی موت سے پہلے یہود ونصاری ان پر ایمان لائیں گے۔ امام قرطبیؒ سے گذرا کہ یہی روایت ابن عباسؓ سے صحیح ہے۔

تیسرا افتراء۔ صحیح بخاری شریف پر کہ اس میں یہ تفسیر سید عالم ﷺ وابن عباسؓ سے مروی ہے حالانکہ اس میں بروایت ابن عباسؓ صرف اس قدر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انکم محشورون و ان نا ساً یؤخذ بهم ذات الشمال فا قول کما قال العبد الصا لح و کنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم۔ فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم ۔ و انت علی کل شیء شهید ۔ ان تعذ بهم فا نهم عبادك و ان تغفرلهم فانک انت العزیز الحکیم

(یعنی تمہارا حشر ہوگا اور کچھ بائیں طرف معاذ اللہ جانب جہنم لے جائے جائیں گے۔ میں وہ عرض کروں گا جو بندہ صالح عیسیٰ بن مریم نے عرض کیا کہ میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں موجود رہا جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو ہی غالب حکمت والا ہے)

اس حدیث میں مدعی کے اس دعویٰ کا کہاں پتہ ہے کہ آسمان پر جانے سے پہلے وفات ہوئی اورصرف روح اٹھائی گئی اور بے گانہ و بے علاقہ اس آیت کریمہ: فلما تو فیتنی کنت انت الر قیب کا ذکر ہے یہاں اگر وفات بمعنی موت ہو بھی تو روز قیامت کا مکالمہ ہے۔ رب العزۃ فرماتا ہے:

یوم یجمع اللّٰہ الرسل فیقول ماذا اجبتم ۔ قالوا لا علم لنا ۔ انک انت علام الغیوب ۔ اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک و علی والد تک اذ اید تک بروح القدس تکلّم الناس فی المھد و کھلاً۔ و اذ علمتک الکتا ب و الحکمۃ و التوراۃ و الا نجیل۔ و اذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی۔ و تبریء الا کمہ و الا برص باذ نی۔ و اذ تخر ج الموتی باذ نی۔ و اذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبینات فقال الذ ین کفروا منھم ان ھذا الّا سحر مبین۔ و اذ او حیت الی الحواریین ان آ منوا بی وبرسولی قا لوا آ منا واشھد با ننا مسلمو ن ۔ اذ قال الحواریون یا عیسی بن مریم ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء ۔ قال اتقوا اللہ ان کنتم مومنین ۔ قا لوا نرید ان نا کل منھا و تطمئن قلوبنا و نعلم ان صدقتنا و نکو ن علیھا من الشا ھدین ۔ قال عیسی بن مر یم اللھم ربنا انز ل علینا ما ئدۃ من السما ء تکون عیداً لاولنا و آ خرنا وآ یۃ منک و ارزقنا و انت خیر الرا زقین ۔ قال اللہ انی منزلھا علیکم، فمن یکفر بعد منکم فا نی اعذ بہ عذا باً لا اعذّ بہ ا حداً من العا لمین ۔ و اذ قال اللہ یا عیسی ابن مر یم أأنت قلت للناس اتخذونی و امی الھین من دون اللہ قال سبحا نک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق۔ ان کنت قلتہ فقد علمتہ۔ تعلم ما فی نفسی و لا اعلم ما فی نفسک۔ انک انت علا م الغیو ب ۔ ما قلت لھم ا لا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم۔ و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب

عليهم ۔ و انت علی کل شیء شهيد ۔ ان تعذ بهم فا نهم عبادك و ان تغفرلهم فانک انت العزيز الحكيم۔ قال الله هذا يوم ينفع الصادقين صدقهم۔۔(ما ئدہ :۱۰۹۔۱۱۹)

جس دن جمع فر مائے گا اللہ، رسولوں کو، فر مائے گا تمہیں کیا جواب ملا؟ بولے ہمیں کچھ بھی خبر نہیں، بیشک تو ہی خوب جانتا ہے سب چھپی باتیں۔ جب فرمایا اللہ نے اے مریم کے بیٹے عیسی یاد کر میرے احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی، تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل اور جب تو مٹی سے پرند کی مورت میرے حکم سے بناتا، پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی، اور تو مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا، اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا، اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے کہ یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔ اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ بولے ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں، جب حواریوں نے کہا اے عیسی بن مریم کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اتارے؟ کہا اللہ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔ بولے ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل ٹھہریں اور ہم آنکھوں دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔ عیسی بن مریم نے عرض کی اے اللہ! اے رب ہمارے، ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر رزق دینیوالا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ میں اسے تم پر اتارتا ہوں، پھر اب جو تم میں کفر کرے گا تو بے شک میں اسے وہ عذاب دونگا کہ سارے جہان میں کسی پر نہ کرونگا۔ اور جب فرمایا اللہ نے اے عیسی بن مریم کیا تو نے کہہ دیا تھا لوگوں سے کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو اللہ کے سوا؟ بولا پاکی ہے تجھے، مجھے روا نہیں کہ وہ کہوں جو مجھے نہیں پہنچتا۔ اگر میں نے کہا تو تجھے خوب معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بیشک تو ہی جانتا ہے سب چھپی باتیں۔ میں نے نہ کہا ان سے مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ پوجو اللہ کو جو مالک ہے میرا اور تمہارا، اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں تھا، جب تو نے مجھے وفات دی تو

ہی ان پر مطلع رہا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ فرمایا اللہ نے یہ دن ہے جس میں نفع دے گا سچوں کو ان کا سچ)

اول سے آخر تک یہ ساری گفتگو روز قیامت کی ہے۔ کس نے کہا کہ عیسیٰؑ کبھی وفات پائیں گے ہی نہیں کہ روز قیامت بھی اپنی وفات کا ذکر نہ کرسکیں۔ شاید جاہل یہاں قال اللّٰہ اور قال سبحانک میں ماضی کے صیغے دیکھ کر سمجھا کہ یہ تو گزری ہوئی باتیں ہیں اور قیامت کا دن ابھی نہ گزرا، حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ کلام فصیح میں آئندہ بات کو جو یقینی ہونے والی ہے ہزار جگہ ماضی کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی وہ ایسی یقینی الوقوع ہے کہ گویا واقع ہولی۔

قرآن میں بکثرت ایسے محاورات ہیں۔ سورہ اعراف (آیات: ۴۴۔۵۰) میں دیکھئے:

و نادی اصحاب الجنۃ اصحاب النار ان قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقاً فھل وجدتم ما وعد ربکم حقاً۔ جنتیوں نے دوزخیوں کو پکارا کہ ہم نے تو پالیا جو وعدہ دیا ہمیں ہمارے رب نے سچا کیا تم نے بھی پایا جو تمہیں وعدہ دیا تھا سچا قالوا نعم وہ بولے ہاں۔ فاذن موذن بینھم ان لعنۃ اللہ علی الظالمین۔ تو ندا کی ان میں ایک ندا دینے والے نے کہ خدا کی پھٹکار ستم گاروں پر۔.. و نادوا اصحاب الجنۃ ان سلام علیکم۔ اعراف والے پکارے جنت والوں کو سلام ہو تم پر۔ و نادی اصحاب الاعراف رجالاً یعرفونھم بسیماھم اور اعراف والے پکارے دوزخیوں کو ان کی علامت سے پہچان کر۔ و نادی اصحاب النار اصحاب الجنۃ ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ۔ اور دوزخی پکارے جنتیوں کو کہ ہمیں اپنے پانی وغیرہ سے کچھ دو۔ قالوا ان اللّٰہ حرّمھما علی الکافرین بولے، اللہ نے یہ نعمتیں کافروں پر حرام کی ہیں۔

اسی طرح سورہ صافات: ۲۷ میں ہے: واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون
سورہ ص میں دوزخ میں دوزخیوں کا باہم جھگڑا:۔

قالوا بل انتم لا مرحباً بکم۔ انتم قدمتموہ لنا۔ فبئس القرار۔ قالوا ربنا من قدم لنا ھذا فزدہ عذاباً ضعفاً فی النار۔ و قالوا ما لنا لا نری رجالاً کنا نعدھم من الاشرار۔ اتخذناھم سخریاً ام زاغت

عنهم الا بصار ۔ انّ ذلک لحق تخا صم اھل النار (ص: ۶۱۔ ۶۴)

اور سورہ زمر میں: و نفخ فی الصور فصعق من فی السما وا ت و من فی الار ض ا لا من شاء اللہ۔ ثم نفخ فیہ ا خری فا ذا ھم قیا م ینظرو ن ۔ سے قالوا الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ.. الخ (زمر :۶۸۔۷۴) میں تمام وقائع روز قیامت صیغہ ہائے ماضی میں ارشاد ہوئے ہیں اور خود اسی آیت میں دیکھئے جس دن جمع کرے گا اللہ رسولوں کو پھر فرمائے گا تم نے کیا جواب دیا بولے ہمیں کچھ علم نہیں۔

یہاں بھی ان کا جواب بصیغہ ماضی ارشاد فرمایا اور نا کافی و نا مثبت آیت کریمہ فقال اللہ یا عیسی انی متوفیک و رافعک و مطھرك من الذین کفروا سے استدلال جس میں ارشاد ہوتا ہے: جب فرمایا اللہ نے اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا اور اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں اور کافروں سے دور کردینے والا ہوں

اولاً۔ حرف واؤ ترتیب کے لئے نہیں کہ اس میں جو پہلے مذکور ہو اس کا پہلے ہی واقع ہونا ضرور ہو تو آیت سے صرف اتنا سمجھا گیا کہ وفات و رفع و تطہیر سب کچھ ہونے والے ہیں اور یہ بلا شبہ حق ہے۔ یہ کہاں سے مفہوم ہوا کہ رفع سے پہلے وفات ہولے گی۔ تفسیر امام ...میں لکھا ہے: متو فیک و را فعک الی کلا ھما للمستقبل و التقدیر را فعک و متو فیک لا نہ رفع الی السماء ثم یتوفی بعد ذلک یعنی یہ دونوں کلمے مستقبل کے لئے ہیں اور را فعک الی و متو فیک مقدر یعنی تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا اور تمہیں وفات دونگا اس لئے کہ تمہیں آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا پھر اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

تفسیر جمل وتفسیر مدارک وتفسیر کشاف وتفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد العقل میں ہے:

و اللفظ للتشفی و ممیتک فی وقتک بعد النزو ل من السماء و را فعک ا لآ ن یعنی یہ الفاظ تسلی کے ہیں، یا تمہیں موت دوں گا تمہاری موت کے وقت میں آسمان سے اتارنے کے بعد اور اس وقت میں تمہیں اٹھالیتا ہوں، اس لئے کہ واؤ ترتیب کو واجب نہیں بناتا

تفسیر کبیر میں ہے: ا لآ یۃ تد ل علی انہ تعا لی یفعل بہ ھذہ ا لافعال فاما کیف یفعل و متی یفعل فا لامر فیہ موقوف علی الد لیل و قد ثبت الدلیل انہ حی ۔(یعنی آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ یہ افعال کرتا ہے۔ تو رہا یہ کہ کس طرح کرتا ہے اور کب کرتا ہے؟ تو یہ معاملہ دلیل پر موقوف ہے

اور دلیل اس بات پر قائم ہو چکی ہے کہ وہ زندہ ہیں)۔

ثانیاً توفی، خواہ مخواہ معنی موت میں نص نہیں۔ توفی کہتے ہیں، پورا لے لینے کو۔ کبیر کی عبارت اوپر گزری کہ معنی یہ ہیں کہ مع جسم و روح تمام و کمال اٹھا لوں گا۔ تفسیر جلالین سے گذرا متوفیک قا بضک و را فعک من غیر موت۔ معالم التنزیل سے گذرا کہ حسن کلبی و ابن جریج نے کہا انی قا بضک و را فعک من غیر مو ت ..

کشاف وانوار التنزیل وتفسیر ابی السعود وتفسیر نسفی میں ہے:

و قابضتک من الارض من تو فیت ما لی۔(یعنی میں تجھے زمین سے اچک لوں گا (جیسے) اہل زبان کا قول کہ میرا مال اچک لیا گیا)۔

خفاجی علی البیضاوی میں ہے:

و لذا فسّر التوفی یرفعه و اخذه من الارض کما یقال توفیت المال اذا قبضته (یعنی اس لئے توفی کی تفسیر، زمین سے اٹھا لئے جانے سے، کی جیسے کہا جائے کہ میرا مال فوت ہو گیا جب اسے لے لیا جائے)

ثالثاً۔ توفی بمعنی استیفاء اجل ہے یعنی تمہاری عمر کامل تک پہنچاؤں گا اور ان کا فروں کے قتل سے بچاؤں گا ان کا ارادہ پورا نہ ہو گا تم اپنی عمر مقرر تک پہنچ کر اپنی موت انتقال کرو گے۔

تفسیر جمل وتفسیر مدارک وتفسیر کشاف وتفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد میں ہے۔

انّی مستو فی اجلک و مؤخر ك و عا صمک من ان یقتلک الکفار الی ان تموت حتف انفک۔(پورا کرونگا تمہارے اجل کو اور تمہیں مؤخر کرونگا اور تمہیں محفوظ رکھونگا کفار کے قتل کرنے سے یہاں تک کہ تم اپنی طبعی موت پاؤ)۔

تفسیر کبیر میں ہے:

ای متمم عمر ك فحینئذ اتو فا ك فلا اترکهم حتی یقتلوك وهذا تاویل حسن۔(میں تمہاری عمر مکمل کرونگا تو اس وقت تمہیں وفات دونگا میں نہیں چھوڑوں گا ان کے لئے کہ تمہیں قتل کر دیں۔ اور یہ تاویل اچھی ہے)

رابعاً۔ وفات بمعنی خواب خود قرآن عظیم میں موجود ہے: قال اللہ تعالی:

وهو الذی یتو فا کم با للیل۔ وہ جو تمہیں وفات دیتا ہے رات میں یعنی سلاتا ہے اللّٰه یتوفی الانفس حین موتها و التی لم تمت فی منا مها۔ اللہ تعالی

وفات دیتا ہے جانوں کو انکی موت کے وقت اور جو نہ مرے انہیں ان کے سوتے میں۔

تو یہ معنی ہوئے کہ میں تمہیں سلاؤں گا اور سوتے میں آسمان پر اٹھالوں گا کہ اٹھائے جانے میں دہشت نہ لاحق ہو یہی قول امام ابن انس کا ہے۔

تفسیر معالم میں ہے:

قال الر بیع بن انس ان المراد با لتوفی النو م وکان عیسی قد نا م فرفعه الله تعا لی الی السماء و معناه انی ممیتک و را فعک الی

(ربیع ابن انس نے کہا کہ توفی سے مرادنوم ہے کہ عیسی سوتے رہے تھے تو اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا اور اس کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں سلاؤں گا اور تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا)

تفسیر مدارک میں ہے:

ومتوفی نفسک بالنو م و رافعک و انت نائم حتی لا یلحقک خوف و تستیقظ و انت فی السماء امن مقرب (یعنی میں تمہیں لے لوں گا سوتے میں اور تمہیں اٹھالوں گا اس حال میں کہ تم سو رہے ہو گے تا کہ تمہیں خوف نہ ہو اور تم بیدار ہو اس حالت میں کہ آسمان میں ماموں ومقرب ہو)

کشاف وانوار وارشاد میں ہے:

او متو فیک نا ئماً اذ عوی انه رفع نا ئماً (میں تمہیں خواب میں لے لوں گا اس لئے کہ مروی ہے عیسی سوتے میں اٹھالئے گئے)

اوران کے سوا آیت میں اور بھی بعض وجوہ کلمات علماء میں مذکور، تو وفات کو بمعنی موت لینا اور اسے قبل از رفع ٹھہرا دینا محض بے دلیل ہے جس کا آیت میں اصلاً پتہ نہیں۔

اقول: بلکہ اگر خدا انصاف دے تو آیت تو اس مزعوم کا رد فرما رہی ہے ان کلمات کریمہ میں اپنے بندے عیسی کو تین بشارتیں تھیں:

متو فیک را فعک مطهر ك۔

اگر معنی آیت یہی ہوں گے کہ میں تمہیں موت دونگا اور بعد موت تمہاری روح کو آسمان پر اٹھالونگا، تو اس میں سوا اس کے کہ انہیں موت کا پیغام دیا گیا، اور کون سی بشارت تازہ ہے۔ مرنے کے بعد ہر مسلمان کی روح آسمان پر بلند ہوتی اور کافروں سے نجات پاتی ہے۔ قال اللہ تعالی:

ان الذین کذ بوا بآ یا تنا و استکبروا عنها لا تفتح لهم ابوا ب السما ء

(بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے تکبر کیا، ان کیلئے نہ کھولے جائیں گے دروازے آسمان کے)۔

تو کافر کی روح آسمان پر نہیں جاتی۔ ملائکہ عذاب جب لے کر جاتے ہیں دروازے آسمان کے بند کر دیئے جاتے ہیں کہ یہاں اس ناپاک روح کی جگہ نہیں۔

آیت میں صرف خبر موت رہ گئی اور ہمارے طور پر ہر ایک بشارت ہے کہ میں تمہیں عمر کامل تک پہنچاؤں گا، یہ کافر قتل نہ کر سکیں گے، اور جیتے جی آسمان پر اٹھا لونگا اور کافروں سے ایسا پاک کر دونگا کہ عمر بھر کسی کافر کو تم پر دسترس نہ ہوگی، جب دوبارہ دنیا میں آؤ گے یہ جو تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں تم خود انہیں قتل کرو گے، اور انہیں کو ہی نہیں بلکہ کافروں سے سارے جہان کو پاک کر دو گے کہ ایک دین حق تمہارے نبی محمد ﷺ کا ہوگا۔معہذا شروع کلام میں فرمایا:

و مکروا و مکر اللّٰہ و اللّٰہ خیر الما کر ین ۔ و اذ قال اللہ یا عیسی انی متو فیک .. الآیہ۔

یہاں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ کافروں نے عیسیٰ کے ساتھ مکر کیا انہیں قتل کرنا چاہا اور اللہ نے انہیں ان کے مکر کا بدلہ دیا کہ اس کا مکر الٹا انہیں پر پڑا، جب فرمایا اللہ تعالی نے اے عیسی میں تیرے ساتھ یہ یہ باتیں کرنے والا ہوں۔

انصاف کیجئے اگر کچھ دشمن کسی بادشاہ ذوالاقتدار کے محبوب کو قتل کرنا چاہتے ہوں اور وہ اسے بچالے، تو بچانے کے معنی یہ ہوں گے کہ اسے سلامت نکال لیجائے، ان کا چاہا نہ ہونے پائے، یا یہ کہ ان کے قتل سے یوں محفوظ رکھے کہ خود موت دیدے۔ان کی مراد تو یوں بھی بر آئی۔ آخر جو کسی کا قتل چاہے اس کی غرض یہی ہوتی ہے کہ جان سے جائے، وہ حاصل ہوگیا، ان کے ہاتھوں سے نہ سہی اللہ کے ہاتھ سے ہی سہی۔ بخلاف اس کے کہ انہیں ان کے قادر ذوالجلال والاکرام نے زندہ اپنے پاس اٹھالیا کہ انہیں پھر بھیج کر ان خبیثوں کی شرارتیں انہیں کے دست مبارک سے نیست و نابود کرائے تو یہ سچا بدلہ ان ملعونوں کے مکر کا ہے۔

مسلمانو! ان منکروں کا ظلم قابل غور ہے ہم سے تو محض بے ضابطہ تقاضے تھے کہ ثبوت حیات صرف قرآن سے دو، آیت بھی قطعی الدلالۃ ہو، اور حدیث بھی ہو تو خاص صحیح بخاری کی ہو، حالانکہ از روئے قواعد علمیہ ہمارے ذمہ ثبوت دینا ہی نہ تھا۔ ہماری تقریرات سے روشن ہو چکا کہ مسئلے میں مخالفین مدعی ہیں اور بار ثبوت ذمہ مدعی ہوتا ہے، تو ایک الٹا مطالبہ اور وہ بھی ایسی تنگ قیود

سے جو عقلاً ونقلاً کسی طرح لازم نہیں۔ اور جب خود ان مدعی صاحبوں کو ثبوت دینے کی نوبت آئی تو وہ گل کترے کہ رسول اللہ ﷺ پر افتراء، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ پر افتراء، صحیح بخاری شریف پر افتراء، محض بیگانہ اجنبی سے استناد، نہ قرآن پر بس نہ قطعیت کی ہوس، اور کیا نا انصافی کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا با للہ العلی العظیم

تنبیہ سوم۔ اس نئے فیشن کے مسیحوں کا سچے مسیح رسول اللہ وکلمۃ اللہ کی نسبت یہ سوال کہ اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہیں گے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو خدا تعالی اس عہدہ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنا دے گا، اگر از راہ نادانی ہے تو محض سفاہت و جہالت ہے ورنہ صریح شرارت وضلالت۔

حاش للہ نہ وہ خود مستعفی ہوں گے نہ کوئی نبوت سے استعفی دیتا ہے، نہ اللہ عز وجل انہیں معزول فرمائے گا، نہ کوئی نبی معزول کیا جاتا ہے۔ وہ ضرور اللہ تعالی کے نبی ہیں اور ہمیشہ نبی رہیں گے، اور ضرور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں اور ہمیشہ امتی رہیں گے۔ یہ سفیہ اپنی حماقت سے نبی ہونے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہونے میں باہم منافات سمجھا۔ یہ اس کی جہالت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی قدر رفیع سے غفلت ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ ایک عیسی روح اللہ پر موقوف نہیں، ابراہیم خلیل اللہ وموسی کلیم اللہ ونوح وآدم وتمام انبیاء سب کے سب ہمارے نبی اکرم سید عالم ﷺ کے امتی ہیں حضور پاک ﷺ کا نام نبی الانبیاء ہے۔

حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں لو کان موسی حیاً ما وسعہ الّا اتّباعی اگر موسیٰ زندہ ہوتے انہیں میری پیروی کے سوا کچھ گنجائش نہ ہوتی۔ رواہ احمد والبیہقی فی الشعب عن جابر بن عبد اللہ یعنی احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا۔

یہ سفہاء قرآن مجید کا نام لیتے اور حدیثوں سے منکر ہو کر فریب دہی عوام کے لئے اسی سے استناد کا پیام دیتے ہیں مگر استغفر اللہ قرآن کی انہیں ہوا بھی نہیں لگی۔ یہ منہ اور قرآن کا نام اگر قرآن عظیم کبھی سنا بھی ہوتا تو ایسے بے ہودہ سوال کا منہ نہ پڑتا

اللہ عز وجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

و اذا خذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب و حکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ و لتنصرنّہ قال أ اقررتم و اخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا و انا معکم من

الشا ھدین فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون۔
(اور یاد کر جب اللہ نے عہد لیا سب پیغمبروں سے جب میں تمہیں کتاب وحکمت عطا کروں پھر آئے تمہارے پاس ایک رسول تصدیق کرتا ہوا اس کتاب کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ اللہ نے فرمایا اے پیغمبرو! کیا تم نے اس بات کا اقرار کیا اور اس عہد پر میرا ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ اس عہد کا گواہ ہوں تو جو اس کے بعد پھر جائے تو وہی لوگ بے حکم ہیں)

کیوں قرآن کا نام لینے والو! کیا یہ آیتیں قرآن میں نہ تھیں؟ کیا اللہ نے اس تاکید شدید کے ساتھ سب انبیاء ومرسلین سے محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا عہد نہ لیا؟ کیا اس عہد سے ان سب کو محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی نہ بنا دیا گیا؟ کیا یہ عہد لیتے وقت انہوں نے نبوت سے استعفا کیا؟ یا اللہ عزوجل نے انہیں معزول کر کے امتی کر دیا؟ اے سفیہو! اس عہد عظیم پر حضرت روح اللہ اتریں گے اور باوصف نبوت ورسالت محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی وناصر دین ہو کر رہیں گے

آسمان نسبت بعرش آمد فرود گرچہ بس عالیست پیش خاک تود

رہا اس کا سوال کہ کس وقت آسمان سے رجوع کریں گے اس کا جواب وہی ہے کہ ما المسئول فیھا باعلم من السائل۔

اتنا یقینی ہے کہ وہ مبارک وقت بہت قریب آ پہنچا ہے کہ وہ آفتاب ہدایت کمال افق رحمت وجمال وقہر وجلال سے طلوع فرما کر اس زمین تیرہ وتار پر تجلی فرمائے اور ایک جھلک میں تمام کفر بدعت نصرانیت یہودیت شرک مجوسیت نیچریت قادیانیت رافضیت خروج وغیرہا اقسام ضلالت سب کا سویرا کر دے۔ تمام جہان میں ایک دین اسلام ہو جائے۔ مگر تعیین وقت کے آج سے کے سال وماہ باقی ہیں نہ ہمیں بتائی گئے نہ ہم جان سکتے ہیں جس طرح قیامت کے آنے پر ہمارا ایمان ہے اور اس کا وقت معلوم نہیں۔

تنبیہ چہارم۔ مسلمانو! اللہ عزوجل نے انسان کو جامع صفات ملکی وبہیمی وشیطانی بنایا ہے جسے وہ ہدایت فرمائے صفات ملکی ظہور کرتے اور اسے بعض یا کل ملائک سے افضل کر دیتے ہیں کہ: عبدی المومن احب الی من بعض ملائکتی یعنی میرے نزدیک میرا مومن بندہ بعض فرشتوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

شریعت ان کی شعار ہوتی ہے اور تقوی ان کا وثار کہ لا یعصون اللہ... و یفعلون ما یو مرون ۔یعنی جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں (کنزالایمان)
تواضع وفروتنی ان کی شان جبلی اور تکبر و تعلیٰ سے تنفر کلی کہ: ان الملا ئکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم یعنی بے شک فرشتے طالب علم کے لئے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں۔

اور جس نے صفات بہیمی کی طرف رجوع کی بہائم دار لیل ونہار بطن وفرج کا خادم خوار اور فکر شہوات کا اسیر وگرفتار کہ اولئک کالانعام بل ھم اضل یعنی وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ ۔کنزالایمان

اور جس پر صفات شیطانیہ غالب آئیں تکبر وترفع اس کا دین وآئین کہ ابی و استکبر و کان من الکافرین یعنی منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا (کنزالایمان)

یہ ہر وقت طلب جاہ وشہرت میں مبتلا رہتے ہیں کہ کسی طرح وہ بات نکالتے جس سے آسمان تعلیٰ پر ٹوپی اچھالے دور دور نام مشہور ہو خاص وعام میں ذکر مذکور ہو اپنا گروہ الگ بنائیں وہ ہمارا غلام ہم اس کے امام کہلائیں ان میں جن کی ہمت پوری ترقی کرتی ہے وہ انا ربکم الاعلی بولتے اور دعوی خدائی کی دکان کھولتے ہیں جیسے گزرے ہوں میں فرعون ونمرود وغیرہما مردود اور آنے والوں میں مسیح قادیانی کے سوا، ایک اور مسیح خرنشین یعنی دجال لعین ۔اور جو ان سے کم درجہ ہمت رکھتے ہیں کذاب یمامہ کذاب ثقیف وغیرھما خبیثوں کی طرح ادعائے رسالت ونبوت پر تھکتے نہیں اور گھٹ کی ہمت والے کوئی مہدی موعود بنتا ہے کوئی غوث زمان کوئی مجتہد وقت کوئی چنیں چنا ں ہندوستان جس میں مدتوں سے اسلام بے سردار ہے اور دین بے یاور نفس امارہ کی آزادیاں کھلے بندوں رہنے کی شادیاں یہاں رنگ نہ لائیں تو کہاں ہزاروں مجتہد سینکڑوں ریفارمر مقلان تہذیب مشرعان نیچر کتنے ہی مہدی کتنے مذہب گوحشرات الارض کی طرح نکل پڑے اور خدا کی شان یھدی من یشاء و یضل من یشاء کوئی کیسے ہی کھلے باطل صریح جھوٹ کا نشان باندھ کر آگے بڑھا کچھ عقل کے اندھے قسمت کے اوندھے اس کے پیچھے ہو لئے ۔آخر یہی آدمی تھے جو فرعون کو سجدہ کرتے ، یہی آدمی ہوں گے جو دجال کا ساتھ دیں گے ان صدیوں کے دورے میں مہدی تو کتنے ہی نکلے اور زمین کا پیوند ہوئے۔

سنا جاتا ہے ایک صاحب کو پانچ پانی کے زور میں نئی اپچ سوجھی کہ مہدی بننا پرانا ہو گیا، اور نرا امتی بننے میں لطف ہی کیا ،لاؤ عیسی موعود بنیں، اور ادعائے الہام کی بنیاد پر نبوت کی دیوار

چنیں، اور ادھر عیسائیوں کا زمانہ بنا ہوا ہے، اگر کہیں صلیب کے صدقے میں نصیب جاگا، اور ان کی سمجھ میں آ گیا جب تو جنگل میں منگل ہے۔ سولی کے دن گئے، برے کی شادی کا دنگل ہے، یورپ و امریکہ و برما و انڈیا سب تخت اپنے ہی ہیں، اپنے ہی بندے خداوند تاج وشہی میں پاؤں چاند تارے کا جوتا سر پر سورج کا تاج ہوگا، باپ کو جیتے جی معزول کر کے بیٹے کا راج ہوگا، اور ایسا نہ بھی ہوا تو چند گانٹھ کے پورے اندھے تو کہیں گئے ہی نہیں، یوں بھی اپنا ایک گروہ الگ تیار، شہرت حاصل سرداری برقرار۔

اس خیال کے جمانے کو جہاں ہزاروں گل کھلائے، صدہا جل کھیلے، وہاں ایک ہلکا سا پیچ یہ بھی چلے کہ سیدنا عیسی تو مر بھی گئے، اب وہ کیا خاک اتریں گے اور کیا کریں دھریں گے۔ جو کچھ ہیں ہمیں ذات شریف ہیں۔ ہمیں قاتل خنزیر، ہمیں قاطع یہود، ہمیں کاسر صلیب، ہمیں مسیح موعود، گویا انہیں کی ماں کنواری، انہیں کا باپ معدوم، احادیث متواترہ میں انہیں کے آنے کی دھوم، مگر یہ ان کی نری خام ہوس ہے اور حیات وموت عیسوی میں ان کی گفتگو عبث۔

ہم پوچھتے ہیں موت عیسوی منافی نزول ہے یا نہیں، اگر نہیں اور بیشک نہیں جیسا کہ ہم مقدمہ خامسہ میں روشن کر آئے جب تو اس دعوی سے تمہیں کیا نفع ملا، اور احادیث نزول کو اپنے اوپر ڈھالنے سے کیا کام چلا۔ اور اگر بالفرض منافی جانئے تو.. لازم کہ موت سے انکار کیجئے، حیات ثابت مانئے کہ اگر موت ہوتی تو نزول نہ ہوتا۔ مگر نزول یقینی کہ مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات متواترہ اس کی دلیل قطعی۔ مسلمان ہرگز کسی فریب دہندہ کی بناوٹ مان کر اپنے رسول کریم ﷺ کے ارشادات کو معاذ اللہ غلط و باطل جاننے والے نہیں۔ جو کوئی ان کے خلاف کہے اگرچہ زمین سے آسمان تک اڑے مسلمان اس کا ناپاک قول بدتر از بول اسی کے منہ پر مار کر الگ ہو جائیں گے۔ اور مصطفیٰ ﷺ کے دامن پاک سے لپٹ جائیں گے اللہ تعالی ان کا دامن نہ چھڑائے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

اور بفرض باطل یہ سب کچھ سہی پھر آخر مسیحیت کیوں کر ثابت ہوئی۔ ثبوت دو اور اپنے دعوی کی غیرت کی آن ہے تو صرف قرآن سے دو۔

وہ دیکھو قرآن کی بارگاہ سے محروم پھرتے ہو، اچھا وہاں نہ ملا حدیث سے دو۔ دیکھو حدیث کی درگاہ سے خائب و خاسر پلٹتے ہو، خیر یہاں بھی ٹھکانہ نہ لگا، تو کسی صحابی کا ارشاد کسی تابعی ہی کا اثر کسی امام کا قول کچھ تو پیش کرو کہ احادیث متواترہ میں مصطفیٰ ﷺ نے جو نزول عیسی کی بشارت دی ہے اس سے مراد کوئی ہندی پنجابی ہے۔ جہاں جہاں ابن مریم ارشاد ہے وہاں کسی

پنجابن کا بچہ مغل زادہ مراد ہے۔ اور ایسے بدیہی البطلان دعووں کا کہیں سے ثبوت نہ دے سکو ہر طرف سے نا امید ہر طرح سے باطل تو عوام کو چھلنے اور پینترے بدلنے اور ترچھے نکلنے اور الٹے چھلنے سے کیا حاصل۔ حضرت مسیح مع جسم و روح یا صرف روح سے بعد انتقال گئے یا جیتے جاگتے تمہیں کیا نفع اور تم پر ذلت بے ثبوتی کیوں کر دفع، تمہارا مطلب ہر طرح مفقود، تمہارا ادعا ہر طرح مردود، پھر اس معنی بحث کو چھیڑ کر کیا سنبھالو گے؟ اور عیسی کی وفات سے مغل کو مرسل اور پنجابن کو مریم، نطفے کو کلمہ، بیاہی کو کنواری اور خال کو دم کیوں کر بنالو گے۔ بالجملہ وہی دو حرف کہ مقدمہ ثالثہ و رابعہ میں گذرے ان تمام جہالات فاحشہ کے رد میں کافی ووافی ہیں۔ وللہ الحمد

تنبیہ پنجم۔ بفرض باطل یہ بھی سہی کہ نزول عیسی سے مراد کسی مماثل عیسی کا ظہور ہے مگر مصطفیٰ ﷺ نے صرف اتنا ہی تو ارشاد فرمایا کہ نزول عیسی ہوگا بلکہ اس سے پہلے بہت وقائع ارشاد ہوئے ہیں کہ جب یہ واقع ہولیں گے اسکے بعد نزول ہوگا۔ اس کے مقارن بہت احوال واوصاف بتائے گئے کہ اس طور پر اتریں گے یہ کیفیت ہوگی اس کے لاحق بہت حوادث وکوائن بیان فرمائے گئے کہ ان کے زمانے میں یہ یہ ہوگا آخر ان سب کا صادق آنا تو ضرور ہے۔

مثلاً سابقات میں روم وشام وتمام بلاد اسلام باستثناء حرمین شریفین سب مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا، سلطان اسلام کا شہادت پانا، تمام زمین کا فتنہ وفساد سے بھر جانے کے باعث اولیائے عالم کا مکہ معظّمہ ہجرت کر جانا، وہاں حضرت امام آخر الزمان کا طواف کرتے ہوئے ظہور فرمانا، اولیاء کرام وسائر اہل اسلام کا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا، نصاری کا وابق یا اعماق ملک شام میں لام باندھنا۔۔ نصاری کا اپنے ہم قوم نومسلموں سے لڑائی مانگنا، مسلمانوں کا انہیں پناہ میں لینا۔ لشکر مسلمین کا تین حصے ہوجانا، نصاری پر فتح عظیم پانا، فتح یاب حصے کا قسطنطنیہ کو نصاری سے چھیننا، ملحمہ کبری کا واقع ہونا، ہزارہا مسلمانوں کا تین روز اپنے خیموں سے قسم کھا کر نکلنا کہ فتح کرلیں گے یا شہید ہوجائیں گے اور شام تک سب کا شہید ہوجانا، آخر میں نصرت الہی کا نزول فرمانا، مسلمانوں کا فتح اجل واعظم پانا، اتنے کافروں کا کھیت ہونا کہ پرندہ اگر ان کی لاشوں کے ایک کنارے سے اڑے تو دوسرے کنارے تک پہنچنے سے پہلے گر کر مرجائے۔

مسلمانوں کا اموال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے ابلیس کی زبان سے خروج دجال کی غلط خبر سن کر پلٹنا، وہاں اس کا نشان نہ پانا، پھر اس خبیث کا ظہور کرنا، بے شمار عجائب دکھانا، مینہ برسانا، کھیتی اگانا، زمین کو حکم دے کر خزانے نکلوانا، خزانوں کا اس کے پیچھے ہولینا، سب سے پہلے ستر ہزار

یہود طیلسان پوش کا اس کافر پر ایمان لانا، اس کا لشکر بننا، دجال کا ایک جوان مسلمان کو تلوار سے دو ٹکڑے کر کے پھر زندہ کرنا، اس (مسلمان) کا اس پر فرمانا کہ اب مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ تو وہی کافر کذاب ملعون ہے جس کے خروج کی ہمیں نبی ﷺ نے خبر دی تھی، اگر کچھ کر سکتا ہے تو اب تو مجھے کچھ ضرر پہنچا پھر اس کا ان پر قدرت نہ پانا، خائب و خاسر ہو کر رہ جانا۔ چالیس روز میں اس ملعون کا حرمین طیبین کے سوا تمام جہان میں گشت لگانا، اہل عرب کا سمٹ کر ملک شام میں جمع ہونا، اس خبیث کا انہیں محاصرہ کرنا، بائیس ہزار مرد جنگی اور ایک لاکھ عورتوں کا محصور ہونا۔

کیا تمہارے نکلنے سے پیشتر یہ سب وقائع ہو لئے؟ واللہ کہ صریح جھوٹے ہو۔

اب چلئے مقارنات، ناگاہ اسی حالت میں قلعہ بند مسلمانوں کو آواز آنا کہ گھبراؤ نہیں، فریاد رس آ پہنچا، عیسی موعود کا باب دمشق کے پاس دمشق الشام کے شرقی جانب منارہ سپید کے نزدیک دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے آسمان سے نزول فرمانا، بے نہائے بالوں سے پانی ٹپکنا، جب سر جھکائیں یا اٹھائیں موئے مبارک سے موتیوں کا جھڑنا، یہاں تکبیر ہو چکی نماز قائم ہے حضرت امام مہدی کا بامر عیسوی امامت فرمانا، حضرت کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا، سلام پھیر کر دروازہ کھلوانا، اس طرف ستر ہزار یہود مسلح کے ساتھ اس مسیح کذاب یک چشم کا ہونا۔ مسیح صدیقؑ کو دیکھتے ہی اس کا بدن گھلنا بھاگنا، عیسی کا اس کے تعاقب میں جانا، باب لد کے پاس اسے قتل فرمانا، اس کا خون ناپاک اپنے نیزہ پاک پر دکھانا۔

کیا تم پر یہ صفات صادق ہیں؟ کیا تم سے یہ وقائع واقع ہوئے؟ لا، واللہ صریح جھوٹے ہو۔

آگے سنئے واقعات عہد مبارک۔

سید موعود مسیح محمود کا صلیبیں توڑنا، خنزیر کو قتل کرنا، جزیہ اٹھا دینا، کافروں سے امّا الاسلام و امّا السیف پر عمل فرمانا یعنی اسلام لا ورنہ تلوار، تمام کفار روئے زمین کا مسلمان یا مقتول ہونا۔ یہود کو گن گن کر قتل فرمانا، پیڑوں پتھروں کا مسلمانوں سے کہنا اے مسلمان آ، یہ میرے پیچھے یہودی ہے۔ سو دین اسلام کے سوا تمام مذاہب کا یکسر نیست و نابود ہو جانا، روحاء کے راستے سے حج یا عمرہ کو جانا، مزار اقدس سید اطہر ﷺ پر حاضر ہو کر سلام کرنا، قبر انور سے جواب آنا، اور ان کے زمانے میں ہر طرح کا امن و چین ہونا، لالچ حسد بغض کا دنیا سے اٹھ جانا، شیر کے پہلو میں گائے کا چرنا، بھیڑیئے کی بغل میں بکری کا بیٹھنا، سانپ کو ہاتھوں میں لے کر بچوں کا کھیلنا، کسی کو ضرر نہ پہنچانا، آسمان کا اپنی برکتیں انڈیل دینا، زمین کا اپنی برکتیں اگل دینا، پتھر کی چٹان پر دانہ

بکھیر دو تو کھیتی ہو جانا، اتنے بڑے اناروں کا پیدا ہونا کہ چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت کا آ جانا، ایک بکری کے دودھ سے ایک قوم کا پیٹ بھرنا، روئے زمین پر کسی محتاج کا نہ ہونا، دینے والا اشرفیوں کے توڑے لئے پھرے کوئی قبول نہ کرے۔ وغیرہ وغیرہ

کیا یہ تمہارے اس زمانہ پرشوریں کے حالات ہیں؟ کلا واللہ صریح جھوٹے ہو۔

اسی طرح اور وقائع کثیرہ مثلاً یاجوج ماجوج کا عہد عیسوی میں نکلنا، دجلہ وفرات وغیرھما دریا کے پانی پی کر بالکل سکھا دینا، حضرت عیسیٰ کا بحکم الٰہی مسلمانوں کو کوہ طور کے پاس محفوظ جگہ رکھنا، یاجوج و ماجوج کا دنیا خالی دیکھ کر آسمان پر تیر پھینکنا کہ زمین تو ہم نے خالی کر لی اب آسمان والوں کو ماریں، اللہ تعالیٰ کا ان خبیثوں کے استدراج کے لئے تیروں کو آسمان سے خون آلودہ کر کے واپس فرمانا، ان کا دیکھ کر خوش ہونا کودنا، حضرت عیسیٰ کی دعا سے ان اشقیاء پر بلاء کا آنا، سب کا ایک رات میں ہلاک ہو کر رہ جانا، روئے زمین کا ان کی عفونت سے خراب ہونا، دعائے عیسوی سے ایک سخت آندھی آ کر ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دینا، عیسیٰ و مسلمین کا کوہ طور سے نکلنا، شہروں میں از سر نو آباد ہونا، چالیس سال زمین میں امامت دین وحکومت عدل آئین فرما کر وفات پانا، حضور سید المرسلین ﷺ کے پہلوئے مبارک میں دفن ہونا۔

جب تم اپنی عمر جو لکھا کر آئے ہو پوری کر لو، تو انشاءاللہ سب مسلمان علانیہ دیکھ لیں گے کہ حضرت عزرائیل نے تمہیں تو گلا دبا کر تمہارے مقر اصلی کو پہنچایا، اور ان باقی واقعوں سے بھی کوئی تم پر صادق نہ آیا۔ پھر تم کیوں کر مماثل عیسیٰ ومراد احادیث ہو سکتے ہو؟

اگر کہیے ہم حدیثوں کو نہیں مانتے، جی یہ تو پہلے ہی معلوم تھا کہ آپ منکر کلام رسول اللہ ہیں۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ پھر آپ مسیح موعود کس بنا پر بنتے ہیں؟ کیا قرآن عظیم میں کوئی آیت صریحہ قطعیۃ الدلالۃ موجود ہے کہ عیسیٰ کا نزول موعود ہے؟ بتاؤ، اور نہیں تو آخر یہ موعود کہاں سے گا رہے ہو؟ انہیں حدیثوں سے۔ جب حدیثیں نہ مانو گے موعودی کا پھندنا کس گھر سے لاؤ گے؟

شرم بادت از خدا واز رسول

مگر بحمد اللہ مسلمان کبھی ایسی زٹلیات پر کان نہ رکھیں گے کیا ممکن ہے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ وہ ارشادات مصطفیٰ ﷺ کو جھوٹا جانیں اور انکے منکر مخالف کو سچا؟ حاش للہ۔ اور پھر مخالف بھی وہ جو خود انہیں ارشادات کے سہارے اپنے خیالی پلاؤ پکاتا ہو۔ تمہارے موعود بننے کی تو حدیثیں سچی مگر تطبیق اوصاف ووقائع کے وقت جھوٹی۔

افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض ۔ فما جزاء من یفعل ذلک منکم الّا خزی فی الحیوۃ الدّ نیا و یوم القیامۃ یردّو ن الی اشدّ العذا ب و ما اللّٰہ بغا فل عمّا تعملو ن ۔ و قیل بعداً للقو م الظّا لمین ۔ و الحمد للّٰہ ر بّ العا لمین ۔

(تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو، تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے، مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔ اور اللہ تمہارے عملوں سے غافل نہیں۔ اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ، اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے جو سارے جہان کا رب ہے)۔

جواب سوال اخیر۔ اب نہ رہا مگر سائل کا سوال حضرت امام مہدی واعور دجال کی نسبت سوال بتوفیق اللہ تعالیٰ اس کے جواب لیجئے۔

قولہ۔ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں؟

اقول۔ ہے اور بہت تفصیل سے۔

قولہ۔ ہے تو اس کی آیت۔

اقول۔ ایک نہیں متعدد۔ دیکھو سورہ النجم آیت تیسری چوتھی، سورہ فتح کی آخری آیت۔ سورہ قلب القرآن کی پہلی چار آیتیں وغیرہ۔

جواب دوم۔ دیکھو مقدمہ اولی۔

جواب سوم۔ قادیانی کا نکلنا اس کا عیسی موعود ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی آیت، اور نہیں تو وجہ؟

کذ لک العذا ب و لعذا ب الآ خرۃ اکبر ۔

(مار ایسی ہوتی اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے)

محمد المعروف بحامد رضا البریلوی۔ ۲۲ رمضان ۱۳۱۵ء

(فتاوی حامدیہ۔ ص ۱۲۱ تا ۲۲۱ ملخصاً ومختصراً)

مرزا قادیانی اورنبوت

نومبر ۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک اشتہار بعنوان ،ایک غلطی کا ازالہ شائع فرمایا جو ان کی تصانیف میں شمار کیا جاتا ہے۔اس کا جواب قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے مرزا قادیانی اورنبوت کے نام سے دیا۔ جسے ہم ملخصاً یہاں نقل کررہے ہیں ۔ مرزا صاحب کا اصل اشتہار ہم قادیانی دریچے والے سیکشن میں من وعن نقل کریں گے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ لکھتے ہیں :

میرے ایک دوست نے مجھے یکم رمضان المبارک کو مرزا غلام احمد قادیانی کا اشتہار ۵ نومبر ۱۹۰۱ء (ایک غلطی کا ازالہ)دکھلایا جس میں مرزا صاحب نے اپنا نبی ورسول ومحمد رسول اللہ وخاتم الانبیاء ہونے کا اشتہار دیا ہے۔اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے دو باتیں بہت صحیح لکھی ہیں ۔

اول : یہ کہ مرزائی جماعت میں ایسے لوگ ہیں جو مرزا قادیانی کے دعوی اور دلائل سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں ۔مرزا قادیانی کی کتابوں کو بھی انہوں نے غور سے نہیں پڑھا اورصحبت میں رہ کر تکمیل بھی نہیں کی ۔

ان لوگوں میں ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان بھی شامل ہے جس نے دس جون کے اخبار میں مرزا قادیانی کا نبی ورسول نہ ہونا پرزور عبارت میں تحریر کیا تھا۔

قادیان میں آنے والے مریدین کی درندگی، وحوش طبعی ، بدتہذیبی ، باہمی بدکلامی ، بلکہ استعمال کلمات فحش کا ذکر مرزا قادیانی نے اپنے رسالہ شہادۃ القرآن کے آخری اشتہار میں کیا ہے اوراس پر حکیم نورالدین کی نورانی تصدیق ہے کہ یہ لوگ درست ہونے کی بجائے قادیان میں آکراورزیادہ خراب ہوجاتے ہیں ،۔

دوم : یہ کہ نبی اوررسول بننے کا دعوی مرزا قادیانی کو مدت مدید سے ہے۔

امر دوم کے ثبوت میں مرزا قادیانی نے براہین کے حوالے بھی دیئے ہیں ۔ان حوالوں

سے اگر مرزا قادیانی کا مدعا اپنی نبوت کی قدامت کا اظہار ہو، تو یہ استدلال کچھ کمزور نہیں لیکن اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کے سکوت سے ان کی قبولیت وتسلیم کے معنی نکالنا چاہتے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ جب مرزا قادیانی کو خود اقبال ہے کہ ان کے مریدوں نے بھی ان کی کتابوں کو نہیں پڑھا اور ان کے دعوی کو نہیں سمجھا تو عام مسلمانوں کا ان کی کسی کتاب کو نہ پڑھنا اور نہ سمجھنا باولی ثابت ہوگیا۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہے کہ براہین کے مندرجات کو پڑھنے والوں نے سکون کے ساتھ نہیں دیکھا چنانچہ براہین ص ۵۴۴ سے آشکار ہے کہ مولوی غلام العلیؒ ومولوی احمد اللہؒ امرتسری و مولوی عبدالعزیزؒ نے ان ہی دنوں انکا سخت انکار کر کے ان الہامات کو مجانین کے خیالات بتلایا تھا

ناظرین! مرزا قادیانی نے الہامات مندرجہ اشتہار کو مطبوعہ براہین بتلا کر اپنے دعوی کی بنیاد کو پانی تک پہنچایا ہے لیکن براہین سے اس مدعا کی تائید نہیں ہوتی مثلاً آیت هو الّذي ارسل رسوله بالهدى و دين الحقّ ليظهره على الدّ ين كلّه (براہین۔ص ۴۹۸) پر دیکھو مرزا صاحب یوں لکھتے ہیں:

> یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے ...اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔،

اب مرزا صاحب سے دریافت طلب ہے کہ براہین کے مندرجہ بالا بیان پر بھی آپ کو ایمان ہے یا نہیں کہ مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، لیکن اگر آپ خود مسیح ہیں تو جسمانی طور پر سیاست ملکی کی عنان بھی ہاتھ لیجئے گا یا نہیں؟ اگر دونوں باتوں سے انکار ہے تو براہین کا حوالہ آپ کو کیونکر مفید ہوسکتا ہے۔ مثلاً جری اللّه فی حلل الانبياء کو دیکھو اشتہار (ایک غلطی کا ازالہ۔ص ۳) میں تو حلہ انبیاء کے پہننے سے مراد نبی بن جانا بتلا دیا ہے،، اور براہین صفحہ ۵۰۴ میں (ملخصاً) لکھا ہے کہ امت محمدیہ کے بعض افراد کو حلہ انبیاء عطا ہوتا ہے یہ لوگ نبی نہیں ہوتے۔ پر نبیوں کا کام ہدایت و وعظ ان کے سپرد ہوتا ہے۔، براہین میں نبوت سے انکار اور اشتہار ایک غلطی کا ازالہ میں اقرار نبوت پر اصرار ہے اور ہر دو حالتوں میں تمسک ایک ہی الہام سے ہے۔

تیسری آیت و لكن رسول اللّه و خاتم النّبيّين پر غور کیجئے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵ پر اس آیت سے تمسک کر کے اپنے آپ کو رسول اللہ کا صرف ایک جزو اور اپنی نبوت کو غیر تامہ بتلایا تھا، اور اشتہار ہذا میں صفحہ ۸ پر اسی کی دلیل پر، اپنا رسول اور محمد خاتم الانبیاء ہونا تحریر کیا ہے،۔

میں حیران ہوں کہ جب ان کی سابقہ الہامی کتابوں اور اشتہار ہذا میں اس قدر باہمی تضاد و تناقض ہے تو مرزا قادیانی کو پہلی تصنیفات کے حوالہ جات کی کیونکر جرأت ہوئی ہے؟

اس ضروری تمہید کے بعد میں ناظرین کو اشتہار کے چند مقامات پر خاص توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ مرزا قادیانی اشتہار مذکور کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں:

براہین احمدیہ میں محمّد رسول اللّٰہ و الّذین معہ اشدّاء علی الکفّار رحماء بینھم موجود ہے اور اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھی جو کفار کے لئے سخت تھے انہوں نے ہرقل اور پرویز کی سلطنتوں کو فتح کیا تھا اور باہمی رحم ان میں ایسا تھا کہ نزع میں بھی خود پانی نہ پی کر دوسروں کو پلاتے تھے۔ مرزا قادیانی اپنے مریدوں کے باہمی برتاؤ کی شہادت تو شہادۃ القرآن میں دے چکے ہیں اب پبلک کو یہ دیکھنا باقی ہے کہ وہ شدت بر کفار کا کیا نمونہ دکھلاتے ہیں؟

اس الہام کا حوالہ بھی براہین سے دیا گیا ہے۔ میں نے براہین صفحہ ۵۰۹ پر اس الہام کو دیکھا لیکن اس مقام پر صراحۃً تو کیا کنایۃً بھی مرزا قادیانی نے تحریر نہیں کیا کہ کتابت مذکورہ بالا کے الہام میں ان کی ذات سے مراد لی گئی ہے۔ براہین احمدیہ تو کیا اور اس کے بعد متعدد الہامی کتابیں لکھیں۔ اپنے شرف و بزرگی کے مضامین سے بیسیوں ورق پر کئے لیکن کسی جگہ بھی نہ فرمایا کہ میرا نام محمد رسول اللہ ہے۔ بے شک ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کے اشتہار سے پہلے ایسی لمبی خاموشی کے کوئی معنی ہونے چاہییں۔

اب قابل غور یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو تصویر محمد ﷺ کہتے ہیں اور ظلی اور بروزی طور پر محمد بنتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ الفاظ، تصویر، ظل اور بروز کے معانی ایک ہی ہیں یا جدا جدا ہیں۔ اور اگر جدا جدا ہیں تو پھر مرزا قادیانی کس لفظ کے اعتبار و معنی سے محمد ہیں؟

تصویر کو رسول کریم ﷺ کی صورت پاک سے کیا مناسبت ہوسکتی ہے اور شکل انعکاسی کو وجود با جود کے کمالات کیونکر مل سکتے ہیں؟ فتح مکہ کی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بیت اللہ کے اندر حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کی تصاویر کو دیوار پر بنے ہوئے دیکھا۔ اسی وقت ان تصاویر کو محو کروا دیا اور تصاویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی۔ (بخاری۔ ج ۲ ص ۶۱۴ کتاب المغازی)۔ اس سے واضح ہے کہ تصویر خواہ کسی نبی یا رسول کی بھی کیوں نہ ہو، وہ بہرحال محو اور ازالہ کے لئے ہے۔ اب رہا ظلی طور پر محمد ہونا تو کیا کوئی شخص خیال کرسکتا ہے کہ کسی وجود کے سایہ میں بھی وہی کمالات موجود

ہوتے ہیں جو شخص میں ہوتے ہیں؟ اگر نہیں تو ظلی ہوکر مرزا قادیانی ہرگز محمد ﷺ نہیں بن سکتے۔....

اب رہا بروزی طور پر مرزا قادیانی کا محمد ﷺ ہونا تو یہ تو بالکل ہی غلط ہے۔ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ غلط ہے۔ مرزا قادیانی نے لفظ بروز کا استعمال فرمایا ہے جس کے معنی لوگوں کو بہت کم معلوم ہیں۔ بروز کے معنی ظاہر ہونا اور باہر نکلنا ہے (منتخب اللغات)۔ اور قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال آیات مندرجہ ذیل میں قبور سے مردوں کے نکلنے کے معنی یا اوٹ میں سے نکل کر سامنے آجانے کے معنی میں لیا گیا ہے:

۱۔ و برزو للّٰہ الواحد القھّار۔ (ابراہیم:۴۸)۔

۲۔ و برزو للّٰہ جمیعاً۔ (ابراہیم:۲۱)۔

۳۔ یوم ھم بارزون لا یخفی علی اللّٰہ منھم شیء۔ (غافر:۱۶)

سامنے آنے کے متعلق:

۱۔ و لمّا برزو لجالوت۔ (بقرہ:۲۵۰)۔

۲۔ قل لو کنتم فی بیو تکم لبرز الّذین کتب علیھم القتل۔ (آل عمران:۱۵۴)۔

۳۔ فا ذا برزوا من عند ك۔ (النساء:۸۱)۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک بروز اس کو کہتے ہیں کہ جو جسم چھپ گیا تھا وہی آشکار ہو جائے، اوجھل جسم سامنے آجائے۔ پس یہ نہیں ہوسکتا کہ اس لفظ کا اطلاق ایک ایسے غیر شخص پر کیا جائے جو خود ہی شخصیت کے لحاظ سے اپنا غیر ہونا تسلیم کرتا ہو۔ بروز محمدی کے معنی تو صرف یہ ہیں کہ حضرت محمد ﷺ مدینہ طیبہ کے مرقد منور اور راحت گاہ پاک سے اٹھ بیٹھیں جس کی بابت ہمارا ایمان ہے کہ ایسا واقعہ نفخ صور کے بعد ہی ہوگا۔ زیادہ تر غور کے قابل یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ظلی وانعکاسی و بروزی طریقوں پر محمد بن جانے کی فکر میں سیرت صدیقی کا لفظ استعمال کیا ہے اور سیرت صدیقی کی کھڑکی سے داخل ہونے والے کو چادر نبوت پہنائے جانا تحریر کیا ہے۔ (اشتہار مذکور۔ص۳ ملخص)

پس ضروری تنقیح یہ ہے کہ چادر نبوت حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی کبھی پہنائی گئی یا نہیں؟ اور صدیق امت کو بھی ظلی یا انعکاسی یا بروزی طور پر کسی دن محمد تسلیم کیا گیا یا نہیں؟ کیونکہ جب مشبہ بہ میں کوئی صفت حاصل نہ ہو اس وقت تک مشبہ کو اس کے ساتھ کوئی بھی وجہ تشبیہ نہیں ہوسکتی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کیلئے کمال فخر کا مقام ہے جس سے ان کا فنا فی الرسول ہونا نکلتا ہے جہاں اللہ

پاک نے قرآن مجید میں ہجرت رسول کی روایت فرما کر انّ اللّٰہ معنا کہا اور ان کی معیت کا اظہار فرمایا ہے۔ ہم کو دیکھنا چاہیے کہ معنا کا کیا نام رکھا گیا ہے؟ قرآن مجید نے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ لصاحبه ہے ۔ اب مرزا قادیانی دیکھیں جب صدیق امت اس مقام پر بھی جسکی توصیف قرآن مجید میں موجود ہے، اس سے بڑھ کر اور خطاب نہیں پا سکے تو پھر کوئی اور شخص یا خود آپ سیرت صدیقی کی کھڑکی سے داخل ہو کر کیونکر چادر نبوت اوڑھ سکتے اور نبی و رسول کہلا یا بن سکتے ہیں؟

مرزا قادیانی اسی اشتہار کے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں:

یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار ہا دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں۔

اس فقرہ سے ظاہر ہے کہ بروزی رنگ میں بذات خود محمد ﷺ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی لفظ بروز کو تناسخ کے ہم معنی استعمال کرتے ہیں حالانکہ اہل تناسخ کا خود ہی رد اور تکفیر کر چکے ہیں۔

(مرزا قادیانی کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء کی ارواح دوسرے اجسام میں حلول کرتی رہتی ہیں اور اسی کا نام بروز ہے وہ اس عقیدہ کو رکن ایمانیہ میں سے سمجھتے ہیں۔ آئینہ کمالات اسلام۔ صفحہ ۳۴۲ تا ۳۴۷۔ تک قابل ملاحظہ ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی بیوی کو ام المومنین کا خطاب دیا ہے۔ نزول المسیح صفحہ ۱۴۶۔۱۴۷۔ اب خدیجۃ الکبری کے رنگ میں بروز فرمانے میں کچھ دیر نہ ہوگی۔ قاضی سلیمان)

(نیز دیکھئے کہ مرزا صاحب کے سالے ڈاکٹر اسماعیل لکھتے ہیں: رمضان ۱۹۳۶ء کا ذکر ہے۔ قادیان میں لوگ حسب معمول لیلۃ القدر کی تلاش میں تھے کہ ایک روز مکرمی اخویم بابو فضل احمد بٹالوی مہاجر نے مجھے اپنی رؤیا سنائی کہ آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت (نصرت جہاں) لیلۃ القدر ہیں۔ میں پہلے تو اس فقرہ کو سن کر کچھ حیران سا ہوا۔ پھر مجھ پر بھی واضح ہو گیا کہ حقیقتاً انسان ہی لیلۃ القدر ہوتے ہیں نہ کہ زمانہ۔ زمانہ بعض مبارک وجودوں سے منور اور مبارک ہو کر لیلۃ القدر کہلانے لگتا ہے۔ مگر یہ خاصیت اس زمانہ کی نہیں بلکہ اس مبارک وجود کے فیضان کی ہے جو اسے بابرکت کر دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ اور مسیح موعود اور اسی طرح دیگر سب انبیاء کے زمانے ان کی برکات کی وجہ سے لیلۃ القدر کہلاتے ہیں اور جب تک ایسے وجود دنیا میں رہتے ہیں برکات کی ایک فضا عالم پر چھائی رہتی ہے۔ پس اگر چہ لیلۃ القدر کہنے کو ایک زمانہ یا ایک رات ہوتی ہے مگر اس کی پشت پر کسی زندہ وجود کے برکات ہوتے ہیں جو اسے بابرکت بنائے رکھتے ہیں۔ ان معنوں میں کیا شک ہے کہ حضرت علیا (نصرت) کا وجود بھی ایک بہت بڑی لیلۃ القدر

ہے۔مضامین ڈاکٹر محمد اسماعیل، جلد اول۔ص ۵۵۸۔ بہاء)

مرزا قادیانی سے دریافت طلب اس فقرہ کے متعلق یہ ہے کہ کیا آپ سے پیشتر بھی کوئی شخص بروزی رنگ میں نبوت محمدیہ سے مشرف کیا گیا ہے؟ اگر کوئی شخص ایسا گذرا ہو اور اسے آج تک مسلمان سمجھا جاتا ہو تو اس کا نام پیش کرنا چاہیے۔ اور اگر نہیں تو مرزا قادیانی نے یہ امکان کہاں سے قائم کیا؟ اور جب ہزاروں اشخاص ایسے ہی ہو سکتے ہیں تو اپنا نام محمد خاتم الانبیاء کیوں کر تجویز فرمایا؟ مرزا قادیانی کو خدا سے ڈرنا چاہیے کہ اس انداز کلام سے آپ نہ صرف اپنے لئے حصول نبوت کے خواستگار ہیں بلکہ زمان مستقبل کے واسطے بھی ہزاروں شوخ دیدہ لوگوں کیلئے جن میں دین و دنیا کی غیرت نہیں ہوتی ادعائے حصول نبوت محمدیہ کا دروازہ کھولتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے اسی اشتہار کے صفحہ ۵ میں اپنا نام نبی تجویز کر کے لکھا ہے کہ:

میرا نام محدث نہیں ہوسکتا کیونکہ تحدیث کے معنی کسی کتاب لغت میں اظہار غیب نہیں مگر نبوت کے معنی اظہار غیب ہے۔

توضیح مرام (جسکے ٹائٹل پیج پر بھی الہامی چھپا ہوا ہے مرزا قادیانی اسکے) صفحہ ۱۸ پر لکھ چکے ہیں:

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے،۔

مرزا قادیانی ان ہر دو فقرات کو دیکھیں اور بتلائیں:

کہ الہامی کتاب میں آپ نے خدا کی طرف سے محدث ہو کر آنا لکھا تھا، اور محدث کا ایک معنی سے نبی ہونا۔ اب اس اشتہار میں آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا نام محدث نہ رکھا جائے اور ایک معنی کی شرط بھی اٹھا کر صرف، نبی، کہا جائے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب سے پیشتر توضیح مرام کی یہ عبارت پڑھ لیں:

محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہوتا ہے۔

براہ مہربانی بتلائیں کہ اب جو آپ نے نبی و رسول بن کر نبوت محمدیہ کا دعویٰ کیا ہے تو آپ کی پہلی نبوت ناقصہ و نبوت جزئیہ میں کیا کسر تھی، اور اب وہ کیونکر پوری ہوگئی؟ دونوں حالتوں کا موازنہ بصراحت دکھلانا چاہیے۔ رہا یہ امر کہ محدث پر غیب ظاہر ہوتا ہے یا نہیں؟ سو توضیح المرام میں آپ نے لکھا ہے کہ محدث پر امور غیبیہ ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر اشتہار کی

عبارت سچی ہے اور تحدیث کے معنی کسی کتاب لغت میں اظہار غیب نہیں، تو آپ نے الہامی کتاب میں یہ معنی کیونکر لکھ دیئے تھے؟ اور اگر الہام نے یہ معنی بتلائے تھے تو اب اس سے انکار کرنے کی کیا ضرورت قوی آپڑی ہے؟

مرزا قادیانی سے یہ بھی التماس ہے کہ براہ مہربانی وہ حدیث شریف سیکون فی امّتی ثلاثون دجّالون کذّابون کلّھم یزعم انّه نبیّ (ترمذی۔ ج۲ص۴۵ باب ما جاء لا تقوم الساعة حتی یخرج کذابون) بھی شائع کریں اور مسلمانوں کو سمجھاویں کہ یہ تیس دجال وکذاب جس میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی اللہ گمان کرتا ہوگا امت محمدیہ کے اندر کس شان کے ہوں گے۔ آیا ان کا دعوی ظلی و بروزی طور پر نبی بننے کا ہوگا اور کس طرح؟ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بیان فرماویں کہ جب مسیلمہ کذاب، آنحضرت ﷺ کے حضور میں اقرار شہادتین کر چکا تھا اور تحریروں میں بھی آنحضرت ﷺ کا نبی ورسول ہونا تسلیم کرتا تھا صرف اتنی بات تھی کہ اپنے آپ کو بھی رسول کہتا تھا تو پھر اس کو کذاب کہنے کی کیا وجہ تھی۔ اور آپ کے دعوی میں اس سے مغائرت تھی؟ مرزا قادیانی یہ بھی بتلادیں کہ اگر آپ بائیس سال سے نبی ورسول ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ مریدان جناب کو اس دعوی کی آج تک خبر نہیں ہوئی۔ کیا یہ تفہیم جناب کی کوتاہی ہے یا فہم مریدین کا قصور ہے؟ اور اگر مریدین یہ عرض کریں کہ جب آپ خود ہی الہامی کتابوں میں من نیستم رسول (ازالہ اوہام۔ص ۱۷۸) لکھتے اور اپنے آپ کو محدث بتلاتے رہے تو ہم لوگوں کا کیا قصور، تب فرمایئے کہ اس راز داری، معمہ خوانی، چیستاں گوئی، نقاب افگنی سے کیا مدعا تھا؟ کیا انبیاء اللہ میں سے اور کسی نبی نے بھی ایسا کیا ہے کہ ان کے دعوی نبوت ورسالت کی خبر ان پر ایمان لانے والوں کو سال ہا سال تک نہ ہوئی ہو؟

مرزا! آپ اپنی کتاب تبلیغ صفحہ ۷۹۔۸۰ پر ایک نظر ڈالیں، آپ نے بیان کیا ہے:

جب حضرت کو معلوم ہوا کہ ان کی امت نے لوگوں کو راہ حق سے دور پھینک کر ہلاک کر ڈالا ہے اور خود بغی وعصیان میں گرفتار ہے، تو انہوں نے اللہ سے ایک نائب کی درخواست کی جو انہی کی حقیقت وجوہر کا مشہد ومشابہ اور بمنزلہ ان ہی کے اعضا وجوارح کے ہو، اللہ نے ان کی دعا کو قبول فرما کر میرے دل میں مسیح کے دل سے پھونکا گیا۔ اور مجھے توجہات، و، واردات مسیح کا ظرف بنایا گیا حتی کہ میرا نفس وتسمہ اس سے بہرہ ہوگیا۔ اور اب میں وجود مسیح کے سلک میں اس طرح پرویا گیا ہوں کہ ان کا روح میرے نفس

کے اندر عیاں ہے اور ان کا وجود میرے اندر پنہاں مسیح کی جانب سے ایک برق کوند کر آئی اور میری روح نے اس سے کامل طور پر ملاقات کی مجھے وجود مسیح کے ساتھ جو الصق (تعلق؟) ہوا ہے وہ تخیل سے بڑھ کر ہے گویا میں خود مسیح بن گیا ہوں اور اپنی ہستی سے جدا ہو چکا ہوں میرے آئینہ میں مسیح کا ہی ظہور و تجلی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ میرا دل میرا جگر میری عروق میرے اوتار وجود مسیح سے ہی بھرے ہوئے ہیں اور میرا یہ وجود مسیح کے جو ہر وجود کا ہی ایک ٹکڑا ہے۔

اس وحدت وجود پر غور اور مکرر غور کے بعد مرزا قادیانی بتلائیں کہ جب آپ بالکل مسیح ہی بن گئے، تو پھر آپ کا آیت خاتم النبیین کے بعد نبی و رسول بننا کیوں ختمیت محمدی کے منافی نہیں کیونکہ آپ مرزا غلام احمد تو رہے نہیں، روح اور جسم سے مسیح بن چکے اور اپنی پہلی ہستی سے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ نیز قدیم مسلمانوں کے عقیدہ نزول مسیح پر جو خود من گھڑت اعتراضات آپ نے کئے ہیں وہ کیوں کر آپ پر وارد نہیں ہوئے؟ اس کا جواب دینے سے پیشتر یہ یاد رکھنا ہوگا کہ آپ گوشت پوست سے بالکل مسیح ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیں کہ ایک دفعہ مسیح بن جانیکے بعد پھر جزوی طور پر آپ آنحضرت ﷺ کب اور کیونکر بنائے گئے؟ اور اگر یہ صحیح ہے کہ الہام براہین امیں آپ کو محمد رسول اللہ بنایا گیا تھا تو پھر اس کے بعد مسیح بنائے جانے میں جو منفیت ہوئی اس کی وجہ کیا ہے؟

آنحضرت ﷺ کا سید الانبیاء ہونا امید ہے کہ اب تک مرزا تسلیم کرتے ہونگے، اور اگر آپ مسیح پہلے بنائے گئے اور محمد خاتم الانبیاء بعد میں تو الہام براہین کے کیا معنی ہیں؟ نیز یہ واقع کب ہوا؟ اور وحدت وجود مسیحی سے آپ کو جدا کر کے وحدت وجود محمدی کا درجہ و شرف کب عطا ہوا؟

تبلیغ کے بعد ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳ کو لیجئے آپ نے کہا کہ آیت و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میری شان میں ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے مراد آنحضرت ﷺ نہیں ہو سکتے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا نام جمالی وجلالی صفت کی رو سے محمد ﷺ ہے اور احمد سے مراد صرف جمالی شخص ہے (جو خود مرزا قادیانی ہیں)

مرزا قادیانی بتلائیں کہ ازالہ اوہام لکھتے وقت آپ نے ایک آیت کے تمسک سے اپنے آپ کو محمد ﷺ کا غیر بنایا تھا اور غیر ہونے کے وجوہات بھی خود ہی تحریر کئے تھے تو اب آپ خود ہی محمد کیونکر ہو گئے؟ براہ مہربانی بتلایئے کہ آیت مبشرا برسول ... سے آپ کا تمسک کرنا غلط تھا یا آیت محمد رسول اللہ سے استدلال غلط ہے اور چونکہ ازالہ اوہام بھی الہامی کتاب ہے اس

لئے کون سا الہام غلط ہے اور منشاء غلطی کیا ہے؟

ناظرین! مرزا قادیانی کو جواب باصواب پر غور کرنے کے لئے چھوڑ کر مرزا قادیانی کے رنگ آمیز دعاوی کی بہار دیکھیں ۔ پہلے آپ مجدد بنے اور پھر براہین کے چند مقامات پر حضرت مسیح کے دوبارہ نزول اور سیاست ملکی کو تسلیم کر کے خود ان کی پہلی زندگی کا نمونہ بننا تجویز و پسند فرمایا ۔ پھر (توضیح مرام وازالہ اوہام وغیرہ میں) وفات مسیح کا دعوی باندھ کر ان کے مثیل و جانشین بنے ۔ پھر مسیح کو اپنے منبر پر قدم رکھنے سے ڈانٹ بتانے لگے پھر (تبلیغ میں) خود مسیح کا وجود کہلائے ۔کبھی حضرت فاروقؓ کی نظیر پیش کر کے محدث کہلائے اور کبھی لا مھدی الّا عیسی کی وضعی روایت کے تمسک سے مہدی وعیسی (ازالہ اوہام میں) دونوں خود ہی بنے ۔ کبھی ملہموں پر فضیلت جتانے کے لئے خلیفہ وقت و امام زمان کہلائے (رسالہ ضرورۃ الامام) کبھی حضرت سلمان فارسی والی حدیث ، رجل ،کا شرف حاصل کرنے کے لئے (ازالہ اوہام میں) فارسی النسل ہونے کا اظہار کیا اور کبھی اپنے آپ کو خاندان شاہی میں بتلانے کیلئے سمرقندی الاصل ہونا بتلایا،کبھی اپنی زمینداری کو بھی مطابق پیش گوئی بنانے کے لئے حدیث ، حارث حراث ، کا مصداق ٹھہرایا،کبھی اپنی رسالت کے ثبوت میں آیت و مبشراً برسول یاتی ...کو پیش کر کے احمد بن گئے ۔اب اشتہار ہذا (ایک غلطی کا ازالہ) میں محمد ہونے کا دعوی ہے۔ فارسی النسل بننے کی جگہ خاندان سادات سے تعلق کا اظہار کیا ہے کہ ایک دادی سیدانی تھی۔ محدث کے کمالات کو دل سے محو اور حضرت عمر فاروق کی نظیر چھوڑ کر اب سیرۃ صدیقی کا تذکرہ ہے ۔ یہ جملہ مراتب اور جمیع مناسب الہامی کتابوں میں درج ہیں اور مریدان خوش فہم کیلئے بمصداق ، ہر چہ پیدا شود از دور پندارم توئی ، ہر ایک پیش گوئی کے مورد خاص اور مصداق صحیح مرزا قادیانی ہی بنے ہوئے ہیں ۔

مرزا قادیانی اشتہار مذکورہ میں کہتے ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ محمد ﷺ کے کمالات مع آنحضرت ﷺ کی نبوت کے مجھے دیئے گئے ہیں ۔ دریافت طلب یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک آنحضرت ﷺ بھی صاحب شریعت ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ مرزا قادیانی کو نبوت تو محمد ﷺ کی ہی ملی اور مع ذلک صاحب شریعت ہونے کا افتخار حاصل نہ ہو؟ معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز اس راز کو مخفی رکھنے میں کوئی مصلحت حائل ہے ۔آخر ایک ایسا دن آئے گا جب آپ صاحب شریعت ہونے کا بھی صاف لفظوں میں اقرار کر کے اس غلطی کو بھی بے چارے مریدوں کے سر تھوپیں گے ۔اور جس طرح آپ نے آج من نیستم رسول ..کے معنی

من رسول ہستم بتلائے ہیں اسی طرح آگے چل کر ان الفاظ منفیہ کو بھی مثبتہ فرماویں گے۔ اور اس وقت بتلایا جائے گا کہ مسیح نے باوجود اتباع شریعت موسوی چند احکام منسوخ کر دیئے تھے اسی طرح مجھ کو بھی بوجہ زیادہ اتباع شریعت محمدی کے ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی تصنیفات کو غور سے دیکھنے والے پر مخفی نہیں رہ سکتا کہ انہوں نے صاحب شریعت نہ ہونے پر بھی کس قدر ترمیم واصلاح شریعت محمدیہ بزعم خود کر دی ہے۔ سب سے زیادہ ضروری حصہ اسلام میں عقاید کا ہے اسی میں بہت کچھ مرزا کے خلاف پایا جاتا ہے مسلمان اپنے بچوں کو صفت ایمان مجمل ان الفاظ میں یاد کرایا کرتے ہیں:

آمنت باللّٰہ و ملا ئکتہ وکتبہ و رسلہ و البعث بعد الموت۔

مرزا قادیانی بھی اس جملہ پر اپنا ایمان لانا تحریر فرما چکے ہیں لیکن جو کچھ انہوں نے ہر ایک نمبر پر شریعت محمدیہ سے عدول کیا ہے اسے مختصراً ظاہر کیا جاتا ہے:

(مرزا قادیانی کو اپنے کلام پر وہی تحدی ہے جو قرآن پاک کو، براہین سے تمسک ہے جو مسلمانوں کو قرآن سے، فرقہ کا نام بھی احمدی رکھ لیا ہے، حالانکہ الہام براہین، ص ۲۴۲ میں محمدی رہنے کی ہدایت ہوئی تھی۔ کیا یہ سب امور صاحب شریعت ہونے کی تمہید نہیں؟)

اللہ پاک کی نسبت: شرع محمدیہ نے ہم کو بتلایا ہے کہ خدا ایک ہے، کسی کا باپ ہونے یا فرزند بننے سے پاک ہے۔ نہ وہ جسم ہے اور نہ وہ کسی جسم میں تشکل لیتا ہے۔ وہ اپنی ذات و صفات میں یگانہ ہے۔ اللہ کو ثالث ثلاثہ کہنے والے ملعون ہیں۔ روح القدس، مسیح، جملہ ملائک، اور انبیاء سب اس کے بندے ہیں۔

اب مرزا قادیانی کے الہامات وتحریرات کو دیکھئے موعود اور الہامی فرزند کا خطاب ان الفاظ میں درج فرماتے ہیں:

فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کانّ اللّٰہ نزل من السّماء۔ (تذکرہ طبع ۲۔ ص ۱۴۴) (گویا اللہ خود آسمان سے اتر آیا)

یہاں آپ نے خدا تعالی کا جسم انسانی میں متشکل ہونا مان لیا ہے۔ پھر مسیح کے نزول من السماء پر تو آپ کو سو اعتراض ہیں مگر اللہ پاک کے نزول من السّماء پر اور وہ بھی اپنا فرزند بنا کر ایک اعتراض بھی نہیں۔ اپنے اقتدار سے کن کہنے اور زمین و آسمان کے پیدا کرنے کا دعوی کرتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۰۵)

پھر ایک اور الہام یہ ہے: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں (حقیقۃ الوحی۔ص ۷۴)
مرزا قادیانی کے مذہب میں اس کو لم یلد و لم یولد کا ترجمہ کہنا چاہیے۔ایک اور الہام یہ ہے:
تو میرے سے ایسے ہے جیسے میری توحید۔(حقیقۃ الوحی۔ص ۸۶)

یہاں مرزا قادیانی نے اپنا درجہ صفات ربانی کا قرار دیا اور انسان فانی ہو کر ازلی وابدی ہونے کا دعوی کیا۔توضیح المرام میں تثلیث پاک کا مذہب نکالا اور روحانی طور پر مسیح کا اور اپنا ابن اللہ ہونا صحیح بتلایا۔ایک اور الہام مرزا قادیانی ہے انت منّی بمنزلۃ ولدی (ایضاً)

ملائکہ کے متعلق: شرع نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ نورانی جسم والے اللہ کی مخلوق ہیں۔کسی گروہ کا کام تسبیح وتقدیس ہے،کوئی ہوا پر موکل ہے کوئی پانی پر،کوئی رزق رسانی پر۔کوئی قبض ارواح پر۔کوئی سوال مقبور پر،کوئی نفخ صور پر۔پر وہ مومنین کی شیاطین سے حفاظت کرتے ہیں اور انبیاء اللہ کی نصرت کے لئے بارہا زمین پر آتے ہیں۔اور وہ اہل ایمان کیلئے دعائے مغفرت وتوفیق طاعت میں مشغول رہتے ہیں۔جبریل انبیاء اللہ کے پاس وحی پاک لایا کرتے تھے آنحضرت ﷺ کے ساتھ قرآن پاک کا دور کیا کرتے تھے۔چند غزوات میں مسلح ہو کر آنحضرت ﷺ کی نصرت وخدمت کے لئے آئے تھے۔عزرائیل قبض ارواح پر مامور ہیں۔بہت سے فرشتے جو نیک بندوں اور بدکاروں کی جان نکالنے پر جدا جدا مامور ہیں ان کے ماتحت ہیں۔

مرزا قادیانی کو دیکھئے (ازالہ اوہام میں) وہ کہتے ہیں کہ ملائکہ نام ہے ستاروں کی ارواح کا، جو ایک قدم بھی اپنے ہیڈ کوارٹر سے آگے پیچھے نہیں ہوتیں۔آفتاب کی روح کا نام جبریل ہے وہ بھی کبھی زمین پر نہیں آیا۔جبریلی نور ہر ایک پر پڑتا ہے، نبی پر بھی اور فاسق پر بھی۔اس رنڈی پر بھی جو شراب پیئے یار کو بغل میں لئے پڑی ہو۔فرق صرف اتنا ہے جتنا چھوٹے بڑے آئینہ کا۔عزرائیل زمین پر نہیں آتے۔اور اکیلا فرشتہ اتنی بڑی دنیا میں خصوصاً بیماری اور جنگ کے ایام یہ خدمت کیونکر کر سکتا ہے۔

کتابوں کی نسبت: شرع محمدیہ نے ہم کو سکھلایا ہے کہ جملہ کتابوں پر ایمان لانا چاہیے۔تورات، زبور، انجیل کو نور ہدایت سمجھنا چاہیے اور قرآن پاک کو ان سب کا قول فیصل تسلیم کرنا چاہیے۔مرزا قادیانی کو دیکھئے کہ تورات میں جو قصہ حضرت ایلیا کے بجسدہ العنصری رفع الی السماء کا ہے اس سے انکار کرتے ہیں اور انجیل میں حضرت مسیح نے جن صاف اور صریح اور نہایت واضح الفاظ میں اپنے دوبارہ قبل از قیامت تشریف لانے کا ارشاد فرمایا ہے اس سے روگرداں

ہیں۔قرآن مجید جب حضرت مسیح کے قتل وصلب کی نفی کرتا ہے تو مرزا قادیانی پرزورالفاظ میں ان کا صلیب پر لٹکائے جانا بیان کرتے ہیں۔اوراس سے بڑھ کر یہ ہے کہ آیات قرآنیہ میں جن الفاظ کو اپنے مطلب کے خلاف پاتے ہیں ان کو حذف کر کے ازسرنو نظم قرآنی قائم کرتے ہیں جس کی نظیر ازالہ اوہام میں آیت او ترقی فی السّماء موجود ہے۔

انبیاء کی نسبت: شرع محمدیہ نے ہم کو بتلایا ہے کہ جملہ انبیاء صداقت اور تبلیغ میں مساوی درجہ رکھتے ہیں سب پر یکساں ایمان لانا ہم پر فرض ہے ایک نبی کی تکذیب یا توہین جملہ انبیاء کی تکذیب وتوہین ہے۔انبیاء کرام کے پاس وحی الٰہی پاک فرشتوں کی حفاظت کے ساتھ بھیجی جاتی ہے جس میں کبھی شیطان دخل نہیں کرسکتا۔اور نہ انبیاء کو وحی ربانی کے متعلق کوئی غلط فہمی یا شک پیدا ہوسکتا ہے۔حضرت نوحؑ ،حضرت ابراہیمؑ ،حضرت موسیٰؑ ،حضرت عیسیٰؑ ،حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اولوالعزم رسول ہیں۔اوران کو خاص فضیلتیں حاصل ہیں۔محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں۔قیامت تک آپ کے بعد نہ کوئی نبی بنایا جائے گا اور نہ رسول۔آنحضرت ﷺ کے اقرار رسالت اور نصرت کا میثاق جملہ انبیاء سے لیا گیا ہے۔اس کے مقابلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیم وتفہیم یہ ہے:

> انبیاء کی جماعت کثیر نے جھوٹی پیش گوئیاں بھی کی ہیں۔انبیاء نے دھوکہ کھا کر شیطانی الہام کو ربانی وحی بھی سمجھ لیا۔شیطانی کلمہ کا دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔کچھ تعجب نہیں کہ آنحضرت ﷺ کو قرآن مجید کے بعض الفاظ کے معانی و حقیقت معلوم نہ ہوئی ہو۔(دیکھو ازالہ اوہام۔ص ۶۲۸ ، ۶۲۹ ، ۶۹۱)
>
> مسیح کا مکاشفہ صاف نہ تھا حضرت مسیح ہدایت وتوحید ودینی کام میں ناکامیاب رہے۔
>
> مسیح کے معجزات، عجوبہ نمائی تھے۔میں ان کو مکروہ وقابل نفرت سمجھتا ہوں (ازالہ اوہام۔ ص ۳۰۱ ، ۳۰۹ ، ۶۹۰)

کیا اس تعلیم سے انبیاء ورسل کی عصمت ومعجزات اور معرفت وکمالات کی عظمت وہی قائم رہ سکتی ہے جس کا قائم رکھنا شریعت محمدیہ نے فرض بتلایا ہے؟

بعث بعد الموت: اللہ نے قرآن میں حضرت خلیل الرحمٰن کا قصہ بیان فرمایا ہے جس میں چند زندہ پرند کو ذبح کرنے ان کے گوشت پہاڑیوں پر پھینک دینے اور پھر حضرت خلیل الرحمٰن کی آواز پر پرندوں کا زندہ ہونا مذکور ہے اور بتلایا گیا ہے کہ مردوں کا زندہ کیا جانا اس طرح پر ہوگا۔

پھر ایک بزرگوار کا دوسرا قصہ بیان فرمایا ہے جنھوں نے ایک پرانی بستی کے خرابہ کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ لوگ کیوں کر زندہ کئے جائینگے؟ اللہ نے ان کی سواری کو اور انکو موت دی۔ اور سو سال کے بعد پہلے ان کو زندہ کیا پھر انکی آنکھوں کے سامنے حمار کے گرد وغبار کو گوشت پوست سے مبدل فرمایا۔ انہوں نے ہڈیوں پر گوشت کو چڑھتے اور مٹی سے جسم حیوانی کو بنتے اور مردہ کو زندہ ہوتے بھی دیکھا۔ اور پھر یہ بھی دکھایا گیا کہ طعام ذرا بھی نہ بگڑا تھا۔ اس میں دونوں باتیں دکھلائی گئی ہیں کہ خدا اس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے اور اس طرح اپنی حفاظت سے جسے چاہتا ہے بچا لیتا ہے۔ مرزا کو دونوں قصوں کی حقیقت سے انکار ہے۔ حضرت خلیل الرحمٰنؑ کے قصہ کو گوبر اور دہی کی آمیزش سے بچہ پیدا ہو جانے کی ترکیب پر محمول کرتے ہیں اور دوسرے قصہ کو ایک خواب سے بڑھ کر نہیں مانتے۔

احوال برزخ اور عذاب ونعم قبر کی احادیث: ان کا فیصلہ مرزا قادیانی اس طرح کرتے ہیں کہ موت کے بعد ہی انسانی روح جنت یا دوزخ میں چلی جاتی ہے۔ اب اگر ان سے جنت یا دوزخ کی حقیقت پوچھئے تو اور ہی گل کھلاتے ہیں۔

مرزا قادیانی کو موازنہ کرنا چاہیے کہ کیا یہی وہ عقاید ہیں جو شریعت محمدیہ نے تعلیم کئے ہیں۔ اور کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خود بدولت صاحب شریعت بھی ہیں؟

عقاید کے بعد عادات وعبادات ومعاملات میں بھی ایسی ہی مثالیں مل سکتی ہیں۔ اور معترضین نے پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی شرع محمدی سے دیدہ دانستہ تخلف کرتے ہیں۔ میں اس لئے ان کا ذکر نہیں کرتا کہ ان سے ذاتیات پر حملہ کرنے کا شبہ ہوتا ہے۔

میرے نزدیک قابل غور صرف یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی، محمد بن سکتے ہیں تو پھر صاحب شریعت کیوں نہیں؟ شائد انہوں نے سوچا ہو کہ میں صاحب شریعت ہونے سے انکار کر کے بہت سی ملامتوں اور اعتراضوں سے بچ سکوں گا۔ لیکن یہ خیال نہ کیا جب وہ نبوت محمدیہ کو لیکر بروز فرماتے ہیں تو پھر آنحضرت ﷺ کیلئے یہ کس قدر منقصت کا باعث ہے کہ کسی زمانہ میں حضور ﷺ کی نبوت بلا شریعت بھی پائی جائے۔ یہ مقام تو بہت ہی غور کے قابل تھا۔ اسی اشتہار کے صفحہ ۵ میں قادیانی نے اپنے آپ کو محمد ثانی بھی کہا ہے اور اسی اشتہار میں کمال اتحاد کی وجہ سے نفی غیریت بھی کی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اول اور ثانی کا اطلاق غیریت جتلانے کیلئے کیا جایا کرتا ہے یا غیریت کی نفی کرنے کو؟ مرزا قادیانی نے تو، من تو شدم تو من شدی، کہہ کر کمال اتحاد کا ثبوت دیا ہے۔

اول۔ تو جب تک، من، کہنے والا اپنے آپ کو من اور مخاطب کو، تو، کہنے کی حالت میں

ہے اس وقت تک کیوں کر سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ منی اور توئی کی تقیدات سے نکل گیا ہے؟

دوم ۔مرزا قادیانی کو تو محمد بن جانے میں وہ شرف ہوسکتا ہے جو ذرہ ناچیز کو آفتاب جہاں تاب بننے میں، مگر سیدالانبیاء وفخر رسل کو غلام احمد بننے کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے؟ معاذ اللہ

مرزا قادیانی کی تصنیفات دیکھنے سے جو تجربہ مجھے حاصل ہوا ہے اس پر بھروسہ کر کے میں کہہ سکتا ہوں کہ محمد ثانی مرزا قادیانی اس لئے بنے ہیں کہ، نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول، آپ کے پیش نظر ہے ۔ چنانچہ پہلے مرزا قادیانی مثل مسیح بنے تھے مگر پھر مسیح کے مکاشفہ کو مکدر بتلایا اور ان کے معجزات کو اپنے لئے ننگ و عار سمجھا، آنحضرت ﷺ پر جزوی فضیلت کثرت براہین و دلائل میں آپ اپنے لئے تجویز کر ہی چکے ہیں ۔

اب میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ جن پیش گوئیوں کی بنیاد پر مرزا قادیانی نے اپنی غیب اور غیب دانی کی بنا پر نبوت ورسالت کا اظہار کیا ہے وہ کیا حالت رکھتی ہیں مرزا قادیانی نے اپنی پیش گوئیوں کی تعداد دوسو سے زیادہ تحریر کی ہے جن کی تفصیل نا معلوم محض ہے ۔ (نوٹ ۔ یہ ابتدائی بات ہے بعد میں دس لاکھ نشانوں کا اعلان کیا ۔ دیکھو تذکرۃ الشہادتین ۔ ص ۴۱)

اسلامی دنیا کی نگاہ ایک صرف ایک ہی پیش گوئی پر ہے جس کا تعلق مرزا قادیانی کی ذات خاص سے ہے ۔محمدی بیگم کے متعلق الہامی الفاظ جو مرزا قادیانی پر نازل ہوئے ہیں ۔ وہ انّا زوّجنا کھا، ہیں ۔ زوّجنا کھا ماضی کا صیغہ ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ اللہ پاک کے حکم سے تزویج ہوچکی ہے ۔ اگر یہ ارشاد ربانی ہے تو تعجب ہوتا ہے کہ تدابیر انسانی کیوں کر اسے ملیا میٹ کرسکیں کہ وہ عفیفہ دس بارہ سال سے اپنے جائز شوہر کے گھر میں آباد وشاد ہے ۔

مرزا قادیانی ! میں خیال کرتا ہوں کہ اس پیش گوئی کا حوالہ آپ کے دل دردمند کو دکھاتا بھی ہے مگر آپ فرمائیں کہ میری غرض نہ گستاخی ہے نہ آپ کو صدمہ پہنچانا ۔ بلکہ صرف اس پیشگوئی کا ذکر کیا گیا ہے جس سے بذات خود جناب والا کو قلبی وشغفی اور روحی و جانی تعلق ہے ۔اسی ایک الہام پر آپ کے اظہار غیب کی قابلیت اور اس قابلیت کی بنیاد پر صداقت دعوی رسالت و نبوت کا بہت کچھ اندازہ ہوسکتا ہے ۔اس بارہ میں میری التماس یہ ہے کہ مرزا غلام احمد ایک مستقل رسالہ تحریر فرمائیں جس میں ناکامی یا دیر کے وجوہ اور دلائل مفصل درج ہوں ۔اس کتاب میں یہ بھی ذکر کیا جائے کہ اصل الہام میں باکرہ یا ثیبہ کا لفظ کیوں ہے ۔ کیا الہام کنندہ کو یہ خبر تو ہوگی کہ اس مستورہ نے آپ کی زوجہ تو ضرور بننا ہے مگر یہ اطلاع کیوں نہ ہوئی کہ اس کا پہلا نکاح ہوگا یا پچھلا ۔

صورت سوال یہ ہے کہ حرف ، یا ، شک کے موقعہ پر بولا جایا کرتا ہے۔ اگر یہ الہام عالم الغیب کی جانب سے ہے، تو اسے شک کیوں ہوا ؟ اور جب الہام اظہار غیب کے لئے آپ پر نازل ہوا ہے تو شکیہ جملہ سے حتمی طور پر اظہار غیب کیوں کر متصور ہو سکتا ہے؟

مرزا قادیانی سے یہ بھی التماس ہے کہ جو مرد تکمیل یافتہ ہیں ان کے نام شائع کر دیں تاکہ ناتمام کو مخالفین کے ساتھ حوصلہ بحث نہ رہے۔ اور مسلمانوں کو لازم ہے کہ جن کے پاس مرزا قادیانی کی عطیہ سند نہ ہو، اسے ہمیشہ ناقص ہی سمجھتے رہیں۔

مریدان مرزا قادیانی سے التماس ہے کہ کوشش فرما کر داغ ناواقفیت کو مٹائیں۔ ورنہ رسول پاک سے ایسے استغناء ایسی لاپرواہی تو کفران نعمت بلکہ کفر حقیقت ہے۔

و السّلا م علی من اتّبع الھدی ۔

(منقول از احتساب قادیانیت ۔ جلد ۶ ص ۳۰۲ تا ۳۱۷)

ہم نے مرزا کو کیوں چھوڑا؟

مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس سوال عنوان بالا کا جواب یہ ہے کہ اب اس کے تعاقب کی ضرورت باقی نہیں رہی اس کا کام تمام ہو گیا ہے۔ اب اس سے بحث مسائل تحصیل حاصل وتطویل لا طائل ہے اس اجمال کی تفصیل بقدر ضرورت کی جاتی ہے کہ جب مرزا نے اپنی تحریرات و رسائل میں عقاید باطلہ مخالفہ اسلام شائع کئے تو اسلامی دنیا میں ایک تہلکہ سا مچ گیا اور دنیا بھر کے عالمان دین کی طرف سے (جن کو وہ عقاید پہنچے) اس پر لعن طعن کا مینہ برسنا شروع ہو گیا۔

پھر ازانجملہ بعض علماء کرام اور اعیان اسلام کا یہ خیال رہا کہ اسکے عقاید باطلہ و مقالات مخالفہ اسلام کی طرف توجہ ہی نہ ہو، اور ایسے شخص کو کوئی عالم اسلام اپنا مخاطب ہی نہ بناوے، اور مخاطب صحیح نہ سمجھے۔ اور اپنے خطاب سے اس کو عزت ووقعت نہ دے، وہ عقاید یوں ہی مضمحل و بے اعتبار ہو جائیں گے۔ اور اس سے بحث وخطاب کرنے سے وہ عقاید مشتہر ہوں گے، اور کسی نہ کسی کے دل میں وہ جگہ پکڑ لیں گے۔ لیکن اکثر علماء کا خیال رہا کہ اس کے وہ عقاید قبیحہ و مقالات شنیعہ بذریعہ اس کی تحریرات واشتہارات جا بجا پھیل چکے ہیں اور بہت سے ناواقف مسلمان ان عقاید کو دیکھ کر اس کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں اور آئندہ پھنسیں گے۔ اسکے خطاب سے سکوت واعراض اس صورت میں مناسب تھا کہ اس کے خیالات دنیا میں نہ پھیلتے اور جس حالت میں کہ وہ اکثر بلاد میں پھیل چکے ہیں اور عوام مسلمانوں کا ان میں پھنس جانا وقوع میں آ چکا ہے تو اس کو نالائق خطاب سمجھ کر اس کی بحث وخطاب سے سکوت کرنا اس بیت کا مصداق ومورد بنتا ہے:

اگر بیند کہ نابینا و چاہ است — اگر خاموش بنشیند گناہ است

ان دور اندیش لوگوں میں سے ایک خاکسار بھی تھا جس نے رد وابطال عقائد مرزا کا بہت حصہ لیا اور پورے پانچ سال تک اس کا ایسا تعاقب کیا کہ اس کو گھر تک پہنچا دیا بلکہ زندہ در گور کر دیا اور اس کے اصول وفروع مذہب باطل سے کوئی ایسا مسئلہ نہ چھوڑا جس کا ابطال دلائل شرعیہ وبراہین عقلیہ سے نہ کیا اور اس کا فساد وکساد ظاہر نہ کر دیا ہو۔ یہاں تک کہ اس بحث ورد تفصیلی سے وہ خوف واندیشہ عوام بدام مکاید ومغالطات اس دشمن اسلام کا اٹھ گیا اور یہ یقین حاصل ہو گیا کہ

ناظرین وسامعین عقاید باطلہ مرزا سے جو شخص خاکسار کی بحث و رسائل کو دیکھے یا سنے گا وہ اس کے دام تزویر میں نہ پھنسے گا۔ اور جو متعصب یا احمق صرف کلام مرزا کو پڑھ کر یا سن کر یک طرفہ فیصلہ کر لے گا اور اس کا رد و جواب نہ دیکھنا چاہے گا اس کے حق میں ابدالد ہر رد مرزا میں مصروف رہنا کوئی فائدہ و اثر نہ دکھائے گا۔ یہ سوچ کر خاکسار نے اعلان ذیل مشتہر کیا جو اشاعۃ السنہ جلد شانز دہم صفحہ ۳۰۴ میں بالفاظ ذیل درج ہے۔

موقوفی جنگ کا اعلان

قادیانی صاحب! چار سال کامل ہماری آپ کی جنگ رہی۔ اب ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں۔ اور آئندہ آپ سے جنگ کرنی نہیں چاہتے۔ اب ہم کو پرانے عیسائیوں اور آریوں اور (اگر مسلمان مدد یں تو) تہذیب اخلاق جدید کے مقابلہ کی مہم درپیش ہے آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کرینگے تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔ آپ سکھوں آریوں اور عیسائیوں کو مخاطب کر کے ٹکے کماویں مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ چھوڑ دیں آپ اس امر کو نہ مانیں گے تو پھر جنگ قائم رہیگی

اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ　　　وگر جنگ جوئی ندارم درنگ

اس اعلان پر بھی آپ نے سکوت اختیار نہ کیا اور پھر بھی چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رکھا تو ایک سال کے بعد ہم نے دوبارہ اعلان جلد ہژدہم کے ص ۲۳۳ میں مشتہر کیا جو ذیل میں منقول ہے:

موقوفی جنگ کا دوبارہ اعلان

۱۸۹۶ء میں ہم نے قادیانی کو موقوفی جنگ کا اعلان دیا تھا پر اس نے موقوفی جنگ کو منظور نہ کیا اور ہم سے چھیڑ چھاڑ کو نہ چھوڑا لہذا ہم کو بھی بمجبوری اس کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اب ہم نے اس کو دوبارہ شکست دی اور اس کی الہامی گولہ باری و اندازی تیر اندازی بند کر دی جس کی تشریح نمبر ۸ و ۹ جلد ہذا (ہژدہم) میں ہو چکی ہے لہذا ہم دوبارہ موقوفی جنگ کا اعلان دیتے ہیں وہ آئندہ ہم سے تخاطب نہ کرے گا تو ہم بھی اس کا تعاقب نہ کریں گے۔ وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ کرنے اپنی دکان کی رونق سمجھ کر اس کو ترک کرنا نہ چاہے تو اس کے نیک خیال پیرو جو دھوکہ میں آ کر اس کے اتباع میں پھنس گئے ہیں اس کو سمجھاویں اور کہیں کہ اب اشاعۃ السنۃ کو ان یونی ٹیرین عیسائیوں کی جو اس وقت اسلام پر سخت بے رحمی و ناانصافی سے تلوار چلا چکے ہیں خبر لینے دیں اپنے مقابلہ میں اس کے

اوقات کو مصروف نہ کریں۔

اس اعلان کو دیکھ کر بھی اس کا منہ بند نہ ہوا تو خدا تعالیٰ نے اس کا شر اور بحق اہل اسلام و دیگر اقوام اس کا ضرر اٹھانے اور مٹانے کے لئے اس کی ضرر رساں طبیعت کے مادہ فاسد کو زیادہ تر اس طرف متوجہ کر دیا کہ وہ لوگوں کو دل آزار الہام اور ڈرانے والی پیش گوئیاں سنا کر ڈراوے اور دھمکاوے اور اس ذریعہ سے اپنا مذہب باطل پھیلاوے

اسی سلسلہ میں اس نے ایک پیش گوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو جس میں خاکسار (محمد حسین) اور دیگر دو اشخاص کے حق میں موت و عذاب کی دھمکی تھی مشتہر کر دی۔ اس پیش گوئی نے اس کو ملزم بنا کر عدالت مجسٹریٹ ضلع گورداسپور میں پہنچایا اور اس کے ساتھ خاکسار کو بھی جانا پڑا۔ اس الزام سے ان کی خلاصی و رہائی تب ہوئی جب کہ مجسٹریٹ نے اس سے حلفی عہد کرا لیا اور اقرار نامہ لکھوا لیا کہ وہ آئندہ ایسی پیش گوئی کسی شخص کے حق میں (مسلمان ہو خواہ عیسائی یا ہندو وغیرہ) نہ کرے گا اور نہ کسی کے حق میں بد دعا کرے گا اور نہ کسی کو مباہلہ کی طرف بلائے گا۔

اس امر کی تصدیق کے واسطے ہم اس مقام میں فیصلہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی نقل درج کرتے ہیں جس کو ہم مئی ۱۸۹۹ء میں جداگانہ چھاپ کر مجسٹریٹ موصوف کی خدمت میں (جو اس وقت کمشنر لاہور ڈویژن تھے، اور اس وقت سکرٹری گورنمنٹ پنجاب ہیں) ارسال کر چکے اور صاحب موصوف اس نقل کو مطابق اصل پا کر اس کی تصدیق فرما چکے ہیں۔

نقل فیصلہ مسٹر جے ایم ڈوئی۔ آئی سی ایس، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

بمقدمہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان: سرکار قیصر ہند مستغیث

بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور.. ملزم

الزام زیر دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری

ہم نے دو اقرار نامہ جات کا مسودہ مشتمل بر چھ دفعات تیار کیا ہے جس کو مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے خوشی سے منظور کر لیا ہے۔ ان اقرار نامجات کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کاروائی مسدود کی جائے لہٰذا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو رہا کرتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے برخلاف کوئی کاروائی نہ کی جائے۔

دستخط: جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

نقل اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی بمقدمہ فوجداری اجلاسی مسٹر جے اے ڈوئی، ڈپٹی

کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مرجوعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء۔ فیصلہ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء۔ نمبر بستہ قادیان

سرکار دولتمدار بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔ ملزم۔

الزام زیر دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری

میں مرزا غلام احمد بحضور خداوند تعالی باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ:

۱۔ میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الہی ہوگا۔

۲۔ میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الہی ہے یہ ظاہر کردے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳۔ میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا جو ایسا منشار رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا، یا مورد عتاب الہی ہوگا۔ (یہ تفسیر مشتہر کی طرف سے نہیں بلکہ عدالت کے الفاظ ہیں جو مجسٹریٹ نے بوقت اقرار نامہ پڑھنے کے بطور تفسیر خود کہے تھے)

۴۔ میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں۔ یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال، کافر، کاذب، بطالوی نہیں لکھوں گا (بٹالوی کے ہجے بٹالوی ہونے چاہییں، جب یہ لفظ بطالوی کر کے لکھا جاتا ہے تو اس کا اطلاق باطل پر ہوتا ہے)۔ میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا انکے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کرونگا جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا احتمال ہو۔

۵۔ میں اس بات سے بھی پرہیز کرونگا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لئے بلاؤں کہ وے خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں

تا کہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کے لئے بلاؤں گا۔

۶۔ جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دونگا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ میں اقرار کیا ہے

العبد: مرزا غلام احمد۔ بقلم خود۔ گواہ شد خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی وکیل

۔ دستخط: جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

اسی مضمون کے اقرار نامہ پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس میں بجائے اس اقرار لینے کہ بٹالوی کو بطالوی ط سے نہ لکھا جائے گا یہ اقرار لیا گیا ہے کہ قادیانی کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جاوے گا۔ میں اس اقرار نامہ پر عمل کرونگا۔ اور اس پر دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اس پر کاربندر ہیں۔

وازانجا کہ یہ فیصلہ میرے منشاء اور اس تجویز موقوفی جنگ کے جس کی بابت میں دو دفعہ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸ وغیرہ میں اعلان مشتہر کر چکا ہوں عین مطابق ہوا ہے لہذا میں آئندہ قادیانی سے کبھی کسی قسم کا مباحثہ کرنا نہیں چاہتا اور نہ اس کی ضرورت سمجھتا ہوں اور جو اس سے پہلے پانچ چھ سال تک ہوتا رہا ہے اس کو کافی ووافی سمجھتا ہوں، وہ بھی اپنی تحریر میں مجھے مخاطب نہ کرے۔

المشتہر: ابوسعید محمد حسین اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ منمقام بٹالہ ضلع گورداسپور

یہ فیصلہ ہمارے منشاء کے عین مطابق ہوا ہے جس پر ہمارا دو دفعہ کا اعلان منقولہ بالا شاہد ہے اور اس سے بڑھ کر کسی گواہ کی شہادت نہیں ہوسکتی۔

مگر مرزا سے کمال تعجب ہے کہ وہ اس فیصلہ کو اپنے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں ہمارے مخالف اور اپنی منشاء کے مطابق سمجھتا ہے۔ ہم تو اس کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے اور جو وہ کہے اس کا جواب نہیں دیتے، ہاں اسکے دام افتادہ سادہ لوحوں کو اسقدر نصیحت کرنے سے نہیں رکتے کہ وہ اسکے اس دعوی کو یوں ہی نہ مان لیں۔ اس سے اتنا تو پوچھیں کہ کیا آپ کا مدعا و منشاء یہی تھا کہ آپکی نبوت ختم ہو جائے۔ اور انذاری پیشگوئیاں اور دعائیں اور مباہلے حکماً اور جبراً عدالت سے بند کئے جائیں؟

اس سوال کے مقابلہ میں اگر وہ اس فیصلہ کو ہماری منشاء کے مخالف ہونیکی تائید وثبوت میں یہ سوال کرے جیسا کہ اس نے اشتہار ۷ ادسمبر ۱۹۰۰ء میں کیا ہے کہ، کیا آپ کا منشاء یہی تھا کہ

آپ آئندہ اپنے مخالف کے حق میں کفر کا فتوی نہ دیں اور اپنے فتوی تکفیر جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں درج ہے منسوخ کریں، تو اس کا جواب وہ لوگ اس کو یہ دیں کہ اس فیصلہ کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ کوئی فریق اپنے مخالف کی نسبت فتوی نہ دے اور اپنے خیال و اعتقاد کو بدل دے لہذا یہ فیصلہ تمہارے مخالف (ابوسعید) کے مخالف نہیں۔ اسکی تفصیل اور دلیل وہ لوگ تقریر مابعد میں پائینگے۔

فیصلہ واقرار نامہ منقولہ بالا کے مضمون پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں اور میں نے اس فیصلہ کو اپنی منشاء کے عین مطابق سمجھ کر بڑی خوشی سے اور فوراً اس پر دستخط کر دیئے جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس تاریخ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء کو ملزم تو مرزا ہی تھا اور اسی کی اس تاریخ بحیثیت ملزم عدالت میں حاضری و پیشی تھی۔ اور اسی سے صاحب مجسٹریٹ نے اس مضمون کا اقرار نامہ لکھانا چاہا تھا۔ میں اس روز مقدمہ کی کیفیت دیکھنے کو بطور خود گورداسپور جا پہنچا تھا۔ میرا کوئی تعلق اس تاریخ کے مقدمہ سے نہ تھا۔ گو پہلے ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو سرسری طور پر بمقام گورداسپور میرا بیان بھی لیا گیا تھا اور پھر بتاریخ ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء بمقام پٹھان کوٹ مجھے بحیثیت سرکاری گواہ کے بلایا گیا تھا۔

قانون دان اصحاب و احباب کا عام خیال ہے کہ اگر میں اس تاریخ گورداسپور نہ جاتا تو مجھ سے اس اقرار نامہ پر دستخط نہ کرایا جاتا مگر جب میں وہاں پہنچا، اور مرزا قادیانی کو علم ہوا تو جس وقت مرزا قادیانی سے مجسٹریٹ نے اقرار نامہ لکھوانا چاہا، اس وقت اس نے یہ عذر پیش کیا کہ میرا مخالف بھی اس وقت احاطہ عدالت میں موجود ہے، اس سے بھی یہ اقرار نامہ لیا جائے۔ اس پر نیک نیت مجسٹریٹ نے (جس کو دفع شر اور امن قائم کرنا منظور تھا، اور اس مقدمہ کو طول دینا یا کسی کو ضرر پہنچانا منظور نہ تھا) مجھے بھی کمرہ عدالت میں بلایا اور حسب استدعا مرزا مجھ سے بھی اس اقرار نامہ پر دستخط کرانا چاہا تو میں نے بلا تامل اور فوراً دستخط کرنا منظور کیا۔ جس کی وجہ ایک یہ ہوئی کہ میں پہلے ہی سے مرزا سے بحث وخطاب قطع کرنا چاہتا تھا جس کے واسطے دو دفعہ اعلان دے چکا تھا جو منقول ہوا۔ دوسری وجہ یہ کہ میں نے اس وقت یہ خیال کیا کہ اگر میں ذرا بھی تامل وتوقف کرونگا تو مرزا کو ایک عذر اور بہانہ ہاتھ آ جائے گا اور وہ بھی دستخط کرنے سے انکار کر جائے گا۔ اور ایسا موقعہ پھر ہاتھ نہ آئے گا جس میں اس کی انذاری پیشگوئیاں بند اور نبوت ختم ہوتی ہے اور اس کے منذر الہامات اور بددعاؤں پر جو اس کے انجن دکانداری کے چلتے پرزے ہیں مہر لگائی جاتی ہے۔ اور یہ تجویز سزا جانی و مالی سے بدرجہا بڑھ کر مؤثر ہے کیونکہ اگر اس کو جانی سزا ہوگی تو وہ قومی شہید کہلائے گا اور صدہا عوام کو اپنے دام میں پھنسا جائے گا اور اگر مالی سزا تجویز ہوگی تو وہ ایک کے بدلے دس وصول کر

ے گا اوراس سے اس کی دکان کو اور بھی فروغ ہوگا۔ اور اگر اس سے مچلکہ لیا جائے گا تو وہ صرف ایک سال کے لئے یا بمنظوری سیشن جج تین سال کے لئے ہوگا نہ اس اقرار نامہ کی طرح تمام عمر کے لئے یہ سوچ کر میں نے خوشی سے اور بلا توقف اقرار نامہ پر دستخط کر دیا۔

اور یہ بات ظاہر ہے، اور دفعات اقرار نامہ کو سرسری طور پر پڑھ کر بھی کس و ناکس کو سمجھ آ سکتی ہے کہ اس اقرار نامہ کی دفعات الغایت ۳ اور دفعہ ۵ تو خاصۃً مرزا ہی کے متعلق اور اس پر موثر ہیں۔ خاکسار سے ان کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ نہ میں الہامی پیش گوئیاں کرتا ہوں اور نہ میں کسی کے حق میں بددعائیں کیا کرتا ہوں اور نہ میں کسی امر کے تصفیہ کے لئے مباہلے کی درخواست کرتا ہوں نہ مجھے ملہم ہونے کا دعویٰ ہے نہ الہام بازی اپنا شیوہ ہے نہ بطور کرامت مستجاب الدعوات ہونے کا ادعاء۔ یہ سب دعاوی تو اس وقت پرافٹ قادیان اور اس کی جماعت میں پائے جاتے ہیں۔

دفعہ ۴ خاکسار اور مرزا دونوں کے متعلق ہے اور وہ میرے عمل کے بھی ویسے ہی لائق ہے جیسی مرزا کے لئے واجب العمل ہے۔ سو اس عمل کے لئے میں پہلے ہی مستعدی ظاہر کر چکا تھا جب میں نے دو دفعہ موقوفی جنگ کا اعلان دیا تو اس میں مباحثہ کے اندر ایسے الفاظ کو استعمال نہ کرنا خود تسلیم کیا اور یہی اس دفعہ کا منشاء ہے کہ مباحثہ کے وقت ایک فریق دوسرے کو کافر دجال وغیرہ نہ کہے جس سے اشتعال طبع پیدا ہو کر نقص امن عامہ خلائق لازم آوے۔ اس دفعہ کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ ایک فریق دوسرے کو کافر نہ سمجھے اور اس باب میں اپنے اعتقاد و کانشنس کو بدل دے۔ اور اگر کوئی شخص کسی فریق سے دوسرے فریق کے حق میں اور اس کے اعتقادات کی نسبت فتویٰ پوچھے تو وہ اس کے حق میں اور ان کے اعتقادات کی نسبت وہ فتویٰ نہ دے جس کو اپنے اعتقاد میں صحیح و واجبی مانتا ہے بلکہ برخلاف اپنے اعتقاد کے وہ اس کو مسلمان اور اپنا موافق مذہب خیال کر لے۔

اس امر کا نہ مجسٹریٹ نے کسی فریق سے اقرار لیا اور نہ کوئی حاکم وقت اصول نیوٹریلٹی کی رو سے کسی سے اقرار لینے کا مجاز ہے۔ اور نہ کسی فریق نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ آئندہ ہم ایک دوسرے کو اپنا بھائی مسلمان سمجھیں گے۔ اور ایک دوسرے کے حق میں اس کے عقاید باطلہ کی نظر سے فتویٰ کفر نہ دیں گے دنیا کے جملہ مذاہب مختلفہ کے کل اشخاص اپنے مخالف گروہ کو گمراہ سمجھتے ہیں اور جب ان سے ان کے مخالف کی نسبت فتویٰ پوچھا جاتا ہے تو وہ اس کے حق میں وہی فتویٰ دیتے ہیں جس کو وہ اپنے خیال میں صحیح و واجبی سمجھتے ہیں۔ اس امر کو تمام دنیا سے کوئی شخص نہیں اٹھا سکتا۔ تمام روئے زمین کا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

مرزا نے اپنے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں یہ مضمون غلط اور خلاف واقعہ مشتہر کیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اس اقرار نامہ پر دستخط کر کے اپنے فتوی کو جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں شائع کیا تھا منسوخ کر دیا۔ اور اسی بنا پر مرزا نے اس اشتہار میں یہ بھی دعوی کیا ہے کہ وہ فیصلہ ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے منشاء کے برخلاف ہوا جس کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔

ہم کو مرزا قادیانی سے بحث وخطاب منظور نہیں۔ ہم صرف پبلک کو آگاہ کرنے کی غرض سے اس امر کا اظہار واجب سمجھتے ہیں کہ مرزا نے اس بیان میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افتراء کیا اور پبلک کو دھوکہ دیا۔ خاکسار بشمول تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں مرزا کو اس کے عقاید باطلہ مخالفہ اسلام کے سبب ویسا ہی گمراہ جانتا ہے جیسا کہ اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا اور اس کے حق میں وہی فتوی دیتا ہے جس کو جلد ۱۳، اشاعۃ السنہ میں مشتہر کر چکا ہے۔ فیصلہ مقدمہ اور دستخط اقرار نامہ کے بعد مجھ سے مولوی برکت علی صاحب منصف تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر نے سید حیدر حسین قانون گو تحصیل مذکور کے سامنے امرتسر و لاہور کی گاڑی میں مرزا صاحب کی نسبت فتوی پوچھا تو خاکسار نے وہی فتوی دیا۔

مرزا کے خاص حواری یعقوب اڈیٹر اخبار الحکم نے بٹالہ کے سٹیشن پر مجھ سے مرزا کے حق میں فتوی پوچھا تو میں نے وہی فتوی دیا۔ اس نے کہا کہ یہ فتوی تحریر کر دو۔ میں نے جواب میں کہا کہ تحریری سوال پیش کرو گے تو تحریری جواب ملے گا۔ انجمن اسلامیہ رڑکی کے سکرٹری منشی مہر بخش صاحب نے مرزا کی نسبت میرا خیال پوچھا تو میں نے اس کے جواب میں اپنے اسی خیال قدیم کا اظہار ایک خط کے ذریعہ کیا، جو مضمون زیر بحث کے بعد منقول ہوگا۔

الغرض اپنے فتوی یا اعتقاد کو میں نے نہیں بدلا اور نہ منسوخ کیا اور نہ اس دفعہ چہارم اقرار نامہ کا یہ منشاء ہے۔ صرف مباحثہ میں ان الفاظ کو بالمقابلہ استعمال نہ کرنے دونوں فریق نے وعدہ و اقرار کیا ہے۔ اور یہی اس دفعہ چہارم کا منشاء ہے۔ ناظرین اشتہار مرزا قادیانی مطبوعہ ۱۷ دسمبر سے دھوکہ نہ کھائیں۔

اب رہی دفعہ ۶۔ اقرار نامہ۔ سو یہ دفعہ میرے خیال میں تو میرے متعلق نہیں۔ نہ میرا کوئی مرید ہے جس نے میرے کہنے سے منشاء دفعات الغایت ۳ کے برخلاف مرزا کو برا کہا ہو۔ اور نہ اس کو برا کہنے والوں میں ایسے اشخاص ہیں جو میری ہدایت سے اس کو برا کہنے سے رک جاتے یا آئندہ رک جائیں۔ مگر چونکہ مجسٹریٹ کے خیال میں یہ بات جم گئی تھی کہ اگر یہ شخص ان اشخاص کو

روکتا تو وہ ضرور رک جاتے، اس لئے مجسٹریٹ نے مجھ سے بھی اس دفعہ کے مطابق اقرار کرانا چاہا۔ اور میں نے بپاس خیال مجسٹریٹ اس کو منظور کر لیا اور اس پر عمل بھی کیا کہ مئی ۱۸۹۹ء میں اس فیصلہ کو مشتہر کیا تو اس میں حسب منشاء دفعہ مذکور اپنے دوستوں کو ان دفعات کی تعمیل کا مشورہ دیا۔ اور خطوں کے ذریعہ اور زبانی بھی سمجھایا کہ وہ آئندہ مرزا سے مباحثہ کرنا مطلق ترک کر دیں۔ مگر آخر میرا وہی خیال سچا نکلا۔ اور اس سے مباحثہ کرنے والوں نے اب تک اس کا تعاقب نہیں چھوڑا اور اس سے مباحثہ اور چھیڑ چھاڑ کو ترک نہیں کیا۔ ہر چند اس مباحثہ اور چھیڑ چھاڑ میں انہوں نے ان الفاظ کو استعمال نہیں کیا جن کے استعمال سے دفعہ الغایت ۳، اقرار نامہ میں روکا گیا ہے۔ مگر میرا منشاء اور مشورہ تو یہ تھا کہ وہ بالکل اس سے بحث وخطاب نہ کریں۔ اور اب اس کو کان لم یکن سمجھ کر اس کا نام نہ لیں۔ میرے وہ دوست میرے مرید یا پیرو ہوتے تو میرے اس مشورہ پر عمل کرتے اور پھر اس کا نام نہ لیتے اور وہ سوچتے کہ جو کچھ مرزا کے مقابلہ اور جواب میں اشاعۃ السنہ نے پانچ سال تک کیا ہے وہ کافی سے بڑھ کر ہے اور مثل تو یوں مشہور ہے۔ چو حلوا کہ یک بار خورند وبس۔ اور یوں تو حلوہ پورے پانچ سال تک کھایا کھلایا گیا ہے۔ اور اس حلوہ کا اثر بھی بخوبی ظاہر ہو چکا ہے۔ مرزا کی نبوت ختم ہوگئی۔ اس کے منذر الہامات وپیش گوئیاں، جو اس کی نبوت کے چلتے پرزے تھے، بند ہو گئے مباہلے اور بددعائیں حکماً موقوف ہوگئیں۔ اب اس کو مخاطب کرنا مثل، مرے پر سو درّے، کو عمل میں لانا ہے۔ اب بھی میرے دوست میرا کہا مانیں اور اس کو جانے ہی دیں جیسا کہ میں نے جانے دیا ہے اور اس کا نام زبان پر یا قلم میں نہ لاویں۔

ہمارے اس بیان سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہم نے مرزا کو کیوں چھوڑا ہے اور کس معنی کر چھوڑا۔ یہ امر عنوان مضمون میں درج نہ تھا۔ یہ صرف تبعاً وضمناً بیان ہو گیا کہ اس کو چھوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے بحث نہ کی جائے اور اس کو اپنا مخاطب نہ بنایا جائے۔ اس کے مغالطات پر پبلک کو آگاہ کرنا اس میں داخل نہیں۔

اور اس کے ترک کرنے کا نہ وعدہ ہے اور نہ احباب کو اس کا مشورہ دینا مقصود ہے۔ اس آگاہی وخیر خواہی خلائق پر وقتاً فوقتاً عمل ہوتا رہے گا۔ جیسا کہ اس مضمون میں اس کے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے مغالطات پر بلا تخاطب مرزا آگاہی خلائق عمل میں آئی ہے۔ ایسے ہی مضمون آئندہ میں اس کی درخواست ۲۷ جون کے مغالطات پر پبلک کو اطلاع دی گئی ہے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ ص ۹۷ تا ۱۱۰)

ایک مراسلت

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

حضرت اقدس مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ کی خدمت میں بعد ماوجب عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ایک اشتہار نسبت جناب معہ دیگر احبان والا شان شائع کیا تھا جس کی میعاد ۱۳ ماہ تھی جو پندرہ جنوری سنہ رواں (۱۹۰۰ء) کو منقضی ہوگئی اور یہ اشتہار بہت زور کا تھا۔ ماحصل اشتہار کا میرے مفہوم میں اول یہ ہے کہ آئندہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو حق جانیں گے۔ یا جو کچھ ہو۔ اشتہار کو جو خاص حضرت کے حق میں حضرت مرزا صاحب نے دیا تھا اس کو کیا خیال فرماتے ہیں۔ اور آئندہ کے واسطے حضرت کا نسبت حضرت مرزا صاحب کے کیا خیال ہے۔ یعنی ۱۶ جنوری ۱۹۰۰ء سے میرے نزدیک دونوں حضرات واجب الخدمت ہیں اور ہم لوگ ہر دو حضرات کے مطیع حکم ہیں باہم جو کچھ فرمائیں اس میں ہم لوگوں کو کوئی منصب لب کشائی کا نہیں ہے۔ اور نہ ہونا چاہیے۔ ہم لوگوں کی سعادت اس میں ہے کہ علماء کے فرمانبردار رہیں۔ ملہم ربانی ملا الہ بخش کا اشتہار مورخہ ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء اور حضرت مرزا صاحب کا اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء ملاحظہ ہوا۔ اب حضرت صاحب سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ مرزا صاحب کی نسبت حضرت والا کا عقیدہ سابقہ اب بھی ہے، یا ان کے دعاوی کو حضرت والا حق بجانب خیال فرماتے ہیں۔ اور اشتہار کو جو آپ کی نسبت معہ دیگر صاحبان شائع ہوا تھا اس کو کیا خیال فرماتے ہیں حضرت سے درخواست ہے کہ اشتہار اور مرزا کی نسبت اس وقت جو حضرت کا خیال ہو اس سے مفصل مطلع فرمایا جاوے۔ بغرض حصول جواب رقیمہ نیاز ہذا دو پیسہ کا ٹکٹ خط کی پیشانی پر چسپاں ہے مہربانی فرما کر جواب مفصل بعجلت تمام مرحمت فرمائیں۔

حضرت والا کا نیازمند خاکسار آثم محمد مہر بخش عفی عنہ۔ روڑکی

مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۰۰ء وقت ۷ بجے شام

جواب: میں غلام احمد ساکن قادیان کو ویسا ہی بداعتقاد اور مخالف اسلام جانتا ہوں جیسا کہ پہلے جانتا تھا اور جو فتوی علمائے پنجاب و ہندوستان نے اس کی نسبت جاری کیا ہوا ہے اور وہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں چھپا ہوا ہے وہی فتوی میں اس کے حق میں دیتا ہوں۔ جب مجھ سے کوئی پوچھتا ہے اور اس کے دعوی کو جو برخلاف اسلام اس نے کیا ہے میں نہیں مانتا۔ اوس کی پیش گوئی اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو خدا نے جھوٹا کیا۔ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء اس کی تاریخ گزر گئی اور میں خیر و عافیت سے ہوں، ایسے ہی دوسرے دو شخص جن کے حق میں وہ پیش گوئی اس نے کی تھی وہ پیشگوئی اسی کے حق میں الٹی پڑی کہ خدا تعالی نے اس کو پیش گوئی مذکور کے سبب ایک مقدمہ میں ملزم بنایا اور اس سے وہ تب رہا ہوا جب کہ اس نے اقرار حلفی عدالت میں کیا کہ میں ایسی پیش گوئی کسی شخص کے حق میں نہ کرونگا۔ گویا آئندہ کے لئے اس کی نبوت بند کر دی گئی۔ آپ اسکی کسی تحریر کے فریب و دھوکہ میں نہ آجائیں۔ فتوی مذکور... اور دیگر رسائل اشاعۃ السنہ ہمارے پاس میں جو پانچ سال کے پانچ جلدوں میں ہیں اور ہر ایک جلد ۳۸۴ صفحہ میں ختم ہوئی ہے... منگا کر ملاحظہ کریں۔ اور دیکھیں کہ ایسا شخص حضرت کہلانے کے لائق ہے، جیسا کہ آپ اس خط میں اس کو حضرت لکھتے ہیں۔

سابقاً آپ کے خط ۲۴ ستمبر ۱۸۹۸ء کے جواب میں جو خط مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۸ء نمبر ۳۔۴۷ آپ کے نام روانہ کیا تھا اس پر آپ نے کیا تعمیل کی۔ ایسا نہ ہو کہ آپ میرزائی بداعتقاد ہو جائیں۔ آپ ایک اسلامی انجمن کے سکرٹری ہیں۔ آپ کو ایسی بلا سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ میری اس نصیحت کو قبول کر کے اطلاع نہ دی تو پبلک اہل اسلام کی اطلاع کے لئے اس خط کو رسالہ میں چھاپ دیا جائے گا۔

منمقام بٹالہ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۰۰ء راقم: ابوسعید محمد حسین بٹالوی

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ ص ۱۱۰۔۱۱۲)

قادیانی درخواست جون و جولائی ۱۹۰۰ء کا جواب

مولانا محمد حسین بٹالوی بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ایک درخواست ۲۷ جون ۱۹۰۰ء کو اپنی قلم سے لکھی اور پھر از راہ کمال راست بازی و دیانت داری اپنی جماعت کے پچاس اشخاص کی طرف سے اور ان کے نام سے شائع کی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فلاں فلاں مشائخ و علماء پنجاب و ہندوستان (جن میں خاکسار ناچیز کو بھی شامل کیا ہے) بمقام بٹالہ ایک جلسہ کر کے اس میں چند اشخاص مبتلا امراض و مصیبات و اہل حاجات خواستگاران دعا و نجات کو مرزا اور ان کے مخالف علماء و مشائخ بالمناصفہ تقسیم کر کے منتخب کر لیں اور ان کے حق میں دعائیں کریں۔ پھر جس فریق کے منتخب اشخاص کثرت سے شفا اور نجات پائیں اس فریق کو فریق برحق اور صادق سمجھا جائے اور فریق مخالف کو ناحق پر، اور کاذب۔ پھر ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں مرزا اپنی جماعت کا حجاب و نقاب اٹھا کر خود کھیل کھیلا ہے اور اس میں ۸۵۔ اشخاص مشائخ و علماء ہندوستان و پنجاب کو جن میں خاکسار کو بھی نامزد کر کے شامل کیا ہے مخاطب کر کے کہا ہے کہ ان میں پیر مہر علی شاہ ساکن گولڑہ ضلع راولپنڈی۔ یا اور چالیس اشخاص جن میں پیر مہر علی شاہ ضرور شامل ہوں بمقام لاہور جمع ہو کر مرزا کے مقابلہ میں عربی زبان میں ایک سورہ قرآن کی تفسیر لکھیں جس میں معارف و حقائق قرآن کا بیان ہو۔ اور اس تفسیر کا مرزا کی تفسیر سے موازنہ ہو۔ اور اس موازنہ کے واسطے پیر مہر علی شاہ (اگر وہ تفسیر لکھیں) تین اشخاص کو منتخب کریں (جن میں ایک خاکسار کا نام لیا ہے) یا اور مولویوں کو (جن کو پیر مہر علی شاہ) منتخب کریں، پھر جس فریق کی تفسیر ان تین اشخاص کی حلفی شہادت و حلف سے جو مثل حلف قذف محصنات ہو (جس میں تین قسمیں ہوتی ہیں اور چوتھی لعنت جھوٹے پر۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورہ نور کی آیت ۶ میں تشریح ہے۔ اس لعنت پر مرزا نے مسٹر ڈوئی سابق مجسٹریٹ گورداسپور حال چیف سکرٹری گورنمنٹ پنجاب سے ڈر کر تصریح نہیں کی۔

ہم اس حلف قذف محصنات کی تشریح کر کے صاحب بہادر موصوف کو توجہ دلاتے ہیں کہ مرزا نے اس لعنت والی حلف کی تجویز میں اپنے اس عہد کا خلاف کیا جو اقرار نامہ فروری ۱۸۹۹ء میں اس نے کیا تھا۔ اور اس میں سے کسی سے بھی مباہلہ نہ کرنے کا عہد کر کے اس لعنت کو جو حلف قذف محصنات اور مباہلہ

میں یکساں پائی جاتی ہے، ترک کرنے کا عہد کرلیا تھا۔ اس حلفی شہادت میں وہ اس خاکسار اور دوسرے علماء کو اس لعنت کا مورد بنانا چاہتا ہے۔

پھر ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں مرزا نے علماء اہل اسلام کے ساتھ عیسائیوں اور ہندؤوں کے علماء کو بھی شامل کرلیا ہے۔ اور ان سب سے حقائق و معارف قرآن بیان کرنے میں (ہندؤوں اور عیسائیوں کو بیان حقائق و معارف قرآن کے چیلنج کرنا، اور اس مقابلہ میں ان کو مسلمانوں کے ساتھ شامل کرنا، جیسا کہ اشتہار ۲۳ جولائی کے صفحہ ۴ سطر ۹ میں پایا جاتا ہے، کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ وہ قرآن کو متضمن حقائق و معارف کب مانتے کہ ان کے بیان میں مرزا کا مقابلہ کریں) اور آسمانی نشان دکھانے میں، اور دعاؤں کے مقبول ہونے میں مقابلہ کرنا چاہیے، اور اس اشتہار میں یہ بھی نوٹس دے دیا ہے کہ اس اشتہار کے بعد پندرھویں دن اسی مضمون کا اشتہار دیا جائے اور ان اشتہاروں کی تعداد کو چالیس تک پہنچایا جائے گا۔

ان درخواستوں کا جواب ہماری طرف سے وہی ہے جو رسالہ السنہ سنین گذشتہ رسالہ جلد ۱۳ لغایت ۱۸، بمقابلہ رسائل و اشتہارات شش سالہ مرزا شائع ہو چکا ہے۔ ناظرین اسے کافی اور شافی سمجھیں گے اور داد انصاف دے کر کہیں گے کہ یہ جواب نہایت عمدہ و مفید مصداق قلّ و دلّ ادا ہوا ہے کیونکہ اشاعۃ السنہ کی ان جلدوں میں ایسی درخواستوں کا جواب قرآن و حدیث سے بارہا ادا ہو چکا ہے۔ لہذا اب ان درخواستوں کا جواب بحکم شہادت بیت مذکور یہی ہے کہ کچھ جواب نہ دیا جائے اور ان درخواستوں کو تکرار محض و اعادہ بلا فائدہ سمجھ کر انکے پیش کرنیوالوں کو منہ نہ لگایا جائے۔ مگر جن لوگوں نے اشاعۃ السنہ سنین گذشتہ کو اور اس کے مقابلہ میں تحریرات و اشتہارات مرزا کو نہیں دیکھا یا دیکھ پڑھ کر وہ بھول گئے ہیں وہ اس جواب کا لفظ نہ پائیں گے۔ ان کی فہمائش کے لئے ہم اس اجمال کی تفصیل کرتے ہیں اور اپنے سابق مضامین کا جس میں ان درخواستوں کا جواب پایا جاتا ہے صرف خلاصہ بیان کر دیتے ہیں، نئی کوئی بات نہیں کہتے۔

اس تفصیل و بیان پر ہم کو باعث دو امر ہوئے۔ وہ باعث نہ ہوتے تو ہم اتنا بھی نہ کہتے

امر اول: ناظرین کو اپنے اس دعوی کا (جو مضمون سابق میں ہم کر چکے ہیں) یقین دلانا کہ مرزا نے جو کچھ کہا ہے اسکا جواب اشاعۃ السنہ میں ادا ہو چکا ہے لہذا اب مرزا کی بحث و خطاب فضول ہے۔ اور اس کو کان لم یکن سمجھ کر اس کو چھوڑ دینا مناسب ہے۔

امر دوم: یہ کہ بعض اشخاص (ازانجملہ ایک شخص الٰہی بخش سابق پنسال نویس نہر باری دواب۔ دوسرے

رحیم بخش عرضی نویس رعیہ ضلع سیالکوٹ ۔ان کے اصل خطوط ہم بخوف طوالت نقل نہیں کر سکتے ۔ان خطوں کے اس سوال کو نقل کر کے اسکا جواب خاتمہ مضمون پر دیا جائیگا) نے ان درخواستوں کو واجبی اور لائق و مستحق جواب سمجھ کر ہم سے ان کے جواب کی درخواست کی ہے اور بعض نے (ہم کو ان لوگوں کے نام معلوم نہیں ۔مولوی ثناء اللہ امرتسری اپنے کارڈ ۷ جولائی ۱۹۰۰ء میں ان کا ذکر بایں انداز کرتے ہیں:

آپ کی خاموشی کو قوم حیرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے ۔ بلکہ بعض کو شبہ ہوتا ہے کہ کہیں مرزا کی پیش گوئی، موافقت، کا ظہور نہ ہو۔ خدا نہ کرے ۔ جن صاحبوں نے انکے نام دریافت کرنے ہوں وہ مولوی ثناء اللہ سے خط و کتابت کریں) ان درخواستوں کے جواب سے ہمارے سکوت اختیار کرنے پر ہماری نسبت یہ گمان کرلیا ہے کہ ہم مرزا قادیانی کے دعاوی و خیالات کے موافق ہو گئے ہیں ۔ان دونوں فریق کی غلط فہمی اور سوء ظنی دور کرنے کے لئے اس بیان و تفصیل کی ضرورت معلوم ہوئی ۔ اور وہ یہ ہے :

مرزا قادیانی شروع زمانہ دعوی نبوت و مسیحائیت و مجددیت و مہدویت سے آج تک اپنی تحریرات و تصنیفات میں وہی باتیں بار بار بیان کرتا ہے جو ابتدائی رسائل فتح اسلام، توضیح مرام ،ازالہ اوہام وغیرہ میں بیان کر چکا ہے ۔مگر اس کی صورت و پیرایہ کو بدل کر اور ان پر دوسرا رنگ چڑھا کر جیسے زمانہ امام شافعی میں ایک شخص فروح نامی تیل فروش ایک ہی مشکیزہ سے اس کو مختلف منہ لگا کر جس قسم کا تیل چنبیلی وغیرہ کا کوئی مانگتا نکال دیتا تھا ۔اور حقیقت میں وہ ایک ہی تیل ہوتا تھا ۔ یا جیسے اس زمانہ کے بعض عطار و اشتہاری طبیب مختلف بوتلوں سے ان پر مختلف لیبل لگا کر ایک ہی دوا نکال کر خریداروں کو یہ جتاتے ہیں اور ٹکے کماتے ہیں کہ یہ فلاں فلاں دوائیں ہیں ۔

یہ باتیں جو اس وقت درخواست ۲۷ جون ۱۹۰۰ء اور اشتہار ۱۳ جولائی ۱۹۰۰ء میں اس نے کہی ہیں یہ اکثر وہی پرانی باتیں ہیں ۔ جو فیصلہ آسمانی مطبوعہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کے بڑی تختی کے ۱۶ صفحہ میں اس نے کہی تھیں ان میں صرف اجمال و تفصیل یا پیرایہ بیان کا فرق ہے ۔ وبس

ہم نے ۱۸۹۱ء کے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ ۔۲ جلد ۱۴ میں اس فیصلہ کا خلاصہ چند صفحوں میں بیان کر کے اس کا جواب بیالیس صفحات میں دیا ہے ۔

اس مقام میں پہلے اس خلاصہ کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے پھر اس جواب کا خلاصہ بیان ہوگا

خلاصہ فیصلہ آسمانی کا خلاصہ

مومن و کافر کا امتحان بحکم قرآن ان چار علامتوں سے ہوتا ہے

اول: بشارات سے ۔یعنی مومنوں کو اس کے مرادات اور اس کے دوستوں کے مطلوبات قبل از وقوع

بتائے جاتے ہیں۔

دوم: اطلاع مغیبات۔یعنی مومنوں کو دنیا کے واقعات متعلقہ غیر پر قبل از وقوع اطلاع دی جاتی ہے

سوم۔ قبولیت دعوات۔یعنی مومن کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

چہارم۔کشف، عجائبات قرآن۔یعنی مومن کو قرآن کے ایسے عجائب معارف وحقائق و دقائق سجھائے جاتے ہیں جو پہلے کسی مسلمان مفسر صحابی یا تابعی یا امام کو نہ سوجھے ہوں اور نہ کسی اسلامی کتاب تفسیر میں بیان ہوئے ہوں۔

پھر ان علامات کی شہادت سے مرزا نے اپنے اور اپنے مخالفوں کے امتحان ایمانی کی یہ سورت بیان کی ہے کہ لاہور میں ایک جنرل کمیٹی قائم کی جائے گی جس کی شاخیں دور دراز ملکوں میں مقرر ہوں وہ کمیٹی یا کمیٹیاں اپنا اپنا دفتر ورجسٹر بناویں ان رجسٹروں میں مرزا اور مخالف مولویوں کے بشارات وپیش گوئیاں متعلقہ واقعات آئندہ ایک سال تک درج کرتے رہیں۔ پھر ان بشارات و پیش گوئیوں کا باہم موازنہ کیا جائے۔پس جس فریق (مرزا یا اسکے مخالفوں) کی بشارتیں و پیشگوئیاں بہ نسبت فریق مخالف زیادہ سچی نکلیں وہ فریق مومن کامل تسلیم کیا جائے۔

پھر کہا ہے وہی کمیٹی مختلف امراض میں مبتلا (کوڑھیوں، اندھوں وغیرہ) اور اہل حاجات خواستگاران دعا کو بذریعہ اشتہارات لاہور میں طلب کریں۔اوران سب کی درخواستیں ایک صندوق میں جمع کی جائیں۔ پھر ان کو قرعہ اندازی سے مرزا اور اسکے مخالف مولوی باہم تقسیم کر کے ایک سال ان کے حق میں دعائیں کریں۔ پھر جس فریق کے لوگ کثرت سے شفا پائیں یا مراد کو پہنچیں وہ فریق مومن کامل تصور کیا جائے۔

پھر کہا اسی کمیٹی کے سامنے مرزا قادیانی اوراس کے مخالف مولوی قرآن شریف کے ایسے عجائبات معارف وحقائق بیان کریں جو پہلے کسی تفسیر میں نہ ہوں۔ پھر جس فریق کے بیان کردہ حقائق ومعارف خالی از تکلف ہوں وہ مومن کامل اور صاحب علم لدنی سمجھا جائے۔

خلاصہ جواب فیصلہ مذکور

اس درخواست کا جواب اشاعۃ السنہ کے بیالیس صفحہ پر ادا ہوا ہے جسکا خلاصہ تین امور مفصلہ ذیل ہیں:

۱۔قرآن وحدیث نے کسی کا امتحان ان چار علامتوں سے نہیں کیا اور نہ اس امتحان کا حکم دیا ہے بلکہ قرآن کی سورۃ ممتحنہ میں مہاجر عورتوں کے امتحان کا حکم ان کے اعتقاد واعمال کے پرکھنے سے ہوا

ہے۔ بناء علیہ لازم ہے کہ مرزا کے ایمان کا امتحان اس کے اقوال وعقاید کی تحقیقات سے کیا جائے، نہ ان علامات چہارگانہ سے۔

پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے اٹھارہ اقوال وعقاید جن کو علماء اسلام پنجاب و ہندوستان نے مخالف اسلام قرار دیا ہے بحوالہ نمبر صفحہ کتاب ونقل اصل عبارت بیان کر کے کہا ہے کہ مرزا ان اقوال وعقاید کا مطابق قرآن ہونا ثابت کر دے تو اہل اسلام مرزا قادیانی کو مومن ومسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ دینے کو تیار ہیں۔

۲۔ جملہ اہل امراض کوڑھیوں اندھوں وغیرہ کو لاہور میں طلب کر کے جمع کرنا مشکل ہے۔ دنیا بھر کے کوڑھی لاہور میں جمع ہو جائیں گے تو اتنا بڑا کوڑھی خانہ کہاں ملے گا یا کون بنوا دے گا اور ان کا خرچ خوراک روز مرہ کون اپنے ذمہ لے گا۔ بجائے اس کے بہتر اور آسان صورت یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنے بڑے حواری میاں کریم بخش سیالکوٹی (جسے مرزائی پارٹی میں مولوی عبدالکریم کہا جاتا ہے اور وہ ٹانگ سے لنگڑا، سر سے کسی قدر گنجا، ایک آنکھ سے نیم کانا ہے) کے حق میں مرزا قادیانی دعا کرے۔ اس کی دعا سے اس کی ٹانگ اور آنکھ درست ہوگئی اور سر پر بال جم گئے تو تمام مسلمان مرزا صاحب کو مومن کامل وولی مان لیں گے۔ بلکہ مرزا کے مخالف مولوی بھی اس کو مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دینگے۔ کریم بخش کے حق میں اپنی کرامت و قبولیت دعا دکھانے میں مرزا قادیانی کو کچھ عذر ہو تو اور ایسے اشخاص کے حق میں جن سے ایسی دعا کی فیس بھی ہزار ہا روپیہ کھا کر مرزا قادیانی ہضم کر چکا ہے، اور اسکا ذکر ونام رسالہ اشاعۃ السنہ نمبرا جلد۱۴ صفحہ ۱۱ و ۲۸ میں ہے دعا کریں اور اسکا اثر دکھاویں اور اپنی مسلمانی کا سرٹیفکیٹ لے۔

۳۔ آئندہ کی بشارتوں اور پیش گوئیوں کا امتحان بھی طوالت ومہلت طلب ہے۔ لہذا وہ اپنی پچھلی بشارتوں (مثلاً سردار بہادر سید امیر علی لاہوری، رسالدار پنشنر کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا، اور نواب معزول مالیر کوٹلہ کو شفا ہوگی، جس کے عوض وہ پانچ پانچ سو روپیہ لے کر کھا چکا ہے۔ وغیرہ) اور پچھلی پیشگوئیوں (مثلاً مرزا احمد بیگ اپنی دختر مرزا کو نہ دے گا اور دوسرے شخص سے اس کا نکاح ہوگا، تو اس کا شوہر اڑھائی برس میں فوت ہوگا اور وہ دختر مرزا کے نکاح میں آئے گی۔ یا عبداللہ آتھم عرصہ ۱۵ ماہ میں فوت ہوگا۔ وغیرہ) کا سچا ہونا ایک مجلس منعقد کر کے ثابت کرے اور ان بشارتوں وپیش گوئیوں کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر کے اس کمیٹی سے ان کا سچا ہونا تسلیم کراوے اور اپنی مسلمانی کا سٹرفکیٹ لے۔

اسی کمیٹی کے فیصلہ سے پچھلے حقائق ودقائق بیانی مرزا کا امتحان کیا جائے (مثلاً لیلۃ القدر

سے کوئی رات مراد نہیں بلکہ ایک ظلماتی زمانہ مراد ہے۔اور حضرت عیسیٰؑ مردہ کو زندہ نہ کرتے ، اور نہ اندھے کوڑھی کو اچھا کرتے ، اور نہ مٹی کا پرند بناتے ۔ بلکہ یہ کام وہ مسمریزم سے کرتے جو حقیقت میں کچھ نہ ہوتے ۔ پس اگر وہ ان حقائق بیانیوں میں حسب فیصلہ کمیٹی مذکور صادق نہ نکلا ، بلکہ اس حقائق بیانی کو اس کمیٹی نے الحاد و ارتداد قرار دیا۔ایسا ہی اس کی پچھلی بشارتوں اور پیش گوئیوں کو کمیٹی نے دھوکہ بازی اور دروغ گوئی ٹھہرایا ،تو پھر کسی عقل مند کے نزدیک اس کی آئندہ بشارتوں و پیش گوئیوں اور حقائق بیانیوں کا امتحان کب جائز ہوگا اور وہ مثل مشہور: من جرب المجرب حلّت به الندامة کا مصداق کیونکر نہ ٹھہرے گا۔

یہ ہم نے بیالیس صفحات کا خلاصہ دو صفحوں میں بیان کیا ہے۔ اصل جواب کو ناظرین اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ میں ملاحظہ فرمائیں گے تو امید ہے اس کے لطف و ذوق سے حظ اٹھائیں گے۔

اور بالمقابل تفسیر لکھنے کا جو مرزا نے اشتہار ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء میں دعوی کیا ہے یہ بھی اس کا پرانا دعوی ہے جو دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۲ ، اور دیگر کتب و رسائل میں اس نے کیا ہے۔اس کا جواب ۱۸۹۲ء کے اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ صفحہ ۱۹۰ وغیرہ میں دیا ہے جو بعینہ ذیل میں نقل کیا جاتا:

> قادیانی صاحب ! میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر لکھنے کو حاضر ہوں۔حاضر ہوں۔ جب چاہیں اور جس مقام میں چاہیں ۔ لاہور میں خواہ بٹالہ میں مجھے بلالیں ہم فوراً حاضر ہو جائیں گے اور چونکہ آپ ہی اس مقابلہ کے مدعی ہیں ، میں نہیں ، لہذا آپ ہی پر اس مجلس کا اہتمام و انتظام واجب ہے۔آپ شوق سے انعقاد مجلس کا اہتمام کریں اور مجھے بلاویں۔اور اگر آپ نے پسند کیا یا اکثر ارکان مجلس نے پسند کیا (ناظرین اس شرط کو ملاحظہ فرمائیں۔اس میں بشرط رضامندی مرزا، وارکان مجلس کے مرزا کی سابق عربی عبارت و معارف کا امتحان تجویز کیا ہے، نہ قطعی طور پر و بلاشرط) تو اس مجلس میں پہلے آپ کی سابق تحریرات عربی خصوصاً خطبہ دافع الوساوس کو جس پر آپ کو اور آپ کے اتباع کو بڑا ناز ہے پیش کیا جاوے گا۔اور ایسا ہی آپکے سابق بیان کردہ اسرار و معارف وحقائق قرآن کو جو آپ نے اپنے رسالوں فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام اور کتاب دافع الوساوس میں بیان کئے ہیں ، اس مجلس میں پیش کیا جائے گا۔ان عبارات کی کریہہ عربی کوسن کر اگر حاضرین با مذاق کو متلی شروع ہوگئی اور میرے بیان سے اور بھی ان عبارات میں آپ کی غلطیاں صرفی وادبی ثابت ہوگئیں اور آپ کے اسرار و حقائق کا کفر والحاد

ہونا ثابت ہو گیا تو پھر آپ کو دوبارہ امتحان دینے کیلئے عبارت آرائی کی تکلیف اٹھانے اور چالیس روز تک اس تکلیف کیلئے کسی جگہ مقید رہنے کی حاجت نہ رہے گی۔ اور آپ کی حقیقت کس و ناکس کو معلوم ہو جائے گی۔ اور اگر اس مجلس میں آپ کی سابق عربی واقعی اور صحیح عربی بن گئی اور آپ کے اسرار و حقائق کی حقانیت ثابت ہو گئی تو پھر میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر لکھونگا یا (اگر آپ کی سابق عربی دانی و اسرار بیانی کی ہیبت دل پر پڑ گئی تو) میں آپ کے مقابلہ سے عاجز ہو کر آپ کو اس مجلس میں بڑا عالم عربیت و ادیب نکتہ رس و حقیقت شناس مان لوں، اور آپ کو جاہل سمجھنے میں غلطی کا اقرار کرونگا۔ اب آپ مجلس کے انتظام و اہتمام میں توقف نہ کریں اور نہ آپ کوئی عذر و چوں چرا انعقاد مجلس میں پیش کریں۔ اور اسی مجلس کے تصفیہ پر راضی ہو جائیں۔ مجلس سے پہلے اس عذر کو پیش کر کے ایک اور نئی بحث شروع نہ کر دیں جس سے مطلب اور مقصود کے دور پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

(مولانا فرماتے ہیں) یہ جواب بھی جواب فیصلہ آسمانی کی طرح پورا پورا نقل نہیں ہوا۔ ناظرین پورا ملاحظہ فرمائینگے تو جواب فیصلہ آسمانی کی طرح اس سے بھی ایک لطف اٹھائیں گے۔

ناظرین! ہمارا یہ جواب مرزا کے دیکھنے میں آیا تو اس نے ہماری تحریر کے مطابق جلسہ کرنے اور اپنی عربی دانی کی حقیقت کھولنے سے گریز کیا اور بظاہر یہ بہانہ کیا کہ میری درخواست کو مخاطب نے ٹلایا ہے۔ اور اس پر کرامات الصادقین کے صفحہ ۲۲۔۲۳ میں یہ ریمارک کیا اور کہا:

کہ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کو صفحہ ۱۹۰ سے ۱۹۲ تک بغور پڑھنا چاہیے کہ کیونکر اس نے رکیک شرطوں سے اپنا پیچھا چھوڑایا ہے۔ چنانچہ ان صفحات میں لکھا ہے کہ اس مقابلہ سے پہلے کتاب دافع الوساوس کی عربی عبارات کی غلطیاں ثابت کرینگے (ناظرین میری عبارت منقولہ بالا کو دیکھو اس میں بشرط رضامندی مرزا و ارکان مجلس یہ بات تجویز کی گئی ہے، یا قطعی طور پر و بلا شرط) اور پھر فتح اسلام اور توضیح المرام کے کلمات کفر و الحاد کو پیش کریں گے۔ اور نیز ان پچاس سوالات کا جواب طلب کریں گے جو مرزا احمد بیگ ہشیار پوری کی موت کی نسبت مراسلت نمبر ۲۰ مورخہ ۹ جون میں ہم لکھ چکے ہیں۔ اسی طرح سلسلہ وار جواب الجوابات کا جواب پوچھا جائے (ناظرین عبارت منقولہ سابق میں یا تمام جواب میں یہ باتیں کہاں پائی جاتی ہیں، غور سے جواب کو پڑھیں۔ اور انصاف سے

دادد یں) پھر تفسیر عربی میں مقابلہ کیا جائے گا۔

ناظرین! ہم اس کے جواب میں اور کچھ نہیں کہتے، بھاگے بھگائے ہوئے مرزا کو پھر اپنا مخاطب نہیں بناتے۔ ہم بھی اپنے ناظرین سے یہی درخواست کرتے ہیں کہ وہ صفحہ ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲۔ اشاعۃ السنہ کو ملاحظہ فرما کر داد انصاف دے کر کہیں کہ جو باتیں اس قول میں مرزا نے میری طرف منسوب کی ہیں، میں نے اس جواب میں کہاں کہی ہیں۔ میں نے کیا کہا، اور مرزا قادیانی نے اس کو کیا بنا لیا اور بالمقابلہ عربی تفسیر لکھنے کو اس نے ٹلایا۔ بعض لوگ جو مرزا کے حال وحقیقت سے واقف نہیں اور اس کے دام میں پھنس گئے ہیں یا وہ ہنوز اس کی نسبت متردد و مذبذب ہیں، اس قسم کے جواب درخواست مرزا کو سن کر یہ کہتے ہیں کہ کیوں مرزا قادیانی کی ہر ایک درخواست کو بغیر کسی شرط کے مقبول نہیں کیا جاتا، اور کیوں اس کی سابق عربی عبارات اور پیش گوئیوں اور بشارات کے امتحان کی تجویز کو (مرزا کی رضامندی اور حاضرین جلسہ کے پسند کرنے کی شرط ہی سے سہی) پیش کیا جاتا ہے۔ علماء وقت کو چاہیے کہ جس امر میں مرزا مقابلہ کرنا چاہے اسی میں اس کے مقابلہ کے لئے فوراً کھڑے ہو جائیں اور اپنی کوئی شرط پیش نہ کریں اور مثل مشہور: دروغ گورا تا بخانہ بائد رسانید، کو عمل میں لاویں۔

ان لوگوں کے خیال و مقال کا جواب یہ ہے کہ ایسا تب ہوسکتا ہے یا ہونا چاہیے تھا جب کہ علماء وقت مرزا کو مخاطب صحیح اور منہ لگانے کے لائق سمجھتے۔ وہ نہ تو مرزا کو عالم علوم ظاہری سمجھتے ہیں نہ اہل باطن صاحب قوت قدسیہ خیال کرتے ہیں۔ وہ اس کو علوم ظاہری سے جاہل اور قوت باطنی سے بے بہرہ سمجھتے ہیں۔ اور جو دعوی وہ کرتا ہے (جیسے عربی نویسی کے مقابلہ کا دعوی یا باطنی طاقت سے نشان نمائی کا دعوی) اس کو وہ شعبدہ بازی یا مداریوں کی سی لاف وگزاف سمجھ کر اس کو منہ لگانا نہیں چاہتے۔ رہا جھوٹے کو ملزم کرنا، اور مثل مشہور: دروغ گورا بخانہ بایدرسانید، پر عمل کرنا، سو اس کی سابق کارستانیوں (سابق عربی نویسی و بشارتوں وپیش گوئیوں کے ایگزامینیش، امتحان، سے) بغیر کسی تکلیف اٹھانے اور وقت خرچ کرنے کے ہوسکتا ہے۔

علماء وقت کے مقابلہ میں مرزا کے ایسے دعوی، اس دعوی کی مثل یا نظیر ہیں کہ۔ ۱۔ ایک مریل آدمی جہان کے پہلوانوں سے کشتی لڑنیکا دعوی اور چیلنج کرے۔ ۲۔ یا فقیر قلاش روئے زمین کے بادشاہوں کو الٹی میٹم (لڑائی کا آخری نوٹس) ارسال کرے۔ ۳۔ یا ایک طفل مکتب دنیا کے عالموں فاضلوں کو مباحثہ کے لئے بلائے۔ ۴۔ یا ایک پنساری یا بناوٹی طبیب اشتہاری مسلّم الثبوت و

ڈگری یافتہ ڈاکٹروں اور سندی خاندانی طبیبوں سے معالجہ میں مقابلہ کرنا چاہے۔

پس کیا ممکن اور بحکم عقل جائز ہے کہ کوئی نامی پہلوان یا کسی سلطنت کا بادشاہ یا کوئی مسلّم الکل عالم وفاضل یا مسلّم شدہ ڈاکٹر یا حکیم اس کندہ ناتراش مقابل کے مقابلہ کے لئے میدان میں علم بلند کرے۔نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔

ان چار مثالوں کو مرزا کے معتقد اور اس کو کوئی چیز سمجھنے والے حسب حال نہ سمجھیں تو ان کی فہمائش کے لئے دو مثالیں مرزا قادیانی کے گھر لگتی پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ ملا محمد بخش منیجر اخبار جعفرزٹلی لاہور نے بارہا مرزا قادیانی کو مباحثہ ظاہری کیلئے بلایا ہے۔

۲۔ باطنی امور کشف وکرامت وقبولیت دعا میں مقابلہ کے لئے میاں ارادت خان مرحوم ساکن موضع کروالیاں علاقہ بٹالہ نے بذریعہ مریدان مرزا اس کو بارہا بلایا ہے۔

ان دونوں صاحبوں کے مقابلہ کے لئے مرزا کبھی تیار نہیں ہوا جس کی وجہ بجز اسکے کوئی کچھ نہیں بتایا کہ وہ ان کو مخاطب صحیح نہیں سمجھتا۔ایسا ہی مرزا کو دعاوی مذکورہ میں سمجھو، اور ہرگز امید نہ رکھو کہ کوئی کسی فرقہ کا عالم اس کے مقابلہ کا ارادہ کرے اور مرزا کو یہ عزت دے۔

اس وقت تک جو بعض علماء ہندوستان وپنجاب نے اسکے مقابلہ میں قلم اٹھایا یا کسی مجلس میں اس کو ساکت وملزم کیا ہے تو باوجودیکہ وہ اس کو مخاطب صحیح اور منہ لگانے کے لائق نہ سمجھتے تھے صرف اس غرض سے اس سے مخاطب ہوئے ہیں کہ ناواقف لوگ جو اس کو عالم یا فقیر اہل دل سمجھ کر اس کے پیرو ہو گئے یا ہونا چاہتے ہیں اس کے بےعلم اور کور باطن ہونے سے آگاہ ہو جائیں۔لہٰذا انہوں نے بحکم ضرورت ننگ وعار کو گوارا کر کے اس کو مخاطب کر کے ملزم کیا ہے اور اس کو الزام بھی اسی کے مسلمات واقوال سے دیا ہے جیسا کہ اسکی درخواست مذکور سے جواب ہم نے تجویز کیا ہے۔

یہ غرض ان علماء کی بخوبی حاصل ہوگئی ہے اور اس کا علوم ظاہری سے بےعلم اور فیوض باطنی سے بے بہرہ ہونا کس وناکس پر ثابت ہو چکا ہے، تو اب کسی عالم کا اس کو اپنا مخاطب بنانا فضول ہے اور بلاضرورت ننگ وعار کو گوارا کرنا ہے۔

اسلام میں اس کی یہ وقعت وقدر دیکھ کر اور اس کے دعاوی مذکور کو نظائر اربعہ مسطورہ بالا کی مانند سمجھ کر علماء غیر اقوام نے بھی اس کو منہ لگانا نہیں چاہا۔اور اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلنے کو موجب عار سمجھا ہے۔زمانہ سابق میں اس نے بارہا اقوام غیر کے لیڈروں کو مخاطب کیا۔پر انہوں نے اس کو منہ نہ لگایا۔ایک دفعہ اس نے ایک اشتہار اردو انگریزی میں بیس ہزار کاپی چھپوا کر

ایشیاء اور یورپ کے مختلف مذاہب کے لیڈروں اور عالموں کے پاس بھیجا تھا جس میں برائے نام و بطور تمہید اسلام کے کمالات ذکر کر کے اپنی کرامات وغیب دانی وکشف بیانی وقبولیت دعا کا دعویٰ کیا تھا۔ اس اشتہار کو بھی کسی نے عزت کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اس کو جواب باصواب سے مخاطب نہ کیا۔ ایک پادری نے اس کا جواب دیا تو یہ دیا کہ ہم نے تیرے اشتہار کو آگ میں ڈال دیا ہے۔ آج کل لارڈ بشپ لاہور کو اس نے مباحثہ کی طرف بلایا تو وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ تم بحث و خطاب کے لائق نہیں ہو۔

گورنمنٹ اور ارکان سلطنت گورنمنٹ کو بھی یہ دلیر بہادر اشتہارات و چٹھیات و رسائل میں اپنا مخاطب بناتا ہے۔ مگر ادھر سے صدائے بر نخاست کا نقشہ نمودار ہوتا ہے اور اس کی تحریرات ورسائل کی رسید تک نہیں آتی چہ جائے کہ جواب و خطاب۔ پس جس شخص کی گھر میں اور باہر یہ وقعت ہو اس کو کوئی کیونکر مخاطب کرے اور اس کے ہر ایک دعوی پر جس کا اس کو بار ہا جواب دیا گیا ہو۔ مگر وہ اس کو فرط دلیری سے ہضم کر جاتا ہو، کون لنگر لنگوٹا کس کر میدان مقابلہ میں آکھڑا ہو۔ جو ایسا کرے گا وہ ویسا سمجھا جائے گا۔ اور اسی کی قطار وشمار میں عقلاء روزگار کے نزدیک داخل ہوگا۔ اس لئے اے ناظرین! علماء وقت ہر ملت و مذہب کے اس کو منہ نہیں لگاتے۔ اور اس کی درخواست کا جواب نہیں دیتے۔

ضروری نوٹ: ۱۔ درخواست ۲۷ جون ۱۹۰۰ء اور اشتہارات ۲۰، ۲۱ جولائی ۱۹۰۰ بہت سی باتیں مخالف تحقیق و برخلاف مرزا قادیانی نے کہی ہیں، جس کا مخالف اسلام ہونا ماہنامہ اشاعۃ السنہ سنین گذشتہ میں ثابت ہو چکا ہے لہذا ان سے تعرض ہمارے ذمہ نہیں رہا۔ جو شخص ہمارے رسائل سنین گذشتہ کو بغور ملاحظہ کرے وہ ان باتوں کا مخالف تحقیق و برخلاف اسلام ہونے کا تعین کر سکتا ہے۔ ایک بات درخواست ۲۷ جون ۱۹۰۰ء میں نئی کہی گئی ہے اور اسکی بابت مراسلت مندرجہ بالا میں ہم سے رائے طلب کی گئی ہے۔ لہذا بپاس خاطر راقم مراسلت میاں الٰہی بخش ومیاں رحیم بخش اس نئی بات کی نسبت نہ صرف اپنی بلکہ تمام علماء اہل اسلام کی رائے اسی پچھلے رسالہ اشاعۃ السنہ سے ظاہر کی جاتی ہے۔

وہ بات یہ ہے جو درخواست ۲۷ جون کے صفحہ ۴۔۵ میں کہی گئی ہے کہ مرزا مسیح موعود ہے اور مسیح موعود کو حکم کہا گیا ہے اور حکم کا حق ہے کہ ایسی حدیثوں کو (یعنی جن کو مرزائی خلاف قرآن سمجھتے ہیں) رد کرے اور خدا سے الہام پا کر موضوع ٹھہراوے اگرچہ وہ دس لاکھ یا اس سے زیادہ ہوں۔ یہ

صریح حیا اور شرم اور دیانت کے برخلاف ہے کہ مرزا کو مسیح موعود و حکم مان کر پھر اس بات پر زور دیا جائے کہ وہ ذرا بھی ہمارے مسلمات میں دخل نہ دے۔

اس بات کی نسبت اسلامی رائے اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۳ کے صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۶۰ وغیرہ فتوی بحق مرزا بیان ہو چکی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمانوں نے جو واقعی مسیح موعود اور آنے والے مسیح ابن مریم کو حکم مانا ہوا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ قرآن اور حدیث پر حکم یعنی حاکم ہوگا۔لہذا جس آیت یا حدیث کو چاہے گا مانے گا اور جس کو چاہے گا رد کر دے گا، بلکہ مسلمانوں نے اس کو قرآن اور حدیث کا جس کا دوسرا نام سنت ہے، محکوم مانا ہوا ہے نہ کہ حکم۔ اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح موعود شریعت محمدیہ (قرآن و حدیث) کا تابع ہو کر لوگوں پر حکم ہوگا۔ اور لوگوں پر ان امور میں جن میں وہ قرآن حدیث چھوڑ جائیں گے قرآن و حدیث کے موافق حکم کرے گا۔ حضرت عیسیٰؑ تو دوسرے نبی حضرت موسیٰؑ اور ان کی کتاب توراۃ کے تابع تھے آنحضرت ﷺ کے وقت میں خود حضرت موسیٰؑ جو متبوع تھے آتے تو وہ بھی آنحضرت ﷺ کی شریعت قرآن و حدیث کے تابع ہوتے۔لہذا مسلمانوں کی رائے اور قرارداد میں حیا اور شرم اور ایمان کے برخلاف یہ بات ہے کہ مسیح موعود کو قرآن اور حدیث پر حکم تسلیم کیا جائے۔ اور ان کے نزدیک ایمان و حیا کا لازمہ ہے کہ جو مسیح موعود بن کر کسی آیت قرآن کا خلاف کرے یا کسی حدیث صحیح کو موضوع کہے اور قرآن حدیث پر حکم بننے کا دعوی کرے اس کو اسلام سے خارج سمجھ کر اس کے اتباع سے بچیں اور اس کو منجملہ ان تیس اشخاص دجاجلہ کے سمجھیں جو آنحضرت ﷺ کے بعد جھوٹا دعوے بنوت کریں گے۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۳ کے صفحہ ۱۷۲ میں فتوی علمائے پنجاب بحق مرزا قادیانی ملاحظہ ہو۔

۲۔ خاکسار محمد حسین نے تو مرزا قادیانی کے دعوی بالمقابلہ تفسیر نویسی اور نشان نمائی کو اسکی قدیم لاف زنی سمجھ کر اور اسلاف زنی کے مقابلہ میں اسی پرانے جواب کو جو اس مقام میں اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ و ۱۵ سے نقل کیا گیا کافی خیال کر کے اعراض اختیار کیا اور اپنی بعض ذاتی اور قومی ضرورتوں کے لئے شملہ پہنچا۔ مگر سید پیر مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ نے مرزا کی دعوت کو قبول کیا اور ایک جمعیت کے ساتھ لاہور میں تشریف لائے اور کئی روز تک مرزا کو بلا کر اسکے لاہور آنے کے منتظر رہے مگر مرزا نے نہ آنا تھا، نہ آیا۔ آخر پیر صاحب میدان جیت کر وطن کو واپس تشریف لے گئے اس کی مفصل کیفیت بعنوان روئداد جلسہ اسلامیہ مطبع مصطفائی لاہور میں چھپ کر شائع ہوئی ہے اس مقام میں ہم اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ اس روداد میں بعد حمد وصلوۃ لکھا ہے:

جلسہ لاہور کی مختصر کیفیت

ناظرین! مرزا غلام احمد قادیانی ایک مقدمہ فوجداری میں زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری بعدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بحیثیت ملزم حاضر تھا۔ اخیر تاریخ فیصلہ پر اس کو ایک اقرار نامہ بوجہ بریت لکھنا پڑا جس کی پہلی تین شرطیں حسب ذیل تھیں:

۱۔ وہ ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کرے گا جس کے یہ معنی یہ خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (مسلمان ہندو، عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲۔ وہ خدا کے پاس ایسی اپیل (دعا) کرنے سے اجتناب کرے گا کہ وہ کسی شخص کو ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے، یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳ کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہے گا جس کا یہ منشاء ہو یا ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

اس اقرار نامہ کے تحریر کر دینے کے بعد چند روز تک بہ تبعیت اقرار نامہ مذکور مرزا قادیانی خاموش رہا مگر اس کی پیروی کرنے اور بر بنا اس کے خاموشی اختیار کرنے میں جب آمدنی اور چندہ پر ایک معتد بہ اثر پڑا، اور الہامی یا قوتیوں کی تیاریوں میں فرق آیا اور پرانے رفیق منشی الٰہی بخش ملہم، منشی عبدالحق اکونٹنٹ، حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر، ڈپٹی فتح علی شاہ اور دیگر اچھے اچھے پیرو پھر گئے، تو مرزا قادیانی کو ضرورت نفس نے مجبور کیا کہ پھر وہی پرانی طرز اختیار کرلے اور تب اشتہارات منارۃ المسیح، معراج یوسفی، معیار الاخیار نکالے۔ مگر اس سے بھی مطلب براری نہ ہوئی تو سوچ سوچ کر حضرت پیر مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر ۸۶ معزز علمائے کرام وصوفیائے عظام کو بالخصوص اور باقی تمام علماء وصوفیا پنجاب ہند کو بالعموم مباحثہ کے لئے مقام لاہور بمقابلہ خود دعوت دی اور ان الہامات سے کام لیا جن کے عدم شیوع کی نسبت مذکورۃ الصدر میں اقرار کر چکا تھا اور یہ چاہا کہ پیر صاحب موصوف میرے مقابلہ میں مباحثہ تقریری وتحریری (تفسیر الفرقان) کریں اور اپنے الہام ہائے متعددہ سے جتایا کہ پیر صاحب ایسا مباحثہ کرنے میں بالکل ناکام رہیں گے بلکہ یہاں تک تھا کہ وہ اس مباحثہ کے واسطے لاہور تک بھی نہیں آئیں گے اور اگر ایسا کریں گے تو میرا غالب ہونا متصور نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

میں مکرر لکھتا ہوں کہ میرا غالب رہنا اس صورت میں متصور ہوگا کہ جب پیر مہر علی شاہ

بجز ایک ذلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی لکھ سکیں اور ایسی تحریر کریں جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرین کریں کیونکہ میں نے خدا سے یہی دعا کی ہے کہ وہ ایسا ہی کرے اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا اور اگر پیر مہر علی شاہ بھی اپنے تئیں مومن مستجاب الدعوات جانتے ہیں تو وہ بھی ایسی ہی دعا کریں اور یاد رہے کہ خدا تعالیٰ ان کی دعا ہرگز قبول نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے مامور مرسل کے دشمن ہیں۔اس لئے آسمان پر ان کی عزت نہیں۔

گو یہ اشتہار سخت بے ادبانہ اور نا قابل خطاب اور صریحاً خلاف شرائط اقرار نامہ محررہ مذکورہ کے تھا جو کہ مرزا نے اس خیال پر شائع کیا تھا کہ علمائے ہندوستان وغیرہ تو مجھے فتویٰ کفر دے چکے ہیں اور پیر صاحب کبھی میرے مقابلہ میں آنے کی پرواہ نہیں کریں گے کیونکہ (صوفیا بحث مباحثہ سے کنارہ کش رہتے ہیں اور اپنا وقت ایسے جھگڑوں میں ضائع نہیں کرنا چاہتے) پس نہ تو مقابلہ ہوگا اور نہ بحث بلکہ یوں ہی مفت کی شہرت سے میرا کام بن جائے گا۔

مگر دقت یہ واقع ہوئی کہ پیر صاحب موصوف بنظر اس کے کہ مرزا قادیانی کو عوام الناس میں جھوٹی شیخی بگھارنے کا موقع نہ ملے بالمقابل اشتہار کے ذریعہ سے بوجہ ہمدردی اسلام مباحثہ کیلئے آمادہ ہو گئے۔اور حسب الدرخواست اسکے ۲۵۔اگست ۱۹۰۰ء تاریخ مباحثہ مقرر کی۔ چنانچہ تاریخ مذکور پر پیر صاحب لاہور تشریف لے آئے مرزا کا اصلی منشاء تو صرف اپنی شہرت وتشہیر کا تھا اور یہ مقصد تو اس ہتھکنڈہ سے اچھی طرح حاصل ہو چکا تھا۔ باقی رہا واقعی مقابلہ سو اس کا جاں گداز خیال مرزا کو لاہور دہلی لدھیانہ وغیرہ مقامات کا وہ پرانا اور پر درد نظارہ کا سماں (جس میں اس کی خفت اور بے عزتی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا تھا) دکھاتا تھا اس لئے مرزا نے لاہور تک آنا گوارا نہ کیا۔ پیر صاحب ۲۴ تاریخ سے ۲۹۔اگست ۱۹۰۰ء تک برابر لاہور میں مقیم رہ کر مرزا کی آمد کے منتظر رہے اور ہر دو وقت صبح ۷ بجے سے ۱۲ بجے دوپہر، نیز ۵ بجے سے ۷ بجے شام تک مجلس عام میں جس میں عموماً معززین اسلام وعلمائے کرام صدہا موجود ہوتے تھے مرزا کے عقاید کی تردید فرماتے رہے مگر مرزا جی لاہور نہ آئے، پر نہ آئے۔

۲۴ تاریخ سے ۲۶۔اگست کی شام تک انتظار کر کے جملہ اہل اسلام کی رائے سے تجویز ہوا کہ صبح ۲۷۔اگست ۱۹۰۰ء کو مسجد شاہی واقع لاہور میں ایک عام جلسہ منعقد کیا جائے اور اس میں جو کاروائی من اولہ الی آخرہ در بارہ مناظرہ ومباحثہ حضرت پیر مہر علی شاہ ودیگر علمائے عظام وصوفیائے

کرام اور مرزا کے مابین ہوئی ہے ضبط تحریر میں لا کر پڑھی اور عوام الناس کو سنائی جائے اور آئندہ کے واسطے مرزائی حرکات کے متعلق مناسب تدابیر سوچی جاویں اور نیز جو صاحبان دور دراز مقامات سے تشریف لائے ہیں ان کا شکریہ بھی ادا کیا جائے۔ باوجودیکہ یہ تجویز نہایت تنگ وقت پر سوچی گئی تھی اور رات کے آٹھ نو بجے ایک معمولی منادی کے ذریعہ سے شہر میں اطلاع دی گئی تھی تاہم تقریباً آٹھ دس ہزار آدمی مسجد مذکور الصدر میں صبح کو جمع ہو گئے۔ پیر مہر علی شاہ و دیگر مشائخ کرام و علمائے عظام تشریف لائے اور کاروائی جلسہ شروع ہوئی۔

اس جلسے کا نتیجہ یا فیصلہ امور ذیل ہیں:

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو تحقیق منظور نہیں، اور وہ خواہ مخواہ بزرگان دین ومعززین اسلام کو مخاطب کر کے دیگر اشخاص کے مصارف سے اپنی شہرت و مشہوری چاہتا ہے۔ اور یہی اس کا مقصود ہے۔

۲۔ اس موقع پر اس نے پیر صاحب کو مع دیگر علماء کے خود بخود دعوت مباحثہ دے کر تکلیف دی اور وقت پر مقابلہ میں آنے سے عمداً گریز کر کے اپنی لاف زنی سے ناحق صدہا بزرگان دین ومعززین اسلام کا وقت ضائع کیا بلکہ کئی ایک طرح کے حرج و ہزاروں روپیہ کے مالی نقصان کا انہیں متحمل کیا

۳۔ اس کے عقاید بالکل خلاف قرآن کریم وسنت رسول اللہ ﷺ وصحابہ کرام کے ہیں۔

۴۔ اس کے دعوے بالکل غلط و بے بنیاد اور لغو ہیں۔

۵۔ وہ آنحضرت ﷺ کا مخالف خود رسالت کا دعویدار ہے وہ اپنے اشتہار معیار الاخیار میں یوں لکھتا ہے قل یا ایّها النّاس انّی رسول اللّٰه الیکم جمیعاً۔ ترجمہ۔ اے غلام احمد تو تمام لوگوں کو کہہ دے کہ میں تمہارے لئے رسول اللہ ہوں۔

۶۔ وہ قرآن مجید کی آیتوں کو اپنے اوپر نازل ہونا تحریر کرتا ہے اور قادیان کو بیت اللہ سے نسبت دیتا ہے اور مسجد قادیان کو مسجد اقصیٰ کہتا ہے اور معراج آنحضرت ﷺ سے منکر ہے۔

۷۔ وہ حضرت عیسیٰ روح القدس کی سخت توہین کر رہا ہے۔

۸۔ وہ بزرگان دین کے حق میں بہت بیجا و ہتک آمیز تحریریں شائع کر کے ان کی دل شکنی کر رہا ہے۔

۹۔ وہ اپنے من گھڑت الہاموں اور فضول دعووں سے ناحق دنیا کو دھوکہ دے رہا ہے۔

۱۰۔ اس کی اور اس کے حواریوں کی تحریریں سخت بدتہذیب اور ناجائز الفاظوں سے لبریز ہوتی ہیں۔

۱۱۔ اس کی عام اسلامی مخالفت اور خلاف دینی عقاید کے باعث اسے علماء ہندوستان وغیرہ فتویٰ کفر دے چکے ہوئے ہیں۔

پس بلحاظ وجوہات مذکورہ بالا جملہ حاضرین جلسہ کی اتفاق رائے سے یہ قرار پایا کہ یہ شخص مخاطب ہونے کی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور شرمناک دروغ گوئی سے اپنی دکان چلانا چاہتا ہے اور اس نے ہمیشہ بے اصول بحث اور متناقض دعاوی سے چالبازی اور حیلہ جوئی کو اپنا شعار کر لیا ہے اور شرفاء کی پگڑیاں اتارنے اور بازاری و عامیانہ حرکات سے اپنی روزی کمانے کا پاکھنڈ اس نے بنا رکھا ہے اور مذہبی مباحثات میں جو آزادی ہماری عادل گورنمنٹ نے دے رکھی ہے اس کو بیجا طور پر استعمال کر کے ہندوستان کے مختلف فرقوں میں فساد اور عناد بڑھانا چاہتا ہے اس لئے آئندہ کوئی اہل اسلام مرزا قادیانی یا اس کے حواریوں کی کسی تحریر کی پرواہ نہ کریں اور نہ ان سے مخاطب ہوں اور نہ ہی انہیں کچھ جواب دیں کیونکہ اس کے عقاید وغیرہ بالکل خلاف اسلام ہیں۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ ص ۱۱۳۔۱۳۲)

فتویٰ جواز امامت مریدِ قادیانی
میں دھوکہ بازی

مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ لکھتے ہیں: جون ۱۸۹۸ء میں ایک خط عبدالرحیم تار بابو ریلوے سٹیشن سرہند (جو اسکے بعد سٹیشن کیسری متصل انبالہ میں متعین رہے) کا اس مضمون کا پہنچا کہ آپ چنیں و چناں منصب و درجہ کے عالم ہیں اس لئے آپ کی خدمت میں دو فتوے بھیجتا ہوں ان پر اپنے دستخط و مہر ثبت فرما کر ان فتووں کو واپس فرما دیں۔ ان میں ایک سوال کا یہ مضمون تھا کہ کوئی شخص خلاف سنت عمل نہیں کرتا قرآن و حدیث کے موافق عمل کرتا ہے اور مرزا صاحب قادیانی سے بیعت ہے اس کو نماز کے لئے پیش امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب میرے عزیز تلمیذ سید عبدالحفیظ مونگیری مقیم دہلی کے قلم کا لکھا ہوا یہ درج تھا کہ جس کا عمل موافق کتاب وسنت ہے وہ لائق امامت ہے۔ صرف قادیانی کے مرید ہو جانے سے حکم فسق و فجور کا اس پر نہیں ہو سکتا جب تک عقاید باطلہ پر مرزا کے نہ چلے۔ اس جواب پر حضرت شیخنا وشیخ الکل (سید نذیر حسین محدث) اور ان کے دونوں نبیرہ صاحبزادوں کی مہر ثبت تھی۔

دوسرے فتوے کے سوال کا مضمون یہ تھا کہ جو شخص قرآن اور حدیث کے موافق عمل کرتا ہے اور مرزا صاحب قادیانی سے بیعت ہے اس سے نکاح خوانی کرانا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب بھی عزیز عبدالحفیظ کے قلم کا لکھا ہوا یہ درج تھا کہ ہاں جائز ہے، منع پر اس

کے کوئی وجہ پائی نہیں گئی۔اس پر بھی حضرت شیخنا و شیخ الکل اور آپ کے دونوں (نبیرہ) صاحبزادوں کے دستخط ثبت تھے۔

اس سوال کا دوسرا جواب جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی قلم کا لکھا ہوا یہ درج تھا کہ ایسے شخص کا نکاح پڑھا ہوا درست ہے اگر جملہ شرائط موجود ہوں کیونکہ نکاح خواں کا مسلمان یا صالح ہونا بھی شرط نہیں۔اس جواب پر مولوی عزیز الرحمٰن صاحب، مولوی محمود علی صاحب وغیرہ علمائے دیو بند کے دستخط تھے۔

ان دونوں سوالوں کا ایک اور جواب مولوی عبدالعزیز صاحب بن مولانا علاء الدین صاحب متوطن کوم ضلع لدھیانہ مقیم پٹیالہ کی طرف سے یہ درج کیا گیا تھا کہ جو شخص خلاف مذہب اسلام کوئی حرکت نہیں کرتا اور قرآن وحدیث کے موافق عمل کرتا ہے اس کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنا یا اس سے نکاح خوانی کرانا جائز ہے۔مرزا صاحب سے بیعت ہونا نکاح خوانی یا امام بنانے سے مانع نہیں ہے۔

اس جواب پر اور جن نام کے مولویوں مدرسین انگریزی مہندر کالج کے دستخط ثبت تھے ان میں سے مسلمان سنی ایک بھی نہیں ہے۔سب کے سب مرزائی، مرزا قادیانی کے مرید یا معتقد تھے اور پٹیالہ کے مشہور و معروف مفتی مولوی محمد اسحاق صاحب کے دستخط اس پر نہ تھے۔

ان فتووں کو پڑھ کر خاکسار کو سخت تعجب پیدا ہوا کہ میرے عزیز مفتی اول (عبدالحفیظ) اور دیگر حضرات کبراء اہل تصدیق وافتاء نے صرف بیان سائل اور سوال کے الفاظ پر جواز کا فتوی لگا دیا اور اس سوال کے موقعہ ومحل ونتیجہ کی طرف توجہ کو منعطف نہ فرمایا پھر خاکسار نے ان سوالات کے محل وموقعہ ونتیجہ کو پیش نظر رکھ کر ان کا صحیح جواب تحریر کر کے ان ہی حضرات (حضرت شیخنا و شیخ الکل اور مولانا رشید احمد صاحب اور بواسطہ ان کے علماء دیو بند اور بواسطہ حاجی گل محمد ساکن پٹیالہ مولوی عبدالعزیز صاحب ومولوی محمد اسحاق صاحب ساکنان پٹیالہ) کی خدمت میں ارسال کیا۔اور ان حضرات اور علماء لاہور امرتسر وغیرہ کے پاس بھی بھیج دیا تو خدا کے فضل وتوفیق سے ازانجملہ مولوی عبدالعزیز صاحب مقیم پٹیالہ نے تو اس جواب سے (جو ان دھوکے باز مرزائیوں نے میرے پاس بھجوایا تھا) صاف انکار کیا اور اس کو ان ہی حضرات نائبین قادیانی کی جعل سازی قرار دیا چنانچہ حاجی گل محمد صاحب اپنے خط ۱۰ ستمبر ۱۸۹۸ء میں لکھتے ہیں:

جناب مخدوم مکرم مولوی محمد حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بجواب سامی نامہ مکلّف خدمت ہوں کہ جناب کا خط مولوی عبدالعزیز صاحب کو بجنسہ رحیم بخش گھڑی ساز کی دکان پر ملاحظہ کرایا گیا بجواب اس کے انہوں نے فرمایا کہ نکاح خوانی کے فتوی کی مجھ کو کچھ خبر نہیں نہ وہ فتوی میرے پاس آیا اور میں نے اس پر مہر کی۔

نیاز مند گل محمد ۱۰ ستمبر ۱۸۹۸ء

اور باقی حضرات نے کمال فراخ دلی اور بلند حوصلگی سے اپنے ان فتووں سے رجوع کیا اور سلف امۃ اکابر آئمہ کی اس سنت قدیمہ پر کہ انہوں نے بعض مسائل میں اپنے اقوال سے رجوع فرما کر اپنے شاگردوں کے اقوال کو اختیار و پسند فرمایا تھا، عمل کر کے دکھایا۔ اور دوسرے علماء نے جن کے پاس یہ فتوی پہنچا اس کو تصدیق فرمایا۔

ذیل میں اپنے اس فتوی اور ان سوالات کے صحیح جواب اور ان حضرات کی تصدیق و تائیدات کو نقل کیا جاتا ہے اس کے بعد ان سوالات کے محل موقعہ اور اس فتوی کے نتیجہ سے ناظرین کو مطلع کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالی۔

سوال اول: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص خلاف سنت عمل نہیں کرتا قرآن وحدیث کے موافق عمل کرتا ہے اور مرزا صاحب قادیانی سے اس کی بیعت کی اس کو نماز کے لئے پیش امام بنانا شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں؟

سوال دوم۔ ایسے شخص سے نکاح خوانی کرانا جائز ہے یا نہیں؟ راقم۔ سراج الدین از خان پور

الجواب: مرزا غلام احمد کے عقائد باطلہ کفریہ و بدعیہ اس کی کتابوں اور اشتہاروں میں درج ہیں جو غالباً اس کے ہر ایک مرید کے پاس موجود ہیں اور ان ہی اعتقادات کی وہ اپنے مریدوں کو تلقین کرتا ہے از انجملہ چند اعتقادات اس کی کتابوں سے بطور تمثیل نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں لہذا آنے والا مسیح یہی مرزا قادیانی ہے (یہ عقیدہ اس کی اکثر کتابوں فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام وغیرہ میں درج ہے)

۲۔ یہی امام مہدی ہے جسکے آنیکی حدیثوں میں خبر ہے (ازالہ اوہام۔ صفحہ ۵۶۸۔ حجۃ اللہ۔ ص ۲۹۔ سر الخلافہ۔ ص ۳۹، ۵۲)

۳۔ یہی وہ رسول احمد ہے جس کی بشارت قرآن مجید سورہ صف میں حضرت عیسی کے

اس قول میں منقول ہے و مبشّراً برسول یّاتی من بعدی اسمہ احمد۔ اور رسالت ہنوز ختم نہیں ہوئی (ازالہ اوہام۔ ص ۶۷۳) وغیرہ

۴۔ حضرت عیسیٰ بن مریم کے وہ معجزات جو قرآن مجید میں مذکور ہیں کہ وہ مردہ کو زندہ کرتے، مٹی سے پرند بناتے، کوہڑی اور اندھے کو اچھا کرتے، وہ سب از قسم شعبدہ بازی و عمل مسمریزم تھے۔ قادیانی اس عمل کو مکروہ و قابل نفرت نہ جانتا تو ان کا موں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۳۰۲، ۳۰۵، ۳۰۹)

۵۔ دجال سے (جس کی آنحضرت ﷺ اور پہلے نبیوں نے خبر دی ہے) مراد پادری لوگ ہیں۔ خر دجال سے ریل گاڑی مراد ہے (جس پر وہ خود بھی سوار ہوا کرتا ہے)۔ دابۃ الارض سے علماء وقت مراد ہیں۔ یاجوج ماجوج سے انگریز اور روس مراد ہیں۔ ان حقائق کی رسول اللہ ﷺ کو خبر نہ تھی جو قادیانی کو ہوئی (ازالہ اوہام۔ ص ۶۹۱) وغیرہ

۶۔ حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنا اور ان کے آنے کا منتظر رہنا مشرکوں کا اعتقاد ہے۔ وغیرہ (اشتہار ۲۰ مئی ۱۸۹۱ء)

۷۔ دوزخ و بہشت اور ان کے آلام و نعیم کا خارجی وجسمانی وجود نہیں ہے بلکہ صرف ظلی ومثالی وجود ہے جو انسان کی روحانی حالتوں کے اظلال وآثار ہوں گے (دیکھو لیکچر قادیانی رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب کے صفحہ ۱۸۲ میں اور اخبار مخبر دکن ۲۵ مارچ ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۲۸ میں)

(اصل عبارت مرزا قادیانی یہ ہے: اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن شریف کی رو سے دوزخ اور بہشت دونوں اصل میں انسان کی زندگی کے اظلال وآثار ہیں وہ کوئی ایسی نئی جسمانی چیز نہیں ہے جو دوسری جگہ سے آوے۔ یہ سچ ہے کہ وہ دونوں جسمانی طور سے متمثل ہوں گے مگر وہ اصل روحانی حالتوں کے اظلال وآثار ہوں ہم لوگ ایسے بہشت کے قائل نہیں ہیں جو صرف زمین میں جسمانی طور پر درخت لگائے گئے ہوں اور نہ ایسے دوزخ کے قائل ہیں جس میں درحقیقت گندھک کے پتھر ہیں بلکہ اسلامی عقیدہ کے موافق بہشت و دوزخ انہیں اعمال کے انعکاسات ہیں جو دنیا میں انسان کرتا ہے)

ان عقاید کی نظر سے علماء پنجاب و ہندوستان نے مرزا قادیانی کے حق میں یہ فتوی لگایا ہے (جو اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۳ میں چھپ کر شائع ہوا ہے) کہ یہ شخص ان عقاید و خیالات

کے سبب اسلام سے خارج ہے اور مبتدع و گمراہ، مسلمان اس سے احتراز اختیار کریں، نہ اس کو سلام کریں، نہ دعوت مسنون میں بلائیں اور اس کے پیچھے نماز میں اقتداء کریں اور اگر ان ہی عقائد پر مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔

اس فتوی کی رو سے جو شخص ان اعتقادات قادیانی کو جان کر اور سن کر اس کو ولی اور بزرگ خیال کرے اور اس اعتقاد کے ساتھ اسکی بیعت و مریدی اختیار کرے وہ بھی قادیانی کے مثل گمراہ و مبتدع ہے۔ مسلمان کو جائز نہیں کہ ایسے شخص کو نماز میں پیش امام بنائیں یا اپنی مجلس نکاح میں اس کو نکاح خواں بنا کر جگہ دیں اور اس کی عزت کریں جو مسلمان ایسا کریگا وہ بحکم احادیث ذیل مورد لعنت ہوگا اسلام کا ڈھانیوالہ۔

بخاری میں ہے: قال رسول اللّٰہ من احدث حدثا او آوی محدّثا فعلیه لعنة اللّٰہ و الملائکة و النّاس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل۔
یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص بدعت نکالے یا بدعتی کو جگہ دے اس پر خدا کی اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ نہ اس کے فرض قبول ہوں گے نہ نفل۔

اور بیہقی سے مشکوۃ میں روایت ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ من وقّر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اہل بدعت کی توقیر کی اس نے اس کو اسلام ڈھانے میں مدد دی۔

اس مرید قادیانی کی نسبت جو سوال میں کہا گیا ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کے موافق عمل کرتا ہے اور ان کا خلاف نہیں کرتا یہ محض غلط ہے اور اس سے مجیب اور مفتی کو مغالطہ دنیا مقصود سائل معلوم ہوتا ہے وہ اس سے بڑھ کر خلاف قرآن اور حدیث کا کیا کرے گا کہ اس نے ایک سخت گمراہ کی بیعت کی اور ان عقاید باطلہ کفریہ بدعیہ کے ساتھ اس کو بزرگ اور ولی جانا۔ اگر وہ عقائد مذکور قادیانی کو گمراہی و بدعت جانتا ہے تو پھر وہ اس گمراہ کا مرید کیوں ہوا۔ اور اگر وہ ان عقاید قادیانی سے بے خبری کی وجہ سے اس کے دام بیعت میں پھنس گیا ہے تو اب وہ اس بیعت کو فسخ کیوں نہیں کرتا۔ اور اس کو خیر باد کیوں نہیں کہتا اور اگر وہ بھی ان عقاید قادیانی کا معتقد ہے اور ان عقاید کو برحق جانتا ہے تو ان عقاید کے ساتھ اس کا کوئی عمل نماز روزہ وغیرہ (گو بظاہر قرآن و حدیث

کے موافق نظر آتا ہو) مقبول نہیں بحکم احادیث مذکورہ و دیگر احادیث کثیرہ کہ ازانجملہ یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے قال رسول اللّٰہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو ردّ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو کوئی دین میں ایسی نئی بات نکالے جو اس میں سے نہ ہو وہ اسی کی طرف پھیری جائے گی یعنی قبول نہ ہوگی

وازانجملہ حدیث صحیح بخاری ہے جو خوارج اہل بدعت کے حق میں وارد ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ یخرج فی ھذہ الامّة قوم تحقرون صلوتکم مع صلوتھم یقرؤن القرآن لا یجاوز حلوقھم او حناجرھم یمرقون من الدّین کمروق السھم من الرّمیّة یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس امت میں ایسے لوگ نکلیں گے جن کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو تھوڑا سمجھو گے یعنی ان کی نمازیں بظاہر تمہاری نمازوں سے زیادہ ہوں گی وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے متجاوز نہ ہوگا یعنی محل قبولیت کو نہ پہونچے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

اس قسم کی احادیث اور بہت ہیں جن سے ثابت ہے کہ کوئی عمل نماز پڑھنا تلاوت کرنا وغیرہ مقبول نہیں جب تک اعتقاد بدعت سے پاک نہ ہو لہذا مسلمانوں کو جائز نہیں کہ ایسے گمراہ کو امام بنائیں یا اس کو نکاح کی مجلس میں بلا کر عزت دیں اور اس سے نکاح خوانی کرائیں بالجملہ قادیانی کے مرید رہنا اور مسلمانوں کا امام بننا دونوں باہم ضدیں ہیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ راقم ابوسعید محمد حسین عفی عنہ

الجواب صحیح، اور جو جواب پہلے میاں عبدالحفیظ کی قلم سے لکھا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ فقط۔ راقم، محمد نذیر حسین

یہ جواب صحیح ہے۔ جس کے یہ عقاید ہیں اس کو اسکے اتباع کو امام بنانا اور ان سے نکاح پڑھوانا حرام ہے اگرچہ انعقاد نکاح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں ان کی توقیر ہے اور توقیر ایسے بیدینوں کی حرام ہے، اور قبل اسکے جو بندہ نے فتوی جواز نکاح کا دیا ہے اس سے مراد صحت نکاح ہے مگر قاضی بنانا اس کا ہرگز جائز نہیں پہلے فتوی میں اس امر سے ذہول رہا۔ صرف اس امر کا جواب دیا گیا کہ نکاح درست ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔ بندہ رشید احمد عفی عنہ

واقعی اگر وہ مرید قادیانی کا عقاید باطلہ میں شریک قادیانی کا ہے اور عقیدہ اس کا

مثل عقیدہ قادیانی ہے تو امام بنانا اس کا حرام ہے اور اس سے نکاح خوانی کرانا حرام ہے اور اس مرید کا بیعت قادیانی کو فسخ نہ کرنا دلیل استحسان عقاید قادیانی ہے اس صورت میں وہ مثل قادیانی ہے اور امام بنانا اس کا روانہیں اور نکاح اس کا پڑھایا ہوا اگرچہ منعقد ہو جاتا ہے لیکن اس کو نکاح خوان بنانا جس میں اسکی تعظیم پائی جاتی ہے درست نہیں، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم ۔کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی

الجواب صحیح محمد منفعت علی مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد محمود عفی اللہ عنہ

الجواب الصحیح و المجیب نجیح ۔عبدالجبار غزنوی عفی عنہ

الجواب صحیح ۔ابوزبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

جو شخص ثابت ہو کہ واقعی وہ قادیانی کا مرید ہے بلا کسی شرط اور حیثیت کے اس کو امام بنانا یا اس سے نکاح خوانی کرانا یا اس سے رشتہ مناکحت کا رکھنا ناجائز ہے۔

ابوعبید احمد اللہ عفی عنہ امرتسری

یہ جواب جو علمائے عظام نے لکھا ہے بالکل ٹھیک اور بہت درست ہے اور جس کی نسبت لکھا گیا ہے کہ عامل قرآن و حدیث ہے اور مرزا کا مرید ہے غلط ہے جو مرزا کے مرید ہیں سب قرآن و حدیث کے مخالف ہیں ایسے خبیث کی امامت جائز نہیں۔

راقم ۔العائذ باللہ المستعان محمد علی واعظ عفاعنہ الرحمٰن

الجواب ۔مولوی رشید احمد صاحب کے جواب سے متفق ہوں اور قبل ازیں اس کے قریب قریب ایک مستقل فتوی لکھ چکا ہوں ۔محمد اسحاق عفی عنہ مفتی پٹیالہ

ایں جواب صحیح است وحق صاف وصریح است ۔محمد یار عفی عنہ امام مسجد طلائی لاہور

الجواب صحیح ۔غلام احمد مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور

الجواب صحیح ۔عبداللہ مدرس ثانی مدرسہ نعمانیہ لاہور

اقوال اور عقاید مندرجہ جواب محولہ بالا کتب مرزا قادیانی برخلاف عقاید اسلام ہیں۔

غلام محمد البگوی امام شاہی مسجد لاہور

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ ص ۱۳۳ تا ۱۴۰)

پرافٹ قادیان کی پیشگوئی

۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد پرافٹ (پیشین گو) قادیان کا تو یہ دعوی ہے کہ اس کی صدہا بلکہ ہزارہا پیش گوئیاں پوری ہوگئی ہیں جن کو اس کے کم فہم و نادان پیروان نے مان لیا ہے۔ مگر جو لوگ عقل و قلب سلیم و فہم و حواس مستقیم رکھتے ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی ایک پیش گوئی بھی پوری نہیں ہوئی اور وہ سب کی سب جھوٹ نکلی ہیں۔ ہر چند بعض پیشگوئیاں کاہنوں، رمالوں، نجومیوں، جوتشیوں، اڑڑپوپوکہلانے والوں کی بھی توافق اصول اخذ یا اتفاق سے پوری ہو جاتی ہیں مگر خدا کی قدرت اور حکمت اور پرافٹ کی الٹی کرامت کو دیکھو کہ اس کی پیشگوئیوں میں سے ایک بھی سچی نہیں نکلی۔ اس کی بڑی مشہور پیش گوئیاں تین ہیں: عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی۔ پنڈت لیکھ رام کے قتل یا خواری کی پیش گوئی، اور شوہر زوجہ فرضی پرافٹ قادیان کی موت کی پیش گوئی (جن پر اس کو اور اس کے دام افتادوں کو بڑا ناز ہے) مگر ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵، ۱۶، ۱۸ کے ناظرین پر مخفی نہیں کہ ان تینوں میں سے ایک بھی مطابق بیان پرافٹ قادیان کے پوری نہیں ہوئی۔

عبداللہ آتھم اور لیکھ رام گو فوت ہو گئے مگر میعاد پیش گوئی پرافٹ قادیان کے مخالف، نہ کہ اس کے مطابق (جس میں ناظرین جلد ۱۸ وغیرہ اشاعۃ السنہ کو ذرہ بھر شک نہ ہوگا) اور شوہر زوجہ فرضی پرافٹ قادیان تو اب تک زندہ رہا اور بچے جنا رہا ہے (جس میں کوئی احمق سے احمق بھی جو آنکھ کان سلامت رکھتا ہوگا ذرہ بھر شک نہ کرے گا)۔

اسی سلسلہ پیش گوئیوں میں پرافٹ قادیان نے خاکسار محمد حسین کے حق میں تیرہ مہینے کے معیاد کی پیش گوئی عذاب ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء کو کی تھی جو جھوٹی نکلی اور پوری نہ ہوئی۔ اور اس کا نتیجہ ایسا ظاہر ہوا کہ اس کی اس قسم کی پیش گوئیوں کا خاتمہ ہوگیا (جس کی تفصیل ہمارے مضمون، مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا؟ میں ہو چکی ہے) اس پیش گوئی کے جھوٹی نکلنے اور اس سے نتیجہ مذکورہ ظاہر ہو جانے کے بعد ہم کو حاجت نہ تھی کہ ہم اس پیش گوئی کے متعلق قلم اٹھاتے اور اس کا پورا نہ ہونا ثابت کرتے

۔ اگر ظہور اس نتیجہ کے بعد پرافٹ قادیان اس پیش گوئی کی سچائی کا دم نہ بھرتا اور اس کی سچائی ملمع دکھانے کیلئے اشتہارات ۳، ۶، ۷ فروری و ۲۷ نومبر دسمبر؟ ۱۸۹۹ء جاری نہ کرتا۔ مگر کمال افسوس ہے کہ اس نے بڑی سرگرمی و عرق ریزی سے ان اشتہارات کو مکرر چھپوا کر شائع کیا۔ اور اس پیشگوئی کے پورے ہونے کا دعوی کر کے مصرع مشہور: چہ دلا وراست دز دے کہ بکف چراغ دارد، کا مصداق بن کر دکھا دیا۔ اس پر بھی ہم نے صبر و سکوت اختیار کیا اور اس بیہودہ کاروائی پرافٹ کو لغو و بے اثر سمجھا اور اس وجہ سے عرصہ تین سال (۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۱ء) تک ان کا نوٹس نہ لیا۔ سال حال (۱۹۰۲ء) میں اس کے اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کی صرف دو باتوں پر (۱۔ اڈیٹر اشاعۃ کو گورنمنٹ سے زمین عطا ہونا وہ ذلت ہے جس کی پیش گوئی اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء میں ہوئی تھی۔ ۲۔ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اڈیٹر اشاعۃ السنہ سے اقرار کرا لیا تھا کہ وہ آئندہ پرافٹ قادیان کو کافر نہ سمجھے اور اپنے فتوی تکفیر کو منسوخ کر دے) رسالہ نمبر ۴ کے صفحہ ۹۶، ۱۰۷ میں مختصر ریمارک کیا تھا کہ یہ باتیں محض دروغ بے فروغ ہیں۔

ان دنوں ہم نے ایک شخص کو اسکے بد افعال و بیجا حرکات سے روکا اور محض حسبۃً للّٰہ و نصحاً لخلق اللّٰہ ٹوکا تو اس نے ہماری نصیحت کے مقابلہ پر پرافٹ کے اشتہارات جنوری ۱۸۹۹ء کو دستآویز بنا کر ہم پر یہ اعتراض کیا کہ وہ زمین جو تم کو عطا ہوئی وہ مہدی سے انکار کرنے کے صلے میں عطا ہوئی ہے لہذا اس زمین کی آمدنی تمہارے لئے ناجائز ہے۔ اس شخص کا یہ اعتراض بعینہ اس شخص کا سا اعتراض ہے جس کو کسی ناصح مشفق نے کہا تھا کہ بھائی تمہارے آزار ٹخنے سے نیچے ہیں اور یہ شرعاً جائز نہیں تو اس نے اس کے جواب میں کہا کہ میاں تمہارے باوا جی کے نکاح پر جو کھانا کھلایا گیا تھا اس میں نمک کہاں برابر تھا۔

اس شخص کے اس اعتراض سے ہم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ دنیا نافہم احمقوں سے خالی نہیں بلکہ بقول بہلول دانا دنیا میں عقل مندوں کی نسبت احمق ہی زیادہ ہیں شائد ان اشتہارات پرافٹ قادیان نے اور احمقوں کو بھی اس شبہ میں ڈال رکھا اور ان اشتہارات کے مضمون کو سچا بتا کر اس خاکسار کی نسبت بدگمان کر رکھا ہو۔ ان بدگمان احمقوں کی بدگمانی دور کرنے کو (نہ پرافٹ قادیان سے بحث کا اکھاڑا جمانے کو) ہم ان اشتہارات کی غلط بیانیوں کو ظاہر کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پرافٹ قادیان کی وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور سچی نہیں نکلی اس پیش گوئی کو سچا کرنے کے لئے جو اس نے عمل کیا ہے اس میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے اور جو کچھ اشتہارات ۳، ۶، ۷ جنوری و ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں اس نے کہا ہے، اس میں خاکسار پر اور علما وقت پر اور مجسٹریٹ ضلع گورداسپور پر

افترا ء کیا اور بہتان باندھا ہے۔ نہ اس عاجز نے کسی تصنیف یا اشتہار یا مجلس میں اصلی امام مہدی سے انکار کیا، نہ اس انکار کے سبب علماء وقت نے میری نسبت کوئی فتوی دیا ہے، اور نہ اس انکار کا کوئی صلہ مجھے گورنمنٹ سے ملا ہے۔

غلط بیانی اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے متعلق رسالہ نمبر ۴ جلد ہذا میں ریمارک ہو چکا ہے اشتہارات ۳، ۶، ۷ جنوری ۱۹۸۸ء کی غلط بیانیوں کا اظہار اس مضمون میں کیا جاتا ہے وباللہ التوفیق

پس واضح ہو کہ پرافٹ قادیان کی پیشگوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء کا یہ مضمون تھا کہ فلاں فلاں اشخاص (اس خاکسار اور دو اشخاص دیگر ملا محمد بخش منیجر اخبار جعفر زٹلی، اور مولوی سید ابوالحسن تبتّی) کو تیرہ مہینے میں ذلت کی مار ہوگی۔ جس کے معنی لغت عرب اور ہند کی شہادت اور پرافٹ صاحب کی قدیم بول چال ومحاورہ اور عادت کے مطابق یہ سمجھی گئی کہ اس عرصہ میں اس خاکسار اور دوسرے دو اشخاص پر عذاب آئے گا، جو قتل کو بھی شامل ہے کیونکہ قرآن میں جہاں کہیں لفظ عذاب وارد ہے اس کے معنی ترجمہ ہندی شاہ عبدالقادر صاحبؒ اور ایک سیالکوٹی مرید قادیانی میں لفظ مار سے کی گئی ہے اور لفظ مار یا عذاب سے قرآن مجید میں بضمن قصہ فرعون آیت یسومونکم سوء العذاب میں قتل کے معنی مراد بتائے گئے ہیں اور پرافٹ صاحب نے خود بھی اپنی بعض پیش گوئیوں میں اس عذاب سے مراد قتل بتائی ہے اس وجہ سے خاکسار نے اس پیش گوئی سے قتل مراد سمجھ کر اپنی حفاظت کے لئے لائسنس ہتھیاروں کی درخواست کی تھی۔ پرافٹ صاحب کو جب اس امر کا علم ہو گیا اور اس معنی کی مراد سمجھے جانے کو اس نے سن لیا تو اس نے بخوف عدالت معنی قتل کو ٹلانے کے لئے ذلت کی مار سے مراد یہ قرار دی کہ جیسے ابوسعید محمد حسین کی کوشش سے ان پر فتوی کفر لگایا گیا ہے ایسا ہی اور اسی کی مانند اس پر فتوی لگایا جانا اس پیش گوئی سے مراد ہے۔ مگر اس نے غور فرما کر یہ تو نہ سوچا کہ اگر اس پیش گوئی میں عذاب سے اس قسم کی ذلت مراد ہے تو پھر یہ پیش گوئی دوسرے دو شخصوں (ملا محمد بخش منیجر اخبار جعفر زٹلی اور سید ابوالحسن تبتّی) کے حق میں کیوں کر پوری ہوگی۔

ان دونوں صاحبوں نے تو اس مضمون کا فتوی پرافٹ قادیان کے حق میں جاری ومشتہر نہ کیا تھا اور نہ ان دونوں کے حق میں پرافٹ قادیان نے اس مضمون کا فتوی حاصل کر کے اس ذلت کا ان کو محل بنایا ہے۔ ومع ہذا اس معنی ذلت کو پیدا کرنے کے لئے آپ نے خود کوشش کی اور اس قسم کا فتوی کفر حاصل کرنے کے لئے آپ نے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے خیال میں مجھے مہدی کی آمد کا منکر قرار دیا اور منکر مہدی کے حق میں ایک استفتا لکھ کر اپنے دو مخلص مریدوں ڈاکٹر اسماعیل خان ملازم

افریقہ اور مرزا خدا بخش ملازم مالیر کوٹلہ کے ہاتھ میں دیا اور ان کو یہ سمجھایا کہ وہ علماء امرتسر، لاہور، دہلی کے پاس جاکر خود بدولت پرافٹ صاحب کا نام لیکر اور ان کے اعتقاد کی حکایت و شکایت کر کے ان کو منکر مہدی بنا کر ان کے حق میں فتوی حاصل کریں تا کہ اس فتوی کو آپ خاکسار پر جمادیں

ان مخلص مریدوں نے حسب ہدایت پیر ایسا ہی کیا، سب سے پہلے مفتی مولوی عبدالحق غزنوی کے پاس جاکر ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا کہ میں افریقہ سے آیا ہوں۔ وہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات آمد مہدی سے انکار وغیرہ پھیل گئے ہیں۔ میں ان لوگوں کی اصلاح و درستی کے خیال سے یا وہاں سے ان کے اخراج کے لئے یہ استفتاء پیش کرتا ہوں آپ اس کا جواب دیں۔ ایسا ہی اور علماء کے پاس بیان کیا اور منکر مہدی پرافٹ قادیان کو بنایا۔

ان حضرات نے بھی مسئول عنہ ومحل استفتاء اسی پرافٹ کو سمجھا اور اس پر فتوی کفر وغیرہ لگا دیا، جب ڈاکٹر اسماعیل وہ فتوی کفر حاصل کر کے پرافٹ کے حضور میں پہنچے تو آپ کی درگاہ میں ان کی عزت و تحسین ہوئی۔ اور ان کی اس دھوکہ دہی پر صد آفریں کہی گئی جسکے وقوع و ثبوت پر رسالہ موسومہ، دو مسلمانوں کا حلفی بیان، شاہد ہے جو اسلامیہ پریس لاہور میں چھپ کر شائع ہوا ہے جنہوں نے وہ رسالہ نہیں ہے وہ خاکسار سے طلب کر سکتے ہیں۔ اور مولوی عبدالحق غزنوی وغیرہ علماء کے پاس ڈاکٹر اسماعیل خان کا بیان مذکور مولوی عبدالحق کے اشتہار اور ان کے اور دیگر علماء کے جوابات استشہاد میں جو اس مضمون میں منقول ہوں گے، نیز پایا جاتا ہے۔ اور یہ بات پرافٹ صاحب نے خود بھی اپنے اشتہار ے جنوری ۱۸۹۹ء میں شائع کر دی ہے کہ علماء اہل افتاء نے وہ فتوی خود مرزا قادیانی کے حق میں دیا ہے، خاکسار (محمد حسین) کے حق میں وہ فتوی نہیں دیا۔ اور کہا ہے اگر علماء اہل افتاء کو یہ امر معلوم ہوتا کہ وہ استفتاء ابوسعید محمد حسین کی نسبت کیا گیا ہے تو وہ ہرگز اس کے حق میں فتوی نہ دیتے۔ یہ بات اصل عبارت اشتہار ے جنوری ۱۸۹۹ء سے جو عنقریب منقول ہوگی ناظرین کو بخوبی ثابت ہوگی۔

اس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے کہ پرافٹ کی پیش گوئی اس بناوٹی معنی سے بھی پوری نہیں ہوئی کیونکہ کسی مولوی نے وہ فتوی خاکسار کے حق میں نہیں دیا اور اس عاجز کو منکر مہدی ٹھہرا کر کافر وغیرہ نہیں کہا، جو کچھ کہا وہ بحسب اعتراف خود پرافٹ کے ان ہی کو کہا ہے اور ان ہی کے حق میں (جو اعتقاد آمد مہدی موعود سے منکر ہونے کے برملا مدعی ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں) فتوی دیا ہے۔

اور اگر بالفرض والتقدیر وہ علماء میرے کلام میں آمد مہدی سے انکار پاتے اور اس وجہ

سے مجھ پر وہ فتوی کفر لگاتے تو پھر بھی چونکہ اس پیش گوئی کا پورا ہونا پرافٹ قادیان کی اپنی کوشش و تدبیر سے ہوتا اس لئے اس پیش گوئی کا ان بناوٹی معنی سے پورا ہونا ایسا ہوتا جیسا کہ ایک پیر کا اپنی پیش گوئیوں کو خود پورا کرنا مشہور یوں ہے۔ اور وہ رسالہ ردّ قادیانی تالیف مولوی عبدالحکیم صاحب دھرم کوٹی میں مسطور ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو جوان کو نذر نیاز دیتے تھے یہ پیش گوئی سنانے لگے کہ اگر تم میری نذر نیاز نہ دو گے تو تمہارا مال چور یا ڈاکو لوٹ کر لے جائینگے۔ اور پھر وہ اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے خود چوروں یا ڈاکوؤں کو جو اس کام کے لئے انہوں نے مقرر کر رکھے ہیں بھیج دیتے اور وہ ان کا مال لوٹ کر لے آتے تھے۔ پھر پیر صاحب فخر سے کہتے کہ تم نے میری پیش گوئی کا پورا ہونا دیکھ لیا۔ تم نے میری نیاز نہ دی تو تمہارا مال لوٹا گیا۔ جس کو کوئی شخص نہ آسمانی پیش گوئی سمجھتا ہے اور نہ آسمانی طور پر اس کے پورا ہونے کا یقین کر سکتا ہے۔ یہ تو اس پیش گوئی کے سچے نہ نکلنے کا بیان وجہ ثبوت ہے۔ اب اسکے اشتہارات ثلاثہ ۳، ۶، ۷ جنوری ۱۸۹۹ء کے افتراءات و بہتانات کو بیان کیا جاتا ہے جن کو اپنی پیش گوئی کی صداقت ظاہر کرنے کیلئے اس نے مشتہر کیا ہے۔

اشتہار ۳ جنوری ۱۸۹۹ء میں پرافٹ قادیان نے کہا ہے:

مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلت کی تھی اور میرا نام کافر دجال ملحد رکھا تھا اور اس نے فتوی کفر وغیرہ میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا... سو اب یہی فتوی پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں بلکہ خود محمد حسین کے استاد نذیر حسین نے اس کی نسبت دے دیا یعنی یہ کہ وہ کذاب اور دجال اور مفتری اور اہل سنت سے خارج ہے۔ اور اس فتوی کا باعث یہ ہوا کہ محمد حسین مذکور نے تمام علماء پر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کر رکھا تھا کہ وہ ان کی طرح اس مہدی کا منتظر ہے جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہوگا اور کافروں سے لڑے گا۔ مسیح موعود اس کی مدد کیلئے اور اس کی خوں ریزی کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کے لئے آسمان سے اترے گا۔ اور اس نے علماء کو یہ بھی کہا تھا کہ پہلے میں نے غلطی سے ایسا خیال کیا تھا کہ مہدی کے آنے کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ مگر اب میں نے اس قول سے رجوع کر لیا ہے اور اب میں پختہ اعتقاد سے جانتا ہوں کہ ایسا مہدی ضرور آئے گا۔ اور عیسائیوں اور دوسرے کافروں سے لڑے گا۔ اس کی تائید کیلئے عیسی آسمان سے اترینگے تا دونوں مل کر کافروں کو مسلمان کریں یا مار ڈالیں۔ یہ اعتقاد اس وقت محمد حسین نے مولویوں میں جوش پھیلانے کے لئے ظاہر کیا تھا جب کہ اس

نے میرے کا فر ٹھہرانے کے لئے ایک فتوی لکھا تھا۔ اور بیان کیا تھا کہ یہ شخص مہدی موعود کے آنے سے اور اس کی لڑائیوں سے منکر ہے۔ لیکن جب ان دنوں میں محمد حسین کو گورنمنٹ سے زمین لینے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے پوشیدہ طور پر ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو انگریزی میں ایک فہرست شائع کی جس میں اس نے گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا کہ میں اس مہدی موعود کو نہیں مانتا جس کے مسلمان منتظر ہیں۔ اور وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں جن میں اس کے آنے کی خبر ہے اور اس کی بدقسمتی سے اس انگریزی فہرست کی مسلمانوں کو اطلاع ہوگئی۔ اور لوگوں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسا منافق ہے کہ اپنی قوم کے آگے مہدی موعود کے آنیکے بارہ میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور گورنمنٹ کو یہ سناتا ہے کہ میں اس اعتقاد کا مخالف ہوں۔ تب میں نے اس کے بارہ میں ایک استفتا لکھا اور فتوی لینے کیلئے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کے سامنے پیش کیا۔ تب مولویوں اور مولوی نذیر حسین اس کے استاد نے بھی وہ استفتاء پڑھ کر اسی طرح محمد حسین کو کافر اور دجال ٹھہرایا جیسا کہ مجھے ٹھہرایا تھا۔ اور اسی طرح ذلت کے الفاظ اس کی نسبت لکھے جیسا کہ محمد حسین نے میری نسبت لکھے تھے۔ سو وہ اسی طرح ذلیل کیا گیا جیسا کہ اس نے جھوٹے فتووں سے مجھے ذلیل کیا تھا۔ سو اس طرح پر یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔

یہی بات الٹ پھیر کر اس نے اشتہار ۶ جنوری ۱۸۹۹ء میں کہی ہے۔ اور اشتہارے جنوری ۱۸۹۹ء کے شروع میں اس نے کہا ہے:

اس بات سے تو بہت خوشی ہوئی کہ مولوی نذیر حسین دہلوی اور عبدالجبار غزنوی اور رشید احمد گنگوہی اور دوسرے علماء ان کے ہم مشربوں نے مولوی محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ کو جس نے مہدی خونی کے آنیکی نسبت حضور گورنمنٹ عالیہ میں اپنا انکار ظاہر کیا بوجہ اسکے اس عقیدہ کے اسکو کذاب اور مفتری اور دجال اور کافر اور دائرہ اسلام سے خارج اپنے فتووں میں لکھا اور اس طرح پر اس کو ذلیل کر کے ہماری وہ پیش گوئی پوری کی جو اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی تھی اور نیز ان احادیث نبویہ کو بھی پورا کیا جو آخری زمانہ کے مولویوں کے بارے میں ہیں اور اپنے طریق عمل سے ان کی صحت پر گواہی دیدی۔ مگر اس دوسری بات کے خیال کرنے سے ہمیں رنج بھی ہوا کہ ان لوگوں کے یہ فتوے دیانت اور ایمان داری پر مبنی نہیں بلکہ یہود کے علماء کی طرح اپنی نفسانی

اغراض اور تعصّبات اور کینہ پروری پر مبنی ہیں چنانچہ ان لوگوں کی یہی کاروائی ان کے حالات باطنی پر کافی گواہ ہے جو ہمارے استفتا مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء میں ان سے ظہور میں آئی۔ ان سے یہ فتوی طلب کیا گیا تھا کہ اس شخص کی نسبت آپ لوگ کیا فرماتے ہیں جو اس مہدی کے آنے کا منکر ہو جس کی نسبت آپ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی خلیفہ ہوگا اور بذریعہ لڑائیوں کے دین کو غالب کرے گا تو ان مولویوں نے اپنے دلوں میں یہ خیال کر کے کہ ایسے عقاید کا پابند تو یہی شخص یعنی یہ عاجز (غلام احمد) ہے محض شرارت کی راہ سے تجویز کی کہ آؤ اب بھی اس فتوی کی رو سے اس کو کافر اور دجال اور مفتری قرار دیں تب فی الفور یہ گندے اور پلید فتوے لکھ مارے۔ اور اگر ان کو پہلے سے خبر ہوتی کہ یہ استفتاء شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ کیلئے لکھا گیا ہے تو ہرگز یہ فتوی نہ دیتے۔ (ناظرین سطور ہذا کو ملاحظہ کریں اس میں پرافٹ قادیان نے کیسا صریح اقرار کیا ہے کہ وہ فتوی اس پر لگایا گیا ہے، نہ خاکسار پر۔ محمد حسین)

پھر اس اشتہار کے صفحہ ۴ میں کہا ہے:

ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بلا شبہ سچا اور صحیح اعتقاد یہی ہے کہ ایسے مہدی کے آنے کی نسبت کوئی حدیث صحت کو نہیں پہنچتی۔ اور جس قدر صحاح ستہ میں حدیثیں لکھی گئی ہیں ان میں سے کوئی بھی جرح سے خالی نہیں۔ اور اگر جاہل اور بے وقوف اور خائن اور نام کے مولوی جو دیانت اور ایمان داری اور راست گوئی سے خالی ہیں ایسی مجروح اور مردود حدیثوں کے رد کرنے والے اور ایسے مہدی کے منکر کی نسبت کافر اور دجال اور کذاب اور مفتری ہونے کا فتوی دیں جیسا کہ نذیر حسین اور عبد الجبار اور رشید احمد اور عبد الحق وغیرہ نے فتوی دیا، تو یہ فتوی محض بد دیانتی کی راہ سے ہے۔

پھر اس کے صفحہ ۵ میں کہا ہے کہ اس فتوی کے لکھنے کے بعد یہ مولوی ابوسعید محمد حسین سے اس اقرار لینے اور اس کو مشتہر کرانے کے بغیر کہ وہ بھی اس کی طرح آمد مسیح کا قائل ہے اس کی ملاقات سے پرہیز نہ کریں گے تو وہ مولوی خود دجال اور مفتری ہیں۔

خلاصہ بیان اشتہارات پرافٹ قادیان

ان اشتہارات میں پرافٹ قادیان نے دو مختلف و باہم متناقض بہتان مجھ (خاکسار محمد حسین) پر قائم کئے ہیں۔ اور دو مختلف و متناقض بہتان علماء اہل افتاء پر قائم کئے ہیں۔ خاکسار پر۔ ا۔

ایک بہتان یہ ہے کہ یہ شخص دل سے ایسے مہدی کے آنے کا (جو انگریزوں وغیرہ سے لڑنے آئے گا) معتقد و قائل ہے اور احادیث متعلقہ مہدی کو جو اس نے اپنے رسائل میں ضعیف کہا ہے اس سے رجوع کر چکا ہے اور اس رجوع سے علماء وقت کو اطلاع دے چکا ہے۔ اور اس اعتقاد میں وہ تمام علماء وقت کا ہم عقیدہ و ہم خیال بلکہ ان کا معلم و سرگروہ ہے۔ اور فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنہ میں (جو ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو اس نے خفیہ طور پر شائع کی ہے) گورنمنٹ کے سامنے اس اعتقاد سے انکار ظاہر کرنے میں اس نے جھوٹ اور فریب اور نفاق سے کام لیا۔

۲۔ دوسرا بہتان اس کے برخلاف و متناقض یہ کہ یہ شخص دل سے مہدی موعود کے آنے سے منکر ہے اور گورنمنٹ کے پاس اس انکار کے اظہار میں جو فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنہ مطبوعہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء میں اس نے کیا ہے، وہ سچا ہے اور گورنمنٹ کا سچا اور مخلص فرمان بردار ہے۔ اس کی اس دلی انکار کی وجہ سے علماء وقت نے اس کو مسلمانوں کے پاس جھوٹ بولنے والا اور منافق قرار دے کر اس پر کفر کا فتوی لگا دیا ہے۔

ایسے ہی علماء اہل افتاء پر پرافٹ قادیان نے دو مختلف و متناقض بہتان قائم کئے ہیں۔

اول: یہ کہ انہوں نے اس شخص (محمد حسین) کی فہرست مطبوعہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء پر اطلاع پائی تو اس شخص کو منکر مہدی سمجھ کر اس پر فتوی لگا دیا اور اس کی نسبت تعجب سے کہا کہ یہ شخص منافق ہے۔ ہمارے سامنے مہدی کی آمد کا اعتقاد ظاہر کرتا رہا اور ہم کو یہ عقیدہ سکھاتا رہا اور درحقیقت یہ مہدی سے منکر ہے اور گورنمنٹ کا خیر خواہ ہے اور آج تک ہم کو دھوکہ دیتا رہا اور ہمارے ساتھ منافقانہ برتاؤ کرتا رہا۔

اس بہتان کے ساتھ اور اس کے متعلق قادیانی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ فعل ان مولویوں کا گو عام لوگوں کے خیال میں دینداری کی وجہ سے ہو مگر درحقیقت یہ ان کی بے دینی ہے کیونکہ مہدی موعود کی بابت جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں لکھی گئی ہیں ان میں سے کوئی بھی صحت کو نہیں پہنچی وہ سب کی سب جرح سے خالی نہیں۔ لہذا منکر مہدی کی نسبت ان کے یہ فتوے ناپاک ہیں جو محض بے دیانتی کی راہ لکھے گئے ہیں۔

دوسرا بہتان۔ بہتان اول کے برخلاف علماء اہل افتاء پر یہ کہ ان مولویوں نے وہ گندے اور ناپاک فتوے محض بدنیتی سے لکھے ہیں انہوں نے منکر مہدی مجھ (قادیانی) کو سمجھا اور اگر وہ یہ سمجھتے کہ یہ فتوی ابو سعید محمد حسین کی نسبت اور اس کے حق میں پوچھا گیا ہے تو وہ ہرگز یہ فتوی نہ دیتے

پھر خاکسار کے حق مین ان کا یہ فتوی نہ دینے کی وجہیں (جو قادیانی نے بیان کی ہیں) وہ بھی آپس میں متناقض ومتخالف ہیں۔

وجہ اول: یہ کہ وہ سب مولوی بے دین اور منافق ہیں۔ اس وجہ سے مجھ (قادیانی) کو منکر مہدی سمجھ کر کافر وخارج از اسلام قرار دے چکے، مگر یہی بات (انکار اعتقاد آمد مہدی) وہ محمد حسین میں پاتے ہیں تو اسکو کافر وخارج از اسلام نہیں سمجھتے اور اس سے میل ملاقات ترک نہیں کرتے۔

دوسری وجہ اس کی متناقض یہ کہ وہ محمد حسین بٹالوی کو اعتقاد آمد مہدی کا منکر نہیں جانتے بلکہ اسکو اپنا ہم عقیدہ وہم خیال اور اس اعتقاد کا معلم وسرگروہ جانتے ہیں اور اس وجہ سے اس سے میل ملاقات رکھتے اور اس سے اجتناب نہیں کرتے۔

ان افتراؤں اور بہتانوں کے جواب میں اس سے زیادہ کہنا اور اس پر خارجی دلائل کی شہادت پیش کرنا ضروری نہیں کہ قادیان کے یہ افتراء جو مجھ پر کئے ہیں خواہ علماء اہل افتاء پر، آپس میں متناقض ومتخالف ہیں ان میں سے ایک کو سچا اور صحیح مانا جائے تو اس سے دوسرے کا جھوٹ و افتراء ہونا ثابت ہوتا ہے۔

مثلاً خاکسار کی نسبت جو اول بہتان باندھا گیا ہے کہ یہ شخص دل سے آمد مہدی مذکور کا قائل ومعتقد ہے اور اس وجہ سے علماء کا ہم خیال وسرگروہ مانا جاتا ہے اور گورنمنٹ کے پاس آمد مہدی سے انکار کرنے میں گورنمنٹ کو دھوکہ وفریب دے رہا ہے، یہ سچ اور صحیح مانا جائے تو پھر اس کے مخالف دوسرا بہتان کہ وہ دل سے مہدی کا منکر ہے اور اس وجہ سے علماء نے اسکو کافر ٹھہرایا صحیح نہیں ہوسکتا اور اگر اس دوسرے بہتان کو صحیح اور سچا مانا جائے چنانچہ قادیانی نے اشتہارے جنوری ۱۹۸۸ء میں اس کو یقینی سچ کہا ہے تو اس صورت میں پہلا بہتان کہ یہ شخص دل سے مہدی کا معتقد ہے۔ اور انکار کرنے سے گورنمنٹ کو دھوکہ دے رہا ہے، صحیح نہیں ہوسکتا۔ بحکم عقل اور بشہادت اعتراف قادیانی (جو اشتہارے جنوری ۱۸۹۹ء میں اپنے کہا ہے) مختلف ومتناقض دو اعتقاد ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے اور نیز علماء اور دیگر اہل عقل ایک ہی شخص کو ایک امر کا منکر اور قائل ٹھہرا کر کافر اور مومن بلکہ اہل اسلام کا سرگروہ نہیں کہہ سکتے۔ اور ایک امر کے اقبال یا انکار میں راست بازبھی اور دھوکہ بازبھی نہیں ٹھہرا سکتے اگر میں علماء کے نزدیک آمد مہدی کے قائل اور ان کا معلم اور سرگروہ ہوں تو پھر ان کے نزدیک کافر نہیں ہوں۔ اور اگر ان کے نزدیک اب منکر ٹھہر چکا اور اس اعتقاد کی تعلیم وا ظہار سے ان کو دھوکہ دیتا رہا ہوں تو پھر ان کا ہم خیال وسرگروہ نہیں ہوں اور نیز اس صورت میں اس انکار

سے گورنمنٹ کو دھوکہ دینے والا اور منافق نہیں ہوں بلکہ گورنمنٹ کے پاس سچ بولنے والا اور اس کا مخلص وفادار ہوں ۔ یہ بات محال اور بحکم عقل ناممکن ہے کہ میں عقیدہ آمد مہدی کے اقرار و اظہار میں سچا ہو کر علماء کا سرگروہ بھی بنا رہوں اور اس میں جھوٹا ہو کر ان کے نزدیک کافر بھی ہوں ۔ ایسا ہی یہ ناممکن ہے کہ اس اعتقاد سے انکار کرنے میں گورنمنٹ کا سچا تابعدار وفادار بھی ہوں اور اس کو دھوکہ دینے والا اور منافق بھی ہوں ایسا ہی جو پرافٹ قادیاں نے اہل افتاء کی نسبت جو اول بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے فہرست ۱۴ ۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء میں اس شخص (خاکسار) کا اعتقاد آمد مہدی سے انکار دیکھ کر سابق اظہار اعتقاد آمد مہدی میں منافق قرار دیا اور مجھ پر فتوی کفر لگایا صحیح اور سچا تسلیم کیا جائے تو پھر اس کے برخلاف ان پر یہ دوسرا الزام صحیح نہیں کہ انہوں نے وہ فتوی اس شخص (خاکسار) پر نہیں لگایا بلکہ قادیانی کو منکر سمجھ کر اس پر فتوی لگایا ہے ۔ اور اگر اس دوسرے بہتان کو صحیح اور سچا مان لیا جائے تو پھر پہلا بہتان کہ انہوں نے اس (خاکسار) پر فتوی کفر لگا دیا ہے صحیح نہیں ہوتا ۔ یہ دو باتیں بھی عقلاً محال ہیں اور جمع نہیں ہوسکتیں کہ ان علماء نے خاکسار پر فتوی کفر لگا بھی دیا ہے اور نہ بھی لگایا ہو ۔

ایسے اس فتوی کے نہ لگانے کی دونوں وجہیں باہم متناقض و متخالف ہیں ۔ اگر اول وجہ صحیح تسلیم کی جائے کہ وہ علماء بددیانت و بیدین ہیں اس خاکسار کو منکر مہدی جان کر پھر بددیانتی سے مجھ پر فتوی کفر نہیں لگاتے تو اس سے دوسری وجہ غلط ثابت ہوتی ہے کہ وہ علماء اس خاکسار کو منکر مہدی نہیں جانتے اس وجہ سے وہ فتوی کفر نہیں لگاتے ۔ اور اگر اس کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس سے پہلی وجہ رد ہو جاتی ہے ۔

یہ اختلاف بیان پرافٹ قادیان اسکے بہتان ہونے پر کافی دلیل ہے اور ان پر خارجی شہادت کی کچھ ضرورت باقی نظر نہیں آتی تاہم دلائل و شواہد خارجیہ سے اس کا بہتان ہونا ثابت کیا جاتا ہے ۔

خاکسار نے ان علماء اہل افتاء سے استفتاء کیا کہ جو فتوی آپ لوگوں نے منکر مہدی کے حق میں دیا ہے ، کیا وہ خاکسار کے حق میں دیا ہے ۔ اور کیا خاکسار کے کسی کلام میں آپ نے آمد مہدی سے انکار پایا ہے یا نہیں ۔ تو انہوں نے صاف یہ جواب دیا اور فتوی لکھ دیا کہ وہ فتوی ہم نے تمہارے حق میں نہیں دیا کیونکہ تمہارے کسی کلام میں ہم نے آمد مہدی سے انکار نہیں پایا بلکہ وہ فتوی مرزا کے حق میں دیا جسکے رسائل و تصنیفات میں جا بجا آمد مہدی موعود سے صریح انکار پایا جاتا ہے ۔

اس استفتاء کے ساتھ میں نے ان علماء سے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ کیا اس انکار کے برخلاف میں نے آپ لوگوں کے سامنے آمد مہدی کے اعتقاد کا اظہار و اقرار بھی کیا ہے تو اس کے جواب میں بھی انہوں نے صاف فرمایا کہ تم نے آمد مہدی کے متعلق کبھی اعتقاد کا اظہار بھی ہمارے سامنے نہیں کیا اور کہا کہ مہدی کے متعلق نفیاً یا اثباتاً ہمارے سامنے کبھی تم نے کہیں کچھ نہیں کہا۔ ذیل میں ان علماء کے جوابات بعینہ نقل کئے جاتے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

حضرات علماء وقت سے استفسار و استشہاد

جن علماء نے آج کل منکر مہدی موعود کی نسبت فتوی کفر وغیرہ لکھا ہے ان سے استفسار ہے کہ انہوں نے اس فتوے کے لکھنے کے وقت منکر مہدی کس خاص شخص کو سمجھا تھا۔ مرزا غلام احمد کو یا خاکسار مستفسر کو، یا کسی خاص شخص کو بھی نہیں سمجھا۔ صرف فرضی منکر زید عمر کے حق میں وہ فتوی دیا ہے۔ اگر انہوں نے مرزا غلام احمد کو سمجھا تھا تو اس کی وجہ بیان کریں اور اگر اس خاکسار کو سمجھا تھا تو فرماویں کہ انہوں نے مہدی موعود سے انکار میری زبان سے سنا تھا یا میری کسی تحریر میں پایا تھا اور ایسی کون سی میری تحریر ان کی نظر سے گذری تھی۔

اس استفسار کے مقابلہ میں ان حضرات سے یہ بھی سوال ہے کہ آیا میں نے ان حضرات میں سے کسی صاحب کے پاس ان انکار کے برخلاف اس اعتقاد کا اظہار بھی کیا، اور ان کو کہا تھا کہ مہدی موعود آئے گا اور وہ عیسائیوں وغیرہ کافروں سے لڑیگا، تم اس اعتقاد پر پختہ رہو، یا یہ اعتقاد لکھ کر ان کو دیا تھا اور خاص کر مولوی احمد اللہ صاحب سرگروہ اہل حدیث و میونسپل کمشنر امرت سر سے سوال کیا ہے کہ کیا میں نے آپ کے روبرو کبھی یہ کہا ہے کہ میں نے غلطی سے احادیث متعلقہ مہدی کو ضعیف کہا تھا اب میں نے ان سے رجوع کرلیا ہے۔ آپ حضرات اراکین دین اور اساطین ملت سید المرسلین ہیں لہذا آپ صاحبوں کے سامنے ادائے شہادت کی ضرورت و وجوب کا بیان کرنا اور آیت و لا تکتموا الشّھادۃ پیش کرنا ضروری نہیں:

المستفسر: ابوسعید محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ

الجواب: اس فتوی کی تصدیق کے وقت میں نے منکر مہدی مرزا غلام احمد کو سمجھا تھا

کیونکہ سائل نے مرزا کو منکر بتایا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب کا مجھے خیال بھی نہیں گذرا تھا۔ میرے روبرو کبھی مولوی ابوسعید محمد حسین نے نہیں کہا کہ میں نے غلطی سے احادیث متعلقہ مہدی کو ضعیف کہا تھا۔ اب میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ ابوعبید احمد اللہ عفی عنہ

جواب استفسار دوم: ہم کو مولوی محمد حسین نے کبھی نہ زبانی کہا نہ لکھ کر دیا کہ مہدی موعود عیسائیوں سے لڑنے کو آئے گا۔ تم اس بات پر پختہ رہو۔ ابوعبید احمد اللہ عفی عنہ

فتوی معہود کے بارے میں یہ بات کہ مستفتی نے ظاہر کیا تھا کہ برہما کے علاقہ میں ایک شخص مرزائی امام مہدی کے ظہور سے منکر ہے میں وہاں نوکر ہوں اور یہ بھی اس نے کہا تھا کہ میں بھی پہلے معتقد مرزا تھا اب میں قادیان سے آیا ہوں ان سے بھی بہت سے مسائل پوچھے۔ سو چونکہ اس نے اکثر جواب برخلاف اہل اسلام کے دیئے ہیں اس لئے میں اب اس کا منکر ہوں۔ نیز مولوی محمد حسین صاحب نے قبل از تحریر فتوی معہود کبھی میرے ساتھ در بارہ امام مہدی کوئی بات نہیں کی نہ اثباتاً نہ نفیاً۔ اور باقی تعیین مصداق فتوی میں، سو یہ کچھ ضرور نہیں۔ فتوی ہر ایک شخص کے حق میں یہی ہوگا، کوئی ہو۔

عبداللہ الغنی ابومحمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

فتوی مذکور نوشتہ مولوی عبدالحق نزد من مستفتی نہ آوردہ بلکہ مستفتی ہم دست شخصے بر مکان نزد احقر فرستادہ زبانی شخص مذکور ہمیں شنیدم کہ قادیانی منکر مہدی موعود است در حق او شہ فتوی است۔ لہذا راقم الحروف ہمراہ انکار مہدی انکار نزول عیسی علیہ السلام و خروج دجال ہم شامل نمود تا کہ بینندہ را واضح شود کہ فتوی در حق قادیانی است کہ منکر ہر سہ قادیانی است لاغیر۔ بالفرض اگر غیر از مرزا کسے دیگر منکر این سہ باشد بروہم ہمیں فتوی است کہ بر مرزا است۔ باقی مولوی محمد حسین صاحب گاہے نزد احقر نہ ذکر انکار مہدی موعود نمودہ نہ اقرار آں۔ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی رضی اللہ عنہ

فتوی مذکور کے بارہ میں میں نے مفصل اشتہار چھپوایا۔ درحقیقت مستفتی نے مرزا سے سخت تبرا اور انکار ظاہر کیا اور مرزا کو دجال اور دیگر سخت الفاظ سے ذکر کرتا تھا اور کہا کہ فقط مرزائیوں کے اخراج اور اہانت اور تسوید وجہ کے واسطے یہ فتوی چاہتا ہوں کہ مرزائیوں کو افریقہ سے نکال دوں۔ اور مولوی محمد حسین کا نام بھی نہیں لیا۔ رہا مولوی محمد حسین سو اس نے مہدی کے بارے میں اقراراً یا انکاراً ہمارے ساتھ تذکرہ نہیں کیا اور نہ

میں نے مخالف اہل سنت کے کوئی تحریر اس کی دیکھی اور اگر بالفرض مرزا کے سوا کوئی مہدی کے آنے سے انکار کرے تو ہمارا اس پر بھی یہی فتوی ہے جو مرزا کے بارے میں لکھا گیا۔ حررہ عبدالحق غزنوی مباہل قادیانی۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی نسبت یہ فتوی نہیں لکھا گیا۔ انہوں نے میرے سامنے کبھی مہدی موعود کے آنے سے انکار نہیں کیا اور نہ کوئی تحریر بھیجی ہے جس میں اس اعتقاد کا اظہار ہو کہ میں ایسے مہدی کے آنے کا معتقد ہوں جو عیسائیوں وغیرہ سے لڑنے کے لئے آئے گا تم اس اعتقا پر پختہ رہو، بلکہ مہدی کے بارہ میں کبھی نفیاً و اثباتاً ذکر نہیں۔

فقیر غلام محمد بگوی عفا عنہ امام مسجد شاہی لاہور

حامداً و مصلیاً

بندہ کے پاس جو استفتاء در باب مہدی موعود آیا تھا تو بندہ اس کو قطعاً مرزا قادیانی کے باب میں یقین کرتا تھا، اور اسی خیال پر اس کا جواب لکھا گیا تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے نہ کبھی میں نے زبان سے کچھ سنا اور نہ کسی ان کی تحریر نہ کسی شخص کی تقریر سے انکار مہدی موعود کا معلوم ہوا۔ مگر ہاں جو شخص انکار مہدی کرے گا اس کے باب میں وہ ہی فتوے بندہ کا ہے جو مرزا کے باب میں۔ اور چونکہ مہدی موعود کا ہونا صحیح مسلم سے ثابت ہے تو بندہ کو ہرگز گمان نہیں کہ مولوی محمد حسین نے اس کا انکار کیا ہو۔

فقط واللہ اعلم: کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

نوٹ: اس مضمون کو پڑھ کر بھی کوئی شخص مرزا قادیانی کو راست گو سمجھے اور اس کا معتقد رہے تو جانو کہ اس کے عقل و حواس میں فرق ہے اور وہ دیدہ دانستہ آنکھ بند کر کے قادیانی کی پیروی کرتا ہے اور وہ پیر پرست اور ہٹ دھرم اور معاند ہے اور آیت فمن لم یجعل اللّٰہ لہ نورا فما لہ من نور کا مصداق ہے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹۔ص ۲۵۳۔۲۶۸)

اہلحدیث اور قادیانیت

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

اہل حدیث، اہل سنت والجماعت کا ایک قدیم گروہ ہے جیسے حنفی شافعی وغیرہ مذاہب اربعہ۔ ان مذاہب کی پرانی کتابوں میں اس گروہ کا ذکر موجود ہے پہلی اور دوسری صدی میں تو یہ اہل ظواہر کہلاتے تھے تیسری صدی میں اہل حدیث کے نام سے موسوم (مشہور) ہوئے اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۸ میں ایک مضمون بعنوان، اہل حدیث قدیم ہیں نہ جدید، شائع ہو چکا ہے جس میں اس فرقہ کے قدیم ہونے کا کافی ثبوت دیا گیا ہے...طالب شائق اس کو ملاحظہ کرے۔

پنجاب و ہندوستان میں نئے فرقے نیچری مرزائی چکڑالوی پیدا ہوئے، تو قدیم فرقہ اہل حدیث کے حریفوں نے بیچارے اہل حدیث کو الزام دینا شروع کیا اور کہا:

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

وہ کہتے ہیں کہ نیچری مذہب نکلا تو اس مذہب کو انہی لوگوں نے قبول کیا جو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور بانی مذہب سرسید خود بھی اہل حدیث تھا۔

قادیان میں مرزا پیدا ہوا تو تو اس کو بھی اہل حدیث کے مولوی حکیم نورالدین بھیروی جمونی اور مولوی احسن امروہی بھوپالی نے ویلکم یا لبیک کہا۔

چکڑالوی مذہب نے مسجد چینیا نوالی لاہور میں جو اہل حدیث کی مسجد ہے جنم لیا ہے اور چٹو و محکم الدین وغیرہ کی گود میں نشو ونما پایا۔ اور یہی مسجد مذہب چکڑالوی کا ہیڈ کوارٹر بنایا گیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مذاہب مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہیں۔

اس الزام اور سوال مندرجہ عنوان کے جواب میں ہم بڑے دعوی اور بہت زور سے کہتے ہیں کہ یہ مذاہب باطلہ، مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ یہ کچھ تو پرانے مبتدعین معتزلہ خوارج وغیرہ سے اخذ کئے گئے ہیں اور کچھ یورپ کے ملاحدہ سے لئے گئے ہیں اور ان مذاہب کو ہندوستان و پنجاب کے جن لوگوں نے قبول کیا ہے ان میں درحقیقت ایک شخص بھی اہل حدیث نہیں تھا۔ اگر کسی کو اہل حدیث ہونے کا دعوی تھا تو صرف زبانی یا برائے نام تھا جو آخر

چھوڑا گیا اور اب چھوڑا جا رہا ہے۔

مذہب اہل حدیث ایک اثری اور سلفی مذہب ہے جس کا اصل اصول پیروی و اتباع اخبار سید المرسلین ﷺ و آثار سلف صالحین ہے پھر اس کو ایسے مذاہب جن کا اصل اصول صرف رائے اور عقلی ڈھکو سلے ہیں کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

سرسید کا مذہب اسلامی دنیا کو معلوم ہے کہ عقلی تاویلات اور ملاحدہ یورپ کے خیالات تھے چند روز انہوں نے اہل حدیث کہلایا تو صرف اس مجبوری اور مصلحت کی وجہ سے کہلایا تھا کہ ڈاکٹر ہنٹر جیسے متعصب و بے خبر انگریزوں نے اہل حدیث ہندوستان کو وہابی ٹھہرا کر گورنمنٹ کا باغی قرار دیا تھا سرسید نے قومی حمیت کے جوش میں آ کر ڈاکٹر ہنٹر کے رد میں ایک رسالہ لکھا اور اس میں اہل حدیث کا باغی نہ ہونا بڑے زور سے ثابت کیا اور خود اہل حدیث ہونے کا مدعی بن کر گورنمنٹ پر ظاہر کیا کہ اہل حدیث ایسا وفادار فرقہ ہے جس کا ایک ممبر میں بھی ہوں۔ مگر جب بعض اہل حدیث نے مسائل مخترعہ سرسید کا خلاف مشتہر کیا اور اس کو مسائل نیچر یہ قرار دیا تو سرسید نے برملا کہا کہ میں نیچری میرا باپ نیچری دادا نیچری وغیرہ

مرزا کے پیرو مولوی جو کسی وقت اہل حدیث کہلاتے تھے وہ بھی برائے نام اہل حدیث کہلاتے تھے اور درحقیقت وہ ان مسائل اسلام کی وجہ سے (جو مجہول الکنہ ہیں اور عقل انسانی ان کے ادراک سے قاصر ہے) حدیث اور قرآن بلکہ اسلام میں شک اور تردد میں تھے۔ نہ ان کو اس قدر خداداد علم و فہم تھا جس کی مدد سے وہ ان مسائل کو عقل اور فلاسفہ یورپ کے مطابق کر سکتے اور نہ مطابق حقیقی مذہب اہل حدیث کے۔ وہ آنحضرت ﷺ وصحابہ وتابعین وسلف صالحین کی تقلید یا اتباع کے عادی رہے تھے لہذا وہ بحکم۔ گم آن شد کہ دنبال راعی نرفت۔ گم کردہ راہ اور ڈانوا ڈول تھے۔ پھر جب ان کو سرسید مل گئے تو مسائل مذکورہ اسلامیہ کی تاویل میں ان کے پیرو ہو گئے۔ اور جان و مال سے ان کے انصار بن گئے۔ پھر جب مرزا پیدا ہوا اور انہوں نے دیکھا کہ عقلی تاویل و تسویل میں وہ سرسید سے بڑھ کر چلتا پرزا ہے تو مذہب اہل حدیث کو جس کی طرف بظاہر منسوب تھے خیر باد کہہ کر مرزائی مذہب میں داخل ہو گئے۔ اور بجائے اہل حدیث اہل قرآن کہلانے لگے۔ انہی کے چیلے چانٹے چکڑالوی کے مقلد ہیں۔ وہ محض جاہل اور کندہ ناتراش ہونے کی وجہ سے برائے نام بھی اہل حدیث کہلانے کے مستحق نہ تھے۔ نہ وہ حدیث کا علم رکھتے تھے نہ کسی عقلی علم سے واقف تھے وہ صرف علمائے اہل حدیث کی صحبت میل جول و پیروی سے پانچوں سواروں میں داخل

ہو کر اہل حدیث کہلانے لگے تھے۔ اور درحقیقت بحکم العامی لا مذھب لہ یعنی عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وہ خود کوئی مذہب نہ رکھتے تھے بلکہ وہ پہلے علمائے اہل حدیث کے مقلد تھے اور بعد میں (جب کہ ان کی بے باکیوں اور خودسریوں کی وجہ سے ان کے علماء نے ان کی سربراہی اور ان کی دست گیری چھوڑ دی، تو خاکی شاہ کی کتیا کی مانند، جو جس کے چوتڑوں کو خاکستر آلودہ دیکھتے اس کے پیچھے ہو چلتے) چکڑالوی کے پیچھے ہو لئے اور وہ بھی مرزائیوں کی طرح اہل قرآن کہلانے لگ گئے۔ اور اہل حدیث ہونے سے صاف منکر ہو گئے ہیں۔ اس صورت میں کوئی منصف مزاج عاقل کب کہہ سکتا ہے کہ یہ مذاہب باطلہ عقلیہ تاویلیہ مذہب اثری سلفی اہل حدیث کی شاخیں ہیں۔

شائد یہاں سوال ہوگا کہ ہم نے مانا مذاہب نیچری و مرزائی و چکڑالوی مذہب اہلحدیث کی شاخیں نہیں وہ عقلی مذاہب ہیں اور اہل حدیث سلفی و اثری مذہب ہے مگر وہ مذاہب باطلہ ترک تقلید کا نتیجہ تو ضرور ہیں۔ جو لوگ نیچری مرزائی اور چکڑالوی ہو گئے ہیں وہ اگر کسی مذہب حنفی یا شافعی کے مقلد ہوتے تو کبھی نیچری مرزائی چکڑالوی نہ ہوتے۔ اور ترک تقلید کا مسئلہ ہندوستان و پنجاب میں علماء اہل حدیث ہی نے پھیلایا ہے اور عام لوگوں سے جو حنفی مذہب کے مطابق عمل کرتے تھے حنفی مذہب کو چھوڑ کر لا مذہب بنا دیا جب ہی وہ ڈانواں ڈول پھرتے تھے اور جو نیا مذہب نکلتا ہے اس کے پیچھے خاکی شاہ کی کتیا کی مانند چل پڑتے ہیں بھلا اگر چٹو یا محکم الدین اپنے پرانے طریق حنفی پر ہوتے تو کیا ممکن تھا کہ وہ چکڑالوی بنتے اس صورت میں پھر وہ ہی الزام علماء اہلحدیث کی طرف عاید ہوتا ہے: اے بادصبا ایں ہمہ آوردہ تست

الجواب۔ یہ سوال اگرچہ بظاہر قوی معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت وہم و مغالطہ ہے اور اوھن من بیت العنکبوت یعنی مکڑی کے جالے سے بھی ضعیف تر۔

بھلا صاحب اگر چٹو اور محکم الدین کو حنفی مذہب کی تقلید سے ہٹا کر علمائے اہل حدیث نے چکڑالوی بنایا ہے تو سراج الحق جمالی یا صابری کو حنفی مذہب اور چشتی مشرب سے کس اہل حدیث نے ہٹایا۔ اور مرزائی بنایا ہے۔ یا منشی احمد جان لودہانوی حنفی نقشبندی کے بیٹے افتخار احمد کو حنفی اور نقشبندی مشرب سے کس اہل حدیث نے ہٹایا اور مرزائی بنایا ہے۔

اے حضرات! یہ مذہب سے آزادی اور خودسری و خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی میں پھیل گئی ہے جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیا۔ حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے میں نے بعض ہندو تعلیم یافتہ کو اپنے

کانوں سے یہ کہتے سنا ہے کہ کیا مذہب سالا کھانے پینے سے کہیں جاتا رہتا ہے۔ اور انکا یہ عمل بہت لوگوں نے دیکھا ہے کہ اس جانور کے جن کی ان کے مذہب میں ممانعت ہے برملا کباب کھاتے ہیں۔ اکثر تعلیم یافتہ مسلمانوں کو دیکھو وہ قطعی محرمات کو استعمال میں لاتے ہیں سونا اور ریشم پہنتے ہیں، داڑھیاں صفاچٹ کراتے ہیں، لبوں کا ایک بال نہیں کٹاتے، لباس انگریزی پہنتے ہیں، بہت لوگوں کو دیکھا جاتا ہے تو ان کی صورت سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ہندو ہیں یا مسلمان یا عیسائی۔ ایک بڑے بھاری تعلیم یافتہ کی ہم کو بسند معتبر چشم دید روایت پہنچی ہے کہ اس نے ایک گورنر کی دعوت میں خنزیر کا گوشت کھایا اور خانساماں کی اطلاع دینے پر بھی اس نے ہاتھ نہ اٹھایا۔ کیا یہ آزادی کسی اہل حدیث کی تلقین کا نتیجہ ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

اب تو قیامت کا نمونہ مشاہدہ میں آتا ہے کہ ہر شخص اس امر کا مختار بن رہا ہے جس کا وہ اہل نہیں۔ ہر شخص کا مذہب اس کی اپنی رائے واجتہاد سراپا الحاد ہے علماء اہل حدیث نے تو کسی کو بھی مذاہب حقہ آئمہ اربعہ سے نہیں ہٹایا اور نہ مطلق تقلید اور مذہب سے آزاد کیا۔ ہندوستان میں عمل بالحدیث کا بیج حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بویا۔ اور اس کا پودا جمایا۔ اور ان کی ذریات آپ کے خلف الرشید شاہ عبدالعزیزؒ اور آپ کے پوتے مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ، اور ان کے نواسے مولانا محمد اسحاقؒ نے اس کو پانی دیا۔ اور آپ کے شاگرد رشید حضرت شیخنا وشیخ الکل مولانا مولوی سید نذیر حسین محدث دہلویؒ نے متواتر آبیاری سے اس کو پکایا اور بارآور کیا اور تمام ہندوستان میں اس کا پھل تقسیم کیا۔ ان سب حضرات میں سے کسی نے بھی اپنی تقریر یا تحریر میں کسی شخص کو پیروی مذہب خاص سے نہیں ہٹایا اور مطلق تقلید سے مطلق العنان نہیں کیا۔ ان حضرات نے جس تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے وہ دو قسم کی تقلید ہے۔ ایک تقلید بمقابلہ نص (آیت وحدیث) ہے۔ دوسری تقلید شخصی جس کو فرض عین سمجھ کر اس کا التزام کیا جاتا ہے۔ اور باوجود ضرورت شدید کسی دوسرے مذہب حق کی پیروی کو جائز نہیں سمجھا جاتا۔

اس دو قسم کی تقلید سے بچ کر جس مذہب پر منجملہ مذاہب اربعہ کوئی چلے اس کو ان حضرات نے نہیں روکا۔ پس واضح ہو کہ جن حضرات نے ہندوستان میں عمل بالحدیث اور نص کے مقابلہ میں ترک تقلید کا بیج بویا ہے ان میں سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ہیں۔ آپ نے مطلق تقلید کو برا نہیں کہا اور اس سے مطلقاً منع نہیں کیا بلکہ ان ہی دو تقلیدوں (تقلید بمقابلہ نص۔ اور تقلید شخصی باعتقاد فرضیت) کو برا کہا ہے اور مطلق تقلید کو واجب کہا اور تقلید محمود قرار دیا ہے

چنانچہ آپ اپنے رسالہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

اعلم ان تقلید المجتهد علی و جهین واجب و حرام فا حد هما ان یکون من اتباع الروا یة و لو دلا لة تفصیله ان الجا مل با لکتا ب و السنة لا یستطیع بنفسه التتبع و الاستنبا ط فکا ن و ظیفته ان یسأل فقیهاما حکم رسو ل الله ﷺ فی مسئلة کذا و کذا فا ذا ا خبر اتبعه سواء کا ن ما خو ذاً من صریح نص او استنبا ط منه او مقیساً علی النصو ص فکل ذ لک را جع الی الروا یة عنه صلی الله علیه و سلم و لو دلا لة و هذا قد اتفقت ا لا مة علی صحته قر نا بعد قر ن بل ا لا مم کلها اتفقت علی مثله فی شرا ئعهم و امارة هذا التقلید ان یکو ن عمله بقو ل المجتهد کا لمشرو ط بکو نه موا فقاً للسنة فلا یزال متفحصاً من السنة بقدر ا لا مکا ن فمتی ظهر حد یث یخا لف قوله نبذه و ا خذ با لحد یث و الیه اشار ا لآ ئمة قال الشا فعی اذا صحّ الحد یث فاعملوا به و ا ضربوا کلا می الحا ئط و قال ما لک ما من احد الا و ما خوذ من کلامه و مردود علیه هو الا رسول اللّه ﷺ و قال ابو حنیفه لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی و قال لا تقلد نی و لا تقلدن ما لکاً و لا غیره و خذ الا حکام من حیث اخذوا من الکتا ب و السنة

و الو جه الثا نی ۔ ان یظن بفقیه انه بلغ الغا یة القصوی فلا یمکن ان یخطیء فهما بلغه حد یث صحیح صریح یخالف مقا لته لم یتر ك او ظن انه لما قلد ه کلفه الله بمقا لته وکان کا لسفیه للحجور علیه فان بلغه حد یث و استیقن بصحته لم یقبله لکو ن ذمته مشغو لة بالتقلید فهذا اعتقا د فا سد و قو ل کا سد لیس له شا هد من النقل و العقل و ما کا ن ا حد من القرو ن السا بقة یفعل ذ لک و قد کذ ب فی ظنه من لیس بمعصو م من الخطا معصو ماً حقیقة اومعصو ماً فی حق العمل بقوله و فی ظنه انّ اللّه تعا لی کلفه بقو له و ان ذمته

مشغو لة بتقليده و فی مثله نز ل قو له تعا لی و انا علی آ ثا ر هم مقتدون و هل کان تحر يفات الملل السا بقة الا من هذا الو جه ۔

جان لو کہ تقلید کی دو صورتیں ہیں ۔ایک صورت میں تقلید وا جب دوسری صورت میں حرام ہے ۔ وا جبی صورت یہ ہے کہ تقلید اس نیت سے ہو کہ جو امر آ نحضرت ﷺ سے بطور روایت پہنچا ہو اس کی پیروی کی جا ئے ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص کتا ب اللہ اور حدیث کا علم نہ رکھتا ہو اس کو یہ طاقت نہیں ہو تی کہ وہ بذا ت خود کسی مسئلہ کو کتا ب اللہ اور حدیث سے تلاش کر ے ۔ اس کا تو یہی کا م ہو تا ہے کہ وہ کسی سمجھ دار عالم سے سوال کر ے کہ فلاں مسئلہ میں آ نحضرت ﷺ کا کیا حکم ہے پھر جب اس کو خبر ملے تو وہ اس کی پیروی کر ے خواہ وہ مسئلہ صریح آ یت و حدیث سے لیا گیا ہو خواہ اجتہاد کے ساتھ اس سے نکا لا گیا ہو ۔ خواہ صریح حکم پر اس کا قیاس کیا گیا ہو ۔ ان سبھی اقسا م کے مسائل درحقیقت آ نحضرت ﷺ سے روا یت کی طرف رجوع کر تے ہیں ۔ ایسی تقلید کے جا ئز ہو نے پر تما م امت محمد یہ کا اتفاق ہو چکا ہے بلکہ پچھلی امتیں بھی اپنی شریعتو ں میں ایسی تقلید کے جا ئز ہو نے پر متفق رہی ہیں اس تقلید کی علامت یہ ہے کہ مقلد کا عمل کسی مجتہد کے قول پر اس شرط سے مشرو ط کیا گیا ہو کہ وہ قول حدیث کے موا فق ہو اور وہ اس خیال سے حتی الا مکا ن حدیث کی تلاش میں لگا رہے پھر جب اس کو کوئی حدیث اس قول کے مخا لف معلوم ہو تو وہ اس قو ل کو چھو ڑ دے اور حدیث کو لے لے ۔ اسی طرف آ ئمہ مجتہدین اشارہ کر گئے ہیں شافعیؒ نے فر ما یا ہے کہ جب میرے قول کے برخلاف تم کو صحیح حدیث معلوم ہو تو حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار سے دے مارو ۔ اور ما لکؒ نے فر ما یا ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنی کلام (مخا لف نص) کے سبب ما خوذ نہ ہو ۔ اور وہ کلام اسی کی طرف پھیرا نہ جائے بجز آ نحضرت ﷺ کے (کہ نہ تو ان پر موا خذہ ہے اور نہ ان کی کلام کو پھیرا جا تا ہے) اور اما م ابو حنیفہؒ نے فر ما یا ہے کہ جو شخص میرے قو ل کی دلیل قر آ ن و حدیث سے نہ جا نے اس کو لائق نہیں کہ اس قو ل کے مطا بق فتوی دے اور آ پ نے فر ما یا نہ تو بے دلیل میرے قول کو ما نو نہ اما م ما لک کے قول کو نہ کسی اور اما م کے قو ل کو اور احکا م شرعی وہاں سے لو جہاں سے آ ئمہ نے لئے ہیں یعنی کتا ب اللہ و سنت سے (آ پ کا یہ قول اس شخص کے حق اور خطا ب میں ہے جو کتا ب و سنت میں نظر رکھتا ہو

اور وہ فتوی دینے کے لائق ہو)

دوسری صورت جس میں تقلید حرام ہے یہ ہے کہ کسی مجتہد کے حق میں یہ گمان کر لیا جائے کہ وہ اجتہاد میں ایسے نہایت درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ پھر اس سے خطا کا سرزد ہونا، ناممکن ہے۔ پھر ایسے خیال والے شخص کو کوئی صریح اور صحیح حدیث بھی پہنچ جائے جو قول اس مجتہد کے مخالف ہو تو وہ اس قول کو نہ چھوڑے یا وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ جب اس شخص نے اس امام کی تقلید کی تو پھر وہ خدا کی طرف سے فرض ہو گئی اور وہ شخص اس مجتہد کی تقلید میں ایسا ہو گیا جیسے کوئی بے قوف اپنے خداداد مال میں تصرف کرنے سے بحکم قاضی روکا جاتا ہے۔ پھر ایسے اعتقاد والے کو کوئی حدیث پہنچتی ہے تو وہ اس خیال سے کہ اس پر خدا کی طرف سے اس مجتہد کی تقلید واجب ہو چکی ہے اس حدیث کو قبول نہیں کرتا، تو یہ اعتقاد فاسد ہے، عقل و نقل سے اس کی کوئی شہادت نہیں ہے، اور نہ قرون سابقہ میں کوئی ایسا کرتا تھا۔ اس نے ایک مجتہد غیر معصوم کو معصوم سمجھنے سے جھوٹا گمان کیا ہے اور اپنے آپ پر اسکی تقلید فرض ٹھہرانے میں بھی وہ جھوٹا ہوا ایسے ہی لوگوں کے حق میں یہ آیت قرآن نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو جس خیال پر پایا ہم اسی خیال کے پیچھے چلیں گے پچھلے دینوں میں جو تحریف ہوئی ہے اسی اعتقاد سے ہوئی ہے۔

ایسا ہی شاہ ولی اللہ نے کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے۔ اس میں دوسری صورت تقلید ناجائز کو بیان کر کے آپ فرماتے ہیں:

فانّهم اتّفقوا على جواز تقليد للمجتهد مع العلم بانّ المجتهد يخطى و يصيب مع الاستشراف لنص النّبىّ فى المسئلة و العزم على انه اذا ظهر حديث صحيح خلاف ما قلّد فيه ترك التّقليد و اتّبع الحديث

تقلید مجتہدین کے جائز ہونے پر اتفاق ہے اس شرط و اعتقاد کے ساتھ کہ مجتہد سے خطا بھی ہوتی ہے اور درست اور ٹھیک بات بھی فرماتے ہیں اور اس شرط کے ساتھ کہ حدیث نبوی کی تاک وجھانک میں لگے رہیں اور اس نیت وعزم کے ساتھ کہ جب اس مسئلہ کے برخلاف جس میں تقلید کر چکے ہوں حدیث صحیح ثابت وظاہر ہوگی اس مسئلہ کو چھوڑ دیں گے اور حدیث صحیح کی پیروی کریں گے۔ (نامکمل)

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹۔ ۲۵۱ تا ۲۵۶؛ ص ۲۶۹ تا ۲۷۲)

مرزا غلام احمد قادیانی تو اہل حدیث کے سخت مخالف تھے اور جا بجا ان سے بیزاری کا اظہار فرما تے تھے۔ مثلاً ایک جگہ آپ اہل حدیث کو آریہ کے نام سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

مشرک بھی سچی محبت آنحضرت ﷺ سے نہیں رکھ سکتا اور ایسا ہی وہابی بھی نہیں کر سکتا۔ یہ مسلمانوں کے آریہ ہیں ان میں روحانیت نہیں ہے خداتعالیٰ اور اس کے سچے رسول سے سچی محبت نہیں ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء ص ۵)

مرزا صاحب اپنے مریدوں کو حنفیت کے دائرے میں رکھنا پسند کرتے تھے جیسا کہ حکیم نور الدین کے ساتھ ان کے رویے سے واضح ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ حکیم نور الدین بھیرہ کے ایک معروف حنفی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا بچپن اور جوانی حنفیت کے دائرے میں گذری انہوں نے حنفی اساتذہ مثل مولوی ارشاد حسین رام پوری سے رام پور میں، اور شاہ عبدالغنی مجددی مدینہ منورہ میں کسب علم کیا۔ تکمیل کے بعد آپ حنفیت کے دائرے سے نکل آئے اور عامل بالحدیث ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد نیچریت اختیار کر لی۔ جب مرزا صاحب سے تعلق داری ہوئی تو انہوں نے آپ کو حکم دیا کہ اپنے اصل کی جانب لوٹ جائیں جیسا کہ حکیم صاحب فرماتے ہیں:

ابھی امام (مرزا) صاحب بیعت نہ لیتے تھے ان دنوں میں ایک بار مجھ سے کہا کہ تم اشتہار دو کہ میں حنفی ہوں۔ میں نے اشتہار لکھ کر بھیج دیا جس کا یہ عنوان تھا کہ:

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

لیکن پھر جب میں قادیان آیا تو آپ نے وہ اشتہار نکال کر دیا اور کہا کہ اس کو پھاڑ ڈالو۔ میں نے پھاڑ دیا۔ پھر فرمایا کہ حنفی کس کو کہتے ہیں؟ میں نے کہا میں تو نہیں جانتا۔ امام (مرزا) صاحب نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کیا کرتے تھے؟ میں نے کہا جہاں نص پاتے تھے عمل کرتے تھے اور جہاں نص نہ پاتے تھے اجتہاد کرتے تھے۔ فرمایا (مرزا نے) کہ یہی مومن کا کام ہے اور یہی حنفی ہوتا ہے۔ ۱۴ نومبر ۱۸۹۸ء

(اخبار الحکم قادیان ۹ جون ۱۸۹۹ء ص ۱)

براہین پنجم میں قادیانی کا
بٹالوی سے خطاب

براہین احمدیہ کی ایک جلد مرزا قادیانی نے اپنی زندگی کے آخری دور میں تصنیف فرمائی تھی، اور اسے نصرۃ الحق اور براہین پنجم کا نام دیا تھا، یہ کتاب ان کی زندگی میں شائع نہ ہوسکی، اور ان کی موت کے بعد قادیانی حضرات نے اکتوبر ۱۹۰۸ء میں باراول اسے شائع کیا۔ یہ وہی کتاب ہے جس میں مرزا صاحب نے پانچ اور پچاس کے باہم مساوی ہونے کا حسابی کلیہ پیش فرمایا تھا جیسا کہ انہوں سید عبدالحی قادیانی نے روحانی خزائن میں شامل براہین پنجم کے تعارف میں لکھا ہے

حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوی سے قبل اسلام کی حقانیت قرآن کریم کے من جانب اللہ ہونے اور نبوت محمدیہ کی صداقت کے اثبات میں پچاس حصوں پر مشتمل ایک کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کے پہلے چار حصے ۱۸۸۰،۱۸۸۲ء، اور ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئے ۔..ان چار حصوں کی اشاعت کے بعد اللہ تعالی کی حکمت مصلحت اور مشیت خاص سے اس کتاب کے بقیہ حصوں کی اشاعت لمبے عرصہ تک ملتوی رہی ... البتہ اسلام کی صداقت اور نبوت محمدیہ کی حقانیت پر حضور کی اسّی (۸۰) کے قریب تصانیف منظر عام پر آئیں ۔آخر ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود نے براہین کا پانچواں حصہ لکھنا شروع کیا (یعنی اس سے پہلے پانچواں حصہ لکھا ہوا موجود نہیں تھا جب کہ مرزا ۱۸۸۰ء کے عشرے کے آخر میں کہا کرتے تھے، کہ اب وہ جلد ہی چھپنے والا ہے۔ بہاء)

...(اس کتاب میں) تیسرے نمبر پر مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے بعض ان شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے جو انہوں نے مسیح موعود کی زلزلوں سے متعلق پیش گوئیوں کے بارے میں شائع کئے تھے (عبدالحی صاحب کی یہ عبارت بھی محض ادعا ہے، کہ شبہات کا ازالہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا کچھ نہیں کر سکے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ازالہ شبہات کی اپنی سی کوشش کی جو ناکام رہی۔ بہا)۔محمد حسین کے سوالات کے جوابات میں حضور (مرزا) نے وفات مسیح کے مسئلہ پر بھی معقولی اور منقولی رنگ میں بحث فرمائی ہے اور پھر مولوی صاحب کو مخاطب کر کے ایک طویل عربی نظم رقم فرمائی ہے جس میں حضور نے اپنی صداقت کے دلائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں (یہ دلائل مرزا اپنی زندگی میں تو

شائع نہ کر سکے۔ محمد حسین بے چارہ بھی کیا کرتا، نہ براہین پنجم مشتمل بر دلائل شائع ہوئی، نہ اس نے دلائل پڑھے، نہ اس کے شبہات دور ہوئے، نہ وہ قادیانی ہوا، اور یوں مرزا صاحب کی پیش گوئی کی تکذیب ہوئی کہ محمد حسین قادیانی ہو جائے گا، اور اس تکذیب کا باعث خود مرزا ہی ہوئے کہ دلائل لکھ کر اپنی بغل میں دبائے رہے۔ یعنی اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی مار لی۔ اور سب جانتے ہیں کہ خود کردہ علاجے نیست۔ بہا)۔

عبدالحی صاحب نے لکھ دیا ہے کہ مرزا صاحب کا ارادہ تھا کہ پچاس جلدیں لکھی جائیں، ارادہ کا لکھ دیا ہے جب کہ عبدالحی صاحب کی یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ بات صرف ارادے کی نہیں تھی بلکہ وعدے کی بھی تھی جیسا کہ خود مرزا صاحب لکھتے ہیں:

پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا گیا۔

(براہین احمدیہ جلد پنجم۔ ص ۹)

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے منافق کی نشانیوں میں فرمایا اذا وعد اخلف۔ جب وعدہ کرتا ہے، خلاف وزری کرتا ہے۔ مرزا نے وعدہ خلافی کے لئے جواز یہ نکالا کہ پانچ اور پچاس کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ لیکن انہیں شائد معلوم نہیں تھا کہ محرم اور مجرم میں بھی ایک نکتہ کا فرق ہے، رحمت اور زحمت، میں ایک لقطہ کا فرق ہے، قرض اور فرض میں ایک نقطہ کا فرق ہے سفر اور سقر میں ایک نقطہ کا فرق ہے اور صل اللہ، اور ضل اللہ میں بھی ایک نقطے کا ہی فرق ہے۔

براہین پنجم میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور تیس برس کی مدت گذر گئی کہ خدا تعالی نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسّی (۸۰) برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ پس اس صورت میں اگر خدا تعالی نے اس آفت شدیدہ (زلزلہ) کے ظہور میں بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال ہیں اس سے زیادہ نہیں کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آجائے۔ لیکن پیش گوئی کا مطلب یہ نہیں کہ پورے سولہ سال تک ظہور اس پیش گوئی کا معرض التواء میں رہے گا بلکہ ممکن ہے کہ آج سے ایک دو سال تک یا اس سے بھی پہلے یہ پیشگوئی ظہور میں آجائے۔ اور نہ خدا تعالی کا یہ وعدہ ہے کہ میری عمر اسّی (۸۰) سال سے ضرور زیادہ ہو جائے گی

بلکہ اس بارے میں جو فقرہ وحی الٰہی میں درج ہے اس میں مخفی طور پر ایک امید دلائی گئی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اسّی (۸۰) برس سے بھی عمر کچھ زیادہ ہو سکتی ہے اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو ۷۴، اور ۸۶ کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں ۔(ص ۲۵۹ ضمیمہ براہین پنجم ۔روحانی خزائن جلد ۲۱)

براہین سے یہ عبارت ہم صرف اس لئے نقل کر دی ہے کہ زندگی کے آخری دور تک مرزا نے چھل فریب ترک نہیں کیا تھا، بات کہتے بھی ہیں اور نہیں بھی کہتے ، ایک بات کہتے ہیں پھر اس کی نفی کر دیتے ہیں، پھر نفی کی بھی نفی کر دیتے ہیں اور قاری کو الجھائے رکھتے ہیں، واضح نہیں کرتے کہ وہ درحقیقت کیا کہنا چاہتے ہیں؟ مرزا صاحب کی عمر کے متعلق ہم متعدد جگہوں پر گذارشات کر چکے ہیں، یہاں مرزا صاحب کی ایک عربی نظم کا ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے خادم تحریک ختم نبوت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو خطاب کرتے ہوئے لکھی ہے ۔براہین پنجم میں مولانا بٹالوی سے مرزا صاحب کا نثری خطاب تو صفحہ ۲۶۴ سے شروع ہو جاتا ہے جس میں آپ مولانا کے ایک مضمون کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں جو پیسہ اخبار لاہور میں ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا تھا۔ پھر صفحہ ۳۱۵ سے ۳۳۵ عربی نظم مع اردو ترجمہ لکھی ہے جس میں مولانا بٹالوی کو یوں مخاطب کیا جاتا ہے:

ولولا ثلاث فیک تغلی لجئتنی　　　فمنهن جهل ثم کبر مثوّر

اور اگر تین خصلتیں تجھ میں جوش نہ مارتیں تو تو میری طرف آ جاتا۔ان میں سے ایک تو جہالت ہے اور دوسری تکبر جو جوش مار رہا ہے۔

وآخر اخلاقٍ یبید ك سمّها　　　هو الخوف من قومٍ بحمقٍ تنفّروا

اور تیسرا خلق جس کی زہر تجھ کو ہلاک کر رہی ہے وہ اس قوم سے خوف ہے جو بوجہ اپنی حماقت کے نفرت کرتے ہیں

فایّ غبی انت یا ابن تصلّفٍ　　　تری ثمراتی کلّها ثمّ تقصر

پس اے لاف وگزاف کے بیٹے ! تو کیسا غبی ہے کہ میرے تمام پھلوں کو تو دیکھتا ہے اور پھر کوتاہی کرتا ہے۔

سیهدیک ربیّ بعد غیيٍ وشقوةٍ　　　وذلک من وحیی اتانی فاخبر

عنقریب خدا تجھے گمراہی کے بعد ہدایت دے گا۔اور یہ مجھے خدا تعالیٰ کی وحی سے معلوم ہوا ہے پس میں خبر کرتا ہوں۔(محمد حسین مرزائی نہیں ہوئے ،پس یہ وحی خدا کی طرف سے نہ تھی۔بہاء)

ونحن علمنا المنتهی من ولیّنا　　　فقرّت به عینی وکنت اذکّر

اور تیرا انجام کام مجھے اپنے دوست خدا تعالیٰ سے معلوم ہوا۔پس اس سے میری آنکھ کو ٹھنڈک پہنچی اور میں

یاد دلاتا رہا۔

وو اللّٰہ لا انسی زمان تعلّق و لیس فؤا دی مثل ارضٍ تحجّر

اور بخدا میں تعلق کے زمانہ کو بھولتا نہیں۔ اور میرا دل ایسا نہیں جیسا کہ زمین پتھریلی ہوتی ہے۔

اری غیظ نفسی لا ثبا ت لغلیہ ۔ لموج من الرّ جا فیعلوا و یحدر

اور میں اپنے غصہ کو دیکھتا ہوں کہ اس کو کچھ ثبات نہیں۔ وہ دریا کی اس موج کی طرح ہے جو ایک دم میں چڑھتی اور اترتی ہے)

و ان قلت مرّاً فی کلا م لطا لما ر أیت ا ذیً منکم و قلبی مکسّر

اور اگر میں نے کسی کلام میں کچھ تلخ کہا ہے، تو میں ایک زمانہ دراز سے تم سے دکھ اٹھاتا رہا اور میرا دل چور چور ہے۔

و ما جئتکم الّا من اللہ ذی العلی ۔ و ما قلت الّا کلما کنت او مر

اور میں خدا تعالی کی طرف سے آیا ہوں اور میں نے وہی کہا ہے جو خدا نے فرمایا ہے (مرزا کے بقول خدا نے فرمایا کہ محمد حسین مرزائی ہو جائے گا۔ محمد حسین مرزائی نہیں ہوا۔ اب یا تو مرزا جھوٹے ہیں یا ان کا (جو بھی ہے) خدا جھوٹا ہے جو انہیں جھوٹی باتیں وحی کرتا ہے۔ بہاء)

فا نّا کتبا فی البرا ھین کلہ امور علیھا کنت من قبل تعثر

پس ہم نے یہ سب الہامات براہین احمدیہ میں لکھ دیئے ہیں یہ وہ امور ہیں جن پر تو پہلے سے اطلاع رکھتا ہے

و ان کنت از معت النضا ل تھوّراً۔ فنأتی کما یأتی لصید غضنفر

اور اگر تو نے لڑنے کا ہی قصد کر لیا ہے تو ہم اس طرح آئیں گے جیسا کہ شکار کے لئے شیر آتا ہے

و انت تظنّ بی الظنو ن تغیظاً و انّی بر یء من امورٍ تصوّر

اور تو اپنے غصہ سے کئی بدگمانیاں مجھ پر کرتا ہے اور میں ان باتوں سے پاک ہوں جو تیرے تصور میں ہیں۔

نز لت بحرّ الداردار مھیمن و تا للّٰہ انّک لا ترا نی و تھذر

میں اپنے خدا کے گھر کی وسط میں داخل ہوں۔ اور بخدا تو مجھے دیکھتا نہیں اور یونہی بکواس کرتا ہے

انا اللیث لا اخشی الحمیر و صوتھم و کیف و ھم صدی و للصید از ء ر

میں شیر ہوں اور گدھوں کی آواز سے نہیں ڈرتا۔ اور کیونکر ڈروں وہ تو میرے شکار ہیں اور شکار کے لئے میں نعرے مارتا ہوں۔ (اور یہ کاغذی نعرے اپنی بغل میں چھپائے پھرتا ہوں کہ کوئی سن نہ لے۔ بہاء)

تبصر و انّ العمر لیس بدا ئم ۔ کلا نا و ان طا ل الز ما ن سیندر

آنکھ کھول کہ عمر ہمیشہ نہیں رہے گی۔ اور ہر ایک ہم میں سے اگرچہ زمانہ لمبا ہو جائے ایک دن مرجائے گا

فا ن کنت جو عان الھد ی فتحرّنا الا اننا نقری الضیو ف و ننحر

پس اگر تو ہدایت کا بھوکا ہے تو ہماری طرف قصد کر ہم مہمانوں کی دعوت کرتے ہیں اور ان کیلئے ذبح کرتے ہیں

اثر ت غباراً لِلا ناس لیحسبوا و جودی مضلاً للوری و لیکفروا

تو نے لوگوں کے لئے ایک غبار اٹھایا، تا میرے وجود کو گمراہ کرنے والا خیال کریں اور منکر ہو جائیں

ابتغی بمکر ك ذلّتی و ھلا کتی فذ لک قصد لست فیه مظفّر

کیا تو اپنے مکر کے ساتھ میری ذلت اور ہلاکت چاہتا ہے۔ پس یہ وہ قصد ہے جس میں تو کامیاب نہیں ہوگا

فد ع ا یأھا المجنو ن جھداًمضیّعاً کمثلی نخیل باسق لا یبعکر

پس اے دیوانے اس بے ہودہ کوشش کو جانے دے۔ میرے جیسی بلند کھجور کاٹی نہیں جائے گی۔

یسبّ و ما ادری علی ما تسبّنی أ تطلب ثا راً ثار جدٍ مدّمر

تو مجھے گالیاں دیتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ کیوں دیتا ہے۔ کیا میں نے تیری کسی جد کا خون کیا ہے جس کا پاداش تو لینا چاہتا ہے۔

و انت الذی قلّبت کل جر یمۃٍ علیّ کا نّی شرّ ناسٍ و افجر

اور تو تو وہ ہے جس نے تمام جرائم میرے پر الٹا دیئے گویا میں بدترین مخلوقات اور سب سے زیادہ بدکار ہوں

اغرّتک دنیا ك الد نیّۃ زینۃّ ۔ حذارِ من المو تالذی ھو یبدر

کیا تیری ذلیل نیا نے تجھے مغرور کر دیا۔ اس موت سے ڈر جو یک دفعہ تیرے پر وارد ہوگی (اور ان اشعار کے منظر عام پر آنے سے پہلے ہی مرزا صاحب اچانک چل بسے۔ بہاء)

وما کنت فی ایذاء نفسی مقصّرا ۔ تمنّیت عند جدار نا لو تسوّر

اور تو نے میرے ایذاء دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تو نے میری دیوار کے پاس تمنا کی کہ تو دیوار سے جست کر کے چلا جاوے۔

و ان کنت تز رینا فنبغی لک الھدی ۔ صبر نا و ان تغری العداء او تھتّر

اور اگر تو ہماری عیب جوئی کرتا ہے تو ہم تیرے لئے ہدایت چاہتے ہیں۔ اور ہم صبر کرتے ہیں اگرچہ تو دشمنوں کو ہم پر اکساوے یا ہماری بے آبروئی کرے۔

تر ید ھوا نی کل یومٍ و لیلۃٍ و تبغی لو جهِ مشر قٍ لو یغبّر

ہر ایک دن اور رات تو میری ذلت چاہتا ہے اور روشن منہ کے لئے تو چاہتا ہے کہ وہ غبار آلودہ ہو جائے

و ما کنت فی ایذاء نفسی مقصّراً   تمنّیت عند جدار نا لو تسوّر

اور تو نے میرے ایذاء دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تو نے میری دیوار کے پاس تمنا کی کہ تو دیوار سے جسے لگا کر چلا جاوے۔

و و اللّٰہ ان اجعل علیک مسلّطاً   فانّ یدی عمّا یجا زیک تقصر

اور بخدا اگر میں تیرے پر مسلط کیا جاؤں تو میرا ہاتھ تجھے سزا دینے سے قاصر رہے گا۔

ا تتنی امورمنک قد شقّ و قعھا   علیّ و لا کا لسیف بل بھی ا بھر

بعض باتیں تیری میرے تک پہنچی ہیں جو میرے پر بہت گراں گذریں۔ نہ تلوار کی طرح، بلکہ کاٹنے میں اس سے بھی زیادہ۔

و ان کنت تشتکی فی مقا لۃٍ   فما ھوا الّا دو ن سیفٍ تشھّر

اور اگر تو مجھ سے کسی کلام کے بارے میں رنجیدہ ہے تو وہ اس تلوار سے کمتر ہے جو تو کھینچ رہا ہے۔

فلا تجز عن من کلمۃٍ قلت ضعفھا   و انک للایذاء با لسو ء تجھر

پس ایسے کلمہ سے جزع مت کر جو اس سے دو چند تو کہہ چکا ہے۔اور تو ایذا کے لئے کھلے کھلے طور پر ستا تا ہے

ولا تبغ حر زا ت النفوس و ھتکھم۔ و ھل انت الا دودۃ یا مز وِّر

اور تو برگزیدہ انسانوں کی موت اور ہتک کا خواہاں نہ بن۔اور تو کیا چیز ہے صرف ایک کیڑا۔اے دروغ آراستہ کرنے والے۔

حسین د فاہ القو م فی دشت کر بلا   و کلّمنی ظلماً حسین آ خر

ایک حسین وہ تھا جسکو دشمنوں نے کربلا میں قتل کیا اور ایک وہ حسین ہے جس نے مجھ کو محض ظلم سے مجروح کیا۔

ایا را شقی قد کنت تمد ح منطقی   و تثنی علیّ بالفۃٍ و تو قّر

اے میرے پر تیر چلانے والے ایک زمانہ وہ تھا جو تو میری باتوں کی تعریف کرتا تھا اور محبت کے ساتھ میری تعریف کرتا تھا اور میری عزت کرتا تھا

و للہ درّک حین قرّطت مخلصاً   کتا بی و صر ت لکل ضا لٍ مخفر

اور تو نے کیا خوب میری کتاب براہین کا اخلاص سے ریویو لکھا تھا اور ہر ایک گمراہ کے لئے رہنما ہو گیا تھا

قطعت وداداً قد غر سناہ فی الصبا ۔ و لیس فؤا دی فی الوا د یقصّر

تو نے اس دوستی کو کاٹ دیا جسکا درخت ہم نے ایام کودگی میں لگایا تھا مگر میرے دل نے دوستی میں کوئی کوتاہی نہیں

افادۃ الافہام

مرزا غلام احمد نے ہندوؤں کیلئے کرشن جی مہاراج ہونے کا دعوی کیا تھا۔لیکن گو پیاں موجود نہ تھیں جو کرشن جی کے نشانات میں سے ہے اس لئے ہندوؤں نے اس دعوی کی طرف توجہ نہ دی۔ اگر مرزا صاحب گنیش جی مہاراج ہونے کا دعوی کر دیتے تو امکان تھا کہ ہندوان کی پذیرائی کرتے کیونکہ ہاتھی کے دکھانے اور کھانے کے الگ الگ دانت ہوتے ہیں اور مرزا صاحب کے پاس بھی براہین کی صورت میں دکھانے اور کھانیکے دانت موجود تھے۔ براہین احمدیہ میں دکھانے کی دانتوں کی موجودگی تحریر ذیل سے ظاہر ہوتی ہے۔

دکھانے کے دانت

مولانا انواراللہ خان حیدرآبادیؒ فرماتے ہیں:

مرزا قادیانی نے ایک کتاب مسمی بہ، براهين احمديه على حقّية كتاب اللّه و النّبوّة المحمّديه ،لکھی جس کے نام سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کی حقیت اس میں ثابت کی گئی ہے، اوراس کتاب کی ضرورت اس وجہ سے ثابت کی:

اب یہ وہ زمانہ آ گیا ہے کہ عقل کو بری طور پر استعمال کرنے سے بہتوں کی مٹی پلید ہو رہی ہے ...ہمارے زمانے کی نئی روشنی نوآموزوں کی روحانی قوتوں کوافسردہ کر رہی ہے۔ انکے دلوں میں بجائے خدا کی تعظیم کے اپنی تعظیم سما گئی ہے اور بجائے خدا کی ہدایت کے آپ ہی ہادی بن بیٹھے ہیں۔

سوفسطائی تقریروں نے نوآموزوں کے طبائع میں طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں ..اور وہ سعادت جو سادگی اور غربت اور صفائی باطنی میں ہے ان کے مغرور دلوں سے جاتی رہی جن خیالات کو وہ سیکھے ہیں ...وہ اکثر ایسے ہیں جن سے لا مذہبی کے وساوس پیدا کرنے والا اثر ان کے دلوں پر پڑ جاتا ہے ..اور فلسفی طبیعت کے آدمی بنتے ہیں ...اور نیز عیسائی دین ترقی کر رہا ہے چنانچہ پادری ہیکر نے لکھا ہے کہ ستائیس ہزار

سے پانچ لاکھ تک عیسائیوں کا شمار ہندوستان میں پہنچ گیا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جو فساد دین کی بے خبری سے پھیلا ہے اسکی اصلاح اشاعت علم دین ہی پر موقوف ہے۔ سو اسی مطلب کو کامل طور پر پورا کرنے کیلئے ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا ہے اور اس کتاب میں ایسی دھوم دھام سے حقانیت اسلام کا ثبوت دکھلایا گیا ہے کہ جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائیگا (اشتہار ضروری ملحقہ براہین)

اور براہین احمدیہ میں ایک اشتہار اس مضمون کا دیا کہ،

میں جو مصنف اس کتاب براہین کا ہوں، یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذاہب اور ملت کے جو حقانیت قرآن مجید اور نبوت محمد مصطفیٰ ﷺ سے منکر ہیں، اتماماً للحجۃ شائع کر کے اقرار کرتا ہوں کہ اگر کوئی بحسب شرائط مندرجہ اس کو رد کرے تو اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا (دیباچہ براہین احمدیہ۔ص ۱۷۔۲۶)

ان تحریروں کے ظاہر کو دیکھ کر کون مسلمان ہوگا جو مرزا پر جان فدا کرنیکو آمادہ نہ ہو جائے اور قرآن شریف کی بھی بہت سی تعریفیں لکھی ہیں چنانچہ (براہین صفحہ ۱۱۰) میں لکھتے ہیں:

قرآن کی تعلیم بھی انتہائی درجے پر نازل ہوئی۔ پس انہی معنوں سے شریعت فرقان مختتم اور مکمل ٹھہری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں اور قرآن شریف کیلئے اب یہ ضرورت درپیش نہیں کہ اسکے بعد اور کتاب آئے کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں۔

اور براہین صفحہ ۱۲۵ حاشیہ میں لکھتے ہیں: وحی رسالت بجہت عدم ضرورت منقطع ہے۔

اور براہین صفحہ ۱۱۰ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

قرآن کا محرف اور مبدل ہونا محال ہے کیونکہ لاکھوں مسلمان اس کے حافظ ہیں ہزارہا اس کی تفسیریں ہیں پانچ وقت اس کی آیتیں نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ کی مدح میں لکھتے ہیں:

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت حقیقت میں خاتم الرسل ہیں (براہین احمدیہ۔ص ۱۱۱ حاشیہ)

نیز لکھتے ہیں: جو اخلاق فاضلہ خاتم الانبیاء کا قرآن میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰؑ سے ہزارہا درجے بڑھ کر ہے (براہین احمدیہ۔ص ۵۰۸)

نیز: ہاں ان (نعمتوں) کے حصول میں خاتم الرسل اور فخر الرسل کی بدرجہ کامل

محبت بھی شرط ہے ۔ تب بعد محبت نبی اللہ کے انسان ان نوروں سے بقدر استعداد خود حصہ پا لیتا ہے ۔ (براہین احمدیہ۔ص ۳۰۱)

پھر مسلمانوں کی بہت تعریفیں کی ہیں :

مسلمانوں کا پھر شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنعات سے ہے کہ خدا تعالی نے اس بارے میں بھی پیش کر کے آپ فرما دیا ما یبدئ الباطل و ما یعید .. جب ان ایام میں کہ مسلمانوں کی تعداد بھی قلیل تھی تعلیم توحید میں کچھ تزلزل واقع نہیں ہوا بلکہ روز بروز ترقی ہوتی گئی تو اب کہ جماعت اس موحد قوم کی بیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ ہے، کیونکر تزلزل ممکن ہے ۔ (براہین احمدیہ۔ص ۱۱۱ حاشیہ)

اور لکھتے ہیں : عیسائی لوگ آسانی سے دوسرے مذہبوں کو ناممکنات ظاہر کر کے ان کے پیرؤوں کو مذہب سے ہٹا سکتے ہیں مگر محمدیوں کیساتھ ایسا کرنا ان کیلئے ٹیڑھی کھیر ہے۔

اہل اسلام نے جب دیکھا کہ مرزا قادیانی اسلام کے ایسے خیر خواہ ہیں کہ اپنی جائیداد تک راہ خدا میں مکفول کر دی اور ایسی کتاب لکھی کہ جس کا جواب کسی دوسرے دین والے سے نہیں ہوسکتا، اس لئے ان کے معتقد ہو گئے ۔

اگر چہ اس کتاب کو لاجواب بنانے والے شروط کی جکڑ بندیاں ہیں جن کو علماء جانتے ہیں ۔ مثلاً یہ کہ ہمارے دلائل کو نمبر وار توڑے اور اس پر تین منصف مقبولہ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کریں کہ ایفائے شرط جیسا کہ چاہیے تھا، ظہور میں آ گیا، اور اپنی کتاب کے دلائل معقولہ جیسے ہم نے پیش کئے ہیں پیش کریں یا اس کا خمس ورنہ بصراحت تحریر کرنا ہوگا کہ بوجہ ناکامل یا غیر معقول ہونے کتاب کے اس شق کے پورا کرنے سے مجبور اور معذور ہے ۔ پھر اس میں اقسام کے صنف بیان کئے اور یہ شرط لگائی کہ ہر صنف میں نصف یا ربع دلائل پیش کرنا ہوگا ۔ غرض ایسے قیود وشروط اس میں لگائے کہ ۶۵ صفحے کا اشتہار ہو گیا۔ ان شروط کے دیکھنے کے بعد ممکن نہیں کہ کوئی شخص بتوقع انعام اس کے رد کا ارادہ کر سکے ۔ اسی بھروسہ پر انہوں نے جائداد مکفول کر کے مفت کرم داشتن کا مضمون پورا کیا۔ مگر جاہلوں میں تو نام آوری ہوگئی کہ مرزا قادیانی نے ایسی کتاب لکھی کہ آج تک نہیں لکھی گئی ۔ اس لئے کہ غالباً کسی کتاب کے جواب پر اتنا انعام مقرر نہ ہوا ہوگا ۔ مرزا قادیانی نے ایسے اعلی درجہ کی یہ تدبیر نکالی کہ جس کا جواب نہیں ۔ تمام مسلمانوں میں ان کی اور ان کی کتاب کی ایسی مقبولیت ہوگئی کہ تین چار روپیہ کی کتاب پچیس پچیس روپیہ دے کر لوگوں نے لے لیا اور امراء

نے جو بطور انعام یا طبع کتاب کے لئے دیا وہ علیحدہ ہے۔

ہر چند مرزا قادیانی نے تصریح کی کہ یہ کتاب صرف قرآن شریف اور نبی کریم ﷺ کی نبوت ثابت کرنے کی غرض سے لکھی گئی مگر بحث نفس الہام اور مطلق نبوت کی چھیڑ دی۔ گویا روئے سخن آریہ اور برہموسماج کی طرف ہے جو منکر الہام و نبوت ہیں اور یہ ثابت کیا کہ عقل سے کچھ کام چل نہیں سکتا جب تک وحی الٰہی نہ ہو، نہ واقعات گذشتہ معلوم ہو سکتے ہیں نہ کیفیت حشر وغیرہ نہ مباحث الہیات، پھر یہ ثابت کیا کہ وحی قطعی چیز ہے، جس کا انکار نہیں ہوسکتا اور اس پر زور دیا کہ وحی اور الہام ایک ہی چیز ہے اور اس کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

کیا سرمایہ خدا کا خرچ ہوگیا، یا اس کے منہ پر مہر لگ گئی یا الہام بھیجنے سے عاجز ہوگیا۔

اور رسالت میں بھی عام طور پر گفتگو کی کہ:

وہ ہر شخص کو نہیں مل سکتی بلکہ حسب قابلیت بعض افراد کو ملا کرتی ہے،

دیکھئے ابتدائی دعوی اثبات نبوت خاصہ اور کلام خاص یعنی قرآن شریف کا تھا اور ثابت یہ کیا کہ خاص خاص لوگوں کو نبوت ملا کرتی ہے اور ہمیشہ کے لئے وحی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر اب ان کو یہ دعوی ہے کہ خدا نے مجھے رسول اور نبی بنا کر بھیجا ہے اور اپنے پر جو وحی ہوا کرتی ہے وہ لوگوں پر حجت ہے۔ یہ اسی تخم کا پھل ہے جو براہین میں بویا گیا تھا۔ پھر بہت سے الہام اس میں ذکر کئے ہیں ان میں بعض خوش کن جیسے:

وقت نزدیک رسید کہ پائے محمدیاں بر مینار بلند محکم افتاد

اور بعض غرض کتاب سے بے تعلق جیسے:

یا عیسی انّی متو فّیک و را فعک الی ؛ و کذ لک مننا علی یوسف لنصرف عنه السو ء ؛ یا ا حمد انا اعطینا ك الکو ثر ۔ ؛ محمد رسول اللّه و الذین معه... ا لآ یه ، ؛انّا فتحنا لک فتحاً مّبیناً لیغفر لک اللّه ما تقدّ م من ذنبک و ما تاخّر (براہین احمدیہ۔ ملخص ص ۲۳۸ تا ۲۴۲)

اور جس نبی کا نام الہام میں ذکر کیا، ترجمے میں لکھا کہ اس سے مراد میں ہوں۔

چونکہ مرزا قادیانی نے آریہ وغیرہ کو مخاطب کیا تھا اس لئے علماء نے خیال کیا کہ اسلام کی جانب سے اس وقت وہ برسر مقابلہ ہے اور مبارزت کے وقت حریف پر رعب ہونے کی غرض سے اپنے افتخار اور الحرب خدعة کے لحاظ سے خلاف واقع بھی کچھ بیان کرنا شرعاً وعقلاً جائز ہے۔

اگران تدابیر سے خصم پر غلبہ ہو جائے اور وہ نفس الہام کو مان لے اور قرآن پر ایمان لائے تو ایک بڑا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ رہی افراط وتفریط جو مرزا قادیانی کے کلام میں ہے اس کی اصلاح ہو رہے گی اور نیز مرزا قادیانی نے یہ طریقہ بھی اس میں اختیار کیا کہ الہاموں میں خوب ہی تعلیاں کر کے آخر میں لکھ دیا: یہ سب ہمارے نبی کریم ﷺ کے طفیل اور عنایت اور اتباع کے سبب سے ہے۔

جس سے مسلمانوں نے یہ خیال کرلیا کہ جب اتباع کی وجہ سے ایسے کمالات حاصل ہو سکتے ہیں تو خود آنحضرت ﷺ کے کمالات کس درجے کے ہوں گے۔ غرض اس قسم کے اسباب سے کسی کو ان کے رد کی طرف توجہ نہ ہوئی اور انہوں نے دل کھول کے الہام لکھ ڈالے اور اپنے الہامی کارخانے کی بنیاد بخوبی قائم کرلی۔ اگرچہ یا عیسی انّی متو فّیک کے الہام سے انہوں نے اپنا مقصود ظاہر کردیا تھا کہ خدا نے مجھے عیسیٰ کہہ کے پکارا مگر لوگوں کو یہ دھوکہ ہوا کہ محمد رسول اللہ وغیرہ بھی الہاموں میں شریک ہیں اور اس کے معنی وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ان سے مثلیت عامہ مراد ہے جیسے علماء امتی کا نبیاء بنی اسرا ئیل میں ہے۔ پھر جب ان کو دعویٰ ہی نہیں تو جواب کی کیا ضرورت۔ ظاہری عبارتوں کو فضول یا لغو سمجھ کر علماء نے التفات نہ کیا۔

ہر چند براہین احمدیہ میں سب کچھ کہہ گئے مگر اس ہشیاری کے ساتھ کہ کسی کو رد کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے اور عیسویت کے دعویٰ سے تو ایسی تبری کی کہ کسی کے خیال میں بھی نہ آئے کہ آئندہ وہ اس کا دعویٰ کریں گے۔ چنانچہ (براہین۔ص ۵۰۵۔۵۰۶ میں) لکھتے ہیں۔ الہام:

> عسی ربّکم ان یّر حمکم و ان عد تم عد نا و جعلنا جھنّم للکا فرین حصیراً ، خدا تعالی کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔ یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے۔ یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف و احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضحہ اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالی مجرمین کیلئے شدت اور..قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح نہایت جلالت کے ساتھ دنیا میں اتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس وخاشاک سے صاف کریں گے اور کج اور ناراست کا نام ونشان نہ رہے گا اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی سے نیست و

نابود کر دے گا اور یہ زمانہ اس زمانے کیلئے بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے۔ یعنی اس وقت جلالی طور پر خدا تعالی اتمام حجت کریگا۔ اب بجائے اسکے جمالی طور پر یعنی رفق واحسان سے اتمام حجت کر رہا ہے۔،

مرزا قادیانی نے اس الہام کے معنی میں صاف وصریح طور پر یہ بتلا دیا کہ عیسی موعود آئندہ آنے والے ہیں اور میں عیسی موعود نہیں ہوں۔ بلکہ بطور پیش خیمہ ہوں اور ان کی سواری نہایت کروفر سے آئے گی اور گمراہی کو وہ بالکل نیست و نابود کر دیں گے۔ اب دیکھئے کہ براہین احمدیہ میں کیسے حزم واحتیاط سے کام لیا اور کس طرح پہلو بچا بچا کر گفتگو کی کہ کسی کو پتا ہی نہ لگے کہ آئندہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔ پھر جب وہ کتاب تمام ہوگئی اور خالی الذہن علماء نے اس کی توثیق بھی کی اور بہت سے مسلمانوں نے ان کو اپنا مقتداء مان لیا جس سے پورا اطمینان ان کو ہو گیا اور رقم کافی اس کتاب کی بدولت مل گئی۔ اس وقت آریہ وغیرہ کو چھوڑ کر مسلمانوں پر الٹ پڑے اور ان کو پکڑ لیا کہ تم سب نے میری کتاب کی توثیق کی ہے اور مجھے عیسی موعود مان لیا ہے۔ آپ اگر انکار کرو گے تو تم سب کافر ملعون بے دین دوزخی ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کی آنکھ کھلی کہ یہ کیا ہو گیا ہم نے تو براہین احمدیہ کو یہ سمجھا تھا کہ اس سے کافر مسلمان ہوں گے نئی روشنی والے فلسفہ کی ظلمت سے نکل کر اپنے قدیم دین کی تصدیق کریں گے مگر وہ تو مسلمانوں ہی کو کافر بنانے لگی۔

ہماری وہ ساری خوشیاں اور انتظار کہ کفار پر حجت قائم ہوگئی اب وہ مسلمان ہوئے جاتے ہیں اور پادری مسلمان ہو کر گورنمنٹ پر اثر ڈال دیئے ہیں، سب خاک میں مل گئے۔ ہزار ہا روپیہ برباد گئے شیخ چلی سمجھے گئے اور ہوا یہ کہ الٹے ہم ہی کافر بنائے گئے۔ کیا اتنا روپیہ ہم نے اس واسطے خرچ کیا تھا کہ کافر بنائے جائیں؟ مگر اب کیا ہوتا ہے۔

جب مسلمانوں نے مرزا قادیانی سے پوچھا کہ حضرت آپ تو براہین احمدیہ میں تمام انبیاء کے مثیل تھے جن میں ایک عیسی بھی ہیں اور اس کی تصریح بھی کی تھی کہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں عیسی بڑی شان وشوکت سے تشریف فرما ہوں۔ پھر عیسی کے مثیل وغیرہ ہونے کی تخصیص کیسی؟ تو اس کے جواب میں (ازالہ اوہام۔ص ۲۳۱ میں) فرماتے ہیں:

> براہین احمدیہ میں صاف طور پر اس کا تذکرہ کیا تھا کہ یہ عاجز روحانی طور پر وہی مسیح ہے جس کی اللہ و رسول نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے۔ ہاں اس بات کا انکار نہیں کہ شاید پیش گوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی مسیح موعود بھی آئندہ پیدا ہوا۔ مگر فرق

اس وقت کے بیان میں براہین احمدیہ کے بیان میں صرف اس قدر ہے کہ اس وقت بباعث اجمال الہام کے اور نہ معلوم ہونے ہر ایک پہلو کے اجمالی طور پر لکھا گیا تھا اور اب مفصل طور پر لکھا گیا۔

براہین احمدیہ کے الہام میں اجمال یہ تھا کہ مسیح خود آکر گمراہی کے تخم کو نیست و نابود کر دیں گے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسیح مر گئے اب نہ وہ آئیں گے اور نہ گمراہی کو مٹائینگے اور ان کی جگہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس اجمال وتفصیل کا سمجھنا بھی ہر کسی کا کام نہیں کیونکہ اجمال وتفصیل میں مطلب دونوں کا ایک ہوا کرتا ہے اور یہاں تباین وتناقض ہے۔ نیز (ازالہ۔ص ۱۹۸) میں لکھتے ہیں:

میں نے براہین میں جو کچھ مسیح ابن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے وہ صرف ایک مشہور عقیدے کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں۔ سو ظاہر اعتقاد کے لحاظ سے میں نے براہین میں لکھ دیا تھا کہ میں صرف مثیل موعود ہوں۔ یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے۔ صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے تھا جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے کیونکہ جو لوگ خدائے تعالی سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعوی نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کر سکتے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا قادیانی نے براہین میں ایک خاص الہام و ان عدتم عدنا کا اس غرض سے بیان کیا تھا کہ اگر مرزا قادیانی کی بات لوگ نہ مانیں تو جب حضرت عیسی جلالی طور پر آئیں گے تو وہ لوگ معذب ہوں گے۔ معتقدین نے اس کو یہی سمجھا کہ مثل دوسری وحیوں کے مرزا قادیانی پر یہ وحی بھی ہوئی ہے کیونکہ اس وقت انہوں نے کوئی اشتباہ اس میں بیان نہیں کیا اور نہ یہ فرمایا تھا کہ میں اپنی طرف سے مقلدانہ بیان کرتا ہوں اور ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں کہ وہ ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے میں نے لکھا تھا یعنی وہ الہام و وحی نہ تھی۔ اگر فی الواقع وہ وحی تھی تو جو دعوی مرزا قادیانی اب کر رہے ہیں کہ عیسی مر گئے اور میں ہی مسیح موعود ہوں، اس سے لازم آتا ہے کہ وہ اپنے خدا کی تکذیب کر رہے ہیں جس نے پہلے وحی بھیجی تھی اور نیز ان کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی طرف سے لکھ دیا تھا جھوٹ ثابت ہوگا حالانکہ جھوٹ کہنے کو انہوں نے شرک لکھا ہے اور نیز یہ کہنا کہ ملہم اپنی خودی سے کچھ کہہ نہیں سکتا خلاف واقع ہے، اس لئے کہ ازالہ اوہام کی تقریر سے ثابت

ہے کہ وہ الہام اپنی خودی سے بنا لیا تھا اور اگر فی الواقع وہ الہام نہ تھا تو براہین احمدیہ میں اس کو الہاموں میں داخل کرنا خلاف واقع اور اس کے الہام ہونے کا دعویٰ جھوٹا تھا۔ غرض ان دونوں کتابوں سے ایک کتاب جھوٹی ثابت ہوتی ہے اور علی سبیل البداہت دونوں کتابیں ساقط الاعتبار ہوگئیں جس سے مرزا قادیانی کے کل دعاوی قطعاً بے اعتبار ہو گئے۔

الحاصل جو ازالہ الاوہام میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر جو براہین میں لکھا تھا وہ مشہور اعتقاد کے لحاظ سے تھا، اس سے ظاہر ہے کہ براہین میں یہ لحاظ رکھا گیا تھا کہ کوئی ایسی بات نہ لکھی جائے جس سے لوگوں کو توحش ہو اور مقصود فوت ہو جائے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کی بہت سی تعریفیں بھی کیں کہ قیامت تک وہ مشرک نہیں ہو سکتے تاکہ اس قسم کی ابلہ فریب چالوں سے جب وہ پورے طور سے اپنے دام میں آ جائیں گے اور اپنے نامزد ہونے کی وجہ سے زوجیت متحقق ہو جائے گی تو خود ان کو دوسری طرف جانے سے حیا مانع ہوگی کیونکہ (براہین احمدیہ۔ص ۴۹۷ میں) یہ الہام لکھتے ہیں یا احمد اسکن انت و زوجک الجنۃ یعنی اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع ہو رفیق ہے جنت میں۔ انتہی

مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ میں سوائے عیسویت کے اور بہت سے امور کی بنیادیں ڈالیں جو مختصراً یہاں لکھی جاتی ہیں:

۱۔ اپنی ضرورت اس الہام سے ففھمنا ھا سلیمان و جحدوا بھا و استیقنتھا انفسھم ظلماً و علواً (براہین۔ص ۵۶۲) جس کا مطلب یہ بتایا کہ طریقہ حال کے لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اس عاجز سے پوچھ لیں۔

ابھی (براہین ص ۱۱۰ حاشیہ وغیرہ) کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ شریعت فرقانی مختتم اور مکمل ہے کسی نئے الہام کی ضرورت نہیں اور مسلمان قیامت تک گمراہ اور متزلزل نہیں ہو سکتے۔ پھر مرزا قادیانی کی کیا ضرورت۔ قرآن و حدیث سے جو طریقہ معلوم ہوا وہ تو ظاہر ہے۔ اب نیا طریقہ سوائے اس کے کہ مرزا قادیانی اپنی طرف سے ٹھہرائیں اور کیا ہو سکتا ہے۔ اگر وہ طریقہ دین سے خارج ہوگا تو باطل ہے اور اگر داخل ہوگا تو بہتر مذہب میں سے کوئی مذہب ہوگا۔ پھر مرزا قادیانی کے اس طریقے کو بتلانے کی ضرورت ہی کیا اور اس مدت میں سوائے عیسویت یا اس کے لوازم و مناسبات کے کوئی تصنیف دیکھنے میں ہی نہ آئی جس سے معلوم ہوا کہ مقصود عیسویت سے کیا ہے اور اس میں کون سی تحقیقات کی گئی۔

۲۔ وحی کا اپنے پر مستقل طور سے اترنا اس الہام سے قل انّما انا بشر مّثلکم یو حی الیّ (براہین احمدیہ۔ص ۵۱۱) یعنی اللہ نے فرمایا کہ کہو مجھ پر وحی آتی ہے۔

۳۔ جو وحی اترتی ہے اس کو امت میں رواج دینا و اتل علیھم ما او حی الیک من رّبّک (براہین احمدیہ۔ص ۲۴۳) یعنی تجھ پر جو وحی تیرے رب کی طرف سے اترتی ہے وہ ان کو پڑھ کر سنایا کر۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کا انتظار ہے مرتے ہی ان کے خلیفہ تمام وحی متلو کو جمع کر کے فرمائیں گے کہ جس طرح قرآن مجید محمد ﷺ کی وفات کے بعد جمع ہوا اسی طرح یہ نیا قرآن ان کے بعد جمع کیا گیا اور اس کا منکر کافر ہے۔ مسیلمہ کذاب چونکہ قتل کیا گیا اور اس کی امت بھی مقتول ومبذول ہوئی اس لئے اس کا قرآن جس کو اس کی امت نے قبول کرلیا تھا باقی نہ رہا مگر مرزا قادیانی کا قرآن تعجب نہیں کہ باقی رہ جائے۔

۴۔ اپنا کعبہ جدا، اس الہام سے فا تّخذوا من مّقا م ابرا ھیم مصلّی (براہین ص ۵۶۱) اور اس الہام سے الم نجعل لک سھو لۃ کل امر ببیت الفکر و بیت الذ کر و من دخلہ کا ن آ منًا (براہین احمدیہ۔ص ۵۵۸)۔ یعنی جو ان کے گھر میں داخل ہوا وہ امن والا ہے اور وہ مقام ابراہیم ہے۔ اس کو مصلی بناؤ۔ یہ دونوں آیتیں کعبہ کی شان میں اتری ہیں۔

اس الہام میں سہولت کا جو ذکر ہے اس سے بڑھ کر کیا سہولت ہوگی کہ صدہا ہزار ہا روپئے صرف کر کے سفر کی مشقتیں اٹھا کر مکہ شریف کو جانا پڑتا تھا۔ جب مرزا قادیانی کا گھر ہی کعبہ ٹھہر گیا تو وہ سب مشقتیں جاتی رہیں اور صرف زر کثیر کی ضرورت نہ رہی اسی وجہ سے مرزا قادیانی نے حج کیا نہ اب اس کی ضرورت ہے اور ان کی امت کو یہ سہولت ہوگئی کہ دسمبر کی تعطیل میں جو معمولاً مجمع مریدوں کا قادیان میں ہوتا ہے وہی اجتماع حج ہوا اور دسمبر ذی الحجہ قرار پایا جائے۔ ابرہہ کے کعبہ کو وہ بات نصیب نہ ہوئی جو مرزا قادیانی کے کعبہ کو حاصل ہے اسلئے کہ وہ ایک ایسے زمانے میں بنا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت شریفہ اور ظہور حق کا زمانہ بہت قریب تھا، اس وجہ سے وہ تباہ ہوا مرزا قادیانی کا کعبہ ایسے زمانے میں بنا ہے کہ اس سے قیامت قریب ہے جسکے آثار و علامات میں ایسی چیزوں کا وقوع ضروری ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کعبہ دیر پا رہے گا۔

۵۔ خلافت الٰہی جو آدم کو دی گئی تھی، اپنے لئے مقرر ہونا ذیل کے الہاموں سے ثابت کرتے ہیں:

یا آدم اسکن انت و زوجک الجنّۃ (براہین احمدیہ۔ص ۴۹۷)

اور ازالہ اوہام صفحہ ۴۵۵ میں لکھتے ہیں: وہ آدم جس کا نام ابن مریم بھی ہے بغیر

وسیلے ہاتھوں کے پیدا کیا جائے گا۔ اسی کی طرف وہ الہام اشارہ کر رہا ہے جو براہین (ص ۴۹۲) میں درج ہو چکا ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم۔

۶۔ اپنے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت اس الہام سے:

اعمل ما شئت فانی قد غفرت لک (براہین احمدیہ۔ص ۵۶۱) یعنی اب جو جی چاہے کر تیری سب گناہوں کی مغفرت میں نے کر دی۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود ہے کہ قیامت کے روز جب اہل محشر بغرض شفاعت انبیاء کے پاس جائیں گے تو وہ سب اپنے اپنے گناہوں کا ذکر کر کے کہیں گے کہ آج محمد ﷺ کا کام ہے۔ اسلئے کہ ان کے گناہوں کی مغفرت پہلے سے ہو چکی ہے۔ اس الہام کی ضرورت مرزا قادیانی کو بہت تھی اس لئے کہ پیش گوئیوں میں انہوں نے بہت سی بدعنوانیاں کیں، داؤ پیچ کئے، عہد شکنی کی، دھوکے دیئے، جھوٹ کہے، افتراء کیا، جھوٹی قسمیں کھائیں۔ غرض کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جیسے رسالہ الہامات مرزا (مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری) میں مذکور ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب میں بھی متفرق مقام سے معلوم ہوگا۔ باوجود ان حالات کے مرزا قادیانی کے امتیوں کے اعتقاد میں کوئی فرق نہ آیا، اس لئے کہ ان کے گناہوں کی مغفرت تو پہلے ہی ہو چکی ہے۔

۷۔ ان کے امتی کا جنتی ہونا اس الہام سے:

یا احمد اسکن انت و زوجک الجنّۃ نفخت فیک من لّدنّی روح الصّدق (براہین ص ۴۹۷۔۴۹۸) یعنی اے احمد تو اور تیری زوجہ جنت میں رہو۔ میں نے تجھ میں صدق کی روح اپنی طرف سے پھونک دی۔

اور زوج سے مراد تابع اور رفیق بتلایا۔ اب مرزا قادیانی کی امت کو کس قدر خوشی ہوگی کہ وہ ام المومنین کے مقام میں ہو کر مرزا قادیانی کے ساتھ جنت میں عیش کریگی۔ اگرچہ ظاہر الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی باغ میں اپنی زوجہ کے ساتھ رہنے کا انہیں حکم ہے، مگر چونکہ یہ سنا نہیں گیا کہ کسی باغ میں وہ امت کے ساتھ رہتے ہیں اس لئے اس حکم کا یہی مطلب ہوگا کہ اس عالم میں ساری امت کے ساتھ جنت میں رہیں اور ممکن بھی ہے کہ اس عالم میں قلب ماہیت ہو کر مرد عورتیں بن جائیں۔ غرض حوصلہ افزائیاں ایسے ہی وعدوں سے ہوا کرتی ہیں۔

۸۔ ان کی امت پر عذاب نہ ہونا اس الہام سے:

ما کان اللّٰہ لیعذّبھم و انت فیھم (براہین احمدیہ۔ص ۵۱۴)

تو جس قوم میں ہے اس پر اللہ عذاب نہ کرے گا۔

اور اس الہام سے: و ما ارسلناك الّا رحمةً للعالمین (براہین احمدیہ۔ص ۵۰۶)

یعنی ہم نے تجھ کو عالمین کے واسطے رحمت بھیجا اور۔

۹۔ مسیح کا اپنی اولاد میں ہونا اس الہام سے: یا مریم اسکن انت و زوجک الجنّة (براہین احمدیہ۔ص ۴۹۷) یعنی اے مریم تو اور تیرا زوج جنت میں رہو۔

اور اس اجمال کی تفصیل (ازالہ اوہام۔ص ۴۱۸ میں) یوں کرتے ہیں کہ:

اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذات میں ہے۔ جس کا نام ابن مریم رکھا گیا ہے۔

کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا گیا۔

مقصود یہ کہ مسیحیت کا خاتمہ مرزا قادیانی پر ہونے والا نہیں یہ سلسلہ ان کی ذریت میں بھی جاری رہے گا بلکہ مرزا قادیانی کی تقریر سے تو ظاہر ہے کہ مسیح موعود ان کی اولاد ہی میں ہوگا کیونکہ (ازالہ اوہام۔ص ۲۶۱ میں) لکھتے ہیں:

اس بات کا انکار نہیں کہ شائد پیشگوئیوں کے ظاہر معنی کے لحاظ سے مسیح موعود آئندہ پیدا ہو

یہ مضمون کہ ذریت میں ان کے کوئی مسیح ہوگا الہام کے اشارۃ النص سے نکالا گیا کہ جب مرزا قادیانی مریم ہوئے تو ابن مریم بھی کوئی ضرور ہوگا۔ یعنی مرزا قادیانی کا لڑکا اور عبارۃ النص سے ظاہر ہے کہ مرزا جنت میں کبھی مریم بنے رہیں گے اور کبھی آدم یعنی مرد اور عورت اور امت کبھی زوج ہوگی کبھی زوجہ۔ اس لئے کہ وہ زوج سے مراد تابع اور رفیق فرماتے ہیں۔ اگرچہ اس کا سمجھنا مشکل ہے لیکن بہرحال دونوں صورتیں ان کی امت کے لئے بشارت سے خالی نہیں۔

جب براہین میں لوگوں نے یہ الہام دیکھا ہوگا کہ اللہ ان کو یا مریم فرماتا ہے تو کسی کو یہ خیال نہ آیا ہوگا کہ مرزا آئندہ چل کر اس الہام سے سلسلہ عیسائیوں کا قائم کرلینگے۔ غرض کسی نے اس کو مہمل سمجھا ہوگا اور کسی نے کسی قسم کی تاویل کر لی ہوگی۔ مگر مرزا نے اس وقت اپنے دل کا بھید اور مقصود نہیں بتایا۔ اسی طرح اور الہاموں کا بھی حال سمجھ لیا جائے مگر مرزا نے ان تمام الہاموں کے مجموعے کو عیسویت کا دعوی کر کے ازالہ اوہام میں پیش کر دیا کہ وہ سب اہل اسلام کے مقبولہ ہیں

ان تمام کاروائیوں کے بعد کیا عقلاً پھر یہ بات پوشیدہ رہے گی کہ براہین احمدیہ کس غرض سے تصنیف کی گئی تھی۔ علانیہ کہا جاتا ہے کہ وحی مستقل، کعبہ مستقل، خلافت الٰہی مستقل، مغفرت جملہ معاصی حاصل، ساری امت اپنی جنتی، غرض جتنے امور کلیہ مرغوبہ پیش نظر تھے سب اس میں طے

کر دیئے گئے ۔ ایک مدت تک مرزا قادیانی چپ چاپ طبیعتوں کا اندازہ کرتے ہوئے ہوشیاری سے قدم جماتے جاتے تھے اور ادھر لوگ اس غفلت میں کہ آخر الہام بھی مرتاض لوگوں پر ہی ہوا کرتے ہیں اور اس کا ظاہری معنوں پر حمل کرنا بھی ضروری نہیں ۔ ممکن ہے کہ خواب کی سی کوئی تعبیر کر لی ۔ مگر مرزا قادیانی نے نبوت کے دعوی کے ساتھ جب وہ تمام دعوے شروع کر دیئے اس وقت لوگ چونکے اور جن کو خاتم النبیین سے تعلق باقی رکھنا منظور تھا وہ علیحدہ ہو گئے ۔ یہی وجہ تھی کہ علماء نے جب تک دین کا فائدہ خیال کرتے تھے مصلحتاً ان کے الہاموں کی تکذیب نہیں کی جیسا کہ مرزا قادیانی (ازالہ اوہام۔ص ۱۹۱ میں) لکھتے ہیں :

تعجب ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ان تمام الہاموں کی اگرچہ ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر تصدیق کر چکے اور بدل و جان مان چکے ...مگر ان کو بھی منکرانہ جوش دل میں اٹھتا ہے ۔

تعجب کی کوئی بات نہیں، اس وقت یہ خیال جما ہوا تھا کہ مرزا قادیانی سچ مچ مسلمانوں کی طرف سے کفار کا مقابلہ کر رہے ہیں اس لئے ان الہاموں کو مصلحتاً دائرہ امکان میں داخل کر دیا ۔ مگر وہ امکان ایسا ہے جیسے کروڑ سر کا آدمی پیدا ہونا ممکن ہے، جس کا بدل و جان ماننا ممکن نہیں ۔ پھر جب مرزا قادیانی کا حال معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کے دشمن ہیں، اسلئے ان کو بھی مثل تمام مسلمانوں کے انکار کا جوش پیدا ہو گیا ۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی کیا وجہ کہ باوجود ان تمام دعووں کے مرزا قادیانی نے نبوت مستقلہ کا دعوی نہیں کیا اور اپنی نبوت و رسالت کو ظلی بتاتے ہیں ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ یقین کیونکر کیا جائے کہ استقلال کا دعوی ان کے پیش نظر نہیں ہے ۔ براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانے میں بھی تو کوئی دعوی نہ تھا ۔ صرف تمہید ہی تمہید تھی ۔ مگر جب موقع مل گیا تو وہ سب تمہیدات دعووں کی شکل میں آ گئے ۔ اسی طرح بحسب ضرورت باقی دعوی بھی وقتاً فوقتاً ظہور میں آتے جائیں گے اور اس پر قرینہ بھی موجود ہے کہ ان تمام دعووں میں کہیں بھی ظلیت کا نام نہیں لیا گیا ۔ چونکہ مقصود کامیابی ہے سو وہ لفظ طفیلیت کی بدولت ہو رہی ہے ۔ اگر مستقل نبوت کا دعوی کریں تو اندیشہ لگا ہوا ہے کہ کہیں کل تمہیدات اور بنی بنائی بات بگڑ نہ جائے کیوں کہ اس پر کوئی مسلمان راضی نہ ہو گا کہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد کوئی مستقل نبی ہو اور بظاہر یہ بھی ممکن نہیں ہوتا کہ کوئی دوسرے فرقے والا ان کی نبوت کی تصدیق کرے ۔ اس لئے کہ ایک مدت دراز سے اشتہارات اور کتب شائع کر

رہے مگر اب تک کوئی عیسائی یا ہندو قادیانی نہیں سنا گیا۔ یہ تو آخری زمانے والے مسلمانوں ہی کی قسمت ہے جو جوق در جوق کھینچے جاتے ہیں۔

غرض جب انہوں نے دیکھا کہ ایک بنی بنائی امت صرف لفظ طفیلی اور ظلی کہہ دینے سے اپنی امت ہو جاتی ہے تو اس لفظ کے کہنے سے کیا نقصان بلکہ اس قسم کے اور کئی الفاظ کہہ دیئے جائیں تو بھی کیا قباحت۔ اسی وجہ سے (ازالہ اوہام۔ص ۱۳۷ میں) لکھتے ہیں کہ:

ایک لفظ قرآن کا کم وزائد نہیں ہوسکتا۔

اور (ازالہ اوہام۔ص ۱۳۷ میں) لکھتے ہیں:

کوئی ایسا الہام نہیں ہوسکتا جس سے قرآن میں تغیر ہو۔

اسی قسم کی اور عبارتیں بھی ہیں جن سے کمال درجہ کا تدین نمایاں ہے مگر چونکہ اغراض ذاتی ثابت کرنے میں اکثر قرآن وحدیث کی مخالفت کی ضرورت پڑتی تھی، اس لئے یہ قاعدہ قرار دیا جو (ازالہ اوہام۔ص ۱۳۹ میں) لکھا ہے:

کشف سے معانی قرآن نئے طور سے کھلتے ہیں تو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔

اب قرآن میں کمی وزیادتی کی ضرورت ہی کیا؟ آسان طریقہ نکل آیا کہ جو آیت قرآنی اپنے مقصود کے مخالف ہو اس کے معنی کشف سے بحسب ضرورت گھڑ لئے اور قرآن بلاکم وزیادت اپنی جگہ رکھا رہا۔ جیسے ایک جعلی نبی کو: حرّمت علیکم المیتة و الدّم و لحم الخنزیر (مائدہ:۳) میں کشف سے معلوم ہوا تھا کہ میتۃ اور دم وغیرہ پڑھنے سے مراد چند معین اشخاص تھے جن کیلئے حرمت کا لفظ استعمال کیا گیا۔ مردار اور سور اور خون وغیرہ سے اس آیت کو کیا تعلق۔ یہ سب چیزیں حلال طیب ہیں دیکھئے ابھی معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی، ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۸ میں لکھتے ہیں

یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے اس سرسری پیروی کی وجہ سے تھا جو ملہم کو قبل انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے۔

آثار مرویہ کے مضامین جو مرزا قادیانی نے براہین میں لکھے ہیں اور اس کی بھی ابھی نقل کی گئی، یہی ہیں کہ عیسیٰ نہایت جلالت کے ساتھ دنیا میں اتریں گے اور الہام سے ان کو معلوم ہوا کہ وہ مر گئے۔ اب نہ اتریں گے اور آثار نبویہ سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ آکر کج اور ناراست کا نام ونشان دنیا میں باقی نہ رکھیں گے، اور الہام ہوا کہ ایسا نہ ہوگا بلکہ عیسیٰ یعنی مرزا قادیانی ایسے داؤ پیچ کریں گے کہ ان کا سمجھنا مشکل ہوگا۔

آثار نبویہ میں ہے کہ عیسی کے وقت جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی سے نیست و نابود کر دے گا اور الہام یہ ہوا کہ ایسا نہ ہو گا بلکہ کروڑ ہا مسلمان جو موجود ہیں وہ بھی کافر ہو جائیں گے۔ جب نبی ﷺ کے ارشاد اور امتی کے الہام میں اس قدر فرق ہو کہ نبی ﷺ جس چیز کے وجود کی خبر دیں، الہام اس کا عدم ثابت کرے تو اس کا مطلب یہ ہوا کی نبی ﷺ کی تکذیب الہام سے درست ہے۔ پھر جب تکذیب درست ہو تو تنسیخ کون سی بڑی بات ہے۔ بہر حال مرزا قادیانی کے الہام معمولی نہیں نبوت کے رنگ میں ہیں رفتہ رفتہ بہت کچھ رنگ لانے والے ہیں۔

غرض اس قسم کے قاعدے اسی غرض سے قرار دیئے کہ مطلب براری میں کوئی رکاوٹ نہ رہے اور خوش کن الفاظ بھی اپنی جگہ قائم رہیں۔ پھر اگر پابندیوں سے کوئی مجبوری واقع ہو اور موقع مل جائے تو ان خوش کن الفاظ کو ہٹا دینا کون سی بڑی بات ہے۔ دیکھ لیجئے ازالہ اوہام۔ صفحہ ۱۹۰ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

> میں نے یہ دعوی ہر گز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری و کذاب ہے۔،
>
> نیز ازالہ اوہام۔ صفحہ ۱۹۸ میں لکھتے ہیں: میں نے براہین احمدیہ میں جو کچھ مسیح ابن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے لکھا ہے۔
>
> اور ازالہ اوہام۔ صفحہ ۴۱۳ میں لکھتے ہیں:
>
> یہ بات بداہتاً ثابت ہے کہ ابن مریم سے وہ ابن مریم رسول اللہ مراد نہیں ہے جو فوت ہو چکا ہے اور فوت شدہ جماعت میں جا ملا اور خدا تعالی کی حکمت عجیبہ پر بھی نظر ڈالو کہ اس نے آج سے قریباً سات برس پہلے اس عاجز کا نام عیسی رکھا اور بتوفیق و فضل براہین میں چھپوا کر ایک عالم میں اس نام کو مشہور کر دیا اور ایک مدت دراز کے بعد اپنے خاص الہام سے ظاہر فرمایا کہ یہ وہی عیسی ہے جس کے آنے کا وعدہ تھا۔ برابر دس برس تک لوگ اس نام کو براہین میں پڑھتے رہے خدا تعالی نے دس برس تک اس دوسرے الہام کو جو پہلے الہام کے لئے بطور تشریح تھا پوشیدہ رکھا،

اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ دس برس پیشتر اس کی تمہید کی تھی۔ نیز ازالہ اوہام۔ صفحہ ۵۶۱۔۵۶۲ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> اس (خدا) نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم

فوت ہو چکا ہے چنانچہ اس کا الہام یہ ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدے کے موافق تو آیا ہے و کان وعد اللّٰہ مفعولاً۔

آپ نے دیکھ لیا کہ ابتداء میں تمہیداً کہا گیا تھا کہ میں مثیل مسیح ہوں اور مسیح بڑی شان و شوکت سے خود تشریف لانے والے ہیں۔ اس سے کسی کو خیال بھی نہ ہوا کہ مرزا قادیانی کو مسیحائی کا دعوی ہے اور خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ خود (ازالہ اوہام۔ ص ۲۵۹ میں) لکھتے ہیں:

مثیل کہنا ایسا ہے جیسا حدیث شریف میں وارد ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

اس کے بعد یہ الہام کتاب میں درج کر دیا کہ تو عیسی ہے اس پر بھی لوگوں نے توجہ نہ کی کہ الہاموں کے اصلی ولفظی معنی لینے کی ضرورت نہیں اس کے بعد یہ الہام ہو گیا کہ عیسی اب کہاں وہ تو مر گئے۔ مسیح موعود تو ہی ہے اور ازالہ اوہام۔ صفحہ ۱۵۸ پر فرماتے ہیں:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسی کجا است تا بہ نہد پا بہ منبرم

اور تلافی مافات اس طور سے کی گئی کہ عیسیٰؑ کا دوبارہ آنا ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے لکھا گیا تھا اور خدا کی قدرت ہے کہ اس آخری الہام سے دس برس پہلے خدا نے آپ کا نام عیسی رکھ کر مشہور کر دیا تھا اسی طرح جب ظل اور طفیل وغیرہ الفاظ کو ہٹانا منظور ہو گا تو ایک الہام ہو جائے گا کہ ہم نے تجھے مستقل نبی کر دیا۔ اس وقت اگر پرانے خیال والا کوئی معترض چون و چرا کرے تو کمال غیظ وغضب سے فرمائینگے کہ تو بھی عجب بے وقوف ہے۔ ارے میاں! خدا سے بالمشافہ بات کرنے والا جس پر وحی بھی اترتی ہو اور اس کو خدا نے اپنا خلیفہ بھی بنا دیا اور تمام قدرت اس کے قبضے میں دے دی کہ جو چاہے کن کہہ کر کر ڈالے کہیں طفیلی ہو سکتا ہے۔ یہ الفاظ ہم نے صرف ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے سرسری طور پر لکھ دیئے تھے اور اس حکمت عجیبہ پر نظر ڈالو کہ بیس پچیس برس پہلے خدا نے اس عاجز کو تمام فضائل مذکورہ مستقل طور پر دے کر عالم میں مشہور کر دیا تھا۔ دیکھتے ہو کہیں ان فضائل میں ظلی اور طفیلی کا نام بھی ہے۔

مرزا قادیانی کو اپنی عیسویت جو ابتداء سے پیش نظر تھی اس کے ثابت کرنے میں کیسی کیسی کاروائیاں کرنی پڑیں۔ ابتداء یوں کی گئی کہ حدیث شریف میں وارد ہے علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل اس لئے میں تمام انبیاء کا مثیل ہوں اور چونکہ اس میں کوئی خصوصیت ان کی نہ تھی اس لئے کہ تمام علماء اس بشارت میں شریک تھے اس وجہ سے خدا کی طرف سے پیام پہنچایا گیا کہ خاص طور پر فلاں فلاں نبی کے مثیل مرزا قادیانی ہیں چنانچہ وہ آیتیں الہام میں پیش کی گئیں جن

میں انبیاء کے نام تھے جیسے ففھّمنا ھا سلیما ن۔اور یا عیسی انّی متو فّیک وغیرہ،ان کے ترجمے میں لکھ دیا کہ اس سے مراد عاجز ہے۔ یہ کاروائی اس خیال سے کی گئی کہ حمقاء اس زوردار حکم کو ہرگز رد نہ کریں گے پہلے تو آیت قرآنی اوراس پر الہام ربانی، اور جہلاء جب ان آیتوں کو قرآن میں دیکھ لیں گے اوراس کے الہامی معنی سمجھ لیں گے تو ان کو کامل یقین ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی اس پائے کے شخص ہیں کہ خدائے تعالی نے پہلے ہی سے ان کی خبریں قرآن میں دے رکھی ہیں کیونکہ جاہلوں کوایسی باتوں کا یقین اکثر ہو جایا کرتا ہے۔ چنانچہ کسی گاؤں کا واقعہ ہے کہ وہاں ایک ہندو زمیندار تھا جس کا نام ابا تھا اور تعظیماً اس کو لوگ اباجی کہتے تھے۔ایک معمر اور عقل مند شخص ہونے کی وجہ سے اس کی وقعت رعایا کے دل میں جمی ہوئی تھی۔ اتفاقاً کوئی مولوی صاحب اس گاؤں میں گئے۔ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ حضرت ہمارے اباجی کا نام بھی آپ کے قرآن میں ہے۔مولوی صاحب نے کہا ہاں موجود ہے ابی و استکبر و کان من الکا فرین۔اور اتفاقاً وہ کم بخت کانا بھی تھا، یہ سنتے ہی وہاں کے لوگوں کو بڑا فخر ہو گیا کہ ہمارے کانے اباجی کا ذکر مسلمانوں کے قرآن میں بھی موجود ہے۔

ان الہاموں میں یہ خاص طریقہ اس غرض سے اختیار کیا گیا کہ جاہلوں میں شور وشغب ہو کہ مرزا قادیانی کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور یہ بھی غرض تھی کہ علماء کی نظروں میں یا عیسی والا الہام دوسرے الہاموں میں چھپا رہے اور کسی کو اس طرف توجہ نہ ہو کہ یا عیسی کہہ کر مرزا قادیانی کو خدا کا خطاب کرنا کیسا۔ پھر بتدریج خاص مثیل عیسی ہونے کا دعوی شروع کیا۔ چنانچہ (ازالہ اوہام۔ص۱۹۰) میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: آٹھ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔، اوراس (ازالہ اوہام۔ص۲۵۳۔۲۵۴) میں لکھتے ہیں:

> اس عاجز کو اللہ تعالی نے آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا اور کسی کو علماء میں سے اس بات پر ذرا رنج دل میں نہیں گذرا اور پھر مثیل نوح اور مثیل یوسف اور مثیل داؤد اور مثیل ابراہیم قرار دیا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل سید الانبیاء ﷺ قرار دیا، تو بھی کوئی جوش وخروش میں نہیں آیا اور جب خدا تعالی نے اس عاجز کو عیسی یا مثیل عیسی کر کے پکارا تو سب غضب میں آ گئے۔

یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ یہ الہام براہین میں لکھا چکا تھا۔اس وقت تو لوگ مرزا قادیانی کو اپنے جیسے مسلمان سمجھتے تھے۔ یہ غضب اس وقت آیا کہ انہوں نے مسلمانوں سے

خارج ہو کر دوسری راہ لی اور سب کو چھوڑ کر عیسویت کی تخصیص کی اور جس وقت وہ الہام براہین میں لکھا تھا اس وقت جو نہیں پوچھا کہ اس تخصیص کی کیا وجہ؟ اس کی وجہ یہی تھی کہ مرزا قادیانی سے یہ توقع کسی کو نہ تھی کہ مسلمانوں ہی کو کافر بنائینگے کیونکہ اس وقت وہ مسلمانوں کی طرف سے کافروں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ غرض اس وقت صرف مثیل مسیح کہا گیا تھا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ مسیح آنیوالے بھی ہیں یا مر گئے۔ چونکہ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ میں باور کرا دیا تھا کہ مسیح بڑی شان وشوکت سے آئیں گے اور میں پیش خیمہ ہوں، اس وجہ سے مسیح کی موت کی طرف کسی کی توجہ ہونے کا کوئی منشاء ہی نہ تھا۔ اس کے بعد مثیل مسیح موعود بڑھایا گیا جس سے دیکھنے میں تو یہ بات ہو کہ مسیح موعود کے مثیل ہیں اور در باطن تمہید اس کی تھی کہ لفظ موعود صفت مثیل کی قرار دی جائے۔ چنانچہ معتقدین میں سینہ بسینہ یہ بات رواج پا گئی۔ اس کے بعد لفظ مسیح کو ہٹا کر مثیل موعود کہہ دیا اور اس کے ساتھ الہام کی جوڑ لگا دی کہ مسیح جو نبی تھے وہ مر گئے اور ان کی جگہ میں آیا ہوں اور مثیل موعود میں ہوں اور جتنی آیات واحادیث میں صراحۃً عیسی کے آنے کا ذکر ہے، کہہ دیا کہ اس سے میں ہی مراد ہوں۔ پھر صرف اپنے آپ ہی پر مسیحیت کو ختم نہیں کیا بلکہ انہیں پہلے الہاموں کی بنا پر یہ سلسلہ اپنی اولاد میں بھی قائم کر دیا اور اس کی دلیل یہ بیان کی کہ میرا نام براہین میں مریم بھی خدا نے رکھا ہے۔ اس لئے ابن مریم ضرور میری اولاد میں ہوگا اور وہ الہام جو براہین میں بے تکے معلوم ہوتے تھے کیونکہ مقصود اس کتاب کا صرف کفار کا مقابلہ تھا، اس میں اس قسم کے الہاموں سے کیا تعلق، وہ الہام اتنی مدت کے بعد اب کام آ گئے اور وہ غرض پوری ہوئی جو براہین احمدیہ کی تصنیف سے تھی۔

یہاں وہ عبارت بھی قابل دید ہے جو مرزا نے علماء کے نام سے معذرتی نیاز نامہ لکھا ہے جو ازالہ اوہام۔ صفحہ ۱۹۰۔۱۹۱ میں درج ہے:

> اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعوی کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں ... آٹھ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں ... اور یہ میری طرف سے کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آئی کہ میں نے اپنے رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا ہے۔ جس کے آنے کا قرآن شریف میں اجمالاً اور احادیث میں تصریحاً بیان کیا گیا ہے کیونکہ میں تو پہلے بھی براہین میں بتصریح لکھ چکا ہوں کہ میں وہی مثیل موعود ہوں جس کے آنے کی خبر روحانی طور پر قرآن اور احادیث نبویہ میں پہلے سے وارد ہو چکی ہے۔

اس عبارت پر غور کیا جائے کہ اس سے عیسیٰؑ کا آئندہ آنا ثابت ہوتا ہے یا مرزا قادیانی کا جانشین قرار پانا۔ مرزا قادیانی نے اس عبارت میں ضعت نا فقا کام میں لایا ہے جس کا حال عنقریب معلوم ہوگا۔ مولویوں کو اس میں یہ سمجھانا کہ آٹھ سال سے میں اپنے کو فقط مثیل مسیح کہہ رہا ہوں اور یہ کہ موعود یعنی مسیح موعود کا مثیل ہوں، کوئی بات نہیں نکالی کہ وہ موعود اپنے تئیں ٹھہرایا کہ جسکے آنے کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے وہ تو اپنے وقت پر آئینگے جیسا کہ براہین سے ظاہر ہے۔

اور اسی عبارت سے معتقدین کو یہ سمجھایا کہ میں وہی مثیل ہوں جو موعود ہے اور آٹھ سال سے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کر رہا ہوں اور یہ بات کہ اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا جس کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے کوئی نئی بات نہیں نکالی قدیم سے یہی کہہ رہا ہوں کہ میں مثیل موعود ہوں۔ میرے ہی آنے کا وعدہ قرآن وحدیث میں ہے۔

اب غور کیا جائے کہ مرزا قادیانی نے اس مسئلے میں کس قدر داؤ پیچ کئے۔ اس پر یہ ارشاد ہوتا ہے کہ مولوی لوگ لومڑی کی طرح داؤ پیچ کیا کرتے ہیں۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو لومڑی کتنی ہی مسن ہو مرزا قادیانی کو نہیں پہنچ سکتی۔

اہل سنت والجماعت بقول مرزا قادیانی لکیر کے فقیر ہیں جو کچھ نبی ﷺ نے فرمایا ہے اس حد سے وہ خارج نہیں ہو سکتے۔ دیکھئے عیسیٰؑ کے قیامت کے قریب آنیکی تصریح متعدد حدیثوں میں فرمائی ہے کہ آنے والے وہی عیسی بن مریم ہیں جو روح اللہ اور نبی اللہ تھے اس میں کہیں مثیل کا نام بھی نہیں۔ یہی اعتقاد تمام امت کا ابتداء سے آج تک ہے جس پر ہزاروں کتابیں گواہ ہیں۔ اب اس میں داؤ پیچ کی اہل سنت والجماعت کو ضرورت ہی کیا۔

مرزا قادیانی کی تقریر سے بھی معلوم ہوا کہ جس پر حدیث کی پیش گوئیاں صادق آئیں گی وہ مرزا قادیانی کی اولاد میں ہوگا، جس کے مثیل مرزا قادیانی ہیں۔ جب موعود وہ ہوا تو مرزا کا موعود ہونا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ حدیث شریف میں صرف ایک مسیح موعود ہیں۔ اگر مثلیت کی وجہ سے خود موعود بننا چاہتے ہیں تو اولاد اس سے محروم ہو جاتی ہے مگر چونکہ مرزا نے مہر پدری سے لفظ موعود اپنے فرزند کو ہبہ کر دیا ہے تو اب اس ہبہ میں عود کرنا ان کی شان سے بعید ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ خود ہی اس سے دست بردار ہو جائیں۔ یا یوں کہیے کہ جناب مرزا قادیانی نے اپنے مضامین موعودیت کو براہین میں اس طرح سے روا رکھا تھا کہ آخر عمر میں اس دعوی کا انتقال اپنی نسل کے لئے کر جائیں اور چونکہ اب مرزا قادیانی کی عمر آخر ہے لہذا یہ دعوی بصراحت لکھا گیا ہے کہ ان

کی اولاد میں مسیح موعود پیدا ہوگا۔

براہین احمدیہ میں جو مرزا قادیانی نے وعدہ کیا تھا کہ نئی روشنی والوں اور پادریوں وغیرہ مذاہب باطلہ پر یہ کتاب حجت ہوگی اور اس سے ہمیشہ کے لئے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائے گا۔ چنانچہ اسی بات پر لوگوں نے زر خطیر اس پر صرف کیا جس کا حال اوپر معلوم ہوا۔ افسوس ہے کہ یہ وعدہ غلط ثابت ہوا اس لئے کہ اس کتاب سے نہ کوئی نیچری راہ راست پر آیا نہ پادری وغیرہ مسلمان ہوئے بلکہ برخلاف اس کے بیس کروڑ سے زیادہ مسلمان جن کی نسبت خود مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ خدا تعالی نے پیش گوئی کی ہے کہ قیامت تک وہ گمراہ نہ ہوں گے، مشرک اور کافر قرار پائے۔ چنانچہ الحکم میں وہ لکھتے ہیں کہ جو کوئی میری نبوت کی تکذیب کرے یا اس میں تردد کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنی میری جماعت پر حرام اور قطعی حرام ہے کیونکہ وہ ہلاک شدہ قوم اور مردہ یعنی کافر ہے (ملخص مجموعہ فتاوی احمدیہ۔ ج ا ص ۱۸)

کھانے کے دانت

مولانا انوار اللہ لکھتے ہیں کہ الغرض تحریر سابق سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ میں کمال درجے کی عیاری سے جو اسرار پوشیدہ رکھے تھے وہ بظاہر مرزا قادیانی کے مقصود کے خلاف تھے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ضرورت کے موافق روپیہ اور ہم خیال لوگ جمع ہو گئے تو وہ اس وقت ان اسرار کو ظاہر کرنے کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک کتاب تخمیناً ساٹھ جزو کی لکھی جس کا نام ازالہ اوہام رکھا۔ اس نام سے ظاہر ہے کہ اس میں ان خیالات کا دفعیہ ہے جو مصلحتاً ان کی عیسویت کے مخالف اس میں درج کئے گئے تھے اور اس پوری کتاب میں صرف اسی بحث پر زور دیا کہ میں مسیح موعود ہوں چونکہ ان کا مسیح موعود ہونا دو باتوں پر موقوف تھا ایک عیسی کی موت کا ثبوت دوسرے ان کا خدا کی طرف سے مامور ہونا، شق ثانی کی تمہید براہین میں مذکور ہے جس کا حال کسی قدر معلوم ہوا۔ اگر اس نظر سے وہ کتاب دیکھی جائے جس کی خبر ہم دے رہے ہیں تو بحسب فہم ونزاکت طبع معلوم ہوگا کہ کسی قدر داؤ پیچ مرزا قادیانی نے اس میں کئے اور امور کلیہ کو اس میں طے کر دیا۔ مثلاً اگلے لوگوں کے برابر ہم ہو سکتے ہیں۔ الہام حجت ہے سلسلہ الہام کا ہمیشہ جاری ہے وحی بحسب ضرورت نازل ہوتی ہے الہام و وحی ایک ہیں الہام قطعی ہوتا ہے الہام کی قابلیت شرط ہے۔ پھر اپنے الہام درج کئے جن سے چند یہاں درج کئے جاتے ہیں:

قل جاء الحقّ و زهق الباطل ؛ قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فاتّبعونی ؛
یحمدک اللّٰہ من عرشہ و یحمدک و یصلّی و ماکان اللّٰہ معذّبھم و
انت فیھم۔ انّی معک و کن معی۔ یا عیسی انّی متوفّیک ؛
انّا فتحنا لک فتحاً مّبیناً ؛ و لو کان الایمان بالثّریا لنالہ انار
اللّٰہ برھانہ ؛ یا احمد یرفع اللّٰہ ذکرک و یتمّ نعمتہ علیک فی الدّ
نیا و الآخرۃ ؛ یا ایّھا المدثر قم فانذر ؛ (یہ تمام الہام براہین میں موجود ہیں)

اور جو معجزات انبیاء کے قرآن وحدیث میں منقول ہیں سب سے اعراض کر کے عقلی معجزات کی ضرورت بتائی اور لکھا کہ میں نہ آتا تو جہان میں اندھیرا ہو جاتا۔ میرے متبعین کو غلبہ قیامت تک ہے و غیر ذلک ، اور شق اول یعنی عیسیٰؑ کی موت کی بحث ازالۃ الاوہام میں کر کے اپنی عیسویت کو جمایا چنانچہ لکھا ہے کہ دیکھو ، یا عیسی کا مجھ کو خطاب ہوا تھا اور میں رسول بھی ہوں اور خدا نے مجھے ہدایت کے لئے بھیجا ہے وغیرہ۔ اب رہی یہ بات کہ احادیث وغیرہ سے عیسیٰؑ کا زندہ آسمانوں پر جانا ثابت ہے تو ان میں تاویل کر ڈالی بلکہ ساقط الاعتبار کر دیا اور تفسیروں کی نسبت یہ لکھ دیا کہ بیہودہ خیالات ہیں اور لکھا کہ کوئی شخص زندہ آسمانوں پر جا نہیں سکتا اور اسی بنا پر نبی ﷺ کے معراج جسمانی کا انکار ہی کر دیا اور جو احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں ان کی تغلیط کی۔ اور و اذ قال اللّٰہ یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک (آل عمران : ۵۵) سے یہ استدلال کیا کہ خدا تعالی نے ان کو خبر دی تھی کہ تم مرنے والے ہو اور تم کو میں اٹھانے والا ہوں۔ چونکہ اس آیت میں پہلے ان کی وفات کا ذکر ہے اس سے ثابت کیا کہ وفات پہلے ہوئی ۔.. حالانکہ کئی آیتوں سے ثابت ہے واوٗ سے جو عطف ہوتا ہے اس میں ترتیب نہیں ہوتی اسی بنا پر ابن عباسؓ سے جو روایت ہے کہ اس آیت شریفہ میں معنی تقدیم و تاخیر ہے اس کی نسبت کہا کہ انہوں نے اپنے لئے خدا کی استادی کا منصب قرار دیا۔ پھر اپنے زعم میں عیسیٰؑ کو میت قرار دے کر لکھا کہ کسی مرے ہوئے کو خدا نے زندہ کیا ہی نہیں حالانکہ متعدد واقعات میں مردوں کا زندہ ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ سب میں تاویلیں کر کے ان کا انکار کر دیا اور جس قدر احادیث اس باب میں وارد ہیں سب کو غلط ٹھہرایا پھر اس مسئلے میں یہاں تک ترقی کی کہ قیامت میں بھی عیسی کا زمین پر آنا غیر ممکن بتایا اور حشر اجساد سے صاف انکار کر دیا اور دجال اور مہدی کے باب میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سبکی تکذیب کی

غرض کہ اپنے مقاصد میں جس آیت یا حدیث کو حارج دیکھا سب کی تکذیب یا تحریف

کر ڈالی۔ ان کے سوا اور بہت سے مباحث ہیں جن کا ذکر موجب تطویل ہے۔ حاصل یہ کہ براہین احمدیہ اور ازالہ اوہام کو خاص اپنی عیسویت اور نبوت ثابت کرنے کی غرض سے لکھا جیسا کہ الہامات مذکورہ بالا سے ثابت ہے۔

نبوت کی آرزو ابتداء میں مسیلمہ کو ہوئی، اسکے بعد اکثر عقلاء کو ہوئی اور چونکہ آیہ خاتم النّبیین اور حدیث لا نبیّ بعدی ان کی تکذیب کرتی تھی، اسکے جواب کیلئے بہت سی تدبیریں سوچی گئیں۔ بعضوں نے معنی میں تصرف کیا، بعضوں نے یہ تدبیر کی کہ لا نبیّ بعدی کے بعد الّا ان یّشاء اللّٰہ روایت میں زیادہ کر دیا۔ مرزا نے دیکھا کہ اس زمانے میں روایت کی بھی ضرورت نہیں، اپنی جرأت سے لا نبیّ بعدی کے بعد الّا نبیّ ظلی بڑھا دیا کیونکہ وہ ظلی نبوت کو مع جمیع لوازم حقیقۃً جائز رکھتے ہیں اور خوش اعتقادوں نے اس پر بھی آمنا و صدقنا کہہ دیا۔

قرائن قویہ سے یہ بات ثابت ہے کہ مرزا قادیانی کو نبوت مستقلہ کا دعوی ہے مگر یہ خوف بھی لگا ہوا ہے کہ کہیں کوئی مسلمان پکڑ لے کہ وہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے، تو رہائی مشکل ہو گی اس لئے انہوں نے فرار کی یہ راہ نکالی کہ ظلی کہہ کر چھوٹ جائیں گے اور یہی عقلاء کا طریقہ بھی ہے کہ قدم الخروج قبل الولوج کو ہمیشہ پیش نظر رکھا کرتے ہیں بلکہ کتب لغت اور تفاسیر میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ بعض ہوشیار جانوروں کا بھی اس پر عمل ہے چنانچہ جنگلی چوہے کی عادت ہے کہ جس زمین میں گھر بناتا ہے اس میں ایک سوراخ ایسا بھی بنا رکھتا ہے کہ اگر کوئی آفت آئے تو اس راہ سے نکل جائے۔ اس احتیاطی راستے کو عرب نافقا کہتے ہیں مسلمانوں میں بھی اس قسم کے عقلاء پیدا ہو گئے تھے کہ ظاہری موافقت اہل اسلام کو جان بچانے کی راہ بنا رکھی تھی حق تعالی نے ایسے عقلاء کا نام منافق رکھا جن کی نسبت ارشاد ہے انّ المنافقین فی الدّرك الاسفل من النّار (نساء: ۱۴۵) یعنی منافق کفار سے بدتر ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ہے۔

جس طرح نبوت کے دعوے میں مرزا قادیانی نے گریز کا طریقہ نکال لیا اسی طرح ہر موقع پر نکال لیا کرتے ہیں چنانچہ تمام فضائل سید الکونین کو اپنے پر چسپاں کر کے گریز کا یہ طریقہ نکالا کہ بطور ظلی وہ سب فضیلتیں حق تعالی نے ان کو دے دیں۔

اور نیز دعوی کیا کہ ہر قسم کے معجزات عادات میں دکھلا سکتا ہوں اور گریز کا طریقہ یہ نکالا کہ طلب کرنے والے کا نہایت خوش اعتقاد اور طالب حق ہونا شرط ہے۔ اگر ذرا بھی اعتقاد میں فرق آجائے تو کوئی خارق عادت ظاہر نہیں ہو سکتی پیش گوئیوں میں بھی یہی کیا۔ چنانچہ آتھم والی

پیش گوئی میں لکھا کہ وہ اتنی مدت میں مر جائے گا بشرطیکہ رجوع الی الحق نہ کرے۔اور جب مدت معینہ میں وہ نہیں مرا تو کہہ دیا کہ اس نے رجوع الی الحق کی تھی حالانکہ ان کو اس سے انکار ہے۔ ۔اگر ان کی کتابیں دیکھی جائیں تو اس کی نظائر بہت مل سکتی ہیں۔

مرزا قادیانی نے جتنے فضائل کے دعوی کئے ہیں کہ میں محدث ہوں، امام زمان ہوں، حارث ہوں جو امام مہدی کے زمانے میں ان کی تائید کے لئے نکلے گا اور جسکی تائید تمام مسلمانوں پر واجب ہوگی، امام مہدی ہوں، عیسی موعود ہوں، خدا نے مجھے بھیجا ہے، میں نبی ہوں مجھ پر سچی وحی اترتی ہے، خدا بے پردہ ہوکر مجھ سے باتیں کرتا ہے بلکہ ٹھٹھے کرتا ہے، خدا کی اولاد کے برابر ہوں، میری تکذیب کی وجہ سے طاعون خدا نے بھیجا، میرا منکر کافر ہے وغیرہ ۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ کسی کو خبر نہیں ہوسکتی کہ مرزا قادیانی سچ کہہ رہے ہیں یا جھوٹ ۔ ہر فاسق خبر دے سکتا ہے کہ خدا نے مجھ سے یہ فرمایا۔ دیکھ لیجئے جن جن جھوٹوں نے نبوت کا دعوی کیا سب کے دعوی اسی قسم کے ہوا کرتے تھے۔کوئی کہتا تھا کہ میرا سینہ شق کر کے فرشتے نے علم لدنی سے اس کو بھر دیا۔کوئی کہتا کہ خدا نے مجھے یا بنیّ یعنی اے میرے پیارے لڑکے کہا۔کوئی کہتا کہ میں عیسی ، مہدی ، یحی ، زکریا۔محمد ابن حنفیہ۔جبریل اور روح القدس وغیرہ ہوں۔

ایسے امور میں اندرونی معاملے سے کوئی مطلع نہیں ہوسکتا۔ممکن ہے کہ ان کو شیطان کا مشاہدہ ہوتا ہو اور اس کو انہوں نے خدا سمجھ لیا ہو، جیسا کہ بعض بزرگوں کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے جن کا حال آئندہ معلوم ہوگا۔اور شیطان کا وحی کرنا بھی اس آیت شریفہ سے ثابت ہے

و کذ لک جعلنا لکلّ نبیّ عدواً شیا طین الانس و الجنّ یوحی بعضهم الی بعض (انعام:۱۱۲)

تعجب نہیں کہ شیطان نے وحی ان پر ٹھٹھے سے اتاری ہو کہ تم سب کچھ ہو، یہاں تک کہ یہ بھی کہہ دیا ان امرك ا ذا ار د ت شیئاً ان تقو ل له کن فیکو ن ۔یعنی تم جو کچھ پیدا کرنا چاہو تو کن کہہ دیا کرو تو وہ چیز فوراً وجود میں آجائے گی۔

مرزا قادیانی کو اس وحی کے بعد حق تھا کہ ملہم سے کہہ دیتے کہ حضرت میں نے براہین احمد یہ کس محنت سے لکھی اور اس کے صلے میں کیسی دقتوں سے روپیہ جمع کیا۔لوگوں کی خوش آمدیں کیں ، برا بھلا کہا ، عار دلائی ،لوگوں نے میرے اس وعدے کے بھروسے پر مدد دی کہ نیچر اور جملہ فرق باطلہ پر اب فتح عظیم ہو جاتی ہے۔ میں کفار سے کہتے کہتے تھک گیا کہ مسلمان ہو جاؤ، مگر اب

تک کوئی مسلمان نہ ہوا۔ میرے ہزار ہا کن بیکار گئے اور جا رہے ہیں۔ ایسا کن آپ ہی کو مبارک، میری تائید اسی قدر ہو تو کافی ہے کہ جو وعدے میں نے براہین میں کئے تھے جن پر تمام مسلمان فریفتہ ہو گئے تھے وہی پورے کرا دیئے جائیں۔

غرض ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مرزا کے کل دعوے مجرد ہیں جن کے ساتھ کوئی دلیل نہیں۔ جیسے اور دنیا داروں کی عادت ہے کہ جب دیکھتے ہیں کہ بغیر اس قسم کے دعووں کے کام نہیں نکلتا تو جھوٹ سچ کہہ کر کام نکال لیتے ہیں مرزا نے بھی یہی کام کیا کہ اپنی خوب سی تعلیاں کیں اور براہین احمدیہ میں وعدے کئے کہ نیچروں سے مقابلہ کرتا ہوں اور پادریوں کو قائل کرتا ہوں آریہ وغیرہ کو الزام دیتا ہوں وغیرہ۔ مگر ایفاء ایک کا بھی نہ ہوا اور اس ذریعہ سے مسلمانوں سے ایک رقم خطیر حاصل کر لی جسکے دینے پر وہ ہرگز راضی نہیں۔ کیا جن لوگوں نے روپیہ دیا تھا اب وہ اس بات پر فخر کر سکتے ہیں کہ ہمارا روپیہ ایسے کام میں صرف ہوا کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اسکی بدولت کافر بنائے جا رہے ہیں۔ کیا انکو یہ ندامت نہ ہوگی کہ مرزا قادیانی نے ہمیں احمق بنا کر اس قدر روپیہ ہم سے لے لیا اور ایسے کام میں لگایا کہ ہمارے ہی دین کی بیخ کنی ہو رہی ہے۔ کیا اب وہ اس بات پر افسوس نہیں کرتے کہ اگر ذرا بھی ہمیں معلوم ہوتا کہ اس کاروائی کا یہ انجام ہونے والا ہے تو اس وقت اس کا دہ چند روپیہ مخالفت میں صرف کرتے تاکہ وہ آتش فتنہ اس قدر بھڑکنے ہی نہ پاتی۔..

...مرزا قادیانی کو چونکہ نبوت کا دعوی ہے اور معجزات اس کے لوازم ہیں، ان کو فکر ہوئی کہ باتیں بنانی تو آسان ہیں طبیعت خداداد سے بہت سے حقائق و معارف تراش لئے جائیں گے، مگر خوارق عادات دکھلانا مشکل کام ہے کیونکہ وہ خاص خدا تعالی کی رضا مندی اور مدد پر موقوف ہے، اس لئے ان کو اس مسئلے میں بڑا ہی زور لگانا پڑا۔ دیکھا کہ الہام کا طریقہ بہت آسان ہے جب وہ ثابت ہو جائے گا تو پھر کیا ہے۔ بات بات میں الہام و وحی اتار لی جائے گی۔ اس لئے براہین احمدیہ میں الہام کی ایک وسیع بحث کی۔ اگرچہ بظاہر وہ مخالفین اسلام کے مقابلہ میں تھی اس لئے کہ وہاں صرف وحی اور نبوت ثابت کرنا ظاہراً منظور تھا، مگر ایسا بین بین طریقہ اختیار کیا کہ عام طور پر الہام ثابت ہو جائے اور اہل اسلام اس کا انکار بھی نہ کر سکیں۔ پھر اپنے الہامات پیش کئے اور الہامی پیش گوئیوں کا دروازہ کھول دیا گیا اور ایسی ایسی تدبیریں عمل میں لائی گئیں کہ انہیں کا حصہ تھا، چنانچہ مسٹر عبداللہ آتھم وغیرہ کی پیش گوئیوں سے ظاہر ہے۔

مرزا قادیانی باوجود یہ کہ نبوت کا دعوی کرتے ہیں مگر معجزات سے متعلق ان کی عجیب

تقریریں ہیں۔ ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۶ تا ۲۹۹ حاشیہ میں حضرت عیسیٰؑ کے معجزات بیان کر کے لکھتے ہیں:

ان تمام اوہام باطلہ کا جواب یہ ہے کہ وہ آیات جن میں ایسا لکھا ہے متشابہات میں سے ہیں اور یہ معنی کرنا کہ گویا خدا تعالی نے اپنے ارادے اور اذن سے حضرت عیسی کو خالقیت میں شریک کر رکھا تھا صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے کیونکہ اگر خدا تعالی اپنی صفات خاصہ الوہیت بھی دوسروں کو دے سکتا ہے ..تو وہ بلا شبہ اپنی ساری صفتیں خدائی کی ایک بندے کو دے کر پورا خدا بنا سکتا ہے۔ پس اس صورت میں مخلوق پرستوں کے کل مذاہب سچے ٹھہر جائیں گے۔

یہ حملہ ان لوگوں پر ہے جن کا ایمان اس آیت شریفہ پر ہے

و رسولاً الی بنی اسرا ئیل انی قد جئتکم ببینۃٍ من ربّکم انّی اخلق لکم من الطّین کھیئۃ الطّیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن اللّٰه و ابری الا کمه و الا برص و احی المو تی با ذن اللّٰه و انبئکم بما تاکلو ن و ما تد خرو ن فی بیو تکم ان فی ذلک لآ یۃ لکم ان کنتم مومنین (آل عمران: ۴۹)۔ یعنی عیسی ہمارے پیغمبر ہوں گے جن کو ہم بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے اور وہ ان سے کہیں گے کہ میں تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں یعنی معجزات لے کر آیا ہوں کہ میں پرندے کی شکل کا سا بناؤں پھر اس میں پھونک ماروں اور وہ خدا کے حکم سے اڑنے لگے اور خدا کے حکم سے مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا اور مردوں کو زندہ کردوں اور جو کچھ تم کھایا کرو اور جو کچھ تم نے گھروں میں سینت رکھا ہے تم کو بتادوں بے شک اس بیان میں نشان ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو۔

یہ خبر حق تعالی نے مریم کو عیسی کے پیدا ہونے سے پیشتر دی تھی جس کا حال بیان کر کے حق تعالی فرماتا ہے کہ یہ نشانی انہیں لوگوں کے واسطے ہے جو ایمان والے ہیں اور یہ ظاہر بھی ہے کہ جن کو خدا کی خبروں پر ایمان نہ ہو ان کو یہ بیان کیا مفید ہوگا۔

مرزا قادیانی جیسے شخص اس کو نہیں مانتے تو کفار اس کی کیوں کر تصدیق کرسکیں۔ مگر الحمد للہ اہل اسلام کو اس کا پورا پورا یقین ہے اور مرزا قادیانی کی تشکیک سے وہ زائل نہیں ہوسکتا۔ مرزا قادیانی نے (براہین احمدیہ۔ ص ۱۸۶ حاشیہ) میں لکھا ہے:

لیکن قرآن شریف کا کسی امر کے بارے میں خبر دینا دلیل قطعی ہے۔ وجہ یہ کہ وہ دلائل کا

ملہ سے اپنا من جانب اللہ اور مخبر صادق ہونا ثابت کر چکا ہے۔

شاید مرزا قادیانی نے یہ بات آریہ وغیرہ کے مقابلے میں مصلحتاً کہی تھی ورنہ وہ تو قرآن کی خبروں کو دلیل قطعی تو کیا دلیل ظنی بھی نہیں سمجھتے بلکہ اس پر ایمان لانے کو شرک والحاد سمجھتے ہیں۔ انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ خدا تعالی کے ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ بے ایمان اس کی تصدیق نہ کریں گے۔ حیرت ہے کہ جس طرح ابلیس نے دھوکہ کھایا تھا کہ آدم کو سجدہ کرنا شرک ہے کیونکہ مسجودیت خاص صفت باری تعالی کی ہے۔ مرزا قادیانی بھی اسی دھوکے میں پڑ گئے کہ ایسی قدرت عیسی میں خیال کرنا شرک ہے۔ مرزا قادیانی مسلمانوں پر جو شرک کا الزام لگا رہے ہیں در پردہ وہ خدا تعالی پر لاعلمی کا الزام لگا رہے ہیں۔ دیکھئے (براہین احمدیہ۔ص ۱۱۱ حاشیہ) وہ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا پھر شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنعات سے ہے کہ خدا تعالی نے اس بارے میں پیش گوئی کر کے فرما دیا ہے کہ ما یبدیء الباطل و ما یعید۔

ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اگر یہ عقیدہ جو مسلمانوں نے اختیار کیا ہے شرک ہے تو خدا تعالی کی پیش گوئی جس کی تصدیق مرزا قادیانی کر چکے ہیں نعوذ باللہ بقول مرزا قادیانی جھوٹی ہوئی جاتی ہے۔ مگر انہوں نے اپنی ذاتی غرض کے لحاظ سے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور صحابہ تک کے کل مسلمانوں پر شرک کا الزام لگا دیا۔

اور مرزا صاحب (ازالہ اوہام۔ص ۳۱۵ حاشیہ میں) لکھتے ہیں:

نبی لوگ دعا اور تضرع سے معجزہ مانگتے ہیں معجزہ نمائی کی ایسی قدرت نہیں رکھتے جیسا کہ انسان کو ہاتھ پیر ہلانے کی قوت ہوتی ہے۔

اور مرزا صاحب (ازالہ اوہام۔ص ۳۲۰۔۳۲۱ حاشیہ میں) لکھتے ہیں:

اناجیل اربعہ دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح جو کام اپنی قوم کو دکھاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہیں اور قرآن شریف میں بھی کسی جگہ یہ ذکر نہیں کہ مسیح بیماروں کے چنگا کرنے یا پرندوں کے بنانے کے وقت دعا کرتا تھا۔ بلکہ وہ اپنی روح کے ذریعے سے جس کو روح القدس کے فیضان سے برکت بخشی گئی تھی ایسے ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔ چنانچہ جس نے کبھی اپنی عمر میں غور سے انجیل پڑھی ہوگی وہ ہمارے اس بیان کی بیقین تمام تصدیق کرے گا اور قرآن شریف کی آیات بھی باواز بلند یہی پکار رہی ہیں کہ مسیح کے ایسے عجائب کاموں میں اس کو طاقت بخشی گئی تھی اور خدا تعالی نے صاف

فرما دیا ہے کہ وہ ایک فطرتی طاقت تھی جو ہر یک فرد بشر کی فطرت میں مودع ہے، مسیح سے اس کی کچھ خصوصیت نہیں۔ چنانچہ اس بات کا تجربہ اس زمانے میں ہو رہا ہے۔ مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق اور بے قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے بھی پہلے مظہر عجائبات تھا، جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم ومفلوج ومبروص وغیرہ ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے لیکن بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے اس وقت تو کوئی تالاب بھی موجود نہ تھا۔

دعا کا ذکر نہ ہونے سے مرزا قادیانی جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ عجائب جس کا ذکر حق تعالیٰ بطور اعجاز بیان فرماتا ہے وہ معجزات نہ تھے تو اس لحاظ سے فطرتی قوت بھی ثابت نہ کرنا چاہیے اس لئے کہ اس کا بھی ذکر اس آیت شریفہ میں نہیں ہے۔ پھر اپنی رائے سے ایک مذکور چیز کو ثابت کرنا اور خدا تعالیٰ کی خبر کو نہ ماننا کس قسم کی بات ہے۔ اگر معجزے کے لئے یہ شرط ہے کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر وقت خاص میں دعا کی جائے اور اس کی قبولیت کے لئے حضار مجلس آمین اس وقت تک کہتے رہیں کہ آثار اجابت ظاہر ہو جائیں تو اس آیت شریفہ میں دعا کرنا بھی باقتضاء النص مقدر سمجھا جا سکتا ہے جس کو اصول الشاشی پڑھا ہوا شخص بھی جانتا ہے۔

پھر اگر وہ کام فطرتی طور پر ہوتے تھے تو ان پر ایمان لانے کی کیا ضرورت؟ مثلاً اگر کہا جائے کہ ایک نجار صندوق میں قفل نصب کرتا ہے یا کسی کے ذریعہ سے فلاں کام کرتا ہے تو کیا اس قسم کی خبر کی نسبت یہ کہا جائے گا کہ تم اس پر ایمان لاؤ۔ ہرگز نہیں، حالانکہ یہاں حق تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ جو لوگ ہماری باتوں پر ایمان لاتے ہیں وہ اسکو آیت یعنی نشانی قدرت کی سمجھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام پر ایمان لانا منظور نہیں، جب ہی تو حیلے اور بہانے ہو رہے ہیں۔ ورنہ وہ خود (براہین احمدیہ۔ ص ۴۹۵ حاشیہ میں) لکھتے ہیں:

> واصل تام کو مجمع الاضداد ہونا پڑا کہ وہ کامل طور پر رو بخدا بھی ہو اور پھر کامل طور پر رو بخلق بھی۔ پس وہ ان دونوں قوسوں، الوہیت اور انسانیت، میں ایک وتر کی طرح واقع ہے۔ جو دونوں سے تعلق رکھتا ہے... جب کامل تزکیہ کے ذریعہ سے انسان کامل سیر الی اللّٰہ سے سیر فی اللّٰہ کے ساتھ متحقق ہو جائے اور اپنی ہستی ناچیز سے بالکل ناپدید ہو کر اور غرق دریائے بیچون وبیچگون ہو کر ایک جدید ہستی پیدا کرے جس میں بے گانگی اور دوئی اور جہل اور نادانی نہیں ہے اور صبغۃ اللّٰہ کے پاک رنگ سے کامل

رنگینی میسر ہے۔

اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی خود اپنے ذاتی تجربے کی خبر دیتے ہیں کہ اولیاء اللہ وقت واحد میں روبخلق و روبخدا ہوتے ہیں اور یہ باتفاق جمیع اہل اسلام مسلّم ہے کہ انبیاء کا رتبہ بہ نسبت اولیاء اللہ کے بدرجہا بڑھا ہوا ہے تو اسی نسبت سے ان کی حضوری بھی اولیاء کی حضوری سے بڑھی ہوئی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس حضوری میں درخواست واجابت فوری ہوسکتی ہے۔ پھر جب حق تعالی ان معجزات کی خبر دیتا ہے تو اتنا تو حسن ظن کر لیتے کہ جس طرح ہم نے کسی مقام میں لکھا ہے کہ وقت واحد میں ہم روبخلق اور روبحق رہتے ہیں، اسی طرح عیسی بھی ہوں گے، مگر اس تحریر کے وقت وہ بات مرزا صاحب کے حافظے سے نکل گئی۔ اگر واقع میں ان کی ایسی حالت ہوتی تو بھول نہ جاتے۔ اب غور کیا جائے کہ آپ تو انبیاء کے ساتھ بھی حسن ظن نہیں رکھتے اور شکایت یہ کہ اپنی نبوت کا حسن ظن نہیں کیا جاتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی، عیسیٰؑ کو تقرب الٰہی میں اپنے برابر بھی نہیں سمجھتے۔

مرزا قادیانی کی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عیسیٰؑ کا دعا کرنا ثابت نہیں، باوجود اس کے یہ عجائبات صادر ہوتے تھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بغیر دعا کے خلاف عقل معجزات ان سے کیونکر صادر ہو گئے، اس لئے بہتر ہے کہ وہ معجزات انہیں کے اقتداری افعال ٹھہرائے جائیں اور مرزا قادیانی اس پر اس قدر اڑے ہیں کہ کتنی ہی حدیثیں جو اس باب میں وارد ہیں سنائیں ایک نہیں سنتے۔ دیکھ لیجئے کہ تمام تفاسیر و کتب احادیث پر ان کی پوری نظر ہے اور وہ بآواز بلند سنا رہے ہیں کہ وہ معجزات خدا کے اذن اور حکم واجازت سے تھے اور ان کی ذاتی قدرت کو اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ مگر ان کی سمجھ میں نہیں آتا نہ وہ کسی کی سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں کہ جب حق تعالی نے انکے معجزوں کی خبر دی ہے تو ضرور ان کا وقوع ایسے طور پر ہوا ہے کہ اس پر ایمان لانے میں کوئی شرک نہیں۔ مثلاً یوں سمجھا جائے کہ حق تعالی کو ان کی نبوت دلوں میں متمکن کرنا اور جو نہ مانیں ان پر حجت قائم کرنا منظور تھا اس لئے ان کے دعوی کے وقت خود حق تعالی ان چیزوں کو وجود بخش دیتا تھا تو کسی قسم کا شرک لازم نہیں آتا۔ اب دیکھئے کہ باوجود یہ کہ آیت قرآنیہ کے معنی پورے بن جاتے ہیں مگر صرف اس غرض سے کہ عیسی کے معجزے ثابت ہوں تو اپنی مساوات فوت ہو جاتی ہے، قرآن کے معنی بگاڑ رہے ہیں جس سے حق تعالی پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایسی بات قرآن میں بیان کی جس سے لوگ مشرک ہوگئے نعوذ باللہ من ذلک۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ ایسی ہٹ دھرمیوں سے بہت احتراز کیا کریں کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے قالوا لو کنّا نسمع او نعقل ما کنّا فی

اصحاب السّعیر (ملک:۱۰) یعنی فرشتوں کے سوال کے جواب میں دوزخی کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو اہل دوزخ میں نہ ہوتے۔ فقنا عذا ب النّار (آل عمران:۱۹۱)

مرزا قادیانی عبارت مذکورہ میں لکھتے ہیں:

قرآن شریف کی آیات بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے ایسے عجائب کاموں میں اس کو طاقت بخشی گئی تھی۔

ہم بھی تو اسی آواز کو سن کر ایمان لائے ہیں کہ احیائے موتی اور ابراء اکمہ وابرص وغیرہ عجائب اس قوت سے کرتے تھے جو ان کو حق تعالی نے بخشی تھی۔ یہ کس نے کہا تھا کہ وہ اپنی ذاتی اور فطرتی قوت سے جو ہر فرد بشر میں رکھی ہے یہ کام کرتے تھے۔ مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ وہ عام فطرتی طاقت سے کام لیتے تھے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ اگر یہی بات ہے تو مرزا قادیانی میں بھی وہ فطری طاقت جو ہر فرد بشر میں مودع ہے موجود ہے، میدان میں آکر دعوی و ابری ا لا کمہ و الابر ص و احی الموتی با ذن اللّٰہ وغیرہ کا کریں اور جس طرح حق تعالی کی اخبار سے ہمیں اس کی تصدیق ہوگئی ہے اسی طرح اپنے دعوی کی بھی تصدیق کرا دیں۔ مگر یہ ان کے حدامکان سے خارج ہے، یہ کاغذ کے سفید چہرے کو سیاہی سے زینت دینا نہیں ہے کہ قلم اٹھایا اور چند صفحے لکھ ڈالے۔ یہاں نہ قلم کی ضرورت ہے نہ زبان آوری کی حاجت۔ ادھر کن با ذن اللّٰہ منہ سے نکالا، ادھر جو چاہا فوراً وجود میں آ گیا۔

مرزا قادیانی جو لکھتے ہیں:

خدا تعالی نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ ایک فطرتی طاقت تھی جو ہر فرد بشر کی فطرت میں مودع ہے، مسیح سے اس کی کچھ خصوصیت نہیں، سو یہ افترائے محض ہے۔ ممکن نہیں کہ اس دعوی پر کوئی آیت پیش کریں و من ا ظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذ باً او کذّب بآ یا تہ، انّہ لا یفلح الظّا لمون (انعام:۲۱)

براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۳۵۔۴۳۷ میں انجیل یوحنا سے نقل کیا ہے کہ اورشلیم میں باب الضان کے پاس ایک حوض ہے ... اسکے پانچ اسباب ہیں۔ ان میں ناتوانوں اور اندھوں اور لنگڑوں اور پژمردوں کی ایک بڑی بھیڑ پڑی تھی جو پانی کے ہلنے کی منتظر تھی کیونکہ ایک فرشتہ بعض وقت اس حوض میں اتر کر پانی کو ہلاتا تھا۔ پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اس میں اترتا کیسی ہی بیماری کیوں نہ ہو اس سے چنگا ہو جاتا تھا۔

نیز براہین احمدیہ صفحہ ۴۵۴ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

بلا ریب اس حوض عجیب الصفات کے وجود پر خیال کرنے سے مسیح کی حالت پر بہت سے اعتراضات عائد ہوتے ہیں جو کسی طرح اٹھ نہیں سکتے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۲ حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب (یعنی مسمریزم) تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔ فتدبر فانہ نکتة جلیلة ما یلقیھا الا ذو حظ عظیم۔

مرزا قادیانی خود ہی براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۳۰ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

انجیل بوجہ محرف اور مبدل ہو جانے کے ان نشانیوں سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہے۔ بلکہ الٰہی شان تو ایک طرف معمولی راستی اور صداقت جو ایک منصف اور دانش مند متکلم کے کلام میں ہونی چاہیے انجیل کو نصیب نہیں کم بخت مخلوق پرستوں نے خدا کے کلام کو خدا کی ہدایت کو خدا کے نور کو اپنے ظلمانی خیالات سے ایسا ملا دیا ہے کہ اب وہ کتاب بجائے رہبری کے رہزنی کا ایک پکا ذریعہ ہے۔ ایک عالم کو کس نے توحید سے برگشتہ کیا، اسی مصنوعی انجیل نے۔ ایک دنیا کا خون کس نے کیا انہیں تالیفات اربعہ نے۔.. عیسائیوں کے محققین کو خود اقرار ہے کہ ساری انجیل الہامی طور پر نہیں لکھی گئی۔

اب دیکھئے کہ جن کتابوں کو محرف اور باعث گمراہی خود ہی بتاتے ہیں انہیں کتابوں سے ایک قصہ نقل کر کے قرآن میں شبہات پیدا کر رہے ہیں کہ قرآن میں جو حضرت عیسیٰؑ کے معجزات مذکور ہیں ان کا مدار اس حوض پر تھا جس کا ذکر اناجیل محرفہ میں ہے اور ان کی نبوت کا ذکر جو قرآن میں ہے اور جو منشائے معجزات ہے وہ ایک فطرتی قوت تھی جو ہر فرد بشر میں ہوا کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنے مساوی کر دینے میں خوب ہی زور لگایا۔

مگر حق تعالیٰ فرماتا ہے:

و اذا جاء تھم آیة قالوا لن نؤمن حتّٰی نوتی مثل ما اوتی رسل اللّٰہ

۔ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ سیصیب الّذین اجرموا صغار عند اللّٰہ و عذا ب شدید بما کا نوا یمکرون (انعام:۱۲۴) یعنی جب ان کے پاس کوئی آیت قرآنی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز نہ مانیں گے جب تک وہ خبر نہ دی جائے جو رسولوں کو دی گئی ۔ اللہ اس مقام کو بہتر جانتا ہے، جس کو رسالت کیلئے خاص کرنا ہے ۔ جو لوگ خود پسند ہیں گناہ گار ہیں ان کو عنقریب اللہ کے ہاں ذلت و رسوائی اور بڑا سخت عذاب ان کی فتنہ انگیزیوں کے سبب پہنچے گا ۔

حاصل یہ کہ جو لوگ انبیاء کی خصوصیات اور مراتب کو دیکھ کر نبوت کی تمنا کرتے ہیں دنیا میں رسوا اور آخرت میں عذاب شدید کے مستحق ہوتے ہیں، جس کو خدا کے کلام پر پورا ایمان اور تھوڑی سی بھی عقل ہو ممکن نہیں کہ کسی نبی کی برابری کا دعوی کرے ۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب ایسا حوض عیسیٰؑ کے زمانے میں تھا کہ مایوس العلاج امراض والوں کو صرف اس میں ایک غوطہ لگانے سے شفا ہو جاتی تھی تو تمام روئے زمین کے بیمار وہاں موجود رہتے ہوں گے، تو پانچ اساروں میں ان کی گنجائش کیوں کر ہوتی ہوگی؟ اور جب یہ یقین تھا کہ جو کوئی پہلے حوض میں کودے، اسی کو صحت ہوتی ہے، تو ہر شخص یہی چاہتا ہوگا کہ سبقت کر کے سر دست صحت حاصل کر لے ۔ یہ تو ممکن نہیں کہ ہر شخص دوسرے سے کہے کہ تم صحت پا کر جلدی چلے جاؤ اور ہم اس فرشتے کے انتظار میں یہاں سڑتے پڑے رہیں گے اور ان پانچ اساروں میں کس قدر گھوسم گھسا اور خانہ جنگیاں ہوتی ہوں گی ۔ کتنے تو اسی بھیڑ میں دم گھٹ گھٹ کر مرتے ہوں گے اور کتنے پانی میں گرا کر ڈبوئے جاتے ہوں گے اور کتنوں کا زد و کوب سے خون ہوتا ہوگا ۔ پھر اس فرشتے کے اترنے کا وقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کا ہمیشہ جمگھٹا رہتا ہی ہوگا جس سے ہوا میں عفونت اور سمیت پیدا ہو کر صدہا آدمی مرتے ہی ہوں گے ۔ غرض کوئی عاقل قبول نہیں کر سکتا کہ ایک غیر معین شخص کی صحت کے واسطے صدہا موتیں گوارا کی جاتی ہوں گی ۔ پھر اس فرشتے کو اتنا بخل یا آدمیوں سے عداوت کیوں تھی کہ کبھی کبھی پانی میں اتر کر ہلا دیتا تھا ۔ اگر گھنٹے یا آدھ گھنٹے پر پانی میں اترتا تو کیا اس کو سردی ہو جاتی یا فالج وغیرہ کا مادہ پیدا ہو جاتا اور اس کی کیا وجہ کہ جو مریض سب سے پہلے اس میں کودے وہی شفایاب ہو جائے ۔ اگر کوئی اس میں زہریلا مادہ تھا تو ہر طرف تھا کیونکہ کوئی ایک جگہ معین نہ تھی جس سے شفا متعلق ہو ۔

الغرض عقل کی رو سے یہ بات ہرگز سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسے حوض کا کہیں بھی دنیا میں

وجود ہوا ہو۔ مرزا قادیانی نے انجیل پر ایمان لا کر قرآن پر اس حوض سے ایسے ایسے اعتراض قائم کر دیئے ہیں جن کی نسبت فرماتے ہیں: وہ اعتراضات اٹھ نہیں سکتے۔ مگر افسوس ہے کہ قرآن پر ایمان لا کر یہ نہ فرمایا کہ حق تعالی نے جو معجزات حضرت عیسیٰؑ کو دیئے تھے وہ ایسے نہ تھے کہ ان میں ایسے مصنوعی قصوں سے کسی قسم کا شبہ واقع ہو۔ اس لئے کہ اللہ فرماتا ہے و آتینا عیسی بن مریم البینات (بقرہ: ۲۵۳) یعنی ہم نے عیسی کو کھلے کھلے معجزے دیئے تھے جن میں کوئی شک وشبہ ممکن نہ تھا۔

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام۔ ص ۳۱۱ حاشیہ) میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت مسیح کے عمل الترب سے وہ مردے جو زندہ ہوتے یعنی وہ قریب المرگ آدمی جو گویا نئے سرے سے زندہ ہو جاتے تھے وہ بلا توقف چند منٹ میں مر جاتے تھے۔ کیونکہ بذریعہ عمل الترب روح کی گرمی اور زندگی صرف عارضی طور پر ان میں پیدا ہوتی تھی۔

قرآن شریف میں صاف طور پر و احی الموتی باذن اللّٰہ (آل عمران: ۴۹) موجود ہے مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ:

کوئی مردہ انہوں نے زندہ نہیں کیا بلکہ جیسے قریب الموت شخص کو جواہر مہرہ وغیرہ سے چند منٹ کے لئے گرمی آجاتی ہے اسی طرح عیسیٰؑ بھی چند منٹ کے لئے قریب الموت شخص کو کسی قسم کی گرمی پہنچا دیا کرتے تھے۔،

مگر اس کا ذکر نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ اب تک کوئی مسلمان اس کا قائل ہوا۔ بلکہ مسیح کا نام اسلام میں احیاء اموات اور شفائے بیماروں کے باب میں ایسا مشہور اور ضرب المثل ہے جیسے حاتم کا نام جود وسخا میں۔ قرآن وحدیث سے مرزا کو وہیں تک تعلق ہے کہ اپنا مطلب بنے اور جب کوئی بات ان کی مرضی اور مقصود کے خلاف نکلی تو پھر نہ قرآن کو مانیں نہ حدیث کو۔ کیا نبی ﷺ نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے ہوں گے کہ وہ مسمریزم سے حرکت دیا کرتے تھے۔ مسمریزم کو نکلے ہوئے تو ابھی زیادہ عرصہ بھی نہیں ہوا چنانچہ فن مسمریزم کی کتابوں میں لکھا ہے کہ، یورپ وسطی ایک قصبے ۵ مئی ۱۷۳۴ء میں ایک شخص جس کا نام انتونی مسمر تھا پیدا ہوا اور اس نے اپنی بے حد کوششوں سے اس فن کو ایجاد کیا چنانچہ اس کے نام سے مسمریزم مشہور ہوا۔، اب مرزا قادیانی کے اس قول کو بھی یاد کر لیجئے جو فرمایا تھا کہ قرآن کا ایک لفظ کم وزائد نہیں ہوسکتا۔ دیکھ لیجئے قرآن کے کل الفاظ اپنی جگہ رکھے رہے اور مرزا قادیانی نے عیسیٰؑ کے معجزات کا خاتمہ کر دیا۔

غرض مرزا قادیانی نے جو اس آیت کے معنی تراشے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے ابومنصور نے

حرّمت علیکم المیتۃ و الدّم و لحم الخنزیر (مائدہ: ۳) کے معنی تراشے تھے۔ مسلمانوں کو ان کی پیروی میں سخت ضرر اخروی ہے۔ اللہ فرماتا ہے انّ الّذین یحادون اللّٰہ و رسولہ کبتوا کما کبت الّذین من قبلھم (مجادلہ: ۵) یعنی جو لوگ خدا اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں خوار و ذلیل ہوں گے جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے۔ اور ارشاد ہے:

و من یّشاقق الرّسول من بعد ما تبیّن لہ الھدی و یتّبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولّی و نصلہ جھنّم و ساءت مصیرا (نساء: ۱۱۵)

یعنی جو رسول اللہ کی مخالفت کرے جب کھل گئی اس پر راہ ہدایت اور مسلمانوں کے رستے کے سوا دوسرا راستہ چلے تو جو رستہ اس نے اختیار کر لیا ہے ہم اس کو وہی رستہ چلائے جائیں اور آخر کار اس کو جہنم میں داخل کر دیں اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اس آیت شریفہ میں کمال درجے کی تخویف ہے اس لئے کہ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص نیا طریقہ ایجاد یا اختیار کرے اس سے توفیق الٰہی مسدود اور منقطع ہو جاتی ہے اور صراط مستقیم سے علیحدہ کر کے حق تعالی اس کو ایسے رستے پر چلاتا ہے جو سیدھا جہنم میں نکلے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آج کل مسلمانوں میں جو فتور و قصور عمل ہو گیا ہے وہی طریقہ اختیار کیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ کتب اہل سنت میں جو طریقہ مذکور ہے وہ اختیار کیا جائے۔

مرزا قادیانی کو اس کا بڑا ہی غم ہے کہ نیچری قرآن و حدیث کو نہیں مانتے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں:

حال کے نیچری جنکے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ و قال الرسول کی باقی نہیں رہی۔

مگر مشکل یہ ہے کہ اگر وہ مرزا قادیانی کی اس قسم کی تقریریں کہیں سن لیں تو یہ کہنے کو مستعد ہو جائیں گے کہ مرزا قادیانی کے دل میں بھی عظمت نہیں جب ہی تو خدا و رسول جن کی عظمت بیان کی جاتی ہے وہ ان کی توہین کرتے ہیں اور اپنی ذاتی غرض کے مقابلے میں نہ خدا کی بات مانتے ہیں نہ رسول کی۔ آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزے جن کو متعدد مقاموں میں حق تعالی نے ذکر فرمایا ان کو آیات بینات کہا مرزا نے ان کے ابطال میں کیسی کیسی باتیں بنائیں ان کو مشرکانہ خیال قرار دیا اور کہا کہ وہ معمولی بشری طاقت سے صادر ہوتے ہیں اور حوض کی وجہ سے وہ مشتبہ ہو گئے تھے اور مسمریزم کے وہ زیر اثر تھے: آب از سر گزشت چہ یک نیزہ و چہ یکدست

اور اس معجزے میں بھی مرزا قادیانی کو کلام ہے جو اس آیت شریفہ میں مذکور ہے:

و اذ قتلتم نفساً فا دا رأتم فیها و اللّٰہ مخرج ما کنتم تکتمو ن فقلنا اضر بو ہ ببعضها کذا لک یحی الله المو تی و یر یکم آ یا ته لعلکم تعقلو ن (بقرہ:۲:۷۲۔۷۳) (اے نبی اسرائیل جب تم نے ایک شخص کو مار ڈالا اور لگے اس کے بارے میں جھگڑنے اور جو تم چھپاتے تھے۔ اللہ کو اس کا پردہ فاش کرنا منظور تھا پس ہم نے کہا کہ گائے کے گوشت کا کوئی ٹکڑا مردے کو مارو، اسی طرح جیسے وہ مردہ زندہ ہوا اللہ مردوں کو جلائے گا اور اللہ تم کو نشانیاں دکھلاتا ہے کہ تم سمجھو کہ قیامت کا ہونا برحق ہے)۔

تفسیر درمنثور جلد ا ص ۷۹ و ابن جریر جلد ا ص ۳۵۷۔۳۵۸ وغیرہ معتبر تفاسیر میں حضرت ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ و تابعین کی متعدد روایتوں سے یہ واقعہ منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص کو کسی نے قتل کر کے دوسرے قبیلے میں ڈال دیا اس غرض سے کہ قاتل کا پتہ نہ لگے۔ اس قتل سے قبیلوں میں فساد پھیلا تو عقلاء نے کہا کہ خدا کے رسول حضرت موسیٰ سے دریافت کریں۔ حضرت موسیٰ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے ایک گائے لانے کو کہا۔ وہ لوگ فضول باتیں پوچھنے لگے کہ وہ کیسی ہونی چاہیے اس کا رنگ روپ کس قسم کا ہو؟ غرض جن اوصاف کی گائے بیان کی گئی زر خطیر صرف کر کے اسکو خریدا۔ حضرت موسیٰ نے کہا اس کو ذبح کر کے ایک ٹکڑا اس کا مقتول پر مارو، وہ زندہ ہو جائے گا، پھر جو چاہو اسی سے پوچھ لو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا وہ شخص زندہ ہوا، اور قاتل کا نام بیان کر کے مر گیا۔ یہ خلاصہ قرآن و حدیث کا ہے مرزا قادیانی نے خیال کیا کہ اگر حضرت عیسیٰ کی موت ثابت بھی کر دی جائے تو یہ احتمال پیش ہوگا کہ ممکن ہے زمین پر اترنے سے پہلے وہ زندہ کئے جائیں اس احتمال کو رد کرنے کی غرض سے تمام قرآن پر انہوں نے نظر ڈالی اور جن جن آیتوں میں یہ ذکر ہے کہ خدا نے مردوں کو زندہ کیا ان سب میں تاویل کر کے اپنی مرضی اور غرض کے مطابق قرآن بنا لیا چنانچہ اس آیت کو اس طرح رد کرتے ہوئے ازالہ اوہام صفحہ ۷۴۹ میں فرماتے ہیں:

ایسے قصوں میں قرآن شریف کی کسی عبارت سے نہیں نکلتا کہ فی الحقیقت کوئی مردہ زندہ ہو گیا تھا اور واقعی طور پر کسی قالب میں جان پڑ گئی تھی بلکہ اس آیت پر نظر غور کرنے سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے خون کر کے چھپا دیا تھا سو خدا تعالیٰ نے اصل مجرم کے پکڑنے کے لئے یہ تدبیر سمجھائی تھی کہ تم ایک گائے ذبح کر کے اس کی بوٹیاں اس لاش پر مارو اور وہ تمام اشخاص جن پر شبہ ہے ان بوٹیوں کو نوبت بہ نوبت اس لاش پر ماریں تب اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگے گی تو

اس لاش سے ایسی حرکتیں صادر ہوں گی جس سے خونی پکڑا جائے ..اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جس کے بعض خواص میں سے یہ بھی ہے کہ جمادات یا مردہ حیوانات میں ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہو کر اس سے بعض مشتبہ اور مجہول امور کا پتہ لگ سکتا ہے۔

مرزا قادیانی جو کہتے ہیں کہ کسی عبارت سے زندہ ہونا نہیں نکلتا کیا یہ کافی نہیں کہ حق تعالی تمام قصہ بیان کر کے فرماتا ہے کذالک یحی اللّٰہ الموتی جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ جیسے یہ وہ شخص زندہ ہوا اسی طرح حق تعالی مردوں کو زندہ کرے گا۔ مرزا قادیانی کے قول پر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جیسے بوٹی مارنے سے اس کے حرکت ہوئی ویسے ہی خدا مردوں کو زندہ کرے گا یعنی قالب میں جان پڑ جائے چونکہ مرزا قادیانی حشر اجساد کے قائل نہیں اس لئے یہ بات ان کے مذہب پر ٹھیک نہیں اترتی۔

آیت موصوفہ سے اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے ان لوگوں پر دو باتوں کی فرمائش کی تھی ایک گائے ذبح کرنا، دوسرا اس کی بوٹی مقتول پر مارنا۔ بقول مرزا قادیانی تیسری تدبیر یہ بتائی گئی کہ قاتل مسمریزم کی مشاقی بھی حاصل کرے چونکہ وہ بغیر سیکھنے کے نہیں آتی اس لئے ضرور موسیٰ نے قاتل کو بلا کر مسمریزم کا طریقہ سمجھا دیا ہو گا کہ اس طرح سے بوٹی مارو تو لاش حرکت کرے گی جس سے تم گرفتار ہو جاؤ گے اور قاتل نے بھی اس کو بطیّب خاطر قبول کر کے مسمریزم میں مشاقی حاصل کر لی کیونکہ بغیر مشاقی کے مسمریزم کا عمل پورا نہیں ہوتا چنانچہ مرزا قادیانی اپنے ازالہ اوہام صفحہ ۳۱۲ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

عمل الترب یعنی مسمریزم میں مسیح بھی کسی درجے تک مشق رکھتے تھے۔

یہ بات غور طلب ہے کہ ایسا عمدہ طریقہ قاتل کے گرفتار کرنے کا اس مقام پر قرآن میں کیوں بیان نہیں کیا گیا جہاں بوٹی مارنے کا ذکر ہے مسمریزم کا ذکر بھی ہو جاتا اور اس سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ پولیس کو قاتل کے گرفتار کرنے میں بڑی مدد ملتی اور بہت سے بے جرم رہائی پاتے۔ اب تو مسمریزم شائع بھی ہے اگر مرزا گورنمنٹ کو یہ رائے دیں تو مرزا کی بڑی ناموری ہو گی۔ یہ بھی مرزا کی قرآن و معارف دانی ہے جس کے بے نظیر ہونے کا فخر ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۳۶ میں فرماتے ہیں:

خدا کی عنایت خاصہ میں سے ایک یہ بھی مجھ پر ہے کہ اس نے علم حقائق معارف قرآنی

مجھ کو عطا کیا ہے اور ظاہر ہے کہ مطہرین کی علامتوں سے یہ بھی ایک عظیم الشان علامت ہے کہ علم معارف قرآن حاصل ہو کیونکہ اللہ فرماتا ہے لا یمسّہ ا لا المطہّرو ن

انبیاء کے معجزات مبینہ قرآن مجید کی حقیقت جو مرزا قادیانی پر کھلی کہ وہ مسمریزی عمل تھا فی الحقیقت آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے آج تک کسی پر نہ کھلی۔ مگر ظاہر میں تو یہی سمجھیں گے کہ نصاریٰ کو یہ کام کرتے دیکھ کر آپ نے قیاس جمالیا۔ اگر مسمریزم کے خود موجد ہوتے تو کسی قدر اس خیال کی گنجائش تھی کہ آپ کے کشف والہام کو اس میں دخل ہے، اب اس الہام کا افتخار حاصل ہے تو مسمر صاحب کو ہے جو کل مسمریزی خیالوں کے استاد ہیں۔...

اگرچہ مرزا نے مسمریزم پر معجزے کا قیاس اس قرینے اور اٹکل سے کیا ہے کہ مسمریزم کا عمل ہے ہر شخص نہیں کرسکتا اور ایسا شخص لوگوں میں ممتاز بھی ہوجاتا ہے مگر ایسے اٹکلوں اور قیاسوں سے ہمارا دین مانع ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے:

قتل الخرا صون الذین هم فی غمرة سا هو ن (الذاریات:۱۰۔۱۱)

مارے گئے اٹکل دوڑانے والے وہ جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔

اور مرزا صاحب خود بھی (ازالہ اوہام صفحہ ۷۴۵ میں) لکھتے ہیں:

ایک نئے معنی اپنی طرف سے گھڑنا یہی تو الحاد اور تحریف ہے خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بچاوے۔

آپ خود غور فرمائیں کہ حق تعالیٰ اکابر انبیاء کے معجزات کی خبریں دے کر ان کی فضیلت اپنے کلام پاک میں بیان فرماتا ہے، ان معجزات کو مسمریزم قرار دینا کیا یہ نئے معنی نہیں ہیں اور بقول آپ کے یہی تو الحاد ہے۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ حق تعالیٰ نے جن انبیاء کے معجزے قرآن میں بیان کئے اس کا مطلب یہی ہے کہ اپنی غیبی تائیدیں دے کر ان سے ایسے افعال عجیبہ صادر کرائے جن کا صدور دوسروں سے ممکن نہیں اور یہ غیبی تائیدیں ان حضرات کی عظمت وعلوشان پر دال ہیں مگر مرزا قادیانی جہاں تک ہوسکتا ہے مسمریزم میں ان کو داخل کر کے ان کی توہین وتذلیل کرتے ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۹ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

مرزا قادیانی کے اس قول پر کہ میں بھی اگر چاہتا تو عیسیٰ کے معجزات دکھلاتا عمیر تیان کا قول یاد آتا ہے جس کو ابن حزم نے ملل ونحل جلد ۳ صفحہ ۱۲۰ میں لکھا ہے کہ:

عمیر تیان نے کوفے میں نبوت کا دعوی کر کے بہت سے لوگوں کو فراہم کر لیا تھا۔ جب اپنے اصحاب میں بیٹھتا تو اکثر کہتا اگر میں چاہوں تو اس گھاس کو ابھی سونا بنا دوں۔

غرض مرزا قادیانی کی تقریر سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاء کرام جو معجزات دکھاتے تھے وہ دراصل عمل مسمریزم تھا جو مکروہ اور قابل نفرت ہے یہاں یہ امر محتاج بیان نہیں کہ جو لوگ ایسے قبیح کام کر کے ان کو معجزہ من جانب اللہ بتائیں وہ کس قسم کے آدمی سمجھے جائیں گے حالانکہ حق تعالی ان کی فضیلت کی تصریح فرماتا ہے:

تلک الرّسل فضّلنا بعضهم علی بعض منهم من کلّم اللّه و رفع بعضهم درجاتٍ و آتینا عیسی ابن مریم البیّنا ت و ایّد ناه برو ح القدس (بقرہ: ۲۵۳) (وہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ایک کو دوسرے سے۔ اللہ نے بعضوں سے کلام کیا اور بعضوں کے درجے بلند کئے، اور دیں ہم نے عیسی بن مریم کو نشانیاں صریح، اور قوت دی ہم نے روح القدس سے)۔

اب اس کلام کو سننے کے بعد بھی کیا کسی مسلمان کو جرأت ہوسکتی ہے کہ ان معزز حضرات میں سے کسی کی توہین وتذلیل کرے حق تعالی فرماتا ہے:

و للّه العزّة و لرسو له و للمؤمنین و لکنّ المنا فقین لا یعلمو ن (منافقون: ۸)۔ یعنی عزت اللہ کو ہے اور اس کے رسول کو اور مسلمانوں کو لیکن یہ بات منافق لوگ نہیں جانتے۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۹ میں فرماتے ہیں:

افسوس ہماری قوم میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بعض حقائق و معارف قرآنیہ اور دقائق آثار نبویہ کو جو اپنے وقت پر بذریعہ کشف والہام زیادہ تر صفائی سے کھلتے ہیں محرمات اور بدعات ہی میں داخل کر لیتے ہیں۔

خود ہی غور فرمائیں کہ حقائق قرآنیہ یہ ہوں کہ حق کی حقیقت باطل یعنی معجزے کی حقیقت مسمریزم اور عزت کی حقیقت ذلت اور نبی معزز کی حقیقت ذلیل وغیرہ ثابت ہو رہی تو تھوڑی الٹ پلٹ میں اسلام کی حقیقت کفر اور کفر کی حقیقت اسلام ثابت ہو جانے کو کیا دیر لگے گی اور تعجب نہیں کہ

اسی قسم کا خیال پختہ بھی ہو گیا ہو۔

افسوس ہے کہ مرزا قادیانی کو جس قدر مسمریزم سے خوش اعتقادی اور اس پر وثوق ہے خدائے تعالی کی قدرت پر نہیں اگر عقل کی راہ سے بھی دیکھا جائے تو خدا تعالی کا اس مردے کو زندہ کرنا جس قدر اطمینان بخش ہے مسمریزم کی بدنما کاروائی سے نہیں ہوسکتا ہے، مگر مرزا قادیانی کی عقل اسی کی مقتضی ہوئی۔ سرسید احمد خان صاحب بھی اس مردے کے زندہ ہونے کو نہیں مانتے چنانچہ تفسیر القرآن حصہ اول صفحہ ۱۲۵۔۱۲۶ میں لکھتے ہیں:

> بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا تھا اور قاتل معلوم نہ تھا اللہ تعالی نے حضرت موسیٰؑ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ سب لوگ جو موجود ہیں اور انہیں میں قاتل ہے۔ مقتول کے اعضاء سے مقتول کو مارے جو لوگ درحقیقت قاتل نہیں وہ بسبب یقین اپنی بے جرمی کے ایسا کرنے میں کچھ خوف نہ کریں گے مگر اصل قاتل بسبب خوف اپنے جرم کے جو از روئے فطرت انسان کے دل میں اور بالتخصیص جہالت کے زمانے میں اس قسم کی باتوں سے ہوتا ہے ایسا نہیں کرنے کا اور اسی وقت معلوم ہو جائے اور وہی نشانیاں جو خدا نے انسان کی فطرت میں رکھی ہیں لوگوں کو دیکھا دے گا۔

سرسید احمد خان صاحب تو خدا کا نام تبرکاً لیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں میں بھی اپنا نام رہے اس لئے ان کا صفت احیائے موتی سے انکار بے موقع نہیں مگر مرزا قادیانی سے حیرت ہے کہ اس مسئلے میں وہ بھی ان کے ہم خیال ہو گئے اور صرف اتنی اصلاح کی کہ مردے کی حرکت مسمریزم کی وجہ سے تھی۔ سرسید احمد خان صاحب کی رائے مرزا قادیانی سے کم نہ تھی مگر چونکہ وہ فن تاریخ میں مہارت رکھتے تھے ان کو معلوم تھا مسمریزم کا اس وقت وجود ہی نہ تھا اس لئے اس رائے کو پسند نہیں کیا مرزا قادیانی نے دیکھا کہ جو لوگ خلاف قرآن وحدیث حسن ظن سے اپنی بات کو مان لیں گے ان پر خلاف تاریخ مان لینا کیا دشوار ہے۔

غرض ان لوگوں نے قرآن کو کھلونا بنا لیا ہے اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ خدا تعالی کے کلام کو بگاڑنا اور اس کی مرضی کیخلاف تفسیر بالرائے کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ اس سے یہ غرض کہ حسن ظن والے سمجھ جائیں کہ وہ تفسیر کرنا کس درجے کا گناہ ہے اور طرفہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی یہ بھی لکھتے ہیں کہ تفسیر بالرائے نہیں کرتے۔

اس آیت شریفہ میں بھی مرزا قادیانی کو کلام ہے، حق تعالی فرماتا ہے:

و اذ قا ل ابرا هیم ر بّ ارنی کیف تحی الموتی قال او لم تو من۔ قال بلی و لکن لّیطمئنّ قلبی قا ل فخذ ار بعۃ مّن الطّیر فصر ھنّ الیک ثمّ اجعل علی کلّ جبلٍ مّنھنّ جز ءً ثمّ اد عھن یا تینک سعیاً و اعلم انّ اللّٰہ عز یز حکیم (بقرہ:۲۶۰)(اور جب کہا ابراہیم نے اے رب دکھا مجھ کو کیونکر جلائے گا تو مردے تو فرمایا کیا تم نے یقین نہیں کیا۔ کہا کیوں نہیں، لیکن اس واسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو فرمایا تم پکڑو چار جانور اڑتے پھر ان کو بلاؤ اپنے ساتھ پھر ڈالو ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا پھر ان کو پکارو کہ وہ آئیں تمہارے پاس دوڑتے اور جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے)۔

مقصود ان پرندوں کے بلانے سے یہ تھا کہ حضرت ابراہیم کو اس بات میں پوری شناخت ہو جائے اور زندہ ہونے کے بعد ان کی آواز پر دوڑ آئیں اور حضرت ابراہیمؑ کو شناخت کی وجہ سے دوسرے پرندوں کا اشتباہ نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فصر ھن کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں جیسا کہ بخاری (باب قولہ و اذ قا ل ابرا ھیم ..) میں ہے فصر ھن اے قطعھن۔ درمنثور ج ا ص ۳۳۵ میں امام سیوطیؒ نے نقل کیا ہے عن ابن عباس فصر ھن قا ل ھی با لنطیۃ شققھن۔ اور اسی میں یہ عبارت ہے عن ابن عباس قا ل و ضعھن علی سبعۃ ا جبل و ا خذ الرؤس فجعل ینظر الی القطرۃ تلقی القطرۃ و الر یشۃ تلقی الر یشۃ حتی صر ن ا حیاء لیس لھن رؤس فجئن الی رؤسھن فد خلن فیھا۔ یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابراہیمؑ نے ان پرندوں کے ٹکڑے کر کے سات پہاڑوں پر رکھ دیئے اور سروں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا پھر قطرے سے قطرہ اور پر سے پر ملنے لگے جس کو وہ دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ وہ زندہ ہو گئے اپنے اپنے سروں سے آ ملے۔

ان روایات کے بعد اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ ان چاروں پرندوں کی بوٹیاں پہاڑوں پر رکھی گئی تھیں جو زندہ ہو کر ابراہیمؑ کے بلانے پر آ گئے اور انہوں نے ان کے زندہ ہونے کو بچشم خود دیکھ لیا اور سیاق آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان کی درخواست یہ تھی کہ مردوں کو زندہ کرنیکی کیفیت دکھائی جائے رب ارنی کیف تحی الموتی اس پر ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں اس پر ایمان نہیں۔ کہا ایمان تو ہے لیکن میں اس سے اپنی خلت کا اطمینان چاہتا ہوں کہ اگر میں فی الواقع خلیل ہوں تو یہ دعا مقبول ہو جائے۔ درحقیقت انہوں نے اس دعا کی اجابت کو اپنی خلت کی نشانی

قرار دی تھی نفس احیائے موتی سے چنداں تعلق نہ تھا۔ چنانچہ سیوطی درمنثور جلد ۱ ص ۳۳۴ میں لکھتے ہیں عن ابن عباس فی قولہ و لکن لیطمئن قلبی تقول اعلم انک تجیبنی اذا دعوتک و تعطنی اذا سألتک یعنی یہ اطمینان چاہتا ہوں کہ اگر خلت متحقق ہے تو میری دعا قبول ہوگی اور جو مانگونگا تو دیگا۔ اور نیز درمنثور جلد ۱ ص ۳۳۴ میں ہے عن السدی یقول ربّ ارنی کیف تحی الموتی حتی اعلم انّی خلیلک قال او لم تو من؟ یقول تصدق بانی خلیلک قال بلی و لکن لیطمئنّ قلبی بخلولتک یعنی احیاء موتی کی دعا اس غرض سے کی کہ اس کے قبول ہونے سے خلت کا یقین ہو جائے ارشاد ہوا کیا اس کا یقین نہیں عرض کی یقین تو ہے لیکن اطمینان چاہتا ہوں جو دعا کی قبولیت پر موقوف ہے۔

اب اس سوال و جواب اور دوسرے قرائن پر غور کرنے کے بعد عقل سے تھوڑا سا کام لیا جائے کہ باوجود قدرت کے خدا تعالی اپنے خلیل کو نشانی دکھلا کر مطمئن فرمایا ہوگا یا نہیں۔ ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا نہ بحسب روایات اس کا انکار ہوسکتا ہے نہ بحسب درایت۔ مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ نہ کوئی پرندہ زندہ ہوا نہ خلیل اللہ کی دعا قبول ہوئی بلکہ دعا پر یہی حکم ہوا کہ مسمریزم کے ذریعے سے پرندوں کو اپنی طرف کھینچ لو تو معلوم ہو جائے گا کہ مردے بھی ایسے ہی زندہ ہوں گے۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۷۵۲۔۷۵۳ میں لکھتے ہیں:

> یاد رکھنا چاہیے کہ جو قرآن مجید میں چار پرندوں کا ذکر ہے کہ ان کے اجزاء متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے چار پہاڑیوں پر چھوڑا گیا تھا اور پھر وہ بلانے سے آ گئے تھے یہ بھی عمل الترب کی طرف اشارہ ہے.. ممکن ہے کہ انسان کی قوت مقناطیسی اس حد تک ترقی کرے کہ کسی پرند چرند کو صرف اپنی طرف کھینچ لے فتدبر و لا تغفل۔

اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ فخذ اربعۃ مّن الطّیر میں جو فاء ہے گویا تفریع اسی دعا پر ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے باب میں تھی جس سے ظاہر ہے کہ وہ دعا قبول ہوئی اور پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم ہوا، ورنہ صرف ارشاد ہوجاتا کہ یہ دعا کیسی، مردوں کو زندہ کرنا اس عالم میں نہیں ہوسکتا۔ بلکہ خلاف مرضی دعا ہوتی تو اس پر عتاب ہوجاتا جیسے دیدار الٰہی کی درخواست کرنے والوں پر عتاب ہوا تھا جن پر بجلی گرائی گئی اور وہ جل کر ڈھیر ہو گئے فقالوا ارنا اللّٰہ جھرۃ فاخذتھم الصّاعقہ (نساء: ۱۵۳) غرض جب قرائن سے معلوم ہوا کہ دعا احیائے موتی قبول ہوئی تو اس کے بعد بجائے احیائے موتی مسمریزم کا خیال کرنا گویا در پردہ یہ کہنا ہے کہ نعوذ باللہ اللہ کو احیائے

موتی کی قدرت نہ تھی اور مسمریزم کے عمل کے بعد بھی ان کا مقصود جو خلت کی نشانی معلوم کرنا تھا حاصل نہ ہوا کیونکہ نشانی تو احیاء تھی اور اس عمل سے جو معلوم ہوا اسی قدر تھا کہ انسان کے روحانی تصرف سے جانور بھی مسخر ہو جاتے ہیں، جس سے ان کی دعا کو کوئی تعلق نہیں ۔ اور اگر یہ غرض تھی کہ اس پر قیاس کریں کہ جیسے پرندے بلاتے ہی آ جائینگے روحوں کو بھی خدا ایسا ہی بلا لیگا تو یہ مثال قائم کرنے کے لئے اس سے آسان طریقہ یہ تھا کہ کسی خادم کو پکارنے کا حکم ہو جاتا جو پرندوں سے بھی پہلے پکارتے ہی آ کھڑا ہوتا اور مسمریزم کی مشاقی حاصل کرنے کی زحمت جو ضرورت سے زیادہ تھی اٹھانی نہ پڑتی ۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کو احیائے موتی دیکھنے سے خواہ خلت کی نشانی معلوم کرنا منظور ہو یا مشاہدہ احیاء اس مسمریزم سے دونوں مقصود فوت ہیں اور ایمان بالغیب جو پہلے تھا وہی اسکے بعد بھی رہا۔ نہ دعا سے کچھ فائدہ ہوا نہ اجابت دعا سے بلکہ بہت بڑا نقصان یہ لازم آتا ہے کہ خلت کا جو پہلے ایمان تھا نعوذ باللہ وہ بھی جاتا رہے اسلئے کہ باوجود قدرت کے جب اسکی نشانی نہ دکھلائی جائے تو یہی یقین ہوگا کہ در اصل اسکا وجود نہیں حالانکہ انبیاء اپنے اطمینان کیلئے جب کوئی نشانی طلب کرتے ہیں تو وہ ان کو دکھلائی جاتی ہے چنانچہ حضرت زکریاؑ کے قصے سے ثابت ہے کہ

قال ربّ انّی یکون لی غلام و قد بلغنی الکبر و امرأتی عاقر قال کذلک اللّٰہ یفعل ما یشاء ۔ قال ربّ اجعل لی آیۃ قال آیتک الّا تکلّم النّاس ثلاثہ ایّام الّا رمزاً ۔ (آل عمران: ۴۰۔۴۱)۔

حاصل یہ کہ جب فرشتوں نے زکریا کو اللہ کی طرف سے خوش خبری سنائی کہ آپ کے ایک فرزند ہوگا جس کا نام یحییٰ ہے۔ عرض کی کہ اے رب مجھے کیونکر لڑکا ہوگا ایسی حالت میں کہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے ۔ فرمایا، خدا جو چاہے کرسکتا ہے ۔ پھر عرض کی اے رب اسکی کوئی نشانی مقرر فرما، ارشاد ہوا کہ تین روز تک تم لوگوں سے بات نہ کرسکو گے سوائے اشارے کے ۔..

غرض سنت الٰہی جاری ہے کہ انبیاء جب کسی بات کے یقین یا اطمینان حاصل ہونے کے لئے کوئی نشانی طلب کرتے ہیں تو ان کو دکھلائی جاتی ہے پھر خاص خلیل کو ان کے خلت کے متعلق نشانی باوجود طلب کرنے کے نہ بتلائی جانا ہرگز قرین قیاس نہیں اور یہ ایسا بودا خیال ہے کہ کوئی مسلمان جس کو خلت کے معنی معلوم ہوں اور قدرت الٰہی کو جانتا ہو ہرگز اس طرف توجہ نہیں کرسکتا کہ مسمریزم سے وہاں کام لیا گیا۔ مرزا قادیانی کو صرف اتنا موقع مل گیا کہ آیت فخذ اربعۃ من الطّیر فصرھنّ الیک ثمّ اجعل علی کلّ جبلٍ مّنھنّ جزء (بقرہ: ۲۶۰) میں لفظ ذبح

نہیں ہے اس لئے ہر پرندے کو چار پرندوں کا جزوقرار دیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر پہاڑ پر ان چار پرندوں کا ایک ایک جزو یعنی ایک ایک پرندہ چھوڑ دو۔ اہل فصاحت پر پوشیدہ نہیں کہ مرزا قادیانی ثمّ اجعل .. الخ کا جو مطلب بتاتے ہیں کہ پرندے پہاڑوں میں جدا کر کے چھوڑ دو اس کے لئے تو یہ الفاظ فر قھن فی الجبل کافی ہے اس مطلب کے لئے ثمّ اجعل علی کلّ جبلٍ منھن جزء کہنا قطع نظر فصاحت و بلاغت کے فوت ہو جانے کے مضمون بھی دوسرا ہی ہو جاتا ہے اس لئے کہ اگر یہ مضمون بیان کرنا ہو (ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو) تو سوائے ثمّ اجعل علی کلّ جبلٍ منھن جزء کہنے کے یہ مضمون ہرگز ادا نہ ہو سکے گا۔ پھر جب مرزا قادیانی والا مضمون دوسرے الفاظ میں ادا ہوسکتا ہے اور یہ مضمون سوائے الفاظ آیت شریفہ کے ادا نہیں ہوسکتا اور اسی مضمون کی تصدیق صحابہ خصوصاً ابن عباسؓ جیسے صحابی کے قول سے ہو رہی ہے اور اس تصریح کے ساتھ کہ چار پرندوں کے ٹکڑے سات پہاڑوں پر رکھے گئے تھے تو اس کو چھوڑ کر ایسا مضمون نکالنا جس سے کلام پایہ بلاغت وفصاحت سے گر جائے اور کلام الٰہی پر ایسا بدنما دھبہ لگے جس کو کوئی مسلمان قبول نہیں کرسکتا کس قدر جرأت کی بات ہے۔ اگر مرزا قادیانی مثلاً یہ کہنا چاہیں کہ چار شخص ہم نے معین کئے پھر ان میں سے ہر ایک کو ایک گاؤں بھیجا تو کیا یہ فرمائیں گے ثمّ ارسلت الی کل قریۃٍ مّنھم جزء میں سمجھتا ہوں کہ بجائے جزء کے واحداً فرمائیں گے بشرطیکہ اس بحث کا تعلق معلوم نہ ہو۔ اس لئے کہ ایسے موقع میں جب کوئی پوری خبر بیان کرنا ہو تو جزء نہیں کہا جاتا جیسا کہ فرمایا: و النبیون من رّبّھم لا نفرّق بین احدٍ مّنھم (بقرہ:۱۳۶) دیکھ لیجئے ایک نبی بقول مرزا قادیانی تمام انبیاء کا جزو ہے مگر بین جزء منھم نہیں فرمایا۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس معنی کے مرزا قادیانی قائل ہیں کہ واقع میں پرندے پہاڑوں پر چھوڑ دیئے گئے تھے اس معنی پر تو قرآن شریف کی عبارت غلط ٹھہرتی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا پھر اسی پر اڑے رہنا ضمناً یہ دعوی ہے کہ اس مقام میں قرآن میں غلطی ہے۔ نعوذ باللّٰہ

مرزا قادیانی اپنی عیسویت پر یہ استدلال بھی پیش کرتے ہیں کہ کریم بخش کی گواہی سے یہ ثابت ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۷۰۷۔۷۰۸ میں ہے کہ: ایک بزرگ گلاب شاہ نے پیشگوئی کی تھی کہ عیسی لدھیانے میں آ کر قرآن کی غلطیاں نکالیگا۔

اگر وہ بزرگ واقعتاً صاحب کشف تھے تو پیش گوئی ان کی صحیح نکلی۔ مگر تردد یہ ہے کہ پھر انہوں نے عیسی کیوں کہا؟ کہہ دیتے کہ ایک شخص ایسا کام کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ

انہوں نے کشف میں مرزا قادیانی کا دعوی عیسویت بھی دیکھ لیا تھا۔ اس لئے عیسی کہہ دیا یعنی عیسی ادعائی، اور چونکہ قرآن میں غلطیاں نکالنا عیسی موعود کی شان کے منافی ہے، اس لئے انہوں نے ضمناً یہ بھی کہہ دیا کہ اگرچہ عیسویت کے مدعی ہوں مگر عیسی نہیں ہو سکتے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی مجلس میں لوگ کہیں کہ فلاں شخص شیر ہے، اور ایک شخص کہے کہ شیر ایسا ہے کہ بکری سے ڈرتا ہے، تو اس کا شیر کہنا اعتراف نہ سمجھا جائے گا، بلکہ وہ منافی صفت بیان کرنا اس بات پر دلیل ہوگا کہ اس صفت کا ابطال اس کو مقصود ہے۔

مسمریزم اور معجزہ

امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۰۸۔۲۱۰ میں تحت آیت و اتبعوا ما تتلوا الشّیا طین علی ملک سلیمان سحر کے کئی اقسام بیان کئے ہیں منجملہ ان کے ایک سحر اصحاب اوہام اور نفوس قویہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ آدمی جب قوت وہمیہ اور نفسانیہ بڑھانے میں کوشش کرتا ہے تو وہ قوتیں اس قدر بڑھتی ہیں کہ ان سے عجائبات صادر ہونے لگتے ہیں اور دوسری قسم استعانت بالارواح الارضیہ لکھا ہے یعنی ارواح ارضیہ کی مدد سے امور عجیبہ ظاہر کئے جاتے ہیں۔ یہ بات بتواتر ثابت ہے کہ ساحر لوگ عمل تدابیر سے ارواح مناسبہ پر کچھ ایسا اثر ڈالتے ہیں کہ وہ مسخر اور فرمان بردار ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف ان من البیا ن لسحراً سے بھی اشارۃً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جیسے سحر ارواح ارضیہ میں تاثیر کر کے ان کو مسخر کر لیتا ہے ایسا ہی بعض بیان بھی اپنے پرزور اثر سے اپنا مسخر بنا لیتے ہیں۔ اس کی تصدیق کے لئے مرزا قادیانی کی تقریر پر تاثیر گواہ ناطق ہے۔ غرض سحر میں بعض ارواح پر نفسانی اثر ڈالا جاتا ہے جس سے وہ مسخر ہو جاتی ہیں پھر ان سے وہ وہ کام لئے جاتے ہیں جو بالکل غیر معمولی اور حیرت انگیز ہوتے ہیں۔ الحاصل سحر میں نفوس ساحرہ کی تاثیر بھی ہوتی ہے اور ارواح بھی اس سے مسخر ہوتی ہیں جو مسمریزم میں ہوا کرتا ہے۔ دیکھ لیجئے مسمریزم کی کتابوں میں وہی تدابیر بتلائی گئی ہیں کہ جن سے شخص معمول کی روح مسخر ہو جائے اور ایسے کام کرنے لگے جو غیر معمولی اور ظاہراً خارق عادات ہوں۔ اس سے ثابت ہے کہ مسمریزم ایک قسم کا سحر ہے جس میں مسمر صاحب نے ترقی کر کے اس کو ایک مستقل فن سحر قرار دیا، اور چونکہ وہ تعلیم و تعلم سے حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ خوارق عادات کی حد تک بھی نہیں پہنچ سکتا، چہ جائے کہ معجزے کا اطلاق اس پر ہو سکے، کیونکہ معجزہ تو خاص اس فعل کا

نام ہے جو حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے کسی نبی کے ہاتھ پر اس غرض سے ظاہر کرے کہ سب عاجز ہوں، اور کسی دوسرے کو اس پر قدرت نہ ہو۔ مرزا قادیانی ان چار پرندوں کے زندہ ہونے کو بھی مسمریزی عمل قرار دیتے ہیں، نیز عیسیٰؑ کے معجزات جو قرآن میں مذکور ہیں ان کو بھی مسمریزی عمل قرار دیتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں فرماتا ہے:

انّی قد جئتکم بآ یۃٍ مّن رّ بّکم انی ا خلق لکم من الطّین کھیئۃ الطّیر فا نفخ فیه فیکون طیراً با ذن اللّٰه و ابری ا لا کمه و الا برص و احی الموتی با ذن اللّٰه (آل عمران: ۴۹)

یعنی عیسیٰؑ کے معجزے یہ تھے کہ پرندے بنا کر ان میں پھونکتے جس سے وہ زندہ ہو جاتے اور مادرزاد اندھوں کو بینا اور برص والوں کو اچھا کرتے اور مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

یہ تو حق تعالیٰ فرماتا ہے اور مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۸ تا ۳۱۹ میں لکھتے ہیں:

یہ بھی جاننا چاہیے کہ سلب امراض کرنا اپنی روح کی گرمی جماد میں ڈالنا درحقیقت یہ سب عمل الترب کی شاخیں ہیں۔ ہر یک زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہتے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جو اس روحانی عمل کے ذریعے سے سلب امراض کرتے رہتے ہیں اور مفلوج و نیز برص و مدقوق وغیرہ کی توجہ سے اچھے ہوتے رہتے ہیں اور اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔ حضرت مسیح کے عمل الترب سے وہ مردہ زندہ ہوتے رہتے تھے یعنی وہ قریب الموت آدمی جو گویا نئے سرے سے زندہ ہو جاتے تھے وہ بلاتوقف چند منٹ میں مر جاتے تھے۔

(واقعی اور حقیقی حیات پیدا نہیں ہوتی تھی) بلکہ صرف ظلی اور مجازی اور جھوٹی حیات جو عمل الترب کے ذریعہ سے پیدا ہو سکتی ہے ایک جھوٹی جھلک کی طرح ان میں نمودار ہو جاتی تھی۔ پس اگر اتنی سی بات ہے تو ہم اس کو پہلے تسلیم کر چکے ہیں۔ ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ عمل الترب کے ذریعہ سے پھونک ہوا میں وہ قوت پیدا ہو جائے جو اس دخان میں پیدا ہوتی ہے جس کی تحریک سے غبارہ اوپر چڑھتا ہے۔

اب اہل ایمان غور فرمائیں کہ عمل مسمریزم جو یقینی طور پر سحر ہے مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اسی عمل کے ذریعہ سے الیسعؑ اور عیسیٰؑ عجائبات دکھلا کر لوگوں کو مسخر کرتے تھے۔ اور ابھی معلوم ہوا

کہ حضرت ابراہیمؑ نے جو پرندوں کو زندہ کیا تھا اور حضرت موسیٰؑ کے وقت میں جو مردہ زندہ ہوا تھا وہ سب مسمریزم ہی کے ذریعہ سے تھا، جسکا مطلب صاف وصریح طور پر ظاہر ہے کہ یہ انبیاء اولوالعزم (نعوذ باللہ) ساحر اور جادوگر تھے۔ اب ہر شخص قرآن پڑھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ نبی کو ساحر کون لوگ کہا کرتے تھے اس کی تصریح کی ہمیں ضرورت نہیں۔

غرض مرزا قادیانی جو معجزہ خارق عادت دیکھتے ہیں اس کو حتی الامکان مسمریزم میں داخل کردیتے ہیں جو ایک قسم کا سحر اور قوت بشری کے اندر ہے۔ اب مشکل یہ ہے کہ قرآن سے ظاہر ہے کہ خدا نے انبیاء کو ایک غیر معمولی قدرت دی ہے جس سے ان خوارق عادات کا صدور صرف باذن اللہ ہوتا ہے اور مرزا قادیانی بھی اسی کے قائل ہیں کہ ان معجزات کا صدور مسمریزی قوت انسانی سے ہوتا تھا۔ معلوم نہیں کہ ان دونوں مذہبوں میں ما بہ الامتیاز کیا ہوگا۔ پھر اگر اسی مسمریزی قوت کے آثار معجزات تھے تو مسمریزم کے عمل کرنے والوں کو بھی انبیاء کہنا چاہیے اور اگر معجزہ خاص اور مسمریزم عام ہے تو تصادق کے لحاظ سے نبی کو من وجہ نبی اور من وجہ ساحر کہنا پڑے گا۔ اس آیت شریفہ میں مرزا قادیانی سے پہلے سرسید احمد خان نے تفسیر میں بہت زور لگایا کہ ممکن نہیں کہ وہ پرندے خلاف فطرت زندہ ہوئے ہوں اور نہ کوئی عاقل ایسا سوال کرسکتا ہے کہ دنیا میں مردے کو زندہ کر دکھائے بلکہ ابراہیمؑ نے درخواست کی کہ خواب میں یہ بات دکھلا دی جائے چنانچہ ان کی درخواست منظور ہوئی اور خواب میں چار پرندوں کو زندہ ہوتے دیکھ لیا۔ مرزا قادیانی نے یہ ترمیم کی اس کو خواب پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں مسمریزم سے کام نکل سکتا ہے جس سے مقصود بھی حاصل ہوجائے گا کہ معجزہ ثابت نہ ہوگا اور واقعہ کا انکار بھی نہ ہوگا۔ الحمدللہ مرزا قادیانی خدا تعالی کا بہت ادب کرتے ہیں ورنہ جیسے انبیاء کو ساحر قرار دیا اور حضرت عیسیٰؑ کے احیائے موتی وغیرہ معجزات کو مشرکانہ خیال بتایا، ممکن تھا خدا تعالی نسبت بھی کچھ کہہ دیتے کہ ساحروں کے قصے بیان کرکے لوگوں کو نعوذ باللہ گمراہ کررہا ہے۔ بات یہ ہے کہ عقلاء کی عادت ہے کہ ایسی کوئی بات دل میں آئے تو کسی ایسے پیرایہ میں ظاہر کردیا کرتے ہیں کہ الکنایۃ ابلغ من التّصریح کی رو سے مقصود بھی حاصل ہو اور تصریح قبیح سے بھی احتراز ہو۔ یہ تمام دقتیں اور خرابیاں اسی وجہ سے ہیں کہ مرزا قادیانی کو نبوت کا دعوی ہے اور خارق عادات معجزہ ان سے ظہور میں محال ہے۔ اس لئے وہ معجزات کی توہین کے درپے ہوگئے چنانچہ براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ جو معجزات بظاہر ان مکروں سے مشابہ ہیں گو کہ وہ سچے بھی ہوں، تب بھی محجوب الحقیقت اوران کے ثبوت کے بارے میں بڑی بڑی دقتیں ہیں

،اور نیز (براہین احمدیہ۔ص ۴۲۸ تا ۴۳۵ میں) لکھتے ہیں:

تمہید پنجم۔جس معجزے کو عقل شناخت کر کے اس کے منجانب اللہ ہونے پر گواہی دے وہ ان معجزات سے ہزار ہا درجہ افضل ہوتا ہے کہ جو صرف بطور کتھا یا قصے کے مد منقولات میں بیان کئے جاتے ہیں۔اس ترجیح کے دو باعث ہیں۔ایک تو یہ کہ معقولی معجزات ہمارے لئے جو صدہا سال اس زمانہ سے پیچھے پیدا ہوئے، جب معجزات دکھلائے گئے تھے،مشہود اور محسوس کا حکم نہیں رکھتے اور اخبار منقولہ ہونے کے باعث سے وہ درجہ ان کو حاصل بھی نہیں ہوسکتا جو مشاہدات اور مرئیات کو حاصل ہوتا ہے۔دوسرے یہ کہ جن لوگوں نے منقولی معجزات کو جو تصرف عقل سے بالاتر ہیں مشاہدہ کیا ہے ان کے لئے بھی وہ تسلی تام کے موجب نہیں ٹھہر سکتی۔کیونکہ بہت سے ایسے عجائبات بھی ہیں کہ ارباب شعبدہ بازی ان کو دکھلاتے پھرتے ہیں، گو وہ مکر و فریب ہی ہیں مگر اب مخالف بداندیش پر کیونکر ثابت کر کے دکھاویں کہ انبیاء سے جو عجائبات اس قسم کے ظاہر ہوئے ہیں، کسی نے سانپ بنا کر دکھلا دیا اور کسی نے مردہ زندہ کر کے دکھلا دیا،اس قسم کی دست بازیوں سے منزہ ہیں۔جو شعبدہ باز لوگ کیا کرتے ہیں۔یہ مشکلات کچھ ہمارے زمانہ ہی میں پیدا نہیں ہوئیں بلکہ ممکن ہے کہ انہیں زمانوں میں یہ مشکلات پیدا ہوگئی ہوں۔

فی الحقیقت جو معجزات مشاہدہ و محسوس ہوں زیادہ تر مفید علم ہونگے اور بڑا فائدہ ان سے یہ ہوگا کہ محسوس ہونے کی وجہ سے انبیائے سابقین کی تصدیق اور زیادہ ہوگی کہ جب امتی لوگ ایسے ایسے معجزات دکھلاتے ہیں تو ان کے نبی کے معجزات جو بالاصالت صادر ہوتے تھے ضرور اعلیٰ درجے کے ہوں گے اور جتنے خلاف عقل معجزات کتابوں میں لکھے ہیں سب کو مان لینے پر عقل مجبور ہو جائیگی اور گویا ان سب کا وقت واحد میں مشاہدہ ہو جائیگا۔اسی وجہ سے جس زمانے میں اولیاء کی کرامات لوگوں نے برأی العین دیکھ لی ان کو وقوع معجزات میں ذرا بھی شک نہ رہا۔جو لوگ اس امت مرحومہ میں اولیاء اللہ کے معتقد ہیں کرامات کے تواتر سے معجزات کا ان کو کچھ ایسا یقین ہے کہ اگر کسی ضعیف روایت سے بھی کوئی معجزہ ثابت ہو تو اس کے وقوع میں بھی ذرا تردد نہیں ہوتا۔اس سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں اگر معجزات صادر ہوں تو مسلمانوں کے اعتقاد کو اصلی معجزات کی تصدیق میں راسخ اور مستحکم کر دیں گے جس سے نبوت پر ایمان مکمل ہو جائے گا اور نئی روشنی والے جو عقلوں کی اطاعت میں ایمان سے علیحدہ ہوئے جاتے ہیں دین سے خارج نہ ہوں گے اور ادیان باطلہ پر حجت قائم ہو

گی کہ جس نبی کے تابع کا یہ حال ہو تو متبوع یعنی نبی ﷺ کی کیا حالت ہوگی۔ پھر اس مشاہدے کی بدولت جن کی طبیعت میں صلاحیت ہے وہ مشرف باسلام بھی ہوں گے اور حدیث شریف علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کا مضمون پورے طور پر صادق آ جائیگا۔ یہی وجہ تھی کہ ہندوستان وغیرہ میں لاکھوں آدمی اولیاء اللہ کی کرامات دیکھ کر مشرف باسلام ہوتے گئے جس سے دین کی روز افزوں ترقی ہوئی جیسا کہ بزرگان دین کے تذکروں اور تواریخ سے واضح ہے۔

مگر مرزا قادیانی ان معجزات کو کتھا اور قصوں کی مد میں داخل کر کے فرماتے ہیں کہ ممکن ہے وہ شعبدہ بازیاں ہوں۔ مسلمان تو پہلے ہی سے ضعیف الاعتقاد ہو رہے تھے اگر مرزا قادیانی کی تقریر خدانخواستہ اثر کر جائے تو رہا سہا ایمان بھی گاؤ خورد ہو جائیگا اور پوری پوری نیچریت طبیعتوں میں آ جائے گی۔ مرزا قادیانی کو کس نے مجبور کیا تھا کہ خواہ مخواہ معجزے دکھلائے، جس کے دفعیہ کی یہ تدبیر نکالی جس کا مقتضی یہ ہے کہ معجزے کل انبیاء کے بے اصل ٹھہر جائیں۔ ہاں جب انہوں نے نبوت کا دعوی کیا تو ہر شخص کو بینہ اور نشانی طلب کرنے کی ضرورت ہوئی کیونکہ معجزہ نبوت کا لازمہ ہے۔ اگر فرمائیں کہ میں نے تو ظلی نبوت کا دعوی کیا تھا جو اولیاء اللہ کو حاصل ہے تو پوچھا جائیگا کہ وہ ولی کون ہے جو ظلی نبوت کا دعوی کر کے بطور تحدی معجزے دکھلانے کو کھڑا ہو گیا تھا جیسے کہ آپ معجزے اس غرض سے دکھا رہے ہیں کہ نبوت ثابت ہو۔ کسی تذکرے یا تاریخ میں بتلا دیں کہ فلاں ولی نے یہ دعوی کیا تھا کہ میں نبی اور رسول اللہ ہوں خدا نے مجھے بھیجا ہے اور جو شخص مجھ پر ایمان نہ لائے وہ کافر اور دوزخی ہے اور اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور میرے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جائے اور میری بیوی کو ام المومنین کہو اور اس کے بعد یہ دعوی کیا ہو کہ میں معجزے بھی دکھلاتا ہوں۔

الحاصل ظلی نبوت اگر بمعنی ولایت لی جائے تو اس کے لئے معجزہ شرط نہیں پھر معجزات دکھلانے کا دعوی ہی کیوں کیا اور اگر اس نبوت کا دعوی ہے جس کے لئے معجزہ شرط اور لازم ہے تو ان معجزات کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ایسی کھلی کھلی نشانیاں ہوں کہ ہر شخص سمجھ جائے کہ ان کا تعلق خاص خدا کی قدرت سے ہے اور بداہتاً یہ معلوم ہو جائے کہ وہ امور آدمی کی اقتدار سے خارج ہیں، نہ مسمریزم کو ان میں دخل ہے نہ سحر کو ان سے تعلق، نہ کاہنوں کی کہانت کو گنجائش ملے جو پیش گوئیاں کرتے ہیں، نہ عقل کا ان میں تصرف ہو۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ ج ۴ ص ۲۷ فصل الوفد السابع میں لکھا ہے کہ قبیلہ کندہ کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے بطور امتحان کسی ظرف میں

ٹڈی رکھ دیئے اور آنکھ بند کر کے کہا فرمائیے اس میں کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ تو کاہنوں کا کام ہے اور کاہن و کہانت کا انجام دوزخ ہے۔ انہوں نے کہا پھر ہمیں کیونکر معلوم ہو کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے وہیں پڑی ہوئی چند کنکریاں اٹھا کر فرمایا دیکھو یہ کنکریاں میری رسالت پر گواہی دیتی ہیں۔ چنانچہ ان کنکریوں سے تسبیح کی آواز انہوں نے اپنے کانوں سے سن لی اور وہ سب فوراً بول اٹھے کہ ہم گواہی دیتے ہیں بے شک آپ رسول اللہ ہیں۔ دیکھئے معجزہ اس کو کہتے ہیں کہ جس کے صدور میں سوائے قدرت الٰہی کے کسی اور چیز کا لگاؤ ہے نہ تصنع نہ شروط، نہ قیود، نہ پیچ دار باتیں، نہ پہلو دار فقرے کہ جن سے موقع پر گریز کا رستہ ملے جیسا کہ مرزا قادیانی کے الہامات میں یہ سب باتیں ہوا کرتی ہیں۔

مرزا قادیانی کو عیسیٰ کے تمام معجزات میں صرف ایک معجزہ پسند اور قابل تصدیق معلوم ہوا جو براہین احمدیہ صفحہ ۴۶۱ حاشیہ میں لکھا ہے:

> یہودا اسکریوطی کی خراب نیت پر مطلع ہو جانا اس کا ایک معجزہ ہی تھا جو اس نے اپنے شاگردوں اور صادق الاعتقاد لوگوں کو دکھلایا۔ اگر اس کے دوسرے سب عجیب کام بباعث قصہ حوض اور بوجہ آیہ مذکورہ بالا و ما قدروا اللہ حق قدرہ کے مخالف نظر میں قابل انکار اور محل اعتراض ٹھہر گئے اور اب بطور حجت مستعمل نہیں ہو سکتے لیکن معجزہ مذکورہ بالا منصف مخالف کی نظر میں بھی ممکن ہے کہ ظہور میں آیا ہو۔

مذکورہ بالا معجزہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ ایک شخص نے حضرت عیسیٰؑ سے نشانی طلب کی انہوں نے کہا کہ کوئی نشان نہ دیا جائے گا اسی کی نسبت مرزا کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ ظہور میں آیا ہو۔ جس معجزے کو خود قبول کرتے ہیں اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ظہور میں آیا ہو اور اس سے ظاہر ہے دوسرے معجزات حیز امکان ہی سے خارج ہیں یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ جتنے معجزات حضرت عیسیٰؑ کے حق تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائے ہیں ان کا ظہور مرزا قادیانی کے نزدیک ممکن ہی نہیں۔ جب قرآن کی تصدیق کا یہ حال ہے تو حدیث و اجماع کا کیا پوچھنا ہے۔

جن معجزات کی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے و جاء تھم رسلھم بالبینات (یونس: ۱۳) یعنی انبیاء کھلے کھلے معجزے اپنی قوموں کو دکھلایا کرتے تھے ایسے معجزے ممکن نہیں کہ مرزا قادیانی دکھلا سکیں اس لئے کہ وہ قوت بشری کے امکان سے خارج ہیں اور مرزا کو معجزے دکھلانے کی ضرورت ہے اس لئے انہوں نے اصلی معجزات سے گریز کر کے یہ تدبیر نکال لی کی معجزوں کی دو

قسمیں کر دیں ایک نقلی دوسری عقلی۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۱ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہام الہی سے ملتی ہے جیسے سلیمان کا وہ معجزہ جو صرح ممرد من قواریر ہے جس کو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

نیز ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۴ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اس سے تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھلانا عقل سے بعید بھی نہیں کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں۔

بلقیس کے اسلام کا واقعہ سورہ نمل میں بشرح وبسط مذکور ہے ہدہد کا نامہ لے جانا، تخت کا ایک لمحے میں صدہا کوس سے آ جانا، صرح ممرد من قواریر یعنی شیش محل اسی سے متعلق ہیں۔ چونکہ کبوتر کی نامہ بری مشہور ہے، شاید ہدہد کا بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا کہ اس کو بھی تعلیم دی گئی ہو گی مگر ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ تعلیم پذیر نہیں ہوسکتا اس لئے کہ وہ وحشی الطبع ہے، قفس سے چھوٹتے ہی اڑ جاتا ہے اور پھر واپس آنے کی توقع نہیں۔ اور کبوتر کتنا ہی دور اڑے، اپنے مالک کے گھر آ جاتا ہے۔ غرض ہدہد کے ذریعہ نامہ و پیام کرنا ایک ایسا معجزہ تھا کہ انسانی قوت کو اس میں کچھ بھی دخل نہیں اور اس سے بڑھ کر تخت کے منگوانے کا معجزہ تھا۔.. پھر بلقیس کی اقامت کے لئے ایک محل بنوایا جس کا فرش شیشے کا تھا، اور اس کے تلے ایک حوض جس میں مچھلیاں چھوڑی ہوئی ان شفاف شیشوں سے نمایاں ہوتی تھیں۔ جب بلقیس آئیں تو حضرت سلیمانؑ کہا ا ھکذا عرشک۔ یعنی کیا تمہارا تخت بھی ایسا ہی تھا۔ اس کے جواب میں اس خیال سے کہ اتنا بڑا تخت اس قلیل مدت میں صحیح وسالم کیونکر پہنچ سکتا ہے، بادی النظر میں یہ تو کہہ دیا کہ کانہ ہو یعنی یہ ہو بہو ویسا ہی ہے مگر حضرت سلیمانؑ کے سوال کو سوچا کہ اس سے عقل کا امتحان مقصود ہے اور تخت کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنا ہی تخت ہے جو معجزے سے صحیح وسالم پہنچ گیا ہے اور فوراً کہہ دیں کہ او تینا العلم من قبلھا و کنّا مسلمین۔ یعنی ہم کو اس معجزے سے پہلے ہی آپ کا برگزیدہ خدا ہونا معلوم ہو گیا تھا اور تب ہی آپ کو مان گئے تھے۔ اس سوال جواب کے بعد بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں جاؤ۔ انہوں نے وہاں پانی خیال کرے پائنچے اٹھا لئے۔ کہا گیا اس کی ضرورت نہیں شیشہ کا فرش ہے۔ اس وقت انہوں نے کہا ربّ انّی ظلمت نفسی و اسلمت مع سلیما ن للّٰہ ربّ

العا لمین ۔یعنی میں نے بے شک اپنے نفس پر ظلم کیا کہ ایسے جلیل القدر نبی کے پاس آنے میں تاخیر کی جن کی سلطنت ظاہری کا یہ حال کہ پرند چرند جنات تک تابع فرمان اور سلطنت باطنی کی یہ کیفیت کہ محال کو تصرف باطنی سے معجزے سے واقع کر دکھاتے ہیں اور شفقت اور عزت بخشی گئی ہے۔ یہ صورت کہ ایسا بے مثل و بے نظیر مکان آنے سے پہلے تیار کر رکھا غرض اس معذرت کے بعد اپنے قدیم ایمان کو اسلمت مع سلیما ن للّٰہ ربّ العا لمین کہہ کر سلیمانؑ کی تسکین کر دی۔

اب دیکھئے کہ بلقیس کا ایمان تخت دیکھنے کے وقت قرآن سے ثابت ہے جس پر و کنّا مسلمین گواہی دے رہا ہے اور مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ شیش محل کا عقلی معجزہ دیکھ کر انہوں نے ایمان لایا۔افسوس کا مقام ہے کہ صرف اس غرض سے کہ کوئی عقلی معجزہ ثابت کر کے اپنے عقلی تدابیر کو معجزہ قرار دیں اور نبی بن بیٹھیں قرآن میں تصرف کر رہے ہیں کہ واقعات کی شکل بدل کر تحریف اور تفسیر بالرائے کرتے ہیں ۔ پھر جہاں خود کو ضرورت ہوتی ہے تو فرماتے ہیں تفسیر بالرائے کرنا مسلمان کا کام نہیں، اب ان کو کیا کہنا چاہیے ۔اس سے بڑھ کر قرآن میں کیا تصرف ہوگا کہ حق تعالی، حضرت عیسی کے معجزے کے باب میں فیکو ن طیراً با ذن اللّٰہ فرماتا ہے کہ ان کی بنائی ہوئی چڑیاں پرندہ ہو جاتی تھیں اور وہ کہتے ہیں پرندہ نہیں ہوتی تھیں بلکہ جس مٹی سے وہ چڑیاں بناتے وہ اپنے حال پر رہتی تھیں یعنی پرند نہیں بنتی تھیں ۔ کما مر

مرزا قادیانی براہین احمدیہ صفحہ ۱۵۹ کے حاشیہ میں جہاں وحی اور کتاب آسمانی کی ضرورت ثابت کرتے ہیں، لکھتے ہیں :

جو لوگ اپنی عقل کے زور سے خدا کی معرفت کا دعوی کرتے ہیں ان کا یہ خیال ہے کہ ہم نے اپنی ہی عقل کے زور سے خدا کا پتا لگایا ہے اور ہمیں انسانوں کو ابتداء میں یہ خیال آیا کہ کوئی خدا مقرر کرنا چاہیے اور ہماری ہی کوششوں سے وہ گوشہ گمنامی سے باہر نکلا۔

پھر لکھتے ہیں کہ یہ اعتقاد بت پرستوں کے اعتقاد سے کچھ کم نہیں ۔

جب عقل سے خدا کو پہچاننا بغیر وحی آسمانی کے بت پرستی سے کم نہ ہو تو عقل سے وحی الٰہی کو رد کرنے کا کیا حال ہونا چاہیے ۔اور نیز براہین احمدیہ صفحہ ۴۰۸ حاشیہ میں لکھتے ہیں :

پس اس صورت میں ہماری نہایت کم ظرفی اور سفاہت ہے کہ ہم اس اقل قلیل پیمانہ کے پیمانے سے خدا تعالی کی غیر محدود حکمتوں اور قدرتوں کو ناپنے لگیں ۔

اور نیز براہین احمدیہ صفحہ ۲۹۰ حاشیہ میں لکھتے ہیں : اے لوگو: اس بات کے سمجھنے

میں کچھ دقت نہیں کہ عقل انسانی مغیبات کے جاننے کا آلہ نہیں ہو سکتی۔

فی الواقع یہ بات بدیہی ہے کہ زمانہ گذشتہ کے واقعات ہمارے حق میں مغیبات ہیں جن میں عقل چل نہیں سکتی پھر اسکو آلہ کار بنا کر قرآن کو ردّ کیوں کر رہے ہیں شاید یہاں یہ کہا جائے گا کہ بذریعہ الہام ہوا کہ ان کے بنائے ہوئے پرندے طیر نہیں ہوتے تھے تو ہم کہیں گے کہ خدا تعالیٰ فیکون طیراً باذن اللہ (آل عمران: ۴۹) فرماتا ہے اور ان کا الہام اس کی تکذیب کرتا ہے تو ایسا الہام بے شک شیطانی ہے جس کے مرزا قادیانی بھی قائل ہیں۔

تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ کلوں کا ایجاد کرنا شیشے کا فرش بچھانا مرزا قادیانی کے نزدیک معجزات سے ہیں جو نبوت پر دلیل ہو سکتے ہیں جیسا کہ انہوں نے حضرت سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے معجزات سے ثابت کیا ہے۔ اس صورت میں یہ کہنا پڑے گا کہ یورپ میں جتنی کلیں ایجاد کرنے والے ہیں وہ سب انبیاء ہیں۔ پھر مرزا قادیانی کی کیا خصوصیت۔ شاید یہاں یہ کہا جائے گا کہ ہمیں الہام بھی ہوتا ہے، سو یہ جواب نہیں ہو سکتا اس لئے کہ شہد کی مکھی کو بھی الہام بلکہ وحی ہوتی ہے

اوحی ربّک الی النّحل (نحل: ۶۸)

اور ہر فاسق و فاجر کو بھی الہام ہوتا ہے فالھمھا فجورھا و تقواھا (شمس: ۸)

جب بھی مرزا قادیانی کی خصوصیت نہ رہی۔

عقلی معجزات ثابت کرنے سے مرزا کا مقصود یہی معلوم ہوتا ہے کہ جتنی کاروائیاں وہ کمال دانائی سے کر رہے ہیں جن کی تہہ تک ہر ایک کی عقل نہیں پہونچ سکتی معجزے سمجھے جائیں مثلاً براہین احمدیہ کو اس چالاکی اور حزم سے لکھا کہ بہت سے مولویوں نے اس کی تصدیق کر لی اور ان کو خبر تک نہ ہوئی کہ ہم کن باتوں کی تصدیق کر رہے ہیں پھر آہستہ آہستہ وہی الہام جو براہین میں لکھے تھے ان کی تفسیر کر کے مولویوں کو کافر اور اپنے کو عیسیٰ موعود بنا لیا اور نیز پیش گوئیوں میں ایسے شروط و قیود لگاتے ہیں کہ ہر پہلو پر کامیابی ہو۔ مثلاً مسٹر آتھم کی موت کی پیش گوئی کی کہ اگر رجوع الی الحقّ نہ کرے تو اتنے سال میں مر جائے جب اس مدت میں نہ مرا تو فرمایا کہ اس نے رجوع الی الحقّ ضرور کی تھی۔ اب وہ ہزار طرح سے کہے کہ میں نے رجوع الی الحق نہیں، مگر سب کا ایک ہی جواب کہ دشمن کی بات کا اعتبار ہی کیا۔

ایک شخص کے حالات میں لکھا ہے کہ کسی دوست نے اس کا گدھا مانگا۔ اس شخص نے عذر کیا کہ گدھے کو کوئی شخص لے گیا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اندر سے گدھا پکارا۔ دوست نے

کہا کہ جناب گدھا تو اندر موجود ہے۔ اس شخص نے کہا یار تم بھی عجیب آدمی ہو میں خود کہہ رہا ہوں کہ گدھا نہیں اور تم گدھے کی بات کا اعتبار کر رہے ہو، کیا گدھے کی گواہی بھی قبول ہوسکتی ہے۔

اخرس (جس کا حال آئندہ معلوم ہوگا اس) کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ کس دانائی اور عقلی معجزے سے اس نے اپنی نبوت جمالی جس پر لوگ ایمان بھی لائے مگر اسلام اس کو اسی نگاہ سے دیکھتا ہے جو کسی کذاب مفتری جعل ساز کو دیکھنا چاہیے۔ اس قسم کی کارروائیوں کو معجزات تو کیا استدراج بھی نہیں سمجھ سکتے۔ غرض مرزا کے عقلی معجزے، معجزات ہی سمجھے جائیں تو جتنے جھوٹے نبیوں نے اس قسم کے معجزے دکھلائے انکی نبوت کی بھی تصدیق کرنی پڑے گی اسلئے کہ نبوت ملزوم ہے اور معجزات اس کے لازم مساوی۔ اور قاعدہ مسلم ہے کہ لازم مساوی کے وجود سے ملزوم کا وجود ہو جاتا ہے۔ غرض کہ ان معجزات کی تصدیق سے نبوت کی خود تصدیق ہو جائے گی مگر جو شخص خاتم النبیین پر ایمان لایا ہو وہ ان کی نبوت کی تصدیق کو کفر جانتا ہے۔ اس لئے مرزا کے عقلی معجزے اعتبار کے قابل ہیں۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۸۱ میں لکھتے ہیں:

> یہی معجزہ آسمان سے اترنے کا ہمارے نبی ﷺ سے بھی مانگا گیا تھا اور اس وقت اس معجزے کے دکھلانے کی بھی ضرورت تھی کیونکہ آنحضرت ﷺ کے انکار رسالت سے جہنم ابدی کی سزا تھی۔ مگر پھر بھی خدا تعالیٰ نے یہ معجزہ نہ دکھلایا اور سائلوں کو صاف جواب ملا کہ اس دارالا بتلاء میں ایسے کھلے کھلے معجزات خدا تعالیٰ ہرگز نہیں دکھاتا، ایمان بالغیب کی صورت میں فرق نہ آئے۔

مرزا قادیانی کی اس تقریر سے ظاہر ہے کہ کھلے کھلے معجزات حق تعالیٰ ہرگز نہیں دکھاتا، مگر حق تعالیٰ نے اس کا رد پہلے ہی فرما دیا چنانچہ قرآن شریف میں انبیاء کے معجزات کی نسبت بکرات ومرات آیات بینات کا لفظ فرمایا جس کے معنی کھلے کھلے معجزات کے ہیں۔ یہاں مرزا قادیانی کو اس وجہ سے موقع ملا کہ کفار باوجود کھلے کھلے معجزات دیکھنے کے اقسام اقسام کے معجزے طلب کرتے تھے کوئی کہتا زمین سے چشمے جاری کردو تاکہ زراعت خوب ہونے لگے۔ کوئی کہتا کہ اپنے لئے بہت ہی شاداب باغ بنا لیجئے جس میں نہریں نخلستان انگور کی بیلیں وغیرہ بکثرت ہوں، کوئی کہتا کہ ایک سونے کا گھر تیار کر دکھائے، کوئی کہتا آسمان توڑ کر اس کا ایک ٹکڑا گرا کر دکھائے۔ کوئی کہتا آسمان پر جا کر ایک کتاب ہمارے نام اتار لائے۔ اس قسم کے واہی فضول سوال ہر طرف سے ہونے لگے جس پر حق تعالیٰ کا عتاب ان پر نازل ہوا۔ اس پر مرزا قادیانی نے یہ بات جمالی کہ کھلے کھلے معجزات

دکھلانے سے حق تعالی انکار کرتا ہے۔ کیا شق القمر کھلی نشانی نہ تھی جس کی مرزا قادیانی بھی ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۳ میں تصدیق کرتے ہیں۔

معجزے کی حقیقت اگر سمجھ لی جائے تو معلوم ہوگا کہ کفار کے اس قسم کے سوالات کیسے فضول اور بے موقع تھے۔ بات یہ ہے کہ جب خدا تعالی نے کسی نبی کو کسی قوم میں بھیجا تو ان کو چند نشانیاں ایسی دیں کہ جن کو تھوڑی بھی عقل اور طبیعت میں راستی تھی وہ مان گئے کہ بے شک یہ نشانیاں خدا ہی کی دی ہوئی ہیں۔ ممکن نہیں کہ کوئی مفتری اس قسم کا کام کر سکے۔ اس لئے وہ انبیاء کی تصدیق کرتے اور ان پر ایمان لاتے تھے۔ اس کی توضیح کے لئے ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں اگر چہ خدا تعالی کے کارخانے کی کوئی مثال نہیں بن سکتی مگر سمجھنے کے لئے ان مثالوں سے تائید ملتی ہے یہ بات ہر شخص جانتا ہے اور اکثر اس کا تجربہ ہے کہ جب کسی کو اپنے مکان سے مثلاً کسی چیز کے منگانے کی ضرورت ہوتی ہے تو مالک مکان کسی اعتمادی شخص کے ہاتھ بطور نشانی کوئی ایسی چیز بھیجتا ہے کہ گھر والے جان لیں کہ وہ مالک مکان کی بھیجی ہوئی ہے۔ پھر وہ فرستادہ شخص جب وہ نشانی ان لوگوں کو دکھا دیتا ہے وہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ مقصود مالک کا اس نشانی کے بھیجنے سے یہ ہے کہ اس کو دیکھ کر فرستادہ شخص کو اپنا اعتمادی سمجھے اور جو کچھ کہے مان لیں اور اس کی تعمیل کریں۔ اسی وجہ سے کیسی ہی بیش قیمت چیز وہ طلب کرے تو فوراً دے دیں گے اور اگر نہ دیں تو مالک مکان ان پر عتاب اور باز پرس کرے گا کہ میں نے خاص اپنی ایسی نشانی بھیجی تھی جو تم اس کو جانتے تھے کہ وہ میری ہی بھیجی ہوئی ہے پھر تم نے اس کو دیکھ کر میرے حکم کی تعمیل میں کیوں توقف کیا۔ اسی طرح اگر وہ لوگ اس بھیجی ہوئی نشانی پر کفایت نہ کر کے یہ کہیں کہ فلاں نشانی نے آ، مثلاً مالک کی پگڑی اتار لا، مہر وغیرہ ، جب بھی قابل عتاب ہونگے اور مالک ان سے پوچھے گا کہ میں نے جو نشانی بھیجی تھی اس سے مقصود حاصل ہوگیا تھا کہ وہ شخص میرا ہی بھیجا ہوا ہے پھر اس پر کفایت نہ کر کے میرے بھیجے ہوئے شخص کی توہین کیوں کی گئی اور مسخرگی کی کیا وجہ کہ فلاں نشانی اور لا۔ جس سے سراسر میری توہین کی گئی اور میرا فعل لغو ٹھہرایا گیا۔ ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس سوال کا جواب ان بیہودہ سوال کرنے والو ں سے کچھ نہ ہوسکے گا۔ ہاں اس نشانی میں یہ ضرور ہے کہ مالک کے ساتھ اس کو ایسی خصوصیت ہو کہ کسی جعل ساز کی کاروائی اور دغا بازی کا اشتباہ نہ ہوسکے اور اگر مشتبہ نشانی کی تصدیق کرلیں جو کوئی شخص اپنی عقل سے بنا سکتا ہے، جب بھی قابل باز پرس ہوں گے اس لئے کہ اکثر بدمعاش نشانیاں بتا کر لوگوں کو دھوکہ دیا کرتے ہیں اور بے وقوف ان کی تصدیق کر کے نقصان اٹھاتے ہیں۔

عقلی معجزات

اب غور کیجئے کہ نبی کی نشانی کس قسم کی ہونی چاہیے اگر بقول مرزا قادیانی عقلی تدبیر ہی معجزہ ہو جیسے شیش محل وغیرہ تو کیا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ خاص خدا کی دی ہوئی نشانی ہے۔ ہرگز نہیں وہ تو ہر شخص جس کو معمولی عقل سے کچھ زیادہ ہو بنا لے سکتا ہے...

اسحاق اخرس کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ دس برس تک گونگا رہا اور ایک رات کسی تدبیر سے چہرے کو منور کر کے قرآن نہایت تجوید سے پڑھا علی رؤس الاشہاد یہ دعوی کہ مجھ سے جاہل اور گونگے شخص کو نبوت ملی چنانچہ تمام آسمانی (صحائف) مجھے یاد ہو گئے اب بفضلہٖ تعالی عالم ہوں جو چاہے مناظرہ کر لے۔

بہافرید بن ماہ کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ ایک مہین قمیص، جیسی کسی نے دیکھی نہ تھی، پہن کر دعوی کیا کہ مجھے یہ خلعت خدا نے دی ہے اور اسکے ساتھ الہام و مکاشفات شریک کر کے نبی بن بیٹھا

محمد ابن تومرت کا عقلی معجزہ ہی تھا کہ ایک عالم کو جاہل پاگل بنا کر ساتھ رکھ لیا۔ پھر ایک مجمع کثیر میں اس کو عالم بنا دیا اور نجوم سے پیش گوئی کی جو سچی نکلی جس سے ہزار ہا آدمی معتقد ہو گئے

فتوحات اسلامیہ میں ہے کہ ایک شخص نے مسیحیت اور دوسرے نے مہدویت کا دعوی ایک زمانے میں کیا۔ مسیح نے بہت سے عقلی معجزات دکھلائے، جس سے لوگ دونوں کے تابع ہو گئے

مغیرہ بن سعید جس نے ایک فرقہ مغیریہ قائم کر لیا تھا اس نے بھی عقلی ہی معجزات دکھائے تھے جو از قسم نیرنجات وطلسمات تھے۔

مقنع نے چند عقلی معجزات دکھا کر الوہیت کا دعوی کیا۔

احمد کیال کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ قرآن مجید کے معارف اور علوم انفس و آفاق بیان کر کے لوگوں کو تقریر میں بند کر دیتا تھا جن کا دعوی تھا کہ اپنا سا مقرر کسی زمانے میں نہیں پایا گیا۔

تفصیلی حالت ان لوگوں کے حسن ظن کی بحث میں لکھے گئے ہیں وہاں دیکھے جائیں۔

اسکے سوا عقلی معجزے بہت ہیں کہاں تک لکھے جائیں طالبین حق کے لئے اتنے ہی کافی ہو سکتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے ایک رسالہ (موسوم با عجاز المسیح ص۲) لکھ کر اعلان کر دیا کہ ستر دن میں یہ کتاب میں نے لکھی ہے اور سید مہر علی شاہ صاحب نہ لکھ سکے اس لئے یہ کتاب معجزہ ہے۔ چنانچہ اسی اشتہار میں لکھتے ہیں: یہی تو معجزہ ہے اور معجزہ کیا ہوتا ہے۔،

یہ کتاب اگر معمولی خط سے لکھی جائے تو چار جزو سے زیادہ نہیں ہے اس پر مرزا قادیانی کا اپنے مکان میں لکھنا مخالفین کو اس اشتباہ کا موقع دیتا ہے کہ خود لکھی ہے یا کسی اور سے لکھوائی ہے ۔ چنانچہ خود اسی اعلان میں فرماتے ہیں کہ مخالفین کا خیال ہے کہ یہ اس شخص کا کام نہیں ، کوئی اور پوشیدہ طور پر اس کو مدد دیتا ہے ۔ ستر دن میں چار جزو کی کتاب لکھنا یا لکھوانا اگر معجزہ ہے تو باوجود قلت علم کے اس زمانے میں بھی ایسے معجزات بکثرت ظاہر ہو سکتے ہیں ۔ اگر مرزا قادیانی کسی ادیب کے سامنے بیٹھ کر قلم برداشتہ کوئی کتاب لکھ دیں تو بھی وہ معجزہ نہیں ہوسکتا کیونکہ منشی ایسے کام کیا ہی کرتے ہیں چہ جائیکہ اتنی مدت میں ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا جائے اور اس میں دوسرے کی مدد کا بھی گمان ہو تو وہ کیونکر معجزہ سمجھا جائے ۔ اگر مرزا قادیانی کوئی اعلان جاری فرمائیں کہ اتنی ہی بڑی مسجع کتاب کوئی لکھ دے تو میں نبوت کے دعوی سے توبہ کرتا ہوں تو ملاحظہ فرمالیں کہ کتنے رسالے شائع ہو جاتے ہیں ۔ مرزا قادیانی نے ستر دن کی مہلت اس چار جزو کے رسالے کے واسطے جو قرار دی تھی اور مقابلہ کے لئے پیر مہر علی شاہ وغیرہ کو بلوایا تھا اس سے ظاہر ہے کہ طبیعت آزمائی اور لیاقت نمائی اس سے مقصود تھی کیونکہ سجعوں کی تلاش اور تک بندی وغیرہ کے لئے کتب لغت وغیرہ کی مراجعت ضرور ہے اور اگر پیر مہر علی شاہ نے فی الواقع باوجود اقرار کے اس مدت میں کوئی کتاب نہیں لکھی تو بے شک مرزا قادیانی کی ذکاوت طبع اور ممارست فن ادب ان سے زیادہ ثابت ہوگی ، مگر اس سے نبوت کا ثبوت محال ہے ۔ عبارت میں تلف سے سجعوں کا فراہم کرنا اور صنائع و بدائع کا التزام زائد از ضرورت ہے جو صرف طبیعت آزمائی اور لیاقت نمائی کی غرض سے ہوا کرتا ہے ، نبوت سے اس کو کچھ تعلق نہیں بلکہ ایسے تکلفات مذموم سمجھے جاتے ہیں بخاری باب الکھانۃ میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کیف اغرم یا رسول اللّٰہ من لا شرب و لا اکل و لا نطق و لا استھل فمثل ذلک یطل ۔ حضرت ﷺ نے فرمایا انّما ھذا من اخوان الکھانۃ یعنی یہ تو کاہنوں کا بھائی ہے ۔ چونکہ اعجاز المسیح میں اسکا التزام کیا ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ ان کو اظہار لیاقت مقصود ہے اس مقام میں مخالف فیضی کی تفسیر کو ضرور پیش کرے گا جسکی نسبت مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ صفحہ ۳۷۵ ۔ ۳۷۶ حاشیہ میں لکھا ہے کہ :

> بے نقط عبارتوں کا لکھنا نہایت سہل اور آسان ہے اور ایسی کوئی صنعت نہیں ہے جس کا انجام دینا انسان پر سخت مشکل ہوا ہے اسی وجہ سے بہت سے منشیوں نے اپنے عربی اور فارسی کے املاء میں اس قسم کی بے نقطہ عبارتیں لکھی ہیں اور اب بھی لکھتے ہیں بلکہ بعض

منشیوں کی ایسی بھی عبارات موجود ہیں جن کے تمام حروف نقطہ دار ہیں اور کوئی بے نقطہ ان میں داخل نہیں۔

جب ذکاوت طبع ہی دکھانا منظور تھا تو کاش ایسی تفسیر لکھ دیتے جس میں تمام حروف نقطہ دار ہوں جس سے مرزا قادیانی کی ذکاوت کا حال بھی معلوم ہو جاتا کہ فیضی کے برابر ہے یا زائد اور تمام مخالفین مان لیتے کہ مرزا قادیانی ہمارے زمانے میں فخر روزگار ہیں۔ اس موقع میں ہم فیضی کو ضرور قابل تحسین کہیں گے کہ باوجود یہ کہ پورے قرآن کی ایسی تفسیر لکھی مگر نہ دعویٰ نبوت کیا، نہ اس کو معجزہ قرار دیا، اور مرزا قادیانی چار ہی جزو کا رسالہ اور وہ بھی ایسا کہ تقریباً نصف میں تو سبّ وشتم اور مدح و ذم اور خودستائی وغیرہ معمولی باتیں ہیں اور باقی نصف میں اکثر عیسویت سے متعلق مباحث ہیں جو ایک زمانے کی مشاقی اور مزاولت وممارست سے مرزا قادیانی کو حفظ ہیں، ستر دن میں لکھ کر اس کو معجزہ قرار دیتے ہیں، یہ زمانے کے انقلاب کا اثر ہے۔ اگر مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ رسالہ الہام سے لکھا گیا ہے جیسا کہ اس عبارت اشتہار سے ظاہر ہے:

میں گواہی دیتا ہوں کہ حقیقت میں ایک اور ہے جو مجھے مدد دیتا ہے لیکن وہ انسان نہیں بلکہ وہی قادر وتوانا ہے جس کے آستانے پر ہمارا سر ہے۔ (اعجاز المسیح۔ ص۲)

اس صورت میں مرزا قادیانی کے غلبہ کی آسان تدبیر یہ تھی کہ شاہ صاحب کو لکھ بھیجتے کہ آپ مع چند علماء اور ہم کسی جگہ جمع ہوں پھر آپ جس سورۃ کی تفسیر چاہیں لکھنے کی فرمائش کر دیں ہم بلا تکلف مسجع اور بلیغ وفصیح الہامی عبارت متصل کہتے جائیں گے اور آپ لکھ لیا کریں۔ پھر جب مرزا قادیانی اسی طرح عبارت لکھوا دیتے تو کسی کو کلام کی گنجائش ہی نہ رہتی اور ایک ہی جلسے میں فیصلہ ہو جاتا اور ممکن ہے کہ اب بھی یہی تدبیر فرمائیں کیونکہ خدا کی مدد تو ابھی منقطع نہ ہوئی ہو گی۔

مگر یاد رہے کہ انشا پردازی کیسی ہی بلاغت وفصاحت کے ساتھ بے نقط کیوں نہ ہو اگر اعلیٰ درجہ تک ترقی کر جائے تو بھی متنبّی بنا سکتی ہے نبی نہیں بنا سکتی کیونکہ رسول کے ساتھ نشانی ایسی ہونی چاہیے کہ اس کو بھیجنے والے کے ساتھ خصوصیت ہو تاکہ پرسش کے وقت کسی کو اس عذر کا موقع نہ ملے کہ الٰہی وہ نشانی جو ہمیں دکھلائی گئی تھی وہ تو ہم جیسے آدمی نے اپنی عقل سے بنالی تھی کوئی بات مافوق العادت نہ تھی جو انسان کی قدرت سے خارج ہو۔

آسمانی نشانات

نشانی طلب کرنا انسان کی جبلت میں داخل ہے۔اسی وجہ سے جب کبھی خدا نے کسی قوم میں رسول بھیجا،اس کے ساتھ کوئی نشانی بھی ایسی دی جس سے پوری حجت قائم ہو جاتی اور نہ ماننے والوں پر عذاب نازل ہوتا، چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے:

ذلک بانّھم کانت تاتیھم رسلھم بالبینات فکفروا فاخذھم اللّٰہ انّہ قویّ شدید العقاب (مومن:۲۲) یعنی ان لوگوں کو رسولوں نے کھلی کھلی نشانیاں دکھلائیں پھر جب انہوں نے نہ مانا تو اللہ نے ان کو پکڑا اور اللہ قوی اور شدید العقاب ہے۔

دیکھئے کہ جن نشانیوں کے قبول نہ کرنے پر سخت مواخذہ ہوا وہ کیسی کھلی خوارق العادات ہونی چاہییں جس میں کسی قسم کی جعل سازی کا اشتباہ نہ ہو۔اسی وجہ سے حق تعالی رسولوں کو بھیجنے سے پہلے ان کو نشانیاں دیا کرتا تھا چنانچہ اس آیت سے ظاہر ہے

اذھب انت و اخوك بآیاتی (طہ:۴۲) یعنی اے موسی تم اور تمہارے بھائی میری نشانیاں لے کر فرعون کی طرف جاؤ۔

اور ان نشانیوں یعنی عصا اور ید بیضاء کا امتحان پہلے ہی کرا دیا گیا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے، پھر جب فرعون کے پاس وہ گئے تو پہلے یہی کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے اس کی نشانیاں لے کر تیرے پاس آئے ہیں قد جئنا ك بآیۃ مّن رّبّک (طہ:۴۷) اور آخر یہی نشانیاں دیکھ کر ہزار ہا جادوگر وغیرہ مسلمان ہو گئے اور جان کی کچھ پرواہ نہ کی جیسا کہ خدا فرماتا ہے:

قالوا لن نوثرك علی ما جاءنا من البیّنات و الّذی فطرنا فاقض ما انت قاض (طہ:۷۲)

نشانیاں اس قوت کی ہوتی ہیں کہ ایک ہی جلسے میں اجنبیوں کو ایسے مسخر کر لیا کہ جان دینے پر مستعد ہو گئے،اور کل انبیاء کی نشانیاں ایسی ہی ہوں گی چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے:

فلمّا جاءتھم آیاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین و جحدوا بھا و استیقنتھا انفسھم ظلماً و علوا (نمل:۱۳۔۱۴) (جب انکے پاس ہماری نشانیاں آئیں آنکھیں کھول دینے والی تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے اور باوجود یہ کہ ان کے دل یقین کر چکے تھے مگر انہوں نے ظلم اور شیخی سے ان کو نہ مانا)۔

اس سے ظاہر ہے کہ اگر چہ نشانیاں دیکھ کر کفار انکار تو کرتے تھے مگر ان کے دل ان کے منجانب اللہ ہونے کا یقین کر لیتے تھے اور ظاہر ہے کہ جب تک وہ نشانیاں قدرت بشری سے خارج نہ ہوں کبھی اس کا یقین نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے جہاں لفظ آیات کا استعمال قرآن میں ہوا ایسے ہی چیزوں میں ہوا ہے جو قدرت بشری سے خارج ہیں مثلاً و من آیاته اللیل و النّهار و الشّمس والقمر (حم سجدہ: ۳۷) و من آیاته یریکم البرق (روم: ۲۴) و من آیاته ان یرسل الرّیاح (روم: ۴۶) وغیر ذلک۔

ہر چند یہ نشانیاں خاص قدرت الٰہی پر دال ہیں اور انبیاء سے متعلق نشانیاں ان کی نبوت پر دال تھیں، لیکن حق تعالی نے ان دونوں قسموں پر آیات ہی کا اطلاق فرمایا۔ اس لئے کہ دونوں کا صدور خاص قدرت الٰہی سے متعلق ہے۔ اسی وجہ سے کل آیات کا انکار قدرت الٰہی کے انکار کو مستلزم ہے اور عموماً آیات میں جھگڑنے والوں کی شان میں خدا فرماتا ہے:

و ما یجادل فی آیات اللّه الّا الّذین کفروا (مومن: ۴)

یعنی اللہ کی نشانیوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں۔

کذلک یضلّ اللّه من هو مسرف مرتاب الّذین یجادلون فی آیات اللّه بغیر سلطان اتاهم کبر مقتاً عند اللّه و عند الذین آمنوا کذلک یتبع الله علی کل قلب متکبر جبارٍ (مومن: ۳۴-۳۵)۔

یعنی ایسا ہی گمراہ کرتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور شک میں پڑے ہوئے ہیں اور بغیر سند کے اللہ کی نشانیوں میں جھگڑتے ہیں ان کو بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں اور ایمانداروں کے ہاں۔ اس طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر۔

یہ بات یاد رہے کہ مرزا نشانیوں کے باب میں جو جھگڑتے ہیں انکے پاس بھی کوئی سند نہیں۔ کیا ممکن ہے کہ حوض کا قصہ قرآن میں مقابلے میں سند بن سکے۔ ہرگز نہیں اور اللہ فرماتا ہے:

انّ الّذین یجادلون فی آیات اللّه بغیر سلطان اتاهم ان فی صدورهم الّا کبر ما هم ببالغیه فاستعذ بالله انّه هو السمیع البصیر (غافر: ۵۶) جن لوگوں کے پاس کوئی سند تو نہیں اور ناحق خدا کی نشانیوں میں جھگڑے نکالتے ہیں انکے دلوں میں تو بس بڑائی کی ایک ہی ہوس سمائی ہے کہ وہ اپنی اس مراد کو کبھی پہنچنے والے نہیں ان لوگوں کی شرارتوں سے خدا کی پناہ مانگتے رہو بے شک وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

مرزا قادیانی میں ایسی بڑائی کی ہوس سمائی ہے کہ حضرت عیسی کے برابر کسی طرح بن جائیں مسیحائی کے درجے تک تو ترقی ممکن نہیں اس لئے ان کی تنقیص میں اپنا یہ مقصود حاصل کرنا چاہتے ہیں اور حق تعالی فرماتا ہے:

و یوم نحشر من کلّ امةٍ فو جاً ممّن یکذ ب بآ یا تنا فھم یوزعون۔ حتّی اذا جاء وا قال اکذ بتم و لم تحیطوا بھا علماً ما ذا کنتم تعملون (نمل:۸۳۔۸۴) اور جس دن گھر بلائیں گے ہم ہر فرقے سے ایک گروہ کو جو جھٹلاتے تھے ہماری نشانیاں پھر پھر وہ سب کے سب الگ کر دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ خدا کے روبرو حاضر ہوں گے تو خدا ان سے پوچھے گا کہ باوجود یہ کہ تم نے ہماری نشانیوں کو اچھی طرح سمجھا بھی نہ تھا، کیوں جھٹلایا، اور یہ بھی بتلاؤ کہ تم کیا کچھ کرتے رہے۔

اس میں شک نہیں کہ مرزا قادیانی نے نشانیوں کی حقیقت نہیں سمجھی جب ہی تو انہوں نے عیسی کے خوارق عادات کا انکار ہی کر دیا اور اللہ فرماتا ہے:

و الذین یسعو ن فی آ یا تنا معا جز ین او لئـک فی العذا ب محضرون (سبا۔ ۳۸) یعنی جو لوگ مخاصمانہ ہماری نشانیوں کے توڑنے کے پیچھے پڑے رہتے ہیں وہ عذاب میں رکھے جائیں گے۔

ازالہ اوہام کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی آیتوں کے توڑنے کے کیسے پیچھے پڑ گئے ہیں گویا انہوں نے اپنا کمال اسی میں سمجھ رکھا ہے۔ یہ نشانیوں میں جھگڑنے والوں کی خرابیاں تھیں جن کو مرزا بھی قرآن میں پڑھتے ہونگے مگر کچھ پرواہ نہیں کرتیاور جو لوگ ان پر ایمان لاتے ہیں ان کیلئے کیسی کیسی خوشخبریاں اور بشارتیں ہیں کہ نہ قیامت میں ان کو خوف ہوگا نہ غم بلکہ اپنی بیبیوں کے ساتھ جنت میں جا کر اعلی درجہ کے عیش میں ہمیشہ رہیں گے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے:

یا عباد لا خوف علیکم و لا انتم تحزنون ا لّذین آ منوا بآ یا تنا و کانوا مسلمین اد خلوا الجنّة انتم و ازواجکم تحبرو ن یطا ف علیکم بصحا ف من ذھب و اکوا ب و فیھا ما تشتھیه الانفس و تلذّ الاعین و انتم فیھا خا لدو ن (زخرف:۶۸۔۷۱)

اب ہر شخص مختار ہے چاہے ایمان لا کر یہ دولت بے زوال حاصل کرے یا جھگڑے کر کے وہ عذاب ونکال۔ حق تعالی صاف فرماتا ہے فمن شا ء فلیو من و من شا ء فلیکفر

اگر اللہ کسی کو رسول بنا کر بھیجے اور نشانی دکھلانا اسی کے ذمہ کر دے کہ تو ہی اپنی عقل سے کوئی بات بنا لے میں اپنی خاص قدرتی کوئی نشانی تجھے نہ دونگا تو رسول کو عرض کرنے کا حق ہو گا کہ الٰہی کوئی بات عقل سے بنالوں تو آخران لوگوں میں بھی عقل مند لوگ ہیں اگر بھید کھل جائے یا ویسی ہی عقلی بات کوئی دوسرا بنا کر پیش کر دے تو صرف میری رسوائی نہ ہوگی بلکہ تیری قدرت پر بھی الزام آئے گا کہ کیا خدا تعالیٰ کوئی ایسی نشانی نہیں دکھلا سکتا تھا کہ آدمی کی قدرت سے خارج ہو اس سے تو رسالت کا مقصود ہی فوت ہو جائے گا۔

اب ہمارے نبی کریم ﷺ کے معجزات پر غور کیا جائے کہ ان کی کیسی کھلی قدرتی نشانیاں تھیں کہ عقل کے وہاں پر جلتے ہیں جمادات وحیوانات نباتات میں بلکہ عالم علوی تک تصرف کر دکھایا کہ ایک اشارے پر قمر کو شق فرمادیا، کیا ممکن ہے کہ ایسی نشانیوں پر کوئی الزام لگا سکے کہ حضرت ﷺ نے اپنی عقل سے کام لیا تھا جب ایسی ایسی خارق العادت کھلی کھلی قدرتی نشانیاں دیکھ کر بھی پھر اور نشانیاں کفار نے طلب کیں تو حکم الٰہی ہو گیا کہ بس اب ان سے کہہ دیا جائے کہ جو نشانیاں دی گئی تھیں وہ میں نے تمہیں دکھلا دیں مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ تمہاری منہ بولی نشانیاں بھی دکھلایا کروں ۔البتہ ان کو اس قدر حق تھا کہ انصاف کی رو سے یہ شبہ پیش کرتے کہ جتنی نشانیاں دکھلائی گئی ہیں ان کے آسمانی ہونے میں تامل ہے ۔مگر ممکن نہ تھا کہ اس قسم کا شبہ پیش کر سکتے ۔ ہاں بے ایمانی اور قصور عقل سے ساحر اور شاعر کہتے تھے اس لئے کہ ان کی طبیعتوں میں متمکن تھا کہ جو خلاف عقل کام ہو وہ سحر ہے چنانچہ جب ان سے قیامت کا حال بیان کیا جاتا کہ تم مر کر پھر اٹھو گے تو یہی کہتے کہ یہ تو کھلے طور پر سحر ہے و لئن قلت انّکم مبعو ثو ن من بعد الموت لیقولنّ الّذین کفروا ان ھذا الّا سحر مّبین (ھود : ۷) مگر یہ دعوی اس وقت قابل التفات ہوتا کہ کسی ساحر کو نظیراً پیش کر دیتے کہ شق القمر وغیرہ مافوق العادت کام اس نے کیا تھا یا کوئی ایسی کتاب پیش کر دیتے کہ فصاحت و بلاغت میں قرآن سے بڑھ کر یا برابر ہے ۔غرض صدہا خارق العادت نشانیاں دکھلا نے کے بعد حضرت ﷺ کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ ان کی فرمائشی نشانیاں بھی پیش کرتے ...

ہاں اس میں شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے معجزات وفات تک جاری رہے بلکہ اب تک جاری ہیں مگر وہ کفار کے مقابلے میں اور بر سبیل تحدی نہ تھے ...مثلاً جب پانی کی ضرورت ہوتی تو خشک کنویں کو حکم ہو جاتا فوراً اس سے پانی ابلنے لگتا ..اس قسم کے بہت سے معجزے متصل وقوع میں آتے جن میں نہ کسی کا مقابلہ پیش نظر ہوتا نہ تحدی ۔ چونکہ ان میں تحدی مقصود نہ تھی اسلئے بعضوں نے

انکا نام معجزہ ہی نہیں رکھا کیونکہ یہ امور آپ ﷺ کے حق میں ایسے معمولی تصرفات تھے جیسے ہمارے تصرفات اپنے اعضاء و جوارح میں ہوتے ہیں چنانچہ شیخ نے اشارات کے نمط تاسع میں لکھا ہے:

و النّبی متمیز باستحقا ق الطا عۃ ا لا ختصا صہ با لآ یا ت تد لّ علی انّھا من عند ر بّہ

یعنی کمالات ذاتیہ کی وجہ سے نبی کو استحقاق حاصل ہوتا ہے کہ لوگ اس کی اطاعت کریں جس کی وجہ سے وہ تمام عالم میں ممتاز ہوتا ہے اس لئے کہ جو نشانیاں اس کو دی جاتی ہیں وہ یقیناً سلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالی کی طرف سے ہیں اور وہ نشانیاں اسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں کوئی دوسرا وہ نشانیاں نہیں دکھلا سکتا۔ نیز شیخ نے اشارات کے نمط عاشر میں لکھا ہے:

و لا یستبعد ان یکو ن لبعض النفوس ملکۃ یتعدی تا ثیر ھا بد نھا او یکو ن لقو تھا کا نھا نفس نا طقۃ للعا لم

یعنی عقلاً یہ بعید نہیں کہ بعض نفوس کو ایسا ملکہ اور قوت حاصل ہو کہ بدن سے متجاوز ہو کر دوسری اشیاء پر اس کا اثر پڑے یا وہ نفس کمال قوت کی وجہ سے یہ درجہ رکھا ہو کہ گویا تمام عالم کا نفس ناطقہ ہے اور اس میں ایسا تصرف ہے جیسے دوسرے نفوس اپنے ابدان متعلقہ میں تصرف کرتے ہیں۔

یہاں مرزا قادیانی ضرور اعتراض کریں گے کہ یہ عقیدہ شرک فی التصرف ہے جیسا کہ انہوں نے عیسیٰؑ کے معجزہ خلق طیور وغیرہ میں کہا تھا، مگر اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالی نے بعض صفات مختصہ اپنے بندوں کو بھی عطا کئے ہیں جیسا کہ سمع بصر علم قدرت ارادہ وغیرہ۔ گو یہ صفات حق تعالی میں علی وجہ الکمال اور اصالۃً ہیں اور بندوں میں ناقص طور پر لیکن عطائے الٰہی ہونے کی وجہ سے، آخر بندہ بھی سمیع و بصیر کہلاتا ہے۔ پھر ان میں بھی باہم تفاوت ہے۔ مثلاً کوئی بہت دور سے باریک چیز کو صاف دیکھ لیتا ہے اور کوئی نزدیک سے موٹی چیز کو بھی پورے طور پر نہیں دیکھ سکتا مگر بصیر دونوں کو کہیں گے۔ اسی طرح ہر شخص کو کچھ نہ کچھ تصرف دیا گیا ہے کسی کو اپنے گھر پر کسی کو محلے پر کسی کو شہر پر کسی کو ملک و اقلیم پر پھر تصرف بھی اقسام کے ہیں کوئی اقلیم میں ایسا تصرف کرتا جو دوسرا اپنے گھر میں بھی نہیں کر سکتا۔ پھر جیسے حکام ظاہر پر تصرف کرتے ہیں اسی طرح طبیب اور عامل آدمی کے باطن پر تصرف کرتے ہیں جس کے آثار ظاہر جسم پر نمایاں ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسمریزم والا روح پر ایسا تصرف کرتا ہے کہ شخص معمول غیب کی خبریں دینے لگتا ہے، اور ساحر ارواح خبیثہ پر تصرف کر کے نادر امور ظاہر کرتا ہے جو ان ارواح کے تصرف میں ہیں۔ غرض حق تعالی نے جس کو

جس قدر قوت تصرف عطا کی ہے وہ اپنے مقدورات میں اس کو پورے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اگر اختیاری تصرف مطلقاً شرک ہو تو کوئی شخص اس قسم کے شرک سے نہ بچ سکے گا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ مخلوق کے کل تصرفات کا مدار حق تعالی کی خلق پر ہے، ممکن نہیں کہ کوئی شخص اپنے تصرف سے کوئی چیز یا کوئی اثر پیدا کر لے۔ غایۃ الامر یہ ہے کہ عادت کی وجہ سے آدمی اپنا تصرف خیال کرتا ہے حالانکہ درحقیقت وہ بھی تصرف الٰہی ہے۔ اس صورت میں کیا ہی خارق العادت تصرف فرض کیا جائے وہ تصرف الٰہی سے خارج نہیں ہو سکتا بلکہ معمولی تصرفات مخلوق جب تصرف الٰہی سمجھے جائیں تو خارق العادت تصرف بطریق اولی تصرف الٰہی سمجھا جائے گا۔ غرض مسلمانوں کے عقیدے میں جب یہ توحید جمی ہوئی ہے تو ان کے پاس شرک آنے ہی نہیں پاتا البتہ جو لوگ مخلوق کو مستقل فی التصرف سمجھتے ہیں ان کے مشرک ہونے کے لئے خارق العادت تصرف کی کوئی ضرورت نہیں روزمرہ تصرفات ہی ان کو مشرک بنانے کے لئے کافی ہیں۔.....

... چونکہ حق تعالی کو منظور تھا کہ اپنے رسول سب میں بحسب شرافت ذاتی ممتاز رہیں اور ان کا دباؤ دلوں پر پڑے جیسا کہ ارشاد ہے وما نرسل بالآیات الا تخویفاً (بنی اسرائیل: ۵۹) اس لئے ان کو یہ نشانی دی گئی کہ عالم میں تصرف کریں اور تصرف کی وہی صورت کہ ادھر ان کی توجہ خاص ہوئی اور ادھر وقوع منجانب اللہ ہو گیا جیسے ہمارے افعال اختیاری میں ہوا کرتا ہے پھر جو مرزا قادیانی اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۸ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

> اگر خدا تعالی اپنے اذن اور ارادے سے اپنی خدائی کی صفتیں بندوں کو دے سکتا ہے تو بلاشبہ وہ اپنی ساری صفتیں خدائی کی ایک بندے کو دے کر پورا خدا بنا سکتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ہر چند وہ مسلمان خاندان میں پیدا ہوئے مگر نہ ان کو مسلمانوں کے عقیدے کی خبر ہے نہ قرآن کی سمجھ، اتنا بھی نہیں جانتے کہ نشانی دینا کسے کہتے ہیں اور خدا بنا دینا کیسا ہوتا ہے اور اگر جانتے ہیں تو خودغرضی سے خدا کے کلام کی تکذیب کرنا چاہتے ہیں حق تعالی صاف فرماتا ہے و آتینا عیسی ابن مریم البیّنات (بقرہ: ۲۵۳) یعنی عیسی کو ہم نے کھلی کھلی نشانیاں دیں۔، وہ کہتے ہیں کہ خدا کسی کو ایسی نشانیاں دے ہی نہیں سکتا۔ حق تعالی فرماتا ہے وہ احیاء موتی وغیرہ کرتے تھے، مرزا قادیانی کہتے ہیں یہ ممکن ہی نہیں۔ حق تعالی فرماتا ہے کسی رسول کی طاقت نہ تھی کہ بغیر ہمارے حکم کوئی معجزہ دکھائے وما کان لرسولٍ ان یاتی بآیة الا باذن اللّٰہ (رعد: ۳۸) مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اپنی عقل کے زور سے وہ معجزے تراشتے تھے جو معمولی اور

فطرتی طاقت تھی جس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے خاص طور پر ان کو کچھ نہ دیا تھا حالانکہ حق تعالی فرماتا ہے و آتینا ھم آیا تنا (حجر:۸۱)۔غرض کہ مرزا قادیانی جو کہتے ہیں کہ اس قسم کے معجزے خدا کسی کو دے ہی نہیں سکتا،کیسی بھاری بات ہے (کبرت کلمة تخرج من افوا ھھم ان یقولون الّا کذباً) حالانکہ براہین احمدیہ میں لکھ چکے ہیں کہ قرآن مجید کی سب خبریں صحیح ہیں اور ان کو نہ ماننا بے ایمانی ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۸۹ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

> اور جب اس عالم کا مورخ اور واقعہ نگار بجز خدا کے کوئی اور نہیں ہوسکتا اور ہمارے یقین کا جہاز بغیر وجود واقعہ کے تباہ ہوا جاتا ہے اور بادصرصر وساوس کی ایمان کی کشتی کو ورطہ ہلاکت میں ڈالتی جاتی ہے تو اس صورت میں کون عاقل ہے کہ جو صرف عقل ناقص کی رہبری پر بھروسہ کر کے ایسے کلام کی ضرورت سے منہ موڑے جس پر اس کی جان کی سلامتی موقوف ہے۔

تقریر بالا سے ظاہر ہے کہ براہین احمدیہ میں اس قسم کی باتیں جو لکھی ہیں صرف زبانی اور مصلحتاً تھیں مرزا قادیانی کے دل میں ان کا کوئی اثر نہیں۔

.... مرزا قادیانی کو خود دعوی ہے کہ کن فیکون ان کو بھی دیا گیا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی خارق العادت تصرف طلب کیا جائے تو ضرور فرمادیں گے کہ وہ تو شرک ہے۔ جب قرآن کو ہم نے اس بات میں نہیں مانا تو خود اس کے مرتکب کیوں کر ہوسکتے ہیں۔اس سے ظاہر اور مبرہن ہوسکتا ہے کہ کن فیکون کا دعوی صرف لفظی اور نمائش کے لئے ہے جس کے کوئی معنی نہیں اور جب یہ ثابت ہے کہ ان کو بے انتہاء معجزوں کا دعوی ہے مگر کن فیکون سے متعلق ایک بھی معجزہ انہوں نے نہیں دکھلایا تو مخالف کو ایک بہت بڑا قرینہ ہاتھ آ گیا کہ مرزا قادیانی کے جتنے دعوے مثلاً فنافی اللہ اور فنافی الرسول وغیرہ ہیں سب اسی قسم کے ہیں جو کتابوں سے دیکھ کر لکھ لئے گئے ہیں۔

قادیانی معجزات کی حقیقت

مولانا انوار اللہ بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۶ میں لکھتے ہیں:

> عیسی کے معجزات متشابہات میں داخل ہیں۔

اس سے مقصود یہ کہ ان کا اعتقاد کرنے کی ضرورت نہیں۔مگر دراصل یہ بات نہیں بلکہ جو امور خدا کی ذات وصفات سے متعلق قرآن مجید میں ایسے ہیں جن کا سمجھنا غیر ممکن یا دشوار ہے ان پر

ایمان لانے کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالی متشابہات کے باب میں فرماتا ہے و الرّاسخون فی العلم یقولون آمنا بہ (آل عمران: ۷)

مسئلہ استواء علی العرش میں سلف صالح سے مروی ہے الاستواء معلوم و الکیفیّۃ مجھولۃ و السّوال عنہ بدعۃ یعنی نفس استواء بلا کیف پر ایمان ضرور ہے۔ ابراء اکمہ وابرص اور احیاء باذن اللہ وغیرہ معجزات میں کوئی ایسی بات نہیں جو سمجھ میں نہ آئے۔ جتنے بیمار طبیبوں سے اچھے ہوتے ہیں آخر باذن اللہ ہی اچھے ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح اکمہ اور ابرص بھی اچھے ہوتے تھے اور مسمر یزم سے تحریک ہوا ہی کرتی ہے۔ رہ گیا جان ڈالنا سو وہ بھی کوئی بڑی بات نہیں خدا تعالی ہمیشہ اجسام میں جان ڈالتا ہی ہے جس سے مرزا قادیانی کو بھی انکار نہ ہوگا۔ البتہ اس قدر نئی بات ہوئی کہ حضرت عیسیٰ نے بھی قم باذن اللّٰہ وغیرہ کہہ دیا ہوگا، پھر اس سے خدا کی قدرت میں کون سی نئی بات پیدا ہوگئی تھی کہ خدا تعالی کے اذن سے بھی ان کو جنبش نہ ہوئی۔ یہ اعتقاد مشرکوں کے اعتقاد سے بھی بدتر ہے کیونکہ مشرک بھی خدا تعالی کو خالق عالم اور متصرف سمجھتے ہیں:

و لئن سالتھم من خلق السّماوات و الارض لیقولنّ اللّٰہ (لقمان)

و لئن سألتھم من نزل من السّماء ماء فا حیا بہ الارض بعد موتھا لیقولنّ اللّٰہ۔ (عنکبوت: ۶۳)

اب اسکے بعد قابل غور بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی ضرورۃ الامام صفحہ ۱۳ میں لکھتے ہیں:

خدا تعالی کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرے سے اتار کر ان سے باتیں کرتا ہے اور بعض وقت ٹھٹھے کرتا ہے۔

کسی کو اس پر شبہ نہیں کہ وجہ اور ید وغیرہ متشابہات سے ہیں مگر مرزا قادیانی کو اس کے سمجھنے بلکہ دیکھنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوا اور عیسی کے معجزات کو صحابہ کے زمانے سے اب تک کسی نے متشابہ نہیں کہا اور نہ کسی حدیث میں یہ مذکور ہے، نہ عقل ان کے سمجھنے سے قاصر ہے، ان کو خود غرضی سے متشابہ میں داخل کر رہے ہیں، عجیب بات ہے۔

تمام روئے زمین پر جو اقوام بستے ہیں ان میں تقریباً کل مسلمان، یہود، نصاری، بت پرست اور مجوس ہیں یہ سب خوارق عادات کے قائل ہیں۔ چنانچہ ہر ایک اپنے اپنے پیشوایان قوم کے کارنامے عجیب وغریب بیان کرتے ہیں جن کا وقوع آدمی کی عقل اور قدرت سے خارج ہے، اور بن مانسوں کے جیسے تھوڑے لوگ ہوں گے جو اس کے قائل نہیں۔ اگر فلاسفہ خوارق عادات کے

قائل نہ ہوتے تو چنداں مستبعد نہ تھا اس لئے کہ خلاف عقل اور خلاف طبیعت بات کو وہ جائز نہیں رکھتے مگر آخر عقلاء ہیں، دیکھا کہ معجزات انبیاء کے بتواتر ثابت ہے اور تواتر سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بدیہی ہوتا ہے جس کا انکار اعلی درجے کی حماقت ہے اس لئے انہوں نے بڑے شد و مد سے وقوع خوارق کو مدلل کیا چنانچہ اشارات وغیرہ میں اس کے دلائل مذکور ہیں....

چونکہ مرزا قادیانی نیا دین ایسے طور پر قائم کرتے ہیں کہ اپنے لئے منصب نبوت اور امامت وعیسویت وغیرہ مسلّم ہو اور خاندان میں عیسویت مستمر رہے، اس لئے ان کو معجزوں سے وحشت اور نفرت کی ضرورت ہوئی ورنہ اگر کوئی بمقتضائے جبلت انسانی نبوت کی نشانی طلب کرتے تو مشکل کا سامنا تھا کیونکہ جیسے پیش گوئیوں میں کاہنوں وغیرہ کی طرح باتوں سے کام نکل آتا ہے خوارق عادات میں نہیں نکل سکتا، اس لئے انہوں نے یہ تدبیر نکالی کہ معجزوں کے دو قسم کر دیئے، نقلی اور عقلی۔ نقلی جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، ان کو کتھا اور قصوں کے ساتھ نامزد کر کے ساقط الاعتبار کر دیا اور جو معجزات قرآن میں ہیں ان میں دل کھول کر وہ بحثیں کیں کہ نہ کوئی پادری کر سکتا ہے نہ یہودی، نہ ہندو، نہ مجوسی، اس لئے کہ وہ بھی آخر خوارق عادات کے قائل ہیں، دلائل الزامیہ سے فوراً ان کا جواب ہوسکتا ہے۔ الغرض خوارق العادات میں ایک پہلو یہ اختیار کیا کہ ان کے قلع قمع کی فکر کی اور اپنے زعم میں ثابت کر دیا کہ اظہار معجزات میں انبیاء کی طاقت ایک معمولی طاقت تھی جو عوام الناس میں بھی موجود ہے اور خدا تعالی کی طرف سے کوئی نشانی ان کو ایسی نہیں دی گئی جو مافوق طاقت بشری ہو، اور دوسرا پہلو یہ اختیار کیا کہ خوارق عادات انبیاء سے ظاہر ہو سکتے ہیں مگر ہر کس و ناکس میں یہ صلاحیت نہیں کہ ان کو دیکھ سکے، چنانچہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۶۱ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

> معجزات اور خوارق عادات کے ظہور کے لئے طالب صدق اور اخلاص شرط ہے اور صدق و اخلاص کے یہی آثار و علامات ہیں کہ کینہ اور مکابرہ درمیان نہ ہو اور صبر اور ثبات اور غربت اور تذلل سے بہ نیت ہدایت پانے کے کوئی نشان طلب کیا جائے جس سے طالب صادق یقین کامل کے مرتبے تک پہنچ جائے .. لیکن جو لوگ خدا تعالی کی طرف سے صاحب خوارق ہیں ان کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ شعبدہ بازوں کی طرح بازاروں اور مجالس میں تماشا دکھلاتے پھریں اور نہ یہ امور ان کے اختیار میں ہیں بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کے پتھر میں آگ تو بلاشبہ ہے لیکن صادقوں اور صابروں اور مخلصوں پر ارادت ضرب پر اس آگ کا ظہور اور بروز موقوف ہے۔

حاصل یہ کہ جو شخص مرزا سے ان کی نبوت کی نشانی طلب کرے وہ پہلے ان پر ایمان لائے اور نہایت عقیدت و ارادت سے غریب و ذلیل ہو کر مودب بیٹھے، پھر انتظار کرتا رہے کہ دیکھے کب نشانی ظاہر ہوتی ہے، تا کہ میں ان پر ایمان لاؤں، اس وقت خارق عادات معجزہ ظاہر ہوگا۔ اور جہاں کوئی شرط فوت ہوگئی یا قرینے سے معلوم ہوا کہ اس شخص میں کینہ ہے یا مکابرہ کرنا چاہتا ہے تو معجزہ مرزا قادیانی کے پاس نہیں آ سکتا۔ عقلاء اس تحریر کی شرح خود اپنے وجدان سے کرلیں ہمیں طول کلامی کی ضرورت نہیں۔ ہاں اتنا تو ضرور ہے کہ قرآن و حدیث سے اور نیز عقل سے ثابت ہے کہ نشانی اور معجزے کی ضرورت مخالفت اور نہ ماننے کے وقت ہوتی ہے اگر کوئی ابتداء رسالت کو تسلیم کرلے تو اس کے لئے نشانی کی ضرورت ہی کیا۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ نبی ﷺ نے کسی کافر طالب معجزہ سے یہ نہیں فرمایا کہ پہلے تم ایمان لاؤ اور منتظر بیٹھے چقماق کی طرح صدق کی ضرب لگاتے جاؤ کبھی نہ کبھی کوئی نشانی دیکھ لوگے۔ فرعون کا واقعہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت موسیٰ کا وہ کیسا جانی دشمن تھا پھر اس کے مقابلے میں حضرت موسیٰ نے کیسی کھلی نشانی ظاہر کی جواب تک بطور ضرب المثل لکلّ فرعون موسیٰ کہا جاتا ہے۔

زبان وقلم سے جتنے کام متعلق تھے مرزا نے ان کو بخوبی انجام دیا۔ الہامات کا سلسلہ جاری رکھا۔ تصنیف و اشاعت کی کمیٹیاں قائم کردیں، مدرسے کی مستحکم بنیاد ڈال دی، عقلی معجزات ایسے دکھائے کہ جعلی نبوت کا نقشہ پیش کردیا جسکو لوگ مان گئے۔ مگر آخر اصلی اور نقلی میں فرق ضروری ہے اسلئے جس کو معجزہ کہتے ہیں وہ نہ دکھلا سکے اور وہ ان سے طلب کرنا بھی تکلیف مالا یطاق ہے۔...

...مشکل یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی ہدایت پر ہونے کی شناخت حق تعالیٰ نے یہ مقرر کی ہے کہ صحابہ کے سے اعتقاد ہم میں ہوں چنانچہ ارشاد ہے فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا (بقرہ: ۱۳۷) یعنی صحابہ سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ اگر تمہاری طرح وہ بھی ان خبروں پر ایمان لائیں یعنی کامل اعتقاد رکھیں تو وہ ہدایت پر ہیں۔ اب اگر احادیث ساقط الاعتبار کردیئے جائیں تو کیونکر معلوم ہو کہ صحابہ کا اعتقاد کیا تھا مثلاً تمامی کتب اسلامیہ سے ثابت ہے کہ صحابہ کا یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں اور قریب قیامت آسمان سے اتریں گے جس کو ہر زمانے کے محدثین کرام، فقہاء عظام، اولیاء اللہ اور جمیع علماء بیان کرتے اور اپنی تصنیفات میں لکھتے رہے جس پر آج تک کل امت گواہی دے رہی ہے اور ایک روایت بھی کسی کتاب میں نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ مرکر مردوں میں جا ملے، اس صورت میں اگر تمام کتب ساقط الاعتبار ہوں تو کیونکر معلوم ہو کہ اس مسئلے

میں ہم صحابہ کے اعتقاد پر ہیں۔

مرزا قادیانی کی یہ خودغرضی کا نتیجہ ہے کہ تمام امت کے ساتھ بدظنی کی جارہی ہے اور اس تواتر کو اتنی بھی وقعت نہیں دی گئی جو یورپ کے اخبار نویسوں کو دی جاتی ہے جتنا ہندوؤں کے کہنے سے مرزا قادیانی کو کرشن جی پر اعتقاد ہے اس کا ہزارواں حصہ اس مسئلے پر نہیں حالانکہ کروڑھا اکابر دین اور مسلمانوں کی شہادت سے ثابت ہے۔

اب مرزا کے عقلی معجزات کا حال کسی قدر بیان کیا جاتا ہے۔ انہوں نے عقلی معجزات ثابت کرنے سے پہلے یہ تمہید کی کہ اس دارالا بتلاء میں کھلے کھلے معجزات خدا تعالی ہرگز نہیں دکھاتا، تا ایمان بالغیب جو مطلوب ہے، باقی نہ رہے گا۔ اس سے مقصود یہ کہ خود کھلے معجزات اس وجہ سے نہیں دکھاتے کہ کہیں لوگوں کے ایمان بالغیب میں فرق نہ آجائے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان و یقین کے درجے سے نکل کر عیاں کے درجے کو پہنچ جائیں گے۔ جو ایمان کے درجے سے بھی ارفع ہے۔ مگر براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ جو معجزات تصرف عقلی سے بالاتر ہیں وہ محجوب الحقیقت ہیں اور شعبدہ بازیوں سے منزہ کرنا ان کا مشکل ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا یعنی وہ ایسے مشتبہ ہیں کہ ان کا یقین بھی نہیں ہوسکتا۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کھلے معجزات میں بجائے ان کے کہ ایمان بالغیب میں فرق آجائے شعبدہ بازی کے اشتباہ کا ایک حجاب اور زیادہ ہوتا ہے۔ اب کون سی بات کو سچ سمجھیں۔ مرزا قادیانی جمع خاطر رکھیں کہ اگر کوئی کھلا معجزہ دکھلائیں گے تو کسی کے ایمان بالغیب میں کچھ فرق نہ آئے گا ہمت کر کے چند معجزے ایسے دکھلائیں کہ تصرف اور تدبیر عقلی سے بالاتر ہوں جیسے خود ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۰۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

> معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو محض سماوی ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولی ﷺ کا معجزہ تھا اور خدا تعالی کی غیر محدود قوت نے ایک راست باز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کو دکھایا تھا۔

اگرچہ یہ کہ معجزہ شق القمر بھی مرزا قادیانی کی تحقیق مذکورہ کے موافق محجوب الحقیقت ہے مگر اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی کی قدرت میں ایسے معجزات کا دکھانا ممکن ہے جس سے راست بازوں کی عظمت ظاہر ہوا کرتی ہے۔ پھر مرزا قادیانی کی راست بازی کو کیا ہوا کہ کوئی ایسا معجزہ اب تک ان سے صادر نہ ہوا اور وہاں تو مرزا قادیانی ہی نہیں بلکہ بروزی طور پر نعوذ باللہ خود نبی

کریم تشریف فرما ہیں، تو پھر معجزہ شق القمر دوبارہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ہم نے اس کو بھی چھوڑا، کم از کم اتنا تو ہوتا کہ کوئی زمینی خوارق عادت دکھائی ہوتی۔ آخر جو معجزے بتا رہے ہیں ان میں بھی اقسام کے کلام ہو رہے ہیں ویسے ہی ان میں بھی کلام ہوتے۔

حضرت عیسیٰؑ کی نسبت جو انہوں نے لکھا ہے کہ وہ فطرتی طاقت سے معجزے دکھاتے تھے جو ہر فرد بشر میں موجود ہے، اس سے بھی یہی مقصود ہے کہ خود بھی اسی طاقت سے کام لے کر معجزے دکھاتے ہیں اس صورت میں ضرور تھا کہ چند مادر زاد اندھے اور کوڑھیوں کو مثل حضرت عیسیٰؑ کے چنگے کر دکھاتے۔ اور اگر یہ فرماویں کہ جتنے لوگ قادیانی ہو گئے ہیں وہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی ہی تو تھے، تو ہم اس کو نہ مانیں گے، اس لئے کہ وہ قبل قادیانی ہونے کے خدا تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ اور جملہ احکام قرآنیہ پر ایمان رکھتے تھے اور اگر اس ایمان کو بھی کفر بتائیں تو یہ کہنا صادق ہوگا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک اسلام کفر ہے۔

عقلی معجزات کا اختراع کرنا جو کسی نے نہ سنا ہوگا، پھر نقلی معجزات کی توہین اور عقلی معجزات کی فضیلت و تحسین وغیرہ امور اس بات پر دلیل ہیں کہ مرزا قادیانی کی عقل معجزات دکھانے میں ید طولی رکھتی ہے۔ کیوں نہ ہو کل عقلاء کا اتفاق ہے کہ جس عضو اور قوت سے جس قسم کا کام زیادہ لیا جائے اسی طرح اس میں زیادہ طاقت پیدا ہوتی ہے اور مرزا براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ وہ لڑکپن سے اسی کام میں مصروف ہیں تو ان کی عقلی قوت کے بڑھ جانے میں کوئی تامل نہیں۔

عقلی معجزات کا نام سن کر عقلاء کی عقلوں کو ضرور یہ خیال پیدا ہوگا کہ مرزا قادیانی کی عقل مشاقی پیدا کر کے نبوت حاصل کرے تو کیا ہم اس قابل بھی نہیں کہ اس کے تراشیدہ معجزات کو سمجھ سکیں اس میں شک نہیں کہ مرزا قادیانی بہت بڑے عاقل ہیں مگر عقلاء کا دستور اور مقتضائے عقل ہے کہ بڑا کام کرنا منظور ہوتا ہے تو اس میں کتب تواریخ و وقائع سے مدد لے کر پہلے علمی مواد حاصل کر لیتے ہیں جس سے عمل میں آسانی ہوتی ہے۔ اگرچہ مرزا قادیانی ایک مدت سے اسی طرف متوجہ ہیں ان کی نظر عقلاء کی کاروائیوں اور اعجاز نمائیوں میں نہایت وسیع ہے اس کا احاطہ متعذر ہے مگر باوجود کم فرصتی اور بے توجہی کے چند مثالیں جو ہمیں مل گئی ہیں وہ بیان کی جاتی ہیں اس سے ظاہر ہوگا کہ مرزا قادیانی نے سابق عقلاء سے کیسی مسابقت کی اور انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ بعض امور میں انہیں کی عقل کے گھوڑے سے بڑھے رہے (اس کے بعد یوز آسف، نہار الرجال بن عنفوۃ، مسیلمہ اور سجاح کی مثالیں دے کر مولانا انوار اللہ خانؒ نے لکھا ہے:)

..علامہ زرقانی نے شرح مواہب جلد۴ ص ۲۳ میں لکھا ہے، اسود عنسی جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا اس کے روبرو ایک گدھا جارہا تھا اتفاقاً وہ گر گیا۔ اس نے اس کو اپنا معجزہ قرار دیا کہ وہ اپنے کو سجدہ کرتا ہے۔ پھر جب وہ اٹھنے لگا تو کچھ کہہ دیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس کے حکم سے گدھا کھڑا ہو گیا۔

الغرض اتفاقی امور سے بھی عقلاء اعجاز نمائی کا کام لیتے ہیں چنانچہ مرزا قادیانی نے کئی مواقع میں ایسا ہی کیا۔ طاعون جب تک قادیان میں نہ آیا تھا مرزا قادیانی نے اشتہار جاری کیا انّہ آوی القریة اور للکارا کہ کوئی ہے کہ ہماری طرح اپنے اپنے شہر کی بابت کہے انّہ آوی القریة اور لکھا کہ طاعون کا یہاں آنا کیسا؟ باہر سے طاعون زدہ کوئی آتا ہے تو اچھا ہو جاتا ہے (دافع البلاء صفحہ ٦)۔ اور لکھا کہ قادیان محفوظ رہے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتیوں کے لئے نشان ہے (دافع البلاء ص ۱۰)۔ پھر جب طاعون قادیان میں پہنچ گیا تو اخبار بدر ۱٦ مئی ۱۹۰۳ء میں شائع کرایا کہ طاعون حضرت مسیح کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہا ہے۔ دیکھئے عقلی معجزہ اسے کہتے ہیں کہ طاعون سے کھلے کھلے دو عقلی معجزے ظاہر ہو گئے۔

زلزلہ سے جوالامکھی کا بت خانہ جب تباہ ہوتو الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۵ء میں فرماتے ہیں:

> ان بتوں کے گرنے پر خدا کے جری کو یہ وحی ہوئی جاء الحق و زھق الباطل جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن یہ آیت پڑھی جب کہ وہ بت جو بیت اللہ میں رکھے تھے توڑ دیئے گئے آج احمد قادیانی کے منہ سے خدا کی اس وحی کا پھر نزول ہوا۔

فی الحقیقت مشہور آیت کریمہ کا پڑھ دینا بھی عقلی معجزہ ہے۔ مرزا قادیانی ہی کا کام تھا کہ برموقع کمال جرأت سے گھر بیٹھ کر وہ آیت پڑھ دی۔

ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۷ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> جس زمانے میں آنحضرت ﷺ کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں ... اور اس نائب کا نیابت کا اختیار ملنے کے وقت تو وہ جنبش نہایت تیز ہو جاتی ہے۔

اور دوسری جگہ لکھا ہے:

> طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجے کی جنبش دی جائے گی ...اور تمام انسانوں کے استمدادات مخفیہ کو بمنصہ ظہور لائینگے اور جو کچھ ان کے اندر علوم وفنون کا فتح باب ہو

جاتا ہے۔ صنعتیں کلیں ایجاد ...اور نیکوں کی قوتوں میں خارق عادت طور پر الہامات اور مکاشفات ہوتے ہیں۔ (ازالہ اوہام: ص ۱۱۴۔۱۱۵)

اور یہ سب اپنا حال بیان فرماتے ہیں، جو سیاق وسباق سے ظاہر ہے۔ غرض یہ کہ جتنی کلیں امریکہ اور یورپ میں ایجاد ہوئیں مرزا کے ہی معجزات ہیں۔

اربعین نمبر۲ حاشیہ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں کے لئے ایک بھاری نشان ظاہر ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ تیرہ سو برس سے مکے سے مدینے جانے کے لئے اونٹوں کی سواری چلی آتی تھی اور ہر ایک سال کئی لاکھ اونٹ مکہ سے مدینہ سے مکہ کو جاتا تھا اور قرآن وحدیث میں بالاتفاق یہ پیش گوئی تھی کہ ایک وہ زمانہ آتا ہے کہ یہ اونٹ بے کار کئے جائیں گے اور کوئی ان پر سوار نہ ہوگا۔ چنانچہ و اذا العشار عطّلت، اور حدیث یترك القلائص فلا یسعی علیھا ۔ اس کی گواہ ہے۔ پس یہ کس قدر بھاری پیش گوئی ہے جو مسیح کے زمانے کے لئے اور مسیح موعود کے ظہور کے لئے بطور علامت تھی جو ریل کی تیاری سے پوری ہوگئی۔ فالحمد للّٰہ علی ذلک۔

آیت و اذا العشار عطّلت سورہ اذا الشّمس کوّرت میں ہے درمنثور میں امام سیوطیؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے:

و اخرج احمد و الترمذی و ابن المنذر و الحاکم و صححہ ابن مردویہ عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ من سرّہ ان یّنظر الی یوم القیامۃ کانّہ رأی عین فلیقرأ اذا الشمس کورت ۔ (الحدیث) یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کو یہ اچھا معلوم ہو کہ قیامت کو برائے العین دیکھ لے تو اذا الشّمس کورت پڑھے۔

کیونکہ اس میں زمینی اور آسمانی انقلاب پورے مذکور ہیں کہ عشار یعنی گابھن اونٹنیاں جو عربوں کو نہایت مرغوب ہوا کرتی تھیں، ان کی طرف کوئی توجہ نہ کرے۔ کل وحشی جانور اکٹھے ہو جائیں یعنی چرندوں کو درندوں کا کچھ خوف نہ ہوگا۔ پہاڑ اڑ جائیں گے۔ سمندروں کا پانی خشک ہو جائے گا۔ تارے گر جائیں گے۔ آفتاب بے نور ہو جائے گا۔ آسمان خراب ہو جائیں گے۔ غرض اونٹنیوں کے معطل ہونے سے مقصود بیان ہول و پریشانی ہے جو نفخ صور کے وقت قیامت کے قریب

ہوگی۔ مرزا قادیانی نے یہ سمجھا کہ حجاز ریلوے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ یہ دوسرا عقلی معجزہ ہے مرزا قادیانی نے حجاز ریلوے سے جو یہ کام لیا کہ وہ اپنی نشانی ہے۔ اس سے زیادہ اس سے کام لے بھی نہیں سکتے اس لئے کہ حج کو جانا بھی ان کا عقلاً محال ہے کیونکہ ازالہ اوہام میں وہ تصریح سے کہتے ہیں کہ ہندوستان بلکہ قادیان دارالایمان ہے پر اس دارالامن سے کسی دارالاسلام میں وہ کیونکر جاسکتے تاکہ نوبت سواری کی پہنچے۔ غرض اس ریل کو اپنی سواری اگر تجویز فرماتے ہیں تو ایں خیالست ومحالست کا مضمون صادق ہے اور اگر اونٹنیوں کا بے کار ہونا ہی علامت ان کے مسیح ہونے کی ہے تو مارواڑ کی اونٹنیاں مرزا قادیانی کی عیسویت ثابت نہ ہونے دیں گی اس لئے کہ باوجود ریل کے وہ اب تک بے کار نہیں ہوئیں پھر حجاز کی اونٹنیاں کیوں بے کار ہوں گی۔

ازالہ اوہام صفحہ ۲۵۷ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

> آیت انّا علی ذھاب بہ لقادرون میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے جس میں ہندوستان میں ایک مفسدہ عظیم ہو کر آثار باقیہ اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپید ہو گئے تھے کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ ہیں اور ۱۲۷۴ کے زمانہ کو جب عیسوی تاریخ میں دیکھنا چاہیں تو ۱۸۵۷ء ہوتا ہے۔ جس کی نسبت خدا آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھایا جائے گا۔ پر اس حکیم وعلیم کا قرآن میں یہ فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا یہی معنی رکھتا ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے جیسا کہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔

نیز ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۷ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئے گا کہ جب علم قرآن زمین پر سے اٹھ جائے گا اور جہل شیوع پائے گا یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں اشارہ ہے لو کان الایمان معلّقاً عند الثّریّا لنالہ رجل مّن فارس۔ یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو کمال طغیان اس کا اس سن ہجری میں شروع ہوگا جو آیت و انّا علی ذھاب بہ لقادرون میں بحساب جمل مخفی ہے۔

اس تقریر میں عقلی معجزہ مرزا قادیانی کا یہ ہے کہ ۱۲۷۴ھ سے قرآن کو غائب کر دیا پھر ۱۳۰۰ھ میں اسے ثریا سے اتار لایا کیونکہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۶ سے واضح ہے کہ مسیح کے ظہور کی تاریخ

غلام احمد قادیانی (۱۳۰۰ھ) ہے مرزا قادیانی کو قرآن غائب کرنے کیلئے اتفاقاً غدر کا موقع ہاتھ آ گیا، مگر اس میں یہ کسر رہ گئی کہ غدر تو ہندوستان کے لوگوں نے کیا تھا لیکن قرآن پاک حرمین، عرب، روم، شام، بلخ، بخارا، افغانستان، چین وافریقہ وغیرہ سے بھی کیوں اٹھا لیا گیا۔ اور قرآن اگر ہندوستان سے اٹھا لیا تھا تو دوسرے اسلامی ملکوں میں ضرور باقی تھا، پھر ۲۵۔۳۰ سال تک کیا کوئی دوسرے ملک کا مسلمان ہندوستان میں آیا ہی نہیں، یا کوئی ہندوستانی اس عرصہ میں حج کو نہیں گیا جو وہاں سے اپنے اور اپنے بھائیوں کی دین دنیا کی بہبودیوں کا ذریعہ اور ایمان کا مدار وہاں سے لے آتا اور مرزا قادیانی کو ثریا سے اتار لانے کی زحمت نہ ہوتی۔

اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ جہاں اتفاقی امر میں مرزا قادیانی کو کسی قسم کا موقع مل جاتا ہے تو اس کو استدلال میں پیش کر دیتے ہیں اور کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے۔ دیکھئے کس ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ خدا تعالی نے قرآن میں فرمایا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا تاکہ جاہلوں اور آمنا وصدقنا کہنے والوں کو یقین ہو کہ قرآن ہاتھ سے نکل ہی گیا تھا اگر مرزا قادیانی نہ ہوتے تو کس سے ہوسکتا تھا کہ ثریا پر جا کر وہاں سے لے آتا...

...عقلی معجزے کے لوازم سے ہے کہ جو علوم جانتے ہیں ان کو ایسا چھپانا جیسا کہ کوئی راز چھپاتا ہے دیکھئے ونشریسی اور اخرس وغیرہ نے کس عالی حوصلگی سے علم کو چھپایا جو آخر میں معجزے کا کام دیا اسی وجہ سے مرزا قادیانی انگریزی دانی کو چھپاتے ہیں تاکہ ان الہامات میں جو اکثر انگریزی میں ہوا کرتے ہیں جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے معجزے کا کام دے۔ اہل دانش پر اس قسم کے معجزات سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ مرزا قادیانی کے لوگ ڈاک خانے میں اور دوسرے شہروں میں متعین ہیں کہ اس قسم کی خبروں کی تحقیق کر کے فوراً لکھ دیا کریں تاکہ معجزات کا رنگ نہ بگڑے۔

براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۴ کے حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ازانجملہ ایک یہ کہ ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ آج محمد لشکر خان کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے۔ یہ پیشگوئی بھی بدستور معمول اسی وقت چند آریوں کو بتلائی گئی اور یہ قرار پایا انہیں میں سے ڈاک کے وقت کوئی ڈاک خانہ میں جاوے۔ چنانچہ ایک آریہ ملاوا مل نامی اس وقت ڈاکخانہ میں گیا اور یہ خبر لایا کہ ہوتی مردان سے دس روپیہ آئے ہیں

فی الواقع روپیہ بھیجنے اور ڈاک خانے کی ایسے طور پر خبر رکھنی کہ بھید نہ کھلنے پائے، ہر کسی کا کام نہیں۔ مرزا نے عقلی اعجاز کر دکھایا، ڈاک خانے والوں کی کسی قدر استمالت کی ضرورت ہوئی

ہوگی کہ خطوط تقسیم کرنے سے پہلے خبر دے دی، یہی تو عقلی معجزات ہیں جو ہر کسی کا کام نہیں۔

براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۶ حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ اپریل ۱۸۸۳ء میں صبح کے وقت بیداری میں جہلم سے روپیہ روانہ ہونے کی اطلاع دی گئی اور اس بات سے اس جگہ آریوں کو جن سے بعض خود جا کر ڈاکخانے میں خبر لیتے تھے بخوبی اطلاع تھی کہ اس روپیہ کے روانہ ہونے کے بارے میں جہلم سے کوئی خط نہیں آیا تھا کیونکہ یہ انتظام اس عاجز نے پہلے ہی سے کر رکھا تھا کہ جو کچھ ڈاک خانے سے خط وغیرہ آتا تھا اس کو خود بعض آریہ ڈاکخانہ سے لے آتے تھے اور ہر روز ہر ایک بات سے بخوبی مطلع رہتے تھے اور خود اب تک ڈاک خانہ کا منشی بھی ایک ہندو ہی ہے۔ غرض جب یہ الہام ہوا تو ان دنوں میں ایک پنڈت کا بیٹا شیام لال نامی جو ناگری اور فارسی دونوں میں لکھ سکتا تھا بطور روز نامہ نویس کے نوکر رکھا ہوا تھا اور بعض امور غیبیہ ظاہر ہوتے تھے اس کے ہاتھ سے وہ ناگری اور فارسی خط میں قبل از وقوع لکھائے جاتے تھے اور پھر شام لال مذکور کے اس پر دستخط کرائے جاتے تھے چنانچہ یہ پیش گوئی بھی بدستور لکھائی گئی اور اس وقت کئی آریوں کو بھی خبر دی گئی اور ابھی پانچ روز نہیں گذرے تھے جو ۴۵ روپئے کا منی آرڈر جہلم سے آ گیا اور جب حساب کیا گیا تو ٹھیک ٹھیک اسی دن منی آرڈر روانہ ہوا تھا جس دن خداوند عالم الغیب نے اس کے روانہ ہونے کی خبر دی تھی۔

مرزا قادیانی کا جہلم والے صاحب پر کس قدر وثوق ہوگا کہ خود تاریخ منی آرڈر بھیجنے کی قرار دی تھی۔ برابر اسی تاریخ انہوں نے بھیجا تاکہ معجزہ جھوٹا نہ ہو جائے۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ایسے معجزات کے لئے ایک کمیٹی کی ضرورت ہے جو ہم سب خیال ہوں اور جہاں رہیں اپنے فرائض منصبی پورے کرتے رہیں۔

اور یہ بھی براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۷ کے حاشیہ میں ہے:

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ کچھ عرصہ ہوا کہ خواب میں دیکھا تھا کہ حیدر آباد سے نواب اقبال الدولہ صاحب کی طرف سے خط آیا ہے اور اس میں کسی قدر روپیہ بھیجنے کا وعدہ لکھا ہے۔ یہ خواب بھی بدستور روز نامہ مذکورہ بالا میں اسی ہندو کے ہاتھ سے لکھائی گئی اور کئی آریوں کو اطلاع دی گئی پھر تھوڑے دنوں کے بعد حیدر آباد سے خط آ گیا اور نواب

صاحب موصوف نے سو روپیہ بھیجا۔

ہمیں معلوم ہوا کہ نواب صاحب، صاحبِ کشف نہیں تھے، ایک مخبرؔ شخص تھے۔ کسی کی سعی پر انہوں نے اقرار کرلیا، جس کی خوش خبری متوسط نے دی، اور مرزا نے اس کو خواب وخیال سمجھ کر پیشگوئی کی مد میں لکھوا دیا، جس کا ظہور معجزے کے رنگ میں ہوا۔ یہ سب اتفاق کی برکت ہے۔

اہل دانش اگر مرزا قادیانی کے معجزات کا موازنہ سلیمان مغربی کے معجزے کے ساتھ کریں تو اس قسم کے معجزات میں اسی کا پلہ بھاری نظر آئے گا اس لئے کہ اس نے سوائے اپنی بی بی کے کسی مدد نہیں لی اور ہزاروں روپئے جمع کر کے مرجع خلائق بن گیا البتہ مرزا قادیانی کے معجزے کسی ایک قسم میں منحصر نہیں اس میں ان کو بے شک تفوق حاصل ہے۔

مگر اس قسم کے معجزات کو مرزا قادیانی جو عظیم الشان نشانیاں کہتے ہیں، نازیبا ہے۔ اس لئے کہ اس قسم کے مغیبات کا دریافت کرلینا کئی طریقوں سے ہوا کرتا ہے سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ کچھ روپیہ صرف کر کے لوگ فراہم کر لئے جاتے ہیں جو وقتاً فوقتاً خبر دیتے رہتے ہیں۔ افسران خفیہ پولیس اسی طریقے سے ہر شخص کے گھر کی بلکہ دل کی بات معلوم کر لیتے ہیں۔

کاہن لوگ بھی اس قسم کی خبریں دیتے ہیں بلکہ وہ تو آئندہ کی خبریں بھی دیا کرتے ہیں چنانچہ امام سیوطی نے خصائص کبری میں کئی روایتیں نقل کی ہیں ... عامل لوگ بھی حاضرات کے ذریعہ سے ایسی خبریں معلوم کر لیتے ہیں چنانچہ اس زمانہ میں یہ لوگ بکثرت موجود ہیں۔

مسمریزم کے ذریعہ بھی مغیبات پر اطلاع ہوا کرتی ہے جس کو کوئی انکار نہیں کرسکتا اسلئے کہ اس کی موجد مہذب قوم ہے اور اس کے تو مرزا بھی قائل ہیں کہ عیسی مسمریزم ہی کے ذریعہ سے عجائب دکھلاتے تھے اگرچہ یہ وجہ بیان کر کے اس کی مشاقی سے انکار کرتے ہیں کہ وہ قابل نفرت کام ہے۔ مگر عقلاً اس کو باور نہیں کر سکتے اس لئے کہ مرزا قادیانی نے اتنا بڑا دعوی مسیحائی اور مہدویت اور مجددیت وغیرہ کا کیا ہے ممکن نہیں کہ عقلی معجزات دکھلانے کیلئے عقلی ذریعہ پہلے سے تجویز نہ کر رکھا ہو اور یہ کام کچھ ایسا مشکل بھی نہیں ہزارہا آدمی اس کے واقف اور عامل موجود ہیں اور بہت سی کتابیں بھی اس فن میں تصنیف ہوچکی ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی ایک مدت تک گوشہ گزین اور خلوت گزین بھی رہ چکے ہیں اور حضرت عیسیؑ کی مثلیت حاصل کرنے کی بھی ایک زمانے سے فکر ہو رہی ہے پھر مسمریزم کی مشق سے کون سی چیز مانع ہے۔ رہا انکار، سو مصلحت وقت کے لحاظ سے ایسے امور کی ضرورت ہوتی ہے، دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز پر عمل کرنا مقتضائے عقل ہے۔

بہر حال جب غیب کی خبروں پر اطلاع پانے کے متعدد ذریعے موجود ہیں اور انہیں ذرائع سے لوگ اس زمانے میں مطلع ہوا کرتے ہیں تو وہ حد طاقت بشری سے خارج نہ ہوا پھر وہ معجزہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ معجزے کی حد میں یہ امر داخل ہے کہ قدرت بشری سے وہ کام خارج ہو، اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے اظہار معجزے کے وقت غیب کی خبر دینے سے انکار فرما کر وہ بات دکھلائی کہ امکان بشری سے خارج تھی۔

غرر الخصائص الواضحہ صفحہ ۱۷۷ میں لکھا ہے:

> ایک شخص نے کوفے میں نبوت کا دعوی کیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے سن کر فرمایا کہ اس سے کہا جائے کہ مادر زاد اندھے اور ابرص کو چنگا کرے اور جب تک یہ معجزہ وہ نہ دکھلائے اس کا دعوی مسموع نہیں ہوسکتا۔

دیکھئے ترجمان القرآن جن کو علم وحکمت عطا ہونے کی دعا نبی کریم ﷺ نے کی اور وہ مقبول بھی ہوگئی جس کے مرزا قادیانی بھی معترف ہیں انہوں نے کیسے مختصر جملے میں تصفیہ فرما دیا اب جو حضرات ابن عباس کو معتمد علیہ اور ان کی بات کو قابل اعتبار سمجھتے ہیں ان کے اس فیصلے پر راضی ہوکر مرزا قادیانی سے صاف کہہ دیں کہ جب تک مادر زاد اندھے اور کوڑھی جس کو ہم تجویز کریں آپ چنگا نہ کریں، آپ کا دعوی مسموع نہیں ہوسکتا۔

مرزا کے معجزات میں وہ الہام بھی داخل ہیں جو موقع موقع پر ہوتے رہتے ہیں مثلاً

۱۔ میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر ہو چکا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۶۱)

۲۔ انّا انزلناہ قریباً مّن القا دیان جس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ عیسی دمشق یعنی قادیان میں اترا ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۵ حاشیہ)

۳۔ کشف سے معلوم ہوا کہ غلام احمد قادیانی کے ۱۳۰۰ عدد ہیں یہی مسیح ہے (ازالہ اوہام۔ ص ۱۸۵)

۴۔ اس عاجز کا نام آدم اور خلیفۃ اللہ رکھ کر اور انّی جا عل فی الارض خلیفۃ کے کھلے کھلے طور پر براہین احمدیہ میں بشارت دے کر لوگوں کو توجہ دلائی کہ تا اس خلیفہ اللہ آدم کی اطاعت کریں اور اطاعت کرنے والی جماعت سے باہر نہ رہیں۔ (ازالہ اوہام: ص ۶۹۵)

۵۔ قل انّی امرت و انا اوّل المو منین و اتا نی ما لم یو ت ا حداً مّن العا لمین (ازالہ اوہام: ص ۷۰۳)

۶۔قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فا تّبعو نی یحببکم اللّٰہ (ازالہ اوہام۔ص۶۷۶حاشیہ)

۷۔قل یا ایّھا الکا فرو ن انّی من الصّادقین ۔(ازالہ اوہام:ص ۸۵۵)

جن کا مطلب یہ ہوا کہ خدا تعالی نے عیسیٰؑ کو مار کر مرزا قادیانی کو ان کی جگہ دمشق قادیان میں اتارا اور خلیفۃ اللہ آدم بنا کر بشارت ان کی براہین احمدیہ میں دے دی اور ان کو وہ فضائل دیئے جو عالم میں کسی کو نہیں دیئے اور انکی اطاعت کرنے والا محبوب خدا ہے اور ان کا مخالف کافر ہے۔اور اس کے سوا یہ بھی فرماتے ہیں کہ خدا منہ سے پردہ اٹھا کر ان سے باتیں بلکہ ٹھٹھے کیا کرتا ہے۔

ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ بیانات بھی معجزے نہیں ہو سکتے اس لئے کہ ابھی معلوم ہوا کہ معجزہ وہ ہے جو طاقت بشری سے خارج ہو اور یہ بیانات طاقت بشری سے خارج نہیں۔ دیکھ لیجئے مسیلمہ کذاب سے لے کر آج تک جتنے جھوٹے نبی اور مدعیان امامت وعیسویت ومہدویت وکشفیت وشاہدیت وغیرہ گذرے ہیں، سب برابر کہا کرتے تھے کہ ہم پر وحی ہوتی ہے، اور خدا سے باتیں کیا کرتے ہیں۔اور کسی کو تو خدا نے اپنا پیارا بیٹا بھی کہہ دیا۔..غرض یہ کہ اپنے منہ سے وہ ہزار تعلیاں کریں مگر کیا کوئی عاقل ان کی تعلیوں کو معجزہ کہہ سکتا ہے؟ ہاں ہم اس کو مان لیں گے کہ بقول مرزا قادیانی وہ بھی ایک قسم کے عقلی معجزات ہیں انہوں نے دیکھا کہ جب تک خدا کی طرف سے ان لوگوں کو پیام نہ پہنچائیں یہ سادہ لوح ہماری بات کو نہ مانیں گے اس لئے حسب ضرورت الہام بنا بنا کر ان کو خدا کی طرف سے سنایا اور قاعدے کی بات ہے کہ جہاں لاکھوں آدمی ہوں وہاں صدہا بلکہ ہزارہا ایسے بھی ہوتے ہیں کہ کسی بات کی تحقیق سے ان کو کچھ غرض نہیں ہوتی ایسی باتوں کو سچ مچ خدا کا ارشاد سمجھ کر مان لیتے ہیں۔...اس قسم کی طبیعت والوں کو جب خدا کا پیام پہنچایا جائے اور اس کے ساتھ شعبدے اور نیرنجات وطلسمات ونجوم ومسمر یزم وغیرہ سے کام لے کر ان کی کوتاہ اندیش عقلیں مسخر کر لی جائیں تو پھر ان کے آمنا وصدقنا کہنے میں کیا تامل۔انہیں تدابیر سے ہر زمانے میں لاکھوں آدمیوں کو جعل سازوں نے پھانسا۔ویسی طبیعت اور خیال والے اب تک موجود ہیں اور اسلام میں جو زمانہ خیر القرون کا تھا جب مسیلمہ واسود عنسی وغیرہ جعل سازوں کی چل گئی تو ۱۳۰۰ برس کے بعد چل جانا کون سی بڑی بات ہے۔

اب یہ بات قابل غور ہے کہ مرزا قادیانی جو ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۸ میں لکھتے ہیں:

ایک متدین عالم کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ الہام اور کشف کا نام سن کر چپ ہو جائے اور لمبی چون وچرا سے باز آجائے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک مسیلمہ کذاب وغیرہ کے الہام سن کر جو لوگ چپ رہے اور چون چرا نہ کئے وہ متدین تھے اور جن لوگوں چون وچرا کی اور ان کی سرکوبی کی وہ متدین نہ تھے۔ معاذ اللہ، اس کا تو کوئی مسلمان قائل نہیں بلکہ جھوٹے نبیوں کے الہاموں کو رد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

قادیانی الہامات کی حقیقت

مولانا انوار اللہ خانؒ بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۵۔۲۳۸ کے حاشیہ میں اپنے پر الہام ہونے کی کیفیتیں نہایت دلچسپ بیان کرتے ہیں:

وہ کامل روشنی کے ساتھ نازل ہوتا ہو اور بارش کی طرح متواتر برس کر اور اپنے نوروں کو قوی طور پر دکھلا کر ملہم کے دل کو کامل یقین سے پر کر دے اور مختلف تقریروں اور مختلف لفظوں میں اتر کر معنی اور مطلب کو بکلی کھول دے اور عبارت کو متشابہات سے بکل الوجوہ باہر کر دے اور متواتر دعاؤں اور سوال کے وقت خدا تعالی ان معانی کا قطعی اور یقینی ہونا متواتر اجابتوں اور جوابوں کے ذریعے سے بوضاحت تمام بیان فرمادے۔ جب کوئی الہام اس حد تک پہنچ جائے تو وہ کامل النور اور قطعی اور یقینی ہے ... جب خدا تعالی اپنے بندے کو کسی امر غیبی پر بعد دعا اس بندہ کے یا خود بخود مطلع کرنا چاہتا ہے تو یک دفعہ ایک بے ہوشی اور ربودگی اس پر طاری کر دیتا ہے جس سے وہ بالکل اپنی ہستی کھویا جاتا ہے ...غرض بندہ جب حالت ربودگی سے جو غوطہ سے بہت مشابہ ہے باہر آتا ہے تو اپنے اندر میں کچھ ایسا مشاہدہ کرتا ہے جیسے ایک گونج پڑی ہوئی ہوتی ہے اور جب وہ گونج کچھ فرو ہوتی ہے تو ناگہاں اس کو اپنے اندر سے ایک موزوں اور لطیف اور لذیذ کلام محسوس ہو جاتی ہے اور یہ غوطہ ربودگی کا ایک نہایت عجیب امر ہے جس کے عجائبات بیان کرنے کے لئے الفاظ کفایت نہیں کرتے۔ یہی حالت ہے جس سے ایک دریا معرفت کا انسان پر کھل جاتا ہے ...گویا اس عالم میں بندہ اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے ...اور اپنے سوالوں کا جواب پاتا ہے اس طرح کہ جیسے ایک انسان دوسرے انسان کا جواب دیتا ہے اور جواب نہایت فصیح اور لطیف الفاظوں میں بلکہ کبھی ایسی زبان میں ہوتا ہے کہ جس سے وہ بندہ ناآشنائے محض ہے اور کبھی امور غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے کہ جو مخلوق

کی طاقتوں سے باہر ہیں اور کبھی اس کے ذریعہ سے مواہب عظیمہ کی بشارت ملتی ہے اور منازل عالیہ کی خوش خبری سنائی جاتی ہے اور قرب حضرت باری کی مبارک بادی دی جاتی ہے اور کبھی دنیوی برکتوں کے بارے میں پیش گوئی ہوتی ہے ان کلمات لطیفہ و بلیغہ کے سننے سے کچھ مخلوق کی قوتوں سے نہایت بلند اور اعلی ہوتے ہیں جس قدر ذوق و معرفت حاصل ہوتی ہے اس کو وہی بندہ جانتا ہے جس کو یہ نعمت عطا ہوتی ہے۔

اور ضرورت الامام صفحہ ۱۳ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں: خدا کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرے سے اتار کر ان سے باتیں کرتا ہے اور بعض وقت ٹھٹھے کرتا ہے۔

غرض وحی اور الہام کے حالات مذکورہ کچھ تو احادیث سے اور کچھ صوفیہ کے کلام سے ماخوذ ہیں اور کچھ مرزا قادیانی کی ایجاد بھی ہے۔ ہمیں اس میں کلام نہیں کہ وحی اور الہام کے حالات ایک خاص قسم کے ہیں جن کو اہل الہام جانتے ہیں مگر کلام اس میں ہے کہ مرزا قادیانی کو بھی الہام ہوتا ہے یا نہیں۔ اب تک انہوں نے اس دعوی پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ممکن ہے کسی قسم کی استغراقی حالت ان پر طاری ہوتی ہو جس کو وہ بے خودی سمجھتے ہوں، کیونکہ انسان پر جو خیال غالب ہوتا ہے اس میں انہاک ہو جاتا ہے۔ جو لوگ کسی کام کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ ہر وقت اس کام کا خیال لگا رہتا ہے یہاں تک کہ خواب میں بھی وہی نظر آتا ہے.. شاعروں کی حالت مشہور ہے کہ جب کوئی عمدہ مضمون ان کو سوجھتا ہے تو وہ بے خود ہو جاتے ہیں اور دنیا و مافیھا سے ان کو خبر نہیں ہوتی اور بے اختیار وجد کرنے لگتے ہیں۔ چونکہ مرزا قادیانی کو ایک مدت سے عیسویت کا خیال متمکن ہے اور اس کے لوازم کے اثبات کی فکر میں اکثر مستغرق اور منہمک رہتے ہیں اس وجہ سے یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ جب کوئی نیا مضمون اس استغراقی حالت میں ان کو سوجھتا ہوگا تو ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہوگی جو کشف کے ساتھ مشابہ ہے کیونکہ فکر کے دریا میں غوطہ لگانے کے بعد جو مضمون دست یاب ہوتا ہے اس وقت اس کی طرف کچھ ایسی توجہ رہتی ہے کہ کوئی دوسری چیز عالم خیال میں پیش نظر نہیں ہوتی اور دست یابی گوہر مقصود کا سرور اس کے دل پر ایسا محیط ہوتا ہے کہ بے خودی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اس استغراقی حالت میں چمکتے ہوئے گوہر مقصود کا پیش نظر رہنا اس بات کو باور کراتا ہے کہ اس مسئلے کا کشف ہو گیا حالانکہ دراصل یہ خیالی کشف ہوتا ہے حالت واقعہ سے اس کو کوئی تعلق نہیں... اس میں شک نہیں کہ شیطانی الہام بھی ہوا کرتے ہیں جن کو واقعیت سے کچھ تعلق نہیں ہوتا چنانچہ مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۷۔ ۶۲۹ میں لکھتے ہیں:

میاں عبدالحق غزنوی اور مولوی محی الدین کو الہام ہوئے کہ مرزا قادیانی جہنمی ہیں اور کبھی اپنے الحاد اور کفر سے باز نہ آئیں گے اور ہدایت پذیر نہ ہوں گے۔

اس کے جواب میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دے کر کسی بات کے انکشاف کے لئے توجہ کرتا ہے خاص کر اس حالت میں جب اس کے دل میں یہ تمنا مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی برا یا بھلا کلمہ بطور الہام مجھے معلوم ہو جائے تو شیطان اس وقت اس کی آرزو میں دخل دیتا ہے اور کوئی کلمہ اس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا ہے۔ اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے۔ انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔...

مرزا قادیانی کے اعتراف سے یہ بات ثابت ہے کہ شیطان نوری شکل میں آتا ہے..اور جب نبیوں کے الہاموں اور مشاہدے کا یہ حال ہو تو مرزا قادیانی کے الہام کس شمار و قطار میں۔...

مرزا غلام احمد قادیانی جو لکھتے ہیں کہ خدا تعالی کسی قدر پردہ اپنے چہرے سے اتار کر ان سے باتیں کرتا ہے، یہ بات اس آیت کے مخالف ہے:

ما کان لبشر ان یّکلمه اللّٰه الّا و حیاً او من وراىء حجا ب او یر سل رسو لاً فیو حی با ذ نه ما یشا ء انّه علی حکیم (شوری:۵۱) یعنی کسی آدمی کی تاب نہیں کہ خدا اس سے دو بدو ہو کر کلام کرے، مگر الہام کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو اس کے پاس بھیج دیتا ہے اور وہ خدا کے حکم سے جو اس کو منظور ہوتا ہے پہنچاتا ہے بے شک خدا عالی شان حکمت والا ہے۔

مرزا قادیانی ضرورت الامام صفحہ ۱۳ میں امام الزمان کی چھٹی علامت میں لکھتے ہیں:

امام الزمان کو ایسا الہام نہیں ہوتا کہ جیسے کلوخ انداز در پردہ ایک کلوخ پھینک جائے اور بھاگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا بلکہ خدا تعالی ان سے بہت قریب ہوتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرے پر سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی۔

اور اس کے بعد ضرورت الامام صفحہ ۲۴ میں لکھتے ہیں:

میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے وہ امام الزمان میں ہوں اور مجھ میں خدا تعالی نے وہ تمام شرطیں اور تمام علامتیں جمع کی ہیں ۔

اس کا مطلب ظاہر ہے کہ تمام اولیاء اللہ کے الہاموں میں خود ان کو یقین نہیں ہوسکتا کہ وہ خدا ہی کی طرف سے ہیں کیونکہ وہ کلوخ انداز جیسے کلوخ پھینک کر بھاگ جاتا ہے ویسا ہی خدا بھی الہام دل میں ڈال کر علیحدہ ہو جاتا ہے اور ولی کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ وہ کون تھا اور کہاں چلا گیا اور امام الزمان جو مرزا ہیں انکے الہام میں یہ بات نہیں ہوتی ۔ بلکہ یقیناً معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ الہام کرنے والا خدا ہی ہے، اسی غرض سے خدا کسی قدر پردہ اپنے چہرے سے اتار دیتا ہے کہ مرزا قادیانی کو شک نہ پڑے کہ خدا کلام کر رہا ہے یا شیطان ۔ جس کا ماحصل یہ ہوا کہ دو بدو ان سے خدا ہم کلام ہوتا ہے

اب دیکھئے یہ افتراء ہے یا نہیں؟ آیت موصوفہ میں حق تعالی صاف فرماتا ہے کہ ان تین صورتوں کے سوا حق تعالی کے کلام کرنے کی کوئی صورت نہیں ۔ ایک وحی جو دل میں ایک بات پیدا ہو جاتی ہے جیسے اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا و اوحی ربّک الی النّحل (نحل: ٦٨) ۔ دوسری پردے کے پیچھے سے جیسے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کلام ہوا۔ ہر چند حضرت موسیٰؑ نے اس وقت دیدار کی بہت خواہش کی مگر لن ترانی ہی کا ارشاد ہوا۔ تیسری بذریعہ فرشتہ جیسے آنحضرت ﷺ پر قرآن شریف نازل ہوا کرتا تھا۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ ان تینوں قسموں سے جو خدا تعالی نے بیان کی ہیں کسی ایک قسم کا الہام ان کو نہیں ہوتا ۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کو رحمانی الہام نہیں ہوا کرتے بلکہ شیطان ان کو اپنا چہرہ دکھلا کر الہام یعنی باتیں کیا کرتا ہے..اور مرزا قادیانی اس کو سچ مچ خدا سمجھ بیٹھے ہیں اور یہ قرین قیاس بھی ہے اس لئے کہ اس قسم کا نورانی چہرہ انہوں نے کبھی دیکھا نہ تھا اور نہ ہر شخص کو شیطان اپنا چہرہ دکھاتا ہے ۔ آخر شیطان کو دیکھنا بھی کوئی معمولی بات نہیں، اس کے لئے بھی ایک صلاحیت اور استعداد قلب درکار ہے جو عموماً نہیں ہوا کرتی ۔ اور پھر اندرونی تائیدیں بھی ان کو محسوس ہوئیں ۔ غرض ان اسباب وقرائن سے ان کو دھوکا ہو گیا ۔ خیر یہ سب صحیح، مگر ان کا یہ کہنا ان کے اس قسم کے الہام خدا ان پر کیا کرتا ہے حق تعالی پر افترائے محض ہے کیونکہ ان کے اس دعوی کی تکذیب خود حق تعالی کے ارشاد سے ہوگئی ۔ اب اس کی تصدیق کلام الہی کی تکذیب ہے افسوس ہے کہ مرزا قادیانی نے اس کلام الہی کا ذرا بھی خیال نہ کیا:

و من اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذ باً او قال اوحی الیّ و لم یوح الیہ شیء (انعام: ۹۳) (یعنی اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو خدا پر افتراء کرے یا یہ کہے

کہ مجھ پر وحی اترتی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں اتری)

اور حق تعالی فرماتا ہے: و لا تحسبنّ اللّٰہ غافلاً عمّا یعمل الظّالمون انّما یؤخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار (ابراہیم: ۴۲) (خدا ظالموں کے اعمال سے غافل نہیں اس تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اس دن تک مہلت دے رہا ہے کہ جب ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی)۔

کافروں کو حق تعالی نے جا بجا قرآن میں ظالم کہا مگر اپنے پر افتراء کرنے والے کی نسبت و من اظلم ممّن افتری فرمایا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی کافر کیسا ہی شقی ہو، مفتری سے شقاوت میں بڑھ نہیں سکتا۔ اب ہم نہایت ٹھنڈے دل سے خیر خواہانہ لکھتے ہیں کہ جب نص قطعی سے ان کا مفتری ہونا اور حدیث بخاری شریف سے بوجہ دعوی نبوت ان کا دجال و کذاب ہونا ثابت ہو گیا تو دوسرے دعوے اور جمیع الہامات ان کے خود باطل ہو گئے اس لئے کہ الہام ربانی کے لئے تقدس اور ولایت شرط ہے۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۷۳۹ میں لکھتے ہیں:

ہمارا دعوی الہام الہی کی رو سے پیدا ہوا اور قرآن کریم کی شہادتوں سے چمکا اور احادیث صیحہ کی مسلسل تائیدوں سے ہر ایک دیکھنے والی آنکھ کو نظر آیا۔

تقریر بالا سے مرزا کے الہاموں کا خیال معلوم ہو گیا کہ ان میں کوئی الہام الہی نہیں اور کلام الہی کی شہادتوں سے ثابت ہو گیا کہ وہ خدا تعالی پر افتراء کرتے ہیں اور احادیث صیحہ ان کو دجال و کذاب ثابت کر رہے ہیں اس لئے ان کا دعوی عیسویت جو الہام کی رو سے پیدا ہوا تھا بالکل باطل ہو گیا اور انہوں نے جو الہاموں کا قلعہ بنا رکھا تھا بیت العنکبوت ثابت ہوا اور غبار کی طرح اڑ گیا اس لئے کہ شیطانی الہام اعتبار کے قابل نہیں ہوتا۔

وحی چونکہ لازمہ نبوت ہے، اس لئے مرزا قادیانی کو اپنی ادعائی نبوت کے لئے وحی کا ثابت کرنا بھی ضروری تھا اس لئے (براہین ص۲۲۲ حاشیہ میں) لکھتے ہیں: جن علامات الٰہیہ کا نام ہم وحی رکھتے ہیں انہیں کو علمائے اسلام اپنے عرف میں الہام بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔

مقصود یہ کہ ہم نبی ہیں اس لئے ہم پر وحی اترتی ہے گو علمائے اسلام اس کو وحی نہ کہیں مگر تقریر بالا سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی کو الہام الہی بھی نہیں ہو سکتا تا بوحی چہ رسد۔ ممکن ہے دوسری قسم کا الہام ہوتا ہو، مگر اس کو وحی نہیں کہہ سکتے۔

براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۴ حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہے کہ الہام یقینی اور قطعی ایک واقعی صداقت ہے جس کا وجود افراد کاملہ محمدیہ میں ثابت ہے۔،

افراد کاملہ کا الہام مرزا قادیانی کو کیا نفع دے گا اگر الہام یقینی اور قطعی ہو تو بھی وہ انہیں لوگوں سے مختص ہو گا جن پر الہام الٰہی ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ہر کس و ناکس یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر الہام ہوا کرتا ہے اس لئے وہ قطعی اور یقینی ہے۔

ضرورت الامام صفحہ ۱۳ میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

یہ قوت اور انکشاف اس لئے ان کے الہام کو دیا جاتا ہے کہ تا انکے پاک الہام، شیطانی الہامات سے مشتبہ نہ ہوں اور دوسروں پر حجت ہوسکیں۔

بالفرض اگر انکشاف تام ہوتا بھی تو معلوم نہیں کہ مرزا قادیانی کا انکشاف دوسروں پر کیوں حجت ہو گا۔ اگر کوئی شخص کسی پر دعویٰ کرے کہ تم نے مجھ سے اتنا قرض لیا تھا اور مجھے خوب یاد ہے کہ فلاں مقام اور فلاں وقت تھا اور مجھ پر یہ معاملہ ایسا منکشف ہے کہ گویا میں اس وقت دیکھ رہا ہوں کیا اس کا یہ دعویٰ انکشاف ثبوت قرضہ کیلئے کافی اور مدعی علیہ پر حجت ہوسکتا ہے؟ مرزا قادیانی بھی اس کے قائل نہ ہوں گے۔ پھر مرزا کا دعویٰ انکشاف اوروں پر کیوں حجت ہو۔ اب تک نہ کوئی اس بات کا قائل ہوا نہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کا الہام دوسرے پر حجت ہو۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اولیاء اللہ کا صدق و تدین اور دنیا و مافیھا سے بے تعلقی اور خودغرضیوں سے برأت پورے طور پر جب متحقق ہو جاتی ہے اور خوارق عادات بھی اسپر شہادت دیتے ہیں تو معتقدین بطور خود حسن ظن سے ان کے الہاموں کو مان لیتے ہیں بشرطیکہ خلاف نصوص شرعیہ نہ ہوں۔ یہ کسی ولی نے نہیں کہا کہ میرا الہام تمام مسلمانوں پر حجت ہے اور جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جب الیوم اکملت لکم دینکم (مائدہ:۳) سے تکمیل دین ثابت ہوچکی اور حجت قائم ہوگئی تو پھر نئی حجت سے کیا غرض۔ اعتقاد اور عمل کے لئے کامل شدہ دین ہر مسلمان کے لئے کافی ہے اور جو بات اس سے زائد اور خارج ہو وہ خود فضول اور الحاد ہے جس کا نہ ماننا ضروری ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ضرورت الامام صفحہ ۱۸۔۱۹ میں سچے الہاموں کی دس علامتیں لکھی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے:

وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ انسان کا دل گداز ہو کر خدا کی طرف بہتا ہے اس کے ساتھ لذت و سرور ہوتا ہے اس میں شوکت و بلندی ہوتی ہے وہ خدا کی طاقتوں کا اثر

اپنے میں رکھتا ہے انسان کو نیک بنا تا ہے اس پر تمام اندرونی قوتیں گواہ ہو جاتی ہیں وہ ایک آواز پر ختم نہیں ہوتا اس سے انسان بزدل نہیں ہوتا علوم و معارف جاننے کا ذریعہ ہوتا ہے اس کے ساتھ بہت برکتیں ہوتی ہیں۔ ملخصاً

بمصداق ثبت العرش ثمّ انقش مرزا قادیانی کو ضروری تھا کہ پہلے اس کا ثبوت دیتے کہ ان کو الہام الٰہی بھی ہوا کرتا ہے۔

براہین احمدیہ صفحہ ۴۵۶ کے حاشیہ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

پیش گوئیوں سے مقصود بالذات اخبار غیبیہ نہیں ہوتیں بلکہ مقصود بالذات یہ ہوتا ہے کہ تا یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ وہ شخص موید من اللہ ہے ...ان میں صرف یہی علامت نہیں کہ وہ پوشیدہ چیزیں بتلاتی ہیں، تا ان کا حال نجومیوں اور کاہنوں وغیرہ کے حال سے مشتبہ ہو جائے اور مابہ الامتیاز باقی نہ رہے، بلکہ ان کے شامل حال ایک عظیم الشان نور ہوتا ہے۔

جسکے مشاہدے کے سبب سے طالب صادق بدیہی طور پر ان کو شناخت کر سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پیش گوئیاں الہام کے ساتھ مختص نہیں بلکہ کاہنوں وغیرہ کے ساتھ مشتبہ بنانے والی ہیں۔ اب رہا ایک عظیم الشان نور، سو اس کے مشاہدے کیلئے طالب صادق شرط ہے جس کو نظر نہ آئیگا وہ صادقوں سے نکال دیا جائیگا مگر مشکل یہ ہے کہ ظلمانی نور بھی ظاہرا نور ہی ہوتا ہے جس کی شناخت ہر کسی کا کام نہیں۔ خفاف، جیسے شخص دھوکہ کھا گئے اور عبد القادر جیلانیؒ کا حال مشہور ہے کہ ایام سلوک میں ایک ایسا نور آپ پر ظاہر ہوا کہ شب دیجور میں آفاق کو منور کر دیا۔ مگر آپ نے قرائن سے پہچان لیا کہ شیطانی نور ہے چنانچہ لاحول پڑھتے ہی وہ ظلمت سے مبدل ہو گیا۔ اگر ایسا عظیم الشان نور کسی کے شامل حال ہو تو بیچارے طالب صادق کو بھی سوائے گمراہی کے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

مسیلمہ کذاب پر لاکھ سے زیادہ آدمی ایمان لائے تھے۔ سب کا یہی دعوی تھا کہ نور ہدایت درخشاں ہے کوئی دیکھنے والا طالب صادق چاہیے جتنے مدعیان نبوت تھے سب کا یہی دعوی تھا کہ بے ایمان لوگ اس نور کو نہیں دیکھ سکتے۔ اب مرزا قادیانی کا یہ دعوی کہ ایک عظیم الشان نور ان کے شامل حال ہے جس کو ان کا غیر معتقد دیکھ نہیں سکتا کیونکر تسلیم کیا جائے۔...

اب ہم ان کی چند پیش گوئیاں بیان کرتے ہیں اس میں غور کرنے سے مرزا قادیانی کی ذکاوت اور عقل کا حال معلوم ہوگا۔

عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی

مرزا قادیانی نے مسٹر عبداللہ آتھم پادری کے ساتھ مباحثہ کر کے فیصلہ اس بات پر قرار دیا کہ پندرہ مہینے میں اگر وہ نہ مر جائے تو مرزا ہر سزا کے مستحق ہوں گے چنانچہ ان کی تقریر یہ ہے:

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اسکی اس سے عزت ظاہر ہو گی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آئیگی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائینگے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ (جنگ مقدس۔ص ۲۰۹۔۲۱۰)

اور اسی ذیل میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ:

میں حیران تھا کہ اس بحث میں مجھے آنے کا کیوں اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے وقت تھا۔ میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسا ڈال دیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا، ضرور کریگا، ضرور کریگا۔ زمین آسمان ٹل جائیں، پر اسکی باتیں نہ ٹلیں گی (جنگ مقدس۔ص ۲۱۰۔۲۱۱)

ماحصل اس کا ظاہر ہے کہ اگر فریق مقابل یعنی عبداللہ آتھم پندرہ مہینے کے اندر رجوع الی الحق نہ کرے گا یعنی ہم خیال مرزا قادیانی کا یا مسلمان نہ ہوگا تو مر جائے گا اور جہنم میں ڈالا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو مرزا قادیانی کا منہ کالا کیا جائے اور گلے میں رسہ ڈالا جائے اور جوجی

چاہیں سزائیں دی جائیں۔

مرزا قادیانی کو اس پیش گوئی پر جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں نے دیکھا کہ مسٹر آتھم صاحب ایک بوڑھے شخص ہیں، ۱۵ مہینے کی وسیع مدت میں خود ہی مرجائیں گے اور اس پر ان کو خوف دلانے کی غرض سے قسمیں کھا کر کہا کہ خدا کی طرف سے مجھے اطمینان دلایا گیا ہے اور اس اطمینان کو اس پیرائے میں ظاہر کیا گیا کہ اگر خلاف ہو تو اپنے کو وہ سزائیں دی جائیں جو کوئی غیرت مند آدمی ان کو قبول نہیں کر سکتا۔ جب ایسا معزز مسنّ شخص ایسی سزائیں اپنے واسطے مقرر کرے تو خواہ مخواہ آدمی کو ایک قسم کا خیال پیدا ہو ہی جاتا ہے اور بڑھتے بڑھتے قوت واہمہ عقل پر غالب ہوا کرتی ہے جس کی تصریح حکماء نے بھی کی ہے اور تجربے اور مشاہدات بھی اس پر گواہ میں آتھم اول تو بیچارے ضعیف جن کی طبیعت پیرانہ سری کی وجہ سے متحمل نہیں اس پر عیسائی جن کے مذہب میں مسلّم ہو چکا ہے کہ خدا سے ایک آدمی رات بھر کشتی لڑتا رہا اور صبح تک ایک دوسرے کو گراتے رہے اور خدا سے سوائے اس کچھ نہ ہو سکا کہ صبح کے قریب کہا ارے اب تو پیچھا چھوڑ صبح ہو گئی، جنکے خدا پر ایک آدمی کا ایسا اثر ہو تو ان کی طبیعت پر زور تقریر کا اثر ہونا کون سی بڑی بات ہے۔ غرض مرزا قادیانی نے علاوہ پیرانہ سالی کے بالائی تدابیر موت میں بھی کمی نہ کی اور اس مدت میں کئی دورے ہیضے کے بھی ہوئے اور علاوہ کبرسنی کے ضعف اور نقص صحت بھی تھا جیسا کہ عصائے موسیٰ صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے باوجود اس کے کہ وہ نہ مرزا قادیانی کے ہم خیال ہوئے اور نہ مرے اور ۱۵ مہینے پورے گذر گئے۔ اب لوگ اس انتظار میں ہیں کہ مرزا قادیانی ایفائے وعدہ فرمائیں گے اور کچھ اجازت دیں گے مگر وہاں معاملہ ہی دگرگوں ہو گیا بجائے اجازت کے وہ گالیاں دینے لگے چنانچہ سراج منیر صفحہ ۵۲ میں فرماتے ہیں:

> انہوں نے پشاور سے لے کر الہ آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور دور دور کے شہروں تک نہایت شوخی سے ناچنا شروع کیا اور دین اسلام پر ٹھٹھے کئے اور یہ سب مولوی یہودی صفت اور اخبار والے ان کے ساتھ خوش خوش ہاتھ میں ہاتھ ملائے ہوئے تھے۔

انوار الاسلام میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

> اے بے ایمانو! نیم عیسائیو! دجال کے ہمراہیو! اسلام کے دشمنو! کیا پیشگوئی کے دو پہلو نہیں تھے۔ پھر کیا آتھم صاحب نے دوسرا پہلو رجوع الی الحقّ کے احتمال کو اپنے افعال اور اقوال سے آپ قوی نہیں کیا۔ کیا وہ نہیں ڈرتے رہے۔ کیا انہوں نے اپنی زبان سے ڈرنے کا اقرار نہیں کیا۔ (اشتہار انعامی تین ہزار حاشیہ ص ۵)

پیش گوئی میں جو مندرج ہے کہ انقضائے مدت پر مرزا قادیانی کی عزت ہوگی اگر حسب پیش گوئی یہی عزت تھی تو بے چارے مولوی کیوں یہودی بنائے جارہے ہیں۔ ختم مدت پر جو عزت وقوع میں آئی وہ تو یہی ہے جس پر برافروختہ ہیں۔ اگر اس الہام کے رحمانی ہونے پر ان کو وثوق ہوتا تو اس الہام میں عزت کا جو ذکر ہے اس سے مراد وہی عزت سمجھتے جو وقوع میں آ گئی جس کی مولوی لوگ تکمیل کر رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی وہ الہام رحمانی نہ تھا۔

اس کے سوا مرزا قادیانی ناحق مسلمانوں پر خفا ہیں انہوں نے مسٹر آتھم کے معاملے میں پہلے ہی اپنے کشف وفراست سے دریافت کر کے اطلاع دے دی تھی کہ وہ پندرہ مہینے کے اندر ہرگز نہ مرے گا چنانچہ عصائے موسیٰ صفحہ ۴۴ میں لکھا ہے کہ اندھے حافظ صاحب نے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ آتھم ۱۵ مہینے میں ہرگز نہ مرے گا اور یہ بات مرزا قادیانی پر بھی پوشیدہ نہیں رہی۔ اس لئے کہ انہوں نے بذریعہ اشتہار اس مضمون کو شائع کر دیا تھا تا کہ مرزا قادیانی جو اس عذر کا موقع نہ ملے کہ ہمیں کسی مسلمان صاحب کشف نے اطلاع نہیں دی کہ وہ نہ مرے گا اور مریدوں نے بھی خبردار ہو کر ان کو صلاح خیر دی کہ جب ایک مسلمان حافظ متقی اس شد و مد سے بطور تحدی اعلان دے رہا ہے تو اس کو مان لینا چاہیے حافظ صاحب موصوف فی الواقع مقدس شخص ہیں ان کا تقدس اس سے ظاہر ہے کہ عصائے موسیٰ میں لکھتے ہیں کہ وہ پہلے عیسائی تھے خواب میں ان کو کوئی ایسی بات معلوم کرائی گئی کہ وہ عیسویت سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے ایسے شخص کو واقعی الہام ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں اگر مرزا قادیانی ان کے سچے الہام سے متنبہ ہو کر کسی حیلے سے اپنا دعویٰ واپس لیتے تو نہ نصاریٰ کو کامیابی ہوتی نہ مرزا قادیانی کی تضحیک نہ اسلام پر ٹھٹھے کئے جاتے۔ یہ موقع حافظ صاحب سے ممنون ہونے کا تھا بجائے ممنونی کے ان کو گالیاں دی گئیں چنانچہ عصائے موسیٰ صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کے مریدوں نے حافظ صاحب کو سختی سے مفتری کذاب وغیرہ کہا۔

اس کے سوا اور مسلمانوں نے بھی اس باب میں بہت کچھ گفت وشنید کی مگر مرزا قادیانی اپنے دعویٰ سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹے چنانچہ عصائے موسیٰ صفحہ ۴۲ میں لکھا ہے کہ عبداللہ آتھم والے الہام میں مرزا قادیانی کا خیال وفہم ایک ہی پہلو یعنی اس کی موت کی طرف ہی رہا۔ چنانچہ فیروز پور میں حافظ محمد یوسف کے برادران کے استفسار پر آپ نے بھی فرمایا کہ اسمیں کوئی تاویل نہ ہوگی ضرور یہی ہوگا۔ غرض مرزا قادیانی مسلمانوں کی جو شکایت کرتے ہیں اس موقع میں بے محل ہے کیونکہ انہوں نے تو پوری خیرخواہی کی تھی چاہیے تھا کہ خود کردہ را علاج نیست کہہ کر خاموش ہو جاتے۔

البتہ ان کے خلاف شان اشعار اور اشتہارات وغیرہ مرزا قادیانی کی شکایت میں چھپوائے گئے اور ان کی ناکامی پر تضحیک بھی کی گئی جیسا کہ ان اشعار مطبوعہ سے معلوم ہوتا ہے جو رسالہ الہامات مرزا صفحہ ۳۲۔۳۳ میں لکھتے ہیں، کسی قدر اس میں زیادتی معلوم ہوتی ہے ان میں سے چند اشعار یہ ہیں:

بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را
عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند
ارے او خود غرض خود کام مرزا
ارے منحوس و نافرجام مرزا
ہوا بحث نصاری میں بآخر
مسیحائی کا یہ انجام مرزا
مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے
ہے آتھم زندہ اے ظلام مرزا
مسلمانوں سے تجھ کو واسطہ کیا
پڑا کہلا نبی نام مرزا
غضب تھی تجھ پہ ستمگر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم
یہ گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی
مسیح و مہدی کاذب نے منہ کی کھائی خوب
یہ کہتی پھرتی ہے گھر گھر چھٹی ستمبر کی
اب دام مکر اور کسی جا بچھائیے
بس ہو چکی نماز مصلے اٹھائیے

اس قسم کے اشعار ناشائستہ بکثرت شائع کئے گئے مگر یہ کوئی چنداں برہم ہونیکے قابل بات نہ تھی۔ اگر مرزا غلام احمد قادیانی غور فرماتے اور تھوڑی دیر کیلئے حالت غضب سے علیحدہ ہو کر انصاف سے دیکھتے تو یہی اشعار پیرایہ حسن وصداقت میں دکھائی دیتے مگر افسوس ہے کہ غصے نے جو ایک قوی شیطانی اثر ہے ان کی آنکھوں کے سامنے پردہ ڈال دیا تھا۔

بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ مباحثہ جو پادریوں کے ساتھ کیا اس وقت سے ان کے ذہنوں میں یہ بات جمادی کہ یہ مقابلہ اسلام اور عیسویت کا ہے اور یہی آخری فیصلہ ہے جس کی خبر حق تعالی نے بذریعہ الہام دی ہے کہ بحث کا خاتمہ اور اسلام کا غلبہ اس پیش گوئی پر ہو جائے گا۔ پھر مرزا قادیانی اس پیشین گوئی کے جھوٹے ہونے پر بھی یہی کہتے رہے کہ دیکھو اسلام کی فتح ہوگئی۔ جس پر ایک عالم میں بحسب تصریح مرزا قادیانی تضحیک ہو رہی ہے اگر چہ مرزا قادیانی اس میں بہت کچھ زور لگا کر تاویلیں کر رہے ہیں مگر وہ اس سے زیادہ بدنما ہیں۔ اس موقع میں مسلمانوں کو ضرور تھا کہ مرزا سے تبرا کریں اور پادریوں پر یہ بات منکشف کرا دیں کہ ہمیں ان سے کوئی تعلق نہیں۔ دعوی نبوت وغیرہ کر کے وہ پہلے ہی دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں ان کا ہار دینا اسلام اور مسلمانوں پر کوئی اثر ڈال نہیں سکتا اور انکے مقابلے میں ایک الہام حافظ صاحب کا شائع کر کے دکھلا دیا کہ اسلامی سچے الہام ایسے ہوا کرتے ہیں کہ ان میں باتیں بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ صرف مقصود کی ایک بات کہ آتھم ۱۵ مہینے کے اندر ہرگز نہ مریگا۔ نہ اس میں کوئی ابہام ہے نہ تاویل۔ غرض اس خبر سے یہ بات اظہر من الشّمس ہوگئی کہ اصل اسلام پر اس مباحثے اور الہام کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ مرزا قادیانی کو بھی آخر اسلام کا دعوی ہے اسلام کو اس الزام سے بری کرنے کیلئے اگر الہام کی بدعنوانی کو اپنی طرف منسوب کر لیتے تو کس قدر قابل تحسین ہوتے۔ ورنہ مسلمانوں کی خیر خواہی کو غنیمت سمجھ لیتے جس سے اسلام تو اس کاروائی سے بری رہتا اور دراصل سچ بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کو اس مباحثے میں دخل ہی کیا، وہ تو تماشا دیکھ رہے تھے کہ پرانی عیسویت مغلوب ہوتی ہے یا نئی

اب دیکھئے کہ مرزا جو تحریر فرماتے ہیں کہ پشاور وغیرہ کے مسلمانوں نے اس ناکامی سے دین اسلام پر ٹھٹھے کئے، کیسی بے موقع بات ہے۔ انہوں نے تو نئی عیسویت پر ٹھٹھے کئے تھے کہ اس نوجوان عیسویت پر سال خوردہ انیس سو برس کی عمر والی عیسویت غالب ہوگئی۔ اگر بالفرض مرزا اس پیشگوئی میں صادق ٹھہرتے تو اسکا برا اثر پہلے مسلمانوں پر ڈالا جاتا۔ ان کو گالیاں دے دے کر اپنی عیسویت کی تصدیق پر مجبور کرتے اور بہت سے بھولے بھالے مسلمان غالبًا مائل بھی ہو جاتے۔

مرزا قادیانی نے اس مباحثے میں جو الہامی طریقہ اختیار کر کے حیلوں سے کام لیا اور اس کو عقلی معجزہ بنانا چاہا اس سے الہاموں کی سخت بے اعتباری ہوگئی اور طرفہ یہ ہے کہ اسی پر فخر فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کی طرف سے دونشانی دی گئی ہے اس سے تو وہی معمولی بحثیں اچھی تھیں جن کی نسبت حقارت کے طور پر فرماتے ہیں، وہ تو اور لوگ بھی کر لیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان بحثوں میں اسکات

خصم تو ہو جاتا ہے کیونکہ صدہا کتابیں پادریوں کے رد میں موجود ہیں۔ وہی طے شدہ مباحث پیش کر دی جائیں تو کافی ہیں۔ اگر الہامی طریقہ اختیار کیا گیا تھا تو اس میں داؤ پیچ سخت معیوب اور شان الٰہی کے منافی ہیں وہ تو ایسا زبردست طریقہ ہوتا ہے کہ انسانی قدرت اور عقلی ادراک اس سے عاجز ہوتی ہے دیکھئے جب کفار نے قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کلام کیا تو آنحضرت ﷺ نے باعلام الٰہی صاف وصریح الفاظ میں فرما دیا کہ تم بھی عرب کے فصحاء ہو۔ سب اکٹھے ہو کر ایک چھوٹی سی سورت اس کے مثل بنا لاؤ اور ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ تم ہرگز نہ بنا سکو گے جیسا کہ ارشاد ہے قل فأتوا بسورةٍ من مّثله و ادعوا شهدا ئكم من دون اللّٰه ان كنتم صادقين فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فا تّقوا النّار ..(بقرہ: ۲۳۔۲۴)۔ باوجودیکہ اس زمانے میں فصاحت و بلاغت کے بڑے بڑے دعوے والے موجود تھے مگر سب مل کر بھی ایک چھوٹی سے سورت نہ بنا سکے اور عار شرمندگی کو قبول کر لیا۔

اسی طرح جب یہود نے مقابلہ کیا تو ان سے کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو اور ہرگز نہ کر سکو گے۔ ظاہر ہے مقابلے کے وقت تمنا کر لینا کوئی بڑی بات نہ تھی مگر خدا کو منظور تھا کہ وہ مغلوب ہوں اس لئے کسی یہودی سے نہ ہو سکا کہ پیش ہو کر تمنائے موت کرے

فتمنّوا المو ت ان كنتم صادقين و لن يّتمنّوه ابداً (بقرہ: ۹۴۔۹۵)۔

پھر نصاری کے مباہلے میں ایسا ہی ہوا۔

اب دیکھئے کہ عرب میں بڑے فرقے یہی تین تھے ان کا مقابلہ جو باعلام الٰہی خاص طریقہ پر کیا گیا وہ کیسے کھلے لفظوں میں تھا۔ نہ اس میں کوئی شرط تھی، نہ تاویل، نہ کسی کو یہ کہنے کی گنجائش کہ الفاظ اور ہیں اور مطلب کچھ لیا جاتا ہے۔ اگر مرزا قادیانی کے الہام میں منجانب اللہ ہونے کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو کھلے لفظوں میں آتھم سے کہہ دیتے کہ تو اگر میری تصدیق نہ کرے گا تو مارا مارا پھریگا اور وہ ضرور مارا مارا پھرتا جس سے دیکھنے والوں کو قیل وقال کا موقع نہ ملتا۔ کیا الہام ایسے ہوا کرتے ہیں جن میں اقسام کے حیلے اور باتیں بنانے کی ضرورت ہو اور جب ان میں کلام کیا جائے تو گالیاں دینے کو مستعد چنانچہ (انوار الاسلام حاشیہ ص ۶ میں) لکھتے ہیں:

اس کا جواب یہ ہے کہ اے بے ایمانو! نیم عیسائیو! دجال کے ہمراہیو! اسلام کے دشمنو!، کیا پیشگوئی کے دو پہلو نہیں تھے۔ پھر آتھم صاحب نے دوسرا پہلو رجوع الی الحق کے احتمال کے اپنے افعال واقوال سے آپ قوی نہیں کر دیا وہ نہیں ڈرتے رہے۔

مرزا پر آتھم کا جب غلبہ ہوا تھا اس موقع میں اگر اس کی مکافات گالیوں سے کی جاتی اور دل کھول کے آتھم کو گالیاں دیتے تو ایک مناسبت کی بات تھی مگر مرزا نے ان کو چھوڑ کر تماشہ بینوں کے پیچھے پڑ گئے اور لگے گالیاں دینے اگر چہ یہ مشہور ہے کہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے مگر عقلاء کی شان سے یہ بعید ہے اگر مغلوب کو یہ حق دیا جائے کہ تماشہ بینوں کو گالیاں دے کر اپنا دل ٹھنڈا کرے تو ایسے موقعوں میں داد دینے والا کوئی نہ ملے جو ابتدائی مقابلہ میں طرفین کا مطلوب ہوتا ہے۔

اب مرزا کی اس کاروائی کو دیکھئے کہ عقل سے انہوں نے کس قدر کام لیا۔ اول تو ایک بوڑھے شخص ضعیف القوی کو تجویز کیا اس پر ایک مدت وسیع ۱۵ مہینے کی، پھر قسمیں کھا کر وہ دھمکیاں موت کی دی گئیں کہ قوی اور تندرست آدمی بھی مارے فکر کے بیمار اور قوت واہمہ کا شکار ہو جائے پھر جب وہ دل بہلانے کی غرض سے اور اس بدگمانی سے کہ کہیں خفیہ طور پر موت کی کاروائی نہ ہو بھاگا بھاگا پھرا تو اسی کا نام رجوع الی الحقّ رکھ دیا جو الہام میں شرط بتائی گئی۔ اگر مرزا قادیانی سے بھاگنے کا نام رجوع الی الحق ہے تو پھر مرزا قادیانی اپنے سے بھاگنے والوں کو کافر اور مائلوں کو مومن کیوں فرماتے ہیں، اس لحاظ سے تو معاملہ بالعکس ہونا چاہیے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے و من یّکفر بالطّا غوت و یؤمن با للّٰہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی (بقرہ ۲۵۶)۔ غرض اس سے ظاہر ہے کہ عبارت الہامی میں یہ قصداً پیش نظر رکھا گیا تھا کہ جب خواہ مخواہ ان تدابیر سے وہ گھر چھوڑ دے گا تو اس وقت یہ شرط کام دے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بجائے اس کے کہ آسمانی الہام سے فیصلہ قطعی اور واضح ہوتا اس شرط نے معاملہ کو ایسا پیچیدہ بنا دیا کہ کامیابی کی امید ہی نہیں اور جو معنی کہ مرزا قادیانی بیان کر رہے ہیں کوئی سمجھ نہیں سکتا۔

اگر بقول مرزا قادیانی اس الہام کو آسمانی الہام فرض کریں تو اس سے بھی مرزا قادیانی کی فضیلت اور حقانیت ثابت نہیں ہو سکتی چنانچہ اس کی عبارتوں سے ظاہر ہے:

> جو فریق جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے .. ۱۵ پندرہ مہینے میں ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ (جنگ مقدس۔ص ۲۱۰)

مرزا قادیانی ہاویہ کے معنی دوزخ کے نہیں لیتے بلکہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے پریشانی ہے جس میں آتھم مبتلا ہوا۔ اگر چہ آتھم کی پریشانی اسکے سفر سے ظاہر ہوتی ہے مگر مرزا قادیانی کی پریشانی باطن بھی کم نہ تھی اس لئے کہ ان کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ اگر یہ پیشین گوئی صحیح نہ نکلے تو عمر بھر کا بنا بنایا بگڑ جاتا ہے اور ذلت کی تو انتہاء نہیں کیونکہ خود ہی اقرار ہے کہ منہ کالا کیا جائے وغیرہ اور ظاہر

ہے کہ غیور طبیعتوں کو جان سے زیادہ عزت ریزی کا خوف ہوتا ہے خصوصاً ایسے موقع میں کہ ایک طرف تمام پادری نظر لگائے ہوئے ہیں اور دوسری طرف تمام ہندوستان کے مسلمان ہمہ تن چشم و گوش ہیں کہ دیکھئے اس پیش گوئی کا کیا حشر ہوتا ہے پھر خوف صرف ذلت ہی کا نہیں بلکہ جان کا بھی خوف اسی الہام کے ایک گوشے میں دکھائی دے رہا ہے کیونکہ پھانسی کا دستاویزی اقرار خصم کے ہاتھ میں موجود ہے۔ ہر چند مرزا قادیانی اس موقع میں اپنا اطمینان بیان کریں مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ پیشگوئی کا وجود نہیں ہوا تو سرے سے اسکے الہام ہونے میں شک پڑ گیا اور بغیر الہام کے آدمی کو ایسے موقعوں میں اطمینانی حالت نصیب نہیں ہوسکتی رہا جھگڑا شرط کا سو اگر اس سے توقع کامیابی کی رکھی بھی جائے تو ایک ضعیف احتمال ہے جس پر وثوق نہیں ہوسکتا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جہاں احتمال ضرر جانی اور بے عزتی ہو تو فکر غالب ہو جایا کرتی ہے چہ جائے کہ احتمال ضرر ہی غالب ہو۔ غرض ان تمام قرائن سے عقل گواہی دیتی ہے کہ جس مدت میں آتھم پریشان رہے مرزا قادیانی بھی بمقتضائے الحرب سجال کے پریشانی باطن میں کم نہ تھے اور لفظ ہاویہ دونوں پر منطبق ہے۔

اور مرزا کہتے ہیں: اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی (انوار الاسلام۔ص ۱)

اس کا ظہور مرزا قادیانی ہی کی تحریر سے ہو گیا اور یہ فقرہ تو خاص مرزا قادیانی سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ فریق مخالف اپنے کو کامیاب سمجھ رہا ہے اور خوش ہے اور مرزا قادیانی کو گالیاں دینے کی ضرورت ہوئی جو دلیل مغلوبیت ہے یہ کوئی نئی بات نہیں عقلی معجزات کبھی الٹ بھی جاتے ہیں چنانچہ مسیلمہ کذاب کے معجزوں میں یہ بات ثابت ہے کہ اس نے کسی کی آنکھ میں آشوب دفع ہونے کی غرض سے آب دہن لگایا اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ شخص اندھا ہی ہو گیا۔ اس کے سوا اور بھی نظائر ہیں کہ عقلی معجزات کا اثر منعکس ہو جاتا ہے۔

اور مرزا صاحب فرماتے ہیں:

جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اسکی اس سے عزت ہوگی (انوار الاسلام۔ص ۱)

اگرچہ مرزا قادیانی اس وقت توحید کی جانب ہیں مگر چونکہ مقصود اس سے صرف اپنی عیسویت کا اثبات ہے اس جہت سے باطل اس پر محیط اور شامل ہو گیا جیسا کہ حضرت علیؓ نے خوارج کے استدلال کے جواب میں فرمایا تھا کلمة حقّ ارید بها الباطل پھر جب مشاہدے سے ثابت ہو گیا کہ مرزا کی کمال درجے کی ذلت ہوئی جسکا اظہار خود فرماتے ہیں تو بحسب قیاس استثنائی ان کا سچ پر ہونا بھی باطل ہو گیا کیونکہ اگر سچ پر ہوتے تو اس الہام کے مطابق عزت ہوتی ادنی تامل

سے ناظرین پر منکشف ہوگا کہ مرزا کا حق پر نہ ہونا انہیں کے الہام سے ثابت ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں:

اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سجاکھے کئے جائینگے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ (انوار الاسلام: ص ۱)

پیشین گوئی کا صدق و کذب ۱۵ مہینے گذرنے پر منحصر تھا اور مشاہدے سے ہزاروں بلکہ لاکھوں گواہیوں سے اس کا کذب ہونا ظاہر ہو گیا اس ظہور پیشینگوئی کے وقت بے شک بعض اندھے جن پر پورا حال مرزا قادیانی کا منکشف نہیں ہوا تھا اور ان کی طرف کھسکتے جا رہے تھے ضرور سجاکھے ہو گئے اور حق کی راہ چلنے اور حق کی باتیں سننے لگے کیونکہ حق پسند طبیعتوں کا خاصہ ہے کہ جب ایسی کھلی نشانی دیکھ لیتے ہیں تو حق کی جانب حرکت کرتے ہیں چنانچہ انجام آتھم صفحہ ۱۲ میں خود تحریر فرماتے ہیں: اس پیش گوئی کی وجہ سے بعض مرید برگشتہ ہو گئے۔ یعنی اندھے سجاکھے ہو گئے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں:

اگر یہ پیش گوئی جھوٹ نکلے ..تو میں ہر ایک سزا کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ (جنگ مقدس۔ص ۲۱۱)

ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ نے ایسا ہی کیا کہ پیش گوئی جھوٹ نکلی۔ عجیب خدا تعالی قدرت ہے کہ یہ الہام کس غرض سے بنایا گیا تھا اور انجام کس حسن وخوبی کے ساتھ ہوا۔

اب مرزا قادیانی کی توجیہات سنئے جو اس الہام سے متعلق ہیں۔ رسالہ الہامات مرزا مولفہ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب (ص ۱۲۔۱۳) میں اور انوار الاسلام صفحہ ۵ تا ۷ وغیرہ تحریرات مرزا قادیانی سے ان کے یہ اقوال منقول ہیں کہ:

جو آتھم نے اپنی خوف زدہ ہونے کی حالت سے بڑی صفائی سے یہ ثبوت دے دیا ہے کہ وہ ضرور ان ایام میں پیش گوئی کی عظمت سے ڈرتا رہا ایک سخت غم نے اس کو گھیر لیا وہ بھاگا پھرا اس لئے درحقیقت وہ ہاویہ میں رہا۔ مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامنگیر ہو گیا تھا اور اس کے دل پر وہ رنج وغم اور بدحواسی وارد ہوئی جس کو آگ کے عذاب سے کم نہیں کہہ سکتے۔ یہی اصل ہاویہ تھا اور وہ درد اور دکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آ گیا۔ اس کی یہ مثال ہوئی: قیامت دیدہ ام پیش از قیامت، اس پر وہ غم کے پہاڑ پڑے جو اس نے تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی

۔پس کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا۔

مرزا قادیانی کا وہ الہام تھا، تو یہ کشف ہے کہ اسکے دل کی حالت اور عمر بھر کے واقعات بیان فرمارہے ہیں جن سے اس کو سراسر انکار ہے۔اصل بات اتنی تھی کہ آتھم نے دیکھا کہ اپنی موت پر مرزا قادیانی کی کامیابی منحصر ہے، ممکن بلکہ اغلب ہے کہ مرزا کے جاں نثار مریدوں کی فوج اپنے پیرومرشد کی کامیابی کی غرض سے اس مہم کے سرکرنے میں سعی کریگی۔اس لئے بمشورہ حزم واحتیاط انہوں نے ایک جگہ کی اقامت کو اس مدت معینہ میں مناسب نہ سمجھا اور بطور تفریح (جیسے مرفہ الحال لوگوں کی عادت ہوتی ہے)، سیاحت اختیار کی۔جس کی بدولت نئے نئے شہر دیکھے، دعوتیں کھائیں، سیروشکار کئے جس سے السفر وسیلة الظفر کے معنی بھی صادق آ گئے۔مرزا قادیانی نے سفر کا نام دیکھ لیا اور شاعرانہ خیال سے صورت سقر قرار دے کر اس کو سچ مچ کا ہاویہ ہی ٹھہرایا اور یہ خیال نہیں کیا کہ امراء وسلاطین لکھوکہا روپیہ دے کر یہ دولت حاصل کرتے ہیں خصوصاً گورنمنٹ کے معززین اور پادریوں کے حق میں تو ہندوستان کا سفر گل گشت جنان سے کم نہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۰ میں مرزا خود تحریر کرتے ہیں کہ: یہ لوگ ایک قسم کی جنت اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں۔،

پھر ان کو دنیا میں ہاویہ سے کیا تعلق؟ غرض مرزا قادیانی نے جس کو ہاویہ قرار دیا تھا وہ جنت ثابت ہوتی ہے۔

مرزا قادیانی نے اس الہام میں ہاویہ کا لفظ اس واسطے تجویز کیا تھا کہ قرآن شریف میں یہ لفظ وارد ہے اور اس کے معنی دوزخ کے ہیں فامّه ھا ویه و ما ادراك ماھیه (قارعہ:۹۔۱۱) اس سے غرض یہ کہ دعوی کی شان وشوکت اور الہام کا کروفر اس سے نمایاں ہو کہ جو لفظ قرآن میں ایک سخت وعید میں استعمال کیا گیا وہی لفظ اس ہندی الہام میں ذکر فرمایا مگر افسوس ہے کہ وہ صرف لفظ ہی تھا اگرچہ ۱۵ مہینے تک بجائے خود رکھا مگر اسکے بعد کمال مایوسی سے وہ لفظ یوں بدلا گیا کہ اس سے مراد فکر وتشویش لی گئی اول تو فکر وتشویش ہی میں کلام ہے اسلئے کہ کسی کے دل کی کیفیت یقینی طور پر معلوم نہیں ہوسکتی اور اگر وہ تسلیم بھی کر لی جائے تو اس کا کیا ثبوت کہ الہام کے صدق کا اس کے دل پر اثر تھا۔قرائن سے تو ثابت ہے کہ مرزا کے مریدوں کے خوف سے اسکو سفر کی ضرورت ہوئی۔

بہرحال مرزا قادیانی نے ایک ہی شق اختیار کی کہ اس کے دل پر اپنی پیش گوئی کا اثر ہوا تھا، چنانچہ ضیاء الحق صفحہ ۱۷ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

جس شخص کا خوف ایک مذہبی پیشین گوئی سے اس حد تک پہنچ جائے .. کہ شہر شہر بھاگتا

پھرے ..تو ایسا شخص بلاشبہ یقینی یا ظنی طور پر اس مذہب کا مصدق ہو گیا جس کی تائید میں پیش گوئی کی گئی تھی اور یہی معنی رجوع الی الحقّ کے ہیں۔

یہاں یہ امر غور کے قابل ہے کہ مرزا قادیانی خود تصدیق کرتے ہیں کہ یقینی طور پر اس کا رجوع الی الحقّ کرنا ثابت ہو گیا اور الہام مرقوم الصدر کا مضمون یہ تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے تو ہاویہ میں گرایا نہ جاوے گا پھر جب الہام کے سنتے ہی اس پر خوف اور عظمت طاری ہو گئی تو الہام کے مطابق وہ ہاویہ کا مستحق نہ رہا۔مگر قادیانی کی تحریر سے ابھی معلوم ہوا کہ وہ ہاویہ میں ضرور گرایا گیا اور پر ہاویہ میں گرنے کا لفظ صادق آ گیا جسکا ماحصل یہ ہوا کہ بحسب الہام اس کا حق کی طرف رجوع کرنا ثابت ہے۔ باوجود اس کے وہ ہاویہ میں گرایا گیا جو خلاف عادت الٰہی اور خلاف شرط الہام ہے یہاں دو باتوں سے ایک بات ضرر ماننی پڑے گی کہ اگر الہام سچا ہے تو ہاویہ میں گرنا جھوٹ ہے اور اگر ہاویہ میں گرنا سچ ہے تو الہام جھوٹا ہے اور چونکہ ہاویہ میں گرائے جانے کی وہ تصدیق کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ الہام جھوٹا ہے۔ پھر اگر غیر معمولی کیفیت ان کو وجدانی طور پر معلوم ہوئی تھی جس کو انہوں نے الہام سمجھا تھا تو اس کو الہام شیطانی ضرور کہا جائے گا جس سے کل الہاموں کے دعوے ان کے جھوٹے ہو گئے اور اگر یہ الہام انہوں نے بنا لیا تھا تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے خدا تعالی پر افتراء کیا ہے اور کوئی مسلمان خدا پر افتراء نہیں کر سکتا۔

مرزا قادیانی جو رجوع الی الحق کا الزام مسٹر آتھم کے ذمہ لگا رہے ہیں اس کو وہ قبول نہیں کرتا۔اس نے صاف کہہ دیا کہ مجھ پر مرزا قادیانی کے الہام کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ مریدوں کے خوف وغیرہ کی وجہ سے سفر اختیار کرنے کی ضرورت ہوئی تھی۔مرزا قادیانی نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ وہ ضرور الہام ہی کا اثر تھا ورنہ یہی بات قسم کھا کر کہہ دی جائے۔ اس نے جواب دیا کہ ہمارے دین میں قسم کھانی جائز نہیں جیسا کہ انجیل متی میں مصرح ہے۔ مرزا فرماتے ہیں ایسے حیلے کر کے قسم نہ کھانا ہی ہماری کامیابی ہے۔،اس کے جواب میں ڈاکٹر کلارک نے کہا:

> مرزا قادیانی مسلمان نہیں ہے۔اگر مسلمان ہیں تو مجمع عام میں سور کا گوشت کھائیں۔ اگر کہیں کہ سور کا گوشت مسلمانوں پر حرام ہے اس سے اسلام کا ثبوت کیسے،تو ہم کہتے ہیں اسی طرح بالاختیار حلف اٹھانا عیسائیوں کو منع ہے۔پس آتھم پکا عیسائی ہے تو وہ اپنی عیسائیت کا ثبوت قسم سے نہیں دے سکتا جس طرح آپ اپنے اسلام کا ثبوت سور کھا کر نہیں دے سکتے۔(اشتہار ہنری کلارک مطبوعہ نیشنل پریس امرتسر)

مرزا قادیانی نے الہام میں جو شرط لگائی تھی کہ بشرطیکہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اس میں یہی پیش نظر تھا کہ جب وہ موت کی دھمکیوں سے جان بچانے کی غرض سے اپنا مستقر چھوڑ دے گا تو اسی کا نام تاثیر پیش گوئی اور رجوع الی الحق رکھا جائے گا اور جب وہ اس سے انکار کرے گا تو قسم کی فرمائش کی جائے گی اور چونکہ ان کے مذہب میں قسم درست نہیں اس لئے وہ قسم کبھی نہ کھائے گا اس وقت یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ آتھم کی قسم نہ کھانے سے ثابت ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ یہاں تک تو عقلی منصوبے چل گئے جو اعلیٰ درجہ کے عقلی معجزے تھے مگر ڈاکٹر کلارک کے عقلی معجزے نے سب کو گاؤ خرد کر دیا اور مرزا قادیانی بھی اس کے تسلیم کرنے میں مجبور ہوئے اور یہ کوئی قابل استعجاب بات نہیں عقلوں میں تفاوت ہوا ہی کرتا ہے مگر قابل توجہ یہ بات ہے کہ اگر وہ واقعی الہام ہوتا تو کیا ڈاکٹر صاحب کی رائے اس میں بھی چل سکتی تھی۔ ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مدار الہامات کا خاص علم و قدرت الٰہی پر ہوتا ہے اور ممکن نہیں کہ کسی آدمی کی رائے اس پر غالب ہو سکے اس سے ظاہر ہے کہ وہ الہام الٰہی نہ تھا۔

مرزا قادیانی جو آتھم کے خوف کا نام رجوع الی الحق رکھتے ہیں اس سے غرض یہ کہ پیشین گوئی یعنی موت کا وقوع اس کی وجہ سے نہیں ہوا۔ مگر ابھی معلوم ہوا کہ اس الہام میں جو ہاویہ میں گرنا مذکور ہے اس کا وقوع تو بحسب اقرار مرزا ہو گیا اور یہ رجوع الی الحق کچھ کام نہ آیا۔ مرزا قادیانی اس رجوع سے دوسرا کام لینا چاہتے ہیں کہ الہام کی تشریح میں جو کہا گیا تھا کہ آتھم بہ سزائے موت ہاویہ میں ڈالا جائیگا اور نیز اشتہار اتمام الحجۃ ملحقہ کرامات الصادقین میں لکھتے ہیں:

و منها ما وعدنی ربّی اذ جادلنی رجل مّن المتنصرین الّذی اسمه عبد الله آتهم .. فاذا بشرنی ربی بعد دعوتی بموته الی خمسة عشر شهراً من یوم خاتمة البحث فاستیقظت و کنت من المطمئنین

یعنی خدا نے مجھے بشارت دی کہ ۱۵ مہینے میں عبداللہ آتھم مر جائے گا۔ غرض کہ حق تعالیٰ نے جو عبداللہ آتھم کی موت کی بشارت دی وہ اس رجوع الی الحق سے ٹل گئی مگر الہام کی بشارت صاف کہہ رہی ہے کہ اس کی موت ضروری تھی۔

ہر شخص جانتا ہے کہ رجوع کے معنی لوٹ جانے کے ہیں اور رجوع الی الحق اسی وقت صادق آتی ہے کہ باطل کو چھوڑ دیا جائے چونکہ اس مباحثہ میں حق وہی فرض کیا گیا تھا جس پر مرزا قادیانی ہیں تو ضرور تھا کہ وہ مرزا قادیانی کا ہم خیال ہو جاتا جس سے رجوع کے معنی صادق آتے۔

مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اس خوف کو بھی ایک درجہ رجوع کا دینا چاہیے۔ رجوع کا اس کو ایک درجہ دینا تو آسان ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اس تمام مدت میں حق کے قبول کرنے کا ایک اثر بھی اس سے ظاہر نہ ہوا۔ بلکہ برخلاف اس کے مرزا قادیانی کو وہ دجال اور جھوٹا وغیرہ کہتا رہا جیسا کہ رسالہ الہامات مرزا سے ظاہر ہے اور یہ پوشیدہ نہیں کہ جو شخص جان بوجھ کر حق کو قبول نہ کرے اور مخالفت کرتا رہے وہ زیادہ تر سزا کا مستحق ہوتا ہے دیکھ لیجئے قرآن شریف سے ثابت ہوتا کہ کفار آنحضرت ﷺ کی نبوت کو یقینی طور پر جانتے تھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یعرفونه کما یعرفون ابناء هم (بقرہ:۱۴۶) مگر یہ معرفت باعث زیادتی عقوبت ہوئی فلمّا جاء هم ما عرفوا کفروا به فلعنۃ اللّٰه علی الکافرین۔ (بقرہ:۸۹)

الحاصل اگر آتھم نے پیش گوئی کی عظمت اور اس کے منجانب اللہ ہونے کو معلوم کر لیا تھا تو اس کی سزا زیادہ اور بہت جلد ہونی چاہیے تھی اگر مرزا قادیانی کے قابو میں آتھم آجاتے اور سزا دینے میں کوئی مانع نہ ہوتا تو کیا مرزا قادیانی باوجود ان کو دجال اور جھوٹا کہنے کے اس کو ۱۵ مہینے مہلت لینے دیتے؟ ضرور یہ فرما کر فوراً سزائے موت دیتے کہ باوجود حق کی طرف رجوع ہونے کے اور میری اور میرے الہام کی تصدیق کرنے کے مجھ کو دجال اور جھوٹا بتارہا ہے الحاصل اس موقع میں ضرور تھا کہ جس طرح رجوع الی الحق نے اس کو ہاویہ سے نہ بچایا اسی طرح سزائے موت سے بھی نہ بچاتا۔

مرزا قادیانی نے اس رجوع الی الحق کو مانع سزائے موت قرار دیا جیسا کہ (تریاق القلوب۔ص۱۱) میں لکھتے ہیں:

> آتھم کی موت کی پیش گوئی کی گئی تھی جس میں یہ شرط تھی کہ اگر آتھم ۱۵ مہینے کی میعاد میں حق کی طرف رجوع کر لیں گے تو موت سے بچ جائیں گے۔

اور انوار الاسلام صفحہ۲ وغیرہ میں ہے:

> آتھم کی موت اس لئے نہیں ہوئی کہ اس نے رجوع حق کی طرف کیا تھا۔

اور وہ رجوع الی الحق مانع دخول ہاویہ نہیں ہوئی جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ وہ ہاویہ میں ضرور گرا۔ حالانکہ اصلی ہاویہ میں داخل ہونا بعد موت ہوگا قبل نہیں ہوسکتا اور مرزا قادیانی کی تقریر سے بھی یہی ثابت ہے چنانچہ لکھتے ہیں: بسزائے موت داخل ہاویہ ہوگا،۔ کیونکہ بسزائے موت داخل موت ہونا قبل ہاویہ ممکن نہیں، پھر اس کے کیا معنی کہ رجوع الی الحق سے موت تو ٹل گئی مگر ہاویہ میں گر گیا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے نہ ولائت ہے نہ نبوت، مگر وحی اور الہام ہو

رہے ہیں اوراس کی وجہ بھی سمجھ نہیں آتی کہ رجوع الی الحق نے موت سے تو بچا لیا مگر ہاویہ سے نہ بچا سکا۔ اس رجوع کو ناقص کہیں یا کامل اس اعتبار سے کہ موت جیسی چیز کو (جسکی نسبت خدا فرماتا ہے فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ و لا یستقدمون۔ اعراف: ۳۴) روک دیا، اعلیٰ درجے کی کامل سمجھی جائے گی۔ مگر حیرت یہ ہے کہ ایسے رجوع کامل سزائے ہاویہ کو نہ روک سکی جس سے مراد سفر اور پریشانی لی گئی۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک موت سے زیادہ سفر کی وقعت ہے کیونکہ اس رجوع نے موت میں تصرف کر لیا مگر سفر میں نہ کرسکا۔

آیت موصوفہ اذا جاء اجلھم سے یہ ظاہر ہے کہ موت وقت مقررہ سے نہ آگے آسکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے اور الہام مذکور کہہ رہا ہے کہ آتھم کی موت ٹل گئی اور مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۷۔۱۳۹ میں لکھا ہے:

> اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغیر کرسکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔

اب مرزا خود ہی تصفیہ فرمائیں کہ جب خدا کی خبر کے برخلاف جس کی تنسیخ ممکن نہیں وہ الہام خبر دے رہا ہے تو اس کو کیا کہیں۔ اگر اور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور فرمائیں کہ وہ الہام شیطانی تھا۔

مرزا قادیانی جو فرماتے ہیں کہ آتھم کی موت اس لئے نہیں ہوئی کہ اس نے رجوع حق کی طرف کیا تھا اور رجوع الی الحقّ کے معنی ابھی معلوم ہوئے کہ پیشین گوئی سن کر بھاگا بھاگا پھرا، جس کی خبر مرزا قادیانی کو فوراً ہوگئی تھی اس صورت میں مرزا قادیانی کو ضرور تھا کہ یہ اعلان دیتے کہ آتھم رجوع الی الحق کر چکا ہے اب وہ ۱۵ مہینوں میں نہ مرے گا اور اس کو صاف لکھ دیتے کہ تم نے رجوع الی الحق کر لی ہے اس وجہ سے اب اس مدت میں ہرگز نہ مرو گے ہاں ہاویہ میں یعنی سفر میں رہو گے حالانکہ ابھی معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ وہ اسی مدت میں ضرور مرے گا اور اس میں کوئی تاویل نہ ہوگی۔ اب دیکھئے اگر ان کا یہ قول سچ سمجھا جائے کہ اس نے رجوع الی الحق کی ہے تو ان کا وہ قول کہ ضرور مرے گا جھوٹا ثابت ہوتا ہے اور اگر وہ قول سچ سمجھا جائے تو قطع نظر خلاف واقع ہونے کے اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۵ ماہ تک مرزا نے اس کے بھاگتے پھرنے کو رجوع الی الحق نہیں سمجھا تھا بلکہ یہی خیال کرتے رہے کہ بوڑھا تو ہے اگر مرجائے تو کامیابی ہے ورنہ اسی وقت کہہ دیا جائیگا کہ رجوع الی الحق کی وجہ سے نہیں مرا۔

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ جب اس الہام سے خدا کو مرزا قادیانی کی کامیابی مقصود تھی تو جس طرح آتھم کو رجوع الی الحق کی ہدایت کی تھی مرزا قادیانی کو یہ الہام کیوں نہیں ہو گیا کہ صاف کہہ دو کہ وہ رجوع کر چکا ہے۔ اب اس مدت میں نہ مرے گا برخلاف اس کے مرزا قادیانی سے بھی کہلواتا رہا کہ اس مدت میں وہ ضرور مر جائے گا۔ کیا ایسے الہام خدا پر افتراء نہیں؟

اصل بات یہ ہے کہ جب کسی کی مقبولیت کسی قوم میں ہو جاتی ہے تو اس کی ایسی باتوں پر نگاہ نہیں پڑتی اور ہر بات چل جاتی ہے آپ حضرات نے پولس مقدس کے حالات کتابوں میں دیکھے ہوں گے کہ کیسی کیسی خلاف باتیں انہوں نے کیں کل حرام کو حلال کر دیا قبلہ سے منحرف کیا تثلیث کو ذہنوں میں جما دیا مگر سب چل گئیں اور پھر بھی مقدس ہی رہے۔ پولس مقدس کی سحر بیانی اور تقدس کا کیا اثر ہوا جو تقریباً انیس سو سال سے آج تک رو بہ ترقی ہے یہ بات یاد رہے کہ پولس پر ایسے تقدس کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ ایسے مقدس حضرات سے زمانہ خالی نہیں رہتا۔ پولس نے تو حضرت عیسیٰؑ کو ترقی دی تھی کہ ان کو خدا بنا دیا، مرزا اپنی ترقی میں کسی کے محتاج نہیں خود ہی عیسی بنے نبوت تک ترقی کر گئے اور اب کن فیکون میں اپنے خالق کے ساتھ اپنی شرکت بتا رہے ہیں اور ہر طرف آمنا وصدقنا کے نعرے خوش اعتقادوں کے بلند ہیں اور یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا کیا کر رہے ہے۔ یہ اسی کمال تقدس کا اثر ہے جو مدتوں کی خلوت نشینی اور گوشہ گزینی سے حاصل فرمایا تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ عبارت الہام میں مذکور ہے کہ:

جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ ۱۵ ماہ میں ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ (انوار الاسلام۔ص ۱)

اس الہام میں جانبِ مقابل فریق قرار دیا گیا جو بمعنی گروہ اور جماعت ہے جیسا کہ قرآن سے واضح ہے فریق فی الجنّۃ و فریق فی السّعیر (شوریٰ:۷)

اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ کل جنتی ایک فریق اور کل دوزخی ایک فریق قرار دیئے گئے ہیں چونکہ اس الہام میں صراحتاً مذکور ہے کہ جو فریق عمداً جھوٹ کہہ کر عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ ہاویہ میں گرایا جائے گا اس لئے بمقتضائے الہام کل فریق عیسائی کا ۱۵ ماہ میں ہاویہ میں گرنا ضرور تھا۔ اس لئے کہ کوئی عیسائی ایسا نہیں جو سہواً یا خطاءً عیسی کو خدا بنایا ہو، وہ تو جو کہتے ہیں عمداً کہتے ہیں پھر جب وصف عامہ پر حکم مرتب ہو رہا ہے تو مرزا قادیانی کو کوئی حق نہیں کہ اس کلام میں جس کو کلام الٰہی بتا رہے ہیں تصرف کر کے لفظ فریق کو اس جماعت کے ساتھ خاص کریں جو مباحثے میں شریک تھی جیسا

کہ انوار الاسلام صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں کہ فریق سے مراد آتھم نہیں بلکہ وہ تمام جماعت ہے جو اس بحث میں اس کے معاون تھی ۔، مرزا نے اس الہام کے بعد یہ نہیں کہا تھا کہ خدا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ فریق سے مراد خاص جماعت ہے اور نہ اس کی تخصیص الفاظ الہام سے معلوم ہوتی ہے بلکہ اس میں عام طور پر ہے کہ جو فریق انسان کو خدا بنا رہا ہے، اس کلام کی تحریف انہوں نے اس خیال سے کی ہے کہ کہیں اس کلام سے گورنمنٹ کا ۱۵ ماہ میں ہاویہ میں گرنا نہ سمجھا جائے مگر جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ کلام، کلام الٰہی نہ تھا اس لئے کہ وہ فریق اس مدت میں ہاویہ میں نہیں گرا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی نے اپنی طرف سے کہا تھا کہ اس مدت میں کل عیسائی ہاویہ میں گرائے جائیں گے ۔ مرزا قادیانی بظاہر گورنمنٹ کے خیر خواہ اپنے کو بتاتے ہیں مگر ایسی منحوس باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف ظاہر داری ہے ۔ خیر اس سے کوئی بحث نہیں کلام اس میں تھا کہ فریق کا لفظ جو متصف صفت عامہ کیا گیا تھا وہ صحیح نہیں لیکن اس تعمیم میں یہ مصلحت پیش نظر ضرور تھی کہ اس مدت طویلہ میں کہیں تو کوئی عیسائی مرے گا، اس وقت یہ تعمیم کام دے گی اور فوراً اس الہام کے ذیل میں داخل کر لیا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پادری رابرٹ جو اس مباحثے میں شریک بھی نہ تھا جب مر گیا اور اس کے دوست کلارک کو اس کا غم ہوا تو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس عرصے میں رابرٹ ناگہاں مر گیا جس کے مرنے سے ڈاکٹر کلارک کو جو اس کا دوست تھا صدمہ پہنچا (دیکھو اشتہار الہامی)۔

اب یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ فریق سے مراد ایک جماعت ہے جس کی نسبت مرزا فرماتے ہیں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق ۱۵ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر سزا کے لئے موجود ہوں، اس کا مطلب ظاہر ہے کہ کلارک وغیرہ کل جماعت اس مدت میں مر جاتی حالانکہ اس میں سے کوئی نہیں مرا اور جو شخص مرا سو وہ ایک اجنبی شخص تھا جو مباحثے میں شریک ہی نہ تھا مگر مرزا قادیانی نے اس کی موت سے بھی اپنا کام نکالا ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آتھم رجوع الی الحق کی وجہ سے بچ گیا تھا تو یہ پوری جماعت کیونکر بچی ان کا تو رجوع الی الحق ہونا بھی ثابت نہیں ہوا۔ شائد یہاں یہ فرمائیں گے کہ ان کا مباحثہ کرنا ہی رجوع الی الحق تھا اگر رد ہی کرنے کے لئے کیوں نہ ہو۔ آخر حق کی طرف رجوع تو متحقق ہوا۔ اس کو بھی رجوع کا ایک درجہ دینا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ توجیہ بھی چل جائے گی جیسے آتھم کے رجوع الی الحق کی توجیہ چل گئی تھی مگر اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کس قدر رکیک ہوگی ۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ کلارک کے مقابلے میں مرزا قادیانی نے عین عدالت میں اقرار کیا کہ

فریق سے مراد اس الہام میں صرف آتھم تھا ڈاکٹر کلارک وغیرہ کو اس پیش گوئی سے کوئی تعلق نہیں۔ گویا سر عدالت یہ اقرار فرماتے ہیں کہ رابرٹ کی موت کے صدمے کی نسبت جو کہا گیا تھا وہ غلط تھا۔ دیکھئے فریق کی ابتداء کہاں سے ہوئی اور ہٹتے ہٹتے کہاں تک نوبت آ پہنچی۔ دیکھئے اس الہام کا سلسلہ کس قدر طویل ہے کہ احاطہ بحث میں آ نہیں سکتا پوری بحث اس کی مولوی ابوالوفا ثناء اللہ نے الہامات مرزا میں لکھی ہے جو قابل دید ہے۔...

عصائے موسیٰ صفحہ ۴۵ میں منشی الٰہی بخش صاحب نے لکھا ہے:

بظاہر تو از روئے قانون قدرت و مشاہدہ واقعات اس کا میعاد مقررہ مرزا قادیانی کے اندر مرجانا عجائبات سے نہ تھا بلکہ بلحاظ کبر سنی وضعف ونقص اوران سب سے بڑھ کر مرزا قادیانی کی دھمکی موت سے خوف زدہ ہونے کی حالت میں بہت ہی اغلب تھا۔

اور لکھا ہے کہ اس عرصہ میں وبا کے بھی کئی دورے ہوئے باوجود ان تمام اسباب کے مسٹر آتھم اس مدت میں تو نہیں مرے۔ ہاں اسکے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے اگر لا یستا خرون ساعۃ سے قطع نظر کیا جائے تو یہ بعد کی زندگی گویا اس الہام میں رخنہ اندازی کے لئے تھی اور یہ تو یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی کے الہامات کو وقعت دینا منظور الٰہی ہوتا تو بجائے ۱۵ ماہ کے زیادہ مدت ان کی زبان سے کہلوا دیتا۔ اسی طرح جب مرزا قادیانی نے پیش گوئی کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا تو اہل قادیان سمجھ گئے کہ اب طاعون کا آنا ضرور ہو گیا اور اسی وقت سے ان کو خوف پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہو کہ طاعون سے قادیان کو سخت صدمہ پہنچا۔

لیکھ رام کے متعلق پیش گوئی

جس طرح آتھم کی موت کی ایک وسیع مدت مقرر کی گئی تھی اس سے زیادہ لیکھ رام کی موت کے الہام میں مقرر کی گئی سراج منیر میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ، لیکھ رام کی نسبت یہ الہام ہوا کہ عجل جسد لہ خوار لہ نصب و عذاب اور اسکے بعد خدائے کریم نے یہ ظاہر کیا.. یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا کیا جائے گا اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصے میں آج تک تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت الٰہی رکھتا ہو..تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے میں تیار ہوں۔

اور یہ بھی الہام اس کی نسبت ہوا فبشّرنی ربّی بموته فی ست سنة (اشتہار اتمام الحجة)۔

چنانچہ وہ چھری سے مارا گیا۔ مرزا قادیانی نے ایک طولانی چھ سال کی مدت جو اس کی موت کیلئے مقرر کی تھی احتیاطاً تھی۔ ورنہ قرائن تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اتنی مدت اسکے لئے درکار نہیں۔ کیونکہ اس نے آنحضرت ﷺ کی شان میں سخت بے ادبیاں اور گستاخیاں کی ہیں جس کی وجہ سے تقریباً چھ کروڑ صرف ہند کے مسلمانوں کا ایسا دل دکھایا کہ جس سے ان کو اپنی زندگی ناگوار ہوگئی اور اس کے جانی دشمن ہوگئے۔ کیا ممکن تھا کہ اتنی اسلامی فوج سے وہ بچ سکتا۔ کیا قیاس سے یہ دور ہے کہ ایک جماعت اس کو سزا دینے کی طرف متوجہ ہوئی ہو اور مرزا قادیانی بھی اس سے واقف ہوں۔ اہل فراست سمجھ سکتے ہیں کہ ان کا شعر جو اس پیشگوئی کے بعد اور اسکی موت سے پہلے لکھا ہے کیا کہہ رہا ہے و بشرنی ربّی و قال مبشراً ستعرف یوم العید و العید اقرب۔ (کرامات الصادقین۔ ص۵۴) غرض قطع نظر اس کے وہی قرینہ مذکورہ ایسا قوی اور قطعی ہے کہ ہر شخص اس پیشگوئی پر جرأت کرسکتا تھا ایسی کھلی بات کے لئے الہام کی ضرورت نہیں اس قسم کی باتوں کا الہام ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ تم کبھی نہ کبھی مر جاؤ گے۔..

مرزا قادیانی نے لیکھ رام کی نسبت جو خارق العادات اور ہیبت ناک موت کی پیش گوئی کی اس کا منشاء یہی ہے کہ جب انہوں نے قرائن سے سمجھ لیا کہ وہ مارا جائیگا تو اسی کا نام ہیبت ناک اور خارق عادت موت رکھ دیا حالانکہ اس قسم کی صدہا موتیں ہوا کرتی ہیں۔ مرزا کو پہلے الہام کے وقوع کا یقین نہ تھا اور کیونکر ہوسکتا۔ آئندہ کے منصوبے کبھی بگڑ بھی جاتے ہیں اس لئے احتیاطاً دوسرا الہام ہوگیا اس غرض سے کہ اگر خارق عادت وہ موت نہ ہو یا نہ سمجھی جائے تو دوسرا الہام کام آئے۔

پہلا الہام تو اس وجہ سے الہام نہیں سمجھا گیا کہ خارق عادت موت نہ ہوئی مگر دوسرا الہام بھی ربانی نہیں ہوسکتا۔ اسلئے کہ اس کی عبارت میں ست سنه ہے حالانکہ صحیح عبارت ست سنین ہے اور ممکن نہیں کہ خدا کے کلام میں غلطی ہو۔ ضرورۃ الامام صفحہ ۲۵ میں مرزا لکھتے ہیں:

> قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت وفصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی جو عبارت لکھیں گے وہ نہایت فصیح و بلیغ ہوگی اور الہام والی عبارت غلط ہوسکتی ہے؟ اب اگر وہ الہام ہے یعنی خدا کی کہی ہوئی عبارت ہے تو یہ سمجھا جائے گا

کہ مرزا قادیانی کو خدا سے زیادہ فصیح اور بلیغ ہونے کا دعوی ہے اور اگر الہام نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی خود عبارت بنا کر اس کو الہام قرار دیتے ہیں جو نہایت بدنما کاروائی ہے۔ اور اس سے مخالفین کو ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مرزا قادیانی کی اصلی حالت معلوم ہوگئی گو وہ فاضل اور ذہین ہیں مگر فن ادب میں مشاق نہیں۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسالہ اعجاز المسیح کو مشتہر کر کے جو وہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ اپنی تصنیف ہے، اب اس کی کوئی تصدیق نہ کر سکے گا اس لئے کہ ایسی پر تکلف اور مسجع عبارت جو اس قابل ہو کہ بطور اعجاز پیش کی جائے ست سنہ لکھنے والا شخص ہرگز نہیں لکھ سکتا۔ کسی عالم نے ان کو لکھ دیا ہے اور اس زمانے میں یہ کوئی بڑی بات نہیں دیکھ لیجئے کہ روپے کے لالچ سے کئی ایک مولوی پادری بن گئے جن کے نام مشہور ہیں وہ صاف کہتے ہیں الدنیا زور لا یصل الا با لزور

محمدی بیگم والی پیش گوئی

مرزا قادیانی کی ایک پیش گوئی یہ بھی ہے جس کو اشتہار میں شائع کیا تھا:

خدا تعالی قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کے لئے سلسلہ جنبانی کرو اور انکو کہہ دے کہ .. یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت ہے ..اور اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا ..اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے مقرر کر رکھا ہے .. کہ اس لڑکی کو انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ا ص ۱۵۷۔۱۵۸)

مرزا قادیانی نے اس نکاح کی بابت بڑا ہی زور لگایا اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ خدا کی طرف سے پیام پہنچا دیا کہ اگر نکاح نہ کر دے گا تو چناں ہوگا اور چنیں ہوگا۔ مگر اس بزرگ نے ایک نہ مانی۔ اس کے بعد مرزا احمد بیگ کے نام خط لکھا:

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ ...آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے...۔ مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو مجھے خدا تعالی قادر مطلق کی قسم ہے کہ

میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا۔ ..اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالی کی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اسلئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں ...اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشگوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے ..ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو.. میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کیلئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ ..آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کیلئے معاون بنیں تاکہ خدا تعالی کی برکتیں آپ پر نازل ہوں.. اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔
خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

مرزا قادیانی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا نے آسمان پر ان کو کہہ دیا ہے کہ نکاح تمہارے ہی ساتھ ہوگا اور اس کی سلسلہ جنبانی کرو۔ معلوم نہیں باوجود اس کے کیوں اتنی عاجزی اور خوش آمد کر رہے ہیں اور پادریوں کا کیوں خوف لگا ہوا ہے کہ ان کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ اب ان کی پریشانی کا حال اور سنیئے ۔ اپنے سمدھی مرزا علی شیر بیگ کے نام یہ خط لکھا:

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے اب میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ ..عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں، ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں..اگر آپ

کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھتا کیا میں چوہڑا یا چمار تھا جو مجھ کولڑکی دینا عار یا ننگ تھی ۔.. میں نے خط لکھے کہ پورانہ (پرانا) رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالی سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے ۔ کہیں یہ شخص مرتا بھی نہیں ..آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کولڑائی کر کے روک دیوے۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتہ ناطے توڑ دونگا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔..راقم خاکسار غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

البتہ مرزا قادیانی کی اس بے کسی کی حالت میں ان کے سمدھی کو ضروری تھا کہ ان کی عاجزی پر رحم کھا کر ان کو سنبھال لیتے مگر معلوم نہیں ک انہوں قصداً سختی اختیار کی یا یہ سمجھ لیا تھا کہ جب خدا نے خبر دی ہے کہ مرزا قادیانی کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ ہوگا تو مداخلت کی ضرورت ہی کیا ضرور ہو کر رہے گا۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی اس اظہار بے کسی اور عاجزی کے ساتھ اگر اتنا فرما دیتے کہ الہام کا ذکر برائے نام صرف دھمکی کے لئے تھا اب میں اس سے توبہ کرتا ہوں تو ضرور مرزا قادیانی کے صدق کا اثر ان کے دل پر پڑتا اور رحم آجاتا اور تعجب نہیں کہ طرف ثانی بھی اس خیال سے کہ ایک بڑا شخص توبہ کر رہا ہے اگر خدا کے واسطے نہیں تو اپنی تعلّی ہی کے واسطے ضرور قبول کر لیتے بہر حال مرزا قادیانی کا مقصود تو حاصل ہو جاتا۔

مرزا قادیانی لڑکی کے قرابت داروں کی شکایت کرتے ہیں کہ وہ خدا اور رسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اگر غور سے دیکھا جائے تو انہوں نے صرف خدا اور رسول ہی کی رضا مندی اور دین کے واسطے یہ کام کیا۔ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ناحق کہہ دیا کہ مجھے اللہ نے فرمایا کہ تمہارے نکاح میں وہ لڑکی آئے گی، تم سلسلہ جنبانی کرو۔ اس فقرے نے ان کو اس طرف توجہ دلائی کہ گورنمنٹ یا حکام کو جب کوئی بات منظور

ہوتی ہے تو اس کے آثار ہی کچھ اور ہوتے ہیں کہ وہ کام بغیر پورا ہوئے رہ نہیں سکتا۔ چہ جائے کہ خالق عالم چاہے اور کسی کے دل پر اس کا کچھ اثر نہ ہو اور اثر ہو تو ایسا کہ وہ کام کبھی نہ بننے پائے۔ اگر خدا تعالی کو مرزا قادیانی کا نکاح منظور ہوتا تو گھر بیٹھے مخالفین آ کر اپنی طرف سے پیام کرتے دوسروں پر اثر ہونا تو درکنار خود مرزا قادیانی کے دل پر اس الہام کا کوئی اثر نہیں۔ عیسائی ہندو اور دشمنوں کی طرف سے ان کو اپنی ذلت وخواری اور روسیاہی کا کچھ ایسا تصور جما ہے کہ الہام تو کیا خدا بھی یاد نہیں آتا قسمیں کھا کھا کر ایک ایک سے لجاجت اور عاجزی کر رہے ہیں کہ اس وقت کو سنبھال لو۔ اب ارباب دانش اپنے وجدان سے کام لیں کہ مرزا قادیانی جو لکھتے ہین کہ خدا تعالی بے پردہ ہو کر اس صفائی سے ایسے مکالمے کرتا ہے کہ دوسروں پر حجت قائم ہو سکے۔ کیا یہ بات صحیح ہو سکتی ہے کہ اگر اسی طرح ان کو الہام ہوا کرتے ہیں اور خود خدا سے سننے پر بھی ان کو اس قدر تردد رہا کرتا ہے تو پھر قرآن پر ان کو کیا ایمان اور تصدیق ہو گی؟ کیونکہ وہ تو صرف خبر ہے کچھ خدا سے انہوں نے سنا ہی نہیں اور اگر سنتے بھی تو کیا ہوتا وہی تردد رہتا جو اس الہام میں ہے۔ غرض ان قرائن سے ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ یہ الہام خدا تعالی پر تہمت ہے اور خدا پر تہمت کرنے والے کی تائید اور جھوٹے نبی کی مدد باعث عذاب الہی ہے اس لئے انہوں نے صرف دین داری کے لحاظ سے بغض للہی پر عمل کیا ورنہ دنیا داری کے لحاظ سے اس سے بہتر کوئی پیام نہ تھا کیونکہ لاکھوں روپئے کی جائداد اور آمدنی کس کو نصیب ہو سکتی ہے ان لوگوں پر ہزار آفرین ہے کہ اپنے خیال کے مطابق انہوں نے دنیا کے لحاظ سے دین کو برباد نہیں کیا۔ اس موقع میں ان کے دین کی شکایت بالکل بے موقع ہے۔

مرزا قادیانی نے سمدھی کی تحریر پر کفایت نہ کر کے سمدن صاحبہ کے نام بھی یہ خط لکھا:

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالی کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دونگا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اسلئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔...اور اگر ایسا نہیں ہو گا تو آج میں نے مولوی نوردین اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ

تو فضل احمد، عزت بی بی کے لئے طلاقنامہ لکھ کر بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے۔.. طلاق نامہ.. کا مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ، محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں ...اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دونگا۔ اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا.. مجھے قسم ہے اللہ تعالی کی کہ میں ایسا ہی کرونگا۔ اور خدا میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہیگا۔ راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

بیچاری سمدھن صاحبہ کی مصیبت کا حال بیان سے خارج ہے اگر مرزا قادیانی کی سفارش کرتی ہیں تو غضب الہی کا خوف ہے جس کا حال ابھی معلوم ہوا اور اگر نہیں کرتیں تو بیٹی بیوہ ہوئے جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عورتوں پر لڑکیوں کے بے شوہر ہونے کا کس قدر غم ہوتا ہے مگر سبحان اللہ کیسی ایماندار با خدا اور مستقل مزاج بی بی ہیں کہ خوف الہی کے مقابلے میں اپنی لڑکی کی بیوگی کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور صاف کہہ دیا کہ بے شک فضل احمد طلاق دے دے ہم راضی ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مرزا قادیانی نے مرزا احمد بیگ کے خط میں لکھا ہے کہ رشتہ مت توڑو خدا سے خوف کرو، حالانکہ مرزا قادیانی کے ساتھ ان کا کوئی ایسا رشتہ نہ تھا چنانچہ مرزا قادیانی کی اس تحریر سے مستفاد ہے، کیا میں چوہڑا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار تھا، اگر کوئی قرابت ہوتی تو یہ مقام اس کی تصریح کا تھا کہ، باوجود یہ کہ میں تمہارا بھانجا بھتیجا ہوں پھر کیوں دریغ کیا جاتا ہے اور کوئی رشتہ نہ ہونے کی تصریح خود اسی خط میں موجود ہے کہ مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ نے صاف کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص (قادیانی) کیا بلا ہے۔ یہ شخص مرتا بھی نہیں۔ غرض کہ ایک فرضی رشتے کو توڑنے پر تو فرماتے ہیں کہ خدا سے خوف کرو اور اپنے فرزند کو صاف فرماتے ہیں کہ اپنی زوجہ کو طلاق مغلظہ دے دو۔ حالانکہ نفس طلاق کا ابغض الاشیاء ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ اس پر طلاق مغلظہ بدعی جس کی قباحت احادیث صحاح میں مذکور ہے۔

حیرت ہے کہ مرزا نے اتنا بھی خیال نہ فرمایا کہ اس بیچاری بہو کا کیا قصور تھا اگر باوجود باپ کی موجودگی کے پھوپھی کو ولایت ہوتی تو یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ اقتداری کام میں قصور کیا گیا، مگر جب بھی ماں کے قصور کی سزا بیٹی کو دینا اور خوش دامن کا غصہ داماد پر نکال کر اس کو محروم الارث

کر دینا نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً۔ اللہ فرماتا ہے ولا تزور وازرة وزر اخری (زمر: ۷)
مرزا قادیانی نے اس فرضی قرابت کو توڑنے پر تو خوف الٰہی یاد دلایا، اور خود کتنے واقعی رشتے توڑ رہے ہیں؛ زوجیت، مصاہرت، ابنیت، اور نام کو بھی خوف الٰہی نہیں۔ حالانکہ نسبی رشتہ کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا۔ کیا زبان سے کہہ دینے سے ابنیت باطل ہو جائے گی۔ اگر ایسا ہی زبان سے کہہ دینا مفید ہوتا تو متبنّیٰ کو حصل دلایا جاتا حالانکہ حق تعالیٰ صاف فرماتا ہے: و ما جعل ادعیاء کم ابناء کم ذلک قولکم بافواھکم

عصائے موسیٰ صفحہ ۲۳۱۔۲۳۲ میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی اہلیہ ثانیہ کی خاطر شرعی وارثوں کو محروم الارث کرنے کے لئے جائداد کو اس کے پاس رہن کر دیا..اور ایسا ہی پہلی اولاد پسروں کو بلا دلیل شرعی عاق کر دیا بی بی کی خاطر اور نفسانی خواہش سے قرآن کی مخالفت کرنا خدا پرستی سے کس قدر دور ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے للرّجال نصیب ممّا ترك الوالدان (نساء: ۷) یعنی ماں باپ کے ترکے میں لڑکوں کا ایک حصہ ہے، اور مرزا قادیانی فرماتے ہیں میرا لڑکا میراث سے ایک پیسہ اور ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ اس پیرانہ سری میں مرزا جی کو یہ کیونکر گوارا ہوا کہ اگر اپنی دلہن نہ آئے تو اپنا لڑکا بھی ہر قسم کے عیش وعشرت سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا جائے۔ بی بی سے دائمی مفارقت ہو۔ ماں باپ اور اولاد میں تفرقہ عظیم پڑے کھانے کو ایک دانہ نہ ملے خانہ بربادی ہو۔ کیا اولیاء اللہ قوائے شہوانیہ اور غضبانیہ کے ایسے مطیع ہوا کرتے ہیں۔ پھر اپنی بہو کی طرف سے ان کی والدہ کو خط لکھوایا:

> اگر تم اپنے بھائی، میرے ماموں کو، سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو۔ اگر نہیں تو پھر طلاق ہو گی اور ہزار طرح کی رسوائی ہو گی۔

اس خط پر مرزا قادیانی نے یہ نوٹ رقم فرمایا:

> اگر نکاح رک نہیں سکتا، پھر بلا توقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دو تاکہ اس کو لے جائے۔

غرض کہ اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ تدبیریں کی گئیں۔ احتمال مطلب براری پر خود مرزا نے متعدد خطوط لکھے، اوروں سے لکھوائے، خوش آمدیں کیں، مسجدوں میں دعائیں کرائیں، خدا کی طرف سے اپنا ذاتی سنا ہوا پیام پہنچایا کہ اس لڑکی کا نکاح اپنے ہی سے ہوگا، اور اگر نہ ہوگا تو خاندان تباہ ہو جائے گا، اور یہاں تک عاجزی کی کہ اگر یہ نکاح نہ ہو تو میں ذلیل ہوں گا۔ میرا منہ

کالا ہوگا۔ عیسائی ہنسیں گے ہندو خوش ہوں گے۔ اور یہ بھی دھمکی دی کہ اللہ و رسول کے دین کی ذلت ہوگی وغیرذالک۔ مگر کوئی تدبیر مفید نہ ہوئی اور آخر اس لڑکی کا نکاح مرزا سلطان محمد بیگ کے ساتھ ہو ہی گیا جس کو تیرہ چودہ سال کا عرصہ ہوتا ہے اور وہ اب تک صحیح وسالم موجود ہے چنانچہ الہامات مرزا صفحہ ۵۷۔۵۸ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے کہ:

وہ مرزا قادیانی کے سینے پر مونگ دلتا ہوا زندہ ہے اور اسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے، ذات شریف پر تبری اور صلوتیں سناتا ہے۔،

اس کاروائی میں مریدوں پر عجیب مصیبت ہوگی پیر کی نسبت تو یہ خیال کر ہی نہیں سکتے کہ بشارت الٰہی اور سلسلہ جنبانی کی خبر خدا تعالی طرف سے جھوٹ دی تھی۔ مرزا قادیانی تو اس جھوٹ سے بری ہو گئے مگر اس کے ساتھ ہی خدا تعالی کی طرف ذہن منتقل ہوا ہوگا کہ اس کے کیا معنی بھی بشارت بھی دی گئی اور طرف ثانی پر حکم بھی بھیج دیا اور اعلان شائع کرنے کی اجازت بھی ہوگئی جس سے تمام عیسائی ہندو مسلمان ہمہ تن گوش ہو گئے کہ اب مبارک باد کے نعرے قادیان میں بلند ہوتے ہیں۔ مگر وہاں کیا تھا صدائے برنخواست کا مضمون صادق آ گیا اور طرفہ یہ کہ صرف سعی سے بڑے بڑے کام نکل آتے ہیں یہاں سعی بلیغ سے بھی کچھ کام نہ نکلا اور وہ بشارت اور حکم بے کار گیا۔ عجیب گومگو کی بات ہے خدا اگر بشارت اور حکم نہ دیتا تو مرزا قادیانی کو اتنی پریشانی اٹھانی نہ پڑتی اور نہ اس قدر رسوائی ہوتی۔ اعلی درجہ کے مرید تو آخر کچھ بات ہی لیتے ہونگے مگر ضعیف الایمان لوگوں کی تو مٹی خراب ہوگئی معلوم نہیں کہ خدا تعالی کے اخبار میں کیسی کیسی بدگمانیوں کا موقع ان کو مل گیا ہو گا اور قرآن سے ایمان کس طرح ہٹ گیا ہوگا۔

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

مرزا سلطان محمد الہامی مدت میں اس وجہ سے نہیں مرا کہ اور پیش گوئی کے بعض الہامات جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے ان میں یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی ..اور اس واقعے میں بھی ایسا ہی ہوا کہ خوف اور توبہ اور نماز اور روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے کلیجے کانپ اٹھے پس ضرور تھا کہ درجے کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا سو وہ لوگ احمق کاذب ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجودہ کے موافق پوری ہوگئی اور دوسرے پہلو کا انتظار ہے۔ (سراج منیر۔ص ۳۳ حاشیہ)

مرزا سلطان محمد بیگ کی موت کے انتظار میں بجائے ڈھائی سال، چودہ پندرہ سال تو گذر گئے۔ اب اگر انتظار ہے تو صرف موت کا ہے جیسے مرزا قادیانی کو اپنی موت کا بھی انتظار ہوگا مگراس میں پیش گوئی کے کسی پہلو کو دخل نہیں ہے یہاں کلام اس میں ہے کہ بدیہی طور پر یہ پیش گوئی پوری کیوں کر ہوگئی۔ اس پیش گوئی میں تو مرزا قادیانی نے شرط نہیں لگائی تھی کہ سلطان محمد بیگ توبہ کریں گے تو میعادی موت ٹل جائے گی البتہ آتھم کی موت میں یہ شرط تھی مگر یہ دونوں واقعے مستقل اور علیحدہ ہیں جن میں کوئی تعلق نہیں۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں جو پہلے الہامات میں شائع ہو چکا ہے وہی کافی ہے یعنی آتھم والی شرط یہاں بھی معتبر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو پیش گوئی کسی کی موت پر مرزا قادیانی کرتے ہیں اگر وہ مدت مقررہ پر نہ مرے تو یہ سمجھا جائے کہ اسنے توبہ کر لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی ایسی پیش گوئیوں پر جرأت کیا کرتے ہیں سنا جاتا تھا کہ کسی نجومی نے اعلان دیا تھا کہ میں اپنی زوجہ کی تائید سے جو پیش گوئی کرتا ہوں وہ کبھی جھوٹ نہیں نکلتی۔ اس کا سر (بھید) یہ تھا کہ مرد جو کہتا اس کے خلاف عورت کہتی۔ مثلاً اگر مرد کہتا کہ آج پانی برسے گا تو عورت کہتی نہیں برسے گا۔ غرض ایک کا قول ضرور صحیح نکلتا۔ مرزا قادیانی نے ایسی تدبیر نکالی کہ کسی دوسرے کی تائید کی بھی ضرورت نہ رہی۔ مدت کتنی گذر جائے کہہ دیا جائے گا کہ توبہ کی وجہ سے وہ مدت ٹل گئی۔ ..ان کی جرأت اور ڈھٹائی لطف کے قابل ہے کہ جس پیش گوئی کی نسبت خود فرماتے ہیں:

> کہ دس لاکھ آدمی سے زیادہ ہوگا جو اس پیش گوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ہزاروں پادری منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو ہزارہا مسلمان مساجد میں نماز کے بعد بصدق دل دعا کرتے ہیں۔،

ایسی عظیم الشان پیش گوئی کی مدت معینہ گذر جانے کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ بدیہی طور پر پوری ہوگئی اسلئے کہ آتھم کے جیسا انہوں نے بھی توبہ کر لی۔ اس لئے نہ مرے۔ دس لاکھ آدمیوں کے مقابلے میں ایسی بات کہنی معمولی غیرت وحیا والے کا کام نہیں۔ کاش مرزا قادیانی الہام کے وقت ملہم سے پوچھ لیتے کہ حضرت اگر آتھم والے الہام کے بعد جیسی رسوائی ہوئی اور بجائے اس کے تصدیق کرنے والوں میں ترقی ہو بہت سے مرید مرتد ہوگئے اگر اس پیش گوئی میں بھی وہی بات ہے تو میں اس الہام سے معافی چاہتا ہوں کسی میرے دشمن پر یہ الہام فرمایا جائے تاکہ اس کی رسوائی دیکھ کر میں خوش ہوں۔

یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ڈھائی سال کی مدت پیش گوئی میں کس لحاظ سے رکھی گئی۔ اگر واقع میں ان کی عمر اتنی ہی باقی تھی جس کو کشف سے مرزا صاحب نے معلوم کیا تھا تو یقیناً کشف کی غلطی ثابت ہوگئی اور توبہ اس میں کچھ مفید نہیں اس لئے کہ حق تعالی فرماتا ہے اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃً وّ لا یستقدمون (اعراف: ۳۴)۔ اور اگر مرزا قادیانی نے اپنی طرف سے مقرر کی تھی تا کہ معلوم ہو کہ لوگوں کی موت وحیات میں ان کو دخل ہے تو ڈھائی سال کی کیا ضرورت تھی۔ کہہ دیتے کہ ادھر نکاح ہوا اور ادھر دولہا مر گیا۔ اور اگر خدا نے خبر دی تھی تو ان کے خدا کی بے علمی ثابت ہوتی ہے جب معجزہ اپنے نبی کا دکھانا منظور تھا تو مفصل خبر دیتا کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو ڈھائی سال میں مریگا اور کرلے تو دس سال یا بیس سال میں۔ افسوس ہے مرزا قادیانی اپنے ساتھ اپنے خدا کو بھی بدنام کر رہے ہیں۔

خاص طور پر غور کرنے کا یہاں یہ مقام ہے کہ مرزا قادیانی نے جو کھلے الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ ہمیں خدا کی قسم ہے کہ میں اس بات میں سچا ہوں کہ خدا نے مجھ سے فرمایا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر سے میرا نکاح ہوگا اور اگر دوسرے کے ساتھ نکاح ہو تو ڈھائی سال تک شوہر اور تین سال تک اس کا والد فوت ہو جائے گا۔ پھر نہ مرزا قادیانی سے اس لڑکی کا نکاح ہوا نہ اس مدت معینہ میں دونوں کا انتقال ہوا۔ اب اس سے کیا سمجھا جائے۔ کیا فی الحقیقت خدا نے ان کو یہ خبریں دی ہوں گی یا وہ مرزا قادیانی کی تراشی ہوئی ہیں جب ہم خدا کی شان پر اور مرزا کی کاروائیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو بمقابلہ اس کے کہ خدا تعالی پر جھوٹ اور بے علمی اور عجز کا الزام لگایا جائے مرزا قادیانی کی جانب صرف جھوٹ کا الزام لگانے میں کوئی حرج نہیں دیکھتے، خصوصاً اس وجہ سے کہ انہوں نے عقلی معجزات کی ایک نئی مد قائم کی ہے۔ اس سے یہ امر بھی مبرہن ہوگیا کہ مرزا قادیانی نے عقلی معجزات میں جھوٹ سے بھی مدد لی ہے اور صرف جھوٹ ہی ہوتی تو مضائقہ نہ تھا غضب یہ ہے کہ جھوٹ کو قسم سے موکد بھی کرتے ہیں جس سے سیدھے سادھے مسلمان دھوکہ کھا کر یقین کرلیں کہ وہ خبر بالکل صحیح ہے جب تک مدت مذکورہ منقضی نہیں ہوئی تھی ہر شخص کا خیال تھا کہ جب ایسے معزز شخص جو ظاہراً مقدس بھی ہیں قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا نے وہ مدت ٹھہرائی ہے تو ممکن بلکہ ضرور ہے کہ ایسا ہی ہوگا اور کسی کو مجال نہ تھی کہ چون و چرا کرے کیونکہ خدا کے معاملے میں کون دخل دے سکتا ہے۔ یہاں تک کہ ہندو، پادری وغیرہ ساکت بلکہ اس فکر میں تھے کہ یہ پیش گوئی پوری ہو جائے تو اس کا کیا جواب ہوگا۔ غرض ہزاروں آدمی تین سال سخت فکر میں حیران و پریشان رہے اور مرزا قادیانی اس

مدت میں خوش تھے کہ تین برس تک تو عیسویت بغیر کھٹکے چل جائیگی اس کے بعد اگر زندگی باقی رہے تو کوئی بات بنالی جائے گی اور بے وقوفوں کو دھوکہ دینا کون سی بڑی بات ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا کہ مدت گذرتے ہی فرمادیا کہ بھائیو! ان لوگوں نے توبہ کرلی ہے اسلئے بچ گئے۔ خوش اعتقادوں نے یہ سن کر پھر دھوکہ کھاے اور کسی نے اس کو نہ سمجھا۔ ورنہ دریافت کرلیتے کہ حضرت، خدا نے آپ کے ذریعہ سے حکم بھیجا تھا کہ اگر وہ آپکے ساتھ نکاح نہ کردیں تو تین سال میں ان کو سزائے موت ہو گی اور انہوں نے تین سال تک خدا کے حکم کو نہ مانا، یہاں تک کہ مدت بھی گذرگئی اور اس کے بعد بھی اسی نافرمانی میں اڑے ہوئے ہیں کہ مرزا قادیانی کے خدا کی بات تو ہرگز نہ مانیں گے۔ پھر انہوں نے توبہ ہی کیا کی۔ اگر توبہ کرتے تو نکاح سابق کو فسخ کرکے اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہوتے اور آپ کے ساتھ نکاح کردیتے۔

جس طرح مرزا قادیانی نے اس موقع میں قسم کھائی، حضرت عیسیٰؑ کی موت کے باب میں بھی لکھا ہے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے یہ کہہ دیا ہے کہ عیسیٰؑ مرگئے۔

اس قسم کے معاملات میں مرزا قادیانی کی قسموں کا حال پورے طور پر نہ کھلتا تھا مگر خدا کی قدرت سے ایک معاملہ ایسا درپیش ہوگیا کہ بہ مجبوری ان کو ایسے امر میں قسم کھانے کی ضرورت ہوئی جس سے تمام قسموں کی حقیقت کھل جائے سوچا تو یہ تھا کہ یہ قسم کچھ کام کرجائیگی اور لوگ اس کا اعتبار کرکے نکاح کردیں گے مگر معاملہ ہی دگرگوں ہوگیا کہ وہی قسم وبال جان ہوگئی اور کل قسموں کا حال اس نے کھول دیا۔

ہر دین میں قسم ایک بھاری چیز سمجھی جاتی ہے کہ کوئی جاہل بھی جھوٹی قسم کھانے پر جرأت نہیں کرتا اور اس کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہے اور ہمارے دین میں تو اس پر سخت وعیدیں وارد ہیں مگر مرزا قادیانی نے ان کی کچھ پرواہ نہ کی اب اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ جب مرزا قادیانی کی قسموں کا یہ چال ہو تو ان کے تمام دعووں کا کیا حال ہوگا۔

> عن عمران بن حصین قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من حلف علی یمین مصبورۃ کاذباً فلیتبوأ بوجھہ مقعدہ من النار۔ (ابو داؤد باب التغلیظ فی الیمین الفاجرۃ) یعنی نبی ﷺ نے فرمایا جو جھوٹی قسم کھائے تو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

باوجود یہ کہ مرزا قادیانی نبوت کا دعوی کرتے ہیں مگر قوائے نفسانیہ کی اصلاح ان کے

اب تک نہ ہوئی۔ دیکھئے اپنے نکاح کے واسطے کتنے لوگوں سے قطع رحمی انہوں نے کی حالانکہ اس باب میں یہ حدیثیں وارد ہیں:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الرحم سجنة من الرحمن فقال اللّٰہ من وصلک و صلته و من قطعک قطعته۔ متفق علیه کذا فی المشکوۃ۔ و عن جبیر ابن مطعم قال قال رسول اللہ لا ید خل الجنة قا طع رحم۔ متفق علیه۔ کذا فی المشکوۃ با ب البر و الصلة ۔یعنی جوشخص قطع رحمی کرے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور خدا سے تعلقات اس کے قطع ہو جائیں گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اگر مرزا قادیانی کو کوئی تعلق حق تعالی سے تھا بھی تو اس کاروائی سے منقطع ہوگیا اور یہ حدیث بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ نبوت تو کیا ان کی ولایت بھی نہیں بلکہ وہ جنت سے روک دیئے گئے۔

مرزا قادیانی نے غصے سے اپنی اولاد کو جومحروم الارث کر دیا اس میں سراسر خدا تعالی کے کلام کی مخالفت کی۔ خدا تعالی فرماتا ہے:

یو صیکم اللّٰہ فی اولاد کم، للذّکر مثل حظّ الانثیین (نساء:۱۱)

للرّجال نصیب ممّا ترك الوا لدان (نساء:۷)

دیکھئے حق تعالی اولاد کا حصہ مقرر کر کے بلفظ وصیت ارشاد فرماتا ہے کہ ہر حصے دار کا حصہ دیا کرو۔ مگر مرزا قادیانی نے شاید یہ سمجھا کہ یوصیکم اللّٰہ کا خطاب مسلمانوں کی طرف ہے، اور خود مسلمان تو ہیں ہی نہیں، اس لئے خطاب سے خارج ہیں، کیونکہ نبوت کی طرف ترقی کر گئے ہیں، مگر یہ خیال ایک جہت سے صحیح نہیں، اس لئے کہ جب ہمارے نبی ﷺ کے امتی ہونے کا دعوی ہے تو اس خطاب میں بھی شریک ہونا چاہیے۔ مرزا قادیانی کی سمدھن کے بھائی صاحب نے حدیث شریف البغض للّٰہ پر عمل کر کے مرزا قادیانی کو لڑکی نہیں دی، حالانکہ شرعاً ان کو اس کی ضرورت تھی اس کا مواخذہ مرزا قادیانی نے اپنی بہو بیٹے سمدھن اور سمدھی سے ایسے طور پر کیا کہ ان کی عمر بھر کے لئے کافی ہے اور خدا کے ارشاد و لا تزر وازرة وزر اخری (زمر:۷) کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اب اہل انصاف غور کریں کی کلام الہی کی ان کے نزدیک کچھ بھی وقعت ہے؟

جب مقتدائے قوم نے یہ طریقہ اختیار کیا تو امتیوں کا کیا حال ہو۔ ان کے استدلال

کے لئے کافی ہے کہ ہمارے نبی غصے کی وجہ سے قرآن کو چھوڑ دیا کرتے ہیں اب یہ کون پوچھتا ہے کہ مرزا قادیانی کا غصہ بجا تھا، یا بیجا، جس کی وجہ سے قرآن چھوڑ دیا گیا اور ظاہر تو بے جا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے نکاح کی وجہ سے فرزند محروم الارث کردیئے گئے جس سے بڑی دلیل ان کی امت کہ یہ مل گئی کہ بے جا بات پر بھی غصہ آجائے تو قرآن ترک دینا اور نیز قوائے شہوانیہ کے غلبے سے مرتکب گناہ کبیرہ یعنی قطع رحمی وغیرہ ہونا ایک مسنون طریقہ ہے جس پر ان کے نبی کا عمل ہے۔ جب قرآن کریم کا یہ حال ہو کہ غلبہ قوائے شہوانیہ وغضبانیہ سے متروک العمل ہو جائے تو حدیث کو کون پوچھے اس کی تو پہلے ہی سے مرزا قادیانی نے توہین کردی ہے۔

اب دیکھئے اس الہام سے کتنے امور مستفاد ہیں۔ جھوٹ، خدا پر افتراء، قطع رحمی، ظلم کو قسم کے ساتھ موکد کرنا، جھوٹی قسم کھانا، الہام بنا لینا، بے گناہ سے مواخذہ، طلاق بدعی کا حکم، وارث کو محروم الارث کردیا، وغیرہ۔ جب ایک پیش گوئی میں اتنی کاروائیاں ہوں تو سمجھ سکتے ہیں کہ کل کا کیا حال ہوگا، اور اپنی غرض کے لئے خدا کی طرف سے جھوٹا پیغام پہنچانے میں تو ان کا رسول اللہ ہونا کس قدر بدیہی البطلان ہے۔

بٹالوی، تبّتی اور زٹلی کے متعلق پیش گوئی

مرزا قادیانی نے ایک پیشین گوئی مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اور ملا محمد بخش مالک اخبار جعفر زٹلی اور مولوی سید ابوالحسن تبّتی کی نسبت کی تھی، ان کی عبارتیں بالاختصار الہامات مرزا مصنفہ ثناء اللہ امرتسری کے صفحہ ۶۶۔۶۷ سے نقل کی جاتی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ الٰہی اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے ... مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی نے اشتہار میں .. میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر .. ورنہ انکو ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا اور تباہ کر .. اور ضربت علیھم الذلۃ کا مصداق کر

نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں:

یہ دعا تھی اسکے بعد یہ الہام ہوا: ظالم کو ذلیل اور رسوا کرونگا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا اور خدا ان پر عذاب کریگا اور اللہ کی مار لوگوں کی مار سے سخت ہے .. یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کیلئے کھلا کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا .. اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلے کے رنگ میں آ گیا۔ خدا تعالیٰ سچوں کو فتح بخشے۔

(مجموعہ اشتہارات۔ص ۶۰۔۶۱ جلد ۳)

ماحصل اس پیش گوئی کا یہی ہوا کہ ان تینوں صاحبوں پر ایسی مار خدا کی پڑے گی جس سے پورے طور پر وہ تباہ ہو جائیں گے اور رسوائی اور ذلت کا تو کچھ ٹھکانہ ہی نہیں اور یہی قطعی فیصلہ منجانب اللہ ہوگا جس کو کھلے طور پر سب معلوم کر لیں گے اور جھوٹے ظالم ممتاز ہو جائیں گے۔

پھر مرزا قادیانی نے اپنے مریدوں کو مزید تاکید کی:

دیکھو میں نصیحت کرتا ہوں ...مخالفین جو کچھ کہیں تم صبر کرو جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے اس کا جرم بہت سخت ہوتا ہے میں تمہیں کہتا ہوں .. کہ خدا تعالیٰ عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور تقویٰ اختیار کرو۔

(ملخص مجموعہ اشتہارات۔ج ۳ ص ۶۷۔۶۸)

غرض تیرہ مہینے تک مرزا قادیانی اپنے مریدوں کو لے کر عدالت الٰہی میں مؤدب کھڑے رہے۔ پہلے تو مرزا قادیانی کی دعا جو بقول ان کے رد ہوتی ہی نہیں، اس پر خدا تعالیٰ کا تسکین بخش جواب الہامی آیا جس کا مطلب یہ کہ مخالفین پر خدا کی مار اور سخت عذاب ہوگا اور وہ رسوا ہوں گے، پھر یہ مقدمہ مباہلے کے رنگ میں بھی آ گیا جس سے جھوٹوں کی جماعت ضرور تباہ ہوتی ہے۔ پھر تیرہ مہینے تک مریدوں کے جم غفیر یعنی ہزاروں آدمی کے ساتھ عدالت الٰہی میں کھڑا رہنا جو بالطبع باعث رحم ہے، باوجود ان تمام اسباب کے قطعی تو کیا ظنی فیصلہ بھی نہ ہوا۔ بلکہ مقدمہ ہی خارج ہو گیا کیونکہ جو حالت قبل مرافعہ تھی اب بھی وہی ہے حالانکہ پیش گوئی یہ تھی کہ جھوٹا ممتاز ہو جائے گا یعنی مخالفین سزایاب ہوں گے مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب کو کئی ذلتیں ہوئیں اس سے ظاہر ہے کہ پیش گوئی کا وقوع بھی ہو گیا۔

ایک ذلت یہ ہوئی کہ اس کی تکفیر پر علماء نے فتوے دیئے مگر (الہامات مرزا۔ص ۷۹ میں) لکھا ہے:

بعد مشورہ حاشیہ نشینان مرزا قادیانی نے یہ تجویز قرار دی کہ ایک آدمی ناواقف علماء سے

یہ فتویٰ حاصل کرے کہ حضرت مہدی کے منکر کا کیا حکم ہے؟ چنانچہ وہ شخص بڑی ہوشیاری یا مکاری سے علماء کے پاس پھر نکلا، اور ہر ایک کے سامنے مرزا کی مذمت کرتا اور یہ ظاہر کرتا کہ میں افریقہ سے آیا ہوں قادیانی کے مرید وہاں بھی ہو گئے ہیں ان کی ہدایت کیلئے علماء کا فتویٰ ضروری ہے۔ اس پر علماء نے جو مناسب سمجھا تھا لکھا۔ پس مرزا نے جھٹ سے شائع کر دیا اور بجائے اپنے پر لگانے کے مولوی محمد حسین پر لگا دیا کہ اس نے بھی اشاعۃ السنہ کے کسی پرچے میں مہدی موعود سے انکار کیا ہے۔ پس جس طرح اس نے مجھ پر فتویٰ لگوایا تھا اسی طرح اس پر لگا یا۔ میری پیش گوئی کا صرف اتنا ہی مفہوم تھا

یہ بات ظاہر ہے کہ اس تکفیر میں مرزا قادیانی بھی شریک ہیں گو یا اس مسئلے میں موجد وہی ہیں ان کا قول ہے کہ سوائے مسیح موعود کے مہدی کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب ہی فقط اس ذلت کے مصداق نہیں بلکہ اس میں مرزا قادیانی نے بھی بڑا حصہ لیا ہے کیونکہ فتویٰ کے وقت مرزا قادیانی ہی علماء کے پیش نظر تھے اور مولوی محمد حسین صاحب کا تو نام بھی نہیں تھا، اور دوسری ذلت مرزا قادیانی کی یہ ہوئی کہ مکاری سے کام لیا گیا جس سے عموماً آدمی ذلیل سمجھا جاتا ہے غرض اس تکفیر کی ذلت میں مرزا قادیانی شریک اکبر ہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ظاہر ہے کہ جب تکفیر کے وقت مرزا قادیانی کے نام کی تصریح کی گئی تھی تو مرزا قادیانی مع جمیع اوصاف علماء کے پیش نظر ہو گئے تھے اس لئے علماء کی نیت کے مطابق یہ تکفیر مرزا قادیانی ہی کی تھی۔ جس طرح ملک ملک میں متعدد ان کی تکفیر کے فتوے لکھے گئے الغرض اس موقع میں تو مولوی صاحب کی کوئی ذلت نہ ہوئی بلکہ مرزا قادیانی ہی کی ذلت ہوئی۔

مرزا قادیانی مولوی صاحب کی ایک ذلت یہ بیان کرتے ہیں:

اس کو زمین ملی، زمیندار ہو گیا، یہ ذلت ہے۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۳۱۵)

معلوم نہیں مرزا قادیانی نے یہ بات کس خیال میں لکھ دی۔ زمین داری تو ایک معزز اور ممتاز بنانے والی چیز تھی جس سے خود مرزا قادیانی کو افتخار و عزت و امتیاز حاصل ہے چنانچہ وہ حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص حارث اہل بیت کی تائید کرے گا، نقل کر کے (ازالہ اوہام حاشیہ ص ۹۶) میں لکھتے ہیں:

میں حارث ہوں باعتبار آباء و اجداد کے پیشے کے افواہ عام میں یا اس گورنمنٹ کی نظر میں حارث یعنی ایک زمین دار کہلائے گا۔

پھر آگے فرماتے ہیں کہ کیوں حارث کہلائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ حراث ہوگا یعنی ممیّز زمین داروں میں سے ہوگا اور کھیتی کرنے والوں میں سے ایک معزز خاندان کا آدمی شمار کیا جائے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کی عزت اور امتیاز اور بڑھ گیا۔

عصائے موسیٰ میں لکھا ہے کہ پیشتر مرزا قادیانی مولوی صاحب کو زمین کا نہ ملنا باعث ذلت بتلاتے تھے۔ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ مرزا قادیانی کو حافظے نے یاری نہ دی۔ اس لئے کہیں انہوں نے زمین داری کو باعث فخر بنایا اور کہیں باعث ذلت۔ وہ یاد خوب رکھتے تھے مگر حسب موقع بات بنا لیا کرتے تھے۔ دیکھ لیجئے لکھ چکے ہیں کہ عیسیٰ اپنے وطن گلیل میں جا کر مرے۔ پھر جب کشمیر میں کوئی پرانی قبر نظر آ گئی تو کہہ دیا کہ عیسیٰ یہیں آ کر مرے۔ اور جہاں اعتبار بڑھانے کی ضرورت ہوئی تو جھوٹ کی اس قدر توہین کی کہ اس کو شرک قرار دیا اور جہاں جھوٹ کی ضرورت ہوئی تو نہایت صفائی سے کہہ دیا کہ خدا نے مجھے ایسا کہا ہے اور خود کو بلکہ خدا کو جھوٹا ثابت کیا۔ غرض کہ مرزا قادیانی کی تقریر ازالۃ الاوہام سے ظاہر ہے کہ زمین داری نہایت ممیّز اور باعث عزت ہے پھر جب یہ عزت مولوی صاحب کو ملی تو بحسب پیشگوئی مذکورہ مرزا قادیانی ذلت ہوگئی اور یہی کھلی نشانی مولوی صاحب کی صداقت کی ہے جس کو مرزا قادیانی نے بھی دیکھ لیا۔

مرزا قادیانی ایک ذلت ان (محمد حسین) کی یہ بھی لکھتے ہیں:

صاحب ڈپٹی کمشنر نے اس سے عہد لیا کہ آئندہ مجھ کو دجال، کادیانی، کافر وغیرہ نہ کہے گا، جس سے اس کی تمام کوشش مجھ کو برا کہنے اور کہلانے کی خاک میں مل گئی اور اس نے اپنے فتوے کو منسوخ کر دیا یعنی اب وہ میرے حق میں کفر کا فتویٰ نہ دے گا۔

(مجموعہ اشتہارات۔ ص ۱۹۹۔۲۰۰ ملخص ج ۳)

الہامات مرزا صفحہ ۸۵ میں فیصلہ مطبوعہ سے مرزا قادیانی کا یہ اقرار نقل کیا ہے:

میں مولوی ابوسعید کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال کافر کاذب بطالوی نہیں لکھوں گا۔

ان دونوں اقرار ناموں میں کسی کا پلہ بھاری نہیں معلوم ہوتا۔ کادیانی معاوضہ بطالوی ہو گیا اور باقی الفاظ برابر برابر رہے۔ اس میں فقط مولوی صاحب کی ذلت نہ ہوئی۔

الہامات مرزا صفحہ ۸۶ میں لکھا ہے کہ ابھی تک مرزا کہے جاتے ہیں کہ اس مقدمے میں مولوی محمد حسین کی ذلت ہوئی کہ اس کا فتویٰ کفر منسوخ ہوا۔ یہ بھی غلط ہے۔ فتویٰ منسوخ نہیں ہوا صرف مباحثے میں ایسے الفاظ دجال وغیرہ بولنے سے دونوں فریقوں کو روکا گیا.. چنانچہ مولوی محمد

حسین صاحب اشاعۃ السنہ میں لکھتے ہیں کہ مرزا نے اپنے اشتہار میں مضمون غلط اور خلاف واقع مشتہر کیا ہے کہ ابو سعید محمد حسین نے اس اقرار نامے پر دستخط کر کے اپنے فتوی کو منسوخ کیا..مرزا نے اس بیان میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افتراء کیا اور پبلک کو دھوکہ دیا۔ خاکسار بشمول تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں، مرزا کو اس کے عقاید باطلہ اسلام کے سبب سے ویسا ہی گمراہ جانتا ہے جیسا کہ اس اقرار نامے پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا اور اس کے حق میں وہی فتوی دیتا ہے جس کو ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں مشتہر کر چکا ہے۔

مولوی محمد حسینؒ صاحب کس جرأت کے ساتھ مرزا قادیانی کی تکفیر پر مصر ہیں اور ان کی غلط بیانی شائع کر رہے ہیں۔ اگر فتوی اقرار نامے سے منسوخ ہو جاتا تو اس تحریر کے شائع کرنے پر کبھی جرأت نہ کر سکتے۔ سمجھ دار کے لئے صرف یہی ایک مقدمہ مرزا قادیانی سے انکار کرنے کے لئے کافی ہے۔ کیا مسیح موعود کی یہ صفت ہوسکتی ہے کہ غلط بیانیاں کرا کے پبلک کو دھوکا دے۔

مرزا قادیانی ایک ذلت مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی یہ لکھتے ہیں:

اس نے میرے ایک الہام پر اعتراض کیا کہ عجبت کا صلہ لام نہیں آتا یعنی عجبت لہ کلام صحیح نہیں حالانکہ فصحاء کے کلام میں لام آتا ہے۔ اس سے اس کی علمی بے عزتی ہوئی۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۱۹۶ ملخص)

مولوی محمد حسینؒ صاحب اس کا جواب دیتے ہیں کہ میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ قرآن میں عجبت کا صلہ من آیا ہے قالوا اتعجبین من امر اللّٰہ (الہامات مرزا۔ ص ۸۳) اس کے بعد مولوی محمد حسینؒ صاحب نے مرزا قادیانی کی غلطیوں کی ایک طویل فہرست ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں چھاپ دی جس کا جواب اب تک مرزا قادیانی سے نہ ہو سکا۔ جیسا کہ الہامات مرزا و عصائے موسی میں لکھا ہے۔ قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی غلطیاں بہت ہوں گی کیونکہ مرزا قادیانی نے آتھم والے الہام میں لکھا ہے فی ست سنۃ جب تمیز کا یہ حال ہو تو غلطیاں بے شک بہت ہوں گی اگر اس فہرست میں سو غلطیاں ہوں گی تو مرزا قادیانی کی ذلت اور بے عزتی مولوی صاحب سے سو فی صد زیادہ ہوئی۔ غرض یہاں بھی مرزا قادیانی ہی کی ذات کا نمبر بڑھا رہا۔

الہامات مرزا صفحہ ۸۴ میں مرزا قادیانی کے اقرار نامے کے اور فقرات بھی نقل کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

میں خدا کے پاس اپیل (فریاد درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کرونگا۔

پھراس کی تعمیل بھی مرزا قادیانی نے کی چنانچہ اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میں لکھتے ہیں:

مجھے بارہا خدا تعالی مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا ..سو میں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں ربّ انّی مغلوب مگر بغیر فانتصر کے ...میں اس وقت کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الٰہی میں اپیل نہیں کرتا۔ (مجموعہ اشتہارات ۔ج ۳۔ص ۱۸۱)

گورنمنٹ کسی ذلیل سے ذلیل شخص کو بھی دعا کرنے سے نہیں روکتی مگر مرزا کے اقرار اور عمل سے ظاہر ہے کہ وہ کوئی بات خدا تعالی سے تنہائی میں بھی کہہ نہیں سکتے کیونکہ جب خدا نے بارہا ان سے کہہ دیا کہ جب تو دعا کرے تو میں سنوں گا اگر تنہائی میں وہ فانتصر یعنی میری مدد کر کہہ دیتے تو فوراً مدد ہو جاتی ۔کیونکہ خدا تعالی کا وعدہ جھوٹا کبھی نہیں ہوسکتا اور چونکہ اب تک مدد نہ آئی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیہ میں بھی دعا نہیں کر سکتے۔اب اس سے بڑھ کر کیا ذلت ہو کہ مسلمان کفار چوہڑے چمار تک سب خدا سے مانگتے ہیں اور مرزا قادیانی مانگ نہیں سکتے ۔اہل انصاف اپنے وجدان سے سمجھ سکتے ہیں کہ کیا خدا تعالی نے ان کو بارہا یہ فرمایا ہوگا کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا یہ بات اور ہے کہ خدا تعالی سمیع ہے ہر ایک کی بات سنتا ہے جیسے مرزا قادیانی کی سنتا ہے ویسے ہی مولوی صاحب کی بھی سنتا ہے مگر اس میں کوئی خصوصیت نہ ہوئی حالانکہ وہ تخصیص کے طور پر فرماتے ہیں کہ مجھے مخاطب کر کے فرما چکا ہے۔اگر یہ تخصیص بھی اس قسم کی ہے کہ ہر شخص کلام الٰہی کا مخاطب ہے تو اس میں بھی ہمارا کلام نہیں ۔ یہ سمجھا جائیگا کہ وہ صرف جاہلوں میں اپنی خصوصیت معلوم کرانے کے لئے ایسے موہوم الفاظ لکھا کرتے ہیں ۔کلام اس میں ہے کہ اگر وہ تخصیص صحیح ہے جیسے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جب چاہتے ہیں خدا سے بات کر لیتے ہیں اور خدا اپنے منہ سے پردہ اٹھا کر ان سے باتیں کیا کرتا ہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ باوجود کہ وہ مولوی صاحب کے جانی دشمن ہیں، چنانچہ مکر سے ان کی تکفیر کا فتوی حاصل کیا،ان کے حق میں بد دعائیں کیں کہ تیرہ مہینوں میں ان کو رسوا کر اور ضربت علیھم الذّلّہ کا مصداق کر۔ پھر کیا وجہ ہے کہ کئی سال گذر گئے مگر وہ اپنی اصلی حالت پر ہیں۔ بلکہ زمین داری ملنے سے تو اور خوش اور معزز ہیں جس کی شکایت وہ خدا سے کر کے ان کی ذلت کی دعا مانگتے تھے اور اب تک اسکا کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ انصاف سے دیکھا جائے تو تیرہ مہینے والی بد دعا مرزا قادیانی ہی کے حق میں قبول ہوئی۔

نشان دکھانے کی پیش گوئی

مرزا صاحب کی ایک پیش گوئی یہ ہے جو الہامات مرزا صفحہ ۹۳ میں لکھی ہوئی:

مرزا قادیانی نے دعا کے طور پر لکھا ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے خدا اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک یعنی تین سال میں میرے لئے کوئی ایسا کھلا نشان دکھلا جو انسان کے ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳۔ ص ۱۷۸)

گویہ الفاظ دعائیہ ہیں مگر مرزا قادیانی اپنے رسالہ اعجاز احمدی صفحہ ۸۸ پر اس دعا کو پیشگوئی قرار دیتے ہیں کہ:

ایک عظیم الشان نشان ہے جس کو سلطان کہتے ہیں .. جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳۔ ص ۱۷۳)

پس جو تعریف مرزا قادیانی نے سلطان کی، کی ہے وہی مرزا قادیانی کے اس مطلوبہ نشان کی ہے جس کے نہ ہونے پر آپ فیصلہ دیتے ہیں کہ،

اگر تو (اے خدا) تین برس کے اندر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلائے اور اپنے بندے کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور فاسد ہیں، تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھونگا ... جو میرے پر لگائے جاتے ہیں... میں نے اپنے لئے قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا۔

(مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳۔ ص ۱۷۷)

اہل دانش سمجھ سکتے ہیں کہ جس پیش گوئی کے لئے تین سال کی مدت قرار دی گئی جس کی نشانی یہ قرار دی گئی کہ انسان کے ہاتھوں سے بالاتر ہو اور قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے وہ کیسی ہونی چاہیے۔ کم سے کم اس میں اتنی بات تو ضرور ہے کہ مرزا قادیانی کی تدابیر کو اس میں دخل نہ ہو۔ مگر ایسا نہ ہو سکا، بلکہ مرزا نے ایسی تدبیر کی کہ موضع مد ضلع امرتسر میں انکے مریدوں نے بلوہ کر دیا جس سے سنیوں کو مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کو مناظرے کیلئے بلانے کی ضرورت ہوئی

۔مولوی صاحب سے مرزائیوں کے اس مناظرے کے بعد مرزا نے ایک رسالہ اعجاز احمدی جو نصف اردو اور نصف عربی نظم تھا، جس میں مولوی صاحب کی ہجو بھی تھی اس کے پاس بھیج کر یہ کہلا یا کہ اتنی ہی ضخامت کا رسالہ اردو اور عربی نظم پانچ روز میں بنا دیں۔ اور اس نظم کا نام قصیدہ اعجاز یہ رکھ کر ایک اشتہار بھی اس مضمون کا جاری کیا کہ یہ اشتہار خدا تعالی کے اس نشان کے اظہار کیلئے شائع کیا جاتا ہے جو اور نشانوں کی طرح ایک پیش گوئی کو پورا کرے گا۔ یعنی وہ نشان ہے جس کی بابت وعدہ تھا کہ دسمبر ۱۹۰۲ء تک ظہور میں آ جائے گا۔ اب مولوی صاحب حیران ہیں کہ مرزا قادیانی نے کئی سال یا کئی ماہ میں جو قصیدہ اطمینانی حالت میں خود لکھا یا کسی سے لکھوایا ہے اس کا جواب اس قلیل مدت میں کیونکر لکھا جائے۔ اس پر بھی اپنی ذاتی لیاقت کے بھروسہ پر لکھ بھیجا اور اخبار میں شائع کر دیا کہ آپ پہلے ایک مجلس میں اس قصیدہ اعجاز یہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کروں صاف کر دیں تو پھر میں آپ سے زانو بزانو بیٹھ کر عربی نویسی کرونگا۔ مگر مرزا نے کچھ جواب نہ دیا۔

اگر غور کیا جائے تو مرزا قادیانی نے مولوی ثناء اللہ صاحب سے معجزہ طلب کیا تھا۔ اگر اس حالت میں حسب فرمائش مرزا قادیانی وہ قصیدہ لکھ دیتے تو ان کا بھی معجزہ سمجھا جاتا اور اس لحاظ سے مرزا قادیانی اور ان کے متبعین کو ضرور ہوتا کہ مولوی صاحب کی نبوت کے قائل ہو جائیں کیونکہ معجزہ دکھلانا نبی کا کام ہے۔ چونکہ مولوی صاحب کو نبوت کا دعوی نہیں ہے ممکن ہے کہ اسی وجہ سے انہوں نے اس سے پہلو تہی کی ہو۔ پھر اگر قصیدے سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے تو اس کا کیا ثبوت کہ مرزا ہی نے وہ لکھا۔ کیونکہ انہوں نے مولوی صاحب کے روبرو تو لکھا ہی نہیں اور اگر تسلیم کیا جائے تو اس سے زیادہ بلیغ و فصیح لکھنے والے شعرا ہندوستان میں بکثرت موجود ہیں ان سب کا اس نبوت میں حصہ ہے۔ حالانکہ نبوت کو شعر گوئی سے من وجہ منافات ہے اسی وجہ سے ہمارے نبی کریم ﷺ نے کبھی شعر نہیں کہا اور حق تعالی فرماتا ہے: انّه لقول رسول کریم و ما هو بقول شاعر (حاقہ: ۴۰۔۴۱) مرزا قادیانی نے اس خیال سے کہ اگر نبوت کا ثبوت نہ ہو تو افتخار کے لئے شاعری بھی کم نہیں ایک قصیدہ لکھ کر اپنے اتباع کو توجہ دلائی کہ بہر حال مولوی صاحب پر اپنے کو تفوق حاصل ہے۔ مگر یہ کوئی بات نہیں، اس لئے کہ حق تعالی فرماتا ہے الشّعراء یتّبعهم الغاوون (شعرا: ۲۲) یعنی شاعروں کا اتباع گمراہ کیا کرتے ہیں۔ پھر لطف خاص یہ ہے کہ قصیدہ بھی ایسا کہا جو غلطیوں سے بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ الہامات مرزا میں اس کے اغلاط بالتفصیل مذکور ہیں۔ اگر مرزا قادیانی شروط و قیود بالائی کو اٹھا دیں تو اس وقت صدہا اس کے جواب لکھے جا سکتے ہیں۔

مولوی محمد یونس خان رئیس دتا ولی نے پیسہ اخبار میں مرزا قادیانی کے نام پر اعلان اسی زمانے میں دیا تھا جس کا مضمون یہ ہے:

مخدوم ومکرم بندہ۔ ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار سلمہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون مرزا صاحب کا دیکھنے میں آیا۔ مرزا صاحب اپنی معمولی چالا کی سے اس میں بھی باز نہ آئے یعنی میعاد قصیدہ عربی لکھنے والے کو صرف بیس دن کی مہلت دیتے ہیں۔ اور پیسہ اخبار ہفتہ وار میں مضمون شائع کرایا ہے جو ۱۶ نومبر کا لکھا ہوا ۲۲ نومبر کو شائع ہوا۔ ناظرین کے پاس پہنچنے کے واسطے بھی کچھ عرصہ چاہیے۔ پھر اشعار کا بنانا بھی ایک وقت چاہتا ہے لیجئے وقت ختم اور مرزا صاحب کے داؤ پیچ کی جیت رہی۔ ہمیشہ مرزا صاحب جب کسی انعام کا اشتہار دیتے ہیں تو اس میں وہ سب پہلو پہلے سے سوچ لیتے ہیں کہ ایک کوڑی گرہ سے نہ جائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ خود مرزا صاحب کو بھی اپنے دعاوی کی غلطی کا پورا یقین اور اپنی ہار کا خوف دامن گیر ہوتا ہے۔ اسی واسطے دوراز کار شرائط پیش کیا کرتے ہیں مرزا صاحب جو ہر ایک امر میں پیغمبروں کی حرص کرنا چاہتے ہیں افسوس ہے کہ اس معاملے میں نکمی قوۃ لگا کر خود اپنی کمزوری اور مہمل گوئی کا اقرار کرتے ہیں۔

قرآن شریف کی جن آیات میں اس کا مثل طلب کیا گیا ہے نہ کوئی تاریخ اس کے واسطے معین کی گئی ہے نہ اشخاص خاص کو نامزد کیا گیا ہے بلکہ قیامت تک کے واسطے ہر ایک شخص سے جو چاہے قرآن کی مثل ایک چھوٹی سے سورت لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے حالانکہ قرآن شریف جو نثر میں ہے اس کی چھوٹی سورت پیسہ اخبار کی ایک یا ڈیڑھ سطر کے برابر ہوگی۔ اور بظاہر اسباب کلام نثر بہ نسبت نظم کے سہل ہوتا ہے۔ اور مطالبہ ان لوگوں سے کیا گیا جو کہ فصیح عربی بولتے تھے۔ بخلاف ہمارے مرزا صاحب کے جو کہ چند اردو بولنے والے صاحبوں سے ایک عربی کا نظم قصیدہ طلب فرماتے ہیں اور اس کے واسطے بھی ایک قلیل مدت کی قید لگاتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے علماء میں بہت کم ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی شعر اردو یا عربی نظم کیا ہو۔ زیادہ مدت دینے میں خوف محسوس کرتے ہیں کہ کہیں میرے اعجاز کا تار و پود شکستہ نہ ہو جائے، ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

پھر تماشا یہ کہ وہ عربی قصیدہ چھاپ کر اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ پیسہ اخبار میں شائع

تک نہ کیا تا کہ ناظرین کو موقع طبع آزمائی کا ملتا۔ اس پر یہ فیاضی ہے کہ تمام علمائے ہند کو اذن عام دیا جاتا ہے کہ آپس میں مشورہ کر کے اس کا جواب لکھیں حالانکہ ان لوگوں کی نگاہ سے ہنوز قصیدہ ہی نہیں گذرا۔

اب میں بذریعہ تحریر ہذا مرزا صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ فوراً قصیدہ مذکور میرے نام ارسال فرماویں یا اخبار میں شائع فرماویں اور اپنے اعجاز کے زمانہ کو ذرا سی وسعت بخشیں۔ جس دن وہ قصیدہ میرے پاس پہنچے گا، اس سے بیس دن کے اندر انشاء اللہ تعالی اس سے بہتر جواب آپ کی خدمت میں حاضر کیا جائے گا۔

(پیسہ اخبار۔۱۴ دسمبر ۱۹۰۲ء)

سوال یہ ہے کہ کیا مرزا قادیانی نے راقم مضمون مولوی محمد یونس کو کتاب مذکورہ بھیجی؟

تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ تین سال میں ظاہر ہونے والی قدرتی نشانی جو انسان کے ہاتھوں سے بالاتر ہو، وہی ایک قصیدہ ہے مگر اول تو وہ انسان سے ہاتھوں سے بالاتر نہیں بلکہ خود نے لکھا ہے اور اس بہتر لکھنے کو اور علماء مستعد ہیں۔ اس پر غلطیوں سے بھرا ہوا، اسکے سوا مرزا قادیانی نے پیسہ اخبار ۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء میں صاف لفظوں میں مشتہر کرایا تھا کہ، دس سال سے میرا دعوی اعجاز نمائی کا ہے،۔ جب دس سال سے یہ اعجاز حاصل ہے تو ظاہر ہے کہ تین سال والے اعلان میں ایک عظیم الشان نشانی کیلئے جو دعا کی گئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ اگر وہ نشان نہ دکھلایا تو میں اپنے کو ملعون وغیرہ سمجھوں گا، تو وہ نشان یہ قصیدہ اعجاز یہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ یہ اعجاز جو پہلے سے حاصل تھا اس کی طلب ممکن نہیں کیونکہ تحصیل حاصل محال ہے۔ غرض کہ کئی وجوہ سے یہ قصیدہ تو وہ مطلوبہ نشانی نہیں ہوسکتا اور اس کے سوا کوئی دوسری نشانی بھی اس مدت میں ظاہر نہ ہوئی۔ اگر ہوتی تو مرزا خود اس کا حوالہ دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ دعا قبول نہیں ہوئی اور اس سے ثابت ہوا کہ حق تعالی کو منظور وہی تھا جو مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ، اگر تو کوئی نشانی میری تصدیق میں نہ دکھلائے تو میں تجھی کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے لئے قطعی فیصلہ کرلیا ہے۔ اگر میری دعا قبول نہ ہوتو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور بے دین اور خائن ہو (جیسا کہ مجھے سمجھا گیا)، ظاہر ہو جائے۔

سبحان اللہ! عجیب خدا کی قدرت ہے کہ مرزا قادیانی نے جو القاب اوروں کیلئے تجویز کئے تھے ان میں سے بڑے بڑے ان کی طرف کس عمدگی سے رجوع کئے گئے۔ پہلے یہ اعلان دلایا گیا جس کی وجہ سے لاکھوں آدمی ہمہ تن چشم و گوش ہو گئے پھر بغیر کسی کی جبر کے خوشی سے اقرار کرایا

گیا۔ پھر خدا کی گواہی اس پر لکھی گئی۔ صدق اللہ و لا یحیق المکر السّیء الّا با ھله (فاطر : ۴۳)۔ اب مریدین راسخ الاعتقاد کو کون چیز مانع ہے کہ جن اوصاف و القاب کو مرزا قادیانی نے بطوع و رغبت اپنی شان میں استعمال فرمایا اور ویسا ہی اپنے کو سمجھنے کا وعدہ خدا تعالی سے کیا جس کی منظوری بھی ہوگئی ان کو مرزا قادیانی کی شان میں استعمال کریں اور ان کا مصداق ان کو سمجھیں۔

الہامات مرزا صفحہ ۱۰۹ میں لکھا ہے:

مرزا قادیانی نے بذریعہ اشتہار یہ الہام مشتہر کرایا انّه آوی القریة جس سے اصلی مقصود یہ ہے کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا۔

اس کے بعد (رسالہ دافع البلاء۔ ص ۵۔ ٦) میں تمام دنیا کے لوگوں کو للکارا کہ کوئی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح اپنے اپنے شہر کی بابت کہے انّه آوی القریة یعنی یہ گاؤں طاعون سے محفوظ ہے اور لکھا کہ طاعون کا یہاں آنا کیسا، باہر سے طاعون زدہ کوئی آتا ہے تو وہ اچھا ہوجاتا ہے وغیرہ

اس کے بعد جب طاعون وہاں پہنچا تو اعلان جاری کیا:

چونکہ آج کل مرض طاعون ہر ایک جگہ بہت زور سے ہے اگرچہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے لیکن مریدوں کا اجتماع قرین مصلحت نہیں اس لئے دسمبر کی تعطیلوں میں جیسا کہ پہلے اکثر احباب قادیان میں جمع ہوجایا کرتے تھے اب کی دفعہ اس اجتماع کو موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلاء سے ان کو اور ان کے اہل و عیال کو بچائے (اخبار بدر قادیان ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

فقرہ (نسبتاً آرام ہے) میں یہ صنعت کی گئی کہ لفظ آرام سے نمایاں تو یہ رہے کہ وہاں طاعون نہیں ہے جس سے الہام کا صادق ہونا معلوم ہوجائے مگر نسبتاً کے لفظ سے نکتہ شناس سمجھ جائیں کہ طاعون موجود ہے اس لئے وہاں جانے سے رک جائیں۔ پھر جب چوہڑوں میں قادیان کے طاعون کی کثرت ہوئی تو فرمایا کہ الہام انّه آوی القریة میں قادیان کا نام ہی نہیں اور قریہ قرا سے نکلا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو آپس میں مواکلت رکھتے ہیں اس میں ہندو اور چوہڑے داخل نہیں (اخبار بدر)۔ مطلب یہ ہوا کہ ہندو اور چوہڑے مل کر نہیں کھاتے، حالانکہ لفظ قریہ سے مل کر کھانا سمجھا جاتا ہے اس لئے ان میں طاعون ہو تو الہام کے مخالف نہیں مگر اس کا کیا جواب کہ (دافع البلاء ص ۱۰) میں فرماتے ہیں: خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا۔

عجیب ملہم ہے کہ ابھی سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا تھا اور ابھی انکار کرا دیا کہ الہام میں قادیان کا نام ہی نہیں۔ اللہ اللہ کیا سچ ہے۔ خدا کی شان ہے۔ کل ہی کا ذکر ہے کہ یوں کہا جاتا تھا اور شور مچایا جاتا تھا کہ قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔ (دافع البلاء۔ص ۱۰)

مگر آج بات کھلی کہ قادیان کا نام ہی نہیں۔ قادیان کے رہنے والوں سے ہم نے خود سنا ہے کہ جس روز مرزا نے یہ پیشگوئی کی تو ہم سمجھ گئے تھے کہ خدا اس کی تکذیب کرنے کو قادیان میں طاعون ضرور بھیجے گا سو ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد البدر قادیان میں جو مرزا قادیانی کا اخبار ہے لکھا ہے کہ قادیان میں طاعون حضرت مسیح (مرزا) کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ طاعون اپنا کام پورا کر رہا ہے اور معتبر شہادتوں سے ثابت ہے کہ مارچ اور اپریل ۱۹۰۴ء کے دو مہینوں میں ۳۱۳، آدمی طاعون سے مرے حالانکہ کل آبادی ۲۸۰۰ کی ہے اور سب لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے اور تمام قصبہ ویران و سنسان نظر آتا تھا۔ (آئینہ حق نما۔ص ۲۶۴)

اس خلاف بیانی کی کوئی حد بھی ہے؟ پہلے تو قادیان رسول کا تخت گاہ ہونے کی وجہ سے طاعون کی مجال نہ تھی کہ اس میں قدم رکھے، بلکہ طاعون زدہ اس میں آ کر اچھے ہوتے تھے، پھر چوہڑوں کے مرنے سے وہی قادیان مسلمانوں کا نام ٹھہرا، کہ وہ نہیں مریں گے۔ مگر اسکی وجہ معلوم نہیں ہوئی کہ مریدین وہاں آنے سے کیوں روکے گئے۔ مرزا قادیانی کا فرض تھا کہ ان کو اس آرام میں شریک کرتے جو تمام مسلمانوں کو تھا۔ بلکہ ایک اعلان کل مریدوں میں جاری کرتے کہ طاعون زدہ مقاموں کو چھوڑ کر مع اہل و عیال فوراً اس دارالایمان میں چلے آئیں۔ پھر جب دو ہی مہینوں میں قریب آٹھویں حصے کے باشندگان قادیان شکار طاعون ہو گئے تو وہی طاعون جو وہاں قدم نہیں رکھ سکتا تھا مرزا قادیانی کے ماتحت ہو کر برابر اپنا کام کرنے لگا۔ اب مرزا قادیانی کی یہ حالت ہے کہ بجائے اس کے کہ باہر سے آنے والے وہاں اچھے ہوتے حواریین کو نذر طاعون فرما رہے ہیں چنانچہ اخبارات سے ظاہر ہے کہ خاص اخبار البدر کے اڈیٹر جنہوں نے بڑے شد و مد سے لکھا تھا کہ طاعون حضرت مسیح کے ماتحت ہو کر اپنا کام کر رہا ہے طعمہ طاعون ہو گئے اور ہنوز اس کا دورہ ختم نہیں ہوا۔ اس الہام کی جولانی بھی طاعون سے کم نہیں، قدم بقدم طاعون کے ہمراہ ہے۔ اگر کوئی دہریہ اس قسم کی بات کہتا تو یہ سمجھ جاتا کہ خدا تعالیٰ کی توہین کی تدبیر اس نے نکالی ہے، کمال حیرت کا مقام یہ ہے کہ مرزا قادیانی آخر خدا کو مانتے ہیں اور جمع عیوب سے اس کو منزہ جانتے ہیں، باوجود اس کے

ایسے الزام اس پر لگا رہے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان اس الہام کی صحت کی رائے قائم کرسکتا ہے کہ خدا نے مرزا قادیانی سے کہا تھا کہ پورا قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا، اوراس کے بعد یہ کہا کہ نہیں صرف مسلمان محفوظ رہیں گے۔ پھر ہوا یہ کہ ہندو مسلمان دونوں ہلاک اور گاؤں تباہ ہوگیا۔ فلاسفہ اس پر کیسے ٹھٹھے کرتے ہوں گے کہ یہ لوگ جس کو خدا سمجھتے ہیں اسکی یہ حالت کہ اتنا بھی اس کو معلوم نہیں کہ طاعون وہاں آئے گا یا نہیں؟ اور اتنی بھی اس کو قدرت نہیں کہ اپنی بات سچ کرنے کو طاعون سے اس کی حفاظت نہ کرسکا؟ اور اتنا عاجز کہ ایک چھوٹے سے گاؤں کو بچانے کا وعدہ کر کے نہ بچا سکا؟ اور ایسا تلون کہ کہا کچھ اور کیا کچھ اور۔ جس کو رسول بنا کر خود نے بھیجا اس کو جھوٹا ثابت کر کے ہم چشموں میں ذلیل وخوار کیا۔ غرض فلاسفہ کو خدا اور رسولوں سے انکار کرنے کے لئے بھی ایک حیلہ بس ہے، اوراسی پر قیاس جما سکتے ہیں حالانکہ مرزا قادیانی کو فلاسفہ کا اتنا خوف ہے کہ کہتے ہیں کہ اگر عیسیٰ کا آسمان پر جانا تسلیم کیا جائے تو فلاسفہ ہنسیں گے۔ یہاں یہ خیال نہیں فرمایا کہ فلاسفہ خدا پر ہنسیں گے اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو نہ کسی کی ہنسی سے کام ہے نہ دین کی برہمی کی پرواہ۔ ان کو صرف اپنی عیسویت سے کام ہے۔

تقریر سابق سے یہ بات ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی نے کسی بات کے سوجھ جانے کا نام الہام رکھا ہے، دیکھئے جب تک قادیان میں طاعون نہ تھا تو مضمون الہام یہ تھا کہ وہ تخت گاہ رسول ہے، طاعون کی کیا مجال کہ وہاں قدم رکھے۔ اورکس وثوق سے کہا گیا کہ کوئی اپنے شہر کی بابت کہے انّہ آوی القریۃ۔ پھر جب چوہڑے مرنے لگے تو قریہ قرا سے ماخوذ ہونا مضمون الہام ٹھہرا، اور یہ بھی اسی کا مضمون تھا کہ کہیں باہر سے آنے والے مر نہ جائیں اور باعث اشتداد نہ ہوں اس لئے ان کو وہاں آنے سے روک دیا۔ پھر جب عموماً ہندو مسلمان مرنے لگے اوراس قریہ کی ویرانی کی صورت بندھی تو یہ ہوا کہ طاعون ماتحت الہام ہوکر اپنا کام کررہا ہے۔ ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اس میں مرزا قادیانی کا کوئی قصور نہیں کذب وافتراء وغیرہ قبائح اس زمانے میں ایسے عالمگیر ہورہے ہیں کہ خود مرزا قادیانی کو اس کی شکایت ہے۔ اگر ایسے زمانے میں کوئی فرضی نبی بھی آئے تو بحسب اقتضائے زمانہ ضرور ہے کہ وہ انہیں اوصاف سے متصف ہو۔ چنانچہ مستطرف میں لکھا ہے کہ معتصم باللہ کے زمانے میں کسی نے نبوت کا دعوی کیا جب گرفتار کیا گیا تو خلیفہ نے اس سے پوچھا کیا تو نبی ہے۔ کہا، ہاں۔ کہا، کس کی طرف تو بھیجا گیا ہے؟ کہا، آپ کی طرف۔ کہا، میں شہادت دیتاہوں کہ توسفیہ اور احمق ہے۔ کہا، درست ہے جیسی قوم ہوتی ہے ویسا ہی نبی بھیجا جاتا ہے

(طاعونی پیش گوئی پر قادیانی اخبارات میں خبریں شائع ہوتی رہتی تھیں۔ان میں ایک وہ واقعہ ہے جب مرزا نے چیلنج دیا کہ مجھے طاعون نہیں ہوگا اور کسی میں ہمت ہے تو وہ بھی پیشگوئی کرے کہ اسے طاعون نہ ہوگا۔ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی نے یہ چیلنج قبول کیا۔اس واقعہ کی روئداد موقع کی مناسبت سے ذیل میں نقل کی جاتی ہے: بہا۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اعلان: من اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او کذب بآیاتہ

افسوس کہ اس ملک کے اکثر لوگ جو مولوی کہلاتے یا ملہم ہونے کا دم مارتے ہیں جب خدا تعالی کا کلام ان کو سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ افتراء ہے انہیں لوگوں پر حجت تمام کرنے کے لئے میں نے کتاب حقیقۃ الوحی تالیف کی ہے کب تک یہ لوگ ایسا کریں گے آخر ہر ایک فیصلہ کے لئے ایک دن ہے اور ہر ایک قضا وقدر کے نزول کے لئے ایک رات ہے۔اس وقت میں نمونہ کے طور پر خدا تعالی کا ایک کلام ان لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور بالخصوص اس جگہ مخاطب میرے مولوی ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری اور مولوی عبدالجبار اور عبدالواحد اور عبدالحق غزنوی ثم امرتسری اور جعفر زٹلی لاہوری اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن تراوڑی ملازم ریاست پٹیالہ ہیں اور وہ کلام یہ ہے کہ خدا تعالی نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے انّی احافظ کلّ من فی الدّار و احافظک خاصۃً۔ترجمہ اس کا بموجب تفہیم الٰہی یہ ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو تیرے گھر کے اندر ہے طاعون سے بچاؤنگا اور خاص کر تجھے۔ چنانچہ گیارہ برس سے اس پیش گوئی کی تصدیق ہو رہی ہے اور میں اس کلام کے من جانب اللہ ہونے پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا تعالی کی تمام کتب مقدسہ پر اور بالخصوص قرآن شریف پر۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے پس اگر کوئی شخص مذکورہ بالا اشخاص میں سے یا جو شخص ان کا ہم رنگ ہے وہ اعتقاد رکھتا ہو کہ یہ انسان کا افتراء ہے تو اسے لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرے کہ یہ انسان کا افتراء ہے خدا کا کلام نہیں و لعنت اللّٰہ علی من کذب وحی اللّٰہ جیسا کہ میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے و لعنت اللہ علی من افتری علی اللہ اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا اس راہ سے کوئی فیصلہ کرے۔اور یاد رہے کہ میری کسی کلام میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ ہر ایک شخص جو بیعت کرے وہ طاعون سے محفوظ رہے گا بلکہ یہ ذکر ہے کہ و الذین آمنوا و لم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن و ھم مھتدون۔ پس کامل پیروی کرنیوالے اور ہر ایک ظلم سے بچنے والے جسکا علم محض خدا کو ہے بچائے جائینگے اور کمزور لوگ طاعون سے شہید ہو کر شہادت کا اجر پاوینگے اور طاعون ان کیلئے تمحیص اور تطہیر کا موجب ٹھہریگی۔

اب میں دیکھونگا کہ میری اس تحریر کے مقابل پر بغرض تکذیب کون قسم کھاتا ہے مگر یہ امر ضروری ہے کہ اگر ایسا مکذب اس کلام کو خدا کا کلام نہیں سمجھتا تو آپ بھی دعوی کرے کہ میں بھی طاعون سے محفوظ رہونگا اور مجھے بھی خدا تعالی کی طرف سے یہ الہام ہوا تا دیکھ لے افتراء کی کیا جزا ہے والسلام علی من اتبع الہدی۔ الراقم خاکسار میرزا غلام احمد (الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۷ء ص ۳؛ الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۲۔۳)

معلوم ہوتا کہ ادھر مقابلے میں ڈاکٹر عبدالحکیم نے بھی پیشگوئی فرما دی۔ اس پر اڈیٹر بدر قادیان نے لکھا یہ بات افواہاً سنی گئی تھی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم نے حضرت اقدس کے متعلق کوئی پیش گوئی شائع کی ہے اس پر مولوی نور الدین نے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کو ایک خط لکھا تھا۔ اصل خط مع جواب درج ذیل ہے :

ڈاکٹر صاحب مجھے کسی نے اطلاع دی ہے کہ جناب کو من جانب اللہ آگہی ملی ہے کہ یکم جولائی ۱۹۰۷ء، ۱۴ ماہ تک مرزا ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ اور یہ بھی کہ آپ یقیناً طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ خاکسار آپ سے ان دونوں امور کی تصدیق چاہتا ہے آپ مختصراً آگاہ فرماویں۔ آپ گالیوں پر بہت جلد اتر آتے ہیں وہ تو مجھے پسند نہیں مگر دینی ہوں تو آپ تصنیف میں دیئے جائیں خط میں اصل مطلب کافی ہو گا۔ نورالدین۔ (اخبار بدر قادیان ۲۵ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۳)

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی نے جواباً لکھا:

مولانا و مخدومنا مولوی نور الدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھ کو خداوند عالم کی طرف سے ذاتی حفاظت کی نسبت الہامات ہو چکے ہیں۔

۱۔ دنیا میں طاعون خواہ کیسی شدت سے پھیلے مگر تو طاعون سے ہلاک نہ ہوگا کیونکہ خداوند عالم تجھ کو ایک نشان بنانا چاہتا ہے۔....

مرزا کی نسبت ۲ جولائی کو الہام ہوا: آج سے چودہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔

مولانا! گالیاں نکالنا تو ملعون کا کام ہے، نہ کہ خدا کے مسیح اور مرسل کا۔ خداوند عالم شاہد ہے کہ میں نے آج تک ایک بھی سخت لفظ مرزا یا مرزائیوں کی نسبت اپنی زبان یا قلم سے ظاہر نہیں کیا بلکہ وہی کہا اور وہی لکھا جو بار بار صفائی کے ساتھ خداوند تبارک وتعالی کی طرف سے مجھے معلوم ہوا۔ دجال کذاب مسرف، عیار، الطاغوت، شیطان، شریر، بدمعاش وغیرہ الفاظ جو میں نے مرزا کی نسبت استعمال کئے وہ بار بار خوابات صحیحہ میں معلوم ہونے کے بعد اور پھر واقعات وحالات مرزا سے تصدیق ہو جانے کے بعد استعمال کئے و اللّٰہ علی ما اقول شہید تعجب ہے کہ آپ حق اور واقعی امور کو گالیوں میں شمار کرتے ہیں آج خواب میں مجھے مرزا کی حالت ایک شیشہ کی صورت میں دکھائی گئی جس کا بہت سا حصہ

سیاہ ہو گیا ہے اور تھوڑا سا شفاف ہے، اس تھوڑے سے حصہ پر کبھی سیاہی پھر جاتی ہے اور کبھی پھر شفاف ہو جاتا ہے۔ گویا کہ یہ ایک تصویری بیان ہے کہ مرزا کو فطری استعداد عمدہ ملی ہے مگر اس پر نفس پرستی کی سیاہی پھر گئی ہے۔ جب کبھی وہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور اضطراری دعائیں کرتا ہے تب کچھ حصہ صاف ہو جاتا ہے۔ مگر پھر وہ حصہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ والسلام۔

عبدالحکیم خان از پٹیالہ۔ ۱۹ جولائی ۱۹۰۷ء (اخبار الحکم قادیان ۲۴ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۳)

اس کے چند ماہ بعد مرزا صاحب قادیانی اشتہار تبصرہ میں لکھتے ہیں:

میرا لڑکا مبارک احمد نابالغ تھا ابھی نو برس کی عمر کو نہیں پہنچا تھا جب وہ فوت ہو گیا... خدا کی قدرتوں کے قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا ساتھ ہی خدا نے یہ الہام کیا انّا نبشّرك بغلام حلیم ینزل منزل المبارك یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوش خبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا قائم مقام ہوگا اور اس کا شبیہ ہوگا پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن خوش ہو، اس لئے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دی تا یہ سمجھا جاوے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہے.... (خدا نے) آخر میں اردو میں فرمایا کہ میں تیری عمر بڑھا دونگا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیش گوئی کرتے ہیں ان سب کو میں جھوٹا کرونگا اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا تا معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔

یہ عظیم الشان پیش گوئی ہے جس میں میری فتح اور دشمن کی شکست اور میری عزت اور دشمن کی ذلت اور میرا اقبال اور دشمن کا ادبار بیان فرمایا ہے اور دشمن پر غضب اور عقوبت کا وعدہ کیا ہے اور میری نسبت لکھا ہے کہ دنیا میں تیرا نام بلند کیا جائے گا اور نصرت اور فتح تیرے شامل حال ہوگی اور دشمن جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا...

خاکسار میرزا غلام احمد ۵ نومبر ۱۹۰۷ء (الحکم نمبر ۴۰ جلد ۱۱۔ نومبر ۱۰، ۱۹۰۷ء.... ص ۴، ۶)

یعنی اے مرزا قادیانی! اگست ۱۹۰۸ء تک تم یقیناً نہیں مرو گے کیونکہ اگر تمہاری اجل مقدر اس درمیان میں لکھی ہوئی بھی ہو، تب بھی اسے ٹال دیا جائے گا اور تمہاری عمر بڑھا دی جائے گی۔ اور یہ پیش گوئی نومبر ۱۹۰۷ء میں کی گئی جس کے ۶ ماہ بعد بیس دن بعد وہ چل بسے۔ اس پر مریدین سوالات کرنے لگے۔ مثلاً سوال ہوا:

مانا کہ مرزا صاحب اپنی پیش گوئی میں سچے نکلے (کون سی پیش گوئی میں؟ بہاء) اور ان کے بالمقابل عبدالحکیم کی پیشگوئیاں بھی جھوٹی نکلیں مگر پھر بھی یہ تو ضرور چاہیے تھا کہ آپ کا دشمن آپ کے سامنے مرتا نہ یہ کہ

آپ اپنے دشمن کے سامنے۔ میرے خیال میں اس طرح مرنا مرزا صاحب کی کسرشان میں داخل ہے

جواب: آپ (مرزا) کی کسر شان اس سے نہیں ہوتی، بلکہ اس سے تو آپ کی عزت بڑھتی ہے۔ کیونکہ عبدالحکیم کے آپ کے بعد چند روز تک مہلت پانے میں دو حکمتیں تھیں، جو ہمارے حضرت اقدس کی عز و شان کا موجب ہوئیں اور عبدالحکیم کی ذلت و رسوائی کا۔

اول یہ کہ عبدالحکیم کو آپ کے بعد زندہ رہنے نے کوئی عزت نہیں بخشی بلکہ اور علاوہ اور خصوصیتوں کے اس خصوصیت نے اس کو مثیل مسیلمہ کذاب ثابت کیا .... پھر علاوہ ان مشابہتوں کے ایک عددی مساوات کی مشابہت بھی مسیلمہ کی اس مسیلمہ ثانی (عبدالحکیم) میں پائی جاتی ہے۔ اس طرح پر کہ جتنے اعداد مسیلمہ کے نام کے ہیں اتنے ہی عبدالحکیم کے۔ یعنی مسیلمہ کے اعداد بھی ۱۸۵ ہیں اور عبدالحکیم کے بھی ۱۸۵۔ اخبار بدر قادیان ۳۱۔ اگست ۱۹۰۸ء ص ۱۲۔

قارئین غور فرمائیں کس طرح احمقوں کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا رہی ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی بہر حال اپنی زندگی میں سب پیش بندیاں فرما گئے تھے کیونکہ انہوں نے یہ بھی فرما رکھا تھا کہ خدا نے اپنی وحی میں میرا نام عبدالحکیم رکھا ہے۔ بہاء)

ثناء اللہ کے قادیان نہ آنے کی پیش گوئی

اور ایک پیشینگوئی (الہامات مرزا۔ ص ۱۱۵ میں) یہ لکھی ہوئی ہے کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

واضح رہے مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے ایک یہ ہے کہ وہ تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کیلئے میرے پاس ہرگز نہ آئینگے اور سچی پیشگوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کیلئے موت ہوگی (اعجاز احمدی۔ ص ۳۷)

یہ پیشین گوئی بھی جھوٹی ثابت ہوئی چنانچہ صرف پیش گوئی کی پڑتال اور تحقیق کے لئے مولوی ثناء اللہ قادیان گئے اور وہاں پہنچ کر مرزا قادیانی کے نام رقعہ لکھا جس کا ماحصل یہ ہے کہ

آپ نے اعجاز احمدی صفحہ ۲۳ میں جو لکھا ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ سچے ہیں تو قادیان آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک سو روپیہ انعام دیئے جائیں گے۔ جس کے پندرہ ہزار روپئے ہوتے ہیں اور ایک لاکھ روپیہ مریدوں سے دلوایا جائے گا اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ اور نیز آپ نے لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں اس لئے ہم مدعو کرتے ہیں اور خدا

کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان میں آئیں۔ اس لئے میں اس وقت حاضر ہوں اور جناب کی دعوت قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا ورنہ توقف نہ ہوتا.. مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشے نہ کریں گے اور حسب وعدہ مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں۔ (الہامات مرزا۔ص ۱۱۶)

چونکہ مرزا قادیانی نے اس پیش گوئی کو اپنا معجزہ قرار دیا اور مولوی صاحب کے وہاں پہنچ جانے سے اس کا اور اس کی وجہ سے نبوت کا ابطال ہو گیا اس لئے مرزا قادیانی پر مولوی صاحب کی دعوت قبول کرنا نہایت شاق ہوا خصوصاً اس وجہ سے کہ ایک مہینے کے توقف کے باعث اس معجزے کے وقوع پر مبارک بادیاں بھی دی گئی تھیں چنانچہ رسالہ فتح قادیان میں لکھا ہے کہ مرزائی یہاں تک بڑھ گئے کہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کے اخبار الحکم میں مولوی صاحب کے قادیان میں نہ پہنچنے کو معجزہ لکھ کر اپنے گروگھنٹال کو مبارک بادیں دیں۔ انصاف کی بات تو یہ تھی کہ اس وقت جیسے مبارک باد دی گئی تھی مولوی صاحب کے پہنچ جانے پر نبوت کو سلام اور خیر باد کہہ دیا جاتا مگر افسوس ہے اتنی بڑی نشانی پر بھی متنبہ نہ ہوا۔ الغرض مرزا قادیانی اس رقعے کو دیکھتے ہی برہم ہوئے اور جواب لکھا:

اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک اور شبہات پیش گوئیوں کی نسبت رفع کریں تو آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی مگر میں قسم کھا چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے مباحثات نہیں کرونگا۔ آپ کے رفع شکوک اور شیطانی وسوسوں کے دفع کرنے کی یہ صورت ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہ ہوں اور آپ کی مجال نہ ہوگی کہ ایک کلمہ بھی زبان سے نکال سکیں صرف آپ مختصر ایک یا دوسطر حد تین سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے اور میں با آواز بلند لوگوں کو سنا دوں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ تین گھنٹے تک تقریر کرتا رہوں گا اور ہر ایک گھنٹے پر آپ کو متنبّہ کیا جائے گا کہ اگر تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کو منہ بالکل بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔ اگر آپ شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنوں گا اور آپ کو بھی خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں۔ اب ہم دونوں میں

ان دونوں قسموں سے جو انحراف کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہے اور وہ لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔ آمین۔ سو اب میں دیکھونگا کہ آپ سنت نبوی کے مافق اس قسم کو پوری کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لئے جاتے ہیں

(الہامات مرزا۔ ص ۱۱۷ تا ۱۱۹)

مرزا قادیانی اس موقع پر جو کچھ فرمائیں تھوڑا ہے اس لئے کہ مدعی نبوت جب کسی بات کو اپنا معجزہ قرار دیتا ہے اور اس کا وقوع نہیں ہوتا تو اہل حق کے نزدیک وہ کاذب اور مفتری مسلّم ہو جاتا ہے گو باطل پسند طبائع کو کوئی جنبش نہ ہو۔... بہر حال مرزا قادیانی کو اس موقع میں سخت ناکامی اور ذلت ہوئی پھر اگر اتنا بھی نہ کہیں تو نفس کو کیونکر تسکین ہو۔

مرزا قادیانی اگر انصاف سے کام لیتے تو مولوی صاحب کو نہایت خوشی سے مناظرے کا موقع دیتے کیونکہ پیش گوئیوں کا جب وقوع ہو چکا تھا تو ممکن نہیں کہ ان واقعات کی تکذیب کسی سے ہو سکے۔ مثلاً مرزا قادیانی نے کسی کی نسبت پیش گوئی کی کہ اتنی مدت میں فلاں شخص مر جائے گا اور فی الواقع وہ مر بھی تو کیا ممکن ہے کہ دلائل سے اس کی موت کا ابطال ہو سکے۔ ایک جماعت گواہی کے لئے کھڑی ہو جاتی کہ ہم لوگ اس کے دفن میں شریک تھے۔ اسی طرح ہر پیش گوئی کی تصدیق گواہوں سے ہو جاتی۔ مرزا قادیانی کا اس موقع میں پہلوتہی کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ جیسے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ کسی پیش گوئی کا وقوع ہوا ہی نہیں وہی صحیح ہے۔

اب یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ مرزا قادیانی نے مولوی صاحب کو دعوت کس غرض سے دی تھی۔ یہ نہیں لکھا تھا کہ قادیان تشریف لائیں اور صدق دل سے آمنا وصدقنا کہہ کر اپنے مریدوں میں داخل ہو جائیں جس کے صلے میں ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے دیئے جائیں گے۔ اگر یہی بات پیش نظر تھی تو یوں فرماتے کہ آپ قادیان آ کر ہماری پیش گوئیوں کی تصدیق کر لیں تو ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے آپ کو انعام دیئے جائیں گے حالانکہ برخلاف اس کے تحریر مذکور بالا میں مصرح ہے کہ اگر آپ قادیان میں آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی ثابت کریں تو ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپے دیئے جائیں گے وغیرہ۔ مرزا قادیانی بھی سمجھتے ہوں گے کہ یہ روپیہ تصدیق کے صلے میں قرار دیا گیا تھا یا تکذیب کے صلے میں۔ پھر جب جھوٹ ثابت کرنے کے لئے دعوت دی گئی تھی تو معاملہ برابر کا ٹھہرا۔ اگر صدق ثابت کرنے کے لئے مرزا نے تین گھنٹے لئے تھے تو مولوی صاحب کو کذب ثابت کرنے کے لئے بھی اسی قدر مدت درکار تھی۔ پھر صم بکم بیٹھے رہنے سے کذب

خود ہی کیونکر ثابت ہوسکتا تھا؟ مناسبت تو یہ تھا کہ مرزا قادیانی صم بکم بیٹھ کر اپنا دعوی ثابت کرتے کیونکہ وہ مدعی نبوت تھے ،اس خرق عادات کا اظہار ان کے ذمہ ہونا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب تو مدعی نبوت تھے ہی نہیں، پھر یہ معجزہ ان سے کیوں طلب کیا گیا کہ حالت خاموشی میں اپنا دعوی ثابت کر دیں۔ اگر چہ مرزا صاحب نے فیاضی کی کہ اپنا منصب ان کو دیا مگر ان پر تو ظلم ہو گیا۔ مرزا قادیانی اس قسم کے معاملات میں دل کھول کر فیاضی فرماتے ہیں۔ چنانچہ قسم تو آپ نے کھائی اور لعنت میں مولوی صاحب کو بھی شریک کرنا چاہا۔ انہوں نے کب قسم کھائی تھی جو پوری نہ کرتے تو قادیان سے نکلتے ہوئے لعنت کو ساتھ لے جاتے۔ انہوں نے اسی لحاظ سے قسم نہیں کھائی کہ کہیں وہ لعنت قادیان ے ان کے ساتھ نہ چلی جائے۔ البتہ مرزا قادیانی کو لعنت کا کچھ خوف نہیں چنانچہ ابھی معلوم ہوا کہ انہوں نے خدا سے کہہ کر اپنے کو ملعون سمجھ لیا۔

مرزا قادیانی نے فقط صم بکم رہنے کا ہی بار مولوی صاحب پر نہیں ڈالا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ اب اس کج دار و چکر کو دیکھئے کہ زبان نہ ہلائیں اور جھوٹ ثابت کر دیں یا آمنا و صدقنا کہہ دیں ورنہ نہ مسلمان رہ سکتے ہیں نہ شریف۔

مرزا قادیانی نے خوش اعتقادی سے مولوی صاحب کو شاید اپنے معتقدوں میں سمجھ لیا جو فرماتے ہیں کہ آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور اپنے شکوک وشبہات رفع کریں۔ حالانکہ وہ اس غرض سے آئے تھے کہ جو مرزا قادیانی کی تقریروں سے سے لوگ شک میں پڑ گئے تھے اس کو اس طور پر رفع کریں کہ واقعات بتلا کر یہ ثابت کر دیں کہ کسی پیش گوئی کا وقوع ہوا ہی نہیں۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی، مولوی صاحب کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ کل پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو ان کے کذب کا یقین تھا۔ پھر معلوم نہیں کہ کس بنیاد پر ان کی طرف شک منسوب کیا گیا۔

آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب کے قادیان میں جانے کی پیش گوئی جھوٹی ہونے کا ایک بدنما اثر یہ بھی ہوا کہ مرزا قادیانی نے قسمیں دے کر مولوی صاحب کو جس کام کے لئے دعوت دی تھی اس سے بھی انکار کر گئے اور ایسی شرطیں لگائیں کہ مولوی صاحب کا مطلب فوت ہو جائے۔ اس پر بھی مولوی صاحب نے جواب لکھا کہ

آپکی بے انصافی کو بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین سطریں ہی لکھونگا اور آپ بلا شک

تین گھنٹے تک تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہوگی کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہو کر سنا دونگا اور ایک گھنٹے کے بعد پانچ منٹ نہایت دس منٹ تک آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کرونگا۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا کی تین گھنٹوں کی فصیح و بلیغ تقریر کا جواب مولوی صاحب دس پانچ منٹ میں کیوں کر دے سکتے اور اگر جواب دیتے بھی تو لوگ اس کو کیا سمجھ سکتے اور اس کا کیا اثر ہوتا؟ اس میں شک نہیں کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب دس پانچ منٹ میں مرزا قادیانی کا جھوٹ ثابت کر دیتے تو بلا شبہ ان کی کرامت اس سے ثابت ہوتی۔ مرزا قادیانی کو اسی کا خوف ہوا کہ کہیں وہ کرامت معجزے پر غالب نہ ہو جائے اس لئے انہوں نے دس پانچ منٹ تقریر کرنے سے بھی انکار کر دیا۔

اس خیال کرامت کا کس قدر اثر ہوا کہ مرزا کی حالت ہی متغیر ہوگئی اور لگے کانپنے۔ مگر اس رعب کی حالت کو غصے کی صورت بنا کر چھپا دیا چنانچہ حکیم محمد صدیق وغیرہ جو مولوی ثناء اللہ صاحب کا جواب مرزا قادیانی کے پاس لے گئے تھے قسم کھا کر کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی سنتے جاتے تھے اور بڑے غصے سے بدن پر رعشہ تھا اور دہان مبارک سے خوب گالیاں دیتے تھے اور کتا، سور، کنجر وغیرہ خاص خاص اسماء بتا کر فرماتے کہ ہم اس کو کبھی بولنے نہ دیں گے، گدھے کی طرح لگام دے کر بٹھائیں گے۔ اس کو کہہ دو کہ لعنت لے کر قادیان سے چلا جائے وغیرہ۔

مرزا کے قول وفعل کا اندازہ اس سے ہوگیا کہ خود ہی قسمیں دے کر ان کو دعوت دی اور جب وہ آ گئے تو عین موقع بحث پر اس شدومد اور غیظ وغضب سے انکار کیا کہ حصول مقصود حیز امکان سے خارج ہوگیا۔ کیا کوئی منصف مزاج شخص انکی اس حرکت کو رضامندی کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔

مرزا قادیانی نے دعوت دینے کے وقت یہ خیال کیا ہوگا کہ اتنی رقم کثیر کی شرط جب لگائی جائے گی تو مولوی صاحب پر رعب پڑ جائیگا کیونکہ عادت ہے کہ جس کو اپنے صدق اور قوت دلائل پر وثوق ہوتا ہے تو شرط میں بے دریغ روپئہ لگا دیتا ہے۔ اور رعب کی وجہ سے جب وہ نہ آئیں گے تو تمام پیش گوئیاں اس اشتہاری دعوت کی وجہ سے ناواقف لوگوں کے ذہنوں میں وقعت پیدا کر لیں گی۔ اور اسی خیال کے بھروسے انہوں نے یہ پیش گوئی کر ڈالی کہ وہ ہرگز ان پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے قادیان نہ آئیں گے اور یہ خیال اس قدر متمکن ہوا کہ یہ پیش گوئی بھی معجزہ قرار دی گئی۔ مگر چونکہ مولوی صاحب ان کی چالوں سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ کسی پیشین گوئی کا وقوع نہیں ہوا

صرف سخن سازیوں سے کام لیا جا رہا ہے اس لئے اس تخویف کی کچھ پرواہ نہ کر کے قادیان پہنچ گئے ۔ پھر کیا تھا؟ مرزا قادیانی لگے منہ دیکھنے، اور بدحواسی کی حالت میں جیسے جیسے ان کی یاس بڑھتی گئی ویسے ویسے ان کی زبان دراز ہوتی جاتی تھی، کما قیل اذا یئس الانسان طال لسانہ اور کیوں نہ ہو، جب اتنی بڑی تخویف کا کچھ اثر نہ ہوتو صرف سخن سازیوں سے کیا کام نکل سکے ۔آخر مولوی صاحب کو بھی وہ جانتے تھے کہ فاضل ہیں، کہاں تک ان کے مقابلے میں زبان یاری دے گی اور واقعات مساعدت کریں گے، اور سوچا کہ اگر انکا دم مسیحائی نہ روکا جائے تو اپنی عیسویت کا خاتمہ ہے ۔اسلئے یہاں تک اس بات میں مبالغہ کیا کہ دوتین سطر جو اعتراض میں لکھی جائیں وہ بھی مولوی صاحب اپنی زبان سے نہ سنائیں ۔ چنانچہ لکھا کہ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سنائیں ہم خود پڑھ لیں گے مگر چاہیے کہ دوتین سطروں سے زیادہ نہ ہو۔غرض مولوی صاحب کی کوئی درخواست قبول نہ ہوئی اور حوارئین سے یہ لکھنے کو کہہ دیا کہ چونکہ تمہارے مضامین تمہارے رقعے محض عناد اور تعصب آمیز تھے اور حضرت اقدس انجام آتھم میں قسم کھا چکے ہیں کہ مباحثے کی شان میں مخالفین سے کوئی تقریر نہ کریں گے اس لئے آپ کی درخواست ہرگز منظور نہیں ہے۔ والسلام ۔

جب اس قدر نازک دماغی تھی کہ دس پانچ منٹ کی تقریر کی درخواست محض عناد وتعصب آمیز سمجھی گئی تو معلوم نہیں کہ ابتدائی درخواست میں قادیان آنے اور پیش گوئیوں کی تحقیق کرنے کے کیا معنی رکھے گئے تھے۔

اب یہ بات بھی سن لیجئے کہ مرزا قادیانی جوفرماتے ہیں کہ رسالہ انجام آتھم میں مباحثہ نہ کرنے پر قسم کھا چکے ہیں، اس کی پابندی کہاں تک ہوئی ۔

الہامات مرزا کے صفحہ ۱۲۴ میں مولانا ثناء اللہ نے لکھا ہے کہ انجام آتھم سے چار سال بعد معیار الاخیار میں مرزا قادیانی نے یہ اشتہار شائع کیا کہ:

> آپ لوگ اے علمائے اسلام اب بھی اس قاعدے کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کیلئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے کسی قریب مقام میں ایک مجلس مقرر کریں اور نیز واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اوران کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے تسلی کر لیں ۔قرآن وحدیث کی رو سے عقل کی رو سے آسمانی تائیدات اورخوارق وکرامت کی رو سے۔ (مجموعہ اشتہارات ۔ج ۳۔ص ۲۷۰ملخص)

اس میں تو مرزا خود علماء سے مباحثہ کی درخواست کر رہے ہیں پھر نہ یہ شرط ہے کہ سو

سطروں سے زیادہ نہ لکھیں نہ یہ کہ صم بکم بیٹھے رہیں، بلکہ صاف لفظوں میں بحث کی اجازت مل گئی تھی، تو مولوی صاحب کا بھی مباحثہ اسی اجازت میں شریک تھا کیونکہ اشتہار معیار الاخیار والی درخواست مباحثے کے بعد مولوی صاحب مباحثہ کے لئے گئے تھے۔ رہا منصفانہ مباحثہ سو یہ علم قبل از وقوع کیوں کر ہوا کہ مولوی صاحب منصفانہ مناظرہ نہ کریں گے۔ اگر کشف سے معلوم ہو گیا تھا تو اتمام حجت کے لئے صرف دو تین گھنٹے ان کی تقریر ایک مجمع میں سن لی جاتی اور اس کے بعد ثابت کیا جاتا کہ وہ تقریر ظالمانہ تھی جس سے اہل مجمع خود انصاف کر لیتے کہ کون حق پر ہے۔

عبدالقادر شکار پور سندھ کے سوالوں کے جواب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

کرشن ہونے کا دعوی خدا تعالی کی وحی سے ہے ہر ایک ملک میں نبی ہوتے رہے ہیں پس یہ شرارت ہے کہ بغیر علم یقینی کے کرشن کو برا کہا جائے۔

میں نے ثناء اللہ کو ہرگز نہیں کہا کہ میرے مکان پر نہ آ ؤ۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین بلکہ خود ان آریہ سماج والوں کے مکان میں اترا جو ہمارے نبی ﷺ کو صدہا گالیاں نکالتے ہیں جن کے گندے رسالے اب تک موجود ہیں۔ ایک غیرت مند مومن کا کام نہیں کہ ایسے پلید گروہ دشمن اسلام کے گروہ میں اترے (ثناء اللہ تو آپ کو بھی دشمن اسلام ہی سمجھتا تھا۔ پھر آپکے مکان پر کیوں آتا، پھر آپ نے اسے اپنے مکان پر آنے کی دعوت بھی نہیں دی تھی، مباحثے کیلئے بلایا تھا جو کسی مسجد میں یا کسی اور جگہ ہونا تھا، اور یہ بھی ابھی طے کرنا باقی تھا کہ کہاں ہو، ظاہر ہے کہ دونوں کی رضامندی سے مقام کا تعین ہونا تھا۔ بہاء) نہ میرے پاس وہ آیا، نہ آنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے اس کو کب کہا کہ تم چوروں کی طرح میرے پاس آ ؤ۔ (اس کے مقابل یہ بھی نہیں کہا کہ اعلان کر کے اور خط لکھ کر آ ؤ۔ خط لکھ کر اور اعلان کر کے آنے میں تو خطرہ بھی تھا کہ ۱۱۔۱۲ میل کے اجاڑ بیابان راستے میں کہیں بھی اس کا راستہ روکنے کی آپ کا کوئی مرید کوشش کرے اور یوں آپ کی پیش گوئی کو سچا کر دے کہ ثناء اللہ نہیں آئے گا۔ بہاء) وہ ہرگز میرے پاس نہیں آیا (یہ بات آپ نے ثناء اللہ کے نام خطوط میں نہیں لکھی کہ وہاں کیوں اترے، بلکہ یہاں اترنا چاہیے تھا، اب بھی چلے آ ؤ۔ اس وقت آپ نے کسی قسم کا نہ اعتراض کیا نہ گھر آنے اور چائے وغیرہ کی دعوت دی۔ بہاء) .. وہ میرے دروازے پر نہیں آیا، تا میں اس کی خاطر داری کرتا۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۰ جون ۱۹۰۵ء ص ۱)

مرزا قادیانی کا مقصود اس قسم کے اشتہار سے یہی ہوا کرتا ہے کہ بالائی تدابیر سے کام نکالیں جن سے ناواقف معتقد ہو جائیں اور اگر کوئی مقابل ہو جائے تو پہلو تہی کرنے میں کون چیز

مانع ہے جیسا کہ مولوی صاحب کو دعوت دے کر پہلو تہی کر گئے۔ اسی طرح معیار الاخیار کے اشتہار کا بھی وہی حال ہوا۔ اب دیکھئے کہ اشتہار مذکور کے دیکھنے والوں کو کیونکر دھوکا نہ ہو۔ کس تصریح سے لکھتے ہیں کہ قرآن سے، حدیث سے، عقل سے، کرامتوں سے، ہر طرح سے اپنا مدعا ثابت کرنے کو موجود ہیں ایسے اعلان کے بعد ان کی حقانیت میں کس کو شبہ رہے گا ہر جاہل یہی کہے گا کہ مرزا قرآن وحدیث وکرامات سے اپنی عیسویت ثابت کرنے کو موجود ہیں، اور کوئی مولوی مقابل نہیں ہوسکتا۔ مگر جب موقع آیا اور علماء مباحثہ پر آمادہ ہوئے تو وہ سب کالعدم اور نسیاً منسیاً ہوگیا چنانچہ الہامات مرزا (ص ۱۲۵۔۱۲۶) میں لکھا ہے کہ اس اشتہار کے بعد جب ندوۃ العلماء کا جلسہ امرتسر میں ہوا تو علمائے موجودین جلسہ نے مرزا قادیانی کے نام خط لکھا کہ آپ کی تحریر کے مطابق ہم لوگ بحث کرنے کیلئے حاضر ہیں اور پہلے آپ کو اس کی اطلاع بھی ہو چکی ہے اس لئے قلت وقت کا عذر بھی نہیں رہا، اور آپ کو اپنے خیالات کی اشاعت اور تحقیق حق کا اس سے بہتر موقع نہ ملے گا۔ اور یہ خط مرزا قادیانی کو پہنچ بھی گیا... مگر مرزا قادیانی نے اس کا جواب نہ دیا۔ دوسری طرف مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کر دیا کہ مجھے امرتسر آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اپنے مرید مولوی محمد احسن امروہی، جو آپ کے تنخواہ دار گشتی واعظ تھے، جلسے کی سن گن لینے کیلئے امرتسر روانہ کر دیا۔ مولوی محمد احسن اپنے امرتسری دورہ کے متعلق بعد ازاں فرماتے ہیں:

میں نے سوچ رکھا تھا (امرتسر ندوہ کے اجلاس کے موقع پر) کہ اگر مجھے کچھ کہنے کا موقع ملے تو یہ پیش کروں نگا کہ حجاز ریلوے اب بڑی سرعت سے طیار ہو رہی ہے اور روئے زمین کے مسلمان اس چندہ میں شریک ہوئے ہیں حضرت اقدس نے تو اس میں کوئی چندہ بھی نہیں دیا (حالانکہ دینا چاہیے تھا کیونکہ مرزا کہتے ہیں کہ نشانات اور پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے لئے کوششیں کرنا چاہییں۔ بہاء) لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ بھی اسی کی صداقت کا ایک نشان ہے کیونکہ فرمایا گیا ہے یترکن القلاص فلا یسعی علیہا کسوف خسوف پہلے ہو چکا اور نشانات بھی پورے ہو گئے اب یہ بھی ہو ہی رہا ہے اس لئے مولویوں کو چاہیے کہ وہ سلطان (ترکی) کے آگے جا کر روئیں پیٹیں کہ یہ ریلوے نہ بنائی جائے فرمایا حقیقت میں یہ ریلوے مسیح موعود کا ایک نشان ہے قرآن شریف میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے و اذاالعشار عطلت۔ (اس واقعہ کے جلد ہی بعد اللہ تعالی نے خود ہی ریلوے لائن کی تعمیر بند کروادی، بلکہ جو بن چکی تھی وہ بھی اکھڑوادی۔ کیا یہ بات نشان نہیں کہ مرزا صاحب کا دعوی جھوٹا تھا۔ بہاء)

مرزا صاحب نے ۱۵۔ اکتوبر کو صبح کی سیر کے موقع پر فرمایا، دین داری تو تقوی کے

ساتھ ہوتی ہے یہ لوگ غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یترکن القلاص میں ریل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اگر اس سے ریل مراد نہیں تو پھران کا فرض ہے کہ وہ حادثہ بتائیں جس سے اونٹ ترک کئے جائیں۔ پہلی کتابوں میں بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت آمد و رفت سہل ہوجاوے گی۔ (اخبارالحکم قادیان ۳۱۔اکتوبر۱۹۰۲ء ص ۴)۔

(بسیں کوچیں،ٹرک،کاریں۔جیپیں،ہیلی کاپٹر،ہوائی جہاز،راکٹ وغیرہ جومرزا کے وقت میں موجود نہ تھے،وہ کس شمار میں آئیں گے۔مرزاصاحب کو دہلی جانے لئے کم ازکم ڈیڑھ دن لگتا تھا جو اس دور میں تقریباً ۳۵۵ میل کا سفر تھا اور یکوں،رتھوں،پیدل اور ریل گاڑی پر طے کیا جاتا تھا۔آج کے دور میں قادیان سے دہلی کا سفر دو تین گھنٹوں سے زیادہ کا نہیں ہے۔بہاء) مرزاصاحب کے دور میں دہلی سے لندن کے سفر میں کم ازکم دو ہفتے لگتے تھے ،اب یہ سفر نصف روز سے بھی کم میں طے ہوسکتا ہے۔جو آرام دہ بھی زیادہ ہے محفوظ بھی زیادہ اور تیز رفتار بھی زیادہ ۔دہلی سے نیویارک کا سفر مرزاصاحب کے دور میں ایک مہینے سے کم تو کیا ہوگا،آج یہ سفر ایک دن میں کیا جا سکتا ہے،۔اگر آمد و رفت کا سہل اور تیز ہونا مسیحیت کا نشان ہو تو مسیح کے آنیکا وقت ۱۹ ویں صدی عیسوی کے آخر یا بیسوی صدی کے شروع سے کی نسبت اکیسویں صدی زیادہ موزوں ہے اور بائیسویں صدی شائد موزوں تر ہو۔بہا)

عقلاء سمجھ سکتے ہیں کہ اس شد و مد کے اشتہار کے بعد مرزا کا سکوت کیا کہہ رہا ہے۔یہی کہہ رہا ہے کہ وہ لمبے چوڑے دعوے سب الفاظ ہی الفاظ تھے۔نہ وہاں قرآن ہے،نہ حدیث،نہ عقل،نہ کرامت۔ اگر ان امور سے ایک بات بھی مرزا قادیانی کے پاس ہوتی تو اتنے علماء اور ایسے کثیر التعداد حاضرین جلسہ کے روبرو پیش کرنیکو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتے اور اس موقع میں ایسا الزام اپنے ذمہ نہ لیتے جس سے غور کرنے والوں کے روبرو ایک مجموعہ بدعنوانیوں کا پیش ہوجاتا ہے۔

یوں تو مرزا قادیانی کی پیش گوئیاں بہت ساری ہیں مگر یہ جو مذکور ہوئیں بطور دعوی اور تحدی اور معجزے کے رنگ میں تھیں جن پر مدار ان کی نبوت کا تھا اور الہاموں کی بنیاد پر یہاں تک زور دیا گیا تھا کہ اگر وہ صحیح نہ نکلیں تو مرزا قادیانی کاذب ودجال وملعون وغیرہ سمجھ لئے جائیں بلکہ سولی پر چڑھائے جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان میں ایک بھی صحیح نہ نکلی بلکہ مرزا قادیانی نے صرف حیلوں اور سخن سازیوں سے کام لیا۔..

تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی نے مولوی ثناء اللہ اور علمائے ندوہ کے مقابلے میں مناظرے سے گریز کیا اور عبدالمجید صاحب مالک مطبع انصاری دہلی بیان للناس میں لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں اشتہار دیا تھا کہ میرے مسیح موعود ہونے کا سارا قرآن مجید مصدق اور

تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں ۔اس پر مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کے نام نوٹس دیا کہ اگر آپ اپنے دعوی کو مجمع علماء میں ثابت کر دیں گے تو میں ایک ہزار روپیہ نقد آپ کی خدمت میں پیش کرونگا اور ایک سال ہر روز آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں ۔ یہ نوٹس ۱۳۰۹ھ میں دیا گیا مگر اس کا کچھ جواب نہ دیا حالانکہ یہ نوٹس انجام آتھم سے پہلے دی گئی تھی اس وقت تو مرزا نے مناظرہ نہ کرنے پر قسم بھی نہ کھائی تھی کیونکہ انجام آتھم کی تاریخ الہامات مرزا میں ۱۸۹۶ء لکھی ہے۔

الحاصل کئی شہادتوں سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی نے علماء کے مقابلے میں آنے سے گریز کیا..اب ہم مرزا صاحب کی چند تحقیقات بطور مشتے نمونہ ازخروارے پیش کرتے ہیں جن کے دیکھنے سے ان کی جرأت بے باکی خلاف بیانی کلام میں تعارض کسی قدر معلوم ہو جائے۔

باعث شرم قادیانی تحقیقات

مرزا غلام احمد قادیانی تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے بھائی مسلمان کسی ایسے زمانے سے کہ جب سے بہت سے عیسائی دین اسلام میں داخل ہوئے ہوں گے اور کچھ کچھ حضرت مسیح کی نسبت اپنے مشرکانہ خیال ساتھ لائے ہونگے اسے بے جا عظمت دینے کے عادی ہو گئے ہونگے (ازالہ اوہام۔ص۲۵۲)

مشرکانہ خیالات سے مراد عیسیٰؑ کی زندگی ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے اور جن کی ابتداء صحابہ ہی کے زمانے سے ہو چکی ہے۔

نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال وغیرہ کی حقیقت ...ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو.. تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص۶۹۲)

° یہ الزام نبی ﷺ پر اس وجہ سے لگایا جا رہا ہے کہ احادیث نبویہ مسلمانوں کو مرزا قادیانی پر ایمان لانے سے روک رہی ہیں۔

درازی ایام زمانہ دجال میں ہونا احادیث سے ثابت ہے اس کی نسبت لکھتے ہیں:

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ایسے امور جو عملی طور پر سکھلائے نہیں جاتے اور نہ ان کے جزئیات خفیہ سمجھائی جاتی ہیں انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو وخطا ہے۔

(ازالہ اوہام۔ص۶۸۷)

مطلب یہ ہوا کہ افضل الانبیاء ﷺ نے (نعوذ باللہ) اس بات میں خطا کی ہے جس پر مرزا قادیانی مطلع ہوئے۔ اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں :

جب تک خدا تعالی نے خاص طور پر تمام مراتب کسی پیش گوئی کے آپ پر نہ کھولے تب تک آپ نے اس کی کسی شق خاص کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۰۶)

دیکھئے دونوں بیانوں میں کس قدر تعارض ہے خود غرضی کی کچھ انتہاء بھی ہے۔ جہاں کسی پیش گوئی سے نفع اٹھانا مقصود ہوا تو تعریف کر دی اور صراحتاً مخالف ہوئی کہہ دیا کہ نبی ﷺ نے اس میں خطا کی۔ معاذ اللہ۔ لکھتے ہیں :

خدا نے مجھے بھیجا اور میرے پر خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے (ازالہ اوہام۔ص ۵۶۱)

مسیلمہ کذاب سے لے کر آج تک جتنے جھوٹے نبی گذرے ہیں سب کا یہی دعویٰ تھا کہ خدا نے ہم کو بھیجا مگر خاتم النبیین پر ایمان لانے والے ایسے نبیوں پر کب ایمان لا سکتے ہیں۔ مرزا کو تو الہام کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے اسحاق اخرس نے تو اس کو مدلل بھی کر دکھایا۔

کتاب المختار میں لکھا ہے کہ یہ شخص مغربی تھا، تمام آسمانی کتابیں پڑھ کر اصفہان کے مدرسے میں آیا اور دس برس تک خاموش رہا، یہاں تک کہ گونگا مشہور ہو گیا۔ ایک رات اٹھ کر اہل مدرسہ کو جمع کر کے کہا کہ آج دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھ کو جگا کر میرے منہ میں ایک ایسی چیز ڈالی جو شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سرد تھی، پھر مجھے نبوت دی۔ ہر چند میں کہتا رہا کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر انہوں نے نہ مانا اور معجزہ یہ دیا کہ باوجود گونگا ہونے کے میں فصیح ہو گیا۔ پھر مجھے انہوں نے قرآن تورات انجیل اور زبور پڑھنے کو کہا۔ میں نے فوراً تمام کتابیں ان کو سنا دیں اور وہ مجھے یاد ہو گئیں چنانچہ اب بھی پڑھ سکتا ہوں۔ اب جو شخص خدا پر اور محمد ﷺ پر اور مجھ پر ایمان لائے اس کو تو نجات ہے اور جو کوئی عذر کرے یاد رکھو کہ وہ محمد ﷺ پر بھی ایمان نہیں لایا۔

غرض یہ کہ یہ سن کر لاکھوں آدمی اس کے تابع ہو گئے اور اصفہان سے بصرہ اور عمان تک وہ قابض ہو گیا۔ غرض جھوٹوں کی عادت ہے کہ الہام کے ذریعے سے لوگوں کو گمراہ کیا کرتے ہیں۔

اور مرزا قادیانی لکھتے ہیں :

جب تم مسیح کا مردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کر دو گے تو اس دن سمجھ لو کہ عیسائی مذہب آج دنیا سے رخصت ہو گیا۔ یقیناً سمجھ لو کہ

جب تک انکا خدا فوت نہ ہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہوسکتا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۶۱)

ابلہ فریبیوں کی کچھ انتہاء ہے مرزا قادیانی یہ تدبیر اس غرض سے بتارہے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کی زبانوں سے عیسیٰ کی موت نکل آئے تو اسکے ساتھ ہی فرمائیں گے کہ لیجئے وہ تو مرگئے اور احادیث سے عیسیٰؑ کا آنا ثابت ہے اب مجھی کو عیسیٰ سمجھ لو۔ مرزا قادیانی ایک عرصہ سے یہی کہہ رہے ہیں کہ عیسیٰؑ مرگیا مرگیا مرگیا اور ان کے ساتھ ان کے لاکھ آدمی یہی کہہ رہے ہیں، مگر اب تک عیسائیوں کا مذہب فوت ہونا تو کیا اس کو جنبش تک نہ ہوئی۔ بلکہ عیسائی ہنستے ہیں کہ یہ بے وقوف کیسے ہیں۔ ہمارے ردّ کے ضمن میں اپنے دین کو بھی رد کررہے ہیں۔ انہیں کے اقرار سے ان کے دین کی کتابیں بے اعتبار ہورہی ہیں۔ پھر جس دین کا مدار ایسی ساقط الاعتبار کتابوں پر ہو تو اسکے بے بنیاد ہونے میں کیا تامل ہے۔

عیسائی تو خود ہی قائل ہیں کہ عیسیٰؑ فوت ہوکر کفارہ ہوگئے جس کی تصدیق مرزا قادیانی بھی کررہے ہیں اور ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں کہ بے شک وہ فوت ہوگئے اور سولی بھی چڑھائے گئے جس کی نفی خدا تعالیٰ فرماتا ہے: و ما قتلوہ و ما صلبوہ (نساء: ۱۵۷)۔ پھر جب عیسائی خود ان کے فوت ہونے کے معترف ہیں تو ان کے دلوں میں نقش ہونے میں کیا تامل۔ رہا بعد موت کے ان کا زندہ ہونا سو وہ وہ آیت شریفہ و لا تحسبنّ الّذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیاء عند ربّھم (آل عمران: ۱۶۹) سے استدلال کرسکتے ہیں۔ اس صورت میں باوجود مخالفت قرآن وحدیث کے جس کے مرتکب مرزا قادیانی ہورہے ہیں، اس طریقے سے عیسائیوں کا مقابلہ ہونہیں سکتا۔ مرزا قادیانی کو عیسائیوں کے رد سے کوئی تعلق نہیں ان کو عیسیٰ کی موت سے صرف اس قدر نفع حاصل کرنا ہے کہ خود عیسیٰ بن جائیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

کہیں عیسائیوں کے خدا کو مرنے بھی دو کب تک اس کو حی لا یموت کہتے جاؤ گے کچھ انتہاء بھی ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۶۹)

ان کو حی لا یموت تو کسی نے بھی نہیں کہا۔ صرف انتظار اسکا ہے کہ کہیں تیس دجالوں کا دور جلد ختم ہوجائے اور اصلی دجال نکل آئے اس کے بعد وہ تشریف لائیں گے اور اس کو قتل کر کے خود بھی انتقال کرجائیں گے۔ اگر ۱۹ سو سال ہی کی حیات پر مرزا قادیانی حیّ لا یموت کا اطلاق کرتے ہیں تو ملائکہ کے لئے کون سا لفظ تجویز کریں گے، وہ تو لاکھوں سال سے زندہ ہیں۔ بہر حال حیّ لا یموت کا لفظ جاہلوں کو دھوکہ دینے کیلئے اس مقام میں مرزا نے چسپاں کردیا ہے

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ عیسیٰؑ کا آسمانوں میں زندہ موجود ہونا اور قیامت کے قریب زمین پر اترنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، تو کہتے ہیں:

راویوں کا تزکیہ نفس اور طہارت ثابت نہیں اور ان کی راست بازی اور خدا ترسی اور دیانت ... یا انکشاف تام ثابت نہیں ... کیوں جائز نہیں کہ انہوں نے عمداً یا سہواً بعض احادیث کی تبلیغ میں خطا کی۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۳۰)

نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں:

احادیث تو انسان کے دخل سے بھری ہوئی ہیں ...حدیثوں میں ضعف کے وجوہات اس قدر ہیں کہ ایک آدمی ادھر نظر ڈال کر ہمیشہ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ ان کو تقویت دینے کے لئے کم سے کم نص قرآنی کا کوئی اشارہ ہو۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۲۹)

اور یہ بھی لکھتے ہیں: اکثر احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں و الظنّ لا یغنی من الحقّ شیئاً۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۵۴)

ماحصل ان تحریرات کا یہ ہوا کہ صحابہ اور راویوں نے عمداً یا سہواً احادیث حیات ونزول عیسیٰؑ میں غلطی کی ہے اور احادیث صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہوں گی جس سے کوئی حق بات ثابت نہیں ہوسکتی۔ پھر جب نیچریوں نے اسی قسم کی تقریروں سے نزول عیسیٰؑ کی حدیثوں کو غلط ٹھہرا کر مرزا کے دعووں کو فضول اور بے بنیاد ثابت کیا تو لکھتے ہیں:

گو اجمالی طور پر قرآن اکمل واتم کتاب ہے مگر ایک حصہ کثیرہ دین کا اور طریقہ عبادت وغیرہ..کا احادیث ہی سے ہم نے لیا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۵۶)

اور لکھتے ہیں:

مسیح ابن مریم کی پیشگوئی ایک اول درجے کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کرلیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے، انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیر دینا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بخرہ اور حصہ نہیں دیا، اور باعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللّٰہ و قال الرسول کی عظمت باقی نہیں رہی اس لئے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اس کو

محال اور ممتنعات میں داخل کرتے ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۵۷)

اور مرزا صاحب لکھتے ہیں: سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور ان کی شہادتیں آنے والی ذریت کو ماننی پڑتی ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۷۵)

دیکھئے ابھی سب راوی بے اعتبار اور حدیثیں بے کار ہوگئی تھیں اور ابھی ان کی کایا پلٹ گئی اور انہیں پر دین کا مدار ٹھہر گیا۔ کیا اس قسم کی کاروائیوں سے عقلاء کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مرزا کو قرآن و حدیث سے اسی قدر تعلق ہے کہ اپنا مطلب حاصل کریں اور جہاں مطلب براری میں رکاوٹ ہوا نہوں نے وار کر دیا۔

مسلم میں یہ حدیث مذکور ہے کہ عیسیٰؑ دمشق میں اتریں گے، اس کی نسبت لکھتے ہیں:

یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین محمد اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۰۰)

اور دوسری جگہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو یہ حدیث نہیں ملی کہ مسیح ابن مریم دمشق کے شرقی کنارے میں منارے کے پاس اتریں گے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۴۱)

اب دیکھئے کہ مسلم کی حدیث پر تو یہ جرح ہوگئی اور گلاب شاہ مجذوب کی حدیث پر وہ وثوق کہ معرکہ استدلال میں نہائت جرأت کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔ اور رسالہ نشان آسمانی میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ماسوا اس (گلاب شاہ) کے ایک اور پیش گوئی ہے جو ایک مرد باخدا نعمت اللہ نے جو ہندوستان میں اپنی ولایت اور اہل کشف ہونے کا شہرہ رکھتا ہے اپنے ایک قصیدے میں لکھی ہے اور یہ بزرگ سات سو نچاس برس پہلے ہمارے زمانہ سے گذر چکے ہیں وہ پیش گوئی یہ ہے

اح م و دال می خوانم نام آں نامدار می بینم

یہ قصیدہ نہ بخاری میں ہے، نہ اس کی کوئی ضعیف سے ضعیف سند مل سکتی ہے جو مصنف تک پہنچے، مگر اس پر اتنا وثوق ہے کہ مسلم شریف کی حدیث پر نہیں۔

اور فرماتے ہیں: حضرت یحیٰؑ کے حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے لم نجعل له من قبل سمیاً یعنی یحیی سے پہلے ہم نے کوئی اس کا مثیل دنیا میں نہیں بھیجا جس کو باعتبار

ان صفات کے یحیٰ کہا جائے یہ آیت ہماری تصدیق کے بیان کے لئے اشارۃ النص ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اس جگہ آیت موصوفہ میں قبل کی شرط لگائی، بعد کی نہیں لگائی۔ تا معلوم ہو کہ بعد میں بنی اسرائیل نبیوں کے آنے کا دروازہ کھلا ہے جن کا نام خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی ہوگا جو ان نبیوں کا نام ہوگا جن کے وہ مثیل ہیں۔ یعنی جو مثیل موسیٰؑ ہے اس کا نام موسیٰ ہوگا اور جو مثیل عیسیٰؑ ہے اس کا نام عیسیٰ ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس آیت میں سمی کہا مثیل نہیں کہا تا معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ جو شخص کسی بنی اسرائیلی نبی کا مثیل بن کر آئے گا وہ مثیل کے نام سے نہیں پکارا جائیگا بلکہ بوجہ انطباق کلی اسی نام سے پکارا جائے گا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۳۹)

مطلب اس کا یہ ہوا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی کو کوئی مثیل عیسیٰ نہ پکارے، بلکہ عیسیٰ پکارے کیونکہ خدا تعالیٰ نے یحیٰ کی نسبت فرمایا ہے کہ ان کا کوئی ہم نام نہیں یعنی مثیل۔ پوری آیت کریمہ یوں ہے:

یا ذکر یا انّا نبشّرك بغلام اسمه یحی لم نجعل له من قبل سمیاً (مریم: ۷) جب ذکریا نے دعا کی کہ الٰہی مجھے ایک لڑکا عنایت فرما تو ارشاد ہوا کہ اے زکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں جس کا نام ہم نے یحیٰ رکھا اس کے پہلے ہم نے کسی کا نام یحیٰ نہیں رکھا تھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ اس نام کا کوئی شخص پہلے نہیں گذرا کیونکہ اسمہ کے بعد لفظ سمیا صاف کہہ رہا ہے کہ ان کا ہم نام کوئی پیشتر نہ تھا اور اگر سمی کے معنی مثیل بھی لیں تو یہ مطلب ہوگا کہ ان کے پہلے ان کا مثیل نہ تھا۔ اگر مفہوم مخالف بھی لیا جائے تو اس قدر معلوم ہوگا ان کے بعد ان کا ہم نام یا مثیل ہوگا۔ مرزا قادیانی نے اس سے یہ نکالا کہ عیسیٰ کا مثیل بھی ہوگا لیکن یہ بات غور طلب ہے کہ مفہوم مخالف سے اگر دروازہ کھلا تو یحیٰ کے مثیل کا کھلا، عیسیٰ کا مثیل اس سے کیسے نکل آیا۔ پھر اس حالت میں یحیٰ کی نبوت کا ذکر ہی کب ہے جس سے خیال کیا جائے کہ ان سا کوئی نبی ان کے بعد ہوگا بلکہ عیسیٰ کا مثیل بھی ہوگا۔

دیکھئے یہاں تو اس قدر توسیع ہو رہی ہے کہ سمی کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لئے جائیں یعنی مثیل، اور یحیٰ کا مثیل پیشتر نہ ہونے سے مطلب یہ کہ آئندہ ضرور ہوگا، اور اس کا مطلب یہ کہ عیسیٰ کا بھی مثیل ہوگا، اور مثیل ہی نہیں بلکہ سمی بھی ہوگا۔ جس سے ثابت ہوگیا کہ خود عیسیٰ ہیں

۔ یہ سب من قبل سمیا سے نکلا ۔ یہ سلسلہ ایسا ہوا جیسا کہ ایک نقل مشہور ہے کہ ایک صاحب نے کسی سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے حاجی کہتے ہیں ۔ کہا، تم کتے ہو، اس لئے کہ حاجی اور چاچی کی شکل ایک ہے، اور چاچی کمان ہوتی ہے، اور کمان اور گمان کی ایک شکل ہے، اور گمان شک کے معنی میں مستعمل ہے، اور شک اور سگ کی ایک شکل ہے، اور سگ کتے کو کہتے ہیں ۔غرض کہ چند وسائط سے اپنا مطلب ثابت کر دیا۔ الغرض من قبل سمیا میں اس قدر توسیع کی گئی کہ کئی واسطوں کے بعد مطلب نکل آیا اور آیت انّی متوفّیک و را فعک (آل عمران: ۵۵) میں اس وجہ سے کہ مقصود فوت ہوتا ہے اس قدر تنگی اور تشدد کیا کہ گو توفی کے حقیقی معنی نیند کے ہوں جیسا کہ آیت شریفہ و ھو الّذی یتو فّاکم با للیل (انعام: ۶۰) سے ظاہر ہے مگر مشہور معنی موت ہی لئے جائیں اور ترتیب لفظی جو وفات اور رفع میں ہے فوت نہ ہونے پائے گو قرآن سے ثابت ہے کہ واو ترتیب کے واسطے نہیں، جس کا حال معلوم ہو گا ۔ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر خود غرضی سے کام لیا جا رہا ہے۔

اب ہم مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ اس آیت شریفہ میں کیا فرمائیے گا و ما کنت تتلوا من قبلہ من کتا ب و لا تخطّہ بیمینک (عنکبوت: ۴۸) (اے پیغمبر ﷺ قرآن سے پہلے نہ تم کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے)۔ ...

نبی اور محدث

مرزا قادیانی نے ایک جگہ محدث کو نبی من و جہ قرار دیا تھا چونکہ اس امت میں محدث بھی بہت سارے ہیں خاص کر حضرت عمرؓ کا محدث ہونا تو صراحتاً حدیث سے ثابت ہے، مگر انہوں نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، اور نہ کبھی یہ کہا کہ خدا نے مجھے بھیجا ہے، اسلئے اس طریقے سے اعراض کر کے یہ طریقہ اختیار کیا کہ خدا تعالی نے مجھے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے، اور براہین میں یہ اعلان دے دیا کہ جو مرزا قادیانی کی اطاعت نہ کرے وہ دوزخی ہے۔ اب اگر مرزا قادیانی سے پوچھا جائے کہ خاتم النبیین کے بعد خلافت الٰہی اور نبوت کیسی ؟ تو صاف فرمائیں گے کہ جاؤ خدا سے پوچھ لو کہ ایسا کیوں کیا؟ جیسا کہ فرمایا تھا کہ اگر میں عیسی موعود نہیں ہوں تو جاؤ عیسی کو آسمان سے اتار لاؤ ۔ اب یہ کس سے ہو سکے کہ عیسیٰؑ کو آسمان سے اتارے، یا خدا سے پوچھے۔ اور یہ تو پہلے ہی کہہ دیا کہ عالم کو ضروری ہے کہ کشف کا نام سن کر چپ ہو جائے اور لمبی چوڑی چون و چرا سے باز آ جائے۔ یہی

وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کے پیرو دم بخود ہیں، نہ خدا سے پوچھ سکتے ہیں، نہ چون و چرا کر سکتے ہیں۔ مگر اتنا تو پوچھا ہوتا کہ کس قوم کے خدا نے براہین احمدیہ میں آپ کی بشارت دی کیونکہ آسمانی کتابوں میں تو اس کا نام سنا نہیں جاتا۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ مرزا قادیانی کا منکر کافر اور دوزخی کیوں ہے؟ محدثیت اور مجددیت وغیرہ تو ایسے امور نہیں کہ ان کے انکار سے آدمی کافر ہو جائے، کیونکہ ان امور کا نہ قرآن میں صراحتاً ذکر ہے نہ احادیث سے ثابت ہے کہ مدعی محدثیت وغیرہ کا منکر کافر ہے۔ پھر جن احادیث میں ان امور کا ذکر ہے وہ احاد ہیں جن کا منکر کافر نہیں ہوتا اور بقول مرزا قادیانی:

اگر احادیث صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں و الظّن لا یغنی من الحقّ شیئاً

(ازالہ اوہام۔ص ۴۵۴)

یعنی اعتبار کے قابل نہیں۔ اب رہا ان کی عیسویت کا انکار، سو وہ بھی باعث کفر نہیں، اس لئے کہ ان کا ثبوت نہ عقلاً ممکن ہے نہ نقلاً۔ کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ غلام احمد قادیانی کو خدا تعالی عیسی بنا کر بھیجے گا چنانچہ خود فرماتے ہیں:

یہ جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کا جز یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۴۰)

جب اصل نزول عیسی کا مسئلہ ضروری نہ ہوا تو مرزا کی فرضی عیسویت کا ایمان کیونکر ضروری ہوسکتا ہے۔ غرضیکہ ان میں سے کوئی بات ایسی ضروری نہیں کہ اس پر ایمان نہ لانے سے آدمی کافر اور دوزخی بن جائے، اور مرزا قادیانی بھی اس کے مدعی نہیں جیسا کہ عقیدہ نزول مسیح میں اس کی تصریح کر دی۔ البتہ تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلّم ہے کہ جو شخص کسی نبی کا منکر ہو وہ کافر اور دوزخی ہے چنانچہ صفت ایمان سے ثابت ہے کہ رسل اور کتب الٰہی کا اقرار جزو ایمان ہے اور مرزا (الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۵ص ۱ میں) اپنی امت کو حکم دیتے ہیں کہ:

یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھ کو اطلاع دی ہے تمہارے اوپر حرام اور قطعی حرام ہے کہ مکفر یا مکذب متردد کے پیچھے نماز پڑھی جائے کیونکہ زندہ مردے کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا

اس سے ظاہر ہے کہ جو کوئی ان کی نبوت میں شک کرے وہ مردہ ہے۔ یعنی کافر، اس لئے کہ نبی پر ایمان نہ لانے والوں کو حق تعالی نے کئی جگہ قرآن میں مردہ فرمایا ہے، اور خود مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں:

قرآن نے کافر کا نام بھی مردہ رکھا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۴۰)

غرضیکہ ان تحریرات سے اور نیز تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو نبی اور رسول کہتے ہیں اسی بنا پر اپنے منکر اور متردد کو کافر اور دوزخی قرار دیتے ہیں۔ بہرحال احادیث میں جو نبوت عیسیٰ کا ذکر تھا اور مرزا قادیانی کی عیسویت میں کمی رہ گئی تھی اس کی تکمیل انہوں نے یوں کر لی کہ خدا نے مجھے رسول اللہ اور نبی اللہ بنا کر بھیجا۔ اب رہ گیا ابن مریم اور روح اللہ، سو الہام کے ذریعہ سے خود مریم بن کر اپنے بیٹے کو ابن مریم بنا دیا اور خود نبی اللہ ہو گئے اور روح اللہ بننے کی کوئی تدبیر نہیں سوجھی، سو اس کے لئے مثیل والے الہام موجود ہیں۔

غرضیکہ عیسیٰ کی تعیین جو احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ عیسیٰ، رسول اللہ، روح اللہ، ابن مریم اتریں گے، سب اپنے پر چسپاں کر کے عیسیٰ موعود ہو گئے اور اس کے ضمن میں نبوت اور رسالت مستقلہ بھی ثابت کر لی۔ اب اس کی بھی ضرورت نہیں کہ کوئی ان کو عیسیٰ کہے، اس لئے کہ نبوت سے بہتر عیسویت کا درجہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اس امت میں عیسیٰ بحیثیت نبی نہ آئیں گے، اسی وجہ سے اپنے منکر کو کافر کہہ دیا اور نزول عیسیٰ کے منکر کو کافر نہیں کہا۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا، اور عیسیٰ کا درجہ اپنے بیٹے کو دے دیا۔ اس میں شک نہیں کہ مرزا قادیانی دعویٰ نبوت وغیرہ کر کے عوام کے ذہن میں عیسویت کے زینہ تک پہنچ گئے تھے مگر احادیث نبویہ نے اس سے علیحدہ کر کے فوراً ان کو مخالفین عیسیٰ کے زمرے میں داخل کر دیا۔ چنانچہ بخاری وغیرہ کی احادیث صحیحہ صاف کہہ رہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرے وہ دجال اور کذاب ہے۔

کیا اب بھی مسلمانوں کو اس باب میں شبہ ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی نے جو لکھا ہے کہ ان کو نہ ماننے والا کافر اور دوزخی ہے یہ بات صحیح اور مطابق واقع کے ہوسکتی ہے۔ اگر نبی ﷺ کی صحیح حدیثوں کا بھی دل پر کچھ اثر نہ ہو تو سوائے انا للّٰہ پڑھنے کے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ اپنے مسلمان بھائیوں سے اتنا ضرور کہیں گے کہ اپنے نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو ہر وقت پیش نظر رکھیں ورنہ ہر زمانے میں بہکانے والے اقسام کی تدابیر سوچتے رہتے ہیں۔

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام۔ص ۵۹۴۔۵۹۵ میں) تحریر فرماتے ہیں:

آج کل یہ کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہو کم کر دیا جائے اور بدسرشت مولویوں کے حکم اور فتوے سے دین اسلام سے خارج کر دیئے جائیں اور اگر ہزار وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس سے چشم پوشی کر کے ایک بیہودہ اور بے وجہ کفر کی

نکال کر ان کو ایسا کافر ٹھہرا دیا جائے کہ گویا وہ ہندؤوں اور عیسائیوں سے بدتر ہیں۔

مقام غور ہے کہ مولویوں نے جہاں تک ممکن تھا تحقیق کی۔ جب دیکھا کہ صحیح صحیح حدیثیں مدعیان نبوت کی دجالیت اور کذابیت ثابت کر رہی ہیں تو بمجبوری جو احکام اور ارشادات اپنے نبی ﷺ کے وارد ہیں بلا کم و کاست پیش کر دیئے۔ مگر مرزا قادیانی نے بلا تحقیق ایک ہی بات میں فیصلہ کر دیا کہ جو کوئی میری نبوت میں تردد کرے وہ کافر ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی حرام ہے۔ پھر اس بیہودہ اور بے اصل وجہ کفر سے ہزاروں کیا، جمیع وجوہ اسلام بھی کسی میں پائے جائیں تو بھی وہ اس دائرہ کفر سے خارج نہیں ہو سکتا۔ سوائے اپنی امت کے انہوں نے کل اہل اسلام کو کافر اور دوزخی قرار دیا اور اس قابل بھی نہیں سمجھا کہ ان کی نماز صحیح ہو سکے۔ پھر اپنی ہی تکفیر پر کفایت نہیں کرتے بلکہ خدا کی طرف سے بھی پیام پہنچا رہے ہیں کہ جتنے مسلمان ہیں سب کافر ہیں چنانچہ یہ الہام ہے قل یا ایّہا الکفار انّی من الصّادقین فا نظروا آیا تی حتّی حین (ازالہ اوہام۔ص ۸۵۵)۔ یعنی خدا تعالی نے مرزا سے کہا تو کہہ اے کافرو! میں سچا ہوں میری نشانیوں کا ایک وقت تک انتظار کرو۔

اب مرزا قادیانی ہی انصاف فرمائیں کہ بدسرشتی میں نمبر کس کا بڑھا رہے گا۔ مرزا مخالفین کی تکفیر بھی کرتے ہیں اور جہاں ضرورت ہوتی ہے انکار بھی کر جاتے ہیں چنانچہ مولوی عبدالحق غزنوی نے جب مباہلے کی دعوت دی کہ اگر دعوی عیسویت ہے تو مرزا قادیانی میدان میں نکلیں اور ہم بھی نکلتے ہیں اور ہر فریق جھوٹے پر لعنت کرے۔ مرزا قادیانی نے ابتداء میں صاف یہ کہہ دیا تھا کہ میں اپنے مخالفین کو جھوٹا اور لعنتی ہرگز نہیں سمجھتا۔

اس قسم کی تحریرات مرزا قادیانی کی بہت ہیں اگر وہ سب لکھی جائیں اور ان میں بحث کی جائے تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں چونکہ اس کتاب میں ہمیں صرف اہل انصاف کو یہ دکھلانا منظور ہے کہ مرزا قادیانی کی کاروائیاں کس قسم کی ہوتی ہیں سو بفضلہ معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی کے کلام میں کس قدر تعارض اور نصوص کی مخالفت اور خود غرضیاں ہوا کرتی ہیں۔

مرزا قادیانی نے جو لکھا ہے کہ جنہوں نے مجھ کو مسیح موعود مان لیا ہے انہوں نے اپنے بھائی پر حسن ظن کیا، اور سب کو حسن ظن کی ہدایت کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

> مکاشفات میں استعارات غالب ہیں اور حقیقت سے پھیرنے کیلئے الہام الٰہی قرینہ قویہ کا کام دے سکتا ہے اور آپ حسن ظن کے مامور ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۰۹)

فی الحقیقت مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن کی ضرورت ہے چنانچہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے انّ بعض الظّنّ اثم (حجرات: ۱۲).. اور مسیلمہ کذاب بھی حضرت ﷺ کو نبی ہی سمجھتا تھا جیسا کہ زاد المعاد میں ابن قیم نے لکھا ہے۔ پھر اگر بقول مرزا قادیانی ان تمام مدعیوں پر حسن ظن کیا جاتا تو اب تک دین کی حقیقت ہی کچھ اور ہوگئی ہوتی۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ان سے بدگمان اور دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یکون فی آخر الزّمان دجّالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لا تسمعوا انتم و لا آباءکم فایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم (مسلم: باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء و الاحتیاط فی تحملھا) یعنی فرمایا نبی ﷺ نے کہ آخر زمانے میں دجال اور جھوٹے پیدا ہوں گے وہ لوگ ایسی باتیں کریں گے کہ نہ تم نے سنیں نہ تمہارے آباء واجداد۔ ان سے بچو اور ڈرتے رہو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کریں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔

عقائد مرزا میں ان کا قول (اشتہار دافع البلاء ص ۶ سے) نقل کیا ہے کہ میں اللہ کی اولاد کے رتبے کا ہوں، میرا الہام ہے کہ انت منّی بمنزلۃ اولادی۔ اس کے دیکھنے سے ابتداء تو بڑی پریشانی ہوئی کہ اللہ کی اولاد مرزا قادیانی نے کہاں سے ڈھونڈھ نکالی اور کس کتاب سے معلوم کیا ہوگا۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ خود قرآن میں اس کا ذکر ہے:

و قالت الیھود و النّصاری نحن ابناء اللّٰہ و احبّاءہ قل فلم یعذبکم بذنوبکم (مائدہ: ۱۸) یعنی یہود و نصاری کہتے ہیں ہم اللہ کی اولاد اور اس کے دوست ہیں۔ ان سے کہو جب ایسا ہے تو تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے۔

غرض کہ اولاد کا ذکر تو معلوم ہوا مگر اس میں تامل ہے کہ مرزا قادیانی کا رتبہ یہود و نصاری کے رتبے کے برابر کیونکر ہو سکے گا۔ اگر دنیوی حیثیت سے دیکھئے تو مرزا قادیانی نہ ان کے سے مالدار ہیں، نہ صاحب حکومت۔.. یہاں یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی اولاد ہی ممتنع الوجود ہے تو ان کا ہم رتبہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، یہ الہام لغو ہوجاتا تھا اس لئے کسی اولاد فرضی کے تصور کی ضرورت ہوئی۔ امام ابن حزمؒ نے کتاب ملل و النحل میں اور امام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ ابو منصور عجلی جس کا لقب کسف تھا اس نے بھی نبوت کا دعوی کیا تھا اور

اس دعوی کو اس طرح مدلل کیا تھا کہ ایک بار مجھے معراج ہوئی۔ جب میں آسمان پر گیا تو حق تعالی نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

یا بنیّ اذهب فبلّغ عنّی۔

یعنی اے میرے پیارے بیٹے! جا اور لوگوں کو میرا پیغام پہنچا۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ہر زمانے میں ہر قسم کی طبیعت کے لوگ ہوا کرتے ہیں بعضوں نے دیکھا کہ حق تعالی فرماتا ہے:

قل ان کان للرّحمن ولد فانا اوّل العابدین (زخرف:۸۱) یعنی کہواے محمد کہ اگر خدا کا کوئی بیٹا ہوتو میں اس کی عبادت کرنے والوں میں پہلا شخص ہوں گا۔

ممکن ہے کہ وہ اس کی تلاش میں ہوں۔ پھر جب ابو منصور نے کہا کہ خدا نے مجھ کو یا بنیّ فرمایا تو انہوں نے اس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر یہ خیال کیا ہوگا کہ آخر ہم اپنے بھائی پر حسن ظن کرنے کے مامور بھی ہیں، اور ایک اعلی درجے کا شخص جو نبوت کا دعوی رکھتا ہے یہ کہہ رہا ہے، تو ضرور مطابق واقع کے ہوگا۔ اس لئے اس کو مان لیا اور اس کے برابر اپنا رتبہ تصور کرلیا۔

مرزا قادیانی نے دیکھا کہ بیٹا کہنے میں جھگڑا پڑ جائے گا، مقصود محبت ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ اولاد کی محبت سے زیادہ کسی کے ساتھ محبت نہیں ہوا کرتی، اس لئے بمنزلہ اولاد بننا بہتر ہوگا، اور پرستش جاری ہونے کے لئے اتنا بھی کافی ہے، کیونکہ اگر خدائے تعالی کو نعوذ باللہ حقیقی اولاد ہوتی تو ضرور قابل پرستش ہوتی۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ مرزا جو کہتے ہیں کہ میں اللہ کی اولاد کے رتبے میں ہوں، اس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو مستحق عبادت بھی قرار دے رہے ہیں کیونکہ ہر رتبے کے احکام معین ہوا کرتے ہیں، خدا کی اولاد کا یہی رتبہ ہے کہ مستحق عبادت ہو جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے، جب مرزا قادیانی، نعوذ باللہ، خدا تعالی کے متبنی ٹھہرے تو کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ امت ان کی عبادت کرتی ہوگی۔ افسوس ہے کہ مرزا قادیانی کو اس الہام کے بنانے کے وقت ذرا بھی شرم نہ آئی۔ اب کس طرح سمجھا جائے کہ مرزا قادیانی کو خدا پر اور روز جزا وسزا پر ایمان بھی ہے۔ پھر یہ دعوی تو پہلے ہی ہو چکا تھا کہ اللہ تعالی سے بے تکلف بات چیت کرلیا کرتے ہیں چنانچہ ضرورۃ الامام صفحہ ۱۳ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

جو لوگ امام الزمان ہوں .. خدا تعالی ان سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے اور ان کی دعا کا جواب دیتا ہے اور بسا اوقات سوال اور جواب کا ایک سلسلہ منعقد ہو کر ایک ہی

وقت میں سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے جواب اور پھر سوال کے بعد جواب ایسی صفائی اور لذیذ اور فصیح الہام کے پیرایہ میں شروع ہوتا ہے کہ صاحب الہام خیال کرتا ہے کہ گویا وہ خدا تعالی کو دیکھ رہا ہے.. خدا تعالی ان سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرے سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے.. اور وہ اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے۔

اس کے بعد مرزا صاحب لکھتے ہیں:

میں اس وقت بلا دھڑک کہتا ہوں کہ وہ امام الزمان میں ہوں۔(ضرورۃ الامام۔ص ۲۴)

غرض کہ ٹھٹھا اور مزاح کی انبساطی حالت میں درخواست کر کے الہام بھی اتروا لیا کہ انت منّی بمنزلۃ او لادی۔ (اربعین نمبر۴ ص ۱۹) جس سے معتقدین کا حسن اور دوبالا ہو گیا اور جب آیت موصوفہ یعنی قل ان کان للرّحمن ولد، قرآن شریف میں پڑھتے ہوں گے تو کیسی خوشی ہوتی ہوگی کہ ہمارے مرزا قادیانی کو بھی یہ رتبہ حاصل ہے۔ اور اسی خوشی میں معلوم نہیں کیسے کیسے خیالات پیدا ہوتے ہوں گے، جن کی تصریح کرنے پر زبان اٹھ نہیں سکتی۔ کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے رتبے سے ان کا مرتبہ بلند تر سمجھتے ہوں گے، جس کا لازمہ یہ ہے کہ اس نص قطعی سے ان کو مستحق عبادت سمجھ لیا ہوگا، کیونکہ اگر اس رتبے میں تامل کیا تو الہام پر ایمان نہ ہوا، اور جب الہام صحیح مان لیا گیا ہے تو ان کی پرستش لازم ہوگئی۔ نعوذ باللّٰہ مگر مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب رب العالمین نہیں ہوسکتا۔ باوجود اس کے نہ حق تعالی نے قرآن شریف میں اس قسم کی محبت بیان کی نہ آنحضرت ﷺ نے کبھی فرمایا۔

دیکھئے ابتداء کیا تھی اور انتہاء کہاں ہوئی؟ اس کے بعد صرف انا ربّکم الاعلی کا دعوی باقی رہ گیا تھا۔ سو اس میں بھی یوں دخل دیا گیا کہ یہ الہام ہوا انّما امرك اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون، جس کو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے، جس کا مطلب صاف ہے کہ وہ جو کچھ پیدا کرنا چاہیں صرف کن کہہ دینے سے وہ چیز پیدا ہو جائے گی۔ لیجئے خالقیت بھی مسلّم ہوگئی۔ پہلے نبوت کی وجہ سے عیسویت کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اب تو نبوت کی بھی ضرورت نہ رہی۔

حق تعالی، حضرت عیسیٰؑ کے معجزے احیائے موتی کی خبر قرآن شریف میں دیتا ہے

انّی اخلق لکم من الطّین کھیئة الطّیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن اللّٰه و ابری الاکمه و الابرص و احی الموتی باذن اللّٰه (آل عمران:۴۹)

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: وہ احیائے موتی نہ تھا بلکہ قریب الموت مردہ کو مسمریزم کے عمل سے چند منٹ کے لئے حرکت دے دیتے تھے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۱۱)

اور مرزا صاحب لکھتے ہیں:

یاد رکھنا چاہیے کہ اگر یہ عاجز عمل مسمریزم کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۹)

یہ قدر دانی خدا تعالی کے اس کلام کی ہوئی جس پر ایمان لانا فرض ہے، اور بغیر اس کے آدمی مسلمان ہی نہیں ہوسکتا۔ اور اپنے ملہم پر اس قدر وثوق کہ اعلان اس مضمون کا دے دیا کہ میں بھی خالق ہوں کہ کن کہہ کر سب کچھ پیدا کرسکتا ہوں حالانکہ قولہ تعالی احی الموتی کے ابطال کی غرض سے لکھ چکے ہیں کہ:

خدا تعالی اپنی ہر صفت میں وحدہ لاشریک ہے۔ اپنی صفات الوہیت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۱۲)

اور لکھتے ہیں: خدا تعالی اپنے اذن اور ارادے سے کسی شخص کو موت اور حیات اور ضرر اور نفع کا مالک نہیں بناتا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۱۵)

اور حق تعالی، حضرت عیسیٰؑ کے پرندے بنانے کا معجزہ جو آیت موصوفہ میں فرماتا ہے اس کی حقیقت مرزا قادیانی یوں بیان کرتے ہیں:

کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی کہ مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا پھونک مارنے سے کسی طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۳)

غرض کہ بقول مرزا قادیانی معاذ اللہ حضرت عیسیٰؑ ایک بڑھئی کے لڑکے اور معمولی آدمی تھے اور اس فن میں بھی کامل نہ تھے کیونکہ لکھتے ہیں:

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے

ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھا سکتا۔

وجہ اس کی ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کو خالقیت کا بھی دعوی ہے کہ لفظ کن سے جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اس سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ ان کا روئے سخن صرف حضرت عیسیٰؑ کی طرف نہیں ہے کیونکہ ہمارے نبی ﷺ کی نسبت بھی حق تعالی نے کہیں نہیں فرمایا کہ یہ صفت خاصۃً آپ کو بھی دی گئی اور نہ وہ کسی حدیث میں حضرت نے فرمایا ہے اس سے ثابت ہے کہ گو مرزا قادیانی زبانی غلامی کا دعوی کرتے ہیں مگر درحقیقت معاذ اللہ افضلیت کا دعوی ہے۔

امام سیوطیؒ نے تفسیر درمنثور میں متعدد روایات ذکر کئے ہیں کہ نصاری نے یہ الزام دینا چاہا کہ حضرت عیسیٰؑ جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں اس سے ثابت ہے کہ وہ خدا، یا خدا کے بیٹے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی انّ مثل عیسی عند اللّٰہ کمثل آدم خلقہ من ترابٍ ثمّ قال لہ کن فیکون۔ (آل عمران: ۵۹) یعنی اللہ تعالی کے ہاں جیسے آدم، ویسے عیسی ہٹی سے پیدا کر کے کن فرمایا سو وہ پیدا ہو گئے۔

غرضیکہ بغیر باپ کے وہ پیدا کئے گئے مگر یہود ان پر یہی الزام لگاتے رہے کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا ممکن نہیں، اس آیت شریفہ میں حق تعالی نے ان کا بھی رد کر دیا کہ بغیر باپ کے پیدا کرنا قدرت الٰہی سے کچھ بعید نہیں اور اس کی نظیر بھی موجود ہے کہ آدمؑ اسی طرح پیدا ہوئے تھے۔

باوجود اس تصریح کے مرزا قادیانی یہی کہے جاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے باپ بھی تھے اور دادا بھی۔ باپ کا ہونا تو ان کی تصریح سے ابھی معلوم ہوا کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ نجاری کا کام کرتے تھے اور دادا کا ہونا اس عبارت سے ظاہر ہے کہ:

مسیحؑ نے اپنے دادا سلیمانؑ کی طرح عقلی معجزہ دکھلایا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۴)

اس میں شک نہیں کہ نص قطعی کے مقابلے کے لحاظ سے مرزا قادیانی اپنے کلام میں کوئی تاویل کرلیں گے یا نص ہی کے معنی بدل دیں گے مگر قرآن کے مخالف ان الفاظ کا استعمال کرنا کس قدر بدنما اور خلاف شان ایمان ہے خصوصاً ایسے موقع میں کیا سمجھا جائے جب کہ وہ اقسام کی توہین حضرت عیسیٰؑ کی کر رہے ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: میں امام حسینؑ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں ...اور حسینی الفطرۃ ہوں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۸)

نیز آپ لکھتے ہیں: مجھے خدا تعالی نے آدم صفی اللہ اور نوح اور یوسف اور موسی اور

ابراہیم کا مثیل قرار دیا...اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل محمد کا قرار دیا۔(ازالہ اوہام۔ص۲۵۳)

نیز آپ لکھتے ہیں: جب تم اشد سرکشیوں کی وجہ سے سیاست کے لائق ٹھہر جاؤ گے تو محمد بن عبداللہ ظہور کریگا جو مہدی ہے ..مطلب یہ ہے کہ خدا تعالی کے نزدیک اس کا نام محمد ابن عبداللہ ہوگا کیونکہ آنحضرت ﷺ کا مثیل بن کر آئے گا۔(ازالہ اوہام۔ص۵۷۲)

بروز

مولانا انواراللہ خانؒ لکھتے ہیں کہ تقاریر بالا میں اگرچہ امام حسینؓ کی مشابہت سے ابتداء کی گئی جس سے یہی سمجھا گیا کہ عام طور پر مشابہت کا دعوی ہے مگر در باطن ایک بڑے دعوی کی تمہید تھی کہ آنحضرت ﷺ کے مثیل ہیں اور مثیل بھی وہ نہیں جس کو ہر شخص سمجھتا ہے بلکہ خود حضرت ہی ہیں جو بروزی طور پر ظہور فرمائے ہیں جیسا کہ الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۵ء میں جو قصیدہ انہوں نے مشتہر کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس قصیدے کا عنوان بخط جلی لکھا ہے۔

پیام شوق بجناب رسالت حضرت خاتم الانبیاء سید الاصفیاء فداہ ابی وامی صلعم

از خاکسار ابو یوسف احمدی سیالکوٹی

دعوی ہمتائے جاناں ہو بھلا کس کی مجال
کس کو تاب ہمسری ہے سید لولاک سے
تو نے دکھلایا بروزی طور سے اپنا جمال
قادیان ہے جلوہ گر اب تیرے روئے پاک سے

غالباً مضمون بروز کسی مقام میں مرزا قادیانی لکھا ہے مگر چونکہ یہ اخبار مرزا قادیانی اپنی امت کی ہدایت کے واسطے جاری کرتے ہیں اسلئے استدلال کے لئے وہی کافی ہے چنانچہ اس شعر سے ظاہر ہے جو الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۵ء میں لکھا ہے:

احمدیت کا مسلّم آرگن ہے الحکم   اور انفاس مسیحا کا دہن ہے الحکم

مسئلہ بروز قدیم حکماء کا مسلک ہے جس کو فی زمانا ہر شخص نہیں جانتا چونکہ مرزا نے اپنے وسیع معلومات سے اس کی تجدید کی ہے اس لئے اولاً اس کا حال معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔

شیخ بوعلی سینا نے شفا میں اور قطب الدین شیرازی نے شرح حکمۃ الاشراق میں لکھا ہے

کہ بعض حکماء بروز وکمون کے قائل تھے ان کا قول ہے کہ استحا له فی الکیف ممکن نہیں یعنی مثلاً پانی گرم کیا جائے تو یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ اس کی برودت جاتی رہی اور بجائے اس کے اس میں کیفیت حرارت آ گئی ۔ اس لئے کہ حرارت و برودت وغیرہ کیفیات اولیہ محسوسہ عناصر کی صور نوعیہ ہیں اور ممکن نہیں کہ صور نوعیہ فنا ہونے پر بھی حقائق نوعیہ باقی رہیں۔ پھر پانی جو گرم ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں حرارت بھی کامن یعنی پوشیدہ تھی جب حرکت جو باعث حرارت ہے اس کو لاحق ہو یا آگ اس سے متصل ہو تو وہ حرارت ظاہر ہو جاتی ہے جو اس میں کامن تھی ۔ اصل یہ ہے کہ جتنے عناصر ہیں اس طور پر مخلوق ہوئے ہیں کہ ہر ایک میں تمام عناصر موجود ہیں۔ مثلاً پانی میں آگ بھی ہے اور ہوا اور خاک بھی ۔ نہ خالص پانی کہیں پایا جائے گا نہ خالص آگ وغیرہ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی میں پانی غالب ہے اور کسی میں ہوا وغیرہ۔ مثلاً پانی میں پانی غالب ہے اور ہوا وغیرہ میں مغلوب ہیں ۔ پھر جب مغلوب عنصر کو قوت دینے والا عنصر اسکے ساتھ ملتا ہے تو مغلوب کو قوت ہو جاتی ہے اور سب پر وہی غالب ہو جاتا ہے اور محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض یہ کہ نہ پانی آگ ہوتا ہے، نہ آگ پانی، بلکہ آگ کی قربت سے پانی میں جو آگ چھپی ہوئی ہے ظاہر ہو جاتی ہے، اور باقی دوسرے عناصر اس سے متفرق ہو جاتے ہیں ۔

اس مذہب کو شیخ بوعلی سینا نے شفاء میں اور شیخ الاشراق نے حکمۃ الاشراق میں متعدد دلائل سے باطل کیا ہے ۔ چونکہ ہماری غرض یہاں اس سے متعلق نہیں اس لئے ان دلائل کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، بلکہ یہاں یہ معلوم کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ بروز کے قائل تھے وہ بھی بروز کو صرف عناصر ہی تک محدود رکھتے تھے، اور وہ ہرگز اس کے قائل نہ تھے کہ ایک آدمی کے جسم میں دوسرے آدمی کا جسم بروز کرتا ہے۔ اور غالباً مرزا قادیانی بھی یہاں بروز سے بروز جسمانی مراد نہ لیتے ہوں ۔ بلکہ اس بروز کا مطلب یہی فرماتے ہوں گے کہ روح مبارک آنحضرت ﷺ کی بروز کی ہے جس سے یہ صادق آجائے کہ قادیان میں آنحضرت ﷺ کا بروز ہوا ہے جیسا کہ قصیدے میں مذکور ہے گو مرزا نے اس کو بروز خیال کیا ہو مگر درحقیقت یہ تناسخ ہے جس کا قائل فیثاغورث ہے ۔

تاریخ فلاسفہ یونان جس کو عبداللہ بن حسین نے لغت فرنساوی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ حکیم فیثاغورث اس بات کا قائل تھا کہ ارواح فنا نہیں ہوتیں بلکہ ہوا میں پھرتی رہتی ہیں اور جب کوئی جسم مردہ پاتی ہیں فوراً اس میں گھس جاتی ہیں۔ پھر اس میں یہ پابندی بھی نہیں کہ انسان کی روح انسان ہی کے جسم میں داخل ہو، بلکہ گدھے کتے وغیرہ کے جسم میں بھی داخل ہو

جاتی ہیں۔ اسی طرح حیوانات کی روحیں انسانوں کے جسم میں بھی داخل ہو جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے وہ کسی حیوان کے قتل کو جائز نہیں رکھتا تھا۔

قرائن قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ان خرافات پر آمادہ کرنے والا صرف ایک خیال تھا کہ اپنا تفوق سب پر ثابت کرے اور تعلّی کا موقع اچھی طرح حاصل ہو، چنانچہ لکھا ہے کہ اس کا دعویٰ تھا کہ میری روح پہلے ایثالیدس کے جسم میں تھی جو عطارد کا بیٹا تھا، جس کو اہل یونان اپنا معبود سمجھتے تھے اور یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک روز عطارد نے اپنے بیٹے ایثالیدس سے کہا کہ سوائے بقاء دوام کے جو جی چاہے مجھ سے مانگ لے۔ اس نے یہ خواہش کی کہ میرا حافظہ ایسا قوی ہو جائے کہ جتنے واقعات زندگی میں اور موت کے بعد مجھ پر گذریں سب مجھ کو یاد رہیں۔ چنانچہ اس وقت سے یہ بات اس کو حاصل ہوگئی۔ پھر اس نے اس دعویٰ کی تصدیق پر چند واقعات بیان کئے کہ اثالیدس کی روح جب اسکے جسم سے نکلی تو اوقعہ ریدیہ کے جسم میں گئی اور شہر ترا دادہ کے محاصرے میں اس کو میتلاس نے زخمی کیا۔ پھر اس کے جسم سے جب نکلی تو برہمونیموس کے جسم میں داخل ہوئی۔ پھر ایک صیاد کے جسم میں گئی جس کا نام یوروس تھا۔ اسکے بعد اس عاجز کے جسم میں بروز کی جس کو تم فیثاغورث کہتے ہو۔ اور چند درمیانی واقعات اور بھی بیان کئے۔ غرض کہ خدا کی صاجزادگی کا اعزاز حاصل کرنے کی وہ تدبیر نکالی کہ جس کا جواب نہیں اور حافظہ اور طبیعت خداداد تو اس کو پہلے ہی سے حاصل تھی جس کے سبب سے شہرہ آفاق ہو چکا تھا۔ سب نے حسن ظن کر کے اس کی تصدیق کی۔ چونکہ اس زمانے میں الہام کا رواج نہ تھا اس لئے اس کو تناسخ کا سلسلہ قائم کرنے اور ان خرافات کے تراشنے کی ضرورت ہوئی ورنہ الہام کا ہتھکنڈا، اگر اس کے ہاتھ آتا تو اس بکھیڑے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ عطارد کی قسم کھا کر کہہ دیتا کہ مجھے الہام ہوا۔ بلکہ عطارد نے اپنے روشن چہرے سے پردہ ہٹا کر روبرو سے کہہ دیا کہ تو میرا بیٹا ہے اور یہ نشانی ہے کہ میں جو سنتا ہوں یاد رکھ لیتا ہوں اور نئے نئے ہندسے وغیرہ کے مسائل ایجاد کرتا ہوں۔ اگر اس کو نہیں مانتے تو مقابلہ کر لو۔

غرض کہ اس دعویٰ کے بعد اس کی تعظیم وتکریم اور بھی بڑھ گئی دور دور سے لوگ اس کے پاس آتے اور اس کی شاگردی پر فخر کرتے۔ یہاں تک کہ سعید وہ شخص سمجھا جاتا جو اس کے نزدیک بیٹھے۔ چونکہ تعلیم میں خدا کے بیٹے کا بروز داخل تھا اس لئے اس کے شاگردوں کے ذہن میں اس کی الوہیت متمکن تھی۔ اگرچہ اس نے عقل سے بہت سارے کام لئے چنانچہ شکل عروس جو فن ہندسہ میں ایک مشہور اور مشکل شکل ہے اس کو اسی نے مدلل کیا مگر معتقدوں کے اعتقاد کو بڑھانے کے لئے

اور تدابیر کی بھی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ ایک اس نے ایک چھوٹا سا حجرہ زمین کے اندر تیار کر کے ایک سال اس میں اپنے تئیں محبوس کیا اور یہ مشہور کیا کہ دوزخ کی سیر کو جاتا ہوں، اور اپنی ماں سے کہہ دیا کہ جو کچھ نئے واقعات شہر میں ہوں ان کو تحقیق کر کے لکھ دیا کرے ۔ ایک سال کے بعد جب اس حجرہ تنگ وتاریک سے نکلا جو فی الحقیقت اس کے حق میں دوزخ ہی تھا تو ایسی حالت اس کی ہوگئی تھی کہ بمشکل پہچانا جاتا تھا۔ اسی حالت میں سب کو جمع کر کے دوزخ کے واقعات بیان کئے کہ اس میں ہریودس شاعر کو دیکھا کہ زنجیروں میں مقید اور مصلوب ہے اور ہومیرس کی روح کو دیکھا کہ ایک درخت پر لٹکی ہوئی ہے جس کے اردگرد اژدہے احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اس قسم کے اور واقعات بیان کر کے کہا کہ اس مدت میں میں تم لوگوں سے بھی غافل نہ تھا، چنانچہ شہر کے تاریخ وار پورے واقعات بیان کر دیئے جو ماں کی تحریر میں ایک بار دیکھ لیا تھا۔ اب اس کشف کے بیان سے تو اور بھی عزت دوبالا ہوگئی۔ ایک بار کہیں کھیل کود کا مجمع تھا، اس میں چلا گیا۔ جب اس کے پاس معتقدین کا مجمع ہوا تو ایک خاص طور کی سیٹی دی، ساتھ ہی ایک گدھ ہوا سے اتر آیا، لوگوں کو اس سے اور تعجب ہوا، جس سے اور زیادہ معتقد ہوگئے۔ اور دراصل اس گدھ کو اس نے تعلیم دے رکھی تھی جس سے کسی کو اطلاع نہ تھی ۔ یہ سب تدابیر اسی غرض سے تھیں کہ مافوق العادت امور معجزے کے رنگ میں پیش کر کے احمقوں میں امتیاز حاصل کیا جائے ایسے ہی لوگوں کی شان میں حق تعالی فرماتا ہے:

فاستخف قومه فاطاعوه انهم کانوا قوماً فاسقین (زخرف:۵۴)

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ عقلاء کیسی کیسی تدابیر اپنی کامیابیوں کی سوچتے ہیں جن کی تہ تک پہنچنا ہر کسی کا کام نہیں۔ دیکھ لیجئے یہ شخص کیسا مدبر اور مقرر ہوگا کہ یونان جیسے خطے کے عقلاء اور حکماء کو احمق بنا کر ان کے خدا کا بیٹا بلکہ خود خدا بن بیٹھا۔ یہی مسئلہ تناسخ و بروز تھا جو اس کو ترقی کے اعلی درجے کے زینے تک پہنچا دیا تھا۔

مرزا قادیانی چونکہ اعلی درجے کے حاذق اور زمانے کے نبض شناش ہیں، تشخیص کے لئے وہی نسخہ استعمال کیا جو ایک حاذق کے تجربے سے مفید ثابت ہو چکا ہے۔ اگرچہ کہ اس زمانے کے عقلاء نے اعلی درجے کی طبیعتیں پائی تھیں مگر فیضان کا سلسلہ منقطع نہیں۔ اہل کمال کے مثیل ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہتے ہیں بلکہ انصاف سے دیکھا جائے تو جو صنعتیں اس زمانے میں ظہور پا رہی ہیں اول زمانے سے بدرجہا بڑی ہوئی ہیں۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اذکیاء کے ذہنوں کو متوجہ کرنے والی متقدمین کی کارروائیاں بطور مادہ پیش نظر ہیں اور قاعدے کی بات ہے کہ تلاحق افکار

سے ایک ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے جو موجد کو حاصل نہ تھی۔ دیکھئے فیثا غورث کو ایک سلسلہ گھڑنے کی ضرورت ہوئی کہ اس کی روح کئی جسموں میں ماری ماری پھری ،اور مرزا قادیانی کو اس کی بھی ضرورت نہ ہوئی، بلا واسطہ روح انہی میں بروز کر گئی۔ اس کو عطارد کا بیٹا بننے میں کس قدر دشواریاں اٹھانی پڑیں، اور مرزا قادیانی صرف ایک ہی الہام سے متبنی اپنے خدا کے بن گئے۔ اس کو دوزخ کی سیر کا فخر حاصل کرنے کے لئے ایک برس دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑا اور مرزا قادیانی آرام سے اپنی خواب گاہ میں بیٹھے ہوئے تمام افلاک کی سیر کر لیتے ہیں۔ بلکہ جب چاہتے ہیں خدا سے باتیں کر کے چلے آتے ہیں۔ اس کو معجزہ خارق العادت بتانے کے لئے گدھ کو تعلیم کی زحمت اٹھانی پڑی اور مرزا قادیانی نے دیکھا کہ نبوت کے دعوے میں مولوی پیچھا نہ چھوڑیں گے حسب احادیث صحیحہ دجال وکذاب کہا کریں گے، اس لئے یہ تدبیر نکالی کہ خود نبی کریم ﷺ نے ان میں بروز کیا ہے تاکہ جہال حضرت کا نام سن کر دم نہ مارسکیں۔ اس لئے کہ دجال وکذاب تو وہ ہو جو حضرت کے سوا کوئی حضرت کے بعد نبوت کا دعوی کرے، جب خود حضرت ہی وہ دعوی کر رہے ہیں تو اس لفظ کا محل نہ رہا۔ مگر یاد رہے کہ جب تک اس دعوی کو قرآن وحدیث سے وہ ثابت نہ کریں کوئی مسلمان انکی ان ابلہ فریبیوں کو قابل توجہ نہیں سمجھ سکتا کیونکہ ہمارے دین میں تناسخ بالکل باطل کر دیا گیا۔ مرزا سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ حضرت آپ نے حمامة البشری الی اهل مکه و الصلحاء ام القری میں تو یہ لکھ کر اہل مکہ وغیرھم کو اطمینان دلایا تھا کہ میں علماء سے جو مناظرہ کرتا ہوں وہ صرف نزول عیسیٰؑ کے مسئلہ میں ہے اس کے سوا کسی مسئلہ میں مجھے اختلاف نہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

و اما ایمان قومنا و علمائنا بالملائکة و غیرها من العقائد فلسنا نجادلهم و نخطیهم فی ذلک و لیس فی هذه العقاید عندنا الا التسلیم و انما نحن مناظرون فی امر نزول المسیح من السماء۔

(حمامة البشری۔ص۲۴)

پھر یہ بروز وکمون اور دعوی نبوت وغیرہ کیسا؟ کیا یہ اعتقادی مسائل نہیں ہیں۔ مرزا قادیانی جھوٹ کو شرک کے برابر فرما چکے ہیں اور اس موقع میں یہ بھی نہیں فرمایا کہ جہاں دھوکہ دینا مقصود ہو وہ جھوٹ نہیں ہوتا۔

یہ چند تحقیقات اور اجتہادات مرزا قادیانی کے اس غرض سے بیان کئے گئے ہیں کہ ان کی رفتار اور طبیعت کا اندازہ معلوم ہو جائے العاقل تکفیه الاشارہ۔

سنن دارمی صفحہ ۳۱ میں روایت ہے کہ صبیغ عراقی اکثر قرآن کی آیات میں پوچھا پاچھی کیا کرتا تھا، جب مصر کو گیا اور عمروؓ بن عاص کو اس کا یہ حال معلوم ہوا تو اس کو اپنی عرضی کے ساتھ حراست میں دے کر حضرت عمرؓ کے پاس روانہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرضی پڑھ کر چھڑیاں منگوائیں اور اس کو اتنا مارا کہ زندگی سے وہ مایوس ہو گیا۔ پھر بہت عجز والحاح پر چھوڑا تو گیا مگر احکام جاری ہو گئے کہ کوئی مسلمان اس کو نزدیک نہ بیٹھنے دے۔ آخر جب اس نے توبہ کی اور اس کا یقین بھی ہوا تو اس وقت مجالست کی اجازت دی گئی۔ حضرت عمرؓ نے العاقل تکفیہ الاشارہ کے معنی عملی طور پر تمام مسلمانوں کو مشاہدہ کرا دیا کہ اس کی اس پوچھا پاچھی اشارۃً کہہ رہی ہے کہ کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ رنگ لانے والی ہے اس لئے پیش از پیش ایسا بندوبست کیا کہ اس کے ہم خیالوں کا بھی ناطقہ بند ہو جائے۔ پھر کس کی مجال تھی کہ قرآن کے معنی میں دم مار سکے۔ افسوس ہے کہ اسلام کا ایک زمانہ وہ تھا کہ اشارات وامارات پر اہل اسلام چونک کر حزم واحتیاط کو کام میں لاتے تھے اور ایک زمانہ یہ ہے کہ سر پر نقارے بج رہے ہیں مگر جنبش نہیں، اور حسن ظن کے خواب غفلت میں بے حس وحرکت ہیں۔ کیا حضرت عمرؓ کو حسن ظن کا مسئلہ معلوم نہ تھا۔ صبیغ عراقی نے تو نہ کوئی بات نئی ایجاد کی تھی۔ نہ نبوت وغیرہ کا دعوی کیا تھا۔ وہ تو صرف بعض آیات کے معانی پوچھا تھا جس میں حسن ظن کو بڑی گنجائش تھی کہ نیک نیتی سے خدا تعالی کی مراد پر مطلع ہونا چاہتا ہے جو ہر مسلمان کا مقصود دلی ہے۔ اب اہل بصیرت غور فرما سکتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی کی یہ تحریرات حضرت عمرؓ کے زمانے میں پیش ہوتیں تو کیا کیا ہو جاتا۔ وہ زمانہ تو کچھ اور ہی تھا، مرزا قادیانی اس زمانے میں بھی اسلامی سلطنتوں سے نہایت خائف ہیں یہاں تک کہ باوجود اس قدر دولت وثروت کے حج فرض کو بھی نہیں جا سکتے۔

حضرت عمرؓ سے صاف طور پر یہ روایت ہے کہ جو کوئی ایسے کاموں کا مرتکب ہو جن سے لوگوں کو بدگمانی کا موقع ملے، تو بدگمانی کرنے والے قابل ملامت نہیں ہو سکتے جیسا کہ کنز العمال میں ہے عن عمر قال من تعرض للتھمۃ فلا یلومن من اساء بہ الظن۔ اور یہ تو قرآن سے بھی ثابت ہے کہ بعض وقت نیک گمان بھی گناہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

یا ایّھا الّذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظّنّ اثم۔

(حجرات: ۱۲)۔ اے مسلمانو! بہت گمانوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں)

اس آیت شریفہ میں حق تعالی نے ظن سوء یعنی بدگمانی کی تخصیص نہیں کی بلکہ مطلقاً ظن فرمایا، جو ظن خیر اور ظن سوء دونوں پر شامل ہے جس سے ثابت ہے کہ جیسے باوجود آثار وعلامات

تدین کے بدگمانی درست نہیں ویسے ہی تخریب وفساد دین کے آثار وعلامات کسی سے نمایاں ہونے پر حسن ظن جائز نہیں۔ اسی وجہ سے صبیغ عراقی پر حسن ظن نہیں کیا گیا اور حق تعالی فرماتا ہے

یا ایّھا الّذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبیّنوا (حجرات:٦) یعنی اے مسلمانو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔

مفسرین نے اس آیت کی شان نزول یہ لکھی ہے کہ حارث بن ضرار خزاعی، آنحضرت ﷺ سے وعدہ کر کے گئے کہ میں اپنے قبیلے کی زکوۃ جمع کر کے رکھتا ہوں حضرت کسی کو بھیج کر منگوا لیں ۔حضرت ﷺ نے ولیدؓ بن عقبہ کو بھیجا۔ وہ راستے ہی سے واپس آ گئے اور شکایت کی کہ حارث نے بجائے اس کے کہ مجھے مال زکوۃ دے میرے قتل کا ارادہ کیا تھا اس لئے میں جان بچا کر آ گیا ہوں۔ اس پر صحابہ نے غالباً ولیدؓ بن عقبہ پر حسن ظن اور اور اس کی خبر کی تصدیق کر کے حضرت ﷺ سے کچھ عرض کیا ہو گا جس پر حضرت ﷺ نے خالدؓ بن ولید کو مع لشکر ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا اور فرمایا ان کے قتل میں جلدی نہ کرنا۔ چنانچہ خالدؓ بن ولید نے وہاں جا کر مخفی طور پر خوب تحقیق کی جس سے ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کو اسلام میں کوئی اشتباہ نہیں۔ خالدؓ بن ولید نے واپس آ کر حقیقت حال بیان کی اور حارث بھی مال زکوۃ لے کر حاضر ہو گئے اور یہ آیت ان کی برأت میں نازل ہوئی اور ہمیشہ کے لئے یہ حکم ہو گیا کہ احتیاطی امور میں حسن ظن سے کام نہ لیا جائے۔ دیکھئے باوجود یہ کہ ولید بن عقبہ صحابہ میں تھا اور معتمد علیہ سمجھا گیا چنانچہ خود آنحضرت ﷺ نے اس کام کے لئے اسکا انتخاب فرمایا۔ پھر ایسے شخص پر صحابہ نے اگر حسن ظن کیا تو کیا برا کیا تھا؟ مگر حق تعالی نے اس کی بھی ممانعت کر دی کہ گو بعض قرائن حسن ظن کے موجود ہوں مگر جب تک پوری تحقیق نہ کر لی جائے اسباب ظاہری قابل اعتبار نہیں۔ یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ ہر چند صحابہ کل عدول اور اعلی درجے کے متدین تھے مگر معصوم نہ تھے حکمت الٰہی اسی کی مقتضی تھی کہ ان سے بھی اتفاقی طور پر اقسام کے گناہ صادر ہوں تاکہ تمام امت کو جو قیامت تک باقی رہنے والی ہے ہر ایک گناہ کا حکم عملی طور پر معلوم ہو جائے۔

اب یہاں اہل اسلام غور فرمائیں کہ جب صحابہ کی نسبت یہ حکم ہو گیا کہ ان کی خبر مجرد احتیاطی امور میں قابل حسن ظن نہیں تو کسی دوسرے کی مجرد خبر وہ بھی کیسی کہ مجھے اللہ نے اپنا رسول اور نبی بنا کر بھیجا ہے وغیرہ کیونکر مانی جائے۔....

قرآن وحدیث واجماع وغیرہ سے جو ثابت ہے کہ مدعی کچھ بھی دعوی کرے اس سے گواہ طلب کئے جائیں، یہ امر ہمارے دعوی پر گواہ صادق ہے کہ کسی مدعی پر حسن ظن نہ کیا جائے۔ پھر

جب خود دعوی اس قسم کا ہو کہ سرے سے دین ہی اس کو قبول نہیں کرتا ،تو حسن ظن وہاں کیونکر درست ہوگا۔اس قسم کے دعووں پر نہ گواہ طلب کرنے کی حاجت ہے، نہ ان کی گواہی مقبول ہوسکتی ہے۔ان دعووں میں کیسی ہی ملمع سازیاں کی جائیں، بدگمانی واجب ہے۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں الحزم سوء الظن جس کا مضمون سعدی نے لکھا ہے:

نگہدار وآں شوخ در کیسہ در که داند ہمہ خلق را کیسہ بر

اہل ایمان جانتے ہیں کہ ایمان کیسا درّ بے بہا ہے۔ جب ایک پتھر کی حفاظت کے واسطے عقل عام بدظنی پر آمادہ کرتی ہے تو اس گوہر بے بہاء کی حفاظت کے لئے کس قدر بدگمانی کی ضرورت ہے۔ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ ایمان ایک پتھر کے برابر بھی نہیں سمجھا گیا...

...جس چیز کا انجام کفر ہو، وہ اگر کفر نہیں تو گناہ کبیرہ تو ضرور ہوگی۔اسی وجہ سے یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ مقدمة الحرام حرام۔..بہت سے عقل مندوں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزا قادیانی کیا کررہے ہیں۔اس کی کی نظیریں اسلامی دنیا میں بہت ہیں جو تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

کتاب المختار میں علامہ جوہریؒ نے لکھا ہے کہ سفاح کے زمانے میں ایک شخص (جس کا نام اسحاق تھا) نے اصفہان میں آکر سخت مفسدہ پردازیاں برپا کیں۔ یہ شخص مغرب کا رہنے والا تھا اسی طرف اس نے قرآن وتوریت وانجیل وزبور وغیرہ کتب آسمانی پڑھ کر جمیع علوم مروجہ کی تحصیل کی۔اور اکثر السنہ اور اقسام کے خطوط کی تکمیل کر کے اصفہان میں آیا اور دس برس تک ایک مدرسے میں مقیم رہا۔اس مدت میں نہ کوئی کمال ظاہر کیا ،نہ کسی سے بات کی، یہاں تک کہ اخرس یعنی گونگا مشہور ہوگیا۔مگر معرفت سب سے پیدا کر لی۔ پھر اس نے ایک رات ایک خاص قسم کا روغن تیار کر کے اپنے منہ پر ملا، اور دو شمعیں خاص قسم کی روشن کیں جن کی روشنی میں چہرے کا روغن ایسا چمکنے لگا کہ جس سے نگاہ خیرہ ہوتی تھی۔ پھر تین چیخیں ایسی ماریں کہ مدرسے کے سب لوگ چونک پڑے اور آپ نماز میں مشغول ہوکر نہایت تجوید اور عمدہ لہجے سے باآواز بلند قرآن پڑھنے لگا۔مدرسین اور اعلی درجے کے طلبا نے جب دیکھا کہ وہ گونگا نہایت فصیح ہوگیا ہے اور چہرہ ایسا پرنور ہے کہ نگاہ نہیں ٹھہر سکتی ،تو قدرت خدا کے اس مشاہدے سے صدر مدرس تو بیہوش ہوگئے اور دوسرے لوگ سکتے کے عالم میں تھے۔جب افاقہ ہوا تو صدر مدرس نے خیال کیا کہ یہ قدرت خدا کا نیا تماشہ اگر عمائد شہر بھی دیکھیں تو اچھا ہوگا۔ مدرسے کے دروازے پر جب آئے تو وہ مقفل تھا اور کلید مفقود۔کسی تدبیر سے باہر نکلے۔وہ آگے اور تمام فقہاء ان کے پیچھے پیچھے قاضی شہر کے مکان پر آئے۔ وہ اس ہجوم اور چیخ

چاخ سے بدحواس ہو کر باہر نکل آئے اور اس عجیب وغریب واقعے کو سن کر وزیر کو اطلاع دی ۔ غرض کہ تمام شہر میں اس رات ہنگامہ تھا۔ ہر طرف سے جوق در جوق لوگ چلے آرہے تھے کہ چلو قدرت خدا کا تماشا دیکھو۔ چنانچہ قاضی وزیر وغیرہ معززین شہر مدرسہ کے دروازہ پر آئے دیکھا تو دروازہ بند ہے۔ کسی نے پکار کر کہا کہ حضرت آپ کو اسی خدا کی قسم ہے جس نے آپ کو یہ درجہ عطا فرمایا، خدا کے لئے دروازہ کھولئے اور مشتاقان دیدار کو اپنے جمال باکمال سے مشرف فرمایئے ۔ اس نے کوئی تدبیر ایسی کی کہ قفل گر پڑے مگر بظاہر بآواز بلند کہا اے قفلو! کھل جاؤ۔ اس کی آواز کے ساتھ قفلوں کے گرنے کی آواز نے لوگوں کے دلوں پر عجیب اثر کیا کہ سب خائف وترساں ہو گئے اور دروازہ کھول کر کمال ادب سے روبرو جا بیٹھے ۔ قاضی صاحب نے جرأت کر کے پوچھا کہ اس واقعہ حیرت انگیز سے تمام شہر گرداب اضطراب میں اگر اس کی حقیقت بیان فرمائی جائے تو سب پر منت ہو گی ۔ کہا چالیس روز سے مجھے کچھ آثار نمایاں ہو رہے تھے آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ اسرار خلق مجھ پر اعلانیہ منکشف ہو گئے تھے مگر میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ آج رات ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے۔ مجھ کو جگا کر انہوں نے نہلایا ۔ اس کے بعد مجھ پر نبوتی سلام اس طور سے کہا السّلا م علیک یا نبیّ اللّٰه ۔ مجھے خوف ہوا کہ معلوم نہیں اس میں کیا ابتلاء ہے، اسلئے جواب سلام میں پس وپیش کر رہا تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا افتح فا ك باسم اللّٰه الا زلی ۔ یعنی بسم اللہ کہہ کر منہ تو کھولو ۔ میں نے منہ کھول دیا اور دل میں باسم اللّٰه ا لا زلی کو دہراتا رہا۔ انہوں نے ایک سفید سی چیز میرے منہ میں رکھ دی ۔ یہ تو معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز تھی مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ وہ برف سے زیادہ سرد اور شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبو دار تھی۔ اس کے حلق سے نیچے اترتے ہی میری زبان گویا ہو گئی اور ابتداء میری زبان سے یہی نکلا ا شھد ان لا الٰه الا اللّٰه و اشھد ان محمد ا رسو ل اللّٰه یہ سن کر فرشتوں نے کہا تم بھی رسول اللہ برحق ہو ۔ میں نے کہا اے بزرگوارو! یہ کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا اللہ نے تم کو نبی بنا کر اس قوم میں مبعوث کیا ہے ۔ میں نے کہا یہ کیسی بات ہے، حق تعالیٰ نے تو ہمارے سید روحی فداہ محمد ﷺ کی نسبت خاتم النبیین فرما دیا ہے ۔ انہوں نے کہا یہ سچ ہے، مگر محمد ﷺ ان انبیاء کے خاتم تھے جن کی ملت اور شریعت دوسری تھی، تم اس ملت کے نبی ہو یعنی تمہاری نبوت ظلی ہے مستقل نہیں ۔ میں نے کہا مجھ سے تو یہ دعوی کبھی نہ ہو سکے گا اور نہ میری کوئی تصدیق کرے گا کیونکہ میرے پاس کوئی معجزہ نہیں ۔ انہوں نے کہا جس نے تمہیں گونگا پیدا کر کے ایک مدت کے بعد فصیح بنا دیا وہ خود تمہاری تصدیق لوگوں کے

دلوں میں ڈال دے گا، تمہیں اس سے کیا کام۔ اور معجزات بھی لیجئے جتنی آسمانی کتابیں تمام انبیاء پر نازل ہوئیں سب کا علم تمہیں دیا گیا اور کئی زبانیں اور کئی قسم کے خطوط تم کو عطا کئے گئے۔ پھر انہوں نے کہا قرآن پڑھ۔ میں نے جس طرح نازل ہوا پڑھ کر ان کو سنا دیا۔ پھر انجیل پڑھوائی وہ بھی سنا دی۔ پھر توریت وزبور وصحف پڑھنے کو کہا، وہ بھی سنا دیئے۔ اور ان کتابوں کا القاء جو میرے دل پر ہوا اس میں کوئی تصحیف تحریف اور اختلاف قرأت کی آمیزش نہ تھی بلکہ جس طرح منزل من اللّٰہ ہوئی ہیں بلاکم وبیش اسی طرح میرے دل میں ڈالی گئیں جس کی تصدیق فرشتوں نے بھی کی۔ پھر ملائکہ نے کل کتب سماویہ مجھ سے سن کر کہا قم فانذر النّاس (اٹھ اور لوگوں کو ڈرا)۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور میں نماز میں مشغول ہو گیا اس وقت انوار وتجلیات جو میرے دل پر نازل ہو رہے تھے ان کا یہ عالم تھا کہ کچھ بیان نہیں کر سکتا غالباً اس کے کسی قدر آثار چہرے پر بھی نمایاں ہو گئے ہوں گے اور اب تک بھی محسوس ہوتے ہوں گے۔

یہ تو میری سرگذشت تھی اب میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ جو شخص خدا پر اور محمد ﷺ پر پھر مجھ پر ایمان لایا اس کو تو نجات ملی اور جس نے میری تکذیب کی اس نے محمد ﷺ کی شریعت کو بھی معطل کر دیا اور وہ کافر ہے۔

اگر چہ علماء اور سمجھ دار لوگوں نے اس کی تصدیق نہ کی ہو گی لیکن پھر بھی ظاہر پرست اتنے میں اس کے مرید ہو گئے کہ سلطنت کا مقابلہ کر کے بصرہ وعمان وغیرہ تک قبضہ کر لیا۔

اخرس کو دس بیس برس تو محنت کرنی پڑی مگر رائے بڑی پختہ تھی آخر باطل قیاسوں سے نتیجہ خاطر خواہ نکال ہی لیا کہ ایک ہی رات میں حسن ظن کی روح ایسی پھونک دی کہ بات بات پر آمنا وصدقنا کی آواز بلند ہونے لگی۔ بقول مرزا قادیانی یہ عقلی معجزہ تھا اور کس زور کا تھا کہ ایک ہی رات میں اس نے اپنا سکہ جما لیا۔ دس برس گونگا رہنے کی مشقت اس کو اس وجہ سے اٹھانی پڑی کہ اس زمانے میں خارق العادت معجزے قابل اعتبار سمجھے جاتے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے عقلی معجزے نکال کر اس مشقت کو بھی اٹھا دیا۔ اخرس نے الہام کی عزت ثابت کرنے کے لئے دس سال کی مشقت گوارا کی، مرزا قادیانی نے یہ مدت براہین احمدیہ کی تالیف اور اعتبار بڑھانے میں صرف کی، جس سے ان کے الہاموں کی عزت ہونے لگی۔

تاریخ دول اسلامیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص خوزستان سے سواد کوفہ میں آ کر ایک مدت تک ریاضت میں مشغول رہا یہاں تک کہ کثرت صوم وصلوۃ وعبادات سے اقران ومعاصرین پر اس

کی فوقیت مسلّم ہوگئی۔ اس کے زہد وتقوی کا یہ عالم تھا کہ صرف بوریا بن کر گذراوقات کرتا اور کسی سے کچھ نہ لیتا۔ اور وعظ ونصائح کی پرزور تقریروں کی یہ کیفیت کہ سامعین کے دلوں کو ہلا دیتی۔ غرض کہ ہر طرح سے معتقدین کے دلوں پر جب پورا تسلط کرلیا اور حسن ظن کا اندازہ کر کے دیکھ لیا کہ اب ہر بات چل جائے گی تو پہلے تمہیداً تقلید کا مسئلہ چھیڑا کہ دین میں اس کی کوئی ضرورت نہیں اس کی تسلیم کے بعد کہا کہ اجماع کوئی چیز نہیں پھر احادیث میں وہی کلام کیا جو آج کل ہو رہا ہے جب اس پر بھی سب نے آمنا وصدقنا کہہ دیا تو بطور امتحان چند مسائل معمولی نماز وروزہ کے ایسے بیان کئے جو مخالف اجماع واحادیث تھے معتقدین نے اسی پر عمل شروع کر دیا اس امتحان کے بعد بطور راز کہا کہ دیکھو حدیث من لم یعرف اما م زمانه کی رو سے امام زمان کو معلوم کرنا نہایت ضروری امر ہے مگر یاد رکھو کہ امام زمان کا خاندان نبوت اور اہل بیت سے ہونا ضروری ہے اور وہ قریب میں نکلنے والے ہیں۔

الحاصل ان کو امام زمان کا مشتاق بنا کر شام چلا گیا۔ وہاں بھی اسی تدبیر سے لوگوں کو امام زمان کا مشتاق اور منتظر بنا دیا۔ جب ایک وسیع ملک امام زمان کا مشتاق اور منتظر ہوگیا تو اس کے قرابت داروں سے ایک شخص جس کا نام ذکرویہ یحی تھا، اس نے اپنے آپ کو محمد بن عبداللہ بن اسماعیل بن جعفر صادق مشہور کر کے مہدویت کا دعوی کیا۔ لوگ تو منتظر ہی تھے اور دیکھا کہ نام بھی وہی ہے جو احادیث میں وارد ہے ان کو مہدی موعود مل جانا ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔ غرض کہ حسن ظن والوں کا ایک لشکر عظیم جمع ہوگیا اور مہدی موعود نے اپنے معتقدین کو لوٹ گھسوٹ پر لگا دیا اور مکہ معظّمہ میں اس قدر خون ریزی کی کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ وہی فرقہ قرامطہ ہے۔

دیکھ لیجئے اس فتنے کی بنیاد حسن ظن پر تھی جو خوزستانی کے تقدس پر کیا گیا۔ مرزا قادیانی کے تقدس کا اثر بھی کچھ کم نہیں۔ آپ کے جراحات جو التیام پذیر نہیں قرامطہ کے جراحات سنان سے کم نہیں اگر وہاں جسمانی قتل تھا تو یہاں روحانی ہے۔

لعن المومن كقتله (طبرانی حدیث نمبر ۱۳۳۰۔ کنز العمال حدیث نمبر ۸۱۸۳)

اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی کا لشکر لعن مسلمانوں کو برابر قتل کر رہا ہے یا نہیں۔ چونکہ امام مہدی کا قیامت کے قریب تشریف فرما ہونا تواتر کو پہنچ گیا ہے اور اسلام کے مسلمہ مسائل سے ہے جس کی وجہ سے ہر زمانے میں لوگ مہدویت کا دعوی کرتے رہے جس کا حال کتب تواریخ سے ظاہر ہے اور یہ بھی ثابت ہوگیا ہے کہ وہ اہل بیت سے ہوں گے اور ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا اس لئے

جن لوگوں نے مہدویت کا دعوی کیا ان کو اس کی بھی ضرورت ہوئی کہ اس نام ونسبت کے ساتھ متصف ہوں ۔ اسی وجہ سے خوزستانی مذکور نے ذکرویہ کا نام محمد بن عبداللہ بتلایا اور امام جعفر صادق کی اولاد میں اس کا ہونا بیان کیا ۔ اگر مہدویت کے لئے اس نام ونسبت کی ضرورت نہ سمجھی جاتی تو اس کو جھوٹ کہنے اور نسب سیادت میں داخل کر کے اس کو ملعون بنانے کی ضرورت نہ تھی ۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک مہدی کے لئے یہ نام ونسب لازم ہے ۔

خوزستانی کو ذکرویہ کا نام ونسبت بدلنے کا موقع مل گیا تھا اسلئے کہ جن لوگوں کے روبرو اس کا حال بیان کیا تھا وہ اس کو جانتے نہ تھے صرف حسن ظن سے اس کے بیان کی تصدیق کر لی تھی کہ واقع میں اس کا نام ونسب وہی ہوگا جو وہ کہہ رہا ہے ۔ مرزا قادیانی کو نام ونسب بدلنے کا موقع نہ ملا ۔ اس لئے کہ قادیان کے لوگ ان کو جانتے تھے اس وجہ سے انہوں نے یہ تدبیر نکالی کہ احادیث میں جو نام ونسب امام مہدی کا وارد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ نام غلام احمد ہو اور مرزا ہو مگر مہدی ضرور ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۲ میں لکھتے ہیں :

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم سرکشیوں کی وجہ سے سیاست کے لائق ہو جاؤ گے تو محمد بن عبداللہ ظہور کرے گا جو مہدی ہے ۔ واضح رہے کہ یہ دونوں وعدے کہ محمد بن عبداللہ آئے گا یا عیسی بن مریم آئے گا دراصل اپنی مراد ومطلب میں ہم شکل ہیں ۔ محمد ابن عبداللہ کے آنے سے مقصود یہ ہے کہ جب دنیا ایسی حالت میں ہو جائے گی جو اپنی درستی کے لئے سیاست کی محتاج ہوگی تو اس وقت کوئی شخص مثیل محمد ہو کر ظاہر ہوگا اور یہ ضرور نہیں کہ درحقیقت نام محمد بن عبداللہ ہو بلکہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالی کے نزدیک اس کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا کیونکہ محمد ﷺ کا مثیل بن کر آئے گا ۔

یہ بھی غنیمت ہے کہ مرزا قادیانی تسلیم کرتے ہیں کہ جن حدیثوں میں مہدی کا وعدہ ہے ان میں ان کا نام محمد بن عبداللہ ہے ۔ اب ان حدیثوں کو دیکھئے جن میں مہدی کے آنے کا وعدہ ہے ۔ کنز العمال ج ۱۴ ص ۵۸۴ ۔ ۵۸۹ کی کتاب القیامت میں بکثرت روایات موجود ہیں جن میں یہ الفاظ مذکور ہیں :

.....المہدی رجل من قریش من عترتی یواطی اسمہ اسمی و اسم ابیہ مولدہ بالمدینۃ اکھل العینین ۔ براق الثنایا فی وجہ خال

مہدی ایک شخص قبیلہ قریش سے میری عترت اور اہل بیت میں ہوں گے ان کا نام

میرے نام کے مطابق اوران کے باپ کا نام میرے والد کے نام کے مطابق ہوگا۔ان کی آنکھیں سرمگیں اور دانت چمکتے ہوئے ہوں گے اور چہرے پران کے ایک خال ہوگا۔

اوراس کے سوا اور بہت سی علامات احادیث میں مذکور ہیں۔اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی نہ قریشی ہیں، نہ سید، نہ ان کا نام محمد بن عبداللہ، نہ اور علامتیں ان میں پائی جاتی ہیں، باوجود اس کے کہے جاتے ہیں کہ میں مہدی موعود بھی ہوں، اوران سب علامات کو بالائے طاق رکھ کر کہتے ہیں کہ کسی بات کی ضرورت نہیں مطلب ان احادیث کا یہی ہے کہ مہدی وہ شخص ہوگا جس کا نام غلام احمد قادیانی ہوگا اور مغلوں کی نسل سے ہوگا۔

مرزا قادیانی نے ناموں میں تصرف کرنے کا طریقہ ابومنصور سے سیکھا ہے جس نے صلوۃ وصوم وحج وزکوۃ اور نیز میتہ اور خنزیر وغیرہ کو چند آدمیوں کے نام قرار دیئے تھے اوراس سے مقصود اس کا یہ تھا کہ نماز، روزہ، حج ،زکوۃ جو مشہور ہیں ان کی کوئی اصل نہیں اور خمر وخنزیر وغیرہ حرام ہیں۔الحاصل مرزا قادیانی کی کاروائیوں کی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔

الآ ثار الباقیہ عن القرون الخالیہ میں علامہ ابوالریحان خوارزمی نے لکھا ہے کہ دولت عباسیہ میں ایک شخص جس کا نام بہافرید بن ماہ فروزین تھا نیشاپور کی طرف نکلا اسکا ابتدائی حال یہ ہے کہ وہ سات برس تک غائب رہا۔چین وغیرہ میں اوقات بسر کر کے واپسی کے وقت چین سے نہایت مہین اور نرم قمیص لایا جو مٹھی میں آسکتی تھی اور رات کے وقت مجوس کے گورستان میں کسی بلند مقام پر چڑھ کر بیٹھ رہا جہاں اس کے علاقے کی زمین تھی۔صبح ایسے وقت اس مقام سے اترا کہ کسان جو اسی کا علاقہ دار تھا وہاں موجود تھا، وہ دیکھتے ہی متعجب ہوگیا کہ یہ بات کیا ہے سات سال سے غائب رہ کر قبرستان سے لباس فاخرہ پہنے ہوئے نکلنا کیسا؟ اس نے اس کو تسکین دیکھ کر کہا کہ کوئی تعجب کی بات نہیں، اس مدت میں میں آسمان پر گیا ہوا تھا اور اب وہیں سے آرہا ہوں۔اس عرصے میں مجھے جنت دوزخ کی سیر بھی کرائی گئی اور خلعت بھی عنائت ہوا جو زیب بدن ہے۔خوب دیکھ ایسا کپڑا بھی دنیا میں کہیں بن سکتا ہے۔کسان نے اسکی تصدیق کر لی اور اپنا چشم دید واقعہ لوگوں سے بیان کرنے لگا یہاں تک کہ اور مجوسی اس کے معتقد ہوگئے اس کے بعد اس نے نبوت کا دعوی کر کے کہا کہ مجھ پر وحی بھی اترا کرتی ہے اور نئے نئے احکام جاری کئے جس سے فتنہ عظیم برپا ہوا اور آخر ابومسلم نے اس کو قتل کر دیا۔

دیکھئے حالت ظاہری اور ما فوق العادت قمیص پر حسن ظن کرنے کا کیسا اثر ہوا کہ نبوت

اور وحی سب مسلّم ہو گئیں اب مرزا قادیانی جو اپنی بعض عقلی کاروائیاں پیش کر کے فرماتے ہیں کہ وہ مافوق العادت معجزات ہیں، کس طرح ایمان لانے کے قابل ہوں۔

مرزا قادیانی نے عقلی معجزات کو جو اپنے اجتہاد سے اصلی معجزات کی ایک قسم قرار دی ہے غالباً اس کا منشاء اسی قسم کے معجزے ہیں۔ جو بہا فریز جیسے لوگوں سے صادر ہوئے اور لوگوں میں ان کی بات بھی چل گئی، مگر ادنی فہم والا سمجھ سکتا ہے کہ جیسے ان لوگوں کے معجزے عقلی تھے ویسے ہی وحی اور الہام بھی عقلی تھے اسلئے کہ خرق عادت ایک ایسی چیز ہے کہ ساحروں سے بھی صادر ہوا کرتی ہے۔ گو معجزے اور سحر میں زمین و آسمان کا فرق ہے باوجود اسکے ممکن نہیں کہ کسی ساحر کو الہام ہو۔ پھر جب عقلی معجزے دکھانیوالوں سے خوارق عادات بھی کھلے طور پر صادر نہیں ہو سکتے جنکا درجہ الہام سے بہت پست ہے تو انکو اعلی درجے کی خصوصیت وحی اور الہام سے کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔

اب غور کیا جائے کہ جس نے کئی سال کی مشقت گوارا کر کے مکر و فریب سے قمیص کو معجزہ قرار دیا ہو اس کی وحی کا کیا حال ہوگا۔ وہ یہ بھی کہتا ہوگا کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں اس سے باتیں کرتا ہوں اس نے مجھے اپنا خلیفہ بنایا، وغیرہ۔ کیونکہ ان باتوں کے بیان کرنے میں جھوٹوں کو کون سی چیز روکنے والی ہے۔ ایسے لوگوں کو دنیا کمانے کے لئے الہام سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ نہ اس قدر مال ہے کہ تجارت کے ذریعہ سے لاکھوں روپئے حاصل کر سکیں، نہ ایسی عقل ہے کہ کلیں ایجاد کریں۔ وہ چند سادہ لوگوں پر یہ افسون پڑھ دیتے ہیں کہ خدا کے پاس ہمارے ایسے ایسے مدارج ہیں اور یہ لوگ اس غرض سے کہ ہمارے بھی کچھ کام نکل آئیں ان کے دام میں آجاتے ہیں جس سے خسر الدنیا و الآخرۃ کا پورا پورا مضمون ان پر صادق آجاتا ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ جب کسی پر وحی کا اترنا یا الہام کا ہونا تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ حق نہیں رہتا کہ اس کے کسی الہام و وحی سے انکار کیا جائے۔ اس لئے مسلمانوں کو ضرور ہے کہ ہر کس و ناکس کے دعوی الہام و وحی کو تسلیم نہ کریں اور مدعیان الہام ہزار کہیں کہ ہمارا الہام حجت ہے، ایک نہ مانیں اور صاف کہہ دیں کہ ہمارے دین میں الہام غیر پر حجت نہیں قرار دیا گیا۔ ہمارا دین ہمارے نبی ﷺ کے وقت ہی میں مکمل ہو گیا ہے ہمارے لئے قرآن و حدیث اور وہ اقوال آئمہ جو مسائل اجتہادیہ ہیں اور جن کو انہوں نے قرآن و حدیث سے استنباط کر کے بیان فرمایا ہے وہ بہت کافی ہیں

فتوحات اسلامیہ میں شیخ دحلان نے تاریخ کامل وغیرہ سے لکھا ہے کہ پانچویں صدی کے اوائل میں محمد ابن تومرت جس کا مولد و منشاء جبل سوس تھا اس نے دعوی کیا کہ میں سادات حسینیہ

سے ہوں اور مہدی موعود بھی ہوں ۔ اور ما فوق العادت امر دکھلا کر کامیاب ہو گیا۔ لکھا ہے کہ یہ شخص امام غزالیؒ وغیرہ اکابر علماء سے تحصیل علوم کر کے رمل ونجوم میں بھی دستگاہ حاصل کر کے تدریس و تعلیم میں مشغول ہوا، اس کا علم وزہد اور تقوی دیکھ کر شاگردوں اور مریدوں کا مجمع بڑھ گیا۔ ان میں بحسب مناسبت معنوی وطبعی عبد المومن وعبداللہ ونشریسی وغیرہ اور چند اشخاص معتمد علیہ قرار پائے۔ عبداللہ ونشریسی سے جو بڑا فاضل شخص تھا ابن تومرت نے کہا کہ تم اپنے علوم کو چھپا کر رکھو۔ ایک روز ان سے معجزے کا کام لیا جائے گا۔ اس نے پیر کا منشاء معلوم کر کے اپنے آپ کو گونگا اور دیوانہ بنا لیا۔ میلے کچیلے کپڑے پہن لئے اور ان پر تھوک بہتا ہوا کچھ ایسی حالت بنائی کہ کوئی نزدیک نہ آنے دے۔ چندرز کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے وہ سب مراکش پہنچے۔ دیکھا کہ عورتوں کی ایک جماعت خچروں پر سوار چلی جا رہی ہے۔ ان پر ایسا بلوہ کیا اور خچروں کو مارا کہ ایک عورت جو امیر المومنین کی بہن تھی، گر پڑی۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی اور وہ سب بلائے گئے۔ پھر علماء سے مناظرہ ٹھہرا، لیکن انہوں نے ان سب کو قائل کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر ایسی موثر اور پر جوش تقریر کی کہ بے اختیار بادشاہ کے آنسو ٹپک پڑے۔ اس مجلس میں مالک بن وہب بھی موجود تھے، انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ آثار وقرائن سے میں دیکھ رہا ہوں کہ اس شخص کو امر بالمعروف سے کچھ تعلق نہیں۔ مقصود تو کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے، بہتر تو یہ ہے کہ اس کو قتل ہی کر ڈالا جائے۔ ورنہ دائم الحبس تو ضرور کر دیا جائے۔ چونکہ امیر المومنین کو اس تقریر سے حسن ظن ہو چکا تھا اور حاضرین مجلس نے بھی کہا کہ بے چارہ فقیر کیا کر سکتا ہے، اور جس نے بادشاہ کو اپنی تقریر سے رلا دیا اس کے ساتھ اسی مجلس میں اس قسم کا سلوک کرنا بالکل بے موقع ہے، اس لئے بادشاہ نے وزیر کی رائے کو بدظنی پر محمول کر کے اس کو کمال اعزاز سے رخصت کیا، اور یہ بھی کہا کہ میرے لئے آپ دعائے خیر کیجئے۔ ابن تومرت نے اپنی فرودگاہ پر آکر اپنے مصاحبین سے کہا کہ جب تک مالک بن وہب ہے یہاں ہماری کچھ نہ چلے گی، اب یہاں رہنا ہمارے مفید نہیں۔ چنانچہ وہ سوس کی طرف چلا گیا، وہاں پر اس کی پر جوش تقریروں نے وہ اثر دکھایا کہ ہر طرف سے جوق جوق معتقدین کے آنے لگے۔ جب دیکھا کہ ایک معتد بہ اور کافی مجمع ہو گیا تو اثنائے تقریر میں کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہدی ایک ایسا شخص ہوگا کہ زمین کو عدل سے بھر دیگا اور اس کا مقام جہاں سے وہ نکلے گا مغرب اقصی ہے۔ یہ سنتے ہی عبد المومن وغیرہ دس شخص اٹھ کھڑے ہوئے کہ وہ سب صفات مہدی آپ میں موجود ہیں، اور ملک بھی مغرب اقصی ہی ہے، اب آپ کے سوا اور کون مہدی ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ

کر جھٹ سے بیعت کر لی ۔ پھر کیا تھا حسن ظن والے جوق جوق آتے اور بیعت کو نجات و فلاح دارین کا وسیلہ بنا کر جاں بازی پر پروانہ وار مستعد ہو جاتے ۔ غرض کہ ایک لشکر کثیر لڑنے مرنے والا تیار ہو گیا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اس وقت اس کی آنکھ کھلی اور اس وزیر باتدبیر کی پیش بینی کے نظر انداز کرنے کا بہت کچھ پچھتایا، مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ بہر حال اس کے مقابلہ پر فوج کثیر روانہ کی گئی ۔ مہدی چونکہ رمل و نجوم میں ماہر تھا پیش گوئی کی کہ فتح ہم ہی کو ہو گی ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بادشاہی فوج کو سخت ہزیمت ہوئی اور بہت سی غنیمت ان کے ہاتھ آئی ۔ پھر تو حسن ظن اور مریدوں کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے ۔ ہمیشہ وہ کم عمر نوجوان لڑکوں کو جنگ پر ابھارتا مگر معمر اور تجربے کار لوگ اپنے اپنے متعلقین کو روکتے رہتے تھے جس کی خبر وقتاً فوقتاً اس کو پہنچتی تھی ۔ وہ سوچتا کہ کبھی نہ کبھی ان روکنے والوں سے ضرور ضرر پہنچے گا اور تعجب نہیں کہ یہ دشمن کے ہاتھ گرفتار کرا دیں۔قرائن سے ان لوگوں کی فہرست مرتب کر کے صرف عبداللہ ونشریسی کو اس سے مطلع کیا جس کو گونگا اور دیوانہ بنا رکھا تھا۔ ایک روز اس سے کہا کہ اب تمہارے اظہار کمال کا وقت آ گیا اور اس کو تدبیر بتا دی ۔ چنانچہ جب صبح کی نماز کیلئے مہدی مسجد میں آیا، دیکھا کہ ایک شخص نہایت فاخرہ لباس پہنے محراب کے بازو میں کھڑا ہے، جس کی خوشبو سے مسجد مہک رہی ہے۔ پوچھا یہ کون ہے کہا ونشریسی ہے ۔ کہا یہ حالت کیسی، تم تو گونگے اور دیوانے تھے ۔ کہا درست ہے، لیکن آج رات عجیب اتفاق ہوا ،ایک فرشتہ آسمان سے میرے پاس اتر آیا، اور میرا دل اولاً شق کیا ، پھر دھو کر قرآن مجید اور موطا وغیرہ کتب احادیث وعلوم سے بھر دیا۔ یہ سنتے ہی مہدی موعود رونے لگے کہ خدا کا شکر کس منہ اور کس زبان سے بیان کروں، اوروں کو تو دعائیں مانگنے پر کچھ ملتا ہے مگر اس عاجز کی سب خواہشیں بغیر دعا کے وہ پوری کرتا ہے ۔ اس عاجز کی جماعت میں خدا نے ایسے لوگوں کو بھی شریک کیا ہے جن پر فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور جس طرح ہمارے مولیٰ ہمارے سید روحی فداہ ﷺ کا سینہ مبارک شق کیا گیا تھا اسی طرح اس عاجز کی جماعت میں ایک ذلیل سے ذلیل شخص کا دل فرشتوں نے شق کر کے قرآن وحدیث اور تمام علوم لدنیہ سے بھر دیا۔غرض کہ گریہ کو پر اثر بنانے والی تقریریں کر کے اس فاضل حکیم الامۃ کی طرف توجہ کی اور کہا بھائی یہ باتیں ایسی نہیں جو بغیر تحقیق کے مان لی جائیں، امتحان کی ضرورت ہے، چنانچہ مختلف مقامات سے قرآن پڑھنے کو کہا، اس نے نہایت تجوید اور ترتیل سے سب سنائے ،اسی طرح موطا وغیرہ کتب کا امتحان لیا گیا، سب میں کامیاب نکلا ۔لوگوں کو اس واقعہ سے یقین ہو گیا کہ یہ مافوق العادت بات بے شک معجزہ ہے ۔غرض اس کاروائی سے حسن ظن

والوں کے اعتقاد اور بھی ضرورت سے زیادہ بڑھ گئے۔ اس کے بعد اس فاضل ونشریسی نے کہا کہ حضور کے طفیل سے حق تعالیٰ نے مجھے ایک بات اور عطا کی ہے۔ پوچھا وہ کیا۔ عرض کیا ایک نور فدوی کے دل میں ایسا رکھ دیا ہے کہ جنتی اور دوزخی کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہوں اور اس نور کے عنایت کرتے وقت حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اس متبرک جماعت میں دوزخیوں کا شریک رہنا نہایت بے موقع ہے۔ اب تم پہچان کر ایک ایک دوزخی کو قتل کر ڈالو، اور چونکہ آدمی کے قتل کا معاملہ قابل احتیاط تھا اس لئے حق تعالیٰ نے تین فرشتے میری تصدیق کے لئے اتارے ہیں جو فلاں کنویں میں اس وقت موجود ہیں۔ یہ سنتے ہی مہدی موعود اس کنویں کی طرف چلے جو ایک وسیع میدان میں تھا اور مریدوں کا مجمع بھی ساتھ تھا۔ اور ایسی حالت میں چلے جا رہے تھے کہ چہروں کا رنگ فق مردنی چھائی ہوئی ہے کہ دیکھئے آج کون دوزخ کے ابدی عذاب میں جھونکا جاتا ہے اور دنیا میں ذلت سے قتل ہوکر ہمیشہ کے لئے ننگ خاندان ٹھہرتا ہے۔ ہر ایک کی آنکھیں ڈبڈبا رہی ہیں، زبان سے بات نہیں نکل سکتی۔ دل کا یہ عالم کہ یاس و ہراس سے گلا جاتا ہے۔ وہ میدان اس وقت عرصہ قیامت بنا ہوا تھا، نہ باپ کو بیٹے کی خبر، نہ بھائی کو بھائی کی، ہر ایک نفسی نفسی کہہ رہا تھا اور اردگرد تمام قبیلوں میں کہرام مچا ہوا ہے کہ دیکھئے کوئی مرد گھر کی آبادی کے لئے واپس بھی آتا ہے یا سب دوزخ ہی کو آباد کریں گے۔ غرض کہ مہدی موعود اس کنویں پر پہنچے اور ایک دوگانہ ادا کر کے ان ملائکہ سے جو کنویں کی تہہ میں عالم کو تہ و بالا کرنے کی غرض سے اترے ہوئے تھے با آواز بلند پوچھا کہ عبداللہ ونشریسی کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو دوزخی اور جنتی کی شناخت دے کر حکم دیا ہے کہ دوزخی چن چن کر قتل کئے جائیں، کیا یہ بات سچ ہے؟ وہ تینوں مصنوعی فرشتے تو مہدی صاحب کے رازدار تھے جن کو پہلے سے وہ پٹی پڑھائی جا چکی تھی، فوراً پکار کر کہہ دیا کہ سچ ہے سچ ہے سچ ہے۔ مہدی صاحب نے دیکھا کہ اگر یہ عالم تحتانی کے فرشتے اوپر آ جائیں تو افشائے راز کا اندیشہ ہے اس لئے ان کو عالم بالا ہی میں بھیج دینا مناسب ہوگا۔ ونشریسی وغیرہ کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ یہ کنواں مطہر ملائکہ کے نزول سے متبرک ہو گیا ہے، اگر یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو مبادا کوئی نجاست اس میں گرے یا کسی قسم کی بے ادبی ہو جس سے قہر الٰہی کا اندیشہ ہے، اس لئے اس کو پاٹ دینا مناسب ہے۔ چنانچہ سب کی رائے سے وہ فوراً پاٹ دیا گیا، جو چاہ بابل کی طرح ان بے گناہ مصنوعی فرشتوں کا ہمیشہ کے لئے محبس ٹھہرا۔ اس کے بعد دوزخیوں کے قتل کی کاروائی شروع ہوئی، ونشریسی جو فہرست مذکور سے واقف تھا، میدان میں کھڑا ہو گیا مشتبہین کو چن چن کر بائیں طرف اور موافقین کو دہنی طرف کر دیا تھا

اور اصحاب الشمال فوراً قتل کیئے جاتے تھے۔لکھا ہے کہ کئی روز تک یہ کاروائی جاری رہی۔ ہر روز قبیلے قبیلے کے لوگ لائے جاتے اور ان میں سے دوزخی دوزخ میں پہنچا دیئے جاتے۔ چنانچہ ستر ہزار آدمی اس طرح مارے گئے جب مشتبہ لوگوں سے میدان خالی ہو گیا تو خالص معتقدوں کو لے کر فتنہ و فساد اور ملک گیری میں مشغول ہوا، اور دعوی مہدویت چوبیس برس تک کرتا رہا۔ پھر مرنے کے وقت عبدالمومن کو اپنا جانشین قرار دیا۔

اہل بصیرت کو اس واقعے سے کئی امور کا ثبوت مل سکتا ہے:

۱۔ اس قسم کے مدبر لوگ جن کو مہدویت وغیرہ کا دعوی ہوتا ہے پہلے سے اپنے قابو کے مولویوں کو ہم راز و ہم خیال بنا رکھتے ہیں جو سب سے پہلے آمنا وصدقنا کہہ کر اپنا مال نثار کر کے خوش اعتقادی کا ثبوت دیتے ہیں جن کے تدین اور تقدس ظاہری کے اعتماد پر غافل اور بھولے لوگ دام میں پھنس جاتے ہیں جیسا کہ فاضل عبداللہ ونشریسی اور عبدالمومن وغیرہ علماء کی جماعت جوامر بالمعروف کے لئے نکلی تھی اس کی شاہد حال ہے۔ ہم حسن ظن سے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی جماعت میں مولوی نورالدین صاحب جن کا لقب حکیم الامۃ ہے اور مولوی عبدالکریم صاحب وغیرہ افراد علم و فضل وخوش اعتقادی وغیرہ میں ونشریسی سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

۲۔ جھوٹوں پر بھی حسن ظن یہاں تک ہوسکتا ہے کہ ان کی تقریر خدا اور رسول کے کلام سے بھی زیادہ موثر ہوتی ہے دیکھئے ان لوگوں نے اپنے اپنے کنبے کے مسلمانوں کو یہودیوں کی طرح اپنے ہاتھوں سے قتل کر ڈالا حالانکہ جعلی مہدی کو نہ ماننے والا کسی مذہب میں مرتد واجب القتل نہیں قرار پا سکتا۔ مرزا قادیانی بھی ایسا ہی اپنے منکروں کو کافر کہتے ہیں۔ ابن تومرت کو تو فقط مہدویت کا دعوی تھا مرزا تو مہدی بھی ہیں، عیسی بھی ہیں، حارث بھی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ پیش گوئیاں کرنے والے پہلے سے نجوم ورمل سیکھ رکھتے ہیں جیسا کہ اس مہدی کے حال میں معلوم ہوا، تاکہ ان فنون کے ذریعہ سے موقع موقع پر پیش گوئیاں کر دی جائیں اگر کوئی خبر صحیح نکلی تو معجزہ ہو گیا ورنہ تاویل کرنا کون سی بڑی بات ہے جیسا کہ انجام آتھم وغیرہ سے متعلق پیش گوئیوں میں مرزا قادیانی نے کی۔

۴۔ مرزا قادیانی کا بڑا استدلال جس کو بار بار لکھتے ہیں یہ ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوتا تو اس قدر مہلت نہ ملتی۔ اس واقعے سے اس کا جواب بھی ہو گیا کہ مہدی مذکور کو ۲۴ برس تک مہلت ملی اور مرزا قادیانی کے خروج کو اب تک ۲۴ سال نہیں گذرے۔

۵۔مہدی مذکور نے مشتبہ لوگوں کے دوزخی ہونے پر آسمانی حکم پہنچایا تھا اور اس کی تصدیق فرشتوں سے کرائی۔مگر مرزا قادیانی نے دیکھا کہ اس تکلف کی بھی کیا ضرورت ہے۔فقط الہام ہی پر کام چل سکتا ہے کیونکہ اس زمانے میں حسن ظن کا مادہ پختہ ہے اس لئے اس قسم کے تصنع کی ان کو ضرورت نہ ہوئی قل یا ایھا الکفار والے الہام سے خدا کا حکم پہنچا دیا کہ سب مسلمان کافر ہو گئے۔

۶۔اس مسیح موعود نے مشتبہ لوگوں کو قتل کر کے اپنی جماعت کو ممتاز کر لیا تھا، مرزا قادیانی نے اپنی امت کے معابد مسلمانوں سے علیحدہ کر کے ان کو ممتاز کر لیا۔اس مہدی نے مسلمانوں کو مار ڈالا تھا مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ کے نزدیک مردے ہیں، ان کے پیچھے نماز درست نہیں، مطلب یہ کہ اگر قتل نہیں کر سکتے تو کم سے کم وہ لوگ مردے تو سمجھ لئے جائیں۔غرض کہ مرزا قادیانی نے حتی المقدور متقدمین کے طریقے سے انحراف نہ کیا۔

۷۔بے ایمان جعل سازیوں کو معجزے قرار دیا کرتے ہیں جیسے ابن تومرت نے ونشریسی سے کہا کہ تمہارے علم سے معجزے کا کام لیا جائے گا۔مرزا قادیانی نے یہیں سے عقلی معجزہ نکالا کہ ایسے بڑے مہدی نے ان کاروائیوں کا نام معجزہ رکھا۔

فتوحات اسلامیہ میں لکھا ہے کہ ۱۰۷۲ھ میں ایک یہودی نے مسیح ہونے کا دعوی کیا اور ایک مسلمان نے مہدویت کا دعوی کیا تھا۔چونکہ یہود کی کتابوں میں ہے کہ موسی نے خبر دی ہے کہ ایک نبی پیدا ہوں گے جو خاتم الانبیاء ہیں اور ان کے اسلاف نے عیسیؑ اور ہمارے نبی ﷺ کو نہ مانا اس لئے وہ اس نبی کے منتظر ہیں۔اس یہودی کو دعوی مسیحیت میں یہ پیش نظر تھا کہ یہودی نبی معہود سمجھ جائیں اور مسلمان مسیح موعود۔چنانچہ مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ آنے والے عیسی آخر بنی اسرائیلی ہیں اور میں بھی بنی اسرائیلی ہوں اور اب تک کسی کا دعوی عیسویت ثابت نہ ہوا اور میں دعوی سے کہتا ہوں کہ میں عیسی موعود ہوں اس لئے میرا دعوی قابل تسلیم ہے۔اور یہود سے کہا کہ آخر ایک نبی کا آنا مسلّم اور ضروری ہے جس کی خبر موسیٰؑ نے دی ہے اور مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے اور معجزات بھی مجھے دیئے گئے ہیں۔چنانچہ بعض امور مافوق العادت از قسم طلسمات وغیرہ خوارق عادت ظاہر کرتا تھا اور نہایت وجیہہ اور فصیح ہونے کی وجہ سے دور دور سے لوگ اس کے پاس آتے اور اسکی پرزور تقریریں ان پر جادو کا کام کرتیں۔چنانچہ ایک مجمع کثیر معتقدوں کا اس کے ساتھ ہو گیا جب اس نے قسطنطنیہ جانا چاہا تو فتنہ کے خوف سے صدر اعظم نے حکم دیا کہ اس کو گرفتار کر لیا جائے۔چنانچہ جہاز ہی میں گرفتار کیا گیا مگر معتقدین کی یہ حالت تھی کہ جوق جوق آتے اور نذرانے دے دے کر قید خانے میں

اس کی پا بوسی کے لئے جانے کی اجازت حاصل کرتے ۔خلیفۃ المسلمین سلطان محمد نے اپنے رو برو اس کو بلوا کر کچھ پوچھا۔جس کا جواب ٹوٹی پھوٹی ترکی میں دیا۔ بادشاہ وقت نے کہا مسیح وقت کو اتنا تو چاہیے کہ ہر زبان میں فصیح گفتگو کرے۔ پھر پوچھا بھلا کچھ عجائب اور خوارق عادات بھی تجھ سے صادر ہوتے ہیں۔ کہا کبھی کبھی ۔ کہا تیری مسیحائی میں آزمانا چاہتا ہوں ۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ اس کے کپڑے اتارلو، دیکھیں بندوق اس پر کام کرتی ہے یا نہیں ۔ اگر سچا مسیح ہے تو اس کو کچھ نہ ہوگا ۔ یہ سنتے ہی جھک گیا اور کمال عجز سے عرض کی کہ میرے خوارق عادات میں یہ اس سے بچاؤ کی قوت نہیں ۔ بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔جب دیکھا کہ نجات کی کوئی صورت نہیں اور مسیحائی نے جواب دے دیا تو بادشاہ کے قدموں پر گر گیا تو بہ کی اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کر کے صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ اس بزرگوار کے اسلام کا یہ اثر ہوا کہ صدہا یہود اس کی مدلل تقریروں سے مشرف باسلام ہوئے

اب مہدی صاحب کا حال سنئیے وہ بھی قسمت کے مارے گرفتار ہو کر اسی بادشاہ کے پاس آئے ۔ بادشاہ نے اسی قسم کے سوالات کئے۔ جواب سے عاجز ہوا مگر تو بہ کی توفیق نہ ہوئی ۔ سعادت و شقاوت خدا کے ہاتھ ہے۔ یہودی کے حق میں تو دعوی عیسویت باعث نجات ہو اور مسلمان کے لئے دعوے مہدویت باعث ہلاک ،خدا کی قدرت ہے۔

اس واقعہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی بڑا ہوشیار شخص تھا اس نے یہ سوچا کہ بتواتر ثابت ہے کہ امام مہدی صاحب حکومت وفوج ہوں گے اور عیسی صرف قتل دجال کے واسطے آئیں گے اور چونکہ وہ بنی اسرائیل سے ہیں اس مناسبت سے یہودی کا مسیح ہونا موزوں ہے ۔اگر داؤ چل گیا تو سلطنت اپنی ہے، یہودی کو اس وقت نکال دینا کون سی بڑی بات ہے۔غرض کہ احادیث کے لحاظ سے اس مہدی کو جعلی مسیح کی تلاش کی ضرورت ہوئی تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اگر آپ مہدی ہیں تو مسیح کہاں؟ مرزا صاحب قادیانی نے یہ جھگڑا ہی مٹا دیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود بھی میں ہوں اور مہدی موعود بھی میں ہی ہوں اور جو احادیث صحیحہ سے اور اجماع سے ثابت ہے کہ مسیح اور ہیں اور مہدی اور،سو وہ قابل اعتبار نہیں۔

ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ مغیرہ ابن سعید عجلی جسکی نبوت کا قائل فرقہ مغیریہ ہے اس کا دعوی تھا کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں اور اس سے مردوں کو زندہ کرسکتا ہوں اور اقسام نے نیرنجات وطلسمات دکھا کر لوگوں کو اپنا معتقد بنالیا۔ کنایتاً اسکا دعوی تھا کہ میں نے خدا کو دیکھا ہے۔

عبدالکریم شہرستانی نے ملل ونحل میں لکھا ہے کہ پہلے اس نے یہ دعوی کیا کہ میں امام زمان ہوں اس کے بعد نبوت کا دعوی کیا اور منجملہ اور تعلیمات کے مریدوں کو اس کی یہ تعلیم بھی تھی کہ اللہ جو فرماتا ہے انا عرضنا الامانۃ علی السماوات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوماً جھولاً (احزاب: ۷۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ امانت خدا تعالی کی یہ تھی کہ علی بن ابی طالب کو امام نہ ہونے دینا۔ یہ بات آسمان و زمین نے وجبال نے قبول نہ کی پھر وہ امانت انسان پر عرض کی گئی تو عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ تم ان کو امام نہ ہونے دینا اور میں تمہاری تائید میں موجود ہوں اس شرط پر کہ مجھے اپنا خلیفہ بنانا۔ انہوں نے قبول کیا۔ چنانچہ ان دونوں نے اس امانت کو اٹھالیا سو وہ بھی بات ہے جو اللہ تعالی فرماتا ہے وحملھا الانسان انّہ کان ظلوماً جھولاً یعنی وہ دونوں ظلوم وجہول ہیں۔

یہ اس کے معارف قرآنیہ تھے جس پر اس کو اور اس کے مریدوں کو ناز تھا کہ کل تفاسیر اس قسم کے معارف سے خالی ہیں جیسا کہ مرزا قادیانی ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۲ میں لکھتے ہیں:

ابتدائے خلقت سے جس قدر آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام سورہ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے،۔ یعنی چار ہزار سات سو چالیس برس۔ اب بتلاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ اور یہ معارف حقہ کس تفسیر میں لکھے ہیں۔

اس کا یہ بھی قول تھا کہ

> حق تعالی اک نور کا پتلا آدمی کی صورت پر ہے جس کے سر پر تاج چمک رہا ہے اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے جاری ہیں اس کے معتقدین کا حسن ظن اس کی نسبت اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ جب وہ خلافت بنی امیہ میں مارا گیا تو ان کو یقین تھا کہ وہ دوبارہ پھر زندہ ہوکر آئے گا،۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ باوجود ان تمام خرافات کی تصریح کے صرف خدا کو دیکھنے کے باب میں کنائے سے کیوں کام لیا ہوگا۔ ہمارے مرزا قادیانی تو صاف فرماتے ہیں کہ خدا منہ سے پردہ ہٹا کر دیر تک ان سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ آخری زمانے کے جدت پسند مسلمانوں کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ کوئی خدا سے باتیں کرے یا اس کا بیٹا جنے، دل لگی کے لئے کوئی بات ہونی چاہیے کل جدید لذیذ

منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ ابومنصور جو فرقہ منصوریہ کا بانی ہے اس کی تعلیم میں یہ بات

داخل تھی کہ رسالت کبھی منقطع نہیں ہوسکتی، رسول ہمیشہ مبعوث ہوتے رہیں گے، قرآن و حدیث میں جو جنت اور نار کا ذکر ہے وہ دو شخصوں کے نام ہیں، اور اسی طرح میتہ، دم، لحم خنزیر اور میسر حرام نہیں۔ ان چیزوں سے تو ہمارے نفوس کی تقویت ہے حق تعالی فرماتا ہے لیس علی الّذین آمنوا و عملوا الصا لحا ت جنا ح فیما طعموا اذا ما اتقوا (مائدہ:۹۳) ایسی چیزوں کو خدا کیوں حرام کرنے لگا۔ دراصل یہ چند اشخاص کے نام ہیں جنکی محبت حرام کی گئی ہے حرّمت علیکم المیتۃ و الدّم و لحم الخنز یر (مائدہ: ۳) اور کل فرائض کو اس نے ساقط کر کے کہا کہ صلوۃ صوم زکوۃ اور حج چند شخصوں کے نام تھے جنکی محبت واجب ہے۔ غرض کہ کل تکلیفات شرعیہ کو ساقط کر دیا تھا یہاں تک کہ جسکی عورت کو چاہتے وہ لوگ پکڑ لیتے اور کوئی منع نہیں کر سکتا تھا۔

اسلام میں رخنہ اندازیاں کرنے والے قرآن کو ضرور مان لیتے ہیں تاکہ مسلمان لوگ سمجھ لیں کہ یہ مسلمان ہیں پھر اس حسن ظن کے بعد آہستہ آہستہ تفاسیر و احادیث کی بیخ کنی شروع کرتے ہیں تاکہ قرآن میں تاویلات کر کے معنی بگاڑنے میں کوئی چیز مانع اور سدراہ نہ ہو۔ دیکھئے اس شخص نے تو آیات موصوفہ کے ماننے میں کچھ بھی تامل کیا؟ مگر اس ماننے سے نہ ماننا اس کا ہزار درجے اچھا تھا، کیونکہ انہی نصوص قطعیہ سے اس نے استدلال کیا کہ نہ عبادت کوئی چیز ہے، نہ مسلمان کسی بات کے مکلّف ہیں۔ سب کو سرے سے مرفوع القلم بنا دیا، حسن ظن والوں کا کیا کہنا مسلمان تو کہلاتے ہیں مگر نبی کی وہ بات جس کو کروڑہا مسلمانوں نے مان لیا، اس کے ماننے میں اقسام کے حیلے اور ایک ایسے شخص کی بات جس کا مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں اس کو آمنا وصدقنا کہہ کر فوراً مان لیتے ہیں۔ مرزا قادیانی ہم لوگوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ لکیر کے فقیر ہیں۔ بے شک جو لکیر ہمارے نبی کریم ﷺ نے کھینچ کر حق و باطل میں فرق کر دیا ہے ہم اسی لکیر پر اڑے ہوئے ہیں۔ ہمارا ایمان اس سے بڑھنے نہیں دیتا، مگر حیرت تو یہ ہے کہ مرزا قادیانی بھی ایک لکیر کو پیٹ رہے ہیں جو ابو منصور وغیرہ رہزنان دین نے کھینچ دی تھی کہ حدیث وتفسیر کوئی چیز نہیں۔ ابھی تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ سید احمد خاں صاحب نے بھی بڑی شد و مد سے لکھا تھا کہ حدیث وتفسیر قابل اعتبار نہیں البتہ مرزا قادیانی نے، ہر کہ آمد برآن مزید کرد، کے لحاظ سے کچھ دلائل اور بڑھا دیئے ہوں گے مگر لکیر کے فقیر ہونے کے دائرہ سے وہ بھی خارج نہیں ہو سکتے۔ غرض اس الزام میں جیسے ہم، ویسے مرزا قادیانی۔ ہر ایک اپنی اپنی روحانی مناسبت سے مقلد ضرور ہے۔ ابو منصور نے تکالیف شرعیہ کے ساقط کرنے کی جو تدبیر نکالی تھی کہ صوم وصلوۃ اور میتہ خنزیر وغیرہ اشخاص کے نام تھے اس سے فقط

فرقہ منصوریہ ہی متنفع نہیں ہوا بلکہ بعد والوں کو بھی اس سے بہت کچھ مدد ملی۔ چنانچہ سید احمد خان اپنی تفسیر وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ جبریل اس ملکہ اور قوت کا نام ہے جو انبیاء میں ہوتی ہیں ملائکہ اور ابلس و شیاطین آدمی کی اچھی بری قوتوں کے نام ہیں۔آدم ابوالبشر جن کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے کوئی خاص شخص نہ تھے بلکہ اس سے مراد بنی نوع انسان ہے۔ نبی، دیوانوں کی ایک قسم کا نام ہے جو تنہائی میں اپنے کانوں سے آواز سنتے ہیں کسی کو اپنے پاس کھڑا ہوا باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔ ہدہد، جس کو سلیمانؑ نے بلقیس کے پاس بھیجا تھا وہ آدمی جس کا نام ہدہد تھا۔اسی طرح موقع موقع پر بحسب ضرورت الفاظ کے مصداق بدل دیتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے جب اقسام کے چندے اپنے معتقدین پر مقرر کئے مثلاً طبع کتب، خط و کتابت، اشاعت علوم، میناروں کی بنا، مسجد کی تعمیر وغیرہ اور ماہوار اور ایک مشت چندے برابر وصول ہونے لگے ..اسلام کا نام غریب ویتیم رکھ کر اپنے مریدوں کی ایک معتد بہ رقم پر استحقاق جما دیا کہ زکوۃ کے روپۓ سے ان کی تصنیفات خرید کر مفت تقسیم کی جائیں۔ اگر مرزا قادیانی کا قول صحیح ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ ان کے مرید ہیں تو یہ رقم سالانہ ایک چھوٹے سے ملک کا محاصل ہے ۔مرزا قادیانی کو ناموں کی بدولت جس قدر نفع ہوا وہ نہ ابومنصور کو نصیب ہوا، نہ سید احمد خان کو۔مرزا قادیانی کو ابومنصور کی تدبیر نے سب سے فائدہ دیا اس لئے کہ ان کا مقصود اصلی صرف عیسی موعود بننا ہے جس کے ضمن میں سب منصوبے بن سکتے ہیں اور قرآن و حدیث سے عیسی بن مریم روح اللہ کا آنا ثابت ہے جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۴۴ میں لکھتے ہیں:

مسیح ابن مریم کے آخری زمانے میں آنے کی قرآن شریف میں پیش گوئی موجود ہے،۔

نیز ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۷ میں لکھتے ہیں مسیح ابن مریم کی پیش گوئی اول درجے کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کر لیا ہے اور کتب صحاح میں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو نہیں تواتر کا درجہ اس کو حاصل ہے انجیل اسکی مصدق ہے۔،

غرض کہ عیسیؑ کے آنے پر خوب زور دیا کہ قرآن سے ثابت ہے۔صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔انجیل سے ثابت ہے۔ساری امت نے قبول کر لیا ہے،تواتر اس کا اس درجے کا ہے کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا ۔مگر چونکہ مرزا قادیانی کے نام والا اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا اس لئے وہ ابومنصور کا مجرب نسخہ عمل میں لائے اور جتنے نام آنے والے عیسی کے احادیث میں وارد ہیں سب اپنے پر رکھ لئے ۔پھر اسی پر اکتفاء نہیں، آدم نوح ابراہیم موسی اور مہدی موعود حارث حراث

محدث مجدد امام زمان خلیفۃ اللہ وغیرہ دس بیس نام داشتہ آید بکار کے لحاظ سے رکھ لئے اور قادیان کا نام دمشق اور علماء کا نام دابۃ الارض اور پادریوں کا نام دجال رکھ دیا اور ایک مقام میں لکھتے ہیں کہ دجال سے مراد بااقبال قومیں ہیں۔

الحاصل یہ نام کا کارخانہ کچھ ایسا جمایا کہ ابومنصور بھی زندہ ہوتا تو داد دیتا بلکہ رشک کرتا۔

تقریر سابق سے یہ بات ظاہر ہے کہ حمقاء کو دام میں پھانسنے کے واسطے سوائے اور تدابیر کے کسی امر کی ترغیب بھی مفید سمجھی جاتی ہے جیسے مغیرعجلی اور ابومنصور کو اسم اعظم کے تراشنے کی ضرورت ہوئی جس سے ان کو بہت کامیابیاں ہوئیں۔ مرزا قادیانی نے اسم اعظم کا تو نام نہیں لیا مگر استجابت دعا کا ایسا نسخہ تجویز کیا کہ اس سے بھی زیادہ تر قوی الاثر ہے۔ اس لئے کہ اسم اعظم کی خاصیتیں محدود ہوں گی اور استجابت دعا کی کوئی حد ہی نہیں۔ جب جی چاہا خدا سے تخلیہ کر کے روبرو سے حکم جاری کرا لیا۔ اگر سلطنت چاہیں تو فوراً مل جائے کیونکہ خدا سب کچھ دے سکتا ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۱۸ حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> جو اس عاجز کو دی گئی وہ استجابت دعا بھی ہے ... لیکن یہ قبولیت کی برکتیں صرف ان لوگوں پر اثر ڈالتی ہیں جو غایت درجے کے دوست یا غایت درجہ دشمن ہوں۔ جو شخص پورے اخلاص سے رجوع کرتا ہے یعنی ایسے اخلاص سے جس میں کسی قسم کا کھوٹ پوشیدہ نہیں جس کا انجام بدظنی و بداعتقادی نہیں ... وہ بے شک ان برکتوں کو دیکھ سکتا ہے اور ان سے حصہ پا سکتا ہے اور وہ بلا شبہ اس چشمے کو اپنی استعداد کے موافق شناخت کر لیگا مگر جو خلوص کے ساتھ نہیں ڈھونڈے گا وہ اپنے قصور کی وجہ سے محروم رہیگا۔

دنیا میں تو ہر شخص کو احتیاجیں لگی ہوئی ہیں اور یہی احتیاج آدمی کو کرستان اور بے ایمان بنا دیتی ہے۔ اس وجہ سے مرزا قادیانی نے خیال کیا کہ استجابت دعا کے دام میں پھنسنے والے بہت سے لوگ نکل آئیں گے۔ یہ بھی ان کا ایک عقلی معجزہ ہے اور ابومنصور کے معجزے سے کم نہیں۔ مگر یاد رہے کہ مرزا جی دعا تو کر دیں گے لیکن جب قبول نہ ہوگی تو صاف اپنی برأت کر کے فرما دیں گے کہ میں کیا کروں اس میں تمہاری استعداد اور اخلاص کا قصور ہے، میں نے پہلے ہی کہہ دیا کہ ایسے پورے اخلاص سے آئیں کہ جس کا انجام بدظنی و بداعتقادی نہ ہو، اگر اس وقت تمہارا اخلاص کامل بھی ہے تو انجام اس کا بدظنی اور بدگمانی معلوم ہوتا ہے۔ پہلے اس سے توبہ کر لو اور اخلاص کو خوب مستحکم کرو اور اس کا ثبوت عملی طور پر دو۔ یعنی پانچ قسم کا چندہ جو کھولا گیا ہے، ا۔ شاخ تالیف و

تصنیف۔ ۲۔ شاخ اشاعت اشتہارات، ۳۔ صادرین و واردین کی مہمان داری، ۴۔ خط و کتابت۔ ۵۔ بیعت کرنے والوں کا سلسلہ، جس کا حال رسالہ فتح اسلام میں لکھا گیا ہے اور اس کے سوا بنائے مدرسہ وخریداری اخبارات وغیرہ میں رقم نقد داخل کرو تو ممکن ہے کہ دعا بھی قبول ہو جائے۔

(مرزا صاحب لینے والوں میں سے تھے، دینے کا نام نہیں لیتے تھے جیسا کہ ۲۰ مئی ۱۹۰۱ء کا ایک واقعہ اخبار الحکم کے اڈیٹر نے بایں الفاظ بیان ہے: کہیں سے خط آیا کہ ہم ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں اور تبرکاً آپ سے بھی چندہ چاہتے ہیں ۔مرزا صاحب نے فرمایا کہ ہم تو دے سکتے ہیں اور یہ کچھ بڑی بات نہیں مگر جب کہ خود ہمارے ہاں بڑے بڑے اہم اور ضروری سلسلے خرچ کے موجود ہیں جن کے مقابل میں اس قسم کے خرچوں میں شامل ہونا اسراف معلوم ہوتا ہے تو ہم کس طرح سے شامل ہوں۔ یہاں جو مسجد خدا بنا رہا ہے اور وہی مسجد اقصیٰ ہے وہ سب سے مقدم ہے اب لوگوں کو چاہیے کہ اس کے واسطے روپیہ بھیج کر ثواب میں شامل ہوں۔ ہمارا دوست وہ ہے جو ہماری بات کو مانے نہ وہ کہ جو اپنی بات کو مقدم رکھے۔ اخبار الحکم قادیان۔ ۲۴ مئی ۱۹۰۱ء ص ۴۔ بہاء)

مرزا قادیانی نے جو تخویف کی ہے کہ غایت درجے کے دشمن کے حق میں بھی بدعا قبول ہوتی ہے بے شک یہ تدبیر عقلاً ضروری تھی تاکہ کم ہمت مخالفت نہ کرسکیں مگر اس پر بالطبع یہ شبہ ہوتا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالویؒ اور مولوی ابوالوفا (ثناء اللہؒ) صاحب اور بعض اہل اخبار ایک مدت سے مرزا قادیانی کے سخت دشمن ہیں، باوجود اس کے ان کی حالت اچھی ہے۔ اس قسم کا شبہ مسٹر آتھم کی پیش گوئی کے وقت بھی ہوا تھا، جس کا حال ابھی معلوم ہوا کہ مرزا نے پیش گوئی کی تھی کہ ۱۵ مہینے میں آتھم حق کی طرف رجوع نہ کرے گا تو مر جائے گا۔ پھر جب مدت منقضی ہوگئی اور وہ صحیح سالم (امرتسر لاہور وغیرہ میں) موجود ہوگیا اور ہر طرف سے شورش ہوئی کہ پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی اس وقت مرزا قادیانی نے اس کا جواب دیا تھا کہ آتھم جھوٹ کہتا ہے کہ رجوع الی الحق اس نے نہیں کی۔ ضرور اس نے رجوع الی الحق کی جب ہی تو بچ گیا۔ اسی قسم کا جواب یہاں بھی دیں کہ مولوی محمد حسینؒ وغیرہ غایت درجے کے دشمن نہیں بلکہ دوست اور خیر خواہ ہیں ورنہ اتنی کتابیں کیوں لکھتے۔ ان کی دانست میں تو ہدایت کرنا ہی مقصود ہے جو مقتضاء دوستی کا ہے۔ ہر چند جواب تو ہو جائے گا مگر اس سے یہ ثابت ہوگا کہ نہ مرزا قادیانی کا کوئی دشمن ہے نہ کسی کے حق میں بدعا ان کی قبول ہوسکتی ہے۔ صرف ڈرانے کے لئے وہ الہام بنایا گیا ہے جو عقلی معجزہ ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے اپنی امت کو اس قسم کی ترغیب نہیں دی بلکہ صاف فرما دیا کہ امت کی سفارش کی دعا آخرت پر رکھی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

عن انس عن النبی ﷺ قال لکلّ نبی سأ ل سؤلا، اوقال لکل نبی دعوۃ قد دعا بھا فا ستجیب، فجعلت دعوتی شفا عۃ لامّتی یوم القیا مۃ (بخاری۔ باب لکل نبی دعوۃ مستجابۃ) یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی نے جو مانگا وہ ان کو دیا گیا اور میرے لئے ایک دعا خاص کی گئی ہے کہ شفاعت امت میں قبول ہے میں نے اس کو قیامت کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کا ایمان کسی دنیوی غرض پر مبنی نہ تھا، ان کا یہ خیال نہ تھا کہ ایمان لا کر حضرت ﷺ سے ترقی دنیوی کی دعائیں کرائیں گے۔ ان کا مقصود ایمان سے صرف نفع اخروی تھا جس کے لئے اس عظیم الشان دعا کو حضرت ﷺ نے رکھ چھوڑا ہے۔ اہل بصیرت مرزا کی ان کاروائیوں کو گہری نظر سے اگر دیکھیں تو حقیقت حال منکشف ہوسکتی ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ بنان ابن سمعان تمیمی نے دعوی کیا تھا کہ میں اس اعظم جانتا ہوں جس کے ذریعہ سے زہرہ کو بلا لیا کرتا ہوں اس دعوی پر حسن ظن کر کے ایک جماعت کثیرہ اس کی تابع ہوگئی فرقہ بنانیہ اسکی طرف منسوب ہے یہ لوگ اس کی نبوت کے قائل تھے

ملل ونحل جلد ا صفحہ ۱۵۲ میں عبد الکریم شہرستانیؒ نے لکھا ہے کہ بنان کا قول ہے کہ حضرت علیؓ میں ایک جزو الٰہی حلول کر کے ان کے جسد کے ساتھ متحد ہوگیا تھا۔ اسی قوت سے انہوں نے باب خیبر اکھاڑا تھا۔ اس نے حضرت امام باقر کو خط لکھا اسلم تسلم و یرتقی من سلم فانک لا تدری حیث یجعل رسا لتہ یعنی تم میری نبوت پر ایمان لاؤ تو سلامت رہو گے اور ترقی کرو گے تم نہیں جانتے کہ خدا کس کو نبی بنا تا ہے۔ یہ خط عمر ابن عفیف، امام کی خدمت میں لایا۔ آپ نے پڑھ کر اسے فرمایا کہ اسے نگل جا۔ چنانچہ وہ نگلا اور فوراً مر گیا۔ اس کے بعد بنان کو بھی خالد بن عبداللہ قسری نے قتل کیا۔ دیکھئے اس کی پرزور تقریریں اور اسم اعظم کی طمع نے ایک فرقے کو حسن ظن پر مجبور کر کے تباہ کیا۔ مدعیان نبوت کے کل دعوی ایسے ہی ہوا کرتے ہیں کہ مجھے اسم اعظم یاد ہے، میں زہرہ کو بلا لیا کرتا ہوں اور چنیں ہوں اور چناں ہوں مگر ظہور ایک بھی نہیں۔ اگر وہ اپنے دعوی میں سچا ہوتا تو اسم اعظم سے کسی مردے کو زندہ کر کے یا زہرہ کو لوگوں کے روبرو بلا کر دکھا دیتا۔ اسی طرح اگر مرزا قادیانی کو اجابت دے دی گئی تھی تو دعا کر کے کسی اندھے کو بینا کرتے یا کوئی اور خارق دکھاتے۔ مگر یہ کہاں ہوسکتا ہے یہ تو عقلی معجزے یعنی عقلی تدابیر ہیں۔ اگر چل گئیں تو کامیابی ورنہ خیر۔ عقلاء ان کے کل الہاموں کو اسی پر قیاس کر سکتے ہیں۔

عبدالکریم شہرستانی نے ملل والنحل جلد ا صفحہ ۱۵۴ میں لکھا ہے کہ مقنع نام ایک شخص تھا۔ اس نے چند مافوق العادت چیزوں کو دکھلا کر الوہیت کا دعوی کیا تھا۔ جب لوگوں کا حسن ظن اس کے ساتھ پختہ ہو گیا تو کل فرائض کو ترک کر دینے کا حکم دیا۔ حسن ظن تو ہو ہی چکا تھا سب نے آمنا وصدقنا کہہ کر مان لیا۔ اس کے گروہ کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ دین فقط امام زمان کی معرفت کا نام ہے۔

مرزا قادیانی کی توجہ جو حدیث من لم یعرف امام زمانہ کی طرف متوجہ ہوئی غالباً اس کا منشاء اسی فرقے کے اقوال ہوں گے کیونکہ وہ بھی اپنے نہ ماننے والوں کی تکفیر کرتا ہے۔

ملل والنحل جلد ا صفحہ ۱۷۹۔۱۸۱ میں عبدالکریم شہرستانی ؒ نے لکھا ہے کہ ابوالخطاب اسدی نے اپنے آپ کو حضرت امام جعفر صادق کے منتسبین میں مشہور کر کے لوگوں کا اعتقاد امام کے ساتھ خوب مستحکم کیا، اور یہ بات ذہنوں میں جمائی کہ امام زمان پہلے انبیاء ہوتے ہیں پھر الہ ہو جاتے ہیں اور آلہیت نبوت میں نور ہے، اور نبوت امامت میں نور ہے۔ اور تعلیم میں یہ بات بھی داخل تھی کہ امام جعفر صادق ؒ اس زمانے کے الہ ہیں، یہ نہ سمجھو کہ جس صورت کو تم دیکھتے ہو وہی جعفر ہیں۔ وہ تو ایک لباس ہے جو اس عالم میں اترنے کے وقت خدا نے پہن لیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق ؒ کو جب اس کے خرافات اور کفریات پر اطلاع ہوئی تو اس کو نکال دیا، اور اس پر لعنت کر کے ان تمام اقوال سے اپنی برأت ظاہر کی۔

مگر اس کو امام سے تعلق ہی کیا تھا اس کو تو ایک فرقہ اپنا نام زدہ کر کے ان کا مقتدا بننا منظور تھا۔ امام کی برأت کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا اور اپنی کاروائیوں میں مشغول رہا یہاں تک کہ منصور کے زمانے میں مارا گیا۔ اس کا قول تھا کہ میرے اصحاب میں ایسے لوگ بھی ہیں جو جبریل ومیکائیل سے افضل ہیں اور و اوحی ربّک الی النّحل سے یہ بات ثابت کرتا تھا کہ ہر مسلمان پر وحی ہوتی ہے، مرزا قادیانی نے بھی امام زمان ہونے پر پہلے زور دے کر نبوت اور خالقیت تک ترقی کی پھر وحی بھی اپنے لئے اتار لی۔

اس کے بعد فرقہ خطابیہ کئی فرقوں پر منقسم ہوا۔ ایک معمریہ جس نے ابوالخطاب کے بعد معمر کو امام زمان تسلیم کیا۔ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کو فنا نہیں اور جنت دوزخ کوئی چیز نہیں۔ اسی آسائش ومصیبت دنیوی کے وہ نام ہیں جو ہمیشہ دنیا میں ہوا کرتی ہیں اور زنا وغیرہ منہیات اور نماز وغیرہ عبادات کوئی چیز نہیں۔ اور ایک فرقہ ان میں بزیغیہ ہے جس نے ابوالخطاب کے بعد بزیغ کو امام زمان تسلیم کیا تھا اس پورے فرقے کا دعوی یہ تھا کہ ہم اپنے اپنے اموات کو ہر صبح وشام برابر

معائنہ کیا کرتے ہیں۔اسی طرح خطابیہ کی اور بھی شاخیں ہیں۔

اب دیکھئے ابوالخطاب پر اوائل میں حسن ظن کیا گیا تھا کہ ایک جلیل القدر امام کا معتقد و منتسب ہے اس نے ان لوگوں کو کہاں پہنچا دیا۔امام کو خدا کہنے لگے، دوزخ جنت کا انکار کر دیا، تکلیفات شرعیہ اٹھا دی گئیں۔پھر طرفہ یہ کہ خود امامؒ ساری عمر اس سے برأت ظاہر کرتے رہے، مگر کسی نے نہ مانا۔فرق باطلہ کی یہی علامت ہے کہ اپنے معتقد علیہ کے کلام کے مقابلہ میں اہل حق کی بلکہ خدا اور رسول کی بات بھی نہیں مانتے اور تاویل بلکہ رد کرنے پر مستعد ہو جاتے ہیں۔

مرزا قادیانی جو اپنے پر وحی اترنے کے قائل ہیں، تعجب نہیں کہ اسی فرقہ کے اعتقاد نے انہیں اس پر جرأت دلائی ہو کیونکہ صحابہ بھی و اوحی الی النّحل جانتے تھے مگر کسی نے یہ دعوی نہیں کیا کہ ہم پر وحی آتی ہے۔

یہ بات توجہ طلب ہے کہ فرقہ بزیغیہ جو ایک کثیر جماعت تھی سب کی سب اپنے مرے ہوئے قرابتداروں کو ہر روز صبح و شام کیونکر دیکھ لیتی تھی۔قرون ثلاثہ میں کسی نے یہ دعوی نہیں کیا اور نہ اب تک کسی فرقے کا ایسا دعوی سنا گیا۔اہل بصیرت پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جو قوم اپنی ترقی اور اپنے ہم مشربوں کی کثرت چاہتی ہے خصوصاً جو فرقہ نیا نکلتا ہے اس کو تو ترقی کی اشد ضرورت ہے ورنہ ان کی بقا محال ہو جائے۔اسی وجہ سے ہر فرد ان میں جس قسم کا مذہبی کام کر سکتا ہے دل سے اس کی انجام دہی میں ساعی رہتا ہے، اور جب اہل رائے ان میں سے کوئی نافع تدبیر سوچتے ہیں تو ہر شخص کا فرض ہو جاتا ہے کہ اس پر عمل کرے جیسا کہ مشاہدے سے ثابت ہے۔ان لوگوں نے دیکھا کہ کوئی بات ایسی بنائی جائے کہ لوگوں کو بالطبع اس کی رغبت ہو پھر سادہ لوحوں نے دیکھا کہ اتنی جماعت کثیرہ پر کیونکر بدظنی کی جائے اس لئے بہت سے لوگ اس میں داخل ہو گئے۔

غور کیجئے کہ جب دوسری تیسری صدی ہجری جس میں بہ نسبت چودھویں صدی کے تدین بدرجہا بڑھا ہوا تھا، اس کی ایسی نظائر پیش ہو جائیں تو اس زمانے کی کاروائیوں پر کس قدر بدظنی کی ضرورت ہے۔اب غور کیا جائے کہ الحکم میں مرزا قادیانی کے مریدوں کے خواب خصوصاً امیر علی شاہ صاحب کے خواب جو چھپا کرتے ہیں چنانچہ الحکم ۲۳ مارچ ۱۹۰۵ء میں لکھا ہے:

> شاہ صاحب نبی ﷺ کو ہر روز خواب میں دیکھتے ہیں اور حضرت ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی مامور من اللہ مسیح موعود صادق اور خلیفۃ اللہ ہیں ان کی تقلید فرض ہے،۔

چنانچہ ان کے الہامات کی کتاب چھپنے والی ہے، کیونکر قابل وثوق ہوں۔مرزا قادیانی

کے تو چند ہی مریدوں نے خواب دیکھے ہوں گے، فرقہ بزیغیہ کے سبھی لوگ ہر روز صبح وشام اپنے اموات کا معائنہ کرلیا کرتے تھے۔

عبدالکریم شہرستانی نے ملل والنحل جلد اصفحہ ۱۸۱۔تا ۱۸۴ میں لکھا ہے کہ احمد کیال نام ایک شخص تھا۔ابتداء میں اہل بیت کی طرف لوگوں کو بلایا کرتا تھا۔اسکے بعد یہ دعوی کیا کہ میں ہی امام زمان ہوں۔اس کے بعد ترقی کر کے کہا کہ میں قائم ہوں۔اوران الفاظ کی تشریح یوں کی کہ جو شخص اس بات پر قادر ہوکہ عالم آفاق یعنی عالم علوی اور عالم انفس یعنی عالم سفلی کے مناہج بیان کرے اور انفس پر آفاق کی تطبیق کر سکے وہ امام ہے، اور قائم وہ شخص ہے جو کل کو اپنی ذات میں ثابت کرے اور ہر ایک کلی کو اپنے معین جزئی شخص میں بیان کر سکے۔اور یہ بات یادرکھو کہ اس قسم کا مقرر سوائے احمد کیال کے کسی زمانے میں نہیں پایا گیا۔اس کی بہت سی تصانیف عربی فارسی زبان میں موجود ہیں۔

ایک تقریر اس کی یہ ہے کہ کل تین عالم ہیں اعلی ادنی انسانی۔ عالم اعلی میں پانچ مکان ہیں۔مکان الاماکن یعنی عرش محیط جو بالکل خالی ہے، نہ اس میں کوئی موجود رہتا ہے نہ اس کی کوئی روحانی تدبیر کرتا ہے۔اس کے نیچے مکان نفس اعلی اور اس کے نیچے مکان نفس ناطقہ اور اس کے نیچے مکان نفس حیوانیہ ہے۔سب کے نیچے نفس انسانی کا مکان ہے۔نفس انسانی نے چاہا کہ عالم نفس اعلی تک چڑھے، چنانچہ حیوانیت اور ناطقیت کو اس نے قطع بھی کیا، مگر جب مکان نفس اعلی کے قریب پہنچا تو تھک کر متحر ہو گیا اور متعفن ہو کر اس کے اجزاء مستحیل ہو گئے جس سے عالم سفلی میں گر پڑا۔ پھر اس عفونت اور استحالہ میں ایک مدت تک پڑارہا۔اس کے بعد نفس اعلی نے اپنے انوار کا ایک جزو اس پر ڈالا جس سے اس عالم کی تراکتب حادث ہوئیں، اور آسمان وزمین ومرکبات معادن نبات حیوان اور انسان پیدا ہوئے، اوران تراکیب میں کبھی خوشی کبھی غم کبھی سلامتی کبھی محنت واقع ہوئیں یہاں تک کہ قائم ظاہر ہوا جو اس کو کمال تک پہنچادے اور تراکیب منحل ہو جائیں اور متضادات باطل اور روحانی جسمانی پر غالب ہو جائے۔ جانتے ہو وہ قائم کون ہے یہی عاجز احمد کیال ہے۔ دیکھو اسم احمد ان چاروں عالموں کے مطابق ہے الف مقابلے میں نفس اعلی کے ہے۔اور حا نفس ناطقہ کے مقابل۔میم نفس حیوانیہ کے مقابل اور دال نفس انسانیہ کے مقابل ہے۔ پھر غور کرو کہ احمد کے چار حرف جیسے عوالم علویہ، روحانیہ کے مقابلے میں تھے اسی طرح سفلی، جسمانی عالم کے مقابلے میں بھی وہ ہیں۔الف انسان پر دلالت کرتا ہے اور حا حیوان پر اور میم طائر پر اور دال مچھلیوں پر اور حق تعالی نے انسان کو احمد کی شکل پر پیدا کیا۔قد الف، دونوں ہاتھ حا، اور پیٹ میم اور پاؤں دال کی

شکل پر ہیں ۔ انبیاء اگر چہ پیشوا ہیں مگر اہل تقلید کے پیشوا ہیں ۔ جو مثل اندھوں کے ہیں اور قائم اہل بصیرت اور عقل مندوں کا پیش رو ہے ۔

اس کے سوا اور بہت معارف وحقائق لکھے ہیں جن کا ذکر موجب تطویل ہے اب دیکھئے جدت پسند طبائع خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان معارف کے فہم وتصدیق سے اہل بصیرت میں لکھا جائے کس قدر اس کی جانب مائل ہوں گے اور کثرت تصانیف اور پر زور تقریروں نے ان کو کس درجے کے حسن ظن پر آمادہ کیا ہوگا کہ مقصود آفرینش اور تمام انبیاء سے افضل ہونا اس کا مان لیا ۔ اگرچہ مرزا قادیانی بھی انا و لا خیری کے مقام میں ہیں اس لئے کوئی شخص سوائے ان کے آدمیت، موسویت، عیسویت، مہدویت، محمدیت، مجددیت، محدثیت، امامت، خلافت کا جامع کسی زمانے میں نہیں پایا گیا جیسا کہ احمد کیال نے دعوی کیا تھا کہ کل کو اپنی ذات میں ثابت کرنے والا سوائے احمد کیال کے کسی زمانے میں نہیں پایا گیا۔ مگر پھر بھی ضرورت کے وقت مثلیت اور ظلیت کی پناہ میں آ جاتے ہیں لیکن احمد کیال کبھی ہمت نہیں ہارا ۔ اگر اس کے اور حالات سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو بڑا ہی مقرر اور بلند ہمت دکھائی دے گا ۔ اس نے دیکھا کہ امام مہدی عیسی مجدد محدث وغیرہ کا وجود تو دین میں ثابت ہی ہے انکے مدعی بہت پیدا ہوئے اور ہوتے جائینگے طبیعت آزمائی اگر کرنا ہی ہے تو ایسی انوکھی بات میں کی جائے جس کا جواب نہ ہو چنانچہ ایک بے اصل بنیاد قائم کی ایسی ڈالی کہ کسی نے سنا ہی نہیں ۔ پھر اپنی پر زور تقریروں اور باوقعت تصنیفوں سے آمنا و صدقنا بہتوں سے کہلوا ہی لیا ۔

اگر چہ احمد کیال کو معارف دانی کا بڑا دعوی تھا مگر مرزا غلام احمد قادیانی بھی معارف کے ایجاد واختراع میں کم نہیں مرزا قادیانی کی ایک تقریر یہاں لکھی جاتی ہے جس سے موازنہ دونوں کی تقریروں کا ہو جائے گا ۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۵ تا ۱۱۱ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

> ہر نبی کے نزول کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے لیکن سب سے بڑی لیلۃ القدر ہمارے نبی ﷺ کو دی گئی اس کا دامن حضرت کے زمانے سے قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور جو کچھ انسانوں کے دلی اور دماغی قوی کی جنبش حضرت کے زمانے سے آج تک ہو رہی ہے وہ لیلۃ القدر کی تاثیرات ہیں ..اور جس زمانے میں حضرت ﷺ کا نائب کوئی پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں بلکہ اس زمانے سے کہ وہ نائب رحم مادر میں آئے پوشیدہ طور پر انسانی قوی کچھ کچھ جنبش شروع کرتی ہیں ...اور

اختیار ملنے کے وقت تو وہ جنبش نہایت تیز ہو جاتی ہے اور اس نائب کے نزول کے وقت جو لیلۃ القدر مقرر کی گئی ہے وہ اس لیلۃ القدر کی ایک شاخ ہے ... اس لیلۃ القدر کی بڑی شان ہے جیسا کہ اس کے حق میں یہ آیت ہے فیھا یفرق کلّ امر حکیم یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانے میں جو قیامت تک ممتد ہے ہر ایک حکمت اور معرفت کی باتیں دنیا میں شائع کر دی جائیں گی اور انواع واقسام کے علوم غریبہ وفنون نادرہ وصناعات عجیبہ صفحہ عالم میں پھیلا دیئے جائیں گے وہ انسانی قوی میں ان کی مختلف استعدادوں اور مختلف قسم کے امکانوں بسطت علم اور عقل میں جو کچھ لیاقتیں مخفی ہیں سب کو بمنصہ ظہور لایا جائے گا لیکن یہ سب کچھ ان دنوں میں پر زور تحریکوں سے ہوتا رہے گا کہ جب کوئی نائب رسول دنیا میں پیدا ہوگا ..اور لیلۃ القدر میں بھی فرشتے اترتے ہیں جن کے ذریعے سے دنیا میں نیکی کی طرف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ظلالت کی پرظلمت رات سے شروع کر کے طلوع صبح صداقت تک اسی کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتے رہیں۔

یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بنا ابھی ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خدا تعالی نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا انت اشدّ مناسبۃ بعیسی ابن مریم و اشبہ الناس بہ خلقا و خلقاً و زماناً۔...

یہ طویل تقریر ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ: اب فرمایئے کہ یہ معارف حقہ کس تفسیر میں موجود ہیں۔

تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ انّا انزلناہ فی لیلۃ القدر سے مرزا کا نائب رسول ہونا ثابت ہے اور جتنی کلیں امریکہ وغیرہ میں اس زمانہ میں نکلی ہیں سب مرزا کی وجہ سے نکلی ہیں۔

مرزا قادیانی کے معارف کسی تفسیر میں نہ ہونے سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ وہ فی الواقع درج تفاسیر ہونے کے قابل بھی تھے احمد کیال کے معارف تو مرزا قادیانی کی تصانیف میں بھی نہیں پائے جاتے تو کیا اس سے اس کی مجذوبانہ باتیں اس قابل سمجھی جائیں گی کہ وہ کسی تفسیر میں لکھی جانے کے قابل تھی۔ پھر مرزا قادیانی کے معارف کسی تفسیر میں ہونے کی کیا ضرورت۔

ملل والنحل میں شہرستانی نے لکھا ہے کہ فرقہ باطنیہ کا عقیدہ ہے کہ ہر ظاہر کیلئے باطن اور ہر تنزیل کیلئے تاویل ہے، اسلئے وہ آیت کے ظاہری معانی کو چھوڑ کر اپنی مرضی کے مطابق ایک معنی گھڑ لیتے ہیں ان کا قول ہے کہ نفس اور عقل اور طبائع کی تحریک سے افلاک متحرک ہوئیں اسی طرح

ہر زمانے میں نبی اور وصی کی تحریک سے نفوس اور اشخاص شرائع کے ساتھ متحرک ہوتے رہتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے اس مضمون کو دوسرا لباس پہنا کر لیلۃ القدر اور نائب رسول کے پیرائے میں ظاہر کیا۔ بات یہ ہے کہ جب کسی چیز کا مادہ اذکیاء کے ہاتھ آجاتا ہے تو مختلف صورتیں اس سے بنالینا ان پر دشوار نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے متقدمین کو متاخرین پر فضیلت ہوتی ہے کہ انہوں نے ہر قسم کا مادہ متاخرین کے لئے مہیا کر دیا ہے اور اسی میں لکھا ہے کہ کلمات اور آیات کے اعداد سے باطنیہ بہت کام لیتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ سنت اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہ تعالی بعض اسرار اعداد حروف بھی میرے پر ظاہر کر دیتا ہے۔،

اور اسی ازالہ کے صفحہ ۳۱۱۔۳۱۲ میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید کے عجائبات اکثر بذریعہ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں انکا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ مثلاً جو اس عاجز پر کھلا کہ ابتدائے خلقت آدم سے جس قدر آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام مدت سورہ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے یعنی چار ہزار سات سو چالیس۔ اب بتاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ جس میں قرآن مجید کا اعجاز نمایاں ہے کس تفسیر میں لکھے ہیں۔،

اہل انصاف غور فرمائیں کہ مرزا قادیانی کے معارف جن کی بنیاد اختراعات باطنیہ پر ہے اہل سنت و جماعت کی تفاسیر میں کیوں کر ملیں گے۔ یہاں تو یہ التزام ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ظاہری معنی سے تجاوز نہ ہو چنانچہ مرزا قادیانی بھی اپنی ضرورت کے وقت لکھتے ہیں النّصوص یحمل علی ظواھرھا کما ھی (ازالہ اوہام۔ ص ۴۰۹)۔

اس قسم کے معارف کا ذخیرہ باطنیہ کی کتابوں میں تلاش کرنا چاہیے چونکہ اس فرقہ نے جدت پسند طبائع کی تحسین وقدر دانی کی وجہ سے اس قدر ترقی کی ہے کہ اس کے بہت سے نام اور شاخیں ہوگئیں چنانچہ ملل ونحل میں لکھا ہے کہ باطنیہ کے القاب بہت ہیں ہر ایک قوم میں اس کا جدا نام ہے۔ مثلاً عراق میں باطنیہ کو قرامطہ اور مزدکیہ کہتے ہیں اور خراسان میں تعلیمیہ اور ملحدہ اس وجہ سے ان کی تصانیف بھی بہت ہیں۔ تعجب نہیں کہ ذخیرہ احمد کیال کا مرزا قادیانی کے ہاتھ آیا ہو جب ہی تو ایسے انوکھے معارف لکھتے ہیں کیونکہ من جدّ و جد۔

الملل والنحل میں لکھا ہے کہ باطنیہ موقع موقع پر فلاسفہ کے کلام سے بہت تائید لیا کرتے ہیں اسی وجہ سے یہ فرقہ بہتر فرق اسلامیہ سے خارج سمجھا جاتا ہے۔

الملل والنحل جلد اول میں عبدالکریم شہرستانی نے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ ومعاویہؓ نے اپنی اپنی طرف سے حکم مقرر کئے تو عبداللہ بن وہب راسبی وغیرہ چند اشخاص نے کمال تقوی کی راہ سے کہا کہ حق تعالی تو ان الحکم الا للہ فرماتا ہے اور تم لوگ آدمیوں کو حکم بناتے ہو اور یہ نکتہ چینیاں شروع کیں کہ علیؓ نے فلاں لڑائی میں لوگوں کو قتل کیا اور ان کا مال بھی غنیمت بنایا اور ان کے عیال واطفال کو قید بھی کر لیا اور فلاں جنگ میں صرف مال لوٹا اور فلاں جنگ میں غنیمت بھی نہ لی۔ بہر حال وہ اس قابل نہیں کہ ان کا اتباع کیا جائے۔ دین میں امام کی کوئی ضرورت نہیں، عمل کے لئے قرآن وحدیث کافی ہیں اور اگر ایسی ہی ضرورت ہو تو مسلمان کسی اچھے متقی شخص کو دیکھ کر اپنا حاکم بنالیں وہی امام کہلائے گا جس کی تائید مسلمانوں پر واجب ہوگی۔ اور اگر وہ بھی عدل سے عدول کرے اور اس کی سیرت میں تغیر پیدا ہو تو وہ بھی معزول بلکہ قتل کر دیا جائے۔ الغرض ان کی دین داری اور دیانتداری کی باتوں نے دلوں پر ایسا اثر ڈالا کہ کمال حسن ظن سے جوق جوق ان کے ہم خیال ہونے لگے اور سب نے اتفاق کیا کہ عبداللہ بن وہب کے ہاتھ پر بیعت کی جائے چونکہ یہ شخص بڑا ہی عاقل تھا، جانتا تھا کہ آخر یہ دولت اپنے ہی گھر آنے والی ہے اظہار تقدس وتدین کی غرض سے انکار کر کے یہ کہا کہ فلاں شخص اس کام کا اہل ہے ہم سب کو چاہیے کہ اس کا اتباع کریں لیکن لوگوں کا حسن ظن تو اسی پر تھا اس انکار سے اور بھی اعتقاد زیادہ ہوا اور جب خوب خوش آمد اور الحاح کرا لیا تو نہایت مجبوری ظاہر کر کے سب سے بیعت لی اور فرقہ باغیہ کا سرگروہ بن بیٹھا۔ حضرت علیؓ کو جب اطلاع ہوئی کہ ان لوگوں کا استدلال آیت شریفہ ان الحکم الا للہ پر ہے تو فرمایا کلمۃ حق ارید بھا الباطل یعنی بات تو سچی ہے مگر مقصود اس سے باطل ہے۔ پھر ان کی سرکوبی کے لئے خود نہروان چلے گئے، جہاں وہ لوگ جمع تھے اس وقت ان کی بارہ ہزار کی جمعیت ہوگئی تھی۔ لکھا ہے کہ سب کے سب ایسے متقی اور نمازی اور روزہ دار تھے کہ ان کی حالت دیکھ کر صحابہ رشک کرتے تھے۔ غرض اس روز وہ سب مارے گئے جس کی خبر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو دی تھی، لیکن ان میں سے نو دس آدمی بچ گئے جو متفرق ہو کر عمان کرمان سجستان جزیرہ اور یمن کی طرف بھاگ گئے۔ اس قوم کا تقوی تو پہلے ہی مشہور تھا کہ وہ کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے اس لئے کہ ان کے عقائد یہ بات داخل تھی کہ جھوٹ وغیرہ کبائر کا مرتکب کافر مخلد فی النار ہے اور بعض تو

اس کے بھی قائل تھے کہ مرتکب صغیرہ بھی مشرک ہے۔ غرض کہ حسن ظن نے پھر از سر نو جوش کیا اور لوگ ان کی ظاہری حالت پر اپنا ایمان فدا کر کے معتقد اور مرید ہونے لگے۔ ہر وقت یہی ذکر کہ علیؓ، عثمانؓ اصحاب صفین اور اصحاب جمل چناں وچنیں تھے۔ ان کی سخن چینیوں سے صحابہ کبار کے مطاعن ہر ایک کے زبان زد ہوئے اور یہ عادت ہے کہ کوئی متقی شخص کسی بڑے درجے کے بزرگ پر اعتراض اور طعن کرتا ہے تو جاہلوں کے نزدیک اس طعن کی وقعت اور زیادہ ہو جاتی ہے اس وجہ سے ان بھگوڑوں پر حسن ظن خوب ہی جما، جس سے ترقی اس شجرہ خبیثہ کی یہاں تک ہوئی کہ کئی شاخیں اس کی نکلیں، اور اب تک شاخ و برگ اور ٹہنیاں نکلتی جاتی ہیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں نافع ابن ارزق کے ساتھ مجمع کثیر ہو گیا اور تیس ہزار سے زیادہ سوار ہمراہ لے کر وہ بصرے سے اہواز تک قابض ہو گیا۔ اس فرقے کا اعتقاد تھا کہ و من النّاس من یّشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰه (بقرہ: ۲۰۷) عبدالرحمٰن بن ملجم کی شان میں نازل ہوئی۔ اس فرقے نے علاوہ حضرت علیؓ کی تکفیر کے حضرت عائشہؓ اور عثمانؓ و طلحہؓ و زبیرؓ و عبداللہ بن عباسؓ کی بھی تکفیر زیادہ کر دی تھی۔

الحاصل خوارج نے تقوی میں موشگافیاں اس قدر کیں کہ ادنی جھوٹ اور اس پر اصرار بھی ان کے نزدیک شرک تھا اور بعضوں کا اعتقاد تھا کہ سورہ یوسف کلام الٰہی نہیں اس لئے کہ عشق کا قصہ بیان کرنا خدا کی شان سے بعید ہے۔.. دراصل جھوٹ کو شرک کہنا بھی ایک دھوکے کی ٹٹی تھی ورنہ ابن ملجم قاتل علیؓ کیا اور آیت و من النّاس من یّشری نفسه کی فضیلت کیا، نہ ان میں کوئی صحابی تھا جس کو اس آیت شریفہ کی شان نزول پر کوئی اطلاع ہو، نہ کسی روایت میں وارد ہے کہ ابن ملجم اس کا مصداق تھا، باوجود اس کے وہ صاف کہتے تھے کہ آیت موصوفہ ابن ملجم کی شان میں اتری ہے۔ کس درجے کا جھوٹ اور خدا پر بہتان ہے۔ پھر جھوٹ کو شرک قرار دینا دھوکا دہی نہیں تو کیا ہے، جیسے مرزا قادیانی جھوٹ کو شرک قرار دیتے ہیں اور خود اسکے مرتکب ہیں۔ اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ کل کاروائیاں ان کی اسی قسم کی تھیں۔ یہاں یہ بات بآسانی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ جب صحابہ کے مجمع میں جعلی تقدس ظاہر کر کے انہوں نے اپنا کام نکال لیا تو ۱۳ سو برس کے بعد چند اشخاص اتفاق کر کے اپنا کام نکالنا چاہیں تو کیا مشکل ہے۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۰ میں صحیح مسلم کی وہ حدیث جس میں دجال کا پانی برسانا اور مردے کو زندہ کرنا وغیرہ مذکور ہے، نقل کر کے لکھتے ہیں:

ایسے پرشرک اعتقادات ان کے دلوں میں جمے ہوئے ہیں کہ ایک کافر حقیر کو الوہیت کا

تخت وتاج سپرد کر رکھا ہے اور ایک انسان ضعیف البنیان کو اتنی عظمتوں اور قدرتوں میں خدا تعالی کے برابر سمجھ لیا ہے۔،

مطلب اس کا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ امام مسلم جن کے تدین پر اجماع امت ہے انہوں نے یہ حدیث نقل کر کے تمام مسلمانوں کو مشرک بنا دیا جس سے خود صرف مشرک ہی نہ بنے بلکہ مشرک بنانے اور نبی ﷺ پر نعوذ باللہ شرک کا الزام لگانے والے ٹھہرے کیونکہ اگر اس حدیث کے کوئی دوسرے معنی تھے تو ضرور تھا کہ اس معنی کی تصریح کر دیتے تا کہ مسلمان اس حدیث کو دیکھ کر مشرک نہ بنیں ۔ پھر یہ روایت امام مسلمؒ ہی نے نہیں بلکہ اور بھی محدثین نے اس کو نقل کیا ہے۔ غرض کہ یہ محدثین اور ان کے بعد کے کل مسلمان لوگ تو مرزا قادیانی کے نزدیک قطعی مشرک ہیں اور چونکہ باتفاق محدثین امام مسلمؒ کی اسنادیں کل صحیح ہیں اس لحاظ سے اس شرک کا سلسلہ بقول مرزا قادیانی صدر تک پہنچے گا۔ اس مسلک میں مرزا کے مقتداء خوارج ہیں جنہوں نے حضرت علی اور دیگر اکابر صحابہ کی تکفیر میں کوتاہی نہ کہ اور یہ الزام لگایا کہ آدمیوں کو انہوں نے خدا تعالی کے برابر کر دیا جو صراحیاً شرک ہے اور طرفہ یہ کہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۹ میں لکھتے ہیں :

غرض جیسا کہ خدا تعالی کی یہ شان ہے انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون اسی طرح یہی کن فیکون سے بقول ان کے دجال سب کچھ کر دکھائیگا۔

مطلب یہ کہ کن فیکون اس کے لئے جائز رکھنا شرک ہے اور خود اس کا رتبہ اپنے لئے تجویز کرتے ہیں کہ مجھے بھی کن فیکون دیا گیا ہے۔

کتاب المختار میں لکھا ہے کہ معتز باللہ کے زمانے میں ایک شخص جس کا نام فارس بن یحی تھا۔ مصر کے علاقے میں نبوت کا دعوی کر کے عیسی کا مسلک اختیار کیا تھا اسکا دعوی تھا کہ میں مردوں کو زندہ کرسکتا ہوں اور ابرص اور جذامی اور اندھوں کو شفا دے سکتا ہے چنانچہ طلسم وغیرہ تدابیر سے ایک مردے کو ظاہراً زندہ بھی کر دکھایا۔ اسی طرح برص وغیرہ میں بھی تدابیر سے کام لے کر بظاہر کامیاب ہو گیا چنانچہ کتاب المختار میں اس کے نسخے اور تدابیر بھی لکھی ہیں۔

مثیل اس کو کہنا چاہیے جس نے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ظاہراً ان کی نقل بھی پوری کر بتائی چنانچہ اسی وجہ سے بہت لوگ اس کے معتقد ہوئے اور اس کے لئے ایک عبادت خانہ بنا دیا..

مرزا قادیانی ایک زمانے سے مثیل مسیح بلکہ خود مسیح ہیں مگر ایسا بھی کوئی معجزہ نہ دکھایا لیکن اگر غور کیا جائے تو کام مرزا کر رہے ہیں اس سے بھی زیادہ نادر ہے کہ باتوں ہی باتوں میں مسیح بن گئے۔

یہ چند واقعات حسن ظن کی خرابی کے جو مذکور ہوئے مشتے نمونہ ازخروارے ہیں اگر تواریخ پر نظر ڈالی جائے تو اس کے نظائر بہت مل سکتے ہیں اور یہ تو اجمالی نظر سے بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ بہتر اسلامی فرق باطلہ کا وجود احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ہر ایک فرقے کے جزئی اختلاف اگر دیکھے جائیں تو صدہا کی نوبت پہنچ جاتی ہے اور ادیان باطلہ کے فرقے تو بے انتہاء ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر مسئلہ باطلہ کا موجد ایک ہی ہوتا ہے اگر ان موجدوں پر حسن ظن نہ کیا جاتا تو اتنے فرقے ہی کیوں ہوتے۔ ایک شخص کی بات نقار خانے میں طوطی کی آواز تھی اگر حسن ظن والے ہاں میں ہاں نہ ملاتے تو اسے سنتا ہی کون تھا۔ اگر موجد کو اس پر بہت اسرار ہوتا تو اپنے ساتھ قبر میں لے جاتا۔ غرض کہ اس حسن ظن ہی نے جھوٹی نبوت اور امامت کو اس قابل بنایا کہ لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی چنانچہ جہلاء جن کو معنوی مناسبت ان جعلی انبیاء اور اماموں کے ساتھ تھی آمنا وصدقنا کہہ کر ان کو مقتداء بنا لیا حق تعالی فرماتا ہے کذا لک قال الّذین لا یعلمون مثل قولھم تشابھت قلوبھم (بقرہ: ۱۱۸) اس سے ظاہر ہے کہ اہل باطل کے دل باہم متشابہ ہوتے ہیں مرزا قادیانی کی کاروائیوں کو دیکھنے کے بعد کبھی شبہ نہیں رہ سکتا کہ وہ مدعیان نبوت کے قدم بقدم راہ طے کر رہے ہیں جس کا منشاء وہی تشابہ قلبی ہے جن لوگوں نے جھوٹے دعوے کئے تھے وہ جہلاء نہ تھے قرآن وحدیث کو خوب جانتے تھے مناظروں میں مستعد تھے آیات واحادیث وغیرہ سے اپنے بچاؤ کے پہلو نکال لیتے تھے غرض کہ ان کا علم ہی اس تفرقہ اندازی کا باعث ہوا تھا ان کی حالت اس گروہ کی سی ہے جسکی خبر حق تعالی دیتا ہے و ما تفرّقوا الا من بعد ما جاء ھم العلم (شوری: ۱۴) یعنی علم آنے کے بعد جدا جدا فرقے ہو گئے۔ مرزا قادیانی کے تبحر میں کوئی کلام نہیں مگر یہ ضرور نہیں کہ علم ہمیشہ سیدھی راہ پر لے چلے۔ اسی وجہ سے مدعیان نبوت باوجود علم کے گمراہ ہوئے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے و اضلّہ اللّٰہ علی علم (جاثیہ: ۲۳) یعنی باوجود علم کے اللہ نے اسے گمراہ کیا ۔ ان لوگوں کے مخالف مسلک کوئی آیت یا حدیث پیش کی جائے تو مثل یہود کے اس کی تاویل کر لیتے ہیں جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے یحرّفون الکلم عن مواضعہ (مائدہ: ۱۳) یعنی کلمات کو اصلی معنی سے پھیر دیتے ہیں۔ آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا قادیانی آیتوں اور حدیثوں میں کیسی کیسی تاویلیں کرتے ہیں جن کو تحریف کہنے میں کوئی تامل نہیں ہوسکتا۔ اصل یہ ہے کہ ہوائے نفسانی نے ان لوگوں کو یہود کا مقلد بنا دیا تھا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ اصلی معنی کسی آیت کے بیان کئے جائیں تو قہقہے اڑاتے تھے و اذا علم من آیا تنا شیئاً اتخذو ھا ھزواً (جاثیہ: ۹) یعنی

جب جان لیتا ہماری آیتوں میں سے کسی چیز کو تو ان کی ہنسی بنا تا ہے۔

مرزا قادیانی نے یہ بھی کیا جیسا کہ عیسیٰؑ کے زندہ اٹھائے جانے پر استہزاء کرتے ہیں کہ آسمانوں پر ان کے کھانے کا کیا انتظام ہوگا اور مطبخ اور پاخانہ بھی وہاں ہوگا وغیرہ اگر چہ دعوی ان لوگوں کو کمال ایمان کا تھا کیونکہ نبی سے بڑھ کر کس کا ایمان ہوسکتا ہے مگر وہ سب نمائش ہی نمائش تھی ممکن نہیں کہ خدا اور رسول پر ایمان لانیکے بعد کوئی امتی خلاف قرآن وحدیث نبوت کا دعوی کرے اس سے ظاہر ہے کہ منشاء اس قسم کے دعووں کا صرف ہوائے نفسانی ہے۔ اللہ فرماتا ہے افرأیت من اتّخذ الھه هواه (جاثیہ:۲۳) یعنی کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود ٹھہرا لیا۔ اگر مرزا قادیانی خدا کو معبود سمجھتے تو جس طرح اس کے کلام قدیم میں و خاتم النّبیین مذکور ہے اس کی تصدیق کر کے آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی ہرگز نہ کرتے۔ طرفہ یہ کہ اس نص قطعی کے مقابلے میں بعضوں نے وہ اشعار پیش کئے جن کا مضمون ہوتا ہے کہ شیخ اپنے مریدوں میں نبی ہوتا ہے۔ مقام غور ہے کہ مضامین شعریہ جن کی بنیاد مبالغوں اور استعارات پر ہے قطعیات کے مقابلے میں پیش کئے جاتے ہیں۔ شعراء اپنے ممدوح کو مسیح دوران ارسطوئے زمان، بایزید وقت وغیرہ لکھا کرتے ہیں، اس سے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ وہ فی الواقع مسیح اور بایزید ہیں۔ اسی طرح شیخ کو بھی کسی نے نبی نہیں سمجھا۔ ان لوگوں کی عادت ہے کہ باطل کو حق کے ساتھ ملتبس کر دیا کرتے ہیں جس سے حق تعالی منع فرماتا ہے و لا تلبسوا الحقّ با لبا طل و تکتموا الحقّ و انتم تعلمو ن (بقرہ:۴۲) یعنی حق کو باطل کے ساتھ خلط نہ کرو اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔ اس کے نظائر مرزا قادیانی کے اقوال میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے بعض اس کتاب میں بھی لکھے گئے ہیں۔

یہ لوگ قرآن وحدیث کے مقابل اپنے الہام اور وحی پیش کرتے ہیں چنانچہ بہت سے اقوال مرزا قادیانی کے اس قسم کے نقل کئے گئے حق تعالی فرماتا ہے و من ا ظلم ممن افتری علی اللّٰه کذ باً او قال او حی الیّ و لم یوحی الیه شیء (انعام: ۹۳) یعنی اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا دعوی کرے کہ میری طرف وحی آتی ہے۔ مرزا قادیانی نے بھی صراحتاً دعوی کیا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

یہ لوگ بحسب ضرورت باتیں بنا کر لکھ دیتے ہیں کہ یہ الہام اور وحی ہے جو اللہ نے بھیجی جیسا کہ یہود وغیرہ کیا کرتے تھے جن کی نسبت حق تعالی فرماتا ہے:

فویل للذین یکتبون الکتا ب با ید یھم ثمّ یقولو ن ھذا من عند اللّٰه لیشتروا به ثمناً قلیلاً فویل لھم ممّا کتبت ا ید یھم و ویل لھم ممّا یکسبون (بقرہ:۷۹) (خرابی ہے ان لوگوں کی جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھیں پھر لوگوں سے کہیں کہ یہ خدا کے ہاں سے اتری ہے، تا کہ اس کے ذریعہ سے تھوڑے سے دام حاصل کریں۔ پس افسوس ہے کہ ان پر جو انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا، افسوس ہے ان پر کہ وہ ایسی کمائی کرتے ہیں)۔

ظاہر ہے کہ مقصود ان لوگوں کا بھی وحی والہام آسمانی پیش کرنے سے یہی ہے کہ لوگ معتقد ہو کر چندہ یک مشت یا ماہواری دیں جیسا کہ مرزا قادیانی وحی کو ذریعہ بنا کر اقسام کے چندے وصول کر رہے ہیں۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے: و اذا قیل لھم آمنوا بما انزل اللّٰه قا لوا نؤمن بما انزل علینا (بقرہ:۹۱) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے اتارا ہے اس پر ایمان لے آ ؤ تو جواب دیتے ہیں جو ہم پر اتارا گیا ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔

دیکھ لیجئے حشر اجساد وغیرہ میں نصوص قطعیہ موجود ہیں مگر اپنے الہام اور وحی کے مقابلہ مین ان کو کچھ نہیں سمجھتے ان کی بھی یہی حالت ہے جو اس سے ظاہر کہ قرآن وحدیث کے مقابلے میں اپنی وحی پیش کرتے تھے ایسے لوگوں کی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے:

افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض فما جزا ء من یفعل ذلک منکم ا لّا خز ی فی الحیوۃ الدّ نیا و یوم القیا مۃ یردون الی اشدّ العذاب و ما اللّٰه بغافلٍ عمّا تعملون اولئک الذین اشتروا الحیوۃ الدّ نیا با لآ خرۃ فلا یخفف عنھم العذا ب و لا ھم ینصرون (بقرہ:۸۵۔۸۶) یعنی تم کیا کلام الٰہی کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے۔تو جو لوگ تم میں سے ایسا کریں ان کا یہی بدلہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان کی رسوائی ہو اور قیامت کے دن بڑے سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں۔ یہی ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی، سو ان سے نہ عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔

یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں، محمد ﷺ کی نبوت کو مانتے ہیں، اور احادیث پر ہمارا ایمان ہے۔ مگر مقصود اس سے کچھ اور ہی ہے۔ اللہ فرماتا ہے یحلفون

باللّٰہ انّھم منکم و ما ھم منکم (توبہ: ۵۶) یعنی وہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہ بھی تم ہی میں کے ہیں یعنی مسلمان، حالانکہ وہ تم میں کے نہیں ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ اسی زمرے کے ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔

مرزا قادیانی کی قسموں کا حال بھی اوپر معلوم ہوا۔ اس قسم کھانے سے ان کی یہ غرض ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں جو ان سے عام ناراضی پھیلتی ہے وہ کم ہو جائے۔ اس قسم کی کاروائیاں پہلے لوگوں نے بھی کی ہیں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یحلفون باللّٰہ لکم لیرضوکم (توبہ: ۶۲) یعنی تمہارے سامنے وہ خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کر لیں۔ قسمیں کھا کر ان کا یہ کہنا کہ ہم بھی تمہیں میں سے ہیں یعنی مسلمان، فضول ہے۔ اس لئے کہ اگر انکا ایمان پورے قرآن وحدیث پر ہوتا تو جھگڑا ہی کیا تھا اور نیا فرقہ بننے کی ضرورت ہی کیا تھی حق تعالیٰ فرماتا ہے فان آمنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا (بقرہ: ۱۳۷) یعنی اگر تمہاری طرح یہ لوگ بھی انہیں چیزوں پر ایمان لے آئے ہیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو بس راہ راست پر آ گئے۔ اگر قرآن و حدیث پر مرزا کا ایمان ہوتا تو تمام امت کی مخالفت کیوں کرتے اور سب کو مشرک کیوں بناتے۔

کبھی یہ لوگ دھمکیاں دیتے ہیں کہ دیکھو ہم انبیاء ہیں ہماری سب باتیں خدا مان لیتا ہے ہمارے معاملے میں دخل نہ دو، ورنہ چناں ہوگا اور چنیں ہوگا۔ جیسے مرزا قادیانی کی تقریروں میں ہوا ہے۔ اسی قسم کی دھمکیاں اگلے لوگ بھی دیا کرتے تھے مگر حق تعالیٰ فرماتا ہے ان سے ہرگز مت ڈرو: انّما ذلکم الشیطان یخوف اولیائہ فلا تخافوھم و خافون ان کنتم مومنین (آل عمران: ۱۷۵) یعنی وہ شیطان ہے جو مسلمانوں کو ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے، سو تم ان سے ہرگز مت ڈرو، اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اب مسلمانوں کو چاہیے کہ مرزا قادیانی کی دھمکیوں کا کچھ خوف نہ کریں۔

اور کبھی جھگڑے اور مناظرے کر کے مسلمانوں کو تنگ کرتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے: الّذین یجادلون فی آیات اللّٰہ بغیر سلطان اتاھم کبر مقتاً عند اللّٰہ و عند الّذین آمنوا کذالک یطبع اللّٰہ علی کل قلب متکبر جبار (مومن: ۳۵) یعنی جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں میں بغیر ایسی سند کے جو ان کو پہنچی ہو، ان کو بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں اور ایمان داروں کے ہاں، اسی طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر متکبر اور سرکش کے دل پر بھی۔ معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی بلا دلیل کیسے کیسے جھگڑے پیدا کر رہے ہیں۔

یہ لوگ اقسام کے وسوسے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ کس طرح آدمی متزلزل ہو جائے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے الّذی یوسوس فی صدور النّاس من الجنّۃ و النّاس (الناس: ۵۔۶) مرزا قادیانی کے وسوسوں کا کس قدر اثر ہوا کہ جو لوگ قادیانی نہیں ہوئے وہ بھی عیسیٰؑ کی زندگی میں کلام کرنے لگے۔..

اگر ان سے کہا جائے کہ نبوت وغیرہ دعاوی کا ذبہ کو چھوڑ دو، اس لئے کہ اس سے فساد اور مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے مامور ہیں کہ مسلمانوں کی اصلاح کریں۔ یہی حالت سابق کے لوگوں کی تھی جن کی خبر اللہ تعالیٰ دیتا ہے:

و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انّما نحن مصلحون۔ الا انّھم ھم المفسدون و لا کن لا یشعرو ن (بقرہ: ۱۱۔۱۲)

یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ملک میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرتے ہیں۔ سن رکھو وہی ہیں بگاڑنے والے پر نہیں سمجھتے۔

مرزا قادیانی سے کتنا ہی کہا جائے کہ حضرت آپ کی عیسویت نے مسلمانوں میں فساد عظیم برپا کر رکھا ہے کہ مناظروں سے جدال وقتال تک پہنچ گئی ہے وہ کام کیجئے کہ مسلمانوں کی جس سے ترقی ہو اور کل مسلمان اتفاق کر کے مخالفین کے حملوں سے اپنے دین کو بچائیں۔ مگر وہ سمجھتے ہی نہیں اور یہی فرماتے ہیں کہ میں اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ کیا مسلمانوں کی اصلاح یہی ہے کہ ان میں قتال وجدال رہے اور کفار بے فکری سے ان کی بیخ کنی کریں۔

اگر ان لوگوں کو خوف خدا اور آخرت پر ایمان ہوتا تو کبھی اس قسم کے دعاوی باطلہ نہ کرتے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

و من النّاس من یقول آ منّا با للّہ و بالیوم ا لآخر و ما ھم بمو منین یخادعو ن اللّہ و الّذین آ منوا (بقرہ: ۹۸) بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔ یہ لوگ (اپنے نزدیک) اللہ تعالیٰ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لا چکے ہیں دھوکا دیتے ہیں۔

معلوم نہیں کہ ان کا خدا پر کیسا ایمان تھا؟ کیا یہ نہ جانتے ہوں گے کہ خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے اور تمام خیالات فاسدہ پر مطلع ہے چنانچہ ارشاد ہے: یعلم خائنۃ الا عین و ما تخفی الصدو ر (مومن: ۱۹) یعنی خدا آنکھوں کی خیانت جانتا ہے اور ان بھیدوں کو بھی جانتا ہے

جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔ اور فرماتا ہے: و لا تحسب اللّٰہ غا فلاً عما یعمل الظا لمون (ابراہیم: ۴۲) یعنی اور ایسا نہ سمجھنا کہ خدا ان ظالموں کے اعمال سے غافل ہے۔ اور ارشاد ہے و نملی لھم انّ کیدی متین (قلم: ۴۵) یعنی ہم ان کو مہلت دیتے ہیں اور میرا کید مستحکم ہے۔

مرزا قادیانی جس وقت براہین احمدیہ لکھ رہے تھے گو مسلمانوں کے پیش نظر یہ ہو گیا تھا کہ وہ ہمہ تن دین کی تائید میں مشغول ہیں مگر خدا ان کے ارادے کو خوب جانتا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے، اور اب بھی جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس سے بھی غافل نہیں۔ مگر مرزا قادیانی اس دھوکے میں پڑے ہیں کہ اگر یہ کام خلاف مرضی الٰہی ہوتا تو اس سے روک دیئے جاتے اور اس قدر مہلت نہ ملتی۔ یہی دھوکہ ابن تومرت وغیرہ کا ہوا تھا اس لئے کہ مرزا سے زیادہ ان کو مہلت ملی تھی اور اس مدت میں برابر مسلمانوں میں فتنہ وفساد کرتے رہے مگر آخر کار طعمہ اجل ہو کر اپنے ٹھکانے کو پہنچ گئے

بات یہ ہے کہ جب شیطان کا غلبہ پورے طور سے ہو جاتا ہے تو آدمی خدا کو بھی بھول جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے استحوذ علیھم الشّیطان فا نسا ھم ذکر اللّٰہ (مجادلہ: ۱۹) یعنی شیطان ان پر غالب آ گیا اور اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب کامیابی ہو جاتی ہے اور لوگ بکثرت ان کے پیرو ہوتے جاتے ہیں تو گمراہی اور زیادہ ہو جاتی ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے و اخوا نھم یمدّونھم فی الغیّ ثمّ لا یقصرون (اعراف: ۲۰۲) یعنی ان کے بھائی ان کو گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں اور کمی نہیں کرتے۔

اگر مرزا قادیانی کو ان کے ہم خیال لوگ تائید نہ دیتے تو یہاں تک نوبت ہی نہ آتی۔ مگر یاد رہے کہ یہ تائید باعث زیادتی جرم ہے جس سے سزا میں بھی سختی ہو گی انما نملی لھم لیزدا دوا اثماً و لھم عذا ب مھین (آل عمران: ۱۷۸) ہم ان لوگوں کو صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ گناہ کریں اور آخر کار ان کو ذلت کا عذاب ہے۔

تشابہ قلبی یا حسن ظن وغیرہ سے جو لوگ ان لوگوں کے دباؤ میں آ گئے ان پر یہ بات صادق آتی ہے جو اللہ فرماتا ہے: فا ستخفّ قو مہ فاطا عوہ، انّھم کا نوا قو ماً فاسقین (زخرف: ۵۴) بے وقوف بنا لیا اپنی قوم کو، پھر اسی کا کہا مانا ان لوگوں نے، بیشک وہ فاسق لوگ تھے۔

ان لوگوں کے روبرو ان کے مخالف مدعی کوئی آیت قرآنی پڑھی جائے تو اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ اپنے الہامات اور وحی پر نازاں وخوش رہتے ہیں ان کی وہی حالت ہے جو حق تعالیٰ فرماتا ہے فلمّا جاء تھم با لبیّنا ت فرحوا بما عند ھم من العلم (مومن: ۸۳) یعنی

جب رسول کھلی نشانیاں اس کے پاس لے آئے تو وہ اپنے علم ہی پر خوش رہے۔ کتنے ہی آیات و احادیث اس قوم پر پیش کئے جائیں وہ ایک نہیں مانتے اور اپنے ہی الہام پر نازاں ہیں کہ مرزا کا الہام ہی ٹھیک ہے۔

فائدہ: آیات قرآنیہ کا نزول اگرچہ خاص خاص مواقع میں ہوا ہے مگر علماء جانتے ہیں کہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المعنی یعنی جو مواقع خاصہ نزول کے داعی ہوا کرتے تھے یا جن کے باب میں آیتیں نازل ہوئیں قرآن انہیں کے لئے خاص نہیں بلکہ جہاں جہاں منطبق ہوسکتا ہے وہ سب اس میں داخل ہیں۔ اس لحاظ سے مدعیان نبوت وغیرہ بھی ان آیات کے عموم سے خارج نہیں ہوسکتے۔

اب یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ ایسے فتنوں کے وقت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ پہلے یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک مخفی راز پر مسلمانوں کو مطلع کر دیا کہ جو لوگ فتنہ انگیزیاں کرتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ نے اسی واسطے پیدا کیا کہ اس قسم کے کام کیا کریں اور انجام کار رسوا ہوں چنانچہ فرماتا ہے:

وکذلک جعلنا فی کلّ قریۃٍ اکابر مجرمیھا لیمکروا فیھا وما یمکرون الا بانفسھم وما یشعرون (انعام: ۱۲۳) یعنی اور ایسا ہی ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے فساق پیدا کئے تاکہ ان میں فتنہ انگیزیاں اور مکر کریں اور جتنی مکاریاں وہ کرتے ہیں اپنے حق میں کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے۔

اگر یہ آیت شریفہ نازل نہ ہوتی تو اس قسم کے لوگوں کو ترقی سے یہ خدشہ ضرور ہوتا کہ شاید یہ بھی مقبول بارگاہ ہوں، جن کو اس قسم کی تائید ہو رہی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کی ترقیوں سے مسلمانوں کو یہ خیال چاہیے کہ ہماری ابتلاء اور آزمائش کے لئے حق تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے اور یہ تائید ان کی حقانیت پر دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کلا نمد ھؤلاء وھؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظوراً (بنی اسرائیل: ۲۰) یعنی طالب دنیا اور طالب آخرت ہر ایک کو ہم مدد دیتے ہیں پروردگار کی بخشش بند نہیں۔

آنحضرت ﷺ کی ابتداء ولادت بابرکت سے آثار نبوت اور ارہاصات شروع تھے۔ اہل عرب عمر بھر حضرت ﷺ کی صداقت وصدق دیکھا کئے۔ یہود ونصاریٰ اور کاہنوں کے اخبار سے حضرت ﷺ کی نبوت کا حال سنا کئے، اور وقتاً فوقتاً معجزات کا مشاہدہ کیا کئے۔ باوجود اس کے حضرت

کی وفات کے وقت کل ایک لاکھ اشخاص مسلمان ہوئے اور مسیلمہ کذاب پر دو چار سال ہی میں لاکھ تک آدمی ایمان لائے۔ پھر کیا اس فوری ترقی سے مسیلمہ کی نبوت یا حقانیت ثابت ہوسکتی ہے؟ بات یہ ہے کہ باطل کا شیوع بہت جلد ہوتا ہے خصوصاً اس آخری زمانے میں جو گویا فتنوں ہی کے واسطے موضوع ہے۔

حق تعالی فرماتا ہے: من کان یرید حرث الدّنیا نؤ ته منها و ما له فی الآخرة من نصیب (شوری: ۲۰) جو کوئی دنیا کی کھیتی کا طالب ہوتو ہم بقدر مناسبت اس کو دنیا دیں گے مگر پھر آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ الدنیا زور لا یحصل الا بالزور کو اپنا مقتداء بنا کر اقسام کے حیلے اور مکاریاں عمل میں لائے جن سے دنیا کا پورا پورا حصہ حاصل کر لیا، مگر افسوس ہے ان پر جنھوں نے دوسروں کی دنیا کے واسطے اپنا دین برباد کیا کیونکہ ہر ایک کے ہم خیال ہونے کے لئے کوئی کئی آیتوں اور احادیث کا ان کو انکار کرنا ضرور پڑا حالانکہ حق تعالی فرماتا ہے انّما المؤمنون الّذین آمنوا باللّٰه و رسوله ثمّ لم یرتابوا (حجرات: ۱۵) یعنی اہل ایمان وہی لوگ ہیں جو خدا تعالی، اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر شک نہیں کرتے۔

مسلمانوں کے دلوں میں من جانب اللہ ایک قسم کی ایسی تسکین ہوتی ہے کہ مخالفین کی باتیں ان کو مشوش نہیں کرتیں هو الّذی انزل السّکینة فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایماناً مع ایمانهم (فتح: ۴) یعنی خدا نے مسلمانوں کے دل میں اطمینان اور تسکین اتاری تاکہ پہلے ایمان کے ساتھ اور ایمان زیادہ ہو۔

اہل ایمان اس بات کے مامور ہیں کہ اگر جعلی انبیاء وغیرہم انہیں کو بہکاویں تو بمقتضائے الدین النصیحة ان کی خرابیوں پر متنبہ کریں اور جو نہ مانیں تو ان پر غم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رحمۃ للعالمین کفار کے ایمان نہ لانے پر باقتضائے رحمت طبعی بہت غم کھاتے تھے جس پر حق تعالی ارشاد فرماتا ہے لعلّک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین (شعرا: ۳۰) شائد کہ تم اے پیغمبر اپنے آپ کو ہلاک کرلو گے اس پر کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔

نیز ارشاد ہے و لا یحزنک الّذین یسارعون فی الکفر من الّذین قالوا آمنّا بافواههم و لم تؤمن قلوبهم (آل عمران) اے رسول غم نہ کھاؤ ان پر جو کفر میں سعی کرتے ہیں وہ جو کہتے ہیں اپنے منہ سے کہ ہم مسلمان ہیں اور ان کے دل مسلمان نہیں۔

اور مسلمانوں کو ارشاد ہے یا یّھا الّذین آ منوا علیکم انفسکم لا یضرّ کم من ضل اذا ھتد یتم (مائدہ: ۱۰۵) مسلمانوں تم اپنی خبر رکھو، جب تم راست گوئی پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے، اس کا گمراہ ہونا تم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔۔۔

مرزا قادیانی براہین احمدیہ میں مسلمانوں کی بہت شکایت فرماتے ہیں کہ خدا تعالی نے ایک لخت ان سے عجز وفروتنی اور حسن ظن اور محبت برادرانہ اٹھالیا اور اسی کے (براہین ص ۱۰۶ حاشیہ) میں لکھتے ہیں:

نیک نیتی انسان میں ایک فطرتی قوت ہے مثلاً یہ نیک نیتی ہی کی برکت ہے کہ چھوٹے بچے بہ آسانی بولنا اور باتیں کرنا سیکھ لیتے ہیں اور ماں باپ کو ماں باپ کر کے جانتے ہیں اگر بدظنی کرتے تو کچھ بھی نہ سیکھتے اور دل میں کہتے کہ شاید ان سکھانے والوں کی کچھ اپنی غرض ہوگی اور آخر میں اس بدظنی سے گنگے رہ جاتے اور والدین کے والدین ہونے میں بھی شک کرتے۔ فی الحقیقت حسن ظن اصلاح تمدن کیلئے ایک بڑی دولت تھی مگر افسوس ہے کہ اس کو زمانے کی رفتار اور مکاروں کی خودغرضیوں نے خاک میں ملادیا ہر زمانے کے بدمعاشوں کی کاروائیاں اور حسن ظن کرنے والوں کو تباہیوں نے مسلمانوں کو عبرت کا سبق پڑھایا جس سے وہ الحزم سوء الظن پر عمل کرنے لگے۔

اور اس کی تو مرزا قادیانی بھی اجازت دیتے ہیں چنانچہ اسی کے (براہین ص ۱۰۶ حاشیہ) میں لکھا ہے: نیک ظنی انسان میں فطرتی قوت ہے اور جب تک کوئی وجہ بدگمانی کی پیدا نہ ہو اس قوت کو استعمال میں لانا انسان کا طبعی خاصہ ہے۔،

اس سے ظاہر ہے کہ جب کوئی وجہ بدگمانی کی پیدا ہو جائے تو پھر نیک نیتی استعمال میں نہ لانا چاہیے۔ اب دیکھئے مرزا نے مسلمانوں کو بدگمانی کے کیسے کیسے موقع دیئے ہیں۔

جس طرح اور لوگوں نے نبوت مہدویت قائمیت شاہدیت کشفیت اور ولایت وغیرہ کے جھوٹے دعوے کر کے دنیوی وجاہت حاصل کی اور اپنے اغراض پورے کئے مرزا قادیانی بھی کر رہے ہیں انہوں نے تو ایک ہی دعوی کیا تھا مرزا قادیانی ایک دعوی پر قانع نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ میں مجدد ہوں، محدث ہوں، امام زمان ہوں، مہدی موعود ہوں، عیسی موعود ہوں، خلیفۃ اللہ ہوں، حارث حراث ہوں، نبی ہوں، رسول اللہ ہوں، خدا تعالی کی اولاد کے برابر ہوں، تمام انبیاء کا مثیل وہمسر ہوں بلکہ افضل ہوں، کن فیکون کا اقتدار رکھتا ہوں، مجھ پر سچی وحی آتی ہے، خدا تعالی

اپنے چہرے سے پردہ اٹھا کر میرے ساتھ باتیں کرتا ہے، میرے معجزات انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں، میری رسالت اور نبوت کا منکر اور میرے قول وفعل پر اعتراض کرنے والا کافر ہے وغیرہ۔ پھر ان دعووں سے اس قدر دنیوی وجاہت حاصل کی کی اقسام کے چندے کر کے لاکھوں روپئے حاصل کئے اور کر رہے ہیں۔

اب اور سنیئے تفسیر وحدیث کی توہین کر کے ان کو ساقط الاعتبار کر دیا قرآن میں اقسام کی تحریفات وتصرفات والحاد کئے انبیاء کے الہامات کو جھوٹے کہے اور انبیاء اولوالعزم جیسے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو ساحر بتایا۔ سیدالمرسلین ﷺ کے فضائل خاصہ میں جو آیتیں نازل ہوئیں ان کو الہام کے ذریعہ سے اپنے پر چسپاں کرلیا جیسے:

انّا اعطینا ك الکو ثر ؛ انا فتحنا لک فتحاً مبینا لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تا خر؛ و ما ار سلنا ك ا لا ر حمة للعا لمین؛ سبحا ن الذی اسری بعبده ؛ د نی فتد لی فکا ن قا ب قو سین او اد نی ؛ یریدون لیطفؤوا نور اللہ ۔؛ الم نشر ح لک صدر ك ؛ لا تخف انک انت ا لا علی؛ کنتم خیر امةٍ ا خر جت للنّاس؛ انّی فضلتک علی العا لمین؛ ر فعنا لک ذکر ك ؛انّی علی صرا ط مستقیم ؛ و جیھاً فی الدنیا و الآ خرة و من المقر بین ؛ الیس اللّٰہ بکا ف عبده ؛محمد رسول اللہ و الذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینھم ؛ و ما کا ن اللّٰہ لیعذّ بھم و انت فیھم ؛ فقد لبثت فیکم عمراً من قبله افلا تعقلون ؛ جئنا بک علی ھؤ لا ء شھیداً ؛ فا تخذوا من مقا م ابراھیم مصلّی ؛ قل یا ایّھا الکا فرو ن لا اعبد ما تعبدو ن؛ قل اعو ذ برب الفلق؛ قل ان کنتم تحبّو ن اللّٰہ فا تبعو نی یحببکم اللہ و اللہ متم نوره ۔ تمت کلمة ر بک

جو براہین احمدیہ میں مذکور ہیں۔ اور جو آیات واحادیث ان کے مقصود کے مضر ہیں ان پر سخت حملے گئے۔ اہل اسلام اپنے اپنے ایمان کے مدارج کے موافق خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا اب بھی مرزا قادیانی کے ساتھ حسن ظن کیا جائے۔ (افادۃ الافہام حصہ اول مختصراً ملخصاً)

اخبار اہل حدیث امرتسر اور قادیانی دریچہ

عبدالعزیز کو موی اور تکفیر مرزا

قادیانی اخبار الحکم میں شیخ بٹالوی کے کفر نامہ کی پردہ دری کے عنوان سے ایک طویل مضمون ہے جس میں زمین و آسمان کے قلابے ملا کر فتوی تکفیر، پر مولانا عبدالعزیز محدث پٹیالہ سے کرم الٰہی نامی مرزائی کی ایک مراسلت درج ہے۔ کرم الٰہی (جو پٹیالہ میں ملازم تھا) نے بتایا ہے، مولانا عبدالعزیز صاحب کو ۱۵ جون ۱۸۹۸ء کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگوں نے دھوکہ دے کر آپ سے فتوی پر دستخط کرائے ہیں۔ جواب میں محدث کا طویل خط ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ، تین چار ماہ تک میری نظر بند رہی .. انہی ایام میں ایک روز مولوی محمد اسحاق مجمع کے ساتھ میرے مکان پر آئے اور بیان کیا کہ مرزا صاحب کی تکفیر کے لئے مصالح جمع کیا ہے ... اور علماء نے تو مہریں کر دی ہیں۔ تم بھی اپنی مہر کر دو۔ میں نے عذر پیش کئے ... اگر میں نظر سے مجبور نہ ہوتا تو ان تحریروں کو جن میں یہ کلمات لکھے ہیں غور سے دیکھتا، سیاق و سباق پر غور کرتا۔ تب ان کلمات کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتا، بدون دیکھے اور پڑھے میں کیا کہہ سکتا ہوں.... بہت بحث شروع ہوئی اور مجھ کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ تب مجبور ہو کر کہ اجازت دی کہ، (یہ کلمات اپنے ظاہری معنوں سے خلاف شرع معلوم ہوتے ہیں) اس کے نیچے مہر کر دو۔

(الحکم قادیان ۲۰۔۲۷۔ اگست ۱۸۹۸ء ص ۷۔۹)

یہ خط و کتابت فتوی تکفیر کی اشاعت سے ۶ سال بعد کی بات ہے۔ اگر واقعتاً ایسا ہوا ہوتا تو مولانا عبدالعزیز کو از خود بہت پہلے سے اس کی وضاحت کر دینا چاہیے تھی۔ کسی مرزائی کو استفسار کی کیا ضرورت تھی؟ محدث کا یہ کہنا کہ ان دنوں تین ماہ تک میری نظر بند رہی۔ اس لئے مجھے معلوم نہیں کہ کیا تھا، کہاں لکھا، کیا لکھا، کس پر مہر لگی۔ سوال یہ ہے کہ ان تین ماہ کے بعد جب ان کی نظر ٹھیک ہو گئی تو ۶ سال کے عرصہ میں انہوں نے پھر اس فتوے کو کیوں نہیں دیکھا۔ اور دھوکے کو آشکار کیوں نہیں کیا؟

اس وضاحت کے بعد اس خط و کتابت کی حقیقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مولانا عبدالعزیز تو

اہل حدیث کے ایک نامور فرزند تھے۔آپ سید نذیر حسین محدثؒ دہلوی کے شاگرد اور قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کے استاد تھے۔ مخدوم محمد اسحاق بھٹی نے جناب ندیم کوموی از ٹوبہ ٹیک سنگھ کی روایت سے مولانا عبدالعزیز کومویؒ کے متعلق لکھا ہے:

ضلع جہلم میں ڈھڈیاں راجپوت برادری کا گاؤں ہے۔..وہاں کی واحد مسجد بے آباد جب کہ خانقاہ مرجع خلائق تھی۔صرف دو تین ایسے گھر تھے جو کچھ صحیح العقائداور صوم وصلوۃ کے پابند تھے انھی میں ایک مرد ارجمند نے اپنے ایک بیٹے کو جو خود بھی دینی تعلیم حاصل کرنے کا خواہاں تھا، نزدیک کے کسی گاؤں کی مسجد میں داخل کرا دیا۔اس بچے نے وہاں ابتدائی حاصل کی اور اپنے والد سے مزید تعلیم کے حصول کی خواہش کا اظہار کیا۔اس دوران گاؤں میں ایک نوجوان آیا جس کا تعلق حضرت سید احمد شہید کی تحریک جہاد سے تھا۔اس نے نوجوان کا شوق علم دیکھ کر اس کے والد کو اسے دہلی لے جانے کا مشورہ دیا،وہ پنجاب میں سکھ گردی کا دور تھا اور مسلمان ان کے مظالم کے خاص طور سے ہدف تھے۔باپ بیٹا بچتے بچاتے اور سفر کی کٹھنائیاں برداشت کرتے ہوئے دہلی پہنچے،جہاں والد نے اپنے لخت جگر کو حضرت میاں سید نذیر حسین محدثؒ کے مدرسے میں داخل کرا کے اپنے گاؤں کو مراجعت کی۔اس نوجوان نے انتہائی نامساعد حالات میں علوم شریعت کی تکمیل کی۔پھر اپنے گاؤں آنے کی بجائے عارضی طور پر اپنے ایک ہم مکتب کے ساتھ اس کے گاؤں ملیسیاں (ضلع جالندھر) چلا گیا جہاں اس کے حسن کردار اور تبحر علمی سے متاثر ہو کر اس کے دوست کے والد نے اپنی بیٹی ان کی زوجیت میں دے دی۔اس وقت کوم کلاں (ضلع لدھیانہ) کی راجپوت برادری کو اپنی مسجد کے لئے ایک خطیب کی ضرورت تھی۔اس تلاش میں اس گاؤں کے کچھ لوگ ملیسیاں پہنچے اور اپنی ہی برادری کے اس نوجوان کے اعلی کردار اور حسن بیان سے متاثر ہو کر اسے اپنے گاؤں میں لے آئے۔ نوجوان نے اہل دیہہ سے کوئی مشاہرہ قبول کرنے سے انکار کر دیا،اپنی گذراوقات کے لئے اپنے آبائی گاؤں جا کر اپنا رقبہ فروخت کر کے اس رقم سے کچھ زمین خریدی اور اسے اپنا ذریعہ معاش بنایا۔مسجد کی خطابت وامامت کے علاوہ نسل نو کی دینی تعلیم وتدریس کے لئے اس نے ایک مدرسہ قائم کیا۔اس گاؤں کی اکثریت غیر دینی رسوم ورواج اور کئی قسم کی بدعات میں مبتلا تھی لیکن اس نوجوان کے حسن بیان،حسن استدلال اور اعلائے کلمۃ الحق سے لوگوں میں جلد ہی دینی انقلاب آ گیا اور گھر گھر توحید وسنت کی اتباع ہونے لگی۔یہ نوجوان عارف باللہ مولانا علاءالدین تھے جن کا شمار تاریخ اہل حدیث کے اکابر شیوخ میں ہوتا ہے اور جن کی مجاہدانہ تبلیغی مساعی سے نہ

صرف کوم کلاں بلکہ درجنوں ملحقہ دیہات میں مشرکانہ عقاید اور بدعات کا قلع قمع ہوا اور توحید وسنت کا چرچا ہونے لگا چراغ سے چراغ جلنے لگا ان کے مدرسہ میں درجنوں ایسے نوجوانوں نے تعلیم حاصل کی جنھوں نے اپنے اپنے دیہات میں توحید وسنت کا سلسلہ جاری کیا اور اس راستے میں ہر قسم کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

مولانا علاء الدین، سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی تحریک جہاد سے عملی طور پر وابستہ تھے.. مرکز کو چندہ اور ہر قسم کا ضروری سامان بھی مسلسل بھجواتے رہتے تھے.. ان دنوں انگریزی گورنمنٹ کی سرپرستی میں پادریوں کے ذریعہ مسیحیت کی منظم طریق سے تبلیغ کی جارہی تھی.. کوم کلاں میں بھی عیسائیوں کا مرکز قائم تھا اور مولانا علاء الدین کا وجود ان کے مشن کیلئے بڑی رکاوٹ تھا۔ اسی دوران حکومت کو ان کی جہادی سرگرمیوں کا علم ہوگیا جس پر انکی گرفتاری عمل میں آئی۔ ان کی رہائی اس پادری کی سفارش پر ہوئی جو موضع کوم کلاں میں عیسائی مشن کا سربراہ تھا جس سے مولانا کے مناظرے ہوتے رہتے تھے اور وہ مولانا کے تبحر علمی کا معترف اور ان کا مداح تھا۔

مولانا علاء الدینؒ کے تین نامور بیٹے تھے۔ مولانا حاجی عبدالرحیمؒ، مولانا عبدالعزیزؒ اور عبداللہؒ، جن کو انھوں نے اعلیٰ شرعی تعلیم دلائی۔ ان میں سے حاجی عبدالرحیم ان کی مسند دعوت و تدریس کے جانشین ہوئے۔ مولانا یہ فرائض ان کے سپرد کر کے حج بیت اللہ کے لئے عازم حجاز ہوئے اور وہیں مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلی کی خاک پاک میں دفن ہوئے۔

مولانا احمد الدین (جو سید عبداللہ غزنویؒ کے مرید تھے انھوں نے سید صاحب کے ایماء پر امام نووی کی مشہور کتاب ریاض الصالحین کا اردو ترجمہ بنام ریاحین العابدین کیا اس کی جلد اول اسلامیہ پریس یکی دروازہ لاہور سے اور جلد ثانی مطبع القرآن والسنہ کٹڑہ غزنویہ امرتسر سے باہتمام مولانا عبدالاول غزنوی مالک مطبع ۱۳۲۳ھ میں چھپی تھی)، مولانا سعد اللہ جن کا مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی خباثت بھری کتب میں اکثر مخالفانہ تذکرہ کیا ہے، مولانا محمد نذیر عرشی (شارح مثنوی مولانا روم) اسی کوموی خاندان سے وابستہ تھے۔ حاجی عبدالرحیم صاحب کے دور حیات میں کوم کلاں کا مدرسہ علوم قرآن و حدیث اور احیاء اقامت دین کا عظیم مرکز تھا۔

مولانا عبدالعزیز کوموی، مولانا علاء الدینؒ کے منجھلے بیٹے تھے۔ انہیں ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل ہوئی۔ مزید تعلیم کے لئے حضرت میاں صاحب نذیر حسین محدثؒ کے مدرسے میں داخل کرا دیئے گئے۔ حاجی عبدالرحیمؒ نے والد گرامی کے سفر حج کے بعد کوم کلاں میں

واپس آ کر اپنے والد کے دار العلوم کی نظامت سنبھالی مگر مولانا عبد العزیز دہلی میں رہے۔ان کا غالب رجحان کتب ادب کی طرف تھا اور دہلی کو علم وادب کے عظیم مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔انہوں نے مختلف مدارس سے علم وادب اور شعر وسخن کا فیضان حاصل کیا۔عربی وفارسی ادب میں زیادہ سے زیادہ دسترس ان کے شوق فراواں کی اصل جولان گاہ تھی جس کے لئے انہوں نے دیو بند سہارن پور فرنگی محل لکھنو کے مدارس میں کئی برس گذارے اور پھر پٹیالہ میں اقامت اختیار کی جو کہ سکھ ریاست کا دار الحکومت تھا، اس زمانے کے مہاراجہ پٹیالہ کا ایک وزیر شیعہ تھا جو موضع سمانہ سے تعلق رکھتا وہ سید تھا اور عربی وفارسی علم وادب کا خاص طور سے شائق تھا۔وزیر، مولانا عبد العزیزؒ کے تبحر علمی اور انکے اعلی ذوقِ ادب کی بنا پر ان سے بے حد متاثر تھا۔آہستہ آہستہ مولانا ممدوح کے ارادت مندوں کا ایک وسیع حلقہ قائم ہو گیا وزیر بنفس نفیس ان کی محفل علمی میں شریک ہوتے۔قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے پٹیالہ میں باقاعدہ مولانا سے شرف تلمذ حاصل کیا۔مہاراجہ پٹیالہ ان کے علمی وادبی محاسن سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے ان کی رہائش کیلئے اپنا ایک مکان انہیں دے دیا۔انکے خاندان کے لئے نہایت ارزاں نرخ پر...ایک وسیع قطعہ اراضی دیا گیا..جس میں ایک گاؤں آباد ہوا، جسے مولانا عبد العزیزؒ کے نام کی مناسبت سے عزیز آباد کے نام سے موسوم کیا گیا۔مولانا خود اس گاؤں میں آباد نہیں ہوئے وہ عمر بھر پٹیالہ میں ہی رہے۔ وہ ایک باعمل اور زہد وتقوی کے حامل شب بیدار عالم تھے۔مسجد ان کے مکان ہی میں تھی جس میں مختلف مسالک وعقائد کے حامل لوگ انکی امامت میں نماز ادا کرتے تھے وہ اپنے مسلک اہل حدیث کے مبلغ تھے اور دوسرے مسالک کے نہایت محتاط ناقد بھی۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ص ۷۸۔۸۳ ملخصاً)

ایک غلطی کا ازالہ

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا، اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے، وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں۔ چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ایک یہ وحی اللہ هو الّذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدین کله۔ دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ۔ اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے جری اللّٰه فی حلل الانبیاء یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں، دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۴۔ پھر اسی کتاب میں اسی مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ محمد رسول اللّٰه و الّذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم، اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ پھر یہ وحی اللہ جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے، دنیا میں ایک نذیر آیا، ۔ اس کی دوسری قرأت یہ ہے کہ دنیا میں ایک نبی آیا۔ اسی طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔ سو اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ تو خاتم النبیین ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آ سکتا ہے، اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا جس طرح آپ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ

میں اتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت ﷺ سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین ، اور حدیث لا نبیّ بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔ لیکن ہم اس قسم کے عقاید کے سخت مخالف ہیں اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین اور اس آیت میں ایک پیش گوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد پیش گوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے۔ اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت کہ ما کان محمد ابا احدٍ مّن رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین اسکے معنی یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احدٍ من رجال الدنیا و لکن ھو اب لرجال الآخرۃ لانّہ خاتم النبیین و لا سبیل الی فیوض اللّٰہ من غیر توسطہ غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام بحیثیت فنا فی الرسول مجھے ملا۔ لہذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا لیکن عیسی کے اترنے سے ضرور فرق آئے گا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کی رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفی کی خبر اس کو نہیں مل سکتی اور یہ آیت روکتی ہے لا یظھر علی غیبہ احداً الّا من ارتضی من رسول۔ اب اگر آنحضرت ﷺ کے بعد ان معنوں کے رو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ امت مکالمات ومخاطبات الہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ من جانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت لا یظھر علی غیبہ

کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ اسی طرح جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہیں گے۔ فرق درمیان یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو یا جس کو بغیر توسط آنجناب اور ایسی فنا فی الرسول حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمد اور احمد رکھا جائے یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جائے و من ادعی فقد کفر۔ اس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغایرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مہر کو توڑنے والا ہوگا جو خاتم النبیین پر ہے لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پا لیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا پھر سیدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد ﷺ کی تصویر اور اسی کا نام ہے مگر عیسیٰ بغیر مہر توڑنے کے آ نہیں سکتا کیونکہ اس کی نبوت ایک الگ نبوت ہے اور اگر بروزی معنوں کی رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ اھدنا الصّراط المستقیم۔ صراط الّذین انعمت علیھم (یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائیگی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کی رو سے انبیاء نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ لا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول سے ظاہر ہے۔ پس مصفّی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا اور آیت انعمت علیھم گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّی غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفّی غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔ منہ) سو یاد رکھنا چاہیے کہ ان معنوں کے رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے اور نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنی عبرانی میں اسی لفظ کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں خدا سے خبر پا کر پیش گوئی کرنا اور

نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کر انکار کرسکتا ہوں۔ اور جب کہ خود خدا تعالی نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کر دوں یا کیونکر اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہوکر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اسی طرح میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں مگر پیش گوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا اس لئے جن کے دلوں پر پردے ہیں وہ قبول نہیں کرتے۔ میں جانتا ہوں کہ ضرور خدا میری تائید کرے گا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے۔ کوئی نہیں کہ میرے مقابل پر ٹھہر سکے کیونکہ خدا کی تائید ان کے ساتھ نہیں۔ اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول ہے کہ،

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانیکے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل ہے یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ

کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔ اور اس طور سے خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الٰہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مہر نہیں ٹوٹتی (یہ کیسی عمدہ بات ہے کہ اس طریق سے نہ تو خاتم النبیین کی پیش گوئی کی مہر ٹوٹی اور نہ امت کے کل افراد مفہوم نبوت سے جو آیت لا یظھر علی غیبہ کے مطابق ہے، محروم رہے مگر حضرت عیسیٰؑ کو دوبارہ اتارنے سے جن کی نبوت اسلام سے چھ سو برس پہلے قرار پا چکی ہے اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا اور آیت خاتم النبیین کی صریح تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کے مقابل پر ہم صرف مخالفوں کی گالیاں سنیں گے۔ سو گالیاں دیں۔ و سیعلم الّذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ شعراء: ۲۲۸۔ منہ) یہ بات ظاہر ہے کہ جیسا کہ میں اپنی نسبت کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے رسول اور نبی کے نام سے پکارا ہے ایسا ہی میرے مخالف حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ اور چونکہ وہ نبی ہیں اس لئے ان کے آنے پر بھی وہی اعتراض ہوگا جو مجھ پر کیا جاتا ہے یعنی یہ کہ خاتم النبیین کی مہر ختمیت ٹوٹ جائے گی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب و آخرین منھم لمّا یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں، پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال محمد ﷺ ہی نبی رہا، نہ اور کوئی۔ یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ بھلا اگر مجھے قبول نہیں کرتے تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی موعود خلق اور خلق میں ہم رنگ آنحضرت ﷺ ہوگا اور اس کا اسم آنجناب کے اسم سے مطابق ہوگا یعنی اس کا نام بھی محمد اور احمد ہوگا اور اس کے اہل بیت میں سے

ہو گا (یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف خاندان سادات سے اور بنی فاطمہ میں سے تھی ۔ اس کی تصدیق آنحضرت ﷺ نے بھی کی اور خواب میں مجھے فرمایا کہ سلمان منّا اھل البیت علی مشرب الحسن ۔ میرا نام سلمان رکھا یعنی دو سِلم ۔ اور سلم عربی میں صلح کو کہتے ہیں ۔ یعنی مقدر ہے کہ دو صلح میرے ہاتھ پر ہوں گی ۔ ایک اندرونی کہ جو اندرونی بغض اور شحناء کو دور کرے گی دوسری بیرونی کہ جو بیرونی عداوت کے وجوہ پامال کر کے اور اسلام کی عظمت دکھا کر غیر مذہب والوں کو اسلام کی طرف جھکا دے گی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں جو سلمان آیا ہے اس سے بھی میں مراد ہوں ورنہ اس سلمان پر دو صلح کی پیش گوئی صادق نہیں آتی ۔ اور میں خدا سے وحی پا کر کہتا ہوں کہ میں بنی فارس میں سے ہوں اور بموجب اس حدیث کے جو کنز العمال میں درج ہے بنی فارس بھی بنی اسرائیل اور اہل بیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہؓ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں چنانچہ یہ کشف براہین احمدیہ میں موجود ہے ۔ منہ) اور بعض حدیثوں میں ہے کہ مجھ میں سے ہو گا ۔ یہ عمیق اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ روحانیت کے رو سے اسی نبی میں سے نکلا ہوا ہو گا اور اسی کی روح کا روپ ہو گا اس پر نہایت قوی قرینہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے تعلق بیان کیا یہاں تک کہ دونوں کے نام ایک کر دیئے ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا یشوعا بروز تھا اور بروز کیلئے یہ ضرور نہیں کہ بروزی انسان صاحب بروز کا بیٹا یا نواسہ ہو ہاں یہ ضرور ہے کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص مورد بروز صاحب بروز میں سے نکلا ہوا ہو اور ازل سے باہمی کشش اور باہمی تعلق درمیان ہو ۔ سو یہ خیال آنحضرت ﷺ کی شان معرفت کے سراسر خلاف ہے کہ آپ اس بیان کو تو چھوڑ دیں جو اظہار مفہوم بروز کے لئے ضروری ہے اور یہ امر ظاہر کرنا شروع کر دیں کہ وہ میرا نواسہ ہو گا ۔ بھلا نواسہ ہونے سے بروز کو کیا تعلق ۔ اور اگر بروز کے لئے یہ تعلق ضروری تھا تو فقط نواسہ ہونے کی ایک ناقص نسبت کیوں اختیار کی گئی بیٹا ہونا چاہیے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں آنحضرت ﷺ کے کسی کے باپ ہونے کی نفی کی ہے لیکن بروز کی خبر دی ہے ۔ اگر بروز صحیح نہ ہوتا تو پھر آیت و آخرین منھم میں اس موعود کے رفیق آنحضرت ﷺ کے صحابہ کیوں ٹھہرتے اور نفی بروز سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے جسمانی خیال کے لوگوں نے کبھی اس موعود کو حسنؓ کی اولاد بنایا اور کبھی حسینؓ کی اور کبھی عباسؓ کی لیکن آنحضرت ﷺ کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہو گا ، اسکے نام کا وارث ، اسکے خلق کا وارث ، اس کے علم کا وارث ،

اس کی روحانیت کا وارث اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ اس سے لے گا اور اس میں فنا ہو کر اس کے چہرہ کو دکھلائے گا، اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ اس سے لے گا، اور اس میں فنا ہو کر اس کے چہرہ کو دکھائے گا۔ پس جیسا کہ ظلی طور پر اس کا نام لیگا، اس کا خلق لے گا، اس کا علم لے گا ایسا ہی اس کا نبی لقب بھی لے گا کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اسلئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔ تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔ پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بروزی طور پر محمد اور احمد نام رکھے جانے سے دو محمد اور دو احمد نہیں ہو گئے اسی طرح بروزی طور پر نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹ گئی کیونکہ وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں۔ اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد ﷺ تک ہی محدود رہی۔ تمام انبیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی کیونکہ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے کہ

من تو شدم تو من شدی　من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد زیں　من دیگرم تو دیگری

لیکن اگر حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں آئے تو بغیر خاتم النبیین کی مہر توڑنے کے کیونکر دنیا میں آ سکتے ہیں۔ غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر لگ گئی ہے اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ ایک دفعہ، بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں، اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و آخرین منهم لمّا يلحقوا بهم اور انبیاء کو اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہے لیکن دوسرے پر ضرور غیرت ہوتی ہے دیکھو حضرت موسیٰؑ نے معراج کی رات جب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ ان کے مقام سے آگے نکل گئے تو کیونکر رو رو کر اپنی غیرت ظاہر کی۔ تو پھر جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور پھر اپنے فرمودہ کے کل برخلاف عیسیٰؑ کو بھیج دے تو پھر کس قدر یہ فعل آنحضرت ﷺ کی دلآزاری کا موجب ہوگا۔ غرض بروزی رنگ کی نبوت سے ختم نبوت میں فرق نہیں آتا اور نہ مہر ٹوٹتی ہے لیکن کسی دوسرے نبی کے

آنے سے اسلام کی بیخ کنی ہو جاتی ہے اور آنحضرت ﷺ کی اس میں سخت اہانت ہے کہ عظیم الشان کام دجال کشی کا عیسیٰؑ سے ہوا، نہ آنحضرت ﷺ سے۔ اور آیت کریمہ و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین نعوذ باللہ اس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے۔ اور اس آیت میں ایک پیش گوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت ﷺ کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں، اسلئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ بروزی طور کی نبوت اور رسالت سے ختمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی اور حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا خیال جو مستلزم تکذیب آیت و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین ہے وہ ختمیت کی مہر کو توڑتا ہے اور اس فضول اور خلاف عقیدہ کا تو قرآن شریف میں نشان نہیں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ آیت ممدوحہ بالا کے صریح برخلاف ہے لیکن ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ آیت و آخرین منھم سے ظاہر ہے اس آیت میں ایک لطافت بیان یہ ہے کہ اس گروہ کا ذکر تو اس میں کیا گیا جو صحابہ میں سے ٹھہرائے گئے لیکن اس جگہ اس مورد بروز کا بتصریح ذکر نہیں کیا یعنی مسیح موعود کا جس کے ذریعہ سے وہ لوگ صحابہ ٹھہرے اور صحابہ کی طرح زیر تربیت آنحضرت ﷺ سمجھے گئے۔ اس ترک ذکر سے یہ اشارہ مطلوب ہے کہ مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے اس لئے اس کی بروزی نبوت اور رسالت سے مہر ختمیت نہیں ٹوٹتی۔ پس آیت میں اس کو ایک وجود منفی کی طرح رہنے دیا اور اس کے عوض میں آنحضرت ﷺ کو پیش کر دیا اور اسی طرح آیت انّا اعطینا ك الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا جس کے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئیگا یعنی دینی برکات کے چشمے بہہ نکلیں گے اور بکثرت دنیا میں سچے اہل اسلام ہو جائیں گے۔ اس آیت میں بھی ظاہری اولاد کی ضرورت کو نظر تحقیر سے دیکھا اور بروزی اولاد کی پیش گوئی کی گئی۔ اور گو خدا تعالی نے مجھے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی، اور دونوں خونوں سے حصہ رکھتا ہوں لیکن میں روحانیت کی نسبت کو مقدم رکھتا ہوں جو بروزی نسبت ہے۔ اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعوی نہیں میں

اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہوں ۔ ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے ۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعوی نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے ۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں ۔ میرا نفس درمیان نہیں بلکہ محمد مصطفیٰ ہے اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا ۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی ۔

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۵ نومبر ۱۹۰۱ء (الحکم قادیان ۱۰ نومبر ۱۹۰۱ء ص ۵ تا ۹)

قادیانی کا نسب

اس اشتہار کا جواب بقلم قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ اوپر نقل کیا جا چکا ہے ۔ یہاں صرف ایک دو باتیں بیان کی جاتی ہیں ۔ پہلی تو یہ کہ مرزا صاحب کبھی تو فرماتے ہیں کہ ان کی ایک دادی سیدہ تھیں اور کبھی فرماتے ہیں کہ ان کی دو دادیاں سیدہ تھیں ۔ لیکن وہ کسی کا نام نہیں بتاتے اور نہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ ان کے کس دادا، یا دادوں کی بیویاں تھیں ۔

سوال یہ بھی ہے کہ اس سیدانی کے بعد مرزا صاحب کے اجداد نے خود کو سید کیوں نہیں کہلوایا ۔ کیا مغل ہونا سید ہونے سے بہتر تھا، وہ خود کو مرزا غلام مرتضیٰ شاہ، سید غلام احمد بیگ، سید غلام قادر مرزا، وغیرہ بھی کہلوا سکتے تھے،

اور جب بقول تمہارے خدا تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ تم سادات بنی فاطمہ سے ہو تو پھر تم خود کو مرزا کیوں کہلواتے ہو، یہ تو صریح نافرمانی ہے ۔

قادیانی تصانیف کی ضخامت

دوسری بات یہ کہ ایک غلطی کا ازالہ نامی اشتہار جو مرزا صاحب کی تصنیفات میں شامل کیا جاتا ہے اس کی ضخامت صرف اسی قدر ہے کہ ہماری اس کتاب کے سوا آٹھ صفحوں میں سما گیا ہے ۔ اور مرزا صاحب تصانیف جن کی تعداد اکانوے (۹۱) بیان کر کے ان کے سلطان القلم اور زود اور بسیار نویس اور معجز رقم ہونے کا ڈھنڈورہ پیٹا جاتا ہے، ان میں سے اکثر اسی طرح کے چھوٹے چھوٹے رسائل ہی پر مشتمل ہیں ۔ مثال کے طور مرزا صاحب کی چند تصانیف کے نام جو

ان کے روحانی خزائن میں شامل ہیں، یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

لیکچر لاہور، لیکچر سیالکوٹ، لیکچر لدھیانہ، رسالہ وصیت، ذکر حقیقۃ الوحی و ذرائع حصولہ، علامات المقربین، سیرۃ الابدال، احمدی وغیر احمدی میں فرق، قادیان کے آریہ اور ہم، تجلیات الہیہ، دافع البلاء، گناہوں سے نجات کیونکر مل سکتی ہے، فتح اسلام، توضیح مرام، نشان آسمانی، تحفہ ندوہ، سناتن دھرم، ایک غلطی کا ازالہ، ضرورۃ الامام، سبز اشتہار، منشی گردیال کے استفسار کا جواب

یہ ۲۱ کتابیں ہیں، اور قادیانی حضرات کے روحانی خزائن کے تازہ اڈیشن میں کمپوٹر پر کمپوز شدہ ان ۲۱ کتابوں کے کل صفحات تقریباً ۶۲۰ ہیں اور فی صفحہ ۲۱ سطور کے حساب سے تقریباً ۱۳۰۰۰ سطور ہوتی ہیں۔ ہماری زیر کتاب کا صفحہ عموماً ۲۵ سطور پر مشتمل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی درج بالا اکیس کتب ہماری اس کتاب میں سماجاتی ہیں۔

مباحثہ جہلم مابین ابراہیم سیالکوٹی ومبارک علی قادیانی

مرزا قادیانی کی زندگی میں جہلم میں مولانا ابراہیم میرؒ سیالکوٹی اور مبارک علی قادیانی کے درمیان ایک مباحثہ ہوا تھا۔ جس میں قادیانیوں کو شکست فاش ہوئی تھی۔ اس مباحثے کا ذکر مولانا ابراہیم میرؒ نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن کے دیباچے میں کیا ہے۔ مباحثے کے بعد اس کی کاروائی سراج الاخبار جہلم اور پیسہ اخبار لاہور میں شائع ہوئی تھی جس میں واضح طور پر بتایا گیا تھا کہ شکست قادیانیوں کے حصہ میں آئی تھی۔ مولوی کرم الدین جہلمی اور مرزا قادیانی کے باہمی مقدمات میں بھی اس مناظرے کا ذکر آیا تھا اور مجسٹریٹ جہلم نے اپنا فیصلہ لکھتے ہوئے ضمناً اس مباحثے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ اس مباحثے میں قادیانیوں کو شکست ہوئی ہے۔

دوسری طرف قادیانیوں کا یہ حال رہا ہے کہ ان کے بقول انہیں کبھی کسی مناظرے مباحثے میں شکست نہیں ہوئی، اور جہاں دبی زبان میں شکست تسلیم کرنا پڑ جائے وہاں ان کا دعوی ہوتا ہے کہ ہمیں بہرحال اخلاقی فتح حاصل ہوئی ہے۔ اور شکست کی روداد پر لیپا پوتی کر کے سلطان القلم کی شاگردی کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے زور قلم سے شکست کو فتح میں تبدیل کرنے کوشش کی جاتی ہے۔ مباحثہ جہلم بھی ان کے ایسے طرز عمل کی ایک مثال ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

اڈیٹر الحکم قادیان شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

سراج الاخبار نے جہلم کے مباحثہ کے متعلق جو غلط واقعات شائع کئے ہیں اس پر ہم

مفصل ریمارک بعد میں انشاء اللہ کریں گے اور سراج الاخبار ہی کی تحریر سے دکھائیں گے کہ دروغگو را حافظہ نہ باشد کا مصداق ہو کر اڈیٹر سراج الاخبار نے کہاں تک اپنی تحریر کو بے وقعت کر دیا ہے چونکہ سراج الاخبار کے اڈیٹر نے اپنی تحریر کی کثرت اشاعت کی خواہش کی وجہ سے پیسہ اخبار میں بھی اسے چھپوایا ہے جس کو احمدیوں سے بغض اور عداوت ہے اسلیئے ہم نے ضروری سمجھا کہ اصل واقعات کے سلسلہ کو بھی شروع کر دیا جائے۔ اگرچہ کشتی نوح کا مضمون اس سارے نمبر میں درج ہونا ہمارا مقصود تھا لیکن اس کا حد سے زیادہ بڑھ جانا اور ایک ہی اخبار کا اس کے اندراج کے لئے متحمل نہ ہونا اور سراج الاخبار کی خلاف بیانی کے زہریلے اثر کا بہت جلد رفع کرنا ایک ضروری امر ہونا ہمیں مجبور کرتا ہے کہ اس مباحثہ کے اصل حالات کے سلسلے کو شروع کر دیں جو ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اس مباحثہ کی بنا اس وقت سے پڑنی شروع ہوئی جیسے کہ میاں ابراہیم نے مولوی برہان الدین سے اس بہانہ سے بحث کرنے سے انکار کیا کہ وہ میرے استاذ الاستاذ ہیں اور پھر ان کے برخلاف جہلم میں جا کر اکھاڑا جمایا اور بہت سے لوگوں کو مرزا صاحب کی جماعت کے برخلاف جہلم میں برافروختہ کر دیا اور کئی دن تک وعظ کے جلسے کرتے رہے اور عوام کالانعام کو جوش دلاتے رہے۔

ان دنوں جہلم کی جماعت کی طرف سے ایک خط قادیان میں مرزا صاحب کے پاس پہنچا کہ مولوی ابو یوسف محمد مبارک العلی صاحب کو مناظرہ کیلئے بھیجا جائے مگر مولوی صاحب موصوف چونکہ قادیان کے ہائی سکول میں عربی مدرس ہیں اس لئے بوجہ ملازمت نہ آسکے اور مرزا صاحب نے ان کو بھیجنا ضروری نہ سمجھا۔

موسم گرما کی تعطیلات کی تقریب پر مولوی مبارک علی اپنی ننہال میں جاتے ہوئے جو جہلم سے آٹھ دس کوس کے فاصلہ پر جانب شمال دریائے جہلم سے پار علاقہ ریاست جموں میں ہے جہلم میں آ گئے اور مسافرانہ طریق پر مولوی برہان الدین کے مکان پر اترے۔ جماعت احمدیہ کو ان کے آنے کی خبر ملی، اکثر احباب ملاقات کے لئے ان کے فرودگاہ پر پہنچے۔ مولوی صاحب سے ملاقات کی اور آپ کی تشریف آوری کی خوشی ظاہر کی، اور آپ سے استدعا کی کہ ایک دو روز جہلم میں ٹھہر کر اپنے وعظ و کلام سے احباب کو مستفید فرماویں۔

مولوی مبارک علی نے دو ایک روز کا رہنا بخوشی قبول کیا اور ۲۴۔ اگست ۱۹۰۲ء کو بوقت عشاء قاری صاحب کی مسجد میں وعظ فرمایا۔ جماعت احمدیہ کے تمام ممبر اور اکثر دوسرے فرقے کے مسلمان بھی آپ کے وعظ میں جمع ہوئے۔ آپ کا بیان علم قرآن اور اس کے حصول کے ذرائع کے

متعلق تھا۔ قرآن کریم سے نہایت لطافت بیانی سے یہ ثابت کیا کہ علم قرآن سوائے مطہر اور مزکی نفوس کے دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں ہوسکتا، اور علم قرآن کے حصول کے ذرائع میں سے بڑا ذریعہ تقوی وطہارت یعنی تزکیہ نفس اور تطہیر قلب اور اہل اللہ کی صحبت ہے، اور یہ باتیں اس زمانہ میں سوائے امام الزمان مرزا صاحب کی صحبت پاک کے حاصل نہیں ہوسکتیں۔ علاوہ ازیں دیگر ضروری مسائل پر بھی اپنے وعظ میں بحث کی جس سے حاضرین نہایت محظوظ اور مطمئن ہوئے۔

اختتام وعظ پر ایک صاحب صوفیانہ صورت بنائے ہوئے محمد الدین نامی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ درخواست کی کہ ہمارے نزدیک آپ کی جماعت کے برخلاف مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی قرآن کو بہت اچھا سمجھنے والے ہیں، اور ہمارا اس پر کلی یقین ہے کہ وہ بہت بڑے عالم اور بہمہ صفت موصوف ہیں۔ اس لئے یہ استدعا ہے کہ آپ حضرت مسیح کی حیات و وفات کے مسئلہ میں ان سے مباحثہ کریں، اور اس مسئلہ کو طے کر دیں۔ ہم لوگ سبک نہیں ہیں اور ہمارا مدعا صرف تحقیق حق ہے۔ اگر آپ کی بات حق ہے تو ہمیں قبول کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ مولوی مبارک علی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم لوگوں کو اپنے امام کی طرف سے بحث مباحثہ کی اجازت نہیں ہے اور نہ موجودہ زمانہ میں بحث مباحثہ کا کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا

(پھر جماعت جہلم نے مرزا صاحب کو کیوں درخواست بھیجی تھی کہ مبارک علی کو بھیجا جائے۔ کیا اس جماعت کو مرزا کے حکم امتناعی کا علم نہیں تھا؟ پھر مبارک علی کے نہ آنے کی وجہ ان کی تدریسی مصروفیات بتائی گئیں، یہ نہیں کہا گیا کہ حکم امتناعی موجود ہے۔ اور مرزا نے بھی یہ نہیں کہا کہ حکم امتناعی جاری ہو چکا ہے اسلئے مباحثہ نہیں ہوگا، بلکہ انہوں نے کسی اور وجہ مبارک علی کو بھیجنا مناسب خیال نہ کیا۔ جو شئے دیگر ہے۔ بہاء)

صرف مرغ بازی یا بٹیر بازی اور تو تو اور میں میں ہوتی ہے اس لئے اس طریق مباحثہ کو میں پسند نہیں کرتا۔

(پھر حکیم نورالدین نے رام پور کے مباحثے کے لئے مولوی محمد احسن امروہی، مولوی محمد علی لاہوری وغیرہ کو کیوں بھیجا تھا۔ بہاء)

اس پر صوفی صاحب مذکور نے فرمایا کہ نہیں یہ ہمارا بھی منشاء نہیں کہ ایسا ہو اور ایک تماشا گاہ قائم کی جائے بلکہ امن اور عافیت اور صلح کاری اور اچھے لوگوں کی ذمہ داری سے یہ معاملہ طے کیا جائے گا۔ اس پر مولوی مبارک علی نے باتفاق رائے احباب اس امر کو قبول کیا

(مرزا صاحب کے حکم امتناعی کی پرواہ نہیں۔ نہ قادیان خط لکھ کر حکم امتناعی کے خلاف اجازت حاصل کرنے

کی ضرورت سمجھی۔ مرزا کے حکم کا منکر کون ہوا؟

دراصل قادیانیوں کو جب مناظرہ نہ کرنا ہو تو کہہ دیا جاتا کہ ہمیں مناظرہ نہ کرنے کا حکم ہے۔ اور جب کسی بھی طرح راہ فرار نظر نہ آتی، تو بغیر مرکز سے رابطہ کئے مشکل شرائط پیش کر کے مناظرہ پر تیار ہو جاتے، یہ جانتے ہوئے کہ شرائط ایسی ہیں جو کسی نہ کسی طرح ٹوٹ جائینگی اور ہمیں شرائط ٹوٹنے کے بہانے مناظرہ سے نکلنے کا موقع مل جائے گا۔ بہاء)

اور صوفی صاحب مذکور کو اجازت دی کہ وہ مولوی ابراہیم صاحب کو بلا لیں۔ صوفی صاحب نے یہ سن کر کہا ایسا نہ ہو کہ آپ انکے آنے سے پہلے ہی تشریف لے جاویں، مولوی مبارک علی نے بحلف اس عہد کو مستحکم کیا کہ میں انشاء اللہ آپ کے مولوی صاحب کے آنے سے پہلے جہلم سے باہر ہرگز نہیں جاؤنگا، مگر شرط یہ ہے کہ آئندہ جمعہ تک انتظار کی جاوے گی، اگر اس عرصہ میں وہ نہ آئے تو پھر میرا حق ہوگا کہ میں چلا جاؤں کیونکہ میں مسافرانہ طریق سے آیا ہوں زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ پس صوفی صاحب نے یہ سن کر کہا کہ ہم مولوی ابراہیم کو ابھی تار دیتے ہیں وہ انشاء اللہ فوراً چلے آویں گے۔

اس کے بعد جلسہ وعظ برخواست ہوا اور لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ صبح کے وقت مولوی مبارک علی اسی مسجد میں تشریف لائے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اسی مسجد میں بیٹھے رہے اور اکثر احباب جمع ہو گئے مختلف مسائل پر بطور خود گفتگو ہوتی رہی۔ جب قریباً آٹھ بجے تو مستری عبدالکریم صاحب تشریف لائے اور اکثر تماشائی لوگ بھی جمع ہو گئے۔ مستری صاحب موصوف نے مولوی مبارک علی سے حضرت مسیح کی حیات و ممات کے متعلق گفتگو شروع کی اور پر جوش الفاظ میں بولنے لگے اور ساتھ ہی یہ عذر بھی کیا کہ میں ایسا ہی بولا کرتا ہوں آپ مجھے معذور رکھیں گے۔ مولوی مبارک علی نے بڑی حسن اخلاقی اور دل جوئی سے مستری صاحب کو بولنے کی اجازت دی اور کہا کہ آپ جس طرح چاہیں گفتگو کریں میں برا نہ مانوں گا۔ اس پر مستری صاحب اپنی لیاقت کے مطابق آزادی سے کلام کرتے رہے اور مولوی مبارک علی بڑی متانت اور حلم سے جواب دیتے رہے۔ اتنے میں مولوی کرم الدین ساکن موضع بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم اور آپ کے ہمراہ میاں ملک صاحب بھی تشریف لائے اور ایک طرف آ کر بیٹھ کر گئے۔

مستری صاحب سوال پر سوال کرتے جاتے اور جواب باصواب پاتے جاتے۔ جب مستری صاحب نے عربیت کے کسی مسئلہ میں غلطی کھائی، تو مبارک علی نے فرمایا کہ آپ عربی زبان

نہیں جانتے اور نہ اسکے قواعد سے آپ واقفیت رکھتے ہیں اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ اپنے کسی مولوی صاحب کو بطور وکیل پیش کریں۔ تب انہوں نے کرم الدین کو اس مسئلہ کے تصفیہ کیلئے پیش کیا۔

مولوی کرم الدین نے قبل اس کے کہ گفتگو کریں یہ بات پیش کی کہ میں کسی خاص گروہ کا آدمی نہیں۔ میں مرزا صاحب سے حسن ظنی رکھتا ہوں اور دوسرے فریق سے بھی ابھی تک مجھے تعلق ہے اور میں نے کسی جانب ابھی تک فیصلہ نہیں کیا۔ کرم الدین کی اس دورنگی گفتگو سے حاضرین کو ایک عجیب حیرت حاصل ہوئی اور جماعت احمدیہ کو تو ان کی نسبت اسی وقت سے سوء ظنی پیدا ہوگئی کہ یہ شخص لا الی ھؤلاء و لا الی ھؤلاء کا مصداق ہے، اس کی گفتگو سے کوئی نیک نتیجہ پیدا ہونے کی امید نہیں ہوسکتی۔

(یعنی کرم الدین غیر جانبدار تھا، اور اسے مستری کی طرف سے وکیل کیا گیا تھا، اس سے اچھا آدمی مرزائیوں کے حق میں کون ہوسکتا تھا۔ اگر کسی کا واضح خیال مسلمانوں کی جانب اور مرزائیوں کے خلاف ہوتو وہ مرزائیوں کے لئے مضر ہوگا۔ اسلئے مولوی کرم دین کو بطور وکیل پیش کیا جانا تو قادیانیوں کے دل کی مرادیں پوری ہونے کے مترادف تھا۔

ادھر مرزا صاحب نے، پیر مہر علی کے ساتھ مقابلے میں محمد حسین وغیرہ کو ثالث مان لیا تھا، یعنی مخالف کو ثالث مان لینا بھی سنت مرزا تھی، اور یہاں غیر جانبدار کو مخالف کا وکیل بننے پر بھی ناک بھوں چڑھائی جاتی ہے۔ یہ کہاں کی اتباع سنت مرزا ہے۔ بہاء)۔

الغرض مولوی کرم الدین نے مستری کی وکالت اختیار کر کے مولوی مبارک علی سے گفتگو شروع کی اور اپنے استدلالی طریق میں ایسا الٹا مسلک اختیار کیا کہ بات بات میں ملزم ہونے لگے اور قرآن کریم سے دو ایک ایسے استدلال پیش کئے جس سے حاضرین کو معلوم ہوگیا کہ مولوی کرم الدین قرآن کریم میں قطعاً دسترس نہیں رکھتے اور علم قرآن سے بے بہرہ ہیں۔

آخر کار ایک ایسی غلط رائے پر اڑے کہ مستری صاحب نے سیٹھ احمد دین کے کان میں وہیں اس مجلس میں بیٹھے ہوئے کہہ دیا کہ مولوی کرم الدین غلطی پر ہیں اور نہایت غلط راہ چل رہے ہیں۔ آخر مولوی مبارک علی نے مولوی کرم الدین کو ایسا ساکت اور لاجواب کیا کہ مولوی صاحب کا رنگ فق ہوگیا اور تیور بدل گئے اور آپ کی طبیعت میں ایک غیر طبعی جوش پیدا ہوگیا اور کچھ نفسانیت کا رنگ آگیا، مگر مارے شرم کے کچھ بول نہ سکتے تھے اور خجالت سے عرق عرق ہوگئے اس وقت گیارہ بج چکے تھے۔ مولوی مبارک علی کو کھانا کھانے کے لئے پیغام آیا اور جلسہ برخواست ہوا (دن کے گیارہ

بجے کون سا کھانا ہوتا ہے؟ یہ پیغام تو فرار کا بہانہ معلوم ہوتا ہے۔ بہاء) لیکن فریق ثانی کی طرف مولوی کرم الدین کے زک اٹھانے پر بے طرح جوش دیکھا جاتا تھا۔

اسی اثنا میں مشہور ہو گیا تھا کہ مولوی ابراہیم صاحب بذریعہ تار بلائے گئے تھے مگر انہوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ آخر مجبور ہو کر اسی روز فریق ثانی نے صوفی صاحب کو ایک بجے کی ٹرین پر مولوی ابراہیم صاحب کو لانے کے لئے سیالکوٹ روانہ کیا۔

ادھر مولوی کرم الدین نے بخلاف اپنے اس اظہار حسن ظنی کے جو مرزا صاحب کی نسبت انہوں نے گفتگو سے پہلے عام جلسے میں کیا تھا بالاعلان مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور عوام کو خوب بھڑکایا اور ہنگامہ گرم رکھا۔

(اس کا مطلب تو یہ ہے کہ مبارک علی کے دلائل سے ایک ایسا شخص کا مخالف ہو گیا جو قبل ازیں مرزا سے حسن ظن رکھتا تھا۔ یعنی وہ دلائل بے معنی تھے اور ایک حسن ظن رکھنے والے کو مرزا کی طرف مائل نہیں کر سکے بلکہ ان کا مخالف بنا دیا۔ بہاء)

ادھر مولوی مبارک علی کو کھانا کھانے کے بعد پیش از نماز ظہر نہایت شدت کے ساتھ تپ ہو گیا (اور ۲۵۔ اگست کا دن تھا) (۲۵ اگست ۱۹۰۲ء، یعنی ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ روز دوشنبہ۔ بہاء) تمام شب تپ رہا، صبح کو تپ اترا، اور نماز صبح میں شامل ہوئے۔ (یعنی ۲۶۔ اگست کی صبح کو تپ اتر گیا۔ بہاء)

(یعنی مولوی کرم الدین مرزا سے حسن ظن رکھتے تھے اور وفات مسیح کے بھی قائل تھے۔ گویا وہ چھپے ہوئے مرزائی تھی، ایسے شخص کا یہ کہنا کہ میں غیر جانبدار ہوں، کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص کو مستری صاحب نے اپنا وکیل بنا کر بیوقوفی تو کی ہی تھی لیکن مبارک علی کے دلائل کا اثر ہوا کہ وہ مرزا صاحب کے مخالف ہوئے۔ بہاء)

اتنے میں کچھ اور احباب بھی آ گئے اور وہ صوفی صاحب بھی آ پہنچے جو مولوی ابراہیم صاحب کو لانے کے لئے گئے تھے۔ اور یہ سب لوگ آ کر مولوی مبارک علی کے پاس بیٹھ گئے۔ تب باستدعا مولوی برہان الدین، میاں نظام الدین احمدی نے مرزا صاحب کی نظم درثمین سے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا اور ان کے بعد خود مولوی مبارک علی نے بھی درثمین میں سے ایک نظم پڑھی۔ اس کے ختم ہونے پر صوفی صاحب نے فرمایا کہ مولوی ابراہیم تشریف لے آئے ہیں آپ لوگ جلسہ مباحثہ کے لئے مکان تجویز کریں اور وقت مقرر کریں اور اپنی جماعت کے حفظ امن کے ذمہ دار بھی ہوں۔ ادھر سے عرض کیا گیا کہ ہم لوگ تھوڑے ہیں اور آپ کثرت سے ہیں اور آپ کا شہر

میں رسوخ بھی بہت ہے اور حکام تک راہ و رسم ہے اس لئے ان سب امور کا انتظام آپ کے ذمہ ہے۔ ہم اس میں سے کوئی بات بھی اپنے ذمہ نہیں لے سکتے، بلکہ اپنی جماعت کا بھی ذمہ نہیں اٹھا سکتے۔ آپ لوگوں کا اختیار ہوگا اگر ہماری جماعت میں سے کوئی شخص بے اعتدالی کرے تو آپ اس کو جلسہ مباحثہ سے نکال دیں۔

(جب مرزا کو اپنی عزت و مرتبت اور عوام وخواص میں اپنی مقبولیت ظاہر کرنا مقصود ہوتی ہے، تو بتاتے ہیں سٹیشنوں پر اتنے لوگ استقبال، بلکہ ایک جھلک دیکھنے کو آئے کہ پلیٹ فارم کے ٹکٹ ختم ہو گئے، انگریز افسر منہ اٹھا اٹھا کر دیکھتے کہ یہ کون ہستی ہے جس کی زیارت واستقبال کے لئے خلقت یوں ٹوٹی پڑی ہے، جہلم مرزا صاحب آتے ہیں تو بتایا جاتا ہے کہ ہزاروں افراد نے وہاں ان کی بیعت کی اور تیس پینتس ہزار آدمی استقبال کو آئے۔ سیالکوٹ تشریف لے جاتے ہیں تو بتایا جاتا کہ شہریوں نے آمد کی خوشی میں رات کو چراغاں کیا اور چالیس پچاس ہزار افرار استقبال کو آئے جن میں بڑے بڑے افسران بیرسٹر وغیرہ بھی تھے۔ اور جب راہ فرار اختیار کرنا منظور ہوتا ہے تو مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ لاہور میں اسلئے پیر مہر علی کے مقابلے کے لئے نہیں آئے کہ وہاں میرے مرید چند ایک ہیں جماعت بہت کمزور ہے، میری حفاظت نہیں ہوسکتی، ۱۸۹۱ء میں دہلی میں میاں نذیر حسین محدثؒ کی مسجد میں مرزا صاحب اسلئے نہیں جاتے کہ میں راندہ قوم ہوں اور ہزاروں بدمعاش میری جان کے درپے ہیں۔ چیلنج دینا مقصود ہوتا تو فرماتے ہیں کہ یہ علماء میرے نزدیک مرے ہوئے کیڑوں کی حیثیت نہیں رکھتے، اور میری جماعت میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ، تجار، اشراف، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، ڈپٹی، جج، پلیڈر، بیرسٹر، تحصیلدار شامل ہیں، اور جب چیلنج قبول کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ ہماری حکام تک کوئی رسائی نہیں ہم حقیر اقلیت ہیں، ہماری کوئی نہیں سنتا، تم خود یہ سارے انتظامات کرو۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ مسلمان لوگ حاکم وقت کے پاس اجازت لینے جائیں گے، تو حاکم وقت، ہمارے کہنے پر، یا پہلے سے معلومات ہونے کے باعث، اندیشہ نقض امن کے بہانہ سے اجازت دینے سے انکار کر دے گا۔ جیسا کہ دہلی میں مرزا صاحب نے کھیل کھیلا تھا کیونکہ وہاں اس وقت وہی ڈپٹی کمشنر تھا جو مباحثہ لدھیانہ کے وقت لدھیانہ میں ڈپٹی کمشنر تھا۔ جہلم میں کہا جارہا ہے کہ ہم تو اپنے لوگوں کی طرف سے بھی قیام امن کی ضمانت نہیں دے سکتے۔ مقصد یہ ہے کہ جوں ہی شکست نظر آئیگی اپنے آدمی شور ڈال دیں گے، اور جب منتظمین ان کو بقائے امن کی خاطر نکالیں گے تو یہ کہہ کر مباحثہ ختم کر دیا جائیگا کہ ہمیں بیٹھنے ہی نہیں دیا جاتا، اور اگر نکل بھی جائیں تو یہ طے ہو کہ فریقین کے اتنے اتنے آدمی حاضرین میں ہوں، تو یہ کہا جائیگا کہ چونکہ ہمارے پانچ آدمی نکال دیئے گئے ہیں اب ہم تعداد میں کم ہیں، دریں حالات

مناظرہ کو جاری رکھنا خلاف قواعد و معاہدہ ہے۔اس لئے بس ہو چکی نما مصلی اٹھائیے۔اگر فریق مخالف کہے کہ تم ان پانچ کی جگہ پانچ اور افراد لا کر بٹھا دو تو کہہ دیا جائے گا کہ ہماری تعداد کم ہے اور کوئی ہے ہی نہیں ، یا فارغ نہیں ، یا کچھ اور ۔ بہاء)۔

خیر اس پر بہت بحث اور حجت ہوتی رہی اور فریق ثانی حفظ امن کا ذمہ نہ ہوا۔آخر دونوں طرف کے لوگ شہر کے ایک معزز رئیس بہاول بخش ذیلدار کے پاس گئے انہوں نے اس بات کا ذمہ اٹھا لیا کہ ہم حفظ امن کا انتظام کر دیں گے بلکہ تحصیل دار اور تھانہ دار صاحب کو بھی عین جلسہ مباحثہ میں لے آویں گے۔تب ذیلدار حسب قرار داد خود تحصیلدار کے پاس گئے اور حفظ امن اور مکان جلسہ کا کل فیصلہ کر کے آ گئے اور فریقین کے معتبر اشخاص کو علیحدہ علیحدہ مطلع کر دیا کہ عید گاہ شہر میں ٹھیک چار بجے سب کو جمع ہو جانا چاہیے اور دونوں فریق کے علماء اپنے اپنے ساز و سامان سے تیار ہو ویں اور عند الطلب بلا عذر و حیلہ موقع پر حاضر ہو جائیں ۔ پس بموجب ارشاد ذیلدار دونوں فریق طیار ہو گئے اور ٹھیک چار بجے بابو غلام حیدر تحصیلدار و دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر مکان مباحثہ پر تشریف لے آئے اور فریقین کو طلب کیا۔

فریقین کے علماء آپہنچے اور باہم آمنے سامنے بیٹھ گئے اور باقی مخلوقات میدان عید گاہ میں مولوی صاحبان کے ارد گرد بیٹھ گئی۔تحصیل دار صاحب نے بالاعلان فرمایا کہ کسی شخص کو سوائے مناظرین کے بولنے کی اجازت نہیں ، اور نہ اشارہ کنایہ سے کوئی شخص کسی جانب سے کسی قسم کی شرارت کرے۔ جو شخص ایسا کرے گا اس سے قانونی سلوک کیا جائے گا۔اور چاروں طرف پولیس کے سپاہی تعینات کئے گئے۔

تب با جازت تحصیل دار مولوی مبارک علی اٹھے انہوں نے مولوی ابراہیم کو مخاطب کر کے عربی زبان میں بصورت سوال ایک مختصر سی عبارت پڑھی ۔ جو اسی وقت لکھی گئی تھی۔

(مجمع عام میں جہاں اردو جاننے والے بھی زیادہ تعداد میں نہ ہوں اور خالص پنجابیوں کا مجمع ہو، عربی میں باتیں کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ایسا کرنا ہو تو کسی نجی محفل علماء میں کیا جانا چاہیے۔مجمع عام میں ایسی باتیں اپنی علمیت کا دھاک بٹھانے ، یا گرفت سے بچنے کیلئے کی جاتی ہے، کہ بے چارے عوام کو کیا پتہ کہ عربی میں کیا کہا ہے ۔ بہاء)

جس کا ماحصل یہ تھا کہ آپ حضرت مسیح کی حیات جسمانی اور آسمان پر بجسد عنصری مرفوع ہونے کے قائل ہیں اور اس باب میں ہم سے آپ تنازعہ کرتے ہیں اور یہ امر ہمارے

نزدیک خدا کی سنت مستمرہ کے برخلاف اور محالات عادیہ سے ہے۔ اسلئے آپ ایک امر محدث اور منکر کے دعویدار ہیں نہ کہ ہم، لہٰذا آپ پر واجب ہے کہ آپ نصوص قطعیہ قرآنیہ اور حدیثیہ سے اپنے مدعا کو ثابت کریں، اور اس سوال کا جواب بھی عربی میں دیں، اور حاضرین کو ترجمہ کر کے سنا بھی دیں، جیسا کہ میں نے سنا دیا ہے۔

اس کے بعد مولوی مبارک علی بیٹھ گئے اور مولوی ابراہیم نے نقل پرچہ سوال طلب کیا۔ اس پر مولوی کرم الدین اٹھ کھڑے ہوئے اور چند ژولیدہ لفظ عربی زبان میں ایک پرچہ پر لکھ کر آپ نے پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ اہل جلسہ عربی دان نہیں ہیں اس لئے عربی زبان میں تکلم فائدہ مند نہیں ۔.. پھر مولوی مبارک علی نے کہا کہ آپ ہمارے مخاطب نہیں۔ آپ نے یہ کیوں دخل درمعقولات کیا ہے۔ آپ بولنے کے قطعاً مجاز نہیں۔ ہاں اگر آپ مولوی ابراہیم صاحب کی اعانت کرنا چاہتے ہیں تو صرف ان سے آہستگی کے ساتھ کلام کریں۔ تب میر مجلس کی رائے سے یہ بات قرار پائی کہ سوائے مولوی ابراہیم صاحب کے اور دوسری جانب سوائے مولوی مبارک علی کے دوسرے شخص کو بولنے کی اجازت نہیں اور باتفاق رائے یہ بھی قرار پایا کہ مضمون مباحثہ اردو زبان میں ہی لکھا جاوے تاکہ عام لوگ فائدہ اٹھائیں۔

اب مولوی کرم دین خاموش ہوئے اور مولوی ابراہیم جواب دینے کیلئے اٹھے اور کتاب کی صورت میں ایک بڑی لمبی لکھی ہوئی تحریر پڑھنی شروع کی۔ اس پر مولوی مبارک علی نے کہا کہ ہم اس کو کہاں تک لکھتے جائیں گے، انہوں نے تو بجائے تقریر کے ایک کتاب پڑھنی شروع کر دی ہے۔ تب بحکم میر مجلس، مولوی ابراہیم نے وعدہ کیا کہ میں جو کچھ سناؤنگا جواب کیلئے اس کی حرف بحرف نقل دے دونگا۔ اور کل دس بجے سے پہلے نقل مولوی مبارک علی کے پاس پہنچ جائے گی۔ اور یہ بھی کہا کہ مجھے اپنی تقریر کے لئے کم از کم چھ گھنٹے ملنے چاہییں۔ تب میر مجلس نے فرمایا کہ شام تک جو قریباً تین چار گھنٹے ہوتے ہیں آپ تقریر کر سکتے ہیں۔ تب آپ نے اپنا وہ سارا اندوختہ اور آموختہ جو آپ کی کئی سال کی جانفشانی کا نتیجہ تھا جستہ جستہ مقامات سے پڑھ کر سنا دیا اور بجائے چھ گھنٹے کے ایک ہی گھنٹے میں ختم کر دیا۔ آپ کے سارے مضمون کا لب لباب یہ تھا کہ سنت اللہ کا لفظ قرآن کریم میں صرف عذاب پر بولا گیا ہے اور انہیں معنوں میں مقید ہے۔ انسان جب ایک وقت وزنی پتھر اٹھا کر اوپر پھینکتا ہے اور وہ اوپر چلا جاتا ہے تو کیا خدا تعالیٰ مسیح کو آسمان پر نہیں لے جا سکتا۔ پرندے جو ہوا میں اڑتے ہیں تو کیا مسیح اوپر نہیں چڑھ سکتا۔ مسیح کی حیات جسمانی کا بیان وجدانی

ہے بیان میں نہیں آ سکتا ،توفی کے معنی پورا بھر لینا ہے یعنی معہ جسم کے اٹھا لینا ۔اس پر بعض تفاسیر کے متناقض اقوال کو بطور ثبوت وشہادت کے پیش کیا اور بعض تراجم اردو کا بھی حوالہ دیا۔ مسیح کو آیۃ اللہ قرار دے کر اور متکلم فی المھد مان کر اس کے خواص کو اور نبیوں سے الگ مانا اور اس وجہ سے اس کو انسانی ضوابط اور خواص سے مستثنیٰ قرار دیا۔آپ کی تقریر اول سے آخر تک مختلط الترتیب تھی۔ اور آپ کے استدلالات ایسے کمزور اور غریبہ تھے جن میں آپ دیگر مفسرین سے متفرد پائے جاتے تھے ...اور آپ کا طرز بیان نہایت کرخت اور آواز بھرائی ہوئی تھی۔ باایں ہمہ ایک گھبراہٹ دامن گیر تھی جس نے آپ کو حواس باختہ بنایا ہوا تھا۔غرض جوں توں کر کے آپ کا مضمون ختم ہوا،تو میر مجلس نے فرمایا کہ ابھی آپ کا بہت سا وقت باقی ہے کچھ تو اور کہیے۔مگر آپ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا ہوں۔تب میر مجلس نے مولوی مبارک علی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا آپ اس تقریر کا آج اور اسی وقت جواب دینا چاہتے ہیں کیونکہ ابھی کافی وقت ہے۔

مولوی مبارک علی نے کہا کہ میں تحریر کا جواب تحریر سے ہی دینا چاہتا ہوں۔ میری پاس اس وقت کوئی لکھی ہوئی کتاب موجود نہیں جس میں سے سنا دوں اور اس طرح پر میری تقریر محفوظ بھی نہیں رہ سکتی مجھے مولوی ابراہیم کے مضمون کی کاپی مل جاوے تو میں انشاءاللہ کل جواب دوں گا (نوٹ از اڈیٹر الحکم : اگرچہ مولوی ابراہیم نے اپنے مضمون کی کاپی دینے کا وعدہ کیا تھا مگر مولوی مبارک علی و ماسٹر فقیر اللہ نے ساتھ ہی ساتھ مولوی ابراہیم کی تقریر میں سے چند ضروری نوٹ کر لئے تھے دوران تقریر میں مولوی ابراہیم نے اعتراض بھی کیا تھا کہ جب میں نے تحریر دینے کا وعدہ کیا ہے تو میری تقریر کے نوٹ کیوں کئے جاتے ہیں۔اس پر مولوی مبارک علی نے فرمایا کہ نوٹ کرنا ہمارا حق ہے۔ہم نے جواب دینا ہے،آپ ہم کو اس سے روک نہیں سکتے۔اور میر مجلس نے بھی فرمایا کہ نوٹ کرنا مبارک علی کا حق ہے،آپ بھی ان کی تقریر کے نوٹ کر سکتے ہیں) اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ یہ ۲۶۔اگست ۱۹۰۲ء کا دن تھا۔

اب صبح ۲۷۔ اگست ۱۹۰۲ء کو مولوی مبارک علی نے صبح ۶ بجے ہی سے اپنا جواب لکھنا شروع کر دیا اور اپنی یادداشت اور نوٹوں کی بنا پر بارہ بجے تک جواب لکھ کر تیار کر لیا۔ جب مضمون پورا ہو چکا تو مولوی ابراہیم صاحب کا پرچہ بھی پہنچا اور ساتھ ہی مولوی مبارک علی کے عربی پرچہ کا مطالبہ تھا۔مولوی مبارک علی نے اپنا عربی پرچہ اس شخص کے ہاتھ بھیج دیا جو مولوی ابراہیم کا پرچہ لایا تھا مگر ادھر سے بھی مولوی کرم الدین کے عربی پرچہ کا بالمقابل مطالبہ کیا گیا کہ مولوی کرم الدین کو اپنی عربی کی صحت کی نسبت کچھ تو دھڑکا تھا کہ بار بار کے مطالبہ پر بھی پرچہ نہ دیا اور خلاف معاہدہ کیا

کیونکہ بالمقابل تحریروں کے دینے کا معاہدہ ہو چکا تھا لیکن انہوں نے اپنا عربی پرچہ دینے سے انکار کیا اور شدت تقاضا پر بھی نہ بھیجا۔ اس سے مولوی کرم الدین کی عربی دانی کا ایک منصف طبع انسان کو پتہ لگ سکتا ہے۔

مولوی مبارک علی کو اپنا جواب مکمل کرنے کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ مولوی ابراہیم کے پرچے کو اول سے آخر تک پڑھ لینا چاہیے اور جواب کو اس سے منطبق کر لینا چاہیے۔ جب مضمون مرسلہ مولوی ابراہیم حرف بحرف پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس میں اکثر حصہ ان مضامین کا نہیں جو آپ نے اپنی تقریر میں بیان کئے تھے اور نہ وہ نوٹ بھی درج ہیں جو ان کی تقریر سے لئے گئے تھے اور وہ نوٹ اور مضامین جو مضمون سے عمداً خارج کئے گئے ایسے اہم اور ضروری تھے جس سے مولوی ابراہیم صاحب کی ساری قلعی کھل جاتی تھی اور آپ کے علم کی پوری پردہ دری ہوتی تھی۔ اس مضمون کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کچھ زائد مضامین اور سوال بھی اس پرچہ میں درج کئے گئے ہیں تب فوراً تحصیل دار کی طرف ایک خط لکھا گیا اور مولوی صاحب کی دیانت داری کا سارا حال منکشف کیا گیا لیکن تحصیل دار صاحب کی طرف سے اس خط کا کوئی تسلی بخش جواب نہ آیا۔

اس کے بعد مولوی مبارک علی کو تپ کے آثار شروع ہو گئے اور ظہر کی نماز سے پہلے تپ کی شدت ہو گئی اور بکثرت استفراغ ہونے لگے اور تپ کا اس قدر زور ہوا کہ ٹمپریچر ۱۰۷ درجے پر ہو گیا اور ڈاکٹر شیخ عبداللہ آپ کی تیمارداری کرنے لگے۔ ڈاکٹر موصوف بڑی دلجوئی اور جانفشانی سے علاج کرتے رہے اور دم بدم بخار کا جائزہ لیتے رہے یہاں تک کہ کثرت پسینہ کے سبب سے بخار دھیمہ ہو کر ۱۰۲ درجے پر پہنچا۔ اس وقت ڈاکٹر موصوف نے ۱۶ گرین کونین اور فناسٹین کا مکسچر بنا کر مولوی صاحب کو پلایا۔ ۶ بجے کے قریب بخار اس قدر ہلکا ہو گیا کہ مولوی مبارک علی نے چارپائی پر بیٹھ کر ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے گذاری۔

یہ ۲۷۔ اگست کا دن تھا اور وہی دن تھا جس میں مبارک علی کو جواب سنانا تھا۔ ادھر عید گاہ میں چار بجے سے پہلے ہی ایک طوفان عظیم برپا ہوا تھا۔ قاصد پر قاصد اور بلاوے پر بلاوا چلا آتا تھا برہان الدین نے یہ کہا کہ پہلے مولوی صاحبان سے کمی بیشی مضمون کی نسبت فیصلہ کر لینا چاہیے۔

(جب فیصلہ یہ تھا کہ کوئی مناظر کی مدد نہیں رہے گا نہ اشارے کنائے سے، بلکہ وہ خود ہی جو کچھ کر سکتا ہو کہے گا، تو اس کا مطلب یہ تھا کہ مولوی محمد ابراہیم نے جو کچھ کہا، خواہ پہلے ہی لکھا ہوا ہی پڑھا وہ انہوں نے بغیر کسی کی مدد کے سب کے سامنے پڑھا، اب مبارک علی کا یہ کہنا کہ میں اس کا جواب کل کو لکھ کر دوں گا، تب

ہی درست ہوسکتا تھا کہ اس وقت سے صبح جوابی پرچے کی تکمیل تک وہ تنہاء رہیں، کوئی ان کے ارد گرد آس پاس نہ ہو، اگر ہوتو وہاں منصف ثالث میر مجلس اور مخالف مناظر یا اس کا نمائندہ بھی موجود ہو، تا کہ یہ یقینی بنا یا جاسکے کہ مبارک علی کو جوابی پرچہ لکھتے ہوئے کسی نے کوئی مدد نہ دی۔ بہاء)

اور ہماری جماعت کے لوگ مولوی صاحبان کی اس حرکت بے جا کا عام طور پر اعلان کر دیں شاید اگر اس امر کے فیصلہ تک مولوی مبارک علی کو کچھ صحت ہوگئی تو وہ خود جا کر مضمون سنا دیں گے

(اور مولوی صاحب نے اپنا سارا لکھا ہوا نہیں پڑھا تھا بلکہ جستہ جستہ پڑھا تھا۔ اور ایک گھنٹے میں ختم کر دیا جب کہ ابھی مزید دو تین گھنٹے باقی تھے، انہوں نے یہ تلخیص اسی لئے تو کی تھی کہ مولوی مبارک علی اسی مجلس میں بغیر کسی کی مدد کے جواب دیں اور اگلے دن کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اور جہاں مضامین میں کمی بیشی کا تعلق ہے قادیانیوں کو کیا پتہ، کیونکہ انہوں نے تقریر کو ٹیپ ریکارڈ تو نہیں کیا، نہ ہی انہوں نے تقریر کو لفظ بلفظ نوٹ کیا، بلکہ تقریر میں سے بعض نوٹ لئے تھے جیسا کہ خود انہیں اقرار ہے۔ اور اس بات کا بھی کیا ثبوت کہ جو نوٹ انہوں نے لئے تھے وہ واقعی تھے، اور انہوں نے سمجھ کر صحیح باتیں نقل کی تھیں یا غیر واقعی تھے اور انہوں نے مولوی ابراہیم کی باتوں کو سمجھنے میں غلطی کی ہو اور یوں نوٹ ہی غلط ہوں۔ اسی لئے تو ابراہیم صاحب نے کہا تھا کہ تمہیں لکھنے کی کیا ضرورت ہے، میں خود تمہیں حسب وعدہ تقریر کی کاپی دے دونگا۔ اور پھر مرزائیوں نے یہ نوٹ اختتام تقریر پر مولوی ابراہیم کو نہیں دکھائے اور نہ ہی میر مجلس وغیرہ کو، تا کہ ثابت ہو جاتا کہ انہوں نے وہی کچھ نقل کیا ہے جو مولانا نے فرمایا ہے۔ بہاء)

ورنہ کسی شخص کو سنانے کے لئے کھڑا کر دیا جائے گا (یہ کام اس سے پہلے کیوں نہیں ہوسکتا، اگر جواب تیار ہے، تو سامعین کو مولوی مبارک علی کی خرابی صحت کا حال بتا کر اسی وقت کسی اور سے سنوایا جا سکتا ہے ۔بہاء) مگر پہلے اس خیانت کا تصفیہ ہونا چاہیے اور تحصیل دار صاحب کو بھی دوبارہ اس پر مطلع کیا گیا تحصیل دار نے مولوی ابراہیم سے ان کی اس تبدیل وتحریف کے بارے میں باز پرس کی تو آپ نے طوعاً وکرہاً مان لیا کہ ہاں ضرور کچھ مضمون جلدی کے سبب سے درج نہیں ہوسکا تب تحصیل دار نے آپ کو بہت کچھ نادم کیا اور آپ کی اس حرکت ناشائستہ پر آپ کو ملزم ٹھہرایا مگر عوام تک ابھی یہ بات نہ پہنچی تھی، اس لئے جماعت احمدیہ کے چند تعلیم یافتہ لوگوں کو عین جلسہ میں بھیجا گیا اور مولوی ابراہیم سے عام لوگوں میں بہت کچھ رد و بدل کے بعد تسلیم کرایا گیا کہ آپ نے کل کے سنائے ہوئے مضمون میں سے اس قدر مضامین خیانت کے طور پر چھپا لئے ہیں اور ان تمام نوٹوں پر جو آپ کی تقریر سے لئے گئے تھے اور آپ کے مرسلہ مضمون سے خارج تھے تحصیل دار کی فہمائش سے اور

عام لوگوں کے سامنے تسلیم کرایا گیا اور اعلان کیا گیا کہ یہ آپ کی خیانت ہے تب تو مولوی ابراہیم کو مارے خجالت کے موت کا سامنا ہو گیا اور اس قدر آپ عرق شرم میں ڈوبے کہ پانی پانی ہو گئے ۔ مگر اس خجالت کا آپ پر ایک فوری اثر تھا بعد میں پھر آپ نے اپنا سر جھاڑ کر صافہ باندھ لیا

(حالانکہ یہ وہی مضمون ہے جس پر مولانا ابراہیم نے ۶ سال بعد لاہور میں مرزا صاحب کو آخری چیلنج دیا تھا، اور جسے انہوں نے قبول نہ کیا اور محمد احسن امروہی کو حکم دیا کہ وہ ابراہیم سے گفتگو کریں ۔ مرزا صاحب تو اگلے روز چل بسے لیکن قادیانیوں کے احسن المناظرین، مرزا صاحب کے حکم کے باوجود زندگی بھر مولانا ابراہیم کے سامنے اس مسئلے پر گفتگو کے لئے نہ آ سکے ۔ اور یہی مسئلہ ہے جس پر قادیانیوں کے اعیان اور مبارک علی کے بڑے مثل محمد احسن امروہی ، مولوی محمد علی لاہوری حسب الحکم حکیم نورالدین خلیفہ قادیان، نواب رامپور کے مواجہہ میں مولانا ثناء اللہ کے سامنے آئے تھے اور بڑے بے آبرو ہو کر مناظرہ نامکمل چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے ۔ اس پس منظر میں مرزائیوں کا یہ کہنا کہ مولانا میر پانی پانی ہو گئے، کیا حقیقت رکھتا ہے ۔ یہ مناظرہ شروع اگست کی بات ہے جو پنجاب میں شدید گرمی کا موسم ہوتا ہے ۔ اتنی گرمی اور پسینے میں مولانا نے شائد کسی موقع پر پسینہ صاف کرنے کیلئے عمامہ وغیرہ اتارا ہو گا جس کا مطلب قادیانیوں نے شرم سے پانی پانی ہونا، بتا دیا ۔ بہاء) ۔

اور اس خیانت کے اظہار کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس چھپائے مضمون کا جواب مولوی مبارک علی لکھ چکے تھے پس اس کا اظہار اگر اس وقت نہ کیا جاتا تو مولوی ابراہیم کو اس عذر کی گنجائش ہو جاتی کہ یہ میری باتوں کا جواب نہیں ہے اور نہ یہ باتیں میرے تحریری مضمون میں درج ہیں

(یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ مبارک علی کے پاس پہلے سے لکھا ہوا کچھ سامان موجود تھا جو وہ گذشتہ روز احباب کے ساتھ گفتگو میں بھی بیان کر چکے تھے اور اسی طرح چند دیگر نوٹ جو قادیانی مناظرین کے پاس عموماً موجود ہوتے تھے، اس روز محمد ابراہیم کا پرچہ آنے سے پہلے مرتب کر رکھے تھے ۔ لیکن جب پرچہ آیا تو معلوم ہوا کہ ان کے نوٹ تو بیکار ہیں، پرچے میں تو ایسی چیزیں ہیں جن کا مرزائیوں کے پاس جواب ہی نہیں، تو بخار بھی چڑھ آیا، اور بھاگ دوڑ بھی شروع ہو گئی کہ تقریر میں یہ نہیں تھا اور وہ نہیں تھا ۔ اور پرچہ میں یہ کچھ ہے جو تقریر میں نہیں تھا ۔ مبارک علی جواب دینے کے قابل ہوتے تو کہتے کہ ٹھیک ہے کہ یہ باتیں تقریر میں نہیں تھیں لیکن چونکہ اب یہ تحریر میں آ چکا ہے اس لئے اس کا جواب لکھا جاتا ہے ۔ اگر اس کے برخلاف وہ نکات جن پر اعتراض ہے کہ تقریر میں نہیں تھے، کسی اور موقع پر کوئی اور مسلمان مناظر مرزائیوں کے سامنے رکھ دیتا تو ان کا کیا جواب ہوتا ۔ کیونکہ جو ایک اعتراض ایک دفعہ سامنے آ گیا، وہ آج نہیں کل دوبارہ سامنے آ جائے گا ۔ بہاء)

مگر اس کاروائی کے اثنا میں ابھی تک مولوی مبارک علی کی طبیعت نڈھال تھی اور بخار میں کوئی بھی خفت پیدا نہ ہوئی تھی اس لئے پہلے مہر بہاول بخش ذیلدار کو مولوی صاحب کا معائنہ کرایا گیا تب انہوں نے تحصیل دار کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی مبارک علی بعارضہ تپ شدید بیمار ہیں اور مضمون سنانے کے لئے نہیں آسکتے لیکن مضمون تیار ہے۔ اس پر تحصیل دار نے میاں دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر اور چودھری غلام قادر سب رجسٹرار اور راجہ خان بہادر خان کو مولوی مبارک علی کی بیماری کی تصدیق کے لئے بھیجا۔ اول الذکر نے تو مولوی صاحب کی حالت دیکھ کر نہایت ہمدردی ظاہر کی اور کہا کہ واقعی اس وقت مولوی صاحب کی حالت شدت تپ کی وجہ سے دگرگوں ہے، اور ضعف و ناتوانی حد سے زائد ہے، مگر آخر الذکر ہر دو صاحبان نے بہت تیز زبانی کی اور راجہ خان بہادر خان صاحب نے مولوی مبارک علی سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کو اور بیماری تو کوئی نہیں آپ صرف جواب نہیں دے سکتے اس لئے بیمار بن بیٹھے۔

اس وقت مولوی (مبارک علی) صاحب کے تمام کپڑے پسینہ میں تر تھے، اور لحاف کے سہارے سے چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ راجہ خان بہادر خان صاحب کی بات کا آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ میں آپ کی زبان کو نہیں تھام سکتا، اور میرا حال میرا خدا ہی جانتا ہے۔ تب راجہ صاحب نے کہا کہ ایک معمولی تپ ہے، اس میں آپ اس قدر نڈھال کیوں ہو گئے ہیں؟ چل کر مضمون سنا دیجئے۔ اس کے جواب میں شیخ معراج دین نے راجہ صاحب سے کہا کہ آپ تھوڑی دیر گھوڑے پر چڑھنے سے دو دو گھنٹہ تک اپنے نوکروں سے دبواتے اور چاپی کرایا کرتے ہیں، یہ تو تپ شدید ہے اس کی کیفیت اسے ہی معلوم ہوتی ہے جسے چڑھتا ہے۔ اس پر چودھری غلام قادر نے کہا کہ مولوی صاحب کو اس وقت بخار نہیں، آپ کا بدن سرد ہے ہاں پسینہ آیا ہوا ہے، میں ڈاکٹر صاحب کو لاتا ہوں اور دس روپیہ فیس بھی دونگا، اگر مولوی صاحب کو بخار ہوا تو سو روپیہ ہرجانہ بھی دوں گا۔ تب ڈاکٹر شیخ عبداللہ نے فرمایا کہ آپ ضرور ڈاکٹر کو لائیں اور مولوی صاحب کا ملاحظہ کرائیں اور کچھ جیب سے بھی نکالیں اور جس طرح پر چاہیں بیماری کی تصدیق کرائیں۔ اس رد و بدل کے بعد دوبارہ میاں دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر نے فرمایا کہ مولوی صاحب کو ضرور بخار ہے اور ان کی حالت کہہ رہی ہے کہ وہ اس وقت سخت ناتواں ہیں، مجبور نہیں کرنا چاہیے۔

تب یہ لوگ جلسہ میں واپس گئے اور سب سے پہلے جیسا کہ سراج الاخبار بیان کرتا ہے چودھری غلام قادر نے خلاف بیانی کا ثواب لیا اور پھر شاید راجہ خان بہادر خان نے بھی ان کی تائید

کر کے اپنی عقبی کو سنوارا۔ ہاں میاں دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر نے جو کچھ دیکھا تھا صاف صاف بیان کر دیا، اسی لئے سراج الاخبار نے ان کی شہادت کو اپنے حق میں غیر مفید سمجھ کر اپنے بیان میں درج نہیں کیا (جب تین میں سے دو کی شہادت ایک طرف ہو جائے تو تیسرے کو پوچھتا ہی کون ہے۔ فیصلہ تو کثرت تعداد سے ہو جاتا ہے۔ بہاء) اور چودھری غلام قادر صاحب معہ ڈاکٹر و ایک سو روپیہ ہرجانہ کے ابھی تک تشریف لا رہے ہیں۔ افسوس کہ ان کی فضول گوئی کا نتیجہ کیا ہوا۔

(یعنی وہاں یہ کہا گیا کہ مبارک علی نہیں آسکتے، یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ ان کے تشریف نہ لا سکنے کے سبب ہم برہان الدین اور کسی اور کی زبانی وہ پرچہ سنا دیتے ہیں جو مبارک علی نے لکھ رکھا ہے۔ یعنی مناظرہ ختم۔ اب مخالف علماء چاہے تو چلے جائیں چاہے تو کسی اور تقریب کا انعقاد کر لیں۔ بہاء)

اس کے بعد ہر دو مولوی صاحبان یعنی ابراہیم سیالکوٹی و کرم الدین نوبت بہ نوبت ممبر پر چڑھے اور اس موقع کو غنیمت سمجھ کر وہ وہ ہفوات اور ہزلیات اور الزامات اور خرافات منہ سے نکالے کہ الامان الامان۔ ان کی بکواس کے سبب سے کوئی جماعت احمدیہ کا ممبر وہاں نہ بیٹھ سکا۔

(یعنی سب بھاگ گئے۔ کسی نے یہ نہ کہا کہ ٹھہرو ہم جواب لے آتے ہیں اور سنا دیتے ہیں۔ بہاء)

کیونکہ مرزا صاحب اور ان کی پاک جماعت کی نسبت اہانت و تحقیر کا کوئی دقیقہ اس وقت مولوی صاحبان نے اٹھا نہ رکھا تھا۔

(تو کیا ان کے قصیدے پڑھتے۔ یہی کہا ہوگا کہ مرزائی شکست کھا گئے ہیں۔ بہاء)

اور یہ بھی شرم نہ کی کہ تعلیم یافتہ لوگ اور خصوصاً حکام انتظام ہماری نسبت کیا رائے لگائیں گے اور ہماری تہذیب اور شائستگی پر کس قدر نفرین کریں گے۔ غرض مولوی صاحبان ایک ہی دھن میں لگے اور ممبر پر چڑھ کر جہاں قال اللّٰہ و قال الرّسول کا ذکر ہونا چاہیے تھا ہجو قبیح اور کذب صریح کے گیت گاتے اور قصیدے پڑھتے رہے اور اپنی طرف سے اس یک طرفہ کاروائی پر اپنی ظفر کا ڈنکہ بجایا....(اخبار الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۳۔۱۵؛ الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۳۔۱۴)

اس کے بعد اڈیٹر الحکم نے بتایا کہ مولوی مبارک علی وہاں پہنچ گئے، اور انہوں نے مضمون سنایا، اور انہوں نے مسلمانوں کے دلائل کی دھجیاں بکھیر دیں وغیرہ وغیرہ....

معاہدہ تو یہ تھا کہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھا جائے، کوئی کسی کو اشارہ وغیرہ نہیں کرے گا۔ یہاں سامنے بیٹھ کر تقریر کرنے کی، یا لکھنے، کی بجائے، رات بھر کی مہلت لی گئی (حالانکہ نوٹس ان کے پاس موجود تھے، پھر اگلا دن گھر میں رہے، نہ معلوم کس کس کی مدد شامل حال رہی، مضمون مکمل نہ ہوا، تپ شدید

ہوگیا، مزید مہلت مل گئی، پھر ثالث آ گئے، دونے رپورٹ دی کہ مبارک علی جلسے میں آ سکتے ہیں اور تقریر پڑھ سکتے ہیں۔لیکن آپ نہ آئے، اور نہ کہا کہ کوئی اور پڑھ دے، یوں مناظرہ ختم ہوا۔ مخالفوں نے فتح کے ڈنگے بجا دیئے۔ ماحول ہی ختم ہوگیا، کہ اس دوران مولوی مبارک علی نہ معلوم کس کس کی مدد لے کر ایک مضمون تیار کرنے کامیاب ہو گئے اور افتاں خیزاں مشتے بعداز جنگ کا نظارہ دکھاتے ہوئے میدان عید گاہ میں آ وارد ہوئے۔مرنے کے بعد دوائی کا کام؟ مناظرہ تو ختم ہو چکا، اب انہوں نے سنانا شروع کردیا، اور کہا جاتا ہے کہ لوگ حیران ہوکر مولوی مبارک علی کا چہرہ تکتے جا رہے تھے کہ اتنا بڑا فاضل اور اتنی عمدہ باتیں۔لیکن کسی ایک نے بھی اٹھ کرنہیں کہا آپ سچے ہیں اور میں مرزا پرایمان لاتا ہوں۔ جو کچھ پڑھا وہ وہی باتیں تھیں اور آج تک مرزا صاحب اوران کے مرید کہتے اور لکھتے چلے آ رہے تھے کہ یہ ہے اور وہ ہے، اور جن کے دندان شکن جوابات اہل اسلام کی طرف سے بار بار دیئے جا چکے تھے۔ حیات مسیح کی بحث، اور توفی بحث کی وہی تو ہے جس کو دلائل ختم ہونے پر مرزا صاحب دہلی کی بحث نامکمل چھوڑ کر چلے آئے تھے، توفی کی بحث پر انعامی چیلنج وہی ہے تو ہے جس کا جواب مولانا بٹالویؒ، پیر مہر علیؒ اور کئی دیگر حضرات دے چکے تھے اور بعد میں بھی علماء دیتے رہے ہیں اور ابراہیم صاحب نے بھی شہادۃ القرآن میں دیا ہے اور مولانا ثناءاللہ نے مباحثہ مونگ میں بھی مرزائیوں سے کہا تھا کہ لاؤ! رکھو ہزار روپیہ اور ثالث مقرر کر کے مناظرہ کرو، اور جس کے جواب میں مرزائی؛ اس طرح سوئے کہ گویا مر گئے ..اور حافظ عنائت اللہ وزیرآبادی نے بھی جواب دیا تھا اور اس موضوع پر کتاب بھی لکھ دی تھی۔ابھی حال ہی میں مولانا رفیق سلفی آف راہوالی نے بھی دیا اور مرزائیوں سے ہزار روپیہ بھی وصول کیا ہے جس نوٹ کی تصویر بھی اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ یہ داستان ہم کسی اور جگہ انشاءاللہ بیان کریں گے۔ بہاء)

مرزا قادیانی کا حج البیت

مرزا صاحب بقول خود رئیس قادیان تھے، وسیع زرعی وسکنی جائیداد کے مالک تھے۔ہزاروں روپئے کے زیورات کے مالک تھے۔ ہزاروں روپیہ ماہوار چندوں سے ان کی آمدنی تھی، کتب فروش تھے اور انکی اپنی تصانیف بار بار شائع ہوکر ان کی جماعت میں ہاتھوں ہاتھ خرید لی جاتی تھیں، باغ اور زمین سے مستقل سالانہ آمدنی تھی، اس لئے اپنے بڑے بھائی کی وفات کے بعد سے اپنی موت تک مالی طور پر ان کی یہ حیثیت تھی کہ وہ فریضہ حج ادا کریں۔لوگ ان پر اعتراض

کرتے تھے کہ وہ حج کیوں نہیں کرتے؟ تو اگر چہ وہ دوسرے عذر پیش کرتے تھے کہ راستہ کا امن نہیں ، جان محفوظ نہیں ، دیگر ضروری کاموں میں مصروف ہوں ، لیکن کبھی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں مالی طور پر تہی دست ہوں۔ حج پر جانے کی دوسری وجوہات کا جہاں تک تعلق ہے، ان میں کبھی تو ان کی صحت کی خرابی بیان کی جاتی ہے، کبھی قتل خنزیر وغیرہ دیگر ضروری کاموں میں مصروفیت، کبھی راستے میں امن کا فقدان اور خطرہ جان و آبرو کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جہاں تک خطرہ جان و آبرو کا تعلق ہے مرزا محمود نے حکیم نورالدین کے عہد خلافت میں با امن حج کرنے اس وجہ کا بخیہ ادھیڑ دیا۔ اگر مرزا محمود با امن وہاں جا سکتا ہے، اور صحیح سالم واپس آ سکتا ہے جب کہ قادیانیت کے خلاف مسلمانوں کے جذبات دنیا بھر میں نسبتاً زیادہ برانگیختہ تھے اور کفر کے فتوے بھی زیادہ لگ چکے تھے اور ان کی اشاعت بھی زیادہ وسیع پیمانے پر ہو چکی تھی ، تو قادیانیت کے ابتدائی دور میں جب فتوے بھی اتنے زیادہ نہیں تھے، بلکہ ۱۸۹۱ء سے پہلے تو کوئی ایسی بات ہی نہ تھی ، تو اس دور میں مرزا صاحب کو جان و مال کا کیا خطرہ ہو سکتا تھا کہ حج جیسا فریضہ ترک کر دیا جاتا۔ جہاں تک صحت کا تعلق ہے تو مرزا صاحب ہمیشہ سفر کرتے رہے، لاہور، گورداسپور، سیالکوٹ، ملتان ،جہلم ، دہلی ،علی گڈھ ، لدھیانہ، ہوشیارپور، پٹیالہ وغیرہ ان کا عام آنا جانا رہا۔ کسی بیماری نے ان کا راستہ نہیں روکا۔ وہ تشریف لے جاتے اور بعض مقامات پر ہفتوں اور مہینوں کے حساب سے قیام کرتے ، حج کا سفر بھی اگر ان کی نیت ہوتی تو اپنی بیماریوں کے باوجود کر سکتے تھے۔

جہاں تک دیگر ضروری کام مثل خنزیروں کے قتل کا تعلق ہے، یہ ایسا مبہم بہانہ ہے کہ کبھی اس کی صحیح وضاحت ہو ہی نہیں سکتی۔ خنزیروں کے قتل سے ان کی کیا مراد تھی؟ اگر پادریوں کا خاتمہ تھا، تو انہوں نے کتنے پادری ختم کئے۔ دنیا میں اس وقت لاکھوں پادری تھے، اور جو اپنی موت سے مرتے تھے ان کی جگہ نئے آجاتے تھے۔ کیا مرزا صاحب کا مطلب ان ہزاروں لاکھوں پادریوں کی جڑ مارنا تھا؟ اگر ایسا تھا اور انہیں یقین تھا کہ آخر کار وہ ایسا کر لیں گے، تو یہ دیوانے کی بڑ تھی، نہ ان کی زندگی میں پوری ہوئی اور نہ ہی آج تک پوری ہوئی ، اگر ان کی مراد خنزیروں سے اپنے عام دشمنوں یعنی مسلمانوں عیسائیوں ہندوؤں سکھوں کے علماء پنڈتوں گیانیوں پادریوں کا خاتمہ تھا جو ان کے خلاف آواز اٹھاتے تھے، تو یہ بھی ایک دیوانے کا خواب تھا، جو نہ ان کی زندگی میں پورا ہوا، نہ آج تک کبھی پورا ہوا۔ اگر یہ نہیں، تو معلوم نہیں وہ خنزیروں کے قتل سے کیا مراد رکھتے تھے کیونکہ انہوں نے کوئی سور بھی کبھی نہیں مارا حالانکہ وہ فرماتے تھے کہ لوگ مسیح موعود کو سور مار سمجھتے ہیں۔

غرض حج نہ کرنے کے جو عذرات مرزا صاحب بیان کیا کرتے تھے ان کی حیثیت من حرامی حجتاں ڈھیر والی مثال تھی ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح عمرہ یا حج کریگا، مدینہ بھی آئے گا۔ اگر مرزا صاحب مسیح ہوتے تھے تو اللہ تعالی ان تمام عذرات کو ختم کرا دیتا جو بقول ان کے حجاز جانے کی راہ میں حائل تھے ۔ ان کا حجاز نہ جا سکنا اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ آپ وہ مسیح نہیں ہیں جن کی آمد کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے ۔ شائد اسی لئے علماء اسلام مرزا صاحب بار بار چیلنج کرتے تھے کہ حج کر کے دکھاؤ ۔ انہیں دعوت دیتے تھے کہ چلو ہمارے ساتھ چلو، ہم خرچ بھی دے دیں گے، اور دعوی سے کہتے تھے کہ مرزا صاحب چونکہ مسیح نہیں ہیں اس لئے وہ حج نہیں کرسکیں گے ۔ مرزا صاحب یہ باتیں سنتے، اور مسکرا کر خاموش ہو جاتے، خود ان کے مرید بھی ان سے درخواست کرتے کہ حضور حج کر ہی لیں تا کہ لوگوں کا اعتراض تو ختم ہو اور ہمیں قادیانیت کی دعوت و تبلیغ میں آسانی ہو جائے، لیکن مرزا صاحب ایسے لوگوں کو بھی ادھر ادھر کی باتوں میں الجھا کر خاموش کر دیتے ۔ الحکم اور بدر کے فائلوں میں ایسے کئی واقعات اور بیانات پڑھنے کو ملے ہیں جو ہماری اس بات کی وضاحت کرتے ہیں اور ان میں سے چند اقتباس ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں

❁ اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ ۲ مارچ ۱۹۰۳ء کو صبح کی سیر کے دوران ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرے ایک دوست نے لکھا ہے کہ تم تو حج کرنے کو گئے ہوئے ہو مگر ہمیں بھلا دیا۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا اصل میں جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں ان کی خدمت میں دین سیکھنے کے واسطے جانا بھی ایک طرح کا حج ہی ہے ۔ حج بھی خدا تعالی کے حکم کی پابندی ہے اور ہم بھی تو اس کے دین اور اس کے گھر یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کے واسطے آئے ہیں ۔ آنحضرت ﷺ نے جو کشف میں دیکھا تھا کہ دجال اور مسیح موعود اکٹھے طواف کر رہے ہیں ۔ اصل میں طواف کے معنی ہیں پھرنا تو طواف دو ہی طرح کا ہوتا ہے ایک تو رات کو چور پھرتے ہیں یعنی گھروں کے گرد طواف کرتے ہیں اور ایک چوکیدار طواف کرتا ہے ۔ مگر ان میں فرق یہ ہے کہ چور تو گھروں کو لوٹنے اور گھروں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اور چوکیدار ان گھروں کی حفاظت اور بچاؤ اور چوروں کے پکڑنے کے واسطے طواف کرتے ہیں ۔ یہی حال مسیح اور دجال کے طواف کا ہے ۔ دجال تو دنیا میں اس واسطے پھرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ تا دنیا کو خدا کی طرف سے پھیر دے اور ان کے ایمان کو لوٹ لا جاوے مگر مسیح موعود اس کوشش میں ہے کہ تا اسے

پکڑے اور مارے اور اس کے ہاتھ سے لوگوں کے دین و ایمان کی متاع کو بچاوے غرض یہ ایک جنگ ہے جو ہمارا دجال سے ہو رہا ہے

(الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء ۔ ۱۰ ذی الحج ۱۳۲۰ھ ۔ ص ۱۲ ۔ ۱۳)

شحنہ ہند کے ضمیمہ میں کئے گئے چند اعتراضات کے جوابات لکھتے ہوئے کہا ہے کہ البدر میں ایک قادیانی مضمون نگار لکھتا ہے:

(شحنہ ہند کا مضمون نگار) حضرت مرزا صاحب کی نسبت لکھتا ہے کہ روح اللہ وکلمۃ اللہ کا خطاب کیوں نہیں اختیار کرتے؟ اسے شائد معلوم نہیں کہ یہ خطاب مسیح کو صرف یہودیوں کے اعتراض کے دفع کیلئے خدا تعالی نے مرحمت فرمایا کہ وہ باپ کے نہ ہونے کے سبب عیسیٰؑ کو (عیاذاً باللہ) شیطانی روح بتاتے تھے، اللہ تعالی نے روح اللہ کا خطاب دے کر وعدہ مطھّرك کو پورا کیا۔ آیا خیال شریف میں؟

حج کے لئے بار بار اعتراض کرنا شرافت سے بعید ہے جب من استطاع الیه سبیلاً پر آپ کا بھی ایمان ہے، کئی قسم کے موانعات ہیں جن کو تم لوگ نہیں سمجھ سکتے تو نہ سمجھو۔ یہ عبادت تو محض اللہ تعالی کی ہے انسان کا اس میں کیا دخل، اور اعتراض کرنے کا کیا حق۔

(نماز کوئی نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، تو کسی انسان کو اعتراض کا کیا حق کہ یہ عبادتیں تو خدا کے لئے ہیں۔ کوئی نیک اور پاک اور متقی ولی اللہ وغیرہ ہونے کا خیال رکھتا ہو اور نماز روزہ کا پابند نہ ہو تو کسی کو کیا اعتراض؟ یہ عجیب قادیانی منطق ہے۔ اعتراض تو یہ تھا کہ مرزا صاحب مسیح ہونے کے مدعی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح حجاز آئے گا حج یا عمرہ کرے گا، اس لئے مرزا صاحب کو حدیث کے مطابق اپنے آپ کو مسیح ثابت کرنے کے حج یا عمرہ کرنا چاہیے، اور اگر کوئی رکاوٹیں ہیں تو مرزا صاحب کے ارسال کنندہ کو وہ رکاوٹیں دور کر کے مرزا کو حجاز پہنچانا چاہیے، یہ رکاوٹیں خواہ مالی ہوں یا بدنی، یا کچھ اور۔ بہاء)

فج روحاء سے مراد پنجاب اور حج سے مراد قومی اصلاح و کسر صلیب سے مقصود ہے جو مسیح موعود کا سب سے اہم فرض ہے پہلے اس سے فراغت ضروری ہے۔ (مدینہ میں) قبر کا اعتراض جب تک حضور (مرزا) زندہ ہیں فضول ہے۔

(لیکن اب تو یہ اعتراض فضول نہیں رہا کیونکہ مرزا صاحب دنیا سے رخصت ہو کر قادیان میں

دفن ہو چکے ہیں۔ بہاء)

(حاشیہ میں بدر نے لکھا ہے کہ: آج تک خود بھی احمد حسن شوکت نے حج نہیں کیا نہ ان کے والد متوفی کو نصیب ہوا۔ پھر خدا جانے مرزا صاحب پر کیوں اعتراض ہے کبر مقتاً عند اللہ۔ اڈیٹر بدر کو شائد معلوم نہیں تھا کہ نہ احمد حسن شوکت کا مسیح موعود ہونے کا دعوی تھا نہ ان کے باپ کا۔ بہاء) (اخبار بدر قادیان یکم دسمبر ۱۹۰۳ء)

حکیم نورالدین صاحب سے مرزا صاحب کے حین حیات سوال ہوا:

مرزا صاحب حج بیت اللہ کیوں نہیں کرتے؟

جواب میں حکیم نورالدین نے فرمایا:

حج بیت اللہ میں امن شرط ہے۔ آج کل تو عام حاجیوں کے لئے بھی امن نہیں، اور امن میں مال اور جان دونوں داخل ہیں۔ آپ نے شائد سنا ہوگا کہ اس سال کتنے لاکھ روپئہ لے کر حاجیوں کو کس قدر دکھ دیا گیا ہے اور صدہا قتل بھی ہو گئے۔ اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسائیوں کی ایک جماعت (مسلمان ہو کر) بیت اللہ کا طواف کرے گی اور مسیح بھی ان کے ساتھ طواف کرے گا کیونکہ طواف بدون اسلام لانے کے عیسائیوں سے ناممکن ہے (اخبار الحکم قادیان ۱۷ فروری ۱۹۰۵ء۔ ۱۱)

(کتنے عیسائی مرزا صاحب پر ایمان لائے؟ پروپیگنڈہ تو یہ ہے کہ مرزا صاحب عیسائیت کی کمر توڑ دی، یورپ اور امریکہ میں احمدیت کے جھنڈے گاڑ دیئے، یورپ میں احمدی لٹریچر کے دریا بہا دیئے وغیرہ وغیرہ، کیا ان چند نو احمدی عیسائیوں کو ساتھ لے مرزا صاحب حج کے لئے نہیں جا سکتے تھے۔ بہاء)

جہاں تک بدامنی کے خوف، جان کے خوف، حرم کے مولویوں کے فتووں سے خوف کی بنا پر مرزا صاحب کے حج نہ کرنے کی معذرتیں کی جاتی ہیں، ان بہانوں کے غبارے سے اس وقت ہوا نکل گئی جب مرزا غلام احمد نے فرزند مرزا محمود احمد نے ۱۹۱۲ء میں حج کیا۔ مرزا محمود کے سفر حج کے حالات اخبار قادیان میں درج ہیں، اور: ابن مسیح داخل بیت الحرم ہوا کے مطلع کے ساتھ کسی قادیانی کی ایک نظم بھی درج ہے جس کا پہلا شعر یوں ہے

یہ مژدہ روح بخش خدا کی قسم ہوا ابن مسیح داخل بیت الحرم ہوا

از ڈاکٹر شیخ محمد حسین امرتسر (بدر ۱۲ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۸)

اور مرزا محمود کا خط اسی اخبار میں درج ہے جس میں مرزا محمود نے لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۷ نومبر کو میر صاحب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور عمرہ ادا کیا... تبلیغ کے متعلق بھی بڑی کامیابی معلوم ہوئی ہے۔ لوگ بڑے شوق سے باتیں سنتے ہیں۔ عام ضروریات اسلام اور سلسلہ کے متعلق میں لوگوں کو سناتا رہتا ہوں۔ کئی لوگوں نے اقرار کیا ہے کہ وہ غور کریں گے اور مجھ سے خط و کتابت کریں گے۔ اگر کوئی ان بلاد میں آکر رہے تو انشاء اللہ بہت کامیابی ہوگی کیونکہ تعصب اور حسد سے خالی ہیں۔

.... والسلام خاکسار مرزا محمود احمد (اخبار بدر قادیان ۱۲ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۳)

اور مرزا محمود کا ایک خط حکیم نورالدین کے نام یوں ہے:

سیدی و امامی و استادی۔ السلام علیکم

..کل بتاریخ ...مکہ مکرمہ پہنچ گئے ... مجھے مدت سے حج کی خواہش تھی اور اس کیلئے دعائیں بھی کی تھیں لیکن بظاہر کوئی صورت نظر نہ آتی تھی کیونکہ وہاں راستہ کی مشکلات سے طبیعت گھبراتی تھی اور یہ بھی خیال تھا کہ مخالفین کوئی شرارت نہ کریں ....کل عمرہ ہو گیا.. غلام چونکہ اب کم آتے ہیں اور بہت رکاوٹ ہے اس لئے بہت گراں ہیں اس لئے کم سے کم پانچ سو روپیہ کو ایک غلام آتا ہے ورنہ سات آٹھ سو کو آتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ بچوں کو عربی سکھانے کے لئے ایک عورت اگر ہو سکے تو ملازم رکھ لاؤں۔ نجد کی عورتیں جن کی زبان نسبتاً بہت سلیس ہے آج کل بکثرت مکہ میں آئی ہوئی ہیں کیونکہ ابن رشید نے ان کے دیار کو لوٹ لیا ہے۔ والسلام خاکسار مرزا محمود۔ (بدر ۱۹ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۲)

اور حج سے واپسی میں قادیان میں مرزا محمود کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں حکیم نورالدین نے بھی شرکت فرمائی۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے مرزا محمود نے فرمایا:

(دوران سفر حج) ایک دہریہ نے سوال کیا کہ پیر جماعت علی شاہ نے میرے سامنے کہا کہ مرزا صاحب فلاں تاریخ کو مر جائیں گے اور وہ اسی تاریخ کو مر گئے۔ پھر تم لوگ مرزا صاحب کو چھوڑ کر جماعت علی شاہ کو کیوں نہیں مانتے۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ مرزا صاحب کی نسبت بیس سال سے لوگ برابر پیش گوئیاں کرتے چلے آتے تھے اور ان کے لئے ایک نہ ایک دن مرنا بھی مقدر تھا۔ اس لئے یہ ضروری بات ہے کہ جب وہ مریں تو اس وقت بھی کسی نہ کسی کی پیش گوئی ضرور ہو (بدر ۳۰ جنوری ۱۹۱۳ء ص ۱۸)

مرزا صاحب تو ۴۰ سال سے کہہ رہے تھے کہ ان کی عمر ۸۰ سال کے گرد وپیش ہو گی، جیسا کہ بتایا جاتا ہے:

حضرت مرزا.. باوجود بیماری وضعف ونقاہت کے اپنے منصبی کام میں برابر مصروف ہیں .. باوجود کہ آپ کو مدام دوران سر وکثرت پیشاب ...کی سخت بیماریاں شامل حال رہتی ہیں ...گھر میں بھی آپ مدام کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے لکھتے ہیں اور قریباً آپ نے اپنی تمام تصنیفات اس طرح کھڑے ہو کر لکھی ہیں آپ کو یہ بیماریاں سن شباب سے لاحق ہیں جب آپ نے چالیس سال کی عمر میں بحکم ایز دی دعوی تجدید اسلام کا کیا تو آپ کو غم ہوا کہ مجھے خطرناک بیماریاں لاحق ہیں مبادا میں جس کام کے لئے بھیجا گیا ہوں وہ کامل نہ ہو اور میری موت پہلے آجائے تو آپ نے دعا کی جس پر آپ کو اللہ تعالی نے اطمینان دلایا کہ تجھے اسّی (۸۰) برس کے قریب عمر دی جائے یا کچھ زیادہ اور تیرا وقت ضائع نہ ہو گا اور تو اپنے کام کو پورا کر کے دنیا سے رخصت ہو گا۔

(الحکم ص ۱۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء)۔

یعنی ۱۹۰۷ء میں عمر کے اسّی (۸۰) برس یا اس سے زیادہ کا وعدہ موجود تھا۔ اور یہ کہ کام کی تکمیل کے بغیر موت نہیں آئے گی ۔ اور جولائی ۱۹۰۷ء میں مرزا صاحب نے دعوی کیا کہ خدا نے انکی عمر میں اضافہ کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ پھر کیا ہوا؟

یہ پیش گوئی کیوں نہ پوری ہوئی؟ مسلمانوں نے ان کے مرنے کی پیش گوئیاں ۲۰ سال پہلے سے نہیں کرنا شروع کی تھیں بلکہ یہ تو ۱۹۰۷ء کے لگ بھگ شروع ہوا جب ڈاکٹر عبدالحکیم نے جولائی ۱۹۰۷ء ۱۴ ماہ والی پیش گوئی کی ۔ اور پیر جماعت علی والی پیش گوئی تو مرزا کی زندگی کے آخری ہفتے کی بتائی جاتی ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے مرزا محمود احمد مدینہ شریف نہیں گئے، انہیں وہاں جاکر رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنے کا موقع نہیں ملا ورنہ مرزائی حضرات کہہ دیتے مسیح تو نہیں اس کے بیٹے نے سلام کہہ دیا۔ اور باپ کے متعلق پیش گوئیاں بعض اوقات بیٹوں کے ہاتھوں پوری ہوتی ہیں۔

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

ایک شخص نے عرض کی کہ مخالف مولوی اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب حج کو کیوں نہیں جاتے ۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا یہ لوگ شرارت کے ساتھ ایسا اعتراض کرتے

ہیں ۔آنحضرت ﷺ دس سال مدینہ میں رہے ۔صرف دو دن کا راستہ مدینہ اور مکہ میں تھا مگر آپ نے دس سال میں کوئی حج نہ کیا حالانکہ آپ سواری وغیرہ کا انتظام کر سکتے تھے ۔لیکن حج کے واسطے صرف یہی شرط نہیں کہ انسان کے پاس کافی مال ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا خوف نہ ہو وہاں تک پہونچنے اور امن کے ساتھ حج ادا کرنے کے وسائل موجود ہوں جب وحشی طبع علماء اس جگہ ہم پر قتل کا فتوی لگا رہے ہیں اور گورنمنٹ کا بھی خیال نہیں کرتے تو وہاں یہ لوگ کیا نہ کریں گے۔لیکن ان لوگوں کو اس امر سے کیا غرض ہے کہ ہم حج نہیں کرتے ۔کیا اگر ہم حج کرینگے تو وہ ہم کو مسلمان سمجھ لیں گے اور ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے ۔

اچھا یہ تمام مسلمان علماء اول ایک اقرار نامہ لکھ دیں کہ اگر ہم حج کر آویں تو یہ سب کے سب ہمارے ہاتھ پر توبہ کر کے ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں اور ہمارے مرید ہو جائیں گے ۔

اگر وہ ایسا لکھ دیں اور اقرار حلفی کریں تو ہم حج کر آتے ہیں اللہ تعالی ہمارے واسطے اسباب آسانی کے پیدا کر دے گا تا کہ آئندہ مولویوں کا فتنہ رفع ہو۔ ناحق شرارت کے ساتھ اعتراض کرنا اچھا نہیں ہے ۔ یہ اعتراض ان کا ہم پر نہیں پڑتا بلکہ آنحضرت ﷺ پر بھی پڑتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی صرف آخری سال میں حج کیا تھا

(اخبار الحکم ۱۷۔اگست ۱۹۰۷ء ص ۱۰)

مرزا صاحب کی زندگی کا بھی یہ آخری سال تھا کیونکہ اس بیان کے ۹ ماہ بعد آپ چل بسے تھے۔لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بیان کے وقت مرزا صاحب کو پختہ یقین تھا کہ موت ان کیلئے ہنوز دلی دور است والہ معاملہ ہے۔ابھی تو انہیں تیں پچیس سال اور زندہ رہنا ہے، ابھی تو محمدی بیگم سے ان کی شادی ہونا ہے، ابھی تو محمدی بیگم سے ان کی اولاد پیدا ہونا ہے، ابھی تو مزید چند خواتین مبارکہ سے ان کے نکاح ہونا ہیں اوران سے اولادیں ہونا ہیں، ابھی حج کا کیا موقع ؟

اورمرزا صاحب نے یہ تو فرما دیا کہ حج آنحضرت ﷺ نے زندگی کے آخری سال میں کیا، لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ مسلمانوں پر حج فرض کب ہوا تھا۔ کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ حج کی فرضیت آنحضرت ﷺ کی مدنی زندگی کے آخری برسوں ہی میں ہوئی ہے اس سے پہلے تو حج فرض ہی نہیں تھا۔

اورمولوی حضرات جب مرزا صاحب سے حج کرنے کا مطالبہ کرتے تھے توان کا مقصد یہ تھا

مرزا کے وہاں جانے سے مسیح موعود کی بہت سی نشانیوں میں سے ایک پوری ہوسکتی تھی۔

مرزا صاحب کی اس تحریر کا یہ مطلب بھی ہے کہ ان کے پاس حج کیلئے مالی وسائل بھی موجود تھے اور جسمانی طور پر بھی وہ یہ سفر کرنے کے قابل تھے۔

ایک قادیانی نے مرزا صاحب کی وفات پر لکھا ہے کہ

مرزا صاحب کی وفات آنحضرت ﷺ کے فرمودہ کے مطابق ہوئی (جیسا کہ)...

بخاری میں ابن عمرؓ سے روائت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حالت خواب میں طواف کر رہا ہوں کعبۃ اللہ کا۔ پس یکا یک ایک آدمی گندمی رنگت اور سید ھے بال والا ہے کہ گویا سر سے پانی ٹپکتا رہا ہے۔ قلت من ھذا؟ قالوا ابن مریم

اس حدیث میں دو دلیلیں ہیں جن سے حضرت مرزا کا مسیح موعود ہونا ثابت ہے۔اول تو ظاہر ہے کہ حضور کا رنگ گندمی تھا اور بال سید ھے۔

دوم دلیل ان حروف کے اعداد ہیں چنانچہ قلت من ھذا۔ ۱۳۲۶ھ میں حضرت مرزا کا سال وفات بتایا گیا۔آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کے رنگ میں اس مشاہدہ کو بیان فرمایا کہ ۱۳۲۶ھ میں جب فرشتے اس شخص کو لے کر آسمان میں میری ملاقات کریں گے تو میں فرشتوں سے پوچھونگا کہ یہ کون ہے جیسا کہ معراج کی رات کو مشاہدہ انبیاء پر آپ ﷺ نے جبریلؑ سے استفسار فرمایا تب وہ جواب دینگے کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔

اور اگر اس سارے جملے یعنی قلت من ھذا؟ قالوا ابن مریم کے اعداد جمع کریں تو ۱۸۰۶ء ہوتے ہیں جس میں ان لوگوں کو جو الفاظ پرست نہیں بلکہ معنوں اور حقیقت پر نگاہ رکھتے ہیں سمجھایا گیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جس شخص کو طواف کعبہ میں دیکھا وہ مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود (۱۸۰۶ء) ہے کیونکہ اس جملہ کے اعداد بھی ۱۸۰۶ء ہیں۔ پس ہمارے مخالفین کو چاہیے کہ وہ اپنی موت کو یاد کر کے احادیث مندرجہ بالا کے مطالب و معانی پر غور کریں. کرم داد احمدی از دولمیال

(اخبار بدر قادیان ۱۳۔اگست ۱۹۰۸ء ص ۸)

آنحضرت ﷺ نے تو خواب میں ابن مریم کو طواف کرتے دیکھا ہے۔ مرزا غلام احمد کو تو حجاز جانا ہی نصیب نہیں ہوا۔

قلت من ھذا کے اعداد اگر ۱۳۲۶ ہیں تو قالوا ابن مریم کے اعداد ۴۸۰ ہونگے

جب کہ ایسا فقرہ ہونا چاہیے تھا کہ جس کے اعداد ۱۳۰۰ ہوتے ۔ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے برابر ہوتے ۔ویسے اعداد کا یہ کھیل قادیانیوں کو طفل تسلیاں دینے کا اچھا طریقہ ہے۔

مرزا قادیانی کا ارادہ حج

مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ (نصرت بیگم) نے کہ ایک دفعہ آخری ایام میں حضرت مسیح موعود نے میرے سامنے حج کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ چنانچہ میں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی طرف سے حج کروا دیا۔ (سیرۃ المہدی جلد اول، روایت نمبر ۵۵)

یہاں سوال حج بدل کا نہیں، بلکہ اس حج کا ہے جو احادیث کی روشنی میں مسیح کی ایک نشانی ہے۔ اور بیگم مرزا نے جس سے حج بدل کروایا وہ تو مسیح یا مثیل مسیح نہیں تھا، حتی کہ وہ ابن المسیح بھی نہیں تھا۔

نیز اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر مرزا صاحب نے حج کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور یہ کن فیکون والا الہام بھی موجود تھا، اور مرزا صاحب کا یہ بھی کہنا تھا کہ خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی تمام مرادیں پوری کرے گا۔

اس خانگی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا ارادہ عملی جامہ پہن نہ سکا، یعنی ان کی مراد پوری نہ ہوئی، اور کن فیکون والا الہام بھی سچا ثابت نہ ہوا۔

نیز یہ کہ جب مرزا صاحب نے ارادہ کر لیا تھا تو دعا کی بھی ہوگی کہ اے اللہ حج کروا دے۔ لیکن خدا تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ محمد حسین بٹالویؒ، قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، اور پیر مہر علی گولڑویؒ کی پیش گوئیاں پوری ہوں کہ مرزا صاحب کو حج نصیب نہیں ہوگا اس لئے مرزا کی دعا قبول نہ ہوئی۔

مرزا قادیانی کا لیکچر سیالکوٹ میں

مرزا غلام احمد قادیانی اکتوبر۔نومبر ۱۹۰۴ء میں اپنے مریدوں کی دعوت پر سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے جہاں انہوں نے ایک لیکچر بھی دیا جس میں کرشن ہونے کا دعویٰ فرمایا جیسا کہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم قادیانی مسیح تو سنتے رہے مگر قادیانی کرشن جی نہیں سنا۔ یہ وہی حضرت قادیانی مسیح ہیں۔ بقول استاد

قیامت کے مفتن ہو غضب کے دلر باتم ہو
خدا جانے پری ہو، حور ہو، انسان ہو، کیا تم ہو

آپ کا نزول اجلال سیالکوٹ میں ۲۷۔ اکتوبر بوقت ۶ بجے شام کے ہوا۔ چونکہ تشریف آوری کے پہلے چندروز علمائے کرام نے آپ کی تشریف آوری کی خبر عوام کے کانوں تک پہنچا دی تھی ،گردونواح سیالکوٹ کے علماء اپنا فرض منصبی پورا کرنے کو چند روز پہلے ہی رونق افروز تھے اورخوب زور شور سے آپ کی آؤ بھگت مناسب الفاظ میں کررہے تھےاورچشم براہ تھے کہ ناگاہ گاڑی قریب سٹیشن سیالکوٹ پہنچی ۔ پھر کیا تھا

انگلیاں سروا ٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

دیکھتے ہی نعرہ لعنت بلند ہوا ۔ تمام ریلوے سٹیشن اور باہر کا میدان جس میں تقریباً دو اڑھائی ہزار آدمی ہوں گے، پر تھا۔ جدھر کو حضور (مرزا قادیانی) کی گاڑی جاتی تھی لعنت کے چیرز اورنعرے بلند ہوتے تھے۔ خاک اڑائی جاتی تھی۔ خیر بصد شکرانہ آپ فرودگاہ تک تشریف لے گئے۔اس واقعہ کومرزا جی کے لیکچر کے سرورق کے صفحہ۲ پر یوں لکھا گیا ہے کہ: تقریباً پینتیس چالیس ہزار ہندومسلمان استقبال کو آئے تھے اور بہت سے لوگوں نے اس خوشی میں روشنی کی تھی ۔

حالانکہ تمام شہر سیالکوٹ کی مردم شماری تقریباً ۴۰ ہزار ہے جن میں ہندو، مسلمان ، چوہڑے، چمار، زن ومرد، بوڑھے، جوان، بالغ ،نابالغ سب شامل ہیں ۔ روشنی کا یہ عالم تھا کہ خاک اور دھول کے اڑنے سے ایک اندھیرے کی صورت پیدا ہورہی تھی ۔ کاش اس روز بادل ہی چمکا ہوتا تو ہم سمجھتے کہ مرزا جی کی خاطر آسمان پر روشنی ہوئی ہے جیسا کہ خود ان کا خیال ہے۔ چنانچہ ۱۱مئی ۱۹۰۳ء کے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ

آج جو میں بیماری سے اٹھ کر باہر آیا ہوں اور بادل چمک رہا ہےاور بارش بھی کسی قدر ہورہی ہے۔ یہ اسی طریق سے ہے جو بادشاہوں کے آنے پر سڑکوں پر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے اور آتش بازی چھوڑی جاتی ہے اسی طرح ہماری باہر تشریف آوری کی وجہ سے آسمان پر چھڑکاؤ ہوا ہےاور آتش بازی چھٹی ہے۔ (حاضرین) سبحان اللہ جل جلالہ امام الزمان کی برکت ہے مگر شقی ازلی ایسے صریح معجزات بھی دیکھ کر بدنصیب رہے۔

خیر خدا خدا کر کے حضرت (مرزا) فرودگاہ تک پہنچے اور لیکچر لکھنے میں مشغول

ہوئے۔ ۲ نومبر کی تاریخ لیکچر کے لئے تھی ۔لیکچر کیا تھی وہی معمولی شاعروں کی طرح بطور تشبیب چند لفظوں میں اسلام کی تعریف، پھر آریوں سے دو چار ہو کر اپنی تعریف کہ میں ایسا ہوں، یہ ہوں، میں وہ ہوں۔

ہاں ایک نئی بات لیکچر میں کہی گئی جو اس سے پہلے نہ سنی گئی تھی ۔جس کا خود حضرت کو بھی اقرار ہے کہ آج سے پہلے میں نے یہ بات ظاہر نہیں کی تھی یعنی آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے تو مسیح موعود ہو کر آیا ہوں مگر ہندوؤں اور آریوں کے لئے خدا نے مجھے کرشن جی بنا کر بھیجا ہے۔

اس دعوی کو سن کر مجسٹریٹ کیمپ سیالکوٹ نے مسلمانوں سے کہا کہ اب تم جاؤ، مرزا صاحب جانیں اور ہندو جانیں ۔مگر مسلمانوں کو اپنے پیدائشی مسلمان کی جدائی کہاں گوارا تھی؟ جس حال میں کہ وہ بابو عبدالغفور نو آریہ کی جدائی کو ابھی تک نہیں بھولے تھے، حالانکہ بابو مذکور ایک کمسن بائیس تئیس سالہ عمر کا لڑکا اور مرزا جی ایک معمر تجربہ کار مسن ۔ پھر بھلا ایسے گرگ کہن کی جدائی مسلمانوں کو کہاں گوارا ہوسکتی ہے؟ چنانچہ جہاں تک ہوسکا مرزا صاحب کا ساتھ دیا۔روانگی کے وقت بدستور ریلوے سٹیشن تک جیسا استقبال کیا تھا، اس سے بڑھ کر استدبار کیا، بلکہ مزید بات یہ ہوئی کہ مسلمانوں نے قادیانی کرشن جی کی مہما میں اپنے اسلامی اخلاق کو بھی بالائے طاق رکھ دیا ۔چلتی گاڑی کے وقت اسٹیشن سے ایک طرف پرّہ باندہ کر کھڑے ہو گئے اور مرزا صاحب کی مستورات کے سامنے جوش جنوں میں ننگے ہو کر ناچتے رہے۔مگر ان کا بیان ہے کہ اس کی وجہ بھی مرزا صاحب کی مستورات ہوئی ہیں جنہوں نے ریل گاڑی پر بیٹھ کر اپنی مبارک پاپوش (جوتی) پر تھوک کو مسلمانوں کو دکھائی ۔ پس پھر تو مجنونوں نے سمجھا کہ ہم پر کمال عنایت مبذول ہے۔لیکن اسلامی غیرت ہمیں اس کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ گو مستورات مرزائیہ نے چھیڑ کی ہو، تاہم یہ حرکت اسلامی اخلاق سے بہت گری ہوئی ہے ۔

(اخبار اہل حدیث امرتسر نومبر ۱۹۰۴ء منقول از شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۲۔۳)

مولانا امرتسریؒ نے مضمون بالا میں بتایا ہے کہ مرزا صاحب نے لیکچر سیالکوٹ میں کرشن ہونے کا دعوی کیا تھا۔ بنابریں مولانا کا خیال تھا کہ قادیانی حضرات اپنے آپ کو کرشن پنتھی

کہا کریں گے۔قادیانیوں کو یہ بات بہت ناگوار گذری اور لکھا کہ حضرت مرزا صاحب کے:

اس دعوی پر کہ آپ ہندوؤں کے لئے بمنزلہ کرشن اوتار ہیں ہندو مسلمان اخبارات میں معقولیت اور متانت سے گذر کر بے ہودگی اور تمسخر سے کام لیا جاتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں کے استہزا اور سبّ وشتم کا کیا جواب ہوسکتا ہے بجز اس کے کہ میں انہیں خدا تعالی کی مجید کتاب کی یہ آیت سنادوں یا حسرةً علی العباد ما یا تیھم من رسولٍ الاّ کانوا یستھزؤن۔

اہل حدیث کا مولوی فاضل اڈیٹر گو قرآن کریم کی اصطلاح کے خلاف اپنا نام اہل حدیث رکھتا ہے مگر پھر بھی مرزا صاحب کے اس دعوی کرشن اوتار پر احمدیوں کا نام کرشن پنتھی تجویز کرتا ہے۔ میں نہایت ادب سے اپنے مولوی فاضل کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ حضرت عیسی کی نبوت اور صداقت کے قائل ہیں لیکن پھر بھی آپ عیسائی کہلانا غالبًا پسند نہیں کریں گے۔میرا خیال یہ ہے کہ آپ موسیؑ کی نبوت اور رسالت پر ایمان لاتے ہیں مگر بایں ہمہ آپ پسند نہ کریں گے کہ آپ کا نام یہودی رکھا جاوے۔اگر آپ ان دونوں ناموں کو اپنے لئے قبول کرنے کو تیار ہیں تو اسی حیثیت سے اگر آپ کسی احمدی مسلمان کو کرشن پنتھی کہتے ہیں کہ وہ حضرت کرشن کی رسالت کا اسی طرح قائل ہے جس طرح دوسرے نبیوں کی رسالت کا،تو برا ماننے کی کوئی بات نہیں، کیونکہ میں تو حضرت کرشن کو سچا مسلمان یقین کرتا ہوں اور منعم علیہ گروہ میں کا ایک فرد، پھر جماعت منعمین سے ہونا تو عیب کی بات نہیں۔ (یعنی قادیانیوں کے نزدیک کرشن جی، سچے مسلمان تھے اور رسول۔بہاء) (اخبار الحکم قادیان ۱۰ جنوری ۱۹۰۵ء ص ۹)

مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے نزدیک لیکچر کی تعریف یہ تھی کہ لوگ آئیں، صم بکم ہو کر بیٹھیں، اور مرزا صاحب کو سنیں، کوئی سوال نہ کریں، کوئی شبہ دور نہ کروائیں، کوئی اشکال حل نہ کرائیں، بس خاموشی سے مرزا صاحب کی لن ترانیاں سنیں اور چلے جائیں۔جیسا کہ لیکچر سیالکوٹ کی اطلاع عام کے لئے شائع ہونے والے درج ذیل اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کا لیکچر اسلام پر

یہ لیکچر ۳ نومبر ۱۹۰۴ء بدھ کے دن صبح سات بجے بمقام سیالکوٹ سرائے مہاراجہ صاحب بہادر والی جموں وکشمیر سنایا جائے گا۔مولوی عبدالکریم اس لیکچر کو سنائیں گے

اور حضرت میرزا صاحب خود بھی تشریف فرما ہوں گے۔ حضرات سامعین کو چاہیے کہ ٹھیک وقت پر تشریف لاویں۔ کسی صاحب کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ نہایت متانت اور خاموشی سے لیکچر کو سننا ہوگا۔

المشتہران: حکیم میر حسام الدین۔ چودھری محمد سلطان میونسپل کمشنر۔ آغا محمد باقر خان آنریری مجسٹریٹ۔ چودھری نصر اللہ خان پلیڈر چوہدری محمد امین پلیڈر

(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔۱۷۔ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۱۰)

اس لیکچر میں مرزا صاحب کے ارشادات پر تبصرہ کسی جگہ ہو چکا ہے اور شائد آئندہ بھی کسی جگہ ہو، اس مقام پر تاہم مرزا صاحب کی ایک غلطی یا غلط حساب دانی آپ کے سامنے رکھی جاتی ہے۔ مرزا صاحب نے لیکچر میں فرمایا تھا:

میں وہی شخص ہوں جو براہین احمدیہ کے زمانہ سے تخمیناً سات آٹھ سال پہلے اسی شہر میں قریباً سات برس رہ چکا تھا۔ اور کسی کو مجھ سے تعلق نہ تھا اور نہ کوئی میرے حال سے واقف تھا۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ ص ۳۹۷۔ نمبر ۱۱ ج ۳)

براہین احمدیہ ۱۸۸۲ء، ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی۔ ۱۸۸۲ء سے آٹھ سال پہلے ۱۸۷۴ء بنتا ہے۔ اور اگر مرزا صاحب سات سال سیالکوٹ میں رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۱۸۶۷ء سے ۱۸۷۴ء تک آپ سیالکوٹ میں مقیم رہے ہیں۔ اور دوسری طرف انکے سوانحی حالات، سیرۃ المہدی وغیرہ میں دیکھے جائیں، اور خود ان کے اپنے جا بجا کے بیانات کو دیکھا جائے تو یہ دونوں باتیں یعنی مدت قیام سیالکوٹ، اور وقت قیام سیالکوٹ، غلط ہیں۔ دراصل مرزا صاحب ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک چار سال سیالکوٹ میں مقیم رہے ہیں جب کہ وہ کچہری میں منشی لگے ہوئے تھے۔ اس کے بعد وہ واپس قادیان چلے آئے، جہاں ان کے والد نے انہیں زمین داری اور عدالتی مقدمات میں الجھا دیا، جس کے متعلق خود مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرا وہ وقت ضائع ہوا۔ پھر آپ مولوی محمد حسین بٹالوی کے مشورہ سے ان کے پاس لاہور تشریف لے آئے تاکہ وہاں بیٹھ کر کچھ علمی کام کریں۔ ان کے والد ۱۸۷۵ء میں فوت ہوئے، اور ان کی آخری بیماری کے وقت مرزا صاحب لاہور میں ہی تھے، جہاں سے باپ کی بیماری کی اطلاع پا کر قادیان تشریف لائے تھے۔ آپ کی آمد کے کچھ ہی وقت بعد والد صاحب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ والد کی وفات کے بعد آپ کا مستقل قیام کم و بیش قادیان ہی میں رہا۔

مرزا بشیر احمد قادیانی نے بھی اپنے والد کا قیام سیالکوٹ کا عرصہ ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء بتایا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے:

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا۔ پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے گھر واپس نہ آئے۔ اور چونکہ تمہارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں اس لئے آپ سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ تک وہاں ملازمت پر رہے۔ پھر جب تمہاری دادی بیمار ہوئیں تو تمہارے دادا نے آدمی بھیجا کہ ملازمت چھوڑ کر آ جاؤ۔ جس پر حضرت صاحب فوراً روانہ ہو گئے....

والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب فرماتے تھے کہ ہمیں چھوڑ کر پھر مرزا امام الدین ادھر ادھر پھرتا رہا۔ آخر اس نے چائے کے ایک قافلہ پر ڈاکہ مارا اور پکڑا گیا مگر مقدمہ میں رہا ہو گیا۔ حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالی نے ہماری وجہ سے ہی اسے قید سے بچا لیا ورنہ خواہ وہ خود کیسا ہی آدمی تھا، ہمارے مخالف یہی کہتے کہ ان کا چچازاد بھائی جیل خانہ میں رہ چکا ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی سیالکوٹ کی ملازمت ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء کا واقعہ ہے۔ (سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۴۹)۔

(جب یہی مرزا امام الدین چوڑھوں کا پیر بنا، تو پھر مرزا غلام احمد کی وجہ سے خدا نے اسے ایسا کرنے سے کیوں نہ روکا؟ کیونکہ لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کا چچازاد بھائی چوہڑوں کا پیر تھا۔ بہاء)

قارئین یہ تو ہے صحیح صورت حال مرزا صاحب کی زندگی کے اس سیالکوٹی دور کی، لیکن آپ سیالکوٹیوں کے سامنے غلط بیانی کر کے بتا رہے ہیں کہ میں ۱۸۶۷ء سے ۱۸۷۴ء تک سات سال سیالکوٹ میں مقیم رہا ہوں۔ یہ غلط بیانی اگر سوئے حفظ کا نتیجہ ہے تو ان کی ایسی باتوں سے اعتبار اٹھ جاتا ہے جن میں آپ نے کسی گذشتہ واقعہ کا بیان فرمایا ہو، اور اگر یہ غلط بیانی جان بوجھ کر کی گئی ہے تو یہ کذب کے زمرے میں آتی ہے۔

قادیانیوں کا کہنا کہ سیالکوٹ میں مرزا صاحب کا جلسہ بہت کامیاب رہا اور لاتعداد لوگ ان کے ارشادات سے مستفید ہوئے۔ جیسا کہ لکھا ہے:

(لیکچر کے بعد) ہمیں سیالکوٹ کے ایک مشہور ومعروف کارخانہ سپورٹس ورکس کے مالک سردار گنڈہ سنگھ اوبیرائے سے ملنے کا موقع ملا۔ وہ بھی لیکچر گاہ میں موجود تھے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ آپکے خیال میں لیکچر گاہ میں سیالکوٹ کی معزز اور ذی علم سوسائٹی کس حد تک موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میری اپنی رائے یہ ہے کہ قریباً کل معزز اور تعلیم یافتہ سوسائٹی ہندو مسلمان اور سکھوں کی وہاں موجود تھی۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میری رائے میں اتنا بڑا مجمع کسی لیکچر کے سننے کے واسطے کبھی نہیں ہوا، ہاں مقلدوں اور غیر مقلدوں کا جب باہم مباحثہ یا جھگڑا ہوا تھا اس وقت تو ایک بہت بڑا مجمع تھا اس کے بعد شائد میں نے اتنا بڑا مجمع سیالکوٹ میں نہیں دیکھا۔ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۴)

مقلدوں اور غیر مقلدوں کے جس مباحثے کا اس بیان میں ذکر ہے، اس کا کچھ حال ہم تاریخ اہلحدیث کی کسی جلد میں بیان کر چکے ہیں، اور یہ وہی مباحثہ ہے جس کے بعد سیالکوٹ میں مسلک عمل بالحدیث کی اشاعت میں نمایاں اضافہ ہوا تھا؟

مرزا صاحب کے اس دورہ سیالکوٹ کے موقع پر تحریک ختم نبوت کے کارکنوں نے بھی ان کے استقبال اور ان کے دعاوی کی تردید کی تیاریاں کر رکھی تھیں، اور چونکہ مرزا کے جلسہ میں تو انہیں کسی سوال وجواب کی اجازت نہیں تھی اس لئے انہوں نے مرزا کے دعاوی پر اپنے اعتراضات پیش کرنے کیلئے الگ سے انتظامات کر رکھے تھے۔ جسے قادیانیوں نے یوں بیان کیا ہے:

(لیکچر سیالکوٹ کے موقع پر) جس راستہ سے مرزا صاحب کا گذر تھا اور جو جو راستہ مخلوق کے آنے کے تھے، ان تمام راستوں کو روکا گیا، جیسا کہ ان کے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے جو ہم یہاں دیتے ہیں:

اعلان: جمیع اہل اسلام کو واضح ہو کہ کل بروز بدھ مورخہ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء بوقت صبح ۶ بجے علمائے کرام حنفیہ کا مقامات ذیل پر وعظ شروع ہوگا سب اہل اسلام تشریف لا کر ثواب دارین حاصل کریں

تقسیم مجالس وعظ مولوی صاحبان حنفیہ بروز بدھ موخہ ۲ نومبر بوقت ۶ بجے

نام مقام	نام علمائے کرام

۱۔ مسجد کلاں دو دروازہ   مولوی غلام مصطفیٰ امرتسری، مولوی نور محمد واعظ بمبئی حال وارد سیالکوٹ

۲۔ اڈہ آغا محمد شہباز خان۔   مولوی نور اللہ۔ ملاں محمد بخش لاہوری۔ مولوی خیر شاہ

۳۳۔ متصل دروازہ سرائے۔   سید جماعت علی شاہ۔ حافظ ظفر علی

۴۔ مکان مستری عبداللہ ترکھان متصل سرائے۔ مولوی نور الحسن۔

مولوی غلام اللہ قصوری

المعلن: ماسٹر کرم الٰہی بی اے مختار وغیرہ   (اخبار الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۳)

قادیانی روایات سے محسوس ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے اس دورہ سیالکوٹ کے موقع پر پیر جماعت علی شاہ صاحب نے ان کے ردّ و تکذیب کی مہم چلائی تھی، اور مذکورہ جلسوں وغیرہ کے انتظام و انصرام میں بھی ان کا عمل دخل نمایاں تھا۔ اس لئے قادیانی حضرات ان سے بہت ناراض ہوئے، جیسا کہ اڈیٹر الحکم قادیانی نے لکھا ہے:

سیالکوٹ میں جب مرزا صاحب تشریف لے گئے ہیں اور سید جماعت علی شاہ اینڈ کو نے جس قدر مخالفت میں شور و شر مچایا وہ ناظرین الحکم معلوم کر چکے ہیں۔ حضرت حکیم الامۃ جو ہمیشہ واقعات کو غائر نظر سے دیکھا کرتے ہیں سید جماعت علی شاہ کی کاروائی کو تعجب سے دیکھتے تھے، چنانچہ آپ نے دارالامان سے سید صاحب کو یکم جنوری ۱۹۰۵ء کو مندرجہ ذیل خط لکھا جس کی ایک نقل حسن اتفاق سے مجھے بھی مل گئی ہے میں اسے فائدہ عام کے لئے شائع کر دیتا ہوں۔ یاد رہے یہ خط سید جماعت علی شاہ صاحب کو ان کے مرید منشی احمد دین کی معرفت بذریعہ ڈاک پہنچ گیا ہے۔

مکرم معظم سید صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے مشائخ میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نقشبندی مہاجر مدینہ علیہ الرحمۃ تھے۔ میں ان کے اخلاق عادات اور اطوار بڑی عظمت و وقعت سے اب تک دیکھتا ہوں۔ اور میں اس کو جب معیار بناتا ہوں تو بہت سے کاملین کو کامل یقین کرنے کا مجھے موقع مل جاتا ہے۔ جناب نقشبندی سلسلہ کے ایک بزرگ ہیں اور چونکہ میں بھی اسی سلسلہ کا مستفیض انسان ہوں اس لئے مجھے حق پہنچتا ہے کہ میں اپنے سلسلہ کے لوگوں کی نسبت کوئی عیب دیکھوں تو ظاہر کر دوں۔

میں نے سیالکوٹ میں دیکھا ہے کہ وہ لوگ جو عورتوں کے سامنے بڑے فحش کا اظہار کر سکتے ہیں اور پھر زنگی جیسے، جو اپنے آپ کو خود زنگی کہتے ہیں، آپ کے مقرب بنے ہوئے تھے۔

اور مرزا کا مقابلہ ایسی طرح سے کیا جاتا تھا کہ جو آپ کے قومی فضل اور آپ کے شیخ نقشبندیہ اور روحانی تربیت کی طرف متوجہ ہونے پر بالکل خلاف نظر آتے تھے۔ میں مانتا ہوں کہ مرزا کا کوئی دعوی آپ کو ناگوار ہو یا ناگوار ہوا ہے مگر اہل اللہ کا مقابلہ اس طرح نہیں چاہیے تھا جس طرح آپ نے کیا ہے۔ سب دل اللہ تعالی کے فضل کے نیچے ہوتے ہیں۔ والسلام۔ نورالدین (اخبار الحکم قادیان ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء ص ۴)

اس میں شک نہیں کہ حکیم صاحب نے، مدینہ منورہ میں شاہ عبد الغنی مجددیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے، اور ان سے بیعت بھی ہوں گے اور اس بیعت کے واسطے سے نقش بندی بھی ہو گئے ہوں گے۔ لیکن یہ ۱۸۶۰ء کے عشرے کے آخر کی بات ہے جب قادیانیت ابھی نمودار نہیں ہوئی تھی، اور حکیم صاحب بھی صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔ ۱۸۸۰ء کے عشرے کے وسط میں جب انہوں نے مرزا غلام احمد کا دامن تھام لیا، اور کچھ عرصہ بعد لدھیانہ میں مرزا صاحب کی بیعت کر کے قادیانی رجسٹر بیعت میں پہلے نمبر پر اپنا نام لکھوا کر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو کر اول القادیانیین ہو گئے، تو ان کی بیعت جو سلسلہ نقشبندیہ میں تھی وہ منسوخ ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد سلسلہ نقشبندیہ اور اس کے بزرگوں کے لئے ان کی حیثیت مرتد عن سلسلۃ النقشبندیہ کی ہو گئی، ان حالات میں حکیم صاحب کا، پیر جماعت علی شاہ نقشبندی کو خطاب بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ کسی دوسرے کی بیعت کرنے پر پہلی بیعت فسخ ہونے کا فتوی مرزا صاحب نے بھی دیا ہوا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے:

مولوی جان محمد مدرس ڈسکہ نے ۱۲ ستمبر ۱۹۰۱ء کو سوال کیا کہ حضور آپ کی بیعت کرنے کے بعد پہلی بیعت اگر کسی سے کی ہو وہ قائم رہتی ہو یا نہیں؟ مرزا صاحب نے فرمایا جب انسان میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو پہلی ساری بیعتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اخبار الحکم قادیان ۲۴۔ اگست ۱۹۰۲ء ص ۷۔

اور جہاں اس بات کا تعلق کہ پیر صاحب کو اہل اللہ کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا، یہ اعتراض تو اس وقت وارد ہوتا ہے جب جماعت علی شاہ، مرزا صاحب کو اہل اللہ میں سے شمار کرتے ہوں۔ وہ تو مرزا صاحب کو مفتری علی اللہ سمجھتے تھے۔

سیالکوٹ میں کیئے گئے کرشن اوتار ہونے کے قادیانی دعوی کی حمایت میں اڈیٹر البدر قادیان نے لکھا ہے:

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب کا دعوی کرشن اوتار ہونے کا بادی النظر میں ہر ایک کو اچنبا معلوم ہوتا ہے لیکن اگر غور وفکر سے دیکھا جائے تو یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو گا کہ اس زمانہ میں ان تمام راست بازوں کے اوتار کی ضرورت ہے جو کہ موجودہ اقوام کے کسی زمانہ میں میں عظیم الشان مصلح گذرے ہیں.. (مہاتما گوتم بدھ، اور سری رام کے اوتار مرزا صاحب نہ ہوئے۔ عیسائیوں کے پال اور پیٹر کے اوتار نہ ہوئے۔ مارٹن لوتھر مصلح ریفارمر کے اوتار نہ ہوئے۔ چینیوں کے کنفوشش وغیرہ کے اوتار نہ ہوئے۔ مجوسیوں کے زرتشت کے اوتار نہ ہوئے؟ بہاء)...مہدی جیسے مصلح کے لئے جو جو خلاف شان کاروائیاں تسلیم کی گئی تھیں ان کے پاک وجود کو ان تمام آلائشوں سے (خود مہدی بن کر) پاک ثابت کر رہے ہیں ایسے ہی کرشن ہو کر۔ یہ بھی انہی کا کام تھا کہ حضرت کرشن کی ذات پاک پر جو اتہامات اور الزامات عائد کئے گئے ہیں اس سے ان کو بری کرتے۔

اہل ہنود کی روایات پر اگر ہم غور کریں اور ان قصوں کو جو وہ حضرت کرشن کی نسبت بیان کرتے ہیں سچ باور کریں، تو سوائے اس کے کہ کرشن جیسے پاک آدمی کو ایک فاسق آدمی قرار دیا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ پس ہندوؤں کے لئے یہ ایک عجیب نعمت ہے اور خدا کا فضل ہے کہ ایک شخص جو کہ کیا اپنے ذاتی حسب نسب کے لحاظ سے، کیا وجاہت کے لحاظ سے، کیا اپنی پاک زندگی کے لحاظ سے، کیا اپنے خدا سے تائید یافتہ ہونے کے لحاظ سے، کیا اپنے دعوی الہام و وحی کے لحاظ سے ایک عظیم الشان انسان ہے، وہ خود کرشن بن کر حضرت کرشن کی عظمت اور جلال کو دنیا میں ظاہر کرتا ہے اور بتلاتا ہے کہ کرشن تو ایسے ہوتے ہیں جیسے کہ میں ہوں، نہ کہ ویسے جیسے تم بتاتے ہو۔ یہ ایک آسمانی مائدہ ہے جو کہ اہل ہنود کے سامنے پیش کیا گیا ہے اب دیکھیں کہ کون سی سعید روحیں قبول اور شقی رد کرتے ہیں۔ (اخبار البدر یکم جنوری ۱۹۰۵ء ص ۲)

مرزا صاحب اپنی اس کتاب میں جو ان کی موت کے بعد شائع ہوئی تھی لکھتے ہیں:

یہ ایک خوشی کا مقام ہے کہ جس قدر اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم ویدک تعلیم کی کسی نہ کسی شاخ میں پائی جاتی ہے....اس میں شک نہیں کہ سری کرشن اپنے وقت کا نبی اور اوتار تھا

اور خدا اس سے ہم کلام ہوتا تھا۔ (پیغام صلح۔ص ۱۰۔۱۱)

نیز مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں:

ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کیلئے نبی آئے ہیں اور کروڑ ہا لوگوں نے ان کو مان لیا ہے اور دنیا کے کسی ایک حصہ میں ان کی محبت اور عظمت جاگزیں ہوگئی اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گذر گیا ہے تو بس یہی ایک دلیل ان کی سچائی کے لئے کافی ہے کیونکہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ قبولیت کروڑ ہا لوگوں کے دلوں میں نہ پھیلتی خدا اپنے مقبول بندوں کی عزت دوسروں کو ہرگز نہیں دیتا اور کوئی کاذب ان کی کرسی پر بیٹھنا چاہے تو جلد تباہ ہوتا اور ہلاک کیا جاتا ہے (یہ بات مرزا اپنی زندگی کے آخری دو تین دنوں میں لکھ رہے ہیں، جلد تبا ہی اور کیا ہوگی۔ بہاء)

اسی بنا پر ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اس کے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وید کی تعلیم پورے طور پر کسی فرقے کو خدا پرست نہیں بنا سکی اور نہ بنا سکتی تھی اور جو لوگ اس ملک میں بت پرست یا آتش پرست یا آفتاب پرست یا گنگا کی پوجا کرنے والے یا ہزار ہا دیوتاؤں کے پجاری یا جین مت یا شاکت مت والے پائے جاتے ہیں وہ تمام لوگ اپنے مذاہب کو وید ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور وید ایک ایسی مجمل کتاب ہے کہ یہ تمام فرقے اسی میں سے اپنے اپنے مطلب نکال لیتے ہیں تاہم خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا افتراء نہیں۔ انسان کے افتراء میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ کروڑ ہا لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر ایک دائمی سلسلہ قائم کر دے۔

(ایام صلح۔ص ۲۳)

قادیانی تضاد بیانی

لیکن ان تحریروں سے ۲۵ برس پہلے مرزا صاحب قادیانی لکھ چکے ہیں:

مکتوب مرزا بنام میر عباس علی ...جن باتوں سے وید بھرا ہوا ہے وہ آتش پرستی شمس پرستی اور اندر پرستی وغیرہ ہیں اور مدار الہام تمام دنیا کا انہیں چیزوں کو وید نے سمجھا ہے اور انہیں کی پرستش کے لئے وید نے ترغیب دی ہے اور کئی دفعہ اس عاجز کو نہایت صراحت سے الہام ہوا ہے کہ وید گمراہی سے بھرا ہوا ہے ..وید کی یہی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی پرانے زمانے کے شاعروں کے شعر ہیں جو کہ مخلوق چیزوں کی تعریف میں بنائے ہیں...

۲۱ جون ۱۸۸۳ء مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۰۰ھ (اخبار الحکم قادیان ۱۲ مئی ۱۸۹۹ء ص ۳)

یعنی مرزا صاحب کو ۱۸۸۳ء سے پہلے کئی بار الہام ہوا تھا کہ وید گمراہی سے بھرا ہوا ہے، اور ایام صلح میں لکھتے ہیں کہ وید انسان کا افتراء نہیں، اور اسلام کی ساری تعلیم وید میں موجود ہے۔ دونوں دعوے ایک ہی شخص یعنی مرزا صاحب قادیانی کے ہیں، اور دونوں دعوی الہامی ہیں، جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی۔

قادیانی خطاب بہ ثناء اللہ امرتسری

اصلاح حسب منشا کھلی چٹھی مولوی ثناء اللہ صاحب

چونکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ کفن وغیرہ کی آمدنی جو اس ملک میں اکثر ملاؤں کو ہوا کرتی ہے کبھی ان کو اس سے تعلق نہیں ہوا اور وہ اپنی تجارت سے گذارہ کرتے ہیں اس لئے ہمیں ان کی ذاتیات سے بحث نہیں اور ہم قبول کرتے ہیں کہ ایسا ہوگا یہ قول محض اس بنا پر تھا کہ ہمارے ملک میں اکثر ملا ایسے پائے جاتے ہیں کہ مسجدوں سے تعلق رکھتے اور پیشہ غسل اموات و جنازہ رکھتے ہیں اور اس کی آمدنی لیتے ہیں اب جب کہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں سو ہم اپنی اس قدر تحریر کے اس اشتہار سے اصلاح کر دیتے ہیں اور درحقیقت ہماری غرض اول سے الزام نہیں ہے کیونکہ صدہا ملا اس ملک میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ یہ خدمت غسل اموات و جنازہ اپنے ذمے لیتے ہیں ان کو بھی ہم برا نہیں کہتے کہ قدیم سے یہ کام چلا آتا ہے کوئی ان کو برا نہیں کہہ سکتا وہ سب اپنی اپنی جگہ پر عزت رکھتے ہیں۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان ۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۶)

جنوری ۱۹۰۳ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مرزا صاحب کی دعوت کے جواب میں ان کی پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے قادیان پہنچ گئے۔ اڈیٹر اخبار الحکم قادیان نے لکھا:

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنے ایک قدیم دوست کے ہمراہ ہفتہ زیر اشاعت میں پولیس کے دو تین آدمی ساتھ لے کر قادیان آئے اور آریہ مندر میں فروکش ہوئے اور ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء کو واپس چلے گئے۔ ان کے آنے اور جانے کی کیفیت

بھی ہم کسی اگلی اشاعت میں مفصل تحریر کریں گے جس میں ہم دکھائیں گے کہ ان کے آنے کی کیا غرض تھی اور قادیان میں آ کر انہوں نے کیا کیا اور کیا لے کر گئے۔ اس ضمن میں وہ خط و کتابت بھی ہم درج کریں گے جو حضرت اقدس (مرزا) سے ہوئی۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۱۶)

ثنائی وردو قادیان کے موقع پر جانبین کی طرف سے لکھے جانے والے خطوط درج ذیل ہیں: مولانا امرتسری نے مرزا صاحب کو لکھا:

بخدمت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

خاکسار آپ کی دعوت مندرجہ ''اعجاز احمدی'' صفحہ ۱۱-۲۳ کے مطابق اس وقت قادیان میں حاضر ہے۔ جناب کی دعوت قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا ورنہ اتنی دیر نہ ہوتی۔ اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں چونکہ آپ بقول خود ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز اور مامور ہیں جو تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے عموماً اور مجھ جیسے مخلصین کے لیے خصوصاً ہے اس لیے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دے کر گزارش کرتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں گے۔

الراقم۔ ابوالوفا ثناء اللہ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء بوقت سوا دو بجے دن۔

مرزا صاحب نے جواباً لکھا:

از طرف عایذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ واید۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب

''آپ کا رقعہ پہنچا' اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک وشبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتے ہیں رفع کرا دیں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگرچہ میں کئی سال ہوئے اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانہ کلمات سننے کے اور کچھ نہیں ہوا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اس رقعہ

میں دعویٰ تو کر دیا ہے کہ طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ آپ اس دعویٰ پر قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثہ ہرگز نہیں کروں گا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے کے لیے:

اول یہ اقرار کریں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے اور وہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت ﷺ پر یا حضرت عیسیٰؑ پر یا حضرت موسیٰؑ پر یا حضرت یونسؑ پر عائد نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن شریف کی پیشگوئیوں پر زد نہ ہو۔

دوسری شرط یہ ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے مجاز نہ ہوں گے صرف آپ مختصر ایک یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے۔ پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لیے لمبا لکھنے کی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔

تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی آپ اعتراض پیش کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے چوروں کی طرح آ گئے۔ اور ہم ان دنوں باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹہ سے زیادہ صرف نہیں کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ واعظ کی طرح ہم سے گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔ یہ اس لیے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے اور صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں' میں تین گھنٹہ تک اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹے کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائے گا کہ ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سنائیں ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں با آواز بلند لوگوں کو سناؤں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اس طرح تمام وساوس دور کر دیئے جائیں گے لیکن اگر چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کرنے کا موقع دیا جائے تو ہرگز نہ ہوگا۔

۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں بعد میں ۱۵ جنوری کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤں

گا' سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے لیکن ۱۴ جنوری تک آپ کے لیے تین گھنٹے تک خرچ کر سکتا ہوں اگر آپ لوگ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے خود خدا تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔

والسلام علی من اتبع الهدی۔

سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ تحریر جو سطر دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جاویں اور میں وسوسہ دور کرتا جاؤں گا۔ ایسے صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسہ دور کرا لیتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا' اس کو وساوس دور کرانے ہیں اور کچھ غرض نہیں' لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے ان کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔ مرزا غلام احمد..

بالآخر اس غرض کے لیے اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں۔ اول چونکہ انجام آتھم میں خدا سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے قطعی بحث نہ کروں گا۔ صرف آپ کو یہ موقعہ دیا جاوے گا کہ آپ اول ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض کسی پیش گوئی پر ہو ایک سطر یا دو سطر یا حد تین سطر لکھ کر پیش کریں۔ جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی اور منہاج نبوت کی رو سے قابل اعتراض ہے اور پھر چپ رہیں اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دوں گا جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں۔ پھر دوسرے دن دوسری پیش گوئی اسی طرح لکھ کر پیش کریں۔ یہ تو میری طرف سے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤں گا اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ کوئی کلمہ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو بھی خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور ناحق فتنہ وفساد میں عمر بسر نہ کریں۔ اب ہم دونوں میں سے جو شخص اعراض کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہو اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔ آمین! سو میں دیکھوں گا کہ آپ سنت نبویہ ؐ کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور چاہیے کہ اول آپ اس عہد مؤکد قسم کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیج دیں اور وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جائے گا۔ اور

آپ کو بتلا دیا جاویگا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وساوس دور کر دیئے جاویں گے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم کا جواب حسب ذیل ہے:

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

''امابعد! از خاکسار ثناء اللہ۔ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب آپ کا طولانی رقعہ ملا مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا، وہی ہوا۔

جناب والا! جب کہ میں حسب دعوت ''اعجاز احمدی'' حاضر ہوا ہوں اور اپنے پہلے رقعہ میں اس کا حوالہ بھی دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے بجز عادت کے اور کیا معنی رکھتی ہے۔ جناب من! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ ''اعجاز احمدی'' میں اس عاجز کو تحقیق حق کے لیے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میری پیشگوئیوں کو غلط ثابت کرو تو مبلغ سو روپیہ فی پیشگوئی انعام لو اور اس رقعہ میں مجھے ایک دو سطریں لکھنے پر پابند کرتے ہیں۔ اور اپنے لیے تین گھنٹے تجویز کرتے ہیں۔ کیا یہ انصاف ہے؟ بھلا یہ بھی کوئی تحقیق کا طریقہ ہے کہ میں تو دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹہ تقریر فرماتے جائیں۔ اس سے تو صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری اور تحقیق سے اعراض کر رہے ہیں جس کیلیے آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی۔ اس سے عمدہ تو میں امرتسر میں بیٹھے ہی کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں۔ مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت یاد کر کے بلا نیل ومرام واپس جانا کسی صورت مناسب نہیں جانتا اس لیے میں آپ کی بے انصافی بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین سطر ہی لکھوں گا اور آپ بلا شک تین گھنٹے تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہو گی کہ میں دو تین سطریں مجمع میں خود پڑھ کر سناؤں گا اور ہر گھنٹہ کے بعد پانچ منٹ حد دس منٹ آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کروں گا اور چونکہ مجمع آپ پسند نہیں کرتے اس لیے فریقین کے پچیس پچیس آدمی ہوں گے۔ آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں۔ اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا۔ علاوہ اس کے کہ آپ کو آسمانی اطلاع بھی ہو گئی ہو گی۔ آپ جو مضمون سنائیں گے وہ اسی وقت مجھے دے دیا جائے گا۔ کارروائی آج ہی شروع کر دی جائے۔ میں آپ کا جواب آنے پر مختصر سوال بھیج دوں گا۔ باقی لعنتوں کے متعلق وہی عرض ہے جو حدیث میں موجود ہے۔

ابوالوفاء ثناء اللہ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔

اس خط کا جواب مرزا صاحب نے نہیں لکھا بلکہ انکے حکم سے ان کے حواری خاص مولوی محمد احسن امروہی نے لکھا:

مولوی ثناء اللہ صاحب!

آپ کا رقعہ حضرت امام الزمان مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ مضامین اس کے محض عناد اور تعصب آمیز تھے جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے صاف ظاہر ہے لہٰذا حضرت اقدس کی طرف سے یہی جواب آپ کو کافی ہے کہ آپ کو تحقیق حق منظور نہیں ہے۔ اور حضرت انجام آتھم اور آپ کے جواب میں مرقوم خط میں قسم کھا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین کے ساتھ کوئی تقریر نہ کریں گے اور خلاف معاہدہ الٰہی کوئی مامور من اللہ کیونکر کسی فعل کا ارتکاب کرسکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی تھی وہ ہرگز منظور نہیں ہے اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں کہ کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے مجتمع ہوں تاکہ حق و باطل سب پر واضح ہو جائے خاکسار محمد احسن بحکم امام زمان' ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء (الحکم ۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۱۴۔۱۶)

اور اخبار بدر قادیان میں لکھا ہے:

بابو شاہ دین صاحب نے ثناء اللہ کے آنے کا ذکر کیا تو (مرزا نے) فرمایا کہ لعنت لے کر چلا گیا اور جو منصوبہ وہ گھڑ کے لایا تھا اس میں اسے کامیابی نہ ہوئی۔ ہم نے اس کا ذکر اور جواب وغیرہ اس عربی کتاب میں کر دیا ہے اب جہلم سے واپس آ کر بشرط فرصت اردو میں لکھیں گے۔ (البدر جلد ۲' نمبر ۵' صفحہ ۳۴' مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء)

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

مندرجہ بالا خط و کتابت اگرچہ ناظرین کو خود ایک عجیب موقع اصل نتیجہ پر پہنچنے کا دیتی ہے مگر ہم اپنی جگہ امور تنقیح طلب پر انشاء اللہ بحث کر کے دکھائیں گے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس معاملہ میں کہاں تک تقویٰ اور خدا ترسی سے کام لیا ہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۱۶)

۱۸۹۶ء میں انجام آتھم والے عہد کی بات یوں غلط ہے کہ خود مرزا صاحب نے اس کے بعد

یعنی ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الا خیار میں علماء کو مباحثہ کی دعوت دی ہے۔ اس میں سے ایک اقتباس پڑھ لیجئے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں:

آپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے قریب کسی مقام میں جیسا کہ بٹالہ ہے یا اگر آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو خود قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف کے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو علم اور برداشت اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلم ہوں پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے اپنی تسلی کر لیں۔ ا۔ قرآن اور حدیث کی رو سے۔ ۲۔ عقل کی رو سے۔ ۳۔ سماوی تائیدات اور خوارق اور کرامت کی رو سے۔ کیونکہ خدا نے اپنے کلام میں مامورین کے پرکھنے کیلئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں۔ پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کر سکا یا اگر ان تینوں میں سے ایک یا دو طور سے تسلی کی تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔

۱۹۰۰ء میں شائع ہونے والے اس اشتہار میں مرزا اپنے مخالف علماء کو بحث کی دعوت دے کر خود یہ ثابت کر رہے ہیں کہ انہوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی گرفت سے جان چھڑانے کے لئے خواہ مخواہ کہہ دیا تھا کہ میں انجام آتھم طبع ۱۸۹۶ء میں مباحثے ترک کر چکا ہوں۔ نیز اس موضوع پر حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ایک مضمون عنقریب نقل کیا جا رہا ہے۔

❁ اڈیٹر الحکم، اہل حدیث اور احمدی، کے عنوان سے لکھتا ہے:

مجھے افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اہل حدیث کا مولوی فاضل اڈیٹر اپنے طرز تحریر میں وہ رنگ اختیار کرتا جاتا ہے جو اس کے دعوی اور شان نمائی؟ ہی کے خلاف نہیں بلکہ ایک مومن متقی کبھی بھی اس کو پسند نہیں کر سکتا... یہی وجہ ہے کہ میں بہت ہی کم مولوی فاضل کی ان تحریروں پر نوٹس لیا کرتا ہوں جو وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف لکھنے کے عادی ہیں کیونکہ ان میں معقولیت اور متانت کے خلاف زیادہ تر استہزاء اور تمسخر ہوتا ہے۔ تاہم میں نے الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں ان کی کسی ایسی تحریر کا نوٹس لیا تھا جو انہوں نے احمدیوں کو کرشن پینتھی کہنے کے متعلق لکھی تھی ہر چند مجھے توقع نہ تھی کہ چونکہ میں نے نہایت سلامت روی متانت شعاری اور معقولیت سے انکے اعتراضوں کو رفع

کیا ہے اسلیئے وہ نیک دلی اور انصاف پسندی سے اپنے غلط اور بیہودہ اعتراض کو واپس لے لیں گے۔

مولوی فاضل صاحب اس پر اور بھی جوہر طبع دکھانے پر آمادہ ہوئے ہیں اور ۲۷ جنوری (۱۹۰۵ء) کے اہل حدیث میں اسی مضمون پر لیڈر لکھا ہے۔ میں نے اس آرٹیکل کو نہایت غور سے خالی الذہن ہو کر پڑھا ہے لیکن اس میں بجز سبّ وشتم ایک بھی معقول بات مولوی فاضل نے پیش نہیں کی۔ میں نے لکھا تھا کہ، اہل حدیث کا مولوی فاضل اڈیٹر گو قرآن کریم کی اصطلاح کیخلاف اپنا نام اہل حدیث رکھتا ہے،۔ اس کے جواب میں مولوی فاضل صاحب جو مفسر قرآن بھی ہیں (بقول خود) رقم طراز ہیں کہ اہل حدیث نام رکھنے کے خلاف کوئی آیت قرآنی ہم نے نہیں دیکھی۔

میں افسوس کرتا ہوں کہ مفسر اور مولوی فاضل اڈیٹر صاحب کو اس مقام پر چاہیے تو یہ تھا کہ قرآن کریم کی وہ آیات پیش کرتے جہاں لکھا تھا، ہم نے تمہارا نام اہل حدیث رکھا ہے، یا اپنی ایجاد پسند طبیعت سے هو سمّا کم المسلمین ہی کا یہ ترجمہ کر دیتے مگر وہ ایسا نہیں کر سکے یہ عجیب طرز استدلال ہے کہ چونکہ قرآن کریم میں اس کے برخلاف کوئی آیت نہیں ہے اس لئے یہ نام نامناسب اور غیر موزوں نہیں میں حیران ہوں اور مجھے اندیشہ ہو رہا ہے کہ ایسی جدت طبع کل کو یہ کہدے گی کہ میں تو کتا ضرور کھاؤں گا کیونکہ قرآن مجید میں اس کے خلاف کوئی حکم نہیں تو کون دانشمندان کے اس طرز استدلال کو تسلیم کرلے گا۔

مولوی صاحب! آپ کو تو مناظرہ کا بہت شوق ہے مگر آپ یہ کیا کہتے ہیں۔ میں نے آپ سے اہل حدیث لفظ کی ترکیب پوچھی نہ تھی جو آپ یہ بحث لے بیٹھے تاہم میں آگے چل کر آپ کی اس ترکیب سے انشاء اللہ فائدہ اٹھاؤنگا۔

حضرہ حکیم الامت (نورالدین) کا جو قول آپ نے نقل کیا ہے (گو میں نے وہ کتاب نہیں دیکھی) لیکن میں اسے تسلیم کرتا ہوں اور نہایت ہی عزت اور قدر کی نظر سے دیکھتا ہوں یہ کلام حضرت حکیم الامۃ کا اسی طرز اور نہج کا ہے جیسے آنحضرت ﷺ کے کلمات طیبات میں پایا جاتا ہے مثلاً آپ کے پاس کوئی شخص آیا اور اس نے بہترین نیکی پوچھی تو آپ نے فرمایا ماں باپ کی خدمت۔ پھر دوسرے وقت کسی نے ایسا ہی سوال کیا تو حضور ﷺ نے کوئی اور کام فرمادیا۔ کوتاہ نظروں نے اس کو تخالف سمجھ لیا حالانکہ بات یہ تھی کہ جس قسم کا مریض روحانی آپ کے پاس آتا اس کے موافق نسخہ تجویز فرماتے اسی طرح پر حضرت حکیم الامۃ کا کلام حکمت سے لبریز ہے مگر مولوی فاضل صاحب:
نہ ہر کہ سر بتاشد قلندری داند۔ ہر شخص کا کام نہیں کہ اس گوہر حکمت کو پا سکے جس مسئلہ میں وہ کتاب

لکھی گئی ہے اس وقت آنحضرت ﷺ کی سنت صحیحہ پر عمل میں کمزوری پائی جاتی تھی اور مسلمان حدیث کے نام سے قریباً نا آشنا تھے حضرت حکیم الامت، آنحضرت ﷺ کے عاشق زار اور آپ کی سنت صحیحہ کے سچے عامل تھے آپ نے وہ دعا کی اور خدا نے قبول فرمائی یہی قبولیت دعا تھی جو انہیں احمد مدنی ﷺ کے بروز احمد قادیانی کے حضور لے آئی اور اپنی آنکھوں سے انہوں نے آنحضرت ﷺ اسوہ حسنہ اور نمونہ کاملہ دیکھ لیا اور جس مسئلہ پر زور دیا تھا مہدی نے بھی قائم رکھا

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اہل حدیث سے وہی مراد ہے جو آپ نے پیش کی ہے تو اس کے صحیح اور سچے مصداق ہم ہیں نہ آپ۔

کیا وہ شخص اہل حدیث کہلا سکتا ہے جو صحیح بخاری کی حدیث صحیحہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اما مکم منکم کے مصداق صحیح کا انکار کرتا ہے؟

کیا وہ شخص اہل حدیث کہلانے کا مستحق ہے جو آنحضرت ﷺ کی اس رؤیت صحیحہ کی (معاذ اللہ) تکذیب کرتا ہے کہ انہوں نے مسیح کو مردوں میں دیکھا؟ اور وہ باوجود اس کے مصر ہے کہ وہ زندہ ہے۔

کیا وہ شخص اہل حدیث کہلانے کا مستحق ہے جو آنحضرت ﷺ کی وحی قرآن کے نصوص صریحہ بینہ انّی متو فّیکاور فلمّا تو فیتنی کے برخلاف مسیح کو آسمان پر زندہ تسلیم کرتا ہے؟

کیا وہ شخص اہل حدیث کہلانے کا مستحق ہے جو آنحضرت ﷺ کی وفات پر فیصل شدہ قضیہ کو جو ما محمّد الا رسول قد خلت من قبله الرسل کی آیت پڑھ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کیا غلط تسلیم کر کے کہتا ہے کہ نہیں اس میں مسیح کی موت کو مستثنیٰ کیا گیا تھا؟

مولوی فاضل صاحب! خدا سے ڈرو۔ آپ اہل حدیث کہلانے کا کیا حق رکھ سکتے ہیں اگر اہل حدیث کا مفہوم وہی ہے جو آپ نے لیا ہے اور جو میرے نزدیک صحیح ہے اسی وجہ سے میں نے کہا تھا کہ آپ قرآن کریم کی اصطلاح کے خلاف ہیں اس مفہوم کے موافق پکے اہل حدیث ہم ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاک قول کی تصدیق کی اور آپ کے مفہوم و منشاء صحیح کے موافق آنے والے ابن مریم کو اور ہاں خود حضور ﷺ کے مظہر و بروز کو تسلیم کیا اور حضور ﷺ کا سلام کہا۔

اب میں آپ کو یہ مژدہ بھی سناتا ہوں کہ حضرت حکیم الامۃ (نور الدین) کی دعا کا وہ آخری جزو بھی پورا ہو گیا کہ اہل حدیث کو برا کہنا بدعتیوں کی نشانی ہے۔ مولوی فاضل صاحب! گھر کی خبر لو اور گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو یہ مجھے ہی سزاوار ہے کہ آپ کو مخاطب کر کے کہو امّا

الذین اسودت و جو ھھم اکفر تم بعد ایما نکم تمہاری رو سیا ہی کی یہی وجہ ہے جو بعد ایمان کےتم نے انکار کیا۔تم قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کے مدعی تھے اس لئے تمہیں چاہیے تھا کہ خدا کے جری اور مسیح موعود کے منکر نہ ہوتے اور اسی لئے قرآن مجید میں تہدید کی گئی تھی لا تکو نوا اول کا فر بہ مگر آپ نے نہ قرآن کریم کی پرواہ کی اور نہ آنحضرت ﷺ کے پاک ارشادات کی ،اسی تکفیر نے آپ کو اسودت و جو ھھم کا مصداق قرار دیا ہے۔

مجھے آپ کی اس حالت پر سخت افسوس آیا اور میں خدا تعالی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت حکیم الامۃ کی اس دعا کو پڑھ کر میرے دل میں حضرت حکیم الامۃ کی عظمت بہت بڑھ گئی ہے اور میرا ایمان عرفان کے رنگ میں تبدیل ہو گیا کیونکہ یہ شخص خدا کا برگزیدہ اور ولی ہے اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں ۔غرض اہل حدیث کی ترکیب اور حکیم الامۃ کی دعا کے استدلال نے آپ کو تو کوئی فائدہ نہ پہنچایا وہ تو ہمارے ہی مفید ہوا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء ص ۶)

مرزا صاحب کی تو اہل حدیث حضرات سے جان جاتی تھی ، وہ ان کا نام تک سننا پسند نہیں کرتے تھے، اورانہیں مسلمانوں کے آریہ کہا کرتے تھے۔اڈیٹر الحکم اپنے اس مضمون میں اپنے لئے اہل حدیث کا لقب پسند کر کے مرزا صاحب کو دکھ دے رہے ہیں۔ اور جہاں تک فلما توفّیتنی ،کیف انتم ،اور خلت وغیرہ سے متعلق قادیانی دعووں کا تعلق ہے ان کا جواب علماء اسلام نے بار بار دیا ہے، ہمارے اس سلسلہ کتب میں بھی نقل ہوا ہے۔

ایک قادیانی صاحب ،مولانا ثناء اللہ امرتسری کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

آپ اپنے پرچہ اہل حدیث میں ہمارے فارسی اشتہار امام مہدی پر نکتہ چینی فرماتے ہیں ۔قبل اس کے کہ ہم اختصار کے ساتھ جواب عرض کریں نہایت افسوس کے ساتھ اظہار کرتے ہیں کہ آپ نے مشتہر سے تجاہل کر کے ہمارے نبی موعود احمد قادیانی کو مخاطب قرار دے کر خوب گالیاں دی ہیں۔میرے نزدیک اس طرح کا سب وشتم آپ جیسے مولوی فاضل کی شان کے مناسب نہ تھا یہ شیوہ تو کسی گستاخ دریدہ دہن کا ہونا چاہیے تھا بہر حال ہم ...اس ناشائستہ حرکت سے اعراض کر کے اصل مطلب پر حسب ذیل عرض پرداز ہیں:

آپ فرماتے ہیں کہ اشتہار مذکور میں کیوں یہ دعوی شائع نہیں ہوا کہ مرزا صاحب کرشن بھی ہیں۔اس کا جواب دو طرح پر گذارش ہے۔اول: یہ اشتہار خاکسار نے اس وقت شائع کیا تھا جب کہ ابھی سیالکوٹ کی تقریر شائع نہ ہوئی تھی ۔ دوم: مرزا صاحب حضرت کرشن علیہ الصلوۃ و

السلام کی حیثیت لے کر اہل ہنود کی اصلاح کے لئے آئے ہیں، جیسا کہ مہدی ہو کر مسلمانوں کی اندرونی اصلاح کے لئے تشریف لائے ہیں (بدھوں کی اصلاح کے لئے کیا ہو کر آئے؟ دہریوں کی اصلاح کے لئے کیا ہو کر آئے ہیں؟ بہاء) سو جب کہ بلاد اسلامیہ میں ہمارے مخاطب اہل ہنود نہیں تو اس دعوی کا شائع کرنا کیا معنی رکھتا تھا۔

پھر آپ اور اعتراض کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ گویا ہم نے اپنے اشتہار میں غلام دستگیر کا جھوٹا واقعہ لکھا ہے مولوی غلام دستگیر نے نہ اپنے لئے بد دعا کی ہے اور نہ مقابلہ میں دونوں میں جھوٹے کی موت مانگی ہے اور نہ مرزا جی کے سچے ہونے کا ذکر ہے وہ اپنی کتاب فتح رحمانی میں یوں لکھتا ہے:

دعا و التجاء اس فقیر قصوری کی جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما۔ اگر یہ توبہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا فقطع دابر القوم الّذین ظلموا و الحمد للّٰہ ربّ العالمین انّک علی کلّ شیء قدیر و بالاجابۃ جدیر

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر مولوی غلام دستگیر نے مباہلہ کیا تو سخت غلطی کی اور مولوی غلام دستگیر کا فعل دوسروں کے لئے حجت نہیں اور نہ اس سے مرزا جی کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔

اما الجواب: گذارش یہ ہے کہ یہ تو آپ نے بہت صحیح اور درست فرمایا کہ مولوی مذکور نے غلطی کی۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ واقعی اس نے غلطی کی اگر وہ غلطی نہ کرتا تو ایسی موت کیوں مرتا۔ رہی آپ کی یہ بات کہ اس کا فعل حجت نہیں اور نہ اس سے مرزا جی کی صداقت ثابت ہوسکتی ہے، سو یہ بات آپ کی رد کرنے کے قابل ہے کیونکہ ایسے قاعدہ کی بنا پر آپ فرما سکتے ہیں کہ بدر کے دن جو ابوجہل نے جو دعا کی، اس میں اس نے غلطی کی اور مولوی ابوجہل (جس کو لیکھ رام ابوالحکم کہتا ہے) کا فعل دوسروں کے لئے کوئی حجت نہیں اور نہ اس سے معاذ اللہ سید الکائنات خاتم النبیین کی صداقت ثابت ہوسکتی، تو آپ کی اس منطق پر کوئی مسلمان صاد نہیں کرے گا۔ علاوہ براں ہماری حجت اور دلیل خدا تعالی کا فعل ہے۔ مولوی غلام دستگیر کا فعل اس کی بد دعا تھی جو اس نے کی مگر اس کو موت دینا اور ہمارے مرزا جی کا صدق ظاہر کرنا، ہمارے مولی کریم کا فعل تھا جس پر ہم کو ناز ہے اور جو ہماری حجت و برہان ہے۔ تمہاری مولویت تو تب ثابت ہو کہ کوا صل جدید وضع کرو کہ جناب الہی کا فعل بھی حجت نہیں اور نہ اس سے مرزا کی صداقت ثابت ہوسکتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ غلام دستگیر نے بد دعا نہیں کی، نہ جھوٹے کی موت مانگی نہ مباہلہ کیا، اتنی بات کے لئے آپ ہی کی منقولہ عبارت کافی ہے ذرہ عقل سے کام لیں کہ ہمیں فارسی اشتہار میں غلام دستگیر کے مباہلہ کا خلاصہ پیش کرنا مقصود تھا کوئی اردو کا فارسی میں لفظی ترجمہ کرنا ضرور نہ تھا۔ اب اگر ہمارے اشتہار کا مطلب تمہاری ہی عبارت مندرجہ پرچہ اہل حدیث سے ثابت نہ ہو تو ہم تحریری وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپ کو ہرگز غبی الطبع اور کم فہم قرار نہیں دیں گے۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ فقطع دا بر القوم الذین ظلموا اگر بد دعا نہیں تو کیا ہے اگر ہے تو کس کے لئے۔ اس میں اگر وہ ظالم کی موت مانگتا ہے تو اس کی نظر میں وہ کون ہے۔ اپنے آپ کو حامی دین متین ظاہر کرتا ہے مرزا کو جھوٹا جانتا ہے پھر فقطع دا بر القوم الذین ظلموا کی بد دعا کرتا ہے۔ اور اب بھی آپ کہتے ہیں کہ اس نے بد دعا نہیں کی جھوٹے کی موت نہیں مانگی، تو کیا اس نے راست باز کی موت مانگی ہے۔ تعجب ہے ایسی موٹی باتوں کو اگر آپ نہیں سمجھ سکتے تو واقعی ہم آپ کے مقابلہ میں دلائل پیش کرنے سے عاجز ہے

و لیس یصح فی الا فھا م شئی　　　اذا احتا ج النھار الی دلیل

پھر آپ قبولیت دعا وغیرہ کے متعلق وہی لا یعنی باتیں کرتے ہیں جو مدت سے آپ کا طریق ہے سو اس کا جواب ہم کیا دیں بجز اس کے

آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی　　　اینست جوابش کہ جوابش ندہی

پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں قادیان میں آیا اور بر سر میدان نکلا اور یہ کیا اور وہ کیا۔

سو گذارش یہ ہے کہ اس میں ہمیں کیا کلام ہے آپ کا قادیان میں آنا کوئی مشکل بات نہیں۔ بے شک آپ قادیان میں تشریف لا کر آریوں کے مہمان ہو سکتے ہیں، پھر واپس امرتسر جا سکتے ہیں پبلک کو مغالطہ دے سکتے ہیں۔ سو اس طرح پر یہاں آنا کوئی بہادری نہیں۔ یکہ والے ہر روز آتے ہیں کئی قسم کے بیمار مولوی نور الدین کے پاس علاج کے لئے آتے ہیں۔ آپ کے آنے میں کوئی خصوصیت نہیں ہاں جس طریق فیصلہ کی بنا پر بلایا گیا تھا اور دعوت دی گئی تھی اسے آپ نے کہاں تک اختیار کیا؟ یہ امر پبلک کو معلوم ہو چکا ہے۔ راقم عبداللہ کشمیری

(اخبار الحکم قادیان ۳۱ جنوری ۱۹۰۵ء ص۱۲)

فقطع دابر القوم .. والے الفاظ تو مرزا صاحب نے خود اپنے بیشمار مخالفین کے خطاب میں لکھ رکھے تھے۔ اگر ان الفاظ کے لکھنے کا مطلب مباہلہ ہے تو مرزا صاحب نے بے شمار مخالفوں

سے مباہلے کرر کھے تھے، اور مرزا صاحب ایسے بے شمار مخالفوں کی زندگی میں مر گئے تھے۔

جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۳ جنوری ۱۹۰۶ء رؤیا میں مولوی محمد حسین صاحب کو دیکھا کہ کہتے ہیں قطع دابر القوم ۔ دل میں خیال گذرا کہ یہ تو دشمن ہے کس قوم کے متعلق یہ الفاظ بولتا ہے تب الہام ہوا قطع دابر القوم الذین لا یومنون ۔ ترجمہ اس قوم کی جڑ کاٹی گئی جو ایمان نہیں لاتے۔ (اخبار بدر ۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء ص ۲) یعنی مرزا صاحب کے مخالفین کی جڑ کاٹی گئی۔

اور جہاں تک مولانا امرتسریؒ کا یہ کہنا کہ غلام دستگیر کا عمل کسی اور پر حجت نہیں ہوسکتا ، یہ بات اس لئے درست ہے کہ مولوی غلام دستگیر کی شکست ، غلام دستگیر ہی کی شکست ہوگی ، اسلام کی نہیں ، جب کہ دوسری طرف مرزا صاحب کی شکست اگر انفرادی بھی سمجھی جائے تب بھی یہ ثابت کر دے گی کہ مرزا صاحب کے دعاوی جھوٹے ہیں۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مولوی غلام دستگیر نے مرزا صاحب سے مباہلہ نہیں کیا اور اس بات کا مرزا کو بھی اعتراف ہے جیسا کہ لکھا ہے:

۱۱۔ اپریل ۔ ۱۹۰۷ء کو بوقت سیر ، غلام دستگیر قصوری کے بارے میں ذکر تھا کہ بعض مخالفین کہتے ہیں اس نے کب مباہلہ کیا؟ ۔ حضور (مرزا) نے فرمایا کہ یہ جو اس نے لکھا قطع دابر القوم الذین ظلموا کا مصداق بنا ، اس فقرے کے اس کے سوا اور کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ ظالم کی ہلاکت کا خدا تعالیٰ سے خواستگار ہے ۔ اب اللہ تعالیٰ کے فعل نے بتا دیا کہ ظالم کون ہے۔ (جن لوگوں کی ہلاکت کے مرزا صاحب خواستگار تھے مثل مولانا ثناء اللہ، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالحق غزنوی، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، پیر مہر علی شاہ وغیرھم ، اور ان کی زندگی میں خود مرزا ہی چل بسے، تو اس کا مطلب کیا ہوا؟ بہاء)... پھر بطریق تنزل ہم مان لیتے ہیں کہ اس نے صرف ہمارے لئے بددعا کی (یعنی مباہلہ نہیں ہوا ۔ بہاء) مگر اب بتاؤ کہ اس کی دعا کا اثر کیا ہوا؟ کیا وہ الفاظ جو میرے حق میں کہے اور وہ دعا جو میرے برخلاف کی ، الٹی اس پر ہی نہیں پڑی۔

اب بتاؤ کہ کیا مقبولان الٰہی کا یہی نشان ہے کہ جو دعا وہ نہایت تضرع اور ابتہال سے کریں اسکا الٹا اثر ہو، اور اثر بھی یہ کہ خود ہی ہلاک ہو کر اپنے کاذب ہونے پر مہر لگا جاویں خصوصاً ایسے شخص کے مقابل میں جسے وہ مفتری اور کیا کیا سمجھتا ہے (مولانا ثناء اللہ اور مولانا محمد حسین وغیرہ کے خلاف جو دعائیں مرزا صاحب نے کیں، ان کا کیا اثر ہوا؟ وہی الٹا اثر جو وہ قصوری صاحب کی دعا کا قرار دیا جا رہا ہے ۔ کیا یہ مرزا کے مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کا نشان ہے؟ بہاء) (اخبار بدر قادیان ۲۵ ۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۸)

قادیانی حضرات ابتدا ہی سے یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ کے ورود قادیان کے موقع پر مرزا صاحب کو مولانا کے مقابلے میں شکست نہیں ہوئی اور وہ اس واقعہ کی من مانی توجیہات بیان کرتے رہے ہیں جیسا کہ الفضل کے یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء کے شمارے میں اپنے نقطہ نظر کے مطابق انہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا تو مولانا امرتسریؒ نے دفعہ مرزائیوں کی منطق کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا:

۱۔ جن شرائط پر مرزا نے مولوی ثناء اللہؒ کو بلایا تھا' مولوی صاحب نے ان کو پورا نہیں کیا۔

۲۔ مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ فریقین کی گفتگو منہاج نبوت کے ماتحت ہو گی۔

۳۔ مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ مولوی صاحب بغرض تحقیق آئیں۔ مباحثہ کے لیے نہ آئیں' اس کے باوجود مولوی صاحب مجلس عام میں مباحثہ کرنا چاہتے تھے جس کی ضرورت نہ تھی۔

۴۔ کتاب ''انجام آتھم'' میں مرزا صاحب نے خدا سے وعدہ کیا تھا کہ اب میں مولویوں سے مباحثہ نہیں کروں گا اس لیے مولوی ثناء اللہؒ کو کورا جواب دیا۔

اس خلاصے کے بعد مولانا امرتسریؒ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

پہلے نمبر کا جواب یہ ہے کہ میں نے کسی ایسی شرط کے ماننے سے انکار نہیں کیا جو مرزا صاحب نے مجھے قادیان پہنچنے کی دعوت کے ساتھ لگائی ہو۔

دوسرے نمبر کے جواب میں آپ لکھتے ہیں کہ میں نے منہاج نبوت کی تسلیم سے انکار نہیں کیا اور نہ انکار کرنا میں جائز سمجھتا ہوں۔ یہ بھی مجھ پر افتراء ہے۔

تیسرے نمبر کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ مجلس میں گفتگو کرنا میرا مقصود تھا۔ اس سے مرزا نے بھی انکار نہیں کیا' ہاں اتنا کہا تھا کہ مجلس میں لمبی گفتگو نہیں کرنی ہو گی۔ مجھے بھی اس کی ضرورت نہیں۔

انجام آتھم کے حوالے سے کیے گئے دعوے کے جواب میں مولانا فرماتے ہیں یہ دعویٰ محض جھوٹ ہے، چاہے مرزا صاحب کے قلم سے نکلا ہو یا الفضل کے قلم سے۔ اگر الفضل اپنے اس منقولہ فقرہ کو جو بقول اس کے مرزا صاحب کا مرقومہ ہے کتاب ''انجام آتھم'' سے ثابت کر دے تو ہم لدھیانہ کی انعامی رقم مبلغ تین سو روپے میں سے ایک سو روپیہ اس کو بطور انعام دیں گے۔ یاد رہے کہ کتاب ''انجام آتھم'' ہمارے پاس موجود ہے اس کے آخری صفحہ پر مرزا صاحب کے اصل عربی الفاظ یوں مرقوم ہیں: ''ازمحنا

ان لا نخاطب العلماء بعد هذه التوجهات ولو سبونا وهذه منا خاتمة المخاطبات'' یعنی ہم نے قصد کر لیا ہے کہ ان توجہات کے بعد ہم علماء کو مخاطب نہیں کریں گے اگر چہ کہ وہ ہمیں برا بھلا کہیں اور یہ رسالہ ہماری طرف سے علماء کے ساتھ خطابات کا خاتمہ ہے۔

اس عبارت میں نہ خدا کے ساتھ کوئی وعدہ ہے نہ کسی مباحثہ کا ذکر ہے بلکہ صرف اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے کہ ہم علماء سے خطاب نہ کریں گے۔ یہ بات ہر طالب علم جانتا ہے کہ خطاب اور چیز ہے مباحثہ اور چیز۔ قرآن مجید میں کئی جگہ یا ایّها الّذین آمنوا اور یا ایّها الّذین کفروا وغیرہ الفاظ آئے ہیں۔ یہ خطابات الٰہیہ ہیں مگر مباحثات الٰہیہ نہیں ہیں۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب اس بات پر بھی پختہ نہیں رہے۔ واضح رہے کہ رسالہ ''انجام آتھم ''۱۸۹۶ء کا مطبوعہ ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مرزا صاحب اپنے پختہ ارادہ کے ماتحت ۱۸۹۶ء کے بعد علماء کو نا قابل خطاب سمجھ کر ان کو شرف خطاب نہ بخشتے' لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد بھی آپ ہر تحریر میں علماء اسلام کو اپنی عادت حسنہ کے ماتحت الفاظ قبیحہ سے یاد کرتے رہے۔ چنانچہ اس کتاب کے بعد دوسری کتاب ''ضمیمہ انجام آتھم'' میں علماء کو ان لفظوں میں مخاطب فرماتے ہیں:

عبدالحق غزنوی' مولوی محمد حسین بٹالوی' مولوی احمد اللہ امرتسری یا مولوی ثناء اللہ امرتسری قسم کھانے سے اپنا تقوی دکھائیں۔ مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے۔ ہرگز نہیں کیونکہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۲۵)

آپ کی ہر کتاب میں علماء کا ذکر اسی طرح ملتا ہے۔ اسی کتاب ''اعجاز احمدی'' کو سامنے رکھ لیجئے جو خاص مجھ کو مخاطب کر کے لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب ۱۹۰۲ء کی مطبوعہ ہے یعنی ''انجام آتھم'' کی طباعت کے چھ سال بعد طبع ہوئی تھی۔ اگر مرزا صاحب اپنے ارادہ پر پختہ تھے تو آپ نے مجھے قادیان آنے کی دعوت کیوں دی تھی؟ الفضل مرزا صاحب کا دعویٰ انجام آتھم سے دکھا کر اپنی اور مرزا صاحب کی تصدیق کرے اور ہم سے سو روپیہ انعام پائے۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

مرزا قادیانی دہلی میں: ۱۹۰۵ء

مرزا صاحب نے دعوی مسیحیت کے معاً بعد ۱۸۹۱ء میں دہلی تشریف لے جا کر اشتہار بازی کا میدان گرم کیا تھا اور چند ہفتے وہاں قیام کر کے مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ سے اپنے مباحثے کو نامکمل چھوڑ کر قادیان تشریف لے آئے تھے۔ دہلی ان کا سسرالی شہر تھا اور اب انکے برادر نسبتی ڈاکٹر محمد اسماعیل وہاں محکمہ صحت میں ملازم بھی ہو گئے تھے، اس لئے اپنی اہلیہ کی خواہش پر ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب مع قبائل دہلی تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ انہوں نے اشتہار بازی نہیں کی۔ ملاقات کیلئے آنے والوں کے ساتھ ہلکی پھلکی گفتگو کرتے رہے، اور دہلی کے مزارات اور تاریخی مقامات کی سیر کرتے رہے۔ چند مخالفوں نے انہیں مباحثے کی طرف بلایا لیکن انہوں نے توجہ نہیں۔ دوران قیام انہوں نے چند مرتبہ بعض مجالس میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اس سفر کی روداد شیخ یعقوب علی نے مرتب کر کے شائع کی تھی۔ شیخ صاحب نے لکھا:

مسیح موعود کی سچائی کا ایک نشان

سب سے پہلے یہ خیال گذرا کہ یہ ریل گاڑی جس پر سوار ہو کر ہم (دہلی) جا رہے ہیں بجائے خود ہمارے مرزا صاحب کی سچائی کا ایک زبردست ثبوت اور اسکے زمانہ کی علامات میں ایک علامت ہے... آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کے زمانہ کے آثار و علامات بہت سے بیان فرمائے ہیں منجملہ اس کے ایک نشان وہ ہے جو قرآن میں و اذا العشار عطّلت میں بیان کیا گیا ہے اور اس کی تصدیق میں یہ حدیث موجود ہے و یترك القلا ص فلا یسعی الیها یہ زمینی نشان ہے جو مرزا صاحب کی صداقت کیلئے ظاہر ہوا ہے.. اونٹوں کے چھوڑے جانے اور نئی سواری کا استعمال اگرچہ بلاد اسلامیہ میں قریباً سو برس سے عمل میں آ رہا لیکن یہ پیش گوئی اب خاص طور مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی ریل طیار ہونے پر پوری ہو جائے گی کیونکہ وہ ریل جو دمشق سے شروع ہو کر مدینہ آئے گی وہی مکہ معظّمہ میں آئیگی اور امید ہے کہ بہت جلد اور صرف چند سال تک یہ کام تمام ہو جائے گا۔ تب وہ اونٹ جو تیرہ سو برس سے حاجیوں کو لے کر مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے یک دفعہ بیکار ہو جائیں گے اور ایک انقلاب عظیم عرب اور بلاد شام کے سفروں میں آ جائے گا چنانچہ یہ

کام بڑی سرعت سے ہو رہا ہے اور تعجب نہیں کہ تین سال کے اندر اندر یہ ٹکڑہ مکہ اور مدینہ کی راہ کا طیار ہو جائے اور حاجی لوگ بجائے بدؤوں کے پتھر کھانے کے طرح طرح کے میوے کھاتے ہوئے مدینہ منورہ میں پہنچا کریں۔ بلکہ غالباً معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تھوڑی ہی مدت میں اونٹ کی سواری تمام دنیا سے اٹھ جائے گی ..اور سچ تو یہ ہے مکہ اور مدینہ کی ریل کا تیار ہو جانا تمام اسلامی دنیا میں ریل کا پھر جانا ہے کیونکہ اسلام کا مرکز مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ ہے۔

(اور مرزا قادیانی بمقام گورداسپور ۲۰ مئی ۱۹۰۴ء کو مریدوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:.....

ایک اور نشان اس زمانہ کا وہ نئی سواری ہے جس نے اونٹوں کو بیکار کر دینا تھا (عرب ، افریقہ، سندھ، راجستھان وغیرہ میں ابھی تک اونٹوں کی سواری بے کار نہیں ہوئی۔ جب ہوگی دیکھا جائے گا۔ بہاء) قرآن نے و اذ العشار عطّلت (جب اونٹیاں بے کار ہو جاویں گی) کہہ کر اس زمانہ کا پتہ بتلایا، حدیث نے مسیح کے نشان میں یوں کہا لیترکن القلا ص فلا یسعی علیھا ۔پھر یہ نشان کیا پورا نہ ہوا۔حتی کہ اس سرزمین میں بھی جہاں آج تک اونٹنی کی سواری تھی اور بغیر اونٹوں کے گذارا نہ تھا وہاں بھی اس سواری کا انتظام ہو گیا اور چند سالوں میں اونٹوں کی سواری کا نام نشان نہیں ملے گا اونٹنیاں بے کار ہو گئیں۔مقرر کردہ نشان پورے ہو گئے۔ بدر ۸۔ اگست ۱۹۰۴ء ص ۴۔

(مضمون بالا پر ہماری گذارشات حسب ذیل ہیں:

- کیوں نہ کہا جائے کہ وہ پیش گوئی اگر ہے تو مرزا سے سو سال پہلے پوری ہو چکی تھی، مرزا تو بعد از وقت آئے۔ اگر حجاز ریلوے کی تکمیل کو پیش گوئی کی تکمیل قرار دیا جائے تو مرزا کی موت کو بھی سو سال ہو چکا ہے، یہ سواری مکہ اور مدینہ کے درمیان وجود میں نہیں آئی ، بلکہ دمشق سے مدینہ والی بھی عرصہ ہوا ختم ہو چکی۔یعنی مرزا قبل از وقت آگئے۔۲۰۱۰ء میں یعنی ۱۵ ویں صدی کی دوسری چوتھائی میں یہ خبریں سننے میں آ رہی ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریلوے تیار ہو رہی ہے، جو مرزا کے چودھویں صدی کے آغاز میں دعوی مسیحیت کی تکذیب ہے۔
- مکہ سے مدینہ کے درمیان جانے والے اونٹوں کی کیا خصوصیت ہے، آیت میں تو مطلق اونٹنیوں کا ذکر ہے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں ہوں، راجستھان میں، سندھ میں، بلوچستان میں، افریقی صحراؤں میں
- مدینہ مکہ ریل کی تکمیل کے لئے مرزا صاحب نے تین سال کی قید لگا دی ہے، اور مرزا اس سفر دہلی کے بعد تین سال پورے ہونے سے پہلے ہی چل بسے تھے۔شائد اس میں بھی یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ اگر مرزا تین کی بجائے ۴۔۵ سال رہ جاتے تو کم از کم دمشق سے مدینہ والی ریل تو ان کی زندگی میں تیار ہو ہی جاتی

اور مرزائیوں کو کہنے کا موقع مل جاتا کہ جس طرح احمد بیگ کی موت سے پیش گوئی کا ایک حصہ پورا ہو گیا اسی طرح مدینہ تک ریل بننے سے بھی ایک حصہ پورا ہو گیا۔

❁ یہ مرزا صاحب نے پیش گوئی کی کہ چند سالوں میں اونٹوں کی سواری کا نام ونشان نہ ملے گا۔..مرزا کے فرمان کو آج ایک صدی سے زائد عرصہ گذر چکا ہے۔کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اونٹوں کی سواری کا آج نشان تک نہیں ملتا؟ مرزا صاحب کا یہ فرمان ان کے کذب کی دلیل ہے کیونکہ اونٹوں کی سواری آج بھی موجود ہے

❁ قادیان میں ریل مرزا کی زندگی میں نہیں پہنچی ، نہ ہی پہلے خلیفہ کے دور میں آئی۔اگر مرکز میں ریل کا آجانا ہی تمام دنیا میں ریل کا آجانا گردانا جائے تو قادیانیت کا یہ نشان بھی بے بنیاد ہو جاتا ہے۔ بہاء)

(شیخ یعقوب علی سفرنامہ جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں)...قرآن میں دو قسم کی پیشگوئیاں ہیں۔ایک قیامت کی اور ایک زمانہ آخری کی مثلاً جیسے یاجوج ماجوج کا پیدا ہونا اور ان کا تمام ریاستوں پر فائق ہونا۔ یہ پیش گوئی آخری زمانہ کے متعلق ہے اور حدیث مسلم نے پیش گوئی یترك القلاص میں صاف تشریح کر دی ہے اور کھول کر بیان کر دیا ہے کہ مسیح کے وقت میں اونٹ کی سواری ترک کر دی جائے گی (مرزا کے وقت یہ سواری کب ترک ہوئی؟ اور اس کا ترک نہ ہونا مرزا کے دعوی کے کذب کی علامت ہے۔ بہاء) ..انہیں خیالات کے سلسلہ میں ان احادیث کی طرف چلا گیا جن میں ہوبہو اس سواری کا نقشہ کھینچا گیا ہے کیونکہ یہ سفر (سوئے دہلی) رات ہی کا سفر تھا اور رات کی تاریکی اور سنسانی میں بھی یہ خر دجال اپنی آوازیں نکالتا ہوا اسی طرح جا رہا تھا جس طرح پر آنحضرت ﷺ نے قبل از وقت خبر دی تھی ۔اس مقام پر ان احادیث کا مجموعی طور پر لکھ دینا غالباً ناظرین الحکم کے فائدہ اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:

یخرج الاعور الدجال من یهودة اصبهان لم یخلق له عین و الاخری کانها کوکب من وجه من دم یشوی فی الشمس شیئاً یتناول الطیر من الجو .. ثلاث صیحات یسمعها اهل المشرق و المغرب له حمار ما بین عرض اذنیه اربعین باعاً یطأ کل منهل فی کل سبعة ایام یسر معه جبلان احد هما فیه اشجار و ثمار و ماء واحد هما فیه دخان و نار یقول هذه الجنة و هذه النار رواه الحاکم و ابن عساکر عن ابن عمر

حاکم اور ابن عساکر نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ کانا دجال اصفہان کے یہودیوں میں

سے نکلے گا۔ اور اس کی ایک آنکھ پیدا ہی نہ ہوئی ہو گی اور اس کی دوسری آنکھ ستارہ کی سی ہو گی جس میں خون ملا ہو۔ سورج میں کوئی چیز بھونے گا اور اڑتے ہوئے جانور کو پکڑ لے گا تین آوازیں کرے گا جس کو مشرق والے اور مغرب والے سن لیں گے۔ اس کا ایک گدھا ہو گا اس کے دو کانوں کے درمیان چالیس باع کا عرض ہو گا۔ ہر گھاٹ کو ہر ہفتہ میں طے کرے گا اور اسکے ساتھ دو پہاڑ ہوں گے۔ ایک میں تو درخت اور پھل اور پانی ہو گا اور دوسرے میں دھواں اور آگ۔ دجال کہے گا کہ یہ جنت ہے اور یہ دوزخ ہے، دیکھو کنز العمال۔ ج ۷۔ ص ۳۰۰

اس حدیث سے بخوبی واضح ہے کہ دجال کا ایسا گدھا ہو گا جو بہت ہی تیز رو ہو گا اور ایک ہفتہ میں کل سٹیشنوں کو طے کرے گا اور ہم دیکھتے ہیں کہ کراچی سے کلکتہ تک اور مدراس سے پشاور تک ایک ایک ہفتہ میں کل سٹیشنوں کو طے کرتا ہے۔ جس کو شک ہو ریلوے کے تقسیم اوقات کے نقشوں کو ملاحظہ کرے۔ اور پھر اس گدھے کی تعریف میں لکھا ہے کہ اس کے ہمراہ دو پہاڑ ہوں گے، واقعی جس قدر گاڑیاں اس کے ساتھ ہیں وہ پہاڑی کی شکل میں دکھائی دیتی ہیں اور فی الحقیقت ان گاڑیوں میں درختوں کے پودے میوہ جات اور پانی بھی ہوتا ہے اور انجن اور اس کے ساتھ کی گاڑی میں آگ اور آگ کا سامان اور دھواں بھی ہوتا ہے پھر تعجب ہے کہ نادان کہتے ہیں کہ ریل دجال کا گدھا نہیں ہے اور طرفہ یہ ہے کہ ہر ریلوے میں دو ہی گارڈ ہوتے ہیں جو اشاروں سے گاڑی چلاتے ہیں اور واقعی ایک گارڈ ریلوے کی اگلی گاڑی میں اور ایک اسکی پچھلی گاڑی میں جب دونوں کا اتفاق ہوتا ہے تو گاڑی چلتی ہے۔ جب دونوں گارڈوں کے درمیانی فاصلہ کو ماپا جائے تو چالیس یا ۷۰ باع سے کم نہیں ہوتا۔ باع کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کو، اگر کسی کو شک ہو تو ماپ کر دیکھ لے ..گدھے کی آواز بہت مکروہ ہوتی ہے ان انکر الا صوات لصوت الحمیر اس کی مصدق ہے اور چونکہ ریل کی آواز بھی سخت مکروہ ہے اسی واسطے اس کو حمار کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ اس کی تائید ایک اور حدیث سے ہوتی ہے وہ ہے:

عن رافع بن بشیر السلمی عن ابیہ یوشک ان تخرج نار من حبس سبیل تسیرسیر مطینۃ الابل تسیر بالنہار و تقیم باللیل تغدواو تروح یقال عدت النار ایہا الناس فقبلوا راحت النار ایہا الناس فروھوا من ادرکتہ الکتہ۔ رواہ احمد و ابو یعلی و البغوی ... و ابن حبان و الطبرانی و الحاکم و ابو نعیم و البیہقی

......قریب ہے کہ پانی کے بند کرنے سے ایک قسم کی آگ نکلے گی جو اونٹ کی سی رفتار کرے گی اور دن کو چلے گی اور رات کو قیام کرے گی، صبح کو بھی چلے گی اور شام کو بھی چلے گی (مراد ہر وقت چلے گی) اور پکار ہوگی کہ اے لوگو وہ دن کو چلنے لگی، تم بھی تیار ہو جاؤ پھر آواز ہوگی دو پہر کو چلی تم بھی چلو۔ پھر شام کو چلے گی تم بھی چلو وہ جس کو گھیر لے گی کھا جائے گی۔

اس حدیث میں مخبر صادق نہیں ریل گاڑی کا فوٹو کھینچ دیا ہے اور اس کا گھنٹی بجنا اور لوگوں کو خبر دار کرنا کہ ریل تیار ہے، تم بھی تیا ہو جاؤ۔ اور نیز ریلوں کی تعداد بتا دی، بعض مقامات پر دو دفعہ نہیں صبح و شام ریلوے چلتی ہے اور بعض میں تین دفعہ اور اس سے زیادہ کہیں نہیں ہوتی اس لئے صرف کثرت وقوعہ کا ذکر فرما دیا ہے اور اس میں کوئی ہرج نہیں۔

علاوہ بریں یہ بھی بتلا دیا کہ وہ سواری یعنی حمار آگ اور پانی کے ذریعہ چلے گی۔ سو کون نہیں جانتا کہ انجن میں پانی بند کر کے آگ دی جاتی ہے اور جب پانی سو درجہ تک گرم ہو جاتا ہے تو اس سے بھاپ پیدا ہو جاتی ہے جس کے زور سے وہ چلتی ہے۔

حدیث ابن المنادی میں جو حضرت علیؓ کی روایت سے ہے یہ بھی درج ہے کہ دجال کا گدھا ایسا ہوگا کہ اس کے چلنے کے مقام سے ٹھہرنے کے مقام تک ایک دن اور ایک رات کا سفر ہو گا یعنی جتنا ایک آدمی رات اور دن میں سفر کرے گا چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں

ما بین حا فر حمار ہ الی الحا فر ا لآ خر سیرۃ یوم و لیلۃ۔

پھر اسی حدیث میں دجال کے گدھے کی یہ بھی تعریف ہے کہ اتنا تیز چلے گا کہ اس کے دائیں طرف بادل ہو تو فوراً وہاں تک پہنچ جائے گا چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں یتناول السحا ب بیمینہ و یسبق الشمس الی مغیبھا ۔ پس کون نہیں جانتا کہ ریلوے گاڑی اتنی سرعت سے چلتی ہے کہ بادلوں کو پیچھے چھوڑ جاتی ہے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے کہیں کی کہیں چلی جاتی۔ اس کا گدھا صرف خشکی پر ہی نہیں چلے گا بلکہ سمندر میں بھی اپنی پوری رفتار سے چلے گا چنانچہ الفاظ حدیث حسب ذیل ہیں: یخو ض البحر الی کعبیہ

یعنی سمندر میں ٹخنوں تک غوطہ لگائے گا۔ جن لوگوں نے بندرگاہوں کا معائنہ کیا ہوگا دخانی جہازوں اور اگن بوٹوں میں سیر کی ہوگی ان پر بخوبی روشن ہے کہ انجن جہاز یا کشتی دخانی کا ایک حصہ پانی میں ہوتا۔

دجال کے گدھے کی ایک علامت یہ بھی لکھی ہے کہ اس کے آگے ایک دھویں کا پہاڑ اور

پیچھے سبزی نما پہاڑ ہوگا جو حدیث کے الفاظ ذیل سے ہویدا ہے اما مه جبل د خا ن و خلفه جبل د خا ن جن لوگوں نے ریلوں اور جہازوں کو چلتے دیکھا ہے ان کو معلوم ہے کہ انجن چونکہ آگے ہوتا اور اس سے بکثرت دھواں نکلتا ہے جو آسمان میں بلند ہو کر ایسا پہاڑ سا دکھائی دیتا ہے (انجن آگے بھی ہو تو دھواں پیچھے رہ جاتا، اور جب وہ پہاڑ بنتا ہے اس وقت وہ پیچھے ہی ہوتا، آگے پہاڑ نہیں بنتا۔ بہاء) اور جب دھواں ہوا میں منتشر ہو کر ریلوے کے پیچھے ہو جاتا ہے تو سبز پہاڑ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ (نہیں، سبز نہیں ہوتا، بہاء)۔ وہ گدھا آواز کرے گا جو دور دور تک سنائی دیگی۔ گویا اس سے وہ ان لوگوں کو جو اس میں سوار ہونے کیلئے منتظر ہوتے ہیں بلاتا ہوگا، چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں ینادی بصوت له یسمع به ما بین الخا فقین الیّ او لیا ئی الیّ او لیا ئی الیّ ا حبا ئی

پس صاف واضح ہے کہ یہ باتیں ریل گاڑی میں پائی جاتی ہیں۔ پھر اگر اس کو دجال کا گدھا نہ مانا جائے تو بتاؤ کہ ایسی عظیم الشان بے نظیر گاڑی کی رسول اللہ ﷺ نے کہاں خبر دی ہے۔

الغرض یہ تمام احادیث ریل گاڑی کی ایجاد کی پیش گوئی کو صاف طور پر بتاتی ہیں اور آنحضرت ﷺ کی سچائی اور مرزا کی صداقت پر مہر کرتی ہیں اس مقام پر عوام مخالف الرائے علماء کے بہکانے سے ایک اعتراض کرتے ہیں کہ جب ریل گاڑی دجال کا گدھا ہے تو اس پر مسیح موعود خود کیوں سوار ہوتا ہے؟.. ایسے معترضین ہمیں نہیں بتاتے کہ کیا اس پر سوار ہونا قرآن شریف یا احادیث میں حرام آیا ہے؟ اگر یہ بات نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ایسا بیہودہ اعتراض کیوں کیا جاتا ہے۔ علاوہ بریں کہ بوجہ ملکیت اور قبضہ اور تصرف تام اور ایجاد گروہ دجالی کے یہ دجال کا گدھا کہلاتا ہے اور اگر عارضی طور پر کوئی اس سے نفع اٹھائے تو اس سے وہ اس کا مالک یا موجد نہیں ٹھہر سکتا۔ خرِ دجال کی اضافت ملکی ہے ۔ پھر اگر خدا تعالیٰ دجال کے مملوکات و مصنوعات میں سے بھی مومنوں کو نفع پہنچاوے تو اس میں کیا حرج ہے۔ کیا انبیاء کفار کی مملوکات و مصنوعات سے نفع نہیں اٹھاتے تھے ہمارے نبی ﷺ اکثر خچر کی سواری کرتے حالانکہ میں احادیث نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ گدھے سے گھوڑی کو ملانا ممنوع ہے.. ماسوا اس کے جب کہ مسیح موعود قاتل دجال ہے یعنی روحانی طور پر تو بموجب حدیث من قتل قتیلاً کے جو کچھ دجال کا ہے وہ مسیح کا ہے، (لیکن حدیث تو بعد قتل قاتل کو مقتول کی املاک کا مالک بناتی ہے، مرزا صاحب تو دجال کی زندگی میں یہ کر رہے تھے۔ ا۔ اس حدیث کی رو سے یہ ریل مرزا کی قرار دینا ہے تو کیا دجالوں کی عورتیں مرزا کی لونڈیاں بن گئیں، ان کے بچے مرزا کے غلام بن گئے، ان کے سوروں کے فارم مرزا کی ملکیت ہو گئے، ان کے شرابوں کے کارخانے مرزا کے ہو گئے، وغیرہ۔ بہاء) ...اب

واضح ہو کہ یہ ریل گاڑی کی طرف اشارہ ہے جس نے تمام سواریوں سے قریباً نوع انسان کو فارغ کر دیا ہے...

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے عیسیٰؑ کے آنے کی یہ نشانیاں لکھی ہیں لینزلن ابن مریم حکماً عدلاً فیکسرن الصلیب و لیقتلن الخنزیر و لیضعن الجزیة و لیترکن القلاص فلا یسعی علیها یعنی عیسیٰ حکم اور عدل ہونے کی حالت میں اترے گا، اس طرح پر کہ مسلمانوں کے اختلافات پر حق کے ساتھ حکم کرے گا اور عدل کو زمین پر قائم کر دے گا، صلیب کو توڑے گا خنزیروں کو قتل کریگا (مرزا خود کہتے تھے کہ کچھ کو قتل کر چکا ہوں اور بڑے بڑے ابھی باقی ہیں، اس فرمان کے بعد سے مرزا صاحب نے کون کون سے خنزیر ختم کئے؟ بہاء) اور جزیہ کو اٹھا دے گا۔ اس کے آنے کا ایک نشان یہ ہوگا کہ جوان اونٹیاں جو بار برداری اور سواری کا بخوبی کام دیتی ہیں چھوڑ دی جائیں گی پھر ان پر سواری نہیں کی جائے۔ اب واضح ہو کہ یہ ریل گاڑی کی طرف اشارہ ہے جس نے تمام سواریوں سے قریباً نوع انسان کو فارغ کر دیا ہے اور جو تمام دنیا کے ستر ہزار میل میں پھر گئی ہے اور ہندوستان کے سولہ ہزار میل میں۔ چونکہ عرب میں اعلیٰ درجہ کی سواری جو ایک عربی کے تمام گھر کو اٹھا سکتی ہے اونٹنی کی سواری ہے جو بار برداری اور مسافت طے کرنے میں تمام سواریوں سے بڑھ کر ہے اسلئے آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کیا تا کہ اعلیٰ کے ذکر کرنے سے ادنیٰ خود اس کے ضمن میں آ جائے۔ پس فرمایا کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت میں یہ سب سواریاں بے قدر ہو جائیں گی اور کوئی ان کی طرف التفات نہیں کرے گا یعنی ایک نئی سواری دنیا میں پیدا ہو جائے گی جو دوسری تمام سواریوں کی وقعت کھو دے گی۔ (حاشیہ از یعقوب علی: چونکہ ریل کا وجود اور اونٹوں کا بے کار ہونا مسیح موعود کے زمانہ کی نشانی ہے اور مسیح کے ایک یہ بھی معنی ہیں کہ بہت سیاحت کرنے والا، تو گویا خدا نے مسیح کے لئے اور اس کے نام کے معنی متحقق کرنے کے لئے اور نیز اس کی جماعت کے لئے ...ریل کو ایک سیاحت کا وسیلہ پیدا کیا ہے) تا وہ سیاحتیں جو پہلے مسیح نے ایک سو برس تک بصد محنت پوری کی تھیں اس مسیح کے لئے صرف چند ماہ میں وہ تمام سیر و سیاحت میسر آ جائے۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ جیسے اس زمانہ کا ایک مامور من اللہ ریل کی سواری کے ذریعہ سے خوشی و آرام سے ایک بڑے حصہ دنیا کا چکر لگا کر اور سیاحت کر کے اپنے وطن میں آ سکتا ہے یہ سامان پہلے نبیوں کیلئے میسر نہیں تھا اس لئے مسیح کا مفہوم جیسے اس زمانہ میں جلد پورا ہو سکتا ہے کسی دوسرے زمانہ میں اس کی نظیر نہیں۔

(الحکم قادیان ۱۷ دسمبر ۱۹۰۵ء ص ۱۰-۱۱)۔

شیخ یعقوب علی صاحب نے کاریں اور ہوائی جہاز نہیں دیکھے تھے ہیلی کا پٹر نہیں دیکھے تھے، بسیں نہیں دیکھیں تھیں، ان کے مقابلے میں ریل گاڑی تو ایک محدود قسم کی سواری ہے۔ بسوں، کوچوں، اور جہازوں نے ریل کی وقعت بڑی حد تک کم کردی، یہ ان مقامات تک بھی لے جاتے ہیں جہاں ریل نہیں جاتی۔ ان میں سے بعض سواریوں کی رفتار بھی ریل کی عام رفتار سے زیادہ ہے۔ اگر اعلیٰ درجہ کی سواری کا وجود میں آنا مسیح موعود کا نشان ہے تو مرزا صاحب قبل از وقت آ کر قبل از وقت چلے گئے۔

﴿ مرزائیوں کے کہنے کے مطابق مسیح افغانستان آیا، پھر کشمیر آیا، اور وہاں فوت ہو کر دفن ہوا۔ اس کی مطابقت کی پیدا کرنے کے لئے مرزا صاحب کو افغانستان اور کشمیر بھی جانا چاہیے تھا، کشمیر میں مرنا بھی چاہیے تھا، مسیح کو بقول مرزائیاں ۱۲۰ سال زندگی ملی، مرزا صاحب کو بھی اتنی عمر ملنی چاہیے تھی، مسیح کا صرف چار سال کا عرصہ تبلیغ سامنے ہے، باقی ۸۷ سال تو گم شدہ ہیں، مرزا کا بھی یہی حال ہونا چاہیے تھا، مسیح کے ماننے والے یہودیوں سے، جن میں سے اس کی ماں تھی، بڑھ گئے، مرزا صاحب کو ماننے والے بھی مسلمانوں سے بڑھنے چاہیے تھے۔ لیکن کیا ایسا ہوا؟

﴿ مرزا صاحب کا کل سفر ریل یا تانگوں پر اتنا نہیں ہے جتنا مسیح نے فلسطین، مصر، پھر فلسطین، پھر افغانستان پھر کشمیر تک کیا ہے، باوجودیکہ ذرائع آمدورفت محدود تھے۔

﴿ آج کے دور یعنی اکیسویں صدی کے پہلے عشرے میں سواریاں مرزا صاحب کے زمانہ سے بہت زیادہ تیز رفتار ہیں۔ اگر سریع السیر ہونا مسیح کی نشانی ہے تو آج کے دور میں آنے والا شخص مرزا صاحب کی نسبت دعویٰ مسیحیت میں کہیں زیادہ قابل قبول ہوسکتا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر مرزا صاحب آج کے دور کی تیز رفتار سواریوں کا علم ہو جاتا تو آپ خدا تعالیٰ سے دعا کر کے غائب ہو جاتے اور آج یا اگلی کسی صدی میں ظاہر ہوتے۔ اس وقت ان کا محمدی بیگم سے شادی والا معمہ بھی حل ہو جاتا کہ محمدی بیگم کی لڑکی کی لڑکی کی لڑکی سے ان کا نکاح ہو جاتا، اور اس وقت تک ان کے سارے دشمن مثلاً ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولوی کرم الدین جہلمی، مولانا عبدالجبار غزنوی، شاہ احمد رضا خان بریلوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولوی محمد حسین کوئلہ والی دہلوی، علامہ شمس الحق ڈیانوی، مولانا اشرف علی تھانوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، ملا محمد بخش جعفر زٹلی، مولوی عبدالحق حقانی، مولانا محمد بشیر سھسوانی، شیخ حسین عرب محسن یمانی، حافظ محمد رمضان پشاوری، قاضی عبدالاحد خان پوری، قاضی محمد خان پوری، پیر جماعت علی شاہ، مولوی عبدالحق غزنوی، مولوی عبدالواحد غزنوی، مولوی عبدالغفور غزنوی، حافظ محمد یوسف امرتسری، حکیم محمد الدین امرتسری، مولانا احمد اللہ امرتسری، مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ، مولانا حامد رضا

بریلوی، مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی وغیرھم بھی تخرج الی الصدور ہو چکے ہوتے۔ اور ویران گلیوں میں مرزا صاحب کے نقارے بج رہے ہوتے۔

دہلی میں قیام کے دوران ایک مرتبہ مرزا صاحب نے فرمایا:

...میرا آنا بے وقت نہیں۔ صدی جس کے سر پر آنا تھا، تئیس برس اس میں سے گذر گئے۔ کسوف خسوف بھی رمضان میں ہو گیا۔ طاعون بھی پیدا ہو گئی ...ایک نئی سواری یعنی ریل بھی پیدا ہوگئی۔ اور خدا تعالی نے دس ہزار سے زیادہ نشان میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائے ہیں اور ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی زندگی حضرت عیسیٰؑ کی موت میں ہے۔ اگر آج یہ امر عیسائیوں پر ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے تو وہ سب کے سب عیسائی مذہب ترک کر دیں۔ والسلام ...مرزا غلام احمد ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء

(اخبار بدر ۶ نومبر ۱۹۰۵ء ص۴)

مرزا صاحب کا فرمان:

اگر آج یہ امر عیسائیوں پر ثابت ہو جائے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے تو وہ سب کے سب عیسائی مذہب ترک کر دیں۔

بڑا معنی خیز ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ سب کے سب عیسائی مرزا صاحب کی زندگی میں عیسائیت سے تائب نہیں ہوئے، اس لئے مرزا صاحب ثابت نہیں کر سکے کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ اور چونکہ آج تک بھی سارے عیسائی ختم نہیں ہوئے، اسلئے قادیانی بھی آج تک ایسا ثابت نہیں کر سکے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں۔ اگر مرزا صاحب یا ان کے مرید ایسا ثابت کر دیتے تو آج دنیا عیسائیت سے خالی ہوتی۔

مرزا صاحب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ان کا مشن کسر صلیب ہے یعنی عیسائیت کا خاتمہ۔ پھر وہ اور ان کے مرید خاتمے سے مراد دلائل کے ساتھ عیسائیت پر غلبہ کے لیتے تھے۔ اور دلائل کے ساتھ غلبے کا مطلب بھی یہی ہے کہ عیسائیوں پر ان پر ثابت کر دیا جائے کہ عیسی پرستی درست نہیں۔ اور یہ بات ثابت ہو جائے تو وہ عیسائیت چھوڑ دیں گے۔ چونکہ انہوں نے بحیثیت مجموعی عیسائیت ترک نہیں کی، اس لئے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب دلائل کے ساتھ ان پر غلبہ حاصل کر کے بھی کسر صلیب نہیں کر سکے۔ یعنی وہ اپنے مشن میں ناکام و نامراد رہ کر آنجہانی ہوئے۔

مرزا صاحب کے متعلق اڈیٹر الحکم نے لکھا ہے:

مرزا صاحب کی پوری توجہ اس طرف مبذول ہو رہی ہے کہ جس طرح ممکن ہو صلیبی سحر کو اعجازی رنگ میں باطل کیا جائے۔ چنانچہ ایک روز فرمانے لگے کہ میں تو یہی سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جس سے ہم صلیب پرستی کے باطل کو مٹا سکیں کیونکہ ہماری زندگی کی یہی غرض ہے اور یہی کام ہے جس کے لئے ہم کو اللہ تعالی نے بھیجا ہے۔ فرمایا بعض اوقات سوچتے سوچتے اس قدر فکر کا غلبہ ہو جاتا ہے کہ برد اطراف اور دوران سر شروع ہو جاتا ہے۔

یہ بھی (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ یہ حربہ جو ہمارے ہاتھ میں ہے صلیب کو بالکل توڑ دے گا جو یوز آسف کا ہے کیونکہ خود عیسائیوں نے اس کو مانا ہے اور اس کا تعلق انہوں نے مسیح کے ساتھ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ ایک حواری تھا اور اٹلی میں اس کا گرجا بنایا جس پر ہزاروں روپئے خرچ ہوئے اور ہر سال میلہ ہوتا ہے۔ اب اتنا تو انہوں نے خود مان لیا ہے اس لئے ثبوت ان کے ذمہ ہی رہا کہ وہ ثابت کریں کہ مسیح کے کسی حواری کا نام شاہزادہ نبی بھی ہے۔ آخر ثابت یہی ہوگا کہ وہ مسیح ہی کی قبر ہے۔

کسر صلیب کی حقیقت کی حقیقت بتاتے ہوئے (مرزا نے) فرمایا کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صلیب توڑتا پھرے۔ اس کو روحانیت سے تعلق کیا اور اس کا فائدہ کیا؟ فرض کرو اگر صلیب توڑ دے تو کیا اور نہیں بن سکتیں۔ علاوہ ازیں صلیب توڑنے میں بعض مسلمان بادشاہ بھی شریک ہیں جیسے مثلاً صلاح الدین، تو مسیح موعود کی کیا خصوصیت ہوئی۔ بات اصل میں یہ ہے کہ کسر صلیب سے یہ مراد ہے کہ وہ صلیب کی اس حقیقت کو کھول کر دکھا دے گا پھر اس کا زور ٹوٹ جائے گا۔

(الحکم قادیان ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۱ء ص ۱۳۔۱۴)

مرزا صاحب کے اس فرمان سے معلوم ہوا دس ہزار نشان وغیرہ عیسائیت پر غلبہ کے لئے کافی نہیں ہیں بلکہ اس بات کا ثابت کرنا ضروری ہے کہ مسیح مر گیا ہے۔ جو مرزا صاحب سے نہیں ہو سکا، کیونکہ عیسائیوں کی تعداد آج بھی قادیانیوں سے کئی گنا زیادہ ہے۔

قیام دہلی کے دوران ایک موقع پر مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا:

خواجہ باقی باللہ بڑے مشائخ میں سے تھے شیخ احمد سرہندی کے پیر تھے مجھے خیال آتا ہے کہ ان بزرگوں کی ایک کرامت تو ہم نے بھی دیکھ لی ہے اور وہ یہ کہ دہلی جیسے شہر کو

انہوں نے قائل کیا اور یہ وہ شہر جو ہم کو مردود اور مخذول اور کافر کہتا ہے....
فرمایا کہ یہ سرزمین بھٹی ہے اور اس کے لئے آسمانی سرزنش کا حصہ ہمیشہ رہا ہے صرف انگریزوں کے ساتھ ہی بغاوت نہیں کی بلکہ سلاطین اسلامیہ کے ساتھ بھی شورہ پشتی کرتے رہے ہیں۔اس جگہ کے اکابر اور مشائخ کے اخلاق کا بھی اس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ انہوں نے ایسے شہر میں کس طرح بسر کی۔ یہ بزرگ بہت ہی مسلوب الغضب تھے انہوں نے اپنے آپ کو مٹی کی طرح کر دیا تھا مرزا جان جاناں کو ان لوگوں نے قتل کر دیا .. شاہ ولی اللہ کے لئے بھی دہلی والوں نے ایسے ہی قتل کے ارادے کئے تھے مگر ان کو خدا نے بچا لیا۔ میرے ساتھ جب مباحثہ ہوا تھا تو آٹھ نو ہزار آدمی کا مجمع تھا اور میں نے سنا ہے کہ بعض کے ہاتھ میں چاقو اور بعض کے ہاتھ میں پتھر بھی تھے یہاں تک کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اندیشہ ہوا کہ کہیں غدر نہ ہو جائے۔اس واسطے اس نے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا کر مجمع سے باہر کیا اور گھر پہنچایا۔ ایسے وقت میں یہ لوگ کوتاہ اندیش پست خیال اور سفلہ ہونا ظاہر کرتے ہیں اس کے بالمقابل پنجاب میں بڑی سعادت ہے ہزارہا لوگ سلسلہ حقہ میں شامل ہوتے جاتے ہیں پنجاب کی زمین بہت نرم ہے اور اس میں خدا پرستی ہے طعن وتشنیع کو برداشت کرتے ہیں مگر یہ لوگ بہت سخت ہیں جس سے اندیشہ ایسے عذاب الٰہی کا ہے جو پہلے ہوتا رہا ہے۔ کیونکہ جب کوئی مامور من اللہ اور ولی اللہ آتا ہے اور لوگ اس کے درپئے آزار اور توہین ہوتے ہیں تو عادت اللہ اسی طرح واقع ہے کہ بعد اس کے ایسے شہر اور ملک پر جو سرکش اور بے ادب ہوتا ضرور تباہی آتی ہے۔ پنجاب میں اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے وہ لوگ خدا خوف رکھتے ہیں اور خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کثرت سے پنجابیوں کا ہماری طرف رجوع ہو رہا ہے کہ بعض اوقات ان کو ہماری مجالس میں کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ملتی (اس کے چندروز بعد امرتسر میں جو کچھ مرزا صاحب کے ساتھ امرتسریوں نے کیا تھا وہ عنقریب بیان ہوگا۔اور اس سے پتہ چلے گا کہ پنجابی کس حد تک ان کی طرف رجوع کر رہے تھے۔ بہاء)۔خواجہ باقی کی قبر پر کھڑے ہو کر بعد دعا کے (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ ان تمام بزرگوں کی جو دہلی میں مدفون ہیں کرامت ظاہر ہے کہ ایسی سخت سرزمین نے ان کو قبول کیا۔ یہ کرامت اب تک ہم سے ظہور میں نہیں آئی۔ (پھر بھی دعویٰ ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں، محمد ثانی ہوں، اور سب اولیاء سے

افضل ہوں۔ بہاء)۔ (بدر قادیان ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۲)

دہلی میں مولوی عبدالکریم کا ذکر کرتے ہوئے مرزا صاحب نے فرمایا:

خدا نے دعا کو قبول کر کے (عبدالکریم کو) سرطان سے شفا دے دی۔ مگر جب کسی کی اجل آجاتی ہے تو پھر رک نہیں سکتی۔ اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ دعا سے عمر بڑھ جاتی ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ اجل کے آجانے سے پیشتر قبل از وقت جو دعا کی جائے وہ کام آتی ہے، ورنہ جان کندن کے وقت کون دعا کر سکتا ہے۔ ایسی سخت بیماری میں مولوی صاحب کا اکاون دن تک زندہ رہنا ہی استجابت دعا کا نتیجہ تھا۔ یہ تا خیر بھی تعجب انگیز ہے۔ ہم بہت دعا کرتے تھے کہ آدمی اچھا ہے، زندہ ہی رہے۔ تب خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا توثرون الحیوۃ الدنیا یعنی اگلے عالم کے تم قائل نہیں ہو جو اس دنیا کی زندگی کے واسطے اتنا زور دیتے ہو۔ (اخبار بدر ۳۱۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۳)

یعنی خدا نے ڈانٹ پلا دی اور دعا قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسری طرف دعوی ہے کہ خدا نے وعدہ کیا ہے کہ میں تمہاری سب دعائیں قبول کرونگا۔

مرزا صاحب کے قیام دہلی کے دوران سید محمد احسن امروہی قادیانی نے مولانا محمد بشیر سھسوانیؒ کے نام ایک خط لکھا جو درج ذیل ہے:

محبّ قدیم وحب کریم حضرت مولانا محمد بشیر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ کہ پیش گوئی اسلامی مندرجہ قرآن مجید و اذا النّفوس زوّجت کا نظارہ اس زمانہ آخر میں طرح طرح سے نظر آ رہا ہے کئی جگہ بلکہ ہر ایک مقام میں تو بذریعہ ریلوے اور کہیں بذریعہ تار کے اور کسی جگہ بواسطہ مراسلت صحت کے اس مقدمہ قیامت کا جلوہ من جملہ دیگر مقدمات قیامت کے مشاہدہ کیا جاتا ہے جس سے عبرتاً قیامت یاد آ جاتی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

المدعا یہ کہ ایک حسن اتفاق ہے کہ خاکسار مسافرانہ جناب والا کے دارالاقامت میں حاضر ہو گیا ہے۔ چونکہ مسافر کو کوئی ہدیہ میزبان کریم کی خدمت میں پیش کرنا بالضرور مسنون ہے لہذا مواہب الرحمٰن یک جلد و الفرقان دو جلد و تبلیغ حق چار عدد پیش کر کر امیدوار قبول فرمانے کا ہوں ولا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی و من یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسناً ان اللہ غفور شکور

اور میز بان پر ادنی درجہ یہ امر لازم ہے کہ اپنی زیارت سے مشرف فرماوے جس کی دو صورتیں ہیں یا جناب والا قدم رنجہ فرمادیں کہ القادم یزار، یا خاکسار جناب والا کی ...دہلیز پر حاضر ہوکر شرف ملازمت حاصل کرے۔ امید کہ بحکم و امّا السّائل فلا تنھر کے وقت فرصت سے مطلع فرمایا جائے اور سوائے معیت ایک دو احباب نہ اس طرف کوئی ضرورت ہے اور اغلب کہ جناب کی طرف سے بھی کوئی ضرورت اس کی واقع نہ ہوگی۔ خاکسار محمد احسن نزیل بازار چتلی قبر مکان الف خان روشنائی ساز محررہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء مطابق ۲۴ شعبان ۱۳۲۳ھ یوم سہ شنبہ

مولانا محمد بشیر سھسوانیؒ نے جواباً تحریر فرمایا:

جواب: مکرم بندہ جناب مولوی محمد احسن صاحب دام مجدکم..

عنایت نامہ معہ ہدایا مرسلہ موصول ہوا ممنون فرمایا مجھ کو آپ کی ملاقات کا شوق زاید از حد ہے اور ارادہ ملاقات کا مصمم تھا مگر چند موانع ومصالح کی وجہ سے قاصر رہا۔ معاف فرماویں ان بعض مصالح کا حال حامل پرچہ ہذا کی زبانی واضح ہوگا۔

خاکسار محمد بشیر از کوچہ نٹوارہ (بدر قادیان ۳ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۱-۲)

مولانا محمد بشیر سھسوانیؒ نے حامل رقعہ کے ذریعہ شائد یہ کہا ہوگا کہ آپ کا مجھے لکھنا اور دعوت ملاقات دینا بے کار ہے۔ مرزا صاحب کے ذمہ ہمارے چوتھے پرچے کا جواب باقی ہے اور پانچ پرچے پورے کر کے ۱۸۹۱ء والے مباحثہ کو پورا کرنا بھی ابھی باقی ہے۔ میں ادھر آپ کے ہاں ملاقات کے لئے آ گیا تو مرزا صاحب شرمندہ ہوں گے کیوں کہ بات تو وہیں سے شروع ہونا ہے جہاں تک ۱۸۹۱ء میں پہنچی تھی۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے مرزا صاحب نے ہمارے چوتھے پرچے کا جواب ابھی تک نہیں لکھا، اور اگر لکھا ہے تو مجھے ابھی تک نہیں بھجوایا۔ آپ ان سے درخواست کر کے وہ پرچہ بھجوادیں، ادھر میں اپنے دوستوں حاجی محمد احمد وغیرہ سے بات کر کے انہیں اس بات پر رضا مند کرنے کوشش کرتا ہوں کہ اس پرچہ کو قبول کر لینا چاہیے۔ میں اپنے ان دوستوں کو بتا دونگا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مدت معینہ کا دھیان نہیں رکھنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ دشمن مر تو گیا، خواہ پیش گوئی کی مدت کے بعد ہی مرا۔ اس لئے مرزا صاحب کا چوتھا قبول کر ہی لیا جائے خواہ ۱۴ سال بعد آئے۔

مولانا محمد بشیر سھسوانیؒ کی تحریر جو مرزا کے قیام دہلی میں ایک شخص لے کر ان کے پاس

آیا یوں ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم: عیسی بن مریم جو بین یدی الساعۃ نازل ہونے والے ہیں وہ وہی نبی بنی اسرائیل ہیں نہ انکا کوئی مثیل اس کی دو دلیلیں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

اول حدیث ابو ہریرۃؓ:

عن النبی ﷺ قال لیس بینی و بینہ نبی یعنی عیسی علیہ السلام و انہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ و البیاض بین ممصرتین کأن رأسہ یقطر و ان لم یصبہ بلل۔ الحدیث اخرجہ ابو داؤد (حدیث نمبر ۴۳۲۴) و احمد۔

و اول الحدیث عند احمد الانبیاء اخوۃ من علات وامھاتھم شتی و دینھم واحد و انی اولی الناس بعیسی بن مریم لم یکن بینی و بینہ نبی و انہ نازل۔ الحدیث

رجال اس حدیث کے سب رجال شیخین ہیں سوائے عبدالرحمٰن بن آدم کے کہ وہ رجال مسلم سے ہے پس اس حدیث کی صحت میں کیا کلام ہے۔ اور اس کی عاضد ہے حدیث عبداللہ بن مسعودؓ:

قال لما کان لیلۃ اسری برسول اللہ ﷺ لقی ابراھیم و موسی و عیسی فتذکروا الساعۃ فبدؤا بابراھیم فسألوہ عنھا فلم یکن عندہ علم منھا ثمّ سالوا موسی فلم یکن عندہ منھا علم فرد الحدیث الی عیسی بن مریم فقال قد عھد الیّ فیما دون و جبتھا فامّا و جبتھا فلا یعلمھا الا اللّٰہ فذکر خروج الدجال قال فانزِل فاقتلہ الحدیث اخرجہ ابن ماجہ (حدیث نمبر ۴۰۸۱) و احمد و سعید بن منصور و ابن ابی شیبہ (حدیث نمبر ۵۲۰۰ کتاب الفتن) و ابن جریر و ابن المنذر و الحاکم و صححہ و ابن مردویہ و البیھقی فی البعث و النشور کذا فی الدر المنثور۔

اس حدیث کے سب رجال رجال شیخین ہیں سوائے موثر بن غفارہ کے کہ اس کو حافظ نے تقریب میں مقبول لکھا ہے اور کاشف میں اس کے ترجمہ میں لکھا ہے وثق۔ خلاصہ میں ہے وثقہ ابن حبان۔

اگرچہ ہر واحد ان حدیثین میں سے لائق احتجاج ہے مگر دونوں کے ملنے سے اور زیادہ قوت ہوگئی اس لئے ہم نے دونوں کو ایک دلیل قرار دیا۔

دوم یہ کہ حدیث نواسؓ بن سمعان میں جس کو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے اس نازل ہونے والے کے حق میں پانچ بار نبی اللہ آیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا مرزا صاحب نبی اللہ ہیں یا نہیں ۔ برتقدیر ثانی مصداق عیسی بن مریم کے جو نازل ہونے والا ہے نہ ہوئے اور برتقدیر اول کفر لازم آتا ہے کیونکہ یہ انکار ہے آیت و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین اور احادیث متواترہ اناخاتم النبیین لا نبی بعدی اور نیز مدعی مسیحیت کا دجالین کذابین میں سے ہونا نکلتا ہے کیونکہ احادیث ابوہریرہ وثوبان وغیرھما میں جن کو بخاری ومسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے دجالین کذابین کی یہ علامت بتائی گئی ہے کہ وہ سب دعوی رسول اللہ ونبی اللہ ہونے کا کرینگے

(اخبار بدر قادیان ۲۲ دسمبر ۱۹۰۵ء ص ۲)

شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں کہ دہلی میں ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء یوم چہارشنبہ چند مولوی اورطلباء آئے۔ حضرت کی خدمت میں عرض کیا....

(مرزا کہتے ہیں) میں نے ایک دفعہ لدھیانہ میں عیسائیوں کو اشتہار دیا تھا کہ ہمارا تمہارا بہت اختلاف نہیں تھوڑی سی بات ہے یہ کہ تم مان لو کہ عیسیٰؑ فوت ہو گئے اور آسمان پر نہیں گئے۔ تمہارا اس میں کچھ حرج نہیں۔ اس پر وہ بہت جھنجھلائے اور کہنے لگے کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ عیسیٰؑ مر گیا اور آسمان پر نہیں گیا تو آج دنیا میں ایک بھی عیسائی نہ رہتا..

یہاں پر ایک مولوی صاحب مخالفین کی جماعت میں سے بول اٹھے اور چونکہ انہوں نے حضرت (مرزا) کو مسلسل تقریر نہیں کرنے دی بلکہ جلدی جلدی سوال پر سوال کرنے لگے اور کسی سوال کے متعلق حضرت کا پورا جواب نہ سنا، اس واسطے تقریر مذکورہ بالا تو ختم ہوگئی ،مولوی صاحب سے سوال جواب درج کرتا ہوں تاکہ دہلی کے مولویوں کا نمونہ ناظرین کو نظر آئے۔

مولوی صاحب: تو جن روایات سے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی ثابت ہے ان کو کیا کریں؟

مرزا قادیانی: جو روایت قرآن اور حدیث صحیح کے مخالف ہو وہ ردی ہے، قابل اعتبار نہیں۔ قول خدا کے برخلاف کوئی بات نہیں ماننی چاہیے۔

مولوی صاحب: اور جو وہ روایت بھی صحیح ہو۔

مرزا قادیانی: جب قول خدا، قول رسول کے برخلاف ہوگی تو پھر صحیح کس طرح ۔ خود بخاری میں متوفیک کے معنی ممیتک لکھے ہیں۔

مولوی صاحب: ہم بخاری کو نہیں مانتے ۔ اور روایتوں میں مسیح کی زندگی لکھی ہے ۔قرآن مجید کی تفسیروں میں لکھا ہے کہ مسیح زندہ ہے۔

مرزا قادیانی: تمہارا اختیار جو چاہو مانو یا نہ مانو ۔ اور قرآن شریف خود اپنی تفسیر آپ کرتا ہے۔ خدا نے مجھے اطلاع دی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ۔ اور کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ کے مطابق یہ بات ہے۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے، قرآن وحدیث کے مخالف ہم کوئی روایت نہیں مان سکتے۔

مولوی صاحب: اور جو وہ بھی صحیح ہوتو۔

حضرت ۔ وہ صحیح ہو ہی نہیں سکتی۔

مولوی صاحب: اگر چہ صحیح ہو۔

مرزا قادیانی: میں کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں اب بار بار کیا کہوں کتاب اللہ کے برخلاف جو روایت ہو وہ کس طرح صحیح ہو سکتی ہے۔

مولوی صاحب: یہ کس نے لکھا ہے۔ کس کتاب میں یہ درج ہے کہ برخلاف روایت ہوتو نہ مانو۔ امام بخاری نے بھی غلطی کھائی جو متوفیک کے معنی ممیتک کر دیئے۔

مرزا قادیانی: اگر بخاری نے غلطی کھائی تو تم اور کوئی حدیث یا لغت پیش کرو جہاں وفات کے معنی سوائے موت کے کچھ اور کئے گئے ہوں۔

مولوی صاحب: اچھا۔ حضرت عیسیٰ نے تو فرشتوں کے ساتھ نازل ہونا ہے تمہارے ساتھ فرشتے کہاں ہیں؟

مرزا قادیانی: جو تمہارے کندھوں پر جو دو فرشتے ہیں وہ تم کو نظر آتے ہیں جو یہ فرشتے تم کو نظر آجائیں گے۔

مولوی صاحب: تو زینہ کہاں ہے جس کا ذکر آیا ہے کہ اس پر سے اترے گا؟

مرزا: نزول کے یہ معنی نہیں جو تم سمجھے ہو۔ یہ ایک محاورہ ہے جیسا ہم مسافر سے پوچھتے ہیں کہ تم کہاں اترے؟

اس کے بعد وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے (اخبار بدر ۳ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۲۔۳)

۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو دہلی میں مرزا صاحب نے فرمایا:

ہم تو حضرت بختیار کاکی نظام الدین صاحب اولیاء حضرت شاہ ولی اللہ وغیرہ اصحاب کی قبروں پر جانا چاہتے ہیں۔ دہلی کے یہ لوگ جو سطح زمین کے اوپر ہیں نہ ملاقات کرتے

ہیں اور نہ ملاقات کے قابل ہیں (اور سفرنامے کا مرتب لکھتا ہے کہ دہلی کے لوگوں نے مرزا صاحب کے ساتھ اچھا سلوک کیا، آتے تھے باتیں سنتے تھے۔ بہاء)، اس لئے جو اہل دل لوگ ان میں سے گذر چکے ہیں اور زمین کے اندر مدفون ہیں ان سے ہی ہم ملاقات کر لیں تاکہ بدون ملاقات تو واپس نہ جائیں۔ میں ان بزرگوں کی یہ کرامت سمجھتا ہوں کہ انہوں نے قسی القلب لوگوں کے درمیان بسر کی۔ اس شہر میں ہمارے حصہ میں ابھی وہ قبولیت نہیں آئی جو ان لوگوں کو نصیب ہوئی (اخبار بدر قادیان نومبر ۱۹۰۵ء ص ۳)

شیخ یعقوب علی نے سفرنامہ دہلی میں آخری فیصلہ کے عنوان سے لکھا ہے کہ دہلی میں مرزا صاحب کے قیام کے آخری روز یعنی ۴ نومبر ۱۹۰۵ء کے روز:

ایک نوجوان معلوم نہیں طالب علم تھا یا مولوی صاحبان میں شامل تھا، چند اور مسجد کے طلباء اور مولوی لوگوں کے ہمراہ حضرت (مرزا) کے پاس آیا اور نہایت گستاخی کے ساتھ بہت ہی کج بحثی کی گفتگو شروع کی۔ مسئلہ متعلق موعود مسیح اور الیاس کے موعود ہونے کی بابت تھا۔ حضرت نے بار بار نرمی سے اس کو سمجھایا کہ جس کے آنے کے متعلق آنے کے متعلق خدا نے وعدہ کیا کہ وہ آئے گا وہ موعود ہے۔ مگر وہ بار بار یہی کہتا رہا کہ موعود کا لفظ دکھاؤ اور توریت میں الیاس کے متعلق موعود کا لفظ دکھاؤ۔ بہت ہی سمجھایا گیا مگر وہ بار بار تکذیب کرتا گیا اور نہایت شوخی کے ساتھ انکار کرتا گیا۔ اس کی زبان نہایت تیز چلتی تھی اور کوئی تقوی کی خوشبو اس میں نہ تھی۔

آخر حضرت (مرزا) نے فرمایا کہ میں نے بہت سمجھایا ہے۔ قرآن اور حدیث کو پیش کیا گذشتہ انبیاء کے حالات کو پیش کیا ہے۔ منہاج نبوت کو تمہارے سامنے رکھا ہے۔ خدا تعالی کے نشانات دکھلائے ہیں۔ اللہ تعالی کی تائید و نصرت کی دلیل پیش کی ہے۔ پھر اگر تم نہیں مانتے اور ضد سے باز نہیں آتے تو عنقریب خدا تعالی تم سے حساب لے گا۔ صرف مرنے کے بعد نہیں بلکہ اسی دنیا میں تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میں صادق ہوں یا کاذب ہوں۔ خدا نے مجھے اور نشانوں کا بھی وعدہ دیا ہے جن میں سے ایک طاعون ہے اور ایک زلزلہ ہے۔ تھوڑا اور صبر کرو چند سالوں میں تم دیکھ لوگے کہ کیا ہوتا ہے۔ اگر یہ عذاب تم پر نازل ہوئے تو خود ثابت ہو جائیگا۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ میں باطل پر ہوں انسان امن کی حالت اور راحت میں باتیں بناتا ہے میں نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے کہ

یہ وہ وقت نہیں کہ لوگ مانیں لیکن وقت عنقریب آنے والا ہے جب کہ خدا کے وعدے پورے ہوں گے اور لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ صادق کون ہے اور کاذب کون ہے۔ اگر میں خدا کی طرف سے نہیں تو میں خود بخود تباہ ہو جاؤنگا اور تم آسودگی سے زندگی بسر کرو گے۔ میں خدا کا نشان پیش کرتا ہوں ذرا دانتوں میں زبان لو، کہ خدا کا عذاب آنے والا ہے مجازی گورنمنٹ کے ساتھ جو آدمی زیادہ قیل وقال کرتا ہے وہ بھی پکڑا جاتا ہے میں نے جو کچھ پیش کرنا تھا وہ پیش کر دیا، تواتر پیش کر دیا، خدا ورسول کا کلام پیش کیا۔ نشانات تائید ونصرت پیش کئے۔ اب خدا کا وعدہ ہے کہ تکذیب کرنیوالوں پر میں عذاب کی مار ماروں گا۔ تھوڑے دن صبر کرو، اگر خدا سچا ہے اور میں اس کی طرف سے ہوں تو عنقریب تم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔ (اخبار بدر ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۵)

اس فرمان کے تقریباً ڈھائی سال بعد مرزا صاحب قادیانی قیام لاہور کے دوران بڑی ناگفتہ حالت میں راہی ملک عدم ہو گئے۔

❁ مفتی محمد صادق بھیروی قادیانی نے لکھا ہے:

دہلی میں کوئی مولوی عبدالمجید بھی ہیں جن کو دیکھنے کا مجھے موقع نہیں ملا ... جس دن ہم نے دہلی سے روانہ ہونا تھا اسی دن ایک اشتہار نکلا جس کا مشتہر کوئی گمنام شخص عبدالرحمٰن نومسلم تھا اور اس اشتہار میں حضرت مرزا کو چیلنج کیا ہوا تھا کہ فلاں فلاں مولوی صاحبان ایک جگہ جمع ہوں گے آپ کے ساتھ مباحثہ کرنے کے واسطے وہ طیار ہوئے ہیں آپ بھی آئیں اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔

اس مشتہر شخص کو میں نے گمنام اس واسطے کہا کہ اسی دن میں نے ایک کارڈ اس شخص کے نام لکھا اور اس کارڈ پر وہی الفاظ پتے والے طرف لکھے جو اس اشتہار کے نیچے تھے۔ مگر ڈاک خانہ سے نکل کر وہ کارڈ پھر پھرا کر معرفت ڈاک آخر میرے پاس آ گیا، حالانکہ اسی دن کا دیا ہوا اشتہار سارے شہر دہلی میں تقسیم ہوتا پھرتا تھا۔ پہلے تو ہمیں تعجب ہوا یہ کیا بات ہے؟ چیلنج تو ایک ایسے عظیم الشان کو دیا گیا ہے جو تین لاکھ سے زیادہ انسانوں کا امام ہے (لیکن مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے مجھے مردود مخذول بنا رکھا ہے۔ بہاء) اور پھر مقابلہ کے واسطے دہلی کے بڑے بڑے مولوی لوگوں کو مشتہر نے تیار کر رکھا ہے لیکن ایسا گم نام شخص ہے کہ ڈاک خانہ تک اس کو خط نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن جب ہم

اتفاقاً مولوی محمد بشیر صاحب کو ملے جو آج کل مولوی نذیر حسین صاحب کے گدی نشین ہیں تو اس اشتہار کی اصل حقیقت ہم پر کھل گئی۔ چونکہ اس اشتہار میں مولوی محمد بشیر کا نام نامی بھی درج تھا، اس واسطے جب ہم مولوی صاحب سے ملے جو نہایت خاکساری اور خلق کے ساتھ ہمارے ساتھ پیش آئے، تو ہم نے یہ اشتہار دکھایا اور دریافت کیا کہ کیا آپ نے حضرت مرزا صاحب کو مباحثہ کے واسطے طلب کیا ہے؟ تو انہوں نے بالکل انکار کیا، اور صاف کہا کہ یہ مولوی عبدالمجید کی کاروائی ہے۔ انہوں نے یہ اشتہار لکھا ہے اور اپنے ہاں کے ایک نومسلم کا نام نیچے لکھ دیا اور مجھے چھپنے کے بعد دکھایا ہے۔ یہ بات سن کر ہم حیران ہوئے اور ایک مولوی کی ایسی بزدلانہ کرتوت کو دیکھ کر افسوس ہوا۔

(اخبار بدر قادیان ۲۴۔نومبر ۱۹۰۵ء ص۲)

❁ فرض کیا کہ آپ نے دوپہر کو خط لکھا، پھر اسے پوسٹ کیا۔ اگلے روز وہ تقسیم کے لئے نکلا ہوگا۔ پوسٹ مین نے شام کو واپس پوسٹ آفس میں دیا ہوگا کہ مکتوب الیہ کا پتہ نا معلوم ہے۔ اور اسی شام کو پوسٹ آفس نے واپس آپ کو ارسال کر دیا جو اس سے اگلے روز آپ کو ملنا چاہیے۔ یعنی اشتہار سے تیسرے روز جب کہ آپ دہلی سے جا چکے تھے۔

نیز خط لکھنے کی کیا ضرورت تھی، اگر مشتہر گمنام تھا تو جو لوگ اشتہار تقسیم کر رہے تھے دہلی بھر میں، ان میں سے کسی سے پوچھ لیا ہوتا، فوراً جواب مل جاتا، یا اس خاص جگہ جا کر پتہ کیا جاتا جہاں علماء کے اکٹھے ہونے کا اعلان تھا، تو سب کچھ پتہ چل جاتا۔

مولوی محمد بشیر سہسوانی سے ملنے کے بعد تو ویسے ہی پتہ چل گیا کہ عبدالرحمٰن کون ہے اور عبدالمجید اشتہار دلوانے والا ہے۔ اور عبدالمجید تو کوئی غیر معروف آدمی نہ تھا، صاحب مطبع تھا، اس کا ایک دفتر تھا، ایک مسجد و مدرسہ سے اس کا تعلق تھا، اس سے پہلے وہ حکیم نورالدین سے لاہور میں مباحثہ کی دعوت کے ساتھ مل چکا تھا، محمد احسن امروہی کے ساتھ بھوپال میں بھی اس کا واسطہ پڑ چکا تھا۔ مرزا صاحب سے بھی جب وہ ۱۸۹۱ء میں دہلی آئے تھے، مباحثہ وغیرہ کے سلسلہ یہی شخص پیش پیش تھا۔ یعنی اشتہار دینے والے کا پتہ چل گیا کہ وہ کون ہے کہاں رہتا ہے، اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ اشتہار کس نے دلوایا ہے، تو پھر اس چیلنج کو قبول کرنے میں کیا رکاوٹ تھی؟ کیا مرزا صاحب مجلس مباحثہ میں تشریف لے گئے؟ کیا انہوں نے فرمایا کہ اب تو میں دہلی سے جا رہا ہوں، تم لوگ قادیان یا کسی اور جگہ آ جاؤ اور گفتگو کر لو۔

❁ قادیانیوں کا یہ کہنا کہ مولانا محمد بشیر سہسوانی نے عبدالمجید کے مناظرہ والے اشتہار سے دہلی میں انکار کیا محل نظر ہے۔ محمد بشیر نے کیوں انکار کرنا تھا؟ انہوں نے تو کہا ہوگا کہ مرزا صاحب جس مباحثہ کو ۱۸۹۱ء میں خسر کی بیماری کے بہانے نا تمام چھوڑ کر چلے گئے تھے، اسے مکمل کریں۔ انہوں نے کہا ہوگا کہ کسی نئے مباحثے کی کیا ضرورت ہے، گھوڑا بھی موجود ہے، سوار بھی، میدان بھی۔ اب مرزا صاحب ۱۴ سال بعد واپس آ گئے ہیں، ان کے بڑے بڑے مرید بھی ساتھ ہیں، میں نے الحق الصریح میں اپنا چوتھا پرچہ چھپوا رکھا، اس کا جواب وہ لکھ لائیں اور سنائیں، اور پھر معاہدہ کے مطابق پانچ پانچ پرچے فریقین کے پورے کئے جائیں اور فیصلہ ہو جائے۔

اور مولانا محمد بشیر نے مولوی عبدالمجید کو انکار نہیں کیا ہوگا، بلکہ یہ کہا ہوگا کہ اگر نیا مباحثہ کرنا ہے تو باقی علماء میں سے کسی کے ساتھ مرزا صاحب نیا مناظرہ کرلیں، میرے ساتھ کرنا ہے تو وہیں سے شروع کریں جہاں وہ ۱۸۹۱ء میں چھوڑ کو گئے تھے۔

مولوی محمد احسن امروہی سے دہلی میں بیٹھ کر خط لکھوانے یا مریدوں کو محمد بشیر کے پاس بھیجنے کی بجائے مرزا صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ قادیان سے دہلی روانہ ہونے سے پہلے مولانا محمد بشیر کو دہلی میں خط ارسال کرتے کہ ۱۸۹۱ء میں بعض ضروری امور کی وجہ سے میں مناظرہ مکمل نہ کرسکا تھا اور مجھے واپس آنا پڑا تھا، لیکن اب میں دہلی آ رہا ہوں تقریباً دو ہفتے قیام رہے گا، آپ کے چوتھے پرچے کا جواب میں لکھ لاؤں گا یا وہاں آ کر لکھ دوں گا، آپ پانچویں پرچے کے لئے تیار رہیے، جس کے جواب میں، میں بھی پانچواں لکھ کر اس مباحثہ کو مکمل کرونگا۔

یہ نہایت قابل افسوس بات ہے کہ مرزا صاحب نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔ مولانا محمد بشیر کو اطلاع دیئے بغیر چلے آئے، اور وہاں مزاروں کی حاضریوں میں لگے رہے۔ نہ پہلے مباحثے کو مکمل کیا نہ علماء دہلی کو کسی نئے مباحثے کے لئے اشتہار دیا کہ میں گذشتہ مرتبہ تو مکمل نہیں کرسکا تھا اب آ جاؤ۔

❁ مرزا غلام احمد قادیانی کے قیام دہلی کے دوران کرزن گزٹ کے اڈیٹر اور مترجم قرآن مرزا حیرت دہلوی نے مرزا صاحب کو مباحثے کی دعوت دی۔ مرزا صاحب خاموش رہے لیکن ان کے ایک مرید شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم نے، جو اس موقع پر مرزا صاحب کی معیت میں دہلی میں موجود تھے، ذیل کا اشتہار شائع کیا:

مرزا حیرت کو چیلنج

مرزا حیرت (جو اپنی شہرت اور نمود کے بڑے دلدادہ اور شیدا معلوم ہوتے ہیں) نے

یکم نومبر ۱۹۰۵ء کے کرزن گزٹ میں اعلی حضرت جناب حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود کو مناظرہ کی دعوت دی ہے۔ دہلی والوں کو شائد معلوم نہ ہوگا کہ یہ دعوت مرزا حیرت نے اس علم کے بعد کی ہے جو اسے حضرت حجۃ اللہ کی روانگی کا خاکسار مشتہر کی زبانی ہو چکا تھا کہ آپ بہت جلد دہلی سے روانہ ہونگے۔اور یہ بھی ان پر ظاہر ہو چکا تھا کہ مناظرات کا سلسلہ عرصہ سے آپ بند کر چکے ہیں۔ایسی صورت اور حالت میں مرزا حیرت ایسے نامور انسان کے لئے ناممکن تھا کہ وہ اپنی شہرت کے عمدہ موقع کو ہاتھ سے جانے دیتے۔تاہم میں نہیں چاہتا کہ ان کا حوصلہ ان کے دل میں رہ جائے مرزا حیرت کو اگر تحقیق حق اور اعلائے حق ہی منظور ہے تو امید کی جاتی ہے کہ وہ اس مختصر سی درخواست کو منظور کر لیں گے لیکن اگر انہوں نے اعراض کیا اور حیل سے ٹلانا چاہا تو دہلی کی پبلک پر جو پہلے سے آپ کے کمالات سے پوری باخبر ہے بخوبی کھل جائے گا کہ آپ کی غرض کیا تھی۔

مرزا حیرت صاحب سے میں مناظرہ کرنے کو تیار ہوں اور اخبار نویس ہونے کی حیثیت سے مجھے حق ہے کہ ان کی درخواست کا میں ہی جواب دوں لیکن مناظرہ کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہوں گے۔

اول: ہر قسم کے انتظام کا خود انہوں نے ذمہ اٹھایا ہے اس لئے امن عامہ کا انتظام خود مرزا حیرت کو کرنا ہوگا اور باضابطہ سرکار سے اجازت بھی حاصل کرنی چاہیے۔

دوم: مناظرہ حیات اور وفات مسیح میں ہوگا۔ بعدہ مرزا کے دعوی مسیحیت پر گفتگو ہوگی

سوم: مناظرہ شروع ہونے سے پہلے مرزا حیرت کے سابقہ اعتراضات مندرجہ کرزن گزٹ کو پڑھ کر حیرت کی حیرانی جو اس کا جواب ہے پیش کیا جاویگا اور پبلک سے فیصلہ لیا جاوے گا کہ آیا حیرت صاحب کے سابقہ اعتراضات کا جواب ہو چکا ہے یا نہیں (یعنی مناظرہ نہیں ہوگا۔معاملہ اس سے پہلے ہی شور میں دب جائے گا۔بہاء)

چہارم: جس کو چاہیں بہ شمولیت مولوی عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی اور مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی حکم کر لیں۔

پنجم: اگر منصفوں میں اختلاف ہو تو اس صورت میں مولوی محمد بشیر اور دوسرے منصف ان الفاظ میں قسم کھا کر فیصلہ دے دیں، ہم خدا کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید سے مسیح کا زندہ بجسم عنصری آسمان پر جانا ثابت ہوتا ہے اور یہی عقیدہ آنحضرت

ﷺ اور اکابر صحابہ کا تھا۔ وفات مسیح کے دلائل اور اثبات مسیحیت کے براہین سن کر بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ یہی سچ ہے کہ مسیح جسم عنصری سے زندہ آسمان پر گیا ہے اور اگر ہم اس میں جھوٹ بولتے ہیں تو خدا تعالی کی ہم پر لعنت ہو پس اس قسم کے بعد جو اسی جلسہ میں ان کو کھانی ہوگی آسمانی فیصلہ کا انتظار کیا جاوے گا اور آئندہ اس وقت اس کے متعلق کوئی تحریری بحث نہ ہوگی۔

ششم: حضرت حجۃ اللہ کے صدق اور کذب پر کسی لمبی بحث کی حاجت نہ ہوگی۔ میں مختصر طور پر آپ کی سچائی کے دلائل منہاج نبوت پر بیان کرونگا ان دلائل کو سن کر مرزا حیرت صرف کھڑے ہو کر اسی قدر بیان کر دیں کہ میں خدا تعالی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ ان دلائل اور وجوہ کو سن لینے کے بعد بھی میں یقین کرتا ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مہدی مسعود کے دعوی میں سچے نہیں۔ اور وہ مفتری علی اللہ ہیں۔ اور اگر میں اے خدا تیری قسم کھا کر بھی یہ جھوٹ کہتا ہوں تو پھر مرزا غلام احمد اور مجھ مرزا حیرت میں سے جو تیری نظر میں صادق ہے اس کو عزت دے اور اسکی زندگی میں کاذب کو اس جہان سے اٹھا لے۔ اس پر مجمع آمین کہے گا اور فیصلہ آسمانی کا انتظار کیا جائیگا۔ اس قسم میں مرزا حیرت مولوی محمد بشیر اور مولوی عبدالحق مصنف تفسیر حقانی کو بھی اپنے ساتھ ملا لیں۔

آپ اس سے زیادہ کیا چاہتے ہیں۔ فیصلہ آسان ہے اور خدائی فیصلہ ہے اگر مرزا حیرت کو حق طلبی مدنظر ہے تو بلا چون و چرا اسے تسلیم کر لیں گے اور بذریعہ اپنی تحریر خاص مجھے اطلاع دیں اور اسے چھاپ کر شائع کر دیں۔ میں مرزا صاحب کی روانگی کے بعد یہاں ٹھہر جاؤنگا اور ان سے فیصلہ کر لونگا۔ لیکن اگر مرزا حیرت نے میری اس دعوت کو منظور نہ کیا تو اے آسمان گواہ رہ اور اے زمین سن رکھ کہ اس شہر دہلی میں حجت پوری کر دی گئی۔ و السّلام علی من اتّبع الھدی (اخبار بدر قادیان ۸ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۲)

✻ مرزا حیرت نے چیلنج تو مرزا قادیانی کو دیا تھا۔ شیخ صاحب کیوں درمیان میں ٹپک پڑے؟ نیز اگر شیخ صاحب مرزا قادیانی کی نیابت میں مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو مرزا صاحب کی طرف سے اعلان ہونا چاہیے کہ اس کی فتح و شکست میری فتح و شکست ہوگی۔ اس کے ہارنے کی صورت میں میں اپنے دعاوی سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ وغیرہ۔

نیز یہ کہنا کہ مرزا قادیانی مباحثے بند کر چکے ہیں، غلط ہے، اور اس غلطی کی ہم اوپر وضاحت بھی کر چکے ہیں۔ اس موقع پر دوبارہ یہی بات کرنا سوائے بہانہ بازی کے کچھ نہیں۔

✿ حصول اجازت اور انتظامات میں مرزا حیرت کی ذمہ داری تو مرزا قادیانی کے معاملے میں تھی۔ جب مرزا قادیانی میدان میں نہیں آتے تو اب چیلنج یعقوب علی کی طرف سے ہے، اور اسلئے انتظام اور امن کی ذمہ داری اور اجازت وغیرہ کا حصول بھی چیلنج دینے والے یعنی یعقوب علی کے ذمہ ہوگی۔

✿ مرزا حیرت کا چیلنج تو مرزا قادیانی کے دعوی کی صداقت پر تھا۔ جس پر مرزا قادیانی نے کان نہیں دھرا۔ اس لئے شیخ یعقوب علی کا یہ چیلنج ایک بالکل نئی بات ہے جس کا مرزا حیرت کے چیلنج بنام مرزا قادیانی سے کچھ تعلق نہیں۔ اس نئے مباحثے کے لئے چیلنج یعقوب علی کی طرف سے ہے، اور اگر مرزا حیرت اس چیلنج کو منظور کرلیں تو انتظامات وغیرہ کی ذمہ داری بھی شیخ یعقوب علی کی ہونا چاہیے

✿ مرزا حیرت اس چیلنج کو منظور کیوں کرتے؟ جب کہ ان کا کہنا تھا کہ جن لوگوں کے نزدیک مسیح مر چکا ہے، یا جو مسیح اول کو مانتے ہی نہیں (جیسے یہودی اور ہندو وغیرہ) ان کو اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت عیسی کے مثیل نے بھی آنا ہے۔

✿ پانچویں شرط کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ مباحثے بند ہو جائیں گے۔ اور آسمانی فیصلہ کی نوعیت نہیں بتائی گئی۔ اگر جھوٹے کی موت آسمانی فیصلہ سمجھی جائے تو بغیر مباحثہ کے ہی مرزا صاحب، مرزا حیرت دہلوی (ف ۱۹۲۸ء) مولوی محمد بشیر سہسوانی اور مولوی عبدالحق حقانی کی زندگی میں چل بسے تھے

✿ چھٹی شرط کا مطلب یہ ہے کہ مرزا حیرت کو کذب قادیانی کے دلائل پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ وہ صم بکم ہو کر یعقوب علی صاحب کی تقریر سنتے رہیں۔ اور جہاں تک قسم کھانے کا تعلق ہے وہ ایک طرح سے مرزا حیرت کھا ہی چکے تھے، کیونکہ آپ مرزا قادیانی کو جھوٹا سمجھتے تھے، اپنے اخبار میں مستقلاً ان کے خلاف لکھتے رہتے تھے اور مباحثے کا چیلنج بھی انہوں مرزا قادیانی کو جھوٹا سمجھ کر انہیں جھوٹا ثابت کرنے کے لئے دیا تھا۔

✿ اس اشتہار کے بعد قادیانیوں کی طرف سے ایک اور اشتہار دیا گیا جو یوں ہے:

مرزا حیرت صاحب کے چیلنج کا جواب

کرزن گزٹ کے اڈیٹر حیرت صاحب نے حضرت مسیح موعود مہدی معہود کو اپنے مقابلہ کے واسطے چیلنج کیا ہے۔ حیرت صاحب کو اگر حق طلبی کی خواہش اور اپنی حیرانی سے نجات پانے کی آرزو ہوتی تو ان کے واسطے برادر عبدالعزیز کی کتاب کا پڑھنا اور

ایک ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج قبول کرنا ان کے معاملہ میں فیصلہ کر دیتا، مگر افسوس ہے کہ آپ کو بجز حصول شہرت کچھ مطلوب نہیں.. ان کو سمجھانے کے واسطے تو ہم خادمان مسیح موعود ہمیشہ یہاں موجود ہی ہیں، لیکن بہر حال وہ حضرت مسیح اور آپ کے خدام کی تشریف آوری سے ہی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے ہم عصر اور ہم پیشہ شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم نے آپ کو چیلنج دیا ہے وہ منظور کر لیجئے۔ اور دوسرے صاحب اڈیٹر اخبار بدر مفتی محمد صادق جو علاوہ عربی کے عبرانی زبان کے بھی فاضل ہیں اور زبان انگریزی کے بھی ماہر ہیں آپ کے ساتھ ایک عام جلسہ میں جس کا انتظام آپ کے سپرد ہوگا تحریری مباحثہ کے واسطے تیار ہیں۔ لیکن ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ دہلی کے مشہور مولوی صاحبان یعنی مولوی محمد بشیر (سہسوانی) مولوی عبدالحق (مولف تفسیر حقانی) مولوی ابوالخیر، مولوی تلطف حسین، قاضی محمد یعقوب آپ کے ساختہ پرداختہ کو بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے منظور فرمائیں کیونکہ ہم تو پبلک کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں، آپ کی ذات سے تو چنداں امید نہیں... اس کا جواب کل شام تک مرحمت ہونا چاہیے ورنہ آپ کی طرف سے سکوت سمجھا جائے گا۔ المشتہران بابو محمد اسماعیل عاجز قاسم علی و دیگر احمدی جماعت شہر دہلی ۲ نومبر ۱۹۰۵ء۔ (اخبار بدر ۱۹۰۵ء ص ۸ نومبر ص ۲)

مرزا حیرت نے چیلنج تو مرزا غلام احمد کو دیا تھا، وہ تو بولتے نہیں، اور ان کے حواری اشتہار دیتے ہیں کہ مرزا صاحب سے نہیں ہم سے مباحثہ کرو، اور ایسے موضوع پر مباحثہ کرو، جو ہمارا تجویز کردہ ہے، تمہارا نہیں۔ اور پھر دہلی کے بڑے بڑے علماء سے لکھواؤ کہ تمہاری فتح وشکست ان کی فتح وشکست شمار ہوگی۔ یہ بات مشتہر حضرات نہیں بتاتے کہ آیا مرزا صاحب بھی یعقوب علی، اور محمد صاق وغیرہ کے ساختہ پرداختہ کو منظور فرمائیں گے کہ نہیں۔ کیونکہ مرزا حیرت کے مباحثے کا مقصد تو مرزا صاحب کو جھوٹا ثابت کرنا تھا اور ایسے ثبوت سے قادیانیت کو جھوٹا ثابت کرنا تھا، یعقوب علی اور محمد صادق کی تو ایسی حیثیت نہ تھی کہ ان کی شکست کو قادیانی حضرات قادیانیت کی شکست سمجھ کر مرزا صاحب سے پلہ چھڑا لیتے۔

نیز یہ علماء کیوں لکھ کر دیں کہ مرزا حیرت کی شکست ان کی شکست شمار ہوگی کیونکہ محمد بشیر صاحب تو بذات خود مرزا صاحب کو ۱۸۹۱ء میں ہونے والے مباحثہ میں شکست سے دوچار کر کے دہلی سے فرار پر مجبور کر چکے تھے۔ اور مولوی عبدالحق سے مناظرہ کرنے سے مرزا صاحب ۱۸۹۱ء کے

قیام دہلی کے دوران معذرت کر چکے تھے۔

شیخ یعقوب علی مرزا صاحب کی سفر دہلی کی روداد کے اختتام پر لکھتے ہیں:

پیشتر اس کے کہ دہلی سے روانگی کے مضمون کو ختم کروں یہ ضرور ہوگا کہ دہلی کا شکریہ ادا کیا جائے، عوام کا بھی اور خواص کا بھی۔ عوام کا اس واسطے کہ سوائے محدودے چند آدمیوں کے عموماً سب لوگ سلوک اور مروت کے ساتھ پیش آئے اور حضرت (مرزا) کی باتوں کو سنتے رہے۔ گوکسی نے خاص دہلی کے رہنے والوں میں سے بیعت نہیں کی مگر دہلی وہ دہلی نہیں رہی جو آج سے ۱۴ سال پہلے تھی۔ بلکہ دل بہت نرم ہو گئے ہیں اور لوگ توجہ کے ساتھ حضرت کی باتیں سنتے رہے...

دہلی کو وعدہ: دہلی میں قبولیت کی کسی قدر طیاری دیکھ کر اور وہاں کے لوگوں کو مہذب پا کر حضرت (مرزا) نے ارادہ ظاہر فرمایا ہے کہ کسی مناسب موقعہ پر پھر دہلی تشریف لے جائیں اور دو ماہ تک وہاں قیام رکھیں۔ (اخبار بدر قادیان ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۲)

دہلی سے واپسی پر ۱۳ جنوری ۱۹۰۶ء کو مرزا صاحب نے:

رؤیا میں دیکھا کہ دہلی گئے ہیں اور بخیریت واپس آئے ہیں پھر الہاماً یہ الفاظ زبان پر جاری ہوئے الحمد للّٰہ الّذی او صلنی صحیحاً۔ ترجمہ۔ سب حمد اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے صحیح سالم پہنچا دیا۔ (اخبار بدر قادیان ۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء ص ۲)

مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ خدا نے مجھ میری ساری مرادیں پوری کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ جیسا کہ ۳۰ جون ۱۹۰۴ء بمقام گورداسپور کے ڈائری نویس نے بتایا ہے کہ مرزا صاحب نے:

فرمایا کہ صبح کو یہ فقرہ الہام ہوا: خدا تیری ساری مرادیں پوری کر دے گا۔

(اخبار بدر قادیان ۱۶ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۴)

ایک اور موقع پر مرزا صاحب کے ایک عرب مرید نے پوچھا:

فرشتوں کے متعلق کیا بات ہے۔ آپ نے کبھی ان کو دیکھا ہے۔

مرزا صاحب نے جواباً فرمایا:

ہم تو ہر روز ان کو دیکھتے ہیں بعض وقت مجسم ہو کر نظر آتے ہیں۔

اس پر مرزا صاحب نے تین چار واقعات فرشتوں کے مجسم ہونے کے بیان فرمائے۔ ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جب آپ مبعوث اور مامور ہونے سے پہلے روزہ رکھا

کرتے تھے۔ ملائکہ کی جماعت نے کہا کہ یہ شخص اس قدر مشقت کیوں اٹھاتا ہے ؟ ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بڑے میدان میں آٹھ یا دس برس کے لڑکے کی عمر میں متمثل دیکھا اور اسکے پاس آپ گئے تو اس نے ایک بڑا نان سفید جو پاکیزہ اور درخشاں تھا آپ کو دیا اور کہا کہ یہ لو تمہارے اور تمہارے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔ پھر ایک بار اسی تمثل میں نظر آیا اور کہا کہ خدا تمہاری ساری مرادیں پوری کرے گا..

(الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۵)

اور ۳۰ جون ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب نے فرمایا:

آج صبح کی نماز کے قریب یہ الہام ہوا تھا: خدا تیری ساری مرادیں پوری کردے گا۔ قریباً ۲۵ برس ہوئے ہیں کہ مجھے رؤیا ہوا کہ فرشتہ نے مجھے نان دیا اور کہا یہ تو تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ کے درویشوں کے لئے ۔ایک بار فرشتہ انگریز کی شکل میں بیس بائیس برس کی عمر کا آیا اس کے سامنے میز دھری تھی ۔ میں نے اس کو کہا کہ آپ بہت ہی خوبصورت ہیں ۔ جواب دیا کہ: ہاں میں درشنی آدمی ہوں ۔اس سلسلہ کی بنیاد سے پہلے میں نے دیکھا جب مرزا (غلام مرتضی) صاحب فوت ہوئے ہیں، میں اصل مکان موجودہ سلطان احمد والے میں ایک دالان میں بیٹھا ہوں ۔مغربی کوٹھڑی سے ایک برقع پوش عورت نکلی اور مجھے کہنے لگی ، میں اس گھر سے جانے کو تھی مگر تیرے واسطے رہ گئی ۔ جوان عورت اگر خواب میں دیکھی جائے تو اس مراد دنیا کے اقبال اور فتوحات ہوتے ہیں خواہ کسی قوم کی ہو۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۱۲)

مرزا صاحب کے ان فرامین سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالی نے ان کی تمام مرادیں پوری کرنے کا وعدہ کر رکھا تھا۔اور سفر دہلی والے آخری اقتباس سے مرزا صاحب کی ایک مراد کا پتہ چلتا ہے، اور وہ ہے پھر سے دہلی آنا اور دو ماہ تک وہاں رہنا، اور تبلیغ کرنا ۔اور ۱۳ جنوری ۱۹۰۶ء کے الہام سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی یہ مراد پوری ہوگی۔لیکن ۱۹۰۵ء والے دورہ دہلی کے بعد مرزا صاحب تقریباً ڈھائی سال زندہ رہے۔ تاہم ان کی پھر دہلی جانے کی مراد پوری نہیں ہوئی ۔ یہ بات واضح کرتی ہے کہ جس نے مرزا صاحب سے ان کی ساری مرادیں پوری کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ خدا تعالی نہیں بلکہ کوئی اور تھا، اور اس کا وعدہ بھی جھوٹا تھا۔

دہلی سے قادیان واپسی کے سفر میں مرزا صاحب نے بعض مقامات پر مختصر قیام فرمایا،

ان مقامات میں لدھیانہ اور امرتسر بھی شامل ہیں جہاں قادیانیوں نے جلسے منعقد کیا جن میں آپ نے لیکچر دیئے۔ بتایا گیا ہے کہ لدھیانہ میں:

٦ نومبر ۱۹۰۵ء کو مرزا کا وعظ ایک بڑے جلسہ میں ہوا۔ساڑھے آٹھ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک قریب ۳ گھنٹہ اسلام کی خوبیوں اور سلسلہ حقہ کی صداقت پر ایک مفصل تقریر کی ...جلسہ کا اشتہار یوں ہے:

عالی جناب مرزا غلام احمد مسیح موعود کی تقریر:

آج صبح ٦ نومبر ۱۹۰۵ء کو آٹھ بجے کے قریب متصل مکان آریہ سکول محاذ کمیٹی باغ عالی جناب مرزا جو اتفاق حسنہ سے دو دن کے لئے لودیانہ آئے ہیں ایک تقریر کریں گے جس میں اسلام کی سچائی اور اس کی موجودہ حالت اور اصلاح کے وسائل کا ذکر ہوگا اور اس میں ظاہر کریں گے کہ حقیقی نجات کس طرح حاصل ہوسکتی ہے۔ نیز ان غلطیوں کو دور کریں گے جو مسلمانوں میں اسلامی توحید کے متعلق پھیل گئی ہیں۔ یہ تقریر محض بطور تبلیغ ہوگی جو ہماری درخواست پر آپ نے کرنی منظور فرمائی ہے۔اس مجمع میں کسی شخص کو بولنے اور کچھ کہنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کو اس مجمع میں آنا قطعاً حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص محض نیک نیتی سے سننے کے لئے آنا چاہے اسے اجازت ہے۔ یہ یاد رہے کہ اس تقریر میں حضرت اقدس کے تمام دعاوی کے دلائل خوب کھول کر بیان کیئے جائیں۔

المشتھر : جماعت احمدیہ لودھیانہ

ضروری نوٹ: کسی شخص کو کسی قسم کے مباحثہ کی اجازت نہیں ہے اور دوران تقریر یا بعد میں بولنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ (بدر ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۲) ...

سعد اللہ نومسلم کی مہمانی اور مامور من اللہ سے آنا کانی

شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں کہ کسی شخص سعد اللہ نامی نے ۷۔ رمضان المبارک کا چھپا ہوا ایک دو ورقہ حضرت مرزا کے ورود لدھیانہ پر بطور مہمانی شائع کیا ہے۔اس اشتہار کو پڑھ کر دانش مند اور متین پبلک بخوبی سمجھ لے گی کہ جس نے اپنے آبائی مذہب کو اخلاق فاضلہ کی اور روحانیت کے اصول کی خاطر خیر باد کہا تھا وہ ان امور کے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اس پیرانہ سالی میں اس

کے منہ سے وہ باتیں نکل رہی ہیں جو اسلام کے خطرناک دشمن کے منہ سے بھی نہیں نکل سکتیں

سعد اللہ صاحب نے جو کچھ بطور مہمانی پیش کیا ہے وہ تو عطائے تو بلقائے تو شکر گزاری سے انہیں واپس کرتے ہیں ہاں اپنی طرف سے اس پر کچھ مستزاد کر دیتے ہیں اور گالیوں اور بے ہودہ گوئی کو چھوڑ کر تہذیب اور متانت کے ساتھ ان کے اشتہار پر نظر کرتے ہیں یہ میں:

اولاً میاں سعد اللہ نے بقول مثل مشہورہ پرائے برتے پر شکرہ پالنا، میاں ثناء اللہ امرتسری کے الہامات مرزا کو پیش کیا ہے۔ کاش سعد اللہ صاحب کو معلوم ہوتا کہ خود مولوی ثناء اللہ امرتسری جب قادیان جا کر آریوں کا مہمان ہوا تھا تو اسے علی منہاج النبوۃ پیش گوئیوں کے پرکھنے کی دعوت کی گئی مگر وہ اس طرف نہیں آیا۔ اگر مولوی ثناء اللہ کی بجائے سعد اللہ صاحب میں یہ حوصلہ ہے تو بہتر ہے وہی اس معیار پر اپنے اعتراضوں کو پرکھوا لیں...

ثالثاً: بشیر، آتھم، محمد سلطان، لیکھرام وغیرھم کسی پیش گوئی پر علی منہاج نبوت سعد اللہ میرے ساتھ تحریری مناظرہ کرے جو اسی مجلس میں بیٹھ کر لکھا جاوے گا پھر اس کو معلوم ہو جاویگا کہ اس نے کہاں تک راستی سے گریز کیا ہے..

میں ایک ادنی خادم سلسلہ ہوں میں بفضلہٖ تعالی تیرے ان دعاوی کی حقیقت کھولنے کو تیار ہوں۔ سب سے پہلے اسی مسئلہ وفات مسیح پر گفتگو کر، تاحق کھل جائے پھر سلسلہ بسلسلہ طبعی طور پر تمام مسائل میں گفتگو ہوسکتی ہے۔ میں چونکہ مہمان ہوں اور تو نے ہی مہمانی پیش کی ہے اس لئے تیرا فرض ہوگا کہ ہر قسم کے انتظام کا تو ہی ذمہ دار ہے یہ گفتگو تحریری ہوگی جو اسی مجلس میں لکھنی ہوگی..(بہت اشعار ہیں)...نوٹ: جواب آج شام تک چھپا ہوا دو۔

الراقم: شیخ یعقوب علی تراب نزیل لودھیانہ ۶ نومبر ۱۹۰۵ء (بدر ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۳)

امرتسر میں منعقد ہونے والے جلسہ کا اشتہار درج ذیل ہے:

اعلان: دیکھو! ہم ہر ایک مسلمان اور دوسرے مذاہب کے پیرؤوں کو اللہ تعالی قسم دیتے ہیں جسکی قسم سے تجاوز کرنا سخت گناہ ہے کہ کوئی صاحب ہماری تقریر کے پہلے یا درمیان یا بعد میں ہمارے مقابل مخالفانہ اعتراض یا سوال نہ کریں۔

عالی جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود رئیس قادیان حسن اتفاق سے سفر دہلی سے واپس آتے ہوئے ہم لوگوں کی درخواست پر جو جماعت احمدیہ ہے امرتسر قیام پذیر ہوئے ہیں اور آپ نے ہماری درخواست پر ایک پبلک وعظ کرنا منظور فرمایا

ہے چنانچہ آپ ۹ نومبر یوم جمعرات بوقت ۸ بجے صبح بمقام منڈوہ بابوگھنیالال وکیل ایک عام لیکچر دینگے۔ اس لیکچر میں آپ اسلام کی خوبیوں اور اسکی سچائی پر زبردست عملی دلائل پیش کریں گے جو معقولی رنگ کے علاوہ ثمرات اور انوار اور برکات پر مشتمل ہوں گے اور مسلمانوں کی حقیقی ترقی اور اسلام کی حقیقی ترقی کے وسائل کی مسلمانوں کو نصیحت کریں گے اپنے دعاوی پر بھی دلائل دیں گے اسلام اور آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم کے کمالات کا بیان فرمائیں گے۔

پس جو ہمارے بھائی جماعت احمدیہ میں سے آپ کی تشریف آوری اور اس لیکچر دینے سے بے خبر ہوں اور ایسا ہی دیگر صاحبان جو حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعاوی کے متعلق دل چسپی رکھنے والے ہیں، وہ وقت مقررہ پر تشریف لاکر فائدہ اٹھائیں۔

اس امر کو بخوبی یادرکھیں کہ چونکہ یہ جلسہ محض تبلیغ حق کی خاطر ہوگا، اس سے کوئی غرض مباحثہ یا مناظرہ کا جلسہ منعقد کرنا نہیں ہے، اس لئے کسی صاحب کو جلسہ کے اول یا درمیان میں یا آخر میں قطعاً بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ جو صاحب اس غرض اور مقصد کو مدنظر نہ رکھ سکیں ان کو آنے کی اجازت نہیں۔ بہتر ہے کہ وہ تشریف نہ لائیں اور اسی وجہ سے شروع میں ہم نے خدا کی قسم دے دی ہے۔

والسلام۔ المشتہر۔ جماعت احمدیہ امرتسر (اخبار بدر ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۶)

یہ ہے مرزا صاحب کا طریق تبلیغ۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں جگہ بجگہ اپنے خدا کا پیغام پہنچا کر اتمام حجت کر رہا ہوں۔ لیکن یہ کیسی اتمام حجت اور طریق تبلیغ ہے کہ کسی سوال کا جواب نہ دیا جائے، نہ کسی شبہے کا ازالہ کیا جائے، بلکہ صم بکم نشستن برخاستن ہو جائے۔ جب آپ ایک ایسی بات پیش کرنے جارہے ہیں جو عوام کے اعتقاد کے خلاف ہو، تو جب تک ان کے شبہات و اعتراضات کا جواب نہ دیا جائے، تبلیغ اور اتمام حجت کیوں کر ہو سکتی ہے۔

بہرحال یہ مرزا صاحب کا طریق تھا، اور اسی طرح کا اشتہار انہوں اپنے دورہ سیالکوٹ کے موقع پر بھی چھپوایا تھا کہ لوگو آؤ، اپنے اعتقادات کے خلاف میری بات سنو، اور بغیر کسی چون و چرا کے جلسے سے اٹھ کر چلے جاؤ۔

امرتسر کے لیکچر کا حال قادیانی حضرات نے یوں بتایا ہے:

۹ نومبر ۱۹۰۵ء کو امرتسر میں رائے کنہا لال وکیل کے لیکچر ہال میں مرزا صاحب کی

تقریر ہوئی .. ۸ بجے حضرت نے تقریر شروع کی ۔ پہلے یہ بیان فرمایا کہ قریباً چودہ سال پہلے میں جب یہاں آیا تھا تو اس وقت چند آدمی میرے ساتھ تھے۔ مولوی لوگوں نے مجھے کفر کا فتویٰ دیا۔ اور عبدالحق غزنوی نے میرے ساتھ مباہلہ کیا یعنی میں نے اور اس نے قسم کھائی جس میں میں نے کہا کہ اگر میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا اور مفتری ہوں تو خدا مجھے ذلیل اور ہلاک کرے (تقریر کا آغاز ہی غلط کیا، مرزا صاحب ۱۴ سال پہلے نہیں بلکہ ۱۲ سال قبل ۱۸۹۳ء میں امرتسر آئے تھے جب مولوی عبدالحق نے ان سے مباہلہ کیا تھا۔ بہاء) ۔ اس مباہلہ کے بعد خدا تعالیٰ نے میری بڑی نصرت کی۔ تین لاکھ سے زیادہ آج میرے مرید ہیں اور کثرت سے مخلصین میرے گرد ہیں... (خدا نے فوراً ہی بے عزت کر دیا۔ جیسا کہ اسی بیان سے آگے چل کر معلوم ہو جائے گا۔ بہاء) ۔

اس کے بعد آپ نے اسلام کی خوبیوں کا ذکر شروع کرنا چاہا۔ افسوس ہے کہ مخالفین نے جو پہلے سے منصوبہ کر کے آئے تھے کہ درمیان میں شور ڈالیں تا کہ کوئی سننے نہ پائے اور جن میں غزنوی گروہ اور مولوی ثناء اللہ کی پارٹی کے آدمی شامل تھے ایک بڑا ہنگامہ اور شور مچایا اور بعض نے تالیاں بجائیں اور سیٹیاں ماریں اور بعض نے گالیاں فحش دینی شروع کر دیں ۔ امرتسر کے رؤساء نے کھڑے ہو کر بار بار ان کو سمجھایا اور پولیس نے بہت بٹھانا اور خاموش کرنا چاہا۔ مگر کسی نے ایک نہ مانی اور اس قدر شور برپا کیا کہ لیکچر کو بند کرنا پڑا اور لوگوں کو منتشر کرنا چاہا مگر نہ ہوئے۔ اور جب حضرت (مرزا) گاڑی پر سوار ہونے لگے تو پتھراؤ اینٹیں بارش کی مانند برسانی شروع کیں۔ خدا کی حفاظت تھی کہ ہم سب بچ گئے ورنہ ہم پر پتھر اس طرح پڑ رہے تھے جس طرح طائف والوں نے آنحضرت ﷺ پر پتھر پھینکے تھے..

حضرت (مرزا) نے اسی جگہ فرمایا، ضرور تھا کہ یہ سنت بھی پوری ہوتی کیونکہ تمام نبیوں کے ساتھ یہ حالت ہوتی رہی ہے اور آنحضرت ﷺ کے وعظ کے وقت بھی یہ منصوبہ بندی کی گئی تھی کہ جب قرآن شریف پڑھا جائے تو درمیان میں شور ڈال دو تا کہ کوئی شخص قرآن شریف نہ سن سکے ۔ (اخبار بدر قادیان ۱۵ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۴)

۲ مئی ۱۹۰۸ء کو شاہزادہ (محمد ابراہیم خان) صاحب نے سوال کیا:

کیا آپ بجائے اس کے کہ قادیان میں ہی ہمیشہ قیام رکھیں، دورہ کر کے پنجاب اور

ہندوستان کے مختلف شہروں میں اگر پھر کر وعظ و تبلیغ کا کام کریں تو زیادہ مفید ہوگا۔

(مرزا صاحب نے) فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ تبلیغ کے وسائل ہر زمانہ میں مناسب وقت اور مناسب حال الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس زمانہ کی آزادی اگرچہ عمدہ چیز ہے مگر ساتھ ہی اس میں بعض نقائص بھی ہیں۔ آپ نے جو طریق فرمایا ہے میں نے اس طریق تبلیغ کو بھی استعمال کیا ہے۔ اور بعض مقامات میں اس غرض کے لئے سفر بھی کئے ہیں۔ مگر اس میں تجربہ سے دیکھا ہے کہ اصل مقصد کما حقہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ دوران تقریر میں بعض لوگ بول اٹھتے ہیں دو چار گالیاں بھی سنا دیتے ہیں اور شور و غوغا کر کے بدنظمی کی باعث ہو جاتے ہیں۔ اس لاہور ہی میں ایک دفعہ حالانکہ خود ہمارا اپنا مکان تھا اور پولیس وغیرہ کا انتظام تھا مگر اس دوران ایک شخص دوران تقریر میں عین بھری مجلس میں کھڑا ہوا اور منہ پر کھڑے ہو کر گالیاں سنائیں۔ ...

غرض لاہور میں، امرتسر میں، دہلی میں، سیالکوٹ وغیرہ میں ہم نے اچھی طرح سے آزما لیا ہے کہ یہ نسخہ فتنہ سے خالی نہیں، اور اس میں شر کا اندیشہ زیادہ ہے۔ چنانچہ امرتسر میں ہمیں پتھر مارے گئے اور ایک پتھر ہمارے لڑکے کے بھی لگا۔ بعض دوستوں کو جوتیاں بھی لگیں لا یلدغ المومن من حجر واحد مرتین۔ پس آزمودہ نسخہ کو ہم اب دوبارہ کیسے آزما سکتے ہیں۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۴ مئی ۱۹۰۸ء ص ۶)

امرتسر کے جلسہ میں جب ہنگامہ ہوا اس وقت مرزا صاحب قرآن نہیں پڑھ رہے تھے بلکہ رمضان شریف میں دن کے وقت عام مجمع میں دودھ چائے پی رہے تھے، جس کا ذکر اڈیٹر بدر نے ذکر نہیں کیا۔ نیز اس واقعہ کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کیوں کر تشبیہ دی جاسکتی ہے کیونکہ:

- طائف میں آنحضرت ﷺ پتھروں سے شدید لہولہان ہوئے تھے، لیکن یہاں تو مرزا قادیانی کو ایک پتھر بھی نہیں لگا۔
- طائف میں تو آنحضرت ﷺ تنہاء تھے (سوائے ایک غلام کے جو آپ کی معیت میں تھا) لیکن امرتسر میں تو خود مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میرے کتنے جانثار میرے اردگرد موجود ہیں۔
- طائف میں آنحضرت ﷺ نے گلیوں، بازاروں میں گھوم پھر تبلیغ کی تھی، یہاں تو مرزا ئیوں نے ایک غیر مسلم کا حال کرایہ پر لے کر جلسہ منعقد کیا تھا اور لوگوں کو دعوت دے کر اس میں

شامل ہونے کے لئے کہا تھا۔ دونوں واقعات میں مشابہت کیا ہوئی؟

❁ واقعہ طائف کے وقت آنحضرت ﷺ کے پیروکاروں کی تعداد چند سو سے زائد نہ تھی اور ان میں سے بھی ایک بڑی تعداد مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ میں پناہ گزیں تھی۔ امرتسر کے واقعہ کے وقت تو مرزا صاحب فرمارہے ہیں کہ ان کے پیروکاروں کی تعداد تین لاکھ ہے۔ اور مرزا کے قادیانی پیرکاروں میں سے کسی کو قادیان سے ہجرت کر کے دیار غیر میں پناہ گزین ہونے کی ضرورت نہیں پڑی۔ دونوں واقعات میں مشابہت کیا ہوئی؟

❁ طائف میں تو وقت کی انتظامیہ اور رؤساء طائف آنحضرت ﷺ پر زیادتی کرنیوالے تھے اور اوباشان طائف انہیں کی انگیخت سے پتھر مار رہے تھے۔ لیکن امرتسر میں تو انتظامیہ اور رؤساء مرزا صاحب کے ساتھ تھے اور ان کے پشت پناہ ہوکر شور مچانے والوں کو روک رہے تھے۔ دونوں واقعات میں مشابہت کیا ہوئی؟۔

❁ آنحضرت ﷺ تو مکیوں کے مظالم اور ان کے رویے سے تنگ آ کر طائف گئے تھے، امرتسر میں تو مرزا صاحب کی آمد قادیانیوں کے مظالم کی وجہ سے نہ تھی اور نہ وہ قادیان چھوڑ کر یہاں آئے تھے

❁ آنحضرت ﷺ کو طائف کے واقعہ کے بعد مکہ واپس جانے کیلئے ایک سردار مکہ سے رابطہ کرنا پڑا تھا، مرزا کیلئے تو قادیان حسب سابق دارالامن تھا، انہیں امرتسر سے قادیان جانے کیلئے کسی قادیانی رئیس سے رابطہ کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ دونوں واقعات میں مشابہت کیا ہوئی؟

❁ واقعہ طائف کے بعد تو جلد ہی آنحضرت ﷺ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرما کر وہاں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھ دی تھی، اور وہیں فوت ہوکر آپ ﷺ دفن بھی ہوئے۔ واقعہ امرتسر کے بعد مرزا صاحب نے قادیان سے کسی جگہ کی طرف ہجرت نہیں فرمائی، نہ کسی نئی جگہ جا کر کسی حکومت یا سلسلے کی بنیاد رکھی، بلکہ وہ لاہور میں آنجہانی ہوکر قادیان میں ہی دفن ہوئے۔

❁ واقعہ طائف تو آنحضرت ﷺ کی نبوت والی زندگی کے کم وبیش نصف میں پیش آیا، لیکن واقعہ امرتسر مرزا صاحب کی مسیحیت موعودہ والی زندگی کے اواخر میں پیش آیا۔ مشابہت کیا ہوئی۔

دس سوالوں کے جواب

از حکیم نورالدین قادیانی

ماسٹر شیخ غلام حیدر ہیڈ ماسٹر چکوالی نے حکیم نورالدین سے چند سوالات کئے تھے۔ ان کے سوالات اور حکیم صاحب کے جوابات درج ذیل ہیں۔

سوال اول: کیا امت محمدی کا اجتماع ضلالت پر ہوسکتا ہے؟

جواب: ہرگز نہیں کنتم خیر امة ا خر جت للناس تا مرو ن بالمعروف و تنهو ن عن المنکر (آل عمران: ۱۱۰)

سوال دوم: کیا ابن عباسؓ اور دیگر اماموں کی رائے ایک چوتھائی اپنے مطلب کے موافق قبول کر کے اس کو اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کرنا اور تین چوتھائی حصہ رائے سے پہلوتہی کرنا خواہ وہ تین چوتھائی حصہ رائے کا ایسی پیش کردہ روایت کا نقیض ہو، ایک مسلمان شخص کی صداقت اور علمیت کو تقویت دے سکتا ہے۔

جواب: یہ ایک چوتھائی اور تین چوتھائی تو کوئی گول مول بات ہے اصل بات میرے نزدیک یہ ہے کہ حقیقی امام قرآن مجید اور اس پر عمل درآمد کرنے کیلئے پاک نمونہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پس ان دونو ں کی تائید میں جو کوئی آجاوے اس کا کہنا بسر وچشم قبول ہے۔ ہر حکمت کی بات مومن کی متاع ہے جہاں ملے لے لو، ایک چوتھائی ہو یا تین چوتھائی۔ تعجب ہے کہ احادیث واقوال فقہاء ومفسرین تم لوگوں کی خود بھی عادت ہے اور تمام امت محمدیہ کا یہی چال، اور آپ مجھ سے دریافت فرماتے ہیں

سوال ۳۔ کیا آپ نے بعد بیعت مرزا صاحب ان کے مسیح موعود ہونے میں کبھی شک کیا یا دن بدن آپکے اعتقاد کو ترقی ہے؟

جواب: خوب یادرکھو مجھے ہرگز شک نہیں ہوا میں اعتقاد میں ہر روز ترقی کرتا ہوں میں مرزا کو یقیناً مہدی مسعود اور عیسی بن مریم مسیح موعود جانتا ہوں اگر شک ہوتا تو اس علیحدگی کو کون مانع تھا۔

سوال ۴۔ کیا آپ نے پیر مہر علی شاہ کا فارسی رسالہ ہدیۃ الرسول اور اردو رسالہ شمس الہدایۃ فی اثبات حیات مسیح ونیز غایۃ المرام اور تائید اسلام مؤلفہ قاضی محمد سلیمان وکیل ریاست پٹیالہ کا بغور ملاحظہ کیا اور ان کا جواب دینے کی کوشش آپ کی جماعت سے کی گئی؟

جواب: شمس الہدایت تو میں نے خوب پڑھی ہے اور غایت وتائید کو غور سے دیکھا ہے، ہدیۃ الرسول

نے غالباً اب تک مطبع سے جنم نہیں لیا۔ ان رسائل کے جواب کی چنداں ضرورت نہیں، ایسے رسائل کے جواب میں غالب بھی مغلوب ہی ہے۔ مگر پھر بھی مجھے امید ہے کہ کوئی آدمی ہماری جماعت کا جواب لکھ دے گا۔ بات یہ ہے کہ ہمیں بڑے عظیم الشان کام درپیش ہیں اور یہ رسائل ہماری شاہ راہ میں کچھ روک نہیں ان سنگریزوں سے حرج کیا ہے؟

سوال ۵۔ ازالہ اوہام میں جن الفاظ سے مرزا صاحب نے خداوند کریم کے (یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک .. الخ) نعماء موہوبہ کو عمل الترب مسمریزم مکروہ قابل نفرت کا لقب دیا ہے اس کی نسبت آپ کی ایمانی رائے کیا ہے؟

جواب: سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جاست۔ انگریزی دانی اور موسیقی دان تعلیم مدارس انگریزی اور ہے اسلام دانی، قرآن دانی اہل اللہ شناسی اور ہے۔ ایک محمدی کو کھیئۃ الطّیر تصویر کا خلق کیا تیرے نزدیک حرام نہیں اور کیا حرام مکروہ سے زیادہ مکروہ لفظ نہیں۔ سوچ اور فکر کر، اور کیا شریعت کا ہر ایک حکم نعمۃ اللہ نہیں، اور پھر کس طرح اسلام نے بعض تعلیمات انبیاء میں حلت کے مقام پر حرمت کا لفظ استعمال فرمایا۔

سوال ۶: معجزہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ظاہری بدیہی اسباب اس کے واسطے لازم ہیں یا بغیر واسطہ بدیہی کے بھی جس کو عقل نہیں سمجھ سکتی ہو سکتے ہیں۔

الف: حضرت موسیٰ کے عصا سے قلزم کا پھٹ جانا۔ ب۔ اور عصا سے بارہ چشموں کا پتھر سے جاری ہونا۔ ج۔ اور عصا کا سانپ اژدہا بن جانا۔ د۔ شق القمر۔ ھ۔ حضرت عیسیٰ کا بن باپ ہونا۔ و۔ حضرت ابراہیم کا آگ کے اثر سے محفوظ رہنا۔ ز۔ چار جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد زندہ دیکھنا کیا ان نشانات کو بھی آپ ایسا مکروہ اور قابل نفرت خیال کرتے ہیں یا کچھ اور ہی تاویل مثل سید احمد صاحب کرتے ہیں؟

جواب: معجزہ کا لفظ قرآن کریم اور حدیث شریف میں ان معنی پر نہیں بولا جن معنی میں آپ لیتے ہیں۔ آیات الٰہیہ کو نہ ماننے والے بے ایمان ہوتے ہیں، میرے نزدیک تو قرآن کریم امام اور السید الکامل محمد رسول اللہ مطاع اور مقتداء، جو کچھ ان دونوں میں پایا گیا اس پر میرا ایمان ہوا۔ میں سید احمد خان کا مقلد نہیں ہوں اس کی تعلیمات کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا۔ یہ ۱، ۲، ۳ تیرے دل کی کوئی صدا ہے اس پر یہ نصیحت یاد رکھ ایّاك و الظّن فانّ الظّن اکذب الحدیث

سوال ۷: ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۸ دخل شیطانی کا کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں ہو جاتا ہے۔ اس

مرزا کے عقیدے اور مذہب کو آپ نے مرزا کے بارہ میں تسلیم کر لیا ہے، یا اس دخل شیطانی سے مرزا صاحب مامون اور معصوم ہیں۔

جواب: تمام مرسل اور انبیاء بلکہ تمام مامورمن اللہ بل وہ اہل اللہ بھی جو انبیاء و رسل کے اتباع ہیں، ایک ہی رنگ میں رنگین ہوتے ہیں اور شیطانی تسلط سے محفوظ۔ انّ عبادی لیس لک علیهم سلطان اور فینسخ اللّٰه ما یلقی الشّیطان کی بشارت سے مسرور ہیں مرزا بھی خاتم الرسل ﷺ بل ان سے علیحدہ نہیں۔

سوال ۸: آج کل جو مرزا صاحب نے اپنے فوٹو کرنے اور کرانے کا جواز بتلایا ہے گویا تصویر کشی کی اباحت کو ثابت کیا ہے۔ کیا اس سے آج کل ہی یا چندے بعد وفات مرزا صاحب رومن کیتھولک کی طرح بت پرستی کی بنیاد کا زہریلا اثر نہفتہ معلوم نہیں ہوتا۔

جواب: فوٹو گرافی کے جواز کا فتویٰ آپ نے کہاں دیکھا اور مرزا قادیانی پر کیوں اعتراض کیا۔ ایک مسیح نے تو کھیئة الطیر تصویریں تمہارے نزدیک کخلق اللّٰه بنائیں اور اس کے اتباع میں رومن کیتھولک بھی ہوئے اب تم نے دوسرے مسیح پر اعتراض کیسے کر دیا۔ کیا اب تصویر کشی کا مسئلہ یاد آ گیا اور نمبر ۵ بھول گئے ہم پر یا ہمارے مابعد پر سوءِ ظن کرتے ہو ان الظن اکذب الحدیث اور کیا عکسی تصویر کو برا مان کر آپ نے آئینہ دیکھنا ترک کر دیا ہے۔

سوال ۹: جو شخص خدا کو وحدہ لاشریک اور محمد ﷺ کو رسول برحق اور قرآن کریم کو برحق اور قیامت کو برحق مانتا ہے اور جنت و دوزخ کا قائل ہے اور حتی الوسع عمل صالح کرتا ہے جیسا کہ اس کو آپ دین نے بتلایا یا کسی اور نیک بخت مسلمان نے سکھایا ہے تو ایسے شخص کے واسطے قرآن کریم میں لا خوف علیهم ولا هم یحزنون کی آیت وارد ہوئی ہے۔ اب کیا ایسا شخص بلا شفاعت مرزا صاحب یا بیعت مرزا صاحب قابل نجات و مغفرت ہو سکتا ہے؟

جواب: جو قرآن کریم کو برحق مانتا ہے وہ مسیح کا مرنا اور پھر نہ آنا بھی برحق مانے گا، اور جو محمد رسول اللہ ﷺ کو برحق مانتا ہے، اسے لازم ہے کہ نازل شدہ عیسیٰ کو مانے۔ امام الوقت کا منکر عمل صالح کرتا ہے؟ لا خوف علیهم اور لا یحزنون کے مصداق تمہیں یہ مسلمان نظر آتے ہیں؟ سچ بتاؤ یہ تو ایک مرتبہ ہے جس میں عامہ اہل اسلام ہر وقت داخل نہیں۔

سوال ۱۰: اگر کوئی مسلمان اپنے نیک ارادہ سے مرزا صاحب کے دعویٰ کو محض باطل قرار دے تو اس کا ایمان درست رہتا ہے یا نہیں؟

جواب: کیا الٰہی فضل لغو ہو سکتے ہیں؟ کیا آپ نے نہیں پڑھا اس کتاب کو جس میں سورہ نور ہے اور جس میں خلفاء کے منکروں پر الفاسقون کا فتویٰ ہے۔ کیا لیستخلفنھم کا فعل کوئی باطل مانے اور اس کا ایمان درست رہے؟ افتؤ منو ن ببعض الکتا ب و تکفرو ن ببعض

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے بہ نظر تحقیق مرزا کے رسائل نہیں پڑھے یا دعاؤں سے بہت کام نہیں لیا، یا استغفار ساتھ نہ تھا، آپ نے بعض مقام پر اپنی ان عادات سے کام نہیں لیا جو مدت ہوئی مجھے معلوم تھیں۔ میں نے ایمانی طور پر مختصر جواب دیئے اگر پسند ہو تو بہتر والا کا لائے بد بریش خاوند۔

نورالدین ۲۹ مارچ ۱۹۰۰ء (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۰ء ص ۴۔۶)

ان جوابات پر تبصرہ شیخ غلام حیدر مرحوم نے عشرہ کاملہ میں کیا تھا جس کی تلخیص تحریک ختم نبوت کی جلد ہشتم صفحہ ۱۴۲ تا ۱۶۱ میں کی جا چکی ہے۔

چند قادیانی مکتوبات

مرزا صاحب قادیانی اپنی جماعت کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

.... مجھے معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ قادیان کی قائمی کے لئے جو آمدن ہونی چاہیے اس کی حالت بہت ابتر ہے اور اگر یہی حال رہا تو پھر اس مدرسہ کا قیام مشکل ہے... منار کے لئے ابھی کافی روپیہ نہیں۔ بعض کتابیں جن کے لئے ارادہ ہے کہ کم سے کم بیس بیس ہزار چھپ جائیں ان کے لئے بھی کچھ سامان نہیں۔ مہمان خانہ کے لئے بعض ضروری عمارتوں کی ضرورت ہے ان کے لئے روپیہ نہیں ... اگر ہماری جماعت کی توجہ ہو تو قادیان کے مدرسہ کے قائم رہنے کے لئے بالفعل بہت مدد کی ضرورت نہیں۔ اگر ایک ہزار آدمی چار چار آنے ماہواری اپنے ذمہ قبول کر لے تو اڑھائی سو روپیہ ماہواری مدرسہ کو مل سکتا ہے۔ رونق کے بعد فیس کی آمدن بھی ہو سکتی ہے ... یہ رقم محبی عزیزی اخویم نواب محمد علی خان صاحب بمقام قادیان یا جس کو وہ تجویز کریں آنی چاہیے تا حساب صاف رہے کیونکہ لنگر خانہ کا روپیہ میرے پاس پہنچتا ہے اور یہ کام دقت سے خالی نہیں کہ پہلے مدرسہ کا روپیہ میرے پاس پہنچے اور پھر میں وہ روپیہ کسی دوسرے کے حوالے کروں ... والسلام غلام احمد

(ضمیمہ اخبار الحکم قادیان ۲۴ جون ۱۹۰۲ء)

مکتوب مرزا قادیانی بنام حکیم نورالدین:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نورالدین ... اس وقت ایک اشتہار در بارہ ازالہ اوہام مخالفین

آپ کی خدمت میں مرسل ہے چونکہ آپ تشبّہ فاروقی کے مدعی ہیں اور یہ عاجز بھی بغایت درجہ آپ پر حسن ظن رکھتا ہے اور اپنا مخلص اور دوست جانتا ہے اس لئے آپ کی طرف تعلق خاطر رہتا ہے جو عنایات خداوند کریم جلشانہ کی اس عاجز کے شامل حال ہیں ان کے بارے میں ہمیشہ دل چاہتا ہے جو اپنے دوستوں سے کچھ اس میں سے بیان کرتا رہوں اور بحکم وا ما بنعمة ربّک فحد ث تحدیث نعمت کا ثواب حاصل کروں۔ سو آج آپ سے بھی جو میرے مخلص دوست ہیں ایک واقعہ پیشگوئی کا بیان کرتا ہوں (یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ نہ یہ شادی ہوئی نہ یہ لڑکا ہوا۔ بہاء) شائد چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جاوے گا اس کا نام بشیر ہوگا، سو اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شائد وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح کرنا تمہیں پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارساطبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی وہ صاحب اولاد ہوگی۔ اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب یہ الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے تین ان میں سے تو آم کے پھل تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا۔ اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے وہی مبارک لڑکا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے اور جب کہ ایک طرف پارساطبع اہلیہ کی بشارت دی گئی ہے اور ساتھ ہی چار پھل دیئے گئے ہیں جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے سو یہی سمجھا جاتا ہے و اللّٰہ اعلم بالصواب۔ ان دنوں میں اتفاقاً نئی شادی کے لئے دو شخص نے تحریک کی تھی مگر جب ان کی نسبت استخارہ کیا گیا تو ایک عورت کی نسبت جواب ملا کہ اس کی قسمت میں ذلت ومحتاجگی اور بے عزتی ہے اور اس لائق نہیں کہ تمہاری اہلیہ ہو اور دوسری کی نسبت اشارہ ہوا کہ اس کی شکل اچھی نہیں۔ گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحب صورت وصاحب سیرت لڑکا جس کی بشارت دی گئی وہ برعایت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ پارساطبع سے پیدا ہوسکتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ ان کے ابطال میں ایک دوست نے اشتہارات شائع کئے ہیں۔ مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں۔ غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے اب دیکھیں

کہ کس جگہ ارادہ ازلی نے اس کا ظہور مقدر کر رکھا ہے الہامات اس بارہ میں ... کثرت سے ہو رہے ہیں اور ربانی ارادہ میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے و اللّٰہ یفعل مایشاء وھو علی کل شیء قدیر اپنی خیر و عافیت سے اطلاع بخشیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ از قادیان ۸ جون ۱۸۸۶ء

نوٹ از اڈیٹر الحکم: اس مکتوب کو پڑھتے وقت مرزا صاحب کے قیاس اور کشفی امور میں باہم تفریق کا پورا لحاظ رکھا جائے اور خوب سوچ لیا جاوے کہ فرزند موعود کے لئے آپ نے یہ ہرگز نہیں ٹھہرایا کہ وہ تیسرے ہی نکاح سے ہوگا ہاں یہ امر دیگر ہے کہ تیسرے نکاح سے بھی وجیہ اولاد پیدا ہو (جو نہیں ہوئی کیونکہ نکاح ہی نہیں ہوا۔ بہاء) جو لوگ مرزا صاحب کی تصانیف سے واقف ہیں ان کو خوب معلوم ہے کہ مرزا کے ہاں چار بیٹے پیدا ہو چکے ہیں یعنی ان میں سے ہر ایک جدا پیشگوئی کے موافق پیدا ہوا ہے اور پانچویں کی بھی بشارت ہے۔ اڈیٹر (اور چار میں سے چوتھا نابالغی کی حالت میں مرگیا، اور پانچواں کبھی پیدا نہیں ہوا۔ بہاء)۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷ جون ۱۹۰۳ء ص ۱۶)

مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی:

بخدمت مکرمی اخویم سید محمد احسن صاحب السلام علیکم ..

میں نے آپ کا نام اس کتاب میں لکھ لیا ہے جو بیعت کرنے والوں کے لئے طیار کی گئی ہے لیکن اس فعل کا بطریق سنت واقعہ ہونا ضروری ہے کہ اس میں برکات ہوں جس وقت آپ کو فرصت ہو اور حرج نہ ہو یا جس وقت اخویم مولوی محمد بشیر صاحب کو اس امر میں صحت نیت پیدا ہو جاوے اور وہ اس غرض کے لئے سفر کریں تب آپ مسنون طور پر عمل کرنے کے لئے تشریف لاویں ...خاکسار غلام احمد (اس خط پر کوئی تاریخ درج نہیں)۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ جون ۱۹۰۳ء ص ۳)

معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مولوی محمد احسن امروہی اس خیال میں تھے کہ مولانا محمد بشیر سھسوانی بھی قادیانیت کی طرف مائل ہیں اور جلد ہی انکے ہم رائے ہو جائیں گے۔ اس لئے مرزا صاحب مولوی محمد احسن کو لکھتے ہیں کہ ایسا ہو جائے تو انہیں بھی ساتھ لے آئیں اور بیعت کر لیں۔

مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی

مجی مکرمی اخویم السلام علیکم .. یہ عاجز بباعث ضعف دماغ ایسا علیل ہو رہا ہے کہ ایک کارڈ لکھنا بھی مشکل ہو گیا ہے کتاب براہین احمدیہ من وجہٍ مکمل اور من وجہٍ غیر مکمل ہے۔ جس قدر امور بعد مخالف تالیفوں کے ان کے جواب میں اس عاجز پر منکشف ہوئے ہیں یا جو کچھ وقتاً فوقتاً

بعض دقائق و معارف بعد میں تا ایں دم اس عاجز پر کھلتے گئے ہیں وہ ابھی تک اس کتاب میں شامل نہیں کئے گئے اور اپنی تالیفات کا گھٹانا یا بڑھانا مفصل کرنا یا مجمل رکھنا اپنے اختیار میں ہوا کرتا ہے پس جس نے اعتراض کیا ہے وہ اعتراض قلت تدبر کی وجہ سے ہے میں اس وقت لدھیانہ میں ہوں شائد پندرہ روز اوراس جگہ رہوں ۔والسلام خاکسار مرزا غلام احمد۔(الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۳ء ص ۳)

معلوم ہوتا ہے کہ محمد احسن صاحب نے سوال اٹھایا تھا کہ براہین کیوں مکمل نہیں ہو رہی ۔مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ تصنیف کو گھٹانا بڑھانا مصنف کا حق ہے اسلئے موجودہ براہین (چار جلدوں) کو بھی مکمل کہا جا سکتا ہے۔لیکن مرزا صاحب کو اس بات کا شائد اندازہ نہیں ہے کہ تصنیف کو گھٹانے کا اختیار ان سے سلب ہو گیا تھا جب انہوں نے عوام اہل اسلام سے وعدہ کرلیا تھا کہ براہین پچاس جلدوں میں لکھی جائیگی ۔اب پچاس سے ۴ یا ۵ پر واپس آنا وعدہ خلافی ہے ۔

مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی

مخدومی مکرمی اخویم ....عنایت نامہ پہنچا ۔یقیناً یہ بات سچ ہے کہ کتابوں کی طبع میں حد سے زیادہ توقف ہو گیا ہے لیکن یہ توقف محض حکمت و مصلحت الٰہی سے ظہور میں آئی ہے اور بہت سی درمیانی بابرکت رکاوٹیں جن کا ذکر موجب تطویل ہے اس توقف کا موجب ہوگئی ہیں قرآن شریف بھی اگر خدا تعالی چاہتا تو ایک ہی دن میں نازل ہوسکتا تھا لیکن تمام کام خدا تعالی کے وقفہ اور تانی؟ سے ہوتے ہیں۔اب یہ عاجز بہت کوشش میں ہے یقین ہے کہ جلد تر سب کام انجام پذیر ہو جائیں گے ...والسلام خاکسار غلام احمد ۱۷۔اپریل ۱۸۸۸ء (اخبار الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۳ء ص ۳)

مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی :..

عنایت نامہ پہنچا ۔الحمد للہ کہ خداوند کریم نے آپ کو شفا بخشی ۔نہایت خوشی ہوئی ۔طبع کتاب میں منجانب اللہ ایسی روکیں اور ایسے موانع پیش آتے رہے ہیں کہ جن کی وجہ سے آج تک طبع حصہ پنجم و دیگر رسائل معرض توقف میں ہوتا گیا مگر یہ حکمت الٰہی ہے۔دیر آید درست آید امید رکھتا ہوں کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے خود تمام کام انجام پذیر کردے گا کہ سب کام اس کے ہاتھ میں ہیں ۔ایک اشتہار ارسال خدمت ہے اس کو جہاں تک ممکن ہو شائع کردیں ۔

والسلام، خاکسار غلام احمد از قادیان ۔۷ جنوری ۱۸۸۹ء ۔ (الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۳ء ص ۳۔۴)

مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی :

مکرمی اخویم السلام علیکم ..عنایت نامہ پہنچا مولوی صدیق حسن صاحب کے لئے جیسا کہ

اشارہ ہوا تھا اس عاجز نے دعاء مغفرت کی تھی۔ امید کی جاتی ہے کہ ان کے حق میں بہتر ہے انشاء اللہ تعالی۔ ہمیشہ اپنے حالات سے مطلع و مطمئن فرماتے رہیں۔ خاکسار غلام احمد ۲۷ مارچ ۱۸۹۹ء

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ جون ۱۹۰۳ء ص ۴)

مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی:

مکرمی مجبی السلام علیکم ....عنایت نامہ پہنچ کر موجب فرحت و مسرت ہوا۔ یہ عاجز اس بات کے دریافت سے بہت خوش ہوا کہ آپ کو خدا تعالی نے حسن ظن و ذہن سلیم بخشا ہوا ہے۔ خدا تعالی آپ کو اس پر استقامت بخشے۔ ازالہ اوہام چھپ رہا ہے۔ شائد ایک ماہ تک چھپ کر شائع ہو جائے۔ باقی دونوں رسالے فتح اسلام و توضیح مرام آپ دیکھ چکے ہیں لیکن ازالہ اوہام انشاء اللہ القدیر تمام امور کا فیصلہ کرنیوالا ہے۔ بفضل اللہ تعالی قریب بیس جزو کے ہوگا۔ انشاء اللہ القدیر تمام مخالفین شکست کھائیں اور حق غالب ہوگا کتب اللّٰہ لا غلبنّ انا و رسلی یہ عاجز چند روز سے لدھیانہ میں آ گیا ہے شاید تین چار ماہ اسی جگہ رہوں۔ ہمیشہ اپنے حالات خیریت سے مطلع فرماتے رہیں۔ والسلام خاکسار غلام احمد محلہ اقبال گنج لدھیانہ ۸ مارچ ۱۸۹۱ء (الحکم ۱۰۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۳)

مرزا قادیانی بنام مولوی اصغر علی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

از عاجز احقر عباد اللہ احد غلام احمد بخدمت اخویم مولوی اصغر علی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد ہذا آپ کا عنایت نامہ مجھ کو ملا۔ آپکی یہ صفت قابل تعریف ہے جو آپ اس گروہ میں سے نہیں ہیں جو محض جلد باز ہیں اور تعصب کی رو سے ایک مسلمان کا نام کافر اور دجال اور بے ایمان بلکہ اکفر کہتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ آپ کی تحریر اس غرض سے تھی کہ بعض مقامات حمامۃ البشری میں صرفی یا نحوی یا عروضی غلطی ہے اور نیز آپ کی دانست میں بعض مضامین یا فقرات یا اشعار اس کے چرائے گئے ہیں۔ سو عزیز من! اس کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ یہ عاجز نہ ادیب ہے، نہ شاعر، اور نہ اپنے تئیں کچھ سمجھتا ہے (سلطان القلمی کیا ہوئی؟ بہاء) اور نہ اس شغل میں عمر کا کوئی حصہ بسر کیا ہے اور نہ ان عبارتوں اور اشعار کے لکھنے میں کوئی معتد بہ وقت خرچ ہوا ہے (حالانکہ عربی تحریروں کی آپ حکیم نور الدین سے بھی اصلاح کرواتے تھے اور محمد احسن سے بھی۔ بہاء) اللہ تعالی جانتا ہے کہ یہ تحریریں معمولی خطوں کی طرح اپنے اوقات معمورہ میں سے ہر روز ایک دو گھنٹے نکال کر لکھی گئی ہیں اور ساتھ ساتھ کاپی نویس لکھتا گیا۔ اگر کبھی اتفاقاً پورا دن ملا تو ایک ایک دن میں سوسو شعر تیار ہو گیا اور وہ بھی پورا دن نہیں۔ کیونکہ اگر آپ اس جگہ آ کر دیکھیں تو آپ کو معلوم

ہو کہ دن رات کس قدر مشغولی ہے۔ خطوط کا یہ حال ہے کہ کبھی تین سو، کبھی چار سو، کبھی پانچ سو ماہوار آ جاتا ہے اور بعض خطوط کا جواب رسالہ کی طرح لکھنا پڑتا ہے۔ مہمان داری کا یہ حال ہے کہ ایک جہان توجہ کر رہا ہے، ایک قافلہ مہمانوں کا ہمیشہ رہتا ہے۔ اور عجیب عجیب صاحب کمال مدنی شامی مصری اور اطراف ہندوستان سے آتے ہیں۔ اور بباعث رعایت حق ضیف بہت حصہ وقت کا ان کو دینا پڑتا ہے۔ عمر کا یہ حال ہے کہ پیرانہ سالی ہے۔ ضعیف الفطرۃ ہوں، علاوہ اسکے دائم المریض۔ اور ضعف دماغ کا یہ حال ہے کہ کتاب دیکھنے کا اب زمانہ نہیں۔ جو کچھ خیال میں گذرا وہ لکھ دیا، یا لکھا دیا۔ دوران سر لاحق حال ہے، ادنی محنت سے گو فکر اور سوچ کی محنت ہو، مرض رأس دامن گیر ہو جاتا ہے۔ عمر اخیر ہے مرگ سر پر، تکبر اور ناز جو لوازم جوانی اور جہل ہیں کچھ تو ضعف و پیرانہ سالی نے دور کر دیئے تھے اور بقیہ ان کا اس معرفت نے دور کر دیا جو فیاض مطلق نے عطا فرمائی۔

اب ان حالات کے ساتھ آپ سوچ سکتے ہیں کہ اگر کسی تالیف میں غلطی جو لازم بشریت ہے پائی جائے تو کیا بعید ہے۔ بلکہ بعید تو یہ ہے کہ نہ پائی جائے۔ بہت سے نیک دل اور پرہیز گار اس جگہ رہتے ہیں، اور نوبت بنوبت اچھے علماء اور ادیب آتے رہتے ہیں، اور ایک قافلہ بزرگوں کا لازم غیر منفک کی طرح اس جگہ رہتا ہے۔ ان سے آپ دریافت کر سکتے ہیں کہ اس عاجز کی طرز تالیف کیا ہے۔ اگر آپ دریافت کرینگے تو آپ پر بھی ثابت ہوگا کہ تالیفات ایک خارق عادات طور پر ہیں۔ میری عمر کا یہ تجربہ نہیں کہ کوئی انسان بجز خاص تائیدات الٰہی کے باوجود اس ضعف اور دامن گیر ہونے انواع واقسام کے امراض کے اور باوجود اس کثرت شغل خطوط اور مہمانداری کے پھر یہ فرصت پا سکے کہ بہت سا حصہ نثر موزوں کا جو بعض اوقات قریب قریب ایک جزو کے ہوتی ہے معہ ان اشعار کے بعض اوقات سو سو بلکہ سو سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں بنیں، پھر میں لکھ دیئے، اگر آپ کا کوئی تجربہ ہو تو میں آپ سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا اور نہ میں اپنے نفس کو کوئی چیز سمجھتا ہوں۔

باوجود ان سب اسباب کے کبھی مجھ کو موقع نہیں ملتا کہ جو کچھ لکھا ہے سوچ کی نظر سے اس کو دیکھوں، پھر اگر اس طور کی تحریروں میں اگر کوئی صرفی یا نحوی غلطی رہ جائے تو بعید کیا ہے۔ مجھے کب یہ دعوی ہے کہ یہ غیر ممکن ہے۔ ان کم فرصتوں اور اس قدر جلدی میں جو کچھ قلم سے گذر جاتا ہے میں اس کو خدا تعالی طرف سے سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر غلط ہے تو میرے نفس کی وجہ سے۔ پھر ان غلطیوں کے ساتھ سہو کاتب شامل حال ہو جاتا ہے۔ پھر کب دعوی ہوسکتا ہے کہ یہ کتابیں صرفی نحوی

غلطی سے پاک ہیں۔ لیکن باوجود اس کے میں کہتا ہوں اور زور سے کہتا ہوں کہ اس جلدی کے ساتھ جو کچھ نظم اور نثر عربی مخالفوں کے الزام افحام کے لئے میرے منہ سے نکلتی ہے وہ میرے منہ سے نہیں بلکہ ایک اور ہستی ہے جو اس جاہل نادان کو اندر ہی اندر مدد دیتی ہے اور بیشک وہ امر خارق عادت ہے اور کسی عدو دین اور عدو ما دقتین کو یہ توفیق ہرگز نہیں دی جائے گی کہ وہ انہیں لوازم ارتجال اور اقتضاب کے ساتھ اس کو اخیر تک نباہ سکے۔

اور جو سرقہ کا خیال آپ نے کیا ہے، آپ ناراض نہ ہوں یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس عاجز کی ایک عادت ہے، شاید اس کو آپ نے سرقہ پر حمل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مضمون سوچتے وقت اگر سلسلہ تحریر میں جو روانگی کے ساتھ چلا جاتا ہے کوئی فقرہ یا بعض اوقات کوئی مصرعہ کسی گذشتہ قائل کا دل میں گذر جائے اور مناسب موقع معلوم ہو، تو وہ خدا تعالیٰ طرف سے سمجھا جاتا ہے اور اس کے لکھنے میں اگر محل پر چسپاں ہو کچھ بھی حرج نہیں دیکھا جاتا کیونکہ بے تکلف میری راہ میں آ گیا (اس کے بعد اپنی نور الحق کے مقابل بعینہ اسی طرح کی نثری وشعری کتاب لکھنے کا چیلنج کیا ہے)....

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۳۔ اپریل ۱۸۹۴ء (الحکم ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء ص ۵۔ بے مختصراً)

(یہ وہ وقت ہے جب مرزا صاحب کی پیش گوئی کالے ناگ کی طرح آپ کی منکوحہ آسمانی کے غاصب کو ڈسنے کے لئے پر تول رہی تھی تاکہ اس کی موت کے بعد آپ کی منکوحہ آسمانی آپ کے گھر آباد ہو جائے۔ بہاء)

اڈیٹر بدر قادیان بتاتے ہیں کہ شکار پور سندھ سے ایک شخص مسمی عبدالقادر بیدل نے مرزا صاحب کی خدمت میں چند سوال بغرض جواب لکھے۔ ایک سوال یوں تھا:

....مساۃ محمدی بیگم کو دوسرا شخص نکاح کر کے لے گیا اور وہ دوسری جگہ بیاہی گئی۔

جواب (میں مرزا صاحب نے لکھا)۔ وحی الٰہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ نہیں بیاہی جائے گی بلکہ یہ تھا کہ ضرور ہے کہ اول دوسری جگہ بیاہی جائے۔ سو یہ ایک پیش گوئی کا حصہ تھا کہ دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا (پھر سلطان احمد، فضل احمد نامی بیٹوں کو کیوں عاق کیا؟ انہوں نے تو پیشگوئی پوری ہونیکے اسباب پیدا کئے تھے اور آپ خود بھی کہتے ہیں کہ اسباب کرنے چاہییں۔ بہاء) الہام الٰہی کے لفظ یہ ہیں سیکفیکھم اللّٰہ و یردھا الیک یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی جائے گی خدا پھر اس کو تیری طرف لائے گا۔ جاننا چاہیے کہ ردّ کے معنی ... یہ ہیں کہ ایک چیز ایک جگہ ہے اور وہاں سے چلی جاوے اور پھر واپس لائی جاوے۔ پس چونکہ محمدی

ہمارے اقارب میں سے بلکہ قریب خاندان سے تھی یعنی میرے چچا زاد ہمشیرہ کی لڑکی تھی (یعنی بھانجی تھی۔ بہاء) اور دوسرے طرف قریب رشتہ میں ماموں زاد بھائی کی لڑکی تھی یعنی احمد بیگ کی (یعنی بھتیجی تھی۔ بہاء)۔ پس اس صورت میں رد کے معنی اس پر مطابق آئے کہ پہلے وہ ہمارے پاس تھی، اور پھر وہ چلی گئی اور قصبہ پٹی میں بیاہی گئی۔ اور وعدہ یہ ہے کہ وہ پھر نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی (نکاح کے تعلق سے کیوں؟ بھتیجی یا بھانجی ہونے کے تعلق سے کیوں نہیں؟ اور قادیان کیوں لائی جائے گی ہوشیار پور کیوں نہیں جہاں پہلے رہتی تھی۔ بہاء)۔سو ایسا ہی ہوگا .....

پیسہ اخبار کا خلاف واقعہ لکھنے کا یہ نمونہ کافی ہے کہ قادیان میں بعض اموات جو اور بیماریوں سے ہوئی تھیں اس نے طاعون میں داخل کر دی اور ایک شخص دیوانہ کتے کے کاٹنے سے مرا تھا وہ بھی طاعونی موت قرار دی اور اس طرح پر طاعون کی وارداتیں زیادہ دکھلائیں ورنہ اردگرد کے دیہات کی نسبت اس قدر قادیان میں طاعون کم رہی ہے کہ گویا نہیں ہوئی۔ اور قادیان میں قدیم سے آبادی تین ہزار سے زیادہ نہیں بلکہ کم ہے۔ یہ کس شوخ کے منہ سے نکلا کہ اب صرف تین سو باقی ہیں۔ پیسہ اخبار کی بار بار خلاف بیانی اور عوام کو دھوکہ دینے کی نسبت بجز اس کے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین۔ اس نے یہ بھی خلاف واقعہ لکھا کہ فلاں فلاں آدمی طاعون سے مر گئے حالانکہ نہ ان کو طاعون ہوئی اور نہ وہ مرے بلکہ اب تک زندہ ہیں۔...

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ کسی دوسرے وقت میں کچھ وارداتیں طاعون کی قادیان میں بھی ہوئیں تھیں، مگر نہ اس قدر جس پر پیسہ اخبار نے شور مچایا تھا، اور ضرور تھا کہ کسی قدر قادیان میں بھی طاعون کی وارداتیں ہوتیں تا پیش گوئی ہوتی یہ آپ نے کس کے منہ سے سن لیا کہ کوئی الہام میں نے ایسا شائع کیا تھا کہ قادیان میں کوئی واردات طاعون نہیں ہوگی۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ قادیان کی نسبت شکار پور دارالامان ہے یہ خدا تعالی کے مقابلہ پر ہنسی اور گستاخی ہے معلوم نہیں کہ آئندہ شکار پور کی نسبت کیا قہر الٰہی مخفی ہے کہ یہ گستاخی کے کلمات آپ کے منہ سے نکل گئے اور آپ کا یہ کہنا کہ اب قادیان میں صرف تین سو آدمی کی آبادی باقی ہے یہ آپ کو کس نے سنایا لعنت اللہ علی الکاذبین۔ قادیان کی آبادی قدیم سے تین ہزار سے کچھ تھوڑی ہے اور اب بھی اسی قدر ہے کوئی

اس قصبہ کے اندر داخل ہو کر نہیں خیال کر سکتا کہ ایک بھی مرا ہے۔

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد مورخہ ۲۰ جون ۱۹۰۵ء

(اخبار بدر قادیان ۲۲ جون ۱۹۰۵ء ص ۴۔۵)

الحکم ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب کا ایک خط صفحہ ۱ تا ۵ درج ہے جس میں کسی مکتوب نگار کے سوالوں کے جواب ہیں: مرزا صاحب کہتے ہیں:

مال کی بابت جو اعتراض کیا گیا ہے ... ایک حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ انبیاء درہم اور دینار نہیں چھوڑتے، انکے وارث انکے علم کے وارث ہوتے ہیں،..پس ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود جو دنیا میں آئے گا وہ ایک روحانی مال عطا کرے گا جس کی دنیا محتاج ہوگی ورنہ مسیح کسی مہاجن ساہوکار کی صورت میں نہیں آئے گا کہ لوگوں کو اپنی اسامیاں ٹھہرا کر روپیہ تقسیم کرے (اس سے وہ تاویلیں غلط ہوئیں جو کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا انعامی اشتہار جاری کرنا، مال تقسیم کرنا ہے اور کوئی لینے والا نہ ہوگا جیسا کہ محمد احسن امروہی نے بھی ایک جگہ کہا ہے۔ دوسرا یہ کہ انبیاء درہم و دینار وراثت نہیں چھوڑتے۔ مرزا صاحب کی وراثت میں زمین جائداد نقدی زیورات وغیرہ تقسیم ہوئے تھے یا نہیں؟ بہاء)۔

اور اعتراض یہ ہے کہ جب حضرت مسیح آئیں گے تو نماز کے بارہ میں آپس میں مہدی و مسیح تواضع کریں گے اور ایک دوسرے کو کہیں گے کہ وہ امام ہو یا یہ امام ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیثیں جو امام مہدی کے متعلق ہیں کل مجروح و مخدوش ہیں ان میں ایک بھی صحیح نہیں کہلاسکتی۔... ماسوا اس کے ان حدیثوں کے مخالف ایک دوسری حدیث ہے لا مھدی الا عیسی جو ابن ماجہ اور مستدرک میں لکھی ہوئی۔ یہ حدیث ہمارے نزدیک صحیح ہے...

سوال۔ عیسی اتریں گے پھر نکاح کریں گے اور ان کے اولاد ہوگی میں نہیں سمجھتا کہ یہ اعتراض کیوں پیش کیا ہے۔ ہر ایک شخص نکاح کرتا ہے اور اولاد بھی ہو جاتی ہے ہاں اس صورت میں اعتراض ہو سکتا تھا کہ اب تک میں نے کوئی نکاح نہ کیا ہوتا، یا اولاد نہ ہوتی۔ نکاح موجود ہے اولاد بھی چھ لڑکے ہیں (مسیح بننے کے بعد تو کوئی نکاح نہیں کیا، اور مسیح بننے کے بعد لڑکے صرف تین ہوئے جن میں ایک مر گیا۔ دو لڑکے تو عاق کئے ہوئے تھے، انہیں کیوں شمار کیا گیا ہے۔ بہاء) اور یہ اعتراض جو مسیح کا آنحضرت ﷺ کی قبر میں دفن کیا جانا ضروری ہے۔ اول تو یہ قبل از وقت ہے کیونکہ ابھی تک میں زندہ ہوں (لیکن اب تو مر چکے ہیں، اب کیا جواب ہے۔ بہاء) پھر ماسوا اس کے ...اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر کھودی جاوے اور یہ نبی کی قبر کی توہین اور تحقیر ہے۔ اس لئے اس حدیث کے معنی بھی روحانی طور

پر ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کے قریب قریب اس کا مرتبہ ہوگا اور وہ بہشت جو میری قبر کے نیچے ہے اس سے وہ پورے طور پر حصہ پائے گا۔ ...اور یہ حدیث جو آپ نے لکھی ہے کہ مہدی فلاں خاندان سے ہے اور اس کے باپ کا نام یہ ہوگا، ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ یہ حدیثیں کل مردود اور موضوع ہے۔ قابل توجہ نہیں ہیں کیونکہ قرآن اور احادیث صحیح کے مخالف ہیں جب کہ یہ حدیث اسی صحاح ستہ میں موجود ہے لا مهدی الا عیسی۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء ص ۳۔۴)

مکتوب قادیانی بنام حکیم نورالدین:

مخدومی مکرمی اخویم السلام علیکم ..معلوم نہیں اب آنمکرم کی طبیعت کیسی ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جلد تر شفا بخشے۔ اس عاجز کو آنمکرم نے قادیان کی سڑک پر لیکھرام کے اشعار دیئے تھے، ان کی طرف خیال کرنا ایسا فراموش ہوگیا کہ کبھی یاد نہ آیا۔ آنمکرم نے ایک دو مرتبہ لکھا بھی تھا پھر بھی بھول گیا۔ ان انشاء اللہ القدیر بقیہ مضمون جلد ختم کر کے اس طرف متوجہ ہونگا۔ بباعث علالت طبع و دورہ مرض حافظہ میں بہت قصور ہوگیا ہے۔ دو تین روز سے اس قدر دورہ مرض ہوا کہ ضعف بہت ہوگیا اور کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ مطبع سے بار بار مطالبہ ہے کہ بقیہ مضمون بھیجنا چاہیے مگر طاقت نہیں کہ کچھ لکھ سکوں۔

فضل احمد کا خط نہایت غایت درجہ کی التجا سے آیا تھا کہ مولوی صاحب کی خدمت میں سفارش کریں کہ کوئی نوکری میرے گذارہ کے موافق کرا دیں۔ ۲۰ روپیہ میں اپنے عیال کا گذارہ نہیں کرسکتا۔ سو اگرچہ مصلحت وقت تا حال آنمکرم کو بہتر معلوم ہوگا لیکن اگر کچھ ہرج نہ ہو اور مصلحت کے برخلاف نہ ہو اور کچھ جائے اعتراض نہ ہو اور آنمکرم کچھ اس کی معاش کے لئے اس سے بہتر تجویز کرسکیں تو کر دیں، اگرچہ ابھی تک اس کا چال چلن تا حال قابل اعتراض ہے مگر شائد آئندہ درست ہو جاوے۔ ابرار اخیار جو متخلق با خلاق اللہ ہوتے ہیں کبھی مطابق آیت کریمہ و کان ابوھما صالحاً پر عمل کر لیتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کے مفہوم پر نظر غور ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن دولڑکوں کے لئے حضرت خضر نے تکلیف اٹھائی اصل میں وہ اچھے چال چلن کے ہونے والے نہیں تھے بلکہ غالباً وہ بدچلن اور خراب حالت رکھنے والے علم الٰہی میں تھے لہٰذا خدا تعالیٰ نے بباعث اپنی ستاری کی صفت کے ان کے چال چلن کو پوشیدہ رکھ کر ان کے باپ کی صلاحیت ظاہر کر دی اور... ایک خوشی کی وجہ سے دو بیگانوں پر رحم کر دیا۔ امید ہے کہ اپنی روانگی کے پہلے اس عاجز کو ضرور مطلع فرماویں۔

اس قدر لکھا تھا کہ پھر نہایت عاجزی سے فضل احمد کا خط آیا ہے کہ خدمت میں مولوی صاحب کے میری نسبت ضرور لکھیں۔ آنمکرم اس کو بلا کر اطلاع دیویں کہ تیری نسبت وہاں سے سفارش لکھی ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو کسی کو اس کی نسبت سفارش کر دیں کہ وہ سخت حیران ہے اس کی ایک بیوی تو میرے پاس اس جگہ ہے اور ایک قادیان میں ہے۔

خاکسار۔ غلام احمد۔ لودہانہ محلّہ اقبال گنج (الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء ص ۷)

معلوم ہوتا ہے کہ فضل احمد جموں کی طرف ۲۰ روپئہ ماہوار پر ملازم تھا۔ اسکی دو بیویاں تھیں۔ ایک مرزا صاحب کے ساتھ لدھیانہ میں تھی دوسری قادیان میں۔ لدھیانہ میں موجود بیوی سے مرزا غلام احمد نے اس کی ماں کے نام خط لکھوایا تھا کہ اگر محمدی بیگم سے مرزا کی شادی نہ کرواؤ تو مجھے طلاق مل رہی ہے اور مجھے یہاں سے قادیان لے جاؤ۔

اور مرزا صاحب نے ایک خط میں جو لکھا ہے کہ میں نے نورالدین کو لکھ دیا ہے کہ وہ فضل احمد کو کہہ دے کہ بیوی کو طلاق دینا ہوگی، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا بیٹا فضل احمد ان دنوں جموں وغیرہ میں ملازم تھا اور حکیم صاحب کے ذریعہ اس پر دباؤ ڈالا جا رہا تھا

اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رئیس قادیان کی مالی حالت یہ تھی کہ اس کا بیٹا ۲۰ روپئے ماہوار پر گھر سے دور ملازم تھا، اور اپنے اخراجات کا رونا رو رہا تھا۔ مرزا صاحب کی جائیداد وغیرہ اس کے کسی کام نہیں آ رہی تھی۔ اور اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب، فضل احمد کو اچھی نوکری دلوا کر اسے اپنے حق میں ہموار کرنا چاہتے کہ وہ اپنی بیوی سے کہہ کر اس کی ماں کو مجبور کرے کہ محمدی بیگم کی شادی مرزا صاحب سے کر دی جائے۔

مکتوب مرزا قادیانی بنام مرزا خدا بخش

...آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ میں اس جماعت پر نظر ڈال کر جنہوں نے مجھ سے بیعت کی ہے اپنے دل سے یہ فتویٰ نہیں پاتا کہ وہ لوگ اس کار برداری کا ذریعہ ہوسکیں کیونکہ قریباً اکثر لوگ ان میں سقیم الحال اور مسکین اور تنگ دست اور تنگ حال ہیں۔ اور بعض شائد ادنی درجہ کی وسعت رکھتے ہوں مگر ان کے لئے یہ سوال ابتلاء اور آزمائش ہوگا جس سے ان کی حالت بگڑ جانے کا اندیشہ ہے، کیونکہ آج کل طبیعتوں میں سوءِ ظن بہت ہے۔ جنہوں نے بیعت کی ہے بالفعل ان کی اسم نویسی ہوگئی، ابھی میرے پر نہیں کھلا کہ ان میں سے واقعی طور پر سچا معتقد اور مخلص کون ہے اور پھسلنے والا اور لغزش کھانے والا کون ہے..

ابھی ان کچے حالات والوں کو ٹٹولنا فراست ایمانی سے بعید ہے۔ میرا دل صاف شہادت دے رہا ہے کہ ابھی یہ لوگ کوئی کام نہیں کر سکتے۔ مجھے آپ کے کام میں دل و جان سے دریغ نہیں، مگر جو طریق ہونہار نظر نہیں آتا، بلکہ اس میں فساد دکھلائی دیتا ہے اس کا اختیار کرنا آپ کے لئے کچھ مفید نہیں۔ لوگ ابھی نہایت کچے ہیں اور ادنی خیال سے بگڑنے پر مستعد اور نیز روحانی تعارف مجھ سے نہیں رکھتے۔ بہت باتیں ایسی ہیں جو اس خط میں قابل تحریر نہیں، اگر آپ روبرو ہوں تو آپ پر ظاہر کی جائیں۔ اس لئے بالفعل یہ راہ مسدود ہے اگر خدا تعالی نے چاہا تو کسی وقت کھل جائے گی۔ خدائے واحد جل شانہ شاہد ہے کہ اس عاجز کو آپ کی نسبت نہایت دل سوزی و ہمدردی ہے مگر آپ پر یہ آزمائش کا وقت ہے کہ کامیابی کی راہ میں مشکلات ہیں۔ آپ سب طرف سے پاس کلی کر کے خدا تعالی پر بھروسہ رکھیں اور استغفار بہت پڑھیں۔ مجھے کبھی کبھی اپنے حالات سے اطلاع دیتے رہیں۔ اگر وہ ہندو، مسلمان ہونے پر کیسا ہی مستعد معلوم ہو مگر میری رائے میں بہتر ہے کہ اس سے بھی قطع امید کر کے اپنے مولا غفور رحیم پر نظر رکھیں تا وہ کوئی راہ پیدا کرے..

اس پریشانی سے جو آپ لاہور میں گذارتے ہیں اگر آپ میرے پاس رہتے تو بہتر تھا۔ مجھے آپ کے بارے میں دل میں درد اور فکر ہے مگر ایمانی غیرت مندی کی وجہ سے ایسے لوگوں کی طرف دامن سوال پھیلانے سے کارہ ہوں جن کی صحت خلوص واعتقاد میں مجھے کمال درجے کا شک اور ان کے بگڑ جانے کا قریب قریب یقین کے گمان ہے۔ خصوص ان دنوں میں جو ہر طرف سے فتنے اور سوء ظن کی آوازیں سنتا ہوں.... خاکسار غلام احمد ۱۷مئی ۱۸۹۹ء

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خدا بخش نے مرزا قادیانی کو کسی کام کے لئے لکھا تھا، شائد اپنی مالی مشکلات ظاہر کر کے مرزا قادیانی کی معرفت ان کے مریدوں سے تعاون مانگا تھا، لیکن اس خط میں مرزا صاحب نے اپنے سابقون الاولون کا ستیاناس کر دیا ہے۔ انہوں نے ان کے اخلاص و اعتقاد پر قریب قریب یقین کے بگڑ جانے کا گمان ظاہر کیا ہے۔ یہ خط لدھیانہ والی بیعت کے معاً بعد لکھا گیا ہے جس کے متعلق مرزائی کہتے ہیں کہ یہ سلسلہ احمدیہ کا قیام تھا۔ مرزا فرماتے ہیں:

اول بلدةٍ با یعنی الناس فیھا اسمھا لدھیانہ۔ وھی اول ارضٍ قامت الاشرار فیھا للاھانۃ۔ فلما کانت بیعۃ المخلصین، حربةً لقتل الدجال، باشاعۃ الحق المبین، اشیر فی الحدیث ان المسیح یقتل الدجال علی باب اللدّ نالضربۃ الواحدۃ فاللد ملخص من لفظ لدھیانہ کما لا یخفی علی ذوی الفطانۃ۔ (الہدیٰ ص۹۲ حاشیہ)

یعنی اس بیعت کو مسیح کا حربہ کہا گیا۔ لیکن یہ بیعت تو اس وقت ہوئی تھی جب مرزا کا مسیحیت کا کوئی دعوی ہی نہیں تھا، اور ان کا عقیدہ تھا کہ مسیح آسمان پر ہیں اور وہاں سے تشریف لائیں گے۔ اور اس موقع پر بیعت کرنے والوں کے متعلق مرزا کے خیالات اوپر خط میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ بہاء)

مرزا قادیانی بنام ایک شیعہ: مکرمی اخویم مولوی سید حسین صاحب

آپ کا عنایت نامہ مجھ کو ملا، تعجب ہے کہ جس حالت میں اس عاجز کے الہام کی نسبت شکوک وشبہات ہیں تو میرا الہام کیونکر آپ کیلئے تسلی بخش ہوگا۔ یہ تمام دعوی بھی الہام ہی پر مبنی ہیں .... علماء کے اتفاق سے باغ فدک غنیمت کی اس قسم سے تھا جس کو فیٔ کہتے ہیں۔ چنانچہ علمائے شیعہ بھی اس کے قائل ہیں۔ اور قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت ہوتا ہے کہ فیٔ میں نہ ہبہ ہوسکتا ہے نہ تقسیم ہوسکتی ہے۔ اس صورت میں اگر حضرت فاطمہؓ نے فدک کا دعوی کیا تو حضرت فاطمہؓ کی غلطی ہے۔ قرآن شریف بتاتا ہے کہ فیٔ ایک مشترک چیز ہے جس میں مہاجرین ابن السبیل اور ذوالقربے وغیرہ سب داخل ہیں، پھر وہ حضرت فاطمہؓ کو کیوں دیا جاتا۔ چنانچہ یہی مقدمہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے وقت حضرت علیؓ وحضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا اور ہر ایک نے اپنے حق کا دعوی کیا تو حضرت عمرؓ نے ان کے حوالہ اس شرط سے کر دیا کہ وہ اس کے متولی ہو کر وہ تمام حقوق ادا کریں جو قرآن شریف میں درج ہیں۔ اور انہوں نے تقسیم کی درخواست کی تو وہ نامنظور ہوئی۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے ذکر کیا کہ باغ فدک آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا مگر حضرت عباسؓ نے اس کی تکذیب کی اور اس کی صحت سے انکار کیا غرض فیٔ میں نہ تقسیم ہوتی ہے نہ ہبہ... باقی رہا یہ وہم کہ حضرۃ فاطمہؓ نے دعوی کیوں کیا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو فدک سے کچھ ملتا ہوگا اور شاید آنحضرت ﷺ نے مجمل طور پر کچھ فرمایا ہوگا۔ سو بشریت سے حضرت فاطمہؓ کے اجتہاد میں غلطی ہوئی کہ انہوں نے کہہ دیا کہ یہ سب میرا مال ہے اور قابل تقسیم ہے۔ علاوہ اسکے اس آثار کے لفظ محفوظ نہیں۔ خدا جانے حضرت فاطمہؓ نے کیا کہا اور راوی نے کیا یاد رکھا۔ قرآن شریف مقدم ہے اگر حضرت فاطمہؓ جناب الصدیق رضی اللہ عنہ سے آزردہ ہوئیں تو کچھ بات نہیں۔ جب وہ خود غلطی پر تھیں تو ان کی آزردگی کچھ چیز نہیں ہے حضرت ابوبکرؓ خلیفۃ اللہ تھے ان کا حکم خدا کا حکم تھا۔

والسلام خاکسار غلام احمد۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء ص ۱۳)

مکتوب مرزا قادیانی بنام مولانا احمد اللہ امرتسریؒ

(یہ خط ان دنوں لکھا گیا جن دنوں مولوی احمد اللہ اس سلسلہ عالیہ کی طرف توجہ رکھتے تھے اور مرزا صاحب کے دعاوی کے خلاف انہوں نے زبان نہ کھولی تھی ، اور پوری یک سوئی بھی نہ تھی۔ اڈیٹر الحکم)

مکرمی اخویم مولوی احمد اللہ السلام علیکم : افسوس کہ مجھے دہلی سے واپس آنے کے وقت آپ سے ملاقات رہنے کا اتفاق نہ ہوا۔ ہر چند ارادہ تو تھا کہ چند روز آپ کی ملاقات کیلئے امرتسر میں ٹھہر جاؤں مگر اہل وعیال ساتھ تھے اور میں بوجہ خارش مجبور تھا اس وجہ سے ٹھہر نہ سکا۔ اور اس جگہ آکر بیماری خارش اس قدر ترقی کر گئی کہ ابھی سفر کرنے میں بکلی مجبور ہوں۔ بایں ہمہ آپکی ملاقات کو دل بہت چاہتا ہے اور تمنائے قلبی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو کر بعض امور واجب الاظہار آپ کی خدمت میں عرض کئے جائیں لیکن بوجہ سخت مجبوری بیماری مذکورہ کے امرتسر میں نہیں جا سکتا اور چونکہ خارش امراض مزمنہ میں سے ہے اس لئے معلوم نہیں کہ کب تک اس سے شفا حاصل ہو۔

آج غلبہ شوق ملاقات کی وجہ سے اور نیز بنظر محبت و اخلاص آنمکرم کے یہ خیال آیا کہ اگر آنمکرم کو اسی جگہ آنے کی تکلیف دوں تو امید قوی ہے کہ دریغ نہ فرماویں گے لہذا مکلّف ہوں کہ براہ مہربانی صرف تین چار روز کے لئے ضرور تشریف لاویں۔ آپ کی آمد و رفت کا خرچ میرے ذمہ ہوگا ... اس عاجز نے ان موجودہ علماء کے مقابل پر جو اس عاجز کو ایک عمر سے تائید اور خدمت اسلام میں مشغول اور فدا شدہ دیکھتے ہیں کئی مرتبہ خدا کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں کسی نبوۃ کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ معجزات کا منکر ہوں اور نہ لیلۃ القدر اور معراج اور ملائکہ کے وجود کا انکاری اور نہ کسی دوسرے عقیدہ اسلام سے برگشتہ ہوں مگر یہ لوگ پھر بھی تکفیر سے باز نہیں آتے ...

از قادیان ۲۱ نومبر ۱۸۹۱ء (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۵)

یہ خط مباحثہ دہلی کے فوراً بعد کی بات ہے ، دہلی میں تو خسرہ کی بیماری کا بہانہ کیا تھا ، اب اپنی خارش کا ذکر ہے ، جو مرزا صاحب کی بیماریوں کی فہرست میں ایک اور بیماری کا اضافہ ہے۔ اور مرزا صاحب امرتسر سے قادیان یعنی ۳۵ میل کے سفر کا خرچ ادا کرنے کی پیش کش کر کے حاتم طائی کی قبر پر ٹانگ چلا رہے ہیں۔ یاد رہے کہ مولانا احمد اللہ رؤساء امرتسر میں شمار ہوتے تھے۔

✿ مکتوب مرزا قادیانی بنام قاضی نذر حسین اڈیٹر اخبار قلقل بجنور۔ روھیل کھنڈ

مجی اڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ :

آپ کے پرچہ اخبار قلقل میں میرے دعویٰ کی نسبت جو مضمون شائع ہوا ہے میں افسوس کرتا ہوں کہ اس کے جواب میں مجھے مفصل تحریر کی فرصت نہیں ہے۔ میں چند ماہ سے بیمار ہوں اور

ابھی بہت کمزور ہوں ۔ یہ سچ ہے کہ میرا دعوی مسیح موعود اور مہدی معہود ہو نیکا ہے۔ میں اپنی کتابوں میں ثابت کر چکا ہوں کہ یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ انیس سو برس سے آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور کسی زمانہ میں واپس آ کر دنیا کی عدالت فرمائیں گے ...

دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود و مہدی معہود کو کرنا چاہیے تھا، تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں ۔ والسلام فقط غلام احمد

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ جولائی ۱۹۰۶ء ص ۹)

اس خط سے مرزا صاحب کا دعوی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے انجام پر نظر رکھی جائے۔ اگر انہوں نے کسر صلیب وغیرہ کر دیا تو سچے، اگر نہ کر سکے تو جھوٹے۔

اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۶ء کے نصف تک کسر صلیب نہیں ہوا تھا، اگر کسر صلیب ہو چکا ہوتا،تو مرزا صاحب انتظار کرنے کے لئے نہ کہتے ، بلکہ فرماتے کہ میں نے وہ کام ، یعنی کسر صلیب ، کر دیا ہے جو مسیح کو کرنا تھا۔ اس خط کے ۲۲ ماہ بعد مرزا صاحب کی موت واقع ہوئی ۔ قادیانی حضرات کو بتانا چاہیے کہ ان بائیس مہینوں میں مرزا صاحب نے وہ کون سا نیا کام کیا ہے جسے کسر صلیب کہا جا سکے۔ ایسے نئے کام کی عدم موجودگی میں یہی ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب وہ کام نہیں کر سکے جو مسیح کو کرنا چاہیے تھا۔

قادیان بمقابلہ بریلی

ایک قادیانی نامہ نگار لکھتا ہے:

بریلی میں آج کل مخالفین سلسلہ احمدیہ نے بہت شور مچا رکھا ہے اور ہماری جماعت کے معزز بزرگ مخدومی مکرمی مولوی محمد احسن کو امروہہ سے مباحثہ کے لئے بلایا ہے۔ اگرچہ ایسی صورت میں جہاں مخالفانہ جوش نے ایک وحشیانہ رنگ اختیار کیا ہوا ہے، ایسے لوگوں کی طرف توجہ کرنا مفید نہیں ہوسکتا کیونکہ معاندین سوائے دنگہ فساد کے کوئی نیک نیت رکھتے ہوئے معلوم نہیں ہوتے، تاہم حضرت مولانا نے باطل پرستوں پر حجت قائم کرنے کیلئے ان کے خط متعلقہ شرائط کا جواب تحریر فرمایا ہے۔ ذیل میں ہم اصل خط معہ جواب ناظرین کے مطالعہ کے لئے درج کرتے ہیں:

حضرت مولانا مقتدانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احمد حسن مہتمم مدرسہ مصباح التہذیب نے یہ چار شرائط لکھ کر بھیجے ہیں بجنسہ نقل پیش کش کرتا ہوں۔ اولاً یہ کہ حضرت مرزا صاحب اپنے جملہ دعاوی کو قلم بند کر کے مناظر وکیل مجاز منجانب خود مقرر کریں اور اقرار لکھ دیں کہ اگر یہ شخص ان دعاوہی کو ادلہ شرعیہ سے ثابت نہ کر سکے تو ہم مع اپنے مریدین کے اپنے دعاوی سے تبری اور توبہ کر لیں گے۔

ثانیاً ادلہ شرعیہ وکتب جن سے سند لائی جاوے گی، مقرر کر دی جائیں۔

ثالثاً مناظرہ تقریری ہوگا۔ یہ اختیار ہے کہ مجمع عام خواہ جلسہ خاص بہ تعداد معینہ ہو۔

رابعاً حکم مقبولہ طرفین مقرر ہونا ضروری ہے کہ فیصلہ حکم فریقین کو منظور ہوگا۔

چونکہ مناظر صاحب امروہی ظاہر کئے گئے ہیں، لہذا بندہ انہیں کے ہم وطن اعنی مولوی احمد حسن امروہی کو حکم قرار دینا مناسب سمجھتا ہے۔ فقط۔ جواب باصواب سے جلد تر مطلع فرمایا جاوے۔ بندہ احمد حسن بریلوی عفی اللہ عنہ

یہ نقل حرف بحرف مہتمم صاحب کے قلم کی لکھی ہوئی ہے ایک حرف کا فرق نہیں ہے۔ آج کچھ زبانی گفتگو اس عاجز سے اور مولوی مدرس مدرسہ مذکور سے ہوئی تھی۔ حضرت اقدس کے دعاوی کی نسبت فرماتے تھے کہ قرآن وحدیث سے ثبوت چاہیے۔ بندہ نے کہا اگر ثبوت دیا جائے تو پھر آپ کو عذر کرنے کا موقع نہ ہوگا۔ جب دعوی صحیح ثابت ہوگیا تو حکم وعدل ہونا ان کا امور دینی سے ثابت ہوگیا۔ فرمانے لگے امور دینی میں تو ہم نہیں مانیں گے۔ پھر فرمایا ہمارے واسطے اس وقت بھی ماننا ضروری امر نہیں ہے اس طرح کے خیال سے تحقیق حق ثابت نہیں ہوتی ضد اور نفسانیت معلوم ہوتی ہے لہذا عرض ہے کہ جس طرح حضور والا کی رائے میں آوے جواب تحریر فرما دیجئے

محبّ مکرم حافظ تصور حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شرط اول محض لغو اور باطل ہے کیونکہ حضرت اقدس کی کتابیں متحدیانہ معجزانہ اور متضمن اثبات دعاوی اور نیز خاکسار کے رسائل تمام دنیا میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور ان دعاوی کا ثبوت کالشّمس فی النہار واضح ہو چکا ہے لہذا اب تو یہ دعاوی اور مسائل قد تبیّن الرّشد من الغیّ کے مصداق ہو گئے ہیں۔ پس مخالف پر لازم ہے کہ ان کتابوں کو دیکھے اور جواب دیوے۔ ورنہ یہ درخواست بصورت شرط کے جو سائل نے کی ہے محض لغو ہے۔ اور تحصیل حاصل کیونکہ و الّذین ھم عن اللغو معرضون قرآن مجید میں موجود ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص بے بصیرت مصداق علی ابصا رھم غشا وۃ کو

ان دعاوی اور مساوی کی حقیقت نظر نہ آوے تو اس طرف سے صرف اس قدر اجازت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنا شک وشبہ تحریراً ہمارے روبرو پیش کرے۔ زبانی کوئی قول اس کا مسموع نہ ہوگا۔ ہم اس شبہ محررہ کا جواب جس قدر اوراق میں چاہیں گے انشاء اللہ اسی جلسہ میں پیش کریں گے۔ اسی طرح پر سائل اپنا شک وشبہ پیش کرتا رہے، ہم اس کا جواب لکھ کر پیش کرتے رہیں گے پھر وہ طبع ہوکر شائع ہوجائے گا۔ تحریر کی شرط اس لئے کی ہے کہ فریقین میں سے کسی کو انکار یا تبدیل تحریف اپنے قول کی گنجائش نہ رہے۔ اور حضرت اقدس کے اقرار وغیرہ کے لکھنے کی اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ہے کیونکہ ہم خود اس امر کے مدعی ہیں کہ حضرت اقدس مصداق ثانوی و ما ارسلنا ک الا رحمۃ! للعالمین کے ہیں اور آنخضرت (مرزا) کے جملہ دعاوی کو ہم نے ادلہ شرعیہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ اور دلائل عقلیہ اور تائیدات الہیہ سے ثابت کردکھلایا ہے پس مخالف ہم سے ہی اپنا شبہ رفع کرلیوے۔ البتہ بحکم دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید کے ہم بھی بمقابلہ شرط اول مخالف کے یہ شرط اول کرتے ہیں کہ مناظر طرف ثانی کل ہندوستان کے مشاہیر علماء وفضلاء وفقراء سجادہ نشینوں کی طرف سے یہ لکھوا کر شائع کرا دیوے کہ اگر ادلہ شرعیہ مذکورہ سے علی منہاج النبوت حضرت اقدس کے دعاوی یا مسائل کو ہم نے حق اور صحیح ثابت کردیا تو یہ تمام مشاہیر نام کے علماء وفقراء اپنی مخالفت سے توبہ...کا اشتہار شائع کردیویں گے اور یہ شرط ہماری بجائے خود واجب القبول ہے کیونکہ کتب متحدیانہ ومعجزانہ سلسلہ احمدیہ کی تمام دنیا میں شائع ہوچکی ہیں۔ معہذا اس شرط سے ہم ایسے ادانی..طلبہ علم کے ساتھ بھی مناظرہ کرنے کو موجود ہیں مگر صرف تحریراً تاکہ حق وباطل حاضرین جلسہ اور غیر حاضرین پر واضح ولائح ہوجائے اور تبدیل وتحریف اپنے قول کی کسی کو گنجائش نہ رہے۔ یہاں تک شرط اول دوم سوم کا جواب شافی وکافی آ گیا جو محض لغو اور باطل تھیں۔

اور شرط چہارم کا جواب یہ ہے کہ بحکم محکم ومنصوص قرآن مجید فلا و ربک لا یومنون حتّی یحکّمو ک فیما شجر بینھم ثمّ لا یجدوا فی انفسھم حرجاً ممّا قضیت و یسلّموا تسلیماً کے ہم اور کسی کو سوائے کتاب وسنت صحیحہ کے حکم مقرر نہیں کرسکتے کیونکہ ان دعاوی اور مسائل میں ادلہ محکمہ شرعیہ قطعی فیصلہ کرچکی

ہیں ۔ چہ جائے مولوی احمد حسن صاحب کی کیونکہ وہ تو مامور من اللہ کے مباہلہ کے نیچے اپنی میعاد معینہ میں یعنی تیسرے سال آ چکے ہیں دیکھو دافع البلاء صفحہ ۱۵ تا ۱۸ کو اور پھر نظر ثانی دیکھو جو مولوی صاحب کے خاص گھر میں ہی تین موتیں ان کی زوجہ اہل خانہ اور نواسہ اور نواسی پر طاعون سے واقع ہو چکی ہیں ۔ آپ ان سے دریافت کر لیجئے ۔ علاوہ بریں مولوی صاحب باوجود قرب اور امروہی ہونے کے اس دشت پر خار مباحثہ اور لق و دق مناظرہ میں ایسے طفل مکتب ہیں کہ آج تک ہمارے مقابلہ میں ایک قدم تک نہیں رکھ سکے ۔ اگر فریق ثانی کو اس میں بھی شک ہو تو اس امر کو بھی ان سے دریافت کر لیوے ۔ پس وہ کیونکر حکم ہو سکتے ہیں ۔

اے حافظ صاحب جو شخص یہ کہتا ہے کہ بعد ثبوت کے ادلہ شرعیہ سے بھی ہم پر ماننا ضروری نہیں ہے ایسے شخص سے کیا گفتگو ہو سکتی ہے ..... والسلام خیر ختام محررہ ۱۷ جون ۱۹۰۵ء راقم محمد احسن از امروہہ شاہ علی سرائے ۔ (اخبار بدر قادیان ۲۲ جون ۱۹۰۵ء ص ۳)

ملاحظہ فرمائیں کہ قادیانی حضرات نے مسلمانوں کی پیش کردہ شرائط مناظرہ سے کس خوبی سے پیچھا چھڑایا ہے ۔ کسی کو ثالث نہیں مانتے ، حالانکہ مرزا صاحب نے خود بھی چند مقامات پر ثالثوں کی تقرری تسلیم کی ہے ، جیسا پیر مہر علی شاہ کے ساتھ لاہور والے مجوزہ مقابلہ تفسیر نویسی میں مولوی محمد حسین وغیرہ کو ثالث مقرر کرنے کی تجویز دی تھی ۔

❁ انی مھین من اراد اھا نتک : ایک قادیانی نامہ نگار لکھتا ہے :

بریلی میں غریب حافظ تصور حسین احمدی پر محض اس وجہ سے کہ وہ احمدی ہے جو ستم وہاں کے مخالف مسلمانوں نے روا رکھے ہیں ناظرین الحکم کو میں پہلے سنا چکا ہوں ۔ ان ساری بیجا تعدیوں کے بانی مبانی مولوی احمد رضا خاں تھے ۔ حال میں بریلی سے ایک مقدمہ کی مختصر رویداد میرے پاس پہنچی ہے جو اس الہام کی تصدیق کر رہی ہے اس لئے میں اسے بجنسہ یہاں درج کرتا ہوں ۔

جناب اڈیٹر صاحب ... آپ بریلی کی حالت سے تو واقف ہو ہی چکے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں کی طرف سے ہم کو بے حد اذیتیں پہنچیں اور پہنچ رہی ہیں مگر انّی مھین من اراد اھانتک حضرت اقدس کے الہام کی ایسی تصدیق ہوئی ہے کہ باید وشاید ۔

مولوی صاحب موصوف جب ہم لوگوں پر خوب ہاتھ صاف کر چکے تو وہابیوں کی طرف رجوع ہوئے اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اسماعیل دہلوی کی کتابوں سے نکتہ چینی کر

کے ایک دوسرا فتوی مرتب کیا اور اس میں لکھ دیا کہ یہ لوگ ایسے کافر ہیں کہ اگر ان سے کپڑا چھو جائے تو بغیر کٹوائے پاک ہو ہی نہیں سکتا، اور مولوی ہدایت رسول کو لکھنؤ سے بلا کر جا بجا وعظ کہلوانا شروع کرا دیا۔ سبحان اللہ! وعظ کیا تھا اچھا خاصہ تبرا تھا۔ علماء کے نام لے لے کر وہ مغلظات گالیاں علانیہ دی جاتی تھیں کہ معاذ اللہ، اور جہلاء کو یہ بتسمہ دیا جاتا تھا کہ تم لوگ صرف رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب جانتے رہو، روزہ نماز اگر نہ بھی کرو گے، تو تمہاری حضرت قیامت کے دن شفاعت کر لیں گے، مگر یہ لوگ قطعی جہنمی ہیں، جن کی پیشانی پر گھٹ پڑا ہوتا ہے اور نیچا کرتا نیچی داڑھی رکھتے ہیں، حضرت رسول خدا کو عالم الغیب نہ جاننے والے شفاعت سے محروم ہیں، ان عابدوں سے تم گنہگار ہزار درجہ اچھے ہو۔

پس جاہل اترائے پھرتے تھے اور ہر کسی سے بھڑ پڑتے تھے اور نصیحت کرنے کے لئے مرنے کو موجود بیچارے طلبہ اور عالم الغیب نہ جاننے والوں کی عافیت تنگ کر دی مسجدوں میں جا جا کے یورش کرنا، علانیہ کافر مردود وملعون کہنا شروع کر دیا۔ پھر ادھر سے بھی وعظ شروع ہوئی، انہوں نے بھی ہر ناگفتنی کا اظہار کیا۔ غرض دونوں فریق ایک دوسرے کے منہ سے کافر بن گئے۔

اب مولویصاحب کو یہ سوجھی کہ جوان کے پاس گیا اس کو ان مولویوں کی کتابیں دکھانا اور کافر کہلانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ایک طالب علم پر کچھ زیادہ سختی کی، اس نے عدالت مجسٹریٹ جھٹ دعوی کر دیا۔ جب مولوی صاحب کے پاس ثمن طلبی عدالت سے پہنچا تو عذر کیا کہ میں بیمار ہوں اور گوشہ نشین ہوں، حاضر عدالت ہونے سے معذور ہوں، میرا وکیل جواب دہی کرے گا۔ عذر مسموع نہ ہوا، پھر درخواست کی کہ عدالت میں مجھ کو کرسی ملنا چاہیے۔ ہر چند وکلاء نے بھی سفارش کی منظور نہ ہوئی۔ اس کے بعد صاحب ضلع کے یہاں اپیل کی گئی کہ کرسی ملنا چاہیے منظور نہ ہوئی۔ آخر مولوی صاحب نے صلح طرفین کی سفارش کرائی اور تاریخ موعود پر معرفت وکیل کے یہ درخواست گذرانی کہ راضی نامہ ہوتا ہے، تاریخ مقدمہ ۳۔ اکتوبر منظور فرمائی جاوے۔ حکم ہوا کہ بے حاضری مدعا علیہ منظور نہیں ہوسکتی۔

آخر مولوی صاحب کو حاضر ہونا پڑا، اور باضابطہ طرفین سے چار چار آدمیوں کے مچلکے ہو گئے۔ ایک طالب علم کے پاس کھڑے ہونے سے عار کرتے، آخر خدا نے اس تکبر کو خاک میں ملا دیا۔ آج ۲۷ ستمبر کو فیصلہ ہو گیا کہ کوئی کسی علانیہ کافر مردود وغیرہ نہ کہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۱۲)

❁ قادیانی اخبار میں ایک مضمون بایں الفاظ درج ہے:

چوں خدا کواہد کہ پردہ کس درد　　　میلش اندر طعنہ پاکاں کند

بریلی میں ایک شہرت طلب انسان ہے جسکا نام ملا احمد رضا خان مشہور ہے۔ آپ نے کچھ عرصہ سے ٹھیکہ لے رکھا ہے کہ سردار کاہن اور فریسیوں کی طرح مسیح (یعنی مرزا) کے شاگردوں (یعنی قادیانیوں) کو ہر طرح اذیت اور ضرر پہنچایا جائے۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ ایک قلمی فتوے سے تمام شہر کے مسلمان پیشہ وروں کو احمدیوں کی خدمت سے روک دیا ہے۔ سقے پانی نہیں دیتے۔ ایک ہندو کھاری سے پانی لیا جاتا ہے، یا خود بھرا جاتا ہے۔ دھوبی کپڑا چھونا گناہ سمجھتا ہے۔ قصاب گوشت دینا حکم عدولی تصور کرتا ہے۔ پنہاری آٹا پیسنے کو گناہ کبیرہ خیال کرتی ہے۔ مزدور کام کرنے میں قانون رضا کے کسی دفعہ کے نیچے آنے کا خوف رکھتے ہیں۔ ایک احمدی گھر سے باہر نکلا تو اس کے پیچھے شور ہے: کافر رے، سور رے، لی جئو رے، مرزائی رے، لاحول ولا قوۃ، وغیرہ۔

یہ ہیں وہ سلوک جو مولوی صاحب موصوف کے پاک ارشاد سے غریب احمدیوں کے ساتھ کئے جاتے ہیں جن سے تنگ آ کر آخر ایک غریب معہ اہل وعیال وطن مالوف سے ہجرت کر کے اپنے آقا و امام کے قدموں میں آ گرا ہے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ یسوع کے حواریوں کی طرح مسیح محمدی کے مرید بھی تنگ آ کر اپنے آقا سے برگشتہ ہو جاویں گے استغفراللہ: یہ بہادر ہیں کہیں آنکھ چرانے والے۔ استقامت ہی مخالفوں کے لئے حضرت امام کی صداقت کا نشان تھی (پھر مثیل مسیح، کی مماثلت کیوں کر ہوئی؟ بہاء) اور لازم تھا کہ آنجناب توبہ کرتے اور مخالفت سے باز رہتے مگر انّی مهين من اراد اهانتک کا کوڑا ان کو کب باز رہنے دیتا تھا۔ آخر غیر مقلدوں سے بھی پٹے، کمرہ عدالت کی بھی سیر کرنی پڑی، کرسی باوجود مانگنے کے نہ ملی وغیرہ۔ اس پریشانی اور سرگردانی کی حالت میں آپ حج کیلئے روانہ ہو گئے۔ وہاں جو گت بنی اور جس جھوٹ وحیلہ سازی سے اس خود پرست انسان کو کام لینا پڑا، وہ ذیل کی عبارت سے ظاہر ہے یہ عبارت غیر مقلدوں کے ایک مطبوعہ خط آمدہ از مکہ معظّمہ سے لی گئی ہے:

> بعد چند روز کے سنا گیا کہ انہوں (یعنی احمد رضا) نے کوئی رسالہ لکھا ہے اور اس پر بعض علماء کی مہریں کرائی ہیں اور اس کی تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ ایک رسالہ قادیانی کے رد میں لکھا ہے اور اس پر شیخ صالح کمال نے تقریظ لکھی اور اس کے بعد اور بعض علماء نے لکھی ان کے نام بھی معلوم ہو گئے۔ جب یہ متحقق ہو گیا تو شریف کے کان تک یہ پہنچایا

گیا کہ آپ نے صفائی... منع کر دیا تھا اور اب انہوں نے تقریظ لکھی اور مہریں لگائیں بعض حاضرین نے کہا وہ تقریظ اور مہر اس مسئلہ پر نہیں یعنی قادیانی کا ردّ۔ اور شریف صاحب نے خاص علم غیب کے متعلق منع فرمایا تھا۔

اس پر شریف صاحب تو خاموش ہوئے لیکن جس نے یہ تقریر کی تھی اس نے کہا کہ نہیں سیدنا نے مطلقاً ان کی تحریر پر مہر لگانے پر منع کیا تھا۔ چنانچہ میں نے اسی طرح سب سے کہہ دیا تھا اور تمام شہر میں اسی طرح شائع ہو گیا۔ اس کلام کے بعد شریف نے بھی اس کی تصدیق کی اور کہا کہ ہاں ہم کو بھی یاد تو ایسی ہی ہوتی ہے کہ مطلقاً منع کیا تھا۔

اس پر محرک نے پھر تحریک کی اور کہ جناب اگر چہ انہوں نے دوسرے مسئلہ پر مہریں ثبت کرائی ہیں لیکن یہ معلوم ہوا ہے کہ ان کی قدیمی عادت ایسی ہے کہ ایک مسئلہ کی تصدیق کرا کے پھر اس کے ساتھ متعدد اور بڑھا کر سب کو ذیل تصدیق میں شامل کر کے طبع کرا دیتے ہیں اس کی نظائر ہند میں ہو چکی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ایسے شخص کی تحریر پر جس کی ایسی عادت ہو، مجددیت کا خبط دماغ میں سمایا ہو ہر طرز عمل میں اپنا متبوع اور مقتدا ہونا مطلوب ہو، ہرگز یہاں سے کسی طرح تصدیق ہونا مناسب نہیں، کیونکہ اس تحریر کے ذریعہ سے ہندوستان میں جا کر اپنے مفاسدانہ مسئلہ میں بہت کچھ مدد لے سکتا ہے۔

اس پر شریف صاحب نے فرمایا کہ اچھا وہ رسالہ تو منگانا چاہیے دیکھیں کس کس نے کیا کیا اس پر لکھا ہے۔ اور اس خطاب میں سید محمد نائب حرم اور فقیہ احمد مفتی حنابل کی طرف اشارہ کیا۔ ان دونوں نے وہ رسالہ مولوی صاحب بریلوی سے طلب کیا۔ اول تو انہوں نے لیت و لعل کی۔ بعدہ صاف انکار کر دیا۔ نائب الحرم وغیرہ اس خیال میں رہے کہ شریف صاحب سے حکم نامہ لے کر جبراً لے لیا جاوے، انہوں نے یہاں سے کوچ کر دیا اور جدہ جا کر بیٹھ رہے۔ چنانچہ جدہ گئے ہوئے کئی روز ہوئے۔ اور آج معلوم ہوا ہے کہ اب تک جدہ میں ہیں۔ ایک شخص کے پاس یہاں مکہ میں ان کا خط بھی آیا۔ ایک شخص نے یہ بھی بیان کیا کہ وہاں انہوں نے یہ ظاہر کیا ہے اور مشتہر کر دیا ہے کہ مکہ میں میرے مخالفین نے بہت زور لگایا لیکن میں سب پر غالب آیا اور تمام مکہ کے علماء اور اکابر میرے معتقد اور مرید ہو گئے۔

یہاں ان کے جانے کے بعد یہ ہوا کہ شریف صاحب کا ان لوگوں پر عتاب ہوا جنہوں نے رسالہ قادیانی پر مہریں لگائیں تھیں۔ بالخصوص شیخ صالح کمال پر زیادہ، یہاں تک کہ ان کو مجالس مشورہ سے خارج کر دیا۔

یہاں شریف صاحب کے یہاں مقدمات شرعیہ کے واسطے ایک مجلس شوریٰ بھی ہے۔ شیخ صالح کمال بھی اس میں شامل تھے۔ اس وقت وہ اس مجلس سے برخواست کئے گئے افتا میں شریف مرحوم ہی کے وقت ہی میں برخاست کر دیئے گئے تھے۔

یہ کیفیت مولوی صاحب بریلوی کی صحیح صحیح بلا کم و بیشی کے بیان کی گئی اس میں ذرہ تفاوت نہیں۔ ہاں اگر کاتب الحروف کہیں کوئی لفظ بھول گیا ہو تو ہو سکتا ہے لیکن وہاں بھی معنی کا تحفظ یقینی ہے۔،

ناظرین! ایک طرف اس شخص کی مخاصمت اور دشمنی کا خیال فرماویں کہ مکہ معظّمہ جیسے پاک شہر میں بھی اس کی اندرونی ...کم نہیں ہوئی دوسری طرف انّی مھین کے آسمانی ڈنڈے کا بھی دھیان کرلیں کہ وہ کس طرح عصائے موسیٰ کی طرح سانپ بن کر تعاقب کر رہا ہے۔

حج شریف سے آپ (یعنی احمد رضا) واپس تشریف لے آئے ہیں اور وعظ فرمانے شروع کر دیئے ہیں۔ آپ کی عدم موجودگی مطالعہ مذکور میں کسی قدر کمی کا باعث ہوئی تھی مگر یقین غالب ہے کہ مولوی صاحب سلسلہ احمدیہ کی مخالفت سے اپنے نامہ اعمال میں کچھ اور نیکیاں زیادہ کریں گے (جیسا کہ ان کا اعتقاد معلوم ہوتا ہے) اور جماعت جہلاء کو اپنے سردار کی خوشی اور فرمان برداری کا موقعہ ملے گا۔ مگر یاد رہے: رنگ لائے گی ہماری آہ ظالم ایک دن۔ سنا گیا ہے کہ آپ کی تشریف آوری پر سٹیشن سے لے کر شہر تک سڑک سجی ہوئی تھی، سبیلیں لگی ہوئی تھیں، آپ ہاتھی پر سوار بڑے کروفر سے چلے آتے تھے۔ یہ شان و شوکت کا استقبال کیوں تھا۔ محض اسلئے کہ آپ احمدیوں کے خلاف فتویٰ لائے ہیں۔ ورنہ جس شرم ساری اور ناکامی سے آپ کو مقدس زمین سے واپس آنا پڑا اور نبی کریم ﷺ کے مرقد مبارک کی زیارت بھی نہ ہوئی اس قابل تھا کہ ان کو وہی خطاب و القاب دیئے جاتے جن سے احمدیوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ کیا گورنمنٹ عالیہ اب بھی توجہ نہ فرمائے گی۔ عاجز عبدالرحیم۔ ۶؟ اگست ۱۹۰۶ء۔ (بدر ۱۶۔ اگست ۱۹۰۶ء ص ۱۲۔۱۳)

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے بریلی میں کس طرح قادیانی حضرات کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ اور آپ مکہ سے بھی قادیانیوں کے مخالف ایک فتویٰ لائے تھے۔

چند کتابوں پر قادیانی تبصرے

مرأۃ الحق پر تبصرہ

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ شاہ پور کے ضلع میں کسی نئے مخالف نے جنم لیا ہے جن کا نام غالباً مولوی یار محمد ہے اس کی کوئی مطبوعہ کتاب مرأۃ الحق ..وغیرہ آئی تھی، ان کا ذکر مولوی عبدالکریم نے کیا اور اس کے رسائل کا خلاصہ بیان کیا جن میں سے وفات مسیح بھی تھا۔حضرت اقدس (مرزا) نے فرمایا کہ تعجب ہے ان لوگوں نے مسیح کی نسبت یہ عقیدہ رکھا ہوا ہے کہ وہ مردے زندہ کیا کرتا تھا، اور بعض پرندوں کا خالق بھی تھا، عالم الغیب اور شافی بھی تھا۔اور پھر یہ بھی مانتے ہیں کہ کہ وہ صاف آسمان پر چلا گیا۔ان لوگوں سے پوچھنا چاہیے کہ اسکی موت کی خبر اور پیش گوئی کہاں ہے؟ حالانکہ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالی مسیح سے پوچھے گا کہ کیا تو نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لو۔حضرت مسیح اس سے اپنی بریت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے نہیں کہا اور پھر کہتے ہیں فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ۔اب ہم پوچھتے ہیں کہ جب مسیح کو قیامت سے پہلے آسمان سے اترنا تھا تو پھر قیامت میں ان کا یہ جواب تو دروغ گویم بر روئے تو، کا مصداق ہوتا ہے؟ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ استمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۱۔۱۲)

مرزا صاحب فلمّا توفّیتنی سے جو معنی نکالتے ہیں، ان پر علماء اسلام معتدد مرتبہ بحث کر چکے ہیں ۔اور کتاب ہذا میں بھی کئی جگہ یہ بحث نقل ہوئی ہے ۔مرزا صاحب علماء کی اس بحث کا جواب نہیں دیتے تھے بس اپنی ہانکے جاتے تھے۔

فیصلہ قرآنی معروف بہ تکذیب قادیانی، پر تبصرہ

اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں کہ اس کتاب حکیم حافظ محمد الدین نے معمولی کاغذ کے ۹۰ صفحوں پر چھاپ کرے آنے کو بیچنا چاہا ہے ۔ہم اس کتاب پر چونکہ تفصیلی ریمارک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس لئے کسی اگلی اشاعت پر ملتوی کرتے ہیں ۔اس کتاب پر جب ہمارا ریویو شائع ہوگا تو انشاء اللہ ناظرین کو اچھا خاصہ دل بہلانے کا موقع ملے گا جس سے ان کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ہمارے علماء کتابوں پر تقریظ کیسے لکھتے ہیں ۔پڑھ کر یا یوں ہی من ترا ملا بگویم تو مرا حاجی بگو، پر عمل کر لیتے ہیں۔

ہم اصل کتاب کے فقروں کے فقرے درج کریں گے اور اس پر علماء کی تقاریظ دکھائیں گے کہ وہ کیا کہتے ہیں مکذب کی اس کتاب کی تردید کیلئے یہی کافی ہے (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء ص ۱۴)

اس کتاب کی تلخیص تحریک ختم نبوت کی گیارھویں جلد میں درج ہو چکی ہے۔ ناظرین وہاں ملاحظہ فرمائیں اور کتاب کی خوبیوں کی داد دیتے ہوئے مصنف کے حق میں دعائے خیر کریں

تبصرہ بر رسالہ اسم نامعلوم : اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی فرماتے ہیں :

آج منشی محمد حسین مسافر کا ایک خط ذیل میں درج کیا جاتا ہے جو انہوں نے خان بہادر محمد ابراہیم خان ساکن مردان کے ایک بیس صفحہ کے رسالہ کے جواب میں لکھا تھا۔ یہ رسالہ دفتر الحکم میں بھی آیا تھا مگر افسوس کہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے اب تک جواب نہیں لکھا جا سکا فی الحال اسی خط پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ (اڈیٹر الحکم)

جناب خان صاحب۔ السلام علیکم کل کی ڈاک سے آپ کی طرف سے ایک ۲۰ صفحہ کا رسالہ پہنچا، پڑھا اور پھر پڑھا، یاد آوری کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ مگر افسوس کہ رسالہ کے مندرجہ مضمون سے میں اتفاق نہیں کر سکتا۔ آپ کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ آپ نے قرآن کریم کو مکمل طور پر نہیں پڑھا ورنہ اتنی جلدی نہ کرتے۔ رسالہ کے صفحہ ۷ پر صرف رفع ہی ایک لفظ ہے جو قابل غور اور زیر بحث ہے اور رسالہ میں آپ نے اس مضمون کو بھی اختیار کیا ہے کہ سوائے مسیح کے کسی دوسرے کے حق میں رفع کا لفظ نہیں آیا گویا آپ نے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ واقعی آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں۔ اسی استدلال سے آپ نے رفع کا ترجمہ بھی فارسی زبان میں برداشت کیا ہے۔ اب میں آپ کے رفع کے ترجمہ برداشت کے مقابلہ میں گلستان کی اس حکایت، کسے مژدہ پیش نوشیروان عادل برد و گفت کہ فلاں دشمن ترا خدائے عز و جل برداشت.. الخ کو پیش کر کے آپ کی منصفانہ رائے کا منتظر ہوں۔ خدا جانے آپ نے توفی کی بحث کو کیوں نظر انداز کر دیا حالانکہ توفی کی بحث پہلے ہونی چاہیے تھی میرے اس خط کو اگر آپ غور سے پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عیسی کی نسبت رفع کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا...

محمد حسین مسافر... (اخبار الحکم قادیان ۲۴ جنوری ۱۹۰۵ء ص ۱)

توفی کی بحث تو مولانا محمد حسینؒ نے اشاعۃ السنہ میں بھی کی تھی، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے بھی تفسیر ثنائی میں کی تھی، مولانا محمد ابراہیم میرؒ نے شھادۃ القرآن میں کی تھی، پیر مہر علی شاہؒ نے سیف چشتیائی میں کی تھی۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے بھی کی تھی، ان کا آپ لوگ کیوں کوئی

جواب نہیں دیتے۔

مسیح موعود و غایۃ المقصود، پر تبصرہ

غایۃ المقصود کے عنوان سے ایک شیعہ عالم سید علی حائری نے فارسی میں ایک کتاب لکھی جس پر قادیانیوں نے درج بالا عنوان سے فارسی میں طویل تبصرہ کیا۔ قادیانی تبصرے کی ابتدائی سطور یہاں نقل کی جا رہی ہیں جن میں تبصرہ نگار نے سید علی حائری کی کتاب سے ایک اقتباس درج کیا ہے۔ ہمارے پاس سید علی حائری کی کتاب موجود نہیں ہے اس لئے ہم اس کی تلخیص یا اختصار اپنے اس سلسلہ کتب میں شامل کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ ذیل کی نقل سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس کتاب کا ایک حصہ شامل اشاعت ہو کر اس بات کی شہادت بن جائے کہ شیعہ علماء بھی تحریک ختم نبوت میں مقدور بھر حصہ لیتے رہے ہیں۔ قادیانی مبصر نے لکھا ہے:

دریں ولا بگوشم رسید کہ سید علی حائری مجتہد زادہ لاہوری کتابے تصنیف کردہ است غایۃ المقصود نام کہ دران بقول بعض امامیہ حالات صعود ونزول حضرت مسیح موعود و حال دجال بطال وخروج یاجوج ماجوج بالاستقلال باستدلال نوشتہ شد۔ بدل خواستم کہ ازاں کتاب افادات انتساب مستفیض شوم چنانچہ جلد ثانی ازاں کتاب بعد تلاش بسیار بدستم رسید۔ خیلے شاد شدم و بمطالعہ اش مشغول گشتم حتی کہ مجلد مذکور را چند بار بنظر امعان و بدیدہ تحقیق نگریستم۔ چون کار بدینجا رسید انصاف دامنم براں کشید کہ از نتیجہ تحقیق پبلک را ہم اطلاع بخشم بناء علیہ ایں چند سطور ہدیہ ناظرین کردہ میشود

ایہا الناظرون! ہر چند کہ مجتہد زادہ لاہوری در روایت کشی محنت شاقہ برداشتہ مگر افسوس کہ پے بجائے نبردہ۔ فی الاصل کتابش مجموعہ است پریشان کہ از ہر قسم روایات موضوعہ وحکایات واہیہ واخبار متعارضہ غیر معتبرہ وآثار مختلفہ متذکرہ دراں موجود۔ و راستی وحقانیت وقوت ورزانت از دلائل و براہینش مفقود مصنف حاطب اللیل وکاسب الویل چوں اسپ بدلگام سراسر بے راہہ مے رود واز صحیح وسقیم وسیاق وسباق ونشیب و فراز خبرے ندارد، بینات قرآنیہ ونصوص حدیثیہ ودلائل عقلیہ بر تکذیب او گواہ۔ الغرض مجتہد زادہ دریں میدان معرکہ الآرا باوجود طمطراق ہمہ دانی وادائے دقت نظر وطلاقت لسانی ایں چنیں حواس باختہ کہ معاذ اللہ

افادۃً للناظرین میخواہم کہ قدرے از رکاکت اقوال وسخافت ووہن دلائل وضعف

شواہد او شرم دہم لہذا بعض اہم مطالب کتاب مذکور را مطمح نظر ساختہ عبارت مجتہد زادہ لاہوری را بلفظ قولہ و جوابش را بلفظ اقول مے نگارم الانصاف احسن الاوصاف

غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۱۵ قولہ: بدانکہ محدثین و مورخین معتمدین درا حادیث و تواریخ و مسانیدہ معتبرہ باسانیدہ معتمدہ آوردہ اند کہ در زمانہ حضرت عیسی روح اللہ سلطانے بود ظالم و گردن کش تا آنکہ آنجناب علیہ السلام را من جانب اللہ فرمان رسید کہ وے را دعوت دین حق نماید روزے حضرت عیسی نزد آن ملعون امر خود را ظاہر فرمود کہ من پیغمبر خدا و نبی اللہ ام کتاب انجیل کہ برائے من فرستادہ و دراں اوامر ونواہی واحکام خود را حسب مصلحت ایں زمانہ برائے ابلاغ بشما برمن نازل کردہ است و دین حضرت موسی را مع کتاب او کہ تورات باشد منسوخ گردانیدہ است پس تو با جمیع حضار مجلس دین مرا و کتاب مرا اینک انجیل است قبول نمائید و دست از دین منسوخ حضرت موسی بردارید وے از قبولیت دین حضرت عیسی منکر شد و آتش حسد در قلب آں ملعون شعلہ ور گردید ۔

اقول .....صادق حسین مختار عدالت اٹاوہ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ جنوری ۱۹۰۵ء ص ۴)

شہادۃ قرآنی علی کذب کرشن قادیانی، پر تبصرہ

معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کے کسی شیعہ اہل علم نے درج بالا عنوان سے کوئی کتاب لکھی تھی اس کتاب پر مولوی عبدالکریم قادیانی اپنے غم وغصہ کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ایک نیا بخار یا کیڑا ہے جو اسی برسات کے مہینہ میں لاہور کی تنگ و تاریک گلیوں کی عفونت سے پیدا ہوا ہے ۔از بسکہ یسوعیوں کی طرح راست بازوں کو گالیاں دینا شیعوں کا دین و ایمان ہے، اس برساتی کیڑے کی کچلیوں نے طبعاً وہی زہر اگلا ہے جو اس قوم کے مقدس کو بروں کا اباً عن جدٍ ورثہ چلا آتا ہے۔کوئی شخص ارشاد علی ذاکر ہے یہ نیا جوشیلہ نیش زن یا اس یاوہ سرائی کا مؤلف عبداللہ نامی اس ذاکر شاغل کا بیٹا ہے۔تعجب ہے کہ ان زنانہ فطرت بددل پجاریوں کو اپنے فانی اور لغو بتوں کے بنانے اور ڈھانے اور ان کی اور اپنی پھوٹی قسمتوں پر نوحہ سرائی کرنے سے فرصت کیسے ملتی ہے...

یہ رسالہ میرے اور مولوی (نورالدین) صاحب کے نام آیا، اور بھیجنے والے نے اپنے قلم سے اس پر میرا نام لکھا ہے ۔میں عادتاً اس کو بھی ردی میں پھینک دیتا، اوران گالیوں اور یاوہ

گوئیوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتا، جو اس میں حضرت حجۃ اللہ المھدی (مرزا) اور میری نسبت کی گئی ہیں..مگر اس رسالہ کے نام نے تحریک کی کہ اس پر کچھ لکھنا ضروری ہے اس لئے کہ اس کا نام دھوکہ دینے کے لئے شہادۃ قرآنی رکھا گیا ہے...

حضرت مسیح موعود (مرزا) کے ذکر کے ساتھ میرا ذکر کرنا اس دیرینہ کینہ کی وجہ سے ہے جو ان حائریوں حیرانوں اور ظلمت کے فرزندوں کو مجھ سے میری کتاب خلافت راشدہ کے سبب سے ہے ...(فضائل خلفاء ثلاثہ اور علامہ حلی کی کتاب پر طویل بحث ہے ۔..پھر لکھا ہے) اس رسالہ میں ذاکر حسین کے بیٹے نے ایک اور عجیب کام کیا ہے، جہاں جہاں اس رسالہ میں حضرت مرزا کا اور میرا نام آیا ہے اسے الٹا لکھا ہے۔اس طفلانہ خوشی اور احمقانہ حرکت کے فلسفہ کو ذاکر حسین کے بیٹے کا دل ہی محسوس کرتا ہوگا، ایک دانشمند سلیم الفطرت تو اس راز کو نہیں سمجھ سکتا ۔یہ تمہارا الٹا لکھنا خدا کے بندوں یا برگزیدوں کے ناموں کو ایسا ہی جیسا تمہارا ہمیں اور ہمارے منصور بزرگوں کو گالیاں دینا..

میں حیران ہوں کہ ناظرین کو کیا دکھاؤں کہ کرشن قادیانی کی تردید میں قرآن کی کون سی شہادت ذاکر کے بیٹے نے پیش کی ہے۔ نام تو رکھا ہے شہادت قرآنی علی کذب کرشن قادیانی... خیال اس طرف جا سکتا ہے کہ اس رسالہ میں حضرت خلیفۃ اللہ المھدی کی بلحاظ کرشن ہونے کی تردید ہوگی مگر جیسا کہ ان تمام باطل کے حامیوں اور حق کے مخالفوں کا شیوہ ہوتا ہے بیہودہ نکتہ چینی اور یاوہ گوئی سے رسالہ کو بھر دیا ہے....

خدا کی شان لامعلوم قدامت سے تمام اسماعیلیوں اور کل عرب کی فطرت میں مرکوز تھا کہ مکہ معظّمہ کا فاتح کاذب اور بدچلن شخص نہیں ہوسکتا۔ جب سے قریش اور ان کے حلفاء میں اور آنحضرت ﷺ میں جنگ شروع ہوئی وہ اسی فیصلہ پر مستقیم ہوکر منتظر تھے کہ آخر کار مکہ جس کے قبضہ میں آئے گا وہی حق پر ہوگا، اور اس کی جانب داری اختیار کریں گے۔آخر خدا تعالیٰ نے وعدہ کے موافق آنحضرت ﷺ کو مکہ پر متصرف کیا اور تمام عرب آپ کی راستی کا لوہا مان گئے۔ لیکن الحمد للہ اس معیار کی رو سے یسوع کے پرستار اور وکیل اس کو کبھی سچا ثابت نہیں کر سکتے اس لئے کہ کسی آسمانی نصرت اور الٰہی تائید نے اسکے دعوی کی تائید نہیں کی اور نہ اس معیار کے مقابل شیعہ اپنے معبودوں کی راستی ثابت کر سکتے ہیں ..حضرت حجۃ اللہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی فتح مبین کی وحی بارہا ہوچکی ہے اگرچہ اس وقت سے جب سے جنگ شروع ہوئی خدا تعالیٰ کی نصرت ایک عدو حق کو نیچا دکھا کر اپنا چمکتا ہوا چہرہ دکھاتی چلی آتی ہے مگر قریب ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اس وعدہ کو بھی سچا کر دکھائے

فانتظروا انّی معکم من المنتظرین ۔ فقط خاکسار عبدالکریم

(بدر ۲۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۳۔۶؛ بدر۔ ۳۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۸)

اور مولوی عبدالکریم اس تحریر کے چند ہفتے بعد دردناک موت کا شکار ہو گئے تھے۔

حیدر آباد پر حجۃ اللہ

اڈیٹر البدر قادیان لکھتے ہیں: حیدر آباد (دکن) کی جماعت احمدیہ کی طرف سے مخالفین پر حجت پوری کرنے کے واسطے ایک نہایت مدلل اور مبرہن کتاب بنام انوار اللہ شائع ہوئی تھی جس کا ریویو ہم کسی گذشتہ پرچے میں کر چکے ہیں، مگر ہمیں افسوس کے ساتھ معلوم ہوا ہے کہ وہاں کے جبہ پوشوں نے اس نورانی کتاب سے انوار حاصل کرنے کی بجائے وہی پرانی ہرزہ گوئی پھر جاری کی، اور حضرت مرزا کو مباہلہ کے واسطے طلب کیا۔ جس کے جواب میں سید مولوی عبدالرحیم و مولوی میر مردان علی صاحب نے ۹ صفحہ کے ایک رسالہ میں مخالفین پر پھر حجت تمام کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر آپ لوگ حق پر ہیں تو ایک بڑا جلسہ کر کے جھوٹے کے حق میں بد دعا کریں، اور خدا سے فیصلہ چاہیں، اور ہم کو بھی اس جلسہ میں دعا کے واسطے بلا لیں، اللہ تعالیٰ خود فیصلہ کر دے گا۔ امید ہے کہ اب مخالفین کے واسطے گریز کا کوئی مقام نہ ہوگا۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

(بدر قادیان ۱۷۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۶)

چیلنج تو مرزا صاحب کو ہے ان کی صداقت و کذب کے اظہار کے لئے، مولوی مردان علی وغیرہ درمیان میں کیوں آتے ہیں؟ ہاں اگر یہ لوگ مرزا صاحب کی نیابت و اجازت سے آئیں کہ ان کی فتح و شکست مرزا صاحب کی فتح و شکست ہوگی، تو بات بھی ہے۔

الخطاب الملیح پر ریویو

کل شام حکیم احمد اللہ خان نے مجھ کو دو جزو کا ایک رسالہ مطالعہ کے لئے دیا جو مولوی اشرف علی تھانوی نے کرم خان نامی ایک شخص کی تحریک پر ترتیب دیا ہے اور نام اس کا الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح رکھا ہے۔ میں نے بالاستیعاب اس رسالہ کو مطالعہ کیا اور محرک و مصنف کی حالت پر افسوس ہوا۔ یہ رسالہ اس قابل نہیں ہے کہ ہمارے بزرگان دین میں سے کوئی صاحب اپنے اوقات گرامی کو اس کے جواب لکھنے میں صرف فرمائیں اور نہ اس رسالہ کا زہریلا اثر کچھ زیادہ قوی اور موثر معلوم ہوتا ہے تاہم چند ناواقفوں اور سادہ لوحوں کو دھوکہ میں ڈال دینے کے قابل ہے مجھ کو

نہ تو اتنی لیاقت نہ اس قدر فرصت ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ کا جواب قولہ اور اقول کی سرخیوں کے تحت تحریر کروں ۔ جی چاہا کہ جس طرح ایک کتاب کا مختصر محققانہ ریویو کسی منصف مزاج کی طرف سے لکھا جا سکتا ہے اس طرح مختصراً اس رسالہ کی نسبت اپنی رائے ظاہر کر کے مولانا حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں پیش کر دوں ۔ وھو ہذا:

اس رسالہ کی تصنیف کا محرک ایک شخص کرم خان ہے جو نہایت گستاخ شخص معلوم ہوتا ہے مولوی اشرف علی صاحب بیچارے بہت ہی معمولی لیاقت کے نیم ملاں معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ نصوص قرآنیہ کی تاویل اور حدیث نبوی سے استدلال کرنے میں وہ جس طرح عقل و علم سے کام نہیں لے سکے اسی طرح منطق اور فلسفہ سے بالکل معری معلوم ہوتے ہیں ۔ لفظ ربوہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی تفسیر دمشق یا فلسطین غرض ملک شام کے سوا کشمیر سے کرنے کی کوئی دلیل نہیں (دلیل خیر سے اپنے اثبات مدعا میں آپ نے بھی نہیں لکھی) ۔ اس عبارت کو پڑھ کر اور حضرت اقدس (مرزا) کی توجیہات کو دیکھ کر جو دوسری تصانیف میں حضرت نے فرمائی ہیں بے چارے مولوی اشرف علی صاحب کی سادہ لوحی پر رحم آتا ہے ۔ ایک جگہ مجبور ہو کر فرماتے ہیں کہ: اگر ترتیب ذکری کے ساتھ ترتیب وقوعی بھی مان لی جائے تب بھی منکر رفع کو مفید نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ قبل رفع تھوڑی دیر کے لئے آپ کو وفات دی گئی ہو اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لئے گئے ہوں ۔

صفحہ ۹ میں مولوی صاحب فرماتے ہیں : آسمان پر اس جسم خاکی کے ساتھ بلا شک جا سکتے ہیں اور اگر کوئی شخص محال کہے تو اس سے پوچھنا چاہیے کہ یہ محال عقلی ہے یا شرعی ہے یا عادی ہے ۔ اگر محال عقلی یا شرعی ہے تو دلیل لانا چاہیے کون سی دلیل عقلی نے اس کی نفی کی ہے کون سی دلیل شرعی اس کا انکار کر رہی ہے انشاء اللہ تعالی قیامت تک کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو سکے گی ۔

مولوی اشرف علی صاحب کی یہ بہادری قابل توجہ ہے کہ قیامت تک کوئی دلیل قائم نہ ہو سکے گی ، خیر سے خود ہیئت وطبعی وغیرہ سے قطعی نابلد ہیں ، ورنہ ایک اسکول کا معمولی طالب علم جو علم طبیعات کی ابتدائی کتاب پڑھتا ہے وہ بھی اس کو محال عقلی ثابت کر سکتا ہے ، مگر ہمارے ناواقف مولانا فرماتے ہیں کہ قیامت تک دلیل قائم نہ ہو سکے گی ۔ یوں ہی ایسے شخصوں کو دین کا پیشوا بنا کر ہم نے اسلام کو ضعیف کیا ۔

مولوی اشرف علی صاحب نے اصلاح رسوم ، حق السماع ، اصلاح ترجمہ نذیریہ ، فتاوی اشرفیہ وغیرہ بیسیوں کتابیں تصنیف کر ڈالیں مگر کوئی یہ تو پوچھے کہ تکفیر بازی اور آپس میں ایک

دوسرے پر غرانے کے سوا مولوی صاحب نے آریوں عیسائیوں وغیرہ کے مقابلہ میں کون کون سے کارنامے دکھلائے ہیں۔ کفر کے فتوے دینا مولویوں کو خوب آتا ہے مگر علم وعقل سے کام لینا نہیں جانتے۔ بھلا غیر مذاہب والے مولانا کے اس بیان کو دیکھ کر کیا کہتے ہیں اور اسلام کے علماء کی کیا وقعت ان کے دلوں میں پیدا ہوتی ہوگی۔ مولوی صاحب پہلے چند طبیعات کے رسالے پڑھ لیتے اور علم الھوا اور علم الحرارت اور ہیئت کے ابتدائی اصولوں اور سیارگان کے مجمل حالات سے اول واقفیت پہنچا لیتے تو ان کو محال عقلی ہونے کی دلیل قیامت سے پہلے خود ہی مل جاتی۔

صفحہ ۱۰ پر جو مولوی صاحب نے جواب نمبر ۸ لکھا ہے۔ اس سے وہ اپنے مطلب کو تو ثابت نہ کر سکے مگر ہاں یہ امر بخوبی ثابت فرما دیا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے بعد ایسا نبی آنا ممکن ہے جو حضرت ﷺ کا تابع ہو اور یہ ہمارے مفید مدعا ہے۔ مولوی صاحب نے اس بات کے جواب میں کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر کیا کرتے ہوں گے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت سے میوے بھجوا دیتا ہے۔

صفحہ ۱۶ پر و لن تجد لسنّة اللّٰه تبدیلاً کے متعلق مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ قیامت میں مردوں کو زندہ کرنا تو سب سے بڑھ کر سنت اللہ کی تبدیلی ہے اور پھر تمام صفحہ میں اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے نہایت ہی رکیک اور لچر ہے۔ حدیث لا مهدی الا عیسی کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ کمال تشبہ کے لئے ہے اور ثبوت میں یہ شعر جو شاید خسرو کا ہے لکھتے ہیں

من تو شدم، تو من شدی، من تن شدم، تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

مگر لطف یہ ہے کہ یہ شعر بالکل ہمارے مدعا کو ثابت کرتا ہے۔ حضرت الیاسؑ کے نزول کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے تو مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ ہمارا مدار استدلال نہیں ہے اس لئے کچھ حاجت بیان نہیں۔ سبحان اللہ! کیا دین کے علماء ایسے ہی دیانتدار ہوتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح اپنے حریف کو ساکت کر دیں چاہے احقاق حق نہ ہو سکے۔

دار قطنی والی کسوف وخسوف کی حدیث کا کوئی جواب جب کوئی مولوی صاحب نے نہ بن پڑا تو فرمانے لگے کہ یہ کسوف وخسوف جو واقع ہو چکا، قاعدہ ہیئت کے موافق ہوا، اور وہ کسوف و خسوف جس کی خبر دی گئی ہے قاعدہ ہیئت کے خلاف ہوگا۔ مولوی صاحب محال عقلی کو تو کوئی چیز ہی نہیں سمجھتے چنانچہ یہاں محال عقلی کا ذکر تک بھی نہیں کیا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ پھر اس خلاف قاعدہ ہیئت کسوف وخسوف کے بعد ایمان بالغیب بھی رہے گا یا نہیں؟ احادیث متعلق اعمال میں بمقابلہ

احادیث متعلق عقائد کے احتمالات کو کیوں زیادہ دخل نہیں دے سکتے۔اس موٹی سی بات سے بھی مولوی صاحب ناواقف ہیں حالانکہ اس کو ایک جاہل آدمی بھی سمجھنا چاہے تو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اگر نبوۃ (مامور من اللہ ہونے) کا دعوی کرے اور وہ اس دعوی میں جھوٹا ہو تو اس وقت وہ ہلاک کیا جائے گا جب کہ خلق کے گمراہ ہونے کا احتمال ہو، ورنہ نہیں ۔مگر مولوی صاحب کو یہ خبر نہیں کہ چار لاکھ خدا کے نیک بندے جن میں بڑے بڑے عالم فاضل فقیہ محدث مفسر متکلم صوفی وغیرہ شامل ہیں حضرت اقدس (مرزا) کے دعاوی کو تسلیم کر چکے ہیں اور آئندہ اس سلسلہ کو روز افزوں ترقی ہے۔مولوی صاحب کے خیال میں ابھی تک لوگوں کے گمراہ ہونے کا (بزعم مولوی صاحب) اندیشہ ہی نہیں۔اگر مثال میں حضرت اقدس (مرزا) کی مانند کوئی دوسرا مدعی بتادیتے کہ اس نے اسی قدر عرصہ تک کامیابی کے ساتھ اپنے مشن کو ترقی دی ہو تو اچھا تھا۔مگر ایک مولوی صاحب کیا اگر ساری دنیا کے آدمی بھی مل کر کوئی ایسی مثال تلاش کرنا چاہیں گے تو نہ ملے گی ۔سب سے زیادہ قابل توجہ بات اس رسالہ میں یہ ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے سوائے چند مجروح وموضوع احادیث کے اپنے مدعا کے اثبات میں صحیح بخاری یعنی اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کی ایک حدیث بھی قسم کھانے کو بیان نہیں فرمائی اور مولوی صاحب کیا کسی دوسرے کو بھی صحیح بخاری سے ایسے لغو عقیدہ کے متعلق کوئی ثبوت دست یاب نہیں ہوسکتا کیونکہ امام بخاری تو ہمارے امام (مرزا) کی تصدیق کرنے والے اور آپ کو اپنے دعاوی میں صادق سمجھنے والے ہیں۔

راقم: اکبر شاہ خان نجیب آبادی ۱۶ دسمبر ۱۹۰۵ء (الحکم قادیان ۲۴ جنوری ۱۹۰۶ء ص ۱۱)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور لفظ قمر

اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں:

مولوی اشرف علی کے رسالہ خطاب الملیح پر ایک مجمل ریویو پیشتر میں الحکم مطبوعہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۶ء کے ذریعہ سے ہدیہ ناظرین کر چکا ہوں۔آج کل پھر نجیب آباد کی نہایت سنجیدہ اور متین مولوی صاحب نے (جن کو میں نیک فطرت اور تمام نجیب آبادی مولویوں میں ذی علم اور بزرگ سمجھتا ہوں) وہی کتاب خطاب الملیح پیش کر کے کسوف وخسوف والی حدیث کے متعلق مولوی اشرف علی کی عبارت پر توجہ دلائی ہے جس میں انہوں نے مختصر طور پر قرآن کی دو آیتوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ لفظ قمر کا اطلاق ہلال پر بھی ہوسکتا ہے اور اس لئے دار قطنی کی حدیث کے متعلق (انکے نزدیک) مرزا صاحب کی وہ مشہور توجیہہ (جس کو ہر ذی علم تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا) غلط

ہے میرے قلب میں تحریک پیدا ہوئی کہ خطاب الملیح پر ایک مفصل ریویو بھی ہونا چاہیے جو مولوی اشرف علی کی باریک غلطیوں کو پوشیدہ نہ رہنے دے۔ یہ مفصل ریویو جب خدا کو منظور ہو گا ہدیہ ناظرین ہو گا مگر اس وقت اس مذکورہ بالا مغالطہ کی کے متعلق کچھ ذیل میں عرض کرتا ہوں۔

مولوی صاحب موصوف نے جو آیتیں پیش کی ہیں ان میں سے و القمر قدرناہ منازل حتی عاد کا لعرجون القدیم ، اور و قدر منازل لتعلموا عدد السنین و الحساب لکھ کر فرماتے ہیں: اور ظاہر اور یقینی ہے کہ سیر منازل کا آلہ حساب بن جانا اول ہی شب سے شروع ہو جاتا ہے باوجود اس کے پھر اس حالت میں بھی اس کو قمر ہی کیا گیا۔،

میں کہتا ہوں اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ لفظ قمر ہلال پر اطلاق ہو سکتا ہے مولوی صاحب انصاف کریں کہ کس قدر مستبعد ہے۔ الفاظ آیت میں کہیں اس کا ذکر نہیں جب تک مولوی صاحب کا یہ کلیہ اس آیت کے ساتھ شامل نہ کیا جائے ، یقینی ہے کہ سیر منازل کا آلہ حساب بن جانا اول شب ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ ہرگز مولوی صاحب کا استدلال پورا نہیں ہوتا۔ حساب کرنا ایک ایسا اعتباری امر ہے کہ جس کو بدر سے بہ نسبت ہلال کے زیادہ تعلق ہے یعنی یہ ممکن ہے کہ آدمی کو ہلال کے متعین کرنے میں غلطی ہو جیسا کہ اکثر ہوتا ہے مگر بدر کے متعین کرنے میں غلطی نہیں ہو سکتی اور بدر قمر کے تحت میں داخل ہے اس واسطے کہ قمر کا اطلاق چاند پر تیرھویں سے پندرھویں تک ہو سکتا ہے تو چودھویں تاریخ کے چاند پر بدرجہ اولی ہوا۔ حساب کیلئے ضروری ہے کہ کسی یقینی چیز پر بنیاد رکھی جائے اور یہ بات ہر شخص غور کرے کہ ہلال میں کہاں تک حاصل ہے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ لوگوں کو قمری مہینوں کی پہلی تاریخ کے متعین کرنے میں کیسی غلطی ہوتی ہے مگر یہ بات بدر کے تعین میں کبھی نہیں ہوتی اور حساب کرنا اعتباری امر ہے چاند کی کسی تاریخ سے بھی شروع کیا جا سکتا ہے چنانچہ ہندوؤں کے یہاں بدر ہی سے مہینہ شروع ہوتا ہے۔ غرض اس آیت شریفہ کا یہ مطلب قرار دینا کہ ہم نے بدر کو تمہارے لئے آلہ حساب بنایا زیادہ قرین قیاس ہے۔ علاوہ ازیں قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی تعذر موجود نہ ہو ہمیشہ۔۔کامل مراد لیا جاتا ہے پس یہاں قمر کا فرد کامل بدر مراد لینے کے لئے کئی وجوہ معقولہ موجود ہیں۔

آیت والقمر قدر ناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم میں بھی اگر قمر سے مراد بدر ہی مراد لیا جائے تو آیت کے معنی زیادہ صاف اور اللہ تعالی قدرت کاملہ پر زیادہ صراحةً دال ہوں گے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں: حاصل یہ کہ خلاف قاعدہ ہیئت ہوں گے۔، یہ خود

مولوی صاحب کا استنباط ہے اور صریح الفاظ سے ہرگز یہ مطلب متبادر نہیں ہوتا۔ تعجب ہے کہ مولوی صاحب بلا استنباط (اور وہ بھی اکثر مخالف عقل) ٹکڑا نہیں توڑتے، اور دوسروں پر یہ تاکید کہ باوجود تعذر عقلی الفاظ کے صریح معنی ہی لینے چاہییں۔ مولوی صاحب کا یہ حاصل حدیث کے لفظ آیت کی بنا پر ہے حالانکہ خداوند تعالیٰ اکثر جگہ قرآن شریف میں بالکل طبعی باتوں کو مثل ہواؤں کے چلنے وغیرہ کے اپنی آیت سے تعبیر کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کسوف وخسوف اگرچہ بقاعدہ ہیئت ہوا مگر اس میں آیت ہونے کی صلاحیت اس مفہوم کے مطابق بھی موجود ہے جو مولوی صاحب کے ذہن میں ہے کیونکہ اس قسم کا کسوف وخسوف ابتدائے عالم سے نہ تو اب تک ہوا اور نہ آئندہ ہو۔ اس آیت شریفہ میں خداوند عالم اپنی قدرت کاملہ پر اس طرح استدلال کرتا ہے کہ ہم نے قمر جیسی چیز کو عرجون القدیم کی مثل بنا دیا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ کا لعرجون القدیم پر بھی قمر کا اطلاق ہوسکتا ہے تو گویا یہ لازم آئے گا کہ خدا نے قمر کو قمر بنا دیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں اس میں کمال ہی کون سا ہے لہذا کا لعرجون القدیم یعنی ہلال کے مفہوم کو جہاں تک ہو سکے قمر کے مفہوم سے بعید قرار دینا چاہیے اور یہ بات جبھی ممکن ہے جب وہ معنی لئے جائیں جو میں نے کئے ہیں....

راقم: اکبر شاہ خان احمدی نجیب آبادی۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۶ء ص ۳)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور محال عقلی

اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں: رسالہ خطاب الملیح میں مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال عقلی نہیں۔

محال عادی کو تو انہوں نے خود تسلیم کیا ہے محال شرعی اور محال عقلی کے لئے فرماتے ہیں کہ دلیل لانا چاہیے۔ ایسا لکھنا ان کی قلت تدبر اور ناواقفیت پر دال ہے۔ اگر انہوں نے ہمارے سلسلہ کی کتابیں اور حضرت اقدس کی تصانیف کا اکثر حصہ دیکھا ہوتا تو شاید دلیل نہ مانگتے۔ میں ناظرین الحکم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ خطاب الملیح پر ایک مفصل ریویو لکھ کر پیش کرونگا۔ چند لفظ قمر کی بحث پر وہ ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۶ء کے الحکم میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اسی طرح اس وقت محال عقلی کی نسبت کچھ ہدیہ قارئین کرتا ہوں اور ایسے ہی انشاء اللہ مولوی اشرف علی صاحب کے مغالطوں کی تمام حقیقت کھول دی جائے گی۔ وہ فرماتے ہیں: کون سی دلیل عقلی نے اس کی نفی کی ہے؟ کون سی دلیل شرعی اس کا انکار کر رہی ہے۔ انشاء اللہ قیامت تک کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو سکے گی۔،

افسوس ہے کہ آج کل ایسے محدود قابلیت کے شخصوں کو بھی ہمارے ہم وطن بھائیوں نے

اپنا مقتداء و پیشوا اور عالم متبحر سمجھ رکھا ہے۔ اگر قرآن پاک کی صرف ایک آیت قل سبحان ربّی هل کنت الا بشرا رسولاً کے معنی اور شان نزول سے واقفیت ہوتی تو ایسی دلیری کے ساتھ دلیل شرعی کا مطالبہ نہ کیا جاتا۔ ہماری جماعت کے بچے بھی اس جسم خاکی کے رفع الی السماء کا شرعاً محال ہونا ثابت کر سکتے ہیں، اس وقت یہی جی چاہتا ہے کہ محال عقلی کے متعلق کچھ عرض کیا جائے کیونکہ مولوی صاحب نے کسی تیز چیز مثل آگ کے اندر سے بار بار انگلی نکالنے اور صدمہ نہ پہنچنے کی قابل مضحکہ دلیل بڑے ناز کے ساتھ تصنیف فرما کر تحریر کی ہے اور لکھا ہے کہ، فلسفہ میں یہ طے ہو چکا ہے کہ سرعت حرکت کی کوئی حد نہیں۔ مجھ کو مولوی اشرف علی صاحب کی قابلیت پر رحم آتا ہے کہ وہ خود تو فلسفہ سے قطعی ناآشنا معلوم ہوتے ہیں اور دیدہ دلیری کے ساتھ لکھتے ہیں کہ فلسفہ میں سرعت حرکت کی کوئی حد نہیں جس سے وہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ مجسمات کی حرکت کے لئے زمانہ کی ضرورت نہیں اگر حرکت مجسمات کے لئے زمانہ کا لزوم مانا جائے تو مولوی صاحب کے استدلال کا شیرازہ پریشان ہوا جاتا ہے۔

خیر یہ تو نہایت سطحی خیال لوگوں کی باتیں ہیں اور جو لوگ علم حرکت سے واقفیت رکھتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کس قسم کی بات ہے کیونکہ کسی جسم کی حرکت خالی فضا میں فرض نہیں کی جاسکتی جب کہ خالی فضا کا ہی وجود نہیں بلکہ حرکت کے معنی (بحیثیت وقوع نہ بحیثیت فرض) ہیں ایک جسم کا دوسرے جسم کو ہٹا کر اس کی جگہ لینا، نہ یہ کہ ایک جسم کا دوسری خالی جگہ لے لینا، اور اس کے لئے وقت کا لزوم ثابت کرنا آسان بلکہ ظاہر ہے۔

علاوہ ازیں بفرض محال مولوی صاحب کے اس استدلال کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ان کا کام تب بھی نہیں چلتا اور عیسیٰ کا جسم عنصری پھر بھی آسمان پر نہیں جا سکتا۔ اب کسی قدر ضروری تفصیل کے ساتھ جسم عنصری کے آسمان پر جانے کا محال عقلی ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

مولوی اشرف علی صاحب کے لئے بڑا اچھا موقع ہے کہ وہ اس مضمون کی تردید اور اپنے خطاب الملیح کے فقرات کی تائید میں اپنی فلسفہ دانی کا اظہار فرمائیں۔ اے مغرور مخالفو! ادھر دیکھو! خدا تعالیٰ فرماتا ہے و لکم فی الارض مستقر و متاع الی حین۔ اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے زمین میں ایسی کشش رکھ دی ہے کہ وہ مجسمات کو اپنی ہی طرف کھینچتی ہے کشش زمین جسکے تحقق و معلوم کرنے کا فخر علماء یورپ نیوٹن کو دے رہے ہیں میں کہتا ہوں قرآن شریف میں نہایت کامل اور جامع طریقہ سے مذکور ہے مگر اس وقت میرا منشاء صرف اسی قدر ہے کہ

مسئلہ زیر بحث کے متعلق مخالفین کی فلسفہ دانی کا اندازہ کیا جائے قرآن فہمی وتفسیر دانی دوسرے وقت دیکھی جائے گی (اوران حاملان اسفار کی قرآن فہمی تو عرصہ سے ہماری جماعت دیکھ رہی ہے۔ اکبرشاہ) کشش زمین جس سے زمین اشیاء کو اپنی طرف کھینچتی ہے اس کے مرکز پر منتہی ہوتی ہے مکانوں اور دیواروں کا قائم رہنا، پانی کا نشیب کی طرف بہنا، لوہے کا پانی میں ڈوب جانا اور لکڑی کا پانی میں تیرنا، ہوا میں طبقات کا ہونا اور ہر زیریں طبقہ کا بالائی طبقہ سے زیادہ کثیف ہونا، بیلون میں بیٹھ کر آدمی کا ہوا میں اڑنا اور پھر اترنا (اس موقع پر جاہل اور جامد لوگ کہیں گے اسی طرح عیسیٰ کا آسمان پر جانا ممکن ہے مگر ایسے جاہل کو میں اپنا مخاطب نہیں بناتا۔ اکبرشاہ) زلزلہ سے مکانات کا گرنا وغیرہ یہ سب کشش زمین کے کرشمے ہیں۔ فرض کرو میرے جسم کا وزن ڈیڑھ من اور مولوی اشرف علی کے جسم کا وزن دومن ہے۔ یہ بھی کشش زمین ہی کا نتیجہ ہے۔ کشش زمین نہ ہوتی تو میرے اور مولوی صاحب کے وزن میں فرق نہ ہوتا۔ کشش زمین ہی کے باعث ہوا میں طبقات پیدا ہوئے ہیں اور انسان ہوا کے زیریں طبقہ میں (جو سطح زمین سے متصل ہے) پیدا ہونے اور زندگی بسر کرنے کے لئے ہے۔ اس واسطے ہوا کے لطیف طبقہ میں پہنچ کر (جہاں ہوا کا دباؤ بہت کم ہو جاتا ہے) وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہوا کا دباؤ کم ہو جانے کے باعث صرف چند ہزار فٹ بلندی پر جانے سے پھیپھڑہ پر مضر اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ جس قدر عرصہ ہم سطح زمین پر ایک مرتبہ سانس لیتے ہیں اٹھارہ ہزار فٹ بلندی پر پہنچ کر اتنی دیر میں دوبار سانس لینا پڑتا ہے اس کے بعد اسی طرح دماغ پھر دل بے کار ہو جاتا ہے۔ نہ عقل قائم رہ سکتی ہے، نہ ہوش۔ اس وقت تک پہاڑوں پر کوئی شخص ۲۴ ہزار فٹ سے زیادہ بلندی پر نہیں چڑھ سکا اور بیلون میں بیٹھ کر ۲۷ ہزار فٹ سے زیادہ بلندی پر کوئی نہیں جا سکا۔ حرارت آفتاب بوجہ ہوا کی کثافت کے قائم رہتی ہے جس قدر ہوا میں اجزائے کثیفہ کم ہوں گے حرارت کم ظاہر ہوگی۔ ہوا کے اجزائے کثیفہ طبقات زیریں میں بتدریج زیادہ اور بالائی طبقات میں اسی طرح کم ہوتے گئے ہیں۔ چنانچہ زمین کے طبقہ حارہ پر بھی صرف ۱۵ ہزار فٹ کی بلندی پر پانی برف بن جاتا ہے جس کو طبقہ زمہریر کہا جاتا ہے اس طبقہ کی سردی اوپر کو بتدریج زیادہ ہوتی گئی اسی طبقہ یعنی زمہریر کے سب سے زیریں خط (اس جگہ خط سے مراد سطح ہے) یا سب سے گرم خط کو خط دائم الثلج کہتے ہیں اجزائے مائیہ یعنی بخارات کا اس خط سے اوپر پہنچنا غیر ممکن ہے مگر کوئی شخص زیادہ تیزی سے طبقہ زمہریر کو طے کرنا چاہے گا تو اسی قدر زیادہ عجلت اور سختی سے اس پر ہلاکت کا اثر ہوگا۔ اگر کوئی جسم مثلاً لکڑی یا پتھر وغیرہ زمین سے جدا ہو کر آسمان کی طرف جانا چاہے یا یوں سمجھئے کہ بیلون میں صرف ایک پتھر باندھ کر یا

خالی بیلون کو آسمان کی طرف جانے کے لئے چھوڑ دیا جائے تو جب تک اس کے اندر کی ہوا گرم اور بیرونی ہوا سے ہلکی ہے اس وت تک بیلون اونچا ہوتا جائے گا مگر پھر ایک خاص بلندی تک پہنچ کر وہ طبقہ آجائے گا جہاں کی ہوا خود اس قدر ہلکی ہے کہ اس سے زیادہ ہوا کا ہلکا کرنا یا کوئی ایسا ہی ہلکا جسم (جو زمین پر دستیاب ہوسکے) فرض کرنا غیر ممکن ہے۔ اس طبقہ تک نہ بیلون جا سکتا ہے نہ لکڑی اور نہ کچھ اور۔ بلکہ لکڑی کرچ وغیرہ اجسام ریزہ ریزہ ہوکر غبار کی شکل میں زمین کی طرف آئیں گے۔ اب اگر لکڑی پتھر وغیرہ کو چھوڑ کر حضرت انسان کے صعود کو دیکھیں تو یہ بے چارے ۳۸ ہزار فٹ بلندی تک بھی نہیں جاسکتے، اول تو تنفس ہی دشوار ہوگا، آگے چل کر دماغ بے کار، اس سے آگے چل کر جسم کی کھال شق ہونی شروع ہوگی اور جسم مشک یا کپے کی طرح پھول کر پاش پاش ہو جائے گا۔ پھر گوشت پوست اور ہڈیاں وغیرہ سب غبار ہوکر اڑ جائیں گے یا کم سے کم کوئی چیز بھی حالت اصلی پر تو ہرگز نہ رہے گی اور یہ سارے مراحل زمین سے ہزار دو ہزار کوس بلند ہونے پر نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ دس پندرہ کوس یا اسکے قریب کسی قدر کم یا زیادہ بلندی پر طے ہو جائیں گے اور ان سب واقعات کے لئے وقت یا زمانہ کی بس اسی قدر ضرورت ہے جس قدر یا جس طرح مولوی اشرف علی صاحب اجسام کی حرکت کے لئے زمانہ کی ضرورت تسلیم کریں۔

ابھی یہ سوال بھی باقی ہے کہ کشش زمین کا مضبوط رسا جو ہر جسم کی گردن میں پڑا ہوا ہے یا ٹانگ سے بندھا ہے وہ کس طرح کسی جسم یا کسی انسان یا حضرت عیسیٰ کو آسمان پر جانے دے گا اور پھر کشش زمین ہی نہیں نیر اعظم کی کشش (جس نے زمین جیسے بڑے سیارے کو بھی اپنی طرف کھینچ رکھا ہے) کا بھی مقابلہ کرنا پڑے گا کیونکہ اس نظام شمسی کا مرکز آفتاب ہے۔ حضرت عیسیٰ کشش زمین کی حدود سے باہر چلے بھی گئے تو راستہ میں اگر کوئی دوسرا سیارہ قریب ہوا تو وہ فوراً کھینچ لے گا ورنہ آفتاب اپنی طرف کشش کرے گا اور ظاہر ہے کہ آفتاب پر روئے زمین کا کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکتا۔ آفتاب تو آفتاب زہرہ اور عطارد میں بھی بوجہ قرب آفتاب اس قدر حرارت ہے کہ یہاں کے ذی روح کا ان سیاروں میں زندہ رہنا غیر ممکن ہے علاوہ ازیں زمین گول ہے اور اس کا متحرک بہ حرکت محوری و دولابی ہونا خود اس کے نام ارض سے ثابت ہے (کیونکہ زبان عرب میں ارض اس کیڑے کو کہتے ہیں جس کا نام ہندی میں گھن ہے اور جو لکڑی کے کاٹنے کی حرکت سے ایک دم کے لئے بھی ساکن نہیں ہوتا اسی طرح زمین کی حرکت میں بھی کبھی سکون نہیں) پس جب کہ حضرت عیسیٰ زمین کو اپنے جانب تحت چھوڑ کر آسمان کی طرف یعنی اپنی جانب فوق صعود فرما ہوئیہوں گے تو بارہ گھنٹے کے بعد ملک شام (جہاں سے ان کا

آسمان پر اٹھایا جانا بتایا جاتا ہے) کے آدمیوں کے جانب تحت یعنی نیچے ہوں گے۔ اور سر کے جانب کی سمت فوق اور قدم کے جانب کا تحت کہلاتی ہے اور زمین مدور و متحرک ہے اس لئے زمین والے فوق وتحت کی کوئی کوئی حقیقی سمت قائم ہی نہیں کر سکتے اور آسمان کے کسی مقام یا کسی سیارے وغیرہ کو اوپر یا نیچے کہہ ہی نہیں سکتے اگر فلسفہ قدیم کے موافق آسمان کو متحرک اور زمین کو ساکن مانا جائے تب بھی بجنسہ یہی اعتراض وارد ہوتا ہے اس موقع پر یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ بحث جسم سے ہے اور جسم کے لئے ہی اس قسم کی فوق وتحت وغیرہ جوانب کی ضرورت ہے باقی امور روحانیات یعنی رفع روحانی وغیرہ کے لئے فوق وتحت وغیرہ جوانب کا تعلق اور قرآن کریم کے تمام اس قسم کے الفاظ بالکل ثابت شدہ حقیقتیں ہیں اس جگہ چونکہ صرف زمینی جسم سے بحث ہے اس لئے زمینی جوانب کا تذکرہ کیا گیا نہ کہ فوق وتحت سے قطعی انکار۔

جواب الجواب میں اگر ضرورت پڑی تو تشریح کر دی جائے گی۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت عیسی کا آسمان پر جانا بھی مان لیں (حالانکہ محال ثابت ہو چکا ہے) تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہاں کاربن ہائیڈروجن نائٹروجن اور آکسیجن سے مرکب جسم کی پرورش کے لئے ضروری غذائیں ان کو پہنچائی جاتی ہوں اور پیشاب پاخانہ وغیرہ کی ضرورتیں وہ رفع کرتے ہوں اور بڑھاپے کی روک کے لئے فاسفورس ایسڈ محلول یا اسی قسم کی دوائیاں استعمال کرتے ہوں بلکہ پھر بھی بڑھاپا ضرور آ ہی گیا ہو اور عرصہ دراز سے وہ الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعدعلم شیئا کے درجہ میں پہنچے ہوئے ہوں وغیرہ۔ اور اگر ان کے اس جسم کو ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے تو ضرور کوئی دوسری قسم کا دوسرا جسم ہے جس کو عنصری خاکی جسم کی طرح نہیں کہا جا سکتا اور جب عنصری خاکی جسم نہیں تو مقصود اصلی جس کو ثابت کرنا تھا حاصل ہو گیا۔ علاوہ ازیں اگر حضرت عیسی کو جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر پہنچا ہوا خیال کر لیں تو بموجب توجیہ مولوی اشرف علی صاحب یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسی کے جسم کو طبقہ زمہریر وغیرہ میں سے اس قدر سرعت کے ساتھ لے گئے ہیں کہ جس سرعت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس قدر عظیم الشان فاصلہ چشم زدن میں طے ہوا ہے تب ہی تو بقول مولوی اشرف علی تاثیرات طبقی زمہریر وغیرہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں لیکن یہاں بھی اعتراضات پیدا ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ یکا یک تغیر ٹمپریچر موجب امراض شدیدہ ہوتا ہے چنانچہ حمام کے گرم درجہ سے یک لخت سردی میں آنا باعث بیماری اور موجب ہلاکت ہو جاتا ہے حضرت عیسی کو یک لخت اس قدر عظیم الشان تغیر ٹمپریچر نے کیسے زندہ رہنے دیا پھر یہ کہ جن لوگوں کو برسات میں جھولا جھولنے

اور پینگ بڑھانے کا اتفاق ہوا ہے وہ بآسانی اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ نیچے سے اوپر کو جانا اس قدر ناگوار نہیں معلوم ہوتا مگر اوپر سے نیچے کی جانب میں آنے میں دوران خون میں ایک عجیب انقلاب عظیم پیدا ہوتا ہے اور اس تنزل کی رفتار ذرا تیز ہونے سے آدمی اس طرح مر جاتا ہے جس طرح برقی قوت سے امریکہ میں اکثر واجب القتل مجرم ہلاک کئے جاتے ہیں چنانچہ ایسی مثالیں بکثرت دستیاب ہو سکتی ہیں کہ بلند مکانوں اور درختوں پر سے گرنے والے آدمی بعض اوقات زمین تک پہنچنے سے پہلے راستہ ہی میں مر جاتے ہیں اور زمین پر مردہ گرتے ہیں (اس کا تفصیلی بیان اور ایسا ہونے کے وجوہات آئندہ ظاہر کر دیئے جائیں انشاء اللہ) حضرت عیسیٰ جو آسمان سے زمین تک اس قدر دور دراز فاصلہ اوپر سے نیچے کی جانب آنے میں نہایت سرعت کے ساتھ طے کریں گے تو ان کا کیا حال ہوگا؟ میں نہایت خوش ہونگا کہ مولوی اشرف علی صاحب کے طرف داروں میں سے کوئی صاحب (جو ہیئت وطبقات وعلم الہوا وعلم الحرارت وغیرہ سے واقف اور قدیم وجدید فلسفہ کے اختلافات سے آگاہ ہوں) اس محال عقلی کے متعلق کوئی مضمون لکھیں اور بے چارے مولوی اشرف علی صاحب کی بات رکھ لیں جنہوں نے یہ تحدی کی ہے کہ قیامت تک اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہو سکے گی اور پھر مجھ کو بھی موقع دیں (یعنی جس اخبار میں ان کا مضمون شائع ہو وہ اخبار میرے پاس بھی بھجوا دیں) کہ میں ان علوم عقلی سے اس محال عقلی کو جانچوں مگر شرط یہی ہے کہ اس جسم عنصری خاکی سے بحث ہو اور خلط مبحث نہ کیا جائے۔ والسلام

راقم: خاکسار اکبر شاہ خان اکبر نجیب آبادی۔ (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۶ء ص ۱۰۔۱۱)

مرزا غلام احمد قادیانی نے الخطاب الملیح کو مولانا رشید احمد گنگوہی کی تصنیف قرار دیتے ہوئے براہین حصہ پنجم میں اس پر تنقید کی ہے۔ جناب اکبر شاہ نجیب آبادی کی یہ تحریر مرزا صاحب کی تغلیط وتکذیب ہے جو خطاب الملیح کو مولانا اشرف علی تھانوی کی تصنیف قرار دے کر اس پر تنقید کر رہے ہیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ تکذیب قادیانی، خود قادیانی (تبصرہ نگار، اڈیٹر) حضرات کر کے، جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے، کا سماں باندھ رہے ہیں۔

مرزا صاحب اپنی براہین پنجم میں خطاب الملیح کو مولانا رشید احمد گنگوہی کی تصنیف قرار دے کر غلط بیانی کر چکے تھے لیکن چونکہ براہین مرزا صاحب کی زندگی میں بصورت مسودہ پڑی رہی اس لئے عام قادیانیوں پتہ نہ چل سکا کہ مرزا صاحب خطاب الملیح کی بابت کیا غلط بیانی کر چکے ہیں۔ اسی لئے اکبر شاہ صاحب نے ایک درست بات لکھ دی اور اڈیٹر الحکم نے دھڑلے سے شائع

بھی کر دی۔ ان لوگوں کو مرزا صاحب کی غلط بیانی کا پتہ چل جاتا تو وہ ان کے سامنے اصل صورت حال پیش کر کے مسودہ میں اصلاح کروا لیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے شائد اس غلط بیانی کو بھی مرزا کے کذب کا نشان بنانا منظور تھا اس لئے نہ مرزا نے براہین پنجم کا مسودہ کسی باخبر کو دکھایا، اور نہ اکبر شاہ اور ایڈیٹر بدر نے خطاب الملیح پر تبصرہ شائع کرنے سے پہلے مرزا صاحب کو اس سے آگاہ کیا۔

اور یوں اکبر شاہ کا تبصرہ اخبار بدر میں مرزا صاحب کی زندگی میں شائع ہو گیا جس کے مطابق خطاب الملیح کے مصنف مولوی اشرف علی تھانوی ہیں۔ جب مرزا صاحب فوت ہو گئے، اور ان کے مسودات میں سے بھی براہین پنجم ان کے وارثوں کے ہاتھ آئی، تو انہوں نے اسے من وعن شائع کر دیا جس میں لکھا ہوا ہے کہ خطاب الملیح کا مصنف مولوی رشید احمد گنگوہی ہے۔

براہین پنجم اس کے بعد بھی کئی بار شائع ہوئی ہے، اور مرزا صاحب کی غلطی جوں کی توں اس میں موجود ہے۔ حال ہی میں کمپیوٹر پر کمپوز شدہ روحانی خزائن کی جلد ۲۱ میں براہین پنجم شائع کی گئی ہے جس کے تعارف میں سید عبدالحی قادیانی نے لکھا ہے:

> آخر میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے رسالہ الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح کا جواب حضور (مرزا) نے تحریر فرمایا ہے اور تفصیل کے ساتھ حضرت عیسیٰ بن مریم کی وفات کو قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت کیا ہے۔

اور براہین پنجم کے ضمیمہ میں جہاں یہ جواب شروع ہوتا ہے، وہاں مرزا صاحب کی عبارت یوں ہے:

جواب شبہات الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح، جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے خرافات کا مجموعہ ہے

> اس رسالہ میں جہاں تک مؤلف سے ہو سکا ہے میری تکذیب کے لئے بہت ہاتھ پیر مارے ہیں اور اپنے خیال کو قوت دینے کے لئے بہت سی خلاف واقعہ باتوں سے کام لیا ہے۔ یہ کتاب سراسر کچی اور بے اصل اور لغو خیالات اور مفتریات سے پر ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ اس کے ردّ کی کچھ بھی ضرورت نہیں اور ایسا شخص جو قرآن شریف و حدیث کا کچھ علم رکھتا ہے اس کے لئے اس بات کی حاجت نہیں کہ اس کا رد لکھا جائے۔ مگر چونکہ میں نے سنا ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب کے مرید سہارن پور کے نواح میں اس رسالہ کو بہت عزت سے دیکھتے ہیں اور محض اس خیال سے کہ یہ تحریر ان کی ایام زندگی کی

یادگار ہے بہت محبت سے اس کو پڑھتے ہیں، اسلئے میں نے مناسب سمجھا کہ ایسے لوگوں کو دھوکہ سے بچانے کے لئے ان چند ضروری اعتراضات کا جواب دیا جائے جن کی وجہ سے اس نواح کے جاہل اور بے علم ورطۂ ضلالت میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اس رسالہ مجموعہ اباطیل پر ناز کرتے ہیں ..... ہمارے مخالف جن میں مولوی رشید احمد بھی داخل ہیں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسی فوت نہیں ہوئے ..(ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۹۹)

جوابی بیان کے صفحہ اول کی اس عبارت میں تین جگہ مولوی رشید احمد کے نام یہ رسالہ منسوب کیا گیا ہے، اور مرزا صاحب نے یہ بھی بتایا ہے کہ مولوی رشید احمد کے مرید اس رسالے کو ان کے ایام زندگی کی یادگار سمجھ کر عزت کرتے ہیں۔یعنی مرزا صاحب بتا رہے ہیں کہ میری تحریر کے وقت مولانا رشید احمد گنگوہی فوت ہو چکے ہیں (یاد رہے کہ مولانا گنگوہی کی تاریخ وفات ۱۱۔ اگست ۱۹۰۵ء ہے)۔ دوسری طرف مولانا اشرف علی تھانوی کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ ان دنوں زندہ تھے اور اس کے کئی عشرے بعد فوت ہوئے۔

کیا یہ خدائی حکمت نہیں کہ ایک سو سال ہو گیا ہے لیکن قادیانیوں سے مرزا صاحب کے لٹریچر میں سے (جسے وہ الہامی سمجھتے ہیں، اور جسکی صداقت پر وہ ایسے ہی ایمان رکھتے ہیں جیسے قرآن پر) یہ واقعاتی غلطی بھی نہیں نکال سکے۔ حاشیہ تک میں نہیں لکھ سکے کہ یہ کثرت کار کے باعث مرزا صاحب کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے، یا کسی کاتب کی لاپرواہی کا نتیجہ ہے۔

یہ غلطی مرزا صاحب کے دعاوی الہام کا تار و پود بکھیرنے کے لئے کافی ہے، کیونکہ مرزا صاحب کا یہ بھی دعوی تھا کہ خدا انہیں غلطی پر باقی نہیں رکھتا۔ یہ کتاب مسودے کی صورت میں ایک عرصہ تک ان کے پاس پڑی رہی لیکن الہام نے انہیں متنبہ نہیں کیا۔ اور اگر کیا تو انہوں نے تنبیہ پر کان نہیں دھرے، یعنی اپنے الہام کی مخالفت کی۔

اکبر شاہ صاحب کے مضمون کا جواب آیا تو انہوں نے لکھا:

میں نے ایک مضمون مولوی اشرف علی تھانوی اور محال عقلی کے ہیڈنگ سے الحکم میں بہت دن ہوئے شائع کرایا تھا۔ اس کی تردید میں کسی پردہ نشین، آئی اے صدیقی نے لاہور کے کسی غیر مشہور اخبار میں تقریباً ایک سال ہوا کہ ایک مضمون چھپوایا اور مجھ کو سب سے پہلے اب تقریباً ایک ہفتہ ہوا کہ اخی المکرّم حضرت اکمل کے ایک مراسلہ سے اس کا حال معلوم ہوا۔ جی چاہتا تھا کہ اس موقع پر سادہ لوح معترض کی نادانی کا اچھی طرح اظہار کر دوں اور اس کے مبلغ علم کے تمام بخیئے

ادھیڑ ڈالوں مگر ایسے بز دل کو مخاطب بناتے ہوئے اور اس کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے جو خود ہی تاریک کوٹھڑی میں چھپ چھپ کر بیٹھتا اور وہاں سے بادہوائی تیر چلا تا ہے...

راقم اکبر نجیب آبادی (بدر ۲۴۔اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۹)

یعنی نجیب آبادی صاحب نے جواب الجواب سے معذرت کر لی۔ ویسے نجیب آبادی کے ان مضامین در رد تھانوی میں اگر کوئی بات قابل جواب ہے تو اس کا یہی جواب کافی ہے کہ حکیم نورالدین کی وفات کے بعد یہ اکبر شاہ صاحب قادیانیت سے نکل کر لاہوری فرقے میں شامل ہو گئے تھے، اور بالآخر اس فرقے سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔

فیصلہ قرآنی پر نظر

لاہور چھاؤنی سے محمد حسین قادیانی لکھتے ہیں:

یکم اگست ۱۹۰۷ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ایک مضمون منجانب ڈاکٹر نور حسین انچارج سول ہستال وانو (وزیرستان) بعنوان فیصلہ قرآنی تکذیب قادیانی، دیکھنے میں آیا...لکھا ہے:

> ایک مرزا صاحب ہیں جنہوں نے دعویٰ مسیح موعود کیا ہوا ہے گو کہ علماء کرام نے آپ کو ہزاروں چیلنج دیئے اور میدان میں مباہلہ ومباحثہ کے واسطے بلایا مگر آنجناب قادیان سے باہر نہ نکلے۔

اقول: ...خود ہی غور کریں کہ جن علماء کی ایسی گندی حالت کو آپ تسلیم کرتے ہیں ...کیا وہ اس لائق ہیں کہ آپ ان کو علماء کرام کا خطاب دیں یا کوئی ان سے کسی قسم کا مباحثہ یا مباہلہ کرے؟ میرے خیال میں آپ عجیب قسم کے آدمی معلوم ہوتے ہیں کہ خود ہی ان کو علماء کرام بنا کر ان سے بحث مباحثہ ومباہلہ نہ کرنے کا سبب دریافت کرتے ہیں کہ کیوں میدان میں نہیں نکلے؟ اجی! مرد آدمی! کیا کہہ رہے ہو کچھ ہوش کی دوا پی کر فیصلہ قرآنی لکھا ہوتا؟ کیا یہ علماء جن کو آپ مخرب دین بدعات سیئہ کے جاری کرنے والے اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے سینکڑوں نئے فرقے بنانے والے تسلیم کرتے ہیں، اس لائق ہیں کہ ان سے کسی قسم کا مباحثہ کیا جاوے۔ میرے خیال میں آپ جیسا اگر ایسا خیال کرے تو اس کی کمال دانائی پر دال ہے۔

قولہ: حضرت اقدس خواجہ عالم قطب زمان مجدد دوراں آل عبا حضرت مخدومی سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے مقابلہ میں ہرگز نہ آئے۔

اقول: مجدد دوراں کا لقب پیر جی نے کب سے اختیار کیا ہے؟ آیا یہ لقب پیر گولڑوی صاحب کو خدا کی طرف سے الہامی عطا ہوا ہے، یا پیراں نمی پرند ومریداں می پرانند، کی مثل کو پورا کرنے کے لئے آپ نے پیر صاحب کی گردن پر یہ احسان کیا ہے کہ جس بات کی ان کو کبھی جرأت نہ ہوسکی وہ بات ان کے لئے تحریر کر ماری؟ کیا مرزا صاحب گولڑوی صاحب کے مقابلہ میں نہیں آئے یا گولڑوی صاحب تفسیر القرآن لکھنے سے بوجہ اپنی کم علمی کے انکار وفرار وحیلہ و بہانہ کر کے روپوش ہوئے اور اب ان کے چیلے چانٹے گپ بازیوں سے دل خوش کر کے پیر جی کی جئے کا راگ الاپ رہے ہیں۔

قولہ: میرزا صاحب اپنے آپ کو بروزی نبی بتلاتے ہیں مگر اس کی دلیل قرآن وحدیث نبوی سے ہرگز نہیں لاتے۔ حضرت آدم سے سرور عالم ﷺ جتنے نبی ومرسل آچکے ہیں ان میں سے کسی ایک بروزی کا نام لیجئے یہ دعوی ختم نبوت کے برخلاف ہے

اقول: مرزا صاحب نے اپنی کتب میں اپنے دعوی کے متعلق ایک نہ بلکہ بے شمار دلائل دیئے ہیں... حضرت آدم سے سرور عالم تک جس قدر انبیاء گذرے ہیں اول تو ان کا نام وحال اللہ نے ظاہر نہیں کیا بلکہ صرف یہی کہہ کر فیصلہ کر دیا منهم من قصصنا و منهم لم نقصص۔ دوئم آپ کو تمام انبیاء کے بروز دریافت کرنے کی ضرورت ہی کیا جس حالت میں کہ آنحضرت ﷺ کو تمام انبیاء کے کمالات کا جامع ہر ایک مومن مسلمان تسلیم کرتا ہے... خود آپ کو جملہ انبیاء کا بروز تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ بروز کے معنی ہی یہ ہیں کہ ایک کی صفات کا دوسری میں داخل ہونا پس جب کہ آنحضرت ﷺ کو جامع جمیع کمالات انبیاء تسلیم کیا گیا تو گویا دوسرے لفظوں میں اس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء کے بروز ہیں... (اخبار الحکم قادیان ۱۰ استمبر ۱۹۰۷ء ص ۱۰)

مرقع قادیانی: اڈیٹر البدر قادیان نے لکھا ہے:

ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے نامہ اعمال کی سیاہی کو روشن کرنے اور اس کے حجم کو موٹا کرنے کے لئے اور دنیا پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ مامور من اللہ کے مقابل میں ہر قسم کی کوشش عبث جاتی اور آخر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے ایک رسالہ اس نام کا ماہوار نکالا ہے۔ دو نمبر چھپ چکے ہیں۔ طرز استدلال ایسا بھونڈا اور دلائل ایسے کمزور ہیں کہ میرے خیال میں جواب کی بھی بہت کم ضرورت ہے۔ جو عبارتیں ہماری کتابوں سے نقل کرتا ہے انہی میں اس کے اعتراضات کا جواب ہوتا ہے (اخبار بدر قادیان ۲۵ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۲)

اس تحریر کے دس ماہ بعد مرزا صاحب، ناکام ونامراد آنجہانی ہوگئے تھے۔

الصارم الربانی پر تبصرہ

صادق حسین قادیانی اوٹاوہ سے لکھتے ہیں:

رسالہ الصارم الربانی (مصنفہ مولوی محمد حامد رضا خان بریلوی مطبع حنفیہ پٹنہ) میری نظر سے گذرا۔ نیم ملا خطرہ ایمان اس رسالہ کو اور ایسے ہی کئی اور رسالوں کو بغل میں دبائے عوام کا لانعام کو بہکاتے پھرتے ہیں کہ دیکھو ہمارے مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کی کیسی خبر لی ہے کہ مسیحیت کا سارا تانا بانا ادھیڑ کر رکھ دیا ہے۔ واللہ ہمارے مولوی صاحبوں کے کیا کہنے۔ سننے والے بھی پکے سنی ہوتے ہیں کہ ایسی ویسی سنی سنائی باتوں پر پورا ایمان لے آتے ہیں اور گرہ کی عقل کچھ خرچ کرنا نہیں چاہتے... انفاس مسیح سے فیض یافتہ حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ ایسی گندی تحریرات کی زہریلی ہواؤں سے پبلک کو بچانے کے لئے ٹریکٹ سیریز کے طور پر کچھ نہ کچھ شائع کرتے رہنے کا التزام فرمائیں، ورنہ کم سے کم اخبار کے ذریعہ ریویو کی صورت میں ان طاعونی اجرام کی مخرب ایمان و جانستان تاثیرات سے خلق اللہ کو ضرور متنبہ کرتے رہیں..

اس تمہید کے بعد اب میں مصنف الصارم الربانی علی اسراف القادیانی کی علمی قابلیت انکے فہم و فراست دیانت و امانت، تہذیب و متانت کی قلعی کھولنا اور ان کی برائے نام الصارم الربانی کی حقیقت کو طشت ازبام کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

الصارم الربانی اوسط تقطیع پر چھپا ہوا، ۵۶ صفحہ کا ایک رسالہ ہے۔ بریلوی ملا نے اس رسالہ کے شروع میں ایک استفتاء من جانب یعقوب خان کلرک پولیس سرساوہ ضلع سہارن پور درج کیا ہے۔ اس استفتاء میں کلرک صاحب ملا صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

> اس قصبہ سرساوہ میں ایک شخص جو اپنے آپ کو نائب مسیح یعنی مرزا غلام احمد مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا ہے رہتا ہے پرسوں اس نے ایک عبارت پیش کی جس کا مضمون ذیل میں تحریر کرتا ہوں ...الی قولہ تحریر یہ ہے: ایک مدت سے حضرت عیسی کی وفات و حیات پر ...بینوا توجروا،

اس استفتا کے بعد بریلوی ملا کا فتوی شروع ہوتا ہے۔ قبل اس کے کہ میں فتوے کے عیب و صواب کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کراؤں، استفتاء کے متعلق چند باتیں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

یعقوب خاں صاحب ناظرین کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ استفتاء کی عبارت کسی احمدی کی لکھی ہوئی ہے اور مفتی صاحب نے بھی اسی یقین کی بنا پر اپنے فتوی میں احمدیوں کے خلاف بعض ریمارک کیئے ہیں۔ مثلاً یہ بات کہ احمدی لوگ صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہتے ہیں اور اس سے ظاہر ہے کہ وہ حدیث سے منکر ہیں۔ مگر احمدیوں کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں۔ پس قطعی طور پر ثابت ہوا کہ استفتاء کی عبارت کسی احمدی کی لکھی ہوئی نہیں۔

علاوہ بریں ہمیں تعجب ہے کہ پولیس کلرک صاحب نے اس شخص کا نام، جس نے کوئی عبارت ان کیسامنے پیش کی تھی اور جو اپنے آپ کو مسیح موعود کا خلیفہ بتلا تھا، کیوں نہیں لکھا، اور اس عبارت پر اس کے دستخط کیوں نہیں کرائے۔ چونکہ چھوٹے خان صاحب کی طرف سے استفتاء میں یہ اہم فروگذاشت ہوئی اور بڑے خاں صاحب نے اپنے کفرنامے یعنی فتوی میں اس کی طرف مطلق توجہ مبذول نہیں فرمائی، اس لئے چھوٹے خاں صاحب کی یہ رپورٹ صحیح نہیں، بلکہ فرضی ہے۔ اور یہ کہنا بے جا نہیں کہ دو غیر احمدیوں کی باہم یہ ایک جنگ زرگری ہے دگر ہیچ۔

اگر یعقوب خاں صاحب اپنے بیان میں سچے ہیں تو اس شخص کا نام بتلائیں جو اپنے آپ کو مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا تھا، اور وہ عبارت چند معزز آدمیوں کے روبرو ایک جلسہ میں پیش کریں ۔ ورنہ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جو تحریر انہوں نے ایک احمدی کی طرف سے ظاہر کر کے پیش کی ہے وہ ایک مصنوعی تحریر یا کم سے کم ایک طرفہ تحریر کیوں نہ سمجھی جائے؟

مندرجہ بالا اقتباس میں ان کا فقرہ کہ، پرسوں اس نے ایک عبارت پیش کی جسکا مضمون ذیل میں تحریر کرتا ہوں، اور بھی یقین دلاتا ہے کہ استفتاء کی عبارت خان صاحب موصوف نے اپنے ہی لفظوں میں ادا کی ہے ورنہ اس فقرہ کی عبارت اس طرح ہونی چاہیے تھی کہ، پرسوں اس نے ایک عبارت پیش کی جس کی نقل ذیل میں درج کرتا ہوں۔

علاوہ بریں خود استفتاء کی عبارت خصوصاً اخیر عبارت جو فقرہ: یہاں کئی صاحب ایسے ہیں جو حضرت عیسی کی وفات پر گفتگو کرتے ہیں..، اس بات پر صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ مضمون استفتاء چھوٹے خاں صاحب کی جودت طبع کا نتیجہ ہے اور یہ درخواست کہ، ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے، جو اخیر عبارت استفتاء میں درج ہے، یہ خاص یعقوب خان کی درخواست ہے کسی احمدی کی طرف سے ہرگز نہیں۔

بناء علیہ بڑے خاں صاحب نے اپنے فتوی تکفیر کے مقدمہ اولی ص ۷ میں درخواست

مذکور کو کسی احمدی کی طرف سے سمجھ کر صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہنے والوں کے خلاف جو ضال مضل مردود ابلیس لعین ہونے کا وظیفہ پڑھا ہے اس کی عجیب وغریب تاثیر سے صرف چھوٹے خاں صاحب ہی فیض یاب ہو سکتے ہیں کوئی احمدی اس سے متاثر نہیں ہو سکتا۔ باقی آئندہ۔

(الحکم ۶ مئی ۱۹۰۸ء ص ۷۔۸)

اخبار الحکم قادیان کا وہ شمارہ ابھی تک ہمارے دیکھنے میں نہیں آیا، اس لئے یہ تبصرہ نامکمل ہے ۔اور الصارم الربانی علی اسراف القادیانی مصنفہ مولانا حامد رضا بریلوی کی تلخیص انشاء اللہ ہم کسی آئندہ جلد میں پیش کریں گے۔

دعاء کا ہتھیار

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

عیسائیوں کا جب سے پنجاب میں قدم پڑا ہے مسلمانوں نے بھی ان کی ابطال میں کمی نہیں کی (کبھی مرزا صاحب کہتے تھے کہ کسی نے کچھ نہیں کیا، حتی کہ مجھے آنا پڑا۔ بہاء) رسالہ اور کتابیں وغیرہ ان کی تردید میں ہمیشہ نکلتے رہے لیکن ..کارگر نہ ہوئے اور عیسائیوں کی جمعیت بڑھتی گئی ۔اصل میں اس کا استیصال جانکاہ اور دل سوز دعاؤں پر موقوف ہے جیسے کہ و استفتحوا سے ظاہر ہے جب تدبیریں کر کر کے انسان تھک جاتا ہے تو آخر کار پھر دعا ہی کام آتی ہے اور جب دعا اپنی انتہاء تک پہنچے تو پھر مطلب ہو جاتا ہے ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ لوگوں کو اس قسم کی دعا سے مطلب ہی کیا ہے کہ اس فتنہ اور بطلان کے استیصال کے لئے دعائیں کریں ۔ان کی تو کل دعائیں اپنے اپنے نفس کی ضروریات تک محدود ہیں، حالانکہ اس زمانہ میں دعا ایک بڑا جنگ ہے، اور خود دعا میں مشکل بھی پیش آتی ہے، گوشہ نشینی کی ضرورت پڑتی ہے۔ مجھے ایک دفعہ خیال آیا ہے کہ باغ میں ایک مکان بنالوں (کہ وہاں تخلیہ میں دعا ہو) کیونکہ عمر گذرتی جاتی ہے۔ اس امر کا فیصلہ ہونا چاہیے۔ نرے قلم کا اب یہ کام نہیں رہا کیونکہ پادریوں وغیرہ کے پاس روپئہ بہت ہے، اور لوگوں کو اغراض نے دبا رکھا ہے۔ کسی نے نوکری کے لئے، کسی نے حاجت کے لئے اپنے آپ کو ان کا دست نگر بنا رکھا ہے۔ اس لئے دلائل

وغیرہ کا جو اثر دلوں پر ہونا چاہیے، وہ نہیں ہوتا۔ اب یہ وقت ہے کہ ہر ایک مومن کو چاہیے کہ دعا میں لگے۔ (اخبار بدر قادیان ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء ص ۵)۔

اڈیٹر البدر قادیان بتاتے ہیں:

۸ فروری ۱۹۰۴ء کو دوران سیر عیسویت کے مہلک فتنہ کی نسبت مرزا صاحب نے فرمایا کہ بہت غور اور فکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اب صرف قلموں اور کاغذوں کا کام ہی نہیں ہے کہ وہ اس فتنہ کو فرو کر سکے۔ کتابیں ہم نے لکھیں، تو اس کے مقابل پر انہوں نے بھی لکھ دیں۔ لوگ اپنے اپنے نفس کی فکر میں اس قدر مصروف ہیں کہ ان کو مقابلہ کرنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی، اور جب انہوں نے مقابلہ ہی نہیں کیا تو پھر حق کیسے کھلے۔ اس لئے اب میرا ارادہ ہے کہ ایک لمبا سلسلہ دعا اور انقطاع کا شروع کیا جاوے، نرے وعظ اور تبلیغ سے کیا ہوتا ہے۔ انبیاء بھی جب وعظ اور تبلیغ سے تھک گئے اور دیکھا کہ ابھی فتنہ برقرار ہے تو پھر انہوں نے دعا کی طرف توجہ کی تا کہ توجہ باطنی سے فتنہ کو پاش پاش کیا جائے جیسے کہ اللہ قرآن شریف میں فرماتا ہے و استفتحوا و خاب کل جبار عنید (پارہ ۱۳۔ ع ۱۵) یعنی جب رسولوں نے دیکھا کہ وعظ اور پند سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو انہوں نے ہر ایک بات سے کنارہ کش ہو کر خدا کی طرف توجہ کی اور اس سے فیصلہ چاہا تو پھر فیصلہ ہو گیا۔ نوح بھی جب وعظ و پند سے عاجز آ گئے تو آخر آپ نے دعا کیا اور سب ہلاک ہوئے سخت طوفان آیا ان کی کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری جسے ارارات کہتے ہیں۔

(اخبار بدر قادیان ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء ص ۵)۔

مرزا صاحب نے یہاں ایک تو یہ بات تسلیم فرمائی کہ مسلمانوں نے رد قادیانیت میں بہت علمی کام کیا ہے، ۔ دوسری یہ بات تسلیم کی ان کی کتابوں نے بھی میدان نہیں مارا، بلکہ عشروں کی محنت اور ۸۰ سے زائد کتابیں لکھنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ایسے کاموں کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بالفاظ دیگر انہوں نے خود ہی اپنے کسر صلیب کے دعووں کی تغلیط کر دی۔

اور مرزا صاحب نے ناکامیوں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اب دعاؤں پر زور دینا چاہیے اور اسی لئے ان کا دل چاہتا ہے کہ باغ میں مکان بنوالیں اور گوشہ نشین ہو کر دعاؤں میں لگ جائیں

معلوم نہیں مرزا صاحب نے حسب خواہش دعائیں فرمائیں یا نہیں؟ لیکن اتنی بات واضح ہے کہ ۱۹۰۴ء کے بعد بھی مرزا صاحب اپنی باقی ماندہ زندگی میں عیسائیت کو ختم نہ کر سکے۔ اور چونکہ ان کا کام عیسائیت کا خاتمہ تھا، اور وہ نہ ہو سکا، اس لئے اگر انہوں نے دعائیں کی ہیں تو یہ ان

کی دعاؤں کی عدم قبولیت کا ثبوت ہے۔

مرزا صاحب نے حضرت نوحؑ کی مثال دی ہے۔لیکن نوحؑ کی دعا کے بعد تو ان سب مخالف ختم ہو گئے تھے۔مرزا صاحب کے مخالفوں میں سے تو عیسائی بھی ختم نہ ہوئے، جب کہ ہندو اور مسلمان بھی مرزا صاحب کے مخالف تھے۔

مرزا صاحب دعاؤں کے پیسے لیتے تھے۔جیسا کہ ہم نے جلد گیارہ میں عصائے موسیٰ کی تلخیص کرتے ہوئے کئی واقعات نقل کئے ہیں جہاں مرزا صاحب نے دعاؤں کی محنت کے عوض پیسہ لیا۔ذیل میں ایک ہی واقعہ کا بیان سیرۃ المہدی کے حوالے کیا جا رہا ہے جہاں انہوں نے ایک لاکھ روپئے کا مطالبہ تھا۔ اور یہ ایک لاکھ اس دور کا تھا جب مرزا صاحب جیسے سرکاری منشیوں کی تنخواہ ۱۵ روپئہ ماہوار ہوتی تھی۔ اس دور کا ایک لاکھ روپئہ آج کے کروڑوں روپئہ کے برابر ہے۔ سنئے مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

> بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ سنوری نے کہ پٹیالہ میں خلیفہ محمد حسین وزیر پٹیالہ کے مصاحبوں اور ملاقاتیوں میں ایک مولوی عبدالعزیز صاحب ہوتے تھے جو کوم ضلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے (ان کا ذکر خیر اوپر ہو چکا ہے اور جس دور کی یہ بات ہو رہی ہے ان دنوں مرزا صاحب مناظر اسلام، مجدد، پیر، کی شہرت رکھتے تھے۔ بہاء) ان کا ایک دوست تھا جو بڑا امیر کبیر اور صاحب جائداد تھا اور لاکھوں روپئے کا مالک تھا۔مگر اس کے کوئی لڑکا نہ تھا جو اس کا وارث ہوتا۔اس نے مولوی عبدالعزیز صاحب سے کہا کہ مرزا صاحب سے میرے لئے دعا کرواؤ کہ میرے لڑکا ہو جاوے۔مولوی عبدالعزیز نے مجھے (یعنی عبداللہ سنوری کو) بلا کر کہا کہ ہم تمہیں کرایہ دیتے ہیں تم قادیان جاؤ اور مرزا صاحب سے اس بارہ میں خاص طور پر دعا کے لئے کہو۔ چنانچہ میں قادیان آیا اور حضرت صاحب سے سارا ماجرا عرض کر کے دعا کے لئے کہا۔آپ نے اس کے جواب میں ایک تقریر فرمائی جس میں دعا کا فلسفہ بیان کیا اور فرمایا کہ محض رسمی طور پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دینے سے دعا نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے ایک خاص قلبی کیفیت کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ جب آدمی کسی کے لئے دعا کرتا ہے تو اس کے لئے ان دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ یا تو اس شخص کے ساتھ کوئی ایسا گہرا تعلق اور رابطہ ہو کہ اس کی خاطر دل میں ایک خاص درد اور گداز پیدا ہو جائے جو دعا کے لئے ضروری

ہے اور یا اس شخص نے کوئی ایسی دینی خدمت کی ہو کہ جس پر دل سے اس کے لئے دعا نکلے۔ مگر یہاں نہ تو ہم اس شخص کو جانتے ہیں اور نہ اس نے کوئی دینی خدمت کی ہے کہ اس کے لئے ہمارا دل پگھلے۔ پس آپ جا کر اسے یہ کہیں کہ وہ اسلام کی خدمت کے لئے ایک لاکھ روپئہ دے یا دینے کا وعدہ کرے۔ پھر ہم اس کے لئے دعا کریں گے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ پھر اللہ اسے ضرور لڑکا دیدیگا۔ میاں عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے جا کر یہی جواب دے دیا۔ مگر وہ خاموش ہو گئے۔

(سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۲۶۴)

مباحثوں سے انحراف

مرزا صاحب نے سیالکوٹ والی ملازمت چھوڑنے کے بعد اپنی پبلک زندگی کا آغاز ایک مناظر کی حیثیت سے کیا تھا۔ انہوں نے مقلدوں کی طرف سے غیر مقلدوں سے مناظرہ کیا، پھر مسلمانوں کی طرف سے ہندوؤں اور آریوں کو مباحثوں کے چیلنج دیئے۔ پھر دعوی مسیحیت کے بعد چیلنج کر کے مسلمانوں اور عیسائیوں سے نہ صرف خود مباحثے کئے بلکہ مریدوں کو بھی باحث بنایا۔ انہیں اپنے علم وفضل پر ناز تھا اور اپنے مخالف مسلمان علماء کو مرے ہوئے کیڑوں سے بھی حقیر جانتے تھے۔ لیکن اللہ کے بندوں کی علمی گرفت انہیں بتدریج ترک مباحثہ کی طرف لے آئی۔ پہلے تو انہوں نے یہ فرمایا کہ میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ اب علماء سے مباحثہ نہیں کروں گا، پھر انہوں انہیں الفاظ میں یہ مطلب ڈال دیا کہ میں نے خدا سے وعدہ کیا ہے کہ مباحثے نہ کرونگا، پھر انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ انہیں الہامی طور پر مباحثوں سے روک دیا گیا ہے۔ لیکن ان کا کام ایسا تھا کہ اگر چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ بند ہونا دکان بڑھانے کے مترادف تھا، اسلئے وہ گیدڑ بھبکیوں سے باز نہیں آتے تھے، اور مریدوں کو بھی آگے بڑھاتے رہتے تھے، پھر مدوغیرہ میں ان کے علماء کا ایسا ناطقہ بند ہوا کہ ان کی دلداری کیلئے مرزا صاحب نے کہنا شروع کر دیا کہ ہمارے مخالف سرے سے جاہل ہیں، تمہاری اور میری باتیں سمجھ ہی نہیں سکتے، اسلئے ان سے و اعرض عن الجاھلین کرو۔

۲۶ مئی ۱۹۰۲ء کو مرزا صاحب نے فرمایا:

میں بڑی تاکید سے اپنی جماعت کو جہاں کہیں وہ ہیں منع کرتا ہوں کہ وہ کسی قسم کا مباحثہ

مقابلہ اور مجادلہ نہ کریں اگر کہیں کسی کو کوئی درشت اور نا ملائم بات سننے کا اتفاق ہو تو اعراض کرے میں بڑے وثوق اور سچے ایمان سے کہتا ہوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری تائید میں آسمان پر خاص تیاری ہو رہی ہے ہماری طرف سے ہر پہلو کے لحاظ سے لوگوں پر حجت پوری ہو چکی ہے اس لئے اب خدا تعالی نے اپنی طرف سے کاروائی کرنے کا ارادہ فرمایا ہے جو وہ اپنی سنت قدیم کے موافق اتمام حجت کے بعد کیا کرتا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اگر ہماری جماعت کے لوگ بدزبانیوں اور فضول بحثوں سے باز نہ آئیں گے تو ایسا نہ ہو کہ آسمانی کاروائی میں کوئی تاخیر اور روک پیدا ہو جائے۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۱ مئی ۱۹۰۲ء ص ۵)

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے حجت پوری ہو گئی ہے۔ لیکن غور کرنے کی بات ہے کہ حجت کیسے پوری ہوئی، ابھی تو کہا جا رہا تھا کہ مرزا صاحب بھی زندہ ہیں اور محمدی بیگم بھی زندہ ہے، شادی کا انتظار کرو۔

اور کہا جا رہا ہے کہ پہلے سور ماریں، پھر حج کریں گے۔ انتظار کرو۔

اور کہا جا رہا ہے کہ سلطان محمد کے مرنے کا انتظار کرو تاکہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کا نکاح ہو۔

اور کہا جا رہا ہے کہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی اولاد پیدا ہونے کا انتظار کرو۔

ابھی تو کہا جا رہا ہے آنحضرت ﷺ کے مقبرہ میں مرزا کیسے دفن ہو کیونکہ وہ تو ابھی زندہ ہے، اور یہ سوال ابھی قبل از وقت ہے۔

❁ مالیر کوٹلہ سے ایک معزز رئیس نے لکھا کہ ایک مولوی صاحب اتفاق سے انہیں مل گئے ہیں اس لئے وہ قادیان آ کر تحقیق حق چاہتے ہیں۔ جواب میں اعلی حضرت (مرزا) نے فرمایا کہ بے شک وہ آ جائیں تحقیق حق کے لئے سائلین کا دروازہ کھلا ہے وہ تحریری سوال کریں جواب تحریری دے دیا جائے گا۔ اس کے لئے یہاں آنا بھی چنداں ضرور نہیں ہاں بصورت مباحثہ کوئی امر نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اصل مقصد ہار جیت ہوتی ہے اس لئے اعلام الہی موافق انجام آتھم میں وہ سلسلہ بند کر دیا گیا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء ص ۱۲)

۸ فروری ۱۹۰۵ء۔ ایک شخص کی درخواست مباحثہ پر (مرزا نے) فرمایا کہ حسب اعلام الہی ہم نے مباحثہ کا دروازہ بند کر دیا ہوا ہے لیکن ہاں جس کا جی چاہے ازالہ شبہات کیلئے ہم سے کلام یا تحریر کر سکتا ہے بحث میں تو فریقین کو ہار جیت کا خیال ہوتا ہے مگر اس میں یہ خیال نہیں ہوتا بحث بند کرنے سے ہماری یہ غرض نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی اعتراض کرے یا سوال کرے یا

اسے کچھ وساوس ہوں تو اس کی طرف توجہ ہی نہ کیجاوے بلکہ اس سے مراد یہ تھی کہ جواب اور جواب الجواب اور پھر ہار جیت کا جو خیال لوگوں کو ہوتا ہے اس سے وہ احقاق حق سے دور جا پڑتے ہیں ورنہ سوالات اور ازالہ وساوس کے لئے دروازہ کھلا ہے جس کا جی چاہے ہم سے پوچھ سکتا ہے۔

(الحکم ص ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء ص ۲)

جس طرح مولانا ثناء اللہ کو کہا گیا تھا کہ صم بکم بیٹھنا ہوگا، لکھا ہوا سوال پڑھنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

سلسلہ احمدیہ کے مخالفوں کو آخری جواب

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی عنوان بالا کے تحت لکھتے ہیں:

آج ۹۔اپریل کو ظہر اور عصر کی نماز سے پہلے جو جمع کی گئی تھیں مرزا صاحب کے حضور مخالفوں کی نکتہ چینیوں اور اعتراضوں کا ذکر کیا گیا کہ وہ کس پردرندگی سے حملے کرتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں۔ یہ ذکر اس وقت آیا جب کہ آپ خدا تعالی کی وہ وحی جو دوسری جگہ درج ہے سنا چکے تھے مخالفوں کے ذکر میں اہل حدیث کے مضامین اور لاہور کے ڈیلی ٹائمز اور ست دھرم پرچارک وغیرہ کے اعتراضات کا ذکر کیا گیا۔اس پر آپ (مرزا) نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ،

ان سب کو تفویض الی اللہ کرو۔ اللہ کی وحی بتاتی ہے کہ اس فعل میں وہ خود احکم الحاکمین ہے تمہارے قلم میں اتنا زور نہیں ہوگا جو خدا تعالی کے فعل میں ہوگا۔ اس نے ہم پر ظاہر کیا ہے کہ وہ خود ہی ایک فیصلہ کرے گا اور ہم اسی کے منتظر ہیں۔ مجھے اسی لئے اس نے فرمایا فاصبر کماصبر اولو العزم انبیاء علیہم السلام کو ایسا ہی کرنا پڑتا ہے آخر ان کے صبر کا انجام عجیب ہوتا ہے۔ اب یقیناً سمجھو کہ وہ وقت بہت ہی قریب آ گیا ہے جو جس قدر یقین کریگا اسی قدر اس کا ایمان بڑھے گا۔ خدا تعالی پہلے سے مجھے فرما چکا ہے قرب اجلک مقدر و لا یبقی لک من المخزیات ذکراً غرض اللہ تعالی اس جماعت کو اپنے وجود پر روشن اور تازہ ایمان دینا چاہتا ہے میں یہی دعا کرتا رہتا ہوں کہ خدا تعالی ان کو ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھے۔

خدا کے مامور و مہدی کی زبان سے یہ باتیں سن لینے کے بعد گناہ ہے کہ میں کسی مخالف کے جواب میں قلم اٹھاؤں۔ پس اہل حدیث ہو یا کوئی اور اخبار جو اس سلسلہ پر اعتراض کرتا ہے اور خدا تعالی کے مہدی اور مسیح کی توہین کرتا ہے اور بے باکی اور شوخی سے گالیاں دینے میں اپنی کامیابی

سمجھتا ہے وہ جس قدر گالیاں دینی چاہتا ہے دیتا رہے میں اس کو مخاطب نہیں کرونگا اور خدا تعالی کے فیصلہ پر نظر رکھونگا آج سے یہ سلسلہ الحکم میں بند کیا جاتا ہے اور خدائی فیصلہ کا انتظار فانتظروا انی معکم من المنتظرین۔ (الحکم قادیان۔۱۰۔اپریل ۱۹۰۵ء ص ۱۲)

۲۹۔اپریل ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب کی مجلس کے ڈائری نویس نے بتایا ہے:

ذکر آیا کہ لدھیانہ میں ایک فحش گو نے پھر گالیاں دینے پر کمر باندھی ہے۔(مرزا صاحب) فرمایا کہ اب ایسے لوگوں سے اعراض ہی اچھا ہے۔ہم کیا جواب دے سکتے ہیں خدا خود ہی اب تو جواب دینے لگ پڑا ہے۔(بدر قادیان ۲۷۔اپریل ۱۹۰۵ء ص ۸)

اڈیٹر البدر نے درج بالا اعلان کے اڑھائی سال بعد،اطلاع عام، کے عنوان لکھا:

چونکہ ہماری طرف سے کیا تحریراً اور کیا تقریراً پورے طور پر مخالفوں پر اتمام حجت ہو چکا ہے، اس لئے اب ان کے ایسے کلمات کا اخباروں میں رد کرنا جو انصاف پر مبنی نہیں ہیں ہرگز مناسب نہیں ۔اب یہ تمام امور خدا تعالی عدالت میں ہیں وہ خود آسمان سے ان کا فیصلہ کرے گا۔اس لئے ہم تمام لوگوں اور تمام مخالفین کو عام اطلاع دیتے ہیں کہ اب مخالفین کی تحریروں کے مقابل پر ان کا نام لے کر کوئی تحریر شائع نہ ہوگی بجز اس صورت کے کہ کوئی افتراء شائع کریں جس پر خاموشی کرنے سے دین کا حرج ہو۔

والسلام علی من اتبع الہدی۔ (بدر قادیان ۱۰۔اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۷)

صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں ، کی اس سے بہتر تعبیر کیا ہوسکتی ہے۔نہیں لکھیں گے،نہیں جواب دیں گے،لیکن لکھیں گے بھی اور جواب بھی دیں گے۔قادیانیت کے خلاف لکھی جانے والی کسی بھی بات کو قادیانی جب چاہیں اس قسم میں ڈال سکتے ہیں جسے وہ، دین کے حرج ، والی قسم کہتے ہیں۔

طاعون

قادیانی لٹریچر طاعون کی خبروں اور ان سے متعلق بحث مباحثوں سے بھرا پڑا ہے۔ مرزا صاحب صاحب کا دعوی تھا کہ طاعون ان کا نشان ہے۔اور لوگوں کو ڈرانے ، اور قادیانیت کی آغوش میں پناہ لینے پر مجبور کرنے کے لئے آیا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ مسیح موعود کے دور میں طاعون کی

پیش گوئی سابقہ کتب سماوی میں موجود ہے اور ان کے دور میں پھیلنے والا طاعون ان کی صداقت کے نشان کے طور پر آیا ہے اور اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک سب لوگ انہیں خدا کے فرستادہ مرسل من اللہ امام الزمان اور مسیح دوران اور مہدی معہود نہ مان لیں گے، اور قادیان کو طاعون سے اس لئے محفوظ رکھا جائے گا کہ خدا کے رسول کا تخت گاہ (یا دار الحکومت) اور دار الامن والامان ہے۔ وغیرہ۔ الحکم والبدر کی فائلوں میں طاعون کی پیش گوئی، اس کی تباہ کاریوں وغیرہ کے متعلق خبروں، مضامین اور سوالوں کی صورت میں بہت سا مواد موجود ہے۔ ذیل میں چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

سوال: کیا طاعون جارف ہی عذاب ہے جس سے قادیان اور جمیع منقادان کے محفوظ رہنے کا وعدہ ہے یا مطلق طاعون۔ بصورۃ ثانیہ بعض احمدیوں کی موت بالطاعون پر اعتراض لا جواب ہے اور پہلی صورت میں وضاحت طلب جارف کی حد جامع مانع کیا ہے۔

جواب (از مرزا صاحب): ..... ہاں مصلح آپ یا خدا تعالیٰ نظر میں اس سچے مصلح کے معاون اور نفع رساں وجود جو آئندہ نسلوں کے لئے نمونہ اور ممتاز جماعت بننے کے محرک ہوتے ہیں اگر وہ ہلاک ہو جائیں اور پھر اس کے مقابلہ میں اعدائے مدبر اور راس الکفر اگر زندہ رہیں تو اعتراض ہو سکتا ہے، اور بعد حصول مطلب تو کوئی مر جاوے اعتراض باقی نہیں رہ سکتا۔ آخر سب کو مرنا ہے....

اگر طاعون جارف کے معنی مدنظر ہیں، تو ایک اکمال الدین نام کتاب ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ سات میں سے پانچ مر جاویں۔

مگر یہ میزان بھی مدبروں ہی کے متعلق ہے، عام لوگ کس گنتی میں ہیں۔ اور مدبروں کا سمجھنا خدا کے اختیار میں ہے۔ سر دست یہ کافی ہے اگر اس پر بھی سائل کو کچھ اعتراض باقی رہے تو انشاء اللہ اس کے حل کے لئے بھی کوشش کی جاوے گی

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جون ۱۹۰۲ء ص ۲۔۳)

درخواست چندہ برائے توسیع مکان

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جائے اور ہمارے گھر

میں، جس میں بعض حصوں میں مرد بھی مہمان رہتے ہیں اور بعض حصوں میں عورتیں، سخت تنگی واقع ہے۔ اور آپ لوگ سن چکے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان لوگوں کے لئے جو اس گھر کی چار دیوار کے اندر ہوں گے حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اب وہ گھر جو غلام حیدر متوفی کا تھا جس میں ہمارا حصہ ہے اس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہو گئے ہیں کہ ہمارا حصہ دے دیں اور قیمت پر باقی حصہ بھی دے دیں۔ میری دانست میں یہ حویلی جو ہماری حویلی کا ایک جزو ہو سکتی ہے دو ہزار تک تیار ہو سکتی ہے۔ چونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوش خبری کی رو سے اس طوفان طاعون میں بطور کشتی کے ہوگا، نہ معلوم کس کس کو اس کی بشارت کے وعدہ میں سے حصہ ملے گا اس لئے یہ کام بہت جلدی کرنے کا ہے۔ خدا پر بھروسہ کر کے جو خالق اور رازق ہے اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے کوشش کرنی چاہیے۔ میں یہی دیکھا ہے کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش نہ عورت کی، اس لئے توسیع کی ضرورت پڑی۔..

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۳)

اس اشتہار سے معلوم ہوتا کہ کسی مرے ہوئے شخص کے متروکہ گھر میں مرزا صاحب کا بھی حصہ ہے، اور اس کے دوسرے حصہ دار اپنے حصے مرزا صاحب کو فروخت کرنے پر رضامند ہو گئے ہیں، اس لئے مرزا صاحب چاہتے ہیں کہ انہیں خرید لیا جائے، اور سارے مکان کو اپنے مکان میں شامل کر لیا جائے جو مرزائیوں کے دارالامن ہو جائے گا۔

دوسری طرف مرزا غلام احمد کے عم زاد مرزا امام الدین جو اس مکان میں حصہ دار تھے، اپنے ایک اشتہار کے ذریعہ بتاتے ہیں کہ وہ اپنا حصہ فروخت کرنے پر رضامند نہیں ہیں، اور مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ شریک اپنا حصہ ہمیں فروخت کرنے پر راضی ہو گئے ہیں، غلط ہے۔ مرزا امام الدین کا اشتہار ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

> برخوردار مرزا قادیانی طال عمرہ، بعد دعائے درازی عمر کے واضح ہو کہ میں تمہارے دعوی ہمیشہ سے سنتا ہوں اور دور دراز تک تمہاری خبر پہنچی ہوئی ہے اور لوگ جوق در جوق آتے ہیں مگر افسوس میں تمہارا بڑا بھائی اور بزرگ ہوں میری طرف تم نے کوئی خاص توجہ نہ کی جو تمہاری نالائقی کا ثبوت ہے۔ آخر میں بھرے دل سے از خود تم کو اطلاع کرتا ہوں کہ میں تمہارے ذاتی عیوب سے قطع نظر تمہاری پیش گوئیوں کو ایک گوز شتر سمجھتا ہوں۔ تم نے تو مولوی ثناء اللہ امرتسری کو فی پیش گوئی سو روپے دینا

کیا تھا جوان کے آنے پر تم گھر سے بھی نہ نکلے مگر میں تم کو فی پیشگوئی ہزار روپے دینے کا وعدہ کرتا ہوں اگر تم اپنی پیش کردہ پانچ پیشگوئیاں بھی مجھے سچی کر دو تو، فی پیشگوئی ہزار روپے تم کو دوں گا اور اگر نہ ثابت کر سکو تو صرف تم کو مسلمان ہونے کی دعوت دیتا ہوں ۔ پس ایک ہفتہ تک اس دعوت کا جواب بذریعہ اشتہار جلدی دینا کیونکہ خدا تعالی نے قرآن مجید میں اپنے نبی ﷺ کو بھی حکم فرمایا ہے و آت ذا القربی حقہ ۔ یعنی قریبیوں کے حقوق ادا کرو۔ قریبوں کا حق دوسروں سے زیادہ ہے ۔ بھلا یہ کیا انصاف ہے کہ کشتی نوح کے آخر صفحہ پر تو ہم کو اپنا شریک اور قرابتی بتاؤ اور یہ ظاہر کرو کہ ہمارے شرکاء مکان دینے کو راضی ہیں دو ہزار روپے چندہ جمع کر لیا ہے حالانکہ ہمیں اس کی کوئی خبر ہی نہیں اور نہ ہم دینا چاہتے ہیں ایسے جھوٹ کا بھی کوئی علاج ہے ۔ خیر ان باتو ں کے ذکر کو تو ایک دفتر چاہیے جو میں الگ کسی وقت تفصیل سے بیان کروں گا ۔ سر دست میں اس اشتہار کے جواب کا منتظر ہوں ۔

رقیمہ مولائی مرزا امام الدین برادر کلاں مرزا قادیانی مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء

(مطبوعہ اہل حدیث پریس امرتسر)۔

اس اشتہار کے چار ماہ بعد اڈیٹر الحکم نے بتایا:

مرزا امام الدین جو اپنے آپ کو ہدایت کنندہ قوم لال بیگیاں مشہور کرتا تھا اور حضرت مسیح موعود کے سخت ترین دشمنوں سے تھا، ۶ جولائی ۱۹۰۳ء کو فوت ہو گیا۔

(اخبار الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء۔ ص ۱۰)

اور اس امام الدین کے مریدوں کی تعداد قادیانیوں سے بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے جیسا کہ مردم شماری رپورٹ صوبہ جات متحدہ ..۱۹۰۱ء میں لکھا ہے:

اس صوبہ میں مسلمانوں کے بڑے بڑے فرقے دو ہیں۔ اول سنی، جن کی تعداد ۶۴ لاکھ ۳۰ ہزار ۷ سو ۶۶ ہے۔ دوم شیعہ جن کی تعداد ایک لاکھ ۸۲ ہزار ۲ سو آٹھ ہے ۔ ان کے علاوہ ۶۴ ہزار ۲ سو ۹۲ بھنگی ہیں جنہوں نے باوجود مسلمان ہونے کے یہ لکھوایا ہے کہ ہم لال بیگی کی پرستش کرتے ہیں ...کل ۶۷ لاکھ ۳۱ ہزار ۳۴ مسلمانوں میں سے ۸ ہزار ۹ سو ۶۹ یہ نہیں بتا سکے کہ وہ کس فرقہ کے ہیں۔ ان کے علاوہ ۳۶ ہزار ۴ سو ۴۳ نے جو اپنے فرقہ سے واقف نہیں تھے بجائے فرقہ کے کسی مسلمان بزرگ کا نام لکھوا دیا...۹ سو ۳۱۔ آدمیوں نے اپنے نام کے ساتھ احمدیہ فرقہ لکھوایا...

(الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء ص ۱۱۔۱۲)

اس مرزا امام الدین کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد جھوٹ بول کر لوگوں سے توسیع مکان کے لئے چندہ مانگ رہے تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی درج بالا تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان دار الامن والامان نہیں تھا بلکہ اس گاؤں کا ایک مختصر سا ٹکڑا، یعنی مرزا صاحب کا گھر دار الامن والامان تھا۔ بنا بریں مرزائیوں کا قادیان کو دار الامن والامان کہنا غلط ہے۔

مرزا غلام احمد کی تحریر سے ان کی لالچی طبیعت کا بھی اندازہ ہوتا ہے، کہ رئیس قادیان ہونے، اور اپنے بیٹے بشیر احمد کی شادی پر ہزاروں روپئے خرچ کرنے کے باوجود اپنے ذاتی مکان کی توسیع کیلئے مریدوں کے سامنے دامن پھیلا رہے ہیں۔

شائد قادیانی بھی مرزا صاحب کی روز بروز کی چندوں کی درخواستوں سے تنگ آ چکے تھے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف دو ہزار روپیہ کے لئے ایک ایسی جماعت کے سامنے جن کی تعداد بقول مرزا تین لاکھ سے بھی زائد ہے، اور جس میں سرکاری افسر، تاجر، زمین دار، تحصیل دار، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، ڈپٹی، وغیرہ شامل ہیں، اس درخواست پر کما حقہ توجہ نہیں دے رہے تھے جیسا کہ ذیل کے نوٹ سے ظاہر ہے جو، توسیع مکان کا چندہ، کے عنوان سے اڈیٹر الحکم نے لکھا تھا:

> مرزا صاحب نے کشتی نوح کے آخر میں جو اعلان چندہ توسیع مکان کے لئے دیا ہے اس پر ہماری جماعت کو بہت جلد توجہ کرنی چاہیے۔ حضرت چاہتے ہیں کہ یہ مکان نومبر میں بالکل تیار ہو جائے یوماً فیوماً طاعون ملک میں بڑھ رہی ہے اور جس غرض کے لئے یہ مکان تیار کیا جاتا ہے وہ اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے کہ نومبر میں یہ عمارت ختم ہو۔ دو ہزار روپئے کا تخمینہ کیا گیا ہے جس میں قادیان کی جماعت میں سو روپئے سے زائد چندہ ہو گیا ہے۔ اب ۱۹۰۰ روپئے کی ضرورت ہے جو دو ہفتہ کے اندر اندر ہونا چاہیے .. یہ اطلاع حضرت اقدس کے حکم اور ایماء سے کی گئی ہے اس لئے اس کو معمولی تحریک نہ سمجھی جاوے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۱۶)۔

اور چند ہفتے بعد توسیع مکان کا چندہ کے عنوان سے اڈیٹر الحکم کی طرف سے یہ اطلاع شائع ہوئی:

> توسیع مکان کا چندہ خدا کا شکر ہے کہ جلد جلد آ رہا ہے اور اگر اسی طرح احباب نے توجہ کی تو امید ہے کہ بہت جلد تخمینہ شدہ رقم جمع ہو جاوے گی۔ چار سو روپئے سے

زائد کی لکڑی خریدی جا چکی ہے دوسرا مصالحہ وغیرہ خریدنے کی فکر ہو رہی ہے جہاں تک جلد ممکن ہو اس کار خیر میں حصہ لینے والے متوجہ ہوں۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۱۱)

اس اطلاع سے معلوم ہوا کہ ۳۰ نومبر تک صرف چار سو روپیہ پورے ملک کی قادیانی جماعت سے وصول ہوا تھا۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مرزا صاحب کی درخواست کا تا حال کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ اور قادیانیوں کی اکثریت نے مرزا کی درخواست ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دی ہے۔ اور یہ طرز عمل اس جماعت کا ہے جس کے متعلق مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھ سے بیعت کر کے وہ اپنے جان مال اور آبرو میرے پاس فروخت کر چکے ہیں۔

نیز اس اطلاع سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نومبر گذر گیا، لیکن ابھی یہ حال تھا کہ تعمیر کا کام ہی شروع نہیں ہو سکا۔ جب کہ مرزا صاحب فرماتے کہتے تھے کہ جس مقصد کے لئے توسیع مکان ضروری ہے وہ تبھی حاصل ہو سکتا ہے کہ نومبر میں کام ختم ہو جائے۔

اس بات کا مطلب یہ بھی ہے کہ مرزا صاحب کے پاس کن فیکون وغیرہ کے کوئی اختیار نہ تھے جس کے وہ مدعی تھے، اور یہ کہ وہ اپنے ارادوں میں ناکام رہتے تھے، نقصان وخسران ان کا مقدر ہوتے تھے، اور یہ کہ اب اگر مکان میں توسیع ہو بھی گئی وہ بے فائدہ ہو گی کیونکہ جس مقصد کے حصول کے لئے یہ عمارت بنوانا تھی اس کا وقت گذر گیا۔

علاج طاعون:

سید عبداللہ عرب نے اپنے اطراف میں درد کی شکایت کر کے خطرہ طاعون سے محفوظ رہنے کے لئے آنحضرت (مرزا) کا کرتہ طلب فرمایا آپ نے فرمایا کہ کرتہ تو ہم دے دیں گے مگر اصل بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالی کے فضل ورحمت کا کرتہ نہ ہو کچھ کام نہیں آتا اگر چہ اللہ تعالی نے بارہا وعدہ فرمایا ہے کہ مجھے اور میری جماعت کو اس ذلت کی موت سے حفاظت فرمائے گا مگر اس حفاظت کے نیچے آنے کے لئے تقوی کی ضرورت ہے بدون تقوی حقیقی کے کوئی شکی مسلمان یا بیعت کنندہ کا ذمہ وار نہیں ہو سکتا۔ ...فرمایا میرا دل ہرگز اس امر کو قبول نہیں کر سکتا کہ جو شخص ہماری جماعت میں سچے تقوی اور طہارت رکھتا ہو وہ کبھی بھی اس ذلت کی موت سے ہلاک نہ ہو گا...ہم یقیناً جانتے

ہیں کہ اگر کوئی آدمی بظاہر ہماری جماعت میں شریک ہو اور طاعون سے مرے تو وہ کسی نہ کسی نوع کی غفلت اپنے اندر رکھتا ہوگا..۱۶ نومبر ۱۹۰۲ء (الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۳)

یعنی قصور مرنے والے کا ہے، ہمارا نہیں، حالانکہ ایسی اموات تو مرزا کی دعاؤں کی عدم قبولیت کی دلیلیں ہیں کیونکہ آپ تو اپنی جماعت کے طاعون سے بچائے جانے کی دعائیں کرتے ہیں۔ اور آپ اگر فرمائیں کہ ہماری دعائیں صرف پختہ مرزائیوں کے لئے ہیں تو آپ کو یہ بھی بتانا چاہیے کہ پختہ مرزائی کون کون ہیں، ورنہ طاعون سے مرنے والے ہر مرزائی کے متعلق کہہ دیں گے کہ وہ پختہ نہیں تھا۔

ایک اور نشان ظاہر ہوا، کے عنوان سے اڈیٹر الحکم نے لکھا ہے:

عرصہ ہوا حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود کو یہ الہام ہوا تھا تخرج الصدور الی القبور اور انہیں دنوں میں یہ الہام الحکم کے ذریعہ شائع ہو گیا تھا۔ جن لوگوں نے اس الہام کو پورا کیا مولوی نذیر حسین دہلوی بھی ان میں سے تھا۔ ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء کو ساڑھے پانچ بجے صبح کے اس نشان کو پورا کرنے والوں میں مولوی رسل بابا امرتسری بھی بعارضہ طاعون فوت ہو گئے جو حنفیوں کا سب سے بڑا امام تھا۔

مولوی رسل بابا سلسلہ عالیہ کا سخت مخالف تھا۔ ایک کتاب بھی اس نے لکھی تھی اور آج کل اس نے حضرۃ حجۃ اللہ (مرزا) کے خادموں کو امرتسر میں تکلیف دہی کا خاص مذاق پیدا کر لیا تھا۔ مولوی رسل بابا کے کے بعض نادان دوست ان کو اور اپنے آپ کو طاعون کا نشانہ نہ ہونے میں بطور نشان پیش کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں کیوں طاعون نہیں ہوتا، یا رسل بابا کو کیوں نہیں ہوتا۔ آخر خدائے غیور نے رسل بابا کو پکڑا اور وہ ۱۶ روز تک سخت تکلیف کے بعد آخر تخرج الصّدور الی القبور کا نشان پورا کرنے کو اس جہان سے کشتہ طاعون ہو کر رخصت ہوا۔ اس کی موت مسیح موعود کی صداقت پر ایک روشن دلیل ٹھہری۔ امرتسری مقلدین و غیر مقلدین نے اس کی زندگی کے لئے بہت دعائیں کیں مگر ما دعاء الکافرین الّا فی ضلال کا مصداق ہوئیں۔ پچھلے جمعہ حضرت اقدس کو الہام ہوا تھا یموت قبل یومی ھذا

یعنی اگلے جمعہ سے پہلے مر جائے گا (کون؟ بہاء) چنانچہ اب رسل بابا کی موت کی خبر نے ثابت کر دیا کہ یہ اس کے حق میں تھا۔ اب امرتسر پر ایک عبرت ناک نشان کی صورت

میں حجت پوری ہوگئی اور رسل بابا کی لاش اور قبر زبان حال سے اپنے ہم عصر مولویوں اور دوسرے لوگوں کو جو اس سلسلہ کے مخالف ہیں مخاطب کر کے نہایت حسرت اور سوز و رقت کے ساتھ یہ کہتی ہے روزگار م بشد بنادانی ۔ من نکردم شما حذر بکنید ۔ کیا اہل امرتسر اس آواز کو سنیں گے اور دیدہ عبرت کھول کر اس کو دیکھیں گے (الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۸)

مرزا مبارک احمد کے لئے کی جانے والی مرزا قادیانی کی دعائیں کیا ہوئیں ۔ مولوی عبدالکریم کی زندگی کے لئے کی جانے والی مرزا غلام احمد کی دعائیں کدھر گئیں ۔ محمد افضل اڈیٹر بدر کے لئے کی گئی قادیانیوں کے دعائیں کیا ہوئیں؟ کیا ان مواقع پر ما دعاء الکافرین الا فی ضلال نہیں کہا جا سکتا؟

یموت قبل یومی ھذا، والا الہام عجیب پیش گوئی ہے، نہ دوست کی تخصیص، نہ دشمن کی، نہ غیر جانبداروں کی ۔ ایک ہفتے کے دوران دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ مرجاتے ہیں، کسی پر بھی لگا دو۔

تخرج الصدور صرف مخالفوں کیلئے کس طرح ہو سکتا ہے ۔ کہ صدور تو ہر جگہ ہو سکتے ہیں، مخالفوں میں بھی، اپنوں میں بھی، اور غیر جانبداروں میں بھی یعنی جن لوگوں کو آپ کی دعوت نہیں پہنچی اور انہوں نے آپ کے متعلق موافقانہ یا مخالفانہ کوئی ریمارک نہیں دئے، اور جس طبقہ میں مرزا صاحب کے وقت کی دنیا کی اکثریت شامل تھی ۔

اور یہ الہام کوئی پیش گوئی بھی نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایک حقیقت واقعہ ہے جو ہر شخص کو معلوم ہے کہ سب چھوٹے بڑے لوگ اپنے اپنے وقت پر مرجائیں گے، اور جن اقوام میں مردے دفن کرنے کا رواج ہے ان اقوام کے مردگان قبروں میں پہنچ جائیں گے ۔ اس بات کا معلوم ہونا تو مرزا صاحب کے الہام کا محتاج نہ تھا ۔ اور اگر مرزا صاحب اسے ایک پیش گوئی قرار دینے پر مصر ہیں تو یہ نہ صرف لغو گوئی ہے بلکہ وہ خود اور انکے سارے اعیان مثل نواب محمد علی، مولوی عبدالکریم، حکیم نورالدین، مولوی محمد احسن امروہی، یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم، محمد افضل اڈیٹر بدر، مفتی محمد صادق، مولوی سرور شاہ، مولوی محمد علی لاہوری، میر قاسم علی دہلوی، مولوی برہان الدین جہلمی، کتے مار پیر نعمانی، وغیرہ بھی اس الہامی پیش گوئی کا شکار قرار دیئے جانے چاہییں کیونکہ یہ سب بھی اس پیش گوئی کے بعد ہی مرے ہیں ۔

مرزا صاحب یہ پیش گوئی اپنے ہر مخالف کی موت پر چسپاں کر دیتے تھے اور اس سے

انہیں یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا تھا کہ یہ لوگ میرے دشمن تھے اور میری پیش گوئی کے مطابق مرے ہیں ، اور مجھ پر ایمان لائے بغیر مرے ہیں اس لئے ان کی موت ، جاہلیت کی موت ہے اور یہ جہنمی ہیں ۔ اسی لئے انہوں نے یہ پیشگوئی سید نذیر حسینؒ پر چسپاں کردی تھی جب ۱۹۰۲ء میں ان انتقال ہوا ، جیسا کہ اسی اقتباس میں بتایا گیا ہے ۔لیکن میاں صاحبؒ ایک ایسی شخصیت ہیں جنہیں وہ اپنے دور مجددیت میں ولی اللہ مانتے تھے جیسا کہ تذکرۃ المہدی میں پیر سراج الحق نعمانی قادیانی کی درج ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:

ایک روز حضرت مرزا سے عرض کیا کہ حضور یہ وہابی غیر مقلد ناپاک فرقہ (میں اس وقت سخت متعصب حنفی تھا) جو ہے، اس کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ سن کر اور ہنس کر خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے روز پھر میں نے ذکر کیا۔ فرمایا کہ:

یہ فرقہ بھی خدا کی طرف سے ہے، برانہیں ہے۔...

میں نے عرض کیا کہ اس فرقہ کے بانی اور پیشوا مولوی نذیر حسین کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں۔

فرمایا: کہ ہمارا مولوی نذیر حسینؒ صاحب پر نیک گمان ہے۔ وہ بھی ولی اللہ ہے۔

میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے مولوی نذیر حسینؒ صاحب کی نسبت بہت کچھ برا کہا ہے۔

فرمایا: معاف کرانا چاہیے، وہ شخص برانہیں۔ جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں، ویسانہیں ہے۔

پھر جب میں حضرت اقدس سے رخصت ہوا تو دہلی میں آ کر مولوی نذیر حسین کے مکان پر گیا...(مولوی نذیر حسین نے) فرمایا آپ کہاں رہتے ہیں؟ میں نے کہا رہتا تو سرساوہ ضلع سہارن پور میں ہوں لیکن اب قادیان سے آ رہا ہوں۔

(مولوی صاحب نے) کہا..سرساوہ میں دھومن شاہ صاحب رہتے تھے، نام ان کا مخدوم احمد صاحب تھا۔ اور وہ مولوی فضل حق خیر آبادی کے مرشد تھے۔

میں نے کہا کہ میں ان ہی کا پوتا ہوں۔

(مولوی صاحب نے) پھر کہا کہ آپ کے والد کا کیا نام ہے؟

میں نے کہا کہ شاہ حبیب الرحمٰن۔

پھر دوبارہ مولوی (نذیر حسینؒ) صاحب نے مصافحہ کیا اور کہا کہ ہم شاہ حبیب الرحمٰن صاحب سے ملے ہیں۔ آپ صاحبزادہ ہیں۔ آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟

میں نے تمام سرگزشت قادیان کی بیان کی اور کہا کہ اب میں حسب الا ارشاد آپ کے پاس آیا ہوں

کہ جو میں نے آپ کی نسبت گستاخی کی یا کلمات بے جا کہے ہیں ان کی معافی چاہتا ہوں۔
مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے اللہ کے واسطے معاف کیا۔ (تذکرۃ المہدی۔ص ۲۱۳۔۲۱۵)

یہ واقعہ ۱۸۸۲ء کا ہے جب پیر صاحب پہلی مرتبہ مرزا صاحب کو ملنے قادیان آئے تھے اور کچھ عرصہ وہاں قیام کر کے واپس اپنے گھر گئے تھے۔ یہ دور مرزا صاحب کے دعوی مجددیت کا دور ہے اور اس دور میں وہ، سید نذیر حسینؒ محدث کو ولی اللہ کہتے ہیں۔ اور پیر صاحب نے اختلاف مسلک کے باعث جو انہیں برا بھلا کہا تھا، اس پر میاں صاحب کے پاس حاضر ہو کر معافی مانگنے کی تلقین کر رہے تھے۔

یا ارض ابلعی ماء ك

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی بتاتا ہے:

> طاعون کے متعلق الہام قلنا یا ارض ابلعی ماء ك و یا سماء اقلعی کے متعلق یعنی مرزا صاحب کی رائے ہے کہ یہ عام شہروں اور دیہات کے متعلق نہیں اور نہ اس سے دوام ثابت ہوتا ہے۔ غالباً یہی ہے کہ بعض دیہات اور شہروں میں جن کی نسبت خدا کا ارادہ ہے چند مہینوں تک طاعون نہ رہے اور پھر جہاں خداوند قدیر چاہے پھر ٹوٹ پڑے۔ اور یہ بکلی بند نہیں ہوگی جب تک وہ ارادہ بکمال وتمام پورا نہ ہو جائے جو آسمان پر قرار پایا ہے اور ضرور ہے کہ زمین اپنے مواد نکالتی رہی جب تک کہ خدا کا ارادہ اپنے کمال کو پہنچے۔

خاکسار غلام احمد (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۵)

مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ جب تک سارے لوگ انہیں مسیح موعود اور امام الزمان وغیرہ نہ مان لیں گے طاعون ختم نہیں ہوگا۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ جب تک خدائی ارادہ اپنے کمال کو پہنچے طاعون باقی رہے گا۔ اب دیکھئے کہ دنیا کی آبادی کا غالب حصہ قادیانیت کے دام سے باہر ہے، اور طاعون رخصت ہو چکا ہے۔ جو اس بات کی شہادت ہے کہ طاعون اور اس کی آمد اور رخصتی کے متعلق مرزا صاحب کے تمام دعاوی کذب وافتراء پر مبنی تھے۔

دار الامان

مرزا صاحب طاعون کی ابتداء میں عام طور پر قادیان کو دار الامان قرار دیتے تھے۔

جب قادیان میں طاعون کی وارداتیں شروع ہوئیں تو انہ آوی القریہ کی آڑ لے کر اس امان کو قادیان کے ان لوگوں پر حصر کر دیا جن کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا جا سکتا ہے، یعنی قریبی لوگ۔ جب قریبیوں میں بھی طاعونی اموات ہونے لگیں تو مرزا صاحب نے قادیان میں اپنے چار دیوار کے گھر میں رہنے والوں پر حصر کر دیا۔ جب ساتھ والے دیوار بدیوار گھر میں طاعون کی واردات ہوئی تو آپ اپنا گھر چھوڑ کر اپنے باغ میں جا کر خیمہ زن ہو گئے۔ یعنی نہ چار دیواری رہی نہ اس کے مکین۔ شائد ان کا خیال تھا کہ اب اگر کوئی خیمہ نشینوں میں سے طاعونی موت کا شکار ہو گیا تو کہہ دیا جائے گا کہ خیمہ میں چار دیواریں کہاں ہیں، اور وعدہ تو چار دیواری میں رہنے والوں کی حفاظت کا تھا۔ اور جہاں چار دیواری تھی اس میں انسانوں کی بجائے بلیاں چوہوں کے خواب دیکھ رہی تھیں۔ لیکن درج ذیل واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا قادیان میں گھر ہی ان کی چار دیواری نہیں تھا بلکہ گورداسپور میں بھی جہاں مقدمہ کی پیشی کے دوران مقیم تھے وہ بھی ان کا چار دیواری میں شامل تھا۔ ملاحظہ فرمائیے اڈیٹر الحکم بتاتے ہے:

> ۱۶ مئی ۱۹۰۴ء: اعلیٰ حضرت احاطہ کچہری (گورداسپور) میں رونق افروز تھے وقتاً فوقتاً جو کچھ آپ نے فرمایا ہدیہ ناظرین ہے۔:
>
> .....آج دن کو مولوی محمد علی ایم اے منیجر و اڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلی جنز کی طبیعت علیل ہو گئی اور درد سر اور بخار کے عوارض کو دیکھ کر مولوی صاحب کو شبہ گذرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں جب اس بات کی خبر مرزا صاحب کو ہوئی تو آپ فوراً مولوی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے دار میں ہو کر اگر آپکو طاعون ہو تو پھر انی احافظ کل من فی الدار کا الہام اور سب کاروبار گویا عبث ٹھہرا۔ آپ نے نبض دیکھ کر ان کو یقین دلایا کہ ہرگز بخار نہیں پھر تھرمامیٹر لگا کر دکھایا کہ پارہ اس حد تک نہیں ہے کہ جس سے بخار کا شبہ ہو اور فرمایا کہ میرا تو خدا کی وحی پر ایسا ایمان ہے جیسے اس کی کتابوں پر۔
>
> (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء ص۔۲۔۳)

یہ واقعہ قادیان کا نہیں، نہ قادیان میں مرزا صاحب کے گھر کی چار دیواری کا۔ بلکہ گورداسپور کا ہے اور قادیانی گھر سے باہر کا۔ اس موقع پر مرزا صاحب محمد علی کو بتا رہے ہیں کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ جو میرے گھر میں ہوگا اس کی حفاظت کرونگا۔ اور چونکہ تم میرے گھر میں ہو اس لئے تمہیں طاعون نہیں ہو سکتا۔ اس بات سے معلوم ہوتا ہے دار سے مرزا کی مراد ان کا حلقہ بیعت ہے

یا کم از کم وہ جگہ، مقام، علاقہ، شہر، قصبہ وغیرہ جہاں کسی خاص وقت میں وہ خود موجود ہوں ۔ اس لحاظ سے وہ تمام طاعونی اموات جو قادیان میں مرزا صاحب کی موجودگی میں ہوئیں، خواہ وہ احمدی ہوں یا عیسائی ہندو اور چوہڑے وغیرہ، وہ دار والے الہام کی تکذیب کرتی ہیں ۔

مرزا صاحب کے قادیانی چار دیوار کے گھر کئی لوگ مقیم تھے ۔ جیسا کہ مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں :

> خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی عبدالکریم، حضرت (مرزا) صاحب کے مکان کے اس حصہ میں رہتے تھے جو مسجد مبارک کے اوپر کے صحن کے ساتھ ملحق ہے، اس مکان کے نیچے خود حضرت (مرزا) صاحب کا رہائشی کمرہ تھا۔ مولوی عبدالکریم کے علاوہ مولوی نور الدین اور مولوی محمد علی ایم اے بھی حضرت صاحب کے مکان کے مختلف حصوں میں رہتے تھے۔ اور شروع شروع میں جب نواب محمد علی خان قادیان آئے تھے تو ان کو حضرت صاحب نے اپنے مکان کا ایک حصہ خالی کر دیا تھا۔ مگر بعد میں انہوں نے خود اپنا مکان تعمیر کروالیا۔ اسی طرح شروع میں مفتی محمد صادق کو بھی آپ نے اپنے مکان میں جگہ دی تھی ۔ مولوی محمد احسن بھی کئی دفعہ حضرت صاحب کے مکان پر ٹھیرتے تھے ۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ بھی جب فیملی کے ساتھ آتے تھے تو عموماً حضرت صاحب ان کو اپنے مکان کے کسی حصے میں ٹھہراتے تھے ۔ (سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۳۰۱)

مذکورہ بالا بیان اور روایت پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب کی چار دیواری میں رہنے والوں سے مراد صرف وہی لوگ نہیں ہیں جو ان کے اہل وعیال ہیں بلکہ، دیگر غیر رشتہ دار بھی ان میں شامل ہیں جو اس میں مقیم ہیں، اور گھر کے نوکر خادمائیں، مہمان وغیرہ بھی ان میں شامل ہیں ۔ نیز یہ کہ مرزا صاحب کسی خاص وقت میں جہاں کہیں بھی ہوں مثلاً گورداسپور یا لاہور وغیرہ اس گھر پر بھی دار کا اطلاق ہوگا اور اس گھر میں رہنے والوں، نوکروں، مہمانوں کو بھی حفاظت کے وعدہ میں شامل کیا جائے گا ۔

اس لحاظ سے مرزا صاحب کا باغ میں خیمہ بھی ان کا گھر شمار ہوگا، اور اس خیمے کے مکین، مہمان نوکر وغیرہ بھی حفاظت کے وعدہ میں شامل ہوں گے ۔

مرزا صاحب کی مسجدیں اور سکول وغیرہ بھی جہاں وہ وقتاً فوقتاً جاتے ہوں گے اور گھڑی دو گھڑی ٹھہرتے ہوں گے وہ بھی دار کی تعریف میں آ گئے، اور ان مقامات میں مصروف کار افراد یعنی اساتذہ، طلبا، نمازی وغیرہ بھی حفاظت کے وعدہ میں آ گئے ۔ اور بطور خاص البدر کا اڈیٹر

محمد افضل بھی حفاظت کے وعدے میں شامل ہو گیا کیونکہ وہ شب و روز مرزا صاحب کی خدمت میں ان کے گھر یا مسجد میں حاضری دیتا تھا اور ان کے الہامات و خطابات سن کر انہیں مرتب کر کے اپنے اخبار میں شائع کرتا تھا۔

قادیان میں طاعون

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

ان دنوں جب قادیان میں طاعون پڑی ہوئی تھی ہم خدا تعالی کی قدرت کا عجیب نظارہ دیکھ رہے تھے ہمارے گھر کے ادھر ادھر سے چیخیں آتی تھیں اور ہمارا گھر درمیان میں اس طرح تھا جیسے سمندر میں کشتی ہوتی ہے اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اسے محفوظ رکھا اور آئندہ بھی ہم اس کے فضل و کرم سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہماری حفاظت فرمائے گا

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ جون ۱۹۰۴ء ص ۳)

اور وہ کشتی خالی تھی کیونکہ مسافر کشتی سے چھلانگ لگا کر باغ میں چھپ گئے تھے۔

طاعون سے کون بچے گا؟

(ایک دفعہ مرزا صاحب نے) فرمایا میں یقین رکھتا ہوں کہ جس مومن کے وجود میں خلق اللہ کا نفع ہو اور اس کی موت شماتت کا باعث ہو وہ کبھی طاعون سے نہ مرے گا۔ میں جانتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی تک کوئی ایسا طاعون سے نہیں مرا جس کو میں پہچانتا ہوں یا وہ مجھے پہچانتا ہو جو پہچاننے کا حق ہے۔

(اخبار بدر قادیان یکم اگست ۱۹۰۴ء ص ۳)

اسی اخبار بدر کا اڈیٹر محمد افضل جس نے یہ خبر شائع کی تھی، اور جو مرزا صاحب کا نہایت قریبی اور مخلص مرید تھا، اور اپنی جان و مال، علم و قلم، اور اخبار سے مرزا صاحب کے مشن کی خدمت کر رہا تھا، اسی قادیان میں اس خبر کے شائع ہونے کے ساڑھے سات ماہ بعد مرزا صاحب کے جوار میں طاعون سے مر گیا، جیسا کہ عنقریب واضح ہو گا۔

اڈیٹر البدر کی طاعون سے موت

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی تراب اپنے معاصر اڈیٹر البدر محمد افضل کی موت کی خبر بایں الفاظ درج اخبار کرتے ہیں:

بابو محمد افضل اڈیٹر بدر کی وفات: الحکم کی گذشتہ اشاعت میں جب میں نے (بابو محمد افضل

کے بیٹے) عبداللہ کی خبر وفات درج کی تھی اس وقت مجھے یا کسی اور کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ الحکم کا اگلا شمارہ خود بابو محمد افضل صاحب کی عبرت ناک موت کی خبر کا اعلان کرنے والا ہوگا، لیکن مقادیر الٰہی سے کون مقابلہ کر سکتا ہے اور عاجز انسان کو کیا معلوم ہے کہ کب اسے اس جہان سے پیام کوچ آ پہنچے گا۔

بابو محمد افضل صاحب اپنے بچہ عبداللہ کو دفن کرنے کے تیسرے دن بعد بخار سے بیمار ہوئے اور دوسرے دن ہی یہ بخار نمونیا کے رنگ میں تبدیل ہو گیا اور طاعونی تپ ثابت ہوا اور آخر ۲۱ مارچ ۱۹۰۵ء کو عصر کے قریب وہ اس جہان سے رخصت ہوئے۔

بابو محمد افضل صاحب کے ساتھ مجھے طالب علمی کے زمانہ سے واقفیت تھی۔ میں ان کے اور وہ میرے علمی اور مذہبی مذاق سے بہت کچھ واقف تھے۔ پھر اس سلسلہ میں داخل ہونے پر تو تعلقات اور بھی بڑھ گئے۔ وہ صبر اور استقامت کے ایک اچھے نمونے تھے۔ جن مشکلات اور مصائب کے درمیان سے گذر کر وہ البدر کے کاروبار کو چلا رہے تھے ہر شخص کا کام نہیں کہ ان ابتلاؤں میں ثابت قدم رہ سکے۔

وہ ایک لڑکا اور چار لڑکیاں یتیم اور دو عورتیں بیوہ چھوڑ مرا ہے، اس کی ناگہانی موت ہم لوگوں کے لئے ایک سبق اور عبرت ہے۔ اس کی عمر کچھ بہت بڑی نہ تھی، چونتیس پینتس برس کا ایک خوش رو جوان تھا۔ آخر دم تک وہ حضرت حجۃ اللہ (مرزا) کی رسالت پر ایمان رکھتا تھا۔ مرنے سے دو دن پہلے مجھے کہلا بھیجا کہ میں الحکم میں ان کی بیماری کی خبر شائع کر دوں اور احباب سے دعا کی دعا درخواست کروں، اور منتظر ناظرین بدر کو اطلاع دوں کہ ان کی بیماری کے باعث البدر شائع نہ ہوگا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ اطلاع آخری اطلاع ہوگی۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۵ء ص ۱)

مرزا صاحب نے دعویٰ کیا تھا کہ ان کا کوئی پکا مرید جو انہیں اچھی پہچانتا ہو اور وہ بھی انہیں پہچانتے ہوں طاعون سے نہیں مرا۔ بابو افضل کے حالات اس کے معاصر کی زبانی آپ نے ملاحظہ کر لئے ہیں، وہ بالکل اس معیار پر پورا اترتا ہے جو مرزا صاحب نے طاعون سے امان کے لئے بتایا ہے، لیکن وہ عین ان کی ناک کے نیچے طاعون سے مر گیا، اور اس کے مرنے کے بعد مرزا صاحب کو بھی ہمت نہیں ہوئی کہ کہہ سکیں کہ یہ شخص ان کے مذکورہ بالا معیار پر پورا نہیں اترتا تھا اس لئے طاعون کا نشانہ بن گیا ہے۔ اس کے اخلاص اور مرزا صاحب پر جان و مال سے فدا ہونے کی

تصدیق درج ذیل تحریروں سے بھی ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

اڈیٹر الحکم نے برادرم بابو محمد افضل کے عنوان سے لکھا ہے:

بعض اخبارات نے جن کو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے نہایت شدید بغض اور عناد ہے برادرم بابو محمد افضل صاحب کی رحلت پر نہایت بے ہودہ بکواس کی ہے جس سے بعض احمدی احباب کو مجھ سے استفسار کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے میں ان اخبارات پر تو کیا افسوس کروں کیونکہ وہ تو

نیش عقرب نہ از پئے کین است　　　مقتضائے طبیعتش ایں ست

کے مصداق ہیں لیکن مجھے اپنے ان احمدی بھائیوں پر افسوس ہے جنھوں نے افضل کی وفات کے متعلق ان اخبارات کی بنا پر استفسار کرنے شروع کر دیئے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ لوگ سلسلہ عالیہ کے خلاف بیہودہ اور رنج دہ خبریں شائع کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں پھر وہ کیوں ان کی باتوں پر اعتبار کرتے ہیں۔ یہ نقص اور خرابی کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ کثرت کے ساتھ احمدی احباب اپنے اخبارات کو نہیں پڑھتے جن کے ذریعہ انہیں دارالامان کے صحیح واقعات بہم پہنچائے جاتے ہیں اگر وہ اپنے اخبار پڑھیں تو ایسے وسوسے ان کے دل میں خلل انداز نہ ہوں۔ یادرکھو یہ ضروری بات ہے کہ ان وسوسوں سے رہائی پانے کے لئے اخبارات کو پڑھیں میں بابو محمد افضل صاحب کی وفات کی خبر لکھ چکا ہوں۔

یہ محض جھوٹ اور افتراء ہے کہ اسکی مرض الموت میں کوئی پاس نہ تھا اور وہ پانی پانی کرتا مر گیا۔،

اس کے اخیر دم تک متعلقین نے اور دوسرے احمدیوں نے جہاں تک جس سے ممکن ہو سکا پوری خبر گیری کی، اور اس نے نہایت اطمینان اور صبر کے ساتھ اپنی جان خدا کو سونپی۔ اخیر وقت تک وہ حضرت حجۃ اللہ (مرزا قادیانی) کی مسیحیت ومہدویت پر ایمان رکھتا تھا۔ یہ بھی محض افتراء ہے کہ تین دن تک اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اسی دن قبل از عشاء دفن ہوا اور بعد عشاء سب احمدیوں نے اس کا جنازہ مسجد مبارک میں پڑھا۔ ہاں یہ بالکل سچ ہے کہ وہ طاعون سے شہید ہوا اور اس پر اعتراض کرنا سلیم الفطرت کا کام نہیں۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۵ء ص ۱)

نیز مرزا قادیانی کے امام الصلوۃ مولوی عبدالکریم ۳۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو لکھتے ہیں:

(محمد افضل) قادیان میں آئے، چند روز رہے، پورے بے سامان اور عیال کثیر، اور بظاہر معاش کا کوئی امید دلانے والا منظر نہیں، بایں ہمہ صدق دل سے عزم کرلیا کہ جو ہو سو ہو یہاں سے نہیں جاؤنگا...

(محمد افضل) کے دل میں مدت سے خیال تھا کہ قادیان میں ایک اخبار نکالا جائے۔ اس مضمون کا ایک مفصل خط ایک دفعہ انہوں نے افریقہ سے مجھے لکھا تھا۔ یہاں وہ قیام کے عزم بالجزم اور دوام سکونت کے اسباب کی تلاش اور نگہداشت نے انہیں اس ارادہ پر پختہ کردیا اور آخر انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ فلاح دارین کا بھی ایک ذریعہ ہے اس سے قوم کی خدمت بھی ہوگی اور قوت لایموت بھی مل جائے گی۔

البدر نکلا، مختلف اوقات میں نہیں، شروع سے آخری دم تک اس کی راہ میں انہیں مصیبتیں اور رکاوٹیں پیش آئیں، شائد کم ہی لوگ واقف ہوں گے محمد افضل اور اس کے عیال نے بسا اوقات دن کو آدھا پیٹ کھانا کھایا اور رات کو بھوکے سو گئے اور اکثر خشک نون مرچ کے ساتھ کچی پکی مسی روٹیاں کھا کر گذارہ کیا۔ کچی پکی میں نے اس لئے کہا کہ ایندھن خریدنے کی طاقت بھی نہ ہوتی۔ نہ صرف بچے پھٹے پرانے کپڑوں میں ادھر ادھر پھرتے نظر آتے بلکہ خوبصورت نوجوان باپ بھی اسی رحم انگیز ہیئت میں باہر نکلتا اور کاروبار کرتا ہے۔ ایک لائق اور بہتوں سے افضل منشی انگریزی میں عمدہ دستگاہ رکھنے والا، باہر نکل کر خوب کمانے اور عمدہ گذران والا، کون سی بات تھی جس نے اسے زاہدانہ زندگی کے اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ اس کا جواب صاف ہے حضرت مسیح موعود کی شناخت اور آپ کی معیت کی لذت۔

غرض اس کے اخلاق میں یہ استقامت اور استقلال کا خلق مجھے قابل قدر اسوہ نظر آیا ہے یہی وہ نور ہے جس سے اللہ تعالی ملتا ہے...(اخبار بدر قادیان ۶۔ اپریل ۱۹۰۵ء ص ۴)

نور افشاں کی ہرزہ درائی بجواب بدر کی ژاژ خائی

نور افشان مورخہ ۹ جون ۱۹۰۵ء کے پرچہ میں ایک سیاہ لیلے نے منشی محمد افضل صاحب کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی طرف سے کوئی ہمدردی اس کے اور اس کے اہل وعیال کے ساتھ نہیں کی گئی۔ جواب دینے سے پیشتر میں یہ سوال کرتا ہوں کہ نامہ نگار نور

افشاں کا اس بات کے ساتھ کیا تعلق؟ اور جہاں تک مجھے معلوم ہے یا نادان لیلے نے عشاء ربانی لینے کے بعد اس مضمون کو شروع کیا ہوگا کیونکہ اس میں حمق اور ناعاقبت اندیشی کی بو آ رہی ہے اور یا منشی محمد افضل کے گھر میں ایک مسیحی عورت تھی ، شاید اسی ناراضگی سے نامہ نگار صاحب کی طبیعت میں جوش پیدا ہو رہا ہے۔ بہرحال دونوں حالتوں سے ایک تو ضرور ہے۔ مگر نادان یسوعی لیلے کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے بناوٹی خداوند کی ہمدردی کی حقیقت ہمیں خوب معلوم ہے۔ اگر یہی طریقہ استدلال درست ہے تو انجیلوں سے یسوع مسیح کی بیدردی اور بے رحمی کا فوٹو مل سکتا ہے۔ اس پر بھی عیسائی صاحبان توجہ کریں۔ دنیا کے ساتھ اس نے ایسی ہمدردی کی کہ آج تک ٹمپرنس ایسوسی ایشن دور ہی ہے۔ قانائے گلیل میں ایسی شراب بنائی نہ ہی بنائی بلکہ پی پلائی یورپئین بھیڑیں اس کی پیروری میں سرتاپا ...غرق شراب ہو گئیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ خدا صاحب کی مادر مہربان بھی اسی مجلس میں تھی۔ کھیت چرنے کی ایسی عادت تھی کہ بلا اجازت بالیں توڑ توڑ کھانے لگا۔ غریب زمین داروں کے ساتھ ایسی ہی ہمدردی چاہیے۔ لوگوں کے مالوں کی وقعت اس کی نظر میں اتنی تھی کہ سوروں کا ایک گروہ کراڑے پر سے دریا میں ڈال دیا۔ ہیکل میں لوگوں کی اشیاء پر ہاتھ مارا حالانکہ چاہیے تھا کہ نرمی و حکم سے ان کو منع کیا جاتا۔ اب لیلہ صاحب ہی بتائیں کہ جس کے ہاتھ میں کوڑا ہو کیا وہ ہمدرد کہلا سکتا ہے ... مسیحوں کا پرانا نیاز مند عبدالحق بی اے ہیڈ ماسٹر تعلیم السلام قادیان ۱۳ جون ۱۹۰۵ء (اخبار بدر قادیان ۱۵ جون ۱۹۰۵ء)

(اس جواب میں ایک لفظ تک نہیں لکھا گیا کہ مرزا قادیانی نے محمد افضل وغیرہ کے ساتھ ہمدردی کی یا نہیں ، اگر نہیں تو کیوں نہیں ، اور اگر کی تو اس کا کیا ثبوت؟ بہاء)

ڈائری ۷۔ اپریل ۱۹۰۵ء

قادیان کے گاؤں سے بعض آدمیوں کے طاعون میں مبتلا ہونے اور بعض کے مرنے کا ذکر ہوا حضرت (مرزا) نے فرمایا خدا جانے ہمارے باہر آ جانے میں کیا کیا حکمتیں ہیں (ان دنوں مرزا صاحب باغ میں مقیم تھے۔ بہا) اگر قادیان میں سو آدمی روز مرنے لگتا تب بھی ہم نے قادیان سے نہیں نکلنا تھا مگر اس میں خدا تعالیٰ کی کوئی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ایسی نئی بات پیدا ہو گئی یعنی سخت زلزلہ کے سبب سہ منزلہ مکانات کے گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس واسطے بموجب پابندی شریعت اپنے آپ کو خطرناک جگہ سے محفوظ

کرنے کے واسطے ہم باہر آ گئے اور زلزلہ کی کیفیت ایسی ہے کہ اب تک محسوس ہوتا ہے۔خدا نے دل میں پختہ طور سے یہی بات ڈال دی کہ اب باہر جانا چاہیے۔طاعون کے لحاظ سے باہر آنا تو گناہ تھا مگر زلزلہ کے سبب خدا نے یہ بات دل میں ڈال دی اور اس سے ہم کو بہت فائدہ اور آرام ہوا کیونکہ باغ میں عمدہ ہوا اور خوش بودار پھولوں کے سبب مضامین کے لکھنے اور فکر اور تدابیر کے واسطے عمدہ موقع ملتا ہے اور صحت میں بہت ترقی محسوس ہوتی ہے اور درختوں کی چھاؤں کے نیچے دعا کے واسطے عمدہ خلوت مل جاتی ہے جس کے سبب ہم باغ کے مکان میں آ گئے۔فرمایا اب تو اس قدر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں کہ گویا خدا اپنے آپ کو برہنہ کر کے دکھانا چاہتا ہے..

قاضی سید آل محمد طیب امروہی کا ایک بیان یوں شائع ہوا:

حضرت اقدس مرزا صاحب کا بالہام الٰہی یہ دعوی کرنا کہ مجھے طاعون ہرگز نہ ہوگی خواہ ملک اس سے برباد ہو جاوے، کیا چھوٹا معجزہ ہے؟ کوئی اپدیشک یا پرچارک یا کوئی پردھان ایسا کر کے تو دیکھے کس طرح غضب الٰہی اس کو ملیا میٹ کرتا ہے...

(اخبار بدر قادیان ۲۴ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۸)

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی نے بھی یہ دعوی کیا تھا کہ اس کی موت طاعون سے نہ ہوگی۔اور اللہ نے اسے طاعون سے بچائے رکھا۔جیسا کہ کسی اور جگہ بیان ہو چکا ہے۔

طاعون کی نسبت ضروری اطلاع

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ان اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیروا ما با نفسھم انّہ آوی القریۃ۔یعنی خدا نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہ کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کر لیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو نہ مان لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔(دافع البلاء۔ص ۵)

حاشیہ صفحہ ایضاً۔آوی عربی لفظ ہے جسکے معنی ہیں تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا۔یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون

سخت بر بادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے۔ یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جا بجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے۔ پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہ ہوگی (فرار ہوکر باغ میں کیوں چلے گئے تھے؟ بہاء) اسی کی تشریح دوسرا الہام کرتا ہے کہ لو لا الاکرام لھلک المقام یعنی اگر مجھے اس سلسلہ کی عزت ملحوظ نہ ہوتی تو میں قادیان کو بھی ہلاک کر دیتا۔ اس الہام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں۔ ا۔ یہ کہ کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذونادر طور پر ہو جائے جو بر بادی بخش نہ ہو اور موجب فرار و انتشار نہ ہو کیونکہ شاذونادر معدوم کا حکم رکھتا ہے (کیا دہلی، لاہور، امرتسر، بٹالہ، گولڑہ وغیرہ سے کسی وقت سب لوگ فرار ہو گئے تھے اور یہ خالی سنسان خالی ہو گئے تھے، اور کیا یہ شہر ہلاک ہو گئے؟ یہاں تو بڑے بڑے مخالف رہتے تھے۔ بہاء) ب۔ یہ کہ یہ امر ضروری ہے کہ جن دیہات اور شیروں میں بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش اور شریر اور ظالم بدچلن اور مفسد اور اس سلسلہ کے خطرناک دشمن رہتے ہیں ان کے شہروں یا دیہات میں ضرور بر بادی بخش طاعون پھوٹ کر رہے گی یہاں تک کہ لوگ بے حواس ہو کر ہر طرف بھاگیں گے۔ ہم نے آوی کا لفظ جہاں تک وسیع ہے اس کے مطابق یہ.. معنی کر دیئے ہیں اور ہم دعوی سے لکھتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی جو گاؤں کو ویران کر دینے والی اور کھا جانے والی ہوتی ہے مگر اسکے مقابلہ پر دوسرے شہروں اور دیہاتوں میں جو ظالم اور مفسد ہیں ضرور ہولناک صورتیں پیدا ہوں گی تمام دنیا میں ایک قادیان ہے جس کیلئے یہ وعدہ ہوا (ہندوستان اور دنیا میں ہزاروں ایسے شہر ہونگے جہاں طاعون کی ایک واردات بھی نہیں ہوئی۔ اور لاکھوں دیہات اور شہر ایسے ہوں گے جہاں قادیان سے بھی کم طاعون کی وارداتیں ہوئیں۔ بہاء)

(اخبار بدر قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۲)

مرزا غلام احمد کشتی نوح صفحہ ۲ میں فرماتے ہیں:

یہ بڑے زور سے خدا تعالیٰ کی طرف سے پیش گوئی ہے کہ خدا میرے گھر کے احاطہ کے اندر مخلص لوگوں کو جو خدا کے سامنے اور اس کے مامور کے سامنے تکبر نہیں کرتے بلائے طاعون سے نجات دے گا۔ (اخبار بدر قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۳)

میرے منجانب اللہ ہونے کا یہ نشان ہوگا کہ میرے گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہینگے (بدر ۲۴ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۳)

یہ کیا وعدہ ہوا، گھر میں لوگ ہی کتنے رہتے تھے؟ اور اگر ان میں سے بھی کوئی مر جائے تو یہ کہنا کتنا آسان ہے کہ یہ مخلص نہیں تھا۔ مثلاً بیوی مر جائے، تو کہا جائے گا کہ اس لئے طاعون کا شکار ہوگئی کہ محمدی بیگم والی پیش گوئی کو پسند نہیں کرتی تھی، میں خواتین مبارکہ سے بھی شادی کرنا چاہتا ہوں، یہ دل میں ناپسند کرتی تھی یوں میرے ساتھ مخلص نہ تھی، اور میں خدا کا مامور ہوں، میرے ساتھ عدم اخلاص کا مطلب خدا کے ساتھ عدم اخلاص ہے، اور خدا دلوں کی باتیں جانتا ہے اس لئے اس نے اسے طاعون کا شکار بنا دیا۔

قادیان اور طاعون

اڈیٹر بدر لکھتے ہیں: مارچ ۱۹۰۴ء کے آخر ایام میں طاعون سے چند وارداتیں قادیان میں ہوئی تھیں مگر فوراً ہی آرام کی صورت پیدا ہوگئی تھی اور جو لوگ طاعون سے بیمار تھے وہ بالکل تندرست بھی ہوگئے تھے۔ اپریل کی ۵ تاریخ کے بعد پھر طاعون نمودار ہوئی اور آج ۱۳ تاریخ تک بدستور ہے۔ قادیان آریہ سماج کے دوسرے سالانہ جلسہ پر جو کہ ۲۔۳۔ اپریل کو ہوا ہے، سنا گیا ہے کہ یوگندر پال نے بڑے دعوے سے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ہم بذریعہ ہون کے قادیان کو طاعون سے پاک وصاف کریں گے۔ سو جلسہ کا ختم ہونا تھا کہ یوگندر پال تو کیا صاف کرتے خود طاعون نے صفائی شروع کر دی۔

(اخبار بدر ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء ص ۷)

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ قادیان میں طاعون سے صفائی کی یہ باتیں ایک قادیانی کے قلم سے قادیانی اخبار میں شائع ہوئی ہیں۔

ڈائری مرتبہ محمد صادق: ۱۸۔ اپریل۔ ۱۹۰۲ء..

قادیان میں ایک بدگو بد باطن مخالف آیا ہوا تھا اس نے احباب میں سے ایک کو بلایا وہ اس کے ساتھ بات کرنے کو گیا حضرت (مرزا) کو خبر ہوئی تو فرمایا: کہ ایسے خبیث مفسد کو اتنی عزت نہیں دینی چاہیے کہ اس کے ساتھ تم میں سے کوئی بات کرے۔

فرمایا: مختلف لوگوں کو جو رؤیا ہوئے ہیں کہ قادیان میں طاعون نہیں ہوگی ان خوابوں کو جمع کر کے شائع کر دینا چاہیے...

انی ا حافظ کل من فی الدار

۲۸۔اپریل ۱۹۰۲ءکوحضرت اقدس کوالہام ہوااِنّی ا حافظ کل من فی الدار۔
(مرزاصاحب نے)فرمایادار کے معنی نہیں کھلے کہ اس سے مراد صرف یہ گھر ہے یا قادیان میں جتنے ہمارے سلسلہ کے متعلق گھر ہیں مثلاً مدرسہ اور مولوی صاحب کا گھر وغیرہ

(الحکم قادیان ۳۰۔اپریل ۱۹۰۲ء ص ۷)

پیر سراج الحق نعمانی قادیانی لکھتے ہیں:

حضرت اقدس (مرزا) ایک روز فرماتے تھے کہ ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے اونچی اونچی دو منزلی چو منزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے چبوتروں والی دکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوئی ہیں اور موٹے موٹے سیٹھ بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازار کو رونق ہوتی ہے بیٹھے ہیں اور ان کے آگے جواہرات اور لعل اور موتیوں اور ہیروں اور روپؤں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔اور قسما قسم کی دکانیں خوبصورت اسباب سے جگمگارہی ہیں یکے بگھیاں ٹم ٹم فٹن پالکیاں گھوڑے ... پیدل اس قدر بازار میں آتے جاتے ہیں کہ مونڈھے سے مونڈا ھا بھڑ کر چلتا ہے اور راستہ بمشکل ملتا ہے۔

(پیر صاحب فرماتے ہیں) سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان عجیب شہر عظیم الشان بن جائے گا۔پھر (مرزا نے) فرمایا کہ:

جو لوگ بڑے لوگوں اور عزیزوں کی یادگاریں بناتے ہیں کیا خدا اپنے پیارے کی یادگار قائم نہ کرے گا،ضرور کرے گا۔

اور فرمایا کہ آج کل جو طاعون کا سخت زور شور ہو رہا ہے اور ساٹھ یا سو برس تک اس کا دورہ رہتا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ یا تو یہ مرض گناہ کو نگل جاتا ہے یا گنہگاروں کو کھا جاتا ہے اور مرسل و مامور کے زمانے میں تو یہ آتا ہی رہا ہے اور یہ لوگوں کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہو جاتا ہے وہ مامور پر جو جھوٹے طعن کرتے ہیں وہ الٹے طاعون میں گرفتار ہوتے ہیں۔پس جب اس کا اس قدر دورہ رہا تو لوگ امن کی جگہ تلاش کریں گے تو کیا عجب ہے کہ ہمارا کشف اسی طرح پورا ہووے کہ لوگ ہلاکت اور طاعون زدہ مقامات کو چھوڑ کر قادیان میں آ کر بسیں۔

خاکسار (سراج الحق نعمانی) نے بھی دو خواب اسی کشف کے مطابق ایک سال شائد ہوا ہوگا دیکھے ایک خواب مجھے اس وقت خوب یاد آ گیا وہ یہ ہے کہ:

میں نے خواب دیکھا کہ حضرت اقدس (مرزا) اور خاکسار اور بہت سے اپنی جماعت احمدیہ کے لوگ کہیں سفر کو گئے ہیں جب واپس آئے تو قادیان کے قریب پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ قادیان ایک عظیم الشان گلزار جناں بنا ہوا ہے سنگ مرمر اور سنگ موسی کی تحریروں سے مکانات بلند ہوئے ہیں اور انگریزوں کی کوٹھیاں اور مکانات عمدہ عمدہ خوبصورت بنے ہوئے ہیں۔ وائسرائے اور لفٹننٹ گورنر اور کمشنر اور کلکٹر اور نیز بڑے بڑے عہدہ داران کے بنگلے رفیع الشان مزین ہیں اور ان میں وہ صاحب رونق افروز ہیں اور فوجیں اور لشکر پڑے ہوئے ہیں۔ ڈیرے اور خیمے اور چھولداریاں کوسوں میں لگی ہوئی ہیں۔ اور وہ تالاب جس کا میں نے ذکر کیا ہے وہ سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے، اس میں کشتیاں اور جہاز چل رہے ہیں اور دھوبی بکثرت ایک طرف کپڑے دھو رہے ہیں۔ پھر میں جاگ اٹھا...

(پیر صاحب کہتے ہیں) قادیان امن کی جگہ ہوگا تو لوگوں کو چل پھر کر قادیان ہی سوجھے گا اب تو لوگ ٹھٹھا اور استہزا کرتے ہیں.. پھر قادیان ہوگا اور مستہزئین ہوں گے اور قادیان کی نسبت جو طاعون اور فتن دجالیہ سے محفوظ و مامون رہنے کے لئے الہامات جو حضرت کو ہوئے ان میں سے چند الہام بطور نمونہ لکھتا ہے۔ اول: انّه آوی القریة ۔ یعنی قادیان کو ہم اپنی پناہ میں لے لیں گے یا منتشر ہونے سے بچا لیں۔ پس جو خدا کی پناہ میں مقام ہوا اور منتشر ہونے سے بچایا جائے وہ ضرور مجمع اور ماوی اور مامن اور کہف الناس.. ہوگا۔ دوم: من دخله کان آمناً یعنی جو اس شہر میں داخل ہوا یعنی قادیان میں وہ امن میں ہوگا. سوم: ما کان اللّٰہ لیعذ بھم و انت فیھم یعنی جب تو یہاں ہے خدا ایسا نہیں کہ وہاں کوئی عذاب بھیجے۔ آئندہ کو جو زندہ رہے وہ دیکھے گا کہ کیا کچھ یہاں ہوگا.. خدا تعالی کے فضل اور وعدوں کے دن قریب ہیں۔ ہاں ابھی تک ایک دکان یہاں پانوں کی بھی نہیں ہوئی.. (الحکم ۳۰۔اپریل ۱۹۰۲ء۔ص ۱۳)

ان کشوف کے بعد کیا ہندوستان کی کل آبادی قادیان منتقل ہوگئی تھی؟ وائسرائے وغیرہ کبھی وہاں کوٹھیاں بنا کر مقیم ہوئے۔ کیا وہاں کبھی فوجی چھاؤنی بنی۔ کیا ہندوستان بھر کے مسلمان ہندو عیسائی طاعون سے بچنے کے لئے قادیان میں آباد ہوئے؟

مسیح موعود کی دعاؤں کی عظمت

۱۰۔اپریل ۱۹۰۲ء صبح کو سیر میں (مرزا صاحب نے) فرمایا میں آج کل طاعون سے قادیان کے محفوظ رکھنے کے لئے بہت دعائیں کرتا ہوں ..اور باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے وعدے فرمائے ہیں لیکن یہ سوء ادب اور انبیاء کے طریق سے دور ہے کہ خدا کی لا یدرک شان اور غناء ذاتی سے خوف نہ کیا جاوے۔

آج پہلے وقت ہی یہ الہام ہوا:

دلم مے بلرزد چو یاد آورم　　　مناجات شوریدہ اندر حرم

شوریدہ سے مراد دعا کرنے والا ہے اور حرم سے مراد جس پر خدا نے تباہی کو حرام کر دیا ہو، اور دلم مے بلرزد، خدا کی طرف ہے یعنی یہ دعائیں قوی اثر ہیں میں انہیں جلدی قبول کرتا ہوں۔ یہ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت کا نشان ہے دلم مے بلرزد بظاہر ایک غیر محل سا محاورہ ہوسکتا ہے مگر یہ اسی کے مشابہ ہے جو بخاری میں ہے کہ مومن کی جان نکالنے میں مجھے تردد ہوتا ہے۔

توریت میں جو پچھتانا وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں دراصل وہ اسی قسم کے محاورہ ہیں جو اس سلسلہ کی ناواقفی کی وجہ سے لوگوں نے نہیں سمجھے اس الہام میں خدا تعالیٰ کی اعلیٰ محبت اور رحمت کا اظہار ہے اور حرم کے لفظ میں گویا حفاظت کی طرف اشارہ ہے۔

حرم کے لفظ پر اس وقت خاکسار اڈیٹر الحکم نے عرض کیا تھا کہ حضور کا الہام من دخلہ کان آمنا اور بھی اس لفظ حرم کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اب ہم کہتے ہیں کہ انی احافظ کل من فی الدار کا الہام بھی اسی کا موید ہے۔ یاد آورم اسی طرح ہے جیسے اذکرونی اذکرکم۔　　　(الحکم قادیان ۱۰، مئی ۱۹۰۲ء ص ۶۔۷)

انہ آوی القریۃ:

۱۹ نومبر ۱۹۰۲ء کو مرزا صاحب نے فرمایا:

آج کل جو قادیان میں بعض اموات ہو رہی ہیں میں ان کو دیکھ کر انہ آوی القریۃ کے متعلق غور کرتا تھا (یہاں مرزا صاحب قادیان میں طاعون اور طاعونی اموات واقع ہونے کا اعتراف کر رہے ہیں۔ بہاء)۔ مجھے معلوم ہوا کہ جہاں جہاں قرآن میں آوی کا لفظ

آیا ہے اس سے پہلے کوئی نہ کوئی مصیبت اور تکلیف کا وقوع ہوا ہے جس کے بعد آوی آیا ہے جیسے مسیح کے لئے آیا فآ و ینا هما الی ر بوة ذات قرار و معین ان کو بھی صلیب کی مشکلات اور تکالیف پیش آئے ۔ آنحضرت ﷺ کو بھی یتیمی کی تکالیف سے بچانے کے لئے آوی کا لفظ استعمال فرمایا گیا اصحاب کہف پر بھی جب مصائب پڑے تو ان کو بھی آوی کہہ کر بچایا ہے (یہ تو محمدی بیگم والا حال ہے، پہلے اس کے ساتھ شادی کی کوشش کرتے رہے، بیٹوں کو عاق کر دیا، جب اس کی شادی کہیں اور ہوگئی تو کہا ردھا کا مطلب یہ ہے کہ پہلے کسی اور جگہ شادی ہوگی پھر واپس آئے گی ۔ بہاء) غرض قرآن شریف میں خوب غور کر کے دیکھ لو کہ آوی کا لفظ وہیں آتا ہے جہاں پہلے کچھ خوف ہو اس الہام انه آوی القریة سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ پہلے کچھ خوفناک صورتیں پیش آئیں چنانچہ وہ خواب بیان کی گئی تھی کہ ہمارے گھر کے گرداگرد دیوار کھینچی ہے اور ابھی سارے گاؤں کے گرد نہیں کھینچی اس سے بھی ایسا ہی پایا جاتا ہے ابھی انه آوی کا وقت نہیں آیا پہلے بعض خوفناک صورتیں پیدا ہونی چاہییں (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۵)

یعنی مرزا صاحب فرما رہے ہیں کہ میں نے جو پہلے کہا تھا کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا، وہ غلط ہے، اور صحیح یہ ہے کہ پہلے قادیان میں طاعون تباہی مچائے گا اور پھر پناہ ملے گی ۔

سفینۃ النوح اور سفینۃ البیعت کے سوار

(مرزا صاحب سے) پوچھا گیا کہ کشتی نوح میں سوار ہونے والے تو سب کے سب بچائے گئے تھے تو کیا وجہ ہے کہ یہاں سب محفوظ نہ رہیں ۔ فرمایا (مرزا نے) کہ ہمارا سلسلہ تو آنحضرت ﷺ کے قدم پر ہے ۔نوحؑ کے وقت ایمان کا دروازہ بند ہوگیا تھا۔ اس وقت کوئی التباس ایمان کا نہ تھا مگر اب ہے۔نوحؑ کے وقت فیصلہ ہو چکا تھا کہ یہ قوم غرق ہوگی لیکن آنحضرت ﷺ کے وقت میں ایسا نہیں ہوا، بلکہ مہلت دی گئی کہ جو توبہ کرے گا وہ بچ جاوے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے عین قتل کے وقت فرمایا کہ اگر کوئی ایمان لاوے تو تلوار روک لی جاوے، مگر نوح کی قوم کے لئے تھا کہ صرف کشتی والے بچیں گے باقی سب ہلاک ہوں گے ۔ وہ صورت بالکل خاص اور الگ تھی ۔اور خود حضرت نوحؑ پر بھی اعتراض باقی رہا کہ اپنے بیٹے کو نہ بچا سکے حالانکہ کہا تھا کہ اہل

بچ رہیں گے ۔معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت نوحؑ کو بھی شبہ ہوا تھا، تب ہی تو ان کو اللہ کی طرف سے زجر ہوا۔

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالی اپنے خوف اور رعب کو دور کرنا نہیں چاہتا اگر وہ آج کھلا وعدہ دیدے کہ جماعت میں سے کوئی بھی نہ مرے گا،تو پھر اس کا خوف دلوں میں نہ رہے۔ جہاں اس نے خاص گھر کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے کہ انی احافظ کل من فی الدار وہاں بھی ایک فقرہ ساتھ رکھ دیا کہ الّا الّذین علوا باستکبار

(اخبار الحکم قادیان ۱۹۰۳ء ۲۴ مئی ص ۹)

پھر آپ کشتی محمد کیوں نہیں کہتے، کشتی نوح کیوں کہتے ہیں؟

نیز اس تشریح مرزا کی صورت میں تو کسی کو بھی بچانے کا وعدہ نہیں۔ جو بھی مر گیا آپ کہہ دیں گے کہ اس کے دل میں خرابی تھی۔

مرزا صاحب تذکرۃ الشہادتین میں فرماتے ہیں:

وہ اس گاؤں کو جو قادیان ہے کسی قدر ابتلاء کے بعد اپنی پناہ میں لے لیگا (آوی کا لفظ زبان عرب میں ایسے موقع پر استعمال ہوتا جب کسی شخص کو کسی قدر مصیبت یا ابتلاء کے بعد اپنی پناہ میں لیا جائے اور کثرۃ مصائب اور تلف ہونے سے بچایا جائے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے الم یجد ك یتیماً فآوی) (الحکم ۳۰ نومبر ۱۰ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۳)

شماتت اعداء

بمقام گورداسپور ۸ مئی ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب کہتے ہیں:

میں یقین رکھتا ہوں کہ جس مومن کے وجود میں خلق اللہ کا نفع ہو اور اس کی موت شماتت کا باعث ہو وہ کبھی طاعون سے نہیں مرے گا اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی تک کوئی ایسا آدمی طاعون سے نہیں مرا جس کو میں پہچانتا ہوں یا وہ مجھے پہچانتا ہو جو شناخت کا حق ہے (الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۴ء ص ۱)

اس بیان کے بعد محمد افضل اڈیٹر بدر کی طاعونی موت، شماتت کا باعث ہوگئی۔

رپورٹ انسپکٹر تعلیم

میں نے ۹۔اگست ۱۹۰۴ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کا معائنہ کیا.. مدرسہ طاعون کی وجہ سے یکم اپریل ۱۹۰۴ء سے ۱۵ مئی ۱۹۰۴ء تک بند رہا ہے

(الحکم ۳۱ جولائی ۱۰۔ اگست ۱۹۰۴ء ص ۱)

یعنی قادیان میں طاعون کی وجہ سے قادیان اجڑ گیا تھا، سکول بھی بند ہو گیا تھا۔

مرزا صاحب نے ۲۸۔ اگست ۱۹۰۴ء بمقام لاہور فرمایا:

یاد رکھو یہ طاعون کے دن ہیں معلوم نہیں ستمبر کے آخر اور اکتوبر کے شروع میں کیا ہو؟ جہاں تک خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ بہت خطرناک دن آنے والے ہیں ... میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے، آخر اس طاعون کی اس قدر شدت ہو جائے گی کہ دس میں سے سات مر جائیں گے۔ اور بعض بستیاں بالکل تباہ اور برباد ہو جائیں گی (الحکم قادیان ۱۷ ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۳)

ہندوستان کا کون سا قابل ذکر شہر یا قصبہ ہے جس کی ستّر (۷۰) فی صد آبادی مرزا صاحب کی زندگی میں طاعون سے ہلاک ہوئی ہو؟

مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کہتے ہیں:

ان کیفیات کو جو ہم خدا کے مسیح کی حالت میں دیکھتے ہیں کس طرح کسی کو دکھا سکیں، مجھے (مرزا) کہتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ ہم نے ڈر کر مکان چھوڑ دیا ہے اور طاعون کے خوف سے بھاگے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے عذاب اور غضب کے سامنے دلیری سے کھڑا ہونا اور اس کا مقابلہ کرنا یہ تو بے باک دہریہ کا کام ہے خدا کے قہر کا مقابلہ کرنا یہ بہادری نہیں ہے مومن ایسی بہادری پر لعنت بھیجتا ہے۔ مومن کا دل تو چڑیا کی طرح ہونا چاہیے جو ہر وقت دھڑکتا ہے اور خوف کھاتا ہے۔ ہاں یہ بالکل غلط ہے کہ ہم طاعون کی وجہ سے بھاگے ہیں۔ طاعون تو اگر اس شدت سے بھی پھیل جاتی کہ ہمارے اردگرد کیڑوں کی لوگ مرنے لگتے تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ الدار سے نکلنا میں معصیت سمجھتا تھا (گورداسپور میں محمد علی لاہوری کو کیوں کہا تھا کہ اگر تم طاعون سے مر گئے تو میں الدار والا الہام غلط سمجھوں گا۔ کیا محمد علی لاہوری اس الدار میں رہتا تھا، وہ تو اس وقت گورداسپور میں آپ کے ساتھ تھا جہاں آپ مقدمات کی پیروی کے سلسلے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔) کیونکہ اس طرح پر خدا تعالیٰ کے اس نشان کی بے حرمتی تھی۔ مگر اب جو ہم نکلے ہیں تو یہ خدا تعالیٰ کا ایک اور غضب ہے جو دنیا پر نازل ہوا ہے۔ الدار کی حفاظت کا وعدہ طاعون کے ساتھ ہے (زلزلہ کے ساتھ کیوں نہیں، اس الہام میں کہاں لکھا ہے کہ صرف طاعون کے لئے ہے۔ بہاء) ہم اس کی غناء ذاتی سے ڈرتے ہیں اور مومن کو ڈرنا چاہیے۔ اب ہم کو خدا تعالیٰ نے خود نکالا ہے معلوم نہیں اس میں کیا سر ہے۔ (الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۵ء ص ۳)

عبدالقادر نے شکار پور سندھ سے ایک مکتوب میں مرزا صاحب سے پوچھا کہ:

آپ نے پیش گوئی کی تھی کہ قادیان میں طاعون کا اثر نہ ہوگا اور میرے مریدوں سے کوئی اس مرض مہلک میں گرفتار نہ ہوگا۔ اور اس کے برعکس ہوا۔

جواباً مرزا صاحب نے فرمایا: میں نے کوئی ایسی پیشگوئی نہیں کی کہ قادیان میں طاعون سے کوئی نہیں مرے گا بلکہ قادیان کی نسبت یہ پیش گوئی کی تھی کہ لو لا الاکرام لھلک المقام یعنی خدا فرماتا ہے کہ اگر میں تیری عزت کا پاس نہ کرتا تو قادیان کے تمام لوگوں کو ہلاک کر دیتا ہے کیونکہ اس گاؤں میں اکثر شریر اور خبیث اور ناپاک طبع ہیں۔ خدا تعالی نے فرمایا تھا انّی احافظ کل من فی الدّار یعنی میں قادیان میں طاعون بھیجوں گا اور میں ان سب لوگوں کو بچالوں گا جو تمہارے گھر کی چہار دیوار کے اندر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر قادیان کی نسبت عام طور بچانے کا وعدہ تھا تو پھر اس وحی الٰہی کے کیا معنی ہوئے (پھر قادیان کو دارالامان کیوں کہا جاتا ہے، بلکہ مرزا کے صرف گھر کو دارالامان کہنا چاہیے جو قادیان کے پورے گاؤں کی نسبت حجم کے لحاظ سے ایک بالکل معمولی سی جگہ ہے اور پورے گاؤں کے رقبے کا ہزارواں حصہ بھی مشکل سے ہوگا؟ بہا)

مرزا غلام احمد ...۲۰ جون ۱۹۰۵ء (الحکم ۳۰ جون ۱۹۰۵ء ص ۱)

مسیح موعود کا وعظ

بروز جمعہ ۲۸۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب نے فرمایا:

اس وقت تمام جماعت کو یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ اپنی جماعت کے اندر طاعون کے بیماروں اور شہیدوں کے ساتھ پوری ہمدردی اور اخوت کا سلوک کرنا چاہیے۔ یاد رکھو تم میں اس وقت دو اخوتیں جمع ہو چکی ہیں ایک تو اسلامی اخوت اور دوسری اس سلسلہ کی اخوۃ ہے۔ پھر ان دو اخوتوں کے ہوتے ہوئے گریز اور سرد مہری ہو، تو یہ سخت قابل اعتراض امر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کو تم خارج از مذہب سمجھتے ہو اور وہ تم کو کافر کہتے ہیں ان میں ایسے موقع پر سرد مہری نہیں ہوتی جن لوگوں میں یہ سرد مہری ہوتی ہے وہ دو باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے افراط اور تفریط کا .... (طویل تقریر ہے آخر میں کہا)،

اب میں اس دعا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ اللہ تعالی ہماری جماعت سے اس طاعون کو اٹھا لے آمین۔ (اخبار بدر قادیان ۴ مئی ۱۹۰۵ء ص ۱۔۲)

مرزا صاحب ان مریدوں کو کہتے ہیں جن کے بارے میں ان کا اور مرزائیوں کا دعوی ہے ان میں باہم کینہ ختم ہو چکا ہے ہمدردی غم گساری اخوت وغیرہ پیدا ہو چکی ہے جو مسیح موعود کا نشان ہے۔ لیکن اس تقریر میں مرزا صاحب بتا رہے ہیں قادیانیوں میں مصیبت کے وقت ایک دوسرے سے گریز اور سرد مہری پائی جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ مرزا صاحب کا یہ مشاہدہ انکے سابقہ بیان کی تردید اور ان کے کذب و دجل افتراء علی کا ثبوت ہے۔

نیز اس تقریر میں مرزا صاحب نے دعا کی ہے کہ اے اللہ میری جماعت پر سے طاعون کو اٹھا لے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس موقع کے بعد قادیانیوں میں ہونے والی ہر طاعونی موت، مرزا صاحب کی دعاؤں کی عدم قبولیت کا ثبوت ہے۔

قادیان میں نہال زرگر جو آسودہ حال اور متمول آدمی تھا طاعون سے فوت ہو گیا ہے اور اس کا اکلوتا لڑکا بھی طاعون سے فوت ہو گیا ہے اس کے جائز وارثون میں صرف ایک صغیرسن نابالغ پوتا ہے چونکہ نہال متمول آدمی تھا اور کئی ہزار روپئہ کی جائداد چھوڑ کر مرا ہے بعض مختلف تجویزوں سے اس کی جائداد پر دانت لگائے بیٹھے ہیں۔ (الحکم ۱۷۔اپریل ۱۹۰۷ء ص ۲)

ملاحظہ فرمائیے کہ طاعون کس زور شور سے قادیان میں صفائی کر رہا ہے۔

طاعون کے معانی میں وسعت

طاعون کے ذکر پر (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ اس سال طاعون کسی قدر کم ہے۔ یہ کوئی خوشی کا مقام نہیں کیونکہ لوگوں نے طاعون سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، جس غرض کے واسطے یہ آیا تھا وہ غرض ابھی پوری نہیں ہوئی۔ اصل میں طاعون نام ہے موت کا۔ لغت میں وہ خطرناک عوارض جن کا انجام موت ہوتا ہے اس کا نام طاعون ہی رکھا ہے، اور یہ لفظ لغت کی رو سے بڑا وسیع ہے، ممکن ہے کہ اب کسی اور رنگ میں نمودار ہو جاوے، یا اسی رنگ میں آئندہ اور بھی زور سے پھوٹ نکلے ...اصل میں طاعون بڑا وسیع لفظ ہے الطاعون الموت کل امراض دوری کا نام ہے، یہ چیچک ہے، ذات الجنب ہے، تپ، گلٹیاں، قئے، سکتہ، اس قسم کی کل امراض اس میں داخل ہیں۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۴ مئی ۱۹۰۸ء ص ۲)

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ قئے بھی طاعون ہے۔ اس تشریحی بیان کے ٹھیک ۱۲ روز بعد مرزا صاحب آنجہانی ہوئے، اور مرتے وقت انہیں قئے (الٹیاں) آئی۔ گویا وہ طاعون سے مرے، جب کہ ان کا الہامی دعوی تھا کہ وہ طاعون سے نہیں مرینگے۔ یہ تشریحی بیان ان کی تکذیب کا نشان

ہے۔مرزا بشیر احمد نے اپنے والد کے آخری لمحات کی تفصیل یوں بیان کی:

خاکسار مختصراً عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے۔رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔میں اپنے بستر پر جاکر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آگئی۔رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا، یا شاید لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں خود بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور ادھر ادھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں۔میں نے جب پہلی نظر حضرت مسیح موعود کے اوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے۔اس وقت آپ بہت کمزور ہو چکے تھے اتنے میں ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔سب سمجھے کہ وفات پاگئے اور یک دم سب پر سناٹا چھا گیا۔مگر تھوڑی دیر بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی مگر حالت بدستور نازک تھی اتنے میں صبح ہوگئی اور حضرت مسیح موعود کی چارپائی کو باہر صحن سے اٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے۔جب ذرا اچھی روشنی ہوگئی تو حضرت مسیح موعود نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ غالباً شیخ عبدالرحمٰن قادیانی نے عرض کیا کہ حضور ہو گیا ہے۔آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمّم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی مگر آپ اسی حالت میں تھے کہ غشی سی طاری ہوگئی اور نماز کو پورا نہ کر سکے۔تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر دریافت فرمایا، صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔عرض کیا گیا حضور ہو گیا ہے آپ نے پھر نیت باندھی۔مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے یا نہیں۔اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی۔غالباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے۔مگر آپ جواب نہ دے سکتے اس لئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی، اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا۔اور آپ پھر لیٹ گئے۔یہ آخری تحریر جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصہ پڑھا نہیں جاتا تھا جناب والدہ صاحبہ کو دے دی گئی۔نو

بجے بعد حضرت صاحب کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہوگیا۔ گرگرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھنچ کھنچ کر آتا تھا خاکسار اس وقت آپکے سرہانے کھڑا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو جو اس وقت ساتھ والے کمرے میں تھیں اطلاع دی گئی وہ مع چند گھر کی مستورات کے آپکی چارپائی کے پاس آکر زمین پر بیٹھ گئیں۔ اس وقت ڈاکٹر محمد حسین شاہ.... لاہوری نے آپ کی چھاتی میں پستان کے پاس انجکشن یعنی دوائی کی پچکاری کی جس سے وہ جگہ کچھ ابھر آئی مگر کچھ افاقہ محسوس نہ ہوا بلکہ بعض لوگوں نے برا منایا کہ اس حالت میں آپ کو کیوں یہ تکلیف دی گئی ہے۔ تھوڑی دیر تک غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانسوں کے درمیان کا وقفہ لمبا ہوتا گیا حتی کہ ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلی کی طرف پرواز کرگئی۔..

والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا۔ مگر اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے اور میں بھی سوگئی۔ لیکن کچھ دیر بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک دو دفعہ حاجت کے لیے آپ پاخانہ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو آپ نے ہاتھ سے مجھے جگایا۔ میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دبانے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب نے فرمایا تم اب سو جاؤ۔ میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا۔ مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جا سکتے تھے۔ اس لیے میں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے اور پھر اٹھ کر لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دباتی رہی۔ مگر ضعف بہت ہوگیا تھا۔ اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہوکر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہوگئی۔

(سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۱۲)

ناظرین مرزا صاحب کی موت کا آنکھوں دیکھا حال ان کی اہلیہ اور صاحبزادے کی

زبانی آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے، اور شاید آپ کو تعجب ہوا ہوگا کہ اس حال احوال میں کسی کے سورہ یسین پڑھنے کا ذکر ہے نہ مرزا صاحب کے کلمہ شہادت پڑھنے کا۔ جب کہ مرزا فرماتے تھے کہ نزع کی حالت میں حاضرین کو سورۃ یسین پڑھنی چاہیے۔ جیسا مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں کہ:

> بیان کیا مجھ سے عبداللہ سنوری نے کہ بشیر اول کی پیدائش کے وقت میں قادیان میں تھا۔ قریباً آدھی رات کے وقت حضرت مسیح موعود مسجد میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا میاں عبداللہ اس وقت ہمارے گھر میں دردزہ کی بہت تکلیف ہے آپ یہاں یسین پڑھیں اور میں اندر جا کر پڑھتا ہوں۔ اور فرمایا کہ یسین کا پڑھنا بیمار کی تکلیف کو کم کرتا ہے چنانچہ نزع کی حالت میں بھی اسی لئے یسین پڑھی جاتی ہے کہ مرنے والے کو تکلیف نہ ہو اور یسین کے ختم ہونے سے پہلے تکلیف دور ہو جاتی ہے۔
> اس کے بعد حضور (مرزا) اندر تشریف لے گئے اور میں یسین پڑھنے لگ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں نے ابھی یسین ختم نہیں کی تھی، آپ مسکراتے ہوئے پھر مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا ہمارے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔
> (سیرۃ المہدی جلد اول روایت ۹۰)

مرزا صاحب کا قیام لاہور: ۱۹۰۴ء

اخبار بدر قادیان میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی:

۲۰۔ اگست ۱۹۰۴ء گورداسپور سے معہ اہل بیت (لاہور روانہ ہوئے) دو بجے سے پیشتر لاہور کے سٹیشن پر پہنچے۔ دور سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا کل پلیٹ فارم آدمیوں سے پر ہے، اور پاؤں رکھنے کو جگہ نہیں۔ احمدی جماعت کے علاوہ سٹیشن کا عملہ جس میں انگریز اور ہندو اور مسلمان وغیرہ اور دیگر معززین وعوام الناس لاہور، جو زیارۃ کے مشتاق تھے، پلیٹ فارم پر موجود تھے...

حضور (مرزا) کے قیام کے لئے اس دفعہ میاں معراج الدین عمر احمدی رئیس وٹھیکیدار لاہور کا ایوان تجویز ہوا تھا جو حال ہی میں دہلی دروازہ کے باہر تعمیر ہوا ہے ....

بعض کم ظرف اور تنگ خیال کے لوگوں نے اس امر پر اعتراض کئے کہ سفر میں عورتوں کے جمگھٹے کے سوا ان سے رہا نہ گیا۔ یہ ان کی نادانی ہے۔ جن لوگوں نے چشمہ نبوت کے آب

حیات سے کوئی جرعہ نوش کیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ سرور انبیاء اور امت محمدیہ کے ابوالانبیاء آنخضرت ﷺ کا بھی یہی دستور تھا (ابوالانبیاء امت محمدیہ کا مطلب یہ ہوا کہ اس امت میں ایک نہیں کئی نبی ہیں یا ہوں گے۔ بہاء) کہ ایسے موقعہ پر اہل بیت کو ہمیشہ ہمراہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اسی اتباع میں آپ کے خدام والا شان مولوی محمد علی ایم اے خواجہ کمال الدین پلیڈر بی اے مرزا خدا بخش اور دیگر اصحاب کے اہل بیت بھی ہمراہ تھے اور جب حکیم نور الدین و مولانا عبدالکریم اور عالی جناب نواب محمد علی خان کے نام حضرت کا فرمان لاہور آنے کے لئے پہنچا تو اسی سنت نبوی کے اتباع میں ہر سہ اصحاب معہ اہل بیت کے رونق افروز ہوئے۔ ہمیں یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ سیالکوٹی سابق بالخیر جماعت نے بھی اس سفر میں اسی سنت پر عمل کیا۔ (اخبار بدر قادیان ۱۶۔ اگست ۱۹۰۴ء ص۲)

لاہور میں ۲ ستمبر کو مرزا صاحب نے ایک تقریر کی اور:

اثنائے تقریر میں کوئی وزیر آبادی مولوی جو کہ مسیح موعود کے منکروں میں سے پرانے متعصب تھے، خلاف آداب جلسہ و بلا اجازت منتظمان جھٹ بول اٹھے، اور ان کی ترکش میں جو کند اور شکستہ تیر تھے، ان کو بلا کسی دیکھ بھال کے چلانے لگے۔ اور جس میدان مباحثہ کی راہ کو تقریروں اشتہاروں اور رسالوں کے ذریعہ سے ایک عرصہ دراز سے مسیح موعود بن کر چکے تھے، اس کو وہ پھر کھولنے لگے۔ بار بار سمجھانے پر جب وہ اپنی شرارت اور رخنہ اندازی سے باز نہ رہے تو آخرکار منتظمان جلسہ نے ان کو باہر نکال دیا۔ اس سے حاضرین کو اس لئے صدمہ ہوا کہ جو تقریر حضرت اقدس فرما رہے تھے اس کا ایک بہت سا حصہ باقی رہ گیا... شور و شر کے فرو ہونے کے بعد حضور تشریف لے گئے۔ ... حضرت مسیح موعود کا ارادہ پنجاب کے بڑے بڑے امصار اور بلاد میں اتمام حجت کے لئے جانے کا... (البدر بابت ۲۴ اگست جس کی اشاعت ستمبر ۱۹۰۴ء میں ہوئی ص۱)

ایک اور موقع پر لاہور ہی میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

> آج پرچہ پیسہ اخبار ۲۷۔ اگست ۱۹۰۴ء کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ حکیم مرزا محمود نام ایرانی لاہور میں فروکش ہیں وہ بھی ایک مسیحیت کے مدعی کے حامی ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور مجھ سے مقابلہ کے لئے خواہش مند ہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میں ان کی درخواست کو قبول نہیں کر سکتا کیونکہ کل ہفتہ کے روز جلسہ کا دن ہے جس میں میری مصروفیت ہوگی اور اتوار کے دن علی الصباح مجھے گورداسپور میں ایک مقدمہ کیلئے جانا ہے جو عدالت میں دائر ہے۔ میں قریباً بارہ روز سے لاہور میں مقیم ہوں، اس مدت میں

کسی نے مجھ سے ایسی درخواست نہیں کی اب میں جانے کو ہوں اور ایک منٹ کی بھی مجھے کسی اور کام کے لئے فرصت نہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بے وقت کی درخواست سے کیا مطلب ہے اور کیا غرض ہے۔ لیکن تاہم میں حکیم مرزا محمود صاحب کو تصفیہ کے لئے ایک اور صاف راہ بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کل ۳ ستمبر کو جو جلسہ میں میرا مضمون پڑھا جائے گا وہ مضمون اڈیٹر پیسہ اخبار اپنے پرچہ میں بتمام وکمال شائع کر دیں حکیم صاحب موصوف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون کے مقابلہ میں اسی اخبار میں اپنا مضمون شائع کرا دیں اور پھر خود پبلک ان دونوں مضمونوں کو پڑھ کر فیصلہ کر لے گی کہ کس شخص کا مضمون راستی اور دلائل قویہ پر مبنی ہے۔

(اخبار بدر ۲۴۔ اگست ۔طبع ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۷)

مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ میں مناظروں کو باعلام الٰہی بند کر چکا ہوں، بلکہ یہ کہا کہ دعوت بے وقت ہے۔ یعنی دعوت پہلے ہوتی یا مجھے مزید یہاں رہنا ہوتا تو مناظرہ کرتا۔

گورداسپور دور تھا نہ قادیان دور تھا۔ ایک مدعی مسیحیت کا حواری مرزا صاحب سے مناظرہ کا خواہش مند تھا تو مرزا صاحب گورداسپور میں تاریخ بھگتنے کے بعد واپس لاہور آ سکتے تھے، یا مرزا محمود ایرانی کو گورداسپور یا قادیان میں آنے کی دعوت دے سکتے تھے۔

مقابلے میں مضمون لکھنے کا فائدہ تو تب ہے کہ پہلے سے عنوان طے ہو اور ظاہر ہے وہ ایسا ہی عنوان ہوگا جو بہائیوں اور مرزائیوں میں وجہ تنازع ہوگا، اگر ایسے عنوان پر مرزا صاحب لکھیں تو پھر حکیم مرزا محمود کا اس کے جواب میں لکھنا تو مفید ہو سکتا ہے۔ بصورت دیگر مرزا صاحب کی لن ترانیوں کے جواب دینے کا کیا فائدہ۔ مرزا صاحب کو چاہیے یہ تھا کہ وہ محمود ایرانی سے طے کر لیتے کہ کس مضمون پر لکھا جائے۔ پھر ایسا مضمون آپ جلسہ میں پڑھ کر اخبار میں چھپواتے اور محمود ایرانی سے اس کے جواب کا مطالبہ کرتے۔

بابیوں کے چیلنج مباحثہ کے ضمن میں ایک مرتبہ اڈیٹر الحکم نے لکھا:

ایک بابی مرزا محرم مع ایک امریکن بابی کے رنگون سے آ رہے ہیں وہ کلکتہ علی گڈھ دہلی ہوتے ہوئے لاہور آئیں گے۔ لاہوری پیسہ اخبار لکھتا ہے کہ اچھا موقعہ ہے کہ مرزا قادیانی ان سے اپنے دعاوی کا تصفیہ کرا لیں۔

پیسہ اخبار کو خدا ہدایت دے وہ اتنا نہیں سمجھتا کہ جو شخص علی وجہ البصیرت بولتا ہو خدا تعالی

نے جس کی صداقت کے لئے ہزاروں ہزار نشان ظاہر کر دکھائے ہوں یہاں تک کہ خود پیسہ اخبار اپنے گھر میں بھی نشان دیکھ چکا ہے ، زمانہ جس کی ضرورت کے لئے چلاّ رہا ہو ، اسے کون سی حالت منتظرہ باقی ہے، پیسہ اخبار ہو یا بابی یا کوئی اور اسے اگر مرزا صاحب کے کسی دعوی میں شک ہو تو وہ آپ کی تصانیف پڑھے، ان کی تائیدات پر غور کرے جو خدا تعالی نے اپنے صادق مسیح کے لئے ظاہر کی ہیں، اور بالآخر اللہ تعالی سے دعا کر کے فیصلہ چاہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۰ جون ۱۹۰۵ء ص ۱۲)۔

لاہور میں مرزا محمود بابی نے مباحثے کیلئے کہا تھا تو مرزا نے فرمایا تھا کہ میرے پاس وقت نہیں گورداسپور مقدمے کے لئے جانا ہے۔ اب وہ مقدمہ ختم ہو چکا تھا، اب کون سی رکاوٹ تھی ، مرزا صاحب نے جواب کیوں نہیں دیا۔آخر یہ لوگ بھی تو ایک مدعی مسیحیت کے پیروکار تھے، دونوں کے دعاوی کا فیصلہ آمنے سامنے ہوسکتا تھا۔

❁ اڈیٹر بدر قادیان بتاتے ہیں:

اس ۱۵ روزہ قیام (لاہور) میں پبلک لاہور کا سلوک احمدی جماعت اور اس کے لیڈر مرزا صاحب سے کیا کچھ رہا..

مرزا صاحب کی تشریف آوری کی خبر چونکہ لاہور میں پھیل گئی تھی اس لئے جب سے یہاں قدم رکھا اس وقت سے لے کر آپ کی روانگی تک عام طور پر ہر وقت جم غفیر مکان کے نیچے اور مقابل نظر آتا تھا..کوئی گلی اور کوئی کوچہ اور کوئی بازار لاہور کا ایسا نہ رہا جہاں حضرت مرزا صاحب کا چرچا نہ ہو۔صبح سے شام تک خاص و عام حضرت کی زیارت کے لئے تشریف لاتے، اور اکثر حصہ ان کا اس لئے بادل ناکام واپس جاتا کہ حضور طبیعت کی ناسازی یا عدیم الفرصتی کے باعث ان کی آرزو کو پورا نہ کر سکتے، ایسے ہی عورتوں کے غول درغول آپ کی زیارت کے لئے آتے رہے۔لیکن اس رحمۃ للعالمین وجود نے آخر کار لوگوں کے شیشہ دل کو سنگ ناکامی سے چور ہوتا دیکھ کر دو تین دفعہ پبلک میں ظہور فرمایا ...(یعنی پندرہ دنوں میں دو تین دفعہ عوام کو درشن دیئے اور باقی سارا وقت حرم میں محصور ہو کر گذارا۔کیا خوب تبلیغ فرمائی؟ بہاء)

ایک دن ایک سبز پوش ..تشریف لائے ۔ملاقات کی خواہش کی۔حضور کی خدمت میں پہنچ کر اس نے سوال کیا کہ عاشق ہو یا معشوق؟ آپ نے فرمایا کہ ہم نے سب کچھ

کتابوں میں لکھ دیا ہے وہاں دیکھ لو۔ اس پر اس نے سوال کیا کہ جو کچھ کتابوں میں لکھا ہے کیا وہ سب سچ ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ اس پر اس نے درخواست کی کہ اسے تحریر فرما دیجئے۔ آپ نے حکم دیا کہ ایک ہفتہ کے بعد آنا ہم لکھ دیویں گے۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے بعد جب وہ سائیں صاحب ۲۸ تاریخ کو تشریف لائے تو آپ نے یہ عبارت لکھ کر اور اپنی مہر ثبت کر کے ان کے حوالے کی ...

میں خدا تعالی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو جھوٹوں پر لعنت کرتا ہے یہ گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ میں دعوی کیا ہے یا جو کچھ اپنے دعوی کی تائید میں لکھا ہے یا جو میں نے الہام الہی اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں وہ سب صحیح ہے سچ ہے اور درست ہے والسلام علی من اتبع الھدی الراقم خاکسار مرزا غلام احمد ... (کچھ کتابوں میں لکھ دیا ہے پڑھ لو۔ تو پھر آپ کے اسفار، تقریروں اور لوگوں سے ملنے اور دوروں کا کیا مقصد؟ کتابوں میں لکھا ہوا تو آپ خود کہتے ہیں کہ کافی نہیں، بلکہ تبلیغی دوروں، اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔ بہاء)

(ایک اور فقیر تھے چاچڑاں والے کے مرید، کہتے تھے) میں حضرت مرزا صاحب سے ملنے کے لئے بہاولپور سے آیا ہوں لیکن دو دن تک جب ملاقات کا موقع نہ ملا تو گھبرا گئے اور عدم استقلال دکھلا کر چلے گئے۔ پولیس بھی ان کو مشتبہ الحال جان کر نگرانی کرنے لگی تھی۔ شاید اس لئے بھی دل برداشتہ ہو گئے ...

ہم نہایت افسوس کے ساتھ اس واقعہ کو بھی بیان کرتے ہیں جو کہ ۲۲۔ اگست کی شام کے وقت بعض شریر اور مفسد طبائع سے وقوع میں آیا۔ کل جماعت نماز مغرب میں مصروف تھی کہ چند بدمعاشوں نے موقعہ پا کر اور دروازہ کو دربان سے خالی دیکھ کر اوپر چڑھ جانے کی کوشش کی ابھی وہ زینہ پر ہی تھے کہ بعض جاں نثاروں کو خبر ہو گئی اور انہوں نے آ کر روکا اور مقتضائے وقت کے لحاظ سے جو بن پڑا وہ ہوا (جماعت تو مغرب کی نماز پڑھ رہی تھی اور مرزا صاحب کہاں تھے؟) آخر مناسب سمجھا گیا کہ پولیس سپرنٹنڈنٹ کو اطلاع دی جائے جس پر دو پولیس مین سرکاری طور پر روانہ کئے گئے جو ہر وقت موجود رہتے اور مجمع کو منتشر کرتے رہتے تھے۔ (اخبار بدر یکم ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۱ نمبر ۳۳ جلد ۳)

آپ (مرزا) کے ساتھ اللہ تعالی کی کچھ یہی سنت چلی آئی ہے کہ جب کبھی کوئی مضمون یا کتاب تصنیف کرنی ہو تو ضرور کسی نہ کسی عارضہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ان ایام میں بھی ایسا ہی ہوا کہ وہ جو مضمون پڑھا جانا تھا اس کی تاریخ قریب آ گئی اور صرف دو تین دن باقی رہ گئے تھی کہ آپ آشوب چشم کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے ۔ ایک تو لاہور کے لوگوں کی درخوات ملاقات سے فرصت نہ تھی دوسرے یہ عارضہ چشم، اس لئے آپ نے حکم دیا کہ دو دن تک نہ کوئی شخص ہماری ملاقات کو آوے، اور نہ کوئی رقعہ کسی قسم کا اوپر پہنچے۔ حتی کہ عورتوں کو بھی بالا خانے پر آنے کی ممانعت کر دی گئی تھی ۔

(اخبار بدر یکم ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۲)

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

اس واقعہ کا بیان کر دینا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کے قیام میں لاہور کے بعض اڈیٹران اخبار نے کیا حصہ لیا۔ کل اڈیٹروں سے تو ہمارا تعارف اور شناسائی ہے نہیں، ہاں دو صاحب اکثر احمدی محفلوں میں نظر آتے تھے اور انہی کے متعلق ہم یہاں ریمارک کریں گے ۔ ایک تو پیسہ اخبار کے اسسٹنٹ اڈیٹر تھے .. دوسرے اڈیٹر صاحب ہمارے مشفق میاں فوق اڈیٹر پنجہ فولاد تھے .. جنہوں نے ۲۸۔ اگست کے پرچہ میں حضرت مسیح موعود کی آمد پر ایک لیڈر بعنوان ، مرزا صاحب قادیانی کو جنون تو نہیں ، لکھا۔

اس میں شک نہیں کہ اس مضمون میں ایک بڑی حد تک انہوں نے راستی اور انصاف کو مدنظر رکھ کر خلاف اور بلا تحقیق واقعات کو درج نہ کیا بلکہ صحیح واقعات لکھے ...

حق اور انصاف پروری کی داد ایک حد تک اس طرح بھی دی کہ پیسہ اخبار جو برائے نام مولویوں کو اس لئے وقعت دیتا ہے کہ وہ مرزا صاحب کی مخالفت اور عناد میں اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں، اس کی اصلاح کی کوشش چند فقرات سے کی .. لیکن نہ معلوم کہ کن وساوس اور خطرات نے ان کے قلب کو پکڑا جس کی وجہ سے ان کو آخر حصہ مضامین میں حضرت مرزا صاحب کی ذاتیات کا ذکر خصوصیت سے بلا تحقیق اصل واقعات کے اس طرح کرنا پڑا، جو ایک حقائق شناس اور دقیقہ رس انسان کی شان کے شایان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ انہوں نے عوام کی طرف سے یہ بات لکھی ہے کہ مرزا صاحب رات دن زنان خانہ میں مست اور عورتوں کے جمگھٹوں میں خوش رہتے ہیں .. اور مرزا صاحب نے کل مریدوں کو اپنی عورتیں ہمراہ لانے کی تاکید کی ، اور بعض مرید غیر حاضر لیکن ان کی عورتیں موجود ہیں

..یہ ریمارک میاں فوق کا ہے جس پر ہمیں افسوس ہے (البدر یکم ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۳)

تحریر بالا کے ساتھ ذیل کا قادیانی فتویٰ بھی ملاحظہ فرمالیجئے،

حکیم فضل الدین قادیانی نے ایک سائل کے سوالات کے جواب میں فرمایا:

سوال: حضرت اقدس (مرزا قادیانی) غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں؟

جواب: وہ نبی معصوم ہیں ان سے مسّ کرنا اور اختلاط منع نہیں، بلکہ موجب رحمت و برکت ہے اور یہ لوگ احکام حجاب سے مستثنیٰ ہیں۔

سوال: حضرت (مرزا) کے صاحبزادے غیر عورتوں میں بلا تکلف اندر کیوں جاتے ہیں کیا ان سے پردہ درست نہیں۔

جواب: آپ نے اس سوال کے وقت جلدی سے کام لیا اور غور نہیں کیا کہ پردہ کرنیکی پابند عورات ہیں یا عورتوں کے پردہ کرانے کے بھی پابند مردی ہی ہیں۔ غرض مردوں کو حکم ہے یغضوا من ابصارھم یعنی مرد اپنی آنکھیں نیچے رکھیں۔

اگر آپ یہ اعتراض کرتے کہ صاحبزادے غیر عورتوں کی طرف دیکھتے ہیں اور غض بصر نہیں کرتے اور اس کا کوئی ثبوت بھی آپ پیش کرتے، تو اس کے جواب کی ضرورت بھی ہوتی، اب تو اس کے جواب کی ضرورت ہی معلوم نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا لست علیھم بمصیطر یعنی تو ان پر داروغہ نہیں کہ ان سے عمل درآمد کراوے اور منواوے۔

جب ماموری کسی کا داروغہ نہیں تو کیا (مرزا کے) صاحبزادے عورتوں سے پردہ کرانے کے ذمہ دار ہیں۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔اپریل ۱۹۰۷ء۔ص ۱۳)

مرزا قادیانی کی غربت و امارت

مرزا صاحب بزعم خود رئیس قادیان تھے، اپنی کتابوں اور خطوط میں بھی اپنے نام کے ساتھ رئیس قادیان لکھ دیا کرتے تھے۔ اور جدی پشتی جاگیردار ہونے کے مدعی تھے، دوسری طرف ان کے اعلانات بیانات اشتہارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پیسے پیسے کے لئے مریدوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے رکھتے تھے۔ کبھی لنگر کے نام پر، کبھی مہمان خانہ کے نام پر، کبھی مدرسہ کے نام پر، کبھی اشاعت کتب کے نام پر، کبھی توسیع مکان کے نام پر کبھی تعمیر منار کے نام، کبھی جلسے کے اخراجات کے نام پر، کبھی مقدمات میں وکلاء کی فیسوں کے نام پر، کبھی پریس لگانے کے بہانے، کبھی بہشتی

مقبرہ کی تعمیر تزئین و آرائش کے نام پر، اور یہ سارے کام ان کے ذاتی کام تھے۔ مکان جس کی توسیع کرانا مقصود تھی وہ ان کا ذاتی تھا، لنگر سے ان لوگوں کو کھانا ملتا تھا جو (عموماً نذر نیاز کے ساتھ)انہیں ملنے کے لئے آتے تھے یا ان کے ملازم تھے۔ کتابیں ان کی اپنی تصانیف ہوتی تھیں اور ان کی فروخت سے ہونے والا منافع ان کی جیب میں جاتا تھا، مقدمات میں یہ ذاتی طور الجھے ہوئے تھے کیونکہ وہ عام طور پر انہی کی سرگرمیوں تحریروں وغیرہ کی وجہ سے قائم ہوتے تھے۔ مدرسہ انہی کے افکار کو پھیلانے کا ایک ذریعہ تھا اور جلسہ بھی انہی کی مدح وثناء اور انہی کے مضامین سنانے اور انہی کے خدام کا سٹیج تھا، کسی غیر کو اس سٹیج پر آ کر بولنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ مینار انہی کی ملکیتی زمین پر بن رہا ہے اور انہی کے مقاصد کی تکمیل کے لئے تھا کہ چونکہ حدیث میں ہے کہ مسیح مینار کے پاس اتریں گے، اور مرزا نے دعوی کیا تھا اس وقت قادیان میں کوئی ایسا مینار نہ تھا جس پر وہ اتریں اس لئے انہوں نے ایک میدانی جگہ پر اتر کر مینار تعمیر کروانے کا اعلان کر دیا، تاکہ یہ تو کہا سکے کہ اگر یہ مسیح مینار پر نہیں اترا، تو کیا ہوا، اس نے خود مینار کو اتار لیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ زندگی بھر یہ بھی نہ ہوسکا۔ اور مینار پر اترنے یا مینار کو اتارنے کی حسرت دل میں لئے وہ قبر میں جا پڑے۔

الغرض جس قدر چندہ مانگے جاتے تھے وہ کم وبیش بالواسطہ یا بلاواسطہ مرزا صاحب ہی کی جیب میں جاتے تھے اور وہ خود بھی کہا کرتے تھے کہ میرا وہ حال تھا کہ دس روپئے کی آمدن کی توقع بھی نہ تھی اور لاکھوں روپیہ کی فتوحات ہو رہی ہیں۔

ان تعارفی سطور کے بعد ذیل میں وہ اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں جن سے مرزا صاحب کی غربت وامارت کا حال معلوم ہوتا ہے۔

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

> دار الامان کی ضرورتیں یوماً فیوماً بڑھ رہی ہیں خصوصاً مدرسہ اور مہمان خانہ کی وسعت کا سوال آج کل خصوصیت سے قابل غور ہو رہا ہے۔ مدرسہ کی حالت یہاں تک کمزور ہو رہی ہے کہ اگلے مہینہ غالباً مدرسہ کے ماہواری اخراجات بھی مشکل سے پورے ہوں ...مبارک ہیں وہ لوگ جو اس وقت نصرت کر کے اجر کے مستحق ہو جاتے ہیں۔
>
> (اخبار الحکم قادیان ۳۱ جولائی ۱۹۰۲ء ص ۴)

تنگ دستی کا حال تو آپ نے دیکھ لیا، کہ ملازموں کو تنخواہ دینے کے لئے پیسے نہیں ہیں، شہ خرچی کا حال آپ کو مرزا صاحب کے بیٹے بشیر احمد کی شادی میں نظر آئے گا۔ نکاح

کی رسم قادیان میں ادا کی گئی، اور کچھ روز بعد بارات پشاور گئی اور دلہن کو لے کر قادیان واپس آ گئی۔ اس واقعہ سے متعلق خبریں اور مضامین ملاحظہ فرمائیے:

۱۲ ستمبر ۱۹۰۲ء کو مرزا بشیر احمد کے نکاح کی مسنون رسم عمل میں آئی.. حضرت اقدس کے کمرہ کے سامنے والے صحن میں جو مسجد مبارک سے ملحق ہے احباب جمع ہوئے۔ حضرت مولانا نورالدین حکیم الامۃ نے خطبہ نکاح پڑھا اور ایجاب وقبول کے بعد خرمے پیش تقسیم کیے گئے... صاحبزادہ کا تعلق مولوی غلام حسن سب رجسٹرار پشاور کے ہاں ہوا ہے۔ آپ کی دختر نیک اختر بی بی سرور سلطان ایک فرخندہ بخت لڑکی ہے جو بشیر احمد کے نکاح میں آئی ہے۔.. آپ ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے...... غالباً یہ ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ مولوی (غلام حسن) ممدوح کی دختر پشاور ہی میں ہیں۔ مہر ایک ہزار روپیہ مقرر ہوا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان: ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۹-۱۰)

اس شادی پر اٹھنے والے اخراجات کا ذکر اڈیٹر الحکم کی ذیل کی تحریر میں دیکھئے:

منشی سراج الدین احمد، روزگار، کی ۲۳ جون ۱۹۰۶ء کی اشاعت میں انہوں نے صاحبزادہ بشیر احمد کی شادی پر اعتراض کیا ہے۔ اعتراض کی نوعیت اور اہمیت سے آگاہ کرنے کے لئے ان کے نوٹ کو بجنسہ درج کرتا ہوں اور مجھے ایسی ہی امید منشی سراج الدین صاحب (والد مولانا ظفر علی خان) آپ رکھنی چاہیے کہ وہ میرے جواب کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کریں (وہ یہ ہے):

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب نے مرزا غلام احمد صاحب کی جماعت سے علیحدہ ہونے کی وجوہات پر جو تقریر لاہور میں کی ہے اس کی بہت ہی مختصر رپورٹ پیسہ اخبار کے رپورٹر نے لکھی ہے۔ ہم کو امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف اس مضمون کو بہت تفصیل سے بیان کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے اور ان کی ننگی تلواروں سے جوان پر کھینچی گئی ہیں ڈر نہیں جائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں اس امر کا بھی ذکر کیا ہے کہ قادیان میں جو چندہ مریدان مرزا صاحب نے مختلف مدات میں بھیجا ہے اس کا کوئی حساب نہیں رکھا گیا۔ ہم اس کے متعلق ایک واقع کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا مرزا صاحب کے ایک فرزند کا نکاح پشاور کے ایک معزز مسلمان کی لڑکی سے ہوا، پشاور کے یہ مسلمان بھی مرزائی ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے عام رواج کے مطابق بہت قیمتی زیورات و پارچات لڑکی کو دہیج میں دیئے لیکن مرزا صاحب کی جانب

سے بھی زیورات اور پارچات پیش کئے گئے وہ بھی قیمت اور شان وشوکت میں کم نہ تھے۔ ہر ایک قسم کا مرصع زیور اور اعلی درجہ کے ریشمی پارچات کے جوڑے دولہا کی جانب سے پیش کئے گئے ۔چاندی کی جوتی جب پیش کی گئی تو اس پر اعتراض ہوا کہ سونے کی کیوں نہیں ہے۔ ریشمی دوپٹوں کے گرد موتیوں کی جھالریں لگی ہوئی تھیں اور دوسرے پارچات...اور قیمت بھی اسی حیثیت کی تھی اور کل سامان قیمت میں پانچ چھ ہزار سے کم کا نہ ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اپنی جماعت میں صرف پیشوائے دین ہی نہیں بلکہ اپنی جماعت کے درمیان امور اور رسوم دنیوی میں بھی ایک عمدہ تمثیل قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ برات کے ممبروں نے ریزروگاڑیوں میں سفر کیا اور جو کچھ ہوا ایک بڑے امیرانہ ٹھاٹھ کے ساتھ ہوا۔ یہ تمام روپیہ جو زیورات وغیرہ میں صرف کیا گیا ہے یہ کہاں سے آیا؟ اس کا جواب تو ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب دیں گے کیونکہ ضرور ہے کہ وہ مرزا صاحب کے وسائل آمدنی سے واقف ہیں۔

مرزا صاحب سید احمد خان کو دنیا دار اور کافر ومرتد بتاتے ہیں لیکن وہ دنیا دار کافر اس قسم کا تھا کہ باوجود اس کے کہ مستقل ذاتی آمدنی ڈیڑھ ہزار ماہوار کی رکھتا تھا۔ مرنے کے بعد ایک دوست نے اپنی گرہ سے کفن خرید کر اس کے برہنہ جسم کو ڈھانکا۔ اس کے مقابلے میں ایک دین دار مسلمان نبی ہے جو سونے چاندی کے ساتھ کھیل رہا ہے جس کی مستورات سونے چاندی سے اس حد تک لدی ہوئی ہیں کہ ان کے پاؤں میں بھی سونے کی پازیبیں ہیں۔ جن وسائل سے یہ روپیہ پیدا ہوتا ہے ان کے قیاس اور دریافت کرنے کی نسبت بھی کوئی غلطی نہیں کرسکتا۔ مرزا صاحب نے جو گر سیکھا اور سمجھا ہے اور جس پر ان کا عمل ہے وہ وہی ہے جو حالی نے موزوں کر دیا ہوا ہے:

انسان کو چاہیے کہ وہ ابلہ فریب ہو　　　　دنیا پہ جب تک کہ مسلط ہے ابلہی

(اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں) اس نوٹ میں منشی صاحب نے اس امر کو نہایت کراہت کی نظر سے دیکھا ہے کہ اس تقریب پر کیوں مرزا صاحب یا غلام حسن نے قیمتی زیورات یا پارچات دیئے اگرچہ اس میں بہت کچھ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے لیکن میں اس کو امر واقعی تسلیم کر لینے کے بعد یہ کہنا چاہتا ہوں کہ غور طلب قابل بحث یہ امر ٹھہرتا ہے کہ، کیا امارت، نبوت یا خدا شناسی کے منافی ہے (مرزا صاحب جن کے مثیل اور بروز ہونے کے مدعی تھے وہ تو مسیح اور آنحضرت ﷺ ہیں۔ دونوں

نے فقر میں گذارا کیا، سادگی رکھی ۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کے زیورات وغیرہ کے مطالبات پر کان نہیں دھرا ۔بیٹیوں کی شادی بھی انتہائی سادگی سے کی ۔ بہاء) یا دوسرے الفاظ میں یوں ہی سہی کہ کیا یہ ضروری ہے کہ ایک شخص جو خدا تعالی سے ایسا تعلق رکھتا ہو کہ وہ اس کے پاک کلام سے مشرف ہو اور بنی نوع انسان کی روحانی رہنمائی کیلئے مبعوث اور مامور ہوا ہے ٹکڑوں کی مار ہو۔ منشی سراج الدین صاحب کا نوٹ ، ان کا یہی مذہب ظاہر کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص نبی کہلائے تو اس کے لئے لازمی امر ہے کہ وہ خانہ بدوش ہو اس کے گھر کا یہ حال ہو کہ اس کے گھڑے میں پانی ہو نہ چولہے میں آگ ۔ اور پوری ذلت ونکبت کا نمونہ ہو (معاذ اللہ) ٹکڑے سے محتاج ہو اور دلق مرقعہ سے ملبوس ہو۔ مختصر یہ کہ تمام نحوستیں معاذ اللہ اس میں جمع ہوں ۔

پس اگر روزگار کے اڈیٹر صاحب کی رائے میں ایسا آدمی صاحب الہام وحی ہونا چاہیے اور ریفارمر اور مصلح قوم کی حالت دنیوی حیثیت سے بہت ہی گری ہوئی ہو تو بے شک میں مان لینے کو تیار ہوں کہ حضرت مسیح موعود میں یہ نشانات نہیں خدا تعالی نے کبھی پسند نہیں فرمایا کہ اس کے محبوب اور وفادار بندے دنیا میں ذلیل ہوں بحالیکہ وہ دنیا میں خدا تعالی سے تعلقات صافیہ کے نتائج اور ثمرات کا ایک نمونہ ہوتے ہیں ۔ ایک مامور من اللہ جو لوگوں کو اس امر کی دعوت کرتا ہے کہ خدا تعالی سے تعلق پیدا کرو اور ان تعلقات میں اخلاص ہونا چاہیے تو تم پر فضل کیا جائیگا تمہیں ایسے برکات اور فضل ملیں گے اگر یہ باتیں خود اس کی ذات پر وارد نہیں تو وہ اللہ تعالی کے انعامات و برکات کا کوئی نمونہ نہیں دکھا سکتا تو وہ کون سی بات ہے جو دوسرے لوگوں کے لئے کشش کا موجب ہوگی؟

مجھے افسوس اور سخت افسوس ہے کہ یہ لوگ جو بجائے خود ریفارمر بنتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کی حمایت کے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں یہ ایسی باتیں کیوں کہتے ہیں جن سے اسلام کی ہتک ہو اور قرآن کریم کی مخالفت میں نے قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کی پاک سیرۃ میں اس معاملہ پر غور کیا ہے اور دوسرے انبیاء کے حالات پر نظر کی ہے ۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ روزگار کے اڈیٹر کا اعتراض ایسا بودہ اور بے ہودہ ہے جو منہاج نبوت کے معیار پر پورا نہیں اتر سکتا ۔

قرآن مجید عام طور پر متقیوں کے لئے فرماتا ہے ... متقی کو ایسے طور پر رزق دیا جاتا ہے اور ایسی جگہ سے دیا جاتا ہے کہ اس کو وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا ۔ پس جب کہ عام متقی کے لئے اللہ تعالی کی یہ خصوصیت اور سنت ہے تو وہ لوگ جو مظہر اللہ ہوتے ہیں اور جن کے حالات میں شمائل الہیہ کے تقاضاؤں کو ہم مطالعہ... کرتے ہیں کیا ان کے حسب حال یہی امر ہوسکتا ہے کہ وہ بھوکے

مریں اورٹکڑے مانگیں؟

اے ناخدا ترس انسان ! خدا کی تجھے اسی قدر معرفت اور اسکے صفات کا اسی قدر علم ہے؟

کیا تیرے پیمانہ اور ماپ سے خدا کے وہ راست باز بندے جو مرزا غلام احمد سے پہلے ہوگذرے ہیں پورے راست باز ثابت ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ در بدر بھیک مانگا کرتے تھے یا وہ سلاطین عہد سے بھی بڑھ کر آسائش اور راحت اور عزت رکھتے تھے؟

پھر قرآن کریم کے ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا انّ الّذین آمنوا و عملوا الصالحات لھم مغفرۃ و رزق کریم بے شک جولوگ اللہ تعالی کو مانتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں ان کے واسطے مغفرۃ اور معزز رزق ہے۔

مغفرۃ کا لفظ قرآن کریم میں جن اعلی درجہ کے مفہوم اور معنوں میں آیا ہے اس کی تصریح کے لئے ایک مستقل رسالہ کی ضرورت ہوسکتی ہے لیکن یہاں جس لفظ پر میں اپنے ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ رزق کریم ہے۔ اڈیٹر صاحب روزگار اس لفظ کی تفسیر تو کریں کہ اس سے کیا مراد ہے ؟اور کیا وہ لوگ جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں اور اصلاح خلق کے لئے آتے ہیں بدرجہ اولی اس امر کے مستحق نہیں ہیں کہ انہیں رزق کریم عطا ہو؟

میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ کوئی دانشمند مسلمان اس سے انکار نہ کرے گا کہ سب سے اول رزق کریم کے وارث اورحق دار خدا کے مرسلین و مامورین ہیں۔

اور پھر قرآن مجید فرماتا ہے اللّٰہ ولیّ الّذین آمنوا یخرجھم من الظّلمات الی النّور۔ اللہ تعالی مومنوں کا ولی ہے ان کو ہر قسم کی تاریکیوں سے نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر ہر قسم کی ذلت اور رسوائی تیرہ حالی کا نام اڈیٹر روزگار کی اصطلاح میں نور ہے تو امر دیگر ہے ورنہ نور اگر متمیز کرتا ہے تو کچھ شک نہیں خدا تعالی کے بزگزیدہ بندے ہر پہلو سے متمیز ہوتے ہیں پھر اگر اس زمانہ میں اللہ اپنے کسی اتقی بندے کو مامور کرے اور اس پر ہر قسم کا فضل کرے تو اسے اعتراض کی نظر سے دیکھا جاتا ہے شائد اس لئے کہ کہیں قرآن کریم کی سچائی کا زندہ ثبوت ظاہر نہ ہو جاوے ۔افسوس! جو اس تقریب شادی اور اسکے اخراجات پر نظر کرنے کا ہے کاش ناعاقبت اندیش معترض اس کے محاسن پر غور کرتا۔

شادی بالکل آنحضرت ﷺ کے اسوہ پر کی گئی تھی اور قادیان میں جس قدر شادیاں ہوتی ہیں اسی طرز پر ہوتی ہیں جس قدر فضول روپیہ بے جا رسم و رواج اور خلاف شرع امور کی تکمیل میں

صرف ہوتا ہے اس سے اگر قاضی صاحب واقف نہیں تو وہ عصر جدید کے اڈیٹر کو لکھ کر پوچھ لیں مگر یہاں وہ ساری رسمیں القط ہیں۔ یہاں تک کہ خود حضرت اقدس بھی باوجودیکہ انکے اپنے صاحبزادہ کی شادی تھی برات میں نہیں گئے (کیا وہ بیماری کے باعث اتنا طویل سفر کرنے معذور تھے یا سرحدی لوگوں سے ڈرتے تھے جیسا کہ مہر علی شاہ کے مقابلے میں لاہور اس لئے نہیں آئے تھے کہ مہر علی کے ساتھ چند سرحدی لوگ تھے، اور پشاور تو سرحدی کا گھر تھا وہاں وہ کیسے جاسکتے تھے۔ اور پھر پشاور، کابل کے بھی قریب تھا جہاں بعض مسلمانوں نے انہیں کہہ رکھا تھا کہ ایک دفعہ جا کر ہو آئیں، اور ہم سے انعام لیں۔ بہاء) صرف تین آدمی گئے تھے اور یا دو چار بچے ساتھ تھے۔ زیورات یا قیمتی پارچات کا پیش کرنا کوئی معیوب امر نہیں اور نہ اس کو رسم سے تعلق۔ بلکہ یہ تو عورت کی گم شدہ عزت کو پھر قائم کرنا ہے۔عورت کے ساتھ جس قدر سلوک کرنا چاہیے حضرت اقدس اس کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ پس اگر قیمتی زیورات یا پارچات دیئے گئے یا لڑکی کے والد صاحب نے دیئے تو کیا برا کیا؟ (مرزا صاحب کے پاس اتنے پیسے کہاں سے آئے؟ تھے تو اڈیٹر بدر جیسے لوگوں کے چولہے کیوں نہیں جلائے جاتے تھے؟ بہاء) معلوم نہیں قاضی صاحب ان نکاحوں پر جہاں رنڈیوں کا ناچ اور آتش بازی اور مے نوشی اور فضول رسومات میں ہزاروں روپیہ مسلمانوں کا صرف ہوتا ہے کیوں نہیں چڑتے اور کیوں اعتراض نہیں کرتے؟ یہ صورت تو ایسی تھی کہ اس پر اعتراض کا کوئی محل ہی نہ تھا مگر بات یہ ہے: ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است

اگر قیمتی زیورات یا پارچات کوئی گناہ کی بات ہے تو قیصر و کسریٰ کے اسباب جب صحابہ کے قبضہ میں آئے اور انہوں نے استعمال کئے تو غالباً روزگار کے اڈیٹر کے نزدیک بہت برا ہوا ہوگا

اور شائد ہمارے قاضی صاحب قبلہ خود بھی اور اپنے گھر میں بھی ہدایت کرتے ہوں گے کہ پھٹے سے پھٹے کپڑے پہنو، جن میں جوئیں چلتی پھرتی نظر آئیں اور بدبو سے دماغ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے۔ وہ اپنے گریبان میں ذرا منہ ڈال کر دیکھیں؟ پھر اپنے اعتراض کا وزن کریں آخر وہ بھی تو مسلمان ہیں؟ کچھ اگر یہ ایسا ہی کبیرہ گناہ ہے تو وہی نمونہ دکھائیں ورنہ اس سے ڈریں ۔کبر مقتاً عند اللہ ان تقو لوا ما لا تعملو ن ۔

آخر میں انہوں نے ..سید احمد کو رسوا کیا ہے اگر وہ ڈیڑھ ہزار کی ماہوار ذاتی آمدنی رکھتے ہوئے بھی آخر کفن سے تہی دست نکلے تو پھر انکی آمدنی کا مصرف بتانا آپکا فرض ہے۔ کیا ان کو اپنے گھر سے کفن نہ ملنا ناداری کی وجہ سے تھا یا اس کا باعث کچھ اور تھا؟ ذرا سوچ کر جواب دینا۔

اور اگر بہر حال ناداری اور قلاشی ہی اس کا سبب تھا جو ہمارے خیال اور واقعات کی بنا پر

نہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کے ماموروں اور مرسلین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت نہیں ۔سید احمد کا اسوہ آپ کو مبارک ہو آپ دعا کریں کہ آپ کا کوئی بیٹا اخیر عمر میں شراب کے نشہ میں سرشار ہوکر آپ کو گھر سے نکال دے اور آخر آپ بھی کسی دوست کے گھر وفات پائیں اور گھر سے کفن نصیب نہ ہو۔ ہمارے لئے تو ہمارے سید و مولا آقا خاتم الرسل ﷺ کا اسوہ حسنہ کافی ہے خدا کے مامور و مرسل ایسی حالت میں نہیں مرا کرتے اور مرنے کے بعد بھی ان کے مدفن عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اگر شبہ ہو تو مدینہ طیبہ جا کر دیکھو کہ مسجد نبوی کی کیا شان ہے؟ پھر آپ کے نزدیک تو یہ بھی فضول خرچی اور اسراف ہوگا؟ ۔ (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۶ء ص ۴۔۵)

اس اقتباس پر طویل تبصرہ ہوسکتا ہے، لیکن اختصار کی غرض سے یہاں اتنی سی بات پر اکتفاء کیا جاتا ہے کہ ایک طرف تو مرزا صاحب بات بات پر چندے مانگتے تھے، ان اڑوس پڑوس میں بچے بھوکے سوتے تھے، ان کے اخبار کا اڈیٹر اور جاں نثار خادم بھوکا پھرتا رہتا تھا، ایک یتیم کی امداد کے لئے قادیانی اخباروں میں اپیلیں ہوتی تھیں جیسا کہ اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

یتیم کی سنو: ایک یتیم کی امداد کے لئے ۸۰ روپے کی درخواست کی گئی تھی ۔۸۰ روپے کی رقم بہت بڑی رقم نہ تھی اور الحکم کے کئی ہزار ناظرین ایک ایک پیسہ بھی جمع کر کے بھیجتے تو ۸۰ روپیہ ایک سال کا خرچ پورا ہو جاتا مگر افسوس ہے ابھی تک باوجودیکہ فاما الیتیم فلا تقھر سنایا گیا تھا، مگر بجز چودھری محمد دین افسر مال دہلی کے کسی نے اس آواز پر کان نہیں دی چودھری صاحب نے ۵ روپیہ بھیجے ہیں

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ فروری ۱۹۰۷ء ص ۷)

یتیم کی امداد۔ ایک یتیم کی امداد کے لئے دست سوال دراز کیا گیا تھا خدا کا شکر ہے کہ اس کی طرف توجہ کی گئی ہے ..امید کی جاتی ہے کہ جلد اس کے ایک سال اخراجات کے لئے ۸۰ روپے جمع ہو جائیں اس وقت تک مندرجہ ذیل بزرگان نے توجہ فرمائی ہے

(یہاں ۹۔ افراد کے نام لکھے ہیں لیکن ان میں سے کوئی قادیان کا رہنے والا نہیں، نہ مرزا صاحب، نہ حکیم صاحب) (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۷)

یتیم کے اخراجات: جس یتیم کے سالانہ اخراجات مبلغ ۸۰ روپیہ کے لئے اپیل کیا گیا تھا وہ ابھی پورے نہیں ہوئے گذشتہ رقوم کے بعد کوئی رقم تا حال نہیں آئی ۔احباب توجہ کر کے اس رقم کو پورا کریں)۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷۔اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱)

یعنی مرزا صاحب جیسے رئیس قادیان کا دل نہ پسیجا حالانکہ اپنے بیٹے کی شادی پر خرچ کرنے کے لئے ان کے پاس روپئے کی کوئی کمی نہ تھی۔

ریاست قادیان

خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ بندو بست مال ۱۸۶۵ء کے کاغذات کے ساتھ جو ہمارے خاندان کا شجرہ نسب منسلک ہے اس میں قصبہ قادیان کی آبادی اور وجہ تسمیہ کے عنوان کے نیچے بثبت دستخط مرزا غلام مرتضی، مرزا غلام جیلانی، و مرزا غلام محی الدین وغیرہ یہ نوٹ درج ہے:...عرصہ چودہ پشت کا گذرا کہ مرزا ہادی بیگ قوم مغل گوت برلاس مورث اعلی ہم مالکان دیہہ کا بعہد شاہان سلف ملک عرب سے بطریق نوکری ہمراہ بابر بادشاہ کے آکر حسب اجازت شاہی اس جنگل افتادہ میں گاؤں آباد کیا...، (اس روایت میں جو عرب سے آنا بیان ہوا ہے یہ غالباً سہو کتابت ہے۔بشیر احمد)۔(سیرۃ المہدی، جلد اول۔روایت ۱۳۰)
(کیا مرزا غلام مرتضی وغیرہ نے بغیر پڑھے اس دستاویزی بیان پر دستخط کر دیئے تھے۔بہاء)

قادیان کو آباد مرزا صاحب کے اجداد نے کیا تھا لیکن مرزا صاحب تک آتے آتے تقریباً سب کچھ لٹ گیا تھا، اوران کے والد صاحب ساری عمر واپسی جائداد کے لئے مقدمہ بازی کرتے رہے۔ جیسا کہ مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے:

> بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ تمہارے دادا نے قادیان کی جائداد پر حقوق مالکانہ برقرار رکھوانے کے لئے شروع شروع میں بہت مقدمات کئے اور جتنا کشمیر کی ملازمت میں اور اس کے بعد روپیہ جمع کیا تھا اور وہ قریباً ایک لاکھ تھا، سب ان مقدمات پر صرف کر دیا۔ (سیرۃ المہدی جلد اول روایت ۴۵)

وہ کون سی ملازمت تھی جس میں مرزا غلام مرتضی نے انیسویں صدی میں لاکھ روپیہ کما لیا تھا (یعنی اپنے روزمرہ کے اخراجات نکال کر لاکھ روپیہ مقدمات پر صرف کرنے کیلئے بچا لیا تھا) کیونکہ بتایا جاتا ہے کہ ان کی عمر تقریباً ۸۰ برس ہوئی اور بروایت مرزا صاحب وہ پچاس سال تک قادیان، بٹالہ وغیرہ میں حکمت کرتے رہے، اور مفت علاج کیا کرتے تھے، اور بقول مرزا بشیر احمد ان کی

حکیمی کا عرصہ ۶۰ برس ہے۔ انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز پندرہ سال کی عمر کیا ہوتو ان دونوں کے بیانات کی روشنی میں مرزا غلام مرتضی کو کشمیر میں ملازمت کے لئے کتنے سال ملتے ہیں؟ اور کشمیر کی ملازمت کا حال ہم تحریک ختم نبوت جلد دہم میں قاضی فضل احمد کی کلمہ فضل رحمانی کی تلخیص میں بیان کر چکے ہیں۔ وہ نوٹ یہاں بھی درج کیا جاتا ہے:

قاضی فضل احمد بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کے والد کے دوست مولوی عبدالحکیم ساکن دہرم کوٹ رندھاوا تحصیل بٹالہ اپنے رسالہ تحفہ مرزائیہ (مؤلفہ ۱۳۰۳ھ) میں لکھتے ہیں:

مرزا غلام مرتضی، والد مرزا غلام احمد سکھوں کے عہد میں واسطے تلاش معاش راہی کشمیر ہوکر بسواری ایک چھوٹے سے ٹٹو پر راقم آثم کے مکان پر دھرم کوٹ رندھاوا وارد و فروکش ہوئے ماحضر پیش کیا گیا۔ یہاں سے منزل بمنزل... کشمیر میں پہنچ گئے۔ چند جگہ نوکری کی تلاش کی مگر میسر نہ ہوئی۔ آخرالامر جمعدار محمد بخش ککے زئی دہرم کوٹی کے پاس ...واسطے تعلیم ان کے فرزندان مسمیان پیر بخش وامیر بخش کے بمشاہرہ ۵ روپیہ اور نان نفقہ کے چند مدت گزاری۔ اتفاق سے سردار میہاں سنگھ صوبہ کشمیر فوت ہوگیا تو وہ جمعدار اورمرزا صاحب واپس تشریف لائے اور پھر شہزادہ شیر سنگھ کے زمانہ میں پھر کشمیر کو گئے اور واپس آ گئے۔ شیر سنگھ، مرزا صاحب سے سخت ناراض ہو گئے تو مرزا صاحب اور قادی خان ... طالب پورہ کو علیحدہ کر دیا۔ مرزا صاحب اپنے گھر موضع قاضیاں میں آکر پیشہ طبابت میں مشغول ہوئے۔ پھر ڈپٹی گوپال سہائے سے مرزا صاحب کی دوستی ہوگئی ۔سرکار انگریزی کے وقت میں ملکیت اراضی قاضیاں مغل کی ان کے نام کر دی۔ وقت مفسدہ دہلی تو مرزا حکیم غلام مرتضی صاحب والد مرزا غلام احمد نے اپنے پاس سے ایک سوار بھی نوکر رکھ کر مدد سرکار نہیں دی اور اس وقت ان کے پاس ایک گھوڑی چھوٹی سی ... اپنی زیر سواری تھی اور مفسدہ سے پانچ یا چھ ماہ .(بعد؟).مرزا غلام قادر خلف الرشید تھانہ داری دینانگر سے معزول ہوکر بے نوکر پیچھے پیچھے عملہ ضلع کے پھرتے تھے۔ اور راقم الحروف ان دنوں دینانگر میں مدرس تھا۔ اگر مرزا صاحب کو توفیق مدد دہی سرکار کی تھی تو ان کا خلف الرشید کیوں مارا مارا پھرتا تھا۔ فرضاً اگر سرکار کو اپنے رسالہ سے مدد دی تھی تو دفتر شاہی فوجی میں پتہ ہوگا اور اسکے صلہ میں کوئی انعام یا جاگیر ملی ہوگی۔ اس وقت سرکار عام نوکر رکھتی تھی، اگر قادیان کے دس پندرہ آدمی نوکر ہوئے تو کیا

عجب ہے۔ انتہی بلفظہ

کہاں مرزا صاحب کے والد کا ۵ روپیہ ماہوار پر لڑکے پڑھانے پر نوکر ہونا، پھر اس سے بھی برطرف ہونا، اور کجا ۵۰ سوار بھرتی کر کے سرکار کو مدد دینا۔ محض جھوٹ ہے۔

غرض یہ دعوی کہ انہوں نے مقدمات پر اتنی رقم صرف کی، مبالغہ آرائی کے سوا کچھ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کوئی ایسی ملازمت ہی نہیں کی جس کی آمدنی سے وہ اتنی رقم بچا سکتے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی وفات پر ان کے ورثاء کو ان کے قرضے بھی ادا کرنے پڑے تھے، اور شائد اسی لئے مرزا غلام احمد مالی طور پر تہی دست تھے۔ جیسا کہ ذیل کی روایت سے بھی ظاہر ہوتا ہے:

بیان کیا مجھ (بشیر احمد) سے عبداللہ سنوری نے کہ جب حضور (مرزا) کو وسّع مکانک (اپنا مکان وسیع کر) کا الہام ہوا، تو حضور نے مجھ سے فرمایا کہ مکانات بنوانے کیلئے تو ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اس حکم الہی کی تعمیل اس طرح کر لیتے ہیں کہ دو تین چھپر بنوا لیتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے مجھے اس کام کے واسطے امرتسر حکیم محمد شریف کے پاس بھیجا جو حضور کے پرانے دوست تھے اور جن کے پاس حضور اکثر امرتسر میں ٹھہرا کرتے تھے، تاکہ میں ان کی معرفت چھپر باندھنے والے اور چھپر کا سامان لے آؤں۔ چنانچہ میں جا کر حکیم صاحب کی معرفت امرتسر سے آدمی اور چھپر کا سامان لے آیا، اور حضرت صاحب نے اپنے مکان میں تین چھپر تیار کروائے۔ یہ چھپر کئی سال تک رہے پھر ٹوٹ پھوٹ گئے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بات دعوی مسیحیت سے پہلے کی ہے۔ (سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۱۴۲)۔

مرزا صاحب کی اسی بدحالی کا اثر تھا کہ رئیس قادیان ہونے کے دعووں کے باوجود اہل قادیان نے ان کے متعلقین و مریدین کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ جیسا:

خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کے زمانہ میں خصوصاً ابتدائی ایام میں قادیان کے لوگوں کی طرف سے جماعت کو سخت تکلیف دی جاتی تھی۔ مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین وغیرہ کی انگیخت سے قادیان کی پبلک خصوصاً سکھ سخت ایذا رسانی پر تلے ہوئے تھے۔ اور صرف باتوں یک ایذا رسانی محدود نہ تھی بلکہ دنگہ فساد کرنے اور زدوکوب تک نوبت پہنچی ہوئی تھی۔ اگر کوئی احمدی مہاجر بھولے سے کسی زمین دار کے کھیت میں رفع حاجت کے واسطے چلا جاتا تھا تو وہ بدبخت اسے مجبور

کرتا تھا کہ اپنے ہاتھ سے اپنا پاخانہ وہاں سے اٹھائے۔

کئی دفعہ معزز احمدی ان کے ہاتھ سے پٹ جاتے تھے۔ اگر کوئی احمدی ڈھاب سے کچھ مٹی لینے لگتا تو یہ لوگ مزدوروں سے ٹوکریاں اور کدالیں چھین لیتے اور ان کو وہاں سے نکال دیتے تھے۔ اگر کوئی سامنے سے کچھ بولتا تو گندی اور فحش گالیوں کے علاوہ اسے مارنے کے واسطے تیار ہو جاتے۔ (سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۱۴۰)

اور اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

قادیان کے باشندوں کو باستثنائے بعض ہمارے سلسلہ کے ساتھ خاص دشمنی اور عداوت ہے اور وہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی صورت ہمارے امام (مرزا) اور آپ کی جماعت کو دکھ دینے کی تلاش کرتے رہتے ہیں محض اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کو چونکہ ہر قسم کے شر کے مقابلہ سے روکا گیا ہے اور صبر اور برداشت کی تعلیم دی جاتی ہے اس لئے وہ جو چاہتے ہیں کر گذرتے ہیں لیکن اب ان لوگوں کی مخالفت کا رنگ کوئی اور صورت اختیار کرنا چاہتا ہے اس لئے ہم ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ضلع گورداسپور (جو ایک نہایت بیدار مغز اور مردم شناس حکمران ہیں) کو اس امر کی طرف توجہ دلائیں گے کہ وہ قادیان کے ایسے افراد کی ایک فہرست مرتب کرائیں جو ہمارے جماعت کے خلاف ہر معاملہ میں انفرادی اور مجموعی طور پر پارٹ لیتے ہیں اور پھر ان لوگوں کے ذاتی چال چلن کو معلوم کریں تو ان پر یہ راز بہت جلد کھل سکتا ہے (الحکم ۱۷۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۹)

کچھ عرصہ بعد اڈیٹر بدر نے، قادیان میں سکھا شاہی، کے عنوان سے حکام کو توجہ دلائی:

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن۔ خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

..آج عرصہ کے بعد آپ بیتی یعنی خاص قادیان کے حالات لکھے جاتے ہیں اور یہ حالات اب نہایت خطرناک حالت اختیار کرتے جاتے ہیں۔

قادیان کے سکھوں کی جماعت نے بارہا ہماری جماعت پر حملہ کیا ہے اور یہ تو ایک معمولی بات ہوگئی ہے کہ وہ ہمارے مزدوروں سے کیّاں (بیلچے، کسّیاں وغیرہ۔ بہاء) اور ٹوکریاں چھین کر لے گئے ہیں جب کہ وہ ہمارے کام پر لگے ہوئے تھے۔ بلکہ یہ کہنے میں مبالغہ نہیں کہ یہاں کے سکھ زمین دار ایک عرصہ سے ٹوکریوں اور کیّوں کی خرید سے بے فکر ہو چکے ہیں۔ انہیں جب ضرورت ہوتی ہے وہ حملہ کر کے چھین لے جاتے ہیں،

اور ہم خاموشی کے ساتھ ان کی حرکات کو دیکھا کرتے ہیں۔لیکن اب صبر کی حد ہو چکی ہے، زیادہ انتظار کرنے کی طاقت ہم میں نہیں رہی۔ اس لئے ہم متواتر ان کے مظالم مقامی اور ذمہ دار حکام کو سنائیں گے اور اپنے درد کی دوا انہیں سے چاہیں گے۔ اب تازہ واقعہ ۱۴ دسمبر ۱۹۰۵ء کا ہے کہ بہت سے سکھوں کا ایک گروہ میاں احمد نور پر بلوہ کر کے آپڑا۔ اور اس غریب کو سخت مارا۔ وہ کسی طرح انکے قبضہ سے نکل کر بھاگا اور بھاگ کر اس نے اپنے مکان میں گھس کر پناہ لی، تو یہ سکھا شاہی کرنے والے دلیر اور بہادر اس کے دروازے پر پہنچے دروازے کو توڑنے کی کوشش کی اور سخت گالیاں دے رہے تھے کوئی اندر اینٹیں پھینکتا تھا، کوئی کچھ۔ بڑی تشویش ہوئی، آخر مرزا نظام الدین صاحب نمبر دار اور نظام دفعدار قادیان کو اطلاع دی گئی وہ سنتے ہی موقعہ واردات پر پہنچے، اور انہوں نے آکر نہایت عقل مندی کے ساتھ اس حملہ آور گروہ کو منتشر کیا۔ لیکن یہ لوگ بہت بڑے جوش میں ڈانگوں اور لاٹھیوں سے مسلح تھے کہ بس ماردو اور خون بہا دو۔ اس واقعہ کی اطلاع تھانہ میں مظلوم احمد نور نے جا کر دی، جس پر منشی سندھی خان ہیڈ کانسٹیبل تفتیش کیلئے مامور ہوکر اسی روز شام کو آئے اور انہوں نے نہایت سلامت روی کے ساتھ جیسا کہ انکی عادت میں ہے موقعہ واردات کو دیکھا اور سب کے بیانات لئے اور ۱۶، کس کو ملزم قرار دے کر ۱۹۔ تاریخ کے لئے مقدمہ چالان کرنے کے واسطے مقرر کی۔ یہ تو معمولی بات ہے۔

اس امر سے ان لوگوں کے جوش کا پارہ اور بھی چڑھ گیا ہے.. ایسی سکھا شاہی ، سرکار انگریزی کے راج میں سخت اندھیر ہے اور اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو ہماری جان مال اور آبرو سخت اندیشہ اور خطرہ میں ہے۔ (بدر ۱۵ دسمبر ۱۹۰۵ء ص ۲)

یہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ریاست کا حال ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ قادیان انکا تخت گاہ ، اور دارالامن والامان تھا۔

☆☆☆

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمّد و علی آلہ و صحبہ اجمعین

www.ircpkcom

کتابیات

معجم الفہرس لالفاظ القرآن الکریم ۔محمد فؤاد عبدالباقی ۔ دارالموید
صحیح بخاری ۔امام محمد بن اسماعیل بخاری
سنن ابی داؤد ۔سلیمان بن الاشعث سجستانی
مشکوۃ المصابیح ۔ولی الدین بن عبداللہ الخطیب العمری
احتساب قادیانیت جلد۱۰ طبع ستمبر۲۰۰۳ء ملتان
احتساب قادیانیت جلد۲۱ ۔مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان ۲۰۰۸ھ
الصارم الربانی درفتاوی حامدیہ ۔حامد رضا بریلوی، ترتیب عبدالرحیم نشتر، لاہور، ۲۰۰۴ء
افادۃ الافہام ۔مولانا انواراللہ حیدرآبادی
الہامات مرزا، مولانا ثناءاللہ امرتسری
تائیدالاسلام ۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری
عصائے موسی، منشی الٰہی بخش لاہوری
غایت المرام ۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری
کلمہ فضل رحمانی ۔قاضی فضل احمد لدھیانوی
قاضی محمد سلیمان منصور پوری ۔محمد اسحاق بھٹی
قطع الوتین باظہار کیدالمفترین ۔ابواسحاق محمد دین ۔۱۹۰۱ء ۔ چشمہ نور پریس امرتسر
مرزا قادیانی اورنبوت ۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری دراحتساب قادیانیت جلد ۶

قادیانی تصانیف:

براہین احمدیہ؛ فتح اسلام؛
توضیح المرام؛ ازالہ اوہام؛
دافع الوساوس؛
آئینہ کمالات اسلام،
انجام آتھم؛

دافع البلاء؛
ایک غلطی کا ازالہ؛
کشتی نوح؛ سراج منیر؛
حجۃ اللہ؛ حمامۃ البشری؛
سرالخلافہ؛ تریاق القلوب،
اعجاز المسیح،
کرامات الصادقین،
اربعین؛ الہدی؛
تذکرۃ الشہادتین؛
شہادۃ القرآن؛
حقیقۃ الوحی؛ انوار الاسلام؛
ضیاء الحق؛ ضرورۃ الامام،
تبلیغ؛ نزول المسیح؛ تذکرہ؛
مجموعہ اشتہارات مرزا قادیانی
تذکرۃ المہدی۔ پیر سراج الحق نعمانی قادیانی
سیرۃ المہدی۔ مرزا بشیر احمد قادیانی
مضامین ڈاکٹر محمد اسماعیل جلد اول۔ مرتبہ امۃ الباری ناصر۔ کراچی۔ طبع اول

اخبارات و رسائل:

شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ ۱۹۰۴ء
ریویو آف ریلی جنز قادیان
ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹
اخبار الحکم قادیان متعدد شمارے
اخبار بدر قادیان متعدد شمارے
اخبار اہل حدیث امرتسر متعدد شمارے

مکتبہ قدوسیہ

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انّہ من سلیما ن و انّہ بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

حصہ چہار دہم (۱۴)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب:	تحریک ختم نبوت حصہ چہاردہم (۱۴)
صفحات:	۵۶۰
مولف:	ڈاکٹر محمد بہاء الدین
طبع:	اول
سال طباعت:	۲۰۱۱ء

فہرست مضامین

عرض مؤلف

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی تھا کہ وہ معجز رقم ہیں، نثر اور نظم میں خواہ اردو میں ہو یا فارسی اور عربی میں، کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے جہاں اہل ہند کو مقابلے کے لئے چیلنج دیئے اسی طرح اہل عرب کو بھی للکارتے رہے۔ زیر نظر جلد کا آغاز علامہ رشید رضا مصری اور مصطفیٰ صادق الرافعی کے ذکر خیر سے کیا جا رہا ہے۔ علامہ رشید رضا نے مرزا قادیانی کی ایک کتاب پر تبصرہ لکھا تھا جس کا مصنف نے برا منایا اور الہدی کے نام سے عربی (مع اردو ترجمہ) ایک کتاب لکھ ماری، جس میں علامہ کو نشانہ تنقید بنایا۔ مجلّہ المنار سے علامہ رشید رضا نگارشات اور مرزا صاحب کی تنقیدی تحریر سے چند اقتباسات نقل کئے جا رہے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ علامہ مرحوم سے مرزا قادیانی کو کس بنا پر کیا کیا شکایتیں تھیں۔

اس کے بعد شیخ مصطفیٰ صادق الرافعی کی ایک عربی نظم نقل کی جا رہی ہے جو انہوں نے مرزا صاحب کے عربی زبان و بیان اور ان دعاوی پر تبصرہ کرتے ہوئے ۱۳۲۱ھ میں لکھی تھی۔ اس نظم کی وجہ سے یہ بزرگ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے کارکنوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

حکیم مظہر حسن کی تصنیف، چودھویں صدی کا مسیح، مرزا صاحب کی پہلی سوانح عمری ہے جو ان کی زندگی میں شائع ہوئی۔ اس سے قبل نہ قادیانیوں نے اپنے مرشد کی کوئی سوانح لکھی تھی (سوائے مولوی عبدالکریم کے لکھے ہوئے ان چند صفحات کے جو ایک رسالے کی صورت میں شائع ہوئے تھے، یا ان نوٹس کے جو مرزا صاحب نے خود اپنی کتاب البریہ میں بطور حاشیہ لکھے ہیں) اور نہ ہی مسلمانوں کی طرف سے۔ چودھویں صدی کے مسیح، پر قادیانیوں کی طرف سے کوئی مخالفانہ یا موافقانہ تبصرہ فی الحال ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ شائد انہوں نے یہ سمجھ کر اسے نظر انداز کر دیا ہے کہ ان کے مسیح کو ناول کے پلاٹ میں کیوں پیش کیا گیا ہے، لیکن اس کتاب میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کر لینا بہرحال عجیب معلوم ہوتا ہے۔

ہمیں اس کتاب کی ایک کاپی جامعہ سلفیہ بنارس سے حاصل ہوئی جسے نذر قارئین کرنے کے لئے از سر نو مرتب کیا گیا ہے۔ بعض عبارات ترک کر دی ہیں اور چند ابواب بھی خارج کر دئے ہیں، اور متعدد اشعار حذف کر دیئے ہیں۔ اور قارئین کی تفہیم کیلئے بعض واقعات دیگر

روایات سے باریک خط نقل کر دیئے ہیں۔ اور یوں تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں لکھی جانیوالی مرزا صاحب کی اولین سوانح عمری کا تقریباً دوتہائی حصہ لباس جدید میں نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا اخبار اہل حدیث ۱۹۰۳ء میں جاری ہوا، اور اس میں انہوں نے قادیانیت کا شد و مد سے تعاقب کیا۔ قادیانیوں کے اس دور کے رسائل و اخبارات مثل الحکم، بدر، ریویو آف ریلیجنز، مرزا کے نظریات کی اشاعت کر رہے تھے، اہلحدیث میں ان کا جواب دیا جاتا تھا۔ کئی برسوں سے ہم اخبار اہلحدیث میں ردقادیانیت پر شائع ہونے والے مقالات اکٹھے کر رہے ہیں اور زیر نظر جلد میں ابتدائی دور کے جو شمارے ہمیں مل سکے ہیں ان میں سے ردقادیانیت کے چند مضامین نذر قارئین کئے جا رہے ہیں۔

ادھر قادیانی دریچہ بھی کھلا ہوا ہے، اور الحکم و بدر وغیرہ سے ہم نے آخری فیصلہ والے اشتہار اور اسکے متعلقات، اور مرزا صاحب کی موت سے متعلق چند خبریں اور مضامین نقل کئے ہیں، ان میں مسلمانوں کی اخباروں میں شائع ہونے والے دو مضامین بھی شامل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۸ء میں بھی بعض حلقوں میں مرزا صاحب کیلئے کسی حد تک نرم گوشہ موجود تھا۔

تعاونوا علی البرّ کے تحت جن احباب سے معاونت مل رہی ہے ان میں مولانا اصغر علی سلفی ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند، جناب حمایت اللہ امیر صوبائی جمعیت اہلحدیث اڑیسہ، حافظ ابو بکر ظفر رفیق دعوۃ السّلفیہ لاہور، ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج، جناب عبدالحنان جانباز سیالکوٹ، مولانا عبدالباسط عمری نیوکیسل، مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلی ورکاں، مولانا محفوظ الرحمٰن بنارس، مولانا اشرف جاوید فیصل آباد، عزیزان محمد عمیر و محمد سہیل شامل ہیں۔

مواد کی فراہمی، تنقیح و ترتیب، تخریج و تصحیح میں برادر مکرم مولانا شیر خان جمیل احمد عمری کا تعاون بے مثال ہے اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ مسودہ میں رہ جانیوالی کمپوزنگ کی غلطیوں کے لئے یہ بندہ عاجز قارئین سے معذرت کا خواستگار ہے۔

فقیر بارگاہ صمدی **محمد بہاء الدین** ۲۷ نومبر ۲۰۱۰ء

علامہ رشید رضا مصری

سوال: ما هو الفرق بین مذ هب الوها بیة و مذ هب ابن تیمیه و صاحب المنار و غیر هماسلفاً و خلفاً فی الوا سطة؟ و هل قام صاحب نحلة او مذ هب جد ید من الخوار ج او الوهابیة او البابیة لا یتخذ ا لکتا ب و السنة عمد ته فی الاحتجا ج ستراً لمباد ء ہ التی یدعیها ؟ و ما قول حضرته فی کتا ب اعجاز المسیح فی التفسیر الصحیح الذی ظهر الیوم لمن یدّعی المهد ویة با لهند فی تفسیر فاتحة الکتا ب ، و جعله الد لیل علی صحة دعوا ہ عجز الانس و الجن عن عمل تفسیر کتفسیره فی مدی قصیر کا لمدی الذی عمل فیه هذا التفسیر هل مصیب ؟ ام مخطیء فیما یدّعیه ..

جواب: مذ هب السلف و الخلف فی الاسلام الانبیاء علیهم الصلوة و السلام هم الوا سطة بین الله تعا لی و بین عباده فی تبلیغ دینه لقوله تعالی و ما نرسل المر سلین الّا مبشرین و منذر ین ۔ الا نعا م ۔ ۴۸ ۔ و قو له عز و جل : ان علیک الا البلاغ ۔ الشوری : ۴۸ ۔ وغیر ذا لک من الآیا ت الکثیرة الواردة بصیغة النفی و الاثبات ککلمة التوحید ، و انه لا واسطة بین الله تعالی و عباده فی غیر تبلیغ دینه من نحو قضاء حاجة سلبیة کالشفاء من مرض، او وقوعیة کسعة الرزق او هدا یة ، و الدلیل علی هذا الآیات الواردة بصیغة الحصر و هی کثیرة جدّاً ۔ کما قلنا ۔ والبرا هین العقلیة القا طعة بان اللّه تعا لی غنی عن المسا عدة و الوزیر و المعین ؛ لانه علی کل شیء قد یر لا یحتا ج الی من یعطفه علی عباده لا نه ارحم الرا حمین، فرحمته و رأفته لا تقبل الزیادة لانها فی نهایة الکمال ، و قد سبق علمه بکل

شيء فلا يمكن ان يغيره او يزيد فيه ا حد ، ولا نطيل فى سرد ا لأدلة ؛ لاننا كتبنا فيها مراراً و اوردنا الآيات و الاحا ديث الصحيحة فيها و اول سوال ورد علينا فيها نشر فى العدد الرابع من المجلد الاول ، و اوضح ما كتبناه فيها هو الدرس الثامن من الامالى الد ينية فليراجع فى الصفحة ٢٣٠ من المجلد الثا نى

اما الشيخ الاسلام ابن تيميه فكان من انصار السنة و اكابر حفاظهاو الدا عى اليها، و الآمر ين بما عرّفته و الناهين عما انكرته فى زمن ترك المسلمون فيه الدعوة الى دينهم با لمرة ، و الامر بالمعروف و النهى عن المنكر فى الغا لب، و قد الف فى البدع و الضلا لات التى رآها فاشية رسائل نفيسة يؤيد فيها السنة و مذهب السلف ، و يدحض شبه اهل البدع ، و منها رسالة مخصوصة فى الواسطة طبعت من عهد قريب فى مطبعة المؤيد ، فعلى السا ل ان يطالعها ، و اما الوها بية ، فا لذى علمناه عنهم انهم يعتقدون فى هذه المسألة اعتقا د السلف ايضاً،..

و من عجيب القول قول هذا السا ئل : و هل قام صا حب نحلة ... الخ ـ فاننا لا نجد له وجهاً صحيحاً فهل يقول صاحبه ان المبتدعة هم الذين اتخذوا الكتاب و السنة عمد تهم دون اهل الحق ، فيجب ان نخالفهم بترك الاعتماد على الكتا ب و السنة ؟ هذا هو ظا هر العبارة و هو امر بترك الاسلام و اتباع ا لاوهام لا يرضا ه السائل و لا يريده و لعل مراده اننا لا ينبغى لنا ان ناخذ بقو ل كل من يد عى الاعتماد على الكتا ب و السنة ؛ لان المبتد عة يشاركون اهل الحق فى هذه الدعوى۔

و يرد عليه ههنا سوال و هو : ان المذا هب فى الاصو ل و الفرو ع كثيرة، و كل اهل مذ هب يد عون الاعتماد على الكتا ب و السنة ، فبم نعرف المحق من المبطل ؟ و كيف نميز بين الحق و الباطل ؟

ان قال نعرف ذلک بتمحیص ا لادلة و التمییز بین الحجة و الشبهة ، فهذا هو الا جتهاد الذی یفر منه و ینکر علی من یقول به ، و ان قا ل نقلد من کان اکثر تابعاً، نقول (اولاً) ان کثرة المتبعین لا تدل علی ان الحق فی جانب من اتبعوه لا سیما اذا کا نوا مقلد ین یاخذون بقول صا حب المذ هب من غیر معرفة دلیله ، و کیف یقوی الحق بمن لا یعرف الحق ؟ هذا و ان اکثر الناس کا فرو ن (و ان تطع اکثر من فی ا لارض یضلوك عن سبیل الله ـ انعا م : ۱۱۶) و ان کا نوا من المو منین با لله لقو له تعا لی (و ما یو من اکثر هم با لله ا لّا و هم مشرکو ن۔ یو سف : ۱۰۶) و (ثا نیاً) ان الائمة الذین یذکرهم فی السوال الآ تی لم یکن لهم فی عصر هم ا لا القلیل من المتبعین فاذا کا ن الحق یعرف بکثرتهم فکیف عرِف یو مئذ فان کان عند السائل جواب علی هذا فلیکتب به الینا ، و الّا فلیرجع الی مقالات المصلح و المقلد ففیها البیان الکا فی لقو م یعقلو ن

و لیعلم ان البا بیة لیسوا ا صحاب مذ هب جد ید فی الاسلام کما یتوهم ، بل هم اصحا ب دین جد ید و شریعة جد یدة ، و یحتجون علی المسلمین بتا ویل بعض الآیات و الاحادیث علی طریق تاویل الصوفیة کما یحتجون علی الیهود و النصاری من کتبهم ، و دینهم اقرب الی دین النصرانیة منه الی غیره ؛ فانهم یعتقدو ن ان البهاء المد فون فی عکا هو الله الذی لا اله ا لّا هو الملک القدوس السلام .. (سبحان ربّک ربّ العزّة عمّا یصفو ن ـ الصا فا ت : ۱۸۰)

و اما کتا ب اعجاز المسیح فقد تصفحته بعد الابتداء بکتا بة هذا الجوا ب ، فا ذا هو قد سلک فیه مسلک البا طنیة و المتصوفة فی التا ویل ، و لیس فیه و هو ۲۲۰ صفحة ورقة واحدة فی حقیقة التفسیر ، و لیس خلطه و هذ یا نه فیه با کبر من الخلط و الهذ یان فی التفسیر المنسوب الی الشیخ محی الدین بن عر بی ا حد آ ئمة

الصوفية ، و لو لم يدّع هذا الرجل انه هو المسيح ، و يحرف كلما ت الفا تحة ، فيجعلها دليلاً على دعواه و يجعل تفسيره معجزة يتحدى بها ۔ لتلقّى هذا التفسير بالقبول اكثر المسلمين و منهم السا ئل المحترم ؛ و لأقا موا النكير على مثلى اذا هو انتقد عليه ، كما ينكرون عليّ الانتقاد على من دونه فى العلم و التاليف ، و قد كا ن هذا الرجل شيخ طريق يفوق اكثر المشا ئخ بالعلم و الفصا حة و الصلا ح فغرّه كثرة اتبا عه ، و تفننه فى اسجا عه ، على ما فى الفا ظها من الغلط، و فى معا نيها من الشطط ، و قا م عنده ان اعتقاد المسلين بالمهدى و المسيح ، قد انتشر على وجه غير صحيح ، و انه يجب ان يصلحه بذا ته ، و يؤيد دعواه بما يعتقد متبعو ه من آ يا ته و اما تحد يه بالكتا ب فهو . اذا لم يعا رض ۔ شبهة على المعجزة بالمعنى ۔ المعروف عند المتكلمين لا بالمعنى الذى حققناه فى الجزء العاشر من المنار

، وقال انه كتبه فى سبعين يوماً ، و نقول : ان كثيراً من اهل العلم ليستطيعو ن ان يكتبوا خيراً منه فى سبعة ايام ۔ و لو على طر يق الشقا شق و الاوهام ، و لكن اين الحكم الذى يرضا ہ تلامذ ته و المغترون به ؟ اننا نفند كثيراً من البدع الشائعة بين المنتسبين الى الطريق و لكن اكثرهم لا يقرء ون و من قر أ لا ينتفع اذا كان يخضع لشيخه و يقلده تقليداً اعمى ؛ لانک اذا قلت له قال اللّه كذا ، يقول ان شيخى اعلم بقول اللّه منک ، و هكذا اذا احتججت بالسنة ، وحجتنا الكبرى فى مسألة الواسطة و فروعها على هؤلاء المقلدين سيرة الصحا بة الكرا م فى العمل ، فاذا قال ا حدهم ان الشيخ فلان قال كذا او فعل كذا نقول له كيف عرف شيخک ما لم يعرفه اصحاب رسو ل اللّه ﷺ ؟ و هل كان اهدى منهم ؟ كما قال ا حد اكابر التا بعين لقوم اجتمعوا على ذكر بصفة لم تعهد فقال لهم : اما

ان تکو نوا اهد ی و افضل من اصحا ب رسول اللہ ﷺ ، و اما ان تکونوا قد ابتدعتم فی الدین و زدتم فیه ما لیس منه ، او کما روی هذا و لیس د خول مسیح الهند فی هذه الدعوی من با ب التصوف الوا سع با عجب من د خول الشیخ محمد ابی الخلیل المقیم فی الزقازیق منه الی دعوی تفسیر القرآن ؛ فان ذ لک عالم مطلع و هذا جا هل و هو یزعم ان من بات عنده یصبح حا فظاً للقرآن، و قادراً علی تفسیره ، و انه یملی کتباً فی تفسیر آ یة وا حدة ، او کلمة من آ یة ، و قد اغتر به کثیرون ، و من انکر علیه یقو ل السفهاء فیه انه ینکر الکرا مات و یبغض الاولیا ء ، هذا سلاحهم الذین یحاربوننا به؛ و انما یحاربون الحق (و اللّٰه غا لب علی امره و لکن اکثر الناس لا یعلمو ن ۔ یوسف: ۲۱) (المنار ۔ص ۲۶۰ ۔ جلد ۴)

علامہ محمد رشید رضا فرماتے ہیں:

اعجاز ا حمدی او سخا فة جد یدة لمسیح الهند

کل یوم تبتدی صرو ف ا للیا لی خلقاً من ابی سعید غر یباً

و ابو سعید هذا الز مان هو غلام احمد القا دیا نی المفتون بنفسه ، المغلوب علی عقله و حسه۔ فهو کل یوم یأ تینا بخلق غریب ۔ و خلق من افکه عجیب ۔ ففی الشهر الما ضی ارسل الینا قصیدة من المخزیات ، و لکنه نظمها فی سلک ما یدّعیه من المعجزات ، وجعل لها مقد مة هذ یانیة۔ و لکنها باللغة ا لاوردیة ، و ارسل لنا معها منشوراً با للغة الانکلیز یة ۔ یقول فیه انه أوتی من البلاغة فی العر بیة ما لم یؤته ا حد من العا لمین ، و انه یتحدی بقصید ته هذه جمیع المطلعین ۔ و من یعارضها فی الهند من شعرا ء العربیة یعطی عشرة آ لا ف روبیة ۔ و لم یذ کر لنا الحا کم النا قد ، الذی تعرض علیه القصا ئد لیمیز بین سحر البیان ، و بین ا للغو و الهذ یا ن۔ و قد

أخرنا الكتا بة فی هذه السخا فة الجد يدة لأننا كنا عا زمين على قراء تها كلها و ا ظهار ما فيها من ا لاغلا ط اللغوية و النحوية و الصرفية و العروضية و التنبيه على ما فيها من السر قات الشعرية ، التى سلخها من كلا م فحول الرجال ، و مسخها و لا غرو ان يظهر المسخ على يد المسيح الد جا ل ۔ ثم بدا لنا ان هذه الانتقادا ت ليست بضرورية ، عند العا رفين با للغة العر بية ، فانّ عر ض القصيدة عليهم يكفى لمعر فة دركها فی السخا فة

و اما المخدوعو ن به من ا لاعجمين فی الهند فلا يفهمو ن انتقاد نا اذا هو و صل اليهم لذلک نذ كر هنا ابياتاً من القصيدة و نترك للقراء الضحک منها و من غرور المستد ل بها على دعوى المسيحية ، قا ل:

ايا ارض مدّ قد دفا ك مد مر ۔ و ا ر دا ك ضلّيل و اغرا ك مو غر

دعوتِ كذو باً مفسداً صيدى الذى .. كحوت غدير ا خذه لا يعزّر

وجائک صحبى ناصحين كاخوة يقولون لاتبغواهوىً و تصبّروا

فظل أسارى كم اسارى تعصب تريدون من يعوى كذئب و يختر

فجا ء وا بذ ئب بعد جهد اذا بهم ۔ و نعنى ثنا ء الله منه و نظهر

فلما اتا هم سر هم من تصلف ۔ و قا ل افر حوا انى كمىّ مظفر

وقال استروا ا مرى و انى اردهم ا خا ف عليهم ان يفروا و يد بروا

وارضى اللئام اذا دنامن ارضهم على النار مشاهم وقد كان يبطر

و منها فی هجو منكر عليه

فلما اعتدى و ا حس قومى انه يصرّ على تكذ يبه لا يقصر

دعوه ليبتهلن لموت مزوّر مضل فلم يسكت و لم يتحسر

و كذ ب اعجاز المسيح و آ يه و غلطه كذ باً و كا ن يزور

ثم قال هذه الابيا ت التى كتب بازا ئها فی الها مش انها وحى من الله تعا لى :

فقد سر نی فی هذه الصور صورة   لید فع ربی کلما کان یحشر

فا لفت هذا النظم اعنی قصید تی لیخزی ربی کل من کان یهذر

و هذا علی ا صرا ره فی سؤا له فکیف بهذا السّئل أغضی و انهر

و لیس علینا فی الجواب جریمة فنهدی له کالاکل ما کان یبذر

فا ن اك كذا بأ فیا تی بمثلها   و ان اك من ر بی فیغشی و یثبر

و هذا قضا ء الله بینی و بینهم   لیظهر آ یته و کا ن یخبر

قطعنا بهذا دا بر القوم کلهم   و غا درهم ر بی کغصن نجذر

اری ارض مدّ قد ار ید تبارها   و غادرهم ربی کغصن تجذر

ایا محسنی بالحمق والجهل والرّغا رویدك لاتبطل صنیعک واحذر

اتشتم بعد العون و المن و الندی اتنسی ندی مدّ و ما کنت تنصر

تری کیف اغبرت السماء بآ یها اذا القو م آ ذونی و عا بوا و غبّروا

فلا تتخیر سبل غیّ و شقوة   و لا تبخلن بعد النوال و فکر

سخافة ا خری لمسیح الهند الد جا ل

قلنا انه ارسل الینا فی الشهر الما ضی قصیدته الاعجاز یة ، و نقول ایضاً : انه ارسل الینا فی هذا الشهر رسالة باللغة الانکلیز یة ، و کتبها با سم ملک ا لانکلیز لا با سم اللّه ۔ و جعلها خد مة للدولة الانکلیز یة ۔ فی زعمه ووهمه ۔ و لکن لم یکتب فی الحقیقة ما هو اضرّ منها علی السیا سة الا نکلیزیة ۔ و هذا شا ن الصد یق الا حمق یر ید ان ینفع فیضر۔

من سیا سة هذا المسیح الد جال انه نسخ حکم الجهاد فی الاسلام لکیلا تعا ر ضه الدولة ا لانکلیز یة فی دعوته ظناً منها انه یؤلف عصبیة دینیة للخرو ج علیها فی الهند کما یفعل امثاله الد جالون الذین یدّعی کل خا ر ج منهم انه المهدی المنتظر، و قد کتب فی هذا المعنی کثیراً ، و انما کا نت کتابته فی هذه الرسا لة و امثالها

ضارة و مناقضة للسياسة الا نكليزية ؛ لا نه يقو ل فيها : ان جميع علماء المسلمين يقولون بوجوب الجهاد الد ينى، وانهم جهلاء مخطؤن فى هذه الدعوى ۔ فاذا انتشرت هذه الرسا لة ، و قرأ ها الناس فربما تتحرك نفو سهم الى الا مر الذى تصرح الرسا لة بان العلماء مجمِعون عليه و لا تلتفت الى تخطئة خا رجى مثل غلام احمد القا ديا نى لهم ۔ و اما الر أى ا لأفين الذى اشار به على الحكومة الا نكليزية و هو جمع مؤتمر من العلما ء للنظر فى مسألة الجها د و استقرا ء اد لتها فى الكتاب و السنة ليظهر لهم انه غير واجب فيقرروه ۔ فهو رأى لا ترضى به سياسة حكمية كالسياسة الانكليز ية و لا هى محتا جة اليه ۔ اما عدم ر ضا ها به فلانه اذا قرر العلماء خلاف ما يقو ل غلام ا حمد الد جال فيخشى من وقوع فتنةعظيمة ، و اما عد م حا جتها اليه فلأن اهل الهند را ضون من حكومتهم و لا يخطر فى بالهم الخرو ج عليها و حسبها هذا منهم ۔ و لو كان هذا الد جال يتجنب هذه ا لأوحا ل، لكا ن اسلم له على كل حال ۔ (المنار ۔جلد۵ ۔ ص۷۸۵ ۔ ۷۸۹)

ایک قادیانی نے لکھا ہے:

مرزا غلام احمد قادیانی نے علماء ہند کے تعصب اور انکارحق پر اصرار کو دیکھ کر شام اور مصر وغیرہ کے علماء کی طرف توجہ فرمائی ...مصر کے بعض علماء اور مدیران جرائد ومجلّات کو اعجاز المسیح کے چند نسخے ارسال کئے وہاں ایک نسخہ تقریظ کیلئے الشیخ محمد رشید رضا مدیر المنار کو بھی بھجوایا۔ مناظر اور الہلال کے مدیران نے تو اس کی فصاحت و بلاغت کی بہت تعریف کی مگر الشیخ محمد رشید رضا نے نحویوں اور ادیبوں کے استشہاد پیش کئے بغیر لکھ دیا کہ کتاب سہو وخطا سے بھرپور ہے اور اس کے سجع میں بناوٹ سے کام لیا گیا ہے۔ اور لطیف کلام نہیں ۔ اور عرب کے محاورات کے خلاف ہے۔ اور ستر دن کی مدت جو آپ نے مثل لانے کے لئے مقرر کی تھی اس کا ذکر کر کے اس نے یہ لاف زنی کی ان کثیراً

من اهل العلم یستطیعو ن ان یکتبوا خیراً منه فی سبعة ایا م (المنار جلد۴ ص ۴٦٦) یعنی بہت سے اہل علم اس سے بہتر سات دن میں لکھ سکتے ہیں۔ جب اس کا یہ ریویو ہندوستان میں شائع ہوا تو علمائے ہند نے اس کی آڑ لے کر مرزا کے خلاف از سر نو مخالفت کا ایک طوفان برپا کر دیا۔ تب آپ نے احقاق حق اور ابطال باطل اور اتمام حجت کیلئے اللہ تعالی سے رہنمائی چاہی تو آپ کے دل میں یہ ڈالا گیا کہ آپ اس مقصد کیلئے ایک کتاب تالیف فرمائیں اور پھر مدیر المنار اور ہر اس شخص سے جو ان شہروں سے مخالفت کیلئے اٹھے اس کی مثل طلب کریں..

ووفقت لتا لیف ذ لک الکتا ب ۔ فسأرسله الیه بعد الطبع و تکمیل ا لا بوا ب فا ن اتی با لجوا ب الحسن و ا حسن الرد علیه فاحرق کتبی و اقبل قد میه و اعلق بذ یله و اکیل الناس بکیله و ھا انا اقسم بر ب البر یة او کد العهد لهذه الا لیّة (الہدی) اور مجھے اس کتاب کی تالیف کی توفیق بخشی گئی۔ سو میں بعد چھپ جانے اور اسکے بابوں کی تکمیل کے اس کی طرف بھیجوں گا۔ پھر اگر منار نے اس کا جواب خوب دیا اور عمدہ رد کیا تو میں اپنی کتابیں جلا دونگا اور اس کے پاؤں چوم لونگا اور اس کے دامن سے لٹک جاؤنگا اور پھر لوگوں کو اس کے پیمانہ سے ناپوں گا۔ اور لو! میں پروردگار جہاں کی قسم کھاتا ہوں اور اس قسم سے عہد کو پختہ کرتا ہوں۔

مگر ساتھ ہی یہ پیش گوئی بھی فرما دی:

ام له فی البرا عة ید طو لی سیهز م فلا یری ۔ بنأ من الله الذی یعلم السرّ و ا خفی (الہدی)۔ آیا فصاحت و بلاغت میں اسے بڑا کمال حاصل ہے؟ عنقریب وہ گریز کر جائے گا اور پھر نظر نہ آئے گا یہ پیش گوئی ہے خدا کی طرف سے جو نہاں در نہاں کو جاننے والا ہے۔

مدیر المنار اور دوسرے ادباء و علماء سے متعلق بھی فرمایا

ام یز عمو ن انهم من اهل ا للسان ۔ سیهز مون و یو لو ن الد بر عن المیدا ن کیا وہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ اہل زبان ہیں، عنقریب شکست کھا جائیں اور میدان سے دم دبا کر بھاگیں گے

جب کتاب شائع ہوئی اور اس کا ایک نسخہ شیخ رشید رضا صاحب کو بھی ہدیۃً بھجوایا

گیا..لیکن انہیں یہ توفیق نہ ملی کہ اس کے جواب میں ایسی فصیح و بلیغ کتاب لکھ کر آپ کی پیش گوئی کو باطل ثابت کرتے ...شیخ رشید رضا نے اپنے رسالہ المنار میں یہ ذکر کیا کہ مرزا نے سیھز م فلا یری ، میں اس کی موت کی پیش گوئی کی تھی جو غلط نکلی ۔اس پر میں (جلال دین) نے اس کو تفصیلی جواب دیا تھا کہ اس میں کوئی موت کی پیش گوئی نہ تھی بلکہ یہ پیشگوئی تھی کہ اڈیٹر المنار ، الہدی جیسی فصیح و بلیغ کتاب لکھنے کی توفیق نہیں پائے گا ...اور باوجودیکہ اڈیٹر المنار ، الہدی کی اشاعت کے بعد تیس سال سے زائد عرصہ تک زندہ رہا لیکن اسے یہ توفیق نہ ملی کہ اس کتاب کے جواب میں بالمقابل کوئی کتاب لکھتا ، اور اللہ تعالی کی پیش گوئی کمال آب وتاب سے پوری ہے ۔

اس کتاب کی تالیف ربیع الاول ۱۳۲۰ھ میں مکمل ہوئی اور ۱۲ جون ۱۹۰۲ء کو چھپ کر شائع ہوئی (تعارف ۔از جلال دین شمس ۔روحانی خزائن جلد ۱۸)

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں :

جب صاحب منار کو میری کتاب پہنچی اور اس کے ساتھ اسے کچھ خط استفسار کیلئے ملے اس نے اس کلام کے پھلوں میں سے ایک پھل بھی نہ لیا اور اسکے عظیم الشان معارف میں سے کسی معرفت سے بھی نفع حاصل نہ کیا اور جیسے کہ اکثر باز حاسدوں کی عادت ہوا کرتی ہے قلم سے زخمی کرنے اور ایذاء دینے کی طرف جھک پڑا اور تحقیر کرنے لگا ،اور ایذاء دینے لگا۔ اور اس تحقیر اور جوش دکھلانے میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی ۔ اور جیسے کہ بزرگوں کی عادت ہے کرم واکرام کی طرف رخ نہ کیا، اور قصد کیا کہ عوام کی نگاہ میں مجھے رنج پہنچائے اور بدنام کرے ۔پس وہ بلند منار سے گرا اور اپنے آپ کو دکھوں میں ڈالا ۔اور مجھے سنگریزوں کی طرح پاؤں کے نیچے روندا۔ اور فتنوں کی آگ کو بجھ جانے کے بعد پھر بھڑ کایا اور کہا جو کہا اور دانشمندوں کی طرح غور نہیں کی ، اور زمین کی طرف جھک پڑا اور متقیوں کی طرح اوپر کو نہ چڑھا ،اور اونچا ہونے کے بعد گرا۔اور گرنا تو خود بڑی خوفناک بات ہے ، پھر اس شخص کا کیا حال جو منار سے گرا ، اور گمراہی کو خریدا اور ہدایت نہ پائی ۔آیا فصاحت و بلاغت میں اسے بڑا کمال حاصل ہے؟ عنقریب وہ گریز کر جائے گا اور پھر نظر نہ آئے گا۔ یہ پیش گوئی ہے خدا کی طرف سے جو نہاں در نہاں کو

جاننے والا (اور اللہ تعالی نے علامہ رشید رضا کو ہند بھیج دیا، تا کہ جن کو وہ مصر میں نظر نہیں آتا تھا یہاں نظر آجائے۔ بہاء) یہ پیش گوئی ہے خدا کی طرف سے جو نہاں درنہاں کو جاننے والا ہے۔ وہ متقیوں اور نیکوکاروں کا ساتھ دیتا ہے، وہ میدانوں میں ان کی مدد کرتا ہے پھران ہی کی بات غالب رہتی ہے ...کیا تم اپنی بولی پر فریفتہ ہو، حال آنکہ اس پر تو بڑی بڑی آندھیاں چل چکی ہیں اور آج تم عجمیوں سے بڑھ کرنہیں سوگذشتہ پر فخر نہ کرو۔ اورتمہاری بولیاں تو بالکل بدل گئیں اب تم اتنی دور سے کہاں ایک چیز کو پکڑ سکتے ہو۔ کیا تمھیں اپنی بول چال یاد نہیں یا احمقوں کو دھوکہ دیتے ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے تمہارے ملک کوعرب میں شامل نہیں فرمایا، پھر خدا اور رسول پر افتراء نہ کرو۔ اور مفتری ہمیشہ نامراد رہتا ہے۔ سوائے شیخی باز مجھے تجھ سے کیا کام چل اپنی راہ لے۔ مجھے تو تجھ سے نصرت کی امید تھی تو الٹا میرے ہی خوار کرنے کو اٹھ کھڑا ہوا۔ اور مجھے تیری طرف سے تکبیر اور تقدیس سننے کی توقع تھی تو نے مجھے ناقوسوں کی آوازیں سنا دیں اور میں نے تیری زمین کو پناہ کے لئے بہت عمدہ جگہ سمجھا تھا مگر تو نے مجھے مشت زن یا لکدزن کی طرح زخمی کر دیا اور تو نے اس درندہ طبعی سے فرعونی خصلتوں کا زمانہ مجھے یاد دلا دیا۔ اور میں اس بات میں پشیمان نہیں اس لئے کہ فضلیت پہل کرنے والے کو ہے ۔ اور مجھے توقع تھی کہ تمہاری دوستی سے میرا غم دور ہو جائیگا اور تمہارے لشکر کی مدد سے میری اندوہ و غم کا لشکر شکست کھا جائے گا مگر افسوس کہ فراست نے خطا کی اور دانش درست نہ اتری اور تمہارا سارا معاملہ بالکل الٹا نظر آیا۔ یہ تو آپ کی فضیلتوں کا تھوڑا سا نمونہ ہے۔ اس سے مجھے پتہ مل گیا کہ مصر کی سرزمین سے آتش اشتعال کبھی الگ نہیں ہوئی۔ اور اب تک اس سے کبر اور تعلیٰ کی آگ جوش زن ہے۔ خدا موسی پر رحم کرے کیوں اس نے اسے چھوڑ دیا اور اس کا نام ونشان نہ مٹا دیا۔ غرض تمہارا دعوی ہے کہ میری کتاب سہو و خطا سے بھری ہوئی ہے اور نحویوں اور ادیبوں سے کوئی دلیل تم اس پر نہیں لائے۔ اب میں تمہارے جور اور افتراء سے خدا کے پاس فریاد کرتا ہوں اس لئے کہ تم بے سبب اور بے کسی پہلے بغض و عداوت کی وجہ کے یہ ظلم زیادتی کی۔ کیا تم اپنی اس بولی کو صحت کا معیار ٹھہراتے ہو جس سے تم اپنی بیٹیوں اور جوروؤں سے کلام کرتے ہو۔ اور تم نے میری کتاب کو اچھی طرح نہیں پڑھا اور نہ ہی اسکے مفردات اور ترکیبوں اور انداز کلام

کو غلط ثابت کر کے دکھایا اور تم نے اپنے خدا کو ناراض کیا اور اسکی سزا سے نہیں ڈرے اور جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکے میں ڈالا۔ اور شیطان کے پیچھے دوڑ پڑے۔ اور کہہ دیا کہ اعجاز المسیح سخت غلطیوں سے بھری ہوئی ہے اور اس کے سجع میں بناوٹ ہے اور کلام لطیف نہیں ہے اور اس کا کلام عرب کے محاورہ کے خلاف ہے۔ آہ میں نے تو تجھے ایسا دوست سمجھا تھا جو مجھے نسیم سحر کی طرح راحت پہنچاتا مگر تو صلاح پوش دشمن نظر آیا۔ اور مجھے خیال تھا کہ تو کبوتر کی طرح پیاری مژدہ رساں آواز میں بولے گا مگر تو نے موت کا سا بھیانک چہرہ دکھایا۔ مجھے تمہاری اس بے تحقیق تیز زبانی پر تعجب آیا اس لئے میری وہ حالت ہوئی جو اکیلے سرگرداں مسافر کی رستہ بھول کر ہوا کرتی ہے لیکن میں نے پھر بھی اس بات کو دل میں رکھا اور سمجھا کہ شاید تحریر میں کوئی تبدیلی واقع ہوگئی ہو اور توہین اور تحقیر کا کوئی ارادہ نہ ہو، اور اس شخص نے کیونکر شر کا قصد کیا جس کا سیاہ داغ کسی عذر و بہانہ سے مٹ نہیں سکتا اور کیونکر ممکن کہ ایسا عالم لائق آدمی کھلی کھلی بری باتیں منہ سے نکالے اور جب خوب ثابت ہوا کہ یہ سب تمہاری کرتوت ہے تو میں نے بھی جنگ کیلئے ساز و سامان درست کر لیا اور کہا کہ اپنی جگہ پر کھڑا رہ اے سفلہ دشمن کہ میرے مقابل آنا تلواروں سے کٹ جانا اور کانٹوں میں پھنس جانا ہے اور مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ باتیں تم نے حسد سے کی تھیں واقعات کے اظہار کے لئے نہیں کہیں اس لئے میں تمہاری طرف متوجہ ہوا کہ کہیں تمہاری شرارتوں سے لوگ دھوکہ نہ کھا جائیں، اس لئے کہ ہمارے ملک کے علماء تو میری تحقیر کے لئے بہانہ ڈھونڈتے رہتے ہیں سو جو کچھ تو نے میری تحقیر میں کہا ہے اس سے ان کی جرأت اور بھی بڑھ جائے گی۔ اور اگر فساد کا خوف نہ ہوتا تو میں اس معاملہ میں بالکل خاموش رہتا لیکن اب لوگوں کے بگڑ جانے اور شیطان کی وسوسہ اندازی کا ڈر ہے اور یہ پختہ بات ہے کہ بعض شہادتیں ضرب میں تلوار سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہیں۔ اب مجھے خوف ہے کہ منار کی باتوں سے اشتعال بڑھ جائے اور اس کا میم گر کر نری نار کی شکل رہ رہ جائے۔ اور ہم تو مدت سے دشمنوں کو بھگا کر لڑائی جھگڑے سے فارغ ہو بیٹھے تھے اور ہمیں ہر ایک جنگ میں غلبہ میسر آیا (پھر کون سے غم و ہم تھے جن میں مدد کیلئے آپ نے رشید رضا اور اس کے لشکروں کی مدد چاہی۔ بہا) اور ہر ایک جنگ کرنیوالا اپنی پوری طاقت ہمارے مقابلہ میں خرچ کر چکا تھا (ابھی الہامات مرزا کا جواب نہیں ہوا تھا،

ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ بھی نہیں ہوا تھا، اور عبدالحکیم پٹیالوی تو ابھی سامنے ہی نہیں آیا تھا بلکہ مریدوں میں شامل تھا، اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ سب دشمن ختم ہو چکے تھے ہم مقابلہ کر چکے فتح یاب ہو چکے؟ بہاء) یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ ترکش خالی ہو گئے تھے اور بالکل آرام چین ہو گیا تھا۔ سب جھگڑے ٹھنڈے پڑ گئے اور جھگڑ نیوالے ہٹ ہٹا گئے اور سب جھگڑنے والوں کو خدا نے بھگا دیا اور مار ڈالا تھا، (کیا محمد حسین بٹالوی، عبدالحق غزنوی، عبدالمجید دہلوی، مفتی عبداللہ ٹونکی، محمد یونس رئیس دتا وَلی، مہر علی شاہ، ثناء اللہ امرتسری اور بریلوی علماء بھی موجود نہیں تھے؟ بہاء) اب وہ سفلے موت کے بعد پھر جلائے گئے اور منار نے اپنی نکمی باتوں سے انہیں دلیر اور پکا کر دیا۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ پھر لاف گزاف مارنے لگے اور لڑائی کو تازہ کرنا چاہتے ہیں اور اب لڑائی چاہتے ہیں اور جاہلوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ پھر اپنے شر کی طرف لوٹ چلے ہیں اور منار کی اس ناپاک بات اور کج روی کی وجہ سے ضد میں بڑھ چلے ہیں۔ چنانچہ کچھ اندھوں کو منار کی باتیں بھلی لگی ہیں پہلوں کی طرح کلام کے پرکھنے والے اور جاننے والے کہاں بلکہ یہ لوگ تو جو کچھ حاسدوں مفسدوں سے سن پاتے ہیں اسی کے پیچھے ہو جاتے ہیں ان میں اعلیٰ درجہ عبارتوں کے سمجھنے کا ذوق کہاں۔ اور عمدہ اور سرسبز مرغزاروں تک ان کی رسائی کہاں۔ یہ لوگ نمکین سجعوں کا لطف اور آراستہ کلموں کی لطافت کو کیا جانیں۔ منہ سے کہتے ہیں کہ ہم علماء ہیں مگر علم اور زیرکی ان کے نزدیک نہیں آئی۔ ... مجھے صاحب منار کی نسبت نیک گمان تھا اور میرا خیال تھا کہ اس نے کسی مصلحت سے ایسا کہا نہ ضرر دینے کے ارادہ سے۔ لیکن پیچھے پتا لگا کہ اس نے زبان کو نہیں روکا جیسے کہ بزرگوں کی عادت اور سعید طبیعتوں کا خاصہ ہوتا ہے بلکہ اس نے اپنے اخبار میں تحقیر پر اصرار کیا۔ پس حاسدوں نے اس کے منہ کے اگلے ہوئے زہر کو لذیذ کھانے کی طرح کھایا اور اس کی بات کو قبول کیا اور ختم ہو جانے کے بعد نئے سرے جھگڑا شروع کر دیا جیسے کہ کودن اجڈ طبیعتوں کی عادت ہوتی ہے۔ اور انہوں نے منار کی باتوں کو تیز ہتھیار سمجھا اور ہندوستان کے اخباروں میں انہیں شائع کیا۔ ایسی باتیں لکھنا پاک اور بری (بریت) ہمتوں کو سخت ناگوار ہوتا ہے اور میرے دل کو دکھایا جیسے کہ عادت کمینوں اور نادانوں کی اور سیرت سفلہ دشمنوں کی ہوتی ہے... (الہدیٰ۔ص۔۱۸۸)۔

نیز مرزا صاحب فرماتے ہیں: اس (رشید رضا) کے اقوال اور اخبار سے فتنے پھیل گئے ہیں سو ضرور ہوا کہ عوض لینے کو آستینیں چڑھا لوں، اور اب مجھے اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس کے راز کی مہر توڑ دوں اور خدا جانتا ہے اس کی نیت کی حقیقت کو اور اس کی نیکی اور بریت کی کیفیت کو۔ پس اگر اپنی باتوں میں اس (رشید رضا) نے نیکی کی نیت کی ہوگی تو ضرور عذر خواہی کرے گا اور جنگ و مقابلہ نہ چاہے گا، اور اگر توہین و تحقیر کا ارادہ کیا ہے تو خدا اس میں اور مجھ میں جلد فیصلہ کر دے اور ظالم ہلاک ہوگا۔

فانّ الفتن قد انتشرت من اقوا له و ا خباره ، فوجب ان اشمر عن ذراعی لثاره ۔ و لم یکن لی بدّ من ان افض ختم سرّه ۔ و اللّه یعلم حقیقة نیّته و کیفیّة بر یّته و برّه ۔ فان کا ن نوی ا لخیر فیما قا ل ، فسیعتذر و لا یبتغی النّضال ، و ان کان قصد التّوهین و الاحتقا ر ۔ فسیقضی اللّه بینی و بینه ، و من ظلم فقد با ر (الهدی ۔ ص ۲۲)۔

یہ تو مباہلہ ہوگیا، یعنی مرزا صاحب نے کہا اگر علامہ رشید رضا نے معذرت کر لی تو ٹھیک، بصورت دیگر وہ ہلاک ہوگا۔ اور مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں چل بسے، جب کہ علامہ رشید رضا کی وفات ۲۲۔ اگست ۱۹۳۵ء۔ ۲۳ جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ کو ہوئی۔

شیخ مصطفیٰ صادق الرافعی (۱۸۸۰ء۔۱۹۳۷ء)

قال فی مسیح الھند غلام احمد القادیا نی

عثرت فی مدار ها الایام ۔ ام هو الدهر هکذا و الانام

(عثر ت فی مسیر ها الایام ام هو الد هر هکذا و الانام)

أهله بین ذی هد ی و ضلال و لیا لیه ذو سنا و ظلام

و أرانا بمد ة العمر نشقی و عدو المسوّمات اللجام

لیس کل الذین تبصر ناساً ان بعضاً من الطیور الحمام

و لکل الوری روؤس فان لم ۔ یکن العقل کانت الاوهام

ایه (یا هند) عن مسیحک ما ِز لتِ۔ و زالت ببیتک ا لاصنام

کان فی جسمک الو با ء فقد د بّ الی العقل بعد ذاك السقام

ضلة للفتی ومن تبعوه اشرق الصبح و القبور نیام

مسحته الجِنّان ام مسخته و تولاه جلجل ام عزام

و اتته الاقوام تتری و لا غر و علی الجر ح للذ باب ازدحام

و اذا کان فی الرؤوس ضلا ل و قفت عند قصد ها الاقدام

نسخ السیف ذلة و ریاءً و جد یر بنا سخیه الحسام

أیهذا المسیح ان اللیالی فی بنیها من الزمان سهام

و أری الد هر کالوغی و قد یماً کان بین الأنا م هذا الخصام

فارفع الارض فوق کفیک وأمر یملأ الارض بعد ذاك السلام

(فارفع الارض فوق قرنیک وأمریملأ الارض بعدذاك السلام)

أو فعد للسماء ان الشیاطین علیهم باب السماء حرام

و تحدّ الوری بسخفک و سجعک ان الکری له احلام

لو سألت الحمار حین تراه فی نهیق لقال ذی أحکام

(جلجل و عزا م: اسما ن من اسماء الشیا طین و النکتة ظا هرة)

(دیوا ن الرا فعی جزء الثا نی؛ المنار جلد ۲)

چودھویں صدی کا مسیح

ہر ایک زمانے میں دستور عام ہے کہ ملک کے مشہور لوگوں کے حالات مختلف پیرائیوں میں لکھے جایا کرتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ ان کی شہرت کسی دینی پیشوائی یا ملکی خیرخواہی کی وجہ سے ہو۔ مورخ کو اس سے مطلب نہیں وہ تو واقعات حقہ کے اظہار کا پابند ہوتا ہے۔ ملک پنجاب میں مرزا صاحب قادیانی کو جو شہرت ہے وہ اس بات کی مقتضی تھی کہ ان کے حالات سوانح عمری کے لکھے جاتے مگر افسوس کہ ان کے مریدوں میں سے کسی نے اس کام (جو بحیثیت ارادت ان کا فرض منصبی تھا اور مرزا صاحب کی زندگی میں آسان بھی تھا) نہیں کیا، اس لئے مصنف رسالہ مذکور کو واقعات کی تلاش میں جو دقت اور محنت برداشت کرنی پڑی وہ کسی قدر حق سے زائد ہے غالباً ان سے بعد کے جو لوگ اس کام کو کریں گے یہ کتاب ان کو اس کام میں رہنمائی کا کام دے گی۔

چونکہ زمانہ رواں میں انگریزی تعلیم کے اثر سے لوگوں میں ناول کا طرز پسندیدہ سمجھا گیا ہے اس لئے مصنف نے بھی یہی طریق اختیار کیا۔ اصل واقعات بالکل صحیح اور سچے ہیں۔ (منیجر مطبع اہل حدیث امرتسر۔۱۳۲۲ھ)

حکیم مظہر حسن صدیقی نے قادیانیت سے متعلق کے بارے میں اور اس کے انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں چودھویں صدی کا مسیح کے نام سے ایک ناول کی صورت میں مرتب کیا جس کے ہیرو مرزا غلام احمد قادیانی ہیں، جو ۱۸۴۰ء یا ۱۸۴۱ء میں پنجاب کے ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان میں حکیم غلام مرتضی کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ محاربہ ۱۸۵۷ء کے وقت مرزا غلام احمد کی عمر سولہ یا سترہ برس تھی اور بقول خود، ابھی ریش و برودت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ لڑکپن ہی میں آپ کی شادی ہوگئی اور فضل احمد و سلطان احمد نامی آپ کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ عائلی بندھنوں کے ساتھ ساتھ آپ کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہا اور گھر پر پڑھانے کے لئے والد نے یکے بعد

دیگر ے کئی اساتذہ کو متعین کئے رکھا۔ان اساتذہ میں مولوی فضل احمد اور مولوی گل علی شاہ بھی شامل ہیں۔ثانی الذکر سے کسب فیض کے دوران آپ نے پادری فنڈر کی میزان الحق کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد تردید عیسائیت کا خیال دل میں جما لیا۔۱۸۶۴ء میں اپنے والد کی سالانہ پنشن سرکاری خزانے سے وصول کرنے کیلئے اپنے چچازاد بھائی مرزا امام الدین کے ہمراہ (گورداسپور) گئے۔اور رقم وصول کر کے گھر واپس آنے کی بجائے چچازاد کے ساتھ سیر وسیاحت کو نکل گئے۔ جب پنشن کا روپیہ ختم ہوگیا تو سیالکوٹ جا کر ضلع کچہری میں بطور اہلمد ۱۵ روپیہ ماہوار کے ملازم ہو گئے جہاں فارغ اوقات میں مقامی انگریز پادری سے تبادلہ خیالات کرتے ، اور کچہری کے منشیوں کے سکول میں داخل ہوکر انگریزی زبان بھی سیکھتے رہے۔ چار سال کی ملازمت کے بعد بھی ترقی کا کوئی امکان نظر نہ آیا تو قانون پڑھ کر مختاری کا امتحان پاس کرنے کا ارادہ کیا تاکہ ۱۵ روپیہ ماہوار والی معمولی ملازمت کی بجائے عدالتوں میں بطور مختار لوگوں کے مقدمات کی پیروی کر کے اپنے معاشی حالات میں بہتری لاسکیں۔

زیر نظر ناول کا آغاز ، ہیرو کی زندگی کے اس مقام سے ہوتا ہے جب کہ وہ اپنی ملازمت سے غیر مطمئن نظر آتے ہیں اور اپنے مالی حالات کی بہتری کے لئے مختلف تجاویز پر غور وغوض کرتے ہوئے اپنے دوست احباب کے ساتھ قانون کی تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے، حکیم مظہر حسن صدیقی رقم طراز ہیں:

مرزا قادیانی کے سیالکوٹی احباب

ہمارے ناول کا سلسلہ ۱۸۶۷ء کے اخیر سے شروع ہوتا ہے جب ملک پنجاب میں چیف کورٹ کا انتظام نیا ہی نیا تھا اور وکالت کے امتحان کے واسطے قانون پاس ہو چکا تھا کہ اب کوئی شخص بغیر لائسنس وکالت حاصل کرنے کے کسی مقدمہ میں پیروکار یا مختار ہونے کا مجاز نہیں ہوگا۔

شام کا وقت ہے، آفتاب مغرب کی طرف جا کر منہ چھپانے لگا ہے، اسکی زرد شعائیں درختوں کے پتوں پر سنہری جھلک ڈال رہی ہیں۔ کچہری ضلع کے احاطہ سے اہل مقدمہ اٹھ اٹھ کر شہر کی طرف رخ کئے جارہے ہیں۔عرائض نویس بھی اپنا اپنا بوریا بندھنا لپیٹ ،بغل میں قلمدان، ہاتھ میں حقہ اٹھا کر چل دیئے ہیں۔

ڈپٹی کمشنر صاحب کے کمرہ کے دروازہ پر گاڑی کھڑی ہے۔اے لو! وہ بھی سوار ہو گئے،

گھوڑا فراٹے بھرتا، ہوا سے باتیں کرتا، دم اٹھائے اڑا جا رہا ہے۔ گاڑی نظر سے غائب۔

اہل کار بھی اپنے اپنے کا غذات سنبھال، بستہ باندھ چپڑاسی کے کندھے پر رکھ، کوئی پیادہ، کوئی سوار چل کھڑے ہوئے۔ شہر سیالکوٹ کے گوشہ غرب وشمال کی جانب کچہری سے جو سڑک شہر کو آتی ہے، اس کے کنارہ کنارہ ایک جوان، خوبرو، خوش قطع، ثقہ صورت، میان قد، گندمی رنگ، بیضاوی چہرہ، مختصر سے کاغذات اور ایک دو رجسٹر رومال میں لپیٹے بغل میں دبائے، آہستہ آہستہ اپنے خیال سے باتیں کرتا، مغموم ومتفکر شکل، کسی گہری فکر میں مستغرق جا رہا ہے۔

کچھ کچھ لبوں میں جنبش ہے، کبھی کبھی ابرو پر بل پڑ جاتا ہے اور گردن بھی ہل جاتی ہے۔

چلو پاس چل کر دیکھیں، یہ کون ہے۔ اہل مقدمہ تو معلوم نہیں ہوتا، ضرور کوئی اہلکار ہوگا۔ اس کی حالت بتا رہی ہے کہ بہت چھوٹے عہدہ کا ملازم ہے، مگر عالی حوصلہ اور بلند خیالات کا انسان معلوم ہوتا ہے۔

جو عہدہ دار پاس سے گذرتا ہے اس پر نفرت اور کراہت سے نظر ڈالتا ہے۔ اپنی علو ہمتی کے مقابل کسی کا وجود نہیں سمجھتا، مگر بعض کے لئے باکراہ وجبر سلام کے واسطے ماتھے تک ہاتھ بھی اٹھاتا ہے۔

دور سے ایک فینس آ رہی ہے۔ آٹھ کہار اٹھائے، قدم جمائے، ہونہہ ہونہہ کرتے، آتے ہیں۔ قریب آ کر کہاروں نے کندھا بدلا، فینس روکی،

جوان: (اپنے خیالات کا سلسلہ توڑ کر) آہا! رائے صاحب، تسلیم مزاج شریف۔

رائے صاحب: بندگی۔ آج اس وقت؟ کیا آج کل کام کی کثرت ہے؟ آپ نے تو ملنا بھی چھوڑ دیا۔ عید کا چاند کہیں، یا دسہرہ کا نیل کنٹھ۔ ایک مکان میں رہنا اور یہ دوری۔

جوان: (اپنی رفتار بدل کر تیز قدمی کے ساتھ) جی ہاں ماہواری ہے نا۔ دوسرے آج ڈپٹی کمشنر بھی دیر سے اٹھے۔ آپ بھی اب چلے ہیں، آزادی میں بھی۔ آپ تو کسی کے نوکر نہیں، بس جاتے ہی داخل دفتر ہو جاؤ گے۔ پھر الٹی شکائت۔

رائے صاحب: ہاں ایک دیوانی مقدمہ میں بحث تھی اور ایک فوجداری مقدمہ سیشن کا تھا، ڈپٹی صاحب تو ابھی بیٹھے ہیں۔ رات کو ملیں گے۔

جوان: بہتر ڈپٹی صاحب.. (کچھ آگے کہنے کو تھا کہ فینس نکل گئی۔ یہ جا، وہ جا، اور یہ پھر اسی خیال اور دھن میں لگ گئے۔ شہر میں داخل ہوئے، دروازہ پر دستک دی، دروازہ کھلا، اندر قدم رکھتے ہی نوکر سے) پانی گرم ہے۔

نوکر: جی ہاں لیجئے۔

جوان: (وضو کرتے ہوئے)۔ عرب کہاں گئے (یہ عرب سیالکوٹ میں مسافرانہ وارد ہوئے تھے، لوگوں کی ان کے پاس جو آمدورفت زیادہ ہوئی، تو پولیس نے ان کو ایمی گریشن ایکٹ بموجب مجسٹریٹ ضلع کے روبرو پیش کیا۔ چونکہ یہ ہندی نہیں بول سکتے، ڈپٹی کمشنر نے ان سے گفتگو کے واسطے تمام عملہ ضلع میں تلاش کیا کہ ترجمان ملے جو اس کے واسطے سے گفتگو کی جائے ہمارے ناول کے ہیرو کے سوا عربی دان اہلکار ضلع کے عملہ میں نہ ملا۔ ان کو پیش کیا گیا اور ان کے واسطے سے گفتگو ہوئی اسی روز سے ڈپٹی کمشنر کے دل میں ہمارے جوان ناول کے ہیرو کی لیاقت کی جگہ ہوگئی اور جب سے ہی یہ عرب ان کے پاس رہتے تھے۔ سنا ہے اہل عرب کو علم فقہ میں اچھا ملکہ تھا)

نوکر: مسجد میں نماز کے واسطے گئے ہیں، ابھی آجاتے ہیں۔

(جوان نے وضو سے فراغت پاکر نماز مغرب ادا کی، وظیفہ میں تھے کہ دروازہ کھلا، ایک شخص بزرگ صورت گول عمامہ سر پر ٹخنوں تک نیچا کرتہ، در بر عربوں کی وضع، تسبیح ہاتھ میں، ماتھے پر سجدہ کا گھٹہ پڑا، داخل ہوئے): السلام علیکم

جوان: وعلیکم السلام (کہہ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا، ہاتھ اٹھا دعا مانگی، مصلی اٹھا کر ایک طرف رکھا)۔

عرب: آج بہت دیر لگائی، نماز بھی اخیر وقت میں پڑھی ہوگی۔

جوان: بندگی پابندگی۔ اسی سبب سے تو میں ملازمت کو پسند نہیں کرتا۔ نوکوی میں آدمی تقسیم اوقات کا پابند نہیں رہ سکتا، خصوص ماتحتی طرفہ بلا ہے۔ چار پانچ برس ہوگئے ہیں ہنوز روز اول ہے اور نہ آئندہ امید ترقی۔

عرب: ہم آپکو ایک عمل بتلاتے ہیں، چند روز کے ورد میں خدا نے چاہا تو نوکری کی پرواہ نہ رہیگی۔

جوان: ورد وظائف کا مجھ کو لڑکپن سے شوق ہے اور ہمیشہ پڑھتا ہوں۔

عرب: استقلال چاہیے، بے صبری اور تلون مزاجی میں حسرت و یاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اللہ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ قولہ تعالی: من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ و من کان یرید حرث الدّنیا نؤتہ منھا

جوان: کوئی دست غیب کا عمل بھی یاد ہے؟ مگر مجرب ہو، یوں تو بہت لکھے ہوئے ہیں۔

عرب: اس کا بندہ قائل نہیں یہ تو قصہ کہانی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

جوان: جفر میں اس کے بہت سے عمل اور ان کے قاعدے لکھے ہیں۔

عرب: ہاں ہیں، مگر یہی دست غیب ہے کہ کسی کار میں انسان کی رجوعات اور فتوحات ہو جائے۔

جوان: تو پھر یہ کیا ہوا؟ تدبیر اور محنت سے ہر ایک روپیہ پیدا کر سکتا ہے۔

عرب: فقط پیر کے گنڈہ ہی سے کاربرداری نہیں ہوتی، کچھ ہمت بھی بکار رہے۔ نہ فقط تدبیر اور محنت

سے کام نکلتا ہے اور نہ بسم اللہ کے گنبد میں بیٹھنے سے، اللہ سے اگر تائید ہو تو تدبیر درست ہو جاتی ہے، غرض کہ کوئی کام یا کارخانہ انسان جاری کرے، اگر اس میں فتوحات اور رجوعات ہو جائے تو وہی دست غیب ہے اور یہ اللہ کی طرف سے ہے، اسی کے واسطے دعا اور اوراد ہیں۔ ہاں جفر کے قاعدہ سے اگر ترکیب اور ترتیب کر کے کوئی عمل کیا جائے تو اس کا اثر جلد اور حسب مراد ہوتا ہے۔

جوان: نوکری ہی میں ترقی ہو جانی چاہیے تھی۔

عرب: ہر ایک انسان کی فطرت میں اللہ نے ایک مادہ پیدا کیا ہوتا ہے وہ اپنے فطرتی مادہ کے موافق میلان رکھتا ہے۔ آپکی فطرت میں یہ مادہ نہیں ہے کہ آپ نوکری کے ذریعہ فائدہ اٹھاویں۔ آپ ہمیشہ افسروں کے شاکی رہتے ہیں اور افسر آپ سے ناراض، پھر آپکو نوکری میں فائدہ معلوم۔

جوان: میرا ارادہ ہے کہ قانون یاد کروں اور وکالت کا امتحان دوں۔ وکالت میں معقول آمدنی ہے اور آزادی ہے اور عزت بھی۔ ملازمت میں فرمان برداری اور خوش آمد بری بلا ہے اگر امتحان پاس ہو گیا تو پو بارہ ہیں۔

عرب: اللہ تعالی کامیاب کرے۔ یہ بات ہم کو بھی پسند آئی، نوکری میں ترقی کرنے کا مادہ آپ کی فطرت میں نہیں۔

(انسان کے پاؤں کی چاپ معلوم ہوئی)۔

جوان: (دروازہ کی طرف دیکھ کر)۔ ہیرا (آنے والے کا نام) لالہ کھانے سے فارغ ہو گئے۔

ہیرا: نہیں، مجھے تمہارے کنے (طرف) بھیجا ہے کہ کہیں چلے نہ جانا، ہم کھانا کھا کر آتے ہیں۔ ابھی رسوئی میں گئے ہیں۔

آواز: السلام علیکم۔

جوان: وعلیکم السلام میر صاحب! آج تو کئی دن بعد نظر آئے، کہاں تھے۔

میر صاحب: آپ ہی نہیں ملتے۔ کچہری سے آئے اور سیدھے ملک شاہ کے پاس وارد (اشاعۃ السنہ ج ۱۵ ص ۲۹: سیالکوٹ کے ملک شاہ علوم نجوم یا رمل میں کچھ دخل رکھتے تھے)۔ لوگ آتے ہیں اور لوٹ جاتے ہیں۔ کہو آج پنڈت صاحب (سررشتہ دار ضلع) سے کیا جوڑ ہو رہی تھی۔

جوان: عجب آدمی ہے، بڑا ہی متعصب، مسلمانوں کو دیکھ ہی نہیں سکتا۔ اور خصوص مجھ پر تو روکھا ہی نہیں کھاتا، سوم، بدذات کشمیری پنڈت۔ یہ کشمیری پنڈت اپنی قوم کو چاہتے ہیں، اور کوئی نہ ہو

میر صاحب: آخر بات کیا تھی؟ ڈپٹی کمشنر نے تو منہ پھیر لیا تھا، اور مسکرائے تھے۔

جوان: صاحب تو میری لیاقت سے واقف ہیں اس دن جو یہ (عرب) پیش ہوئے تو کوئی ان کی بات نہ سمجھ سکا اور نہ سمجھا سکا، اور پھر بندہ درگاہ ہی ترجمان ہوا۔ جب سے ڈپٹی کمشنر کے خیال میری طرف سے اچھے ہیں۔ یہ شیطان جب مجھ پر کوئی اعتراض کرتے ہیں تو صاحب کے روبرو بلا کر کرتے ہیں تاکہ میں جواب نہ دے سکوں، اور آپ جانتے ہیں۔

میر صاحب: آخر آج کا واقعہ تو سناؤ، کیا ہوا تھا۔

جوان: مجھ سے فرماتے تھے کہ اتنے عرصہ میں تم کو روبکار اور پروانہ کی تمیز نہیں ہوئی۔ میں نے کہا کہ افسری ماتحتی شئے دیگر ہے، ضلع میں بھی آپ کسی کو میرے مقابلہ کے واسطے بلا لیجئے۔

میر صاحب: آخر وہ افسر ہیں اور ہم ماتحت۔

جوان: میں نے تو یہ کہنا تھا کہ آپ کو پڑھا سکتا ہوں، مگر صاحب بیٹھے ہوئے تھے کچھ سوچ کر بات کا پہلو بدل گیا۔ میاں کا املاء تک درست نہیں اور ہم پر اعتراض۔

(زینہ سے آہٹ کسی کے اترنے کی محسوس کر کے لالہ بھیم سین صاحب آئے، سب تعظیماً کھڑے ہو کر)

آیئے آیئے! رائے صاحب، تسلیم عرض۔

رائے صاحب: بندگی، کہیے! سب صاحبوں کے مزاج شریف۔ حکیم صاحب (مرزا صاحب حکیم ابن حکیم تھے، اس لئے دوست انہیں حکیم صاحب بھی کہا کرتے تھے۔) آپ کے چہرہ سے کچھ ملال پیدا ہے، راستہ میں جو آپ ملے تھے آپ کی شکل سے پریشانی برستی تھی، آپ جانتے ہیں مجھ کو ان دنوں میں امتحان کی وجہ سے قانون یاد کرنے کیلئے رات ہی کا وقت ملتا ہے، دن تو موکلوں کے ساتھ جھک جھک بک بک میں گذر جاتا ہے۔ میں نے کہا امتحان میں تو ابھی بہت دن ہیں، اپنے دوست قدیم کی پریشانی کا سبب حیرانی کا باعث تو دریافت کروں۔ یہ جھگڑا تو روز چلا ہی جائیگا۔ عدیم الفرصتی ہے، ورنہ ایک مکان میں رہ کر کئی کئی دن صورت آشنا نہ ہوں۔

حکیم صاحب (جوان): یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ میں اس نوکری سے ابتداء ہی سے بے زار ہوں

رائے صاحب: یہ امر تو محتاج بیان نہیں، میرا آپ کا مکتب کے زمانہ سے اتحاد ہے، جب ہم بٹالہ میں پڑھا کرتے تھے۔ میں تو آج کی پریشانی کا سبب پوچھتا ہوں۔

حکیم صاحب: پانچ چار سال سے یہاں نوکر ہوں، ہنوز روز اول۔ اس قلیل تنخواہ میں بسر اوقات محال، اور آئندہ ترقی کا لاطائل خیال، افسروں کی ناز برداری مستزاد، اس سے ناک میں دم ہے۔

رائے صاحب: آخر اس کی بھی خبر نکلے گی یا یوں ہی جملہ معترضہ چلا جائے گا۔

حکیم صاحب: آپ سے عرض کیا نا۔

رائے صاحب: لاحول ولا قوۃ، مجھ سے کچھ بھی نہیں کہا، آخر اتنے دن نوکری کرتے ہی تھے۔آج کیا بلی نے چھینک دیا۔

میر صاحب: اجی آج ان کی پنڈت صاحب سے جوڑ ہو گئی۔

رائے صاحب: خوب! یوں کہو نہ۔مگر یہ بات بھی کچھ نئی نہیں، اس کو اتنا چکر کیوں دیتے تھے۔ ہمارے حکیم صاحب گورو بننا چاہتے ہیں، چیلہ بننا نہیں چاہتے۔اور یہ نہیں جانتے کہ چیلہ بنے بغیر گورو کیونکر بن سکتے ہیں۔ بھائی صاحب! نوکری میں بے افسر کی خوشنودی کے نہ ترقی، نہ عزت، نہ لیاقت، نہ آسائش، نہ مفاد۔اگر افسر خوش ہیں تو یہ سب باتیں میسر، ملازمت میں افسر کی اطاعت اکسیر اور خود پسندی سم قاتل کا حکم رکھتی ہے۔آخر افسر افسر اور ماتحت ماتحت۔

حکیم صاحب: یہی ہم سے نہیں ہوسکتا۔

رائے صاحب: یہ تو میں جانتا ہوں کہ مادہ آپ کی فطرت میں نہیں۔ یہ بات اگر نہ ہوتی تو آپ گھر سے نکل کر یہ چند روپے کی نوکری کیوں کرتے۔خدا کا فضل تھا، وہاں کس بات کی کمی تھی۔مگر یہ آپ کی غلطی ہے، بلکہ خام خیالی، بغیر خوش آمد اور اطاعت کے کوئی کام بھی نہیں چلتا۔ جب دس آپ کی خوش آمد کریں، تو ایک دو کی خوش آمد میں آپ کا کیا حرج ہے؟ اور پھر خدانخواستہ وہ آپ سے، کسی سے بھی، بیجا خوش آمد اور ناجائز اطاعت نہیں چاہتے ایسے نیک افسر تو تقدیر سے ملتے ہیں۔

حکیم صاحب: (بگڑ کر اور غصہ کو خلاف عادت ضبط کر کے) نہیں صاحب یہ رعایت کی بات ہے۔ یہ امر تو ہم سے بعید، بلکہ دشوار، نہیں ناممکن۔

رائے صاحب: یہ تو میں جانتا ہوں کہ ضد آپ کی ارث ہے، یا یوں کہیے کہ آبائی سنت۔ بڑے حکیم صاحب بھی پیسہ کی جگہ روپیہ خرچ کر دیتے ہیں، مگر ہٹ نہیں چھوڑتے۔تمام جائداد ضداً مقدمہ بازی میں برباد کر دی۔

(مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں: بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ تمہارے دادا نے قادیان کی جائداد پر حقوق مالکانہ برقرار رکھوانے کے لئے شروع شروع میں بہت مقدمات کئے اور جتنا کشمیر کی ملازمت میں اور اسکے بعد روپیہ جمع کیا تھا اور وہ قریباً ایک لاکھ تھا، سب ان مقدمات پر صرف کر دیا (سیرۃ المہدی جلد اول روایت ۴۵)

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں: میرے والد صاحب اپنے بعض آباء واجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کیلئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے، انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگا دیا، اور ایک زمانہ

دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بے ہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا، اوراس کے ساتھ والد صاحب موصوف نے زمین داری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا۔ (کتاب البریہ۔ص ۱۵۱ حاشیہ)

مرزا غلام احمد بتاتے ہیں: میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کی وجہ سے اکثر مغموم اور مہموم رہتے تھے۔ انہوں نے پیروی مقدمات میں ستر ہزار کے قریب خرچ کیا تھا جس کا انجام آخر ناکامی تھی کیونکہ ہمارے بزرگوں کے دیہات ہمارے قبضہ سے نکل چکے تھے اور ان کا واپس آنا ایک خیال خام تھا۔ اسی نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب ایک نہایت عمیق گرداب غم، اور حزن اور اضطراب کی زندگی بسر کرتے تھے ..وہ ہمیشہ مغموم اور محزون رہتے تھے اور بارہا کہتے تھے کہ جس قدر میں نے اس پلید دنیا کے لئے سعی کی ہے اگر میں وہ سعی دین کے لئے کرتا تو شائد آج قطب وقت یا غوث وقت ہوتا..حضرت عزت جل شانہ کے سامنے خالی ہاتھ جانے کی حسرت روز بروز آخری عمر میں ان پر غلبہ کرتی گئی بارہا افسوس سے کہا کرتے تھے کہ دنیا کے بے ہودہ خرخشوں کیلئے میں نے اپنی عمر ناحق ضائع کر دی۔ ایک مرتبہ والد صاحب نے یہ خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ایک بڑی شان کے شان میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں جیسا کہ ایک عظیم الشان آتا ہے، تو میں اس وقت آپ کی پیشوائی کیلئے دوڑا جب قریب پہنچا تو میں نے سوچا کہ کچھ نذر پیش کرنی چاہیے۔ یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ ڈالا جس میں صرف ایک روپیہ تھا اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ کھوٹا ہے۔ یہ دیکھ کر میں چشم پر آب ہو گیا اور پھر آنکھ کھل گئی۔ ..میرے والد کا آخر حصہ زندگی کا مصیبت اور غم اور حزن میں ہی گذرا اور جہاں ہاتھ ڈالا آخر ناکامی تھی...(کتاب البریہ۔ ۱۵۸ حاشیہ)

مرزا صاحب لکھتے ہیں: میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کی ہوگی جب والد صاحب کا انتقال ہوا۔ مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب انکے انتقال کا وقت قریب ہے۔ میں اس وقت لاہور میں تھا، جب مجھے خواب آیا تھا تب میں جلدی سے قادیان میں پہنچا، اور ان کو مرض زحیر میں مبتلا پایا لیکن یہ امید ہرگز نہ تھی کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہو جائیں گے کیونکہ مرض کی شدت کم ہوگئی تھی اور وہ بڑے استقلال سے بیٹھے رہتے تھے۔ دوسرے دن شدت دوپہر کے وقت ہم سب عزیز ان کی خدمت میں حاضر تھے کہ مرزا صاحب نے مہربانی سے مجھے فرمایا کہ اس وقت تم ذرہ آرام کر لو کیونکہ جون کا مہینہ تھا اور گرمی سخت پڑتی تھی۔ میں آرام کے لئے ایک چوبارہ میں چلا گیا اور ایک نوکر پیر دبانے لگا کہ اتنے میں تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہوا و السّماء و الطّارق یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا و قدر کا مبدء ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا۔ اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالی کی طرف سے ہے، اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد غروب آفتاب کے بعد فوت ہو جائے گا۔...بشریت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدن حضرت والد صاحب کی زندگی سے

وابستہ ہیں پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلاء ہمیں پیش آئے گا۔ تب اسی وقت یہ دوسرا الہام ہوا الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ یعنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے ..(ص ۱۶۲۔۱۶۳ کتاب البریہ)

حکیم صاحب: (آشفتہ ہوکر) وہ آدمی ہی کیا ہے جس کی بات میں بیچ نہ ہو

ہزار دی مجھے گردش فلک نے میں نہ پھرا ــــ یہی تو فرق ہے اشراف اور کمینہ میں

رائے صاحب: شرافت اور کمینہ پن کا آپ نے خوب معیار نکالا ہے۔ گویا ہٹ جزو شرافت ہے۔ کیا شیخ کا قول آپ نے نہیں سنا

نہ ہر جائے مرکب ناتواں تاختن ــــ کہ جاہا سپر باید انداختن

بھلا عقل سلیم اس کی متقاضی ہے کہ دریا میں رہنا مگر مچھ سے بیر۔ نوکری کر لی اور ضلع کے سر رشتہ دار سے مخالفت، اس کا انجام۔

حکیم صاحب: اسی واسطے تو میں نوکری کرنی نہیں چاہتا۔ وکالت کا امتحان دینے کا ارادہ ہے۔

رائے صاحب: آپ سے یہ بھی نہیں ہوگا۔ ایں خیال است ومحال است وجنوں۔ اول تو وکالت کا امتحان پاس کرنا کیا خالہ جی کا گھر ہے۔ مرمر کی سنگ فلاخن کا کاٹنا لوہے کی چنے چبانا ہے۔ پھر امتحان (خدا جانے وہ کیا پوچھے زبان میری سے کیا نکلے) کا نام برا۔ اور اس میں کیا خوش آمد محنت نہیں اطاعت نہیں کیا نہیں۔ حضرت بدون خوش آمد اور محنت کے تو کوئی کام نہیں چلتا، بلکہ وکالت میں تو موکلوں کی ناز برداری اس سے بدرجہا زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ ایک سے ذرا ناک چڑھا کر بولے، چلو دکان چوڑ چپٹ ہوئی۔ یہاں تو فقط ایک افسر کی خوشنودی کی ضرورت اور وہاں دکانداری۔ سب کچھ جائز اور ناجائز کاروائی کرنی پڑتی ہے جب دکان چلتی ہے۔

حکیم صاحب: اجی! اس میں آزادی اور عزت ہے اور آمدنی معقول، جو سب کی جڑ ہے:

اے زر تو خدا نئے ولیکن بخدا ــــ ستار عیوب قاضی الحاجاتی

رائے صاحب: ہاں یہ تو درست ہے۔ اگر امتحان پاس ہو جائے اور دکان چل جائے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب ہم مکتب پڑھا کرتے تھے اور آپ ایک گھڑیا (سبو چہ گلی) کو پانی میں بھر کر دو لڑکوں کے ہاتھوں کی انگلیوں کے سہارے ایک طرف ایک لڑکے کو، اور دوسری طرف ایک لڑکے کو، پکڑاتے تھے۔ اور کیمیا کے نسخہ کی ادویہ علیحدہ علیحدہ کاغذ پر لکھ کر گولیاں بناتے تھے۔ اور ایک ایک گولی اس گھڑیا میں ڈالتے جاتے تھے۔ اور کوئی اسم پڑھتے جاتے تھے۔ جس گولی کی نوبت پر وہ گھڑیا چکر میں (گھوم) آجاتی تھی اس کو علیحدہ رکھتے تھے۔ اور پھر اس نسخہ کا تجربہ کرتے تھے۔ اگر ان نسخوں

میں سے کوئی نسخہ آپ کے علم اور عمل کی رو سے کامل آتا، اور کیمیا بن جاتی تو کیا وہ اس نوکری اور وکالت سے اچھا اور اولی نہیں ہے۔ پھر آپ کو کسی اور کام کی ضرورت پڑتی؟ (اس بیان میں لالہ بھیم سین وکیل کی تصدیق ماہنامہ اشاعۃ السنہ ج ۱۵ نمبر ا ص ۳۰ سے ہوتی ہے۔ سوال بست ویکم: بٹالہ کے مولوی گل علی شاہ اور ان کے بعض متعلقین علم جفر میں دخل رکھتے تھے اور آپ کو ان سے صحبت و استفادہ کا تعلق تھا یا نہیں؟ صاحب اشاعۃ السنہ اور لالہ بھیم سین اور ہمارے ناول کے ہیرو مولوی گل علی شاہ کے پاس پڑھتے تھے)

حکیم صاحب: اگر وہ نسخہ ہماری ترکیب یا عمل اور کوشش سے بن جاتا، یا کوئی نسخہ کیمیا کا کامل مل جاتا، تو ہم کو نوکری وکالت یا کسی اور کار کی کیا ضرورت تھی۔ مگر وہ ہماری ترکیب سے بنا نہیں اور نہ اور کوئی کامل اور مجرب نسخہ ملا۔

رائے صاحب: پھر آپ کے مکتب کے زمانہ میں ہی تحفۃ الہند، تحفۃ الہنود، وخلعت الہنود وغیرہ کتابیں، اور سنی شیعہ اور عیسائی اور مسلمانوں کی مناظرہ کی کتابیں دیکھا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ آپ کا ارادہ تھا کہ کل مذاہب مخالف اسلام کی تردید میں کتابیں لکھ کر شائع کرائیں تو عمدہ معاش اور شہرت ہو جائے گی، اور خوب گذرے گی کیونکہ مناظرہ کی کتابیں خوب فروخت ہوتی ہیں۔ اگر یہ بات بھی آپ کے ارادہ کے مطابق پوری ہو جاتی، اور یہ کارخانہ جاری ہو جاتا تو کیا پھر بھی آپ کو نوکری کی ضرورت ہوتی؟

حکیم صاحب: ہاں پھر بھی ہمیں نوکری کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ مذہبی کتابیں خصوص مناظرہ کی خوب فروخت ہوتی ہیں اور خاطر خواہ قیمت وصول ہوتی ہے۔ اگر یہ تدبیر درست آ جاتی تو بھی نوکری یا وکالت کی ضرورت کیا تھی، چین سے گذرتی۔ دیکھو سید احمد خان اور کنہیا لعل الکھ دہاری پنڈت دیانند سرستی نے تصانیف کے ذریعہ سے کیا عروج حاصل کیا، اور کس مرتبہ کو پہنچے۔ یہاں تک کہ ریفارمر قوم، جس کو نبی اور مرسل بھی کہہ سکتے ہیں، بن گئے۔ یہ خیال تو اب بھی اگر کرسی نشین ہو گیا تو دیکھو گے کیا ہوتا ہے۔ یار زندہ صحبت باقی، ان میں اول روپیہ کی ضرورت ہے کہ زر در کشف در جہان گنج گنج۔ مشہور مقولہ ہے۔

رائے صاحب: فالحمد للہ! یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ انسان کا کوئی ارادہ اس کی مرضی کے موافق نہیں ہوتا جب تک کہ مشیت ایزدی اور تائید ربی نہ ہو اور اس کا وقت نہ آئے۔

حکیم صاحب: یہ تقریر جو آپ نے فرمائی تسلیم کرتا ہوں، اور آپ کی ہمدردی کا مشکور ہوں، مگر میرا ارادہ مصمم ہو گیا ہے کہ وکالت کا امتحان دوں۔ اگر اس میں کامیابی ہوئی تو فھو المراد ورنہ

اور تدبیر کریں گے نوکری کو تو استعفا دیتا ہوں۔

رائے صاحب: بھائی صاحب زمانہ کی رفتار اختیار کرنی چاہیے، زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز۔ قانون میرے ساتھ یاد کرو جب امتحان پاس ہو جائے، استعفا دینا اختیاری امر ہے، دے دینا، پھر نوکری کی ضرورت ہی کیا ہے۔

حکیم صاحب: امتحان میں کتابیں کیا کیا ہیں۔

رائے صاحب: میں صبح کو فہرست لکھ کر دے دوں گا جو کتاب آپ مصلحت سمجھیں مطبع سے منگا لینا ،باقی میرے پاس بھی کتابیں موجود ہیں کل سے ہم باہم مل کر قانون یاد کیا کریں گے۔

حکیم صاحب: یہ تو سب کچھ ہو گیا مگر اس روز کی تو تو میں میں کا کیا علاج ہے۔

رائے صاحب: میں نے اس کی یہ تدبیر بھی سوچ لی ہے، اس کا بندوبست بھی میں اپنے ذمہ لیتا ہوں آپ یہاں ۱۵ روپئہ پاتے ہیں اس تدبیر میں آپ کی پندرہ کی ترقی بھی ہو جائے گی اور ان کی (سررشتہ داروں کی) ماتحتی سے نکل جاؤ گے۔ (حکیم مظہر حسن بتاتے ہیں: ہمارے ناول کے ہیرو ضلع میں اہلمد متفرقات تھے اور لالہ بھیم سین لوکل بورڈ میں اہلمد تھے جن کی تنخواہ ۳۰ روپئہ تھی۔ ڈپٹی کمشنر کو ان کی خاص رعایت منظور تھی کہ یہ ایک اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کہ رشتہ دار ہیں جو صاحب ممدوح کے ملاقاتی ہیں اور انہوں نے صیغہ مال اور فوجداری میں ایک سرسری امتحان پاس کیا ہوا ہے۔ جس وقت پنجاب میں چیف کورٹ کا انتظام ہوا تو ڈپٹی کمشنر نے ایک تحریر خاص کے ذریعہ سے ان کو وکالت کی اجازت منگا دی تھی، تا پاس کرنے امتحان وکالت کی اور شرط تھی اگر امتحان میں ناکام رہیں تو اپنے اصلی عہدہ پر واپس آ جائیں۔ اس واسطے ان کو رخصت پر دکھایا جاتا اور ان کی جگہ جو کام کرتے تھے وہ قائم مقام دکھائے جاتے تھے اور یہ وکالت کا کام کرتے تھے۔ ہمارے ناول کے ہیرو اور یہ مولوی گل علی شاہ کے پاس پڑھا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے لالہ بھیم سین کے مکان پر رہتے تھے)۔ یوں تو ایک طرح سے تمام ملازم ضلع، سپرنٹنڈنٹ ضلع کے تحت حکومت ہیں مگر کام کا تعلق ان سے بھی براہ راست نہ رہے گا اور وہ یہ کہ آج مجھ کو ڈپٹی کمشنر نے بلایا تھا یہ گفتگو ہوئی:

> **ڈپٹی کمشنر:** تمہارے رخصت کے انتظام میں جو لوگ قائم مقام ہیں انہوں نے درخواست کی ہے کہ ہم کو مستقل کیا جائے یا ہماری اصلی جگہ پر واپس کیا جائے اب تم یا تو استعفا دے دو یا اپنی جگہ پر واپس آؤ۔
>
> **میں (رائے صاحب):** اپنی جگہ واپس آ جاؤنگا استعفا نہیں دینا چاہتا۔
>
> **ڈپٹی کمشنر۔** اب تم کو کیا آمدنی ہوتی ہے اور تمہاری اصلی عہدہ کی کیا تنخواہ تھی۔

میں (رائے: اب مجھ کو سو روپیہ ماہوار اوسط پڑتی ہے اور عہدہ کی تنخواہ ۳۰ روپیہ ہے۔
ڈپٹی کمشنر۔ تو اس صورت میں تمہارا بڑا نقصان ہے، پھر استعفا کیوں نہیں دیدیتے۔ واپس آنے میں تمہارا کیا فائدہ ہے۔
میں (رائے صاحب): وکالت میں امتحان کی شرط ہے۔ اگر میں امتحان میں (جو اختیاری امر نہیں) ناکام رہا تو اپنے عہدہ پر واپس آسکتا ہوں بصورت استعفا دینے کے نہ ادھر کا رہونگا نہ ادھر کا۔
ڈپٹی کمشنر: (کچھ سوچ کر تامل کے بعد) اچھا کوئی تدبیر سوچو جس میں تمہارا نقصان نہ ہو۔ ہم کو کل جواب دو۔

اس میں میں نے ایک تدبیر سوچی ہے، میری رخصت کے انتظام کے اخیر سلسلہ میں علی حسن ہے اگر میں اپنے عہدہ پر واپس آگیا تو علی حسن برخاست ہو جائے گا (علی حسن ایک امیدوار ہے جو سید عصمت اللہ داروغہ جیل کا داماد ہے اور داروغہ موصوف کا ڈپٹی کمشنر کے مزاج میں بڑا دخل ہے صاحب کو داروغہ کی از حد خاطر منظور ہے)

حکیم صاحب: بھلا پھر اس میں میری ترقی اور سپرنٹنڈنٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کی ماتحتی سے کیونکر نجات ہوگی۔

رائے صاحب: میں کل میر عصمت اللہ سے صبح ہی ملونگا اور کہوں گا اگر میں اپنی جگہ واپس آگیا اور ضرور آؤنگا تو آپ کا بھی نقصان ہے کہ آپ کا رشتہ دار برخاست ہو جائے گا اور میرا بھی نقصان ہے۔ یہاں (مجھے وکالت میں) ایک معقول آمد ہو جاتی ہے اور وہاں ۳۰ روپیہ پر جانا پڑے گا۔ تو وہ مجھ سے اس کے انسداد کی تدبیر پوچھیں گے تو آپ کا نام لے کر یہ تدبیر بتاؤنگا کہ ان کو (یعنی آپ کو) میری جگہ مقرر کر دیا جائے اور علی حسن کو آپ کی جگہ مقرر کر دیں اور جو لوگ اب قائم مقام ہیں ان کو اپنے اصلی عہدوں پر واپس بھیج دیا جائے۔ اس تجویز کو وہ خواہ مخواہ منظور کریں گے۔ تو یہ تجویز ڈپٹی کمشنر سے عرض کرونگا، اور داروغہ صاحب (میر عصمت اللہ) اس کی تائید کریں گے تو غالباً کیا قطعی امید ہے کہ اس تجویز کو منظور کرلیں اور ضرور ہی منظور کریں گے کیونکہ اول تو ان کو میرا نقصان بھی منظور نہیں ہے دوسرے وہ داروغہ صاحب کی بہت خاطر کرتے ہیں اور غیر کے واسطے جس کار کی سفارش کرتے ہیں تو انکار نہیں ہوتا اور یہ تو ان کا ذاتی کام ہے۔

حکیم صاحب: تجویز تو عمدہ ہے، خوب سوچی ہے۔ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دوکار۔ اگر

درست آ جائے، خدا نے چاہا تو ضرور ہی درست آئے گی مگر کام کا کیا انتظام ہوگا، حساب کا کام ہے

رائے صاحب: شام کو آپ سب کا غذات یہاں لے آیا کرنا، میں ۱۵ منٹ میں کر دیا کرونگا۔

(جلسہ برخاست ہوا، لالہ بھیم سین صاحب اوپر بالا خانہ چلے گئے اور میر صاحب اپنے گھر)۔

امرتسر میں قانون کا امتحان

(قانون کا امتحان دینے کیلئے مرزا غلام احمد قادیانی مع ہمراہیوں کے تانگے پر سیالکوٹ سے امرتسر جا رہے ہیں جہاں امتحان منعقد ہوگا۔ بہاء)

سیالکوٹ سے جو امرتسر کو سڑک جاتی ہے اس پر تین چار یکہ جا رہے ہیں۔ کچی سڑک، ریت میں تین یکہ پھنسے ہوئے ہیں۔ گھوڑے ہیں کہ یکوں کو کھینچ رہے ہیں۔ پہئے ریت میں دھنسے جاتے ہیں۔ گھوڑے ہانپ رہے ہیں اور پسینے کی جگہوں میں سفید ہو رہے ہیں۔ یکے والا بھی یکے کو دھکیلتا ہے۔ کبھی گھوڑے کو شراپ شراپ مارتا ہے، ٹخ ٹخ، مگر گھوڑا گھٹنے ریت میں ٹیکے ہوئے غوں غوں کر رہا ہے۔ سمر کا چھینٹا، ساون بھادوں کی دھوپ کہ ہرن کالا ہو، سواریاں یکوں سے اتر پڑی ہیں اور پا پیادہ چلی جاتی ہیں، جوتا میں ریت بھر جاتا ہے۔ ایک قدم اٹھاتے ہیں، ریت پیچھے کو کھینچ کر لے جاتا ہے، جوتا کو جھاڑ پھر آگے قدم رکھتے ہیں، پیچھے کو ہٹ جاتا ہے۔ دھوپ کاٹتی ہے۔ کپڑے پسینے میں نچڑ رہے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی ابر کا ٹکڑا سر پر سایہ فگن ہو جاتا ہے تو جان آ جاتی ہے۔ ہوا کا جھونکا آیا اور نسیم سحری کا لطف دکھا گیا۔ کبھی پھر دھوپ نکل آئی اور بدن کو جھلس دیا، با ایں ہمہ مرگ انبوہ خوشی دارد کے مصداق وہ پیادہ پائی، اور بادیہ پیمائی ناگوار معلوم نہیں ہوتی۔ خوش خوش، ہنستے کودتے، مذاق اڑاتے، راستہ طے ہو رہا ہے:

۱۔ مشفق اگر امتحان پاس ہو گیا تو پو بارہ ہیں، یہ محنت مبدل براحت ہو جائے گی۔

۲۔ لالہ بھیم سین کو امتحان میں بڑی سہولت ہوگی۔ اول تو فوجداری اور مال میں ایک مرتبہ امتحان پاس کر چکے ہیں، دوسرے ایک سال سے وکالت کرتے ہیں۔ سوائے قانون یاد کرنے اور قانون استعمال کرنے کا اور کچھ کام نہیں۔ مشکل تو ہم لوگوں کو ہے کہ نوکری کے فرائض منصبی انجام دیتے رہے اور قانون بھی یاد کرتے رہے۔

۳۔ اس میں تو شک نہیں آخر ہم نے بھی تو محنت کی ہے، ناامید کیوں، حزن فال بد کا درد حال بد کا

۴۔ بھائی مشکل تو ہماری ہے، ہم کو اول تو سرکاری کام آپ جانتے ہیں تحصیلوں کا کام، اس پر تحصیل دار صاحب کی در بار داری سے اٹھے، تو نائب تحصیل دار کے مکان پر جاؤ۔ پھر قانون کا چرچا نہ گفتگو، نہ بحث، نہ تقریر۔ آپ لوگوں کو صدر مقام میں بہت سہولیت قانون یاد کرنے میں یہ میسر ہو سکتی ہے جو کتاب اپنے پاس نہ ہو دوسرے سے لی، جو بات اپنی سمجھ میں نہ آئی دوسرے سے پوچھ لی

۵۔ ہمارا حال بھی بشرح صدر ہے۔ بھائی، صدر میں بحث اور تقریر کا بڑا فائدہ ہے اگر کوئی بات اپنی سمجھ میں غلط آئی تو فوراً تصحیح ہو جائے۔ مفصلات میں تو فرصت ہی نہیں ملتی۔ صبح سے آٹھ بجے رات تک کچہری ہوتی ہے، پھر در بار داری۔ قانون یاد کرنے کو ہم لوگوں کو کونسا وقت ہے۔

لالہ بھیم سین: یارو یہ باتیں ہی باتیں ہیں۔ امتحان کا نام برا ہوتا ہے جن کو اپنی یاد اور لیاقت پر بھروسہ ہے وہ رہ جاتے ہیں، اور ناواقف اور نالائق نکل جاتے ہیں (پاس ہو جاتے ہیں) ہمارے دوست حکیم (مرزا) صاحب جنہوں نے قانون یاد کرنے کے سوا عمل بھی کئے ہیں اور چلے بھی کھینچے ہیں، خدا نے چاہا تو وہ بھی پاس ہوں گے، کیوں پنڈت صاحب۔

پنڈت نند لال: کیا حکیم صاحب نے چلے بھی کھینچے ہیں؟

لالہ بھیم سین: یہ تو انکی لڑکپن سے عادت ہے جب کوئی بات ہوئی اور جھٹ وظیفہ شروع کر دیا۔

پنڈت موہن لعل: تو یار ہمارے واسطے بھی دعا کرنا، ہم نے قسم علم کی جو کچھ بھی یاد کیا ہو، اور یاد کرتے بھی کس وقت، ہم کو فرصت ہی کہاں تھی، مگر حکیم صاحب نے چھ ماہ کی رخصت لے کر ان میں قانون بھی یاد کیا اور تسبیح بھی پھیری۔ انہوں نے تو دعا اور دوا دونوں سے کام لیا۔

لالہ رام کشن: حضرت ہمیں یاد رکھنا بھول نہ جانا۔

خواجہ عبدالصمد:

نہ ہاتھوں میں طاقت نہ پاؤں میں جنبش
جو لیں کھینچ دامن ہم اس دلربا کا
سر راہ بیٹھے ہیں اور یہ صدا ہے
کہ اللہ ہی والی ہے بے دست و پا کا

لالہ گوکل چند: یارو ہم تو خدا سے امید نہیں توڑتے، خدا نے چاہا تو ضرور پاس کریں گے۔

(ہنسی مذاق میں کچی سڑک کا راستہ طے ہوا۔ یکہ والوں نے گھوڑوں کو ملا اور مالش کر کے تیاڑی دی، پانی پلایا، دانہ کھلایا، گھاس ڈال دی۔ ہمارے رنگیلے اور بے فکر مسافر بھی ایک درخت کے نیچے دری بچھا کر آرام

لینے لگے۔ جب دن ڈھلا، سورج نیچے کو ہوا، کچھ کچھ بھرت ہوا، یکہ جوڑے گئے مسافر سوار ہوئے، دو گھنٹہ میں امرتسر داخل، رات سرائے میں کاٹی، صبح کو ضلع کی کچہری کے احاطہ میں حاضر ہوئے۔ ایک کمرہ میں مسٹر وان اسسٹنٹ کمشنر مہتمم امتحان زیب دہ کرسی اجلاس ہوئے، اور کمرہ کے اندر اور باہر برآمدہ میں امیدوار بیٹھ گئے۔ ضلع گورداسپور اور امرتسر اور سیالکوٹ کے امیدوار حاضر تھے۔ سوالات کیئے گئے، جواب لکھا گیا۔ لفافہ میں بند اور سر بمہر کر کے اسی دن لاہور کو بھیج دیئے۔ اسی طرح دوسرے تیسرے دن امتحان ہوا اور کاغذات لاہور بھیجے گئے)۔

(یعنی مرزا صاحب نے امرتسر میں قانون کے امتحانی پرچے دے دیئے۔ بہاء)

بعدِ امتحان

دو پہر کا وقت ہے، گرمی کا موسم، کچہری کے اہلکار دھوپ میں چلتے چھتری کا سایہ سر پر کیئے، درختوں کے نیچے پناہ پکڑتے، رومال سے منہ کا پسینہ پونچھتے ہوئے آرہے ہیں۔ اور شہر میں داخل ہوگئے ہیں۔ ایک مکان کے دروازہ پر تین شخص کھڑے ہوئے چھتریوں کو بند کر کے اندر داخل ہوئے اور صحن مکان پر پہنچ کر کہتے ہیں: اف آج گرمی کا شباب ہے، پھونک دیا، دیکھئے لو کیسی گرم ہے، ان دنوں میں تو تعطیل ہو جایا کرتی۔

۱۔ اس (شمال رویہ مکان کی طرف اشارہ کر کے) میں چھڑکاؤ کرایئے، اور چارپائیاں بچھوائی جائیں۔ میں بھی کپڑے اتار کر اور اشنان (غسل) کر کے کھانا کھا کر آتا ہوں۔

۲۔ لالہ روپ چند یہ اہتمام آپ کے ذمے دے رہا ہوں۔ میں بھی ذرا کپڑے اتار کر بدن پر پانی ڈال لوں۔ (اور ایک دالان میں داخل ہو کر لالہ روپ چند نے جھتور کو آواز دی)

جھتور پانی لایا اور چھڑکاؤ کر کے کہا: اور حکم؟

لالہ روپ چند: تین چارپائی بچھا کر رائے صاحب کا بستر کر دے۔

(جھتور نے تعمیل حکم کی اور چلا گیا اور روپ چند چارپائی پر جا بیٹھے۔ گرمی گرمی بولے، تھوڑی دیر بعد اوپر سے وہی صاحب واپس آئے، لالہ روپ چند! لالہ روپ چند! الٰہی خیر! سانپ سونگھ گیا کیا! لالہ روپ چند! ارے بھائی عجب آدمی ہو۔

اس آواز کو سن کر دوسرے صاحب بھی دالان سے برآمد ہوئے۔ حکیم صاحب! دیکھنا یہ دوسرے لوگوں میں پہونچ گئے۔ ان کے اٹھانے کی فکر کیجئے۔ کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے)

حکیم صاحب: آپ کو کچھ شوق بھی ہے شاید۔ (نشے کا شوق؟)

لالہ بھیم سین (وہی صاحب اول): اجی نہیں ابھی تو ہمارے ساتھ کچہری سے چلے آتے ہیں۔

حکیم صاحب: پھر اتنی دیر میں سو بھی گئے اور سوئے بھی ایسے کہ مردوں سے شرط باندھ کر۔

لالہ صاحب: یہ تو ایسے ہی سونے والے ہیں، راستہ میں چلتے چلتے سو جاتے ہیں۔

(یہ دونوں صاحب بیٹھ گئے اور گفتگو ہونے لگی)۔

لالہ صاحب: ابھی (قانون کے امتحان) کچھ نتیجہ تو نکلا نہیں۔ معلوم نہیں کیا ہو۔ بڑا ہی فکر ہے۔

حکیم صاحب: آپ کو کیا، سب نے محنت کی ہے، محنت کے سوائے بندہ پروری کے نقصان مایہ و گرشماتت ہمسایہ پاس نہ ہونے میں مفت کی ندامت ہوتی ہے۔ اور ندامت بھی سخت، منہ دکھانے کو دل نہیں چاہتا۔

لالہ صاحب: جناب نوکر ہیں، امتحان پاس نہ ہوا، اپنی نوکری پر قائم ہو۔ مشکل تو ہماری ہے، ہم سے ڈپٹی کمشنر نے استعفا بھی لے لیا۔ اگر امتحان میں ناکام رہے تو بڑا ہی غضب ہے۔

آپ جانتے ہیں ہمارا تو بھائی نوکری کے سوا اور کار نہیں۔ نہ جاگیر نہ کوئی اور وجہ معاش رکھتے ہیں۔ پھر خوش خرچ، یہ بھی نہیں کہ جو آج کی آمدنی میں سے کوئی پیسہ بچا کر کل کی فکر رکھیں۔ جو کھانا وہ کھا لیا، حضرت متوکل جس کا نام وہ ہماری قوم ہے۔

حکیم صاحب: مسٹر وان صاحب بڑا ہی نیک نیت اور شریف مزاج حاکم ہے۔ اس نے تو اس غرض سے کہ ان لوگوں کو کچھ فائدہ پہنچے، چشم پوشی کی تھی۔ ایسے انسان دنیا میں کم پیدا ہوتے ہیں۔ خیر محض ہے۔ مگر ہماری قوم فائدہ ہی اٹھانا نہیں جانتی جس کا انجام یہ ہوا۔ اس امتحان میں جس قدر سہولت تھی اگر ہم لوگ انسانیت سے اس کا فائدہ اٹھاتے تو کوئی کم بخت ہی محروم و ناکام رہتا۔ اب نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم کو بھی بدنام کیا، اور وہ دریائے بے تمیزی طغیانی پر آیا کہ غدر مچا دیا۔ نوبت بایں جا رسید چیف کورٹ تک شکایت گئی اور چنے کے پیچھے گہن بھی پس گئی۔ کئی بے قصور مارے گئے۔ اب کیا ہوگا۔ غالباً امتحان کنسل (منسوخ) ہو جائے گا اور سب جوں کے توں کورے رہیں گے۔

لالہ صاحب: ہونا تو ایسا ہی چاہیے اور غالباً ایسا ہی ہوگا مگر ایک بات ہے منشی بیشی رام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہماری ذات برادری کے ہیں اور وہ ممتحنوں میں ایک ممبر ہیں۔ مسٹر گرلمین وغیرہ دوسرے ممتحنوں سے مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ بالکل امتحان کو کینسل کرنا تو انصاف کا خون کرنا ہے۔ یہ تو مصلحت نہیں۔ ہر ایک ضلع کے ایک ایک دو دو امیدوار پاس ہونے چاہییں۔ آخر ان میں وہ شخص بھی تو ہیں جو لائق ہیں۔ اس واسطے مسٹر وان سے دریافت کیا گیا ہے کہ تمہاری نظر میں کون کون شخص ہے جن پر تم کو یقین ہے کہ انہوں نے سازش نہیں کی۔ بجواب مسٹر وان نے اس کمرہ کا نقشہ

جس میں امتحان ہوا تھا، کھنچوا کر ہر ایک شخص کو جہاں وہ بیٹھا تھا، اسی جگہ دکھا کر، جو شخص کمرہ کے اندر بیٹھے تھے ان کو لکھ دیا کہ یہ اشخاص میرے زیر نظر تھے مجھ کو یقین ہے کہ انہوں نے سازش نہیں کی۔

حکیم صاحب: تو آپ خوب رہے۔ پہلے تو برآمدہ میں ہمارے پاس ہی بیٹھے تھے پھر اٹھ کر جنگلہ کے اندر صاحب کی کرسی کے پاس جا بیٹھے۔ کیا آپ کو اس واقعہ کا الہام ہو گیا تھا۔

لالہ صاحب: نہیں الہام تو کیا ہونا تھا جب مجھ کو آپ لوگوں نے زیادہ تنگ کیا، کوئی کچھ دریافت کرتا اور کوئی کچھ، تو میں اس خوف سے کہ کوئی حاکم دیکھ کر بے عزت نہ کرے، وہاں سے اٹھ کر صاحب کی کرسی کے پاس جا بیٹھا کہ یہاں تو کوئی نہیں ستائے گا، کیونکہ پہلے ایسا تجربہ کئی مرتبہ ہوا ہے۔ میں اکثر مدارس کے امتحان میں طالب علمی کے زمانہ میں شامل ہوا ہوں اور قانونی امتحان میں بیٹھنے کا بھی مجھ کو اتفاق ہوا ہے۔

حکیم صاحب: بھائی وقت کی بات ہے جو امر شدنی ہوتا اسکے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔

لالہ صاحب: ہاں آپ سب تعطیل کے سبب اپنے اپنے گھر چلے گئے تھے، مجھ کو ڈپٹی کمشنر نے بلا کر فرمایا تھا کہ چیفکورٹ سے اس بارہ میں چٹھی آئی ہے، وہاں تم لوگوں نے کیا بے احتیاطی کی ہے

لالہ: حضور میں تو خاص مسٹر وان کی کرسی کے پاس بیٹھا تھا دوسرے حضور پر روشن ہے کہ میں محتاج کسی سے دریافت کرنے کا بھی نہیں تھا البتہ مجھ سے لوگ دریافت کرتے تھے۔

ڈپٹی کمشنر: بے شک یہ تو ہم خوب جانتے ہیں کہ تم ہمارے ضلع کے امیدواروں میں سے قانون میں عمدہ واقفیت اور لیاقت رکھتے ہو۔

لالہ: حضور میں نے صیغہ مال اور فوجداری میں ایک مرتبہ امتحان پاس کیا ہوا ہے۔ سال ڈیڑھ سال سے وکالت بھی کرتا ہوں۔

ڈپٹی کمشنر: او، ہم کو خوب یاد دلایا، ہم سے دریافت کیا گیا ہے کہ تمہارے ضلع میں کون لائق امیدوار ہے جس کی نسبت تم یقین رکھتے ہو کہ وہ پاس ہونے کے لائق ہے۔ ہم نے تمہارا حال مفصل لکھ کر سفارش کر دیا ہے۔ (چنانچہ صاحب ممدوح نے بہ تفصیل لکھ کر میری سفارش بھی کی ہے)

حکیم صاحب: تو امید واثق ہے کہ آپ تو ضرور ہی کامیاب ہو جاؤ گے۔ مثل مشہور ہے سو یا، سو چوکا۔ یہ بھی اتفاق ہے کہ ہم سب غیر حاضر تھے اور آپ نے تنہائی میں اپنا کام نکال لیا اگر کوئی اور ہوتا تو شاید اس کو بھی کچھ مل جاتا۔ آنچہ نصیب است بہم میرسد ورنہ ستانی بہ ستم میرسد

لالہ خوب چند: (سوتے ہوئے) پاس ہو گیا۔

دونوں صاحب: (حیرانی میں دیکھ کر کہتے ہیں) لالہ خوب چند! کون پاس ہو گیا؟ ارے بھائی خوب چند! کون پاس ہو گیا؟

خوب چند: پاس ہو گیا۔ بس پاس ہو گیا۔

دونوں صاحب: (کھڑے ہو گئے اور شانہ ہلا کر) تم کو کیا ہو گیا؟ ہوش میں آؤ، کون پاس ہو گیا؟

خوب چند: پاس ہو گیا۔ مالک مکان پاس ہو گیا۔

لالہ صاحب: (ہنس کر) مالک مکان تو فلاں شخص ہے۔

خوب چند: پاس ہو گیا (سب حیران ہیں کہ اس کو آسیب ہے یا سایہ ہو گیا۔ دماغ کو گرمی چڑھ گئی۔ مالک مکان کے شاگرد پیشہ لوگ سب اکٹھے ہو گئے۔ اٹھا کر بٹھا دیا)۔ وہ چلا گیا، چلا گیا۔

لالہ صاحب: ارے بھائی کون چلا گیا؟ آج تم کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا بک رہے ہو؟

خوب چند: وہ جوگی۔ جی جوگی جی۔

لالہ صاحب: اب تک ہوش نہیں آیا، منہ پر پانی کے چھینٹے دو (اب خوب چند کے حواس خمسہ درست ہو گئے) کیا حال ہے۔ تم کو کیا ہوا تھا؟ بڑی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔

خوب چند: ایک جوگی صاحب ہیں، وہ اکثر مجھ کو دکھائی دیا کرتے ہیں۔ جب وہ آتے ہیں میری یہی کیفیت ہو جاتی ہے۔ پہلے بھی کئی مرتبہ ایسا حال ہوا ہے۔ آج بھی نظر آیا تھا۔ چلا گیا۔

دونوں صاحب: اور امتحان کس کا پاس ہو گیا؟

خوب چند: مجھ کو کیا خبر میں کیا جانوں۔

دونوں صاحب: ابھی تم کہتے تھے کہ پاس ہو گیا۔

خوب چند: نہیں مجھ کو خبر نہیں۔

(کچھ دیر اس خواب پریشان کا تذکرہ اور ہنسی مذاق رہ کر اپنے اپنے مشاغل میں مشغول ہو گئے۔ جلسہ برخاست ہر وقت نتیجہ امتحان کے ذکر اذکار کے سوا اور خیال نہ تھا۔ جو میرد مبتلا میرد جو خیزد مبتلا خیزد، خواب بھی اس کی کرتے ہیں۔ پھر ایک دن کی بات ہے)

حکیم صاحب: رائے صاحب (لالہ بھیم سین) رات ہم نے خواب میں دیکھا کہ امتحان کے پرچہ سب کو تقسیم کئے گئے ہیں۔ وہ سب زرد رنگ کے ہیں اور آپ کو جو پرچہ دیا گیا ہے وہ سرخ رنگ کا ہے۔ جس کی تعبیر ہم نے یہ نکالی کہ تم پاس ہو جاؤ گے اور سب ناکام۔

لالہ صاحب: (مذاقیہ) اب آپ بھی ولی بننا چاہتے ہیں۔ آپ کے حکیم اور عامل وغیرہ ہونے تو ہم

پہلے سے معترف ہیں، اگر فرمائیں تو ولایت کی بھی منادیں کرادیں۔ دو آنہ کا خرچ ہے زیادہ نہیں

حکیم صاحب: آپ مذاق سمجھے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں آپ پاس ہوں گے۔

لالہ صاحب: نہیں مذاق کی بات نہیں، جس خیال میں انسان ہوتا ہے خواب دیکھتا ہے اور اکثر خواب سچ بھی ہو جاتے ہیں۔

(کئی دن ہوئے منشی جیشی رام کو خط گیا ہے جواب نہیں آیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا اور چٹھی رساں اندر آیا۔ لالہ یہ آپ کی چٹھی ہے۔ لفافہ لالہ بھیم سین صاحب وکیل سیالکوٹ

کھولا گیا تو ایک زرد رنگ کے کاغذ پر you have been یو ہیو بین لکھا ہوا تھا (تم ہوئے) نہ نام کاتب، نہ مکتوب الیہ، اور نہ آگے جملہ کے کچھ عبارت، جس سے معلوم ہو کہ کیا ہوئے (یعنی پاس یا فیل) مگر یہ یقین کر لیا گیا کہ یہ تحریر منشی جیشی رام صاحب کی ہے)۔

حکیم صاحب: اجی آپ پاس ہو گئے، اس میں کوئی کلام نہیں ہماری خواب کہتی ہے۔

لالہ صاحب: یوں اس دن خوب چند کا بڑبڑانا بھی ایسا ہی واقع ہے جیسا کہ آپ کا خواب۔

(اس کے اگلے دن ان کے ایک دوست کا خط لالہ بھیم سین صاحب کے نام ایک سرخ رنگ کے کاغذ پر لکھا ہوا ایک بڑے لمبے چوڑی مبارک مبارک مبارک کے بعد تم پاس ہو گئے اور کل کے گزٹ میں تمہارا نام درج ہو کر شائع ہو گا۔ خط پڑھ کر مبارک سلامت کا شور اٹھا)۔

حکیم صاحب: دیکھو ہماری خواب سچی ہوئی نا۔

لالہ صاحب: یوں تو خوب چند کی خواب آپ سے پہلے ہوئی تھی وہ ایک رند مشرب

(افسوس، دنیا میں کیا ہٹ دھرمی اور ناقدردانی ایسی رویا صادقہ جس کا فوری اثر ظاہر ہو گیا۔ ایک رند مشرب کے اضغاث الاحلام کے برابر کر دی اس دیرینہ موانست اور قدیمی محبت کو بالائے طاق رکھ دیا

من زیاراں چشم یاری داشتم خود غلط بود آنچہ من پنداشتم

کم سے کم سیالکوٹ کے گلی کوچہ میں تو اس کا اشتہار اور سیالکوٹ کے خاص خاص کی زبان پر ذکر واذکار ہوتا۔

ہفتہ کے گورنمنٹ گزٹ میں لالہ بھیم سین صاحب کا نام درج ہو کر شائع ہو گیا اور سب ناکام رہے ہمارے ناول کے ہیرو حکیم یعنی مرزا صاحب بھی۔ علی ہذا القیاس)

مباحثہ بٹالوی رح اور قادیانی ۱۸۶۸ء

دوپہر کا وقت ہے، جیٹھ، اساڑھ کی دھوپ کہ چیل انڈا چھوڑتی ہے۔ درختوں پر

پرندے منہ چھپائے بیٹھے ہیں۔لو کے تھپڑے منہ پھیرے دیتے ہیں۔ چار پائے گرمی کے مارے زبان نکالے ہانپ رہے ہیں، درندے گڑھوں میں زبان نکالے کانپ رہے ہیں۔آدمی کیا حیوان بھی دم چراتے ہیں۔کوسوں کیا ،منزلوں انسان یا حیوان کا سایہ نظر نہیں آتا۔بے مارے مرے جاتے ہیں۔گھر میں بیٹھے العطش العطش کا شور ہے۔ پنکھا ہاتھ سے نہیں چھٹتا۔ پسینہ ہے کہ اشک عشاق کی طرح جاری ہے۔سانس بند ہوا جاتا ہے۔کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ الامان الحفیظ کا کلمہ جاری ہے۔زبان پر کانٹے کھڑے ہیں،تقریر سے عاری ہے۔انسان کیا پرندوں کے پر جلتے ہیں۔ پیک خیال قدم نہیں اٹھاتا۔قصد رفتار سے چھالے پڑتے ہیں۔

ہیں! یہ وقت اور سفر! یہ یکہ کیسا آرہا ہے اللّٰھم احفظنا ۔ کچی سڑک اور یہ دھوپ اور ایک مریل ٹٹو مشکی رنگ کا جوتا، یکہ والا پیادہ پا، ہاں ہاں ٹخ ٹخ شڑوپ سانٹا لگا کر ہانکتا ہوا چادر سے منہ چھپائے آرہا ہے۔گھوڑا زبان نکالے کتے کی طرح ہونک رہا ہے۔ پسینے میں خوں خوں کرتا دوقدم چلتا ہے اور گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاتا ہے۔

یکہ والا: اجی میاں جی! دوسواریاں تھوڑی دور کے واسطے اتر ہی لو، ذرا یکہ ہلکا ہو جائے۔ریت نکل جائے تو پھر بیٹھ جانا۔

سواری: ارے میاں! کرایہ کیا کیا، عذاب خرید لیا،مقدمہ کرلیا۔اس سے پیدل چلے آتے،نو دن چلا اور تین کوس۔

۲۔ بھائی یہ مصیبت بھی یاد رہے گی۔

(یکہ ایک ٹیلہ پر چڑھا اور اڈہم ایک طرف سے اور ایک اس طرف سے تیسری سواری نے یکہ کا ڈنڈا پکڑا اور جم گیا)

یکہ والا: میں تو پہلے ہی کہتا تھا، صاحب تھوڑی دیر کے لئے اتر لو۔بچ گئے، چوٹ تو نہیں لگی۔

۱۔(کپڑے جھاڑ کے) نہیں خیریت ہے۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

۲۔(ذرا لنگڑاتے ہوئے اور مٹی جھاڑتے ہوئے) بڑی خیر ہوئی۔ یکہ کا پہیہ بھی شیطان کا چرخہ ہوتا ہے(یکہ والے کی طرف جھلا کر) ابے مردک!

یکہ والا: میں نے کیا کیا میاں؟ اور جو میرا یکہ ٹوٹ جاتا یا گھوڑے کے چوٹ آجاتی؟ میں تو پہلے ہی پکار پکار کر کہہ رہا تھا، بھائی دو آدمی اتر پڑو۔ پر آپ تو پاؤں کو مہندی لگا کر بیٹھے تھے۔

۳۔(تیسرے سوار جو یکہ میں بیٹھے تھے) میاں! ہم نے رات خواب میں دیکھا تھا کہ اس سفر میں ہم کو ضرور تکلیف ہوگی،سو ہونی چاہیے تھی۔اس کا (یکہ والا) کیا قصور تھا۔

۲۔ آمنّا و صد قنا آپ کی خواب خلاف تو ہوتی نہیں (پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوکر) شیخ صاحب ہم نے بار ہا تجربہ کیا ہے۔سو بندہ سے ایک خواب بھی غلط نہیں کہتے جوفر ماتے ہیں وہی ہوتا ہے۔

شیخ صاحب: بے شک جناب بالکل صحیح۔مومن کا خواب چالیسواں حصہ نبوت کا ہوتا ہے۔

(دونوں سوار جو یکہ سے گرے تھے،اپنے کپڑے جھاڑ کر ساتھ ساتھ پا پیادہ چلے اور صاحب جوان عمر بزرگ صورت زرد رنگ آنکھوں میں حلقے پڑے رخساروں کی ہڈی نکلی ہوئی چہرہ پر مردنی چھائی ہوئی رشک پری، جوانی مری کے مصداق یکہ میں سوار ہے اور یکہ اپنی اسی رفتار سے آگے روانہ ہوا)

بزرگوار: (یکہ والہ سے) آج تم نے اور تمہارے گھوڑے نے ہم کو سخت تکلیف دی۔

یکہ والا: حضرت جی! سفر میں آرام تو ہوتا ہی نہیں،تکلیف ہی ہوتی ہے۔ چلا ہی جاتا ہے آخر گھوڑا بھی جاندار ہے۔ جانور ہے کچھ ریل تو نہیں۔کچی سڑک، دھوپ کی طپش،گرمی کی شدت، ہماری کیا حالت ہورہی ہے،یہ بے چارہ بوجھ کھینچتا ہے۔

بزرگوار: بھائی اب تو بوجھ بھی ہلکا ہوگیا، ہانکے چل۔کیا تمام دن دھوپ میں ہی چلائے گا۔

یکہ والا! دیکھئے ہانک تو رہا ہوں (شڑاپ سانٹا جما کر ٹخ ٹخ)

شیخ صاحب: اب تو منزل طے کر چکے،وہ بٹالہ نظر آتا ہے۔ مرزا صاحب! آج اس تکلیف کا سبب میں ہوا،سخت شرمندہ ہوں۔

مرزا صاحب (بزرگوار): نہیں صاحب یہ تکلیف تو مقرر ہو چکی تھی۔ اللہ تعالی اپنے دوستوں کو امتحان کے واسطے ابتلاء میں ڈالا کرتا ہے۔آپ کے اوپر کیا احسان، دین کا کام ہے، اور اس عاجز نے تو اپنی زندگی اور جان اور مال کو اس کار کے واسطے وقف کر دیا ہے۔اور اب میرا ارادہ یہ ہے کہ مخالف مذاہب والوں سے مناظرہ کر کے حقیت اسلام کو ثابت کروں۔

شیخ صاحب: حضرت دنیا میں نام رہ جاتا ہے،کوئی نیکی کے ساتھ چھوڑ جائے کوئی بدی کے ساتھ۔آپ کا ارادہ نہایت مبارک ہے، فی زماننا ذرائع اشاعت کافی ووافی ہیں۔تصنیف وتالیف کے واسطے مطابع اور سفر کے واسطے ریل۔تھوڑے دنوں میں نزدیک ودور ملک ودیار شہر وامصار میں مشہور ہو جاتا ہے۔ اور شہرت ہی ہر ایک کار کی رونق اور گرم بازاری کا سبب ہے۔ ہماری یاد میں پنجاب میں فقط ایک کوہ نور اخبار تھا اور اب کتنے ہو گئے۔ اور روز بروز ترقی ہے۔اب دیکھئے نہ مولوی محمد حسین مولوی بن کر آیا ہے، اپنا مذہب ہی نیا نکال لیا۔کل ابھی بٹالہ میں اس کو کوئی نہ جانتا تھا، اب دلی لاہور امرتسر پنجاب ہندوستان میں مولوی مولوی کر کے پکارا جاتا ہے۔

مرزا صاحب: مولوی محمد حسین ہمارا ہم مکتب ہے۔ساتھ کھیلے، ساتھ پڑھے۔اب دہلی جا کر مولوی بن گئے۔اب دیکھو گے اسی مسئلہ کی بحث میں، جسکے واسطے آیا ہوں، ان کو کیسا نیچا دکھاتا ہوں

شیخ صاحب: دیکھئے صاحب! ہماری تو آپ تک ہی دوڑ تھی، اور تھا ہی کون جس کو بلاتے۔سب بھائیوں نے کہا کہ مرزا صاحب کو لاؤ۔فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس تکلیف شاقہ کا باعث ہوا۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے۔حضرت جی! تمام محلّہ کے آدمی تنگ ہیں۔دو چار چیلے چپڑے اور بنا لئے ہیں۔نماز پڑھتے کہ مسجد کو سر پر اٹھا لیتے ہیں۔اب بتائیے مسجد چھوڑ دیں یا دین چھوڑ دیں۔آخر ایک کو جواب ہے۔

مرزا صاحب: اس تذکرہ کو چھوڑو۔قضیہ زمین برزمین۔یہ فرماؤ ٹھہریں گے کہاں؟

شیخ صاحب: مکان آپ کے واسطے خالی کیا گیا ہے۔اس میں قیام فرما کر آرام فرمائیے۔صبح کو منادی کرادی جائے گی۔مناظرہ کے واسطے جگہ اور شرائط فریقین کی مرضی پر۔

مرزا صاحب: میرے خیال میں یہ مصلحت نہیں کہ اول ہی بساط مناظرہ قائم کر کے پیام دیا جائے۔یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں ان کا ہی مہمان ہو جاؤں کیونکہ میرے لنگوٹئے یار ہیں۔ہم مکتب، ہم نوالہ وہم پیالہ ہیں۔اول ان کو دوستانہ طور سے سمجھایا جائے۔اگر مان لیں فھو المراد، ورنہ پھر مناظرہ کیا جائے۔

شیخ صاحب: بہتر جو آپ کا منشاء ہو۔ہم کو تو اپنے مطلب سے مطلب ہے۔گڑ دینے سے مر جائے تو زہر کیوں دیں؟

مرزا صاحب: بات وہ کیجئے جس میں سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔سیخ و کباب دونوں رہ جائیں۔میری ان کی لڑکپن کی ملاقات اور محبت ہے۔اول اول ان سے مجادلانہ تقریر اور مخالفانہ مجلس آراستہ کرنا پسند نہیں کرتا۔کیونکہ مناظرہ میں بات کی پچ پڑ جاتی ہے۔سخن پروری حق کو بالکل چھوڑ دیتی ہے۔

یکہ والا: لو صاحب بٹالہ بھی آ گیا۔وہ مکانات بٹالہ کے دکھائی دیتے ہیں۔

فتح خاں (ملازم مرزا صاحب): ہاں کوئی دو میل ہو گا یہاں سے۔

شیخ صاحب: اچھا تو اب میں رخصت ہوتا ہوں دوسرے راستہ سے شہر میں چلا جاؤنگا۔

مرزا صاحب: یہ کیا؟ کیا ناراض ہو گئے؟

شیخ صاحب: نہیں حضرت اگر میں آپ کے ہمراہ گیا تو شہرت ہو جائے گی کہ مرزا صاحب کو

مناظرہ کے واسطے لائے ہیں۔ دوسرے راستہ جا کر جن صاحبوں کے مشورہ سے میں قادیان گیا تھا، آپ کے ارادہ سے ان کو مطلع کر دوں گا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

مرزا صاحب: خوب سوجھی۔ واللہ! کیا سوجھی؟ آخر کو قانون گو ہو نہ، دور کی سوجھتی ہے۔

(شیخ صاحب تو علیحدہ ہو گئے۔ مرزا صاحب نے آواز دی، کہ میاں فتح خان آؤ تم بھی بیٹھ جاؤ)۔

فتح خان: جی نہیں اب تو منزل قریب آ گئی ہے گھوڑا تھکا ہوا ہے۔ اور حضور کو بھی گرمی کے سبب تکلیف ہو گی۔ میں درختوں کے سایہ میں چلتا ہوں۔

(کچھ راستہ اور طے کیا، پھر داخل شہر ہوئے اور ایک جگہ یکہ ٹھہرا۔ فتح خان نے مرزا صاحب کو جوتی نکال کر دی۔ مرزا صاحب نے جوتا پہنا اور فتح خان کا سہارا لے کر یکہ سے اترے۔ اف پھونک دیا۔ کمر پر ہاتھ رکھ کر السّفر سقر و لو کان میلاً۔ بڑی تکلیف اٹھائی۔ دستک دی۔ دروازہ کھلا۔ اندر داخل ہو کر)

السّلا م علیکم

مولوی محمد حسین (نشست گاہ میں کتاب ملاحظہ کر رہے تھے) و علیکم السّلام (غور و تامل کے بعد) آیئے آیئے (اور مصافحہ کو ہاتھ بڑھایا)۔

مرزا صاحب: آپ نے مجھ کو پہچانا نہیں۔

مولوی صاحب: (کھڑے ہو کر معانقہ کرتے ہوئے) اوہو: یا اللہ العظیم! میں نے آپ کو آپ کی کلام سے پہلے بالکل نہیں پہچانا۔ میاں یہ جوانی اور مانجھا ڈھیلا، عنفوان شباب میں پیری و صد عیب کے مصداق ہوئے۔ خوب مزاج شریف اور سب خیریت۔

مرزا صاحب: الحمد للہ آپ کا مزاج۔

(مصافحہ اور معانقہ کے بعد مرزا صاحب کو صدر کی جگہ بٹھایا، شربت کا گلاس کیوڑا پڑا ہوا، سامنے آیا۔ مرزا صاحب نے غٹ غٹ پیا۔ چوغہ کوٹ اتار کر فتح خان کے حوالہ کیا تھا)۔

مولوی صاحب: بڑے مرزا صاحب کے مزاج کی کیا کیفیت ہے۔

مرزا صاحب: خدا کا شکر ہے۔ خیر و عافیت ہے۔

مولوی صاحب: ہاں یاد آیا، آپ تو شیخ چلی ہو گئے ہیں۔ سنا ہے کہ چوبارہ سے نیچے نہیں اترتے۔ اوراد خوانی یا کتاب کی اوراق گردانی۔ بھائی مشغلہ تو اچھا ہے خدا توفیق دے۔ میں آپ کا حال سن کر بہت خوش ہوتا تھا اور خدا کا شکر کرتا تھا کہ ہم میں سے ایک شخص اس مذاق کا بھی ہے۔

مرزا صاحب: بے شک دنیا میں لذت ہیں تو دو ہیں۔ عبادت یا مجامعت۔ کچھ تھوڑی لذت

حکومت کی ہے مگر مشفق! عبادت کی لذت خدا کی نعمت اور عنایت ہے جس کو چاہے وہ توفیق دے۔ زہے طالع اور زہے محنت اس شخص کی جس کے حق میں یہ انعام ہو۔ میں نے جب سیالکوٹ سے سلسلہ ملازمت کو ترک کیا ایک سال تو قانون یاد کرنے میں کھویا اور عمر عزیز کو برباد کیا۔ نتیجہ یاس و حرمان کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ نہیں نہیں قانون تو میں نے ملازمت کے زمانہ ہی میں رخصت لے کر یاد کیا تھا، جب سے ملازمت سے علیحدہ ہوا کچھ دنوں والد صاحب مقدمات کی پیروی کے واسطے بھیجتے رہے پھر میں نے گوشہ تنہائی اختیار کیا۔ نو ماہ تک چوبارہ سے سوائے حوائج ضروری کے قدم باہر نہ نکالا۔ دن صوم اور رات صلوۃ سے گذاری۔ اب ہفتہ عشرہ سے باہر نکلا ہوں۔ آپ کے ملنے کی طبیعت نہایت مشتاق تھی مگر ہر ایک کام کے واسطے وقت مقرر ہے، آج اتفاق ہوا۔

مولوی صاحب: میں آپ کی عنایت کا نہایت مشکور ہوں میری آنکھیں ہی آپ کو ڈھونڈتی تھیں دل ملاقات کا خواستگار تھا۔ کئی مرتبہ ارادہ کیا قادیان جا کر آپ سے ملوں، مگر برابر یہی خبر ملتی رہی کہ آپ عرصہ سے معتکف ہیں کسی سے ملتے نہیں۔ اگر میں جاتا، یا آپ کا ہرج ہوتا، مجھ کو رنج و ندامت کا سامنا کرنا پڑتا۔

مرزا صاحب: اب میرا ارادہ بھی قادیان کو چھوڑنے اور کسی شہر کے قیام کا ہے۔

مولوی صاحب: میری رائے میں بھی یہ امر مصلحت ہے۔ جب آپ کا ارادہ ہو مجھ کو اطلاع دینا۔ اگر لاہور کا قیام پسند کرتے ہوں تو میں آپ کی بہت امداد کر سکتا اور میرا قیام بھی لاہور ہی ہے ، یہاں اتفاقاً آجاتا ہوں۔ ہاں مرزا صاحب وہ آپ کے یار عرب کہاں ہیں۔ اس کے کمال کی بڑی تعریف سنی گئی ہے۔ ان کی ملاقات کا تو ہمیں بھی شوق رہا۔ سنا ہے جفر اور رمل میں کامل ہے۔

مرزا صاحب: ان کا مجھ کو پتہ نہیں، لاہور ہی مجھ سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ پھر پتہ نہیں لگا کہاں گئے۔ زندہ ہیں یا چل بسے۔

مولوی صاحب: چل بسے کون سے گاڑی لدی ہیں۔ دنیا ناپائدار ہے اس کا کیا اعتبار ہے جو آیا دم، نہیں تو آں دم ہے۔

(اب شام ہوگئی۔ رات کا کھانا مرزا صاحب نے مولوی صاحب کے مکان پر کھایا۔ جس مسئلہ کی بحث کو آئے تھے اس میں گفتگو ہوئی مرزا صاحب کو بھی منظور نہ تھی، فیصلہ ہو گیا)۔

مرزا صاحب: میرا مدت سے ارادہ ایک کتاب جملہ مذاہب غیر اسلام کے رد میں لکھنے کا ہے۔

مولوی صاحب: در کار خیر حاجت استخارہ نیست۔ پھر دیر کیا ہے، آپ لکھیں اور ضرور لکھیں۔

مرزا صاحب: روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ بدون روپیہ کے اشاعت دشوار ہے۔
مولوی صاحب: آپ کاروائی شروع کریں اور اخبارات میں شائع کریں میں بھی کوشش کرونگا اور اپنے احباب کو بھی اس بارہ میں کوشش کے واسطے تاکید کرونگا۔ خدا مسبب الاسباب ہے جس قدر کتاب شائع ہوتی جائیگی قیمت آتی جائیگی۔ مگر قادیان کے قیام میں بیشک آپ اس کار کو انجام نہیں دے سکتے۔ لاہور یا امرتسر کے قیام میں انشاءاللہ نہایت آسانی سے اس کا سرانجام ہو جائیگا۔

سید عبداللہ غزنوی کا دربار

ایک بزرگ خضر صورت، فرشتہ خصلت، سرخ وسفید رنگ، لال لال بڑی بڑی ہرن کی سی آنکھیں، نورانی چہرہ، رعب دار سفید ریش، کشیدہ قامت، حبّ دنیا سے دل سرد، یاد الٰہی میں سرگرم، دنیا سے ہاتھ اٹھاتا ہے، خدا سے لو لگائے ایک مسجد میں مصلی بچھائے ممبر سے سہارا لئے بیٹھا ہے۔ ارد گرد صوفیاء اور طلبا کا مجمع ہے۔ پیر وامیر وفقیر حلقہ کئے ہوئے، جیسے چاند کے گرد ہالہ میں بیٹھے ہیں۔ کوئی حدیث کا درس لیتا ہے، کوئی قرآن کا ترجمہ پڑھتا ہے۔ کسی طرف متوجہ ہوئے۔ ہر ایک استفسار حال فرما سائل کا جواب دے رہے ہیں۔ کوئی کسی مسئلہ میں استفتاء کرتا ہے۔ ہر ایک کو جواب باصواب دے کر تشفی فرماتے ہیں۔ موذن نے نماز عصر کی اذان دی۔ اللہ اکبر کی آواز سنتے ہی سب اپنا اپنا کام چھوڑ کتابوں کو طالب علم غلاف کر نماز کے واسطے آمادہ ہو گئے۔ وضو کی تیاریاں کرنے لگے۔ اقامت کہی گئی جماعت کے ساتھ نماز ادا ہوئی۔ بعد انفراغ نماز ودعا پیر مرد (بزرگ صوفی) نے کچھ کلمات بطور وعظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے۔ کچھ دیر قال اللہ و قال الرسول کا ذکر رہا۔ پھر صحن مسجد میں بطور چہل قدمی ٹہل رہے تھے۔ ایک مسافر، قطع وضع سے جو متوسط درجہ کا انسان معلوم ہوتا ہے، وارد ہوا:
مسافر۔ السلام علیکم
بزرگ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
(مسافر نے آفتابہ پانی کا لیا۔ وضو کر کے نماز ادا کی۔ ایک گوشہ مسجد میں بیٹھ گیا)۔
اخون صاحب (وہی بزرگ): (فارسی زبان میں جو ان کی مادری زبان تھی) تم مسافر معلوم ہوتے ہو۔
مسافر: حضرت کا قیاس درست ہے۔

(آہا یہ تو ہمارے ناول کے ہیرو (مرزا صاحب) حکیم صاحب ہیں۔ یہاں کہاں؟)

مسافر: مجھ کو غلام احمد کہتے ہیں اور گورداسپور کے ضلع میں ایک موضع قادیان ہے وہاں رہتا ہوں۔

اخون صاحب: یہاں کس تقریب سے آنے کا اتفاق ہوا۔

مرزا صاحب (مسافر): حضرت کی توجہ باطنی کی کشش یا تصرف ہے۔ایک مدت سے حضرت کے اوصاف حمیدہ سنتا تھا، قدم بوسی کا مشتاق تھا۔مکروہات زمانہ حارج کار تھیں، آج بفضلہ تعالی امید برآئی مراد پوری ہوئی۔

اخون صاحب: میں کیا اور میرے اوصاف کیا؟ آخر میں بھی اسکا ایک بندہ ہوں، جیسے کہ تم ہو۔ میرے خیال میں کوئی ما بہ الامتیاز نہیں انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم میں تو گناہ گار ہوں، اللہ تعالی مجھ کو اور آپ کو اور سب مسلمان بھائیوں کو تقوی کی توفیق دیوے (حاضرین، آمین آمین آمین)

مرزا صاحب: میں مدت سے حضرت کی ملازمت کی آرزو رکھتا تھا، آج حسن اتفاق سے میسر آئی

اخون صاحب: جزاکم اللہ! آپ کیا کام کرتے ہیں؟

مرزا صاحب: میرے والد میرزا غلام مرتضی، رئیس قادیان زمیندار ہیں۔ میں پہلے ضلع سیالکوٹ میں ملازم تھا۔تنخواہ قلیل میں اوقات بسری نہیں ہوتی ہے، استعفا دیا، قانون یاد کیا، وکالت کا امتحان دیا، تقدیر سے اس میں بھی ناکامی رہی۔

اخون صاحب: آپ مرزا (غلام مرتضی) صاحب کے صاحبزادہ ہیں۔ وہ تو ایک رئیس آدمی ہیں۔گھر کا کام ہی بہت ہے، اگر قناعت ہو۔ اللہ تعالی اسی میں برکت دے گا۔اب کیا ارادہ ہے؟

مرزا صاحب: میرا ارادہ نوکری وغیرہ کا تو ہے ہی نہیں۔توکل پر گذارا کرنا چاہتا ہوں۔ رجوعات اور فتوحات کی دعا کا خواستگار ہوں۔ دعا فرماویں۔

اخون صاحب: اللہ تعالی تم کو تمہارے ارادہ میں ثابت قدم رکھے اور برکت دے۔تم گھر کے رئیس ہو، خدا کا فضل ہے، اگر نیک نیتی سے کام لو، تو خدا اسی میں برکت دے گا۔

میرزا صاحب: میرا قصد ہے کہ میں مخالفین اسلام کے جملہ مذاہب کے رد وابطال میں کتابیں، اثبات حقیت اسلام و کتاب اللہ وسنت خیر الانام لکھ کر شائع کروں۔ بقیۃ العمر اسی شغل اور اشغال میں بسر کروں۔

اخون صاحب: جزاک اللہ! اچھا عزم ہے۔ اللہ نیت خیر کی توفیق دے اور برکت فرمائے۔ آپ کو کیا مشکل ہے؟ عنایت ایزدی سے صاحب اقتدار ہو، اور جب یہ کارخانہ چل پڑے گا تو

چنداں بار بھی تم پر نہ پڑے گا۔ایسی کتابوں کے خریدار اب اس گئے گذرے زمانہ اسلام بھی قدر کرتے ہیں۔ اپنا خرچ وہ آپ نکال سکتی ہیں۔ در کار خیر حاجت استخارہ نیست ۔اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حمایت کا قرآن پاک میں وعدہ فرمایا ہے۔

مرزا صاحب: یہ ارشاد تو بجا ہے مگر ابتداء میں اس کار کے واسطے روپیہ کی اشد ضرورت ہے اور روپیہ معلوم، اور اس کا انتظام دشوار، جائداد بالکل رہن و مکفول ہے۔اگر خدانخواستہ والد صاحب کی اب آنکھیں بند ہو جائیں تو اغلباً تمام جائداد بیع و فروخت کرنے پر بھی بار قرضہ سے سبک دوش ہونا قرین قیاس نہیں ۔والد صاحب کا پیروی مقدمات میں ستر ہزار روپیہ کے قریب خرچ ہوا ہے۔

اخون صاحب: بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد اگر خارے بود گلدستہ گردد

اس عرصہ میں شام ہوگئی آفتاب غروب ہوا، موذن نے اذان دی، مغرب کی نماز جماعت سے ادا ہوئی، اخون صاحب اور مریدان باخلاص ورد و وظائف میں مصروف ہوئے، کوئی مراقبہ میں بیٹھا تھا، کوئی ذکر اذکار میں مشغول تھا، طالب علم چراغ کی روشنی میں اپنا اپنا سبق یاد کر رہے ہیں، کھانا آیا۔سب نے مل کر کھایا، عشا کی نماز کے بعد اخون صاحب اندر زنان خانہ میں چلے گئے، مرزا صاحب کے واسطے بسترہ وغیرہ کا انتظام کیا، رات کو آرام کیا، صبح کے وقت نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوئی، اخون صاحب نے دعا سے فارغ ہو کر وعظ کے طور پر کچھ بیان فرمایا:

فا صبر انّ وعد اللّٰہ حقّ و استغفر لذنبک و سبّح بحمد ربّک بالعشیّ والا بکار

اس آیت میں صبر اور استغفار اور تسبیح اور تمجید کے واسطے فرمایا ہے جیسا کہ

یو فّی الصّا برون ا جرھم بغیر حسا ب

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ترازو کھڑی کی جائے گی اور ہر ایک عمل کا بدلہ تول کر دیا جائے گا، مگر صبر کرنے والوں کو اجر بے حساب دیا جائے گا۔جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ پورا دیا جائے گا ثواب بے شمار۔اور استغفار کے فضائل احادیث میں بہت بیان ہوئے ہیں۔حضرت رسول کریم ﷺ دن میں سو بار استغفار پڑھا کرتے تھے۔ بندہ ہر دم قصور وار ہے، اپنے اپنے حالات کے موافق ہر شخص کو استغفار پڑھنی چاہیے۔استغفار کے معنی طلب بخشش کے ہیں، اور وہ کبھی متضمن توبہ ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔جیسا کہ کہا جاوے توبہ استغفار کرو۔ یا استغفار زبان سے ہوتی ہے، اور توبہ دل سے۔ اور توبہ کے معنی ہیں پھرنا گناہوں سے طرف اطاعت کے، اور غفلت سے طرف ذکر کے، اور غیبت سے طرف حضور کے۔اور بخشش اللہ کی بندہ

کے لئے یہ ہے کہ دنیا میں اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کر کے رسوا نہ کرے، اور آخرت میں پردہ پوشی گناہوں سے فرما کر اس کے گناہوں پر عذاب نہ کرے۔ پس اللہ تعالی نے اپنے حبیب اور نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ صبر کر اپنی قوم کے ایذا پر وعدہ اللہ کا یعنی تیرے پروردگار کا سچا ہے یعنی تیری مدد کرنے کا، تیرا بول بالا کرنے کا، اور تیرے دشمنوں کے ہلاک کرنے کا۔ یہ حکم بخشش مانگنے کا فرمایا کہ زیادہ ہو بسبب اس کے درجہ اور قرب حضرت کا اور سنت ہو امت کے واسطے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ بخشش مانگ اپنی امت کے گناہوں کے لئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میرے دل پر ایک پردہ سا آجاتا ہے۔ پس میں بخشش مانگتا ہوں اللہ تعالی سے دن میں ستر بار۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ استغفار حضرت ﷺ کے واسطے زیادتی قرب حق میں وارد ہے۔ بھائیو! بموجب حکم اللہ تعالی نے توبو الی اللّٰہ جمیعاً کے ہر بندے پر واجب ہے، کیونکہ ہر ایک شخص بحیثیت حال و مرتبہ اپنے مرتبہ کے گناہ اور چوک سے خالی نہیں۔ پس ہر ایک کو لازم ہے کہ تمام گناہوں گذشتہ سے توبہ کرے، اور بخشش چاہے، اور آئندہ کو تمام گناہ ترک کرے، اور صبح شام استغفار کا ورد کرے تو کفارہ ہوتا رہے تمام گناہوں کبیرہ وصغیرہ کا قصداً کئے ہوں یا خطاء یا سہواً، اور بسبب شوخی گناہوں کے توفیق اطاعت سے محروم نہ رہے۔ اور ظلمت اصرار کے گناہ پر دل کو بالکل نہ گھیر لے، اور کفر اور دوزخ کو نہ پہنچائے۔ حدیث شریف میں استغفار کے فائدے بہت آئے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

> من لزم الاستغفار جعل اللّٰہ لہ من کلّ ضیق مخرجاً و من کلّ ھمّ فرجاً و رزقہ من حیث لا یحتسب۔ یعنی جو کوئی لازم کرے استغفار کو، بناتا ہے اللہ تعالی اس کے واسطے ہر تنگی سے راہ نکلنے کی، اور ہر غم سے خلاصی اور روزی دیتا ہے اس کو اس جگہ سے کہ گمان نہیں رکھتا۔

اور دوسری جگہ فرمایا: طوبی لمن و جد فی صحیفتہ استغفار کثیر

یعنی خوش حالی اس کیلئے ہے کہ پائے اپنے اعمال نامہ میں استغفار بہت۔ اور یہ فضیلت اس لئے ہے کہ جو کوئی مداومت کرتا ہے استغفار کی، تو ان کا دلی تعلق اور اعتماد اللہ پر ہوتا ہے اور بخشے جاتے ہیں گناہ اس کے اور حکم متقی اور متوکل میں آجاتا ہے، اور اسکی شان میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

> و من یّتق اللّٰہ یجعل لّہ مخرجاً وّ یرزقہ من حیث لا یحتسب و من یّتوکّل علی اللّٰہ فھو حسبہ۔ جو ڈرتا ہے اللہ سے، گردانتا ہے اس کے لئے نکلنے کی

ہر ایک تنگی سے اور رزق دیتا ہے اس کو اس جگہ سے جہاں سے گمان نہ ہو اور جو اعتماد کرتا ہے اللہ پر بس وہ کافی ہے۔

اور غرض ہماری اس بیان سے یہ ہے کہ صبر اور تقوی اور توکل جس کو حاصل ہو جائے اس کے واسطے اللہ کافی ہے اور استغفار کی مداومت سے یہ باتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور اس کا کوئی کام نہیں رہتا جو دنیا چاہیگا اللہ دنیا دیگا اور جو آخرت چاہیگا اس کو آخرت دیگا اور دنیا میں بھی برکت دیگا:

من کان یریدحرث الآخرۃ نزد لہ من حرثہ و من کان یرید حرث الدّنیا نؤتہ منھا و ما لہ فی الآ خرۃ من نصیب

(مرزا صاحب کی طرف متوجہ ہو کر) اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرو اور اس کے توکل سے چنگل مارو اس سے بہتر کوئی عمل کوئی وظیفہ فتوحات اور رجوعات کے واسطے نہیں۔

(سورج نکل آیا چار رکعت نماز نفل پڑھ کر زنان خانہ میں تشریف لے گئے۔ مرزا صاحب رخصت ہوئے)

لاہور کی چینیانوالی مسجد

لاہور کی چینیانوالی مسجد کے صحن میں چند صالح صورت نیک سیرت علماء وفضلاء کا مجمع ہے اور ان کی قیل وقال اور صورت حال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب حمایت اسلام اور ترقی دین خیر انام میں ہمہ تن سرگرم ہیں۔ ایک طرف مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی تشریف رکھتے ہیں اور ان کے برابر مرزا غلام احمد قادیانی رونق افروز ہیں۔ اردگرد دائیں بائیں سامنے اور بہت صاحب جمع ہیں، کچھ عالم معلوم ہوتے ہیں کچھ طالب علم۔

مرزا قادیانی: (کچھ اخبار سا دیکھ رہے ہیں۔ ایک اشتہار پر نظر پڑی، کسی دوائی کی تعریف میں کالم کے کالم سیاہ۔ خدائی کا دعوی، مسیحائی معجزہ کا ادعا، بیمار کا اچھا ہونا تو کیا ایک معمولی بات ہے صد سالہ مردہ ایک قطرہ منہ میں ڈالنے سے زندہ ہو جائے۔ اگر زندہ کھا لے، موت کے ذائقہ سے کبھی آگاہ ہی نہ ہو۔ مسکرا کر مولوی محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کر کے): کمال کیا ہے، کوئی لفظ اور کلمہ تعریف کا باقی نہیں چھوڑا۔

مولانا بٹالوی: آپ نے ایک دفعہ اشتہار دیکھ کر حیرانی ظاہر کی۔ جناب کوئی اخبار اور کتاب آپ نہ دیکھیں گے جس میں کسی نہ کسی شئے کا اشتہار نہ ہو۔ پہلے انگریزی کارخانوں میں یہ دستور تھا، اب

نئ تعلیم کا اثر ہندوستان میں ہو گیا ہے اردو اخباروں کی روز بروز ترقی ہے اور تہذیب کے ساتھ لوگ گرہ کترتے ہیں۔

مرزا قادیانی: یہ لیجئے یہ کتاب کا اشتہار ہے، اب ذرا ملاحظہ فرمایئے، تعریف کے پل باندھ دیئے ہیں، آدم سے تا ایں دم کوئی ایسی کتاب نہیں ہوئی اور نہ آئندہ ممکن، قلم توڑ دیئے ہیں۔ اب فرمایئے اب اسی کے بعد کوئی کیا لکھ سکتا ہے۔ لوگ جھوٹ بولتے ہوئے خدا سے بھی نہیں شرماتے۔

مولانا بٹالوی: حضرت ابھی کیا ہے، چند روز لاہور میں قیام رہا تو آپ واقف ہو جائیں گے، دنیا کمانے کے ڈھنگ ہیں۔ تہذیب کا زمانہ ہے، تعلیم کی وجہ سے ہر شخص اپنے فطرتی جوش کی ترقی کر سکتا ہے نیک، نیکی کی اور بد، بدی کی۔

مرزا قادیانی: (ہنس کر) یہ لیجئے یہ ایک نئے مضمون کا اشتہار ہے۔ ہم کو آلو خریدنے کی ضرورت ہے۔ جو شخص آلو فروخت کرنا چاہے پاؤ سیر آلو نمونہ کے اور نرخ ہمارے پاس بھیج دے۔ جس کے آلو سب سے بڑے ہوں گے، نرخ کے مطابق خریدے جائیں گے۔

مولانا بٹالوی: دیکھا اس اشتہار میں کیا چالا کی کی ہے؟ ہزار ہا آدمی نمونہ بھیج دیں گے، ان کے پاس کئی من آلو جمع ہو جائیں گے۔ ایک سے خرید لئے تو کیا؟

مرزا قادیانی: لوگوں کو خوب دور کی سوجھتی ہے۔

مولانا بٹالوی: آپ نے جو اشتہار براہین احمدیہ کا شائع کرایا ہے، کچھ درخواستیں خریداری کی آپ کے پاس آئیں۔

مرزا قادیانی: ابھی تک کچھ نہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں ایک اشتہار شائع کروں کہ یہ کتاب ایسی لاجواب ہوگی اگر کوئی شخص اس کا جواب لکھے گا تو ہم دس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔

مولانا بٹالوی: اگر آپ کے خیال میں وہ کتاب ایسی ہے تو پھر یہ اشتہار کس دن کے واسطے رکھ چھوڑا ہے۔ کار امروز را بہ فردا مگذر (اور دیگر اصحاب جلسہ کی طرف خطاب کر کے) آپ صاحب بھی اس کار خیر میں سعی فرماویں اور امداد کریں (سب صاحبوں نے وعدہ کیا اور جلسہ برخاست ہوا)۔

اب مرزا صاحب کا لاہور میں قیام ہے اور مولانا ابوسعید محمد حسین کا ربط ضبط بڑھا ہوا ہے۔ اور منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ اور بابو عبدالحق اور حافظ محمد یوسف ضلعدار وغیرہ معاونین ہیں۔ عمایدشہر کی آمد و رفت شروع ہو گئی ہے۔ مشورے ہوتے ہیں، تدبیریں کی جاتی ہیں۔ کبھی آریوں سے مباحثہ کی چھیڑ چھاڑ ہے، کبھی عیسائیوں کو ھل من مبارز کی صدا سنائی جاتی ہے۔ کبھی سکھوں کو

مقابلہ کے واسطے ڈانٹتے ہیں۔ کوئی گھر کوئی جگہ نہیں کہ جس جگہ مرزا صاحب کا ذکر خیر نہیں۔ ہر گلی کو چہ بازار میں مرزا صاحب ہی مرزا صاحب ہیں۔ کہیں مناظرہ کا تذکرہ، کہیں حمایت اسلام کا بیان، کہیں زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت کا اظہار ہے۔ کوئی وقت مرزا صاحب کو دربارداری سے فراغت نہیں۔ یہ گیا وہ آیا، دس بیس کا جمگھٹا لگا رہتا ہے۔ مرزا صاحب کسی سے خواب کا بیان فرما رہے ہیں اور کسی کو الہام سنا رہے ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب و نبی بخش صاحب و بابو عبد الحق صاحب وغیرہ آپ کی مدح میں رطب اللسان ہیں۔ ان کی مدح سرائی سونے پر سہاگہ کا کام کر رہی ہے۔

ہر وقت میلہ لگا رہتا ہے آریوں کا سلسلہ نیا ہی نیا ہے۔ اور آریہ سماج تیار ہوتے ہیں مسٹر عبد اللہ آتھم پنشن لے چکے ہیں۔ لیڈر قوم کہلانے کے نام پر مٹے ہوئے ہیں اور سکھوں کی طرف سے بھی کوئی نہ کوئی واعظ شام کو بازار میں آجاتا ہے۔ مرزا صاحب ہیں کہ آج نرائن سنگھ سے جا ڈٹے ہیں، کل کسی پادری سے جا ٹکرائے۔ آج کسی آریہ سے منہ بھر ہو گئے، کچھ دن یہ چرچا رہا ۔ وکیل اسلام کے نام سے نامزد ہو گئے اور اشتہارات کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا۔ کہیں اندرمن مراد آبادی کو ڈانٹ بتلائے جاتے ہیں، کہیں فلاسفروں کو للکارتے ہیں۔ کبھی عیسائیوں کبھی دہریوں کو بولا جاتا ہے، کبھی کسی نیچری کو سمجھایا جاتا ہے کہیں براہین کا اشتہار ہے کہیں سرمہ چشم آریہ کا مژدہ۔

براہین کا اشتہار جاری کیا گیا کہ میں اسلام کا وکیل بن کر کل ادیان باطلہ کی صلاحیت کرونگا۔ ہنود یا عیسائی، یہود آریہ سکھ وغیرہ پر اسلام کی حقیت اور قرآن کے الہام الٰہی ثابت کرنے کے بارہ میں میں نے کتاب تصنیف کی ہے اس کتاب میں تین سو دلائل عقلی جو قرآن سے نکالے گئے ہیں شائع کرنے ہیں اور یہ کتاب سو جز کی ہوگی، اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔

پھر اسکے ساتھ یہ اشتہار بڑے جلی قلم سے لکھ کر لگا دیا کہ مخالفین سے جو شخص اس کتاب کا جواب دے گا اس کو دس ہزار روپیہ انعام دونگا۔

یہ اشتہار کیا تھا؟ گویا جادو کی پڑیا تھی اور براہین احمدیہ کی پہلی جلد مکمل۔ اس اشتہار کے پڑھتے ہی مسلمان نہایت گرویدہ ہوئے:

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　　　بسا کیں دولت از گفتار خیزد

کے مصداق، نادیدہ اس کے عاشق زار اور مشتاق دیدار کیا، والہ وشیدا ہو گئے۔

براہین احمدیہ

ایک پختہ اینٹوں کی عمارت دومنزلہ کا مکان ہے جو اس جگہ کی آبادی کے لحاظ سے خیال کیا جاتا ہے کہ مالک اس مکان کا اس گاؤں یا قصبہ کا رئیس ہے۔ زنان خانہ کے قریب ایک مردانہ نشست کا مکان بنا ہوا ہے۔ آگے ایک وسیع دالان ہے، اس کے پیچھے کوٹھا ہے۔ کوٹھے کے دروازہ کے آگے دالان کے وسط میں ایک چارپائی بچھی ہوئی ہے۔ چارپائی کے قریب ایک لکڑی کا چوکہ جس کے بیچ میں سے ایک تختہ مدور کٹا ہوا ہے اور اس کے نیچے ایک برتن رکھا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چوکی واسطے رفع حاجت ضروری کے رکھی ہوئی ہے۔ چارپائی پر ایک شخص سفید ریش ضعیف العمر سفید چادر اوڑھے ہوئے پڑا ہے، سرہانے ایک خادم پنکھا ہلا رہا ہے اور چند آدمی دوسری چارپائی پر پاس بیٹھے ہیں ایک شخص اجنبی باہر سے آکر اندر داخل ہوکر: السلام علیکم

تیماردار (جو پاس بیٹھے ہیں): وعلیکم السلام، غلام احمد! تم آگئے۔

(یہ سن کر بیمار نے منہ سے چادر اٹھائی آنے والے کی طرف دیکھ کر)

بیمار: غلام احمد بیٹا تم آگئے، خیر و عافیت! خط پہنچ گیا تھا؟

نو وارد: نہیں خط تو نہیں پہنچا، میں نے آپ کو خواب میں بیمار دیکھا تھا۔

بیمار: ہاں مجھ کو پیچش نے ہلاک کردیا۔ اب کل سے کچھ افاقہ ہے، افسوس دنیا بہت ناپائدار ہے۔

عمر بگذشت ونماندست جز ایامے چند　　کہ در یاد کسے صبح کنم وشامی چند

سخت حسرت کا مقام ہے جس قدر میں نے اس پلید دنیا کے لئے سعی کی ہے، اگر میں وہ سعی دین کیلئے کرتا تو شاید آج قطب وقت یا غوث ہوتا۔ دنیا کے بے ہودہ خرچوں کیلئے میں نے عمر ناحق ضائع کی۔ اب ہمارا وقت قریب ہے اب جو دم ہے دم واپسیں ہے۔ ضعف بہت ہوگیا ہے۔

نو وارد: (بیمار یعنی اپنے والد کا ہاتھ پکڑ کر اور نبض دیکھ کر) ہاں ضعف تو ہونا چاہیے تھا۔ یہ مرض جوان آدمی کو ضعیف بنا دیتا ہے اور آپ کا تو مقتضا نہیں ہے۔ مگر اب افاقہ ہے انشاء اللہ صحت ہوتے ہی پھر طاقت عود کرآئے گی۔

باپ: (یعنی بیمار) یہ تو اب امید نہیں کہ طاقت عود کرے۔ خیر جو اس کو منظور ہے وہ کرے، مگر اس تکلیف سے تو نجات دے۔

بیٹا: آپ گھبراتے کیوں ہیں؟ اللہ تعالی شافی مطلق ہے اس کے نزدیک کوئی بات انہونی نہیں ہے

۔وہ قادر مطلق ہے۔

باپ: اچھا تم سفر سے آئے ہو۔گرمی کا موسم ہے،تھوڑی دیر جا کر آرام کرلو۔

(بیٹا بہت بہتر کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ایک چوبارہ پر چڑھ کر آرام کیا۔آنکھ لگ گئی،شام کو اٹھ کر پھر باپ کی تیمارداری میں مصروف ہوگیا۔اگلے دن باپ نے وفات کی)۔

اب مرزا صاحب کی لاہور کے قیام اور اشاعت اشتہارات سے شہرت ہوگئی ہے۔رجوعات بھی ہوتی ہے۔ایک ہندو منشی روز نامچہ نویس جو روز کے الہام قلم بند کرے،نوکر رکھا گیا ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات کا تذکرہ کرے۔

ہمہ وقت صبح و شام الہام کا ذکر ہے۔کوئی دعا کے واسطے آتا ہے کوئی دوا کو۔لالہ شرم پت رائے اور ملاوامل صاحب بھی ہر وقت موجود رہتے ہیں (کیونکہ یہ انتظام اس عاجز نے پہلے سے کر رکھا تھا کہ جو کچھ ڈاکخانہ میں خط وغیرہ آتا تھا اس کو خود بعض آریہ ڈاکخانہ سے لے آتے تھے اور روز بروز ہر ایک بات پر مطلع ہوتے تھے وغیرہ۔اور ایک پنڈت کا بیٹا شام لعل نامی جو ناگری اور فارسی دونوں میں لکھ سکتا تھا بطور روز نامچہ نویس کے نوکر رکھا ہوا تھا اور محض امور غیبیہ جو ظاہر ہوتے تھے اس کے ہاتھ سے وہ ناگری اور فارسی میں قبل از وقوع لکھے جاتے اور پھر شیام لال مذکور کے اس پر دستخط کرا لئے جاتے تھے۔ براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۵۔۴۷۶)۔ مولوی محمد حسین صاحب اور منشی عبدالحق اور بابو الٰہی بخش صاحب فراہمی چندہ براہین میں ساعی اور کوشاں ہیں (کیونکہ اشاعۃ السنہ نے قادیانی دعاوی حمایت اسلام اور مقابلہ مخالفین اسلام ووعدہ تائید دین بہ نشانہائے آسمانی ونصرت اصول اتفاقی اسلامی سے دھوکہ میں آکر ریویو براہین احمدیہ مندرجہ نمبرے وغیرہ جلدے میں اس کو امکانی ولی و ملہم بنایا اور لوگوں میں اس کا اعتبار جمایا۔اشاعۃ السنہ نمبر۳ ج ۱۳)

مرزا غلام مرتضیٰ (ان کے والد) ان کے ارادوں کے ہارج تھے،اب وہ روک ٹوک جاتی رہی۔(۱۶۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کو بعد ادائے نماز مغرب مرزا نے اپنی ایک رؤیا سنائی کہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی ہے گویا مجھے مارنے کیلئے ہے۔میں نے کہا کوئی اپنی اولاد کو بھی مارتا ہے؟ جب میں یہ کہتا ہوں تو ان کی آنکھیں پر آب ہو جاتی ہیں۔پھر وہ ایسا ہی کرتے ہیں تو میں یہی کہتا ہوں آخر دو تین بار جب اسی طرح ہوا پھر میری آنکھ کھل گئی۔الحکم قادیان ۳۱۔اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۶۔بہاء) اب کوئی اخبار یا کوئی رسالہ نہیں جس کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی ملہم ربانی جلی قلم سے لکھا ہوا نظر نہ آتا ہو۔

براہین احمدیہ کا پہلا حصہ یعنی جلد اول جو اشتہار انعام دس ہزاری بڑی پرکار قلم سے لکھا ہوا صفحہ میں چار سطر اور سطر میں چار لفظ۔چلو۸۲ صفحہ کی ایک کتاب خریداران کے پاس پہونچ گئی۔

خریداران ہیں کہ شوق میں دیوانہ وار پھرتے ہیں تقاضا ہو رہا ہے کہ جلد یہ کتاب پوری ہو اور ایک عالم اس کتاب کا مفتون و معتقد ہے۔ چاروں طرف سے منی آرڈر آ رہے ہیں۔ غرض کہ دس ہزار روپئہ براہین احمدیہ کی پیشگی قیمت کا مرزا صاحب کو وصول ہو چکا ہے اور کتاب ندارد۔

(مرزا صاحب فرماتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ بعض ناواقف یہ الزام میری نسبت لگاتے ہیں کہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت اور کسی قدر چندہ بھی قریب تین ہزار روپئہ کے جو لوگوں سے وصول ہوا مگر ایک کتاب بتمام و کمال طبع نہیں ہوئی۔ روپئہ جو لوگوں سے وصول ہوا وہ صرف تین ہزار نہیں بلکہ علاوہ اس کے اور روپئہ بھی شائد قریب دس ہزار کے آیا ہوگا، کہ جو نہ کتاب کے لئے چندہ تھا اور نہ کتاب کی قیمت میں دیا گیا بلکہ محض دعا کے خواستگاروں نے بطور نذر کے اور بعض دوستوں نے محض محبت کی راہ سے خدمت کی۔ سو وہ سب اس کارخانہ کے ابدی اور پیش آمدہ کاموں میں وقتاً فوقتاً خرچ ہوتا رہا۔ اور چونکہ رحمت الٰہی نے سلسلہ تالیف کتاب کو تاخیر میں ڈالا ہوا تھا، اس واسطے اس کی دوسری اہم شاخوں سے جو بامر الٰہی قائم تھیں کچھ بچت نہ نکل سکی اور تاخیر طبع کتاب میں حکمت یہی تھی کہ تا اس فترت کی مدت میں بعض دقائق اور حقائق مؤلف پر کامل طور پر کھل جائیں۔ وغیرہ۔ صفحہ ۲۴ فتح الاسلام مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر۔

حکیم نور الدین ایک خط میں مرزا صاحب کو لکھتے ہیں: اور اگر خریداران براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمایئے کہ ادنی خدمت بجالاؤں کہ ان کی قیمت ادا کردہ اپنے ہی پاس سے واپس کر دوں۔ حضرت پیر و مرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے۔ اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے۔ نقل عبارت خط حکیم نور الدین مندرجہ کتاب مذکور:

مرزا صاحب فرماتے ہیں: اصل حقیقت یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اسی کی مِلک ہے پھر جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا توسط رسول نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور انکی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے اور یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہر نازل فرماوے، بات ایک ہی ہے۔ وغیرہ۔ آئینہ کمالات اسلام، ص ۶۰۱۔)

جب بہت تقاضا ہوا، تو چار جلد طیار ہوئیں۔ اور ان چاروں میں ان تین سو دلائل میں سے (جن کے درج کر دینے کا اظہار کیا تھا) ایک دلیل بھی پوری بیان نہیں کی۔ صرف چند تمہیدی باتوں کو مختلف پیرائیوں نظم اور نثر میں تکرار کے ساتھ لکھ کر خریداروں کی تسلی کر دی۔

جب خیال آیا کہ اس کتاب کی بقیہ جلدوں کا خارج اور نفس الامر میں بجز اپنے خیال کے کہیں نام و نشان ہی نہیں، اور تین سو دلائل کا تو اپنے خیال میں بھی وجود نہیں لہذا ان بقیہ حصوں

کی کتاب کا چھاپنا ناممکن ہے۔ اور اس روپیہ کا جو اس کے عوض میں لیا گیا ہے ہضم ہونا مشکل، تو اس کتاب کی تیسری اور چوتھی جلد میں الہام بازی شروع کر دی اور اپنے خریداروں اور معتقدوں کی توجہ عقلی دلائل کی طرف سے اپنے الہامات کے تماشے کی طرف منعطف فرما دی۔

نیز خریداروں کا دل بہلانے اور ان کے دماغ سے تین سو دلائل اور باقی حصوں کتاب کا اچھی طرح بھلانے کی غرض سے چند رسالے سرمہ چشم آریہ اور شحنہ حق وغیرہ (جن میں متفرق مسئلوں پر بحث کی گئی ہے) شائع کر دیئے، اور ان جلدوں براہین اور اشتہارات میں ہندوؤں کو کوسنا اور ان کی بہو بیٹیوں کو گالیاں دینا (شحنہ حق کے صفحہ ۱۹، میں آپ آریہ کو کہتے ہیں کہ تم نے مجھ سے اپنی لڑکی کا رشتہ تو نہیں کرنا ہے کہ میری جائداد کی تحقیق کرتے پھرتے ہو۔ ایسا ہی سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۴۹ میں آریوں کی لڑکیوں کا ذکر مکروہ طور پر کیا ہے) اور اپنے الہامات میں دھمکانا اور الہامی قتل سے ڈرانا اور ان کے معبودوں کو برا کہنا شروع کیا (اشاعۃ السنۃ نمبر۱ جلد ۱۸)۔ پنڈت لیکھ رام پشاوری اور منشی اندرمن مرادآبادی کو مباحثہ کے واسطے مخاطب بنایا۔ اکثر علماء اسلام نے مقلدین سے مرزا صاحب کے خلاف بساط مخالفت آراستہ کی، مگر مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے ریویو براہین احمدیہ میں ان کو امکانی ملہم اور ولی قرار دے کر ان کا اعتبار جما دیا اور مسلمانوں کو اکھڑنے نہ دیا۔

(یاد رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ابتداء میں خود کو مناظر اسلام کے طور پر پیش کر کے عیسائیوں اور ہندوؤں کے ردّ میں براہین احمدیہ تحریر کرنا شروع کی تھی اس لئے علماء اور زعماء اسلام ان دنوں مرزا صاحب کی کاوشوں کی تحسین کر رہے تھے۔ براہین احمدیہ کی پہلی چار جلدوں میں انہوں نے عقیدہ حیات مسیح وغیرہ کے متعلق کوئی ایسی بات نہیں لکھی تھی جو خلاف اسلام ہو، بلکہ ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے وہی عقیدہ ظاہر کیا ہے جو ایک چرخا کاتنے والی بوڑھی مسلمان عورت کا تھا۔ اس کتاب میں نہ انہوں نے مسیح ہونے کا دعوی کیا تھا، نہ مہدی ہونے کا، بلکہ اس بات کا اقرار شائع کیا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ تشریف فرما ہیں اور اپنے وقت پر نزول فرمائیں گے۔ اس لئے اس دور میں مسلمان عام طور پر مرزا صاحب کی حمایت کر رہے تھے، اور اسی پس منظر میں مولانا بٹالویؒ نے براہین احمدیہ پر موافقانہ ریویو لکھ کر اپنے رسالے میں شائع فرمایا تھا جس کی طرف حکیم مظہر حسن نے اشارہ کیا ہے۔ بعد میں جب مرزا صاحب نے حیات مسیح کا انکار کر کے خود مسیح و مہدی ہونے کا دعوی کر دیا تو مولانا بٹالویؒ ان کی حمایت ترک کر کے، ان کے جدید عقائد و نظریات کی تردید فرمانے لگے اور اگرچہ مرزا صاحب الہامی پیش گوئیاں کرتے رہے کہ مولانا، مخالفت ترک کر کے پھر سے ان کے حامی ہو جائیں گے، مولانا تادم آخر (۱۹۲۰ء تک) قادیانیت کی تردید میں سرگرم رہے ،اور یوں مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئی کے تکذیب کر کے آیت من آیات اللّٰہ قرار پائے۔ بہاء)

قادیانی دربار اور دعاؤں کے خواستگار

اب مرزا صاحب قادیانی کے دربار میں لالہ شرم پت رائے اور لالہ ملاوامل ہندو آریہ شہادتِ الہام کے واسطے موجود ہیں۔ اور منشی شام لعل روز نامچہ نویس جو روز مرہ کے الہام تحریر کرتا ہے اور اس پر اس کے دستخط ہوتے ہیں، ملازم ہے۔ مریدوں کا بھی جمگھٹا ہو گیا ہے اور خوش آمدی، مفت خورے، قورما پلاؤ کھانے والے، ہاں میں ہاں ملانے والے، پر کا کوّا بنانے والے، بھی جمع ہو گئے ہیں۔ لنگر جاری ہے کہ آیا گیا بے تکلف مرزا صاحب کے باورچی خانہ سے کھانا کھائے۔ لوگوں کی آمد و رفت ہو گئی ہے۔ کوئی کھانے کا صدائے عام سن کر آتا ہے، کوئی حاجت مند دعا کے واسطے آتا ہے۔ مرزا صاحب کے حکیم ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں، حکیم ابن حکیم ہیں۔ کوئی دوا کو، کوئی دعا کو آتا ہے۔ ملہم اور مستجاب الدعوات اشتہاروں اور شہادتوں نے نزدیک و دور مشہور کر دیا ہے۔ کوئی آئندہ حالات کا استفسار کرتا ہے۔ غرض نذر نیاز اور چڑھاوا بھی چڑھنے لگ گیا ہے۔ صبح شام دربار ہوتا ہے۔

مصاحب: پیر و مرشد! عاجز نے بڑے بڑے بزرگوں اور صوفیوں اور درویشوں کی صحبت اٹھائی ہے، خدا کی قسم یہ بات یہ تاثیر یہ کیفیت یہ برکت کہیں بھی نہیں۔ سبحان اللہ و بحمدہ یہاں در و دیوار سے نور ہی نور برستا ہے۔

۲۔ جناب میں مدتوں اجمیر شریف میں خواجہ بزرگ کی بارگاہ میں رہا ہوں۔ اچھے اچھے بزرگ اور درویش کامل صاحب کرامت رہتے ہیں، مگر یہ بات کسی میں بھی نہیں۔ حضرت! میں تو آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں، مجھ کو مرید بنا لیجئے۔ سب سے اول بندہ ہوں۔

مرزا قادیانی: ابھی ہمیں کسی کو دست بیع کرنے کا حکم نہیں ہوا۔ جب تک اس بارہ میں کوئی الہام نہ ہو، صبر چاہیے۔

حاضرین: ہم لوگوں کا شوق اب صبر کی رخصت نہیں دیتا۔

عاشق سے ہوتا ہے کہیں صبر و تحمل   تو کام وہ کہتا ہے جو آتا نہیں مجھ کو

خوش آمدی: بندہ درگاہ تہجد کے بعد جو مصلے پر ٹیڑھا ہوا، تو غافل ہو کر فوراً ایک صحرا لق و دق میں داخل، لیکن فردوس بریں اوس کے روبروئے دشت پر خار نظر آئے۔ شرم کے مارے منہ نہ دکھائے۔ چاروں طرف سے گلاب اور کیوڑہ کی لپٹیں چلی آتی ہیں، دل کو فرحت دماغ کو طاقت پہنچاتی

ہیں۔ یکا یک آسمان سے روشنی کے آثار نمودار ہوئے۔ اوپر جو دیکھتا ہوں ایک قندیل نیچے کو آتا ہے، اس کے بعد دوسرا تیسرا چوتھا پانچواں، ہزار ہا قندیل۔ جنگل کیا ایمن میں بے تکلف سوئی میں دھاگہ ڈال لو۔ مکھی کی ایک ایک آنکھ گن لو۔ مگر مجھ پر سایہ کا کام کر گئی۔ بدن کا بند بند بید کی طرح کانپ گیا۔ اپنے سر و پا کا ہوش نہ رہا۔ ایک ایک پاؤں سو سو من کا ہو گیا۔ بھاگنے کو قدم اٹھاتا ہوں، ٹھوکر کھا کر گرا تو بے ہوش۔ ہوش جو آتا ہے ایک دربار لگا ہوا ہے۔ میرے اردگرد آدمی ہیں کوئی گلاب چھڑکتا ہے لخلخہ سنگھاتا ہے،

ا: تم کون ہو بھائی، کیونکر آئے؟

میں ۔ میں، میں مجھ کو..

۲ ۔ اسے کیا پوچھتے ہو، حضور میں لے چلو (کسی نے میری کمر پر ہاتھ رکھ کر کہا خبردار ہوشیار ہو جاؤ۔ سینہ تک خنکی محسوس ہوئی اور خوف کافور۔ مڑ کر دیکھتا ہوں ایک بزرگ نور مجسم ہے)۔

میں: حضور کا اسم مبارک

بزرگ: ہمارا نام علی بن ابی طالب ہے۔ یہ رسول کریم ﷺ کا دربار ہے۔

میں: مجھ کو قریب سے زیارت نصیب ہو سکتی ہے۔

بزرگ: ہاں تم کو ہم لے چلتے ہیں۔ تمہارے مرزا صاحب موجود ہیں اور تم کو بلاتے ہیں۔

(میرا بازو پکڑ کر مجلس میں لے گئے۔ ایک تخت مرصع پر حضرت رسالت مآب سرور کائنات ﷺ رونق افروز ہیں اور تخت کے برابر کرسی کے اوپر مرزا متمکن اور اردگرد صحابہ کرام اپنے درجہ پر بیٹھے ہیں اور اتنے میں صراحی شراباً طھورا آئی، تقسیم کا ارشاد ہوا۔ مرزا صاحب نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا پہلے ان کو پلاؤ اور خوب پلاؤ۔ میں گلاس ہاتھ میں لے کر بیک جرعہ پی گیا۔ کان میں آواز آئی اللہ اکبر۔ آنکھ کھل گئی وضو کر کے نماز پڑھی)۔

حاضرین: سبحان اللہ، صل علی، کیا مبارک خواب ہے۔

مرزا قادیانی: یہ اس واہب بے منت کا احسان ہے۔ ورنہ میں کہاں اور یہ نعمت غیر مترقبہ کہاں

اے خدا قربان احسانے شوم دہ چہ احسان است قربانت شوم

مصاحب: حضرت حضور کا مدارج قرب الٰہی ہیں۔ کوئی درجہ بڑھا ہے قطب الاقطاب ہو گئے۔

خوش آمدی: اجی قطب کیا، بلکہ غوث الاعظم

مرزا قادیانی: (مراقبہ سے سر اٹھا کر) اسی وقت ہم کو الہام ہوا ہے، اور خبر دی گئی ہے کہ تو (مرزا) اس صدی کا مجدد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ

الرّ حمن علّم القرآن لتنذر قوماً ما انذر آ باء هم و لتستبین سبیل المجرمین۔ قل انّی امرت و انا اوّل المسلمین ۔

یعنی خدا نے تجھے قرآن سکھایا اور صحیح معنی تیرے پر کھول دیئے، یہ اس لئے کہ تا تو ان لوگوں کو بدانجام سے ڈراوے جو بباعث پشت در پشت کے غفلت اور نا متنبہ کئے جانے کی غلطیوں میں پڑ گئے اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جائے جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے ان کو کہدے کہ میں ما مور من اللہ اور اول المومنین ہوں

کئی آوازیں: (حاضرین جلسہ سے) آ منّا و صدّ قنا (اور یکے بعد دیگرے بیعت ہونے کو بڑھے)

اب مرزا صاحب نے چودھویں صدی کے مجدد ہونے اور دعوت بیعت کا اشتہار شائع کر دیا۔ ہمیشہ دربار منعقد ہوتا ہے اور لوگ بیعت کرتے ہیں اور قوانین بیان ہوتے ہیں اور مرزا کو مناقب سنائے جاتے ہیں۔

ا۔ سبحان اللہ وبحمدہ دربار میں کیا رونق ہے، نور مجسم بلکہ نور علی نور

۲۔ مجھ کو ابتدائے عمر سے صوفیاء کی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے اور بڑے بڑے مشائخ اور اولیاء اللہ کا دربار دیکھا ہے مگر توبہ توبہ یہ بات کہاں؟

۳۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ وہ لوگ دنیا کے طالب ریائی پر دکا نداری کا ڈھنگ جماتے ہیں۔ روزی کا دھندا کرنے کو عبادت کے پردہ میں مکر بناتے ہیں۔ خدا سے اور معرفت سے مہجور، نہ قرآن کی سمجھ، نہ سنت سے واقف، ان کا یہاں کیا ذکر ہے۔

۴۔ شیر قالیں دگر و شیر نیستاں دگر است۔ یہاں ہر دم خدا سے ہم کلامی جو زبان سے نکلتا ہے گویا وہ خدا کا کلام ہے۔

سید امیر علی (سیالکوٹی): حضرت رات جو تہجد کے بعد آنکھ لگ جائے تو عجب نظارہ دیکھتا ہوں کہ حضرت امام ہمام (مرزا) تقوی اور طہارت کا وعظ فرما رہے ہیں اور عجیب عجیب کلمات طیبات بڑے جوش سے بیان فرما کر اپنے مریدوں کو متنبہ کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم سب ہوش کرو اور اتقاء کی طرف رجوع لاؤ، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ڈرو، اور دل و جان سے سچے اعتقاد کے ساتھ نماز ادا کرو، اور عبادت کرو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ فرماتا ہے انّ الصّلوۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر (یعنی نماز روکتی ہے برے اقوال اور برے افعال سے) اور پھر قرآن بار بار منادی کر کے کہہ رہا ہے یا ایّھا الّذین آ منوا اتّقوا اللّٰہ و آ منوا برسولہ (یعنی اے وہ لوگو

جو ایمان لائے ہو، ڈرو اللہ سے اور ایمان لاؤ ساتھ اس کے رسول کے)۔ اور ہم دعا کر رہے ہیں: خدایا خشک ڈالی ہمارے باغ سے کاٹ ڈال۔ (اور جب حضرت کے منہ سے یہ کلمات نکلے تو کل حاضرین مجلس بلند آواز سے گڑگڑا کر ایسے روئے کہ حواس باختہ ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ) ہوش کرو انّ الفضل بید اللّٰه یؤتیه من یّشاء (یعنی فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، دیتا ہے جس کو چاہتا ہے)

۲۔ میں نے رات کو دیکھا کہ ایک دریا ناپیدا کنار جو کناروں تک پر ہے ایک گھوڑے پر سوار کنارہ پر کھڑا ہوں۔ عبور کی فکر میں تھا کہ گھوڑا پانی میں داخل ہوا اور رپ رپ کرتا بے تکان چلنے لگا۔

آواز: پلی کے راستہ سے چل کر پار ہو جاؤ۔

میں: جو راستہ ہم نے پانا تھا پا لیا۔ اب کون سے غیر پل کی تلاش کر کے سہارا پکڑیں گے۔ ہمارے امام نے ہم کو سیدھا راستہ بتایا ہے دیکھتے جاؤ۔ اپنے راستہ سے پار ہو جاتے ہیں ہم غیروں کے راستہ کیوں جائیں۔ (پار ہو کر حضرت امام ہمام (مرزا) کو جو ایک پاکیزہ جگہ بیٹھے تھے دیکھا اور بہت اصحاب بیٹھے تھے میں بیٹھ گیا وہاں ایک بڑا ڈھیر کئی سو من شکرتری کا لگا ہوا تھا جس کو دیکھ کر متعجب ہو رہا ہوں)

ایک شخص: یہ کیسا ڈھیر ہے اور کس کا ہے؟

میں: یہ ڈھیر ہمارے امام ہمام (مرزا) کی برکات و انوار کا ہے جو میرے سپرد ہے۔

شخص: کچھ ہم کو بھی ملے گا؟

میں: میرے سپرد کیا گیا ہے، جس کو حکم ہو گا اس کو تقسیم کر دونگا۔

حضرت امام: (اشارہ سے) نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

میں وضو کر کے نماز میں مشغول ہوا۔ اٹھتے ہوئے یہ الہام ہوا و اسئلوا اللّٰه من فضله یعنی مانگو اللہ سے اس کا فضل۔

حاضرین: سبحان اللہ سبحان اللہ! یہ سب فیضان صحبت حضرت اقدس ہے۔

۱۔ جو ہمارے حضور کے حاشیہ نشینوں کو حاصل ہوا ہے وہ سلف سے آج تک کسی ولی کو نصیب نہیں ہوا

۲۔ اجی حضرت وہ قصے کہانیاں ہیں، اور یہ چشم دید واقعات۔ ان سے ان کو کیا نسبت؟

۳۔ بھائی اللہ کے دین کی باتیں ہیں و اللّٰه ذو الفضل العظیم جس کو چاہے دے دیں

۴۔ اجی ہمارے حضرت (مرزا) کی جوتیاں سیدھی کرنے سے بایزید بسطامی بن گئے۔

۵۔ اس میں کیا شک ہے ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ عیاں را چہ بیان

(اس عرصہ میں ایک شخص فوجی وردی زیب تن سینہ پر تمغہ لٹکائے ہوئے آیا اور کہا) السلام علیکم۔

مرزا قادیانی : وعلیکم السلام۔ مزاج شریف

فوجی : حضرت کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اکثر احباب اور اتقیاء سے سن کر مجھ کو کمال اشتیاق قدم بوسی کا پیدا ہوا آخر جذبہ شوق یہاں تک بڑھا کہ کشاں کشاں لے ہی آیا۔

مرزا قادیانی : آپ نے بڑی عنایت کی آپ کا مشکور ہوں۔ یہ گھر آپکا گھر ہے تشریف رکھئے۔ کوئی میرے لائق خدمت؟ آپ کی تعریف؟

فوجی : میں پہلے ایک رسالہ میں رسالدار بہادر تھا، اب پنشنر ہوں اور شہر لاہور میں میری سکونت ہے۔ خدا کی عنایت سے سب کچھ کمایا۔ خدا کا دیا بہت روپیہ جمع ہے، مگر زمانہ کا کچھ اعتبار نہیں، ہمیشہ کوئی رہا نہ رہے گا، بقا بجز خدا کے کسی کو نہیں۔ آخر ایک دن جانا ہے، اس قدر جائداد اور نقد کون سنبھالے گا، کون مالک ہوگا۔ یہ غم سینہ میں ہر دم کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ بے اولاد کا رنج سوہان روح ہے۔ خیر میں مرد جہان گرد ہوں ادھر ادھر پھر کر غم غلط کر دیتا ہوں اور ہو بھی جاتا ہے مگر عورتوں کو یہ غم سخت جانکاہ ہے۔ میری بیوی کو اس کا سخت صدمہ ہے۔

مرزا قادیانی : کیا آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی؟

فوجی : عرض کیا نا کہ اسکا بڑا صدمہ ہے۔ اصل پوچھئے تو یہی غرض یہاں تک لائی، آپکے زہد وتقوی اور بزرگی کی تعریف سنی تھی اور آپکی تصانیف اور اشتہارات بھی دیکھے کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں کوئی دعا ردّ نہیں ہوتی۔ اگر دن میں آپ خدا کو سو مرتبہ پکاریں تو وہ آپ کو سو مرتبہ جواب دیتا ہے۔ اگر میرے حال پر رحم فرما کر دعا فرماویں تو گویا دوبارہ زندگی بخش دیں۔

مرزا قادیانی : (مذاقیہ لہجہ میں) اگر آپ کے فرزند پیدا ہو جائے تو کیا دلوایئے گا۔

فوجی : درم ناخریدہ غلام تو ام۔ تمام عمر غلامانہ اور خادمانہ خدمت بجا لاؤنگا۔ بندہ ام تا زندہ ام، کا مصداق رہونگا۔

مرزا قادیانی : سردار صاحب معاملہ صاف اچھا ہوتا ہے ورنہ بعد کو بدمزگی ہو جاتی ہے۔ روپیہ کو مقراض المحبت کہتے ہیں۔

فوجی : جو فرمائیں بدل وجان حاضر ہوں اور بسر وچشم منظور کرونگا۔

مرزا قادیانی : نہیں یہ آپ کی رائے اور مرضی پر منحصر ہے جتنا گڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ ہم اپنا ایک سال خاص دعا کے واسطے آپ کی نذر کریں گے۔

فوجی : پانچ سو روپیہ نذرانہ اور شکرانہ اس کے علاوہ بعد کو۔

مرزا قادیانی: (دل میں خوش ہو کر) یہ رقم میری اور آپکی دونوں کی حیثیت سے تھوڑی ہے، مگر خیر۔

رسالدار نے خدمت گار کو آواز دی اور پانصد روپیہ نقد کی تھیلی مرزا صاحب کے آگے رکھ دی۔

اجنبی: سلام علیک

مرزا صاحب: وعلیکم السلام۔ مزاج شریف کہاں سے آنا ہوا، کوئی کام؟

اجنبی: میں ریاست مالیر کوٹلہ کا اہل کار ہوں۔ نواب ابراہیم علی خان بہادر کے متعلقین کا بھیجا ہوا خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ جناب کو معلوم ہوگا کہ نواب صاحب مرض دماغ میں بیمار ہیں۔ آپ کی تصانیف اور اشتہار میں جو دعاوی درج ہیں، دیکھے گئے، تو نواب صاحب کی صحت کے واسطے دعا کے خواستگار ہیں۔

مرزا قادیانی: آپ جانتے ہیں مجھ کو ایسی فرصت کہاں کہ میں کسی کے واسطے دعا میں اپنے اوقات عزیز ضائع کروں۔ میری دعا عام آدمیوں کی دعا نہیں۔

اجنبی: (پانچ سو روپیہ کی تھیلی آگے رکھ کر) یہ آپ کی نذر ہیں۔

میرزا قادیانی: (خوش ہو کر) اچھا میں دعا کرونگا اور ایک وقت اپنا اس دعا کے واسطے بھی مقدر کرونگا۔ آپ اطمینان کریں، ضرور صحت پائیں گے۔

اتنے میں ایک اور شخص آئے: السلام علیکم

مرزا قادیانی: وعلیکم السلام آپ کا مزاج اور اسم مبارک

نو وارد: میرا نام مولوی جلال الدین ہے، پیر کوٹ گجرانوالہ میں رہتا ہوں۔ نزول الماء کے عارضہ سے بینائی نے جواب دیدیا۔ دعا کے واسطے حاضر ہوا ہوں ماحضر نذر ہے۔ میں غریب آدمی ہوں۔

مرزا قادیانی: میں آپکی تھوڑی رقم کو اور لوگوں سے افضل سمجھتا ہوں۔ اپنے مقدور تک دعا کرونگا

(منشی الٰہی بخش لاہوری بتاتے ہیں: سید امیر شاہ رسالدار میجر سردار بہادر کے گھر فرزند ہونے کی نسبت مرزا صاحب نے اپنے دستخطی خط میں، جو بوقت تحریر عصائے موسیٰ منشی صاحب کے پاس موجود تھا، ۱۵۔ اگست ۱۸۸۸ء سے ۱۵۔ اگست ۱۸۸۹ء تک اپنے اوقات صافیہ کو وقف فرما کر تحریر فرمایا تھا کہ:

اگر میں نے اس عرصہ میں بفضل رب قدیر، جس کے اختیار میں سب کچھ ہے، کوئی کھلی کھلی بشارت جو مقرون بصدق ہو، آپ کی نسبت نہ پائی یا اس بشارت کے موافق نتیجہ ظہور میں نہ آیا تو پھر میری نسبت آپ جس غصہ کا بداعتقاد چاہیں اختیار کریں۔ اور یقین کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ آپ ہی کو اپنا عہد پورا کرنا ہوگا۔ اور یہ تاریخ کتاب میں لکھ لی ہے آپ بھی اس کو لکھ چھوڑیں، ضرور یادداشت لکھ لیں۔

اور مرزا صاحب نے رسالدار میجر صاحب کو فرمایا:

آپ بکلی مطمئن ہو کر اور خیال اور تشویشات چھوڑ دیں اور پکے صدق اور اعتقاد سے میرے وعدہ کے منتظر رہیں۔ جس وقت سال کے عرصہ میں میری طرف سے کوئی بشارت ملی تو خواہ آپ اس کو اخبار میں چھپوا دیں اور اگر وہ بات جھوٹی نکلے تو پھر مجھ سے مواخذہ کریں اور میرا دامن پکڑ لیں۔

اور اس گرامی نامہ کی ابتداء میں مرزا صاحب نے فرمایا کہ:

میں اپنے نفس سے حلفاً عہد کر چکا ہوں کہ آپ کیلئے انتہائی درجہ توجہ و جد و جہد کروں اور یقین رکھتا ہو ں کہ میں اس جد و جہد میں کامیاب ہو جاؤں۔

منشی صاحب لکھتے ہیں: وہ معاملہ بھی اب تک ویسا ہی ہے۔ نہ اوقات صافیہ کو وقف کرنے کا کچھ نتیجہ ہوا اور نہ کوئی بشارت ہی آئی، باوجودیکہ رسالدار صاحب نے اپنی حسن ظنی وفراخ دلی سے ۵۰۰ روپیہ بھی، جسکے عوض مرزا نے اپنے اوقات صافیہ کا ایک سال وقف کیا تھا، پیشگی دے دیا تھا۔

منشی الٰہی بخش لکھتے ہیں: خان بہادر ڈپٹی فتح علی شاہ کی اول زوجہ کی بیماری پر صحت کی دعا کیلئے مرزا صاحب کو لکھا گیا تھا۔ ان کی نسبت مرزا قادیانی بہت کچھ تحریر فرماتے رہے بلکہ انکے انتقال کے بعد مرزا نے ان کی صحت کا حال استفسار فرمایا۔ جب حقیقت حال سے خبر دی گئی تو فرمایا کہ ہم نے بھی ایک بکری سلخ ہوتی دیکھی تھی۔ لیکن پہلے کچھ نہیں فرمایا۔

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ جن لوگوں سے مرزا صاحب نے دعا کیلئے پیسے لئے ہیں ان میں: بعض متعلقین محمد ابراہیم علی خان والی ریاست مالیرکوٹلہ ہیں جس سے دعا صحت نواب صاحب کے وعدہ وامید پر آپ نے پانچ سو روپیہ لئے مگر وہ اب تک صحت یاب نہیں ہوئے۔ اشاعۃ السنہ نمبر ا ج ۱۴ ص ۱۱۔

اور مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ مولوی جلال الدین ساکن پیرکوٹ علاقہ حافظ آباد ضلع گجرانوالہ، جو مرض نزول الماء نابینا ہو کر کئی بار قادیان میں ماحضر لے کر حاضر ہوئے، اب تک اس مرض سے صحت یاب نہیں ہوئے۔ اور اگر وہ کسی ڈاکٹر کے پاس اپریشن کراتے تو غالبًا اچھے ہو جاتے۔ اشاعۃ السنہ نمبر ا ج ۱۴ ص ۱۱۔

اشاعۃ السنہ کی اگلی جلد میں مرزا قادیانی کو مخاطب کر کے مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں: بے چارہ آپ کا ظلم رسیدہ مولوی جلال الدین ساکن پیرکوٹ ضلع گوجرانوالہ مرض نزول الماء میں مبتلاء ہے اور معمولی علاج ڈاکٹروں کو چھوڑ کر بارہا سفر کر کے آپ کے پاس پہنچا۔ تو اس کو آپ نے اس حیلہ سے لٹکا رکھا کہ میں نے تین شخصوں کے حق میں، جن میں ایک تم اور دو اور ہیں، دعا کی۔ ازانجملہ دو کے حق میں دعا قبول ہو گئی ہے، ایک کے حق میں نامنظور ہوئی۔ شائد ان دو میں تم ہو۔ جس سے وہ بے چارہ نہ بالکل مایوس ہو کر ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتا ہے اور نہ اپنی مراد کو پہنچتا ہے۔ جن لوگوں سے آپ نے روپیہ لے کر دعا صحت اور اولاد کا وعدہ کیا ہوا ہے اور ان کا ذکر رسالہ اشاعۃ

السنہ نمبر ا جلد ۱۳ کے ص ۱۱ میں ہے، وہ بھی اب تک آپ کے حیلے حوالوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔

قادیانی صاحب اگر آپ کو درجہ لقا حاصل ہے تو کیوں کبھی آپ کی زبان میں الہی طاقت کا تموج نہیں ہوتا؟ اور کیوں کبھی آپ کے کن میں خدا کے کن کا اثر نہیں آتا۔ اگر کبھی آیا ہے تو پھر آپ نے ان بے چارے اہل حاجات کا، جن سے پیشگی فیس لے چکے ہیں، اس وقت کام کیوں پورا نہ کر دیا، اور اپنی گردن کو انکے حق سے کیوں سبکدوش نہ کیا۔ یہ لوگ نہ سہی اور لوگوں کا ہی نام لیں جو آپ کے مد وتموج کے اثر سے فیض یاب ہوئے ہیں، ورنہ ان لن ترانیوں سے شرم کریں۔ شرم، انسانیت کے لوازم سے ہے۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۵ ص ۶۲۔

مرزا صاحب نذرانہ کے نام سے دعاؤں کے پیسے لیتے تھے۔ جیسا کہ ہم نے جلد گیارہ میں عصائے موسیٰ کی تلخیص کرتے ہوئے کئی واقعات نقل کیئے ہیں جہاں مرزا صاحب نے دعاؤں کی محنت کے عوض پیسہ لیا۔ ذیل میں ایک ہی واقعہ کا بیان سیرۃ المہدی کے حوالے سے کیا جا رہا ہے جہاں انہوں نے ایک لاکھ روپے کا مطالبہ تھا۔ اور یہ ایک لاکھ اس دور کا تھا جب مرزا صاحب جیسے سرکاری منشیوں کی تنخواہ ۱۵ روپیہ ماہوار ہوتی تھی۔ اس دور کا ایک لاکھ روپیہ آج کے کروڑوں روپیہ کے برابر ہے۔ سنئے مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے عبداللہ سنوری نے کہ پٹیالہ میں خلیفہ محمد حسین وزیر پٹیالہ کے مصاحبوں اور ملاقاتیوں میں ایک مولوی عبدالعزیز ہوتے تھے جو کوم ضلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ ان کا ایک دوست تھا جو بڑا امیر کبیر اور صاحب جائداد تھا اور لاکھوں روپے کا مالک تھا۔ مگر اس کے کوئی لڑکا نہ تھا جو اس کا وارث ہوتا۔ اس نے مولوی عبد العزیز سے کہا کہ مرزا صاحب سے میرے لئے دعا کرواؤ کہ میرے لڑکا ہو جاوے۔ مولوی عبدالعزیز نے مجھے، یعنی عبداللہ سنوری کو، بلا کر کہا کہ ہم تمہیں کرایہ دیتے ہیں تم قادیان جاؤ اور مرزا سے اس بارہ میں خاص طور پر دعا کے لئے کہو۔ چنانچہ میں قادیان آیا اور حضرت صاحب سے سارا ماجرا عرض کر کے دعا کے لئے کہا۔ آپ نے اسکے جواب میں ایک تقریر فرمائی جس میں دعا کا فلسفہ بیان کیا اور فرمایا کہ محض رسمی طور پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دینے سے دعا نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے ایک خاص قلبی کیفیت کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ جب آدمی کسی کے لئے دعا کرتا ہے تو اس کے لئے ان دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ یا تو اس شخص کے ساتھ کوئی ایسا گہرا تعلق اور رابطہ ہو کہ اس کی خاطر دل میں ایک خاص درد اور گداز پیدا ہو جائے جو دعا کیلئے ضروری ہے اور یا اس شخص نے کوئی ایسی دینی خدمت کی ہو کہ جس پر دل سے اس کیلئے دعا نکلے۔ مگر یہاں نہ تو ہم اس شخص کو جانتے ہیں اور نہ اس نے کوئی دینی خدمت کی ہے کہ اس کیلئے ہمارا دل پگھلے۔ پس آپ جا کر اسے یہ کہیں کہ وہ اسلام کی خدمت کے لئے ایک لاکھ روپیہ دے یا دینے کا وعدہ کرے۔ پھر ہم اس کیلئے دعا کرینگے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ پھر اللہ اسے ضرور لڑکا دیدیگا۔ میاں عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے جا کر یہی جواب دے دیا مگر وہ خاموش ہو گئے۔ سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۲۶۴۔

مرزا صاحب ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

مخدومی ومکرمی اخویم شاہ صاحب:.....نواب صاحب کے لئے یہ عاجز ایک مدت تک بہت تصریح سے دعا کرتا رہا ہے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ نواب صاحب کی حالت غم سے خوشی کی طرف مبدل ہوگئی ہے اور آسودہ حال اور شکر گذار ہیں اور نہایت عمدگی اور صفائی سے یہ خواب آئی اور یہ خواب بطور کشف تھی چنانچہ اسی صبح کو نواب کو اس خواب سے اطلاع دی گئی۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب الٰہی بخش نام اکونٹنٹ نے جو اس کتاب کے معاون ہیں، کسی اپنی مشکل میں دعا کیلئے درخواست کی اور بطور خدمت پچاس روپئے بھیجے۔ اور جس روز یہ خواب آئی اس روز سے دو چار دن پہلے ان کی طرف سے دعا کیلئے الحاح ہو چکا تھا، مگر یہ عاجز نوابصاحب کیلئے مشغول تھا اس لئے ان کیلئے دعا کرنے کو کسی اور وقت پر موقوف رکھا، اور جس روز نواب کیلئے بشارت دی گئی تھی تو اس دن خیال آیا کہ آج منشی الٰہی بخش کیلئے توجہ سے دعا کریں۔ سو بعد نماز عصر جب وقت صفا پایا اور دعا کا ارادہ کیا گیا تو پھر بھی دل نے یہی چاہا کہ اس دعا میں بھی نواب کو شامل کرلیا جائے۔ سو اس وقت نواب اور منشی الٰہی بخش دونوں کیلئے دعا کی گئی بعد دعا اسی جگہ الہام ہوا ننجی هما من الغم یعنی ہم ان دونوں کو غم سے نجات دیں گے۔ غلام احمد۔ ۲۶ مئی ۱۸۸۴ء۔ اخبار الحکم قادیان ۱۲۔ اپریل ۱۸۹۹ء ص ۸۔

مرزا صاحب ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں:..نواب کی خدمت میں خط روانہ کر چکا تھا اور بذریعہ رؤیائے صادقہ نواب کو بہت تسلی دی گئی تھی، اس لئے اسی خط پر اکتفا کی گئی۔ اور منشی الٰہی بخش کو اس الہام سے اطلاع دی گئی۔ اور بر وقت صدور اس الہام کے چند نمازی موجود تھے اور اتفاقاً دو ہندو مسمی ملا وامل اور شرمپت رائے بھی جو اکثر آجایا کرتے ہیں، عین اس موقع پر موجود تھے، ان کو بھی اس وقت اطلاع دی گئی۔ اور کئی مہمان آئے ہوئے تھے ان کو بھی خبر دی گئی۔ پھر چند روز کے بعد نواب صاحب کا خط آ گیا کہ سرائے کا کام جاری ہو گیا ہے سو چونکہ دعا ایسے کام کیلئے کی گئی تھی اس لئے یہ اطلاع دینا فضول سمجھا گیا مگر خداوند کریم کا شکر ہے کہ مجمع کثیر میں یہ الہام ہوا تھا اور کیسا کہ میں نے بیان کیا ہے عین الہام کے صدور کے وقت دو ہندو موجود تھے جنکو اسوقت مفصل بتلایا گیا اور دوسرے نمازیوں کو بھی خبر دی گئی اور منشی الٰہی بخش کو بھی لکھا گیا، نواب علی محمد خان کی ارادت اور شب و روز کی توجہ اور اخلاص قابل تعریف ہے خدا تعالیٰ ان کو ہر غم سے خلاصی بخشے اور حسن عاقبت عطا فرمائے۔ آپ نواب صاحب کو یہ بھی اطلاع دے دیں کہ مالیر کوٹلہ سے نواب ابراہیم علی خان والی مالیر کوٹلہ کا خط آیا ہے کہ وہ مبلغ...روپیہ بطور امداد بھیجیں گے۔ مگر ابھی آئے نہیں ....۔ والسلام خاکسار غلام احمد ۲۶ مئی ۱۸۸۴ء۔ الحکم ۱۹۔ اپریل ۱۸۹۹ء ص ۶۔ بہاء)

مرزا قادیانی کا سفر علی گڈھ

رات کا وقت ہے۔لوگ کھانے سے فراغت پا کر تمام دن کے تھکے ماندے آرام گاہ کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ ہمارے ناول کے ہیرو ایک چوبارہ کی چھت پر ٹہل رہے ہیں۔ جاء نماز بچھی ہوئی ہے، کبھی اس پر بیٹھ کر مراقب ہو کر نفس سے محاسبہ ہوتا ہے، کبھی کیش بک کھول کر دیکھتے ہیں۔ دس ہزار، چھ ہزار، ایک ہزار، دو ہزار، پانچ سو، تین سو، کوئی بیس ہزار کی رقم ہے۔ اب ہمارے امیر کیا امیر الامراء ہونے میں کس کو شک یا تامل ہوگا۔ قرضہ ادا ہو جائے اور جائداد فک الرہن ہو جائے تو پھر ہم ہی ہم ہیں، رئیس ہیں، امیر ہیں، شریف ہیں، جو کچھ ہیں ہم ہیں

اور کوئی کارخانہ جاری کیا جائے تو معقول منافع ہو سکتا ہے کہ زر زر کشد در جہاں گنج گنج۔ اب ایک بڑی رقم جو ہمارے پاس جمع ہو گئی ہے، زمانہ نازک جاتا ہے، ابھی کوئی آئے جان سے مار کر روپیہ چلتا پھرتا نظر آئے، اور آئندہ کو بھی امید واثق ہے کہ روپیہ کی آمد و رفت رہے گی کیونکہ اعتبار جم گیا، ہوا بندھ گئی، رجوعات خاطر خواہ ہو گیا ہے اور اب شہرت بھی جیسی چاہیے تھی کچھ اشتہاروں نے کچھ رسالوں نے نزدیک و دور مشہور کر دیا ہے۔

اور جو لوگ آتے جاتے ہیں ان کی زبان سے جو اخبار اور اشتہار نہیں دیکھ سکتے سن کر واقف ہوں گے، غرض اب بازار خوب گرم ہو جائے، پھر چین چین ہے۔ مگر ہاں براہین احمدیہ حسب وعدہ شائع نہ ہونے سے کہیں ہوا نہ اکھڑ جائے کیونکہ بد معاملگی دکانداری کی دشمن ہے۔ کسی طرف لوگوں کا خیال منعطف کرنا چاہیے، اور چند ایسے رسالوں کے ذریعہ اشتہارات بشارت دے دینی چاہیے جس میں بہت سے الہاموں اور پیش گوئیوں کے درج کرنے کا وعدہ کیا جائے (ایک رسالہ سراج منیر ہے جس کی نسبت ۱۸۸۹ء میں چند ہفتوں میں ختم کر کے چھاپ دینے کا اقرار کر کے صدہا روپیہ اور بھی مسلمانان پٹیالہ وغیرہ سے وصول کر لیا لیکن رسالہ مئی ۱۸۹۷ء تک شائع نہیں ہوا۔ اشاعۃ السنہ نمبر ا ج ۱۸)

نقد روپیہ کو سو چوں کیوں ہے، ہاتھی چھوٹے گھوڑے چھوٹے، خدا جانے کیا ہو کیا نہ ہو۔ اگر پولیس سے گارد کی درخواست کی جائے، ہوا اکھڑ جائے لوگ بد اعتقاد ہو جائیں، گوئم مشکل وگرنہ گوئم مشکل، کا معاملہ ہے۔ ہاں اشاعت اشتہار اور تصانیف تو بہت ہوئے اور ہوتے ہیں اب مصلحت ہے کہ ایک سفر بھی کیا جائے یہ بھی ایک شہرت کا ذریعہ ہے۔ تمام رات اسی ادھیڑ بن میں گئی، آخر تھک کر چار پائی پر گرے تو آنکھ لگ گئی۔ سورج نکلا تو آنکھ کھل گئی، ہاتھ منہ دھویا، نماز پڑھ باہر

برآمد ہوئے اور حوالی موالی نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔

مصاحب: حضور! آج صبح کی نماز میں بھی شامل نہیں ہوئے؟

مرزا قادیانی: ہاں رات دیر تک جاگنے کا اتفاق ہوا، میں نے کہا تہجد سے فارغ ہو کر پڑینگے۔ تہجد کے بعد جو پڑے تو صبح اخیر وقت آنکھ کھلی، اتنا وقت نہیں تھا کہ مسجد آ کر جماعت میں شامل ہوتے

خوش آمدی: حضور کا تو سونا بھی عبادت ہے۔

۲۔ اس میں کیا شک ہے۔

مرزا قادیانی: اس ذکر کو تو چھوڑو میں ایک مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔

مصاحب: ارشاد قبلہ عالم پیر و مرشد

۲۔ بندہ نواز! ارشاد

مرزا قادیانی: ہمارا ارادہ ہے کہ ایک سفر کیا جائے۔ ہم کو الہام کے ذریعہ خبر دی گئی ہے کہ سفر لدھیانہ اور ہوشیار پور اور پٹیالہ وغیرہ کا مبارک ہوگا۔

مصاحب: ہمارا تو ایمان ہے کہ آپکا کوئی قول اور فعل بغیر الہام کے نہیں ہوتا، نہایت مصلحت ہے۔

(اسی دن سے انتظام شروع ہوا اور سفر کی تیاریاں ہونے لگیں کچھ دنوں میں انتظام اور بندوبست سے فارغ ہو کر سفر کا بندوبست ہوا۔ اور شہر و امصار کی سیاحت کے بعد مرزا صاحب کا ورود علی گڈھ میں ہوا۔ رؤساء شہر خاص و عام کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے لوگ جوق جوق آتے ہیں اور مرزا سے مستفید ہوتے ہیں)۔

ایک صاحب: (متشرع وضع، نہایت ذوق و شوق کے لہجہ میں) سلام علیک۔

مرزا قادیانی: وعلیکم السلام۔ مزاج شریف۔ جناب کا اسم مبارک۔

نو وارد: میرا نام محمد اسماعیل ہے، میں اسی جگہ رہتا ہوں۔ آپکی تالیفات دیکھ کر مدت سے ملازمت سامی کا مشتاق تھا۔ الحمد للہ کہ تمنائے دلی حاصل ہوئی۔ آپ کی رونق افزائی اس دیار میں نعمت غیر مترقبہ ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ کچھ آپ کے افادات سے مستفید ہوں۔ آپ کسی عام جلسہ میں کچھ مطالب توحید کچھ اسرار رسالت بیان فرماویں۔

مرزا قادیانی: بسر و چشم۔ میرا کام ہی کیا ہے؟ میرا فرض منصبی یہی ہے۔ اور اس عاجز نے اپنی جان و مال کو اس راہ میں وقف کیا ہوا ہے۔

(مولوی صاحب اس گفتگو کے بعد مرزا سے رخصت ہو کر اپنے مسکن واپس آئے۔ جوق در جوق گروہ در گروہ مردمان مرزا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور مولوی صاحب کے پاس جاتے تھے اور بیان کرتے تھے):

۱۔ مرزا ہر ایک ملت اور مذہب کے انسان سے اس کی تمنا اور مرضی کے موافق گفتگو کرتے ہیں

۲۔ اہل بدعت سے اس کی منشاء اور مرضی کے موافق باتیں کرے اس کو خوش کرتے ہیں اہل سنت سے اس کی طبیعت اور خواہش کے موافق گفتگو کرتے ہیں طرفہ معجون مرکب ہیں۔..

(شہر کے گلی کوچہ میں کیا، گھر گھر مشہور اور زبان زد خاص و عام ہو گئے کہ مرزا صاحب جلسہ عام میں وعظ فرمائیں گے۔ غول کے غول غٹ کے غٹ مردماں مولوی صاحب کی مسجد کی طرف جاتے ہیں ایک مجمع کثیر اور جم غفیر مسجد میں اکٹھا ہے۔ مرزا صاحب کا عنایت نامہ بدیں مضمون آیا کہ مجھے آج صبح کی نماز میں خدا نے منع کیا ہے کہ میں بیان نہ کروں مجھ کو اشارہ منع کا ہوا ہے۔ مولوی صاحب اور تمام مشتاقان فیض اور استفادہ کو صدمہ ہوا۔ مرزا صاحب کی دعوت مولوی صاحب کے مکان پر ہوئی۔ سامان دعوت کیا گیا مرزا صاحب شریک جلسہ دعوت ہوئے۔ مرزا کے کچھ انگریزی الہام کا ذکر شروع ہوا)۔

مولوی اسماعیل: الہام کو بحق ملہم اس وجہ سے حجت سمجھا جاتا ہے کہ ملہم واسطہ کا محتاج نہیں ہوتا اور جب ایسی زبان میں الہام ہو جس کو ملہم نہ جانتا ہو تو لامحالہ ایسی زبان سے مراد الٰہی سمجھے کیلئے محتاج واسطہ کا ہوگا۔ اس تقدیر پر ملہم اور غیر ملہم برابر ہو جاوے گا۔ اور احتیاج واسطہ میں یہ مشکل محتمل ہے کہ بعض اوقات اگر واسطہ غیر معتبر ہو، یا مخالف معاند ہو اور الہام کی مراد کو بالکل خلاف منشاء ربانی سمجھا وے، تو اس صورت میں بجائے ہدایت کے الہام اسباب ضلالت میں سے ہو جاوے گا۔ بس اول تو پہلے ہی اطمینان نہیں کہ الہام ربانی اور وسوسہ شیطانی میں آسانی سے فرق ممکن ہو اور جب یہ احتمال پیش آ گیا اور ملہم خود مراد الٰہی سمجھنے سے محروم ہو گیا تو بالکل ہی الہامات بے کار ہو گئے

مرزا قادیانی: بعض عوام الناس کو خواب میں دوسری زبان کی دعائیں تلقین کی جاتی ہیں جس کے معنی وہ نہیں جانتے۔

(مولوی صاحب متحیر ہو کر ساکت ہو گئے اور سلسلہ گفتگو ختم ہوا اور کہا یہ جواب بھی الہام سے کم نہیں)۔

(جمعہ کا دن آیا اور جمعہ کی نماز کے واسطے مسلمان مسجد میں جمع ہوئے مولوی صاحب نے مرزا صاحب سے تواضع امامت کی نہ کی۔ مرزا سخت پیچ و تاب میں تھے غالباً اسی غیظ وغضب میں نماز ادا فرمائی جو در حقیقت ادا نہ ہوئی جسکو مرزا صاحب نے خود ہی لکھا ہے، ہماری نماز نہ ہوئی۔

نماز کے بعد مولوی صاحب کے مکان پر آئے تو اس وقت اتفاق سے محمد عبدالعلی خان رئیس چھتاری بھی موجود تھے مرزا صاحب سے ملاقات کرائی گئی۔ مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو علیحدہ لے جا کر مضطربانہ لہجہ میں کہا کہ ان کو مجھ سے بیعت کرا دو۔ مولوی صاحب نے کہا خود درخواست کرنا، اور اس عجلت کے ساتھ مصلحت نہیں انشاء

اللہ وہ خود مرید ہو جاویں گے۔ مرزا صاحب مولوی صاحب کو ہارج سمجھ کر رخصت ہوئے۔ اگلے دن مولوی صاحب محمد علی خان صاحب کو ہمراہ لے کر مرزا صاحب کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئے کہ اس وقت مرزا صاحب سے سرسری ملاقات ہوئی تھی اب ملاقات خاص میں کچھ بات چیت تفصیلی ہوگی)

مرزا قادیانی: (رئیس موصوف کو علیحدہ لے جا کر) تم کو خدا کا حکم ہوا ہے کہ مجھ سے بیعت ہو جاؤ۔

رئیس: سبحان اللہ میرے ایسے نصیب کہاں جس کو بیعت کے واسطے خدا کا خاص حکم ہو۔ مگر

مرزا قادیانی: درکار خیر حاجت استخارہ نیست۔ تامل کیا ہے؟ اور اگر مگر کا موقع نہیں۔

رئیس: بیشک اس میں کیا کلام ہے مگر میں کچھ سوچ کر جواب دونگا اور اس بارہ میں گذارش کرونگا۔

(یہ کہہ کر ہر دو صاحب باہر آئے۔ مرزا کے چہرہ پر کچھ آثار خفت اور رئیس کے چہرہ پر کچھ آثار تبسم ظاہر تھے۔ مولوی صاحب کو بتایا کہ مرزا صاحب بیعت ہو جانے کو فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب کو نہایت ندامت اس وجہ سے ہوئی کہ اہل اللہ کی خفت اسلام کی تفضیح ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب مرزا سے نہیں ملے اور وقت رخصت جو چندہ پچاس چالیس روپیہ کا مرزا کیلئے اکٹھا ہوا وہ مسلمانوں سے مولوی تفضّل حسین نے اکٹھا کیا مولوی صاحب شریک نہ ہوئے)

ڈاکٹر جمال الدین (مولوی صاحب سے)۔ مرزا صاحب آئے تھے کیا حالات دیکھے۔

مولوی اسماعیل: بھائی دکانداری ہے اور وہ بھی خوبصورتی اور خود داری کے ساتھ نہیں۔ اور سید احمد عرب کا کہنا ہے کہ میں نے دو تین ہفتے قادیان میں رہ کر اس شخص کے مخفی حالات دریافت کئے ہیں یہ شخص رمالانہ پیش گوئیاں بذریعہ آلات نجوم کے نکالا کرتا ہے اسی کا نام الہام رکھ چھوڑا ہے ۔(شفاء للناس۔ص ۷۰۔۷۱)

(۱۸۸۹ء میں مرزا غلام احمد قادیانی، علی گڑھ گئے۔ چونکہ اس وقت ان کی شہرت ایک مناظر اسلام اور اسلامی مصنف کی تھی، مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی اور چند دیگر اصحاب نے آپ کو مسجد میں وعظ کرنے کی درخواست کی، مرزا نے یہ دعوت قبول فرمالی لیکن بعد ازاں مجلس وعظ میں تشریف لے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر وہاں اہل اسلام کو بڑی خفت کا سامنا کرنا پڑا اور مولوی محمد اسماعیل وغیرہ نے اس پر مرزا صاحب کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس واقعہ کو مرزا صاحب نے یوں بیان کیا ہے:

ایک دفعہ مجھے علی گڑھ جانے کا اتفاق ہوا....، مولوی اسماعیل نے، غایت درجہ کی بدگمانی کر کے دروغ گوئی پر حمل کیا۔ چنانچہ ان کی ساری وہ تقریر جس کو ایک جمال الدین نام ان کے دوست نے ان کی اجازت سے تحریر کر کے لوگوں میں پھیلایا، ذیل میں معہ اس کے جواب کے لکھتا ہوں ...

اسماعیل۔ مجھے فقرات الہام پر غور کرنے سے ہرگز یقین نہیں آتا کہ وہ الہام ہیں۔

قادیانی ۔ ان لوگوں کو بھی یقین نہیں آیا تھا جن کے حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

کذّبوا بآیاتنا کذّاباً (النباء ۔ ۲۹)

فرعون کو یقین نہ آیا، یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں کو یقین نہ آیا، ابوجہل اور ابولہب کو یقین نہ آیا۔ مگر ان کو آیا جو دل کے غریب اور نفس کے پاک تھے

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسماعیل: مدعی ہونا کرامات کے خلاف ہے اور یہ کہنا کہ جسکو انکار ہو آ کر دیکھے، یہ دعاوی باطلہ ہیں

قادیانی: یہ باتیں انسان کی طرف سے نہیں بلکہ اسکی طرف سے ہیں جس کو ہر ایک دعوی پہنچتا ہے پھر کون حق پرست ان کو باطل کہہ سکتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ادعا کسی فوق القدرت بات کا کوئی نبی نہیں کر سکتا۔مگر کیا ایسا ادعا بتوسط کسی نبی یا رسول یا محدث کے خدا کی طرف سے بھی جائز نہیں؟

اسماعیل: میں ملاقات کرنے سے بالکل بےعقیدہ ہو گیا ہوں ۔ میری رائے میں جو موحد ان سے ملاقات کرے ان کا معتقد نہ رہیگا۔نماز ان کی اخیر وقت ہوتی ہے جماعت کے پابند نہیں۔

قادیانی: مولوی صاحب کی بےعقیدگی کی تو مجھے پرواہ نہیں... ظاہر ہے کہ یہ عاجز چند روز تک مسافرانہ طور پر علی گڈھ شہر میں ٹھہرا تھا اور جو کچھ مسافروں کیلئے شریعت اسلام نے رخصتیں عطا کی ہیں،ان سے دائمی طور پر انحراف کرنا ایک الحاد کا طریق قرار دیا ہے۔ان سب امور کی رعایت میرے لئے ایک ضروری امر تھا۔سو میں نے وہی کیا، جو کرنا چاہیے تھا اور میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ میں نے اس چند روزہ اقامت کی حالت میں بعض دفعہ مسنون طور پر دو نمازوں کو جمع کر لیا ہے اور کبھی ظہر کے اخیر وقت پر ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو اکٹھی کر کے پڑھا ہے مگر حضرات موحدین تو کبھی کبھی گھر میں بھی نمازوں کو جمع کر کے پڑھ لیتے ہیں اور بلا سفر و مطر پر عمل درآمد رہتا ہے۔ میں اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ میں نے ان چند دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے کا بکلی التزام نہیں کیا۔مگر باوجود اپنی علالت طبع اور سفر کی حالت کے بکلی ترک بھی نہیں کیا۔ چنانچہ مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ ان کے پیچھے بھی جمعہ کی نماز پڑھی تھی جسکے ادا ہو جانے کا اب مجھے شک پڑ گیا ہے ۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ میں ہمیشہ اپنے سفر کے دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے سے کراہت ہی کرتا ہوں ۔مگر معاذ اللہ اس کی وجہ کسل یا استخفاف احکام الٰہی نہیں، بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ہمارے ملک کی اکثر مساجد کا حال نہایت ابتر اور قابل افسوس ہو رہا ہے اگر ان مسجدوں میں جا کر آپ امامت کا ارادہ کیا جائے تو وہ جو امامت کا منصب رکھتے ہیں ازبس ناراض اور نیلے پیلے ہو جاتے ہیں اور اگر ان کا اقتداء کیا جائے تو نماز کے ادا ہو جانے میں مجھے شبہ ہے کیونکہ علانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے امامت کا ایک پیشہ اختیار کر رکھا ہے اور وہ پانچ وقت جا کر نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک دکان ہے کہ ان وقتوں میں جا کر کھولتے ہیں اور

اسی دکان پر ان کا اور انکے عیال کا گذارا ہے..پس یہ امامت نہیں، یہ حرام خوری کا ایک مکروہ طریقہ ہے۔ کیا آپ بھی ایسے نفسانی پیچ میں پھنسے ہوئے نہیں، پھر کیونکر کوئی شخص دیکھ بھال کر اپنا ایمان ضائع کرے۔ مساجد میں منافقین کا جمع ہونا احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کے حالات میں بیان کیا گیا ہے، وہ پیشگوئی انہیں ملّا صاحبوں کے متعلق ہے جو محراب میں کھڑے ہوکر زبان سے قرآن مجید پڑھتے اور دل میں روٹیاں گنتے ہیں اور میں نہیں جانتا کہ ظہر اور عصر یا مغرب اور عشاء کو سفر کی حالت میں جمع کرنا کب سے منع ہوگیا اور کس نے تاخیر کی حرمت کا فتوی دیا۔ فتح اسلام۔ ص ۱۷۔ ۲۶ حاشیہ۔

اس واقعہ کی روایت مولانا عبداللہ شاہجہان پوریؒ نے یوں فرمائی ہے:

مرزا صاحب علی گڈھ آئے تو مولوی اسماعیل بھی خبر پاکر فوراً مرزا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عجیب شوق و ذوق کے ساتھ مرزا سے ملاقات کی۔ مگر مولوی صاحب کی ادراک صحیح نے ہر چند مرزا صاحب کی زیارت میں مضمون اذا رأوا ذکر اللّٰہ کو تلاش کیا مگر ہرگز اس کا نشان نہ پایا۔ زبان فیض ترجمان کو بھی افادہ فیوض ربانی میں قاصر پایا۔ تو مجبور ہوکر مولوی صاحب نے مرزا صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی رونق افروزی اس دیار میں گویا نعمت غیر مترقبہ ہے، ہم لوگ چاہتے ہیں کہ کچھ آپ کے افادات سے مستفید ہوں، آپ کسی عام جلسہ میں کچھ مطالب توحید کچھ اسرار رسالت بیان فرماویں۔ مرزا نے اس کو قبول فرمایا اور قریب تھا کہ اس کی بابت منادی عام کی جائے کہ اسی اثنا میں مرزا صاحب کا عنایت نامہ مولوی صاحب کے پاس آیا۔ مرزا صاحب نے اس میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ مجھے آج صبح کی نماز میں میرے خدا نے منع کیا ہے کہ میں کچھ بیان کروں، مجھ کو اشارہ بمنع کا ہوا ہے۔ اس وقت مولوی صاحب اور تمام مشتاقان فیض واستفادہ کو نہایت صدمہ ہوا۔ اس عرصہ میں جوق جوق مردمان شہر مرزا صاحب کی خدمت میں حصول برکات کے واسطے حاضر ہوئے۔ مگر جو آیا اس نے کہا کہ مرزا صاحب نے اہل بدعت سے ان کے حسب تمنا گفتگو کی اور دوسرے جلسہ میں اہل سنت سے ان کی مرضی کے موافق باتیں کیں، تیسرے جلسہ میں اہل تشیع کو راضی رکھا، چوتھے جلسہ میں کچھ اور ہی فرمایا۔ مولوی صاحب نے اس کو بھی سکوت سے ٹال دیا۔ اس کے بعد یہ مرحلہ پیش آیا کہ مولوی صاحب نے مرزا کی دعوت کی اور جلسہ دعوت میں مرزا کے انگریزی الہامات کا کچھ ذکر آگیا۔ مولوی صاحب نے مرزا سے عرض کیا:

الہام کو بحق ملہم اس وجہ سے حجت سمجھا جاتا ہے کہ ملہم واسطہ کا محتاج نہیں ہوتا اور جب ایسی زبان میں الہام ہو جس کو ملہم نہ جانتا ہو تو لامحالہ ایسی زبان سے مراد الٰہی کے سمجھنے میں ملہم بھی محتاج واسطہ کا ہوگا۔ اس تقدیر پر ملہم اور غیر ملہم دونوں کے حق میں یہ الہام بنظر احتیاج الی الواسطہ برابر ہوجائے گا۔ اور احتیاج واسطہ میں یہ مشکل محتمل ہے کہ بعض اوقات اگر واسطہ غیر معتبر ہو، یا مخالف معاند ہو اور الہام کی مراد بالکل خلاف منشاء ربانی سمجھا وے تو اس

صورت میں بجائے ہدایت کے یہ الہام اسباب ضلالت میں سے ہو جاویگا۔ پس اول تو پہلے ہی یہ اطمینان نہیں کہ الہام ربانی اور وسوسہ شیطانی میں آسانی سے فرق ممکن ہو، اور جب یہ احتمال پیش آ گیا اور ملہم خود ہی مراد الٰہی سمجھنے میں معذور ہو گیا تو بالکل ہی یہ الہامات بے کار ہو گئے۔

یہ خلاصہ اس بات کا ہے جو مرزا صاحب سے جلسہ دعوت میں ہوئی۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے غالباً حالت سکر میں یہ فرمایا کہ بعض عوام الناس کو خواب میں دوسری زبان کی دعائیں تلقین کی جاتی ہیں جس کے معنی وہ نہیں جانتے۔ مولوی صاحب اس جواب سے اور بھی متحیر ہوئے اور اسی پر کلام ختم کیا۔ اور یہ سمجھا کہ یہ جواب بھی کچھ کم الہام سے نہیں ہے۔

اس کے بعد روز جمعہ واقعہ ہوا۔ مولوی صاحب نے مرزا صاحب سے تواضع امامت کی نہیں کی۔ اس کے سبب سے مرزا صاحب کو سخت پیچ و تاب ہوا اور غالباً اسی غیظ و غضب میں مرزا صاحب نے نماز ادا فرمائی جو درحقیقت ادا نہیں ہوئی اور جس کو مرزا صاحب نے خود بھی لکھا ہے کہ ہماری نماز نہیں ہوئی، جسکا اصلی منشا یہ تھا جو بیان کیا گیا۔

نماز کے بعد مرزا صاحب مولوی اسماعیل صاحب کے مکان پر آئے۔ اس وقت اتفاق سے اسی جلسہ میں کنور محمد عبد العلی خاں صاحب رئیس چھتاری بھی موجود تھے۔ مرزا صاحب سے ان کی ملاقات کرائی گئی مگر اس وقت انکو دیکھ کر مرزا صاحب کا تغیر احوال قابل دید تھا، نہ قابل شنید۔ مرزا صاحب فوراً پریشان ہو کر مولوی اسماعیل کو علیحدہ لے گئے اور مضطربانہ فرمایا کہ ان کو مجھ سے بیعت کرادو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ خود درخواست کرنا اور اس عجلت کے ساتھ، کچھ مناسب نہیں ہے۔ ان شاء اللہ تعالی وہ خود مرید ہو جاویں گے۔ مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو حارج مطالب سمجھا اور رخصت ہو گئے۔

مولوی صاحب دوسرے روز کنور محمد عبد العلی خان کو ہمراہ لے کر مرزا صاحب کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئے کہ اس وقت مرزا صاحب سے سرسری ملاقات ہوئی تھی، اب ملاقات خاص میں کچھ بات چیت تفصیلی ہو گی۔ مگر مرزا صاحب پھر فوراً رئیس مذکور کو علیحدہ مکان میں لے گئے اور مولویصاحب سے مخفی ان سے کہا کہ تم کو خدا کا حکم ہے کہ مجھ سے بیعت ہو جاؤ۔ رئیس مذکور نے اس وقت بہ لطائف الحیل اس کو ٹال دیا اور مرزا صاحب اور رئیس مذکور دونوں باہر آئے۔ مولوی صاحب نے مرزا کے چہرہ مبارک پر کچھ آثار تشتت اور رئیس مذکور کے چہرہ پر کچھ آثار تبسم تکذیب آمیز پائے۔ رئیس مذکور نے علیحدہ ہو کر مولوی صاحب سے خفت آمیز ہنسی کے ساتھ کہا کہ مرزا بیعت ہو جانے کو فرماتے تھے۔ مولوی صاحب کو نہایت ندامت اس وجہ سے ہوئی کہ اہل اللہ کی خفت اسلام کی تفضیح ہے۔

اور سنئے، سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا۔ یعنی ڈاکٹر جمال الدین وارد شہر علی گڈھ ہوئے اور مولوی اسماعیل سے ملاقات کی اور مرزا کے حالات دریافت کئے۔ مولوی صاحب نے جو کچھ دیکھا بمقتضائے الدّین

النصیحۃ کے صاف صاف کہہ دیا اور جو سستی نماز اور اتباع سنت میں مشاہدہ کی تھی، اس کا ذکر کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مرزا صاحب جلسہ میں لوگوں کی طرف متوجہ تھے اور عصر کی نماز فوت ہوا چاہتی تھی کہ ان کے خادم نے کہا نماز پڑھ لیجئے وقت جاتا ہے۔ مرزا نے فرمایا کہ کیا ابھی نماز نہیں پڑھی؟ اس نے کہا نہیں پڑھی۔ تو مرزا نے اٹھ کر بہت تنگ وقت میں نماز ادا کی جو نمونہ نقرۃ الغراب تھی۔ کیا یہ بھی رخصت سفر میں داخل تھا؟ غرض کہ یہ سب باتیں مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے بیان کر دیں۔

اور مرزا صاحب کے الہامات کا حال مولوی صاحب سے ایک ثقہ شخص مولوی سید احمد عرب نے بیان کیا تھا کہ میں نے دو مہینے قادیان میں رہ کر اس شخص کے مخفی حالات دریافت کئے ہیں۔ یہ شخص رمال اور رمالانہ پیش گوئیاں بذریعہ آلات نجوم کے نکالا کرتا ہے، اسی کا نام الہام رکھ لیا ہے۔ یہ شخص پرہیز کے لائق ہے۔ یہ بھی مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیا ڈاکٹر صاحب نے واپس ہو کر یہ قصہ اور بندگان الٰہی سے بیان کیا۔ جب مرزا صاحب کو اس کا پتہ لگا تو مولوی صاحب اول کافر ٹھہرے۔ منقول از شفاء للناس۔ بہاء)

قادیانی اور لیکھرام

مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں سراج منیر کی اشاعت کی بشارت اور کچھ پیش گوئیوں کا ذکر وغیرہ درج تھا۔

(اشتہار یوں ہے: رسالہ سراج منیر مشتمل بر نشانہائے رب قدیر: یہ رسالہ اس احقر مولف براہین احمدیہ نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہے کہ تا منکرین حقیت اسلام و مکذبین رسالت حضرت خیر الانام ﷺ کی آنکھوں کے آگے ایک ایسا چمکتا ہوا چراغ رکھا جائے جس کی ہر ایک سمت سے گوہر آبدار کی طرح روشنی نکل رہی ہے اور بڑی بڑی پیشگوئیوں پر جو ہنوز وقوع میں نہیں آئیں، مشتمل ہے۔ چنانچہ خود خداوند کریم جل شانہ عز اسمہ نے جس کو پوشیدہ بھیدوں کی خبر ہے، اس ناکارہ کو بعض اسرار مخفیہ و اخبار غیبیہ پر مطلع کر کے بار عظیم سے سبکدوش فرمایا۔ حقیقت میں اسی کا فضل ہے اور اسی کا کام جس نے چار طرفہ کشاکش مخالفوں و موافقوں سے اس ناچیز کو مخلصی بخشی: قصہ کوتاہ کرد ورنہ دردسر بسیار بود

اب یہ رسالہ قریب الاختتام ہے اور انشاء اللہ القدیر صرف چند ہفتوں کا کام باقی ہے۔ اور اس رسالہ میں تین قسم کی پیش گوئیاں ہیں۔ اول وہ پیش گوئیاں جو خود اس احقر کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی جو کچھ راحت یا رنج یا حیات و وفات اس ناچیز سے متعلق ہے یا جو کچھ تفضلات یا انعامات الٰہیہ کا وعدہ اس ناچیز کو دیا گیا ہے وہ ان پیش گوئیوں میں

مندرج ہے۔ دوسری وہ پیش گوئیاں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک شخص یا بنی نوع سے متعلق ہیں۔ اور ان میں سے ابھی کچھ کام باقی ہے۔ اور اگر خدا نے چاہا تو وہ بقیہ بھی طے ہو جائے گا۔ تیسری وہ پیش گوئیاں جو مذہب غیر کے پیشواؤں یا واعظوں یا ممبران سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اس قسم میں ہم نے صرف بطور نمونہ چند آدمی آریہ صاحبوں اور چند قادیان کے ہندوؤں کو لیا ہے جن کی نسبت مختلف قسم کی پیشگوئیاں ہیں کیونکہ انہیں میں آج کل نئی نئی تیزی اور انکار اشد پایا جاتا ہے اور ہمیں اس تقریب پر یہ بھی خیال ہے کہ خداوند کریم ہماری محسن گورنمنٹ انگلشیہ کو جسکے احسانات سے ہم کو بہ تمام تر فراغت و آزادی گوشہ خلوت میسر و کنج امن و آسائش حاصل ہے ظالموں کے ہاتھ سے اپنی حفظ و حمایت میں رکھے اور روس منحوس کو اپنی سرگردانیوں میں محبوس و معکوس و مبتلا کر کے ہماری گورنمنٹ کو فتح و نصرت نصیب کرے۔ تاہم وہ بشارتیں بھی، اگر مل جائیں، اس عمدہ موقعہ پر درج رسالہ کر دیں۔ انشاءاللہ اور چونکہ پیش گوئیاں کوئی اختیاری بات نہیں ہے، تاہمیشہ اور ہر حال میں خوش خبری پر دلالت کریں۔ اس لئے ہم بانکسار تمام اپنے موافقین ومخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیش گوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع، جیسے خبر موت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت، پاویں، تو اس بندہ ناچیز کو معذور تصور فرماویں۔ بالخصوص وہ صاحب جو بباعث مخالفت و مغائرت مذہب اور بوجہ نامحرم اسرار ہونے کے حسن ظن کی طرف بمشکل رجوع کر سکتے ہیں جیسے منشی اندرمن صاحب مرادآبادی و پنڈت لیکھ رام صاحب پشاوری وغیرہ جن کی قضا و قدر کے متعلق غالباً اس رسالے میں بقید وقت و تاریخ کچھ تحریر ہو گا۔ ان صاحبوں کی خدمت میں دلی صدق سے ہم گذارش کرتے ہیں کہ ہمیں فی الحقیقت کسی کی بدخواہی دل میں نہیں۔ بلکہ ہمارا خداوند کریم خوب جانتا ہے کہ ہم سب کی بھلائی چاہتے ہیں اور بدی کی جگہ نیکی کرنے کو مستعد ہیں، اور بنی نوع کی ہمدردی سے ہمارا سینہ منور و معمور ہے، اور سب کے لئے ہم راحت و عافیت کے خواستگار ہیں۔ لیکن جو بات کسی موافق یا مخالف کی نسبت یا خود ہماری نسبت کچھ رنج دہ ہو، تو ہم اس میں بکلی مجبور و معذور ہیں۔ ہاں ایسی بات کے دروغ نکلنے کے بعد جو کسی دل کے دکھنے کا موجب ٹھہرے، ہم سخت لعن وطعن کے لائق، بلکہ سزا کے مستوجب ٹھہریں گے۔ ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں اور عالم الغیب کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ سراسر نیک نیتی سے بھرا ہوا ہے اور ہمیں کسی فرد بشر سے عداوت نہیں... ہم پر خود اپنی نسبت اپنے بعض جدی اقارب کی نسبت اپنے بعض دوستوں کی نسبت اور بعض اپنے فلاسفر قومی بھائیوں کی نسبت کہ گویا نجم الہند ہیں اور ایک دیسی امیر نو وارد پنجابی الاصل کی نسبت بعض متوحش خبریں جو کسی کے ابتلاء اور کسی کی موت وفوت اعزہ اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہیں جو انشاء اللہ بعد تصفیہ لکھی جائینگی من جانب اللہ منکشف ہوئی ہیں.... اور ہر ایک کیلئے ہم دعا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر تقدیر معلق ہو تو دعاؤں سے بفضلہ ٹل سکتی ہے، اسی لئے رجوع کرنیوالے مصیبتوں کے وقت مقبولوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور شوخیوں اور بے راہیوں سے باز آ جاتے ہیں۔ بایں ہمہ اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی

شاق گذرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شائع ہو ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں، اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی اور موجب دل آزاری سمجھ کر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جاوے اور کسی کو اس کے وقت ظہور سے خبر نہ دی جائے ...ان ہر سہ قسم کی پیشگوئیوں میں سے جو رسالے میں بہ بسط تمام درج ہوں گی پہلی پیش گوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے آج ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں برعایت ایجاز و اختصار کلمات الہیہ نمونے کے طور پر لکھی جاتی ہے.. پہلی پیش گوئی۔ بالہام ..خدائے رحیم ..نے ..مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو، جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے، تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام ... خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو...میں تیرے ساتھ ہوں۔ تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام، لڑکا، تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل سے ہوگا خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے.. وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا..وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے)... مظهر الاول و الآخر۔ مظهر الحق و العلاء كأنّ اللّه نزل من السّماء..نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔...پھر خدا نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائیگا تیری بہت نسل ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دونگا مگر بعض ان میں کم عمری میں فوت ہوں گے ..اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے ..خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کریگا اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا.. میں تجھے اٹھاؤنگا .اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپئے اور تیرے نابود کرنیکے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی

میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے ..قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں ..راقم خاکسار غلام احمد مولف براہین احمدیہ۔ ہوشیار۔ طویلہ شیخ مہر علی رئیس۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ۔مجموعہ اشتہارات۔ ج اص ۹۷۔ ۱۰۳ مختصراً۔ بہاء)

اس اشتہار کا جواب پنڈت لیکھ رام نے تکذیب براہین احمدیہ میں درج کیا ہے، وہ ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ مرزا سے مراد اشتہار مرزا صاحب قادیانی، اور پنڈت سے مراد جواب مرزا پنڈت لیکھ رام ہے۔

مرزا: یہ رسالہ سراج منیر اس احقر نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہے کہ منکرین حقیت اسلام اور مکذبین خیر الانام کی آنکھوں کے آگے چمکتا ہوا چراغ رکھا جاوے۔

پنڈت: براہین احمقیہ کے چھ سو صفحہ بھی اسی غرض سے سیاہ ہوئے تھے۔ اسکے سارے بناوٹی الہام اور تین سو ساٹھ دلائل براہین احمقیہ کا لشکر لے کر خدا کا آنا، اور قطب کی طرح اس کا غیر متزلزل ہونا وغیرہ ثبوت رائیگاں گئے اور سب نکمے ہو گئے۔ اب سراج بے نور سے کیا اندھیرا چھائے گا۔ یہ تو صدیقوں کی صرصر حملہ سے ایک دم میں گل ہو جائے گا۔

مرزا: اور بڑی بڑی پیش گوئیوں پر جو ہنوز وقوع میں نہیں آئیں، مشتمل ہے۔

پنڈت: آج تک جتنی پیش گوئیاں درج براہین احمدیہ ہوئی تھیں ان میں کیا خاک اڑی جو آئندہ اڑے گی۔ نہ کسی کا نام ونشان۔ ایک ہندو اور ایک آریہ اور چند مسلمان، مجہول عبارتیں، الف لیلی اور بدر منیر کی حکایتیں، جھوٹے قصے فضول افسانے۔ تمام کتاب خود ثنائی سے مملو۔ خدا نے مجھے عیسی بنایا، میں نے موسی کے ساتھ کھانا کھایا۔ محمد (ﷺ) حضرت علی حضرت فاطمہ اور حسنین میرے مکان پر آئے اور حضرت فاطمہ نے میرا سر اپنے زانو پر رکھا۔ اور سب اولیاؤں سے میں برتر ہوں۔ فلاں جگہ سے میرے پاس دس روپئے آئے۔ فلاں شخص کا میں نے تپ دق کھویا۔ یہ کیا اور وہ کیا۔ اصل میں دیکھو تو نہ کسی کا سر، نہ پاؤں۔ طبع زاد قصہ اور ابلہ فریب باتیں اور قادیانی دھوکہ۔

مرزا: خدا نے اس ناکارہ کو اپنے بعض اسرار مخفیہ وغیرہ پر مطلع کر کے بار عظیم سے سبکدوش فرمایا ہے

پنڈت: بھلا قرین قیاس ہے کہ ناکارہ آدمی کو خدا نے اپنے مخفی اسرار بتا دیئے، اور وہ اسرار یہ ہوں

کہ مرزا کے پاس فلاں جگہ سے دس روپیہ آوینگے، اور مرزا کے ہاں بیٹا ہوگا، اور مرزا کا فلاں دوست امتحان میں پاس ہوگا، اور فلاں ماخوذ۔ بھلا قادیانی کی سبک دوشی کیونکر ہوئی جب کہ اعتراضات کا بھاری بوجھ اس کی گردن پر ہے، جس سے قیامت تک نجات، وہم و قیاس سے افزوں تر ہے۔

مرزا: حقیقت میں اسی کا فضل ہے جس نے چارطرفہ کشاکش اور مخالفوں و موافقوں سے اس ناچیز کو مخلصی بخشی۔

پنڈت: اس کا نام فضل نہیں بلکہ قہر ہے کہ آپ کی ضلالت اور بطالت کا باعث، اور مخالفین سے مخلصی نہیں بلکہ شکنجہ عذاب میں گرفتاری ہے، آپ کے حق میں موجب نہایت گریہ وزاری ہے۔

مرزا: اب یہ رسالہ قریب الاختتام ہے اور انشاء اللہ صرف چند ہفتوں کا کام ہے۔

پنڈت: ہم کو یہ الہام ہوتے ہیں کہ چند جھوٹے قصوں کا اس میں انصرام ہوا ہے، جس کا آغاز ہے نہ انجام ہے، بلکہ از اول تا آخر مجموعہ خیال ہے۔

مرزا: اس رسالہ میں تین قسم کی پیشگوئیاں ہوں گی۔ اول وہ پیشگوئیاں کہ جو خود اس احقر کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں.. دوسری وہ پیشگوئیاں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی شخص یا بنی نوع سے متعلق ہیں.. اور تیسری وہ پیشگوئیاں جو مذہب غیر کے پیشواؤں یا واعظوں یا ممبران سے تعلق رکھتی ہیں۔

پنڈت: فریب ہے، نہ کچھ رنج کا ذکر ہوگا، نہ راحت کا، نہ حیات کا، نہ وفات کا، اپنے معاونوں کی توصیف جابجا ہوگی۔ انشاء اللہ ہنگام طبع یہ سب حقیقت کھل جاویگی جیسے براہین احمقیہ سے ظاہر ہے اور اس کے مطالعہ الہامات سے باہر۔

مرزا: ہم نے صرف بطور نمونہ چند آدمی آریہ صاحبوں اور چند قادیان کے ہندوؤں کو لیا ہے جن کی نسبت مختلف قسم کی پیش گوئیاں ہیں۔

پنڈت: چند نامی آریہ صاحبان وہ ہونگے جنھوں نے مرزا کا مکروفریب جو بذریعہ اشتہارات شائع کیا گیا ہے اور قادیان کے ہندو وہ دس سا ہوکار فرضی معاہدہ کرنے والے ہوں گے جنھوں نے علیحدہ اشتہار چھپوا دیا تھا کہ نہ ہم نے وعدہ ایک سال تک کا کیا، نہ ہم اس کے الہام کو راست مانتے ہیں یہ سب مرزا کی جعل سازی ہے، خود ہی مسودہ بنایا ہے خود ہی نام لکھ دیا خود ہی چھپوایا۔ اگر اپنی ذات کو لیتے تو بہتر تھا کیونکہ جگ بیتی سے آپ بیتی کا قصہ معتبر ہوگا۔

مرزا: اس تقریب پر یہ بھی خیال ہے کہ خداوند کریم ہماری محسن گورنمنٹ انگلشیہ کو جسکے احسانات سے ہم کو یہ تمام تر فراغت و آزادی گوشہ خلوت میسر و کنج امن و آسائش حاصل ہے ظالموں کے

ہاتھ سے اپنی حفظ وحمایت میں رکھے اور روس منحوس کومحبوس ومعکوس ومبتلا کر کے ہماری گورنمنٹ کو فتح نصیب کرے تا ہم وہ بشارتیں بھی (اگرمل جائیں) اس عمدہ موقع پر درج رسالہ کردیں انشاء اللہ

پنڈت: اس الہام میں مرزا صاحب شاید انگریزوں کی فتح اور روس کی شکست بتا چکا، تا کہ انگریز خوش ہوکر اسے ثانی عیسی مانیں۔مگر یہ خیال خام ہے، دانایان فرنگ اس کے فریبوں کوخوب جانتے ہیں اور شعبدوں سے بخوبی واقف ہیں۔اگر مرزا کو الہام کا دعوی ہے تو جنگ روس اور انگلش کا مفصل حال لکھئے کہ فلاں مقام اور سنہ میں لڑائی ہوگی اور فلاں فلاں مشہور اشخاص کام آویں گے اور فلاں گروہ مظفر اور منصور ہوگا، وغیرہ، مفصل حال لکھ کر دوسری براہین احمقیہ چھپوائیں تا کہ الہام کی حقیقت روشن ہو جائے ورنہ ایک نجومی کا قصہ شاہد حال ہوگا:

> بادشاہ نے ایک نجومی سے پوچھا کہ یہ غنیم جو ہم پر چڑھ آیا ہے، اس جنگ میں جس کی فتح ہوگی اس کا نام بتلاؤ۔نجومی نے کہا کہ آپ کو فتح ہوگی اور غنیم کوشکست ۔ بادشاہ نے کہا اچھا لکھ دو۔ نجومی نے کہا، بہت بہتر یہ لیجئے۔اور فوراً لکھ دیا۔جب گھر واپس آیا تو گھر والی نے اس کو تنگ کیا کہ یہ تو نے کیا کیا، جو لکھ دیا۔لکھ دینا مناسب نہ تھا۔غیب کی بات ہے خبر نہیں کیا ہو؟ نجومی نے کہا میں نے جو کچھ کیا ہے سوچ کر کیا ہے۔اگر شکست ہوئی تو ہم سے کون پوچھے گا، اور فتح ہوئی تو پانچوں گھی میں ہیں۔

قادیانی نے یہی سمجھا ہوگا کہ اگر انگریز کی فتح ہوئی تو ہم ملہم بن جائینگے ورنہ خدانخواستہ غدر میں کون پوچھے گا۔ اور اسکے خیال میں جنگ کا بھی ابھی اسکی زندگی میں ہونا ہی غیر ممکن ہے

مرزا: چونکہ پیشگوئیاں کوئی اختیاری بات نہیں ہے، تاہمیشہ خوش خبری پر دلالت کریں۔

پنڈت: شائد خوش خبری آپکے مخالفوں کیلئے اختیاری نہیں اور اپنی ذات اور معاونین کیلئے درم خریدہ معلوم ہوتی ہیں، اور اپنی ذات خاص اور معاونین کی نسبت کوئی نحوست بدبختی حیات اور ممات کا الہام نہیں دیکھا۔(تمہارے) خدا کا بھی یہ خوب (طریقہ ہے) کہ یکطرفہ خبریں دیا کرتا ہے۔

مرزا: اسلئے ہم بانکسار تمام موافقین ومخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیشگوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع (جیسے خبر موت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت) پاویں تو ناچیز کو معذور تصور فرماویں

پنڈت: عجز وانکسار کا کیا موقع ہے؟ عقلاء موت کی خبر سے ناراض نہیں ہوتے بلکہ احسان مانتے ہیں، مگر مکاروں سے ضرور نفرت کرتے ہیں۔آپ کی حیات ووفات کا حال اگر درج رسالہ کریں تو چشم وا کر کے پہلے اپنی اور اپنی اولاد اور تمام کنبہ کو بھی اس خبر میں شامل کرلیں تا کہ درست سمجھی

جاوے اور اگر صرف مخالفوں کی ہی نسبت دریدہ دہنی کی تو پھر ہمارے حملہ بھی آپ جانتے ہیں قبر تک بھی پیچھا چھوٹنا مشکل ہوگا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر پیش گوئی مطابق نہ پڑی تو پھر بھی شرماؤ گے۔ ہاں پیشگوئی تو اس کا نام ہے کہ آپ کی پیش گوئی لغو ہوگی اور اس کی بلا آپ کے سر پڑے گی۔

مرزا: جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی اور پنڈت لیکھ رام پشاوری وغیرہ جن کی قضا وقدر کے متعلق غالباً اس رسالے میں بقید وقت اور تاریخ کچھ تحریر ہوگا۔

پنڈت: بس حضرت، منشی اندرمن سے تو مباحثہ کر چکے، اب بھٹیاریوں کی طرح دست وگریبان ہو جانے پر آمادہ ہو جاؤ گے اور دشنام دہی اور بد اندیشی پر۔ اور اگر آپ کو مخالفین کے بارے میں خبر ہوتی ہے تو اہل اسلام میں ملا عبدالرحمٰن قصوری اور لودھیانہ دیو بند کے علماء جنہوں نے آپ کے حق میں کفر کا فتوی لگایا، آپ کی پیش گوئی حیات وممات سے محروم رہے۔ یہ آپ کی پبلک کو صاف دھوکہ دہی ہے، آپ میں یہ قدرت ہرگز نہیں کہ کسی کے بارے میں صریح خبر بقید تاریخ و وقت لکھ سکیں۔ محض طول اور فضول پیچ دار باتیں لکھنا آپ کا شیوہ ہے جیسا کہ براہین احمدیہ میں پر کر رکھی ہیں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ انشاء اللہ وقت شیوع رسالہ مذکورہ بالا ناظرین خود دیکھ لیں گے۔ یہی الہام ہے۔ بجائے پنڈت لیکھ رام، لیکھ رام لکھ دیا، اب خدا پنڈت لیکھ رام صاحب کی نسبت متحیر ہوا۔ جب وہ چھ ماہ قادیان میں رہ کر آپکے الہام دیکھنے کے مدعی رہے اور طرح طرح کے اشتہارات چھپواتے رہے، اس وقت کچھ نہ بن آیا اور زک اٹھاتے رہے۔

مرزا: ان صاحبوں کی خدمت میں دلی صدق سے ہم گذارش کرتے ہیں کہ ہمیں فی الحقیقت کسی کی بدخواہی دل میں نہیں بلکہ ہمارا خداوند کریم خوب جانتا ہے ہم سب کی بھلائی چاہتے ہیں۔

پنڈت: آپ میں نیکی کرنے کا مادہ ہی نہیں۔ خدا خوب جانتا ہے کہ آپ جیسا کوئی بدخواہ نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کی خیر خواہی اور بدخواہی کا بول صرف پانچ سات روپئہ ہے جس نے کچھ دے دیا اس کے خیر خواہ ہیں ورنہ بدخواہی میں کچھ کلام نہیں۔

مرزا: اور بدی کی جگہ نیکی کرنے کو مستعد ہیں۔

پنڈت: آپ میں نیکی کرنے کا مادہ بھی نہیں۔ آپ کی نیکی الم نشرح ہے۔ جن مسلمانوں نے کچھ نہ دیا ان کو براہین احمقیہ میں لکھا وہ جیتے جی ہی مرجائیں گے، اور جس نواب صاحب نے آپ کی کتاب نہ خریدی ان کی کیسی اہانت کی۔ مرزا امام الدین اپنے چچازاد بھائی کی تو بجائے مشکوری کے دشمن جانی بن گئے کہ انہوں نے آپ کو اس مکر وتزویر سے منع کیا تھا۔

مرزا: اور بنی نوع انسان کی ہم دردی سے ہمارا سینہ منور و معمور ہے۔

پنڈت: سچ ! دروغ گو را حافظہ نباشد۔ یہی ہمدردی ہے کہ بنی نوع انسان تو ایک طرف، خاص اپنے جدی بھائیوں کی نسبت اپنے اشتہار کے اخیری صفحہ کی تیسری سطر میں لکھتے ہیں کہ میرے جدی بھائیوں کی جڑ کٹ جائے گی، اور وہ لا ولد رہ کر ختم ہو جائیں گے، اور خدا ان پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے، اور ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے، اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ اور اپنی نسبت لکھا ہے کہ میری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیلے گی اور گھر برکتوں سے بھر جائیں گے۔ میری اولاد منقطع نہ ہوگی اور آخری دنوں تک رہے گی، وغیرہ۔

ناظرین غور کریں کہ بنی نوع کی ہم دردی ہے یا خود ستائی و بے دردی۔ ہمدردی تو اس کا نام تھا جیسا کہ مرزا صاحب نے اپنی نسبت لکھا ہے نہ اس کے برعکس اپنوں کی جڑ کا ٹنا اور لا ولد رہنا اور موت بلا ہونا اور ان کا گھر بیواؤں سے بھرنا۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام کہ با دوستانت خلاف است جنگ

مرزا: لیکن جو بات کسی موافق یا مخالف کی نسبت یا خود ہماری نسبت کچھ رنج دہ ہو تو ہم اس میں بکلی مجبور و معذور ہیں۔

پنڈت: ہاں اگر اپنی ذات عیال اطفال موافقین اور مخالفین کی کوئی خبر یکساں لکھے تو بیشک باعث مجبوری ہے، ورنہ قطعی مکر و فریب مفہوم ہوگا۔ اور عام و خاص کی رائے میں مکر قادیانی معلوم ہوگا۔

مرزا: ہاں ایسی بات کے دروغ نکلنے کے بعد جو کسی کے دل دکھنے کا موجب ٹھہرے تو ہم سخت لعن طعن کے لائق بلکہ سزا کے مستوجب ٹھہریں گے۔

پنڈت: لعن طعن سے آپ کو کیا ڈر ہے، بلکہ باعث کر و فر ہے۔ آپ کے معاونین کہا کرتے ہیں کہ لعن طعن سے ترقی مناسب ہوتی ہے ...اگر بصورت مختلف ہاتھ و زبان کٹوائے جانیکی شرط ہوتی تو بے شک دوسروں کیلئے عبرت ہوتی۔

مرزا: ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں ....کہ ہمارا سینہ سراسر نیک نیتی سے بھرا ہوا ہے۔

پنڈت: آپ کی قسم کا کیا اعتبار ہے؟ جس افقط دو چار روپیہ پر مدار ہے۔ نیک نیتی یہی ہے کہ جدی بھائیوں کی جڑ کاٹتے ہو، اپنی نسل پھیلاتے ہو۔ ایک روپیہ کی کتاب کے سوسو پچاس پچاس لیتے ہو۔ لوگوں کی طرف سے جھوٹے دستخط کر کے جھوٹے خط چھپواتے ہو۔ بیواؤں کے چھلے مرکیاں تک

اتر واتے ہو۔ کتاب چھپوانے کیلئے لوگوں سے روپیہ لئے اور عیش وعشرت میں اڑا دیئے۔ لوگوں کو زکوۃ نکالنے حج کرنے اور مسجد بنانے سے مانع آتے ہو، اور جو آپ سے ملنے آتا ہے اس سے پانچ چار لئے بغیر بات نہیں کرتے۔ اور یہی نیک نیتی ہے کہ مخالفین کا مرنا چاہتے ہو، اور یہی نیک نیتی ہے کہ منشی اندرمن مراد آبادی کو رجسٹری شدہ اشتہارات بھیج کر مباحثہ کرنے اور الہام دکھانے کے لئے تین سوکوس سے بلوایا، حسب وعدہ روپیہ دینا پڑا تو فوراً بھاگ گئے اور اپنا عجز چھپوا دیا۔ جب منشی اندرمن وطن تشریف لیگئے تو پھر جھوٹے اشتہارات کا جاری کرنا شروع کر دیا۔ اور کہتے ہو جو مسلمان میرے قدموں پر چلے گا اسکی نجات ہوگی اوروں کی نہیں۔ اور اپنے تئیں سب اولیاؤں سے بزرگ تر بتلاتے ہو۔ الحق کہ آپ کی نیک نیتی کہاں تک لکھی جائے کہ ناحق ناظرین مطالعہ سے کلفت اٹھائینگے، آپکے الہامات اور کتابات کچھ معمہ نہیں کہ دقت ہو: ایں جبہ وعصا را من خوب مے شناسم

مرزا: ہم پر خود اپنی نسبت، اپنے بعض جدی اقارب کی نسبت، اپنے بعض دوستوں کی نسبت، اور بعض اپنے فلاسفر قومی بھائیوں کی نسبت کہ گویا نجم الہند ہیں، اور ایک دیسی امیر نو وارد پنجابی الاصل کی نسبت، بعض متوحش خبریں جو کسی کے ابتلاء اور کسی کی موت وفوت اعزہ اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہیں جو انشاء اللہ بعد تصفیہ لکھی جائیں گی منجانب اللہ منکشف ہوئی ہیں۔

پنڈت: مرزا صاحب آج تک تو آپ کو اپنی نسبت کوئی خبر متوحش نہ ملی۔ خدا کو بھی جرأت نہیں کہ آپ کی نسبت بری خبر بھیجے، خوف کے مارے تمام خبریں فرح بخش ونشاط افزا بھیجتا ہے۔ بعض جدی اقارب مرزا امام الدین وغیرہ آپکے چچازاد بھائی ہیں جو آپ کا مکر ظاہر کرتے ہیں۔ دوستوں سے مراد قادیان کے دس ساہوکار ہوں گے جنہوں نے آپ کا بطلان کیا تھا۔ اور فلاسفر قومی بھائیوں کی عبارت ابوعبدالرحمٰن صاحب قصوری اور دیوبند اور لودیانہ کے بعض علماء سے ہوگی جنہوں نے کفر کا فتوی آپ کے حق میں دیا، اور دیسی امیر نو وارد سے کوئی ایسا ہی روشن ضمیر ہوگا جس پر آپ کی حقیقت کھلی ہوگی، اور جب منجانب اللہ آپ کی نسبت متوحش خبری منکشف ہو چکی ہیں تو تصفیہ کس سے ہوگا منصف کون بنے گا؟ محقق ہوں تو آپ جیسے ہوں جو اللہ کی خبروں میں بھی مشکک ہیں۔

مرزا: اور ہر ایک کیلئے ہم دعا کرتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر تقدیر معلق ہو، تو دعاؤں سے بفضلہٖ تعالی ٹل سکتی ہے۔ اسی لئے رجوع کرنے والے مصیبتوں کے وقت مقبولوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (جون ۱۹۰۴ء میں گورداسپور میں مرزا صاحب نے فرمایا: دعا کا اثر مثل نر و مادہ کے ہوتا ہے کہ جب وہ شرط پوری ہو اور وقت مناسب مل جائے اور کوئی نقص نہ ہو تو ہر ایک امر ٹل جاتا ہے اور جب تقدیر مبرم ہو تو پھر ایسے

اسباب دعا کی قبولیت کے بہم نہیں پہنچتے۔طبیعت تو دعا کو چاہتی ہے مگر توجہ کامل میسر نہیں آتی اور دل میں گداز نہیں پیدا ہوتا۔نماز سجدہ وغیرہ جو کچھ کرتا ہے اس میں بدمزگی پاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام بخیر نہیں اور تقدیر مبرم ہے اس مقام پر ایک مرید نے عرض کیا کہ جب نواب محمد علی خان کا صاحبزادہ سخت بیمار ہوا تھا تو جناب کو اس قسم کا الہام ہوا کہ تقدیر مبرم ہے اور موت مقدر ہے،لیکن پھر حضور،مرزا، کی شفاعت سے وہ تقدیر مبرم ٹل گئی۔

آپ،مرزا، نے فرمایا کہ سید عبدالقادر جیلانی بھی لکھتے ہیں کہ بعض وقت میری دعا سے تقدیر مبرم ٹل گئی ہے۔اس پر شارح شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اعتراض کیا ہے کہ تقدیر مبرم تو ٹل نہیں سکتی پھر اس کے کیا معنی ہوئے؟ آخر خود ہی جواب دیا ہے کہ تقدیر مبرم کی دو اقسام ہیں ایک مبرم غیر حقیقی ایک مبرم حقیقی ہے۔ جو مبرم حقیقی ہے وہ تو کسی صورت نہیں ٹل سکتی جیسے کہ انسان پر موت آنی ہے،اب اگر کوئی چاہے کہ اس پر موت نہ آوے اور یہ قیامت تک زندہ رہے تو یہ نہیں ٹل سکتی۔دوسری غیر حقیقی وہ ہے جس میں مشکلات اور مصائب انتہائی درجہ تک پہنچ چکے ہوں اور قریب نہ ٹلنے کے نظر آویں اسکا نام مجازی طور پر مبرم رکھا گیا ہے ورنہ حقیقی مبرم تو ایسی ہے کہ اگر کل انبیاء بھی مل کر دعا کریں کہ وہ ٹل جائے تو وہ ہرگز نہیں ٹل سکتی۔الحکم ۳۱ جولائی ۱۰۔اگست ۱۹۰۴ء ص ۱۰،بہاء)

پنڈت: آپ تو مقبولوں کے سرغنہ ہیں....ہم چند اشخاص کے نام لکھتے ہیں،انکی مراد پوری کیجئے:
نواب صاحب کوٹلہ کو تھوڑے عرصہ سے خلل دماغی ہے۔نواب رام پور کو پتھری وغیرہ کا بڑا مرض ہے۔صدیق حسن خان بھوپال والے معزول ہیں۔ اور ان کی نسبت جو جو مقدمات دائر ہیں ان سے نہایت ملول ہیں(۱۸۸۰ء کے عشرے میں بعض الزامات کی بنا پر نواب سید صدیق حسن کو معزول کر دیا گیا تھا الزامات اور صفائی سے متعلق اخبار کوہ نور لاہور اور ماہنامہ اشاعۃ السنہ لاہور میں شائع ہونے والی دو تحریروں کی تلخیص نقل کی جارہی ہے جس سے الزامات اور ان کی حقیقت کسی حد تک واضح ہو جاتی ہے۔قارئین متفرقات کا سیکشن میں ملاحظہ فرمائیں۔بہاء)...ایک ریاست کے ایک معزز اہل کار مشتاق ہیں کہ ممبر کونسل ہو جاویں،دعا کا لٹکا دکھایئے،تاکہ خزانہ ریاست سے آپ کی خود مدد کریں اور لوگوں کو دو دو چار روپیہ کی تکلیف نہ دیں۔اور ایک ناظم ریاست پٹیالہ کی آنکھیں آپ کے مطیع ایک ڈاکٹر کے ہاتھ سے معالجہ میں جاتی رہی ہیں،ڈاکٹر صاحب پر احسان کیجئے۔ آپ نے ان سے نمبر وار ایک سال کا وعدہ بھی کیا تھا کہ ہم نمبر وار دعا کرتے ہیں ایک سال کامل ہو گیا اب تو ان کا نمبر آ گیا ہوگا۔اور جانے دو شاہ برہما کی طرف توجہ کیجئے کہ آپ کو کوئی ملک مل جاوے۔مرزا صاحب نے تحصیل زر کی ترکیب تو خوب سوچی ہے کہ پہلے لوگوں کو ڈراویں اور پھر دعا کے بہانہ ان کو لوٹیں،مگر میرا تجربہ تو یہ ہے کہ کوئی سادہ لوح بھی آپ کی کھوکھلی دعاؤں پر یقین نہ کرے گا۔

مرزا: اگر کسی پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شائع ہو، ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا وہ پیشگوئی جسکے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی جائے اور موجب دل آزاری سمجھ کر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جاوے اور کسی کو اسکے وقت ظہور سے خبر نہ دی جاوے۔

پنڈت: آپ کی علت غائی یہ ہے کہ لوگ ڈر کر آپ کی طرف رجوع لاویں اور بھینٹ چڑھاویں اور تحریر بھیج دیں۔ آپ سے کوئی نہیں ڈرتا، بے شک جی کھول کر درج کیجئے اور ادھر ہمارا شعلہ طور بھی تیار ہوتا ہے ہم بھی اپنا الہام سنائینگے اور غیب کی باتیں بتائیں گے مگر ناظرین کو آپ کے الہامات کی قسم کہ کوئی صاحب سہواً یا عمداً کوئی تحریر اقرار کی آپکے پاس نہ بھیجیں تا کہ معاون افترا پردازی ہوں

مگر مرزا صاحب خود بھی خبردار رہنا کہ جیسے قادیان کے دس ساہوکاروں کی طرف سے جعلی خط مشتہر کیا تھا کوئی قادیانی فریب بنا کر درج رسالہ نہ کر دینا۔ ہم منتظر ہیں فوراً آپکا کچا چٹھا کھولا جائے گا۔ مرزا نے اشتہار کے مشتہر کرنے میں سوچا ہوگا کہ دیکھیں کیا کیا اعتراض ہوتے ہیں تا کہ اس سے پہلو بچائیں۔

فریب کی بنیاد نہیں ہوتی۔ ایک پہلو بچائیں گے دس پہلو نکل آئیں گے۔ افسوس کہ جن چیزوں کے افشاء کا خدائی منشاء ہو اور آپ اخفا کریں۔ اور یہاں تو امورات دل آزاری کو چھپانے کا منشاء ظاہر کیا اور اخیر صفحہ اشتہار پر دیکھو اپنے جدی بھائیوں کی نسبت کیا کیا سخت کلامیاں کی ہیں۔ اور براہین احمقیہ میں کیا کیا بکواس ہے۔

مرزا: ان ہر سہ قسم کی پیشگوئیوں میں سے جو رسالے میں بہ بسط تمام درج ہوں گی پہلی پیش گوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے آج ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں برعایت ایجاز واختصار کلمات الہیہ نمونے کے طور پر لکھی جاتی ہے۔

پنڈت: یہ محض خلاف ہی پیش گوئی نہیں ہوئی کیونکہ اس احقر کو صفائی قلب اور نیک نیتی کے سبب کبھی کبھی اوتعالی کی بارگاہ میں دخل روحانی ہوتا ہے کسی وقت اور کسی مقرب یا خود اوتعالی سے آپ کا ذکر نہیں سنا۔ آج ... جو صفائی قلب میسر ہو کر پھر گذر ہوا تو آپ کی تصدیق کلام کے لئے بارگاہ باری تعالی میں جو عرض کرنا چاہا، تو ابھی غلام احمد ہی میری زبان پر گذرا تھا:

اوتعالی: (نہایت جلال سے) وہ شخص تو روز ازل سے مکار و غدار اور مفتری پیدا کیا گیا ہے اور زمانہ آئندہ میں ایک دو شخص ایسے اور بھی ہوں گے۔

پنڈت ۔ بار خدایا! ایسے مکار کو سزا کیوں نہیں دیتا جو بندگان ایز دی کو گمراہ کرتا ہے۔
اوتعالی: ابھی اس کے پچھلے اعمال کا بدلہ باقی ہے۔تین سال میں سزا دی جائے گی ۔
پنڈت: پچھلے جنم میں وہ کون تھا۔
اوتعالی: گھنّی لومڑی تھی جو مکروفریب سے جنگل کے جانوروں کو کھایا کرتی تھی۔ وہی مکروفریب اس کی ذات میں ہیں۔

(چنانچہ اوتعالی نے مجھ کو لوح محفوظ دکھائی جس میں سب مکاروں سے اول نام نامی مرزا کا درج تھا)

پنڈت: خداوند اس نے یہ اشتہار جاری کیا ہے کہ مجھ کو الہامات ہوتے ہیں۔
اوتعالی: محض جھوٹا ہے۔ہم نے کوئی الہام یا پیش گوئی نہیں بتلائی۔ جو باتیں وہ لکھتا ہے یا لکھے گا اس کے برعکس ہوگا۔تو جا اور بذریعہ اشتہار اس کا جھوٹ مشتہر کر، تاکہ میرے بندے نجات پاویں ۔ الماموز معذور

مرزا: پہلی پیش گوئی بالہام ..خدائے بزرگ و برتر نے ..
پنڈت: جب کہ یہ سب سے اول پیش گوئی ہے تو آپ کے اقوال کے موافق اور تمام پیش گوئیاں جو اس سے پہلے درج براہین احمقیہ ہو چکی ہیں جھوٹی ہوئیں ۔حقا کہ دروغ گو را حافظہ نہ باشد : جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔
مرزا: خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔
پنڈت: رحمت کا نہیں زحمت کا کہا ہوگا۔آپ تو ہر ایک بات کو الٹا سمجھتے ہیں اور ر ، ز ، میں امتیاز نہیں رکھتے۔
مرزا: میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی۔
پنڈت : خدا کہتا ہے جھوٹوں کا جھوٹا ہے، میں نے کبھی اس کی دعا سنی نہ قبول کی۔
مرزا: اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کیا۔
پنڈت: خدا اس سفر کو نہایت منحوس بتلاتا ہے۔آپ نے نبا کنجر کی سرائے میں شاید لودیانہ جیل خانہ کے متصل فروکش ہونے کو مبارک سمجھا ہوگا۔مرزا صاحب کو فرقہ طوائف بہت پاک معلوم ہوتا ہے کہ تمام شہر لدھیانہ چھوڑ کر کنجر کی سرائے پسند کی اور براہین احمدیہ کی مدد میں طوائفان کا مال جو شرع محمدی میں قطعی حرام ہے شامل کیا (انبالہ شہر میں ایک جڑونتی تھی وہ بڑی مالدار تھی جب اس کی بیٹی مسماۃ اللہ دئی ایک دختر خورد سال چھوڑ کر مر گئیں تو اس کا بیٹا مسمی اللہ دیا اہل حدیث کی صحبت میں بیٹھ کر تائب ہو گیا۔اس لڑکی خورد

سال یعنی اپنی بھانجی کا نکاح مولوی محمد صدیق صاحب سے کر دیا۔زیور اور جائداد کو جو حرام سے پیدا کی گئی تھی، اس سے نہیں رکھا، اور لالہ راج کنوار داروغہ سے تمام قرض لے کر اس نے بساطی کی دکان کی۔ خدا نے اس کو برکت دی۔ شائد یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔اس کا تذکرہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ اور محمد جعفر تھانیسری نے رسالہ تائید آسمانی میں لکھا ہے) انبالہ میں تو مرزا صاحب نے پلیٹ فارم پر پولیس کے سپاہیوں سے دھکے کھائے اور پٹیالہ میں امراء وزراء سے خوب روپیہ اڑائے۔قصبہ سنور میں ایک برہمن سے مباحثہ کرنے میں ہار کر رات کو بھاگے مگر اس سفر میں اعلی درجہ کی مبارکبادی کنجر کے گھر میں ہونیکی ہوگی۔

مرزا: سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔

پنڈت: خدا کہتا ہے میں نے قہر کا نشان دیا ہے۔رحمت کا نشان فقط نبا کنجر کی سرائے ہے اور بس

مرزا: اے مظفر تجھ پر سلام۔

پنڈت: الفاظ تو یہ تھے، اے منکر و مکار تجھ پر آلام۔

مرزا: خدا نے یہ کہا تاوہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔

پنڈت: خدا کہتا ہے کہ جلد مصنوعی کو فی النار کرونگا اور قبر سے نکال کر جہنم میں ڈالوں گا۔

مرزا: تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔

پنڈت: آج تک گویا جس کا نام اسلام ہے وہ محض خیال خام تھا۔اور جس کا نام قرآن ہے وہ شرف کے مرتبہ سے برکراں تھا۔اب مرزا کی بدولت شرف و مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا اور قرآن و اسلام کا نام نیک نام ہوگا یا بدنام۔

مرزا: اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے

پنڈت: مرزا ہی کے منہ سے ثابت ہوا کہ اب تک دین اسلام میں باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ موجود تھا اور حق معہ اپنی تمام برکتوں کے مفقود،اب ساحر قادیانی کے وجود سے حق آوے گا اور باطل جاوے گا۔

مرزا: میں تیرے ساتھ ہوں۔

پنڈت: پہلے پیشوایان کے ساتھ کون تھا؟ البتہ خدا کا فرمان تھا کہ میں مرزا کے ساتھ نہیں، اس کا مددگار شیطان ہے۔..

مرزا: تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے

گا، وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہوگا۔

پنڈت: خدا نے یہ فقرہ سن کر مسکرا کر فرمایا کہ تو اس فریب کو سمجھا؟ میں نے عرض کیا میں دوسو کوس کے فاصلہ پر رہتا ہوں، مجھے کیا معلوم؟ (فرمایا) مرزا اب پچاس سالہ ہے اور سلطان احمد اور فضل احمد اس کے دو فرزند حیات ہیں جن میں سے ایک ستائیس اور دوسرا پچیس سالہ ہے۔ باوصف اس کے ڈیڑھ سال ہوا کہ ایک عورت سے اور شادی کی ہے۔..(اب) وہ حاملہ ہوگئی اس سے جو لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام پاک لڑکا رکھا ہے۔ (میں نے) عرض کیا واقعی لڑکا ہوگا؟ (فرمایا) نہیں لڑکی ہوگی، مگر اپنا الہام سچا کرنے کو مرزا اس وقت ضرور فریب کھیلے گا اور اسی وقت ہم تجھ کو اطلاع دیں گے۔

مرزا صاحب! اب میرا سوال ہے کہ آپکے یہ لڑکا اب کی دفعہ ہوگا، یا دوسری دفعہ؟ تاہم عبارت اصلی کہتی ہے کہ اگر ایکے دفعہ لڑکا ہوگیا تو الہام سے ہوا، ورنہ دوسری دفعہ کی تاویل بناؤ گے۔ کیوں صاحب! اب خدا نے آپ کو پاک اور ذکی لڑکا دینیکی بشارت دی ہے، کیا پہلے لڑکے دونوں کریہہ منظر ناپاک غبی ہیں؟ اپنی ذریت ہونے سے ان کی نسبت جناب کو کچھ شبہ بھی ہے؟

مرزا: اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔

پنڈت: ہم نے سنا خدا کہتا ہے اس کا نام عزرائیل اور شریر بھی ہے۔

مرزا: اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔

پنڈت: کیا آپ کو شیطانی روح عطا ہوئی ہے؟ اور آپ کی نسبت یہی کہنا چاہیے کہ ناپاک اور پلید روح دی گئی ہے۔

مرزا: وہ نور اللہ ہے۔

پنڈت: وہ دیجور کھلم کھلا ہے۔

مرزا: مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

پنڈت: خدا کہتا ہے وہ آسمانی گولہ نہایت منحوس ہے جو پاتال کو جاتا ہے۔

مرزا: اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ ساتھ آئے گا۔

پنڈت: آج تک مرزائی فرقہ میں عموماً اور مرزا پر خصوصاً قہر کا ساتھ تھا جو اس مغضوب ربانی کے سبب جہان میں آیا تھا۔

مرزا: وہ صاحب شوکت اور عظمت اور دولت ہوگا۔

پنڈت: شاید وہ صاحب ذلت ونحوست ونکبت ہوگا۔

مرزا: وہ دنیا میں آئیگا اور مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔

پنڈت: خدا کہتا ہے کہ وہ مرزا کی طرح دنیا میں آ کر شیطانی نفس اور روح منحوس کی نحوست سے بہتوں کو دائم المریض کر کے واصل فی النار کریگا اور آخر کو خود بھی اسی میں پڑیگا۔

مرزا: وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔

پنڈت: خدا اسے ناپاک بتلاتا ہے جس کو شیطان نے اپنی شیطنت اور بے حمیتی سے بھیجا ہے۔

مرزا: وہ بہت ذہین اور فہیم ہوگا۔

پنڈت: وہ نہایت غبی اور کودن ہوگا۔

مرزا: اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔

پنڈت: خدا کہتا ہے وہ نہایت غلیظ القلب ہوگا اور علوم صوری اور معنوی سے قطعی محروم رہے گا۔

مرزا: وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے)

پنڈت: خدا نے اس کے معنی مجھ کو بتلائے ہیں۔ کان لگا کر سنیئے کہ ایک تو طلیحہ، دوسرے اسود عنسی نے پیغمبری کا دعوی کیا تھا، اور اب مرزا غلام احمد قادیانی کر رہا ہے اور یہ جنین دعوی رسالت کر کے تین کو چار کرے گا۔ قیاساً یہ صورت ہوسکتی ہے ایک آپ اور دونوں آپ کی بیویاں چوتھا وہ۔

مرزا: فرزند دلبند گرامی ارجمند مظهر الاوّل و الآخر مظهر الحقّ و العلاء

پنڈت: خدا کہتا ہے، غلام جہاں بد بخت خسر الدّنیا والآخرہ مصدر الباطل والعاطل

مرزا: کانّ اللّٰہ نزل من السّماء (گویا خدا ہی آسمان سے اتر آیا)

پنڈت: خدا کا فرمان ہے کأنّ الشّیطان نزل عن الفلک۔ مرزا! اس کا نزول تو آسمان سے ہوتا ہے، آپ کا اور آپ کے دونوں فرزند سابقہ کا نزول کہاں سے ہوا تھا؟

مرزا: جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔

پنڈت: کیا آپکے اور آپکے دونوں فرزندوں کا ظہور نا مبارک اور قہر الٰہی کے ظہور کا باعث ہوا تھا۔

مرزا: نور آتا ہے نور، جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے ممسوح کیا ہے۔

پنڈت: آیا آپ اور آپ کے دونوں لخت جگر (فضل احمد و سلطان احمد) ظلم محض ہیں جن کو خدا نے اپنے قہر غضب کے قطران سے منغض اور گندہ گیا۔ اس کو بھی خدا اسی تھیلے کا بٹہ بناتا ہے۔

مرزا: ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔

پنڈت: پہلے ثلاثہ کاملہ میں کس کی روحیں پڑی تھیں اور کس کے زیر سایہ تھے؟ اس کی نسبت تو خدا کا

یہ فرمان ہے کہ اس میں شیطان کی روح پڑے گی۔ اور خدا کا غضب اس پر پڑے گا۔

مرزا: وہ جلد جلد بڑھے گا۔

پنڈت: خدا کہتا ہے کہ محض جھوٹا ہے۔ جلد جلد تو مرغی کا بچہ یا چار پائے کا نطفہ بڑھتا ہے۔ اگر وہ آپ کا بچہ ہے تو آہستہ آہستہ پرورش پائے گا۔ بھلا مرزا صاحب آپ کے قول موافق وہ ہفتہ میں فٹ کا ہوگا اور بھلا ثلاثہ ہفتہ میں کتنے فٹ کا ہو جائے گا۔

مرزا: اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔

پنڈت: کیا پہلا ثلاثہ امیر فقیروں کی قید کا باعث ہوا ہے۔ اور اب خدا کہتا ہے وہ دائم الحبس ہوگا

مرزا: زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

پنڈت: ثابت ہوا کہ آج تک سب فرقہ اسلام کی برکت سے محروم ہیں اور مرزا کے ارد گرد برکت معدوم ہے، اب برکت پائیں گے اور اپنا نام بڑھائیں گے۔

مرزا: پھر خدا نے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھریگا اور اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کرونگا۔

پنڈت: معلوم ہوا کہ اب تک ساحر قادیانی کا گھر نحوستوں سے بھرا ہوا ہے اور خدا کی کوئی نعمت اس پر پوری نہیں ہوئی۔ جب پچاس برس تک محروم رہا تو اب کیا مقسوم رہا۔

مرزا: اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔

پنڈت: پچاس برس کی عمر ہو چکی ہنوز خواتین کی آرزو باقی ہے۔.. پیری وصد عیب ہمیں گفتہ اند

مرزا: اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جاوے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی.. یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں۔

پنڈت: خدا نے یہ الہام سن کر خفا ہو کر فرمایا کہ یہ پیش گوئی ہے یا قصہ گوئی۔ جو بات مدت سے ظاہر ہے چالاکی سے اپنا الہام بتا کر لوگوں کو ناحق دھوکہ میں ڈالنا ہے۔ اور اپنے جدی بھائیوں کا دل دکھانا ہے۔ اور اس کے بعد خدا نے ایک کاغذ پر اس اور اس کے جدی بھائیوں کا نسب معہ کیفیت قصص لکھ کر میری طرف ڈال دیا اور اشارہ واسطے مشتہر کرنے کے کیا۔ لہذا وہ شجرہ نسب پیش ارباب بصیرت کر کے ملتجی ہوں کہ سب صاحبان غور فرماویں۔ اور اس قادیانی نے جو محض جھوٹے قصے بنا کر درج اشتہارات کئے ہیں جب خود خدا اس کے کذب پر گواہی دیتا ہے، تو اب شک کیا ہے۔

(شجرہ نسب غلام احمد قادیانی

مورث اعلی عطا محمد کے بیٹے: غلام مرتضی، غلام محی الدین، غلام حیدر

غلام مرتضیٰ کے بیٹے غلام قادر اور غلام احمد

غلام قادر اخیر..اگست..میں بعمر ۵۵ سال لا ولد فوت ہوا۔

غلام احمد۔ کے بیٹے سلطان۔فضل احمد

❁ غلام محی الدین ولد عطا محمد کے بیٹے : امام الدین۔ نظام الدین، کمال الدین

امام الدین۔ان کا سن شریف اس وقت ۵۵ سال ہے اولاد نہیں رکھتے۔

نظام الدین : ان کی عمر قریب ۵۰ برس کے ہے اولاد کچھ نہیں۔

کمال الدین: شروع عالم شباب میں فنا فی اللہ ہوا، اپنا آلہ تناسل کٹوا کر فقراء میں شامل ہو گیا ہے اب تک بدستور اسی طرح ہے آپ کی عمر قریب پچاس برس کے ہے۔اولاد کچھ نہیں۔

❁ غلام حیدر ولد عطا محمد کا بیٹا حسین بیگ ہے۔عرصہ ...سال سے جب کہ اس کی عمر قریب بیس برس کی تھی مفقود الخبر ہے اور اس کی عورت بطور بیوہ کے موجود ہے۔

ہم کو ایک دوست کی زبانی معلوم ہوا کہ مرزا نظام الدین کے گھر اس پیش گوئی کے بعد اولاد خدا نے عطا فرمائی ہے ہم نے مرزا نظام الدین کو ایک جوابی کارڈ بھیج کر دریافت کیا جواب مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۰۳ء کا لکھا ہوا آیا جس کی نقل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں : جناب من خداوند کریم نے مجھ کو دو فرزند عطا کئے ایک کی پیدائش ۲۵۔اسوج ۱۹۵۲ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۸۹۵ء بروز پیروار نام اس کا مرزا دل محمد دوسرے کی پیدائش اگست ۹۷ بروز پیروار نام اس کا گل محمد ہے اور خیریت ہے۔راقم مرزا نظام الدین مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۰۳ء)

اب ناظرین شجرہ نسب سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ آیا پیش گوئی ہے یا بیہودہ گوئی کیونکہ جس حالت میں سوائے غلام احمد کے کسی کے گھر میں قدرت ہی سے اولاد نہیں اور دو عورتیں بیوہ موجود ہیں، اور جو مرزا امام الدین وغیرہ حیات ہیں انکے آگے بوجہ مسن ہونیکے کچھ اولاد کی امید نہیں پھر یہ لکھنا ان کی یعنی میرے جدی بھائیوں کے بیواؤں سے گھر بھر جائینگے کیسی جعل سازی اور دھوکہ دہی ہے۔

مرزا: خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا۔اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد ہوگا۔

پنڈت: آج تک آپ کے اردگرد کوئی برکت نہیں پھیلی نحوستیں ہی نحوستیں پھیلتی ہیں اور قصبہ قادیان آباد شدہ آپ سے اجاڑ اور ویران ہو گیا۔

مرزا: ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر جائے گا۔

پنڈت: آج تک آپ کا گھر نحوستوں سے خدا نے بھرا ہوگا۔..

مرزا: میں تجھے اٹھاؤنگا۔

پنڈت: آپ اٹھانے کے قابل ہیں۔میری یہی دعا ہے کہ بہت جلد اٹھائے جاویں اور درکات میں ڈالے جاویں: ظالمے را خفتہ دیدم روز گفتم ایں فتنہ است خوابش بردہ بہ

مرزا: اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپئے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہینگے اور نامرادی میں مرینگے۔

پنڈت: بقول مرزا صاحب آج تک تو کوئی اس کا مخالف اور مکذب ناکامی اور نامرادی سے نہیں مرا...مخالف اسی طرح شاد کام رہ کر سرکوبی اور گوشمالی کرتے رہیں گے اور بذریعہ اشتہارات بحکم خدا مکاروں کے مکر ظاہر کرتے رہیں گے۔

مرزا: لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔

پنڈت: آج تک تو آپ بکلی ناکام ہیں اور ساری مرادوں سے محروم۔جب اس عمر تک ناکامی رہی ہے تو آئندہ بھی نامرادی رہے گی کوئی امید نہ برآوے گی۔

مرزا: میں تیرے خالص دوست اور دلی محبوں کا گروہ بڑھاؤنگا،ان کے نفوس و مال میں برکت دونگا اور ان میں کثرت بخشوں گا۔

پنڈت: اب تک تو آپ کے خالص اور دلی محبوں کا گروہ گھٹا یا ہے اور ان کی جانیں اور ان کے مال برباد ہوئے آئندہ بھی خدا کہتا ہے خسر الدّنیا و الآخرۃ

مرزا: اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔

پنڈت: آپ کا گروہ بھی عجیب ہے،ایک لالہ شرم پت رائے پیش گوئی کے گواہ ،دوسرا عبد اللہ سنوری اور دو ایک ایسے ہی ٹکر خور ہیں جس سے دو چار روپیہ مل گئے اس کی مدح کر دی۔

مرزا: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

پنڈت: دور و تسلسل ہوا۔سوال یہ ہے کہ پہلے کون باپ بنا تھا اور والدہ شریفہ کا کیا نام تھا۔خوب عیسائی تو فقط حضرت عیسی اور مریم کو روحانی خدا کا زن و فرزند بتلاتے ہیں یہ پیغمبر قادیان خوب پیدا ہوئے کہ نہ فقط خدا کے زن و فرزند ثابت کرتے ہیں بلکہ خود خدا کا باپ بھی بنا چاہتے ہیں۔

مرزا:۔ اور وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں امراؤں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

پنڈت: خدا کہتا ہے کہ وقت اقرب ہے کہ حکام تجھے خوب افترا پردازی کی سزا دیں گے اور لوگ

تیرے نام سے نفرت کریں گے اور لعنتیں پڑیں گی۔..

الراقم: قاطع براہین احمقیہ از پنجاب بھاگن شدی اکا وشی سہ ۱۹۴۲ء مطابق ۱۸ مارچ ۱۸۸۶ء۔ (کلیات آریہ مسافر۔ص ۴۹۳ تا ۴۹۹ مختصراً وملخصاً)

قادیانی کی نکاح سوم کیلئے تڑپ

چو جامہ چرمیں شرم صحبت نادان
زیرا کہ گراں باشد تن گرم ندارد
از صحبت نادان تبرت نیز بگوئم
خویشے کہ تونگر شد و آرام ندارد
زین ہر دو تبروان تو شہی را کہ در اقلیم
با خنجر خونریز دل نرم ندارد
زین ہر سہ تر نیز شنو با تو بگویم
پیرے کہ جوانی کنہ و شرم ندارد

ہائے تو کب تک ستائے گی اے نامراد محبت، اے خانہ خراب عشق، تیرا برا ہو، تو کیا شئے ہے محبت آپ کیا پیارا نام ہے۔نہیں نام ہی پیارا نہیں اس کی ابتدا ہی نہایت خوش گوار ہے

رندی وخراباتی در عالم شباب اولی۔

مگر ہائے ناکامی ہمیں تو شباب کبھی آیا ہی نہیں

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

چالیس سال کی عمر میں ہی حالت مردمی کالعدم تھی (تریاق القلوب ص ۳۵ سطر ۱۳)

ضعف دماغ اور ذیابیطس مہلک مرض مستزاد اور اب تو پیری وصد عیب کے مصداق

سن شریف پنجاہ وشش نازم بایں ریش وفش

اگر کسی پر یہ راز فاش ہوا تو کیا حالت ہوگی

ایک نظر دکھا کے گھائل کیا قتل ہی کر ڈالا پھر منہ نہ دکھایا

ہیں ہیں میں کیا کہتا ہوں وہ شریف اور پاک دامن باعصمت صاحب عفت لڑکی کم سن

ان نامحرموں میں کیونکر آ سکتی ہے۔ شاہد بازاری تو ہے نہیں ۔ اور ابھی اس کو خبر ہی کیا ہے، سن تمیز اور بلوغ کو بھی نہیں پہنچی

ہائے ظالم تیری کس ادا نے مجھ گرگ باراں دیدہ سرد و گرم زمانہ چشیدہ کو بیک نظر از خود رفتہ دین و دنیا سے بے گانہ کر دیا۔

پیری میں آہ کٹتی ہے مرمر کے زندگی　　بجھ بجھ کے پھر بھڑکتی ہے شمع سحر کی لو

کاش تو میری ہوتی، یا اپنی صورت دکھا کر یہ روز سیاہ مجھ کو نہ دکھاتی، مجھ کو کیا خبر تھی:

لگتے ہی ہو گیا جگر کے پار　　تیر مژگان نے زود کام کیا

اس سفر کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کیا اسی واسطے تقدیر کشاں کشاں وہاں لے گئی تھی۔ افسوس!

کھو بیٹھے کوئے یار میں ہم جا کے دوستو　　ناموس ننگ و غیرت وصبر و قرار و دل

دل ہے کہ سینہ میں تنور کی طرح جلتا ہے۔ آنکھ ہے کہ دریا کی طرح جاری، کسی کروٹ کسی پہلو آرام نہیں۔

ایک سب آگ ایک سب پانی　　دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں

پاؤں کی آہٹ سے چونک کر، آہا کون ہیں، شاہ جی؟

شاہ جی: آج حضور کی طبیعت کیسی ہے؟ حضور کے حال سے اضطراب اور پریشانی ہویدا ہے۔

مرزا قادیانی: کچھ اختلاج قلب سا معلوم ہوتا ہے۔ دل میں درد ہے اور قلب بلیوں اچھلتا ہے۔ دیکھو نہ کرتہ کے باہر قلب کی حرکت محسوس ہوتی ہے۔

شاہ جی: حضور کو یہ مرض دورہ کے طور پر ہو جاتا ہے، حکیم صاحب کو اطلاع کروں

(بدون اس کے کہ کچھ جواب ملے، فوراً واپس ہوئے اور حکیم صاحب کو اطلاع کی کہ حضرت کی طبیعت سخت ناساز ہے اور بہت ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے)۔

حکیم صاحب: (نہایت پریشانی کے لہجہ میں گھبرا کر) خیر باشد! کیا حال ہے؟ کچھ بیان تو کرو۔

شاہ جی: وہی اختلاج القلب، دل میں درد بتلاتے تھے۔

حکیم صاحب: (اضطراب اور پریشان حالی میں مرزا صاحب کے حضور حاضر ہو کر) حضور کے مزاج اقدس۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل شامل حال رکھے۔ ہمارا تو مدار زندگی حضور کے قدموں کے ساتھ ہے۔

بتوں کے ظلم اور جور جفا سے ہاہا　　مسیحا کو بھی دیکھا جاں بہ لب ہے

مرزا قادیانی: خلاف معمول قلب میں چبھن معلوم ہوتی ہے، دل بیٹھا جاتا ہے، سانس بند ہوتا

ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے، دل کو سینہ میں کوئی ملتا ہے، دل ہے کہ بلیوں اچھلتا ہے، نہ بیٹھے آرام ہے نہ لیٹے تسکین۔ نیند آجائے تو شاید کچھ سکون ہو جائے، مگر یہ محال بلکہ ناممکن ہے۔

حکیم صاحب: (نے فوراً مفرح یاقوتی، جو ساتھ لائے تھے عرق کیوڑہ اور بید مشک کے ساتھ دیا۔ کچھ دل کو تسکین ہوئی)۔

مرزا قادیانی: (چادر کو منہ پر کھینچ کر) اچھا اب مجھ کو آرام معلوم ہوتا ہے۔ آپ بھی آرام کیجئے۔

حکیم صاحب: (مودبانہ) بہت بہتر! اگر نیند آجائے تو فھو المراد ورنہ میں دوا بھیجتا ہوں اس میں سے تھوڑی دوا نوش فرمالیجئے آنکھ لگ جائے گی۔

مرزا قادیانی: (کچھ دیر چارپائی پر چپکے رہ کر) اف! آج تو نیند ہی حرام ہوگئی (وضو کر کے مصلے پر بیٹھے۔

وصل اس بت کا نہ ہوا گر سالک آج کی رات عبادت ہی سہی

دو رکعت نماز پڑھی۔ بیٹھا بھی نہیں جاتا۔

اے مصحفی بتوں میں ہوتی ہے یہ کرامت دل پھر گیا نہ تیرا آخر خدا سے دیکھا

نہ نیند آتی ہے، نہ بیٹھا جاتا ہے۔ سرہانے سے کتاب اٹھا کر دو چار ورق الٹ پلٹ کر رکھ دی)۔

خدایا یہ معاملہ کیا ہے، تو ہی عزت و آبرو کا نگہبان ہے۔ اگر بیتا بی نے ایسے ہی پاؤں پھیلائے تو سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔ غیر لوگ تو گئے جھولہ میں اور آئندہ کی رجوعات بھاڑ میں، جو مرید پھنس گئے ہیں اور اب موجود ہیں ان کا بھی بھروسہ نہیں کہ رہیں۔ (کروٹ لے کر:

اے خضر اتنے دن تیرے کیونکر بسر ہوئے ہم سے تو رات کٹ نہ سکی انتظار کی

چارپائی پر بیٹھ کر اور سر پکڑ کر) یا ارحم الراحمین! کیا کروں۔ دائم مرض کے سبب بدن میں ملنے کی طاقت نہیں، ذیابیطس ضعف دماغ اور دوران سر میرے ہمزاد کی طرح جان کے ساتھ جائیں گے۔ اب بڑھاپے میں عشق اور کیا معنی اور عشق بھی ایک نادان لڑکی کا

نادان ہے کم سن ہے بہت عمر ہے تھوڑی ان کو تو وفا کیسی، جفا بھی نہیں آتی

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم ہمت ہارنی عشق میں انجام کار سوچنا عقل کے خلاف ہے

دلا! ناامید مت ہو وصل سے اسکے کہ عاشق کو مزے ہیں سو طرح کے عالم امیدواری میں

آخر ہماری برادری میں بھی قریب رشتہ داری ہے۔ میں بھی کچھ چوہڑا نہیں چمار نہیں، خدا کی عنایت سے عزت میں دولت میں شہرت میں امارت میں کچھ زیادہ ہی ہوں۔ دوسرے قرابت قریبہ، پھر سلسلہ جنبانی کیوں نہ کی جائے، لڑکی کے باپ کو خط لکھا جائے۔ لڑکی کی ماں بھی ہماری چچیری بہن

ہے، کسی کو کان و کان بھی خبر نہ ہو گی:

مزا ہے ہووے گر چپکے ہی چپکے مدعا حاصل　　کسی نے کر لیا معلوم راز دل تو کیا حاصل

یہ نامراد برادری کے جھگڑے تنازعہ ایسے ہیں قریبی عزیزوں کو دور کر دیتے ہیں غیر کیا دشمن بنا دیتے ہیں۔ فضل احمد (مرزا کے چھوٹے بیٹے کا نام) کی بیوی کی معرفت سلسلہ جنبانی کی جائے تو مصلحت ہے۔ پہلے عزت بی بی کے باپ مرزا علی شیر سے اس معاملہ میں مشورہ کیا جائے (عزت بی بی، مرزا فضل احمد کی بیوی ہے۔ مرزا علی شیر، مرزا غلام احمد کی بیوی کا حقیقی بھائی، مرزا فضل احمد کے ماموں اور عزت بی بی کے باپ ہیں) (یہ رات جو روز حشر سے طولانی اور حسرت عشاق سے لایعنی ہے بڑی مشکل سے کاٹی، پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی)۔

شاہ جی (نو وارد): یہ دوا کی شیشی حکیم صاحب نے دی ہے اس کو نوش جان فرما لیجئے نیند آ جائے گی۔

مرزا قادیانی: (شیشی میں سے ایک گلاس میں ڈال کے نوش فرمایا اور فوراً آنکھ بند ہو گئی اور خراٹے لینے لگے صبح کو جب آفتاب برآمد ہوا کمرہ کا دروازہ کھلا ایک خاتون حیا چالیس پچاس برس کا سن و سال، سفید سادہ لباس زیب تن کئے ہوئے روبرو آئی۔ یہ مرزا صاحب کی اہلیہ ہیں، چار پائی کے پاس کھڑی ہو کر)

خاتون: کیوں خیریت تو ہے؟ نماز صبح کا وقت اخیر ہوا اور آپ اٹھے نہیں۔ رات نصیب اعداء کیا طبیعت ناساز رہی؟

مرزا قادیانی: ہاں رات اختلاج قلب کی شکایت رہی۔

بیوی: اللہ رحم کرے۔ یہ نامراد بیماری نہیں جاتی ہے۔ ہمیشہ دورہ ہوتا ہے۔ علاج کرنا تھا۔ تم خود حکیم اور حکماء مکان پر رہتے ہیں، خدا نہ کرے شیطان کے کان بھرے۔

مرزا قادیانی: علاج سے تو میں بھی غافل نہیں۔ ہاں خوب یاد آیا، میں نماز پڑھ لوں، تم سے ایک معاملہ میں مشورہ کرنا ہے۔

بیوی: الٰہی خیر! مجھ سے کیا مشورہ ہے؟ کبھی آگے نہ پیچھے۔

مرزا قادیانی: احمد بیگ ہوشیار پوری کی بڑی بیٹی محمدی کی ابھی کہیں نسبت وغیرہ تو نہیں ہوئی؟

بیوی: نہیں، (مسکرا کر) کیا اس سے نکاح کا ارادہ ہے؟

مرزا قادیانی: ہاں ہم کو الہام ہوا ہے۔ کہ اس کا نکاح ہمارے ساتھ مقدر ہو چکا ہے۔

بیوی: (ذرا آشفتہ ہو کر، ناک بھوں چڑھا کر) پھر کر لو۔

مرزا قادیانی: مگر تمہاری امداد کی ضرورت ہے۔

بیوی: جب خدا نے مقدر کر دی تو اس کا روکنے والا کون؟ اور کسی کی امداد کی ضرورت کیسی؟

مرزا قادیانی: (غصہ کے لہجہ میں) تم تو بگڑ کر یہ باتیں کرنے لگیں (پھر نرم آواز سے) ہم کو تو تم سے بڑی امید تھی کہ اپنے بھائی مرزا علی شیر کی معرفت یہ معاملہ بہ آسانی درست کرا دو گی۔

بیوی: اے چلو ہٹو بھی۔ تمہیں تو بڑا ابھس ہوا ہے۔ میرے بھی سفید چونڈہ میں تھکواؤ گے۔ لوگ کیا کہیں گے۔ اپنی سفید داڑھی کی طرف دیکھو۔ اور ابھی بیاہ کی ہوس۔ کہاں دس بارہ برس کی نادان لڑکی، پوتیوں کے ہان کی (پوتیوں کی ہم عمر) اور کہاں تم؟ تم کو شرم نہیں آتی؟ ایک تو ہی کیا جوڑوں کا باڑہ بھرو گے۔ ایک شادی کو تو ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں۔ کیا ہر سال نیا نکاح ہو گا

زن تو کن اے خواجہ در ہر بہار　　　　که تقویم پارینہ نہ آید بکار

مرزا قادیانی: خدا کا حکم اسی طرح ہے۔ خدا کے مامور اس کے حکم کیخلاف کسی لائم کی ملامت اور طاعن کے طعن سے ڈر کر کوئی کام نہیں کرتے۔

بیوی: میرے سے تو یہ نہیں ہوسکتا۔ میں کس منہ سے کہہ سکتی ہوں، آخر وہ قریبی رشتہ دار ہیں۔ ایک بی بی جوان جس کے نکاح کو دو برس بھی نہیں ہوئے، گھر میں موجود۔ اور خدا نہ کرے کچھ بانجھ نہیں، بیمار نہیں، بدشکل نہیں، بے تمیز نہیں، دہلی کی رہنے والی، کم ذات نہیں سیدانی ہے۔ دوسری بیوی کا تو کیا ذکر ہے۔ وہ تو تقویم پارینہ بڑھیا ہو کر پوتے پوتیوں والی ہوئی، اب تیسری شادی کی تجویز ہے وہ بھی بیوی کی معرفت (کہ اپنے بھائی سے کہو کہ وہ سعی کرے) جس کے دو جوان بیٹے لائق موجود ہیں

(مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں: بیان کیا مجھ سے والدہ نے کہ جس دن میں قادیان بیاہی ہوئی پہنچی تھی اسی دن مجھ سے چند گھنٹے قبل مرزا سلطان احمد اپنی پہلی بیوی یعنی عزیز احمد کی والدہ کو لے کر قادیان پہنچے تھے۔ اور عزیز احمد کی والدہ مجھ سے کچھ بڑی معلوم ہوتی تھی۔ اور والدہ نے بیان کیا کہ فضل احمد کی شادی مرزا سلطان احمد بھی کئی سال پہلے ہو چکی تھی۔ سیرۃ المہدی روایت نمبر ۲۱۱

نیز مرزا بشیر احمد کہتے ہیں: بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے ... سلطان احمد کی پہلی بیوی ایمہ ضلع ہوشیار پور کی رہنیوالی تھی اور حضرت صاحب اسکو اچھا جانتے تھے۔ سلطان احمد اس بیوی کی زندگی میں ہی مرزا امام الدین کی لڑکی خورشید بیگم سے نکاح ثانی کر لیا تھا۔ اسکے بعد عزیز احمد کی والدہ جلد ہی فوت ہو گئی۔ سیرۃ المہدی روایت نمبر ۲۱۲۔ ۱۳۱ء)

مرزا قادیانی: جو اس معاملہ میں جان توڑ کر کوشش نہیں کریگا وہ خدا کا دشمن ہے، اور گویا وہ خدا کے ارادہ کو روکتا ہے هذا فراق بيني و بينك

بیوی: جب خدا کا ارادہ ہے تو بندہ کون روک سکتا ہے۔

بیوی چلی گئی۔ ہمارے حضرت اقدس تدبیر میں کامیاب نہ ہوئے تو مرزا احمد بیگ کو خط لکھا جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالی نے اپنے الہام پاک سے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ اپنی دختر کلاں کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو تمام نحوستیں آپ کی اس رشتہ سے دور کر دیگا اور آپ کو آفات سے محفوظ رکھ کر برکت پر برکت دے گا۔ اور اگر یہ رشتہ وقوع میں نہ آیا تو آپ کے لئے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا اور اس کا انجام درد اور مصیبت اور موت ہوگی ۔ یہ دونوں طرف موت کے ایسے ہیں جن کو آزمانے کے بعد صدق اور کذب معلوم ہوسکتا ہے اب جس طرح چاہو آزمالو میری برادری کے لوگ مجھ سے ناواقف ہیں اور خدا تعالی چاہتا ہے ہمارے کاموں کو ان پر بھی ظاہر کرے۔ آئینہ کمالات صفحہ۱۲۔ اصل خط نور افشان مطبوعہ ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں چھپا ہے

لیکھ رام اور قادیانی کا اشتہار واجب الاظہار

(مرزا قادیانی کا اشتہار واجب الاظہار یوں ہے:

چونکہ اس عاجز کے اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء پر جس میں ایک پیشگوئی در بارہ تولد ایک فرزند صالح درج ہے جو بہ صفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا، دو شخص سکنہ قادیان یعنی حافظ سلطان کشمیری و صابر علی نے روبروئے مرزا نواب بیگ و میاں شمس الدین و مرزا غلام علی ساکنان قادیان یہ دروغ بےفروغ برپا کیا ہے کہ ہماری دانست میں عرصہ ڈیڑھ ماہ سے مرزا صاحب مشتہر کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگیا ہے۔ حالانکہ یہ قول نامبردگان سرا سر افتراء اور دروغ بمقتضائے کینہ وحسد وعناد جبلی ہے جس سے وہ نہ صرف مجھ پر بلکہ تمام مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے قول دروغ کا ردّ واجب سمجھ کر عام اشتہار دیتے ہیں کہ ابھی تک جو ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء ہے، ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر بیس بائیس سال زیادہ ہے، پیدا نہیں ہوا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا حسب وعدہ الہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جاوے گا۔ اور یہ اتہام کہ گویا ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہوگیا ہے سراسر دروغ ہے۔: ہم اس دروغ کے ظاہر کرنے کے لئے لکھتے ہیں۔ آج کل ہمارے گھر کے لوگ بمقام چھاؤنی انبالہ صدر بازار اپنے والدین کے پاس یعنی اپنے والد میر ناصر نقشہ نویس دفتر نہر کے پاس بود و باش رکھتے ہیں اور ان کے گھر کے متصل منشی مولا بخش ملازم ڈاک ریلوے اور بابو محمد کلرک دفتر نہر رہتے ہیں۔ معترضین یا جس شخص کو شبہ اس پر واجب ہے کہ اپنا شبہ رفع کرنے کیلئے وہاں چلا جاوے اور اس جگہ ارد گرد سے خوب دریافت کر لے۔ اگر کرایہ آمد و رفت موجود نہ ہو تو ہم اس کو دیدیں گے۔ لیکن اگر اب بھی ہی جا کر دریافت نہ کرے اور نہ دروغ گوئی سے باز آوے تو بجز اس کے کہ ہمارے اور تمام حق پسندوں کی نظر میں لعنت اللّٰہ علی الکاذبین کا لقب پاوے۔ اور نیز زیر عتاب حضرت احکم الحاکمین کے آوے اور کیا ثمرہ اس

یاوہ گوئی کا ہوگا۔ خدا تعالی ایسے شخصوں کو ہدایت دیوے جو جوش حسد میں آکر اسلام کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے اور اس دروغ گوئی کے مآل کو بھی نہیں سوچتے۔

اس جگہ اس وہم کا دور کرنا بھی قرین مصلحت ہے کہ جو بمقام ہوشیار پور میں ایک آریہ صاحب نے اس پیش گوئی پر بصورت اعتراض پیش کیا تھا کہ لڑکا لڑکی کے پیدا ہونے کی شناخت دائیوں کو بھی ہوتی ہے۔ یعنی دائیاں بھی معلوم کر سکتی ہیں کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ واضح رہے کہ ایسا اعتراض کرنا معترض صاحب کی سراسر حیلہ سازی وحق پوشی ہے، کیونکہ اول تو کوئی دائی ایسا دعوی نہیں کرسکتی۔ بلکہ ایک حاذق طبیب ایسا دعوی ہرگز نہیں کرسکتا۔ اس امر میں میری رائے قطعی اور یقینی ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں، صرف ایک اٹکل ہوتی ہے کہ جو بارہا خطا جاتی ہے۔ علاوہ اس کے یہ پیش گوئی آج کی تاریخ سے دو برس پہلے کئی آریوں اور مسلمانوں وبعض مولویوں وحافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی۔ چنانچہ آریوں سے ایک شخص، ملاوامل، نامی جو سخت مخالف اور نیز شرمپت نامی ساکنان قصبہء قادیان ہیں۔ ماسوا اس کے ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مفہوم پیش گوئی کا اگر بنظر یک جائی دیکھا جائے تو ایسا بشری طاقتوں سے بالاتر ہے جس کے نشان الہی ہونے میں کچھ بھی شک نہیں رہ سکتا۔ اور اگر کسی کو شک ہو تو ایسی قسم کی پیشگوئی جو ایسے ہی نشان پر مشتمل ہو پیش کرے، اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ یہ صرف پیش گوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدا کریم نے ہمارے نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا ہے اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلی واولی واکمل وافضل واتم ہے کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جاوے اور ایسا مردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیاء کی نسبت بائیبل میں لکھا ہے جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے۔ اور پھر باوصف ان سب عقلی ونقلی جرح وقدح کے یہ بھی منقول ہے کہ ایسا مردہ صرف چند منٹ کے لئے زندہ رہتا تھا اور پھر دوبارہ اپنے عزیزوں کو دوہرے ماتم میں ڈال کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا تھا جسکے دنیا میں آنے سے نہ دنیا کو کچھ فائدہ پہنچتا تھا نہ خود اس کو آرام ملتا تھا اور نہ اس کے عزیزوں کو کوئی سچی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ سو اگر حضرت مسیح کی دعا سے بھی کوئی روح دنیا میں آئی تو درحقیقت اس کا آنا نہ آنا برابر تھا۔ اور بفرض محال اگر ایسی روح کئی سال جسم میں باقی بھی رہتی تب بھی ایک ناقص روح کسی رذیل یا دنیا پرست کی جو احد من النّاس ہے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی۔ مگر اس جگہ بفضلہ تعالی وبرکت حضرت خاتم الانبیاء خداوند نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے جسکی ظاہری اور باطنی برکتیں تمام دنیا میں کھلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاء موتی کے برابر معلوم ہوتا مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مردوں کے زندہ کرنے سے صدہا بہتر ہے۔ مردہ کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں

کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔

اے لوگو! میں کیا چیز ہوں اور کیا حقیقت۔ جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے وہ درحقیقت میرے پاک متبوع پر جو نبی کریم ﷺ ہے، پر حملہ کرتا ہے مگر اس کو یاد رکھنا کہ کوئی آفتاب پر خاک نہیں ڈال سکتا بلکہ وہی خاک اس کے سر پر اس کی آنکھوں پر اور اس کے منہ پر گر کر اس کو ذلیل اور رسوا کرے گی ....راقم: خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء...مجموعہ اشتہارات۔ج ۱۔ص ۱۱۳۔۱۱۵۔ بہاء)

ذیل میں مرزا قادیانی سے مراد اصل مضمون اشتہار مرزا قادیانی ہے۔اور پنڈت سے جواب مراد ہے وہ جو پنڈت لیکھرام کی طرف سے اس کا جواب ہے۔ یہ عبارت کتاب کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۹۹ لغایت ۵۰۱ سے ملخصاً و مختصراً نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی: میرے اشتہار ۲۰ فروری پر جس میں ایک پیش گوئی در بارہ تولد فرزند درج ہے حافظ سلطان کشمیری اور صابر علی سکنائے قادیان نے نواب بیگ اور شمس الدین اور غلام علی ساکنان ایضاً کے روبرو یہ دروغ برپا کیا کہ ہماری دانست میں ڈیڑھ ماہ سے فرضی ملہم کے گھر لڑکا پیدا ہو گیا ہے حالانکہ یہ قول ان کا سراسر دروغ ہے۔

پنڈت: دروغ گوئم برروئے تو، اسی کا نام ہے۔اور ہاتھ پر سرسوں جمانا آپ ہی کا کام ہے۔ صابر علی اور حافظ سلطان کا حوالہ محض جل ہے۔ انہوں نے بعد چھپنے اشتہار کے جو غلام احمد سے اس الہام کا ثبوت چاہا کہ تمہارے پاس کس نے کہا ہے ہمارا مقابلہ کرایئے۔ مرزا غلام احمد سے کوئی جواب نہ بن آیا اور شرم کے مارے سر جھکا لیا۔شمس الدین وغیرہ میں کس کی گواہی کا یہ حال ہے کہ شمس الدین تو صفا یہ بیان کرتا ہے کہ غلام احمد نے محض جھوٹ لکھا ہے (حاشا ثم حاشا میں ہرگز اس بات کا گواہ نہیں۔ نہ صابر علی وغیرہ نے کچھ کہا ہے اور نواب بیگ آدمی نادان اور مرزا کا خدمت گار ہے پس اس کی گواہی کا کیا اعتبار ہے۔علی ہذا غلام علی مرزا کا قریبی رشتہ دار ہے شب و روز اس کی بہتری اور بھلائی کا خواستگار۔اب ناظرین کے ہاتھ انصاف ہے اور مرزا کا جھوٹ صاف ہے۔اگر کسی کو اس میں شک ہو، قادیان جا کر محقق بے شک ہو)

مرزا قادیانی: جس سے وہ نہ مجھ پر، بلکہ تمام مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔

پنڈت: کیا آپ دین اسلام کے بانی مبانی ہیں، اور موجد مسلمانی ہیں جو آپ پر حملہ کرنے سے مسلمانوں پر حملہ آور محمول ہوتے ہیں، حالانکہ کوئی مسلمان آپ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا، بلکہ کھلم کھلا بدعتی بتلاتے ہیں اور کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

مرزا قادیانی: اس لئے ہم ان کے قول دروغ کا ردّ واجب سمجھ کر عام اشتہار دیتے ہیں۔

پنڈت: ان کا یہ قول ہی نہیں، یہ سب آپ کی بناوٹ ہے۔ پس گویا اپنے قول کا آپ ہی ردّ کر کے مشتہر کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی: کہ آج ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء تک ہمارے گھر میں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔

پنڈت: آج کل کی کیا خصوصیت ہے بلکہ ابد تک آپ کو کوئی لڑکا پیدا نہ ہوگا جیسے عرصہ ہوا بذریعہ اشتہار مدلل شائع ہو چکا ہے۔

مرزا قادیانی: بجز ان لڑکوں کے جن کی عمر بائیس بیس سال سے زیادہ ہے، پیدا نہیں ہوا۔

پنڈت: مرزا کی کوئی بات خالی از مکر وفریب نہیں۔ لڑکوں کی عمر بیس بائیس سے زیادہ مبہم عبارت میں لکھی ہے۔ حالانکہ ایک کی عمر ۲۷ سال تھی اور دوسرے کی ۲۵ سال کی تھی۔ وجہ اس فریب کی یہ ہے کہ لڑکوں کی عمر سے اس کا عالم پیری سمجھ کر مطعون نہ کریں کہ مرزا مطیع شہوت ہے۔

مرزا قادیانی: ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا حسب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔

پنڈت: یہ خوب یاد آئی کہ مخالفین کے مرنے کو تو آپ کو بقید تاریخ و وقت الہام ہوا، اور اپنے گھر میں لڑکا پیدا ہونے میں سال کا اعلام نہ ہو۔

چوں نہ دانی کہ درسرائے تو چیست　　تو براوج فلک چہ دانی چیست

یہ صریح آپ کی جعل سازی ہے۔ اگر خدا سے الہام ہوتا تو کیا وہ تاریخ اور وقت بتانے پر قادر نہ تھا، اور اتنا تغیر تبدل نہ کرتا۔ حالانکہ پہلے اشتہار میں صاف صاف لکھا ہوا تھا کہ آپ کو مقدس روح دی، اور روح آسمان سے روانہ کر چکے ہیں۔ پہلے کہا ہوگا، ابھی کہا، نہ ہوگا، نو برس کی میعاد کے پھر عنقریب بتا کر اسی حمل سے وعدہ کیا خاک یہ اڑی کہ بجائے عنموائیل کے مردہ لڑکی پیدا ہوئی۔...جب مردہ لڑکی کا پیدا ہونا خفیہ معلوم ہوگیا تو فوراً نو برس کا بہانہ بنا لیا اور اس کا کیا سبب تھا کہ اسی لڑکے کو اب ایسا کرے گا؟..

مرزا قادیانی: خواہ جلد یا بدیر میں بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جاوے گا۔

پنڈت: اس کا نام الہام نہیں بلکہ خیال خام ہے۔ بھلا اگر اس مدت میں بھی پیدا نہ ہوا پھر بھی شرماؤ گے یا کوئی اور بہانہ بناؤ گے۔ یا خدا پر جھوٹے الہام کا الزام لگاؤ گے۔ بہرحال جس نے مرزا کے دل میں یہ فقرہ ڈالا ہے وہ صحت لفظی سے بے بہرہ ہے، لفظ عرصہ مدت کے معنی سے معرا ہے۔

مرزا قادیانی: اور یہ اتہام کہ ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہوگیا ہے سراسر دروغ ہے۔

پنڈت: سچ تو یہ ہے کہ نہ اس الہام کی اصل ہے نہ کسی فہم سے نقل ہے، یہ سب آپ کی بناوٹ ہے اچھا ڈیڑھ ماہ سے ہونا جھوٹ تھا، اب ۱۵۔ اپریل کو مردہ لڑکی کا پیدا ہونا بھی جھوٹ ہے۔ آپ کا جھوٹ کسی طرح چھپ نہیں سکتا اگر ایک تاویل بناؤ گے تو سو جگہ الزام کھاؤ گے

دروغ اے برادر مگو زینہار　　　　دروغ آدمی را کند شرمسار

مرزا قادیانی: ہم اس دروغ کے ظاہر کرنے کے لئے کہتے ہیں۔

پنڈت: لوگوں کا دروغ آپ سے ابد تک ثابت نہ ہوگا البتہ آپ کا دروغ بات بات میں طشت از بام ہو رہا ہے ابھی دیکھ لیجئے بجائے عنموائیل کے دختر مردہ کا قدم منحوس آ گیا۔

مرزا قادیانی: اپنا شبہ رفع کرنے کیلئے ہمارے سسرال (مرزا کے سسر میر ناصر نواب ان دنوں انبالہ میں ملازم اور مقیم تھے) میں چلا جاوے اگر کرایہ نہ ہو ہم اس کو دیدیں گے۔

پنڈت: آپ کا روپیہ دینا اور ایفاء وعدہ کرنا نقش کا لحجر ہے۔ پہلے بھی بہت سے لوگوں کو چوبیس سو روپیہ دیا ہوگا، باوجودیکہ لوگ پانچ پانچ سات سات سو کوس سے آئے۔ اگر آپ میں کرایہ دینے کی وسعت ہوتی تو دس دس پانچ پانچ روپیہ کی خاطر بٹالہ وغیرہ میں کیوں در بدر پھرتے۔

مرزا قادیانی: اگر آپ ہی جا کر دریافت نہ کرے اور دروغ گوئی سے باز نہ آوے تو لعنت اللہ علی الکاذبین کا لقب پاوے۔

پنڈت: اب تو بغیر جائے اور دریافت حال کے اصل حال اظہر من الشمس ہو گیا ہے۔ آپ کہیے اپنے مجوزہ لفظ سے ملقب ہوئے یا نہیں۔

مرزا قادیانی: خدا ایسے شخصوں کو ہدایت دیوے جو جوش حسد میں آ کر اسلام کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے اور دروغ گوئی کے مآل کو بھی نہیں سوچتے۔

پنڈت: حضرت یہ خدا کا قصور نہیں اس کو ملزم نہ بنایئے۔ اس نے بجز آپ کی ذات تز ویر آیات کے ایسے شخصوں کو خوب ہدایت دے رکھی ہے۔ یہ ساری آپ کے فہمید کی کوتاہی ہے جو بوالہوسی اور طمع نفسانی کے پردہ سے نظر نہیں آتا، ورنہ اس دروغ گوئی کا مآل سب پر کھل جاتا:

نہ بیند مدعی خبر خویشتن را　کہ دارد پردہء پندار در پیش

مرزا قادیانی: اس پیش گوئی پر ہوشیار پور میں ایک آریہ صاحب نے یہ اعتراض پیش کیا کہ لڑکا، لڑکی کی شناخت دائیوں کو بھی ہوتی ہے۔ سو یہ سراسر ان کی حق پوشی ہے، کیونکہ اول تو کوئی دائی ایسا دعوی نہیں کرسکتی۔ دائی تو دائی کوئی طبیب بھی ایسا دعوی نہیں کرسکتا۔ صرف ایک اٹکل ہوتی ہے جو

بار ہا خطا جاتی ہے۔

پنڈت : دایہ کا حوالہ محض حیلہ ہے ورنہ اس کا نام ونشان مفصل ہوتا۔ مرزا کا یہ مستمر قاعدہ ہے کہ اپنے دل سے کوئی وسوسہ پیدا کر کے نام بھی درج کرتا ہے جیسے براہین احمقیہ میں جا بجا ہے۔ بھلا دائیوں کی اٹکل کا خطا جانا کچھ بڑی بات نہیں چونکہ وہ بے علم عورتیں ہوتی ہیں، لیکن آپ کا تو الہام تھا اور خدا نے بتلایا تھا وہ کیوں خطا ہوا؟ اور خطا بھی ایسا کہ بجائے لڑکا کے لڑکی بھی زندہ نہ ہوئی۔ اب بتلایئے حق پوش اور حیلہ کیش آپ ہوئے یا آریہ صاحب؟

مرزا قادیانی : نیز یہ پیشگوئی آج کی تاریخ سے دو برس پہلے کئی آریوں اور بعض مسلمانوں اور مولویوں اور حافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی۔ چنانچہ آریوں سے ایک شخص ملاوامل اور نیز شرم پت رائے سکنائے قادیان ہیں۔

پنڈت : ڈیڑھ سال تو آپ کی شادی کو ہوا، چھ ماہ پیشتر سے مژدہ ہو گیا تھا۔ اگر یہی بات ہے تو پہلے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں کیوں نہ لکھتے اور اسی وقت بذریعہ اشتہار علیحدہ شائع کرنا تھا۔ آریوں مسلمانوں مولویوں۔ اس قدر فضول بناوٹی عبارت سے کیا ثبوت ہوا۔ دو چار معزز اشخاص کا نام جن کو اپنا الہام بتایا تھا لکھتے، تاکہ تصدیق کلام ہوتی۔ اور ملاوامل اور شرم پت رائے کا جو آپ نے نام لکھا وہ شخص انکاری ہیں کہ یہ بات ہمارے خواب وخیال میں بھی نہیں محض طبع زاد مرزا ہے، بلکہ لالہ شرم پت رائے کی باپ سے اسی سبب سے بگڑی ہے کہ آپ اس سے جھوٹی گواہی دلاتے تھے اور وہ راست کہتے تھے۔ اس کینہ سے یہاں فقط شرم پت لکھا، پہلے اشتہار میں لالہ شرم پت رائے ممبر آریہ سماج قادیان لکھا جاتا تھا۔ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

مرزا قادیانی : ماسوا اس کے اگر پیش گوئی کا مفہوم بنظر ایک جائے دیکھا جائے تو ایسا بشری طاقت سے بالاتر ہے جس کے نشان الٰہی ہونے میں کچھ بھی شک نہیں۔

پنڈت : بے شک اس پیش گوئی کا مضمون انسانی طاقت سے بالاتر ہے مگر شیطانی طاقت کے آگے کچھ بات نہیں، لڑکوں کا کھیل ہے۔

مرزا قادیانی : جس کسی کو شک ہو اسی قسم کی پیش گوئی پیش کرے،

پنڈت : جس کسی کو شک ہوگا پیش کرے گا، ہمارے نزدیک تو شیطانی قدرت سے کچھ بعید نہیں۔

مرزا : یہ صرف پیش گوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدا کریم نے ہمارے نبی کریم رؤف کی صداقت اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا ہے۔

پنڈت : اگر آسمانی نشانوں کا یہی گپ شپ ہے تو کیفیت عالم بالا معلوم شد

مرزا قادیانی: درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ افضل ہے۔

پنڈت : دست خود دہان خود، جو دل چاہا گپ لگائی ورنہ عقل مند خوب جانتے ہیں کہ آپ کی یہ لن ترانی اور کذب بیانی برتری یا مردہ زندہ کرنا بہتر ہے اسی واسطے حضرت کے گھر بجائے زندہ، مردہ لڑکی پیدا ہوئی۔

مرزا قادیانی: کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے میں خدا تعالی کی درگاہ میں دعا کر کے ایک روح واپس منگایا جاوے، اور ایسا مردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیاء کی نسبت بائیبل میں لکھا ہے جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سے کلام ہیں۔

پنڈت : اگر مردہ کا زندہ کرنا اور روح کا واپس منگوانا بہت آسان کام ہے تو اپنے آباء واجداد کی روح منگوا کر دکھایئے۔ اور جو آپ نے فضیلت میں مسیح اور دیگر انبیاء کی تکذیب کی ہے دراصل یہ انکی تکذیب نہیں بلکہ تم محمد صاحب (ﷺ) کی تکذیب اور قرآن کو باطل بتلاتے ہو کیونکہ اس میں مسیح اور دیگر انبیاء کی تصدیق لکھی ہے اور آپکے نزدیک لکیر پانی کی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپکے نزدیک عیسی اور بائیبل اور قرآن سب جھوٹے ہیں اور جو کچھ اس میں لکھا ہے سب الف لیلی کے قصے ہیں۔

مرزا قادیانی: اور مردہ صرف چند منٹ کیلئے زندہ رہتا تھا اور پھر اپنے عزیزوں کو چھوڑ جاتا تھا۔

پنڈت : آپ کے الہام کی برکت سے تو دختر مردہ چند منٹ بھی زندہ نہ رہی بلکہ مردہ ہی پیدا ہوئی اب بتلایئے حضرت مسیح اور دوسرے انبیاء کا معجزہ افضل ٹھہرایا آپ کے حیلوں کا ثمرہ بہتر ہوا۔

مرزا قادیانی: اگر مسیح کی دعا سے کوئی روح دنیا میں آئی تو اس کا آنا نہ آنا برابر ہے۔

پنڈت : مسیح کی دعا سے کچھ فائدہ ہوا یا نہ ہوا ؟...کلام اس میں ہے کہ آپکی روح مطلوبہ سے کیا فائدہ ہوا؟ البتہ اس کا آنا آپ کیلئے بہت مفید ٹھہرا جس سے ہمیشہ کیلئے آپ کا کذب کھل گیا۔

مرزا قادیانی: مگر اس جگہ بفضلہٖ و برکت حضرت خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کی ظاہری اور باطنی برکتیں تمام دنیا میں کھلیں گی۔

پنڈت : ایسے خدا کے وعدہ کا کیا اعتبار ہے جس کا دم بدم دگرگونہ کام ہے۔ پہلے اشتہار میں بہت اقرب وعدہ کیا، پھر نو برس کی مدت بتلائی، پھر اسی حمل سے لڑکا دینے کا اقرار کیا، آخرش فقط مردہ لڑکی عطا کی۔ چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

یہی بابرکت روح تھی کہ جس کے دینے کا وعدہ کیا تھا اور یہی اس کی ظاہری دنیا میں برکتیں تھیں کہ

آپ کو کاذب کردیا اور اپنی والدہ کو مہلک مرض میں مبتلا کیا۔

مرزا قادیانی: جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوئے۔

پنڈت: ظاہرا مسلمانوں میں آپ سے زیادہ کوئی مرتد معلوم نہیں ہوتا جو اپنے شعبدے اور خود غرضی مطالب کو حضرت کا معجزہ کہتے ہو اور اگلے پچھلے سب سے افضل اور اعلیٰ بنتے ہو۔

مرزا قادیانی: میں کیا چیز ہوں جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے حضرت پر حملہ کرتا ہے۔

پنڈت: اور آپ کو جھوٹا بتلانا خدا پر الزام لگانا ہے۔ اور خدا نے آپ کو سب انبیاء اور اولیاء سے برگزیدہ کیا ہے اور اپنی وحدت سے بھی نزدیک زیادہ بتلایا ہے بلکہ خود خدا آپ کا بیٹا ہوا ہے، اور آپ کا گھر برکتوں سے بھرے گا، اور آپ کے فرزند مردہ کا نام سمندر کے کناروں تک کرے گا، اور آپ کی خوشنودی میں خدا کی خوشنودی ہے، اور آپ کی خاطر لوگوں کے گھر بیواؤں سے بھر دے گا اور لاولد رکھ کر خاندان ختم کرے گا، اور آپ کی اعانت کے لئے براہین احمقیہ کا لشکر آسمانوں سے آیا ہے، اور سب سے اعلیٰ اور برتر بنایا ہے، پھر بھی اگر ناچیز ہی رہے تو فقط اتنا قصور رہا کہ خدا مجبور مطلق ہو جائے اور آپ مختار کل بن جاویں۔ آفرین باد بریں عیب مردانہ تو

لیکھ رام اور قادیانی کا اشتہار صداقت آثار

(اشتہار صداقت آثار یوں ہے: واضح ہو کہ اس خاکسار کے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے، یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔ ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ سو اول تو اس کے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آ سکتا۔ بلکہ صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے اعلیٰ درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے، انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اور دعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بے شک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے نہ یہ کہ صرف پیش گوئی ہے۔ ماسوا اس کے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ

جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اور پھر اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندی ضعیف مولی کریم جل شانہ کا ہے اس لئے اسی قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا آئندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا وہ بھی شائع کیا جائے گا۔ المشتھر۔ خاکسار غلام احمد از قادیان۔ ۸، اپریل ۱۸۸۶ء۔ مجموعہ اشتہارات۔ جلد اول ص ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ بہاء)

مرزا قادیانی: اس خاکسار کے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن مرادآبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس حد پسر موعود کے لئے بڑی گنجائش کی جگہ ہے ایسی چوڑی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے۔

پنڈت: منشی صاحب کی اس نکتہ چینی پر کس طرح اطلاع آئی۔ آیا بذریعہ تحریر یا تقریر۔ بر تقدیر اول وہ تحریر موجود ہوگی، ملاحظہ کرایئے۔ بر تقدیر دوم، مخبر معتبر کا نام بتایئے۔ ہم بارہا متنبہ کر چکے ہیں کہ ایسے صریح جھوٹ بولنے سے آپ ملہم نہ ہوں گے، بلکہ مکذبوں میں محسوب کئے جائیں گے۔ آپ پر لازم ہے کہ یا تو اپنے دعوی کو ثابت کریں ورنہ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین کا مصداق بنیں۔ اور منشی صاحب کے سوا اور بعض صاحبوں کا نام کیوں مخفی کیا ہے۔ کیا کیا جاوے آپ کا یہی شیوہ ہے کہ خیالی پلاؤ پکاتے ہو اور حجرہ میں بیٹھے باتیں بناتے ہو۔ یہ اعتراض منشی صاحب نے تو نہیں کیا، اگر کسی اور صاحب نے کیا ہو، یا آپ نے اپنے دل سے گھڑا ہو، تو عین درست ہے کیونکہ اگر وہ لڑکا آسمانوں سے خدا کا مرسلہ آتا ہے تو اس کی قدرت کاملہ کے آگے نو ماہ کے اندر یا اسی حمل سے پیدا کرنا محال نہ تھا۔ یہ ساری آپ کی چالاکی ہے۔ جس سے ادنی واعلی شاکی ہے۔ سوچا ہوگا اس مدت بعیدہ میں خفیہ خفیہ کوئی فریب بنا کر لڑکا پیدا کرلیں گے۔ اول تو آپ کی نظر حمل موجود پر تھی۔ سو اس کا نتیجہ تو ظاہر ہوگیا۔ آئندہ جو مکر بناؤ گے، اس کے ثمرہ سے خجالت اٹھاؤ گے۔..

مرزا قادیانی: اس کا جواب یہ ہے کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی میعاد سے اس کی عظمت وشان میں فرق نہیں آسکتا بلکہ عین انصاف کی بات ہے کہ ایسی اعلی درجہ کی خبر ہو جو ایسے نامی آدمی کے تولد پر مشتمل ہے، انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔

پنڈت: مرزا خود ہی سوال وجواب گھڑ کر اپنی لطافت بیان کرتا ہے۔ مگر جہالت کہاں جائے۔ علت دھوئی جائے عادت کبھی نہ جائے۔ سوال دیگر جواب دیگر۔ اعتراض تو اس بنا کر جمایا کہ نو برس کی میعاد میں مکرو فریب کی گنجائش ہوسکتی ہے۔ تو اس کا جواب تو کہاں بخلاف اس کے عظمت و شان کا رونا رونے لگے۔ بھلا اعتراض میں یہ کہاں ہے کہ نو برس کی میعاد میں اس کی عظمت وشان

زائل ہو جائے گی، یا وہ ایسا ایسا ذلیل وخوار ہوگا۔ کیا خدا نو برس کا کام ایک لمحہ میں نہیں کر سکتا۔ اور آپ کو سرخرو نہیں بنا سکتا۔ مرزا صاحب آپ انسان تو نہیں جو یہ کام آپ سے نہ ہوسکتا ہو۔ آپ تو دنیا میں خدا پیدا ہوئے ہیں اس لئے آپ سے کچھ بڑی بات نہیں ہے۔

مرزا قادیانی: ماسوا اس کے بعد اشتہار مندرجہ بالا کے دوبارہ اس امر کے انکشاف کیلئے جناب باری میں توجہ کی گئی تو آج ۸۔ اپریل کو خدا کی طرف سے یہ کھلا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

پنڈت: لیجئے مدت حمل تو تجاوز کر گیا۔ لڑکا تو درکنار ۱۵۔ اپریل کو مردہ لڑکی پیدا ہوئی۔ اب بتلایئے وہ الہام کدھر گیا۔ خدا جھوٹا ہوا یا آپ؟ اب بھی شرماؤ گے یا شعبدہ دکھلاؤ گے۔ معلوم ہوا کہ آج تک اسی واسطے کوئی خبر اخبار یا اشتہار میں نہیں چھپوائی تھی۔ گھر بیٹھے بیٹھے مکر بنائے تھے۔ فقط ایک ہی خبر چھپوائی سو دیکھو کیسی رسوائی اٹھائی۔ اب یا تو لڑکی سے لڑکا بنایئے یا لن ترانیوں سے باز آکر تا زیست منہ نہ دکھلایئے: اگر درخانہ کس است حرفے بس است

مرزا قادیانی: چونکہ یہ ضعیف بندہ ہے اسی قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا۔

پنڈت: آپ اپنے خیال شریف میں ضعیف بندہ نہیں ہیں..کوئی چیز خواہ آپ ظاہر کریں یا آپ کا خدا، مگر ہمارا مطلب کہیں نہیں جاتا، آپ جھوٹے ہوں یا آپ کا مولی۔

مرزا قادیانی: چونکہ اشتہار چھپوانے میں کسی قدر دیر ہوگئی اس واسطے چند قلمی نقلیں بذریعہ رجسٹر بخدمت مسٹر عبداللہ سابق اکسٹرا اسسٹنٹ و پادری عمادالدین وغیرہ بلاتوقف بھیجے گئے ہیں۔

پنڈت: اب بھی اسی طرح عجلت کرتے اور قلمی نقلیں بھیج کر اطلاع دیتے تھے، کہ میرا الہام جھوٹا ہوا، اور خدا نے مجھ سے دغا کی، یا فلاں شخص نے زہر دے کر مار دیا، یا فلانے کی کارسازی سے لڑکے سے لڑکی ہوگئی وغیرہ وغیرہ۔ جو منکر ہوسکتا تھا اس کی بدستور سابق اطلاع واجب ہے۔

مرزا کی جعل سازی: مرزا نے جو سوامی دیانند سرسوتی کے بارہ میں براہین احمقیہ میں اپنی پیش گوئی لکھی ہے وہ صریح البطلان تھی۔ اگر مرزا پیش گوئی پر قادر ہوتا تو سوامی کی وفات سے پہلے اشتہار دیتا اور درج کراتا کہ بتاریخ فلان و ماہ فلاں سنہ فلان سوامی جی آنجہانی ہوں گے۔ اس کا تو کچھ ذکر نہیں جب سوامی جی انتقال کر گئے تو مرزا صاحب اپنی براہین احمقیہ کھول بیٹھے اور جہلاء کو سنانے لگے۔ اسی طرح اب یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے ایک اشتہار مشتمل بر تیاری رسالہ بے نور (سراج منیر) جو چندیں برائیوں پر شامل ہے، دے کر خاموش ہو گئے ہیں اور باوجود وعدہ

قلیل کے اس مدت کثیر تک شائع نہیں ہوا۔ ہم فرضی ملہم صاحب کو متنبہ کرتے ہیں کہ اگر پیش گوئی کا دعوی ہے تو رسالہ مذکورعرصہ پندرہ روز میں شائع کریں اور کسی مشہور کے حیات ممات کا نقشہ بھی بنا کر مشہور کریں تاکہ اس کی قلعی کھلے۔ اور اگر اسی طرح خاموش رہے اور کسی وقوعہ کے بعد پھر آپ نے گپ ماری تو محض لن ترانی سمجھی جاوے گی بلکہ سب سے اول اپنی وفات کی پیش گوئی معہ سال و تاریخ بتا دیں تو بہت انسب ہے کیونکہ ایک تو ان کے مکروفریب سے مسلمان نجات پاویں گے اور دوسرے ان کے گرویدوں کو موقع فخر ملے گا، چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ راقم ایک پنجابی الہاموں کا شائق۔ (کلیات آریہ مسافر۔ص ۴۹۹ تا ۵۰۱ مختصراً)

(مرزا قادیانی ایک ہندو کے نام خط میں ۱۴ جون ۱۹۰۳ء کو لکھتے ہیں:

....اس (لیکھ رام) نے میری نسبت یہ پیش گوئی کی یہ شخص تین برس تک ہیضہ کی بیماری سے مر جائے گا اور میرے خدا نے یہ ظاہر کیا کہ چھ برس تک لیکھ رام بذریعہ قتل نابود ہو جائے گا کیونکہ وہ خدا کے پاک نبی کی بے ادبی میں حد سے گذر گیا ہے .... یہ تمام پیشگوئی میں نے اپنی کتابوں میں بار بار شائع کر دی تھی۔ الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء ص ۱۴۔

مرزا قادیانی بروائت میر ناصر نواب ہیضے سے مر گئے۔ یعنی آخر مرہی گئے، تین سال نہ سہی کچھ زیادہ سہی۔ لیکھ رام کے معتقد ہندو پوچھیں کہ بتاؤ اب مرزا کہاں ہیں، تو قادیانیوں کے پاس کیا جواب ہوگا؟

اور مرزا صاحب کی پیش گوئی متعلق لیکھ رام کی بات ہے، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے الہامات مرزا میں بحث کی تھی۔ اس بحث کا اختصار یہاں درج کیا جاتا ہے: اس پیش گوئی کے متعلق اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء مندرجہ ذیل ہے:

لیکھ رام پشاوری کی نسبت ایک پیشین گوئی

واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا، اندرمن مرادآبادی اور لیکھ رام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہش مند ہوں تو ان کی قضا وقدر کی نسبت بعض پیش گوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا لیکن لیکھ رام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیش گوئی چاہو، شائع کر دو میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا عجل جسد له خوار۔ له نصب و عذاب، یعنی صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے۔ اور اس کیلئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔ اور اس کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کیلئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم

نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے، چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں، یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں، عذاب شدید میں مبتلا ہو جائیگا سواب میں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اسکی روح سے میرا یہ نطق ہے۔ اور اگر میں اس پیش گوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا بھگتنے کیلئے طیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جاوے۔ اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

سراج منیر۔ص۱۲۔۱۳؛خزائن ج ۱۲ص۱۴۔۱۵

مرزا صاحب کے اس اشتہار میں مرقوم ہے کہ لیکھ رام پر کوئی خرق عادت عذاب نازل ہوگا۔ اس اشتہار میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ مفہوم ہو سکے کہ لیکھ رام کے مرنیکی پیشگوئی ہے، بلکہ یہ خارق عادت عذاب کی ہے جو زندگی کو مستلزم ہے۔ موت اور خصوصاً ایسی موت کو جیسی لیکھ رام پر آئی، ہیبت ناک عذاب کہنا مرزا ہی کا کام ہے۔ پس اس اشتہار کے مطابق فیصلہ بالکل آسان ہے کہ پنڈت لیکھ رام بموجب تحریر مرزا جی کسی خارق عادت عذاب میں مبتلا نہیں ہوا بلکہ ایک چھری سے مرا۔ ایسی وارادات عموماً ہوتی ہے۔ یہ نہ تو کوئی ہیبت ناک عذاب ہے اور نہ ہی خرق عادت موت۔ ہاں مرزا جی نے رسالہ کرامات الصادقین میں ایک الہام لیکھ رام کی موت کا بھی درج کیا ہوا ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں: فبشّرنی ربّی بموته فی ستّ سنة یعنی خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہو جائے گا۔

مرزا جی کے قول فبشّرنی ربّی... الخ ..کا جواب تو آپکے قاعدہ پر بالکل سہل ہے کہ اصل الہام میں جو لیکھ رام کی بابت شائع ہوا ہے موت کا لفظ نہیں بلکہ صرف خرق عادت عذاب کا ذکر ہے۔ اگر کہیں کہ یہ الہام بھی تو میرا ہی ہے، پھر یہ کیا انصاف ہے کہ میرے ایک الہام کو دوسرے الہام کی تفسیر یا توضیح نہ بنایا جائے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ آپ ہی نے یہ اصول بتلایا ہے کہ پہلا الہام معتبر ہوتا ہے۔ کیا آتھم کے حق میں بعد اظہار اصل الہام آپ نے انہی لفظوں میں تشریح نہ کی تھی، فبشّرنی ربّی بعد دعوتی بموته۔ کرامات الصادقین۔ پس جس اصول سے آپ نے اصل الہام کے بعد کی تشریح کو آتھم کے متعلق داخل الہام نہیں بتایا، حالانکہ خدا کے نام سے کہی تھی۔ اسی اصول سے ہم آپ کی اس تشریح کو داخل الہام نہ سمجھیں گے اور یقین کریں گے کہ موت صرف آپکا منصوبہ

ہے داخل الہام نہیں۔ بتلایئے اس کی کوئی وجہ ہے کہ آپ اپنے ہی مقرر کردہ اصول سے کیوں منحرف ہوں۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ لیکھ رام کے حق میں جو خرق عادت عذاب کا الہام تھا وہ غلط ثابت ہوا، کیونکہ وہ مر گیا۔ خرق عادت عذاب میں مبتلا نہیں ہوا۔

اور اگر ہم بھی اس عبارت مندرجہ کرامات الصادقین کو انہی معنی میں سمجھیں جن میں مرزا جی لے رہے ہیں تو کچھ شک نہیں کہ یہ موت جو چھ سال کے اندر ہونے والی تھی ایسی خرق عادت رعب دار اور ہیبت ناک عذاب سے ہونی چاہیے تھی کیونکہ پہلے اشتہار میں یہ قید لگائی گئی ہے، جو کسی طرح منسوخ نہیں ہو سکتی۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ لیکھ رام ایک ایسی موت سے مرا ہے جس سے عموماً لوگ مرتے ہیں اور ان کی موت کو کوئی خرق عادت نہیں جانتا۔ اس قسم کے واقعات سینکڑوں نہیں ہزاروں پولیس رپورٹوں میں مل سکتے ہیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ ایسی موتوں کو کوئی بھی خرق عادت نہیں کہتا۔

مرزا جی نے اس پیش گوئی کے متعلق ایک اور کمال کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قرآن کے معانی اور مطالب ہی کو نہیں بلکہ کتب سابقہ کو بھی اپنی تاویلوں کے تابع کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> یہ الہام کہ عجل جسد له خوار۔ له نصب و عذاب ...یعنی لیکھ رام گوسالہ سامری ہے اور اسی گوسالہ کی طرح اس کو عذاب ہوگا۔ یہ نہایت پر معنی الہام ہے جو گوسالہ سامری کی مشابہت کے پیرایہ میں نہایت اعلیٰ اسرار غیب کے بیان کر رہا ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ گوسالہ سامری یہودیوں کی عید کے دن میں ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تھا جیسا کہ توریت خروج، باب ۳۲، آیت ۵ سے ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔
>
> ہارون نے یہ کہہ کر منادی کی کہ کل خداوند کی عید ہے۔، سو ایسا ہی اسلامی عید کے دن کے قریب یعنی ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھ رام قتل ہوا۔ اور گوسالہ سامری کے تباہ کرنے کیلئے خدا کی کتابوں میں عید کے دن کی خصوصیت تھی وہ عید کے دن ہی کا واقعہ تھا جب کہ گوسالہ سامری خدا کے حکم سے پیسا گیا لہذا خدا نے لیکھ رام کا نام گوسالہ سامری رکھ کر ایک ایسا لفظ استعمال کیا ہے جو اس بات پر دلالت التزامی کر رہا تھا کہ لیکھ رام بھی عید کے دنوں میں ہی قتل کیا جائیگا۔ استفتا اردو، ص ۱۱۔۱۲؛ خزائن ج ۱۲ص ۱۹۹۔

اس بیان میں مرزا نے یہ چالاکی کی ہے کہ توریت کے حوالہ سے ثابت کرنا چاہا ہے بلکہ اپنے خیال میں کر ہی دیا ہے کہ گوسالہ سامری عید یہود کے روز مارا گیا۔ مگر جب ہم مرزا کے بتلائے ہوئے مقام کو دیکھتے ہیں تو وہاں اسکا ذکر بھی نہیں پاتے بلکہ جس عید کو گوسالہ سامری کے ذبح ہونیکا دن لکھا ہے وہ دن اسکی پرستش اور سوختنی قربانیوں کے چڑھاوے کا دن تھا۔ اس سے بعد موسیٰ کو جو، ابھی پہاڑ پر تھے، خدا تعالیٰ کے بتلانے سے خبر ہوئی تو وہ آئے۔ ان

کے واپس آنے میں بھی کئی روز لگ گئے۔ چنانچہ مقام مذکور کی کسی قدر عبارت ہم نقل کر کے باقی کیلئے ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ خود ہی مقام مذکور یعنی خروج باب ۳۲ کی آیت ۴ سے اخیر تک پڑھ لیں۔ وہ یہ ہے:

اور اس نے ان کے ہاتھوں سے لیا اور بچھڑا ڈھال کر اس کی صورت حکا کی ہتھیار سے درست کی اور انہوں نے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے نکال لایا اور جب ہارون نے یہ دیکھا تو اسکے آگے قربان گاہ بنائی اور ہارون نے یہ کہہ کر منادی کی کہ کل خداوند کے لئے عید ہے اور وے صبح کو اٹھے اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گذرانیں اور لوگ کھانے پینے کو بیٹھے اور کھنے کو اٹھے تب خداوند نے موسی کو کہا۔ اتر جا۔ کیونکہ تیرے لوگ جنہیں تو مصر سے چھڑا لایا خراب ہو گئے ہیں۔ وہ اس راہ سے جو میں نے انہیں فرمائی جلد پھر گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے لئے ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا۔ اور اسے پوجا اور اس کیلئے قربانی ذبح کر کے کہا کہ ایا سرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے چھڑا لایا۔ پھر خداوند نے موسی سے کہا کہ میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ ایک گردن کش قوم ہے۔ خروج۔ باب ۳۲: ۴۔۱۰۔

حکیم نورالدین نے اس عبارت سے چند سطریں آگے کی اور نقل کر کے ہم پر تحریف کا الزام لگایا ہے اور وجہ تحریف کچھ نہیں بتائی۔ حیرانی ہے ایسے مولانا اور بے ثبوت الزام۔

یہ عبارت اپنا مطلب بتلانے میں صاف ہے مگر نہیں معلوم مرزا جی کا قرآن شریف پر تو کوئی حق شفع بھی تھا بائیبل پر کیا ہے؟ نہیں نہیں میں نے غلط کہا، آخر مسیح نے بھی تو آپ کی خبر بتلائی ہے۔، دیکھو انجیل متی باب ۲۴ آیت ۱۱۔ اس مقام کو مرزا جی اپنے حق میں مان چکے ہیں۔ دیکھو کشتی نوح۔ ص ۵۔ مگر ناظرین فیصلہ کریں کہ ہماری مراد صحیح ہے یا مرزا کی۔ ثناء اللہ، مرزا جی کے مقربو! اس علم اور سمجھ اور دیانت پر بھی ان کو مجدد اور حکم مانتے ہو۔ ام تا مرھم احلامھم بھذا ام قوم طاغون۔ ہاں اگر ہم اس فقرہ عجل جسد له خوار کو آپ کی تکذیب کا گواہ بنانا چاہیں تو بنا سکتے ہیں کیونکہ باعتبار صریح مفہوم اور عرف عام اہل اسلام اس سے سمجھا جاتا ہے کہ لیکھرام بقرعید کے دنوں میں قتل ہوگا مگر وہ ہوا تو عید الفطر کے دنوں میں جو گائے اور گوسالہ کے ذبح ہونے کے دن ہی نہیں۔

مرزا جی نے اس پیش گوئی کے متعلق کئی ایک الہام ایسے بتلائے جن کا پہلے علم بھی نہ تھا۔ ہم کو تو کیا ہوتا خود مرزا جی کو بھی نہ ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں:

> اگرچہ خدا کے کلام کے باریک بھید جاننے والے گوسالہ سامری کا نام رکھنے سے اور پھر اس عذاب کا ذکر کرنے سے سمجھ سکتے تھے کہ ضرور ہے کہ لیکھرام کی موت بھی اپنے دن کے لحاظ سے گوسالہ سامری کی تباہی کے دن سے مشابہ ہوگی مگر پھر بھی خدا تعالی نے اپنے الہام میں اس اجمال پر اکتفانہیں کیا بلکہ صریح لفظوں میں فرما دیا کہ ستعرف یوم العید و العید اقرب۔ یعنی لیکھرام کا واقعہ قتل

ایسے دن میں ہوگا جس سے عید کا دن ملا ہوا ہوگا۔ اور یہ پیش گوئی ہے کہ عید کے دن کے قریب لیکھ رام کی موت ہوگی۔ استفتاء ص۱۲؛ خزائن۔ ج ۱۲ ص ۱۲۰۔

یہ مصرع جس قصیدے کا ہے وہ کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ پر مرقوم ہے جس میں لیکھ رام کا کہیں نام و نشان بھی نہیں۔ بلکہ اس کے لکھتے وقت مرزا جی کو بھی خواب و خیال نہ ہوگا۔ ہم ناظرین کی تسلی کے لئے اس قصیدے میں سے چند اشعار نقل کرتے ہیں جن سے اس مصرعہ کے معنی اور سیاق وسباق معلوم ہو جائیں گے

الا ایّھا الواشی الام تکذّب
و تکفر من ھو مؤمن و تؤنّب
وآلیت انّی مسلم ثمّ تکفر
فاین الحیا انت امرء او عقرب
الا انّنی تبر و انت مذھب
الا انّنی اسد و انت ثعلب
الا انّنی فی کل حرب غالب
فکدنی بما زوّرت فالحق یغلب
و بشّرنی ربّی وقال مبشراً
ستعرف یوم العید و العید اقرب
و نعمّنی ربّی فکیف اردّہ
و ھذا عطاء اللّٰہ و الخلق یعجب
و سوف تری انّی صدوق مؤید
و لست بفضل اللّٰہ ما انت تحسب

اشعار مذکورہ صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ کلام کسی ایسے شخص کے جواب یا خطاب میں ہے جو مرزا جی کا مکفر ہے یعنی خود مسلمان ہے اور مرزا کو کافر کہتا ہے۔ اسی کو مرزا جی ڈانٹ بتلاتے ہیں کہ تو بے حیا ہے، بچھو ہے۔ میں نیک ہوں، تو ملمع ساز ہے۔ میں شیر ہوں تو لومڑی ہے۔ میں ہر ایک لڑائی میں غالب ہوں۔ مجھے خدا نے بشارت دی ہے اور کہا ہے کہ تو عید کو پہچانے گا اور عید قریب ہے۔ میرے خدا نے مجھے نعمتیں دی ہیں لوگ تعجب کرتے ہیں۔ تو دیکھ لے گا کہ میں سچا ہوں اور جیسا تیرا گمان ہے، ویسا نہیں ہوں۔

اس سے آگے قریب کر کے صاف اور صریح لکھتے ہیں:

و قاسمتہم ان الفتاوی صحیحۃ
و علیک وزر الکذب ان کنت تکذب
و ھل لک من علم و نصّ محکم
علی کفرنا او تخرصن و تتغب

کرامات الصادقین ص ۵۴؛ خزائن ج ۷ ص ۹۶

تو نے ان لوگوں سے قسم کھا کر بتلایا کہ یہ فتوی جو، مرزا پر لگائے ہیں، صحیح ہیں۔ تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے۔ کیا تیرے پاس قطعی علم یا مضبوط نص ہمارے کفر پر ہے یا تو محض اٹکل اور تکلف کرتا ہے۔

صاف بات ہے کہ اس قصیدے میں نہ لیکھ رام کا ذکر ہے نہ آتھم کا، بلکہ صریح خطاب علماء مکفرین سے ہے۔ ہاں اگر علماء مکفرین تمام کے تمام یا کم سے کم ان کے سرگروہ ہی عید کے روز شہادت یاب ہوتے تو مرزا جی کو کچھ کہنے کی گنجائش ہوتی۔ مگر یہاں تو اتنی بھی نہیں۔

اس پیش گوئی پر دونوں طرح سے وہ تنقید بھی ہوسکتی ہے جو آتھم والی پیش گوئی پر کی گئی ہے یعنی یہ کہ اس پیشگوئی کے لوازم نہیں پائے گئے جن کو آپ نے اسی پیش گوئی کیلئے سراج منیر میں تسلیم کیا ہوا ہے کہ اگر پیش گوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود بخود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پس الگ پیش گوئی ہیبت ناک عظیم الشان شان کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی ہوتی، تو اپنا اثر ساتھ رکھتی حالانکہ نہیں۔

دوئم یہ کہ انبیاء کی پیش گوئیوں کی طرح اس کا بھی ظہور قطعی اور یقینی نہیں ہوا کہ کسی مخالف وموافق کو شبہ نہ رہتا۔ بلکہ اس کے کذب پر بزرگ قسم کھانے کو تیار تھے جن کے جواب آپ نے آج تک نہیں دیئے۔

اس پیشگوئی کے متعلق حکیم صاحب سے جو بن سکا وہ صرف یہ ہے کہ الہام میں لیکھ رام کو عجل، گئو سالہ، کہا گیا ہے اور اس کے لئے خوار اور نصب کا ثبوت ہے۔ خوار مقتول کی آواز کو کہتے ہیں۔ نصب کا لفظ بھی موت بالقتل پر دلالت کرتا ہے۔ عذاب سے بھی موت ثابت ہوتی ہے وغیرہ۔ آئینہ حق نما۔ ص ۱۲۸۔

عجل بچھڑے کو کہتے ہیں۔ خوار، بیل گائے اور بچھڑے کی آواز کو کہتے ہیں، ملاحظہ ہو قاموس۔ صراح، منتہی الارب۔ صحاح جوہری۔ مفردات راغب وغیرہ۔ نصب بھی عذاب کو کہتے ہیں۔ اس کو بھی قتل وغیرہ لازم نہیں۔ اہل جنت کے حق میں فرمایا ہے لا یمسّھم فیھا نصب وّ ما ھم منھا بمخر جین۔ حجر: ۴۸۔ اہل جنت کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے گی۔

عذاب سے بھی قتل ثابت نہیں۔ پھر ثابت کس سے ہے؟

حکیم صاحب نے لسان العرب جلد ۵ ص ۳۴۵ کے حوالہ سے بزعم خود ثابت کیا ہے کہ:

خوار کا لفظ انسان پر اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی مقتول قتل ہونے کے وقت گئو سالہ کی طرح چلاتا ہے۔ آئینہ حق نما۔ص ۱۲۴۔

مطلب آپ کا یہ ہے کہ لیکھ رام کی بابت جو عجل جسد له خوار آیا ہے یہ خوار ہی قتل پر اشارہ کرتا ہے۔ کس صفائی سے پورا حوالہ دیا ہے حالانکہ کتاب مذکور میں یہ مضمون کہیں بھی نہیں۔ حوالہ مذکور نہ ملنے کی صورت میں حکیم صاحب پر خیانت اور کذب کا الزام رہے گا اور اگر حوالہ صحیح ثابت ہو جائے تو بھی حکیم صاحب مع اپنی جماعت کے بے سمجھی کے الزام سے بری نہیں ہوں گے۔ کیونکہ مرزائی الہام میں جو خوار کا لفظ آیا ہے وہ انسان کیلئے نہیں بلکہ عجل (گئوسالہ) کیلئے ہے اور عجل بطور استعارہ (مثل زندہ) انسان لیکھ رام، کیلئے ہے۔ اے کاش! آپ فن معانی و بیان کو ملحوظ رکھتے تو یہ غلطی آپ سے سرزد نہ ہوتی۔ یاد رہے کہ اخبار اہل حدیث ۲۵ جولائی ۱۹۱۳ء میں بذریعہ کھلی چٹھی کے حکیم صاحب سے یہ حوالہ طلب کیا تھا، اس کا جواب بھی نہیں دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حوالہ مذکور دکھا ہی نہیں سکتے۔ اس مقام کی عبارت سمجھنے میں انکو غلطی ہوئی۔

حکیم صاحب! غور سے سنیئے! آپ نے مرزا صاحب کی کتاب سراج منیر صفحہ ۱۰ (خزائن ج ۱۲ ص ۱۳) سے یہ عبارت نقل کی ہے: پنڈت لیکھ رام پشاوری کی قضا وقدر وغیرہ کے متعلق غالباً اس رسالہ میں بقید تاریخ و وقت کچھ تحریر ہوگا۔ آئینہ حق نما ص ۱۲۷۔

اس عبارت کو نقل کر کے آپ فرماتے ہیں: خدا کے لئے غور کرو کیا اس میں صاف طور پر ظاہر نہیں کیا گیا کہ لیکھ رام کی قضا وقدر اور موت فوت کے متعلق بقید تاریخ و وقت ایک پیش گوئی شائع ہوگی ...لیکھ رام نے دیدہ دلیری سے کہا کہ میرے حق میں جو چاہو شائع کرو۔ میری طرف سے اجازت ہے جس پر پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو شائع ہوئی۔ آئینہ حق نما۔ص ۱۲۷۔

بس آپ ہم کو فروری ۱۸۹۳ء والے اشتہار سے لیکھ رام کی موت بقید تاریخ اور بقید وقت دکھائیں، ہم اس کو مان جائیں گے۔ حکیم صاحب اور خلیفہ صاحب راست بازی اس کا نام ہے کہ جو حکایت کریں اس کا محکی عنہ بھی بتلائیں۔ یہ نہیں کہ محض دعوی ہی دعوی ہو اور ثبوت کچھ نہ ہو۔ غالباً آپ کو اشتہار مذکور کی اس عبارت پر نظر ہوگی:

آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے، چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں، یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں، عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ سراج منیر ص ۱۲؛ آئینہ حق نما ص ۱۱۷؛ خزائن ج ۱۲ ص ۱۵۔

مگر اے جناب! اگر یہ اور سابقہ عبارت ملک کی عام زبان، اردو، میں ہے تو کوئی اردو دان منصف بتلا سکتا ہے کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے جو مرزا نے لکھا ہے کہ:

لیکھ رام جن کی قضا وقدر کے متعلق ... بقید وقت و تاریخ تحریر ہوگا۔

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مجموعہ اشتہارات ج اص ۹۸؛ ۔مندرجہ آئینہ حق نما۔ص ۱۲۷۔

اس عبارت کا صاف مطلب ہے کہ جس تاریخ اور جس وقت لیکھ رام کی موت واقع ہونے والی ہوگی اس تاریخ کا نام اور اس وقت کا ذکر صاف لفظوں میں ہوگا، یہ نہیں کہ آج سے چھ برس تک ہوگا۔ چہ خوش۔ حالانکہ مرا بھی چار برس تک کیونکہ فروری ۱۸۹۳ء میں پیش گوئی شائع ہوئی اور مارچ ۱۸۹۷ء میں وہ فوت ہوا۔ اگر یہ خیال ہو کہ چھ سال کے اندر ہی اندر مرا، چھ سے تو آگے نہیں بڑھا، چاہے چار سال تک مرا۔تو ان کو سوچنا چاہیے کہ اگر یہی قاعدہ ہے تو چھ سال کیا دس سال کے اندر مرا بھی کہہ سکتے۔دس کیا بیس کے اندر مرا، بیس کیا ایک صدی کے اندر مرا۔ کہیے! پھر چھ ہی کی کیا خصوصیت ہے۔ خیر ہمیں اس سے مطلب نہیں، چھ سال کے اندر مرا یا چار سال کے اندر مرا۔ ہمیں تو یہ غرض ہے کہ مرزا جی کی کسی تحریر سے لیکھ رام کی موت بقید تاریخ اور وقت دکھا دیجئے۔

مختصر یہ کہ پنڈت لیکھ رام کی بابت خارق عادت عذاب کا وعدہ تھا۔موت کا اس میں کوئی لفظ نہیں۔بغیر خرق عادت عذاب کے اس کی موت نے ثابت کر دیا کہ یہ پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی۔

حضرات انبیاء کے مخالفوں پر جو موت آتی اور ان کی پیش گوئی سچی ثابت ہوتی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی پیشگوئی ہی ایسی ہوتی تھی لیھلکنّ الظّالمین۔ ہم (خدا تعالی) ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔ چونکہ وہ ان کے ہلاک کرنے کی ہوتی تھی اس لئے وہ سچی ہوتی اور مرزا صاحب کی پیش گوئی میں خرق عادت عذاب کا ذکر ہے اسلئے بغیر خرق عادت عذاب کے یہ پیش گوئی غلط ثابت ہوئی ۔ بہاء)

قادیانی کی سلطان محمد سے رقابت

ایک بڑے پھاٹک دار دروازہ سے گذر کر اور ایک وسیع میدان صحن کا طے کر کے وسطی مکانات کے آگے، دائرہ نما ایک برآمدہ انگریزی کوٹھی کی وضع کا بنا ہوا ہے، اسکے دروازوں کے اوپر کچھ پھولوں کی بیلیں چڑھی ہوئی ہیں اور کچھ گملے پھولوں کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ برآمدہ کے وسط میں ایک چارپائی پر سفید بستر کے اوپر کوئی شخص فربہ اندام، میانہ قد، لال داڑھی، سرخ وسفید چہرہ کا رنگ، تکیہ پر سر اور سر کے نیچے دونوں ہاتھ، چت لیٹا ہوا، ایک ٹانگ کھڑی ہے دوسری ٹانگ، ٹانگ پر رکھے ہوئے لمپ کی روشنی مدہم کی ہوئی، برآمدہ سے باہر صحن میں بہت سے آدمی پڑے ہیں، برآمدہ والے مکان کے دونوں بغلوں میں مکانات ہیں جن کی روش اور حیثیت سے صاف

ظاہر ہے کہ یہ کوئی سرائے ہے، اور وہ شخص جو برآمدہ میں پڑا ہے کوئی مسافرانہ طور پر اس مکان میں عارضی یا کرایہ پر رہتا ہے، مگر اپنی طبیعت کے مذاق کے موافق خوب آراستہ اور سجایا ہوا ہے۔

چلیں دیکھیں، ہیں یہ تو کچھ آپ ہی آپ باتیں کرتا ہے۔ کوئی پاس تو ہے نہیں مگر کسی فکر میں محو خیال ہے۔

ہائے ناکامی واحسرتا! نہ رات کو چین نہ دن کو آرام ہے، دل کو خبر نہیں کیا چیز ہے جو اندر ہی اندر ملے ڈالتی ہے، سینہ میں میٹھا میٹھا درد محسوس ہوتا رہتا ہے، رات کو کسی پہلو اور کسی کروٹ آرام نہیں، دن کو سوائے اس ادھیڑ بن کے اور کچھ کام نہیں، افشائے راز کے خوف سے اس بارہ میں جان توڑ کے کوشش نہیں کی جاتی، نامحرموں کا ذکر کرنا غیرت نہیں چاہتی۔ اندرونی کاروائیوں میں بالکل ناکامی رہی، خدا جانے یہ بڑھاپے کا عشق کیا رنگ لائے گا۔

کون پھرتا ہے؟

خادم: حضور میں ہوں، کیا ارشاد ہے۔

حضرت: کیا بات تھی جو تم لوگ تذکرہ کر رہے تھے ہوشیار پور سے آدمی آنے کا، اور احمد بیگ کی لڑکی کی شادی کا۔

(ہمارے ناظرین اب تو سمجھ گئے ہوں گے یہ صاحب ہمارے ناول کے ہیرو حضرت مرزا صاحب ہیں)۔

خادم: حضور ہوشیار پور سے آدمی آئے تھے، وہ ذکر کرتے تھے کہ مرزا احمد بیگ کی بڑی لڑکی کی شادی عنقریب ہونے والی ہے۔

حضرت: کہاں اور کس سے؟

خادم: کوئی پٹی گاؤں ہے ضلع لاہور میں، وہاں سے برات آئے گی۔ اور کوئی مرزا سلطان محمد نامی شخص ہے، اس کے ساتھ نکاح ہوگا۔

حضرت: (یہ سنتے ہی سن ہو گئے، کاٹو تو لہو نہ تھا بدن میں۔ بے ساختہ مرزا رفیع سودا کا یہ شعر زبان سے نکلا)

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں تجھ کو غیر پاس — پر جو خدا دکھائے تو لاچار دیکھنا

ہائے افسوس دعا میں بھی کچھ اثر نہیں رہا، جو تدابیر کیں الٹی پڑیں۔ پہلے تو دعا تیر بہدف فرمایا کرتے تھے، بجلی کی طرح کوندتی تھی، بڑا بھروسہ تو اسی پر تھا، کیا عشق میں سب نے ساتھ چھوڑ دیئے ہیں؟ نہیں نہیں عاشق کی آہ تو خالی نہیں جاتی، جذبہ کامل ہونا چاہیے، پہلے ان کے وارثوں کو سمجھاؤ، ڈراؤ اگر نہ مانیں تو خدا کی طرف رجوع لاؤ، دیکھو تو کیا ہوتا ہے:

جذبہ عشق جو ہوئے گا تو انشاء اللہ کچے تاگے میں چلی آئے گی سرکار بندھی

مرزا سلطان محمد بیگ کو یہ لکھا کہ تم اس تعلق کو قطع کر دو، تمہارا نکاح دوسری جگہ کرا دیا جائے گا۔ تمہاری جوانی پر مجھے رحم آتا ہے تم اس ارادہ سے باز آ جاؤ اور اس کے وارثوں کو بھی خطوں کے ذریعہ دھمکایا

ریل کا سفر

اسٹیشن ریلوے کے پلیٹ فارم پر مسافروں کا ہجوم ہے اور کثرت اژدہام سے ٹکٹ لینے کو جگہ نہیں ملتی۔ کوئی بینچ پر بیٹھا ہوا خدمت گار کا انتظار کر رہا ہے کہ اب تک ٹکٹ لے کر نہیں آیا۔ ریل نے سیٹی دی، وہ آگے ایک جنٹل مین پلیٹ فارم پر ٹہل رہے ہیں۔ ایک صاحب نہایت پستہ قد، لاغر اندام، دبلے پتلے، سادہ مزاج، ثقہ وضع، متبرک صورت، چوغہ ڈانٹے قریب آئے: السلام علیکم

جنٹل مین: آہا حاجی صاحب! وعلیکم السلام۔ کہاں کا ارادہ ہے؟

حاجی صاحب: دہلی جاؤنگا۔ دسمبر کی تعطیل ہے، یہاں بٹالے پڑے رہنے سے کیا حاصل۔ آپ کا ارادہ کہاں کا ہے؟

جنٹل مین: میں لاہور جاؤنگا۔ سرسید بالقابہ لیکچر دیں گے۔ میں تو سمجھا تھا کہ آپ بھی اسی جلسہ میں تشریف لے جاتے ہیں۔ لاہور راستہ میں تو پڑے ہی گا، ایک مقام کر کے دہلی چلے جانا۔ یہ لطف بھی اتفاق سے حاصل ہو جائیگا، دیکھئے لوگ دور دور سے سفر کر کے خاص اسی ارادہ سے آئے ہونگے

حاجی صاحب: حضرت میں اولڈ فیشن کا انسان ہوں۔ ہر دیگی چمچہ نہیں، جس کی رونق دیکھی کل جدید لذیذ پر عمل کیا اور اس طرف کو پھر گئے۔ پرانی لکیر کا فقیر ہوں۔

جنٹل مین: مذہب میں تحقیق ضرور چاہیے، بے تحقیق اندھوں کی طرح چلنا ہم تو پسند نہیں کرتے

حاجی صاحب: میں اس امر میں آپ کے خلاف ہوں، موافقت نہیں کرتا۔ آخر متقدمین میں کیا کوئی محقق نہیں گذرا؟ اب سرسید نے تیرہ سو سال بعد تحقیقات سے ثابت کیا کہ فرشتوں کا وجود نہیں، حضرت عیسیٰ مر گئے، جنت دوزخ موجود نہیں، معجزہ کوئی چیز نہیں، یا کچھ اور۔

جنٹل مین: یہ آپ کی ضد ہے، انصاف نہیں۔ جب یونانی فلسفہ کی بنیاد پڑی اور اس کا دور دورہ ہوا، اسلام سے اس کا مقابلہ ہوا، اس وقت اس زمانہ کے علماء اسلام تھے، انہوں نے خدا ان پر رحمت کرے، علم کلام ایجاد کیا اور اپنا دل و دماغ خرچ کر کے نہایت جانفشانی سے کتابیں لکھیں۔ بعض مسائل

کو اس کے ذریعہ سے یونانی فلسفہ سے تطبیق دی، اور جو فلسفہ کے اصول رکیک تھے ان کو علم کلام کے ذریعہ سے مسترد کر دیا۔ اب زمانہ گذرنے پر نیا فلسفہ جاری ہوا، جس کی بنا (برخلاف قیاسات وتوہمات) مشاہدہ اور تجربہ پر ہوئی، جس کا رخ تیرھویں صدی کے اخیر میں ہندوستان اور پنجاب کی طرف ہوا، اور کل سرکاری اور قومی سکولوں اور کالجوں میں اس کی شاخوں میں اس کی تعلیم ہو رہی ہے اور جس کی بدولت اس نظام عالم پر جس کو نامور حکیم بطلیموس نے قائم کیا تھا، طلباء ہنسی اڑا رہے ہیں۔ الغرض جب تجربہ اور مشاہدہ کے نظام عالم زمانہ حال کی سائینس اور فلسفہ نے یونانیوں کے اس وہمی اور قیاسی فلسفہ کو باطل کر دیا، تو وہ پرانا علم کلام ہے بے مصرف رہ گیا۔

ہمارے زمانہ کے علماء اسلام کا حقیقی فرض تھا کہ حال کی سائنس وفلاسفی وغیرہ کے مقابلہ میں کوئی نیا علم تیار کرتے اور جو اوہام وشکوک زمانہ حال کے لوگوں کے دلوں میں جاگزین تھے ان کے دور کرنے کی کوشش کرتے، مگر کسی بزرگ نے اس طرف توجہ نہیں کی۔

ایسے نازک اور پرآشوب زمانے میں سرسید نے جو قدرۃً ہمدردی بنی نوع انسان اور فطرۃً دردمند دل اپنے ساتھ لایا تھا اپنی قوم کی جو ایسی ردی حالت دیکھی کہ خدا کسی کو بھی نہ دکھائے اور اسلام کو قابل رحم حالت میں پاکر سینکڑوں دیگر امور کی اصلاح کے ساتھ ہی یہ بھی عاقبت اندیشی کی کہ مروجہ سائینس اور فلاسفی کو جس کا مذہب اسلام سے مقابلہ پڑتا نظر آیا، مدنظر رکھ کر ہندوستان کے بزرگ اور مقدس مولویوں کی خدمت میں اپیل کی کہ اس طوفان بے تمیزی کے مقابلہ میں کمر باندھیں اور پرانے تیر تفنگ کی بجائے کسی نئی توپ اور سنائیڈر بندوق سے کام لیں۔ مگر کسی نے نہ سنی اور سب نے اس کو اہل غرض اور دیوانہ بتلایا، اس لئے اس مرد میدان نے سب سے مایوس ہو کر خود کمر ہمت باندھی، اور بلند حوصلے اور مضبوط دل سے اس کام میں مصروف ہوا کہ خدا کے قول اور فعل (قرآن ونیچر) دونوں کتابوں کو، جو دراصل ایک ہیں، باہم مطابق اور موافق کر دکھایا۔ اور جن لوگوں نے مخالفت کی سب کے سب تھکے اور ماندے ہو کر جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ علماء وقت اور بزرگان دین فرماتے ہیں کہ.... اعلی اور بے مثل تحقیقات میں اس (سرسید) نے بعض مقاموں میں ٹھوکریں بھی کھائی ہیں اور کیا عجب ہے کہ ایسا ہوا ہو کیونکہ غلطیوں سے پاک اور صاف رہنے کا منصب تو خداوند تعالی نے انبیاء کو عطا فرمایا ہے جو فطرۃً معصوم ہیں۔

سرسید نے یہ دعوی نہیں کیا کہ میں نبی یا رسول ہوں اور نہ اپنے تئیں امام وقت ظاہر کیا بلکہ وہ انبیاء سے برابری کرنے والوں کو مشرک فی صفۃ النبوۃ جانتا ہے اور قرآن شریف کو ہر وقت

بلکہ ہر آن تمام دنیا کے لئے جی امام مانتا ہے اس کا یہ مقولہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے

میری یہ خواہش نہیں کہ کوئی شخص گو وہ میرا کیسا ہی دوست ہو میرے خیالات کی پیروی کرے۔ میں رسولوں کے سوا کسی شخص کا ایسا منصب نہیں سمجھتا کہ (ان باتوں میں جو خدا اور بندوں میں دلی اور روحانی امور سے متعلق ہیں اور جس کو مذہب کہتے ہیں) وہ یہ خواہش کرے کہ لوگ اس کی پیروی کریں۔ یہ منصب تو رسولوں کا تھا اور آخر کو جناب رسول خدا محمد مصطفیٰ ﷺ پر جن کا ازلی مذہب خدا ابدالآباد تک قائم رکھے اور ضرور قائم رکھے گا (کیونکہ جب وہ ازلی ہے ابدی بھی ہے)...(دیکھو سفرنامہ پنجاب میں لیکچر اسلام)

الغرض اس بہی خواہ اسلام اور دلی ہمدرد قوم کی بیش بہا اسلامی اور لاثانی خدمات کے حیرت انگیز کارنامے خطاب احمدیہ تہذیب الاخلاق تفسیر القرآن وغیرہ کے لباس میں موجود ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے اور اپنی رائے قائم کرکے خذ ما صفا و دع ما کدر پر عمل کرے۔

آہا حکیم صاحب بھی پھر رہے ہیں۔ غالباً یہ بھی وہیں جاتے ہیں، چلو ملاقات کریں۔

حاجی صاحب: میری ملاقات تو ہے نہیں، خواہ مخواہ مخل اوقات ہونا پسند نہیں کرتا۔

جنٹل مین: اچھا تو میں جاتا ہوں (اور چند قدم حکیم صاحب کی طرف چل کر) السلام علیکم

حکیم صاحب: وعلیکم السلام، شاہ صاحب مزاج شریف! کس طرف کا عزم بالجزم ہے۔

شاہ صاحب (جنٹل مین)۔ جلسہ حمایت اسلام میں جاؤنگا۔ آپ کہاں تشریف لے جائیں گے؟

حکیم صاحب: میں بھی وہیں جاتا ہوں، خوب ہوا ساتھ ہو گیا۔ مولوی صاحب نہیں آئے۔

شاہ صاحب: علی گڈھ کالج کے واسطے جو چندہ جمع کیا گیا تھا، اکثر احباب پر باقی ہے، اس کی وصولی کی وجہ سے وہ آج نہیں آسکے۔ غالباً کل یا شام کی ریل میں وہ بھی تشریف لے آویں۔

حکیم صاحب: خوب! اللہ تعالیٰ جزا دیوے۔ مولوی صاحب کا بھی دم غنیمت ہے۔ ان کو بھی آپ کی طرح اس معاملہ میں نہایت دلچسپی ہے، اور ایسا ہی چاہیے۔ قومی ہمدردی کے یہی معنی ہیں۔

اتنے میں ریل نے سیٹی دی اور سب اپنا اپنا اسباب اٹھا کر سوار ہو گئے اور ریل روانہ ہوئی۔

ماں کرے نند لال

صبح کا سہانا وقت ہے، بہار کے دن ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے، درختوں میں جو شگوفہ آیا ہوا ہے، اس کی بھینی بھینی خوشبو سے دل کو فرحت دماغ کو طاقت پہنچتی ہے۔ دس بارہ آدمی

بہ لحن داؤدی او نچے سروں میں الاپ الاپ کر گا رہے ہیں،

سہاگن چیچا مان کرے نند لال ۔ ایک ڈھولک پر تھاپ دے کر تال دے رہا ہے، ایک بانسری بجا تا ہے، اور لہرا لہرا کر ایک لے میں سب کے سب گا رہے ہیں،

سہاگن بجا (زچہ) لاڈو گود کھلائے نند لال ۔

تالی بجا کر

سہاگن بجا مان کرے نند لال ۔

ایک طرف سے ایک مالن انبہ کے پتے رسے میں باندھے ہوئے مکان کے دروازہ پر باندھ رہی ہے قریب کی مسجد سے ایک صاحب باہر آئے، یارو! نماز تو پڑھنے دو۔

۱۔قربان جائیں، یہ دن کیا روز آتا ہے، نماز کی تو ہمیشہ دن نکلنے سے پہلے چٹی (ڈنڈ) لگی رہتی ہے۔

۲۔خدا نے یہ دن دکھایا ہے ہم اسی دن کی دعا مانگتے تھے۔

۳۔سخی کی کمائی میں سب کا حصہ ہے۔

۴۔شوم کم بخت کے دروازے کون جاتا ہے۔

نمازی: اے بھائیو! نماز میں حرج ہوتا ہے۔ دن تو نکلنے دیا ہوتا۔

آواز (مسجد کے اندر سے) میاں بحث کیوں کرتے ہو؟ کچھ دے دلا کر رخصت کرو۔

نمازی نے صحن مسجد سے زنانخانہ کی طرف رخ کر کے کسی خادمہ کو آواز دی، خادمہ اندر واپس جا کر آئی اور ہیجڑوں اور مالن کو کچھ دے دلا کر رخصت کیا)۔

نمازی (صحن مسجد سے واپس اندر جا کر) حضرت جی مبارک! ہم کو تو خبر ہی نہیں، ان لوگوں کو کہاں سے خبر ہو جاتی ہے۔

مصاحب: حضرت اقدس نے تو ذکر ہی نہیں فرمایا۔

حضرت: بے شک رات ڈیڑھ بجے بعد یہ مولود مسعود پیدا ہوا۔ اس وجہ سے بے خوابی رہی۔ صبح کی نماز میں بہ توقف آنے کا اتفاق ہوا۔ جماعت تیار تھی اس ذکر اذکار کی فرصت نہ تھی، فالحمد للہ، اللہ نے ہماری پیش گوئی کو پورا کیا۔

مصاحب: الحمد للہ! مبارک مبارک! پھر ایک مرتبہ مبارک مبارک کی آواز سے مسجد گونج گئی۔

حاضرین: الحمد للہ! حضور، اللہ تعالی کا بڑا فضل ہوا۔ لڑکی پیدا ہونے سے مخالفوں نے زبان طعن کو دراز کر رکھا تھا۔ اب ان کے منہ میں خاک پڑے گی۔ خدا تعالی اس مولود کو عمر طبعی پر پہنچائے اور

حسب بشارت خود سب وعدہ پورا کرے۔ (پھر آواز آمین سے مسجد گونج اٹھی)

مولوی صاحب: اب یہ مولود تو وہی بشیر موعود ہے جس کی نسبت حضور کو الہام ہوا تھا عنموائیل

حضرت: بے شک اب عقیقہ کا سامان کیا جائے ایک مضمون لکھو اور فوراً مطبع میں شائع ہونے کے واسطے بھیج دو اور احباب عقیدت کیش کے پاس خط دعوت اور مخالفین کے پاس اشتہار قلمی بذریعہ رجسٹری بھیج دو۔

مولوی صاحب: نہایت مناسب بلکہ ضروری اور انسب ان نامعقولوں کے منہ میں لگام دیا جائے۔ پہلے لڑکے کی پیش گوئی میں جولڑکی ہوئی تو زمین کو سر پر اٹھا رکھا تھا۔ ذرا سرتو نیچا ہووے۔

حضرت: ہم نے شائع کرا دیا تھا کہ یہ ضرور تھوڑا ہی ہے کہ وہ مولود موعود اسی حمل میں پیدا ہوتا ،اس میں نہیں تو اس کے قریب کے حمل میں سہی۔

مصاحب: اب تو خدا تعالی نے سب مخالفین کو خاک در دہان سرنگوں کر دیا۔

شاہ جی: حضور اب عقیقہ کی تقریب پر وہ خوشی کی جاوے کہ زمانہ میں یادگار ہو جائے اور اس کی نظیر زمانہ میں ہاتھ نہ آئے۔

(اتنے میں نوبتی نقارخانہ لے کر آ گئے نوبت خانہ رکھا گیا نفیری کی آواز کے ساتھ ہی نقارہ پر چوٹ پڑی اور لوگ ڈوم کنجر مراسی آوارد ہوئے اور ایک جلسہ قائم ہو گیا)

مرید: یہ راگ اور نفیری کا بجانا اور نقارخانہ رکھا جانا جائز ہے نہ۔

حضرت: آسمانوں پر اس مولود کے تولد کے شادیانہ بجتے ہیں اور نوبت خانہ، تو زمین پر کیوں نہ ہو

خوش آمدی: حق ہے حق ہے، سبحان اللہ و بحمدہ کیا عمدہ جواب ہے اعجاز ہی اعجاز۔

۲۔ اس میں کیا شک ہے ہر کہ شک آرد کافر گردد، اللہ کے مامور اور مرسل کا کوئی کام خلاف امر الٰہی کے نہیں۔ حضور کو کشف سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ آسمان پر نوبت خانہ رکھا گیا ہے۔

دیگر خوش آمدیوں نے ہاں میں ہاں ملائی

مولوی صاحب نے مضمون اشتہار لکھ کر پیش کیا بعد ملاحظہ پسند خاطر اقدس ہو کر بدست خاص مزین ہوا اور مطبع میں بھی روانہ کیا گیا (جو مطبع چشمہ فیض بٹالہ اور وکٹوریہ پریس لاہور وغیرہ مطابع میں طبع ہوا) اور چند مخالفین کے پاس قلمی اشتہار تحریر کرا کر بذریعہ رجسٹری بھیجے گئے۔

جاء الحق و زهق الباطل ۔ خوش خبری

اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے

میں نے اشتہار ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا، تو دوسرے حمل میں، جو اس کے قریب ہے، ضرور پیدا ہو جائے گا، آج ۱۰ ذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا فالحمد للّٰہ علی ذالک

اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کس قدر بزرگ پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ یہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیش گوئی منظور کریں گے، جس کا وقت بتایا جائے۔سو اب یہ پیش گوئی انہیں منظور کرنی پڑی کیونکہ اس پیش گوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائے گا۔ضرور لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حمل بھی کچھ دور نہیں بلکہ قریب ہے۔ یہ مطلب اگرچہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں نے اسی اشتہار میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینے پہلے روح القدس سے قوت پا کر مفصل طور پر مضمون مذکورہ بالا لکھ دیا یعنی یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہو گا۔ آریوں نے حجت کی تھی کہ یہ فقرہ الہامی کہ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کریگا، حمل موجودہ سے خاص تھا جس سے لڑکی ہوئی۔ میں نے ہر ایک مجلس اور ہر ایک تحریر و تقریر میں انہیں جواب دیا کہ یہ حجت تمہاری فضول ہے، کیونکہ کسی الہام کے معنے وہ ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے، اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی، کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ سے خاص طاقت پا کر اسکے معنے کرتا ہے۔جس حالت میں لڑکی پیدا ہونے سے کئی دن پہلے عام طور پر کئی سو اشتہار چھپوا کر میں نے شائع کر دیئے اور بڑے بڑے آریوں کی خدمت میں بھیج دیئے، تو الہامی عبارت کے وہ معنی قبول نہ کرنا جو خود ایک مخفی الہام نے میرے پر ظاہر کئے اور پیش از ظہور جملہ مخالفین تک پہنچا دیئے گئے۔کیا ہٹ دھرمی ہے یا نہیں۔کیا ملہم کا اپنے الہام کے معانی بیان کرنا یا مصنف کا اپنی تصنیف کے کسی عقدہ کو ظاہر کرنا تمام دوسرے لوگوں کے بیانات سے عند العقل زیادہ معتبر نہیں ہے۔ بلکہ خود سوچ لینا چاہیے کہ ملہم جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعویٰ کر لیتا ہے، تو وہ اپنے اس الہام

اور تشریح کا آپ ذمہ دار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بیجا دینا ایسا ہے جیسے کوئی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنی نہیں، بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں۔ اب ہم اصل اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں (یہ اشتہار صداقت آثار ہے جو اوپر نقل ہو چکا ہے۔ بہاء) تا ان کو اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیش گوئی کی نسبت کیا دعوی کیا تھا اور وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔

المشتہر خاکسار غلام احمد۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۵۔ص ۱۷۵۔۱۷۶)

گوگا نومی کا میلہ اور زندہ پیر کی زیارت

بھادوں کا مہینہ ہے، آسمان پر ابر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس طرف سے اس طرف کو جا رہے ہیں۔ کہیں دھوپ کی تیزی بدن کو جلائے دیتی ہے۔ بھادوں کی دھوپ جس سے ہرن کا لاہو۔ کبھی چھوٹا سا ٹکڑہ ابر کا سر پر آ گیا سایہ ہو گیا۔ ہوا کا جھونکا بستی میں جو لگا رہا جان آ گئی۔ کبھی حبس ہوا تو گرمی نے وہ زور دکھایا کہ سانس بند ہو گیا۔ پسینا ہے کہ سر سے پاؤں کے ناخن تک پہنچتا ہے۔ کپڑوں سے بو آ رہی ہے۔ بٹالہ سے جو سڑک قادیان کو جاتی ہے اس پر آدمیوں کا تانتا لگا ہوا ہے۔ دس دس، بیس بیس، چالیس چالیس، پچاس پچاس کا جرگہ ابر کے ٹکڑوں کی طرح علیحدہ علیحدہ رہ نوردی میں مصروف ہے۔ کسی کے ہاتھ میں مور کے پروں کا مورچھل ہے، کوئی ڈورو بجا رہا ہے، ایک مرتبہ ہی ابر آیا اور برستا ہوا چلا گیا۔ لوگوں نے چاروں طرف کو دیکھا جائے پناہ نہیں پائی، دھوپ نکل آئی، مسافروں نے اپنا راستہ لیا اور شام کے قریب قادیان میں داخل ہوئے۔ وہاں میلہ کا ہجوم ہے ایک وسیع میدان میں مجمع ہے، اژدہام سے آدمیوں کو آدمی چیر کر نکلتے ہیں تو منزل مقصود تک پہنچتے ہیں۔ میدان میں ایک منڈی ہے... ایک بڑے لمبے بانس پر پتلا اور سفید کپڑا سبز رنگ کا پھریرا اڑ رہا ہے بانس کے سر پر مور کے پر کا مورچھل بندھا منڈی کے پاس جھنڈے (چھرے) کے نیچے چارپائی بچھی ہے اس پر سفید بستر ہوا ہے چارپائی کے اوپر تکیہ کے سہارے ایک بزرگ درویش صورت لمبی داڑھی سرخ سفید رنگ نورانی چہرہ سبز کاہی عمامہ سر پر کہربائی اکڑ تہ در پر سبز سرخ سیاہ نیلے پیلے منکوں کی پنجرنگی تسبیح گلے میں پتلا رومال ہاتھ میں لال لال آنکھیں رعب دار چہرہ منہ سے حقہ لگائے صوفی صافی کی شکل بنائے چارپائی سے پاؤں لٹکائے دنیا سے ہاتھ اٹھائے بیٹھا ہے پیرو

ں کے پاس پلنگ کے نیچے ایک سفید چادر بچھی ہے لوگ آتے ہیں پیر کے پاؤں کو چوم قدم کو ہاتھ لگا ماتھا ٹیک کوئی مرغا کوئی بھیڑ بکری کا بچہ چڑھا روپیہ دو روپیہ پیر کے سر پر وار چادر پر ڈال دیتا ہے اور اسی طرح الٹے پاؤں نو قدم ہٹ کر مجلس میں جا بیٹھتا ہے۔ خادم مرغا مرغی بھیڑ بکری کے بچہ کو اٹھا کر لے جاتے ہیں چاروں طرف بیس بیس پچیس پچیس کا غول دوڑے جاتے ہیں بھجن گاتے ہیں گوگا پیر کے مناقب سناتے ہیں چادر پر روپئوں کے کوڑیوں کی طرح ڈھیر لگا ہوا ہے

پیر جی: (حقہ کا دم کھینچ، دھواں اوڑا)۔ واہ بچو! کیا کہنا ہے، خوش کر دیا۔

مرید: ۔ داتا پیر کے پاؤں کی برکت ہے، تیری جوتیوں کا صدقہ ہے، ایک بچہ دلوا دے، اگلے برس اس کو گود میں لے کر آؤں۔

۲۔ بیاہ کرا دے، گھر ویران ہے، تنہائی میں دل گھبراتا ہے، اگلے سال اکیلا نہ ہوں، جوہڑی ساتھ ہو

۳۔ ابے چپ۔ یہ موقع گفتگو کا نہیں۔ دیکھ! کوئی بولتا ہے۔

۴۔ بابا پیر کے مہر کی نظر چاہیے، کہنے کی کیا ضرورت ہے، وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اس پر سب کچھ روشن ہے، یہی تو کرامات ہے۔

پیر جی: (مسکرا کر)، ارے بھائی! میں بڈھا آدمی، لڑکا کیا میری جھولی میں ہے جو نکال کر دیدوں۔ اور عورتوں کی کیا میرے پاس کھڑک بھری ہوئی ہے جو پکڑ کر دیدوں۔ بابا فقیروں کے پاس تو دعا ہوتی ہے۔ اچھا کہیں گے، گورو بھلی کرے گا...

مرید کھڑے ہو کر اور ہاتھ باندھ کر۔ بس مہاراج یہی تو ہم چاہتے ہیں اور ہم کیا کہتے ہیں، دعا کرو گورو کے کرم کی نظر ہو جائے، آپ کا نام ہمارا کام ہو جائے۔ بر کریماں کارہائے دشوار نیست

۱۔ پیر کے چرنوں لگ جا، داتا گورو ساری مرادیں پوری کر دیگا۔ پیر کے مہر کی نظر چاہیے، بیڑا پار ہے

پیر جی: بابا گھبرانے سے کچھ نہیں ہوتا، خدا کی مہربانی اور فضل پر نظر رکھنی چاہیے۔

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار   نہ مایوس ہو اس سے امیدوار

(راگ رنگ موقوف، روشنی کا سامان بڑے دھوم سے کیا گیا تھا۔ پھر دیکھنے میں لوگ مصروف ہوئے۔ پیر جی اٹھ کھڑے ہوئے۔ خادم نذر و نیاز کا روپیہ سب اکٹھا کر ساتھ ہوئے۔ کھانا ہر ایک کا اس کے قیام گاہ پر بھیجا گیا۔ صبح کو پیر جی کا دربار خاص منعقد ہوا ہر ایک مرید اور خواہش مند بمصداق تنہا پیش قاضی روی راضی آئی کے ایک کوٹھے میں جہاں پیر صاحب رونق افروز تھے تنہا جاتا، اپنا حال سناتا، روائے حاجت چاہتا، جواب شافی پاتا چلا آتا، اندر زنان خانہ سے ایک خادمہ آئی)

خادمہ: حضور منجھلے میاں کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ مبارک۔

(ناظرین سمجھ تو گئے ہوں گے یہ دربار کس بزرگوار کا ہے اور پیر جی کون صاحب ہیں اور منجھلے میاں کون ہیں۔ مگر ہم بھی عام لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے لکھتے ہیں یہ پیر جی سلطان العارفین امام السالکین مرزا امام الدین صاحب ہیں اور مرزا نظام الدین ان کے چھوٹے بھائی ہیں جو ہمارے ناول کے ہیرو حضرت مسیح زمان مہدی دوران مرزا صاحب کے چچازاد بھائی ہیں)۔

پیر جی: (نہایت خوشی کے لہجہ میں) الحمد للہ! اللہ تعالیٰ عمر طبعی کو پہنچائے، کب ہوا؟

خادمہ: ابھی ابھی، بس حضور کی خدمت میں دوڑی ہی آئی ہوں۔

پیر جی: ہاں خوب یاد آیا ہے کہ ان لوگوں کو کہہ دیا کہ آج اور کل کوئی شخص نہ جائے، جلسہ ہوگا۔

خادم نے سب لوگوں کو پکار کر منادی کر دی کہ پیر جی کے بھتیجا (یعنی بھائی کے گھر لڑکا) پیدا ہوا ہے اس کا جلسہ اور دعوت کا سامان ہوگا کوئی بے اجازت نہ جائے

فوراً جلسہ کا سامان شروع ہوا شامیانہ لگایا گیا لاہور امرتسر سے گائنیں بلائی گئیں اور بڑی دھوم دھام سے جلسہ رقص و سرود اور دعوت کیا گیا رنڈیوں کے گانے اور سارنگیوں کے زونٹوں کی آواز سے اور طبلہ کی تھاپ سے زمین سے آسمان تک نغمہ شادی کا شور تھا غزل مبارک باد تازہ بتازہ نو بنو گائی گئی

نغمہ شادی مولود مبارک ہوئے
سب کو یہ گوہر مقصود مبارک ہوئے
وقت پیری کے خدا نے دیا فرزند رشید
معجز عیسی موعود مبارک ہوئے
اس نے اس بارہ میں فرمائی جو پیشینگوئی
اثر الہام کا محمود و مبارک ہوئے
رہے پر نور مدام اس سے شبستان امید
تابش اختر مسعود مبارک ہوئے
ہوا سرسبز گلستان تمنائے دلی
گل سے پر دامن مقصود مبارک ہوئے
مشتری زہرہ فلک پہ نہ ہوں کیوں نغمہ سرا

مہ و خورشید تین ؟ موجود مبارک ہوئے
آئے وہ دن بھی کہ ہو اس کے بردر ثانی
گائیں ہم آگے یہ مولود مبارک ہوئے

(یہ مرزا امام الدین کی حکایت ہے جو مرزا غلام احمد کے چچا زاد بھائی، اور سلطان احمد بن غلام احمد کے سسر تھے۔ آپ خاکروبوں کے پیر بنے ہوئے تھے۔ اور ملک میں ان کے مریدوں کی تعداد مرزا غلام احمد کے مریدوں کی تعداد سے زیادہ تھی جیسا کہ ہم مردم شماری ۱۹۰۱ء کی رپورٹ سے اعداد وشمار کسی گذشتہ جلد میں نقل ہو چکے ہیں۔ بہاء)

بشیر اول قادیانی کی موت

دیروز چناں وصال دل افروزی امروز چنیں فراق عالم سوزی
افسوس کہ بردفتر عمرت ایام ایں روزی نویسد و آن را روزی

رات کا وقت ہے، آندھی چل رہی ہے، ہوا کا وہ زور ہے کہ پاؤں اکھاڑے دیتی ہے، ہوش اڑے جاتے ہیں، گرد وغبار آنکھیں نہیں کھولنے دیتا، اندھیرا ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ مارا نظر نہیں آتا، تاریکی نے سیاہی بخت عشاق کی طرح دنیا کو سیاہ کر رکھا ہے، کوئی بھولا بچھڑا ادھر راستہ میں بھٹکتا پھرتا ہے، راستہ نظر نہیں آتا، تن آور درختوں سے ٹکر کھاتا ہے۔

ایک گھر کے کمرہ کے دوسرے درجہ میں چراغ روشن ہے، مگر وہاں بھی ہوا ٹھہرنے نہیں دیتی، ٹم ٹم کرتا ہے۔ کیواڑ ہیں کہ دروازہ سے لگ کر کھڑکتے ہیں، جیسا کوئی دکھیا ماں اپنے اکلوتے بچہ کے ماتم میں سینہ کوٹتی ہے، یا نامراد بوڑھا باپ ضعیفی کی عمر میں اس بچہ کی مرگ پر جس کی موت نے تمام آرزؤں کا خون کر دیا ہو سر پیٹتا ہے۔ مکان کے اندر ایک چارچائی کے اوپر ایک بیمار پڑا ہے۔ اس کے سرہانے خاتون نوعمر غمگین اور مرد مسنّ اداس صورت بنائے بیٹھے ہیں چند خادمہ ادھر ادھر گھبرائی ہوئی پھر رہی ہیں۔

یہ کون بیمار ہے۔ یہ تو کوئی برس ڈیڑھ برس کا بچہ ہے، آنکھیں بند کئے پڑا ہے۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئیں، زبان پر کانٹے کھڑے ہیں۔

بچہ: (بیمار) کبھی آنکھ کھول کر حسرت بھری نظروں سے ماں کے منہ کو دیکھتا ہے پھر بند کر لیتا ہے۔

ماں: (آنکھوں کو دوپٹہ سے پونچھ کر) میاں بشیر (جواب سے مایوس ہوکر اور حسرت کے لہجہ میں) یا اللہ رحم کر

باپ: (مایوسی کی حالت میں بچہ کے ہونٹوں کو ہاتھ لگا کر)، کیسے خشک ہو گئے ہیں، کچھ پڑھ کر چھوا۔

بیوی: (بچہ کی ماں) کیا امید ہے (آنسو پونچھ کر)، اس سے تو خدا نہ دیتا تو اچھا تھا۔ یا اللہ! ہم سے تو یہ تکلیف نہیں دیکھی جاتی۔ جو کچھ کرنا ہے کر، اس بچہ کی مشکل آسان کر۔

میاں: (بچہ کا باپ) تم گھبراتی کیوں ہو؟ اور نا امید کیوں ہوتی ہو؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نزدیک کوئی بات ان ہونی نہیں۔ اس میں سب قدرت ہے۔

بیوی: اب اس کی کیا امید ہے؟ کوئی دم کا مہمان ہے، لبوں پر جان ہے،... ہم نے تو کبھی اولاد کی خواہش بھی نہیں کی تھی۔ اگر اللہ میاں نے مہربانی کر دی تھی، تو اس کو زندہ رکھتا۔

میاں: تم ناحق گھبراتی ہو، خدا پر نظر رکھو، نا امید مت ہو۔ یحی الموتی اس کی صفت ہے وہ مردہ کو زندہ کرتا ہے۔ بیمار کا تندرست کرنا کیا بڑی بات ہے۔ حکمت کی رو سے بھی ہمارا تجربہ ہے۔ اس سے سخت سخت بیمار تندرست ہو جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ خدا تعالیٰ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا مجھ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام بشارت دی ہے یہ لڑکا بڑا صاحب بخت واقبال ہوگا۔ اور اس کا نام سمندروں کے کناروں تک مشہور ہوگا اور قیامت تک اس کا نام صفحہ دنیا سے نہ مٹے گا۔

بیوی: اللہ کرے تمہاری زبان مبارک ہووے، مگر مجھ کو تو کوئی امید کی صورت نظر نہیں آتی۔

میاں: تم کو ہمارے الہام پر بھی ایمان نہیں؟

بیوی: میں ان باتوں کی قائل نہیں۔ بھلا پہلے حمل میں الہام ہوا تھا، لڑکا ہوگا، اور وہ ایسا ہوگا، ایسا ہوگا، تو لڑکی ہوئی وہ بھی زندہ نہیں مردہ، اب اس لڑکے کی نسبت جو اشتہار دیا کہ یہ وہی موعود ہے تو اس کی جان کے لالے پڑے ہیں۔ اللہ کرے یہ بچ جائے۔ اب سے پیچھے مت کہنا، کہ یہ لڑکا موعود ہے۔ میرا بچہ جیتا رہے میں تمہارے وعدہ وعید سے درگذری۔

میاں: تم تو ناحق گھبراتی ہو۔ (اتنے میں خادمہ نے عرض کی حکیم جی آئے ہیں۔ پردہ ہوا)

حکیم: (اندر آئے اور شیشی سے دوا نکال کر بچہ (بیمار) کو پلائی اور کہا) مجھ کو کیا حکم ہے؟

بزرگ (یعنی بچہ کا باپ مرزا): اب کیا حالت ہے؟ میرے خیال میں تو اب ردّی حالت ہے۔

حکیم: حضرت خود حکیم اور موید من اللہ ہیں۔ آپ کے روبرو کچھ کہنا بے ادبی میں داخل ہے۔ میرے خیال میں حضور باہر تشریف لے چلیں، خدا نہ کرے حضور کی طبع مبارک ناساز ہو جائے۔

(یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ بچہ نے ایک ہچکی لی اور جان بحق تسلیم ہوا)

ماں: (بے خودی کے عالم میں) ہائے میرا بچہ، حکیم جی بچانا۔ ہائے ہائے یہ کیا ہو گیا۔

خادمہ: ہائے میرالاڈلا، اب میں کس کوکھلاؤں گی؟

۲۔ روتی چلاتی ہوئی، ہائے یہ کیا ہوا۔ دوڑیو! کوئی باہر جا کر حضور اقدس کوتو خبر کردو، وہی کچھ خدا سے دعا کریں۔ یہ بچہ جی جائے، خدا کے مقبول بندے تو سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ہائے میری گود کا پالا کئی دن جاگا۔ ایسی میٹھی نیند سویا۔ (بچہ کے منہ سے کپڑا اٹھا کر) ہائے میرا چاند

حکیم صاحب مرزا کو باہر مردانخانہ میں لے گئے۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ مکان جو عشرت کدہ خاص تھا، ماتم سرائے عام ہوگیا۔ عورتوں سے گھر بھر گیا، اور در و دیوار سے حزن وغم برستا ہے، رونے پیٹنے واویلا کی صدا بلند ہے، فلک پیر نے اس قدر ماتم کیا، کنارسرتا پا نیلگوں ہوگیا۔ مردانہ میں زنانخانہ سے زیادہ شورشیں اور ماتم بپا تھا کسی کا ہوش بجانہ تھا

میر صاحب: افسوس کل کیا تھا اور آج کیا ہوگیا۔ خدا کے کارخانہ میں کسی کو دخل نہیں۔

شاہ جی: انسان کیا اس کا ماتم تو فلک پر فرشتوں میں ہوتا ہے۔

مولوی صاحب: جس مولود کی پیدائش کی خوشی کے شادیانے فلک پر پہنچے تھے اس کا ماتم آسمان پر کیوں نہ ہو۔

خوش آمدی: آج سبکو سیاہ لباس پہننا چاہیے آسمانوں پر ملائک نے تو ضرور ماتمی لباس پہنا ہوگا

۲۔ اس میں کیا شک ہے جب حضرت اقدس کے والد ماجد کا انتقال ہوا تھا تو خدا نے پرسا دیا یعنی عزاداری کی تھی اور اولاد کا صدمہ تو بڑا صدمہ ہے، دشمن کے بھی نصیب نہ ہو، اور اولاد ایسی کانّ اللّٰہ نزل من السّماء جس کی شان میں نازل ہو۔

حکیم صاحب: حضرت مرزا کی خدمت میں کچھ عرض کرنا سوء ادب ہے، ہمارا منصب نہیں کہ بے اجازت زبان کھولیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا ایّھا الّذین آمنوا لا تقدّموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ مگر بہ ادب عرض ہے کہ ماتم وہ نہیں جس سے ہاتھ اٹھایا جائے اور یہ وہ غم نہیں جس کا داغ تازیست کیا بعد مرگ بھی سینہ سے جائے، مگر بجز صبر وشکیبائی چارہ ہی کیا ہے۔

عرفی اگر بہ گریہ میسر شدے وصال　　صدسال میتواں بہ تمنا گریستن

مولوی صاحب: اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا امتحان کرتا ہے یہ اس کی قدیم سنت ہے۔

۲۔ انّ اللّٰہ مع الصّابرین آخر سب کو ایک دن یہ راہ درپیش ہے۔

مرزا صاحب: بعض نادان دل کے اندھے یہ اعتراض پیش کریں گے کہ یکم فروری ۱۸۸۶ء کی پیش گوئی میں ایک پسر موعود کا وعدہ جیسا کہ ظاہر کیا گیا تھا پورا نہیں ہوا کیونکہ پہلے لڑکی پیدا ہوئی اس کے بعد جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام بشیر رکھا گیا جو سولہ مہینے کا ہوکر فوت ہوگیا۔

مرید۔ بے شک یہ بڑا سخت مخالفین کا اعتراض ہوگا اشتہار یکم فروری میں جلدی کر کے غلطی کھائی تھی ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو ہی ذرا سوچ اور تامل کر کے چھپواتے۔ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

۲۔ میاں تم بھی بڑے گستاخ اور بے ادب ہو۔ تو بہ کرو کافر ہو جاؤ گے۔ مردود ہو جاؤ گے چھوٹا منہ بڑی بات اپنے انداز سے گفتگو کیا کرتے ہیں۔ کوئی مامور من اللہ خدا کے الہام کو چھپا سکتا ہے۔ جو کچھ خدا کی جانب سے حکم ہوا ظاہر کر دیا۔

۳۔ بے شک یہ گفتگو سوء ادبی میں داخل ہے ہم کو یا آپ کو یہ منصب نہیں کہ ایسے الفاظ زبان پر لائیں۔ ایاز قدر خود بشناس، کے مصداق کسی کو چون و چرا کی کیا گنجائش اور طاقت ہے۔

مرزا صاحب: ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کے اشتہار میں کہاں ہے کہ اسی کو با برکت موعود ٹھہرایا گیا ہے۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولی جل شانہ کا ہے اس لئے اس قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا جاتا ہے،

شخص غیر: اس اشتہار میں صرف یہی لکھا گیا ہے کہ یہ ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کے الہام والا لڑکا ہے مگر زبانی زبانی کس و ناکس کو بھی کہا گیا کہ یہ وہی لڑکا موعود و مسعود ہے جس کا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں وعدہ ہوا تھا۔ اور آپ نے خود ایک مضمون ایک پونہ کے رہنے والے اردوخوان سپاہی کے نام سے بھی شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۱ ستمبر ۱۸۸۷ء میں چھپوایا ہے اور ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کا اشتہار بھی ضمیمہ اشتہار ۲ فروری ۱۸۸۶ء

مرزا صاحب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس قسم کی خباثت ہے جو یہودیوں کے خمیر میں ہے اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ نبی ﷺ کے مبارک لبوں سے یہ نکلا تھا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایسے بھی لوگ مسلمانوں سے ہوں گے جو یہودیوں کی صفت اختیار کرلیں گے اور ان کا کام افتراء اور جعل سازی ہوگا، بھلا آؤ اگر سچے ہو تو پہلے اسی کا فیصلہ کرلو کہ ہم نے کب اور کس وقت اور کس اشتہار میں شائع کیا تھا کہ اس بیوی سے پہلے لڑکا ہی ہووے گا اور وہ لڑکا وہی موعود ہوگا جس کا یکم فروری کے اشتہار میں وعدہ دیا گیا تھا اس اشتہار مذکور میں تو یہ لفظ بھی نہیں ہیں، وہ با برکت موعود ضرور پہلا ہی لڑکا ہوگا۔ بلکہ اس کی صفت میں اشتہار مذکور میں یہ لکھا ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ جس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ چوتھا لڑکا ہوگا یا چوتھا بچہ ہوگا مگر پہلے بشیر کے وقت کوئی تین موجود نہ تھے جنکو وہ چار کرتا ہاں اپنے اجتہاد سے یہ ضرور خیال کیا تھا، شاید یہی لڑکا مبارک موعود ہو

مریدان (راسخ الاعتقاد): سبحان اللہ! کیا فرمایا ہے اعجاز ہی اعجاز

۱۔ یہ انسان کا کام نہیں، منجانب اللہ ہے۔ ہمارے حضرت کا یہ بھی اعجاز ہے کہ فوراً دندان شکن جواب سوجھ جاتا ہے دوسرا برسوں سوچے تو بھی نہ سوجھے۔

۲۔ لاحول ولاقوت، یہ اعجاز احمدی ہے اس میں بشریت کا کیا دخل ہے گویا خود خدا متکلم ہے اللہ تعالی نے یہ اعجاز ہمارے حضرت (مرزا) کے واسطے ہی ودیعت کیا ہے۔

۳۔ یوں ہر ایک دعوی نہ کر بیٹھے یہ نشان آسمانی ہے اور تائید ربانی:

وہ ایسا نہیں چپ رہے بات سن کر کوئی اور ہووے گا مرزا نہ ہوگا

مرزا صاحب: بدبخت ایسے سخت متعصب ہیں، ہر ایک بات کا جواب مدلل اور مطول دیا جاتا ہے اس پر پھر کوئی اعتراض نکال دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہم سے مقابلہ کرنا گویا خود خدا سے مقابلہ کرنا ہے اور خدا سے مقابلہ کر کے کوئی کامیاب ہوسکتا ہے اور جھٹ قلم اٹھا ایک رسالہ چوبیس صفحہ کا لکھ کر حکم دیا کہ اس کو سبز کاغذ پر شائع کرادو۔

معترض (یعنی شخص غیر): حضرت اس رسالہ کی صفحہ ۱۷ و ۲۱ وغیرہ میں آپ نے اس لڑکے کو الہامی اور موعود بنانے میں تاویلیں کی ہیں۔

مرزا صاحب: اگر نادان معترضوں کے اعتراض کی بنیاد ہمارا ہی خیال ہے جو الہام کے سرچشمہ سے نہیں بلکہ صرف ہمارے ہی غور وفکر کا نتیجہ ہے تو سخت جائے افسوس ہے کیونکہ وہ اس خیال کی شناخت سے اسلام کی اونچی چوٹی سے ایسا نیچے کو گریں گے کہ صرف کفر اور ارتداد تک نہ تھمیں گے بلکہ نیچے کو لڑھکتے لڑھکتے دہریت کے نہایت عمیق گڑھے میں اپنے بدبخت وجود کو ڈالیں گے۔ وجہ یہ کہ اجتہادی غلطیاں کیا پیش گوئیاں سمجھنے اور اس کے مصداق ٹھہراتے ہیں اور کیا دوسری تدبیروں اور کاموں میں ہر ایک نبی اور رسول ہی ہوئے نہیں؟ اور ایک بھی نبی ان سے باہر نہیں گو ان پر قائم نہیں رکھا گیا اب جب کہ اجتہادی غلطی ہر ایک نبی اور رسول سے ہوئی ہے تو ہم بطریق تنزل کہتے ہیں کہ اگر ہم سے کوئی اجتہادی غلطی ہوئی ہے تو وہ سنت انبیاء ہے۔ ہاں اگر ہمارا کوئی ایسا الہام پیش کرسکتے ہو جس کا یہ مضمون ہو کہ خدا کہتا ہے کہ ضرور پہلے ہی حمل سے وہ بابرکت اور آسمانی موعود پیدا ہو جائے گا، اور یا یہ کہ دوسرے حمل میں پیدا ہوگا اور بچپن میں نہیں مرے گا تو ہم کو دکھائیں۔ ۷۔ اگست کا اشتہار دیانت دار کے لئے کافی نہیں ہوگا کیونکہ اس میں بابرکت آسمانی موعود کی خدا تعالی کی طرف سے کوئی پیش گوئی نہیں ہے۔ (تریاق القلوب۔ ص ۷۱)۔

(مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں: مرزا قادیانی کے الہامات و بشارات میں سے ایک الہام تولد فرزند عنموائیل وبشیر

کو ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، جس میں وہ بارہا جھوٹا ہو چکا ہے اور پھر سچے کا سچا بنا ہوا ہے۔

۲۰ فروری ۱۸۸٦ء کو آپ نے اشتہار دیا جس میں یہ درج کیا کہ میرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو خوبصورت، صاحب شوکت و دولت ہوگا، علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائیگا۔ تین کو چار کرنے والہ ہوگا۔ فرزند دل بند گرامی ارجمند مظہر الاوّل و الآخر مظہر الحقّ و العلا کأنّ اللّٰہ نزل من السّماء یعنی خدا کا جو اول وآخر ہے، مظہر ہوگا حق اور بلندی کا محل ظہور، گویا کہ خود خدا تعالی آسمان سے نازل ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا، اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا، اور زمین کے کناروں تک شہرت پاوے گا۔

ایسے ہی اور صفات اس لڑکے کے بیان کئے جو ملاحظہ ناظرین کے لائق ہیں۔ اس اشتہار میں چونکہ آپ کا ملہم، جو یقیناً معلم الملکوت ہے، تاریخ و ماہ وسال تولد فرزند بھول گیا تھا۔ لہذا آپ کو اس کا فکر پیدا ہوا تو آپ نے ۲۲ مارچ ۱۸۸٦ء کو ایک اشتہار اس کی میعاد کی بابت جاری کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسا لڑکا حسب وعدہ الہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔

اس پر اسلام کے مخالفوں، ہندؤوں وغیرہ نے قادیانی کو اسلام کا وکیل و حامی سمجھ کر اس میعاد پر خوب ہنسی اڑائی، اور یہ بات چھاپ کر مشتہر کی کہ نو برس کی میعاد لمبی ہے، اس میں کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے۔ جس پر قادیانی نے اپنے ملہم، یعنی معلم الملکوت، کے حضور میں حاضر ہوکر اس امر (یعنی تعیین میعاد کے) لئے عرض کی تو ادھر سے یہ الہام ہوا جس کو قادیانی نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸٦ء میں درج کر کے مشتہر کیا کہ: ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والہ ہے، جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ پھر اس کو اس الہام کی تفسیر میں ایک اور خفی الہام ہوا، جس کو وہ اشتہار ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں خفی الہام اور الہامی تفسیر اور فیض روح القدس کا نتیجہ قرار دے چکا ہے چنانچہ عنقریب وہ الہام منقول ہوگا۔ وہ الہام یہ ہے، جو الہام منقولہ بالا کے متصل ہی اس اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸٦ء میں بیان کیا گیا ہے،:

اس سے ظاہر ہے کہ غالبًا ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔

اور پھر اس کے بعد یہ بھی الہام ہوا: کہ انہوں نے کہا آنے والہ یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولی جل شانہ کا ہے، اس لئے اس قدر ظاہر کرتا ہے جو من جانب اللہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

یہ بعینہ آپ کے الفاظ ہیں۔ اس کے آخری الفاظ کے مقابلہ میں خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ خدا کے بندہ نہیں، بلکہ معلم الملکوت کے بندہ ہیں۔ اور اسی نے آخری فقرہ انجیل متی باب ۱۱ آیت ۳ سے چرا کر آپ کو الہام کیا ہے۔ جس سے اس کا اور آپ کا مقصود یہ ہے کہ جو لڑکا موجودہ حمل سے پیدا ہوگا اگر وہ کھینچ

تان کر الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق اور اس کا نتیجہ بن سکا تو اس الہام کے پہلے حصہ ، کہ آنے والا یہی ہے، کے اشارہ سے اس کو الہامی بنایا جائے گا ۔ اور اگر وہ کسی طرح اس کا مصداق نہ بن سکا تو اس الہام کے دوسرے حصہ کو ، یا ہم دوسرے کی راہ تکیں ، کی دست آویز سے یہ کہا جائے گا کہ اس حصہ میں صاف اشارہ تھا کہ یہ کوئی اور ہے ۔

آپ کے اس الہام کی نظیر اس وقت کے جوگیوں کی وہ پیش گوئی ہے جس میں وہ ایک شخص کے گھر میں پڑ کا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہمسایہ کو یہ کہہ دیتے ہیں کہ لڑکی پیدا ہوگی ۔ پھر اگر لڑکا ہوتا ہے تو وہ گھر والوں کو بتائی ہوئی خبر کی دست آویز سے اپنی صداقت ظاہر کر کے نقدی وصول کرتے ہیں، اور اگر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ ہمسایہ والی خبر پیش کر کے کچھ نہ کچھ جھاڑ لیتے ہیں۔ آپ کا ملہم عیار، معلم الملکوت، ان جوگیوں سے بھی بڑھ کر نکلا۔ اس نے ایک ہی الہام و پیش گوئی سے دونوں کام لے لئے۔ پہلے حصہ سے لڑکے کے الہامی ہونے کا ثبوت، دوسرے حصہ سے اس لڑکے کے الہامی موعود نہ ہونے کی شہادت ۔

ان دنوں آپ کی اہلیہ کو حمل تھا جس کے وضع ہونے کی مدت قریب تھی۔ اسی حمل کی نظر سے آپ یہ الہام بازی کر رہے تھے، اور اس حمل سے آپ کو لڑکا پیدا ہونے کا کامل یقین تھا ۔ شک تھا تو صرف اس میں تھا کہ اس حمل سے پیدا ہونے والا لڑکا وہی موعود لڑکا ہے یا موعود کوئی اور ہے، اور یہ لڑکا اور ہے ۔ اس حمل سے لڑکا ہونے کا یقین اور اس کے موعود ہونے میں شک دونوں آپ کی الہامی تفسیر کے اس فقرہ سے کہ ، جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے ۔ یا وہ کسی اور وقت میں ہوگا ،۔ اور دوسرے الہام کے اس جملہ سے کہ، آنے والہ یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں ،۔ صاف ظاہر ہو رہے ہیں اور ہر کس و ناکس کو جو مذکر الفاظ ہوگا، اور لڑکا، اور آنے والا ۔ اور مونث الفاظ ہوگی ،لڑکی، اور آنے والی، میں تمیز کر سکتا ہے، یہ الفاظ یقین دلاتے ہیں کہ قادیانی اس حمل سے لڑکا پیدا ہونے کا یقین رکھتا تھا۔مگر خدا تعالیٰ نے جو اخیر میں جھوٹے کا منہ کالا کرتا ہے، گو تھوڑے دن اس کو مہلت بھی دیتا ہے ،اس دعوی اور یقین میں قادیانی کو جھوٹا کیا۔ اس حمل سے لڑکے کی جگہ لڑکی پیدا ہوئی اور وہ بھی مر گئی۔ جس سے تمام ہندوستان میں قادیانی کی رسوائی ہوئی، اور اس کے سبب اور ذریعہ سے تمام مسلمانوں کو آریوں وغیرہ مخالفین کے سامنے ندامت اٹھانا پڑی۔ مگر قادیانی ایسا شیر بہادر ہے اور عقل وحیا دونوں سے اکیلا جنگ آور اور مبارز ہے، کہ اس نے اس رسوائی اور ندامت کی کچھ بھی پرواہ نہ کی، بلکہ الٹا آریوں کی خبر لی ۔ ان کے جواب میں دو ورقہ اشتہار چھاپ کر مشتہر کر دیا اور اس میں یہ عذر بدتر از گناہ کیا کہ میں نے یہ کب اور کہاں لکھا تھا کہ اس حمل سے لڑکا ہوگا ۔ میرے اشتہار ۸ ۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں اس حمل کا لفظ کہاں ہے۔ اور اس کے ساتھ آریوں کو لعنتیں اور گالیاں سنا کر اپنے حمقاء اتباع کی نظروں میں اپنا سچا ہونا ثابت کر دیا۔

اس نے یا اس کے اتباع میں سے کسی نے یہ خیال نہ کیا کہ اس اشتہار میں اس حمل کا لفظ نہیں تو کیا ہوا۔

اس میں یہ الفاظ، جولڑکا اب پیدا ہوگا آنیوالا یہی ہے، تو صریح اور صاف موجود ہیں ۔ اور ہیں بھی یہ الفاظ الہامی ، نہ فہم اور رائے پر مبنی ۔ پھر ہمارا وہ الہام ۸ ۔ اپریل ۱۸۸۶ء جسکے الفاظ مذکور سے لڑکا پیدا ہونے کا یقین تھا، جھوٹا نہیں تو اور کیا ہے؟ لہذا مناسب ہے کہ ہم اس الہام کو شیطانی جان لیں اور آئندہ اس دعوی سے دستبردار ہو جائیں اور جو ذلت اس پہلی دفعہ ہو چکی ہے اسی پر اکتفا کریں ۔ آئندہ مخالفین سے اسلام اور مسلمانوں کی اور ہنسی نہ کرائیں۔ مگر وہ حضرت حیا اور سچ سے کچھ تعلق رکھتے تو اپنا جھوٹا ہونا مانتے، وہ برابر اسی خیال میں رہے۔ یہاں تک کہ ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو ایک منحوس و نامبارک لڑکا، بظاہر بشیر نامی، قادیانی کے گھر پیدا ہوا۔ پھر تو کیا تھا قادیانی آسمان کو چڑھ گیا اور اس نے بڑا شور وغل مچایا ۔ پنجاب و ہندوستان کے دوستوں کو اس لڑکے کے عقیقہ پر بلا کر یہ جتایا کہ وہ الہامی موعود لڑکا ہے اور اسکا بڑی دھوم دھام سے عقیقہ کیا، جس میں دف اور ڈھول بجائے گئے پھر کسی نے اعتراض کیا تو اس نے جواب دیا کہ فرشتے آسمان پر باجے بجا رہے ہیں، پھر ہم کیوں ان کی پیروی نہ کریں۔اور اس لڑکے کی پیدائش کے متعلق یہ اشتہار جاری کیا جو مطبع چشمہ فیض بٹالہ اور وکٹوریہ پریس لاہور وغیرہ مطابع میں طبع ہوا۔

خوشخبری ۔اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کیلئے میں نے اشتہار ۸ ۔ اپریل ۱۸۸۶ ء میں پیشگوئی کی تھی اور خدا تعالی سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا، تو دوسرے حمل میں، جو اس کے قریب ہے،ضرور پیدا ہو جائے گا، آج ۱۰ ذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷ ۔اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا۔ فالحمد للہ

اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کس قدر بزرگ پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی ۔ یہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیش گوئی منظور کریں گے،جس کا وقت بتایا جائے ۔سو اب یہ پیشگوئی انہیں منظور کرنی پڑی، کیونکہ اس پیش گوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائے گا ۔ضرور لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حمل بھی کچھ دور نہیں بلکہ قریب ہے ۔ یہ مطلب اگر چہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں نے اسی اشتہار میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینے پہلے روح القدس سے قوت پاکر مفصل طور پر مضمون مذکورہ بالا لکھ دیا یعنی یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہوگا ۔ آریوں نے حجت کی تھی کہ یہ فقرہ الہامی کہ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا حمل موجودہ سے خاص تھا جس سے لڑکی ہوئی ۔ میں نے ہر ایک مجلس اور ہر ایک تحریر وتقریر میں انہیں جواب دیا کہ یہ حجت تمہاری فضول ہے کیونکہ کسی الہام کے معنے وہ ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خدا تعالی سے خاص طاقت پاکر اس کے معنے کرتا ہے ۔جس حالت میں لڑکی پیدا ہونے سے کئی دن پہلے عام طور پر کئی سو اشتہار چھپوا کر میں نے شائع کر دیئے اور بڑے بڑے آریوں کی خدمت میں بھیج دیئے ، تو الہامی عبارت کے وہ معنی قبول

نہ کرنا جو خود ایک مخفی الہام نے میرے پر ظاہر کئے اور پیش از ظہور جملہ مخالفین تک پہونچا دیئے گئے۔ کیا ہٹ دھرمی ہے یا نہیں۔ کیا ملہم کا اپنے الہام کے معانی بیان کرنا، یا مصنف کا اپنی تصنیف کے کسی عقدہ کو ظاہر کرنا تمام دوسرے لوگوں کے بیانات سے عندالعقل زیادہ معتبر نہیں ہے۔ بلکہ خود سوچ لینا چاہیے کہ ملہم جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعوی کر لیتا ہے، تو وہ اپنے اس الہام اور تشریح کا آپ ذمہ دار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بے جا دینا ایسا ہے جیسے کوئی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنی نہیں بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں۔ اب ہم اصل اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں تا ان کو اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیش گوئی کی نسبت کیا دعوی کیا تھا اور وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔ المشتھر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ ص ۱۷۱۔ ۱۷۶۔

اس اشتہار میں گو صرف یہی لکھا گیا کہ یہ ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کے الہام والہ لڑکا ہے مگر زبانی کس و ناکس کو یہی کہا کہ یہ وہی لڑکا موعود مسعود ہے جس کا اشتہار ۲۰ فروری میں وعدہ ہوا تھا اور خود اس باب میں ایک مضمون لکھا اور ایک پونہ کے رہنے والے اردو خوان سپاہی کے، جو قادیان کے پاس سے ہو کر خاکسار بٹالوی کے پاس بھی لاہور میں پہنچا تھا، نام سے شحنہ ہند میرٹھ ستمبر ۱۸۸۷ء میں چھپوایا ہے جس کی نقل یہ ہے۔

مراسلہ ایک محقق متکلم از پونہ مندرجہ شحنہ ہند میرٹھ ستمبر ۱۸۸۶ء۔

مرزا غلام احمد کی پیشگوئی مندرجہ اشتہار ۲۰ فروری، ۲۲ مارچ، ۸ اپریل ۱۸۸۶ء پر ایک منصفانہ نظر

ہمارے ایک عنایت فرمانے تین اشتہار ۲۰ فروری، ۲۲ مارچ و ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء از جانب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور پنجاب ہمارے پاس بھیجے ہیں جن میں ایک پیش گوئی اور نیز اس کے وقوع کا ثبوت بہت مدلل اور معقول طور پر درج ہے۔ ہم، یعنی اڈیٹر شحنہ، حسب درخواست صاحب مرسل ان اشتہاروں کو اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرتے ہیں لیکن قبل تحریر ترجمہ اشتہارات ایک ریویو ان اشتہاروں کا اردو انگریزی دونوں میں لکھنا صفائی بیان اور ناظرین کی توسیع واقفیت کی غرض سے مناسب سمجھتے ہیں۔

واضح ہو کہ وہ پیش گوئی جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ عنوان میں درج ہے، ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جو ایک بابرکت اور مئوید الہی فرزند کے بارہ میں ظاہر کی گئی ہے جس کی نسبت مرزا صاحب کا یہ دعوی ہے کہ وہ فرزند نہایت مقدس اور موجب فیض و ہدایت عامہ خلائق ہوگا اور زمین کے کناروں پر شہرت پائے گا چنانچہ اسی مطلب کے بارہ میں مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اشتہار عام طور پر شائع کیا تھا اور صدہا کاپیاں رجسٹری کرا کر اور نیز بغیر رجسٹری بخدمت معزز عیسائی و ہندو صاحبان اور

ان کے نامی گرامی پنڈتوں اور پادریوں کی خدمت میں ارسال فرمائی تھیں۔مگر چونکہ اس اشتہار میں در بارہ تولد اس مبارک فرزند کے کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تھی، اس لئے بعض نکتہ چینوں کے اصرار سے دوبارہ مرزا صاحب نے اپنے الہام سے ظاہر فرمایا کہ وہ بابرکت فرزند ۹ برس کے عرصہ تک کسی وقت میں پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس بارہ میں دوسرا اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کا مرزا صاحب کی طرف سے شائع ہوا تھا اور عام طور پر نامی مخالفوں کے نام بھیجا گیا تھا، بلکہ ان کے بعض اخبارات میں چھپ بھی گیا تھا۔ پھر جبکہ مخالفوں نے اس مدت بیان کردہ کو بھی بہت دور دراز سمجھا تو جیسا کہ اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں درج ہے، مرزا صاحب ممدوح نے اتمام حجت کی غرض سے ایک نہایت قریب وقت دریافت کرنے کے لئے بحضرت باری عزاسمہ توجہ کی۔اس آخری دفعہ کی توجہ میں مرزا صاحب پر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی نزدیک پیدا ہونے والہ ہے، جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا، جس کے معنے ان پر یہ منکشف ہوئے کہ غالبًا موجودہ حمل میں وہ لڑکا پیدا ہو، اور اگر اس میں پیدا نہ ہوا تو بالضرور دوسرے حمل میں جو اس کے بعد اور بہت قریب ہے، پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس مدت مقررہ کے شائع اور ظاہر کرنے کیلئے اشتہار ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء مرزا کی طرف سے شائع ہوا جس کے مضمون کے موافق ۱۶ ذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔اگست ۱۸۸۷ء مرزا کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔اس وقت یہ اشتہار صداقت آثار ہمارے سامنے رکھا ہے، جس کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی کسقدر عالی شان، واضح اور کھلی کھلی ہے، اشتہار موصوف کے دو فقرے یہ ہیں

پہلا فقرہ۔ غالبًا ایک لڑکا ابھی ہونے والہ ہے یا بالضرور اس کے قریب کے حمل میں۔

دوسرا فقرہ الہامیہ۔ نازل من السماء و نزل من السماء جو نزول یا قریب نزول پر دلالت کرتا ہے۔یعنی یہ ظاہر کرتا ہے کہ لڑکا اس حمل میں یا دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے، پیدا ہوگا۔ یہ دونوں فقرے بآواز بلند شہادت دے رہے ہیں کہ لڑکا جس کی نسبت اشتہار مذکور میں پیش گوئی کی گئی ہے بالضرور دوسرے حمل تک جو قریب ہے، پیدا ہو رہے گا۔اب اس پیش گوئی میں جس قدر صفائی پائی جاتی ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ یہ بات ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ کسی امر فوق الاختیار کے ظہور کے لئے پیش از وقوع کوئی وقت خاص اور مدت معین قرار دینا اور بتمام تر قطع و یقین اس حد میں اور وقت مقررہ پر حصر کر دینا، اور پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اسی وقت اور حد معین میں ظہور پذیر ہو جانا، کاروبار انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔خاص کر تولد پسر کے بارہ میں کوئی انسان دعوی کر کے اس قدر دم بھی نہیں مار سکتا کہ میری عمر کے کسی حصہ میں کوئی لڑکا میرا ضرور پیدا ہوگا ، کیونکہ نہ تو عمر کا اعتبار اور نہ لڑکا پیدا

کرنے پر کوئی اپنا اختیار، اور نہ پھر اس لڑکے کے جیتے رہنے کے یقینی آثار۔ چہ جائیکہ بغیر کسی ظاہری قرینے اور علامت کے لڑکا پیدا ہونے کے لئے بہت ہی قریب حد بتائی جائے اور پھر کروڑہا مخلوق کے مقابلہ پر میدان میں کھڑے ہوکر دعوی کیا جائے کہ تولد پسر اس حد معین سے تجاوز نہیں کرے گا، اور لڑکا صاحب عمر ہوگا (یہ لفظ ناظرین توجہ سے پڑھیں اور اس لفظ کی نسبت یہ بھی دعوی کیا گیا ہے کہ یہ انسانی دعوی نہیں، الہامی ہے۔ پھر مرزا قادیانی کے اس قول کو کہ اس لڑکے کو عمر پانے والہ نہیں کہا گیا، جس کو وہ سبز اشتہار مطبوعہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں کہہ چکا ہے، ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیں کہ یہ شخص کذاب و دروغ نہیں ہے تو کیا ہے؟ محمد حسین) ، بیداہیت ظاہر ہے کہ ایسا دعوی کوئی انسان نہیں کر سکتا اور نہ کسی ابن آدم کو ایسی جرئت ہے کہ اس قسم کا دعوی زبان پر لاوے۔ بالخصوص جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص نے بدعوی مامور وملہم من اللہ ہونے کے اس پیش گوئی کو ایک جہان کے سامنے اپنی عزت یا ذلت کا معیار بنایا، اور لاکھوں مخالفوں کے سامنے یقینی طور پر دعوی کیا ہے کہ دوسرے حمل تک جو بہت ہی قریب ہے، بالضرور لڑکا پیدا ہوگا۔ پھر خدا تعالی نے اس دعوی کو سچا کر کے دکھلا دیا اور منکروں کو نادم اور رسوا کیا تو اور بھی زیادہ تر بزرگی اس پیشگوئی کی اور سچائی اس شخص کی ہم پر کھلتی ہے، کیونکہ خدائے عادل وانصاف پسند کی طرف سے ایک دروغگو کو ایسی کھلی کھلی تائید ہونا غیر ممکن وخلاف صفات کاملہ مقدسہ حضرت باری ہے...

اور ایک اور نشانی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مولود موعود کے لئے ایک یہ علامت لکھی تھی کہ وہ تین کو چار کرنے والہ ہوگا سو یہ علامت بھی پوری ہوئی، کیونکہ اس فرزند مبارک سے پہلے مرزا صاحب کی اولاد صرف تین ہیں۔ دو پسر اور ایک دختر۔ بجز ان کے اور کوئی ایسی اولاد بھی نہیں کہ کسی وقت پیدا ہوکر فوت ہوگئی ہو۔ سو یہ لڑکا بر تبہ چہارم ہونے کی وجہ سے تین کو چار کرنیوالہ ہے۔ راقم ایک محقق متکلم از پونہ۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں: اس مضمون کی عبارت کو ناظرین غور سے پڑھیں گے تو اسکے الفاظ اور طرز تحریر سے پہچان لیں گے کہ یہ قادیانی کا اپنا لکھا ہوا مضمون ہے، جس کو اس نے برخلاف واقعہ دوسرے کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ مضمون اول سے آخر تک بتا رہا ہے کہ راقم مضمون نے اس لڑکے کو وہی لڑکا سمجھا ہے، جس کا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ذکر ہے۔ اس مضمون کے پہلے اور پچھلے فقرات کے مصدق قادیانی کے دستخطی خطوط اس میں خاکسار کے پاس موجود ہیں، جو اصل منشی احسن امروہی کے پاس ہیں اور نقل ان کی دستخطی اور مولوی محمد بشیر کی مصدقہ میرے پاس ہے۔ ان میں بھی قادیانی نے ظاہر کیا ہے کہ تین کو چار کرنے والا یہی لڑکا ہے ۔ اور وہی مصداق عربی

فقرات الہام ہے ۔ وہ لڑکا جب تک زندہ رہا نتیجہ الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سمجھا گیا مگر خدا نے اس ظالم ومفتری و کذاب کو دوبارہ ذلیل کرنا چاہا تو ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اس منحوس ونامبارک وباعث ضلالت لڑکے کو دنیا سے اٹھا لیا، جس پر دنیا میں بڑا شور وغل مچ گیا اور اس پر بھی شیر ص ۱۸۰ بہادر قادیانی جھوٹا ہونے میں نہ آیا۔ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو اس نے چوبیس صفحہ کا سبز اوراق کا رسالہ اس مضمون کا چھاپ دیا کہ میں نے کب کہا کیا تھا کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کا ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ذکر تھا اور یہ عمر پانے والا ہے ۔ اور کہا کہ میں نے تو اشتہارے ۔ اگست ۱۸۸۶ء میں صرف یہ لکھا تھا کہ یہ وہ لڑکا ہے جس کا ۸ ۔ اپریل کے اشتہار میں ذکر ہے ۔ اور عقل وحیا کو پیش نظر کرا تنا نہ سوچا کہ جس لڑکے کا ذکر ۸ ۔ اپریل کے اشتہار میں تھا وہ کونسا لڑکا تھا؟ ۸ ۔ اپریل کو کس لڑکے کی میعاد کی بابت ملہم سے آپ نے دوبارہ انکشاف کا سوال کیا تھا؟ اور کس کی بابت جواب ملا ۔ آخر اس کا جواب یہی ہوگا کہ وہی ۲۰ فروری کے اشتہار والا لڑکا تھا، اسی کی مدت تولیت سے سوال تھا، اور اسی سوال کے جواب میں اس لڑکے کا مژدہ سنایا گیا تھا۔ اور یہ تو نہیں ہوسکتا کہ برطبق: سوال از آسمان جواب از ریسمان ۔ سوال تو ۲۰ فروری کے الہامی لڑکے کی مدت سے ہو، اور جواب میں کسی اور کی مدت بتائی گئی ہو ۔ اور نہ یہ سوچا کہ اس جواب کو گول مال بنانے کے لئے جو میں نے دوسرا الہام گھڑ لیا تھا کہ آنے والہ یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں ۔ اس کا دوسرا حصہ گو اس جواب کو گول مال بتاتا ہے، مگر اس کا پہلا حصہ صاف اشارہ کرتا ہے کہ یہ لڑکا وہی موعود لڑکا ہے ۔ لہذا یہ الہام بھی ہمارے حق میں مفید اور اس امر کا متعین کرنے والا نہیں ہے کہ یہ لڑکا وہ نہیں اور ہے ۔

قطع نظر اس سے ہم خود محقق متکلم پونہ بن کر اخبار شحنہ ہند میں اور پرائیویٹ خطوں میں اور مجلسوں میں بیان کر چکے ہیں کہ تین کو چار کرنے والہ یہی ہے اور یہی لڑکا موعود معلوم ہوتا ہے ۔ اب ہم کچھ عقل اور حیا سے کام لیں اور نہیں تو اتنا ہی کہدیں کہ ہم نے جو اس لڑکے کو موعود سمجھا تھا، یہ ہمارا فہم واجتہاد تھا۔ اس میں ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ مگر یہ امر قادیانی اور اس کے اتباع سے کیونکر ہوسکتا تھا ۔ اپنے جھوٹ اور گناہ کا اقبال کرنا اور حق کو قبول کرنا تو موت سے زیادہ ان پر سخت وناگوار ہے ۔ لہذا انہوں نے الٹا اپنے معترضین کو الزام دیا اور چوبیس صفحہ کے رسالہ مذکور کو اسی بیان کی تائید میں اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیا کہ ہم نے کب اور کہاں کہا تھا کہ یہ لڑکا ۲۰ فروری کا اشتہاری لڑکا ہے ۔ اور یہ عمر پانے والا ہے ۔ الغرض اس لڑکے کے مرجانے سے خدا تعالی نے ان کو جھوٹا کیا تمام دنیا نے مفتری کہا مگر وہ جھوٹا ہونے میں نہیں آئے۔

اس لڑکے کے بعد دوسرا لڑکا اس کے گھر میں پیدا ہوا، اس کو بھی الہامی موعود سمجھا گیا تھا ۔ (روئیداد اشتہار مطبوعہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء جس کا عنوان ہے تکمیل تبلیغ ۔ ملاحظہ ہو ۔ محمد حسینؒ) اب ۲۰ ، اپریل ۱۸۹۳ء کو تیسرا پیدا ہوا اب اس کو بھی مولود موعود سمجھا جاتا ہے ۔ ان لڑکوں کی نسبت بھی مرزا قادیانی اور اس کے غالی پیرو اور اندھے مقلد

پرائیویٹ طور پر دورخی باتیں کرتے رہے اور کہہ رہے ہیں، جس سے اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی لڑکا جیتا رہا، تو اسی کو موعود بنایا جائے گا، گو واقع میں ان میں سے ایک بھی موعود نہیں ہوسکتا۔ نہ یہ دونوں حمل اول سے قریب حمل سے پیدا ہوئے اور نہ یہ تین کو چار کرنے والے ہوسکتے ہیں۔ تین کو چار کرنے والہ تو وہی تھا جس کے پہلے دو بڑے لڑکے اور ایک وہ مردہ الہامی لڑکی ہو چکے تھی۔ یہ تو چار کو پانچ یا چھ کو سات کرنے والے ہیں، کیونکہ بیچ میں ایک اور لڑکی پیدا ہو مرگئی ہے۔ اور بقیہ اوصاف اشتہار ۲۰ فروری سے بھی ان میں کوئی صفت پائی نہیں جاتی، اور اگر یہ دونوں مرگئے تو یہ کہا جائے گا کہ ہم نے صاف طور پر ان کو موعود اشتہار ۲۰ فروری نہیں کہا تھا۔ اس تیسرے لڑکے کی نسبت ایک بات قابل اظہار جو قادیانی کے دھوکہ بازیوں کی دوسری تازہ مثال ہے یہ ہے کہ تحریر ۱۹، اپریل ۱۸۹۳ء کی پشت پر اس لڑکے کی نسبت قادیانی نے یہ عبارت درج کی ہے:

۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء سے چار مہینے پہلے صفحہ ۲۶۶ آئینہ کمالات اسلام میں بقید تاریخ شائع ہو چکا ہے کہ خدا تعالی نے ایک اور بیٹے کا اس عاجز سے وعدہ کیا ہے جو عنقریب پیدا ہوگا۔ اس پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں سیو لد لک الولد زید نی منک الفضل أن نوری قریب۔ ترجمہ۔ یعنی عنقریب تیرے لڑکا پیدا ہوگا اور فضل تیرے نزدیک کیا جائے بے شک میرا نور قریب ہے۔ سوآج ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ کو وہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں، چہ جائے کہ یقینی اور قطعی طور پر اشتہار دیوے کہ ضرور عنقریب اس کے گھر میں بیٹا ہوگا۔ خاص کر ایسا شخص جو اس پیش گوئی کو اپنے صدق کی علامت ٹھہراتا ہے اور تحدی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اب چاہیے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب دیں کہ یہ پیشگوئی کیوں پوری ہوئی۔ کیا یہ استدراج ہے۔ یا نجوم ہے۔ یا اٹکل ہے۔ اور کیا سبب ہے کہ خدا تعالی بقول آپ کے ایک دجال کی ایسی پیش گوئیاں پوری کرتا ہے جن سے اس کی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔ الراقم غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

اس میں بھی ناظرین نظر غور کریں اور دیکھیں کہ قادیانی نے اس میں کیسا جھوٹ بولا ہے اور: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، کا مصداق بن کر دکھایا، ومعہذا وہ سچا بنا ہوا ہے۔ کبھی جھوٹا ہونے میں نہیں آئیگا۔

اس عبارت میں اس نے دو دعوی کئے ہیں۔ ایک یہ کہ کتاب وساوس کے صفحہ ۲۶۶ میں وہ شائع کر چکا تھا کہ خدا تعالی نے اس کو ایک اور بیٹے کا وعدہ دیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اسی صفحہ میں اس کی مدت بقید تاریخ بتائی گئی تھی۔ اور یہ دونوں سفید جھوٹ ہیں۔ نہ اس نے وساوس کے صفحہ مذکور میں بیٹا پیدا ہونے کا وعدہ درج کیا ہے نہ اس کی کوئی مدت بتائی۔ کتاب وساوس کے صفحہ ۲۶۶ میں صرف اس نے یہ الہام نقل کیا ہے۔ سیو لد لک الولد۔ جس کا ٹھیک ترجمہ صرف یہ ہے کہ تیرے یہاں بچہ ہوگا۔ جو عرب اور ہند کے محاورہ میں عام لفظ ہے۔ بیٹا اور بیٹی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس ظالم ومفتری نے اس الہام کا ترجمہ بھی وساوس میں نہیں کیا۔ جو اس اشتہار میں کیا ہے۔ کرتا تو

اس کا کچھ داؤ چل جاتا۔ اور میعاد یا تاریخ کا تو اس صفحہ یا کسی اور صفحہ میں نام ونشان نہیں۔ صفحہ ۲۶۳ میں جس تاریخ اور میعاد کا ذکر ہے اس کو تولد فرزند سے کوئی تعلق نہیں، وہ تو مباہلہ قبول کرنے یا نہ کرنے کو مولویوں کے لئے میعاد بتائی گئی ہے۔ یہ دونوں سفید جھوٹ برطبق دروغ گوئم برروئے تو بول کر قادیانی اس بچہ کو اپنے الہام کا نتیجہ اور اپنی صداقت کی دلیل بنا بیٹھا ہے۔ اور خاکسار سے یہ سوال کرتا ہے کہ اگر میں ولی اور سچا پیش گو نہیں، تو میری یہ پیشگوئی کیوں پوری ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نہ تم نے بیٹا پیدا ہونے کی پیش گوئی کی اور نہ خدا نے اس کی تصدیق کی۔ تم نے اپنی بی بی کا پانچ مال کا حمل دیکھا تو اس سے سمجھ لیا کہ تمہارے گھر میں کچھ، لڑکی یا لڑکا، پیدا ہوگا۔ پھر یہ الہام گھڑ لیا۔ تمام دنیا کے لوگ مسلمان، ہندو، چوہڑے، چمار اپنے گھروں میں حمل دیکھ کر ایسا ہی کہہ یا کرتے ہیں اور امید رکھ لیتے ہیں کہ ہمارے گھر میں بچہ پیدا ہوگا۔ فرق یہ ہے کہ اور لوگ تو صرف اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں تم نے اس خیال کو عربی میں ادا کر کے خدا پر افتراء کیا۔ پھر یہ پیش گوئی ہوئی یا دروغ گوئی؟۔ اس لڑکے کی نسبت ہر شخص یہی کہے گا کہ وہ لڑکا معمولی طور پر پیدا ہوا۔ مگر تم نے اس کو جھوٹ بول کر الہامی بنا لیا اور اس میں دو سفید جھوٹ کا ارتکاب کیا۔ مگر پھر بھی ممکن نہیں کہ تم اپنے اس جھوٹ کو مانو۔ یا تمہارے غالی اتباع تمہارا جھوٹا ہونا تسلیم کریں۔

اب ہم اس مثال کو چھوڑ کر اصل الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان الہاموں کے دعوی میں دو دفعہ تو قادیانی علی رؤس الاشہاد جھوٹا ہو چکا ہے۔ پہلے لڑکی پیدا ہونے سے دوسری دفعہ بشیر کے مر جانے سے۔ اور دو دفعہ پرائیویٹلی Privately یعنی دوسری و تیسری لڑکی کے شرائط اشتہار کے مطابق پیدا نہ ہونے سے۔ ومعہذا وہ اپنے حمقاء اتباع میں سچے کا سچا بنا بیٹھا ہے۔ اور اب نو برس کی میعاد بھی گذرنے والی ہے جس میں اس وقت صرف ایک سال اور نو مہینے باقی ہیں اور خدا برحق سے، جو ہمیشہ حق کا مؤید ہوتا ہے اور آخر باطل کو مضمحل اور باطل والوں کو ذلیل کرنے والا ہے، ہر مسلمان کو کامل امید ہے کہ اس عرصہ ایک سال نو ماہ میں وہ اس کذاب کو سچا نہ کرے گا اور اس کا جھوٹ ایسا ظاہر اور مبرہن کرے گا کہ اس سے اس کے اکثر دام افتادہ حمقاء بھی اس کے دام سے رہا ہو جائیں گے۔ اس بات پر مسلمان کو ایسا یقین ہے جیسا کہ اسلام کے برحق ہونے پر یقین ہے۔ بایں ہمہ یہ ایسا شیر بہادر ہے کہ پھر بھی جھوٹا ہونے میں نہ آئیگا اور اپنے الہامات مذکورہ کے ایسے معانی اور تاویلات کرے گا جس سے وہ اپنے آپ کو بعض جاہلوں کی نظروں میں سچا بنائے رکھے۔ مثلاً میعاد نو سال کی نسبت یہ کہہ دے گا کہ اس سے قمری سال مراد ہیں نہ شمسی۔ بلکہ آسمانی اور روحانی سال مراد ہیں۔ جس کے معنے ہنوز ملہم نے مجھے نہیں بتائے، بلکہ ان الفاظ میں اس نے ابھی معنے نہیں ڈالے، وہ ان کے معنے سوچ رہا ہے۔ لہذا ممکن ہے کہ اس سے ایسی مدت مراد ہو جس کی میعاد ہنوز باقی ہو۔ اور اس میں کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو، یا انہیں لڑکوں میں سے اگر وہ سب مر گئے، کسی کی نسبت یہ کہہ دے گا کہ صفات اشتہار ۲۰ فروری اس معنی سے اس میں پائی جاتی تھیں کہ اس میں ان صفات کی

استعداد و قابلیت تھی۔ چنانچہ منحوس متوفی لڑکے کی نسبت اس نے سبز اوراق رسالہ مطبوعہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۷ میں کہہ دیا ہے کہ ہاں خدا تعالی نے بعض الہامات میں یہ ہم پر ظاہر کیا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہو گیا ہے ذاتی استعدادوں میں اعلی درجہ کا ہے اور دنیوی جذبات بکلی اس کی فطرت سے مسلوب اور دین کی چمک اس میں بھری ہوئی ہے اور روشن فطرت اور عالی گوہر اور صدیقی روح اپنے اندر رکھتا ہے اور اسکا نام باران رحمت اور مبشر اور بشیر اور ید اللہ بجلال و جمال وغیرہ اسماء بھی ہیں۔ سو جو کچھ خدا تعالی نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس کی صفات ظاہر کی یہ سب اس کی صفائی استعداد کے متعلق ہیں، جن کیلئے ظہور فی الخارج کوئی ضروری امر نہیں۔

اس تاویل کے علاوہ اس سبز رسالہ کے صفحہ ۱۷ و ۲۱ وغیرہ میں اس منحوس لڑکے کو الہامی بنانے کیلئے قادیانی نے ایسی تاویلیں کی ہیں کہ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ قادیانی روز روشن کی طرح جھوٹا ہو کر بھی کبھی جھوٹا نہ بنے گا۔ اس میں وہ کہتا ہے کہ پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں اس لڑکے کی نسبت لفظ مہمان اور پاک کہکر یہ جتایا گیا ہے کہ وہ لڑکا لڑکپن میں فوت ہو جائے گا، لہذا اس کے فوت ہونے سے وہ پیش گوئی پوری ہوئی نہ کہ جھوٹ۔ اور وہ لڑکا روحانی طور پر موجب نزول رحمت ہوا۔

اس تاویل پر جو بنظر ظاہری الفاظ پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ اس لڑکے کو پیش گوئی مذکور میں صاحب شوکت و دولت و برکت وغیرہ کہا گیا ہے، پھر مہمان اور پاک کہہ کر فوت ہو جانا جتانا کیونکر ہوسکتا ہے۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا ہے کہ اس پیش گوئی کے دو حصوں میں دو لڑکوں کی خبر دی گئی ہے۔ پہلے حصہ میں جس میں الفاظ مہمان اور پاک وغیرہ ہیں، فوت ہونے والے لڑکے کی خبر ہے۔ دوسرے حصہ میں جو لفظ مبارک سے شروع ہوتا ہے دوسرے لڑکے کی بشارت ہے جو صفات مذکورہ سے موصوف ہوگا اور کہا کہ یہ امر (تفصیل اور تقسیم مذکور) الہام کے ذریعہ سے کھل گیا ہے۔ ناظرین غور کرو اور انصاف کو کام میں لاؤ کہ ۱۸۸۶ء کی تفصیل کی بابت الہام قادیانی کو تب ہوا جب ۱۸۸۸ء میں وہ لڑکا فوت ہو گیا، اور اس الہام کا کذب ظاہر ہو کر کادیانی کی ذلت و خواری اور رسوائی کا موجب ظاہر ہوا، جس سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ وہ الہام خدا تعالی کی طرف سے نہیں۔ اس کا ملہم شیطان ہے جو خبیث اور ناپاک فہم قادیانی کو ذلیل کر رہا ہے ۱۸۸۶ء میں ایک بات کہہ کر اور اسکے ظاہری مضمون کا یقین دلا کر اور مدعی بنا کر اس کو ذلیل کیا پھر ۱۸۸۸ء میں اس کے دوسرے معنی بتا کر دوبارہ دشمنوں سے اس کو ذلیل کرایا۔ چونکہ قادیانی کی حس ماری گئی ہے، حیا اور شرم اس سے بالکل مسلوب ہوگئی ہے، لہذا وہ اس بات کو نہیں سمجھتا۔ جو کچھ شیطان اس کو سکھاتا ہے وہ فوراً اس کا اشتہار کر دیتا ہے۔ اس سبز رسالہ اور دیگر اشتہارات متعلقہ پیشگوئی مذکور میں اور بھی عجائبات ہیں مگر ان کے بیان واظہار کے لئے نہ وقت ہے نہ اس رسالہ میں گنجائش۔ محمد حسینؒ) یا یہ کہہ دیگا کہ ان صفات میں سے بعض صفات کا، جیسے صاحب شوکت و دولت ہونا، ظہور قیامت کو ہوگا اور اسیروں کی رہائی

پانے سے یہ مراد ہے کہ وہ مر گئے اور ان کی خادم عورتوں کی خدمت سے چھٹی ہوئی۔ اسی قسم کی وہ اور تاویلیں سنائے گا اور کبھی جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۔ ج ۱۵ ۔ بہاء)

قادیانی دلائل :انّی متوفّیک وغیرہ

ہم میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر نے پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے

۱۸۹۰ء میں مرزا نے اشتہار دیا میں فقط ملہم ہی نہیں بلکہ مثل مسیح اور عیسی موعود ہوں خدا کی طرف سے مبعوث ہو کر تجدید دین کیلئے آیا ہوں اور اپنے ساتھ آسمانی نشان اور معجزات لایا ہوں خدا کا مرسل نبی محدث مجدد عیسی مہدی آدم احمد مبشر بزبان عیسی ہوں۔ اور جو کچھ دین اسلام میں تجدید کروں (یعنی نئی بات نکالوں) وہ سب کے لئے واجب القبول ہے جو لوگ اس کو نہ مانیں گے وہ یہودی ہوں گے اور وہ لوگ آگ میں ڈالے جائیں گے، الی غیر ذلک، فتح اسلام وتوضیح مرام

ان دعاوی کے شائع ہوتے ہی مرزا صاحب کے معاونین سے پہلے شخص مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی ؒ ہیں، جو مخالف ہوئے۔ اول دوستانہ طور سے پندو نصائح سے کام لیا، پھر علم مخالفت بلند کیا اور خط وکتابت شروع ہوئی۔ اشاعۃ السنہ میں بجز مرزا کی تردید اور ابطال کے اب اور مضمون کی گنجائش نہیں اور نہ درج ہوتا ہے۔ آخر میں تمام علماء اسلام مرزا صاحب سے خلاف ہو گئے اور مولانا ابوسعید کے استفتاء پر کفر کا فتوی لگایا گیا اور کل علماء دین کی مواہیر ثبت ہوئیں۔

مرزا صاحب:

میرا یہ دعوی کہ میں مسیح ہوں ایک ایسا دعوی ہے جس کے ظہور کی طرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں اور احادیث نبویہ کی متواتر پیش گوئیوں کو پڑھ کر ہر ایک شخص منتظر تھا کب وہ بشارتیں ظہور پذیر ہوں۔

بہت سے اہل کشف نے خدا تعالی سے الہام پا کر خبر دی تھی کہ وہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ظہور کریگا (کتاب البریہ۔ص ۱۷۲) (یہ اشارہ مرزا نے اشعار نعمت اللہ ولی کی طرف کیا ہے جس کا تذکرہ نشان آسمانی میں ہے اور اس کا ردّ مولوی محمد جعفر تھانیسری ؒ نے لکھا ہے ...)

۱۔ اول نصوص صریحہ کتاب اللہ یا احادیث صحیحہ مرقومہ متصلہ آنے والے شخص کے ٹھیک ٹھیک علامات بتلاتے ہوں اور بیان کرتے ہوں کہ وہ کس وقت ظاہر ہوگا اور اس کے

ظاہر ہونے کے نشان کیا ہیں اور نیز حضرت عیسیٰؑ کی وفات یا عدم وفات کا جھگڑا فیصلہ کرتی ہوں۔ دوم۔ وہ دلائل عقلیہ اور مشاہدات عینیہ جو علوم قطعیہ پر مبنی ہوں جن سے گریز کی کوئی راہ نہیں۔ سوم۔ وہ تائیدات سماویہ جو نشانوں اور کرامات کے رنگ میں مدعی صادق کے لئے اس کی دعا اور کرامت سے ظہور میں آئی ہوں تا اسکی سچائی پر نشان آسمانی کی زندہ گواہی کی مہر ہو۔ چہارم۔ ان ابرار اور اخیار کی شہادتیں جنہوں نے خدا سے الہام پا کر ایسے وقت میں گواہی دی ہو کہ جب کہ مدعی کا نشان نہ تھا کیونکہ وہ گواہی بھی ایک غیب کی خبر ہونے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا نشان ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ یہ چاروں طریق اس جگہ جمع ہو گئے ہیں۔

۱۔ حق کے طالبوں کیلئے سب سے پہلے یہ امر پیش کرتا ہوں کہ عیسیٰؑ کی وفات قرآن سے ثابت ہے۔ اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ آیت فلمّا تو فّیتنی نے اس کا فیصلہ کر دیا کہ عیسائی عقیدہ میں بگاڑ اور فساد ہوا ہے وہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بعد ہوا ہے۔ اب اگر عیسیٰؑ کو زندہ مان لیں اور کہیں کہ اب تک فوت نہیں ہوئے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑیگا کہ نصاریٰ نے بھی اب تک اپنے عقائد کو نہیں بگاڑا کیونکہ آیت موصوفہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نصاریٰ کے عقیدوں کا بگڑنا عیسیٰؑ کی وفات کے بعد ہوگا۔

رہی یہ بات کہ توفّی کے اس جگہ کیا معنی ہیں؟ اس کا فیصلہ نہایت صفائی سے صحیح بخاری میں ہو گیا ہے کہ توفّی مارنے کو کہتے ہیں۔ یہ قول ابن عباسؓ ہے جس کو حدیث کما قال العبد الصالح کے ساتھ بخاری میں اور بھی تقویت دی گئی ہے اور شارح عینیؒ نے اس قول کا اسناد بیان کیا ہے۔

اس جگہ یاد رہے کہ ہمارے دعوے کی بنیاد عیسیٰؑ کی وفات ہے جس کی صحت پر قرآن، حدیث رسول، قول ابن عباسؓ، آئمہ اسلام اور عقل گواہی دیتے ہیں۔ ایلیا نبی کے قصہ دوبارہ آنے کا بھی گواہی دے رہا ہے جس کی تاویل خود حضرت مسیح کے منہ سے یہ ثابت ہوئی کہ ایلیا سے مراد یوحنا یعنی یحیٰ ہے اور اس تاویل نے یہود کے اجماعی عقیدہ کو خاک میں ملا دیا کہ درحقیقت ایلیا جو دنیا سے گذر گیا تھا پھر دنیا میں آئے گا۔

اس جگہ یاد رہے کہ میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفّی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے گئے ہیں جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر

یہ امر جائے اعتراض نہیں ۔ میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے ۔الہامی غلطی نہیں ۔ میں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً جیسا کہ سہواورنسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا قائم نہیں رکھتا مگر میں یہ دعوی نہیں کرتا کہ میں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کرسکتا۔خدا کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے مگرانسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ سہو ونسیان لازمہ بشریت ہے۔ میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ پھر واپس آئیں گے مگر یہ بھی میری غلطی تھی جواس الہام کی مخالفت تھی جو براہین احمدیہ میں ہی لکھا گیا ہے ،کیونکہ اس الہام میں خدا تعالی نے میرا نام عیسی رکھا اور مجھے اس قرآنی پیش گوئی کا مصداق ٹھہرایا جو حضرت عیسی کیلئے خاص تھی ۔ وہ آیت یہ ہے هو الّذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه اورآنے والے مسیح موعود کے تمام صفات مجھ میں قائم کیئے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ نصوص صریحہ سے حضرت عیسی کی وفات ہو چکی ہے اور حق کھل گیا ہےاس کے مقابل پر یہ دوسرا حصہ احادیث کا جس میں نزول مسیح کی خبر دی گئی ہے یہ سب استعارات لطیفہ ہیں جواز قبیل وحی وراء الحجاب ہیں جس کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے ۔اور وحی وراء الحجاب کی خدا تعالی کے کلام میں ہزاروں مثالیں ہیں اس سے انکار کرنا منصف کا کام نہیں۔

علاوہ ان باتوں کے مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کو یہ آیت بھی روکتی ہے و لکن رسول اللّه و خا تم النّبیین ۔اورایسا ہی یہ حدیث بھی کہ لا نبیّ بعدی ۔ یہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، پھر کسی وقت دوسرا نبی آجائے اوروحی نبوت شروع ہوجائے۔

اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے مسیح موعود کی پیش گوئی صرف حدیثوں میں نہیں ہے بلکہ قرآن شریف نے نہایت لطیف اشارات میں آنے والے مسیح کی خوش خبری دی ہے جیسا کہ اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ جس طرز اور طریق سے اسرائیلی نبوتوں میں سلسلہ خلافت قائم کیا گیا ہے، وہی طرز اسلام میں ہوگی (دیکھوآیت وعد اللّه الّذین آ منوا منکم و عملوا الصّا لحا ت لیستخلفنّهم فی الارض

کما استخلف الّذین من قبلھم .. الآیہ) یہ وعدہ مسیح موعود کے آنے کی خوش خبری اپنے اندر رکھتا ہے کیونکہ جب سلسلہ خلافت انبیاء بنی اسرائیل میں غور کی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ سلسلہ حضرت موسیٰ سے شروع ہوا اور پھر چودہ سو برس بعد حضرت عیسیٰ پر ختم ہوگیا اور اس نظام خلافت پر نظر ڈال کر معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا مسیح موعود جس کے آنے کی یہود کو خوش خبری دی گئی تھی چودہ سو برس بعد حضرت موسیٰ کے آیا اور غریبوں اور مسکینوں کی شکل میں ظاہر ہوا۔

اور اس مماثلت کے پورا کرنے کیلئے جو قرآن میں دونوں سلسلوں خلافت اسرائیلی اور خلافت محمدی میں قائم کی گئی ہے ضروری ہے کہ ہر ایک منصف اس بات کو مان لے اور سلسلہ خلافت محمدیہ کے اخیر میں بھی ایک مسیح موعود کا وعدہ ہو جیسا کہ خلافت موسویہ کے اخیر میں ایک مسیح موعود کا وعدہ تھا، اور نیز مکمل مشابہت دونوں سلسلوں کیلئے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جیسا کہ خلافت موسویہ کے چودہ سو برس کی مدت پر مسیح موعود بنی اسرائیل کیلئے ظاہر ہوا تھا ایسا ہی اسی مدت کے مشابہ زمانہ میں خلافت محمدیہ کا مسیح موعود ظاہر ہو

اس تمام تحقیقات سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا ذکر نہیں وہ نہایت غلطی پر ہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ مسیح موعود کا ذکر نہایت اکمل اور اتم طور پر قرآن شریف میں پایا جاتا ہے۔ دیکھو اول قرآن شریف نے آیت کما ارسلنا الی فرعون رسولاً میں صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ آنحضرت ﷺ مثل موسیٰ ہیں۔ کیونکہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ ہم نے اس نبی کو اس نبی کی مانند بھیجا ہے جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا اور واقعات نے ظاہر کر دیا کہ یہ بیان اللہ تعالیٰ کا بالکل سچا ہے۔ وجہ یہ کہ جس طرح خدا نے موسیٰ کو فرعون کی طرف بھیج کر آخر فرعون کو بنی اسرائیل کی نظر کے سامنے ہلاک کیا اور نہ خیالی اور وہمی طور پر بلکہ واقعی اور مشہود اور محسوس طور پر فرعون کے ظلم سے بنی اسرائیل کو نجات بخشی اسی طرح یعنی بنی اسرائیل کی مانند خدا تعالیٰ کے راست باز بندے مکہ معظّمہ میں تیرہ برس تک کفار کے ہاتھ سے سخت تکلیف میں رہے اور یہ تکلیف اس تکلیف سے بہت زیادہ تھی جو فرعون سے بنی اسرائیل کو پہنچی۔ آخر یہ راست باز اس برگزیدہء راست بازوں کیساتھ اور اس کی ایماء سے مکہ سے بھاگ نکلے۔ اسی بھاگنے کی مانند جو بنی اسرائیل مصر سے بھاگے تھے پھر مکہ والوں

نے قتل کے لئے تعاقب کیا اسی تعاقب کی مانند جو فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل کے قتل کے لئے کیا گیا تھا۔آخر وہ اسی تعاقب کی شامت سے بدر میں اسی طرح پر ہلاک ہوئے جس طرح فرعون اور اس کا لشکر دریائے نیل میں ہلاک ہوا تھا، اسی رمز کے کھولنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے ابوجہل کی لاش بدر کے مردوں میں دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ شخص اس امت کا فرعون تھا۔غرض جس طرح فرعون اور اس کا لشکر دریائے نیل میں ہلاک ہونا امور مشہودہ محسوسہ میں سے تھا جس کے وقوع میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا اسی طرح ابوجہل اور اس کے لشکر کا تعاقب کے وقت بدر کی لڑائی میں ہلاک ہونا امور مشہودہ محسوسہ میں سے تھا جس سے انکار کرنا حماقت اور دیوانگی میں داخل ہے۔

سو یہ دونوں واقعات اپنی تمام سوانح کے لحاظ سے باہم ایسے مشابہت رکھتے ہیں گویا دو توام بھائیوں کی طرح ہیں۔

اور عیسائیوں کا یہ قول کہ مثیل موسیٰ، حضرت عیسیٰ ہیں بالکل مردود اور قابل شرم ہے۔..

یاد رہے کہ جس مسیح یعنی روحانی برکات والے کے مسلمانوں کے آخر زمانہ میں بشارت دی گئی ہے اسی کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ وہ دجال معہود کو قتل کریگا۔لیکن یہ قتل تلوار یا بندوق سے نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دجالی بدعات اسکے زمانہ میں نابود ہو جائینگی

حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل دجال شیطان کا نام ہے پھر جس گروہ سے شیطان اپنا کام لے گا اس گروہ کا نام بھی استعارہ کے طور پر دجال رکھا گیا ہے کیونکہ وہ اس کے اعضاء کی طرح ہیں۔(ایام الصلح۔ص ۳۸ تا ۶۱ مختصراً)

عبدالمجید دہلوی اور قادیانی

آج دہلی کے کوچہ و بازار کیا، ہر در و دیوار پر اشتہار چسپاں ہیں، اور ہر ایک کی پیشانی بقلم جلی بنام نامی اسم گرامی مرزا غلام احمد قادیانی سے مزین ہے، کوئی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے اور کوئی بہ جواب اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔گویا دہلی کے دیوار و در کاغذی پیرہن سے ملبوس ہیں، مرزا غالب کے اس شعر کے معنی آج حل ہوئے۔

ایک مختصر سا کمرہ ہے، نہایت آراستہ ہے مگر سادگی کے ساتھ۔اس میں ایک بزرگ

فرشتہ خصلت، ملائک سیرت، متبرک صورت، نورانی چہرہ، ضعیف و ناتوان مگر اظہار حق رشد و ہدایت کے واسطے چاق و چوبند گویا کمربستہ ہیں۔ قال اللّٰہ و قال الرّسول کے سوا گفتگو نہیں۔ قرآن وحدیث کے شیدا، دنیا و مافیہا کی کوئی آرزو نہیں۔ علماء فضلاء کا مجمع، رؤساء امراء کا جرگہ گرد زیب دہ مجلس ہے، مگر سب مؤدب سر جھکائے، قالب بے جان کی طرح تصویر کی صورت بنائے، خاموش بیٹھے ہیں۔ محفل میں سکوت کا عالم ہے، بزرگ کے ہاتھ میں کاغذ ہے جس پر بدستخط خاص کچھ ارقام فرماتے ہیں۔ ضعف پیری کے باعث قلم قابو میں نہیں، ہاتھ کہا نہیں مانتے مگر بایں ہمہ لکھنے میں مصروف ہیں۔ کچھ دیر بعد سر مبارک اٹھایا اور فرمایا لیجئے یہ رقعہ لکھ دیا ہے

حاضرین جلسہ نے سر گریبان تفکر سے اٹھا کر ہمہ تن گوش ہو کر: ارشاد

مولانا صاحب (یعنی بزرگ): ۔(بآواز بلند) یہ لکھ دیا ہے:

بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سلمہ اللہ تعالی

(راوی: خوب! یہاں بھی مرزا صاحب قادیانی موجود ہیں)

مولانا صاحب: (نے لکھا ہے:)

بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ آپ کے رسائل سے آپ کے ادعاہائے نامشروع شائع و ذائع ہو چکے تھے کہ پرسوں ایک اشتہار جس کے اوائل میں تجدید ایمان وانابت ظاہر کی ہے اور آخر میں اپنے خیالات فاسدہ اور توہمات باطلہ مندرج ہیں نظر سے گذرا چونکہ آپ کو خود ان عقاید و خیالات اپنے کی نسبت رفع شکوک کا ادعاء ہے اور آپ نے اس عاجز سے بھی رفع شبہ کی استدعا کی ہے لہذا میں بذریعہ رقعہ ہذا آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ بے تکلف میرے غریب خانہ پر آکر حسب شرائط مقررہ خود، سواء موجودگی ایک انگریز کے، جو میرے اختیار میں نہیں، اور نہ احقاق حق میں اس کی ضرورت ہے اپنا شک و شبہ رفع کر لیں۔ کسی نوع کا خیال دل میں نہ لائیں اگر یہاں کے آنے میں آپ کو کچھ عذر ہو تو آج سے چوبیس گھنٹہ کے اندر اطلاع فرمائیں تاکہ یہ عاجز اپنے تعلیم دادہ اشخاص میں سے ایسے شخص کو آپ کے پاس بھیج دے کہ اس سے انشاء اللہ آپ کے سب طرح کے شکوک رفع ہو جائیں گے۔ محمد نذیر حسین یکم ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

(ہمارے ناظرین اب تو خوب سمجھ گئے ہوں گے یہ حضرت فرشتہ صورت کون بزرگوار ہیں۔ جناب فیض مآب محدث دہلوی سیدنا و مولانا استاد عرب و عجم شمس العلماء حضرت شیخ الکل)۔

مولانا صاحب: (حاضرین جلسہ کی طرف خطاب کر کے) اب کون صاحب اس کو لے جائیں گے؟
حاضرین: جس کو ارشاد ہو۔

غرض نواب سعید الدین احمد خان خلف الصدق نواب ضیاء الدین احمد خاں رئیس لوہارو اور جناب حکیم عبدالمجید خان خلف الصدق حکیم محمود خان، اور مولوی عبدالمجید واعظ اور جناب محمد احمد خلف حاجی عبدالعزیز سوداگر اس کار کے واسطے بمشورہ حاضرین جلسہ منتخب ہوئے اور جس مکان پر مرزا صاحب فروکش تھے یہ اصحاب اربعہ پہونچے اور بعد اطلاع باریاب ہوئے۔ السلام علیکم۔
مرزا قادیانی: وعلیکم السلام! آیئے حضرات، مزاج شریف۔
مولوی عبدالمجید: مولانا (یعنی شمس العلماء حضرت شیخ الکل) نے یہ رقعہ آپکی خدمت میں بھیجا ہے۔
مرزا قادیانی: (تحیر اور پریشان خاطر سے کچھ سکوت کے بعد نامہ لیا اور پھر الٹ پلٹ کر دیکھا اور پڑھا پھر ایک آہ سرد کھینچ کر)، نہیں، یہ امر مجھ کو منظور نہیں کہ امن قائم رکھنے کیلئے کوئی افسر انگریز جلسہ میں نہ ہو۔
نواب سعید الدین: مرزا صاحب بحث اصلاح حال اور صیانت عن الضلال کے لئے ہوتی ہے خدانخواستہ کسی سے کسی کی عداوت نہیں، تاہم اس امر کے ذمہ دار ہم ہیں۔ اور آپ کو تحریر دستخطی اور مہری اپنی دیئے دیتے ہیں انشاء اللہ آپ کو کسی نوع کا گزند نہ پہنچے گا۔
مرزا قادیانی: نہیں صاحب، یہ ہرگز نہیں۔

(راوی: کیونکر راضی ہوتے ان کو یہ امر معلوم تھا کہ آج کل دہلی میں مسٹر جوئس ڈپٹی کمشنر ہیں اور یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے لدھیانہ میں ان کے مناظرہ کو بند کر دیا تھا۔ وہ یہاں دہلی جیسے بڑے شہر میں کب اجازت دیں گے۔ اور صاحب بہادر مرزا صاحب کے حال سے واقف ہیں۔ مرزا صاحب کے اس اصرار کا یہی اسرار ہے کہ نہ وہ اجازت دیں گے اور نہ مباحثہ ہوگا۔ جان بچی لاکھوں پائے)

مرزا قادیانی: لوگ مجھے ناحق بدنام کرتے ہیں صرف ایک مسئلہ حیات مسیح میں مجھے انکار ہے میں جانتا ہوں کہ آپ کی وفات ہوگئی ایسے اختلافی مسئلہ کی بہت سی نظیریں اصحاب رسول اللہ ﷺ میں موجود ہیں مگر کوئی کسی سے نہ جھگڑتا تھا۔ مجھ سے کیوں لوگوں کو بیجا اور بیوجہ خلاف واختلاف ہے اور ولایت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور مجھ کو دعوی ہے تو کون سا استعجاب ہے۔
مولوی عبدالمجید: مرزا صاحب اگر آپ کو دعوی ولایت ہو تو میں سب سے پہلے کہتا ہوں اشھد انّک ولیّ۔ مسلمانوں میں جہاں ہزاروں ولی ہوئے ہیں، ایک آپ بھی سہی۔ ہم کو آپکی ولایت میں انکار واصرار کی کوئی ضرورت نہیں لیکن آپ تو دعوت نبوت اور وہ بھی بقید مسیح موعود کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی: میں نے تو نبوت کا دعوی نہیں کیا، نہ مسیح موعود ہونے کا ضروری اور لازمی دعوی ہے، یہ تو وفات مسیح پر منحصر ہے۔

مولوی عبدالمجید: توضیح مرام میں آپ نے صریح دعوی کیا ہے اور اسی پرچہ میں مسیح ہونے کا قطعی اور یقینی ادعاء ہے۔

مرزا قادیانی: کہاں؟

مولوی عبدالمجید: ۲۔اکتوبر۱۸۹۱ء کے پرچہ میں یہ موجود ہے (اور اشتہار دکھایا)

مرزا قادیانی: مجھے محدثیت کا دعوی ہے نہ نبوت کا۔

مولوی عبدالمجید: آپ نے صاف صاف لکھا ہے کہ میں نبی ہوں۔

مرزا قادیانی: مرزا صاحب کون قسم کا نبی؟ آپ نہیں سمجھے۔

مولوی عبدالمجید: یہ امر آخر ہے، ایک شاعر تھا جب اس سے کہا جاتا کہ تیرے اس شعر کے معنی کیا ہیں، تو جواب دیا کرتا کہ میں نے اس میں ابھی معنے ڈالے ہی نہیں۔ آپ کا ایسا وہ کیا مضمون ہے جس کے معنی ہی کوئی نہیں سمجھ سکتا، کیا آپ کی عبارت بھی المعنی فی بطن الشاعر ہے۔

مرزا قادیانی: یہ تو فی بطن کتاب ہے فی بطن شاعر نہیں، آپ کو گفتگو کی کیا ضرورت ہے آپ کیوں گفتگو کرتے ہیں آپ میری کتابیں دیکھیں۔

مولوی عبدالمجید: دو وجہ سے گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ نے مجھ سے خطاب کر کے فرمایا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے توضیح مرام میں لکھا ہے کہ جو کوئی میری نبوت کو نہ مانے گا وہ مستوجب عذاب ہوگا۔

مرزا قادیانی: اس عذاب کے اور معنی ہیں۔

مولوی عبدالمجید: تو میرا وہی قول صادق ہوگیا المعنی فی بطن الشّاعر

مرزا قادیانی: پھر یہ تو راست ہے، تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

مولوی عبدالمجید: الحمد للہ یہ تو میرے قول کی آپ تائید کرتے ہیں اس لئے باوجود تصنیف کے مصنف سے گفتگو کی ضرورت ہے آپ بیان فرمایئے کہ آپ کے مسیح موعود ہونے کا کیا ثبوت ہے

مرزا قادیانی: آپ وفات مسیح میں گفتگو کیجئے۔

مولوی عبدالمجید: میں تو ہر امر میں گفتگو کے لئے موجود ہوں مگر یہ مسئلہ آپ کے دعوی کی ایک دلیل ہے۔ دعوی نبوت مفید مسیح موعود ہونے کا ہے۔ پھر بحث ثبوت دعوی میں اول ہونی چاہیے نہ

کہ دلیل میں ۔فرض کرو اگر مسیح فوت ہو گئے ہیں تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ پھر وہ مسیح موعود آپ آئیں گے بعد وفات مسیح بھی آپ کو اپنے دعوے کے ثبوت کی ضرورت ہے۔

نواب سعید الدین: مرزا صاحب بل تو اپنا بل، دوسرے کے ضعف سے آپ کے دعوے کو کیا فائدہ؟ آپ اپنے دعوے کی قوت بیان کیجئے ۔حضرت مسیح مر گئے یا زندہ ہیں آپ کو کیا؟ آپ اپنی مسیحائی کا ثبوت دیں۔ ہر نبی نے اپنی نبوت اپنی ہی دلیل کی قوت سے ثابت کی ہے۔معجزہ دکھائے، برہان لائے، ہدایت کی۔کسی دوسرے کے مرنے جینے پر کسی نبی نے اپنی نبوت کا حصر نہیں رکھا ۔میاں جھگڑا کیوں بڑھاتے ہو؟ ایک کرشمہ دکھا دو پھر گفتگو کی چنداں ضرورت نہیں رہے گی ۔

حاجی محمد احمد: مرزا صاحب آپ ایمان سے کہتے ہیں کہ مسیح فوت ہو گئے ۔

مرزا قادیانی: بے شک میں ایمان سے کہتا ہوں ۔

حاجی محمد احمد: میں نے بہ تقلید آپ کے اس مسئلہ کو مان لیا کہ مسیح فوت ہو گئے ۔اب آپ اپنے مسیح ہونے کا ثبوت بیان فرمایئے۔

مرزا قادیانی: لکھ دیجئے ۔

حاجی محمد احمد: بہتر۔

مرزا قادیانی: (نے قلم دوات اٹھائی پھر تامل کر کے) کیا لکھو گے؟

حاجی محمد احمد: یہی کہ میں نے بہ تقلید مرزا صاحب وفات مسیح کو تسلیم کیا، گناہ وثواب مرزا صاحب کی گردن پر۔

مرزا قادیانی: یہ لکھو کہ میں صدق دل سے ایمان لایا اور قرآن وحدیث سے سمجھ کر تسلیم کیا کہ مسیح فوت ہو گئے ۔

حاجی محمد احمد: لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلیّ العظیم ایسے شیطانی دھوکہ میں کون آئے گا میں تو پہلے کہہ چکا ہوں میں مولوی مناظر نہیں قرآن حدیث سے ابھی سمجھ نہیں ۔آپ کی تقلید سے لکھتا ہوں ۔

مرزا قادیانی: میں نے کتاب میں لکھا ہے اس میں سمجھ کر ایمان لے آؤ۔

حاجی محمد احمد: کتاب کے سمجھنے والوں سے تو کہتے ہیں کہ ہم پر فتوی کفر والحاد لگائے ہیں۔ کہتے ہو تو اس کو تسلیم کر لوں ۔

مرزا قادیانی: تو جانے دو۔

مولوی عبدالمجید: ہاں حضرت آپ کے پاس اگر کوئی ثبوت آپ کے دعوی نبوت کا بقید مسیح موعود ہے تو بیان کیجئے۔

مرزا قادیانی: آپ بحث وفات مسیح میں گریز کرتے ہیں۔

مولوی عبدالمجید: الحمد للہ کہ اس وقت میرے منہ سے کوئی کلمہ خلاف تہذیب نہیں نکلا۔ آپ لوگوں کی بدتہذیبی کی شکایت کرتے ہیں اور خود ایسے کلمہ منہ سے نکالتے ہیں۔

مرزا قادیانی: معاف کیجئے بیساختہ میرے منہ سے یہ بات نکل گئی دل دکھانیکی نیت سے نہیں کی

مولوی عبدالمجید: میں مواخذہ نہیں کرتا بلکہ اجازت دیتا ہوں کہ آپ جو چاہیں مجھ کو کہہ لیں مگر اصل مطلوب میں گفتگو کریں۔

مرزا قادیانی: میں آپ سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا آپ میرے دوست ہیں۔

مولوی عبدالمجید: میں آپ کا دشمن نہیں لیکن آپ کے دعوی نبوت اور مسیح موعود ہونے کا ثبوت چاہتا ہوں دوستانہ طور پر سمجھا دیجئے۔

مرزا قادیانی: آپ مجھے معاف کیجئے۔

(یہ کہہ کر تحریر جواب رقعہ میں مشغول ہوگئے اور بعد تحریر حاضرین جلسہ کو سنایا)

حکیم عبدالمجید: جب حضرت میاں صاحب (شیخ الکل) آپ کی سب شرطیں منظور کرتے ہیں، سوائے ایک انگریز کے، پھر آپ کو ایسا لکھنا بے جا ہے۔

مرزا قادیانی: نہیں افسر انگریزی کا ہونا جلسہ بحث میں واسطے امن کے ضرور ہے۔

حکیم عبدالمجید: امن میں کچھ خلل نہیں یہاں صدہا مذہبی مناظرے ہوئے، خدا کے فضل سے کسی جلسہ میں صورت دیگر ظاہر نہیں ہوئی۔ آج تو آپ ایک افسر انگریز کے طلب گار ہیں کل کہیں گے کہ لفٹنٹ گورنر کو بلواؤ۔ یہ کیونکر ممکن ہے اور احقاق حق کے لئے اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔

مرزا قادیانی: بے شک ضرورت ہے۔

حاجی محمد احمد: اچھا آپ نے اشتہار دیا اور مناظرہ کے مستدعی ہوئے تو آپ ایک درخواست بھی دے دیں۔

مرزا قادیانی: نہیں میں تو نہیں دینے کا۔ وہ ہی دیں کہ وہ رئیس دہلی ہیں۔

حکیم عبدالمجید: بہتر ہے ایک درخواست ہم جناب میاں صاحب سے لکھوائیں گے ایک آپ لکھ دیں دونوں دے دی جائیں گی۔

مرزا قادیانی: میں درخواست نہیں لکھنے کا، اور نہ بے موجودگی افسر انگریز گفتگو کرونگا۔ میری بہت سی پولٹیکل مصلحتیں اس میں پنہاں ہیں جن کو میں مفصل آپ پر ظاہر نہیں کرسکتا۔

حاضرین جلسہ (۶۰ یا ۷۰ کس): تو مناظرہ سے صاف انکار ہے۔

مرزا قادیانی: تم یہی سمجھ لو۔

(اس کے بعد اپنا رقعہ صاحبان موصوفین کو دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ رقعہ مرزا صاحب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی۔ حضرت مکرمی اخویم مولوی صاحب مولوی نذیر حسین صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ پہونچا مجھے بسروچشم منظور بلکہ عین مدعا اور مراد ہے کہ مسئلہ وفات و حیات مسیح ابن مریم میں آپ سے بحث ہو اور اس بحث میں امر تنقیح طلب یہ ہوگا کہ آیا حضرت ابن مریم فی الحقیقت بجسد العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور زندہ موجود ہیں اور ان کا زندہ ہونا قرآن کریم کی آیات صریحہ الدلالت سے اور تائید اس کی احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہوتا ہے یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ فوت ہو چکے ہیں اگر وہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو پھر کوئی دوسری بحث کرنا عبث ہے اور اس صورت میں میرا دعوی مسیح موعود ہونے کا خود باطل ہو جاوے گا۔ وجہ یہ کہ اس کی بنا وفات مسیح ابن مریم پر ہے لیکن اگر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے بہ اتفاق ثابت نہ ہوسکا کہ وہ زندہ بجسد ہالعنصری برخلاف دوسرے انبیاء کے آسمان پر موجود ہیں تو پھر بوجہ اس قرینہ قویہ کے یہ سمجھا جائے گا کہ آنے والا ابن مریم موعود اس امت سے پیدا ہوگا اس صورت میں اگر آپ یہ اقرار بذریعہ کسی اخبار شائع کردیں گے کہ اب ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اسی امت میں سے مسیح موعود آنے والا تو پھر اس عاجز سے مسیح موعود کی نسبت ثبوت طلب کرسکتے ہیں لیکن اس بحث میں امن قائم رکھنے کے لئے آپ کی طرف سے یہ بندوبست ہونا چاہیے کہ کوئی افسر انگریز خاص اسی خدمت حفظ امن کے لئے مامور ہوکر جلسہ بحث میں تشریف رکھتا ہو اور بحث تحریری ہو۔ اور ہر ایک فریق اپنے ہاتھ سے سوال جواب لکھے اور اپنے دستخط کے بعد فریق ثانی کو اصل تحریر دستخطی اپنی دے دیوے۔ فریقین کے مکان پر بحث نہ ہو بلکہ ٹاؤن ہال یا کسی دوسرے ثالث کے مکان پر ہو۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد ۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

راوی: خوب

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　جو چیرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا

یہ تو بہت جلد بلکہ بہت آسانی سے فیصلہ ہو گیا۔ مرزا صاحب نے آپ ہی دعوی کیا اور خود ہی جواب دعوی تنقیح اور ثبوت داخل کر کے بحث کا خاتمہ ہی کر دیا۔ اب فقط حضرت شیخ الکل کے ذمہ ہے کہ وہ اپنا عقیدہ کسی اخبار کے ذریعہ شائع کرا دیں کہ آنے والا مسیح موعود اسی وقت پیدا بھی ہو گا۔ پھر مرزا صاحب اپنے دعوی نبوت اور مسیح موعود ہونے کا ثبوت پیش کر دینگے۔ ہمارے خیال میں تو اس کا فیصلہ بھی ساتھ کے ساتھ ہو جائے تو اچھا ہے پھر دوبارہ تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔

ہم کو کیا جو اس میں دخل دیں۔ مگر ہمارے خیال میں تو یہ اس سے بآسانی طے ہو سکتا ہے ۔حضرت شیخ الکل اپنا عقیدہ بذریعہ کسی اخبار کے شائع کر دیں کہ آنے والا مسیح موعود اسی امت سے پیدا ہو گا، تو ظاہر ہے اس صدی کے سر پر دعوی عیسی موعود ہونے کا کسی نے نہیں کیا اور تواتر سے ثابت ہے کہ عیسی موعود کا آنا ضروری ہے اور مرزا کی گواہی آسمان اور زمین اور قرآن حدیث پکار پکار کر دے رہے ہیں گو (نوری جامہ کی طرح) کسی کو محسوس نہ ہو یا نظر نہ آئے اس پر مرزا کے الہام اور پیش گوئی موجود اس سے زیادہ ثبوت اور کیا خدا کہنے آئے گا فیصلہ ہوا مسئلہ حیات و وفات مسیح علیہ السلام وہ فیصلہ ہو گیا۔ ثبوت نبوت بقید مسیح موعود کا یہ فیصلہ ہو گیا۔ ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی۔

دہلی میں قادیانی کی اشتہار بازی

صبح کا وقت ہے، اکتوبر کا شروع مہینہ، اعتدال کا موسم، نہ گرمی کی شدت نہ سردی کی چنداں شکایت۔ میونسپل کمیٹی کے ملازموں نے سڑک کوچہ و بازار کو خش و خاشاک سے پاک کر دیا ہے۔ سقے چھڑکاؤ کر رہے ہیں۔ جمنا کی طرف پری چہرہ مہوشاں کے غول کے غول خوب صورت زرد و سفید ریشمی اور سوتی باریک باریک ساڑھیاں باندھے چھوٹی چھوٹی برنجی لوٹیاں اور گڈویاں ہاتھ میں لئے چھم چھم کرتے ہنسی مذاق اڑاتے جاتے ہیں، پازیب کی چھنکار سے شور قیامت برپا اور رفتار ناز کی ہر ایک ٹھوکر پر فتنہ اٹھتا ہے دل عشاق کو پامال کرتے جا رہے ہیں اور کوئی کوئی اشنان سے واپس آ رہے ہیں اور مسجدوں سے نمازی نماز صبح سے فراغت پا کر باہر نکل رہے ہیں اور چاندنی محل کی طرف رخ ہے۔

دیکھیں تو وہاں کیا ہو رہا ہے۔ صفائی تو حسب مراد ہوگئی ہے۔ فرش فروش ہو رہا ہے۔ شامیانہ لٹکائے جا رہے ہیں۔ شہزادہ ثریا جاہ بہ نفس نفیس سرگرم آراستگی مکان اور درستی سامان میں اور مولوی عبدالمجید معہ چند عمائد شہر شہزادہ ممدوح کی معیت میں کمربستہ ہیں اور جوق جوق مردمان جمع ہوتے جاتے ہیں اور بیٹھتے جاتے ہیں۔ بھئی آج کیا سامان ہے۔ شہزادہ صاحب کے یہاں کوئی تقریب شادی ہے؟ ہزارہا آدمیوں کا ہجوم اس وسیع مکان میں جس میں بیس پچیس ہزار کی گنجائش ہے، آج تل رکھنے کو جگہ نہیں۔ چلو تو کسی سے دریافت کریں۔

(مولوی صاحب سے) حضرت آپ بتا سکتے ہیں؟

مولوی عبدالمجید: آپ نے دہلی کے ہر در و دیوار پر نظر کی ہوگی۔

راوی: جی ہاں سارا شہر آج کل کاغذی پیرہن سے ملبس ہے۔

مولوی عبدالمجید: ۶۔ اکتوبر کا اشتہار قادیانی صاحب اور ۷۔ اکتوبر کا جواب آپ نے دیکھا ہوگا

(محفل میں ہلچل واقع ہوئی اور آدمیوں نے راستہ چھوڑا، تعظیم کو کھڑے ہوئے حضرت میاں صاحب کے تشریف لانے کا شور و غل ہوا)

میاں صاحب (مسند پر جو پہلے سے آراستہ ہو چکی تھی، تکیہ کے سہارے متمکن ہوئے، سانس، جو ضعف اور کبر سنی کی وجہ سے چڑھ گیا تھا، درست کر کے حاضرین کو خطاب کر کے پوچھا): ۸ تو بج گئے ہوں گے؟

حکیم عبدالمجید (اور ڈپٹی الٰہی بخش پنشنر، نواب سید سلطان مرزا آنریری مجسٹریٹ وغیرہ چند صاحبان نے گھڑی جیب سے نکال کر کہا): ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔

میاں صاحب: اوہو، اور ادھر سے کچھ خبر نہیں آئی؟

حضرت میاں صاحب۔ کوئی حجت باقی نہ رہ جائے آخر انہوں نے آنا تو ہے نہیں۔

مولوی عبدالمجید: اشتہار قادیانی مطبوعہ ۶۔ اکتوبر کا جواب ۔ ۷۔ اکتوبر کو من جانب مولوی ابو سعید محمد حسین چھپ کر شائع ہوا تو فوراً اس کا ایک پرچہ مولوی عزیز الحسن کی وساطت سے قادیانی صاحب کی خدمت میں بھجوایا گیا جو مولوی صاحب نے قادیانی صاحب کے دست خاص میں دیا۔

۹۔ اکتوبر کو شام سے پہلے مولوی ابوسعید کو مولوی عبدالحق کی ملاقات کیلئے ان کے مکان پر (جو قادیانی کی فرودگاہ کے قریب ہے) پہنچنے کا اتفاق ہوا، تو وہاں انہوں نے مزید احتیاط کی نظر سے قادیانی کے ایک حواری امیر علی شاہ کو بلایا، اور چند اشخاص کے سامنے ان کو وہ جواب دیا۔ دوسرے دن شام کے قریب تک اس جواب کے مضمون سے قادیانی صاحب کا انکار ظاہر و مشتہر نہ ہوا تو اس سے سمجھا گیا

کہ قادیانی صاحب نے مضمون جواب کو پسند کر کے ۱۱۔ اکتوبر کو چاندنی محل میں حاضر ہو جانا اور مولوی ابوسعید محمد حسین سے گفتگو کرنا منظور کر لیا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے اشتہاروں اور خطوں میں اپنے شرائط کے مسلّم ہو جانے کے بعد صرف فریق ثانی کی خواہش اور طلبی پر حاضر ہو جانا قبول کر لیا تھا۔ اور کسی تحریر یا اشتہار میں بعد تسلیم شرائط خود اپنے حاضر ہو جانے کو دوبارہ اطلاع یا منظوری یا کسی اور شرائط سے مشروط و متعلق نہ کیا تھا۔ اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں آپ لکھتے ہیں اگر شرائط مذکورہ بالا منظور کر کے مجھے طلب کریں تو جس جگہ چاہیں میں حاضر ہو جاؤنگا۔

اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں (جس میں آپ نے مولوی محمد حسین کو بھی اپنا مخاطب اور مناظر بتایا ہے) فرماتے ہیں، اس صورت میں یہ عاجز مولوی صاحب کی مسجد میں بحث کے لئے حاضر ہوسکتا ہے۔ مگر دوسری (یعنی بجز حاضری افسر یورپئن) تمام شرطیں اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء قائم رہیں گی۔ ان فقرات میں منظوری شروط کے بعد حاضری کی آپ کی طرف سے صاف منظوری ہے اور بعد منظوری کے دوبارہ اطلاع منظوری یا کسی اور شرط کی تشریح نہیں۔ مع ہذا تکمیل احتیاط اور قطع حجت کی نظر سے ۱۰۔ اکتوبر کو آپکو اس امر کی اطلاع دی گئی کہ آپکی شروط مسلّم ہو جانے سے آپ کو حاضری مجلس مباحثہ پر راضی سمجھ کر چاندنی محل میں جلسہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ آپ وقت مقررہ پر تشریف لاویں اور آئندہ کوئی نیا عذر پیش نہ کریں اور اس مضمون کا ایک خط بھی منجانب مولوی ابوسعید صاحب آپ کے نام لکھوایا گیا۔ جس کو عاجز اور میاں عبدالحق سوداگر وغیرہ نے آپ کی خدمت میں پہنچایا۔

نقل خط۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب زاد عنایتہٗ

بعد سلام مسنون واضح رائے شریف ہو کل کے اشتہار میں جو مولوی عبدالحق صاحب نے ٹاؤن ہال میں اطلاع دی تھی آج بہ اتفاق چاندنی محل قرار پا گیا وہ مکان اس قدر وسیع ہے کہ جس میں ہزاروں آدمی کی گنجائش ہے اور جناب شاہزادہ مرزا ثریا جاہ بہادر و دیگر رؤساء شہر وہاں موجود ہوں گے اطلاعاً تحریر کیا آپ وہیں تشریف لاویں۔ مکرر یہ چند یورپئین صاحب بھی تشریف لاویں گے اور پولیس اپنا فرض منصبی (اقامت حفظ امن) کے ادا کرنے کیلئے حاضر رہیں گے چونکہ فرش فروش کیلئے بہت روپیہ صرف ہوگا ایسا نہ ہو کہ آپ تشریف نہ لاویں اس کی اطلاع خاص و عام کو دی گئی ہے۔

ابوسعید محمد حسین و ابومحمد عبدالحق

اس خط کے جواب میں آپ نے ۶۔ اکتوبر کے عہد کو توڑ دیا۔ اور یہ نیا عذر پیش کیا کہ

میں مولوی ابوسعید محمد حسین سے مباحثہ نہ کرونگا بلکہ خاص جناب میاں صاحب مولوی سید نذیر حسین سے گفتگو کرونگا۔ ہاں مولوی ابوسعید ان کے معاون رہیں، میاں صاحب کہیں بھول جائیں تو وہ بتا دیں اور اگر میاں صاحب خاص اپنے ہاتھ سے تحریر سوال جواب نہ کریں تو ابوسعید صاحب ان کی تقریر کو تحریر میں لاویں۔ اسی طرح مولوی عبدالحق بلکہ اور دو چار علماء ان کو مدد دیں تو مضائقہ نہیں۔ اس مضمون کا ایک خط بھی میاں صاحب کے نام کا خاکسار کو دیا جس کا جواب میں نے پہلے تو خود ہی میاں صاحب کی طرف سے زبانی دے دیا۔ اور ان کا وہ عذر توڑ دیا کہ آپ مولوی ابوسعید محمد حسین سے مباحثہ کرنے سے گھبراتے ہیں تو آئیں میاں صاحب سے بحث کر لیں۔ ہم میاں صاحب کو وہاں لائیں گے اور وہ ہی آپ سے بحث کریں گے۔ پھر جناب میاں صاحب کی طرف سے وہ اشتہار ۶۔ اکتوبر جس میں سبھی شرائط قادیانی کو قبول کیا گیا ہے ان کے پاس بھجوا دیا۔

ٹن ٹن کی آواز گھنٹہ گھر کی گھڑی کی کان میں آئی سب صاحبان نے گھڑیاں نکال کر دیکھا، ۹ بجے۔

اس وقت چار پانچ ہزار آدمیوں کا مجمع چاندنی محل میں جمع ہے اور عمائدین شہر اور رؤساء اور علماء فضلاء شہر حاضر ہیں پتہ کھڑکا اور گردن اٹھا کے دیکھا۔ ذرا آہٹ ہوئی اور جھانکا ہر ایک شخص ہمہ تن چشم بنا ہوا چشم براہ ہے وقت مقرر گذر گیا اور مرزا کی تشریف آوری کا انتظار بدستور ہے۔

شہزادہ ثریا جاہ: بھائی ہم تو شل ہو گئے۔

نواب صاحب۔ واللہ آنکھیں آ گئیں، مگر وہ نہ آئے۔

ممتاز الدولہ (رئیس بھوپال): سبحان اللہ کیا کہا ہے سادہ کلام میں بھی شاعری۔

حکیم صاحب: کیوں نہ ہو یہ تو آپ کا ورثہ آبائی ہے۔

ڈپٹی الٰہی بخش: یہ خبر ہوتی تو کھانا کھا کر آتے۔

سید سلطان مرزا: ہندوستانیوں میں وقت کی قدر اور پابندی نہیں۔

شہزادہ خورشید عالم: درست فرمایا جناب نے۔

حکیم احمد سعید: آپ گھاس کھا گئے ہیں، مرزا نے اپنا کوئی وعدہ وفا کیا ہے، جواب آ جاتے۔

حکیم ناصر: ناحق کا انتظار ہے وہ نہ آئے ہیں نہ آئیں گے

حکیم حسن رضا: جب آپ لوگ مرزا صاحب کے عہد و پیمان اور قول و قرار سے واقف تھے تو اس سر دردی کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ناحق کی تضیع اوقات۔

دیگر حاضرین: (معزز و معتمدان و روساء بہ اتفاق) میاں تا بہ دروازہ باید رسانید کوئی حجت باقی نہ رہ

جائے۔قرار پایا کہ کوئی صاحب مرزا صاحب کی خدمت میں جائیں اور پیغام لے جائیں۔

شہزادہ صاحب: میری سواری بند گاڑی لے جائیں۔

(حاجی نور احمد، منشی قمر علی گاڑی میں سوار ہوئے۔مرزا صاحب کی فرودگاہ پر داخل)

مرزا صاحب: مجھ کو جواب اشتہار ۶۔اکتوبر جس میں مکان تاریخ کی تقرری ہے اب تک نہیں ملا

(اور ایک رقعہ اپنے حواری غلام قادر صاحب اڈیٹر پنجاب گزٹ کے ہاتھ بھیجا

نقل رقعہ: بخدمت جناب مخدوم سید محمد نذیر حسین صاحب سلّمہ اللّٰہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔افسوس کہ اس عاجز سے بحث کے بارہ میں کوئی امر قرار پانے سے پہلے خود بخود مشہور کر دیا گیا کہ فلاں مقام پر بحث ہوگی حالانکہ طریق دیانت یہ تھا کہ جب تک صاف اور کھلے کھلے طور پر یہ تصفیہ نہ ہو جاتا کہ وفات حیات مسیح میں بحث ہوگی اور جب تک آپ اپنے خاص دستخطی رقعہ سے قبول شرائط کی اطلاع نہ دیتے اور مشورہ سے تاریخ قرار نہ پاتی، تب تک اشتہار جاری نہ کیا جاتا۔مگر میرے گمان میں ہے کہ سب کارستانیاں بالا بالا ظہور میں آئی ہیں اور غالباً آپکو ان باتوں کی خبر بھی نہ ہوگی، لہذا آپ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ اگر درحقیقت آپ اس بات پر مستعد ہیں جو اظہار حق کیلئے اس عاجز سے بحث کریں گے تو آپ اپنے ہاتھ سے تحریر فرماویں کہ کل شرائط مندرجہ ذیل آپ کو منظور ہیں اور وہ شرائط یہ ہیں

۱۔بحث صرف مسئلہ حیات اور وفات مسیح ابن مریم کے بارے میں ہوگی اور کوئی دوسرا امر خلط بحث کی طرح درمیان میں نہیں آئے گا صرف حیات ووفات مسیح میں بحث ہوگی۔

۲۔دوسرے یہ کہ امن قائم رکھنے کے لئے آپ ذمہ دار ہوں میں مسافر اور اکیلا ہوں اور لوگ خونی آنکھ سے دیکھ رہے اور بٹالوی صاحب مجھے کافر دجال اور بے ایمان الفاظ سے یاد کرتے ہیں یہ آپ اپنے ہاتھ کی تحریر سے مجھے مطمئن کر دیں کہ ہر ایک ہاتھ اور زبان کے روکنے کے آپ ذمہ دار رہیں گے اور کوئی خلاف تہذیب امر اور بے جا حرکات کسی سے سرزد ہوئیں تو اس کی جوابدہی آپ کے ذمہ ہوگی یہ صاف اور کھلی تحریر سے قرار کرنا چاہیے تا میرے پاس سند رہے۔

۳۔تیسرے یہ کہ فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر کریں اول ہر فریق تحریر کر کے حاضرین کو بلند آواز سے سنا دے اور ایک نقل اپنے بیان کی دستخط کے بعد دوسرے فریق کو دے دیں اور دوسرا فریق اس کا جواب لکھ کر حاضرین کو سنا دے اور ایک نقل فریق ثانی کو دے دے۔اگر یہ تمام شرطیں آپ منظور کر لیں اور اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھ کر تینوں شرطوں کی منظوری سے مجھے اطلاع دیں تو پھر میں حاضر ہو جاؤنگا۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ ۔ مرزا غلام احمد ۱۱ ۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

حاضرین جلسہ: (مضمون رقعہ کو سن کر) یہ مرزا صاحب کا حیلہ گریز ہے بوجوہات ذیل:

۱ ۔ جس حالت میں جواب اشتہار ۶ ۔ اکتوبر چھپ کر دہلی کے ہر گلی کوچہ میں شائع ومشتہر ہو چکا ہے اور چار معتبر ذریعوں سے وہ قادیانی صاحب کے پاس پہنچ چکا ہے تو پھر اس کے بھیجنے سے قادیانی کا انکار کیوں کر درست ہو سکتا ہے ۔

۲ ۔ جب کہ وہ جواب قادیانی کو پہنچ چکا ہے اور اس میں جملہ شروط قادیانی کو بلا چون و چرا تسلیم کیا گیا ہے (جس پر انہوں نے اشتہار میں حاضری کا وعدہ دیا ہوا ہے) تو پھر قادیانی صاحب سے دوبارہ منظوری کا حاصل کرنا کیا معنی رکھتا ہے ۔

۳ ۔ جب اس خط میں پہلی شرائط کے سوا کوئی نئی شرط نہیں ہے بلکہ ان ہی شرائط کا اعادہ ہے جن کو جواب اشتہار ۲ ۔ اکتوبر میں تسلیم کیا گیا تھا تو پھر ان شرطوں کے اعادہ کی کیا ضرورت تھی

ان وجوہات سے تقریباً کل جماعت نے اس پر اتفاق کیا کہ اس خط کا کوئی جواب نہ دیا جائے ۔ اور قادیانی کا مناظرہ سے گریز قرار دے کر جلسہ برخاست کیا جائے ۔

نواب سید سطان مرزا: نہیں ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے بلکہ ان کی آخری حجت کو بھی قطع کیا جائے اور اس خط کا جواب دیا جائے کہ آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں آپ تشریف لائیں ۔

نواب سعید الدین: میرا بھی اس پر صاد ہے ۔

دیگر حاضرین: بہت بہتر تا بدر وازہ بائد رسانید

(رقعہ لکھا گیا اور بدست حاجی محمد احمد صاحب و نور احمد و حواریان قادیانی صاحب بھیجا گیا ۔ نقل رقعہ:

بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب

بعد سلام مسنون آپ کا رقعہ مورخہ ۱۱ ۔ اکتوبر بدست غلام قادر صاحب اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ وصول ہوا جس میں تین شرطیں حسب ذیل ہیں : ۱ ۔ بحث صرف حیات و وفات مسیح میں ہو ۔ ۲ ۔ امن قائم رکھنے کے لئے آپ ذمہ دار رہیں گے ۔ ۳ ۔ فریقین اپنے اپنے ہاتھ سے تحریر کریں ۔

بجواب تحریر ہے کہ تینوں شرطیں منظور ہیں اس قدر ترمیم کے ساتھ کہ راقم بسبب پیرانہ سالی کے اپنے ہاتھ سے نہیں تحریر کر سکتا جس کو کہ آپ اپنے رقعہ ۱۰ ۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں تسلیم کر چکے ہیں ۔ یہاں سب انتظاری ہیں اظہار حق و احقاق حق کے لئے جلد تشریف لایئے ۔ ورنہ معلوم ہوگا کہ آپ وقت ٹالنا چاہتے ہیں ۔ الراقم العاجز ۔ سید محمد نذیر حسین

حاجی محمد احمد: (نے) مرزا صاحب کی خدمت میں رقعہ پیش کیا۔

مرزا قادیانی: نہیں صاحب میں نہیں جاؤنگا، مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ (اور رقعہ بھی تحریر کیا)۔

حاجی محمد احمد: (تسلی اور وعدہ اطمینان دے کر) آپ کی حفاظت کے واسطے شہزادہ صاحب کی محفوظ سواری موجود ہے اور ابھی ان کے چار سوار حفاظت کے واسطے اور آ سکتے ہیں اور مجلس میں پولیس موجود ہے اور جلسہ میں معزز رؤساء اور مجسٹریٹ شامل ہیں...

مرزا قادیانی: نہیں صاحب مجھ کو اطمینان نہیں۔ میری جگہ میرا یہ رقعہ متضمن انکار لے جایئے

> مکرمی حضرت مولوی سید نذیر حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
>
> آپ کا رقعہ پہنچا۔ چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ آج جوش عوام کا حد سے بڑھا ہوا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اس جوش کی حالت میں کسی مفسدے کا اندیشہ ہے اور ایک شخص مجھ کو کہہ گیا ہے کہ میں محض خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ عوام کی نیت فساد پر ہے، لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے کہ میرے دوست مولوی غلام قادر، ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر آپ کی تحریر ذمہ داری سے اطلاع دیدیں کہ مولوی سید نذیر حسین بحث کریں گے اور امن قائم کرنے کے ذمہ وار ہو چکے ہیں اور یہ بھی التجا اور درخواست کریں گے کہ ڈپٹی کمشنر بہادر بھی اپنی طرف سے امن قائم رکھنے کیلئے کچھ مدد کریں یا آپ سے دریافت کر کے اطمینان کر لیں بعد اطلاع صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر آپ کو با قاعدہ اطلاع دی جائے گی پھر ایک تاریخ مقرر ہو کر اسی تاریخ کا اشتہار شائع کر کے جلسہ ہوگا اس اشتہار میں فریقین کے دستخط ہوں۔ العبد مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

(مرزا صاحب کا رقعہ جلسہ میں پڑھا گیا۔ سن کر سب خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر سناٹے کا عالم رہا)

مولوی عبد المجید: آپ صاحبوں کو معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب کو مناظرہ سے گریز ہے اور اس مجلس میں وہ ہرگز آنا نہیں چاہتے اور نہ مباحثہ کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اب پورے طور سے ناامیدی ہوگئی کہ مرزا صاحب نہ خود تشریف لائیں گے اور نہ مباحثہ کریں گے اس واسطے ان کے عقاید ان کی تصانیف میں ہیں اور ان ہی کے الفاظ میں حاضرین جلسہ کے روبروئے پیش کرتا ہوں:

۱۔ مطلق نبوت ختم نہیں ہوئی نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے، اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزی طور پر وحی اور نبوت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا (توضیح مرام۔ ص ۹)

۲۔ خاکسار محدث ہے المحدث نبی یعنی محدث بھی نبی ہوتا ہے۔ (توضیح مرام۔ ص ۹)

۳۔ کسی بشر کا (آنحضرت ﷺ ہوں یا مسیح) آسمان پر چڑھنا اترنا سنت اللہ اور فطرت (یعنی قانون قدرت) کے خلاف ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا دنیا میں ایسے خوارق دکھانا اپنی حکمت اور ایمان بالغیب کا تلف کرنا ہے۔ (توضیح مرام۔ص ۹۔۱۰)

۴۔ روح القدس، روح القدس، شدید القوی، ذوالافق الاعلیٰ جن کا شرع میں ذکر وارد ہے، وہ انسان ہی کی ایک صفت ہے، جو خدا کی محبت اور اس کے محبوب انسان کی محبت کے باہم ملنے سے متولد ہوتی ہے۔ ان دونوں محبتوں اور ان کے متولد نتیجہ (روح القدس) کا مجموعہ پاک تثلیث ہے۔ (توضیح مرام۔ص ۲۴)

۵۔ مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں (یعنی ابن اللہ کہہ سکتے ہیں)۔ (توضیح مرام۔ص ۲۷)

۶۔ ملائکہ وہ روحانیات ہیں کہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں، یا سیدھے طریق سے ملائکۃ اللہ کا ان کو لقب دیں۔ دراصل ملائکہ ارواح کواکب اور ستارات کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے ارواح کی تاثیرات سے ہو رہا ہے (توضیح مرام۔ص ۳۲، ۳۶، ۳۸، ۳۹ وغیرہ)

۷۔ جبریل جو انبیاء کو دکھائی دیتا ہے وہ بذات خود زمین پر نہیں اترتا اور اپنے ہیڈ کوارٹر (صدر مقام) نہایت روشن حیز سے جدا نہیں ہوتا بلکہ اس کی تاثیر نازل ہوتی ہے اور اس کے عکس سے ان کی تصویر ان کے دل میں (یعنی انبیاء) منقوش ہو جاتی ہے۔ (توضیح مرام۔ص ۶۸، ۷۰، ۸۵ وغیرہ)

۸۔ آیت متضمن ذکر سجدہ آدم میں باوا آدم کی طرف سجدہ کرنا مراد نہیں ہے بلکہ ملائک کا انسان کامل کی خدمت بجالانا اور اس کی اطاعت کرنا مراد ہے (ص ۴۹ توضیح مرام) (یعنی سجدہ آدم کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ مرزا صاحب مسجود و مخدوم ملائک ہیں)۔

۹۔ لیلۃ القدر سے رات مراد نہیں بلکہ وہ زمانہ مراد ہے جو بوجہ ظلمت رات کے ہم رنگ ہے اور وہ بھی یا اس کے قائم مقام مجدد کے گذر جانے سے ہزار مہینے کے بعد آتا ہے۔ (فتح اسلام۔ص ۵۴)

۱۰۔ پیش گوئیوں کے سمجھنے کے بارہ میں انبیاء سے بھی امکان غلطی ہے۔ تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔ (ص ۱۳۔ قول الفصیح)

اب ذرا غور و انصاف کریں کہ اہل اسلام کے یہی اعتقاد ہیں جو مرزا صاحب نے لکھے ہیں اور انہیں اعتقادوں کے ظاہر کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھیجا ہے یہ بھی الہام مرزا صاحب کو ہو

رہا ہے۔ یہ تو ملحدوں کی پرانی گھڑت ہے جیسا کہ مرزا کی قلم سے نکلیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں جس کو الہام کہا جائے کوئی الحادی بھی ہوتی مگر نئی ہوتی تو بھی الہام کا شبہ ہوسکتا تھا بجوائے فا لھمھا فجو رھا مگران سڑی بھسی گھڑتوں کو کون دل کا اندھا کہے گا مدت ہوئی کہ علماء اسلام اسکی دھجیاں اڑا چکے ہیں مگر الحمدللہ اس وقت آپ لوگوں پر معلوم ہوگیا کہ مرزا صاحب پر الزام نہیں لگا یا گیا ہے بلکہ جو اعتقاد انہوں نے لکھے ہیں یہ ان کا اظہار کیا گیا ہے۔

تقریر ختم ہوئی اور حاضرین جلسہ سے خصوص علماء دین جو اس جلسہ میں شامل تھے رائے لی گئی۔کل علماء دین نے بالا تفاق مرزا صاحب کے الحاد اور تکفیر پر اپنی رائے ظاہر کی اور فتوی تحریر ہوا۔علماء کے دستخط اور مواہیر ثبت کرائی گئیں۔جلسہ برخاست ہوا۔

جنابِ شیخ کا نقش قدم

تغیر وعدہ جاناں میں سوسو بار آتا ہے کبھی اقرار ہوتا ہے کبھی انکار ہوتا ہے

(۱۳۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو منشی غلام قادر صاحب اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ اور امیر علی شاہ حواریان مرزا صاحب، حضرت مولانا شیخ الکل کی خدمت میں پہنچے اور خط مرزا صاحب قادیانی کا پیش کیا)

مولانا شیخ الکل: مجھ کو اس قدر فرصت نہیں کہ اس کو پڑھوں اور اس کا جواب دوں۔مولوی ابو سعید محمد حسین اور مولوی عبدالمجید کے پاس آپ لے جائیں، وہ اس کو پڑھ کر جواب لکھ دیں گے۔ آپ وہی جواب مرزا صاحب کو دے دینا، وہ جواب میری طرف سے تصور فرمائیں۔

(موصوفان ،مولوی صاحبان موصوفین کے پاس گئے اور خط مذکور پیش کیا۔

خلاصہ رقعہ مرزا صاحب

۱۱۔اکتوبر کے جلسہ میں بوجہ خوف میں حاضر نہ ہوسکا۔اب پولیس وغیرہ کا میں نے اپنے طور پر انتظام کرلیا ہے۔۱۸۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو آپ گفتگو کے واسطے تیار رہیں۔

مولانا شیخ الکل کی طرف سے حاشیہ جواب خط پر تحریر ہوا:

میری طرف سے آپ کی تحریر کا جواب مولوی ابوسعید صاحب اور مولوی عبدالمجید صاحب دیں گے، مجھ کو اپنے خطاب سے معاف رکھیں۔

جواب خط مرزا صاحب

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم نحمدہ و نصلّی علی رسو لہ الکریم

از خاکسار عبدالمجید بخدمت گرامی مرزا غلام احمد ...... جناب کا مقصود احقاق حق نہیں ہے، اس کے بعد آپ نے ٦ تاریخ کا اشتہار ۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو پھر مشتہر کیا اور ان میں جناب میاں صاحب کے خط اور حاملین رقعہ کی گفتگو اور اپنے انکار کا بالکل ذکر نہیں کیا (جو دیانت اور انصاف سے مراحل دور ہے) اور اس اشتہار میں یہ چند باتیں اور بڑھا دیں:

۱۔ مولوی سید محمد نذیر حسین مجھ کو بوجہ اعتقاد وفات مسیح ابن مریم ملحد اور اپنے حنفی بھائیوں کو بدعتی اور امام ابوحنیفہ کو علم حدیث سے بے خبر قرار دیتے ہیں و ھذا بھتان عظیم

۲۔ مولوی ابومحمد عبدالحق صاحب کی گفتگو سے اعراض

۳۔ افسر انگریزی کی عدم موجودگی کے جلسہ میں بحث منظور ہے۔

۴۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے درخواست مناظرہ

۵۔ درخواست شیوع حلفی اشتہار

٦۔ ہدایت پر تواضع و عاجزی وانکسار

۷۔ حضرت میاں صاحب کی مسجد میں حاضری کا اقرار

اگر چہ بعد معائنہ اس اشتہار کے آپکے حال و قال پر زیادہ واقفیت ہوگئی تھی مگر برائے اطمینان خلق اور اتمام حجت اس اشتہار کی تحریر کے بموجب ایک اشتہار بمنظوری شرائط قطعی شائع کر دیا گیا گو آپ مسجد میں آنے کا اقرار کر چکے تھے تاہم جناب شہزادہ ثریا جاہ کو تکلیف دی گئی اور ان کا مکان چاندنی محل جس میں ۱۳ ہزار آدمی کے بیٹھنے کی گنجائش ہے لیا اور بموجب اجازت و وعدہ مشتہرہ آپ کے اشتہار ۲، ٦، اکتوبر ۱۸۹۱ء، یوم یک شنبہ کو جلسہ مقرر کر دیا اور یہ حلفی اشتہار اول مرتبہ آپ کو بدست مولوی عزیز الحسن بھیجا گیا دوسری دفعہ خود مولوی محمد حسین آپ کے آدمی امیر علی شاہ سیالکوٹی کو دے آئے تیسری مرتبہ خاکسار نے امیر علی شاہ کو دیا، چوتھی مرتبہ مولوی محمد دین آپ کو دے آئے اور احتیاطاً ۱۰۔ اکتوبر کو ایک خط بھی قلمی یہ خاکسار و مولوی عبدالحمید و مولوی عبدالغنی، عبدالحق سوداگر و حاجی نور احمد دے آئے جس کے جواب میں پھر آپ نے کچھ حیلہ حوالہ لکھا جس کا جواب اسی دن شام کو یہ خاکسار قریب مغرب بہمراہی مولوی عبدالحمید آپ کے مکان پر دے آیا۔ باوجود ان تمام باتوں کے شب کو یہ خاکسار پھر آپ کے پاس گیا

اور آپ نے پھر کچھ لکھا جس کو صاف کرتے ہوئے چھوڑ آیا اور آپ کے آدمیوں نے کہا تھا کہ کہ ہم صبح کو بہت سویرے پہنچا دیں گے۔ مگر وہ تحریر نہ آئی اور نہ وقت مقررہ پر باوجود بار بار تاکید کے آپ تشریف لائے۔ آخر کار آپ کے واسطے شہزادہ صاحب بہادر کی سواری اور تین آدمی حاجی نور احمد وسید قمر علی وسید آغا حسین لینے گئے اس پر بھی آپ تشریف نہ لائے (ان تحریرات اور تقریر کا اعادہ کیا گیا ہے جو پہلے تحریر ہو چکی تھی) لاچار ایک بجے جلسہ برخاست کر دیا گیا اب جو عام شہر میں آپ کی حق گوئی کا قصہ گھر گھر پھیل گیا تو آپ نے یہ رقعہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء جناب شیخنا کے نام ارسال فرمایا اس سے وہ دھبہ جو آپ کے دامن پر لگ چکا ہے دھویا نہیں جا سکتا۔ کیا اس خط سے وہ وعدہ خلافیاں جو آپ سے وقوع میں آئیں دور ہو سکتی ہیں؟ کیا اشتہار ۲، ۶، اکتوبر ۱۸۹۱ء اور درمیان کی کاروائی جس میں آپ نے مجلس مناظرہ میں آنے سے انکار کیا ہے آپ کی لکھی ہوئی نہیں ہیں؟ کیا ان رقعات میں آپ کا انکار موجود ومرقوم نہیں ہے۔ پھر اب کیا ممکن ہے کہ اس خط سے یا دوبارہ دعوی مناظرہ پر یہ دھبہ دھویا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ معہذا اگر آپ کو کچھ گفتگو کا خیال ہے تو ہم لوگ حاضر وموجود ہیں۔ جب اپنی ذمہ داری کے ساتھ مکان وغیرہ کا انتظام کر کے اطلاع دیں اور ہم سے جس کو آپ پسند کریں وہ آپ سے گفتگو کیلئے حاضر ومستعد ہے۔ جناب شیخنا وشیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین کی شان اس سے ارفع اعلی ہے۔ آپ سہ بارہ گفتگو کے لئے تکلیف دیں بلکہ آئندہ آپ کسی قسم کی خط وکتابت سے مولانا صاحب سے نہ کریں۔ جو کہنا اور لکھنا ہو ہم سے کہیں اور ہم کو لکھیں۔ آپ نے اپنے خط کے اخیر میں ایک نئی شرط اور بڑھائی ہے اس کا اور دیگر شرائط ضروریہ کا تصفیہ پبلک کی رائے سے ہوگا۔ ان شروط کو جلسہ میں پیش کیا جائے گا جس امر پر کثرت رائے ہوگی اس کو ماننا پڑے گا بذریعہ تحریر ان شروط کا تصفیہ ناممکن ہے۔

عبد المجید ؒ۔ ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۹۱

(مولوی ابو سعید محمد حسین ؒ کی جانب سے) خاکسار کا بھی اس جواب پر صاد ہے اور اس پر یہ مستزاد ہے کہ آں قطرہ بہ ایران رسید، اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اب ہزاروں دعوی کریں اور بیسیوں خط لکھیں وہ الزام گریز آپ سے اٹھ نہیں سکتا۔ معہذا آپ کو مناظرہ کا دعوی ہے تو جب چاہیں ہم سے مناظرہ کر لیں۔ جناب

شیخنا و شیخ الکل سے اب مناظرہ کا نام لینا موجب شرم ہونا چاہیے۔

ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔ ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

یہ خبر پھر شہر میں مشتہر اور گھر گھر ہے کہ مرزا صاحب نے پھر مناظرہ کا اقرار کر لیا۔

۱۸۔ اکتوبر کی صبح سے ہر گلی کوچہ میں ہلڑ مچا ہوا تھا، جوق در جوق اور غول غول مرد مان مولوی عبدالمجیدؒ کے مکان پر آتے ہیں اور جاتے ہیں۔

۱۔ کہیے جناب آج مناظرہ ہو گا قبلہ۔

مولوی صاحب: بھائی صاحب میں خود انتظار میں ہوں، ابھی تک کوئی خبر نہیں نکلی۔

۲۔ **مولانا صاحب!** فرمائیے کیا بات قرار پائی۔ وقت اور مکان مناظرہ کیلئے کون دن مقرر ہوا؟

مولوی صاحب: ابھی تک مرزا کی طرف سے کوئی خبر یا اطلاع نہیں آئی۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

(مولوی صاحب لوگوں کے سوال و جواب سے تنگ آ کر ایک بجے کے قریب لوگوں کے ساتھ اٹھ کر مطبع فاروقی میں گئے اور بہ معیت میاں محمد صاحب منصرم مطبع مذکور مرزا صاحب کو رقعہ بھیجا:

بخدمت گرامی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی دام لطفہ

بعد سلام کہ سنت اسلام ہے کہ واضح رائے عالی ہو، احقر حاضری سے تو بسبب کوتوالی کے پہرہ کے جو جناب نے اپنے مکان پر لگا رکھا ہے معذور ہے۔ ۱۸۔ اکتوبر یوم شنبہ کو آپ نے لکھا تھا کہ مکان اور انتظام کر کے گفتگو کرونگا۔ صبح سے انتظار ہے کہ اگر آج بھی کوئی سبب خاص مانع ہے تو براہ نوازش مطلع فرمائیں۔ اور امید ہے کہ آپ احقر کے اشتہار ۱۳ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کے جواب باصواب سے بھی محظوظ فرمائیں گے۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔ خاکسار آپ کا خادم محمد عبدالمجید مالک مطبع انصاری دہلی ۱۸، اکتوبر ۱۸۹۱ء از دفتر مطبع انصاری دہلی)

مرزا صاحب: (بعد ملاحظہ خط ایک اشتہار مورخہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میاں محمد صاحب کو دے کر) مولوی صاحب سے کہدیں یہی آپ کا جواب ہے۔

راوی: ہم کو وہ اشتہار باوجود تلاش نہیں ملا، مگر اس کا خلاصہ جس کی سرخی یہ ہے

ہم تو سمجھے تھے لکھے گا کوئی بات لطیف — پر تیرا نامہ تو ایک شور کا دفتر نکلا

(یہی فقرات سبّ و شتم جو مولانا صاحب کی نسبت ہیں، ہماری نظر سے گذرا اور خلاف تہذیب اور خارج از مطلب سمجھ کر قلم انداز کیا گیا)۔

جامع مسجد دہلی میں جلسہ عام

آج دہلی کی جامع مسجد میں بڑا مجمع ہے۔ ایسا تو کبھی جمعہ کیا، جمعۃ الوداع میں بھی نہیں ہوتا۔ مسجد کے اندر اور صحن میں سیڑھیوں تک آدمی ہی آدمی ہیں، جگہ کی تنگی کے سبب نظر بھی دخل نہیں پاتی۔ آج جمعہ بھی نہیں منگل ہے، مسلمانوں کے سوا اور قوم کے آدمی بھی نظر آتے ہیں۔ جمعہ کا تو وقت بھی گذر چکا اور آدمی جمع ہیں، اور لوگ دوڑے چلے آرہے ہیں۔ مسٹر ہائیڈ سٹی سپرنٹنڈنٹ اور سید بشیر حسین انسپکٹر اور ایک بڑی جماعت پولیس کی وردی ڈالے، ہتھکڑی حمائل کیئے، ڈنڈا ہاتھ میں لئے موجود ہیں۔ الٰہی خیر! آج کیا ہے؟ ٹن ٹن گھنٹہ گھر کی گھڑی نے دو بجائے۔ حضرت مسیح موعود، مہدی مسعود دو فرشتوں (حواریوں) کے کاندھے پر ہاتھ کا سہارا دیئے ہوئے مسجد کی سیڑھیوں پر قدم مبارک رکھا، اور حواری ارد گرد (چاند کے گرد ستاروں کی طرح) ہجوم کیئے ہوئے اور اوپر چڑھے۔ مرزا صاحب آئے، کے شور کی آواز سے مسجد گونج گئی۔ مسجد میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے۔ لوگ زیارت کے واسطے گرد ہیں.. ابھی نظارہ زیارت سے سیر نہ ہوئے تھے کہ گھڑی نے تین بجائے، ابھی چار نہیں بجے تھے کہ موذن نے صدائے اللہ اکبر بلند کی اور ایک طرف آدمیوں میں ہل چل پیدا ہوئی۔ آدمیوں کو چیر کر راستہ کیا گیا، حضرت مولانا استاد عرب وعجم شمس العلماء جناب شیخ الکل تشریف لائے اور علماء وفضلاء عمائد شہر ورؤساء نجیبہ وامراء وانصار ... پیشتر ہی موجود تھے۔ مولانا صاحب کا تشریف لانا تھا کہ اقامت کہی گئی، جماعت کے ساتھ چار ہزار آدمیوں نے نماز عصر ادا کی، مگر حضرت مسیح زمان معہ حواریان امام کے آگے بیٹھے رہے پھر بعض مسلمین نے ان حضرات کو شرکت جماعت کے کہا مگر یہ سب کے سب اسی طرح بیٹھے رہے۔

(مرزا صاحب اور ان کے خدام ظہر وعصر جمع کر کے با جماعت پڑھ آئے تھے۔ ضمیمہ پنجاب گزٹ ۱۴ نومبر ۱۸۹۱ء)

بعد ادائے نماز عصر جناب مولوی عبدالمجید وسید بشیر حسین انسپکٹر پولیس ونواب سعید الدین احمد خان منجانب مولانا صاحب (حضرت شیخ الکل) مرزا صاحب کے پاس گئے۔

انسپکٹر صاحب: حسب قرارداد مولانا صاحب آپ لکھ دیں اگر جناب مولانا صاحب نے میرے دلائل بکلف رد کر دیئے تو میں توبہ اسی مجمع میں کرونگا۔

مرزا قادیانی: (خاموش رہے)

حواریین: (گھبرا کر اور کھڑے ہو کر) ایک سال کے بعد توبہ کریں۔ مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اگر جناب مرزا صاحب کی بددعا کا اثر نہ ہو۔

حاضرین جلسہ: (چند آوازیں) یعنی اگر ایک سال کے اندر مولانا (سید نذیر حسین) صاحب کو نصیب دشمناں بخار آ گیا، یا دردسر ہو گیا، تو (مرزا صاحب) توبہ نہیں کریں گے۔

ظریف: چلو نومبر کے مہینے میں تبدیلی موسم کی وجہ سے نزلہ و زکام تو ایک طبعی امر ہے اور اس پیرانہ سالی عمر میں تو لابدی: پیراں نمے پرند مریدان مے پرانند

سٹی سپرنٹنڈنٹ: ہنس کر یہ تو کوئی کام کی بات نہیں۔ آپکی اس بات کو کوئی بھی منظور نہیں کر سکتا۔

مولوی عبدالمجید: صاحب ہم آپ کو ثالث مقرر کرتے ہیں۔ آپ ان سے دریافت کریں کہ بموجب تحریر مولانا نذیر حسین آپ اپنے عقاید کا ثبوت بیان کر سکتے ہیں؟ اور درصورت عدم تسلیم مولانا کی قسم اور حلف پر اس وقت توبہ کرینگے یا نہیں؟ ہم بات بڑھانا نہیں چاہتے نہ وقت ٹالنا۔

صاحب بہادر: (مرزا صاحب اور ان کے اعوان سے) تم لوگ کیوں بات بڑھاتے ہو، ایک بات مختصر کہو کہ ہم کو یہ بات منظور ہے کہ نہیں۔

مرزا قادیانی: ہم صرف حیاۃ و مماۃ مسیح میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور کچھ نہیں۔

مولوی عبدالمجید: اس مسئلہ حیات و ممات میں بھی اور آپ کے کل عقائد کا ہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کیوں ایک مسئلہ کا فیصلہ کریں جب کہ آپ کے بہت سے عقاید خلاف اہل اسلام ہیں اور بڑا دعوی تو آپ کو مسیحائی کا ہے۔ آپ اس کا کچھ ثبوت دے سکتے ہیں یا نہیں۔

صاحب بہادر و دیگر رؤسا: بے شک ایسا ہی ہونا چاہیے۔

مرزا قادیانی: (وہی معمولی جواب) نہیں ہم تو حیات و ممات مسیح میں بحث کریں گے۔

مولوی عبدالمجید: پبلک کی رائے پر آپ کیوں فیصلہ نہیں کرتے؟

صاحب بہادر: آپ مسیح موعود ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو ثبوت پیش کریں۔ فرض کہ مسیح مر گئے تو اس حالت میں سب لوگ برابر ہیں آپ کو کیا زیادہ حق ہے کہ آپ کو مسیح سمجھا جائے بہرصورت آپ کو اپنے دعوی کا ثبوت دینا ضرور ہے۔

مرزا قادیانی: خاموش، جواب ندارد۔

مولوی عبدالمجید: (بلند آواز سے صاحبو! خاموش) ہم ہر مسئلہ میں گفتگو کیلئے تیار ہیں آپ کے پاس اگر کوئی شرعی برہان ہے تو لائیے (بہت بلند آواز سے) ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

غلام قادر حواری: (صاحب سپرنٹنڈنٹ سے) دیکھئے صاحب یہ لوگوں کو سناتے ہیں۔

صاحب بہادر۔ کیوں نہ سنائیں؟

خواجہ یوسف (وکیل علی گڈھ من جانب مرزا صاحب، مولوی صاحب سے): حضرت ایک شخص مسلمان ہوتا کیوں اسے مسلمان نہیں کرتے؟

مولوی عبدالمجید: اگر توبہ کرے، ہمارا بھائی ہے۔

خواجہ یوسف: میں ابھی ان سے توبہ نامہ لکھوائے لیتا ہوں وہ لکھ دیں گے کہ جو کچھ قرآن وحدیث کے خلاف میں نے لکھا ہے وہ مردود ہے اور میں مسلمان ہوں۔

مولوی عبدالمجید: اگر وہ بغیر کسی مغالطہ کے ایسا لکھیں تو ہم ابھی منظور کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی: (توبہ نامہ لکھنے لگے مگر ویسا ہی لکھا جیسا کہ ۱۲۔ اکتوبر کے اشتہار میں شائع کر چکے تھے)

مولوی عبدالمجید: یہ تو مرزا پہلے ہی لکھ چکے ہیں، لکھنا تو یہ چاہیے کہ جو عقاید خلف اہل اسلام میں نے فتح الاسلام اور توضیح المرام اور ازالہ اوہام میں لکھے ہیں ان سے توبہ کرتا ہوں۔

خواجہ یوسف: مرزا صاحب نے کوئی امر خلاف اہل اسلام نہیں لکھا مگر سمجھنے کا فرق ہے۔

مولوی عبدالمجید: اچھا مرزا صاحب ہم سے گفتگو کرلیں کہ یہ عقاید خلاف قرآن وحدیث ہیں یا نہیں۔ ہم ابھی ان کی کتابیں پیش کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی: ہم گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ: یہ جلسہ اس لئے ہوا ہے کہ آپ اپنے عقاید کا ثبوت پیش کریں مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب تسلیم کریں، یا حلف سے انکا خلاف قرآن وحدیث بیان کریں، تو آپ توبہ کریں۔

مرزا قادیانی: ہم تو حیاۃ و مماۃ مسیح میں تحریری ثبوت چاہتے ہیں اور کوئی گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ: یہ جلسہ مجمع تحریروں کے لئے منعقد نہیں ہوا۔ یہ کام تو گھر بیٹھے ہی ہو رہے ہیں۔ جب آپ ثبوت دعوی نہیں کرتے تو خلقت کو رخصت کر دینا چاہیے۔

نواب سعید الدین: (اراکین جلسہ سے) اچھا کچھ نہیں تو مرزا صاحب صرف ممات مسیح میں اپنے دلائل پیش کریں۔

مرزا قادیانی: (زبان کو ہونٹوں پر پھیر کر اور ایک گھونٹ پانی کا پی کر) ہم تو صرف مولانا صاحب سے تحریری ثبوت چاہتے ہیں۔

اراکین جلسہ: اگر آپ گفتگو اور فیصلہ سننا چاہتے ہیں تو مولانا صاحب اور ان کے تلامذہ تیار ہیں،

خلاف مقصود تحریروں کے لئے یہ جلسہ نہیں ہے۔

خواجہ یوسف: میں مرزا صاحب کی ایک تحریر سناتا ہوں۔

مولوی عبدالمجید: آپ سنائیں گے ہم ہر ایک جملہ کا ردّ کردیں گے

سپرنٹنڈنٹ: (خواجہ صاحب کو روک کر) آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ (اور مولوی عبدالمجید سے کہا) آپ لوگوں کو پکار کر کردیں، رخصت۔ سب لوگ جاؤ۔ مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔

مولوی عبدالمجید: صاحبو! جلسہ برخاست، مرزا صاحب اپنے دعوی کا ثبوت نہیں بیان کرتے۔

سپرنٹنڈنٹ: مولوی نذیر حسین صاحب سے بھی کہہ دیجئے کہ جلسہ برخاست

انسپکٹر: (مولانا صاحب کی خدمت میں آکر) جلسہ برخاست۔ مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔

پھر انسپکٹر صاحب اور سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مرزا صاحب سے کہا کہ تشریف لے چلئے اب بیٹھنا بے کار ہے۔

مرزا صاحب کو صاحب بہادر پولیس کی حفاظت میں ان کی گاڑی تک پہنچا دیا مسجد میں سناٹا ہوگیا

۱۔ افسوس آج بھی لوگ محروم ہی گئے مگر آج تو بہت بری ہوئی مرزا صاحب آج پھنس کیسے گئے۔ یہ تو دم میں آنے والی اسامی نہیں تھی۔ ایک مہینہ ہوگیا اشتہار بازی بھی ہوتی رہی مگر مقابلہ پر ایک دفعہ بھی آتے نہ دیکھا۔ جن کی کہ مزید تیاریاں ہوئیں۔

۲۔ اس سے پہلے جو اشتہار جاری ہوا تھا اس میں میاں صاحب نے انکار کر دیا تھا۔ مرزا صاحب دھوکہ میں آ گئے کہ شاید وہ نہ آئیں۔ تو پھر میدان ہمارے ہاتھ رہ جائے گا۔ مگر میاں صاحب نے بایں ہمہ پیرانہ سالی اور ضعیف العمری کے کوئی حجت باقی نہیں رکھی۔

۳۔ آج تو مرزا صاحب کے منہ پر زردی، چہرہ پر مردنی چھا گئی، ہونٹوں پر خشکی کے مارے پپڑیاں جم گئی تھیں، خشک زبان سے بولا بھی نہیں جاتا تھا۔ دل میں تو بہت پچھتائے ہوں گے میں کہاں آ پھنسا۔ اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مار لی۔ جاتی بلا اپنے گلے ڈال لی۔

۴۔ میاں آج تو جس حالت سے گئے ہیں تمام عمر ہی یاد رکھیں گے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آتے تھے لیکن   بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

۵۔ میاں ایسی کیا ضرورت تھی۔ یہ لوگ دیوانہ بھی ہو گئے۔ آزمودہ را آزمودن جہل است۔ جب مرزا نے ایک دفعہ، دو دفعہ، تین دفعہ، ہمیشہ مناظرہ کو ہزار بات اور ہزار حیلہ سے نکال کر ٹال دیا، اب کیا امید تھی۔ اور کس بھروسہ پر لوگ بھاگے چلے آتے ہیں۔ اپنے اوقات عزیز کی تضیع کرتے ہیں۔

۶۔تم نے سنا ہوگا اور اشتہارات تو دہلی کی دیواروں پر لگے دیکھے ہوں گے قطع حجت کے واسطے کہ عوام دھوکہ میں نہ پڑ جائے۔میاں صاحب نے مرزا صاحب کی ہر ایک درخواست کو منظور کیا۔اس مرتبہ یہ درخواست تھی کہ اگر میاں صاحب بحث کرنا نہیں چاہتے تو میرے دلائل وفات مسیح ایک مجلس میں اللہ جل شانہ کی تین قسم کھا کر یہ کہہ دیجئے کہ دلائل صحیح نہیں جس سے عوام لوگ یہ سمجھیں گے کہ گویا جناب شیخ الکل مرزا صاحب سے مناظرہ نہیں کرتے۔اس کا جواب حضرت مولانا صاحب نے بذریعہ رقعہ بمنظوری شرائط مرزا صاحب کو لکھا کہ آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں۔

خط وکتابت درمناظرہ مندرجہ بالا

نحمدہ ونصلی علی نبیہ الکریم۔بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد قادیانی سلمہ

دشنام خلق راندہم جز دعا جواب　　　ابرم کہ تلخ گیرم وشیرین عوض دہم

بعد از سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ آپ کا اشتہار مورخہ ۱۷۔اکتوبر، ۱۸۔اکتوبر کو میرے پاس پہنچا۔اس میں ۲۔اکتوبر و ۶۔اکتوبر کے اشتہار سے علاوہ کلمات مہذبانہ صرف ایک بات زیادہ ہے کہ مجمع عام میں آپ اپنے ثبوت دعوی میں آیات صریح الدلالت قرآنیہ اور احادیث صحیح پیش کریں اور عاجز اس سے اقرار یا انکار کرے۔لہذا یہ ایک ایسی بات ہے جس نے ہم کو آپ کی آزمائش کے لئے پھر آمادہ کیا کہ عاجز آپ کی اس بات کو بھی آزما دیکھے کیونکہ آپ کی دو باتوں کی آزمائش ہو چکی۔

اول یہ کہ ۲۔اکتوبر کے اشتہار میں آپ نے استدعاء رفع شکوک کی تھی جس کے واسطے ۵۔اکتوبر کو آپ کو لکھا تھا کہ آپ آن کر حسب شرائط قرار داہ خود رفع شکوک کر لیں،مگر آپ ثابت قدم نہ نکلے۔

دوسرے ۶۔اکتوبر کے اشتہار میں آپ نے مناظرہ کے واسطے درخواست کی،جس کے لئے ۱۱۔اکتوبر بروز یک شنبہ قرار پا کر جلسہ منعقد ہوا۔مزید برآں کہ عین وقت جلسہ کے جو کچھ آپ نے کیا عاجز نے محض اظہاراً للحق قبول کیا مگر آپ تشریف نہ لائے۔

اب تیسری بات جو آپ نے ۱۷۔اکتوبر کے اشتہار میں لکھی ہے اس کے پورا کرنے کے لئے عاجز خالصاً للہ آپ کی استدعا کے موافق اطلاع دیتا ہے کہ آپ کل بروز شنبہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کو ۳ بجے دن کے جامع مسجد میں آکر اپنے عقاید محدثہ (جو آپ کی

تالیف میں مندرج ہیں اور ان کی تفصیل ذیل میں کی جاتی ہے اور جن کی وجہ سے علماء اہل سنت نے کفر و الحاد کے فتوی لکھے ہیں) بیان کریں اگر یہ عقاید آپ نے کتاب وسنت سے موافق قاعدہ مقررہ علماء اسلام مجمع عام میں میرے روبرو ثابت کر دیئے تو واللہ باللہ مجھ کو کسی قسم کا عذر قبول کرنے میں نہ ہوگا اور اگر ان عقائد الکلمات مذکورہ کا ثبوت بدلائل کتاب وسنت نہ دیا تو میں تین قسم سے کیا سو قسم کے ساتھ انکار و ردّ کر دونگا۔ لیکن ان میری قسموں کا معاوضہ آپ کو یہ کرنا ضرور ہوگا کہ آپ اسی مجمع عام میں تائب ہو جاویں اور عقائد مذمومہ اپنے کے چھوڑ دینے میں کچھ حیلہ حوالہ نہ کریں اور آئندہ کے واسطے ایک حلفی اقرار لکھ دیں کہ میں گاہے ایسے عقائد باطلہ کا اظہار نہ کرونگا۔ ہاں آپ دعا ایک سال نہیں بلکہ تا زندگی کرتے رہیں۔ اور جب ظہور اجابت ہو رجوع کا اختیار ہے۔ اگر علاوہ جامع مسجد کے کوئی اور جگہ آپ نے تجویز کر رکھی ہے تو حاملین رقعہ ہذا سے کہدیں عاجز وہاں آ جائے اور وہی مقام مشتہر کر دیا جائے کہ خلائق حیران نہ ہو۔ مکرر آنکہ یہ تیسری دفعہ حسب استدعاء وتحریر آپ کے جلسہ قرار دیا گیا ہے اگر آپ نے کوئی عذر وحیلہ کیا تو مسموع نہ ہوگا۔ والسلام

جواب منجانب مرزا صاحب

بگرامی خدمت حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب

بعد سلام مسنون واضح ہو، آپ نے میرے ۱۷۔ اکتوبر کے اشتہار کے جواب میں حضرت مسیح کی حیات کے متعلق قسم کھانے اور اس امر میں میری آزمائش کرنے کا ارادہ کیا ہے مگر یہ رقعہ اس قسم کا پیچیدہ ہے کہ یہ نہایت ضروری ہے کہ اس کی توضیح کی جائے میں آپ کو پھر یاد دلاتا ہوں اور وہ عبارت اشتہار کی نقل کرتا ہوں تا کہ آپ کو خوب یاد رہے کہ آپ کو کس امر کے متعلق اور کس طریق پر قسم کھانی ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں، اگر آپ کسی طرح بحث کرنا نہیں چاہتے تو ایک مجلس میں تمام میرے دلائل وفات مسیح سن کر اللہ جل شانہ کی تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں اور صحیح اور یقینی امر یہ ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور آیات قرآنی اپنی صریح اور قطعیی الدلالۃ سے اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ اپنے کھلے کھلے منطوق سے اسی پر شہادت دیتی ہیں اور میرا عقیدہ بھی ہے، تب میں آپ کی اس حق

پوشی پر آسمانی فیصلہ کے لئے دعا کرونگا اور اگر ایک سال تک اس کا کوئی کھلا کھلا آپ پر اثر ظاہر نہ ہوا تو میں ضرور صدق دل سے توبہ کرونگا، آپ ان الفاظ کو خوب یاد رکھیں اور انہیں الفاظ کے ساتھ آپ کو قسم کھانی ہوگی اور یہ بھی یاد رہے کہ کسی شخص کو یا آپ کو میرے تقریر کرنے یا تحریر سنانے کے عرصہ میں بولنے کا اختیار نہ ہوگا میری تقریر یا تحریر کو تمام وکمال سننے کے بعد آپ قسم کھائیں گے۔ غرض اس معاملہ میں آپ کو اشتہار ۱۷۔ اکتوبر کے الفاظ کی پوری پابندی لازم ہوگی۔

علاوہ اس کے جو آپ نے بہت باتیں مسئلہ حیات وممات مسیح ابن مریم کے علاوہ تحریر کر کے رقعہ کی پشت پر بھیجے ہیں ان پر میں ہر طرح بحث تحریری کے لئے کسی اور جلسہ میں جو آپ مقرر کریں طیار ہوں۔ یہ جلسہ جو میرے اشتہار مذکور کے جواب میں آپ نے مقرر کیا ہے صرف حیات و وفات مسیح کے متعلق ہے، اور صرف اس امر کے متعلق میں نے آپ کو قسم کھانے کی تحریک کی ہے اور یہ بھی اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو تحریری بحث اس کے متعلق کریں۔ ان جملہ امور کے گوش گذار کرنے کے بعد میں آپ کو مطلع کرتا ہوں میں آج انشاء اللہ تعالی جامع مسجد میں وقت مقررہ پر حاضر ہو جاؤنگا۔ اگر آپ انہیں شرطوں کے موافق بحث کے لئے یا قسم کھانے کے لئے جامع مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو بواپسی مجھ کو اطلاع دیں یعنی مجھ کو اس امر سے مطلع فرماویں کہ میں حسب منشاء آپ کے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں بحث کرنا چاہتا ہوں یا قسم کھانا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ کا رقعہ بطور سند رکھا جائے۔ خاکسار غلام احمد ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

رقعہ ثانی مولانا صاحب بجواب مرزا صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سلمہ

بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے میں تم کو کل خط میں جو کچھ لکھ چکا ہوں اس کے خلاف ایک حرف بولنے کا آپ کو مجاز نہ ہوگا اس میں کوئی پیچیدہ بات نہیں لکھی گئی ہے تمام مضمون صریح وصاف ہے اس کو پیچیدہ کہہ کر حیلہ حوالے کرنا یہ تمہاری اس موقع سے پہلو تہی کرنا ہے آپ نے میرا قسم کھانا ایک امر پر چاہا تھا میں نے اس کے ساتھ چند امور شامل کر دیئے باقی امور کی شمولیت کے موقع پر ملتوی رکھنا جس میں آپکی درخواست شیء زائد قبول ہوئی، کچھ کمی نہیں ہوئی۔ اور اس زیادتی میں کسی قسم کا حرج نہیں۔ جب فیصلہ قسم پر

قرار پایا تو پھر ایک امر اور چند امور پر قسم کھانا مساوی ہے اور تقریباً مساوی وقت چاہتا ہے لہذا اول آپ کو میری قسم پر اقرار توبہ کا اس مجمع میں لکھنا ہوگا پھر میری طرف سے آپ کے عقائد سنائے جائیں گے پھر ہر عقیدہ پر آپ کو ایک مرتبہ صریحۃ الدلالۃ یا حدیث صحیح پیش کرنی ہوگی اور قسم پر فیصلہ پر ہوگا۔ اور اس مجلس میں یہ اختیار آپ کو ہرگز نہ ہوگا کہ اپنی طرف سے کچھ بولیں جب تک میری طرف سے سوال نہ کیا جائے۔ اور سوال کے بعد بھی آپ کو اسی قدر بولنا ہوگا جس قدر آپ سے پوچھا جائے۔ زائد از مطلوب اگر آپ بولیں گے تو فوراً روک دیئے جائیں گے اور یہ آپ کی صریح پہلو تہی اور حیلہ جوئی سمجھی جائے گی۔ یہ عاجز وقت معینہ پر مسجد میں جائے گا انشاء اللہ تعالی۔ آپ بپابندی تحریر امروز و دیروز ضرور آویں اور میری دونوں تحریریں مرقومہ ۱۹۔۲۰، اکتوبر سنداً ضرور ساتھ لاویں۔ الراقم سید محمد نذیر حسین۔ ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

سہسوانی قادیانی مباحثہ

دہلی کے ہر فرد و بشر، اعلی و اسفل، صغیر و کبیر، مرد و زن، خاص و عام کی زبان پر مسیح موعود کا تذکرہ ہے جہاں دیکھو یہی ذکر اذکار ہے اور اشتہاروں نے تو وہ کام کیا کہ چار دانگ خلائق میں ہند سے لے تا شام و روم بمبئی مدراس یورپ میں دھوم مچا دی۔ مہدی سوڈان نے گو جان دے دی تمام ممالک میں تہلکہ مچا دیا تھا اس کو یہ شہرت نصیب نہ ہوئی۔ اس کو فقط تعلیم یافتہ اخباروں کے شائق جانتے تھے۔ مگر ان سے جاہل و عالم ہر فرقہ کا انسان واقف ہو گیا عرب و عجم میں شہرت ہو گئی۔ یہ ہم نہیں کہتے کہ خیر باشد کیسا تھ، مگر شہرت میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہا۔

اب مسیح موعود کا دہلی میں قیام ہے۔ ایک مکان میں مختصر سا فرش ہو رہا ہے، ایک مسند پر تکیہ لگائے مسیح موعود اور چاند کے گرد ستاروں کی طرح حواری موجود ہیں۔ دروازہ پر پولیس کا پہرہ کھڑا ہے۔ مکان کے گرد چند کنسٹیبل کمر بستہ لیس ڈنڈا ہاتھ میں لئے پھر رہے ہیں۔

مرزا صاحب اپنے فضائل اور خوارق عادت پیش گوئیوں کا ذکر اور الہاموں کا بیان فرما رہے ہیں۔ حواری ہاں میں ہاں ملا کر آمنا وصدقنا کا کلمہ سنا رہے ہیں۔ مرزا صاحب خوشی کے مارے پھول کر کپا ہو رہے ہیں۔

حواری: حضرت اقدس وہ میدان مارا کہ باید وشاید۔

۲۔ شیخ الکل حضور سے ڈر گئے۔ قسم کھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

۳۔ رعب میں دب گئے۔ خدا کی قسم منہ پر ہوائیاں اڑتی تھیں، رنگ زرد گویا ہلدی پھری ہوئی تھی۔

۴۔ اگر قسم کھا لیتے تو دیکھ لیتے کیا ہوتا؟ سال ہی خیریت سے گذر جاتا۔

خوش آمدی: ہوں، سال کی بھی ایک ہی کہی، مسجد ہی میں غضب الٰہی نازل ہو جاتا، گھر پہنچنے کی نوبت نہ آتی، پتھر برسنے لگتے۔

۲۔ بھائی تم سچ کہتے ہو، آسمان پر ایک ابر کا ٹکڑا سا تو نظر آنے لگا تھا۔

۳۔ دیکھا تو میں نے بھی تھا بلکہ مجھ کو اس میں فرشتے بھی نظر آتے تھے۔

۴۔ خدا کے مرسل کا کہنا کبھی ٹل سکتا ہے؟ اور مرسل بھی وہ جس کا خدا خود محکوم۔

سید صاحب: وہ خود بھی اپنے نبی سے وعدہ کر چکا ہے ادعونی استجب لکم

خادم: حضور وہ حاجی محمد احمد صاحب سوداگر حضور کی زیارت کے واسطے آئے ہیں۔

مسیح: آنے دو (اور جو حواری ادھر ادھر پھر رہے تھے، جھٹ آن بیٹھے)

حاجی محمد احمد: السلام علیکم۔

مسیح: وعلیکم السلام۔ مزاج بخیر

حاجی محمد احمد: الحمد للہ (مصافحہ کے واسطے ہاتھ بڑھائے)

مسیح زمان (نے مسکرا کر ہاتھ اٹھایا) کیا آج کوئی اور پیغام لائے ہیں؟

حاجی محمد احمد: پیغام سے خالی تو نیاز مند نہیں آیا۔

مسیح (کچھ گھبرا کر): کیا میاں (نذیر حسین) صاحب کا کوئی پیغام ہے؟

حاجی محمد احمد: نہیں بلکہ بھوپال سے ہے۔ (یہ کہہ کر ایک خط پیش کیا)

مسیح موعود: اس کا جواب آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ آپ تشریف لے جائیے۔ اس کو دیکھ کر اور جواب لکھ کر بھیج دونگا۔

حاجی صاحب رخصت ہوئے اور حضرت مسیح زمان نے لفافہ کھول کر خط پڑھنا شروع کیا

بسم اللّٰہ الرّحمن الرحیم حامداً و مصلیاً مسلما

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب

اما بعد : السلا م علیکم

جناب مرزا صاحب قادیانی اوران کے اتباع پر مخفی نہ رہے کہ آپ کے اشتہارات ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء، ومورخہ ۶۔ اکتوبر سنہ مذکور جو بمقابلہ جناب مولا نا سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی کے شائع ہوئے ہیں دیکھنے میں آئے۔ معلوم نہیں کہ جناب میاں صاحب نے کیا جواب دیا؟ لیکن یہ خاکسار محض بہ نظر احقاق حق وابطال باطل کے لئے صرف حق تعالی کی نصرت پر اعتماد کر کے آپ کے ساتھ مناظرہ کیلئے تیار ہے اور شروط .. مندرجہ اشتہار ۶۔ اکتوبر کو تسلیم کرتا ہے لیکن شرط ثالث میں تھوڑی ترمیم چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تو آپ خود ہی حلفاً اقرار کرتے ہیں اگر اس بحث وفات میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعوی خود چھوڑ دونگا، اس قدر اس میں اور اضافہ کر دیجئے کہ اگر میں اس بحث وفات عیسی میں صواب پر نکلا تو صرف اتنی بات سے مرا، اصل دعوی یعنی عدم نزول حضرت عیسی اور میرا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہوگا۔ بعد ختم بحث وفات عیسیؑ کے ان دونوں امور میں بلا عذر بحث ضرور کی جاوے گی اور جو کوئی طرفین میں سے عذر کرے گا تو گریز پر حمل کیا جائے گا۔ اور نزول عیسی صرف ثبوت وفات مسیح سے باطل متصور نہ ہوگا۔ آپ کا دعوی جو تمام اہل اسلام کے مخالف سمجھا جاتا ہے وہ بھی تو دعوی عدم نزول عیسی اور دعوی آپ کے مسیح موعود ہونے کا ہے۔ و السّلام علی من اتّبع الھدی۔

خاکسار محمد بشیر عفی عنہ از بھوپال محلّہ گوجر پورہ۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

جواب از مرزا صاحب:

مجھے یہ منظور ہے کہ اول مسیح ابن مریم کی وفات حیات کے بارہ میں بحث ہو۔ بحث کے تصفیہ کے بعد پھر انکے نزول اور اس عاجز کے مسیح موعود ہونیکے بارے میں مباحثہ کیا جائے اور جو شخص طرفین سے ترک بحث کریگا اس کا گریز سمجھا جائیگا

رقعہ مرزا صاحب موسومہ حاجی محمد احمد صاحب سوداگر

مکرمی اخویم مولوی محمد احمد صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حسب استفسار آپ کے عرض کیا جاتا ہے۔ مجھے مولوی محمد بشیر صاحب سے مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم میں بحث کرنا بدل و جان منظور ہے پہلے بہر حال یہی بحث ہوگی ہر ایک فریق سوال یا جواب لکھ کر حاضرین کو سنا دے گا۔ والسلام غلام احمد ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

حاجی صاحب نے مولوی محمد بشیر کو اس معاملہ کی اطلاع دے کر طلب کیا اور مولوی صاحب بھوپال سے رخصت ہو کر دہلی میں وارد ہوئے۔ رقعہ اول از جانب راقم جو دہلی پہنچ کر لکھا گیا

جناب مرزا غلام احمد صاحب ...خاکسار حسب طلب جناب کے آ گیا ہے اور جناب کی سب شروط کو پہلے ہی تسلیم کر چکا ہے اور آپ بھی میری ترمیم کو قبول فرما چکے ہیں۔ آپ تاریخ و وقت واسطے مناظرہ کے تجویز فرما کر خاکسار کو مطلع کیجئے تا کہ واسطے مناظرہ کے حاضر ہو۔ ...محمد بشیر عفی عنہ۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

جواب رقعہ اول:

حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ .... مجھے آپ کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی اور خط آمدہ اخویم مولوی سید محمد احسن صاحب سے آپ کے اخلاق اور متانت اور تہذیب کا حال معلوم ہو کر دل پہلے سے ہی مشتاق ہو رہا تھا کہ اس مسئلہ میں آپ سے اظہاراً للحق بحث ہو سو الحمد للہ آپ تشریف لے آئے۔ آج مجھے بوجہ ضروریات فرصت نہیں۔ کل انشاء اللہ القدیر کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دونگا لیکن بحث تحریری ہوگی تا ہر ایک فریق کا بیان محفوظ رہے اور دور دست کے لوگوں کو بھی رائے لگانے کا موقع مل سکے۔ سب سے اول مسئلہ حیات و وفات مسیح پر بحث ہوگی۔ حیات مسیح کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا۔ اس ثبوت کے بعد آپ دوسری بحث کر سکتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں ایک اشتہار بھی بھیجا جاتا ہے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حیات و وفات مسیح میں کن شرائط کی پابندی سے آپ کو بحث کرنا ہوگا۔

خاکسار عبداللہ الصمد غلام احمد۔ ۲۱ مارچ ۱۸۹۱ء

رقعہ دوم: جناب مرزا صاحب ...دیروز آپ کا رقعہ مورخہ ۲۱۔ اکتوبر وصول ہوا آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ کل انشاء اللہ کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دونگا اب تک آپ کے ایفاء وعدہ کا انتظار رہا۔ اب گذارش ہے کہ آپ اس وعدہ کا ایفاء ضرور فرمائیے۔ آپ کی یہ بات کہ بحث تحریری ہوگی خاکسار پہلے ہی تسلیم کر چکا ہے اور یہ بھی کہ سب سے اول مسئلہ حیات و وفات میں بحث ہوگی۔ اب آپ کا یہ ارشاد ہے کہ حیات مسیح کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا، یہ بھی بسر و چشم قبول کرتا ہوں اور اس کے بعد نزول حضرت مسیح میں بحث کی جائے گی من بعد آپ کے مسیح موعود ہونے میں اور آپ بھی پہلے اس کو تسلیم فرما چکے

ہیں۔ خاکسار محمد بشیر عفی عنہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ۔

جواب رقعہ دوم: مکرمی اخویم مولوی صاحب ...کل دس بجے کے بعد بحث ہو یا اگر ایک ضروری کام سے فرصت ہوئی تو پہلے ہی اطلاع دے دونگا ورنہ انشاء اللہ القدیر دس بجے کے بعد تو ضرور بحث شروع ہوگی۔صرف اس بات کا التزام ضروری ہوگا کہ بحث اس عاجز کے مکان پر ہو۔اس کی ضرورت خاص وجہ سے ہے جو زبانی بیان کرسکتا ہوں۔جلسہ عام نہیں ہوگا صرف دس آدمی تک جو معزز خاص ہوں آپ ساتھ لا سکتے ہیں مگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید ساتھ نہ ہوں۔اور نہ آپ کو ان بزرگوں کی کچھ ضرورت ہے۔ ....مرزا غلام احمد۔ ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

جواب رقعہ سوم جو گم ہوگیا

جناب مولوی صاحب ... میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان تمام شرطوں کو جو میں اپنے کل کے پرچے میں لکھ چکا ہوں قبول کرنے سے کسی قسم کا انحراف یا میلان انحراف ظاہر نہ کرینگے۔ میں نے جن لوگوں کو آنے سے روکا ہے تجربۃً اور مصلحۃً روکا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ خیر و برکت اسی میں ہے۔ بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعد از فراغ نماز جمعہ بحث شروع ہو اور شام تک یا جس وقت تک ممکن ہو سکے سلسلہ بحث جاری ہو اور دس آدمیوں سے زیادہ ہرگز ہرگز کسی حال میں آپ کے ساتھ نہ ہوں اور اس لحاظ سے کہ بحث کو بے فائدہ طول نہ ہو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔ مرزا غلام احمد بقلم خود ۲۳۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔

.... بحث شروع ہوئی اور مولوی صاحب نے پانچ آیتیں قرآن کریم اور حیات مسیح کی بحث میں لکھ کر حاضرین کو سنا کر دستخط کر کے مرزا صاحب کو دیں۔

مرزا قادیانی: میں مجلس بحث میں جواب نہیں لکھ سکتا میں لکھ رکھونگا، آپ لوگ دس بجے آئیں۔

حاجی محمد احمد: یہ معاہدہ کیخلاف ہے ان میں نقض عہد ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی: میری طبیعت اچھی نہیں آپ کل دس بجے آئیں۔

حاجی محمد احمد: افسوس آپ کی جملہ شروط منظور کی گئیں، مگر

مرزا قادیانی: (دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر) مجھ کو دوران سر ہوگیا اب زیادہ گفتگو کی طاقت نہیں رکھتا جلسہ برخاست ہوا۔ (اگلے روز، مرزا صاحب بزبان حال کہہ رہے تھے) برے پھنسے۔

اب کوئی تدبیر مخلصی کی نہیں۔ مختلف رقعوں میں شروط میں تغیر و تبدل کیا۔ عام جلسہ ہونے سے روکا۔ چلتے ہوئے جواب لکھنے سے انکار کیا۔ مگر بلا کی طرح اچھا پلٹا، کوئی صاحب غیرت ہوتا تو نام نہ لیتا یہ حضرت پہلے موجود۔

اب مولوی محمد بشیر مردانہ میں بیٹھے ہیں اور مرزا صاحب زنانخانہ سے برآمد نہیں ہوتے

حاجی محمد احمد: مولوی صاحب اب جانے دو، ان حضرت کی تو یہی عادت ہے ھل من مبارز پکارتے ہیں جب کوئی خم ٹھوک کر مقابلہ پر آیا تو پیچھے کو ہٹ گئے۔

مولوی محمد بشیر: حضرت! بندہ تو ان کے دروازہ کی اینٹیں اکھاڑ کر اٹھے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے ہر ایک رقعہ میں دو شرطیں بڑھائیں، مگر میں نے تسلیم کے لفظ کو ایسا پکڑا کہ انکار ہی نہیں کیا۔ ۱۔ حیات مسیح کا ثبوت۔ ۲۔ بحث مرزا کے مکان پر۔ ۳، جلسہ عام نہ ہو، دس آدمی ساتھ لاؤ۔ ۴، شیخ بٹالوی اور عبدالمجید ساتھ نہ آئیں۔ ۵۔ پرچوں کی تعداد پانچ ہوں۔ ہر چند کہ ان سب شروط کا قبول کرنا نہ تو خاکسار پر لازم تھا اور نہ میرے احباب کی رائے ان کے تسلیم کرنے کی تھی مگر محض اس خیال سے کہ مرزا کو کوئی راہ یا حیلہ مناظرہ سے گریز کا نہ ملے یہ سب باتیں منظور کیں پھر کل کا معاملہ کہ پرچہ لے کر سر پکڑ کے بیٹھ گئے کہ میں جواب مجلس مناظرہ میں نہیں لکھ سکتا، کل ۱۰ بجے آئیں۔ اور اب زنانخانہ میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ اب اخیر تک پہنچائے بغیر اٹھ چلنا حماقت نہیں تو کیا ہے۔

حاجی محمد احمد: پھر بیٹھے رہیے وہ (مرزا) تو باہر آتے نہیں، مکان کا بیع نامہ آپ کے نام نہیں لکھا گیا، اگر جبراً نکلوا دیا جائے، تو عزت رہ جائے گی، یہ اخلاق مسیحی ہے جو آپ دھرنا مار کر بیٹھے ہیں۔ باہر پولیس کا پہرہ موجود ہے مداخلت بے جا میں ماخوذ نہ ہو جایئے گا۔

مولوی محمد بشیر: یہ سب قبول، مگر بات کو ایک طرف کئے بغیر اٹھنا قبول نہیں۔

خادم۔ حضرت اقدس امام ہمام فرماتے ہیں ابھی جواب تیار نہیں ہوا۔

حاجی محمد احمد: مولوی بھی خوش تو بہت ہوئے ہوں گے اب اور فرمایئے۔ کچھ اور بھی حسرت ہے

مولوی محمد بشیر: تو ہم جائیں یا بیٹھے رہیں۔

خادم (اندر سے واپس آ کر) آپ تشریف لیجائیں جب جواب طیار ہو گا اسوقت آپکو بلالیا جائیگا۔

(دو بجے مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو جواب سنا کر دستخط کر کے دیا، اور فرمایا کہ مجلس بحث میں جواب لکھنے کی ضرورت نہیں، آپ مکان پر لے جائیں۔

یوں چھ دن بحث کا سلسلہ جاری رہا۔ تین پرچہ مولوی صاحب کے اور تین پرچہ مرزا صاحب کے ہوئے

اور بحث ناتمام رہ کر سلسلہ بحث منقطع ہوا)

مرزا صاحب: مجھے زیادہ قیام کی گنجائش نہیں رہی۔ میرے خسر بیمار ہیں۔

(مولوی محمد بشیرؒ نے ایک مضمون پہلے سے بہ نظر احتیاط لکھ رکھا تھا اور وہ اس امر پر متضمن تھا کہ مرزا صاحب کی جانب سے نقض عہد ومخالفت شروط ہوئی۔ مرزا صاحب کی موجودگی میں پڑھ کر سنا دیا گیا۔ یہ احتمال اول یہ ہیں اس پر کہ ان کے پاس اس مسئلہ یعنی ان کے مسیح موعود ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اصل بحث کے لئے انہوں نے دو سدیں بنا رکھی ہیں ایک بحث حیات و وفات مسیح دوسری نزول مسیح۔ جب دیکھا کہ ایک سد، جو ان کے زعم میں بڑی راسخ تھی، ٹوٹنے کے قریب ہے، اس کے بعد دوسری سد کی، جو ضعیف ہے، نوبت پہنچے گی، پھر اصل قلعہ پر حملہ ہوگا، وہاں کچھ بھی نہیں ہے، تو قلعی کھل جائے گی، اس لئے فرار مناسب ہے۔ مرزا صاحب نے اسی دن یہ سفر درست کیا اور راتوں رات تاروں کی چھاؤں روانہ ہوئے۔ صبح کو مکان خالی، نہ پولیس کا پہرہ، نہ مکان کے اندر کوئی خادم یا حواری نظر آتا ہے۔ مولوی محمد بشیر صاحبؒ کچھ روز بعد بھوپال واپس گئے)۔

نیچریت مرزائیت عیسائیت

(چند صاحب ایک جگہ جمع ہیں اور باہم گفتگو ہو رہی ہے)

نیچری: مرزا صاحب نے مبعوث ہو کر کیا کیا جو دین اسلام میں انہوں نے تجدید فرمائی۔ وہ تو سر سید احمد کی تجدید ہے یا یہ کہیے ان کا الش مرزا نے لیا۔ باقی جو ان کی دعاوی ہیں بے سر و پا۔

مرزائی: یہ آپ کا دعوی بالکل غلط ہے۔ سر سید کو قرآن فہمی کا ملکہ اور مادہ ہی کہاں تھا، مرزا صاحب نے جو نکات معارف قرآن فہمی کے ظاہر فرمائے وہ ایک اعجاز ہے، اور اعجاز کے طور پر ارشاد فرمایا ہے۔ سر سید احمد نے اپنی گردن فلسفہ کے آگے جھکا دی اور جو کچھ لکھا فلسفہ کی تابعداری کی ہے اور وہ بالکل ارتداد اور الحاد ہے۔ اب دیکھئے سر سید احمد دعا اور اس کی اجابت کے قائل نہیں اور قرآن کی اول تعلیم دعاء ہے دیکھو قرآن تعلیم کرتا ہے اھدنا الصّراط المستقیم اب گویا قرآن سے بالکل انکار ہے۔

نیچری: مرزا کا فقط دعوی ہی دعوی ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اس میں بالکل شک نہیں کہ مرزائیت سے نیچریت بہتر ہے، کیونکہ کسی نیچری نے آج تک نبوت کا دعوی نہیں کیا۔ چونکہ آج کل نئی تہذیب نئی روشنی اور پھر سائنس اور فلسفہ کی تعلیم کا زور ہے لہذا سر سید خواب غفلت میں پڑے ہوئے مسلمانوں کو

مغربی تعلیم کی ٹھوکر مار گئے ہیں ۔ اور اس لحاظ سے ان کو ایجوکیشن ریفارمر کہنا بیجا نہیں ۔ اور اس وقت تقریباً ایک کروڑ مسلمان ان کے پیرو ہیں اور درحقیقت ان کو ریفارمر سمجھتے ہیں ۔ مرزا جی کو تمام عمر بھی یہ فروغ نصیب نہ ہوگا ۔ ہاں مرنے کے بعد مرزائی لوگ منارہ کی پرستش کیا کریں تو شائد مرزائیت کا چراغ روشن رہے ۔

مرزائی: نبوت کا دعوی کوئی یوں ہی کرسکتا ہے؟ مرزا صاحب نے دعوی نبوت بلا دلیل اور ثبوت کے نہیں کیا ۔ زمین نے گواہی دی آسمان سے نشان ظاہر ہوئے ۔ قرآن کریم میں الحمد سے لے کر و الناس تک مرزا صاحب کے دعاوی کا ثبوت ہے ۔ تمام انبیاء نے مرزا کے آنے کی پیشگوئی کی احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ شاہد ہیں ۔ زمانہ کی ضرورت پکار پکار کر متدعی ہے کہ کوئی مصلح آئے ۔ مرزا کی پیش گوئیاں گواہی دے رہی ہیں کہ میرزا صاحب نبی اللہ اور رسول اور مامور من اللہ ہیں ۔

نیچری: نہ تو سید احمد نے آج تک نبی ہونے کا دعوی کیا، نہ ان کے معتقدین نے کبھی ان کو نبی سمجھا ۔ نہ خلاف اصول وعقاید اسلام ان میں کوئی عظمت اور فضیلت بتائی ، نہ پیدا کی ۔ حالانکہ اگر سرسید چاہتے تو دعوی نبوت میں کامیاب ہو سکتے تھے، مگر انہوں نے ایسے دعوی کو الحاد اور ارتداد اور سراسر کفر سمجھا، کیونکہ مسلمان تھے اور قرآن پر ان کا ایمان تھا ۔ بھلا وہ قرآن کے خلاف کیونکر کر سکتے تھے ۔ مرزائیت تو عیسائیت سے بھی گئی گذری ہے ۔ عیسائی عیسی مسیح کو خدا کا بیٹا اور خدا یقین کرتے ہیں مرزا جی بھی ان کی تقلید پر اپنے آپ کو خدا کا لے پالک بتاتے ہیں، نہ کہ بیٹا کیونکہ اس سے عیسوی مذہب کے تشبیہ ہوتا تھا ۔ لیکن اب بھی بات ایک ہی ہے کہ بیٹوں کی دو ہی قسمیں ہیں صلبی اور متبنی ۔ مرزا جی نے تو یہ غضب ڈھایا کہ بندہ المسیح کو گالیاں دیں کیونکہ وہ رقیب اور وراثت کا شریک تھا ۔ پس انہوں نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ باپ نے صلبی بیٹے کو عاق کر دیا ہے کیونکہ اس کے خوارق اچھے نہ تھے اور مجھے گود لے لیا ہے ۔ لیکن کسی نے یہ دعوی تسلیم نہ کیا ۔ عیسائیوں نے تبرا چاہا اور مسلمانوں نے کافر اور ملحد بنا کر اسلام کی چار دیواری سے بارہ پتھر باہر نکال دیا ۔

مرزا جی نے سب کچھ بننا چاہا کہ بروزی محمد میں، مہدی بھی میں، مسیح بھی میں، مگر میں کے گلے پر آخر چھری ہی پھر گئی ۔ جو دعوی ہے لچر اور متناقض، جب آپ لے پالک ہیں تو بروزی محمد کیونکر ہیں ۔ کیا آنحضرت ﷺ نے ابنیت کا دعوی کیا تھا ۔ اور آپ مسیح ہیں تو محمد کیونکر ہیں ۔ کیا مسیح اور محمد ﷺ پہلے یا تم بروزی ہو چکے ہیں حالانکہ عیسی مسیح آپ کے نزدیک ایک مہذب انسان ہی تھا کیا مہذب کا غیر مہذب کے ساتھ بروز ہو کر ایک چینی الاصل مغل قالب میں حلول کر سکتے ہیں ۔ یہ اوٹ پٹانگ

دعوی بچے بھی سنیں تو قہقہے اڑائیں مگر پیران نابالغ مرزا کے اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

سنی مسلمان: (کرزن گزٹ کا نامہ نگار لکھتا ہے) ہم مرزا کو اس وقت سچا جانیں کہ وہ کابل، شیراز، روم، عربستان، بخارا میں خود جاکر یا کسی حواری کو بھیج کر تبلیغ رسالت کریں، تو ہم بھی نقد چہرہ شاہی حال کا دس ہزار روپئہ نذر کریں گے۔ اس شرط پر کہ وہ مرقومۃ الصدر شہروں میں پہنچ کر ہم کو ایک خط بھیجیں کہ لو صاحب ہم وہاں پہنچ گئے اور اشاعت دین احمدیہ (مرزائیہ) کر رہے ہیں۔ ہم اسی وقت خالص اور کھرے کھرے دس ہزار گن کر حوالے کر دیں گے۔ اگر ضمانت مانگتے ہیں تو ہم مولوی سراج الدین احمد بیرسٹرایٹ لاء مالک چودھویں صدی کو پیش کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اپنی وحی بھی شائع کر دیں گے جو ہم کو اس وقت ہوگی کہ مرزا صاحب پھر مع الخیر کبھی قادیان (جس کو دارالامان کہتے ہیں) کی ہوا نہیں کھائیں گے یا اس ملک کے لوگ آپکی زیارت اسی جگہ بنالیں گے۔

ناظرین پر بخوبی روشن ہے کہ ہر وقت مرزا جی اور مرزائی اس دھن میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی موٹا مرغا پھنسے کوئی فربہ شکار ہاتھ لگے، دھڑا دھڑ چندے ہوں، مینار بنے، اثاث البیت زیورات سجاوٹ کے سامان عیش وعشرت کے اسباب مہیا ہوں، ایک صاحب جھٹ شعر موزوں کر کے اخبار کے ٹائٹل پیج پر داغتے ہیں: چہ گویم باتو گرآئی چہا در قادیاں بینی

دوسرے صاحب کہتے ہیں: نظر آئے گی دنیا کو تیرے اسلام کی رفعت

آنحضرت ﷺ نے تو یہ دنیاوی سامان بنائے، نہ چندے بٹورے، نہ زیورات خریدے، وہ تو ایک مسافر کی طرح بغیر دلبستگی کے جیسے تشریف لائے ویسے ہی تشریف لے گئے۔ میں حیران ہوں کہ کیسی ظلیت اور کیسی بروزت اور کیسا آئینہ کا عکس مشبہ اور مشبہ بہ میں کچھ تو مماثلت ہونی چاہیے ہم بجز اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں

تیرے اسلام کو ہرگز نہیں مینار کی پرواہ　　یہ حیلہ ہے برائے درہم و دینار یا اللہ

مگر دارالاماں آنرا کہ آں داریست ازخسران　　عزیز من مرو آنجا کہ ایمان زیاں بینی

اور اس پر یہ غرور اور خشونت اور بدزبانی جیسا کہ اس جماعت کا طریقہ ہے اسکی نظیر دنیا میں نہیں۔ مرزا جی کی جماعت میں آگے سے جو موٹے موٹے شکار موجود ہیں کسی کو حکیم الامت کا خطاب کسی کو خلیفہ اول کا کسی کو خلیفہ ثانی کی عزت کسی کو خلیفہ ثالث کا فخر کسی کو خلیفہ چہارم کا عرف بخشا گیا ہے۔ یہ تو معمولی بات ہے کہ جب مرزا جی نے خود خلعت نبوت پہن کر محمد کا روپ دھارن کر لیا ہے، تو مریدوں کو خلفاء مبارک کا خطاب ملنا ضروری ہے۔ یہ مرزا جی کی فیاضی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ

خدا کا وعدہ ہے نحن نزّ لنا الذّ کر و انّا لہ لحا فظون قرآن کریم کی گم شدہ عظمت وعزت کو پھر بحال کرنے کے لئے غلام احمد کی صورت میں یقیناً محمد رسول اللہ آیا اور خدا نے آسمان سے قرآن کریم کی حفاظت اور اس کی عظمت وجلال کے اظہار کا ذریعہ پیدا کیا اور ارادہ کیا کہ قرآن کریم کا نزول دوبارہ ہو اور پھر دنیا کو اس کی عظمت پر اطلاع دی جاوے اور اس غرض کے لئے اس نے پھر محمد مکی ﷺ کو بروزی رنگ میں غلام احمد قادیانی کی صورت میں نازل کیا۔ (الحکم ۱۰ مئی ۱۹۰۲ء ص ۹ کالم اول)۔

اور پھر ایسے سامان کی موجودگی میں یہ بھی لازم ہوا کہ بقول مرزا صاحب

مماثلت سلسلہ موسوی کی غرض سے خدا نے تیرہ سو برس تک تو نبوت اور وحی پر مہر لگائی رکھی اور بپاس ادب آنحضرت ﷺ کسی نئے نبی ورسول کی ضرورت نہ سمجھی مگر اب تیرہ سو سال بعد (چونکہ مرزا کی خاطر تواضع آؤ بھگت خدا کو زیادہ منظور تھی) مہر توڑ دی اور اس عاجز (مرزا) کو یا نبی اللّٰہ صریح طور پر پکار کر ممتاز فرمایا اور سلسلہ موسوی کی طرح جیسا کہ حضرت موسیٰ کے حواری تھے کہلائے اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ کا (مرزا) بھی نبی کہلایا (الحکم قادیان ۲۳۔ اپریل ۱۹۰۳ء)

اس پر طرہ یہ کہ مرزا جی کو آنحضرت ﷺ کی قبر میں مسیح موعود کے دفن ہونے کا بھید بہت ہی عجیب طور سے منکشف ہوا۔ تحریر فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسیح موعود کی قبر میری قبر میں ہوگی اس پر میں نے سوچا کہ یہ کیا اسرار ہے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہر قسم کی دوری اور دوئی کو دور کرتا ہے اس سے آپ نے مسیح موعود کے وجود میں ایک اتحاد کا ہونا ثابت کرنا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ کوئی شخص ادھر سے آنے والا نہیں ہے، بلکہ مسیح موعود کا آنا گویا آنحضرت ﷺ کا آنا ہے جو بروزی رنگ رکھتا ہے۔ اگر کوئی اور شخص آتا تو اس سے دوئی لازم آتی اور عزت نبوی کے تقاضے کے خلاف ہوتا خداوند کریم نے جو قرآن کریم میں اس قدر تعریف رسول اللہ ﷺ کی کی ہے اور آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا ہے اگر کسی اور کو آپ کے بعد تخت نبوت پر بٹھا دیتا تو آپ کی کس قدر کسر شان ہوتی جس سے ثابت ہوتا کہ آنحضرت ﷺ قوت قدسی بہت ہی کمزور ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو وہ بھی میری اطاعت کرتے اس سے مطلب یہ ہے کہ کتنی بڑی بات ہے کہ اگر

سوائے میرے مسیح موعود وہ عیسیٰ جو بنی اسرائیل کا آخری نبی ہے آوے اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کی مہر توڑے تو آپ کو غیرت نہ آئے گی اور کیا خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی اس قدر ہتک کرنا چاہتا ہے؟ افسوس کہ لوگ باوجود مسلمان ہونے اور آنحضرت ﷺ کو ختم الانبیاء ماننے کے نبوت کی مہر توڑتے ہیں (الحکم ۱۰ مئی ۱۹۰۳ء ص ۲ کالم ۱-۲)

مرزا صاحب کا مطلب صاف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ یا حضرت موسیٰؑ اولوالعزم پیغمبر خود تشریف لاویں تو اس سے ہتک اور کسر شان اور قوت قدسی کی کمزوری آنحضرت ﷺ کی ثابت ہوتی ہے۔ اور خود بدولت مرزا جی نبی بن کر اس مہر کو توڑیں اور اس میں نہ نبی کو غیرت آئے اور نہ خدا ہی برا مانے کیونکہ محمد نے مرزا جی میں روپ دھارا ہے۔ میرا اور ہر مسلمان کا کانشنس کہتا ہے کہ خدا نے محمد ﷺ کو ختم الانبیاء فرمایا اور نبوت پر مہر لگادی اب تو حضرت عیسیٰؑ کی مجال ہے کہ خدا کی لگائی مہر توڑ سکے اور نہ حضرت موسیٰؑ کی، مرزا جی بے چارے کس باغ کی مولی ہیں۔ کسی کو کیا پڑی ہے کہ مرزا جی کی ابلہ فریبیوں میں آوے اور ہاتھ کو سر کے گرد گھما کر ناک کو پکڑے۔ مرزا جی عقل کے اندھوں ہی کو جل دے کر اپنا الوسیدھا کریں، ہم ایسے خدا کو کہ جس کا قول اور فعل مخالف ہو ایک ناقص بے کار کم عقل خدا کہیں گے کہ کہے کچھ اور کرے کچھ۔ تیرہ سو سال تک تو نبوت کی مہر مضبوط لگائے رکھی اور تیرہ سو سال کے بعد کمال بے وقوفی سے ایک ادنیٰ ترین انسان کے واسطے اپنے قول کا خیال نہ کر کے اس مہر کو توڑ دیا۔ ہمارا خدا تو نہایت صادق الوعد ہے دانا بینا قول کا سچا ہے جو بات کہتا ہے اس کو کبھی نہیں بدلتا اس کا قول اور فعل مدامی ہے۔ (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جون ۱۹۰۳ء)

میر ناصر نواب کی نظم

ادھر غنچہ کھلکھلایا اور خورشید خاوری نے اپنا رخ زیبا آب و تاب کے ساتھ دکھایا، ادھر مہر سپہر امامت و نیر اعظم افق رسالت حضرت مسیح زمان مہدی دوران جناب مرزا صاحب زنان خانہ سے برآمد ہوئے، مریدان عقیدت کیش حواریان خیر اندیش مصاحب و رفیق پہلے ہی سے اپنے اپنے پایہ اور مرتبہ سے ڈٹے ہوئے لیس تھے، تعظیم کو کھڑے ہوئے اور فرشی سلام ہوا۔

مصاحب: مزاج بخیر۔ صبح کی نماز تو بیت الفکر میں ادا ہوئی۔

حواری: حضور کی خواب بھی نماز ہے۔ جو دم ہے عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ انیا پرست مولویوں کی

نماز ریاء اور شب بیداری سے حضور کی خواب ناز بھی اللہ تعالی کے نزدیک افضل و اولی ہے۔

مرید: اس میں کیا شک ہے، مردان خدا کو ہر دم و ہر لحظہ قرب الٰہی حاصل ہے، زاہد خشک کی تمام عمر کی عبادت ان کے ایک دم کے برابر نہیں۔

اتنے میں خادمان با سلیقہ ستھری ستھری چاء کی پیالیاں نہایت خوبصورتی کے ساتھ سجائی ہوئیں سامنے لائے۔ گنگا جمنی ستھری روپہلی کٹوریاں اور بیش بہا جرمن سلور کی چمچیاں آب و تاب کے ساتھ پاس رکھی ہوئی۔ مرزا صاحب نے دست مبارک سے اٹھا اٹھا کر رفقاء اور مصاحبین کی طرف سرکائیں۔ ہر ایک نے شکریہ ادا کیا، گھونٹ گھونٹ گرما گرم دودھیا چاء دارچینی اور الائچی کی لپٹیں اٹھتی ہوئی کا پینا شروع کیا۔

حواری: ہم نے مہاراجہ جموں کے ہاں کشمیری باورچیوں کی بنائی ہوئی چائے پی ہے مگر نعوذ باللہ یہ بات اس میں کہاں؟

خوش آمدی: یہ تو حضرت اقدس کا اعجاز ہے کچھ چائے تھوڑی ہے۔

۲۔ ایسی چائے تو بادشاہوں کے یہاں بھی نہیں بنتی۔ یہ نسخہ کوئی الہامی ہے اور یہ ذائقہ نشان آسمانی حضور اقدس کی غلامی کے تصدق میں ہم لوگوں کو بھی نصیب ہو گیا، ورنہ ہم کہاں اور یہ نعمت عظمی غیر مترقبہ کہاں؟

۳۔ یہ بہشتی چائے ہے، نعماء جنت۔ انسان کی بنائی ہوئی تو نہیں۔ کیوں حضرت! بہشت ہی سے نہیں آئی؟

مرزا قادیانی: بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

جنت کیا شئے ہے و فیھا ما تشتھیہ الانفس و تلذّ الاعین اللہ کی نعمتوں کا نام جنت ہے، اپنے بندوں کو وہ ہر ایک جگہ جنت دیدیتا ہے، جو اسکے مخلص بندے ہیں انکو وہ لذت عطا کر دیتا ہے۔

حاضرین: حق ہے حق ہے۔ سبحان اللہ، صل علی، کیا ارشاد ہوا ہے۔ اتنے میں ایک خادم نے جھک کر آہستہ سے کچھ عرض کیا۔ حضرت کے چہرہ منور کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ہوائیاں اڑنے لگیں، زردی سی چھا گئی۔ مردنی سی آگئی، منہ زرد، لب پر آہ سرد۔ ہونٹوں پر خشکی سے پپڑیاں جم گئیں، زبان پر کانٹیں کھڑی ہو گئیں، بے اختیار اشک جاری، حزن و اضطراب کی حالت طاری ہو گئی، عنان ضبط و استقلال ہاتھ سے نکل گئی، ہر چند دل کو روکا، طبیعت کو سنبھالا، مگر توبہ! جنون عشق کہیں روکے سے رکتا ہے، بے ساختہ زبان پر آیا

آہ و نالہ ہے وہی اور وہی رونا ضیغم　پر اثر نالہ وافغاں میں کہاں ہے کہ جو تھا

مرزا قادیانی: نہایت درد کے ساتھ آہ کھینچ کر انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون کہہ کر کھڑے ہو گئے ۔کچھ درد سر محسوس کرتا ہوں، شاید دوران سر کا دورہ ہو۔آپ صاحب بھی اپنے کام میں لگئے گا

مرزا صاحب الفکر میں داخل۔ افسوس کوئی تدبیر درست نہ بیٹھی، نہ دعا نے اثر دکھایا، نہ عمل نے کچھ عمل کیا، نقش لکھے، تعویذ پھونکے برسوں یا ودود پڑھا۔خود نعل در آتش ہو گئے

کھینچ گیا میری طرف سے اور اس قاتل کا دل　واہ واہ جذب محبت کا اثر اچھا ہوا

جو تدبیر کی الٹی پڑی، جو عمل کیا، خلاف اثر دکھایا، کہ اس بت کا دل تک نہ پسیجا، نہ اسکے ورثاء کے دل کو مسخر کیا، بلکہ ضد نے پتھر بنا دیا۔ ہر چند الہام سے بھی ڈرایا مگر اس لڑکی کا باپ عجب ضدی انسان ہے، کچھ بھی خیال میں نہ لایا۔ اپنے متعلقین کو بھی بہتیرا دھمکایا سمجھایا، مگر اس کا نتیجہ بھی سوائے اس کے کچھ نہ نکلا۔ بیوی سے تو پہلے ہی کچھ ایسا انس اور ارتباط نہ تھا مگر جوان اور لائق بیٹے سے قطع تعلق کرنا پڑا۔ اگر اسکی ماں کو طلاق دی تو بڑا بیٹا بھی خوش نہ ہو گا اس سے بھی گویا قطع رحم کرنا پڑا۔ دونوں بیٹوں میں علیحدگی ہوئی۔ مخالفین میں مضحکہ ہوا، اور جس قدر وہ ہنسی اڑائیں وہ کم ہے۔موجودہ رفقاء اور رشتہ داروں میں بھی رنجش اور آزردگی کا سبب یہی نامراد عشق ہے۔

ایک کاغذ اٹھا کر دیکھنے لگے، الٹا پلٹا پھر رکھ دیا، اور پھر اٹھایا اور پھر رکھ دیا، پھر اٹھا کر پڑھنے لگے، الٰہی یہ کیا بوالعجبی ہے:　یار اغیار ہو گئے واللہ　کیا زمانے کا انقلاب ہوا

جن لوگوں کی خاطر اپنی جان کو تہلکہ میں ڈالا، تمام دنیا کو اپنا دشمن بنایا، جو مال محنت مشقت اور جانفشانی سے اکٹھا کیا تھا وہ ان کی آسائش اور آرام کے سامان بہم پہنچانے میں صرف کیا، رات دن خوشنودی اور رضا مندی کو ہر ایک کام پر مقدم رکھا آج وہ بھی ہمارے خلاف اور دشمن ہیں۔

اب دیکھئے میر (ناصر) صاحب نے یہ نظم لکھی ہے۔کوئی ان ہی سے پوچھے بھائی تم کو کیا تکلیف پہنچی؟ تمہاری کسی خاطر داری مدارات میں آسائش میں آرام میں عزت میں توقیر میں فرق آ گیا؟ کس چیز میں کمی واقع ہوئی؟ ان کی بیٹی کی خاطر تواضع میں کوئی کوتاہی ہوئی؟ ان کی محبت میں موانست میں کچھ نقص واقع ہوا، اسلام میں دوسرا نکاح منع نہیں، حرام نہیں۔

آخر ان کی بیٹی سے جب نکاح کیا تھا اس سے پہلے بھی بیوی تھی، اولاد تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس نکاح کے بعد پہلی بیوی کی قدر و منزلت کم ہو گئی تھی تو اس کے حسین ہونے کا سبب تھا۔

ان کی لڑکی تو نوجوان ہے، صاحب تمیز ہے، اور اگر اس کے بعد تیسرا نکاح ہو، تو بھی

اس کی محبت اور الفت میں کمی کیوں واقع ہو سکتی ہے؟ عدل سے کام لیا جا سکتا ہے۔ طبقہ نسواں تو سلف سے ناقص العقل شمار کیا گیا ہے مگر یہ مرد ذی شعور صاحب تجربہ جہاندیدہ ہو کر عورتوں کے ہم خیال ہو گئے۔ ہم کو امید تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو سمجھا بجھا کر اس کی رنجش کو دور کریں گے، برخلاف اس کے وہ خود ایسے بگڑے کہ جھٹ ایک بڑی نظم لکھ ماری، اگر یہ نظم کسی ہمارے دشمن کے ہاتھ لگ جائے اور ضرور لگے گی اور غالبًا ان کے پاس پہنچ بھی گئی ہوگی۔ اگر یہ شیخ بٹالوی کے ہاتھ چڑھ گئی تو غضب ہو گیا وہ فوراً اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کر کے مشتہر کر دے گا۔ (ملاحظہ فرمائیے)

مثنوی درحالات مکاری اہل زمانہ

من نتائج افکار میر صاحب خسر ثانی حضرت مسیح زمان مہدی دوران

بعد ازیں یہ عرض ہے اے مسلمین — آج دنیا میں کہیں تقوی نہیں
ہیں دغا میں آج کل سرگرم لوگ — سینکڑوں دنیا میں اب پھیلے ہیں روگ
ہیں دواؤں کے کسی جا اشتہار — کہہ کے گل لوگوں کو دیدیتے ہیں خار
شہد کہتے ہیں مگر دیتے ہیں سم — جاہلوں کو رات دن دیتے ہیں دم
ظاہری اور باطنی دکاندار — خلق کو کرتے ہیں دھوکہ سے شکار
حافظ و حاجی بہت پھرتے یہاں — حال ہے جن کا زمانہ پر عیاں
قبر کا کوئی مجاور ہے بنا — ہے کوئی زائر بنا اجمیر کا
ٹڈی دل کی طرح نکلے ہیں فقیر — مارے مارے پھرتے ہیں حضرات و پیر
ہے کہیں نوٹس بزرگی کا لگا — آؤ لوگو ہم پہ ہے فضل خدا
ہو ہمارے فضل میں تم بھی شریک — ہم تمہیں دیں فیض تم دو ہم کو بھیک
مال و دولت اور بیٹے پاؤ گے — گر بجا خدمت ہماری لاؤ گے
تم پھلو پھولو گے دشمن ہوں گے خوار — تم پہ رحمت ان پہ ہو گی حق کی مار
مال جو دے وہ مرید خاص ہے — اس کے دل میں بالخصوص اخلاص ہے
جو نہ دے کچھ مال وہ کیسا مرید — شمر اس کو جان لو یا ہے یزید
ہے مریدی واسطے پیسوں کے اب — ہائے دنیا میں پڑا ہے یہ غضب
ہر گھڑی ہے مال و دولت کی تلاش — تا کہ حاصل ہو کہیں وجہ معاش

کوئی مل جائے جو دولت کا سبب ایک دم میں ہوں دلدر پاک سب
قرض سے اک دفعہ ہو جائے نجات گو ملے صدقہ کہ مل جائے زکوۃ
ہو یتیموں ہی کا یا رانڈوں کا ہو رنڈیونکا مال یا بھانڈونکا ہو
کچھ نہیں تفتیش سے ان کو غرض حرص کا ہے اس قدر ان کو مرض
آج کل مکار ایسے پیر ہیں ان کے حال و قال بے تاثیر ہیں
کچھ نہ صحبت میں اثر نہ بات میں ڈالتے ہیں ہم کو وہ آفات میں
رہ گئے دنیا میں اب ظاہر پرست دن بدن ہیں دین میں ہم لوگ پست
اور کہیں تصنیف کے ہیں اشتہار یہ بھی لوگوں نے کیا ہے روزگار
پیشگی قیمت مگر لیتے ہیں وہ خلق کو اس طرح دم دیتے ہیں وہ
بعض کھا جاتے ہیں قیمت سب کی سب اس طرح کا پڑ گیا یارو غضب
قیمتیں کھا کر نہیں لیتے ڈکار جیسے آتا تھا کہیں ان کا ادھار
جو کوئی مانگے وہ بے ایمان ہے وہ بڑا ملعون اور شیطان ہے
بدگمانی کا اسے آزار ہے سارے بدبختوں کا وہ سردار ہے
ایک تو پلہ سے اس نے زر دیا دوسرے بدنام اپنے کو کیا
کھا گیا جو مال وہ اچھا رہا کچھ گھٹا اس کا نہ ہرگز اتقاء
چیز کی اپنی کرے تعریف جو جاننا اس کو نہ تم مردِ نکو
مشک کی خوشبو تو خود اڑتی ہے یار مالک دکان دے گو اشتہار
آم اور حنظل تو ہوتے ہیں جدا جو نہ جانے ہے وہ اندھا عقل کا
آج دنیا مکر سے لبریز ہے اب دغا بازی میں ہر اک تیز ہے
کہہ کے میٹھا دیتے ہیں کھٹا دہی کچھ نہیں پرتیت دنیا کی رہی
بدمعاش اب نیک از حد بن گئے بو مسیلم آج احمد بن گئے
عیسیٰ دوران بنے دجال ہیں ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں
ظاہری افعال ان کے نیک ہیں سارے عالم میں وہ گویا ایک ہیں
عالم و صوفی ہیں اور شب خیز ہیں مال پر لوگوں کے دندان تیز ہیں
ہر طرح سے مال ہیں وہ نوچتے ہیں یہی تدبیر ہر دم سوچتے

جس طرح ہو مال کچھ کھا جایئے	کچھ نیا اب شعبدہ دکھلایئے
عقل کا اندھا کوئی ہووے مرید	کانٹھ کا پورا کوئی ہووے مرید
ہو کوئی کیسا ہی گرچہ بدمعاش	میوہ زر کی وہ دیدے ان کو قاش
پھر تو مقبول رحمٰن ہے ضرور	ان کے دل کو اس نے پہنچایا سرور
متقی ان کو نہ دے تو ہے شقی	جو شقی دے ان کو وہ ہے متقی
ہیں امیروں سے بڑھاتے میل جول	کر کے تعریفیں اوڑا لیتے ہیں مول
جو کوئی دے ہاتھ کر دیں گے دراز	اس قدر ہے ان کے دل میں حرص و آز
لیتے دم کرتے نہیں چون و چرا	وہ روا ہو مال یا ہو ناروا
ہیں امیر اور لیتے ہیں صدقہ زکوۃ	دین داری کی نہیں ہے کوئی بات
علم ہے دنیا کمانے کے لئے	دولت دنیا ہے کھانے کے لئے
دل میں اپنے منفعل ہوتے نہیں	ہنستے رہتے ہیں کبھی روتے نہیں
غیظ میں بدمست ہو جاتے ہیں وہ	اپنی چالاکی پہ اتراتے ہیں وہ
اپنی تعریفوں سے بھرتے ہیں کتاب	آیت قرآن ہیں گویا ان کے خواب
نیک رکھتے ہیں گمان وہ نفس پر	ابلہی کا ہے یہی ان کے اثر
گر کوئی روکے تو ہوتے ہیں خفا	دشمن اپنا جانتے ہیں برملا
سینکڑوں کرتے ہیں گو وعدے خلاف	کم نہیں ہوتے مگر لاف و گزاف
ہے اسی دن کے لئے منطق پڑھی	ہے اسی تدبیر سے عزت بڑی
بات کی ہوتی ہے گنجائش بہت	حیلہ سازی میں ہے آسائش بہت

دیگر

مہدیء وقت ہے کوئی مشہور	کوئی بنتا ہے عیسی دوراں
نہ عیاں اس میں عیسوی برکت	نہ ہدایت کا اس میں نام و نشان
نیک سب اٹھ گئے زمانہ سے	ما بقی میں نہیں رہی ہے ء جان
حبّ دنیا نے گھیر رکھا ہے	ہے بہت ہی ضعیف اب ایمان
بدعتوں کی بہت ترقی ہے	حد سے باہر ہے کفر اور عصیان
نہیں آتا نظر کہیں اخلاص	ہیں دکھاووں میں لوگ سرگردان

حبّ مولا جہان سے ہے معدوم حرص دنیا میں پھنس گئے انسان
نہ بچا اس سے مولوی کوئی نہ کسی اہل دل کو اس سے امان
نہ فقیروں میں صبر باقی ہے نہ امیرو ں میں شکر کا ہے نشان
لذت نفس میں وہ ہیں سرگرم آ ج کل جو ہیں پیشوا ئے جہان
مر غ بر یان کا شوق ہے ان کو ہیں ملا ئک خصائل جو انسان
قورمہ اور پلاؤ کھاتے ہیں لوگ کہتے ہیں جن کو قطب زمان
جو ولایت میں ہیں قدم رکھتے ان کی صدقہ پر ہے فقط گذران
جب حقیقت کھلی بزرگی کی ان کے دیکھے اگر کو ئی سامان
ٹھاٹھ ہیں ان کے سب امیرانہ در دو لت پہ ہیں کئی در بان
را ت دن ہیں عمارتیں بنتیں ما ل کرتے ہیں مفت میں ویران
ہا ئے آ تے نہیں نظر وہ لوگ ۔ دیکھنے کو تر س گئے دل و جان
ہر صدی میں ہو ئے ہیں اہل الحق ر ہبر خلق و صا حب عر فان
دین اسلام جن سے تازہ ہوا جن سے رو نق پذیر تھا ایمان
تھے ازانجملہ ایک عبد اللہ ۔ قا مع شر ک و بد عت و عصیان
ملک غز نیں کے رہنے وا لے تھے ۔ ہے جہا لت بھرا جو کو ہستان
استقامت میں تھے مثال کوہ کر کے ظلم و ستم تھکے ا فغان
راہ حق میں اٹھا ئیں تکلیفیں نہ پھر ے حق سے بر کسی عنوان
ان کو حا صل تھا صبر ایو بی کر تے تھے شکر خا لق سبحان
تھے عبادت میں رات دن مشغو ل اور جاری تھی ذکر حق میں لسان
تھے نمونہ سلف کا وہ بے شک پا ک سیرت تھے اور پا ک زبان
اپنے مولا پہ ان کو تکیہ تھا تھے نہ اک ذرہ فکر آ ب و نان
تھے دعا و نماز میں مصروف ورد تھا یا حد یث یا قرآن
ان کی صحبت میں تھی عجب بر کت یاد آ تا تھا وہا ں خدا ئے جہان
لطف آ تا تھا وہاں عبادت میں روز و شب تھی تر قی ایمان
ذکر مو لا کی تھی وہاں کثر ت با ت دنیا کی ہو یہ کیا امکان

امر معروف آپ کرتے تھے — پاس آتے تھے ان کے جو انسان
نہی منکر شعار تھا ان کا — فضل مولی سے تھے نہ سخت زبان
ایسے شیریں کلام اور خوش خلق — تھا پر از حکمت ان کا قول بیان
کچھ کسی سے غرض نہ تھی ان کو — بے طمع تھے وہ صاحب عرفان
ان کی محفل میں ذکر عقبےٰ تھا — وہاں نہ ہوتا تھا لغو اور ہذیان
رہ گیا ذکر خیر دنیا میں — کر گئے کوچ اب وہ عالی شان
حق انہیں مغفرت نصیب کرے — جنت خلد میں رہیں شادان
نیک بندے جہاں میں ہیں اب بھی — حق کو رکھتے ہیں جو عزیز از جان
پر مجھے وہ نظر نہیں آتے — دے ملا مجھ کو ان سے یا رحمان
تیری قدرت سے کچھ نہیں ہے دور — مجھ کو مشکل ہے اور تجھے آسان
ناصر اب ختم کر کلام اپنا — حق تری مشکلیں کرے آسان

(اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ ج ۱۴۔ص ۴۱۷ تا ۴۲۰)

(میر ناصر نواب کہتے ہیں: عاجز نے چند امور کے لئے مرزا صاحب سے دعا منگوانے کے لئے خط لکھا جن میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ دعا کرو کہ مجھے خدا تعالی نیک اور صالح داماد عطا فرماوے۔اس کے جواب میں مجھے حضرت مرزا صاحب نے تحریر فرمایا کہ میرا تعلق میری بیوی سے گویا نہ ہونے کے برابر ہے اور میں اور نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اللہ تعالی نے الہام فرمایا ہے کہ جیسا تمہارا عمدہ خاندان ہے ایسا ہی تم کو سادات کے عالی شان خاندان میں سے زوجہ عطا کرونگا اور اس نکاح میں برکت ہوگی اور اس کا سب سامان میں خود بہم پہنچاؤں گا تمہیں کچھ تکلیف نہ ہوگی۔ یہ آپ کے خط کا خلاصہ بلفظہ یاد نہیں۔اور یہ بھی لکھا کہ آپ مجھ پر نیک ظنی کر کے اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردیں اور تا تصفیہ اس امر کو مخفی رکھیں اور رد کرنے میں جلدی نہ کریں۔ حیات ناصر۔ص ۷)

مرزا قادیانی کے عقاید اور تجدید اسلام

یار من امسال دعوائے نبوت کردہ است — سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

مرزا قادیانی: آیت فلمّا توفّیتنی نے صاف طور پر خبر دے دی کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے اور وہ جھگڑا جو اس سے پہلے ہو چکا ہے جو یہود اور حضرت ایلیاء کے نزول کے بارہ میں تھا کوئی ایسا

مسلمان نہیں جو اس میں یہود کو سچا قرار دے، سو دنیا میں دوبارہ آنے کے معنی جو ایک نبی کہے وہی ہم حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بارہ میں کرتے ہیں مگر ہمارے مخالف مولوی جو معنی کرتے ہیں ان کے پاس ان معنوں کی کوئی سند نہیں۔

اب سوچنا چاہیے کہ ہم تو اس عقیدہ کو پیش کرتے ہیں جس کی پہلی کتابوں میں نظیر موجود ہیں اور جس کا قرآن مصدق ہے اور ہمارے مخالف مولوی حضرت عیسی کے نزول کے بارہ میں اس عقیدہ کو پیش کرتے ہیں جس کی تمام انبیاء کے سلسلہ میں کوئی نظیر موجود نہیں اور قرآن اس کا مکذب ہے پھر ہمارے مخالف جب کہ اس بحث میں عاجز آجاتے ہیں تو افتراء کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعوی کیا ہے اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں لیکن یاد رہے کہ یہ سب افتراء ہیں ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید ومولا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقاید اہل سنت کے قائل ہیں۔ صرف یہ فرق ہے کہ ہمارے مخالف اپنی جہالت سے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا حقیقی طور پر انتظار کرتے ہیں اور ہم بروزی طور پر جیسا کہ تمام متصوفین کا مذہب ہے، اور ہم مانتے ہیں کہ نزول مسیح کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔

معترض: آپ کی تالیف وتصنیف میں یہ عقاید موجود ہیں جن کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

دعوی نبوت: توضیح المرام: اس میں شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہوکر آیا ہے ... فا علم ارشد ك اللّٰه تعا لی انّ النّبیّ محد ث و المحد ث نبی

ٹائٹل پیج ازالہ اوہام۔ از تصانیف مرسل یزدانی مامور رحمانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

دافع البلاء ص ۸۔ خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے۔

دافع البلاء ص ۹۔ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جب کہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کرلیں گے

دافع البلاء ص ۱۰۔ باوجود مخالفت اور دشمنی اور نافرمانی اس رسول کے طاعون دور ہوسکتی ہے۔

دافع البلاء ص ۱۱ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

دافع البلاء صفحہ ۱۳۔ بجز اس مسیح (مرزا) کے اور کوئی شفیع نہیں اور، سچا شفیع میں ہوں۔

ازالہ اوہام صفحہ ۶۶۳۔ آیت و مبشراً بر سول یا تی من بعدی اسمه ا حمد۔ مگر ہمارے رسول ﷺ فقط احمد نہیں بلکہ محمد بھی ہیں، یعنی جامع جلال و جمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا ہے رسول اللہ ﷺ تو احمد اور محمد دونوں تھے، لیکن برطبق پیش گوئی صرف احمد مبشر (خود) ہے نہ رسول اللہ ﷺ۔

ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۳ ۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے غرض محدث دونوں رنگوں سے رنگین ہوتے ہیں اس لئے خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی ۔

❁ انکار معراج جسمی آنحضرت ﷺ ۔ ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۰ ۔ معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اعلی درجہ کا کشف تھا۔

❁ ملائکہ سیاروں کی ارواح ہیں ۔ توضیح المرام ص ۳۰ تا ۶۷ ۔ ملائکہ ستاروں کی ارواح ہیں وہ سیاروں کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں لہذا وہ کبھی سیاروں سے جدا نہیں ہوتے

❁ جبریل ۔ جبریل جس کا سورج سے تعلق ہے وہ بذات خود زمین پر نہیں اترتا ہے اس کا نزول جو شرع میں وارد ہے اس سے اس کی تاثیر کا نزول مراد ہے اور جو صورت جبریل وغیرہ فرشتوں کی انبیاء دیکھتے تھے وہ جبریل وغیرہ کی عکسی تصویر تھی جو انسان کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی ۔ ملکوت سے بذات خود زمین پر اتر کر فیض روح نہیں کرتا ہے بلکہ اس کی تاثیر سے فیض ارواح ہوتا ہے۔

دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے نجوم کی تاثیرات سے ہو رہا ہے (صحیح بخاری صحیح مسلم ،۔ حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بارش کے دن صبح کی نماز پڑھائی تو اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم جانتے ہو خدا نے کیا فرمایا ہے اصحاب نے کہا اللہ اور اللہ کا رسول خوب جانتا ہے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں کوئی مجھ پر ایمان لاتا ہے اور کوئی کافر ہوتا ہے ۔ جو یہ کہے کہ ہم پر خدا کے فضل و کرم سے بارش ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستاروں سے منکر اور جو یہ کہے کہ فلاں ستارہ کے فلاں مقام پر پہنچنے کے سبب بارش ہوئی ہے تو ستاروں پر ایمان لاتا ہے اور مجھ سے کافر ہے)

❁ حضرت عیسی بن مریم کے معجزات سے انکار اور یوسف نجار کا بیٹا ہونے کا اقرار

ازالہ اوہام ،صفحہ ۳۲۲ ۔ غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد ہے اور مشرکانہ اعتقاد ہے کہ مسیح مٹی کے پرند بنا کر سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا بلکہ عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کیلئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کے قسم سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت مٹی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ

ازالہ اوہام ،صفحہ ۳۰۳ کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک کھلونا کل کے دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے یا اگر پرواز نہیں تو پھیر سے چلتا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ

یوسف کے ساتھ ۲۲ برس کی مدت تک نجاری کا کام کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنا لینے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔

ازالہ اوہام ،ص ۳۰۴۔ کیونکہ حال کے زمانہ ہی میں دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی ہیں اور ہنستی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں۔

ازالہ اوہام: یہ بھی قرین قیاس ہے کہ مسمریزی طور سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آ سکتیں ازالہ اوہام،۔ بہر حال مسیح کی یہ تربی کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں مگر یاد رکھنا چاہیے یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز (مرزا) اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ عجوبہ نمانیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

❁ توہین عیسی ۔ اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسی کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم (ازالہ ص ۱۵۸)

❁ پاک تثلیث ۔ص ۲۱۔۲۲ توضیح المرام ۔ روح القدس، روح الامین شدید القوی ذو الافق الاعلی جن کا ذکر شرع میں ہے انسان کی ایک صفت ہے جو خدا کی محبت یا اس کے محبوب انسان کی محبت باہم ملنے سے متولد ہوتی ہے ان دونوں محبتوں اور ان سے متولد نتیجہ (روح القدس) کا مجموعہ پاک تثلیث ہے۔

❁ ابن اللہ ہونے کا دعوی ۔ مسیح اور اس عاجز (مرزا) کا مقام ایسا ہے جس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

❁ دعوی مسیح موعود ۔ مسیح موعود میں ہوں جس کی بشارت حدیثوں میں وارد ہے نہ عیسی ابن مریم اسرائیلی ۔ فتح الاسلام ۔ص ۱۰۔

شکر کے سجدے بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گذر گئے اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پالیا۔ (فتح اسلام)۔

مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو ۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۱ میرے پر خاص الہام سے ظاہر کیا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے وکان وعد اللہ مفعولاً

آنیوالے مسیح کے اوصاف جو احادیث میں وارد ہیں اور انکی تاویل:

ازالہ اوہام، صفحہ ۶۸ گویا یہ فقرہ جو اللہ تعالی نے الہام کے طور پر اس عاجز کے دل پر القاء کیا ہے کہ انّا انزلناہ قریباً من القادیان اس کی تفسیر یہ ہے کہ انّا انزلناہ قریب دمشق بطرف شرقی عند المنارۃ البیضاء۔ کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارہ پر ہے منارہ کے پاس۔ پس الہام الہی کا یہ فقرہ کہ کان وعد اللّٰہ مفعولاً اس تاویل سے پوری پوری تطبیق کھا کر یہ پیش گوئی واقعی طور پر پوری ہو جاتی ہے۔ زرد کپڑوں کے یہ معنی ہیں کہ اس کی صحت اچھی نہ ہوگی۔

ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۵۔۴۹۶۔ دو فرشتوں کے بازؤوں پر اترنے سے یہ مراد ہے کہ وہ دراصل وہی آدمی ہیں کہ دوسری حدیث میں بیان کئے گئے ہیں اور ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھنے سے یہ مراد ہے کہ وہ مسیح کے انصار اور مددگار ہو جائیں گے بپایہ ثبوت پہنچ گیا کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈی دل کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے سوائے بزرگو دجال معہود یہ ہے جو آچکا ہے مگر تم نے اسے شناخت نہ کیا۔

ازالہ اوہام، صفحہ ۵۰۶۔ یک چشم کے یہ معنی ہیں کہ دین کی آنکھ بالکل نہ ہوگی جیسے کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے لوگوں کا حال ہے۔

ازالہ اوہام، صفحہ ۵۳۔ یاجوج ماجوج انگریز اور روس ہیں۔

ازالہ اوہام، صفحہ ۵۰۳۔ دابۃ الارض سے علماء ظاہر مراد ہیں کہ ہم ایک گروہ دابۃ الارض کا زمین سے نکالیں گے وہ گروہ متکلمین کا ہوگا جو اسلام کی حمایت میں تمام ادیان باطلہ پر حملہ کرے گا یعنی علمائے ظاہر ہوں گے۔

ازالہ اوہام، صفحہ ۵۱۵۔ اس عاجز پر جو رؤیا میں ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔

ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۷۔ وہی لوگ اسلام سے محروم رہ جائینگے جن پر دروازہ توبہ کا بند ہے یعنی فطرتیں بالکل مناسب حال اسلام کے نہیں۔

توبہ کا دروازہ بند ہونے کے یہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے دل سخت ہو جائیں گے

فتح اسلام صفحہ ۵۴ لیلۃ القدر جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے، رات مراد نہیں بلکہ وہ زمانہ مراد ہے جو

بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے اور نبی یا مجدد کے گذر جانے سے ایک ہزار مہینے بعد آتا ہے۔
توضیح المرام صفحہ ۴۹۔ آیۃ متضمن ذکر سجدہ باوا آدم کی طرف سجدہ کرنا مراد نہیں بلکہ ملائک کا انسان کا مل کی خدمت بجالانا اور اس کی اطاعت کرنا مراد ہے۔

شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد ہیچ قومے را خدا رسوانہ کرد

کلّا انّ الانسا ن لیطغی ان رآہ استغنی

آج صبح سے حضرت مسیح موعود اور مہدی مسعود امام زمان مجدد دوراں کے باورچی خانے میں معمول سے زیادہ سامان ہے۔ یوں تو خدا کی عنایت سے روز شاہانہ سامان اور امیرانہ ٹھاٹھ ہوتا ہے کچھ آج نئی بات نہیں ہے، اور امراء و روٗساء کی مہمان داری بھی معمولی بات ہے، روز کوئی امیر یا رئیس مہمان رہتا ہے، مگر آج معمول سے زیادہ سامان ہے۔ بریانی، زردہ، پلاؤ، چاول کی دیگچیاں دم ہو رہی ہیں، گوشت بھی کئی قسم کا قورما، قلیا اور بریان وغیرہ علیحدہ دم پخت ہو رہا ہے شامی کباب مچھلی کے کباب سیخ کباب علیحدہ تیار ہوتے ہیں، فیرنی کی پیالیاں علیحدہ جمائی جا رہی ہیں کیوڑہ کے قرابہ الٹائے جاتے ہیں، شیرمال اور باقر خانیاں تنور میں گرما گرم پک کر آ رہی ہیں۔

شام کا وقت قریب آ گیا حواری اور مصاحب اپنے اپنے پایہ و مرتبہ سے ڈٹے بیٹھے ہیں حضرت اقدس مرزا صاحب بھی زیب دہِ مسند ہیں۔ گاڑی کی کھڑ کھڑاہٹ ہوئی۔

خادم: شیخ صاحب تشریف لے آئے ہیں (چند حواری استقبال کو گئے اور شیخ صاحب تشریف لائے مرزا صاحب کے برابر جگہ پائی۔ آؤ بھگت اور مزاج پرسی کے بعد ہاتھ دھلائے گئے، دسترخوان بچھا، کھانا چنا گیا)

مرزا قادیانی: (نے شیخ صاحب کے مقدمہ کی زیر باری اور تکالیف کا افسوس اور بمنظوری اپیل کامیابی کی مسرت ظاہر فرما کر لیکچر کے طور پر شروع کیا) انسان باوجود سخت ناچیز اور مشت خاک ہونے کے پھر اپنی عاجزی کیسے بھول جاتا ہے۔ ایک ذرہ درد فرو ہونے اور آرام کا کروٹ بدلنے سے اپنی فروتنی کا لہجہ فوراً بدل لیتا ہے۔ پنجاب کے قریباً تمام آدمی شیخ مہر علی ہوشیار پوری سے واقف ہوں گے اور میرے خیال میں ہے کہ جس ایک بے جا الزام میں اپنے بعض پنہانی قصوروں کی وجہ سے، جن کو خدا تعالی جانتا ہو گا، پھنس گئے تھے، اس قصہ کو ہمارے ملک کے بچے اور عورتیں جانتی ہوں گی (شیخ مہر علی صاحب ہوشیار

پور کے رئیس اعظم ہیں اور پنجاب کے مسلمانوں میں دولت وثروت میں کوئی آپ کا ہم پلہ نہیں) سواس منسوخ شدہ قضیہ سے تو مطلب نہیں ، اس کے اعادہ سے سوائے رنج اٹھانے اور دل دکھانے کے اور پرانا زخم تازہ کرنے کے اور کیا حاصل ہے۔ اللہ تعالی کا ہزار ہزار شکر اور لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس بلا کو دفع کیا ورنہ کس کو امید تھی ۔ آج وہ مبارک دن ہے کہ شیخ صاحب ہمارے پاس بیٹھے ہیں اور خدا کے فضل وکرم سے صحیح وتندرست ہیں ۔

شیخ مہر علی :(اس قصہ کو سن کر اپنے مصائب اور تکلیف کا زمانہ یاد کر کے آبدیدہ ہو گئے بلکہ رقت طاری ہوگئی)

مرزا قادیانی :صرف اس بات کا ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ اس قضیہ سے تخمیناً چند ماہ پہلے اس عاجز کو بذریعہ ایک خواب کے جتلا یا گیا تھا کہ شیخ صاحب کی خانہ نشست کے فرش کو آگ لگی ہوئی ہے اور اس آگ کو اس عاجز نے پانی ڈال کر بجھایا ہے۔ اسی وقت میرے دل میں خدا تعالی کی طرف سے یہ یقین کامل ڈالا گیا کہ شیخ صاحب پر اوران کی عزت پر سخت مصیبت آئے گی اور میرا پانی ڈالنا یہ ہوگا کہ آخر میری ہی دعا سے، نہ کسی اور وجہ سے، وہ بلا دور ہو جائے گی۔ میں نے شیخ صاحب کو بذریعہ ایک مفصل خط کے خواب سے اطلاع دیدی اور توبہ اور استغفار کی طرف توجہ دلائی اسکا جواب تو شیخ صاحب نے کچھ نہ لکھا، آخر قریباً چھ ماہ گذرنے پر ایسا ہی ہوا، اور میں انبالہ چھاؤنی میں تھا کہ ایک شخص محمد بخش نام، شیخ صاحب کے فرزند جان محمد کی طرف سے میرے پاس پہنچا اور بیان کیا کہ فلاں مقدمہ میں شیخ صاحب حوالات میں ہو گئے۔

مرزا قادیانی: ہم نے چند ماہ کا عرصہ ہوا بذریعہ خط کے شیخ صاحب کو اطلاع دی کہ آپ اور آپ کی عزت پر کوئی سخت مصیبت آنے والی ہے۔

محمد بخش : مجھ کو اس خط کا علم نہیں مگر مجھ کو شیخ صاحب کے فرزند جان محمد نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور دعا کے واسطے کہا ہے۔

مرزا قادیانی : خدا تعالی جانتا ہے کہ کئی راتیں نہایت مجاہدہ سے دعائیں کی گئیں۔ اوائل میں صورت قضا وقدر کی نہایت پیچیدہ اور مبرم معلوم ہوتی تھی آخر خدا تعالی نے دعا قبول کی اوران کے بارہ میں رہا ہونے کی بشارت ملی اور بشارت سے ان کے بیٹے کو مختصر لفظوں میں اطلاع دی گئی۔

مصاحب : بیشک حضور کی دعا برکت سے اللہ تعالی نے فضل کیا ورنہ مقدمہ بہت پیچدار ہو گیا تھا۔ کس کو امید تھی کہ شیخ صاحب بچ جائیں گے۔

حواری : حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ صورت قضا وقدر کی نہایت پیچدار تھی یعنی قضائے مبرم تھی

بھلا قضائے مبرم بدل سکتی ہے۔ یہ حضور کے قدموں کا صدقہ تھا کہ قضائے مبرم کو بدل دیا۔

۲۔ ہمارے حضرت اقدس امام ہمام نے کئی مرتبہ قضائے مبرم کو بدل دیا ہے۔ یہ خاص حضرت اقدس ہی کا مرتبہ ہے، پہلے کسی انبیاء اور اولیاء کو یہ منصب نہیں ملا۔ قضائے معلق تو اور نبی ولی کی دعا سے بدل جاتی ہے قضائے مبرم کسی سے نہیں بدلی۔

۳۔ یہ ہمارے امام ہمام پر اللہ کا خاص فضل ہے دوسرے انبیاء اولیاء کو یہ بات نصیب نہیں ہوئی۔

شیخ مہر علی: (خاموش سنتے رہے (جیب سے گھڑی نکال کر) دس بج گئے ہیں، میں اجازت چاہتا ہوں۔

مرزا قادیانی: کوئی دن قیام رہے گا آپ کو بڑی تکلیف ہوئی، معافی مانگتا ہوں۔

شیخ مہر علی: ہاں ابھی کئی دن یہاں رہونگا اور پھر بھی بشرط فرصت حاضر ہوں گا۔

مرزا قادیانی: ہمارا ارادہ ہے اپنی کل پیش گوئیاں ایک جگہ جمع کی جائیں اور ان کے پورے ہونے کی تصدیق بھی لکھی جائے۔ اسلئے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس کی تصدیق تحریری بھیج دیں

شیخ صاحب: مجھ کو پہلا خط یاد نہیں، نہ دوسرے خط کا علم ہے۔ آپ کا پہلا خط تلاش کرونگا کسی صندوقچہ میں پڑا مل گیا تو اس کو دیکھ کر اور جان محمد سے دوسرے خط کا حال دریافت کر کے لکھونگا۔

مصافحہ کیا اور رخصت ہوئے۔

(محمد بخش سے استفساراً) تم کو ان خطوں کا علم ہے؟

محمد بخش: میں سخت حیرانی میں تھا مرزا صاحب اور دعوت، اس کی کوئی علت ضرور ہے ورنہ ان کی خاطر مدارات اور تواضع مریدان خاص کی ہوتی۔ یہ دعوت بے سبب کیا معنی۔

شیخ مہر علی: بھائی بے سوچے سمجھے تو سرٹیفکیٹ نہیں دیئے جاتے ہونگے، یوں تو سینکڑوں دوائی فروشوں کی درخواستوں پر سرٹیفکیٹ دیئے جاتے ہیں جو یہ بڑے بڑے رئیسوں اور عہدہ داروں کے سرٹیفکیٹ میں دوائیوں کے اشتہاروں کے ساتھ شائع ہوتے ہیں کیا وہ سچے ہوتے ہیں، نہیں ایک بھی نہیں فقط رعایتی، مگر اس دکاندار کے دین پر اثر پڑتا ہے۔

محمد بخش: جب مقدمہ دائر تھا شیخ جان محمد نے مرزا صاحب کے اشتہارات اجابت دعا کے دیکھ کر مجھ کو بھیجا تھا اور ضرور دعا کی درخواست کی تھی مگر کوئی جواب شافی سوائے معمولی الفاظ کے نہیں دیا تھا

جان محمد: وہ خط تو گم ہو گیا مگر غالباً یہی الفاظ تھے یا اسکے قریب: فضل ہو جائیگا، دعا کیجاتی ہے۔

اس اثنا میں مرزا صاحب کا ایک حواری آموجود ہوا۔ السلام علیکم

شیخ مہر علی: وعلیکم السلام آیئے تشریف لایئے۔ کیسے تشریف آوری ہوئی۔

حواری: حضرت اقدس جناب امام ہمام مرزا صاحب نے آپ کو سلام علیک کہی ہے اور فرمایا ہے جس معاملہ میں رات گفتگو تھی، تحریر بھیج دیں۔

شیخ مہر علی: حیران اور ششدر ہو کر کون سی تحریر۔ اچھا وہ پیش گوئی سے متعلق؟

حواری: جی ہاں وہی۔

شیخ مہر علی: وہ خطوط تو گم ہو گئے اور خطوط کی صحیح عبارات یاد ہیں کیا لکھ دوں۔

حواری: آپ کا کیا حرج ہے جیسا حضرت اقدس صاحب فرماتے ہیں لکھ دیجئے۔ کسی فیصلہ میں تو پیش ہی نہیں کیا جانا، جو کسی کے مال یا جان پر کچھ اثر پہنچے۔

شیخ مہر علی: بے شک کسی مال و جان پر تو اس کا اثر نہیں پہنچتا، مگر ایمان پر تو ایک جہان کے پہنچے گا۔

حواری: کچھ بات تو ہے نہیں، آخر دنیا میں رعایت و مروت بھی کوئی چیز ہے۔

شیخ مہر علی: نہیں صاحب مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا، آخر ایک دن خدا کے ساتھ معاملہ پڑنا ہے، وہ علیم بذات الصدور ہے اس کو کیا جواب دونگا، جس قدر انسان میری تحریر سے دھوکہ میں پڑ کر گمراہ ہوں گے وہ سب میرے ہی نامہ اعمال میں درج ہوں گے۔

حواری (بے نیل و مرام واپس آئے اور مفصل حال حضور اقدس میں عرض کیا)۔

مرزا قادیانی: (اس قدر تاب اور یارائے ضبط کہاں؟ غصہ میں لال ہو گئے، سر و پا کی خبر نہ رہی، فوراً ہی اصل خطوط شیخ صاحب سے طلب کئے گئے اور جواب نفی میں سن کر سمند غیظ کو ایک اور تازیانہ ہوا۔ پھر کیا تھا منہ میں کف بھر آئی۔ زمین پر پاؤں مار کر) یہ کیسی ناخدا ترسی ہے کہ مجالس میں افتراء کی تہمت لگا کر دل کو دکھایا جائے خیر اب ہم بطریق تنزل ایک آسان فیصلہ اپنے صدق اور کذب کے بارہ میں کرتے ہیں وہ یہ ہے:

(مرزا صاحب فرماتے ہیں:

انسان باوجود سخت ناچیز اور مشتِ خاک ہونے کے پھر اپنی عاجزی کو کیسے جلد بھول جاتا ہے۔ ایک ذرہ دردفرو ہونے اور آرام کی کروٹ بدلنے سے اپنی فروتنی کا لہجہ فی الفور بدل لیتا ہے۔ پنجاب کے قریباً تمام آدمی شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور سے واقف ہوں گے اور میرے خیال میں ہے کہ جس ایک بے جا الزام میں اپنے پنہانی قصوروں کی وجہ سے جن کو خدا تعالی جانتا ہوگا، وہ پھنس گئے تھے، وہ قصہ ہمارے ملک کے بچوں اور عورتوں کو بھی معلوم ہوگا، تو اس وقت ہمیں اس منسوخ شدہ قصہ سے کچھ مطلب نہیں، صرف اس بات کو ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ اس قصہ سے تخمیناً چھ ماہ پہلے اس عاجز کو ایک خواب کے ذریعہ جتلایا گیا تھا کہ شیخ صاحب کی جائے نشست فرش کو آگ لگی ہوئی ہے اور اس آگ کو اس عاجز نے بار بار پانی ڈال کر بجھایا ہے۔ سو اسی وقت میرے دل میں خدا تعالی کی طرف سے یہ یقین

کامل یہ تعبیر ڈالی گئی کہ شیخ صاحب پر اوران کی عزت پر سخت مصیبت آئے گی اور میرا پانی ڈالنا یہ ہوگا کہ آخر میری ہی دعا سے نہ کسی اور وجہ سے وہ بلا دور کی جائے گی اور میں نے اس خواب کے بعد شیخ صاحب کو بذریعہ ایک مفصل خط کے اپنے خواب سے اطلاع دی اور توبہ و استغفار کی طرف توجہ دلائی ۔مگر اس خط کا جواب انہوں نے کچھ نہ لکھا۔آخر قریباً چھ ماہ گذرنے پر ایسا ہی ہوا۔اور میں انبالہ چھاؤنی میں تھا کہ ایک شخص محمد بخش نام شیخ صاحب کے فرزند جان محمد کی طرف سے میرے پاس پہنچا اور بیان کیا کہ فلاں مقدمہ میں شیخ صاحب حوالات میں ہو گئے ۔میں نے اس شخص سے اپنے خط کا حال دریافت کیا جس میں چھ ماہ پہلے اس بلاء کی اطلاع دی گئی تھی ،تو اس وقت محمد بخش نے اس خط کے پہنچنے سے لاعلمی ظاہر کی لیکن آخر خود شیخ صاحب نے رہائی کے بعد کئی دفعہ اقرار کیا کہ وہ خط ایک صندوق میں سے مل گیا۔ پھر شیخ صاحب تو حوالات میں ہو چکے تھے لیکن ان کے بیٹے جان محمد کی طرف سے شائد محمد بخش کے دستخط سے جو ایک شخص ان کے تعلق داروں میں سے ہے کئی خط اس عاجز کے نام دعا کے لئے آئے ۔اور اللہ جل شانہ جانتا ہے کہ کئی راتیں نہایت مجاہدہ سے دعائیں کی گئیں اور اوائل میں صورت قضا وقدر کی نہایت پیچیدہ اور مبرم معلوم ہوتی تھی ، لیکن آخر خدا تعالی نے دعا قبول کی اور ان کے بارے میں رہا ہونے کی بشارت دے دی اور اس بشارت سے ان کو کے بیٹے کو مختصر لفظوں میں اطلاع دی گئی ۔

یہ تو اصل حقیقت اور اصل واقعہ ہے ۔لیکن پھر اس کے بعد سنا گیا کہ شیخ صاحب اس رہائی کے خط سے انکار کرتے ہیں جس سے لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا اس عاجز نے جھوٹ بولا ۔سو اس فتنہ کے دور کرنے کی غرض سے اس عاجز نے شیخ صاحب سے اپنا خط طلب کیا جس میں ان کی بریت کی خبر دی گئی تھی مگر انہوں نے وہ خط نہ بھیجا۔ بلکہ اپنے خط ۱۹ جون ۱۸۹۲ء میں میرے خط کا گم ہو جانا ظاہر کیا ۔لیکن ساتھ اپنے بیٹے جان محمد کی زبانی یہ لکھا کہ قطعیت بریت کی خبر دینا ہمیں یاد نہیں مگر غالباً خط کے الفاظ اس کے قریب قریب تھے کہ فضل ہو گیا، دعا کی جائے گی، یہ اس عاجز مرزا کا لفظ نہیں ہے کہ دعا کی جاتی ہے بلکہ یہ تھا کہ دعا بہت کی گئی اور آخر فقرہ میں بریت اور فضل الٰہی کی بشارت دی گئی تھی ۔ وہ الفاظ اگر چہ کم تھے مگر قلّ و دلّ تھے ۔خدا تعالی کسی کا محتاج اور خوش آمد گر لوگوں کی طرح نہیں ، اس کی بشارتیں اکثر اشارات ہی ہوتے ہیں ۔اس کا ہاں یا نہیں کہنا دوسرے لوگوں کے ہزار دفتر سے زیادہ معتبر ہے مگر نادان اور متکبر دنیا دار یہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالی بھی فرمان برداروں کی طرح لمبی تقریریں کریں تا ان کو یقین آوے اور پھر اس بات کو قطعی سمجھیں ۔

یہ قصہ تو یہاں تک رہا، اور وہ خط شیخ صاحب کا میرے پاس موجود پڑا ہے لیکن اب بعض دوستوں کے خطوط اور بیانات سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ ہمیں رہائی کی بھی کوئی اطلاع نہیں دی تھی ۔اور نہ صرف اسی قدر بلکہ اس عاجز پر ایک اور طوفان باندھتے ہیں ۔اور وہ یہ کہ گویا یہ عاجز یہ تو جانتا تھا کہ میں نے

کوئی خط نہیں لکھا مگر شیخ صاحب کو جھوٹ بولنے کے لئے تحریک دے کر بطور بیان دروغ ان سے یہ لکھوانا چاہا کہ اس عاجز نے رہائی کی خبر دے دی تھی۔ گویا اس عاجز نے کسی خط میں شیخ صاحب کی خدمت میں یہ لکھا ہے کہ اگرچہ یہ بات صحیح اور واقعی تو نہیں کہ میں نے رہائی کی اطلاع قبل از وقت بطور پیش گوئی دی ہو مگر میری خاطر اور میرے لحاظ سے تم ایسا ہی لکھ دو تا کہ میری کرامت ظاہر ہو۔ شیخ صاحب کا یہ طریق عمل سن کر سخت افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ شیخ صاحب کے اول وآخر کے متعلق ضرور شیخ صاحب کو اطلاع دی گئی تھی اور وہ دونوں پیش گوئیاں صحیح ہیں اور دونوں کی نسبت شیخ صاحب کی طرف خط بھیجا گیا اور وہی خط مانگا گیا تھا یا اس کا مضمون طلب کیا گیا تھا۔ شیخ صاحب نے اگر درحقیقت ایسا ہی بیان کیا ہے تو ان کے افتراء کا جواب کیا دیا جائے۔ ناظرین اس بارے میں میرے خطوط ان سے طلب کریں اور ان کو باہم ملا کر غور سے پڑھیں (مناسب ہے کہ ناظرن ان کے قریب قریب تاریخوں کے تمام میرے خطوط کو شیخ صاحب سے لے کر پڑھیں۔ میرے کسی خط کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ شیخ صاحب کوئی بات خلاف واقعہ لکھیں بلکہ ان کو اپنے خط سابق کے مضمون سے اطلاع دی گئی تھی اور امید تھی کہ یاد دلانے سے وہ مضمون انہیں یاد آ جائے گا۔ اس بنا پر ان سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ ہمارے خط کا خلاصہ یہ ہے اور اسی کی ہم آپ سے تصدیق چاہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ شیخ صاحب نے میرے خط کو تحکم کی راہ سے دبا لیا اور مجھ پر یہ افتراء کیا کہ گویا میں نے ان سے جھوٹ کہلوانا چاہا۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے یہ تو صرف اپنے خط کے مضمون کی رصدیق کرانی چاہی تھی۔ اگر میں سچ پر نہیں تو شیخ صاحب میرا متنازعہ خط پیش کریں جس کے پہنچنے کا ان کو اقرار ہے، اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی اقرار ہے کہ اس میں لکھا تھا کہ فضل ہو جائے گا۔

اگر شیخ صاحب میں مادہ فہم کا ہوتا تو پہلے ہی پیش گوئی کے خط سے میرا بریت کا خبر دینا سمجھ سکتے تھے کیونکہ اس سے بھی بہ بداہت سمجھا جا سکتا تھا کہ اس عاجز کے ذریعہ سے ہی ان کی بند خلاص ہو گی۔ وجہ یہ کہ اطلاع دی گئی تھی کہ میں نے ہی پانی ڈال کر آگ کو بجھایا۔ کیا شیخ صاحب کو یاد نہیں کہ بمقام لدھیانہ جب وہ میرے مکان پر دعوت کھانے آئے تھے تو انہوں نے اس خط کو یاد کر کے رونا شروع کر دیا تھا اور شاید روٹی پر بھی بعض قطرے آنسوؤں کے پڑے ہوں۔ پھر وہ آگ پر پانی ڈالنا کیوں یاد نہ رہا۔ اور اگر میں نے رہائی کی خبر شائع نہیں کی تھی تو پھر وہ صدہا آدمیوں میں قبل از رہائی مشہور کیونکر ہو گئی تھی اور کیوں آپ کے بعض رشتہ دار جلدی کر کے اس خبر کے صدق پر اعتراض کرتے تھے جواب تک زندہ موجود ہیں۔

آپ کے رشتہ دار شاید ہمشیرہ زادہ شیخ میراں بخش ساکن دسوہہ نے بمقام امرتسر اپنی دکان پر روبرو شیخ سندھی خان ساکن خان پور میرے ملازم شیخ حامد علی سے نومیدی رہائی کی حالت میں تکرار کی تھی کہ مرزا غلام احمد تو کہتے ہیں کہ شیخ صاحب بری ہو جائیں اور اب وہ پھانسی ملنے لگے ہیں۔ حامد علی کا بیان ہے کہ میں نے کہا تھا کہ انجام

دیکھنے کے بعد اعتراض کرنا۔

اور پھر آپ نے کیوں میرے خط کا یہ خلاصہ مجھ کو تحریر کیا کہ گویا میں نے خط میں صرف اتنا ہی لکھا تھا کہ فضل ہو جائے گا۔ یہ کیسی ناخدا ترسی ہے کہ مجالس میں افتراء کی تہمت لگا کر دل کو دکھایا جائے۔ اب ہم بطریق تنزل ایک آسمانی فیصلہ اپنے ذیل میں لکھتے ہیں:

فیصلہ: آج رات میں جو ۲۵ فروری ۱۸۹۲ء کی رات تھی شیخ صاحب کی ان باتوں سے سخت درد مند ہو کر آسمانی فیصلہ کیلئے دعا کی۔

خواب میں مجھ کو دکھلایا گیا کہ ایک دکاندار کی طرف میں نے کسی قدر قیمت بھیجی تھی کہ وہ ایک عمدہ اور خوشبودار چیز بھیج دے اس نے قیمت رکھ کر ایک بدبودار چیز بھیج دی۔ وہ چیز دیکھ کر مجھے غصہ آیا کہ جاؤ دکاندار سے کہہ دو کہ وہی چیز دے، ورنہ میں اس دعا کی اس پر نالش کرونگا اور پھر عدالت میں کم سے کم چھ ماہ کی اس کو سزا ملے گی امید تو زیادہ کی ہے۔ تب دکاندار نے شاید یہ کہلا بھیجا کہ یہ میرا کام نہیں یا میرا اختیار نہیں، اور ساتھ ہی یہ کہلا بھیجا کہ ایک سودائی پھرتا ہے اس کا اثر میرے دل پر پڑ گیا اور میں بھول گیا، اور اب وہی چیز دینے کو تیار ہوں۔ اس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ شیخ صاحب پر ندامت آنے والی ہے، اور انجام کار وہ نادم ہوں گے، اور ابھی کسی دوسرے آدمی کا ان کے دل پر اثر ہے۔ پھر میں نے توجہ کی تو یہ الہام ہوا انا نری تقلب و جھک فی السّماء تقلب فی السماء ما قلبت فی الارض انا معک نر فعک درجات یعنی ہم آسمان پر دیکھ رہے ہیں کہ تیرا دل مہرعلی کی خیراندیشی سے بددعا کی طرف پھرا، سو ہم بات کو اسی طرح آسمان پر پھیر دیں گے، جس طرح تو زمین پر پھیرے گا، ہم تیرے ساتھ ہیں تیرے درجات بڑھائیں گے۔

لہذا یہ اشتہار شیخ صاحب کی خدمت میں رجسٹری کرا کر بھیجتا ہوں کہ اگر وہ ایک ہفتہ کے عرصہ میں اپنی خلاف واقع فتنہ اندازی سے معافی چاہنے کی غرض سے ایک خط بہ نیت چھاپنے کے نہ بھیج دیں تو آسمان پر میرا ان کا مقدمہ دائر ہو گیا اور میں اپنی دعا کو جوان کی عمر اور بحالی عزت اور آرام کے لئے تھیں واپس لے لوں گا۔

یہ مجھے اللہ جل شانہ کی طرف سے بہ تصریح بشارت مل گئی ہے۔ پس اگر شیخ صاحب نے اپنے افتراؤں کی نسبت میری معرفت معافی کا مضمون شائع نہ کرایا تو پھر وہی صدق اور راستی کا یہ نشان ہے کہ میری بددعا کا اثر ان پر ظاہر ہوگا جیسا کہ خدا تعالی نے مجھ کو وعدہ دیا ہے۔ ابھی میں اس کی کوئی تاریخ بیان نہیں کر سکتا کیونکہ ابھی تک خدا تعالی نے کوئی تاریخ میرے پر کھولی نہیں، اور اگر میری بددعا کا اثر کچھ بھی نہ ہوا

تو بلاشبہ میں اسی طرح کا ذب اور مفتری ہوں جو شیخ صاحب نے مجھ کو سمجھ لیا۔

میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے مصیبت سے پہلے ہی شیخ صاحب کو خبر دی تھی اور مصیبت کے بعد میں، اگر جھوٹا ہوں تو شیخ صاحب میری بد دعا سے صاف بچ جائیں گے اور یہی میرے کا ذب ہونے کی کافی نشانی ہوگی۔ اگر یہ بات میری ذات تک محدود ہوتی تو میں صبر کرتا، لیکن اس کا دین پر اثر ہے اور عوام میں ضلالت پھیلتی ہے اس لئے نے میں فقط حمایت دین کی غرض سے دعا کی تھی اور خدا تعالی نے میری دعا منظور فرمائی۔ سو دنیا داروں کو اپنی دنیا کا تکبر ہوتا ہے اور فقیروں کو کبریائی کا تکبر اپنے نفس پر بھروسہ کر کے پیدا ہوتا ہے اور کبریائی خدا تعالی پر بھروسہ کر کے پیدا ہوتی ہے پس میرے صادق یا کا ذب ہونے کی یہی ایک نشانی ہے۔ یہ دعوی ہے کہ شیخ صاحب کی نجات صرف میری دعا سے ہوئی تھی جیسا کہ میں نے آگ پر پانی ڈالا تھا اگر میں اس دعوی میں صادق نہیں ہوں تو میری ذلت ظاہر ہو جائے والسلام علی من اتبع الہدی۔ خاکسار غلام احمد قادیانی۔ مطبوعہ و مشمولہ آئینہ کمالات یا دافع الوساوس۔ مجموعہ اشتہارات۔ ج ا ص ۳۷۴ تا ۳۷۹۔

نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں:...شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور پر مصیبت کا آنا قبل از وقت ظاہر کیا گیا تھا پھر ان کی بریت کی خبر نہ صرف ان کو پیش از وقت پہنچائی گئی تھی بلکہ صدہا آدمیوں میں مشہور کی گئی تھی..المنبّہ الناصح۔ مرزا غلام احمد قادیانی جنوری ۱۸۹۲ء۔ یہ اشتہار علیحدہ بھی شائع ہوا اور فیصلہ آسمانی طبع ریاض ہند امرتسر کے ص ۱۹ پر بھی ہے۔ مجموعہ اشتہارات۔ ج ا ص ۳۱۰۔

مولانا محمد حسین بٹالوی، مرزا قادیانی کو مخاطب کر کے پوچھتے ہیں:

شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کی رہائی کی نسبت آپ نے قطعی پیش گوئی کی تھی؟ اور وہ کس عنوان سے تھی۔ اور اس کی تشہیر کی تھی، اور وہ کس ذریعہ سے ہوئی تھی۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ ص ۳۰۔۳۱۔

نیز مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں:

ایک تازہ نظیر شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کی نسبت قادیانی کی گیدڑ بھبکی ہے۔...ہم شیخ صاحب کی خدمت میں برادرانہ اور ناصحانہ التماس کرتے ہیں کہ وہ قادیانی کی اس گیدڑ بھبکی سے نہ ڈریں اور یقین رکھیں کہ خدا کا فروں، دین کے دشمنوں، کذابوں، مکاروں کے کہنے سے اپنے بندوں اور اپنے حبیب کے امتیوں کو کسی قسم کی تکلیف ہرگز نہیں پہنچائے گا۔ اور اگر ہو سکے تو قادیانی کی اس تحریر پر جو ان کے حق میں اس نے لکھی ہے اور اس میں نامناسب الفاظ درج کئے ہیں، قانونی چارہ جوئی کریں تا کہ اس مسیح وقت کے فیض صحبت اور شرف ملاقات سے جیل خانہ والے بھی فیض یاب ہوں یہ خاکسار

بھی اس فکر میں ہے مگر ہنوز بعض موانع موجب التواء ہیں۔ اشاعۃ السنہ ج ۱۵۔ص ۱۸۷۔۱۸۸۔

منشی الٰہی بخشؒ،عصائے موسیٰ صفحہ ۴۳ (مطبوعہ ستمبر ۱۹۰۰ء) میں لکھتے ہیں:

شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کو اشتہار فروری ۱۸۹۳ء بذریعہ رجسٹری بھیجا تھا جس میں خوف دلانے والے الہامات درج کر کے لکھا کہ ایک ہفتہ میں اگر معافی طلب خط چھپوانے کے لئے نہ بھیج دیں تو پھر آسمان پر میرا اور ان کا مقدمہ دائر ہوگا اور میں اپنی دعاؤں کو جوان کی عمر بحالی عزت و آرام کے لئے تھیں واپس لے لوں گا۔ اس مقدمہ کا قضیہ بھی اب تک نامعلوم ہے شیخ صاحب کا کوئی معافی طلب خط چھپا ہوا نہیں دیکھا، شائد مرزا صاحب نے شفقت سے اس میں راضی نامہ دے دیا ہو اور مشتہر نہ کیا ہو۔ اگر چہ ایسا کرنا ضروری تھا کیونکہ دائری مقدمہ کا اشتہار مشتہر کر چکے تھے۔ بہاء)

احمد حسن شوکت کا امروہی پر نقد

ایک چھوٹی سی مسجد ہے، اس کے صحن میں چند صاحب بیٹھے اپنے اپنے خیالات اور مذاق کے موافق گفتگو کر رہے ہیں۔

ایک شخص دوسرے سے: بھلا کیا آپ کو باوصف احمدی ہو جانے کے حضرت اقدس (مرزا) کی نبوت میں کچھ شک ہے؟

شخص دوم: ہاں میں حضرت اقدس کو اپنا پیشوا اور بزرگ سمجھتا ہوں مگر ان کو نبی سمجھنا ایک مشکل اور نازک مرحلہ ہے۔

شخص اول: اس اشکال اور نازک مرحلہ کا اتا پتا کھو لئے۔

شخص دوم: اتا پتا کیا پہلے ہی بال کی کھال اور ھندی کی چندی نکل چکی ہے مگر اندھوں کو کیا سوجھے اور مادرزاد گونگے بہرے کیا سنیں۔

شخص اول: آپ سوانکھے اور دانا بینا ہیں تو کیوں نہیں بتاتے، سکھانی سجھانی بصر اور سمع اور قوت ناطقہ کس دن کے لئے رکھ چھوڑی ہیں۔

شخص دوم: نبوت ختم ہو چکی ہے اگر خدا نے آپ کو آنکھیں دی ہیں اور آپ پڑھے لکھے ہیں تو قرآن میں آیہ ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خا تم النبیین، اور حدیث لا نبیّ بعدی ملاحظہ فرمائیے۔

شخص اول : ہم لوگ زیادہ تر عقل کے پیرو ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں حدیثیں موضوع ہوگئی ہیں، تو از روئے عقل و قیاس و مشاہدہ ممکن ہے کہ قرآن میں بھی آیات کا الحاق ہوگیا ہو۔ آیہ ختم نبوت کچھ گڈ مڈ اور بے جوڑ سی معلوم ہوتی ہے بھلا ابوۃ کی نفی کا ختم رسالت سے کیا تعلق؟ یہ وہی بات ہوئی: مارے گھٹنا پھوٹے بے پتلی کی آنکھ ۔ یہ تو قرین قیاس ہے کہ آنحضرت کسی کے باپ نہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ رسول ہیں، مگر اس آیہ خاتم النبیین کا پوّ ا یاروں نے لگایا ہے، اتنا ٹکڑا ضرور الحاق ہوا ہے کیونکہ یہ بات خلاف عقل ہے کہ قیامت تک پیغمبر عرب جیسا کوئی نبی نہ پیدا ہو اور حمقاء کے نزدیک اس کی نظیر پیدا کرنے سے خدا بھی عاجز ہو جائے جو خود فرماتا ہے و ان من شئی الّا عند نا خزا ئنہ یعنی ہمارے پاس ہر شئے کے خزانے موجود ہیں۔ پھر خدا کو کیا ضرورت ہے کہ پیغمبر عرب کے پیدا کرنے کے بعد اپنا خزانہ خالی کر کے نادار اور نہتا دم نقد رہ جاتا بلکہ اپنی کوٹھی کو ٹھلّے کا دیوانہ نکال بیٹھتا۔ کیونکہ جب خدا کے پاس رسالت ہی نہ رہی تو رہا کیا:

ایسے مفلس اور نادار خدا سے ہمارے ملک کے پرچونئے بہت اچھے ہیں اور بفرض محال لفظ خاتم النبیین ، الحاقی نہ سہی ، الہام و وحی سہی مگر اس سے ختم نبوت قیامت تک کیوں لازم آئی۔ النبیین میں الف لام عہد ذہنی کا ہے یعنی پیغمبر عرب ان انبیاء کا خاتم ہے جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں نہ کہ قیامت تک آنے والے انبیاء کا۔ کیا وجہ ہے کہ خدا تعالی کسی نبی کو خاتم بنائے نہ کتب مقدسہ توریت انجیل زبور میں ایسا نادر شاہی حکم صادر کرے جیسا قرآن میں صادر کیا دوسرے اولوالعزم نبی اس کے بھیجے ہوئے نہ تھے یا ان پر جو کتابیں اتریں الہامی نہ تھیں ان میں کیا کھٹا تھا اور پیغمبر عرب میں کیا میٹھا تھا۔ نبی تھے سب ایک قسم کی روٹی کیا پتلی ہوئی کیا موٹی ۔ تم کہتے ہو قرآن میں تناقض اور اختلاف نہیں اور خود قرآن عدم اختلاف کا مدعی ہے و لو کان من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیہ اختلا فاً کثیراً

لیکن خاتم النبیین کے معنی اگر یہی ہیں جو تم سمجھے بیٹھے ہو تو آیہ لا نفرّق بین احدٍ من رسلہ خاتم النبیین کے صریح نقیض ہے کیونکہ جب تم نے پیغمبر عرب کو تمام گذشتہ اور آئندہ انبیاء کا خاتم مان لیا تو انبیاء میں تفریق ڈال دی۔ یعنی یہ نعمت غیر مترقبہ اور موہبت لا ثانی صرف پیغمبر عرب کو ملی اور دوسرے انبیاء اس سے محروم رہے۔ ایسا عقیدہ وہی شخص رکھ سکتا ہے جس کے سر میں گدھے کا بھیجا ہو ۔ بات یہ ہے کہ ہر نبی اپنے سے پہلے انبیاء کا، ہر انسان اپنے سے پہلے انسانوں کا خاتم ہے، یعنی جو تشخیصات اور صفات اس میں موجود ہیں وہ دوسروں میں نہ تھے۔ پس ہر شخص فی نفسہ خاتم ہے

پیغمبر عرب کی کچھ تخصیص نہیں۔ دوئم۔ خاتم کے معنی مہر کے بھی ہیں اور مہر ہر کاغذ پر لگائی جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ جس قدر انبیاء پیغمبر عرب سے پہلے گذرے آپ سب کے اخیر اور سب کے بعد آئے ہیں اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ آپ کے بعد قیامت تک اور کوئی نبی نہ آئے گا۔ ایسا عقیدہ بالکل کفر ہے اور خدا کی صفت خدائی کو مٹانا ہے اس سے توبہ کیجئے۔

شخص دوم ۔ آپ کی اس طول داستان اور ملحدانہ بیان سے جو موروث دردسر ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ دراصل خاتم النبیین کے معنی ہی نہیں سمجھے جو آنحضرت ﷺ کے معرض مدح میں ہے خاتم النبیین کے معنی سب سے آخر کے نہیں اور نہ یہ اس معنی میں آپ کی مدح ہوسکتی ہے قابل مدح تو اولیت ہے نہ کہ اخرویت۔ ورنہ لازم آئے گا اول البشر آدم کو تمام انبیاء پر فضیلت ہو، بلکہ خاتم النبیین کے معنی متمم اور مکمل رسالت کے ہیں جیسا کہ بیضاوی نے تحت آیت و لکن رسول اللّٰہ و خا تم النّبین و کان اللّٰہ بکلِ شئی علیماً لکھا ہے ای من یلتق بان یختم بہ النّبوّۃ یعنی خدا تعالی خوب جانتا ہے کہ ختم نبوت کی لیاقت و صلاحیت کون رکھتا ہے۔ اور حدیث میں آپ نے اس آیت کی خود تفسیر فرمادی انا بعثت لا تمم مکارم الاخلاق یعنی میں صرف مبعوث ہوا ہوں کہ انسانی اخلاق کو کامل کروں۔

اور جو آپ نے کہا الحاق ہوگیا ہے تو مذاہب اسلام میں اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ یہ خرق اجماع ہے۔ بلکہ میں بےخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کے مذاہب میں سے کوئی مذہب والا یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ قرآن میں الحاق ہوگیا ہے۔ یہ جیسا منزل من اللہ ہے، ویسا ہی آج تک چلا آتا ہے اور قیامت تک ایسا ہی رہے گا، ورنہ کتب محرفہ اور قرآن میں کچھ فرق نہ رہے گا، اور نہ اہل اسلام اور خود حضرت اقدس (مرزا) کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ انجیل میں تحریف ہوگئی ہے۔

اور آپ جب الحاق کے قائل ہیں تو حضرت اقدس کے دائرہ بیعت سے خارج ہیں کیونکہ وہ اپنے کو مجدد اسلام بتاتے ہیں نہ محرف اسلام۔ آپ کا یہ فرمانا کہ خدا نے پیغمبر عرب ﷺ کو کیوں خاتم النبیین بنایا خدا کی قدرت وحکمت میں دخل دینا اور اس سے باز پرس کرنا ہے حضرت اقدس میں بھی یہی باز پرس ہوسکتی ہے کہ منجملہ ۳۲ کروڑ مسلمانان دنیا کے خدا نے انہیں کو کیوں بروزی نبی بنایا الغرض اسلام کے اصول کیخلاف ہیں آپ اسلام سے خارج ہوکر ایسے اعتراضات کرسکتے ہیں انہیں خرافات نے ہمیں اسلامی پارٹی میں بدنام کردیا ہے

راوی ۔ اس سے یہ نتیجہ تو ضرور نکل سکتا ہے کہ خود مرزائی مرزا کی نبوت میں مذبذب اور مشکک ہیں

احمد حسن شوکت : مرزا کی بڑی بھاری غلطی یہی ہے کہ قرآن وحدیث کی بعض نصوص (نہ کہ کل نصوص سے) جو کہ ان کے مطلب کے موافق ہیں اپنا دعویٰ ثابت کرتے ہیں.. جب وہ بروزی نبی ہیں تو جیسے دوسرے انبیاء ویسے ہی وہ بھی، اور جیسے دوسرے انبیاء کے صحف ہیں ویسے ہی انکے الہامات بھی مرزائی ۔حضرت اقدس نبی نہیں ہیں، نہ ہم ان کو نبی تسلیم کرتے ہیں، ہاں مجدد ضرور ہیں۔

شحنہ۔ (مرزا صاحب) تو اپنے آپ کو نبی اور رسول کہتے ہیں اور آیہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی، اور یاتی من بعدی اسمہ احمد کا نزول اپنے حق میں بتاتے ہیں۔

مرزائی ۔ یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے یعنی ان الشّیاطین لیوحون الی اولیاءھم کے مصداق ہیں۔

❁ شحنہ میں احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

محمد احسن امروہی نے الحکم (قادیان) میں شائع ہونے والے اپنے ایک طویل مضمون میں آیات واحادیث ختم رسالت کی تاویل کر کے مرزا جی کی نبوت ثابت کی ہے۔اور ضدین اور نقیضین کو جمع کر کے دیا ہے۔یعنی آنحضرت ﷺ خاتم النبیین بھی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد دیگر انبیاء بھی آتے رہیں گے۔یعنی آپ خاتم النبیین ہیں بھی اور نہیں بھی ۔آپ نے تکملہ مجمع البحار سے حضرت عائشہؓ کا قول اور مذہب یوں نقل کیا ہے۔عن عائشہ قولوا انّہ خاتم الانبیاء و لا تقولوا لا نبیّ بعدہ ۔(یعنی یہ تو کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا)۔اگر یہ قول بالفرض حضرت عائشہ کا ہے تو آنحضرت ﷺ کی ان احادیث کا معارض نہیں ہوسکتا جو صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی فضیلت کے باب میں آپ ﷺ نے فرمائی ہیں کہ میرے بعد نبی ہوتے تو فلاں فلاں ہوتے۔ امروہی صاحب فرمائیں کیا حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث آنحضرت ﷺ کے چند ارشادات کی ناسخ ہے؟

آنحضرت ﷺ نے حضرت امیر المؤمنین علیؓ کی نسبت فرمایا انت منّی بمنزلۃ ھارون من مّوسی الّا انّہ لا نبیّ بعدی (یعنی تجھ کو مجھ سے ایسی نسبت ہے جیسے ہارون کو موسی سے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔لا نبیّ میں نکرہ تحت النفی ایسا ہی ہے جیسا لا الہ میں یعنی بجز خدا تعالی کے کوئی سچا یا جھوٹا معبود موجود نہیں۔

خلفاء اور صحابہ میں سے تو کبھی کسی نے اپنی نبوت کا دعوی نہ کیا۔نہ ایسی تاویلیں چھانٹیں جیسے مرزا اور ان کے حواری چھانٹتے ہیں۔ (شحنہ ہند ضمیمہ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۷۔۸)

معلوم نہیں امروہی صاحب کیوں تاویل کا لٹھ لے کر اپنے بروزی نبی کی نبوت کے پیچھے پڑے ہیں کیونکہ آیات کلام مجید جو مکرراب (مرزا پر) بطور وحی نازل ہوتی ہیں مثلاً

هو الّذی ارسل رسوله با لهدی ۔ اور یا تی من بعدی اسمه احمد،

ان سے مرزا جی کے نبی کامل اور رسول برحق ہونے میں امروہی صاحب کو کیوں شک ہے؟ کیا وجہ ہے کہ وہ قرآن کو چھوڑ کر حدیثوں کو ٹٹو لتے ہیں اور ان کی تاویل کرتے ہیں کہ مبشرات سے نبوۃ نکال کر مرزا کی نبوت نکالنے کیلئے گدی کے پیچھے ہاتھ لے جا کر ناک پکڑتے ہیں۔

قرآن تو قطعی اور یقینی وحی ہے۔ جب وحی پر ایمان نہیں تو اپنے بروزی نبی (مرزا) کی نبوت پر ہی ایمان نہیں۔ پس امروہی صاحب آپ اپنی تکفیر کرتے ہیں۔

وہ کیوں شور مچاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نبی کامل تھے اور ہمارا بروزی نبی ناقص ہے، ناقص ہے ناقص ہے، جب کہ نبی کیلئے ایک ہی قرآنی وحی موجود ہے۔ بھلا خدا تعالی جس کی شان میں یہ قطعی وحی نازل کرے کہ هو الّذی ارسل رسوله بالهدی، تو وہ کیونکر نبی ناقص ہوسکتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک ہی وحی پیغمبر عرب وعجم ﷺ کو تو کامل نبی بنائے اور وہی وحی جب کسی اور پر نازل ہو تو اسے ناقص نبی بنائے۔ کیا قرآنی وحی کی دو قسمیں ہیں، ایک ناقص دوسری کامل۔

پھر وہی ایک آیت جب آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی تھی تو کامل تھی اور مرزا جی پر نازل ہوئی تو ناقص ہوگئی۔ اس حماقت آمیز تعارض کا کون جواب دہ ہے۔ اگر امروہی یا انکا کوئی پیر بھائی بلکہ خود مرزا جی اس اعتراض کا جواب دیں تو ہم دوسو روپیہ دینے کو تیار ہیں۔

بحث اس میں تھی کہ امروہی صاحب نے حدیث مندرجہ عنوان پیش کر کے مبشرات سے نبوت تراشی ہے اور استثناء متصل ومنقطع پر بحث کی ہے حالانکہ آپ دونوں سے نابلد ہیں جیسا کہ ہم ثابت کر دیں گے۔ استثناء متصل تو اس لئے نہیں کہ نبوت اور شئی ہے اور مبشرات اور شئی۔ ورنہ استثناء الشّئی عن نفسه لازم آئے گا یعنی یہ معنی ہونگے کہ لم یبق من النّبوّة الّا النّبوّة، حالانکہ امروہی صاحب نے استثناء متصل ہی بنایا ہے۔ اور منقطع مانا جائے گا تو امروہی کو اپنے ہاتھوں اپنا تھوکا چاٹنا پڑے گا کیونکہ مبشرات نبوت کی جنس نہ ٹھہرے گی۔ بھلا جب ہم یہ فقرہ موزوں کریں کہ لم یبق من النّاس فی القادیان الّا الحمر، تو کیا یہ معنی ہوں گے کہ آدمیوں میں سے قادیان میں کوئی باقی نہ رہا مگر گدھے رہ گئے، یا یہ معنی ہونگے کہ نہ قادیان میں آدمی رہے نہ گدھے۔ دونوں معنی میں سے کوئی معنی قبول کر کے اطلاع دیجئے تاکہ ہم بحث کریں کہ

یہاں استثناء متصل ہے یا منقطع۔

اگر امروہی نے کتاب شرح ملاں کسی استاد سے پڑھی ہوتی تو ضرور سمجھ جاتے کہ لا الہ الّا اللّٰہ میں نہ استثناء متصل ہے نہ منقطع، بلکہ الا صفت کا بمعنی غیر ہے۔ یہی ترکیب حدیث بالا کی ہے۔یعنی نبوت میں سے کوئی شئی جوان احکام کے سوا ہو جن میں مومنوں کو جنت الخلد اور عیش دوام کی بشارتیں دی گئیں باقی نہیں رہی۔ یہ معنی اس صورت میں ہونگے جبکہ مبشرات اسم مفعول جمع مؤنث سالم ہو، اور اگر اسم فاعل مراد لیا جائے گا تو یہ معنی ہونگے کہ نبوت میں سے کوئی شئے بجز قرآن وحدیث کے احکام ونصوص کے باقی نہیں رہی جو اعمال صالحہ پر مومنین متقین کو نعیم جنت کی بشارت دینے والے ہیں۔کس کا رؤیا صالحہ اور کہاں کی پیش گوئیاں اور الہامات جن کی آڑ میں ہر ایک مکار معلن یا غیر معلن فاجر و فاسق کہہ سکتا ہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ مجھے حمل ہے اور اس حمل سے ہاتھی کا پاٹھا لمبی سونڈ نکالے پیدا ہوا اور منفذ ومبرز حمل ویسا ہی تنگ اور غیر وسیع ہے جیسا پہلے تھا۔اور ایک سادھو بچہ پیشینگوئی کرسکتا ہے کہ مجھ پر فلاں شخص کے مرنے کا الہام ہوا ہے۔ یا جب ملک میں وبا پھیلے تو وہ یاد دلائے کہ مجھ پر تو پہلے ہی انکشاف ہو چکا ہے کہ جو لوگ مجھے نہ مانیں گے ضرور وبا سے ہلاک ہوں گے۔

ہر ایک مومن کا اس امر پر یقین و اعتقاد ہے کہ قرآن وحدیث سے بڑھ کر کوئی بشارت دینے والا نہیں۔خواہ ولی ہو خواہ قطب ہو یا غوث ہو، جو مرزا جی کے نزدیک انبیاء ناقص میں داخل ہیں کیونکہ کامل نبوت ان کے نزدیک بھی ختم ہو چکی ہے۔

حدیث سے ختم نبوت کی جانب اشارہ ہے نہ کہ بقاء نبوت کی جانب۔یعنی نبوت باقی نہیں رہی صرف آیات واحادیث باقی رہ گئیں جو مومنوں کو بشارت دینے والی ہیں۔

ذرا یہ بھی غور سے دیکھنا چاہیے کہ حدیث میں لفظ نبوت وارد ہوا ہے یعنی یوں نہیں فرمایا کہ لم یبق من الانبیاء الا المبشّرون۔ لفظ انبیاء اور نبوت میں بہت فرق ہے۔نبوت کے لفظ سے مرزا جی کا تھم اکھڑتا ہے، ہاں نبوت وابوت کا منارہ ضرور نصب ہوتا ہے۔ پھر اس حدیث میں المبشّرات صفت ہے جس کا موصوف مقدر ہے۔ہم نے تو موصوف بیان کردیا یعنی آیات المبشرات یا الا حکام المبشرات۔ ذرا امروہی صاحب بھی اپنے دعوی کے موافق موصوف بیان کریں خدا نے چاہا تو بھاگتے راہ نہ ملے گی۔ (شحنہ ہند ضمیمہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۳ تا ۴)

مباحثہ مابین قادیانی وآتھم

صبح کا وقت ہے گرمی کی موسم بےفکرے اور آزاد طبع لوگ رات بھر کی گرمی کے مارے ہوئے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کی خنکی میں سو گئے ہیں اور خوشگوار نیند کے مزے لے رہے ہیں انگڑائی لی اور سر اٹھا کر دیکھا ابھی تو دن نہیں چڑھا کروٹ بدل کر پھر آنکھ بند کر لی۔

کاروباری اپنے اپنے کام کی طرف جا رہے ہیں۔ کارخانوں کے مزدور کارخانوں، طالب علم بغلوں میں کتابیں دبائے مدرسہ میں جا رہے ہیں۔ خاکروبوں نے سڑکوں کو صاف کر دیا، سقے چھڑکاؤ کر رہے ہیں، نالیاں پانی سے دھوئی جا رہی ہیں۔ امرتسر کے بازار میں دکاندار دکانیں کھول کر سجا رہے ہیں۔ مالن اور ٹوکری والا سبزی فروش ہری ہری ترکاریوں کی ٹوکری نہر میں دھو کر بازار میں لا رہے ہیں۔ شہر سے باہر ایک احاطہ گرد پختہ اینٹوں کی چار پانچ فٹ اونچی چہار دیواری کھینچی سڑک کنارہ ایک دروازہ ہے جس میں لوہے کا پھاٹک لگا ہوا ہے۔ دروازہ کے اندر پڑتے ہی ایک باغیچہ ہے اور سڑک پر باریک باریک کوٹی ہوئی سرخی پڑی ہے، اور تازہ چھڑکاؤ ہوا ہے، اور آگے چل کر وسط باغ میں کوٹھی بنی ہوئی ہے۔ کوٹھی کے آگے روش یعنی سڑک کے اوپر گھوڑا گاڑی کے آرام کے واسطہ ایک شیڈ بنا ہوا ہے، اور ان میں خوش رنگ پھولوں کے گملے رکھے ہیں۔ دیوار پر بیل چڑھی ہوئی ہے۔ باغیچہ کی گری پڑی خس وخاشاک مالیوں نے نکال کر صاف کر دیں تھیں، برانڈہ میں فرش کیا جا رہا ہے، غیر معمولی آدمیوں کی آمد شروع ہے، اور اپنے اپنے قرینہ سے ہر ایک بیٹھتا جاتا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ کسی یورپئن مشنری کی کوٹھی ہے، پھاٹک کے روبرو ہی سڑک کے اوپر جو شہر سے آتی ہے نظر لگائے آنکھیں گڑائے چند اشخاص سفید پوش کھڑے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا انتظار ہے۔ دور سے ایک گاڑی آتی ہوئی نظر آتی ہے۔

۱۔ وہ آئی دیکھو وہ جو گاڑی آتی ہے۔

۲۔ کہاں؟ نہیں وہ تو نہیں معلوم ہوتی، کوئی اور ہے۔

۳۔ یہ تو خواجہ یوسف شاہ آنریری مجسٹریٹ کی گاڑی ہے۔

(اس عرصہ میں گاڑی قریب آئی، پھاٹک میں سے ہو کر کوٹھی میں داخل ہوئی اور خواجہ ایک کرسی پر متمکن ہوئے)

ڈاکٹر مارٹن کلارک: مرزا صاحب تشریف نہیں لائے۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم اور سب صاحب تشریف

لے آئے ہیں۔

خواجہ یوسف: وہ بھی آتے ہی ہوں گے۔ میں تو خیال کرتا تھا کہ وہ پہنچ گئے ہونگے (گھڑی نکال کر) ابھی تو ۶ بجنے میں پانچ منٹ ہیں۔

(اتنے میں گاڑی کی آواز آئی اور سب اس طرف متوجہ ہوئے اور گاڑی شیڈ میں آ کر ٹھہری سواریاں اتریں)۔

مرزا قادیانی: میں آپ صاحبان سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھ کو چند منٹ کی دیر لگ گئی۔ آپ صاحبوں کو تکلیف ہوئی ہوگی۔

حاضرین جلسہ: آپ کا بہت دیر سے انتظار ہو رہا تھا۔

حکیم نورالدین: خواجہ صاحب! ہم آپ کا مکان پر انتظار کرتے رہے کہ ہمراہ چلیں گے۔ آپ بالا تشریف لے آئے۔

خواجہ یوسف: بے شک قصور ہوا۔ مجھ کو خیال تھا کہ آپ تشریف لے گئے ہوں گے۔

محمد احسن امروہی: خیر جی، غرض یہاں آنے سے تھی، آ گئے۔ اب مباحثہ شروع کیا جائے دیر پر دیر سے کیا حاصل؟

مرزا قادیانی نے ۶ بج کر ۱۰ منٹ پر جواب لکھانا شروع کیا اور ۷ بج کر ۱۰ منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ باہمی اتفاق ہوا کہ آج کا دن بحث کا آخری دن سمجھا جائے۔

مسٹر عبداللہ آتھم نے ۷ بج کر ۵۵ منٹ پر شروع کیا آٹھ بج کر ۵۵ منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔

مرزا قادیانی نے ۹ بج کر ۲۳ منٹ پر پھر شروع کیا اور دس بج کر ۲۳ منٹ پر ختم کیا(اور تقریر مناظرہ ختم کر کے فرمایا):

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشین گوئی ظہور میں آوے گی، بعض اندھے سوجاکھے کیئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض

بہرے سننے لگیں گے (جنگ مقدس۔ص ۱۸۸۔۱۸۹)

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی، یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزا موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، رو سیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، مجھ کو پھانسی دیا جائے، ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جلّ شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کریگا، ضرور کریگا، ضرور کریگا، آسمان زمین ٹل جائیں، پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب اس سے زیادہ میں کیا لکھ سکتا ہوں جب کہ اللہ تعالی نے آپ ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ناحق ہنسی کی جگہ نہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو لیکن اگر میں سچا ہوں تو انسان کو خدا مت بناؤ تو ریت کو پڑھو کہ اول اور کھلی کھلی تعلیم کیا ہے۔

خواجہ یوسف، نے ایک مختصر تقریر فرمائی اور دونوں میر مجلسوں کا خصوصاً ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کا شکریہ ادا کیا ان کی خوش اخلاقی اور عمدہ انتظام کی وجہ سے یہ جلسہ ۱۵ دن تک بڑی خوش اسلوبی اور خوبی کے ساتھ انجام پذیر ہوا اور اگر کسی امر پر اختلاف ہوا تو دونوں میر مجلسوں نے ایک امر پر اتفاق کر کے ہر دو فریق کو رضامند کیا اور ہر طرح انصاف کو مدنظر رکھ کر صورت امن قائم رہی۔ بعد ازاں تحریروں پر میر مجلسوں کے دستخط ہو کر جلسہ برخواست ہوا۔

مرزا سلطان محمد کی شادی

ایک نہایت وسیع اور فراخ مکان ہے۔ فرش فروش سے آراستہ، بلور کے جھاڑ سو سو بتی کے روشن کئے ہوئے لٹک رہے ہیں۔ چہار طرف ہانڈی اور فانوس جل رہے ہیں اور لمپ اور دیوار گیروں سے رات دن سے زیادہ روشن ہے۔ ..دس بجے کے قریب ایک شخص مشعل ہاتھ میں لئے آیا۔ اس کے پیچھے ایک مختصر سی جماعت نے آ کر دولہا کو جوڑا پہنایا، سہرا باندھا، مبارک سلامت کا شور اٹھا، اور گائنوں نے اسی وقت تازہ بتازہ نو بنو سہرہ بنا اور گا کر سنایا

مرزا سلطان محمد تیرے سر پر سہرا
ہو مبارک کہا زہرہ نے سنا کر سہرا

گوندھ کر پھولوں کا اور طشت میں رکھ کر بھیجا
باغ فردوس سے رضوان نے سجا کر سہرا
سلکِ گوہر سے بنا سر پہ جو باندھا تیرے
ہو گیا عکس سے چہرے کے منور سہرا
سر پہ دستار سے دستار پہ زریں طرہ
افشاں پیشانی پہ پیشانی کے اوپر سہرا
کیا ستاروں میں چناں اور چنیں ہے باہم
تو نے افشاں کو چھوڑایا جو اٹھا کر سہرا
نظر بد سے پہنچے نہ تجھے پائے گزند
باندھئے سورہء و النون کو پڑھ کر سہرا
ہار دلہن کے لئے پھولوں کا لائیں حوریں
اور ملائک پئے نوشہ ز گل تر سہرا
خاطر عیسی موعود ہے ماشاء اللہ
مطرب چرخ جو گاتا ہے فلک پر سہرا
ان کی منکوحہ کشفی کے جو ہے عقد کا دن
لائے خورشید و قمر گوند کر اختر سہرا
مدتوں دائم و قائم ہو قران السعدین
خضر نے باندھا ہے اخلاص سے آ کر سہرا
عیسی عہد کی پوری ہو یہ پیشین گوئی
سایۂ حفظ خدا ہو ترے سر پر سہرا
ہر بلا سے رہے محفوظ تو از فضل خدا
لائیں شعرا تری اولاد کا کہہ کر سہرا

اور پھر ادھر سے بری پری کا سامان دلہن کے گھر کو چلا کئی خوان جوڑوں سے سجائے ہوئے اور زیورات سنہری روپہلی موقعہ سے لگائے ہوئے اور کئی سوچا ئناں (گھڑی) قند اور میسوں وغیرہ سے پر لوگوں کو کندھوں پر رکھ کر پنجشانہ اور مشعلیں ساتھ ساتھ بھیجے گئے جب دولہن کے گھر یہ

سامان پہنچا ڈومنیوں نے سینی گائیں دولہ کو اندر بلایا لونہ گائے ٹونکے کئے۔ صبح کے قریب قاضی آیا اور اجاب وقبول کیا بہ تعیین مہر شرعی محمدی نکاح پڑھا گیا۔

راوی۔ ناظرین کو پوشیدہ نہ رہے کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی بڑی لڑکی محمدی بیگم کی شادی کے واسطے مرزا سلطان محمد بیگ آئے ہوئے ہیں اور یہ اس برات کا سامان ہے۔

صبح بیٹی والوں نے بھی بڑے فراخ حوصلہ سے جہیز دیا اور دلہن کو رخصت کیا، ڈومنیوں نے پاؤنی گا کر ایسا رلایا کہ آنکھیں کبوتر کی طرح لال ہو گئیں کوئی بشر نہ تھا جس کی آنکھ سے اشک جاری نہ تھا

پیر مہر علی شاہ گولڑوی

ریلوے سٹیشن پر مسافر اکٹھے ہوتے جاتے ہیں اور ریل کی آمد آمد ہے لوگ انتظار میں مضطرب ہیں ایک دوسرے سے دریافت کرتا ہے اب کتنا عرصہ باقی ہے۔ کبھی کوئی گھبرا کر پلیٹ فارم پر جاتا ہے اور ٹائم پیس دیکھتا ہے۔ ویٹنگ روم میں ایک بزرگ فرشتہ صورت ملائک سیرت امیرانہ کروفر سے ایک کرسی پر متمکن ہیں، اردگرد خدام باسلیقہ کہربائی لباس زیب تن کئے نہایت ادب سے دست بستہ کھڑے ہیں، کوئی رومال سے مگس رانی میں مصروف کوئی پنکھا چلاتا ہے۔

بزرگ: اب تو ریل عنقریب آنے والی ہے، پلیٹ فارم پر چل بیٹھیں۔

خدام:۔ بہت بہتر (فوراً ایک کرسی پلیٹ فارم پر بچھا کر) حضور تشریف لے چلیں (کرسی بچھا دی ہے)

بزرگ: (اٹھ کر کرسی پر رونق افروز ہوئے بڑا ہجوم ہو جاتا ہے ہر ایک سٹیشن پر یہی حال رہتا ہے)

خدام: غریب نواز ایک جماعت کثیر حضور کی ہم رکابی میں ہے اور بہت آدمی فالتو حضور کی تشریف آوری کی خبر سن کر زیارت کے واسطے آئے ہیں۔ یہ ایک چھوٹا سا سٹیشن ہے مسافر ریل پر سوار ہونے والے تو بہت ہی کم ہیں یہ سب ہجوم اور کثرت مردماں تو حضور کی تشریف آوری کے باعث ہے ہمیشہ تو اژدہام نہیں ہوتا۔

نو وارد: السلام علیکم۔ حضرت کا مزاج اقدس

بزرگ: وعلیکم السلام۔ آیئے مولوی صاحب! آپ کے مزاج اچھے ہیں۔

مولوی: الحمد للہ۔ بعد مدت حضرت کی زیارت نصیب ہوئی۔ عرصہ سے دل قدم بوسی کا مشتاق تھا۔

بزرگ: خوب ماشاء اللہ! ابتداء ہی غلط بھائی۔ ہماری زیارت کیا ملاقات سے بھی آپ گنہگار

ہوتے ہیں، اور اظہار اشتیاق زیارت: ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مولوی: حضرت میں متعصب نہیں ۔ بیشک حضرت کا یہ ارشاد ہے مگر میں اس سے علیحدہ ہوں میرا مسلک صلح کل ہے۔

بزرگ: آپ کا مرزا صاحب سے بیعت کرنا کیا باعث ہے؟

مولوی: قرآن کی تفسیر لکھنے میں مرزا صاحب عدیم المثال ہیں ۔ اپنا نظیر نہیں رکھتے ۔

بزرگ: آپ مرزا صاحب کو مسیح موعود جانتے ہیں؟

مولوی: ان کے اس دعوی سے میں علیحدہ ہوں۔

بزرگ: (متعجب ہوکر)۔ جب آپ ان کو اس دعوی میں کاذب اور مفتری علی اللہ خیال فرماتے ہیں تو بیعت کیسی ہوئی ؟ جس شخص کو مفتری علی اللہ سمجھا جاتا ہے تو اس کی وقعت اتنی نہیں ہوتی کہ اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ سمجھ کر اپنے ہاتھ پر رکھا جاوے۔

مولوی: مرزا صاحب قرآن دان بہت عمدہ ہیں۔

بزرگ: مرزا جی کی تفسیر متعلق سورہ زلزال کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

مولوی: اس تفسیر سے بھی میں علیحدہ ہوں۔

بزرگ: (تعجب کے لہجہ میں)۔ کیا آپ کو کوئی شخص مفتری علی اللہ اور قرآن کا محرف مرزا صاحب جیسا اپنے علاقہ میں نہیں ملا تھا، اس لئے قادیان میں جا کر مرزا جی سے بیعت کی ۔

مولوی: خیر میں نے بیعت تو نہ کی ہے، ازالہ اوہام کو دیکھوں گا۔

ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ یہ بزرگ فخر الاصفیاء پیر سید مہر علیشاہ ہیں اور مولوی صاحب، حبیب شاہ خوشابی ہے جس کا نام نامی مرزا نے ایک اشتہار میں اپنے مولوی مریدوں میں لکھا ہے (عن سیف چشتیائی ۔ص ۸۳)

ریل روانہ ہوگئی۔ مجمع منتشر اور مسافر ریل میں بیٹھ گئے ۔ واپسی کے وقت آپس میں چہ مہ گوئیاں ہونے لگیں۔

سنی مسلمان: یارو مرزا جی نے بھی عجیب جال پھیلایا ہے جو اس کی جماعت میں داخل ہوا مولوی بے بدل اور فاضل افضل بن گیا۔ اب مرزائی مولوی کی تقریر سنی کیا معقول گفتگو تھی پرائمری کے طالب علم بھی ہنسی اڑاتے ہیں۔

مرزائی: (نہایت جوش کے لہجہ میں) خدا کے خوف سے ڈرو۔ کوئی بلا تم پر نہ نازل ہو جائے ۔ خدا کے

ماموراورمرسل صادق کی نسبت ایسے کلمہ نکالے۔

سنی مسلمان: مرزا صاحب کے صادق ہونے کے دلائل تو جو آپ کے مولوی صاحب نے بیان کئے وہ ظاہر ہیں۔

مرزائی: آسمان ان کے صادق ہونے کی گواہی دیتا ہے، زمین شاہد ہے،اورنشانات آسمان سے بارش کی طرح برستے ہیں۔

سنی مسلمان: کچھ تو ہم پر بھی ظاہر کرو، ہم کو بھی تو معلوم ہو۔

مرزائی: ہزاروں پیش گوئیاں حضرت اقدس نے فرمائیں اور وہ کل پوری ہوئیں اور ہوتی ہیں۔

سنی مسلمان: حضرت بس رہنے دیجئے مرزا جی کی پیش گوئیاں تو دن کی طرح روشن ہیں ضمیمہ شحنہ ہند کی عبارت کو ذرا سنئیے:

❁ اجی مرزا جی بس رہنے دیجئے خلق خداتیس سال تک آپ کے نمونہ دیکھتے دیکھتے سیر ہوگئی ہے ... آپ نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر دعوے سے لکھی لوگوں نے اس کے پرخچے اڑائے۔

❁ آپ نے منشی الٰہی بخش صاحب کی نسبت گیارہ کا ہندسہ ظاہر کر کے الہام شائع کیا بفضلہٖ تعالی اب گیارہ ماہ بھی قریب الاختتام ہیں مگر انکے عصائے موسیٰ نے آپ کا سارا بنایا کھیل درہم وبرہم کر دیا

❁ پیرمہرعلی شاہ صاحب کے لئے آپ ہر چند دانت پیستے رہے مگر ان کی شہرت ہی شہرت اور عزت ہی عزت ہوتی رہی۔

❁ آپ نے بجائے اتوار کے جمعہ کی تعطیل کرانی چاہی مگر سوائے ناکامی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

❁ سینکڑوں اشخاص کے لئے آپ دعا کرتے رہے مگر کوئی اثر یا نتیجہ نہیں نکلتا۔اور پھر آپ کہتے ہیں کہ دعا کرنے والے کو یہ کرنا چاہیے وغیرہ

مرزا جی کی یہ دعائیں مشتے نمونہ از خروارے کافی نہیں پھر آپ کو بار بار اعلان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے (سیف چشتیائی۔ص۸۴۔۸۵)

مرزائی: ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

> ہماری جماعت میں اور میری بیعت کردہ بندگان خدا میں ایک مرد ہیں جوجلیل الشان فاضل ہیں اور وہ مولوی حافظ حاجی حرمین نورالدین صاحب ہیں جوگویا تمام جہان کی تفسیریں اپنے پاس رکھتے ہیں اور ایسا ہی ان کے دل میں ہزارہا قرآنی معارف کا ذخیرہ ہے اگر آپ کو فی الحقیقت بیعت لینے کی فضیلت دی گئی ہے تو ایک قرآن کا سیپارہ ان

ہی کو مع حقائق معارف کے پڑھا دیویں۔ یہ لوگ دیوانہ تو نہیں کہ انہوں نے مجھ سے ہی بیعت کر لی اور دوسرے ملہموں کو چھوڑ دیا۔ اگر آپ مولوی صاحب کی پیروی کرتے تو آپ کیلئے بہتر ہوتا آپ سوچیں کہ فاضل موصوف خانمان چھوڑ کر میرے پاس آ بیٹھے اور کچے کوٹھوں میں تکلیف سے بسر کرتے ہیں۔ کیا وہ بغیر کسی بات کے دیکھنے کے دانستہ اس تکلیف کو گوارا کیئے ہوئے ہیں؟

کیا اتنے بڑے عالم فاضل اندھے ہیں جو بے سوچے سمجھے بیعت ہو گئے، آخر کچھ تو دیکھا ہے۔

سنی مسلمان: بھائی تم بھولے بھالے آدمی ہو۔ یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔ ایک مولوی کا حال تو آپ اپنی آنکھ سے دیکھ چکے ہیں اسی پر اور مولویوں کو قیاس کر لیں۔

جواب۔ مرزا صاحب نے جو مولوی صاحب کی تعریف فرمائی ہے عاجز کو بھی قبل از تجربہ و وقوف بر اصل حقیقت سماعی بنیاد پر حسن ظن سے ایسا ہی گمان تھا، لیکن جوں جوں حالات سے آگاہی ہوتی گئی بفضلہٖ تعالی وتقدس اس غلط حسن ظن سے بھی نجات ہوتی گئی مثلاً۔

۱۔ سب سے اول تو اس حسن ظن میں فرق ڈالنے والا مولوی صاحب کا وہ حلفی اشتہار رہا جو انہوں نے عبداللہ آتھم کے بارہ میں پیش گوئی پورا ہو جانے کا دیا۔ باوجودیکہ اس اشتہار سے پہلے ایک شخص کے استفسار پر تحریری شہادت دے چکے تھے کہ وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

۲۔ مولوی صاحب کے علم وفضل کا جو نمونہ خط و کتابت مندرجہ رسالہ خلاف بیانی میں موجود ہے وہ جیسا عبرت ناک و پردہ بر انداز ہے، محتاج بیان نہیں کہ اول ایک خط بدرخواست ترک مخالفت اور برس چھ ماہ تک نشان دیکھنے کے لئے خاموش رہنے کے واسطے لکھ کر بھیجا، پھر انکار کر دیا کہ ایسا کوئی خط نہیں لکھا۔ بعد میں جب وہ خط ظاہر ہونے لگا اور آرندہ خط نے وہ خط لا کر پہنچا دینے کا لوگوں کے روبرو اقبال کر دیا تو پھر وہی خط مشتہر کر دیا۔

۳۔ مولوی صاحب نے بمخالفت قاضی سلیمان صاحب اپنے خط موسومہ نور الدین مطبوعہ اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۸۹۹ء میں ایسا اندھیر کیا اور اپنی لیاقت و دیانت کا ایسا ثبوت دیا کہ اپنے فضل وکمال کے بارہ میں کسی قسم کی حسن ظنی کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔ بتوں اور مندروں کے پجاریوں کو نعوذ باللہ سچے نبی کہا اور پھر اپنے امام صاحب کی حمایت میں ان کی پیش گوئیوں کو جھٹلایا ہے۔ اور ایسے بدیہی البطلان و غلط حوالہ جات سے کام لیا ہے کہ الامان۔ مشن سکول کے طالب علم بھی ان کی توراۃ دانی و کج فہمی پر حیران ہیں۔ اور مولوی صاحب نے باوجود اپنی اس سقیم الحالی کے الٹا قاضی صاحب

کوخلاف دیانت و امانت دھوکہ دہ وٹھوکر کھانے والا کہہ کران کے انّه من سلیما ن (تحقیق وہ سلیمان کی طرف سے ہے) کا مصداق بننے کو (جو آیت قرآن مجید قاضی صاحب نے اپنی کتاب کے سرورق پر تبرکاً لکھی ہے) محل طعن قرار دیا ہے بایں وجہ کہ وہ سکھ ریاست میں نوکر ہیں حالانکہ مذہبی آزادی میں اس ریاست جیسی کوئی دوسری ریاست نہیں کیونکہ علاوہ اس کے انتظامی اراکین مسلمان ہونے کے اس کا رئیس مسجد کا بانی و خادم اور وہاں تعطیل کا دن بھی جمعہ ہی مقرر رہا۔ لیکن مولوی صاحب کے فہم پر کچھ ایسا سر پوش آیا کہ انہوں نے اس تحریر کے وقت اتنا نہ سوچا کہ ہم بمقابلہ قاضی صاحب حق پوشی کرکے اور ایسی ریاست میں سال ہا سال رہ کے جہاں دینی آزادی کا نام ونشان تک نہ تھا کیونکر حق نما ونورالدین بنے رہے؟ سبحان اللہ! نور امامت نے کیسا انعکاس کیا ہے کہ صاف جگہ پر تو تنکے نظر آتے ہیں اور جہاں شہتیر اور لٹھوں کے ڈھیر لگے ہیں ان کی خبر ہی نہیں۔

مرزائی: تو کیا یوں ہی لوگوں کو مولوی لکھ دیا ہے؟ ایسا ہوسکتا ہے کہ جھوٹ لکھا جائے کہ یہ مولوی ہے اور دراصل وہ کچھ نہ جانتا ہو۔

سنی مسلمان: یہ بات کو کچھ محتاج بیان نہیں۔ عام قاعدہ ہے جو کوئی اپنا اصلی مذہب ترک کر کے دوسرے مذہب کو اختیار کرتا ہے تو اس مذہب والے اس کی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں کہ وہ ایسا ہے ویسا ہے، ایسے کا تیسا ہے اس کا باپ ڈبل پیسا ہے۔

مرزائی۔ یہ سب افتراء ہے حضرت حکیم الامت کے پاس ایک بڑا کتب خانہ ہے تمام جہان کی تفاسیر اور دیگر علوم کی کتب ہیں ان کی جانب ایسا گمان ہوسکتا ہے۔

سنی مسلمان: اول تو تمام جہان کی تفاسیر رکھنا خلاف واقعہ امر ہے جو مبالغہ سے مرزا صاحب نے ان کی تعریف میں لکھ دیا ہے جس سے وہ ہی خوش ہوں گے پھر اگر کوئی تمام جہان کی تفسیریں اور کتابیں درحقیقت اپنے پاس بھی رکھے تو کیا مجرد رکھنے سے ہی وہ خدا رسیدہ معارف وحقیقت شناس لطائف ونکتہ رس معانی سنج حقائق ورموز دان عالم باللہ ولی الرحمٰن ،فوق العادت خارق اعجازی شخص بلاعمل ہی بن جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے ان کی تفاسیر داری پر ایسا فخر اور ناز کیا ہے اگر ایسا ہے تو آیت کریمہ مثل الّذین حمّلوا التّوراة ثمّ لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفاراً کے کیا معنی ہیں یعنی جن لوگوں پر توریت اٹھوائی گئی تھی (دی گئی) پھر انہوں نے اس کو برداشت نہیں کیا (یعنی اس پر کاربند نہ ہوئے) ان کی مثال بعینہ گدھے کی مثال ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ اور اس کا شان نزول کیا ہے۔ کتاب داری تو تب ہی قابل قدر ہوتی ہے کہ جب

تعلیم احکام واطاعت خیر الانام میں اس کا پیروکار ہوکر اپنی صحت فہم درایت حقیقت وحقیقت ذاتی کا اعلیٰ اورعملی نمونہ دکھائے ورنہ حمال کی طرح بار برداری وطوطے کی طرح حفظ کرنے اور رٹنے سے کیا فائدہ؟ بقول مولوی روم:

علم گر بر جان زند یاری بود علم بر تن زند مارے بود

جان جملہ علمہا دین است زین کہ بدانی من کیم در لوح این

مرزائی: اتنی اتنی مبسوط کتابیں لکھی ہیں، کیا بے مولوی ہونے کے لکھتے ہیں۔

سنی مسلمان: کتابیں لکھنا تو کوئی دلیل مولوی ہونے کی نہیں۔اردو خوان بھی کتابوں سے چھانٹ چھانٹ کر لکھ سکتے ہیں۔اردو میں تمام کتابیں موجود ہیں، قرآن کے حدیث کے تراجم موجود۔اس کے علاوہ جتنے کتابیں لکھنے والے ہیں مرزا صاحب سے تنخواہ پاتے ہیں، ان کے دستر خوان پر روٹی کھاتے ہیں۔ پھر جس کا کھائے اسی کا گائے بجائے، ان کو خدا اور خدا کے دین سے کیا کام۔

مرزائی: حضرت حکیم الامت ولوی حافظ حاجی نورالدین صاحب کیا تنخواہ پاتے ہیں؟ اور ان کو کیا لالچ ہے جو اپنے گھربار روزگار کو چھوڑ کر کچے مکانوں میں قادیان دارالامان میں ہی بودوباش اختیار کر لی ہے۔ یہ ایک جلیل الشان فاضل انسان ہیں، اور مولوی حکیم حافظ حاجی حرمین ہیں، اور تمام جہان کی تفسیریں اپنے پاس رکھتے ہیں۔اور ایسا ہی ان کے دل میں ہزارہا قرآنی معارف کا ذخیرہ ہے۔کیا وہ بغیر کسی بات کے دیکھنے کے دانستہ اپنی خانمان کو چھوڑ کر قادیان میں آ بیٹھے ہیں اور تکلیف کے ساتھ کچے کوٹھوں میں بسر کرتے ہیں کیا کوئی دانستہ اس تکلیف کو گوارا کرتا ہے۔

سنی مسلمان: پہلے ہم کو بھی قبل از تجربہ ووقوف براصل حقیقت، سماعی بنیاد پر حسن ظن سے ایسا ہی گمان تھا لیکن جوں جوں حالات سے آگاہی ہوتی گئی بفضلہٖ تعالیٰ وتقدس اس غلط حسن ظن سے بھی نجات ہوتی گئی۔مثلاً سب سے اول تو اس حسن ظن میں فرق ڈالنے والا مولوی صاحب (حکیم صاحب) کا وہ حلفی اشتہار ہوا جو انہوں نے عبداللہ آتھم کے بارہ میں پیش گوئی پورا ہو جانے کا دیا۔ باوجودیکہ اس اشتہار سے پہلے ایک شخص کے استفسار پر تحریری شہادت دے چکے تھے کہ وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

مرزائی: فقط یہی تو نہیں کہ کتابوں کا ذخیرہ ان کا فخر کا باعث ہے ان کا علم باعمل اور معارف کا ذخیرہ بھی ہے جس کی نسبت حضرت اقدس نے خود لکھا ہے۔

سنی مسلمان: معارف کا ذخیرہ جو مولوی صاحب میں مرزا صاحب بتلاتے ہیں وہ مرزا صاحب

ہی کو نظر آتا ہوگا اور وہ ہی اس ذخیرہ سے فیض یاب ہوتے ہوں گے۔ یا خود مولوی صاحب اس کے ذائقہ وسرور سے محظوظ ومسرور رہتے ہوں گے۔ دوسروں پر جو مولوی صاحب نے اس عرصہ دراز میں بطور مشتے از خروار ذخیرہ معارف منتشر فرمایا ہے اس میں سے تو یہی نکلا و ظاہر ہوا ہے کہ

۱۔ مولوی صاحب خط مندرجہ خلاف بیانی میں دریافت کرتے ہیں کہ دو ملہموں کے مخالف الہامات میں کس معیار سے ہم تفرقہ کریں؟ گویا ان کو اب تک یہ معلوم ہی نہیں کہ اسلام میں کتاب وسنت ایسے کامل اکمل معیار ہیں جن سے حق و باطل صحیح وغلط راست وکج خوب کما حقہ پرکھا جا سکتا ہے خواہ کوئی کسی بھیس میں روپ بدل بدل کر مدعی الہام و وحی و نبوۃ و رسالت وغیرہ ہو کر آوے۔

۲۔ خوبی قسمت سے فہم وعلم بائیبل میں جو ان کو کمال ہے وہ یہ ہے کہ بتوں ومندروں کے پجاری و سچے نبی میں ان کو امتیاز نہیں اور ایک کا دوسرے سے فرق نہیں کر سکتے۔ پھر چار سو پجاریوں کو سچے کہہ کر ان کی پیش گوئی کو جھوٹا کہیں، تو جناب الٰہی کے شان میں کوئی بٹہ نہیں لگتا۔ لیکن اگر مرزا صاحب کے کسی مخالف کو سچا الہام ہو تو اس میں نعوذ باللہ جناب الٰہی کے شان میں بٹہ لگتا ہے اور اسلام کا سر چور ہوتا ہے جیسا کہ خط مندرجہ رسالہ خلاف بیانی میں لکھا ہے۔

۳۔ آیت شریف و لو کا ن من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیہ ا ختلا فاً کثیراً (اگر اللہ کے سوا کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے) کے معنی وتفسیر نمعلوم مولوی صاحب نے کہاں سے یہ سیکھے ہیں کہ جس عبدالرحمٰن کو مولوی صاحب کے وہمی وفرضی وخود تراشیدہ اعتقادات کے مخالف الہام و کشف ہو وہ اس اختلاف میں داخل ہے جیسا کہ انہوں نے خط اسمی حافظ محمد یوسف صاحب مطبوعہ الحکم ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء میں ظاہر فرمایا ہے جس سے مستنبط ہوتا ہے کہ وہ آیت شریف کے اصل معنی سے بے خبر ہیں جو عام فہم اور معمولی سمجھ کے لئے بھی سہل ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ اگر قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو تم اس میں بہت اختلاف پاتے جس سے صاف وصریح طور پر ظاہر و باہر ہے کہ جو کلام نقیض ومتضاد باتوں وافراط وتفریط سے ایسا پر ہو جیسا مرزا صاحب کی تحریر ہوتی ہے تو وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوسکتا کیونکہ اس پر مصرعہ: دروغ گو را حافظہ نباشد، صادق آتا ہے۔ اور اسی سے یہ بھی عیاں ہے کہ جو کلام، الٰہی وربانی تعلیمات یعنی شرع نبوی ﷺ کے مخالف ہو وہ بھی اسی بنا پر بالکل مردود و مطرود ہے۔

دو شخصوں کے الہامات میں اختلاف ہونے کو لو کا ن من عند غیر اللّٰہ .. الخ کے نیچے لاکر مرزا صاحب کی حمایت میں بلا دلیل ان کے مخالف کو ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں اور

تعجب یہ ہے کہ اسی مخالف کی نسبت کامل یقین سے سچے اور مفتری علی اللہ نہ ہونے کی خود بکمال وثوق اخبار الحکم ۳۱۔ اگست ۱۸۹۹ء میں اپنی شہادت مشتہر کرتے ہیں۔ پس اب مقتضائے راستی و دیانت یہ ہے کہ مولوی صاحب جن لوگوں کو کامل یقین سے مفتری علی اللہ ہرگز نہیں جانتے تو ان کے الہامات کو بھی جو بالکل متفق و یک زبان ہیں تسلیم وقبول کر لیں۔ ہاں اگر کوئی الہام کا مدعی یہ کہے کہ مجھ کو یہ الہام ہوتے ہیں کہ حج ملتوی کرو، زکوۃ کا مصرف ایسے غنی کے حوائج سمجھو جس پر پانچ سات ہزار روپئہ کی آمدنی کے سبب انکم ٹیکس تجویز ہو (خواہ وہ بعد میں عذر داری وحسب مدعا شہادت پیش کر کے معاف ہی کرالے)۔ غیر سبیل المومنین اپنی طرح طرح کی تصویر اتروا کر شغل بت پرستی کی بنیاد رکھنا جائز ہے، بلاضرورت و بلا حاجت عمارات بلند گھنٹہ گھر و یادگاری مینار جس کے نیچے جلسہ کا کمرہ ہو برخلاف تعلیم وحکم رسول اللہ ﷺ غریبوں سے چندہ کر کے بنواؤ وغیرہ، تو مولوی صاحب اس کی تائید وتصدیق سے بلا تامل پرہیز وحذر کریں اور مخالف کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ ہونے کے باعث ان الہامات کو قبول نہ کریں بلکہ ان کی تردید کو فرض سمجھیں، نہ یہ کہ دوسرے بے بناوٹ غریب مومنین کے الہامات حقہ ومتفقہ کو محض مرزا صاحب کے خلاف عقل ونقل دعاوی کے مخالف ہونے کی وجہ سے ان کی مخالفت پر کمر باندھیں اور حق سے روگردانی کریں۔

باوجود ان اوصاف کے مولوی صاحب کی کتاب فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب کا نام خلاف محاورہ عربی وغلط ہونے پر جو اعتراض ہوا اس کا مولوی صاحب اب تک کچھ جواب نہیں دے سکے۔ نظر بریں حالات ایسا ذخیرہ معارف جس قدر کے لائق ہے وہ ظاہر وعیاں ہے۔ غرض یہ مولوی صاحب کے معارف کا نمونہ ہے جس کے لئے مرزا صاحب نے بھی بعینہ مخالفین اسلام کی طرز پر خود بدولت کی شان وفضیلت بڑھانے کے لئے ان کو مبالغہ سے ایسے عالی خطابات سے متصف فرمایا ہے کیونکہ یہ تو مخالفین اسلام کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی مسلمان مرتد ہو کر ان کے ساتھ جا ملے تو ان کو اسلامی فضیلت کے خطابات دینے میں ضرور مبالغہ کرتے ہیں اسی طرح مرزا صاحب بھی اپنے مریدین کو محدث، حافظ، حاجی، مولوی، عالم، فاضل اور بالکل ناخواندوں کو امام فخر الدین رازی وغیرہ کے القاب عطا فرماتے رہتے ہیں جس کے واسطے خلاف واقعہ اور بموجب تعلیم رسول اللہ ﷺ مدح وثنا باعث خرابی وضرر ممدوح ہونے کے اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ نظائر مرقوم الصدر سے بخوبی واضح ہوسکتا ہے کہ مولوی صاحب کیسے معارف دان فاضل وسلیم العقل ہیں اور ان کا ذخیرہ علم ومعارف غبطہ کے لائق ہے یا ایسا ہے جس کے لئے رسول کریم ﷺ نے دعا اللّٰھمّ

انّی اعوذ بک من علمٍ لا ینفع و من قلبٍ لا یخشع .. الخ (اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جو خوف نہ کرے) تعلیم فرمائی ہے؟

مرزا صاحب تو مولوی صاحب کو ایک سیپارہ پڑھانا طنزاً فرماتے ہیں۔ گو عاجز تو واقعاً و مطلقاً کچھ چیز و حقیقت نہیں لیکن اگر کسی وقت میرے قادر قدیر مولی و محسن کو یہ کام بھی لینا منظور ہوا اور اس کا حکم آیا تو ایک سیپارہ کیا کل قرآن مجید، قرآن مجید والے کے حکم و فضل سے پڑھاوے گا۔ بارہا الہام تو ہوا ہے و اللّٰہ یجتبیک ربّک و یعلّمک من تاویل الاحادیث ۔ و اللّٰہ غالب علی امرہ و لکنّ اکثر النّاس لا یعلمون (اللہ تجھے برگزیدہ کریگا اور باتوں کی تاویل سکھا دے گا اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اور کیا عجب کہ مولوی صاحب کو پڑھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے اور جیسے عاجز کے پیر سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت تھی کہ ان کی صحبت بابرکت میں اکثر احباب کو بغیر سلسلہ و مشقت تعلیم و تعلم خود بخود پڑھنا پڑھانا و حقائق و معارف بفضل او سبحانہ و تعالی آجاتے تھے اسی طرح مولوی صاحب کو بھی خود بخود اس مالک علی کل شیء قدیر کے فضل و کرم سے سب کچھ آجاوے اور موجودہ ردی خیالات اور فاسد توہمات ان کے صفحہ دل سے زائل و محو ہو جاویں و ذالک علی اللّٰہ یسیر و ھو علی کلّ شئی قدیر (اور یہ اللہ پر آسان ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے) مرزا صاحب خواہ تعجب کریں، عاجز کے نزدیک تو یہ امر بالکل سہل اور ذرا بھی محل تعجب نہیں۔ ایام گذشتہ میں تو عاجز حسب استدعاء مولوی صاحب ان کے واسطے دعا کرتا رہا ہے جو شائد انکو یاد ہو اور آئندہ کی علیم و خبیر کو خبر ہے کہ کون کون بندگان اللہ تعالی عزوجل عاجز سے آن کرملیں گے کیونکہ ایک دو دفعہ اس خبر کی الہاماً اطلاع تو ملی ہے قال آمنتم بہ قبل ان آذن لکم (کہا تم میرے اجازت دینے سے قبل ہی اس پر ایمان لے آئے ہو) لیکن ابھی معلوم نہیں کہ اس کا ظہور و واقعہ کس طرح ہوگا۔

مولوی صاحب کا سب دیگر ملہمین راشدین سالکین تربیت یافتہ حسب سنت رب العالمین و طریقہ سید الاولین و الآخرین کو چھوڑ کر مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونا مولوی صاحب کے اسی قول صادق کے موافق معلوم ہوتا ہے جو وہ خود فرمایا کرتے ہیں کہ،

> بعض پنہانی قصور و گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ مرتکب کو کسی صادق کی صحبت میں ٹھہرنے نہیں دیتے۔

سو نمعلوم کس پنہانی جرم و قصور کی پاداش میں مولوی نورالدین صاحب کو باوجود بہت

سے اولیاء اللہ صادقین مستغرقین ذکر اللہ تعالی کی صحبت کیمیا خاصیت میسر آنیکے بھی ان کو ان بزرگان عارفان باللہ کی خدمت میں (جن کی انہوں نے لمبی فہرست بیان فرمائی ہے) ٹھہرنا و مستفیض ہونا نصیب نہیں ہوا؟ اور مکھن کے بال کی طرح کورے صاف نکل کر چلے آئے اور آخر ایک ایسی دلدل میں آن کر پھنس گئے جس سے رہائی کے واسطے اگر صدق دل سے انابت الی اللہ تو بہ استغفار نہ کریں گے تو عاقبت محمود معرض خطر میں ہے۔ اور اسلئے مولوی صاحب کی خدمت میں خیر خواہانہ و مخلصانہ نصیحت ہے کہ وہ آیت شریف الم یا ن للّذ ین آ منوا ان تخشع قلو بھم لذ کر اللّٰہ (کیا مومنوں کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر کرنے پر ان کے دل ڈریں) پر جو ایک دفعہ عاجز کو خاص ان کیلئے الہام ہوئی تھی بغور تدبر و تفکر فرماویں اور اپنے حسن خاتمہ کا فکر کریں۔

مرزائی: پھر وہ (مولوی صاحب) آپ کے خیال میں دیوانہ ہیں جو گھر بار خانماں کو چھوڑ کر چلے آئے اور یہاں دیدہ دانستہ تکلیف گوارا کر رہے ہیں۔

سنی مسلمان: مولوی نورالدین کی دیوانگی خانماں چھوڑ کر مرزا کے پاس رہنا، کچے کوٹھوں میں بسر کرنا کچھ نیا نہیں۔ اول تو ان کا خانماں عیال واطفال اکثر سب ان کے ساتھ ہی ہے۔ دوم، مرزا اور مولوی صاحب کا مذاق ملتا ہے کیونکہ مولوی صاحب میں مرزا صاحب سے پہلے ہی باتباع یا بموافقت سرسید بالقابہ مسیح علیہ السلام کے مرنے مارنے اور ان کی قبر کھودنے کا خبط موجود تھا۔ اب ان کو ایک مددگار و ہم خیال مل گیا۔ بلکہ اکثر تو اس بات کے قائل ہیں کہ یہ چھیڑ انہوں نے ہی چھیڑی اور مرزا صاحب نے اس کو اپنے مفید مطلب سمجھ کر اس کی تکمیل کا بیڑہ اٹھا لیا اور شائد اور تعلقات بھی باعث ہوں۔ اس لئے وہ مرزا صاحب کے گرویدہ ہیں۔ اسی طرح بموجب عام قاعدہ کے دوسرے ہزاروں بلکہ لاکھوں مرید اپنے اپنے پیروں پر بباعث ہم مذاقی و ہم جنسی کے فدا ہیں یہ کچھ تعجب واچنبا نہیں، کند ہم جنس با ہم جنس پرواز، مشہور مقولہ ہے۔

مولوی صاحب کا ڈیرہ لگانا تو ذرہ بھی تعجب خیز نہیں ان کی طبیعت و عادت قدیم سے ہی ایسی ہے۔ کیا مرزا صاحب کو یاد یا خیال نہیں رہا کہ عمر گذشتہ میں انہوں نے کس کس جگہ ڈیرہ نہیں لگایا۔ رام پور میں لکھنو میں حکیم علی حسن صاحب کی خدمت میں۔ حتی کہ سرسید آنجہانی کے بھی جو مرزا کے دعاوی کے کبھی موافق نہیں ہوئے محبّ و معتمد رہ کر نہ صرف خود ہی ان کو مضامین و روپیہ سے امداد دیتے رہے بلکہ دوسروں کو بھی ان کی موافقت و امداد کی دعوت و ہدایت امداد اسلام سمجھ کر کرتے وغیرہ۔ انکے علاوہ دیگر مقامات واشخاص بھی ہیں جن کا ذکر مولوی صاحب نے اپنے خط اسمی عاجز

میں کیا ہے ۔غرض صرف حسن عقیدت سے سب کچھ آرام آسائش رونق آمدنی وغیرہ فراموش کرکے ڈیرہ لگانا تو درکنار ان پر خوبی قسمت سے مادہ حسن ظنی ایسا غالب تھا کہ اس کے سبب یا غلبہ فطرت کے باعث عمداً مکار دغا باز وفریبیوں کے فریب میں بھی آجاتے رہے اور ان کے کہنے کی تعمیل دھوکہ کھا کر بعد تجربہ بھی کرتے رہے ہیں جیسا انہوں نے کئی مواقع خود بیان فرمائے ہیں اور اس لئے یہ بات سب میں ان کے دوستوں تک مشہور ہے کہ ان میں مادہ مردم شناسی ہرگز نہیں ہے۔ اور ان کی اس عالی حوصلگی اور نیک طبیعت کا (بشرطیکہ بے اختیاری نہ ہو) عاجز قائل ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ وہ تو سبھی مقامات طبیعت و مذاق پسند پر ایسا ہی کرتے رہے ہیں اور ابھی بشرط زندگی خدا جانے آئندہ کیا کچھ کریں گے پھر مرزا کے پاس کچے کوٹھوں میں رہنا کیا تعجب وانوکھی بات ہے؟

(عصائے موسیٰ۔ص۳۷۲)

امرتسر سیالکوٹ لدھیانہ میں آتھم کے جلوس

آج صبح سے امرتسر کے ریلوے سٹیشن پر میلہ جم رہا ہے۔ نازنینان پری چہرہ حوروش یورپیئن اور کرسچیئن بناؤ سنگار کئے ہوئے، کوئی تنہا کوئی کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے، ادھر کورخ کئے چھتری کو پکڑے ایک ہاتھ سے سایہ کو اٹھائے، رف رف کرتی آرہی ہیں۔سایہ کے ساتھ ہزاروں دل پامال ہورہے ہیں۔کوئی کھڑ کھڑ کرتی ٹمٹم پاس سے نکل جاتی ہے، کوئی پیادہ پا خرام ناز سے قدم اٹھائے چلی جاتی ہے۔اسٹیشن پر کیا پریوں کا اکھاڑہ ہے۔راجہ اندر کا دربار کہانیوں سنتے تھے آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پلیٹ فارم پر عجب جم گھٹا ہے قدم رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔

اوہو یہ تو انگریزی باجا بھی آرہا ہے اور شہر کے بےفکرے تماشائی پرا جمائے اڑے آرہے ہیں۔نہیں صاحب ان میں تو عمائد شہر اور رئیس وامراء بھی ہیں۔مسلمانوں سکھوں آریوں سب فرقہ و مذاہب معزز اور واعظ ان میں شامل ہیں۔آج کوئی تیوہار نہ عیسائیوں کا ہے نہ اور کسی مذہب وملت کا۔ ۶ ستمبر ہے، آج کے دن تو عیسائیوں کا کوئی تیوہار نہیں ہوتا۔

یہ ہاتھی پر کون کون آیا؟ یہ تو پادری صاحب ہیں۔خوب! ہاتھی پر پھولوں کا ہار پڑا ہے۔ بھائی یہ کیا بات ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتی جو بات ہے، ہے ہی۔

ریل کے آنے میں ابھی تو عرصہ ہے، کوئی نو بجے ہوں گے، چلو تو پلیٹ فارم دیکھیں۔

اللہ اللہ! یہاں تو نظر کو بھی دخل نہیں ملتا۔

لوگ لین کی طرف جھکے ہوئے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گاڑی کو دیکھ رہے ہیں ابھی گاڑی کہاں۔

۱۔کیا آج لیٹ ہوگئی جواب تک گاڑی نہیں آئی؟

۲۔بھائی اپنے ٹائم پر آئے گی۔

۳۔کیا ابھی وقت نہیں ہوا؟ (گھڑی دیکھ کر) او ہو! ابھی تو ۱۰ منٹ باقی ہیں۔

۴۔انتظار کیا بری بلا ہے؟ حالانکہ ابھی ٹیم میں دس منٹ باقی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ گاڑی لیٹ ہوگئی

۵۔انتظار کیا، شوق کہو۔بہتر تھا کہ تار دیا جاتا کہ سپیشل ٹرین میں آئیں۔

۶۔بھائی کہا تو درست۔لو وہ گاڑی آئی۔

(دیکھا اب تمام خلقت جھک رہی ہے اسٹیشن ماسٹر گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہا ہے پیچھے ہٹ جاؤ پولیس ہے کہ ہٹا رہی ہے مگر آدمی پر آدمی گرا پڑتا ہے)۔

پولیس مین: اے بھائی کوئی گر کر کٹ جائے گا۔

اسٹیشن ماسٹر: گھبرانے کی کیا بات ہے، اب گاڑی تم لوگوں کے سامنے آئی جاتی ہے۔

(انجن نے سیٹی دی۔او ہو! انجن کے اوپر بھی پھولوں کے ہار پڑے ہیں۔گاڑی اسٹیشن کے روبرو کھڑی ہوئی۔ایک صاحب اترے۔آ ہا! یہ پادری ہنری کلارک ہیں، اور ان کے بعد ایک اور صاحب اسی گاڑی سے اترے۔یہ تو ڈپٹی صاحب مسٹر عبداللہ آتھم ہیں۔

آدمی ہیں کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا ہے وہ اس سے آگے، یہ اس سے آگے دوڑتے ہیں، مسٹر عبداللہ آتھم صاحب نے سر سے ٹوپی اتار کر سلام کیا۔یکلخت ٹوپی اچھالی گئی اور ہرّے کے شور نے اسٹیشن کو گونجا دیا)۔

مرزائی۔ اس (مسٹر عبداللہ آتھم) کی نسبت تو حضرت اقدس نے پیش گوئی کی تھی۔وہ تو مر بھی گیا۔

دوسرا مرزائی:۔ ربڑ کا آدمی بالکل عبداللہ آتھم کا ہم شکل بنا کر اس میں کل لگا دی، چلتا پھرتا ہے۔ دیکھو وہ بولا، وہی سفید بھویں، وہی چہرہ، وہی چتون، وہی پیشانی، کمر جھکی ہوئی، منہ پر جھریاں پڑی ہوئیں۔ہاتھوں کی نسیں کھڑی۔واللہ کمال ہے: جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیسرا مرزائی: انگریزوں نے صنعت میں تو کمال ہی پیدا کیا ہے اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اصلی انسان نہیں ہے، ربڑ کا بنایا ہوا پتلا ہے۔

چوتھا مرزائی: یہ اگر اصل عبداللہ آتھم ہو تو ہمارے حضرت اقدس کی پیش گوئی غلط ہو جائے۔ زمین ٹل جائے، آسمان ٹل جائے، مگر یہ بات کبھی ٹل سکتی ہے۔ ہر گز نہیں۔

اسٹیشن سے باہر جو باجے بجانے والے منتظر کھڑے تھے انہوں نے باجا بجانا شروع کیا مسٹر عبداللہ آتھم کو ہاتھی پر سوار کرایا گیا۔ باجے بجاتے ناچتے گاتے عیسائی مرد اور عورت آگے غزل خوانان ہر کوچہ اور گلی بازاروں میں گشت لگانے لگے

پنجہ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی
آتھم اب زندہ ہیں آکر دیکھ لو آنکھوں سے خود
بات یہ کب چھپ سکے ہے اب چھپائے آپ کی
کچھ کرو شرم و حیا تاویل کا اب کام کیا
بات اب بنتی نہیں کوئی بنائی آپ کی
جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بتلانا صریح
کون مانے ہے بھلا یہ کج ادائی آپ کی
جھوٹ ہیں باطل ہیں دعوے قادیانی کے سبھی
بات سچی ایک بھی ہم نے نہ پائی آپ کی
حق ہے صادق اور صادق حق کا سب الہام ہے
ہو گئی شیطان سے ثابت آشنائی آپ کی
ہوگیا ثابت ہے سب اقوال بد سے آپ کے
کر رہا ہے بے شک شیطاں رہنمائی آپ کی
ہے کہاں اب وہ خدا جس کا تمہیں الہام تھا
کس لئے کرتا نہیں مشکل کشائی آپ کی
اپنے پنجہ سے نہیں شیطان تمہیں دیتا نجات
اس کو کب منظور ہے اک دم جدائی آپ کی
تم ہو اس کے اور اب وہ ہے تمہارا یار غار
رات دن کرتا وہی ہے پیشوائی آپ کی
ہم نہ کہتے تھے کہ شیطاں کا کہا مانو نہ یار
کس بلا میں اس نے دیکھو جاں پھنسائی آپ کی

ہر طرف سے لعنت اور پھٹکار اور دھتکار ہے
دیکھو کیسی ناک میں اب جان آئی آپ کی
خوب ہے جبریل اور الہام والا وہ خدا
آبرو سب خاک میں کیسی ملائی آپ کی
اب بتاؤ ہیں کہاں وہ آپ کے پیرو مرید
جو گلی کوچوں میں کرتے تھے بڑائی آپ کی
کرتے ہیں تعظیم جھک جھک کر تو حاصل اس سے کیا
ڈوم کنجر دہریئے کنجڑے قصائی آپ کی
آپ نے خلقت کے ٹھگنے کا نکالا ہے یہ ڈھنگ
جانتے ہیں ہم یہ ساری پارسائی آپ کی
کچھ کرو خوف خدا کیا حشر کو دو گے جواب
کام کس آئے گی یہ دولت کمائی آپ کی
ڈھیٹھ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی
کر کے منہ کالا گدھے پر کیوں نہیں ہوتے سوار
فیصلے کی شرط ہے مانی منائی آپ کی
داڑھی سر اور مونچھ کا بچنا بڑا دشوار ہے
کر ہی ڈالے گا حجامت اب تو نائی آپ کی
آپ کے دعووں کو باطل کر دیا حق نے تمام
اب بھی تائب ہو اسی میں ہے بھلائی آپ کی
اب بھی فرصت ہے اگر کچھ عاقبت کی فکر ہے
ہاتھ کب آئے گی یہ مہلت گنوائی آپ کی
سخت گمراہ ہو، نہیں سمجھے مسیح کی شان کو
راہ حق اور زندگی سے ہے لڑائی آپ کی
خاتمہ بالخیر ہوگا اور ہوگے سرخرو

ہو گئی اب بھی مسیح سے گر صفائی آپ کی
اب دام مکر اور کسی جا بچھایئے
بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

شہر سیالکوٹ میں ایک دھا چوکڑی مچی ہوئی، اور لوگ دوڑے جا رہے ہیں اور ایک مجمع کثیر جم غفیر ایک جگہ اکٹھا ہو رہا ہے۔

۱۔ ارے بھائی کیا ہے کہاں جاتے ہو؟

۲۔ وہ دروازہ کے پاس جو قصائیوں کی دکانیں ہیں وہاں چھچھڑوں پر لڑائی ہو رہی ہے اور چھری چل پڑی اس کا شور ہے۔

۳۔ شہباز خان کے بازار میں ایک خانگی کو کسی نے قتل کر ڈالا وہاں یہ شور ہے اور لوگ جاتے ہیں۔

۴۔ جو اس طرف سے آتا تھا، یہاں کچھ تماشہ ہے۔

۵۔ یہاں سنا تھا کہ ریچھ کا تماشا ہے۔

دوکاندار۔ یہاں بازار میں ریچھ کے تماشے کا کیا کام، گلی کوچہ اور گھروں میں تماشہ بچوں کو دکھا کر تماشہ والے دانہ روٹی مانگ لاتے ہیں۔

۲۔ ارے بھائی یہ تو پاگل ہے، ریچھ کے تماشے کے ساتھ یہ سامان، انگریزی باجا بجتا ہے، معزز و سفید پوش تماشائی ساتھ ہیں، ریچھ کے تماشہ میں لڑکوں کا ہجوم ہوتا۔

۳۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا، دکان پر بیٹھے باتیں بناتے ہو، اٹھ کر دیکھو تو کیا عجیب تماشہ ہے۔

۴۔ اوہو یہ تو عیسائی ہیں، سوانگ بنایا ہوا ہے، ایک شخص کو کمبل میں سر سے پاؤں تک لپیٹ رکھا ہے اور ریچھ کا چہرہ منہ پر لگا رکھا ہے، اور گلے میں رسی ڈالی ہوئی ہے، اور ایک عیسائی قلندر کا بہروپ بھرے ریچھ کو نچاتا ہے اور برابر گاتا ہے

ارے سن او رسول قادیانی لعین و بے حیا شیطان ثانی
نہ باز آیا تو کچھ بکنے سے اب بھی بڑھاپے میں ہے یہ جوش جوانی
نچادے ریچھ کو جیسے قلندر یہ کہہ کہہ کر تیری مر جائے نانی
نچادیں تجھ کو بھی اک ناچ ایسا یہی ہے اب مصمم دل میں ٹھانی

(پھر ایک لکڑی ریچھ کے مار کر رسی کو ہلاتا اور نچاتا ہے اور ریچھ غل مچاتا ہے)

قلندر: ارے سن او رسول قادیانی لعین و بے حیا شیطان ثانی

(پھر ریچھ کے لکڑی مار کر اور رسی ہلا کر) تیری مر جائے نانی

دیگر عیسائی: (سب ایک آواز ملا کر) ارے سن اور سول قادیانی

غرض ایک شور وغوغا بلند ہوا، اور عیسائیوں نے اسلام کی توہین میں کچھ کلمے نکالے ..

پولیس نے آکر اس ہنگامہ کو بموجب حکم ڈپٹی کمشنر فرو کیا کیونکہ منشی غلام قادر فصیح اڈیٹر پنجاب گزٹ میونسپل کمشنر اور دیگر میونسپل کمشنروں نے ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں اطلاع کی کہ عیسائیوں نے یہ شور مچا رکھا ہے، اندیشہ ہے کہ مذہبی جوش میں فساد ہو جائے۔ پولیس نے خود آکر اس مجمع کو منتشر کر دیا

(سراج المنیر میں مرزا صاحب خود لکھتے ہیں، غرض پادریوں نے آتھم کے معاملہ میں حق پوشی کر کے بہت شورش کی اور امرتسر سے شروع کر کے پنجاب اور ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں ناچتے پھرے اور بہروپ نکالے اور ایسا شور وغوغا کیا کہ ابتدائے عمل داری انگریزی سے کوئی نظیر نہیں مل سکتی)

لودہانہ کے گلی کوچے میں ہر ایک کی زبان پر یہ نظم ہے

ارے او خود غرض خود کام مرزا ارے منحوس نافرجام مرزا
غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو رسول حق باستحکام مرزا
مسیح و مہدی موعود بن کر بچھائے تو نے کیا کیا دام مرزا
ہوا بحث نصاریٰ میں بآخر مسیحائی کا یہ انجام مرزا
مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے ہے آتھم زندہ اے ظلام مرزا
تری تکذیب کی شمس و قمر نے ہوا مدت کا خوب اتمام مرزا
کہاں ہے اب وہ تیری پیشگوئی جو تھا شیطان کا الہام مرزا
اگر ہے کچھ بھی غیرت ڈوب مرتو بظاہر اس میں ہے آرام مرزا
بشیر آیا تھا کیا کم کر گیا تھا ترا اعزاز اور اکرام مرزا
کیا تھا اس نے تجھ کو زندہ درگور دیا تھا تجھ کو سخت الزام مرزا
ولیکن تو نہ آیا باز پھر بھی یہ اس شوخی کا ہے انعام مرزا
نہ کہتا کچھ اگر منہ پھاڑ کر تو ندامت کا نہ پیتا جام مرزا
گلے میں اب ترے رسہ پڑے گا سیہ رو ہو گا پیش عام مرزا
سزا بھی کم سے کم اتنی تو ہو گی کہ ہو جاوے تجھے سرسام مرزا
ہے سولی اور پھانسی کار سرکار رعایا کا نہیں یہ کام مرزا

تو ہے اک انبیاء بعل میں سے سلف کو دے رہا دشنا م مرزا
زمین و آسمان قائم ہیں اب تک ترے وہ ٹل گئے اعلام مرزا
براہین سے ٹھگے تو نے مسلماں کبھی ایسے بھی تھے ایام مرزا
بحمداللہ کہ چھپ کر فتح و توضیح کھلے تیرے چھپے اصنام مرزا
در توبہ ہے وا ہو جا مسلمان یہی سعدی کا ہے پیغا م مرزا

اور کہیں لوگوں کی زبان پر یہ غزل تھی

غضب تھی تجھ پر ستمگر چھٹی ستمبر کی نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی
تیرے حریف کو فیروز پور سے لائی یہ ریل ہے جو تیرا خر چھٹی ستمبر کی
ذلیل و خوار ندامت چھپا رہے تھے کہ تھا تیرے مریدوں پر محشر چھٹی ستمبر کی
یہ لودیانہ میں مرزائیوں کی حالت تھی کہ جینا ہوگیا دوبھر چھٹی ستمبر کی
سوا برس کے تھے امیدوار سب مایوس مرید اعرج و اعور چھٹی ستمبر کی
مسیح ومہدی کذاب نے منہ کی کھائی یہ کہتے پھرتے تھے گھر گھر چھٹی ستمبر کی
ہے روسیاہ مثل مسیلم و اسود ملاحدہ کا وہ رہبر چھٹی ستمبر کی
یہ قادیانی کی تذلیل کس لئے تھی؟ جو نہ تھا مباہلہ کا اثر چھٹی ستمبر کی

قادیانی تاویلات اور بٹالوی جواب

پنجاب کے شہروں میں پادریوں میں عموماً ایک شورش اور آوازہ شادمانی بلند ہے اور مرزائیوں میں خصوصاً ایک سناٹا ہے، اور سکوت کے عالم میں دم بند ہے، چلیں قادیان کا سین بھی دیکھیں وہاں کیا کیفیت ہے۔ مرزا صاحب کے دربار میں حوالی موالی حواریان عقیدت کیش ومشیران خیر اندیش چاند کے گرد ہالہ کی طرح گرد وپیش بیٹھے ہیں، مگر سب ادب سے سر جھکائے خاموش صم بکم کا عالم ہر ایک: یہ چپ ہوا ہے کہ گویا نہیں زبان منہ میں۔ چٹھی رسان نے ایک خط دیا

مرزا صاحب: (خط کا لفافہ پڑھا اور ایک آہ سرد کھینچ کر کہا افسوس ہے)

وہ پیشگوئی جو امرتسر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء میں کی گئی تھی

جسکی آخری تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی وہ خدا تعالی کے حکم کے موافق ایسے طور سے اور ایسی صفائی سے میعاد کے اندر پوری ہوگئی کہ ایک منصف اور دانا کو بجز اسکے ماننے اور قبول کرنے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ ہاں ایک متعصب اور احمق یا جلد باز جوان واقعات اور حوادث کو یکجائی نظر سے دیکھنا نہیں جانتا جو پیش گوئی کے بعد فریق مخالف ظہور میں آئی اور الہامی الفاظ کی پیروی نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کی آرزوؤں کی پیروی کرتا ہے اس کی مرض نادانی لاعلاج ہے (مولوی ثناء اللہ کہتے ہیں: اس پیش گوئی نے مرزا جی کو ایسا حیران کر رکھا ہے کہ بلا مبالغہ انہیں کہتے کہتے یہ خبر بھی نہیں رہتی کہ میری آواز کدھر سے نکل رہی ہے۔ آج تک باوجود کامل نو سال گذر جانے کے وہ سخت حیرانی میں ہیں۔ الہامات مرزا کی طبع اول سے بعد کی تحریریں پہلی تحریروں سے بھی مزیدار ہیں آپ کشتی نوح کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ پیش گوئی میں یہ بیان کیا تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا، سو آتھم مجھ سے پہلے مر گیا۔ کیا ہی احمقوں کی آنکھوں میں مٹی کا سرمہ ڈالا ہے۔ مرزا جی اس بات کے تو ہم بھی قائل ہیں کہ الووں کی جیب کترنے میں آپ کا کمال ہے۔ الہامات مرزا۔ ص ۳۹) اور اگر وہ ٹھوکر کھائے تو اس کی پست فطرتی اور حمق اور سادہ لوحی اس کا موجب ہوگی، ورنہ کچھ شک نہیں کہ فتح اسلام ہوئی، اور عیسائیوں کو ذلت اور ہاویہ نصیب ہوگیا۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے، کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سجا کھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

اب یاد رہے کہ پیش گوئی میں فریق مخالف کے لفظ سے جس کے لئے ہاویہ یا ذلت کا وعدہ تھا ایک گروہ سے مراد ہے۔ جو اس بحث سے تعلق رکھتا تھا خواہ خود بحث کرنے والا تھا یا معاون یا حامی یا سرگروہ تھا۔

ہاں مقدم سب سے ڈپٹی عبد اللہ آتھم تھا کیونکہ وہی دوسرے عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہو کر ۱۵ دن جھگڑتا رہا مگر درحقیقت اس لفظ کے حصہ دار دوسرے معاون اور محرک

اور ان کے سرگروہ بھی تھے کیونکہ عرفاً فریق اس تمام گروہ کا نام ہے جو ایک کام بالمقابل کرنے والا یا اس کا کام معاون یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہو اور پیش گوئی کی کسی عبارت میں یہ نہیں لکھا گیا کہ فریق سے مراد صرف عبداللہ آتھم ہے۔

ہاں میں نے جہاں تک الہام کے معنی سمجھے وہ یہ تھے کہ جو شخص اس فریق میں سے بالمقابل باطل کی تائید میں بنفس خود بحث کرنے والا ہے اس کیلئے ہاویہ سے مراد سزائے موت ہے لیکن الہامی لفظ صرف ہاویہ ہے اور ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ حق کی طرف رجوع کرنے والا نہ ہو۔ اور حق کی طرف رجوع نہ کرنے کی قید ایک الہامی شرط ہے جیسا کہ میں نے الہامی عبارت میں صاف لفظوں میں اس شرط کو لکھا تھا اور یہ بات بالکل سچ اور یقینی اور الہام کے مطابق ہے کہ اگر مسٹر عبداللہ کا دل جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی توہین اور تحقیر اسلام پر قائم رہتا اور اسلامی عظمت کو قبول کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حصہ نہ لیتا تو اسی میعاد کے اندر اندر اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا لیکن خدا کے الہام نے مجھے جتلا دیا کہ عبداللہ آتھم نے اسلام کی عظمت اور اس کے رعب کو تسلیم کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کسی قدر حصہ لے لیا جس حصہ نے اسکے وعدہ موت اور کامل طور پر ہاویہ میں تاخیر ڈال دی اور ہاویہ میں تو گرا لیکن اس بڑے ہاویہ سے تھوڑے دنوں کے لئے بچ گیا جس کا نام موت ہے۔

(ایک لمبی چوڑی تقریر میں الہام کا ترجمہ اور تفسیر فرما کر مرزا فرماتے ہیں) اس (پیش گوئی) کے الفاظ یہ ہیں کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ لیکن عبداللہ آتھم نے مضطربانہ حرکات سے ثابت کر دیا کہ اس نے پیش گوئی کی تعظیم کی (۔ پھر اس کی خوفناک حالت کی تقریر فرما کر مرزا لکھتے ہیں) توجہ سے یاد رکھنا چاہیے کہ ہاویہ میں گرائے جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورے کئے اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈال لیا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامن گیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا ہے، یہی اصل ہاویہ تھا اور سزائے موت اس کے کمال کے لئے ہے جس کا ذکر الہامی عبارت میں موجود ہی نہیں (پھر کچھ کو طول دے کر مرزا صاحب فرماتے ہیں) پس اے حق کے طالبو یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیش گوئی پوری ہو گئی اور اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی (پھر دور چل کر) یقیناً سمجھو کہ

اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔....

یہ تو عبداللہ آتھم کا حال تھا مگر اس کے باقی رفیق بھی جو فریق بحث کے لفظ میں داخل تھے اور جنگ مقدس کے مباحثہ سے تعلق رکھتے تھے خواہ وہ تعلق اعانت کا تھا، یا بانی کار ہونے کا، یا مجوز بحث یا حامی ہونے کا، یا سرگروہ ہونے کا، ان میں سے کوئی بھی اثر ہاویہ سے خالی نہ رہا، اور ان سب نے میعاد کے اندر اپنی اپنی حالت کے موافق ہاویہ کا مزہ چکھ لیا۔ چنانچہ اول خدا تعالی نے پادری رائٹ کو لیا جو دراصل اپنے رتبہ اور منصب کے لحاظ سے اس جماعت کا سرگروہ تھا اور عین جوانی میں ایک ناگہانی موت سے اس جہان فانی سے گذر گیا۔ اور خدا تعالی نے اس کی بے وقت موت سے ڈاکٹر کلارک اور ایسا ہی اس کے دوسرے تمام دوستوں اور عزیزوں اور ماتحتوں کو سخت صدمہ پہنچا۔

(صفحہ ۱ تا ۸۔ انوار الاسلام)

مرزا قادیانی: (پھر میاں محمد علی خاں رئیس مالیر کوٹلہ کا خط پڑھ کر سنایا)

محمد علی خان: (کا خط بنام مرزا قادیانی یوں ہے)

السلام علیکم۔ آج ۷ ستمبر ہے اور پیش گوئی کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ گو پیش گوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں، لیکن آپ نے جو الہام کی تشریح کی تھی وہ یہ ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہو۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے۔ زمین و آسمان ٹل جاویں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

کیا اب آپ کی پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ عبداللہ آتھم اب تک صحیح وسالم موجود ہے، اور اس کو بہ سزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔ اگر یہ سمجھو کہ پیش گوئی الہام کے الفاظ کے بموجب پوری ہوگئی جیسا کہ مرزا خدا بخش نے لکھا ہے۔ اور ظاہری معنی جو سمجھے گئے تھے وہ ٹھیک نہ تھے۔ اول تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کا اثر عبداللہ آتھم پر پڑا ہو، دوسری پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں:

اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے، اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ اور اس کو ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص حق پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جاوینگے بعض لنگڑے چلنے لگیں گے بعض بہرے سنیں گے۔

پس اس اس پیش گوئی میں ہاویہ کے معنی اگر آپ کی تشریح کے بموجب نہ لئے جاویں اور صرف ذلت اور رسوائی لی جائے تو بے شک جماعت ذلت اور رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی۔ عیسائی مذہب اسی حالت میں سچا سمجھا جاوے۔ اگر یہ پیش گوئی سچی سمجھی جائے جو خوشی اس وقت عیسائیوں کو ہے وہ مسلمانوں کو کہاں۔ شرمندگی اور بڑی شرمندگی ہوئی۔ پس اگر پیشگوئی کو سچا سمجھا جاوے تو عیسائیت ٹھیک ہے کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگئی۔ اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی۔ میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو یہ بڑی مشکل کی بات ہے کہ ہر پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ لڑکے کی پیش گوئی میں تفاؤل کے طور سے ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا وہ مرگیا، تو اس وقت بھی غلطی ہوئی۔ اب اس معرکہ کی پیش گوئی کے اصلی مفہوم کے نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ احد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی آخر شکست ہوئی تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیش گوئی نہ تھی۔ اور اس میں لوگوں سے غلطی ہوگئی تھی۔ اور آخر جب مجتمع ہو گئے تو فتح ہوئی۔ کیا ایسی کوئی نظیر ہے کہ اہل حق کو بالمقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہو کر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست ہوئی ہو۔ مجھ کو تو اب اسلام پر شبہے پڑنے شروع ہو گئے۔ لیکن الحمد للہ! کہ اب تک جہاں تک غور کرتا ہوں اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے دعاوی کے متعلق تو بہت ہی شبہ ہوگیا۔ پس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر فی الواقع سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اور اس زخم کیلئے کوئی مرہم عنایت فرمائیں جس سے تشفی کلی ہو باقی جیسے کہ لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو آپ یہی

کہہ دیں گے کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تھی۔ الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ براہ مہربانی بدلائل تحریر فرماویں۔ ورنہ آپ نے مجھ کو ہلاک کر دیا۔ ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ میں برائے استفادہ نہایت دلی رنج سے یہ تحریر کر رہا ہوں۔

راقم محمد علی خان۔ (الہامات مرزا)

مرزا قادیانی: یہ جو کہا جائے کہ وہ (آتھم) میعاد کے اندر فوت نہیں ہوئے تو یہ صاف صاف ہے کیونکہ پیش گوئی نے یہ قطعی فیصلہ نہیں دیا تھا کہ ضرور وہ میعاد کے اندر ہی فوت ہوں گے بلکہ پیش گوئی میں یہ صاف شرط موجود تھی کہ اگر وہ عیسائیت پر مستقیم رہیں گے اور ترک استقامت کے آثار نہیں پائے جائیں گے اور ان کے افعال یا اقوال سے رجوع الی الحق ثابت نہیں ہوگا تو صرف اس حالت میں پیش گوئی کے اندر فوت ہوں گے، ورنہ ان کی موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ ہاں کسی قدر ہاویہ کا بھی مزہ چکھ لیں گے۔ سو بلا شبہ پیش گوئی نے میعاد کے اندر اس ہاویہ کا مزہ ان کو چکھا دیا، جس ہاویہ کی تکمیل رفتہ رفتہ ہوگئی۔ اور ضرور تھا کہ وہ پیش گوئی کی میعاد میں ہاویہ کے پورے اثر سے بچے رہتے کیونکہ انہوں نے اسلامی پیش گوئی کا ڈر اپنے اوپر ایسا غالب کر لیا کہ ایک قسم کی موت ان پر آ گئی اور وہ مردوں کی طرح چپ ہو گئے اور عیسائیت کے پلید عقاید کی حمایت میں جو پہلے تالیفات کرتے رہتے تھے دستکش ہو گئے، اور خوف کے صدمات نے ان کو سراسیمہ کر دیا۔ پس کیا ضرور نہ تھا کہ خداوند تعالی اپنے الہام کی شرط کے موافق موت کو دوسرے وقت پر ٹال دیتا۔ ہمارا حق ہے کہ ہم کہیں کہ ہر ایک شریف عیسائی کو اس بات کے سننے سے نہایت رنج ہوگا کہ آتھم باطل اندیش نے پیش گوئی کے چھپانے کے لئے کیا کیا، مکروہ اور نالائق افتراؤں سے کام لیا، اور کس طرح دلیری کے ساتھ بے بنیاد جھوٹ کو پیش کیا۔ نالائق آتھم نے سراسر بے وجہ مجھے زہر خورانی کے اقدام کی تہمت دی، میرے پر افتراء باندھا کہ گویا میں نے اس کے قتل کرنے کیلئے اس کی کوٹھی میں سانپ چھوڑے تھے، اور گویا میں ایسا پرانا خونی تھا کہ تین مرتبہ میں نے مختلف شہروں میں اس کے مارنے کے لئے اپنی جماعت کے جوانوں سے حملہ کرائے۔ الخ۔ (ص ۱۳۔۱۴۔ انجام آتھم)

یہ بھی یاد رہے کہ اگر کوئی ناسمجھ ہمارا پیر و مرید اس پیش گوئی کی غلط فہمی سے منحرف ہو گیا تو یسوع صاحب پر سب سے پہلے یہ الزام ہے کیونکہ یہودا اسکریوطی یسوع صاحب سے بڑے زور شور کے ساتھ منحرف ہوا تھا۔

حکیم مظہر حسن کہتے ہیں: اب چلیں لاہور کی بھی سیر کریں وہاں کیا ہو رہا ہے:

ایک مختصر اور چھوٹا سا کمرہ، شاہجہانی عمارات کا یادگار، پرانی روش کا بنا ہوا، نہایت سادگی کے ساتھ آراستہ کیا ہوا، الماریاں کتابوں سے سجی ہوئیں، ایک دری کا فرش اس پر چاندنی بچھی ہوئی، ایک طرف مخملی قالین اس پر جانماز بچھی ہوئی، اس کے اوپر مولانا محمد حسین صاحب رونق افروز ہیں، اور ادھر ادھر دائیں بائیں اور آگے پیچھے علماء وفضلاء اور طلباء اور عمائد شہر کا مجمع ہے۔ تمام کمرہ ثقہ اور متقی مسلمانوں سے بھرا ہوا ہے، بحکم: جائے تنگ است و مردمان بسیار، قدم رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔ مولانا صاحب کے روبرو اشتہارات اور اخبارات کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ بعض بعض تو ابھی کھلے بھی نہیں، اسی ڈاک میں آئے ہیں۔ اہل مجلس کے ہاتھ بھی اشتہار یا اخبار سے خالی نہیں۔

سب خاموش سکتہ کے عالم میں سربگریباں، مراقبوں کی ہیئت میں بیٹھے ہیں۔ محفل کیا شہر خموشاں ہے، ہر ایک سر اٹھا کر مولانا صاحب کی طرف دیکھتا ہے، پھر بدستور مراقب ہو جاتا ہے۔ چندے یہی عالم سکوت رہا، آخر مولانا صاحب نے اس طلسم سکوت کو توڑا۔

مولانا بٹالویؒ: ۵، ۶ ستمبر تو گذر گئی، آپ لوگ ریلوے سٹیشن پر گئے ہوں گے، مسٹر عبداللہ آتھم فیروز پور سے آتے ہوئے گذرے تھے، اور کچھ دیر ریل یہاں ٹھہری تھی۔

۱۔ میں اس وقت سٹیشن پر موجود تھا جب فیروز پور سے گاڑی آئی تھی جس میں عبداللہ آتھم اور ڈاکٹر کلارک موجود تھے۔

۲۔ میں بھی گیا تھا، بڑا ہجوم تھا۔ عیسائی تو عموماً لاہور کے کیا، امرتسر گوجرانوالہ وغیرہ امصار قرب و جوار کے موجود تھے، قس علی ہذا آریہ بھی موجود تھے، اور ہندو مسلمان بھی موجود تھے۔ غرض ایک بڑا پر رونق میلہ تھا۔ عیسائیوں میں تو عموماً نعرہ شادمانی بلند تھے اور قوم کے لوگ اور خصوصاً مسلمانوں نے بھی اظہار مسرت کیا، عبداللہ آتھم اور کلارک صاحب پلیٹ فارم پر ٹہلتے رہے۔ عجب نظارہ تھا۔

مولانا بٹالویؒ: آپ صاحبوں نے بچشم خود دیکھا اور اخبارات کا ملاحظہ کیا ہوگا عبداللہ آتھم اب تک زندہ ہے اور قادیانی پیش گوئی جھوٹی ہوئی۔ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ میں ہم نے مفصل اس کا حال لکھ کر اس شخص کے آلہ یا حربہ کا گلٹ یا ملمع کھول دیا ہے ... (مولانا بٹالویؒ نے لکھا ہے)

اس پیش گوئی میں جو فریق مخالف کا ہاویہ میں گرایا جانا بیان کیا ہے اس کی تفسیر قادیانی نے بایں الفاظ کی ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے، یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ

میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، رو سیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا، تو کیا یہ سب آپ کی منشا کے موافق کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں اور رسول ﷺ کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں؟

(مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں:

حضرات انبیاء کے جو تبلیغ میں معصوم اور خدا کی طرف سے مخبر و مبشر ہوتے ہیں اور اپنی الہامی بشارتوں خبروں اور پیش گوئیوں میں دائماً و ابداً صادق و مصدوق ہوتے اور کسی خبر متعلق موت یا حیات وغیرہ میں، جو الہام کی مدد سے وہ دیتے ہیں، کبھی جھوٹے نہیں نکلتے، اور وہ اپنے الہام اور الہامی خبروں پر بغیر کسی آزمائش کے یقین کرنے کے مامور ہوتے ہیں۔

مگر مسلمان کا خواہ وہ کیسا ہی ولی و ملہم و مبشر ہو، یہ حق اور منصب نہیں کہ وہ اپنے الہام بشارت کے وقوع و ظہور کو اسلام کی سچائی کا معیار قرار دے اور اپنے الہام و بشارت پر اعتماد کر کے کسی خاص شخص یا فرقہ کی موت کو اسلام کی سچائی کا مدار و نشان ٹھہراوے اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں یہ کہے کہ اسلام سچا ہے، تو ضرور وہ شخص یا فرقہ فوت ہو جاوے گا اور اگر وہ فوت نہ ہوا تو میں اسلام کو چھوڑ کر مخالف مقابل کا مذہب اختیار کر لونگا، یا اس کے بدلے اپنی جائیداد کا نصف حصہ اپنے مقابل کو اس کے مذہب کی اشاعت و ترویج کے لئے دیدونگا، جیسا کہ قادیانی کیا اور کہا ہے اس پیش گوئی کو اسکی تفسیر میں قادیانی نے اس نشان موت کو آنخضرت ﷺ کی صداقت کا نشان ٹھہرایا۔

اور رسالہ حجت کے صفحہ ۷ میں نشان دکھانے کی شرط یہ تجویز کی ہے کہ اگر میرا نشان سچا نہ نکلا، تو میں مذہب اسلام چھوڑ دونگا، یا تائید مذہب عیسائی کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ دیدونگا۔ چنانچہ قادیانی نے حجت کے صفحہ ۳، ۵، ۶ میں یہ بیان کیا ہے کہ مباحثہ سے کوئی بین فائدہ نہیں حاصل نہ ہو گا۔ فریقین اپنی اپنی تحریروں پر حاشیہ چڑھا چڑھا کر اپنی فتح ظاہر کریں گے۔ پھر صفحہ ۷ میں کہا ہے: ان وجوہات کے خیال سے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط رجسٹرڈ یہ صلاح دی گئی تھی کہ مناسب ہے کہ چھ دن کے بعد یعنی جب فریقین اپنے اپنے چھ دن پورے کر لیں تو ان میں مباہلہ بھی ہو۔ اور وہ صرف اس کافی کہ فریقین اپنے اپنے مذہب کی تائید کے لئے خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان چاہیں۔ اور ان نشانوں کے ظہور کے لئے ایکسال کی میعاد قائم ہو۔ پھر جس فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو، جو انسانی طاقتوں سے

بڑھ کر ہو، جس کا مقابلہ فریق مقابل سے نہ ہو سکے تو لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کرلے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے، اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالہ کردے۔ پھر صفحہ ۸ میں کہا ہے کہ اگر یہ سوال ہو کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو یا دونوں طرف سے ظاہر ہو، تو پھر کیونکر تصفیہ ہوگا، تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تیئں مغلوب سمجھے گا اور ایسی سزا کے لائق ٹھہرے گا جو بیان ہوئی ہے۔

اس دعوی و درخواست قادیانی کے جواب میں آپ کے مقابل نے مباہلہ کرنے، جس میں لعنت کرنا لازمی امر ہے، سے تو انکار کیا مگر یہ وعدہ دیا کہ اگر آپ کوئی نشان یا معجزہ دکھائیں گے تو ہم دین اسلام قبول کرلیں گے۔ چنانچہ رسالہ حجت کے صفحہ ۱۳ میں آپ نے قول مخالف و مقابل نقل کیا ہے:

قولہ بہرکیف اگر جناب کسی معجزہ کے دکھانے پر آمادہ ہیں، تو ہم اس کے دیکھنے سے آنکھ بند نہ کریں گے اور جس قدر اصلاح اپنی غلطی کی آپ کے معجزہ سے کرسکتے ہیں، اس کو اپنا فرض عین سمجھیں گے۔

اور رسالہ اظہار کے صفحہ ۱۵ میں اس کا خط نقل نقل کیا ہے جو ذیل میں منقول ہے

۹ مئی ۱۸۹۳ء منمقام امرتسر: جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

بجواب جناب کے حجۃ الاسلام متعلق بندہ کے عرض ہے کہ اگر جناب یا کوئی اور صاحب کسی صورت سے بھی یعنی بہ تحدی معجزہ یا دلیل قاطع عقلی تعلیمات قرآنی کو ممکن اور موافق صفات اقدس ربانی کے ثابت کرسکیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں گا جناب یہ سند میری اپنے ہاتھ میں رکھیں باقی منظوری سے معاف معاف رکھئے کہ اخباروں میں اشتہار دوں۔ عبداللہ آتھم۔

کسی دعوی و درخواست و تجویز و شرط کی بنا پر اور اسی سلسلہ میں قادیانی کے مقابل نے اس سے نشان طلب کیا تھا چنانچہ قادیانی نے اپنے آخری پرچہ کے صفحہ ٦ میں کہا ہے

ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے منکر ہیں اور اس کی پیش گوئیوں سے بھی انکاری ہیں، اور مجھ سے ابھی اس مجلس میں تین بار ٹھٹھا کیا گیا ہے کہ اگر دین اسلام سچا ہے، اور تم فی الحقیقت ملہم ہو تو ان تینوں کو اچھا کر کے دکھاؤ۔ پھر صفحہ ۷ میں اس کے جواب میں کہا: مگر تا ہم میں دعا کرتا ہوں اور آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے.... الخ۔

پھر اس کے صفحہ ۸ میں اس کی تفسیر کر کے ڈپٹی صاحب سے سوال کیا ہے کہ

اگر یہ نشان پورا ہوگیا تو آپ کے منشاء کے موافق یہ کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں، اور اس سے رسول

ﷺ کے سچے نبی ہونے پر محکم دلیل قائم ہو گی یا نہیں۔

اس تمام سیاق وسباق سے ناظرین پر صاف ثابت وہویدا ہوگا کہ یہ نشان قادیانی نے اپنی اسی تجویز کے سلسلہ میں پیش کیا ہے اور اس نشان کو دین اسلام اور آنحضرت ﷺ کے صدق وثبوت کا نشان ٹھہرایا ہے۔ لہذا اس میں اس کی وہ شرط کہ اگر یہ نشان ظاہر نہ ہوا تو وہ دین اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو جاوے گا، اور اگر عیسائی نہ ہوا، تو دین عیسائی کی امداد وترویج کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ عیسائیوں کو دے دیگا اس کی طرف سے ملحوظ وبرقرار ہے کیونکہ اس شرط سے اس نے انکار نہیں کیا۔ گوفریق ثانی نے نشان دیکھنے پر صرف اس بات کو مانا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے گا مگر اس بات کو تسلیم ہیں کیا کہ بصورت عدم قبول اسلام وہ نصف جائداد فریق مقابل کو دے گا۔

جو شخص مدعی اسلام کہلا کر مخالفین اسلام کے مقابلہ میں ایسا کرے اور کسی پیش گوئی یا کسی اور نشان کو مدار نشان وشرط حقیقت اسلام قرار دے وہ درحقیقت مسلمان نہیں بلکہ دشمن اسلام ہے۔ اور مخالفین اسلام کا چھپا دوست اور ان کا وکیل ہے جو بظاہر مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا ہے مگر در پردہ اس مقابلہ میں زرگری کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس نشان و دلیل کو شرط کے عدم ظہور سے اسلام کا عجز ومغلوب ہونا ظاہر ہو اور مخالفین اسلام کو غلبہ وفتح حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء زمانہ نبوت سے اس وقت تک کبھی کسی مسلمان ولی ملہم مبشر وپیشین گو نے کبھی مخالفین اسلام کے مقابلہ میں پیش گوئی کرنے یا کوئی اور نشان دکھانے کے وقت یہ دعوی نہیں کیا (جو قادیانی نے کیا ہے) کہ اگر میں یہ نشان نہ دکھا سکا تو میں دین اسلام کو چھوڑ دونگا۔ بلکہ اسلام میں اور پہلے دینوں میں جب مخالفوں کی طرف سے نشان نمائی کا سوال ومطالبہ ہوا تو بسا اوقات نشان نمائی سے صاف انکار ہوا اور یہ ارشاد ہوا قل انما الآیات عند اللّٰہ وانّما انا نذیر مبین جس میں یہ ہدایت وتعلیم ہے کہ دین کی سچائی نشان نمائی پر موقوف نہیں۔ نشان ظاہر نہ ہو تب بھی دین سچا ہے اور اس کی ذات اپنی صداقت پر دلیل ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اور جب کسی مسلمان نے کوئی نشان ظاہر کیا تو اس میں اس شرط کو کہ اگر یہ نشان ظاہر نہ ہوا تو میں دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاؤنگا، تسلیم نہیں کیا۔ اور اگر کسی شرط مخالفین کو مانا تو اسے حد سے حد تک مانا کہ اس کا اثر مذہب پر کچھ نہ پڑے۔ اس کا اصل اصول اور اس پر دلیل معقول جس سے کسی باخبر مسلمان کو حتی کہ نام کے مسلمان قادیانی کو بھی انکار کی گنجائش نہ ہو، یہ ہے کہ کسی مسلمان ولی ملہم مبشر پیش گو کو یہ جائز وحلال نہیں ہے کہ اپنے الہام وبشارت وپیش گوئی کے مضمون وصدق وتحقیق کا ایسا یقین اور اس پر ایسا وثوق واعتماد کرے کہ درصورت عدم تحقق مضمون پیش گوئی یا تحقق اس کے خلاف کے وہ اسلام کو سلام کرے۔ اور دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے۔ بلکہ واجب اور لازم ہے کہ درصورت عدم تحقق پیش گوئی یا بشارت یا تحقق خلاف وہ یہ سمجھے کہ میری وہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہ تھی۔ اگر تھی تو اس کے معنی وہ ظاہری مراد نہ تھے جو میں نے سمجھے تھے۔ اس پیش گوئی کا وقوع نہیں ہوا، تو اس سے معلوم ہوا کہ میرا وہ الہام جھوٹا اور شیطانی تھا، یا

اس کے معنی میں نے غلط سمجھے تھے، اس سے اسلام جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ ایسا ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ اسلام اس کے الہام کے تابع ہے، وہ تابع اسلام نہیں، جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہے۔ ہم نے تو اس اصول کو غیر نبی کی ان پیشگوئیوں اور الہامات و بشارات کی نسبت جو بالآخر دین اسلام کی صداقت سے معارض و مزاحم ہوں، بیان کیا ہے۔ مگر طرفہ یہ ہے کہ قادیانی نے آنحضرت ﷺ کی عام پیش گوئیوں اور بشارات کی نسبت یہی جنرل رول قرار دیا اور کہا ہے کہ عموماً آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوا کرتے، اور اگر ان کے ظاہری معنی پر زور ڈالا جائے گا تو درصورت عدم ظہور معانی ظاہری ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۰ میں کہا ہے، اور پیش گوئیوں کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں بلکہ اکثر پیش گوئیوں میں ایسے ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ قبل از ظہور پیش گوئی خود انبیاء کو بھی جن پر وہ وحی نازل ہو، سمجھ میں نہیں آسکتے۔ چہ جائے کہ دوسرے لوگ ان کو یقینی طور پر سمجھ لیویں۔ دیکھو جس حالت میں ہمارے سید و مولا آپ اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ بعض پیش گوئیوں کو میں نے کسی اور صورت میں سمجھا اور ظہور ان کا کسی اور صورت میں ہوا، تو پھر دوسرے لوگ گو فرضکے طور پر ساری امت ہی کیوں نہ ہو، کب ایسا دعوی کر سکتے ہیں۔ سلف صالح ہمیشہ اسی طریق کو پسند کرتے رہے ہیں کہ بطور اجمالی پیش گوئی پر ایمان لے آویں اور اس کی تفصیل یا اسبات کو کہ وہ کس طور سے ظہور پذیر ہوگی حوالہ بخدا کریں اور میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ اقرب بامن جس سے ایمان سلامت رہ سکتا ہے یہی مذہب ہے کہ محض الفاظ پیش گوئی پر زور نہ ڈالا جائے، اور تحکم کی راہ سے یہی دعوی نہ کیا جائے کہ ضرور اس کا ظہور ظاہری صورت پر ہی ہوگا کیونکہ اگر خدانخواستہ انجام کار ایسا نہ ہوا تو پھر پیشگوئی کی صداقت میں شکوک پیدا ہو کر ایمان ہاتھ سے گیا۔ ایسی کوئی وصیت پیغمبر خدا ﷺ کی طرف سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی کہ تم پیشگوئیوں کو ظاہر پر حمل کرتے رہنا کسی استعارہ یا تاویل وغیرہ کو ہرگز قبول نہ کرنا۔ اب سمجھنا چاہیے کہ جب کہ پیش گوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود انبیاء سے امکان غلطی ہے، تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۲ میں کہا ہے:

میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارہ میں عام خیال مسلمانوں نے گو ان میں اولیاء بھی داخل ہوں، اجماع کے نام سے معصوم نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں نے صورت پیش گوئیوں کو مان لیا ہے، ان کی طرف سے ہرگز یہ دعوی نہیں، اور نہ ہونا چاہیے کہ خدا تعالی اس بات پر قادر نہیں کہ شاید اس پیش گوئی کے ایسے تفاصیل مخفی ہوں جو اب تک کھلے نہیں۔ درحقیقت تمام انبیاء کا یہی مذہب رہا ہے کہ وہ پیش گوئی کی اصل حقیقت کو خدا تعالی کے وسیع علم پر چھوڑتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ مقدس لوگ باوجود بشارتوں کے پانے کے پھر بھی دعا سے دست بردار نہیں ہوتے تھے۔ جیسا کہ بدر کی لڑائی میں فتح کا وعدہ دیا گیا

تھا مگر ہمارے سید و مولا رو رو کر دعائیں کرتے رہے۔اس خیال سے کہ شائد پیش گوئی میں ایسے امور مخفی ہوں یا وہ کچھ ایسے شروط کے ساتھ وابستہ ہوں جن کا علم ہم کو نہیں دیا گیا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۹۶ میں کہا ہے:

سوان وقتوں میں نبی کریم ﷺ کو بطور تسلی دہی فرمایا گیا کہ اگر چہ حالت نازک ہے مگر تو باعث ضعف بشریت شک مت کر۔یعنی یہ خیال مت کر کہ شائد اس پیش گوئی کے معنی اور ہوں گے۔

...قادیانی کے اس بیان پر اس پر یہ الزام قائم ہوتا ہے جب آنحضرت ﷺ صادق و مصدوق کی پیشگوئیوں کی نسبت قادیانی کا یہ اعتقاد ہے تو پھر وہ اپنی پیش گوئیوں کے (جو بطور نشان صداقت اسلام وہ مخالفین کے مقابلہ پیش کرتا ہے) ظاہری معنی کا کیونکر یقین ہوسکتا ہے۔اور کس طرح ان معنی کے ظہور کو اسلام کی صداقت کی شرط ٹھہرا سکتا ہے، کیوں جائز نہیں کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں۔کیا اس کا الہام آنحضرت ﷺ کے الہام کی نسبت زیادہ یقینی ہے۔اور وہ اپنے الہام و پیش گوئی کے معنی سمجھنے میں خطا سے معصوم ہے۔ اس کا اگر یہ دعوی ہے تو پھر اس کے کفر میں کیا شک ہے۔اور اگر وہ یہ دعوی نہ کرے اور اپنے اس اصول اور جنرل رول کو اپنی پیش گوئیوں کی نسبت بھی مان لے، اور یہ اقرار کرے کہ اس کی پیش گوئیاں بھی ظاہری معنے کے یقین کے موجب و مثبت نہیں ہوتیں اور وہ احتمال رکھتے ہیں کہ ان کے ظاہر معانی مراد نہ ہوں تو پھر اس کا مخالفین اسلام کے مقابلہ یہ کہنا کہ اگر میری پیش گوئی کا وقوع نہ ہوا اور میں نے آسمانی نشان نہ دکھایا تو میں مذہب عیسائی قبول کرلونگا اور دین اسلام چھوڑ دونگا، دیدہ دانستہ التزام و تسلیم کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے۔اور اس صورت میں بھی بحکم اس مسئلہ فقہیہ و علم عقاید کے کہ جو شخص زمانہ آئندہ میں کفر کا ارادہ کرے وہ دم نقد اور سر دست کافر ہو جاتا ہے۔ دیکھو شرح فقہ اکبر مطبوعہ دہلی ص ۱۴۷۔ اس کے کفر میں کیا کسر رہتی ہے۔اور اگر اس نشان قادیانی کا ظہور نہ ہوا اور ۱۵ مہینے میں اس کا مقابل فوت نہ ہوا، تو اس سے بجز اس کے اور کیا سمجھا جاویگا کہ اس نے اس مقابلہ اور دعوی نشان نمائی میں جنگ زرگری کیا ہے اور دیدہ دانستہ مخالفین اسلام کو موقع دیا ہے کہ وہ اس نشان کے عدم ظہور سے اسلام کو جھوٹا کہیں اور اہل اسلام کے مقابلہ میں اپنی فتح ظاہر کریں۔

یہ اس پیش گوئی کے بحق اسلام مضر ہونے کا بیان ہے اب اس کا کذب و افتراء ہونا ثابت کر کے اسلام سے اس کی مضرت کے مدافعت عمل میں آتی ہے۔اس پیش گوئی کے الہامی نہ ہونے پر اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کی شہادت پائی جاتی ہے۔اندرونی طور پر اس پیش گوئی کے دروغ و افتراء ہونے پر بہت سے دلائل و علامات خود اس پیش گوئی میں پائے جاتے ہیں جن سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی الہامی نہیں، شیطانی ہے۔

دلیل اول: اس کا مضمون (طالب نشان کے لئے موت کی خبر) ہی ایسا ہے کہ وہ ہرگز ہرگز الہامی رحمانی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ نشان ایک ایسے شخص (ڈپٹی عبداللہ آتھم) کو دکھایا گیا ہے جو کسی نشان کے دیکھنے پر دین اسلام قبول کرنے

اور مسلمان ہو جانے کا اقراری تھا (چنانچہ اس کا اقرار قادیانی نے اپنی تحریرات میں نقل کیا ہے) پھر یہ نشان اسی کی موت ہوا اور اس کا ظہور اس کے مر جانے کے بعد ہوا تو وہ اس کے لئے کیونکر نشان ہو گا۔ وہ اس کو کیونکر دیکھے گا۔ اور اس کو دیکھ کر اسلام پر ایمان کیونکر لائے گا۔ کیا وہ مرنے کے بعد ایمان لائے گا، اور اس کا یہ ایمان شرعاً معتبر ہو گا، اور وہ اسی وقت (بعد الموت) قادیانی کے سوال کا جواب دے گا، کہ ہاں یہ پیش گوئی میری منشاء کے موافق پوری ہو گئی اور یہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر محکم دلیل قائم ہو گئی۔

نہیں ہرگز نہیں۔ ایسے شخص بظاہر طالب حق و مدعی قبول اسلام کو ایسا نشان جو اسکے مرنے کے بعد ظہور پذیر ہو دکھانا، اور اس سے اس کے وقوع اسلام اور نبوت پیغمبر ﷺ کی تصدیق چاہنا ادنی عقل مند انسان کا کام نہیں ہے۔ پھر یہ کام خدا تعالی حکیم و علیم و رحیم کا کام کیونکر ہو سکتا۔ یہ تو محض تلاعب اور حماقت اور سفاہت ہے جس سے خدا تعالی کی شان اجل وارفع ہے اور یہ شیطان ہی کا کام ہے، اور وہی قادیانی کو ایسی باتوں کا القاء والہام کرتا ہے اور لوگوں سے اس کی ہنسی و تذلیل کراتا ہے اور اگر یہ صرف گیدڑ بھبکی ہے اور اس سے قادیانی کا مقصود یہ ہے کہ وہ شخص موت سے ڈر کر ایمان لے آوے اور اس سے قادیانی کی ولایت اور الہام ثابت ہو، تو بھی خدا تعالی و تقدس کی شان سے بعید ہے۔ اور ایسے ایمان کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں ہے جو مارے جانے کے ڈر سے اور مجبور ہو کر بغیر یقین اور انشراح صدر کے قبول کیا جائے۔ اللہ نے فرمایا ہے لا اکراہ فی الدین۔ اور قادیانی نے بھی اس مسئلہ کو عیسائیوں کے مباحثہ میں بڑے زور سے بیان کیا ہے۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ یہ نشان مار ڈالنے کی دھمکی کا ایک بظاہر طالب نشان و مدعی قبول اسلام و ایمان کے مقابلہ میں آسمانی نشان ہرگز نہیں ہو سکتا خود اسکا مضمون اسکے نشان نہ ہونے پر قوی دلیل ہے

دلیل دوم: اس پیش گوئی میں مقابل مخالف حق ہلاک ہونے والے کی کوئی تعیین و تشخیص نہیں ہوئی۔ صرف فریق مخالف حق کا ہلاک ہونا بتایا گیا ہے جس سے نہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے فریق عیسائی کے تمام ممبر یا حاضرین جلسہ یا متصدیان و معاونین مباحثہ جن میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کے علاوہ کئی اور اشخاص، پادری جی ایل ٹھاکر داس، پادری عبد اللہ، پادری ٹامس ہاول، ڈاکٹر ایچ ایم کلارک وغیرہ بھی داخل تھے، مراد ہیں یا ان میں سے کوئی خاص شخص۔ اس ابہام و عدم تعیین سے یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ اگر بحسب اتفاق و انقضاء مدت عمر ڈپٹی عبداللہ آتھم (جن کے پاؤں گور میں لٹک رہے ہیں اور وہ اپنی پیرانہ سالی اور کمال درجہ کی کمزوری کی وجہ سے گویا اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند، کا مصداق ہو رہے ہیں) اس دنیا سے سدھارے تو ان کو اسکا مصداق بنایا جائے گا۔ ورنہ یہ کہد یا جائیگا کہ گروہ عیسائی سے اور شخص مراد ہے جس کا تمام عیسائیان پنجاب و ہندوستان سے یا خاص کر عیسائیان جنڈیالہ و امرتسر سے (جو مباحثہ میں شریک تھے) پندرہ ماہ میں فوت ہونا ممکن ہے۔

اس پیش گوئی کا یہ ابہام اور اس سے یہ مقصود بھی قطعی دلیل ہے کہ یہ الہام خدا کی طرف سے نہیں ہے

بلکہ شیطان کی طرف سے جو ہمیشہ اپنے دوستوں کو دھوکہ میں ڈالتا ہے اور ایسے دھوکہ دینے والا الہام اسی کا کام ہے۔

دلیل سوم: اس پیشگوئی میں فریق مخالف حق کے فوت ہو جانے کی صریح لفظ موت سے خبر نہیں دی صرف یہ کہا ہے کہ وہ ہاویہ میں (یعنی جہنم میں ڈالا جائے گا جو ہر ایک مخالف حق کا ٹھکانہ ہے) پھر اس کی تشریح قادیانی نے اپنی تفسیر میں کی ہے جس سے اس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم یا کوئی اور عیسائی ہندوستان یا پنجاب میں مر گیا تو اس کو اس پیش گوئی کا مصداق ٹھہرا لیا جائے گا۔ اور اگر اس عرصہ میں کوئی بھی نہ مرا تو یہ کہا جائے گا کہ ہاویہ میں گرائے جانے سے مر جانا مراد ہونا ہماری طرف سے بطور تفسیر بالرائے بیان ہوا ہے اصل الہام و پیشگوئی میں صرف ہاویہ میں گرایا جانا بیان ہوا ہے، جو ضرور وقوع میں آئیگا، جب کوئی ان میں سے مریگا۔ اور پھر اٹھایا جائے گا اور آخر جہنم میں جائے گا۔ اس پیش گوئی کا یہ ابہام اور پھر اس کی تفسیر مذکور بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ دھوکہ بازی ہے جو شیطان ہی کا کام ہے، نہ خدائے رحمان کا۔

دلیل چہارم: اس میں جو لفظ عمداً کہا گیا ہے یہ بھی اس دھوکہ کی غرض سے کہا گیا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی نہ مرا، تو یہ کہا جائے گا کہ یہ لوگ جو خدا پر افتراء کرتے ہیں، عمداً نہیں کرتے ان کی سمجھ میں غلطی ہے اس لئے وہ ہلاک ہوئے۔ اور اگر اس لفظ سے اس دھوکہ دہی کی غرض نہیں تو پھر اس کا ذکر و اظہار لغو ہے۔ چونکہ اس شرط کی تحقیق و عدم تحقیق کا علم خدا تعالی کو ہی ہوسکتا ہے، نہ کسی بشر کو اور عذاب موت بھیجنا بھی اسی کا فعل ہے۔ پس اگر الہام خدا کی طرف سے ہوتا تو اپنے فعل کی شرط کی تحقیق یا عدم تحقیق کو وہ خود ہی دیکھ لیتا۔ بندوں کے سامنے اس شرط کے اظہار کا کیا فائدہ ہوا۔ وہ تو اس شرط کا امتحان بلا اعلام خداوندی کسی صورت سے نہیں کر سکتے۔ لہذا یہ لفظ بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔

دلیل پنجم: اس پیش گوئی کے ظہور کی میعاد جو بلحاظ ۱۵ یوم مباحثہ کے ۱۵ دن تک مقرر کی گئی ہے یہ بھی مشعر ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں بلکہ افتراء شیطانی ہے۔ اولاً اس لئے کہ یہ مباحثہ ۱۵ دن نہیں ہوا۔ ۱۳ دن ہوا ہے۔ اثناء مباحثہ میں دو دن اتوار کے سبب ناغہ اور ترک مباحثہ ہوا نہ فعل مباحثہ۔ پس اگر یہ سزا موت بلحاظ ایام مباحثہ تجویز ہوئی تھی تو مناسب تھا کہ تیرہ ہی دن میں یہ سزا ملتے۔ ثانیاً۔ اس لئے کہ اگر یہ سزا ان دنوں کے (۱۳ ہوں یا ۱۵) لحاظ سے تجویز ہوئی ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مباحثہ میں زیادہ دن لگ جاتے،، پندرہ کے بیس یا تیس دن ہو جاتے، تو یہ سزا بھی بیس یا تیس دن تک ٹل جاتے اور اس میں تاخیر واقع ہوتی۔ اور یہ تاخیر سزا ابتادی وقت گناہ مضمون سزا کے مخالف ہے اور ایک قسم کا رحم و حلم و انعام الہی ہے۔ اور یہ خدا تعالی کی شان نہیں کہ جتنے دن بندہ گناہ میں زیادہ صرف کرے، اتنے دن خدا تعالی اسکی سزا میں دیر کرے، اور پھر سزا دے تو وہی جو بصورت جلدی دینا چاہتا تھا، اور اس میں کچھ زیادتی نہ کرے۔ وہ سزا میں دیر کرتا ہے تو پھر سخت سزا دیتا ہے۔

یہ پانچ وجوہات و دلائل اندرونی شہادت کی ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہیں، افتراءِ شیطانی ہے۔ اب بیرونی شہادت سنو۔

قرآن وحدیث کی قطعی شہادت سے ثابت ہے کہ الہام رحمانی اور شرف خطاب و ہم کلامی خداوندی کا محل وہی لوگ ہوتے ہیں، جو اہل کمال ایمان ہوتے ہیں، اور صاحب اخلاق حمیدہ واوصاف جمیلہ۔ نہ کافر، کذاب، بدخلق، خودغرض اور ایسے آفات کے محل۔ اور یہ بات ظاہر اور تصانیف قادیانی سے بخوبی ثابت ہے کہ قادیانی ادنی درجہ کا مسلمان نہیں ہے، وہ خدا تعالی کو اس کی صفت قدرت کاملہ کے ساتھ نہیں مانتا اور خدا تعالی کو اس امر سے عاجز جانتا ہے کہ وہ کسی زندہ انسان کو ایک مدت مثلاً ہزار سال تک غذا اور ہوا وغیرہ ضروریات دنیاوی کے بغیر زندہ رکھے۔ اور بناء علیہ وہ حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر موجود ہونے پر یہ سوالات کرتا ہے کہ وہ کرہ زمہریر سے کیوں کر گزر گئے۔ اور آسمانوں پر ان کے سانس لینے کیلئے ہوا کہاں ہے، اور وہ آسمان پر کھانا کہاں سے کھاتے ہوں گے، پائخانہ کہاں پھرتے ہوں وغیرہ۔ اور آنحضرت ﷺ کو ان کی صفت وشان ختم نبوت کے ساتھ نہیں مانتا اور اس ختم نبوت کو توڑ کر وہ خود مدعی نبوت و رسالت بن بیٹھا ہے۔ اسی طرح وہ اور اصول واعتقادات اسلامیہ کو نہیں مانتا۔ اور اخلاق کا یہ حال ہے کہ اگر کسی پر اس کو بدگوئی کا وہم بھی ہو، تو اس کی وہمی بدگوئی کے مقابلہ میں اس کو دس گنا برا کہتا ہے بلکہ بلاعوض عام مسلمانوں کو گالیاں دیتا ہے اور اس کی خودغرضی تو اس کی ہر ایک کاروائی سے عیاں ہے جہاں کوئی بات کہتا یا کوئی تجویز نکالتا ہے وہاں فلوس کا سوال موجود ہے۔ اور ہزار ہا روپئہ مسلمانوں کا خورد برد کر چکا ہے۔ اور ہنوز ھل من مزید کی صدا جاری ہے۔ پھر ایسا بداعتقاد و بدخلق خودغرض، شرف خطاب الٰہی سے مشرف کیونکر ہوسکتا ہے۔

یہ بیرونی شہادت تفصیل طلب ہے

ناظرین! پیش گوئی مذکور کا وقوع نہ ہوا تو اس عدم وقوع سے نہ کسی مسلمان کو یہ پہنچتا ہے کہ وہ اس سے عدم صداقت اسلام نکال لے اور اسلام کو سلام کر کے عیسائی یا مرتد ہو جائے کیونکہ خدا اور اس کے رسول نے قادیانی کو پیشگوئی کرنے اور اپنی نیابت کا منصب عطا نہیں کیا اور کسی آیت یا حدیث میں نہیں فرمایا کہ ما ینطق القادیانی عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ یعنی قادیانی اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا، وہ جو کچھ کہتا ہے، خدا کی وحی ہوتی ہے۔ و بناء علیہ یہ نہیں فرمایا، اگر اس کی کوئی بات جھوٹی نکلے تو ہم جھوٹے ہوں گے اور نہ کسی عیسائی یا اور مخالف اسلام کا یہ حق ہے کہ وہ اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے پر اسلام پر الزام قائم کرے۔ وہ لوگ انصاف سے کام لے کر سوچیں، اور بتاویں کہ اسلام نے اس کو ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے کب منتخب کیا اور اپنا وکیل بنایا۔ اور اس کی شکست والزام کو کب اپنی اپنی شکست والزام تسلیم کیا ہے۔ پادری لوگ تو خود جانتے ہیں اور ایک اشتہار مطبوعہ اختر پریس وضمیمہ نور افشان ۲ مئی ۱۸۹۳ء میں اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ شخص باتفاق میجارٹی اہل

اسلام، اسلام سے باضابطہ خارج کیا گیا ہے۔ پھر وہ اس کے الزام کو اسلام کا الزام کیونکر بنا سکتے ہیں۔ یہ اس پیشگوئی کے عدم وقوع پر اس کی مضرت کی مدافعت ہے۔ اب اس کی اس مضرت کی مدافعت کی جاتی ہے جو بصورت اس کے وقوع کے اسلام کے حق میں متصور ہے۔

اس پیش گوئی کا وقوع ہوا۔ یعنی ۱۵ مہینے کے عرصہ میں ڈپٹی عبداللہ آتھم۔ یا پادری ڈاکٹر کلارک یا کسی اور عیسائی مباحث یا معاون کا انتقال ہو گیا، تو اس سے باقی ماندہ عیسائیوں کا مسلمان ہو جانا تو متوقع ہی نہیں کیونکہ اگر یہ پیش گوئی ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت سے پوری ہو گئی تو ان کا ایمان بعد الموت متصور ہی نہیں۔ رہے باقی عیسائی سو ان میں سے کسی نے یہ نشان یا کوئی اور نشان دیکھ کر اسلام لانے کی شرط تسلیم نہیں کی اور اگر عبداللہ آتھم کے سوا کوئی اور صاحب فوت ہوئے تو عبداللہ آتھم یہ عذر کریں گے کہ تم نے اس پیش گوئی میں کسی فوت ہونے والے کی تعیین نہیں کی تھی، اور خارجاً میرے فوت ہونے کی خبر مشہور کی تھی۔ اب میں تو زندہ ہوں اور اس فوت ہونے والے کو اس پیشگوئی کا اثر کس دلیل سے مان لوں۔ کیوں جائز نہیں کہ وہ شخص حسب اتفاق اور عام دستور زمانہ کے موافق فوت ہوا ہے۔

ہاں اس کے وقوع سے بہت سے مسلمانوں کے مرتد اور عیسائی (یعنی مرزائی) ہو جانے کا اندیشہ ہے وہ اس سے قادیانی کا ولی و ملہم و خطاب الٰہی سے مشرف ہونا سمجھ لیں گے

اور اس اعتقاد سے وہ مرزا قادیانی کی پیروی و مریدی اختیار کر کے اس کے عقائد کفریہ کو مان کر مرتد ہو جائیں گے۔ لہٰذا اس مضرت کی مدافعت زیادہ ضروری ہے اور ان نادان مسلمانوں کے اس ارتداد کی محافظت میں کوشش کرنا ہمارا اسلامی فرض ہے، جو ادا کیا جاتا ہے۔

یہ پیش گوئی اگر وقوع میں آ گئی تو اس کو آپ الہامی اور قادیانی کے ملہم و ولی ہونے کی نشانی نہ سمجھیں بلکہ وجوہات شہادت اندرونی و بیرونی کو توجہ سے ملاحظہ فرما کر یقین کریں کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہ تھی بلکہ ایک دروغ گوئی و لاف زنی تھی جو اتفاقاً مطابق واقع نکلی۔ اور یہ شخص اس لائق نہیں ہے کہ وہ خدا کے کلام و خطاب سے مشرف ہو سکے۔ اتفاقاً اس کے وقوع پر اگر آپ صاحبوں کو یہ شبہ و سوال پیدا ہو کہ پیش گوئی خدا کی طرف سے اور الہامی نہ تھی تو یہ واقع کے مطابق کیوں نکلے تو اس کا حل اور جواب آپ ہمارے ان سوالات سے حاصل کریں جو قادیانی کی پیشگوئی متعلق موت خسر فرضی پر ہم نے رسالہ نمبر ۱ و ۲ نمبر ۱۵ میں کئے ہیں۔ ان سوالات کو پڑھ کر آپ لوگ جان جائیں گے کہ ایسی پیشگوئیاں، کاہن نجومی رملی جفری جوتشی پنڈت، سائنٹفک فلاسفر، مسمریزسٹ قیافہ شناس اور روحانیات تسخیر کے عالم، اٹکل باز، دلیر بے شرم، بھی کرتے ہیں جو بعض اوقات صحیح سچے نکلتے ہیں۔...

قوی الایمان مسلمانوں سے کامل امید ہے کہ اگر پیش گوئی کا پورا پورا بحسب معنی مشہور ظہور ہوا یعنی ڈپٹی عبداللہ آتھم پندرھویں مہینے کی ٹھیک آخری دن فوت ہو جائے تو بھی وہ اس پیش گوئی کو کچھ چیز قابل وقعت نہ سمجھیں

گے ۔ اور قادیانی کے اعتقاد و عمل و طریق کی نظر سے اس کو ایک دجال و کذاب و زندیق خیال کر کے بحکم شہادت اندرونی بیرونی اس پیش گوئی کو ایک رملی یا نجومی یا مسمریزسٹ وغیرہ کی پیش گوئی سمجھ کر اسکی مضرت سے بچ جائینگے اور اپنے آپکو ان مسلمانوں کی نظیر بن کر دکھائینگے جو دجال موعود سے اس قسم کے خوارق اور نشان دیکھ کر بھی اسکو کافر کہیں گے اور اس کو ظاہری بہشت کو چھوڑ کر اس کے آگ میں جانا منظور کریں گے ۔ پر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔...

اسی قسم کے خوارق دجال موعود کے اور بھی احادیث میں مذکور ہیں ۔ اور کتب صحاح میں موجود جن کی نقل سے تطویل متصور ہے اور جب ایسے خوارق دجال موعود دیکھ کر آخری زمانہ کے مسلمان اپنے ایمان کو نہ چھوڑیں گے تو اس زمانہ کے سچے اور باخبر مسلمان اس زمانہ کے ایک دجال کی ایسی خبر کو (جو علم نجوم جفر مسمریزم سے بلکہ صرف اٹکل و قیاس و مشاہدہ حالات عمر سے ہو سکتی ہے) سچے اور مطابق واقع کے دیکھ کر اس پر کیونکر ایمان لائیں گے ۔ اور اس کے عقاید کفریہ اور اخلاق و عادات شنیعہ کی نظر سے اسکی اس خبر کو اگر بالفرض صادق ہو گئے ، کیوں نجوم مسمریزم وغیرہ کا نتیجہ قرار نہ دیں گے ۔ جو قادیانی کے مناسب حال ہے ۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ ۱۵ ص ۲۲۲ تا ۲۴۴ مختصراً ۔ بہاء)

غرض مولانا بٹالوی نے بڑا طول طویل بیان فرمایا پھر اشتہاروں اور اخباروں کی آراء کا اظہار ہونے لگا ۔ پہلے اشتہار پڑھے گئے ۔ مولوی ثناء اللہ کے اشتہار کا عنوان تھا:

مرزا قادیانی اور آتھم کی لڑائی میں اسلام کی صداقت

انّا نحن نزّ لنا الذ کر و انّا له لحا فظون

آج ہم اس آیت کی تصدیق پاتے ہیں کہ خدا کیسے اپنے دین اسلام کی تصدیق کرتا ہے جو لوگ اس دین کی آڑ میں ہو کر اس دین کو بگاڑنا چاہتے ہیں ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں ۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ تمام مخلوق کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہوا ۔ کہ آتھم امرتسری باوجود پیرانہ سالی کے ۱۵ مہینے کی مدت میں (جس میں کئی فصول ہیضہ بھی ہوئیں) نہیں مرے ۔ نہ صرف آتھم بلکہ ایک اور صاحب بھی (جس کی موت کے بعد مرزا صاحب نے اس کی بیوی سے نکاح کرنا تھا، جس کی مدت حسب شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا صاحب ۲۰ ۔ اگست ۱۸۹۴ء کو پوری ہوگئی ہے) نہیں مرے ۔

تھے دو گھڑی شیخ جی شیخی بگھارتے وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کیا آج کوئی نہیں جو مرزا کا ساتھ دیوے؟ حکیم نور الدین کہاں ہیں؟ احسن امروہی کہاں ہیں؟ ریاض ہند کے نوجوان اڈیٹر جو مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے ،

کہاں ہیں؟ وہ سیالکوٹ کے معذور لیکچرار کہاں ہیں؟ خواجہ لاہوری کہاں ہیں؟ سچ ہے ولو تقوّل علینا بعض الاقا ویل لاخذ نا منه با لیمین ...... الخ

ضیاء الاسلام: مثیل الدجال اور پولوسی فرقہ کے مباحثہ کا اثر
مثیل الدجال کی روسیاہی

یہ اشتہار مولوی حکیم ڈاکٹر غلام رسول نے شائع کیا۔ اس کی ابتدائی چار سطروں میں تو مرزا قادیانی کی روسیاہی کا بیان ہے۔ باقی تمام اشتہار میں عیسائیوں کا رد ہے، یہاں اس کی چند سطریں نقل کی جاتی ہیں۔ لکھا ہے

ہم عیسائیوں کے اشتہار کے بارہ میں نہائت افسوس ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے بے وجہ خوشی سے (اپنے) اشتہار کا نام ،محمدیوں اور عیسائیوں کا جنگ مقدس، رکھا، حالانکہ خود اپنے اشتہاروں میں مان چکے ہیں کہ مرزا خارج از دائرہ اسلام ہے، پھر ایسا لکھنے کی وجہ معلوم نہیں۔ مگر عیسائی صاحبوں کی کسی ضرورت داعیہ نے مجبور کیا ہو گا۔ چنانچہ پہلی خط فلپیون کے باب نمبر ایک کی آیت ۱۸ یوں ہے۔
پس کیا ہے، ہر طرح سے مسیح کی خبر دی جاتی ہے، خواہ مکاری سے خواہ سچائی سے۔ الخ
اور حق بھی یہی ہے کہ یہ لوگ اپنے بزرگ کی کلام کی پیروی ضرور کریں۔ ورنہ دینداری میں ضرور دھبہ لگے گا۔ کیا کوئی صاحب پولسی مذہب والوں کو قرنطیون کے پہلے خط کے باب ۹ آیت ۱۸ سے ۲۳ تک عمل کرنے والوں کو الزام دے سکتا ہے؟ ہر گز، ہر گز نہیں۔ بلکہ ایسی چال چلنا تو ان پر فرض ہوگا کیونکہ پولوس مقدس تو ہمیشہ اپنی رائے فخر کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

اثر مباہلہ عبدالحق غزنویؒ، بر غلام احمد قادیانی

جس کو صوفی عبدالحق غزنوی نے شائع کیا۔ اور اس کے شروع میں آیت فبهت الذی کفر نقل کرکے یہ بیت لکھا ہے

کذ بت و اللّٰه فی دعوی نبوّتک
تبّت یدا ك ستصلی فی غد سقرا

یعنی بخدا تو نے (اے قادیانی) دعوی نبوت میں جھوٹ بولا ہے۔ تیرے ہاتھ ٹوٹ پڑیں اور شتاب دوزخ میں داخل ہوگا (یعنی اگر اس دعوی پر مرا)۔

اس کے بعد لکھا ہے:

کیوں مرزا جی! (میرے بالمقابل ۱۸۹۳ء میں) مباہلہ کی لعنت اچھی طرح پڑ گئی یا کچھ کسر ہے؟ منہ اچھا کالا ہوا یا کچھ فرق ہے؟ پھر بھی الہام اور مسیحائی کا لاف گزاف مارو گے یا خاتمہ ہے بے شرمی کا۔ آپ تو مسیح موعود، مجدد وقت، مہدی منتظر تھے، آپ کا دعوی و الہام و پیش گوئیاں ایسی جھوٹی و بہتان و بکواس نکلیں تو تیری امت کا کیا ٹھکانہ ہے؟ آپ کا الہام کیوں فیل ہو گیا؟ آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل پر ہوگا وہ ذلیل اور سیاہ ہوگا، وہ سچ نکلا یا جھوٹ؟ آپ نے جو مولوی عبدالجبار (غزنوی) صاحب کی طرف خط بھیجا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ایمان رکھتا ہوں جیسے کتاب اللہ پر، اب بھی وہی ایمان ہے یا کچھ فرق آ گیا؟ کیوں مرزا! جی پنڈتوں اور جوتشیوں اور برہمنوں کی بھی تو کبھی پیشین گوئیاں سچی نکلتی ہیں، آپ کے الہامات کیوں سب کے سب جھوٹ اور غلط نکلتے ہیں؟ چنانچہ تمہاری چند پیشین گوئیاں نمبروار ذکر کی جاتی ہیں۔

(اس کے بعد موت عبداللہ آتھم کی قادیانی پیش گوئی، جنگ مقدس سے بالفاظ قادیانی نقل کر کے کہا ہے)

اب وہ تاریخ گذری، آتھم آگے سے زیادہ قوی، تندرست، صحیح المزاج ہے، یہ مباہلہ کی تاثیر نہیں تو اور کیا ہے کہ مرزا اپنی زبان سے شیطان، بدکار، لعنتی بن گیا اور اسی زبان سے عیسی مجدد مہدی بنتا ہے۔ اب کس بے شرمی و بے حیائی سے زندگی بسر کرے گا

گر نماندے از وجود تو نشان
نیک بودے زیں حیات چوں سگان
زاغ گر زادے بجائے مادرت
نیک بود از فطرت بد گوہرت

دوسری ڈبل پیش گوئی مرزا قادیانی کی شہادت القرآن مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ ۱۸۹۳ء صفحہ ۸۸ میں یہ لکھی ہے

پھر ماسوائے اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض

امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیشین گوئی جس کی میعاد ۵ جون سے ۱۵ مہینے تک اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے، جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے، تقریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔

اب مرزا احمد بیگ کے داماد کی موت کی میعاد ۲۱ اگست ۱۸۹۴ء میں پوری ہو چکی۔ اور وہ راولپنڈی میں اپنے ماموں رسالدار کے پاس نوکر ہے، بالکل صحیح و سالم خوش وخرم ہے۔ یہ مباہلہ کی تاثیر نہیں تو اور کیا ہے۔ و لکن اعمی القلب لیس بمهتد

جب مسیحا دشمن جان ہو تو کیوں کر ہو علاج
کون رہبر ہو سکے جب خضر بہکانے لگے

پھر قادیانی کی تیسری اور چوتھی پیش گوئی نقل کر کے اس کا کذب ثابت کر کے اخیر میں پادریوں پر لے دے کی اور یہ بات کہی ہے کہ عیسائیوں کے حال پر سخت افسوس ہے کہ وہ انصاف کا خون کرتے ہیں کہ قادیانی کے جھوٹے ہونے سے اہل اسلام پر فخر کر رہے ہیں۔ باوجودیکہ علماء اسلام قادیانی کو اسلام سے خارج کر چکے ہیں۔

مسیح کاذب خاکدانی: مرزا غلام احمد قادیانی

اس اشتہار کو منشی ومولوی سعداللہ سعدی لودیانوی اور دیگر مسلمانان لودیانہ نے شائع کیا ہے۔ اس میں لکھا گیا ہے:

عوام وخواص پر واضح ہے کہ موضع قادیان ضلع گورداسپور میں ایک شخص مسمی بہ مرزا غلام احمد نے کئی سال سے ایسے ایسے دعاوی وعقائد پھیلائے تھے، جن کے سبب سے علمائے اسلام نے از روئے شریعت اس پر کفر کا فتوی دے کر عام مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ یہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ چند لوگ جو بوجوہ اس کے دام تزویر میں آ چکے تھے، اسی طرح پھنسے رہے۔ ذی قعد ۱۳۱۲ھ میں بن بلائے پادریوں کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا کہ میں مسلمانوں کی طرف سے تمہارے ساتھ بحث کروں گا۔ اور بعض عقل کے اندھے اس کے ساتھ ہوئے، حالانکہ پادری کلارک صاحب، اس جلسہ مناظرہ کے پریذیڈنٹ، نے قبل از مناظرہ اہل جنڈیالہ بانیان مناظرہ کو لکھا بھی کہ

تم ایسے بزرگ کو بحث کیلئے پیش کرتے ہو جس کو ایک محمدی شخص بھی تصور کرنا مشکل ہے۔ علماء اسلام پنجاب و ہندوستان نے اس مرزا قادیانی کو دجال، کذاب، ملعون، ملحد، دائرہ اسلام سے خارج وغیرہ وغیرہ لکھا ہے۔

لیکن یہ بن بلایا مہمان ان احمق مسلمانوں کے سر ہی چڑھ گیا اور جلسہ مباحثہ میں، مان نہ مان میں تیرا مہمان، جا کودا۔ اپنی خود کلامی وخود غرضی جو اس کے خمیر میں ہے، یہاں بھی وہی اس کے مدنظر تھی یعنی کوئی ایسی تدبیر کروں جس سے میری مسیحیت سرسبز ہو۔ اور پیشتر اہل اسلام نے جو مناظرہ اہل کتاب سے کئے ہیں، ان سے میرا مناظرہ عوام کی نظر میں ممتاز ہو جائے۔ عیسائیوں کے عقائد باطلہ مثلاً تین خدا، خدا کا بیٹا، کفارہ وغیرہ کا رد کون سی عجیب بات تھی، جو اب مرزا نئی کر کے دکھاتا۔ مولوی رحمت اللہ اور پادری فنڈر کے مباحثے میں (یہ مسئلے) خوب طے ہو چکے ہیں۔ نئی بات یہ تھی کہ کسی طرح میری مسیحیت کا سکہ جمے۔ چنانچہ فریق ثانی کا مناظر عبداللہ آتھم جو ایک سن رسیدہ پنشن یاب آدمی تھا، ایام مناظرہ میں اس کو بیمار دیکھ کر کذاب قادیانی نے یہ ژٹل ہانک دی کہ پندرہ مہینہ تک یہ شخص مر جائیگا۔ اور اسکے بعد کئی کتابوں میں اس کی تشہیر خوب واضح طور پر کر دی اور اسکے نہ مرنیکی صورت میں اپنے لئے سخت سزائیں (جو مخالف چاہے) منظور کیں۔ میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، میرا منہ کالا کیا جائے، مجھے سولی دیا جائے، پھانسی پر لٹکایا جاوے، تمام شیطانوں بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ لعنتی قرار دیا جائے، (غرض) میں ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ ایک ضعیف العمر آدمی کو ایسی دھمکیاں سخت برا اثر پہنچاتی ہیں۔ ادھر مسلمانوں سے مباہلے کی ٹھہرائی کہ مجھے عیسی ومہدی و نبی ورسول مبشر عیسی کیوں نہیں مانتے۔ اہل اسلام میں سے ایک مرد صالح عبدالحق غزنوی مقیم امرتسر وہیں اٹھا اور جناب باری میں قادیانی کے مقابل آکر اس عجز و نیاز سے جھوٹے پر لعنت کہی کہ اہل بصیرت کی نظر میں جھوٹے پر اس کا اثر اسی وقت نمایاں تھا، اور اس کی قبولیت کے آثار ایک جہان دیکھ رہا تھا۔ قادیانی کو یہ روز بد ایسی سخت ذلت ساتھ لے کر پیش آگیا جو اس نے اپنی لعنت میں جھوٹے کیلئے اپنے منہ سے کہی تھی۔ ۵، جون ۱۸۹۳ء مطابق ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ کو یہ گپ قادیانی نے لگائی تھی جس کی مدت اسلامی تاریخ کے مطابق ۱۸ صفر ۱۳۱۲ھ کو پوری ہو چکی۔ اس وقت مرزا

کی طرف سے یہ عذر ہوا کہ گو ہم اسلام کے مدعی ہیں لیکن یہاں ہماری مراد انگریزی مہینے ہیں ۔ خیر ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو وہ بھی ہو چکی ۔ آدھی رات گذر کر آج ۶ تاریخ کا دن ہے اور آتھم مذکور چنگا بھلا زندہ موجود ہے ۔ کوئی شخص بن آئی نہیں مر سکتا، خواہ اپنے ہاتھ سے اپنے مرنے کی کوشش کرے۔ پھر کسی کی تدابیر علمی، عملی، سحر، مسمریزم و عمل الترب وغیرہ سے کیا ہو سکتا ہے ۔ لودھانہ کے پرانے مسیحی پادریوں نے یہاں کے مرزائیوں (نئے مسیحیوں) کو خوب شرمندہ کیا اور ان کی روزمرہ کی لن ترانیوں پر خوب فضیحت کی کہ وہ منہ چھپا کر اپنے اندر جا گھسے ۔ یہ تو ان کو حق تھا جو چاہتے کرتے کیونکہ قادیانی اپنے لئے سب سزائیں منظور کر چکا ہے، اس کے چیلے بھی اس کے مستحق ہیں ۔ پرانے مسیحیوں نے کچھ بے جا الفاظ بحق اسلام بھی اس خوشی میں آکر لکھ مارے جو ان کے بے جا تعصب پر دلالت کرتے ہیں ۔ اس مباحثہ میں کوئی مسلمان، عیسائیوں کے مقابل نہ تھا ۔ تماشائی ہونا اور بات ہے، یوں تو ہندو بھی شریک ہوں گے ۔ نہایت افسوس ہے کہ قادیانی کا خالہ زاد سالہ جو تھوڑی مدت سے پرانے مسیحیوں میں ملا ہے ،اس جھگڑے کا نام مسیحیوں اور محمدیوں کا جنگ مقدس رکھے ۔ یہ خود نیا مسیحی اور مسلمانوں کا فتوی اپنے نئے مسیح کے حق میں دیکھ چکا تھا ۔ اور کچھ نہیں تو پادری کلارک کا اشتہار تو دیکھا ہو گا ۔ جو اہل جنڈیالہ کیلئے مشتہر ہو چکا ہے ۔

(اور اس اشتہار کے اخیر میں سعدی لودیانوی کی نظمیں اور غزلیں ہیں جن کو اہل اسلام کمال شوق سے پڑھتے ہیں ۔ ازاں جملہ چند ابیات یہاں نقل کئے جاتے ہیں)

در جوّ سماء چند بتا بد شررے چند — در باغ بماند شجرے بے ثمرے چند

مرزا توئی الحق فرط اعور دجال — گشتند دوان در پس تو کورو کرے چند

تصدیق نصاری و یہود از عجب نیست — دجالی و دجال دہد شان پرے چند

گرفت یکے در یتیم آملے از وے — در سلک غزل سفت جو صائب گہرے چند

بنما بصاحب نظرے گوہر خود را — عیسی نتوان گشت بتصدیق خرے چند

فتح اسلام بہ شکست قادیانی ناکام

اس کو بھی سعدی لودہانوی و دیگر مسلمانان لودیانہ نے شائع کیا ہے اس کا عنوان صاف بتا رہا ہے کہ اس اشتہار کے مشتہرین نے قادیانی کے جھوٹا ہونے کو اسلام کی فتح قرار دیا ہے،

نہ عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اسلام۔ اس اشتہار میں قادیانی کے اس عذر مصداق عذر بدتر از گناہ کا جو دو ورقہ اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ذریعہ سے اس نے شائع کیا ہے، کمال خوش اسلوبی سے جواب دیا ہے۔ یہاں اس اشتہار سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

ارے او بے وفا غدار مرزا ارے پرفتنہ و مکار مرزا
مسیح کاذب و مہدی کذاب سراپا جھوٹ کے انبار مرزا
تیرا چھوٹا سا منہ اتنی بڑی بات نہ ہو کیونکر ذلیل و خوار مرزا
پڑے گی ہر طرف سے تجھ پہ لعنت بس اب ہر وقت رہ طیار مرزا
ذرا خوش ہو کے گھر جا کر دکھانا گلے میں لعنتوں کا ہار مرزا
خفا مت ہو کہ عبدالحق سے تو نے طلب کی تھی یہی پھٹکار مرزا
نشانہ کیسا اس تیر دعا کا ہوا تیرے جگر سے پار مرزا
تجھے روتے ہی گذرے پندرہ ماہ ہوئی حالت یہ تیری زار مرزا
و لے پھر بھی نہ مرنے پایا آتھم وہ ہے پہلے سے بھی طیار مرزا
رگ جان کاٹنے آیا تھا تیری ستمبر کی چھٹی کا تار مرزا
کہاں ہیں سیالکوٹی واحدالعین ترا مداح کج رفتار مرزا
کہاں ہے تیرا نوردین واحسن فصیح درامد طرار مرزا
مصیبت ہر طرف سے تجھ پہ آئی انہیں سے کر تو استغفار مرزا

غضب تھی تجھ پر ستمگر چھٹی ستمبر کی نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی
تیرے حریف کو فیروز پور سے لائی یہ ریل ہے جو تیرا خر چھٹی ستمبر کی
ذلیل و خوار ندامت چھپا رہے تھے کہ تھا تیرے مریدوں پر محشر چھٹی ستمبر کی
یہ لودیانہ میں مرزائیوں کی حالت تھی کہ جینا ہو گیا دوبھر چھٹی ستمبر کی
سوا برس کے تھے امیدوار سب مایوس مرید اعرج و اعور چھٹی ستمبر کی
مسیح و مہدی کذاب نے منہ کی کھائی یہ کہتے پھرتے تھے گھر گھر چھٹی ستمبر کی
ہے روسیاہ مثل مسیلم و اسود ملاحدہ کا وہ رہبر چھٹی ستمبر کی

یہ قادیانی کی تذلیل کس لئے تھی؟ جو نہ تھا مباہلہ کا اثر چھٹی ستمبر کی

نئے اور پرانے عیسائیوں کی جنگ مکدّر کے نتیجے پر محمدیوں کا ریویو

اس کو میاں امام الدین صاحب ساکن لاہور محلّہ گیلانیاں نے شائع کیا ہے اور اس میں اول سے آخر تک عیسائیت ہی پر لے دے ہوئی ہے، مرزا قادیانی کی بھی حسب ضرورت خدمت کی گئی ہے۔اس کے ابتدائی فقرات کا خلاصہ یہ ہے

محمد سعید مسیحی صاحب کو واضح ہو کہ تمہارا اشتہار بنام مسیحیوں اور محمدیوں کی جنگ مقدس کا نتیجہ، ہماری نظر سے گذرا۔ جو کچھ تم نے قادیانی صاحب کی نسبت لکھا ہے، اس سے ہم کو کچھ سروکار نہیں، کیونکہ ہم خود اس تمہارے جنگ وجدال سے پہلے ہی قادیانی کو دجال، مردود، کاذب، بے ایمان وغیرہ سمجھتے ہیں۔ اور وہ بالکل محمدی نہیں ۔اور تمہارا کروڑ ہا اہل اسلام (جو اس کو ایسا ہی جانتے اور سمجھتے ہیں) طرف سے (اس قادیانی کو) مناظر قرار دینا سراسر نادانی اور کم فہمی پر مبنی ہے۔ اور اس کی ہار جیت کو کل اہل اسلام کی ہار جیت تصور کرنا، اس سے بڑھ کر حماقت کی نشانی ہے ۔

مرزائی الہام اور مسیحی تعلیم پر مختصر ریمارک

جس کو غلام احمد صاحب اخگر ساکن کٹڑہ بھنگیاں امرتسر نے شائع کیا ہے۔ اس کے نصف حصہ میں قادیانی کے عذر بدتر از گناہ کا، جو دو ورقہ ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ذریعہ سے اس نے شائع کیا ہے، جواب ہے اور نصف حصہ میں پرانے عیسائیوں پر لے دی کی ہے۔

غلام قادیانی اور اس کے الہام شیطانی

یہ اشتہار ضمیمہ اخبار درّۃ الاسلام لاہور میں شائع ہوا ہے۔اس میں پہلے مرزا قادیانی کی خبر لی ہے، پھر پرانے عیسائیوں پر لے دے کی ہے۔

اس قسم کے اور بھی اشتہار اہل اسلام کی طرف سے شائع ہوئے۔ اور ان میں سے کسی اشتہار میں عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اسلام تسلیم نہیں کی اور نہ اس پر کسی مشتہر نے مسرت ظاہر کی۔

اخبار وفادار لاہور ۱۵ ستمبر ۱۸۹۴ء میں آتھم کے ایک خط کا خلاصہ بایں الفاظ نقل ہوا:

میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں اور آپ کی توجہ صفحہ ۸۱، ۸۲ مرزا صاحب کی بنائی ہوئی کتاب نزول مسیح موعود کی طرف دلاتا ہوں جو میری نسبت اور دیگر صاحبان کی

موت کی پیشین گوئی ہے۔ اسے شروع کر کے آج تک جو کچھ گذرا ہے آپ کو معلوم ہے ۔ اب مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے دل میں اسلام قبول کر لیا ہے اس لئے نہیں مرا ۔ خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں، جب انہوں نے میرے مرنے کی بابت جو چاہا سو کہا اور اس کو خدا نے جھوٹا کیا۔ اب بھی ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو تاویل کریں۔ کون کسی کو روک سکتا ہے۔ میں دل سے اور ظاہرا پہلے بھی عیسائی تھا اب بھی عیسائی ہوں۔ اور خدا کا شکر کرتا ہوں۔ جب میں امرتسر میں جلسہ عیسائی بھائیوں میں شامل ہونے کو آیا تھا تو وہاں بعض اشخاص نے پہلے تو ظاہر کر دیا تھا کہ آتھم مر گیا ہے، نہیں آوے گا۔ اور جب مجھے ریلوے پلیٹ فارم پر دیکھا گیا تو کہنے لگے کہ یہ آتھم کی شکل کا ربڑ کا آدمی بنا ہوا ہے۔ انگریز بڑے حکمت والے ہیں۔ ربڑ کے آدمی میں کل لگا دی ہے۔ ایسی ایسی باتوں کا جواب صرف خاموشی ہے۔ میں راضی وخوشی تندرست ہوں اور ویسے ایک دن مرنا تو ضرور ہی ہے۔ زندگی موت رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔ اب میری عمر ۶۸ سال سے زیادہ ہے۔ اور جو کوئی چاہے پیش گوئی کر سکتا ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر اس وقت کے جو باشندے اس دنیا کے ہیں، سب مر جائیں گے۔

(منقول از ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶)

نور افشان لودھیانہ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۴ء، میں لکھا ہے:

اس مقام پر اس بات کا ذکر خالی از لطف نہ ہوگا کہ امرتسر میں ڈپٹی صاحب (آتھم) کے قتل کرنے کے لئے تین حملے کئے گئے چونکہ ان کا امرتسر میں رہنا باعث اندیشہ تھا اس لئے ڈپٹی صاحب ۳۰۔ اپریل کو امرتسر سے جنڈیالہ میں تشریف لے گئے اور وہاں سے لودھیانہ کو چلے گئے جہاں ایک شخص نے برچھی سے ڈپٹی صاحب کا کام تمام کرنا چاہتا تھا لودھیانہ میں کچھ دن رہ کر ڈپٹی صاحب فیروز پور میں رونق افروز ہے اس جگہ ان پر چار حملے ہوئے بندوق کی بھی دو دفعہ گولی چلی ایک دفعہ ایک شخص گنڈاسا لئے ہوئے نظر آیا دو دفعہ تین تین آدمی رات کے وقت قریب کے کھیتوں میں چھپے ہوئے معلوم ہوئے جو پولیس کے تعاقب کرنے پر مفرور ہو گئے اور انہی میں سے ایک دفعہ رات کے وقت تین آدمی کوٹھی کا دروازہ توڑ رہے تھے چونکہ ایسے وقت میں زیادہ حفاظت کی ضرورت تھی (جو پیش گوئی کا آخری روز تھا) اس لئے ڈاکٹر کلارک صاحب ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو امرتسر سے فیروز پور تشریف لے گئے رات کے وقت حسب معمول پہرہ رہا۔

مسٹر عبداللہ آتھم امرتسر میں

مسٹر آتھم امرتسر میں منعقدہ ایک تقریب میں کہتے ہیں:

میرا خیال تھا کہ شائد میں مارا ہی جاؤں لیکن تس پر بھی کلیسا خدا کی کلام کو یاد رکھے..کہ اگر تمہارے درمیان جھوٹا نبی آوے اور نشان مقرر کرے اور اس کے کہنے کے بموجب ہو،تو خبردار تم اس کے پیچھے نہ جانا کیونکہ خدا تمہارا تم کو آزماتا ہے۔

اور یہ جو مہینے گذرے ہیں اس کی بابت میں نے دو باتیں دیکھیں جن سے میری تسلی رہی ۔ تجھے خداوند روح القدس کا سہارا اور خداوند یسوع مسیح کا خون (یہ کہہ کر اس کے آنسو نکل پڑے ، اور عیسائی جماعت کے آدمی بھی اشکبار ہوئے)

مولانا بٹالوی: قادیانی چونکہ ایسا شیر بہادر دلیر ہے کہ عقل اور حیا دونوں سے اکیلا مقابلہ کر رہا ہے اس نے عبداللہ آتھم کے اس بات کے کہنے کو کہ، میں مارا جاتا، اور اس پر رو دینے کو، اپنے دعوی کی دلیل بنا لیا اور یہ مشتہر کیا کہ عبداللہ آتھم میری پیش گوئی سے ڈر کر یہ کلمہ بولا اور اس پر رو پڑا۔ اس کے ردّ و جواب اور قادیانی کی درخواست قسم وغیرہ کے جواب میں مسٹر عبداللہ آتھم کو یہ مشتہر کرنا پڑا کہ میں تیری پیش گوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا۔ بلکہ تیرے ناجائز وسائل و تدابیر سے ڈرنا پڑا۔ اور قسم کھانا اور مال کا لالچ کرنا میرے مذہب میں منع ہے

خط عبداللہ آتھم: بخدمت مکرم اڈیٹر صاحب نور افشاں۔

بعد نیاز تصدیعہ یہ ہے کہ فتح اسلام اور مختصر تقریر مرزا صاحب قادیانی کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ میں کچھ بھی عظمت اسلام سے جناب کی نبوت اولین میں نجات کیلئے مدد نہیں لی۔ ہاں البتہ میں جناب کے خونی فرشتوں سے ڈر کر چھپتا رہا ہوں۔ خصوصاً چار مہینے آخری آپکے ۱۵ ماہ کی نبوت میں نہ اسلام کی عظمت الہامی سے اور نہ اسلامی توحید کی تعظیم سے اور تثلیث میں کچھ تزلزل ہو کر (ابنیت والوہیت میرے نزدیک وہی صحیح ہے جو بوقت مباحثہ میں نے شرح کی تھی) باقی رہی یہ بات کہ میں پہلے جناب کے ساتھ کوئی شرط یا قسم باندھی نہیں اور نہ آئندہ باندھونگا اور نہ آپ کے روپئوں کا مجھے کچھ لالچ ہے اور جنہوں نے آپ کے ساتھ کچھ بے ہودگی کی ہے اور جو آپ کے ساتھ کرتے ہیں اس کے شامل میں نہیں۔

یہ بھی جناب مرزا صاحب کو معلوم ہو کہ قریب ستّر برس کی تو عمر میری ہے۔ پھر

آئندہ سال بڑھانا جناب کے کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا جناب کے خونی فرشتوں کو پہلے موقع میرے مارنے کا نہیں ملا جو ایک سال کی مہلت اورطلب ہوتی ہے۔ مرزا صاحب سچے خدا سے ڈرو، میں تو موت کیلئے تیار ہی بیٹھا ہوں مگر آپ کو بھی مرنا ہے۔ میں آپ سے بدلہ کچھ نہیں چاہتا۔ مگر خدا سے آپ کی خیر و عافیت کی دعا مانگتا ہوں۔

عبداللہ آتھم فیروز پور۔ محررہ ۱۷ستمبر ۱۸۹۴ء اشاعۃ السنۃ ج ۱۶ص ۱۱۲ تا ۱۱۴۔

ڈپٹی آتھم کا خط ۲۷ ستمبر ۱۸۹۴ء

جناب محسن بندہ جناب مولانا محمد بخش صاحب مالک اخبار جعفر زٹلی لاہور۔ تسلیم

آپ کے خط کے جواب میں قلمی ہے کہ میں اپنے ایمان مسیحی کی بابت مفصل اخبار نور افشان وغیرہ میں اشتہار دے چکا ہوں کہ میں سچے دل سے عیسائی، جس طرح تھا اب تک اپنے ایمان پر قائم ہوں۔ اور ہرگز اسلام کی طرف ذرا بھی مائل نہیں ہوا، نہ ظاہرا، نہ باطن میں۔ تو اب فرمائیے کہ اس سے زیادہ کیا کرسکتا ہوں۔ جو آدمی کچھ بھی عقل رکھتا ہے اس سے صاف جان سکتا ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا شرط لگانا کہ آتھم قسم کھا کر یہ بات کہہ دے۔ سو صاحب من! میرے مذہب میں تو قسم کھانا منع ہے۔ متی کی انجیل میں صاف لکھا ہے کہ تم ہرگز قسم مت کھاؤ۔ ہاں کی ہاں۔ اور نہ کی نہ ہونی چاہیے اور ہزار دو ہزار کی شرط لگانا تو ایک طرح کی جوا بازی ہے۔ میرے خیال اور میرے مذہب میں اس طرح کا لالچ بھی منع ہے۔ مرزا صاحب کی مرضی جو چاہیں سو کہتے جائیں۔ میں تو پہلے بھی یہ دعا مانگتا تھا اور اب بھی دعا مانگتا ہوں کہ یا خدا تعالی، تو مرزا صاحب قادیانی پر رحم کر۔ اور اس کو ہدایت کر کہ راہ راست پر آوے۔ اور اس کو صحت اور تندرستی جسمی اور دماغی بخش۔ آمین۔ اس سے زیادہ سب کچھ فضول ہے اور میں ایک ضعیف العمر آدمی ہوں قریب سترّ سال کی عمر کا ہوں۔ آخر کہاں تک جئوں گا کون جانتا ہے کہ کب خدا تعالی بلا لے۔ زیادہ نیاز۔ آپ کا مشکور بندہ عبداللہ آتھم پنشنر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر از مقام فیروز پور

مسٹر آتھم کے اس بیان پر کہ وہ اس پیش گوئی کی قدرتی تاثیر سے نہیں بلکہ قادیانی کے اختیاری اسباب و تدابیر ہلاکت سے ڈر کر نقل مکانی کرتے رہے، ہم ایک دیسی دلیل پیش کرتے ہیں جس سے کسی شخص کو (اگر وہ ادنی فہم و انصاف بھی رکھتا ہوگا) شک نہ ہوگا۔ اور وہ دلیل یہ ہے کہ

عبداللہ آتھم ایک مذہبی آدمی ہے اور وہ اپنے مذہب کی کتابوں کی رو سے خدا کی سلطنت اور قدرت ہر جگہ مساوی سمجھتا ہے۔ پس اگر اس پیشگوئی کو خدا کی طرف سے سمجھتا اور خدا کے مواخذہ سے ڈرتا تو وہ اس خوف سے نقل مکانی ہرگز نہ کرتا کیونکہ وہ خوب یقین رکھتا تھا کہ خدا کی پکڑ ہر جگہ مساوی ہے۔ اس کو نہ مسٹر لوئیس ڈسٹرکٹ جج لودہانہ کا رعب روک سکتا ہے نہ مسٹر میاداس اکسٹرا اسسٹنٹ فیروز پور کا رعب۔ لہذا اس کی اس نقل مکانی سے صاف ثابت ہے کہ وہ اس پیشگوئی کو خدا کی طرف سے نہ سمجھا تھا۔ اور اس کے قدرتی اثر اور خدا کے مواخذہ سے ہرگز نہ ڈرا تھا۔ بلکہ وہ قادیانی کے اختیاری وسائل و مخفی تدابیر سے ڈر کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتا رہا۔

(مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں)، لیجئے جناب قادیانی صاحب! یہ نقل مکانی آتھم کی قدرتی مواخذہ سے نہ ڈرنے پر دلیل ہوئی اور آپ کی دلیل الٹی آپ پر پڑی۔

اختیاری وسائل و تدابیر ہلاکت سے خوف کے جواب میں قادیانی نے رسالہ انوار کے صفحہ ۱۰ میں ایک نوٹ کے ضمن میں لکھا ہے کہ میں کسی جگہ کا بادشاہ نہ تھا، چال چلن کے رو سے خونریز اور ڈاکو نہ تھا، پھر اس قدر دہشت کہاں سے پڑ گئی، اگر یہ حق کا خوف نہ تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اعتقاداً و علماً تمہارے ڈاکو و خونریز ہونے میں کیا شک ہے۔ جب تم اپنی کتاب وساوس کے صفحہ ۶۰۱ میں صاف لکھ چکے ہو کہ کافر کا مال اور جان اس کی ملک نہیں رہتی، خدا جس کے ہاتھ سے چاہے تلف کر دے۔ اب اگر عملاً ڈاکو ہونے میں یعنی اس مسئلہ کو عمل میں لانے اور لوٹ مار شروع کرنے میں کسر ہے، تو جمعیت کی کسر ہے۔ اور یہ بات مسلّم کل ہے کہ عمل اور چال چلن ہمیشہ اعتقاد کے تابع ہوتا ہے۔ آپ کا اعتقاد ثابت و معلوم ہو گیا تو اب عمل میں بجز جمعیت کیا کسر رہی؟

ہم تھوڑی دیر کیلئے بطور فرض محال یہ فرض کر لیتے ہیں کہ مسٹر آتھم آپ کی پیشگوئی کی قدرتی تاثیر سے ڈر کر شہر بشہر بھاگتا پھرا اور اس پیشگوئی میں وہ آپ کو نجومی یا جفری یا جوتشی یا مسمریزسٹ سمجھ کر یا (اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہوں) آپ کو ملہم مان کر اس پیشگوئی کے قدرتی اثر سے ڈر گیا اور اس ڈر سے شہر بشہر پھرا، بلکہ کسی وقت منہ سے اظہار ایمان بھی اس نے کر دیا۔ پھر اس فرض پر یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی اس پیشگوئی کا (اگر وہ خدا کی طرف سے تھی) پورا ہونا اور اس کا مر جانا ضروری تھا۔ اولاً اسلئے کہ موت کا عذاب موعود ڈرنے سے نہیں ٹلا کرتا (جیسا کہ قوم عاد و ثمود اور ہر قوم سے جس پر عذاب آیا اور وہ چلانے سے نہیں ٹلا) نہ وہ ایمان لانے سے ٹلتا ہے (جیسا کہ فرعون سے جو ایمان لایا تھا وہ عذاب نہیں ٹلا)۔ ثانیاً اسلئے کہ اگر اس عذاب کی شرط عدم رجوع بحق کی

نظر سے اس کو شرطی تسلیم کیا جائے تو بھی اس کا وقوع ضروری تھا کیونکہ اس شرط کا تحقق ہو گیا اور آتھم نے رجوع بحق نہیں کیا، یعنی وہ پورا اور سچا مسلمان نہیں ہوا صرف پیشگوئی سے ڈر کر ظاہری اسلام لایا جو شرعاً صحیح نہ تھا۔ بلکہ وہ اسلام عارضی، جھوٹا تھا جس کا عارضی اور جھوٹا ہونا اس کی تحریرات مابعد سے (جو منقول ہوئیں) ثابت ہو گیا ہے۔ اگر وہ الہام اور وعدہ عذاب موت خدا کی طرف سے ہوتا، جو عالم الغیب تھا اور آتھم کی حالت بعد سے واقف تھا، تو ایسے عارضی اور جھوٹے ایمان کو قبول نہ کرتا، اور اس کو موت کے عذاب سے نہ بچاتا اور ضرور مار ڈالتا۔

از آنجا کہ آتھم باوجود تحقق شرط عذاب زندہ رہا، لہذا باوجود تسلیم وفرض اس امر کے کہ وہ اس پیشگوئی سے ڈر گیا، یا وہ کسی وقت ایمان لایا تھا، عذاب موت کا واقع نہ ہونا اور اس کا مارا نہ جانا، اس امر پر کامل دلیل ہے کہ وہ الہام خدا کی طرف سے نہ تھا بلکہ قادیانی کا من گھڑت ڈھکوسلہ یا اسکے ملہم (معلم الملکوت) کا وسوسہ تھا جو جھوٹا نکلا اور اس نے قادیانی کو جھوٹا کیا اور تمام جہان کی لعنتوں کا مورد بنایا۔ لہذا اب اس جھوٹ کو سچ بنانے کیلئے قادیانی کا ان باتوں کو زبان پر لانا، اور آتھم کا ڈر جانا یا خفیہ ایمان لانا تجویز کرنا اور درصورت انکار آتھم، اس کو قسم دینا اور اس پر وعدہ انعام کرنا، حیلہ سازی کی باتیں ہیں۔

مزید اس قادیانی نے اس قسم پر پہلے ایک ہزار روپیہ انعام تجویز کیا جس سے آتھم نے انکار کیا تو پھر دو ہزار کا اشتہار دیا۔ اس سے بھی اس نے انکار کیا تو تین ہزار کا اشتہار دیا۔ اب چار ہزار کا اشتہار چھپوا دیا ہے۔ اور آئندہ دس ہزار تک اشتہار دینے کا بھی اس کا ارادہ سنا جاتا ہے۔ عقل مند بخوبی جانتے ہیں کہ جس شخص نے ایک ہزار روپیہ لے کر قسم کھانے سے بدست آویز ایک حکم مذہب کے انکار کیا ہے، وہ دو ہزار یا تین ہزار یا دس ہزار روپیہ لے کر بھی قسم نہ کھائے گا۔ اور اس امر کا قادیانی کو یہ یقین ہو گیا ہے تب ہی وہ تعداد بڑھاتا چلا جاتا ہے اور اس سے احمقوں کو فریب میں لاتا ہے۔

مزید یہ کہ قادیانی نے اس دھوکہ پر پردہ ڈالنے کیلئے اپنے مریدوں کو اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۶ میں یہ کہا ہے کہ کیا میں پاگل ہو گیا ہوں، دیوانہ ہوں، کہ اگر قطعی طور پر یہ مجھے علم نہیں دیا گیا تو یوں ہی تین ہزار برباد کرنے کو تیار ہو گیا ہوں؟

اس دھوکے کا ازالہ یہ ہے کہ قادیانی صاحب آپ کو پاگل یا دیوانہ کون کہتا ہے؟ آپ بڑے ہوشیار، عیار ہیں اور اس انعام میں بڑھتے جانا آپ کی اس ہوشیاری پر مبنی ہے۔ آپ کو قطعی

طور پر علم و یقین ہے کہ آتھم اپنے مذہب کی مخالفت کی وجہ سے ہرگز قسم نہ کھائے گا اور وہ دن کبھی نہ آئے گا جس میں آپ کا ایک پیسہ ہاتھ سے نکلے۔ پھر آپ بلا خوف کیوں تعداد میں بڑھتے نہ جاویں اور کیوں احمقوں کو دام میں نہ لاویں؟

مزید براں قادیانی نے اس دھوکہ پر ایک پیشگوئی کا ڈھکوسلہ بنا لیا، جس سے اپنے مریدوں کے پاؤں میں ایک اور رسّہ ڈالنا چاہا ہے۔ اس نے آتھم کے قسم سے انکار کرنے پر اشتہار دو ہزار و چار ہزار میں یہ الہامی پیشگوئی کی ہے کہ وہ قسم نہ کھائیگا اور قادیانی کے مقابلہ میں کبھی نہ آئیگا، بنا بریں اسکے مرید اب یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ پیشگوئی الہامی نہیں اور آتھم کے قسم نہ کھانے کی خدا نے قادیانی کو خبر نہیں دی، تو وہ قسم کھا کر اس پیشگوئی میں قادیانی کو کیوں جھوٹا نہیں کرتا؟

اس ڈھکوسلہ کا جواب ترکی بترکی عیسائیوں نے ایسا دیدیا ہے جس نے اس پیشگوئی کے الہام کی قلعی کھول دی ہے۔ اس مقام میں اسی جواب کا نقل کر دینا کافی و وافی ہے۔ ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک نے نیشنل پریس امرتسر میں اشتہار چھپوا کر شائع کیا ہے جو یوں ہے:

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی ہے کہ میں محمدی ہوں اور علمائے اسلام کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہی نہیں، کفر کا فتوی لگا کر اسلام سے خارج کرتے ہیں۔

اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب مجمع عام میں ایک لقمہ خنزیر کے گوشت کا سبھوں کے سامنے کھا کر کہیں کہ میں مسلمان ہوں تو ہم یقین کریں گے کہ علمائے اسلام کا فتوی غلط اور یہ درحقیقت مسلمان ہیں اور اگر مرزا صاحب یہ نہیں کر سکتے تو وہ مسٹر آتھم صاحب کو بھی قسم کھانے سے معذور سمجھیں کیونکہ جیسے قرآن کے حکم سے وہ سور نہیں کھا سکتے، اسی طرح آتھم صاحب انجیل کے حکم سے قسم نہیں کھا سکتے۔ جب تک کہ کسی حاکم سے قسم پر مجبور نہ کرائے جائیں۔ عیسائی کو قسم کھانا جائز نہیں۔

اگر آتھم صاحب قسم کھاتے تو ثابت کر دیتے کہ میرا عمل انجیل پر نہیں ہے، پس مرزا صاحب کو لازم ہے کہ ہماری اس دعوت کو قبول کر کے اس شرط کے بموجب اپنے تئیں محمدی ثابت کریں ورنہ بار بار قسم کے اشتہار آتھم صاحب کے نام دینے بند کریں۔

اور مرزا صاحب گویا الہام سے یہ بھی کہتے ہیں کہ آتھم صاحب ہرگز قسم نہ کھائیں گے۔ سو معلوم ہو کہ اگرچہ ہمیں الہام نہیں ہوتا اور جبریل ہمارے پاس نہیں آتا، تو بھی ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب ہرگز خنزیر کا گوشت کھا کر اپنے تئیں مسلمان

ثابت نہ کر سکیں گے۔

الراقم ڈاکٹر ایچ ایم کلارک ایم ڈی میڈیکل مشنری امرتسر (اشاعۃ السنہ ج ۱۶ ص ۱۵ تا ۱۹)

نکاح آسمانی کی تاویل اور بٹالوی تبصرہ

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا　　　لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

ادھر صبح ہوئی اور سورج کی کرنوں نے اپنا سنہری عکس دیواروں کی چوٹیوں اور درختوں کے پتوں پر ڈالا۔ اور روشنی نے اپنا قبضہ کیا ادھر حضرت اقدس امام ہمام مسیح وقت مہدی دوراں عشرت کدہ خاص میں برآمد ہو کر دربار عام میں رونق افروز ہوئے۔ مصاحب با توفیق و رفقاء طریق اور خوش آمدی لنگر کے ٹکڑے کھانے والے مرید پیروں کو بے پر کے اڑانے والے پہلے سے منتظر چشم براہ حاضر تھے۔ سلام و مجرا ادا ہوا۔ نعت و مناقب نظم و نثر حضرت اقدس (مرزا) کی شان میں پڑھی گئی اپنے اور بے گانے اپنے اپنے پایہ اور ٹھکانے سے جا گزیں ہوئے دربار عام منعقد ہوا۔ خدا جانے کیا بات تھی کہ مرزا صاحب نے پہلے ذکر رقیب ہی چھیڑا۔

مرزا قادیانی: بہت لوگ دریافت کرتے ہیں کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد سلطان محمد ساکن پٹی کی نسبت جو پیش گوئی تھی اس کی میعاد پوری ہوگئی اور ابھی پیش گوئی کے پورے ہونے کا نام و نشان بھی نہیں۔ اس لئے ان کو اصل حقیقت پر مطلع کیا جاتا ہے۔

اس پیش گوئی کے دو حصے تھے پہلا حصہ مرزا احمد بیگ کی وفات معہ اس کی دوسری مصیبتوں کے ساتھ۔ اور دوسرا حصہ اس کے داماد کی وفات کی نسبت تھا۔ یہ دونوں حصہ ایک ہی پیش گوئی اور ایک الہام میں داخل تھی۔ چنانچہ مرزا احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور جیسا کہ پیش گوئی کا منشاء تھا اس نے اپنی زندگی میں پیش گوئی کے بعد اپنے بیٹے کی وفات اور دو ہمشیروں کی وفات اور کئی قسم کے حرج اور تکالیف مالی اور ناکامیاں دیکھیں۔ اور اس حصہ کی نسبت میاں شیخ بٹالوی صاحب نے اپنے اشاعۃ السنہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ یہ پیش گوئی تو پوری ہوئی مگر الہام سے نہیں بلکہ علم رمل یا نجوم وغیرہ کے ذریعہ سے کی گئی۔ غرض اس بات سے بڑے دشمن بھی انکار نہ کر سکے کہ اس پیش گوئی کا نصف حصہ بڑی صفائی سے پورا ہو گیا

حاضرین جلسہ: آمنا وصدقنا۔اس میں کیا شک ہے؟ ہر کہ شک آرد کافر گردد
غیر: حضرت جی! مرزا احمد بیگ کا مرنا تو عجائبات سے نہیں بلکہ ایک امر طبعی ہے اور ہر ایک ذی روح کے واسطے بحکم کلّ من علیھا فان ایک دن آنا ہے گفتگو تو یہ ہے کہ احمد بیگ کی وفات آپ کی پیش گوئی کا نتیجہ نہیں یہ آپ کا نرالا ڈھکوسلا ہے۔مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے اشاعۃ السنہ میں اس پیش گوئی کے کسی حصہ کے پورا ہونے کو تسلیم نہیں کیا بلکہ جلد ۱۵ نمبر اص ۲۵ میں بسوال سوم مولانا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ

> اس اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کو جس میں آپ نے یہ تینوں پیش گوئیاں درج کی ہیں آپ نے پبلک میں شائع کیا تھا، اور اس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں، کہ اس کو چھاپ کر اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا۔اور پرائیویٹ طور پر خاص خاص آدمیوں میں شائع کیا تھا جب کہ آپ کے بعض اشتہارات کی نسبت یہ معلوم ہو چکا ہے۔

اس سوال سے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ اشتہار جس میں یہ پیش گوئی درج ہے احمد بیگ کی وفات کے بعد شائع ہوا۔اس صورت میں آپ ہی فرماویں کہ آپ کی پیش گوئی کی بنیاد اور الہام کی وقعت کیا ہے ۔ جب کہ وہ بعد وقوع ظاہر کیا گیا۔ دوسرے حصہ سلطان محمد داماد احمد بیگ یا رقیب خود کی بابت جو پیش گوئی ہے خواہ الہام سے اور کچھ اور۔ حصہ اول مرقومہ جناب کی نسبت یہ کسی کو سوال ہے اور یہ اس کو نتیجہ آپ کی پیش گوئی کا کوئی شخص سمجھتا ہے۔ جب تک کہ آپ ثابت یہ کردیں کہ احمد بیگ کی وفات کی نسبت پیش گوئی اس کی وفات سے پہلے پبلک میں شائع ہو چکی تھی ۔اب آپ سے ان کے نکاح آسمانی اور آپ کی محبوبہ ومطلوبہ کے زوج ثانی کی وفات کی بابت سوال ہے ، جواب تک پوری نہیں ہوئی۔
مرزا قادیانی: اس شخص سے کہہ دو کہ خاموش بیٹھا ہماری تقریر سننے جاوے اور کچھ گفتگو دخل در معقولات نہ کرے ورنہ محفل سے: پابدست دگرے دست بدست دگرے،نکلوا دیئے جاؤ گے
حوارین: آپ سنتے نہیں کہ حضور کیا فرماتے ہیں۔ خاموش۔ دم درکش، ورنہ ہم کو مجبوراً تعمیل ارشاد میں آپ سے برا نہ بننا پڑے۔
غیر: ہم کو کیا غرض؟ ہم نے ایک حق بات کہی تھی اگر یہاں سچ بولنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے،اور اس جرم میں گلے کٹتے ہیں،تو لیجئے ہمارا سلام۔
مرزا قادیانی: باقی رہا وہ حصہ جو احمد بیگ کے داماد کی وفات ہے یہ میعاد مقررہ میں پورا نہ ہوا بلکہ

میعاد کے بعد پورا ہوگا۔تو اس پر وہی لوگ اعتراض کرینگے جن کو خدا تعالی کی ان سنتوں اور قانون سے بے خبری ہے جو اس کی پاک کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ہم کئی بار لکھ چکے ہیں کہ جو تخویف اور انذار کی پیش گوئیاں جس قدر ہوتی ہیں، جن کے ذریعے سے ایک بیباک قوم کو سزا دینا منظور ہوتا ہے اور ان کی تاریخیں اور میعادیں تقدیر مبرم کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ تقدیر معلق کی طرز سے ہوتی ہیں اگر وہ لوگ عذاب سے پہلے توبہ اور استغفار اور رجوع الی الحق سے کسی قدر اپنی شوخیوں اور چالاکیوں اور تکبروں کی اصلاح کریں تو وہ عذاب کسی ایسے وقت پر جا پڑتا ہے کہ جب وہ لوگ اپنی پہلی عادت کی طرف پھر رجوع کرلیں۔یہی سنت اللہ ہے کہ قرآن کریم اور دوسری انہی کی کتابوں سے ثابت ہوتی ہے..

اب بعد اس تمہید کے جاننا چاہیے کہ یہ پیش گوئی بھی بطور انذار اور تخویف کے تھی اور موت کا بطور عذاب کے وعدہ تھا...

پس خدا تعالی نے تمام ملحد گروہ کے حق میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ : کذّبوا بآیا تنا و کانوا بها یستهزؤن فسیکفیکهم اللّه و یردّ ها الیک لا تبدیل لکلما ت اللّه انّ ربّک فعّا ل لما یرید۔یعنی ان لوگوں نے ہمارے نشانوں کی تکذیب کی اور ان سے ٹھٹھا کیا، سو خدا ان کی شر دور کرنے کو، تیرے لئے کافی ہوگا۔اور انہیں یہ نشان دکھائیگا کہ احمد بیگ کی لڑکی ایک جگہ بیاہی جائے گی۔اور خدا اس کو پھر تیری طرف واپس لائے گا۔یعنی وہ آخر تیرے نکاح میں آئے گی۔اور خدا سب روکیں درمیان سے اٹھا دے گا، خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔تیرا رب ایسا قادر ہے کہ جس کام کا وہ ارادہ کرے اس کام کو وہ اپنی منشاء کے موافق ضرور پورا کرتا ہے۔سو خدا کی طرف سے یہ اس قوم کے لئے نشان تھا۔جو بے باکی اور نافرمانی اور ٹھٹھے میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔فقرہ فسیکفیکهم اللّه کی شرح دوسرے الہاموں سے یہ معلوم ہوئی کہ خدا احمد بیگ کو نکاح سے تین سال کے اندر بلکہ بہت قریب موت دے گا اور اس کے داماد کو اڑھائی سال کے اندر....احمد بیگ نکاح سے چھ ماہ بعد فوت ہوگیا اور اس نے اس ڈرانے والے الہام کی کیفیت دیکھ لی جو اس کو سنایا گیا تھا۔اور ایسے ہی اس کے بے دین اقارب کو اس کے مرنے کا صدمہ کامل طور پر پہنچ گیا لیکن اس کا داماد جو اڑھائی سال کے اندر فوت نہ ہوا تو اس کی یہی وجہ تھی جو اس عبرت انگیز واقعہ کے بعد جو احمد بیگ اس کے خسر کی وفات تھی، ایک شدید خوف اور حزن اس کے دل پر وارد ہو گیا۔وغیرہ... چنانچہ اس کے بزرگوں کی طرف سے دو خط ہمیں بھی پہنچے۔جو ایک حکیم صاحب

باشندہ لاہور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے جن میں انہوں نے اپنی توبہ اور استغفار کا حال لکھا ہے۔ سوان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ ایسی تاریخیں جو تخویف اور انذار کے نشانوں میں سے ہوتی ہیں ہمیشہ بطور تقدیر معلق کے ہوتی ہیں ... جو خوف اور رجوع سے دوسرے وقت پر جا پڑتی ہیں۔ جیسا کہ تمام قرآن اس پر شاہد ہے۔ لیکن نفس اس پیش گوئی کا یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں ٹل سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جاوے تو خدا تعالیٰ کا کلام باطل ہوتا ہے۔ سوان دنوں کے بعد جب خدا تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں کو دیکھے گا کہ سخت ہو گئے ہیں، اور انہوں نے اس ڈھیل اور مہلت کا قدر نہ کیا، جو چند روز تک ان کو دی گئی تھی تو وہ اپنے پاک کلام کی پیش گوئی پوری کرنے کے لئے متوجہ ہو گا اور اسی طرح کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ:

میں اس عورت کو اسکے نکاح کے بعد واپس لاؤنگا اور تجھے دونگا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی اور میرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور میں سب روکوں کو اٹھا دونگا جو اس حکم کے نفاذ میں مانع ہوں

اب اس عظیم الشان پیش گوئی سے ظاہر ہے کہ وہ کیا کیا کرے گا اور کون کون سے قہری عذاب دکھلائے گا اور کس کس شخص کو روک کی طرح سمجھ کر اس دنیا سے اٹھائے گا وغیرہ وغیرہ۔...

اس کے بعد جو اس سے انکار کرے۔ ان کو صلواتیں سنا کر ایک لمبی چوڑی تقریر فرمائی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی عبدالجبار صاحب، اور مولوی رشید احمد صاحب کو مقابلہ پر پکار کر ایک ڈانٹ بتلائی ہے۔

معتقدین وخوش آمدی: سبحان اللہ! صل علی کیا کیا نکات فرمائے ہیں جو دل کے اندھے اور ختم اللّٰہ علی قلوبھم کے مصداق ہیں، وہ کیا خاک سمجھیں گے؟

(نکاح آسمانی پر اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ایک قادیانی نے لکھا ہے:

اسی قسم کے اعتراض نبی کریم ﷺ کی پاک ذات پر دریدہ دہن آریہ اور عیسائی بھی کیا کرتے ہیں ...اس نکاح کے متعلق جب تک خود مسیح موعود اور موعودہ عورت زندہ ہیں کسی قسم کا اعتراض کرنا کھلی بے حیائی ہے۔ الحکم قادیان ۲۸ فروری ۱۹۰۲ء ص ۱۳۔ اور اب تو پیمانہ ہے نہ ساقی، اس لئے اعتراض کا جواب نہ دینا بے حیائی شمار ہوگا۔ بہاء

محمدی بیگم، مرزا صاحب کی چچا زاد بہن عمر النساء بیگم کی لڑکی ہے یعنی مرزا نظام الدین و مرزا امام الدین و غیرہ کی حقیقی بھانجی ہے، ہماری تائی یعنی بیوہ مرزا غلام قادر، محمدی بیگم کی سگی خالہ ہیں، گویا مرزا احمد بیگ جو محمدی بیگم کا

والد تھا مرزا امام الدین وغیرہ کا بہنوئی تھا...مرزا غلام احمد کی اپنی حقیقی ہمشیرہ مرزا احمد بیگ کے بڑے بھائی مرزا محمد بیگ کے ساتھ بیاہی گئی تھی مگر وہ جلد فوت ہوگیا۔ سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۲۷۔

الحکم ۱۷۔اکتوبر ۱۹۰۰ء ص ۱۔ عبدالکریم: رات اس فضول مضمون کا تذکرہ ہوا جو کسی امام دین لاہوری نے اخبار عام میں ابھی شائع کیا ہے کہ اس نے احمد بیگ والی پیش گوئی پر اعتراض کیا ہے۔فرمایا (مرزا نے) اگر کوئی شخص خدا تعالی کے خوف سے غور کرے کہ چار شخصوں کی موت کی نسبت ہماری پیش گوئی تھی جن میں سے تین ہلاک ہو چکے ہیں اور ایک (داماد) باقی ہے تو اس کی روح کانپ جائے گی کہ کس دلیری سے اور کیوں وہ اعتراض کرسکتا ہے۔اسے سمجھ لینا چاہیے کہ خدا تعالی کے مصالح اس میں ہیں۔ پھر فرمایا خدا تعالی کی عادت ہے کہ راست بازوں کے مخالفوں کی عمریں بھی ان کے کارخانہ کی رونق کے لئے لمبی کر دیتا ہے۔خدا تعالی قادر تھا کہ ابوجہل اور اس کے امثال پر مکہ معظّمہ میں یک جا اور ناگہاں بجلی پڑ جاتی اور بہت بڑی ایذا پہنچانے سے قبل ان کا استیصال ہو جاتا مگر ان کا تار و پود درہم برہم نہ ہوا جب تک بدر کا یوم نہ آیا اگر ایسی ایسی کاروائیاں جلد جلد پوری ہو جائیں تو نبی بہت جلد ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور وہ گرمی ہنگامہ کیونکر رنگ آرائے چہرہ ہستی ہو۔جس کے قیام کے بغیر طرح طرح کے علوم وحکمتیں بروئے کار نہیں آسکتیں۔فرمایا خدا تعالی صادق کو نہیں اٹھاتا جب تک اس کا صادق ہونا آشکارا نہ کردے اور ان الزاموں سے اس کی تطہیر نہ کردے جو ناعاقبت اندیش اس پر لگاتے ہیں۔اس پر پھر آپ نے کل کی اپنی رؤیا سنائی فرمایا کیا دیکھتا ہوں کہ محمود کی والدہ آئی ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک جوتی ہے۔ اور مجھ سے کہتی ہیں یہ نئی جوتی آپ پہن لیں اور پھر میرے ہاتھ میں دیکر کہا یہ جوتی آپ کے لئے ہے پہن لیجئے دشمن زیر ہے (یعنی سلطان محمد ابھی مر جائے گا،محمدی بیگم تمہیں مل جائے گی کیونکہ معاشرے کے ایک طبقے میں بیوی کو پاؤں کی جوتی بھی سمجھا جاتا تھا) (الحکم ۱۷۔اکتوبر ۱۹۰۰ء ص ۱۔۲)

پیش گوئی چار کے مرنے کی تھی، تین مر چکے ہیں، ان کا حال یہ ہے، کہ سبھی جانتے ہیں کہ آتھم پیش گوئی کی مدت میں نہیں مرا۔اور پیش گوئی پوری نہیں ہوئی، لیکھ رام کو خارق عادت عذاب کی پیش گوئی تھی، وہ چھری سے قتل ہوا۔چھری سے قتل ہونا کوئی خارق عادت بات نہیں ہے،اور عذاب تو وہ ہے جو زندہ رہتا اور بھگتتا۔موت کو تکالیف سے چھٹکارا سمجھا جاتا ہے، ویسے بھی محمد حسین نے اسے چیلنج کر رکھا تھا کہ آؤ کسی میدان میں ثابت کرو لیکن مرزا نے انکار کر دیا تھا۔ تیسرا فرد احمد بیگ جس نے پیش گوئی کے وقت سے تین سال میں مرنا تھا۔ اس پیش گوئی کا مفہوم یہ تھا کہ روز نکاح سے سلطان محمد ڈھائی سال میں مرے گا۔ احمد بیگ تین سال میں ۔ یعنی پہلے باری سلطان محمد کی تھی جس نے ڈھائی سال میں مرنا تھا،اور پیش گوئی سے ظاہر ہوتا کہ اس کی موت کے بعد ،اور پیش گوئی سے مدت پیش گوئی کی تین سال کی مدت میں سے جو وقت بچتا،سال یا دو سال یا چھ مہینے ان میں احمد بیگ نے مرنا تھا۔ اگر یوں

نہیں تھا تو پیش ئی یوں ہونا چاہیے تھی کہ سلطان محمد اور احمد بیگ تین سال کے اندر مر جائیں گے۔ پھر جو کوئی بھی پہلے مرتا ٹھیک ہوتا جو بعد میں مرتا ٹھیک ہوتا۔لیکن پیش گوئی میں دی ہوئی ترتیب کچھ بتا رہی ہے جس کو مرزا ملحوظ نہیں رکھ رہے۔ یوں احمد بیگ کی موت بھی پیشگوئی کے مطابق نہیں ہوئی کیونکہ سلطان محمد تو ابھی زندہ تھا۔ پھر مرزا کا یہ کہنا کہ صادق اس وقت تک نہیں مرتا جب تک ثبوت نہ مل جائے، تو اس کا مطلب یہی ہے کہ سلطان محمد کے مرنے اور محمدی بیگم سے شادی تک مرزا صاحب نہیں مریں گے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ صادق نہیں ہوں گے۔ نہ سلطان محمد مرا، نہ محمدی بیگم بیوہ ہو کر مرزا کے ہاں بیوی بن کر آئی، اور مرزا صاحب چل بسے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟)

(حکیم مظہر حسن کہتے ہیں) ہم اپنے ناظرین کو مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب کی مجلس وعظ کے کمرہ کی آج پھر سیر کراتے ہیں۔ مولانا ممدوح معہ چند عمائد شہر اور متبحر علماء اور طلباء کے معمول کے موافق رونق افروز ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کا مصنفہ ایک رسالہ انوار الاسلام روبرو پڑا ہے اور اس کے چند اوراق ہاتھ میں ہیں۔ حاضرین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند　　از ہر چہ فھم رنگ نکیر د حیا کنند

از سخنے کہ غیر خموشی علاج نیست　　پر ہرزہ است تکیہ بچون و چرا کنند

قادیانی کی فرضی و خیالی زوجہ مرزا احمد بیگ مرحوم کی دختر نیک اختر کے شوہر ثانی (بخیال مرزا جی) مرزا سلطان محمد بیگ ساکن پٹی علاقہ قصور ضلع لاہور کی نسبت قادیانی نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ جس تاریخ کو وہ قادیانی کی زوجہ مذکورہ اپنے نکاح میں لائے گا اس تاریخ سے اڑھائی برس کے عرصہ تک وہ فوت ہو جائے گا اور اس کے مرنے کے بعد پھر خدا تعالیٰ اس زوجہ قادیانی کو قادیانی کی طرف واپس لائے گا اصل عبارت یہ ہے جو اس کے اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء سے نقل کی جاتی ہے

ایک پیش گوئی پیش قبل از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا　　قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا　　کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اخبار نور افشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں جو اس راقم کا خط متضمن درخواست نکاح چھاپا گیا ہے اس خط کو صاحب اخبار نے اپنے پرچہ میں درج کر کے عجیب طرح کی زبان درازی کی ہے اور ایک صفحہ اخبار کا سخت گوئی اور دشنام دہی میں سیاہ کیا ہے.. اگر ایک سے زیادہ بیوی کرنا منع ہوتا تو اب تو نوع انسان قریب قریب خاتمہ کے پہنچ جاتی۔

تحقیق سے ظاہر ہے کہ اس مبارک اور مفید طریق نے انسان کی کہاں تک حفاظت کی ہے اور کیسے اس نے اجڑے ہوئے گھروں کو بیک دفعہ آباد کر دیا ہے ... حضرت داؤد نے نہ دو نہ تین بلکہ سو بیوی تک نوبت پہنچائی تھی .. جاننا چاہیے کہ بائیبل کی رو سے تعدد نکاح نہ صرف قولاً ثابت ہے بلکہ بنی اسرائیل کے اکثر نبیوں نے جن میں حضرت مسیح کے دادا بھی شامل ہیں عملاً اس فعل کے جواز بلکہ استحباب پر مہر لگا دی ہے ..

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کی حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے۔ اور اب بھی رکھتے ہیں، چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے۔ اور والد اس دختر کا بباعث تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر باب میں اسکے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کیلئے ہو رہے ہیں۔ تب ہی تو نقارہ بجا کر اسکی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفریں بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ غرض یہ لوگ مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغگو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا ہے اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری

میں درج کرا دی گئی تھی۔اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرا دیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا تھا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضا مندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا۔تا ہم اس ہبہ پر راضی ہوکر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہیے۔سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا، پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا جس کو خدائے تعالی نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں، لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئینگے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے جو مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنیکے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناویگا۔اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا دے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے کذبوا بآیاتنا و کانوا بها یستهزؤن ۔ فسیکفیکهم اللّٰه و یردّها الیک ۔ لا تبدیل لکلمات اللّٰه ۔انّ ربّک فعّال لما یرید ۔ انت معی و انا معک۔ عسی ان یّبعثک ربّک مقاماً

محمو داً یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے ۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں ۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی ۔یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خدا تعالی کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی ۔

اس جگہ ایک اور اعتراض نور افشاں کا رفع دفع کرنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ الہام خدا کی طرف سے تھا اور اس پر اعتماد کلی تھا تو پھر پوشیدہ کیوں رکھا۔ اور کیوں اپنے خط میں پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خانگی معاملہ تھا اور جن کیلئے یہ نشان تھا ان کو تو پہنچا دیا گیا تھا اور یقین تھا کہ والد اس دختر کا ایسی اشاعت سے رنجیدہ ہوگا ، اس لئے ہم نے دل شکنی اور رنج دہی سے گریز کی بلکہ یہ بھی نہ چاہا کہ درحالت ردّ و انکار وہ بھی اس امر کو شائع کریں۔ اور گو ہم شائع کرنے کے لئے مامور تھے مگر ہم نے مصلحتاً دوسرے وقت کی انتظار کی ، یہاں تک کہ اس لڑکی کے ماموں مرزا نظام الدین نے جو مرزا امام الدین کا حقیقی بھائی ہے شدت غیض و غضب میں آکر اس مضمون کو آپ ہی شائع کر دیا اور شائع بھی ایسا کیا کہ شاید ایک یا دو ہفتہ تک دس ہزار مرد و عورت تک ہماری درخواست نکاح اور ہمارے مضمون الہام سے بخوبی اطلاع یاب ہو گئے ہوں گے ۔ اور پھر زبانی اشاعت پر اکتفا نہ کر کے اخباروں میں ہمارا خط چھپوایا اور بازاروں میں ان کے دکھلانے سے وہ خط جا بجا پڑھا گیا اور عورتوں اور بچوں تک نے اس خط کے مضمون کی منادی کی ۔ اب جب مرزا نظام الدین کی کوشش سے وہ خط ہمارا نور افشاں میں بھی چھپ گیا اور عیسائیوں نے اپنے مادہ کے موافق بے جا افترا کرنا شروع کیا تو ہم پر فرض ہو گیا کہ اپنے قلم سے اصلیت کو ظاہر کریں ۔ بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کیلئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا اور نیز یہ پیش گوئی ایسی بھی نہیں کہ جو پہلے

پہل اسی وقت میں ہم نے ظاہر کی ہے بلکہ مرزا امام الدین و نظام الدین اور اس جگہ کے تمام آریہ اور نیز لیکھ رام اور صدہا دوسرے لوگ خوب جانتے ہیں کہ کئی سال ہوئے کہ ہم نے اسی کے متعلق مجملاً ایک پیشگوئی کی تھی یعنی یہ کہ ہماری برادری میں سے ایک شخص احمد بیگ نام فوت ہونے والا۔ اب منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کا ایک شعبہ تھی یا یوں کہو کہ یہ تفصیل اور وہ اجمال تھی اور اس میں تاریخ اور مدت ظاہر کی گئی اور اس میں تاریخ اور مدت کا کچھ ذکر نہ تھا اور اس میں شرائط کی تصریح کی گئی اور وہ ابھی اجمالی حالت میں تھی۔ سمجھ دار آدمی یہ کافی ہے پہلی پیش گوئی اس زمانہ میں کی ہے جب کہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی اور جب کہ یہ پیش گوئی بھی اسی شخص کی نسبت ہے جس کی نسبت اب سے پانچ برس پہلے کی گئی تھی یعنی اس زمانہ میں جب کہ اس کی یہ لڑکی آٹھ یا نو برس کی تھی، تو اس پر نفسانی افتراء کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔ آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۱۔ ۲۸۸)۔

(مولانا بٹالوی ؒ فرماتے ہیں) از آنجا کہ پیش گوئی یا الہام صرف شیطانی القاء تھا اور اس وجہ سے قادیانی اس پیشگوئی کے مضمون اور وعدہ پر دل سے مطمئن نہ تھا اور خوب جانتا تھا کہ میں نے ایک شکار کیلئے جال پھیلایا ہے، جو ہاتھ پاؤں مارنے کے بغیر دام میں آنا نہایت مشکل ہے، لہذا اس نے اس وعدہ پر صبر وسکوت اختیار نہ کیا۔ بلکہ بیقرار ہو کر ناجائز وسائل و تدبیروں کے درپئے ہو گیا۔ پس پہلے تو اس نے احمد بیگ کو ڈرانا اور پھسلانا شروع کیا۔ اور کئی خط متضمن ترغیب و ترہیب کے ذریعہ سے اس کو دام میں لانا چاہا۔ اور جب وہ قابو میں نہ آیا تو پھر اس کی ہمشیرہ کو جو قادیانی کے بیٹے فضل احمد کی خوش دامن تھی، ڈرانا اور پھسلانا چاہا اور اس کے نام ایک خط رجسٹری شدہ متضمن ترغیب و ترہیب روانہ کیا۔ وہ عورت بھی جوان مرد نکلی، تو پھر اس کے شوہر کے نام اسی مضمون کا خط لکھا۔ جب وہ صاحب بھی قابو نہ آئے تو قادیانی نے اپنی پرانی بیوی اور بچوں کو جو احمد بیگ کے صلاح کار تھے، گھورنا اور ڈرانا شروع کیا۔ عاجز اور ضعیف العمر بیوی کو طلاق دینے کا ڈر سنایا اور بچوں کو عاق اور لاوارث کر دینے کا۔ اور ادھر فریق ثانی ناکح اور اس کے وارثوں کو دھمکانا اور ڈرانا شروع کیا۔ مرزا سلطان محمد بیگ کو یہ لکھا کہ تم اس تعلق کو قطع کر دو، تمہارا نکاح دوسری جگہ کرا دیا جاوے گا۔ تمہاری جوانی پر مجھے رحم آتا ہے تم اس ارادہ سے باز آؤ۔ اور اسکے وارثوں کو متعدد خطوں کے ذریعہ ڈرایا اور دھمکایا۔ مگر وہ لوگ بھی اپنے خیال پر قائم و مستحکم رہے۔ ان کے نام کے

خطوط کو اس مقام میں نقل کرنے کی ہم گنجائش نہیں دیکھتے اور بجائے اس کے قادیانی کے اعتراف و اقرار تخویف (ڈرانے) و خطوط نویسی کو نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں۔ آپ اپنے اشتہار چار ہزار کے نوٹ صفحہ ۴ میں فرماتے ہیں:۔

احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی۔ خط پر خط بھیجے گئے، ان سے کچھ نہ ڈرا۔ پیغام بھیج کر سمجھایا، کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا۔ بلکہ وہ سب گستاخی و استہزاء میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی کو سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔

مگر چونکہ وہ الہام محض کذب تھا (اگر اس میں صدق کا دخل ہوتا تو قادیانی اس کو سچ بنانے کیلئے بیوی کو طلاق دینے اور بیٹوں کو عاق کرنے اور بہو کو بیٹے سے طلاق دلوانے جیسے مکروہات کا مرتکب نہ ہوتا) لہذا اس کا کوئی ناجائز حیلہ کارگر نہ ہوا۔ اور سات تاریخ اپریل ۱۸۹۲ء کو قادیانی کی منکوحہ آسمانی کا نکاح ثانی مرزا سلطان محمد سے ہو گیا۔ اس نکاح سے چار مہینے کے بعد مرزا احمد بیگ نے حسب مقتضائے قضا و قدر تقاضاء عمر رحلت کی تو قادیانی نے متعدد تحریرات میں دعوی کیا کہ اسکی موت میری پیش گوئی کا اثر ہے اور آئندہ سلطان محمد کیلئے بھی موت تیار ہے۔

(مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں) ہر چند ہم نے قادیانی کی ان باتوں کا دندان شکن جواب دے دیا اور اس پر پچاسی سوالات جرح کر کے اس کو مجروح و نیم بسمل بلکہ مردہ کر دیا۔ ان سوالات میں ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ ایسی پیش گوئیاں نجومی و جفری، جوتشی بھی کیا کرتے ہیں جو بعض اوقات سچی نکلتی ہیں۔ یہ پیش گوئی الہامی نہیں ہوسکتی۔ جواب میں قادیانی سے بجز سکوت کچھ بن نہ پڑا۔ مگر تھوڑے عرصہ بعد پھر سرک پڑا اور مرزا احمد بیگ کی موت کو اپنے الہام کا نتیجہ قرار دے کر اس سے مرزا سلطان محمد اور ان کے بہی خواہان اہل اسلام کو ڈرانے لگ گیا چنانچہ رسالہ شہادۃ القرآن مطبوعہ ۱۸۹۳ء کے صفحہ نمبر ۸۰ میں اس نے کہا ہے۔

پھر ماسوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جسکی میعاد آج کی تاریخ سے جو

اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کیلئے کافی ہیں کیونکہ احیا اور اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو، خدا تعالی اس کی خاطر سے اسکے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کرسکتا۔ خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو، بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں وہ پیشگوئی جو مسلمان کی قوم سے تعلق رکھتی ہے، بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں:۔

۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ اور پھر وہ دختر کلاں تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں . .

وازآنجا کہ خدا تعالی ہمیشہ جھوٹوں کا منہ کالا کرتا ہے گو ایک وقت تک ان پر حمرۃ الخجل (نادم کی سرخی) رہی لہذا سات اپریل ۱۸۹۳ء سے اڑھائی سال کی مدت گذر گئے مرزا سلطان محمد زندہ صحیح وسالم خوش وخورم رہا۔ اور اس نکاح سے ان کو خدا تعالی نے ولد صالح بھی عطا کئے جس سے قادیانی کی دروغ گوئی اور ذلت اور رسوائی تمام دنیا پر ظاہر ہوئی اور اس کی پیش گوئی جھوٹی نکلی مگر اے حضرات قادیانی بڑا صاحب حیا وحوصلہ وہاضمہ ہے کہ وہ اس ذلت اور رسوائی کو شیر مادر کی طرح کرکے نوش فرماکر ہضم کر گیا۔ اور اس نوجوان کی عدم وفات پر اس نے ایسی راست بیانی کی جس نے تمام جہان کے بے شرموں اور جھوٹوں کو مات کردیا۔ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اس نے

عنوان ذیل کی ایک تحریر شائع کی:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیش گوئی کی تھی اس کی حقیقت

اس تحریر میں چونکہ قادیانی نے حسب عادت قدیم تطویل بلا طائل کی ہے اور پورے آٹھ صفحہ میں بے ہودہ سرائی کی ہے لہذا ہم اس کی پوری عبارت کے نقل کرنے کی اس مقام میں گنجائش نہیں پاتے۔ صرف اس کا خلاصہ مطلب ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں

۱۔ اس پیش گوئی کے دو حصے ہیں۔ پہلا اور بڑا مرزا احمد بیگ کی وفات تھی۔ دوسرا حصہ اس کے داماد مرزا سلطان محمد بیگ کی وفات۔

۲۔ پہلا حصہ پورا ہو گیا۔ جس کا اقرار صاحب اشاعۃ السنہ نے بھی کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگرچہ پیشگوئی تو پوری ہو گئی مگر یہ الہام سے نہیں، بلکہ نجوم یا رمل وغیرہ سے کی گئی تھی

۳۔ دوسرا حصہ گو میعاد میں پورا نہیں ہوا مگر بعد میعاد پورا ہو گا۔ میعاد میں پورا نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بھی آتھم کی طرح ڈر گیا تھا۔ بلکہ اس کے دل پر شدید خوف وحزن وارد ہوا تھا۔ اس لئے وعدہ عذاب موت کو خدا نے میعاد سے ٹلا دیا۔

۴۔ مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے پر دو دلیلیں ہیں۔ ایک عقلی دوسری نقلی (روایتی) ۔عقلی یہ کہ جب ایک پیشگوئی میں دو شخصوں کے مرنے کی خبر دی جاوے، اور ان میں سے ایک شخص مطابق پیشگوئی فوت ہو جاوے تو اس سے دوسرے کا ڈر جانا لازمی امر ہے۔ بناء علیہ خبر پیشگوئی کے مطابق مرزا احمد بیگ کے مرجانے سے سلطان محمد بیگ ایسا ڈر گیا ہو گا کہ گویا وہ جیتا ہی مر گیا۔

نقلی (روایتی) دلیل یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بیگ کے بزرگوں کی طرف سے ہمیں دو خط پہنچے جو ایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے، جن میں انہوں نے اپنی توبہ واستغفار کا حال لکھا ہے۔

سو ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی۔

۵۔ مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے سے اس عذاب موت کا ٹل جانا تو اس پیش گوئی میں بطور شرط مذکور نہ تھا۔ مگر یہ ربانی کتابوں کی تعلیم سے ثابت و معلوم ہے کہ خدا تعالی

موقت وموعود عذاب موت کو لوگوں کے ڈر جانے سے اپنے وقت سے ٹلا دیا کرتا ہے۔ اور یہ خدا تعالی کی قدیم سنت ہے۔ لہذا اگر کسی خبر و پیشگوئی میں اس کا ذکر بطور شرط نہ بھی ہو تو بھی خدا تعالی اس کا لحاظ کرتا ہے اور اس کا خلاف ہرگز نہیں کرتا۔

۶۔ اس سنت الہی سے مولوی عبد الجبار امرتسری، اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور ابوسعید محمد حسین واقف ہیں۔ اگر وہ اس سے انکار کریں تو وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں مجھ (قادیانی) سے اس بارہ میں نصوص صریحہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ سنیں اور صرف دو گھنٹے تک مجھے انکے بیان کرنے کی مہلت دیویں۔ پھر اگر ان کا یہ خیال ہو گا کہ یہ دعوی نصوص صریحہ سے ثابت نہیں اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں وہ باطل ہیں، تو ہم دوسو روپیہ انعام دیں گے اگر وہ قسم کھا کر کہدیں گے کہ وہ دلائل باطل ہیں اور خدا تعالی کی عادت نہیں ہے کہ وہ اپنے وعدوں اور میعادوں میں کسی کی توبہ یا خوف سے تاخیر ڈال دیتا ہے۔،

(مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں) یہ مرزا صاحب کے آٹھ صفحہ کے پورے مطالب کا خلاصہ ہے اب ناظرین اس پر ہمارے ریمارکس (تشریحات) سنیں:

نمبر اول میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ اس پیش گوئی کا بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی موت تھی یہ اس لئے فرمایا ہے کہ احمد بیگ مر چکا تھا، نہ مرتا تو یہی چھوٹا حصہ ہو جاتا۔

مگر قادیانی کے اصل الہام اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء ص ۱۴۵، اور اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۳ء اور اس کے خط ۴ مئی ۱۸۹۳ء اور اس کے مضمون صفحہ ۸۰ شہادت القرآن منقول صفحہ ۱۸۷ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ کے ملاحظہ سے ناظرین پر مخفی نہ ہو گا کہ بڑا حصہ اس کا اور اصل مقصود الہام منکوحہ آسمانی قادیانی کا اس کے پاس آنا ہے۔ موت مرزا احمد بیگ تو اس کا ایک چھوٹا حصہ اور ایک ذریعہ یا زینہ ہے۔ اس کو بڑا حصہ قرار دینا مرزا قادیانی کا جھوٹ ہے۔

☆ نمبر ۲ میں جو قادیانی نے کہا ہے کہ پہلے حصہ کے پورا ہونے کا صاحب اشاعۃ السنہ نے اعتراف کر لیا ہے، یہ بھی جھوٹ ہے۔ مرزا قادیانی سچا ہے تو بتا دے کہ اشاعۃ السنہ کا یہ اعتراف کس صفحہ میں مرقوم ہے۔ اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۹ جلد ۱۵ نمبر ۲ میں تو اس کے وقوع سے لاعلمی ظاہر کی گئی ہے۔

☆ نمبر ۳ میں جو قادیانی نے مرزا سلطان احمد بیگ کا ڈر جانا بیان کیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے۔ ہم نے ایک دوست (منشی محمد سعید راولپنڈی) کی معرفت مرزا سلطان محمد بیگ سے اس امر کے

متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں ڈر جانے سے انکار کیا یہ سوال و جواب بالفاظ ذیل ہوئے

سوال: غلام احمد کے الہام سے آپکے دل پر کیا اثر ہوا تھا؟ کیا آپ ڈر گئے تھے یا نہیں

جواب ۔ مرزا صاحب کو میں جھوٹا اور دروغ گو جانتا ہوں اور میں مسلمان آدمی ہوں ۔

خدا کا ہر وقت شکر گذار ہوں ۔ سلطان محمد بیگ بقلم خود ۔

ناظرین ! کیا آپ جانتے ہیں کہ درصورت انکار خوف مرزا سلطان محمد بیگ سے قادیانی نے قسم کا مطالبہ بوعدہ انعام ایک ہزار لغایت چہار ہزار کیوں نہیں کیا، جیسا کہ آتھم سے کیا تھا؟ اس کی وجہ ہم سے سنیں ۔ قادیانی کو خوب یقین تھا کہ سلطان محمد مسلمان ، پھر نوجوان ، پھر انگریزی خواں ، پھر پولیس والوں کا صحبتی اور متعلق ہے، وہ اپنے سچے انکار پر فوراً قسم کھا کر روپیہ وصول کرے گا ۔ آتھم کی طرح بڈھا اور ضعیف القلب عیسائی نہیں کہ وہ سچی قسم سے بھی ڈر جائے گا ۔

☆ نمبر ۴ میں جو سلطان محمد کے ڈر جانے پر عقلی دلیل بیان کی ہے وہ محض دروغ و مغالطہ ہے ۔ عقل مند انسان اگر کسی پیشگوئی کرنے والے کو جھوٹا جانتا ہے تو ایک بار نہیں ہزار بار اگر وہ کسی شخص کی موت کی نسبت پیش گوئی کرے ، اور پھر وہ شخص فوت بھی ہو جاوے، تو وہ عقل مند اس موت کو پیش گوئی کا اثر نہیں سمجھتا اور نہ اس سے ڈرتا ہے ۔ بناء علیہ، احمد بیگ کی موت سے سلطان محمد کا ڈر جانا لازمی اور ضروری نہیں ۔ اور جو نقلی (روایتی) دلیل بیان کی ہے ۔ وہ ہرگز لائق اعتماد و قبول نہیں کیونکہ اس روایت کے راوی اور ان خطوں کے کاتب حکیم فضل الٰہی (متوطن کوٹ بھوانی داس ضلع گوجرانوالہ، مقیم لاہور) سے خاکسار نے اپنے فرودگاہ لاہور میں بلا کر حال دریافت کیا تو انہوں نے چند اشخاص کے سامنے اقرار و اظہار کیا کہ، ان خطوط کا کاتب میں ہی ہوں ، ۔ اور ان کی یہ روایت قادیانی کی تائید و تصدیق میں درج ذیل تین وجہ سے لائق اعتماد نہیں ۔

وجہ اول کہ ان خطوں میں بقول قادیانی و حسب بیان حکیم صاحب مرزا سلطان محمد بیگ کا کوئی اعتراف قصور و توبہ درج نہیں ۔ جو کچھ ہے ان کے بزرگوں کی طرف سے ہے ۔ و از آنحالیکہ قصور نکاح ثانی زوجہ آسمانی قادیانی کا مرتکب اور اصل مباشر خود مرزا سلطان محمد بیگ ہیں، نہ ان کے بزرگ جو صرف معاون و مشیر ہیں ۔ لہذا وہ اعتراف قصور و توبہ اصل مباشر کے انکار و اصرار کے مقابل کالم یکن و ناقابل اعتبار ہے ۔

وجہ دوم یہ کہ مرزا سلطان محمد نے اپنی اس تحریر میں جو ہمارے سوالات کے جوابات میں انہوں نے ارسال کی ہے، اس سے بھی انکار کیا ہے کہ ان کے کسی رشتہ دار نے کوئی خط متضمن توبہ و

استغفار مرزا غلام احمد کے نام بھیجا ہو۔ لہذا ان خطوں کا اعتراف قصور وتوبہ باوجودیکہ وہ غیر مباشر کا اعتراف ہے، اور غیر راقم کی قلم سے لکھا ہوا ہے، لائق اعتبار نہیں۔

وجہ سوم یہ کہ اس اعتراف توبہ کے ناقل وکاتب حکیم فضل الٰہی ہیں اور وہ قادیانی کے چھپے حواری اور ذو الوجھین (دورخے) ہیں۔ مسلمانوں کی جماعت میں وہ جب آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں قادیانی کا حواری نہیں ہوں، اور جب قادیانی کے حواریوں اور مریدوں سے خلوت کرتے ہیں تو ان کے ہم صفیر و مددگار بن جاتے ہیں۔ ان کی اس دوسری حالت پر سردست تین دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ ان کے خاص مذہبی جلسوں اور کمیٹیوں کے ممبر ہوتے ہیں اور ان کی بعض مذہبی مجلسیں انہی کے خاص اہتمام سے اور انہی کے خاص مکان پر ہوتی ہیں اس کی تصدیق چاہو تو حافظ فضل احمد ومولا بخش کا اشتہار مباحثہ جو حکیم صاحب ہی کے مکان کے پتہ سے جاری کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو۔

دوسری دلیل یہ کہ وہ وقتاً فوقتاً قادیانی کے عقائد کفریہ کی تائید وتصدیق کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دو دفعہ خاکسار کے فرودگاہ پر آئے اور عقائد قادیانی کے حامی بنے۔ ایک دفعہ اس بات کا ثبوت لے کر آئے کہ جو قادیانی نے ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے، یہ کفر نہیں۔ دوسری دفعہ اس امر کا ثبوت آپ نے پیش کیا کہ جو قادیانی نے آیت ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد کو اپنے اوپر لگایا ہے، یہ کفر نہیں۔ جب ہم نے ان باتوں کا کفر ہونا ان کے سامنے ثابت کیا، تو باوجودیکہ عاجز ولاجواب ہوگئے مگر پھر بھی ان باتوں میں قادیانی کی تائید کرنے سے باز نہ آئے۔ اور اس لاجواب ہونے کے بعد شیخ محی الدین واعظ انجمن حمایت اسلام کے نام اس مضمون کا رقعہ لکھا کہ: جو قادیانی نے اپنے آپ کو مرسل یزدانی لکھا ہے اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔، اور اس کی تفصیل میں پورا مرزائی بن کر دکھا دیا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ قادیانی کے حواریوں اور اس کا مذہب پھیلانے والوں کو تبرعاً و احساناً بلا معاوضہ مالی مدد دیتے ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور میں ایک شخص قطب الدین واعظ (ساکن موضع بدوملہی) قادیانی کی تائید میں برسر بازار وعظ کہتا پھرتا تھا، اس کو حکیم صاحب نے علی رؤس الاشہاد دو روپیہ دیئے تا کہ اور لوگ بھی ان کی تقلید کریں اور اس کو مالی مدد دیں۔

ان وجوہات ثلاثہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیم صاحب، قادیانی کے حواری ہیں۔ لہذا ان

کی روایت وشہادت قادیانی کی تائید میں مقبول نہیں ۔

☆ مرزا سلطان محمد کے خوف پر عقلی ونقلی دلیلیں بیان کر کے جو قادیانی نے کہا ہے:

کہ ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی، یہ بھی محض جھوٹ ہے اور بناء فاسد علی الفاسد۔ آپ کو یہ یقین یا کم سے کم ظن غالب یا ادنی درجہ کا وہم بھی اس کا گذرتا تو آپ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء سے پہلے اس مضمون کا اشتہار جاری کرتے۔ آپ اشتہار جاری کرنے کے ایسے عادی ہیں کہ اپنی محبوبہ زوجہ کا حمل اور مبغوضہ زوجہ کی طلاق اور اولاد کو عاق کرنے کے اشتہار سے نہیں رک سکے۔ پس اگر ان کو کچھ بھی اشارہ عالم بالا سے ہوتا، یا آپ کا ملہم (معلم الملکوت) آپ کو القاء کرتا یا واقعہ میں آپ کو کوئی خط بزرگان سلطان محمد کی طرف سے ملتا تو آپ ضرور اس کا اشتہار کر دیتے۔ تاریخ وفات مرزا سلطان محمد گذر گئی اور اس کی صحت کے ساتھ زندگی آپ کی شرمندگی کا موجب ہوئی، تب آپ نے اپنے ایک چھپے حواری (حکیم فضل الٰہی) کی مدد سے یہ ڈھکوسلہ بنا لیا۔

☆ نمبر ۵ میں جو آپ نے ڈر جانے سے الٰہی وعدہ عذاب کے ٹل جانے کو سنت قدیم خداوندی قرار دیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے جس کا کافی بیان اس جلد میں ہو چکا ہے۔

۶۔ قادیانیوں کو انعامی چیلنج

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ نمبر ۶ میں جو آپ نے ہم تینوں میں سے کسی ایک کی قسم اس بیان پر چاہی ہے، اس قسم کیلئے خاکسار جس تاریخ وجس مقام میں (بجز قادیان) آپ چاہیں، حاضر ہے۔ مگر اس پر انعام دوسو روپیہ نہیں چاہتا، بلکہ بجائے دوسو روپیہ کے آپکے مسلمان ہو جانے اور عقائد جدیدہ کفریہ سے آپ کے تائب ہونے کا طالب ہے۔ اور اگر آپ اس سے انکار کریں تو پھر کوئی اور انعام تجویز کیا جاوے گا جو از قسم مال نہ ہوگا۔ اس کا اظہار آپ کے عقائد کفریہ سے تائب ہونے سے انکار کے بعد کیا جائے گا۔

قسم کے نا درست ہونے پر آپ مجھے کوئی ڈر سنانا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد تین دن مقرر کریں۔ زیادہ میعاد مقرر کریں گے تو اس کو منظور نہ کیا جائے گا۔ اور کمی میعاد کا آپ کو اختیار بھی دیا گیا ہے چنانچہ کسی اور جگہ معروض ہو چکا ہے۔

مولانا بٹالوی، مرزا صاحب کے خطاب میں فرماتے ہیں کہ اور اگر آپ درج بالا انعام

وشرط سے میری قسم منظور نہ کریں تو بالمقابل قسم پیش کریں اوراس پر وہی دوسو روپیہ جو آپ نے تجویز کیئے ہیں، انعام لیں۔مگر میں آپ کے ان حواریوں کی جن کو میں آپ کی مانند دہریہ و لامذہب جانتا ہوں،قسم ہرگز منظور نہ کرونگا (آپ اور وہ لوگ دوسو روپیہ تو کجا، دو روپیہ پر بھی قسم کھانے کو تیار ہو جائیں گے) بلکہ میں

☆ اولاً محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ کی قسم چاہتا ہوں۔وہ انہی الفاظ سے، جو آپ مجھ سے کہلانا چاہتے ہیں، یہ کہیں اوراس پر قسم کھا جائیں کہ

میں (محمد علی) نے ان دلائل فریقین کو جو خدا کے موعود موقت عذاب کے ٹل جانے یا نہ ٹلنے کی بابت قادیانی کے اشتہارات اور اشاعۃ السنہ کے مضامین میں بیان ہوئے ہیں، غور وتعمق سے ملاحظہ کیا ہے۔ میرے ایمان وکانشنس conscience کی شہادت سے قادیانی کے دلائل غالب وراجح ہیں۔اوراشاعۃ السنہ کے دلائل مرجوح ومغلوب ہیں۔

اور مجھے موازنہ دلائل سے یقین ہو گیا ہے کہ خدا تعالی اپنے موقت وموعود عذاب موت کو لوگوں کے سچے مسلمان ہو جانے سے، بلکہ جھوٹے ایمان لانے سے، بلکہ کافر رہ کر کسی قدر ڈر جانے سے،ٹلا دیا کرتا ہے۔

اس بیان میں میں اپنے دلی اعتقاد وکانشنس کے خلاف کرتا ہوں تو خدا تعالی مجھے ایسے دکھ وعذاب سے ہلاک کرے جو کسی جھوٹے پر نہ ہوا ہو۔

☆ محمد علی خان بہ تسلیم کذب قادیانی اس قسم سے انکار کریں تو دوسرے درجہ پر حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر اسی تفصیل سے قسم کھائیں۔

☆ وہ بھی انکار کر جائیں تو بدرجہ سوم منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ لاہور قسم کھائیں۔

☆ وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ چہارم منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ لاہور قسم کھائیں۔

☆ وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ پنجم سید فتح علی شاہ ڈپٹی کلکٹر نہر قسم کھائیں۔

یہ لوگ چونکہ عربی و دینی علوم میں دخل نہیں رکھتے لہذا ان میں سے ہر ایک کو عربی عبارات کا مطلب سمجھنے کیلئے محمد احسن امروہی کو اپنے ساتھ شریک کرنا ضروری ہوگا۔اوران کو بھی ان کے ساتھ قسم کھانی پڑے گی۔اگر یہ لوگ قادیانی کے پچھلے اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہوں اور انکو ہمارے دلائل و جواب کے مقابلہ میں کمزور سمجھیں تو وہ قادیانی سے درخواست کریں کہ وہ اپنے دعوی، الٰہی وعدہ عذاب موت کے ٹل جانے پر، دیگر قوی دلائل جو وہ دو گھنٹہ میں بیان کرنا

چاہتے ہیں، قلم بند کرا کر ہمارے پاس بھیج دیں اور ہم سے انکا جواب لیں۔ پھر جانبین کے دلائل کا موازنہ و مقابلہ کر کے اسکے دلائل کو غالب پاویں تو اسی تفصیل اور اسی ترتیب سے قسم کھائیں اور قادیانی کو وہی انعام دلوائیں۔

مولانا بٹالوی، مرزائی اکابرین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اگر وہ دلائل وعدہ عذاب موت کے ٹل جانے کے علاوہ قادیانی سے جملہ الزامات مندرجہ مضامین اربعہ

۱۔ اشاعۃ السنہ کی کیفیت سالانہ اور ایک غنیم دشمن اسلام (قادیانی) پر اسکی فتح یابی کا شکرانہ

۲۔ لعنت اللہ علی الکاذبین مع تکملہ

۳۔ حرامزادہ سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

۴۔ فرضی زوجہ قادیانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر قادیانی کی راست بیانی

کا پورا جواب لکھوائیں۔ اور پھر اس کا جواب ہم سے لکھوا کر ان میں موازنہ و مقابلہ کر کے قادیانی کی جانب کو غالب اور اشاعۃ السنہ کو مغلوب سمجھیں، تو اس پر بھی اسی ترتیب سے اور اسی تفصیل سے قسم کھائیں۔ اور اس کے صلہ میں دو ہزار روپیہ انعام قادیانی کو دلوائیں۔ اس دو ہزار روپیہ کی کفالت چاہیں تو ہمارا نیا مکان (دیوان خانہ) مکفول کرا لیں، جیسا کہ جواب براہین احمدیہ کے انعام میں اپنی زمین مکفول کراتے تھے۔

یہ بات مرزا قادیانی نے نہ مانی اور جواب مضامین اربعہ مذکور کے لکھنے کی جرئت نہ کی اور اس کے موجودہ اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہونے کے سبب ان لوگوں نے قسم نہ کھائی تو عام مسلمان جان لیں کہ، خوف سے موعود عذاب موت ٹل جانے، کے دعوی پر مرزا قادیانی اور اس کے اتباع مذکورین کو یقین وطمانیت نہیں ہے اور اس دعوی میں وہ ہٹ دھرمی کر رہے ہیں اور دیدہ دانستہ دھوکہ دے رہے ہیں۔

نمبر ۷ میں آپ نے منکوحہ آسمانی کی واپسی کی پھر پیش گوئی کی ہے لیکن اس کی کوئی میعاد نہیں بتائی لہذا یہ پیش گوئی آپ کے کسی دعوی الہام یا مسیحائی کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ ایسی پیشگوئی اگر کوئی آپ کی موجودہ منکوحہ کی نسبت کر دے کہ آپ کے مرنے کے بعد وہ اس کے نکاح میں آوے گی، تو اس سے آپ اس کو ملہم یا مسیح وغیرہ ہرگز نہیں کہیں گے۔ لہذا مناسب ہے کہ اگر اس پیش گوئی سے آپ اپنا کوئی دعوی الہام یا مسیحائی وغیرہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد مقرر کریں ورنہ اس کو ابھی ڈھانکے رکھیں۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۶۔ ص ۱۷۹۔۱۹۶)

لیکھ رام کا قتل

شام کا وقت ہے، ٦ بج گئے ہیں، آریہ سماج لاہور کے احاطہ کے اندر سے ایک چیخ کی آواز سرد سے بھری ہوئی نکلی دوڑیو! مار ڈالا۔ اور قاتل ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا۔ ادھر ادھر سے تو چل، میں چل، آدمیوں کا انبوہ اکٹھا ہو گیا۔

ایک کمرے میں چار پائی پر ایک جوان پڑا ہائے ہائے کر رہا ہے اور خون کا پرنالہ جاری ہے ایک جوان اور حسین عورت پریشان حالت سر کے بال بکھرے ہوئے بال نوچ رہی ہے اور ڈھائیں مار مار کر روتی ہے اغلب کہ یہ آواز اس کی عورت کی تھی۔

ایک تماشائی: ارے بھائیو! کیا ہوا، خیر تو ہے۔ یہاں تو خون کا نالہ بہ رہا ہے، دیکھو تو کمرہ کے باہر تک آیا ہے۔

دوسرا: ارے غضب ہوا، دن دہاڑے لاہور بھی پشاور ہو گیا۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے ایک خون سر بازار ہو گیا تھا، ان ظالم قاتلوں کو دوسرے کا درد، یا خدا کا خوف نہیں، اپنی جان کا بھی اندیشہ نہیں۔

تیسرا: کون مارا گیا، کس نے مار دیا، کوئی لڑائی فساد کا شور وغل ہی نہیں سنا، یہ کیا بات ہے۔ ابھی تو رات بھی نہیں جو کوئی چور مار گیا ہو۔

اندر جا کر دیکھا تو مجروح کے پیٹ میں چھری کا ایک گہرا زخم ہے فوراً ڈاکٹر صاحب کو خبر ہوئی۔

ڈاکٹر: زخم کاری ہے، امید نہیں کہ مجروح جانبر ہو سکے۔ مجسٹریٹ کو اطلاع دینی چاہیے۔

پولیس نے فوراً احاطہ کے گرد پہرہ قائم کیا اور مجسٹریٹ کو اطلاع دی جس نے مجروح کا بیان لیا۔

مجروح۔ میرا نام پنڈت لیکھرام ہے، میں آریوں کا اپدیشک ہوں، کچھ دن سے ایک شخص آیا، اس نے کہا کہ مجھ کو لوگوں نے مسلمان کر لیا تھا، پہلے میں ہندو تھا۔ اب میں پھر ہندو ہونا چاہتا ہوں۔ مجھ کو شدہ کر لیجیے۔ میں نے اس کو اپنے پاس ٹھہرنے کو جگہ دی کہ تجھ کو شدہ کیا جائے گا۔

آج شام کو میں باہر سے آ کر اپنے کمرہ میں لیٹنے کو آیا، بستر پر قدم رکھا کہ ظالم نے میرے پیٹ میں چھری ماری کہ تا بدستہ اندر چلی گئی، پھر مجھ کو خبر نہیں کیا ہوا؟ بیٹھا تو گرا، گرا تو بے ہوش۔

عورت: میں مجروح کی بیوی ہوں، میں دوسرے کمرے میں تھی جب ظالم نے ضرب لگائی اور ہائے کی آواز میرے کانوں میں پہنچی میں فوراً اس طرف آئی۔ قاتل مجھ کو دروازہ میں ملا، میں نے

اس کو پکڑا، مگر وہ جوان اور مضبوط مرد اور میں عورت ذات، مجھ کو دھکا دیا اور ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا۔

پولیس نے اور لوگوں سے دریافت کیا۔ سب نے لاعلمی بیان کی۔ تفتیش مقدمہ تلاش مجرم ہونے لگی۔ مگر کچھ پتہ نہیں چلا۔

مجروح کا نہایت سرگرمی سے علاج ہوا، مگر زخم کاری تھا جانبر نہ ہوا، دن نکلنے سے پہلے دم نکل گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے مقتول کی لاش کا پوسٹ مارٹم کیا اور نتیجہ پولیس میں بھیج دیا لاش ورثاء مقتول کو دی گئی۔ آریوں نے مقتول کے حسب دستور تجہیز وتکفین کا سامان کیا۔ گوجرانوالہ، امرتسر وغیرہ کے آریہ بھی آ گئے تھے، بڑی دھوم دھام سے ارتھی نکالی گئی۔

پولیس کی تفتیش اور تلاش سے قاتل کا پتہ یا سراغ نہیں لگا۔

لوگوں کے دل پر اس ناگہانی موت کا سخت اثر ہوا، ہر شخص کی آنکھ سے آنسو جاری، ہچکی طاری ہوئی، اور مختلف لوگوں نے تعزیت کی۔

پہلا شخص:

گر پیر نود سالہ بمیرد عجبے نیست
ایں ماتم سخت ست کہ گویند جوان سنی

دوسرا شخص: بھائیو اس دنیا کیلئے بغض وعداوت حسد وکینہ سے تو تو میں میں کرتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ دنیا چند نفس ہے، اسکا اعتبار کیا ہے۔ ایک قدم اٹھایا دوسرے کا بھروسہ نہیں۔ یہ چل چلاؤ لگی ہوئی ہے۔ کل شام پنڈت لیکھرام بازار میں پھرتا تھا، اس کو خبر تھی کہ میں رات کو مر جاؤنگا۔ آج اس کو پھونکنے کیلئے جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں خاک کے ڈھیر کے سوا نشان بھی نہ رہیگا۔ پھر وہ نہیں

افسوس کہ عمر رفت ہوشیاری ہست
دردا کہ خیال خویشتن داری ہست
فغاں کہ قافلہ عمر رفت نیم قدم
طریق راست نہ پیمود نفس کامل ما

تیسرا شخص: دنیا کے یہی کارخانے ہیں، ایک آتا ہے ایک جاتا ہے، کہیں شادی ہے کہیں غم ہے ،کس کس کو روئیں اور کس کس کا غم کریں، آخر سب کے واسطے ایک روز یہ دن درپیش ہے

کسی کی مرگ پر اے دل نہ کی جئو چشم تر ہرگز
بہت سا روئے اس پر جو اس جینے پہ مرتے ہیں

چوتھا شخص: آدمی اپنی آن کا پورا تھا، کسی سے دب کے نہیں چلا۔

پانچواں شخص: جب ہی تو یہ روز بد دیکھا، اکثر لوگ اسی وجہ سے اس کے دشمن ہو گئے، خصوص غیر مذہب والے منہ، پھٹ تو تھا ہی جو زبان پر آیا بک دیا، تہذیب کلام یا زبان کو لگام تو تھا ہی نہیں۔

چھٹا شخص: ذاتی عداوت تو کسی سے تھی نہیں، مذہبی جوش میں ہر ایک سے اڑ جاتا تھا، اس واسطے سب سے برا تھا۔

ساتواں شخص:۔ مرزا قادیانی نے اس کے مرنیکی پیش گوئی کی تھی اور میعاد مقررہ قریب الاختتام ہے ڈپٹی عبد اللہ آتھم جو پیش گوئی کے موافق نہیں مرا تو قادیانی کو بڑی ذلت اور رسوائی ہوئی تھی اس نے خیال کیا اگر یہ پیش گوئی خالی گئی تو میری بڑی رسوائی ہوگی اور ہوا اکھڑ کر ساری دکانداری خاک میں مل جائے گی۔ ہمارے خیال میں ان میں کی سازش ہے۔

آٹھواں شخص: بعض کہتے ہیں کہ یہ عورت جو اس کے پاس ہے اس کی بیاہتا نہیں ہے، اس کے وار ثوں کا کام ہے۔

(فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ ہر ایک اپنی اپنی رائے زنی میں ہے۔ مقتول کی عورت کا حال نہایت ابتر تھا اس کے دیکھنے سے پتھر کے دل پانی ہوتے تھے اور اس کے بین سے سنگ دل سے سنگ دل بھی آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے)

عورت: (رو کر) ہائے رے میرے پیارے! مجھ سے کیوں روٹھا۔ میری خطا تو بتا۔ کچھ بول تو سہی۔ ہائے اخیر وقت میں بات بھی نہ کی، اپنی کہی نہ میری سنی۔

چلے ہو کس لئے ہو کر خفا سنو تو سہی　بتا دو پہلے ہماری خطا سنو تو سہی
جواب نہیں دیتے کچھ تو کہو مجھ کو　کس پر چھوڑا کس کے سپرد کیا
چھڑا کر مجھ سے میرے خانماں کو　چلا ہے چھوڑ کر تنہا کہاں کو

میں تیری منتیں کرتی ہوں مجھ کو بھی لے چل۔ یہ بے روئی خلاف امید مجھ سے نہ کر، مجھ سے کیا کیا وعدے وعید تھے سب بھلا دیئے

لوگ: آپ بدھ وان ہیں، آپ کو مت دینا عقل کے خلاف ہے۔ صبر کرو۔

عورت: میں نے بہت ضبط کیا اب ضبط کا یارا نہیں رہا

اے جان غم فراق میں میں زہر کھا مروں　اس کے سوا نہیں کوئی تدبیر دوسری

(غرض بڑی سوزشیں غم و اندوہ کے ساتھ میت اٹھائی گئی اور مرگھٹ میں صندل کے ڈھیر میں رکھ کر آگ لگا دی گئی اور باہم گفتگو شروع ہوئی)

پہلا شخص: اس میں تو کلام نہیں کہ قادیانی کا الہام تھا، اس قتل میں اسکی سازش ہے۔ عام مسلمانوں کو بھی مقتول کی بدزبانی کا سخت رنج تھا، عجب نہیں کہ وہ بھی اس مشورہ میں شامل ہوں۔

دوسرا شخص: بھائی مرزا اور مسلمانوں پر ہی کیا حصر ہے، ہندو برہمو عیسائی سکھ کون سے اس کی تیغ زبان کے زخم سے بچے تھے، سب ناراض ہیں خوش کون تھا۔

آریہ: (جوش میں) مسلمانوں کے جس قدر لیڈر ہیں ان سب کو جام شہادت پلایا جاوے، تو سہی

مسلمان: بھائی مسلمانوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے، اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ مقتول نے اپنی بے خبری اور زبان درازی سے مذہبی اور قومی وکیل بن کر سال ہا سال دل کھول کر اسلام اور اس کے ہادی ﷺ کو برا بھلا کہا، اور براہین احمدیہ کے جواب میں چند کتابیں جو فقط بدکلامی اور بے تہذیبی سے پر ہیں اور بڑا حصہ ان کا عیسائی متعصبوں کی تحریرات سے انتخاب ہوا ہے ادھر ادھر سے اکٹھا کر کے چھپوا کر شائع کرائی ہیں اور عام جلسوں میں زبانی تقریروں میں بھی اسلام اور بانی اسلام ﷺ کو گالیاں سنائی ہیں، مسلمانوں کا دل دکھایا ہے تو ان سے اور مذہب والے کون خوش ہیں۔ وہ (مقتول) جوان چلتا پرزہ، منہ پھٹ، زبان دراز آدمی تھا۔ اس کی زبان طعن اور دشنام سے کوئی مذہب بھی باقی نہیں جس کو رنج نہ پہنچا ہو۔ پنڈت مقتول سے جیسے کہ مسلمان آزار رسیدہ اور ناخوش تھے ویسے ہی ہندو بھی تھے۔ ممکن ہے کوئی ہندو ہی اس کا قاتل ہو۔ مذہبی جوش سب قوم میں ہے۔ یہ (مقتول) ہندوؤں کے بزرگوں کو بھی پانی پی پی کر کوستا تھا جیسا کہ اوروں کے بزرگوں کو۔

آریہ: میاں جی! تمہارے ساتھ ہماری گفتگو نہیں ہے۔ براہین احمدیہ کا جواب پنڈت لیکھ رام نے سخت دیا تو کیا غضب کیا؟ اس نے بھی کتاب مذکور اور دیگر رسائل میں ہندوؤں کو کوسنا اور ان کی بہو بیٹیوں کو گالی دینا، اور اپنے الہامات میں ان کو دھمکانا اور الہامی قتل سے ڈرانا اور ان کے معبودوں کو برا کہنا شروع کیا تھا۔ کلوخ انداز را پاداش سنگ ست

مسلمان: صاحب! اس کا تو ہم کو بھی اعتراف ہے۔ مرزا قادیانی کی بدزبانی اس بدگوئی کی علت ہے مگر قادیانی کا مسلمانوں سے کیا تعلق؟ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بہت ہی کم لوگ ہیں جو الہامی قائل کو مسلمان سمجھتے ہوں، جمہور علماء اسلام ان کو اسلام سے خارج کر کے تکفیر کا فتوی دے چکے ہیں۔ اور اس کو کافر کاذب کہتے ہیں اور اس (قادیانی) کی ایسی کاروائی ہے کہ وہ لوگوں کو گالیاں دیتا اور غیر مذاہب کے معبودوں کو برا کہتا ہے۔ وہ بھی ناراض ہیں، جو اس کو کافر نہیں کہتے مگر گمراہ اور خطار کار سمجھتے ہیں۔

آریہ: وہ (قادیانی) اپنے آپ کو مسلمانوں کا وکیل امام اور مجدد بیان کرتا ہے اور خود مسلمان کہلاتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس کی سازش سے یہ قتل واقعہ ہوا ہے کیونکہ اسکے الہام کی تصدیق اس قتل سے ہوتی ہے۔ گو دوسرا نہ مانے مگر وہ تو اپنے خیال میں یہ سمجھے ہوئے ہے اور تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ آتھم کی پیشگوئی جھوٹی ہونے پر اس کی کس قدر تذلیل اور تضحیک ہوئی۔

مسلمان: اس میں ہم کو کوئی اعتراض نہیں۔ آپ اسکی نسبت اپنا اشتباہ ظاہر کریں یا یقین کو اپنے دل میں جگہ دیں۔

قتل لیکھ رام پر قادیانی تبصرہ

آج قادیان میں عجیب چہل پہل مچی ہوئی ہے در و دیوار سے فرح و انبساط کے آثار دکھلائی دیتے ہیں شادی و کامرانی کے چہچہے بلند ہیں۔ گو کچھ آریوں کے گھروں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے، سوگ کا سامان نظر آتا ہے۔ حضرت کا دربار شاہانہ اور جلوس ملوکانہ منعقد ہے، اور ہر ادنی و اعلی کی مارے خوشی کے باچھیں جا رہی ہیں، ریشمہ خطمی ہو رہے ہیں، بند قبا ٹوٹے جاتے ہیں۔ کوٹوں کے بٹن ایسے اڑتے ہیں جیسے بوتل کے کاگ۔ ہر ایک سینہ ابھارے، نتھنے پھیلائے، سینہ کو چوڑائے بیٹھا ہے، اور چہرہ پر خوشی کے مارے ایک رنگ آتا اور ایک جاتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود امام زماں مرزا صاحب بھی رونق افروز ہیں۔ آج ادب و تعظیم معاف ہے قہقہہ اور خوش آوازیاں ہو رہی ہیں۔ چھوٹ ہے جو جس کا جی چاہے کہے، لیکھ رام کے قتل کا ذکر نہایت رنگ آمیزیوں کے ساتھ ہو رہا ہے تہنیت اور مبارک باد کا شور ہے

مرزا قادیانی: (اخبار ملاحظہ فرماتے ہوئے) اخبار عام ۱۰ مارچ ۱۸۹۷ء ہماری نسبت اشارہ کر کے لکھتا ہے کہ ایک عیسائی ڈپٹی صاحب کی پیش گوئی فوت ہونے کی درعرصہ ایک سال (۱۵ ماہ) مشتہر کی گئی ہے اور اخباروں میں اس کی چرچا تھی اور خدانخواستہ ان ایام میں اگر ڈپٹی صاحب کے ساتھ ایسا واقعہ ہو جاتا (یعنی قتل) جس کا خمیازہ لیکھ رام صاحب کو بھگتنا پڑا ہے تب اور صورت تھی۔

اب ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ اڈیٹر صاحب کی اس تقریر کا کیا مطلب ہے۔ بس یہی مطلب ہے کہ اگر ڈپٹی آتھم صاحب قتل ہو جاتے تو اڈیٹر صاحب کے خیال میں گورنمنٹ کو پیش گوئی کرنے والے کی نسبت فی الفور توجہ پیدا ہوتی اور وہ تفتیش ہوتی جواب نہیں ہے۔

حواری: اس تقریر سے اڈیٹر صاحب کی کوئی نیک نیت نہ ہوگی۔

مرزا قادیانی: نہیں یہ تقریر ایک سطحی خیال اور خلاف سمجھ کا داغ رکھتی ہے۔

حواری: اور یہ تو حضور نے غور نہیں فرمایا، افسوس تو اس کا ہے۔

مرزا قادیانی: ہاں ہاں میں خوب جانتا ہوں اڈیٹر صاحب کی تقریر سے پایا جاتا ہے کہ آتھم کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

حواری: یہی تو میں عرض کرتا تھا۔

مرزا قادیانی: ہم مختصراً یاد دلاتے ہیں کہ وہ پیشگوئی بڑی صفائی سے پوری ہوئی۔ آتھم صاحب بڑے ایک پرانے ملاقاتی تھے انہوں نے ایک مرتبہ زبانی اور ایک خاص رقعہ کے ذریعے سے بھی الحاح کیا تھا کہ اگر میری نسبت کوئی پیش گوئی ہو اور سچی نکلے تو میں کسی قدر اپنی اصلاح کرونگا۔ سو خدا نے ان کی نسبت یہ پیش گوئی ظاہر کی کہ وہ ۱۵ مہینے کے عرصہ میں ہاویہ میں گریں گے۔ مگر اس شرط سے کہ اس عرصہ میں حق کی طرف انہوں نے رجوع نہ کیا ہو۔ پس جو خدا کے وعدہ میں ایک شرط سے آتھم خوفناک ہوکر اس شرط کے پابند ہوگئے ضرور تھا کہ اس شرط سے فائدہ اٹھاتے اس شرط کی تاخیر (تاثیر) ہے ان کی موت میں کسی قدر تاخیر ہوگئی۔

حواری: حضور اگر کوئی معترض اعتراض کرے کہ اس کا ثبوت کہ انہوں نے دل میں اسلام کی طرف رجوع کیا اور ان پر اسلام کی پیش گوئی کا خوف غالب آگیا تھا

مرزا قادیانی: جب خدا نے ہم کو اطلاع دی کہ آتھم نے شرط سے فائدہ اٹھایا ہے اور اس کی موت میں ہم نے تاخیر ڈال دی تو ہم نے آتھم کو چار ہزار کے انعام پر قسم کھانے کے لئے بلایا اور وہ نہیں آیا اور نہ اس نے قسم کھائی۔ سراج منیر ص ۱۷۔۱۸۔ حالانکہ یہ ان کو صاف اقرار تھا کہ میں میعاد کے اندر ڈرتا رہا مگر الہامی ہیبت سے نہیں بلکہ تعلیم یافتہ سانپ اور حملہ وغیرہ سے۔

حواری: آخر مرہی گیا اس وقت نہ مرا چند ماہ بعد سہی۔

مرزا قادیانی: میرے الہام میں یہ بھی تھا اگر آتھم سچی گواہی نہیں دے گا اور قسم نہ کھائے گا تب سے اصرار کے بعد جلد مرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آتھم صاحب میرے آخری اشتہار سے سات مہینے کے اندر مر گئے۔ (سراج منیر۔ص ۱۸)

حواری: اس میں کیا کلام ہے؟ حضور آخر مرنا ہی تھا اور کیوں نہ مرتا۔ اور حضرت جی یہ سب تباہ ہوں گے یہ بھی اس ملعون (لیکھ رام) کی طرح لقمہ دہان اجل ہوں، تو حقیقت معلوم ہو۔

مرزا قادیانی: اللہ تعالی کا وعدہ ہے جو ہماری اہانت کریگا وہ ذلیل ہوگا اور پھر ذلیل ہوگا۔ اب اگر شیخ بٹالوی اور دیگر مولویوں نے اس الہام (قتل) کی تصدیق نہ کی، ان کو بھی یہ روز بد پیش آئیگا۔

(یہ دھمکی عام طور پر تو اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں آریہ کے ساتھ مولویوں کو شامل کر کے خود قادیانی نے شائع کی۔ پھر ان کے خلفاء و میاں معراج الدین وغیرہ نے آسمانی فیصلہ کے ذریعہ مشتہر کی۔ پھر خصوصیت کے ساتھ خاکسار کو مخاطب کر کے قادیانی کے حواری حکیم نورالدین نے ایک خط کے ذریعے سے جو مرزا کے مرید میاں محمد صادق کلرک اکونٹنٹ جنرل آفس اور میاں عبدالرحمٰن کلرک ریلوے میرے پاس لائے۔ وہ دھمکی دی اور یہ بات لکھی کہ اس کیلئے بشرط انکار کم سے کم پنڈت لیکھرام کی طرح کسی پیش گوئی کے واسطے صاف ارادہ ظاہر فرماویں۔ آخر مرزا نے بھی اشتہار متعلق لیکھرام مطبوعہ ۱۱۔اپریل ۱۸۹۷ء میں صاف لکھ دیا کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب قسم کھالیں کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی، پھر ایک سال تک بچ گئے تو ہم جھوٹے سمجھے جائیں .اس کا جواب اس مضمون میں آگے آتا ہے۔ محمد حسین۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۸)

حواری: آمنا وصدقنا خدا کے نبی اور مرسل کی توہین نعوذ باللہ، توبہ ہزار توبہ

مرزا قادیانی: یہ آریہ لوگوں کی بالکل غلطی ہے جو گورنمنٹ کی طرف سے خیال کرتے ہیں کہ لیکھ رام کے مقدمہ میں سعی نہیں کی ہے اور آتھم کے مقدمہ میں اگر وہ قتل ہو جاتا تو سستی نہ کرتی۔ ہم کہتے ہیں کہ گورنمنٹ ہندو مسلمانوں کو دونوں آنکھوں کی طرح برابر دیکھتی ہے لیکن گورنمنٹ کا اس میں کیا قصور ہے اور کونسی سستی کی، کس قاتل کو آریہ کس ثبوت کے ساتھ گرفتار کرانا چاہتے ہیں جس کے پکڑنے میں تامل ہے لیکن خدا کی پیش گوئیوں میں دخل نہیں دے سکتی وہ اہل کتاب ہے خدا سے منکر نہیں جو عالم الغیب آئندہ زمانیکی اس طرح خبر دے گویا وہ موجود ہے۔ کیا چھ سال کی میعاد بیان کرنا اور عید کے دوسرے دن کا پتہ دینا اور صورت موت بیان کر دینا یہ خدا سے ہونا محال ہے؟ اگر خدا سے محال ہے تو ان قیدوں کے ساتھ انسان کی ایسی پیشگوئی کیونکر ممکن ہے؟ کیا دور دراز عرصہ سے ایسی صحیح خبریں دینا انسان کا کام ہے؟ اگر ہے تو اسکی دنیا میں کوئی نظیر پیش کرو (ص ۱۵ سراج منیر)

حواری: اخبار والوں نے اس پیش گوئی سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ایک منصوبہ تھا جو پیش گوئی کے طور پر مشہور کیا گیا۔

مرزا قادیانی: اس بات کو تو ہم خود مانتے ہیں کہ پیش گوئی کی تشریح میں تفہیم الٰہی سے بار بار ظاہر کیا ہے کہ وہ ہیبت ناک طور پر ظہور میں آئے گی اور نیز یہ کہ لیکھ رام کی موت کسی بیماری سے نہیں ہو گی بلکہ خدا کسی ایسے کو اس پر مسلط کریگا جس کی آنکھ سے خون ٹپکتا ہوگا مگر پنجاب سماچار نے جو عید کا

دن لکھا ہے یہ اس کی غلطی ہے الہام کی عبارت یہ ہے کہ ستعرف یوم العید و العید اقرب یعنی اس نشان کو جو عید کی مانند ہے پہچان لیگا اور عید اس نشان کے دن سے بہت قریب ہوگی ۔ یہ خدا نے خبر دی ہے کہ عید کا دن قتل کے دن کے ساتھ ملا ہوا ہوگا اور ایسا ہی ہوا (ص ۲۱۔ سراج منیر)

حواری: کوئی نہیں سوچتا۔ کیا یہ انسان کا کام ہے کہ تاریخ بتلائی گئی، دن بتلایا گیا، سبب موت بتلایا گیا اور اس حادثہ کا وقوع ہیبت ناک طرز ی ظہور میں آنا بتلایا گیا (اشاعۃ السنہ کے پرچہ پیش کر کے۔) یہ حضور نے ملاحظہ فرمایا۔

مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں: چھکڑیوں والے الہام کا کہیں وجود معلوم نہیں ہوتا اور یوم العید والے الہام میں قتل لیکھ رام کا کہیں ذکر یا اشارہ تک نہیں اس کشف کے آپ نے سرمہ چشم آریہ میں کچھ معنی لئے ہیں اور قتل لیکھ رام کی بابت کچھ لئے ہیں براہین احمدیہ کے الہامات میں سے علی ہذا القیاس بعد قتل لیکھرام کے معنی گھڑ کر ڈالے گئے ۔ میں اس سے آپ کو یا آپ کے ملہم کے خیال میں ہے یہ معنی نہیں تھے اس باب میں جو کچھ آپ نے کہا ہے سفید جھوٹ ہے ہاں اس قدر مسلّم ہے کہ چھ سال کی میعاد قتل لیکھ رام کے لئے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء میں ضرور مقرر کی گئی تھی مگر اس میعاد کے مطابق یہ قتل وقوع میں نہیں آیا بلکہ اس میعاد سے دو سال پہلے چار سال کے بعد قتل وقوع میں آیا۔ اس سے وہ پیش گوئی جھوٹی ہے نہ سچی۔

جو لوگ چار اور چھ میں فرق کر سکتے ہیں وہ اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے میں شک نہ کریں گے۔ اس کے جواب میں الہامی صاحب یہ کہیں کہ چار کا عدد چھ میں داخل ہے لہذا چار سال پیش گوئی کے پورے ہونے سے چھ سال میں اس کا پورا ہونا صادق آ سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا چار کا عدد چھ میں داخل ہے، دس بیس اور سو میں بھی داخل ہیں ۔ پھر کیا اس نظر سے جو واقعہ چار سال میں واقعہ ہونے والا ہو، اس کا دس بیس سو برس کی میعاد میں وقوع بیان کرنا اور اس کو تحدی اور کرامت کے طور پر مخالفین کے مقابلہ میں پیش کرنا جائز ہے نہیں نہیں ہرگز نہیں ۔ اس سے تو تحدی اور کرامت باطل ہوتی ہے اور تحدی اور کرامت اور اخبار غیب اسی صورت میں متصور ہے کہ جو اس واقع کے وقتی کی اصلی حد ہو وہ بتا دی جائے۔ کسی میعاد قریب کو بعید کر کے بتانا نہ صرف مبطل تحدی و خلاف کرامت ہے بلکہ وہ حکمت بھی برخلاف ہے اور سراسر حماقت اور سفاہت

ہے جو خدا حکیم و علیم و ملہم الصادقین کی شان کے مخالف ہے۔

اور اس کا عکس کہ ایک امر بعید الوقوع کو ایسے سچے اور صحیح الفاظ میں بیان کرنا جس سے اس کا قریب ہونا مفہوم ہو عین حکمت ہے

اس اصول سے اسلام میں اور پہلے دینوں میں قیامت کو قریب بتایا گیا ہے باوجودیکہ ہزار ہا برس گذر چکے ہیں اور اسی وجہ سے خبر فتح روم کو جو سات برس واقع ہونے والی تھی لفظ بضع سے اس کا اطلاق عرب میں تین سے نو سال تک ہوتا ہے اور اس لفظ کے بولنے سے تیسرے ہی سال کے بعد فتح کی امید شروع ہو گئی تھی۔ اور اس سے دوستوں کو خوشی اور دشمنوں کو خوف پیدا ہو گیا تھا جس کی تفصیل ہمارے مضمون خط میں جلد ۱۷ میں ہے۔ الہامی صاحب نے موت لیکھرام کے متعلق پیش گوئی میں اس اصول حکمت کا خلاف کیا اور اس سے یہ ثابت کیا کہ وہ پیش گوئی الہامی اور روحانی نہ تھی بلکہ ایک وسوسہ شیطانی تھا جو جھوٹا نکلا۔ ایک وجہ اس پیش گوئی شش سالہ کے جھوٹی نکلنے اور سچی نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ اس عذاب کی (جس کی اس پیش گوئی میں خبر دی گئی ہے) الہامی صاحب نے آئینہ کمالات کے صفحہ اخیر میں ان الفاظ سے کہ وہ غیر معمولی اور خارق عادت ہو گی، تفسیر کی ہے۔ چنانچہ کہا ہے کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت الٰہی رکھتا ہو تو سمجھو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ اور یہ قتل جس کیفیت سے وقوع میں آیا ہے وہ معمولی کیفیت ہے۔ نہ نرالی۔ نہ غیر معمولی نہ خارق عادت۔ ایسے واقعات صدہا وقوع میں آتے ہیں ہسپتالوں میں جا کر زخمی لاشیں دیکھ لو۔ پولیس اور عدالت میں ایسے صدہا کیس ملاحظہ کر لو۔ تھوڑی دن ہوئے کہ لاہور کے بازار انارکلی میں ایک میم کو ایک فقیر نے چھری سے مار ڈالا۔ اس سے پہلے چھاؤنی پشاور کے اسٹیشن پر ایک فوجی افسر کو ایک سرحدی افغان نے چھری سے قتل کیا۔ ایسے واقعات کو آنکھوں سے دیکھنا ہو تو پشاور کے قریب چلے جاؤ اور مشاہدہ کر لو۔

ایسے واقعات کو کوئی ذی عقل اور صاحب فہم معمولی سی نرالی اور خارق عات نہیں کہہ سکتا معمولی سے نرالے اور خارق عادت عذاب وہ تھا جو پہلے نبیوں کے منکروں پر آئے۔ کوئی زمین میں دھنسایا گیا کوئی آسمانی سخت آواز سے ہلاک ہوا۔ کسی پر آسمان سے

پتھر برسے۔اور کئی غیر معمولی طور پر بہیئت مجموعی غرق آب ہوئے جن کا ذکر قرآن میں سورہ عنکبوت کے رکوع ۲ میں ہوا ہے آج کل کا طاعون جو بمبئی اور کراچی پر مسلط ہے کاش اسی کا حصہ اکیلا لیکھ رام کو پہنچتا تو بھی تسلیم کیا جاتا کہ اس شہر میں جو عذاب سے مامون ہے صرف لیکھ رام کیلئے وہ غیر معمولی اور خارق عادت عذاب ہے۔ چھری مارنے کو جو رات دن لوگوں کو لگتی ہے غیر معمولی اور خارق عادت قرار دینا آپ ہی کا کام ہے جو الہام سے ہوتا ہے اس بیان سے ثابت ہوا کہ یہ پیشگوئی اور اسکے متعلق جس قدر الہامات الہامی صاحب نے بیان کئے ہیں وہ سچے نہیں نکلے بلکہ سراسر کذب و فریب ظاہر ہوئے

حواری: حضور نے دیکھا جس قدر الہام و دلائل اس میں گذرے گویا وہ اپنے دلائل لا طائل سے باطل کر چکے براہین احمدیہ کے الہامات جو تیرہ برس اس واقع سے پہلے ہوئے اور سرمہ چشم آریہ کا کشف جو بارہ برس پیشتر ہوا اور الہامات سب کا بطلان کر دیا اپنے خیال میں شمہ لگا نہیں رکھا۔

مرزا قادیانی: خدا جانے یہ شخص کیسا ضدی ہے۔اس کی چاپلوسی بھی کی ہے، طمع بھی دی کہ ہم کو الہام ہوا ہے مولوی محمد حسین صاحب رجوع کریں گے سراج المنیر میں شائع بھی کر دیا، مگر پتھر پر جونک کب لگتی ہے۔ کچھ اثر نہ پڑا۔ تلا ہوا بیٹھا ہے، بات منہ سے نکلے اور کاٹے۔ ہم نے ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں لکھا ہے کہ اگر جلسہ عام میں میرے رو برو مولوی محمد حسین قسم کھا کر یہ کہدے کہ یہ پیش گوئی خدا تعالی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی، اور اگر خدا کی طرف سے تھی اور فی الواقع پوری ہوگئی تو اے قادر مطلق ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر۔ پھر اگر مولوی صاحب اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھیں گے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کرینگے اور جس قدر ہمارے پاس اس بارہ میں الہام ہوں گے جلا دیں گے۔

حواری۔ غریب نواز! مولوی صاحب نے اس بات کا جواب بھی تو اس پرچہ میں لکھا ہے۔

محمد حسین بٹالوی: اگر آپ کا وہ الہام بھی سچا تھا جو تین بار آپ کو ہوا ہے اور خدا کی طرف سے تھا اور آپ اس کے بیان میں سچے تھے تو پھر آپ کو میری مخالفت اور مخالفانہ تحریر کی فکر کیوں پڑی۔ جب میں آپ کی طرف رجوع اور آپ کے موافق ہونے والا ہوں تو چاہوں ہزار مخالفت کروں آخر میدان تو آپ کے ہاتھ آنے والا ہے.. لہذا اس یقین کرنے کی کافی وجہ بھی موجود ہے وہ الہام آپ کا محض افتراء ہے جس سے آپ کی

غرض یہ ہے کہ خاکسار آپ کی پیش گوئی کی نکتہ چینی نہ کرے۔ پھر آپ فرماتے ہیں مخالفانہ تحریر کی کیا ضرورت ہے۔ مباہلہ سے آسانی سے فیصلہ ہوسکتا ہے
یہ خاکسار اپنی نیک نیتی اور سچائی کی نظر سے اور خدا تعالی کے ناصر و معاون حق ہونے کی امید و بھروسہ پر آپ کی دعوت قسم کے قبول کرنے کو بغیر کسی معاوضہ یا تاوان کے حاضر ہے۔ وغیرہ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر۲ ج ۱۸ ص ۵۱۔۵۲)

(مرزا صاحب کہتے ہیں: مولوی محمد حسین صاحب اگر سچے دل سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ پیش گوئی لیکھرام والی جھوٹی نکلی تو انہیں تحریر مخالفانہ کی تکلیف اٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم خدا تعالی کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ اگر وہ جلسہ عام میں میرے روبرو یہ قسم کھالیں کہ یہ پیش گوئی خدا تعالی کی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی اور اگر خدا تعالی کی طرف سے تھی اور فیالواقع پوری ہوگئی تو اے قادر مطلق ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر۔ پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھیں گے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں گے اور جس قدر کتابیں ہمارے پاس اس بارہ میں ہوں گی جلا دیں گے۔

☆ خاکسار محمد حسین اس کے جواب میں کہتا ہے کہ اگر آپ کا الہام منامی جو تین بار آپ کو ہوا ہے سچا اور خدا کی طرف سے تھا اور آپ اس کے بیان میں سچے تھے تو پھر آپ کو میری مخالفانہ تحریر کی فکر کیوں پڑی۔ جب میں آپ کی طرف رجوع اور آپ کے موافق ہونے والا ہوں تو چاہوں ہزار مخالفت کروں آخر میدان تو آپکے ہاتھ آنیوالہ ہے۔ پھر اس مخالفت سے آپکا کیا نقصان ہے، بلکہ سوچو تو فائدہ ہے۔ جس قدر مخالفت کے بعد موافقت ہوتی ہے اسی قدر وہ زیادہ مؤثر ہوتی ہے اور لوگوں کی نظر میں وقعت پیدا کرتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا سخت مخالف اور اس زور شور سے مخالفت کرنیوالا آخر آپ کا تابع ہو گیا ہے چلو ہم بھی تابع ہو جائیں اور چھوٹے بڑے مخالف سب تابع ہو جاتے ہیں۔ آپ کا میری مخالفت سے خوف کرنا اور مجھے اس پیش گوئی پر نکتہ چینی سے روکنا اور بجائے نکتہ چینی قسم و مباہلہ کی طرف بلانا اور عذاب شدید سے ڈرانا صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ الہام منامی آپ کا محض ڈھکوسلا اور خدا تعالی پر افتراء ہے اور آپ کا ایک فعل دوسرے کا مکذب ہے۔ آپ کا یہ الہام چاہتا ہے کہ آپکے مخالف کا انجام نجات ہوگا اور آپ کی دعوت قسم و مباہلہ چاہتی ہے کہ خاکسار آپ کا مخالف رہے گا تو عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور چونکہ مخالف رہنا خاکسار کا دم نقد موجود ہے اور مباہلہ کو بھی خاکسار حاضر ہے لہذا اس یقین کرنے کی کافی وجہ موجود ہے کہ وہ الہام آپ کا محض افتراء ہے جس سے آپ کی غرض یہ ہے کہ یہ خاکسار آپکی پیشگوئی پر نکتہ چینی نہ کرے اور اس سے آپ کی پردہ دری نہ ہو، اس غرض سے آپ نے دعوت قسم و مباہلہ کی ہے تاکہ اس عذاب سے ڈر کر خاکسار اس پیشگوئی پر نکتہ چینی نہ کرے پھر آپ فرماتے ہیں مخالفانہ تحریر کی کیا ضرورت ہے جبکہ مباہلہ سے آسانی سے فیصلہ ہوسکتا ہے۔ اس کے جواب میں

عرض ہے کہ مباہلہ آپ کر چکے۔آپ کی شروط مباہلہ ہی طے ہونے میں نہیں آتے ۔ اس لئے مباہلے کی موہوم امید اور خیالی پلاؤ پر ہم دم نقد فائز کو ہاتھ سے کیوں جانے دیں، اور مسلمانوں کو آپ کے فریبوں سے کیوں آگاہ نہ کریں؟

یہ آپ کے منامی الہام کے کذب ہونے کے متعلق گفتگو تھی ۔اب آپ کی دعوت قسم و مباہلہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸۔ص ۴۳ تا ۵۱

نیز مولانا محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں کہ یہ عاجز خاکسار اپنی نیک نیتی اور سچائی کی نظر سے، اور خدا تعالی کے ناصر و معاون حق ہونے کی امید و بھروسہ پر آپ کی دعوت قسم قبول کرنے کو بغیر کسی معاوضہ یا تاوان کے حاضر ہے ۔اور مسلمانوں کی مجلس عام میں (لاہور میں یا بٹالہ میں جہاں آپ آسکیں) اس مضمون کی جو آپ کے مضمون قسم سے زیادہ زور رکھتا ہے، قسم کھانے اور اس کو رسالہ میں چھاپ دینے کو مستعد ہے کہ

مجھے اس خدا تعالی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری اور سب کی جان ہے میرے اعتقاد میں یہ پیشگوئی متعلق لیکھ رام خدا کی طرف سے نہ تھی ۔ اور نہ سچی نکلی ۔اور نہ یہ شخص پیشگوئی کرنے والہ اس اعتقاد اور اخلاق کے ساتھ خدا کا ملہم و مخاطب اور الہامی پیشگوئیوں کا محل و مصدر ہوسکتا ہے ۔ اور اگر یہ پیشگوئی الہامی اور خدا کی طرف سے تھی ،اور فی الواقعہ پوری ہوگئی ہے اور یہ شخص واقعہ میں خدا کا ملہم و مخاطب ہے اور میں نے اس پیشگوئی کے وقوع سے اور اس شخص کے الہامی ہونے سے جحوداً و عناداً انکار کیا ہے،تو اے خدائے قادر مطلق تو مجھے فوراً اس عذاب میں مبتلا کر کہ جو آج تک کسی معذب کو نہ ہوا ہو۔

مگر اس مضمون کی قسم کھانے اور اس کو رسالہ میں چھاپ دینے کیلئے میری ایک شرط ہے کہ آپ اس کے مقابلہ میں کچھ نہ بولیں ۔اور میرے قسم کھا لینے کے بعد نہ کسی قسم کی میرے حق میں پیشگوئی کریں اور نہ میرے متعلق کسی امر کے وقوع کے بعد اپنی کرامت کا اظہار کریں کہ فلاں امر جو واقعہ ہوا ہے وہ ہماری بددعا کا اثر ہے۔

ہاں اپنے گھر میں بیٹھ کر اور اپنی جماعت کو ساتھ ملا کر جس قدر چاہیں بددعائیں کرتے رہیں ۔اگر آپ کی بددعا سے مجھ پر فوراً یا کسی قدر وقفہ سے عذاب نازل ہو جائے گا،تو اسلامی دنیا خود دیکھ لے گی اور یقین کر لے گی، اور آپ کو سچا کہے گی ۔اور اگر میں اپنے صدق و نیک نیتی کی برکت سے اور خدا کے فضل سے ایسے عذاب سے بچ گیا تو اسلامی دنیا پر واضح و منکشف ہو جائے گا کہ آپ مفتری و کذاب ہیں، اور اس پیش گوئی لیکھ رام کے اور ہر ایک پیشگوئی کے خدا کی طرف سے ہونے کے دعوی میں خدا تعالی پر افتراء کرتے ہیں۔

میں مدعی کرامت و نبوت کا نہیں کہ آپ کیلئے جلد عذاب کی دعا کروں ۔ ہاں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی اپنے وعدہ قرآنیہ کے مطابق آپ کو یا تو ہدایت کرے گا اور توبہ کی توفیق دے گا، یا جب چاہے گا آپ کو ہلاک کرے گا ،یا تمام دنیا کی نظروں میں ذلیل و رسوا کرے گا جیسا کہ اکثر کی نظروں میں اب بھی ذلیل ہیں۔

جب آپ میری اس شرط کو بذریعہ تحریر مطبوع منظور کریں گے تب میں اس مضمون کی قسم مسلمانوں کی مجلس میں کھا کر اس کو اپنے رسالہ میں چھاپ دوں گا۔ اور اگر آپ میرے اس مضمون کو کافی نہ سمجھیں اور اپنی یہ نئی شرطیں پیش کریں کہ۔ ۱۔ میں قادیان میں آؤں اور آپ کے سامنے اس مضمون کی قسم کھاؤں۔ ۲۔ میری قسم کھانے کے بعد آپ بھی کچھ بولیں اور میرے حق میں بددعا کریں اور اس بددعا کے بعد میرے حق میں کسی قسم کے عذاب کی پیش گوئی کریں۔ ۳۔ پھر سال گذر جانے کے بعد اس عذاب کے معنی بتا دیں اور جس قسم کے معمولی امر کو آپ چاہیں اس بددعا کا اثر قرار دے کر اشتہار دیدیں کہ یہی عذاب ہماری دعا کا اثر ہے۔ اور اس ذریعہ سے اپنی کرامت ونبوت کا اظہار واثبات کریں۔

تو اس صورت میں میری طرف سے: اول شرط یہ ہے کہ جیسا کہ آپ نے اشتہار ۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں گنگا بشن آریہ کیلئے دس ہزار روپیہ پیشگی گورنمنٹ کے پاس جمع کر دینا منظور کیا ہے میری قسم کے عوض جمع کرا دیں اور باضابطہ یہ معاہدہ کرلیں کہ درصورت ظاہر نہ ہونے اثر بددعا آپ کے وہ روپیہ آپ سے بطور شرعی جرمانہ لیا جائے گا جو کسی اسلامی کار خیر میں خاکسار کی رائے سے صرف کیا جائے گا۔

نیز اس صورت عدم ظہور اثر بددعا جو آپ نے میرے ہاتھ پر توبہ کرنا اور کتابیں جلا دینا قبول کیا ہے، اسکی یہ تشریح وتعمیم کر دیں کہ میں اپنے جدید عقائد کو کفر اور گمراہی قرار دیکر ان سے توبہ کرونگا۔ اور عقائد قدیمہ اسلامیہ قبول کر کے از سر نو مسلمان بنوں گا اور اپنی جملہ کتابوں کو براہین سے لے کر آخری رسالہ یا اشتہار تک جن میں وہ عقائد کفریہ مجملاً یا مفصلاً یا اشارۃً درج ہیں جلا دونگا۔ درصورت پوری نہ کرنے اس شرط کے سزا قتل کو جو آپ نے منظور کیا ہے اس کو گورنمنٹ سے منظور کرا دینا آپ کے ذمہ ہے کیونکہ آپ ہی اس کے مجوز ہیں۔

دوسری شرط یہ کہ جس عذاب شدید سے آپ ڈراتے ہیں اس کی شرح وتعیین کر دیں تا کہ ایسا نہ ہو کہ اگر مجھے ریزش یا کھانسی وغیرہ سے آپ بیمار دیکھیں، یا میرے کبھی کپڑے میلے یا پرانے آپ کو نظر آویں، یا میرے متعلقین میں سے کسی پر کوئی بیماری یا ابتلاء آوے تو آپ یہ کہہ دیں کہ یہی عذاب شدید ہے جس کی ہم نے پیشگوئی کی تھی۔ جیسا کہ پہلے آپ سے وقوع میں آ چکا ہے کہ ۱۸۹۳ء میں آپ نے خاکسار کیلئے عذاب کی دعا کی تو آپ کو چالیس روز کی میعاد کے عذاب کی خبر ملی۔ چنانچہ آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰۴ میں آپ نے کہا ہے:

چند ماہ کا عرصہ ہوا جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور بایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الہی میں رویا کہ میری مدد کر۔ تو اس دعا کے بعد الہام ہوا ادعونی استجب لکم یعنی دعا کرو کہ میں قبول کروں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی عذاب کیلئے دعا کروں۔ آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے اس مضمون

کے لکھنے کے وقت خدا تعالی نے دعا کیلئے دل کھول دیا۔سو میں نے اس وقت اسی طرح رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کیلئے دعا کی ۔اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہوگئی اور میں جانتا ہوں کہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مھین من ارادا ھا نتک وہ اسی موقع کیلئے ہوا تھا۔میں نے اس مقابلہ کیلئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔اب صاحبو اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا ،یا میدان سے بھاگ گیا، یا کچھ بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ میں بے شک کذاب اور دجال ہوں ۔تب میں ہر ایک سزا کے لائق ٹھہرونگا۔کیونکہ اس موقع پر ہر ایک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا۔اور دعا کا نامنظور ہونا کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر ایک پر ہویدا ہو جائے گا۔

پھر جب چالیس روز کے عرصہ میں کوئی عذاب اس خاکسار پر نہ آیا تو آپ نے یہ بات بنائی کہ اس عذاب سے وہ اہانت مراد ہے جو بمقام امرت سرہم سے مباہلہ کرنے سے انکار کرنے کے سبب اس کو حاصل ہوئی تھی ۔(حالانکہ یہ بات بھی محض خلاف واقعہ ہے۔مباہلہ سے فرار قادیانی نے کیا تھا، نہ کہ خاکسار محمد حسین نے) اور اب ۱۸۹۷ء میں رسالہ انجام آتھم شائع کیا تو اس کے صفحہ ۹۴ و ۹۵ و ۱۰۰ میں اس اہانت کی تفسیر و مراد یہ بیان کی ہے کہ یہ شخص اب مفلس ہوگیا ہے، اور کپڑے پرانے پہنتا ہے ۔کابل گیا تھا تو وہاں اس کا اکرام نہیں ہوا اور وہاں سے محروم و بیمار ہوکر واپس آیا۔(حالانکہ یہ ساری باتیں خلاف واقعہ ہیں ۔ہاں کابل میں بیمار رہا تھا۔سو یہ بیماری ایک ایسا امر ہے جس سے کوئی بشر خالی نہیں رہتا۔اور قادیانی کا ہر وقت مریض رہنا تو خود ان کی تحریرات میں بھی مرقوم ہے) ایسی ہی تاویلات عذاب شدید اس وقت کریں گے جب میعاد گذر گئی اور خدا کے فضل و کرم سے خاکسار پر کوئی آفت نہ آئے ۔اس لئے ضروری ہے کہ اب ابھی سے عذاب شدید کی تعیین مراد کر دیں۔

تیسری شرط ۔یہ کہ آپ سال کی میعاد کو موقوف کریں اور اگر اپنی بد دعا کی تاثیر اور کرامت دکھانے کا دعوی ہو تو اسی قسم کھانے کے وقت دکھاویں جیسے آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں نجران کے عیسائیوں کے مباہلہ پر فوراً عذاب نازل ہونے کی بابت آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی ۔

اور اگر فوری عذاب اور کرامت دکھانے کی آپ کے ملہم (جو ہمارے اعتقاد کے مطابق معلم الملکوت ہے) میں قدرت و طاقت نہیں، یا کسی دور اندیشی و احتیاط کی نظر سے وہ کسی قدر مہلت کا محتاج ہے تو آپ کے اس اعتراف کے بعد ہم میعاد بھی منظور کر لیں گے ۔مگر وہ میعاد تین دن سے زیادہ منظور نہ ہوگی کیونکہ آتھم کے عذاب کیلئے آپ تین دن منظور کر چکے ہیں ۔اور اشتہار انعامی تین ہزار کے صفحہ ۷ سطر ۱۵ میں لکھ چکے ہیں کہ ہم تین دن ہی منظور کر لیں گے ،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن کے وقفہ میں آپ اور آپ کے ملہم اپنے منکروں پر عذاب لا سکتے ہیں ۔

اور اگر آپ یہ اقرار کریں گے کہ ہمارا ملہم اب تین دن کی مہلت میں بھی اثر دکھانے سے عاجز ہو گیا ہے

اور وہ سال بھر کی مہلت لینے کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تو ہم اس میعاد کو بھی منظور کر لیں گے۔ اور اگر آپ کو اس میعاد کے مسنون ہونے کا دعوی ہے (چنانچہ ایک اشتہار مباہلہ میں آپ نے تحریر کیا ہے)۔ تو اب اس کا مسنون ہونا کسی دلیل سے ثابت کریں۔ اس میعاد کے مسنون ثابت ہونے کے بعد ہم اس کو تسلیم کریں گے۔

جو دلیل مسنون ہونے کی آپ نے اس اشتہار میں بیان کی ہے، اس دلیل سے اس شرط کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کوئی اور دلیل آپ بیان کریں گے تو ہم اس شرط کو مان لیں گے۔ آپ ایک دفعہ میدان میں تو نکلیں۔

ہماری ان تینوں شروط کو آپ قبول کر کے عدالت کے ذریعہ سے اس معاہدہ کی تکمیل کرا دیں گے تو ہم قادیان میں پہنچ کر آپ کے سامنے قسم کھانے کو حاضر ہیں۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸)

حواری: عجب دلیر اور ضدی آدمی ہے خدا کے نبی اور مرسل کے مقابلہ میں مباہلہ کو بھی تیار ہے

مرزا قادیانی: (آشفتہ خاطری سے) حاسد ہے۔ کم بخت اپنی جان کا بھی خوف نہیں کرتا۔ ہمارا مقابلہ گویا خدا کا مقابلہ ہے۔

ظریف: حضور، گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے، یہ ایک مشہور مثل ہے۔ وہ بھی تو آپ کے ہم مکتب ہیں۔ ساتھ کھیلے ساتھ پڑھے، ایک استاد کی شاگردی کی، ان کا رشک وحسد بھی بجا ہے، بے جا نہیں۔ آپ کے ایک بھائی مرزا امام الدین چوہڑوں کے پیر سلطان العارفین ہو جائیں اور ایک ہیجڑوں کے سردار، اور آپ کے مدارج علوی کا تو ذکر کیا ہے۔ امام مجدد محدث مسیح موعود مہدی بے نظیر انبیاء و اصفیا سے اولی وافضل بلکہ خدا اور خدا کے بیٹے اور خدا کے باپ بھی بن گئے جو آدم سے لے کر آج تک کسی کو یہ منصب نہ ملا اور نہ کسی نے یہ دعوی کیا۔

مولوی صاحب بے چارہ نے برسوں جان کھپائی، دماغ کھپایا، مغز کھپایا، گھر بار چھوڑا، اپنے بیگانہ کا رشتہ توڑا، استاد کی خدمت کی، جوتیاں اٹھائیں، مولوی کے مولوی رہے۔ جو حضرت (مرزا) کے دربار سے ہر ایک کندہ ناتراش کو بے چھیلے چھلائے خراد پر چڑھائے یہ خطاب عطا ہو جاتا ہے بس بیعت کی دیر ہے، ساتوں طبق کھلے، عالم فاضل بن گئے، حقائق ومعارف قرآنی اور نکات وحدیث دانی کے واقف اور ماہر ہو گئے۔ اور واقف بھی ایسے کہ صحابہ کرام اور تابعین کا کیا ذکر ہے نبی ﷺ کی بھی سمجھ میں جو بات نہ آئی وہ ان کو بتلائی گئی۔ مولوی صاحب بھی انسان ہیں کوئی فرشتہ نہیں۔

حواری: لو اور لیجئے! مولوی ثناء اللہ امرتسری بھی پانچوں سواروں میں داخل ہو گئے وہ بھی اس پیش گوئی کے صادق ہونے کے منکر ہیں۔ (دیکھو ان کا رسالہ الہامات مرزا)

مرزا قادیانی: سخت مشکل ہے سخت ہے بے داد ایک میں خون گرفتہ سو جلاد

تمام دنیا مسلمان عیسائی ہندو آریہ میری مخالفت پر روکھا کھائے بیٹھے ہیں اور یہ میرے ساتھ ہی مخصوص نہیں پہلے صادقوں اور خدا کے مرسل اور نبیوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا ہے۔ اب دیکھو اس تمام پیش گوئی کا ماحصل یہ ہے کہ ایک ہیبت ناک واقعہ ہوگا جو چھ سال کے اندر وقوع میں آئے گا اور وہ دن عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا، یعنی ۲ شوال ہوگی (سراج منیر۔ص ۲۱) اس کا تمام نقشہ برکات الدعا کے مضمون میں دکھایا گیا ہے۔ کیا یہ کسی منصوبہ باز کا کام ہوسکتا ہے کہ چھ برس پہلے ایسے صریح نشانوں کے ساتھ خبر دے دے اور خبر پوری ہو جائے۔ توریت گواہی دیتی ہے کہ جھوٹے نبی کی پیش گوئی کبھی پوری نہیں ہوتی خدا اس کے مقابل پر کھڑا ہو جاتا ہے، تا دنیا تباہ نہ ہو۔

حواری: انکی یہ بدگمانی ہے کہ حضرت کے کسی مرید نے لیکھرام کو مارا ہوگا، یہ کیسا شیطانی خیال ہے

مرزا قادیانی: ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ مریدوں کا مرشد کے ساتھ ایک نازک تعلق ہوتا ہے اور اعتقاد کی بنیاد تقوی اور طہارت اور نیکوکاری پر ہوتی ہے۔ جس قدر دنیا میں نبی اور مرسل گذرے ہیں یا اگلے مامور اور محدث ہوئے ہیں کوئی شخص ان کے مریدوں میں اس حالت میں داخل نہیں ہوسکتا اور نہ ہوگا جب کہ ان کو مکار اور منصوبہ باز سمجھتا ہو اور ظاہر ہے کہ ہماری جماعت میں بڑے بڑے معزز داخل ہیں۔ بی اے، ایم اے، اور تحصیل دار اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور ڈپٹی کلکٹر اور بڑے بڑے تاجر اور ایک جماعت علماء وفضلاء کی، تو کیا یہ تمام لچوں اور بدمعاشوں کا گروہ ہے۔ ہم بآواز بلند کہتے ہیں کہ ہماری جماعت نہایت نیک چلن اور مہذب اور پرہیزگار لوگ پر مشتمل ہے۔

کوئی ان سے پوچھے کہ ہندوؤں میں بھی بڑے بڑے اوتار گذرے ہیں جیسے رام چندر اور راجہ کرشن صاحب کیا آپ لوگ، ان کی نسبت یہ گمان کر سکتے ہیں۔ ہم اس وقت کیونکر اور کن الفاظ سے آریہ صاحبان کی تسلی دیں کہ بدمعاشی کی چالیں ہمارا طریق نہیں ہے۔ ایک انسان کی جان سے ہم دردمند ہیں اور خدا کی ایک پیش گوئی سچ ہونے پر ہم خوش بھی ہیں۔ کاش وہ سوچیں اور سمجھیں کہ اس اعلی درجہ کی صفائی کے ساتھ کئی برس پہلے خبر دینا انسان کا کام نہیں ہے۔ ہمارے دل کی عجب حالت ہے درد بھی ہے اور خوشی بھی ہے۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھ رام رجوع کرتا، زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا، اور میں امید رکھتا تھا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تو زندہ ہو جاتا۔ وہ خدا جس کو میں جانتا ہوں اس سے کوئی بات ان ہونی نہیں۔ خوشی اس بات کی کہ پیش گوئی نہایت صفائی سے پوری ہوگئی۔ آتھم کی پیشگوئی پر بھی اس نے دوبارہ روشنی ڈال دی۔ (سراج منیر۔ص ۲۴)

حواری۔ ایک خاص بہادر مسلمان پیسہ اخبار کا اڈیٹر اپنی وسعت اور کثرت کی وجہ سے بڑا دلیر ہے اس نے پرچہ ۲۰ مارچ ۱۸۹۷ء میں حضور سے ڈر کر التجا کی ہے کہ مجھے کچھ عرصہ کے لئے زندہ رہنے دیجئے اور میری نسبت کوئی پیش گوئی نہ کیجئے گا۔ اور ۲۷ مارچ کے پرچہ میں اس جواب کو معقول تسلیم کر کے تائید کرتا ہے۔ مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اس کی تردید کرتے ہیں۔

محمد حسین بٹالوی: حاصل جواب الہامی صاحب یہ ہے کہ اخبار پنجاب سماچار میں جو مجھ پر سازش قتل کا الزام لگایا......کوئی خاص پر خاش مقصود نہیں

(مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ قتل لیکھ رام کے بعد: ادھر ہندو ڈراتے اور دھمکاتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے فلاں فلاں لیڈروں کو جام شہادت پلائیں گے۔ اور تمام مسلمانوں کو آرویہ ورت سے نکال دیں گے۔ ادھر ان کے اصلی مقابل اوران کے مقتول کے حامی بذریعہ اشتہارات وغیرہ تحریرات مشتہر کر رہے ہیں کہ جو شخص ہماری اس ظاہری کرامات کو نہ مانے گا اوراس میں ہر کہ شک آرد کافر گردد کا مصداق بن کر انکار ظاہر کرے گا اس کو بھی ہم پنڈت لیکھ رام کے پاس پہنچا دیں گے۔

یہ دھمکی عام طور پر تو اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں آریہ کے ساتھ مولویوں کو شامل کر کے خود الہامی قاتل نے شائع کی۔ پھر ان کے خلفاء ومیاں معراج الدین صاحب وغیرہ نے آسمانی فیصلہ کے ذریعہ مشتہر کی۔ پھر خصوصیت کے ساتھ خاکسار کو مخاطب کر کے الہامی قاتل صاحب کے خلیفہ اکبر وحواری اعظم حکیم نورالدین بھیروی نے ایک خط کے ذریعے سے جو الہامی قاتل کے مرید محمد صادق کلرک اکونٹٹ جنرل آفس اور میاں عبدالرحمٰن کلرک ریلوے میرے پاس لائے۔ وہ دھمکی دی اور یہ بات لکھی کہ اس کے لئے بشرط انکار کم سے کم پنڈت لیکھرام کی طرح کسی پیش گوئی کے واسطے صاف ارادہ ظاہر فرماویں۔ آخر حضرت الہامی نے بھی اشتہار متعلق لیکھ رام مطبوعہ ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں صاف لکھ دیا کہ اگر محمد حسین صاحب قسم کھالیں کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو پھر ایک سال تک بچ گئے تو ہم جھوٹے سمجھے جائیں۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸)

مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کو سچا اور نہایت صفائی سے پورا ہونا سراج المنیر کے صفحہ ۱۹ سے اخیر کتاب تک بڑے زور سے ثابت کیا ہے اور سراج المنیر وہ کتاب ہے جو فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اس کے شائع ہونے کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اور ۱۸۹۷ء میں لیکھ رام کے قتل کے بعد ۷۴ صفحہ پر شائع ہوئی اوران میں فقط لیکھ رام کی پیش گوئی کا ثبوت ہے یا کچھ پیش گوئیاں سابقہ اس کے ثبوت میں درج ہیں جس صاحب کو شوق ہو ملاحظہ کر سکتا ہے۔

قادیانی کا گورداسپوری لیکچر اور مقدمہ

گورداسپور کی ضلع کچہری کے احاطہ میں آج معمول سے زیادہ رونق ہے۔ ایک پر دس اور دس پر سو آدمی گرتا ہے جدھر دیکھوٹر کی ٹوپی کے پھندنے اڑ رہے ہیں، کوٹ پتلون ڈانٹے جنٹل میں داڑھی کا صفایا کرائے، ایک طرف برابر جمگھٹ ہورہا ہے جنٹل مین رف رف کرتے جاتے ہیں وعظ ونصیحت کی آواز آتی ہے۔ اہا ہا! یہ تو حضرت مسیح دوراں مہدی زمان مرزا صاحب ہیں سامعین ہر ایک زبان حال سے کہہ رہا ہے

برقعہ کو اٹھا چہرے سے کرتے ہیں وہ باتیں　　　اب میں ہمہ تن چشم بنوں یا ہمہ تن گوش

مسیح موعود: یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ باتیں حضرت مسیح کی تعلیم میں تھیں ان کی تعلیم میں توریت پر کوئی بھی زیادت نہیں تھی انہوں نے صاف صاف کہا تھا کہ میں انسان ہوں اور جیسا کہ خدا کے مقبولوں کو عزت اور قربت اور محبت کے خدا کی طرف سے القاب ملتے ہیں اور یا جیسا کہ وہ لوگ خود عشق کی محویت میں محبت اور یک دلی کے الفاظ منہ پر لاتے ہیں ایسا ہی ان کا بھی حال تھا اس میں کیا شک ہے کہ جب کوئی انسان سے محبت کرے یا خدا سے تو جب وہ محبت کمال کو پہنچتے ہیں تو محبّ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح اور اسکے محبوب کی روح ایک ہوگئی ہے اور فنا نظری کے مقام میں بسا اوقات وہ اپنے تئیں محبوب بھی ایک ہی دیکھتا ہے جیسا کہ اس عاجز کو اپنے الہامات میں خدا تعالی مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ، تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور زمین و آسمان تیرے ساتھ جیسا کہ میرے ساتھ ہیں اور تو ہمارے پانی میں ہے اور دوسرے لوگ خشکی ہیں، اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تو مجھ سے اس مقام اتحاد میں ہے جو کسی مخلوق کو معلوم نہیں۔ خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے تو اس سے نکلا اور اس نے تمام دنیا سے تجھ کو چنا تو میری درگاہ میں وجیہہ ہے یعنی میں اپنے لئے تجھ کو پسند کیا۔ تو جہان کا نور ہے تیری شان عجیب ہے میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤنگا۔ اور تیرے گروہ کو قیامت تک غالب رکھونگا تو برکت دیا گیا ہے۔... تو خدا کا وقار ہے پس

وہ تجھے ترک نہیں کرے گا، تو کلمۃ الازل ہے پس تو مٹایا نہیں جائے گا۔ میں فوجوں

سمیت تیرے پاس آ ؤنگا۔میرا لوٹا ہوا مال تجھ کو ملے گا۔ میں تجھے عزت دونگا اور تیری حفاظت کرونگا۔ یہ ہوگا وہ ہوگا یہ ہوگا۔اور پھر انتقال ہوگا۔تیرے پر میرے کامل انعام ہیں لوگوں کو کہدے کہ اگر تم خدا سے پیار کرتے ہوتو آ ؤ میرے پیچھے چلو،تا خدا بھی تم سے پیار کرے۔تیری سچائی پر خدا گواہی دیتا ہے پھر کیوں تم ایمان بھی نہیں لاتے،تو میری آنکھوں کے سامنے میں نے تیرا نام متوکل رکھا خدا عرش سے تیری تعریف کرتا ہے ۔ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں لوگ چاہینگے کہ اس نور کو بجھائیں مگر خدا اس نور کو جو اس کا نور ہے کمال تک پہنچائے گا۔ہم ان کے دلوں میں رعب ڈالیں گے ہماری فتح آئے گی اور زمانہ کا کاروبار تم پر ختم ہوگا اس دن کہا جائیگا کہ یہ حق نہ تھا میں تیرے ساتھ ہوں جہاں تو ہے جس طرف تیرا منہ اس طرف خدا کا منہ۔

تجھ سے بیعت کرنا ایسا ہے جیسا کہ مجھ سے تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔لو دور دور سے تیرے پاس آئیں گے اور خدا کی نصرت تیرے اوپر اترے گی۔تیرے لئے لوگ خدا سے الہام پائیں گے تیری حمد لبوں پر جاری کی گئی۔اگر ثریا پر دین ہوتا تو تو اس کو پالیتا۔ خدا کی رحمت کے خزانے تجھے دیئے گئے۔تیرے باپ دادے منقطع ہو جائیں گے اور خدا ابتداء تجھ سے کرے گا میں نے ارادہ کیا کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھ کو پیدا کیا ہے۔ادھن (خدا تیرے اندر اتر آیا) خدا تجھے ترک نہیں کرے گا اور نہ چھوڑے گا جب تک پاک اور پلید میں فرق نہ کرے میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو مجھ میں اور تمام مخلوقات میں واسطہ ہے میں نے اپنی روح تجھ میں پھونکی تو مدد دیا جائے گا اور کسی کو گریز کی جگہ نہیں رہے گی تو حق کے ساتھ نازل ہوا اور تیرے ساتھ نبیوں کی پیش گوئیاں پوری ہوئیں خدا نے اپنے فرستادہ کو بھیجا تا اپنے دین کو قوت دے اور سب دینوں پر اس کو غالب کرے اس کو خدا نے قادیان کے قریب نازل کیا اور وہ حق کے ساتھ اترا اور حق کے ساتھ اتارا گیا اور ابتدا سے ایسا مقرر تھا تم گڑھے کے کنارے پر تھے تمہیں خدا نے نجات دینے کے لئے اسے بھیجا،اے احمد تو میری مراد اور میرے ساتھ ہے،میں نے تیری بزرگی کا درخت اپنے ہاتھ سے لگایا ،میں تجھے لوگوں کا امام بناؤنگا اور تیری مدد کرونگا،کیا لوگ اس سے تعجب کرتے ہیں۔ کہہ خدا عجیب ہے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا

۔خدا کا سایہ تیرے پر ہوگا اور وہ تیری پناہ رہے گا، آسمان بندھا ہوا تھا اور زمین بھی، ہم نے دونوں کو کھول دیا۔تو وہ عیسی ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائیگا تیرے جیسا موتی ضائع نہیں کیا جائے گا ہم تجھے لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے اور یہ امر ابتداء سے ہی مقدر تھا تو میرے ساتھ ہے تیرا بھید میرا بھید ہے، تو دنیا اور آخرت میں وجیہہ اور مقرب ہے۔ تیرے پر انعام خاص ہے اور تمام دنیا پر تجھے بزرگی ہے

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسیدہ و پائے محمد یاں بر مینار بلند محکم اوفتاد

میں اپنی چمکار دکھلاؤنگا اپنی قدرت سے تجھ کو اٹھاؤنگا، دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا، اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا، اس کے لئے وہ مقام ہے جہاں انسان اپنے اعمال کی قوت سے نہیں پہنچ سکتا، تو میرے ساتھ ہے ۔ تیرے لئے رات اور دن پیدا کیا گیا تیری میری طرف وہ نسبت ہے جس کی مخلوق کو آ گا ہی نہیں ۔ اے لوگو! تمارے پاس خدا کا نور آیا پس تم منکر مت ہو۔ وغیرہ الخ..

اور ان کے ساتھ اور مکاشفات ہیں جو ان کی تائید کرتے ہیں چنانچہ ایک کشف میں میں نے دیکھا کہ:

میں اور عیسیٰ ایک ہی جوہر کے جوہڑ ہیں اور اس کشف کو براہین میں چھاپ چکا ہوں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی تمام صفات روحانی میرے اندر ہیں اور جن کمالات سے وہ موصوف ہیں وہ مجھ میں بھی ہیں ۔ اور ہر ایک کشف سے جو آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، ۵۶۵ میں مدت سے چھپ چکا ہے میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی امر کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا ہوں یا اس شیء کی طرح جسے کسی دوسری شئے نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو، اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کرلیا۔ یہاں تک کہ اس کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہ گیا ہو۔اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالی کی روح مجھ پر محیط ہوگئی اور میرے جسم پر مستولی ہوکر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کرلیا، یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہیں رہا، اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضا اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اسکے کان اور میری زبان اس کی زبان

بن گئی ہے ۔ میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہو گیا ۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی ہے اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے ۔ حضرت عزت کے خیمہ میرے دل کے چاروں طرف لگے ہیں اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو پیس ڈالا ۔ سو نہ تو میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی میری اپنی عمارت گر گئی اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی ۔ اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی ، اور میں سر سے پاؤں کے ناخن تک اس کی طرف کھنچا گیا پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا کہ جس میں کوئی میل نہ تھا اور مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی پس میں اسی شئے کی طرح ہو گیا جو نظر نہیں آتی یا اس قطرہ کی طرح جو دریا میں جا ملے اور دریا اس کو اپنی چادر کے نیچے چھپا لے اس حالت میں میں نہیں جانتا کہ اس سے پہلے میں کیا تھا اور میرا وجود کیا تھا ۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی اور میں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا اور اللہ تعالی نے میرے سب اعضا اپنے کام میں لگائے اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں چنانچہ اس گرفت سے میں بالکل معدوم ہو گیا اور میں اس وقت یقین کرتا تھا کہ میرے اعضا میرے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالی کے اعضا ہیں اور میں خیال کرتا تھا کہ میں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہویت سے قطعاً نکل چکا ہوں اب کوئی شریک اور مناع روکنے والا نہیں رہا خدا تعالی میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اس کا ہو گیا ۔ اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے جو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق ان کی ترتیب اور تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں اور میں نے آسمان وغیرہ کو پیدا کیا اور کہا کہ انّا زیّنا السّماء الدّنیا بمصابیح پھر میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرح منتقل ہو گئی اور زبان پر جاری ہوا اردتّ ان استخلف فخلقت آدم انّا خلقنا الانسان فی احسن تقویم

اب پادری صاحبان سوچیں اور غور کریں اور ان الہامات کو یسوع مسیح کے الہامات سے مقابلہ کریں اور پھر انصافاً گواہی دیں کیا یسوع کے وہ الہامات ہیں جن سے وہ اسکی خدائی نکالتے ہیں ان الہامات سے بڑھ کر ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں، اگر کسی کو خدائی ایسے الہامات اور کلمات سے نکل سکتی ہے تو ان میرے الہامات سے نعوذ باللہ میری خدائی یسوع کی نسبت بدرجہ اولی ثابت ہوسکتی ہے۔ اور ان سے بڑھ کر ہمارے سید ومولی رسول اللہ ﷺ کی خدائی ثابت ہوسکتی ہے کیونکہ آپ کی وحی صرف یہی نہیں کہ جس نے تجھ سے بیعت کی اس نے خدا سے بیعت کی، اور نہ صرف یہ کہ خدا تعالی نے آپ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور آپ کے ہر فعل کو اپنا فعل ٹھہرایا ہے اور یہ کہہ کر و ما ینطق عن الھوی ان ھو الّا وحی یوحی آپ کے تمام کلام کو اپنا کلام ٹھہرایا ہے بلکہ ایک جگہ اور تمام بندوں کو آپ کے بندے قرار دیا ہے قل یا عبادی، یعنی کہہ اے میرے بندو! بس ظاہر کہ جس قدر صراحت اور وضاحت سے ان پاک کلمات سے ہمارے نبی ﷺ کی خدائی ثابت ہوسکتی ہے انجیل کے کلمات سے یسوع کی خدائی ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔

بھلا اس سید الکونین ﷺ کی تو شان عظیم ہے ذرا انصافاً پادری صاحبان ان میرے الہامات کو ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں پھر خود ہی منصف ہوکر کہیں کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر ایسے کلمات سے خدائی ثابت ہوسکتی ہے تو میرے الہامات یسوع کے الہامات سے بہت زیادہ میری خدائی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر خود پادری صاحبان سوچ نہیں سکتے تو کسی دوسری قوم کے تئیں منصف مقرر کر کے میرے الہامات اور انجیل میں بھی یسوع کے وہ کلمات جن سے اس کی خدائی سمجھی جاتی ہے ان منصفوں کے حوالہ کریں پھر اگر منصف لوگ پادریوں کے حق میں ڈگری اور حلفاً یہ بیان کردیں کہ یسوع کے کلمات میں سے یسوع کی خدائی زیادہ صفائی سے ثابت ہوسکتی ہے تو میں تاوان کے طور پر ہزار روپیہ ان کو دے سکتا ہوں اور میں منصفوں سے یہ چاہتا ہوں کہ اپنی شہادت سے پہلے یہ قسم کھالیویں کہ ہمیں خدا تعالی کی قسم ہے کہ ہمارا یہ بیان صحیح ہے اور اگر صحیح نہیں ہے تو خدا تعالی ایک سال تک وہ عذاب ہم پر نازل کرے جس سے ہماری تباہی اور ذلت اور بربادی ہوجائے اور میں خوب جانتا ہوں کہ پادری صاحبان ہرگز اس طریق فیصلہ کو

قبول نہ کریں گے۔ لیکن اگر وہ یہ کہیں کہ جو مسیح کے منہ سے نکلا وہ تو حقیقت میں خدا کا کلام تھا اس لئے وہ دستاویز کے طور پر قبول ہو سکتا ہے لیکن جو تمہارے منہ سے نکلا وہ خدا کا کلام نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یسوع کے منہ سے جو کلام نکلا اس کے خدا کی کلام ہونے میں ذاتی طور پر تو حضرت عیسائیوں کو کچھ معرفت نہیں خدا نے بلا واسطہ ان سے باتیں نہیں کیں ان کے کانوں میں کسی فرشتہ نے آن کر نہیں پھونکا کہ یسوع خدا یا خدا کا بیٹا ہے۔ انہوں نے نہیں دیکھا کہ یسوع دنیا میں تولد پا کر ایک مکھی بھی پیدا کی۔ صرف چند کلمات ان کے ہاتھ میں ہیں جو یسوع کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جن کو مروڑ تروڑ کر یہ خیال کر رہے ہیں کہ ان سے خدائی ثابت ہوتی ہے۔

یہ کلمات اور مکاشفات جو میں نے پیش کئے ہیں وہ ان سے صدہا درجہ بڑھ کر ہیں پھر اگر اس خیال سے ان کلمات کو ترجیح دی جاتی ہے کہ وہ معجزات سے ثابت ہو چکے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ یسوعی معجزات جو اس زمانہ کے لئے صرف قصہ کہانیاں ہیں کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے ان میں سے کچھ آنکھوں سے بھی دیکھا ہے، گر وہ خوارق اور نشان جو خدا تعالی کے فضل سے مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں، وہ تو ہزاروں انسانوں کی چشم دید باتیں ہیں۔ پھر یسوع کے معجزات کو جو محض قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں بتلائی جاتی ہیں ان چشم دید نشانوں سے کیا نسبت۔ پھر جب کہ خدا تعالی کیلئے گذشتہ قصہ جن میں جھوٹ کی آمیزش بھی ہو سکتی ہے قبول کئے گئے ہیں تو موجودہ نشان بدرجہ اولی قبول کرنے کے لائق ہیں۔ اگر دنیا میں کسی عیسائی کے دل میں انصاف ہے تو میری اس تقریر کو نہایت منصفانہ تقریر سمجھے گا۔

میں دوبارہ لکھتا ہوں کہ میری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عیسائیوں نے جو حضرت عیسی کو خدا بنا رکھا ہے یہ سراسر ان کی غلطی ہے جن کلمات سے وہ یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ یسوع خدا یا ابن اللہ ہے، ان کلمات سے بڑھ کر میرے الہامی کلمات میں پادری صاحبان سوچیں۔ اور خوب سوچیں۔ اور بار بار سوچیں کہ یسوع کے خدا بنانے کے لئے ان کے ہاتھ میں بجز چند کلمات کے اور کیا چیز ہے۔ پس میں ان سے یہی چاہتا ہوں کہ وہ میری الہامی کلمات کو ان کے کلمات کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں اور پھر انصافاً ڈگری دیں کہ اگر ظاہر الفاظ پر اعتبار کیا جاوے تو ایک شخص کے خدا بنانے کے لئے جیسے

میرے الہامی کلمات قوی دلالت کرتے ہیں یسوع کے الہامی کلمات ہرگز ایسی دلالت نہیں کرتے ۔تو پھر کیا وجہ ہے کہ جن کلمات سے یسوع کو خدا بنایا جاتا ہے اور وہی کلمات بلکہ ان سے بڑھ کر جب دوسرے کے حق میں ہوں پھر اس کے اور معنے کیوں کئے جاتے ہیں اگر کہو کہ پہلی کتابوں میں مسیح کے آنے کی خبر دی گئی تھی تو میں کہتا ہوں کہ ان ہی کتابوں میں بلکہ مسیح کی زبان سے مسیح کے دوبارہ آنے کی خبر دی گئی تھی ۔

اور وہ میں ہوں جیسا کہ انجیل میں لکھا تھا زلزلہ بھی آئے ایک قوم کی دوسری قوم سے لڑائیاں بھی ہوئیں سخت سخت وبائیں پڑیں ۔اور آسمان سے ظاہر ہوئے غرض میں ہی پیش گوئیوں کے مطابق آیا ہوں ۔(کتاب البریہ۔ص ۷۵ تا ۸۲)

آرڈلی ۔پادری کلارک اور مرزا غلام احمد حاضر ہے؟

مرزا قادیانی: حاضر (پادری کلارک پہلے سے کچہری کے کمرہ کے اندر تھے ۔مقدمہ پیش ہوا)

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک مستغیث ۔بنام مرزا غلام احمد قادیانی

جرم زیر دفعہ ۱۸۷ ضابطہ فوجداری ۔

بیان پادری کلارک باقرار صالح:

میں پندرہ سال سے ڈاکٹر مشنری ہوں ہماری واقفیت مرزا صاحب سے ۱۸۹۳ء سے ہے مسٹر عبداللہ آتھم اور ان کے درمیان مذہبی مناظرہ ہوا تھا اس کا میں صدر تھا ۔مرزا غلام احمد نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے پیشوا ہونے کا دعوی کیا تھا اس سے پہلے کہ مناظرہ ہو ہم نے ایک کتاب پیش کی جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھی ہوئی تھی اور اس میں اہل اسلام کے پیشواؤں نے قرار دیا کہ مرزا صاحب مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں اور دجال کے چچا ہیں ۔

میں عیسائیوں کی طرف سے پریذیڈنٹ کمیٹی مناظرہ تھا دو مرتبہ ہم کو مناظرہ میں بیٹھنا پڑا ۔مرزا صاحب نے اظہار کیا کہ وہ معجزات دکھلاتے ہیں ہم نے اندھوں لنگڑوں کو اچھا کرنے کے واسطے کہا جو موجود کئے گئے تھے مگر وہ نہ کر سکے ۔پھر مرزا صاحب نے وہ پیش گوئی کہ عیسائی مخالف پندرہ ماہ کے اندر مر جائے گا ۔یعنی جو شخص فریقین سے راستی پر نہیں پندرہ ماہ کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا ۔

کتاب جنگ مقدس چھاپہ شدہ پیش کرتا ہوں اور جس جگہ مرزا صاحب نے یہ

پیش گوئی لکھیA کردیا ہے۔ بعدازاں لوگوں کے خیالات عبداللہ آتھم صاحب کی طرف تھے۔عبداللہ آتھم ضعیف آدمی تھا،تاہم عبداللہ کی تیمارداری پر بھی عبداللہ آتھم پر حملے کئے گئے جس سے اس کو اپنے مکان کی تبدیلی کرنی پڑی اور وہ امرتسر سے لدھیانہ اور لدھیانہ سے فیروز پور گیا اور پیشگوئی کے آخری دو ماہ میں خاص نگرانی بذریعہ پولیس دن رات کرائی گئی۔ خاص حملہ جو کیا گیا ایک امرتسر میں ہوا تھا۔ایک سانپ (کوبرا) ایک برتن میں بند کر کے ایک شخص پادری عبداللہ آتھم کے گھر ڈال گیا۔گو ہم نے خود نہیں دیکھا۔مگر یہ امر سچ ہے کہ وہ سانپ مارا گیا تھا،اور عام لوگ کہتے تھے مسٹر آتھم نے ہی ہمیں اطلاع دی کہ ایسا ہوا۔ فیروز پور میں دو دفعہ عبداللہ آتھم پر بندوق چلائی گئی ..اور عبداللہ آتھم کے سونے کے کمرہ کا دروازہ توڑا گیا۔مرزا غلام احمد دولت مند آدمی ہیں وہ ہمیشہ اپنے دعاوی کی تصدیق کر کے واسطے بڑی بڑی رقمیں شرطیہ لکھتے ہیں۔ چنانچہ اشتہار معیار الاخیار والاشرار میں پانچ ہزار (روپیہ) انعام کا وعدہ انہوں نے لکھا ہے۔مجھ کو علم ہوا ہے کہ وہ بہت روپیہ اپنے پیرؤوں سے حاصل کرتا ہے۔ڈاک خانہ کی معرفت بہت روپیہ حاصل ہوتا ہے۔عبداللہ آتھم کی زندگی پر حملے جو ہوئے وہ عام طور پر مرزا صاحب کی طرف منسوب کئے گئے۔اخباروں میں اسی طرح درج ہوتا رہا۔مگر مرزا صاحب نے کبھی ان کی تردید نہیں کی بلکہ ایک طرح پر خوشی منائی۔اور یہ اظہار کیا کہ عبداللہ آتھم اندر سے مسلمان ہو گئے تھے۔مرزا صاحب اپنے آپ کو مسیح موعود کہتے ہیں ان کا مدعا یہ ہے کہ کا خوف پیدا ہو جاوے اور مسیح موعود ہونے کے دعوی سے لوگوں کے دلوں میں رعب قائم کرے اور لوگ ان کے دعاوی کو مان لیویں

مرزا قادیانی: (عدالت کے استفسار پر) کتاب جنگ مقدس میں جو الہامی فقرات صفحہ ۱۶۔۱۷ پر درج ہیں وہ میری طرف سے ہیں اور اشتہار B جو پانچ ہزار کا وعدہ ہے وہ بھی میری طرف سے ہے۔اور کتاب شہادت میں صفحہ ۱۸۵ پر جو پیش گوئیوں کا ذکر ہے وہ قریباً میرے الفاظ ہیں۔

پادری کلارک: کتاب شہادت میں پیش گوئیاں موت کی ہیں کئی مذاہب کے واسطے کی گئی ہیں ایک احمد بیگ کے داماد کی نسبت مسلمانوں سے۔دوسری لیکھ رام پشاوری کی نسبت ہندوؤں سے۔اور عبداللہ آتھم کی نسبت عیسائیوں سے۔جس سے مرزا صاحب کی مراد ڈرانے کی تھی۔ میں عبداللہ آتھم کی حفاظت کرتا رہا اور جب عبداللہ آتھم کی

نسبت پیش گوئی پوری نہ ہوئی، تو میں نے عام طور پر مرزا صاحب کے جھوٹا ہونے کی بابت مشتہر کیا۔ اور عام جلسہ کئے گئے جس سے مسلمانوں نے مرزا صاحب کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھا اور ان کی بہت حقارت ہوئی۔ اور مرزا صاحب میرے سخت مخالف ہو گئے ایک شخص مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے ایک اشتہار چھاپا (حرف ڈی) جس میں مرزا صاحب کی نسبت انہوں نے لکھا کہ اس نے آریہ وغیرہ کے بزرگوں کو گالیاں دلوائی ہیں پھر قرآن کا اردو ترجمہ پادری عمادالدین صاحب نے کیا جس سے آریوں نے مرزا صاحب کو کہا کہ کیوں پادری عمادالدین کو ابھارا کہ اس نے ترجمہ کیا۔ علاوہ ازیں ایک تعداد اشخاص کی عیسائی ہو گئی جن میں ایک شخص محمد یوسف خان جو ایک اچھا معزز آدمی ہے اور پرہیزگار اور دین دار مجاہد سمجھا جاتا تھا اور سکرٹری اور ایلچی مباحثہ میں رہا تھا، عیسائی ہو گیا۔ دوسرا آدمی میر محمد سعید تھا جو مرزا صاحب کی بیوی کا خالہ زاد بھائی تھا وہ بھی عیسائی ہوا۔ اور خاص ہمارے ساتھ اس کا تعلق تھا۔ اور جس سے اور بھی مرزا صاحب ہمارے برخلاف ہو گئے۔ جب محمد یوسف خان عیسائی ہوا اس کو مسلمانوں نے پوچھا کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی آتھم کی بابت پوری کرتے ہو۔ یہ بات خلوت میں انہوں نے پوچھی تھی۔ پیشگوئی جو نسبت احمد بیگ کے ہوئی وہ پوری نہیں ہوئی۔ پیشگوئی جو عیسائیوں سے آتھم کی بابت ہے وہ بھی پوری نہیں ہوئی۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ مرزا صاحب کی عزت اور آمدنی میں فرق آ گیا۔ دکان اس کی بند ہو گئی اور لوگ ٹھٹھا کرنے لگے۔ اب صرف پیش گوئی برخلاف ہندوؤں کے باقی رہی ہے کچھ عرصہ گذرا ہے کہ لیکھ رام قتل کیا گیا ہے جس کے مرنے سے عام آگ ملک میں لگ گئی۔ حالات قتل کے عجیب ہیں۔ قاتل نے اپنے آپ کو ہندو ظاہر کیا اور کہا کہ مسلمان ہو گیا تھا اب پھر ہندو ہونا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنا رسوخ اور اعتبار لیکھ رام کے ساتھ پیدا کیا اور یہ واقعہ قتل اس کے چند ہفتہ بعد ظہور میں آیا قتل عام طور پر نسبت مرزا غلام احمد کے قریباً منسوب کیا جاتا ہے میں ایک کتاب مصنفہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پیش کرتا ہوں جس میں وہ مرزا صاحب کو اس قتل کا الزام لگاتے ہیں

مرزا قادیانی: میں نے کچھ کچھ کتاب حرف (ای) کو دیکھا ہے

پادری کلارک: مرزا نے ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء کو ایک بل (اشتہار) ضیاء الاسلام پریس قادیان سے

شائع کیا جو اس امر پر بڑا زور دیتا ہے۔ ہم کو خبر تھی کہ لیکھ رام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو ۶ بجے شام کے وقت مارا جائے گا۔ مگر واقعہ کے بعد یہ بل (اشتہار) شائع کیا گیا۔ اور کہ یہ ہماری پیش گوئی کے مطابق تھا۔

مرزا قادیانی: ہم نے پہلے سے یہ پیش گوئی کی ہوئی تھی اور اس کے حوالے سے الہامی طور پر اشتہار دیا گیا ہوگا۔

پادری کلارک: قاتل کبھی نہیں ملے گا۔ یہ امر مرزا صاحب نے کہا تھا، عام مشہور ہے۔ ہمارا قیاس یہ ہے کہ لیکھ رام کا قاتل بھی قتل کیا گیا ہے جو کاغذات اس بارے میں ہمارے پاس تھے وہ سرکار میں ہم نے بھیج دیئے تھے اور ایک وجہ ہم کو ایذاء پہنچانے کے واسطے یہ تھی، کہ جب سے مسٹر عبداللہ آتھم انتقال کر گئے، صرف میں ہی اس مباحثہ کے متعلق ایک سرگروہ رہ گیا ہوں۔ اور مرزا صاحب ہر طرح سے ہم کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ہماری نسبت واہیات طریقہ اختیار کر رکھا ہے اپنے قلم اور زبان کو قابو میں نہیں رکھا ہوا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ایک کتاب انجام آتھم شائع کی ہے جو ہر قسم کی ہزلیات سے پر ہے اور اس کتاب کے صفحہ ۴۴ پر اس قدر جرأت کی ہے کہ ہمارے حق میں لکھا ہے کہ مقابلہ کے واسطے آؤ۔ اس کتاب پر حرف (پی) لگایا گیا ہے

مرزا قادیانی: (تسلیم کر کے) واقعی یہ کتاب ہم نے شائع کی تھی ۱۴ ستمبر ۱۸۹۶ء کو شائع کی ہے۔ مجھ کو الہامی طور پر خبر دی گئی تھی کہ دیانند مر جاوے گا اور یہ خبر قبل از وقت دی گئی تھی اور بعض آریہ لوگوں کو علم تھا میں نے بعض کو اطلاع کر دی تھی۔

لیکھ رام کے مرنے سے قریب پانچ سال پہلے میں نے اس کے مرنے کی اطلاع کی تھی

سرسید احمد کی بابت میں پیش گوئی کی تھی کہ اس پر آفت آئے گی

احمد بیگ اور اس کی لڑکی کے بارے میں اور داماد کے بارے میں پیش گوئی تھی۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی بابت ۴۰ یوم کے مرنے یا تکلیف بابت کوئی پیش گوئی نہیں کی۔

(آئینہ کمالات اسلام۔۱۸۹۳ء)

عبداللہ آتھم کی بابت ایک ہزار اور دو ہزار اور تین ہزار اور چار ہزار روپیہ کے انعام کا وعدہ کیا

انجام آتھم شائع کیا جانا تسلیم ہے

پادری کلارک: انجام آتھم میں مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ ۹۴ مولوی ۶۸ چھاپہ والے ہمارے پر ایمان نہیں لائیں گے تو مر جاویں گے

مرزا قادیانی: نہیں یہ ہم نے نہیں کہا۔

پادری کلارک: اس پیش گوئی میں لیکھرام کے مرنے کی بابت وہ لوگوں بلاتے ہیں کہ مباہلہ کرو

مرزا قادیانی: تسلیم کیا۔گنگا بشن مولوی محمد حسین بٹالوی، رائے چندا سنگھ پیشگوئی بابت لیکھ رام کے مباہلہ کے واسطے بلانا تسلیم ہے۔

شیخ مہر علی کو دھمکی دی گئی کہ اگر وہ بیعت نہ کریں تو عذاب ان پر نازل ہوگا۔تسلیم نہیں کیا۔

(پیش گوئیاں مذکورہ بالا دستی تحریر شدہ کاغذ..میں درج ہیں جو عدالت میں داخل کیا گیا ہے)۔

پادری کلارک: لیکھ رام کے قتل کے بعد مخفی طور پر آگاہ کیا گیا کہ تم کو خبردار رہنا چاہیے۔مبادا مرزا صاحب نقصان پہنچادے۔ایک اشتہار میں مرزا صاحب نے یہ لکھا تھا کہ کچھ حصہ کفر کا مٹ گیا ہے اور کچھ حصہ جلد مٹنے والا ہے۔وہ لیکھ رام کی بابت ہے۔اور جو باقی ہے وہ میری نسبت ہے۔ اور اسلیئے میں نے سرکار میں اطلاع دی تھی کہ اشتہار وغیرہ جو میرے پاس آتے ہیں وہ ہمیشہ قادیان سے آتے ہیں حالانکہ میں نہ چندہ دیتا ہوں اور نہ کوئی تعلق ہے۔بعد مناظرے کے ہماری خط و کتابت چند عرصہ تک رہی اور پھر بعد ازاں ہر طرح سے ہم نے خط وکتابت وغیرہ کا مرزا صاحب سے قطع تعلق کر دیا۔سہ ماہ گذشتہ میں ہم نے کوئی اشتہار وغیرہ مرزا صاحب کی طرف سے وصول نہیں پایا جس سے میرا خیال یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ میری طرف سے وہ غافل ہیں۔۱۶ جولائی ۱۸۹۷ء کو ایک شخص جوان عمر میرے پاس آیا اور اس نے عیسائی ہونے کی درخواست کی۔اس نے اپنا نام عبدالمجید بتلایا اور اس نے کہا میں جنم کا برہمن ہوں اور میرا ہندو نام رلیا رام ہے۔والد کا نام رام چندر ہے۔اور کھجوری دروازہ بٹالہ کا رہنے والا ہوں ...سال کی عمر میں مرزا نے مجھے مسلمان کیا تھا جس کو ۶ سال گذرے ہیں وہ ایک ہندو دوست کی ترغیب سے مسلمان ہوا تھا،اور وہ دوست بھی اسی وقت مسلمان ہوگیا تھا۔میرا دوست اروڑہ قوم کا تھا اور کرپا رام اس کا نام تھا،اب عبدالعزیز ہے اور بٹالہ میں کپوری دروازہ کے اندر تمباکو کی دکان کرتا ہے۔سات سال کے عرصہ میں مرزا صاحب کے یہاں میں طالب علم رہا اور قرآن کی تعلیم پاتا رہا۔حال میں جو مرزا صاحب کے دعاوی کی نسبت الہامات باطل ثابت ہوئے ہیں تو اس کو یقین ہوا کہ مرزا صاحب نبی نہیں ہیں۔اور اس نے خیال کیا کہ مرزا صاحب اچھے آدمی نہیں ہیں اور شر انگیز ہیں سیدھا قادیان سے آیا ہوں۔اور عام طور پر علانیہ میں نے مرزا صاحب کو گالیاں دی ہیں۔جب وہاں سے چلا تھا اپنے ساتھ کچھ نہیں لایا۔خداوند یسوع کا قول ہے کہ سب کچھ چھاڑ کر پیچھے چلو میں کچھ اور نہیں چاہتا صرف بپتسمہ لینا

چاہتا ہوں اپنی معاش ٹوکری اٹھا کر قلی گری کر کے بسر کرونگا۔ ہم کو کوئی کافی وجہ اس نے نہ بتلائی کیوں آیا ہے کیونکہ بٹالہ اور گورداسپور میں مشنری موجود ہیں اور نہ اس نے کوئی خاص وجہ بتلائی کہ وہ کیوں خاص کر میرے پاس آیا ہے جب کہ اور بھی مشنری صاحب موجود ہیں۔ اس نے صرف یہ کہا کہ اتفاقیہ ایک شخص کے آپ کی کوٹھی بتلانے پر آیا ہوں۔ جب ہم نے اس سے پوچھا کہ تم نے ریل کا کرایہ کہاں سے لیا تو وہ بتلا نہ سکا۔ ان باتوں پر ہماری خاص توجہ غور کے واسطے ہوئی، اور غور طلب معاملہ ہم نے سمجھا۔ اور یہ میرے دل میں گذرا کہ اس کے بیانات لیکھ رام کے قاتل کے بیانات سے عجیب تشبیہ رکھتے ہیں۔ پس ہم نے اس کی طرف خاص دھیان رکھا۔ پس اس سے گفتگو کر کے ہم نے قصد مذکور کیا۔ اس شخص نے کچھ واقفیت دین عیسوی بھی ظاہر کی ہم نے پوچھا کہ تم نے کہاں سے یہ واقفیت حاصل کی۔ اس نے کہا قادیان میں ایک عیسائی بٹالہ کا رہتا ہے جو مسلمان ہو کر مرزا صاحب کے ہاں رہتا ہے۔ نام اس کا سائیاں ہے۔ اس کے پاس انجیل مقدس تھی اور مطالعہ کیا کرتا تھا جہاں سے مجھے شوق و رغبت ہوئی۔ میں نے اس نوجوان کو مہاں سنگھ کٹرہ والا شفاخانہ میں بھیج دیا کہ وہاں طالب علموں کے پاس رہے اور تعلیم پائے۔ اور ہم نے اس کو بوتلوں کے صاف کرنے وغیرہ کا کام دیا۔ قریباً پانچ چھ یوم تک وہ اس جگہ رہا۔ اول قابل توجہ ہمیں یہ بات تھی کہ وہ مرزا صاحب کے حق میں بہت ہی برا بکتا تھا۔ دوم وہ بپتسمہ لینے کی از حد خواہش رکھتا تھا۔ اور سوم بلا وجہ اور بلا طلبی ہماری کوٹھی پر آ کر گشت اور سیر اور ملاقات چاہتا تھا۔ اور باوجودیکہ ۱۵ سال کی عمر میں وہ محمدی ہوا تھا، اپنی گوت (برہمن) سے ناواقف تھا، اور نانکوں سے ناواقف تھا۔ اور مختلف اشخاص سے اپنی نسبت کہانی بیان کی۔ مثلاً ایک شخص سے اس نے اپنے دوست کا نام ایشر داس بجائے کرپا رام بتلایا۔ بعد انقضائے پانچ روز ہم نے اپنے ہسپتال واقع بیاس پر اس کو بھیج دیا۔ وہاں بھی میرے طالب علم پڑھتے تھے۔ جاتے ہی اس نے ایک خط مولوی نور الدین کے نام جو مرزا صاحب کے دہنے ہاتھ کا فرشتہ ہے، لکھا۔ یہ اسی شخص کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ خط اس نے لکھا ہے۔ مطلب اس خط کا یہ تھا کہ میں عیسائی ہونے لگا ہوں۔ آپ روک سکتے ہیں، تو روک لیں۔ یہ مطلب بھی اس کی زبانی معلوم ہوا تھا، اور دیگر شہادت بھی تھی۔ باعث خط لکھنے کا یہ تھا کہ ہم نے اس کو کہا تھا کہ یہ بہتر ہوگا کہ ہم مرزا صاحب کو خط لکھیں کہ یہ شخص عیسائی ہونا چاہتا ہے۔ کل کو یہ نہ کہیں کہ تم ان کے چور ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں میں خود لکھتا ہوں۔ اور اس نے خط لکھ کر بیرنگ ڈاک میں ڈالا تھا۔ اور مجھے خط کے لکھنے سے منع کیا تھا جب تک میرے بپتسمہ کا وقت ہو۔ وہ خط ہمارے پاس ہے۔ ہم پیش

کریں گے۔ پھر ہم نے اس نوجوان لڑکے کی بابت دریافت کرنا شروع کیا۔ ایک آدمی بٹالہ میں دریافت کے واسطے بھیجا گیا۔ اس آدمی کا نام عبدالرحیم ہے۔ اس نے بٹالہ کے متعلق حالات عبدالمجید کے محض جھوٹے پائے۔ ذرا بھی اس میں سچ نہ تھا۔ تب مولوی عبدالرحیم (عیسائی) سیدھا قادیان میں مرزا صاحب کے پاس پہنچا اور مکان پر پہنچ کر دریافت کیا کہ آیا کوئی شخص عبدالمجید نام یہاں پر ہے۔ ایک لڑکا وہاں تھا اس نے کہا کہ ہاں تھا۔ مگر مرزا صاحب کو گالیاں دے کر چلا گیا ہے۔ پھر مولوی عبدالرحیم مرزا صاحب کے پاس گیا اور دریافت پر کہا کہ میں عیسائی ہوں اور عبدالمجید کی بابت دریافت کیا۔ مرزا صاحب نے کہا وہ جھوٹا ہے۔ پیدائشی مسلمان ہے اور اس کا پیدائشی نام عبدالحمید ہے۔ اور وہ مولوی برہان الدین جہلمی کا بھتیجا ہے۔ اور وہ راولپنڈی میں عیسائی ہوا تھا اور یہاں قادیان میں آکر پھر مسلمان ہو گیا تھا اور کچھ عرصہ ٹوکری اٹھانے کا کام کرتا رہا۔ اور قریباً سات آٹھ یوم سے یہاں سے چلا گیا ہے۔ اور یہ عرصہ اس سے مطابق ہے جب وہ ہماری کوٹھی پر آیا تھا۔ اور آخر کار مرزا صاحب نے کہا اس کی اچھی طرح خاطر اور مدارات کرو۔ اور خوراک پوشاک عمدہ دو، وہ تمہارے پاس رہے گا۔ پھر ہم نے جہلم سے دریافت کیا۔ وہاں سے ہم کو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کا نام عبدالحمید نہیں ہے اور اس کا باپ مر گیا ہے اور اس کی ماں نے اس کے ایک چچا سے نکاح کر لیا ہے اور دوسرا چچا اور خاندان کا ممبر برہان الدین ہے جو مولوی برہان الدین غازی کے نام سے مشہور ہے وہ قوم کے گکھڑ ہیں۔ برہان الدین مع کل خاندان کے نہایت ہی پکے محمدی ہیں۔ برہان الدین مجاہدین سے ہے۔ میرا مطلب ہے کہ جو مجاہدین سرحد پر ہیں ان سے اس کا واسطہ تعلق رہا ہے۔ وہ بڑا لادہڑک ہے۔ اگرچہ اب عمر رسیدہ ہے جہاں تک سنا ہے نیک معاش ضرور ہے، اور نسبت سب خاندان کے برہان الدین مرزا صاحب پر جان نثار ہیں۔ نوجوان آدمی کی کچھ حقیقت نہیں جانتا قریباً ... بیگھہ اراضی ہے اور کچھ نقد بھی ہے جو بوقت وفات اس کے والد کے اس کے چچوں کے قبضہ میں آیا۔ یہ تحقیقات محمد یوسف خان نے کی تھی جو مرزا صاحب کا سابق مرید تھا اور خود بھی مجاہدوں کی بو رکھتا تھا۔ اور برہان الدین کا دوست قدیمی تھا۔ اس کا خط ہمارے پاس ہے جو پیش کیا جاتا ہے۔ مکرر ضرورت پیش کرنے کی نہیں۔ اس نوجوان کو کبھی بپتسمہ نہیں دیا گیا تھا۔ اور وہ نہایت بری اور ناشائستہ زندگی بسر کرتا تھا اور اس نے اپنے چچا کے ۴۰ روپیہ چوری کر کے شہوت پرستی میں خراب کیئے، رات دن وہ بدمستوں اور عیاشوں اور رنڈی بازوں میں پھرتا رہتا تھا پھر ہم نے اس کے عیسائی ہونے کے متلاشی ہونے کی بابت گجرات سے دریافت کیا، بذات خود ہم نے

دریافت کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ گجرات کے ضلع میں مونگ کے ریلیف ورکس پر میٹ رہا تھا۔ اور روز شادی کے وقت آ کر پادری صاحب یا عیسائیوں کو دق کرتا تھا اور اپنی بہن کے پاس جو کھوا میں رہتی تھی، سکونت رکھتا تھا اور کہا کہ ایک روز میں انجیل پڑھتا تھا ایک دن بہنوئی نے نکال دیا۔ اور پادری صاحب کے پاس گجرات آیا۔ ہماری دریافت کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ لڑکا نہایت بدچلن اور مشکوک سا آدمی گجرات میں تھا۔ اور اس لئے زناکاری کی علت میں گجرات سے مشن والوں نے نکال دیا تھا ۔کسی صورت میں اسے عیسائی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ نہایت برا محمدی سمجھا جاتا تھا۔ گجرات میں اس کی ایک دوست بازاری عورت تھی ۔ایک شخص میراں بخش جولاہا تھا جو مرزا کا سخت عقیدت مند مرید ہے۔ جب ہم نے یہ باتیں سنیں تو ہمارا اشتباہ مرزا صاحب کی نسبت اور زیادہ ہوا کہ وہ قادیان میں ٹوکری اٹھاتا رہا تھا اور آخر کار گالیاں دے کر چلا آیا ہے جس کا اصل مدعا یہ ہے کہ اس امر کا اشتباہ نہ ہو اس نوجوان کی مرزا صاحب سے سازش ہے۔ اور مرزا سے جو دریافت کیا گیا، تو جو معلوم تھا کہہ دیا تھا۔ ہم نے جرائم کے ارتکاب کے اصول کا جو قانون ہے اس کا مطالعہ کیا ہے اور ہم کو معلوم ہے کہ بموجب اس علم کے جو شخص زنا پر آمادہ ہو، اس کو قتل پر آمادہ کرنا آسان ہے۔ نیز ایسے اشخاص جن کو حوران بہشت کی تمنا ہو۔ اور ایسے نوجوان جن کو زنا کی لت ہو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں یعنی ایسے شخص کو حوران بہشت کا خیال بڑھ کر لقمہ ہے، جان جائے تو چلی جائے حوران بہشت تو ملیں گی ۔ نیز ہم کو یہ بھی علم ہوا کہ وہ نوجوان ایک نکمے مسلمان خاندان جہلمی سے تھا جن کو مرنے کا ذرا خوف نہیں ہے اور اگر وہ بطور مرید مرزا صاحب مرتا، تو مرزا صاحب کی عزت تھی، اور اگر وہ بطور مسلمان مرتا تو شہید کہلاتا۔ اور اگر یوں ہی مر جاتا تو اس کی جائداد سے اس کے چچوں کو فائدہ تھا ان باتوں کو مدنظر رکھ کر ہم بیاس گئے اور روبروئے گواہان کے ہم نے اس نوجوان سے گفتگو کی ۔ اور میرے وعدہ پر کہ ہم تمہارا برا نہیں چاہتے اس لڑکے نے پانچ کس گواہان کے روبرو اقرار کیا اور خود لکھ کر دیا حرف ایچ جو ہمارے روبروئے اس نے لکھا تھا۔ اور پھر روبروئے ڈپٹی کمشنر امرتسر تصدیق بھی کرا دیا تھا علاوہ اس اقرار نامہ کے اس نوجوان نے خود مجھے کہا کہ میں بایمائے مرزا جان بوجھ کر ان کو گالیاں دے کر آیا تھا۔ اور یہ بھی اس نے ہم کو کہا کہ ریل کا کرایہ بطور مزدوری ٹوکری اٹھانے کے مرزا صاحب نے دیا ہے اور پھر یہ بھی اس نے ہم کو کہا کہ جو خط مولوی نور الدین کے پاس بھیجا تھا اس غرض سے بھیجا تھا کہ میری سکونت کا اس کو پتہ ملے اس نے یہ بھی کہا کہ مولوی نور الدین کو اس سازش کا کچھ علم نہیں ہے اور نہ اس نے کبھی اس بارہ میں کہا تھا۔ پریم داس کی زبانی ہم

کومعلوم ہوا کہ اس نوجوان کے پیچھے دو آدمی اور پھرتے تھے اور ہمارا خیال لیکھ رام کے قاتل کے نہ پائے جانے پر غور کر کے یہ تھا کہ وہ دو آدمی اس کو بھی مار ڈالیں گے بعد اس کے کہ مجھے قتل کرے اس لئے ہم نے بڑے خرچ اور احتیاط سے اس نوجوان لڑکے کی جان کی حفاظت کی۔ ۳۱ جولائی ۱۸۹۷ء کو ہم اس کو پھر امرت سر لے گئے اور حکام ضلع کو اطلاع دی پھر تحقیقات ہوئی جس کا ہم کو حال معلوم نہیں۔ اور ہم کو اندیشہ ہے کہ وہ اور بھی سازشیں کرنا چاہتا ہے جو پیش گوئی مرزا صاحب نے ہماری نسبت کی ہے وہ ہتک آمیز ہے اور ممکن ہے کہ ہماری طرف سے وہ نقض امن کرانا چاہتے ہوں کہ میں خود ان کی بے عزتی الفاظ دیکھ کر نقض امن کرو۔ ہم اپنی حفاظت کا اکثر انتظام کرنا پڑتا ہے چونکہ ہم ڈاکٹر ہیں ہم کو اکثر اوقات ہر قسم کے اشخاص سے تعلق پڑتا ہے اور اس قسم کا اندیشہ لاحق رہتا ہے کہ شاید نقض امن ہو جاوے ہمارے خیال میں آئندہ کے لئے کوئی پیش گوئی جو میرے نقصان یا موت وغیرہ کی جائے اس کو نقض امن تصور کیا جائے بیاس پر ایک زندہ سانپ پکڑا گیا تھا تو عبدالمجید نے بڑی منت اور زاری کی تھی کہ ڈاکٹر صاحب نے حکم دیا ہے کہ جب کوئی سانپ پکڑا جاوے ہمارے پاس لانا حالانکہ ہم نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا تھا۔ (کتاب البریہ۔ص ۱۴۰ تا ۱۵۴)

بیان مرزا غلام احمد بلا حلف۔۱۳۔اگست ۱۸۹۷

ہم نے کبھی پیش گوئی نہیں کی کہ ڈاکٹر صاحب مر جائیں گے۔ ہرگز ہمارا منشاء کسی لفظ سے یہ نہ تھا کہ صاحب موصوف مر جاویں گے عبداللہ آتھم کی نسبت شرطیہ پیش گوئی کی تھی کہ اگر رجوع بحق نہ کرے گا، تو مر جاوے گا عبداللہ آتھم کی درخواست پر پیش گوئی صرف اس کے واسطے کی تھی کل متعلقین مباحثہ کی بابت پیش گوئی نہ تھی لیکھ رام کی درخواست پر اسکے واسطے بھی پیش گوئی کی گئی تھی، ہم نے کی تھی چنانچہ وہ پوری ہوگئی۔ دستخط حاکم ۱۵۔اگست ۱۸۹۷ء (کتاب البریہ ص ۱۷۳)

بیان گواہ استغاثہ باقرار صالح

عبدالحمید ولد سلطان محمد ساکن جہلم ذات گکھڑ عمر... سال بیان کیا کہ میں متلاشی عیسائی ہوں پہلے محمدی تھا میں عیسائی لوگوں کے پاس گجرات میں گیا تھا چار ماہ ہوئے ہیں اس وقت مرزا سے میری واقفیت نہیں تھی۔ ریلیف ورکس پر جان محمد بابو کے تحت میٹ تھا دو تین ماہ عیسائیوں کے پاس گجرات میں رہا تھا۔ وہاں محمدی لوگوں نے مجھے بلا لیا، اسلئے گجرات میں چلا آیا تھا۔ مرزا صاحب کے بہت مرید گجرات میں ہیں، انہوں نے مجھے قادیان میں بھیجا، جب میں وہاں گیا میرا چچا برہان الدین اس وقت وہاں نہ تھا، مجھے صلاح دی گئی کہ جو شکوک تمہارے ہیں قادیان جا کر رفع کر لو مجھے

نور الدین اور مرزا نے سکھلایا تھا۔ قرآن کی تعلیم نہیں دی تھی گجرات سے آکر صرف چار دن تک قادیان میں رہا تھا میں جہلم واپس چلا گیا تھا اور چچا لقمان کے گھر میں جا کر رہا تھا، برہان الدین کے گھر میں گیا تھا، میرا چچا مولوی برہان الدین غازی ہے اور مرزا صاحب کا مرید ہے دوسرا چچا میرا لقمان ہے مگر وہ مرید مرزا کا نہیں ہے، میری ماں نے میرے والد کے مرجانے کے بعد لقمان سے نکاح کرلیا ہوا ہے اور اس سے اولاد بھی ہے۔ میری دونوں نے پرورش کی دو تین روز جہلم رہ کر پھر میں قادیان میں چلا آیا، مرزا صاحب مجھ سے بہت پیار کرتے تھے۔ ایک روز ایک علیحدہ مکان میں مجھے لے گئے اور کہا کہ جاؤ امرتسر میں ڈاکٹر کلارک صاحب کو پتھر مار کر ماردو۔ میں نے کہا کہ میں کیوں یہ کام کروں؟ تو مرزا نے کہا کہ اگر دین محمدی پر ہو کر تم یہ قتل کرو گے تو تم مقبول ہو جاؤ گے۔ پہلے مجھے پڑھایا کرتے تھے پھر جب مجھے قتل کرنے کے واسطے مرزا نے کہا تو مجھے یہ کہا کہ اب تم چار پانچ روز مزدوری کرو تا کہ لوگ یہ کہیں کہ مزدوری کرتا آیا ہے۔ پھر یہ کہا کہ جب تو جانے لگے تو ہم کو گالیاں نکال کر جائیو۔ میں امرت سر چلا گیا اور ڈاکٹر صاحب مستغیث مقدمہ ہذا کے پاس گیا اور کہا کہ میں عیسائی ہونے آیا ہوں ڈاکٹر صاحب نے میری خاطر و تواضع کی اور مجھے ہسپتال میں بھیج دیا۔ مجھے مرزا نے کہا تھا کہ پہلے اپنا نام رلیا رام بتانا، پھر عبدالمجید بتلانا کہ مسلمان ہو کر یہ نام حاصل کیا ہے۔ قریب ایک ماہ میں ڈاکٹر صاحب کے پاس امرتسر میں رہا، پہلے پانچ چھ روز امرتسر رہا، پھر بیاس پر رہا، کاغذ ایچ مشمولہ میرے قلم کا لکھا ہوا ہے جو بطور اقبال کے میں نے ڈاکٹر صاحب کو لکھ کر دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت موجود تھے جب لکھ کر میں نے دیا تھا۔ بیاس سے ایک خط میں نے مولوی نور الدین کو لکھا تھا کہ میں عیسائی ہو جاؤنگا۔ یہ سچا دین ہے محمدی دین سچا نہیں ہے، ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ مرید مرزا کا ہمارے پاس آیا ہے ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ اس کو عیسائی بنائیں یا نہ جب مولوی نور الدین کو خط لکھا تھا ڈاکٹر صاحب کو علم نہ تھا اور عیسائیوں کو بتلایا تھا کاغذ حرف ایچ کے لکھنے سے پہلے خط مولوی نور الدین کو لکھا تھا۔ بھگت رام اور ایک اور منشی جس کا نام یاد نہیں دیکھ رہے تھے۔ قریب ایک ماہ کے ہوا ہے کہ میں قادیان سے روانہ ہو کر امرتسر مرزا صاحب کے پاس سے ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تھا۔ مولوی نور الدین کی طرف خط بھیجنے سے یہ مطلب تھا کہ ان کو معلوم ہو جاوے کہ میں بیاس میں ہوں جب قادیان سے امرتسر گیا تھا۔ ۴ آنے کرایہ دیا تھا اور قادیان میں ٹوکری اٹھانے کی اجرت ۱۲ آنے مرزا نے مجھے دیئے تھے۔ میں نے آتھم کی بابت سنا ہے، دیکھا نہیں اس پر حملے کئے جانے کی نسبت مجھے کوئی علم نہیں کہ کب حملے ہوئے اور کیا

کیا حملے ہوئے، اور کس نے حملے کئے۔ جب میں پہلے ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تو میرا ارادہ مارنے کا نہیں تھا۔ بعد میں ارادہ بدل گیا۔ مجھے لقمان نے مرزا کے پاس نہیں بھیجا تھا اور نہ ڈاکٹر صاحب کے پاس بھیجا ہے۔ سارے خاندان میں کوئی رنج برہان الدین کے..مرزا صاحب کا مرید ہو جانے سے نہیں ہے۔ نعمان اس وقت جہلم میں ہے اور برہان الدین کا پتہ نہیں کہ کہاں ہے؟ وغیرہ

بعد بیان کے عرض کیا، چونکہ میں نے صاف حالات بیان کر دیئے ہیں مجھ کو اندیشہ جان ہے۔

کلارک: ہم اسکو اپنی حفاظت میں رکھنا چاہتے ہیں (چنانچہ گواہ کو اجازت ڈاکٹر کے پاس رہنے کی دی گئی)

اور گواہان کے اظہار اور خرچ فریقین کی طرف سے ہوئیں۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کو اس مقدمہ کی تفتیش کے لئے کہا۔ اور عبدالمجید یا عبدالحمید گواہ استغاثہ کو پولیس میں بھیجا گیا وہاں اپنے بیان کو بالکل بدل دیا۔ اور جو بیان عدالت میں لکھایا تھا محض کہانی اور غلط بیان کیا۔ اگر کل کاروائی بلفظہ درج کی جائے تو بذاتہ ایک کتاب ہو جاتی ہے۔

عدالت نے کل کاروائی مقدمہ اور وجوہات کو درج کر کے فیصلہ دیا:

> یہ ظاہر ہے کہ یہ پیش گوئیاں ڈیلفی الہاموں کی طرح دو پہلو رکھتی ہیں اور اسی میں فائدہ ہے کہ وہ ایسی ہوں مرزا صاحب کچھ مطلب بیان کرتے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کچھ اور۔ اس صورت میں اس امر کا ثابت کرنا ناممکن ہے کہ ڈاکٹر کلارک کے معنی ٹھیک ہوں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے ڈاکٹر کلارک کی نسبت کوئی پیش گوئی نہیں کی اور جس قدر مطبوعہ شہادت پیش کی گئی ہے ہم منجملہ ان کے کسی میں بھی کوئی صاف اور صریح امر نہیں پاتے جس سے مرزا صاحب کے بیان کی تردید ہوتی ہو۔ غلام احمد نے اپنے اظہار میں بیان کیا ہے کہ ان کو ان حملات کا بھی علم نہیں جو آتھم کی جان پر کئے گئے۔ مگر کہا کہ لیکھ رام کی نسبت اس کو علم تھا کہ وہ مر جائے گا اور نیز اس نے دن اور گھنٹہ کی پیش از وقت اطلاع دے دی تھی جہاں تک ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ سے تعلق ہے ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے کہ غلام احمد سے حفظ امن کیلئے ضمانت لی جائے۔ یا یہ کہ مقدمہ پولیس سپرد کیا جائے، لہذا وہ بری کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس موقعہ پر مرزا غلام احمد کو بذریعہ تحریری نوٹس کے جس کو انہوں نے خود پڑھ لیا ہے اور اس پر دستخط کر دیئے ہیں باضابطہ طور پر متنبہ کرتے ہیں کہ ان مطبوعہ دستاویزات سے جو شہادت میں پیش ہوئی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اشتعال اور غصہ دلانے والے رسالے شائع کئے ہیں

جن سے ان لوگوں کی ایذا متصور ہے جن کے مذہبی خیالات اس کے مذہبی خیالات سے مختلف ہیں۔ جو اثر اسکی باتوں سے اس کے بےعلم مریدوں پر ہوگا اس کی ذمہ داری ان پر ہوگی۔ اور ہم انہیں متنبہ کرتے ہیں کہ جب تک وہ زیادہ میانہ روی کو اختیار نہ کریں گے وہ قانون سے بچ نہیں سکتے۔ بلکہ ان کی زد کے اندر آجاتے ہیں۔ فروری ۱۸۹۷ء۔ دستخط ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور۔ (کتاب البریہ۔ص ۲۵۸ تا ۲۶۱)

ثنائی ورود قادیان

جاڑا ہے کہ زمہریر کا طبقہ ٹوٹ گیا ہے ہوا کے سناٹے سے کان بہرے ہوتے ہیں بڑے بڑے تناآور درخت بید کی طرح کانپ رہے ہیں درختوں کے پتوں پر برف جو جم گیا ہے ایک دوسرے سے وصلی کاغذ کی طرح چمٹے ہوئے بزبان حال کہہ رہے ہیں

جیسے کہ وصل کی شب ان سے لپٹتے ہیں ہم
یوں وصلی کے بھی کاغذ چسپاں بہم نہ ہوں گے

پرندپروں میں سر چھپائے آشیانہ میں بیٹھے ہیں، منہ باہر نہیں نکالتے، انسانوں کی بغلوں سے ہاتھ جدا نہیں ہوتے، کنار دلدار کا مزہ لے رہے ہیں، دم تقریر دودِ جگر منہ سے نکل کر دھواں دھار ہو جاتا ہے، بات دم گفتار زبان سے نکل کر لبوں پر جم جاتی ہے، سامع کے کان تک جانے کا بار نہیں پاتی ہے۔ دانت سے دانت بجتے ہیں صبح ہوگئی ہے خورشید خاور حجرہ افق سے نکل آیا ہے مگر ڈر کے مارے چادر کہر سے منہ چھپائے کانپ رہا ہے۔ کہر کا غبار چاروں طرف چھا رہا ہے۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو رہا ہے۔ ہاتھ سے ہاتھ مارا نظر نہیں آتا، راستہ کا تو کیا ذکر ہے۔ انگیٹھیوں میں آگ ٹھنڈی ہوگئی ہے لوگ ہاتھوں میں لئے پھرتے ہیں مگر حرارت نہیں آتی۔ ایک کچی سڑک پر کیچڑ میں ایک یکہ پھنسا کھڑا ہے گھوڑا جان توڑ کر زور لگاتا ہے مگر پہیہ حرکت کیا جنبش نہیں کھاتا۔ گویا برف میں جم گیا ہے یکہ والے کی آواز کانپ رہی ہے ہاتھ پاؤں شل ہو رہے ہیں مگر تاہم وہ کوشش کر رہا ہے تین چار آدمی کالی وردی پہنے کمبل کی بارانی میں لپٹے یکہ کو زور لگا کر دھکیل رہے ہیں مگر یکہ بھی نہیں ہلتا۔

ایک صاحب شنگرفی رنگ کی پشمینہ کی چادر سے منہ سر لپیٹے یکے کے اندر بیٹھے ہیں آنکھ اور ناک سے

پانی جار ہا ہے رو مال سے پونچھتے پونچھتے ناک گوشت کی بوٹی کی طرح لال ہوگئی ہے۔

سپاہی: اجی حضرت مولانا! آپ کو تو ضرورت ہوگی، ہم غریب سپاہیوں کو ناکردہ گناہ کیوں عذاب میں پھنسایا؟

دوسرا: یہ تو یکہ میں منہ سر لپیٹے ہاتھ پاؤں چھپائے بیٹھے ہیں۔ چلو یہ پاس گاؤں ہے وہاں چل کر آگ اور لکڑیاں لائیں سینک کر ہاتھ پاؤں کھولیں۔

تیسرا: یہ بزدلی خوب نہیں۔ اگر کوئی معرکہ آرائی ہو تو تم کیا کرو

چوتھا: حوالدار صاحب! ان میں سے ایک آدمی کو ضرور بھیج دینا چاہیے جب تک دھوپ نکلے آگ جلا کر سینکیں گے۔ جب دھوپ نکلے گی تو یکہ کو گھوڑا کھینچے گا۔

حوالدار: اچھا تم سے ایک آدمی جاؤ۔ مولوی صاحب آپ حقہ تو نہیں پیتے؟

مولوی صاحب: نہیں صاحب میں حقہ تو نہیں پیتا مگر آگ تو ضرور منگانی چاہیے

حوالدار: حضرت مولانا صاحب! اس موسم میں سفر؟ ہم لوگ تو ملازم پیٹ کی خاطر مارے مارے پھرتے ہیں آپ کو ایسی کیا ضرورت پیش آئی۔ جو اس قدر تکلیف شاقہ گوارا کی۔

مولوی صاحب: کیا کہیں۔ تم مرزا کو تو جانتے ہو گے؟

حوالدار: واہ صاحب! آپ نے مرزا کے جاننے کی بھی ایک ہی کہی وہ تو شیطان سے زیادہ مشہور ہے، اسے کون نہیں جانتا۔

(خوب! یہ مولانا صاحب تو ہمارے مخدوم مکرم معظم حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ہیں۔ یہ اس وقت یہاں کہاں؟)

مولوی صاحب: میں نے قادیان جانا ہے مرزا قادیانی نے ایک رسالہ اعجاز احمدی چھاپا ہے جس میں ہم کو مخاطب کر کے لکھا ہے:

> اگر یہ (ثناء اللہ) سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی ثابت کریں تو ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا، اور آمدورفت کا کرایہ علیحدہ۔
>
> (اعجاز احمدی۔ص ۱۱)

مولوی ثناء اللہ نے کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں اس لئے ہم آپ کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان میں آویں۔ رسالہ نزول مسیح میں میں نے ڈیڑھ سو پیش گوئی لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب لے جائیں گے اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت

ہے پس اگر میں مولوی صاحب کے لئے اپنے مریدوں سے ایک ایک روپیہ لونگا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا وہ سب ان کی نذر ہوگا۔ (اعجاز احمدی۔ص ۲۳)

اسی بیان کے متعلق ایک دو پیش گوئیاں بھی جڑ دی ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے

۱۔ وہ قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی

۲۔ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائیگا تو وہ ضرور پہلے مریں گے۔

۳۔ اور سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو جائے۔ (اعجاز احمدی۔ص ۳۷)

حوالدار: اجی حضرت! کیا آپ مرزا کے وعدوں سے واقف نہیں اگر وہ ایسے وعدہ وفا ہوتے تو یہ جائداد، اور زیورات اور حلوائے تر اور قورما اور پلاؤ کہاں سے اڑاتے، آپ نے سنا نہیں کہ بخیل نے کسی شخص سے کہا کہ ہمارے گھر ہمارے دادا کے وقت کا اچار ہے۔ کسی نے کہا، ارے میاں ہمیں بھی دکھانا کہ اس کا کیسا ذائقہ ہے۔ بخیل نے کہا، جو اس طرح دکھاتے تو وہ کیونکر رہتا۔

سو حضرت! ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور ہیں۔ مرزا ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلے جو کسی کے دم میں آ جائیں۔ اچھوں اچھوں کو اس نے دم دیا ہے کسی کے قابو میں نہیں آتے، لاکھوں انعام کے اشتہار شائع ہو چکے کسی کو کوئی پیسہ ملا؟ سینکڑوں آدمی مناظرہ کیلئے بلائے گئے کسی سے کسی بات کا فیصلہ ہوا؟ آخر کو للو نکل گئے اور سب دیکھتے کے دیکھتے ہی رہے

(اس عرصہ میں سورج نے منہ دکھایا، دھوپ کی گرمی سے ذرا ہاتھ پاؤں کھلے، یکہ معہ مسافران آگے کو روانہ ہوا کبھی ٹیلہ پر یکہ چڑھا اور کبھی گڑھے میں دھڑام کر کے گرا

مجھ ناتواں کی چال ہے جوں مرغ بسمل کی تڑپ　　　ہر ہر قدم پر ہے گماں یہ رہ گیا وہ رہ گیا

غرض بصد حیرانی صبح سے چل کر قریب عصر قادیان پہنچے ..خدا کا شکر بجا لائے ..مرزا کو بذریعہ رقعہ اطلاع دی)

۞ خاکسار آپ کی دعوت مندرجہ ''اعجاز احمدی'' صفحہ ۱۱-۲۳ کے مطابق اس وقت قادیان میں حاضر ہے۔ جناب کی دعوت قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع

رہا ورنہ اتنی دیر نہ ہوتی۔ اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں چونکہ آپ بقول خود ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز اور مامور ہیں جو تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے عموماً اور مجھ جیسے مخلصین کے لیے خصوصاً ہے اس لیے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دے کر گزارش کرتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں گے۔

الراقم ۔ ابوالوفا ثناء اللہ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء بوقت سوا دو بجے دن۔

❁ از طرف عایذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ واید۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب

''آپ کا رقعہ پہنچا' اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک وشبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتے ہیں رفع کرا دیں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگرچہ میں کئی سال ہوئے اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانہ کلمات سننے کے اور کچھ نہیں ہوا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اس رقعہ میں دعویٰ تو کر دیا ہے کہ طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ آپ اس دعویٰ پر قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثہ ہرگز نہیں کروں گا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے کے لیے اول یہ اقرار کریں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے اور وہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت ﷺ پر یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یا حضرت یونس علیہ السلام پر عائد نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن شریف کی پیشگوئیوں پر زد نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے مجاز نہ ہوں گے صرف آپ مختصر ایک یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے۔ پھر آپ کو عین

مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لیے لمبا لکھنے کی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی آپ اعتراض پیش کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے چوروں کی طرح آ گئے اور ہم اندنوں باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹہ سے زیادہ صرف نہیں کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ واعظ کی طرح ہم سے گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔ یہ اس لیے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے اور صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں' میں تین گھنٹہ تک اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹے کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائے گا کہ ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سنائیں ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں بآواز بلند لوگوں کو سناؤں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اس طرح تمام وساوس دور کر دیئے جائیں گے لیکن اگر چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کرنے کا موقع دیا جائے تو ہرگز نہ ہوگا۔ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں بعد میں ۱۵ جنوری کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤں گا' سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے لیکن ۱۴ جنوری تک آپ کے لیے تین گھنٹے تک خرچ کر سکتا ہوں اگر آپ لوگ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے خود خدا تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔ والسلام علی من اتّبع الھدی۔ سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ تحریر جو سطر دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جاویں اور میں وسوسہ دور کرتا جاؤں گا۔ ایسے صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسہ دور کرا لیتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا' اس کو وساوس دور کرانے ہیں اور کچھ غرض نہیں' لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے ان کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔

❁ جواب الجواب۔ امابعد! از خاکسار ثناء اللہ۔ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب آپ کا طولانی رقعہ ملا مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا، وہی ہوا۔

جناب والا! جب کہ میں حسب دعوت ''اعجاز احمدی'' حاضر ہوا ہوں اور اپنے پہلے رقعہ میں اس کا حوالہ بھی دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے بجز عادت کے اور کیا معنی رکھتی ہے۔ جناب من! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ ''اعجاز احمدی'' میں اس عاجز کو تحقیق حق کے لیے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میری پیشگوئیوں کو غلط ثابت کرو تو مبلغ سو روپیہ فی پیشگوئی انعام لو اور اس رقعہ میں مجھے ایک دو سطریں لکھنے پر پابند کرتے ہیں۔ اور اپنے لیے تین گھنٹے تجویز کرتے ہیں۔ کیا یہ انصاف ہے؟ بھلا یہ بھی کوئی تحقیق کا طریقہ ہے کہ میں تو دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹہ تقریر فرماتے جائیں۔ اس سے تو صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری اور تحقیق سے اعراض کر رہے ہیں جس کے لیے آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی۔ اس سے عمدہ تو میں امرتسر میں بیٹھے ہی کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں۔ مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت یاد کر کے بلا نیل ومرام واپس جانا کسی صورت مناسب نہیں جانتا اس لیے میں آپ کی بے انصافی بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین سطر ہی لکھوں گا اور آپ بلا شک تین گھنٹے تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہو گی کہ میں دو تین سطریں مجمع میں خود پڑھ کر سناؤں گا اور ہر گھنٹہ کے بعد پانچ منٹ حد دس منٹ آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کروں گا اور چونکہ مجمع آپ پسند نہیں کرتے اس لیے فریقین کے پچیس پچیس آدمی ہوں گے۔ آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں۔ اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا۔ علاوہ اس کے کہ آپ کو آسمانی اطلاع بھی ہو گئی ہو گی۔ آپ جو مضمون سنائیں گے وہ اسی وقت مجھے دے دیا جائے گا۔ کارروائی آج ہی شروع کر دی جائے۔ میں آپ کا جواب آنے پر مختصر سوال بھیج دوں گا۔ باقی لعنتوں کے متعلق وہی عرض ہے جو حدیث میں موجود ہے۔ ابوالوفاء ثناء اللہ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔

رقعہ آدمی نے جا کر مرزا صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نہایت طیش وغضب میں آئے، اور ہزاروں بے نقط سنائیں۔ پھر حوارئین کو حکم دیا کہ جواب لکھ دو۔ جو یوں ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب! آپ کا رقعہ حضرت امام الزمان مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ مضامین اس کے محض عناد اور تعصب آمیز

تھے جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے صاف ظاہر ہے لہٰذا حضرت اقدس کی طرف سے یہی جواب آپ کو کافی ہے کہ آپ کو تحقیق حق منظور نہیں ہے۔ اور حضرت انجام آتھم اور آپ کے جواب میں مرقوم خط میں قسم کھا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین کے ساتھ کوئی تقریر نہ کریں گے اور خلاف معاہدہ الٰہی کوئی مامور من اللہ کیونکر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی تھی وہ ہرگز منظور نہیں ہے اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں کہ کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے مجتمع ہوں تا کہ حق و باطل سب پر واضح ہو جائے۔ خاکسار محمد احسن بحکم امام زمان' ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔

مرزا قادیانی: خبیث گستاخ حفظ مراتب تو جانتے ہی نہیں اس سور سے کوئی دریافت کرے کہ خدا کے مرسل اور نبیوں کو اسی طرح شوخی اور شرارت سے گستاخانہ خط لکھا کرتے ہیں۔

حواری: حضور یہ کیا، اس کے ہم خیال یہودی صفت علماء اسلام کل دریدہ دہن گستاخ ہیں۔ خدا کے مسیح موعود اور مرسل صادق اور نبی برحق کی شان میں بے ادبی کرنا اپنا فرض منصبی سمجھ رکھا ہے خدا ان کو سزا بھی تو نہیں دیتا۔

مرزا قادیانی: ان گوبہ خور یہودیوں کے بڑے بھائیوں کو عنقریب کتے کی موت مارے گا کہ بد ذات اونٹوں کی طرح سوتے رہ جائیں گے۔

حواری: ہم اس کو کبھی نہیں بولنے دیں گے۔ گدھے کی طرح دم لگا کر بٹھائیں گے اور گندگی اس کے منہ میں ڈالیں گے لعنت ہی لے کر جائے گا۔

مرزا قادیانی: اس نابکار سے کہہ دو کہ وہ لعنت لے کر قادیان سے چلا جائے۔

حکیم محمد صدیق: (جو مولوی صاحب کا خط مرزا صاحب کی خدمت میں لے گئے تھے، ان مغلظ دشنام کو سن کر سخت حیران ہو کر واپس آئے، مولوی صاحب سے)، حضرت سننے میں اور اس وقت کی حالت دیکھنے میں بڑا فرق ہے ہم حلفیہ بطور شہادت کہتے ہیں کہ ایسی گالیاں ہم نے مرزا صاحب کی زبان سے سنی ہیں جو کسی... سے بھی کبھی نہیں سنیں۔

محمد ابراہیم: (یہ بھی حکیم صاحب کے ساتھ تھے) میں بیان نہیں کر سکتا جو الفاظ مرزا صاحب نے علماء اسلام کی نسبت عموماً اور آپ (ثناء اللہ) کی نسبت خصوصاً فرمائے ہیں۔

حواری: (مولوی ثناء اللہ سے) یہ خط حضرت اقدس امام ہمام نے بجواب تمہارے خط کے دیا ہے۔

مولوی صاحب: (خط دیکھ کر) چونکہ میرا روئے سخن خود بدولت سے تھا اس لئے میرا حق تھا کہ میں کسی ان کے ماتحت کی تحریر نہ لیتا مگر اس خیال سے کہ پبلک کو مرزا جی کے فرار کا نشان بتلایا جاوے اس خط کو قبول کرتا ہوں۔ ان حضرات مرسلین رقعہ یا گواہان کی حالت پر افسوس نہیں بلکہ افسوس ان لوگوں پر ہے جو ایسے لوگوں کو دراز ریش دیکھ کر مولوی یا عالم سمجھ لیتے ہیں جن کو یہ بھی خبر نہیں کہ مناظرہ اور تحقیق ایک ہی چیز کا نام ہے رشیدیہ جو علم مناظرہ میں ایک مستند کتاب ہے اس میں صاف مرقوم ہے کہ کسی مسئلہ کی نسبت دو شخصوں کا نیک نیتی اور سچائی کے اظہار کرنے کی غرض سے متوجہ ہونا اسی کا نام مناظرہ ہے۔

حوالدار: مولوی صاحب سلام۔ کیوں صاحب! ہم کیا کہتے تھے حضرت! ہم ایسے لکھے پڑھے نہیں مگر اردو کی کتابیں دیکھ کر اپنا مطلب سمجھ لیتے ہیں مرزا صاحب کا حال کوئی مخفی راز تو ہے نہیں روزاخباروں اور اشتہاروں میں شائع ہوتے ہیں کسی اقرار پر کسی جگہ قائم رہے ہیں جو آپ سے وعدہ وفا کرتے:

کرے ایفا وعدے کا اقرار کر کے　　کوئی اور ہوگا وہ مرزا نہ ہوگا

حکیم محمد صدیق: حضرت بندہ نے امرتسر سے چلتے وقت عرض کیا تھا کہ آپ کیوں ناحق خراب ہوتے ہیں مرزا صاحب ہرگز آپ کے مقابلہ پر نہیں آئیں گے اور نہ وہ گفتگو کرینگے۔ یہ ان کی عادت مستمرہ ہے دعوت تو دے بیٹھتے ہیں مگر پھر بہزار حیلہ گریز کر جاتے ہیں۔

مولوی صاحب: ان کی حجت تو پوری کرنی تھی یہ تو میں بھی جانتا تھا کہ مقابلہ پر وہ نہ کبھی پہلے آئے ہیں نہ اب آئیں گے۔ رسالہ اعجاز احمدی میں لکھا ہے:

> ہم کو ان لفظوں میں دعوت دیتے ہیں۔ اگر یہ (مولوی ثناء اللہ) سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جاوے گا اور آمدورفت کا کرایہ علیحدہ۔
>
> اور مولوی ثناء اللہ نے کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان میں آویں۔ رسالہ نزول المسیح میں ڈیڑھ سو پیش گوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب لے جائیں گے اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لئے ایک ایک روپیہ بھی

اپنے مریدوں سے لوں گا تب بھی ایک لاکھ روپئہ ہو جائے گا وہ سب ان کی نذر ہو گا۔

مولوی صاحب: ہم مرزا صاحب کی صداقت اور راست بیانی کے ظاہر کرنے کو ان کے حوالہ رسالہ انجام آتھم وغیرہ کی بھی پڑتال کرتے ہیں آپ انجام آتھم کے صفحہ اخیر پر بیشک یہ لکھتے ہیں:

ہم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس سے بعد علماء سے خطاب نہ کریں گے گو وہ ہم کو گالیاں دیں اور یہ کتاب ہمارے خطابات کا خاتمہ ہے۔

اس کتاب (انجام آتھم) پر گو تاریخ طبع نہیں ہے مگر اس کے اول صفحہ سے ۱۸۹۶ء معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس سے بعد آپ نے علماء کرام کو صاف مباحثہ اور مقابلہ کے واسطے بلایا ہے چنانچہ آپ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں:

اگر آپ لوگ اے اسلام کے علماء! اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے کسی قریب مقام میں جیسا کہ بٹالہ ہے یا اگر آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو خود قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو حلم اور برداشت اور تقوی اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلّم ہوں پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے اپنی تسلی کرلیں

۱۔قرآن وحدیث کی رو سے۔۲۔عقل کی رو سے۔۳۔سماوی تائیدات اور خوارق اور کرامات کی رو سے۔

کیونکہ خدا نے اپنے کلام میں مامورین کے پرکھنے کیلئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں۔پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کرسکا یا اگر ان تینوں سے صرف ایک یا دو طور سے تسلی کی تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہرونگا لیکن اگر میں نے ایسی تسلی کردی جس سے وہ ایمان اور حلف کی رو سے انکار نہ کرسکیں اور نیز وزن ثبوت میں ان دلائل کی نظیر پیش نہ کرسکیں تو لازم ہوگا کہ تمام مخالف مولوی اور ان کے نادان پیرو خدا تعالی سے ڈریں اور کروڑوں انسانوں کے گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں۔

کیا مرزا جی نے اس تحریر میں فریق مخالف کو خطاب نہیں کیا،یا ان سے مجلس میں دلائل طلب نہیں کئے،کیا ان کو بحث کے لئے نہیں بلایا،کیا قادیان میں ۱۹۰۰ء،۱۸۹۶ء سے پہلے ہونے کی وجہ سے یہ تحریر منسوخ ہے یا نہیں،تو پھر میں نے کیا بھس ملایا تھا کہ مجھ کو مناظرہ تو کیا زیارت سے

بھی محروم رکھا۔ ہائے

وصال یار میسر ہو کس طرح ضامن ہمیشہ گھات میں رہتا ہے آسمان صیاد

ہاں یاد آیا کہ یہ تحریر ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کی بھی تو اس قابل نہیں کہ اس کو پیش کیا جاوے کیونکہ مرزا جی نے اس کو عملی طور پر منسوخ کر کے ردی کی صندوق میں ڈال دیا ہے اس لئے تو ندوۃ العماء کے جلسہ منعقدہ امرتسر کے موقع پر ۸۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مرزا جی کے نام ۴۳ علماء نے مشترکہ نوٹ دیا تو حضور نے بغیر رسید ڈاکخانہ کے اف تک نہیں کی۔ (الہامات مرزا)

بٹالوی، زٹلی، تبّتی کی ذلت کی پیش گوئی

توانم آنکہ نیازارم اندرون کسے حسود راچہ کنم کوزخود برنج درست

مرزا صاحب دربار برخاست کر کے صبح کی سیر سے فراغت پا کر بیت الفکر میں بیٹھے ڈاک کا، جو آج ہی آئی ہے، ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ منی آرڈر اور روپئوں کا مقابلہ اور پڑتال اور میزان اور ٹوٹل ملا کر رکھ دیئے ہیں۔ خطوط کے ملاحظہ سے بھی فرصت پالی۔ ایک اشتہار کا ملاحظہ بڑے غور کے ساتھ ہو رہا ہے اور اسکے مضمون سے چہرہ پر تغیر محسوس ہوتا ہے اشتہار کو پڑھ کر رکھ دیا۔

افسوس یہ سب فتنہ انگیزی اور کارستانی شیخ بٹالوی کی ہے اور اسی کے ایماء سے یہ اشتہار چھاپا گیا ہے اور اس کو آتش حسد نے ایسا جلایا ہے کہ خدا کی پناہ۔ میں نے کوئی تدبیر اٹھا نہیں رکھی کہ اس کے بغض و حسد کو فرو کیا جائے مگر بمصداق جبل گردد جبلت نہ گردد۔ ضد اس کے خمیر میں گھونٹی کے ساتھ تخمر ہو گئی ہے، نہ دھمکانے اور ڈرانے کا اثر، نہ طمع کا، پھر کیا کیا جائے ملا محمد بخش اور ابوالحسن تبّتی اور ساتھ لگ گئے ہیں۔

ایک عرصہ انہی خیالات اور ردو بدل کے بعد قلم دوات لیا اور کاغذ اٹھایا ایک اشتہار لکھنا شروع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین آمین۔

ہم فیصلہ خدا پر چھوڑتے ہیں

اور مبارک وہ کہ خدا کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے دیکھیں

جن لوگوں نے شیخ محمد حسین بٹالوی کے چند سال کے پرچہ اشاعۃ السنہ دیکھے ہوں گے

وہ اگر چاہیں تو محض للہ گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس راقم کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ان کا اشاعۃ السنہ کفّ لسان اور تقوی اور پرہیزگاری کے طریق کا موید تھا اور کفر کے ننانوے وجوہ کو ایک ایمان کی وجہ پائے جانے سے کالعدم قرار دیتا تھا، اور آج وہی پرچہ ہے کہ جو ایسے شخص کو کافر اور دجال قرار دے رہا ہے جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ کا قائل اور آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء سمجھتا اور تمام ارکان اسلام پر ایمان لاتا ہے اور اہل قبلہ میں سے ہے۔ اور ان کلمات کو سن کر شیخ صاحب اور ان کے ہم زبان یہ جواب دیتے ہیں کہ تم لوگ دراصل کافر اور منکر اسلام اور دہریہ ہو، صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنا اسلام ظاہر کرتے ہو۔ گویا شیخ صاحب اور ان کے دوستوں نے ہمارے سینوں کو چاک کر کے دیکھ لیا ہے کہ ہمارے اندر کفر بھرا ہے۔ خدا تعالی نے اپنے بندے کی تائید میں اپنے نشان بھی دکھلائے مگر وہ نشان بھی حقارت اور بے عزتی کی نظر سے دیکھے گئے اور کچھ بھی ان نشانوں سے شیخ محمد حسین اور اس کے ہم مشرب لوگوں نے فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ سختی اور بدزبانی روز بروز بڑھتی گئی۔ چنانچہ ان دنوں میں میرے بعض دوستوں نے کمال نرمی اور تہذیب سے شیخ صاحب موصوف سے یہ درخواست کی تھی کہ مسلمانوں میں آپ کے فتوی کفر کی وجہ سے روز بروز تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اور اب اس بات سے نومیدی کلی ہے کہ آپ مباحثات سے کسی بات کو مان لیں اور نہ ہم آپ کی بے ثبوت باتوں کو مان سکتے ہیں، اس لئے بہتر ہے کہ آپ مباہلہ کر کے تصفیہ کر لیں کیونکہ جب کسی طرح جھگڑا فیصلہ نہ ہو سکے تو آخری طریق خدا کا فیصلہ ہے جس کو مباہلہ کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اثر مباہلہ کے لئے اس طرف سے ایک سال کی شرط ہے اور یہ شرط الہام کی بنا پر ہے لیکن تاہم آپ کو اختیار ہے کہ اپنے مباہلہ کا اثر تین دن یا ایک دم ہی رہنے دیں کیونکہ مباہلہ دونوں جانب کی لعنت اور بددعا کا نام ہے۔ آپ اپنی بددعا کے اثر کی مدت قرار دینے میں اختیار رکھتے ہیں۔ ہماری بددعا کے اثر کا وقت ٹھہرانا آپ کا اختیار نہیں ہے۔ یہ کام ہمارا ہے کہ ہم وقت ٹھہراویں۔ اس لئے آپ کو ضد نہیں کرنی چاہیے آپ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۷ میں تسلیم کر چکے ہیں کہ شخص ملہم کو جہاں تک شریعت کی سخت مخالفت پیدا نہ ہو اپنے الہام کی

متابعت ضروری ہے۔ لہذا ایک سال کی شرط جو الہام کی بنا پر ہے اس وجہ سے ردّ نہیں ہوسکتی کہ حدیث میں ایک سال کی شرط بصراحت موجود نہیں، کیونکہ اول تو حدیث مباہلہ میں ایک سال کا لفظ موجود ہے اور اس سے انکار دیانت کے برخلاف ہے۔ پھر اگر فرض کے طور پر حدیث میں سال کا لفظ موجود بھی نہ ہوتا تو چونکہ حدیث میں ایسا لفظ بھی موجود نہیں جو سال کی شرط کو حرام اور ممنوع ٹھہراتا ہو اسلئے آپ ہی حرام اور ناجائز قرار دے دینا امانت سے بعید ہے۔ اگر خدا تعالی کی عادت فوری عذاب تھا تو قرآن شریف میں یا تعلیم رسول اللہ ﷺ میں اس کی تصریح ہونی چاہیے تھی لیکن تصریح تو کیا بلکہ اس کے برخلاف عمل درآمد پایا گیا ہے دیکھو مکہ والوں کے عذاب کے لئے ایک برس کا وعدہ دیا گیا تھا، یونس کی قوم کے عذاب کے لئے چالیس دن مقرر ہوئے

بلکہ خدا تعالی کی کتابوں میں بعض عذابوں کی پیش گوئی صدہا برس کے وعدوں پر کی گئی ہے۔ پھر خواہ نخواہ کچی اور بے ہودہ بہانے کر کے اور سراسر بد دیانتی کو شیوہ ٹھہرا کر فیصلہ سے گریز کرنا ان علماء کا کام نہیں ہوسکتا جو دیانت اور امانت اور پرہیز گاری کا دم مارتے ہوں۔ اگر ایک شخص درحقیقت مفتری اور جھوٹا ہے تو خواہ مباہلہ ایک سال کی شرط پر ہو خواہ دس سال کی شرط پر، افتراء کرنے والا کبھی فتح یاب نہیں ہوسکتا۔

غرض نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس درخواست مباہلہ کو جو نہایت نیک نیتی سے کی گئی ہے شیخ محمد حسین نے قبول نہیں کیا اور یہ عذر کیا کہ تین دن کی مہلت اثر مباہلہ ہم قبول کر سکتے ہیں، زیادہ نہیں۔ حالانکہ حدیث میں سال کا لفظ تو ہے مگر تین دن کا نام ونشان نہیں ۔اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حدیث میں جیسا کہ تین دن کی تحدید نہیں ایسا ہی ایک سال کی بھی نہیں، تاہم ایک شخص جو الہام کا دعوی کر کے ایک سال کی شرط پیش کرتا ہے علماء امت کا حق ہے کہ اس پر حجت پوری کرنے کے لئے ایک سال ہی منظور کر لیں۔ اس میں تو حمایت شریعت ہے تا مدعی کو آئندہ کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے۔، خدا لکھ چکا ہے کہ، میں اور میرے نبی اور میرے پر ایمان لانے والے غالب رہیں گے۔،سو شیخ محمد حسین نے باوجود بانی تکفیر ہونے کے اس راہ راست پر قدم مارنا نہیں چاہا اور بجائے اس کے کہ نیک نیتی سے مباہلہ کے میدان میں آتا یہ طریق اختیار کیا کہ ایک گندہ اور گالیوں سے بھرا ہوا اشتہار لکھ کر محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام سے چھپوا دیا۔

اس وقت وہ اشتہار میرے سامنے رکھا ہے اور میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے۔ اور وہ دعا جو میں نے کی ہے یہ کہ :

میرے ذوالجلال پروردگار، اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے، میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، تو اے میرے مولا! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر، اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر اور اس روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا میرے مولی میرے منعم میری ان نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ (۱۳) مہینوں میں (یہ تیرہ مہینے خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئے ہیں یعنی سال پر ایک ماہ اور زیادہ ہے۔) جو ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کئے جائیں گے شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنھوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر۔ غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ضربت علیھم الذلۃ کا مصداق کر

یہ دعا تھی جو میں نے کی۔ اس کے جواب میں یہ الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کرونگا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا (ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام لیا وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے اور افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے)۔ اور چند عربی الہامات ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں.........

یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی یہ خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابو

الحسن تبّتی دوسری طرف خدا کے حکم کے نیچے ہیں ان میں سے جو کاذب ہوگا وہ ذلیل ہوگا ۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔ (اس فیصلہ کو خدا نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اب اگر میں جھوٹا اور دجال اور ظالم ہوں تو فیصلہ شیخ محمد حسین کے حق میں ہوگا اور اگر محمد حسین ظالم ہے تو فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔ وہ خدا ہر ایک کا خدا ہے۔ جھوٹے کی کبھی تائید نہیں کرے گا۔ اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آ گیا۔ خدا سچوں کو فتح بخشے۔ آمین)

اب ہم ذیل میں شیخ محمد حسین کا وہ اشتہار لکھتے ہیں جو جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام پر شائع کیا گیا ہے تا خدا تعالی کے فیصلہ کے وقت دونوں اشتہارات کے پڑھنے سے حق کے طالب عبرت اور نصیحت پکڑیں۔ اور عربی الہامات کا خلاصہ مطلب یہی کہ جو لوگ سچے کی ذلت کے لئے بدزبانی کر رہے ہیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں خدا ان کو ذلیل کرے گا۔ اور میعاد پندرہ ..دسمبر ۱۸۹۸ء سے تیرہ مہینے ہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ اور ۱۴ دسمبر ۱۸۹۸ء تک جو دن ہیں وہ توبہ اور رجوع کے لئے مہلت ہے۔ فقط

۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

سچے اور قطعی فیصلہ کی صورت صواب
دجال کادیانی کے اشتہار مباہلہ کا جواب

دجال کادیانی کو ڈگلس، ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ نے دبایا اور اس سے عہد لے لیا کہ آئندہ دلآزار الفاظ سے زبان بند رکھے (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۵۹ میں تفصیل سے بیان ہوا ہے) اور اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعہ لوگوں کی دلآزاری سے زبان بند کرنا پڑا اور الہامی گولے چلانا یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا ترک کرنا ضروری ہوا۔ اور پھر الہامی دلآزاری کے سوا اس کا کام بند ہونے لگا اور اس کی دکانداری میں نقصان واقع ہوا تو اس نے اپنے نائبین کے ذریعہ یہ کام شروع کر دیا۔ تب سے وہ کام اس کے نائب کر رہے ہیں۔ اور اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے لوگوں کی دلآزاری میں مصروف ہیں۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۹ کے صفحہ ۷۷ وغیرہ میں ہوا ہے۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر ذیل میں ہوتا ہے۔

اس کے چند نائین لاہور ولدھیانہ، وپٹیالہ وشملہ نے مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کیے ہیں کہ وہ بمقام بٹالہ کادیانی کے ساتھ مباہلہ کر لیں۔ اوراس مباہلہ کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سوپچیس روپیہ (جس کو وہ ان چاروں مواضع سے جمع کر کے پیش کریں گے) انعام لیں۔ اس کے ساتھ ان لوگوں نے دل کھول کر دلآزاری و بدگوئی سے اپنے دلوں کا ارمان نکال لیا اور کادیانی کی نیابت کو پورا کر دکھایا۔ میں ان لوگوں کی جرأت وحیا پر تعجب کرتا ہوں کہ باوجودیکہ مولانا مولوی صاحب اشاعۃ السنہ نمبر ۸ اور ۱۲ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۶۶ و ۱۸۸ و ۳۱۳ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ اور دیگر مقامات میں کادیانی سے مباہلہ کے لیے مستعدی ظاہر کر چکے ہیں اور اس سے گریز وانکار اسی کادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے نہ مولانا موصوف کی طرف سے، پھر یہ لوگ کس منہ سے مولانا مولوی صاحب کو مباہلہ کے لیے بلاتے ہیں اور شرم وحیا سے کچھ کام نہیں لیتے۔ اسی وجہ سے مولوی صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف وگزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔ البتہ ان کے مرشد ، دجال اکبر، اکذب العصر سے مباہلہ کرنے کے لیے ہر وقت بغیر کسی شرط کے مستعد و تیار ہیں۔ اگر قادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے یا کم سے کم یہ مشتہر کر دے کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیئے ہیں وہ اسی کی رضا مندی وترغیب سے دیئے ہیں۔ اس میں مولوی صاحب ممدوح اپنی طرف سے کوئی شرط پیش نہیں کرتے۔ صرف کادیانی کی شروط و میعاد ایک سال کو اڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں (جو عبداللہ آتھم کے مباہلہ وقسم کے لیے اس نے تسلیم کیے تھے اور قبل از مباہلہ کادیانی اس اثر کی بھی تعیین کر دے کہ وہ کیا ہوگا۔ اس کی وجہ و دلیل بتفصیل مع حوالہ حدیث وتفسیر وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۷۱ وغیرہ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ میں بیان کر چکے ہیں کہ یہ میعاد ایک سال کی خلاف سنت ہے اور اس میں کادیانی کی حیلہ سازی وفریب بازی کی بڑی گنجائش ہے۔ اور درصورت نہ ہونے ظاہر اثر مباہلہ کے مولوی صاحب کچھ نقد انعام لینا نہیں چاہتے۔ صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو کادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے لیے خود تجویز کی تھی کہ اس کا منہ کالا کیا جاوے، اس کو ذلیل کیا جاوے۔ (دیکھو

جنگ مقدس میں آخری پرچہ کادیانی کا صفحہ اخیر) پس ہم کو یہ شرط منظور ہے۔لیکن اس روسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر کے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جاوے اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپیہ کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں۔جن کو ان کے چاروں مواضع کے مرید آپ کی نذر کریں۔اور اس کفش کاری اور پاپوش باری کے بعد پھر گدھے کی سواری پر آپ کا جلوس نکلے اور آگے آگے آپ کے مخلص مرید بطور مرثیہ خوانی پڑھتے جاویں

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی
بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند
مرسل یزدانی و عیسیٰ نبی اللہ شدی
بازی گوئی کہ دجالت نخوانند اے حمار
کفشہا برسر خوری از افترائے ناسزا
روسیہ گشتی میان مردم قرب و جوار
اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے
یہ کھاتا جوتیاں سر پر مرا دیوانہ آتا ہے

راقم سید ابوالحسن تبّتی حال وارد کوہ شملہ سنجولی ۳۱۔اکتوبر ۱۸۹۸ء

نوٹ: ا۔نائبین دجال اکبر کادیانی لعین نے جو اشتہاروں میں لکھا ہے کہ نام کا مولوی عبدالقادر لودہانوی، مولوی محمد حسین صاحب کا ہم مکتب ہے۔یہ محض دروغ ہے۔مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ بدنصیب بمقام ہندلہ (جبکہ ہم مولوی نور الحسن صاحب مرحوم سے شمس بازغہ پڑھتے تھے) ہم سے شرح ملا پڑھتا تھا۔اب وہ ہمارا ہم مکتب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس پر فخر کر رہا ہے۔ کیوں نہ ہو یہ قدیم سے ہوتا چلا آیا ہے جس کی شکایت اس شعر میں ہے: کس نیا موخت علم تیراز من۔کہ مرزا عاقبت نشانہ نکرد

۲۔ یہ بھی مریدان دجال نے مشتہر کیا ہے کہ عبدالقادر نے قلمی خط مولوی محمد حسین صاحب کے پاس بھیجا ہے۔مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی محض کذب ہے لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین، ہم کو عبدالقادر کا کوئی خط نہیں پہنچا۔قلمی خط تو ایک طرف رہا

کوئی مطبوعہ پرچہ اخبار الحکم جس میں اس کا خط درج ہوا ہے یا کوئی اشتہار لاہور یا شملہ وغیرہ سے بھی اس مضمون کا کادیانی یا اس کے اتباع کا مرسلہ ہم کو نہیں پہنچا۔ بہت مشکل اور تلاش سے ہم نے ایک مدرس سکول بٹالہ سے اخبار کا پرچہ مستعار لے کر شیخ فتح محمد اہل حدیث گجرات کی قلم سے وہ خط نقل کرایا اور اشتہار اہل شملہ ہم نے شملہ کے ایک کلرک محکمہ آب وہوا سے بتقاضا وصول کیا۔ اور اس دجال کے چیلوں کی قدیم عادت ہے کہ جو مضمون جواب طلب چھاپتے ہیں اس کی کاپی ہماری طرف نہیں بھیجتے۔

۳۔ عربی نویسی میں دجال کادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جو ان نائبین دجال نے مولوی صاحب کی طرف منسوب کیا ہے اس میں ان گمناموں نے دجال اکبر کی سنت پر عمل کیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۵۹ میں کادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لیے للکار چکے ہیں۔ پھر نمبر ۱۲ جلد ۱۵ میں کادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں۔ مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم و حیا کو نصیب اعداء سمجھ کر ان دعاوی باطلہ و اغلیط عاطلہ کادیانی کا اعادہ کر کے گڑے مردے اکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ اشاعۃ السنہ کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب کر مرجاتے اور پھر عربی نویسی کا دعویٰ زبان پر نہ لاتے۔

مگر یہاں شرم کہاں؟ ان کا مقولہ ہے کہ شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید

۴۔ قادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو اس شیخ چلی کے شاگردوں نے دعویٰ کر کے اس میں مولوی صاحب کا مقابلہ چاہا ہے اس کا جواب مولوی صاحب اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۴ میں ۱۸۹۱ء اور نمبر ا جلد ۱۶ بابت ۱۸۹۵ء کے صفحہ ۱۴۵ وغیرہ میں دے چکے ہیں۔ مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر انہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے۔ ہم کہاں تک جواب دیتے جاویں۔

۵۔ مولوی سید ابوالحسن صاحب تبتّی نے جو ۸۲۵ روپیہ انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس جوتے کادیانی کے لیے تجویز کیے ہیں اس پر حضور ایں جانب کا صاد ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس کادیانی اس قدر جوتوں کے بذات شریف ونفس نفیس متحمل نہ ہوسکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہوجاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہوجاوے تو باقی ماندہ آپ کے نائبین جنہوں نے گمنام اشتہارات دیئے ہیں آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص گمنام، پٹیالہ والوں کو، اور لدھیانہ والے، شملہ والوں کو، اور پٹیالہ والے، لدھیانہ

والوں کو اور اسی طرح وہ ایک دوسرے کو بطور ہمدردی مدد دیں۔ ہم کو اس بات پر اصرار نہیں کہ وہ سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کیے جاویں۔ یہ امر بحکم آیت لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (بقرہ: ۲۸۶) ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اصول اخلاق کے بھی مخالف ہے۔

الراقم احقر ملہم ربانی ملا محمد بخش لاہور ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۔ ۶۷)

(مرزا صاحب زلزلوں کی پیش گوئیاں بھی کیا کرتے تھے، ان کے مقابل منشی محمد بخش نے زلزلہ نہ آنے کی پیش گوئی بایں الفاظ شائع فرمائی:

میں آج ۶ مئی ۱۹۰۵ء کو اس امر کا بڑے زور اور دعوی سے اعلان کرتا ہوں اور تمام لوگوں کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں اور خوفناک اور بجھے ہوئے دلوں کو اطمینان اور تسلی دیتا ہوں کہ قادیانی نے ۵، ۸، ۲، ۲۹، اپریل کے اشتہاروں اور اخباروں میں جو کہا ہے کہ ایسا سخت زلزلہ آئیگا جو ایسا شدید اور خوفناک ہوگا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا۔ کرشن قادیانی زلزلہ کے آمد کی تاریخ یا وقت نہیں بتلاتا مگر اس امر پر بہت زور دیتا ہے کہ زلزلہ ضرور آئیگا، اس لئے میں ان بھولے بھالے سادہ لوح آدمیوں کو جو قادیانی کی صرف لفاظیوں اور اخباری رنگ آمیزیوں سے خوفناک ہو رہے ہیں بڑے زور سے اطمینان اور تسلی دیتا ہوا خوش خبری سناتا ہوں کہ خدا کے فضل و کرم سے شہر لاہور وغیرہ میں یہ قادیانی زلزلہ نہیں آئے گا نہیں آئے گا اور نہیں آئے گا۔ آپ ہر طرح اطمینان اور تسلی رکھیں مجھے یہ خوش خبری حقیقی نور الہی اور کشف کے ذریعہ سے دی گئی ہے جو انشاء اللہ بالکل ٹھیک ہوگی میں مکرر سہ کرر کہتا ہوں اور نور الہی سے جو مجھے بذریعہ کشف دکھلایا گیا ہے مستفیض ہو کر اور اس کے اعلان کی اجازت پا کر ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ قادیانی ہمیشہ کی طرح اس زلزلہ کی پیش گوئی میں بھی ذلیل وخوار ہوگا اور خداوند تعالی حضرت خاتم المرسلین اور شفیع المذنبین کے طفیل سے اپنی گنہ گار مخلوق کو اپنے دامن عاطفت میں رکھ کر اس نارسیدہ آفت سے بچائے گا اور کسی فرد بشر کا بال تک بیکا نہ ہوگا۔ ملا محمد بخش حنفی سکرٹری انجمن حامی اسلام لاہور۔ اخبار بدر ۱۸ مئی ۱۹۰۵ء ص ۵۔

اڈیٹر اخبار بدر قادیان نے ایک مرتبہ لکھا: ۱۶۔ اگست کے اخبار بدر میں اخبار وطن کے آرٹیکل لکھتے ہوئے جو لکھا گیا تھا کہ، لاہور میں ایک میاں جعفر زٹلی (اخبار) تھے معلوم نہیں اب یا نہیں کیونکہ وہ پہلے اس سلسلہ کی مخالفت میں واہی تباہی لکھنے اور ڈھنڈورا پیٹنے میں شب و روز سرگرداں رہا کرتے تھے اب کچھ عرصہ سے معلوم نہیں کیا سبب خاموش ہیں، سو خدا نے ہمارے لئے اس کا نعم البدل پیدا کر دیا۔ (یعنی اخبار وطن چل نکلا ہے)...، اس کے

متعلق ہمارے پاس ایک کارڈ پہنچا ہے جو ملا محمد بخش جعفر زٹلی کی طرف سے ہے، اس کارڈ میں لکھا ہے،

میں تو جیتا جاگتا صحیح سلامت ہوں خدا نے جس کام کے واسطے پیدا کیا ہے میں اس میں ہمیشہ سرگرم ہو ں اور جب تک میرے دم میں دم ہے مرزا کا پیچھا نہ چھوڑونگا۔

خوب ہے کہ آپ زندہ ہیں مگر ہم نے کب کہا تھا کہ آپ مر گئے ہیں۔آپ جیسے مخالفین کی کاروائیاں تو اس سلسلہ کو رونق دے رہی ہیں خدا اپنے صادق کے لئے اس کے دشمنوں سے بھی کام لیتا ہے (بدر ۳۰۔اگست ۱۹۰۶ء ص ۹)

مولانا بٹالوی اشاعۃ السنہ میں لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی: ملتان کی شہادت سے فارغ ہوکر لاہور پہنچا اور لکھی طوائف کی بیٹھک میں سنہری مسجد کے متصل ٹھہرا اور ملا محمد بخش صاحب مہتمم اخبار جعفر زٹلی اور منشی امام الدین نے اس دجال کو اس کے کفریات پر بحث کے لئے للکارا، تو دم دبا کر بھاگ گیا اور اس کے بھاگنے پر شہر کےلڑکے اس کے پیچھے ہو لئے اور تالیاں بجاتے، اور وہ بھاگا، پکارتے ہوئے دہلی دروازہ سے باہر نکال کر واپس ہوئے چنانچہ پرچہ اخبار جعفر زٹلی لاہور مورخہ.. ۱۸۹۷ء میں کہا ہے:

مرزا جی دورہ کرتے ہوئے ۲۹۔اکتوبر کو لاہور میں پہنچے۔سنہری مسجد کے سامنے لکھی کے مکان پر اترے۔ہر چند میں نے ان کو مباحثہ کے لئے کہا مگر وہ اپنی کرتوتوں سے مقابلہ میں نہ آئے اور نہ کسی قسم کے مسئلہ کا جواب دے سکے۔بات یہ ہے کہ مرزا جی زیادہ تر زبانی جمع خرچ اپنے پیٹ کے لالچ سے ہر وقت کرتے رہتے ہیں اور اپنے دعوی کے ثبوت میں تین کانے بھی نہیں رکھتے۔غرض مرزا جی جیسے آئے تھے ویسے ہی بیک بنی و دوگوش گاڑی میں بیٹھ کر رفو چکر ہوئے۔لاہور کے عام ہندو مسلمان تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں نے آپ سے سخت نفرت ظاہر کی اور آپ کا چہرہ دیکھنا بھی پسند نہ کیا۔جب مرزا جی سوار ہوئے تو لڑکوں نے تالیاں پیٹیں اور یہ کہنا شروع کیا کہ: مرزا کی بو...الخ

منشی الٰہی بخش لاہوری نے عصائے موسی میں لکھا ہے: مرزا نے خود بھی اپنے رسالہ شہادۃ القرآن کے صفحہ ۱۱ میں بضمن تشریح پیش گوئیاں تحریر فرمایا ہے کہ

آخری زمانہ میں علماء اس امت کے یہود کے مشابہ ہوجائیں گے اور دیانت اور تقوی ان میں سے جاتی رہیگی جھوٹے فتوے اور مکاریاں اور منصوبے انکا دین ہوگا۔اور دنیوی لالچوں میں گرفتار ہوجاویں گے

سو افسوس کہ اب وہی کاروائی اور منصوبہ بازی دنیوی لالچوں میں گرفتاری وغیرہ مرزا کی طرف سے بھی ظاہر ہونے لگی۔یعنی مولوی محمد حسین (بٹالوی) کو کافر بنانے کیواسطے اور کل الہامات و اشخاص مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھوڑ کر صرف ایک دو ہی جز، جزاء سیّئۃ سیئۃ بمثلھا کو نیز ترھقھم ذلّہ کو کسی ضرورت کے سبب پورا کرنے کیلئے ایک مرید کی معرفت ایسی کاروائی کی گئی اور اس نیک بخت راست باز مرید نے خلاف ضمیر و

خلاف راستی بیان وحیلہ حوالہ کر کے امرتسر سے فتوی حاصل کیا جو بظاہر راست بیانی وصحیح طور سے بھی حاصل ہوسکتا تھا کیونکہ فتوی میں اگر بغیر اس حیلہ کے بھی استفسار کیا جاتا، تو جواب وہی تھا جواب ملا ہے، تو پھر اس الہام مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والے کو بجائے ۱۳ ماہ کے چند روز ہی میں پورا فرمانے کی سعی وتکلیف اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر الہام الٰہی تھا تو ضرور خود بخود پورا ہوتا۔ یہ امر کس قدر قابل غور وافسوس ہے، اور کبھی کسی اہل اللہ نے کبھی ایسی کارروائی کی ہے؟ ہرگز نہیں۔

❁ قابل غور ہے کہ اس اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کی پیشانی پر مرزا صاحب نے کہا ہے:

ہم خدا پر فیصلہ چھوڑتے ہیں اور مبارک وہ جو خدا کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے دیکھیں۔،

پھر اس میں خود بدولت کو ایک طرف اور مولوی محمد حسین، ملا محمد بخش جعفرزٹلی، مولوی ابوالحسن تبتّی کو دوسری طرف، خدا کے حکم کے نیچے بیان کر کے عربی الہامات کا خلاصہ مطلب یہہ لکھا: جو لوگ سچے کی ذلت کے لئے بدزبانی کر رہے ہیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں خدا ان کو ذلیل کرے گا۔

میعاد تیرہ ماہ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک الہام سے مقرر فرمائی اور لکھا کہ:

اس فیصلہ کو اللہ تعالی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور اب آسانی سے مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آ گیا۔ خدا سچوں کو فتح بخشے۔ آمین۔

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اس محکمہ عالیہ میں مقدمہ دائر تو کر دیا لیکن اس کے بعد بایں دعوی توکل واقبال علی اللہ وغیرہ تقرب وفضائل بے شمار معہ یقین صدق وراستی خود بدولت پھر خدا تعالی جل جلالہ عم نوالہ کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے انتظار کیوں نہ کیا۔ حالانکہ جو الہامات اس اشتہار میں ہیں ان میں یہ الہام بھی ہے فاصبر حتّی یاتی اللّٰہ بامرہ ۔جس پر مرزا صاحب کو ضرور کاربند ہو کر صبر سے منتظر رہنا ضروری تھا۔

❁ پھر یہ بھی الہام اس میں ہے انّ اللّٰہ مع الّذین اتّقوا وّ الّذین ھم محسنون اور چونکہ مرزا صاحب تمام دنیا کے متقین محسنین سے اپنے آپ کو اعلی وافضل مانتے ودعوی کرتے ہیں لہذا ان کو اس الہام پر بھی امید کر کے کہ فتح ضرور ہماری ہوگی، انتظار کرنا چاہیے تھا، نہ یہ کہ ان سب امور کو بالائے طاق رکھ کر وبازیچہ طفلاں سمجھ کر گھبراہٹ سے اس اشتہار کے متعدد الہامات میں سے صرف ایک دو الہام کو فوراً پورا کرنے کے واسطے بھی ناجائز کاروائی حصول فتوی کیلئے کرتے۔

❁ پھر اس خلاف راستی کاروائی سے کئی الہاموں میں سے صرف ایک دو الہام ایک شخص محمد حسین کی نسبت بایں کوشش پورے تو فرمائے لیکن دوسرے دو کس فریق ثانی میں سے جو باقی ہیں ان کا کیا ہوا؟ معافی کے لائق تو وہ بظاہر اس لئے نہیں کہ بقول مرزا گند اور گالیوں سے پر اشتہار تو ان دونوں ہی کی طرف سے نکلا تھا جس پر مرزا نے

فیصلہ خدای پر چھوڑ کر اشتہار شائع فرمایا تھا۔ نیز باقی ماندہ الہامات کا بھی حال معلوم نہ ہوا کہ کیوں واپس لئے گئے تھے

﴿ مرزا نے جو فرضی دل خوش کن ذلت ان کی حصول فتوی سے کی اس کی حقیقت یہ ہے کہ مرزا کے مرید نے جھوٹ موٹ مرزا کا مخالف وسائل بن کر جو استفتا پیش کیا تھا، وہ مرزا کے دستخطی انکار مہدی پر عائد ہوتا ہے جیسا کہ مرزا نے خود استفتاء مشتہر ۳ جنوری ۱۸۹۹ء میں لکھا ہے کہ:

ایک شخص مہدی موعود کے آنے سے جو ظاہر و باطن خلیفہ برحق بنی فاطمہ سے ہوگا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے قطعاً انکار کرتا ہے اور اس جمہوری عقیدہ تمام اہل سنت کو سراسر لغو و بے ہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت والحاد خیال کرتا ہے، کیا ہم اس کو اہل سنت میں سے و راہ راست پر سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذاب اجماع کا چھوڑنے والا وملحد ودجال ہے۔ بینوا و تو جروا۔

پھر صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے:

بالآخر ہم مردانہ طور اپنا اعتقاد ظاہر کرتے ہیں کہ یہ خیالات ان تمام مولویوں کے کہ خونی مہدی بنی فاطمہ سے خلیفہ یعنی بادشاہ ہوگا، جبر سے دین کو غالب کرے گا، بالکل لغو باطل اور جھوٹا عقیدہ ہے۔

اس پر مفتیان نے جو فتوی دیا وہ صریحاً بحق مرزا ہوا، نہ بحق مولوی محمد حسین۔ لیکن مرزا صاحب نے اپنا الہام و اشتہار سچا کرنے کیلئے وہ فتوی مولوی محمد حسین بٹالوی پر چسپاں کر دیا اور مشتہر کرتے وقت بجائے اصل نام سائل اس مرید کے خلاف واقعہ خود بدولت کو بالقابہ السائل لکھ کر اشتہار شائع کر دیا جس کا حال مولوی عبدالحق غزنوی کے اپنے اشتہار ۹ جنوری ۱۸۹۹ء میں اور کچھ ایک کتاب، دو مسلمانوں کا حلفی بیان، مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور میں درج ہے۔ لہذا اس میں مولوی محمد حسین بٹالوی کا کیا بگڑا، بلکہ از دست مرزا صاحب کی عجلت و کاروائی حصول فتوی لوگوں کو جب معلوم ہوئی پھر دوسرے دوکس اشتہار دہندگان راضی خوشی اسی طرح مستعد و مقابل مرزا صاحب قائم ہیں، کسی قسم کی ذلت ان کو بھی نہیں پہنچی۔

﴿ دوسری طرف اس میعاد اشتہار میں جو کامیابی بحق مرزا صاحب ہوئی، وہ یہ ہے۔

اول۔ مقدمہ صرف بنام مرزا صاحب قائم رہ کر مولوی محمد حسین صاحب اس میں بطور گواہ پیش ہوئے اور اخیر پر ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو مرزا صاحب سے قسمیہ اقرار نامہ لیا گیا کہ کسی کو ذلت پہنچنے کی خبر والی پیشگوئی شائع نہ کریں اور خدا تعالی کے پاس فریاد (اپیل) کرنے سے بھی اجتناب کریں۔ مباحثہ میں دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ بھی استعمال نہ کریں مولوی محمد حسین بٹالوی یا ان کے کسی دوست پیرو کو مباہلہ کیلئے نہ بلائیں ان کی نسبت کافر، دجال، کاذب، بطالوی نہ لکھیں۔ وغیرہ۔ دوم۔ مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے حالات وکمالات ایک خط وکتابت موسومہ خلاف بیانی میں شائع ہو کر مظہر حقیقت ہوئے۔ سوم۔ مرزا صاحب کے مرید کے اشتہار مرہم عیسی والی کی اشاعت

دل آزار خیال ہوکر حکماً بند کی گئی۔ چنانچہ اب اس کا مقدمہ مرزا صاحب کے مرید کی طرف سے چیف کورٹ میں دائر ہے۔ یہ اس معیاد کے اندر کا ذکر ہے اور جو کچھ ہوگا اس میعاد سے باہر ہوگا۔ چہارم۔ پھر ایک مرزا صاحب کا مرید، جو سنا ہے کہ مرزا صاحب کو رقم ماہوار نذرانہ بھیجتا تھا، قضائے الٰہی سے فوت ہوگیا۔

باقی حالات اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ کو معلوم ہیں۔ اب ناظرین دیکھ لیں کہ تیرہ ماہ والے اشتہار کا نتیجہ کس کے حق میں ہوا۔ آیا مرزا کے یا ان کے مخالف فریق کے حق میں)

گورداسپوری لیکچر اور اقرار نامہ

گورداسپور کے ضلع کی کچہری کے احاطہ میں ہمارے ناول کے ہیرو حضرت امام زمان مجدد دوراں مہدی مسعود اور مسیح موعود مرزا صاحب رونق افروز ہیں اور حواریان ذوالاقتدار اور رفقاء و الاتبار اور صحابہ باوقار اپنے پایہ اور قرینہ پر متمکن کچھ ادھر ادھر انصرام کام میں پھر رہے ہیں۔ کچھ گفتگو ہو رہی ہے حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے اور غیر بھی تماشائیوں کے طور پر تقریر دلپذیر سننے کے واسطے حلقہ کیئے کھڑے ہیں۔

پہلا۔ (سامعین) یہاں کوئی عیسائی تو نظر نہیں آتا پھر کیوں حضرت عیسیٰ کو صلواتیں سنائی جاتی ہیں اور اگر کوئی عیسائی بھی ہوتا تو کیا ایک اولوالعزم نبی کی شان میں یہ الفاظ جائز ہیں؟

دوسرا: یہ اس چودھویں صدی کے مسیح جو ٹھہرے اور کیا ذکر کریں

تیسرا: بھائی رقابت جو ہوئی ان (مسیح ابن مریم) کی وفات اور نفی معجزات نہ ہو، تو ان (مرزا) کی فضیلت ان پر کیونکر ہوسکتی ہے اور ان کا اعتقاد اور محبت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں کیسے جم سکتا ہے

چوتھا: یہ پورانے خیالات (عیسیٰ بن مریم کی حیات الی السماء معہ بجسد العنصری پھر نزول) دلوں سے نہ نکلیں ان (مرزا) کو کوئی مسیح موعود نہیں مان سکتا۔ اس واسطے یہ لازم ہوا کہ ہر ایک وعظ اور تقریر اسی بارہ میں ہو۔

مسیح زمان: عیسائی کہتے ہیں کہ آتھم کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ ہم اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے بارے میں بہت کچھ ثبوت رسالہ انوار الاسلام اور رسالہ ضیاء الحق اور رسالہ انجام آتھم میں دے چکے ہیں۔ اور اب بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس پیش گوئی کی بنیاد نہ آج سے بلکہ پندرہ برس پہلے سے ڈالی گئی تھی جس کا مفصل ذکر

براہین احمدیہ میں بصفحہ ۲۴۱ موجود ہے۔سو ایسے انتظام کے ساتھ پیش گوئی کو پورا کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔

یسوع کی تمام پیش گوئیوں میں سے جو عیسائیوں کا مردہ خدا ہے اگر ایک پیش گوئی بھی اس پیشگوئی کے ہم پلہ اور ہم وزن ثابت ہو جاوے تو ہم ہر ایک تاوان دینے کو تیار ہیں ۔اس درماندہ انسان کی پیش گوئیاں کیا تھیں، صرف یہی کہ زلزلہ آئیں گے، قحط پڑیں گے،لڑائیاں ہوں گی ۔ پس ان دلوں پر خدا کی لعنت جنھوں نے ایسی ایسی پیش گوئیاں اس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں اور ایک مردہ کو اپنا خدا بنالیا۔کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے، کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے، کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا؟

پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی کیوں نام رکھا۔محض یہودیوں کے تنگ کرنے سے، اور جب معجزہ مانگا گیا تو یسوع صاحب فرماتے ہیں کہ حرام کار اور بدکار لوگ مجھ سے معجزہ مانگتے ہیں، ان کو کوئی معجزہ دکھایا نہیں جائے گا۔ دیکھو یسوع کو کیسی سوجھی اور کیسی پیش بندی کی۔اب کوئی حرام کار اور بدکار بنے تو اس سے معجزہ مانگے ۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ جیسا ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ میں ایک ایسا ورد بتلا سکتا ہوں جس کے پڑھنے سے پہلی ہی رات میں خدا نظر آجائے گا، بشرطیکہ پڑھنے والا اولاد حرام کی نہ ہو۔اب بھلا کون حرام کی اولاد بنے اور کہے مجھے وظیفہ پڑھنے سے خدا نظر نہیں آیا۔آخر ہر ایک کو یہی کہنا پڑتا تھا کہ ہاں صاحب نظر آگیا۔سو یسوع کی بندشوں اور تدبیروں پر قربان ہی جائیں اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے کیسا داؤ کھیلا۔ یہی آپ کا طریق تھا۔ایک مرتبہ کسی یہودی نے آپ کی قوت شجاعت آزمانے کے لئے سوال کیا کہ اے استاد قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں؟ آپ کو یہ سوال سنتے ہی جان کی فکر پڑ گئی کہ کہیں باغی کہلا کر پکڑا نہ جاؤں۔سو جیسا کہ معجزہ مانگنے والوں کو ایک لطیفہ سنا کر معجزہ مانگنے سے روک دیا اس جگہ بھی وہی کاروائی کی کہ قیصر کا قیصر کو دو اور خدا کا خدا کو دو ۔ حالانکہ حضرت کا اپنا عقیدہ یہ تھا کہ یہودیوں کے لئے یہودی بادشاہ چاہیے نہ کہ مجوسی ۔ اسی بنا پر ہتھیار بھی خریدے، شہزادہ بھی کہلائے مگر تقدیر نے یاوری نہ کی ۔

متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عقل بہت موٹی تھی۔آپ جاہل عورتوں اور

عوام الناس کی طرح مرگی کو بیماری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جنّ کا آسیب خیال کرتے تھے۔ ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنی ادنی بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے، مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔

یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ جن پیش گوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جانا آپ نے بیان فرمایا ہے، ان کتابوں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا بلکہ وہ اوروں کے حق میں تھیں جو آپ کے تولد سے پہلے پوری ہوگئیں اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی کی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔ لیکن جب سے یہ چوری پکڑی گئی عیسائی بہت شرمندہ ہیں۔ آپ نے یہ حرکت شائد اسلئے کی ہوگی کہ کسی عمدہ تعلیم کا نمونہ دکھلا کر رسوخ حاصل کریں۔ لیکن آپ کی اس بے جا حرکت سے عیسائیوں کی سخت روسیاہی ہوئی اور پھر افسوس یہ ہے کہ وہ تعلیم بھی کچھ عمدہ نہیں، عقل اور کانشنس دونوں اس تعلیم کے منہ پر طمانچہ مار رہے ہیں۔ آپ کا ایک یہودی استاد تھا جس سے آپ نے توریت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو قدرت نے آپ کو زیرکی سے کچھ بہت حصہ نہیں دیا تھا اور یا اس استاد کی یہ شرارت تھی کہ اس نے آپ کو محض سادہ لوح رکھا۔ بہرحال آپ علمی اور عملی قوی میں بہت کچے تھے۔ اسی وجہ سے آپ ایک مرتبہ شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔

ایک فاضل پادری صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کو تمام زندگی میں تین مرتبہ شیطانی الہام بھی ہوا تھا چنانچہ آپ ایک مرتبہ اسی الہام سے خدا سے منکر ہونے کے لئے بھی تیار ہوگئے تھے

آپ کی انہیں حرکات سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ آپکے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے اور وہ ہمیشہ چاہتے رہے کہ کسی شفاخانہ میں آپ کا باقاعدہ علاج ہو شاید خدا تعالی شفا بخشے۔

عیسائیوں نے بہت سے معجزات آپ کے لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور

ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا، اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ معجزہ مانگ کر حرام کار اور حرام کی اولاد بنیں ۔آپ کا یہ کہنا کہ میرے پیرو زہر کھا ئیں گے اور ان کو کچھ اثر نہیں ہوگا یہ بالکل جھوٹ نکلا، کیونکہ آج کل زہر کے ذریعہ سے یورپ میں بہت خودکشی ہو رہی ہے، ہزار ہا مرتے ہیں، ایک پادری گو کیسا ہی موٹا ہو تین رتی اسٹرکنیا کھانے سے دو گھنٹہ تک بآسانی مر سکتا ہے، پھر یہ معجزہ کہاں گیا۔ ایسا ہی آپ فرماتے ہیں کہ میرے پیرو پہاڑ کو کہیں گے کہ یہاں سے اٹھ، اور وہ اٹھ جائے گا۔ یہ کس قدر جھوٹ ہے، بھلا ایک پادری صرف بات سے ایک الٹی جوتی کو سیدھا کر کے تو دکھلائے۔ ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو، یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو، مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہوسکتا ہے کہ اسی تالاب کی مٹی ہی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔ اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس ہے کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کیلئے ایک شرط ہوگی، آپکا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شا ید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اسکے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے وا لے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا انسان ہوسکتا ہے۔

آپ وہ ہی حضرت ہیں کہ جنھوں نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ابھی یہ تمام لوگ زندہ ہوں گے کہ میں پھر واپس آجاؤنگا۔ حالانکہ نہ صرف وہ لوگ بلکہ انیس نسلیں اس کے بعد بھی انیس صدیوں میں مر چکیں۔ مگر آپ اب تک تشریف نہ لائے۔ خود تو وفات پا چکے مگر اس جھوٹی پیش گوئی کا کلنک ایک پادریوں کی پیشانی پر باقی ہے۔

سو عیسائیوں کی یہ حماقت ہے کہ ایسی پیش گوئیوں پر ایمان لاویں۔ مگر آتھم کی پیش گوئی کی نسبت جو صاف اور صریح طور پر پوری ہو گئی، اب تک انہیں شک ہو۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۴ تا ۸ حاشیہ)

اردلی: مرزا غلام احمد و مولوی محمد حسین وغیرہ

مرزا قادیانی: حاضر (سب کچہری کے اندر داخل ہوئے)

ڈپٹی کمشنر: بہتر ہے کہ تم ایک اقرار نامہ لکھ دو۔

مرزا قادیانی: بہت بہتر جیسا حکم۔

مولانا بٹالوی: مجھ کو کوئی عذر نہیں۔ اس اقرار نامہ پر دستخط کر دونگا میں پہلے سے اشاعۃ السنہ میں شائع کر چکا ہوں کہ اب میں مرزا قادیانی کو اپنا مخاطب بنانا پسند نہیں کرتا۔

ڈپٹی کمشنر: یہ بہت اچھا بات ہے کہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو۔

ہم نے اقرار نامجات کا مسودہ مشتمل بر چھ شرائط تیار کیا ہے جس کو غلام احمد قادیانی اور ابو سعید محمد حسین بٹالوی نے منظور کر لیا ہے ان اقرار نامجات کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کاروائی حال مسدود کی جائے لہذا ہم مرزا قادیانی کو رہا کرتے ہیں۔ جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء مرجوعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء فیصلہ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء

اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی

میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالی حاضر جان کر اقرار صالح کرتا ہوں کہ آئندہ

۱۔ میں ایسی پیش گوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر و ذلت کی جاوے یا مناسب طور سے حقارت ذلت سمجھی جاوے یا خدا کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کرونگا

۲۔ میں اس سے بھی اجتناب کرونگا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جاوے کہ کسی شخص کو حقیر ذلیل کرنیکے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الہی بنے یا یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳۔ میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا جس سے کہ کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جاتے ہوں

۴۔ میں اجتناب کرونگا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کے

برخلاف گالی گلوچ کا مضمون یا تصویر لکھوں یا شائع کروں جس سے اس کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کے اس کے یا اس کے دوست یا پیرو کے برخلاف اس قسم کے الفاظ استعمال نہ کرونگا جیسا کہ دجال کافر کاذب بطالوی میں کبھی اس کی نجی زندگی یا خاندانی رشتہ داروں کے برخلاف کچھ شائع نہ کرونگا جس سے اس کو آزار پہنچے۔

۵۔ میں اجتناب کرونگا مولوی محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کو مباہلہ کے لئے بلاؤں اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ مباحثہ میں کون صادق اور کون کاذب ہے، نہ میں اس محمد حسین یا اس کے دوست یا پیرو کو اس بات کے لئے بلاؤں گا کہ وہ کسی کے متعلق کوئی پیش گوئی کریں

۶۔ میں حتی الوسع ہر ایک شخص کو جس پر میرا اثر ہوسکتا ہے اس طرح کار بند رہنے کیلئے ترغیب دوں گا جیسا کہ میں نے فقرہ نمبر ۱ تا ۵ میں اقرار کیا ہے۔ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء۔

دستخط مجسٹریٹ ضلع مسٹر ڈوئی۔ دستخط کمال الدین پلیڈر۔ دستخط مرزا غلام احمد قادیانی

اسی مضمون کے اقرار نامہ پر مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بھی دستخط ہیں۔ فقط یہ فرق یہ ہے کہ قادیانی کو چھوٹے کاف سے کادیان نہ لکھیں۔

چندوں کی مار

ایک پرانا کچی عمارت کا مکان ہے جس کا بڑا وسیع اور فراخ صحن ہے جس میں آم اور بیری وغیرہ کے چند درخت کھڑے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بانی مکان نے تعمیر کے وقت صحن میں مختصر سا پائین باغ بھی لگایا ہوا ہے جس کی اب زمانہ کی گردش وتغیر وتبدل قصبہ وملک کے سبب اب وہ صورت نہیں رہی۔ ڈیوڑہی کی بغل میں ایک چھوٹا سا کوٹھہ ہے جس کا دروازہ ڈیوڑہی کے اندر ہے اور ایک دروازہ اور دو طاقیاں (چھوٹے دروازے) سڑک یعنی کوچہ کے سنٹر کی طرف ہیں ان میں بوسیدہ اور ٹوٹے ہوئے کیواڑ لگے ہوئے ہیں، جس سے عیاں ہے کہ یہ مردانہ نشست کا مکان ہے، اندر گاڑھ سفیدی ہوئی ہے۔ پرانی اور بوسیدہ چھت کا عیب چھپانے کو سرخ کاغذ کی چھنگیری جس کے چاروں طرف سبز کاغذی حاشیہ خوبصورتی اور صفائی کے ساتھ لگا ہوا ہے ایک طرف دیوار میں ایک رنگ دار کپڑا جس پر ریشم کے پھول سجے ہوئے اور شیشہ کے ٹکڑے لگے

ہوئے تھے جن میں رات کو لمپ کی روشنی کا عکس پڑ کر جگنو کی طرح چمکتی ہیں دروازہ پر ایک خوش نما پردہ لٹک رہا ہے جو ٹوٹے ہوئے کیواڑوں کی پردہ پوشی کرتا ہے دہلیز کے دروازہ کے دونوں گوشوں میں دو میز رکھے ہیں ۔ایک کے اوپر دو ایک کانچ کے لمپ اور کچھ چینی کے گلدان مگر سب مجروح ۔کسی کا کنارہ ٹوٹا ہے اور کسی کی گردن ندارد ہے۔

دوسری میز پر ایک بڑا آئینہ اور کچھ چینی کے ضرب کھائے برتن پڑے ہیں۔ طاقوں میں سفید رنگ کی بوتلیں ہیں، جن میں سرخ و سبز رنگ کا پانی بھرا ہے، دیواروں پر طغرائے خط کے کتبہ چوکھٹ و آئینہ میں جڑے ہوئے لٹک رہے ہیں، ایک طرف حضرت اقدس امام زمان مسیح دوراں مہدی وقت مجدد جہان جناب مرزا صاحب کے دربار کی عکسی تصویر آویزاں ہے،غرض کہ اس خستہ اور شکستہ مکان کو اپنے مذاق کے موافق آراستہ و پیراستہ کر کے سجایا ہوا ہے جو مکین کی شکستہ حالی اور زندہ دلی پر بزبان حال گواہی دے رہا ہے کہ: تونگری بدل است نہ بمال

دس بارہ آدمی خشخاشی داڑھی جڑھ سے ملی ہوئی ٹرکی ٹوپی پھندنے دار لال ٹوپی سر پر اور کوٹ نصرانی قطع کا اور برڈھیلی پتلون یہودیوں کی وضع زیب تن کئے بیٹھے ہیں ایک صاحب لباس میں تو ایسے نہیں مگر داڑھی مقصر کراتے ہیں اور ایک صاحب داڑھی اور لباس میں کلی مغائر رکھے ان میں شامل ہیں باقی سب صاحب ایک وضع اور ایک قطع پائے باہم بیٹھے خوش گپیں اڑا رہے ہیں ۔ایک صاحب دہلیز کی جانب سے داخل ہوئے۔

شخص : السلام علیکم ! مزاج شریف

حاضرین : وعلیکم السلام کوتوال صاحب (شخص آنے والا) مزاج بخیر

کوتوال : الحمد للہ علی کل حال اگر آپ صاحبوں کا مخل اوقات اور ہارج کار نہ ہوں تو حاضر ہوں

حاضرین : آیئے تشریف لایئے ۔ یہ آپکے فرمانے کی بات ہے۔ ہمارا کیا ہرج ہے عین راحت بلکہ فخر اور عزت ہے:

رونق منظر ما چشم آشیانہ تست　　　کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانہ ءتست

کوتوال :بتسلیم مشکور ہوں ۔مگر

دوستو! درد کو محفل میں نہ تم یاد کرو　　　نہ کہیں عیش تمہارا بھی منغص ہووے

دیکھئے نا میرے آنے سے آپ سب خاموش ہو گئے پہلے بلبل کی طرح چہک رہے تھے۔

ہمارے خان صاحب (مکین) تو آپ کے ایسے چنگ پر چڑھے ہیں کسی قماش کے بھی نہیں رہے

جب سے مرزا صاحب سے دست بیع ہوئے بدون آپ کے حکم کے کسی سے ملنا تو کیا سلام علیک کے بھی روادار نہیں۔

خان: بھائی! میرا دل بجھ سا گیا، دنیا کی محبت سے بالکل سرد ہو گیا، کسی سے ملنے اور میل ملاپ رکھنے کو دل نہیں چاہتا، جب سے حضرت اقدس (مرزا) سے بیعت کی دنیا و مافیہا سے طبیعت بیزار ہو گئی اب گوشہ تنہائی اور یاد الٰہی کو ہی دل چاہتا ہے۔

کوتوال: ہاں یہ امر تو محتاج بیان نہیں آپکے حالات ہی شاہد ہیں، قال اللہ اور قال الرسول کے سوا اور کوئی ذکر نہیں تھا، اور اب اس جلسہ کے بعد بھی آپ عبادت الٰہی کے واسطے جائیں گے تو ایک بجے کے قریب ہی واپس آئیں گے۔ ہم تو ان شغل کے لائق نہیں جس میں آپ مشغول تھے نہ دوسرے شغل میں جو اس کے بعد ہو گا ہم سے آپ کی طبیعت کیوں ملنے لگی۔

حاضرین: نہیں اس میں تو کلام نہیں کہ ہمارے حضرت اقدس کی بیعت کا یہ تو فوری اثر ہے ادھر بیعت ہوا ادھر تائب ہوا اور کل منہیات سے متنفر۔

کوتوال: صاحبان! آپ میں سے کوئی ولایت سے تو آیا نہیں سب اس جگہ کے رہنے والے یہیں پیدا ہوئے، یہاں ہی پرورش پائی ہوش سنبھالا، میں بھی ولایت سے نہیں آیا جو آپکے حالات سے بے خبر ہوں، دائی سے پیٹ تو نہ چھپایئے۔

خان: جناب بھائی صاحب یہ بات تصنع اور مبالغہ سے نہیں کی گئی اور بالکل صحیح ہے اگر آپ کو اس میں کلام ہے ہم اتنے شخص بیٹھے ہیں ان میں سے کسی کا نام لے دیجئے، مگر بیعت کے بعد کی بدی، اس سے پہلے کی نہیں۔

کوتوال: نہیں صاحب گڑے مردے اکھاڑنے سے کیا حاصل؟ بیعت کے بعد بھی پرانی سڑی بسی باتیں ہیں ہفتہ عشرہ کی میعاد لگائی اور جس کی نسبت ارشاد ہو اس کا حال ظاہر کروں مگر میں نہیں جانتا گناہ کس گناہ کو کہتے ہیں قتل کو یا ڈکیتی کو۔ پہلے اس کی شرح فرمایئے

خان: اول تو یہ لیجئے! ادنی بات ہے کہ ہماری جماعت میں کوئی جھوٹ نہیں بولتا۔

کوتوال: گستاخی معاف! کوئی صاحب رنج نہ کرے اگر کسی کو ناگوار خاطر ہو تو آپ فرما دیجئے۔

تیر از شست رفتہ باز بدست نمے آید

حاضرین: (بالاتفاق) نہیں صاحب! بے تکلف فرمایئے اس میں رنج کی کیا بات ہے ہماری طرف سے اجازت ہے۔

کوتوال: اچھا تو اول مولوی صاحب سے ہی شروع کرتا ہوں کیونکہ یہ آپ سب صاحبوں کے مقتداء (پیشوا) کے سوا مرزا صاحب کے حواری خاص اور مقرب بھی ہیں اگر اصحاب اربع سے نہیں تو عشرہ مبشرہ میں سے تو ضرور ہیں۔ حضرت آپ ہی فرمایئے کہ آپ نے جو مسجد کے مقدمہ میں اظہار دیا تھا کتنی باتیں سچی کہی تھیں اور آپ کو حلف پہلے دیا گیا تھا۔ میں بھی عدالت میں موجود تھا اگر آپ خود انصاف کو ہاتھ سے نہ دیں تو خیر، ورنہ جہاں تک میرا حافظہ یاری دے گا بیان کر دونگا۔

قادیانی مولوی: نہیں صاحب! دنیا میں رہ کر بغیر جھوٹ کے کاروائی اور مقدمہ میں تو ممکن ہی نہیں۔ کہ سچ ہی سے کام نکل سکے۔ سچے کو بھی بغیر جھوٹ کے چارہ نہیں سچ سے تو مقدمہ کی روداد بدل جاتی ہے۔

کوتوال: دوسرے یہ منشی ہیں، یہ فرمائیں کہ انہوں نے غریب اندھے کی دکان دبالی، اور سینہ زوری سے دعوی کر کے ڈگری لے لی۔ انہوں نے عرضی دعوی میں کتنا صحیح لکھوایا اور کس قدر بیان حلفی میں سچ بولا اور جو گواہ انکی طرف سے گذرے انہوں نے کتنا سچ بولا اور جنہوں نے اس مقدمہ کی پیروی کر کے ڈگری دلائی انہوں نے سچ کا کس قدر استعمال کیا یہ والسّا بقون الاولون بھی ہیں دوسرے اس مہاجن کے روپئہ کو جواب دے دیا اس مقدمہ میں کتنا صحیح تھا۔

قادیانی مولوی: اجی آپ تو مقدمات کی نظیر پیش کرتے ہیں یہ جائداد کا معاملہ ہے اور عدالت میں بغیر جھوٹ بولنے کے کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور ملکیت کی جو آپ کہیں تو حقیقی مالک ہر چیز کا اللہ تعالی ہے۔ نافرمان بندہ کی ملکیت سے نکال کر خواہ تلف کرا دے یا کسی کو دلا دے۔

کوتوال: پھر یہ کہیے کہ از روئے نبی کوئی گناہ نہیں پھر ایسا دین کیوں نہ اختیار کریں۔

(کھٹ کھٹ کی اندر سے آواز آئی۔ خان صاحب اندر گئے اور ایک ٹرے (خوان) میں چاء کی پیالیاں اور دہلی کی مشین کے بسکٹوں سے بھری ہوئی دو قاب آئے، گرما گرم دودھ چائے تھی، سب صاحبوں نے نوش فرمائی اور جلسہ برخاست ہوا اور ہمارے خان صاحب کوٹ ڈانٹ اور ٹوپی سر پر رکھ کر ڈنڈا ہاتھ میں پکڑ کر گشت کو روانہ ہو گئے)۔

صبح کا وقت ہے، ابھی آٹھ تو نہیں بجے۔ خاں صاحب کے دروازہ پر پولیس موجود ہے اور مکان کے ادھر ادھر قریب قریب کچھ وردی والے، داہنے ہاتھ میں ڈنڈا لئے کنسٹیبل چکر لگا رہے ہیں، اور سفید پوش پولیس کے بھی جوان پھر رہے ہیں۔ اور ایک حواری مرزا بھی دروازہ پر بیٹھے ہیں۔ کیا آج ٹی پارٹی عام ہے جو احمدی لوگ اور تھانہ دار پولیس کنسٹیبلان حاضر ہیں۔ دیکھیں تو چائے کا سامان تو کچھ نظر نہیں آتا۔ ہمارے خان صاحب نیچے ملزموں کی صورت بنائے بیٹھے ہیں۔

تھانہ دار: دیکھواس میں تمہاری بہتری ہے کہ تلاشی سے پہلے تم دے دوتو ہم اٹھ جاتے ہیں اور اگر تلاشی کے بعدتم نے اقبال کیا اور مال مسروقہ دیا اور ضرور ایسا ہوگا تو بہتر نہ ہوگا۔

خان: نہیں صاحب! مجھ کو کیا خبر ہے؟ میں چور نہیں چور کا بھائی نہیں۔ بھلا ہم ایسا کام کر سکتے ہیں ہم مرزا صاحب کے مرید۔

تھانہ دار: حضرت آپ کا مدعی بھی مرزا صاحب کا مرید ہے۔ بے الہام تو اس نے بھی استغاثہ نہیں کیا۔آپ دونوں الہام لڑاؤ جس کا الہام غالب رہے وہی جیتے کیوں حافظ صاحب (مدعی)

حافظ: میں تو کہتا ہوں کہ مجھ سے یہ کہدیں میرے پاس نوٹ اور روپیہ ہے ۔اگر ان کے پاس سے خرچ ہو گیا ہے تو مجھے رفتہ رفتہ دے دیں۔

تھانہ دار: اچھاتم جانو اپنا کیا پوؤ گے۔اور انسپکٹر صاحب کے روبرو تم گئے تو سب بھول جاؤ گے (کنسٹیبل کی طرف مخاطب ہو کر) ان کو لے جاؤ اور شاہی کمرہ (حوالات) میں ان کے واسطے فرش وغیرہ کر کے رکھیئے۔

جب حضرت نے حوالات کے کمرہ کی ہوا کھائی تو کل کیفیت کہہ سنائی۔ پانی کے نالے سے کمر کمر پانی میں دفن کیا ہوا بکس نکال کر اور اپنے مکان کی زمین کھود کر روپیہ اور نوٹ جو تین سو کے قریب تھا حوالہ پولیس کیا۔اب ہر چرچا ہے، فلاں خان صاحب جو مرزائی تھے چوری کی علت میں پکڑے گئے

۱۔ ارے میاں اس نے تو تھوڑے دنوں سے غدر مچا رکھا تھا، ایک بساطی کی دکان سے بٹنوں کے بکس اٹھا کر ایک دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیئے پھر وہ پہچانے گئے مگر اس بیچارہ نے لحاظ کیا اور خاموش ہو رہا۔

۲۔ ریاست جموں میں ایک دوست سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے تھے اس کی ایک گھڑی اور دس روپئے کا نوٹ اڑا لیا۔ وہ بھی بے چارہ چپ ہو گیا۔

۳۔ پرسوں رات کا ذکر تو تم نے سنا ہی نہیں ایک خانساماں سے ان کی بڑی گہری دوستی ہے۔رات کو گیارہ بجے مرزائی پارٹی کی چائے پارٹی سے جب ان کو فرصت ملتی تو یہ وہاں پہنچتے اور ایک ایک دو دو بجے رات تک شطرنج بازی ہوتی تھی۔بعض رات حضرت وہاں ہی آرام فرما ہو جاتے تھے اور چند روز سے تو گویا یہ مقرر کر لیا تھا کہ اب کون جائے، پرسوں رات سے شطرنج سے فارغ ہو کر چار پائی بچھا، دونوں صاحب دراز ہو گئے۔

خان: کچھ دیر تامل اور استراحت کے بعد اٹھے اور اپنے حریف شاطر کو غافل پا کر کنجیوں کو تکیہ کے نیچے تلاش کیا اور ان کو بہم پہنچا اور دروازہ کا قفل کھول کر اندر داخل ہوئے اور صندوق کا قفل کھول اور نوٹ اور نقد جو نوسو روپیہ سے کچھ زیادہ تھا اور زیور طلائی اور نقرئی پر قبضہ کیا۔

خانساماں: (خواب میں) رجو کی ماں تم کہاں! تمہارے بعد ہم کو بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا بچوں کی مٹی خراب ہوئی۔

عورت: (ایک طمانچہ رسید کرکے) تو غافل سوتا ہے اور صندوق کی صفائی بھی ہوگئی ،کل کو میرے بچوں کو کیا کھلائے گا ،نوکری بھی چھوڑ دی۔

خانساماں: (طمانچہ کی ضرب محسوس کرکے) گھبرا کر اٹھے اور خود دروازہ کی طرف دیکھا ،کھلا پایا کنجیوں کی جگہ ہاتھ مارا ،ندارد۔ آنکھ کھلی تو خان صاحب کی چارپائی بھی خالی پائی۔ سمجھے حریف کام کر گیا۔ آگے بڑھ کر دیکھا تو خان صاحب ابھی گئے نہیں موجود ہیں۔

خان: (پاؤں پر گر کر) بھائی مجھ سے خطا ہوگئی بخش دو۔ ضرورت نے بے ایمان کر دیا نوٹوں کا لفافہ اور زیور کی پوٹلی آگے رکھ دی۔

خانساماں: ارے ظالم تو دو ڈیڑھ روپے روز کا کاریگر ہے دو میاں بیوی کا خرچ عمدہ سے عمدہ ۴ میں نہیں آٹھ آنے میں کھانے کا انصرام ہوسکتا ہے۔ تجھ کو ایسی کیا ضرورت داعی ہوئی جو اس جرم کا مرتکب ہوا۔ میرا تو صفایا کر دیا تھا۔ صبح کے کھانے کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ خواب میں رجو کی ماں (خدا اس کو بخشے)، نے مجھے خبر کی اور جگایا تو آنکھ کھل گئی۔

خان: بھائی جی جب سے میں مرزا صاحب سے بیعت ہوا، میرا خرچ بڑھ گیا اور آمد کم ہوگئی۔

خانساماں: یہ کیونکر الٹا معاملہ ہوا ،انکی بیعت کے یمن و برکت سے فراخی رزق ہوتی نہ کہ برعکس۔

خان: حضرت میری جماعت کے قریباً کل آدمی صبح و شام میرے مکان پر کرم فرماتے ہیں ان کی خاطر داری دو روپیہ صرف ہو جاتے ہیں اور روز روز کا چندہ ،آج شامیانہ مسجد کے واسطے ...اکٹھے ہوئے ،کل حافظ غلام رسول کے واسطے ...جمع کر کے دیئے گئے ہیں کہ ان کو مقدمہ کا اپیل کرنا ہے کہیں بیت مال کے ،کہیں توسیع مکان کے واسطے چندہ ہو رہا ہے ،اور ماہواری لنگر اور مدرسہ وغیرہ کا چندہ مستزاد ،اور جب سے ہماری جماعت میں مقدمہ بازی کا صیغہ جاری ہوا ہے تب سے تو چندہ کی بھرمار نے مار ہی دیا۔ اب میری عزت اور آبرو اور جان آپ کے رحم کے حوالہ ہے۔

خانساماں: (نوٹ اور زیور سنبھال کر اور قابو کرکے) چلو اٹھو میں تمہیں کچھ نہیں کہتا مگر احتیاط رکھو۔

خان: بھائی جی تم مجھ کو ابتداء سے جانتے ہو میری آپ کی قدیمی ملاقات ہے، میں بدمعاش نہیں چور نہیں مگر ضرورت نے مجبور کیا۔

خانساماں: پھر وہی میاں تو دو روپئے روز کا کاریگر ہے، تیری دکان اچھی چلتی تھی اب کیا ہو گیا۔

خان: یہ آپ کا قیاس درست ہے مگر دکان پر بیٹھوں تو بے شک دو روپئے روزانہ کم پیدا نہیں کر سکتا

خانساماں: (ہنس کر) کیا یہ بھی مرزا کی بیعت میں شرط ہے کہ اپنا کاروبار نہ کرو اور عندالضرورت لوگوں کا مال مارو۔

خان: نہیں یہ تو نہیں مگر بات یہ ہے کہ چند مدت ابتداء میں نیا چاؤ تھا، نماز وغیرہ سے فرصت ملی تو وعظ میں چلے گئے، یہاں روز وعظ ہوا کرتے تھے اور وعظ میں بیان ہوتا اس مسئلہ کا بیان فلاں کتاب میں ہے اس میں دیکھو اور اس مسئلہ کو اس کتاب میں دیکھو، مکان پر آ کر تمام دن کتاب بینی اور مطالعہ میں گزرتا، جو بات سمجھ میں نہ آتی اور اکثر ایسا ہوتا اس کے سمجھنے کو کبھی کسی کے پاس جا اور کسی پاس جا۔ جب کسی سے تسلی نہ ہوتی تو مولوی صاحب کے پاس جا کر سمجھتے۔ غرض یوں ہی رات دن شوق اور چاؤ میں گذر جاتا۔ آخر جب روز کا چائے پانی اور ذاتی خرچ دستور رہا تو آمد بند ہو گئی کچھ عرصہ جو دکان کا سرمایہ تھا فروخت کر کے کھایا، پھر القرض نصف الروزگار پر عمل کیا اب قرض کا دروازہ بھی مسدود ہو گیا۔ دکان پر بیٹھیں تو کچھ مزدوری کریں دو پیسہ کمائیں، مگر دکان پر قرض خواہ پاؤں نہیں جمنے دیتے، اب کیا کریں ضرورت نے اس پر مجبور کیا

(بازار میں اپنی اپنی حکایتیں اور تازہ تازہ روایتیں بیان ہوتی تھیں آخر پولیس نے تحقیقات کے بعد مقدمہ چالان کیا)

مجسٹریٹ: نے استغاثہ کی شہادت لے کر ملزم پر فرد قرارداد جرم لگا کر اظہار لکھا۔

ملزم: بے شک مجھ سے قصور ہوا مجھ کو ضرورت نے مجبور کیا قرض مجھ کو کہیں سے نہ ملتا تھا مستغیث میرا دوست تھا اس نے میرے روبرو روپئے ونوٹ مستغیث بافتہ ایک بکس میں بند کر کے الماری پر رکھا، میرا دل بے ایمان ہو گیا رات کو مستغیث کی دکان پر جا کر دروازہ کی چٹخنی اکھاڑ الماری کا قفل کھولا اور بکس اٹھالیا۔ اب عدالت کے رحم کا خواستگار ہوں۔

مجسٹریٹ: نہایت رحم دل آدمی ہیں۔ ملزم کی صاف بیانی پر رحم فرما کر تادیباً ایک ماہ کی قید کی ملزم ضلع کے جیل خانہ میں بھیجا گیا۔

(داروغہ جیل نے بھی چند معززین کی سعی سفارش سے جس کام کا ملزم دستکار تھا اسی کام کی مرمت کے کام پر لگا دیا)

جلسہ لاہور ۱۹۰۰ء

لاہور کے موچی دروازہ محمدن ہال انجمن اسلامیہ میں بڑا مجمع ہے کمال رونق ہے میلہ کا سا اہتمام ہے بڑے بڑے علماء اور فضلاء باکمال اور نامی گرامی صوفیاء وہاں موجود ہیں اور رؤساء اور عمایدشہر کا پرا جما ہوا اس طرف کو جارہا ہے عوام تو ذکر ہی نہیں۔

پہلا شخص: کہو بھائی آج کوئی جلسہ ہے یا کوئی لیکچرار آیا ہے۔

دوسرا شخص: نہیں کوئی لیکچرار وغیرہ تو نہیں آیا مگر کیا تم کو خبر نہیں، یہ بات زبان زد عام ہے، اس امر میں تو مدت سے اشتہار بازی ہورہی ہے، لاہور کے گلی کوچے میں اشتہار لگا ہوا ہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب اور مرزا صاحب قادیانی کی بحث ہوگی۔

پہلا شخص: ہاں رات منادی تو میں نے بھی سنی تھی کہ شاہی جامع مسجد میں جلسہ ہوگا اور وہاں سب لوگ جمع ہوں گے مگر یہ لوگ محمدن ہال کی طرف کیوں دوڑے جارہے ہیں۔

دوسرا شخص۔ ہاں جلسہ تو وہیں ہوگا مگر حضرت پیر صاحب یہاں قیام پذیر ہیں اور یہ علماء عظام اور صوفیا کرام کچھ تو حضرت پیر صاحب کے ہمراہ آئے ہیں اور کچھ دیگر بلاد وامصار سے۔

پہلا شخص۔ اچھا تو پیر صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ اور مرزا صاحب کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

دوسرا شخص۔ مرزا صاحب تو ابھی آئے نہیں اور نہ آئیں گے۔ ان کا تو ہمیشہ یہی قاعدہ ہے اشتہار شائع کیا اور موقع پر کوئی بات رکھ کر طرح دی جاتی ہے۔ پہلے کیا مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے ساتھ یہاں اور لدھیانہ اور دہلی میں یہی معاملہ نہیں ہوا۔ کہیں تو مرزا نے بالمقابل گفتگو نہیں کی۔

پہلا شخص۔ پھر کیوں یہ اشتہار مشتہر کر دیتے ہیں کیا پیچھے ان کو ندامت نہیں اٹھانی پڑتی۔ بایں شورا شوری، یا یہ بے نمکی

دوسرا شخص۔ میاں ان کا الوتو سیدھا ہو جاتا ہے ان کی غرض فقط شہرت سے ہے وہ خوب ہو جاتی ہے پھر لطف یہ کہ دوسروں کے روپؤں سے۔ اس اشتہار ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء میں بھی تو مرزا صاحب نے پیر صاحب کو لکھا کہ پانچ ہزار کاپی اس مباحثہ کی چھپوا کر دور دراز ملکوں میں شائع کرا دیں۔ کیا آپ نے وہ اشتہار نہیں دیکھا۔

پہلا شخص۔ ہاں خوب یاد آیا لکھا تو ضرور تھا بڑی دور کی سوجھتی ہے۔

دوسرا شخص ۔اگراتنی دور کی نہ سوجھتی تو نبوت کا دعوی کیونکر ہوتا۔ یہ ہزار ہا روپیہ مسلمانوں کا کیونکر کھایا جاتا، یہ لنگر مطبع کہاں سے جاری ہوتا، یہ بڑھاپے اور ناتوانی میں باکرہ عورتوں کی تلاش اور ان کے واسطے ہزاروں روپئے کے طلائی اور مرصع زیور کیسے بنتے، یہ لنگڑے لولے اندھے کانے خوش آمدی دروازہ پر بیٹھ کر ٹکڑے کہاں سے توڑتے۔ حضرت یہ سب اسی دور کی سوجھنے کا نتیجہ ہے۔

پہلا شخص ۔بے شک جب سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے روبرو مرزا صاحب ایک اقرار نامہ لکھایا گیا ہے تب سے اسے سکوت کرنا پڑا جس سے اس کی دکانداری پھیکی پڑ گئی تھی اتنے دن اس اقرارنامے نے چپ رکھا ورنہ چپ رہنے والے آسامی تو نہ تھے۔

دوسرا شخص ۔مرزا صاحب آدمی بڑا عقل مند ہے بڑے بڑے آدمیوں سے مٹھ بھیٹ کرتا ہے جب علماء سے منہ کی کھا چکا تو صوفیوں کی طرف رجوع ہوا حضرت پیر صاحب کو مخاطب کیا ہے ہمیں تو امید نہیں کہ وہ لاہور تک بھی آویں۔ مناظرہ اور مباحثہ تو شئے دیگر ہے۔

پہلا شخص ۔سکوت میں سارا کارخانہ درہم برہم ہونے لگا تھا اگر کسی سے چھیڑ چھاڑ نہ ہو تو مطبع بیکار اشاعت بند تبلیغ کا سلسلہ مسدود آگے ترقی محدود، پچھلے بھی ٹھنڈے ہو کر کچھ بے دم اور کچھ ففرو ہو جائیں ۔غرض کہ شہرت کا کیا کل وسائل کل صیغوں کا مدار اسی چھیڑ چھاڑ پر ہے کسی کو موت کا الہام دے کر ڈرایا کسی کو عزت کے زوال سے دھمکایا۔اب اقرار کے اوپر دستخط کرنے سے یہ صیغے تو سب بند ہوئے نہ کسی کی نسبت موت نہ زوال عزت کا الہام کرتے ہیں مباحثہ میں زبان روک دی گئی اس واسطے حسب صوابدید یاران محرم ومشیران خوش فہم صوفیوں کی طرف توجہ فرمائی۔

دوسرا شخص ۔ اس کو یہ خبر تھوڑی تھی کہ پیر صاحب لاہور آجائیں گے وہ تو یہ سمجھتا ہوگا صوفیا کرام کا مسلک مرنجا مرنج ہوتا ہے ان کو بحث ومباحثہ اور مناظرہ سے کیا تعلق؟ ان کے اشغال واذکار ان کو اس بات کی فرصت ہی کب دیتے اور نہ وہ ان باتوں کو پسند کرتے ہیں ذکر الٰہی پر مباحثہ کو کیوں ترجیح دینے لگے ان باتوں کی طرف ان (پیر صاحب) کی توجہ نہ ہوئی ، ہماری بات بن جائے گی آؤ دیکھا نہ تاؤ، دعوت دے بیٹھا۔

پہلا شخص: یہ تو یقین ہے کہ وہ مقابلہ پر نہیں آئیگا اور ضرور نہیں آئیگا مگر بعد کو دیکھنا کیسے اشتہارات اور تاویلیں ہوتی ہیں۔

وہ چند صاحب کیا گفتگو کر رہے ہیں۔آہا یہ تو حافظ صاحب اور مفتی صاحب میں گفتگو ہو رہی ہے، چلو پاس چل کر سنیں یہی معاملہ ہوگا اور یہ تیسرے صاحب مولوی محمد حسن ہیں۔

حافظ صاحب۔ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء کو مرزا ایک مقدمہ فوجداری میں زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری بعدالت مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بحیثیت ملزم حاضر تھا اور اخیر تاریخ فیصلہ پر اس کو ایک مفصل اقرار بوجہ بریت لکھنا پڑا جس کی تین شرطیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ وہ ایسی پیشین گوئی کرنے سے پرہیز کرے گا جس کے معنی یہ خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲۔ وہ خدا کے پاس اپیل کرنے سے اجتناب کرے کہ وہ کسی شخص کے ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان کرنے سے کہ مورد عتاب الٰہی ہے یا یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے

۳۔ کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہے گا جس کا یہ منشاء ہو یا ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

اس اقرار کے بعد کچھ دن مرزا چپ رہے مگر جب آمدنی میں فتور اور الہامی یافتوں میں قصور واقع اور معتقدان میں انتشار پیدا ہوا، پرانے رفیق منشی الٰہی بخش ملہم، منشی عبدالحق اکونٹنٹ، حافظ محمد یوسف ضلعدار، ڈپٹی فتح علی شاہ وغیرہ پیرو و معاون علیحدہ ہونے لگے تو پھر مرزا صاحب کو ضرورت نفس نے مجبور کیا کہ پھر وہی پرانی طرز اور رفتار اختیار کریں۔

تب اشتہار منارۃ المسیح، معراج یوسفی، معیار الاخیار نکالی مگر اس سے بھی مطلب براری نہ ہوئی تو سوچ سوچ کر پیر مہر علی شاہ و ۸۶ علماء کرام وصوفیائے عظام کو بالخصوص اور باقی عام علماء و صوفیاء پنجاب و ہند کو مباحثہ کے لئے مقام لاہور بمقابلہ خود دعوت دی اور ان الہامات سے کام لیا جس کے عدم شیوع کی نسبت وہ اقرار نامہ مذکور الصدر میں اقرار کر چکے تھے اور یہ چاہا کہ پیر صاحب موصوف میرے مقابلہ میں مباحثہ تحریری وتقریری (تفسیر القرآن) کریں اور اپنے الہام ہائے متعددہ سے جتایا کہ پیر صاحب ایسا مباحثہ کرنے سے بالکل ناکام رہیں گے بلکہ یہاں تک کہ وہ اس مباحثہ کے واسطے لاہور تک نہیں آئیں گے اور اگر وہ ایسا کرینگے تو میرا غالب آنا تصور ہوگا۔ چنانچہ لکھا ہے میں مکرر لکھتا ہوں کہ میرا غالب آنا اس صورت میں متصور ہوگا کہ جب پیر مہر علی شاہ بجز ایک ذلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی نہ لکھ سکیں گے اور ایسی تحریر جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرین کریں کیونکہ میں نے خدا سے یہی دعا کی ہے کہ وہ ایسا کرے اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا اور اگر پیر صاحب بھی اپنے تئیں مومن و مستجاب الدعوۃ جانتے ہیں تو وہ بھی ایسی ہی دعا کریں اور یاد رہے کہ خدا ان کی دعا ہرگز قبول نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا کے مامور و مرسل

کے دشمن ہیں اس لئے آسمان پر ان کی عزت نہیں۔

مولوی صاحب: مرزا نے یہ اشتہار دے دیا اس کو یہ امید تو ہر گز نہیں تھی کہ پیر صاحب اپنا وقت عزیز ایسے جھگڑوں میں ضائع کرنے کے واسطے میرے مقابلہ میں مباحثہ کو آ جائیں گے، مگر دقت یہ واقع ہوئی کہ پیر صاحب، اس لئے کہ مرزا کو عوام الناس میں جھوٹی شیخی بگھارنے کا موقع نہ ملے، بمقابل اشتہار کے ذریعہ سے بوجہ ہمدردی مباحثہ کے لئے آمادہ ہو گئے اور حسب درخواست ان کے ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء تاریخ مقرر کر کے لاہور تشریف لے آئے۔ مرزا صاحب ہیں کہ بغلیں جھانکتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ کیا ہو گیا میں نے جانا تھا کیا۔ خود کردہ را علاجے نیست سب پکار پکار کر کہتے ہیں ہائے افسوس وائے ناکامی

ہر کس از دست غیر نالہ کند　　　　سعدی از دست خویشتن فریاد

اور بیت الفکر سے قدم باہر نہیں نکالتے

حافظ صاحب: مرزا صاحب کا اصلی منشاء تو شہرت اور تشہیر کا تھا۔ یہ مطلب تو اس ہتھکنڈہ سے اچھی طرح حاصل ہو چکا، باقی رہا واقعی مقابلہ، سو اسکا جاں گداز خیال مرزا کو لاہور دہلی لودہانہ وغیرہ مقامات کا وہ پرانا اور پر درد نظارہ کا سماں جس میں اسکی خفت اور بے عزتی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا، دکھائی دیتا تھا اسلئے لاہور تک آنا گوارا نہ کیا۔

مفتی صاحب: (نہایت جوش کے لہجہ میں) پیر مہر علی شاہ میں اتنی لیاقت تو ہے نہیں کہ عربی میں تفسیر لکھیں یا معارف بیان کریں اور نہ اتنا بھروسہ خدا پر ہے کہ خدا اس کی دعا قبول کرے، جیسا کہ ان کے مریدوں نے اشتہار دیا ہے، اس واسطے انہوں نے سوچا کہ اگر ہم تفسیر میں مقابلہ منظور کر لیں گے تو خواہ مخواہ بے عزتی ہوگی، اور اگر نہ مانیں گے تو مرید بھاگنے شروع ہو جائیں گے۔ اس واسطے چار و ناچار ایسی بات نکالو جس سے معاملہ بھی ٹل جائے اور مقابلہ بھی نہ ہو پس انہوں نے کہا کہ ہم کو سب شرطیں منظور ہیں مگر ایک شرط ہماری بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ تفسیر سے پہلے ایک تقریری مباحثہ ہو اور اگر حکم (ثالث) ہمارے حق میں فیصلہ کر دیں تو مرزا صاحب ہمارے ہاتھ پر بیعت کر لیں وغیرہ

(رسالہ واقعات صحیحہ۔ ص ۲۴۔۲۵)

حافظ صاحب: یہ بالکل غلط ہے مرزا نے ایک مطبوعہ چٹھی بصورت اشتہار مطبوعہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء بذریعہ رجسٹری پیر صاحب بشمولیت نام دیگر علماء کرام و مشائخ عظام کے بھیجی جس کے پہلے دو صفحوں پر مرزا نے اپنی عادت کے موافق اپنے مرسل من اللہ اور مجدد اور مہدی و مسیح ہونے کے ثبوت بخیال

مخبوط خود دلائل پیش کیئے اور پیر صاحب اور دیگر علماء اسلام کو لکھا کہ میرے دعوی کی تردید میں کوئی دلیل آپ کے پاس ہے تو کیوں پیش نہیں کرتے ہو۔ اس وقت مفاسد بڑھ گئے ہیں اس لئے مجھے مصلح کے عہدہ میں بھیجا گیا ہے۔ اخیر میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر پیر صاحب ضد سے باز نہیں آتے یعنی نہ وہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل پیش کرتے ہیں اور نہ مجھے مسیح وغیرہ مانتے ہیں تو اس ضدیت کے رفع کرنے کے واسطے ایک طریق فیصلہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور وہ طریق یہ ہے کہ پیر صاحب مقابلہ پر لاہور میں چالیس آیات قرآنی کی تفسیر لکھیں اور ان چالیس آیات قرآنی کا انتخاب بذریعہ قرعہ اندازی کر لیا جائے یہ تفسیر فصیح عربی میں سات گھنٹوں کے اندر بیس ورقوں میں لکھی جاوے اور میں (مرزا) انہی شرائط سے چالیس آیات کی تفسیر لکھونگا۔ ہر دو تفسیریں تین ایسے علماء کی خدمت میں فیصلہ کیلئے پیش کی جاویں جو فریقین سے ارادت وعقیدت کا ربط نہ رکھتے ہوں۔ان علماء سے فیصلہ سنانے سے پہلے وہ مغلظ حلف لیا جائے جو قذف محصنات کے بارہ میں مذکور ہے۔اس حلف کے بعد جو فیصلہ ہر سہ علماء فریقین کی تفسیروں کی بابت صادر فرماویں وہ فریقین کو منظور ہوگا ان ہر سہ علماء کو جو حکم تجویز ہوں گے فریقین کی تفسیر کے متعلق فیصلہ کرنا ہوگا کہ قرآن کے معارف اور نکات کس کی تفسیر میں صحیح اور زیادہ ہیں اور عربی عبارت کس کی با محاورہ اور فصیح ہے۔

یہ چٹھی ۱۲ صفحہ کی تھی مگر اس کی دل خراش گالیاں ناجائز نامشروع اور بیہودہ بدظنیوں کو حذف کر دیا جائے تو اس کا تمام ماحصل اور خلاصہ صرف یہی ہے جو اوپر لکھا گیا۔ پیر صاحب نے حسب درخواست مرزا جواب قبولیت دعوت بصورت اشتہار بتاریخ ۲۔ اگست ۱۹۰۰ء ارسال فرمایا اور لکھ دیا کہ وہ خود ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء کو (اس لئے کہ مرزا صاحب نے اختیار تقرر تاریخ پیر صاحب کو دیا تھا) لاہور آجاویں گے، آپ بھی مقررہ تاریخ پر تشریف لے آویں۔

چونکہ مرزا نے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کی چٹھی میں اس طریق فیصلہ کی دعوت کرنے سے پہلے اپنے دعوی پر اور کئی استدلال پیش کیئے تھے، چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی اور نہ کسی زمانے میں عیسیٰؑ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے یا کسی آخری زمانے میں جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوں گے۔ اگر لکھا ہے تو ایسی حدیث پیش نہیں کرتے ناحق نزول کے لفظ کے الٹے معنی کرتے ہیں انّا انزلناہ فی لیلۃ القدر .....کا راز نہیں سمجھتے میری مسیحیت اور مہدویت کا نشان رمضان میں کسوف خسوف کا ہونا دیکھ چکے ہیں پر نہیں مانتے، صدی سے سترہ سال گذر گئے پھر مجھے مجدد نہیں مانتے۔ یہ تمام استدلالات مرزا نے اس طریق فیصلہ کی

طرف دعوت کرنے سے پہلے اس چٹھی میں تحریر کئے اور صرف ایک طریق فیصلہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر دو باتیں علی الترتیب پیش کی تھیں اس سے حضرت ممدوح نے بھی ہر دو طریق فیصلہ کو علی الترتیب تسلیم کیا اور پسند فرمایا کہ مرزا بھی اس کے استدلالات جو اپنی چھٹی تحریری میں فیصلہ سے پہلے پیش کئے ہیں سن لئے جائیں اور مسیح کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے کی بابت حدیث بلکہ قرآن کریم کے نص صریح سے ثابت نہ ہو تو پھر کیا کرنا چاہیے حدیث کی جستجو کی جائے یا کیا سمجھ میں نہیں آتا نزول کے معنی جواب تک تیرہ سو سال سے مجتہدین ومحدثین بلکہ صحابہ کرام اور اہل بیت نے نہیں سمجھے وہ کیا ہوں گے اور یہ ہی سمجھ میں نہیں آتا کہ رمضان میں کسوف وخسوف جن تاریخوں میں ہوا ہے وہ کیونکر آپ کی مسیحیت کا نشان ہے احقاق حق کی غرض سے پیر صاحب، مرزا کی اپنی زبانی سننا ضروری خیال کرتے تھے کہ تحریری فیصلہ کی طرف رجوع کریں اور مرزا کی قرارداده شرائط کے موافق تفسیر لکھی جائے۔

مفتی صاحب: پیر صاحب کے جواب کا ضمیمہ جو اس کے ساتھ ہی ایک اشتہار میں مولوی غازی کی طرف سے شائع ہوا، اس کا ایک ایک لفظ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ پیر صاحب ہرگز تفسیر قرآن میں مرزا صاحب کے ساتھ مقابلہ کرنا نہیں چاہتے ہیں اور صرف انہوں نے ٹالنے کا طریق اختیار کیا ہے ہم اشتہار کی چند عبارتیں نقل کر دیتے ہیں پبلک خود اندازہ کر لے گی کہ ایسا اشتہار دینے میں پیر صاحب اوران کے مریدوں کی کیا نیت ہے۔

ا۔ صفحہ ۶۔ بھلا یہ تو فرما دیجئے کہ اس قدر کثیر جماعت علماء کی جمع ہو کر کیا کریں گے صبح سے شام تک بے آب و دانہ بیٹھ کر منہ دیکھتے رہیں گے کہ کس کے قلم کا زور چلتا ہے اور کون سی دلچسپی ہے اور کون سا اہم علم ہے جس کی شہادت کے واسطے آپ اس قدر علماء کو بصورت حاضری پیر صاحب طلب کرتے ہیں۔

۲۔صفحہ ۱۴۔مگر شرط یہ ہے کہ قبل از بحث تحریری مذکورہ مجوزہ مرزا صاحب ایک بحث تقریری دعوی مسیحیت ومہدویت وغیرہ عقاید مرزا صاحب پر جو تعداد میں ۱۳ کے قریب ہیں اوران کی الہامی کتب میں درج ہیں بپابندی امور ذیل ہو جائے

الف۔تعین اور تقرر حضرت پیر صاحب کا منصب ہوگا

ب۔ بحث تقریری بحث تحریری سے اول ہوگی۔ اگر ایک روز میں ختم نہ ہوگی تو دوسرے اور تیسرے روز تک جاری رہے گی۔

ج۔ جو شخص بحث میں مغلوب ہوگا اس کو بیعت کرنا فوری لازمی ہوگا۔

د۔ چونکہ احتمال ہے کہ ایک شخص مغلوب بھی ہو جائے اور پھر بھی توبہ نہ کرے اس لئے فریقین سے ایک ایک معتبر ضمانت پانچ پانچ ہزار روپیہ کی دیدیں۔

ھ۔ مرزا صاحب یہ بھی لکھ دیں کہ اس بحث کے وقت یا دوران بحث اگر کوئی الہام اس قسم کا ان کو ہو جائے جو مبدل یا ناسخ شرائط مباحثہ ہو، مرزا صاحب مباحثہ کو حسب شرائط مقررہ حال بند نہ کر دیں گے اور الہام تار خط پیام وغیرہ پر کار بند نہ ہوں گے۔

اگر مرزا صاحب اب بھی تشریف نہ لائے اور اس مباحثہ سے منہ پھیر کر ان میں کوئی حیلہ حجت کریں گے یا اب شرائط میں کسی قسم کی پیچیدگی پیدا کر دیں گے جس سے اس معاملہ کا غیر وقوع اغلب ہو جائے تو پھر سمجھا جاوے گا اور اس کا نتیجہ فطری طور پر یہ ہوگا کہ مرزا صاحب کی الٰہی طاقت مغلوب ہوگی۔ تم کلامہ۔ (واقعات صحیحہ۔ص ۲۷ تا ۲۹)

حافظ صاحب: اس عرصہ میں آج تک مرزا صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہ نکلا۔ وہ اس کا جواب دے کر فیصلہ کرتا۔ البتہ ان کے حواریوں کی طرف سے اشتہارات نکلے اور شائع ہوئے کہ تقریری مباحثہ کی کوئی شرط نہیں۔

مولوی صاحب: مرزا کو اپنی شہرت کی خواہش ہے وہ جانتا تھا کہ پیر صاحب عزلت نشینی کو ترجیح دیں گے اور میدان ناظرہ میں قدم نہ رکھنا پسند نہیں فرمائیں گے جو ظاہر بینوں کی نظر میں مرزا کی فتح یابی کا نشان ہوگا۔ نیز دوسرے علماء کرام کے ساتھ تحریری معارضہ کو چالیس والی شرط کے ساتھ رکھنا بھی راز رکھتا ہے۔ کوئی بتلا سکتا ہے کہ مرزا چالیس سے کم علماء کے ساتھ کیوں اب تحریری سے مباحثہ نہیں کرتا....

مفتی صاحب: پیر صاحب اور ان کے مولوی غازی کے اس اشتہار مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کے جواب میں مولوی سید محمد احسن امروہی نے ایک اشتہار قادیان سے ۱۴۔ اگست ۱۹۰۰ء کو نکالا جس میں سید صاحب موصوف نے پیر صاحب اور غازی صاحب ہر دو کی تمام باتوں کے مفصل جوابات نہایت عمدگی سے دیئے۔ اور پھر اتمام حجت کے لئے یہ بھی لکھ دیا کہ اگر پیر صاحب سیدھی طرح حضرت امامنا کے مقابلہ پر تفسیر لکھنا نہیں چاہتے تو مباحثہ کے واسطے میں حاضر ہوں اور ساتھ ہی محمد احسن نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ اگر وہی تین مولوی جو ہمارے مخالف اور پیر صاحب کے موافق ہیں اس وقت مجوزہ قسم کھا کر یہ شائع کر دیں کہ پیر گولڑوی نے رعب میں آ کر مقابلہ تفسیر کو ٹالنے کے واسطے یہ

تجویز نہیں بلکہ انہوں نے نیک نیتی سے یہ کاروائی کی تھی تب بھی ہم مان لیں۔ اس پر نہ تو مولوی محمد احسن کے ساتھ (مباحثہ) منظور کیا گیا اور نہ ان مولویوں سے بھی کسی کو قسم دلائی گئی۔

حافظ صاحب: ان تحریروں کو اسلئے بے معنی خیال کیا گیا کہ خود مرزا نے اپنے اشتہار ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے کہ ہر دو امور کا فیصلہ علی الترتیب مطلوب ہے اور پہلے ایک اشتہار میں مولوی محمد غازی نے مرزائی جماعت کو صاف طور پر مطلع کر دیا تھا کہ پیر صاحب اس صورت میں قلم اٹھائیں گے یا کوئی مباحثہ کریں گے جب کہ مرزا صاحب خود میدان میں آوے یا کچھ تحریری بحث کرے۔ ورنہ نہیں۔ پس پیر صاحب کی جوابی چٹھی مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء خاص مرزا صاحب کے نام پر تھی بصورت انکار مرزا کو بذات خود جواب دینا چاہیے تھا لیکن اس نے باوجود عرصہ مدید ایک ماہ کے کوئی انکار شائع نہیں کرایا بلکہ اپنے طریق عمل سے یہ تسلیم کر لیا کہ وہ اس امر پر راضی ہے

مفتی صاحب: پیر صاحب تو خاموش رہے لیکن راولپنڈی سے ان کے ایک مرید نے (حکیم سلطان محمود خان) گند کا بھرا ہوا ایک اشتہار شائع کر دیا کہ مولوی محمد احسن کے ساتھ مباحثہ نہیں کرتے، مرزا صاحب سامنے آئیں۔ اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے واسطے اپنی طرف سے اخیر میں مضحکہ کے طور پر (حکیم سلطان محمود) نے یہ بھی لکھ دیا کہ اگر مرزا صاحب نہیں مانتے تو پیر صاحب کو ساری شرائط منظور ہیں ہم نے بذریعہ اشتہار درخواست کہ جو کچھ آپ کا مرید کہہ بیٹھا ہے آپ اپنی زبان مبارک سے فرما دیں کہ ہم کو سب شرائط مرزا صاحب کی بلاکم وبیش منظور ہیں مگر مجال کیا ہے کہ پیر صاحب ایسا کہتے بلکہ وہ دل ہی دل میں حکیم سلطان محمود پر خفا ہوتے ہوں گے کہ وہ بے مراد بغیر ہماری اجازت ایسا کہہ بیٹھا اس کے بعد پیر صاحب لاہور میں آئے تو پیر صاحب کے مریدوں نے پھر وہی اشتہار مباحثہ کا دیا۔ (از واقعات صحیحہ)

حافظ صاحب: تمہاری زبان سے خود اقرار ہے کہ حکیم سلطان محمود نے اشتہار شائع کیا۔ اصل یہ ہے کہ میں نے خود ایک ضروری چٹھی رجسٹری شدہ مرزا کے سکوت پر چھاپ کر خاص مرزا کے نام بھیجی اور عام مشتہر کی۔ اس کا بھی کچھ جواب نہ آنے پر رجسٹری شدہ چٹھی نمبر ۴ چھاپ کر مرزا کو روانہ کی اور عام تقسیم کر دی۔ اس کے جواب کا بھی انتظار ہی رہا۔ مگر مرزا کو کہاں ہوش وتاب کہ کچھ جواب دیتا۔ تاہم اس کا رہا سہا عذر رفع کرنے کو حکیم سلطان محمود ساکن راولپنڈی نے (جس کی طرف سے پہلے اشتہارات شائع ہوئے تھے) ایک مطبوعہ اشتہار بذریعہ جوابی رجسٹری مرزا کے پاس روانہ کر دیا جس کا آخری مضمون یہ تھا۔

اگر مرزا کی علمی اور عملی کمزوریاں اس کو اپنی من گھڑت شرائط کے احاطہ سے باہر نہیں نکلنے دیتی اور اسی ضد (اوں اوں) ہماری ہی پیش کردہ شرائط تسلیم کرو تو ہم بحث کریں گے ورنہ نہیں، خیر یہ ہی سہی۔ پیر صاحب تمہاری پیش کردہ شرطیں بعینہ جس طرح تم نے پیش کی تھیں منظور کر کے تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم مقررتاریخ یعنی ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور آ جاؤ علاوہ ازیں پیر صاحب نے مجھ کو ایماء فرمایا کہ ہماری طرف سے مرزا کی جملہ شرائط کی منظوری کا اعلان کر دو۔ چنانچہ بندہ نے حسب ایماء پیر صاحب بذریعہ اشتہار ۲۴۔ اگست ۱۹۰۰ء مشتہر کر دیا کہ آج بروز جمعہ ۴ بجے شام کی ٹرین سے ... پیر صاحب مرزا کی تمام شرائط منظور کر کے لاہور تشریف فرما ہوں گے۔ اور محمدن ہال انجمن اسلامیہ واقع موچیدروازہ میں بغرض انتظار مرزا صاحب قیام فرماویں گے۔ چنانچہ وہ اسی شام گاڑی میں معہ دو تین سو علماء مشائخ وغیرہ ہمراہیان کے تشریف فرمائے لاہور ہوئے۔

حضرت کی زیارت اور استقبال کیلئے اس شوق و ولولہ سے لوگ گئے کہ اسٹیشن اور بادامی باغ پر شانہ سے شانہ چھلتا تھا، شوق دیدار سے لوگ دوڑتے اور ایک دوسرے پر گرتے چلے جاتے تھے حضرت اسٹیشن سے باہر ایک باغ میں چند منٹ استراحت فرما کر محمدن ہال موچیدروازہ میں مقیم رہے۔

لاہور کے علماء کرام جو آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے آپ کے ساتھ شامل ہو گئے نیز اور بھی علماء اور مشائخ و معززین اسلام پشاور پنڈی جہلم سیالکوٹ ملتان گجرات گجرانوالہ امرتسر وغیرہ سے بغرض شمولیت مجلس مناظرہ مصارف کثیرہ کے متحمل ہو کر آ پہنچے۔ مرزا کے لاہوری پیرؤوں نے مرزا کے نام خطوط ضروری و تار روانہ کئے بلکہ بعض گرم جوش چیلے نہایت مضطرب حالت میں قادیان پہنچے اور ہر چند اپنے پیرو مرشد کو لانے کی لئے منت و سماجت کی مگر دلی کمزوری نے (مرزا) کو اپنے ضدی پیرؤوں کی طرف مائل نہ کیا۔

پیر صاحب ۲۴۔ اگست ۱۹۰۰ء سے آج تک لاہور میں رونق افروز ہیں اور مرزا کا ہر ایک ٹرین میں بڑے شوق سے اس وقت تک انتظار کیا جاتا ہے مگر ادھر سے صدائے برنخواست، کا معاملہ ہے۔ یہ حقیقت میں خود مرزا صاحب کے اپنے قول کے مطابق ایک الٰہی عظمت وجلال کا کھلا کھلا نشان تھا جس نے مرزا کی جھوٹی اور بے جا شیخی کو کچل ڈالا اور آپ کے حواس کی وہ گت ہوئی کہ مقابلہ لاہور تو درکنار آپ کو سوائے اپنے بیت الفکر کے تمام دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی و قذف فی قلوبھم الرعب ....کا مضمون دنیا کے صفحہ پر معرض ظہور میں آیا برخلاف اس کے پیر صاحب کے دست پر خداوند کریم نے وہ نشان ظاہر کر دیا وکان حقاً علینا نصر المومنین میں جس کا

وعدہ دیا گیا تھا۔ خداوند عالم نے حضرت محمد رسول اللہ کی مقدس اور پاک ذات پر نبوت اور رسالت کے تمام مدارج ختم کر دیئے ہیں جس طرح سے سینکڑوں جھوٹے رسولوں کو اپنی غیرت سے اور خود ان کے اپنے کفر وغرور سے انہیں ذلیل وخوار کر دیا ہے ایسا ہی اس نے مرزا کی جھوٹی مہدویت اور رسالت مسیحیت کا بھی خاتمہ کر دیا اور آج دنیا پر بخوبی روشن ہو گیا کہ سیدنا محمد ﷺ کی مخصوصہ شناخت اور مفوضہ مراتب کے اندر بے جا مداخلت کرنے والے اسی طرح علی رؤس الاشہاد روسیاہ ہوتا ہے اور اپنے ہاتھوں خود ذبح ہو جاتا ہے کیا غور وعبرت کا مقام نہیں ہے کہ مرزا نے بلا کسی تحریک کے خود بخود پیر صاحب اور نیز ہند و پنجاب کے تمام مسلّم الثبوت مشائخ وعلماء کو تحریری اور تقریری مباحثہ کی دعوت کا اعلان جس کی ہزار ہا کاپیاں ہند و پنجاب کے تمام اضلاع واطراف میں مرزا نے خود تقسیم کیں اور اپنی عربی وقرآن دانی میں وہ درافشانی کی کہ جس خواب میں خیال کرنے کا مستحق نہیں تھا ۔اس نے اپنے ہاتھوں سے لکھا کہ میں پیر صاحب اور علماء کے مقابلہ پر لاہور نہ پہنچوں تو پھر میں جھوٹا، مردود اور ملعون ۔اس شد و مد کے اشتہار کے بعد جب اس کو پیر صاحب نے بمعہ دیگر علماء بمنظوری شرائط لاہور میں طلب کیا تو فرار کے سوائے بزدلانہ گریز کے اور کوئی کاروائی ظہور میں نہ آئی ۔سخت افسوس کا مقام ہے کہ مرزا کے مرید انہیں دنوں میں جب کہ پیر صاحب خاص لاہور میں سینکڑوں علماء اور ہزاروں مریدوں کے ساتھ تشریف رکھتے تھے اس معنوں کے اشتہارات شائع کرتے ہیں کہ پیر صاحب مباحثہ سے بھاگ گئے اور شرائط سے انکار کر گئے سبحان اللہ ڈہٹائی اور بے شرمی ہو تو ایسی ہو۔ دروغ گوئند بر روئے ما

اس موقع پر مرزا مسیحی تعلیم پر سخت افسوس کرتا ہے کہ کیا امام الزمان کی تعلیم کا بھی یہی اثر ہونا چاہیے کہ ایسا سفید جھوٹ لکھ کر مشتہر کیا جائے اور زیادہ افسوس اس بات پر ہے کہ ہندو اخبار بھی مرزائیوں کی اس ناشائستہ حرکت پر نفرین کر رہے تھے اور ہنسی اڑا رہے ہیں ۔

سلسلہ تقریر ختم ہوا اور سب لوگ جامع مسجد شاہی میں جمع ہوئے اور کاروائی جلسہ شروع ہوئی

مولوی محمد علی نے در بارہ عقاید مرزا قادیانی کچھ وعظ فرمایا کہ یہ اس کے عقاید ہیں جو صریحاً مخالف قرآن شریف وسنت اجماع امت ہیں ۔

مولانا عبدالجبار غزنوی نے وعظ فرمایا جس کا ماحصل یہ تھا کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے افعال واقوال یہ تھے ۔پس جو شخص ان کے مطابق چلنے والا ہے، وہ ان کا پیرو ہے اور جو ان کے مخالف ہے وہ مرتد اور کافر ہے ۔چنانچہ مرزا قادیانی کے افعال او اقوال قطعاً مخالف سنت نبویہ و

روش صحابہ کرام ہیں اس لئے اہل اسلام کو اس سے بچنا چاہیے

مولوی محمد حسن فیضی نے ایک پرزور تقریر میں اصحاب جلسہ کا شکریہ ادا کیا خصوصاً ان صاحبوں کا جو دور دراز بلاد و امصار سے تشریف لائے تھے۔

مولوی تاج الدین نے مولوی محمد حسن کی تائید کی اور مرزا کے چند اشتہارات سے ان کی اس قسم کی کاروائیوں پر نہایت تہذیب اور شائستگی سے نکتہ چینی کی۔

مولوی عبدالخالق سجادہ نشین نے مرزا اور اس کی بے ہوہ کاروائیوں کی نسبت ریمارک دیئے۔

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ نے مرزا قادیانی کی تمام پیش گوئیاں غلط ثابت ہونے کی نسبت زبردست دلائل بیان فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ ایسے شخص کو مخاطب کرنا یا اس کی کسی تحریر کا جواب دینا بھی گویا علماء کرام کی ہتک ہے اور ان کی شان سے بعید۔

مفتی محمد عبداللہ ٹونکی نے چند آیات قرآن کریم و احادیث نبویہ اور نیز دلائل عقلیہ سے مرزا قادیانی کے عقاید کی نسبت تردید کی۔

مولوی احمد دین ساکن موضع شاہاں، جہلم نے مرزائی خیالات کی تردید میں ایک پر اثر تقریر کی آخر میں **پیر مہر علی** صاحب نے دعاء خیر کی اور تمام حاضرین نے آمین کے نعرے بلند کئے۔

(ہمارے حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود مرزا صاحب بیت الفکر میں تنہا مراقبہ میں سر جھکائے بیٹھے ہیں پاؤں کی چاپ ہوئی سر اٹھا کر جو دیکھا۔تو خادم ہے)

خادم: حضور مبارک۔ پیر مہر علی شاہ بھاگ گئے۔

حضور۔ فالحمد للّٰہ علی ذلک (دل میں، رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گذشت) کب بھاگے؟

خادم: کل، اور ایسے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے کہ پیچھے پھر کر نہیں دیکھا۔

حضور: ذرا ہوش و حواس درست کر کے عمامہ سر سے اتار کر پھر سر پر رکھا۔آئینہ سے اس کو درست کیا۔ لنگی کا طلائی پیچ سنبھالا، رومال سے منہ صاف کر کے باہر تشریف لائے۔

تمام حواری اور مصاحب جو مردہ صد سالہ کی طرح بے جان پڑے تھے، اٹھے سب کے قالبوں میں جان آ گئی، ہنس کر بیٹھ گئے اور کھڑے ہو کر سرو قد تعظیم دی اور مبارک سلامت کا شور بلند ہوا۔

حواری: و قذف فی قلوبھم الرعب بما کفروا۔حضور کا رعب چھا گیا، سب ملاں (علماء) اور جو سجادہ نشین جو آئے تھے سب بھاگے۔اگر حضور لاہور تشریف لے جاتے خدا جانے ان کی کیا کیفیت ہوتی۔

مرزا صاحب: یہ بھی ایک نشان آسمانی ہے کہ ہم نہ جائیں اور ہمارا دشمن ڈر کر بھاگ جائے۔
مشیر اعلی: اب وہ اشتہار شائع کرا دیجئے۔ اب کیا انتظار ہے، پیر صاحب تو اب بھاگ ہی گئے۔
مرزا صاحب: ایک اشتہار اس مضمون کا لکھ دو کہ میں بہر حال لاہور پہنچ جاتا مگر میں نے سنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر صاحب کے ہمراہ ہیں اور ایسے ہی لاہور کے بھی۔ پس اس اشتعال کے وقت میں بجز لاہور کے رئیسوں کی پوری ذمہ داری کے میرا لاہور میں قدم رکھنا گویا آگ میں قدم رکھنا ہے۔
مخالفین: سبحان اللہ تقریر کا عذر رفع ہونے پر اب معززین اسلام کی ذمہ داری اور تشریف آوری کا حیلہ نکالا۔ اور قادیانی اور چال چلا۔
کیا پہلے اس کے الہامی خدا نے اسے خبر نہ دی تھی۔ پس حیلہ سازیوں سے بجز رسوائی کے اس (یعنی مرزا کو) کیا حاصل ہوسکتا ہے۔

قادیان میں طاعون

مرزا صاحب نے پہلے اسلام کی طرف سے وکیل ہوکر بمقابلہ مخالفان اسلام ھل من مبارز کی آواز بلند کی، پھر تو ملہم مجدد اور محدث ہونے کا دعوی کیا، اور چار جانب دعوت بیعت کے اشتہار دیئے، اور ایک سفر ملک پنجاب وغیرہ کا کیا، اسکے بعد اپنی پیش گوئیوں اور مستجاب الدعوات ہونے کا اعلان دیا۔ پھر دعوی نبوت بقید مسیح مشتہر کر کے علماء اہل اسلام کی مخالفت میں مناظرہ بازی شروع کی۔ لاہور لدھیانہ دہلی وغیرہ میں اشتہارات کے ذریعہ سے تاریخ مجالس مناظرہ مقرر کیں تو قیود شرائط کی وجہ سے بالمقابل مناظرہ تو کہیں نہیں ہوا مگر فریقین کے اشتہاروں کی اشاعت نے مرزا صاحب کو تمام دنیا میں مشہور کر دیا اور یہی ان کی غرض تھی اس میں بھی مرزا صاحب کو کامل طور سے کامیابی حاصل ہوئی۔ پھر لوگوں کی نسبت موت اور ذلت اور عذاب الٰہی کے نازل ہونے کے الہام اور پیش گوئیاں شروع کیں۔ ان پیش گوئیوں کے ظہور یا عدم ظہور کی نسبت ہم کوئی رائے ظاہر نہیں کرتے۔ ناظرین خود اپنے مذاق کے موافق نتیجہ نکال سکتے ہیں مگر شہرت ان میں بھی خوب ہوئی کوئی مذہب اور ملت ایسی نہ ملے گی جس میں کوئی کتاب یا رسالہ مرزا صاحب کے حالات کا شائع نہ ہوا ہو مگر آخر کار مرزا صاحب کو ایسی پیش گوئی اور الہام کے اظہار اور اشاعت نہ کرنے کے

بارے میں ایک اقرار نامہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں لکھنا پڑا۔ اس واسطے مرزا کو دوسرا پہلو اپنے خیالات کی اشاعت کے واسطے بدلنا پڑا۔ ایک رسالہ ماہواری غیر ملکوں (یورپ) میں انگریزی میں نکالا گیا ہفتہ وار الحکم اور البدر دو اخبار ہندوستان کے واسطے جاری کئے اور واعظوں کو بھی مقرر کیا گیا کہ جاہلوں کی ترغیب وتحریص کے واسطے یہ امر ضروری تھا۔

ایک رسالہ دافع البلاء نام چھاپا جس کی پیشانی پر سرخی (طاعون) لکھا ہے اس ہولناک مرض کے بارے میں جو ملک میں پھیلتی جاتی ہے لوگوں کی مختلف آراء ہیں:

ا۔ پہلے ڈاکٹر اور حکماء کے خیالات دو صفحوں میں ظاہر کئے گئے ہیں۔

۲۔ پھر مسلمانوں کے خیالات لکھے ہیں۔

۳۔ پھر آریہ سناتن دھرم کے فرقہ بندوں میں سے ہیں اور عیسائیوں کے خیالات ظاہر فرمائے ہیں۔ پھر فرمایا ہے

اب اے ناظرین خود غور سے سوچ لو کہ اس قدر متفرق اقوال اور دعاوی سے کس قول کو دنیا کے آگے صریح اور بدیہی فروغ ہوسکتا ہے۔ یہ تمام اعتقادی امور ہیں اور اس نازک وقت میں جب تک کہ دنیا ان عقاید کا فیصلہ کرے، خود دنیا کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اس لئے وہ بات قبول کے لائق ہے جو جلد تر سمجھ میں آ سکتی ہے اور جو اپنے ساتھ کوئی ثبوت رکھتی ہے سو میں وہ بات مع ثبوت پیش کرتا ہوں۔

چار سال ہوئے کہ میں نے ایک پیش گوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں اگر لوگ توبہ کریں تو یہ مرض دو جاڑہ سے بڑھ نہیں سکتی خدا اس کو دفع کر دے گا۔

مگر بجائے توبہ کے مجھ کو گالیاں دی گئیں اور سخت بدزبانی کے اشتہار شائع کئے گئے جس کا نتیجہ طاعون کی یہ حالت ہے جو اب دیکھ رہے ہو، خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس کی یہ عبارت ہے

انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّٰی یغیّروا ما با نفسھم انّہ آوی القریۃ

یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے

مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی اور قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھے گا کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔

اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہو گئے یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلے پر طاعون کا زور ہو رہا ہے، مگر قادیان طاعون سے پاک ہے، بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت ہوگا....اس بیماری کے دفع کے لئے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے وہ بھی یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں

پھر اس کے بعد ان دنوں میں بھی خدا نے مجھے خبر دی چنانچہ وہ عزوجل فرماتا ہے:

ما کان اللّٰہ لیعذّ بھم و انت فیھم انّہ آ وی القر یۃ۔ لو لا الاکرام لھلک المقا م ۔انّی انا الرحمن دافع الاذی انّی لا یخاف لدیّ المرسلین انّی حفیظ انّی مع الرّسول اقو م ۔ الوم من یلوم افطر و اصوم غضبت غضباً شد ید ا الا مرا ض تنشا ع و النفوس تضاع ۔ الا الذین آمنوا و لم یلبس ایما نھم بظلم او لئک لھم الامن و ھم مھتدون ۔ انا ناتی الارض ننقصھا من اطرا فھا انّی اجھز الجیش فاصبحوا فی دارھم جا ثمین ۔ سنریھم آ یاتنا فی الآفا ق وفی انفسھم نصر من اللّٰہ و فتح مبین ۔ انی با یعتک با یعنی ربی ۔انت منّی بمنزلۃ اولادی انت منّی و انا منک عسی ان یّبعثک ربک مقاماً محموداً الفوق معک و التحت مع اعداء ك فا صبر حتّی یاتی اللّٰہ با مرہ۔ یأ تی علی جھنم زما ن لیس فیھا ا حد ۔

تیرا اکرام مدنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کر دیتا۔ میں رحمان ہوں جو دکھ کو دور کرنیوالا ہے میرے رسولوں کو میرے پاس کچھ خوف اور غم نہیں، میں نگاہ رکھنے والا ہوں میں اپنے رسولوں کے ساتھ کھڑا ہونگا، اور اس کو ملامت کرونگا جو میرے کو ملامت کرتا ہے۔ میں وقتوں کو تقسیم کر دونگا کچھ حصہ برس کا تو میں افطار کرونگا یعنی طاعون سے لوگوں کو ہلاک کر دونگا اور کچھ

حصہ برس کا میں روزہ رکھونگا یعنی امن رہے گا، اور طاعون کم ہو جائے یا بالکل نہیں رہے گی ۔میرا غضب بھڑک رہا ہے بیماریاں پھیلیں گی اور جانیں ضائع ہونگی مگر وہ لوگ جو ایمان لائیں گے، اور ایمان میں کچھ نقص نہیں ہوگا وہ امن میں رہیں گے اور ان کو مخلصی کی راہ ملے گی یہ خیال مت کرو جرائم پیشہ بچے ہوئے ہیں، ہم ان کی زمین کے قریب آتے جاتے ہیں ۔ میں اندر ہی اندر اپنا لشکر تیار کر رہا ہوں یعنی طاعونی کیڑوں کو پرورش دے رہا ہوں پس وہ گھروں میں ایسے سو جائیں گے جیسا کہ اونٹ مرارہ جاتا ہے ہم اپنے نشان پہلے تو دور دور کے لوگوں کو دکھائیں گے پھر انہی میں ہمارے نشان ظاہر ہونگے یہ دن خدا کی مدد اور فتح کے ہونگے ۔ میں نے تجھ سے ایک خرید وفروخت کی ہے، یعنی ایک چیز میری تھی جس کا تو مالک بنایا گیا اور ایک چیز تیری تھی جس کا میں مالک بن گیا،تو بھی اس خرید وفروخت کا اقرار کر اور کہدے کہ خدا نے مجھ سے خرید وفروخت کی ہے،تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں وہ وقت قریب ہے کہ میں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کرونگا کہ دنیا تیری حمد وثنا کریگی فوق تیرے ساتھ ہے اور تحت تیرے دشمنوں کے ساتھ ۔ پس صبر کر جب تک کہ وعدہ کا دن آجائے طاعون پر ایک ایسا وقت بھی آنیوالا ہے کہ کوئی بھی اس میں گرفتار نہ ہوگا یعنی انجام کار خیر وعافیت ہے ۔

اب اس تمام وحی سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

۱۔اول یہ کہ طاعون دنیا میں اس لئے آئی ہے کہ خدا کے مسیح موعود سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اس کو دکھ دیا گیا وغیرہ

۲، دوسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جب کہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کرلیں گے وغیرہ

۳۔ یہ کہ خدا بہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اسکی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اسکے رسول کی تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے

اب اگر خدا تعالی کے اس رسول اور اس نشان سے کسی کو انکار ہے اور خیال ہو کہ فقط رسمی نمازوں اور دعاؤں سے یا مسیح کی پرستش سے یا گائے کے طفیل یا ویدوں کے ایمان سے باوجود مخالفت اور دشمنی اس رسول کے طاعون دور ہوسکتی ہے تو یہ خیال بغیر ثبوت کے قابل پذیرائی نہیں ۔ پس جو شخص ان تمام فرقوں سے اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہتا ہے اب بہت اچھا موقعہ ہے گویا خدا کی طرف سے تمام مذاہب کی

سچائی یا کذب پہچاننے کے لئے ایک نمائش گاہ مقرر کیا گیا ہے اور خدا نے سبقت کر کے اپنی طرف سے پہلے قادیان کا نام لے دیا ہے

اب اگر آریہ لوگ وید کو سچا سمجھتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ بنارس کی نسبت جو وید کے درس کا اصل مقام ہے ایک پیش گوئی کر دیں کہ ان کا پرمیشر بنارس کو طاعون سے بچالے گا۔ اور سناتن دھرم والوں کو چاہیے کہ کسی اور شہر کی نسبت جس میں گائیاں بہت ہوں مثلاً امرتسر کی نسبت پیش گوئی کر دیں کہ گئو کے طفیل اس میں طاعون نہیں آئے گی۔ اگر اس قدر گئو اپنا معجزہ دکھاوے تو کچھ تعجب نہیں کہ اس معجزہ نما جانور کی گورنمنٹ جان بخشی کر دے۔اسی طرح عیسائیوں کو چاہیے کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ اس میں طاعون نہیں پڑے گی کیونکہ بڑا بشپ برٹش انڈیا کا کلکتہ میں رہتا ہے۔اسی طرح میاں شمس الدین اوران کی انجمن حمایت اسلام کے ممبروں کو چاہے لاہور کی نسبت پیش گوئی کر دیں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔اور منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ جو الہام کا دعوی کرتے ہیں ان کے لئے بھی یہی موقع ہے کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت پیش گوئی کر کے انجمن حمایت اسلام کو مدد دیں اور مناسب ہے کہ عبدالجبار اور عبدالحق شہر امرت سر کی نسبت پیش گوئی کر دیں اور چونکہ فرقہ وہابیہ کی اصل جڑ دہلی ہے اسلئے مناسب ہے کہ نذیر حسین اور محمد حسین دہلی کی نسبت پیش گوئی کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی۔ پس اس طرح گویا تمام پنجاب اس مہلک مرض سے محفوظ ہو جائے گا اور گورنمنٹ کو بھی مفت میں سبکدوشی ہو جائے گی اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

اسی سال یا اس سے آئندہ سال میں قادیان میں چند کیس طاعون کے ہوئے مگر مرزا صاحب نے رسالہ مذکور کے صفحہ ۵ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

آوی عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا ۔یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے طاعون کی قسموں سے وہ طاعون جو سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے یعنی جھاڑو دینے والا، جس سے لوگ جا بجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں۔ یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے۔ پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہ ہوگی۔

اس واسطے اس طاعون کا ذکر جو سنین گذشتہ میں ہوا ان کا حال جو درج پیسہ اخبار ہوا یا صحیفہ بجنور وغیرہ میں درج ہوا بوجہ طوالت کے نہیں کرتے ۔اس سال یعنی ۱۹۰۴ء میں قادیان میں طاعون پھوٹا، ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ۔

۔اللہ تعالی کے امر ومنشاء کے ماتحت قادیان میں مارچ کی آخری تاریخوں میں پلیگ پھوٹ پڑی ۔ ۴۔۶ کے درمیان روزانہ اوسط موتوں کی وجہ سے بازار بند ہوگیا ہے ڈسٹرکٹ پلیگ افسر کو بذریعہ چٹھی قادیان کو ڈس انفیکٹ Disinfect کرنے کی درخواست کی گئی تھی مگر ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی گئی اور پھر باشندگان قصبہ نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی خدمت میں بھی ایک درخواست دی تھی جو غالبًا منظور ہوچکی ہے مگر ابھی تک کوئی ڈاکٹر قادیان میں صفائی مکانات وغیرہ کے واسطے نہیں آیا۔ باشندہ گاؤں کو چھوڑ کر دن بھر باہر کھیتوں اور میدانوں میں بسر کرنے لگے ہیں، وہ ہنسی ٹھٹھا جو چندروز پیشتر تھا اب کم ہوگیا ہے اور جو لوگ کہتے تھے کہ ہمارے گھروں میں طاعون بے شک پڑ جائے لیکن مرزا صاحب کی پیش گوئی غلط ہو جائے وہ اپنے ایسے دعووں پر پچھتاتے ہیں کیونکہ ان کا بڑا نقصان ہوا۔ طاعون بھی پھوٹ پڑی اور پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔حضرت اقدس نے کبھی یہ نہیں فرمایا تھا کہ قادیان میں طاعون نہ ہوگی ۔ بہرحال اس وقت قادیان پر طاعون کا حملہ ہورہا ہے ۔ تعلیم الاسلام سکول آخر اپریل تک فی الحال بند کر دیا گیا ہے آج کل دارالامان میں آنے والے احباب فی الحال اپنے ارادے کو ملتوی رکھیں تو مناسب ہے۔

خدا تعالی کا شکر ہے کہ ہمارے ڈیرہ میں اس وقت تک پوری خیریت ہے۔کوئی بیمار بھی نہیں اور کوئی فوت بھی نہیں ہوا سب تندرست ہیں اور اللہ جل شانہ سب کو بامن وامان رکھے

ہاں قصبہ کے اندر ایک احمدی کی بیوی جو بہت دنوں سے بیمار چلی آتی تھی اور آخر اس کے سینہ سے خون آنے لگا وہ فوت ہوگئی ۔ (الحکم قادیان ۱۰۔اپریل ۱۹۰۴ء)

قادیان میں طاعون

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اٹھاتا ہے تکبر وہ بری شئے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

اللہ اللہ ! ابھی کل کا ذکر ہے کہ قادیانی مسیح للکار للکار کر کہتا تھا کہ قادیان میں طاعون نہ آوے گا۔کوئی ہے کہ ہماری طرح الہام سے دعوی کرے کہ انّہ آوی القریۃ،کوئی ہے کہ بتلاوے قادیان سے دو دو کوس پر طاعون نے جو حشر قائم کر رکھا ہے قادیان میں

کیوں نہیں آتا؟ خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے (دافع البلاء)۔ اللہ اللہ

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے   وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

آج کوئی قادیان میں جا کر طاعون کی تباہی کو آنکھوں سے دیکھے کہ تین ہزار کی آبادی سے بمشکل تین سو آدمی نظر آتے ہیں، دکانیں بند ہیں، بازار ویران اور سنسان نظر آتے ہیں۔ مراسلہ مندرجہ ذیل کو پڑھئے:

جناب اڈیٹر صاحب اخبار اہل حدیث۔ تسلیم۔

قادیان میں آج کل سخت طاعون ہے۔ مرزا صاحب اور مولوی نورالدین کے سوا تمام مرید قادیان سے بھاگ گئے ہیں۔ مولوی نورالدین کا خیمہ قادیان سے باہر ہے۔ اوسط اموات ۲۰۔۲۵ یومیہ ہے۔ مولوی نورالدین کی سالی کا لڑکا منظور الحق بھی چل بسا۔ مرزا جی نے اپنے گھر میں بالکل بندش کر دی ہے کہ کوئی آدمی نہ آنے پاوے۔ حکیم نورالدین اور قطب الدین کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی مریض کے مکان پر نہ جائیں۔ مرزا جی کا سکول بھی بیماری کی وجہ سے بند ہے۔ نامہ نگار قادیان ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۴ء

اخبار البدر قادیان ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء میں بھی کمال صفائی سے اڈیٹر نے طاعون قادیان کو تسلیم کیا ہے   (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲۔ اپریل ۱۹۰۴ء)

پیسہ اخبار لاہور میں ایک خبر یوں شائع ہوئی:

چہادر قادیان بینی

دار الامان آج کل پنجاب میں اول نمبر پر طاعون میں مبتلا ہے ..قصبہ میں ہل چل مچی ہوئی ہے۔ حضرت مسیح اور ان کے خاص حواری متفکر اور حواس باختہ ہو رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ جو شخص حضرت امام حسین سے برتری کا مدعی ہو، اتنے ہنگامہ میں بے اوسان ہو جائے۔ اگر کربلا کے مصائب میں سے ایک چھوٹی سی ساعت بے بس مرزا کے سامنے آجاتی تو خبر نہیں غریب کی کیا حالت ہوتی۔ بے محل نہ ہوگا اگر الحکم اپنا ماٹو بدل دے اور

چہ گوئم با تو گر آئی چہادر قادیان بینی   دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

کی جگہ:

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی ، و با بینی بلا بینی غرض دار الزیاں بینی

لکھا کرے۔ بڑی بے موقعہ اور خلاف ہے کہ مرزا صاحب کو ایسے نازک وقت میں یہ کہہ کر سنائیں کہ آپ کی پیش گوئی کے خلاف یہ کیا آفت نازل ہو رہی ہے بلکہ اس وقت میں ان کی دست گیری اور مدد کرنی چاہیے کہ وہ آڑے وقت ہمارے کام آئیں۔

(پیسہ اخبار لاہور۔۳۰۔اپریل ۱۹۰۴ء)

قادیان میں طاعون

اڈیٹر الحکم قادیان نے درج بالا عنوان کے تحت لکھا ہے:

رہا ٹیڑھا مثال نیش کژدم کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا

مندرجہ بالا عنوان پر ۲۲۔اپریل ۱۹۰۴ء کے اہل حدیث میں استہزاء کے رنگ میں ایک نوٹ لکھا ہے۔ اہل حدیث نے بہت سے دیسی اخباروں کے خلاف اپنے یوم اجراء سے یہ التزام کر رکھا ہے کہ اللہ تعالی کے صادق مرسل مسیح موعود اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی نسبت سخت کلامی اور غیظ سے زہر اگلتا ہے اور ایک سرآشفتہ کی طرح چودھویں صدی کے مجدد خدا تعالی کے مسیح و مہدی کی عزت پر بڑھ بڑھ کر حملہ کرنا ایک فرض سمجھتا ہے جس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتی کہ

مقتضائے عقرب نہ از پئے کین است مقتضائے طبیعتش این است

ہم کو نہایت افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ باوجود ادعائے تقوی و دیانت ایسی تحریریں شائع کرتے ہوئے ذرا بھی اللہ تعالی سے نہیں ڈرتے اور نہ قوم کے سامنے ایسی جرأت اور دلیری کرتے ہوئے شرماتے ہیں ہم حضرت مسیح موعود اور طاعون کے متعلق ایک مبسوط آرٹیکل لکھنا چاہتے ہیں اگر خدا نے ہمیں توفیق دی تو اس مضمون پر سیر حاصل بحث کریں گے اور اس جلیل القدر نشان کو پیش کریں گے اس وقت ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ کیا کبھی قادیان میں طاعون نہ ہونیکے متعلق حضرت اقدس مرزا نے کوئی پیش گوئی یا الہام شائع کیا ہے یا نہیں؟ حضرت حجۃ اللہ کی کوئی بات مخفی راز نہیں ہے بلکہ ایسے تمام الہامات اور پیش گوئیاں قبل از وقت ہم شائع کرتے رہے ہیں، اس لئے کسی قدر اختصار کے ساتھ ہم الحکم کی ایک سال کی فائل میں سے چند اقتباس دانش مند اور انصاف پسند پبلک کے سامنے رکھتے ہیں اور پھر اہلحدیث کے اڈیٹر سے پوچھتے

ہیں کہ اگر خدا کے سامنے حاضر ہونے کا کچھ بھی خوف ہے تو بتاؤ یہ کہاں کہا گیا ہے کہ قادیان میں کبھی طاعون نہیں آئے گا؟

دافع البلاء صفحہ ۵ حاشیہ: آوی عربی لفظ ہے جس کے معنی تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون جو سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے یعنی جھاڑو دینے والی جس سے جا بجا لوگ بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے، پس اس کلام الہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہوگی۔ اسی کی تشریح یہ دوسرا الہام کرتا ہے لو لا الاکرام لھلک المقام یعنی اگر مجھے اس سلسلہ کی عزت ملحوظ نہ ہوتی تو میں قادیان کو بھی ہلاک کر دیتا۔ اس الہام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں۔

۱۔ یہ کہ کچھ ہرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذونادر طور پر ہو جائے جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فرار وانتشار نہ ہو کیونکہ شاذ و نادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔

۲۔ بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش اور شریر اور ظالم اور بدچلن اور مفسد اس سلسلہ کے خطرناک دشمن جن دیہات اور شہروں میں رہتے ہیں ان کے شہروں یا دیہات میں ضرور بربادی بخش طاعون پھوٹ پڑے گی یہاں تک کہ لوگ بے حواس ہوکر ہر طرف بھاگیں گے ہم نے آوی کے لفظ جہاں تک وسیع ہے اس کے مطابق یہ معنی کر دیئے ہیں اور ہم دعوی سے لکھتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی جو گاؤں کو ویران کرنے والی اور کھا جانیوالی ہوتی ہے مگر اسکے مقابل دوسرے شہروں اور دیہات میں جو ظالم اور مفسد ہیں ضرور ہولناک صورتیں پیدا ہوں گی تمام دنیا میں ایک قادیان ہے جس کیلئے یہ وعدہ ہوا۔ فالحمد للّٰہ علی ذلک۔ الحکم ۱۹۰۲ء...

قرآن شریف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے کوئی جگہ باقی نہ رہیگی .. ان من قریۃ الانحن مھلکو ھا قبل یوم القیا مہ او معذ بو ھا.. الآیۃ اس سے لازم آتا ہے کہ کوئی قریہ مسّ طاعون سے باقی نہ رہیگا اس لئے قادیان کی نسبت یہ فرمایا انّہ آوی القریۃ یعنی اس کو انتشار اور افراتفری سے اپنی پناہ میں

لے لیا۔ سزائیں دوقسم کی ہوتی ہیں ایک بالکلیہ ہلاک کرنے والی جسکے مقابلہ میں فرمایا لولا الاکرام لھلک المقام ۔ یعنی یہ مقام اہلاک سے بچایا جاوے گا۔ دوسری قسم کی سزا بطور تعذیب ہوتی ہے غرض خدا تعالیٰ نے قادیان کو ہلاکت سے محفوظ رکھا ہے اور تعذیبی سزا ممنوع نہیں بلکہ ضروری ہے۔

یہ حضرت اقدس کے ملفوظات ہیں جو مندرجہ بالا تاریخ کو شائع ہوئے ۔ کیا اس سے صاف طور پر نہیں نکلتا کہ قادیان میں طاعون کا آنا ضروری ہے۔ اور اس طرح پر قادیان میں طاعون کا آنا مصدق پیش گوئی ہے نہ مبطل

پھر الحکم مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۲ء میں مندرجہ ذیل ڈائری حضرت اقدس کی درج ہے:

۵ مئی ۱۹۰۲ء کو تین بجے حضرت اقدس کو الہام ہوا انّی احافظ کلّ من فی الدار الّا الّذین علوا با لاستکبار یعنی میں دار کے اندر رہنے والوں کی حفاظت کرونگا سوائے جنہوں نے تکبر کے ساتھ علو کیا۔

فرمایا علو دوقسم کا ہوتا ہے ایک جائز اور ایک ناجائز۔ جائز کی مثال وہ علو ہے جو حضرت موسیٰؑ میں تھا اور ناجائز کی مثال وہ علو ہے جو فرعون میں تھا۔

اور فرمایا کہ صبح کی نماز کے بعد یہ الہام ہوا انّی اری الملا ئکة الشداد یعنی میں سخت فرشتوں کو دیکھتا ہوں جیسا کہ ملک الموت وغیرہ ہیں۔

فرمایا کہ خدا کے غضب شدید سے بغیر تقوی وطہارت کے کوئی بچ نہیں سکتا پس سب کو چاہیے تقوی وطہارت کو اختیار کریں۔ وغیرہ

لیکن انّہ آوی القریة میں یہ امر نہیں ، وہاں انتشار اور ہل چل شدید سے بچنے کا وعدہ معلوم ہوتا ہے..

اس گاؤں میں دراصل اس قسم کے سخت دل اور مخالف دین اسلام لوگ آباد ہیں کہ اگر اس سلسلہ کا اکرام نہ ہوتا تو یہ سارا گاؤں ہلاک ہو جاتا اور اب بھی اگرچہ ممکن ہے کہ بعض وارداتیں ہوں مگر تاہم اللہ ایک مابہ الامتیاز قائم رکھے گا۔..

(اڈیٹر الحکم نے ایک بڑی طول طویل بحث کی اور اڈیٹر اہل حدیث کو ایک سخت ڈانٹ بتائی ہے اور اس دعا پر ختم کیا ہے):

اے خدائے قدیر وحکیم تو اس امت کی آنکھیں کھول کہ تیرے ماموروم رسل کی شناخت

کریں اور اس طوفان عظیم سے نجات پائیں۔ آمین

اس کے بعد چہار در قادیان بنی کی سرخی لکھ کر اڈیٹر پیسہ اخبار اور نامہ نگار سیاح کی خوب خبر لی ہے۔ (الحکم قادیان ۲۴، اپریل ۱۹۰۴ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

قادیان میں طاعون

بیا با چشم روشن تا چہار در قادیاں بنی   خزاں بنی و بابنی غرض دارالزیاں بنی

مثل مشہور ہے دہقان کی پینتالیس عزتیں ہوتی ہیں اس لئے وہ ایک دو بلکہ تین چار بلکہ پانچ سات آٹھ ہو تو ذلیل ہونے سے اپنے آپ کو ذلیل نہیں جانتا جب تک کہ حسب تعداد عزتہا ذلیل ہو کر سلب کلی نہ ہولے۔ پھر یہ بھی شرط ضروری ہے کہ کسی حساب میں اس کو غلطی نہ ہو جائے یہی حال ہمارے مرزا صاحب کا ہے ایک دفعہ دو دفعہ نہیں دس بیس دفعہ نہیں مرات کرات دفعہ آپ کی خاطر خواہ عزت ہوتی ہے بلکہ بعض دفعہ تو یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ مرزا زبان حال سے کہا کرتے ہیں

جو ہر تو مجھ تھے ملکوتی صفات کے   مرزا بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی

کون سا مہینہ کون سا سال ہے جس میں ہمارے مرزا جی بحکم آیت کریمہ افلا یرون انّھم یفتنو ن فی کل عام مرۃ او مرتین دو تین دفعہ ابتلاء میں نہ آتے ہوں۔ سالہائے گذشتہ کی رپورٹ دہرانا فضول ہے، اسی سال کی سناتے ہیں۔ ۲۲۔ اپریل کے اہل حدیث میں قادیان میں طاعون ہونے کا واقعہ درج کیا گیا تھا اس پر بحکم الحق مر، مرزائی اخباروں میں ایک غیر معمولی طیش پیدا ہوا اور اہل حدیث جیسے راست باز حق شعار پرچہ کی نسبت بہت کچھ زہر اگل رہے ہیں چنانچہ الحکم سوال کرتا ہے کہ اہل حدیث کو اگر خدا کا خوف ہے تو بتلا دے کہ کہاں کہا گیا ہے کہ قادیان میں کبھی طاعون نہیں آئے گا (۲۴۔ اپریل)

گو ناظرین اس عبارت سے مرزائیوں کی بے بسی معلوم کر سکتے ہیں کہ قادیان میں طاعون ہونے کا کس لطیف پیرایہ میں اقرار ہے اس لطیف سے الطف پیرایہ ایک اور ہے جس کو سن کر ناظرین اس پاک جماعت کی چالاکی اور شرم وحیا سے انگشت بدنداں ہوں گے اخبار البدر قادیان کے دفتر سے ۲۵۔ اپریل کو خریداروں کو اطلاع دی گئی کہ اخبار یکم مئی (۱۹۰۴ء) تک بند رہے گا مطبوعہ کارڈ میں لکھتے ہیں: کہ طاعون حضرت مسیح موعود کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہی ہے

اللہ اللہ! کس دبی زبان سے اور کس انداز و انداز معشوقانہ ادا میں تسلیم کیا گیا ہے اب سنیئے! ہم آپ کو بتلاتے ہیں اور آپ کے سوال کا جواب دیتے ہیں:

دافع البلاء صفحہ ۵ کو پڑھو کیسا صاف لکھا ہے کہ قادیان کے چاروں طرف تمام پنجاب میں پھیل گئی ہے اور دوسری طرف باوجودیکہ قادیان کے دو دو میل کے فاصلے پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت ہوگا۔

اسی صفحہ پر لکھا ہے:

کہ قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا کہ تم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھی گئی کہ خدا کا رسول قادیان میں تھا۔

پھر صفحہ ۷ پر ایک الہام کا ترجمہ کیا گیا ہے کہ، خدا تعالی ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو (مرزا) اسی میں رہتا ہے۔

پھر صفحہ ۱۰ پر اپنے مخالفوں کو ڈانٹ بتلائی ہے کہ میاں شمس الدین ...وغیرہ فلاں فلاں شہروں کی نسبت پیش گوئی کریں کہ طاعون سے محفوظ رہیں گے اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر سمجھاوے گا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

یہ ہیں مرزا جی کی تعلیاں! ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان عبارات کا کیا مطلب ہے ۔ ہاں ہم اس سے انکاری نہیں کہ مرزا جی کو چونکہ اندر کا چور ڈرا رہا تھا کہ میری باتیں تو جیسی ہیں وہی ہیں اس لئے بطور پیش بندی یا بحکم لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً ۔ یہ بھی مرزا جی نے لکھا تھا کہ کچھ حرج نہیں کہ آسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذو نادر ہو جاتی جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فرار و انتشار نہ ہو کیونکہ شاذو نادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔ (دافع البلاء حاشیہ ص ۵)

ناظرین! الہامی صاحب کی اس عبارت کو بھی ہماری سفارش سے الہامی مان لیں لیکن مطلب اس کا خوب یاد رکھیں۔ بھولے ہوں تو ہم پھر بتلائے دیتے ہیں کہ قادیان میں شاذو نادر واردات ہوں گی جو ایسی قلیل ہونگی کی کالعدم تصور ہوں گی۔

اس کلام کے بعد قادیانی عادل گواہ کی گواہی سنئے جس کا نام اخبار البدر ہے آپ ۱۶۔ اپریل کے پرچے میں لکھتے ہیں:

یوگندر پال (آریہ) نے بڑے دعوی سے پیشگوئی کی تھی کہ ہم بذریعہ ہون کے قادیان کو طاعون سے پاک وصاف کریں گے، تو جلسہ کا ختم ہونا تھا کہ یوگندر پال تو کیا صاف کرتے خود طاعون نے صفائی شروع کر دی (اخبار مذکور۔ص ۷)

اب ناظرین! اس شاذو نادر کو اور اس صفائی کو ذرا صفائی سے دیکھئے تاکہ کسی قسم کی کدورت باقی نہ رہے۔ اللہ اللہ! کہاں یہ دعوی کہ قادیان سے دو دو کوس تک طاعون ہے جو بیمار اندر آتا ہے اچھا ہو جاتا ہے، اسی بنا پر اس کا نام دار الامان رکھا گیا تھا، پھر یہ ترمیم کہ شاذو نادر واردات ہوگی جو معدوم کے حکم میں ہونگی جس کا انجام یہ کہ بقول اڈیٹر البدر طاعون سے صفائی ہوگئی۔ ناظرین منتظر ہوں گے کہ یہ صفائی کس حد تک ہوئی تو ان کی آگاہی کے لئے ہم اتنا بتلاتے ہیں کہ مارچ اپریل کے دو مہینوں میں قادیان میں ۳۱۴ آدمی طاعون سے مرے حالانکہ کل آبادی قادیان کی تین ہزار ہے۔

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

ناحق لوگ لڑتے مرتے ہیں۔ قادیان طاعون سے صاف ہو جاوے تو کیا اور پاک رہے تو کیا۔ حضرت اقدس مرزا کے الہام اور تشریح میں دونوں باتیں درج ہیں (قادیان طاعون سے محفوظ بھی رہے گا اور طاعون آئے گا بھی، نہ ہی بالکل انکار ہے نہ اقرار، دونوں مترادف ہیں) ہاں خاندان رسالت میں طاعون کا دخل ہو جاوے تو محل اعتراض ہے وہ بھی چہار دیواری کے اندر اگر ان میں بھی طاعون گھس جائے تو مرزا صاحب کی پیش گوئی کا کیا قصور؟ حضرت اقدس نے بچنے کی تدابیر بتا دی تھیں اس کو کوئی نہ مانے تو ان کا قصور۔ اگر چہار دیواری مستحکم ہو جاوے اور پھر طاعون آجائے تو ہم ذمہ لیتے ہیں۔ بر رسولاں بلاغ شد وبس۔ ما علینا الا البلاغ۔ ناظرین ان اشتہاروں یا درخواست اور اس کی تردید کو ذرا غور سے پڑھ کر خود ہی منصف ہوں اس میں کس کا قصور ہے

درخواست چندہ برائے توسیع مکان

چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جاوے اور ہمارے گھر میں جس میں بعض حصوں میں مرد بھی رہتے ہیں اور بعض حصوں میں عورتیں، سخت تنگی واقع ہے اور آپ لوگ سن چکے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان لوگوں کے لئے جو اس گھر کی چار دیواری کے اندر ہوں گے حفاظت کا خاص وعدہ فرمایا ہے، اور اب وہ گھر جو غلام حیدر متوفی کا تھا جس میں ہمارا حصہ ہے، اس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہو گئے ہیں

کہ ہمارا حصہ دیں اور قیمت پر باقی حصہ بھی دے دیں، میری دانست میں یہ حویلی جو ہمارے مکان کا ایک جزء ہوسکتی ہے، دو ہزار تک تیار ہوسکتی ہے چونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوش خبری کی رو سے اس طوفان طاعون میں بطور کشتی کے ہوگا نہ معلوم کس کس کو اس بشارت کے وعدہ سے حصہ ملے گا، اس لئے یہ کام بہت جلدی کا ہے خدا پر بھروسہ کر کے جو خالق اور رازق ہے اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے کوشش کرنی چاہیے۔ میں نے یہی دیکھا ہے کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں کسی مرد کی گنجائش ہے نہ عورت کی، اس لئے توسیع کی ضرورت پڑی

(المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی۔ کشتی نوح۔ص ۷۶)

ہمارے خیال میں تو ساری بحث کے معنی اس اشتہار کے مضمون سے سمجھ آ سکتے ہیں آئندہ اپنی اپنی سمجھ ہے۔

اس میں حضرت اقدس کے اوپر کیا الزام ہے؟ کیوں جذبہ دل کا قصور اس نے نکالا، الٹا پھر اگر قادیان میں طاعون صفائی نہ کرے تو خدا کے مرسل کی نافرمانی اور گستاخی کا کیا نتیجہ ہو۔

حضرات! انصاف اور غیرت الٰہی کو اسی کی مقتضی تھے کہ قادیان مع خاندان رسالت صاف ہو جاتا چنے کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح موعود اور مرسل صادق کا اکرام کیا جو اتنی ہی ہل چل پر بس فرمایئے

جواب درخواست چندہ

برخوردار مرزا غلام احمد قادیانی طال عمرہ

بعد دعائے درازی عمر کے واضح ہو کہ میں تمہارے دعویٰ ہمیشہ سے سنتا ہوں اور دور دور تک تمہاری خبر پہنچی ہوئی ہے اور لوگ جوق در جوق آتے ہیں مگر افسوس ہے میں تمہارا بڑا بھائی اور بزرگ ہوں میری طرف تم نے کوئی خاص توجہ نہ کی جو تمہاری نالائقی کا ثبوت ہے آخر میں بھرے دل سے از خود تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں تمہارے ذاتی عیوب سے قطع نظر تمہاری پیش گوئیوں کو ایک گوز شتر سمجھتا ہوں تم نے تو مولوی ثناء اللہ امرتسری کو فی پیش گوئی سو روپیہ دینا کیا تھا جو ان کے آنے پر تم گھر سے نہ نکلے مگر میں تم کو فی پیش گوئی ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کرتا ہوں اگر تم میری پیش کردہ پانچ پیش گوئیاں بھی مجھے سچی کر دو تو فی پیش گوئی ہزار روپیہ تم کو دونگا۔ اور اگر ثابت نہ کر سکو تو صرف تم

کومسلمان ہونے کی دعوت دیتا ہوں پس ایک ہفتہ تک اس دعوت کا جواب بذریعہ اشتہار جلدی دینا کیونکہ خداوندتعالی نے قرآن مجید میں اپنے نبی ﷺ کو یہی حکم فرمایا ہے و آت ذا القربی حقّہ یعنی قریبیوں کے حقوق ادا کرو۔قریبیوں کا حق دوسروں سے زیادہ ہے بھلا یہ کیا انصاف ہے کہ کشتی نوح کے اخیر صفحہ پر تو ہم کو اپنا شریک اور قرابتی بناؤ اور ظاہر کرو کہ ہمارے شرکاء مکان دینے کو راضی ہیں دو ہزار روپیہ چندہ جمع کرلیا ہے حالانکہ ہمیں اس کی کوئی خبر بھی نہیں اور نہ ہی ہم دینا چاہتے ہیں ایسے جھوٹ کا بھی کوئی علاج ہے خیران باتوں کے ذکر کو تو ایک دفتر چاہیے جو میں الگ کسی وقت تفصیل سے بیان کرونگا سردست میں اس اشتہار کے جواب کا منتظر ہوں۔

رقیمہ۔مولائی مرزا امام الدین برادر کلاں مرزا غلام احمد از قادیان۔۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء ،مطبوعہ اہل حدیث پریس۔

بھلا صاحب! خدارا انصاف! ان تحریروں کو ملاحظہ فرما کر خدالگتی کہنا۔آخر کسی چیز کی حد بھی ہے اور ان خطوں کی بنیاد قادیان سے بھی ہے پھر کب تک غیرت الٰہی جوش میں نہ آوے کون کہہ سکتا ہے کہ قادیان کا تختہ الٹ دینے کے قابل نہیں۔اگر قادیان میں طاعون آ گیا تو کیا عجب اور کب خلاف الہام ہوا۔الہام میں کہاں لکھا ہے کہ قادیان بالکل طاعون سے پاک رہے گی۔

یہ انسان کا کام ہے اتنے دنوں پیشتر ایسی پیش بندی کر دے دیکھو صفحہ ۵ کے حاشیہ دافع البلاء میں کیا لکھا ہے۔اگر یہ معنی نہ ہوتا تو لوگ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ نذیر کا کام ڈرانا ہے جیسا موقعہ دیکھے لوگوں کو ڈراوے جس غرض سے ڈرایا گیا وہ پوری ہوگئی۔اس الہام کا جھوٹ معترض نے کیا ثابت کیا؟

اخبار الحکم لکھتا ہے: لیکن یہ ترقی بمقابلہ اس عظیم الشان ترقی کے جو گذشتہ سال کے اخیری حصہ میں اس فرقہ نے کی ہے بہت ہی کم ہے جیسا کہ ایک طرف طاعون کے خطرناک حملوں سے پنجاب کی تمام مردم شماری میں کمی آتی گئی فرقہ احمدیہ کی تعداد بڑے زور سے بڑھتی گئی کیونکہ لوگوں نے تجربہ سے دیکھ لیا ہے کہ طاعون سے بچاؤ کی صرف ایک صورت انہیں نظر آئی ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کو قبول کرلیا جائے اس لئے طاعون کی ترقی کے ساتھ جوق در جوق لوگ جماعت احمدیہ میں داخل

ہوتے گئے۔(الحکم ۷فروری ۱۹۰۳ء ص۳)

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں:اب ناظرین بہ نظرغور وانصاف دیکھیں اور حق کی کہیں، قادیان کیا ہزاروں قادیان جیسی بستیاں مع خاندان رسالت کے لقمہ طاعون ہو جائیں تو کیا الہام جھوٹا ہوسکتا ہے۔نہیں کبھی نہیں۔ وہ سب جھوٹے جو الہام کو جھوٹا کہیں۔ مرزائی کیا اندھے تھے جو بن دیکھے کنویں میں گر پڑتے۔کوئی بات تو ہے جو اس پیش گوئی کی سچائی پر ایمان لائے ہوں گو عام اس کو نہ دیکھ سکیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مئی ۱۹۰۴ء)

تمت

(چودھویں صدی کا مسیح ،جلد اول کا اختتام طاعون کے مضمون پر ہوتا ہے، اس لئے اسی موضوع پر چند خبریں بسلسلہ طاعون اسی دور کی ہم ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں۔ بہاء)

کرشن قادیانی سے ہم کیوں بیعت کریں؟

جناب اڈیٹر صاحب! السلام علیکم۔

کرشن جی مہاراج یہ طمع دیتے تھے کہ میری بیعت کرنے والوں کو آسمان پر طاعون کا ٹیکہ ہو جاتا ہے۔مگر جب ہم نے دیکھا تو یہ ثابت ہوا کہ جس مرزائی کو طاعون ہوا وہ نہ بچا۔ یہاں تک کہ کرشن جی کے دائیں ہاتھ پر بیٹھنے والا اخبار البدر کا اڈیٹر محمد افضل قادیاں میں مرا اور امرتسر میں بھی جس مرزائی کو طاعون ہوا نہ بچا۔مگر خدا کا شکر ہے کہ میری بیوی کو طاعون ہوا۔لیکن محض خدا کے فضل سے بچ گئی۔اب سوال یہ ہے کہ ہم کرشن جی کی بیعت کیوں کریں؟ امید ہے کہ مرزائی اس کا جواب دینگے۔(خاکسار محمد بخش امرتسر کٹرہ خزانہ)۔

(اہل حدیث امرتسر **جلد۳۔نمبر۲۶۔مورخہ ۹ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۰۶ء** ص:۸)

مرزا کے زمانہ حیات میں جو قادیانی طاعون سے مرتے تھے ان کی موت کی خبریں مرزا صاحب اور دیگر قادیانیوں کے لئے بوجوہ بہت پریشان کن ہوتی تھیں۔ اور قادیانی پریس ان کی اہمیت کو کم کرنے ،اور مرزا صاحب کے الہام کہ ان کے مرید (جسے انہوں نے بعد میں پختہ مرید سے حصر کرلیا تھا) اس سے محفوظ رہیں گے، کی تکذیب سے بچنے کے لئے ہر قسم کے پاپڑ بلا کرتے تھے جیسا کہ ایک مرتبہ اڈیٹر الحکم نے ، وکیل اور ہم، کے عنوان سے ایک مرتبہ لکھا:

معزز ہم عصر وکیل نے ۱۹ فروی کی اشاعت میں مولوی بدرالدین احمدی ساکن قادر آباد

کے طاعون سے مر جانے پر نوٹ لکھا ہے اور اس میں الحکم کو یوں مخاطب کیا ہے:

یہ امر واقعی حیرت انگیز ہے کہ مرزا صاحب کے اس دعوی پر کہ میری جماعت کا کوئی آدمی اس وبا سے نہیں مریگا ان کے مرید طاعون سے فوت ہوں کیا ان کی جماعت کا آرگن اخبار الحکم قادیان اس کا کوئی تسلی بخش جواب دے سکتا ہے؟ ہم ممنون ہوں گے اگر وہ اس عقدہ کو کما حقہ حل کر کے لوگوں کی حیرت کو دور کر دے گا اور ہمیں اس دقت سے نجات دلائے گا کہ لوگ بار بار اس قسم کے سوالات پیش کرتے ہیں اور ہم کو مجبوراً سکوت اختیار کرنا پڑتا ہے۔،

...ہم کو لائق اڈیٹر وکیل پر افسوس ہے کہ انہوں نے باوجودیکہ قرآن شریف میں لا تقف ما لیس لک به علم پڑھا ہوگا پھر بھی انہوں نے بلا سوچے سمجھے اور بغیر ذاتی تحقیق یہ لکھ دیا کہ: یہ امر واقعی حیرت انگیز ہے ...طاعون سے فوت ہوں۔، دانشمند اور خدا ترس اڈیٹر کا فرض ہونا چاہیے تھا کہ وہ پہلے اپنی جگہ دیکھ لیتے کہ کیا واقعی مرزا صاحب نے کوئی ایسا دعوی کیا بھی ہے کہ میری جماعت کا کوئی آدمی اس وبا سے فوت نہیں ہوگا اگر یہ دعوی ہی کبھی اور کہیں نہیں کیا گیا تو پھر اعتراض بجائے خود بودا اور کمزور ہو جاتا ہے بلکہ رہتا ہی نہیں۔...

قادر آباد کے تمام باشندے اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں کہ مولوی بدر الدین ایک اپنے ایک عزیز طاعون زدہ کے گھر دوسرے گاؤں میں جہاں طاعون پڑا ہوا تھا گئے خود انہوں نے اس طاعون زدہ کو غسل دیا۔ یہ ایک واقعہ ہے جس کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا

اور قرآن شریف میں صاف ارشاد ہے لا تلقوا بایدیکم الی التهلكة اور پھر آنحضرت ﷺ نے اور آپ کے پاک ارشاد کے موافق منع فرمایا ہے کہ جہاں طاعون زور سے پھیلا ہوا ہو وہاں مت جاؤ، انہوں نے اس حکم نبوی کی بھی خلاف ورزی کی پھر کیا ضروری نہ تھا کہ ان قواعد و احکام کو توڑنے کی وجہ سے اس بیماری میں اسباب عادیہ کے ماتحت مبتلا ہوتے۔.. (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۱۲)

محونا نار جهنم

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب پر:

یکم اپریل ۱۹۰۵ء رات کے وقت نزول وحی ہوا محونا نار جهنم۔ ہم نے

جہنم کی آگ کو محو کیا۔فرمایا (مرزا صاحب نے) اجتہادی طور پر ایسا خیال آتا ہے کہ شاید اللہ تعالی اب قریباً طاعون کو دنیا سے اٹھانے والا ہے واللہ اعلم۔ یا یہ کہ اس گاؤں (قادیان) سے اٹھانے والا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔اپریل ۱۹۰۵ء۔ص ۱۲)

مرزا کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت قادیان طاعون کی لپیٹ میں تھا جیسا کہ درج ذیل خبروں سے بھی معلوم ہوتا ہے:

❁ (مرزا صاحب کے برادر نسبتی) محمد اسحاق کو سخت بخار ہو گیا اور اس بخار کے ساتھ رانوں میں دو گلٹیاں نکل آئیں جس سے قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ طاعون ہے اور ایک نہایت خوفناک امر پیش آ گیا اور گھر میں ایک دہشت طاری ہوئی اور مولوی حکیم نور الدین معالج تھے مگر ہر دو بن ران میں دو گلٹیوں کے نکلنے سے وہ بھی دہشت زدہ ہو گئے تب حضرت مسیح موعود نے دعا کرنا شروع کیا اور نہایت اضطراب سے سے توجہ کی تب خدا کے فضل سے اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابھی دو یا تین گھنٹہ سے زیادہ نہیں گذرا ہو گا کہ بخار بالکل ٹوٹ گیا اور پھر گلٹیاں بھی گم ہو گئیں گویا مرض کا نام ونشان نہ تھا اور تمام آثار طاعون کے جاتے رہے اور اب میاں محمد اسحاق بخیر و عافیت باہر پھرتے ہیں

(اخبار بدر قادیان ۱۳ستمبر ۱۹۰۶ء ص ۳)

❁ اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں:

ہفتہ زیر اشاعت میں بھی بارش ہوئی اور بادو باراں کا خوفناک طوفان آیا ارد گرد سے ژالہ باری کی خبریں بھی آئیں۔ گاؤں میں طاعون کی وارداتیں ہوئی ہیں مگر خدا تعالی کا شکر ہے کہ مہلک اور خوفناک نہیں بحالیکہ نواح کے بعض دیہات میں خوفناک بازار موت گرم ہے۔ (الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۲)

❁ اڈیٹر بدر قادیان بتاتے ہیں:

قادیان میں اب پلیگ نسبتاً کم ہے لیکن دیہات میں بہت ہے اور مطبع بدر کے ملازم دیہات سے ہی آتے ہیں یہی سبب ہے کہ یہ اخبار پورا چھپ نہیں سکا کئی روز مطبع بند رہا

(بدر ۲۷۔اپریل ۱۹۱۱ء ص ۱)

❁ میر ناصر نواب بتاتے ہیں:

جلسہ اول جو ۱۸۹۲ء میں ہوا اس میں مجھے حق کھلا اور میں دوبارہ احمدی بنا اور جب میں نے پنشن لی اور قادیان میں آ کر رہا تو زیادہ فائدہ پہونچا... میرے بیٹے محمد اسحاق کو

حضرت صاحب کی دعا سے دو دفعہ طاعون سے رہائی ہوئی ..مولوی محمد علی صاحب سکرٹری صدر انجمن کو جب یقین ہو گیا کہ مجھے طاعون ہے اور میں رخصت ہونے والا ہوں اور وصیت لکھوانے لگے اس وقت ان کو حضرت صاحب نے یقین دلایا کہ تمہیں طاعون نہیں اور تم طاعون سے نہیں مروگے ورنہ میں جھوٹا ہوں ..(بدر ۲۹ جون ۱۹۱۱ء ص ۹)

اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

نہایت افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ کل ۲۷ فروری ۱۹۱۱ء کو قریب عشاء میاں محمد یسین مہاجر سہارن پوری نے پلیگ سے وفات پوئی ۔مرحوم ایک مخلص مہاجر تھا جو اپنے بہت سے دنیاوی مفاد اور رشتہ داروں کو محض خدا تعالی کی رضا کے لئے چھوڑ کر مع اپنے بھائی محمد یامین کے چلا آیا تھا۔مرحوم نے نہایت استقلال کے ساتھ اس جام موت کو پیا۔ ۲۸ فروری ۱۹۱۱ء کو حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد سے الوصیت سے قواعد کے ماتحت اسے اماناً دوسری جگہ صندوق میں دفن کیا گیا مرحوم کا استقلال اور اخلاص قابل رشک تھا اس کی ہجرت اللہ تعالی کے لئے تھی اور وہ آخر دم تک اس پر قائم رہا خدا تعالی اس پر اپنے برکات نازل کرے اور اس کے بھائی کو سکینت اور اطمینان دے۔

(الحکم ۲۱ ۔ ۲۸ فروری ۱۹۱۱ء ص ۵)

مرزا کہتے ہیں کہ انہوں نے دافع البلاء ص ۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے:

طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جا بجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں ۔ یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے (اور کم سے کم آبادی کا ایک عشر لیتی ہے ورنہ نصف تک یا تین حصے پانچ حصوں میں سے کھا جاتی ہے) (یہ عبارت دافع البلاء میں نہیں ہے، تاہم اس میں مرزا نے بتایا کہ جہاں آبادی کا ایک عشر طاعون کی نذر ہو جائے ، وہاں طاعون جارف ہوگا۔ اور قادیان کی کل آبادی ۳۰۰۰ میں سے تین سو کے طاعون سے مرنے کی خبریں موجود ہیں۔یعنی یہ عبارت مرزا صاحب نے اپنے دعوی کے خلاف شہادت پیش کر دی ہے ۔ بہاء) پس اس کلام الہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہوگی ....جن دیہات اور شہروں میں بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش اوشریر اور ظالم اور بد چلن اور مفسد اور اس سلسلہ کے خطرناک دشمن رہتے ہیں ان کے شہروں اور دیہات میں ضرور بربادی بخش

طاعون پھوٹ پڑے گی (اگر توبہ کریں) اور یہاں تک ہوگا کہ لوگ بے حواس ہو کر ہر طرف بھاگیں گے اور ہم دعوی سے لکھتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی جو گاؤں کو ویران کرنیوالی اور کھا جانے والی ہوتی ہے مگر اسکے مقابل پر دوسرے شہروں اور دیہات میں جو ظالم اور مفسد ہیں ضرور ہولناک صورتیں پیدا ہوں گی (اگر توبہ نہ کریں) دافع البلاء کی عبارت ختم ہوئی۔ (اور مرزا صاحب نے دو جگہ بین القوسین عبارت، اگر توبہ نہ کریں، اضافہ کر دی ہے۔ بہاء)

اس کے بعد مرزا لکھتے ہیں: یہ عبارت جو صفحہ مذکور میں درج ہے جس کو ہم نے لفظ بلفظ اس جگہ نقل کر دیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارا ہرگز یہ دعوی نہ تھا کہ قادیان طاعون سے بالکل محفوظ رہے گی۔ ہم عام لوگوں کے سامنے یہ عبارت جو دافع البلاء میں شائع ہو چکی ہے رکھ دی ہے، تا خود لوگ پڑھ لیں اور پھر انصافاً بتلاویں کہ ہمارے پر یہ الزام کہ گویا ہم نے اس رسالہ (دافع البلاء) میں یہ دعوی کیا ہے کہ قادیان کے نزدیک طاعون نہیں آئے گی اور ایک بھی کیس نہیں ہوگا، کیا یہ ایمان داری ہے یا بے ایمانی؟ ہم خود منتظر ہیں کہ اس وحی اللہ کے مطابق قادیان میں صاف اور صریح طور پر بعض کیس ہوں

(نزول المسیح۔ص ۹۔۱۰)

مرزا صاحب فرماتے ہیں:

میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ۔ اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا کیونکہ اس نے خدا تعالی کے س مقابل پر گستاخی کی اور یہ امر کچھ مولوی احمد حسن صاحب تک محدود نہیں بلکہ اب تو آسمان سے عام مقابلہ کا وقت آ گیا اور جس قدر لوگ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں جیسے شیخ محمد حسین بٹالوی جو مولوی کر کے مشہور ہیں اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی جس نے بہتوں کو خدا کی راہ سے روکا ہوا ہے اور عبدالجبار غزنوی اور عبدالواحد غزنوی جو مولوی عبداللہ صاحب کی جماعت میں سے ملہم کہلاتے ہیں اور منشی الہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ جنھوں نے میرے مخالف الہام کا دعوی کر کے مولوی عبداللہ صاحب کو سید بنا دیا ہے اور اس قدر صریح جھوٹ سے نفرت نہیں کی اور

ایسا ہی نذیر حسین دہلوی جو ظالم طبع اور تکفیر کا بانی ہے ان سب کو چاہیے کہ ایسے موقع پر اپنے الہاموں اور اپنے ایمان کی عزت رکھ لیں اور اپنے اپنے مقام کی نسبت اشتہار دے دیں کہ وہ طاعون سے بچایا جائے گا اس میں مخلوق کی سراسر بھلائی اور گورنمنٹ کی خیر خواہی ہے اور ان لوگوں کی عظمت ثابت ہوگی اور ولی سمجھے جائیں گے ورنہ وہ اپنے کاذب اور مفتری ہونے پر مہر لگا دیں گے (دافع البلاء۔ص ۱۸)

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ مرزا نے چند شہروں کے رہنے والوں یا ان کو متبرک جاننے والوں کو اس مضمون کا چیلنج کیا ہے کہ قادیان کو میں نے شفاعت کر کے طاعون سے بچا لیا ہے تم لوگ مجھے جھوٹا اور اپنے آپ کو سچا جانتے ہو، تو تم بھی ان مقامات کو شفاعت کر کے طاعون سے بچا لو اور قسمیہ اشتہار کے ذریعہ یہ بات مشتہر کرو کہ فلاں فلاں مقامات طاعون سے بچ جائیں گے۔ تم ایسا نہ کرو گے تو اپنے جھوٹے ہونے پر مہر لگا دو گے۔

میرے علم و خیال میں اس احمقانہ چیلنج کا اس کو کسی شخص نے جواب نہیں دیا اور نہ ہی آئندہ امید ہے کہ کوئی صاحب مذہب و عقل و شرم ایسے بے ہودہ اور بے شرمی کے بھرے ہوئے چیلنج کو قبول کرے گا۔ جن لوگوں کو اس نے اس چیلنج میں مخاطب کیا ہے وہ سب کے سب کسی نہ کسی مذہب کے پابند و معتقد ہیں اور وہ اپنے اپنے مذہب کی ہدایت سے خدا تعالی پر تحکم نہیں کرتے اور کوئی حکم لگانے کی جرئت نہیں کرتے۔ اور دنیا میں شرم و آبرو رکھتے ہیں، لہذا ایسی بات منہ سے نہیں کہہ سکتے جس کا وقوع ان کے اختیار میں نہ ہو۔ مرزا چونکہ کسی مذہب کا معتقد نہیں اور اس کا اسلام کا دعوی صرف احمق مسلمانوں سے مال مارنے کیلئے اور روٹیاں کھانے کیلئے ہے، اور شرم و حیا دنیا کا نہ ہونا تو اس کے مذہب جدید کا، جو اس نے نکالا ہے، ایک جزو یا لازمی امر ہے۔ لہذا ایسا دعوی اسی کے منہ سے بار بار نکلتا اور سجتا ہے۔ وہ اس چیلنج کے وقت یہ سمجھتا ہے کہ آخرت اور آخرت کے حساب اور جھوٹ وغیرہ گناہوں پر عذاب کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں۔ رہا نتیجہ دنیا، سو اگر میرا دعوی سچا نکلا اور قادیان میں بحسب اتفاق طاعون نہ آیا، جیسا کہ بہت سے مقامات میں اس وقت تک نہیں آیا، تو میرے وارے نیارے ہیں۔ اور اگر وہاں طاعون آ گیا اور میں خود شکار طاعون ہو گیا تو میرے مردہ کو کس نے کچھ کہنا ہے۔ کوئی ایسا کرے تو مجھے کیا، اور اگر میں بچ گیا اور میرے خاص کنبہ میں اور اخص خلفاء میں سے طاعون آ گیا تو پھر تاویل کا دروازہ میرے لئے کھلا ہے۔

اس کا خیال ہے کہ عبداللہ آتھم کے نہ مرنے کے وقت میں اپنے گروہ میں جھوٹا نہ ہوا،

اور میں نے اپنی جماعت کو پھسلنے نہ دیا، سنبھال لیا، تو طاعون کے آنے پر ایسے سادہ لوحوں کو سنبھال لینا کیا مشکل ہوگا میرے پیروان کا ہیولہ ایسا قابل ہے کہ اس پر جو صورت یا رنگ میں چڑھاؤں، بآسانی چڑھ سکتا ہے۔ اگر میرے کنبہ یا خاص کسی خلیفہ مثلاً خلیفہ اول مولوی حکیم نور دین یا خلیفہ دوم ملا محمد احسن امروہی یا خلیفہ سوم محمد علی خان کوٹلوی یا خلیفہ چہارم کریم بخش سیالکوٹی پر طاعون آیا تو میں پہلا عذر منجملہ عذرات اربعہ کردونگا اور کہوں گا کہ وہ میری چاردیواری میں نہ تھے، جس وقت ان کو طاعون نے پکڑا اس وقت وہ کہیں سیر گلشن کرنے کو یا پائخانہ پھرنے کیلئے باہر گئے ہوئے تھے کہ طاعون نے ان کو دبوچ لیا۔ اس تاویل کو اگر کسی نے غلط ثابت کیا اور شواہد سے ثبوت بہم پہنچا دیا کہ وہ لوگ عین چاردیواری کے اندر طعمہ طاعون ہوئے ہیں، تو پھر میں دوسرا عذر پیش کرونگا اور یہ کہہ دونگا کہ وہ لوگ بظاہر میرے مرید وخلیفہ تھے مگر درحقیقت وہ دل سے مرید نہ تھے اور در پردہ منافق تھے۔ اس تاویل کو بھی کسی نے رد کر دیا اور ان لوگوں کے اخلاص پر میرے ان الہامات و بشارات کو جو ان کے حق میں سنا چکا ہوں، پیش کیا یا بطور کرامت وخرق عادت کوئی مردہ ان میں سے بول اٹھا انا علی ملّة غلام احمد یعنی میں مرزا کے دین پر ہوں، تو پھر تیسرا عذر پیش کروں گا اور یہ کہہ دونگا کہ یہ لوگ تعداد میں میرے مخالفوں کی نست نادر اور کم ہیں و النادر کا لمعدوم ، اور اگر اس کو بھی کسی نے ردّ کیا اور سرکاری رپورٹوں کی رو سے میرے اموات طاعون زدہ کی جانب کثرت ثابت کر دی تو میں چوتھا عذر پیش کردوں گا اور یہ کہوں گا کہ ان لوگوں پر طاعون وارد ہونے کی وجہ مخفی ہے اور وہ خدا ہی کو معلوم ہے۔

اور چونکہ یہ باتیں کسی اہل عقل سے جو کسی قدیمی مذہب کا بھی قائل ہو، سرزد ہونی ناممکن ہیں لہذا نہ کسی نے اس چیلنج کو قبول کیا نہ آئندہ کسی کے قبول کرنے کی امید ہے۔

☆☆

اہل حدیث امرتسر اور قادیانی دریچہ

مسیح موعود ہیں یا آریہ؟

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے براہین لکھی تو اکثر حصے آریوں کے جواب اور ردّ میں تھے۔ سرمہ چشم آریہ لکھا تو اسی گروہ کے جواب میں تھا۔ تصدیق (براہین) لکھوائی تو اسی فرقہ کے ردّ میں۔ حکیم نورالدین، نے نورالدین لکھا تو اسی مذہب کے جواب میں۔ نیوگ ناول بنا تو اسی گروہ کو شرمندہ کرنے، اور ان کے حیا سوز مسئلہ نیوگ کے نتائج قبیحہ دکھانے کو نسیم دعوۃ وغیرہ کئی کتابیں لکھیں۔

مرزا صاحب نے اپنے لاہوری لیکچر میں کہتے کہتے بے ساختہ کسی جذبہ میں کہہ مارا کہ خدا چونکہ قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں۔

مطلب مرزا صاحب کا یہ ہے کہ موجودہ دنیا گو قدیم نہیں لیکن اس سے پہلی دنیا اور اس سے پہلی دنیا، علی ہذا القیاس دنیا کا سلسلہ قدیم ہے۔ جب سے خدا ہے تب سے مخلوق ہے۔ یا یوں کہیے کہ خدا کی قدامت اور دنیا کی نوی کی قدامت برابر چلی آئی ہے۔

اب اسی مسئلہ کی بابت سوامی دیانند بانی آریا سماج کی کتھا بھی سنیے

جیسے دن کے پہلے رات اور رات کے پہلے دن اور نیز دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن برابر چلا آتا ہے۔ اسی طرح پیدائش کے بعد فنا اور فنا کے بعد پیدائش کا دور چلا آتا ہے اس کا شروع یا انتہا نہیں۔ البتہ جیسے دن اور رات کا آغاز اور اختتام دیکھنے میں آتا ہے اسی طرح پیدائش اور فنا کا آغاز اور اختتام ہے (ستیارتھ۔ صفحہ ۲۹۵)

اگر ان دونوں عبارتوں کو ملا کر پڑھیں، لفظ بے شک مختلف ہوں گے مگر مضمون بالکل ایک ہے۔ بعد غور کرنے کے ہمارے مضمون کی تصدیق کا ایک کارڈ ہم کو لکھیں کہ ہم نے کوئی غلطی کی ہے یا مرزا صاحب خود ہی دل سے آریوں کی حمایت میں ہیں۔

آریا اس موقع پر مرزا صاحب کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھیں تو بجا ہے:

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

آریا اور مرزائیوں کے اس وحدت الوجود پر تو ہم ان کو مبارکباد دیتے ہیں لیکن مسئلہ کی غلطی اظہار کرنے کو مختصراً اتنا کہتے ہیں کہ نیوگ کی سچائی کے بعد بھی ایک مسئلہ ہے جو آریا سماج کو اہل علم کے ماننے کے لائق نہیں رہنے دیتا۔ایک مرزا صاحب نہیں بیسیوں مرزا بھی مل کر اس مسئلہ میں حامی اور مددگار بن جائیں ، جو کچھ امداد کریں گے اس سے زیادہ نہ ہوگی سگ چوتر شد پلید تر باشد

سنئیے کچھ شک نہیں کہ دنیا اجسام کا نام ہے (مادہ اگر آریوں کے خیال میں کوئی شئے ہے تو اس کا نام دنیا نہیں وہ ایک مفرد حالت میں ہے) اور اجسام کتنے ہی ہوں مگر سب مرکب ہیں اور مرکب کوئی بھی ہو حادث ہے، کیونکہ اس کی ترکیب ہی بتلا رہی ہے کہ میرے اجزاء ایک وقت میں ازہم جدا تھے ۔نتیجہ صاف ہے کہ کوئی جسم قدیم نہیں، دنیا قدیم نہیں، دنیا کا سلسلہ قدیم نہیں ۔

علاوہ اس کے جب دنیا کا ہر فرد حادث ہے تو مرزا صاحب کی یا آریہ سماج کی کون سی منطقی دلیل ہے کہ اس کے نوع کو قدیم کہا جائے۔کیا کسی نوع کا وجود خارجی بغیر کسی فرد کے ہوسکتا ہے ؟ پھر کیونکر ممکن ہے کہ سلسلہ کے تمام افراد تو حادث ہوں مگر سلسلہ اس کا قدیم ہو۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر اکتوبر ۱۹۰۴ء۔منقول از شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم نومبر ۱۹۰۴ء ص ۴۔۵)

کھسیانی بلی کھمبا نوچے

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ ایک مثل ہے کہ جب بلی تنگ آتی ہے تو ستون کو نوچنے لگتی ہے یہی حال آج کل ہماری قادیانی پارٹی کا ہے۔ جب سے اہلحدیث میں ان کا باقاعدہ تعاقب شروع ہوا ہے۔کئی پہلوؤں سے اُنہوں نے اِس مثل کو پورا کیا ہے مگر خدا کے فضل سے ایک بھی نہیں چلا۔اب ایک تازہ مکر نکالا ہے۔

۱۷-اپریل کے الحکم میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے ''اہلحدیث امرتسری سے استفسار۔'' ہم نے جب اِس مضمون کو دیکھا تو خیال ہوا کہ شائد کوئی معقول سوال ہوگا۔ مگر افسوس کہ زنگ آلودہ قادیانی مشین میں کسی معقول بات کا خیال ''چیلوں کے گھونسلوں سے ماس کی تلاش'' کے برابر ثابت ہوا معقول ہو یا نامعقول جواب تو دینا ضروری ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

اہلحدیث امرتسری سے استفسار: قبل ازیں ہم نے ثناء اللہ امرتسری کی اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۶ء کے سوال نمبر ۴۴ کے جوابات بغرض تحریر جواب بجواب بھیج دیا تھا۔ جن کو آج تک فاضل صاحب نے ہضم کر کے ڈکار تک نہ لیا۔ اب پھر ہم امرتسری ٹھیکہ دار سے مطالبہ اس مضمون کے جواب کا کرتے ہیں اور دو امور اور استفساراً پیش کرتے ہیں۔ دیکھیں کہ ایمانداری سے اس کا بھی کوئی جواب دیتے ہیں یا حسب عادت خود دم سادھ لیتے ہیں۔

سنئے۔ مرزا صاحب نے اعجاز احمدی کے صفحہ ۱۴ پر یہ تحریر فرمایا تھا کہ:

یہ میں نے سُنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر مَیں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور سے فیصلہ کے لئے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔'' انتہی بقدر الحاجۃ صفحہ ۱۴ سطر ۸۔

پھر آگے چل کر اسی صفحہ پر تحریر فرمایا ہے

''اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لئے تیار بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ پس ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں۔ بلکہ ہماری طرف سے اون کو اجازت ہے کیوں کہ اُن کا چیلنج ہی فیصلہ کے لئے کافی ہے۔''

یہ مولوی ثناء اللہ اگر چاہیں تو بذات خود آزمالیں۔ اُن کو مولوی غلام دستگیر سے کیا کام۔''

''کیوں کہ وہ خود کو اِس کے لئے مستعدی بھی ظاہر کرتے ہیں'' صفحہ ۱۵-۳۷۔ سطر ۲۰ میں یہ پیشگوئی بھی درج فرمادی ہے کہ ''میری اگر اِس چیلنج پر وہ (ثناء اللہ) مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مرجائے تو ضرور وہ (ثناء اللہ) پہلے مرینگے۔''

یہ عبارات صاف طور پر اپنا مدعا اور مطلب بیان کر رہی ہے۔ کہ حضرت اقدس نے لوگوں کی زبانی بھی سُنا ہے کہ ثناء اللہ ایسے مباہلہ کے لئے مستعد ہے اور خود ثناء اللہ کے دستخطی تحریر بھی ملاحظہ

فرمائی ہے کہ وہ ایسے مقابلہ کے واسطے تیار ہے۔ نیز یہ بھی ان سے صاف عیاں ہے کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے بڑی فراخ حوصلگی سے ایسے مقابلہ کو منظور فرمالیا ہے اور ثناء اللہ کو اجازت بھی دیدی ہے۔ کہ وہ ضرور ایسے میدان میں نکلے اور یہ بھی علی الاعلان فرمادیا ہے کہ اگر ثناء اللہ اِس چیلنج پر آمادہ ہوگیا تو ضرور پہلے مرجائے گا۔ اب اس کا جواب بصورت اقرار مندرجہ ذیل ہونا چاہئے تھا۔ کہ بیشک میں (ثناء اللہ) اِس مقابلہ کے واسطے تیار ہوں اور اشتہار حسب تصریح مندرجہ صفحہ ۱۵- اعجاز احمدی شائع کرتا ہوں۔''

غنیمت ہے کہ جو جواب اہلحدیث کی طرف سے اِس غلط گوئی کا ہونا تھا وہ راقم مضمون نے خود ہی لکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اور بصورت انکار یہ جواب ہوتا کہ میں نے آج تک کبھی ایسا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ نہ کسی کے سامنے یہ ذکر آیا۔ مرزا صاحب نے کس سے سنا ہے اُس کا نام بتلادیں ورنہ یہ غلط بیانی تصور ہوگی۔ (وہ مضمون وفات مسیح کے متعلق تھا۔ چونکہ میں بتحقیق جان چکا ہوں کہ مرزائیوں سے وفات مسیح کے متعلق مباحثہ کرنا بالکل بے سود ہے۔ بلکہ تضیع اوقات ہے اس لئے جواب نہیں دیا۔ کیوں کہ وفات مسیح سے مرزا کے صدق وکذب کو کوئی بھی تعلق نہیں۔ مرزا صاحب کا صدق یا کذب تو اون کی پیشگوئیوں اور الہاموں پر ہے۔ چنانچہ وہ خود بھی رسالہ شہادت القرآن کے صفحہ ۸۰ پر یہی لکھتے ہیں کہ میری پیشگوئیوں کو جانچو پھر نہیں معلوم مرزائی لوگ ایسے بے سود اور پُر فضول مسئلہ کو کیوں پیش کرتے ہیں۔ اور پیشگوئیوں کی تحقیق سے کیوں جی چراتے ہیں جیسے عیسائی تثلیث سے اور آریہ نیوگ سے۔ محمد حسین صاحب مرزائی کے مضمون مندرجہ بدر ۲۶- اپریل کا جواب بھی پس یہی ہے۔ ثناء اللہ)

(۲) میری کوئی تحریر دستخطی نہیں ہے جس میں میں نے ایسے مقابلہ کے واسطے مستعدی دکھلائی ہو۔ اگر میری ایسی تحریر ہے تو مرزا صاحب پیش کریں۔ ورنہ یہ بھی جھوٹ سمجھا جاویگا۔''

پس اس پر میرے بھی دستخط ہیں کہ یہ سب کچھ کارستانی تمہاری پیر مغاں کی ہے جس نے سب سے اوّل خدا پر افترا کیا اُس سے بعد اُس کے رسولوں پر اُن سے بعد مولوی اسماعیل مرحوم علی گڑھی اور مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری پر بہتان باندھا کہ وہ میرے ساتھ مباہلہ کر کے مرگئے۔ جس کا ثبوت دینے پر حضرت کو پانسو روپیہ کا انعام ملتا ہے اور مرزائیوں کو ۲ سو کا اشتہار ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ؎ چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اندا۔

اب یہ نیا شگوفہ خاص میری ذات کے متعلق ہے۔ پس اگر تم اپنے باپ کے سپوت اور پیر کے مخلص مرید ہو تو میری تحریر حرف بحرف کرشن جی سے شائع کراؤ۔ پھر ایک عام مجمع میں جو تمہاری

خاطر قادیاں کے قریب بٹالہ ہی میں کیا جائیگا۔ اُس تحریر کا معائنہ ہوگا۔ اُس سے بعد جواب دونگا۔ لیکن یاد رکھو ایسی تحریر تم کو میری دستخطی نہ ملے گی بلکہ یہ سب کرشمے اُسی دجال اکبر کے ہیں جس کی شان میں بالکل صحیح ہے۔

جفا جو، سنگدل، بے رحم، کاذب　　　لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

پس تمہارا پہلا فرض ہے کہ تم اپنے بوڑھے باپ کی اور اپنے پیر مغاں کی عزت بچالو۔ ورنہ دنیا جان جائیگی کہ قادیانی مشن میں بجز اِس کے کچھ نہیں کہ

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی اُن سے سیکھ جائے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد۳ نمبر۲۶۔ مورخہ۹ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۰۶ء ص:۱-۲)

مرزا قادیانی کے متعلق فیصلہ کی صورت

مکرم بندہ جناب مولانا مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب سلمہ ربہ

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ ایک عرصہ سے خاکسار آپ کے اخبار اہلحدیث کو پڑھتا ہے اور خصوصیت سے وہ مضامین جو کہ میرزا قادیانی کے بارہ میں لکھے جاتے ہیں اُن سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہے آپ نے جو کئی دفعہ مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم اور مولوی محمد اسماعیل علی گڈھی کا ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ انہوں نے ہرگز ہرگز مباہلہ ان الفاظ میں جو مرزا قادیانی اور اُن کے مرید لکھتے ہیں نہیں کیا۔ اور اُدھر سے مرزا قادیانی اور اُن کے مرید اِسی بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ضرور بضرور مباہلہ کیا ہے۔ اور میرزا جی نے کہا ہے جو کوئی میرے لئے بددعا کریگا۔ وہ خود ہی ہلاک ہوگا۔ سو اب چونکہ یہ ایسے امور ہیں کہ طالب صادق کے فیصلہ کی کوئی راہ نکل آتی (آپ بھی غضب کرتے ہیں۔ بدیہیات میں بھی جس شخص کو فیصلہ کرنے کی راہ نظر نہیں آتی اُس سے کیا توقع ہے۔ صاف بات ہے کہ ایک ہاتھ میں مرزا صاحب کی کتاب لو جہاں اُنہوں نے ہر دو مولوی صاحبان کی نسبت دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے یہ دعا کی تھی اور دوسری ہاتھ میں مولوی صاحبان کی کتابیں لے لو۔ اور عبارت کا مقابلہ کرلو۔ دونوں کی تصنیف عام زبان اردو میں ہے۔ کوئی مشکل کام نہیں۔ پھر جو شخص ایسی آسان راہ کو بھی اختیار نہ کرے اُس کی بابت کیا کہا جائے۔ کہ اُسے بھی حق طلبی ہے۔ اڈیٹر) ۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ میرزا جی سے اُس طریق پر جو اُنہوں نے اعجاز احمدی میں تحریر فرمایا ہے جو ذیل میں درج کرتا ہوں۔ مباہلہ کریں۔ تو صادق طالب کے لئے راہ کھل جاوے۔

کیوں کہ جب آپ کے نزدیک مسلم امر ہے آپ کا اِس پر پورا پورا یقین ہے کہ مرزا قادیانی دراصل کاذب ہے اور دجال ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دراصل آسمان پر ہیں اور وہی کسی زمانے میں آسمان سے نازل ہوکر وغیرہ وغیرہ امور انجام دینگے تو کیوں آپ اِس سیدھی راہ پر آکر مرزا جی سے مباہلہ نہیں کرتے۔ کیا جناب کا خدا تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ وہ صادق کو کاذب کے سامنے ہلاک کردے گا۔ ہم نہیں خیال کرتے کہ خدا تعالیٰ ایسا ظلم کرے کہ صادق کو ہلاک کرے اور کاذب کو زندہ رکھے امید ہے کہ جناب ضرور ایسا مباہلہ کرکے عامہ مسلمین کو گمراہ ہونے سے بچائیں گے کیوں کہ جو سینکڑوں مسلمان مرزا قادیانی کے جال میں آئے دین پھنستے چلے جاتے ہیں۔ وہ گمراہ ہونے سے بچ جائیں گے اور مجھ جیسے جو کہ تذبذب حالت میں ہیں اور جھوٹ اور سچ میں تمیز نہیں کرسکتے (آپ جیسے تعلیمیافتہ اگر اردو مضمون کو بھی نہ سمجھ سکیں تو افسوس کا مقام ہے۔اڈیٹر) بے ایمان ہونے سے بچ جائیں گے کیوں کہ جب آپ کی تحریر دیکھی جاتی ہے وہ وزن دار معلوم ہوتی ہے۔ اور جب مرزا صاحب کی تو وہ سچی معلوم ہوتی ہے لہذا امید ہے۔ آپ ضرور بضرور مباہلہ کرکے جھوٹے کو اس کے گھر تک پہونچائیں گے اور ہزار ہا مسلمانوں کا جو کہ آئے دن گمراہ ہوتے جاتے ہیں اور مرزائی عقیدہ اختیار کرے جاتے ہیں۔ گناہ آپ کے گردن پر ہوگا (مَیں تو جھوٹے کو قادیان تک پہونچا آیا۔اب بھی مجھ پر گناہ رہے گا۔ چہ خوش۔اڈیٹر)۔ اور امید ہے کہ جناب میری اس خط کا جواب مثبت میں دے کر مجھے اور عامہ مسلمین کو ممنون احسان بناوینگے۔ اعجازی احمدی کی عبارت ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ وہو ہذا:

''اگر ایک کذّاب دنیا سے کوچ کرجائے اور باقی لوگوں کو ہدایت ہوجائے تو ایسے مقابلہ والا اس کا اجر پائے گا۔ لیکن ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کرسکتے۔ کیوں کہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے۔ ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفوں کو منع نہیں کہ وہ ایسے چیلنج سے ہمیں جواب دینے کے لئے مجبور کریں۔ خواہ مولوی ثناء اللہ ہوں یا اور کوئی ایسا مولوی ہو جو مشاہیر میں سے ہو اور اپنی جماعت میں عزت رکھتا ہو جس کے بارہ میں کم سے کم پچاس معزز آدمی اس کے اشتہار پر تصدیقی شہادت ثبت کردیں۔ اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لئے تیار بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں (بالکل جھوٹ محض افترا ہے سچے ہو تو ثابت کرو۔اڈیٹر)۔ پس ہمیں اِس سے کوئی انکار نہیں۔ کہ وہ ایسا چیلنج دیں۔ بلکہ ہماری طرف سے اُن کو اجازت ہے کیوں کہ ان کا چیلنج ہی فیصلہ کے لئے کافی ہے۔ مگر شرط یہ ہوگی کہ

کوئی موت قتل کے رو سے واقع نہو بلکہ محض بیماری کے ذریعہ سے ہو مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا اور کسی بیماری سے تا ایسی کارروائی حکام کے لئے تشویش کا موجب نہ ٹھیرے اور ہم یہ بھی دعا کرتے رہیں گے کہ ایسی موتوں سے فریقین محفوظ رہیں صرف وہ موت کاذب کو آوے جو بیماری کی موت ہوتی ہے۔ اور یہی مسلک فریق ثانی کو اختیار کرنا ہوگا۔"

الراقم خاکسار علی احمد حنفی کلرک سٹیشن سپلائی آفس میا نمیر چھاؤنی

جواب: سنو! جو طریقہ ہم کو پیغمبر خدا ﷺ نے نہ سکھایا ہو۔ ہم اُس کو ایجاد نہیں کر سکتے ہم کو تحقیق مذہب کے لئے اِس قسم کے مباہلوں کی تعلیم نہیں دی کہ ہم اِس قسم کی دعا کریں کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے۔ ہاں ہم کو سکھایا ہے کہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ علاوہ اس کے ایسے مباہلوں سے آپ جیسے تیسرے شخص کو کیوں کر فائدہ ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے تیسرا ان دونوں سے پہلے مرجائے اور تذبذب ہی میں چلا جائے۔ آپ کو کیوں کر یقین ہوسکتا ہے کہ آپ یا آپ جیسے اور تماشہ بین دونوں میں سے جھوٹے کے مرنے تک زندہ رہیں گے پھر اُس سے بعد کچھ وقت راستباز کی صحبت سے مستفیض ہونگے۔ بتلائیے جس راہ میں اتنی خس وخاشاک ہوں کہ نہ مجھے اپنی موت کا علم نہ آپ کو پھر میں اگر ایسے مباہلہ پر جرأت کروں تو حقیقت میں مجھ جیسا احمق کون ہوگا۔ اور اگر آپ بھی باوجودیکہ موت کا آپ کو علم نہیں کہ شاید دونوں سے پہلے چل بسیں اپنی تحقیق کو مباہلہ کے انجام پر ملتوی رکھیں تو آپ جیسا بھی کون عقل کا دشمن ہوگا۔

سنئے! یہ کرشن قادیانی کے احمقوں کو پھاندنے کے لئے آئے دن نئے ہتھکنڈے ہیں۔ اور اپنی پیشگوئیوں کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے لکھتا تھا کہ میری پیشگوئی کا انتظار کرو۔ اور انہی سے مجھ کو پہچانو۔ چنانچہ رسالہ شہادت القرآن کے ... پر اِسی پہلو پر بڑا زور دیا ہے پھر جب پیشگوئیاں بھی محض ......تو سہ سالہ میعاد کا ایک اشتہار دیا کہ اِس مدت میں میرا اور میرے مخالفوں کا فیصلہ ہوگا۔ آخر جب وہ بھی یوں ہی چڑ گیا۔ تو یہ پخ نکالی کہ آؤ ایسا مباہلہ کریں کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے۔ اب ایسا کون دانا ہے جو ان تمام واقعات سے چشم پوشی کرکے اِس نئے فضول جھگڑے میں دخل دے۔ مختصر یہ کہ ایسا مباہلہ کرنے کی اجازت ہم کو شرع شریف سے نہیں ملتی۔ اور نہ کرنے کی ضرورت ہے کیوں کہ ان حضرت کی ذات شریف کو پہچاننے کے لئے ان کی پیشگوئیاں ہی کافی ہیں۔ جن پر ان کا صدق وکذب موقوف ہے بس وہی دیکھئے اور اِس کے لئے رسالہ الہامات مرزا غور سے پڑھئے۔ (اہل حدیث امرتسر جلد ۳۔ نمبر ۲۹۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۹۰۶ء ص: ۳-۵)

مرزا قادیانی اور احمد مسیح دہلوی

۲ مئی ۱۹۰۶ء کی ڈاک میں ۱۰ بجے کے قریب دہلی سے آیا ہوا مجھے ایک پیکٹ ملا جو احمد مسیح واعظ نے شائع کیا ہے اور جس میں میرے ساتھ مباہلہ کی درخواست کی ہے اگر چہ اک عرصہ گذر چکا ہے کہ میں اللہ کے الہام اور ایماء کے موافق اس ذریعہ سے تمام پادریوں اور دوسرے مخالفین اسلام پر حجت پوری کر چکا ہوں اور کوئی شخص مباہلہ کے لئے نہیں آیا پادریوں نے تو ہمیشہ یہ عذر کر کے ہی اس پیالہ کو ٹالا کہ ہمارے مذہب میں درست نہیں مگر اب معلوم نہیں کہ احمد مسیح نے اس کے جواز کا فتوی کہاں سے حاصل کیا۔ ..میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک گمنام آدمی سے مباہلہ کا کیا فائدہ ہوگا ..اور علاوہ بریں وہ تو پہلے ہی سے اندھا ہے ...اور کوئی وجہ نہیں بتاتا کہ وہ میر قاسم علی سے کیوں مباہلہ نہیں کرتا جب کہ مباحثہ اسی سے کیا ہے ...اگر میرے ساتھ ہی مباہلہ ضروری ہے تو میں اس کی درخواست کو اس سورت میں منظور کر سکتا ہوں جب لاہور کلکتہ مدراس اور بمبئی کے بشپ صاحبان ..ایسی درخواست کریں کیونکہ اس صورت میں مباہلہ کا اثر تمام قوم پر ہوگا ..پس اگر احمد مسیح میرے ہی ساتھ مباہلہ کا شائق ہے ..تو اس کا فرض ہے کہ وہ مذکورہ بالا بشپ صاحبان کی دستخطی درخواست میرے پاس بھجوادے ..مرزا غلام احمد ۵ مئی ۱۹۰۶ء (بدر ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء ص ۱۔۲ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۵۴۔۵۵۵۔

آج میں اعلان کرتا ہوں کہ میں مباہلہ کے واسطے خود احمد مسیح نابینا کے بالمقابل ہی طیار ہوں بشپ صاحبان اگر پسند نہیں کرتے تو وہ بالمقابل اپنا نام پیش نہ کریں بلکہ اپنی تحریری سند دے کر بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے اخبار پائونیر یا سول میں صرف یہ شائع کر دیں کہ احمد مسیح کا مغلوب ہونا ہر چہار بشپ صاحبان کا مغلوب ہونا سمجھا جاوے گا۔ ...مکرراً یہ کہ اگر ہر چہار بشپ منظور نہ کریں تو صرف لاہور کے بشپ صاحب کی ہی تحریر کافی سمجھی جائے گی۔ مرزا غلام احمد ۱۱ مئی ۱۹۰۶ء (بدر ۱۷ مئی ۱۹۰۶ء ص ۳۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۵۶۔۵۵۷)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: دہلی میں ایک حافظ احمد مسیح عرصہ سے عیسائی ہیں اُن کی طبیعت میں مذہبی مناظروں کا ذرہ شوق ہے۔ ہوتے ہوتے دہلی میں کہیں مرزائیوں سے بھی اُن کی گفتگو ہوگئی۔ گفتگو کا انجام یہاں تک پہنچا کہ حافظ جی نے مرزا صاحب کو ''مباہلہ'' کیلئے بلایا۔

کہاں تو مرزا صاحب ہمیشہ اپنے مخالفوں کو مباہلہ کے لئے بلایا کرتے تھے (گو ان کی تیاری پر چُھپ بھی جاتے ہیں) کہاں یہ حالت ہوگئی کہ حافظ احمد مسیح خود ان کو مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں جس کی جواب میں مرزا جی نے اشتہار دیا کہ میں حافظ احمد مسیح سے تب مباہلہ کرونگا کہ اُس کے ساتھ فلاں فلاں پادری اور بشپ ہوں۔ تاکہ مباہلہ کا اثر سب قوم پر پڑے اِس کے جواب میں حافظ احمد مسیح نے پھر ایک اشتہار دیا جس میں کئی ایک طرح سے جواب دیئے کہ تمہارا یہ لکھنا کہ فلاں فلاں پادری اور بشپ میرے ساتھ ہوں۔ گویا مباہلہ کو ٹلانا ہے یہ ہے وہ ہے۔''

اِس میں شک نہیں کہ احمد مسیح کا دعویٰ سچا ہے مگر نہ اور کسی دلیل سے بلکہ اُس ایک ہی دلیل سے جو اہلحدیث بتلا دیگا جس کا بتلانا خاص اہلحدیث کا حق ہے۔ یہی تو باعث ہے کہ اہلحدیث کے سامنے مرزا جی اور مرزا جی کے اڈیکانگ دم بخود ہیں اور سرکلر ہورہے ہیں کہ اہلحدیث کا جواب مت دو۔ کیوں؟ اس لئے کہ پوری پتہ کی کہتا ہے۔

سنو! مرزا جی نے ایک دفعہ پہلے مباہلہ کیا ہے۔ کس سے؟ صوفی عبدالحق غزنوی حال ساکن امرتسر سے۔ اُس کے ساتھ کون بڑے بڑے علماء تھے؟ کوئی نہیں بلکہ وہ اکیلا تھا کسی اور کی شہادت تو تم کاہے کو سنو گے۔ خود تمہاری ہی شہادت پیش کرتا ہوں۔ پس سنو! رسالہ ریویو قادیانی بابت جون ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۱۲۰ پر لکھا ہے کہ:

''آتھم کے مباحثہ کے بعد (یہ بھی غلط، بعد نہیں بلکہ درمیان میں) عبدالحق غزنوی نے آپ (مرزا جی) سے بمقام امرت سر مباہلہ کیا۔ مگر یہ مباہلہ صرف عبدالحق کی طرف سے تھا۔''

پس جس طرح تم نے پہلے صرف عبدالحق سے مباہلہ کیا۔ اسی طرح اب صرف احمد مسیح سے کرو۔ پہلی نظیر کافی ہے پس اب حافظ احمد مسیح سے مباہلہ نکرنے کی وجہ بجز اس کے کیا ہے کہ کرشن جی نے سمجھا کہ پہلے مباہلہ میں چونکہ عبدالحق اکیلا مقابل تھا۔ اس لئے اُس کی صحت سلامتی سے کوئی داؤ نہ چلا کہ کسی در پر مباہلہ کی آفت گراتے۔ لہذا بہتر سمجھا کہ آئندہ کو ایک جماعت کثیر سے مباہلہ ہو۔ ممکن ہے اُن میں سے کوئی خود مرے کسی کا کوئی متعلق مرے یا بیمار ہو۔ نزلہ ہو یا زکام ہو۔ طاعون ہو یا ہیضہ ہو۔ تپ ہو یا کھانسی ہو۔ مقدمہ ہو یا شہادت ہو۔ غرض کچھ نہ کچھ تو بہوں میں ضرور ہو کر رہیگا۔ بس پھر تو یاروں کی چاندی کھری ہے حمقا تو پہلے ہی سے تیار ہیں کہ سنتے ہی کہیں آمنّا وصدقنا فاکتبنا مع الشّاهدين... سچ ہے ؎ چو احمق در جہاں باشد کسے بے زر نمی ماند

مختصر یہ کہ حافظ احمد مسیح کا دعویٰ صحیح اور قادیانی کا اشتہار محض فرار۔ پس حافظ صاحب کو

چاہیئے کہ صوفی عبدالحق کے مباہلہ کی نظیر پیش کر کے مرزا جی سے مباہلہ کا تقاضا کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۳۔ نمبر ۳۷۔ مورخہ ۲۷ جمادی الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۰۶ء ص:۱-۲)

کیا ایڈیٹر الحکم مرزائی ہے

جن دنوں مرزا صاحب قادیانی کے مقدمات گورداسپور میں تھے اور خاکسار بطور شہادت جاتا تھا اُنہی دنوں مولوی سید سرور شاہ مرزائی مدرس سکول قادیاں سے اثناء گفتگو میں ذکر آیا کہ اڈیٹر الحکم کو لوگ مرزائی نہیں جانتے تو مولوی سرور شاہ صاحب نے کہا بیشک ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ یہ شخص مرزا جی کا پکا مرید اور معتقد نہیں۔ میں نے کہا اس پر کیا دلیل ہے وہ تو بڑا جان فشاں ہے۔ مرزا جی کے حق میں اس کا یہ اصول ہے ؎

اگر شہ روز را گوید شب است ایں　　بباید گفت اینک ماہ و پرویں

تو مولوی سرور شاہ نے کہا ایک واقع اس کے ثبوت میں کافی ہے۔ میرے دریافت کرنے پر اُنہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایڈیٹر الحکم یعقوب علی کو بلایا کہ مجھے مل جاؤ۔ وہ حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں اجازت لینے کو حاضر ہوا۔ حضرت صاحب نے فرمایا دیکھو اگر وہ میرے نام کا کوئی خط دیں تو مت لانا۔ بہت تاکید سے کہا۔ پھر اسی پر بس نہ کی بلکہ اخیر وقت پھر بلایا اور تاکیدی حکم دیا کہ خبردار میرے نام کا کوئی خط مت لانا۔ مگر ایڈیٹر مذکور جو گیا تو بٹالہ سے ایک خط مولوی محمد حسین صاحب کا لے آیا۔ جس کے لفافہ پر لکھا تھا کہ چھ مہینے تک یہ خط مت کھولنا۔ امانت رکھنا چھ مہینے کے بعد کھولنا۔ یہ خط دیکھ کر مرزا صاحب بڑے خفا ہوئے کہ میں نے تم سے اتنی تاکید کی تھی کہ ہرگز کوئی خط میرے نام کا نہ لائیو مگر تم پھر بھی لے آئے۔ یہ بیان کر کے مولوی سرور شاہ نے کہا کہ اس واقعہ سے ہم جانتے ہیں کہ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم مرزا صاحب کا معتقد نہیں بلکہ معتقد ہوتا تو ایسے موکد حکم کے خلاف نہ کرتا۔

خیر یہ تو ایک واقعہ زبانی ہے۔ اُسی کے وزن کا بلکہ اس سے بھی قوی تر ہم ایک تحریری واقعہ پیش کر کے ایڈیٹر موصوف سے دریافت کرتے ہیں کہ تم حلفی بتلاؤ کہ تم دل سے مرزا قادیانی کو مسیح اور کرشن اور خدا کا بیٹا جانتے ہو وہ واقعہ یہ ہے کہ اپریل ۱۹۰۵ء کے الحکم میں تم نے لکھا تھا کہ مرزا صاحب نے حکم دیا ہے کہ اہلحدیث وغیرہ مخالفوں کے جوابات مت دو۔ خدا خود ان کا فیصلہ کرے گا۔ تمہارا جواب خدا کے جواب کے برابر نہ ہوگا۔ اس لئے میں (اڈیٹر الحکم) مامور من اللہ کے حکم کی تعمیل

کرنے کے کو کبھی جواب نہ لکھوں گا۔ لیکن باوجود اس موکد وعدہ کے یہ کیا ماجرا ہے کہ تم نے کئی ایک دفعہ اہلحدیث اور دیگر مخالفین کے برخلاف آرٹیکل لکھے۔ پچھلے تو جانے دو تازہ مثال سنو:

۷ار ستمبر کے الحکم میں تم نے لکھا ہے۔ پس غور سے سنئے:

تِلکَ اذاً قسمةٌ ضیزیٰ: اختلاف رائے اگر نیک نیتی اور حق جوئی کی غرض سے ہو اور محض اللہ تعالیٰ کے رضا مقصود ہو تو وہ اختلاف مبارک اور نتیجہ خیز ہوتا ہے لیکن جب اختلاف کی بنیاد عداوت اور بغض ہو تو وہ اختلاف قوم اور ملک کے لئے کبھی مفید اور مبارک نہیں ہوسکتا۔

حضرت مسیح موعود کے ساتھ جو مخالفت علماء اسلام (اگر انہیں علماء کہا جائے) کر رہے ہیں وہ ایک لمبی دوڑ اور تجربہ کے بعد ثابت ہوگئی ہے۔ کہ شق ثانی کے ماتحت ہے۔ میں اس کا نہایت ہی مختصر نمونہ مولوی ثناء اللہ کی تحریر میں دکھانا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنے ۷ر ستمبر کے اخبار میں غلام قادر قادری امرتسری کے حضرت مسیح موعود کے خلاف دو الہام شائع کئے ہیں پہلے الہام میں ظاہر کیا ہے کہ کسی علاقہ میں ان کے مریدوں کا کم از کم ایک حصہ پھر جائیگا۔ اور دوسرا الہام یہ شائع کیا کہ تین ماہ کے اندر مرزا صاحب ایک خوفناک بیماری ادھرنگ میں مبتلا ہوں گے اور آنکھوں کا نور کم ہوجائیگا۔

ان الہامات کو شائع کرکے مولوی فاضل صاحب نوٹ دیتے ہیں: ''سردست ان الہاموں کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے بجز اس کے کہ ان یک کاذباً فعلیه کذبه'' فی الحقیقت یہ رائے قابل قدر ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود کے الہامات پر بھی اسی طرز سے کبھی ریمارک کیا؟ ہرگز نہیں۔ تلک اذاً قسمةٌ ضیزیٰ۔ اسی اخبار میں اس سے پہلے ڈاکٹر عبدالحکیم خان والی پیشگوئی پر ریمارک کیا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس کو تمام وکمال درج کیا جاتا اور اس کے آخر میں بھی یہی نوٹ ہوتا۔ مگر نہیں اس پیشگوئی کا نہایت ہی مختصر خلاصہ جس میں اصل پیشگوئی کو بالکل نہیں چھوڑا درج کرکے نکتہ چینی شروع کردی ہے اور سہ سالہ پیشگوئی کا حوالہ دے کر جو چاہا لکھا۔ کاش! اس عقل کے اندھے کو اتنا ہی معلوم ہوتا کہ یہ پیشگوئی اس لئے نہیں کی گئی کہ اس سے پہلے آپ کی صداقت ظاہر نہیں ہوچکی کیا آنحضرت ﷺ نے ساری عمر میں ایک ہی نشان دکھایا تھا۔ اگر ایک سے زیادہ اور فی الحقیقت کثیر التعداد دکھائے تھے تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ

پہلے نشان نشان نہ تھے؟ فاضل صاحب! نشانات کا ظہور واقعات پیش آمدہ کی بنا پر ہوا کرتا ہے اور ہر نشان مامور کی صداقت کو واضح کیا کرتا ہے۔ اسی طرح پر یہ نشان ہے۔ ڈاکٹر نے خود لکھ دیا ہے کہ کاذب صادق کے سامنے ہلاک ہوگا۔ اب زمانہ دیکھے گا جو ظاہر ہوگا اگر تقویٰ اور خدا ترسی تیرے مزاج اور فطرت میں ہوتی تو تو انتظار کرتا اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھتا۔ مگر جب حالت یہ ہو صمّ بکم عمی فھم لا یرجعون۔ تو ایسی امید ہو تو کیوں کر! انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون.

اڈیٹر صاحب اپنے ہی کہے پر عمل نکرنا۔ کہو جی کون دھرم ہے۔ خیر اس بحث کو تو ہم یہیں چھوڑتے ہیں تم جانو اگر مرزائی ہو تو بھی نقصان میں اور نہیں ہو تو بھی نفاق سے خالی نہیں۔ تم جانو اور تمہارے پیر بھائی مولوی سرور شاہ جانے۔ اب سنو! اپنے سوال کا جواب:

صوفی غلام قادر امرتسری کے الہامات کی بابت جو میں ان یّک کاذبا لکھا تھا تو قبل از ظہور کذب کے لکھا تھا جس کا وہ محمل تھا۔ جب اُس کا کذب ظاہر ہو جائے گا۔ تو یہ الفاظ اُس کے حق میں نہونگے بلکہ وہی ہونگے جو جھوٹوں کے لئے ہوتے ہیں یعنی لعنت اللّٰہ علی الکاذبین.

اب سنو اُس کے مقابلہ پر اپنے پیر مغاں کی کیفیت کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی سے اُن کا نکاح آسمان پر ہوا جس کی میعاد بھی گزر گئی مگر تا حال ؎

جدا ہوں یار سے ہم اور نہوں رقیب جدا　　　ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

جب لوگوں کے اعتراض ہوئے کہ آپ کی آسمانی منکوحہ تو دوسرے سے بیاہی گئی بلکہ صاحب اولاد بھی ہوگئی۔ تو پیر مغاں جی نے رسالہ انجام آتھم میں الہام ظاہر کیا سنعیدھا سیرتھا الاولی۔ جس کی تفسیر کی کہ خدا اُس کو پہلی حالت پر یعنی کنواری بنا کر لائیگا مگر آج تک بھی نہ آئی۔

پھر آتھم کے متعلق پیشگوئی کی کہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں مر جائیگا۔ مگر وہ زندہ رہا ہے۔ اسی طرح پنڈت لیکھرام کے متعلق خرق عادت عذاب کی پیش گوئی کی مگر وہ مرنے تک خرق عادت عذاب سے خالی رہا۔ پھر مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ابوالحسن تبتّی اور ملا محمد بخش لاہوری کی نسبت پیشگوئی کہ تیرہ ماہ کے عرصہ میں مبتلائے عذاب ہونگے مگر وہ بھی صحیح سالم رہے۔ بلکہ آج تک ہیں۔ پھر خاکسار کی نسبت بڑ ہانکی کہ تم قادیان میری پیشگوئیوں کی تحقیق کرنے کے لئے نہ آؤ گے۔ مگر جب میں بلائے بے درماں کی طرح جا پہونچا تو آپ گدھے کے سینگوں کی طرح الوپ ہوگئے۔ پھر سہ سالہ پیشگوئی کہ تین سالوں میں میرا اور میرے مخالفوں کا قطعی فیصلہ ہو جائے گا آخر وہ تین سال بھی

گذر گئے۔ لیکن مخالفوں کی نزاع کے لئے ہنوز روزِ اول ہے۔ وغیرہ وغیرہ مفصل کے لئے رسالہ الہامات مرزا مصنفہ خاکسار بغور دیکھو۔

پس بتلاؤ جس شخص کے اتنے کذب بلکہ کذبات مکرر سہ کرر ثابت ہوئے ہوں اُسکیلئے بھی ایسے الفاظ لکھا کرتے ہیں۔ نہیں بلکہ ایسے مفتری اور کاذب کیلئے تو صاف یہ لفظ ہوتے ہیں۔

رسول قادیانی کی رسالت جہالت ہے ضلالت ہے بطالت

بس یہی جواب تمہارے نامہ نگار میر قاسم علی دہلوی کا ہے جس نے الحکم میں چند ایک سوال کئے ہیں کہ فلاں پیشگوئی مرزا صاحب کی سچی ہے یا نہیں، فلاں سچی ہے یا نہیں۔ اُس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتا ہے جس کی مثال تمسکات میں پوری ملتی ہے کہ تمسک کی غلطی کے لئے ایک سطر بلکہ ایک جملہ بلکہ ایک لفظ بھی کافی ہے۔ جس طرح تمسک کا غدار یہ عذر نہیں کرسکتا۔ اور حاکم سے یہ فیصلہ نہیں کراسکتا کہ انگلی رکھ رکھ کر پوچھے کہ حضور یہ سطر اس کی صحیح ہے یا نہیں بلکہ اُس کا فرض ہے کہ جو غلطی اُس کی پکڑی گئی ہے اُس کی صفائی کرے جب تک اس کی صفائی نہ کرے گا ایسی باتیں عدالت میں دیوانہ کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھینگی۔ اسی طرح جب تم لوگ مع کرشن جی مہاراج کے اُن اعتراضات کے جواب صحیح نہ دو گے تمہارا حق نہ ہوگا کہ یوں سوال کرو۔ کہ فلاں پیشگوئی مرزا نے کی تھی کہ کل پانچ روپیہ کا منی آرڈر آئیگا پوری ہوئی یا نہیں۔ پس اصول کو یاد رکھو اور آئندہ ہوش سے سوال کیا کرو۔

(اہلحدیث امرتسر جلد ۳۔ نمبر ۴۸۔ مورخہ ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۲۴ھ مطابق ۵۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء ص ۲-۴)

یک طرفہ دعا یا مباہلہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کے آخری دور میں مولانا ثناء اللہ اور مرزا صاحب کے مابین مباہلے کی بات چلتی رہی۔ کبھی مرزا صاحب مباہلہ کے لئے تیار ہو جاتے، اور جب جواب میں مولانا کو بھی تیار پاتے، تو گریز کی راہیں ڈھونڈنے لگتے۔ بالآخر انہوں نے مباہلہ سے کنی کترا کر اپنے گھر میں بیٹھ کر یک طرفہ دعا فرمائی کہ اے اللہ تو سچے اور جھوٹے کا خود ہی فیصلہ فرما دے اور سچے کی زندگی میں جھوٹے کو دنیا سے اٹھا لے۔ انجام کار وہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آنجہانی ہو گئے جب کہ مولانا ثناء اللہ زندہ تھے۔ ذیل میں یہ داستان قادیانی روایات سے بیان کی جاتی ہے۔

❁ اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی ۲۶ فروری ۱۹۰۷ء کی ڈائری میں بعنوان: قادیان کے آریہ و ثناء اللہ امرتسری، لکھتے ہیں:

اس رسالہ کی ایک جلد مولوی ثناء اللہ امرتسری کو بھی بھیجی گئی ہے قادیان کے آریوں نے حضرت مرزا صاحب کے جونشانات دیکھ کر تکذیب کی اور کر رہے ہیں اس رسالہ میں ان سے مباہلہ کر دیا ہے اس میں آریوں کو اعلان کیا ہے کہ اگر انہوں نے نشانات نہیں دیکھے ہیں تو قسم کھاویں کہ یہ نشانات صداقت اسلام کے ہم نے نہیں دیکھے۔ اب ثناء اللہ کو بھی چاہیے کہ اپنے دوستوں قادیان کے آریوں کو اس قسم کے لئے آمادہ کرے اور ان کے پاؤں پڑے ورنہ ان کی قسم کے گریز سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر مہر لگ گئی۔ اور ثناء اللہ نے بھی کوئی نشان صداقت بطور خارق عادت نہیں دیکھا ہے تو وہ بھی قسم کھا کر پرکھ لے تاکہ معلوم ہو کہ خدا تعالی کس کی حمایت کرتا ہے اور کس کی قسم کو سچا کرتا ہے۔ (الحکم قادیان ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۱)

❁ مفتی محمد صادق قادیانی نے قادیانی اخبارات میں ذیل کا اعلان شائع کرایا:

مباہلہ کے واسطے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا چیلنج منظور کیا گیا

مولوی فاضل ابوالوفا ثناء اللہ صاحب اپنے اخبار اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء میں حضرت اقدس مسیح موعود کی تازہ تصنیف قادیان کے آریہ اور ہم، کا ذکر کرتے ہوئے اور آریوں کی قسم کھانے کے متعلق اپنی پرانی عادت کے مطابق بے جانکتہ چینی کرتے ہوئے اخیر میں لکھتا ہے:

ہاں البتہ ہم اپنے نفس کے ذمہ وار ہیں سو ہم تمہارے کرشن کی کذب بیانی پر قسم کھانے کو تیار ہیں۔ آؤ جس جگہ چاہو ہم سے قسم دلوا لو مگر پہلے یہ شائع کرا دو کہ اس قسم کا کیا نتیجہ ہو گا ہم حلفیہ کہہ دیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ہم خدا کی طرف سے مامور نہیں جانتے بلکہ اعلی درجہ کا جھوٹا مکار اور فریبی ہے اور اس کی کوئی پیش گوئی خدائی الہام سے نہیں ہے۔ مرزائیوں سچے ہو تو آؤ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ وہی میدان عیدگاہ امرتسر تیار ہے جہاں تم پہلے، ایک زمانہ میں سوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو۔ امرتسر نہیں تو بٹالہ میں آؤ۔ سب کے سامنے کاروائی ہوگی مگر اس کے نتیجہ کی تفصیل اور تشریح کرشن جی سے کرا دو اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں

رسالہ انجام آتھم میں مباہلی کی دعوت دی ہوئی ہے کیونکہ جب تک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو سب امت کیلئے کافی نہیں ہوسکتا۔،

اس مضمون میں سے بے جا طعن و تشنیع کو چھوڑ کر جس کے جواب کی ضرورت نہیں اصل مطلب کی بات صرف یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت مسیح موعود کی تکذیب پر ایسا یقین اور ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اس پر خدا تعالی کی قسم کھانے کو تیار ہیں اور اس مباہلہ کے واسطے حضرت مرزا صاحب کو بلاتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس مباہلہ کا نتیجہ کیا ہوگا اور اس مباہلہ کے واسطے امرتسر یا بٹالہ میں طرفین کا جمع ہونا تجویز کرتے ہیں۔

اس مضمون کے جواب میں میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کرلیا ہے وہ بیشک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص اپنے دعوی میں جھوٹا ہے اور بے شک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور اسکے علاوہ اس کو اختیار ہے اپنے جھوٹا ہونے کی صورت میں ہلاکت وغیرہ کے جو عذاب اپنے لئے چاہے خدا سے مانگے لیکن خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے اس واسطے باوجود اس قدر شوخیوں اور دل آزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہوگا جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے اور امید ہے کہ بیس پچیس روز تک انشاء اللہ وہ کتاب شائع ہو جاوے گی اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی وہ اس کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لے اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم یہ ظاہر کر دیں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کرلیا ہے اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر ہمارا یہ افترا ہے تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین ایسا ہی مولوی ثناء اللہ بھی اس اشتہار اور کتاب کے پڑھنے کے بعد بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے قسم کے

ساتھ یہ لکھ دیں کہ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لیا ہے اس میں جو الہامات ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں اور مرزا غلام احمد کا اپنا افترا ہے اور اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنة الله علی الکا ذبین اور اس کے ساتھ اپنے واسطے اور جو کچھ عذاب وہ خدا سے مانگنا چاہیں مانگ لیں ان اشتہارات کے شائع ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ کر دے گا اور صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دیگا۔ ہاں اتنی بات ہم اس پر اور بڑھا دیتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ یہ عذاب جو جھوٹے پر پڑے وہ اس طرز کا ہو کہ اس میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو اقی رہا یہ امر کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا مولوی ثناء اللہ کو واقف قرآن ہو کر اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت نہ تھی مباہلہ کی بنیاد جس آیت قرآنی پر ہے اس میں تو صرف لعنة الله علی الکا ذبین ہے اور اس جگہ خدا تعالیٰ ن لعنت کو قائم مقام ان تمام عذابوں اور وبالوں کا رکھا ہے جو ایک صادق کی تکذیب میں مکذبین کے لاحق حال ہوتی ہیں اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ کے متعلق بھی زمانہ بروقت امتحان انمیں سے کسی کو خود دیکھ لے گا ہاں یہ ضروری ہے کہ مباہلہ کی تاثیر کاذب کے لئے ایک ایسے رنگ میں ظاہر ہو کہ جس کو دیکھ کر ایک زمانہ بول اٹھے کہ یہ ایک صادق کی تکذیب کی سزا ہے معمولی تکلیفات یا مکروہات کا لاحق ہو جانا فی الواقع تاثیر مباہلہ نہیں ہوسکتا۔ مولوی ثناء اللہ جو چاہے اپنے لئے کذب کی سزا میں عذاب تجویز کر لے لیکن خدا تعالیٰ کسی کا محکوم نہیں وہ اپنے مصالح آپ سمجھتا ہے انسانی گورنمنٹ کسی مجرم کو سزا دینے میں مجرم کے منشاء کا لحاظ نہیں کرتی تو وہ احکم الحاکمین خدا کیوں کسی مجرم کے من کے چاؤ پورے کرے۔ فی الواقعہ یہ ایک قسم کی شوخی اور گستاخی ہے کہ ہم قرآن کریم کی آیت مباہلہ کے مقابل تشریحات کے طالب ہوں البتہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اگر مولوی ثناء اللہ نے کوئی حیلہ جوئی کر کے اس مباہلہ کو اپنے سر سے نہ ٹال لیا تو پھر اللہ تعالیٰ بالضرور مولوی مذکور کے متعلق کوئی ایسا ہی نشان ظاہر کریگا جو صدق وکذب کی پوری تمیز کرے گا آخر درخواست کنندگان عرب نے تو اپنے لئے یہ عذاب چاہا تھا کہ ان پر پتھر آسمان سے برسائے جاویں خدا تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر کے انہیں ہلاک کر دیا لیکن پتھر برسانے کی ضرورت نہ سمجھی (؟) ...اور دراصل مولوی جس صورت میں ہمارے کذب

پر علی وجہ البصیرت ایمان رکھتا ہے تو اسے مناسب ہے کہ جو شرط ہم کریں وہ قبول کرے اور ہم کو کسی گریز (بزعم خود) کا موقع نہ دے اور وہ منظور کر کے ہم کو اطلاع دے کہ ہم بر وقت طیاری کتاب حقیقت الوحی کا ایک نسخہ اس کو بغرض مباہلہ بھیج دیں اور ساتھ ہی لکھ دے کہ کتاب کے پہنچنے پر وہ اس کو اول سے آخر تک بغور پڑھے گا اور پھر وہ اشتہار مباہلہ میں اعلان کر دے کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے کتاب حقیقۃ الوحی کو شروع سے آخر تک پڑھ لیا اور میں اس کتاب کو پڑھنے کے بعد بھی مرزا غلام احمد کو مفتری اور فریبی سمجھتا ہوں اور اس کے تمام الہامات اور پیش گوئیوں کو افتراء سمجھتا ہوں اور اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی آیت کے ماتحت اللہ تعالی مجھے لاوے

امید ہے کہ اب مولوی ثناء اللہ کو اس خود تجویز کردہ مباہلہ سے گریز کی راہیں تلاش کرنے کی ضرورت نہ محسوس ہوگی۔ امرتسر یا بٹالہ میں مجمع کرنے کی جو تجویز انہوں نے بمراد حصول شہرت پیش کی ہے اس سے بڑھ کر اس طرح ان کی شہرت ہو جائے گی کیونکہ اشتہار کے اندر جو مباہلہ ہوگا وہ تمام دنیا میں شائع ہو جائے گا اور ہمارے انگریزی رسالہ ریویو کے ذریعہ سے یورپ امریکہ اور جاپان تک بھی مولوی ثناء اللہ کا نام پہونچ جائے گا۔ اس زمانہ میں بہ سبب مطبع اور ڈاک کے ایسے امور میں تشہیر کے لئے میدانوں میں جمع ہونے کی ضرورت بھی نہیں رہی اور اس مباہلہ کی تازہ مثال اس وقت قائم بھی ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈوئی کے ساتھ (جو امریکہ کے ملک میں تھا اور مدعی نبوت تھا) حضرت اقدس کا مباہلہ ہوا تھا جس کے بعد اول تو وہ ولدالزنا ثابت ہوا جس کا اقرار اس نے خود بھی کیا اور پھر اسکے مریدوں نے اس کو تمام جائداد سے بیدخل کر دیا اور بالآخر فالج میں مبتلا ہو کر خستہ وخراب حالت میں مر گیا۔ وہ امریکہ میں تھا اور حضرت قادیان میں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب زمین خدا کی ہے اور سب لوگ اس کے دست تصرف کے نیچے ہیں خواہ کوئی امریکہ میں ہو یا ایشیا میں امرت سر میں ہو یا قادیان میں۔

امید ہے کہ اب اس کے بعد مولوی ثناء اللہ کوئی نیا عذر نہ گھڑیں گے اور حقیقت الوحی کے ملنے اور اس کے تمام وکمال پڑھنے کے بعد فوراً مباہلہ کا اشتہار شائع کر دیں گے۔

مولوی صاحب کو یہ بھی یاد رہے کہ ہم کو قرآن کریم نے فتنہ سے بچنے کی تاکید کی

ہے امرت سر یا بٹالہ میں مباہلہ کے لئے جمع ہونا ایک قسم کے فتنہ کو برپا کرنا ہے کیا ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس کا ایام رمضان میں امرت سر آنا مولوی ثناء اللہ کو یاد نہیں رہا اور جو درندگی اس وقت مولوی ثناء اللہ کے اہل وطن سے ظاہر ہوئی تھی اس کو بھول گئے ہیں کیا مولوی ثناء اللہ حفظ امن کا امرت سر یا بٹالہ میں ذمہ دار ہوسکتا ہے۔مولوی مذکور کی جو ذاتی وجاہت ہے اس سے تو ہم خوب واقف ہیں لیکن ایسے مباہلہ میں تو ان کی وجاہت بھی خواہ کیسی ہی ہو جہلاء کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔مولوی ثناء اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت اقدس کا سفر میں روزہ چھوڑنا اصل میں تعلیم قرآن کی ترویج تھی لیکن مولوی ثناء اللہ کو یاد ہوگا کہ مولوی مذکور نے اس پتھر برسانے کے فعل کو عمدہ ظاہر کر کے اپنی فطرت کا اظہار کر دیا۔کیا اس شہر میں اب مباہلہ تجویز ہونا مناسب ہے۔مولوی صاحب اگر آپ نے امرت سر یا بٹالہ کو تجویز کرنے میں گریز کی بنیاد پہلے ہی نہیں رکھی تو پھر کیا حرج ہے کہ تحریر کے ذریعہ مباہلہ ہو جائے لیکن اگر آپ اس بات پر ہی راضی ہیں کہ بالمقابل کھڑے ہوکر زبانی مباہلہ ہو تو پھر آپ قادیان آسکتے ہیں اور اپنے ہمراہ دس تک آدمی لا سکتے ہیں اور ہم آپ کا زادراہ آپ کے یہاں آنے اور مباہلہ کرنے کے بعد پچاس روپیہ تک دے سکتے ہیں لیکن یہ امر ہر حالت میں ضروری ہوگا کہ مباہلہ ہونے سے پہلے فریقین میں شرائط تحریر ہو جاویں اور الفاظ مباہلہ تحریر ہوکر اس تحریر پر فریقین اور ان کے گواہوں کے دستخط ہو جاویں گے۔اور قادیان آنے کی صورت میں ہم شرط حقیقت الوحی کو بھی ضروری نہیں سمجھتے لیکن یہ ضروری ہے کہ مباہلہ کرنے سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم دو گھنٹہ تک اپنے دعاوی اور ثبوت کی تبلیغ کریں اور مولوی ثناء اللہ خاموشی سے سنتا رہے اور بیچ میں نہ بولے اور بعد میں وہ قسماً ظاہر کرے کہ میں اس تبلیغ کے سننے کے بعد بھی مرزا غلام احمد کے دعاوی کو صحیح نہیں سمجھتا۔اگر آخر الذکر مباہلہ کو مولوی ثناء اللہ پسند کرے تو جب چاہے آسکتا ہے البتہ اپنے آنے سے پہلے ایک ہفتہ ہم کو اطلاع دے۔

ڈوئی والی پیش گوئی کے متعلق بھی مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک فٹ نوٹ دیا ہے اور لکھا ہے کہ اصل پیش گوئی کے الفاظ معہ تاریخ کے ظاہر کرو (کسی دوسری جگہ الحکم میں اس کا مختصر سا جواب بھی دیا ہے۔اڈیٹر) تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔اس کے

جواب میں اتنا کہنا کافی ہے کہ ڈوئی کے متعلق عنقریب ایک مفصل اشتہار نکلے گا اس میں سب کچھ درج ہوگا لیکن اب جب کہ آپ نے خود ہی خدا کے ساتھ لیکھا ڈالنے کی نیت کر لی ہے تو اب ڈوئی کو آپ کیا کہتے ہیں جب تن بیتی آپ کو مل جائیگی تو جگ بیتیوں کے سننے سے کیا فائدہ۔ راقم مفتی صادق اڈیٹر اخبار بدر قادیان۔

(الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۹۔۲۰) (بدر ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۴۔۵)

(بدر میں شروع میں لکھا ہے، حضرت مسیح موعود کے حکم پر لکھا گیا)۔

چند روز بعد مرزا قادیانی نے ذیل کا اعلان اپنے اخبارات میں شائع کرایا

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔ یستنبئونک احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے

طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لک به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا

ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ و اید۔

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء

چندروز بعد مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا:

ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اسکی طرف ہوئی اور رات کو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے۔ باقی سب اس کی شاخیں ہیں۔ (اخبار بدر قادیان ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

چندروز اڈیٹر بدر قادیان نے لکھا:

کیا ثناء اللہ مان لے گا؟

امرتسری منکر مولوی ثناء اللہ امرتسری عجیب وغریب مذبوحی حرکات کرنے کا عادی ہے اور اس کی چشم بینا ایسی بند ہے کہ وہ دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا اور سنتا ہوا نہیں سنتا۔ جب کوئی نشان پورا ہوتا ہے تو وہ اپنے اسلاف منکروں کے نقش قدم پر چل کر کہہ دیتا ہے۔ سحر مستمر۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا دشمن اگر سخت کلامی کرے تو اس کے مقابل سختی کرنے سے فائدہ نہیں کیونکہ سخت الفاظ سے برکت دور ہو جاتی ہے۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا ثناء اللہ کے واسطے بھی ہم نے توبہ کی شرط لگا دی ہے کیونکہ رحم کا مقتضا ہوتا ہے کہ توبہ سے انسان بچ جائے۔ (اخبار بدر قادیان ۹ مئی ۱۹۰۷ء ص ۵)

چندروز بعد اڈیٹر بدر بتاتا ہے کہ مرزا قادیانی نے ۲۱ مئی ۱۹۰۷ء کو فرمایا:

...دو فریق ہوتے ہیں جن میں مقابلہ ہوتا ہے مگر آخر کار فتح وہی پاتے ہیں جن کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ موسیٰ بظاہر فرعون کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے مگر خدا نے اپنی عجیب درعجیب قدرتوں سے فتح بخشی۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ مخالف اپنے دوسرے ہلاک شدہ بھائیوں سے ذرا بھی عبرت حاصل نہیں کرتے بلکہ ایک بولتا ہے تو دوسرا اس کی تائید کرتا۔ یہ آریہ ہوں یا مسلم یا ہندو یا سکھ ہماری مخالفت میں سب ایک ہو جاتے

ہیں (ایک حدیث میں مسیح موعود کا یہ نشان بھی ہے کہ کینہ وبغض باہمی چلا جائے گا اور ایک اور حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے) حالانکہ یہ صرف اس بات پر تقوی خداترسی کے ساتھ غور کریں کہ ۲۶ برس کا زمانہ کوئی تھوڑا زمانہ نہیں بلکہ اس میں تو ایک بچہ بھی پیدا ہو کر بالغ ہوسکتا ہے اب وہ زمانہ آتا ہے کہ آخری فیصلہ کر دیا جائے اور وہ فرقان حاصل ہو جو انبیاء اور ان کے مخالفین میں ہوا کرتا ہے پہلے خدا تعالی کو یہ پسند ہے کہ دونوں فریق آپس میں کشتی کریں پھر آخر میں وہ وقت آتا ہے کہ ایک فریق کی حمایت کر کے اس کو کامیاب کرے اور دوسرے کو فنا یا مغلوب کرے۔ (اخبار بدر قادیان ۳۰ مئی ۱۹۰۷ء ص ۳)

خط بنام مولوی ثناء اللہ صاحب

اوپر ایک اشتہار میں مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ ان کی کتاب حقیقۃ الوحی شائع ہوتے ہی مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی۔ وہ اسے غور سے پڑھیں اور اگر ان کا اطمینان نہ ہو تو پھر مباہلہ ہوگا۔ مولانا امرتسریؒ نے مناسب مدت تک انتظار کر کے قادیانیوں کو خط لکھا کہ حقیقۃ الوحی بھیجی جائے تاکہ مباہلے کا پہیہ حرکت میں آئے۔ جواباً مفتی محمد صادق قادیانی لکھتے ہیں:

آپ کا رجسٹری شدہ کارڈ مرسلہ ۳ جون ۱۹۰۷ء حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا جس میں آپ نے ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر کا حوالہ دے کر کتاب حقیقۃ الوحی کا ایک نسخہ مانگا ہے اسکے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقۃ الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا جب کہ آپ کو مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا تاکہ مباہلہ سے پہلے آپ کتاب پڑھ لیتے ،مگر چونکہ آپ نے (بدیں خیال کہ حضرت مرزا صاحب نے قرآن وحدیث کے برخلاف تو کرنا ہی نہیں، آؤ ایک ایسی بات پیش کریں کہ کسی طرح یہ پیالہ ٹل جاوے) اپنے واسطے تعین عذاب کی خواہش ظاہر کی اور بغیر اس کے مباہلہ سے انکار کر کے فرار کی ایک راہ نکالی اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا، اور حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔ اس واسطے کے واسطے جو اور شروط تھے وہ سب کے سب بوجہ نہ اقرار کرنے مباہلہ کے منسوخ ہوئے۔ لہذا آپ کی طرف کتاب بھیجنے کی ضرورت نہ رہی۔

باقی رہی یہ آپ کی دھمکی کہ میں یہ لکھونگا اور وہ لکھونگا، سو اس کا کسی کو یہاں خوف نہیں۔

آپ کا جو جی چاہے لکھیں اور اسی تقوی سے کام لے کر لکھیں جس کے ذریعے سے ایک مسلمان آپ کے عقاید کے مطابق جھوٹ بولے، چوری کرے، زنا کرے، جو چاہے کرے متقی کا متقی بنا رہتا ہے۔

بدر اخبار آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے اس میں کچھ نہ کچھ نئے ممبران سلسلہ عالیہ کے نام لکھے جاتے ہیں اگرچہ وہ نام سب کے نہیں ہوتے تاہم آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جتنے سالوں سے آپ نے مخالفت میں کمر باندھی ہے اب تک یہاں کس قدر ترقی ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔ خدا کے کام بندوں سے رک نہیں رک سکتے آپ کا جہاں تک جی چاہے زور لگائیں اور دوسروں کو بھی ساتھ ملائیں اور یاد رکھیں کہ جیسا آج تک کچھ بگاڑ نہیں سکے ایسا ہی آئندہ بھی آپ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

خادم مسیح موعود۔ محمد صادق قادیان ۵ جون ۱۹۰۷ء (اخبار بدر قادیان ۱۳ جون ۱۹۰۷ء ص ۲)

اس خط کا مطلب یہ ہے کہ اب مباہلے کی بات ختم۔ مرزا صاحب اب یک طرفہ دعاؤں سے کام لے رہے ہیں۔

❁ مرزا اپنا الہام بتاتے ہیں: الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل۔ الم یجعل کید ھم فی تضلیل۔ انک بمنزلۃ رحی الاسلام۔ آثرتک واخترتک۔ ترجمہ: تو نے دیکھ لیا یعنی تو ضرور دیکھے گا کہ اصحاب الفیل یعنی وہ جو بڑے حملے والے ہیں اور جو آئے دن تیرے پر حملہ کرتے ہیں اور جیسا کہ اصحاب الفیل نے خانہ کعبہ کو نابود کرنا چاہا تھا وہ تجھے نابود کرنا چاہتے ہیں، ان کا انجام کیا ہوگا؟ یعنی ان کا وہی انجام ہوگا جو اصحاب الفیل کا ہوا۔

پھر فرمایا؟ و ینصرك رجال نوحی الیھم من السماء یا تون من کل فج عمیق۔ یعنی تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم الہام کریں گے۔ وہ دور دراز جگہو ں سے تیرے پاس آویں گے۔ اس جگہ استعارہ کے رنگ میں خدا تعالی نے مجھے بیت اللہ سے مشابہت دی کیونکہ یا تو ن من کل فج عمیق خانہ کعبہ کے حق میں ہے پھر فرمایا کہ تو مجھ سے بمنزلہ اسلام کی چکی کے ہے اس چکی میں جو پڑے گا وہ آخر کو پیسا جائے گا یعنی تجھ سے لڑنے والے اور تیرے پر حملہ کرنے والے سلامت نہیں رہیں گے (اشتہار تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۹۔۵۹۰)

❁ مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ براہین احمدیہ میں خدا

تعالیٰ نے میرا نام نوح بھی رکھا ہے اور میری نسبت فرمایا ہے:

ولا تخاطبنی فی الّذین ظلموا انّھم مغرقون یعنی میری آنکھوں کے سامنے کشتی بنا اور ظالموں کی شکائت کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کر کہ میں ان کو غرق کروں گا۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۶)

اور ایک دوسرے مقام پر مرزا صاحب نے لکھا ہے:

مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے میں تیری دعا سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں ربّ انّی مغلوب۔

(ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۵ ص۴)

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں:

حضرت نوحؑ کی دعا کی طرف کچھ تو مرزا صاحب نے منقولہ اقتباس میں اشارہ کیا ہے اور کچھ الفاظ ہم نقل کرتے ہیں۔ حضرت ممدوح کی دعا اور اس کا انجام قرآن مجید میں مذکور ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

قال نوح ربّ انّھم عصونی واتّبعوا من لم یزدہ مالہ و ولدہ الّا خساراً و مکروا مکراً کبّاراً۔ و قالوا لا تذرنّ الھتکم ولاتذرنّ وداً ولا سواعاً ولا یغوث و یعوق و نسراً۔ و قد ا ضلّوا کثیراً ولا تزد الظّالمین الّا ضلالًا۔ مما خطیئتھم اغرقوا فا دخلوا ناراً فلم یجدوا لھم من دون اللّٰہ انصاراً۔ و قال نوح ربّ لا تذر علی الارض من الکفرین دیّاراً۔ (نوح)۔ یعنی نوح نے ہماری جناب میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہا نہ مانا۔ اور ان (نابکار لوگوں) کے کہنے پر چلے جن کو ان کے مال اور ان کی اولاد نے (فائدہ کی جگہ الٹا) اور نقصان ہی پہنچایا۔ اور انہوں نے (میرے ساتھ) بڑے بڑے فریب کئے اور ایک دوسرے کو بہکایا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ود کو چھوڑنا اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور نہ نسر کو اور یہ (لوگ ایسی باتیں سمجھا کر) بہتیروں کو گمراہ کر چکے ہیں۔ اور ایسا کر کہ ان ظالموں کی گمراہی اور (روز بروز) بڑھتی ہی چلی جائے (کہ آخر کار مستوجب عذاب ہوں۔ چنانچہ) اپنی ہی شرارتوں کی وجہ سے غرق کر دیئے گئے (اور) پھر دوزخ میں ڈال دیئے گئے اور خدا کے سوا کوئی مددگار بھی ان کو ہم سے نہ پہنچے اور نوح نے (ان کے حق میں یہ بھی بد)

دعا کی کہ اے میرے پروردگار (ان) کافروں میں سے (کسی متنفس کو بھی زندہ) نہ چھوڑ (کہ) روئے زمین پر بستا نظر آئے۔

ان آیات قرآنیہ میں ممّا خطیئتھم سے انصاراً تک دعا کا نتیجہ ہے۔یعنی حضرت نوح نے قوم کی نافرمانی سے رنجیدہ خاطر ہو کر ان کے حق میں بددعا کی۔نتیجہ یہ ہوا کہ وہ غرق کئے گئے اور ان کی وہی حالت ہوئی جو مرزا صاحب نے قرآن کی آیت میں بتائی ہے کہ حضرت نوحؑ کو فرمایا میں ان کو غرق کروں گا۔

اس دعا کو مرزا صاحب کی دعا کے سامنے رکھ کر پڑھیں تو دونوں دعاؤں کا مضمون ایک ہی پائیں گے کہ اہل کفر و اہل باطل کو ہلاک کر۔نتیجہ بھی دونوں کا واحد ہوا کہ اہل باطل اہل حق کے سامنے ہلاک ہو گیا۔

اڈیٹر بدر قادیان بتاتے ہیں:

جس نوجوان کے حضرت مسیح موعود سے ملاقات کے واسطے قادیان آنے کا ذکر اور حضرت کی تقریر ہم نے اخبار بدر مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء میں درج کی تھی اس نے اپنی رائے قادیان کے متعلق اخبار وکیل امرتسر میں چھاپی ہے جو یہاں نقل کی جاتی ہے:

میں نے اور کیا دیکھا؟ قادیان دیکھا مرزا صاحب سے ملاقات کی مہمان رہا... آج کل مرزا صاحب قادیان سے باہر ایک وسیع اور مناسب باغ میں قیام پذیر ہیں بزرگان ملت بھی وہیں قادیان کی آبادی تقریباً ۳ ہزار آدمیوں کی ہے۔مگر رونق اور چہل بہت ہے نواب صاحب مالیر کوٹلہ کی شاندار اور بلند عمارت تمام بستی میں صرف ایک ہی عمارت ہے راستے اور کچے اور ناہموار ہیں بالخصوص وہ سڑک جو بٹالہ سے قایان تک آئی ہے اپنی نوعیت میں سب پر فوق لے گئی ہے آتے ہوئے یکہ میں مجھے تکلیف ہوئی تھی نواب صاحب کی رتھ نے لوٹتے وقت اس میں نصف تخفیف کر دی اگر مرزا صاحب کی ملاقات کا اشتیاق میرے دل میں موجزن نہ ہوتا تو شاید آٹھ میل تو کیا آٹھ قدم بھی آگے نہ بڑھ سکتا... (مرزا صاحب) بالوں کو حنا کا رنگ دیتے ہیں جسم مضبوط اور محنتی ہے سر پر پنجابی۔وضع کی سپید پگڑی باندھتے ہیں سیاہ یا خاکی لمبا کوٹ زیب تن فرماتے ہیں پاؤں میں جراب اور دیسی جوتی ہوتی ہے عمر تقریباً ۶۶ سال کی ہے...۔راقم: ا۔ہ۔دہلوی (بدر ۲۵ مئی ۱۹۰۵ء ص ۷)۔

یعنی مئی ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب کی عمر تقریباً ۶۶ سال تھے، تین سال بعد مئی ۱۹۰۸ء میں ان کی عمر تقریباً ۶۹ سال ہوگی۔

مرزا صاحب کے سسر میر ناصر نواب لکھتے ہیں:

حضرت (مرزا) صاحب جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا۔ جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔

(حیات ناصر۔ طبع ۱۹۲۷ء ص ۱۴)

اڈیٹر بدر بتاتا ہے کہ مرزا صاحب کا الہام تھا:

ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔

ایک معنی یہ ہیں کہ قبل موت مکی فتح نصیب ہوگی دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا اسی طرح دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کئے جائیں گے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ قبل از موت دلی فتح نصیب ہوگی کہ خود بخود دل لوگوں کے ہماری طرف مائل ہو جائیں گے۔ اب تیسرے معنی اس الہام کے کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں، واقعات یا یوں کہو کہ خداوند تعالی فعلی شہادت سے یہ ثابت ہوئے ہیں کہ مکہ سے مراد قادیان اور مدینہ سے احمدیہ بلڈنگ لاہور۔ کیونکہ الہام میں اس بات کی طرف صاف اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس طرح حضرت محمد ﷺ اپنے وطن مکہ میں فوت نہیں ہوئے بلکہ اپنے انصار کے شہر یعنی مدینہ میں فوت ہوئے اسی طرح یہ بروز محمدی قادیان میں فوت نہیں ہوگا بلکہ ایسے شہر میں فوت ہوگا جہاں اسکے انصار رہتے ہوں۔ (بدر ۲۰۔ اگست ۱۹۰۸ء ص ۵)

بدر قادیان میں الحق الصریح فی تصدیق المسیح کے زیر عنوان لکھا ہے:

موافق اور مخالف اخبارات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد ۲۵ مئی کو دستوں کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور اسی بیماری سے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ نے بمقام لاہور انتقال فرمایا آپ کا جنازہ بذریعہ ریل گاڑی بٹالہ تک اور وہاں سے معمولی طور پر قادیان لایا گیا اور ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے...

حضرت مرزا کی کتاب براہین احمدیہ..میں چھپی ۔اس کتاب میں حضرت مرزا نے اپنی وفات کے متعلق یہ الہام لکھا ہے یا عیسی انی متو فیک و رافعک الیّ اور حدیث شریف میں آیا ہے المبطو ن شہید یعنی جو دستوں کی بیماری میں مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے ۔(بدر ۲۰۔اگست ۱۹۰۸ء ص ۳)

کافر اس بیماری سے مرے تو شہید نہیں ہوتا ۔جیسا کہ خود مرزا صاحب فرماتے تھے کہ صرف قادیانی ہی طاعون سے مرنے کی صورت میں شہید ہوتا ہے غیر قادیانی نہیں ۔یوں اس حدیث سے مرزائی کیوں کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں کہ مسلمانوں نے انہیں اسلام سے خارج قرار دیا ہوا ہے۔

مرزا قادیانی کی موت کے بعد شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم ،مرزا صاحب کے آخری فیصلہ کے اشتہار پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مرزا صاحب کی وفات پر ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار سے ثناء اللہ نے استشہاد کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا وفات پا جانا ثناء اللہ کی سچائی کی دلیل ہے۔اس اشتہار پر بہت کچھ بحث کی جا سکتی ہے،اور وہ نفسانیت یا دھڑہ بندی کے رنگ میں نہیں بلکہ حقائق نفس الامری کے طور پر،مگر میں اس وقت اس کے مختلف پہلوؤں کو چھوڑ کر صرف ایک پہلو پر بحث کرونگا و باللّٰہ التّو فیق۔

میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں کہ حضرت اقدس نے اس اشتہار میں ایک دعا کی تھی اور ثناء اللہ کو اس میں مخاطب کیا تھا (دعا میں مخاطب نہیں کیا بلکہ اسے اپنے اخبار میں شائع کر دینے کی ہدایت کی تھی جو اس نے کر دیا تھا۔بہا) کہ: اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا (یہ پیش گوئی ہے۔بہاء) کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی ۔اور آخر وہ ذلت وحسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے ۔الخ

(اگر مولانا ثناء اللہ یا انکے نائب اڈیٹر نے اس کے خلاف کہا تو یہ دونوں فریق کے یقین ایمان اور معلومات کا امتحان ہے کہ مفسد صادق کی زندگی میں ہلاک ہوتا ہے یا نہیں ۔اگر غلام احمد کی معلومات درست ہیں تو وہ ہلاک ہو گیا ۔اگر ثناء اللہ وغیرہ کی معلومات درست ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا صاحب غلط ہیں،اور وہ غلط بات کو درست کہہ رہے ہیں اور غلط دعوی کر

رہے ہیں ۔ اور پھر باقی ماندہ مدت میں انہوں نے از خود یا وحی کے زیر ہدایت اپنی غلط معلومات کی اصلاح بھی نہیں کی۔ نائب اڈیٹر وغیرہ تو مرزا کو بچا رہا تھا یہ کہہ کر کہ پہلے مرنے والا ضروری نہیں جھوٹا ہو۔لیکن مرزا صاحب کا اصرار تھا کہ پہلے مرنے والا یقیناً جھوٹا ہے۔ اب نائب اڈیٹر کو جھوٹا کہو یا مرزا کو۔مرزا صاحب دونوں صورتوں میں جھوٹے ہیں۔یعنی اگر نائب اڈیٹر جھوٹا ہے تو بھی مرزا صاحب کا دعوی کہ جھوٹا پہلے مرتا ہے، جھوٹا ہے ۔اور اگر مرزا صاحب جھوٹے ہیں تو پھر تو وہ جھوٹے ہی ہیں ۔ یہ ہے خدا کی پکڑ کہ مخالف خواہ جھوٹا ہو یا سچا دونوں صورتوں میں مرزا صاحب ہی جھوٹے نکلتے ہیں۔ بہاء)

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ یہ اشتہار بجائے خود ایک خاص بحث چاہتا ہے اس کے ایک ایک لفظ میں صداقت اور حق کی روح بول رہی ہے اور وہ حضرت مسیح موعود کے صدق دعوی پر روشن دلیل ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مولوی ثناء اللہ صاحب نے اسی فیصلے کو اپنے لئے آخری فیصلہ قرار دیا تھا۔ اگر نہیں تو اب اس سے تمسک کرنا کس قدر شرارت اور بے حیائی ہے۔لیکن اگر ثناء اللہ اس سے ہی تمسک کرنا چاہتا ہے تو میں انشاء اللہ اسی فیصلہ کی رو سے ثابت کر دکھاؤنگا کہ ثناء اللہ مفسد اور نافرمان ہے نہ کہ صادق اور مصلح اور اس فیصلہ میں میں کسی غیر کی شہادت کی ضرورت نہیں سمجھتا بلکہ خود ثناء اللہ کا اپنا ہی فیصلہ پیش کرونگا۔

اس فیصلہ کے اندراج سے پہلے میں ایک امر ظاہر کرنا چاہتا ہوں تاکہ ناظرین اسے بخوبی سمجھ لیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کا نام نور ہے اور وہ ظلمت اور ضلالت کو نور اور ہدایت سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ کسی معاملہ کو ملتبس کرے اور حق و باطل کو ایسے طور پر ملا وے کہ لوگ شبہ میں پڑ کر ہلاک ہو جائیں، اور اس لئے ان علماء سوء کو جو حق باطل کو ملا دینے میں مشاق ہوتے ہیں مخاطب کر کے فرماتا ہے و لا تلبسوا الحق با لبا طل و تکتموا الحق و انتم تعلمو ن ۔ ان علماء سوء نے فقیہوں اور فریسیوں کی صورت میں خدا تعالی کے ایک برگزیدہ بندے مسیح ابن مریم کے مقدمہ کو جس طرح ملتبس کرنا چاہا وہ تاریخ الانبیاء کا ایک نمایاں صفحہ ہے مگر خدا تعالی کی متمیز حکومت ہے اسی نے آخر دکھایا کہ وہ حاملین تورات جبے اور دستار پہن کر نکلتے تھے اور الواح موسی کے شارح اور مفسر کہلانے ہی پر اکتفا نہ کر کے نحن ابناء اللہ و ا

حباءہ کہتے تھے آخر اس ناصری نبی کے بالمقابل ذلیل ہوئے اور ایسے ذلیل ہوئے کہ وہ قوم آج روئے زمین پر ضربت علیھم الذلۃ و المسکنۃ کا زندہ نمونہ موجود ہے (یہ تحریر آج کے ماحول میں پڑھی جائے تو دیکھیں کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ یہودی قوم دنیا کی سب سے امیر اور بااثر قوم ہے۔ بہاء) اسی طرح پر مسیح ناصری کے نام سے آنے والے احمدی مسیح کے دعوی کو مٹا دینے کیلئے شیطان اور اس کی ذریت نے زور لگایا اور پورا زور لگایا اس لئے کہ یہ آخری جنگ آدم اور شیطان کی تھی جس میں اس خلیفۃ اللہ نے اس کی تیز کچلیوں کو ہمیشہ کیلئے کچل دیا ہے شیطان مختلف راہوں اور طریقوں سے اس کی ایڑی کاٹنے کو نکلا مگر ہر طرف سے اس پر لعنت کی مار پڑی اور وہ ناکام و نامراد رہا۔ اب شیطان کا آخری حملہ باقی تھا۔ حضرت مسیح موعود کی وفات پر اس نے نیا بہروپ بدلا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آدم اور اس کی ذریت پر ڈنگ چلائے مگر خدا تعالی کے صلوۃ اور سلام ہوں خلیفۃ اللہ آدم ثانی پر جس نے اس کے تیز زہر ہلاہل سے بھرے ہوئے دانتوں کو پہلے سے توڑ ڈالا ہے۔

یہ فیصلہ جو حضرت مسیح نے شائع کیا تھا یہ بھی ایک حربہ تھا شیطان کو کچلنے کیلئے اور باطل کی ہلاکت کی خاطر۔ لیکن امرتسری منکر نے سعی کی کہ اس کو مشکوک اور بے اثر کر کے دکھا دیا جائے تاکہ لوگ اس فیصلہ کے صدور پر ہدایت نہ پا جائیں۔ اس فیصلہ کا جو جواب مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں شائع کیا تھا وہ سارا ہی انشاء اللہ وقتاً فوقتاً درج کرونگا مگر اس وقت میں اس کا ایک نوٹ دینا چاہتا ہوں جو حضرت مسیح موعود کے اس فقرہ پر دیا گیا ہے:

کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی،۔

اس پر جو نوٹ امرتسری مولوی فاضل کے نائب نے دیا ہے اور جو اسی اڈیٹوریل میں درج ہے جس پر فاضل اڈیٹر کی کوئی جرح نہیں وہ ناظرین کے لئے قابل غور ہے اور یہی نوٹ اس سانپ کے دانت توڑنے کے لئے زبردست ہتھوڑا ہے اور طرح پر ثناء اللہ کی جوتی اور اسی کا سر ہمارے سامنے ہے۔ وہ نوٹ یہ ہے: آپ اس دعوی میں ... ذلک مبلغھم من العلم۔،

یہ نوٹ ہے جو اس فیصلہ پر دیا گیا ہے فیصلہ کی راہ یہ تھی کہ صادق کی زندگی میں کذاب

اور مفتری نا کام ہلاک ہو جاتا ہے اور کذاب اور مفتری اور مفسد کو لمبی عمر نہیں دی جاتی حضرت مسیح موعود اس دعا کے ذریعہ جو اس اشتہار میں کی گئی تھی یہ چاہتے تھے کہ مفسد اور کذاب کو لمبی عمر نہ دی جائے لیکن ثناء اللہ کے دل میں چور تھا اور جسے اپنے کذب وفساد پر اعتماد تھا اور جو یقیناً جانتا تھا کہ حضرت مسیح موعود کی یہ دعا خالی از اثر نہ رہے گی اور ثناء اللہ کا بیڑہ پار کر دے گی وہ دیکھ چکا تھا کہ اس کے مقابلے میں آنے والے ہلاک ہو چکے تھے اس لئے ثناء اللہ نے اپنے متعلق اس فیصلہ آسمانی کو ملتبس کرنے کے لئے یہ راہ نکالی کہ مفسد اور کذاب اور نافرمان کو لمبی عمر دی جاتی ہے ۔اب معاملہ بالکل صاف ہے میں اسے سنجیدہ مزاج پبلک کے سامنے رکھتا ہوں کہ کیا وہ شخص جو حضرت اقدس کی اس دعا کے نتیجے سے خائف اور متردد ہو کر قبل از وقت یہ عذر تراشتا ہے کہ صادق کی زندگی میں کاذب کا ہلاک ہو جانا کوئی دلیل فارق نہیں؟ وہ اس امر کی کوشش نہیں کر رہا کہ یہ حق باطل کے ساتھ ملتبس ہو جاوے؟

ضد اور عداوت کے تاریک بخار سے دماغ کو صاف کر کے سوچو کہ اگر ثناء اللہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا تو ان لوگوں کے سامنے جنہوں نے ۲۶۔ اپریل کے اہل حدیث میں مندرجہ بالا نوٹ پڑھا ہوا تھا یہ صداقت مشکوک ہوتی یا نہ؟ (ثناء اللہ پہلے مرجاتا تو مرزائی کیا کہتے ؟ بہا) پس خدائے تعالی جو حق اور باطل کو ملنے نہیں دیتا اور ایک امتیازی رنگ پیدا کر دیتا ہے اس نے نہ چاہا کہ معاملہ کو مشکوک بنا دے (یعنی مرزا کی دعا مسترد کر دی، قبولیت کے وعدہ کے باوجود۔ بہاء) اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود کی وفات اور اجل مقدر کے قریب ہونے کی وحی بھی ہو چکی تھی اس لئے حضرت مسیح موعود خدا تعالی کے وعدہ کے موافق اپنے رفیق اعلی سے جا ملے اور ثناء اللہ کو روسیاہ کر گئے۔

ثناء اللہ پر اس کی اقبالی ڈگری موجود ہے اس کی رو سے وہ خود نافرمان مفسد اور دغا باز ہے جن آیات کو اس نے حضرت مسیح موعود پر چسپاں کر کے آپ کی صداقت کو مشکوک کرنے کا ارادہ کیا تھا اسی رنگ میں خدا تعالی نے انی مھین من اراد اھا نتک کا کرشمہ آپ کی وفات پر دکھایا اور اس کا مصداق اول ثناء اللہ امرتسری ٹھہرا۔اب اسی کی جوتی ہے اور اسی کا سر احمدیوں کے اختیار میں ہے جس طرح پر چاہیں اس کے دماغ

کا تنقیہ کریں۔ میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ثناء اللہ کا قطعاً کوئی حق نہیں کہ وہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار سے استشہاد کر کے کوئی امر لکھے اس کہ وہ اشتہار جلی حروف میں ثناء اللہ کے خلاف اسی کی تحریر سے فیصلہ دیتا ہے۔ثناء اللہ کے شیدائیو! اوراس کے قدیم آشناؤ! کیا تم کوشش کرو گے کہ ٹھنڈے دل سے اس نوٹ کو پڑھو۔الیس فیکم رجل رشید)۔ (الحکم ۱۴ جون ۱۹۰۸ء ص ۱۔۲)

❊ اکبر شاہ خان نجیب آبادی (جب وہ قادیانی تھے) النجم اوراس کا سقوط، کے زیر عنوان لکھتے ہیں: اڈیٹر النجم لکھتا ہے کہ:

یہ بات قابل غور ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے دعووں کی تائید میں کیا دلائل پیش کئے۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے نہ کسی سے مناظرہ کیا نہ کوئی معجزہ کسی کو دکھایا۔ان کا دارو مدار پیش گوئیوں پر تھا انہیں پیش گوئیوں کو وہ اپنی نبوت و رسالت کی دلیل سمجھتے تھے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ صرف پیش گوئی کا کسی سے صادر ہونا اس کی نبوت کی دلیل ہوسکتا ہے بلکہ پیش گوئی کا پورا اترنا البتہ ایک بات ہے مگر مرزا صاحب کی کوئی پیش گوئی کبھی پوری نہیں ہوئی جو پیش گوئی انہوں نے کی وہ غلط ہوگئی۔

ایک مسلمان اڈیٹر اخبار کی مذہب سے اس قدر ناواقفیت سخت حیرت میں ڈالنے والی اور نہایت ہی موجب حسرت و ملال ہے اڈیٹر النجم پیشگوئی کو دلیل نبوت نہیں سمجھتا اور ایک بے حقیقت چیز جانتا ہے لیکن اسکو یہ معلوم نہیں کہ نبیوں اور رسولوں کی نبوتیں اور رسالتیں ثابت کرنے کیلئے سب سے زبردست دلیل پیش گوئیاں ہی ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کے متعلق بہت سے انبیاء سابقین نے پیش گوئیاں فرمائی تھیں اوران پیش گوئیوں ہی سے بہت سے مسلمان ہوئے اب بھی جن لوگوں کے دلوں میں حضور نبی کریم ﷺ اوران کی پیش گوئیوں کی عظمت ہے انہوں نے مسیح موعود کو جو اپنے وقت پر آیا قبول کرلیا جو لوگ حضرت نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کو ایک معمولی سی بات سمجھتے ہیں ان کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔

اڈیٹر النجم کے دل میں اگر قرآن کریم کی عظمت ہوتی اوراس نے کبھی قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں تدبر کیا ہوتا تو کبھی وہ پیش گوئی کو ایک معمولی بات نہ سمجھتا...

یہ کہنا کہ مرزا صاحب کی کوئی پیش گوئی ابھی پوری نہیں ہوئی بے شرمی کی بات ہے۔اگر

اڈیٹر النجم نے تریاق القلوب اور حقیقۃ الوحی وغیرہ مرزا صاحب کی بےنظیر تصانیف نہیں دیکھی ہیں تو اس کو چاہیے کہ اول کم سے کم ہر دو مذکورہ بالا کتابوں کو مطالعہ کرے ..

اڈیٹر النجم کی تنگ نظری اسی سے ثابت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مرزا صاحب نے نہ کسی سے مناظرہ کیا نہ کوئی معجزہ دکھایا۔ میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ اڈیٹر النجم نے حضرت مرزا صاحب کی تصانیف اور ان کے کارناموں کو ہرگز نہیں دیکھا اور ویسے ہی خواہ مخواہ دوسرے جاہلوں کی آواز میں سر ملانے کے لئے ایک بےمعنی راگ الاپ دیا ہے ورنہ ممکن نہیں کہ گذشتہ پچاس سالوں کی مذہبی جنگ و جدال کو جس شخص نے اچھی طرح مطالعہ کیا ہے وہ یہ کہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کوئی مناظرہ نہیں کیا (کوئی کامیاب مناظرہ نہیں کیا۔ جو بھی شروع کیا نامکمل چھوڑا۔ بہاء)..

اڈیٹر النجم کا یہ کہنا بھی کہ مرزا صاحب نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا تعجب انگیز ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے معجزے دیکھنے کا شوق ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ کم از کم وہی دو کتابیں پڑھ لے جن کا میں اوپر اشارہ کر آیا ہوں۔

اڈیٹر النجم نے نکاح والی پیش گوئی پر جو اعتراض کیا ہے وہ بھی اس کی قلت تدبر کا نتیجہ ہے وہ لکھتا ہے: اس پیش گوئی کا غلط ہونا اظہر من الشّمس ہوگیا۔، ...

النجم چونکہ سرے سے ہی پیش گوئی کو ایک معمولی بات سمجھتا ہے لہذا اس کو پیش گوئیوں کے متعلق اگر کوئی سمجھ اور واقفیت نہ ہو تو تعجب نہیں اور غالبًا یہی وجہ ہے کہ اس نے نکاح والی پیش گوئی پر اعتراض کیا ہے۔ اس پیش گوئی کے متعلق اول تو حضرت مرزا صاحب خود ہی حقیقۃ الوحی میں بصراحت لکھ گئے ہیں اب کسی کو اس کے متعلق زیادہ لکھنے اور کہنے کی ضرورت ہی نہیں رہی (پھر حکیم نور الدین نے کیوں نئ توجیہہ کی کہ محمدی بیگم کی لڑکی، کی لڑکی، کی لڑکی وغیرہ سے مرزا صاحب کے لڑکے، کے لڑکے، کے لڑکے وغیرہ کی شادی ہو جانے سے بھی یہ پیش گوئی پوری ہو جائے گی۔ بہاء) پھر یہ کہ خدا تعالی کے کلام میں کبھی کسی خاص شخص سے اس کا مانند اور کبھی اولاد میں سے کوئی شخص کبھی وہ شخص اور اس کے امثال دونوں مراد ہوتے ہیں۔ اس کے متعلق ہمارے مقتداء و پیشوا حضرت خلیفۃ المسیح اپنے ایک رسالہ میں مفصل لکھ چکے ہیں یہاں مجھ کو اعادہ کی ضرورت نہیں ...

ادیٹر النجم نے کس قدر بےحیائی کو کام فرمایا ہے وہ لکھتا ہے: عبداللہ آتھم کے متعلق جس

قدر پیش گوئیاں مرزا صاحب نے کیں وہ سب غلط ٹھہریں۔
میں کہتا ہوں کہ کیا اس نے عبداللہ آتھم اور مرزا صاحب کے تمام واقعات کو بغور پڑھ کر ایسا لکھا ہے یا کسی بھنگڑ خانہ میں سن کر انجم میں درج فرما دیا ہے؟ کیا اڈیٹر انجم نے مرزا صاحب کے وہ ایک ہزار دو ہزار تین ہزار روپیہ وغیرہ کے انعامی اشتہارات پڑھے ہیں کہ کس کس طرح عبداللہ آتھم کو قسم کھانے پر مجبور کیا گیا مگر وہ قسم نہ کھا سکا یا انجام آتھم وغیرہ رسالہ ملاحظہ کئے ہیں؟...
اپنے مضمون کے بعد اڈیٹر انجم نے ثناء اللہ امرتسری کے بھیجے ہوئے کسی مضمون کا حصہ لکھا ہے اس کی طرف ملتفت ہونے کی مجھ کو اس لئے مطلق ضرورت نہیں کہ میرے کرم فرما جناب اڈیٹر صاحب الحکم نے ۱۴ جون کے الحکم میں ثناء اللہ کی کافی مزاج پرسی کر دی ہے اور آئندہ بھی وہ اس کی مناسب تواضع کرنے کو تیار ہیں۔
راقم: اکبر شاہ خان نجیب آبادی ۱۶ جون ۱۹۰۸ء (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۸ء ص ۶۔۷)

❁ اخبار وکیل امرتسر نے مرزا قادیانی کی موت پر لکھا:
وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور جس کی آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیڑیاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔ یہ تلخ موت یہ زہر کا پیالہ موت جس نے مرنے والی کی ہستی تہ خاک پنہاں کی ہزاروں لاکھوں زبانوں پر تلخ کامیاں بن کے رہے گی اور قضا کے حملہ نے ایک جیتی جاگتی جان کے ساتھ جن آرزوؤں اور تمناؤں کا قتل عام کیا ہے صدائے ماتم مدتوں اس کی یاد تازہ رکھے گی ... ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا کے کسی حصہ میں انقلاب کر کے دکھا جاتے ہیں۔ میرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا

ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا...مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے...مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا...آئندہ امید نہیں ہے کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے

(بدر ۱۸ جون ۱۹۰۸ء ص ۲-۳ ملخصاً)

منشی سراج الدین احمد اخبار زمیندار میں لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۲۶ مئی کی صبح کو لاہور میں انتقال فرمایا۔ آپ ضلع گورداسپور کے ایک معزز خاندان کے رکن تھے...

۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔ ۱۸۸۱ یا ۱۸۸۲ء میں آپ نے براہین احمدیہ کی تصنیف کا اعلان دیا۔ ہم اس کتاب کے اولین خریداروں میں تھے لیکن افسوس کہ مرزا صاحب کی عمر تمام ہو گئی اور کتاب ناتمام رہی۔ ۱۸۹۲ء کے قریب جب ہم کشمیر میں افسر محکمہ ڈاک و تار تھے تو ہم نے سنا کہ آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا جس پر وہ اخیر عمر تک قائم رہے بلکہ پچھلے پانچ چار سال میں آپ نے سری کرشن مہاراج کا اوتار ہونے کا اعلان بھی دیا۔ ہم بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپ کے دعاوی خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہوں مگر آپ بناوٹ اور افتراء سے بری تھے۔ مسیح موعود یا کرشن کا اوتار ہونے کے دعاوی کو جو آپ نے کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعوی اناالحق تھا...گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کے قائل و معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے۔

ہم نے ایک بار آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا تھا کہ اگر ان بحثوں کو جو اپنے ہم مذہبوں یا غیر مذہبوں سے کی جاتی ہیں چھوڑ کر آپ اپنی زندگی میں قرآن کریم کی تفسیر لکھ جائیں

اور سر سید میموریل فنڈ کی تائید کر کے علی گڈھ کالج کو یونیورسٹی تک پہنچا جائیں تو آپ کے یہی دونوں دینی اور دنیاوی کام اعجاز مسیحائی سے کم نہ ہوں گے۔اس پر مولوی عبد الکریم نے ہمیں لکھا کہ حضرت اقدس آپ کو قادیان میں بلاتے ہیں مگر افسوس ہے کہ ہم وہاں تک نہ پہنچ سکے۔مرزا صاحب اپنے بزرگوں کی طرح گورنمنٹ انگریزی کی پوری وفادار رعایا اور تمام ملکی بہی خواہوں کی طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی اتفاق کے خواہاں تھے چنانچہ اپنے آخری وقت پر لاہور آ کر بہت سے ارا کین قوم ہنود سے اس غرض کے لئے بھی ملتے رہے۔ (بدر ۲۵ جون ۱۹۰۸ء ص ۱۳)

مذکورہ بالا دونوں آرٹیکل اس لئے نقل ہوئے ہیں کہ معلوم ہو کہ اس دور میں مسلمانوں کے بعض طبقات میں مرزا صاحب کے لئے ابھی نرم گوشہ باقی تھا۔ بہاء

اڈیٹر بدر قادیان مفتی محمد صادق لکھتے ہیں:

کیا دعا والا اشتہار پیش کرنیکا کوئی حق مولوی ثناء اللہ کو حاصل ہے

برادر مکرم حافظ صاحب ...مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق میں آپ کو اپنے گذشتہ خط میں اختصاراً لکھ چکا ہوں اب مفصل عرض کرتا ہوں۔آپ لکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو لکھا گیا تھا کہ اگر بدر نے جو کچھ لکھا ہے وہ جھوٹ ہے تو تم نالش کرو سارا خرچہ عدالت میں دونگا۔اس پر مولوی صاحب نے مقدمات کی تکلیف اور عدیم الفرصتی کا عذر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر میں نے ایسا اشتہار دیا تھا تو دکھاؤ۔

برادر من اول تو میں آپ کے واسطے دعائے خیر کرتا ہوں کہ آپ کو اللہ تعالی نے سلسلہ حقہ کی صداقت کے واسطے ایک سچا جوش عطا کیا ہے اور آپ نے اس عاجز پر اس حسن ظن سے کام لیا جو کہ ایک مومن کو دوسرے پر کرنا چاہیے آپ کی ایسی ہی کوئی نیکی اس بات کا ذریعہ ہوئی ہے کہ آپ کو سلسلہ حقہ کی طرف کھینچ لائی ورنہ اس ظلمات کے زمانہ میں سچائی کو قبول کرنا ایک بہت مشکل امر ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ ہر ایک زمانہ میں خدا کے برگزیدہ آدمی ناپاک لوگوں کے ہاتھوں سے دکھ دیئے جاتے ہیں۔سو میں آپ کو مبارکباد کہتا ہوں کہ اس میدان میں یہ آپ کی پہلی فتح ہے کہ آپ نے ایک حق کے دشمن کو کئی ہزار روپئے اپنے پاس سے دینا منظور کیا کہ وہ اپنی سچائی کا ثبوت دے سکے۔مگر اس سے بن نہ پڑا اور اس کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کو قبول کرتا الاعمال بالنیات۔عمل نیتوں پر موقوف ہیں گو مولوی صاحب نے قبول نہ کیا مگر آپکا تو ثواب ہو ہی گیا۔

مولوی صاحب کا عذر دراصل عصمت بیوی از بے چادری والا معاملہ ہے جب کہ ان کا دل ان کو ملزم کر رہا ہے تو وہ عدالت میں کیوں کر جاویں۔ آخر سرکار انگریزی کی عدالت ہے کوئی سکھا شاہی تو ہے نہیں۔ علاوہ اس کے خود مولوی صاحب کے اپنے الفاظ جو اس جماعت کے متعلق اور اسکے مقدس امام کے متعلق وہ اپنی اخبار میں چھاپتے رہے ہیں ان کی وہ درافشانیاں ان کو بخوبی یاد ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ ان کے وہ بکھیرے ہوئے کانٹے عدالت میں جا کر انہیں کس طرح میلنے پڑیں گے پھر یادرکھیں کہ یہ دنیا تو چند روزہ ہے اور آخر یہ سب کچھ ان کے سامنے آہی جائے گا اور جو کچھ انہوں نے لکھا اور بولا ہے اس کی جوابدہی ان کو کرنی ہی پڑے گی۔

اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ مولوی صاحب نے اس جواب میں کیا چالا کی اختیار کی ہے اور پبلک کو کس قدر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے جن دنوں میں حضرت مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو دعا کے ذریعہ سے فیصلہ کر لینے کے واسطے لکھا تھا ان ایام میں مولوی صاحب نے اخبار میں لکھنے کے علاوہ کئی ایک اشتہار اپنے مطبع اہل حدیث میں چھپوا کر الگ بھی شائع کر دیئے تھے اخبار اہل حدیث میں جو کچھ سخت گوئی اور بدزبانی کا وہ استعمال کیا کرتے ہیں وہ تو آپ کو معلوم ہی ہے مگر انہوں نے اس سے بڑھ کر ایک درجہ بدزبانی کا رکھا ہوا ہے اور اس کے واسطے ان کا ہتھیار ان کا ایک نائب اور ان کی انجمن نصرۃ السنہ کا سکرٹری کوئی حکیم محمد دین نام ہے مولوی صاحب موصوف کی ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ اخبار میں مضمون لکھنے سے ماقبل ایک نہایت پاک الفاظ کا بھرا ہوا اشتہار میاں محمد دین کے نام پر شائع کرا دیتے ہیں مثلاً اسی محمد دین کے نام پر انہوں نے ان ایام میں ایک اشتہار شائع کرایا تھا جس کے بعض الفاظ نمونۃً یہ ہیں:

> کرشن قادیان بغلیں جھانکنے لگے ...آخر اشتہار دیا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ جھوٹا طاعون سے مرجائے ...ارے طاعون سے مرنا کون سی بڑی بات ہے ... بتلاؤ اگر تم طاعون سے پہلے مر گئے تو ...کیا تمہاری قبر پر آن کر ... کرینگے ...تف۔ کرشن جی کے اشتہار کا مفصل جواب اخبار اہل حدیث میں شائع ہوگا۔،

ایسا ہی انہوں نے میاں محمد دین کے نام پر ایک اشتہار شائع کرایا تھا جس میں یہ الفاظ ہیں: کرشن جی ہمیشہ کہا کرتے ہیں ...کہ جھوٹا سچے سے پہلے ہلاک ہوا کرتا ہے ...مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا تھا... جو آنحضرت ﷺ کے بعد زندہ رہا...کرشن جی کی چالیں تو ایسی ہیں ...مختصر یہ ہے کہ موت اور زندگی کا وقت خدا کے علم میں ہے ... جناب مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار

اہل حدیث میں اس کے جواب میں مفصل مضمون لکھا ہے۔،

ایسا ہی انہوں نے ایک اشتہار اسی مضمون کا اپنے اسی حکیم محمد دین کے نام پر شائع کیا تھا جس میں لکھا ہے کہ حرامزادے کی رسی دراز ہوتی ہے۔ میں نے اپنے مضمون اخبار میں یہ لفظ نہیں لکھے کہ مولوی ثناء اللہ نے وہ اشتہار اپنے نام پر شائع کیا تھا بلکہ میں نے یہ لکھا ہے کہ مولوی صاحب نے ایسا اشتہار شائع کرایا تھا۔ مولوی صاحب نے اس کے جواب میں صفائی کے ساتھ یہ نہیں لکھا کہ میں نے کوئی ایسا اشتہار شائع کیا یا کرایا نہیں بلکہ ایک پیچ دار بات کی کہ وہ اشتہار دکھاؤ جس میں انہوں نے یہ سوچا ہے کہ جب اشتہار دکھایا جائے گا تو ہم کہہ دیں گے کہ یہ میرے نام پر نہیں۔ مولوی صاحب اگر سیدھی راہ اختیار کرتے اور فی الواقع وہ اشتہار ان کا نہ تھا تو انہیں چاہیے تھا کہ صفائی سے یہ حلف اٹھاتے کہ کوئی اس مضمون کا اشتہار نہ میں نے لکھا نہ لکھایا نہ اہل حدیث کارخانہ میں چھپا اور نہ اس میں کوئی میرا مشورہ ہے اور نہ میں اس کا ہم خیال تھا، ہوں۔ اگر مولوی صاحب ایسا لکھتے تب تو بات صاف ہو جاتی مگر آج کل کو مولویوں میں تقوی کہاں۔ اور اگر تقوی ہو بھی تو بقول مولوی ثناء اللہ صاحب تو جھوٹ بول کر بھی انسان متقی کا متقی رہتا ہے پھر انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ سچ کو اختیار کریں اور سیدھی چال چلیں۔

اب بھی اگر مولوی صاحب میں کچھ انصاف کی بو باقی ہے تو فیصلہ کی راہ آسان یہ ہے کہ وہ حلف اٹھا کر اپنے اخبار میں لکھ دیں کہ ان ایام میں میاں محمد دین کے نام پر جو اشتہار کارخانہ اہل حدیث میں چھپے تھے جن کی رو سے حق و باطل کے مقابلہ کے وقت پیچھے تک زندہ رہنا کوئی صداقت کی نشانی نہیں بلکہ لمبی عمر پانے والا مسیلمہ کذاب اور حرامزادہ ہوتا ہے وہ اشتہار نہ میں نے لکھے نہ لکھائے اور نہ میرے حکم یا مشورہ سے لکھے گئے تھے اور نہ مجھے ان کے مضمون کے ساتھ کوئی اتفاق تھا نہ اب ہے بلکہ صرف میاں محمد دین ان کے مضمون کا ذمہ دار ہے۔ اگر مولوی صاحب ایسی حلف شائع کر دیں گے تو پھر ہم ان اشتہارات کا کبھی کوئی ذکر نہ کریں گے اور نہ ان کی بنا پر مولوی صاحب کے بالمقابل اپنی کسی تحریر میں کوئی استدلال کریں گے۔ مگر میں ہرگز امید نہیں کرتا کہ مولوی صاحب کبھی ایسے حلف کھا سکیں کیونکہ باوجود ان شوخیوں کے جو ان سے ظاہر ہوتی ہیں ان کا دل ان سب باتوں کو بخوبی سمجھے ہوئے ہے۔

یہ تو ان اشتہارات کی بات ہوئی اب میں ان کے اخبار اہل حدیث کا حوالہ دیتا ہوں جس کی رو سے اس معاملہ میں مولوی صاحب ایسے الفاظ شائع کئے جو حرامزادہ سے بڑھ کر ہیں۔

اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۴ کالم ایک میں ایک فٹ نوٹ دیا گیا ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ عمر کی مہلت پانے والا بدکار مفسد دغاباز جھوٹا اور نافرمان ہوتا ہے۔ ہم نے جس اشتہار کا حوالہ دیا تھا اس میں تو ایک ہی لفظ سخت تھا اور وہ بھی کچھ ایسا بہت سخت نہیں کیونکہ بقول ڈوئی مدعی نبوت درامریکہ میں کسی کی پیدائش اس کے اختیار میں نہیں لیکن اس فٹ نوٹ میں تو پانچ خطاب ایسے شخص کو دیئے گئے اور یہ نوٹ بھی حضرت مرزا صاحب کے اسی اشتہار دعا پر لگائے گئے ہیں جن کو اب مولوی صاحب لئے پھرتے ہیں کہ دیکھو مرزا نے میرے حق میں دعا کی ہے۔ بندہ خدا! جب کہ تم خود اسی دعا کے اشتہار کے متعلق یہ عقیدہ ظاہر کر چکے ہو کہ یہ دعا فیصلہ کن نہیں ہوسکتی بلکہ جس شخص کو عمر کی مہلت مل جاتی ہے وہ بدکار مفسد جھوٹا اور دغاباز اور نافرمان ہوتا ہے تو اب آپ ہی کے شائع شدہ عقیدہ کے مطابق آپ کون ہوئے۔ میں ان الفاظ کو آپ کے حق میں دہرانا نہیں چاہتا مولوی صاحب خود سمجھ لیں۔

ہاں اس جگہ بھی ممکن ہے کہ مولوی صاحب ایک عذر تراشیں کہ یہ فٹ نوٹ میرا نہیں بلکہ میرے نائب اڈیٹر کا ہے اور نائب اڈیٹر کی رائے کا میں ذمہ وار نہیں۔ یا بالفاظ مولوی صاحب سکرٹری انجمن اشاعۃ السنہ کے عقاید کے مطابق مسیلمہ کذاب اور اس خطاب کے مستحق ہیں اور ان کے نائب اڈیٹر کے عقاید کے مطابق ان مذکورہ بالا پانچ خطابوں کے مستحق ہیں اور یہ ان کا قصور نہیں بلکہ ان کی خوبی قسمت کا ذمہ ہے جو انہیں ایسے سکرٹری اور ایسے نائب ملے۔ لہذا ہم اس نائب کے نوٹ سے بھی درگذر کرتے ہیں بشرطیکہ مولوی صاحب ویسی ہی حلف جو اوپر ذکر کی گئی ہے اس نوٹ کے متعلق کھائیں کہ وہ نوٹ کے ساتھ نہ تو متفق الرائے تھے اور نہ ہیں۔ اور نہ انکے علم سے یہ نوٹ شائع ہوا اگرچہ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ مولوی صاحب سے یہ مطالبہ کیا جاوے کہ اگر وہ اشتہارات اور یہ نوٹ آپ کے صریح عقیدہ کے مخالف تھے تو اول تو آپ نے اپنی انجمن کے سکرٹری کے نام سے ان کو کیوں شائع ہونے دیا۔ دوم اپنے مطبع میں ان کو کیوں چھپایا۔ سوم آپ نے ان کی تردید کیوں اپنے اخبار میں نہ کی۔ لیکن ہم اس بات کو بھی چھوڑتے ہیں اور اگر اب بھی مولوی صاحب صاف لفظوں میں ان کی تردید کردیں اور حلف کھالیں تو ہم حلفیہ اقرار شائع کردیں گے کہ ہم اس نوٹ اور ان اشتہارات کا جو کچھ ذکر کر چکے سو کر چکے کیونکہ آج تک مولوی صاحب نے ان کی کوئی تردید شائع نہیں کی، اب ان کا آئندہ ذکر نہ کریں گے۔ لیکن اگر مولوی صاحب نے حلف نہ کھائی تو صاف ظاہر ہے کہ وہ یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ صادق کے مقابلہ میں بروقت تحدی لمبی عمر

پانے والا ...اور مسیلمہ کذاب اور جھوٹا اور بدکار اور مفسد اور دغا باز ہوتا ہے اور خدا تعالی نے ان کے اپنے عقیدہ کے مطابق ان کو ملزم کر کے دکھایا ہے اور ہمارا حق ہوگا کہ جب کبھی مولوی صاحب اس معاملہ میں کچھ تحریر کریں ہم ان کے سامنے ان کے یہی عقاید پیش کرتے رہیں۔

اس کے بعد اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ خود مولوی ثناء اللہ صاحب اس دعا کے متعلق جو حضرت مرزا صاحب نے شائع کی تھی اپنے اخبار اہل حدیث میں کیا رائے ظاہر کر چکے ہیں اس رائے سے معلوم ہو جاوے گا کہ اس دعا کو پیش کرنے کا انہیں کوئی حق حاصل ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے اپنی اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۴۔۵ پر اس دعا کو نقل کر کے اسکا جواب جو کچھ لکھا ہے وہ لفظ بلفظ یہاں نقل کر دیتے ہیں:

جواب: اس ساری لمبی چوڑی تحریر کا جو شیطان کی آنت سے بھی زیادہ طویل ہے خلاصہ یہ ہے کہ کرشن جی دعا کرتے ہیں کہ جھوٹا سچے سے پہلے طاعون ہیضہ وغیرہ سے مر جائے۔ اس جواب میں آپ نے کئی طرح سے دجل اور فریب سے کام لیا ہے:

اول: یہ کہ اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔

دوم، یہ کہ اس مضمون کو بطور الہام کے شائع نہیں کیا بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر تم مر گئے تو تمہارے دام افتادہ خس کم جہاں پاک کہہ کر یہ عذر کر دیں گے کہ حضرت صاحب کا یہ الہام نہیں تھا بلکہ محض دعا تھی۔ یہ بھی کہہ دیں گے کہ دعائیں تو بہت سے نبیوں کی بھی قبول نہیں ہوئیں۔ دیکھو حضرت نوح کی دعا قبول نہ ہوئی۔ بلکہ وہ آپ ہی کی دعاؤں کی بہت سی مثالیں دے دیں گے کہ قبول نہیں ہوئیں۔ آپ نے تین سال کے اندر فیصلہ ہو جانے کی دعا کی تھی جو قبول نہ ہوئی، حالانکہ آپ نے لکھا تھا کہ اگر یہ قبول نہ ہوئی تو میں اپنے آپ کو کافر مردود کذاب اور دجال سمجھونگا جس کی تفصیل گذشتہ نمبر میں ہو چکی ہے۔

سوم، یہ کہ میرا مقابلہ تو آپ سے ہے، اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے جب کہ (بقول آپ کے) مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم، مولوی اسماعیل علی گڈھی مرحوم اور ڈاکٹر ڈوئی امریکن اسی طرح مر گئے تو کیا لوگوں نے آپ کو سچا مان لیا ہے؟ ٹھیک اسی طرح اگر یہ واقعہ بھی ہو گیا تو کیا نتیجہ؟

چہارم۔ آپ نے بڑی چالا کی یہ کی کہ یہ دیکھا کہ ان دنوں طاعون کی شدت ہے۔ خصوصاً صوبہ

پنجاب میں سب صوبوں سے زیادہ ہے، بالخصوص پنجاب کے دارالسلطنت لاہور میں جو امرتسر سے بہت قریب ہے یہ کیفیت ہے کہ مردوں کا اٹھانا مشکل ہو رہا ہے، اور کوئی آج اگر ہے تو کل کا اعتبار نہیں، اور دیکھنے میں بھی ایسا ہی آیا ہے کہ وہ ہے تو یہ نہیں یہ ہے تو وہ نہیں۔ ایسے وقت میں طاعون ہیضہ وغیرہ کی موت کی دعا محض حسن بن صباح کی دعا کی طرح ہے کہ جب اس نے دیکھا کہ جہاز ڈوبنے لگا ہے تو بلند آواز سے کہہ دیا کہ مجھے الہام ہوا ہے جہاز نہیں ڈوبے گا۔ جس سے اس کی غرض یہ تھی کہ اگر ڈوب گیا تو سب مر جائیں گے، کون میرے کذب پر مجھے الزام لگاوے گا، اور اگر بچ رہا تو سارے معتقد ہو جائیں گے۔ یہی چال تمہاری ہے، اگر مخالف مر گیا تو تمہاری چاندی ہے اور اگر خود بدولت خس کم جہاں پاک ہوگئے تو کون قبر پر لات مارنے آئے گا۔

پنجم۔ تمہاری یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہوسکتی کیونکہ مسلمان تو طاعونی موت کو بموجب حدیث شریف ایک قسم کی شہادت جانتے ہیں پھر وہ کیوں تمہاری دعا پر بھروسہ کرکے طاعون زدہ کو کاذب جانیں گے۔

ششم: آپ نے ایک چالاکی یہ کی کہ پہلے تو صرف طاعون یا ہیضہ سے موت کی دعا کی، مگر اخیر میں آکر یہ بھی کہہ دیا کہ یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اس تعمیم کرنے سے آپ کی غرض وہی ہے جو آتھم کے معاملہ میں آپ نے ظاہر کی تھی کہ موت کی پیش گوئی جب جھوٹی نکلی تو بات بنالی کہ چونکہ وہ امرتسر سے فیروز پور تک چلا گیا اور چھپ کر رہا، پس یہی موت کے برابر ہے۔ چہ خوش: من خوب مے شناسم پیران پارسارا

ہفتم: آپ نے پہلے اپنے گذشتہ مضمون مندرجہ اہل حدیث ۱۹۔ اپریل کے فقرہ نمبر ۴ میں لکھا تھا کہ خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے۔ مگر اب کیوں آپ میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں۔

مرزائیو! بتلا سکتے ہو یہ تہافت و تخالف کیوں؟ ایک ہی ہفتہ میں اتنا اختلاف کیوں ہوا؟ سچ ہے لو جدوا فیہ اختلافاً کثیراً

مختصر یہ کہ میں تمہاری درخواست کے مطابق حلف اٹھانے کو طیار ہوں اگر تم اس حلف کے نتیجے سے مجھے اطلاع دو۔ اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کرسکتا ہے۔

مرزائیو! تمہارا گرو اور تم کہا کرتے ہو کہ مرزا صاحب منہاج نبوت پر آئے ہیں۔ کسی نبی نے بھی اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے فیصلہ کرنے کی طرف بلایا ہے؟ بتلاؤ تو انعام

لو، ورنہ منہاج نبوت کا نام لیتے ہوئے شرم کرو۔

مولوی صاحب صاحب نے اپنی اس تحریر میں جو ان کے سکرٹری یا نائب کی نہیں بلکہ خاص انہی کی ہے حضرت مرزا صاحب کے دعا والے فیصلہ کو نو دلائل سے نامنظور کیا ہے۔ اول مولوی صاحب کی اس پر منظوری نہ تھی۔ دوم وہ الہامی دعا نہ تھی۔ سوم مولوی صاحب کا مرجانا کسی کے لئے حجت نہیں۔ چہارم طاعون کا خوف مولوی صاحب کو تھا۔ پنجم یہ دعا فیصلہ کن نہ تھی۔ ششم اس دعا میں صرف موت ہی نہیں بلکہ سخت آفت کا ذکر تھا۔ ہفتم، رسول تو رحیم کریم ہوتا ہے پھر مولوی صاحب کی ہلاکت کی دعا مرزا صاحب کیوں کرنے لگے۔

اب میں مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ باوجود ان تحریروں کے کیا اب بھی آپ کو کوئی حق حاصل ہے کہ اس دعا کو پیش کریں (کیا مرزا نے دعا منسوخ کی، واپس لی، اس کو منسوخ کرنے کی دعا کی۔ بہاء) کیا یہ کسی مومن موحد کا کام ہے کہ ایک فیصلہ کو بڑے پرزور الفاظ میں رد کرے اور پھر اسی کو اپنی تائید میں پیش کردے۔ کیا وہ عقیدہ جو ۱۹۰۷ء میں آپ کے نزدیک دجل فریب نادانی اور خلاف منہاج نبوت تھا، ۱۹۰۸ء میں صداقت اور حق اور دانائی اور طریقہ شریعت ہو گیا (عقیدہ حیات مسیح ۱۸۸۴ء میں عین اسلامی تھا، ۱۸۹۰ء میں جا کر شرک کیونکر ہو گیا؟ بہاء) اگر ایسا ہے تو پھر میں آپ کی خدمت میں وہی بات عرض کرتا ہوں کہ آپ حلف اٹھا کر اپنے اخبار میں شائع کردیں کہ میں اپنے پرانے عقائد سے جو میں نے اپریل ۱۹۰۷ء میں اپنے اخبار میں ظاہر کئے تھے توبہ کرتا ہوں۔ وہ سب جھوٹ اور بہتان تھا اگر صادق اور کاذب کا مقابلہ ہو جائے اور ایک دوسرے کے سامنے میدان میں آجائے اور صادق کاذب کے حق میں ہلاکت کی یا سخت آفت کی بد دعا کرے جیسا کہ مرزا صاحب نے میرے حق میں کی تھی تو ایسی دعا میں صداقت حق اور مطابق منہاج نبوت ہے۔ اور ایسا کرنے سے کسی رسول کے رحم و کرم میں کوئی فرق نہیں آتا اور جو کچھ میں نے پہلے لکھا تھا وہ سب جھوٹ افتراء اور بہتان تھا اور اس عقیدے کو اب ترک کرتا ہوں۔

اگر مولوی صاحب ایسا حلفیہ بیان شائع کردیں تو پھر ہم ان کی اس تحریر کا حوالہ دینا بھی چھوڑ دیں گے جو کہ ہم نے اوپر اہل حدیث میں سے نقل کی ہے۔

سردست میں اس کے متعلق اتنا ہی لکھنا کافی سمجھتا ہوں اور اس خط کو اخبار میں شائع کر کے مولوی صاحب سے وہ مطالبات کرتا ہوں جو اوپر درج کئے گئے ہیں اور ان کے جواب کا انتظار کرتا ہوں۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کا جواب بجز گالیوں کے اور فحش گوئی کے اور چند

ایک اشعار لکھ دینے کے اور کیا ہوگا۔ ہم تو ان کی گالیاں سننے کے عادی ہو گئے ہیں اور نہ گالیوں میں ان کا مقابلہ کرنا پسند کرتے ہیں بلکہ گالیوں کے عوض بھی انکے واسطے دعا ہی کرتے ہیں کہ خدا تعالی انہیں تو بہ نصیب کرے کیونکہ وہ خود بھی باوجود اس قدر تڑ پنے کے دعا والے اشتہار کے جواب میں رسول کے رحم وکرم کے حضور میں اپیل کرتے ہیں کہ میرے واسطے ہلاکت کی دعا کیوں کی جاتی ہے۔ ہم تو نہیں چاہتے کہ وہ اس گمراہی کے گڑھے میں گرے رہیں اور ان کی گالیاں سن کر بھی گالی نہیں دیتے ان کی عادت ہے کہ بجائے کسی معقول جواب کے فوراً دشنام دہی پر آ جاتے ہیں۔آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ میں خلیفۃ المسیح حکیم نورالدین کو ان بڑے بڑے احسانات کے سبب جو آپ نے مجھ پر کئے ہوئے ہیں آپ کو ابی المکرّم کر کے لکھا کرتا ہوں اس لفظ کو پکڑ کر مولوی ثناء اللہ صاحب نے بار ہا مجھے نیوگ زادہ لکھا ہے کہ مولوی صاحب تمہارے حقیقی باپ تو نہیں، پس نیوگ کے سبب تمہارے باپ ہوں گے۔ یہ ہے اہل حدیث کے ذہن رسا کا نمونہ۔ گویا ان کے نزدیک یہ بات اصول میں داخل ہے ..سوائے نکاح یا نیوگ کے اور کسی تعلق پر بولا نہیں جا سکتا مجھے ایک دوست .. نے کہا کہ تم بدر میں لکھ دو کہ مولوی محمد حسین ،مولوی ثناء اللہ کو اپنا بیٹا کہا کرتا ہے تو پھر وہ جن معنوں سے ہے مگر میں نے کہا کہ میں ایسے جواب دینا پسند نہیں کرتا اور نہ ایسی باتوں کے جواب کی کوئی ضرورت ہے۔ عاقل خود جانتا ہے کہ مولوی صاحب کے ایسے الفاظ ان کے کن اخلاق کو ظاہر کر رہے ہیں۔حق کی مخالفت نے ان کے اندر سے سنجیدگی اور تہذیب کو نکال دیا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ ایسی کلام کا نتیجہ ان کے حق میں کیا ہوگا ۔عداوت نے انہیں دیوانہ بنا دیا ہے۔ چند روز کا ذکر ہے ہمارے ایک دوست نے جو حیدر آباد دکن میں رہتے ہیں اور ان کا نام میر فضل علی ہے اہل حدیث کی ایسی ہی بدزبانیوں سے جل کر کہ اس نے ایک دفعہ بدر کو بدرو لکھا اور اڈیٹر الحکم کو ابوالحکم لکھا ایک مضمون ہمارے پاس بھیجا جس میں انہوں نے دکھایا کہ ابوجہل عمر بن ہشام جو ابوالوفا ثناء اللہ ہر دو کے اعداد حروف بہ تعداد جمل برابر ہوتے ہیں، مگر میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اسے چھاپوں کیونکہ ہم نے جب کہ اس سخت تاریکی کے زمانہ میں حق کو قبول کر لیا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ سب سختیاں اٹھائیں اور ہر ایک قسم کا سخت کلام سنیں اور کسی بدگو کا جواب بدگوئی سے نہ دیں

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو۔ رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

اب میں اس دعا پر خط کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالی آپ کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کو استقامت عطا کرے کہ آپ صحابہ کا نمونہ بنیں اور بہتوں کے واسطے ہدایت کا موجب ہوں آمین

۔خادم محمد صادق اڈیٹر اخبار بدر

حاشیہ اہل حدیث مورخہ ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ جلد ۴ نمبر ۴۵ ص ۴ کالم اول:

آپ اس دعوی میں قرآن شریف کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں قرآن تو کہتا ہے کہ بد کاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے سنو! من کا ن فی الضلا لة فلیمدد له الر حمن مداً (مر یم) اور انّما نملی لھم لیز دا دوا ا ثماً و لھم عذا ب مھین (آ ل عمرا ن) اور و یمدّ ھم فی طغیا نھم یعمھو ن (پ ا ع ۲)اور سنو...ھم حتّی طال علیھم العمر (الانبیاء) جنکے صاف یہی معنی ہیں کہ خدا تعالی جھوٹے دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تا کہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کرلیں۔پھر تم کیسے من گھڑت اصول بتلاتے ہو کہ ایسے لوگوں کو بہت عمر نہیں ملتی کیوں نہ ہو دعوی تو مسیح کرشن اور محمد احمد بلکہ خدائی کا ہے اور قرآن میں یہ لیاقت ذلک مبلغھم من العلم۔نائب اڈیٹر (بدر ۱۳۔اکتوبر ۱۹۱۰ء ص ۵۔۸)

کیا مرزائیوں کو مرزا پر ایمان نہیں؟ میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی نے میرے مواخذہ سے تنگ آکر ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا جس کا عنوان تھا۔

''مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ''

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مریں تو میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہونگا۔اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ پبلک کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو اس دنیا سے چل بسے چونکہ ایک قدرتی فیصلہ تھا اس لئے اس کا اثر بھی عام ہونا ضروری تھا۔چنانچہ بحمد اللہ ایسا ہی ہوا اس لئے اس کے جواب میں مرزائیوں نے بھی پبلک کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی بہت کوشش کی۔چنانچہ ۱۳/اکتوبر کے قادیانی بدر میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے:

''کیا دعا والا اشتہار پیش کرنے کا کوئی حق مولوی ثناء اللہ صاحب کو ہے۔''

اس مضمون سے ایڈیٹر نے بڑے زور سے اپنے ناظرین کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے چونکہ بعض اشتہارات ایسے شائع کئے ہیں جن میں یہ لکھا ہے کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں۔بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ حرامزادے کی رسی دراز ہے وغیرہ۔لیکن افسوس ہے کہ دجال مرتے مر گئے مگر دجل نہ چھوڑا میرے یا میرے کسی دوست (حکیم محمد الدین

جن کا وہ نام لیتے ہیں اُن) کے اشتہار سے اصل عبارت مع قید تاریخ نقل نہیں کرتے بلکہ محض ابلہ فریبی سے روایت بالمعنے کر کے دھوکہ دیتے ہیں۔ اور چالاکی سے لکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ حلف اُٹھائے کہ اوس نے کوئی تحریر ایسی نہیں شائع کی؟

او مرزائیو! سنو! میں حلفاً کہتا ہوں کہ مجھے اس قسم کی کوئی تحریر یاد نہیں جس میں میں نے لکھا ہو کہ حرامزادے کی رسی دراز ہے۔ اگر تمہارے پاس اس مضمون کا کوئی اشتہار ہے تو اوس کو اصل الفاظ میں نقل کرو اور ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب (مرزائی) مقیم امرتسر کی معرفت اصل اشتہار دکھا کر تصدیق بھی کراؤ، اوس کے بعد ہمارا مندرجہ ذیل جواب سنو!

ایک طرف مرزا صاحب کا فرمان واجب الاذعان ہو جو خدائی حکم سے شائع ہوا ہو۔ جس کو بطور تحدی مدار فیصلہ قرار دیا ہو دوسری طرف میرا یا کسی اور مخالف کا بیان مخالفانہ اوس کی تکذیب میں ہو تو تم کس کو مانو گے؟ اور کس پر ایمان لاؤ گے؟ (ان کنتم مؤمنین) کس قدر شرم کی بات ہے کہ مرزا صاحب تو خدا کے حکم سے آخری فیصلہ کا اعلان شائع کریں اور خدا اون کی دعا قبول کرنے کا وعدہ کرے (دیکھو اخبار بدر مورخہ ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء) اس کے مقابلہ میں میں اس کی تکذیب کرنے کو شائع کردوں کہ میں اس کو نہیں مانتا یہ فیصلہ غلط ہے تو کیا کوئی دانا یا اہل ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے ایسا کہنے سے خدائی حکم ٹل سکتا ہے۔ یا میں خدائی حکم پر غالب آسکتا ہوں یا میں ایسے شخص کی تحدی کو پا سکتا ہوں جس کے دعاوی یہ تھے کہ ''

انّ قدمی علی منارۃ ختمت بھا کل رفعۃ۔ (خطبۃ الہامیۃ، ص۳۲) ''میرے پاؤں ایسے منارہ پر ہیں جس پر تمام بلندیاں ختم ہیں۔''

یعنی میں سب سے بلند ہوں۔ جس کا دعویٰ تھا کہ

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　　اوس سے بہتر غلام احمد ہے

جس کا یہ بھی دعویٰ تھا:　　　صد حسین ست درگریبانم

ایسے شخص کی مخالفانہ تحدی اور مدار فیصلہ کو میں غلط کروں تو کم سے کم لوگوں کو تو یہ ماننا پڑے گا کہ میں ایسے شخص سے ضرور بڑے رتبہ کا ہوں بلکہ یہ بھی ماننا پڑے گا (معاذ اللہ) کہ میں خدائی حکم کو بھی مٹا سکتا ہوں۔ اسلامی عقیدہ میں تو ایسا سمجھنا یا خیال کرنا کفر ہے۔ مرزائیو! غور سے سنو!

واللّٰہ غالب علی امرہ

وھو القاھر فوق عبادہ

ناظرین! آپ لوگ ان دجاجلہ سے ایک ہی بات پوچھو کہ مولوی ثناء اللہ کا حکم خدائی حکم پر غالب ہے، یا خدائی حکم مولوی ثناء اللہ پر غالب ہے؟ صورت اول تو ایمان سے دور ہے۔ صورت ثانیہ میں قطعی فیصلہ ہے۔ فالحمد للہ۔ یہی ایک سوال ہے جو مدار فیصلہ ہے۔

مرزائیو! بس اسی ایک سوال کا جواب تم سے مطلوب ہے دگر ہیچ ؎

بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا۔

(اہل حدیث جلد ۸۔ نمبر ۲۔ مورخہ ۸ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۱۰ء ص: ۱-۲)

(یاد رہے کہ مرزا صاحب کے آخری فیصلہ والے اشتہار پر قادیانیوں کے رئیس المناظرین میر قاسم علی نے ۱۹۱۲ء میں لدھیانہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ مباحثہ کر کے شکست کھائی تھی اور تاوان کے طور پر تین سو روپیہ جرمانہ ادا کیا تھا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ قادیانیوں کے دلائل جو درج بالا قسم کے مضامین میں دیتے تھے کتنی جان تھی؟ بہاء)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ایک جگہ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے آخری فیصلے میں دعا کرتے ہوئے سات جملے خبریہ لکھے ہیں۔ منجملہ ایک یوں ہے اگر میں (مرزا) ایسا ہی کذاب ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ (ثناء اللہ) اپنے ہر ایک پرچہ (اہل حدیث) میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤ نگا۔

کئی دفعہ تحریروں اور تقریروں میں مرزائیوں کو توجہ دلائی گئی کہ جملہ خبریہ کا وقوع نہ ہو تو قائل کاذب ہوتا ہے۔ آخر اہل قادیان نے تنگ آ کر اس کا جواب دیا اور لکھا کہ مرزا صاحب کی عبارت کا مطلب جملہ خبریہ میں یہ ہے

اگر میں مفتری اور کذاب ہوں اور میرا سلسلہ خدا کی طرف سے نہیں تو خدا کی قسم مولوی ثناء اللہ ضرور اس سلسلہ کو نابود اور منہدم کر دیگا۔ (الفضل قادیان یکم جولائی ۱۹۳۴ء ص ۷)

مطلب (قادیانی) مجیب کا یہ ہے کہ اس جملہ خبریہ میں جو جزا ہے وہ واقعہ نہیں یعنی مولوی ثناء اللہ نے سلسلہ احمدیہ کو منہدم نہیں کیا۔ ہم اس جواب سے بہت خوش ہیں کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ جملہ شرطیہ کی جزا وہ ہوتی ہے جو قائل مرتب کرے۔ نہ وہ جو کوئی دوسرا لگائے۔ مثلاً زید کہے اگر میں جھوٹا ہوں تو خدا مجھ پر لعنت کرے گا۔ اس جملہ خبریہ کی تفسیر اور تعبیر کوئی دوسرا یوں کرے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو خدا میرے دشمن پر لعنت

کرے گا۔ دانا جانتے ہیں کہ یہ اس قول کی تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے۔ اصل جملہ خبریہ ہمارے سامنے ہے جو بغرض مزید تفہیم ہم مکرر نقل کرتے ہیں۔

اگر میں (مرزا) مفتری ہوں تو آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا۔

مسیح موعود (مرزا) کے ان حواریوں سے پوچھنا چاہیے کہ مرزا صاحب کے جملہ شرطیہ میں ان کی مرقومہ جزا کو تبدیل کر کے دوسری جزا اس کی جگہ رکھنے والے تم کون ہو؟ کیوں نہ ان کے جملہ خبریہ کو اصل صورت میں رکھا جائے‘۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۰۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۵)

ایک مرتبہ حضرت مولانا امرتسریؒ نے لکھا:

مرزا صاحب قادیانی نے پبلک کی ہدایت کے لیے یہ ایک معیار دنیا کے سامنے رکھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ اور مرزا صاحب میں جو عرصہ دراز سے اختلافی جنگ جاری ہے اس میں پہلے مرنے والے کی موت بہترین معیار ہے۔ اس اعلان (اشتہار ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء) کی عبارت میں آٹھ جملے خبریے ہیں، جن کا وقوع ضروری ہے۔

اب ایک طرف تو یہ بڑا زوردار اشتہار ہے دوسری طرف مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کا فرمان ملاحظہ ہو کہ وہ وفات مرزا صاحب کو کافی نہیں جانتے بلکہ فرماتے ہیں:

ہم تو اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی بددعا اس (ثناء اللہ) کے حق میں منظور ہوئی اور وہ اس کا نتیجہ بھی انشاء اللہ دیکھ لیگا‘ (ریویو جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۲۹۸)

کوئی ان امیر جماعت سے پوچھے کہ نتیجہ تو موت و حیات تھا جو دنیا نے دیکھ لیا اس کے علاوہ کون سا نتیجہ ہے جس کے آپ ۱۹۰۸ء میں منتظر تھے اور آج عرصہ طویل گزرنے پر بھی وہ ظہور پذیر نہیں ہوا؟

خلیفہ قادیان (مرزا محمود) کا خدا بھلا کرے کہ انہوں نے اس معاملہ کو صاف کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: جب حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے ثناء اللہ کی بابت دعا کی اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیشگوئی ہوگئی‘ (تشحیذ الاذہان۔ جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

جس دعا کی قبولیت کی طرف یہاں خلیفہ قادیان نے اشارہ کیا ہے وہ اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں درج ہے کہ مرزا صاحب متوفی نے کہا کہ ہم نے جب ثناء اللہ کے لیے دعا کی تو یہ

الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع بس اس دعا اور اس کی قبولیت کا اثر یہ ہوا کہ مرزا صاحب مجھ سے پہلے مر گئے۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر ۴ جنوری ۱۹۳۵ء)

مولانا امرتسریؒ ایک اور موقع پر لکھتے ہیں کہ

مرزا کے اشتہار کو بنظر غور دیکھیں تو اس میں درج ذیل پانچ امور صاف صاف ملیں گے

۱۔ وجہ اشاعت اشتہار ھذا میری طرف سے سخت تحریرات کا نکلنا۔

۲۔ سارے اشتہار میں مرزا نے مباہلہ کا لفظ نہیں بولا بلکہ محض اپنی دعا سے فیصلہ چاہا۔

۳۔ سارے اشتہار میں میرے ذمہ کوئی کام نہیں رکھا بلکہ صرف اپنی دعا کو کافی سمجھا۔

۴۔ اس مضمون کو سچا اور ضروری الوقوع بتانے کو شروع میں بالفاظ قرآن مجید قل ای و ربی انہ الحق مئوکد بہ حلف بتایا ہے۔

۵۔ سب سے اخیر میں لکھا ہے کہ مولوی (ثناء اللہ) صاحب جو چاہیں لکھیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی میرے اقرار یا انکار کا کوئی اثر نہیں۔

پس اس اشتہار کی اندرونی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس دعا کے متعلق میرا (یعنی ثناء اللہ کا) کچھ کام نہیں۔ نہ میرا اقرار قبولیت کے لیے شرط ہے۔ نہ انکار باعث رد۔ بلکہ جو کچھ ہے وہ مرزا صاحب کی دعا ہے اور بس۔ ان امور خمسہ کے بعد مرزا صاحب کی اس دعا کے متعلق دوسرا اعلان بھی قابل غور ہے جس میں ذکر ہے کہ میں نے ثناء اللہ کی بابت دعا کی تو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع (اخبار بدر قادیان ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء)۔ یہ تو ہے مرزا صاحب کا اپنا قول جو سب جماعت احمدیہ پر حجت ہے۔ اب مزید تائید بھی سنیئے۔ مرزا صاحب کے بعد امت مرزا دو گروہوں میں منقسم ہوگئی۔ پہلا گروہ قادیانی ہے جس کا سرگروہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان ہے۔ دوسرا گروہ لاہوری ہے اس کا سرگروہ مولوی محمد علی ایم اے امیر جماعت ہے۔ ان دونوں نے اس دعاء مرزا کی بابت جو رائے لکھی ہے وہ بہت صاف اور فیصلہ کن ہے۔ خلیفہ (محمود) صاحب کا قول ہے کہ جب حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے ثناء اللہ کی بابت دعا کی اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیشگوئی ہوگئی' (تشحیذ الاذہان۔ مولفہ میاں محمود احمد۔ بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

اس عبارت سے مطلع بالکل صاف ہوگیا ہے کیونکہ دعا جملہ انشائیہ ہے اور پیشگوئی

جملہ خبریہ ہے۔ جملہ خبریہ صادقہ کا تحقق ضروری ہے۔ مرزا صاحب نے آیت قرآنیہ کے الفاظ میں قسم کھا کر اس مضمون کو جملہ خبریہ کی صورت میں دکھایا ہے۔ اس لیے باپ بیٹا دونوں اس پر متفق ہیں کہ اشتہار جملہ خبریہ ہے جس کا وقوع ضروری ہے۔ ایک اور بات بڑی ضروری یہ ثابت ہوئی کہ مرزا صاحب کا الہام مندرجہ اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء اجیب دعوۃ الداع اسی دعا کے متعلق ہے نہ کسی اور کے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے دعا کی تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے۔ خدا نے اس دعا کی منظوری کا الہام کیا۔ اس کے بعد یہ دعا پیش گوئی کے رنگ میں آ گئی۔ پھر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے روز جو کچھ لاہور میں ہوا وہ سب جانتے ہیں۔

لاہوری گروہ کے سربراہ چونکہ انگریزی میں ایم اے ہیں لہٰذا انگریزیت ان پر غالب ہے اس لیے وہ اشتہار کے دعا ہونے کا اور اس کی قبولیت کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ مگر انگریزی طریق پر جس میں بجائے صفائی کے تکدر غالب ہو۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے الفاظ یہ ہیں

'ہم تو اس بات کے معترف ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی بددعا اس (ثناء اللہ) کے حق میں منظور ہوئی اور وہ اس کا نتیجہ بھی انشاء اللہ دیکھ لے گا۔ (مقولہ محمد علی در رسالہ ریویو قادیان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۲۹۸)

یعنی حق غلبہ کر کے زبان قلم سے نکلنا چاہتا ہے بلکہ بزور نکل گیا ہے مگر بے سمجھوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کو یہ پخ لگا دی گئی ہے کہ 'نتیجہ دیکھ لے گا'۔ نتیجہ سوائے موت کاذب اور حیات صادق کے اور کیا ہے جس کو بزمانہ مستقبل دیکھنے سے ڈرایا جاتا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء)

فتوی روہیل کھنڈ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس بارہ میں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مریدوں اور ان کے عقیدت مندوں سے میل جول رکھنا اور ساتھ کھانا پینا اور ان کے ساتھ مثل برادران اہل اسلام کے باہم ارتباط رکھنا چاہیے یا نہیں اور ان کی امامت سے نماز ادا کرنا چاہیے یا نہیں۔ فقط بینوا و توجروا۔ راقم محمد اکرام اللہ خان

جواب : مرزا قادیانی ایک شعبدہ باز اور دنیا ساز شخص ہے کبھی مسیحائی کا دعوی اور کبھی مہدی و مجدد ہونے کا آوازہ کبھی کرشن کی نبوت کا اثبات کر کے اہل ہنود کو بھی اپنے اوتار ہونے کا معتقد کرانا چاہتا ہے۔غرضیکہ عیسائی مسلمان و ہنود ہر ایک کے مذہبی اصول پر حملہ آور ہو کر اپنی قابلیت کا جس کو بزعم خود بلفظ نبی و مہدی وغیرہ نعوذ باللہ تعبیر کرتا ہے بہر حال سخت بے ادب اور منہ زور ہے پس اس زمانہ شور و فتن میں راس المال ایمان کا ایسے قطاع الطریقوں سے بچانا عوام کو سخت مشکل ہے۔افسوس ان جاہلوں پر ہے کہ جن کو عربی سمجھنے اور سمجھانے کی لیاقت نہیں وہ قرآن شریف کی آیات اپنی جولانی طبیعت سے پڑھ کر مطلب مرزا صاحب کی مسیحیت کا نکالتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ان کو اتنی شرم نہیں کہ کروڑوں علمائے ہند و عرب و روم و افریقہ وغیرہ ..اب تک راہ پر نہ آئے اور مرزا صاحب کے زبان وقلم سے تکفیر و دجالیت پر متفق ہیں۔مرزا صاحب اگر حق پر ہیں اور من جانب اللہ ہونے تائید ہے تو افغانستان بہت قریب ہے تشریف لے جا کر اپنے دم عیسوی کے اظہار سے منتظرین حضرت مسیحا علیہ وعلی نبینا الصلوۃ کو انتظار کی مصیبت سے نجات بخشیں۔علاوہ اس کے مرزا موصوف عجیب شخص ہیں کہ جن کا یہ دعوی رہتا ہے کہ جملہ حوادث کائنات میری ہی بددعا سے ہوتے ہیں طاعون وبا حرکت زمین مرگ مفاجات کسوف خسوف نمونیا وغیرہ یہ سب مصائب وغیرہ کے بانی جناب مرزا ہی ہیں۔افسوس مرزا تو اپنے ٹکے سیدھے کرتے ہیں مریدوں پر نذرانہ بطور ٹیکس مسیحا مقرر ہے مگر معتقدین خسر الدنیا و الآخرۃ کے مصداق رہے لہذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچیں اور جیسا بریلی میں معتقدین مرزا صاحب کو تمام مسلمین شہر نے اپنے گروہ سے علیحدہ کر دیا اسی طرح ہر جگہ اجتناب لازم ہے اور مرزا صاحب کا معتقدین کو حکم ہے کہ جو لوگ مجھ پر یقین نہیں رکھتے ان پر خدا کا عذاب ہوگا اور وہ مردود ہیں انکے پیچھے نماز نہ پڑھو اور نہ ان کی شرکت کرو اور ان کا یہ حکم نہ بھی تو مرزا کو جو امام حسینؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور تمام علمائے امت اور روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر کہتا ہے اور بزرگان دین کی سخت اہانت کرتا ہے نبوت کا مدعی ہے پس ہر شخص کہدے گا کہ یہ شخص گمراہ اور معتقدین اس کے بد مذہب اور خارج اہلسنت سے ہیں لہذا عوام کو اگر اپنے ایمان کی محبت ہے تو ان لوگوں کی صحبت سے پرہیز کریں ورنہ صحبت کے اثر سے ایمان میں ضرور نقصان آجائے گا اور اپنے علماء کی پیروی کر کے خدا سے سلامتی ایمان کی دعا کرتے رہیں واللہ اعلم بالصواب۔سید محمد اعظم صفر المظفر ۱۳۲۴ھ

بعض پیش گوئیاں اگر مرزا صاحب کی صحیح نکلیں تو ایسی تو کافر منجموں کی بھی صحیح ہو جایا

کرتی ہیں ...لہذا عوام کو محترز رہنا چاہیے۔ ابو یحی محمد عفی عنہ

بے شک قادیانیوں کے ساتھ مثل برادران اہل اسلام ارتباط نہیں رکھنا چاہیے اور ان کی امامت سے نماز نہیں ادا کرنی چاہیے۔ محمد عبدالخالق مدرس مدرسہ عین العلم

اسی طرح اسی کا یہ دعوی ہے کہ میں مسیح اور مہدی ہوں بدیں وجہ اور دیگر وجوہ لازم ہے کہ قادیانی معہ اپنے پیرو کے دائرہ اسلام سے خارج ہیں مسلمانوں کو ان سے کسی طرح تعلق برادرانہ جائز نہیں۔ عبدالکریم عفی عنہ

کوئی شخص دعوی رسالت صراحۃً یا کنایۃً کرے تو وہ شخص کاذب ہے کیا اس شریعت سے بہتر کوئی دوسری شریعت ہوسکتی ہے جو مدعی رسالت اس کو لائے گا اور اس کو باطل کرے گا... کسی نے اس دین متین کو نظر انکار سے نہیں دیکھا۔ ...محمد محی الدین پیش امام مسجد شاہجہان پور

مرزا قادیانی دین کو بدلنا چاہتا ہے اور ایک جدید مذہب کا امام خود بننا چاہتا ہے ...ایک وحی یہ بیان کی ہے کہ مجھ کو وحی ہوئی ہے کہ تیری عمر ۸۰ برس کی یا تین چار سال یا چند سال زیادہ۔ تو غور کرو کہ یہ کلام مشکوک وحی الہی ہوسکتا ہے بلکہ اس کے قائل کو مجنون یا احمق تصور کیا جائے گا... چہ جائے کہ وحی الہی ہو نعوذ باللہ ...اور فرقہ اہل سنت والجماعت سے خارج ان سے خلط ملط میل جول رکھنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا اور برتاؤ برادری کا برتنا سخت ممنوع ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا نادرست ہے۔ حررہ محمد ریاست علی عفی عنہ

چنانچہ دعوی نبوت وانکار ختم نبوت من کل الوجوہ کی نسبت نیچر یا نہ خیالات ابن اللہ اور تثلیث کا اقرار اور حضرت عیسی کی توہین اپنے کو مجدد و مخدوم ملائکہ قرار دینا وغیرہ ...لہذا ان لوگوں سے عوام کو بچنا چاہیے۔ کاتبہ العبد الاواہ ابو اسحاق محمد عبداللہ برادر وتلمیذ فاضل اجل مولانا حکیم حافظ ابو یحی محمد صاحب محدث شاہجہان پوری

مرزا قادیانی کے کفر میں تردد نہیں اس کے اقوال کفریہ اس کے رسائل میں مرقوم ہیں وہ اور اس کے متبعین سب ناری جہنمی کافر ہیں ان سے میل جول اور مخالطت وغیرہ سب حرام ہے۔ المشتہر ابو المکارم محمد رفعت اللہ خاں محلّہ انٹہ شاہجہان پور تلمیذ جامع معقول ومنقول الشیخ الاعظم جناب مولانا سید محمد اعظم معتمد علیہ فی الفتوی

اڈیٹر الحکم قادیانی لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اس فتوی کو پڑھا اور خدا نے جو وحی آپ پر بھیجی وہ حضرت اقدس ہی کے اپنے قلم سے لکھی مجھے ملی جو درج ذیل ہے جو مومنوں

کے ایمان کو بڑھائے گی اور خبیث القلب انسانوں کے رجس پر رجس پیدا کرے گی۔اور وہ یہ ہے:
یہ اشتہار میں نے پڑھا اور ان لوگوں کی سخت زبانی پر افسوس ہوا مگر یہ الہام ہوا، حالیا مصلحت وقت دراں می بینم ۔اور یہ بات سچ ہے کہ کوئی نبی یا رسول ایسا نہیں آیا جو اس کو ستایا نہیں گیا اور عجیب بات یہ ہے کہ جھوٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں ہوتا۔ نبی ﷺ کس قدر ستائے گئے اور کوئی دکھ نہیں جو نہیں دیا گیا مگر مسیلمہ کذاب وغیرہ جھوٹے نبی جب اٹھے تو ان کو کسی نے نہیں ستایا اور ہزار ہا آدمی ان کے ساتھ شامل ہو گئے جب تک کہ خدا نے ان کو ہلاک کیا۔ پھر حضرت عیسی ہی کے وقت تین شخصوں نے جھوٹے طور پر نبوت کا دعوی کیا مگر کسی یہودی نے ان کو صلیب پر نہیں چڑھایا لیکن حضرت عیسی کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے بیان کی حاجت نہیں اس سے ثابت ہے کہ یہ اندھے ہمیشہ سچے سے دشمنی کرتے رہے ہیں اور سچوں کو دھوکہ دیتے رہیں بعض ہماری جماعت کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ ایسے افترا کرنے والوں پر گورنمنٹ میں نالش کریں مگر یہ درست نہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ دنیا کی عدالتوں کی طرف جاویں ایک ہی ہے جو ہمارے دل پر اطلاع رکھتا ہے وہ جس طرح چاہے گا اس قدر کافی ہے جو اس اشتہار کے مقابل پر خدا تعالی نے آج ۱۲ جولائی ۱۹۰۷ء کو میرے پر ظاہر فرمایا اور وہ یہ ہے رب اخرجنی من النار الحمد للہ الذی اخرجنی من النار انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم ، واعطیک ما یدوم. ولن ابرح الارض الی الوقت المعلوم۔ پھر دیکھا کہ میرے مقابل پر کسی آدمی نے یا چند آدمیوں نے پتنگ چڑھائی ہے اور وہ پتنگ ٹوٹ گئی اور میں نے اس کو زمین کی طرف گرتے دیکھا۔ پھر کسی نے کہا غلام احمد کی جے یعنی فتح (بدر ۱۸ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۳؛ الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۲)

پیشگوئیوں کی میعاد سے پہلے موت

ڈاکٹر عبد الحکیم تحت لکھتے ہیں کہ پیش گوئیوں کی میعاد سے پہلے مرزا قادیانی کی موت کی وجہ اسکی مسلسل شوخی اور کذابی ہوئی جو وہ میرے الہامات حقہ اور نشانات قاہرہ کے خلاف کرتا رہا۔ اس نے اخبارات میں یہاں تک شائع کیا کہ حضرت محمد ﷺ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ وغیرہ انبیاء کی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں اور ان پر زنا وخیانت وغیرہ کے الزامات لگائے گئے ایسا ہی میرا حال ہے۔

بینات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے اس کا صریح ارتداد اور کفر ثابت کیا گیا۔ مگر وہ تائب

نہوا۔ خود اُس کو خدا کی طرف سے تنبیہات ہوئیں مگر اُس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ چنانچہ ۱۲ر جولائی ۱۹۰۶ء والی پیشگوئی میں نے شائع کی اور الذکر الحکیم نمبر ۴۔ اور المسیح الدجال میں نے اس کے پاس بھیجی مگر تکبر اور خود پرستی کے نشہ میں اُس نے مطلق غور نہ کیا۔ بلکہ ۱۶راگست ۱۹۰۶ء کو میرے مقابلہ پر کمال بے باکی کے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کر دیا جس میں اُس نے ظاہر کیا کہ

''عبدالحکیم میرے سامنے مرجائیگا اور اگر ایسا نہو۔ تو میں کذاب ، مفتری، دجال، بدمعاش، ملعون اور تمام بدمعاشوں سے بدتر ٹھہرونگا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کی زبان پر الفاظ ذیل جاری کرائے:

''اے عبدالحکیم خدا تعالیٰ تجھے ہر ایک ضرر سے بچاوے۔ اندھا ہونے سے، مفلوج ہونے سے اور مجذوم ہونے سے۔'' (دیکھو بدر ۱۱راکتوبر ۱۹۰۶ء)

پھر اس کو الہامات ہوئے:

اے سیف تو اپنا رخ پھیر لے۔ کمترین کا بیڑا غرق ہوگیا۔'' (الحکم ۱۷رنومبر ۱۹۰۶ء)

''مت ایھا الخوان۔ مر اے بڑی خیانت کرنے والے۔'' دو پل ٹوٹ گئی۔'' (بدر ۱۳رفروری ۱۹۰۷ء)

چونکہ مرزا المسیح الدجال تھا یعنی مسیحیت اور دجالیت کا مرکب، اس لئے اس کو بعض اوقات منذر الہامات سچ بھی ہوجایا کرتے تھے، چنانچہ یہ منذر الہامات سچ ثابت ہوئے۔ مگر مرزا ان سے بالکل متنبہ نہ ہوا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسکی شوخیوں اور نافرمانیوں کی سزا میں سہ سالہ میعاد میں جو ۱۱رجولائی ۱۹۰۹ء کو پوری ہونی تھی، دس مہینے اور گیارہ دن کم دیئے اور مجھے یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو الہاماً فرمایا: مرزا آج سے چودہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔''

یہ الہام کثرت سے اس کے اخبارات میں شائع ہوا۔ اور ۱۶رستمبر ۱۹۰۷ء کو اس کا بیٹا مبارک احمد میری پیشگوئیوں کے مطابق فوت ہوا۔ خود اس کو تنبیہ ہوئی:

''ان خبر رسول اللّٰہ واقع'' (بدر ۲۲راگست ۱۹۰۷ء)

مگر اُس نے متنبہ ہونے کی بجائے نہایت گستاخی، عیاری اور کذابی کے ساتھ تبصرہ شائع کر دیا جس میں اس نے ظاہر کیا کہ جو دشمن میری موت جولائی سے ۱۴ ماہ تک بتلاتا ہے وہ خود ہلاک ہوجائے گا۔ اس کا نشان مٹ جائے گا۔ اس کا نمود نہ رہے گا۔ اصحاب فیل کی طرح وہ خود تباہ ہوگا۔ خدا میری عمر بڑھا دیگا۔ مبارک احمد کی بجائے مجھے ویسا ہی اور لڑکا دیگا، وغیرہ وغیرہ

اس کو پڑھ کر اور مرزائیوں کا طغیان دیکھ کر خود بخود میرے منہ سے یہ دعا نکلی:

اے خدا اس ظالم کو غارت کر اے خدا اس بدمعاش کو غارت کر۔

اس لئے خدا کا غضب مرزا پر بھڑکا اور اس میعاد میں سے بھی ۲۷ دن کم کئے جا کر ۲۱ ساونون سمت ۱۹۶۵ مطابق ۴؍ اگست ۱۹۰۸ء تک میعاد مقرر فرمائی اور مجھ کو فرمایا کہ

''مرزا کی جڑ بنیادا کھڑ جائیگی۔'' وہ تباہ ہو جائیگا۔''

اس کو بھی ماتم کدہ کے الہام سے متنبہ کیا گیا اور منذر الہام ہوا۔''

مباش ایمن از بازئی روزگار۔ (بدر ۳۰؍ اپریل ۱۹۰۸ء)

میں نے ۸ مئی ۱۹۰۸ء کو اس کی تنبیہ کے واسطے ۲۱ ساونون والا الہام پیسہ، وطن، و اہلحدیث وغیرہ اخبارات میں شائع کر دیا۔ اور رجسٹری کرا کر اُس کے نام بھیجا۔ اور یہ بھی لکھا۔ کہ اگر وہ توبہ کے ساتھ گریہ وزاری کرے تو اس کو سہ سالہ پیشگوئی کے مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۰۹ء تک مہلت مل سکتی ہے۔

اس کو میری پیشگوئی کے مطابق پھیپھڑہ کا مرض بھی ہوا۔ اور داہنا ہاتھ بھی بے حس وحرکت ہوا جیسا کہ میں ۲۵؍ اپریل ۱۹۰۷ء کو مولوی نورالدین صاحب کے نام الہاماً لکھ چکا تھا۔ مگر وہ بدستور سرکش اور شوخ بنا رہا۔ اس کے کفریہ کلمات اخبارات میں شائع ہوتے رہے اور مرزائی بدستور مرتد اور سرکش بنے رہے۔ اس لئے میں نے پھر وہی الہامی الفاظ پڑھے۔ اور مجھے ۲۴؍ مئی ۱۹۰۸ء کو اس کی موت لومڑ کی شکل میں دکھائی گئی۔'' پھر دو چیلوں کی موت جو میری ضربات سے مرے اور جن کو میں نے اپنے پاؤں کے نیچے کچلا۔''

اس کی اطلاع میں نے اپنے احباب کو زبانی اور نیز بذریعہ خطوط کر دی تھی۔ سو الحمد للہ کہ یہ کالا ناک شیطان، لومڑ، دجال، کذاب، عیار، ملعون ۲۶؍ مئی ۱۹۰۸ء کو بسزائے موت داخل جہنم ہوگیا۔ اور دنیا کو اس کے مکاید اور دھمکیوں سے نجات مل گئی۔ اور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کی وہ پیشگوئی پوری ہوگئی جو ابوداؤد میں موجود ہے کہ المسیح الدجال ایک مرد مومن کے ساتھ مارا جائیگا۔ جو حسب ذیل ہے:

لاتزال طائفة مّن امّتى يقاتلون على الحقّ ظاهرين على من عاداهم حتى يقاتل اٰخرهم المسيح الدجال۔''

راقم (ڈاکٹر) عبدالحکیم خان ایم بی۔ اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ مرزا نے ڈاکٹر صاحب کے حق میں بھی بُری طرح ہلاکت کی پیشگوئی کی تھی چنانچہ اشتہار (تبصرہ) مجریہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء میں ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کر کے لکھا ہے کہ:

''دشمن جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا خدا ایک قہری تجلی کرے گا اور وہ جو جھوٹ اور شوخی سے باز نہیں آتے اُن کی ذلت اور تباہی ظاہر کرے گا۔''

ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی میعاد چودہ ماہ کی تردید میں مرزا نے اسی اشتہار میں لکھا ہے:

''(خدا نے مجھے فرمایا) میں تیری عمر کو بڑھاؤنگا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشگوئی کرتے ہیں ان سب کو میں جھوٹا کرونگا اور تیری عمر بڑھادونگا تا معلوم ہوا کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔''

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی چودہ ماہیہ جو ستمبر ۱۹۰۸ء کو ختم ہونے والی تھی مرزا کی عمر اس سے زیادہ ہوگی یعنی وہ ستمبر ۱۹۰۸ء کے اندر اندر کسی طرح نہیں مر سکتے تھے۔ حالانکہ مرے تو ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو جو چودہ ماہ سے تین ماہ قبل ہے۔ یہاں تک تو ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی کمال صفائی رکھتی ہے مگر ہم خدالگتی کہنے سے نہیں رُک سکتے کہ ڈاکٹر صاحب اگر اسی پر بس کرتے یعنی چودہ ماہہ پیشگوئی کر کے مرزا کی موت کی تاریخ مقرر نہ کر دیتے جیسا کہ انہوں نے کیا۔ چنانچہ ۱۵ رمئی کے اہلحدیث میں ان کے الہامات درج ہیں کہ ۲۱ ساون یعنی ۴ راگست کو مرزا مریگا تو آج وہ اعتراض نہوتا جو معزز ایڈیٹر پیسہ اخبار نے ۲۷ کے روزانہ پیسہ اخبار میں ڈاکٹر صاحب کے اس الہام چستا ہوا کیا ہے کہ ''۲۱ ساون کو کی بجائے ۲۱ ساون تک ہوتا تو خوب ہوتا۔ غرض سابقہ پیشگوئی سہ سالا اور چودہ ماہہ کو اُسی اجمال پر چھوڑے رہتے اور اُن کے بعد میعاد کے اندر تاریخ کا تقرر نکر دیتے تو آج یہ اعتراض پیدا نہوتا۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ مرزا اپنے اقرار کے مطابق آپ کے مقابلہ پر بھی ویسا ہی ماخوذ ہے جیسا کہ میرے مقابل پر۔ کیوں کہ اُس نے جیسی میری نسبت اپنی زندگی میں موت کی دعا اور پیشگوئی کی تھی ایسی آپ کی نسبت بھی کی تھی۔ گو میری نسبت صاف اور واضح تر الفاظ میں فیصلہ چاہا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ اگر میں (مرزا) مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مرجاؤں تو مجھ کو کذاب، مفتری،

مفسد، اور دجال سمجھو۔ غرض یہ کہ مرزا صاحب نے جو ہم دونوں اور دیگر ہمارے ہم خیال احباب کے لئے چاہا تھا وہ خود اُسی کے لئے پیش آیا:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(اہل حدیث امرتسر جلد ۵۔ نمبر ۳۲۔ مورخہ ۱۲/ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۲۔ جون ۱۹۰۸ء ص ۶-۷)

حکیم نورالدین کی خدمت میں ایک خط

(از مولوی ابوالمسیح احمد الدین سیالکوٹی)

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم۔

میرے قدیم مکرم و معظم مولوی نورالدین صاحب بعد ما وجب۔ مرزا صاحب کی وفات پر از آفات و ممات مملو از حسرات پر میرے سامنے آپ کا بت کھڑا ہو گیا اُس وقت جو مکالمہ ہوا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے اور آپ سے استفسار کیا جاتا ہے کہ آیا واقعی اُس بت نے جو جواب دیئے وہ آپ کے ہی ہیں یا نہیں؟ قبل اس کے کہ میں مکالمہ بیان کروں اپنا نام و پتہ بتانا اور اُس خواب کا جو آپ نے بمقام جموں میرے پاس بیان کیا تھا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میرا نام احمد دین ہے۔ کنیت میری ابوالمسیح ہے۔ سیالکوٹ کا رہنے والا ہوں۔ صدر کچہری ضلع سیالکوٹ میں ایک مثل خوان ہوں۔ بس اتنا ہی پتہ کافی ہے۔ ہاں جب مسیح (اللّٰھم اعذنا شرہ) پیدا ہوا تھا یعنی مدعی مسیحیت بنا تھا اُس وقت بھی میں نے سخت مخالفت کی تھی اور آپ سے خط و کتابت ہوئی تھی اب پھر جب وہ مرگیا ہے تو پھر آپ ہی سے اُس کے متعلق کارسپانڈنس correspondene شروع کی جاتی ہے لعلّک تزکی او تذکر فتنفعک الذکری' آپ کا خواب یہ تھا:

''میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کی جماعت ایک صاف سیدھی سڑک کے اوپر جارہی ہے میں بھی اُس جماعت کے ساتھ ہوں اور سڑک پر آرام وسلامتی سے جارہا ہوں میں نے اپنے دائیں بائیں طرف جو نظر اٹھائیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ جنگل بیاباں اورلق دق سنسان میدان پڑا ہے میں نے ارادہ کیا کہ اس ویرانہ کی سیر بھی کروں چنانچہ اُس سیدھی سڑک سے نیچے اتر کر میں ویرانہ میں چلا گیا مگر اپنی نظر بار بار اُس صراط مستقیم پر چلنے والے قافلہ کی طرف ڈالتا ہوں جب ذری دور فاصلہ پر چلا جاتا ہوں تو پھر جھٹ سے قافلہ سے آملتا ہوں۔ جنگل کی سیر بھی کرتا جاتا ہوں اور دل میں یہ خطرہ بھی ہے کہ

خدانخواستہ کہیں قافلہ سے بالکل الگ نہ ہوجاؤں اور جنگلی درندے نہ پھاڑ کھائیں۔غرض کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ اب قافلہ سے بہت پیچھے رہ گیا ہوں اور خطرناک حالت ہو چلی ہے تو اُس دم جنگل کا راستہ چھوڑ کر ہمہ تن اس طرف مصروف ہوجاتا ہوں کہ قافلہ کو جا پکڑوں چنانچہ میں بفضلہٖ تعالیٰ اس قافلہ کے ساتھ جا ملتا ہوں اسی طرح کرتا چلا جاتا ہوں کبھی جنگل میں نکل جاتا ہوں اور کبھی پھر قافلہ کو آملتا ہوں غرض اسی تگاپو میں تھا کہ جاگ اٹھا۔''

یہ ہے آپ کا خواب جس کے الفاظ خاص خاص تو آپ کے ہیں اور باقی میری بہرحال مطلب وہی ہے جو آپ نے بیان کیا تھا۔ میں نے آپ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں فرقہ اہل السنۃ کے ساتھ ہی انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں جاؤنگا۔گوکبھی کبھی اہل السنۃ کی راہ چھوڑ کر دل سے نہیں بلکہ صرف ظاہری طور پر۔اہل ضلالت کا راستہ بھی اختیار کرلیتا ہوں بہرحال نتیجہ نیک ہے کیوں کہ نیت صحیح ہے۔

میں نے اُسی دم آپ سے کہا تھا کہ مولانا صاحب ممکن ہے کہ آپ عین اُس حالت میں جب جنگل میں سیر کررہے ہوں آپ کو کوئی درندہ اچانک قابو کرلیوے اور آپ اُسی جنگل میں ہلاک ہوجاویں اور قافلہ آپ کی کچھ بھی مدد نہ کرسکے۔بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے اُس خواب سے یہہ سبق حاصل کریں کہ آپ جنگل کی سیر کا خیال تک نہ کریں اور ہر دم صراط مستقیم پر چلنے والے قافلہ کیساتھ ساتھ رہیں۔

بہرحال یں آپ کی خواب کے نتیجہ کی انتظار میں تھا کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ اس مسیح کاذب (جو بلاشک وشبہ وادی ضلالت کا رہبر کامل تھا) کے جنگل اور اُس جنگل کے سبز باغ کو دیکھ دیکھ کر حیران نہ ہوں گے بلکہ اپنی خواب کے موافق اُسکی تبعیت چھوڑ کر اہل السنہ کی شمولیت کو اپنا فرض عین سمجھیں گے مگر افسوس ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' میں نے آپ کی خواب کا دوسرا پہلو اختیار کیا اور سمجھ بیٹھا کہ بس آپ گئے اور سیدھی سڑک پر اب آنے کی توفیق آپ کو نہ ملے گی۔الحمد للہ کہ مسیح کاذب ٹھیک سنۃ اللہ کے مطابق اپنی جھوٹی پیشگوئیاں بدستور سابق ادھوری نامکمل اور جھوٹی کی جھوٹی چھوڑ کر مرگ مفاجات اور اپنی منہ مانگی بیماری ہیضہ سے بھجوائے آیت لا یستطیعون توصیۃ ولا الی اھلھم یرجعون مرگیا اوران دنیوی فانی آرام وآسائش کو چھوڑ کر عذاب خلد وآلام جاودانی کا شکار ہوگیا۔آپ میرے پرانے مہربان اور سچ پوچھو تو میں واقعی دل سے آپ کا خیرخواہ ہوں گو آپ

کی نجات سے مایوس ہوگیا تھا مگر اب پھر امید بندھ گئی ہے کیوں کہ آپ کے بت نے مجھ سے گفتگو کر کے میری مایوسی دور کردی ہے۔مکالمہ یہ ہے:

احمد: ارے بت تو مجھے بتا تو سہی کہ احمد بیگ کی دختر مرزا صاحب کے نکاح میں کسی حالت میں بھی نہیں آئی۔مرزا جھوٹا ہے یا سچا۔

بت: میں ملہم نہیں ہوں الہام کے الفاظ کے معنی ملہم ہی بتا سکتا ہے۔

احمد: ملہم درگور ہے۔اب ہم تو اُس سے پوچھ نہیں سکتے۔یہ تو نکیرین کا کام ہے۔

بت: مگر الہام میں صاف درج ہے کہ ہم نے اُس عورت کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا اور ظاہر ہے کہ یہ نکاح آسمان پر ہوا تھا نہ کہ زمین پر۔ملہم نے جدلی کر کے اس نکاح آسمانی کو نکاح زمینی سمجھ لیا حالانکہ آسمانی نکاح ہے۔پس دنیا میں اگر نکاح نہ بھی ہوا تو پھر کیا ہوا۔

احمد: مرزا صاحب تو اسی دھن میں مر گئے کہ مرنے سے پیشتر کبھی نہ کبھی میرے ساتھ نکاح ہوگا۔کیا کبھی بھی اُس کے ملہم نے اُسے یہ تنبیہ نہ کی کہ خبردار آسمانی نکاح کو زمینی نکاح مت سمجھو۔زمینی نکاح تو کسی دوسرے شخص سے ہوگا۔ہاں آسمان پر فرشتوں میں یہ تیری ہی زوجہ کہلاتی ہے۔

بت: یہ مرزا صاحب کی غلطی تھی۔ہاں ایک اور مطلب بھی ہوسکتا ہے یعنی یہ کہ ہم لوگ جو مرزا صاحب کے تابع ہیں مرزا صاحب کے ناتمام کام کو تمام کریں گے۔

احمد: تو کیا تم مرزا صاحب کی آسمانی زوجہ کو جو تمہارے قول کے مطابق ام المرزائین ہے نکاح میں لانا چاہتے ہو۔

بت: ہاں انشاء اللہ تعالیٰ یہ کوئی عیب کی بات نہیں کیوں کہ فی الحقیقت فرشتوں میں وہ زوجہ مرزا صاحب ہے نہ کہ انسانوں میں۔

احمد: خیر کچھ ہی ہو ارے بت یہ تو بتا کہ یہ پیشگوئی جسے دنیا میں ہی پوری کرنے کے درپے رہتا تھا پوری ہوئی یا جھوٹی ثابت ہوئی۔

بت: مرزا صاحب کے اپنے خیال و وہم و اعتقاد کے مطابق تو واقعی جھوٹی نکلی ہے مگر جو معنی میں نے وضع کئے ہیں ان کے مطابق تو پیشگوئی ابھی پوری ہونے والی ہے گو مرزا صاحب کے بعد پوری ہو۔

احمد: اے بت اب تو توبہ کر تیرا کام یہ نہیں ہے کہ تو مرزا صاحب کی اپنی متعقد فیہ پیشگوئی کو توڑ پھوڑ کر کچھ اور کا اور بنا ڈالے۔خدا کا خوف اور شرم اور انصاف کہاں ہے

بت: میری توبہ۔خدا سے ڈر کر میں کہتا ہوں کہ مرزا جھوٹا تھا مرزا جھوٹا نکلا ہے۔

احمد: وہ پانچواں پسر کہاں ہے جس کی پیشگوئی مرزا صاحب نے بڑی زور سے کی ہوئی ہے۔

بت: پانچواں چھوڑ کر اُس کا چوتھا پسر بھی مر گیا۔ زیادہ کیا کہوں۔ یہ بھی جھوٹی پیشگوئی نکلی مرزا نے ہمارا منہ کالا کر دیا ہے۔

احمد: ارے بت ہیضہ کی بیماری سے کون مرا کس کی زندگی میں مرا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری یا مرزا صاحب۔

بت: اجی اب تو کچھ کہنے کی حاجت نہیں ہے۔ مرزا ہی اپنے اعتقاد کے موافق صادق کی زندگی میں صادق کے سامنے ہیضہ کی بیماری سے مر گیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب ہی صادق نکلے مرزا صاحب.... نکلے۔

احمد: ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئی کی مخالفت میں مرزا صاحب نے پیشگوئی کی کہ خدا اپنی خدائی ظاہر کرے گا اس طرح پر کہ اُس نے میری عمر زیادہ کر دی ہے اور ڈاکٹر کی پیشگوئی کی میعاد گذار کر وہ مجھے ماریگا اور ڈاکٹر ہی کو میرے روبرو زندگی میں ذلیل وخوار کر کے ہلاک کرے گا ارے بت اب کیا ہوا۔

بت: مرزا ہی جھوٹا نکلا اب آپ مجھے چھوڑ دیں۔ ہماری کمیٹی ہونے والی ہے، دیکھیں وہ ان پیشگوئیوں کی کیا تاویل کرتے ہیں۔ جو میرے دل نے فیصلہ کیا ہے وہ تو یہی ہے۔ ہاں کمیٹی کی تاویل بھی دیکھنی ضروری ہے اُس کے فیصلہ کے بعد پھر آپ سے ملاقات ہوگی۔ فقط

(اہل حدیث امرتسر **جلد۵۔ نمبر۳۲۔ مورخہ۱۲؍ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۲- جون ۱۹۰۸ء** ص ۷-۹)

مرزا قادیانی اٹلی میں

۲۸ دسمبر ۱۹۰۸ء کو اٹلی کے جنوبی حصے اور جزیرہ سسلی کے اوسی حصہ میں جو اٹلی کی طرف واقع ہے ایک نہایت ہی خوفناک زلزلہ آیا جس میں تخمینا دو لاکھ آدمی ضائع ہوئے العظمة للّٰہ۔ اس زلزلہ کی مجمل کیفیت لکھ کر رسالہ ریویو قادیان کا قابل اڈیٹر اپنے مطلب کی کہتا ہے کہ:

> ان باتوں کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ بندہ کی ذریعہ آج سے تین سال پیشتر بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ پہلے دی تھی۔ پہلے ایک اشتہار "..... من وحی السّماء" میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک زلزلہ عظیمہ کی خبر دی تھی کہ وہ ایسا زلزلہ آئے گا کہ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہ ہوگی اور پھر یہی پیشگوئی الوصیت میں شائع فرمائی۔

اور بعدہٗ کتاب حقیقۃ الوحی میں۔ چنانچہ اس موخر الذکر کتاب میں صفحہ ۲۵۶ پر پیشگوئی درج ذیل کے الفاظ میں موجود ہے جو اس سے مدت پہلے انگریزی میں ترجمہ ہوکر رسالہ میں شائع ہوچکی ہے بلکہ اس رسالہ سے لے کر امریکہ کے بعض اخباروں نے بھی اس پیشگوئی کو شائع کیا جس کا حوالہ انگریزی رسالہ میں موجود ہے۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں:

''یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیروزبر ہوجائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہوجائیں گی۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔''

اس زبردست اور کھلی کھلی پیشگوئی کے پورا ہونے کا اقرار ہر ایک سمجھدار انسان کو کرنا پڑے گا۔ جس نے سسلی اور اٹلی کے زلزلہ اور ان دوسری آفات ارضی وسماوی کا حال پڑھا ہے۔ جنہوں نے آباد شہروں کو چشم زدن میں ویرانہ کردیا۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ کشف نے یہی نقشہ بعینہٖ برسوں پہلے کھینچ دیا تھا جسے ہم آج جسمانی آنکھوں سے اخباروں میں مطالعہ کرلیتے ہیں۔ ... الفاظ میں کہ مصنوعی خدا تمہیں نہیں بچا سکتا یہ اشارہ تھا کہ اس زلزلہ عظیمہ کا نظارگاہ وہ ملک ہوگا جہاں اس مصنوعی خدا کا خلیفہ اب تک حکومت کررہا ہے اور ایسا ہی جزائر کے رہنے والوں کو خصوصیت سے مخاطب کیا گیا ہے کہ کیوں کہ سسلی بھی ایک جزیرہ ہے۔ پھر ہندوستان کو مخاطب کرکے فرمایا ''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔'' سو نوحؑ کا زمانہ تو حیدرآباد کے طوفان میں لوگوں نے دیکھ لیا اور دوسرا حصہ بھی جب اللہ تعالیٰ چاہے گا دکھا دیگا۔ (ریویو آف ریلی جنز، بابت جنوری ۱۹۰۹ء)

جواب: قادیانی دجل کی قلعی کھولنے میں اہلحدیثؔ کو جو خداداد ملکہ ہے وہ ناظرین

اہلحدیثؔ وغیرہ سے مخفی نہیں پس ناظرین عموماً اور مرزائی دوست خصوصاً بغور جواب سنیں۔

عبارت مذکورہ بالا میں ایڈیٹر ریوؔیو نے جن جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں مناسب ہے کہ پہلے ہم اُنہی کی عبارات نقل کریں اوس کے بعد اس پیشگوئی کی جانچ پڑتال کریں گے۔

مرزا قادیانی آنجہانی اپنی کتاب حقیقت الوحی کے صفحہ ۲۵۶ پر لکھتے ہیں کہ:

یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔''

اس حوالہ سے معلوم ہو کہ ایڈیٹر صاحب نے اپنی معمولی دیانت سے بعض الفاظ عبارت مذکورہ کے ایسے ہضم کئے ہیں جن پر بحث کا مدار ہے یعنی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس عبارت کے لکھنے سے پہلے یورپ اور امریکہ میں زلزلے آچکے ہیں اور خوفناک زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ایشیا میں آنے والا ہے چنانچہ مرزا صاحب کے اُن الفاظ پر جن سے یہ مدعا ثابت ہوتا ہے ہم نے خط دے دیا ہے ناظرین بغور پڑھیں۔

گو اتنے ہی سے ایڈیٹر مذکور کی کافی تکذیب ہوسکتی ہے مگر ہم اس دلالت النص پر قناعت نہیں کریں گے بلکہ عبارت النص سے ایڈیٹر مذکور کی تکذیب دکھاویں گے۔

دوسرا حوالہ اڈیٹر نے رسالہ الوصیت کا دیا ہے اس رسالہ میں مرزا کے الفاظ یہ ہیں کہ:

آئندہ زلزلہ کی نسبت جو ایک سخت زلزلہ ہوگا (خدا نے) مجھے خبر دی اور فرمایا ''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'' اس لیے ایک شدید زلزلہ کا آنا ضروری ہے۔ لیکن راست باز اس سے امن میں ہیں۔ (ص:۴)

اس کلام ضلالت التیام میں مرزا نے جو شدید زلزلہ کی بابت پیشگوئی کی ہے اس کی بنا صرف ایک الہام پر ہے جس کے الفاظ بھی خود بتلائے ہیں کہ ''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔'' پس ناظرین اسے خوب یاد رکھیں اور آگے چلیں الہامات کی تفسیرات اور توضیحات اگر مختلف ہوں تو اُس موقعہ کیلئے مرزا صاحب کا ایک عام اصول ہے جو اُنہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے کہ:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ (تتمۂ حقیقت الوحی، ص:۷)

پس اس اصول عامہ کو ناظرین ذہن نشین کر کے مندرجہ ذیل ہمارا اقتباس سنیں:

مرزا صاحب نے ایک اشتہار ۲ مارچ ۱۹۰۶ء کو دیا تھا جس کے شروع میں آپ لکھتے ہیں:

اے عزیزو! آپ لوگوں نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا تھا یہ وہی زلزلہ تھا جس کی بابت خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں فرمایا تھا ''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'' چنانچہ میں نے یہ پیشگوئی رسال الوصیت کے صفحہ ۳-۴-۱۴ میں اور نیز اپنے اشتہارات اور اخبار الحکم اور بدر میں شائع کر دی تھی سو الحمد للہ کہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں زلزلہ آیا۔''

الحمد للہ کہ یہ عبارت بآواز دہل ایڈیٹر مذکور کی تکذیب کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ مرزا کی جس پیشگوئی کو ایڈیٹر ریویو اٹلی اور سسلی کے زلزلہ پر چسپاں کر کے مرزا کی میرزائی ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ ''پیران نمی پرند و مریداں ہمے پرانند'' کی مصداق ہے۔ مرزا صاحب آنجہانی آج سے بہت پہلے اوسی پیشگوئی کو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء والے زلزلہ پر چسپاں کر چکے ہیں جو بوجہ ایک معمولی زلزلہ ہونے کے کسی کو یاد بھی نہیں۔

پس اب بحث کا مطلع بالکل صاف ہے کہ مرزا کی اس پیشگوئی کو اٹلی وغیرہ کے زلزلوں پر چسپاں کرنا پیشگوئی کے الفاظ ہی کے برخلاف نہیں بلکہ خود مرزا آنجہانی کی تصریح کے بھی مخالف ہے۔ علاوہ اس کے ایک وجہ تکذیب کی ہنوز اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں بہار کے دنوں میں خدا کی باتیں پوری ہونے کا ذکر ہے لیکن اٹلی میں زلزلہ ۲۸ دسمبر کو آیا ہے جو سخت سردیوں کا موسم ہے۔ موسم بہار مارچ سے شروع ہوتا ہے اس کی مفصل تحقیق مرقع قادیانی نمبر ا جلد ۲ میں ہم کر چکے ہیں۔

لطیفہ۔ مرزا صاحب کی پیشگوئی کے الفاظ صرف اتنے ہی ہیں کہ

''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی''

اس میں نہ تو زلزلہ کا نام ہے نہ اُس کی کیفیت ہے کہ شدید ہوگا یا ضعیف بلکہ اپنی گولائی کی وجہ سے بالکل اوس بوتل کی طرح ہے جو بے.... عطار بیماریوں میں رکھا کرتے ہیں جس میں سے ہر ایک قسم کے شربت جو کسی کو چاہئے نکال دیا کرتے ہیں اوسی طرح مرزا کی یہ پیشگوئی گول مول ہے جو اپنی گولائی کی وجہ سے ہر طرف لگ سکتی تاہم مرزا اور مرزائی اتنا اتراتے ہیں کہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن حضرت مسیح سلام اللہ علیہ پیشگوئی کی تھی کہ لڑائیاں ہوں گی اور زلزلے آئیں گے تو دجال قادیانی نے ''ازالہ اوہام اور ضمیمہ انجام آتھم'' میں اُن پر مسخری اور استہزا کیا تھا کہ یہ کیا پیشگوئی ہے کہ زلزلے آئیں گے لڑائیاں ہوں گی کیا دنیا میں زلزلے آیا نہیں کرتے کیا لڑائیاں نہیں ہوا کرتیں۔

مرزائیو! انصاف سے کہنا (بشرطیکہ قادیانی جال میں پھنس کر انصاف کا مادہ تم میں بالکل زائل نہو گیا ہو) کہ حضرت مسیح کی پیشگوئی زلزلوں کی بابت صاف الفاظ میں ہے یا مرزا کی پھر یہ بھی بتلانا کہ جو اعتراض صاف کلام پر ہوسکتا ہے مجمل اور گول پر اوس سے ہیں زیادہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔مگر اس کے سمجھنے کو دل و دماغ چاہئے جس کی تم لوگوں میں کمی ہے۔

شکریہ۔ الحمد للہ کہ مرزا صاحب کا اور ہمارا گو آج سے پیشتر بھی کئی ایک بار فیصلہ ہوا یہاں تک کہ آخری تحریر میں تو مرزا صاحب نے ہم کو بالکل فتحیاب قرار دیا جس کے لیے ہم اُن کے شکر گذار ہیں لیکن ان سے بڑھ کر اُن کے پس ماندگان خصوصا قابل ایڈیٹر ریویو کے شکر گذار ہیں جنھوں نے پیشگوئی مذکور کو اٹلی اور سسلی کے زلزلہ عظیمہ پر چسپاں کر کے گویا ہم کو راست باز اور متقی تسلیم کیا کیوں کہ مرزا صاحب کی اُس پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں کہ:

> شدید زلزلہ آنا ضروری ہے لیکن راستباز اُس سے امن میں ہیں سو راستباز بنو اور تقویٰ اختیار کرو تا بچ جاؤ۔(الوصیت،ص:۴)

اس عبارت سے صاف پایا جاتا ہے کہ ہم مخالفین مرزا پر جو یہ زلزلہ نہیں آیا بلکہ اٹلی میں آیا ہے اور ہم امن میں سے رہیں تو ہم راستباز اور متقی ہیں۔کیا خوب ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

لیکن ایک افسوس ہے کہ ہم مسلمان مخالفوں کے ساتھ مرزا صاحب کے جانشینوں نے آریوں، عیسائیوں اور دیگر مخالفین اسلام قوموں کو بھی راستباز اور تقویٰ شعار گویا تسلیم کرلیا کیوں کہ وہ بھی اس زلزلے سے امن میں رہے ہیں دونوں فرقوں کو خوش کرنے کی اچھی ٹھرائی۔کیا سچ ہے۔

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

(جلد ۶۔نمبر ۱۴۔۱۳؍محرم الحرام ۱۳۲۷ھ مطابق ۵؍فروری ۱۹۰۹ء ص:۴ تا ۶)

قادیانی باسی کڑھی میں اُبال

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب آنجہانی تو گذر گئے جس کا ہمیں بھی افسوس ہے کہ نامراد گذرے اب اُن

کے جانشین مذبوحی حرکات سے اُن کو کامیاب کرنا چاہتے ہیں لیکن دانا جانتے ہیں کہ

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلّۂ خود باید زد۔''

ایک زمانہ تھا کہ مرزا صاحب نے جب میرے ساتھ بردبازی کی شرط لگائی تھی کہ اگر مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرا، تو میں جھوٹا۔ اُنہی ایّام میں بماہ مئی ۱۹۰۷ء میرے بازو میں عصبی درد کسی قدر شدت سے ہوا جس کی شہرت عام طور پر شہر میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ مرزائیوں کو کچھ اور بھی اُمیدیں ہوئیں۔ ہمارے محلّہ کے چودھری میاں رحیم شاہ کا بیان ہے کہ ایک روز صبح سویرے چار مرزائی (ڈاکٹر عباداللہ، امیر بخش دلال وغیرہ) میرے مکان پر آئے اور مجھ کو نیند سے اٹھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے مولوی ثناء اللہ مر گیا تم اس کی تحقیق کر دو۔ چودھری صاحب کا بیان ہے کہ میں نے انُ سے کہا اگر ایسی بات ہوتی تو ہم سوئے نہ رہتے، تم کیا کہتے ہو۔ لیکن اُن کے اصرار کرنے پر ہم سب مولوی ثناء اللہ کے مکان کے پاس آنکر کان لگایا تو آہ وبکا کی کوئی آواز نہ سنائی دی جس سے سب طرح کی خیرت معلوم ہوئی اس پر میں (چودھری) نے اُن کو ڈانٹا اور شرمندہ کیا۔

ناظرین اس سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مرزا کی زندگی مرزا کے مرید بحکم ؎

شور بختاں بآرزو خواہند مقبلان را زوال نعمت وجاہ

مرزا کی دعا کے مطابق اس فیصلے کے کہاں تک منتظر تھے آخر پھر کیا ہوا یہ کہ ؎

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

اب چاہئے تو یہ تھا کہ سب مرزائی نہیں تو کم سے کم وہی جو میری موت کی خوشخبری حاصل کرنے کو آرہے تھے وہی قادیانی جال سے نکل آتے مگر نہیں نکلے کیوں کہ ان کو قادیانی انجن سے بھاپ برابر پہونچائی جارہی ہے۔ چنانچہ ۴ فروری کے بدر میں مرزا آنجہانی کے بیٹے برخوردار مرزا بشیر الدین محمود احمد کی طرف سے ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے ''تازہ نشان'' اس میں برخوردار مذکور نے مرزا صاحب کا ایک الہام لکھا ہے:

''تزلزل در ایوان کسریٰ افتاد''

اس الہام کو شاہ ایران پر چسپاں کیا ہے کیوں کہ آج کل ایران میں پارلیمنٹ کے ممبروں اور شاہ میں جنگ ہورہی ہے جس سے شاہ ایران سخت ضیق میں ہے، پس مرزا کا مذکورہ الہام صحیح ہوا۔ ہم حیران ہیں کہ مرزائی لوگ اب کن طفل تسلیوں سے کام لے رہے ہیں خیر ہم اس بحث کو صاف کرنے کیلئے برخوردار موصوف اور اُنکے حوالی موالی سے پوچھتے ہیں کہ وہ ہم کو بتلادیں کہ مرزا آنجہانی

کا یہ الہام سب سے پہلے کب شائع ہوا تھا اور کس کتاب یا اخبار میں درج ہے۔ پھر جواب دیں گے۔

عام اطلاع: آج کل مرزائیوں نے یہ وتیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ بات بات میں مرزا کے الہامات نکالتے ہیں ہم اپنے احباب کو نیز مرزائیوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ جس الہام کا نام لیا کریں وہ تاریخ اور کتاب یا اخبار کا نام، جس میں الہام پیش کردہ سب سے پہلے درج ہوا ہو، مع صفحہ بتلایا کریں۔ ورنہ جھوٹا سمجھا جائے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۶، نمبر ۱۶۔ مورخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ ۱۹ فروری ۱۹۰۹ء ص: ۳-۴)

مرزا قادیانی یادش بخیر

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

آہ! ابھی کل کا ذکر ہے کہ ہم اپنے قلم سے اس نام کے بزرگ کو مخاطب کے صیغے سے بلایا کرتے تھے آج یہ دن ہے کہ ہم اُن کی عمر کا حساب لگاتے ہیں۔ سچ ہے ؎

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

ہم کیوں ایسے مضمون پر قلم اٹھاتے ہیں؟ اس لیے کہ مرزا صاحب نے اپنی زندگی کی طرح موت کو بھی بازیچہ طفلاں بنایا اور ملا دو پیازہ کی طرح وعدہ کیا تھا کہ میں مرا پڑا ابھی ہنساؤنگا آہ ؎

زسر تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا این ست

مرزا نے اپنی زندگی کی بابت پیشگوئی کی تھی کہ خدا نے مجھے بتلایا ہے کہ: میں تجھے اسّی (۸۰) برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا۔ (تریاق القلوب حاشیہ ص: ۱۳)

اب جو مرے تو محققین کو آپ کی عمر کی تفتیش ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ اہل حدیث کی روش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ مخالف کی تردید میں حتی المقدور نصوص بینہ سے کام سے کام لیتا ہے نہ کہ استنباطات اور قیاسات سے چنانچہ یہ روش ناظرین اہل حدیث سے مخفی نہوگی اس لیے مرزا کی عمر کی تحقیق خود مرزا کی تحریری اقبالات سے جو ثابت ہوئی ہے وہ ظاہر کردی تھی کہ حسب بیان مرزا صاحب اُن کی عمر پینسٹھ سال چار ماہ کی ہوئی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کا اپنا اقبال ہے کہ:

یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر (چودہویں) صدی (ہجری) کا سر بھی آپہونچا تب خدا نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔ (تریاق القلوب، ص: ۶۸)

اس صاف اقرار سے نتیجہ صاف تھا کہ مرزا ماہ موت (ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ) کو پورے پینسٹھ سال چار ماہ کی عمر میں پہنچے تھے وہ بھی قمری حساب سے شمسی سے اور بھی کم۔ حالانکہ الہام ۸۰ سال کا تھا۔ اس صاف اور صریح فیصلے کے مقابل مرزائیوں نے کیا کوشش کی؟ وہی جو مثل مشہور ہے ''مرتا کیا نہیں کرتا'' چنانچہ ۴ فروری کے بدر اور الحکم قادیان میں ایک مضمون کسی دہلوی مرزائی کی طرف سے نکلا (جس کا مجمل جواب گذشتہ اہلحدیث میں شیخ عبدالعزیز امرتسری کی طرف سے ناظرین کے ملاحظہ سے گذرا ہوگا) نامہ نگار مذکور نے اپنے پیرومرشد کی اتباع سنت میں بہت سی گالیاں اور بدزبانیاں سنا کر لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ بابت ۱۸۹۲ء میں مرزا صاحب کی عمر تریسٹھ سال لکھی ہے لہذا ۱۹۰۸ء میں اُنکی عمر ۷۹ سال کی ہوگی جو الہام کے مطابق ہے۔ مگر لطف یہ ہے کہ جس بزرگ کی شہادت سے اتنا بڑا معرکہ کا مسئلہ ثابت کرنا چاہا ہے اُس کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ:

اس (محمد حسین) کے قلم نے سواء حق کی مخالفت کے الا ماشاء اللہ کوئی حرف نہیں لکھا۔

مرزائیو! انصاف سے کہنا ہماری طرف تو خود بدولت مرزا صاحب، جو صاحب الہام ہونے کے علاوہ بقول تمہارے مسیح موعود مہدی مسعود بلکہ ابن اللہ بھی تھے جن کے شہادت پر شک کرنے سے تم ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہو، اور تم نے جو گواہ پیش کیا ہے خود ہی اُس پر جرح کر کے مقدمہ جیتنے کی توقع رکھتے ہو، تو عقل کے دشمن ہو یا دوست۔

مرزائیو! کیا تم میں کوئی قانونی مشیر نہیں جو تم کو سمجھاوے کہ جس گواہ کو تم پیش کرو اس کی توثیق اور اعتبار اس طرح نہیں کیا کرتے کہ اُس نے کبھی سچ نہیں کہا۔ اس اپنی لیاقت پر متنبہ ہو کر سنو!

ہم نے جب یہ مضمون دیکھا تو دفتر ہذا سے مولانا بٹالوی کی خدمت میں ایک خط بھیجا گیا کہ آپ نے جو مرزا کی عمر ۱۸۹۲ء کی جلد میں تریسٹھ سال کی لکھی ہے اس کا ثبوت آپ کے پاس کیا ہے۔ کیا اپنے علم سے لکھی ہے یا محض سُنی سنائی۔ اس کا جواب جو آیا وہ بعینہ درج ذیل ہے:

وعلیکم السلام۔ میں مرزا کا پروہت نہ تھا کہ اُس کی جنم پتری لکھتا۔ اور اُس سے دیکھ کر اس کی عمر تریسٹھ بتاتا۔ موالید ووفیات کا رجسٹرار نہ تھا کہ رجسٹر پیدائش سے تاریخ وعمر لکھتا۔ میں نے تو صرف ظن وتخمین سے اسکی ڈاڑھی دیکھ کر یہ عمر اس کی قرار دی تھی اور یہ بھی لائق لحاظ ہے کہ اشاعۃ السنۃ ۱۸۸۰ء سے لیٹ چلا آتا ہے ۱۸۹۲ء کا رسالہ (جس میں مرزا کی عمر تریسٹھ سال لکھی ہے) معلوم نہیں کس سنہ میں نکلا تھا۔ جو تاریخ اس جلد پر لکھی ہے تاریخ طبع اشاعت نہیں بلکہ وہ بابت سال ۱۸۹۲ء ہے۔'' ابوسعید محمد حسین از بٹالہ ۷ر فروری

اس خط کے اخیر فقرے کی تحقیق جو ہم نے کی تو مولانا کا فرمانا بہت صحیح پایا کیوں کہ جو جلد اشاعۃ السنہ ۱۸۹۲ء کو شائع ہوئی جس سے نامہ نگار مذکور نے سند لی ہے اُس کی اندرونی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ جلد مذکور ۱۸۹۲ء میں نہیں نکلی تھی بلکہ بہت پیچھے نکلی، کیوں کہ مرزا کی کتاب وساوس جس کا یہ جواب ہے ۱۸۹۳ء میں نکلی تھی، نیز اُس کے صفحہ ۲۰۵ پر اپریل ۱۸۹۳ء کی ایک تحریر کا ذکر ہے اور صفحہ ۲۸۶ پر حامد شاہ سیالکوٹی کا ایک خط مورخہ جنوری ۱۸۹۴ء درج ہے۔ اور صفحہ ۲۹۹ پر ایک اور خط مورخہ جنوری ۱۸۹۴ء درج ہے۔ علی ہذا القیاس اور بھی کئی ایک اندرونی شہادتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جلد مذکورہ ۱۸۹۲ء کو شائع نہیں ہوئی بلکہ بہت پیچھے ہوئی ہے۔ بھلا ۱۸۹۲ء میں شائع ہوتی تو ۱۸۹۳ء کا جواب اور ۱۸۹۴ء کے واقعات اُس میں کیوں کر ہوتے۔ پس مرزائی نامہ نگار خود ہی غور کرے کہ اُس کی شہادت کیسی کمزور ہے۔ بخلاف اس کے ہماری شہادت ایک تو صاف لفظوں میں ہے دویم شاہد معتبر ہے۔ سوئم بحکم یوخذ المرء باقرارہ (آدمی اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے) حجت قطعی ہے۔ اور تمہارا گواہ ایک تو بقول تمہارے حق کا مخالف دویم اپنی شہادت کی بنا اٹکل پر بتلاتا ہے سوئم اس کی شہادت پھر بھی تمہارے لیے کافی نہیں کیوں کہ جس تحریر میں اُس کی شہادت ہے اُس کی تاریخ اشاعت ٹھیک معلوم نہیں گو اتنا یقیناً معلوم ہے کہ ۱۸۹۲ء کو شائع نہیں ہوئی۔

مرزائیو! بتلاؤ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ ہم سے پوچھو تو سنو!

رسول قادیانی کی رسالت   جہالت ہے جہالت ہے جہالت

(اہل حدیث امرتسر جلد ۶ نمبر ۱۸۔ مورخہ ۱۲ صفر ۱۳۲۷ھ۔ ۵ مارچ ۱۹۰۹ء ص: ۳-۴)

ایک تعبیر طلب خواب

جناب مولا بخش کشتہ امرتسری لکھتے ہیں:

آج رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ یعقوب علی ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان دفتر اہل حدیث کو جا رہے ہیں۔ میں یہ عجوبہ خیال کر کے کہ شیخ صاحب کیوں اپنے حریف کے مکان پر جا رہے ہیں، دفتر اہلحدیث میں پہونچا، دفتر میں مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ اور خواجہ حبیب اللہ سوداگر جو مولانا صاحب کے دوست ہیں تشریف فرما تھے۔

مولوی صاحب سے شیخ صاحب کی کچھ گفتگو ہوئی۔ قرآن سے پایا جاتا تھا۔ کہ شیخ صاحب قادیانی خیالات سے تائب ہو کر مولوی صاحب کے زیر سایہ رہنا چاہتے ہیں۔ میں نے شیخ صاحب

سے کہا کہ آپ کے اخبار کے مضامین جو آج کل شائع ہوتے ہیں۔ وہ پھیکے پھیکے کیوں ہیں؟ اور اُن کے پڑھنے سے بجائے اطمینان وسرور کے دل کو بدمزگی کیوں ہوتی ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ دراصل بات یہ ہے کہ پہلے مضامین میں جو لکھا کرتا تھا وہ مرزا غلام احمد صاحب کے عشق والفت میں ڈوبے ہوتے تھے۔ اب کچھ عرصہ سے میری ضمیر ان کی سچائی پر شہادت نہیں دیتی اور جو کچھ میں لکھتا ہوں اپنی کانشنس (ضمیر) پر جبر کر کے لکھتا ہوں۔ میں نے کہا کیا یہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان کا کچھ اثر ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا آپ کا ارادہ اب امرتسر جانے کا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں! اب میں قادیانی خیالات سے چونکہ مطابقت نہیں رکھتا اس لیے میرا مصمم ارادہ ہے کہ مولانا صاحب کے پاس آجاؤں۔

میں اس بات پر غور کر رہا ہوں کہ جب میں قادیان سے اٹھوں گا تو وہاں لوگ (مرزا صاحب کے مریدوں میں سے) مجھے کچھ مالی نقصان پہنچائیں گے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مالی خسارہ بھی نہ ہو۔ اور میں امرتسر میں بھی آجاؤں۔ میں نے کہا تو آپ اعلان کر دیجئے کہ الحکم اب امرتسر سے نکلا کرے گا پھر مولانا صاحب سے کچھ گفتگو ہوئی۔

پھر میں جاگ اٹھا۔ میں نے دل میں کہا کہ عجیب خواب ہے۔ مجھے کبھی اس معاملہ کی طرف خیال بھی نہیں ہوا۔ چند منٹ جاگتا رہا۔ پھر سو گیا۔ پھر دیکھتا ہوں کہ وہی صاحب دفتر اہلحدیث میں ہیں۔ خواجہ حبیب اللہ نے کہا شیخ صاحب آپ کھلے طور پر کیوں نہیں آجاتے، اُنہوں نے کہا آپ اس معاملہ کو نہیں سمجھے مجھے اس طرح آنے سے کچھ (مالی نقصان کو مدنظر رکھ کر) تامل ہے۔ میں نے مولانا صاحب کی خدمت میں عرض کر دیا ہے۔ ایک بات اور دیکھنے میں آئی کہ ایسا معلوم ہوا کہ شیخ صاحب مولانا ثناء اللہ صاحب سے تفسیر پڑھنا چاہتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا شیخ صاحب مولوی نورالدین صاحب ایک علامہ شخص ہیں آپ اُن سے کیوں نہیں پڑھتے۔ انہوں نے جواب میں کہا بھائی وہاں تشفی نہیں ہوتی۔ پھر شیخ صاحب اُٹھ کر آگئے اور میں بھی چلا آیا۔ مگر شیخ صاحب یہ کہہ آئے کہ میں آپ کو جلدی پتہ دوں گا۔ آپ میرے لیے مکان کا بندوبست کریں۔ فقط

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

احقر العباد مولا بخش کشتہ امرتسری۔

(اہل حدیث امرتسر جلد ۶۔ نمبر ۲۲۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۰۹ء ص: ۹)

قادیانی مشن اور ہم

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے دوست خیال کرتے ہوں گے کہ کئی دنوں سے قادیانی مشن کی طرف توجہ نہیں کیا وہ مرمٹ گئے یا ہدایت پر آگئے۔ سو ایسے دوستوں کو واضح ہو کہ نہ وہ مرمٹ گئے نہ ہدایت پر آگئے بلکہ ابھی تک اپنی معمولی ڈھٹائی پر کسی قدر قائم رہ کر دوسری طاقت کے منتظر ہیں جو اُن کے سابق مہدی مسیح اور کرشن جی نے اون کو بتلائی تھی۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ پہلی طاقت نے ہم کو کیا عزت دی اور کون سے اعلیٰ معراج پر پہونچایا جو دوسری طاقت ہم کو اُس سے اوپر لے جاوگی۔ ''قیاس کن زگلستاں من بہار مرا۔'' آخر اول طاقت کا معراج یہی تھا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان اور مولوی ثناء اللہ مجھ سے (مرزا سے) پہلے نہ مریں تو مرزا جھوٹا ثابت ہوگا۔ جو اب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہیں یہ دوسری بات ہے کہ قادیانی محاورے میں سوا مرزائیوں کے دوسرا شخص زندہ نہیں۔ بعض مخبوط الحواس تو یہاں تک کہتے سُنے گئے ہیں کہ ہمارے حضرت اقدس نے پیشگوئی کی تھی۔ ''زلزلہ در گور نظامی فگند۔'' نظامی سے مراد حضور نظام حیدر آباد ہیں اور گور سے مراد ان کا دارالخلافہ ہے، کیوں کہ حیدر آبادی بے دین ہیں، لہذا اُن کا شہر گویا اُن کی قبر ہے۔ پس ہمارے اعلیٰ حضرت کی پیشگوئی کے معنی یہ ہوئے کہ حیدر آباد میں طوفان آئے گا۔ سبحان اللہ! پھر بھی مخالف لوگ نہیں مانتے۔ سچ تو ہے کہ شعر مندرجہ ذیل آپ ہی کے حق میں نازل ہوا ہے ؎

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج   بات وہ کہہ کر نکلتے رہیں پہلو دونوں

خیر یہ تو ان کی ایک اصطلاح ہے کہ زندوں کو بھی مردہ جانیں پڑے جائیں ان کا اختیار ہے۔ لیکن اتنا مانتے ہیں کہ جس وقت پیشگوئی ہوئی تھی اُس وقت بھی یہ دو شخص مخالف تھے پس اگر موت سے مراد روحانی موت ہوتی تو بقول تمہارے دونوں اُس وقت بھی مردہ تھے پھر پیشگوئی سے کیا مطلب ہوا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ؎

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر   کذب میں سچا تھا پہلے مرگیا

(اہل حدیث امرتسر جلد ۶۔ نمبر ۲۸۔ مورخہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۰۹ء ص: ۳)

مرزائی مشن کے متعلق مکالمہ

مرزا محمد امیر بیگ، پٹی ضلع لاہور سے لکھتے ہیں:

اما بعد از جانب محمد امیر بیگ پٹی بنام مولوی محمد صادق صاحب قادیانی دام محبتہ

پس از سلام وعلیکم متقدمہ خدمت ہوں کہ بجواب عالی نامہ آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ معروضات راقم پر توجہ فرما کر جواب باصواب سے معزز فرماویں گے۔ غالباً آپ کی توجہات وہمدردی سے شبہات رفع ہو جاویں گے۔ زیادہ سلام۔

قول نمبر (۱) مولوی صاحب: میں نے عرض کی تھی کہ آپ خود تشریف لاتے بلکہ چند اور فہیم آدمیوں کو ساتھ لاتے جو حق کی تلاش میں ہوں سب باتوں کا جواب عرض ہو سکتا تھا مگر آپ نے پسند نہ فرمایا۔

عرض نمبر (۱) از جانب محمد امیر بیگ۔ جناب من آپ کے آنے سے پیشتر ایک متقی شخص امام دین نامی مرزا غلام حیدر بیگ کی خدمت میں جن کا دعویٰ ملہم ہونے کا تھا اور بلکہ بحوالہ الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۵ء قابل خطاب بنی تھی معہ رسالہ آئینہ صداقت حاضر ہوا تھا اور صفحہ ۵۲ کو مع براہان احمدیہ پیش کر کے عرض کیا تھا کہ یا عیسیٰ انّی متوفّیك کے نیچے یہ کلمات نہیں ہیں کہ موت طبعی سے ماردیگا۔ کلمہ وفات موت طبعی وغیر طبعی پر بھی بولا جاتا ہے ہم کو یہ کلمات جیسا آئینہ صداقت والا کہتا ہے براہان احمدیہ میں دکھایا جاوے اور الہام واللّٰہ یعصمك من النّاس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی شرارت سے بچایا جاویگا، اللہ کے عذاب اور آفت اور وبا سے بچنے کے لیے اس سے نہیں نکلتا، رسالہ والہ کا دعویٰ ٹھیک نہیں ہے، اگر کسی دوسرے موقعہ پر یہ کلمات براہان احمدیہ میں درج ہیں اُس کا پتہ نمبر صفحہ بتلایا جاوے ہم دیکھ لیویں گے، مرزا صاحب نے سختی سے جواب دیا تھا اس نے بھی اس کی مثیل مرزا کر دیا تھا مرزا صاحب کو برداشت کہاں تھی آخر الامر وہ بیچارہ اُن کی ذریت کے ہاتھ سے مضروب ہو کر خاموش رہا اس حرکت ناشائستہ سے باشندگان قصبہ نہایت ناراض ہوئے تھے اسی وجہ سے میرے ہمراہ کسی نے آپ کے پاس آنا پسند نہ کیا، میں نے مجبور ہو کر آپ پیغام دعوت دیا تھا اس تقریب پر اگر آپ میرے مکان تشریف لاتے تو اکثر آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوتے اور آپ کی خدمت جان ومال سے کر دیتے خواہ آپ کے کیسا ہی خیالات موافق یا مخالف ہوتے۔ آپ نے میرے معروض پر کچھ توجہ نہ فرمائی بلکہ طنزاً الزام رشوت خور تحریر فرمایا جو آپ کی شان سے بعید تھا۔

نمبر۲۔ مرزا غلام حیدر بیگ تو فوت ہوگئے وہ بہت ہی نیک آدمی تھے اُن کی اولاد کو بھی میں نے بانماز اور باغیرت متعلق دینی پایا ہے۔

جواب۔ مرزا (غلام حیدر) صاحب نے مجھ کو بذریعہ تحریر خود اطلاع (دی) ہوئی ہے کہ میں ملہم ہوں، آپ اتفاقیہ تشریف لائے تھے آپ کو دکھلانے کے لیے نماز پڑھ لی گئی ہوگی۔ مرزا(غلام حیدر)صاحب کی وفات کے بعد کل رسوم جو مخالفین کیا کرتے ہیں عمدہ طور سے اُنہوں نے ادا کیا ہے جو سراسر مخالف اسلام ہیں آپ ان کو غیرت مند دین ایک ہی شب میں جان گئے ہیں اور ہم تو رات دن ان کے حالات سے بخوبی ماہر ہیں کہ وہ قواعد اسلام وشرائط بیعت مرزا صاحب کو پس پشت ڈال رہے ہیں ،اگر یہ غیرتمندی ہے تو بس اسلام کو سلام ہے۔ مرزا صاحب متوفی کو ہمدردی سے بہت ہی ضد تھی ان کی طبعیت ضد اور حسد سے پاک نہ تھی۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک نمبردار پر نالش جھوٹی کردی کہ یہ لائق نمبرداری کے نہیں ہے ہم کو ملجاوے۔ عدالت سے یہ نالش بوجہ بے اصل ہونے کے خارج ہوگئی۔ یہ تمثیل سنداً آپ کو ان کے خیالات کی بتلائی گئی ہے ذریت کا چال چلن فقرہ نمبر۱ سے تصدیق ہوسکتا ہے زیادہ تشریح ضروری نہیں ہے۔ اور صفحہ ۹۶ آئینہ صداقت پر درج ہے کیا اس باہمی اخوۃ اور محبت کو چھوڑ دیویں جو آپ کی طفیل ہمارے درمیان پیدا ہوگئی ہے اس مضمون سے امید تھی کہ کل جماعت احمدی میں مرزا صاحب قادیانی کی تعلیم سے ایسا اثر پیدا ہوگیا ہوگا مگر جب آپ تشریف لائے تو بعض احمدی آپ کی خبر پا کر عمداً گھر سے غیر حاضر ہوگئے تاکہ طلبی چندہ سے بچ جاویں تا روانگی آپ کے گھر میں واپس نہیں آئے تھے۔ اس تازہ واقعہ سے زیادہ اطمینان ہوگیا ہے کہ یہ دعویٰ مصنف صاحب رسالہ آئینہ صداقت زبانی ہے عملی نہیں۔

نمبر۳ مولوی صاحب۔ جن امور کی طرف اشارہ کرکے آپ نے مجھے مرزا غلام حیدر بیگ کے مکان پر ٹھہرنے سے منع کرتے ہیں کچھ زیادہ یہاں کے بعض لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور آپ کی اندوختہ زمانہ ملازمت کے مکدرات کے چہ میگوئیاں کرتے ہیں تب بھی آپ کی نسبت ان کو غنیمت سمجھتا ہوں کیوں کہ یہ غداری اور بغاوت کے اس بڑے گناہ سے بچے ہوئے ہیں انہوں نے خدا کو مامور کو مان لیا۔''

جواب نمبر۳۔ بیشک زبان سے مان لیا اور عمل سے تکذیب کی اور چہ میگوئیاں سے کوئی فرد بشر بزرگ و یا حکیم ہو محفوظ نہیں رہ سکتا۔ چونکہ آپ تصدیق حصول مال حرام ہوچکی ہے تو یہ آپ کس واسطے مجھ کو ہدایت خریداری البدر اب فرماتے ہیں۔ کیا وہ رقم آپ کے ہاتھ میں پہونچ کر پاکیزہ ہوجاوے گی۔

علاوہ اس کے یہ بات ظاہر کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے راقم کو ایسی حرکات ناجائز سے بچا رکھا ہے کیوں کہ جب کسی موقعہ پر کسی زمیندار نے اپنے رواج پر راقم کو کسی رقم کے دینے کے لیے مجبور کیا وہ زمیندار معہ رقم کے بذریعۂ درخواست راقم عدالت میں پیش ہوا اور وہ رقم خزانہ سرکار میں ضبط ہو کر جمع ہوگئی اگر آپ کی تسلی نہووے تو ایسے مقدمات کی نقل ان اضلاع سے جہاں میں رہ چکا ہوں لے کر اطمینان کر سکتے ہیں چہ میگوئیاں کرنے والے میرے ایام ملازمت ۳۷ سالہ میں اُن اضلاع میں نہیں گئے جو میرے حالات اور برتاؤ سے واقف ہوتے عام طور پر چہ میگوئیاں کرنی محض فضول ہیں آپ اگر اُن سے کوئی سند خاص طور پر طلب فرماتے تو وہ منکر ہو جاتے۔

نمبر۴ مولوی صاحب: جو خدا کے مامور کا انکار کرتے ہیں خدا ان پر سخت ناراض ہے کیونکہ اُنہوں نے خدا کے فرستادہ کا انکار کیا ہے وہ جہنم میں گرائے جائینگے سخت گرم بھی ہے جس سے بدن جھلس جاوینگے اس سے ڈرنا چاہیئے غرض اس سلسلہ کے مخالف جس گنہ کے مرتکب ہوئے ہیں وہ سخت گنہ ہے۔''

جواب نمبر۴۔ مرزا (غلام احمد) صاحب آپ کے اس اصول بیان کردہ کے مخالف ہیں کیوں کہ وہ ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی مسلمان جہنمی اور کافر نہیں ہو جاتا اور مولوی نورالدین صاحب بحوالہ الحکم مورخہ ۲ جولائی ۱۹۰۴ء میں شائع کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جو کہ ضد اور تعصب سے تو پاک ہے اور سچی ارادت سے حق کا طالب ہے اور اس لیے کسی کو متقی مان کر اُس کی تقلید سے وہ حضرت امام علیہ السلام کا منکر ہے تو میرے نزدیک معذور ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ اُس پر حقیقت کو واضح نکردے۔اور اخبار بدر مورخہ ۱۲ر فروری ۱۹۰۹ء میں ایک تازہ فیصلہ من جانب نورالدین صاحب درج ہے کہ ایک شخص نے مجھے ایک خاص آدمی کے بارے میں پوچھا کہ آپ اسے کیا سمجھتے ہیں؟ میں نے کہا نیک ہے بزرگ ہے۔اس کے بعد اُس نے مجھ سے پوچھا کہ وہ تو مرزا صاحب کا مخالف ہے۔ میں نے کہا پھر کیا ہو، آدم کی خلافت پر اوسکے خلاف کہنے والے تو ملائکہ کہلاتے ہیں۔ پس اون فیصلہ جات سے آپ کا سب دعویٰ باطل ہے اور مامور من اللہ قادیان کے مخالفت سے کوئی نقصان نہیں ہوسکتا پس مرزا صاحب کی بغاوت اور غداری سے وہ قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔اور سزا جسمانی کے متعلق مرزا صاحب ازالہ صفحہ نمبر ۳۵ میں لکھتے ہیں ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا۔اور صفحہ ۳۶۴ میں تحریر ہے کہ روحانی طور پر لوگ میدان حساب میں بھی ہوں گے اور بہشت میں بھی پس آپ کا وہ قول کہ بدن جھلس جاویں گے باطل ہوا اور راقم ایک عرصہ تک ایک ایسے بزرگ کی خدمت میں حاضر رہا ہے جس کے اتقاء کی نسبت مرزا صاحب کو بھی

بہت بڑا اعتراف ہے اُس کا ثبوت فقرہ ذیل سے آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

خط بنام مولوی احمد اللہ صاحب امرتسر مندرجہ الحکم ۲۲ فروری ۱۹۰۴ء

محض مصلحت دینی کی وجہ سے آنمکرم کو تکلیف دیتا ہوں کیوں کہ دیکھتا ہوں کہ تقویٰ جو رأس الخیرات ہے آن مکرم میں پایا جاتا ہے اور ہر ایک امر دینی اور فہم اور فراست اور درایت کا تقوی پر موقوف ہے۔ فقط

پس مامور من اللہ کے منکروں کیلیے فیصلہ جات مذکورہ صدر کافی ہیں اور آپ کی دلائل سب باطل ہیں۔

نمبر ۵ مولوی صاحب: یہ ظاہر کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپ کے تمام سوالات فروعی ہیں اور اصولی رنگ میں آپ نے کوئی امر پیش نہیں کیا۔''

جواب نمبر ۵۔ مرزا صاحب کسی اصول پر قائم نہیں رہتے اس واسطے اُن پر اعتراضات بذریعہ اخبار واشتہار شائع ہوتے رہے ہیں اور درخت پھل اپنے سے پہچانا جاتا ہے اور پھل فروع نہیں ہوتے ہیں نہ کہ اصول میں اس واسطے چند امور فروعی طور پر پیش ہوئے ہیں نظیراً آپ کا خیال اور مرزا صاحب ونورالدین کے خیالات کا اندازہ فقرہ نمبر ۴ سے ہویدا ہے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

نمبر ۶ مولوی صاحب۔ ہمار اُن کو نبی ماننا سوا ان معنوں میں سے نہیں جو آپ سمجھتے ہیں اس کی تشریح بارہا ہو چکی۔''

جواب نمبر ۶۔ جن معنوں سے آپ نے اُن کو نبی سمجھا ہوا ہے اُن معنونکی تردید بھی بارہا اخبارات میں ہو چکی ہے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں اور شیخ محمد معصوم صاحب اپنی مکاتب میں لکھتے ہیں:

دو از حصول کمالات نبوۃ بعض افراد امت را بطریق تبعیت ووراثت لازم نمی آید کہ آن نبی باشد ویا مساواۃ بانبی پیدا کند چہ حصول کمالات دیگر است وحصول منصب نبوت دیگر است۔''

پس یہی قول شیخ صاحب آپ کیلئے کافی ہوگی آپ کے معنوں سے مرزا کو بعض انبیاء سے افضل نہ جانے اور نہ اُس کو نبی مانے اور ذومعنی الفاظ سے بہ تعمیل لا تقولوا راعنا پر عمل فرماویں۔

نمبر ۷۔ مولوی صاحب: لفظ بروز کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں یہ درست نہیں ہیں۔''

جواب نمبر ۷۔ بروز کے معنی ظاہر ہونا اور باہر نکلنا۔ دیکھو منتخب اللغات اور قرآن شریف میں

(۱)برزوا للّٰہ الواحد القھّار (۲) برزوا للّٰہ جمعیا (۳) یوم ھم بارزون لایخفیٰ علی اللّٰہ (٤) ولما برزو لجالوت (٥) قل لو کنتم فی بیوتکم لبرزوا

الذين كتب عليهم القتل (٦) فاذا برزوا من عندك

اس سے ثابت ہوا کہ احکم الحاکمین کے نزدیک بروز اس کو کہتے ہیں جو جسم چھپ گیا تھا وہی آشکارا ہوجاوے اوجھل جسم سامنے آجاوے پس یہ نہیں ہوسکتا کہ اس لفظ کا اطلاق ایک ایسے غیر شخص پر کیا جاوے جو خود بھی شخصیت کے لحاظ سے اپنا غیر ہونا تسلیم کرتا ہوں اگر آپ بروز کے معنی قرآن شریف سے اس کے برخلاف ثابت کرکے دکھلا دیویں تو بہتر ہوگا ہم اس غلطی کو مان لیں گے اور کتب سیر میں کثرت طرق کے ساتھ یہ امر بیان کیا گیا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر وجود سنور کا سایہ نہ تھا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی مدعی کو بطور مجاز بھی کہنے جرأت نہ ہوسکے کہ میں ظل محمد ہوں کیوں کہ جس چیز کی حقیقت بھی موجود نہیں اُس کے لیے مجاز کیوں کر ہوسکتا ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اصحاب کو مشابہ دیگر انبیاء وخود اپنی زبان مبارک سے فرمایا تھا تاہم کسی اصحاب نے بعد وفات رسلم کریمؐ کے دعویٰ بروز یا مشابہت نہیں کیا تو یہ دیگر بزرگان کی اس میں کیا سند ہوسکتی ہے قرآن وحدیث کو چھوڑ کر پشتینی سجادہ نشینوں کی مثالیں پیش کرنا کیا درست ہے اور جب رسول کریمؐ نے فرمایا تھا خبردار میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میں خاتم النبین ہوں تو آں حضورت کو نبی کے معنی نہ آتے تھے اور جزوی نبی اور ظلی نبی کا علم نہ تھا آج تک امت محمدیہ میں سے جماعت احمدی کے سوا کسی کو یہ علم نہ ہوا کہ جزوی یا تمثیلی لحاظ سے نبی اور رسول آتے رہیں گے۔

نمبر ۷ مولوی صاحب۔ اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ دوسرا نبی آوے جو ظاہری رنگ میں تلوار پکڑے اور عیسائیوں کو قتل کرے۔

جواب نمبر ۷۔ ایسے عقیدہ کی تردید بذریعہ رسالجات اور اخبارات شائع ہوچکی ہے تاہم آپ دیدہ دانستہ معترض ہیں دیکھو اخبار اہل حدیث ورسالہ اشاعۃ السنہ۔

نمبر ۸ مولوی صاحب۔ رسالہ البرہان صریح حضرت صاحب کی تصنیف نہیں ہے مجھے یاد نہیں کہ اس میں کیا لکھا ہے لیکن اس کے مصنف اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندہ موجودہ ہیں آپ ان کو خط لکھ کر دریافت کرلیں۔

جواب نمبر ۸۔ میں نے آپ کو بذریعہ خط لکھ دیا تھا کہ یہ رسالہ نزد غلام محمد احمدی حاضر الوقت کے پاس پٹی میں موجود ہے طلب کرکے دیکھ لیں اور تفسیر جلالین وبیضاوی بھی جن کے حوالہ رسالہ مذکور میں درج تھے آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیج دئے تھے آپ نے تفاسیر واپس بھیج دیا تھا صرف آپ نے دفع الوقتی کو پسند فرمایا تھا۔

نمبر۹۔ اگر بخاری شریف یہاں ہوتی اور اصل عبارت دیکھا جاتا تب کچھ کہا جاسکتا ہے جب تک کہ میں اصل عبارت کو پڑھ نہ لوں اس کے متعلق کچھ کہنا طریقہ تقویٰ کے برخلاف سمجھتا ہوں۔''

جواب نمبر۹۔ بخاری میرے پاس موجود تھی طلب فرما کر دیکھ لیتے۔ آپ روانگی کے خیال میں تھے اس واسطے طلبی کا موقعہ نہ ملا ہوگا۔ اب آپ دیکھ کر قادیان سے جواب بھیج دیویں۔

نمبر۱۰۔ مولوی صاحب۔ مرزا صاحب ان پڑھ تھے قریب بیس کے عربی کتابیں نظم ونثر میں لکھ کر شائع کر دیں اُن کے مقابل میں کوئی کتاب ایسی فصیح و بلیغ عربی لکھ نہ سکے۔''

جواب نمبر۱۰۔ اکثر علماء نے عربی عبارت کی غلطیاں نکال کر مشتہر کر دی تھیں وہ نمانیں تو علما کا کیا قصور ہے اور آریہ جماعت والوں کا اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی جو حوا کو آدم کی پسلی سے پیدا کیا۔ یہ اعتراض مرزا صاحب سے حل نہو سکا بلکہ اس کے متعلق مرزا صاحب کا خیال ہے کہ حوا کو علیحدہ پیدا نہیں کیا بلکہ آدم کی پسلی سے ہی اس کو نکالا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا ہے وخلق منها زوجها یعنی آدم کے وجود سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور مولوی نورالدین صاحب نے اس اعتراض کو اچھی طرح سے رفع کیا وہ رسالہ نورالدین کے صفحہ نمبر۶۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ پسلی کا لفظ بھی قرآن میں نہیں ہے خلق منها زوجها سے ہر دو صاحبان سند پیش کرتے ہیں جب کہ ایک ہی جماعت والے کے دعویٰ برابری و یا زیادہ بڑھ کر اپنی لیاقت علمی دکھلا رہے ہیں پھر مخالفین کب باز رہ سکتے ہیں اس قدر تصانیف کثیرہ سے مرزا صاحب کو معرفت الٰہی پیدا نہوئی تو پھر صرف تضیع اوقات ہے اس کی تصدیق کے لیے یہ الہام انت لاتعرفين القدير اور یہ الہام 'وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی موافق نہوگا' کافی ہیں۔ دیکھو حقیقۃ الوحی۔

نمبر۱۱ مولوی صاحب۔ یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ مرزا صاحب نے ایک جگہ لکھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر کسی پہاڑ پر ہے اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ کشمیر پر ہے یہ باتیں حضرت موصوف نے قوم عیسائی وغیرہ کے مسلمات اور تاریخی امور کے حوالے سے لکھی ہیں۔

جواب نمبر۱۱۔ صاحب کی حدیث جو بیہقی میں بدیں مضمون درج ہے

كيف انتم اذا نزل فيكم ابن مريم من السّماء وامامكم منكم نہ مانا جاوے اور مسلمات قوم عیسائی وغیرہ سے اہل اسلام پر اعتراض کیا جاوے حالانکہ اس حدیث سے مورخین کی عمدہ طور سے تردید ہو رہی ہے آپکو اس حدیث کی نسبت حسب قواعد جماعت احمدیہ کے اعتراض ہو تو تحریر فرمادیں

نمبر۱۲ مولوی صاحب۔ آپ کا یہ فرمانا کہ کسوف خسوف ماہ رمضان میں پہلے سالوں میں ہوتا رہا ہے

اس کے متعلق عرض ہے کہ اول تو یہ دیکھنا چاہئے کہ جن تاریخوں کی قید اس حدیث میں لگائی ہے آیا ان تواریخوں میں اسی طرح وہ کسوف وخسوف ہوتی تھیں یا نہیں دوسرا اس زمانہ میں کسی نے مسیح ومہدی ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے یا نہیں کیا تھا۔

جواب نمبر ۱۲۔ یہ مسئلہ میرے مسودہ میں بحوالہ رسالہ البرہان الصریح کے درج تھا آپ نے بلا مطالعہ رسالہ مذکور کے یہ جواب تحریر کر دیا اور فتویٰ نمبر ۹ کے مضمون کو آپ اس موقعہ پر بھول گئے اور برخلاف قواعد تقویٰ کے جواب تحریر فرمایا اور دوئم یہ عرض ہے کہ یہ دعویٰ جماعت احمدی کہ ہماری مہدی کے واسطے دو نشان ہیں جو ابتداء پیدائش زمین آسمان سے آج تک نہیں ہوئے یعنی قمر تو رمضان کی اول شب میں گہنائیگا اور سورج اس کے نصف میں گہنائیگا یہ ایک موضوع قول ہے جس کو دارقطنی میں امام محمد باقر کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس کو مرزائی بڑے دعویٰ کے ساتھ ہمیشہ مرزا صاحب کی تصدیق میں پیش کیا کرتے ہیں۔ سوئم تاریخوں کی نسبت شیر پنجاب نے عمدہ طور سے جوابات مشتہر کئے ہوئے ہیں چہارم مرزائی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اس حدیث میں پہلی رات مراد ہوتی تو اس جگہ ہلال کا لفظ چاہئے تھا نہ کہ قمر کا کیوں کہ کوئی شخص اہل لغت واہل زبان سے پہلی رات کے چاند پر قمر کا لفظ اطلاق نہیں کرتا بلکہ وہ تین رات تک ہلال کے نام سے موسوم ہوتا ہے آپ بتلائے کہ آیات ذیل میں کیا قمر سے مراد محض وہ چاند ہے جو تین تاریخوں سے بعد کا ہو والقمر قدّرناه منازل حتّی عاد کالعرجون القدیم زبان عرب میں چاند کے واسطے اسم جنس سواء القمر کے اور کیا ہے کیا قرآن مجید نے لغت عرب کے خلاف قمر کا لفظ چاند کیواسطے غلطی سے استعمال کیا اور تیسری تاریخ کی رات پر بھی لفظ قمر کا استعمال کیا جاتا ہے دیکھو مظاہر حق صفحہ ۲۱ کان رسول اللّٰہ ﷺ یصلّیھا سکوت القمر الثالثة پس ان دلائل سے دعویٰ مرزائیاں باطل ہے آپ انصاف فرما کر غور کریں اور اگر میں غلطی پر ہوں تو اصلاح کر دیویں۔

نمبر ۱۳ مولوی صاحب۔ آپ کہتے ہیں کہ ایک حدیث ہے جس میں لفظ آسمان کا مسیح کے متعلق موجود ہے مرزا صاحب کو معلوم نہ تھا لیکن یہ سوچنا چاہئے کہ اگر مرزا صاحب کو معلوم نہ تھا تو کیا علماء کو بھی معلوم نہ تھا یا بھول گئے تھے۔

جواب نمبر ۱۳۔ آپ لوگ بھول رہے تھے علماء نے تو وہ حدیث مشتہر کر دی تھی دیکھو صفحہ نمبر ۱۲۲ تفسیر ثنائی۔ تاحال جماعت احمدی کی طرف سے سکوت ہے وہ حدیث فقرہ نمبر ۱۱ میں درج ہو چکی ہے۔

نمبر ۱۴ مولوی صاحب۔ حالانکہ چاہئے تھا کہ جب سے نشانات پورے ہو چکے تھے اگر یہ ایک بھی نہ ہوتا

تب بھی مان لیا جاتا۔‘‘

جواب نمبر۱۴۔ مرزا صاحب حقیقۃ الوحی نمبر ۳۲۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک جھوٹ کے مقابل میں ہزار نشانیاں بھی مفید نہیں آپ اس کے برخلاف کہتے ہیں کہ مان لیا جاوے۔

نمبر ۱۵ مولوی صاحب۔ انجیل میں طاعون کے متعلق جو حوالہ آپ نے ذکر کیا ہے یہ حوالہ انجیل میں نہیں ملتا بہرحال عرض کرتا ہوں کہ طاعون کا ذکر انجیل کی کتاب مکاشفات اخری باب میں ہے نیز متی کی چوبیسویں باب میں ہے جو کہ آپ نے نکال کر دیا ہے۔‘‘

جواب نمبر ۱۵۔ انجیل کی کتاب مکاشفات کا آخری باب نمبر۲۲ ہے اور مرزا صاحب نے باب نمبر۲۲ کا پتہ دیا ہوا ہے ہمارا اب اعتراض تو صرف لفظ طاعون پر نہیں ہے اعتراض تو یہ ہے کہ کشتی نوح کے صفحہ۵ کے حاشیہ پر یہ عبات ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں طاعون کا پڑنا بائبل کی کتابوں میں موجود ہے ذکریا باب۱۴/ ۲۲، ۱۳ انجیل متی باب ۳۴ مکاشفات باب ۸/ ۲۲ان آیتوں سے ثابت ہونا چاہیئے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون ہوگا سوان آیات سے تو یہ نکلتا ہے کہ جھوٹے مسیح کے وقت طاعون ہوگا اور مکاشفات باب ۸/ ۲۲ کی یہ عبارت ہے توریت ہمارے پاس موجود نہیں ہے جو باب زکریا دیکھا جاتا باب ۸/ ۲۲ مکاشفات اور جب یوحنا نے ان چیزوں کو دیکھا اور سنا۔ اور جب سے سنا اور دیکھا تھا تب اُس فرشتے کے پاؤں پر جسنے مجھے یہ چیزیں دکھائیں سجدہ کرنے کو گرا یہ عبارت مکاشفات کی ہے اگر غلطی ہے تو آپ اصلاح فرما کر مطلع فرماوے۔

نمبر ۱۶ مولوی صاحب۔ آپ کا پیغام رسان پھر وہی ناقص انجیل لایا میں نے یہاں عیسائیوں کی طرف بھی آدمی بھیجا تھا مگر وہ نہ ملی اور آپ کتاب بھی ناقص ہے اور کشتی نوح آپ کے پاس بھی نہیں اوراس وقت کتابیں میرے پاس بھی نہیں ہیں۔‘‘

جواب نمبر۱۶۔ میں نے اسی انجیل ناقص سے آپ کو یہ بات مکاشفات دفعہ نمبر ۸ کا لکھدیا جو حوالہ مرزا صاحب نے کشتی نوح میں دی ہوئی تھی اسی انجیل ناقص میں موجود تھی آپ پڑتال کر لیتے تو آپ کو بھی مل جاتی۔ ایک انجیل غلام محمد احمدی (جو آپ کی خدمت میں تا روانگی آپ کے حاضر رہا تھا) کے پاس موجود تھی اور کشتی نوح بدست احمد دین احمدی ۱۲ بجے دن آپ کی خدمت میں پہونچا دی تھی پڑتال کرنا آپ کا فرض تھا یا آپ کو برخلاف حوالوں کے مضمون نظر آیا ہوگا اس حیلہ سے ٹال دیا اور براہان احمدیہ اور ازالۂ اوہام وغیرہ بہت سی کتابیں مکان مرزا غلام حیدر بیگ صاحب موجود تھیں آپ کو حق الامر بیان کرنا منظور ہوتا تو کوشش فرماتے آپ روانگی کی وجہ سے دل برداشتہ تھے اس واسطے موقع کامل

نہ ملا ایک خفیف بہانہ سے سبکدوش ہو گئے اور چار بجے دن سواری ریل روانہ امرتسر ہوئے۔

نمبر ۱۷ مولوی صاحب۔ مرزا صاحب کی دادی سیدہ تھی بہر حال آپ آل رسول ہیں۔''

جواب نمبر ۱۷۔ آل رسول میں کل مومن داخل ہیں ان میں مرزا صاحب کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اور تاوقتیکہ دادی کا شجرہ نسب تا فاطمۃ الزہراءؓ آپ نہ بتلا دیں گے ہم تسلیم نہیں کرتے اور الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۵ء میں درج ہے کہ مرزا صاحب برلاس مغلوں میں سے ایک مغل ہے اگر آپ تواریخ ادیاق مغول دیکھیں گے تو ظاہر ہوگا کہ مرزائیوں کا نسب خاندان چنگیزی تک پہونچیگا اور سلمان فارسی کا نام بھی اُس شجرہ میں نسب میں نہیں آتا۔ تاویلات رکیکہ کو آپ چھوڑ دیویں اور حق الامر کو پسند کرے۔

نمبر ۱۸ مولوی صاحب۔ بالآخر میں پھر آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ بدظنی کی طرف جانے کے لیے جلدی نکریں بحیثیت مجموعی حضرت مرزا صاحب کے حال پر غور کریں۔''

جواب نمبر ۱۸۔ بحیثیت مجموعی بعد مطالعہ اکثر تصانیف کے غور کیا اور تعلیم یافتوں اور سالانہ جلسوں کے حاضر ہونے والوں کو دیکھا اور انت لاتعریفین القدیر سے واقف ہوکر بآخر بدظن ہوگیا کیوں کہ بیعت کی اصل غرض یہ ہے کہ خدا کی محبت میں ذوق وشوق پیدا ہو اور گناہوں سے نفرت پیدا ہوکر اس کی جگہ نیکیاں پیدا ہوں اور جس شخص نے سلسلہ بیعت جاری کیا اُس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوتا ہے کہ تو ہم کو معاف نہیں کرتا۔ اور الہام بھی بصیغہ مونث ہے تو پھر دیگر مریدان خدا تعالیٰ کو کیوں کر پہچانیں گے اور لوگوں کو ہدایت کریں گے اور ماسوا اس کے مرزا صاحب بحوالہ پیشگوئی خصوص کے تریاق القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ پیشگوئی میرے متعلق ہے اس پیشگوئی میں تحریر ہے کہ بعد پیدائش موعود کے جس کی پیشگوئی ہے کوئی سلسلہ تولید تا قیامت جاری نہ ہوگا مرزا صاحب اس سے مراد لیتے ہیں اولاد صالح پیدا نہ ہوگی اور قیامت آجاویگی پس ظاہر ہو رہا ہے کہ کوئی وسیلہ صالح ہونے کا بعد پیدائش مرزا صاحب کے نہیں رہا تو یہ کیا ضرورت ہے کہ بحیثیت مجموعی مرزا پر غور کیا جاوے اور جنہوں نے غور کیا ہوا ہے وہ اُن کی ہدایت پر عمل نہیں کرتے حالانکہ مرزا کی طرف سے یہ ہدایت آچکی ہے کہ جو شخص بیعت میں داخل نہیں ہیں بلحاظ بنی آدم ہونے کے ایک دوسرے کے بھائی ہیں ان سے سلام وتعظیم وغیرہ درست ہے، اس ہدایت کی تعمیل اس طرح ہو رہی ہے کہ جب میں اپنے عزیزوں خورد سالہ جو احمدی ہیں ملتا ہوں کبھی سلام وتعظیم سے پیش نہیں آتے بلکہ ناجائز محفلوں میں شریک ہوتے ہیں میری ممانعت پر عمل نہیں کرتے اور سالانہ جلسہ قادیان پر حاضر ہوجاتے ہیں مگر نماز کی پابندی نہیں کرتے ایک شخص جماعت احمدی سے مرگیا ہے اس کے پسر نابالغ

ہیں انکے پاس بجز جائیداد جدی کے اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے اور متوفی کا کل کنبہ جماعت احمدی میں داخل ہے متوفی کے بچوں کی خبر گیری اور ہمدردی نہیں کرتے کل آمدنی جائیداد پر خود متصرف ہیں یہ واقعات چشم دیدہ روزہ مرہ کے ہیں ان واقعات سے جماعت احمدی کی تعلیم کا اثر بخوبی ظاہر ہے۔

نمبر ۱۹ مولوی صاحب۔انجیل سے جواب دیکھنا چاہئے تھا وہ میں نے صفائی سے دکھادیا۔''

جواب نمبر ۱۹۔انجیل نامکمل پاکر آپ نے واپس کردی تھی اور کسی پادری سے بھی آپ کو نہ ملی تھی جو آپ صفائی سے دکھاتے میں نے آپ کو اوسی انجیل نامکمل سے بحوالہ فقرہ ۱۶ صفائی سے دکھادیا کہ انجیل اور مکاشفاۃ سے آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوسکتا۔

نمبر ۲۰ مولوی صاحب۔خدائی وعدہ کے مطابق وصال کے وقت چار لاکھ غلام اس کے موجود تھے۔''

جواب نمبر ۲۰۔ پیشگوئی مندرجہ خصوص وتریاق القلوب سے تو صاف لفظوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کوئی قبول نکرے گا اور قیامت آجاویگی آپ تعداد چار لاکھ کی بیان کرتے ہیں کہ تاریخ وفات تک موجود تھی یہ امر ناممکن ہے کہ اس قدر جماعت موجود ہو کیوں کہ سلسلہ بیعت سے تا تاریخ وفات اکثر مرید فوت ہوچکے تھے، ان کا معہ جسم کے تاریخ پر موجود ہونا بہت بعید ہے۔اور پھر ایسے عرصہ میں اکثر مرید سلسلہ بیعت سے پھر گئے ہیں، ان کے نام بھی رجسٹر سے خارج ہوچکے ہیں۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ چار لاکھ کی تعداد بعد منہائے فوت شدگان ومنکرین کے ہیں یا اوس تعداد میں سب لوگ آچکے ہیں، اور کیا تاریخ وفات پر سب لوگ جنازہ پر موجود تھے جو آپ نے لفظ موجود سے ظاہر کیا ہے۔بعد ملاحظہ رجسٹر کے منہائے فوت شدگان ومنکرین کے مطلع فرماویں میں آپ کا ممنون ہوں گا اور جو ذریعہ صالح ہونے کا آپ جانتے ہوں اس ذریعہ کی بھی تفصیل بیان کریں۔مرزا صاحب کی تعلیم سے بحوالہ پیشگوئی تو کوئی امید صالح ہونے کی نہیں رہی اور جس قدر مریدان نے اُن سے جو بعد پیدائش مرزا صاحب کے پیدا ہوئے ہیں بیعت کی ہے وہ بھی صالح نہیں ہوئے کیوں کہ اُن کی پیدائش کے بعد اکثر مرید پیدا ہوئے اور جو مرزا صاحب کے پہلے پیدا ہوچکے ہوں تو ان میں مادہ صالحہ ہونے کا ضرور ہوگا بعد پیدائش مرزا صاحب کے امید صالح ہونے کی نہیں رہی آپ مہربانیفرما کر نمبروار جواب سے معزز فرماویں۔

مورخہ ۴ اپریل ۱۹۰۹ء۔مرزا محمد امیر بیگ از پٹی ضلع لاہور

(اہلحدیث جلد ۶۔نمبر ۳۳/۳۴۔مورخہ ۲۹ جمادی الاول و ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۸/ ۲۵ جون ۱۹۰۹ء ص ۴ تا ۹)

زلازل اور مدعیان نبوت

مولانا ابوالنعیم عبدالعظیم حیدر آبادیؒ لکھتے ہیں:

دیکھا گیا جس کسی ملک کے لوگ غفلت کی نیند میں ایسے آرام وراحت سے پڑے رہتے ہیں کہ اُن کو ایمان واسلام تک کی فکر نہیں رہتی اور شہوات نفسانی میں بالکل مغروق ومسرور رہتے ہیں اور آیت اضاعوا الصّلوۃ واتّبعوا الشّھوات کے تحت چلنے لگتے ہیں اور اپنے خالق کو چھوڑ غیر خدا کی پرستش اور عبادت کرنے لگتے ہیں۔ جھوٹ، دغابازی، جعلسازی ہر طرح کے مکروفریب میں اپنی عمر کو گذارنے لگتے ہیں تو عذابات الٰہی اوس قوم کو غفلت کی نیند سے جگانے کے لیے آتے رہتے ہیں۔ جب ہم صحابہ کے بعد سے ہر زمانہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہر صدی اور ہر سنہ میں طرح طرح کے عذابات دیکھنے میں آتے ہیں۔ غرض عذابات کے نزول کی وجہ خدائے وحدہ لاشریک لہ کی توحید اور اتباع سنت مطہرہ کا چھوڑنا ہے۔ لیکن قابل مضحکہ مرزائیوں کا اصول ہے جو وہ زلازل وفتن کو مرزا کے انکار کی وجہ بتلاتے ہیں۔ عجیب اصول ہے اور عجیب ان کی گفتگو۔ کہ جہاں کہیں کوئی مرا۔ بس یہ پارٹی بغلیں بجانے لگتی ہے کہ لو وہ مرزا صاحب کو برا بھلا کہتا تھا دیکھو آج مر گیا مگر کوئی ان سفہاء سے پوچھے کہ جب تم مرتے ہو تو وہ کس وجہ سے اور کس کے انکار کے سبب سے (غالبًا ان کی موت انکار احکام رسول اللہؐ سے ہوگی) اسی طرح جہاں زلزلہ ہوا یا سیلاب نے بستی کو اجاڑا اور ویران کیا تو ساتھ ہی ان جہلاء کا آواز گونجنے لگتا ہے کہ یہ سب بلائیں مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے آرہی ہیں۔ نہ اس پر کوئی دلیل شرعی ہے نہ کوئی حجت قرآنی لیکن صرف یہ ان کا زعم وباطل وعاطل ہے۔ دراصل وجوہ زلازل وعذابات الٰہی احادیث ذیل سے ثابت ہیں۔

(۱) حدیث سمرہؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ علامت قیامت سے پہاڑوں کا اپنی جگہ سے سرک جانا ہے۔ رواہ الطبرانی۔

(۲) ام سلمہؓ سے آیا ہے کہ حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا میرے بعد ایک خسف مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک جزیرۂ عرب میں ہوگا پوچھا گیا کہ کیا زمین دھنس جائیگی فرمایا کہ جب لوگوں میں بدافعالی زیادہ ہوگی۔ رواہ الطبرانی۔

(۳) بخاری وابن ماجہ میں بروایت ابوہریرہؓ آیا ہے کہ قیامت اُس وقت تک نہ آئیگی جب تک کہ علم صفحہ دنیا سے اُٹھ نہ جائے۔ زلزلے بہت ہوں۔ فتنے ظاہر ہوں۔ قتل بہت ہو۔

(۴) عروہ کی حدیث ابن عساکر کے نزدیک آیا ہے کہ میری امت میں رجفہ یعنے زلزلہ ہوگا۔

(۵) حدیث ابن عمرؓ میں مرفوعاً آیا ہے کہ میری امت میں قذف ومسخ وخسف ہوگا۔ رواہ مسلم وحاکم وکذافی ابن ماجہ۔

(٦) ابوامامہؓ نے کہا کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ کچھ قوم میری امت کی اکل لہو ولعب میں مشغول سوجائیگی اور صبح کو بندر سور ہوکر اوٹھے گی۔ اللّٰھم احفظنا ہ۔ رواہ الطبرانی۔

(۷) مرفوعاً بروایت علیؓ وابوہریرہؓ آیا ہے کہ قوم جب بدافعال اور برے کام کرنے لگے گی تو پھر تم منتظر رہو سرخ آندھی اور قذف ومسخ وخسف کی۔ رواہ التّرمذی۔

(۸) ابن عباسؓ نے کہا قیامت نہ آویگی جب تک کہ سر ایسے اقوام کے جو عمل قوم لوط کو حلال کرلیئےہیں کواکب سماء سے نہ کچلے جائیں۔ رواہ الدیلمی۔

(۹) ابن عباسؓ نے کہا حضرت صلعم نے فرمایا اسے سلمانؓ جب پادشاہ سیر سپاٹے کے لیے حج کرے اور اغنیاء تجارت وبیوپار کے لیے اور مساکین بھیک مانگنے کے لیے اور قاری ریاء وسمعہ کی غرض تو اُس وقت دم دار تارہ نکلے گا۔

ناظرین! غور فرمائیں کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ ایک شخص مرزا غلام احمد نام کا مثیل مسیح قیامت کے قریب پنجاب کے قریہ قادیان میں دعویٰ نبوت کا کریگا اور جو قوم اُس کو نہ مانے گی زلازل رجف وقذف وخسف ومسخ اوس قوم میں ہوگا بلکہ صاف طور پر احادیث سے یہ بات مترشح ہے کہ جب قوم میں بداعمال بدافعال غرض جب احکام شریعت سے قوم منحرف ہونے لگے گی تو زلازل رجف وقذف اُن پر نازل ہوں گے۔ مگر مجھے حیرت ہے کہ یہ سفہاء کس دلیل شرعی پر زلازل کو اپنے نبی کے انکار پر محمول کرتے ہیں۔ اور یہ بات بھی نہیں کہ زلازل مرزا کے وجود کے بعد ہی چوطرف ہونے لگے ہیں جس سے ہم یہ سمجھ سکیں کہ انکار مرزا وجہ زلازل ہے۔ بلکہ مرزا کے وجود کے پہلے صحابہ کے زمانہ بعد سے ہر وقت اور ہر سنہ میں زلازل نازل ہوتے رہے۔ ہم اب چند کتب معتبرہ جیسے تاریخ ابن کثیر، تاریخ الخلفاء لجلال الدین السیوطیؒ، کتاب منتظم لابن الجوزیؒ، کتاب مارواہ الواعون فی اخبار الطاعون للسیوطیؒ، مواہب لدنیہ، مرءۃ الزبان سے قدیم زلازل کو بطور تاریخ معہ سنہ نمبروار لکھتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ مرزا کے بعد زلازل کا آنا ہمیشہ عادت خداوندی کے مطابق ہے ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ جب قوم غفلت کی نیند میں رہتی ہے تو عذاب الٰہی جگانے کے لیے آتے ہیں۔ نہ یہ کہ انکار مرزا کی وجہ سے۔ سنئے۔ اور احادیث مذکورہ کے ساتھ عذابات ذیل کو مطابق دیجئے۔

(۱) تاریخ الخلفا میں ہے ۲۴۲ھ میں خلیفہ متوکل باللہ کے زمانہ میں ایک پہاڑ یمن سے ایک کھیت والے کی زمین سرک کر دوسرے مزارع میں جان نصب ہونا۔ (ملاحظہ ہو حدیث نمبر (۱)

(۲) زمانہ مقتدر باللہ ۳۰۰ھ ہجری میں دینور کا پہاڑ زمین میں گھس گیا اور پھر اس کے نیچے سے اتنا پانی نکلا کہ بستیونکی بستیاں ڈوب گئیں۔ (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲)

(۳) ۲۰۸ھ تیرہ گاؤں مغرب میں دھنس گئے۔ (// // //)

(۴) ۳۳۴ھ ماہ شعبان میں ایک زلزلہ غرناطہ میں ہوا جس سے بہت مکان اور قلعہ خسف ہو گئے۔ (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۳-۴-۵)

(۵) ۵۹۷ھ میں ایک خسف اعمال بصری میں ہوا چند گاؤں دھنس گئے۔ (// // //)

(۶) ۵۳۳ھ میں شہر بحیرہ خسف ہو گیا۔ (// // //)

(۷) ۳۴۶ھ بعہد مطیع باللہ رَیُ اور حوالی رَیُ میں بہت سے زلزلہ ہوئے بلدہ طالقان دھنس گیا سوا ۳۰ آدمی کے کوئی نہ بچا۔ یہ زلزلہ حلوان پہنچا وہاں بھی خسف ہوا زمین سے مُردوں کی ہڈیاں باہر قبروں سے ہو گئیں۔ رَیُ میں ایک پہاڑ پھٹ پڑا ایک گاؤں اسمان زمین کے بیچ کچھ دیر تک معلق رہ کر نیچے گر پڑا زمین میں دراڑیں پڑ گئیں بدبودار پانی نکلا دھواں اٹھا۔ (// // //)

(۸) ۲۳۲ھ زمانۂ متوکل باللہ میں ایک دہشتناک زلزلہ دمشق میں آیا جس سے بستی کی بستی ویران ہو گئی خلق کثیر مر گئی یہ زلزلہ انطاکیہ پہونچا وہاں بھی تباہی آئی۔ موصل پہونچا وہاں پچاس ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔

(۹) ۲۴۲ھ میں تونس، ری، خراسان، نیساپور، اصبہان، طبرستان میں ایک زلزلۂ عظیم ہوا پہاڑ ٹوٹ پڑے زمین پھٹ گئی دراڑیں ایسے پڑ گئے کہ ۵۰ بہالو لکڑیوں تک بھی اُس کی انتہا نہیں لگتی۔

(۱۰) ۲۸۰ھ بزمانہ معتضد دبیل میں زلزلہ ہوا اکثر شہر گر گیا ڈیڑھ لاکھ آدمی نیچے ڈھیروں کے دبے ہوئے نکلے۔

(۱۱) ۵۵۲ھ میں شام، حلب، شیراز، انطاکیہ، طرابلس میں زلزلہ ہوا ایک خلق کثیر تباہ ہوئی۔ شیراز میں فقط ایک عورت اور ایک لڑکا بچا۔

(۱۲) ۹۲۲ھ ہجری میں ارزیکان میں زلزلہ ہوا ایک جہان کا جہان مر گیا۔

(۱۳) قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں، سید سمہودی نے تاریخ مدینہ میں لکھا ہے کہ بزمانہ فاطمیہ مدینہ میں کچھ لوگ عاشورے کے دن قبۂ عباس میں جمع ہو کر شیخین اور دیگر اصحاب کو برا بھلا کہتے تھے اتنے

میں ایک سائل آیا اور کہا کہ مجھ کو محبت ابوبکر میں کون روٹی دیگا۔ اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ میرے گھر چلو گھر لے گیا اور سائل کی زبان کاٹ ڈی اور اُس کے ہاتھ میں رکھدی اور کہا کہ یہ محبت ابوبکر ہے۔ جب سائل چلا گیا تو ساتھ ہی وہ شخص قاطع لسان بندر ہو گیا (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۶ و نمبر ۷)

(۱۴) اور دواجر میں یہ بھی ہے کہ حلب میں ایک شخص ساتب ابوکر و عمر مر گیا اتفاقاً اُس کی قبر کھودی دیکھا کہ سور کی شکل میں ہے۔ (۔۔ ۔۔ ۔۔)

(۱۵) تاریخ الخلفاء میں ہے۔ ۸۲ے ھ بزمانہ متوکل ایک امام نماز پڑھا رہا تھا ایک شخص نے اُس سے نماز میں عبث کیا امام نے نماز نہ توڑی پوری کر لی بعد ختم نماز عابث کو سور پایا۔ (۔۔ ۔۔ ۔۔)

(۱۶) ۲۸۵ھ میں سفید اور کالے پتھر برسے وزن ہر اولہ ڈیڑھ سو درہم کا تھا اس سے بصرہ کا ایک گاؤں تباہ ہو گیا۔ (یہی قذف ہے ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۵)

(۱۷) ۲۴۲ھ میں قریۂ سوید پر پتھر برسے ہر پتھر دس رطل کے وزن میں تھا۔ (۔۔ ۔۔)

(۱۸) ۲۸۰ھ میں بعہد معتضد باللہ دنیا عصر تک اندھیرا ہو گیا کالی آندھی آئی تین رات تک رہی اس کے بعد بھونچال آیا شہر دبیل ویران تباہ ہو گیا۔ (ملاحظہ ہوا حدیث نمبر ۷)

(۱۹) ۵۴۴ھ میں موصل پر ایک بادل آیا اُس سے آگ برسنا شروع ہوئی جس پر پڑی وہ جل کر مر گیا۔ (۔۔ ۔۔)

(۲۰) ذاکر بن حجلہ-عراق میں اڑنے والے بچھو ظاہر ہوئے ایک خلق کثیر مر گئی۔

(۲۱) ۵۹۶ھ میں مصر میں ایسا قحط ہوا کہ لوگ مردار کھانے لگے آدمی کو آدمی نے غذا بنایا۔

(۲۲) ۵۹۳ھ میں ایک بڑا تارا ٹوٹا جس سے ایک بڑی آواز ہوئی مکانات ہل گئے اکثر مکانات قلعے منہدم ہوئے۔ (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۸)

(۲۳) ۳۲۳ھ بعہد راضی باللہ تمام رات تارے ٹوٹے لوگ اسکے صدمے سے مرے (ملاحظہ ہو نمبر ۸)

(۲۴) ۵۷۰ھ ماہ جمادی الآخر میں دم دار تارا ایک مہینہ یا زیادہ رہا اس کی چال چاند کی چال سے زیادہ تیز تھی۔ دیکھو اشاعہ (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۹) سنا جاتا ہے کہ ہند میں غدر کے وقت بھی نکلا تھا اور جس وقت برما کو برٹش نے لیا تھا ۱۸۸۵ء ماہ نومبر ۲۹ تاریخ کی رات آسمان کے تارے ٹوٹتے رہے۔

(۲۵) طاعون عمواس مشہور ہے۔

(۲۶) ۴۹ھ کو کوفہ میں طاعون ہوا مغیرہ بن شعبہ صحابی وہاں سے چلے گئے پھر ۵۰ھ میں آئے آخر کار اس طاعون سے مرے۔

(۲۷) اصبہان میں ۳۴۶ھ میں عراق میں مرگ مفاجات بہت ہوا۔

غرض اس قسم کے واقعات دیکھتے دیکھتے میری آنکھیں دکھ گئیں اس سے یہ مراد ہے کہ اس طرح کے بہت سے واقعات ہوئے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ سب واقعات وحادثات قوم کے بگڑتے وقت پیش آئے ہیں۔ ہمارے زمانہ کی حالت بھی سخت ابتر ہو چلی ہے۔ بے دینی بے ایمانی، نماز روزہ سے کوئی سروکار نہیں۔ کوئی علم پرست بت پرست ہے تو کوئی سنگ وگل پرست کوئی قبر پرست ہے تو کوئی بت پرست۔ کوئی سیندہی پیتا ہے تو کوئی شراب جھوٹ جعل ودغا کا تو کوئی حساب نہیں۔ اسلام اور مسلمان ذلیل ہورہے ہیں آج ادنےٰ اسفل قوم کی جو عزت ہے وہ ایک مسلمان شخص کی نہیں۔ شرک وبدعت تو علانیہ ظاہرا طور پر ترقی کررہا ہے۔ یہی ہمارے برے افعال کی وجہ تھی امرت سر میں موسمی بخار سے لاکھوں مرگئے اور اسی سبب سے حیدر آباد میں موسی ندی کے طغیانی سے شہر کا اکثر حصہ ویران ہوگیا اور ہزارہا مردے کس مپرسی کی حالت میں پڑے رہے۔ اور اٹالیہ میں زلزلہ ہوا بستی زیر زمین ہوئی۔ طاعون سے کوئی حصہ ہندوستان کا نہ چھوٹا۔ الا ماشاء اللہ۔ یہ سب ہمارے اعمال کی وجہ ہے جیسا کہ احادیث مذکورہ سے واضح ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ مرزائی اپنے جھوٹے نبی کے انکار کو کس دلیل شرعی پر ان عذابات کو محمول کرتے ہیں۔ اور جہاں زلزلہ ہوا ساتھ ہی خوشیاں منانے لگتے ہیں۔

خبطیو! دیکھتے ہو کہ مرزا قادیانی کے پہلے بھی تو زلزلے ہوئے پھر کس وجہ سے ہوا کئے اگر انکار احکام رسول کی وجہ سے زلزلے آئے تو پھر اب بھی یہی سمجھنا چاہئے مگر تمہاری عقل میں نہیں آتا۔ سچ ہے۔

بریں عقل ودانش بباید گریست

ناظرین! یہ خوب سمجھ رکھئے اصل میں مرزا خود کاذب اور مدعی نبوت تھا اسکی اور اسکی پارٹی کی کوئی بات ٹھیک نہیں۔ اس قادیانی کے مثال قدیم زمانہ میں کئی جھوٹے نبوت کا دعویٰ کئے۔ اُن کا بھی یہی خیال تھا کہ زلازل وفتن اون کے انکار کی وجہ سے نازل ہوتے تھے۔ اب نمبروار مدعیان نبوت کا ذکر سنئے۔

(۱) مسیلمہ کذاب قبیلہ بنی حنیفہ میں نکلا اور دعوائے نبوت کا کیا اس نے بعض قرآن کا جواب لکھا۔ نماز معاف کی شراب وزنا حلال کردیا۔ زمانۂ ابوبکر میں خالدؓ بن ولید نے مارڈالا۔

(۲) اسود عنسی، یہ اور مسیلمہ، حضرت رسول اکرم ﷺ ہی کے زمانہ میں دعویٰ نبوت کا کئے اسکو فیروز دیلمی نے مارڈالا۔

(۳) ابن صیاد دجال صغیر تھا۔

(۴) طلیحہ بن خویلد اسدی زمانہ ابوبکر صدیقؓ میں دعویٰ نبوت کا کیا۔

(۵) ایک عورت مسماۃ سجاح بنت سوید بنی تغلب سے نکلی دعوائے نبوت کا کیا اس کی ایک اُمت ہوگئی مسیلمہ گھبرایا اور مسیلمہ نے ایک حیلہ نکالا اور اُس عورت کے پاس کہہ بھیجا کہ مجھ کو وحی آئی ہے (مرزا کو بھی تو وحی آتی تھی) کہ جو ہم میں غالب ہو دوسرا اوسکی تابعداری کرے اوس مدعیہ نے رضامندی ظاہر کی ایک دن مقرر کیا گیا۔ وحی کے الفاظ مسیلمہ نے سنائے۔ الم تر ان للّٰه خلقنا افواجا وجعل النّساء لنا ازواجاً نوبح فيهن ايلاجا وتخرج منهن اذا شئنا اخراجا۔ سجاح مسکرائی۔ پھر دونوں کی شادی ہوگئی۔ بعد سجاح نے اپنی نبوت مسیلمہ کو دیدی اور ان دونوں کا مہر نماز عصر کی معافی ٹھیرا۔ لکھتے ہیں کہ سجاح زمانہ معاویہ میں تائب ہوکر مسلمان ہوئی۔

(۶) مختار زمانۂ ابن زبیر میں قبیلہ ثقیف سے نکلا تھا کہتا تھا کہ مجھ کو وحی آتی ہے (جیسے مرزا صاحب) اور اپنے مکاتبت میں لکھتا تھا من مختار رسول اللّٰه.

(۷) متنبّی شاعر جس کا دیوان مشہور ہے۔

(۸) زمانہ معتمد باللہ میں بہبوذ نام کا کذاب مدعی نبوت نکلا تھا اپنے کو عالم الغیب سمجھتا تھا۔

(۹) زمانہ مکتفی میں کذاب یحییٰ بن زکرویہ قرمطی نے دعویٰ نبوت کا کیا۔

(۱۰) کذاب برادر یحییٰ بن زکرویہ ہے۔

(۱۱) عیسیٰ بن مہرویہ اس نے کہا مدثر میرا ہی لقب ہے ملک شام پر غالب آیا ایک فساد بپا کیا۔

(۱۲) ابوطاہر قرمطی ہے زمانہ مقتدر باللہ میں نکلا تھا۔

(۱۳) زمانہ راضی باللہ میں محمد بن علی شُلمغانی نکلا۔ مدعوی الوہیت۔ مدعی احیاء موتی تھا۔

(۱۴) ایک جوان شخص فرقہ تناسخیہ سے زمانہ مطیع باللہ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھ میں حضرت علیؓ کی روح اور میری بی بی میں فاطمہ کی روح پھونکی گئی ہے۔

(۱۵) زمانہ مستظہر میں ۴۹۹ھ کو ایک شخص اطراف نہاوند میں نکلا کہا کہ میں پیغمبر ہوں ایک خلق کثیر اُس کے تابع ہوگئی۔

(۱۶) ایک شخص (لا) نام کا مغرب میں نکلا کہا کہ تمہاری حدیث میں آیا ہے لا نبی بعدی. یعنی لا نام کا ایک نبی آئے گا سو وہ (لا) میں ہی ہوں۔

غرض اس طرح کے مدعیان نبوت ہزاروں ہو چکے ہیں منجملہ ان کے ایک مرزا بھی گذر گیا۔ پھر وہ کون سفیہ وجاہل ہوگا جو باوجود حضرت صلعم کو خاتم النبین والمرسلین سمجھتے اور جانتے ہوئے اور دجال ابھی نہیں آیا جس کی صفت میں کانه عنبة طافيه آیا ہے یعنی آنکھ مثل اخروٹ پھوکل ہوگی اور مثیل

مسیح کا لفظ نہ قرآن میں آیا ہے اور نہ حدیث میں۔ پھر مرزا کو نبی مانتا ہو یہ صریح سفاہت وجہالت ہے۔ حاصل کلام مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ اور زلازل وفتن ان کے انکار کی وجہ نہیں۔ باقی والسلام علیکم۔ راقم ابوالنعیم محمد عبدالعظیم حیدرآبادی۔

(اہلحدیث جلد ۶ نمبر ۳۳/۳۴ مورخہ ۲۹ جمادی الاول و ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۸/۲۵ جون ۱۹۰۹ء ص: ۱۳ تا ۱۶)

مباحثہ رامپور ۱۹۰۹ء

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ گذشتہ پرچے میں ہم نے مجملاً کیفیت مباحثہ رامپور لکھدی ہے مگر اس خیال سے کہ شائد کوئی صاحب اسکو ایک طرفہ بیان سمجھیں فریق ثانی کی شائع کردہ کیفیت مع ان کی غلط بیانیوں کی تردید کے آج شائع کی جاتی ہے۔ قادیانی اخبار بدر مورخہ ۲۴ جون آمدہ ۳۰ جون میں روئداد مباحثہ رامپور شائع ہوئی ہے جو درج ذیل ہے۔

بعد معمولی تمہید کے راقم مضمون لکھتا ہے کہ:

چونکہ ایک صاحبِ اقتدار والئی ریاست کی طرف سے خواہش تھی اور ان کا منشاء بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ عام مباحثات کی طرز پر نہیں بلکہ احقاق حق کے رنگ میں فریقین کی گفتگو سننا چاہتے ہیں۔ اور یہ بھی خیال کیا گیا کہ عوام الناس کا اس جلسہ مباحثہ میں کچھ دخل نہ ہوگا اور گفتگو متانت اور شائستگی سے ہوگی۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کیلئے اجازت دیدی۔ اور ۱۵ جون سے اس مباحثہ کا شروع ہونا قرار پایا اور مندرجہ ذیل امور مولوی سید محمد احسن کی طرف سے پیش ہوکر نواب صاحب نے ان کو منظور فرمایا۔ (۱)

اولؔ یہ کہ مباحثہ نواب صاحب کی موجودگی میں ہوگا۔

دوئمؔ یہ کہ مباحثہ تحریری ہوگا اور فریقین کی تحریریں مناظرین اور فریقین کے میر مجلسوں کے دستخطوں سے مصدق ہوکر فریقین کو دیجاوینگی۔

سومؔ یہ کہ مباحثہ مندرجہ ذیل پانچ سوالوں پر ہوگا۔ اور اسی ترتیب سے ہوگا جس ترتیب سے سوالات دیئے گئے ہیں۔ وفاتؔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حالاتؔ زمانہ اس امر کے مقتضی ہیں یا نہیں، کہ ایک مجدد کا صدی کے سر پر مبعوث ہونا ضروری تھا۔ دعویٰؔ حضرت مرزا صاحب۔ الہاماتؔ حضرت مرزا صاحب۔ وفاتؔ حضرت مسیح موعود۔

چہارمؔ یہ کہ استدلال صرف قرآن کریم سنت صحیحہ مثبتہ علی منہاج النبوت ہوگا۔

اس قرارداد کے مطابق ہم میں سے بعض دوست ۱۳؍جون کی شام کو اور بعض ۱۴ جون کی صبح کو رامپور پہنچ گئے۔ یعنی حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب بہمراہی مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب و مولوی مبارک علی صاحب و حافظ روشن علی صاحب ۱۳ جون کی شام کو اور راقم اور خواجہ کمال الدین صاحب ۱۴ جون کی صبح کو رامپور پہنچ گئے۔ اتفاق سے جس گاڑی میں ہم پہونچے اسی میں مولوی ثناء اللہ امرتسری اور ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی بھی رامپور پہنچے۔ ہم حیران تھے کہ علمائے ہندوستان میں اور پھر رامپور اور امروہہ جیسے مقامات میں کوئی علماء اس قابل نہ تھے کہ وہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے بالمقابل اپنے دلائل پیش کر سکیں کہ ان لوگوں کو جنہوں نے سفیہانہ طرز پر گالیاں دینا اپنا شیوہ بنا رکھا ہے مقابلہ کے لئے بلایا گیا ہے۔ مگر آخر یہ خیال کیا گیا کہ شائد مدد کے لئے ان لوگوں کو بھی بلایا گیا ہوگا۔ اور علمائے رامپور نے ان کے اس ناپاک اور ناشائستہ طریق کو جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں دل آزار کلمات استعمال کرنے اور استہزا کرنے کا اختیار کر رکھا ہے چھوڑ کر صرف ان کے معلومات سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہیں بلایا ہوگا۔ (۲) ۱۳ جون کی شام کو ایک طول طویل تحریر شرائط کے متعلق نواب صاحب کی وساطت سے حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کے پاس پہنچ چکی تھی۔ جس کے اخیر میں بجائے کسی خاص شخص کے دستخطوں کے ''مناظر اہل سنت والجماعت'' لکھا ہوا تھا۔ اس تحریر میں کچھ تو شرائط کی ترمیم پر زور دیا گیا تھا (۳) اور ایک حصہ اس کا بالکل غیر متعلق تھا۔ ترمیم شرائط میں تو سب سے بڑی یہ بات پیش کی گئی تھی۔ کہ وفات مسیح کے متعلق بحث کی ضرورت نہیں۔ اور غیر متعلق حصہ میں حضرت صاحب کی ایک کتاب سے چند عربی اشعار معہ اردو ترجمہ نقل کئے گئے تھے جن میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر تھا۔ یہ دو چالیں فریق مخالف خاص اغراض کو مدنظر رکھ کر چلا تھا وفات مسیح کی بحث کو تو اس لئے ٹالنا چاہتے تھے کہ وہ اپنی کمزوری کو جانتے تھے۔ ورنہ یہ کہنا کہ وفات حیات مسیح کے فیصلہ سے حضرت مرزا صاحب کے دعاوی پر کوئی اثر نہیں پڑتا محض ایک دھوکا ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق حضرت اقدس کے اشعار کو نقل کرنے سے یہ غرض تھی کہ نواب صاحب چونکہ شیعہ مذہب رکھتے ہیں۔ وہ ان اشعار سے برافروختہ (۴) ہو جائیں ورنہ اس بات کو کون نہیں جانتا۔ کہ اہل سنت والجماعت کے اپنے عقیدہ

کی رو سے آنے والا مسیح حضرت امام حسین سے افضل ہے۔ (۵) مگر اہل تشیع کے اعتقاد کے رو سے چونکہ امام حسینؓ کے مرتبہ میں بہت غلو کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ لازمی امر تھا۔ کہ ایک شیعہ مذہب کا پیرو ایسے کلمات سے برافروختہ ہو۔ اسی بات کو مدنظر رکھ کر اور نواب صاحب کو احمدیوں کے برخلاف برافروختہ کرنے کے لئے فریق ثانی نے حضرت اقدس کے ان اشعار کو شرائط کی ترمیم کے کاغذ میں داخل کر دیا۔ ورنہ ہر ایک شخص آسانی سے اسبات کو سمجھ سکتا ہے کہ مباحثہ کی شرائط کا اس امر سے کیا تعلق ہے کہ حضرت مسیح موعود امام حسین سے افضل ہیں یا نہیں؟ غرض کہ فریق مخالف کی پہلے دن سے ہی بلکہ مباحثہ شروع ہونے سے پہلے ہی یہ کوشش تھی۔ کہ ایک تو حیات ممات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلے کو بحث سے خارج کیا جاوے۔ اور یہ تلخ گھونٹ انہیں پینا نہ پڑے۔ اور دوسرے کسی نہ کسی طرح جناب نواب صاحب کو ان کے شیعی عقیدہ کی وجہ سے احمدیوں کے خلاف اکسایا جائے۔ فریق مخالف کی یہ تحریر ہمارے پاس موجود ہے اور ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ حضرت امام حسین کے قصہ کو شرائط مباحثہ کے درمیان میں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور وفات مسیح پر بحث کرنے سے کیوں یہ فریق گریز کرتا تھا۔

اس تحریر کا جواب ہماری طرف سے صرف یہ دیا گیا۔ کہ ہم شرائط طے ہونے اور نواب صاحب کے ان کو منظور کر لینے کے بعد یہاں آئے ہیں۔ اور اب از سر نو ان شرائط میں پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ البتہ مسئلہ ختم نبوت جس پر نواب صاحب نے بھی بحث ضروری سمجھی ہے۔ اس پر بحث کرنے کے لئے ہم تیار ہیں اور وفات مسیح کے مضمون کے بعد ہم باقی مسائل کو چھوڑ کر پہلے اسی مضمون کو لے لیں گے۔ علاوہ ازیں فریق ثانی کی طرف سے یہ بھی استدعا تھی کہ مسئلہ وفات مسیح میں احمدی مدعیانہ حیثیت میں ثبوت مسئلہ دیں اور انہی کی طرف سے ابتدا ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فریق مخالف اس بات کو خوب سمجھتا تھا کہ حیات مسیح کے لئے اس کے ہاتھ میں کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے انہوں نے اس بار ثبوت کو ہمارے ذمہ ڈالا۔ (۶) اور چونکہ اس معاملہ میں نواب صاحب کا بھی یہی خیال تھا۔ اس لئے ہم نے بخوشی اس بات کو منظور کیا کہ ہم مدعیانہ حیثیت میں وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہیں۔ ان امور کے طے ہونے کے بعد ۱۵ جون کو قریبا پونے چار بجے پہلا پرچہ وفات مسیح کے ثبوت میں ہماری طرف سے

حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب نے پڑھا۔ فریق مخالف نے اب تک اپنے مناظر کا نام ظاہر نہ کیا تھا۔ (۷) حضرت مولوی صاحب موصوف کی تقریر کے اختتام پر مولوی ثناء اللہ امرتسری فریق مخالف کی طرف سے کھڑا ہوا۔ اور ہندوستان کے علماء کی طرف سے کوئی اس قابل نہ سمجھا گیا کہ حضرت مولوی صاحب موصوف کے دلائل کا جواب دیتا۔ ہمیں کوئی وجوہات معلوم نہ ہوئیں کہ کیوں علماء ہندوستان نے اپنے آپ کو اس بات کے ناقابل سمجھا۔ (۸) ان علماء میں سے کوئی گفتگو کرتا۔ تو ہمیں یقین ہے، کہ کم ازکم متانت سے تو گفتگو کرتا، مگر سارا گروہ علماء ہند جو اس موقع پر جمع تھا اس بات کے ناقابل سمجھا جاکر وہ شخص منتخب کیا گیا۔ جو اپنی دریدہ ذہنی کی وجہ سے جو اس نے اس سلسلہ کے متعلق اختیار کرکھی ہے بدنام ہو چکا ہے۔ (۹) افسوس کہ بات کی بھی کچھ پرواہ نہ کی گئی۔ کہ اس جلسہ کا انعقاد معمولی رنگ میں نہیں ہوا۔ بلکہ ایک والئی ریاست نے خاص اطمینان دلا کر یہ جلسہ کیا ہے۔ اور اوس شخص کو تقریر کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا جس کی عادت ہوتے ہوتے آخر یہ امر فطرت میں داخل ہوگیا ہے۔ کہ وہ اپنے تمسخرانہ آمیز کلام سے عوام کالانعام کو خوش کرے۔ اور دو منٹ بعد ایک ایک شعر پڑھ کر واہ واہ کی داد دلے۔ اس کی مناظرہ میں اگر کوئی غرض ہے تو صرف یہ کہ جہلاء اس کے ساتھ ہوکر یہ شور مچادیں کہ مولوی صاحب کو فتح ہوگئی ہے۔

وہ شخص جس کو اتقاء اور تقویٰ کی صرف اس قدر عزت ہے کہ اس کے نزدیک اس کے حلفی بیان کی رو سے ''نماز نہ پڑھنے والا زنا کرنے والا ایک قسم کا متقی ہے''۔ (۱۰) جس کی جھوٹ سے محبت اس کے اس حلفی بیان سے ظاہر ہوتی ہے کہ ''ایک شخص جھوٹ بول کر پہلی آیت کے معنوں میں متقی ہوسکتا ہے''۔ اور کہ ''دروغ گو، جعلساز، بہتان باندھنے والا افترا باندھنے والا دغا دینے والا (۱۱) ایک معنی سے متقی ہے۔ جس شخص میں تقویٰ اور صداقت کی یہ عزت ہو اُسے علمائے ہندوستان نے اپنا لیڈر بنایا۔ محض اس لئے کہ سلسلۂ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کے حق میں گالیاں سن کر دل خوش کریں۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ وہ کس شخص کو اپنا لیڈر بنا رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس ذلت کو بھی برداشت کیا۔ کہ ان میں کوئی اس قابل نہیں ہے کہ گفتگو کرسکے۔ اور پنجاب سے اُنہیں آدمی منگوانے کی ضرورت پڑی۔ (آخر مجھ سے اتنا ڈرتے کیوں ہو؟ ایڈیٹر)

مولوی ثناء اللہ نے کھڑے ہوتے ہی وہی اپنا قدیمی شیوہ اختیار کیا۔افسوس کہ مجمع بھی اس رنگ کا نہ تھا۔جیسا کہ ہم نے خیال کیا تھا۔گو چند معزز اہل کار بھی موجود تھے۔ مگر کثرت سے وہی عوام یا ان کے پیشرو علماء موجود تھے جو مولوی ثناء اللہ کے شعروں کی داد دینے کے لئے تیار تھے۔مولوی صاحب کی تقریر کے اختتام پر جناب نواب صاحب نے بھی ان کی پیٹھ ٹھونکی۔ پھر کیا تھا انہوں نے سمجھ لیا کہ نواب صاحب بھی ہماری حمایت پر ہیں۔ جو چاہو اب کہہ لو پہلے دن گو ان کی تقریر اسی تمسخر آمیز پیرایہ میں تھی۔ جو ان کا خاصہ ہوگیا ہے، مگر پھر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ذاتی حملہ کرنے کی جرأت انہیں نہ ہوئی تھی مگر جب ان کی پیٹھ ٹھونکی گئی۔تو اُنہوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم تہذیب متانت اور شائستگی کی ہر قید سے آزاد ہیں۔اور کوئی روکنے والا نہیں جو چاہیں کہہ لیں۔ان کی تقریر جس قدر ہوسکا شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھی مگر خاتمہ پر نہ تو مقابلہ ہی ہوا اور نہ میر مجلس کے دستخطوں سے تصدیق ہوئی۔اور ہو بھی کیسے سکتا تھا۔اردو میں کوئی شارٹ ہینڈ لکھنے کا طریق تو مروج ہی نہیں کہ ساری تقریر لکھی جا کر اُس کی تصدیق ہوسکتی اور مقابلہ ہوسکتا۔ دوسری طرف والئی ریاست کو اتنی فرصت کہاں کہ وہ شرط کی تعمیل کرا کر اُسی وقت فریقین کی تقریروں کی تصدیق کراتے۔ دوسرے دن جاتے ہی سب سے پہلے ہماری طرف سے مطالبہ کیا گیا کہ ہماری تقریر لکھی ہوئی موجود ہے۔فریق ثانی کو تصدیق کر کے دی جاوے۔اور فریق ثانی کی تقریر ان سے لیکر تصدیق کر کے ہمیں دیجاوے نواب صاحب نے اس تحریک پر فریق ثانی سے تحریر شدہ تقریر کا مطالبہ کیا تو اُنہوں نے ٹالدیا اور کہا ہم کل دینگے اور اس طرح پر شرائط طے شدہ کی پہلے دن سے ہی خلاف ورزی شروع کی گئی۔ (۱۳) اور مباحثہ کی جو اصلی غرض تھی مفقود ہوگئی یعنی یہ کہ ہر ایک لفظ جو بولا جائے، وہ ضبط تحریر میں اگر محفوظ ہوجاوے تا کہ پبلک کو غور کرنے کا موقع بعد میں مل سکے۔ کہ فریقین کی طرف سے کیا دلائل دیئے گئے۔مگر فریق مخالف کو چونکہ یہ تو معلوم تھا کہ ان کی تقریر میں سوائے ان اشعار کے جو وقت پر عوام کالانعام کو خوش کر دینے کے لئے کافی ہوتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ تحریر دینے سے گریز کرتے رہے اور باوجود بار بار اصرار کے بھی اپنی تحریر نہ دی۔ بلکہ آخری دن مباحثہ کے یہ تجویز پیش کی کہ دس دس منٹ ہر دو فریق تقریر بازی کریں۔یعنی دس منٹ تک ایک فریق بولے۔ پھر

دوسرا دس منٹ تک اس کا جواب دے علیٰ ہذا القیاس۔افسوس ہے کہ مباحثہ کی غرض ان لوگوں کے نزدیک احقاق نہیں۔ بلکہ اسے محض بچوں کے ڈبیٹ کی طرح ایک مشغلہ بنانا چاہتے ہیں۔ (۱۵) اور جہاں تک یہ مباحثہ ہوا، اسی طرح کا ایک مشغلہ فریق ثانی نے اسے بنا کر دکھا دیا۔

دوسرے دن ہماری طرف سے فریق ثانی کا جواب ہونا تھا۔مولوی ثناء اللہ نے چونکہ یہ فخریہ بیان کیا تھا۔ کہ ان کے اُستاد مولوی احمد حسن نے اپنی جگہ انہیں کھڑا کیا ہے۔ اس لئے اُن کی اسبات کا جواب دینے کے لئے ادھر سے بھی مولوی سید محمد احسن صاحب نے میر قاسم علی صاحب کو جواب دینے کے لئے ہدایت فرمائی۔ میر صاحب کی تقریر نہایت متاثر تھی۔ اور فہمید ناظرین پر اس کا صاف اثر نظر آتا تھا۔ میر صاحب کی تقریر کے خاتمہ پر پھر مولوی ثناء اللہ کھڑے ہوئے۔ ڈیڑھ گھنٹہ وقت تقریر کے لئے تھا۔ اس میں سے پورا سوا گھنٹہ تو مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دینے میں صرف کیا (۱۶) اور باقی پندرہ منٹ وہ بھی نواب صاحب کے دو تین دفعہ توجہ دلانے پر وفات مسیح کے مضمون کو دیئے اس تقریر میں جو وفات مسیح پر ہونی چاہئے تھی اور جس کو حضرت مرزا صاحب کی ذات سے کوئی تعلق نہ تھا مولوی ثناء اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں وہی الفاظ استعمال کئے۔ جو ناپاک طبع پادری آنحضرت ﷺ کی شان پاک میں استعمال کیا کرتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا مرزا صاحب چوروں اور ڈاکوؤں سے بدتر ہیں۔ کیوں کہ چور اور ڈاکو تو لوگوں کا مال چھینتے ہیں اور یہ مال اور ایمان دونوں لیتے ہیں۔ (۱۷) پھر آپ کو پاگل، سڑی، دیوانہ وغیرہ کہا۔ اور خائن لوگوں کا مال کھانے والا بتلایا۔ کہ یہ براہین کا روپیہ کھا گئے وغیرہ وغیرہ۔ (تو کیا جھوٹ ہے؟ ایڈیٹر)

اگرچہ ان الفاظ کے استعمال سے چند معزز تعلیم یافتہ اصحاب بیزار ہوئے (۱۸) جیسا کہ اُنہوں نے مضمون کے خاتمہ پر خود ہی اس رنج کا اظہار کیا مگر علماء کرام اور اُن کے پیرو عوام مولوی صاحب کی اس تقریر سے بہت خوش ہو رہے تھے خود نواب صاحب بہادر بھی احمدی گروہ کی اس طرح دل آزاری سے ناخوش نہ تھے۔ اور نہ ہی اُنہوں نے زبان دراز مقرر کو بند کیا۔ بلکہ جب خواجہ کمال الدین صاحب نے توجہ دلائی تو یہی جواب دیا کہ جب مرزا صاحب کا دعویٰ ہے تو پھر مخالف کو حق پہنچتا ہے کہ جو چاہے کہے۔ خواجہ

صاحب نے عرض کیا کہ وفات مسیح کے مضمون سے ان ذاتی حملوں کا کیا تعلق ہے تو ہز ہائی نس نے مولوی ثناء اللہ کو کہا کہ ان باتوں کا وقت پھر آئے گا۔ جب مرزا صاحب کا دعویٰ زیر بحث ہوگا۔ اس وقت اصل مضمون کے متعلق کچھ بیان کرو۔ (۱۹) مگر مولوی صاحب نے اس رنگ کو چھوڑ کر پھر ایک اور رنگ دل آزاری کا اختیار کیا۔ اور یہ بیان کرنا شروع کیا کہ حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ انبیاء کی توہین کرتے اور ان کو برا کہتے اور اُنھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی دادیوں اور نانیوں کو زانی کہا ہے۔ اور حضرت مسیح کی توہین کی ہے۔ اس مضمون کو بھی جیسا کہ ظاہر ہے وفات مسیح کے مسئلے سے کچھ تعلق نہ تھا۔ (۲۰) مگر فریق مخالف کی غرض ہی یہ نہ تھی کہ اصل مضمون پر کچھ بیان کیا جائے۔ بلکہ اس میں وہ اپنی کمزوری کو سمجھ کر وقت کو ٹالنے کی کوشش کررہے تھے۔ اور ساتھ ہی پبلک کو اور خصوصا جہال کو اکسانے کی کوشش کررہے تھے۔ اُنھوں نے بڑی چالاکی سے اصل واقعات کا اخفا کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف توہین انبیاء کو منسوب کیا اور لوگوں کو مخالفت میں بہت جوش دلا دیا۔ مخالفت بھی انسان کو ایسا اندھا کر دیتی ہے۔ کہ وہ حق کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ یہی حال مولوی ثناء اللہ کا اس وقت ہورہا تھا۔ وہ خوب جانتا تھا۔ کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے صحیح نہیں (۲۱) اور مرزا صاحب کی تحریروں سے جو حوالے دے رہا تھا وہ ایسے ہی تھے جیسا کہ کوئی کہے کہ قرآن شریف میں لا تقربو الصّلوۃ کا حکم ہے۔ مگر اس کی غرض پبلک کو صرف جوش دلانا تھا۔ تاکہ اصل مضمون کی طرف سے ان کے خیالات دور چلے جاویں۔ اور وہ اصل مضمون زیر بحث پر غور ہی نہ کرسکیں اگرچہ اس مضمون کی قلعی اگلے دن کھولی گئی اور (جواب بھی اسی وقت دیا گیا تھا۔ (ایڈیٹر) سمجھدار پبلک نے دیکھ لیا۔ کہ اُس نے کس قدر دھوکہ دہی سے کام لیا۔ مگر عین اس وقت پر جب کہ مولوی صاحب تقریر کررہے تھے سب طبائع حضرت صاحب کے خلاف جوش میں تھیں۔ اور مولوی صاحب کی تقریر جادوگروں کی سوٹیوں اور رسیوں کی طرح اپنا کام کررہی تھیں۔ غرض کہ اصل مضمون کی طرف سے پبلک کی توجہ روکے رکھنے کے لئے فریق مخالف نے یہ دو چالیں اختیار کیں۔ یعنی ایک حضرت مرزا صاحب کا نہایت ناپاک الفاظ میں ذکر کرنا اور دوسرے آپ کے برخلاف جھوٹے واقعات کا ذکر کر کے عوام الناس کو اکسانا۔ یہ تھا نتیجہ نواب صاحب کی اُس پیٹھ ٹھونکنے کا۔ کہ اُس نے سمجھ لیا کہ جو

کچھ میں اب کہتا جاؤں گا مجھے کوئی روکنے والا نہیں اور اس کے اس خیال کو ہز ہائی نس کے عملدرآمد نے مضبوط کر دیا۔ اور سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ گو ہماری طرف سے شیخ یعقوب علی صاحب اس تقریر کا خلاصہ ساتھ ساتھ لکھتے جاتے تھے مگر حسب شرائط کوئی تحریر مصدقہ اس سے نہ لی گئی۔ تا کہ پبلک بعد میں اندازہ کر سکتی کہ جہلا میں فتح کا نقارہ کس بنا پر بجایا جاتا ہے۔ اور گو ہز ہائی نس کو ادھر سے توجہ دلائی جاتی رہی۔ مگر نتیجہ کچھ نہ ہوا۔

دوسرے دن کی کارروائی پر ہز ہائی نس اٹھتے ہوئے فریق مخالف کو ساتھ ہی اپنی نشست گاہ میں لے گئے۔ اس کا اثر بھی وہی ہوا۔ جو پہلے دن پیٹھ ٹھونکنے کا ہوا تھا۔ اور غالبا اس طرح ایک فریق کے ساتھ خاص تعلقات ظاہر کرنے سے ہز ہائی نس کا منشا وہی تھا جس کا اعلان مباحثہ کے آخری دن اُنہوں نے خود فرمایا۔ یعنی یہ کہ وہ اور فریق مخالف ایک ہی ہیں۔ تیسرے دن فریقین حسب معمول بحث کے لیے آئے تو نواب صاحب کی طرف سے یہ پیغام ہم کو پہونچایا گیا کہ ہم اپنی تقریر شروع کریں۔ نواب صاحب تشریف نہیں لاوینگے۔ اس پر احباب نے مشورہ کیا۔ تو سب کی یہی رائے قرار پائی کہ جس صورت میں فریق مخالف نے نواب صاحب کی موجودگی میں ایسی زبان درازی سے کام لیا۔ اور کھلم کھلا ہمارے امام اور پیشوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں نکالیں۔ تو نواب صاحب کی غیر حاضری میں تو وہ رہی سہی قید سے بھی اپنے آپ کو آزاد سمجھ کر جو مونہہ پر آئے گا کہدیگا۔ اس لئے نواب صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ کی غیر حاضری میں ہم مباحثہ جاری رکھنا نہیں چاہتے اور یہ امر شرائط طے شدہ میں بھی ہے کہ مباحثہ آپ کی موجودگی میں ہی ہوگا۔ اس پر دوبارہ ہز ہائی نس نے پیغام بھیجا کہ احمدی مناظر اپنی تقریر شروع کرے ہم آدھ گھنٹہ میں آجاوینگے۔ مگر احباب نے مشورہ کر کے پھر یہی فیصلہ کیا کہ ذرا دیر ہو جانے میں کوئی ہرج نہیں مگر نواب صاحب کی عدم موجودگی میں کسی تقریر کا ہونا مناسب نہیں۔ چنانچہ فریقین نواب صاحب کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ مگر ہز ہائی نس اس دن تشریف نہ لا سکے اور بالآخر چھ بجے کے قریب کہلا بھیجا کہ آج کے دن مباحثہ ملتوی کیا جاوے اور ساتھ ہی فریق مخالف کے کل علماء کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ (۲۲) اس سے اگلا دن جمعہ کا تھا لہذا اس دن مباحثہ کے متعلق کوئی مزید کارروائی نہ ہوئی۔ جو حالات اس وقت تک پیش آچکے تھے یعنی تحریر کے متعلق شرائط کی

پابندی نہ ہونا جس سے مناظرہ بالکل بے سود ہو رہا تھا۔ اور پھر فریق مخالف کا نواب صاحب کی حاضری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک بالکل بے تعلق بحث میں حملے شروع کر دینا اور نہایت ناشائستہ اور ناپاک الفاظ میں آپ کا ذکر کرنا۔ اور لوگوں کو آپ کے خلاف اکسانا گویا حضرات مرزا صاحب انبیاء علیہم السلام کی توہین کرتے ہیں اور خود نواب صاحب کا فریق مخالف کو بھری مجلس میں پیٹھ ٹھونکنا۔ اور ان کی خصوصیت سے روزانہ اپنے پاس بلانا۔ اور ایسا ہی بعض اور باتیں ہیں جن کا ذکر اس وقت مناسب نہیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ ہز ہائی نس اپنے آپ کو فریق مخالف سے علیحدہ نہیں سمجھتے یہ سب حالات ایسے تھے کہ ان کی وجہ سے مباحثہ آئندہ جاری نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ کیوں کہ وہ غرض ہی مفقود ہوگئی تھی۔ جس کے لئے ہم ہز ہائی نس کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور عدم پابندی شرائط نے مباحثہ کو صرف ایک وقتی جنگ کا رنگ دیدیا تھا مگر ہم نے اس معاملہ میں جلدی کرنا مناسب نہ سمجھا اور ۱۹ جون کو پھر مجلس میں حاضر ہوئے۔ اس دن بھی اولاً ہمیں یہی پیغام پہنچا کہ تقریر شروع کی جائے۔ ہز ہائینس تھوڑی دیر میں تشریف لاتے ہیں۔ ہماری طرف سے وہی جواب دیا گیا جو پہلے دن دیا گیا تھا۔ اس کی تھوڑی دیر بعد نواب صاحب تشریف لائے مگر بجائے اس کے کہ مباحثہ شروع ہوتا۔ ایک نئی بحث ہز ہائی نس نے چھیڑ دی جس کا منشا یہ تھا کہ وفات مسیح کے مسئلہ میں چونکہ احمدی گروہ مدعی بنایا گیا تھا۔ اب دوسرے مسئلہ میں جو حضرت مسیح موعود کی بعثت سے متعلق ہے۔ فریق مخالف مدعی بنایا جاویگا۔ اور آخری جواب الجواب کا حق اسی فریق کو ہوگا۔ غرض اس سے یہ تھی کہ چونکہ مباحثہ تحریری تو ہے نہیں۔ اخیر میں جو کچھ جھوٹ فریق مخالف کہہ گذریگا۔ اس کے جواب دینے کا موقعہ ہمیں ندیا جاوے، ہماری طرف سے نواب صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر مسئلہ وفات میں ہمیں مدعی بنایا گیا ہے تو نہ ہماری اپنی خواہش کے مطابق فریق مخالف کی استدعا پر کیوں کہ وہ اس مسئلہ میں خود مدعی بننے سے ڈرتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی کمزوری کو جانتے ہیں۔ کہ ان کے ہاتھ میں حضرت مسیح کے حیات کی کوئی دلیل نہیں باقی رہی حضرت صاحب کی بعثت اور الہامات کے دعاوی ان میں تو لازماً ہم ہی مدعی ہیں۔ کیوں کہ جب تک ہماری طرف سے ایک مجلس میں دعویٰ پیش نہیں ہوتا۔ تو فریق مخالف تردید کس بات کی کرے گا۔ جب

تک ہم اپنا دعویٰ صحیح الفاظ میں پیش نہ کرلیں ایک مخالف کو جواب کا کیا حق ہے۔ (۲۳)اس کا جواب فریق مخالف کی طرف سے یہ دیا گیا۔ کہ مرزا صاحب کا دعویٰ تو دنیا میں پیش ہو چکا ہے اس لئے اس کی تردید بھی پیش ہوسکتی ہے۔ اس طرف سے جواب میں پھر یہ عرض کیا گیا کہ اگر دعویٰ دنیا میں پیش ہو چکا ہے۔ تو دنیا میں لوگ اپنی طرف سے تردید بھی کر چکے ہیں۔ سوال تو اس مجلس مناظرہ کے متعلق ہے۔ کہ پہلے یہ مجلس ہماری طرف سے صحیح الفاظ میں دعویٰ سن لے۔ تو پھر تردید بھی سن سکیگی اس کے کیا معنے کہ دعویٰ کا تو ان کو علم نہو۔ اور تردید پہلے ہی شروع ہو جائے۔ ہاں حیات مسیح میں ان کو مدعی ہونا چاہیئے تھا۔ مگر اس میں خود اپنی کمزوری کو سمجھ کر انہوں نے وفات مسیح کا بار ثبوت ہم پر ڈالا۔ جسے ہم نے بخوشی قبول کیا۔ مگر دوسرے مسائل میں جن میں حضرت مسیح موعود کے دعاوی ہیں۔ مدعی ہم ہیں۔ فریق مخالف کی طرف سے اس بحث میں خود ہز ہائی نس ہی اس بات کو پیش کرتے تھے۔ اور بحث کے اثناء میں آخر آپ نے یہ فرمایا کہ ہم فریق مخالف کی طرف سے وکیل ہیں۔ اور ان کا تحریری وکالت نامہ ہمارے پاس موجود ہے۔ کہ ان کی طرف سے جو کچھ کارروائی کرنی ہوگی وہ بذات خود ہم ہی کرینگے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہم اور یہ فریق ایک ہی ہیں۔ ہم ان سے الگ نہیں ہو سکتے۔ ہماری طرف سے مکرمی ومخدومی خواجہ کمال الدین صاحب گفتگو کرتے تھے۔ اور جب نواب صاحب نے اپنے تحریری وکالت نامہ کا اعلان فرمایا تو ساتھ ہی خواجہ صاحب کو کہا کہ تمہیں احمدیوں کی طرف سے گفتگو کرنے کا کیا حق ہے تمہارے پاس کوئی تحریری وکالت نامہ (۲۴) ہے تو دکھاؤ۔ جس کے جواب میں خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ تحریری وکالت نامہ کی کیا ضرورت ہے۔ یہ سب لوگ حاضر ہیں اور زبانی بتا سکتے ہیں۔ بہر حال اس وقت ہماری پوزیشن نہایت نازک ہوگئی تھی کیوں کہ بجائے فریق مخالف سے مخالفانہ گفتگو کرنے کے ہمیں خود والئی ریاست سے یہ گفتگو کرنی پڑی اور یہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس میں کس قدر مشکلات تھیں اب گویا مباحثہ میں بھی ہمارے مخاطب نواب صاحب ہی تھے۔ اور دیگر امور پیش آمدہ بھی ہز ہائی نس ہی سے گفتگو کرنی ضروری ہوئی۔ یہ وکالت نامہ اور طرز بحث میں تبدیلی غالباً انہیں ملاقاتوں کا نتیجہ تھا جو فریق مخالف کی پہلے دو تین دنوں میں ہز ہائی نس سے ہوتی رہیں۔ فریق مخالف کی بدزبانی کو تو پہلے ہی کوئی حد نہ رہی

تھی (۲۵) مگر جب کھلے طور پر اس بات کا اعلان خود ہز ہائی نس نے کر دیا کہ ہم ان کے وکیل ہیں۔ اور ان ہی کے ساتھ ہیں۔ تو پھر کونسی بات مولوی ثناء اللہ کو مجبور کرنے والی باقی رہ گئی تھی کہ وہ زبان کو قابو میں رکھ کر بات کرے مزید براں یہ ہوا کہ ہز ہائی نس نے یہ فرمایا کہ جب آپ مرزا صاحب کے دعاوی کے مسئلے میں مدعی بنتے ہیں۔ تو انکا (یعنی فریق مخالف کا) حق ہوگا کہ جو کچھ چاہیں کہیں آپ کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہوگا۔ یہ گویا ہمارے لئے آخری نوٹس تھا کہ ہمارے امام کے حق میں جس طرح فریق مخالف چاہیگا۔ زبان درازی سے کام لیگا۔ اور نہ صرف اسے کوئی روکنے والا نہوگا۔ بلکہ اگر ہم اعتراض کرینگے تو وہ اعتراض بھی سنا نہ جاویگا۔ بلکہ یہ بھی ہمیں کہا گیا۔ کہ اگر تم ان باتوں کو اور ان شرائط کو جو اس وقت پیش کی جاتی ہیں قبول نکرو گے تو تمہاری طرف سے مباحثہ میں فرار سمجھا جاوے گا خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ نتیجہ نکالنے کا تو ہر شخص کو اختیار ہے جو چاہے نتیجہ نکالے۔ مگر ہم اپنے حقوق کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور یہ بھی عرض کیا گیا کہ تحریر کے متعلق شرائط کی آج تک پابندی نہ ہوئی۔ مگر فریق مخالف ان باتوں کو کب پرواہ کرتا تھا۔ وہ تو اُس وقت نواب صاحب کی وکالت کی وجہ سے ایک کریلا اور دوسرا نیم چڑھا کا مصداق تھا۔ اسی اثناء میں یہ بات بھی پیش کی گئی کہ فریقین دس دس منٹ کے لیے گفتگو کریں۔ گویا مناظرہ کیا تھا مرغ بازی یا بٹیر بازی کا ایک تماشا تھا۔ ایسے اہم مسائل میں احقاق حق کا دعویٰ اور یہ صورت غرض کہ ایک گھنٹہ اسی رد وکد میں گذر گیا۔ نواب صاحب اس بات پر مصر تھے کہ جب تک اسی عام مجلس میں شرائط کا فیصلہ نہوے اس وقت تک ہم تقریر نہ ہونے دیں گے۔ اور اس طرف سے یہ عرض کیا جاتا تھا کہ جو شرائط پہلے طے ہوچکی ہیں ان کے مطابق کام شروع کیا جائے۔ جونئی باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ اُن پر ہم لوگ گھر میں فراغت سے غور اور مشورہ کر کے کل عرض کر دینگے۔ آخر چار بجے کے قریب نواب صاحب نے ایک ایک گھنٹہ وقت دونوں فریق کو آج کی تقریروں کے لئے دیا۔ ہماری طرف سے میر قاسم علی صاحب نے کوئی آدھ گھنٹہ میں تو ان غلط بیانیوں کا ازالہ کیا جو ۱۶ جون کی تقریر میں فریق ثانی کر چکا تھا۔ اور جن کا تعلق وفات مسیح کی بحث سے نہ تھا بلکہ غیر متعلق امور صرف حضرت مسیح موعود پر حملہ کرنے کے لئے فریق مخالف نے بحث میں داخل کر دیئے تھے اور پبلک کو آپ کے متعلق سخت دھوکا دیا تھا۔ یہ

حالات ظاہر ہونے پر ذی فہم حاضرین مجلس نے فریق مخالف کی چالاکی پر سخت تعجب کیا۔ میر صاحب کی تقریر کے اختتام پر مولوی ثناء اللہ نے اسی رنگ میں گفتگو شروع کی جس کا وہ عادی ہے۔ حالانکہ آج ہی کی پہلی گفتگو میں خود نواب نے بھی اس کی زبان درازی کو تسلیم کیا تھا کہ اس نے ایسے الفاظ یعنی چور اور ڈاکو ہمارے امام کے متعلق استعمال کئے مگر وہ کب ٹلنے والا تھا۔ بجائے اس کے کہ اپنی پہلی حرکت پر نادم ہوتا یہ کہا کہ جب میں اپنے ایمان کی رو سے مرزا صاحب کو ایسا ہی سمجھتا ہوں تو کیوں ایسے الفاظ استعمال نکروں (بالکل جھوٹ کہتے ہو۔ میں نے یہ ہرگز نہ کہا تھا۔ ثناء اللہ) بلکہ یہ بھی کہا میں تو ''مرزا صاحب'' بھی انہیں کہنا پسند نہیں کرتا۔ (۲۶) اس کی اس بات سے ظاہر ہے۔ کہ اس کی نیت کیا تھی۔ کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے کہ کیا تم عیسائیوں یا شیعوں سے کسی ایسے مباحثہ کو پسند کرو گے جس میں وہ اپنے اعتقاد کے مطابق آنحضرت ﷺ یا حضرت خلفاء ثلاثہ کے متعلق وہ ناپاک الفاظ استعمال کریں جن کو سن کر ایک سچے مسلمان کے بدن میں آگ لگ جاتی ہے (۲۷) اسی تقریر میں اور بھی بہت سے ایسے الفاظ استعمال کئے جو آداب مناظرہ کے خلاف تھے اور جو ضرورت ہوئی تو بالتفصیل شائع کئے جاوینگے۔'' (۲۸)

حواشی :(۱) غلط کہتے ہو منظور نہ فرمائے تھے بلکہ منظوری نامنظوری کے لئے فریق ثانی کو دیدیئے تھے جو آخر تک نامنظور رہے۔

(۲) غلط کہتے ہو علماء رامپور کو اس میں کوئی دخل نہ تھا میری طلبی تو غالبا اس لئے ہوئی ہوگی کہ مرزا صاحب اپنی اشتہار آخری فیصلہ مورخہ ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء میں خود لکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے میری عمارت کو جڑ سے ہلا دیا یہ ڈپلومی (سند لیاقت) مرزا صاحب نے کسی مخالف کو نہیں دی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کو شائد اس لئے بلایا ہو کہ وہ بھی الہام کے مدعی ہیں اور یہ مثل تو مشہور ہے کہ آہن را آہن باید کوفت۔ رہا ہمارا سفیہانہ طریق سو خود اسی سے ظاہر ہے کہ ہم کوئی بات بغیر صحیح سمجھو الہ کے نہیں کیا کرتے۔ دجاجلہ کی طرح فریق مخالف پر افترا اور بہتانات لگا کر جاہلوں میں فتحیابی نہیں منایا کرتے۔ مثال کیلئے تمہارے گرو کی دو تین واقع بتلاتے ہیں (۱) اول مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم کی نسبت بہتان باندھا کہ اُس نے دعا کی تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے چنانچہ وہ مر گیا (۲) مولوی محمد اسماعیل صاحب علیگڈھی مرحوم کے حق میں افترا کہ اونہوں نے بھی دعا کی تھی کہ خداوند! جھوٹے کو سچے سے پہلے موت دے۔ چنانچہ وہ مر گئے (۳) خاکسار راقم اثم کی نسبت بہتان

کہ کفن فروشی اور وعظ کی دو دو آنوں کی آمدنی پر گذارہ ہے فلعنة الله علی المفترین۔ اصل وجہ میں بتلاتا ہوں وہی ہے جو علماء رامپور وغیرہ نے خود بیان کی تھی۔ جناب مولوی عبدالغفار خان صاحب نے سرکار کے سامنے میری موجودگی میں فرمایا تھا کہ علمی جوابات تو ہم بھی دے سکتے تھے مگر ہم اُن کے گھر کے بھیدی نہیں جیسے یہ (راقم اثم) ہیں اور اسی کی ضرورتھی۔

(۳) اگر نواب صاحب نے شرائط منظور فرمائی ہوتیں تو کس کو یارہ تھا کہ ترمیم کی درخواست کرتا بلکہ وہ درخواست تعیین شرائط کی تھی نہ ترمیم کی۔ جس دماغ میں قادیانی نبوت کا ذبہ سمائی ہوا اُس میں تعیین اور ترمیم کے مابین تمیز کیونکر آسکتی ہے۔ سچ ہے ٹیڑھی جوتی میں ٹیڑھا پاؤں گھسا کرتا ہے سیدھا نہیں۔

(۴) غلط کہتے ہو اور شرماتے نہیں ہو تمہاری تحریر میں تمہارے پیش کردہ امور خمسہ کو بیان کر کے لکھا گیا کہ ان امور خمسہ کو پنجتن پاک سے مناسبت ہے چونکہ تم لوگوں نے رئیس کے مذہب سے (بزعم خود) فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اس لئے جواب میں یہ چال اختیار کی گئی کہ مرزا کے دل میں پنجتن پاک کی یہ عزت ہے اصل واقع کو چھپانا ''کہو جی کون دھرم ہے''۔ ہاں ہم تو اب بھی کہتے ہیں کہ جناب مسیح کی وفات کو مرزا صاحب کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ میں نے اثناء تقریر میں کہدیا تھا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب ہم میں موجود ہیں جو وفات مسیح کے قائل ہیں تاہم مرزا کو نہیں مانتے۔ یہ تو صرف تمہارے بے ہودہ اصرار کی وجہ سے ہم نے اس مسئلہ پر گفتگو کرنی منظور کی تھی ورنہ ہم تو اس کو بے تعلق جانتے ہیں چنانچہ میں نے رسالہ ''الہامات مرزا'' میں بھی اس کو تصریح سے لکھا ہے ہاں یادرہے کہ بے تعلق ہونیکی وجہ سے اعراض تھا بے ثبوت ہونے سے نہیں۔

(۵) جھوٹ کہتے ہو سچ ہو تو کسی معتبر کتاب کا حوالہ دو ورنہ اپنے پیر کی طرح ہوا کھاؤ۔

(۶) کیسی جاہلانہ تقریر ہے۔ او نادان علم مناظرہ میں مدعی کا فرض ہے کہ اپنے دعویٰ کے دلائل پیش کرے اور ان دلائل میں جتنی مقدمات نظری یا نزاعی ہوں اُن کو مبرہن اور مدلل کرے وفات مسیح چونکہ تمہاری دلیل کا مقدمہ ہے اس لئے اس کا ثبوت دینا تمہارا فرض ہے قانون شاہی کا عام اصول ہے کہ جو تنقیح کسی فریق کو مفید ہوتی ہے اس کا ثبوت اُسی کے ذمہ رکھا جاتا ہے۔ افسوس تم میں اتنے موٹے موٹے لحیم وشحیم وکیل ہو کر بھی تم کو اتنی سمجھ نہیں۔

(۷) غلط کہتے ہو مناظر کئی روز پہلے مقرر ہو چکا تھا جس پر تمہارے موکل منشی ذوالفقار علی خان نے حضور نواب صاحب کے سامنے حافظ احمد علی خان صاحب کو کہا تھا کہ مولوی ثناء اللہ تو غیر مقلد ہیں کیا آپ ان کو مانیں گے۔ حافظ صاحب نے جواب دیا تھا کہ اس میں مقلدی غیر مقلدی کی تمیز نہیں ہم

سب کو مانیں گے اور سرکار کے سامنے جب تمہارے وکیل نے مولانا احمد حسن صاحب (امیر قافلہ محمدیہ) سے کہا تھا کہ ہم تو آپ کے فیض سے مستفید ہونے کو آئے تھے تو مولانا نے بھی یہی جواب دیا تھا کہ آپ غلط کہتے ہیں آپ کو امروہہ ہی سے معلوم ہو چکا تھا کہ مناظر کون ہوگا۔ہاں تمہاری کوشش اور آرزو ضروری تھی کہ خاکسار مناظر نہ ہو مگر ؎ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

(۸) یہ کونسا لاینحل مسئلہ ہے لو ہم ہی بتلائے دیتے ہیں اس کی وجہ وہی ہے جو مولوی عبدالغفار خان صاحب رامپوری کے قول میں منقول ہو چکی ہے کہ علماء ہندوستان نے عموماً اور امپور نے خصوصا مرزا کی تصانیف کو ہذیان سمجھ کر ملاحظہ کرنے کی طرف توجہ نفرمائی اس میں کیا شک ہے کہ جب تک کوئی شخص فریق مخالف کے گھر سے پورا واقف نہو مناظرہ میں قادر الکلام نہیں ہوسکتا۔ ورنہ مجھے خود اعتراف ہے کہ علماء ہندوستان علم وفضل میں مجھ سے بدرجہا افضل ہیں۔

(۹) دریدہ ذہنی کی وجہ سے بدنام نہیں بلکہ اوسی حوصلہ اور جرأت کی وجہ سے جس حوصلہ سے تمہاریدارالکفر والطغیان دارالخلافہ قادیان پر حملہ آور ہوکر تمہارے طلسمی قلعہ کو پاش پاش کرآیا تھا۔

(۱۰) اس افترا کا جواب کئی ایک دفعہ دیا گیا مگر حیادار اور بے حیا میں یہی فرق ہے کہ موخرالذکر جواب سنا نہیں کرتے۔ مرزا کے مقدمہ میں میں نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ جھوٹ بولنے والا توحید پر پختہ ہے تو ایک معنے سے متقی ہے تمہارے موٹے اور دبلے وکیلوں نے عدالت یں منہ چڑھایا تو میں نے اوسی وقت کہا تھا کہ تفسیر بیضاوی دیکھ کر آنا تھا اب بھی اگر تم حیا کو بالکل جواب نہیں دے چکے تو تفسیر بیضاوی زیر آیت ھدی للمتقین دیکھو کہ متقیوں کو تین قسم لکھا ہے (۱) اول توحید پر پختہ اور صغائر کبائر دونوں سے مجتنب (۲) دوئم توحید پر پختہ کبائر سے مجتنت اور صغائر کے مرتکب (۳) سوئم توحید پر پختہ اور صغائر کبائر دونوں سے آلودہ۔ یہی میری مراد تھی کہ ایک معنی سے متقی ہے۔

(۱۱) سچے ہو اور سچے گرو کے چیلے ہو تو یہ الفاظ میرے بیان میں دکھادو۔

(۱۲) گو میرا مذاق ہے کہ میں لطف سخن کے لئے حسب موقعہ شعر پڑھا کرتا ہوں کیوں کہ ؎

اہل معنی کو ہے لازم سخن آرائی بھی بزم میں اہل نظر بھی ہیں تماشائی بھی

مگر اس مجلس میں شعرخوانی میں میں نے ابتداء نہیں کی۔ بلکہ تمہاری فریق نے اپنی تقریر میں ٹوٹے پھوٹے شعر پڑھنے سے ابتدا کی تھی دوسرے تیسرے روز تو حمد ونعت بھی تم لوگوں نے اشعار ہی سے شروع کی تھی اور اثنا تقریر میں بھی بہت سے اشعار پڑھے ہاں فرق اتنا تھا کہ تمہارے اشعار بے محل ہونے کی وجہ سے موثر نہوتے تھے۔ سرکار نے میری پیٹھ بے شک ٹھونکی مگر نہ کسی جانبداری سے بلکہ

خوبی تقریر اور فصاحت کلام سے بے خود ہو کر اُنہوں نے ایسا کیا۔ تم نے جو یہ معنی سمجھے کہ سرکار نے پیٹھ ٹھونکنے سے گویا مجھے بدتہذیبی کی اجازت دی یہ تمہارا بیہودہ خیال ہے بلکہ سرکار نے حسن تقریر کی داد فرمائی۔ تمہارا حسد بیجا اور فضل ہے۔ تم لوگوں کو سمجھنا چاہئے تھا کہ ؎

ہر چہ ہست از قامت ناساز و بد اندام ماست　　ورنہ تشریف تو بر بالاء کس کوتاہ نیست

(۱۳) سچ ہے جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے بھلا تحریر مصدقہ فریقین کو دینے کی شرط تھی تو تم لوگوں نے اپنی پہلی تحریر جو پڑھی تھی کیوں میرے حوالے نہ کی۔ میں نے اگر طلب نہ کی تھی تو تم لوگوں نے اس شرط پر کیوں عمل نکیا۔ کیوں مجھے جواب شروع کرنے دیا۔ اسی سے پایا جاتا ہے کہ تحریر کی شرط نہ تھی حضور نواب صاحب نے بھی دوسرے روز مجھے صرف اتنا فرمایا کہ آپ کی تقریر تحریر ہو چکی ہے میں نے کہا مجھے تو علم نہیں یہ لوگ کچھ نوٹ لکھتے تھے میں نے نہیں دیکھے اس پر نواب صاحب نے فرمایا آپ اس کو صاف کر دیجئے میں چھپواؤنگا واللہ اس بات کا کوئی ذکر بھی نہ تھا کہ فریق ثانی کو مصدقہ تحریر دینی لازمی ہے اگر ہم مان بھی لیں کہ لازمی شرط تھی کہ فریقین کی مصدقہ تحریریں فریقین کو دیجائیں تو اس کا خلاف بھی تم ہی لوگوں نے اول کیا کہ اپنی کوئی تحریر بھی ہم کو نہیں دی ؎

پس ذرا انصاف تو کیجئے نکالا کس نے شر پہلے

(۱۴) تمہارے پیش کردہ تحریر کو پڑھنے والے منشی قاسم علی کیوں عیسائیوں اور آریوں کے مباحثوں میں اس اصول پر عمل کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ مغالطہ آمیز تقریروں کے عادی ہو اور مغالطہ آمیز تقریر ہمیشہ لمبی ہوتی ہے اس لئے تھوڑے وقت میں تمہاری دال نہیں گلا کرتی۔

(۱۵) غلط کہتے ہو میں نے یہ نہ کہا تھا چونکہ مولانا امیر قافلہ مقرر ہوئے تھے اس لئے میں نے کہا تھا کہ میں اون کے حکم سے کھڑا ہوا ہوں۔

(۱۶) جھوٹ بولتے ہوئے شرم کرو نہ کسی نے گالی دی نہ کسی نے ہتک کی علاوہ اس کے تم جانتے ہو کہ خود مرزا صاحب نے اپنے ''ازالہ'' کے صفحہ ۱۳ پر لکھا ہوا ہے کہ گالی اُس کو کہتے ہیں جو واقع کے خلاف دل آزاری کی نیت سے کہی جائے۔ اس تعریف کے مطابق میری تقریر میں گالیاں دکھاؤ تو ہر گالی مبلغ پانچ روپیہ لیتے جاؤ۔

(۱۷) کیسا سفید جھوٹ ہے اصل بات یہ ہے کہ میں نے مرزا صاحب کا وہ اشتہار پڑھا تھا جس میں اُنہوں نے خدا سے دعا کرتے ہوئے لکھا ہے ''چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب مجھے چوروں اور ڈاکوؤں سے بدتر جانتے ہیں اس لئے مجھ میں اور اُن میں یہ فیصلہ فرما کہ جھوٹے کو سچے کی زندگی میں موت

دے۔'' اس عبارت میں چونکہ مرزا صاحب نے میری طرف سے حکایت کی ہے کہ میں اُن کو ایسا جانتا ہوں اس لئے میں نے بطور تصدیق کہا تھا کہ ہاں واقعی ایسا جانتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چور تو ایک چیز لیتے ہیں مگر مرزا صاحب دونوں چھینتے تھے۔ ناظرین غور کریں کہ اگر میں یہ تصدیق نہ کرتا تو مرزا صاحب اس حکایت میں کذاب ٹھیرتے۔ میں نے اُن کی تصدیق کر کے اونکو کذب سے بچایا تو کیا برا کیا۔ ہاں اگر وہ میری نسبت ایسا نہ لکھتے تو مجھے بھی تصدیق کرنے کی ضرورت نہوتی۔

(۱۸) ایسے تعلیم یافتہ خواب میں تم کو ملے ہونگے۔

(۱۹) تمہاری کذب بیانی اسی سے ظاہر ہے کہ اوپر لکھتے ہو کہ نواب صاحب نے بند نہ کیا، نیچے لکھتے ہو کہ کہا اصل مضمون کے متعلق بیان کرو۔ کیا ایسا کہنا روکنا نہیں ہے؟ اصل بات نہ یہ ہے نہ وہ ہے بلکہ یہ ہے کہ تمہاری شکایت پر نواب صاحب نے روکا تھا لیکن میں نے جب عرض کیا کہ فریق ثانی نے فلاں فلاں امر میں میری شخصیت کا ذکر کیا ہے اس لئے جواب میں میں حق رکھتا ہوں کہ بانی مشن کی شخصیت کا ذکر کروں یہ عذر سن کر نواب صاحب نے کسی قدر خاموشی سے سننے کے بعد فرمایا اب اصل دعویٰ کے متعلق کہئے۔ ناظرین انصاف کریں کہ نواب صاحب نے جانبداری کی یا انصاف فرمایا۔

(۲۰) غلط بلکہ جھوٹ کہتے ہو تعلق اس لئے تھا کہ تم نے کہا تھا کہ تم لوگ حضرت مسیح کو خدا کی طرح زندہ مانتے ہو ایسا کہتے ہو ویسا کہتے ہو اس کے جواب میں کہا گیا تھا کہ ہم ہرگز حضرت مسیح کو خدا نہیں مانتے بلکہ اللہ کا ایک مقرب بندہ مانتے ہیں ہاں ہم حضرت مسیح کی نسبیت ایسا خیال بھی نہیں رکھتی کہ (بقول مرزا) معاذ اللہ ان کی تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار تھیں۔ بتلاؤ بے تعلق ہے۔

(۲۱) یہ بھی جھوٹ ہے تم کو میرے ضمیر سے کیسے خبر ہوئی کہ میں اون مضامین کو دل سے صحیح نہیں جانتا۔ اسی کو کہتے ہیں ؎ دروغ گویم برروئے تو۔''

(۲۲) بلا کر تمہارے برخلاف کوئی تجویز پاس نہیں ہوئی بلکہ اپنی عدم تشریف آوری کا عذر کیا کہ مجھے دو تین دوست آئے تھے اس سے بعد عام گفتگو ہوتی رہی کبھی شیعہ سنی کے متعلق کبھی کسی مسئلہ پر غرض کبھی کچھ اور کبھی کچھ تمہیں کیوں اس کا رنج ہے کیا تم لوگ ہماری غیبوبت میں نہیں جایا کرتے تھے پھر اس سے کیا ہوا۔ سبحان اللہ کیا احسان فراموشی ہے۔

(۲۳) اس بیان میں بھی تم نے حسب عادت پیر قادیان حق پوشی سے کام لیا میں نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ جس طرح اثبات میں کلام کرنے والا مدعی ہوتا ہے نفی میں کلام کرنے والا بھی مدعی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے نفی تثلیث کے دلائل خود دیئے ہیں حالانکہ مثبتین کے دلائل مذکور نہیں۔ اسی

طرح ہم مرزا صاحب کی نبوت پر بصورت نفی مدعی بنیں گے اور ایسا ہونا قواعد مناظرہ کے خلاف نہیں مگر قادیانی جماعت نے اس طریق گفتگو کو پسند نہ کیا۔

(۲۴) بالکل جھوٹ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ یہ مباحثہ صرف نواب صاحب کی اجازت اور مرضی سے ہوا تھا اس لئے ہمارے موکل نے اپنی عرضداشت میں اپنی وجوہات لکھ کر آخر میں لکھا تھا کہ آئندہ جو حضور فرماویں ہم کرنے کو حاضر ہیں جیسا کہ شاہانہ خطاب کا طریق ہے۔ اس لئے نواب صاحب نے جب مرزائیوں کو بہت کچھ سمجھایا مگر وہ نہ مانے تو آخر فرمایا کہ میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں تم میری نہیں مانتے مگر وہ لوگ (یعنی ہم لوگ) سب مانتے ہیں بلکہ اُنہوں نے مجھے اپنا مختار عام اور وکیل بنایا ہوا ہے اس لئے ان کی طرف سے مجھے اطمینان ہے کہ جو کہونگا وہ مانیں گے۔ یہ نہیں کہ کسی سے سند وکالت طلب کی ہو یا کچھ اور کہا ہو۔ اوس وقت کی گفتگو کو جن لوگوں نے سنا اور سرکار کے حکم سے سرتابی اور سرکار کا اپنے غصہ کو دبایا جانا دیکھا وہ بے ساختہ کہتے تھے مرحبا نواب مرحبا۔ سچ ہے۔

تواضع ز گردن فرازاں نکوست — گدا گر تواضع کند خوئے اوست

یہاں تک کہ نواب صاحب جب اس قسم کی باتیں کر رہے تھے اتفاقیہ آپ کی نظر پڑی تو ایڈیٹر الحکم کچھ لکھ رہا تھا تو نواب صاحب نے فرمایا کیوں جی میری گفتگو بھی لکھ رہے ہو اچھا لکھئے میں بھی اب سنبھل کر بولتا ہوں اس وقت اتنا فرمانا تھا کہ ایڈیٹر الحکم کی شکل ایسی مرجھائی کہ گویا مرزا صاحب سے مل کر آیا ہے اتنے میں منشی ذوالفقار علی کانپتے کانپتے آئے کہ حضور نہیں نہیں یہ ان کی غلطی ہے۔ چاک کردو چاک کردو۔ مگر نواب صاحب نے فرمایا نہیں رہنے کچھ حرج کی بات نہیں۔ اس حلم اور عفو کے مقابلہ میں یہ الزامات کہ حضور بھی فریق ثانی کی اعانت کرتے تھے کیسی ناشکری اور ناسپاسی ہے حضور نے تم لوگوں کی جس قدر رعایت کی ہے اس کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ جس روز مباحثہ صبح کو ہونے والا تھا ہم لوگوں کو سرکار نے طلب فرمایا۔ اثناء گفتگو میں ہم نے کہا کہ تعیین مبحث کے وجوہات فریقین سے سن کر جس مسئلہ پر بحث کرنے کا فیصلہ حضور فرماویں گے ہم اُس پر بحث کریں گے مگر پہلے وجوہات سن لیں۔ نواب صاحب نے فرمایا اچھا مگر تم لوگ چونکہ وفات مسیح کے مسئلہ پر مصر تھے اس لئے محض تمہاری رعایت سے سرکار نے مباحثہ گاہ میں تشریف لاتے ہی بغیر سنئے کسی وجہ کے تمہاری طرف رخ کر کے فرمایا ہاں بسم اللہ فرمایئے۔ ورنہ اگر وجوہات سن کر تعیین مبحث فرماتے تو اسی روز تم لوگوں کو چھٹی کا دودھ یاد آجاتا، یوں تو تم لوگ پانچ روز ٹھیرے مگر اُس صورت میں دوسرے روز ہی ایسے غائب غلا ہو جاتے کہ گدھے کے سینگ تو دکھائی دیتی مگر تم لوگ نظر نہ آسکتے اسی قسم کی اور بہت

سی رعایتیں سرکار تمہارے ساتھ کرتے رہے اسی لئے میں نے اپنی تقریر میں سرکار کو متوجہ کر کے کہا تھا۔

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی اے ابر کرم بہر وفا کچھ تو ادھر بھی

سرکار کی رعایات دیکھ کر میرے احباب مجھے کہتے کہ تم ایسی رعایات کیوں مان لیتے ہو میں کہتا بھائی سرکار کا آج وہی اصول ہے جو آنحضرت ﷺ کا اصول صلح حدیبیہ میں تھا کہ جو کچھ مشرکین مکہ کہیں گے مانونگا۔ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح کتنا ہی عرض کریں نہیں سنایا جاویگا۔ مگر واہ رے مرزائیو! تمہاری ناسپاسی سچ ہے۔

نکوئی با بداں کردن چناں است کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

(۲۵) میری بدزبانی کی شکایت جب تم نے نواب صاحب کے سامنے کی تھی تو یاد نہیں میں نے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا کہ جو جو لفظ میں نے سخت کہی ہیں اُن کی فہرست پیش کریں تو درصورت صحیح شکایت ہونے کے میں آئندہ کو اُن الفاظ سے پرہیز کرونگا پھر کیوں نہ وہ فہرست پیش کی۔ کرتے کیا وہاں تو مطلع صاف تھا بغیر مرزا صاحب کی مطبوعہ تحریروں کے کچھ کہا نہ جاتا تھا۔

(۲۶) واقعی تم لوگ پکے دجاجلہ ہو اظہار حق سے تم لوگوں کو اُسی قدر نفرت ہے جس قدر ایک مسلمان کو خنزیر کے گوشت سے او ظالمو! تم اتنا تو سوچو کہ جو گفتگو سینکڑوں آدمیوں کے سامنے ہوئی ہے تم اُس کو کیوں کر چھپا سکتے ہو اصل بات تو یہ تھی کہ تم لوگوں نے جہاں جہاں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا ذکر کیا محض مفرد کے صیغے سے کیا تھا مثلاً مسیح آیا تھا مسیح گیا۔ مسیح مرگیا وغیرہ اس پر میں نے تم لوگوں کو تنبیہ کرنے کی غرض سے اور ادب سکھانے کی نیت سے یہ کہا تھا کہ جس طرح تم لوگوں نے ایک اولوالعزم رسول کو مفرد کے صیغوں میں ذکر کیا ہے میرا بھی حق ہے اور جائز ہے کہ میں بھی مرزا صاحب کو مفرد کے صیغے سے اور بغیر ''صاحب'' کے صرف ''مرزا'' کہوں مگر میں اخلاقی طور پر ایسا کرنا نہیں چاہتا اور یہ میرا تم لوگوں پر آج پہلا احسان نہیں بلکہ ہمیشہ سے احسان ہے کہ میں مرزا صاحب کا نام اوسطرح مفرد کے صیغے سے نہیں لیتا جس طرح تم لوگ جناب مسیح علیہ السلام کا نام لیتے ہو۔ کہو اس بیان کو تمہارے بیان سے کیا مناسبت ہے۔

ہاں یاد آیا کہ جب تم لوگوں نے میری شکایت کی تو سرکار نے فرمایا تھا کہ دیکھو وہ تو مرزا صاحب کا نام بھی کیسے ادب سے لیتے ہیں یعنی ہر موقع پر ''جناب مرزا صاحب'' کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں تم کیسے خاموش رہے تھے۔

(۲۷) بے شک اگر کوئی بدزبان ایسا کرتے تو برا ہے لیکن اگر وہ مطبوعہ اور ہماری مسلمہ تحریریں پڑھ

دیں تو اوس پر کھسیانے ہونا ہماری غلطی ہے غرض کسی کلام کو اصل الفاظ میں یا قریب الفہم نتائج میں پیش کرنے کا حق ہر فریق کو حاصل ہے لیکن اس کے سوا بغیر ثبوت کے محض دل آزار الفاظ بولنا سخت گناہ کبیرہ ہے جیسے مرزا صاحب آنجہانی نے حضرت مسیحؑ کی نسبت لکھا ہے کہ آپ کی تین دادیاں اور تین نانیاں حرامکار تھیں اور معاذ اللہ حضرت یسوع مسیح میں روح خبیث کا حلول تھا آپ کو حرامکار عورتوں سے تعلق تھا یہ بھی آپ کے نجیب الطرفین ہونے کی وجہ سے تھا وغیر ذلک من الھذیانات نعوذ باللّٰہ منھا۔ اس قسم کی گفتگو کرنا گناہ کبیرہ وفساد ہے مگر ہم نے ایسا نہ کہا تھا۔

(۲۸) شائع ہونے پر جوابات بھی ایسے دیئے جاوینگے کہ مرزا کو مزار شریف میں بھی تمہاری نالائقی پر صدمہ ہوگا اور وہ تمہیں خواب میں آکر کہیں گے نادانو! میں تو بایں ریش وفش ساری عمر میں اس (ثناء اللہ) سے بازی جیت نہ سکا یہاں تک کہ میں نے آخری فیصلہ میں اس کیلئے اپنی زندگی میں موت کی دعا کی اور خدا سے فیصلہ چاہا لیکن یہ حضرت اُس میں بھی مجھ سے بازی لے گیا۔ تم تو نواب صاحب رامپور کی شکایت کرتے ہو مگر میں تو خدا کا شاکی ہوں باوجودیکہ میرے ساتھ اُس کا وعدہ تھا اجیب کلّ دعائک (میں تیری ہر ایک دعا قبول کرونگا) یہ بھی اُس نے کہا تھا کہ جدھر تیرا منہ ادھر ہی میرا منہ۔ مگر آخر کار اُس نے آخری فیصلہ میں میری اس دعا کو میرے ہی حق میں الٹا ڈالا جیسا کہ اُس نے قرآن مجید میں پہلے ہی سے فرمایا تھا لا یحیق المکر السیئ الا باھلہ میں تو مرکر داخل ......ہوا مگر وہ حضرت آج تک دندناتا پھرتا ہے آہ اگر یہ دشمن آج مرا ہوتا تو تم کو رامپور سے ایسی ذلت کے ساتھ کیوں نکلنا ہوتا کہ تم رامپور جیسے اسلامی شہر کو مخاطب کر کے کہتے ہوئے اسٹیشن پر جارہے تھے کہ ؎

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہوکر تیرے کوچے سے ہم نکلے

نادانو! جب اس ہوشیار دشمن کے مقابلہ میں میں خود کامیاب نہوا تو تمہاری کیا حقیقت بقول ’’کیا پدی کیا پدی کا شوربا‘‘ پس تم ذرا سنبھل کر اس سے مقابلہ کرنا خبردار: من نکردم شما حذر بکنید

یہ بھی تمہارا افترا ہے کہ میں نے مسئلہ حیات مسیح کو شکی کہا تھا۔ افسوس ہے تم لوگ کیسی کذاب یا بے سمجھ ہو مالھؤلاء القوم لایکادون یفقھون حدیثا

نادانو! تم نے جو دلیل وفات مسیح کی دی تھی (لما توفیتنی) اس کے دوسرے معنی کر کے میں نے کہا تھا کہ اول تو اس کے معنی یہی ہیں جو میں کہتا ہوں اور اگر یقیناً یہ نہیں تو کم از کم احتمال ہے پھر یہ احتمال تم کو مضر ہے جو مدعی بن کر اس آیت کو پیش کررہے ہو قاعدہ ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال مطلب یہ ہے کہ تمہاری دلیل کو شکی کہہ کر تمہارے دعوٰی کو مشکوک کہا

تھا جو علم مناظرہ کا قاعدہ ہے مگر افسوس ہے تم لوگ مسیح موعود مہدی مسعود اور کرشن گوپال سے مصاحبت کر کے بھی فہم وادراک سے ایسے ہی بے نصیب ہو جیسے وہ آسمانی منکوحہ کے وصال سے۔ سچ ہے ؎

تہید ستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

(اہل حدیث جلد ۶۔ نمبر ۳۶۔ مورخہ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۰۹ء ص: ۱-۱۱)

اڈیٹر الحکم قادیان نے لکھا ہے:

رام پور کے مباحثہ کے متعلق میں نے پچھلی اشاعت میں دو مخالفوں کی تحریروں کی تنقید شائع کر دی ہے۔ اہل حدیث کے تازہ نمبر میں امرتسری منکر نے اس مضمون کی تنقید کی ہے جو بدر کی ۲۴ جون کی اشاعت میں مولوی محمد علی صاحب نے لکھا تھا۔ امرتسری منکر اپنی چالاکیوں سے اصل معاملہ کو مشکوک کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ہم صفائی کے ساتھ اس امر کو تسلیم کرنے کو تیار ہیں کہ ہم نے مباحثہ کو بند کر دیا۔ اس کے معنی اگر گریز اور مفرور ہیں تو امرتسری منکر کو خوش ہونا چاہیے کہ ہم اس کی تاویل نہیں کرتے مگر دنیا عقلمندوں سے خالی نہیں وہ سمجھ سکتی ہے کہ جس حال میں ہم نہایت دیانتداری کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے مباحثہ بند کر دیا تو ضرور اس کیلئے قوی وجوہات ہوں گی پس ان وجوہات کی معقولیت میں کوئی کلام نہیں۔ وفات مسیح ایسا مسئلہ نہیں جس پر احمدی قوم مباحثہ نہ کر سکے ہم رام پور میں کسی انعام کیلئے نہ گئے تھے بلکہ ہم نے ایک معقول رقم اس مقصد کے لئے صرف کی کیونکہ غرض یہی تھی کہ احقاق حق ہو اور تبلیغ ہو۔ جن لوگوں کو شکست و فتح سے غرض ہے اور بٹیر بازوں اور قمار بازوں کی طرح مذہبی معاملات کو طے کرنا چاہتے ہوں انہیں ان کے خیالات مبارک ہوں وہ اپنی فتح کا پھریرا اڑاتے پھریں ہم اتنا ہی غنیمت سمجھتے ہیں کہ اس پہلو سے رام پور پر حجت پوری ہوگئی۔

اس تنقیدی مضمون میں امرتسری منکر کہتا ہے کہ شرائط گویا منظور نہ ہوئے تھے تو پھر دربار رام پور میں جو مباحثہ ہوتا رہا آپ ہی کے بیان کے موافق بدون تصفیہ شرائط تھا۔ ہم نے اس کو خلاف ورزی شرائط کے نیچے ہی لا کر بند کیا تھا مگر اب امرتسری منکر نے اور بھی وضاحت کر دی کہ وہ شروع ہی خلاف شرائط ہوا، یا کم از کم بدون شرائط ہوا۔ اب دانشمند خیال کریں کہ جہاں شرائط ہی کا تصفیہ نہیں تو بدون تصفیہ شرائط مباحثہ کا جاری رکھنا کہاں تک قرین مصلحت ہے۔ امرتسری منکر نے اپنے اسی بیان میں ہز ہائنس نواب صاحب پر بھی حملہ کیا کیونکہ انہوں نے خود فرمایا تھا کہ شرائط کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور اگر شرائط کا فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو امرتسری منکر کیوں پہلے شرائط ہی کی بحث

شروع نہ کرتا۔

پھر امرتسری منکر کہتا ہے کہ، اگر جناب نواب صاحب نے شرائط منظور فرمائی ہوتیں تو کسی کو یارہ نہ تھا کہ شرائط کی ترمیم کی درخواست کرتا بلکہ وہ درخواست تھیں شرائط کی تھی نہ ترمیم۔

سچ ہے ٹیڑھی جوتی میں ٹیڑھا پاؤں گھسا کرتا ہے سیدھا نہیں۔ اس کا جواب بہتر ہو گا ہز ہائینس خود دیں تا کہ امرتسری منکر کی تسلی ہو جاوے لیکن وہاں سے شائد جواب لینے میں دیر ہو اس لئے میں اس تحریر کا ایک ہی فقرہ لکھ دیتا ہوں جو امرتسری کے خیال میں تعیین شرائط کی تحریر ہے اس سے فضیلت مآب کے اس الزام کی بھی حقیقت کھل جائیگی کہ تعیین اور ترمیم میں ہم تمیز نہیں کر سکتے چنانچہ مناظر اہل سنت والجماعت لکھتے ہیں: شرائط محررہ مولوی محمد احسن صاحب پہنچے بعد ترمیم منظوری مندرجہ ذیل جملہ شرائط ہمیں منظور ہیں۔،

ترمیم اور منظوری کے الفاظ میں نے خصوصیت سے جلی کر دیئے ہیں اب ناظرین انصاف کریں اور امرتسری منکر کی حق پش دہی کی داد دیں کہ کس صفائی اور خوبی سے وہ اس درخواست کی تعیین شرائط کی درخواست بتاتا ہے اب کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے کہ کیوں حضرت ترمیم اور تعیین میں تمیز ہم نہیں کر سکتے یا خود فضیلت مآب لوگوں کو مغالطہ میں رکھنا چاہتے ہیں یا سمجھتے ہی نہیں۔ اب میں امرتسری منکر کی ٹیڑھی جوتی اس کے تیڑھے منہ پر جڑتا ہوں اور کہتا ہوں کہ کیوں صاحب سچ ہے کہ ٹیڑھی جوتی میں ٹیڑھا پاؤں گھسا کرتا ہے سیدھا نہیں۔ کیا اس قسم کی غلط بیانیوں سے تم کامیاب ہو سکتے ہو؟ کبھی نہیں۔

پھر امرتسری منکر کہتا ہے کہ مناظر کئی روز پہلے مقرر ہو چکا تھا۔، اس کے لئے میں کسی لمبی بحث کی حاجت نہیں سمجھتا مولوی فاضل ثناء اللہ اتنا بتا دیں کہ وہ درخواست جو ٹیڑھی جوتی میں ٹیڑھے پاؤں کے مصداق آپ نے پہنی؟ تھی کیا اس پر آپ کے دستخط ہیں یا فقط مناظر اہل سنت والجماعت لکھا ہوا ہے۔ اگر مناظر پہلے سے مقرر ہو چکا تھا تو اس درخواست پر نام نہ دینے کی کیا وجہ ہے۔

اس کے علاوہ مولوی فاضل کے چہرہ بے حیائی پر سے نقاب اٹھا دینے کے لئے یہاں اس جواب کا آخری فقرہ درج کرنا ضروری ہے جو اس کی محولہ بالا درخواست ترمیم کا دیا گیا تھا:

بہرحال شرائط حضور کے استمزاج سے طے ہو چکی ہیں اب وقت ضائع نہیں ہونے دینا چاہیے، فریق ثانی اپنا مناظر مختص کرے جو مسائل مقررہ پر بحث کرے گا۔،

اگر مناظر مقرر ہو چکا تھا تو پھر ہمیں آپ کی ترمیم شرائط کے جواب میں اس فقرہ کے

لکھنے کی کیا ضرورت تھی ۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ۱۴ جون تک کو مناظر مخصوص نہیں ہوا بلکہ عام طور پر مشہور یہ تھا مولوی احمد حسن صاحب امروہی ہوں گے۔ اس قدر غلط بیانی سے کام لینا مولوی فاضل کو مبارک ہو اور یہ انکی فتح کا نشان ۔

اس طرح پر امرتسری نے واقعات کو چھپانے کی کوشش کی ہے اور لوگوں کو اندھیرے میں رکھنا چاہا ہے مگر وہ یاد رکھے کہ ان چالاکیوں سے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا ۔ اور دیکھنے والے اندھے نہیں میں اس تنقید پر ریمارک کروں گا اڈیٹر الحکم کے متعلق جس واقعہ کا اظہار مولوی ثناء اللہ نے کیا ہے میں نہیں چاہتا کہ وہ پبلک میں آئے، محض اس وجہ سے کہ اس کا تعلق ہز ہائینس نواب صاحب رام پور سے تھا اس واقعہ کی پوری کیفیت جہاں اڈیٹر الحکم کی جرأت اور دلیری کو ظاہر کرے گی وہاں بالمقابل واقعات کا پہلو غالباً تاریک ہوگا اس لئے میں نے ہرگز یہ پسند نہیں کیا تھا کہ اس کے متعلق کچھ لکھوں اب جب کہ ثناء اللہ نے اپنے اخبار میں اس واقعہ کو غلط رنگ سے پیش کیا ہے میرا فرض ہے کہ میں اس پردھوکہ بھی اٹھا دوں مگر اس کے لئے میں نے مناسب ہی سمجھا ہے کہ اس پہلے کہ یہ واقعات پبلک کے سامنے آئیں ان پر متانت سے دوسرے رنگ میں نوٹس لوں جو عنقریب انشاء اللہ پبلک کو معلوم ہو جائے گا ۔ بہرحال جیسا کہ میں نے ظاہر کیا ہے اس تنقید میں امرتسری منکر کو پتہ لگ جائے گا کہ اس کے مغالطوں پر اب پردہ نہیں پڑ سکتا ۔ (الحکم ۱۹۰۹ء ـ ۱۴ جولائی ص ۳ ـ ۴)

❁ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ مباحثہ رامپور کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

مباحثہ رام پور کی فتح کے متعلق جن احباب نے خطوط بھیج کر مبارکبادیں دی ہیں خاکسار ہیچکار اُن کے حسن ظن کا شکر گذار ہے تمام خطوط جن میں احباب نے اظہار مسرت کیا ہے نقل نہیں ہوسکتے ایک خط نمونہ کے طور پر درج ہے:

ہمارے معزز اسد الہند جناب مولانا ثناء اللہ صاحب زید مجدہٗ

السّلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته

آج مورخہ ۵ر جولائی سنہ رواں کو کیفیت مباحثہ رامپور پرچہ میں نہایت شوق سے دیکھا۔

مولانا مبارک ہو، مبارک، شاباش، مرحبا، جزاک اللہ۔

ایسے بھرے دربار میں جس میں حضور ہز ہائنس بذات خاص جلوہ افروز تھے اور علماء اسلام کا جمگھٹا تھا، ایسی حالت میں آپ کا مرد میدان ہوکر مرزائی پارٹی کو دندان شکن جواب دیکر قافیہ تنگ کرنا اور اُن کی دھجیاں اڑانا، بس یہ آپ ہی کا حق تھا۔ اس میں شک نہیں کہ

یہ واقعہ ہمیشہ کے لیے یادگار رہے گا۔

بصد آرزو جمیع اہل اسلام آپ کے ترقی حیات کے دعا گو ہیں۔ فقط والسلام۔

راقم آپ کے دیدار کا شائق و دعا گو: عبدالستار بسکو ہری مدرس مدرسہ اسلامیہ آسنسول۔

بعض احباب نے فرط محبت میں اس ہیچکار بداعمال کو مجدد کا لقب عنایت فرمایا۔ ایسے احباب مطلع رہیں کہ جس دشمن اسلام پر فتح پانے کی خوشی میں مجھ کو مجدد کہہ رہے ہیں اوسکا دعویٰ بھی مجددیت ہی کا تھا، لہذا تمام مسلمانوں کو یہ لقب دیتے اور لیتے ہوئے ذرہ ڈرنا چاہیئے۔ خاکسار ایسے تمام احباب کے لیے دعا گو ہے خداوند تعالیٰ حامیان دین کو دین و دنیا میں حسنہ عطا فرماوے۔

گو اخباری دنیا میں مباحثہ رامپور نے بہت شہرت حاصل کی اور لوگوں نے سمجھا کہ قادیانیوں کو آج ایسی شکست ہوئی ہے کہ اب وہ آئندہ کو نہ سسکینگے مگر میرے خیال میں ان کی شکست کی بنیاد ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء سے رکھی گئی تھی جس روز مرزا صاحب نے میرے متعلق اشتہار دیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ نے میری عمارت کو ہلادیا ہے اس لیے میں دعا کرتا ہوں کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجائے۔‘‘

چنانچہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس اشتہار کے مطابق آنجہانی تشریف لیجا کر میری (نہیں نہیں اسلام کی) فتح اور اپنی شکست پر دستخط کر گئے۔ اصل شکست تو اونکو ۲۶ مئی کے روز ہوئی تھی مگر خیر چونکہ قادیانی پارٹی کو وفات مسیح کے مسئلہ پر بڑا گھمنڈ تھا اس لیے خدا کو منظور تھا کہ کسی خاص موقعہ پر اس میں بھی ان کی ذلت کا ظہور ہو، سو الحمدللہ کہ ہوگیا۔

کچھ شک نہیں کہ ہز ہائینس نواب صاحب کے زیر اہتمام جلسہ نہوتا تو یہ حضرات پہلے ہی روز سامنے نہ آتے۔ اب تو بہانے کررہے ہیں کہ ثناء اللہ نے ہم کو گالیاں دیں، اول تو کوئی نادان بھی باور نکریگا کہ ایک بااختیار والی ریاست کے زیر اہتمام جلسہ ہو، پھر اُس میں بازاریونکی طرح گالی بازی ہو۔ اصل یہ ہے کہ مرزائیوں کو شروع ہی سے میری شرکت کا خوف تھا۔ امرتسر میں ایک موقعہ پر مرزائیوں کا اجتماع تھا۔ اس میں وہ مشورہ کررہے تھے کہ کسی طرح ایسی کوئی صورت ہو کہ ثناء اللہ مناظرے میں پیش نہو۔ آخر یہ رائے قرار پائی کہ مولوی محمد احسن امروہی کو لکھنا چاہیئے کہ نواب صاحب کے سامنے عذر کریں کہ ثناء اللہ میرے مقابلے کا نہیں۔ میں نے یہ سن کر کہا، اچھا وہ اگر یہ عذر کریں گے تو اول تو مجھے جواب دینے کی حاجت نہوگی، اگر ہوئی تو میں عرض کروں گا کہ جس حال میں اُن کا نبی اور مسیح مجھ کو خطاب کرتا رہا، یہاں تک کہ آخری فیصلہ کے اشتہار میں جان کی بردبازی

مجھ سے اسنے لگائی ،تو کیا یہ لوگ اپنے رسول سے بڑھے ہوئے ہیں کہ ان کے خطاب کے میں قابل نہیں۔ اسی سے ثابت کروں گا کہ یہ لوگ دل سے مرزا کے مرید نہیں بلکہ یونہی ایک کمیٹی بنائی ہوئی ہے۔ مگر خیریت رہی کہ محمد احسن صاحب نے یا کسی اور نے یہ عذر نہ کیا۔

رامپور میں مباحثہ سے دوسرے روز شاید ۱۶ جون کے میں نے خواب میں دیکھا کہ مرزا صاحب سے میری ہاتھا پائی ہوئی، مگر حملہ میری طرف سے ہے۔ آخر یہ ہوا کہ میں نے اُن کو گرا کر اونکی ایک ٹانگ کو ہاتھ سے پکڑ کر سر کے ساتھ ملا دیا۔ پھر جو ہٹ کر سامنے آئے تو مٹی کا پیالہ جو میرے ہاتھ میں تھا میں نے اون کے منہ پر زور سے مارا، اور منہ سے بھی کچھ کہا۔ یہ خواب میں نے اپنے احباب کو رامپور ہی میں سنا دیا تھا۔ اس کی تعبیر حکیم نورالدین صاحب کچھ فرماویں گے تو سنوں گا۔

الحکم قادیانی اس شکست سے کھسیانے ہو کر پہلے تو فیصلہ دہندگان علماء کو کوستا ہے پھر لکھتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ اور اُن کے معاونین کو اگر دعویٰ ہے تو ہم وفات مسیح کے متعلق اخبار میں مذاکرہ شروع کرتے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ کے پاس اس میں کچھ ثبوت ہے تو وہ منظور کریں۔

جواب یہ ہے کہ ہم تو وفات مسیح کا مسئلہ قادیانی مشن سے بالکل بے تعلق جانتے ہیں چنانچہ رسالہ الہامات مرزا میں بھی میں نے اعلان کیا ہوا ہے اور رامپور میں بھی ایسا ہی کہتے رہے۔ اس لیے ہمیں تو شوق نہیں کہ ہم اس مذاکرہ میں حصہ لیں۔ مگر چونکہ تم اس کے لیے درخواست کرتے ہو، لہذا ہم منظور کرتے ہیں، مگر ایک شرط سے جو بالکل واجبی اور تمہارے امام کی منظور کردہ ہے کہ تمہارے ہی اخبار میں ایک مذاکرہ ''قادیانی الہامات'' کے عنوان سے ہوگا دونوں برابر چلیں گے اگر تم میں کچھ سکت ہے تو اس کو منظور کرو، ورنہ نامنظوری کی معقول وجہ بتلاؤ۔

دیکھو اس موقعہ پر بھی میں وہی پیشگوئی کرتا ہوں جو رامپور میں وجدانی طور سے کی تھی کہ تم لوگ ہرگز ہرگز اس مذاکرہ کے لیے تیار نہ ہو گے۔ کیوں؟

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اون سے — وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(اہل حدیث جلد ۶۔ نمبر ۳۸۔ مورخہ ۵ رجب ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۰۹ء ص: ۳-۴)

❁ سراج الاخبار جہلم کا نامہ نگار ۲۱۔ اگست کے پرچے میں لکھتا ہے: احمدی فرقہ مرزا صاحب قادیانی کے مرنے سے بہت کمزور اور بے وسیلہ ہو گیا تھا اس کی رہی سہی عزت رام پور کے مباحثہ سے جاتی رہی۔ (بدر قادیان ۲۳ ستمبر ۱۹۰۹ء)

❁ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ، عجیب ڈھٹائی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار بدر، سراج الاخبار کے جواب میں لکھتا ہے کہ رامپور میں اخلاقی فتح ہم کو ہوئی۔ اس اخلاقی فتح کے معنی نہیں سمجھتے۔ اخلاقی فتح تو اس کا نام ہے کہ فریق مخالف مان جائیں کہ یہ لوگ گو مذہب میں جھوٹے ہیں مگر اخلاق ان کے بڑے پاکیزہ ہیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قادیانی جماعت کو رامپور میں کسی نے یہ ڈپلومہ (سند) نہیں دیا، یہاں تک کہ جب تم لوگوں نے رخصت کے لیے چیف سکریٹری کی معرفت حضور نواب صاحب کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ ہم کو حاضری کی اجازت ہو، تو نواب صاحب نے تمہاری بداخلاقی کی وجہ سے اُسکو سننا بھی پسند نہیں کیا۔ رامپور کے علماء تو کیا، عام پبلک بھی تمہاری نسبت یہی رائے رکھتی تھی کہ ؎

جفا جو سنگدل بے رحم ظالم　　　　لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

پھر نہیں معلوم اخلاقی فتح کس کا نام ہے۔ ہاں اب سمجھے کہ بے حیا کی سرین پر درخت اگا تھا اُس نے کہا ہم سایہ میں رہیں گے۔

(اہل حدیث جلد ۶۔ نمبر ۴۹-۵۰۔: ۲۲/ ۲۹ رمضان ۱۳۲۷ھ مطابق ۸/ ۱۵/ اکتوبر ۱۹۰۹ء ص: ۴)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ "فرار اہل قادیان بمقام رامپور، کے عنوان سے لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار چاہے کتنا ہی بڑ ہانکے مگر ہم کو معتبر خبر پہونچی ہے کہ ایک شخص شیر محمد خان نے حکیم نورالدین سے رامپور کے مباحثہ کی کیفیت دریافت کی تو حکیم صاحب نے کہا خواجہ .. کی بدلگامی کا نتیجہ ہے کہ رامپور میں ذلت ہوئی۔ میں تو وہاں جانے سے منع کرتا تھا۔ گو بیان وجہ میں حکیم سے ہم کو یا کسی اور صاحب کو اختلاف ہو مگر اصل مطلب میں اتفاق ہے کہ قادیانی ذلیل ہوئے۔ اس لیے ہمارے دوست حکیم محمد شریف بانگی پوری کی مندرجہ ذیل تاریخی نظم کے صدق میں کلام نہیں۔

اے بوالوفا مبارک رحمت خدا کی تم پر
کیا حق کا تمنے کھینچا پیشِ حریف خاکا
تقریر ہو تو یوں ہو تحریر ہو تو یوں ہو
دشمن بھی جس کو مانے مداح ہو ثنا کا
آیا تھا کس طرح پر بھاگا ہے کس طرح سے
حق نے جمادیا ہے اوسپر تمہارا ساکا
دھجی اوڑائی تو نے کیّاد قادیاں کی
باقی نہ چھوڑا اوسپر عزت کا ایک تاگا

لتّی لی اوسنی ایسی پھر کر بھی پھر نہ تاکا
بخیا اودھیڑی ایسی باقی نہ چھوٹا ٹانکا
گیڈر نے آکے کی تھی شیروں سے پنجہ بازی
کیا منہ کی کھاکے بھاگا کیا دُم دباکے بھاگا
شورش بہت مچائی شرطیں عجب لگائیں
آڑے لیا جب اوسکو کیا بغل ہی وہ جھانکا
منہ زوریاں بھی کی تھیں پشتک بھی تھی اڑے
مہمیز جب اڑایا کیا ہی دو گاما بھاگا

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۶ نمبر ۵۱۔ مورخہ ۷ شوال ۱۳۲۷ھ۔ ۲۲/ اکتوبر ۱۹۰۹ء ص: ۷)

اخبار بدر قادیان میں، رسی دراز ، کے زیر عنوان لکھا ہے:

ہمارا خیال تھا کہ ...امرتسری منکر منہ مانگا یعنی حرام زادہ کی رسی دراز کا فیصلہ پا کر ڈوب نہیں مریگا تو خاموش ضرور ہو جائے گا مگر موروثی اور جبلی عادت کہاں جائے۔ تازہ پرچہ اہل حدیث میں قاضی اکمل صاحب کے ایک ریویو پر اس نے خوب اپنی فطرت کا اظہار کیا ہے اور ادھر ادھر کی باتیں لکھ کر حضرت مسیح موعود کو گالیاں دی ہیں اگر قرآن کریم عن اللغو معرضون کا حکم نہ دیتا تو ہم بھی امرتسری پسوؤں کا تھیلہ کھول دیتے اور ایک ایک پسو ملا جی کو ایسا کاٹتا کہ بچپن اور شاگردی استادی کا زمانہ یاد آ جاتا مگر ہمیں اب بھی خیال ہے کہ شاید باز آ جاوے ورنہ جاہل بند کیلئے ہمارے پاس فلاسفر قلندر ہے۔ اور کرائے کا ٹٹو، اور ہم نے ثناء اللہ کے دوستوں سے یہ سنا ہے کہ جب وہ کہیں جاتا ہے جھٹ پہلے کرایہ منگوا لیتا ہے اور کتابیں لکھتا ہے تو یہ غرض ہوتی ہے کہ جس طرح ہو میری کتاب پہلے نکل جائے اور پیسے خوب وصول ہو جاویں کہ جس طرح روپئہ کمانے کیلئے دفتر اندر سے برساتی مینڈکوں کی طرح کتابیں نکلتی ہیں یہی حال ثناء اللہ کا اور ہم نے خود بھی اس کی کتابیں پڑھ کر دیکھی ہیں سوائے مذاق اور فطری اظہار کے عالمانہ جوابات بہت کم ہوتے ہیں کہیں قافیہ تنگ ہوتا ہے تو حلوے کا سوال کرتا ہے بھلا آریہ جنہوں نے پوپوں کی حلوہ پوریاں بند کر دیں ایک ملا کی کب سننے لگے۔ اصل بات یہ ہے کہ ضمیر فروش انسان خدالگتی بات محض اس وجہ سے نہیں کہہ سکتا کہ کتاب نہیں بکے گی ورنہ وفات مسیح کا قائل ہونا اور کتاب میں نہ لکھنا کیا معنی رکھتا ہے اور طرفہ یہ کہ سارٹیفکیٹ حاصل کرنے کی خواہش سے حیات مسیح کا ثبوت دینے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ شرم!

اپنے منہ میاں مٹھو! شیعہ نواب کے جذبات کو امام حسینؑ کے متعلق غلط بیانی کر کے بھڑکا دینا اور سارٹیفیکیٹ حاصل کرنا تو ثناء اللہ کیلئے باعث فخر تھا ہی مگر اب ثنائی مشین کی راگنی کا الاپ نیا ہے۔ اگر اس سے تفسیر ثنائی مراد ہے تو اس کے متعلق بعض علماء نے بھی لکھ دیا ہے کہ یہ کاسہ لیسی ہے اور جو خیالات اضافہ کئے ہیں ان پر فتوی کفر لگ چکا ہے۔ رہے مباحثات انکے ذکر سے بھولے بھالے اہلحدیث خوش ہو جاویں مگر رازدان اور واقف کار تمہاری قلعی کھولے بغیر نہیں رہ سکتے

مباحثہ دیوریا میں سے اگر مولانا ابوحسن رحمت کے نوٹ اور وکیل صاحب کا محاکمہ جس میں براہین احمدیہ سے اقتباسات درج ہیں اور صریح حضرت اقدس کے محامد مذکور ہیں نکال دیا جائے تو پتہ چل جاتا ہے کہ جو شخص الہام کی تعریف تک اچھی طرح نہیں کرسکتا وہ الہامی کتاب لکھنے کا کہاں تک مجاز ہے۔ مباحثہ نگینہ کی فتح کی پگڑی ہمارے دوست ماسٹر عبدالرحمٰن کے سر بندھنی چاہیے کیونکہ جو اعتراض انہوں نے وہاں کیا ہے ماسٹر نے وہی بعینہ اپنی کتاب اختیار الاسلام میں لکھا ہے یعنی دو واہ بیاہ کیوں نہیں ہوسکتا نیوک کیوں ہو۔ پھر تمہاری تقریر زینت کی حضرت اقدس کا یہ شعر ہوتا ہے: جمال وحسن قرآن نور جانِ ہر مسلمان ہے۔ اب یہ انکار کہ میں حضور کی یا حضور کے خدام کی تصانیف سے اکتساب نہیں کرتا تمہارا صریح جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

ایک اور سرٹیفیکیٹ: ہاں تم چلتے پرزے ...ضرور ہو جب حضرت مسیح نے سب سے پہلے نیوگ پر بحث کر دی اور آریوں کا ناک بند کر دیا تو تم اور تمہارے ہم مشربوں نے دکھتی ہو جگہ کو پکڑ لیا اور بنیاد پر دیواریں اٹھالیں ان میں چونہ اور گارا ہمارا۔ تم کافر نعمت ہو کہ منکر ہو؟ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ تم کو بچپن سے ہی شاعری میں کمال ہے اور موقعہ کا شعر خوب پڑھتے ہو یہ سند مبارک ہو۔ نیر

(بدر ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء ص ۵)

مولوی محمد احسن امروہی نے مباحثہ رام پور کے بعد، ستہ ضروری بتقریب مباحثہ رام پوری، کے عنوان سے ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ آپ لکھتے ہیں:

اوائل اپریل ۱۹۰۹ء میں سرکار والا ریاست رام پور نے اپنی خواہش باصرار ظاہر فرمائی کہ خاص ان کی روبکاری میں مابین احمدیوں اور اہل سنت غیر احمدیوں کے مناظرہ واقع ہو جس کو مجی ذوالفقار علی خاں نے بذریعہ ایک کارڈ کے بدیں خلاصہ مضمون ظاہر کیا کہ ہمارے سرکار والا تبار کی خواہش ہے کہ ان کے سامنے احمدی سلسلہ کا اور اہل سنن کا مناظرہ ہو اور حتی الامکان میں تحریری مناظرہ پراڑا ہوں آنجناب کچھ اور تجویز فرمائیں تو اس عاجز کو مطلع فرمائیں۔ انتہی خلاصہ

ما فی الکتاب المورخ ۷۔اپریل ۱۹۰۹ء..

اس کے جواب میں سرکار والا کی خواہش کو اس امید پر منظور کیا کہ چونکہ یہ مناظرہ روبکاری میں ایک رئیس اعظم نواب صاحب عالی قدر وعظیم الشان کے واقع ہوگا اور بالضرور مفید عام و خاص ہوگا کیونکہ کوئی خلاف تہذیب اور مخالف شرائط کے بھی آں حضرت (نواب) کی روبکاری میں واقع نہ ہووے گا اور ظن غالب تھا کہ عالم مناظر صاحب طرف ثانی کے مولوی احمد حسن صاحب امروہی ہوں گے کیونکہ وہ ہی اس خاکسار کے ہم وطن بھی ہیں اس لئے امروہہ اور اس کے اطراف کے لئے بھی مفید تر ہوگا فلہٰذا شرائط مناظرہ حسب ذیل لکھ کر روانہ کی گئیں

محبّ مکرم حضرت ذوالفقار علی خان صاحب ....حسب الارشاد تجویز مفید طرفین کے لئے کچھ شرائط عرض ہیں۔ (مفید طرفین ہونے کا کیا مطلب؟ کیا محمد احسن صاحب اپنے مخالفین کے بھی وکیل تھے؟ وہ انہیں صرف اپنے لئے مفید قرار دے سکتے تھے مخالفوں کیلئے کیونکر؟)

ا: چونکہ سلسلہ احمدیہ کا ایک مقصد عظیم مقاصد مہمہ میں سے حضرت عیسی بن مریم علی نبینا وعلیہ السلام کی وفات بھی ہے تاکہ بحکم یکسر الصلیب کے جو خاص کام مسیح موعود کا ہے اور اسی ایک مسئلہ وفات سے دین عیسوی کی موت و ہلاکت واقع ہوتی ہے لہذا اولاً بحث مسئلہ حیات اور وفات عیسی بن مریم میں بالضرور ہوگی اور جب تک اس مسئلہ کا فیصلہ نہ ہو جاوے گا اور کوئی مسئلہ پیش نہ کیا جاوے گا کیونکہ ہندوستانی رعایا میں اگرچہ انواع انواع کے شرک واقع ہیں جو اس زمانہ آخری میں شائع ہو رہے ہیں لیکن ان شرکوں کی وقعت عقلاء کے نزدیک ایک ذرہ بھر بھی نہیں ہے لیکن ہماری گورنمنٹ عالیہ عادلہ جس شرک میں مبتلا ہو رہی ہے ھدا ھا اللہ الی الصراط المستقیم اس کی وقعت عندالناس بہت بڑھی ہوئی ہے کیونکہ چار دانگ عالم اور اس کی قلمرو میں یہی شرک صلیبی پھیلا ہوا ہے جسکا اثر اہل اسلام تک پہونچ گیا ہے اس لئے اللہ تعالی کا ارادہ اس زمانہ آخری صدی میں چہار دہم میں یہ ہوا کہ ایک مجدد عظیم الشان اس سرصدی پر ایسا مبعوث ہو کہ شرک صلیبی کا کسر وانکسار واقع ہو جاوے جو تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور اس کی امداد میں کروڑ ھا روپئہ صرف کیا جاتا ہے اور یہ کسر و انکسار موت و ہلاکت معبود عیسائیوں کے متصور نہیں ہوسکتا اور باقی دوسری اصلاحیں اس کے ضمن میں اور بالتبع ہوسکتی ہیں اس لئے اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں رد شرک معبودان باطلہ کے لئے ان کی موت کو بڑے زور شور کے ساتھ بیان فرمایا ہے و الذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً و ھم یخلقون اموات غیر احیا وما یشعرون ایان یبعثون۔

۲۔ ہر دو فریق کو اختیار ہو گا کہ دو دو اپنے معاون پیشتر بحث شروع کرنے کے تجویز کر لیویں۔ معاونین کو اور نہ کسی اور کو بحث کرنے کا اختیار نہیں ہو گا اور ہر دو فریق کی تقریر روبکاری سرکار والا یا تو اسی جلسہ میں تحریر ہو جاوے گی یا کوئی کاتب زود نویس بوقت تقریر ہی کے تحریر کرتا جاوے گا تا کہ کسی فریق کو یہ گنجائش باقی نہ رہے کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا یا کچھ زیادہ یا کم کہا ہے۔ چونکہ غرض احقاق حق اور انسداد نزاع سے ہے جو اس شرط سے حاصل ہوتی ہے لہذا یہ شرط بھی ضروری ہے۔

۳۔ وقت بحث کا تین گھنٹہ کا ہو گا یعنی ڈیڑھ گھنٹہ ہر ایک فریق کے لئے اور وقت گذر جانے پر کسی فریق کو کچھ اور لکھوانے کا اختیار نہ ہو گا کیونکہ دریں صورت سلسلہ بحث بہت طویل ہو جائے گا۔ اور ہر ایک فریق اپنی قلم بند شدہ تقریر کو بآواز بلند سنائے گا اور تقریر غیر مصدقہ احد المناظرین و میر مجلسان کے اس جلسہ میں قابل اعتبار نہ ہو گی۔

۴۔ فریقین کو صرف قرآن کریم اور سنت صحیحہ مثبتہ سے علی منہاج النبوت استدلال کرنا ہو گا اور علی منہاج النبوۃ سے یہ مطلب ہے کہ بعض کاشفات نبویہ ایسے ہیں کہ ان میں بغیر ماننے مجاز اور استعارات مندرجہ علم معانی کے مراد صحیح معلوم نہیں ہو سکتی مثلاً جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے، انی رأیت احد عشر کوکباً و الشمس و القمر رئیتھم لی ساجدین۔ اس پر حضرت یوسف بعد وقوع پیش گوئی کے فرماتے ہیں ھذا تاویل رؤیای قد جعلھا ربی حقاً۔ دیکھو اس تاویل کے واقع ہو جانے پر یوسفؑ نے کس جوش واخلاص سے مراد الٰہی جو الفاظ مندرجہ پہلی آیت میں مجازاً ہے بیان فرمائی اور ظاہر ہے کہ کلام بلیغ میں مجاز اور استعارات کا ہونا ضروریات سے ہے خصوصاً پیش گوئیوں میں۔ ہاں بالضرور درصورت واقع نہ ہونے تعارض یا تناقض کے کلام کو محمول علی الظاہر بھی کیا جاوے گا کیونکہ یہ پیش گوئیاں متعلق احکام فرض و واجب یا حلال وحرام کے نہیں جنکا علی الظاہر محمول کرنا ضروری ہوتا۔

۵۔ ترتیب بحث یہ ہو گی کہ بعد بحث حیات وممات کے عقلاً ونقلاً بحث اس امر میں ہو گی کہ حالات زمانہ مقتضی اس امر کے تھے یا نہیں کہ اس صدی کے سر پر مبعوث ہونا مجدد کا ضروری تھا بعد طے ہو جانے اس مسئلہ کے صدق یا کذب دعوی حضرت مرزا غلام احمد صاحب میں علی منہاج النبوۃ گفتگو ہو گی۔ اور منہاج النبوۃ سے جو مراد ہے وہ لکھی گئی۔ تتمہ اس شرط کا یہ بھی ہے کہ انبیاء اور مجددین کے اجتہادی اقوال علاوہ متون الہامات کے استدلا میں یا نقض دعاوی میں نہ لائے جاویں گے کہ اجتہاد میں خطا ہو سکتی ہے کما قال اللہ و ما ارسلنا من قبلک من رسولٍ و لا نبیّ الّا اذا تمنی

القی الشّیطان فی امنیته فینسخ اللّٰه ما یلقی الشّیطان ثمّ یحکم اللّٰه آ یا ته ۔ اگر چہ بوجوہ موجہہ ان قصص کوتسلیم نہیں کرتا ہے جواس آیت کی شان نزول میں مفسرین نے لکھی ہیں کما حققہ فی التفسیر الکبیر مگر اس آیت سے یہ امر بھی بخوبی واضح ہے کہ بعض تمنی رسل اور انبیاء کے بھی اللہ تعالی طرف سے نہیں ہوتی بلکہ ان کے نفس قدسیہ کی طرف سے بسبب آمیزش قوۃ وہمیہ کے ہوجا تی ہے جوخواص بشریہ سے ہے لیکن معہذا ان کی کمال ایمان کا مقتضی ہوتا ہے پس ان کا اجتہاد اس طر ف بھی چلا جاتا ہے جومراد الہی نہیں ہوتی ہے مگراس پر ان کو قائم نہیں رکھا جاتا۔

بعد اس کے بالآخر حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں گفتگو ہوگی مگر علی منہاج النبوۃ جس کی مراد ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

پھر حضرت مرزا صاحب کی وفات میں بالآخر گفتگو ہوگی کہ ان کی موت جھوٹے مدعیوں کی سی واقع ہوئی یا علی منہاج النبوۃ۔

میری دانست میں ان مسائل پنجگانہ مذکورہ میں بحث ہونا ہی کافی ہوجائے گا۔آئندہ اگر کوئی اور مسئلہ بھی مسائل متنازعہ فیہا میں سے فریق ثانی پیش فرمائیں گےتو اس میں بھی گفتگو ہوسکتی ہے مگر ترتیب بحث کی یہی رہے گی جولکھی گئی۔علاوہ ان مسائل کے دوسرا مسئلہ آخر میں رہے گا الاقدم فالاقدم۔ بغیراس طبعی ترتیب کے مناظرہ محض فضول ہے جس کا کوئی نتیجہ معتد بہا حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ ترتیب ایسی ہے جیسا کہ اشکال پنجگانہ اقلیدس کی ترتیب ہے ورنہ خاکسار کو اعراض ہوگا کما قال اللہ تعالی و الّذین هم عن اللغو معرضون ....۱۸۔اپریل ۱۹۰۹ء۔خاکسار سید محمد احسن امروہہ محلّہ شاہ علی سرائے

...پھر نواب کی تجویز سے ایک اور موضوع بھی شامل بحث کیا گیا جو یہ تھا۔آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی کسی حیثیت کا مبعوث ہوسکتا ہے یا نہیں۔

....پھر خاکسار (محمد احسن) مع ہمراہیان جناب مولوی سید سرور شاہ اور جناب مولوی مبارک علی اور جناب حافظ روشن علی وغیرھم ۱۳ جون (۱۹۰۹ء) کو شام کی ریل میں بمقام رام پور پہنچ گیا .نواب صاحب کا شکریہ کہ کہ ہمارے استقبال کے لئے گاڑی سرکاری اور نیز دیگر گاڑیاں اصطبل کی اسٹیشن پر حاضر کر رکھی تھیں ...

اول ہی سے بغرض نقض شرائط منظور شدہ حضرت نواب صاحب کے ایک نامہ مورخہ ۱۳ جون ۱۹۰۹ء موصول ہوا جس میں بجائے نام راقم کے مکتوب منہ کا پتہ مجملاً مناظر اہلسنت و

الجماعت لکھا ہوا تھا اور مکتوب الیہ کا نام حافظ احمد علی خان افسر کارخانہ جات لکھا تھا... ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ مناظر کی تعیین جو اس خط میں نہیں کی گئی اس میں کیا چند اغراض مخفی نہیں تھیں۔ اول تو یہ کہ علمائے رام پور و امروہہ مثل مولوی احمد حسن صاحب امروہی کی اول سے اول ہی تحقیر و توہین واقع نہ ہو کہ ان میں سے کوئی ذی علم باوجود ادعائے فضل و کمال کے یہ بھی علمی قابلیت نہیں رکھتے کہ دعاوی حضرت اقدس کو جن کو وہ باطل سمجھتے ہیں بمقابلہ مولوی سید محمد احسن کے دلائل شرعیہ سے ابطال کر سکیں کیونکہ مخفی مناظر تو ان کے اذہان میں مولوی ثناء اللہ صاحب ہی تھے جن کو اس خاکسار نے سوائے ایک مرتبہ کے مخاطب ہی نہیں کیا تھا وہ بھی بعد وفات حضرت مرزا کے بضرورت اصرار بعض احباب امروہہ کے بحکم الضرورۃ تبیح المحظوراۃ ...

دوسری غرض اخفائے نام مناظر سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ علمائے جماعت احمدیہ کے مولوی ثناء اللہ صاحب کا نام سن کر بسبب اس کے ناقابل خطاب ہونے کے اس کو اپنا مقابل و مخاطب نہ کریں گے ہاں بوقت مناظرہ جب وہ کھڑا ہو جاوے گا تو اس کو کون روک سکتا ہے..

تیسری غرض یہ ہوگی کہ جو امور شش گانہ اس خط میں مرقوم ہیں وہ بمقابلہ ان شرائط مفید طرفین مندرجہ ہمارے خط ۱۸۔ اپریل ۱۹۰۹ء کے ایسے بے ہودہ اور عبث ہیں کہ ان کی لغویت بشرط انصاف اظہر من الشّمس ہے۔ چنانچہ اول میں لکھا ہے۔

۱۔ ظاہر ہے کہ وفات حضرت عیسیٰ بن مریم جس کو فرقہ احمدیہ سب سے اول ہمیشہ مناظرہ کے لئے پیش کیا کرتے ہیں نہ مدار بحث ہے ن ابطال مذہب عیسوی اس پر موقوف ہے .. الخ۔ ...

پھر کہتے ہیں ڈیڑھ گھنٹہ ہر فریق کی تقریر کے لئے مقرر کرنا غیر مناسب ہے (یعنی زیادہ ہے) اس لئے کہ مجلس مناظرہ ہے نہ مجلس وعظ۔ ...اور جو دلائل ثبوت مدعا کے لئے پیش کیجاویں گے تو قواعد عقلیہ مسلمہ عند اہل العقل کا ماننا ضروری ہوگا۔...

اور دلائل نقلیہ کی صورت میں قواعد شرعیہ کی تسلیم لازم ہے..

.اور قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر اور علمائے راسخین اور آئمہ مجتہدین بلکہ جمہور امت و جم غفیر علماء و آئمہ کا جو طرز استدلال تھا اور ہے یا جن جن دلائل کو انہوں نے ثبوت شرعیات میں معتبر کردانا ہے اس کا ماننا فریقین پر ضرور ہوگا... اور کلام اپنے حقیقی معنوں پر محمول ہوگا۔

تقریر محمد احسن ۱۵۔ جون ۱۹۰۹ء کو ہوئی جس کے ذکر کے بعد پھر لکھا ہے:

ہم کو امید قوی تھی کی اس کو جواب دہی کے مولوی احمد حسن مدرس امروہہ یا کوئی اور مولوی شاگردان

مولوی رشید احمد سے کھڑے ہوں گے مگر ہماری یہ امید مبدل بیاس ہوگئی اور سخت افسوس ہوا کہ العجب اس قدر تعداد کثیر علمائے رامپور وامروہہ و دیوبند وغیرہ میں سے کوئی عالم غیر احمدیوں کے نزدیک ایسا لائق فائق عالم نہیں جو جو ہمارے اس مضمون متضمن دلائل قاطعہ کا جواب دے سکے بلکہ وہی ثناء اللہ صاحب کھڑے ہوئے جو چند مرتبہ ہماری جواب دہی سے فرار کر چکے ص ۴۷ ..

.اور سوائے ایسے چند اشعار خلاف حکمت کے جن کو کوئی مہذب پسند نہیں کرسکتا اور کچھ علم مسائل متنازعہ فیہا کا علی منہاج النبوۃ نہیں رکھتے۔ پس بجکم و الغو فیه... کے جو اس کا شیوہ قدیمی ہے اسی کو انہوں نے یہاں بھی اختیار کیا۔ ہمارے وکیل نے ہر چند عرض کیا کہ یہ سبّ وشتم یا حکمت اشعار خوانی یا نثر ظرافت وتمسخر آمیز سے ہمارے دلائل کا جواب نہیں ہوسکتا ...اپنی عادت قدیمہ سے وہ کب باز آسکتے تھے۔ بقول شیخ کہ تیغ زبان برکشید واسپ فصاحت بمیدان وقاحت جمانید۔ افسوس کہ طرف ثانی کے علماء بھی اس کی اس تقریر لایعنی سے بہت خوش ہوتے تھے۔ (ستہ ضروری)

❁ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ،قادیانی کذب بیانی در بارہ مباحثہ رام پور کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ ماہ جون ۱۹۰۹ء میں بمقام رامپور ہز ہائینس نواب صاحب کے سامنے جو قادیانی جماعت سے مناظرہ ہوا تھا بفضلہٖ تعالیٰ قادیانی جماعت پر ایسی ذلت طاری ہوئی تھی کہ قادیانی پارٹی رامپور سے بھاگتی ہوئے رامپور کو مخاطب کر کے کہتی جاتی تھی ۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن　　　بہت بے آبرو ہوکر تیرے کوچے سے ہم نکلے

یہاں تک کہ قادیانی اخبار الحکم نے بھی دبی زبان سے اس ذلت کا اقرار کیا تھا چاروں طرف سے پھٹکار پڑی۔تو چارو ناچار مولوی محمد احسن صاحب امروہی (مناظر) نے ایک چال نکالی کہ رامپور کی مباحثہ کی کیفیت مع اپنی پہلی تقریر کے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کی جس کا نام ہے

''ستہ ضروری بتقریب مباحثہ رامپوری''

اس میں کچھ تو ہز ہائینس نواب صاحب رامپور پر حملے کئے اور کچھ شریک جلسہ علماء کرام پر اور بقیہ اس خاکسار پر۔خاکسار پر حملے کرنے کا بقول :　　　بلائیں زلفِ جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے

ان کو حق حاصل تھا مگر نواب صاحب اور دیگر علماء پر حملہ کرنا بالکل بے جا ہے۔خیر اس کی بھی وجہ شائد وہی ہو جو حدیث شریف میں آئی ہے لعن الله العقرب لاتدع مصليا ولا غيره جس کا مطلب اس شعر میں لکھا گیا ہے ۔

نیش عقرب نہ از پئے کین ست　　　مقتضائے طبیعتش اینست

مگر افسوس ہے کہ آپ نے بڑی چالاکی یا ابلہ فریبی یہ کی ایک تقریر ایسی نقل کی جو اس وقت نہ فرمائی تھی۔ بلکہ اپنی اور منشی قاسم علی دہلوی کی تقریروں سے جو دوسرے اور تیسرے روز کی تھیں ایک معجون مرکب بنا کر چھاپ دی جس کا نتیجہ صاف ہے کہ مولوی احسن گویا تسلیم کرتے ہیں کہ اونکی وہ تقریر جو دربار رامپور میں ہوئی تھی واقعی ٹھیک نہ تھی ہم اسکے فیصلہ کی ایک صورت پیش کرتے ہیں۔

صفحہ ۴۵ پر جو میری کتب ''تبر اسلام'' کے حوالہ سے میرا نام لے کر عبارت نقل کی ہے اس کی بابت مولوی سید سرور شاہ صاحب مقیم قادیان شریک جلسہ مناظرہ اور منشی قاسم علی دہلوی مرزائی شریک بلکہ سپہگر حلفیہ شائع کریں کہ یہ عبارت پہلے پرچے میں تھی جو مولوی محمد احسن صاحب نے پڑھا تھا۔ اگر یہ دونوں صاحب حلفیہ بیان شائع نکرینگے تو بس یہی ایک دلیل اس دعویٰ کی کافی ہے کہ یہ تقریر احسن صاحب نے بعد میں بنا کر شائع کی ہے اور ابلہ فریبی کرنے کو اس تقریر کو تقریر اول اور اپنی ظاہر کیا ہے۔

علاوہ اس کے اس تقریر میں ایسے الفاظ اور محاورات بھی پائے جاتے ہیں جو مولوی احسن صاحب کی زبان سے مانوس نہیں۔ مثلاً صفحہ ۴۶ پر لکھتے ہیں ''اردو زبان کے لٹریچر میں'' یہ محاورہ احسن صاحب کی اردو کا نہیں ہوسکتا۔ جن لوگوں کو مولوی احسن صاحب سے تعارف ہے وہ اس بات کو جان سکتے ہیں کہ اس قسم کے انگریزی الفاظ مدخلہ احسن کے منہ سے احسن نہیں ہوسکتے بلکہ نکل بھی نہیں سکتے یہ ہی ایک سراغرسانی کا طریق جس میں خدا کے فضل سے اس خاکسار کو ملکہ ہے۔

مولوی احسن صاحب باوجود بڑھاپے کے اتنا جانتے ہیں کہ میری یہ تقریر قابل اعتبار نہوگی کیوں کہ خود ہی صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں ''تقریر غیر مصدقہ قابل اعتبار نہوگی'' اس لئے بڑی ہوشیاری بلکہ دلیری سے فرماتے ہیں:

> ''یہ تقریر حسب شرائط کے غیر مصدقہ ہے۔ ہم مخالفین کو بھی اجازت دیتے ہیں کہ وے بھی اس کا جواب غیر مصدقہ شائع کردیں۔'' صفحہ ۱۳

ناظرین! دیکھئے کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم نے جو جھوٹ بولا ہے ہمارے مقابلہ میں تم بھی جھوٹ بول لو۔ لیکن جو شخص انجمن صادقین کا ممبر بلکہ سکریٹری ہو اسے کیا پڑی کہ وہ تمہارے بگھوڑوں کو ذلیل کرنے کے لئے جھوٹ بولے اوس کے لئے یہ بس نہیں کہ تمہارے ہی جھوٹ کا اظہار کر کے تم کو رسوا کرے۔ پس آپ اپنا جھوٹ سنئے!

صفحہ ۷ پر آپ مجھ کو مخفی مناظر قرار دیتے ہیں اور صفحہ ۱۱ پر ۱۳ جون کے خط کا ذکر کر کے اوس کی تحریر کو میری طرف نسبت کرتے ہیں حالانکہ میں ۱۴ جون کو رامپور پہونچا تھا۔ اور ۱۳ جون کا خط بحضور نواب صاحب مجھ سے پہلے پیش ہو چکا تھا مگر آپ اوسکو میری طرف منسوب کرتے ہیں تو کیا یہ دروغ بے فروغ نہیں۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اور شرکاء جلسہ عموماً اور جناب حافظ احمد علی خان مہتمم جلسہ خصوصاً شہادت دے سکتے ہیں کہ شرائط کے تصفیہ میں میرا کوئی دخل نہ تھا بلکہ مجھے کوئی خبر نہ تھی کہ شرائط کیا ہیں بلکہ جہانتک مجھے یاد ہے یہی چرچا تھا کہ جس طرح حضور نواب فرماوینگے وہی ہوگا اور وہی فیصلہ ہے۔ چنانچہ اسی خیال سے جس روز صبح مباحثہ تھا شب کو علماء حضور میں باریاب ہوئے تو حضور نے دریافت فرمایا مباحثہ کس مضمون پر ہوگا۔ میں نے کہا یہ بھی خود ایک مضمون کے قابل بحث ہے کہ مباحثہ کس مضمون پر ہوگا۔ فریقین کے وجوہات سن کر حضور جو فیصلہ فرماوینگے اوسی مضمون پر ہوگا۔ نواب صاحب نے فرمایا اچھا صبح کو سہی۔ چنانچہ ہم خوشی خوشی آئے اور وجوہات اس مضمون کے جمع کئے کہ مباحثہ مرزا صاحب کے الہامات پر ہونا چاہئے۔ مگر حضور نواب صاحب جب جلسہ میں رونق افروز ہوئے تو آتے ہی قادیانی جماعت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''بسم اللہ'' یہ سنتے ہی مولوی احسن صاحب نے کھڑے ہو کر رام کہانی شروع کی۔ شروع کیا کہ خدا معلوم حق کا خوف تھا یا دربار کا رعب۔ ایسے مبہوت تقریر کرتے تھے کہ خود ان کے حواشی بھی خوش نظر نہ آتے تھے۔ اوسی بھدی تقریر کو اب ادھر اودھر سے مرکب مزین کر کے آپ اپنے نام سے شائع کرتے ہیں اور وعید خداوند سے نہیں ڈرتے یحبّون ان یّحمدوا بما لم یفعلوا اس کے مقابلہ میں میری تقریر کا نام تک نہیں لیتے بلکہ چند اشعار جو میں نے بطور لطف سخن حسب موقع پڑھے تھے بعض کو صحیح بعض کو غلط ایک جا جمع کر دیا۔ گویا یہ جتلایا کہ ثناء اللہ نے ہمارے جواب میں بس یہ اشعار پڑھے تھے اور کچھ نہیں۔ کیسا سفید، نہیں، سیاہ جھوٹ ہے۔ اگر جواب کچھ نہ تھا تو دوسرے روز تم نے کاہے کا جواب دیا تھا۔ پھر تیسرے روز کیا کتھا سنانے آئے تھے۔ پھر میری پہلی تقریر کے بعد مولانا احمد حسن صاحب نے علماء موجودین سے کیوں استفسار کیا تھا کہ جواب پورا ہوا یا نہیں؟ جس کے جواب میں سب نے بیک زبان کیوں کہا تھا کہ جواب کافی دیا گیا ہے۔ پھر کیوں حضور نواب صاحب نے اپنے سرٹیفکیٹ میں تحریر فرمایا:

''مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنا مدعا ثابت کر دیا۔''

مولوی محمد احسن صاحب کی تعلّی اور انانیت کی یہ مثال کافی ہے کہ صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں کہ

فریق ثانی نے مولوی ثناء اللہ کا نام اس لئے ظاہر نہ کیا تھا کہ علماء جماعت احمدیہ اوسکا نام سن کر بسبب اوسکے نا قابل خطاب ہونے کے اوس کو اپنا مقابل ومخاطب نہ کرینگے۔“

اس کلام کے دو نتیجے ہیں:

(۱) یا تو مولوی احسن صاحب دل سے مرزا قادیانی کو جھوٹا جانتے ہیں کیوں کہ جس کو مرزا صاحب آنجہانی نہ صرف مخاطب ہی بنادیں بلکہ اخیر دم تک اُس سے جانبازی کی شرط لگادیں جس کے مقابلہ میں اخیر میدان میں ناکام رہیں وہی شہسوار مولوی احسن صاحب کے قابل خطاب نہو تو اس سے کیا یہ نتیجہ پیدا نہیں ہوسکتا کہ مولوی صاحب کے نزدیک مرزا صاحب کی سخت غلطی ہی نہیں بلکہ بے وقوفی تھی کہ ایسے نا قابل خطاب کو قابل خطاب ہی نہیں بلکہ ایسا صحیح مخاطب بنایا کہ تمام دنیا کو اوس کے خطاب کے نتیجہ کا منتظر رہنے کا اعلان دیا۔

(۲) دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ مولوی احسن صاحب شائد مرزا آنجہانی سے اپنے آپ کو زیادہ بزرگ زیادہ اہل علم زیادہ عالیشان سمجھتے ہیں کہ جو لوگ مرزا صاحب کے قابل خطاب بلکہ مخاطب تھے وہ بھی مولوی صاحب کے قابل خطاب نہیں گویا مرزا صاحب اور مولوی صاحب کی مثال بالکل ایسی ہوئی کہ مولوی صاحب گویا بی اے کی جماعت میں ہیں اور مرزا صاحب پرائمری میں، اس لئے پرائمری والے مرزا صاحب سے تو مخاطب ہوسکتے ہیں مگر مولوی صاحب کے قابل خطاب نہیں۔لیکن دانا سمجھ سکتے ہیں کہ مرزائی مذہب میں اس سے بڑھ کر کفر نہیں کہ کوئی شخص خصوصا مرزائی ہوکر مرزا صاحب سے برتری کا مدعی ہو کیوں کہ مرزا صاحب آنجہانی کا قول ہے ان قدمی علیٰ منارۃ ختمت بھا کل رفعۃ (خطبہ الہامیہ) (میرا قدم ایسے منارہ پر جس پر تمام مراتب کی بلندیاں ختم ہیں)

ایک بڑی قوی وجہ قادیانی پارٹی کے شکست یاب ہونے کی خود ہی کتاب سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے میری تقریر کو ہضم کیا سو کیا مگر غضب تو یہ کیا کہ میری سوالات کو بھی اور ہی رنگ میں دکھا کر اون کے جوابات نئے پیرائے میں دیئے ہیں جو مجلس میں نہ دیئے تھے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جو جواب مجلس میں دیئے گئے تھے اُن کو مولوی صاحب بھی کافی نہیں جانتے۔اسی لئے نئے جواب نئی صورت میں بنا کر پیش کرتے ہیں مگر دانا جانتے ہیں۔

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آئد بر کلۂ خود باید زد

اسی رسالہ میں ایک عجیب قسم کا معجزہ آپ نے لکھا ہے صفحہ ۵۶ پر لکھتے ہیں کہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی نے حضرت مرزا صاحب سے مباہلہ کیا تھا تو اُن کی بیوی ایک نواسی اور نواسہ

مر گئے۔(واہ واہ کیا معجزہ ہے مگر پھر بھی لوگ مرزا صاحب کو دجال ہی کہتے ہیں)

احسن صاحب! آپ تو بڈھے ہیں اس لئے ممکن ہے آپ کو ذہول ہو، ہم آپ کو بتلا دیں کہ بڑے میاں خود اپنے اشتہار تبصرہ میں لکھتے ہیں کہ مباہلہ یہ نہیں ہوا کرتا کہ کرنے والا تو زندہ رہے اور اس کے ناکردہ گناہ بچوں پر وبال پڑے ایسا کہنا قرآن شریف کے خلاف ہے۔ پس مولانا احمد حسن صاحب کی زندگی میں مرزائی معجزہ کیسا۔

ہاں یاد آیا کہ بڑا معجزہ قابل بیان تو یہ تھا جو بالکل ٹھیک اور بے داغ سچا اعجاز ہے جس پر کسی مخالف موافق کو محل کلام نہیں۔ جس میں مرزا صاحب کی دعا حرف بحرف قبول ہوئی اللہ اللہ ایسی قبول ہوئی کہ کبھی کسی کی نہ ہوئی ہوگی۔ وہ کیا؟ کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

رسالہ مذکورہ دیکھنے کے بعد ہمیں امید ہوئی کہ جناب حافظ احمد علی صاحب مہتمم مناظرہ رامپور بھی تقریریں شائع کرنے کی اجازت سرکار سے حاصل کرینگے۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۱۵۔ مورخہ ۳۰ محرم ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۱۰ء ص: ۴-۶)

حکیم الامت کیا فرماتے ہیں

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیانی اخباروں کی اصطلاح میں حکیم الامت سے مراد مولوی حکیم نور الدین خلیفہ اول قادیانی ہیں جن کو قادیانی لٹریچر میں حضرت صدیق اکبر سے تشبیہہ دی جایا کرتی ہے جن کے علم وحلم اور روشن خیالی کے بہت کچھ راگ گائے جایا کرتے ہیں غرض تمام خوبیوں کا مجموعہ انہیں کو سمجھا جاتا ہے۔ آج ہم ان کی وسیع ظرفی اور روشن خیالی کا ثبوت خود ان ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ ناظرین ذرہ نظر لگا کر پڑھیں اور کان لگا کر سنیں۔ اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

ایک خادم امرتسر سے عیادت کے لئے آیا۔ اس نے عرض کیا کہ اشاعت اسلام کے نام سے لوگ ہم سے چندہ مانگتے ہیں، کیا کیا جاوے۔ فرمایا اشاعت اسلام تو ایک مبارک اور مفید کام ہے اور اس کے لئے ہمیں بہت تڑپ ہے، اور ہم بھی چاہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں پھیلے مگر جو لوگ ہمارے سلسلہ کے دشمن ہیں اور اشاعت اسلام کرنا چاہتے ہیں ان کے متعلق قابل غور یہ امر ہے کہ کیا وہ موید من اللہ اور منصور ہیں یا نہیں؟

اس کے لئے تم اپنے ہی شہر میں دیکھو جہاں ہمارے پانچ دشمن ہیں اور وہ اشاعت

اسلام کے مدعی ہیں ۔ اول غزنوی گروہ ۔ دوم ثناء اللہ ۔ سوم احمد اللہ، چہارم اہل فقہ، پنجم مولوی محمد حسین کے ساتھ والے لوگ ۔ اب غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے ان کی تائید اور نصرت کہاں تک کی ۔ حضرت اقدس کی مخالفت میں انہوں نے فرداً فرداً ناخنوں تک زور لگایا مگر نتیجہ کیا ہوا ؟ کیا کوئی جماعت مستقل طور پر ان کو ملی ۔ اول تو باہم ان پانچوں میں بغض ہے، اور ایک نے دوسرے کو مٹا دینے اور ذلیل ورسوا کرنے کی کوشش اٹھا نہیں رکھی ۔ ایک نے دوسرے کے خلاف اشتہاروں کے ذریعہ وہ باتیں مشتہر کیں جن میں سے بعض کو شرفاء پڑھ بھی نہیں سکتے ۔ پھر موجودہ حالت میں غزنویوں کی جماعت جو ایک امام کے ماتحت تھی ان کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ خود ان کی اپنی ہی نسل کے لوگ اپنی مسلّمہ امامت سے الگ ہو رہے ہیں، اور اس گروہ کا ثناء اللہ اور احمد اللہ سے جو بغض ہے وہ ظاہر ہے ۔ ثناء اللہ اشاعت اسلام کا مدعی ہے اس کی جو حالت امرتسر میں ہوئی وہ ظاہر ہے، اسے بھی کوئی جماعت نہ ملی جو اس کو اپنا امام یقین کر لیتی ۔ پھر اہل فقہ تھا، اس نے بھی حضرت صاحب کی بڑی مخالفت کی لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ اہل فقہ کا نام بھی نہیں ۔ مولوی محمد حسین کے ماننے بھی کچھ لوگ امرتسر میں تھے مگر اس کی حالت بھی اب ظاہر ہے کہ خود ثناء اللہ نے اس کی مخالفت میں بڑے بڑے مضمون لکھے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے اس کی تائید اور نصرت نہیں کی اور کوئی جماعت انہیں عطا نہیں کی بلکہ خود ان میں پھوٹ ڈال دی ۔

ان واقعات نے جو تجارب صحیح ہیں بتا دیا ہے کہ یہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے ۔ پھر جب خدا تعالی کی نصرت ان کے ساتھ نہیں تو ہم اپنے مال ان کے سپرد کیوں کریں ۔ جناب الٰہی کا منشاء یہ نہیں کہ ان کو مؤید کرے ۔ برخلاف اسکے اس سلسلہ کو اللہ تعالی نے اشاعت اسلام کا ذریعہ بنایا ہے ۔ تم جانتے ہو کہ شروع سے لیکر اب تک کس قدر مخالفت اسکی کی گئی ۔ شہر والوں نے دشمنی کی برادری نے مخالفت کی، ہندوؤں آریوں عیسائیوں سکھوں نے اور بالآخر خود مسلمانوں ایسی دشمنی کی کہ وہ چاہتے تھے کہ اس سلسلہ کا نام و نشان مٹا دیں ۔ مگر اللہ نے کیسی نصرت فرمائی اور کس طرح پر اسکو نشو ونما دیا ۔ ہر مخالفت اور ہر حملہ اس کی ترقی کا موجب ہوا، اور ایک جماعت کثیر کو اللہ تعالی نے پیدا کر دیا اور ہر قسم کے لوگ اس کی خدمت کیلئے جمع ہو گئے ۔ یہ تائید الٰہی کا ایک ایسا ثبوت ہے کہ

اس کا انکارنہیں کیا ہوسکتا۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اشاعت اسلام کیلئے خدا تعالی نے اس سلسلہ کو پیدا کیا ہے اوراسی کے ذریعہ یہ کام ہوگا۔ (الحکم ۷ جنوری ۱۹۱۱ء)

مولانا ثناءاللہ لکھتے ہیں: ماشاءاللہ چشم بددور۔ وسیع ظرفی کے علاوہ قوت استدلالیہ کیسی کمال پر ہے۔ خیر کچھ بھی ہو بہرحال آپ کی ساری تقریر کا خلاصہ دو حصوں میں ہے۔

الف۔ مرزا اورفرقہ مرزائیہ مؤید من اللہ ہیں۔ ب۔ ان کے سوا دوسرا کوئی بھی مؤید من اللہ نہیں۔

نتیجہ: اشاعت اسلام کوئی شخص یا فریق ان کے سوانہیں کرسکتا، لہذا کسی کو بھی مدد نہ دی جائے۔

امر اول کی تحقیق کی حاجت نہیں کہ مرزا اوران کی جماعت کہاں تک خدا کی تائید سے بہرہ ور ہیں۔ خدا کا نام لے کر جتنی پیشگوئیاں بطور تحدی کے کیں، سب کی سب جھوٹی نکلیں۔ ہر موقع پر آپ کو لینے کے دینے پڑے۔ مرزا کی تو ساری عمر ہی ذلتوں کم نصیبیوں میں گذری کبھی کسی مقابلہ یا مخالفت پرانہوں نے روحانی طاقت یا فوق الفطرت نورانیت سے غلبہ نہیں پایا۔ مرزائیوں کا مؤید من اللہ ہونا ریاست رامپور میں کھل چکا ہے، جہاں پر شروع مباحثہ ہی میں ایسے مرعوب تھے کہ آیات قرآنیہ بھی صاف نہ پڑھ سکتے تھے حالانکہ مسئلہ بھی وفات مسیح کا تھا جوشب وروز ان کی گردان ہے۔

ہمیں تو مرزا اورمرزائیوں کے مؤید من اللہ ہونے کا کبھی موقع ثابت نہیں ہوا ہم تو اس انتظار ہی میں رہے یہاں تک کہ ایک دفعہ بدر نے ڈینگ مارتے ہوئے مقابلہ میں لیکچر دینے کی ہم کودعوت دی تھی لیکن جب ہم نے اس دعوت کوقبول کیا تو کوئی میدان میں نہ آیا۔

باوجودیکہ ہمیں ان کے مؤید من اللہ ہونے کا خواب میں بھی کبھی وہم تک نہیں آیا تاہم بطور تحدی ہم ان کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اپنا اوراپنے امام کا مؤید من اللہ ہونا ثابت کرنے کوایک مجمع عام کریں۔ امرتسر میں کریں یا لاہور میں، بٹالہ میں کریں یا گورداسپور میں۔ غرض جہاں ان کی مرضی ہو ہم حاضر ہوں گے۔ سب سے پہلے مرزا صاحب کے مؤید من اللہ ہونے پر بحث ہوگی۔ بحث منظور نہ کریں تو اسی مضمون پر مقابلہ کے لیکچر ہوں گے اورایک معزز بزرگ صدر جلسہ ہوں گے جو ہر فریق کو دل آزار الفاظ بولنے پر مناسب تنبیہ کریں گے۔ کیا حکیم الامت اس نشان نمائی کے لئے تشریف لاویں گے، یا اجازت بخشیں گے؟

دوسری بات یہ کہ مرزائیوں کے سوا کوئی بھی مؤید من اللہ نہیں۔ اس کے ثبوت میں حکیم صاحب نے اپنے علم استدلال کا خوب ثبوت دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہماری جماعت ہے، ان کی جماعت نہیں۔ جماعت پر تو بحث میں پھر کرونگا پہلے میں آپکو آپ ہی کے امام کا قول سنالوں

جس سے دونوں جماعتوں کا مقابلہ معلوم ہو سکے۔ پس غور سے سنیئے۔ مرزا آنجہانی فرماتے ہیں:

اگر مولوی ثناء اللہ، جو آج کل ٹھٹھے اور ہنسی اور توہین میں دوسرے علماء سے بڑھے ہوئے ہیں، اس گندے طریق سے باز نہیں آتے تو میں بخوشی قبول کرونگا کہ اگر وہ مجھ سے درخواست مباہلہ کریں، لیکن امرتسر میں یہ مباہلہ نہیں ہوگا۔ ابھی تک مجھے وہ وقت بھولا نہیں جب میں ایک مجمع میں اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کیلئے کھڑا ہوا تھا اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس وقت اس جگہ کے اہلحدیث نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا اور کس طرح شور کر کے اور پورے طور پر سفاہت دکھلا کر میری تقریر بند کرا دی اور جب میں سوار ہوا تو اینٹیں اور پتھر میری طرف چلائے اور حکام کی بھی پرواہ نہ کی (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۳۰)

حکیم صاحب میں سچ کہتا ہوں کہ میں اس ہنگامے میں نہ تھا، مگر مجھے یہ سن کر سخت افسوس ہوا کہ کسی ظالم نے حضرت مرزا صاحب کے سر مبارک پر بہت پرانی جوتی کا ایک پیر دے مارا تھا جس سے عجب نہیں کہ ناپاک جوتے کا گردوغبار حضرت موصوف کی ریش مبارک تک بھی پہنچا ہو۔ مگر میری اس میں کوئی سازش نہ تھی، نہ مجھے اس کا علم تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ تاہم جماعت کا ثبوت تو ہے۔ ہاں میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اہل حدیثوں میں پیری مریدی کا جال نہیں کہ جماعت مریدین پر احکام جاری کئے جائیں اور وہ بے سوچے سمجھے پیچھے ہولیں، بلکہ بقول مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب اہلحدیث ایک لبرل آزاد اور بے قید فرقہ کا نام ہے (اشاعۃ السنہ ج ۹ ص ۴۷)۔ غرض یہ کہ اہل حدیثوں کا اصول ہے: کسی کا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہے ہیں ہم

تاہم آپ کا فخر بیجا ہے۔ آیئے میں آپ کے حقیقی مخالفوں میں آپ سے زیادہ جماعت کا ثبوت دوں۔ آپ جانتے ہونگے گولڑہ ضلع راولپنڈی میں ایک بزرگ پیر مہر علی شاہ صاحب ہیں جن کے نام پر مرزا صاحب نے تحفہ گولڑویہ لکھا ہے جو مرزا صاحب کے مقابلہ کیلئے لاہور تک آئے تھے بلکہ میں اور دیگر مشیر نہ روکتے تو قادیان ہی جا پہنچتے۔ آپ کو معلوم ہے ان کے مریدوں کا دائرہ کہاں تک وسیع ہے؟ معلوم نہ ہو تو میں ہی آپ کو بتلا دوں کہ اتنا وسیع ہے کہ جب وہ لاہور آئے اور مرزا ان کے مقابلہ کو نہ نکلے تو جناب موصوف نے نہ نکلنے کا یہی عذر پیش کیا تھا کہ پیر صاحب کے خونخوار مریدوں کی بے شمار جماعت تھی، میں کیسے آتا۔

اور سنیئے! آپ کے پکے مخالفوں میں ایک صاحب حافظ پیر جماعت علی ضلع سیالکوٹ کے بھی ہیں ان کے معتقدین کی جماعت آپ کی جماعت سے کم نہ ہوگی۔

اور لیجئے! ڈیرہ جات (اسماعیل خان، غازی خان) وغیرہ کی طرف تونسہ والے صاحب ہیں ان کی جماعت بھی آپ کی جماعت سے بہت زیادہ ہے۔

اور سنئیے! مولانا رشید احمد گنگوہی کا حلقہ اثر بھی آپ سے بہت زیادہ ہے۔ مجدد بریلوی کی پارٹی بھی آپ کے مریدوں سے کسی طرح کم نہ ہوگی۔ سب سے زیادہ قابل غور آخری نظیر ایک ہی پیش کرتا ہوں جس کو آپ بھی مانیں گے وہ آغا خان ہیں جنکے معتقدین مسلمانوں سے زیادہ ہندو ہیں، ایک ملک میں نہیں بہت سے ملکوں میں ہیں جو مرزائیوں سے زیادہ راسخ الاعتقاد ہیں۔

یہ نظائر اسلامیوں کی بتلائی ہیں۔ غیر اسلامیوں کا ذکر کروں تو بہت زیادہ ہو جائے۔ سوامی دیانند، باب، اور بہاء اللہ، رادھا سوامی، جین مت کے آخری پیشوا مہابیر سوامی، بدھ مت کے بانی ساکھی منی یا گوتم سکھوں کے متعدد گرؤوں اور رام سنگھ کو کہ۔ چیت رام اور آپکے ہمسائے بالمیک وغیرہ کی جماعتوں اور عیسائیوں میں سے کیتھولک پروٹسٹنٹ وغیرہ متعدد فرقوں کو بھی پیش نظر رکھئے (آج کل تقریباً ۱۸ لاکھ جینی دنیا میں آباد ہیں اور بدھ مذہب کا ہندوستان میں ایک ہزار برس تک قریباً غلبہ رہا۔ تاہم اب بھی اس مت کا یہ زور شور ہے کہ دنیا کی کل آبادی میں سے ایک تہائی باشندے بدھ کے معتقد ہیں جو تبت، برما، سیام، جزیرہ سنگل دین اور چین جاپان وغیرہ ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں کیا مرزا جی کی ڈیڑھ دمڑی کی جماعت جس پر حکیم الامت نور الدین نازاں ہیں ان مذکورہ بالا جماعتوں سے بلحاظ کثرت تعداد کسی طرح بھی لگا کھا سکتی ہے)

حکیم صاحب نے علماء کے اختلاف سے بہت کچھ فائدہ حاصل کرنا چاہا۔ آج میں اس راز خداوندی کو سمجھا جو امرتسر میں واقع ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ عموماً واقفین کی رائے تھی کہ میری اور خاندان غزنویہ اور جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی مصالحت کبھی نہ ہوگی۔ اسی لئے جب یہ خبر (مصالحت کی) ۱۷ فروری ۱۹۱۱ء کے اہل حدیث میں شائع ہوئی تو اطراف سے بڑے خوشی کے خطوط آئے اور بالکل ناممکن کا ظہور سمجھا گیا۔ مگر حکیم صاحب کی یہ تحریر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جونہی آپ کے الفاظ (۷ جنوری ۱۹۱۱ء کے الحکم) میں شائع ہوئے خدائی حکمت نے تقاضا کیا کہ قادیانی مشن کو اس گھمنڈ میں بھی ذلیل کیا جائے چنانچہ آسمانی حکم زمین پر اسی تاریخ کو آپہنچا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلاف توقع مصالحت ہوگئی۔ الحمد للہ۔ امید ہے ہمارے علماء بموجب تعلیم نبوی آئندہ کو شماتت اعداء کا خوف ملحوظ رکھ کر پناہ مانگا کریں گے۔

اب میں حکیم صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اشاعت اسلام میں جو اسلام ہے وہ

کیا ہے؟ آیا اس میں مرزا کی شخصیت (نبوت یا امامت) بھی داخل ہے یا نہیں؟ منطقی اصطلاح میں یوں سنئے کہ وہ اسلام لا بشرط شئی ہے یا بشرط شئی یا بشرط لا شئی۔ اگر اس میں مرزا کی شخصیت داخل ہے، تو بشرط شئی ہونے کی وجہ سے آپکو مبارک ہو۔ ہمارے نزدیک تو ایسا اسلام بجوئے نارزد ہے، اور شق ثالث ہے تو ہمارا حق ہے کہ اشاعت کریں اور اگر شق اول ہے تو بھی آپ کی خفگی بے جا ہے۔

میری خوبی قسمت دیکھئے کہ باوجودیکہ میں حسب دعا مرزا محض خدا کے حکم سے ان کے بعد زندہ رہا اور وہ چل دیئے (دیکھو اشتہار دعا مرزا۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء) جس کا نتیجہ چاہیے تو یہ تھا کہ تمام مرزائی مجھ سے بیعت توبہ کرتے اور بجائے مرزائی یا احمدی کہلانے کے ثنائی (گو میں اس نسبت کرانے سے متنفر ہوں) کہلاتے۔ مگر یہ حضرات ایسے مجھ سے ناراض ہیں کہ ان کے مرد تو مردان کی عورتوں کو بھی مجھ سے ملال ہے۔ ایک مرزائن نے کشمیری گزٹ میں ایک مضمون اشاعت اسلام کا لکھا جس میں اشاعت کنندگان کی فہرست میں میرا نام بھی چھپ گیا بس جونہی وہ مضمون شائع ہوا تو مضمون نگار نے جھٹ سے دوسرے پرچہ میں (جنوری ۱۹۱۱ء) میں اسکی تردید شائع کی کہ ثناء اللہ کا نام اڈیٹر نے بڑھایا ہوگا، میں تو اشاعت اسلام کا ہیرو صرف حکیم نورالدین کو جانتی ہوں

اب میں بھی ذرا تفصیل سے بتلانا چاہتا ہوں کہ مرزا نے باوجود ادعاء مجدد مسیح کرشن بلکہ ابن اللہ (بقول مرزا ابن اللہ کا دعوی آیات متشابہات سے ہے) کے کہاں تک اسلام کی خدمت کی ہے۔ اور میں نے باوجود ایک خاکسار ہیچ کار بے یار و مددگار کیا کیا ہے۔ مگر اس مقابلہ سے میری غرض حکیم صاحب اور جماعت مرزائیہ کو صرف واقعات کا دکھانا مقصود ہے کوئی فخر و مباہات نہیں۔

حکیم صاحب! اتنا تو آپ خود ہی مانتے ہیں کہ میری ماتحت کوئی جماعت نہیں جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میں کسی جماعت کی امداد (چندہ وغیرہ) کا ممنون نہیں ہوں مگر میں نے کیا کیا۔ ہندوستان کے بڑے بڑے مباحثات آریوں کے بفضلہ تعالی میرے ہاتھ سے انجام پائے، معمولی اور کل مباحثات تو اتنے ہیں کہ میں انکا شمار بھی نہیں کرسکتا (نہ ہی رامپور کا ذکر کرتا ہوں) ہندوستان میں بڑے مباحثے دو ہوئے ہیں۔ دیوریہ اور نگینہ کا۔ پہلا ہفتہ بھر روزانہ ہوتا رہا۔ دوسرا دس روز تک روزانہ ہوتا رہا جس کی رودادیں مصدقہ مطبوعہ ہیں۔ ان مباحثات کا کیا اثر ہوا؟ میں کچھ نہیں کہتا۔ علاقہ روہیل کھنڈ اور علاقہ گورکھپور، گونڈہ بستی وغیرہ اضلاع میں جا کر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مسلمان ان مباحثات پر فتح بدر اور فتح مکہ سے کم خوش نہ تھے۔ جو مسلمان پہلے مخالفوں کے حملوں سے زمین

میں دھنسے ہوئے تھے وہی لوگ اس خوشی میں شاداں وفرحاں مخالفوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔

اس کے مقابلہ میں مرزا صاحب نے تمام عمر میں ایک ہی مباحثہ عیسائیوں سے کیا (میں نے عیسائیوں کے ساتھ اپنے مباحثات شمار نہیں کئے) جو امرتسر میں ۱۵ روز ہوتا رہا۔ اس مباحثہ میں اسلام کی شوکت کہاں تک ظاہر ہوئی؟ خود مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں سناتا ہوں آپ اس مباحثہ کے آخری روز فرماتے ہیں:

> میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق ہوا معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا (جنگ مقدس)

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب خود محسوس کرتے تھے کہ یہ مباحثہ ان کا ایک معمولی رنگ کا تھا، جو عام طور پر لوگ کیا کرتے ہیں۔ خاص رنگت اس میں تھی تو صرف یہ تھی جو مرزا صاحب نے پیش گوئی ظاہر کی تھی کہ فریق ثانی عبداللہ آتھم (عیسائی مناظر) پندرہ ماہ کے عرصہ میں مر جائے گا۔ پھر اس کا انجام جو ہوا، سب کو معلوم ہے۔

حق تو یہ ہے کہ اگر علماء کرام شروع ہی سے مرزا صاحب کی کاروائیوں سے اپنی علیحدگی ظاہر نہ کر دیتے تو اس مباحثہ میں نتیجہ کے لحاظ سے مسلمانوں کو وہ روز بد دیکھنا نصیب ہوتا جو آج تک کبھی نہ دیکھا تھا کیونکہ میعاد مقررہ کے خاتمہ پر جس قسم کی تحریریں عیسائیوں نے نظم ونثر میں شائع کی تھیں اس صورت میں تو خاص قادیانی مشن پر تھیں۔ مگر اس صورت میں اسلام پر ہوتیں تو مسلمانوں کو ان کا جواب نہ سوجھتا جیسا کہ مرزا جی اور ان کی جماعت کو مع حکیم الامت کے نہ سوجھا۔ ناظرین! یہ ہے قادیانی مشن کی اشاعت اسلام۔

دوسرا صیغہ مرزا کی اشاعت کا تصنیف ہے۔ فن تصنیف میں تو میں کھلے لفظوں میں اس بات کا مدعی ہوسکتا ہوں کہ مرزا صاحب اس فن میں محض ایک نوآموز کی طرح ٹھوکریں کھایا کرتے تھے۔ نوآموز کا لفظ بھی میں نے بپاس خاطر حکیم جی بولا ہے ورنہ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ آپکی تصنیفات ایک بد دیانت بنیے کی بہی کی طرح پر از زور فریب ہوتی تھیں (مثال آگے آتی ہے)۔

تفصیل اس کی یوں سمجھئے کہ آپ کی تصنیفات دو قسم کی تھیں۔ ایک تو مسلمانوں کے مقابلہ میں جن میں دلائل نقلیہ (قرآن وحدیث وغیرہ) سے اپنے دعاوی کا ثبوت دیتے ہیں۔ دوسری قسم آپکی تصنیفات کی مخالفین اسلام کے مقابل تھیں، مگر جب سے آپ نے دعوی مسیحیت کیا ہے مخالفین کے جواب میں بہت کم تحریریں آپکی شائع ہوئیں، آپ کو مسلمانوں ہی سے فرصت نہ ملی

مگر جتنی بھی کتابیں یا اشتہارات آپ نے مسلمانوں کے جواب میں یا اپنے اثبات دعوی میں شائع کئے ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں اور میں مسیح موعود ہوں۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اس موضوع میں آپ نے کیا کیا غلط فہمیاں بلکہ دھوکہ بازیاں پھیلائیں، اور کہاں تک ایک بد دیا نت سے بد دیانت بنئیے کی طرح سود در سود کی شاخیں نکال کر بات سے بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنایا۔

اس موقع پر ہم مثال پیش نہ کریں تو غالباً ہمارا دعوی زبانی رہ جائے گا اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک دو مثالیں بھی پیش کریں۔

مرزا صاحب نے اپنی سچائی کے ثبوت میں مولوی غلام دستگیر اور مولوی اسماعیل مرحوم علی گڑھی کے واقعات ایک ہی جگہ جمع کر کے لکھیں ہیں چنانچہ آپ اربعین نمبر۳ میں فرماتے ہیں:

> مولوی غلام دستگیر نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڑھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ وہ کاذب ہے مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے اور اس طرح پر ان کی موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا۔

لیکن ناظرین کس قدر حیران ہوں گے کہ اس کتاب اربعین کے صفحہ ۱۱ پر پھر اس محرفہ عبارت میں یوں ترمیم کی گئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> ان نادان ظالموں سے مولوی غلام دستگیر اچھا رہا کہ اس نے اپنے رسالہ میں کوئی میعاد نہیں لگائی یہی دعا کی کہ یاالٰہی اگر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام قادیانی اپنے دعوی میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔ بعد اس کے بہت جلد خدا نے اس کو موت دے دی دیکھو کیسی صفائی سے فیصلہ ہو گیا۔

اور سنیئے! ایک مقام پر آپ اسی عبارت کو یوں لکھتے ہیں:

> غلام دستگیر کی کتاب دور نہیں مدت سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے دیکھو کس دلیری سے لکھتا ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا۔ اشتہار انعامی پانچ سو

پہلے بھی ایک دفعہ ہم اعلان کر چکے ہیں، اب بھی کرتے ہیں کہ کوئی مرزائی ہم کو ان مذکورہ عبارات کا ثبوت ان دونوں مولوی صاحبوں کی کتابوں میں دکھاویں، تو ہم سے مبلغ پانچ سو روپئہ انعام لے۔ دکھانے کا طریق یہ ہوگا کہ امرتسر یا لاہور میں مجمع ہوگا جس میں ایک دو آدمی اس

غرض کیلئے منتخب کئے جائیں گے۔ ہمارے پیش کردہ حوالہ ان کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرزائیوں کی طرف سے جو حوالہ پیش ہوگا اس کو دیکھ کر وہ کہدیں گے کہ حوالہ ثابت ہے یا ثابت نہیں ہے اس میں کوئی بحث نہیں محض عبارت کا ثبوت طلب ہے اور بس۔

حکیم امت صاحب! دھوکہ بازی دروغ گوئی جعل سازی تو ہر ایک مذہب میں ناجائز ہے۔ قادیانی مشن کو اس کلیہ سے مستثنیٰ کرنے کا ارادہ سامی نہ ہو تو حکم دیجئے کہ جلسہ کیا جائے۔

دوسرا حصہ مرزا صاحب کی تصنیفات کا مخالفین سے روئے سخن ہے۔ اس کا مطلع تو بالکل صاف ہے جس کا اختصار بھی ہم نے بہت دفعہ دکھایا ہے جو صرف اتنا ہے کہ: اسلام ایک ایسا پاک مذہب ہے کہ اس کی پابندی سے مرزا صاحب جیسے خدارسیدہ صاحب الہام پیدا ہو سکتے ہیں۔

آپ کیسے صاحب الہام راست باز تھے؟ یہ بالکل ایک کھلی صداقت ہے مفصل واقعات سب کو معلوم ہیں۔ ہاں اس موقع پر ایک حدیث یاد آئی جسے سنا کر مضمون ختم کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے العبرۃ بالخواتیم۔ ہر ایک بات میں اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے۔

مرزا صاحب نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دیا تھا جو سب سے آخری سمجھنا چاہیے اس میں آپ نے لکھا تھا کہ میرا اور مولوی ثناء اللہ کا آخری فیصلہ یوں ہے کہ اگر میں (مرزا) اس کی زندگی میں مرجاؤں تو میں جھوٹا سمجھا جاؤں۔

بس یہ ہے آخری فیصلہ جس سے آپ کے الہامات اور آپ کا صاحب نبوت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آہ! افسوس آج ہم اپنے مخاطب کو اپنے سامنے نہیں دیکھتے۔ ہاں میری تصنیفات کا سلسلہ بھی ملک میں شائع ہے جس میں نہ اپنا کوئی دعوی ہے، نہ امامت ہے، نہ مسیحیت ہے، بلکہ سب تصنیفات کا خلاصہ یہ ہے کہ: مپندار سعدی کہ راہ صفا   تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۱۰ مارچ۔ ۱۹۱۱ء ص ۱۔۵)

قادیانی خلیفہ اور ہم

مولانا محمد ابراہیمؒ میر سیالکوٹی، مولانا امرتسریؒ کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

مکرمی جناب مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خاکسار نے جناب مولوی نورالدین صاحب مقیم قادیان سے اُن کی ایک تحریر کے متعلق

خط وکتابت کی تھی جس کا جواب انہوں نے باوجود دوبارہ یاددہانی کے نہیں دیا، لہٰذا اب اسے پبلک میں شائع کرنا مناسب ہے۔ امید ہے کہ آپ اسے اپنے اخبار گوہر بار کے ایک گوشہ میں درج فرما کر ممنون فرماویں گے۔

خط نمبر۱۔ از جانب خاکسار ابراہیم ۲۰ستمبر ۱۹۰۸ء

جناب حکیم صاحب! اخبار بدر مورخہ ۱۷ستمبر ۱۹۰۸ء میں صفحہ ۵ پر آپ کا ایک خط بنام ایڈیٹر البیان طبع ہوا ہے۔ اس میں بعض امور قابل استفسار ہیں۔ امید ہے کہ آپ تکلیف گوارا کر کے اُن کی نسبت تسلی بخش تحقیقی نہ تقلیدی و اعتقادی جواب ممنون فرماویں گے۔

آپ لکھتے ہیں:

''مرزا نے دعویٰ مکالمہ الٰہیہ کا کیا مگر اس دعویٰ کی بنا اس پر تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں الآن کما کان ہے۔ پس اگر وہ پہلے کسی سے بولتا اور کلام کرتا تھا تو اب وہ کیوں نہیں بولتا اور اھدنا الصّراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم میں دعا ہے کہ الٰہی انبیاء، صدیقوں، شہداء اور صلحاء کی راہ عطا فرما اور ان راہوں میں ایک راہ مکالمہ بھی ہے۔ پس اگر ہم مکالمہ کے مدعی ہیں تو کیا کفر کیا؟۔''

اس عبارت میں آپ نے مکالمہ الٰہیہ کے اجراء کی دو وجہیں بیان کی ہیں ایک عقلی مگر از ورئے نقض دیگر نقلی بحوالہ آیت۔ پہلی وجہ آپ کے دعویٰ کی مثبت بدو وجہ نہیں۔ اول اس لیے کہ اگر آپ کو یا کسی کو اس کیوں کا جواب معلوم نہ ہو تو اس عدم علم کی بنا پر آپ بخلاف آیت وخاتم النّبیّین اجرائے مکالمہ نبوت نہیں کرسکتے۔ دوم اس لیے کہ مطلق مکالمہ محل نزاع نہیں بلکہ محل نزاع مکالمہ نبوت و رسالت ہے پس دلیل ناتمام ہے۔

دوسری دلیل نقلی میں جو آپ نے آیت پیش کی ہے اس سے مراد ابرار کی راہ چلنا ہے نہ کچھ اور۔ صراط سے مراد وہ طریق عمل و اعتقاد ہے جس پر وہ لوگ گذرے۔ نہ یہ کہ مکالمہ بھی ایک راہ ہے۔ دیگر یہ کہ نبوت و مکالمہ دعا سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے جس میں کسی رغبت و خواہش کو دخل نہیں۔

(۲) روایت لا مھدی الّا عیسیٰ کو آپ نے صحیح لکھا ہے۔ اس کی تصحیح درکار ہے۔ اصول محدثین پر جواب ہو۔

(۳) نبوت تشریعی کے ختم اور نبوت غیر تشریعی کے جاری رہنے کی دلیل از کتاب وسنت

برطریق محدثین مطلوب ہے۔ مہربانی کرکے جواب اقوال الرجال سے نہو۔ والعمدۃ ھی البرھان والسلام علی من اتبع الھدی۔ خاکسار ابراہیم۔ شہر سیالکوٹ۔

یہ خط ۲۰ ستمبر ۱۹۰۸ء کو حکیم صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا لیکن جب ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک اس کا جواب نہ آیا تو دوسرا خط بطور یاددہانی لکھا:

جناب حکیم صاحب! اخبار بدر مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۸ء میں صفحہ ۵ پر آپ کا ایک خط بنام ایڈیٹر البیان طبع ہوا تھا۔ اس میں خاکسار کو بعض امور قابل استفسار نظر آئے تھے۔ سو اُن کے متعلق ۲۰ ستمبر کو آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ آج ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ معلوم نہیں کیا باعث ہے۔ اتنے عرصہ میں کئی دفعہ ارادہ ہوا کہ خاکسار اپنے استفسارات کو پبلک میں شائع کردے لیکن ہر بار یہی مناسب سمجھا کہ ایک دفعہ اور آپکی خدمت میں لکھ کر دریافت کروں کہ آپ اُس خط کا جواب دیں گے یا نہیں؟

اگر وہ خط آپ کو نہ ملا ہو یا گم ہوگیا ہو تو تحریر فرمادیں۔ تاکہ دوبارہ لکھا جاوے، مجھے امید ہے کہ آپ اس خط پر ضرور توجہ فرماویں گے کیوں کہ وہ استفسارات آپ کے مذاق کے موافق ہیں اور علمی ہیں۔ اور اُن پر آپ جیسے عالم کے علم سے روشنی پڑنی مناسب ہے (یہ بھی آپ کا حسن ظن ہے، وہاں تو جب سے دجال کے پھندے میں پھنسے ہیں حالت ہی دگرگوں ہے۔ جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے ایک دم میں سارا بھلا دیا۔ ثناء اللہ)۔ ایک ہفتہ تک اس کے جواب کا انتظار کروں گا۔ سابقاً بھی جب آپ منشی کریم بخش صاحب ایڈیٹر انوارالاسلام کے مقدمہ کی گواہی میں سیالکوٹ تشریف لائے تھے تو چند آیات کے متعلق خاکسار نے آپ سے سوالات کئے تھے تو آپ نے قادیان پہنچ کر جواب تحریر کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن کئی سال گذر گئے ابھی تک انتظار ہے۔ اگر اُن سوالات کے بابت بھی فرماویں تو تحریر کرکے بھیج دوں۔ والسّلام علی من اتّبع الھدیٰ۔ خاکسار ابراہیم سیالکوٹ۔

اس دوسرے خط کا جواب مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر قادیان کی جانب سے ۵ فروری ۱۹۰۹ء کو پہونچا جس کی پوری نقل یہ ہے:

جناب۔ آپ کا کارڈ بخدمت حضرت خلیفۃ المسیح پہنچا۔ آپ اپنے سوالات لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔ (دستخط) محمد صادق عفی عنہ

ناظرین اتنی تحریر میں قادیانی چالاکی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے پہلے خط کے پہنچنے یا نہ

پہنچنے کا اقرار یا انکار ہرگز نہیں۔ اور سوالات کا مطالبہ کیسی سادگی سے کرتے ہیں کہ گویا ان کو کچھ معلوم نہیں۔ واہ رے سادگی اور ہوشیاری۔ خیر کچھ ہو خاکسار نے ۱۰ فروری کو اس کے جواب میں خط نمبر۳ قادیان دارالامان میں پھر لکھا جہاں ابھی تک وہ تحریر امن وامان سے پڑی ہے اور اس کے جواب کی طرف کسی نے بھی توجہ نہیں کی۔

جناب حکیم صاحب! آپ کا ایک خط ۱۷ستمبر کے بدؔر قادیان میں بجواب اڈیٹر البیان شائع ہوا تھا۔ اس میں خاکسار کو چند امور استفسار نظر آئے تھے۔ سو ۲۰ ستمبر کو اُن میں بعض کی نسبت جناب سے دریافت کرنے کے لیے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھا۔ لیکن جب ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک کوئی جواب نہ آیا تو دوبارہ لکھا۔ اس کے جواب میں مفتی محمد صادق صاحب کے قلم کا لکھا ہوا خط ۵ فروری ۱۹۰۹ء کو ملا بموجب اس خط کے پہلے خط کی نقل مرسل خدمت کرتا ہوں اس کے بعد بندہ نے اپنے پہلے خط مورخہ ۲۰ ستمبر کی نقل مرسل خدمت کرتا ہوں اس کے بعد بندہ نے اپنے پہلے خط مورخہ ۲۰ ستمبر کی نقل لکھ کر روانہ کردی۔ لیکن آج جولائی تک کئی ماہ کے انتظار کے بعد بھی جب کوئی جواب نہیں آیا تو پبلک میں شائع کردینا مناسب جانا کہ پبلک کو معلوم ہو کہ قادیانی امت اور حکم امت عالمانہ سوالوں کے جواب سے کس طرح خاموشی اختیار کرتے ہیں اور باوجود بار بار کے تکرار اور خود اپنے مطالبہ کے پھر دم بخود رہتے ہیں۔

کیا حضرت حکیم نورالدین صاحب اس تحریر کا جواب دے کر اپنے آپ کو سبکدوش کریں گے۔ ؎ گر قبول افتدز ہے عزوشرف۔

راقم خاکسار ابراہیم سیالکوٹی اڈیٹر رسالہ الہادی سیالکوٹ۔

مولانا ثناء اللہ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں: قادیانی امت اور خلیفہ امت اگر منظور کریں تو ہم اُنکی طرف سے جواب دیتے ہیں امید ہے اسکی منظوری یا نامنظوری سے بجواب صحیح مطلع کرینگے۔

سنئے مکالمہ نبوت سے مراد آپ کی نبوت منتقلہ ہے تو ٹھیک ہے ہم (مرزائی) خاتم النبین مانتے ہیں لیکن ہم مکالمہ نبوت مستقلہ کے مدعی نہیں ہیں بلکہ بروزی کے ہیں یعنی ایسی نبوت جو اصل نبی کی کامل اطاعت سے ایک درجہ حاصل ہوسکتا ہے جسے عرف عام میں ولایت کہتے ہیں۔

صراط مستقیم کی بابت بھی آپ نے غور نہیں کیا۔ یہ عام قاعدہ ہے الشئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ پس یہ کیوں کر ممکن ہے کہ انبیاء کی راہ پر چلنے کا تو سوال ہو لیکن اُس کا نتیجہ اور اثر ممکن

الوقوع نہو نبوت غیر تشریعی کے جاری رہنے کی دلیل وہی حدیث ہے جس میں ارشاد ہے علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل غیر تشریعی نبوت، نبوت مستقلہ کی کامل اطاعت کا ایک نمونہ ہوتی ہے اسی طرف اشارہ ہے انت منّی بمنزلة هارون من موسیٰ پس یہ ہیں مختصر جوابات جو ہم نے خود ساختہ وکالت میں دیئے ہیں اگر قادیانی خلیفہ کو نامنظور ہوا سے تو صحیح جواب سے پبلک کو آ گاہ کریں گے۔ (اہل حدیث جلد ۶۔نمبر ۳۸۔مورخہ ۵ رجب ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۰۹ء ص: ۸-۹)

❁ حکیم نورالدین کا طویل مضمون جس پر مولانا ابراہیم میر نے سوالات کئے تھے، اس کا ضروری حصہ یوں ہے (یادرہے کہ اس مضمون سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ اڈیٹر البیان بھی تحریک ختم نبوت کے کارکن تھے، اور انکے پرچے میں مرزائیوں پر تنقیدی مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ بہاء):

اڈیٹر البیان کے نام

رسالہ البیان کے اڈیٹر نے ماہ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ کے رسالہ میں پیغمبروں کی موت کی سرخی کے ذیل میں مرزا صاحب کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمارا زمانہ نبوت کا زمانہ نہیں۔ اس پر حضرت خلیفة المسیح نے ان کو ایک خط لکھا ہے جو فائدہ عام کے لئے درج کیا جاتا ہے۔ (اڈیٹر بدر)۔

ہمارا مذہب کیا ہے؟...لوگ اور آپ ہم پر کیوں خفا ہیں:

۱۔اس لئے کہ مرزا نے دعوی مکالمہ الٰہیہ کا کیا۔مگر اس دعوی کی بنا اس پر تھی کہ اللہ تعالی اپنے صفات میں الآن کما کان ہے۔پس اگر وہ پہلے کسی سے بولتا اور کلام کرتا تھا تو اب وہ کیوں نہیں بولتا۔اور اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم میں دعا ہے کہ الٰہی انبیاء صدیقوں شهداء اور صلحاء کی راہ عطا فرما۔ پس اگر ہم مکالمہ کے مدعی ہیں تو کیا کفر کیا؟ بنی اسرائیل کو اسلئے عبادت عجل پر ملامت ہوئی او لم یروا انه لا یکلمهم و لا یهدیهم سبیلاً کہ ان کا معبود ان سے بات نہیں کرتا اور ان کو ہدایت نہیں فرماتا۔پس اس وقت مسلمان کیوں مکالمات الٰہیہ سے انکار کرتے ہیں۔

۲۔دعوی امامت وتجدید دین۔اس کی بنا مکالمات اور حدیث علی رأس مأة سنة من یجدد لها دینها، اور سورہ نور کی آیت استخلاف پر تھی اور ہمیشہ مجدد گذرتے رہے۔پس اس صدی کو کیوں خالی چھوڑتے ہیں۔

۳۔ دعوی مہدویت جس کا مدار وہی مکالمات تھے اور حدیث لا مھدی الّا عیسی یہ صحیح حدیث اسفار حدیث میں موجود ہے۔ منجملہ ان کے ابن ماجہ میں بھی ہے مگر جناب نے بہت حقارت و بری نگاہ سے اسکا نام روایت اور مرزا صاحب کی توہین کیلئے فرما دیا کہ حدیث کر کے مرزا نے اس روایت کو پیش کیا ہے، حالانکہ یہ حدیث، اور پھر کیا مجدد مہدی نہیں ہوتا۔ انصاف۔

۴۔ دعوی عیسی بن مریم ہونے کا، اس کا مدار بھی مکالمہ الہیہ تھا اور قرآن کریم کی آیت و مریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیھا من روحنا و صدقت بکلمات ربھا و کتبه و کانت من القانتین پڑھی۔

اس آیت سے پہلے اللہ تعالی فرماتا ہے مومن جس سے خطا ہو جائے وہ امرأۃ فرعون کی مثل ہے کہ شیطان کے ماتحت ہے۔ وہ تو دعائیں کرے نجنی من فرعون ... اور اس آیت میں ذکر ہے دوسری قسم کے مومن کا۔ دوسرا مومن وہ جو محصن ہے وہ مریم ہوتا ہے اور جب اس پر کلام الہی کا نفخ ہوتا ہے، تو مریم سے ابن مریم بن جاتا ہے۔

اور تیسری وجہ:

چوں مرا نورے پئے قومے مسیحی دادہ اند مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

چوتھی وجہ حدیث صحیح ینزل فیکم ابن مریم۔

۵۔ آپ کا دعوی کہ ابن مریم مر گئے۔ اسکے دلائل کے لئے آپ نے اسّی رسالہ لکھے۔

۶۔ جو طبعی موت سے مر گئے وہ دنیا میں بایں جسم عنصری واپس نہیں آتے و من ورائھم برزخ الی یوم یبعثون۔

۷۔ آپ نے ہزاروں پیش گوئیاں کیں جو صحیح ہوئیں، جو بظاہر کسی کو نظر آتا ہے کہ صحیح نہیں، ان پر مرزا صاحب نے بہت کچھ لکھا ہے۔.. آپ کی سرخی اور آپ کا مضمون کم سے کم چار لاکھ مسلمان احمدیوں کو دکھ دینے والا ہے اگرچہ آپ کے ساتھ بہت سے اخبار اور رسائل ہیں۔ مولوی صاحب آپ کا زمانہ نبوت کا زمانہ نہیں تو اس پر دریافت طلب امر ہے کہ آپ کو اس بارے میں وحی نبوت ہوئی ہے کہ آپ کا زمانہ نبوت کا زمانہ نہیں یا آپ کی دہریت کا فتوی ہے۔ نورالدین (اخبار بدر ۷ ستمبر ۱۹۰۸ء ص ۵۔۶)

قادیانی اخلاق

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین آگاہ ہوں گے کہ مرزا صاحب قادیانی کی عادت تھی کہ جونہی کسی نے اعتراض کیا، آپ کپڑوں سے باہر ہوکر لگے اوسکو کوسنے۔ وہی حال اُن کی ذریت کا ہے۔ ہمارے مکرم برادر جناب مولوی حافظ حاجی محمد ابراہیم فاضل سیالکوٹی نے چند سوال خلیفہ قادیانی کی خدمت میں پیش کیئے۔ سوال کیا تھے، عالمانہ استفسار تھے۔ جب قلمی جواب نہ ملا تو آخر اُنہوں نے اہل حدیث میں شائع کرادیئے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ قادیانی اُمت شرم کرتی کہ جواب دینے میں کیوں غفلت ہوئی، بجائے اس کے فاضل موصوف کا نام رکھا ''ملا ابراہیم''۔ یہ کہہ کر خوب ہی دل کے پھپھولے پھوڑے، اور اپنے اُستاد کی سنت پر پورا عمل کر کے انا خیر کا ورد کیا۔ جوابات کے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہتے، نہ مولوی صاحب ممدوح خود لکھیں گے۔ ہاں اتنا پوچھتے ہیں کہ ''ملا'' کے لفظ سے تمہاری مراد اگر افغانستان کی اصطلاح ہے یا الہ آباد یونیورسٹی کا سند یافتہ، تو یہ لفظ کوئی حقارت آمیز نہیں۔ مگر غالباً تمہاری مراد یہ نہیں کیوں کہ تمہیں تو مولوی صاحب کی تحقیر شان منظور ہے۔

پس ہندی عام اصطلاح کے مطابق ملاّ وہ ہے جو علوم دینیہ سے خالی کسی مسجد کا امام اور مسجد کی آمدنی پر گذر اوقات کرتا ہو۔ اس تعریف کے مطابق تم بتلا سکتے ہو کہ جناب فاضل سیالکوٹی کسی مسجد کے امام ہیں؟ ہاں ہم کہتے ہیں اور ہمارے اس کہنے کی تصدیق تمہاری سیالکوٹی جماعت کرسکتی ہے کہ مولوی صاحب گھر کے آسودہ حال ہیں، اُن کے والد نے خود کئی ہزار روپیہ لگا کر بڑی نفیس اور بے مثال مسجد سیالکوٹ میں بنوائی ہے۔ اُس کے امام بھی مولوی صاحب خود نہیں بلکہ مولوی حکیم خدا بخش صاحب ہیں، جن کا اپنا گذارہ بھی فن طبابت سے بہت عمدہ ہے۔ پھر بتلاؤ یہ تمہارے اخلاق کیسے گرے ہوئے کہ بات بات میں جھوٹ بولتے ہو۔ کہ تم ہی وہ لوگ جن کی بات ''دجّال اکبر'' نے لکھا ہے کہ میرے مرید ''اصحاب محمدؐ'' کے برابر ہیں۔ (دیکھو خطبہ الہامیہ۔ ص ۱۵۱)۔

مگر ہاں تم لوگ بھی سچے ہو۔ تمہارے پیر اور ہادی، مسیح اور مہدی کی بھی یہی کیفیت تھی کہ جھوٹ بولنے سے اسکو کوئی امر مانع نہیں تھا۔ اسی طرح اُس نے میری بابت بھی ایک واقعہ لکھا تھا:

''دو دو آنوں پر وعظ کہنے والا، کفن فروشی سے گذارہ کرنے والا۔ (اعجاز احمدی، ص:۲۳)

حالانکہ میں نہ کسی مسجد کا امام نہ وعظ گو، نہ جنازہ خواں ہوا، نہ ہونے کی خواہش، نہ توقع نہ

شوق۔ بلکہ میری دعا ہے کہ خدا میری اولاد میں بھی قیامت تک کسی کو ایسا نہ کرے۔ مگر تمہارے گرو نے میری تحقیر شان کر کے تمہاری آنکھوں میں مٹی ڈالنے کو ایسا لکھا۔ کیا امرتسر کے مرزائی مرزا کے اس بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ پھر تم لوگ کسی عالم فاضل کی نسبت ایسے الفاظ لکھو تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ نہ لکھنا تعجب ہے۔ (اہل حدیث۔ مورخہ ۲۴ شعبان ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۰ استمبر ۱۹۰۹ء ص: ۹)

قادیانی تحریفات

قلعہ میہاں سنگھ ضلع گجرانوالہ سے مولوی عبدالعزیز بن مولانا غلام رسولؒ لکھتے ہیں:

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ جس قدر فرقہ مرزائیہ کو شریعت مطہرہ کے رو سے سمجھایا گیا ہے اسی قدر ان میں ضد بڑھتی گئی اور دن بدن اپنے تمرد میں ترقی کرتے رہے حتی کہ یہاں تک نوبت پہونچی کہ اپنے مخالفین سمجھانے والوں کے پیچھے نماز کا ادا کرنا بھی اس فرقہ جدیدہ نے چھوڑ دیا اور وہ گالیاں مرزا صاحب نے علماء کرام کو سنائیں کہ الاماں چنانچہ ان گالیوں کی فہرست مختصر طور پر عصاء موسیٰ میں مولوی الٰہی بخش مرحوم نے درج کی اور ضمیمہ انجام آتھم مصنفہ مرزا صاحب بھی اس پر شاہد بیّن ہے۔ سو اب بتاؤ کہ کہ اس سے پہلے سمجھانے سے کیا فائدہ ہوا جواب ہوگا۔ کیا سمجھانے والوں کی ابھی تک امید منقطع نہیں ہوئی۔ افتطمعون أن يؤمنوا لكم. کیا آپ نہیں جانتے کہ جب دل اور کانوں پر مہر لگ جاتی ہے تو پھر ایسے شخصوں کو سمجھانا نہ سمجھانا یکساں ہوتا ہے

ارأيت من اتخذ الٰهه هواه واضله اللّٰه على علم وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوٰة فمن يهديه من بعد اللّٰه افلا تذكرون. (جاثیہ)

اور سورہ یٰسین میں فرمایا:

وجعلنا من بين ايديهم سداً ومن خلفهم سداً فاغشيناهم فهم لايبصرون وسواء عليهم أانذرتهم ام لم تنذرهم لايؤمنون

اب تو مرزائیوں کا عقیدہ باطلہ مرض لاعلاج کی طرح ہوگیا ہے۔ الّا من شفاه اللّٰه۔ اب آپ ان سے ہدایت پذیر ہونے کی امید نہ کریں۔ اس فرقہ کا بانی جب قرآن اور حدیث کی معانی اپنے خواہش کے مطابق کیا کرتا تھا، اور اُس کو قرآن وحدیث کے الفاظ کی کچھ پرواہ نہ تھا، تو

بھلا پھر ایسے فرقہ سے ہدایت کی توقع کیا؟ اس فرقہ کے بانی کو یہاں تک قرآن وحدیث کے الفاظ کی پرواہ نہ تھی کہ جن الفاظ کی خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تفسیر کی وہ بھی نہ مانتا تھا۔ بھلا پھر اور شخص کے معنی کیئے ہوئے وہ کب سنتا۔ لو ہم چند نظیریں ایسی پیش کرتے ہیں کہ جن میں خدا کی تفسیر اُس نے نہ مانی، اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی نہ سنی، اور اپنی رائے اور ہوا سے الگ تفسیر کر کے چند احمقوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

نظیر اول اعجاز المسیح میں آپ سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرتے کرتے لکھتے ہیں:

۲۔ وذلک وقت المسیح الموعود وھو زمان ھذا المسکین والیه اشار فی اٰیة یوم الدین۔ یعنی یوم الدین سے مراد میرا زمانہ ہے۔ (صفحہ ۱۴۰، اعجاز المسیح)

(اور صفحہ ۱۴۳ میں ہے ۔وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین)

سبحان اللہ! خدا تعالیٰ تو فرماویں: وما ادرٰك ما یوم الدّین ثمّ مآ ادرٰك مایوم الدّ ین یوم لا تملک نفس لنفس شیئاً والامر یومئذٍ للّٰه۔

اور سورۃ واقعہ میں بعد بیان اطعمہ واشربہ اہل نار کے فرمایا: ھذا نزلھم یوم الدّ ین

کیا مرزا صاحب کے زمانے میں کفار کو زقوم کا کھانا مل رہا ہے اور اس پر گرم پانی پی رہے ہیں۔

یہ نظیر تو خدا پاک کے خلاف کرنے کی ہے، اب دوسری نظیر دیکھو جس میں آپ نے رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے مخالف تفسیر کی اور تفسیر نبوی کو غلط قرار دیا۔ چنانچہ آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۰۰ سے صفحہ ۱۳۶ تک سورۂ قدر اور سورۂ بینہ اور سورۃ زلزال کی تفسیر لکھتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے:

۔سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خدائے تعالیٰ کا کام لیلۃ القدر ہی میں نازل ہوتا ہے اور اس کا نبی لیلۃ القدر ہی میں دنیا میں نزول فرماتا ہے۔ الی اٰن قال پھر بعد اس کے آنے والے زمانہ کے لئے خدائے تعالیٰ سورۂ زلزال میں بشارت دیتا ہے اور اذا زلزلت کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تماز زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی ہے اور کوئی ربانی مصلح خدائے تعالیٰ کی طرف سے معہ پھیلانے والے فرشتوں کے نازل ہوگیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:

اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا وقال الانسان مالھا یومئذٍ تحدّث اخبارھا بانّ ربّک اوحیٰ لھا ۔یومئذ یّصدر النّاس اشتاتاً لیرو اعمالھم فمن یّعمل مثقال ذرّةٍ خیراً یره ومن

یّعمل مثقال ذرّۃٍ شرّاً یرہ٭ یعنی ان دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئیگا اور فرشتے نازل ہونگے یہ نشان ہے کہ (یہاں سے سورۃ زلزال کا ترجمہ مرزا نے شروع کردیا ہے، اس کو غور سے پڑھیں) زمیں جہاں تک اس کا ہلانا ممکن ہے ہلائی جائیگی۔ یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ تک جنبش دی جائیگی اور خیالات عقلی اور فکر اور سبعی اور بہیمی پورے پورے جوش کے ساتھ حرکت میں آئینگے۔ اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دیگی یعنی انسانوں کے دل اپنے تمام استعدادات خفیہ کو منصہٗ ظہور میں لائیں گے اور جو کچھ ان کے اندر علوم وفنون کا ذخیرہ ہے یا جو کچھ عمدہ عمدہ دلی ودماغی طاقتیں ولیاقتیں ان میں مخفی ہیں سب کی سب ظاہر ہوجائیگی اور فرشتے جو اس لیلۃ القدر میں مرد مصلح کے ساتھ آسمان سے اُترینگے ہر ایک شخص پر اس کی استعداد کے موافق خارق عادت اثر ڈالینگے یعنی نیک لوگ اپنے نیک خیال میں ترقی کرینگے اور بُرے برے خیالوں میں اور مرد عارف متحیر ہوکر اپنے دل میں کہے گا کہ یہ عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں تب اُس روز ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کریگی کہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتیں میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک وحی ہے جو ہر ایک استعداد پر بحیثیت اس کی حالت کے اتر رہی ہے اور جب یہ ظہور وبر در کا دائرہ پورا ہو جائیگا تب خدا تعالیٰ کے فرشتے ان تمام راستبازوں کو ایک گروہ کی طرح اکٹھی کریں گے اور دنیا پرستوں کا بھی ایک گروہ کھلا کھلا نظر آئیگا تا ہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے ثمرات دیکھ لیوے۔ تب آخر ہوجاویگی یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بنا ابھی ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کرکے فرمایا انت اشدّ مناسبۃ بعیسی ابن مریم واشبہ النـاس بہ خلقا وخلقا وزمانا ہماری علماء نے جو ظاہر طور پر اس سورہ زلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئیگا کہ تمام زمین اس سے زیر وزبر ہوجائیگی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آجائیگی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا۔ تب اوس روز زمین باتیں کریگی اور اپنا حال بتائیگی یہ سراسر غلط تفسیر ہے۔ انتہی۔

(پیدائش میں تو ہم نے آپ کی مشابہت اعضاء کے رو سے مانی، کیوں کہ اُن کے بھی دو ہاتھ تھے آپ

کے بھی، اور ناک کان اور پاؤں اُن کے بھی اور آپ کے بھی مگر خُلق اور خو میں آپ کو اُن سے کس طرح کی مشابہت نہیں، کیوں کہ آپ تو گالیوں کا منبع یا مصدر ہو اور عیسیٰ علیہ السلام ایسے نہ تھے۔ اگر خلقی مشابہت سے یہ مراد ہو کہ عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بن باپ پیدا ہوئے تھے اور آپ بھی، یہ ہم نہیں مانتے کیوں کہ آپ کا باپ غلام مرتضیٰ تھا)

اب دیکھنا چاہئے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارض سے کیا مراد رکھا ہے سو ترمذی میں ایک صحیح حدیث ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت پڑھی

یومئذٍ تحدّث اخبارھا

اور فرمایا: اتدرون ما اخبارھا قالوا اللّٰہ ورسولہ اعلم قال فان اخبارھا ان تشھد علیٰ کل عبد وامۃ بما عمل علی ظھرھا ان تقول عمل کذا وکذا یوم کذا کذا فھذہ اخبارھا۔

اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

اذا زلزلت الارض زلزالھا ای تحرکت من اسفلھا واخرجت الارض اثقالھا یعنی القت مافیھا من الموتیٰ۔ یعنی یہی کرۂ ارض بعد نفخہ ثانیہ کے ہلایا جائیگا

اور لیلۃ القدر سے زمانہ ظلمت کا مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام حدیثوں میں فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے تیسرے حصہ میں تلاش کرو۔ ذرا انصاف کرو کہ نبی سچا تو کہے کہ ایک رات رمضان شریف میں ہے اور یہ نبی جھوٹا کہے کہ زمانہ ظلمت مراد ہے اب بتاؤ کس کا کہا مانا جاوے۔ اور آپ نے جو لیکچر لاہور میں بتاریخ ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء دیا تھا اس لیکچر کے اخیر میں آپ نے قصہ ذوالقرنین میں اس طرح تحریف کی ہے کہ ذوالقرنین سے مراد میں ہوں کیوں کہ تیرہویں صدی کا آخر اور چودہویں صدی کا شروع میری حصہ زندگانی میں آیا۔ اس طرح تو جو شخص تیری صدی کے آخر میں پیدا ہوا اور چودہویں صدی میں بھی زندہ رہا اس پر ذوالقرنین کا اطلاق ہوسکتا ہے پھر مرزا صاحب کی خصوصیت کیا۔ اور آگے سدّ سے مراد اپنے دلائل کو ٹھرایا یعنی میرے دلائل سدّ کی طرح مضبوط ہیں جو حقیقت میں اوھن من بیت العنکبوت ہیں پھر جب سدّ سے دلائل کو تشبیہ دی تو سدّ کے پاش پاش ہونے کا ذکر ہی ہضم کر گئے۔ یا شائد کسی اور جگہ کسی اور طرح سے کیا ہو لیکن لیکچر کے آخر میں سد کے پاش پاش ہونے کا ذکر نہیں۔ ہاں یہ ذکر ہے ونفخ فی الصّور فجمعناھم جمعا یعنی اے مرزا تیرا آوازہ شہرت خلقت میں ہوجائیگا۔ اور لوگ تیرے

پاس ہم جمع کر دینگے۔ (اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ا۔ مورخہ ۲۱ رشوال ۱۳۲۷ھ مطابق ۵۔ نومبر ۱۹۰۹ء ص: ۸-۱۰)

مولانا عبدالعزیزؒ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور ایک رسالہ الھدیٰ والتبصرۃ لمن یری میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

واذا نفخ فی الصّور فجمعوا جمعا فلیسمع من یستطیع سمعا ولا نفی بالصور ھٰہنا ما ھو مرکوز فی متخیلۃ العامۃ بل نعنی بہ المسیح الموعود الذی قام لھذہ الدعوۃ ولیس صور اعز واعظم من قلوب المرسلین من الحفرۃ بل الصور الحقیقی قلوبھم تنفخ فیھا لیجمعوا الناس علی کلمۃ واحدۃ من غیر التفرقۃ

اور اسی رسالہ میں فرماتے ہیں:

ولاریب ان عیسیٰؑ لما من اللّٰہ علیہ بتخلیفہ من بلیتہ الصّلیب ھاجر مع امہ وبعض صحابۃ الی کشمیر وربوتہ التی کانت ذات قرار ومعین ومجمع اللطاجیب والیہ اشار ربنا ناصر النبیین ومعین المستضعفین فی قولہ وجعلنا ابن مریم وامہ اٰیۃ واٰوینا ھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین

حالانکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ربوہ سے مراد رملہ ہے جیسا کہ فتح البیان میں ہے۔ اور اعجاز المسیح میں الحمد کی تفسیر کرتے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو ولہ الحمد فی الاولی والاٰخرۃ ہے دو احمدوں کی طرف اشارہ ہے ایک اولیٰ احمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور الآخرۃ غلام احمد بن غلام مرتضیٰ۔ چنانچہ ناز کے طور پر کہتے ہیں وقد استنبطت ھذا لنکتۃ من قولہ الحمد للّٰہ ربّ العالمین۔

سبحان اللہ! عجیب استنباط ہے کیا اسی ناز پر مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب قرآن دانی میں بے نظیر ہیں اور حقائق ومعارف ایسے بیان کرتے ہیں کہ کسی کو مجال نہیں کہ ایسے بیان کرے۔ بے شک خدا کسی مومن کے نصیب میں یہ نکرے کہ ایسے نکات واہیات تحریف آیات سے پیدا کرے۔

اور سورہ اذا الشّمس کوّرت کی تفسیر اگر دیکھو تو حیران ہو جاؤ کہ وہاں کیسے کیسے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ واذا الصّحف نشرت سے چھاپہ خانہ نکالدیا واذا العشار عطّلت سے ریل کو مراد رکھا۔ اور واذا النّفوس زوّجت سے ڈاکخانہ تار برقی نکالی بھلا کیوں نہو جب نبی نیا

ہے تو معانی بھی نئے ہونے چاہئے۔

اگر میں تمام آیات محرفۃ المعانی جو مرزا صاحب کے رسائل میں درج ہیں پیش کروں تو ایک کتاب ضخیم بنجاوے۔ اور آپ کی قرآن دانی ساری کھل جاوے لیکن جس قدر امثال ونظائر کے طور پر محرفہ میں نے بالفعل تحریر کی ہیں۔ وہ مشتے نمونہ از خروارے کے قبیل سے تصور فرماویں۔ کیا اسی ناز میں آکر ایام الصلح میں مرزا صاحب تعلّی وتفاخر کے طور پر بیان فرماتے ہیں:

ایں وقت زیر سقف نیلگوں ہیچ متنفس قدرت ندارد کہ لاف برابری من زند من آشکار میگوئیم وہرگز باک ندارم اے اہالی اسلام درمیان ہما جماعتے مے باشند کہ گردن بدعوی محدثیت ومفسریت برمی افرازند طائفہ اند کہ از نازش ادب پاء برزمین نگذارند وگروہ اندکہ دم بلند از خدا شناسی زنند وخود را چشتی وقادری، ونقشبندی، وسہروردی وچھاچھا گویند ایں جملہ طوائف را نزد من بیارند۔''

واہ رے تیری بہادری کہ اس عبارت سے تو اپنے تمام متنفسوں کے دم ناک میں کردیئے کیا کوئی متنفس آسمان نیلگوں کے نیچے ہے جو آپ سے برابری کا م دم مارے کیا محدث اور کیا مفسر اور کیا ادیب اور کیا اور فرق صوفیہ کرام آپ سے کوئی برابری نہیں کرسکتا۔ سبحان اللہ آپ کو ہر فن میں کمال ہے کمال کیا بلکہ آپ پر ہر فن ختم ہو چکا ہے۔ حدیث دانی میں بھی آپ ماشاء اللہ چشم بددور کامل ہیں اور تفسیر کرنے میں بھی آپ کو وہ لیاقت ہے جس کی نظیر آج تک خطۂ زمین میں نہیں مل سکتی اور آپ تفسیر کا نمونہ بھی دیکھ چکے ہیں۔ اور ادب میں متنبّی اور دیگر ادباء آپ کے ادنی شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں کیوں کہ آپ جو کتاب عربی میں لکھتے ہیں اس کو ہی اپنا معجزہ قرار دیا کرتے ہیں چنانچہ ''اعجاز المسیح'' جو سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں لکھی ہے اُس کو بھی اپنا معجزہ بیان کیا ہے۔ اور سیف چشتیائی میں پیر مہر علی شاہ نے اس معجزہ کی بہت غلطیاں نکالی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ یہ اعجاز المسیح اس لئے معجزہ ہے کہ ایسے اغلوطات کے لانے سے سب علماء عاجز ہیں۔ اور ایسا ہی اعجاز احمدی جو مدّ کے مباحثہ کی شکست پر خفا ہوکر آپ نے مولوی ثناء اللہ کی ہجو میں خصوصا اور دیگر علماء کے عموما تصنیف فرمائی ہے اس کو بھی معجزہ قرار دیا ہے۔ اور اس کے اغلاط مولوی ثناء اللہ نے الہامات مرزا میں ظاہر کئے ہیں۔ اور صفائی میں تو آپ اس درجہ کے ہیں کہ جو کچھ آپ کے اندر تھا اس کی تمام وکمال صفائی ہوگئی اب صرف اندر خالی خالی ہے۔ میری غرض اس بیان کے لکھنے سے یہ ہے کہ جس فرقہ کا پیشوا ایسا ہوکر اپنی ہوا کا متبع اور پیر ہو اور خدا ورسول کی اس کو کچھ پرواہ نہو تو پھر ایسی قوم سے سمجھ جانے کی توقع رکھنا

بالکل خلاف عقل ہے۔ جب ان کے پیشوا کا رہبر اور راہ اُس کی ہوا ہو نہ رسول خدا اور خدا ہو۔ تو بھلا پھر ایسے فرقہ ہوائیہ سے امید اہتداء مشکل ہے۔

آؤ آزمالو لاکھ بار سمجھاؤ۔ اور ظاہر ان کو جھوٹا کر کے چپ بھی کراؤ۔ مگر وہ سر تسلیم شریعت حقہ کے آگے کبھی خم نہ کرینگے۔ اس لئے کہ ان کے پیشوا مرزا صاحب کا یہی طریق تھا۔ کہ گو وہ اپنے دعویٰ میں کیسا ظاہر باہر جھوٹا ہو جائے پھر بھی وہ اپنے ضد سے نہیں مانا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ آتھم والی پیشگوئی کر کے جھوٹا نکلا تو پھر بھی یہی کہتا جاتا تھا کہ وہ رجوع بحق کر گیا تھا۔ پھر اخیر میں جب معترضین نے تنگ کیا تو کہنے لگا۔ کیا آخر وہ مرا نہیں۔ خواہ پندرہ مہینہ کے بعد کچھ مدت میں مرا آخر دنیا سے چل تو گیا۔ اور سلطان محمد والی پیشگوئی میں بھی آپ جھوٹے نکلے اور منکوحہ آسمانی کے معاملہ میں بھی آپ کو زک نصیب ہوئی۔ اور طاعون کی پیشگوئی میں بھی آپ کو ذلت نصیب ہوئی جو دافع البلاء میں بڑے زور وشور سے قادیان کے محفوظ رہنے کے بارہ میں آپ نے فرمائی تھی جس کا ماحصل یہ ہے کہ طاعون گو ستر برس دنیا میں رہے مگر قادیان اس سے محفوظ رہیگا۔ کیوں کہ وہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔ معلوم نہیں کہ جب طاعون پڑا تو پھر قادیان سے رسول کہاں گیا تھا۔ جو اس کے تخت گاہ پر آ گئی۔ مرزا صاحب محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح بننا چاہتے تھے یعنی جیسے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے شہر مدینہ کے بارہ میں فرمایا تھا کہ مدینہ میں دجال اور طاعون نہ داخل ہونگے۔ ویسا آپ قادیان کو بھی بنا بیٹھے تھے مگر قادیان کی طاعون نے وہ مٹی پلید کی کہ الاماں۔ حتی کہ رسول قادیانی کے مریدین بھی اس کے شکار ہوئے۔ اور رسول صاحب بھی خیمہ لگا کر باہر جا پڑے۔ اور مدرسہ قادیان کا بند کر دیا گیا۔ اور جلسہ دسمبر کی تعطیلات کا بھی اسی غرض سے روکا گیا۔ کہ اجتماع ناس سے طاعون ستیاناس کریگی۔ تخت گاہ رسول کی وہ مٹی خراب ہوئی کہ تخت والا بھی مارے ڈر کے بیچارہ باہر خیمہ لگا کر جا پڑا۔ کیا کرتا جب تخت خراب ہو گیا تو تخت نشین کہاں رہتا۔ الغرض جس قدر مرزا صاحب نے اپنے ایام نبوت میں پیشگوئیاں کی ہیں ان میں سے ایک بھی پوری نہ ہوئی۔ ہاں بعض پیشگوئیاں جو غیر محدود تھیں مثلاً تخرج الصّدور الی القبور یا زلزلے آئیں گے وغیرہ وغیرہ جن میں تحدید نہیں۔ وہ البتہ قیامت آنے تک پوری ہوتی رہینگی۔ اور جو محدود تھیں مثلاً لیکھرام پشاوری پر عذاب آسمانی نازل ہونا اور سلطان محمد کا تین سال کے اندر مرنا اور منکوحہ آسمانی کا پھر نکاح میں آنا اور طاعون کا قادیان میں نہ نازل ہونا وغیرہ ہا جو اس قبیل سے تھیں البتہ نہیں پوری ہوئیں بلکہ مرزا صاحب کو شرمسار ہونا پڑا (اہلحدیث جلد ۷۔ نمبر ۲۔ مورخہ ۲۸ رشوال ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۲۔ نومبر ۱۹۰۹ء ص: ۶-۸)

مولانا عبدالعزیزؒ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

لو اب میں پھر مکرر سہ کرر مرزائیوں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ اگر دعویٰ میں سچے ہو تو مرزا کی ایک پیشگوئی ہی جو اس نے تحدید کے طور پر کی ہو ثابت کردو۔ میں کہتا ہوں کہ آپ بالکل ثابت نہ کرسکیں گے بلکہ اسکے جواب میں علماء کرام کو کوسنا شروع کرینگے۔ اور اپنے پیر کی طرح کہیں گے ''اے بدذات فرقہ مولویان۔ یا۔ یہود منش مولوی۔ یا حرامخور وغیرہ وغیرہ گندے الفاظ جواب میں ضرور لکھیں گے۔ اور گالیاں نکال کر اپنے دل کا ارمان نکالینگے۔ آؤ حوصلہ سے جواب دو۔ اورلو اگر مرد میدان ہو تو مرزا کی ایک پیشگوئی ہی جو اُس نے تحدید کے طور پر کی ہو ثابت کر دکھاؤ۔

مرزائیوں کے پاس بڑا ہتھیار اعتراضات کے جواب میں کیا ہے۔ وہ یہ کہ مسیح ابن مریم کی وفات حیات میں بحث کرلو۔ اب وہ ہتھیار آپ کا ریاست رامپور کے مباحثہ میں بمقابلہ مولوی ثناء اللہ صاحب ٹوٹ گیا۔ ان بے سمجھوں کو یہ سمجھ نہیں کہ موت مسیح مستلزم صحت دعویٰ مثلیت مرزا کی نہیں۔ مرزا صاحب کو مسیح علیہ السلام سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔ کہاں مرسل خدا؟ اور کہاں مرزا، جس کا عقیدہ باطلہ خلاف شریعت نبویہ کے تھا۔ چنانچہ علماء نے فتویٰ میں ثابت کر دکھایا ہے۔ افسوس مرزائی نہ کسی کی بات آرام سے سنتے ہیں اور نہ جواب دیتے ہیں، صرف حضرت اقدس حجۃ اللہ جری اللہ بار بار کہہ کر ٹال دیتے ہیں، اور جوابات میں یہ لکھتے ہیں کہ حضرت اقدس حجۃ اللہ نے دنیا میں آکر یہ کیا وہ کیا۔ خاک کیا، کیا کیا؟ اسلام کی بیخ کنی کرتا رہا۔ اور عقائد اسلامیہ پر خوب ہاتھ صاف کیا نزول ملائکہ جو وسیلہ پہنچنے قرآن اور احکام اسلام کا تھا، اس سے انکار کر کے ملائکہ کو ارواح کواکب لکھ مارا۔ حالانکہ قرآن سے ثابت ہے کہ ابراہیمؑ کی طرف ملائکہ بصورت بشر آئے۔ اور آپ ان کے کھانے کے واسطے بچھڑا گھی میں بھنا ہوا لائے۔ کیا وہ عکس ملائکہ تھا جس کے واسطے بچھڑا بھنا ہوا لائے کیا ابراہیم علیہ السلام کو اتنی سمجھ بھی نہ تھی۔ کہ عکس کے آگے میں کیوں بچھڑا رکھوں۔

اور نیز معجزات عیسویہ کو ازالہ اوہام میں قبیل مسمریزم سے قرار دیا۔ اور کہا کہ یہ سب کچھ بطور لہو ولعب کے تھا، نہ فی الحقیقت۔ اور اس پر قناعت نہیں کی بلکہ مسیح علیہ السلام کی وہ توہین کی کہ الامان اور ان کے معجزات کو مداری کے شعبدہ بازی سے تشبیہ دی اور نبوت کا دعویٰ کیا۔ اگر شک ہو تو نورالحق کا یہ شعر پڑھو: یا معشر الاعداء توبوا　　　واللّٰہ انّی مرسل ومقرب

اور بہتیری جگہ اپنے آپ کو مامور اور منذر لکھا۔ چنانچہ قصیدہ میمیہ میں آپ نے لکھا ہے ؎

مامورم ومراچہ دریں کار اختیار　　رو ایں سخن بگو بہ خداوند آمرم

حکم سب ز آسماں برز میں میرسانمش گرمن نگوئیش آنزا بگو کجا برم

من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب ہاں ملہم است وز خداوند منذرم

اس شعر اخیر سے عوام کو دھوکہ لگتا ہے کہ مرزا صاحب تو رسول بننے کے مدعی نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول نہیں اور کتاب نہیں لایا۔ اتنی بات ہے کہ الہام کیا جاتا ہوں اور خدا کی طرف سے ڈرانے والا ہوں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو ایسا رسول نہیں جانتے جس کی طرف کتاب اتاری گئی ہو بلکہ ایسے پیغمبر ہیں جو صاحب کتاب نہیں چنانچہ لفظ منذر مشعر اس امر کا ہے کیوں کہ پیغمبر کے سوا کسی پر منذر کا اطلاق صحیح نہیں جب خدا کی طرف منسوب ہو۔ جیسے آپ فرماتے ہیں ''ز خداوند منذرم'' سو خدا کی طرف سے منذر پیغمبر ہوتا ہے ولی نہیں ہوتا۔

الغرض میں کہاں تک آپ کے عقائد باطلہ لکھتا جاؤں۔ کیوں کہ مرزائی تو سن کر یہی کہیں گے کہ فلاں شخص نے دریدہ ذہنی کی۔ فلاں شخص خدا کے بندوں سے شرارت کرتا ہے خدا اوس کو جلدی سزا دے کر ہاویہ میں گرائے گا۔ یہی عادت مبارک آپ کے پیر مرزا صاحب کی تھی کہ جو آپ کو اعتراضات سے تنگ کرتا، اس کے جواب میں یہی لکھتے کہ اس نے اللہ کے نبی (آپ بدولت) کو ستایا، اس کو عنقریب خدا پکڑے گا۔ گویا آپ خدا کے بڑے دوست تھے اور اس کے کنجی بردار یا مختار کار تھے، اپنے منہ سے تو بڑے مقرب خدا بنتے تھے۔ چنانچہ آپ لکھا کرتے کہ ''خدا نے مجھے کہا ہے کہ اے مرزا جدہر تیرا مونہہ اُدھر ہی میرا ہے۔'' اور انت منّی بمنزلة اولادی[1] بھی کئی بار آپ کو الہام ہوا (مجھے اس الہام کے اس لفظ اولاد پر شبہ ہوا۔ کہ ایسے الفاظ وہ بولتا ہے جو صاحب اولاد ہو۔ اور جو صاحب اولاد نہو، وہ ایسی کلام نہیں کرتا۔ کیا خدا کے ہاں اولاد بھی ہے جس کے مرتبہ میں مرزا کو کہتا ہے شاید اس کا جواب یہ ہو کہ الہام میں غلط ہونے یا صحیح ہونے کا خیال نہیں کرنا چاہئے۔'' منہ) لیکن جو پیشین گوئی تحدید کے طور پر کی اس کے پورا کرنے میں آپ کے الہام کرنیوالے نے ذرا بھی مدد نہ کی۔ شائد آپ کا الہام کرنیوالا آپ سے تمسخر کرتا ہوگا کہ اول الہام کر دیا کہ یہ پیشگوئی کرو اور پھر اس کے پورا کرنے میں امداد نہ کی۔

مرزا صاحب پیشگوئی کرنے میں زور تو بہت دیا کرتے ہیں چنانچہ کئی بار لکھ چکے ہیں کہ زمین و آسمان ٹل جائے مگر خدا کی باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔ یہ بات تو ہم نے مانی کی خدا کی باتیں نہ ٹلیں گی، لیکن یہ نہیں مانتے کہ آپ کی باتیں نہ ٹلیں، بلکہ ہمارا یہ عقیدہ پکا ہے کہ جو بات آپ نے پیشگوئی کے طور پر کی اس کو خداوند کریم نے ہرگز پورا نہ کیا۔ بلکہ آپ کو ذلت ہی نصیب ہوئی۔

(ہفت روزہ اہلحدیث جلد ۷۔ نمبر ۴۔ مورخہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۰۹ء ص: ۸-۹)

قادیانی کذب

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ مَثل بالکل صحیح ہے کہ ''گندم از گندم بروید جو ز جو'' ۔قادیانی مشن کی بنیاد چونکہ محض کذب اور افتراء علی اللہ پر ہے، اس کے متبعین بندوں پر افتراء کریں تو کیا تعجب ہے؟ بلکہ میرے خیال میں نہ کریں تو تعجب ہے۔ مذاہب میں اختلاف راء ہوتا ہے اور ہے۔مگر جھوٹ کے جواز یا عدم جواز میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ہاں قادیانی مشن نے جہاں اور جدتیں کی ہیں یہ جدت بھی خاص ان ہی سے مخصوص ہے کہ اس کے پیرو مذہبی رنگ میں بھی فریق مخالف پر افتراء کرتے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ ایسے ایسے واقعات میں جھوٹ بولتے ہیں جو پبلک میں شائع شدہ ہیں۔ یہاں تک ان کی جرأت بڑھ گئی ہے کہ مخالف کی کسی تحریر کا حوالہ دیتے ہیں بلکہ نقل کلام بھی کرتے ہیں تو اُس عبارت کو نہ اصلی الفاظ میں نقل کرتے ہیں نہ اس کی معنوی روایت بتلاتے ہیں، بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا منصوبہ بنا کر شخص مخالف کی طرف نسبت کر دیتے ہیں، جس سے مراد اُن کی وہی ہوتی ہے جو اُن کے اعلیٰ حضرت آنجہانی کی ہوتی تھی۔

لیکن ہمارا حوصلہ دیکھئے کہ ہم اُن کو ایسا کرنے میں معذور جانتے ہیں کیوں کہ ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج　　　　تا ثریا میرود دیوار کج

پیر آنجہانی کی بھی یہی عادت تھی کہ فریق مخالف کے کلام کو اس کے اصلی الفاظ میں نقل نہ کرتے تھے بلکہ ذات شریف سے ایک نیا منصوبہ بنا کر پبلک کو دھوکہ دیا کرتے تھے۔ گو آپ کی اس قلعی کو کھولا جاتا تھا مگر تاہم بہت سے مقامات ایسے بھی ہوتے تھے جہاں اونکی تردید نہ پہونچ سکتی تھی اور بہت سے دل کے اندھے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ دیکھ کر بھی نہیں دیکھتے۔ اس اصول کو پیر اکبر اور اس کے ذریت دجاجلہ خوب جانتے ہیں۔

دجال اکبر نے اپنی کئی ایک تصنیفات (اربعین نمبر۳ ۔اشتہار انعامی پانسو۔ اعجاز احمدی۔ لیکچر لاہور وغیرہ) میں بڑے فخر سے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ مولوی اسماعیل علی گڈھی اور مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری نے اپنی تصنیفات میں میرے ساتھ مباہلہ کیا تھا کہ جو ہم دونوں (مرزا صاحب اور مولوی صاحبان) میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے ۔چونکہ یہ دونوں صاحب پہلے مرگئے پس نتیجہ صاف ہے

کہ میں سچا۔ ان دونوں مولوی صاحبان کی دو کتابیں مطبوع ہو کر شائع ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم کو ان دونوں کتابوں میں یہ مضمون نہیں ملتا۔ اس لئے میں نے مرزا صاحب کی زندگی میں اشتہار دیا تھا کہ آپ یہ مضمون مولوی صاحبان کی کسی تحریر سے دکھادیں تو میں مبلغ پانسو آپ کی نذر کرونگا۔ چونکہ بناہی غلط اور محض ابلہ فریب تھی اس لئے نہ اکبر کو نہ کسی اصغر کو حوصلہ ہوا کہ وہ اپنا پیش کردہ مضمون ہم کو دکھا کر مشتہرہ انعام لیتے۔

اسی کی نظیر آج ہم قادیانی مشن میں دوسری دکھاتے ہیں۔ جو ان لوگوں کی اخلاقی کیفیت کا اظہار کرتی ہے۔ میں نے اہلحدیث مورخہ ۲۴-ستمبر ۱۹۰۹ء میں ایک جوابی مضمون کے ذیل میں لکھا تھا کہ میں نے مرزا صاحب کی تصنیفات متعلقہ تردید مخالفین سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ چنانچہ میرے اصلی الفاظ یہ ہیں:

''رہا مرزا کی تصنیفات سے استفادہ کرنا سو یہ کون نہیں جانتا کہ میں اُن سے استفادہ کرہی نہیں سکتا کیوں کہ آپکی تصنیفات کا ملخص تو یہ ہے کہ اسلام ایسا دین ہے کہ میرے جیسے باکمال آدمی پیدا کرسکتا ہے آپ کیسے باکمال تھے اسکی بابت عیاں راہ چہ بیاں جس کا خلاصہ یہ ہے: رسول قادیانی کی رسالت جہالت ہے جہالت ہے جہالت

آپ کی قابل قدر تصنیف براہین احمدیہ ہے مگر حاشا آج تک بھی میں نے اس کا مطالعہ کیا ہو۔ میں حیران ہوں یہ لوگ کن بھول بھلیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہاں ثنائی مشن اگر کسی امر میں قادیانی مشن کا مرہون منت ہے تو دجال قادیانی کی تردید کے حوالجات کا کیوں کہ میں نے اون کی انہی کتابوں کو دیکھا ہے جو متعلق دعویٰ مسیحیت کے ہیں۔ انہی سے میرا کام تھا اور بس۔''

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کسی تشریح یا حاشیہ کی ضرورت نہیں۔ ناظرین اس مضمون کو ذہن نشین رکھئے اور قادیانی اخبار بدر کے کذاب نامہ نگار کی عبارت بھی دیکھئے جس کو وہ میری عبارت بتلاتا ہے۔ نامہ مذکور لکھتا ہے:

''ثناء اللہ کی اسی پرچہ میں یہ تحریر بھی پڑھ کر مجھے اس کی بے ایمانی کا یقین کامل ہوا۔ جہاں اس نے لکھا ہے کہ میں مرزا صاحب اور آپ کے سلسلہ کی کتابوں کو بے شک پڑھتا ہوں پر نہ استفادہ کی غرض سے اور نہ ہی اول سے آخر تک۔

بلکہ غرض پڑھنے سے یہ ہوتی ہے کہ قادیانی دعاوی پر نکتہ چینی کروں اور پڑھتا صرف وہی

حصے ہیں جن میں خاص سلسلہ کا ذکر ہو۔''

ناظرین! بغور دیکھیں کہ میرے پیش کردہ اقتباس میں کہیں یہ لفظ بھی ہے کہ میں اول سے آخر تک کوئی مرزا کی کوئی کتاب نہیں پڑھتا۔ ایکدفعہ اورمیری عبارت پر نظر ڈال کر نامہ نگار کا اعتراض سنئے جواس اقتباس پر کرتا ہے جسے وہ میری تحریر کہتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

''کوئی عقلمند اس بھلے مانس سے پوچھے کہ اگر تم سب کتابیں پوری نہیں پڑھتے تو بتاؤ تمہیں یہ کون بتاجاتا ہے کہ فلاں حصہ پڑھواس میں دعاوی کا ذکر ہے۔ اور فلاں حصہ ترک کردو کہ اس میں اور باتیں ہیں۔''

اسی کو کہتے ہیں بناء فاسد علی الفاسد۔ آپ تو مجھ سے پوچھنے کے لئے عقلمندوں سے اپیل کرتے ہیں مگر میں آپ سے پوچھنے کے لئے ایمانداروں سے درخواست کرتا ہوں کہ کوئی ایماندار، خدا ترس ان دجاجلہ سے پوچھے کہ مذہب کی حمایت میں مذہب کی ہدایت کے برخلاف دروغ گوئی کرنا بھی آپ کے مذہب میں ہے۔

دوسرا جھوٹ اسی نامہ نگار کا اور سنئے آپ خیریت سے قادیانی مشن کی کارگذاری اور میری نابکاری کا اظہار کرتے ہیں:

چوتھی خدمت اسلام ان کی یہ ہے کہ جو لوگ ہزاروں روپیہ اشاعت اسلام کی راہ میں یورپ اور دیگر ممالک میں تبلیغ اسلام کے خرچ کریں اُن کو عبدالدرہم والدینار کہیں۔ اور خود انکا یہ حال کہ راولپنڈی اور وزیر آباد پنجاب وہندوستان کے کسی موضع میں ان کو کسی خدمت کیلئے بلایا جاوے تو یہ کہیں کہ ہماری فیس بھیجو تو آتے ہیں ورنہ تم جانو اور تمہارا کام

میرے احباب سے اس کا کذب ہونا مخفی نہوگا۔ کیوں کہ جہاں جہاں مجھے جانے کا اتفاق ہوتا ہے میں نے کبھی کسی کو نہیں لکھا کہ میری فیس بھیجدو۔ لکھنا تو کیا خیال کرنا بھی کمینہ پن کی حرکت سمجھتا ہوں۔ سچے باپ کے بیٹے اور سچے مسیح کے امتی ہو، تو میرا ایک ہی خط اس مضمون کا اصلی الفاظ میں شائع کر کے دکھاؤ۔ ورنہ افسوس ہے تمہاری حالت پر کہ مسیح کے حواری ہوکر بھی جھوٹ بولتے ہو۔ لیکن تم بھی اس میں معذور ہو کیوں کہ تم تو آخر اپنے پیر ہی کے پیرو ہو۔ کیا سچ ہے۔

ما مریدان روبسوئے کعبہ چوں آریم چوں　　　　روبسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما

غرض اسی طرح کے کئی ایک کذب اور افتراء اس نامہ نگار نے مجھ پر کئے ہیں جو حقیقتا ان کے سیاہ باطن کی خبر دیتے ہیں۔ افسوس ہے ان لوگوں کو میری تردید کرتے وقت یہ بھی خیال

نہیں آتا کہ میں کون ہوں۔ مرزائیو! سنو! میں وہی ہوں جس کے ساتھ تمہارے پیر بلکہ پیر مغاں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے گا۔ آخر کیا ہوا، بس یہی کہ ؎

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر ۔۔۔ کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۶۔ مورخہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۰۔ دسمبر ۱۹۰۹ء ص: ۱۔۳)

مباحثہ منصوری

ایک قادیانی بعنوان ،مولوی ثناء اللہ صاحب سے استفسار، لکھتا ہے:

کوہ منصوری پر مباحثہ ۱۴۔۱۵ نومبر ۱۹۰۹ء کو درمیان فرقہ احمدیہ و غیر احمدیہ تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو دو تار غیر احمدیہ نے دیئے مگر مولوی صاحب تشریف نہ لائے اس پر ایک تار منجانب ایک شخص غیر احمدیہ اور مولوی صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا کہ آپ ضرور بضرور تشریف لاویں مگر وہاں کیا مولوی صاحب موصوف نہ آئے اور نہ آئے۔ خیر مولوی صاحب کی آمد آمد کا انتظار ہر ایک شخص فرقہ غیر احمدیہ کو تھا مگر مولوی صاحب نہ آئے۔ یہ بات تو میں تحریر نہیں کر سکتا کہ وہ کیوں نہ آئے مگر ہاں جلسہ مباحثہ میں جس قدر مسلمان تھے ان پر اثر جو کچھ ہوا ناظرین خود سمجھ گئے ہوں گے اول مباحثہ کی تاریخ ۱۳۔۱۴ نومبر قرار پائی تھی مگر بہ انتظار مولوی ثناء اللہ برضامندی فریق بجائے ۱۳۔۱۴ کے ۱۴۔۱۵ مقرر کی گئی مگر مولوی صاحب پھر بھی تشریف نہ لائے۔ جبراً وقہراً مباحثہ ۱۴ ،۱۵ نومبر کو ہوا اور جو کچھ اس کا نتیجہ ہوا وہ پبلک پر خوب ظاہر ہو گیا ہے۔ ۱۴۔۱۵ نومبر کو مباحثہ ہو گیا اور احمدی جماعت کے آدمی ۱۶ کو قیام کر کے ۱۷ نومبر کو اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ ۱۸ نومبر کو مولوی صاحب موصوف بھی کوہ منصوری تشریف لائے۔ مجھ ایک ناچیز آدمی نے مولوی صاحب کی خدمت میں جا کر عرض کیا مولانا اب اسکی بابت کیا فرماتے ہیں فلمّا توفّیتنی کنت انت الرقیب علیھم ۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ اسکا سوال عیسیٰ کو یوم قیامت کو ہوگا تب وہ جواب دینگے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ تو جھوٹ آپ کے خیال کے مطابق بولیں گے کیونکہ آپ تو ان کا زندہ رہنا اور دوبارہ آنا مانتے ہیں۔ فرمایا کہ عیسیٰ دوبارہ آ کر جب وفات پاویں گے اس وقت کے بعد پھر دنیا بگڑے گی اور کوئی شخص بھی خدا کہنے والا نہیں ہوگا۔ پھر قیامت ہوگی اس وقت کا وہ جواب دیں گے

اب مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں یہ ناچیز بذریعہ اخبار بدر کے پھر مکرر نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ مولانا جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے فرمایا یا نہیں۔ اس کا جواب مولانا صاحب کی

طرف آنے پر تصدیق تحریر کرونگا۔ اگر مولانا اندر ۱۵ یوم کسی اخبار یا اشتہار کے زریعہ پبلک کو اطلاع نہ دیں گے تب ان کا وہی قول جو اوپر درج کیا گیا ہے درست تصور کیا جائیگا تا وقتیکہ ۱۵ یوم کے اندر تردید وغیرہ نہ کریں مجھ کو از حد انتظار رہے گی۔ ابرار حسین احمدی۔ منصوری (بدر ۱۶ دسمبر ۱۹۰۹ء ص ۶)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کوہ منصوری ڈیرہ دون کے قریب ایک پہاڑی مقام ہے۔ وہاں پر چند آدمی قادیانی مشن کے ہوا خواہ ہیں۔ دیگر اہل اسلام سے باتوں باتوں میں مباحثہ کی ٹھیری چنانچہ میرے پاس خط آیا کہ ۷-نومبر کو مباحثہ ہے مگر اس کے بعد التواء کا خط بلکہ تار بھی پہنچا۔ اس لئے ۱۲/نومبر کو دہلی اور ۱۳-۱۴ کو اٹاوہ گیا۔ امرت سر میں واپس آنے پر معلوم ہوا کہ منصوری سے جوابی تار آیا ہوا ہے کہ جلدی آؤ چنانچہ میں نے بذریعہ تار پوچھا کہ مباحثہ کی تاریخ کونسی ہے۔ جواب آیا کہ جلدی آجاؤ۔ خیر میں ۱۷-نومبر کو روانہ ہو کر ۱۸-کو پہونچا راستہ ہی میں سنا کہ مباحثہ تو ۱۴ کو ہولیا۔ چنانچہ میں ڈیرہ دون سے منصوری کو جا ہی رہا تھا کہ راستہ میں قادیانی جماعت کو واپس ہوتے دیکھا۔ راجپور میں (قریب منصوری) پہونچا تو وہاں کے مسلمانوں نے کہا صاحب ہم نے قادیانیوں سے کہا تھا ٹھہریئے ابھی مولوی ثناء اللہ صاحب آتے ہیں۔ ہنوز ہمارا یہ جملہ بھی ختم نہوا تھا کہ فوراً ہی اونہوں نے سواری طلب کر لی، کیوں؟ اس کا جواب میں نہیں دیتا دنیا کو معلوم ہے۔ بہر حال میں ۱۸ کو کوہ منصوری پر پہنچا جا کر معلوم ہوا کہ مباحثہ تو جناب مولوی یحییٰ صاحب مدرسہ سہارنپور نے کیا کچھ علماء ان کے معین ومشیر بھی تھے۔ بانیان جلسہ سے میں نے کہا کہ جب مباحثہ ہو چکا تھا تو مجھے بلانے کی کیا حاجت تھی۔ اس کا جواب اونہوں نے دیا کہ آپ کے شریک مناظرہ نہو سکنے سے جو یہاں کے مسلمانوں کے دل پژمردہ ہو رہے تھے ان کو شاد کرنا منظور تھا اس لئے آپ کو تکلیف دی گئی خیر میں نے منصوری پر تین تقریریں کیں جن میں ایک جو شب کے وقت تھی محض مرزا صاحب آنجہانی کے لئے وقف تھی جس کے سننے سے کوہ منصوری پر ایسی ٹھنڈک پڑی کہ بائد وشائد۔

یہ ہے مختصر واقع کوہ منصوری کا۔ جلسہ مناظرہ میں میں نہ تھا اور اپنے نہونے کی وجہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں جس کا مجھے خود افسوس ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ شکار ہاتھوں سے گیا نہ میں نے فریقین کی تحریریں دیکھیں اس لئے میں اس امر متعلق کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ ہاں قادیانی اخبارات الحکم اور بدر سے معلوم ہوتا ہے کہ کوہ منصوری پر ہماری (مرزائیوں کی) فتح ہوئی۔ جس کی وجہ بیان کرنے میں الحکم نے دبی زبان سے کہا ہے کہ رامپور میں ہماری شکست اس لئے ہوئی تھی کہ ہم اپنے امام کے

ماتحت نہ رہے تھے منصوری کے مباحثہ میں ہم اپنے امام کے حکم اور دعا کے ساتھ گئے تھے اس لئے مظفر ومنصور آئے ہیں۔ مگر دانا جانتے ہیں کہ اصل وجہ کچھ اور ہے۔ کہ رامپور میں (شیر پنجاب) سے تھا جو تمہارے حق میں دعویٰ رکھتا ہے کہ ؎

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت　　　واذا نطقت فاننی الجوزاء

اس لئے دنیا نے دیکھ لیا کہ تمہارا تار و پود کیسا کمزور ہے اور منصوری میں تمہاری خوش قسمتی سے شیر کسی دوسرے شکار میں مصروف تھا اس لئے تمہیں اتنا کہنے جرأت ہوئی کہ ہماری فتح ہوئی۔

حقیقت حال یہ ہے کہ قرآن مجید نے تمہاری ایسی خبروں کی بابت جو تم لوگ اپنی فتح کی بابت اڑایا کرتے ہو ہم کو اور تمام مسلمانوں کو پہلے ہی سے آگاہ کر رکھا ہے۔ پس غور سنو!

اذا جاء کم فاسق بنباء فتبینوا (جب کوئی بے دین (غیر معتبر) آدمی تم کو خبر سنائے تو سنتے ہی اوس کو باور نہ کر لیا کرو بلکہ اوس کی تحقیق کیا کرو۔")

خصوصا قادیانی مشن کے مخبروں سے الحذر الحذر تعجب ہے کہ میرے بعض عنایت فرماؤں نے گھبراہٹ میں مجھ سے دریافت کیا کہ قادیانی اخبار لکھ رہے ہیں کہ آپ منصوری والوں کا زادراہ بھی ہضم کر گئے مگر وہاں مباحثہ کے لئے نہ پہنچے یہ کیا بات ہے اس سے اہل ایمان کو گھبراہٹ ہے ان احباب کا دریافت کرنا اگر بغرض تحقیق ہے جو اس آیت کا مفاد ہے تو ٹھیک ہے اور اگر بطور گھبراہٹ ہے تو اُنہیں مطلع رہنا چاہئے کہ قادیانی گروہ ہی کے حق میں کہا گیا ہے کہ ؎

جو دن کو کہیں دن تو تم رات سمجھو

چیلنج: قادیانی گروہ سے میرا خطاب کرنا اگرچہ زیبا نہیں کیوں کہ ان کے اصل بانی آنجہانی سے میرا بین فیصلہ ہو چکا ہے جو سب کو معلوم ہے اس لئے میں عموماً اپنے احباب سے کہا کرتا ہوں کہ جہاں کہیں مرزائی تم کو تنگ کریں تم چپکے سے اتنا کہہ دیا کرو کہ مرزا صاحب کے اشتہار مجریہ ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کے مطابق مولوی ثناء اللہ صاحب زندہ ہیں۔ پس دیکھئے اتنا کہنا اُن کے حق میں لاحول کا کام دیتا ہے یا نہیں۔

تاہم میں آج چیلنج دیتا ہوں کہ قادیانی مشن اگر چاہے تو علاوہ آسمانی فیصلے کے میں علمی فیصلے کو اب بھی تیار ہوں۔ آیئے امرتسر یا لاہور میں اس فیصلے کے لئے حاضر ہوں۔ صورت فیصلہ یہ ہوگی کہ ہماری طرف سے صرف ایک ہی مسئلہ پیش ہوگا یعنی تحقیق حال مرزا۔ تم لوگ اس کے علاوہ جو مسئلہ چاہو بڑھا لو۔ بحث تحریری ہوگی، جو فریقین کے مناظر بپابندی اوقات اپنے ہاتھ سے لکھ کر سنا کر

دستخط کر کے فریق ثانی کو دینگے۔

پس تیار ہو جاؤ اب تو تمہاری مراد پوری ہے آئے اور جلدی آئے۔لیکن میں وہی وجدانی پیش گوئی کرتا ہوں جو رامپور میں کی تھی کہ آریہ نیوگ پر اور عیسائی تثلیث پر بحث کرنے کو آمادہ ہوسکیں گے مگر تم لوگ اس موضوع پر خصوصاً (شیر پنجاب) کے سامنے ہرگز نہ آؤ گے۔ یہ تو ہے پیشگوئی مگر دعا یہ ہے کہ خدا کرے میری یہ پیشگوئی غلط ہو ؎

یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے — جو تو مانگے گا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

(اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔نمبر ۶۔مورخہ ۲۶/ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۰۔دسمبر ۱۹۰۹ء ص: ۵-۶)

قادیانی دعوت قبول

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بدر قادیانی نے اپنے مشن کے مبلغین کی بہت بڑی تعریف کی ہے کہ ہمارے لیکچرر اسلام کی بہت خدمت کرتے ہیں۔ان کے لیکچروں میں سحر کا سا اثر ہوتا ہے گو اس امر میں ہم کو مناقشہ نکرنا چاہئے کیوں کہ بحکم لکلّ ان یّصطلح ہر ایک آدمی کا حق ہے کہ اپنے لئے کوئی اصطلاح قائم کرلے،قادیانی مشن کی اصطلاحات ہی جب کہ جدی ہیں تو ہم کو ان سے کیا مناقشہ۔مگر ایڈیٹر بدؔر نے غضب تو یہ کیا کہ اپنے لیکچراروں کی تعریف کرتے کرتے مخالفوں کو چیلنج دیا کہ ہمارے ساتھ اس کام میں مقابلہ کرلیں چنانچہ لکھتا ہے:ہمارے غیر احمدی مسلمان احباب اس بار پر غور کریں اور خوب غور کریں کہ کیوں تمہاری تقریروں اور وعظوں میں خدا نے یہ برکت ڈالی۔(بدر ۹ دسمبر ۱۹۰۹ء)

اتنی سطور پڑھتے ہی میں نے ارادہ کیا تھا کہ ان کو ایک نوٹس دوں کہ آؤ مقابلہ کرلو۔لیکن جونہی چند سطور آگے کی پڑھیں تو دیکھا کہ ایڈیٹر صاحب اپنے مخالفوں (غیر مرزائیوں) کو خود ہی نوٹس دیتے ہیں کہ:

آؤ اور باتوں میں کیوں ہم سے تنازع کرتے ہو بہت مختصر راہ ہماری تمہاری فیصلہ کی اسلام کی تبلیغ میں کسی مضمون پر جس میں صداقت اسلام مقصود ہو تم بھی غیر سامعین میں کچھ بیان کرو اور احمدی مبلغ بھی بیان کرتے ہیں پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ وقت پر کس کی تقریر کو بابرکت ثابت کرتا ہے۔(بدر۔۹ دسمبر ۱۹۰۹ء)

یہ نوٹس دیکھ کر مجھے از حد فزوں خوشی ہوئی کہ اگر میں ایسا نوٹس دیتا تو منظوری تمہارے ہاتھ میں ہو، مگر انہوں نے چیلنج دیا جس کو منظور کرنا میرا کام ہے۔ لیجئے بسم اللہ بلا کسی شرط کے آتا ہوں اس مقابلہ کے لیے لاہور جیسے شہر سے اچھا مقام نہ ملے گا، مناسب سمجھیں تو تین اشخاص معززین اہل علم اس کے لیے منصف بھی بنائے جائیں تا کہ آئندہ کو وہی جھگڑا پیش نہو کہ عبدالحکیم اور ثناء اللہ موافق موافق پیشگوئی زندہ رہے ہیں یا مرگئے ہیں۔ ہاں میری دلی خواہش ہے کہ اس مقابلہ کے بعد ایک روز خاص قادیانی مشن کے متعلق دو دو گھنٹے لیکچر ہوں۔ جن میں بھی منصف ہوں تو اولی ہے لیکن ہونا شرط نہیں ہم بلاشرط حاضر ہیں۔

مرزا جی کے سچے دوستو! آؤ اب دیر کی بات نہیں لیکن ہم وجدانی پیشگوئی کرتے ہیں کہ کبھی نہ آؤ گے بلکہ یہ کہو گے کہ ہمارے خلیفۃ المسیح اجازت نہیں دیتے۔ کیوں ؎

نہ خنجر اوٹھیگا نہ تلوار اُن سے　　　وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ مورخہ ۳ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۰۹ء ص: ۸)

حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

اخبار بدر میں مضمون دیکھا اس میں عام طور پر چیلنج دیا گیا ہے کہ کوئی مولوی حقائق اسلام مرزائی مبلغین کے مقابلہ میں بیان کرے سو خاکسار جماعت مرزائیہ کو اطلاع دیتا ہے کہ وہ لاہور میں جلسہ قائم کریں، اس میں حکیم نورالدین یا ان کی طرف سے کوئی صاحب قرآن شریف کے کسی رکوع کی تفسیر بیان کریں، اس کے بعد خاکسار اس رکوع کو بیان کرے گا۔ اگر کسی ایک رکوع کی مسلسل تفسیر بیان کرنا منظور نہو تو کوئی مضمون مقرر کریں۔ غرض جس طرح وہ منظور کریں مجھے منظور ہے۔

ہاں برادر مکرم مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب کی تجویز سے بھی مجھے اتفاق ہے کہ فیصلہ کے لئے منصف ہونے چاہئے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۸۔ مورخہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۴۔ دسمبر ۱۹۰۹ء ص: ۱۰)

☆☆☆

متفرقات

بھوپال کا حال

ریاست بھوپال میں ۱۸۸۰ء کے عشرے میں انگریز حکومت کی جس کاروائی کی زد بیگم بھوپال نواب شاہجہان بیگم کے شوہر نواب صدیق حسن خان پر پڑی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

ریاست بھوپال کی نسبت جو اس وقت سرکاری کاروائی ہوئی ہے اس سے ہم کو بحث نہیں ہے۔ ہم صرف ان واقعات و حالات کی اصلیت و حقیقت بیان کرتے ہیں جن کو عام خیالات اس کاروائی کا اصل اصول و مبنی سمجھ رہے ہیں اور درحقیقت وہ حالات اس کاروائی کا اصل اصول و مبنی نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں صداقت و اصلیت کی بو نہیں ہے۔ ہمارے ملکی ریفارمر (اخباروں کے اڈیٹر) اور ان کے کارسپانڈنٹ انصاف کا خون کر رہے ہیں۔ جو ان ناراست و غیر واقعی حالات کو اپنے اخباروں میں مشتہر کرتے ہیں۔.... مثلاً جب کوئی منصف مزاج ہندو یا مسلمان ان اخباروں میں یہ مضمون دیکھے گا کہ نواب (صدیق حسن آف) بھوپال نے ہندؤوں کے مندر گرا دیئے تھے، اور تعزیہ بند کر دیئے، اور مہدی سوڈان کو مدد دی، اور افغانیوں کی شکست پر ناخوشی ظاہر کی تھی، اس لئے گورنمنٹ نے اس کو یہ سزا دی ہے اور پھر ان باتوں کا واقع اور نفس الامر میں کہیں نام و نشان نہ پائے گا کہ نواب بھوپال نے ہندؤوں کا کوئی مندر نہیں گرایا اور نہ کوئی تعزیہ بند کیا ہے۔ اور سرکاری کاغذات میں یہ دیکھ لے گا کہ ریاست بھوپال نے (جس کے مدارالمہام نواب صدیق حسن صاحب خیال کئے جاتے تھے) جنگ افغانستان کے وقت گورنمنٹ کو مدد دی۔ اور مہدی سوڈان کے مقابلہ کیلئے مستعدی ظاہر کی جس پر گورنمنٹ کی طرف سے شکریہ کی مراسلت بھی ریاست کے نام پہنچی، تو پھر وہ گورنمنٹ پر ظلم و بلاتحقیق سزا دہی کا الزام کیوں نہ قائم کرے گا۔..

یہ ہم نے محض فرضی مثال نہیں دی۔ اس وقت کے بعض آزاد اخباروں میں جو گورنمنٹ کی اس پالیسی کو ناانصافی قرار دیتے ہیں بچشم خود دیکھی ہے وہ صاف اور برملا لکھتے ہیں کہ گورنمنٹ نے بلاتحقیق و تفتیش کیوں ان حالات پر اپنی کاروائی کی بنا قائم کی اور کیوں ایسی سخت سزا دی۔

یہ حضرات نام کے ریفارمر اور ان کے نامہ نگار ان حالات کو اس کاروائی گورنمنٹ کا اصل اصول نہ ٹھہراتے تو وہ آزاد اخبار گورنمنٹ پر یہ اعتراض کیوں کرتے؟..

یہ نام کے ریفارمر یہ بھی نہیں سوچتے کہ ان کی اس زہریلی کاروائی کا اثر نہ صرف ایک ریاست بھوپال میں (جس کو وہ بوجہ ناموافقیت مذہب (اسلام یا وہابیت) برا اور لائق عداوت سمجھتے ہیں) محدود ومنحصر رہے گا بلکہ اس کا اثر ہر ایک خود مختار ریاست (غیر اسلامی ریاست ہی کیوں نہ ہو) تک بھی ایک نہ ایک دن پہنچے گا۔ اور جو کچھ اس ریاست بھوپال کی نسبت کہنا اور کرنا جائز سمجھا گیا اور عمل میں آیا ہے وہی ہر ایک ریاست کی نسبت جائز سمجھا جائے گا اور عمل میں آئے گا۔ آخر ایک نہ ایک خود مختاری کا نام صفحہ ہندوستان سے مٹ جائے گا۔..

ان حالات کے متعلق اصلی واقعات ہم کو دو سبیل (یا ذریعہ) سے معلوم ہوئے ہیں۔

۱۔ کارسپانڈنٹ جس کی مراسلت اخبار کوہ نور لاہور میں اور اسکے ذریعہ اردو گائیڈ کلکتہ میں چھپی ہے

۲۔ بعض معزز ومتدین اشخاص جو اسی غرض سے بھوپال پہنچے اور وہاں سے چشم دید حالات کی تحقیق کر کے آئے ہیں۔ اس مقام میں اپنے ناظرین کے ملاحظہ کیلئے مراسلت کو نقل کرتے ہیں۔ اخبار کوہ نور میں حسب تفصیل ذیل ان الزامات کو نمبروار نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے:

(۱) مدت سے انتظام ریاست خراب تھا

جواب۔ اس کا دھواں پہلے کیوں نہ نکلا؟ نہ کسی اخبار نے ذکر کیا، نہ سرکاری کاغذات میں اس کا اثر پایا گیا، نہ عام لوگوں میں اس کا چرچا سنا گیا، اخباروں میں ذکر نہ ہونے کی وجہ جو اودھ اخبار میں بیان کی گئی ہے کہ وہاں کوئی کارسپانڈنٹ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ کوئی خبر دیتا تو فوراً سزا پاتا یا نکالا جاتا۔ ان حضرات نامہ نگاروں کی بناوٹ ہے، خفیہ کارسپانڈنٹ تو کہیں سے بھی نہیں چوکتے۔ ہندوستان میں بیٹھ کر روس سے کارسپانڈنس کرتے رہے ہیں، جو ایک دن پکڑے بھی گئے۔ یہاں بھی کم سے کم ایک تو ایسا نکلتا۔

عام لوگوں میں اس کا چرچا نہ ہونے کی وجہ جو اسی اودھ اخبار میں بیان کی گئی ہے کہ مارے خوف کے کوئی بولتا نہ تھا۔ یہ بھی ان کی بناوٹ ہے۔ عام افواہ کو کوئی سلطنت یا ریاست (خواہ کیسی ہی ظالم وجابر ہو) روک نہیں سکتی۔ بعض راجواڑوں میں بدانتظامی ظاہر نہ ہونے کا پورا اہتمام کیا جاتا تھا پھر بھی وہ ظاہر ہوتی ہی رہی۔

ان سب جوابات کو جانے دیں۔ اور ان باتوں کو تسلیم بھی کر لیں کہ ہندوستان کے اخبار نویسوں اور ان کے کارسپانڈنٹوں اور عام لوگوں کو جو اس ریاست میں رہتے تھے، اور جو وہاں سے ہو کر وہاں کے حالات دیکھ کر سلطنت انگلشیہ میں آتے تھے سب کو ریاست بھوپال کی طرف سے

پھانسی پانے یا جلا وطن یا دائم الحبس ہو جانے کا خوف تھا۔ تو یہ صرف اخباروں میں یا افواہ عام میں بدنظمی کے ذکر نہ ہونے کی وجوہات ہوسکتی ہیں، سرکاری کاغذات میں اس بدنظمی کے ذکر نہ ہونے کی یہ وجوہات ہرگز نہیں ہوسکتیں۔ سرکار دولت مدار کو تو ریاست بھوپال سے کسی قسم کا خوف نہ تھا، لہذا سرکاری ایجنٹوں کے قلم سے تو کبھی یہ حرف شکایت بدانتظامی ضرور نکلتا، اور کسی رپورٹ سالانہ میں اس کا ذکر یا اشارہ ضرور پایا جاتا۔ حالانکہ کسی رپورٹ سرکاری میں اس کا نام و نشان نہیں ہے۔ بلکہ برخلاف اس کے حسن انتظامی کا ذکر موجود ہے اور اس پر گورنمنٹ کی طرف سے خوشنودی کے مراسلے وخریطے موجود ہیں۔ طرفہ یہ کہ خود سر لیبل گریفن (جن کی طرف موجودہ بدانتظامی کی تحقیق کو منسوب کیا جاتا ہے) اپنی رپورٹ میں اس ریاست کے حسن انتظامی کی تعریف فرماتے ہیں۔

اس امر کو اخبار مفید عام آگرہ مورخہ دہم نومبر ۱۸۸۵ء بھی تصدیق کرتا ہے۔ اس مقام میں ہم اسی کی نقل و بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس میں بصفحہ ۲ لکھا ہے۔:

اگرچہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بذات خود بڑے لائق و کارگذار و دانا و ہوشیار ہیں مگر جس زمانہ سے نواب (صدیق حسن) صاحب نے ان کے کاروبار میں شراکت یا مددگاری کی ہے، برابر خوشنودی گورنمنٹ کی رپورٹیں اور خوش انتظامی کے خریطے موجود ہیں۔ کرنل ٹامس پولیٹکل ایجنٹ بھوپال نے حسب قاعدہ صدر میں اطلاع کی اور صدر سے خوشنودی و آفرین بنام بیگم صاحبہ آئی اور گورنمنٹ آف انڈیا نے اطلاع خاص و عام کے واسطے گورنمنٹ گزٹ میں اس تحریر کو طبع کرا دیا اور نقل اس کی سکرٹری آف سٹیٹ کو روانہ فرمائی وہاں سے جواب آیا کہ انتظام ریاست بھوپال جو نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نے اپنی صدر نشینی سے آج تک کیا ہے اس کی اطلاع سے ہم کو نہایت خوشی ہے کہ صدر نشینی ہونے کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایسی دانش مندی اور ہوشیاری ظاہر کی کہ ان کی والدہ نے سال ہا سال میں ثابت کی تھی۔ حضور ملکہ معظّمہ سے ارشاد ہوا ہے کہ ہماری طرف سے بسبب خوش انتظامی کے خوشنودی ظاہر کی جائے۔

اور انہیں سر لیبل گریفن نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہر ہائی نیس نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ والیہ بھوپال میرے نزدیک ہندوستانی تعلیم یافتہ عورتوں میں کوئی عورت تمام ہندوستان میں اس رتبہ ولیاقت کی نہ ہوگی میں اپنے صحیح تجربہ سے کہتا ہوں کہ تمام سنٹرل انڈیا میں اس لیاقت حکمرانی کے ساتھ کوئی رئیس ایسا منتظم نہیں ہے۔

پس اس خوش انتظامی میں ذات نواب صاحب بھی شامل ہے۔

(۲) لوگوں پر طرح طرح کے ظلم کیئے :

الف ۔ اخوان ریاست (یسین محمد خان وغیرہ) کو ریاست سے جلاوطن کیا ۔

ب ۔ بیگم صاحبہ کو ان کی ولی عہد دختر (سلطان بیگم) پر ناراض کر دیا اور اس کو عاق کرایا۔اس غرض سے کہ بجائے اس کے، ان کا بیٹا، ولی عہد ہو ۔

ج ۔تمام زمین داروں پر ٹیکس بڑھا دیا۔یعنی مالگذاری کو دو چند کر دیا۔

د۔ پرانے وزیروں کو ریاست سے نکال دیا۔اور بجائے ان کے اپنے لواحق کو بھرتی کیا۔

ھ ۔ رعایا سے مذہبی آزادی کو چھین لیا۔ ہندوؤں کے مندروں کو گرا دیا۔سنی مسلمانوں کی تعزیہ داری بند کر دی ۔ وغیرہ

جواب ۔ یہ سب افتراءات ہیں۔ایک بات بھی نواب صاحب کی نسبت صحیح نہیں۔

الف ۔ اخوان ریاست سے نواب (صدیق حسن) صاحب نے سلوک واحسان کیا، نہ کہ ظلم ۔ پسران امرادولہ سے بیگم صاحبہ ناراض تھیں اور ان کی جاگیر ضبط ہو کر نقدی مقرر ہوئی تھی ۔نواب (صدیق حسن) صاحب نے بیگم صاحبہ سے ان کا قصور معاف کرایا اور جاگیر کو بحال کرا دیا۔

یسین محمد خان وغیرہ سے جو معاملہ ہوا وہ ان کی بغاوت ریاست کا نتیجہ تھا۔نواب (صدیق حسن) صاحب کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوا۔

ب ۔ بیگم صاحبہ، سلطان دولہ (شوہر سلطان جہان بیگم) سے ناراض تھیں ۔ بلکہ ان سے اپنی دختر کی شادی کرنے کو پسند نہ کرتی تھیں ۔نواب (صدیق حسن) صاحب نے ان پر ان کو راضی کیا ۔اور انہی کی سفارش سے یہ شادی ہوئی ۔سلطان دولہ نے شادی کے بعد ریاست میں اپنا دخل چاہا اور اپنے مدارالمہام بننے کے لئے بہت زور ڈالا (جس کے ثبوت میں بعض سرکاری عہدہ داروں کی تحریرات موجود ہیں) لہذا بیگم صاحبہ کو ان سے اور اپنی بیٹی سے رنج زیادہ ہو گیا۔اس رنج کے محرک یا زیادہ کنندہ نواب (صدیق حسن) صاحب نہیں ہوئے بلکہ وہ اس رنج کے فرو کرنے میں ساعی رہے۔گو اس میں کامیاب نہ ہوئے ۔نواب صاحب کے فرزند کا ولی عہد ہونا بلحاظ قانون و آئین ریاست ممکن نہ تھا کیونکہ غیر کفو کا (شوہر ہو خواہ اولاد شوہر خواہ داماد) مستقل مختار یا ولی عہد ہونا اس ریاست میں جائز نہیں سمجھا گیا۔تو پھر اس رنج پیدا کرنے یا بڑھانے میں نواب صاحب کا کیا فائدہ متصور تھا۔

ج ۔ زمین داروں پر بلالحاظ حیثیت رقبہ ٹیکس بڑھانے کا الزام محض اتہام ہے ۔ البتہ

حسب حیثیت ٹیکس بڑھایا گیا ہے جس سے ریاست کا یہ فائدہ ہوا کہ نواب سکندر بیگم کے وقت سے جو قرضہ ریاست کے ذمہ تھا وہ ادا ہوا۔ اور یہ امر (حسب حیثیت ٹیکس بڑھانا) ظلم نہیں ہوسکتا۔ ظلم ہو تو گورنمنٹ انگلشیہ بھی اس سے بری نہیں ہوسکتی۔ بنگال وغیرہ پریسڈنسیوں میں دو چند ٹیکس بڑھایا گیا ہے جس کا ثبوت سرکاری بندوبست میں موجود ہے۔

د۔ نواب (صدیق حسن) صاحب نے نہ کوئی پرانا وزیر ریاست سے نکالا اور نہ اس کی جگہ یا کسی اور عہدہ پر اپنے رشتہ دار قریب یا بعید یا ہم وطن کو بھرتی کیا۔ کم سے کم ایک مثال بھی ایسی پائی نہیں جاتی جس سے یہ الزام صحیح ہو سکے۔

حافظ احمد رضا وکیل ضلع گیا جو ریاست سے علیحدہ ہوا۔ تو وہ پرانا اور مستقل عہدہ دار نہ تھا وہ نواب (صدیق حسن) صاحب ہی کی سفارش سے چند روز کے لئے قائم مقام مدار المہام مقرر ہوا تھا۔ جو اپنی بے ضابطگیوں کے سبب (جن کی فہرست سررشتہ ریاست میں موجود ہے) اس قائم مقامی سے علیحدہ ہوا۔ لہذا اس کی موقوفی اس الزام کی نظیر نہیں ہوسکتی۔

ھ۔ ہندوؤں کا کوئی مندر جو سڑک یا راستہ یا سرکاری مکانات میں نہ آ گیا ہو، گرایا نہیں گیا۔ اور اس قسم کی ضرورتوں کے سبب کوئی مندر یا مسجد گرانا خود گورنمنٹ انگلشیہ سے صادر ہوا ہے۔ صدہا مسجدیں اور بیسیوں ہندوؤں کے مندر سڑک اور سرکاری مکانوں کے نیچے آ کر گر گئے ہیں۔ تعزیہ داری سے روکنے کا الزام محض افتراء ہے، ہاں بعض رسوم تعزیہ داری سے (جیسے مہندی نکالنا) اس نظر سے کہ وہ کسی مذہب شیعہ یا سنی کی ہدات نہیں ہے، اور اس کی بھیڑ بھاڑ میں طرح طرح کے فساد کا اندیشہ تھا، منع کر دیا۔ اس کی نظیر اسی سال بعض اضلاع ہندوستان کے ڈپٹی کمشنروں کا مسلمانوں کو دسہرہ کے مقابلہ میں تعزیہ نکالنے سے روک دینا ہے۔ جس کا ذکر کئی اخباروں میں ہوا ہے۔ اور اس کی کئی نظیریں برٹش گورنمنٹ کی کل سلطنت میں اور بہت موجود ہیں۔ جن کا ذکر رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ ج ۶ میں ہو چکا ہے۔

بالجملہ یہ سب باتیں محض اتہام ہیں جن سے نواب (صدیق حسن) صاحب بری الذمہ ہیں۔ ایک بڑی قوی اور روشن دلیل ان سب باتوں کے اتہام ہونے پر یہ ہے کہ پہلے کی نسبت خاص کر شہر بھوپال کی مردم شماری میں آٹھ ہزار نفر کی زیادتی ہوئی ہے اور بیرون جات علاقہ بھوپال میں قریب دو لاکھ کی آبادی زیادہ ہوگئی ہے۔ اگر لوگوں پر کسی وجہ سے منجملہ وجوہ مذکورہ نواب صاحب کی طرف سے ظلم ہوتا تو مردم شماری میں کمی ہوتی اور کئی گاؤں یا گھر اجڑ کر عمل داری انگلشیہ

میں آرہتے چنانچہ بعض راجواڑوں میں ایسا واقعہ ہوا ہے۔

دوسری دلیل ان باتوں کے افتراء ہونے پر یہ ہے کہ سابق کی نسبت اخوان ریاست اور رعایا کے حق میں بہت سی رعایتیں کی گئی ہیں۔..محصول غلہ وغیرہ معاف ہوا۔تیس ہزارروپیہ بابت مصارف روشنی وغیرہ معاف ہوا۔

۳۔ بھوپال وغیرہ بلاد ہندوستان کو دارالحرب بنا کر ہندوؤں کا مال جائز سمجھا۔

جواب۔ یہ دلیرانہ دروغ بےفروغ متفرع: چہ دلاوراست دزدے کہ بکف چراغ دارد، کا مصداق ہے نواب صاحب اپنی تصانیف میں کئی جگہ بتصریح بیان کر چکے ہیں کہ ہندوستان دارالاسلام ہے نہ دارالحرب

کتاب موایدالعواید میں آپ فرماتے ہیں:

چنیں جہاد کہ امروز عامہ مسلمین آنرا سبب فوز خود بہ نجات و بلوغ بدرجہ شہادت کبری میکنند فتنہ بیش نیست واحدی از اہل علم ومعرفت بشریعت اسلام بسوئے آن نرفتہ چنانچہ درزمانہ برگشگی افواج وعساکر دولت انگلشیہ درمملکت ہند جمعے اورایان ونوابان ودیگرمردم برخاستند وباحکام فرنگ معرکہ حرب وضرب آراستند وبےہودہ خیال کردند کہ ایں جہاداست ونوبت تا آنجا رسید کہ زناں وطفلاں بےچارہ راپارہ پارہ ساختند و بآتش غم وغصہ سوختند حالانکہ ایں حرکت بےبرکت ایشاں محض خلاف شرع اسلام بود وہرکہ امروز آنچناں کند کہ آنہا درزمان غدر کردند حکم او ہماں حکم آن کسان است چہ اہل علم اختلاف دارند درآنکہ ہندوستان بعدازآمدن درقبضہ اقتدار حکام انگریزی دار اسلام است یا دارحرب فتوی حنفیہ آن ست کہ دار اسلام است وچوں براسلام باقی ماندہ جہاد دوآں یعنی چہ بلکہ گناہے ازگناہ کبیرہ ازکبائر باشد۔ ونزدبعضے دارحرب است مثلعلماء دہلی وہرکہ موافق ایشاں دریں مدارک ومفاہم است پس نزددے جہاد دریں ملک با احدے خواہ حکام انگلشیہ باشند یا غیرایشاں ہرگز روا نیست۔ بجز آنکہ از دار حرب ہجرت گزیدہ رحل اقامت درمملکت دیگر از دیار اسلام نیندازند درسرزمین دار الحرب نشستہ جہاد کردن مذہب احدے ازمسلماناں قدیم وحدیث نیست.

۴۔گورنمنٹ کے مقابلہ میں افغانیوں کی شکست پر ناخوش ہوئے۔اورمصریوں کی فتح پر سجدہ شکر بجا لائے۔مہدی سوڈان کو مدد دی۔

جواب ۔ یہ خوب بے پر کی اڑائی اور دروغ سوئم سے بھی بڑھ کر کہی ۔ نواب صاحب نے جنگ افغانستان میں ریاست بھوپال سے فوج بھجوائی اور چھاؤنی سیہور میں حفاظت کے لئے کنٹنجنٹ روانہ کی جو ایک سال سیہور میں رہے ۔ یہ بات عام اخباروں میں مشتہر ہو چکی ہے اور سرکاری کاغذات میں بھی موجود ہے ۔ جنگ سوڈان کے وقت مہدی سے مقابلہ کے ئے فوج و مدد دینے کو کمال خلوص سے مستعدی ظاہر کی جس پر نائب السلطنت (وائسرائے) و گورنر جنرل کی طرف سے مراسلت شکریہ کی تھیلی ریاست کے نام پہنچی ۔ اور ادھر قلم و تحریر سے عام مسلمانوں میں یہ بات شائع کی کہ مہدی سوڈان کاذب ہے ۔ وہ مہدی نہیں ہے جسکے مسلمان منتظر ہیں ۔ با ایں ہمہ نواب (صدیق حسن) صاحب کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کرنا جن پر کوئی اہل عقل جرأت نہیں کر سکتا ۔ ناظرین منصفین غور فرما سکتے ہیں کہاں تک صحیح ہے ۔...

۵ ۔ اپنے مذہب وہابیت کو خوب پھیلایا ۔ لاکھوں روپئہ خرچ کر کے وہابی مذہب کی کتابیں ہندوستان و مصر و قسطنطنیہ میں چھپوا کر ان کو ملکوں میں شائع کیا ۔ اپنے مخالفوں کو برملا وعظوں میں کافر کہا ۔

جواب ۔ یہ بھی محض دروغ بے فروغ ہے ۔ نہ نواب صاحب وہابی المذہب ہیں نہ وہابی مذہب کی کوئی کتاب ہندوستان یا مصر یا قسطنطنیہ میں چھپوا کر انہوں نے شائع کی ہے ۔

وہابی مذہب کو تو وہ بہت برا سمجھتے ہیں ۔ اور اپنی متعدد کتابوں (مذکورہ بالا) میں وہ اس مذہب کے بانی عبدالوہاب نجدی کو برا کہہ چکے ہیں ۔ نہ صرف آج کل کسی مصلحت یا حکمت عملی کی نظر سے بلکہ اس وقت سے بیس برس پہلے اور اپنے دلی اعتقاد و ارادت سے جب کہ وہ نواب ہونے کی خیالی توقع بھی نہ رکھتے تھے ۔ اس امر کی تفصیل بھی رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ و ۹ جلد ۴ ۔ اور نمبر ۴ و ۶ و ۷ جلد ۶ میں موجود ہے ۔ جو صاحب اس میں شک رکھتے ہیں وہ ان نمبروں کا ملاحظہ کریں اور جو لوگ انگریزی جانتے ہیں وہ انگریزی ترجمہ ترجمان وہابیہ کو ملاحظہ میں لائیں ۔...

جو کتابیں انہوں نے خود تالیف کی ہیں ان کی فہرست رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ جلد ۶ میں درج ہے اور جو کتابیں اور علماء کی تالیف انہوں نے مصر میں چھپوائی ہیں ان کی فہرست رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۶ میں مندرج ہے ۔ ان کتابوں میں سے کسی کتاب کی نسبت کوئی دعوی نہیں کر سکتا کہ وہ وہابی مذہب کی کتاب ہے اور وہ عبدالوہاب یا اس کے کسی شاگرد کی تالیف ہے ۔

ایک اور بڑی قوی اور عام فہم دلیل ان کتب کے وہابی مذہب کی کتابیں نہ ہونے پر یہ ہے کہ وہ کتابیں عرب و مصر و قسطنطنیہ میں بلا انکار رواج پائی ہیں ۔ وہاں کے سنی علماء نے ان پر

تقریظیں لکھی ہیں۔اور اگر وہ وہابی مذہب کی ہوتیں تو وہ مصر قسطنطنیہ مکہ و مدینہ میں جلائی جاتیں یا دریا برد ہوتیں کیونکہ وہابی مذہب کے اشخاص اور کتب سے اس دیار میں یہی معاملات ہوتے ہیں ہاں اگر اصل مذہب محمدیت خالصہ (قرآن و حدیث) کو وہابی مذہب قرار دیا گیا ہے تو بیشک نواب صاحب اور جملہ اہل حدیث ہندوستان کا یہ مذہب ہے۔اور محمدیت خالصہ کی مؤید کتابیں انہوں نے خود بھی تصنیف کی ہیں اور اس قسم کی تصانیف سلف و خلف علماء ہندوستان و مصر میں طبع بھی کرائی ہیں۔اور یہ امر کسی وجہ سے اعتراض کا محل نہیں ہے، جو شخص کسی مذہب کا پیرو ہوتا ہے اس کی تائید و تصدیق اس کا فرض ہے۔اور یہ امر اس کی تعریف و دیانت کا مثبت ہے نہ مذمت و بددیانتی کا موجب۔دیکھو ملکہ انگلینڈ ہند عیسائی مذہب رکھتی ہیں تو وہ اس مذہب کی تصدیق و تائید کو اپنے اشتہار میں اس الفاظ سے ظاہر کرتی ہیں: ما بدولت کو عیسائی مذہب کی حقیت پر یقین ہے۔

۶۔ بردہ فروشی جائز کردی۔

جواب۔یہ بھی محض اتہام ہے۔بردہ فروشی جائز نہیں کی بلکہ بردہ آزادی کی رسم ڈالی۔عرب کی قید سے مظلوم لونڈیاں آزاد کرا کر ہندوستان میں بیگم صاحبہ کی ملازمت کے لئے منگائیں۔مخبر بدنہاد کی مخبری پر عدالت بمبئی نے تحقیق کی تو اس پر بھی یہی بات ثابت ہوئی۔اس کی تصدیق بمبئی کے کاغذات عدالت سے بخوبی ہوسکتی ہے۔

۷۔ قدسیہ بیگم ناراض تھیں

جواب۔کب سے؟ اور کس پر؟ ریاست کی تاریخ دانی بھی تم لوگوں پر ختم ہے۔قدسیہ بیگم تو نواب سکندر بیگم سے بھی خوش نہ تھیں۔اور کبھی کوئی خاندانی اور جزء ریاست جس کا کوئی ہم سر یا اس سے خورد تر مستقل رئیس بن جائے، اس رئیس سے خوش ہوتا ہے؟

۸۔ بلقیس جہان سے نورحسن کی شادی کرنی چاہی۔

جواب۔یہ امر اگر علی التسلیم و بالفرض ہوا ہے۔تو کوئی ظلم و جرم نہیں ہے۔تراضی طرفین سے شادی ہو جاتی تو کوئی محل اعتراض کا نہ تھا۔بیگم صاحبہ کی نواب (صدیق حسن) صاحب سے شادی ہوئی ہے یا نہیں؟ پھر بلقیس جہان کا رتبہ بیگم صاحبہ سے بڑھ کر ہے کہ ان کی شادی نواب صاحب کے بیٹے سے ہونا ظلم و جرم متصور ہوتا۔

۹۔صدہا ملازم ضعیفی اور بدروی کے سبب معزول کیئے۔

جواب۔یہ امر وقوع میں آیا ہے تو کوئی اعتراض کا محل نہیں ہے۔ہر ایک ذی اختیار گور

نمنٹ بڑھے اور نا لائق ملازموں کو نوکری سے جدا کرتی ہے۔ پنشن کا حق نہ ہو تو پنشن بھی نہیں دیتے۔ گورنمنٹ انگریزی میں تم کو ایسی مثال نہیں ملتی تو ہمارے پاس آؤ۔ اس کی بیسیوں مثالیں ہم تمکو حفظ کرادیں گے۔

اسی قسم کے اور اعتراضات و الزامات نامہ نگار اس نیک نام ریاست پر لگاتے اور اس بے جا نکتہ چینی سے مسلمانوں کا دل دکھاتے ہیں۔ ان کی نسبت ہم پھر کچھ کہیں گے۔

(مولانا محمد حسینؒ بتاتے ہیں کہ) یہ مراسلت کوہ نور کی نقل ہے۔ دوسرے ذریعہ سے جو ہم کو اصلی واقعات معلوم ہوئے ہیں ان کی تفصیل ہم اس مقام میں نہیں کر سکتے وہ آئندہ سہی۔

اس مقام میں اس مضمون کو ہم ان کلمات نصیحت پر ختم کرتے ہیں کہ ہمارے ملکی ریفارمر اس قسم کی باتیں بلاتحقیق اپنے اخباروں میں درج نہ کیا کریں۔ اس کے اس ضرر کو جو ملک و گورنمنٹ کے حق میں بیان کیا گیا ہے پیش نظر رکھیں اور خاص کر مسلمان اڈیٹر یہ بھی خیال فرماویں کہ اسلام اور اسلامی ریاستیں آگے کون سی ترقی پر ہیں کہ وہ بخوف بدہضمی ان کا تنزل چاہتے ہیں۔ اور اگر باہمی اختلاف جزئی کے لحاظ سے وہ ان ریاستوں کو اسلامی ریاستیں نہیں سمجھتے۔ کوئی کسی ریاست کو وہابیوں کی ریاست قرار دے کر کافروں کی ریاست سمجھتا ہے کوئی کسی ریاست کو شیعوں کی ریاست سمجھ کر ریاست الکفار خیال کرتا ہے۔ تو اس مرض کا بجز اس کے کوئی علاج نہیں کہ وہ اپنے ہی علماء مذہب کی طرف رجوع کریں۔ اور ان سے لا نکفر احدا من اھل القبلۃ کے معنی پوچھیں

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ ج ۸۔ ۱۸۸۵ء ص ۲۱۶ تا ۲۳۰ مختصراً)

نواب بھوپال
اور انکے ملکی یا اسلامی بھائی

مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ نواب (صدیق حسن) صاحب مقیم بھوپال کے ساتھ جو سلوک گورنمنٹ کی طرف سے ہوا ہے اس پر ہم کو افسوس و شکائت نہیں کیونکہ ہم اس کے سبب و اصل اصول کا علم نہیں۔ ہماری شکایت ہمارا افسوس اپنے ہی ان اعضاء و اجزاء (ملکی یا اسلامی بھائیوں) پر ہے جو باوجود لاعلمی سبب و اصل اصول اس سلوک کے نہ صرف موجودہ سلوک پر اپنی مسرت و اتفاق ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ اس پر ھل من مزید کی صدا بھی بلند کر رہے ہیں اور موجودہ اور مجوزہ آئندہ سلوک کے وجوہات و اسباب وہ اپنے دل و دماغ سے نکال کر بزبان حال و قال گورنمنٹ کو

یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ اس وقت تک جو کچھ ان سے سلوک ہوا ہے یہ باوجود عدل وانصاف ہونے کے کافی نہیں ہے۔ گورنمنٹ کو کچھ اس سے بڑھ کر بھی کرنا چاہیے۔ نواب کو پھانسی دینا چاہیے، یا دریائے شور سے پار کسی جزیرہ رنگون وغیرہ میں بھجوا دینا۔

موجودہ سلوک کے وجوہات جو ان حضرات نے ازخود پیش کئے ہیں وہ رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ جلد ۸، اور اکثر اخباروں میں معہ جوابات درج ہو چکے ہیں

(وہ الزامات یہ ہیں۔ خرابی انتظام ریاست، عام رعایا پر ظلم، ملازمت میں مذہبی رعایت، مذاہب رعایا، ہنود، شیعہ، حنفیہ سے بیجا تعرض۔ بندوبست میں بے جا تشدد جس کے سبب سے سات ہزار آدمی جلا وطن ہو گئے ہیں۔ وہابی مذہب کی تائید واشاعت وغیرہ۔ اوران کے جوابات اکثر دیسی اور بعض انگریزی اخبارات کوہ نور، رفیق ہند، شفیق ہند، مفید عام، نجم الاخبار، ریاض الاخبار، اردو گائیڈ، شحنہ ہند، موج نربدار، ٹربیون وغیرہ۔ جن کی تعداد اخبار مخالفین نواب صاحب سے زیادہ ہے، درج ہیں۔ بھوپال کے اخبار دبیر الملک نے اپنے پرچہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ میں اخبارات موافق ومخالف نواب صاحب کا موازنہ کرنے میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ بہت سے موافقین کو مخالفین میں شمار کر دیا ہے۔ اس امر کی تصدیق ناظرین کو اصل اخبارات یا ان اخبارات کے ملاحظہ سے ہوسکتی ہے جن میں ان اخباروں پر ریویو کیا گیا ہے جیسے شحنہ ہند، وکوہ نور وغیرہ۔ ان الزامات کے مقابلہ میں جو نواب صاحب کے حسن انتظام اعیان اور ریاست کی اصلاح میں بیان کی گئی ہیں ان کی تفصیل شحنہ ہند یکم فروری ۱۸۸۶ء اور موج نربدا۔ ۱۴ جون ۱۸۸۶ء میں ہے، جو ملاحظہ کے لائق ہے۔ محمد حسین)

مزید برآں (جس کو وہ آئندہ کے لئے تجویز کر رہے ہیں) کی وجوہات وہ یہ الزامات پیش کرتے ہیں (دیکھو اخبار مشیر قیصر مطبوعہ ۲۸ مارچ ۱۸۸۶ء وشوکت ہند وغیرہ)

۱۔ نواب صاحب بھوپال نے آٹھ یا نو خون بھی کئے یا کرائے ہیں۔

۲۔ مسمی دین محمد کی معرفت مہدی سوڈان کو روپیہ بھجوائے ہیں۔

۳۔ مجموعہ خطب، ہدایت السائل، ترجمان وہابیہ۔ اقتراب الساعۃ وغیرہ کتابیں گورنمنٹ کے مخالف تصنیف کیں اوران میں گورنمنٹ سے جہاد وبغاوت کی ترغیب دی ہے۔

بعض اسلامی بھائیوں نے اس اخیر الزام (ترغیب جہاد وبغاوت) میں نواب بھوپال کے ساتھ ان کے گروہ (اہل حدیث) کے اور اعیان واشخاص کو بھی شامل کر لیا اور گورنمنٹ کو یہ نیک مشورہ دیا ہے کہ گورنمنٹ ان کو بھی پکڑے اور سخت سزا دے (دیکھو علیم الاخبار کلکتہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء)

ایک اور صاحب جو اپنے آپ کو ابو الدرجات فرماتے ہیں (جس سے غالبًا وہ اپنا صاحب

درجات عالیہ بہشت یا اسلام ہونا مراد رکھتے ہوں) اس جرم بغاوت وفساد میں اس گروہ کے شامل ہونے ایک روشن دلیل قائم کرتے ہیں کہ مولانا اسماعیل شہید نے جہاد کیا ہے جن کی طرف اس گروہ کا سلسلہ پہنچتا ہے (دیکھو سراج الاخبار جہلم یکم مارچ ۱۸۸۶ء)

ان حضرات نے یہ بھی کہہ مارا ہے کہ آج کل گورنمنٹ انگلشیہ سے جہاد کی ممانعت میں جو اس گروہ کے لوگ رسائل وتحریرات شائع کرتے ہیں، یہ صرف زبانی خوش آمد اور خودغرضی اور دفع الوقتی ہے۔ دل سے یہ لوگ گورنمنٹ سے جہاد کرنے کو اپنا فرض جانتے ہیں (دیکھو علیم الاخبار کلکتہ وسراج الاخبار جہلم یکم مارچ ۱۸۸۶ء)، اور جو لوگ ہمارے گروہ (حنفی یا مقلدین) کے ہیں ان کے خیالوں تک یہ مسئلہ جہاد کبھی نہیں آیا اور نہ کبھی بغاوت کا خیال ان کے دماغ میں گذرا ہے۔ جہادی اور باغی صرف یہی لوگ ہیں جو وہابی کہلاتے ہیں۔

ہمارے ان اعضاء واخوان کے ان پر جوش بیانات ومزید سزا کی تجویزات کو دیکھ سن کر ہماری مہربان گورنمنٹ کا جوش میں نہ آنا اور موجودہ سلوک سے زیادتی کا قصد نہ فرمانا، بلکہ کسی قدر اس میں تخفیف کو کام میں لانا (ہم نے سنا ہے کہ پہلے نواب صاحب اور بیگم صاحبہ کو ایک محل میں رہنے کا حکم نہ تھا ۔اب بحکم گورنمنٹ دونوں حضرت ایک محل میں یک جا رہتے ہیں۔محمد حسین)، گورنمنٹ کی طرف سے ہمارے افسوس وشکایت کو یک لخت اٹھاتا ہے۔ بلکہ بجائے افسوس گورنمنٹ اور عہدہ داران کے دلی شکریہ پر مجبور کرتا ہے۔ کہ انہوں نے نواب صاحب کی اندرونی اور اعضا کی شہادت کو ان کے خلاف میں نہ سنا اور اس کو اس مواد فاسد سے جو ایک عضو فاسد (موروم وماؤف) سے نکلتا ہے، زیادہ نہ سمجھا۔

لہذا شکایت وافسوس کو ہم اپنے ہی اعضا فواسد کا حق سمجھتے ہیں۔ گورنمنٹ کو اس افسوس کا محل نہیں ٹھہرا سکتے ۔..اور اپنے ان بھائیوں کی شکائت بطور اپیل لارڈ ڈفرن اور سر لیپل گریفن کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور ان سے امید رکھتے ہیں کہ..اگر کسی قدر اور کسی قسم کا مخالفانہ اثر ان بیانات کا انکے لوح خاطر پر جاگزین ہوا ہو تو وہ ملاحظہ اس مضمون کے بعد اس کو محو فرمائیں گے ..وہ شکائت یا اپیل یہ ہے جس میں انکے الزامات نمبروار ذکر کر کے ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ ہمارے بھائیوں کا یہ لکھنا کہ نواب صاحب بھوپال نے آٹھ یا نو خون کئے یا کرائے ہیں۔ایسا سفید جھوٹ ہے کہ اس کے بیان واثبات کی ضرورت نہیں ہے۔

نواب صاحب کے ایما یا سازش سے بھوپال میں ایک بھی خون ہو جاتا تو سر لیبل گریفن پر اور نواب عبداللطیف خان سی ایس آئی، جو سابق نواب بھوپال (صدیق حسن) کے کلی اور جزئی امور میں

در پئے تفتیش و خلاف رہے، وہ خون مخفی نہ رہتا۔

۲۔ ایسا ہی دین محمد کی معرفت مہدی سوڈان کو روپیہ بھجوانا سفید جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ اس جھوٹ پر سچ کا شبہ ڈالنے کے لئے قیصر ہند کے مشیر با تدبیر اپنی اخبار میں فرماتے ہیں:

اگر دین محمد چالاکی سے کابل کی جانب نہ بھگا دیا جاتا تو سزا کے ملنے میں کوئی شک نہ تھا۔ (دیکھو اخبار مشیر قیصر مطبوعہ ۴ فروری ۱۸۸۶ء جس میں بعینہ یہ الفاظ درج ہیں۔)

ہم اپنے قیصر ہند کے مشیر کو یہ مژدہ دیتے ہیں کہ وہ دین محمد تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ لاہور میں گرفتار ہو گیا ہے اور اس کا مقدمہ زیر تحقیقات ہے۔ اس مقدمہ میں جس قدر نواب (صدیق حسن) صاحب بھوپال کی سازش آپ ثابت کر سکتے ہیں، کریں۔ اور اس پر سزا دلوائیں .. دین محمد نے جو لاہور کی جوڈیشل عدالت میں اپنا جواب لکھا ہے وہ صاف مظہر ہے کہ وہ نواب بھوپال کا جانی دشمن ہے، نہ راز دار اور وکیل (ہم نے ایک واقف کار کی زبان سے سنا ہے کہ اسسٹنٹ جوڈیشل لاہور کی عدالت میں دین محمد نے یہ بیان کیا تھا کہ میں گریفن کا فرستادہ ہوں اور نواب بھوپال کے مخالف بعض امور کا ثبوت بہم پہنچانے کو لاہور آیا ہوں، گو اس بیان دین محمد کی گریفن نے، جن سے بذریعہ تار برقی اس کا حال دریافت کیا گیا تھا، تائید و تصدیق نہیں کی، مگر اس سے یہ بات تو بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ دین محمد، نواب کا دشمن ہے اور در پئے مخالفت، نہ ان کا ہمراز اور وکیل)۔ آئندہ عدالت کو اور آپ جیسے مشیران سلطنت کو اختیار ہے کہ ترغیب و ترہیب کے ذریعہ سے جو چاہیں نواب صاحب کے مخالف دین محمد سے کہلا لیں۔ مگر یہ ملحوظ رہے کہ دین محمد کے سابق حالات اور عدالت بھوپال میں اس کے مقدمات ایسے ثابت ہو چکے ہیں جن کی شہادت سے بحکم انصاف و قانون نواب صاحب کے خلاف میں اس کا کچھ کہنا لائق اعتبار و سماعت نہیں ہے۔ کسی پولیٹکل مصلحت یا آپ جیسے مشیران سلطنت کی مشورت سے اس کو سچ مان لیا جاوے تو یہ امر دیگر ہے (دین محمد بھوپال کا باشندہ ہے۔ پہلے ہندو قوم کلال سے تھا پھر مسلمان ہوا۔ اور قدسیہ بیگم مرحومہ کا، جن کی نواب صاحب اور رئیسہ سے مخالفت ہمارے ہم عصر بھی مان چکے ہیں، ملازم رہا۔ لوگوں کو دھمکا کر اور مخبری کا ڈر سنا کر روپیہ وصول کرنا اس کا پیشہ رہا۔ کہیں سے اور طرح پر بھی روپیہ وصول کرتا رہا ہے۔ چنانچہ نصرت السنہ بنارس میں اس کی نسبت ایک اشتہار اس مضمون کا درج ہو چکا ہے کہ وہ بنارس والوں کا کچھ روپیہ مار کر چلا آیا ہے۔ اس کے داؤ اور فریب سے لوگ بچیں۔ ایک دفعہ اس نے نواب صاحب بھوپال کو بھولا بھالا ملا سمجھ کر دھمکایا اور ایک عرضی کے ضمن میں یہ مضمون لکھ کر پیش کیا کہ مجھے ایک ہزار روپیہ دیدو، ورنہ میں گریفن کے پاس تمہاری مخبری کرونگا کہ انہوں نے مجھے ایک ہزار روپیہ دے کر مہدی کے پاس سوڈان بھیجا تھا اور ایک ہزار روپیہ اور دینے کا وعدہ کیا تھا، اب وہ ایک

ہزار روپیہ نہیں دیتے ۔نواب صاحب نے اس عرضی کو عدالت فوجداری کے سپرد کیا جس پر بعد تحقیقات حسب ضابطہ وہ سزایاب ہوا۔ایک دفعہ اس سے پہلے بھی اس نے ایسی حرکت کی تھی جس پر اس کو سزا ملی تھی ۔ چنانچہ سرشتہ عدالت فوجداری بھوپال میں ان مقدمات کی مثلیں موجود ہیں ۔ان حالات ومقدمات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ نواب صاحب کا کھلم کھلا دشمن ہے ۔اس کی کوئی بات نواب صاحب کے خلاف لائق اعتبار وسماعت نہیں جو اپنے بچاؤ کے لئے وہ خود بناوے یا کسی کی ترغیب وترہیب سے کہے ۔محمد حسین)

۳۔تیسرا الزام جو ہمارے بھائیوں نے نواب بھوپال کے ذمہ لگایا وہ اکثر جھوٹ ہے

سچ تو یہ ہے کہ ان کی بعض تصانیف میں بعض عبارات بے شک ایسی درج ہیں جو محل اعتراض ہیں ۔اوراس میں جھوٹ یہ ملایا گیا ہے کہ ان عبارات کو نواب صاحب کا کلام قرار دیا گیا ہے.. حالانکہ وہ عبارات نواب صاحب کی اپنی نہیں ہیں ۔ وہ کلام غیر ہے اور نواب صاحب کا اپنا کلام اسکے مخالف نواب صاحب کی تصانیف میں موجود ہے۔

دوم یہ کہ اکثر عبارات کا مطلب ایسا غلط قرار دیا گیا ہے جس سے گورنمنٹ کی مخالفت ثابت ہو۔حالانکہ ان کا صحیح مطلب اور ہے..

سوم یہ کہ بعض مطالب کو محض خلاف واقعہ تصانیف نواب صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۔ان مطالب کا تصانیف نواب صاحب میں نام ونشان بھی نہیں ہے ۔ہم ان تینوں قسم کی غلط بیانی اپنے اسلامی بھائیوں کی بہ نقل وتفصیل ان مطالب کے جو انکے ذمہ لگائے گئے ہیں بدلائل ثابت کرتے ہیں اور گورنمنٹ سے (اگر انہوں نے کسی مطلب یا عبارت سے کچھ دھوکہ کھایا ہو) امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے بیان ودلائل کو توجہ سے ملاحظہ فرمائیں گے ۔...

ان کی کتاب دیوان خطب (یا موعظہ حسنہ) ہے ۔اس کتاب کی نسبت ہمارے اسلامی بھائیوں نے گورنمنٹ کو یہ سمجھایا ہے کہ اس کتاب میں نواب صاحب نے گورنمنٹ سے جہاد کرنے کی رغبت دلائی ہے ۔اوراس غرض سے اس کتاب کو عربی زبان میں تالیف کیا اور مصر میں چھپوایا ہے کہ عرب ومصر میں گورنمنٹ کے مخالف جوش واشتعال پیدا ہو۔

اس کتاب کی نسبت یہ کہنا تو سچ ہے کہ اس میں ایک خطبہ متضمن ذکر جہاد بھی تھا۔ باقی جو کچھ لکھا گیا ہے کہ وہ نواب صاحب کا کلام ہے اوراس میں گورنمنٹ سے جہاد کرنے کی ترغیب ہے اور عربی زبان میں وہ کتاب اس غرض سے بنائی گئی ہے اور مصر وعرب میں وہ اس واسطے چھپوائی گئی ہے کہ گورنمنٹ کے مخالف مصر میں اشتعال پیدا ہو۔سب غلط و دروغ ہے۔

اس کتاب میں جو خطبے درج ہیں وہ ایک شخص کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ مختلف اشخاص کے خطبے ہیں۔اور وہ خطبہ جس میں جہاد کا بیان تھا مولانا اسماعیل شہید کا خطبہ تھا۔...نواب بھوپال نے دستور قدیم علماء کے موافق علماء سابق کے خطبوں کو جمع کیا تو ان میں مولوی اسماعیل کے خطبوں کو جن میں سے ایک خطبہ میں جہاد کا ذکر بھی تھا، درج کر دیا اور اس کتاب کو ہندوستان میں چھپوایا۔اور اس کتاب یا خطبہ کو گورنمنٹ کے مخالف نہ سمجھا۔ یارلوگوں نے اس میں لفظ جہاد کا پایا جانا غنیمت سمجھ کر بعض افسران گورنمنٹ کو نواب صاحب کی طرف سے بدظن کیا۔جس پر ۲۱ مارچ ۱۸۸۱ء کو کرنل بنرمن پولیٹکل ایجنٹ سہور علاقہ بھوپال اس خطبہ کے سبب نواب صاحب پر معترض ہوئے۔ نواب صاحب نے اس کتاب کی سبھی کاپیوں کو جو ان کو اس وقت میسر آئیں جمع کر کے کرنل کے سامنے چاک کروا دیا۔اور جب وہ نسخہ دوبارہ مصر میں چھپوایا تو اس میں سے وہ خطبہ جس میں جہاد کا ذکر تھا بالکل نکال دیا۔ چنانچہ وہ کتاب مطبوعہ مصر اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے اور جو چاہے اس کو ہم وہ کتاب دکھا سکتے ہیں۔اس میں اس خطبہ جہاد کا کہیں نام ونشان نہیں ہے۔..

ہندوستان میں گورنمنٹ کے مقابلہ میں جہاد کی ترغیب دلانا، اس کتاب یا خطبہ کے طبع کرانے سے ان کا مقصود ہوتا تو وہ اس کو عربی زبان میں (جس کو ہندوستانی مسلمانوں میں فیصدی ایک بھی نہیں سمجھتا)، نہ چھپواتے، بلکہ ٹھیٹھ ہندی میں اس کا ترجمہ طبع کراتے۔مصر وعرب میں جوش پھیلانا اس سے مقصود ہوتا تو مصر میں اس کو چھپواتے وقت وہ خطبہ متضمن جہاد اس میں سے نکال نہ دیتے۔ بلکہ ہندوستان میں بزبان عربی اور مصر میں بحذف خطبہ جہاد اس کتاب کو چھپوانا قطعی شہادت دیتا ہے کہ اس کتاب کے طبع واشاعت سے جہاد کی طرف رغبت دلانا ہرگز ہرگز ان کا مقصود نہ تھا۔...

دوسری کتاب جس کی اشاعت کے سبب نواب صدیق حسن صاحب پر ترغیب جہاد و بغاوت کا الزام قائم کیا گیا ہے انکی کتاب ہدائت السائل ہے۔اس کتاب کی نسبت ہمارے بھائیوں نے گورنمنٹ کو یہ سمجھایا ہے کہ اس کے صفحہ ۸۸ سے ۹۱ تک یہ ترغیب دی ہے کہ انگریزوں کو عرب سے نکال دیا جائے یا انکو قتل کیا جاوے یا مسلمان بنایا جائے۔اور اسکے صفحہ ۹۴ سے ۱۰۴ تک بجواب چند سوالات یہ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔مسلمانوں کے جو شہر کافروں کے ہاتھ میں ہیں ان کو بزور شمشیران سے چھوڑانا مسلمانوں پر واجب ہے۔مسلمانوں کا کافروں کے شہروں میں رہنا اوران کی ملازمت کرنا، اوران سے دوستی رکھنا، اورانکے قوانین کو عدل کہنا، کفر ہے،اور اسی قسم کی اور باتیں انگریزوں کے حق میں لکھی ہیں کہ مزید بران متصور نہیں جیسے لفظ شیطان۔خبیث وغیرہ

اس کتاب کی نسبت بھی یہ کہنا تو سچ ہے کہ یہ مضامین اس میں درج ہیں ۔مگر یہ سچ نہیں ہے کہ مضامین نواب صاحب نے خود لکھے ہیں ۔اور نواب صدیق حسن صاحب کی غرض ان مضامین کو مشتہر کرنے سے یہ ہے کہ انگریزوں کے برخلاف مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہو۔ وہ مضامین غیر ہیں اور نواب صاحب محض ان کے ناقل ہیں ۔

پہلا مضمون جو صفحہ ۸۸ سے ۹۱ تک منقول ہے سید حسن بن جلال یمنی کا ہے اور اس کے رسالہ بانیان کا ترجمہ ۔ چنانچہ ہدایت السائل کے صفحہ ۹۱ سطر ۱۰ میں اس کا نام و حوالہ بھی موجود ہے ۔ دوسرے مضامین جو صفحہ ۹۴ سے صفحہ ۱۰۴ تک منقول ہیں وہ سید عبد الباری یمنی کے رسالہ سیف تبار کا لفظ بلفظ ترجمہ ہے ۔ ان کا ذکر و حوالہ گو ہدائت السائل میں نواب صاحب نے نہیں دیا ۔مگر اپنی دوسری کتاب عبرۃ میں جس کو ہدایت السائل سے تیسرے سال ۱۲۹۴ھ میں انہوں نے چھپوایا اور اس میں بصفحہ ۱۰۴ اصل عبارت سیف تبار کو نقل کیا ہے اس کا نام لیا اور حوالہ دیا ۔ یہ دونوں رسالے بھی ہمارے پاس موجود ہیں اور جو چاہے اس کو ہم دکھا سکتے ہیں ۔

نواب صدیق حسن کا ان رسائل کو ترجمہ کر کے اپنی کتاب میں نقل کرنا اور اسکے ساتھ اپنی کسی قسم کی رائے موافق یا مخالف ظاہر نہ کرنا بعینہ ایسا ہے جیسا ہمارے ان ہی نکتہ چین بھائی اخبار نویسوں کا مہدی سوڈان کے اشتہارات و خطوط کو یا روس کے مخالف کاروائیوں کو اپنے اخباروں میں درج کرنا ، اور ان پر اپنی کسی قسم کی رائے ظاہر نہ کرنا ۔جس کو کوئی ترغیب جہاد و بغاوت نہیں کہتا ۔

نواب صدیق حسن کی غرض ان مضامین کو اپنی کتابوں میں درج کرنے سے ہمارے قیاس و تجربہ و کانشش کی شہادت سے صرف اپنی جامعیت اور ہمہ دانی اور ہر مسئلہ میں حاضر جوابی کا اظہار ہے ۔اسکے سوائے اس سے انکی کوئی غرض گورنمنٹ کے مخالف یا موافق نہیں ہے ۔اس قسم کی بلاتحقیق (و بلا تائید و تردید) مضامین کے ان کی کتابوں میں درج ہونے کا ایک سبب اور بھی ہے جس کو ہم آزادی اور راست بازی سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں ۔اور نواب صاحب اور انکے مقلد دوستوں سے اسکے بیان سے پہلے معافی مانگ کر یہ استدعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اس سبب کے اظہار و بیان میں حق گو و معذور سمجھیں ، طاعن و مخالف صاحب خیال نہ کریں ۔نواب صاحب ہمارے مہربان دوست ہیں مگر حق ان سے بھی زیادہ دوست ہے لہذا ہم انکے پاس خاطر سے حق کو نہیں چھوڑ سکتے

وہ سبب یہ ہے کہ نواب صاحب کو اپنی تصانیف میں تحقیق و تدقیق کا التزام نہیں ،صرف جمع و تالیف ان کو پیش نظر رہتی ہے ۔لہذا وہ ہر قسم کے مسائل کو محقق ہوں ،خواہ غیر محقق ۔ وضروری

ہوں خواہ غیر مناسب و غیر ضروری ، اپنی تصانیف میں درج کر دیتے ہیں ۔ یہ امر صرف ان ہی مسائل میں نہیں پایا جاتا جن کو گورنمنٹ سے تعلق ہے ۔ بلکہ بعض مذہبی اور علمی مسائل میں بھی ان کا یہی حال ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہم عصروں اور ہم چشموں (مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی وغیرہ علماء نے) ان کی تصانیف پر سخت نکتہ چینی کی ہے اور ان کے بعض مسائل میں غلطی و تحقیق سے مخالفت ایسی ثابت کر دکھائی ہے کہ اس کو نواب صاحب نے بھی مان لیا ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ ہم صرف ناقل ہیں ہم کو اس سے بحث نہیں کہ فلاں امر میں حق وصحیح کونسا قول ہے ۔ جب بعض علمی اور مذہبی مسائل میں ان کا بلا تحقیق اقوال غیر کو نقل کرنے کا یہ حال ہے تو ان مسائل میں جن کو گورنمنٹ اور پولیٹیکل حالات سے تعلق ہے ان کا اقوال غیر کو بلا ردوقدح نقل کرنا کون سے تعجب و اعتراض کا محل ہے ۔

پولیٹیکل معاملات سے تو ہمارے نواب صاحب محض سادگی اور ناواقفی میں مبتلاء ہیں اور ایسے مضامین کے نتائج سے بالکل ناآشنا ۔ لہذا ان مسائل کے نقل بلا تحقیق میں وہ اور بھی معذور کہے جانے کے مستحق ہیں اور ان کی اشاعت سے ان پر یہ گمان کہ وہ اس میں ترغیب بغاوت وفساد کی نیت رکھتے ہیں ، بالکل صحیح نہیں ہے ۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ ۱۸۸۶ء ج ۹ ص ۵ تا ۷ مختصراً)

تحریک ختم نبوت ابھی شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ نواب صدیق حسن نے مرزا قادیانی کی مخالفت شروع کر دی تھی جیسا کہ مرزا صاحب ۲۱ جون ۱۸۸۳ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۰۰ھ کو اپنے ایک دوست کو خط میں لکھتے ہیں :

ابتداء میں جب یہ کتاب (براہین) چھپنی شروع ہوئی تو اسلامی ریاستوں میں توجہ اور مدد کیلئے لکھا گیا تھا بلکہ کتابیں بھی ساتھ بھیجی گئی تھیں ۔ سو اس میں سے صرف ابراہیم علی خان نواب مالیر کوٹلہ ، اور محمود علی خان رئیس چھتاری اور مدار المہام جونہ گڈھ نے کچھ مدد کی تھی ، دوسروں نے اول توجہ ہی نہیں کی اگر کسی نے کچھ وعدہ کیا تو اس کا ایفاء نہیں کیا بلکہ نواب صدیق حسن خان نے بھوپال سے ایک نہایت مخالفانہ خط لکھا ۔ (مکتوبات احمدیہ ۔ جلد اول ، ص ۔ ۲۸ ۔ ۲۹)

☆☆☆☆☆

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین

کتابیات

صحیح البخاری۔امام محمد بن اسماعیل بخاری
صحیح مسلم۔امام ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری
سنن ابی داؤد۔سلیمان بن الاشعث سجستانی
مشکوۃ المصابیح۔ولی الدین بن عبداللہ الخطیب العمری
دیوان الرافعی۔مصطفیٰ صادق الرافعی، جزء الثانی ۱۳۲۱ھ۔مطبع الجامعہ بالاسکندریہ ۱۳۲۲ھ
شفاء للناس۔محمد عبداللہ شاہجہان پوری
چودھویں صدی کا مسیح۔حکیم مظہر حسن قریشی صدیقی، مطبع اہل حدیث امرتسر ۱۳۲۲ھ
کلمہ فضل رحمانی۔قاضی فضل احمد
سیف چشتیائی۔پیر مہر علی شاہ
عصائے موسیٰ۔منشی الٰہی بخش لاہوری
تائید آسمانی۔منشی محمد جعفر تھانیسری
الہامات مرزا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری
ہفوات مرزا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری

قادیانی کتب:

براہین احمدیہ،
فتح اسلام، غایۃ المرام،
ازالہ اوہام،
حجۃ اللہ، سراج منیر،
انوار الحق، برکات الدعاء،
آئینہ کمالات اسلام،
ایام الصلح،
دافع الوساوس، دافع البلاء،
شہادۃ القرآن، انجام آتھم،

انوار الاسلام، دافع البلاء،
الہدی وتبصرة لمن یری، استفتاء،
کرامات الصادقین،
کتاب البریہ،
نزول المسیح،
خطبہ الہامیہ،
اعجاز احمدی،
مجموعہ اشتہارات قادیانی،
مکتوبات احمدیہ،
سیرۃ المہدی از مرزا بشیر احمد قادیانی،
حیات ناصر

اخبارات ورسائل:

مجلّہ المنار جلد۴۔ جلد۵، جلد۱۶ اڈیٹر محمد رشید رضا مصری؛
ماہنامہ اشاعۃ السنہ ج ۸، ج ۹، ج ۱۵، ج ۱۶، ج ۱۸۔ اڈیٹر محمد حسین بٹالوی؛
شحنہ ہند میرٹھ۔ اڈیٹر احمد حسن شوکت میرٹھی؛
اخبار اہل حدیث امرتسر۔ اڈیٹر ثناء اللہ امرتسری؛
الحکم قادیان۔ اڈیٹر شیخ یعقوب علی قادیانی؛
البدر قادیان۔ اڈیٹر محمد افضل، مفتی محمد صادق قادیانی؛
ریویو آف ریلی جنز قادیان

مکتبہ قدوسیہ

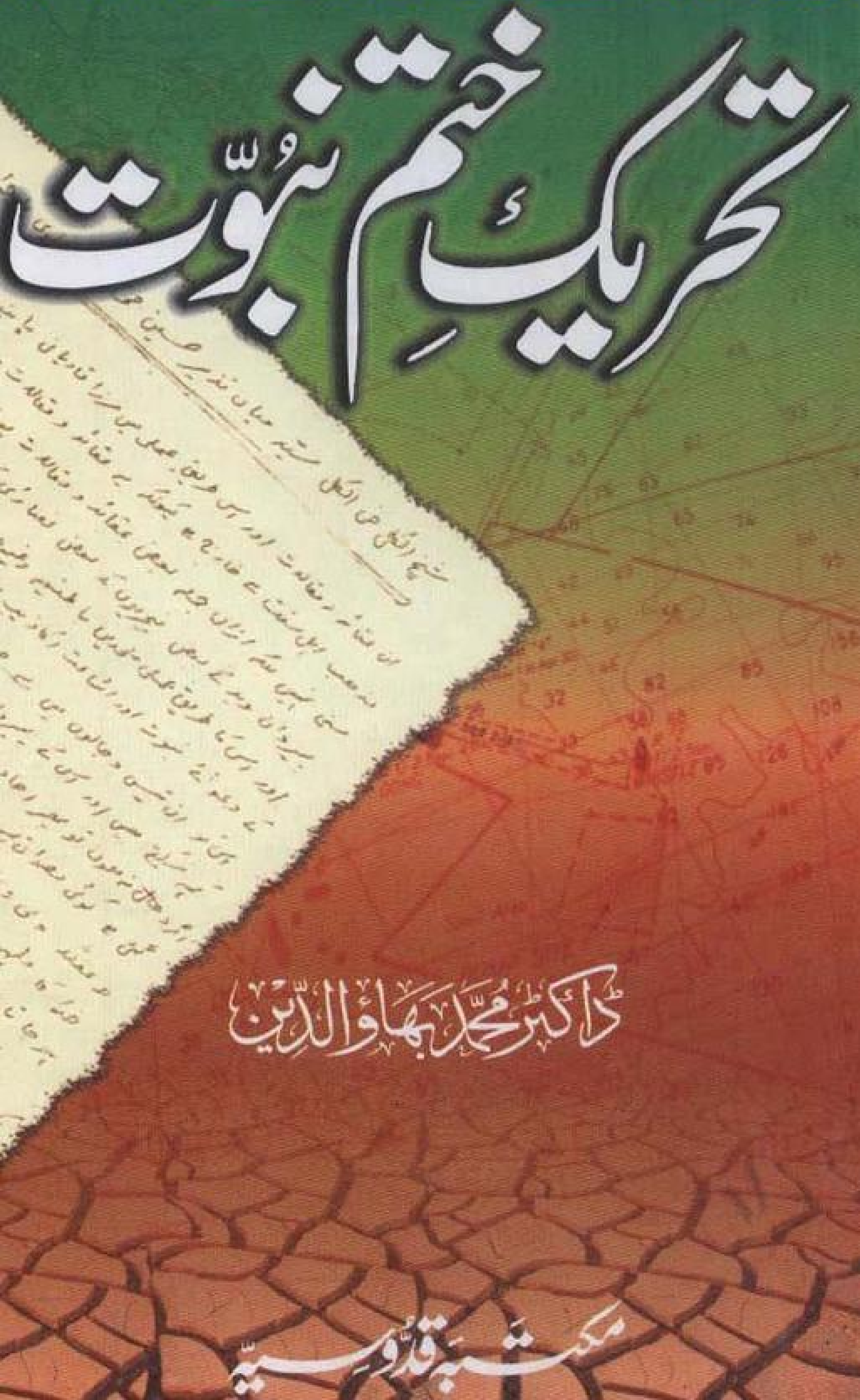

تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سلیما ن و انه بسم اللہ الر حمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

حصہ پانزدہم (۱۵)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب:	تحریک ختم نبوت حصہ پانزدہم (۱۵)
صفحات:	۵۴۴
مولف:	ڈاکٹر محمد بہاء الدین
طبع:	اول
سال طباعت:	۲۰۱۱ء

فہرست عنوانات

لانظیر لہ

حامداً و مصلیاً: جب سے قادیانی دریچہ کھولا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر کے ابتدائی دور کے شماروں سے مواد پیش ہونا شروع ہوا ہے، کئی ایسے کارکن منظر عام پر آئے ہیں جو قبل ازیں ۱۹۱۲ء تک تحریک ختم نبوت میں گمنام یا کم معروف تھے۔ ان میں مولوی عبدالعزیز محدث کوموی، مولوی محمد اسحاق پٹیالوی، صوفی محمد دین جہلمی، چودھری غلام قادر جہلمی، راجہ خان بہادر خان جہلم، مولوی غلام مصطفیٰ امرتسری، مولوی نور محمد واعظ بمبئی، مولوی نور اللہ، مولوی خیر شاہ، حافظ ظفر علی، مولوی نور الحسن، مولوی غلام اللہ قصوری، ماسٹر کرم الٰہی سیالکوٹی، مولوی عبدالرحمٰن نومسلم دہلوی، قاضی نذیر حسین اڈیٹر قلقل بجنور، مولوی احمد حسن بریلوی مہتمم مصباح التہذیب، مولوی یار محمد شاہپوری، خان بہادر محمد ابراہیم خان مردان، مولوی سید علی الحائری، مولوی عبداللہ بن ارشاد علی ذاکر لاہوری، ڈاکٹر نور حسن وانا وزیرستان، مولوی احمد رضا بریلوی، مولوی حامد رضا بریلوی، یعقوب خان کلرک پولیس سرساوہ، میاں فوق اڈیٹر پنجہ فولاد لاہور، منشی سراج الدین اڈیٹر روزگار، وزمین دار، اڈیٹر نیر اعظم مراد آباد، منشی غلام محمد اڈیٹر وکیل امرتسر، مولوی عبداللہ چکڑالوی، مولوی محمد حسین کوئلہ والہ دہلی، مولوی محمد علی مونگیری، حکیم مظہر حسن صدیقی، میاں فتح خان ٹانڈہ، خان بہادر ڈپٹی فتح علی شاہ لاہوری، ڈاکٹر جمال الدین، مرزا سلطان محمد بیگ پٹی ضلع لاہور، حاجی محمد احمد دہلوی، نواب سلطان مرزا دہلوی، نواب سعید الدین احمد دہلی، مولوی عبد الحمید دہلوی، عبدالغنی دہلوی، جناب عبدالحق سوداگر دہلوی، حاجی نور احمد دہلوی، میاں محمد منصرم مطبع فارقی دہلی، شیخ مہر علی ہوشیار پوری، حکیم غلام رسول امرتسری، میاں امام الدین لاہوری، منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ، حکیم محمد صدیق امرتسری، مولوی محمد ابراہیم امرتسری، حکیم سلطان محمود راولپنڈی، مولوی محمد حسن فیضی، پیر عبدالخالق، مولوی احمد دین موضع شاہاں جہلم، مولوی اصغر علی لاہوری، علامہ شمس الحق ڈیانوی، مولوی محمد رفعت اللہ شاہجہان پوری، مولوی اکرام اللہ خان شاہ جہان پوری، مولوی ابو اسحاق محمد عبداللہ شاہجہان پوری برادر مولوی ابو یحیٰ محمد شاہ جہانپوری، اڈیٹر النجم، اڈیٹر البیان، مولوی محمد یحیٰ مدرس سہارن پور، حکیم محمد شریف بانکی پوری، مولوی عبدالستار بسکوہری، مولوی عبدالغفار خان رامپوری، حافظ احمد علی خان رامپوری، مولوی ابوالمسیح احمد دین سیالکوٹی، قاضی ظفرالدین لاہور،

مولوی محمد داؤد تلمیذ قاضی ظفر الدین ،مولوی محمد محی الدین امام مسجد شاہجہانپور ،مولوی محمد ریاست علی شاہ جہانپور ، مولوی ابو یحی محمد شاہجہانپوری ،مولوی سید محمد اعظم شاہجہانپوری ، ،مولوی محمد عبد الخالق مدرسہ عین العلم ،مولوی عبد الکریم شاہجہانپوری ،حکیم محمد الدین امرتسری ،مولوی ابونعیم عبد العظیم حیدر آبادی ،مولوی اللہ دتا چک ۳ نہر گوگیرہ ،منشی قائم الدین نقشہ نویس ہیڈ مرالہ، جناب عبد العزیز سوداگر بوٹ امرتسر،مولوی ابو یحی حشمت علی دہلوی ، علامہ رشید رضا مصری ، شیخ مصطفیٰ صادق الرافعی ،مولوی عبد الکریم بن محمد صدیق پشاور،مولوی عبد العزیز قلعہ میہاں سنگھ ،منشی خیر الدین نقل نویس ،مولوی غلام مصطفیٰ سہسرامی ، منشی مولا بخش کشتہ امرتسری ، مولوی محمد اشرف علی تھانوی ،مولوی نور محمد مدرسہ مہند بہاولپور ،مولوی سید عبد الرحیم غزنوی ،مولوی عبد العزیز دینا نگری ،مولوی نور احمد امرتسری ، مولوی عبد الاول غزنوی ،مولوی عبد الغفور غزنوی ،مولوی ابو زبیر غلام رسول امرتسری ،مولوی نور احمد لکھوی ، حکیم عبد الحق امرتسری ،مولوی محمد حسین لکھوی ،مولوی سید عبد القیوم جالندھری ،مولوی عبد القادر لکھوی ،مولوی تاج الدین امرتسری ،مولوی عبد الرزاق لکھوی ، حافظ غلام صمدانی پشاوری،حکیم محمد عبد اللہ پشاور،مولوی گل محمد بہاری پور ضلع پشاور،مولوی عبد العظیم پسروری ،مولوی عبد اللہ پسروری، مولوی قاسم علی نائی والہ،مولوی محبّ اللہ خراسانی ،مولوی عبد المجید ہزاروی ،مولوی عبد الودود باری والہ، مولوی نیاز اللہ مدرس تقویۃ الاسلام امرتسری،مولوی یحی غزنوی ،مولوی محمد غزنوی ، خلیفہ عبد الرحمٰن امرتسری مولوی سید احمد دہلوی ،مولوی غلام محمد تبّتی ،مولوی مصطفیٰ کیلیانوالہ، حافظ محمد عبد اللہ غزنوی ، مولوی حبیب اللہ غزنوی ،مولوی عبد العلی نوشہرہ بنیر ،مولوی شاہ ابو صالح کانپوری وغیرہ شامل ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کی تصانیف کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں اس کے اصل مدمقابل اہل حدیث ہی تھے۔جیسا کہ اڈیٹر الحکم قادیان بتاتا ہے:

> مرزا صاحب نے اپنا ایک پرانا الہام سنایا یا یحی خذ الکتاب بالقوة و الخیر کله فی القرآن اورفرمایا کہ، اس میں ہم کو حضرت یحی کی نسبت دی گئی ہے کیونکہ حضرت یحیؑ کو ان اقوام سے مقابلہ کرنا پڑا تھا جو کتاب اللہ توراۃ کو چھوڑ بیٹھے تھے اور حدیثوں کے بہت گرویدہ ہو رہے تھے اور ہر بات میں احادیث کو پیش کرتے تھے۔ایسا ہی اس زمانہ میں ہمارا مقابلہ اہل حدیث کے ساتھ ہوا کہ ہم قرآن پیش کرتے اور وہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ (الحکم قادیان ۲۴۔اپریل ۱۹۰۲ء ص ۸)

شائد اسی لئے مرزا قادیانی کا لٹریچر مولانا سید نذیر حسین محدثؒ ،مولانا بٹالویؒ ،مولانا

عبدالجبار غزنویؒ، مولانا عبدالحق غزنویؒ، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھویؒ، منشی الٰہی بخش لاہوریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا ابراہیم میرؒ، حافظ محمد یوسف امرتسریؒ وغیرھم کے ذکر سے بھرا ہوا ہے کہ اس کے اصل مخالف یہ لوگ ہیں اور انہی لوگوں نے دوسروں کو اس کے خلاف بھڑکایا ہے اور یہی لوگ اس کے عقائد ونظریات کی تردید کا کام کر رہے ہیں۔

جب سے قادیانی دریچے میں سے اخبار الحکم اور البدر نے چہرہ دکھایا ہے، مرزا صاحب کے مذکورہ بالا تاثر کی جابجا تصدیقی شہادات ملتی ہیں، کیونکہ زیر نظر دور میں اہل حدیث بزرگ تحریک ختم نبوت کے منظر پر چھائے ہوئے تھے۔ قادیانی اخبارات مولانا بٹالویؒ، مولانا امرتسریؒ، وغیرھم کے خلاف تحریروں سے اٹے پڑے ہیں، جوابات سے عاجز آتے ہیں، تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم آئندہ ان کو مخاطب نہیں کریں گے، چند روز بعد اپنے ہی عہد کو پھر توڑتے ہیں اور کپڑے جھاڑ کر پھر مقابل کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ادھر سے پھر مناسب تواضع ہوتی ہے تو لاجواب ہوکر، میں باز آیا محبت سے، کا ریکارڈ گراموفون پر لگا کر، دکان بڑھا کر، پاؤں میں مہندی لگا کر مائیوں بیٹھ جاتے ہیں۔ کاروبار سرد ہوجاتا تو حبک الشیء یعمی و یصم کے مصداق مرزا صاحب کی محبت میں اندھے اور بہرے ہوکر خاطر کروانے کے لئے پھر میدان میں کود پڑتے ہیں۔ البدر اور الحکم، علماء اہل حدیث کے مقابل قادیانیوں کے اٹھنے اور گرنے کی یہی داستان سنا رہے ہیں۔ جیسا کہ ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب کی مجلس میں:

> ذکر آیا کہ لدھیانہ میں ایک فحش گو نے پھر گالیاں دینے پر کمر باندھی ہے۔ (مرزا نے) فرمایا کہ اب ایسے لوگوں سے اعراض ہی اچھا ہے۔ ہم کیا جواب دے سکتے ہیں۔
>
> (بدر قادیان ۲۷۔ اپریل ۱۹۰۵ء ص ۸)

لیکن جلد ہی قادیانی پھر جوابات دینے لگے۔ تاہم جب اچھی طرح خاطر ہوئی تو اڈیٹر البدر نے پھر لکھا:

> چونکہ ہماری طرف سے کیا تحریراً اور کیا تقریراً پورے طور پر مخالفوں پر اتمام حجت ہو چکا ہے، اس لئے اب ان کے ایسے کلمات کا اخباروں میں رد کرنا جو انصاف پر مبنی نہیں ہیں ہرگز مناسب نہیں.... ہم تمام لوگوں اور تمام مخالفین کو عام اطلاع دیتے ہیں کہ اب مخالفین کی تحریروں کے مقابل پر ان کا نام لے کر کوئی تحریر شائع نہ ہوگی
>
> (بدر قادیان ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۷)

قادیانیوں کے مذکورہ بالا طرز عمل کی ایک اور مثال مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے رسالے الہامات مرزا کا جواب ہے۔ مولانا کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ شائع ہوا تو اس کا جواب دینے والے کو پانچ سو روپیہ انعام کا وعدہ دیا گیا تھا، اشاعت دوم میں انعام ایک ہزار کر دیا گیا۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں بار سوم شائع ہوا، تو انعام بڑھا کر دو ہزار کر دیا گیا۔ مرزا صاحب اور ان کے حواری اسے پڑھتے تھے، اور انگور کھٹے ھیں کہہ کر رکھ دیتے تھے۔ لوگ جواب کیلئے تنگ کرتے، تو قادیانی علماء کو جوش اٹھتا۔ پھر رسالے کو اٹھاتے، دیکھتے، پڑھتے اور اپنا سا منہ لے کے رہ جاتے:

جیسا کہ اڈیٹر الحکم نے نشانات مرزا کے زیر عنوان ایک مرتبہ لکھا:

عرصہ ہوا میں نے الہامات مرزا کا ایک مختصر سا جواب شائع کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر میری مصروفیت اور کتاب مذکور کی عدم اہمیت نے اب تک مجھے توجہ نہ کرنے دی۔ اب بعض احباب کی یاددہانی سے میں نے اس رسالہ پر مکرر نظر کی ہے اور انشاء اللہ عنقریب میں ایک رسالہ شائع کر سکوں گا۔ (الحکم ۲۴۔ اگست ۱۹۰۶ء ص ۱)

اور کچھ عرصہ بعد بدر والوں نے لکھا ہے:

بعض کتابوں کے جواب ابھی سے تیار ہیں شہادۃ القرآن مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا مختصر جواب لکھا ہوا موجود ہے ایسا ہی الہامات مرزا مولوی ثناء اللہ امرتسری کا، احباب اپنی اپنی درخواستیں بھیجیں تاکہ اس کے مطابق تعداد میں چھپوائی جاسکیں۔ جو حضرات زبانی و تحریری طور پر ایسے جوابوں کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں وہ خاص توجہ فرما کر درخواستیں بھیجیں ... ناظم بدر بک ڈپو قادیان۔ (اخبار بدر قادیان ۷ فروری ۱۹۰۷ء ص ۹)

اور چند ہفتے بعد ایک اور قادیانی عالم نے لکھا:

ایک دوست نے رسالہ الہامات میرزا پر مجھے متوجہ فرمایا تھا جب میں نے اس کو سرسری نظر سے دیکھا تو میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ایسی بے جا تحریروں پر ہماری جماعت کے افراد کو متوجہ نہیں ہونا چاہیے اس لئے کہ قرآن کریم و اعرض عن الجاھلین کا ارشاد صادر ہے۔ من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ نیز یہ بھی فرمایا گیا ہے (پھر جن لوگوں نے توجہ کی انہوں نے قرآنی حکم اور ارشاد نبوی کی خلاف ورزی کی۔ یاد رہے کہ جواب کی کوشش کرنے والوں میں حکیم نور الدین، اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی، اور خود اس تحریر کا محرر، عبداللہ احمدی، شامل ہیں کیونکہ وہ بھی جواب دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ جمیل) وجہ اسکی یہ ہے کہ

> مصنف رسالہ (ثناء اللہؒ) نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مرزا کی پیشگوئیوں کی پڑتال کرنی چاہیے جن سے ان کی روحانی کدورت اور صفائی کا حال کھل جائے۔ بادی النظر میں مصنف رسالہ کا یہ قاعدہ انصاف پر مبنی نظر آتا ہے لیکن پیشگوئیوں پر جرح وقدح کرتے ہوئے وہ اس قاعدہ کو ایسے طریق پر استعمال کرتا ہے کہ اس کے درمیان اور ابو جہل و دیگر کفار کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا بلکہ بعض سفیہانہ اقوال میں کچھ زیادہ ترقی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ عبداللہ احمدی، ساکن کشمیر شوپین (بدر ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۰)

لیکن کسی سے کوئی جواب نہ ہوسکا، ادھر خود قادیانی پبلک کی طرف سے اپنے اکابرین سے مطالبہ جاری رہا کہ الہامات مرزا کا جواب لکھا اور شائع کیا جائے، جیسا کہ مرزا صاحب کے آنجہانی ہوجانے کے بعد ایک دفعہ قادیانی پریس میں یہ خبر شائع ہوئی:

> امرتسری منکر ثناء اللہ کے رسالہ الہامات مرزا کا جواب اڈیٹر الحکم (یعقوب علی تراب) نے لکھنا شروع کر دیا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے خلیفۃ المسیح (حکیم نورالدین) نے منظور فرمایا ہے کہ آپ باوجود ضعف اور شدت گرما کے اس کے مسودہ پر نظر ثانی کر دیں چنانچہ حضرت کی خدمت میں پہلا مسودہ دیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ آپ اصلاح کرتے جائیں گے، کاتب کے حوالہ مسودہ کر دیا گیا ہے وہ لوگ جو الہامات مرزا کے جواب کے لئے بے قرار تھے اب اپنے ارادہ سے اطلاع دیں یہ رسالہ سو صفحہ سے کم نہیں ہوگا، ممکن ہے زیادہ ہو جائے۔ اللہ تعالی کے فضل پر بھروسہ ہے کہ یہ جواب بہتوں کے لئے مفید ہوگا، ہاں شریر النفس اور دل کے ناپاک لوگوں کے لئے فزادھم اللہ مرضاً کا مصداق ہی ہوسکتا ہے۔ (الحکم ۷۔۱۴ جون ۱۹۱۱ء ص ۱۳)

اس خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ مئی ۱۹۱۱ء تک الہامات مرزا کا جواب نہیں لکھا جا سکا تھا، اور مرزا صاحب یہ قرض اپنے ذمہ لے کر رخصت ہو چکے تھے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس عرصہ میں جو ادھر ادھر سے لایعنی قسم کی تحریریں شائع کر کے بعض قادیانی اپنا دل خوش کر رہے تھے کہ الہامات مرزا کا جواب ہو چکا، وہ احمقوں کی جنت میں رہتے تھے، کیونکہ خود قادیانیوں کے اہل علم اور ذمہ دار طبقہ کو اعتراف تھا کہ الہامات مرزا کا جواب نہیں ہو سکا، اور وہ اپنے اکابرین سے مسلسل درخواست کرتے رہتے تھے کہ جواب لکھا جائے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اڈیٹر الحکم کو خود بھی معلوم تھا کہ ان کے جوابی رسالے میں کتنی جان ہے، کہ خود ہی بتا رہے ہیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں الہامات

مرزا پڑھ کر شکوک وشبہات پیدا ہو چکے ہیں وہ میرے اس جوابی رسالے کے پڑھنے سے دور ہونے کی بجائے اور زیادہ ہو جائیں گے۔

اسی طرح زیر نظر دور (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) کے عام اہل علم کو بھی اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ تردید قادیانیت کے علم بردار علماء اہل حدیث ہی ہیں۔ اس بات کا ثبوت حکیم مظہر حسن صدیقی کی کتاب، چودھویں صدی کا مسیح، ہے جس کی تلخیص تحریک ختم نبوت کے چودھویں حصے میں پیش کی گئی ہے، جو علماء اہل حدیث کی خدمات سے بھری ہوئی ہے۔

زیر نظر جلد کے شروع میں ڈاکٹر صاحب نے پنڈت لیکھ رام کی مرزا قادیانی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی داستان بیان کی ہے جو انیسویں صدی کے عشرہ تاسع سے تعلق رکھتی ہے، اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۱۸۸۵ء کے گردو پیش پنڈت لیکھ رام نے مرزا صاحب کے نظریات پیش کر کے علماء اسلام کے سامنے سوال رکھا تھا کہ وہ کیوں ایسے شخص کو غیر مسلم قرار نہیں دیتے۔ لیکھ رام اور مرزا کی خط و کتابت، تکذیب براہین احمدیہ اور مکتوبات احمدیہ سے نقل کی گئی ہے۔

اس کے بعد مولوی غلام دستگیر قصوریؒ کی کتاب تحقیقات دستگیریہ کی تلخیص کی گئی ہے جو انہوں نے براہین احمدیہ کے رد میں پہلے اردو میں لکھی پھر اس کا عربی میں ترجمہ علماء حرمین کی خدمت میں پیش کر کے مرزا پر فتوی تکفیر حاصل کیا تھا اور پھر اس فتوی اور کتاب کو انہوں نے ایک عرصہ تک اس لئے محفوظ رکھا کہ شائد مرزا صاحب اپنے عقائد سے رجوع کر لیں۔ جب ۱۸۹۱ء کے بعد امید رجوع ختم ہوگئی تو اسے عربی اردو میں شائع کرایا۔ ڈاکٹر صاحب نے عربی ترجمے کو ترک کر کے اصل اردو کتاب کی تلخیص شامل اشاعت کی ہے۔ چونکہ لو کان الایمان با لثریا لنا له رجال من فارس کے مصداق، اور مرزا کے (قبل دعوی مسیحیت) فقہی مسلک کے بارے میں مولانا غلام دستگیرؒ کے خیالات سے ڈاکٹر صاحب کی رائے مختلف ہے اس لئے وہاں نوٹ تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ قارئین ان نوٹس کو جو دراصل قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ اور پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی تحریریں ہیں، مفید اور حسب موقع پائیں گے۔

اس کے بعد مولانا غلام دستگیر قصوریؒ کی فتح رحمانی کی تلخیص پیش کی گئی ہے جو تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے لٹریچر میں بڑی اہمیت کی حامل ہے، نیز یہی وہ کتاب ہے جس کے بارے میں مرزا صاحب کا کہنا تھا کہ مولوی غلام دستگیرؒ نے اس کتاب میں میرے ساتھ مباہلہ کیا تھا، اور اس مباہلے کے نتیجہ میں وہ چل بسا۔ اس بات پر بحث کئی جگہ ہو چکی ہے، اور بتایا جا چکا ہے کہ مرزا

صاحب کا خیال غلط تھا۔اس کے برعکس اس کتاب میں اس فرار کی تفصیل ہے جو مرزا صاحب نے علماء اسلام کو چیلنج دے کر اس وقت اختیار کیا تھا جب مولانا غلام دستگیرؒ اس چیلنج کو قبول کر کے مباہلہ کے لئے لاہور آ کر مرزا صاحب کا انتظار کرتے رہے تھے۔

اس کے بعد ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے مولانا انوار اللہ خانؒ حیدر آبادی کی کتاب افادۃ الافہام کے حصہ دوم کی تلخیص مختلف عنوانات کے تحت کی ہے، کچھ عبارات حذف کی گئی ہیں اور باریک خط میں جا بجا حواشی تحریر کیئے گئے ہیں۔ یاد رہے کہ افادۃ الافہام کے حصہ اول کی تلخیص ، کتاب ہذا کی جلد ۱۳ میں پیش کی جا چکی ہے۔

اس کے بعد ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر کے ابتدائی برسوں کے چند شماروں سے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد ابراہیم میرؒ، وغیرہ علماء و کارکنان تحریک کی نگارشات اڈیٹ شدہ صورت میں نذر قارئین کی ہیں۔اس کے ساتھ موقع کی مناسبت سے الحکم اور البدر وغیرہ سے چند مضامین ،خبریں، اور قادیانی فرامین نقل کئے ہیں۔یاد رہے کہ قادیانی لٹریچر میں مرزا صاحب کا ذکر کرتے ہوئے بڑے بڑے سابقے اور لاحقے القاب و دعاوی کی صورت استعمال کئے جاتے تھے جنہیں اکثر و بیشتر ترک کر کے مرزا صاحب یا مرزا قادیانی، یا مرزا غلام احمد تک محدود کر دیا ہے۔

میری گزارش پر ڈاکٹر صاحب نے متفرقات کے عنوان کے ذیل میں ہماری جماعت کے معروف عالم دین شیخ عبدالمعید سلفی مدنی زید مجدہ کا وہ معرکہ آراء تبصرہ جو آپ نے تحریک ختم نبوت کی پہلی جلد پر لکھ کر اپنے رسالے الاحسان دہلی میں شائع فرمایا تھا شامل اشاعت کر لیا ہے۔

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے اللہ تعالی کی عنایات اور اپنے دوستوں کے تعاون سے کئی برسوں میں شب و روز کی محنت سے قادیانیت اور رد قادیانیت پر اس قدر مواد جمع کر لیا ہے کہ جس کا مظہر یہ پیش لفظ ہے جو پندرھویں جلد کیلئے تحریر کیا جا رہا ہے۔کم وبیش ساڑھے سات ہزار صفحات پر مشتمل یہ قیمتی سرمایہ تلاش ،مہیا ،مرتب، کمپوز، اور طبع کر کے نسل نو کے حوالے کر دینا ایک ایسا کارنامہ ہے جسکی مثالیں علوم اسلامیہ کی تاریخ میں کم ہی ملیں گی۔

میں ڈاکٹر صاحب کو بہت قریب سے جانتا ہوں اور میرا آپ سے بہت ہی گہرا تعلق ہے مجھے معلوم ہے کہ قادیانیت اور رد قادیانیت کے لٹریچر میں شب و روز کے انہاک نے آپ کو تحریک ختم نبوت کی تاریخ کا ماہر بنا دیا ہے، اور اس کی ایک مثال وہ چھوٹے چھوٹے نوٹ ہیں جو قادیانی یا غیر قادیانی عبارتوں میں قوسین کے اندر آپ باریک خط میں جا بجا لگاتے ہیں، یہ مختصر

نوٹ اتنے جامع ہوتے ہیں کہ عبارات متعلقہ کے ساتھ پڑھنے سے قاری عش عش کر اٹھتا ہے، قادیانیت پر گرفت اس قدر سخت ہوتی ہے کہ پنجہ فولاد محسوس ہوتا ہے، جامعیت اس قدر ہوتی ہے کہ دریا کوزے میں بند نظر آتا ہے، اور معنویت اس قدر ہوتی ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ نگینہ اسی انگشتری کیلئے تراشا گیا تھا۔

کسی کتاب کی پندرھویں جلد پر تقریظ لکھنا ایک لحاظ سے غیر معمولی نوعیت کی بات ہے کسی مصنف کی کم ہی کتابیں ہوں گی جو ساڑھے سات ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ۱۵ جلدوں میں نہ صرف چلی ہوں بلکہ مزید جلدیں بھی ترتیب و تدوین کے مختلف مراحل میں ہوں۔ چونکہ میں قبل ازیں کئی جلدوں پر تقریظات لکھ چکا ہوں اس لئے اب ذخیرہ الفاظ میرا ساتھ دینے سے عاری ہے بس یہاں یہ عرض کرنے کی جرأت کرونگا کہ تحریک ختم نبوت کے لٹریچر میں یہ کتاب ایسی جامع اور رفیع الشان ہے کہ اس میدان میں بجا طور پر اسے لانظیر لہ کا خطاب دیا جا سکتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ جل شانہ، اپنے حبیب کریم ﷺ کے جاں نثار خادم بارگاہ کی خدمت کو شرف قبول عطا فرمائے، انکی خطائیں معاف فرمائے، انہیں صحت و عافیت والی زندگی نصیب فرمائے، انکے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور اس حکایت لذیذ کا سلسلہ دراز تر کرتا جائے کہ زمانہ بڑے شوق سے سن رہا ہے۔

مجھے امید ہے کہ ناظرین یہ معلوم کر کے خوشی محسوس کرینگے کہ زیر نظر دور (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) کو مکمل کرنے کے لئے ڈاکٹر صاحب نے مزید دو جلدیں (سولھویں اور سترھویں) تقریباً تیار کر لی ہیں۔ میرا خیال ہے اس ماہ (محرم ۱۴۳۲ھ) کے اخیر تک طباعت کیلئے تیار ہو جائیں گی انشاء اللہ پھر آپ تاریخ اہل حدیث کی پانچویں اور چھٹی جلد کی تیاری کی طرف توجہ فرمائیں گے جس کا شدت سے اہل جماعت کو انتظار ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ انشاء اللہ ڈاکٹر صاحب ماہ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ تک یہ مرحلہ بھی طے کر لیں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کیلئے ان مراحل کو آسان فرما دے آمین۔ و ما ذلک علی اللّٰہ بعزیز

(مولانا) شیر خان جمیل احمد عمری

ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ ۱۴ دسمبر ۲۰۱۰ھ۔ ۸ محرم ۱۴۳۲ء

دوسو روپیہ ماہوار کی پیشکش

نشان نمائی کے لئے چیلنج کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

گذارش ضروری یہ ہے کہ عاجز مؤلف براہین احمدیہ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرز پر کمال مسکینی فروتنی و غربت وتذلل وتواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے اوران لوگوں کو جو راہ راست سے بے خبر ہیں صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی تحیات حاصل ہوتی ہے اور اسی عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھاوے۔ اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے جس کی ۳۷ جزء چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہذا میں مندرج ہے لیکن چونکہ پوری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے اس لئے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل بغرض اتمام حجت یہ خط (جسکی ۲۴۰ کاپی چھپوائی گئی ہے) معہ اشتہار انگریزی (جس کی آٹھ ہزار کاپی چھپوائی گئی ہے) شائع کیا جائے اوراس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب و ہندوستان وانگلستان وغیرہ بلاد جہاں تک ارسال خط ممکن ہو) جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور اور معزز ہوں، اور بخدمت معزز برہموں صاحبان و آریہ صاحبان ونیچری صاحبان وحضرات مولوی صاحبان(جو وجود خوارق وکرامات سے منکر ہیں اوراس وجہ سے اس عاجز سے بدظن ہیں) ارسال کی جاوے

یہ تجویز نہ اپنے فکر واجتہاد سے قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولی کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اور بطور پیش گوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب (جو خط پہنچنے پر رجوع بحق نہ کریں گے) ملزم ولا جواب ومغلوب ہو جائیں گے۔ بنا برعلیہ یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور مشہور اور مقتداء ہیں، ارسال کیا جاتا ہے اور آپ کے کمال علم اور بزرگی کی نظر سے امید ہے کہ آپ حسبۃً للہ اس خط کے مضمون کی طرف توجہ فرما کر طلب حق میں کوشش کریں گے اگر آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو آپ پر حجت تمام ہوگی۔ اوراس کاروائی کی (کہ

آپ کو رجسٹری شدہ خط ملا پھر آپ نے اس کی طرف توجہ کو مبذول نہ فرمایا) حصہ پنجم کتاب میں پوری تفصیل سے اشاعت کی جائے گی۔ اصل مدعا خط کے جس کے ابلاغ سے میں مامور ہوا ہوں، یہ ہے دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق وپیش گوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے جس کو طالب صادق اس خاکسار (مولف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبرا اختیار کرنے سے بمعاینہ چشم تصدیق کرسکتا ہے۔ آپ کو اس دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہوتو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کرلیں ولیکن اس شرط نیت سے (جو طلب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہوجائیں گے۔ اس شرط نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاء اللہ تعالی آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ اب آپ تشریف نہ لائیں تو آپ پر خدا کا مواخذہ رہا اور بعد انتظار تین ماہ کے آپ کی عدم توجہی کا حال درج حصہ پنجم کتاب ہوگا۔ اور اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائیگا۔ اس دوسو روپیہ ماہوار کو آپ اپنے شایان شان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے طالبان حرجانہ یا جرمانہ کے لئے ضروری ہے کہ تشریف آوری سے پہلے بذریعہ رجسٹری ہم سے اجازت طلب کریں اور جو لوگ حرجانہ یا جرمانہ کے طالب نہیں ان کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ بذات خود تشریف نہ لاسکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدہ کو آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ سمجھیں روانہ فرماویں مگر اس شرط سے کہ بعد مشاہدہ اس شخص کے آپ اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق) میں توقف نہ فرمائیں۔ آپ اپنے شرط اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق) ایک سادہ کاغذ پر جس پر چند ثقات مختلف مذاہب کی شہادتیں

ہوں تحریر کردیں جس کو متعدد اردو انگریزی اخباروں میں شائع کیا جائے گا۔ ہم اپنی شرط دوسو روپیہ ماہوار جرمانہ یا حرجانہ (یا جو آپ پسند کریں اور ہم اس کی ادائیگی کی طاقت بھی رکھیں) عدالت میں رجسٹری کرالیں اور اس کے ساتھ ایک حصہ جائداد بھی بقدر شرط رجسٹری کرالیں۔..الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب۔

مطبوعہ مرتضائی پریس لاہور۔ (مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۲۰۔۲۲)

میر عباس علی لدھیانوی کو مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس عاجز نے ایک خاص معتبر لاہور میں بھیجا ہوا ہے اگر چہ ارادہ تھا کہ دو ہزار خط چھاپا جائے مگر دو ہزار نوٹس بھیجنے میں پانچ سو روپیہ خرچ آتا ہے کیونکہ ہر ایک خط رجسٹری ہو کر بصرف چار آنہ جائیگا اس لئے بعض دوستوں کے مشورہ سے یہ قرین مصلحت معلوم ہوا کہ بالفعل صرف پانچ سو خط چھپوایا جائے جس میں کچھ انگریزی اور کچھ اردو ہونگے۔ ان خطوط کے چھپوانے اور روانہ کرنے میں بھی ایک سو پچاس یا کچھ زیادہ روپیہ خرچ آجائیگا۔ مگر یہ کام اتمام حجت کیلئے کیا گیا ہے تا ہر یک ضلع میں بڑے بڑے پادریوں اور پنڈتوں کی طرف اور بعض راجوں اور رئیسوں کی طرف بھی اور بعض علماء اور گدی نشینوں کی طرف بھی روانہ کئے جائیں۔ اور پھر جب ان کی اطلاع یابی ہو کر آجائے تو ان سب کے نام بغرض اظہار اتمام حجت حصہ پنجم میں درج کئے جائیں۔..

دوم مارچ ۱۸۸۵ء۔۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۲ھ (مکتوبات احمدیہ جلد اول۔ص ۸۸۔۸۹)

اشتہاروں میں لکھتے ہیں کہ ۲۵۰ چھپوایا ہے، اور مرید کو جس سے چندے کی امید ہے لکھتے ہیں پانچ سو چھپوایا جائے۔ ایسا ہی ۸ ہزار اشتہار انگریزی کا حال بھی ہوگا، کیونکہ یہ اشتہارات تو عموماً بیرون ملک بھیجنا ہوں گے اور ان پر خرچ بھی بے پناہ آئے گا، وہ کون برداشت کرے گا۔ اور ڈاک خرچ ہی کے دکھ سے تو اتمام حجت والا اشتہار کم تعداد میں شائع کیا جارہا ہے

مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ کے چار حصے شائع کئے تو چونکہ ان میں آریہ وغیرہ کو چیلنج کئے گئے تھے اسلئے آریہ کے پنڈت لیکھ رام نے اس کا جواب لکھا جسے اس نے امرتسر میں ۱۸۸۵ء میں ایک مجمع میں سنایا جس میں شریک ہونے کی مرزا غلام احمد کو بھی دعوت تھی لیکن مرزا صاحب شامل مجمع نہ ہوئے۔ چند سال بعد کچھ اضافات کے ساتھ پنڈٹ لیکھ رام نے تکذیب براہین احمدیہ کے نام سے شائع کیا۔

پنڈت لیکھ رام بہت بدزبان شخص تھا اس نے اپنی کتاب میں مرزا غلام احمد کو رگید نے کے ساتھ اسلام، قرآن اور بانی اسلام پر بھی سخت اعتراضات کئے تھے۔ مرزا صاحب نے ۱۸۸۷ء میں کتاب شحنہ حق شائع کی تو اس میں حصہ پنجم کے جلد شائع کرنے کا وعدہ ان الفاظ میں درج تھا:

> پنڈت لیکھ رام نے ہماری کتاب براہین احمدیہ کے ردّ میں چند اوراق چھپوائے ہیں۔ اس کتاب کا نام تکذیب براہین احمدیہ رکھا ہے ہمیں ہرگز امید نہیں کہ کوئی تمیز دار ہندو اس کتاب کو پڑھ کر یہ رائے ظاہر کر سکے کہ اسکے مولف کو عقل اور فہم سے کچھ حصہ ملا ہے یا تہذیب اور فراست سے اس کی فطرت کو کچھ تعلق نہیں۔ ہم عنقریب گند اور افتراء اس جہل مجسم کا اپنی مبسوط کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ظاہر کرینگے۔ (شحنہ حق۔ص ۹۹)

لیکن مرزا صاحب نے اس وعدہ سے بھی وہی بے التفاتی کا سلوک کیا جو اپنے دوسرے وعدوں سے فرمایا کرتے تھے۔ اور حکیم نور الدین کو تکذیب کا رد لکھنے کا کہا (جب انہوں نے لکھ کر آپ کو خبر کی، توجواباً مرزا صاحب نے لکھا: مجھے یہ بات سن کر نہایت خوشی ہوئی کہ تکذیب براہین کا رد آپ نے تیار کر لیا ہے۔ الحمد لله و المنۃ اس رد کے شائع ہونے کیلئے عام طور پر مسلمانوں کا جوش پایا جاتا ہے شاید ڈیڑھ سو کے قریب ایسے خط آئے ہونگے جنھوں نے اس کتاب کے خریدنے کیلئے شوق ظاہر کیا ہے ...غلام احمد از قادیان ۴ جنوری ۱۸۸۸ء۔ الحکم ۲۸ مئی ۱۹۱۰ء) تکذیب وتصدیق کی یہ داستان مناسب موقع پر نقل کی جائیگی، انشاء اللہ۔

پنڈت لیکھ رام نے لکھا ہے کہ

> مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب (براہین احمدیہ) میں کہیں برہمو دھرم والوں سے گالی گلوچ ہو رہی ہے کسی جگہ عیسائیوں کو کوس رہے ہیں، کسی جگہ مسیح کو ابن اللہ بنا رہے ہیں اور کسی جگہ آریوں کو برا بھلا بتا رہے ہیں۔ مجھے اس جگہ کسی اور سے سروکار نہیں اور نہ میں کسی غیر کا مختار۔ ہاں آریہ دھرم کا پیروکار ہوں..اور اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ براہین احمدیہ کو میزان انصاف میں تولوں اور ان کا امتحان کروں:
>
> خوش بود گر محک تجربہ آید بیان — تا سیہ روئی شود ہر کہ درو غش باشد
>
> براہین احمدیہ کی جلد اول میں مرزا صاحب نے ظاہری نمود بسے بود بلکہ روپیہ کمانے کے طور پر بڑے حرفوں میں ایک اشتہار کامل ۸۲ صفحوں پر درج کیا ہے جس سے سوائے ظاہری شیخی کے کوئی کسی طرح کا نتیجہ نہیں نکل سکتا...ایک دانا کا قول ہے مشک آنست کہ خود ببوید، مطلب ان کا اس تمام لاف وگذاف سے صرف یہی ہے کہ کسی طرح روپیہ

ہاتھ آئے (تکذیب براہین ۔ص ۴)....

پنڈت لیکھ رام قادیان گیا اور شرائط زیر بحث پر گفتگو کی لیکن مرزا نے سخن تراشی اور لیت ولعل سے کام نکالنا چاہا لیکن بدقسمتی سے ان کا مدمقابل کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو آسانی سے پیچھا چھوڑ دیتا۔ پنڈت نے بہتیری کوشش کی کہ الہامی صاحب کسی طرح قادیان کے یک سالہ قیام کے معقول اور منصفانہ شرائط کو منظور کریں اور حیلے حوالے چھوڑ کر راہ راست پر آئیں لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ جب انہوں نے دیکھ لیا کہ یہ حیلہ گری سے کسی طرح باز نہیں آتے اور اب شرائط قیام پر مزید گفتگو عبث ہے تو انہوں نے یک سالہ قیام و انتظار کو بالائے رکھ کر فوری اعجاز نمائی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ پنڈت ہر روز الہامی صاحب کے دولت کدہ پر جاتا اور کہتا کہ اگر اپنے دعووں میں سچے ہو تو کوئی معجزہ اور کرامت دکھاؤ ۔لیکن بے چارے مرزا جی کے لئے سر ندامت جھکا لینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔اسی کے ساتھ پنڈت کا یہ معمول تھا کہ ہر روز سینکڑوں ہندؤوں کو جمع کر کے قادیان کے بازار میں چلا جاتا اور مجمع کثیر میں نہایت زہر آلود تقریر کر کے حاضرین کو خوب ہنساتا۔خود مرزا جی نے اپنے اسم بامسمی رسالہ فریاددرد میں ان رسوائیوں کا بہت کچھ رونا رویا ہے۔ لکھتے ہیں:

جن دنوں لیکھ رام نے اسلام کی نسبت بدزبانی پر کمر باندھ رکھی تھی اور بات بات میں گالی ان کے منہ میں تھی ان دنوں اس نے جوش میں آکر یہ کاروائی بھی کی تھی کہ مجھ سے بحث کرنے کیلئے قادیان میں آکر ایک مہینہ کے قریب رہا۔ میں اس سے بحث کرنے کیلئے اس کے ضلع اور گاؤں نہیں گیا اور نہ میں نے کبھی ابتداء اس سے خط وکتابت کی۔ وہ خود اپنے وحشیانہ جوش سے قادیان میں میرے پاس آیا اور اس بات کے تمام ہندو اس جگہ کے گواہ ہیں کہ ۲۵ دن کے قریب قادیان میں رہا اور سخت گوئی اور بدزبانی سے ایک دن بھی اپنے تئیں روک نہ سکا۔ بازار میں مسلمانوں کے گذر کی جگہ ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دیتا رہا اور مسلمانوں کو جوش دلانیوالے الفاظ بولتا۔ میں نے اندیشہ نقص امن سے مسلمانوں کو منع کر دیا تھا کہ اسکی تقریروں کے وقت کوئی بازار میں کھڑا نہ ہو اور کوئی مقابلہ کیلئے مستعد نہ ہو... میرے بار بار روکنے سے وہ لوگ اپنے جوشوں سے باز آئے۔اور لیکھ رام نے یہ طریق اختیار کیا کہ ہر روز میرے مکان پر آتا اور کوئی نشان

اور معجزہ مانگتا اور سخت ٹھٹھے اور ہنسی کے الفاظ اسکے منہ سے نکلتے ۔ وہ ہمیشہ صبح یا تیسرے پہر قادیان میں میرے مکان پر آتا اور اسلام اور ہمارے نبی ﷺ کی نسبت طرح طرح کی بے ادبیاں کرتا اور جیسا کہ ظالم پادریوں نے مشہور کر رکھا ہے بار بار یہی کہتا کہ تمہارے پیغمبر سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا اور نہ کوئی پیشگوئی پوری ہوئی، ملانوں نے مذہب کو رونق دینے کیلئے جھوٹے معجزوں سے کتابیں بھر رکھی ہیں (فریاد درد۔ص الف)

لیکن سوال یہ ہے کہ جب پنڈت لیکھ رام مرزا صاحب کو ان کے کاشانہ تقدس میں جا کر ذلیل کر رہا تھا، اسلام اور داعی اسلام کی شان اقدس میں دریدہ دہنی کی جا رہی تھی، مجدد وقت کا بری طرح مذاق اڑایا جا رہا تھا، اور پنڈت ہر وقت مصر تھا کہ کوئی معجزہ دکھاؤ ،تو اگر مرزا میں کوئی واقعی اعجازی جوہر ودیعت تھا تو ایسی حالت میں ان کی رگ حمیت کیوں جنبش میں نہ آئی ؟ انہوں نے اپنا کوئی عدو افگن معجزہ دکھا کر اس بے باک آریہ کو گھٹنے ٹیکنے پر کیوں مجبور نہ کیا؟ اور اسکا سر نیاز خاک ندامت پر رکھوا کر دوسرے شوریدہ سر اعدائے دین کیلئے اسباب عبرت کیوں مہیا نہ کر دیئے۔ مرزا صاحب کا دعوی تو یہ تھا کہ اکثر گذشتہ نبیوں کی نسبت میرے بہت زیادہ معجزات اور پیش گوئیاں ہیں بلکہ بعض گزشتہ انبیاء کے معجزات اور پیش گوئیوں کو ان معجزات سے کچھ نسبت ہی نہیں اور نیز ان کی پیش گوئیاں اور معجزات اس وقت محض بطور قصہ کہانیوں کے ہیں مگر میرے معجزات اور پیش گوئیاں ہزارہا لوگوں کے لئے واقعات چشم دید ہیں گزشتہ نبیوں کے معجزات اور پیش گوئیوں کا ایک بھی زندہ گواہ پیدا نہیں ہوسکتا باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے کہ آپ کے معجزات اور پیشگوئیوں کا میں زندہ گواہ موجود ہوں اور قرآن شریف زندہ گواہ موجود ہے اور میں وہ ہوں جس کے بعض معجزات اور پیش گوئیوں کے کروڑھا انسان گواہ ہیں (نزول المسیح ۔ص ۸۱۔۸۲)۔ لیکن اس دعوی کے باوجود عمل یہ تھا کہ ایک عدوے اسلام کے مجبور کرنے پر بھی اپنے کیسہ معجزات سے ایک عدد معجزہ نکال کر پیش نہیں کر سکتے تھے۔

(رئیس قادیان ۔ص ۱۷۳۔۱۷۷)

قیام قادیان کے حالات لکھتے ہوئے پنڈت لیکھ رام نے بتایا ہے کہ:

ایک دن خاص قصبہ قادیان میں مرزا صاحب کے مکان پر بیٹھے ہوئے ایک سال بھر وہاں ٹھہرنے کی شرائط طے ہو رہی تھیں ۔ اثناء گفتگو میں لفظ خوارق عادات کی تشریح

ہونے لگی ۔ میرا یہ دعوی تھا کہ خوارق عادات کہتے ہیں عادت یا سبھاؤ کے توڑنے کو ۔ چاقو میں چاک کرنے کی عادت ہے اور آگ میں جلانے کی ۔ درخت میں غیر متحرک رہنے کی ، اور انسان میں چلنے کی ، وغیرہ ۔ آپ اگر ان عادتوں کو خدا کی برکت سے توڑ دیویں تب مسلمان ہو جاؤنگا ، ورنہ آپ آریہ ہو جائیں ۔ اور غلط دعووں سے باز آئیں ۔ مرزا نے فرمایا کہ قرآنی اصطلاح میں اس لفظ کے یہ معنی نہیں ہیں ۔ میں نے کہا کہ یہ لفظ ہی قرآن میں نہیں ہے اور بتلاؤ اگر کہیں ہے ۔ مرزا نے اقرار کیا کہ قرآن میں ضرور ہے ۔ میرے پاس قرآن تھا اور اسی وقت پیش کیا کہ اسے ذرا نکالئے اور الہام کی فال ڈالئے ۔ چند منٹ تک مرزا ورق گردانی کرتے رہے مگر بالکل وہ لفظ قرآن سے نہ نکالا اور طوعاً وکرھاً فرمایا کہ میں اس دعوی سے دستبردار ہوں ، قرآن میں یہ لفظ نہیں ہے ۔ اس وقت حکیم کشن سنگھ و لالہ نہال چند و حکیم دیا رام صاحب و پنڈت اجے کشن و لالہ کچھمی بھائی و مرزا کمال الدین و منشی مراد علی اور ایک بوڑھا مسافر بیٹھے ہوئے تھے جس سے غالباً مرزا صاحب کو بھی انکار نہ ہوگا ۔ (تکذیب براہین ۔ ص ۸۶)

تردید الہامات از لیکھ رام

پنڈت نے مرزا غلام احمد کے الہاموں کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

اول ۔ ایک سال کا عرصہ ہوا مسمی جان محمد کشمیری جو مرزا صاحب کی مسجد کا امام ہے اس کا لڑکا جس کی عمر اس وقت قریباً پانچ سال ہوگی عارضہ بخار سے بیمار ہوا ، اور بڑھتے بڑھتے مرض اس قدر بڑھ گئی کہ بخار کے ساتھ ہی اسہال آنے شروع ہو گئے ، اور لڑکے کا خورد و نوش بالکل بند ہو گیا ، اور ایسا کمزور اور نحیف البدن ہو گیا کہ استخواں ہی استخوان معلوم ہوتے تھے ۔ غرض ایک روز لڑکا عین نزع کی حالت میں تھا اور اس وقت اس کی حالت کو دیکھ کر مجھول سے مجھول بھی یہی کہتا تھا کہ لڑکا کوئی دم کا مہمان ہے ۔ غرض اس اضطرابی اور بے قراری کی حالت میں جان محمد مذکور مرزا صاحب کی خدمت میں گئے اور مرزا صاحب اس لڑکے کو دیکھ بھی چکے تھے ۔ خیر امام صاحب نے کل احوال عرض کیا اور کہا کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں اس لڑکے کیلئے دعا کیجئے ۔ مرزا صاحب کو اس لڑکے کی طرف پہلے خیال تھا کیونکہ آپ کی مسجد کا امام زادہ تھا ۔ فرمایا جان محمد کے

آنے سے اول ہی مجھ کو الہام ہوا ہے کہ اس لڑکے کیلیئے قبر کھودو۔ مرزا صاحب کے منہ سے یہ کلمہ نکلنا تھا کہ امام صاحب کے ہوش یافت ہو گئے۔ اوسان خطا کیوں نہ ہوتے اور ساتھ ہی طوطے کیوں نہ اڑتے کیونکہ اس کا ایک ہی بیٹا تھا وہ بھی پچھلی عمر کا۔ غرض امام صاحب اسی یاس اور مایوسی کی حالت میں جو اپنے گھر واپس آئے تو الہام کا اثر برعکس ظہور میں آیا ...یعنی لڑکے کے آثار صحت دیکھے۔ مرزا صاحب کا الہام فرمانا ہی تھا کہ خداوند کریم کی قدرت کا تماشا دیکھئے لڑکے کو دم بدم آرام ہونا شروع ہوا، اور ایک ہی ہفتہ میں لڑکا تندرست ہو گیا۔ اور مرزا صاحب اپنی دروغ بیانی و کذب لسانی و غلطی الہام کی یہ تاویل فرماتے ہیں کہ ہمارا الہام تو ہرگز غلط نہیں، ضرور کسی نہ کسی وقت پر پورا ہو جاویگا۔ ہم کہتے ہیں کہ کسی وقت بلکہ عنقریب ہی آپکے واسطے قبر کھودیں گے۔

دوم۔ ...مرزا غلام احمد نے مسمی بشنداس ساکن قادیان کو بلا کر کہا کہ مجھے تمہاری نسبت الہام ہوا ہے (جب کہ میں انبالہ کے سفر میں تھا) کہ تو لڑکے پڑھاتا ہے اور تیرا نام عزیز الدین ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ تو ایک سال تک مسلمان ہو جاوے اور نہ مر جاوے گا۔ بشنداس نے پوچھا کہ اگر یہ ضرور بات ہونے والی ہے تو میرا کیا چارہ ہے۔ مگر میں آپ سے صلاح پوچھتا ہوں کہ میرا مرجانا اچھا ہے یا مسلمان ہونا؟ مرزا صاحب نے زبان الہام ترجمان سے فرمایا کہ مسلمان ہونا۔

پھر بشن داس نے ایک دوروز بعد دریافت کیا تو کہا کہ مجھے خواب آئی تھی الہام نہ تھا، مگر میری خواب بھی الہام ہوتی ہے، اور اکثر الہام خوابوں میں ہوتا ہے اور خواب نامہ بھی نکال کر دکھلایا۔ نتیجہ اس خواب کا لکھا تھا کہ زود بمیرد یا مسلمان شود۔ تم اپنا بندوبست کرو میری خواب ضرور سچی ہوگی۔

اگرچہ وہ بشن داس سادہ لوح تھا بہت گھبرایا۔ مگر اس تاریخ نامہ نگار (لیکھ رام) بھی وہاں تھا جب اس کو کامل طور پر سمجھایا گیا کہ یہ صرف فریب بازی اور چالاکی ہے...تب وہ علانیہ طور پر مرزا غلام احمد سے مقابلہ کرنے لگا۔ پھر مرزا صاحب ہاتھ ملتے رہ گئے اور وہ سونے کا مرغ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ چونکہ اب عرصہ ایک سال کا گذر گیا ہے اور وہ بات بالکل واہیات اور مزخرفات سے بھی کہتر ثابت ہوئی، جھوٹے کی پیشانی پر سیاہی کا داغ قائم رہا اور تاقیامت قائم رہیگا۔ انہیں دنوں میں مرزا کے کئی مجاوروں یا

فضلہ خوروں یا مریدوں نے گم نام خط بھی بنام بشن داس بطور خیر خواہی کے ارسال کئے اور وہ تمام خطوط بشن داس نے نامہ نگار کے پاس بھیج دیئے۔ افسوس کہ مرزا صاحب دھوکہ دینے سے باز نہیں آتے اور ابلہانہ چالاکیوں سے نہیں شرماتے حالانکہ بار بار زک اٹھاتے ہیں۔

سوم۔ ڈھائی سال کا عرصہ گذرا کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا کہ ان کے گھر میں سے عنقریب ایک احمد مرجاوے گا کیونکہ تثلیث قائم ہوتی ہے۔ مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے، بڑے بیٹے کا نام سلطان احمد، چھوٹے کا نام فضل احمد ہے۔ اور سادہ لوحی سے یہ بات مشہور بھی کرادی مگر آج تک باوجود گذرنے ڈھائی سال کے ایک احمد بھی نہ مرا اور بدستور زندہ ہیں

دروغ آدمی را کند شرمسار۔ مگر جس کو ہو روسیاہی سے عار

چہارم: مرزا صاحب کو خواب میں خدا نے کہا کہ کسی نے تجھے کتاب کے واسطے ...روپیہ روانہ کئے ہیں۔ اور ایک آریہ صاحب نے بھی وہی خواب دیکھا کہ ہزار روپیہ آیا ہے چنانچہ جونا گڈھ سے مرزا صاحب کو..آ گیا اور ہندو کی خواب میں ..حصہ جھوٹ نکلا کیونکہ وہ دین اسلام سے خارج تھا۔ کئی لوگ اور کئی آریہ گواہ ہیں۔

افسوس کہ مرزا صاحب نے اس دعوی بے معنی کی تصدیق کے واسطے کسی آریہ کا نام نہ لکھا، اور لکھتے کس طرح جب وجود ہی مفقود تھا۔ کئی آریہ لوگ تو ان دنوں قادیان میں موجود نہ تھے اور نہ ان کئی آریوں کے نام ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے صرف جعل سازی کی اور پہلے اندرونی طور پر بالفرض سچ ہونے کے مرزا صاحب کو خط آچکا تھا چونکہ روپیہ کمانے کیلئے یہ سب چالاکیاں ہوتی ہیں اس لئے خواب میں بھی اگر دیکھا تو کیا عجب بمصداق اس قول کے:

تشنہ آب وخواجہ زر سگ استخواں بیند بخواب

پنجم۔ ایک مرتبہ خدا نے ایک راجہ کے مرجانے کی خبر دی اور ہم نے ایک ہندو کو بتلائی جب وہ خبر پوری ہوئی تو ہندو نے کہا کہ کھلم کھلا عالم غیب کا حال تمہیں کیونکر معلوم ہو گیا، واہ رے قادیانی الہامی ہم تیری چالاکی کی کیا تعریف کریں۔ نہ تو اس راجہ کا نام لکھا اور نہ اس ہندو کا۔ پس ہمیں کسی طرح اعتبار نہیں۔

ششم: ایک مرتبہ ایک وکیل صاحب نے امتحان دیا اور لوگوں نے بھی امتحان دیا، وہ پاس ہو گئے، باقی اس ضلع سے کوئی پاس نہ ہوا، ہم نے ان کو پہلے کہہ دیا تھا۔ اور ..اس وکیل نے اطلاع دی کہ میں پاس ہو گیا۔،

اے ناظرین یہاں پر نمبر ۵ سے بھی زیادہ فریب ہے۔ چالاک آدمی بہت سے ایسی باتیں کر کے اکثر لوگوں کو گرویدہ کرتے ہیں۔ افسوس کہ مرزا صاحب نے وکیل کا نام نہ لکھا اور ساتھ ہی کوئی گواہ بھی نہ بتلائے۔ مرزا صاحب کے بڑے بھائی ضلع کے سررشتہ دار تھے اور مرزا صاحب خود بھی عرصہ تک ملازم سرکار رہے اور تجربہ کار ہوئے۔ آج کل یہ بات تو کرامات نہیں کہلاتی بلکہ چالاکی اور واقفیت چاہتی ہے۔ لاہور میں بیسیوں آدمی ایسے ہیں جو اس قسم کی پیش گوئی تیر بہدف کرتے ہیں اور خطا نہیں ہوتی۔ پس یہ امر کسی طرح پیش گوئی نہیں بلکہ یاوہ گوئی ہے۔

ہفتم۔ ایک مجمل بات لکھی ہے:

ہم نے ایک آریہ کو ایک پیش گوئی بتلائی اور اس نے تعجب کیا۔ مگر ہم اس پیش گوئی کی اس جگہ تصریح نہیں کرتے۔،

مرزا صاحب خدا کے چور کیوں بنتے ہو اور ظاہر نہیں کرتے، ذرہ آریہ کا نام اور پیشگوئی کا الہام ظاہر کرو۔

ہشتم۔ ..ایک ہندو آریہ ممبر آریہ سماج قادیان معجزات محمدیہ سے منکر تھا۔ اتفاقاً اس کا ایک عزیز قید ہو گیا ایک ہندو اور بھی اس کے ہمراہ قید ہوا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس مقدمہ کا کیا ہوگا۔ میں نے کہا غیب خدا کے پاس ہے۔ اس کے اصرار کرنے پر میں نے دعا کی اور خواب میں مجھے خدا نے ظاہر کیا کہ وہ نصف قید تخفیف ہو کر بعد بھگتنے نصف باقی کے رہا ہوگا۔ اس میں پنڈت دیانند کے پیرو کی گواہی ہے، اسی طرح ہوا۔،

اے چالاک کیوں راست بیانی سے روگردانی کرتا ہے۔ نہ تو اس ہندو کا نام لکھا اور نہ اس آریہ کا پتہ بتلایا۔ ان دنوں نامہ نگار قادیان گیا تھا، اس کی تحقیقات بھی کی مگر کوئی گواہ اس قسم کا نہ ملا جو آپ کی تائید کرتا ہو۔ البتہ جب الہام کتاب میں درج پایا گیا جو ہندو قید سے چھوٹا تھا وہ اس کی اصلیت سے انکاری ہے۔ پس یہ بھی آپ کی چال ہے۔ پنڈت صاحب کے کسی پیرو کا آپ نے نام نہ لکھا اور نہ وہ آپ کے الہام کا

مصدق ہے، وہ تو کوئی گمنام ہوگا۔ میں اعلانیہ معجزات محمدیہ وعیسویہ وغلام احمدیہ کا انکاری ہوں اور لاکھوں آریہ اور صدہا مسلمان بھی میرے شریک ہیں یہ مقدمہ بازوں کی نشانیاں ہیں اور قانون کی دست گردانیاں۔ وکیل خصوصاً ان معاملوں میں چالاک ہوتے ہیں اور اس قسم کی پیش گوئیوں میں بے باک۔

نہم: سردار محمد حیات خان جب معطل ہوئے تو ہم کو خواب میں خبر ملی کہ کچھ خوف نہ کرو خداوند ہے وہ تمہیں نجات دے گا۔ چنانچہ حیات خان بری ہوگئے۔ ساٹھ ستر آدمی گواہ ہیں جن سے دس بارہ ہندو ممبران آریہ سماج بھی ہیں۔

جن دنوں سردار محمد حیات خان معطل ہو رہے تھے ان کے تمام خیر خواہ بریت چاہتے تھے اور اکثر دست بدعا رہتے تھے جن میں ہزاروں اہل ہنود اور ہزاروں مسلمان ہیں۔ گورنمنٹ عادل نے جب بعد تحقیقات کامل کے ان کے ذمہ کوئی قصور ثابت نہ پایا تو بری فرمایا جس کا مفصل حال گورنمنٹ گزٹ میں مطبوع ہوگیا۔ آپ کا الہام تو سراسر غلط نکلا۔ الہام کے فقرے یہ ہیں، خدا قادر ہے تمہیں نجات ہوگی۔، کیا اس سے کوئی ذی عقل حیات خان کی بریت ظاہر کرسکتا ہے۔ جب اس طرح سردار صاحب بری ہوئے اور ان کے ہزاروں روپئے خرچ ہوئے۔ تو آپ نے براہین احمدیہ کی امداد کے خیال سے خواہ مخواہ خیر خواہوں سے بننا چاہا۔ مگر وہاں دال گلنی آپ کی سراسر وہم و خیال ہے اور آپ کا گواہ آریہ بھی انکاری ہے اور کوئی ہندو بھی شہادت نہیں دیتا۔ خدا آپ کو شرمندہ کرے۔

دہم: ایک دفعہ خواب میں الہامی صاحب نے مسیح کے ساتھ ایک برتن میں روٹی کھائی اور دونوں کی باہمی برادرانہ محبت ہوئی۔ یہ خواب کیسی عظیم الشان ہے اگرچہ اب تک پوری نہ ہوئی مگر پوری ہو جاوے گی۔ مسیح کے ساتھ روٹی کھانی تو فخر کی نشانی نہیں ہے اور وہ بھی خواب میں۔ مگر مسیح کی زندگی میں یہودا اسکریوطی وغیرہ تمام شاگرد اس کے ساتھ کھاتے رہے اور آخر کار اسکو اسیر کرایا۔ اس سے اگر آپ عیسائیوں کو فریب میں لانا چاہیں تو دشوار ہے وہ آپ کے مکر وفریب سے بیزار ہیں۔

یازدہم: میں نے براہین احمدیہ کے بنانے کی اجازت بھی خدا سے پائی، اور دس ہزار روپئہ کا اشتہار دیا۔ ۱۸۶۵ء میں یہ خواب میں نے دیکھا تھا اور اسی روز محمد صاحب

(ﷺ) کی زیارت بھی ہوئی اور بی بی فاطمہ نے یہ کتاب مجھے دی۔

مرزا صاحب یہ تو کوئی الہام نہیں بلکہ خیال خام ہے:

تشنہ را مے نماید اندر خواب　　　　ہمہ عالم بچشم چشمہ آب

دس ہزار روپئہ کے اشتہار کی صلاح آپ کو خدا نے نہیں دی، آپ نے صریحاً جھوٹ بولا۔ بلکہ یہ صلاح تو حکیم کشن سنگھ آریہ نے آپ کی جہالت وسفلہ پن کو تمام عالم میں منتشر کرنے کے خیال سے دی تھی۔ دروغ گورا حافظہ نباشد

دوازدہم: ایک ہندو آریہ باشندہ قادیان طالب علم مدرسہ بیمار ہوا۔ عمر اس کی بیس سال کی ہے، وہ بمرض دق مبتلا تھا اور میرے پاس آیا کرتا تھا (آپ حکیم ابن حکیم ہیں) خدا نے مجھے الہام دیا قلنا یا نار کونی بر داً و سلا ماً یعنی ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ تو سرد اور سلامت ہو جا۔ چنانچہ کئی ہندوؤں کو اس کی بابت اطلاع دی اور اس کو بھی اور خدا کے بھروسے دعوی کیا گیا کہ ضرور صحت یاب ہو گا۔ آخر وہ ہندو صحت یاب ہو گیا۔

جہاں تک قادیان کے باشندوں سے واضح ہوا وہ صرف اسی قدر ہے کہ مرزا صاحب کے مسہل دینے اور نیز اپنے خانگی علاجوں سے اسے صحت ہوئی نہ کہ الہاموں سے... عبارت مرزا صاحب بنا سکتے ہیں۔ پس صرف دعوی ہی دعوی ہے اگر آپ حکیم نہ ہوتے اور وہ آپ کی دوا اور اپنے خانگی علاج نہ کرتا اور آپ میعاد مقرر کرتے اور نگرانی کرنے والے نامہ نگار جیسے ہوتے تب الہام کی حقیت کی قلعی فاش ہوتی بغیر ثبوت کے دعوی زبانی صرف لن ترانی ہے نہ کہ الہام آسمانی۔

سیزدہم: مرزا صاحب کو ..خداوند کریم نے ...روپئہ کا الہام پہنچایا اور اور خدا کا الہام سچا نکلا۔ ایک آریہ اس کا گواہ ہے۔،

اس کی بابت وہی آریہ کہتا تھا کہ ان دنوں ہم کو بہ سبب ضرورت کے ...کی خوابیں آیا کرتی تھیں اور مرزا صاحب کو لوگ خطوط ارسال کرتے تھے بعد ازاں روپئہ آتے تھے بلکہ مرزا صاحب کی خوابوں سے تو میری اکثر راست ہوا کرتی تھیں اور مرزا کی دروغ۔

مرزا صاحب کے الہاموں کے گواہ لالہ ملاوامل، و لالہ شرمپت رائے ہیں انہوں نے آج کل ایک اشتہار بھی مرزا صاحب کے برخلاف طبع کرایا جو اسی کتاب کے اخیر میں درج ہے۔ .... میں نے مرزا صاحب کی اس قدر زبان درازیاں دیکھ کر ایک خط بنا

م سکرٹری آریہ سماج قادیان کے ارسال کیا جس کا مضمون ہے:

مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ میں نے آریہ سماج قادیان والوں کو کرامات وغیرہ خوارق عادت بتلائی اورالہامات کی لذتیں چکھائی ہیں اوران کے دل کی باتیں بھی بوجھی ہیں، آیا یہ سچ ہے یا نہ۔،

اسکے جواب میں ایک خط قادیان سے میرے نام آیا جس کی نقل لفظ بلفظ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

جناب مکرم ومعظم بندگان لیکھرام صاحب۔ نمستے

تمہارا اشتہار درباره استفسار احوال الہامات وغیرہ کے جو مرزا غلام احمد صاحب نے یا ان کی نسبت براہین احمدیہ میں لکھا ہوگا وہ پہنچا کمال خوشی حاصل ہوئی۔

جناب من! یہاں پر سماج نہیں ہے ہم صرف چار پانچ اشخاص آریہ مت والے یہاں قادیان میں ہیں اور ہم میں سے کوئی کسی قسم کی کرامات وغیرہ..ان کی، کا قائل نہیں ہے ہم لوگوں کے، جو اصول آریوں کے ہیں، وہی ہیں۔ فقط نیاز۔

شرمپت رائے ...کشن سنگھ..رام جیکشن از مقام قادیان ضلع گورداسپور ... مارچ ۱۸۸۴ء۔ (تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۱۵۶۔۱۶۳)

پنڈت لیکھرام لکھتا ہے:

ایک دفعہ مرزا صاحب کے مکان پر قادیان میں نامہ نگار بیٹھا تھا اور چند معزز آریہ اور چند مسلمان بھی تشریف رکھتے تھے۔ مرزا صاحب نے اثناء گفتگو میں فرمایا۔ مجھ کو فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔، میں نے کہا کہ کیا سچ کہتے ہو؟ جواب دیا کہ ہاں۔

میں نے ایک کاغذ کے پرچہ پر پنسل سے حرف ...لکھ کر اپنے ہاتھ میں رکھ لیا اور پوچھا کہ براہ مہربانی فرشتوں سے پوچھ کر بتلاؤ کہ میں نے کون سا حرف لکھا ہے۔

ایک عرصہ تک کچھ منہ میں گنگناتے رہے بعد ازاں کہا کہ اس طرح نہیں، کسی اور جگہ رکھو۔ میں نے اپنی پاکٹ میں ڈال دیا، پھر پوچھا تو تھوڑی جھکا لی اور خیالی اور وہمی فرشتوں سے پوچھتے رہے، مگر کچھ نہ بتلا سکے اور شرمندہ ہو کر لاجواب ہو گئے۔

اس امر کے وہاں دس بارہ آدمی متفق اللفظ گواہ ہیں، اور مرزا صاحب بھی غالبًا حلفاً انکار نہ کرسکیں گے۔ (تکذیب براہین۔ص ۱۶۷)

مرزا قادیانی کا کہنا ہے:

اور پھر اس کے بعد دو دفعہ بذریعہ خط رجسٹری شدہ حقیت دین اسلام بدلائل واضح ان کو متنبہ کیا گیا اور دوسرے خط میں یہ بھی لکھا گیا کہ اسلام وہ دین ہے جو اپنی حقیت پر دوہرا ثبوت ہر وقت موجود رکھتا ہے ایک معقول دلائل سے جن سے اصول حقہ اسلام کی دیوار ....مضبوط اور مستحکم ثابت ہوتی ہیں دوسری آسمانی نشانات وتائیدات اور غیبی مکاشفات اور رحمانی الہامات ومخاطبات ودیگر خوارق عادات جو اسلام کے کامل متبعین سے ظہور میں آتی ہیں جن سے حقیقی نجات اسی جہان میں سچے ایمان دار کو ملتی ہے۔
یہ دونوں قسم کے ثبوت اسلام کے غیر میں ہرگز نہیں پائے جاتے اور نہ ان کو طاقت ہے کہ اس کے مقابلہ پر کچھ دم مار سکیں۔

جواباً پنڈت لیکھ رام کہتا ہے:

آپ شیخی مارنے کو تو شیخ چلی سے بھی بڑھ کر ہیں اور ہے بھی سچ.. پہلے آپ نے پرنس بسمارک وزیر اعظم سلطنت جرمن کو رجسٹری بھیجی۔ آپ نے مسٹر گلیڈ سٹون کو دعوت کی آپ نے نیو یارک میں لارڈ صاحب کو خط لکھا، وغیرہ، ایسے ہی بہت صاحبان کے پاس آپ کی رجسٹری پہنچی جس میں آپ نے لکھا تھا کہ ایک سال تک آ کر میرے پاس ٹھہرو، یا خوارق عادات وآسمانی نشان بتلاؤ نگا ورنہ دوسو روپیہ ماہواری کے حساب سے تنخواہ بطور ہرجانہ یا جرمانہ کے دونگا۔ آپ تیس مار خان بلکہ پچاس مار خان ہیں۔ وہ حقیت دین اسلام والے خط کیوں طبع نہ کرائے کہاں چھپا رکھے۔ میں نے آپ کو اس قدر خط لکھے اور طبع بھی کرائے اور آپ حیلہ حوالہ فرماتے رہے۔ اس وقت وہ حقیت اسلام کا دوہرا ثبوت کہاں تختہ تابوت کی طرح پڑا تھا جب میں دو ماہ قادیان میں رہا آپ کے بالا خانہ میں بھی شرائط مباحثہ کے واسطے حاضر ہوا وہ دوہرا ثبوت کس لاہوت میں گیا تھا..اور کرامات کے متعلق جس قدر الفاظ آپ نے جمع کر کے قافیہ باندھا ہے ان سب کا جواب معجزات کی تردید میں آ چکا ہے، زیادہ سوائے فضولیات کے اس میں اور کچھ نہیں ہے۔ (تکذیب براہین ص ۲۷۰۔۲۷۱)

پنڈت لیکھ رام نے لکھا ہے:

دس ہزار روپیہ کا اشتہار آپ کا سراپا جھوٹ اور فریب اور جعل ہے آپ کی منقولہ اور

غیر منقولہ کسی قسم کی جائیداد اس قیمت کی نہیں ہے، تمام قصبہ قادیان کے ہندو مسلمان آریہ وغیرہ میرے گواہ ہیں، بلکہ تمام ضلع گورداسپور کے لوگ آپ کی قلاشی اور ذریعہ معاش سے آگاہ ہیں۔ (تکذیب براہین۔ص ۲۷۵۔۲۷۶)

تکذیب براہین الاحمدیہ کے خاتمہ پر پنڈت نے لکھا ہے:

جس قدر مرزا صاحب نے اپنے الہامی اور قرآنی خزانہ بے معنی اور خیالی اعتراض کئے تھے ان کے جواب اول مرتبہ یکم اکتوبر ۱۸۸۴ء کو روبروئے ایک جماعت کثیرہ کے آریہ سماج گورداسپور میں سنائے گئے تھے۔اس کا باعث صرف یہی تھا کہ شاید کتاب دیر سے طبع ہووے جہاں پر باوجود فاصلہ قریب کے اشتہار ارسال کرنے پر بھی مرزا صاحب مباحثہ کے واسطے تشریف نہ لائے۔

دوسری مرتبہ قادیان میں جا کر تمام باشندگان قادیان کو جواب براہین الاحمدیہ کا اول مرزا صاحب کی کتاب سے اعتراض پر اپنی کتاب سے اور زبانی جواب سنائے گئے جس سبب سے اس گردونواح کا بچہ بچہ ان کی مکاری وعیاری سے خبردار ہو گیا۔

قادیان جانے کے وجوہات سے ایک وجہ یہ ہے:

مرزا صاحب نے اشتہار دیا تھا کہ جو آریہ ہمارے پاس آوے اور ایک سال رہے اگر اس عرصہ کے اندر خوارق عادات وکرامات وصداقت اسلام سے مشرف نہ ہووے تو ہم اس کو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے ہرجانہ یا جرمانہ دیویں گے۔.....

مرزا صاحب کو کسی شرط پر قائم کرانے کے واسطے تین مرتبہ الہامی کوٹھہ (مرزا جی کے بالا خانہ) پر بھی گیا، مگر مرزا صاحب کسی شرط پر نہ ٹھہرے۔ایک دن سے لے کر دو سال تک رہنے کی شرائط کو بھی منظور کیا، مگر مرزا صاحب کسی اقرار پر نہ جمے۔اگر کرامات کا نام ونشان بھی ہوتا تو ٹھہرتے، مگر وہاں تو آسمانی نشان کا نام ونشان ندارد ہے۔ہاں خدا کے فضل سے اتنا ضرور ہوا کہ ان کی آمدنی کے تمام ناجائز وسائل بند ہو گئے، یکوں میں بیٹھ کر دور دراز شہروں سے مسافروں کا پیر صاحب کی زیارت کو آنا اور نذریں چڑھانا قطعی مسدود ہوا، آخر نوبت بایں جا رسید کہ تمام جمع کئے ہوئے سرمایہ کو کھا چکے اور کچھ روپیہ قرض لے کر انبالہ کی طرف ہجرت کر گئے

ہزاروں چوچلے کرتا رہا قسم کے ساتھ
نہ اک بھی پورا کیا منکر زمانی نے
دکھا کے ناز کرشمہ جہاں کو بہلایا
بہت سا لوٹا ہے لوگوں کو قادیانی نے
سبھوں کو دیتا تھا بیٹے پر اس کی بد قسمت
نہ چھوڑا اس کو صحیح حمل کی گرانی نے
نجومی لوگوں کو بتلاتا تھا فلک کے حال
بلا میں ڈالا اسے قہر آسمانی نے
بڑا جو بول ہے ہر ایک کو گراتا ہے
رلایا مرزا کو بھی اس کی لن ترانی نے

افسوس! کہ باوجود اس قدر دعاوی کے مرزا نے کسی کو بھی بپایہ صداقت نہ پہنچایا اور ہمیشہ عندالاستفسار مکروفریب کو کام فرمایا۔ (تکذیب براہین۔ص ۲۹۶۔۲۹۷ ملخصاً)

مراسلت مابین قادیانی ولیکھ رام

پنڈت لیکھ رام اوائل میں پشاور کے محکمہ پولیس میں ملازم تھا جب پنڈت دیانند سرستی سے عقیدت ہوئی تو پولیس کو چھوڑ کر آریہ پرچارک بنا۔ پہلے آریہ سماج پشاور میں اور پھر آریہ سماج وچھووالی لاہور میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہاں مرزا غلام احمد کا ایک اشتہار نظر سے گذرا جو سابقاً درج ہو چکا ہے۔ یہ اشتہار پڑھ کر انہوں نے ارادہ کیا کہ مرزائی ڈھول کا پول ضرور کھولنا چاہیے۔ اس خیال کے پیش نظر مرزا صاحب سے خط وکتابت شروع کر دی۔ (رئیس قادیان۔ص ۱۶۲)

یہ خط وکتابت تکذیب براہین سے نقل کی جاتی ہے۔ لیکھ رام کا کہنا تھا کہ خطوط ذیل ماسوائے خطوط نمبر ۸۔۹ کے اخبار کوہ نور لاہور، آفتاب پنجاب، خیر خواہ کشمیر میں شائع ہو چکے ہیں۔ (مرزا صاحب کے خطوط، مکاتیب احمدیہ جلد دوم میں بعینہ موجود ہیں۔ بہاء)

جناب مرزا صاحب۔ خدا ہدایت دیوے۔ بعد آداب دوستانہ کے گذارش ہے۔ آپ کا خط مطبوعہ مطبع مرتضائی لاہور بلا تاریخ آج میرے مطالعہ سے گذرا۔ خدا آگاہ ہے کہ جب سے آپ نے براہین احمدیہ کا ابتدائی اشتہار سفیر ہند اخبار میں طبع کرایا تھا اس روز سے آج تک آپ نے جس قدر خامہ فرسائی کی ہے سب کو بغور ملاحظہ کرتا رہا

اور ہمیشہ اشتیاق ملاقات کا رہا۔ خط کے مضمون کو کما ینبغی پڑھا۔ یہ خط جس کے لکھنے کی آپ کو بھجوائے مضمون خدا کی طرف سے اجازت ہوئی ہے کہ ہم آریہ لوگوں اور غیر مذاہب والوں کو بھی آپ دین اسلام کی طرف مدعو کریں اور جو کوئی ہم میں سے اس منشاء سے بشرط آپکے پاس ایک سال تک رہنے کے اگر وہ کوئی نشان آسمانی یا کرامات صداقت دین اسلام وقرآن شریف کو نہ دیکھے، اور تسلی پاکر مسلمان نہ ہووے، تو آپ اس کو دوسو روپیہ جرمانہ یا ہرجانہ ماہوار کے حساب سے دینا منظور کرتے ہیں۔ پس... راقم الحروف آپ کی خدمت میں بنا بر دریافت نشان آسمانی ومعجزات وصداقت دین اسلام کے حاضر ہونے کو بموجب آپ کے وعدہ کے مستعد ہے۔ مگر بایں شرط کہ آپ اول بحساب دوسو روپیہ ماہوار کے کل ۲۴۰۰ روپیہ ایک سال کا داخل خزانہ سرکار فرمادیویں اور اقرار نامہ تحریر کر دیویں کہ اگر ایک سال تک آپ کی ہدایت اور آسمانی نشانات ومعجزات وغیرہ سے تسلی نہ پاکر آپ کے دین کو قبول نہ کروں تو وہ ۲۴۰۰ روپیہ بطور ہرجانہ کے بلا عذر وحیلہ خزانہ سرکار سے مجھ کو مل جاوے اور وہ روپیہ تا انقضائے ایک سال کے خزانہ سرکار میں مکفول رہے، اس کے واپس لینے کا آپ کو اختیار نہ ہوگا۔

جواب اس عریضہ کا اندر میعاد ایک ہفتہ کے بمقام آریہ سماج لاہور میرے پاس ارسال فرماویں۔

اگر حسب شرائط مطبوعہ جناب کے یہ شرائط آپ قبول یا منظور نہ فرماویں گے تو سمجھا جاویگا کہ آپ نے یہ تحریص لغو بتلا کر اپنے خلاف دعوی کو ثابت کرنا چاہا ہے اور اسی سے آپ کے دعوی کی تکذیب بھی لازم آویگی اور عام وخاص میں مشتہر کی جاویگی۔

اگر آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو مندرجہ بالا تحریر کو منظور فرما کر بندوبست کریں۔ مجھے ایک سال تک آپ کی شاگردی سچے دل سے منظور ہے۔ بر وقت آنے کامل جواب کے اور داخل ہوجانے مبلغان ہرجانہ کے اور تجویز ہوجانے شرائط اقرار نامہ کے بندہ بلا عذر حاضر خدمت ہوجاوے گا۔ ۳۔ اپریل ۱۸۸۵ء۔

پنڈت لیکھ رام پردھان آریہ سماج پشاور از مقام امرتسر

۲۔ قادیانی جواب: از غلام احمد بطرف پنڈت صاحب۔ بعد ما وجب۔

آپ کا خط ملا۔ آپ لکھتے ہیں کہ خط مطبوعہ مطبع مرتضائی لاہوری میرے مطالعہ سے

گذرا۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک یہ خط آپ نے مطالعہ نہیں کیا کیونکہ تحریر آپ کی شرائط مندرجہ خط مذکور بالا سے بکلی برعکس ہے۔اول اس عاجز نے اپنے خط مطبوعہ کے مخاطب وہ لوگ ٹھہرائے ہیں جو اپنی قوم میں معزز علماء اور مشہور اور مقتداء ہیں جن کا ہدایت پانا ایک گروہ کثیر پر مؤثر ہوسکتا ہے مگر آپ اس حیثیت اور مرتبہ کے آدمی نہیں ہیں۔اگر میں نے اس رائے میں غلطی کی ہے اور آپ فی الحقیقت مقتداء و پیشوائے قوم ہیں، تو بہت خوب، میں زیادہ تر آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتا صرف اتنا کریں کہ پانچ آریہ سماج میں یعنی آریہ سماج قادیان، آریہ سماج لاہور، آریہ سماج پشاور، آریہ سماج امرتسر، آریہ سماج لدھیانہ میں جس قدر ممبر ہیں سب کی طرف سے ایک اقرار نامہ حلفاً اس مضمون کا پیش کریں کہ جو پنڈت لیکھرام صاحب ہم سب لوگوں کے مقتداء اور پیشوا ہیں۔اگر اس مقابلہ میں مغلوب ہو جائینگے اور کوئی نشان آسمانی دیکھ لینگے تو ہم سب لوگ بلا توقف شرف اسلام سے مشرف ہو جائینگے۔پس اگر آپ مقتدائے قوم ہیں تو ایسا اقرار نامہ پیش کرنا آپ پر کچھ مشکل نہیں ہوگا بلکہ تمام لوگ آپ کا نام سنتے ہی اقرار نامہ پر دستخط کر دیں گے۔کیونکہ آپ پیشوا قوم جو ہوئے۔لیکن اگر آپ اپنا مقتداء قوم ہونا ثابت نہ کرسکیں اور ایسا اقرار نامہ مرتب کر کے دو ہفتہ تک میرے پاس نہ بھیج دیں تو آپ ایک شخص عوام الناس سے سمجھے جائینگے جو قابل خطاب نہیں۔یہ بات آپ پر واضح رہے کہ اس معاملہ میں خط مطبوعہ میں شرط بھی درج ہے کہ مقتدائے قوم ہو (دیکھو سطر دہم خط مطبوعہ) اب مقتدا ہونا بجز مقتدیوں کے اقرار کے کیونکر ثابت ہو اور یہ بات کہ ہم نے اپنے خط مطبوعہ میں یہ شرائط لازمی کیوں رکھی کہ شخص ممتحن مقتدائے قوم ہو عوام الناس نہ ہو، اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ عوام الناس میں سے کسی کو مغلوب اور قائل کرنا دوسروں پر موثر نہیں ہوسکتا بلکہ ایسے شخص کے تجربہ کو خواص لوگ سادہ لوحی اور عدم بصیرتی پر حمل کرتے ہیں اور بجائے اس کے کہ کوئی گروہ اس کا اتباع کر کے راہ راست پر آوے حق کی ہدایت یابی کو کسی غرض نفسانی پر مبنی سمجھ لیتے ہیں۔

ماسوا اس کے ان خطوط مطبوعہ کے بھیجنے سے میری غرض تو یہ ہے کہ ہر ایک قوم پر حجت پوری ہوکر حصہ پنجم میں اس تمام حجت کا احوال درج کیا جائے لیکن ایک عامی آدمی کے قائل اور مسلمان ہو جانے سے قوم پر کیونکر حجت پوری ہو جائیگی۔عامی کا عدم وجود

قوم کے نزدیک برابر ہے۔ کیا اس جگہ کے بعض آریہ سماج کے ممبروں کی شہادت سے جنھوں نے بچشم خود بعض نشانوں کو دیکھا ہے آپ لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں؟ تو پھر کیوں کر امید رکھیں کہ آپ کی شہادت قوم پر موثر ہو گی حالانکہ آپ قادیان کے بعض آریوں سے جنھوں نے بعض نشانوں کو مشاہدہ کیا ہے، حیثیت اور عزت اور لیاقت میں زیادہ نہیں ہیں۔ بہر حال ہم کو اس خط مطبوعہ پر عمل کرنا لازم ہے جو کہ آپ بنظرِ سرسری دیکھ چکے ہیں۔ اگر قوم کے مقتدا مخاطب ہونے کیلئے مخصوص نہ ہوں تو یہ سلسلہ قیامت تک ختم نہ ہوگا۔ مناسب ہے کہ آپ بہت جلد اسکا جواب لکھیں کیونکہ اگر آپ مقتداء قوم کے قرار پا گئے تو دوسرے مراتب اس کے بعد طے ہوں گے اور جو مبلغ دو سو روپیہ ماہواری کے حساب سے ۲۴ سو روپیہ بصورت مغلوبیت دینا تجویز کیا ہے یہ بھی اسی لحاظ یعنی مقتدائے قوم کی وجہ سے قرار پایا ہے۔ پھر خواہ وہ مقتدا، تمام روپیہ آپ رکھے یا قوم جو اقرار نامہ پر دستخط کرے گی اپنے اپنے حصہ ٹھہرالیں۔

اب خلاصہ کلام، آپ یہ یاد رکھیں کہ ہم نے تین ماہ تک حصہ پنجم کا چھپنا ملتوی کر کے ہر ایک کے قوم کے سرگروہ کو خطوط مطبوعہ بصیغہ رجسٹری بھیجے ہیں کیونکہ قوم کے سرگروہ کل قوم کا حکم رکھتے ہیں عوام الناس سے ہم کو کچھ سروکار نہیں اور نہ اس سے بحث کا سلسلہ کبھی ختم ہوسکتا ہے۔

جو شخص ہمارے مقابل آنا چاہے (آپ ہوں یا کوئی اور ہوں)، اول اس کو یہ ثبوت دینا چاہیے کہ وہ درحقیقت وہ مقتدائے قوم ہے اور اسکی قوم کے لوگ اس بات پر مستعد ہیں کہ اسکے قائل اور اقراری ہو جانے سے بلا حجت وحیلہ دین اسلام میں داخل ہو جائینگے۔ سو مناسب ہے کہ آپ سعی اور کوشش کر کے پانچوں آریہ سماج کے جس قدر ممبر ہوں ان سے حلفاً اقرار نامہ لے لیں اور نام بنام ان سے دستخط کرائیں اور اس اقرار نامہ پر دس یا بیس ثقہ مسلمانوں اور بعض پادریوں کے دستخط بھی ہوں تا کہ وہ اقرار نامہ مع آپکے اقرار نامہ اور ہمارے اقرار کے چند اخباروں میں چھپوایا جائے۔ لیکن جب تک آپ اس طور سے اپنا سرگروہ ہونا ثابت نہ کریں تب تک آپ عوام الناس میں سے محسوب ہونگے۔ ہمارے خط کو غور سے دیکھو اور اس کے منشاء کے مطابق قدم رکھو۔ ان خطوط سے اصل مطلب تو ہمارا یہی تھا کہ قوموں کے سرگروہوں کو قائل یا لاجواب

کر کے کل قوموں پر (ہندو ہوں یا عیسائی) اتمام حجت کیا جائے۔ پس جو لوگ سرگروہ ہی نہیں ان کے لاجواب یا قائل کرنے سے ہمارا مطلب کیونکر پورا ہوگا اور حصہ پنجم کے چھپنے کی کب نوبت آئیگی۔ اور اگر خدا توفیق دیوے تو اپنے آریہ بھائیوں کی شہادت کو ہی کافی سمجھو کیونکہ وہ بھی تو تمہارے ہی بھائی ہیں۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۷۔ اپریل ۱۸۸۵ء مطابق یکم رجب ۱۳۰۲ھ

۳۔ لیکھ رام کا جواب: مرزا صاحب!

آپکا خط بجواب میرے نیاز نامہ کے آج ۹۔ اپریل ۱۸۸۵ء کو موصول ہوا۔ اسکے پڑھنے سے اور ہی کیفیت نظر آئی۔ سچ ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں اور دکھلانے کے اور۔ میرا خیال تھا کہ آپ بموجب مضمون خط کے وعدہ کے بھی ویسے ہی سچے ہونگے، مگر وہ غلط نکلا ...آپ بقول شخصے، آب ندیدہ وموزہ از پا کشیدہ، پر عمل کر رہے ہیں مگر قبل از مرگ واویلا خوب نہیں

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں بہ غلط بر ہدف زند تیرے
وقتے از حکیم روشن رائے برنیاید درست تدبیرے

آپ کا یہ فرمانا کہ آریہ سماج قادیان، آریہ سماج لاہور، آریہ سماج پشاور، آریہ سماج امرتسر، آریہ سماج لدھیانہ میں جس قدر ممبر ہیں، سب کی طرف سے ایک اقرار نامہ حلفاً اس مضمون کا پیش کریں جو پنڈت لیکھ رام صاحب جو ہم سب لوگوں کے مقتداء و پیشوا ہیں اگر اس مقابلہ میں مغلوب ہو جائیں گے اور کوئی نشانی آسمانی دیکھ لیں گے تو ہم سب لوگ بلا توقف شرف اسلام سے مشرف ہو جائیں گے ..الخ۔ اس بات کو تصدیق کرتا ہے کہ حیلہ جو را بہانہ بسیار،۔

..کیا آپ مندرجہ ذیل معزز و محقق مسلمانوں کے آریہ ہو جانے سے وید وکت دھرم کو گرہن کرنے کیلئے مجبور ہو سکتے ہیں۔ نام ان لوگوں کے یہ ہیں جنھوں نے لیاقت علمی وصداقت باطنی وروشنی روحی سے تحقیقات کامل کر کے آریہ دھرم کو اختیار کیا ہے اگرچہ وہ تعداد میں کئی ہیں مگر چند بھائیوں کے نام درج کرتا ہوں۔ مولوی محمد عمر، مولوی عبداللہ، مولوی غلام شاہ، قاضی نظام الدین، حافظ غلام مصطفٰی وغیرہ۔ پس یہاں پر اگر آپ کا قول درج کر دوں تو عین مناسب ہے کہ اگر خدا آپ کو توفیق دیوے تو اپنے مسلمان بھائیوں کی شہادت کو کافی سمجھو کیونکہ آخر وہ بھی تمہارے بھائی ہیں۔ الخ

مرزا صاحب! اپنے گھر میں کچھ کا کچھ سمجھ لینا شایان شان عقلمندی نہیں ہے۔ بالفرض

محال اگر آپ آریہ ہو جاویں تو کیا آپ کے بھائی رشتہ دار وغیرہ موضع قادیان کے رہنے والے اہل اسلام آریہ دھرم قبول کر لیں گے۔ کبھی نہیں۔ پس اس معاملہ میں زیادہ تحریر واجب نہیں جانتا ہوں مگر صرف اتنا لکھنا ضروری ہے

باندازہء بود باید نمود　　　خجالت نبرد آنکہ بنمود بود

مرزا صاحب ادعائے بے معنی سے سوائے خجالت کے اور کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے جیسے اگر آپ بعد کامل تحقیقات کے آریہ ہو جاویں تو آریہ دھرم کی صداقت کا عمدہ ثبوت ہے، ویسا ہی ایک میرے جیسے کا خدانخواستہ مسلمان ہو جانا دین اسلام کی خوارق عادات کا ایک بہتر و برتر معجزہ ہوگا۔ چونکہ مجھے آریہ سماج قادیان کے ممبران سے آپ کے کراماتی مایہ کی قلعی کھل چکی ہے پس آزمودہ را آزمودن جہل است۔ علاوہ براں وہاں کوئی ایسی سماج بھی نہیں ہے صرف دو تین ممبر آریہ خیال والے رہتے ہیں۔ آپ کا یہ تحریر فرمانا کہ خواہ وہ مقتدا تمام روپیہ آپ رکھے یا قوم جو اقرار نامہ پر دستخط کرے گی اپنا اپنا حصہ ٹھہرالیں..الخ

یہ درحقیقت آپ کی خوش فہمی ہے ورنہ آریہ سماج والوں کا یہ اعتقاد و خواہش نہیں ہے، پس اب آخری خلاصۃً یہ عرض ہے کہ آپ کا یہ تحریر کہنا کہ ہر پانچ سماجوں کے ممبروں سے اقرار نامہ حلفاً تحریر کروا کر ارسال کریں، صرف ٹال مٹول اور حیلہ پردازی و ظاہر آرائی معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ جس سماج سے چاہیں آپ براہ راست یا میری معرفت وغیرہ طور پر تسلی کر سکتے ہیں کہ میں اس طمع نفسانی سے پاک ہوں اور نہ آپکے گنج قارون کے حاصل کرنے کی تمنا ہے، صرف تحقیق حق منظور ہے مگر افسوس کہ آپ بالکل پہلو تہی فرما رہے ہیں۔ ہاں یہ تو میں خود بھی لکھتا ہوں کہ عوام آریہ نہیں ہوں بلکہ خاص سے ہوں۔ پس مصرعہ، جو اس پر بھی نہ سمجھے پھر تو اس بت سے خدا سمجھے۔ اگر جواب کامل اس کا ایک ہفتہ تک نہ آیا تو مفصل حال آپ کے دعوے کا اخباروں میں طبع کیا جائے گا

۔ ۹۔ اپریل ۱۸۸۵ء۔ نیاز مند لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور۔ از مقام لاہور

۴۔ قادیانی جواب :　　مشفق پنڈت لیکھرام صاحب۔ بعد ما وجب۔

آپ کا خط مرقومہ ۹۔ اپریل ۱۸۸۵ء مجھ کو ملا۔ آپ نے بجائے اسکے کہ میرے جواب پر انصاف اور صدق دل سے غور کرتے ایسے الفاظ دور از تہذیب و ادب اپنے خط میں

لکھے ہیں جو میں خیال نہیں کرسکتا کہ کوئی مہذب آدمی کسی سے خط وکتابت کر کے ایسے الفاظ لکھنا روا رکھے۔ پھر آپ نے اسی اپنے خط میں تمسخر اور ہنسی کی راہ سے دین اسلام کی نسبت توہین اور ہتک کے کلمات تحریر کئے ہیں اور بغیر سوچنے سمجھنے کے ہجو ملیح کی طرح مکروہ اور نفرتی باتوں کو پیش کیا ہے۔

اگر چہ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کس قدر طالب حق ہیں لیکن پھر بھی میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کی سخت اور بدبودار باتوں پر صبر کر کے دوبارہ آپ کو اپنے منشاء سے مطلع کروں کیونکہ یہ بھی خیال گذرتا ہے کہ شاید آپ نے میرے پہلے خط کو غور سے نہیں پڑھا اور اشتعال طبع مانع تفکر وتدبر ہوگیا۔ سو اب میں پھر اپنی اسی جواب کو دوہرا کر تحریر کرتا ہوں۔

صاحب! میں نے جو پہلے خط میں لکھا تھا اس کا خلاصہ مطلب یہی ہے جو اب میں گذارش کرتا ہوں، یعنی ان دنوں میں اتمام حجت کی غرض سے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ سات سو خط چھپوا کر ان مخالفین مذاہب کی طرف روانہ کروں جو اپنی اپنی قوم کے سرگروہ اور میر مجلس ہیں۔ اور یہ قرار پایا کہ چونکہ ہر ایک قوم میں اوسط اور ادنی درجہ کے آدمی ہزارہا بلکہ لکھوکہا ہوا کرتے ہیں، اس لئے یہی مناسب ہے کہ یہ خطوط مطبوعہ ان چیدہ چیدہ اور اعلی درجہ کے لوگوں کی طرف روانہ کئے جائیں کہ جو خواص اور قلیل الوجود آدمی ہیں۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی سوچا گیا کہ ایسے لوگ اگر قادیان میں ایک برس تک ٹھہرنے کیلئے بلائے جائیں تو ان کی دنیوی عزت اور آمدنی کے لحاظ سے دوسو روپیہ ماہواری ان کیلئے شرط مقرر کرنا مناسب ہوگا کیونکہ یہ خیال کیا گیا کہ وہ لوگ جس قدر اپنے اپنے مکانات میں بذریعہ نوکری یا تجارت وغیرہ وجوہ معاش حاصل کرتے ہیں وہ غالبًا اس اندازہ کے قریب قریب ہوگا۔ غرض جو دوسو روپیہ کی جو رقم مقرر کی گئی وہ محض بنظر اندازہ وجوہ معاش ان اعلی درجہ کے سرگروہوں کے مقرر ہوئی، تاکہ وہ لوگ یہ عذر پیش نہ کریں کہ قادیان میں ٹھہرنے سے ہمارا دوسو روپیہ کا ہرج متصور ہے۔ اور اسی غرض سے خطوط مطبوعہ میں یہ بھی اندراج پایا کہ اگر دوسو روپیہ ماہواری کسی صاحب کی حیثیت دنیوی سے کم ہو تو جہاں تک ممکن ہو ان کو دوسو روپیہ سے کچھ زیادہ دیا جائیگا۔

اب آپ جو تحریر فرماتے ہیں کہ وہ دوسو روپیہ کہ جو اعلی درجہ کے لوگوں کیلئے بلحاظ حیثیت

دنیوی ان کے خطوط مطبوعہ میں اندراج پایا ہے، اسی قدر روپیہ ملنے کی شرط سے میں قادیان میں آتا ہوں، سوآپ خود انصاف فرمالیویں کہ آپ کیونکر اس قدر روپیہ پانے کی شرط کر سکتے ہے۔ ہاں اگر آپ کسی جگہ دوسو روپیہ ماہواری پاتے ہیں تو پھر اس صورت میں مجھے کسی طور سے عذر نہیں ہے۔ آپ مجھ پر یہ ثابت کر دیں کہ میں اسی حیثیت کا آدمی ہوں اور اگر ایسا ثابت نہ کرسکیں تو پھر آپ کے لئے یہ منظور کرتا ہوں کہ جس قدر آپ نوکری کی حالت میں تنخواہ پاتے رہے ہیں وہی تنخواہ حسب شرائط متذکرہ خطوط مطبوعہ آپ کو دونگا۔ لیکن آپ خود انصاف کر لیویں کہ جو تنخواہ اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے لئے ان کی ماہواری آمدنی کے لحاظ سے اور ان کے ہرجہ کثیرہ کے خیال سے خطوط مطبوعہ میں لکھی گئی ہے وہ کیونکر ان لوگوں کو دی جائے جو اس درجہ کے آدمی نہیں ہیں۔ اور اگر ہر ایک ادنی اعلی کیلئے دوسو روپیہ ماہواری دینا تجویز کروں تو اسقدر روپیہ کہاں سے لاؤں۔

آپ تحکم کی راہ سے کلام نہ کریں اور جو میں خطوط کے چھاپنے کے وقت انتظام کیا ہے اس کو خوب سوچ لیں۔ اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ آپ دوتین روز کے لئے قادیان میں آجائیں اور بالمواجہہ گفتگو کر کے اس بات کا تصفیہ کریں۔

مجھے یہ بھی منظور ہے کہ دوتین شریف اور معزز آریہ جیسے منشی جیونداس لاہور میں ہیں وہ مجھ سے ملاقات کر کے جو اس بارہ میں تصفیہ کریں وہی قرار پا جائے۔ میں ناحق کی ضد کرنا نہیں چاہتا، نہ کوئی حیلہ بہانہ کرنا چاہتا ہوں آپ غور سے میرے خط کو پڑھیں۔

اور یہ جو آپ نے اپنے خط کے اخیر پر لکھ دیا ہے کہ قادیان کے آریہ لوگوں سے آپ کے کراماتی مایہ کی قلعی کھل چکی ہے، یہ الفاظ بھی منصفین کے سامنے پیش کرنے کے لائق ہیں۔ جس حالت میں قادیان کے بعض آریہ جو میرے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں اب تک زندہ موجود ہیں اور اس عاجز کے نشانوں کے قائل اور مقر ہیں، تو پھر نہ معلوم کہ آپ نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ وہ لوگ منکر ہیں۔ اگر آپ راستی کے طالب تھے، تو مناسب تھا کہ آپ قادیان میں آکر میرے روبرو اور میرے مواجہہ میں ان لوگوں سے دریافت کرتے تا جو امر حق ہے آپ پر واضح ہو جاتا۔ مگر یہ بات کس قدر دیانت اور انصاف سے بعید ہے کہ آپ دور بیٹھے قادیان کے آریوں پر ایسی تہمت لگا

رہے ہیں۔ ذرا آپ سوچیں کہ جس حالت میں، میں نے انہیں آریوں کا نام حصہ سوم و چہارم میں لکھ کر ان کا شاہد خوارق ہونا حصص مذکورہ میں درج کر کے لاکھوں آدمیوں میں اس واقعہ کی اشاعت کی ہے تو پھر اگر یہ باتیں دروغ بے فروغ ہوں تو کیونکر وہ لوگ اب تک خاموش رہتے، بلکہ ضرور تھا کہ اس صریح جھوٹ کے رد کرنے کیلئے کئی اخباروں میں اصل کیفیت چھپواتے۔ اور مجھ کو ایک دنیا میں رسوا اور شرمندہ کرتے۔ سو منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ لوگ باوجود شدت مخالفت اور عناد کے اسی وجہ سے خاموش اور لاجواب رہے کہ جو جو میں نے شہادتیں ان کی نسبت لکھیں وہ حق محض تھا۔ اور آپ پر لازم ہے کہ آپ اس ظن فاسد سے مخلصی حاصل کرنے کے لئے قادیان میں آکر اس بات کی تصدیق کر جائیں۔ تا سیہ روشود ہر کہ دروغش باشد۔ جواب سے جلد تر مطلع کریں۔

راقم۔ مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۱۶۔ اپریل ۱۸۸۵ء

۵۔ لیکھ رام کا جواب: مہربان من مرزا غلام احمد صاحب تسلیم

آپ کا خط مورخہ ۱۶۔ اپریل ۱۸۸۵ء بہت انتظاری کے بعد ۲۳۔ اپریل ۱۸۸۵ء کو مجھے پشاور میں ملا۔ چونکہ پشاور آریہ سماج کا چوتھا سالانہ جلسہ ۲۵، ۲۶، اپریل ۱۸۸۵ء کو تھا، اس واسطے مجھ کو لاہور سے ۱۸۔ اپریل کی گاڑی میں پشاور آنا ہوا۔ ۵۔ ۶ روز کثرت کار جلسہ کے سبب فرصت نہ ملی، آج عند الفرصت جواب عنایت نامہ کا تحریر خدمت کرتا ہوں۔ اس قدر دیری کو معاف فرمائیے۔

یہ خط آپ کا بھی میں نے غور سے پڑھا اور تامل سے بچارا اور ساتھ ہی اپنے خط نمبر ۲ کو حرف بحرف مطالعہ کیا، مگر کوئی حرف یا کلمہ دور از تہذیب و ادب اس میں نہیں دیکھا۔ نہیں معلوم کہ آپ نے اس خط میں اس قدر باتیں کہاں سے نکال لیں۔ ہاں اگر جواب معمولی سے بھی مزاج مبارک برافروختہ ہوتی ہے تو تحقیق حق و باطل و تصدیق صدق و کذب سراپا محال ہے۔ افسوس کہ اپنے خط نمبر ۱ کی تادیب و تہذیب پر دھیان نہیں دیتے ہو، اور میرے صاف خط کو بھی مہذبانہ نہیں بتلاتے۔ اگر اس سے اسلامی تحکم جتلانا مراد ہے تو علیحدہ امر ہے ورنہ اس میں کوئی امر مانع اخلاق نہیں ہے۔ جس طرح آپ نے اتمام حجت کی غرض سے خطوط ارسال کئے ہیں اسی طرح میں نے بھی تردید حجت پر کمر باندھی ہے۔ آپ کے پہلے خط مطبوعہ کا مطلب اور ہے اور خط مورخہ

۷۔اپریل ۱۸۸۵ء سے کچھ اور ہی ظاہر ہوتا ہے اور اس خط محررہ ۱۶۔اپریل ۱۸۸۵ء سے کچھ اور ہی نتیجہ نکلتا ہے۔ واللہ اعلم آپ اپنی تحریرات سے کیوں پلٹے جاتے ہیں۔خط مطبوعہ کے برخلاف یا اس کی اندرونی تائید کے واسطے بہت باتیں آپ نے دل ہی دل میں پوشیدہ رکھیں۔اور غالباً اب بھی بہت باتیں مطلب براری کے واسطے پوشیدہ ہوں گی ... جو نتیجے آپ کی مختلف تحریروں سے برآمد ہوتے ہیں وہ کسی عاقل کے نزدیک کبھی تسلیم کے لائق نہیں ہیں اور نہ کوئی انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھے گا۔

بماہ ستمبر ۱۸۸۴ء جب میں بتقریب جلسہ آریہ سماج امرتسر کے گورداسپور گیا تھا اور وہاں پر اس امر کی نسبت کہ آپ نے جو دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا ہے، درحقیقت جس حیثیت کے آدمی ہیں، دریافت کی گئی تو ایک معزز آدمی کی زبانی جو آپ کا پورا واقف تھا معلوم ہوا کہ آپ اس قدر جائداد بھی نہیں رکھتے ہیں بلکہ مقروض ہیں۔اب اس کی تصدیق آپ کی ہی تحریر سے ہوگئی کہ اگر ہر ایک کے لئے ۲ سو روپیہ ماہواری دینا تجویز کروں تو اس قدر روپیہ کہاں سے لاؤں۔،

مرزا صاحب اس سے لاؤ جس نے آپ کو بقول آپ کے نبی بنی اسرائیل کی طرز پر اصلاح خلق کے لئے مامور کیا ہے۔ قادیان کے آریہ بھائیوں کی نسبت میں نے تہمت نہیں لگائی اور اپنے دعوی کا نہایت قوی اور مدلل ثبوت رکھتا ہوں جو براہین الاحمدیہ کے جواب تکذیب براہین الاحمدیہ میں درج ہوکر عنقریب چھپنے والا ہے۔اور وہ ان کی خط و کتابت ہے۔ان کو تہمت آپ نے لگائی ہے کہ ان کو میں نے کرامات بتلائی ہیں، جو بالکل صداقت سے خارج امر ہے۔ میں آپکے روبرو بھی آنے کو مستعد تھا مگر ایک لائق آریہ برادر کی زبانی جو آپ کی ملاقات کو گیا تھا،معلوم ہوا کہ آپ زود رنج اور غصہ ور آدمی ہیں ،تو خیال گذرا کہ شائد ان کی اس قدر مہربانیوں کو میں برداشت نہ کرسکوں، اس واسطے ارادہ ملتوی کیا۔لالہ شرم پت رائے نے شائد آپ کے دعوی کی تکذیب بھی برادر ہند یا ودیا پرکاشک میں کی تھی،مگر افسوس کہ مجھے اس طرح اچھی یاد نہیں ہے۔اور اس میں میرے مہربان بھائی باوا نراین سنگھ جی نے بھی ودیا پرکاشک میں بہت مشرح لکھا ہے العاقل تکفیہ الاشارہ۔

اور جو باتیں اپنے پہلے خطوں میں تحریر کر چکا ہوں یا جو شہادتیں مذہبی یا عقلی بیان کی گئی

ہیں سب کے ثبوت سلسلہ وار میرے پاس موجود ہیں۔ایک مولوی صاحب ساکن لاہور جو علم دینی دنیوی وطب میں عمدہ دستگاہ رکھتے ہیں انہوں نے بھی آپ کی کراماتوں کی مفصل فہرست پیش کی تھی کہ آپ جاہلوں کے آگے بہت دسترس رکھتے ہیں۔...اور میرے اکثر دوست مسلمان جو آپ کے براہین احمدیہ کے خریدار ہیں یا جن کو آپ تبرکاً یا کسی اور پر کتاب دیتے ہیں بہ سبب منکر از کرامات ہونے کے وہی لوگ مجھے آپ کی عنایتوں کا مشکور کرتے رہتے ہیں مگر زیادہ طول دینا مجھے پسند نہیں ہے۔صرف آخری گذارش ہے کہ اگر درحقیقت وعدے کے سچے اور حق کے محقق اور راستی کے طالب اور اصلاح خلق کے لئے مامور ہوئے ہیں،تو بموجب مضمون میرے پہلے خط کے بحساب دوسو روپیہ ماہوار کے کل دو ہزار چار سو روپیہ ایک سال کا داخل خزانہ سرکار فرماویں اور اقرار نامہ تحریر کردیویں کہ اگر ایک سال تک آپ کی ہدایت اور آسمانی نشانات ومعجزات وغیرہ سے تسلی نہ پاکر آپ کے دین کو قبول نہ کروں تو وہ مبلغان مجھ کو مل جاویں اور وہ روپیہ تا انقضائے ایک سال کے خزانہ سرکاری میں مکفول رہے،اسکے واپس لینے کا آپ کو اختیار نہ ہوگا۔

اگر آپ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے بقول اپنے مامور ہوئے ہیں تو اس اقرار نامہ وادخال روپیہ سے گریز کیوں فرماتے ہیں؟ جب سانچ کو آنچ نہیں اور آپ کو اپنے کراماتی سکہ پر امید ہے کہ قلب نہیں ہے تو کل عذر ومعذرت وحیلہ جوئی بے کار ہے جب خدا نے پیش گوئی فرمائی،اور علاوہ برآں آپ نے کئی مرتبہ آزمائی،تو ہم کو ملزم ولا جواب مغلوب ہی ہونا پڑے گا۔خدا نے وعدہ آپ سے فرمایا،اور آپ ہی وعدہ پورا کرنے سے پہلوتہی فرمارہے ہیں جیسا کہ آپ کے خطوطات سے ظاہر ہے۔ پس کس طرح مانا جاوے کہ اس میں تخلف کا امکان نہیں ہے۔جب کہ آپ کو ہی اس کا کامل امتحان نہیں۔دعوی کرنا اتمام حجت کا اور اشتہار دینا کہ جس روز آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا مبلغان ادا کرونگا آپ جیسے کی عقل مندی کو بٹہ لگا رہا ہے۔بسبب اسی آپ کے تخلف وعدہ کے کوئی آریہ بھائی آپ کے پاس آنا نہیں چاہتا۔مکرر سہ کرر تحریر کرتا ہوں کہ کراماتی زر کے آزمانے کے واسطے اپنی طبع کو محک امتحان بنانا چاہتا ہوں اور ایک سال تک آپ کی شاگردی اور قادیان کی حاضر باشی صدق دل سے منظور کرتا

ہوں ۔ اگر اس دفعہ بھی وہی طول طویل عبارت اور مطلب حیلہ حوالہ رہا تو زیادہ خط و کتابت بے فائدہ ہوگی ۔ زیادہ نمستے ۔

....۔اپریل ۱۸۸۵ء ۔ پنڈت لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور ۔ از مقام پشاور

نمبر۶ ۔ قادیانی جواب : مشفقی پنڈت لیکھرام صاحب ۔ بعد ما وجب

اگر چہ اس خاکسار نے آپ کے ان خطوط کے جواب میں جن میں آپ نے قادیان میں ایک سال ٹھہرنے کی درخواست کی تھی یہ لکھا تھا کہ چوبیس سو روپیہ لینے کی شرط آپ کا ایسی درخواست کرنا آپ کی عزت اور حیثیت عرفی کے برخلاف ہے لیکن چونکہ آپ اب تک اسی بات پر اصرار کئے جاتے ہیں کہ میں آریہ سماج کے گروہ میں ایک بڑا عزت دار آدمی ہوں اور بزرگوار اور عالی مرتبت ہونے کی وجہ سے تمام آریہ سماجوں میں مشہور ومعروف ہوں بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے اپنے اسی دعوی کو بعض اخباروں میں چھپوا کر جا بجا مجھے بدنام کرنا چاہا ہے اور یہ لکھا ہے کہ جس حالت میں ، میں ایسا عزت دار آدمی ہوں اور پھر طالب حق ، تو پھر کیوں مجھے آسمانی نشان کے دکھلانے اور اسلام کی حقیت مشاہدہ کرانے سے محروم رکھا جاتا ہے اور کیوں ۲۴ سو روپیہ دینے کی شرط پر مجھ کو قادیان میں ایک سال تک ٹھہرا کر آسمانی نشانوں کے آزمانیکی اجازت نہیں دی جاتی ۔

سو آپ پر واضح ہو کہ ہم نے جو آج تک آپ کی درخواست منظور کرنے میں توقف کیا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ ہم اپنے خط مطبوع میں یہ شرط درج کر چکے ہیں کہ ہمارا مقابلہ عوام الناس سے نہیں ہے بلکہ ہر قوم کے چیدہ اور منتخب اور صاحب عزت لوگوں سے ہے ۔ اور ہر چند ہم نے کوشش کی ، مگر ہم پر یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ ان معزز اور ذی مرتبت لوگوں میں سے ہیں جو بوجہ حیثیت عرفی اپنی کے دو سو روپیہ ماہواری خرچہ پانے کے مستحق ہیں ۔ مگر چونکہ آپ کا اصرار اپنے اس دعوی پر غایت درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ فی الحقیقت میں ایسا ہی عزت دار ہوں اور پشاور سے بمبئی تک جس قدر آریہ سماج ہیں وہ سب مجھ کو معزز اور قوم میں سے ایک بزرگ اور سرگروہ سمجھتے ہیں اس لئے آپ کی طرف لکھا جاتا ہے کہ اگر آپ سچ مچ ایسے ہی عزت دار ہیں تو ہم آپ کی درخواست منظور کر لیتے ہیں اور جہاں چاہو چوبیس سو روپیہ جمع کرانے کو تیار اور مستعد ہیں ۔ لیکن جیسا کہ آپ شرائط مندرجہ خطوط مطبوعہ سے تجاوز کر کے اپنی پوری پوری تسلی کرنے کیلئے

مجھ سے چوبیس سو روپیہ نقد کسی دوکان یا بنک سرکار میں جمع کرانا چاہتے ہیں تو اس صورت میں مجھے بھی حق پہنچتا ہے کہ میں بھی آپکے اس اقرار کو جو بعد دیکھنے کسی آسمانی نشان کے بلا توقف قادیان میں ہی مسلمان ہو جاؤنگا آپ ہی کے اعتبار پر نہ چھوڑوں بلکہ جیسے آپ روپیہ وصول کرنے کے باب میں اپنی پوری پوری تسلی کریں گے ایسا ہی میں بھی آپ کے مسلمان ہونے کے لئے کوئی ایسی تدبیر کرلوں جس سے مجھے بھی پورا پورا یقین اور کامل تسلی ہو جائے کہ آپ بھی درحالتِ انکار اسلام اپنی عہد شکنی کے ضرر سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

سو عدالت کی بات جس میں میں اور آپ برابر ہیں یہ ہے کہ ایک طرف یہ خاکسار چوبیس سو روپیہ حسب نشان دہی آپ کے کسی جگہ جمع کراوے اور ایک طرف آپ بھی اسی قدر روپیہ حسب نشان دہی اس عاجز کے بوجہ تاوان انکار اسلام کسی مہاجن کی دکان پر رکھوا دیں تا جس کو خدا تعالی فتح بخشے اس کیلئے یہ روپیہ فتح کی ایک یادگار رہے۔

یہ تجویز کسی فریق پر ظلم نہیں بلکہ فریقین کے لئے موجب تسلی وسراسر انصاف ہے کیونکہ جیسے آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ بصورت مغلوب ہونے اس عاجز کے ۲۴ سو روپیہ جبراً وصول نہیں کر سکتے، علی ہذا القیاس مجھے بھی یہ فکر ہے کہ میں بھی بعد مغلوب ہونے آپ کے آپ کو جبراً مسلمان نہیں کرسکتا۔ سو یہ انتظام حقیقت میں نہایت عمدہ اور مستحسن ہے کہ ایک طرف آپ وصولی روپیہ کیلئے اپنی تسلی کرلیں اور ایک طرف میں بھی ایسا بندوبست کرلوں کہ درحالت عدم قبول اسلام آپ بھی شکست کے اثر سے خالی نہ جانے پاویں اور اگر آپ اسلام کے قبول کرنے میں صادق النیت ہیں تو آپ کو روپیہ جمع کرنے میں کچھ نقصان اور اندیشہ نہیں کیونکہ جب آپ بصورت مغلوب ہو جانیکے مسلمان ہو جائیں گے تو ہم کو آپ کے روپیہ سے کچھ سروکار نہیں ہوگا بلکہ یہ روپیہ تو صرف اس حالت میں بطور تاوان آپ سے لیا جائیگا کہ جب آپ عہد شکنی کر کے اسلام قبول کرنے سے گریز یا روپوشی اختیار کریں گے۔ سو یہ روپیہ بطور ضمانت آپ کی طرف سے جمع ہوگا اور صرف عہد شکنی کی صورت میں ضبط ہوگا، نہ اور کسی حالت میں۔

رہا یہ امر کہ آپ اس قدر روپیہ کہاں سے لائیں گے تو اس کا فیصلہ تو آپ ہی کے اقرار سے ہو گیا۔ جب کہ آپ نے اقرار کرلیا کہ میں بڑا عزت دار آدمی اور قوم میں مشہور و

معروف ہوں۔ کیونکہ جس حالت میں آپ اتنے بڑے عزت دار ہیں تو اول یہ روپیہ آپ کے آگے کچھ چیز نہیں بلکہ اس سے بہت زیادہ آپ کے دولت خانہ میں جمع ہوگا۔ اور اگر کسی اتفاق سے آپ پر افلاس طاری ہے تو قوم کے لوگ ایسے معزز اور سرگروہ سے امداد وغیرہ کے بارے میں کب دریغ کریں گے بلکہ وہ تو سنتے ہی ہزار ہا روپیہ آپ کے قدموں پر رکھ دیں گے اور صرف آپ کی ایک زبان کے اشارہ سے روپئوں کا ڈھیر جمع ہو جائے گا۔ خدانخواستہ ایسا کیوں ہونے لگا کہ آریہ سماج کے دولت مند اور ذی مقدرت لوگ آپ کو چند روز کے لئے بطور امانت روپیہ وغیرہ دینے سے انکار کریں اور آپ کی دیانت داری اور امانت گذاری میں ان کو کلام ہو۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ادنی ادنی آدمی جیسے چوہڑے چمار یا سانسی اپنی قوم میں کچھ ذرا سا اعتبار رکھتے ہیں وہ بھی اپنی برادری میں اس قدر مسلم العزت ہوتے ہیں کہ قوم کے ذی مقدرت لوگ کسی مشکل کے وقت صد ہا روپیہ سے بطور قرضہ وغیرہ ان کی مدد کرتے ہیں۔ اور آپ تو بقول آپ کے بڑے ذی عزت آدمی ہیں جن کی عزت سارے آریہ سماجوں میں تسلیم وقبول کی گئی ہے۔ ماسوا اس کے جو روپیہ صرف کچھ مدت کے لئے امانت کے طور پر آپ کے ہاتھ میں دیں گے یہ نہیں کہ وہ روپیہ آپ کی ملک کر دیں گے۔

قصہ کوتاہ یہ کہ آج ہم یہ خط رجسٹری کرا کر آپ کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور اگر بیس دن تک آپ نے ہمارا جواب نہ بھیجا اور قادیان میں آ کر ایک سال تک ٹھہرنے کے لئے بات نہ ٹھہرا لی اور ان شرائط کو جو عین انصاف اور حق پرستی پر مبنی ہیں قبول نہ کیا تو پھر بعد گذرنے بیس روز کے یہ حال کنارہ کشی آپ کا چند اخباروں میں شائع کرا کر لوگوں پر ثابت کیا جاوے گا کہ آپ کا ایک سال تک قادیان میں ٹھہرنے کیلئے مجھ سے دریافت کرنا سراسر لاف وگذاف پر مبنی تھا۔ نہ آپ کی نیت صاف ودرست تھی، نہ آپ کی ایسی حیثیت وعزت تھی جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا۔

اب ہم اس خط کو ختم کرتے ہیں اور مدت مقررہ تک ہر روز آپ کے جواب کے منتظر رہیں گے۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔

از قادیان ضلع گورداسپور۔ مورخہ... جولائی ۱۸۸۵ء۔ خاکسار غلام احمد

۷۔ لیکھ رام کا خط:

مشفقی جناب مرزا صاحب

بعد از شوق ملاقات بموجب خط مورخہ ..جولائی ۱۸۸۵ء کے لکھا جاتا ہے کہ میرے اور آپ کے خط وکتابت کے سلسلہ کی بنیاد فقط آپکا وہ اشتہار ہے جو آپ نے مطبع مرتضائی لاہور سے بلا تاریخ طبع کرا کر شائع کیا تھا اور جس میں آپ نے نہایت صاف الفاظ میں یہ دعوی کیا تھا کہ منجانب اللہ آپ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب غیر مذہب والوں کو دین اسلام کی دعوت کریں اور جو کوئی شخص آپ کے پاس ایک سال تک قادیان میں رہے اور نشان آسمانی وخوارق عادات وصداقت دین اسلام مشاہدہ نہ کر کے اور تسلی نہ پا کر مسلمان نہ ہو جاوے تو مبلغ دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے کل چوبیس سو روپیہ بابت سال تمام کے اس شخص کو ہرجانہ یا جرمانہ دیوینگے جس پر میں نے معقولیت کے ساتھ آپکی خدمت میں التجا کی تھی کہ میں ایک سال تک آپ کی خدمت میں رہنے کو تیار ہوں بشرطیکہ آپ زر موعودہ امانتاً سرکاری خزانہ میں داخل کر دیویں ۔ اب اس ۱۷ جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں آپ ایک نئی حجت پیش کرتے ہیں یعنی یہ دو ہزار چار سو روپیہ میں بھی بالمقابل آپ کے امانتاً داخل کروں تا کہ اگر آپ کے نشان آسمانی یا معجزہ مشاہدہ کر کے اور تسلی پا کر دین اسلام کو قبول نہ کروں تو اس چوبیس سو روپیہ کے جو میں داخل کرونگا آپ مستحق ہوویں۔

صاحب من! آپ اپنے عہد مشتہرہ پر کیوں قائم نہ رہے اور کس واسطے آپ نے جادہ انصاف سے کنارہ کیا۔ کیا دینداروں یا راست بازوں کے یہی کام ہوتے ہیں؟ اور زیادہ تر لطف یہ ہے کہ آپ اپنے اس انحراف قطعیہ کو نہایت عمدہ اور مستحسن فرماتے ہیں جزاک اللہ فی الدارین ۔اب انصاف یہ ہے کہ آپ پہلے اس بات کا اشتہار دے دیں کہ جو آپ نے اول اشتہار دیا تھا وہ بوجوہ ذیل باطل ہوا:

۱۔اس ..جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں آپ چوبیس سو روپیہ راقم سے بھی بالمقابل امانت میں داخل کرانا چاہتے ہیں تا کہ اگر باوجود مشاہدہ نشان آسمانی کے اسلام سے انکار کیا جائے تو زر امانت داشتہ راقم آپ لے لیویں حالانکہ اشتہار میں بالمقابل روپیہ داخل کرنا شرط نہیں ۔اب برخلاف اس کے لکھتے ہیں، اس لئے پہلا اشتہار قائم نہ رہا۔

۲۔ جب کہ آپ نے معجزہ کا دعوی بذریعہ اشتہار کے شائع کیا تو آپ کا یقین نہایت مضبوط ہونا چاہیے تھا کہ ضرور معجزہ دکھاویں گے اور تاثیر اس کی تیر بہدف ہوگی اور

مشاہدہ کنندہ بھی ضرور اسلام قبول کریگا کیونکہ معجزہ کے لغوی معنی عاجز کرنیکے ہیں اگر کسی کو عاجز نہیں کیا تو وہ اعجاز نہیں ہوسکتا۔ اسلئے آپ کو اپنے دعوی پر خود ہی شک پیدا ہو گیا کہ میں آپکے معجزہ سے عاجز نہیں ہوسکتا اور اسلام قبول نہیں کرونگا، اسکے عوض میں آپ نے روپئہ مدخلہ میرے کے لینے کی تمنا کی ہے۔ دروغ گو تا بدروازہ باید رسانید۔

آپ کے اس.. جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں جو آپ نے نئی حجت اٹھائی ہے میں اسکے واسطے بھی حاضر ہوں جس وقت چاہیں چوبیس سو روپئہ میں داخل کرسکتا ہوں مگر مجھ کو آپ کے استقلال پر شک ہے۔ اس لئے اس امر کی بھی صراحت ہونی چاہیے کہ کون سا نشان آسمانی آپ مجھ کو دکھائیں گے۔ آسمانی نشان تین یعنی سورج چاند ستارے ہیں پس علاوہ ان قدرتی نشانات کے آپ کوئی ذیل کا آسمانی نشان دکھلاویں یعنی دوسرا آفتاب جس کا طلوع غرب سے ہو اور غروب شرق کو ہو۔ یا شق القمر کا معجزہ جس کا اشارہ حدیث میں ہے اور جو عقلاء کے نزدیک غیر مسلم اور آپ کے خیال میں حق ہے۔ پس اگر اسی کو اعادہ کر کے دوبارہ دکھلاویں یعنی پورنماشی کی رات کو برخلاف عادت موجودہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں۔ دوسرا چاند کامل اماوس کی رات کو جیسا کہ پورنماشی کو ہوتا ہے ظہور ہووے۔ ان میں سے کل کو یا جس کو آپ دکھلاسکیں، اور تاریخ اور وقت معجزہ کے دکھلانے کا بھی آپ مقرر کریں تا کہ وہ عام میں مشتہر کرایا جائے۔ اور میں سمجھونگا کہ کہ چوبیس سو روپئہ خرچ کر کے میں نے دنیا کو ایک تماشا دکھلوا دیا۔

اگر اب بھی آپ نے اس خط کا جواب صاف الفاظ میں بلا حجت بازی کے نہ دیا، تو تصور کیا جائے گا کہ ایسے بے بنیاد اور لغو دعاوی کا وہی باعث ہے جو عام عقل کا آدمی سمجھ سکتا ہے۔ اور من بعد اس کے خط و کتابت بند ہووے گی۔ اور چونکہ آپ نے اس.. جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں جو طرز تحریر اختیار کی ہے وہ تہذیب سے گری ہوئی ہے مگر میں اس کی پرواہ نہیں کرتا ہوں بلکہ اس کو بھی اسی کے ذیل میں سمجھتا ہوں جس میں آپ کے اور دعاوی ہیں اور اس کا باعث بھی وہی ہے جو عام آدمی سمجھ سکتے ہیں۔ اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ست کا پرکاش اور است کا ناش ہوئے۔ جواب اس کا ایک ہفتہ تک آجانا چاہیے ورنہ بعد ازاں اشاعت کی جاویگی۔

..جولائی ۱۸۸۵ء۔ الراقم نیاز مند لیکھرام از آریہ سماج امرتسر

نمبر ۸۔ پنڈت لیکھ رام نے لکھا ہے جو خط مرزا صاحب کا بجواب خط نمبر ۷ آیا تھا وہ مطبع آفتاب پنجاب لاہور سے پس و پیش ہو گیا ہے اور تلاش سے دست یاب نہ ہوا مگر اس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ ہم یہ شرائط نہیں کر سکتے اور نہ مطلوبہ نشانات بتلا سکتے ہیں بلکہ ہم کو معلوم نہیں کہ کیا کچھ ظاہر ہو گا یا نہ ہو گا غرضیکہ اس بلائے ناگہانی (دعوے کرامات) سے پلہ چھڑانا چاہا۔ بہت سا حصہ اس خط کا جواب ۹ میں بھی موجود ناظرین ملاحظہ فرماویں۔

(مرزا کے مکتوبات میں بھی یہ خط موجود نہیں ہے جو ۳۱ جولائی ۱۸۸۵ء کا بتایا جاتا ہے، بلکہ صفحہ ۵۰ پر اس خط سے وہی اقتباس نقل کر دیئے گئے ہیں جو لیکھ رام کے جوابی خط میں موجود ہیں۔ مرزا صاحب کا ایک مکتوب بنام لالہ بھیم سین محررہ ۱۴ جون ۱۹۰۳ء موجود ہے جس میں پنڈت لیکھ رام کا ذکر موجود ہے۔ لالہ بھیم سین کے متعلق شیخ یعقوب علی مرتب مکتوبات احمدیہ نے لکھا ہے:

حضرت مسیح موعود کے ہم مکتب ایک لالہ بھیم سین صاحب تھے اور زمانہ قیام سیالکوٹ میں حضرت اقدس کی ان کے ساتھ بڑی رسم وراہ تھی.. جن ایام میں گورداسپور میں مقدمات کا سلسلہ شروع تھا، تو لالہ بھیم سین صاحب نے اپنے بیٹے کی خدمات بھی پیش کی تھیں جو بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے آ چکے تھے۔ حضرت مسیح موعود نے شکریہ کے ساتھ ان کی خدمات کو کسی دوسرے وقت پر عندالضرورت ملتوی کر دیا تھا۔ غرض حضرت صاحب کو لالہ بھیم سین صاحب سے محبت اور لالہ بھیم سین کو حضرت مسیح موعود سے اخلاص تھا۔ صفحہ **۳۳ مکتوبات** احمدیہ جلد دوم۔

لالہ صاحب کے نام خط میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ابھی تھوڑے دن کی بات ہے کہ لیکھ رام نامی ایک برہمن جو آریہ تھا، قادیان میں میرے پاس آیا اور کہا کہ وید خدا کا کلام ہے۔ قرآن شریف خدا کا کلام نہیں۔ میں نے اس کو کہا کہ چونکہ تمہارا دعویٰ ہے کہ وید خدا کا کلام ہے مگر میں اس کو اس کی موجودہ حیثیت کے لحاظ سے خدا کا کلام نہیں جانتا کیونکہ اس میں شرک کی تعلیم ہے اور کئی اور ناپاک تعلیمیں ہیں۔ مگر میں قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتا ہوں کیونکہ نہ اس میں شرک کی تعلیم ہے اور نہ کوئی اور ناپاک تعلیم ہے۔ اور اس کی پیروی سے زندہ خدا کا چہرہ نظر آ جاتا ہے اور معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ پس سہل طریق یہ ہے کہ تم وید والے خدا سے میری نسبت کوئی پیش گوئی اور میں قرآن شریف والے خدا سے وحی پا کر پیش کرونگا۔ پس اس نے میری نسبت یہ پیش گوئی کی کہ یہ شخص تین برس تک ہیضہ کی بیماری سے مر جائے گا اور میرے خدا نے یہ ظاہر کیا کہ چھ برس تک لیکھ رام بذریعہ قتل نابود ہو جائے گا کیونکہ وہ خدا کے پاک نبی کی بے ادبی میں حد سے گذر گیا۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس کے مرنے کے تھوڑی مدت بعد پنجاب میں طاعون پھیل جائے گی۔ تمام پیش گوئی میں نے اپنی کتابوں میں بار بار شائع کر دی اور یہ بھی شائع کر دیا کہ وید درحقیقت خدا کی طرف سے ہے تو اب آریہ سماج

والوں کو چاہیے کہ لیکھ رام کی نسبت اپنے پرمیشور سے بہت دعا کریں۔ اور ایسا ہی لیکھ رام نے میری نسبت اپنی کتاب میں شائع کر دیا کہ یہ شخص تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے فوت ہو جائے گا۔ آخر لیکھ رام اپنے قتل ہونے سے گواہی دے گیا کہ وید خدا کی طرف سے نہیں۔ مکتوبات احمدیہ ج ۲ ص ۳۷۔۳۸۔

وید بمقابلہ قرآن کی بحث مولانا ابو رحمت حسنؒ نے اپنی کتابوں میں مفصل کی ہے، جسے ہم انشاء اللہ جلد ہی نذر قارئین کریں گے۔ یہاں اس بات کا ذکر مقصود ہے کہ لیکھ رام کی موت بذریعہ قتل کی پیش گوئی کہیں موجود نہیں ہے۔ ہاں یہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اسے خوارق عادت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ لیکھ رام قتل ہوا، اور قتل ایک معمول کی چیز ہے، روزانہ دنیا میں سینکڑوں قتل ہوتے ہیں، یہ کوئی خارق عادت بات نہیں۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ وغیرہ نے مفصل بحث کر کے ثابت کر دیا تھا کہ لیکھ رام کی موت کا مرزا کی پیش گوئی سے کوئی تعلق نہیں، اگر تعلق ہے تو اس پیش گوئی کی تکذیب کا تعلق ہے۔ اور جہاں تک لیکھ رام کی پیش گوئی کا تعلق ہے کہ مرزا صاحب تین سال میں ہیضہ سے مر جائے گا، اس سلسلہ میں ہم یہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں بقول خود اور بروایت سسر خود ہیضہ سے آنجہانی ہوئے (دیکھو حیات ناصر)۔ ہاں تین سال میں نہیں بلکہ تیس سال میں۔ لیکن مرزا صاحب کا اپنا ایجاد کردہ فارمولہ ہے کہ پانچ اور پچاس برابر ہیں کیونکہ ان میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے ،اسی طرح تین اور تیس بھی بخیال مرزا برابر ہوں گے کیونکہ ان میں بھی ایک ہی نقطہ کا فرق ہے۔ نیز مرزا صاحب، آتھم کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ کیا ہوا، جو وہ پیش گوئی کی مدت (۱۵ ماہ) سے بعد مرا، آخر مرتو گیا۔ بتاؤ اب آتھم کہاں ہے؟ مرزا صاحب کے اس فرمان میں آتھم کے نام کی جگہ مرزا صاحب کا نام لکھ دیا جائے تو عبارت یوں ہو گی: کیا ہوا جو وہ پیش گوئی کی مدت (۳۰ سال) سے بعد مرا، آخر مرتو گیا، بتاؤ اب مرزا کہاں ہے؟ بہاء)

(مرزا صاحب نے لالہ بھیم سین والے خط میں وید کی حقانیت وغیرہ اور شرک کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان موضوعات پر مرزا کے خیالات پر بعد ازاں ایک ہندو پنڈت نے بحث کی تھی اور بتایا تھا کہ مرزا صاحب مشرک ہیں۔ موقع کی مناسبت سے ہم یہ مضامین یہاں نقل کرنا چاہتے تھے لیکن طوالت کی وجہ سے انہیں متفرقات میں درج کیا جا رہا ہے۔ بہاء)

❁ نمبر ۹۔ لیکھ رام کا خط بجواب خط مرزا صاحب مرقومہ ۳۱ جولائی ۱۸۸۵ء

مشفقی مرزا غلام احمد صاحب۔ بجواب خط مرقومہ ۳۱ جولائی ۱۸۸۵ء آپ کے عذرات اور بمقابلہ ہر ایک عذر کے تردید مدلل لکھتا ہوں۔

۱۔ عذر اول۔ پہلے اشتہار میں ۲۴ روپیہ دینے کا وعدہ ضرور ہوا ہے مگر پیشگی جمع کر دینے کی شرط نہیں کی تھی چونکہ آپ نے میرے وعدہ کو معتبر نہ سمجھا اور یہ زائد شرط لگائی کہ زر

معہودہ کسی بنک سرکاری میں جمع کر دیا جائے۔ اس صورت میں میرے لئے بھی برخلاف اس اشتہار کے استحقاق پیدا ہو گیا کہ ۲۴ سو روپیہ بالمقابل پیشگی امانت رکھاؤں۔

تردید دفعہ۔۱۔ آپ کو واجب تھا کہ پہلے ہی اشتہار میں صاف لفظوں میں شرط باندھتے کہ بطور قمار بازاں کے ۲۴۰۰ روپیہ دو بدو لگایا جاوے گا تاکہ شرائط کی ترمیم و تنسیخ نہ کرنی پڑتی۔ پس یہ سراسر بھول آپ کی ہے۔ ورنہ اگر صاف طور پر لکھا ہوتا تو کوئی عام عقل کا آدمی بھی ایسی قمار بازی کا جواب تک نہ دیتا چہ جائے کہ راقم اس تکلیف کو گوارا کر آپ سے خط و کتابت کرتا۔ مگر افسوس کہ آپ بجائے خجالت اٹھانے اپنی بھول کے حجت کرتے ہیں۔

دفعہ۲۔ آپ کے وعدہ پر اعتبار نہ کرنے کا یہ سبب ہے کہ اگرچہ مجھ کو ضرور نہیں تھا کہ آپ کی حیثیت کی قلعی کھولی جاوے مگر آپ کی بے جا لاف و گزاف و بے بنیاد دعاوی نے مجبور کر دیا کہ مجملاً آپکی استطاعت کا ضعف بیان کروں کہ آپ نہ کوئی اہلکار، نہ جاگیر دار، نہ پنشن خوار، نہ تجار، نہ حرفت کار، نہ کارخانہ دار، نہ زمین دار، نہ صاحب جائداد اعلیٰ ہیں۔ ہاں موضع قادیان جو ایک گاؤں ہے اس کی ملکیت زمینداری کے بہت سے حصہ داران میں سے ایک حصہ دار ہیں، تو ایسی حیثیت عام لوگوں کی ہوتی ہے۔

حیثیت تو یہ ہے اور لاف گزاف یہ کہ آٹھ ہزار دو سو چالیس خطوط بطور اشتہار بنام اکثر معززان و رئیسان و علماء و فضلاء کو جاری کر دیئے کہ جو کوئی شخص ایک سال تک موضع قادیان میں رہ کر کوئی نشان آسمانی مشاہدہ نہ کرے بحساب دو سو روپیہ ماہوار ۲۴ سو روپیہ بابت سال تمام کے پاوے گا، اس کا حساب لگایا گیا تو قریب دو کروڑ روپیہ کے ہوتا ہے۔ اس پر خرافات یہ کہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کے سرورق پر اپنے اسم مبارک کے القاب میں رئیس اعظم قادیان دام اقبالہ لکھ دیا۔ مزید براں طرہ یہ کہ جو کوئی اس کا رد لکھے گا دس ہزار روپیہ انعام پاوے گا۔ خیال کرنا چاہیے کہ اس قدر مما لک وسیع سے سو دو سو اشخاص بھی جدا گانہ رد لکھیں گے تو لکھوکہا روپیہ چاہیے۔

دفعہ۳۔ جب کہ آپ ایک ایسے گنج قارون کے مالک ہیں تو اپنی کتاب کے واسطے ہندوان اور مسلمانان سے بھیک کیوں مانگتے ہیں اور طرفہ تر یہ کہ باوجود دریوزہ گری پانچ سالہ کے انطباع کتاب کا خرچ بھی بہم نہ پہنچا سکے۔

دفعہ۴۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اس لاف زنی سے ایک ذریعہ معاش کا پیدا کر لیا جیسا کہ پنجابی کی مثال ہے روٹی کھائیے شکر سے دنیا کھایئے مکر سے۔ نظر بحالت مذکورہ جو میری طرف سے درخواست پیشگی زر معہود کی ہوئی تو کچھ بے جا نہیں ہے اور نہ کوئی منصف مزاج بے جا کہے گا۔

دفعہ ۵۔ آپ کا یہ گمان غلط تھا کہ بسبب سخت شرائط کے آپ کے پاس ایک گاؤں میں درمیان دہقاناں و مجہولاں کے ایک سال تک قید بے زنجیر رہنا کوئی آدمی قبول نہ کرے گا، تو بصورت خاموشی معترضان کے آپ کا دعوی بطور ڈگری یک طرفہ ثابت ہو جاوے گا مگر جب کہ آپ کے ابطال دعوی پر بندہ استادہ ہو گیا اور بوجوہ شرط صدر زر معہودہ پیشگی امانت رکھانا چاہا تو آپ نے برخلاف اشتہار کے ایک نیا حیلہ اختراع کیا یعنی مجھ سے بھی بالمقابل ۲۴ سو روپیہ مانگا۔ بندہ نے اپنے ارادہ پر ثابت قدمی کر کے اسی حیلہ جدیدہ کی راہ سے بھی آپ کو بھاگ جانے کی فرصت نہ دی یعنی ۲۴۰۰ روپیہ جمع کرانا منظور کر لیا پس جب کہ زر مشروط طرفین سے مساوی جمع ہو گا تو شرائط بھی مقبول ومساوی طرفین ہونی واجب ہوئیں۔ نظر برآں آپ کے اس دعوی پر کہ نشان آسمانی خوارق عادات مشاہدہ کو آویں گے میری طرف سے نہایت مناسب طور پر یہ سوال پیش ہوا کہ آسمانی نشان قدرتی تین قسم کے موجود و مشہور ہیں سورج چاند ستارے۔ ان کی نسبت خرق عادت یعنی خلاف قانون قدرت کوئی معجزہ مشاہدہ کرا دیجئے اور معجزہ نمائی کا کوئی وقت تجویز کر کے مشتہر کیجئے۔ اس کے جواب میں جو عذرات آپ نے لکھے ہیں بمقابلہ ہر ایک عذر کے تردید لکھتا ہوں۔

عذر اول: اخیر پر آپ اسی قسم کے نشانوں کو قبول کرتے ہیں کہ ستاروں آفتاب و ماہتاب کے تغیر یا تبدل وغیرہ پر مشتمل ہو۔

تردید: حضرت آپ نے اشتہار میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی صحبت میں ایک سال تک رہ کر آسمانی نشانوں کو بچشم خود مشاہدہ کر لیں۔ تو اگر چاند سورج ستارے موجودہ نشانوں میں خرق عادت نہیں دکھاویں گے، یا علاوہ ان کے دوسرا سورج یا دوسرا چاند یا اعادہ شق القمر نہیں دکھاویں گے تو پھر آسمانی نشان چہ معنی دارد۔ کیا آسمان سے اپنے جھوٹے دعوی پر خاک دھول برساویں گے۔

عذر دوم ۔ پنڈت صاحب ہمارا یہ کام ہرگز نہیں کہ ہم جس طور سے کوئی شخص زمین و آسمان میں انقلاب پیدا کرانا چاہے اس طور سے انقلاب کر کے دکھاویں۔

تردید: ا۔ جب کہ آپ اس قسم کے لائق نہیں تو مشاہدہ نشان آسمانی کا جھوٹا دعوی کیوں لکھ مارا۔ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی ۔ آپ نے سمجھا ہوگا کہ جس طرح آپ عقل سے کام نہیں لیتے سب کا ایسا ہی حال ہوگا اور کوئی نہ پوچھے گا۔

۲۔ جب کہ آپ نے آسمانی نشانوں کا مشاہدہ کرانا لکھا تو ایسی بحث کی گئی وہی نشان مانگے گئے اگر زمین کے نشان یا عناصر اربعہ میں سے یا موالید ثلاثہ سے کسی قسم کی چیز پر خرق عادت کا دعوی ہوتا تو اسی پر بحث ہوتی اور اسی کے مطابق سوال کیا جاتا۔ اگر زمین وآسمان کا انقلاب آپ ناممکن سمجھتے ہیں تو آسمان کا لفظ کیوں لکھا تھا۔ سچ ہے۔

دروغ آدمی را کند بیفروغ مگوا ے برادر تو ہرگز دروغ

کراماتوں کے ادعائے بے معنی سے سوائے پشیمانی کے اور کیا نتائج نکلتے۔

عذر سوم : ہم صرف بندہ مامور ہیں ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ خدا کس طور کا نشان ظاہر کریگا۔

تردید : ا ۔ اس کلمہ سے کہ ہم صرف بندہ مامور ہیں اور زیادہ تر آپ کے اشتہار کی سطر اول و دوم کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے پیغمبری کا دعوی کیا ہے اور حضرت عیسی کا نام مبارک لکھ کر ان کے برابر اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ اس سے زیادہ دعوی نبوت کی کیا صراحت ہونی چاہیے۔ اس موقع پر بے جا نہ ہوگا کہ اگر ہم علماء اسلام سے دادخواہی کریں۔ یعنی خاص و عام اہل اسلام پر اظہر من الشمس ہے کہ حضرت رسالت پناہ ختم المرسلین (ﷺ) ہیں ۔ پس ایسے دعویدار پر تعزیر شرعی کا فتوی کیوں نہیں لگاتے کیونکہ دشمن خانگی سخت خرابی لاتے ہیں اور گھر کے بھیدی لنکا ڈھاتے ہیں ۔ اور اگر صداقت قرآن واتمام حجت اسلام کا دعوی ہے تو بھی نعوذ باللہ کیا قرآن شریف فی نفسہ اپنی صداقت میں مکمل نہیں ہے۔ بہر حال یہ بات خلاف شرع ہے۔ اور نہ کہیں قادیان میں الہام ربانی اترنے کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ پس عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔

۲ ۔ یہ عذر کہ ہم کو معلوم نہیں کہ خدا تعالی کس طور کا نشان ظاہر کرے گا، نہایت بیجا ہے۔ جب کہ آپ ایک خاص اور اہم کام پر مامور ہوئے ہیں تو اس کام کے سب اسرار سے آگاہی کیوں نہیں۔ اور جب معلوم نہیں کہ کس طور کا نشان ظاہر ہوگا تو بدون ارشاد الٰہی

نشان آسمانی کا زبانی دعوی کیوں لکھ مارا، صرف نشان کا لفظ کافی تھا۔ جب کہ آپ کے الہام کی بسم اللہ ہی غلط ہے تو آگے کیا کام کریں گے۔ آپ کو واجب تھا کہ وحی آسمانی سے جو آپ کے پاس قادیان میں نازل ہوتی ہے نشان آسمانی کا صحیح پتہ معلوم کر کے اشتہار میں لکھ دیتے۔ بایں ہمہ ناواقفی اعلی ترین درجہ نبوت پر مامور کر خدائے ہمہ دان کا کام نہیں ہوسکتا بلکہ ماورائے خدا تعالی کے کسی اور کا کام ہے۔

عذر چہارم: ہم سمجھتے ہیں کہ نشان اسی شئے کا نام ہے کہ انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔

تردید: ہم نے بھی ایسے ہی نشان مانگے تھے جو طاقت انسانی سے بالاتر ہیں، فروتر نہیں مانگے، مگر اس سے بھی آپ گریز کر گئے کہ انقلاب زمین وآسمان نہیں ہوسکتا ہے۔ شامل اس تردید کے عذر دوم کی تردید دفعہ ۲ بھی مطالعہ کرنی چاہیے۔

عذر پنجم۔ ہمارا دعوی صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالی ضرور ایسا نشان دکھلائے گا جس کے مقابلہ سے انسانی طاقتیں عاجز ہوں۔

تردید۔ اب آپ نے اپنے دعوی کا نصف حصہ چھوڑ دیا کہ نشان آسمانی سے صرف ایک جز و نشان کا باقی رکھا اور وہ دوسرا حصہ یعنی لفظ آسمانی بھی بے نشان و معدوم کر دیا۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہی نہیں کہ وہ کیا اور کیسا ہوگا۔ پس بکلی آپ کا دعوی ٹوٹ گیا۔

عذر ششم: لفظ نشان کو اپنی اصطلاح میں معجزہ قرار دے کر یہ تعریف لکھتے ہیں کہ اس کے مقابلہ سے انسانی طاقتیں عاجز ہوں تو واقعی معنی معجزہ کے درست ہیں کہ مشاہدین فوراً عاجز ہوکر مشاہدہ کرانے والے پر ایمان لاویں۔ اور دور تک موثر ہووے۔ غرضیکہ اظہر من الشمس ہونا چاہیے۔

تردید: باوجود اپنے مندرجہ بالا اقرار کے نہ معلوم یہ عذر کیوں پیش کرتے ہو کہ آپ کے معجزہ پر اثبات یا نفی کی رائے دینے کے لئے منصفان مقبولہ طرفین جو فریقین کے مذہب سے الگ ہوں مقرر ہونے چاہییں۔ عموماً ظاہر ہے کہ جو کوئی مقدمہ یا کوئی امر مجہول الکیفیت اور مہمل پیش ہوتا ہے اس کے واسطے ضرورت منصفان کی ہوا کرتی ہے اور وہ منصفان بھی تیر در تاریکی چلاتے ہیں کیونکہ غیب دانی بشریت سے بعید ہے۔ پس اگر آپکا معجزہ بھی ایسا ہی مجہول الکیفیت ہوگا تو اپنے گاؤں کے بھیڑ بکری چرانے والوں کو بتلایا کریں، ہم آپ کی لاف زنی کے معجزہ کو دیکھ کر خاموش رہنا بہتر سمجھتے ہیں۔..

راقم: لیکھ رام از آریہ سماج امرتسر۔ ۵۔ اگست ۱۸۸۵ء

لیکھ رام نے لکھا ہے کہ اس آخری خط کا جواب جب عرصہ تین ماہ تک کوئی نہ آیا تو پھر میں نے ایک پوسٹ کارڈ بطور یاد دہانی کے ارسال کیا اس کے جواب میں مرزا جی کا کارڈ آیا کہ:

قادیان کوئی دور تو نہیں ہے، آ کر ملاقات کر جاؤ امید کہ یہاں پر باہمی ملنے سے شرائط طے ہو جاویں گی۔

لیکھ رام نے لکھا ہے:

یہ خطوط ملاحظہ فرما کر مرزا صاحب کے الہامی دعووں وخوارق عادات ومعجزات نبوت و شرطیہ انعامات و دولت مندی و جاگیرداری و زبان درازی و حیلہ سازی و لفاظی اشتہارات کی نسبت رائے لگانے اور نتیجہ نکالنے کے تصفیہ کو ہم تکذیب براہین احمدیہ کی ذمہ داری پر چھوڑتے ہیں۔

(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۳۰۶۔ ۳۲۶ مختصراً؛۔مکتوبات احمدیہ جلد دوم۔ص ۲۵ تا ۵۰)

اشتہار صداقت اظہار

مرزا امام الدین، مطبوعہ قانونی ہند امرتسر

تحقیق حق کے واسطے باطل کو چھوڑ کر چاہتے ہیں ہم کہ توڑ دیں شیشہ فریب کا

ناظرین پر واضح ہو کہ مرزا غلام احمد صاحب سکنہ قادیان ضلع گورداسپور نے یہ دعوی کیا ہے کہ میں مجدد وقت اور ملہم اور صاحب کرامات ہوں اور حضرت قادر جل شانہ کی طرف سے نبی ناصری اسرائیلی مسیح کے طرز پر کمال مسکینی وفروتنی وغربت وتذلل و تواضع سے اصلاح خلق کیلئے مامور ہوا ہوں اور میرے حق میں یہ آیت نازل ہوئی انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان و بالحق نزل صدق اللّٰہ و رسول و کان معقولاً۔ اور ہر وقت یہی وعظ کرتے ہیں کہ میں بہت بزرگ ہوں اور کتاب براہین احمدیہ میری مصنفہ کی امداد و مصارف میں مسلمان بھائی جہاں تک ہو سکے توجہ فرمائیں، بلکہ تعمیر مساجد اور حج اور زکوۃ اور خیرات وغیرہ ضائع اخراجات سے کتاب براہین احمدیہ کی امداد میں جو شخص روپیہ بھیجے اس کو ثواب عظیم اور نجات عقبی حاصل ہو گی۔ اور اپنے اشتہارات میں یہ بھی دعوی کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میرے الہامات کی صداقت پر

بدظن ہو تو اسکو چاہیے کہ قادیان میں آکر تحقیق کر لے۔ چنانچہ اپنے دعوی کی مضبوطی کے لئے ۲۴ سو روپیہ حرجانہ بحالت عدم مشاہدہ الہام دینا مقرر کیا ہے، جائے غور ہے۔

اول: تو مرزا صاحب کو اپنے مولی کریم پر بھروسہ نہیں ہے کیونکہ اگر ہوتا تو جن شخصوں نے تحقیق کے واسطے درخواستیں کی تھیں ان سے شرائط طے کرنے میں تساہل نہ کرتے۔ ازانجملہ پنڈت لیکھرام پردہان آریہ سماج پشاور و منشی ملاوامل سکرٹری آریہ سماج قادیان (جس کو مرزا غلام احمد صاحب نے بھی گواہ الہامات مشہور کیا ہے) اور نیز اس طالب صادق نے بارہا خطوط بمراد مشاہدہ نشانات آسمانی بھیجے ہیں جن کا جواب معقول آج تک بجز پہلوتہی اور حیلہ حوالہ کرنے کے نہ دیا۔ بلکہ منشی ملاوامل نے اپنے دلی جوش سے یہاں تک بھی لکھا کہ ایسی کرامت کا میں خواستگار نہیں ہوں جو آپ کے نزدیک ناممکن اور قانون قدرت کے برخلاف ہو۔ میں چاہتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آپ خواہ کیسی ادنی کرامت اور خرق عادت کا مشاہدہ کرا دیں جو طاقت انسانی اور علوم کی رسائی سے باہر ہو۔ بعد مشاہدہ کے میں آپ کی شرط اشتہار کو پورا کرونگا اور عدم ثبوت کی حالت میں ہم حرجانہ کے خواہاں بھی نہیں ہوتے۔ نہیں معلوم کہ باوجود اس قدر مضبوط دعاوی محققوں کے کس لئے تحقیق نہیں کراتے اور کیوں کر ۲۴ سو روپیہ دینے کا دعوی کیا تھا۔

دوم۔ مسمی شام لال کو جو مرزا غلام احمد نے روزنامچہ نویس الہامات کا لکھا ہے اس کی عمر بوقت ملازمت مرزا صاحب کے تقریباً ۱۴ سال کی تھی مگر وہ پرلے درجے کا بے تمیز اور بے سمجھ اور سادہ لوح تھا بلکہ اس وقت بھی سوتک مشکل سے شمار کر سکتا ہے۔ اگر کسی طالب حق و اہل تمیز کو بغرض تحقیق الہامات وغیرہ قادیان آنے کا اتفاق ہو تو ان کو ایسے گواہوں کو بچشم خود دیکھنا چاہیے تاکہ اصلیت حقیقت الہام ظاہر ہو جائے۔

سوم۔ واقعہ ۱۰۔ اگست ۱۸۸۵ء کو اکثر اہل ہنود و معزز و محقق سکنائے قادیان متفق ہو کر مرزا صاحب کے پاس گئے اور یہ کہا کہ آپ نے جو اپنے کو تمام ملک میں صاحب الہام و خوارق عادات و کرامات مشہور کیا ہے ہم کو بالکل یقین نہیں، سراسر جھوٹ سمجھتے ہیں، اگر آپ دعوی خود میں سچے ہیں تو ہم کو بھی تحقیق کرا دیویں۔ اس پر مرزا صاحب نے صاف جواب نہ دیا مگر اپنے دعوی کے بچانے کے واسطے صرف حیلہ سازی میں وقت ٹالنا شروع کیا اور کہا کہ آپ سب اہل تحقیق متفق ہو کر ۲۴ سو روپیہ جمع کرو اور اسی قدر ہم بھی

کرتے ہیں۔ اگر عرصہ ایک سال میں ہمارے بیس الہامات سے ایک الہام بھی بپایہ صداقت پہنچا تو ہماری حجت قائم ہو جائے گی اور ہم روپیہ لینے کے مستحق بنیں گے۔ اس کے جواب میں اہل تحقیق نے کہا کہ ایسے ٹپوے تو نجومی اور رمالی بھی بتا سکتے ہیں اور ضرور دس میں سے دو چار پورے بھی ہو جایا کرتے ہیں، کیا وہ بھی الہامی ہیں؟ ہم چاہتے ہیں کہ آپ خواہ میعاد دو سال مقرر کر لیں مگر جس قدر آپ کو الہام ہوا کریں وہ سب کے سب پورے کر دکھلائیں۔ اس سے لاجواب ہو گئے اور اصل بات کو اور طرف لے گئے، اور یہ نا معقول جواب دیا کہ طالب حق کو چاہیے کہ مشاہدہ الہام ربانی میں چوں و چرا نہ کرے۔ جب اہل تحقیق نے اس پر قناعت کی اور کہا کہ خواہ آپ ایک ہی نشان آسمانی مشاہدہ کرا دیویں مگر بوقت صدور الہام میعاد مقرر کر دیویں کہ فلاں تاریخ یہ الہام ظہور پذیر ہوگا۔ ملہم صاحب نے یہ بھی نہ مانا اور کہا کہ ایسا ہونا امر محال ہے بلکہ مجمع عام میں اکثر الہامات سے (جن کے گواہ حافظ سلطان محمد امام مسجد وغیرہ لوگ موجود ہیں اور ظہور ان کا اب تک نہیں ہوا) صاف منکر ہو گئے کہ ہم کو یہ الہامات ہوئے ہی نہیں۔

چہارم۔ اب نئی امداد کی توقع پر ایک اور اشتہار جاری کیا یعنی دس آدمی ہندو حسب منشاء خود جو عین حق کو مرزا صاحب کی خاطر داری اور لحاظ کے واسطے قسمیہ خلاف کہہ دیویں محققین الہامات قرار دے کر ایک مضمون خود تیار کر کے ان سب کی العبدات کرائی ہیں۔ اور یہ ظاہر کیا ہے کہ ان شخصوں نے خوف خدا اور جوش دلی خیال عقبی سے میرے پاس تحقیق اور آزمائش الہامات کے لئے درخواست کی اور میں نے بھی بنظر رفاہ عام ان کا کہنا منظور کر لیا، اور قرار پایا ہے کہ بعد مشاہدہ الہامات وخرق عادات کے تبدیل مذہب کی کسی کو قید نہیں مگر بشرط اثبات الہام صداقت الہام کا اقرار کریں اس لئے یہ معاہدہ واسطے آگاہی خاص و عام مشتہر کیا جاتا ہے۔

پنجم۔ اے اہل بصیرت و صاحبان تمیز آپ ذرہ توجہ فرما کر خیال کریں کہ اول تو مضمون اشتہار مصنف نے خود تراشا ہے، کیونکہ ان سب معاہدین میں سے کسی کو طاقت ایسی مضمون سازی کی نہیں۔ دوم۔ یہ جانتے نہیں کہ الہام کی کیا حقیقت ہے کیونکہ ان میں سے صرف ایک دو نے کسی زمانہ میں قاعدہ ابتدائی شاید پڑھا تھا ورنہ باقی عموماً ناخواندہ ہیں۔ علاوہ اس کے یہ سب مرزا صاحب کے دست نگر اور خوش آمدی ہیں۔ ہاں ان میں

سے برعکس خیال ملہم کے جس کسی کو توفیق الٰہی شامل حال اور خوف عاقبت دامنگیر ہو کر راست راست بیان کر دے تو وہ شخص عاقبت اندیش اور خدا ترس متصور ہو گا بلکہ اس راقم کی پیش گوئی کا ثمرہ سمجھنا چاہیے۔ اور جو طالب حق اور صاحب عقل یہاں قادیان میں آ کر ان بناوٹی اور ناواقف از علم گواہوں کو دیکھے گا اس پر ملہم صاحب کی کارستانی و راست بیانی من وعن ظاہر ہو جائے گی، گو اس کارسازی سے مصنف صاحب کو ان کے مشیروں و مریدوں نے ہر چند سمجھایا کہ اس بناوٹی کاروائی سے ضرور خلل عائد ہو گا اور کئی طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہو جاویں گے۔ لازم ہے کہ اہل تحقیق و اہل علم سے بھی ایک معزز و معتبر آدمی معاہدہ میں شامل کیا جائے مگر مرزا صاحب نے کسی کی نہ مانی، کیونکہ وہ تو جانتے ہیں کہ من آنم کہ من دانم۔ میر عباس علی لدھیانوی وغیرہ معاونان اس محکمہ نے براہین احمدیہ میں اس قدر سعی وکوشش کی ہے کہ قطع النظر ترغیب دہی رؤساء و امراء اور نوابوں کے غریب آدمیوں سے بھی پیسہ پائی تک نہیں چھوڑا، اور کئی بیوہ عورتوں کو ترغیب وتحریک دے کر چھلہ، مرکی، ڈنڈی تک اتار لیا ہے۔ اور یہاں تک کہ طوائفوں کا مال بھی جس کو قطعی حرام سمجھتے ہیں براہین احمدیہ کی اشاعت امداد میں حلال وطیب متصور ہوا ہے۔ خدا معلوم کہ اس متعصب کاروائی کی امداد میں روپیہ دینے سے کس طرح کا ثواب ہو گا۔

ششم: اہل اسلام و اہل ہنود سکنائے قادیان وقرب و جوار قسمیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آج تک کبھی مشاہدہ الہام وغیرہ کا نہیں کیا اور کبھی کسی الہام کا پایہ اثبات پہنچنا سنا یا دیکھا ہے۔ اور گواہان مندرجہ کتاب بھی تکذیب اثبات الہامات کی بیان کرتے ہیں مگر ان کا باہمی لین دین ان کی عام اشاعت کا ذرہ ہارج ہے۔

ہفتم: مسکینی وفروتنی وغربت وتذلل وتواضع کا دعوی بھی سراسر خلاف ہے۔ اگر مسکینی ہوتی تو دس ہزار روپیہ... کی شرطیں نہ باندھتے اور فروتنی ہوتی تو زود رنج اور غصہ ور نہ ہوتے۔ اور غربت کے واسطے لازم تھا کہ تعمیر مکان پر مخلوقات کا روپیہ ضائع نہ کرتے۔ اور چوبارہ سے باہر نکل کر اصلاح خلق پر مستعد ہوتے۔ تذلل وتواضع کا یہ حال ہے کہ اکثر سائلوں کو جبر سے نکالا جاتا ہے۔

اس لئے بہ نیت خیر اندیشی مخلوقات یہ اشتہار عام مشتہر کیا جاتا ہے کہ سب لوگ مطلع ہو کر

دھوکہ میں نہ پڑیں اور جو اس پر زیادہ شوق رکھیں ان کو لازم ہے کہ بنظر تحقیق وانصاف آزماویں کیونکہ

واعظان کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند
چوں بخلوت می روند آں کار دیگر مے کنند

عجب پیدا ہوئے صاحب ولائت نہیں اثبات کی دیتے روایت
جو ملہم بن کے دنیا لوٹ کھائے کرامت ایک نہ ہرگز دکھائے
جسے تحقیق حق کی جستجو ہو مخالف بے یقیں کہتے ہیں اس کو
ہمیں ضد وتعصب سے نہیں کام فقط چاہتے ہیں ہم تحقیق الہام

المشتہر۔ مرزا امام الدین رئیس قادیان برادر مرزا غلام احمد ۱۳۔ اگست ۱۸۸۵ء

(تکذیب براہین۔ ص ۳۲۷۔ ۳۳۱)

کفر ٹوٹا خدا کر کے

(پنڈت لیکھ رام: مطبوعہ شفیق ہند پریس لاہور)

ناظرین اشتہار اس بات سے بخوبی آگاہ ہوں گے کہ ایک شخص مرزا غلام احمد نامی ساکن قصبہ قادیان کے وہم میں عرصہ سے اس قسم کی دھن سمائی ہے کہ الہام وخرق عادت کے ساتھ میری دعا کی درگاہ ایزدی میں رسائی ہے۔ رب العرش مجھے اسرار غیبیہ ونقاط مخفیہ سے ہمیشہ آگاہ کرتا ہے اور انتظام عالم کے سبھی احکام میرے ذریعہ صدور ہوتے ہیں، انبیاء بنی اسرائیل سے اپنا رتبہ مسیح سے کم نہیں جانتے ہیں اور مسلمانان موجودہ ونیکوکاران زمانہ سے اپنا نظیر کسی کو نہیں گردانتے۔ اول آپ نے باوجود قرض دار ہونے کے دعوی کیا کہ جو کوئی میری کتاب براہین احمدیہ کا جواب دیوے وہ دس ہزار روپئہ انعام پاوے۔

مگر وہ بین دلائل والی کتاب پختہ طور سے سنا گیا ہے باوجود گذر جانے آٹھ نو سال کے ابھی تک مرزا صاحب نے تصنیف نہیں فرمائی اور نہ چھپوائی۔ مگر اسی دام تزویر کے ذریعہ دس بارہ ہزار روپئہ مسلمانوں سے کما لیا۔ مگر مال حرام کا بجائے حرام جانا ضرور ہو کر تھوڑے دنوں کے عیش وعشرت سے وہ روپئہ اڑایا۔ براہین احمدیہ کا جواب تکذیب

براہین احمدیہ تیار ہو کر ماہ اکتوبر ۱۸۸۴ء کو گورداسپور میں ان کو سننے کے واسطے بلایا گیا۔ مگر ہٹ دھرمی وغصہ نے انکے دل کو سیاہ کر دیا جس سبب سے انہوں نے بالکل سننا واجب نہ سمجھا۔تھوڑے عرصہ کے بعد جب وہ روپیہ اڑا چکے تو ایک اور داؤ پیچ کھیلا کہ جو میرے پاس قادیان میں آن کر ایک سال تک رہے وہ ضرور آسمانی نشانات ومعجزات دیکھ کر اسلام سے مشرف ہوگا ورنہ دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے ایک سال کا ہم حرجانہ وجرمانہ دیویں گے۔اس پر اول میں نے خط وکتابت شروع کی جو پچھلے سال آفتاب پنجاب ،کوہ نور وغیرہ اخبارات میں طبع ہوتی رہی۔جس سے ناظرین مرزا صاحب کی ابلہ فریبی بخوبی جان گئے ہوں گے۔بعدہ منشی اندرمن سے بھی انہوں نے وہی حکمت عملی کی اور ان کی کسی شرط کو منظور نہ کیا بلکہ ایک جعلی وفریبانہ اشتہار بطور درخواست ہندوان قادیان سے لکھا کر ان کے پاس بھیجا اور اخباروں میں چھپوایا جس پر اہل ہنود نے مطلع ہو کر ایک ٹریکٹ انّ کید قادیان عظیم ، چھپوا کر عام مشتہر کر دیا کہ یہ مرزا صاحب کا سراسر فریب ہے ہم نے منشی اندرمن کو نہیں بلایا۔

پھر مرزا صاحب ایک اور چال چلے یعنی دس ہندوان محض ناخواندہ سکنائے قادیان کے نام پر ایک درخواست اپنے نام لکھوائی کہ ہم طالبان حق ہیں ہم کو آپ آسمانی نشانات بتلا دیں۔اور خود بھی نیچے ایک اقبالنامہ تحریر کیا کہ ہمیں اس جماعت عشرہ کی درخواست منظور ہے اور اپنے چند فضلہ خور مسلمانوں کو گواہ لکھ کر اعلان چھپوا دیا۔جس کارسازی پر اہل ہنود نے مطلع ہو کر اعلان کا بطلان چھپوایا ،جو شائقین کے مطالعہ میں آیا ہوگا (عنقریب نقل ہو رہا ہے۔بہاء) اور جس کا علیحدہ ٹریکٹ، قادیان کے دس ہندوؤں کی کارسازی اور مرزا غلام احمد کی افترا پردازی، کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔غرضکہ مرزا نے ایک سال رہنے کی شرط کو بھی مبلغان کے ندارد ہونیکے سبب سے حیلہ حوالہ وغصہ و فریب سے ٹالدیا۔لاچار بندہ دو ماہ قادیان میں رہ کر اور آریہ سماج استھاپت کر کے وہاں سے چلا آیا۔

اب ایک اور فریب سوچا کہ حضرت کو اس نیاز مند اور منشی اندرمن کی وفات وحیات و شادی وغمی کی نسبت الہام ہو رہے ہیں مگر نہیں بتلاتے ہیں جب تک کہ ہم ان کو اجازت نہ دیویں۔منشی اندرمن کا حال مجھے معلوم نہیں مگر میں نے ان کو تحریری اجازت نامہ

ارسال کر دیا۔ جس پر اب تک کچھ انکشاف نہیں ہوا کہ خیر الماکرین سے مرزا صاحب کو کیا الہام ہوا ہے۔

خیر اسی طرح مرزا صاحب کو یہ بھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو الہام ہوا تھا کہ تمہارے گھر میں ایک لڑکا عمنوائیل نام پیغمبری کی صفات والا مظہر الاوّل والآخر مظہر الحقّ و العلاء کانّ اللّٰہ نزل من السّماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا عنقریب آتا ہے، اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔

چونکہ ان دنوں مرزا صاحب کے ہاں حمل کا اشتباہ تھا جسکے حال سے نیاز مند بھی آگاہ تھا، مرزا صاحب کو چونکہ حکیم ہیں قیاساً خیال کیا ہوگا اور بظاہر مردم فریبی کو الہام و پیش گوئی و متابعت رسول و بشارت جبریل وغیرہ ناموں سے نامزد کر کے چھپوا دیا۔ مگر بڑا بول ہر ایک کے آگے آتا ہے اور جھوٹے دعووں سے ہرگز دانا پشیمانی اٹھاتا ہے:

ہر کہ گردن افرازد   خویشتن را بگردن اندازد

آج ایک معتبر رئیس قادیان کے خط سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے گھر میں ۱۵۔ اپریل ۱۸۸۶ء کو بجائے عمنوائیل کے عمنوائیلہ دختر انبالہ میں پیدا ہوئی اور مرزا صاحب کو خط بھی آ گیا ہے۔ پس اے ناظرین مبارک ہو کہ جھوٹ کا ناش اور ست کا پرکاش ہوا۔ مرزا صاحب کو چاہیے کہ اب ایسے جھوٹے دعووں سے باز آویں اور خدا کے نام پر الزام لگانے سے شرماویں۔ مورخہ ۲۵۔ اپریل ۱۸۸۶ء

المشتہر۔ پنڈت لیکھ رام پردھان آریہ سماج پشاور سرحد (تکذیب براہین ص ۳۳۱۔۳۳۳)

اشتہار واجب الاظہار

(ملا وامل: چشمہ نور پریس امرتسر)

اے ناظرین! ہماری اس تحریر کو ذرا غور سے پڑھنا اور جو اس تحریر کے شائع کرنے سے ہمارا اصلی منشا ہے اس کو بخوبی سمجھنا۔ شک نہیں کہ انہیں صاحبوں کو ہماری یہ تحریر پسند ہوگی جو راست باز اور محقق مزاج ہیں خواہ کسی ملت کے ہوں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہم کو کسی خاص قوم یا کسی خاص شخص کے ساتھ بغض و عداوت نہیں بلکہ ہم اپنے دوست مرزا غلام

احمد صاحب کے مقابلہ میں اشتہار شائع کرنا موجب شرم کا سمجھتے ہیں۔ مگر کیا کیا جائے یہ ان کی اپنی نا عاقبت اندیشی کا نتیجہ ہے۔ حقیقت میں ہمارے دل کو اس اشتہار کے شائع کرنے سے اس قدر رنج اور تکلیف اور بوجھ ہے جو بجز دانائے حقیقی کے غیر نہ جانتا ہوگا۔ مذکورہ بالا فقرات کی تصدیق ذیل کی عبارت سے ہو جائے گی۔ ہمارا مطلب محض راستی کے ظاہر کرنے کا ہے کیونکہ ہم نے معلوم کرلیا ہے کہ ہمارے خاموش رہنے سے راستی کا خون ہوا ہو جاتا ہے اور ایک قوم ممتاز پر مخالف قوم کی طرف سے زعم خود حجت قائم ہوتی جاتی ہے۔ اس لئے ایسے نازک موقع پر شہادت کا اخفا کرنا یا واقعہ کے برخلاف بیان کرنا سخت گناہ ہے۔ حالت پیش آمدہ دیکھ کر ناظرین خود جان سکتے ہیں کہ ایسے وقت پر شہادت میں پس و پیش کرنا یا خاموش رہنا کبیرہ گناہ نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ اس کا صدمہ ایک قوم اور گروہ پر پہنچتا ہے نہ واحد جان پر۔ اور سوائے اس کے ہمدردی اور خیر خواہی سے بھی بعید ہے کیونکہ ایک تو مرزا صاحب اپنی اوقات الہام اور خرق عادت کے دعوی میں جن کا ثبوت پہنچانا ایسا محال اور ناممکن ہے جیسا کہ غرب سے آفتاب کا طلوع ہونا، صرف کر رہے ہیں، دوسرا لوگوں کو تکلیف دے رہے ہیں کیونکہ دور دراز سے صعوبت سفر اور ہر ایک طرح کا ہرج اٹھا کر لوگوں کا آنا اور تمنائے دلی سے محروم اور نامراد ہو کر واپس جانا کس قدر موجب تکلیف طبیعت حق پسند کا ہوتا ہے۔

اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تخمیناً مدت بارہ یا چودہ سال سے ہم دونوں کو مرزا غلام احمد صاحب مولف براہین احمدیہ سے ملاقات حاصل تھی اس عرصہ میں شائد ایسا دن کوئی گذرا ہوگا کہ تین چار مرتبہ ان کے پاس آنا جانا نہ ہوا ہو۔ خویش و بیگانہ سے کوئی شخص ہم کو ان کے برابر عزیز نہ تھا اور ہم ان کی بہت عزت اور تکریم کرتے تھے۔ ہاں وہ بھی ہمیں اپنے عزیزوں سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے قریباً عرصہ چھ سات سال کا ہوا ہوگا یا غالباً وہ وقت تھا کہ جب بعض اخبار نویس خوش آمد پسندوں نے خلیفہ صدیق حسن صاحب بھوپالیہ کو مجددی کا خطاب دے دیا تھا حکیم مولوی محمد شریف صاحب کلانوری (حال وارد امرتسر) نے جو مرزا صاحب کے بڑے دوست ہیں ہم دونوں کے سامنے مرزا صاحب کو یہ صلاح دی یا یوں کہو کہ پٹی پڑھائی یا کسی طرز اور کنایہ سے کہا جس کا لب لباب یہی تھا کہ آپ مجددی کا دعوی کریں کیونکہ اس

زمانہ میں بھی کوئی مجدد ہونا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم محمد شریف صاحب کی اس وقت کی گفتگو نے مرزا صاحب کے دل میں بہت سا اثر پیدا کیا جس کا نتیجہ آج ظاہر ہے۔ حکیم صاحب کا یہ فرمانا ہی تھا کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کا مسودہ بنانا شروع کر دیا اور اخباروں میں اشتہار دے دئے اور جا بجا خط روانہ کرائے۔ خوابوں کی تعبیر کا شوق ابتداء ہی سے مرزا صاحب کو رہا ہے یہاں تک خواب نامہ مرزا صاحب کے سرہانے ہی رکھا رہتا ہے۔ اکثر موقع آمدورفت میں ایسا ہوا کرتا تھا کہ مرزا صاحب کی خوابیں سننا اور اپنی خوابیں سنانا اور تعبیر نامہ سے تعبیر دیکھنا۔ رفتہ رفتہ مرزا صاحب نے مکاشفہ اور الہام اور خرق عادت کا دعوی شروع کیا۔ جب کچھ مسودہ براہین احمدیہ کا تیار ہوا تو مجھ شرمپت رائے اور ملاوامل پر شہادت الہام کا بہتان لگا دیا اور براہین احمدیہ میں نام جڑ دیا اور ہم بھی بسبب کسی مصلحت کے آج تک خاموش رہے۔ اور ہماری خاموشی کو مرزا صاحب آج سرمہ چشم آریہ میں شق القمر کے بارہ میں سنداً اور نظیراً پیش کرتے ہیں ہم وہ سند اور نظیر دیکھ کر حیران رہ گئے اور ہم پر زیادہ کھل گیا کہ اسلام کے پیشواؤں اور پیغمبروں کا یہی قاعدہ چلا آیا ہے جو مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے۔ سچ ہے، کفر گیرد کاملے ملت شود۔ کاش ایک الہام سے بھی ہماری تسلی کی ہوتی تو بھی ایک بات تھی اور ہم یہ بھی بیان کر دیتے ہیں کہ گواہوں میں نام درج کرنے کے وقت مرزا صاحب نے ہمارے سے بالکل صلاح مشورہ نہیں کیا ورنہ ہرگز ایسا نہ ہوتا۔ انہوں نے تو رونق کتاب کو مدنظر رکھا یا دل میں ایسا خیال کر لیا ہوگا کہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، کیا میرا کہا نہ مانیں گے؟ اب سب کچھ ناظرین کے آگے دھر دیا ہے خواہ جھوٹے کو گھر تک پہنچائیں یا نہ پہنچائیں مگر اتنا تو ضرور ہوگا کہ صاف باطن اور نیک نہاد، الہام اور خرق عادت کے دعوی کی حقیقت بخوبی تاڑ جائیں گے۔ اور واضح ہووے کہ شرمپت رائے کی طرف سے ایک رسالہ بعد طبع ہونے سراج منیر کے شائع ہوگا جس میں تردید اسلام اور مرزا کے الہامات کی سب کاروائی درج ہوگی۔ فقط۔ ۴ نومبر ۱۸۸۶ء۔ المشتہر۔ ملاوامل از قادیان ضلع گورداسپور (تکذیب براہین۔ ص ۳۳۳۔ ۳۳۵)

اعلان شرم پت رائے

چونکہ مرزا غلام احمد صاحب مولف براہین احمدیہ اور ساہوکاران اور شرفاء اور ذی عزت اہل ہنود قصبہ قادیان میں جو طالب صادق ہونے کے مدعی ہیں آسمانی نشانوں اور پیش گوئیوں اور دیگر خوارق کے مشاہدہ کے بارے میں (جن کے دکھلانے کا حسب وعدہ اپنے پروردگار مرزا صاحب کو دعوی ہے) خط و کتابت باہمی اقرار عہد و پیمان کے ہوکر ہندو صاحبوں کی طرف سے یہ اقرار و عہد ہوا ہے کہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے لغایت اخیر ستمبر ۱۸۸٦ء یعنی برابر ایک سال تک نشانوں کے دیکھنے کے لئے مرزا صاحب کے پاس آمد و رفت رکھیں گے اور ان کے کاغذ اور روز نامہ الہامی پیش گوئیوں پر بطور گواہ دستخط کرتے رہینگے اور بعد پوری ہونے کسی الہامی پیش گوئی کے اس پیش گوئی کی سچائی کی نسبت اپنی شہادت چند اخباروں میں شائع کرا دیں گے اور مرزا صاحب کی طرف سے یہ عہد ہوا ہے کہ وہ تاریخ مقررہ سے ایک سال تک ضروری کوئی نشان دکھلا دیں گے اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ وہ دونوں تحریریں جو بطور عہد و اقرار کے باہم ہندو صاحبان و مرزا صاحب کے ہوئی ہیں شائع کی جائیں۔ سو ہم بہ نیت اشاعت عام واطلاع یابی ہر ایک طالب حق کے وہ دونوں تحریریں دونوں صاحبوں سے لے کر شائع کرتے ہیں اور بشرط زندگی یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم خود گواہ رؤیت بن کر اس سالانہ کاروائی سے خبر گیراں رہیں گے۔ اور بعد گزرنے پورے ایک سال کے یا سال کے اندر ہی جیسی صورت ہو جو نتیجہ ظہور میں آئے گا اسی طرح وہ بھی اپنی ذاتی واقفیت کی مدد سے شائع کریں گے تاکہ حق کے سچے طالب اس سے نفع اٹھائیں اور پبلک کے لئے منصفانہ رائے ظاہر کرنے کا موقع ملے اور روز کے جھگڑوں کا خاتمہ ہو۔

راقم: خاکسار شرمپت رائے ممبر آریہ سماج قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔

(مجموعہ اشتہارات۔ ج اول)

ساہوکاران قادیان بنام مرزا قادیانی

مخدوم ومکرم مرزا غلام احمد صاحب

بعد ما وجب بکمال ادب عرض کی جاتی ہے کہ جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس آ کر قادیان میں ٹھہرے تو خدا تعالیٰ اس کو ایسے نشان در بارہ اثبات حقیت اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں، سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہمشہری ہیں لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ تر حق دار ہیں اور ہم آپ کی خدمت میں قسمیہ بیان کرتے ہیں جو ہم طالب صادق ہیں کسی قسم کا شر اور عناد جو بمقتضائے نفسانیت یا مغائرت مذہب نا اہلوں کے دلوں میں ہوتا ہے وہ ہمارے دلوں میں ہرگز نہیں ہے اور نہ ہم بعض نا منصف مخالفوں کی طرح آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہم صرف ایسے نشانوں کو قبول کرینگے کہ جو اس قسم کے ہوں کہ ستارے اور سورج اور چاند پارہ پارہ ہو کر زمین پر گر جائیں یا ایک سورج کی جگہ تین سورج اور ایک چاند کی جگہ دو چاند ہو جائیں یا زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آسمان سے جا لگے ۔ یہ باتیں بلا شبہ ضدیت اور تعصب سے ہیں نہ حق جوئی کی راہ سے ۔ لیکن ہم لوگ ایسے نشانوں پر کفایت کرتے ہیں جن میں زمین و آسمان کے زیر وزبر کرنے کی حاجت نہیں اور نہ قوانین قدرتیہ کے توڑنے کی کچھ ضرورت ۔ ہاں ایسے نشان ضرور چاہییں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ سچا اور پاک پرمیشر بوجہ آپ کی راست بازی دینی کے عین محبت اور کرپا کی راہ سے آپ کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے اور قبولیت دعا سے قبل از وقوع اطلاع بخشتا ہے یا آپ کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کرتا ہے اور بطور پیش گوئی ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمایت کرتا ہے جیسے وہ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقربوں اور بھگتوں اور خاص بندوں سے کرتا آیا ہے ۔ سو آپ سوچ لیں کہ ہماری اس درخواست میں کچھ ہٹ دھرمی اور ضد نہیں ہے اور اس جگہ ایک اور بات واجب العرض ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ شخص مشاہدہ کنندہ کسی نشان کے دیکھنے

کے بعد اسلام کو قبول کرے۔ سو اس قدر تو ہم مانتے ہیں کہ سچ کے کھلنے کے بعد جھوٹھ پر قائم رہنا دھرم نہیں ہے اور نہ ایسا کام کسی بھلے منش اور سعید الفطرت سے ہوسکتا ہے لیکن مرزا صاحب آپ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ہدایت پانا خود انسان کے اختیار میں نہیں ہے جب تک توفیق ایزدی اس کے شامل حال نہ ہو۔ کسی دل کو ہدایت کیلئے کھول دینا ایک ایسا امر ہے جو صرف پرمیشر کے ہاتھ میں ہے سو ہم لوگ جو صدہا زنجیروں قوم برادری ننگ و ناموس وغیرہ میں گرفتار ہیں کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خود اپنی ہی قوت سے ان زنجیروں کو توڑ کر اور اپنے سخت دل کو آپ ہی نرم کر کے آپ ہی دروازہ ہدایت اپنے نفس پر کھول دینگے اور جو پرمیشر سرب شکتی مان کا خاص کام ہے وہ آپ ہی کر دکھائیں گے بلکہ یہ بات سعادت ازلی پر موقوف ہے جسکے حصہ میں وہ سعادت مقدر ہے اس کیلئے شرائط کی کیا حاجت ہے اس کو تو خود توفیق ازلی کشاں کشاں چشمہ ہدایت تک لے آئیگی ایسا کہ آپ بھی اسکو روک نہیں سکتے اور آپ ہم سے ایسی شرطیں موقوف رکھیں اگر ہم لوگ کوئی آپ کا نشان دیکھ لیں گے تو اگر ہدایت پانے کیلئے توفیق ایزدی ہمارے شامل حال ہوئی تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اور پرمیشر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس قدر تو ہم ضرور کرینگے کہ آپکے ان نشانوں کو جو ہم بچشم خود مشاہدہ کرلیں گے چند اخباروں کے ذریعہ سے بطور گواہ رویت شائع کرادیں گے اور آپکے منکرین کو ملزم و لاجواب کرتے رہیں گے اور آپکی صداقت کی حقیقت کو حتی الوسع اپنی قوم میں پھیلائیں گے۔ اور بلاشبہ ہم ایک سال تک عندالضرورت آپ کے مکان پر حاضر ہو کر ہر ایک قسم کی پیش گوئی وغیرہ پر دستخط بقید تاریخ و روز کر دیا کریں گے اور کوئی بدعہدی اور کسی قسم کی نامنصفانہ حرکت ہم سے ظہور میں نہیں آئے گی ہم سراسر سچائی اور راستی سے اپنے پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر یہ اقرار نامہ لکھتے ہیں اور اسی سے اپنی نیک نیتی کا قیام چاہتے ہیں اور سال جو نشانوں کے دکھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاویگا جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہو جائے گا۔

العبد۔ بچھمن داس۔ پنڈت بھارامل۔ بشنداس ولد رعداسا ہوکار۔ منشی تارا چند کھتری۔ پنڈت نہال چند۔ سنت رام۔ فتح چند، پنڈت ہرکرن۔ پنڈت بیجناتھ چودھری بازار قادیان۔ بشنداس ولد ہیرانند برہمن۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۱ص ۹۲۔۹۴)

مرزا قادیان بنام ساہوکاران

عنایت فرمائے من پنڈت نہال چند و پنڈت بھارامل وچھی رام ولالہ بشنداس و منشی تاراچند ودیگر صاحبان ارسال کنندگان درخواست مشاہدہ خوارق

بعد ماوجب! آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے درخواست کی ہے مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف وحق جوئی پرمبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اس کو لکھا ہے اس لئے یہ تمامتر شکر گذاری اس کے مضمون کو قبول منظور کرتا ہوں۔ اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر مطلق جل شانہ کی تائید ونصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپکو دکھلایا جائیگا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔ یہ عاجز آپ صاحبوں کے پر انصاف خط پڑھنے سے بہت خوش ہوا اور اس سے بھی زیادہ تر اس روز خوش ہوگا کہ جب آپ بعد دیکھنے کسی نشان کے اپنے وعدے کے ایفاء کیلئے جس کو آپ صاحبوں نے اپنے حلفوں اور قسموں سے کھول دیا ہے اپنی شہادت رویت کا بیان چند اخباروں میں مشتہر کر کے متعصب مخالفوں کو ملزم ولا جواب کرتے رہیں گے اور اس جگہ یہ بھی بخوشی دل آپ صاحبوں کو اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ایک سال تک کوئی نشان نہ دیکھیں یا کسی نشان کو جھوٹا پاویں تو بے شک اس کو مشتہر کر دیں اور اخباروں میں چھپوا دیں۔ یہ امر کسی نوع سے موجب ناراضگی نہ ہوگا اور نہ آپ کے دوستانہ تعلقات میں کچھ فرق آئے گا بلکہ یہ وہ بات ہے جس میں خدا بھی راضی اور ہم بھی۔ اور ہر ایک منصف بھی۔ اور چونکہ آپ لوگ شرط کے طور پر کچھ روپیہ نہیں مانگتے صرف دلی سچائی سے نشانوں کا دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے اس طرف سے بھی قبول اسلام کے لئے شرط کے طور پر آپ سے کچھ گرفت نہیں بلکہ یہ بات بقول آپ لوگوں کے توفیق ایزدی پر چھوڑی گئی ہے اور اخیر پر دلی جوش سے یہ دعا ہے کہ خداوند کریم بعد دکھلانے کسی نشان کے آپ لوگوں کو غیب سے قوت ہدایت پانے کی بخشے تا آپ لوگ مائدہ رحمت الٰہی پر حاضر ہو کر پھر محروم نہ رہیں اے قادر مطلق کریم ورحیم ہم میں اور ان میں سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور کوئی کہ

بجز تیرے فیصلہ کر سکے۔ آمین ثم آمین۔ خاکسار احقر عباد اللہ غلام احمد۔

شہادت گواہان حاضر الوقت: ہم لوگ جن کے نام نیچے درج ہیں اس معاہدہ فریقین کے گواہ ہیں ہمارے رو برو ساہوکاران قادیانی نے جن کے نام اوپر درج ہیں اپنے خط کے مضمون کو حلفاً تصدیق کیا اور اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب نے بھی۔

گواہ شد: میر عباس علی لدھیانوی۔ عبد اللہ سنوری۔ شہاب الدین تھہ غلام نبی والا۔

مطبوعہ ریاض ہند امرتسر۔ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ا ص ۹٦)

اعلان کا بطلان

(مطبوعہ چشمہ نور پریس امرتسر)

جو اشتہار کہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان نے ہم لوگوں کی نسبت بدیں مضمون کہ یہ لوگ صدق دل سے مذہب اسلام کی صداقت والہام و کرامات دیکھنے کے لئے ایک برس تک درخواست کرتے ہیں چھپوا کر مشتہر کیا ہے چونکہ از سر تا پا بے بنیاد ہے اس لئے عام لوگوں کو دھوکہ سے بچنے کے واسطے واضح کیا جاتا ہے کہ ہم میں سے پنڈت بہارا مل، و بشنداس، پنڈت نہال چند و سنت رام و فتح چند و پنڈت ہرکرن جن کے نام اس خط میں درج ہیں بالکل علم فارسی و اردو سے محروم مطلق ہیں۔ وچھمی رام و تارا چند، و بیجناتھ، و بشنداس ولد ہیرانند تھوڑا سا پڑھے ہوئے ہیں اور کوئی ایسا نہیں ہے جو اس خط کے مساوی یا کم و بیش مضمون بنا سکے یا لکھ سکے بلکہ ہم میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے جو اس مضمون کو بخوبی سمجھ سکیں۔ اس مضمون کے سمجھنے کے لئے بھی مڈل انٹرنس کی ریاضت درکار ہے۔ وہ مضمون مرزا صاحب کا سراپا خود تراشا ہوا ہے اور ہم کو منت و سماجت سے اپنے چوبارہ یعنی بالا خانہ میں متفرق طور پر بلا کر کاغذ پر اس منشاء سے دستخط کرا لئے گئے کہ حرام (الہام) بتلایا جاوے گا۔ تم گواہ رہنا۔ نہ ہم کو الہام کے معنی آتے ہیں نہ بتلائے گئے تھے۔ نہ ہم کو وید مقدس کے سوا کسی کتابی الہام یا انسانی الہام پر اعتبار ہے چونکہ ہم کو مضمون خط المشہور اعلان مشتہرہ مرزا غلام احمد سے پہلے آگاہی نہیں تھی، اب

جو اس کے مضمون سے بخوبی اطلاع پائی اور اس کے مطالب سے واقفیت حاصل کی تو معلوم ہوا کہ وہ مضمون بالکل مرزا صاحب کا طبع زاد ہے۔ ہم وید مقدس کے سوا کسی اور الہام کے طالب صادق نہیں چونکہ مرزا صاحب کی کاروائی ہماری ... اور نہ مرزا صاحب کو نہ ہم کو ایک دم بھر زندگی کا اعتبار ہے، اس واسطے بے ہودہ طور پر ایک سال تک اس طرح کے خام خیال پکانا اور لوگوں کو دھوکے کے جال میں پھنسانا ہمیں منظور نہیں۔ آگے مرزا صاحب جانیں اور ان کی آمدنیات واخراجات کے الہام جانیں، اب جسے روح کو تاریکی میں ڈالنا ہو اور بناوٹی الہام سے دنیاوی کاروبار نکالنا ہو ہم اسکو مرزا صاحب کے حوالہ کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ پرمیشر اس طرح کے فرضی الہاموں سے ہندو بھائیوں کو بچاوے۔

العبد۔ پنڈت نہال چند۔ پنڈت بھارامل۔ سنت رام۔ بچھمی رام۔ بیجنا تھ برہمن۔ بشنداس کھتری۔ بشنداس برہمن۔ فتح چند کھتری۔ ہرکرن برہمن۔ بچھمن داس میلا رام

(تکذیب براہینا حمدیہ: ص ۴۳۵۔۴۳۶)

❁ اڈیٹر بدر قادیان، بچپن کا گواہ، کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ فخر ملتانی نے اپنا ایک مکالمہ جو کہ قادیان کے ایک معزز ہندو صاحب کے ساتھ سفر میں ہوا تھا ہمیں بھیجا ہے جو درج ذیل ہے:

فخر: حضرت مرزا صاحب کے کم سنی کے حالات کیسے تھے

لالہ: مجھ سے وہ تقریباً اٹھارہ انیس سال بڑے تھے بارہ سال کا تھا اس وقت کے یاد ہیں بہت نیک تھے علم دوست تھے کسی قسم کی شکایت ان کے چال چلن کے متعلق نہیں سنی۔ اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے میرا استاد ان سے اصلاح لیا کرتا تھا۔ میں نے خود ان سے دنیا کی بے ثباتی پر نظم لکھوائی تھی جو مجھے ساری تو یاد نہیں ہاں ایک آدھ شعر تو یاد ہے۔

فخر: وہی سنا دیجئے

لالہ: دو شعر سنائے۔

فخر: کوئی عشقیہ نظم لکھا کرتے تھے۔

لالہ۔ بہت اعلیٰ درجہ کی لکھتے تھے۔

فخر: کوئی ایک آدھ شعر یاد ہو تو وہ بھی سنا دیجئے۔

لالہ: تم تو منہ دیکھنے سے ہو بیزار۔ داغ سینہ کے کس کو دکھلاؤں

لالہ: مرزا صاحب اور میرا صرف دو باتوں میں اختلاف رہا ہے۔ ایک یہ کہ مرزا صاحب کہا کرتے کہ نجات محض اسلام میں ہے میں کہتا کہ نہیں اور مذاہب میں بھی ہو سکتی ہے۔

دوم الہام کے بارے میں میں کہتا کہ خواب ہوتے ہیں الہام نہیں ہوتے۔ الہام کبھی جھوٹے نہیں ہوا کرتے۔ مرزا صاحب کے الہام جھوٹے بھی ہوتے تھے۔ خواب میرے بھی بعض سچے ہوتے تھے جس کی تصدیق خود مرزا صاحب فرماتے تھے۔ محمدی بیگم والا الہام جھوٹا ہوا۔

فخر: پنڈت لیکھ رام والی پیش گوئی الہامی پوری ہوئی یا نہیں۔

لالہ۔ نہیں۔ پیش گوئی تو تھی کہ سخت غیر معمولی تکلیف اور دکھ پیش آئے گا۔ وہ تو مر گئے۔

فخر: اگر معمولی طور پر میعاد کے اندر مر جاتے تب آپ کا یہ اعتراض کسی قدر قائم رہ سکتا تھا۔ مگر وہ بھی چھری کے ذریعہ قتل کئے گئے تھے۔ زخم کاری لگنے کے بعد وہ کچھ عرصہ زندہ بھی رہے تا کہ تکلیف اور دکھ والی پیش گوئی کی صداقت پر مہر لگاتے۔ آخر وہ اس قدر دکھ اٹھاتے ہوئے اور اسلام کی فتح اور اپنی ناکامی کو اپنی زندگی میں دیکھتے ہوئے راہی ملک عدم ہوئے۔

خیر اچھا یہ فرمایئے کہ حضرت مرزا صاحب نے ملازمت کی اور سنا جاتا ہے کہ مختاری کے امتحان میں فیل ہو گئے تھے یہ بات کیسے ہے۔

لالہ: پہلے پندرہ روپے کے ملازم تھے، پھر ۲۵ کے ہوئے۔ مختاری کے امتحان میں کامیاب ہوئے مگر اس سال چند ایک امیدواروں کے پرچے گم ہو گئے اس لئے اس سال کا امتحان موقوف کیا گیا۔ آخر ان کے والد صاحب نے یہاں کی زمین کے مقدموں کے لئے بلا لیا۔

فخر: خدا جانے اگر مختاری پاس کرتے یا ملازمت میں رہتے تو یہ سلسلہ حقہ کیسے بنیاد پکڑتا

لالہ: یہ کام تو ہر طرح ہونا تھا کیونکہ تقدیر میں تھا۔ (بدر ۱۵ فروری ۱۹۱۲ء ص ۵۔۶)

تحقیقات دستگیریه

فی ردّ ھفوات براھینیه

(مولانا غلام دستگیر کی کتاب اصلاً اردو میں لکھی گئی تھی پھر بعد میں عرب علماء کے مطالعہ کیلئے اس کا عربی ترجمہ کیا گیا۔ ہم نے عربی ترجمہ ترک کر کے اصل اردو تصنیف کو نقل کیا ہے۔ اور چونکہ یہ اس وقت لکھی گئی تھی جب بہت سے علماء اسلام بشمول مولانا بٹالوی مرزا صاحب کو خادم اور مناظر اسلام سمجھ کر اس کی حمایت کر رہے تھے اس لئے مولانا غلام دستگیر کی تصنیف کا آخری حصہ مولانا بٹالوی کی تردید میں ہے۔ بعد میں جب کہ یہ کتاب صفر ۱۳۱۲ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی اس وقت مولانا بٹالوی اپنے سابقہ خیالات کا رد کر کے رد قادیانیت کی تحریک کی قیادت کر رہے تھے اس لئے مولانا غلام دستگیر کی کتاب کا آخری حصہ غیر متعلق ہو گیا جیسا کہ خود انہوں نے بھی بروایت مولانا اللہ وسایا اس کی وضاحت کر دی ہے بنابریں اس حصہ کو غیر متعلق سمجھ کر ہم نے ترک کر دیا ہے۔ بہاء)

الحمد للّٰه و حده و الصّلوۃ و السّلا م علی من لا نبیّ بعده و علی آله و صحبه الّذین را عوا عهده۔ امّا بعد:

حمد وصلوۃ وسلام کے بعد واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی جو علماء غیر مقلدین سے ہے (مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم کو شائد اس معاملے میں پوری معلومات نہیں تھیں، جو آپ نے مرزا قادیانی کو علماء غیر مقلدین میں سے لکھ دیا ہے، جب کہ مرزا صاحب ایک حنفی المسلک خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور دعوی میسیحیت سے پہلے خود بھی اسی مسلک پر کاربند تھے۔ ہم نے اپنی کتاب کے جلد ہفتم میں صفحات ۵۲۵ تا ۵۳۰ پر اس موضوع پر کچھ روایات نقل کی ہیں۔ نیز محمد حیات خان نے سیف چشتیائی مصنفہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی طبع پنجم جون ۱۹۹۸ء کے آغاز میں مرزا قادیانی کے حالات میں لکھا ہے:

تحریک قادیانیت کے بانی کا نام مرزا غلام احمد تھا وہ برٹش انڈیا میں صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور کے موضع قادیان میں ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام غلام مرتضی تھا جو سمر قندی مغل گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا پیشہ طبابت اور زمیندارہ تھا۔ مرزا غلام احمد علوم مروجہ عربی فارسی اور طب کی تحصیل سے فارغ ہو کر ۱۸۶۴ء میں ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں بطور اہل مد تقریباً چار سال ملازمت کرتے رہے۔ بعدہ ملازمت چھوڑ کر اپنے والد محترم کا ہاتھ بٹانا شروع کیا۔ ساتھ ساتھ مذہبی کتب کا مطالعہ بھی جاری رکھا اور مذہبی مناظرات وغیرہ میں حصہ لیتے رہے۔

جہاں تک معلوم ہوسکا ہے ان کے آباء و اجداد حنفی المذہب مسلمان تھے اور خود مرزا صاحب بھی اپنی اوائل زندگی میں انہی کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔ اس وقت تک مرزا صاحب کے عقاید وہی تھے جو ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان کے ہونے چاہییں۔ وہ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے بھی اسی قدر قائل تھے جیسے دیگر مسلمان۔ ان ایام میں مرزا صاحب حضرت عیسیٰؑ کے رفع آسمانی اور نزول کے عقیدہ پر بھی ایمان رکھتے تھے۔صفحہ۔ ت) غیر اسلامی فرقوں پر دین اسلام کی حقیت کے ظاہر کرنے کی غرض سے اردو زبان میں ایک کتاب تالیف کی اور اس کا نام براہین احمدیہ علی حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ رکھا اور چاروں حصے اس کے شہر امرتسر میں چھپوائے اور اس کے تیسرے حصے میں دعوی کیا کہ کامل ولیوں کا الہام قطع اور یقین کا مفید ہوتا ہے اور باتفاق سواد اعظم علماء کے وحی رسالت کے مترادف ہے۔ اس نے لکھا ہے:

علماء اسلام وحی کو خواہ وحی رسالت ہو یا کسی دوسرے مومن پر وحی اعلام نازل ہو الہام کی تعبیر کرتے (براہین احمدیہ۔ص ۲۲۰)

جب کہ سواد اعظم علماء کا الہام کو وحی کا مترادف قرار دینے میں متفق ہے (براہین ص ۲۲۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ الہام یقینی اور قطعی اور ایک واقعی صداقت ہے جس کا وجود افراد امت محمدیہ میں ثابت ہے (براہین احمدیہ۔ص ۲۳۴)

پھر بیس ہزار قطعہ اشتہار کا بدیں مضمون چھپوا کر شائع کیا کہ:

کتاب براہین احمدیہ، جس کو خدا کی طرف سے مؤلف (قادیانی) ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیا ہے اور اس نے ... اپنے الہامات وخوارق وکرامات واخبار غیبیہ واسرار لدنیہ وکشوف صادقہ ودعائیں قبول شدہ کے راست ہونے سے دین اسلام کی راستی وصدق ظاہر کیا ہے اور ان خوارق وغیرہ پر آریہ وغیرہ شاہد ہیں جس کا ذکر تفصیل وار کتاب براہین احمدیہ میں درج ہے اور مصنف کو علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور اس کو خواص انبیاء ورسل کا نمونہ بنا کر برکت متابعت آنحضرت ﷺ کے بہت سے اکابر اولیاء وما تقدم پر فضیلت دی گئی ہے اور مصنف کے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت ہے اور اس کی مخالفت سبب بعد وحرمان کا ہے (یعنی حق تعالی کی رحمت سے) ثبوت اور دلائل اس کے براہین احمدیہ کے چاروں حصص مطبوعہ کے پڑھنے سے جو ۳۷ جزو ہے ظاہر ہوتے ہیں (اور ادنی قیمت اسکی ۲۵ روپیہ مقرر کی ہے) ملخصاً۔

پھر اسی اشتہار میں درج ہے کہ :

اگر اس اشتہار کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے جسکا خدا تعالی کے رو برو اس کو جواب دینا ہوگا ۔ الخ ۔ المشتہر ۔ مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب ۔ ملخص (مجموعہ اشتہارات مرزا ۔ ج ا ص ۲۳ تا ۲۵)

پس اس اشتہار کی ترغیب کے سبب صدہا اہل اسلام نے اس کی کتاب خریدی ۔ چنانچہ پنجاب و ہندوستان وغیرھما میں وہ کتاب بہت مشہور ہوئی ۔ اس کے تیسرے چوتھے حصہ میں مصنف نے دعوی کیا ہے کہ بہت سی آیات قرآنی وعبارات عربیہ اس پر الہام ہوتی ہیں ۔ اور یہ بھی صاف دعوی کیا ہے کہ اکثر آیات فضائل انبیاء اس پر نازل ہوتی ہیں اور ان آیات سے اللہ تعالی نے اس کو مخاطب کیا ہے اور ان خطابات سے وہی مراد ہے، اور اکثر الہامی باتیں بلکہ سب کی سب جو اس پر وحی ہوتی ہے پرلے درجہ کی اس کی تعریف کی ہے جس سے نبیوں کے مرتبہ کو اس کا پہنچ جانا نکلتا ہے ۔ بلکہ بعض ملہمات سے اس کی انبیاء سے ترقی اور تعلیٰ سمجھ میں آتی ہے ۔ و العیاذ با للّه جیسا کہ دونوں قسم کے ملہمات کا ہم نمونہ ناظرین کے ملاحظہ کے واسطے ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالی اور جناب رسول خدا کو راضی کرنے کی نیت سے ہم ان کا ردّ لکھتے ہیں ۔ پہلے قسم کے الہامات کا نمونہ جس کو براہین احمدیہ کا مؤلف (مرزا قادیانی) کامل الہام اور وحی رسالت کی طرح جانتا ہے یہ ہے، یہ آیات وعربی عبارات مع ترجمہ درج ذیل ہیں :

۱ ۔ یا احمد بارك اللّه فیك ۔ اے احمد ! اللہ نے تجھ میں برکت دی ۔

۲ ۔ ما رمیت اذ رمیت ولکنّ اللّه رمی تم نے کنکر نہیں پھینکے جب پھینکے لیکن خدا نے پھینکے تھے

۳ ۔ لتنذر قوماً ما انذر آباء هم ۔ تو ڈرا دے ان لوگوں کو جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے ۔

۴ ۔ ولتستبین سبیل المجرمین ۔ اور تا کہ ظاہر ہو گنہگاروں کا راستہ ۔

۵ ۔ قل انّی امرت و انا اوّل المؤمنین ۔ تو کہہ دے میں مامور ہوں اور اول ایمان لاتا ہوں ان الہاموں پر ۔

۶ ۔ قل جاء الحقّ و زهق الباطل انّ الباطل کان زهوقاً ۔ تو کہہ حق آ گیا اور جھوٹ نابود ہوا جھوٹ نابود ہی ہونے والا ہے ۔

۷ ۔ قل ان افتریته فعلیّ اجرامی ۔ تو کہہ اگر میں افتراء کرتا ہوں یعنی خدا پر پس مجھ پر گناہ ہے

۸۔ و ما انت بنعمت ربّک بمجنون ۔اور تو اپنے رب کی نعمت سے دیوانہ نہیں۔

۹۔ قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فا تّبعو نی یحببکم اللّٰہ ۔تو کہہ دے اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو خدا تم سے محبت کرے گا۔

۱۰۔ انّا کفینا ك المستھزئین ۔ہم مسخری کرنے والوں سے تیرے لئے کافی ہیں۔

۱۱۔ قل اعملوا علی مکا نتکم انّی عا مل فسوف تعلمون اور تو کہہ دے تم اپنی جگہ عمل کرو میں بھی عمل کرتا ہوں جلد تم معلوم کرلو گے۔

۱۲۔ یریدون ان یّطفئوا نور اللّٰہ بافوا ھھم و اللّٰہ متمّ نورہ و لو کرہ الکا فرون وہ چاہتے ہیں خدا کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو پورا کرنیوالا ہے اگر چہ کافر ناپسند کریں

۱۳۔ اذا جاء نصر اللّٰہ و الفتح ۔جب آ گئی نصرت اور فتح خدا کی۔

۱۴۔ ھذا تا ویل رءیای من قبل قد جعلھا ربّی حقّاً یہ میری پہلی خواب کی تاویل ہے جس کو خدا نے سچ کردیا ہے۔

۱۵۔ قل اللّٰہ ثمّ ذرھم فی خو ضھم یلعبون۔تو خدا کا نام لے۔ پھر ان کو چھوڑ دے، ان کو اپنی بک بک میں کھیلا کریں۔

۱۶۔ و لن ترضی عنک الیھود ولا النّصاری اور ہرگز نہ راضی ہوں تجھ سے یہود اور نصاری

۱۷۔ و قل ربّ اد خلنی مد خل صدقٍ۔اور تو کہہ خداوندا مجھے راستی کی جگہ داخل کر۔

۱۸۔ انّا فتحنا لک فتحاً مبیناً۔ہم نے تیری فتح کردی ہے۔ظاہر فتح۔

۱۹۔ و وجد ك ضا لاً فھدی ۔اور تجھے گمراہ پا کر راستہ دکھلایا۔

۲۰۔ قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراھیم ۔ہم نے کہا اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیمؑ پر۔

۲۱۔ یا ایّھا المد ثر قم۔ فا نذر۔ و ربّک فکبّر۔اے لحاف پوش کھڑا ہو جا اور ڈرا، اپنے رب کی تکبیر کہہ۔

۲۲۔ و امر با لمعروف و انہ عن المنکر۔اور نیکی کا حکم کر اور گناہ سے روک (براہین۔ص ۲۳۸۔۲۴۲)

۲۳۔ بورکت یا احمد و کا ن ما بار ك اللّٰہ فیک حقاً فیک ۔ اے احمد تو مبارک کیا گیا اور خدا جو تجھ میں برکت رکھی ہے وہ حقانی طور پر رکھی ہے۔

۲۴۔ انت منّی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی ۔
تو مجھ سے ایسا ہے جیسا میری توحید اور تفرید

۲۵۔اذا جاء نصر اللّٰہ و الفتح و تمّت کلمۃ ربّک ھذا الّذی کنتم بہ تستعجلون
جب مدد اور فتح الٰہی آئے گی ،اور تیرے رب کی بات پوری ہو جائے گی تو کفار اس خطاب کے لائق ٹھہریں گے کہ یہ وہی بات ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے ۔

۲۶۔ دنی فتدلّی ۔فکان قاب قوسین او ادنی ۔ پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا ۔پس ہوا قدر دو کمانوں کا یا اس سے بہت نزدیک ۔

۲۷۔ یا آدم اسکن انت و زوجک الجنّۃ۔ یا مریم اسکن انت و زوجک الجنّۃ یا احمد اسکن انت و زوجک الجنّۃ

پھر اس کی مراد یوں لکھتا ہے :

اے آدم اے مریم اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ ۔

۲۸۔ انّک علی صراطٍ مّستقیم۔ تو سیدھی راہ پر ہے ۔

۲۹۔ فاصدع بما تؤمر و اعرض عن الجاھلین۔ پس جو حکم کیا جاتا ہے اس کو کھول کر سنا اور جاہلوں سے کنارہ کر ۔

۳۰۔ تااللّٰہ لقد ارسلنا الی اممٍ من قبلک فزیّن لھم الشّیطان ۔ اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے :ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے امت محمد یہ میں کئی اولیاء کامل بھیجے ، پر شیطان نے ان کی توابع کی راہ کو بگاڑ دیا ۔

اب ظاہر ہے کہ کاف کا خطاب جو آنحضرت ﷺ کی طرف راجع تھا ، اس سے براہین والے نے اپنا نفس مراد رکھا ہے اور رسولوں سے اولیاء امت ارادہ کئے ہیں اور اسی صفحہ میں اپنے لئے آیت کا الہام بھی لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ کرتا ہے :

۳۱۔ سبحان الّذی اسری بعبدہ لیلاً ۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات کے وقت میں سیر کرایا یعنی ضلالت اور گمراہی کے زمانہ میں جو رات سے مشابہ ہے مقامات معرفت اور یقین تک لدنی طور سے پہنچایا

۳۲۔ و اذا سألک عبادی عنّی فانّی قریب ۔ اجیب دعوۃ الدّاع اذا دعان اور

جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔

۳۳۔ و ما ارسلناك الّا رحمةً للعالمین۔ اور میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے تا کہ سب لوگوں کے لئے رحمت کا سامان پیش کروں۔

۳۴۔ لعلّک باخع نّفسک الّا یکونوا مؤمنین۔ کیا تو اسی غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ کیوں نہیں ایمان لاتے۔

۳۵۔ و لا تخاطبنی فی الّذین ظلموا انّھم مغرقون۔ اور ان لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں میرے ساتھ مخاطبت مت کر، وہ غرق کئے جائیں گے۔

۳۶۔ یا ابراھیم اعرض عن ھذا۔ اے ابراہیم اس سے کنارا کر۔

۳۷۔ انّه عبد غیر صالحٍ۔ یہ صالح آدمی نہیں۔

۳۸۔ انّما انت مذکّر و ما انت علیھم بمصیطرٍ۔ تو صرف نصیحت دہندہ ہے۔ ان پر داروغہ نہیں۔

پھر دعوی کیا ہے کہ یہ چند آیات جو بطور الہام القاء ہوئی ہیں بعض خاص لوگوں کے حق میں ہیں۔ یعنی مراد غرق کئے گئے اور غیر صالح سے بعض خاص لوگ مراد ہیں۔

۳۹۔ یا احمد فاضتِ الرّحمة علی شفتیک۔ اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت جاری ہوئی

۴۰۔ انّا اعطیناك الکوثر فصلّ لربّک وانحر۔ ہم نے تجھ کو معارف کثیرہ عطا فرمائے ہیں سو اس کے شکر میں نماز پڑھ اور قربانی دے۔

۴۱۔ و اقم الصّلوٰة لذکری۔ انت معی و انا معک۔ اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔

۴۲۔ و وضعنا عنک وزرك الّذی انقض ظھرك و رفعنا لک ذکرك۔ اور ہم نے تیرا وہ بوجھ جس نے تیری کمر توڑ دی اتار دیا ہے اور تیرے ذکر کو اونچا کر دیا ہے۔ (براہین احمدیہ۔ص ۴۸۶۔۵۱۷)

۴۳۔ یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ و جاعل الّذین اتّبعوك فوق الّذین کفروا الی یوم القیامة۔ اے عیسی! میں تجھے کامل اجر بخشوں گا، یا وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا اور تیرے تابعین کو ان پر جو منکر ہیں قیامت تک فائق رکھونگا۔

اس جگہ عیسیٰ کے نام سے بھی عاجز مراد ہے۔

۴۴۔ قل عندی شھادۃ مّن اللّٰہ فھل انتم مؤمنون ۔میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔پس کیا تم ایمان نہیں لاتے۔یعنی خدا تعالیٰ کی تائیدات کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الٰہیہ سے اطلاع بخشنا۔ یہ سب خدا کی شہادت ہے جس کو قبول کرنا ایمان داروں کا فرض ہے۔ انتہاء بلفظہ

۴۵۔ قل جاء کم نور من اللّٰہ فلا تکفروا۔ ان کنتم مو منین۔کہہ خدا کی طرف سے نور اترا ہے سوتم اگر مومن ہو تو انکار مت کرو۔انتہاء بلفظہ

۴۶۔ ففھّمنا ھا سلیما ن ۔ پس ہم نے وہ نشان سلیمان کو سمجھائے یعنی اس عاجز کو۔

۴۷۔ فا تّخذوا من مقا م ابرا ھیم مصلّی ۔

سوتم ابراہیم کے نقش قدم پر چلو۔یعنی رسول کریم کا طریقہ حقہ کہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں یہ طریقہ خداوند کریم کے اس عاجز بندہ سے دریافت کرلیں اور اس پر چلیں (براہین ص ۵۵۵۔۵۶۲)

یہ خاتمہ اس کتاب یعنی (براہین کے) چوتھے حصے کا ہے۔پس ان سینتالیس الہامات سے جو اکثر آیات قرآنی اور بعض فقرات عربیہ ہیں جن کو مؤلف براہین احمدیہ نے اپنے لئے الہام اور وحی قرار دیا ہے بخوبی ظاہر ہے کہ اس شخص نے لوازم رسالت نبوت اپنے لئے ثابت کئے ہیں چنانچہ انبیاء سے اپنا مراد ہونا اور اپنی تصدیق کو ایمان اور اپنے انکار کو کفر سے تعبیر کرنا وغیرہ ذلک جوان الہامات سے صراحتاً ظاہر ہے کیونکہ اول اس نے برخلاف اہل سنت اس پر یقین کیا ہے کہ اولیاء کا الہام اور وحی رسالت دونوں ایک معنی رکھتے ہیں اور الہام بھی قطعی ویقینی ہوتا ہے۔ پھر اس نے بڑے استحکام سے ثابت کیا ہے کہ جو مضامین اس پر نازل ہوتے ہیں ان کی تبلیغ واجب ہے اور وہ ڈرانے ،خوشخبری سنانے پر مامور ہے کہ جس نے خدا کا دوست بننا ہو اس کی متابعت کرے، خدا اس سے محبت کرے گا۔اور یہ کہ اس کے ملہمات کا قبول کرنا لوگوں پر فرض ہے وران کا انکار منع ہے۔پس جو اس (مرزا قادیانی) پر ایمان لایا وہ مومن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافروں سے ہے۔ جیسا کہ ۴۴ ،اور ۴۵ ، ویں الہام کے ترجمہ میں اس نے خود تصریح کی ہے۔اور رسالت نبوت کے معنی یہی ہیں کہ ایسی فضیلت عظمیٰ حاصل ہو اور نبیوں کے ساتھ شرکت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے بڑے رتبہ پر مشرف ہو۔علاوہ ازیں جن خطابات سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سرور عالم

ﷺ اور دوسرے انبیاء کو مخاطب کیا ہے، صاحب براہین اب ان خطابات سے اپنے نفس کو مراد رکھتا ہے تو یہ صراحتاً الحاد فی الآیات نہیں تو اور کیا ہے؟ اور قرآن شریف کی تحریف معنوی میں کون سا دقیقہ فروگزار چھوڑا ہے۔ اگر کسی کو شبہ گذرے کہ مولف براہین کا اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے تابع جانتا ہے اور اپنے لئے ان فضائل عظیمہ کا حاصل ہونا آپ ﷺ کی مطابعت سے بطور ظلیت مانتا ہے جیسا کہ اس نے اشتہار منقولہ بالا میں تصریح کی ہے اور نیز کئی جگہ براہین میں اقرار کرتا ہے کہ وہ مورد حدیث علماء امّتی کا نبیاء بنی اسرائیل، کا ہے تو اس حالت میں کیونکر متصور ہو کہ وہ رسالت اور نبوت کو اپنے لئے ثابت ہے؟ دیکھو وہ اپنی فضیلت اولیاء پر ثابت کر رہا ہے اور یہ اس نے ہرگز نہیں کہا کہ میں انبیاء سے ہوں، تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صریح ثابت ہے کہ مولف براہین نے اپنی کتاب نصاری اور یہود اور بت پرستوں کے مقابلہ میں واسطے ظاہر کرنے حقیقت دین اسلام کے تالیف کی ہے۔ تو اس کتاب میں یہ درج کرنا کہ میں نبیوں کی صفتوں سے جو قرآن میں مذکور ہیں موصوف ہوں.. کیا فائدہ رکھتا ہے؟ کیونکہ جن کو قرآن پر ایمان ہی نہیں وہ ان باتوں پر کیونکر تصدیق کریں گے اور مولف براہین کی عظمت شان پر ایمان لائیں گے۔

پس معلوم ہوا کہ اصلی غرض مرزا قادیانی کی ان الہامات کے بیان اور وحی کے عیان سے مسلمانوں سے باور کرانا ہے کہ میں سب ولیوں سے افضل ہوں اور نبیوں کا نمونہ ہوں اور اس کے قادیان میں مکہ معظّمہ کی طرح وحی اترتی ہے اور اب خدا کا حکم ہے کہ سب لوگ قریب و بعید ہر طرف سے قادیان میں آئیں اور ہدایت پائیں اور جو نہ حاضر ہوگا خدا تعالی اس سے حساب لے گا جیسا کہ اشتہار سے نقل اس کی اوپر ہو چکی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے دعوے اکابر صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین وائمہ اہلبیت وتابعین سے جو افضل ہیں ساری امت سے صادر نہیں ہوئے

پس مرزا قادیانی کا یہ دعوی صریح مساوات کا اظہار ہے انبیاء ومرسلین سے۔ اگرچہ وہ اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے صاف اقرار نہیں کرتا کہ میں رسول ہوں۔ لیکن یہ تو اس پر نازل ہورہاہے قل انّی امرت و انا اوّل المسلمین فا صدع بما تؤ مر و اعرض عن الجاھلین ۔ لعلّک باخع نّفسک لیکونوا مؤمنین ۔ قل جاء کم نور مّن اللّه فلا تکفروا، ان کنتم مؤمنین ۔ (ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے)۔ پس یہ دعوی نبوت نہیں تو اور کیا ہے؟ مع ہذا اس نے اشتہار میں صراحتاً لکھا ہے کہ میں انبیاء و رسل کا نمونہ ہوں جس کی نقل اوپر ہو چکی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ نمونہ شئے کا عین وہ شئے ہوتی ہے جیسا کہ فارسی کی نثر مشہور ہے مشتے نمونہ

ازخر وارے۔یعنی گیہوں کے انبار سے مثلاً ایک مٹھی اس کا نمونہ،تو اس اقرار اشتہار سے ثابت ہے کہ صاحب براہین (قادیانی) اپنے آپ کو انبیاء و مرسلین سے جانتا ہے۔پس صاف یہ مثلیت ہے کہ نہ ظلیت اور نیز اس نے براہین کے صفحہ ۵۰۴ میں یہ فقرہ اپنا الہام لکھا ہے: جری اللّٰه فی حلل الانبیاء اوراس کا ترجمہ اورتفسیر یوں کرتا ہے کہ اس فقرہ الہامی کے یہ معنی ہیں کہ:

منصب ارشاد و ہدایت اور مورد وحی الٰہی ہونے کا دراصل حلّہ انبیاء ہیں اوران کے غیر کو بطور مستعار ملتا ہے اور یہ حلہ انبیاء امت محمدیہ کے بعض افراد کو بغرض تکمیل ناقصین عطا ہوتا ہے۔ انتھا ء بقدر الحا جۃ

پس مرزا قادیانی کی خود تصریح سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا مورد ہونا نبیوں کا خاصہ ہے تو اس کو اپنے لئے ثابت کرنا نبوت کا اثبات ہے اور یہ کہنا کہ غیر انبیاء کو بطور مستعار یہ حلہ ملتا ہے، باطل ہے کیونکہ منصب ورود وحی رسالت غیر انبیاء کو ہرگز نہیں ملتا اور ولیوں کے الہام اور رسالت سے مترادف نہیں، اس لئے کہ وحی رسالت ملائکہ کی حفاظت سے محفوظ ہوتی ہے اوراس کی اطلاع میں ہرگز کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہوتا اور نہ اس میں احتمال خطا کا ہوتا ہے۔اس واسطے مکلفین پر اس کا قبول واجب ہے جس نے مانا وہ مومن ہے جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ برخلاف الہام اولیاء کے کیونکہ الہام سے اگرچہ بعض حقائق ذات وصفات الٰہی کا علم حاصل ہوتا ہے ، یا بعض وقائع دنیا کا بھی یقین ہوجاتا ہے مگر بجمیع الوجوہ شک وشبہ سے زائل نہیں ہوتا اور احتمال خطا اس میں باقی رہتا ہے اسی لئے لوگوں پر اس کا ماننا لازم نہیں ہوتا جیسا کہ تفسیر فتح العزیز میں آیت ،

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبه احداً الّا من ارتضی من رّسول فانّه یسلک من بین ید یه و من خلفه رصداً

کے نیچے اس پر تصریح ہے اور یہ بھی اعتقاد اہل سنت ہے۔

لہذا نبیوں کے اخبار غیب پر ایمان واجب ہے اور کاہن ونجومی وغیرہ جو غیب کی خبر دیں اس کی تصدیق کفر ہے اور علی ہذا مدعی الہام جو بعد الانبیاء اپنے الہامات کی خبر دے اس کی تصدیق بھی ناجائز ہے جیسا کہ ملاعلی قاریؒ نے فقہ اکبر کی شرح ملحقات میں تصریح کی ہے۔اکابر اہل سنت کا اتفاق تو اسی پر ہے اور غیر مقلدین اوران کا امام صاحب براہین جو الہام اولیاء کو حجت قطعی وحی رسالت کی طرح بتاتے ہیں ان کی غلطی کا منشاء خضرؑ کے الہام کا ذکر اور واقعہ الہام ام موسیٰؑ ہے جو منصوص قرآنی ہے جیسا کہ براہین کے صفحہ ۵۴۸ میں لکھا ہے، اور نیز، خضر جن میں سے کوئی نبی نہ تھا

۔ یہ اس شخص کا جہل عظیم ہے کیونکہ علمائے عقاید حقہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حضرت خضرؑ جمہور علماء کے نزدیک نبی ہیں اور قرآن مجید صاف ناطق ہے۔ اختلاف حال و مال وحی موسیٰؑ اور الہام مادر موسیٰ ہیں کیونکہ ہر چند ان کو الہام منجانب اللہ تعالی ہوا تھا:

فاذا خفت علیه فا لقیه فی الیمّ و لا تخا فی و لا تحز نی انا را دوه الیک و جا علوه من المر سلین ۔ کہ اپنے فرزند کو دریا میں ڈال دے۔ وہ سلامتی سے تیرے پاس آجائے گا۔

چنانچہ قرآن مجید میں فرمان ہے کہ جب تو موسیٰؑ کے معاملے میں خائف ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور خوف اور غم نہ کرنا ہم تیری طرف اس کو لوٹا دیں گے۔ اور اس کو رسول بنا دیں گے۔ یہ ترجمہ ہے آیات کا، تو اس الہام پر مادر موسیٰؑ کو خود بھی اطمینان نہیں ہوا تھا ور نہ اس کی ایسی حالت نہ ہوتی جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے و ا صبح فواد امّ موسی فارغاً یعنی ہو گیا دل موسیٰؑ کی ماں کا خالی صبر سے۔ تحقیق نزدیک تھا کہ البتہ ظاہر کر دے اس کو اگر باندھ نہ رکھتے ہم او پر دل اس کے، تو کہہ ہوا ایمان والوں میں سے اور بے شک حضرت موسیٰؑ اس وحی سے مطمئن تھے کہ لا تخاف درکا وّ لا تخشی یعنی فرعونیوں کے پکڑ لینے سے مت ڈر۔ اسی لئے جب آپ کے اصحاب متحیر ہوئے اور قوم فرعون کے لشکر کو دیکھ کر بولے جیسا کہ قرآن مجید میں خبر دی گئی ہے کہ انّا لمدرکو ن ۔ بے شک پکڑے گئے۔ تب موسیٰؑ کے جواب کو قرآن نے یوں حکایت کیا کلّا انّ معی ربّی سیهد ین کہ ہرگز نہیں پکڑے جانے کے، میرے ساتھ میرا رب ہے مجھے راستہ دکھا دیگا۔

پس بشہادت قرآن مبین وحی رسالت با الہام اولیاء میں فرق آسمان و زمین پیدا ہو گیا اور جو ان دونوں کو ایک ہی جانتا ہے وہ بالکل باطل پر ہے اور بالیقین حدیث علماء امّتی کانبیاء بنی اسرا ئیل بے اصل ہے چنانچہ دمیریؒ اور زرکشیؒ اور عسقلانیؒ تینوں نے کہا ہے۔ علامہ قاریؒ نے رسالہ المصنوع فی ا حا دیث الموضوع میں اس پر تصریح کی ہے۔ مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۱۶ سطر ۱۹ میں دیکھو۔ رہا دعوی صاحب براہین کہ میں تابع ہوں آنحضرت ﷺ کی شریعت کا، سو ہر چند یہ دعوی محض زبانی ہے دل میں نہیں۔ جیسا کہ اسکی کتاب اس پر شاہد ہے اور عنقریب اس کا بیان ہوگا تاہم دعوی اتباع فنا فی النبوت و رسالت سے نہیں کیونکہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۹ میں ہے کہ:

مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل

توریت کی فرع ہے۔

پس جیسا کہ بموجب زعم مرزا قادیانی کے، اتباع اور خادمیت حضرت موسیٰؑ نے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت میں کچھ خلل اندازی نہیں کی ایسا ہی یہ شخص باوجود اتباع آنحضرت ﷺ کے اپنے آپ کو خصائص نبوت و رسالت سے موصوف کر رہا ہے اور نیز انبیاء اگرچہ بحسب مراتب وقرب عنداللہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں، چنانچہ تیسرے پارہ کی ابتدائی آیت کا یہ ترجمہ ہے:

وہ رسول ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے مگر مومن بہ ہونے میں سب برابر ہیں۔

الحاصل غور کرنے والا عالم جب ملہمات مرزا قادیانی میں تدبر اور تامل فرماتا ہے تو یقیناً معلوم کر جاتا ہے کہ مرزا نے صاف دعوی برابری کا انبیاء سے کیا ہے۔ دیکھو براہین صفحہ ۵۱۱ میں آیت قل انّما انا بشر مّثلکم یوحی الیّ انّما الھکم الہ واحد کو اپنے حق میں نازل کر کے صفحہ ۵۱۲ میں اس کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

پھر فرمایا ہے کہ میں صرف تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں۔ مجھ کو یہ وحی ہوتی ہے کہ بجز اللہ تعالی کے اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔ وہی اکیلا معبود ہے کس کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا نہیں چاہیے۔

اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۲ میں آیت واتل علیھم ما اوحی الیک من رّبّک۔ کو اپنے حق میں نازل کر لیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

اور پڑھ ان پر جو وحی کی جاتی ہے تیری طرف تیرے رب کی طرف سے۔

پس یہ صریح مقابلہ ہے مرزا قادیانی کا سیدالمرسلین ﷺ سے۔ الغرض مرزا ہر چند اپنی زبان سے صریح دعوی نہیں کرتا کہ میں نبی ہوں، تاکہ اہل اسلام خواص وعوام بلوے نہ کر دیں، لیکن اس میں شک نہیں کہ کوئی خاص الخاص انبیاء سے باقی نہیں چھوڑا جس کو اس نے اپنے لئے ثابت نہ کر لیا ہو۔ بلاشبہ اس کی مثال علی گڈھ والے نیچری کی ہے جس طرح اس نے اسلام کے فرائض کو اٹھا دیا اور کبیرہ گناہوں کو حلال بنا دیا، جس پر اسکی تفسیر قرآن اور اخبار تہذیب الاخلاق شاہد ہے اور فقیر راقم الحروف نے اس کے ہفوات کے رد میں ایک رسالہ مستقلہ جس کا نام جواہر مضیئہ رد نیچریہ ہے شائع کیا ہے۔

پس یہ نیچری باوصف تنسیخ اپنے آپ کو خواص اولیاء اور دین کے تائید کرنے والوں سے جان رہا ہے ایسا ہی حال ہے مرزا قادیانی کا علماء راسخین کی نظروں میں چنانچہ مولانا فیض الحسنؒ سہارن پوری نے اپنے اخبار شفاء الصدور میں صاف لکھ دیا ہے کہ

مرزا قادیانی مثل علیگڈھی نیچری کے ہے یعنی اختلال دین اسلام واضلال خواص وعوام میں۔ رہا یہ ادعاء مرزا قادیانی کا کہ میں اکثر اکابر اولیاء ماتقدم سے افضل ہوں سو یہ بھی مثل دعوی نمونہ انبیاء کے سراسر باطل ہے کیونکہ صحابہ اور تابعین کی فضیلت ساری امت پر بحکم قرآن شریف اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے جیسا کہ دینی کتابوں میں مرقوم ہے اور باقی حال افضیلت اس مدعی کا آئندہ ظاہر ہو جائے گا۔

اس تحریر کو یادرکھ کر سنیئے کہ عجائب ملہمات مرزا قادیانی سے وہ بھی ہیں جو صفحہ ۴۹۸ براہین میں انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان لکھ کر اس کا ترجمہ خود یوں کرتا ہے کہ،

یعنی ہم نے (یعنی خدا فرماتا ہے) ان نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام کو پراز معارف وحقائق کو قادیان کے قریب اتارا ہے۔ اور ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے اور بضرورت حقہ اترا ہے خدا اور اس کے رسول نے خبر دی تھی کہ جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور جو کچھ خدا نے چاہا تھا وہ ہونا ہی تھا۔

نیز اس کا دعوی کہ، یہ آخری فقرات اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کے ظہور کے لئے حضرت نبی کریم ﷺ اپنی حدیث متذکرہ بالا میں اشارہ فرما چکے ہیں (یعنی براہین صفحہ ۴۹۷ میں حدیث لو کان الایمان معلقاً بالثّریّا لنا لہ ۔کا اشارہ مرزا قادیانی کی طرف ہے)۔ اور خدا تعالی اپنے مقدس کلام میں اشارہ فرما چکا ہے۔..اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے:

هو الّذی ارسل رسوله با لهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدّ ین کلّه (یعنی خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اس سچے دین کو سب دینوں پر غالب کردے) یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک درخت کے دو پھل ہیں اور بحدی اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور

نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع و خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سردار ہے۔ اگر وہ حامد ہے تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو شریک کر رکھا ہے یعنی حضرت مسیح پیشگوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔ یعنی روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے گو اسکی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔

(براہین احمدیہ۔ص ۴۹۸۔۴۹۹)

فقیر (غلام دستگیر) کہتا ہے کہ انزال اور تنزیل، قرآن کی اصطلاح میں آسمانی کتابوں کے اتارنے میں مستعمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسولوں پر نازل کی گئی ہیں جیسا کہ ابتدائے سورہ بقرہ میں قرآن اور اس سے پہلے آسمانی کتابوں کے اترنے کو انزال کے لفظ سے ادا فرمایا ہے والّذین یؤمنون بما انزل الیک و ما انزل من قبلک ۔ الآیۃ ۔ پھر سورۃ آل عمران میں قرآن مجید کے اتارنے کو تنزیل اور انزال اور انجیل توریت کے بھیجنے کا انزال کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ نزّل علیک الکتاب بالحقّ مصدّقاً لّما بین یدیہ ۔ اور علیٰ ہذا القیاس بہت سی آیات قرآنیہ سے ایسا ہی ثابت ہے۔ پس جب براہین والے نے اپنے ملہمات کو انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان سے تعبیر کیا اور بعد ازاں آیت و بالحقّ انزلناہ وبالحقّ نزل، سے جو صرف قرآن مجید کی صفت تھی اپنی ملہمات کی صفت قرار دیا تو یہ تصریح ہے اس پر کہ وہ اپنی ملہمات کو مثل قرآن جانتا ہے پھر لفظ حق جو دونوں جگہ قرآن کی راستی کے بیان میں تھا اس کو ضرورت حقہ سے ترجمہ کرنا اللہ تعالیٰ پر ان ملہمات کا انزال واجب ٹھہرانا ہے حالانکہ یہ مخالفت صریح ہے عقاید اہل سنت سے کہ شرح فقہ اکبر و شرح عقاید نسفی و غیرھما جمیع کتب عقاید میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اور نیز اس کلام سے اشارہ ہے اس پر کہ دین ساری دنیا سے کیا عرب کیا عجم گم ہو گیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مقام قادیان کو انزال ملہمات کے واسطے اختیار فرمایا چنانچہ کتاب کے چوتھے حصے کے اخیر اس نے تصریح کی ہے کہ

طریقہ حقہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں ۔ یہ طریقہ خداوند کریم اس عاجز بندہ سے دریافت کرلیں اور اس پر چلیں ۔

اور اس سے اوپر لکھتا ہے کہ:

فاتّخذوا من مقام ابراھیم مصلّی میں مجھ کو اللہ تعالی نے ابراہیم بنایا ہے اور ساری خلقت کو میری اتباع کے واسطے فرمایا ہے۔

پس بیشک اس نے اپنے قادیان کو مکہ معظّمہ کی مثال نزول وحی میں بتایا جیسا کہ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہوا تھا وکذ لک اوحینا الیک قرآناً عربیاً لتنذر امّ القری و من حولھا .. الآیۃ ، یعنی اور ایسا ہی وحی بھیجی ہم نے تیری طرف قرآن عربی تاکہ تو ڈرائے مکہ والوں کو جو اس کے گرداگرد ہیں اور اصل قرآن مجید کے نزول کے بعد کسی چیز کے نزول کی کچھ بھی حاجت نہیں کیونکہ متقیوں کیلئے ہدایت ہے اور شرع محمدی میں قیامت تک امت مرحومہ کے واسطے کفایت ہے ۔ پس یہ ادعا کہ اللہ نے ضرورت حقہ کے واسطے قادیان پر معارف والہامات نازل کئے ہیں حق سبحانہ وتعالی پر محض افتراء اور بالکل تقوّل فی دین اللّٰہ ہے اور اس افتراء کی دلیلوں سے یہ بھی کہ مرزا قادیانی نے اس کے ترجمہ میں انزلناہ کی ضمیر مذکر کو مرجع مونث کی طرف کیا ہے یعنی مرجع اس کا خوارق اور امور معجبہ بتاویل جماعت قرار دیا ہے اور اسی میں شک نہیں کہ واحد مذکر کی ضمیر جمع کی طرف راجع نہیں ہوسکتی پس ان معنوں سے صحیح کلام یوں تھا انّا نزلناھا ، تو ایسی غلط صیح کلام کو خدائے سبحانہ کی جانب منسوب کرنا تیرا بہتان نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر قرآنی آیات جو آنحضرت ﷺ پر صدہا سال سے نازل ہو چکی ہیں اب ان کے اتارنے میں کیا فائدہ ہے؟ بلکہ لا طائل اور تحصیل حاصل ہے۔ اس جگہ اگر کسی کو شبہ گزرے کہ اللہ نے سب کو مخاطب کرکے فرمایا لقد انزلنا الیکم کتاباً فیہ ذکرکم افلا تعقلون (ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری ہے جس میں تمہارا ذکر ہے پس تم کیوں نہیں سمجھتے)۔ اور یہ بھی فرمایا و لقد انزلنا الیکم آیات بیّنات (اور بے شک ہم نے اتاریں تمہاری طرف آیتیں) جس سے ثابت ہوا کہ قرآن مسلمانوں کی طرف اتارا گیا ہے تو کیا مانع ہے اگر خوارق وغیرہ بہ توسل آیات قرآنی مرزا قادیانی پر نازل ہوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن عظیم صرف رسول کریم ﷺ پر ہی اترا ہے لیکن جب کہ قرآن میں ایسے احکام بھی بہ کثرت ہیں جن کی تبلیغ کے لئے آپ ﷺ مامور

تھے،خواہ مومنین کوخواہ جمیع بنی آدم کوتو اس نظر سے مجازاً یوں بھی کہنا صحیح ہوگیا کہ قرآن لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے۔اور اصل میں معاملہ یہی ہے جو ارشاد ہوا ہے و انزلنا الیک الذّکر یعنی اور ہم نے تیری طرف نصیحت اتاری ہے تا کہ تو لوگوں سے بیان کر دے اور وہ فکر کریں۔علاوہ ازیں وقت نزول قرآن کے مومنین کی طرف قرآن کا نزول کی اسناد باوصف اس یقین کے کہ آنحضرت ﷺ کہ اب تیرہ سو برس کے بعد مرزا قادیانی آیات قرآنی کا منزل علیہ بن جائے اور اس کے حق میں راست آئے انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان پس یقیناً یہ بہتان اور ہذیان ہی ہے اور یہ ادعا براہین والے کا کہ اللہ تعالی نے اس کی خبر قرآن مجید میں دی ہے اور ایسا ہی آنحضرت ﷺ نے حدیث میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ بھی بالکل باطل ہے کیونکہ اس حدیث صحیح کا مشار الیہ امام اعظم ہے جیسا کہ بہت سے محدثین اور فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے جسے فقیر نے رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ،اور رسالہ عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان میں بیان کیا ہے

(مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ نے ہدایۃ المعتدی میں اس موضوع پر بھی مختصر بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں

امام ابوحنیفہؒ کے فضائل میں یہ حدیث بھی پیش کی ہے: لو کان الدّین عند الثّریّا ... رجل من ابناء الفارس حتّی یتناولہ۔ میں اس کی نسبت زیادہ لکھنا ضرورت نہیں دیکھتا،کیوں کہ اگر ایسی ہی زبردستی سے کسی حدیث کو امام ابوحنیفہؒ کے حق میں کہہ دینا ہے تو مناقب صحابہ میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سب کو اسی طرف لگا دیجئے۔میں یہاں پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت تفسیر مظہری سے نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔تفسیر مظہری میں تحت آیت کریمہ ان یشاء یذھبکم ایّھا النّاس.... بآخرین۔اس حدیث کو چند طرق سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

لعلّ فی ھذہ الاحادیث اشارۃ الی مشائخ ماوراء النّھر بھاء الدین نقشبند و امثالہ فان ھئولاء الکرام من الاعاجم وطناً وان کان اکثرھم من آل النّبیّ و اصحابہ نسباً قد احیوا سنّۃ النّبیّ بعد ما امیتت و ما رضوا بالبدعۃ وان کانت حسنۃ و نعمہ ما قال الجامی

سکہ کہ در یثرب وبطحا زدند نوبت آخر بہ بخارا زدند

و ایضاً علی علماء ماوراء النھر مثل ابی عبد اللّٰہ البخاری امثالہ من المحدثین و الفقھاء و اللّٰہ اعلم۔

کہ عجب نہیں کہ ان حدیثوں میں اشارہ ماوراء النہر کے مشائخ کی طرف ہو جیسے بہاء الدین نقشبند اور

ان کے برابر والے، کیونکہ یہ بزرگان عجمی بھی ہیں از روئے وطن کے، اگر چہ از روئے نسب کے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی اولاد ہیں ۔ان حضرات نے زندہ کیا سنت رسول کو بعد مردہ ہو جانے کے اور کسی قسم کی بدعت کو پسند نہیں کیا اور کیا خوب جامی نے کہا جو سکہ مکہ مدینہ میں چلا وہ دوسری بار بخارا میں چلا ۔اور بھی ان حدیثوں سے اشارہ معلوم ہوتا ہے طرف علماء ماوراء النہر کے جیسے امام بخاری اور ان کے برابر والے محدثین وفقہاء۔

آپ تو کہتے ہیں کہ : اجماع ہو چکا ہے کہ یہ ابوحنیفہؒ کے حق میں ہے، آپ کے یہاں اجماع کی بڑی ارزانی ہے ۔اور قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی تو اس کا وہم بھی امام ابوحنیفہؒ کی طرف نہیں فرماتے ۔(ہدایۃ المعتدی)

اور پیر مہر علی شاہ حنفی گولڑوی شمس الہدایت میں لکھتے ہیں:

سوال: اور نسب مرزا صاحب کا صحیح مسلم وغیرہ میں لکھا ہوا فرماتے ہیں ۔لو کان العلم معلقاً بالثر یا لناله ر جل من ابناء فارس

جواب ۔اولاً متفق علیہ شیخین کی حدیث اس طرح مذکور ہے قال فو ضع النّبیّ ﷺ ید ہ علی سلمان ثمّ قال لو کان العلم ..الخ ۔یہ حدیث آپ ﷺ نے سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمائی جس سے سلمان فارسیؓ کا مصداق ہونا اس حدیث کا ثابت ہوتا ہے اور ثانیاً اگر بلحاظ جمیعۃ لفظ رجال اور ھؤلا ء کی جنس مراد ہو تو بھی اہل فارس ہی کو شامل ہو گی جناب مرزا صاحب نے تو ایام الصلح میں اپنا سمرقندی الاصل ہونا ثابت کیا ہے اور سمرقند خراسان سے ہے نہ کہ فارس سے ۔جن کو کچھ بھی مہارت جغرافیہ وغیرہ میں ہے ان پر ظاہر ہے ۔اور ثالثاً اگر مراد رجل میں ھؤلا ء سے عجم لئے جائیں بلحاظ امیین کے پھر بھی لو کان العلم میں العلم معرف باللام سے مراد علم بمطابق کتاب وسنت ہے نہ مخالف ان کے)

..اور ایسا ہی آیت ھو الّذی ارسل رسوله، نہ حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور نہ براہین والے کی طرف اشارہ ہے بلکہ بالیقین باتفاق مفسرین بشہادت قرآن مبین سید المرسلین ﷺ وعترتہ اجمعین کے حق میں نازل ہے ۔دیکھو اس کے اخیر و کفی با للّه شهيداً کے ساتھ ہی محمد رسول اللہ ﷺ میں مرقوم ومرسوم ہے اور محی السنہ اپنی تفسیر میں تصریح کرتا ہے کہ محمد رسول اللہ پر کلام ختم ہو جاتی ہے ۔یعنی جس رسول کے بھیجنے کی حق سبحانہ نے خبر دی ہے وہ محمّد رّسول اللّه (ﷺ) ہے ۔حضرت ابن عباسؓ حبر امت اور اعلم بتفسیر قرآن سے یہ روایت ہے پھر والّذين معه دوسری کلام شروع ہوئی ۔یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر معالم التنزیل کا۔

پس اس آیت کو آنحضرت ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے حق میں وارد کرنا قرآن مجید اور

تفسیروں کے صریح مخالف ہے۔افسوس اس شخص کی سخت نادانی پر جو اس آیت کو بطور جسمانی حضرت مسیحؑ کے حق میں اور بطور روحانی اپنے لئے پیش گوئی بنا رہا ہے اور اتنا بھی نہیں جانتا کہ اس کی ابتداء میں لفظ ماضی ہے جس سے صریح ثابت ہے کہ وہ رسول بھیجا گیا ہے تو اس سے آئندہ میں رسول کا آنا مراد رکھنا قرآن مجید کی تحریف ہے۔اور پھر اس آیت میں جو لفظ رسول کا ہے تو اس سے اپنے نفس کی مراد رکھنی اور حضرت مسیحؑ کے ساتھ اپنی شرکت ابتدائی ثابت کرنی یہ دعوی رسالت نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اس آیت کے غلبہ موعود کو بوسیلہ حضرت مسیحؑ ظہور میں آنے کا دعوی کرنا بموجب قول جمہور مفسرین کے باطل ہے کیونکہ یہ غلبہ سرور عالم ﷺ کے ظہور پرنور سے حاصل ہو گیا اور آپ ﷺ پر نعمت الٰہی تمام ہو چکی جیسا کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی . الآیۃ اس پر شاہد ہے چنانچہ تفسیر کبیر وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔اور فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ فتح مکہ سے بڑھ کر جو کسی بشر کو نصیب نہیں ہوئی کون سا غلبہ دین اسلام کا ہوگا ؟ اور بیت اللہ کو بتوں کی پلیدیوں سے پاک کرنے سے کون سا ظہور دین متین مقابل ہو سکے گا ؟ اور دوسرا قول ضعیف کہ غلبہ وقت نزول حضرت مسیح کے آسمان سے ہوگا اس پر ہرگز دلیل نہیں بن سکتا کہ یہ آیت حضرت مسیح وغیرہ کے حق پیشگوئی ہے اور رسولہ سے آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی اور مراد ہے، حاشا وکلا۔ بلکہ مراد اس قول ضعیف سے یہ ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو شرع محمدی کے تابع ہوکر دین اسلام کی تائید کریں گے۔تو یہ بھی سرور عالم ﷺ کے ہی غلبہ کی فرع ہوئی۔ ملا علی قاریؒ فقہ اکبر کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ حضرت مہدیؑ سے جب اتر کر ملاقاتی ہوں گے تو نماز کی تکبیر ہو چکی ہوگی حضرت مہدیؑ ان کو امامت کیلئے اشارہ کریں گے تب حضرت مسیحؑ امامت نہ کریں گے بایں عذر کہ یہ تکبیر آپ کے لئے ہوئی ہے آپ کی امامت اولی ہے۔تب حضرت مسیح مقتدی ہوں گے تاکہ ان کی متابعت سرور عالم ﷺ سے ظاہر ہو جائے جیسا کہ آپ نے حدیث لو کان موسی حیّاً لما وسعہ الّا اتباعی ، میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔یعنی اب اگر موسیؑ زندہ ہوتے تو ان کو بجز میرے متابعت کے اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔ پھر ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اس اتباع کی وجہ سے ہم نے شرح شفا وغیرہ میں آیت و اذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیّین لما اتیتکم من کتابٍ و حکمۃٍ ثمّ جاء کم رسول .. الآیۃ ۔کے نیچے بیان کی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا۔

اور ایسا ہی عامہ تفاسیر میں درج ہے کہ آنحضرت ﷺ متبوع جمیع انبیاء ہیں بلکہ مواہب

لدنیہ و دیگر کتب سیر میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نبی الانبیاء ہیں۔ الغرض آیت هو الّذی ارسل رسوله حضور سرور عالم ﷺ کے حق میں ہے، کوئی دوسرا اس کا مورد نہیں ہے۔ مرزا قادیانی کا دعوی سراپا باطل اور جھوٹ ہے پھر یہ دعوی اس کا کہ میں آیات و انوار و توکل و ایثار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں اور فطرت میں باہم نہایت متشابہ گویا ایک جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک درخت کے دو پھل کما مرّ نقله علی الصّدر۔ سو یہ دعوی بھی مساوات کا ہے مسیح سے جیسا کہ نمونہ کا لفظ اور گویا کلمہ تشبیہ کا مفاد ہے۔ تفسیر اتقان میں منقول ہے کہ:

> قال حازم و انّما تستعمل ای کان حیث یقوی الشّبة حتی یکاد الرائی یشک فی انّ المشبّه به هو المشبها وغیره و لذلک قالت بلقیس ای کما اخبر اللّه سبحانه کانّه هو۔ گویا یعنی ترجمہ کانّ کا وہاں مستعمل ہوتا ہے جہاں بہت قوی مشابہت ہو یہاں تک کہ دیکھنے والا مشبہ اور مشبہ بہ میں فرق نہ کر سکے اس لئے بلقیس کے قول سے اللہ تعالی نے خبر دی کہ گویا یہ تخت وہی ہے۔

اب فقیر (غلام دستگیر) کہتا ہے کہ مرزا قادیانی اس دعوی میں بے شک کاذب ہے۔ اولاً اس لئے کہ حضرت مسیح تو مادرزاد اندھے، کوڑھی کو تندرست اور مردہ کو بحکم خدا زندہ کر دیتے تھے اور جب انہوں نے کہا کہ تائید دین میں میرا کون مددگار ہے، تو حواری بول اٹھے کہ ہم خدا کے دین میں مددگار ہیں (من انصاری الی اللّه قال الحواریّون نحن انصار اللّه) جیسا کہ قرآن مجید میں مکرر ارشاد ہے اور براہین والے سے اب تک کوئی ایسا خارق نہیں ہوا اور نہ نصرانی و ہنود میں سے کسی نے اس پر ایمان قبول کیا ہے بلکہ وہ نصرانی جس کے مطبع میں اس نے تین حصے اپنی کتاب چھپوائی ہے وہ بھی مسلمان نہ ہوا اور اس کی مدد میں اس نے مصروفیت نہ کی۔ باوصفیکہ براہین والے نے کمال تضرع اور خلوص قلب سے جمیع نصاری کے ایمان کے واسطے دعائیں مانگی ہیں اور وہ دعا اخیر میں اس اشتہار کے مدت اڑھائی برس سے چھپ کر شائع ہوئی۔ وھو ہذا:

> بالآخر اس اشتہار کو اس دعا پر ختم کیا جاتا ہے:
>
> اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش بالخصوص قوم انگریز جن کی شائستہ اور مہذب اور بارحم گورنمنٹ نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاملات سے ممنون کر کے اس بات کے لئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم ان کی دنیا و دین کے لئے دلی جوش سے بہبودی و سلامتی چاہیں۔ پس ہم اللہ تعالی سے انکی دنیاوی اور اخروی بھلائی

کا سوال کرتے ہیں بار خدایا ان کو ہدایت کر اور اپنی روح سے ان کی تائید کر اور ان کو اپنے دین میں وافر حصہ دے اور ان کو اپنی طاقت اور قوت سے اپنی طرف کھینچ تاکہ تیری کتاب اور تیرے رسول علیہ السلام پر ایمان لاویں اور فوج درفوج خدا کے دین میں داخل ہوں آمین ثم آمین و الحمد للّٰہ ربّ العالمین ۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور (مجموعہ اشتہارات ۔ ج ا ۔ ص ۲۵)

پس یہ دعا جو بکمال حضور باطن براہین والے نے نصاریٰ کی قوم کے واسطے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قوت اور طاقت سے ان کو دین اسلام میں کھینچے اور وہ فوج درفوج مسلمان ہوں ۔ اس رسالہ کی تالیف تک ان سے مرزا قادیانی کے ہاتھ پر کوئی بھی ایمان نہیں لایا چہ جائیکہ سب انگریز ایمان لاتے اور فوج درفوج مسلمان ہوتے ۔ پس صریح ثابت ہوا کہ براہین والے کو حضرت مسیح سے اور علیٰ ہذا القیاس فطرتی مشابہت کا دعویٰ بھی جھوٹ ہے کیونکہ مسیح تو بن باپ روح کے پھونکنے سے پیدا ہوئے تھے جس پر قرآن مجید شاہد ہے اور براہین والا حکیم غلام مرتضیٰ قادیانی کے نطفہ سے پیدا ہوا چنانچہ اس نے خود ایام بلوہ میں حکام وقت کی امداد کا تذکرہ لکھا ہے (براہین حصہ سوم ص الف)

پس کیونکر مشابہ ہو وہ شخص جس کی خلقت ماء مہین سے ہو اس ذات پاک سے جس کو اللہ تعالیٰ و جعلناھا وابنھا آیۃً للعالمین فرمائے اور یہ جو براہین والے نے اپنی مشابہت کی دلیل میں مسیح سے یوں لکھا ہے کہ وہ تابع دین موسوی تھے اور ان کی انجیل وتوریت کی شرح تھی اور میں احقر خادمین سید المرسلین ﷺ سے ہوں، سو یہ بھی بالیقین باطل ہے ۔ اولاً اس لئے کہ حضرت مسیح جناب موسیٰ کے تابع دین نہ تھے بلکہ وہ تو اولوالعزم رسولوں سے تھے جن کی شریعت مستقلہ ہوتی ہے اور آپ کی انجیل توریت کی فرع نہ تھی بلکہ انجیل بعض احکام توریت کی ناسخ ہے ۔ پہلے دعویٰ کی دلیل یہ ہے جو اخیر سورہ احقاف میں ارشاد ہے فاصبر کما صبر اولو العزم من الرّسل صبر کر جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ۔، ابن عباسؓ اولوالعزم کے معنی صاحب حزم لکھتے ہیں اور ضحاکؒ نے صاحب وجد وصبر لکھ کر پھر دونوں اولوالعزم کے شمار میں حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ ، وموسیٰؑ و عیسیٰؑ چاروں اصحاب شرائع کا ذکر کر کے پانچویں آنحضرت ﷺ کو شامل ان کے جانتے ہیں ۔ پھر صاحب معالم کہتا ہے کہ اللہ نے خاص کر کے اس آیت میں پانچوں کا ذکر کیا ہے جو سورہ احزاب کے ابتداء میں ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

و اذ اخذ نا من النّبیّین میثاقھم و منک و من نوح و ابراھیم و

موسی و عیسی ابن مریم۔ اور یاد کر جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ اور عیسیٰ بیٹے مریم کے،

اور اس آیت شوریٰ کی ابتداء میں بھی ان پانچوں کا ذکر ہے:

شرع لکم من الدّین ما وصّی به نوحاً و الّذی او حینا الیک و ما وصّینا به ابراھیم وموسی وعیسی راہ ڈال دی تم کو دین میں وہی جو کچھ دی تھی نوح کو اور جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور وہ جو کچھ دیا ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو یہ بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے اور ایسا ہی لکھا ہے عامہ مفسرین نے۔

اب دوسرے دعویٰ کی دلیل سنو کہ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

انّا انزلنا التّوراة فیھا ھدی وّ نور، یحکم بھا النّبیّون الّذین اسلموا للّذین ھادوا والرّبانیّون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللّه و کانوا علیه شھداء۔ فلا تخشوا النّاس و اخشون ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً ۔ومن لّم یحکم بما انزل اللّه فاولئک ھم الکافرون۔
ہم نے اتاری توریت اس میں ہدایت اور روشنی اس پر حکم کرتے پیغمبر جو فرمانبردار تھے۔ یہود کو اور درویش اور عالم اس واسطے کہ نگہبان ٹھہرائے اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبرداری پر تھے۔ سو نہ تم ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو اور مت خریدو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور جو حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ ہیں منکر۔ (مائدہ:۴۴)

پھر ایک آیت بعد اس شرع عیسوی کی بابت ارشاد ہے:

و قفّینا علی آثارھم بعیسی ابن مریم مصدقاً لّما بین یدیه من التّوراة و آتیناه الانجیل فیه ھدی وّ نور و مصدقاً لّما بین یدیه من التّوراة و ھدی و موعظة للمتّقین۔ و لیحکم اھل الانجیل بما انزل اللّه فیه و من لم یحکم بما انزل اللّه فاولئک ھم الفاسقون۔
اور پچھاڑی میں بھیجا ہم نے انہیں کے قدموں پر عیسیٰ مریم کا بیٹا سچ بتاتا توریت کو جو آگے سے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی اور سچا کرتی اپنی اگلی توریت کو اور راہ بتاتی اور نصیحت ڈر والوں کو اور چاہیے کہ حکم کریں انجیل والے اس پر جو اللہ نے اتارا اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ ہیں بے حکم۔ (مائدہ:۴۶۔۴۷)

اب قرآنی آیتوں سے صاف ثابت ہے کہ شریعت موسوی وعیسوی دونوں علیحدہ علیحدہ شریعتیں ہیں جو انجیل کو توریت کی فرع بتاتا ہے قرآن مجید اس کو جھٹلاتا ہے۔

پھر سورہ آل عمران میں حضرت مسیح سے حکایت ہے:

و مصدقاً لما بین یدیّ من التّوراۃ ولاحلّ لکم بعض الّذی حرّم علیکم (اور سچ بتاتا ہوں توریت کو جو مجھ سے پہلے کی ہے اور اسی واسطے کہ حلال کردوں تم کو بعض چیز جو حرام تھی تم پر)۔

یعنی شریعت موسوی میں جو چربی اور مچھلی اور اونٹ کا گوشت اور شنبہ کے دن میں کام کاج کرنا حرام تھا اس کو شرع عیسوی نے حلال کر دیا۔ یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ شرع عیسوی ناسخ شرع موسوی ہے۔ یہ تفسیر بیضاوی کی عبارت ہے اور تفسیر مدارک وجلالین ومعالم وغیرہ میں بھی ایسا ہی تحریر ہے۔ پس قرآن مجید سے بخوبی تکذیب مرزا قادیانی کی ہوگئی۔

ثانیاً براہین والے کا یہ دعوی کہ میں آنحضرت ﷺ کے احقر خادمین سے ہوں سراسر باطل ہے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے کمالات میں اپنی مساوات کر رہا ہے اور آپ ﷺ کی خصوصیات کو جو منصوص قرآن ہیں آپ ﷺ کے غیر کی طرف منسوب کرتا ہے۔

دیکھو فضیلت رسالت جو اللہ تعالی نے آیت ھو الّذی ارسل رسولہ ۔ میں آپ ﷺ کے لئے ہی ثابت فرمائی ہے۔ براہین والے نے اولاً تو اس کو حضرت مسیح کے حق میں متحقق کیا ہے۔ شائد تالیف قلوب حکام وقت اور ان سے اظہار محبت کے واسطے ایسا کیا ہوگا۔ ثانیاً اس رسالت کو اپنے لئے ثابت کرلیا کہ روحانی اور باطنی طور سے مورد اس آیت کا خود بن بیٹھا۔ تاکہ عوام اہل اسلام اس کو رئیس اولیاء اور نمونہ انبیاء جان کر اس کی کتاب کو گراں قیمت سے خریدیں اور غبن فاحش میں پڑیں اور اس کو بہت سے دراہم ودینار حاصل ہوں۔ پس سارا مدار دینار پر ہے۔ جیسا کہ دانشمندوں پر مخفی نہیں اور ہم اس امر کو زیادہ تر وضاحت سے ثابت کر دیں گے۔ الحاصل اگلی پچھلی تحریروں سے متحقق ہے کہ براہین والا قرآن مجید کی تحریف معنوی کر رہا ہے اور اس کو کسی پکے مومن سے بھی مشابہت نہیں چہ جائے کہ ولیوں پر اس کو فضیلت ہو اور نبیوں کا نمونہ بن سکے، تو اس کے دعووں سے پناہ بخدا لایزال۔ اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ اس شخص نے قرآن مجید میں صرف تحریف معنوی ہی نہیں کی بلکہ بہت سی آیات قرآنی میں تحریف لفظی بھی کر دی ہے۔

دیکھو اوپر کے ملہمات میں آیت قل انّی ا مرت ان اکون اوّل من اسلم ...اور

آیت و انا اوّل المؤ منین ، ۔ان دونوں کوتوڑ پھوڑ کر یہ آیت تیسری بنالی ہے کہ قل انّی امر ت و انا اوّل المؤمنین ۔ اور آیت انّه عمل غیر صا لح کو انّه عبد غیر صالح سے بدل دیا ہے۔ اور آیت ما انت بنعمت ر بّک بمجنون کے ابتداء میں حرف واؤبڑھا دیا ہےاور زهق البا طل بہ ہا ھوزکو ز حق البا طل بجائے حطی نازل کرلیا ہے۔ و اتّخذوا من مقام ابراهیم مصلّی کی واوکو فا سے تبدیل کر دیا ہے۔اور آیت یا عیسی انّی متوفیک کے درمیان و مطهّرك من الّذین کفروا کو ساقط کر دیا ہے جیسا کہ یہ آیت براہین صفحہ ۵۵٦ سے اوپر منقول ہوگئی ہے اور ایسا ہی اس آیت کو صفحہ ۵۱۹ براہین میں جواپنے لئے نازل ہونا لکھا ہےتو وہاں بھی اس کے درمیان سے یہی فقرہ اڑا دیا ہے۔اور علی ہذا بہت سی آیات فرقانی میں لفظی تحریف بھی کردی ہے جس کو حافظ قرآن تامل سے معلوم کرسکتا ہے۔ پھر باوصف اس تحریف کے آیات قرآنی کو پارہ پارہ کر دیا ہےاور یہ تو اس کے ملہمات میں اس کثرت سے ہے جس کا شمار دشوار ہے۔ یہاں پر یہ خیال نہ کیا جائے کہ تحریف آیات کاتب سے ہوگئی ہے کیونکہ مرزا قادیانی نے اپنی تصحیح سے وہ کتاب چھپوائی ہے جیسا کہ براہین صفحہ ۵۱٦ میں اس امر پر تصریح کرتا ہے اور نیز ان آیات کا ترجمہ موافق اس تحریف ہی کے کیا ہے۔اس کو یادرکھ کر آگے سنئے کہ براہین صفحہ ۵۱۴ میں آیت و ما کان اللّه لیعذّ بهم و انت فیهم و ما کان اللّه لیعذّ بهم وهم یستغفرون کو جواپنے حق میں نازل ہونا لکھا ہےتو اس میں دوسرے و ما کان اللّه کے پیچھے سے جو لفظ معذّ بهم قرآن مجید میں ہےاس کو لیعذّ بهم سے بدل دیا ہے۔پھر صفحہ ۵۵۵ براہین میں جوآیت و کذ لک مننا علی یوسف لنصرف عنه السّوء و الفحشاء کواپنے حق میں نازل لکھ کر اخیر اس کے ترجمہ کے لکھتا ہے کہ اس جگہ یوسف کے لفظ سے یہی عاجز مراد ہے۔ انتہاء بلفظہ۔ اور اس آیت میں لفظ مکنا کو مننا سے تحریف کر دیا ہےاوراسی محرف لفظ کا ترجمہ کیا ہے کہ ہم نے یوسف پر احسان کیا۔

پھر صفحہ ۴۹۷۔۴۹۸ براہین میں جو اپنی وصف اور اپنی کتاب کی تعریف میں یہ آیت نازل کی ہے کہ انّ الّذین کفروا و صدّوا عن سبیل اللّه ردّ علیهم رجل من فارس شکر اللّه سعیه تو علاوہ تحریف قرآن کے اس کے ترجمہ میں اپنے لئے اللہ تعالی کو شا کر یعنی اپنا شکر گزار لکھ دیا ہےاور بعد ازاں یہ الہام لکھا ہے:

کتا ب الو لیّ ذو الفقار علیّ ۔ولی کی کتاب علی کی تلوار کی طرح ہے یعنی مخالف کو

نیست و نابود کرنے والی ہے۔ جیسے علی کی تلوار نے بڑے بڑے خطرناک معرکوں میں نمایاں کار دکھلائے تھے ایسا ہی یہ بھی دکھلائیگی۔اور یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ جو کتاب کی تاثیرات عظیمہ اور برکات عمیمہ پر دلالت کرتی ہے۔

پھر بعد اسکے فرمایا: ولو کان الایمان معلقاً با لثّریّا لنا لہ، اگر ایمان ثریا سے لٹکتا ہوتا یعنی زمین سے بالکل اٹھ جاتا تب بھی شخص مقدم الذکر (فارسی الاصل) اس کو پالیتا۔

پھر آیت یکاد زیتہ یضیء ولو لم تمسسہ نار،، کو اپنی کتاب کی تعریف میں وارد کر کے ترجمہ یوں لکھتا ہے:

عنقریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے گا اگرچہ آگ اس کو چھو بھی نہ جائے

پھر یہ آیت سورۃ قمر، وسورۃ ص، وسوۃ آل عمران، وسورۃ رعد اپنے اور اپنی کتاب کے حق میں نازل کر کے ان کا ترجمہ یوں تحریر کیا ہے کہ:

ام یقولون نحن جمیع منتصر سیھزم الجمع و یولّون الدّ بر۔ و ان یّروا آیۃ یّعرضوا و یقولوا سحر مّستمر واستیقنتھا انفسھم و قا لوا لا ت حین مناصٍ فبما رحمۃٍ مّن اللّٰہ لنت لھم و لو کنت فظاً غلیظ القلب لا نفضّوا من حو لک ۔ولو انّ القرآن سیّرت بہ الجبا ل

کیا کہتے ہیں کہ ہم ایک قوی جماعت ہیں جو جواب دینے پر قادر ہیں۔عنقریب یہ ساری جماعت بھاگ جائے گی اور یہ پیٹھ پھیر لیں گے اور جب یہ لوگ کوئی نشان دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ایک معمولی اور قدیمی سحر ہے حالانکہ انکے دل ان نشانوں پر یقین کر گئے ہیں اور دلوں میں انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ اب گریز کی جگہ نہیں۔اور یہ خدا کی رحمت ہے کہ تو ان پر نرم ہوا۔ اور اگر تو سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے نزدیک نہ آتے اور تجھ سے الگ ہو جاتے۔اگر چہ قرآنی معجزات ایسے دیکھتے جن سے پہاڑ جنبش میں آجاتے۔(اور مرزا قادیانی نے تصریح کی ہے کہ): یہ آیات ان بعض لوگوں کے حق میں بطور الہام القاء ہوئیں جن کا ایسا ہی خیال اور حال تھا اور شاید ایسے ہی اور لوگ بھی نکل آئیں۔(براہین احمدیہ۔ص ۴۹۸)

اب فقیر(غلام دستگیر) کہتا ہے کہ ان میں مرزا قادیانی نے تحریف لفظی بھی بدرجہ کمال کی ہے اور بہتان عظیم کو اسی میں شامل کر دیا ہے کیونکہ حدیث صحیح متفق علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

لو کا ن الایمان معلقاً با لثّر یا لتناولہ رجال او رجل من فارس۔پس اسی حدیث

کے ابتداء میں مرزا قادیانی نے حرف واؤ زائد کردیا ہے اور لتننا ولہ کو لنا لہ سے بدل دیا ہے اور اس کے فاعل کو بالکل حذف کیا ہے جو محض ناروا ہے۔ پھر قرآن مجید کے لفظ زیتھا کو کلمہ زیتہ سے تحریف کیا ہے تا کہ کتاب مرجع مذکر کی رعایت رہے اور آیت فنا دوا لا ت حین منا ص کو و قا لوا لات حین منا ص بنا کر تین تحریف کردی ہیں یعنی فا کی جگہ واؤ لکھ دی ہے اور نادوا کو قا لوا سے بدلا ہے اور لا ت کے سر سے واؤ حذف کردی ہیں۔ پھر اس کو تین جگہ اسی تحریف سے لکھا ہے ایک تو یہ مقام دوسرا صفحہ ۴۹۰ براہین سطر ۱۸ تیسرا ص ۴۹۷ سطر ۱۳ میں اور ان تینوں ہی جگہ میں بموجب اس تحریف کے ترجمہ کیا ہے۔ پھر آیت و لو ان قر آ ناً سیرت به الجبا ل کو، و لو انّ القرآن سیّرت به الجبا ل بنا کر قرآن پر الف لام بڑھا دیا ہے اور سیّرت کی تا کو حذف کردیا ہے اور معہذا سورہ قمر کی آیات میں ترتیب بدل دی ہے۔ کیا معنی کہ وہ آیت اخیر سورۃ یعنی ام یقولون نحن جمیع مّنتصر سیهزم الجمع و یولّون الدّ بر ، ابتداء میں لکھ دی اور آیت ابتداء سورہ قمر یعنی و ان یّروا آ یة کو ان کے اخیر میں تحریر کردیا ہے اور اسی ترتیب پر ترجمہ کیا ہے۔ پس یہ ایک سورۃ کی آیات میں تبدیل ترتیب ہے اور شرع میں مقدر ہے کہ ہر سورۃ کی آیات میں ترتیب با مر شارع توقیفی ہے بدلیل احادیث صحیحہ و اجماع امت مرحومہ چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے تفسیر اتقان میں اس مسئلہ کے بیان میں ایک مستقل بسط مناسب کر کے ساتھ ذکر کیا ہے اور شیخ محدثؒ دہلوی نے بھی فارسی اور عربی دونوں شرح مشکوۃ میں اس امر کو تفصیل وار لکھا ہے اور شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی تفسیر فتح العزیز کے ابتداء سورہ بقرہ میں اس مسئلہ کی تحقیق کے بعد ترتیب آیات کی مخالفت کو حرام اور بدعت شنیعہ کہا ہے جس نے اصل عبارات دیکھنی ہوں تو ان کتابوں میں دیکھے۔ الغرض یہ الہامات جن میں آیات قرآنی کی تحریف اور نیز آیات کی ترتیب کی تبدیل اور نیز ان کا پارہ پارہ کرنا شائع ہے اللہ تعالی کی طرف سے ہرگز القاء نہیں ہیں اور بالیقین تلبیس ابلیس اور مکائد نفس خبیث ہیں۔

اس جگہ پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ تحریف اور تبدیل وغیرہ اگر کسی بندے کی طرف سے ہو تو اس کی حرمت وغیرہ میں کیا شک ہے؟ لیکن جب خدائے کریم کی طرف سے ایسا ہو رہا ہے جیسا کہ مرزا قادیانی کا دعوی ہے تو اس میں اس کا کیا قصور۔ اللہ تعالی جو چاہے سو کرے، تو اس کا جواب یوں ہے، باری تعالی کا فرمان ہے:

و لا مبدّل لکلمات اللّه ، اور تمّت کلمته ربّک صدقاً وّ عدلاً لا

مبدّل لکلمته

ارشاد ہے ۔ ای لا ا حد یبد ل شیئاً مّنھا بما ھو اصدق و اعدل او
لااحد یقدر ان یحر فھا تحریفاً شا ئعاً ذا ئعاً کما فعل با لتوراۃ ، او لا
نبی و کتا ب بعد ھا ینسخھا و یبد ل ا حکا مھا ۔

یعنی قرآن مجید کی آیات کو جو راست تر اور اعدل ہیں کوئی نہیں بدل سکتا۔ یا کوئی قادر نہیں کہ آیات قرآنی الٹا پلٹا کردے جیسا کہ توریت میں واقع ہوا ہے ، یعنی تحریف نے تاثیر کردی اور کسی نے اس امت سے تعاقب نہ کیا، یا قرآن سے پیچھے نہ کوئی کتاب ہوگی جو اس کو نسخ کر سکے اور اس کے احکام تبدیل کرے۔ یہ ترجمہ عبارت تفسیر بیضاوی وغیرہ کا ہے۔

و قال تعالی و انه لکتا ب عز یز کثیر النّفع عد یم النّظر او ملیح
یا یتأی ابطا له و تحریف لا یات البا طل من بین ید ینه ولا من خلفه
من جھة من الجھا ت تنز یل من حکیم حمید یحمده کل مخلوق کذا
فی انوار التنز یل وغیر ھما ۔

یعنی اور یہ بھی قرآن کا فرمان ہے کہ بے شک قرآن کتاب عزیز ہے یعنی بہت منفعت والی ، بے نظیر یا محکم جس کا ابطال اور تحریف غیر ممکن ہے ۔ باطل کی طرف سے اس کو شامل نہیں ہوسکتا اس حکیم نے اتاری ہے جس کی ساری مخلوقات حمد کرتی ہے۔

پس ایسی آیات قرآنی سے معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالی کی مشیت اور خواہش نہیں کہ آیات قرآن کی تبدیل ہو بلکہ اس نے قرآن مجید کو راستی اور عدل سے پورا کر دیا ہے اور تحریف وتبدیل سے محفوظ رکھا ہے اور اس کی نظم اور ترتیب اعلی درجے فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہے ۔ پس کوئی کلام، کلام الٰہی سے نظم اور ترتیب کی رو سے احسن متصور نہیں اور اس کی تبدیل وتحریف بھی غیر ممکن ہے۔ نہ کسی نبی کی طرف سے اور نہ خدا تعالی کی کسی کتاب سے کیونکہ یہ خلاف وعدہ ہے باری تعالی کا اور باری تعالی وعدہ کا خلاف ہرگز نہیں کرتا۔ پس محقق ہوا کہ یہ الہامات قرآن کی تحریف وتبدیل کرنے والے حق سبحانہ کی جانب سے نہیں ہیں۔ بلکہ نفسانیت مرزا قادیانی یا اس کے شیطان قرین کی طرف سے ہیں۔ ایسے الحاد فی القرآن سے پناہ بخدا لایزال۔

سورۃ فصلت میں ارشاد ہے انّ الّذین یلحدون یعنی جو لوگ استقامت سے برطرف ہوکر ہماری آیتوں میں طعن اور تحریف اور تاویل وغیرہ سے پیش آئے وہ ہم پر پوشیدہ نہیں

یعنی ان کو اس الحاد کا بدلہ دیں گے۔ کیا پس جو شخص آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئے۔ جو چاہو کر لو یہ تہدید شدید ہے بے شک خدا تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے، یعنی ان کو سزا دے گا۔ یہ بیضاوی و مدارک وغیرہما کی عبارت کا ترجمہ ہے۔ اور قرآن مجید کی سورہ انعام میں ارشاد ہے و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذباً او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئی ۔ الآیۃ یعنی اور اس ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یہ کہے مجھ کو وحی آئی اور اس کو وحی کچھ نہیں آئی۔ اور سورہ ہود میں یوں فرمایا: و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذباً۔ جس کا ترجمہ اور مراد یہ ہے کہ، کون بہت ظالم ہے خدا پر جھوٹا افتراء کرنے والے سے، یعنی جس نے کسی اور کی بات کو اللہ کی اتاری بتا دیا یا اللہ کی اتاری کا انکار کیا وہ لوگ روبرو آئیں گے اپنے رب کے، یعنی قیامت کے دن روبرو کھڑے کئے جائیں گے یا ان کے اعمال پیش کئے جائیں اور کہیں گے گواہی دینے والے یعنی فرشتوں اور نبیوں اور اعضاء سے بھی جنھوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر سن لو پھٹکار ہے اللہ کی بے انصاف لوگوں پر۔ یہ عظیم دہشت دینا ہے ان کے ظلم پر جو خدا پر جھوٹ باندھا۔ یہ ترجمہ ہے بیضاوی وغیرہ تفاسیر کی عبارتوں کا اور شاہ عبدالقادر دہلویؒ اس کے فائدہ میں لکھتے ہیں کہ:

> خدا پر جھوٹ بولنا کئی طرح ہے۔ علم میں غلط نقل کرنی یا خواب بنا لینا یا عقل سے حکم کرنا دین کی بات میں یعنی شریعت کے مخالف یا دعوی کرنا کشف رکھتا ہوں یا اللہ کا مقرب ہوں

ملا علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

> و ہؤلاء الّذین یفعلون ہذہ الافعال الخارجۃ عن الکتاب و السّنّۃ انواعۃ نوع منہم اہل تلبیس و کذب و خداع الّذین یظہر احد ہم طاعۃ الجنّ لہ او یدعی الحال من اہل المحال کالمشائخ التصابین و الفقراء الکذابین و الطرقیۃ المکارین فہئولاء یستحقون العقوبۃ البلیغۃ التی تردعہم و امثالہم ان الکذب و التلبیس و قد یکون فی ہؤلاء من یستحق القتل کمن یدعی النّبوّۃ بمثل ہذہ الخزعبیلات او یطلب تغیر شیء من الشریعۃ و نحو ذالک۔

> کہ قرآن اور حدیث کے مخالف کام کرنے والے لوگ بہت قسم کے ہیں۔ ایک قسم ان میں سے فریبی اور جھوٹے اور مکار ہیں جن سے کوئی دعوی جن کے قید کر لینے کا کرتا ہے یا مدعی

حالت کا ہوتا، جیسے جھوٹے مشائخ اور فقراء۔ پس یہ لوگ سخت عذاب کے مستحق ہیں جیسے ایسے لوگ جھوٹ اور فریب سے بعض آئیں اور بعضے ان لوگوں سے مستحق قتل ہیں ۔ جو فریب دکھا کر دعوی نبوت کا کرتا ہے یا شریعت کے بدلانے کے درپے ہوتا ہے اور مانند اس کے ۔

(اسکے بعد اصل کتاب اور عربی ترجمہ میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے ریویو کی تردید شروع کی گئی ہے جب مولانا، بقول مرزا سلسلہ قادیانیہ کی تربیت کر رہے تھے۔ پھر جب مرزا صاحب نے میسیحیت وغیرہ دعاوی ظاہر کئے تو مولانا نے اس ریویو کو غیر متعلق جان کر مرزا کی تردید و تکذیب شروع کر دی، اور ۱۸۹۱ء میں فتوی کفر مرتب کر کے ۱۸۹۲ء میں علماء ہند کے دستخطوں سے جاری کر دیا۔ اسلئے مولانا غلام دستگیر نے بھی اپنی تردید مولانا بٹالوی کو حالات کی تبدیلی کے باعث غیر متعلق قرار دیدیا۔ جیسا کہ احتساب قادیانیت جلد دہم میں لکھا ہے:

۱۸ صفر ۱۳۱۲ھ کو یہ عربی اردو فتوی شائع فرمایا۔ مصنف کی کمال دیانت واضح ہو کہ ۹ سال تک متواتر مرزا غلام احمد قادیانی کو قبول اسلام کرنے کے لئے آمادہ کرتے رہے۔ اس دوران میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کی تائید سے دستکش ہو کر مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتوی شائع کر دیا تھا تو حضرت نے اپنے رسالہ کے حاشیہ پر یہ نوٹ لگا کر دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل فرمائی:

نوٹ: چونکہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کی تائید چھوڑ دی ہے بلکہ اس کی تکذیب پر کمر باندھا ہے تو اب رسالہ رجم الشیاطین میں جو بٹالوی کی تردید تھی اس سے وہ بری الذمہ ہو گئے ہیں۔ خدا کے کلام آیات قرآنی وغیرہ کو کلام غیر ھا بنانے کی بھی خود انہوں نے تردید کر دی ہے فالحمد للہ و ھو الھادی (منہ عفی عنہ۔ اڈیشن اول۔ ص ۷۰)

بنابریں ہم نے اس کتاب کی تلخیص و اختصار کرتے ہوئے اس کا وہ حصہ حذف کر دیا ہے جو مولانا بٹالویؒ کے فتوی تکفیر مرزا کے بعد غیر متعلق ہو گیا تھا۔ بہاء)

(منقول از احتساب قادیانیت جلد ۱۰۔ ص ۴۵۰۔ ۵۴۶۔ مختصراً)

فتح رحمانی بہ دفع کید قادیانی

(مولانا غلام دستگیر قصوریؒ)

فقیر غلام دستگیر قصوری ابتداء ۱۳۰۲ھ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا پرست اور دین فروش جانتا ہے چنانچہ محض ابتغاء لمرضات اللہ اس کی تردید میں حتی الامکان مصروفیت کر کے علماء حرمین محترمین زادھما اللہ تعالی حرمۃً وشرفاً سے اس کی کتاب براہین احمدیہ اور رسالہ اشاعۃ السنہ ذی قعدہ وذی الحجۃ ۱۳۰۱ھ ومحرم ۱۳۰۲ھ جس میں اس کی تاویلیں تھیں بھیج کر استفتاء کیا تھا کہ ایسا شخص جو اپنے الہام کو مرادف وحی انبیاء یعنی قطعی ویقینی جانتا ہے اور انبیاء سے کھلی کھلی برابری بلکہ بعض جگہ اپنے آپ کو انبیاء سے بڑھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر مولانا محمد (جو منجانب حضرت سلطان روم بتجویز شیخ الاسلام کے ملقب بخطاب پایہ حرمین شریفین ہیں) فقیر کے رسالہ رجم الشیاطین برد اغلوطات البراھین کی نقول کو مطابق اصل براہین کر کے لکھ دیا تھا کہ مرزا قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ پھر حضرات مفتیان حرمین شریفین نے بھی اس کے بارہ میں قادیانی شیطانی اور مسیلمہ کذاب ثانی وغیرھما الفاظ کو استعمال فرما کر رسالہ موصوفہ کی کمال تصدیق فرمائی، جو ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا۔ جس کو فقیر نے بعد مدت دراز اس کی توبہ کے انتظار کے ۱۳۱۲ھ کے صفر میں شائع کر کے اپنی سبک دوشی حاصل کر لی تھی پھر اخیر رجب ۱۳۱۴ھ میں مرزا قادیانی نے رسائل اربعہ فقیر کو بھیج کر بشمولیت بہت سے علماء دین متین کے فقیر کو بھی مباہلہ کے واسطے قسمیں دے کر بلایا اور مباہلہ نہ کرنے والے کو ملعون بنایا۔ فقیر نے بنظر صیانت عقاید اہل اسلام مرزا قادیانی کو قبولیت مباہلہ لکھ کر ۱۵ شعبان ۱۳۱۴ھ (مطابق ۱۷ جنوری ۱۸۹۶ء) تاریخ مقرر کر کے معہ اپنے دونوں فرزندوں کے ۲ شعبان کو وارد لاہور ہوا جس پر مرزا قادیانی کی طرف سے حکیم فضل الدین لاہور میں آیا اور ایک مجمع عظیم کر کے مسجد ملا مجید میں فقیر پر معترض ہوا کہ حضرت اقدس مرزا قادیانی نے آپ کی یہ غلطی نکالی ہے کہ مباہلہ قرآنی میں صیغہ جمع ہے آپ تنہا کیوں کر مباہلہ کر سکتے ہیں؟ فقیر نے اسی مجمع میں اپنے رقعہ قبولیت مباہلہ سے اپنے فرزندوں کی شمولیت سے اپنا جمع ہونا ثابت کیا بلکہ اس وقت دونوں کو روبرو دکھلا دیا جس پر مدعی مسیح موعود اور اس کے حواریوں کی غلطی مانی گئی تھی۔ پھر ظہور اثر مباہلہ کے لئے جو مرزا قادیانی نے ایک برس کی میعاد رکھی تھی اس کو فقیر نے بدلیل قرآن وحدیث

اٹھانا چاہا اس پر حکیم مذکور اور مرزا قادیانی نے ہٹ کیا۔ جس پر فقیر نے ۱۶ شعبان کو اشتہار شائع کر کے میعاد ۲۵ شعبان تک ایزا دکی اور اخیر شعبان تک منتظر رہا بلکہ پانچ روز امرتسر میں جا کر مرزا قادیانی کو بلایا، وہ مباہلہ کے لئے نہ آئے۔ اور اشتہار مورخہ ۲۰ شعبان بجواب اشتہار فقیر اس مضمون کا شائع کیا کہ

> تمام احادیث صحیحہ سے ظہور اثر مباہلہ کی میعاد ایک سال ثابت ہے اور میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری تکفیر کرنے والے تقوی اور دیانت کو چھوڑتے اور مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھہراتے ہیں۔

اس کے جواب میں فقیر نے پندرہ اکابر علمائے اہل سنت لاہور وقصور وامرتسر سے بدلیل قرآن وحدیث تصدیق کرایا کہ مباہلہ شرعی میں کوئی میعاد سال وغیرہ نہیں ہے۔ مرزا قادیانی نے محض بغرض دھوکہ دہی جو اس کا جبلی وطیرہ ہے قید ایک سال لگائی ہے اور فقیر نے رمضان المبارک میں اس کے اشتہار کی تردید میں بہت سی تصانیف مرزا قادیانی سے اس کے کھلے کھلے دعوی نبوت نیز توہین انبیاء کرام جو سبب ہے اس کی تکفیر کا، ثابت کر دیئے ہیں اور انشاء اللہ العزیز وہ تمام مضمون ایک کتاب موسوم ، تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام، میں شائع ہوں گے جس سے سب پر ظاہر و باہر ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی باوصف ان دعوی نبوت وتوہین انبیاء کے ہرگز ہرگز کلمہ گو اور اہل قبلہ متصور نہیں۔

جب فقیر اخیر شعبان میں قصور آیا تو ابتدائے رمضان المبارک میں سید محمد شاہ قصوری نے ایک سال کی میعاد ظہور اثر مباہلہ کے واسطے قبول کر کے مرزا قادیانی کو بہ ثبت دستخط قریب ایک سو مسلمانوں کے لکھ بھیجا کہ ایک عذاب تین قسم عذاب مباہلہ سرور عالم ﷺ سے مقرر کر دیں کہ ایک سال میں یہ معین عذاب ہوگا تو ہم سب لوگ آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے کے واسطے مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر لاہور میں آجائیں گے تا کہ فیصلہ قطعی ہو جائے اور روزمرہ کی اشتہار بازی ختم ہو۔ اس پر بھی مرزا قادیانی نے کچھ جواب نہ دیا اور حکیم فضل دین مرزائی نے سخت زبانی اور دریدہ ذہنی سے سب کو منافق وغیرہ لکھ کر آخیر میں درج کیا کہ بدون شائع کرنے اشتہار کے مسیح موعود کوئی جواب نہ دیں گے۔ جس سے بخوبی ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی اشتہاری ہیں اور مباہلہ سے بالکل فراری۔ اور ہر تحریر میں دام تزویر پھیلاتے ہیں اور خدا تعالی پر افترا کر کے سادہ لوحوں کو پھنساتے ہیں فالی اللہ المشتکی۔

طرفہ تر یہ ہے کہ اسی مرزا نے اپنی الہامی کتاب ازالہ اوہام میں مباہلہ کے عدم جواز کو بڑی شد و مد سے ثابت کیا ہے اور ابن مسعودؓ پر بسبب درخواست مباہلہ کے سخت زبان درازی کی ہے اور ثمرہ مباہلہ کا مسلمانوں کو گھٹانا اور کافروں کا بڑھانا بیان کر کے مباہلہ کی درخواست کرنے والے مولویوں پر بے حیائی اور فتنہ انگیزی کا فتوی دیا ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۵۹۵۔۵۹۷)

(مرزا صاحب لکھتے ہیں: آج کل یہ کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہے کم کر دیا جائے اور بدسرشت مولویوں کے حکم اور فتوی سے دین اسلام سے خارج کر دیئے جائیں..درندگی اور جوشوں کی وجہ سے لعنتوں پر بڑا زور دیا جاتا ہے اور لعنت بازی کے لئے باہم مسلمانوں کے مباہلہ کے فتوے دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ سب ملّا یا یوں کہو کہ ایک دوسرے کو کھانے والے کیڑے اس بات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے کہ مسلمانوں کے تمام مذاہب میں عام طور پر اختلافات جزئیہ جاری و ساری ہیں اور کسی بات میں کوئی خطا پر ہے اور کسی بات میں کوئی۔اب کیا یہ انسانیت ہے یا ہمدردی اور ترحم میں داخل ہے کہ طریق تصفیہ یہ ٹھہرایا جائے کہ تمام مسلمان کیا آئمہ اربعہ کے پیرو اور کیا محدثین کے پیرو اور کیا متصوفین، ان ادنی ادنی اختلافات کی وجہ سے مباہلہ کے میدان میں آ کر ایک دوسرے پر لعنت کرنا شروع کر دیں۔اب عقلمند سوچ سکتا ہے کہ اگر مباہلہ اور ملاعنہ کے بعد صاعقہ قہرالٰہی فرقہ مخطیہ پر ضروری الوقوع ہے تو کیا اس کا بجز اس کے کوئی اور نتیجہ ہوگا کہ یک دفعہ خدا تعالی تمام مسلمانوں کو ہلاک کر دے گا اور اپنے اپنے اجتہادی خطا کی وجہ سے سب ہلاک کئے جائیں گے۔ یہ نادان کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے جو مباہلہ کی درخواست کی تھی اس سے نکلتا ہے کہ مسلمانوں کا باہم مباہلہ ہے مگر یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ابن مسعودؓ نے اپنے اس قول سے رجوع نہیں کیا اور نہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ مباہلہ ہو کر مخطیوں پر عذاب نازل ہوا تھا۔حق بات یہ ہے کہ ابن مسعودؓ ایک معمولی انسان تھا نبی اور رسول تو نہیں تھا۔اس نے جوش میں اگر غلطی کھائی تو کیا اس کی بات کو ان ھو الّا وحی یوحی میں داخل کیا جائے۔صحابہ کے مشاجرات اور اختلافات پر نظر ڈالو جن کی بعض اوقات سیف و سنان تک نوبت پہنچ گئی تھی حضرت معاویہؓ بھی تو صحابی ہی تھے جنہوں نے خطا پر جم کر ہزاروں آدمیوں کے خون کرائے۔اگر ابن مسعودؓ نے خطا کی تو کون سا غضب آ گیا۔اور بے شک اس نے اگر جزئی اختلافات میں مباہلہ کی درخواست کی تو سخت خطا کی جب کہ صحابی سے اور باتوں میں خطا ممکن ہے تو کیا پھر مباہلہ کی درخواست میں خطا ممکن نہیں۔ ظاہر ہے کہ صحابہ میں کس قدر اختلافات واقع تھے۔کوئی جساسہ والے دجال کو دجال معہود سمجھتا تھا اور کوئی قسم کھا کر کہتا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔کوئی جسمانی معراج کا قائل تھا اور کوئی اس کو خواب بناتا تھا اور بعض سورتوں کو جیسے معوذتین قرآن شریف کی جزو سمجھتا تھا اور کوئی اس سے باہر خیال کرتا تھا۔اب کیا یہ سارے سچ پر تھے۔اور جب ایک قسم کی کسی سے غلطی ہوئی تو دوسری قسم کی بھی ہو سکتی ہے۔ یہ کیا جہالت ہے کہ صحابی کو بکلّی غلطی اور خطا سے پاک سمجھا جائے اور اس کے مجرد اپنے

ہی قول کو ایسا قبول کیا جائے جیسا نبی ﷺ کا قول قبول کرنا چاہیے۔ مسلمانو! آؤ خدا سے شرماؤ اور یہ نمونہ اپنی مولویت اور تفقہ کا مت دکھلاؤ۔ مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں، تم ان تھوڑوں کو اور نہ گھٹاؤ اور کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ۔ اور اگر ہمارے کہنے کا کچھ اثر نہیں تو اپنی تحریرات مطبوعہ کو شرم سے دیکھو اور فتنہ انگیز تقریروں سے باز آؤ۔ منقول از ازالہ اوہام۔ص ۵۹۵۔۵۹۷۔ بہاء)..

اب برخلاف اس کے مباہلہ کے لئے الہامی اشتہار جاری ہو رہے ہیں۔ اب غور کرو کہ وہ پہلا الہام غلط تھا یا یہ دوسرا الہام غلط ہے؟ اور باوصف اس کے مباہلہ کے میدان میں آنا اور راست بازی کا نمونہ دکھانا کہاں اور مرزا قادیانی کہاں؟ سچ ہے بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔

الغرض رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کے اخیر بحالت اعتکاف فقیر ایک چار ورقہ اشتہار مطبوعہ نرنکاری پریس لدھیانہ منجانب مرزا حکیم رحمت اللہ و جماعت مرزائیاں لدھیانہ معرفت مرزا فضل بیگ مختار قصور کے فقیر کو پہنچا جس میں بڑے زور شور سے مرزا قادیانی کے بالقاء ربانی مسیح موعود و مہدی مسعود ہونے کو آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت مان کر منکرین کو بے علم مولوی وغیرہ ناشائستہ کلمات سے موصوف کر کے اس کی پیشانی پر، اشتہار صداقت آثار، لکھا ہے اور فی الواقع بتقلید ازالہ اوہام قادیانی کے از سرتا پا محض کذب و افتراء سے کاروائی کی ہے۔ چونکہ اس اشتہار میں اولاً و اصالتاً علماء امرتسر و لدھیانہ مخاطب ہیں اور اسکے جواب کی ان سے درخواست کی ہے۔ اسلئے فقیر نے اس کے جواب میں تعویق کی اور کئی دوستوں کو اس کے بعضے بہتانات پر مطلع کر کے اصل واقعہ پر اطلاع دی تھی۔ اب ۱۲ شوال ۱۳۱۴ھ میں فقیر ایک دینی کام کے انجام کو لدھیانہ میں وارد ہوا تو سنا گیا کہ حضرات علماء لدھیانہ کی طرف سے کسی مصلحت کے واسطے اس کا جواب نہیں دیا گیا، اس پر غیرت دینی نے جوش دلایا کہ ان جعل سازوں اور افتراء پردازوں کا بقدر ضرورت ضرور ہی جواب شائع کرنا بلکہ مرزا کے تین سو تیرہ حواری مندرجہ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ ۴۱ تا ۴۴ کو پہچانا لازم ہے تا کہ ان کی بواقعی تکبیت اور عجز ثابت ہو اور یہ عذر نہ رہے کہ کسی نے اس مسیح کاذب کے دلائل کو نہیں توڑا۔ واللّٰہ ھو الھادی

یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ عرباً و عجماً مرزا غلام احمد قادیانی کی بواقعی تردید شائع ہو رہی ہے اور مرزائی یہ کہتے جاتے ہیں کہ کسی نے ان کے دلائل توڑ کر نہیں دکھائے۔ لیجئے اب آپ کے دلائل اشتہار جو تمام دلائل کا خلاصہ ہیں اور جس کے جواب کے مرزائی کمال اصرار سے طلب گار ہیں بطور قال، اقول کے توڑ کر دکھلاتا ہوں اور دانش مندوں کے لئے تبصرہ بناتا ہوں اگر ہادی حقیقی

نے چاہا تو کوئی مرزائی بھی راہ راست پر آ جائے گا۔ و اللّٰہ ھو الموفق

قولہ:..اورآنے والے مسیح اور مہدی کا ایک ہی ہونا جیسا کہ حدیث لا مھدی الّا عیسی سے ثابت ہے (ص ا۔سطر ۸۔۹)

اقول: خود مرزا قادیانی نے بھی لکھا ہے لا مھدی الّا عیسی بن مریم (ازالہ ص ۵۶۸) نیز اسی ازالہ کے صفحہ ۵۸۱ میں لکھا ہے: اس حدیث کے معنی کہ لا مھدی الّا عیسی، یہ ہیں۔ الخ۔

پس مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی اس حدیث کا جواب ہم ان کی ہی مسلّمہ بڑی معتبر کی کتاب مجمع بحار الانوار سے ہی لکھتے ہیں جس کی تعریف و مستند ہونا اس کے اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر اخیر میں تحریر ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ صاحب مجمع بحار الانوار لکھتے ہیں:

لا مھدی الا عیسی ابن مریم موضوع (مجمع بحار الانوار۔ ج ۵ ص ۲۴۷۔ الاحادیث المتفرقہ)

یعنی مرزائیوں کے معتبر محدث نے ایک اور کمال معتبر محدث کی سند سے لکھا ہے کہ یہ حدیث کہ مہدی اور مسیح ایک ہی ہے، موضوع یعنی بناوٹی ہے۔ اب یہ امر سب پر ظاہر ہے کہ موضوع حدیث کی سند سے کوئی حکم ثابت کرنا حرام اور بالکل ناروا ہے اور موضوع حدیث بنانے والا جہنمی ہوتا ہے علاوہ اس کے سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں ذہبی کی میزان سے اس حدیث کا منکر ہونا اور تہذیب سے غریب ہونا اور امام شافعیؒ استاد محدثین کا رؤیا میں فرمانا کہ یونس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے میں نے ہرگز اس حدیث لا مھدی الّا عیسی ابن مریم کی روایت نہیں کی ہے یہ تمام مراتب نقل کرکے یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام مہدی کے تشریف لانے کی حدیثیں اصح الاسناد ہیں اور اخیر میں زجاجہ حاشیہ ابن ماجہ کا نام لکھا ہے (ابن ماجہ ص ۲۹۲ حاشیہ باب شدۃ الزمان)

پس سخت افسوس ہے مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کی ہمت پر کہ ایسی موضوع و منکر وغیرھا حدیث سے استناد کرکے حضرت مہدیؑ کے وجود مسعود سے جس کے تمام اولیاء و علماء ربانیین تو بلکہ جمیع مومنین معتقد ہیں، منکر ہو کر مہدیؑ اور عیسیٰؑ کو ایک ہی بنا کر مرزا قادیانی کی جعلی مہدویت وعیسویت پر ایمان لے آئے اور جمہور کیا جمیع اہل اسلام خاص و عام سب کے برخلاف ایک نیا عقیدہ گھڑ لیا اور مصداق من شذ شذ فی النار کے ہوگئے و العیاذ باللّٰہ من ذلک

پھر اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر ۱۰ سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کی سند آیت سورہ مائدہ کے اخیر کی بدیں عبارت نقل کی ہے:

قولہ: کہ جب اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام سے پوچھے گا کہ کیا تو نے اپنی امت کو شرک کی تعلیم دی تھی تو وہ کہیں گے یا الٰہی جب تک میں ان میں زندہ رہا، تو میں توحید ہی سکھلاتا رہا لیکن فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم، جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے جب ہی تو ان کی امت بگڑی۔ انتہاء بلفظہ

اقول: ..اس جگہ آیت قرآنی میں مشتہرین نے سخت بے ایمانی کی ہے کہ اپنی طرف سے لفظ، زندہ رہا، قرآن مجید کے ترجمہ میں بڑھا دیا ہے۔ دیکھو فرقان حمید میں ہے و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم (مائدہ: ۱۱۷) یعنی عیسیٰؑ سے حکایت ہے کہ، اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا۔، پس زندہ کا لفظ بڑھانا قرآن محفوظ کی تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر ما دمت فیھم کے پیچھے جو فقرہ (تو توحید ہی سکھلاتا رہا) جو لکھا ہے تو یہ بھی تحریف قرآنی ہے کیونکہ علمتھم التّوحید فقط یا ما علمتھم الّا التّوحید قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے جس کا یہ ترجمہ لکھا ہے پھر لیکن کا لفظ بڑھانا اور توفّیتنی کے ترجمہ میں، تو نے مجھے وفات دی، لکھنا یہ سب قرآن میں تصرف بے جا نہیں تو اور کیا ہے؟ کیونکہ کسی تفسیر یا ترجمہ قرآن مجید میں توفّیتنی کے معنی موت کے نہیں لکھے بلکہ آسمان کی طرف اٹھانے کے لکھے ہیں اور اگر برخلاف تصریح تفاسیر و تراجم مان بھی لیں کہ اس کے معنی فوت کرنے کے ہیں تب بھی حضرت عیسیٰؑ کے اس وقت فوت ہونے پر ہرگز دلیل نہیں بن سکتی ہے کیونکہ یہ واقعہ سوال و جواب کا بروز قیامت ہوگا۔ چنانچہ خود مشتہرین نے اسی ترجمہ میں، پوچھے گا، اور، وہ کہیں گے، مستقبل کے لفظ لکھے ہیں۔ پس قیامت کے دن سے پہلے تو عیسیٰؑ آسمان سے اتر کر دنیا میں اپنی عمر پوری کر کے وفات پا ہی چکے ہوں گے، قیامت کو ان کا یہ لفظ توفّیتنی کا فرمانا اس وقت کی ان کی موت پر دلیل لانا دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے؟ اب جائے غور ہے کہ ایسے سخت بے علم قرآن مجید میں تحریف کرنے والے اگر اپنے مخالف دین دار، باوقار فاضلوں کو بے علم مولوی وغیرہ لکھ دیں تو کیا بعید ہے:

رہا یہ جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۰۲ میں لکھا ہے کہ

آیت فلمّا توفّیتنی سے پہلے یہ آیت ہے و اذ قال اللّٰہ یا عیسی أ انت قلت للنّاس .. الخ اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے کو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول

آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا۔

تو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً یہ مجددیت اور مہدویت اور عیسویت کا ادعا کرنیوالا سخت بے علم ہے جس نے فقرہ آیت یعیسی ابن مریم اانت قلت للناس.الآ یہ میں لفظ ابن مریم کو درمیان سے ساقط ہی کر دیا۔ ثانیاً قال اور اذکی دلیل سے زمانہ ماضی کا قصہ بنانا قرآن مجید کی سخت مخالفت ہے کیونکہ و اذ قال اللّٰہ یعیسی ابن مریم سے اوپر کا رکوع یوم یجمع اللّٰہ الرّسل . الآ یۃ (جس دن خدا رسولوں کو جمع کرے گا) سے شروع ہوتا ہے اور مابعد اس کے قال اللّٰہ ھذا یوم ینفع الصّادقین صد قھم .. الآیہ (کہے گا خدا یہ دن ہے کہ فائدہ دے گا سچوں کو سچ ان کا) وارد ہے جو صاف اور صریح دلیل ہے اس پر کہ یہ واقعہ قیامت کے دن کا ہے اسی واسطے سوا سدی مفسر کے، جمیع مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا اور لفظ اذ کا بھی شافی جواب مفسرین نے دیا ہے کہ اذ بمعنی اذا قرآن مجید میں موجود ہے و لو تری اذ فزعوا بمعنی اذا فزعوا (اور اگر تو دیکھے جب ڈریں گے)

اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں اذ مستقبل کے واسطے ہیں تفسیر خازن وغیرہ میں دیکھو۔

ثالثاً۔مرزا قادیانی نے اپنے منہ سے دعوی تو کر دیا کہ زمانہ ماضی کا قصہ ہے مگر یہ تو نہ لکھ سکے کہ وہ ماضی کا زمانہ کون سا تھا؟ افسوس پر افسوس ہے کہ اس مدعی مسیحیت کو قرآن کی مخالفت اور معتبر مفسرین کی معاندت سے کچھ بھی خوف و حیا نہیں ہے سچ ہے الحیاء من الایمان۔

رابعاً پھر اسی ازالہ کے اخیر میں جو تحریر ہے کہ:

> اور حدیثیں بھی اس کی مصدق ہیں کہ موت کے بعد قبل از قیامت بھی بطور باز پرس سوالات ہوا کرتے ہیں۔(ازالہ اوہام۔ص ۶۰۲)

تو یہ بھی اس شخص کی دھوکہ دہی ہے ..۔بندہ خدا! حدیثوں کا لفظ جمع لکھنا اور ایک حدیث بھی سنداً بیان نہ کرنی یہ بھی کچھ لیاقت کی بات ہے؟ آپ کا مطلب تو ایسی ویسی حدیثوں سے نکلتا ہے کہ لا مھدی الّا عیسی بن مریم پھر اس سے بھی لفظ ابن مریم کو ساقط کر دینا اور مسیح ابن مریم کے نزول کی صحیح و صریح تر حدیثوں کی تاویلات بعیدہ اور تسویلات غیر سدیدہ لکھ کر حق تعالی پر افتراء اور جھوٹ باندھ کر بر خلاف عقیدہ تمام اولیاء و علماء و صلحاء کے خود مسیح موعود و مہدی مسعود بن جانا اور بے دین و بے علموں کو دام فریب میں پھنسانا..۔پناہ بخدائے لایزال۔قیامت کے عذاب الیم کے علاوہ یہ کس قدر دنیاوی رسوائی ہے کہ عرباً و عجماً تکفیر تک نوبت پہنچ رہی ہے اور یہ شخص دنیا پر

ستی سے باز نہیں آتا۔ نعوذ باللّٰہ من غضبہ و عقابہ

قولہ: حضرت عیسیؑ کی امت کے بگڑے جانے سے صاف ظاہر کر دیا کہ عیسیؑ فوت ہو گئے کیونکہ حضرت عیسیؑ نے اللہ تعالی کو یہی جواب دیا کہ میری امت میرے مرنے کے بعد بگڑی ہے۔

اقول: ... یہ بھی مرزا اور مرزائیوں کی دھوکہ دہی ہے اور محض افتراء پردازی کیونکہ اس آیت سے یہ ہرگز پایا نہیں جاتا نہ صراحتاً نہ کنایۃً کہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہما السلام نے اللہ تعالی کو یہ جواب دیا کہ میری امت میرے مرنے کے بعد بگڑی ہے دیکھو وہ آیات قرآنی یہ ہیں:

و اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الھین من دون اللّٰہ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحقّ ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انّک انت علام الغیوب ما قلت لھم الّا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللّٰہ ربّی و ربّکم و کنت علیھم شھیداً مّا دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم و انت علی کلّ شیء شھید (مائدہ: ۱۱۶۔۱۱۷) (اور جب کہے گا اللہ تعالی اے عیسی مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھ اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے، کہے عیسی تو پاک ہے مجھ کو نہیں بن آتا کہ کہوں جو مجھ کو نہیں پہنچتا۔ اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے برحق تو ہی ہے جانتا چھپی بات۔ میں نے نہیں کہا اس کو مگر جو تو نے حکم دیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے)

اب غور کرو کہ اس میں تو یہی مذکور ہے کہ حضرت عیسیؑ حق تعالی کو یہ جواب دیں گے کہ میں تو تیری بندگی کے واسطے لوگوں کو کہتا رہا تھا اور جب تک ان میں رہا ان سے خبردار تھا پھر جب آپ نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا تو آپ ان سے خبردار تھے۔ یعنی مجھے اس وقت کی کیا خبر ہے۔ اہل عقل سوچیں کہ اس میں یہ کہاں مذکور ہے کہ جب حضرت عیسیؑ مر گئے تو تو ان کی امت بگڑ گئی تھی؟

حضرت عیسیؑ کا زندہ ہونا ان کی امت کے عقیدہ توحید کو ہرگز مستلزم نہیں ہے وہ تو یہ فرماویں گے کہ میں جب تک ان میں رہا ان کو عبادت الہی کے واسطے کہتا رہا۔ یعنی صرف آپ کا عبادت الہی کے واسطے امت کو امر کرنا ثابت ہے خواہ وہ آپ کی موجودگی میں بھی عبادت الہی

کرتے رہے ہوں یا نہ۔

ہر چند اس اشتہار میں وہ آیت نہیں لکھی جس میں مرزا قادیانی کو بڑا زور شور ہے کہ صحیح بخاری میں بروایت ابن عباسؓ متوفّیک کے معنی ممیتک کے لکھے ہیں اور یہ نص ہے موت حضرت عیسیٰؑ پر، مگر فقیر اس کا بھی جواب لکھ دیتا ہے شاید کوئی گمراہ راہ پر آ جاوے۔

سورہ آل عمران میں حضرت عیسیٰؑ کے بن باپ پیدا ہونے کا اور بتعلیم الٰہی تورات و انجیل وغیرھما کے عالم ہونے کا اور صاحب معجزات باہرہ و عالم غیب بعض علوم میں ہونے کا، اور بعض احکام توریت کے منسوخ کرنے کا، پھر یہود کے کفر کے ذکر کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

اذ قال اللّٰہ یعیسی انّی متوفّیک و را فعک الیّ .. الآیہ (آل عمران: ۵۵)

(جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں)

اگرچہ بہت سے مفسرین نے متوفّیک کے معنی موت کے نہیں کئے مگر اس میں شک نہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے مارنے والا ہوں۔ تاہم مرزا قادیانی کی دلیل اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت عیسیٰؑ مر گئے ہیں اس لئے کہ انہیں ابن عباسؓ کی روایت یہ بھی ہے کہ ان دونوں لفظوں متوفّیک اور را فعک میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی معنی اس آیت مبارک کے یہ ہیں کہ جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تیری موت کے وقت بعد نزول آسمان کے مارنے والا ہوں۔ دیکھو تفسیر ابن عباسؓ اور مدارک وابوالسعود وغیرھما میں اتقان فی علوم القرآن میں، ایک فصل باندھ کر علماء سلف سے تقدیر تاخیر والی آیات بیان کی ہیں جس میں یہ آیت مبارک بھی مذکور ہے تو اب بمقابلہ اتنے معتبر مفسرین کے مرزا قادیانی کے شذوذ کا کیا اعتبار ہے؟ یہاں مختصر ذکر ہے اور کتاب تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام، میں اس کو بقدر ضرورت بسط سے لکھا ہے۔

قولہ:... اور صحیح بخاری کی کتاب التفسیر کے صفحہ ۶۶۵ میں یہ حدیث ابن عباسؓ سے آئی ہے یعنی قیامت کے دن بعض لوگ میری امت میں سے آگ کی طرف لائے جائیں گے تب میں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں تب کہا جائے گا کہ تجھے ان کاموں کی خبر نہیں جو تیرے پیچھے ان لوگوں نے کئے ہیں سو اس وقت میں وہی بات کہوں گا جو ایک نیک بندے نے کہی تھی یعنی مسیح ابن مریم نے، جب کہ اس کو پوچھا گیا تھا کہ تو نے یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا اور وہ بات جو میں ابن

مریم کی طرح کہوں گا یہ ہے کہ میں جب تک ان پر تھا ان پر گواہ تھا لیکن فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم ۔یعنی پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو اس وقت تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ رسول ﷺ نے اپنے حق میں اور نیز عیسیٰ کے حق میں کلمہ فلمّا تو فّیتنی کو استعمال فرمایا۔ پس جب کہ رسول اللہ ﷺ وفات یافتہ سمجھے جاتے ہیں تو پھر کیا سبب ہے کہ عیسیٰ کو وفات یافتہ تصور نہ کیا جائے۔

اقول: صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

وانّه یجاء برجال امّتی فیؤخذ بھم ذات الشّمال فاقول یا ربّ اصحابی فیقال انّک لا تدری ما احد ثوا بعد ك فا قول کما قال العبد الصّالح و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم (بخاری ج ۲ ص ۶۶۵۔ با ب قو له و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم)

پس قطع نظر اس سے جو اس حدیث میں مرزا اور مرزائیوں نے تصرف بے جا کیا ہے یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو آنحضرت ﷺ وعلی اخوانہ وعترتہ وسلم نے وفات یافتہ تصور فرمایا ہے؟ حاشا وکلا! اس حدیث سے تو صرف اتنا ہی ثابت ہے کہ جیسا کہ مسیح قیامت کو یہ عذر کرینگے کہ جب تک میں ان میں رہا ان سے خبردار تھا ویسا ہی سرور عالم ﷺ مرتدوں کے بارہ میں یہی عذر پیش کریں گے۔ پس اس سے عیسیٰؑ کا فی الحال وفات یافتہ ثابت کرنا ہٹ دھرمی ہے۔

قولہ:... اور شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر کے صفحہ ۱۷۴ میں یہ حدیث لکھتے ہیں لو کان عیسی و موسی حیین ما وسعھما الّا اتّبا عی یعنی حضرت نے فرمایا کہ اگر بالفرض عیسیٰؑ وموسیٰؑ دونوں زندہ ہوتے تو نہیں جائز ہوتا ان کو مگر اتباع میرا۔

(عبارت یوں ہے: یکسر الصّلیب و یقتل الخنز یر .. الخ۔

فان قیل فما الدّلیل علی نزول عیسی من القرآن فا لجوا ب الدّ لیل علی نزوله قوله تعا لی و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته حین ینز ل یجتمعون علیه و انکرت الفلاسفة و المعتزلة و الیھود و النّصاری عروجه بجسده الی السّماء قال تعالی فی عیسی و انّه لعلم للسّا عة...

مضا ہ انّ نزولہ علامۃ القیامۃ و فی الحد یث فی صفۃ الدّ جال فبینما ھم فی الصّلوۃ اذ بعث اللّٰہ المسیح ابن مریم ... فقد ثبت نزولہ با لکتاب و السنّۃ و زعمت النّصاری ان نا سو تہ صلب و لا ہو تہ رفع و الحقّ انّہ رفع بجسدہ الی السّماء و الایمان بہ واجب قال تعا لی بل رفعہ اللّٰہ الیہ ۔یواقیت والجواہر۔ج ۲۔ص۱۴۳تا۱۴۶۔

اور یقین کرو کہ حضرت مہدیؑ ضرور ہی آئیں گے لیکن تب جب ساری زمین جور وظلم سے پر ہو جائے گی تو آپ اس کو انصاف وعدل سے بھر دیں گے اور اگر دنیا سے ایک ہی دن باقی رہ جائے گا تو اس کو اللہ تعالی ایسا لمبا کر دے گا کہ مہدیؑ کی حکومت ہو جائیگی اور وہ آنحضرت ﷺ کی ذریت بنی فاطمہ سے ہو گا....اور جان لے کہ حضرت مہدیؑ تشریف لاویں گے تو سب مسلمان خاص وعام خوش ہو جائیں گے اور آپکے ساتھ خدائی بندے ہوں گے جو آپ کی دعوت کو قائم کریں گے اور آپ کی مدد فرمائیں گے وہ آپ کے وزیر ہوں گے جو آپ کی بادشاہت کے کاروبار میں مددگار وخدمت گار ہوں گے ۔تب حضرت عیسیٰؑ آپ پر اتر ینگے سفید منارہ شرقی دمشق سے دو فرشتوں کے اوپر تکیہ کئے ہوئے ایک فرشتہ آپ کے دائیں ہوگا دوسرا بائیں اور لوگ عصر کی نماز پڑھنے کے فکر میں ہوں گے تو حضرت مہدیؑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور حضرت عیسیٰؑ ، شرع اسلام کے مطابق فیصلے کرائیں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے ۔

پھر حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بعد آپکے وقت وفات اور کیفیت وفات کا حال فتوحات مکیہ کے باب ۳۷۶ سے بیان کرکے مرزا جی نے جو صفحہ ۱۱۱ رسالہ انجام آتھم میں آنحضرت ﷺ کا حضرت عیسیٰؑ کی موت سے خبر دینا لکھا ہے تو یہی حدیث الیواقیت والجواہر کی مراد رکھی ہے، جہاں لکھا ہے: یا عبا د اللّٰہ اسمعواثمّ فکروا ثم اقبلوا ان کنتم طا لبین ۔ قد مات نبیّ اللّٰہ عیسی ۔ و ا خبر نا عن موتہ خیر الخلق و سیّد الوری ۔ ثمّ شہد علی موتہ کثیر مّن اہل العلم و النّھی کما شہد شاھد عند و فات نبیّنا المصطفی ۔ اعنّی خلیفۃ اللّٰہ الصّد یق الاتقی ۔ و کذا لک ذھب الیہ کثیر من ا لا کا بر و ا لآئمّۃ ۔اے بندگان خدا بشنوید باز فکر کنید باز قبول کنید اگر جویندگان ہستید ۔ دریں شک نیست کہ نبی اللہ عیسی وفات یافت واما را از موت او بہترین مخلوقات ﷺ خبر داد۔ باز بر موت او بسیارے از عالماں و عاقلاں گواہی دادند چنانچہ ابو بکرؓ کہ خلیفۃ اللہ وصدیق واتقی بود ۔و ہم چنیں بسیارے از اکابر واماماں بسوئے موت مسیح رفتہ اند،منقول از انجام آتھم ۔ص ۱۱۱۔بہاء)

اقول :..فقیر (غلام دستگیر) جب بمقام لاہور شعبان میں مرزا قادیانی کے مباہلہ کے انتظار میں تھا تو شب برات میں مولوی بغدادی کے گھر دو ایک نوجوان مرزائیوں نے یہ حدیث یواقیت والی فقیر کے روبرو پڑھی تھی جس کے جواب میں کہا گیا تھا کہ اس، حدیث میں صرف حضرت موسیٰ کا نام ہے حضرت عیسیٰ کا نہیں ہے۔،اگر یواقیت میں حضرت عیسیٰ کا نام درج ہے تو اس کی تصدیق میں کسی حدیث کی کتاب میں دکھلا دو۔اس پر وہ بولے کہ ہم مشکوۃ سے دکھا دیں گے۔تب فقیر نے کہا کہ اگر مشکوۃ کی حدیث میں موسیٰ کے ساتھ عیسیٰ کا لفظ دکھا دو،تو آپ کو ایک سو روپیہ انعام ملے گا، ورنہ وزیر خان کی مسجد کے چوک میں بٹھلا کر آپ کو ایک سو جوتا لگے گا کہ ایسی موضوع حدیث بیان کرتے ہو۔تب انہوں نے تین دن میں مشکوۃ سے حدیث کے دکھلانے کا وعدہ کر کے پھر اخیر شعبان تک شکل نہ دکھائی۔

سو اب اس اشتہار میں یہ حدیث درج پائی اور یواقیت قلمی کے ۱۵۲ ورقہ کے دوسرے صفحہ کی سطر ۵ میں یوں نکلی :لو کا ن موسی و عیسی حیین ما وسعھما الّا اتّباعی جس سے پا گیا گیا کہ سہواً کاتب سے موسیٰ کے پیچھے عیسیٰ کا لفظ لکھا گیا تھا جس میں مرزائیوں نے تقدیم و تاخیر کی تحریف کر کے اپنی سند بنا لی ہے۔دلیل اس غلطی کاتب کی یہ ہے کہ ۱۳ سطر اوپر اس سے اسی یواقیت والجواہر قلمی ومطبوعہ میں بنقل باب ۳۳۷ فتوحات مکیہ کے یہی حدیث بلفظ لو کان موسی حیاً ما وسعه الّا ان یتبعنی درج ہے

اور مشکوۃ کے (باب الاعتصام بالکتاب والسنہ) (حضرت عمرؓ کے تورات سے نقل کرنے اور کچھ پڑھنے پر آنحضرت ﷺ نے ناراضگی سے ارشاد فرمایا کہ باوجود اس شرع غرّا کے تم کیوں تورات کی طرف جاتے ہو حالانکہ صاحب تورات اگر زندہ ہوتا میری اتباع کرتا) میں دو جگہ یہ حدیث درج ہے۔جس میں عیسیٰ کا لفظ نہیں ہے پہلی جگہ مسند احمد وشعب الایمان بیہقی سے یوں ہے:

و لو کا ن موسی حیّا ما وسعه الّاان یتبعنی (مسند احمد۔ج ۳ ص ۳۸۷۔ شعب الایمان بیہقی ج اص ۲۰۰ حدیث نمبر ۱۷۷ باب ذکر حدیث جمع القرآن)

دوسری جگہ سنن دارمی سے یوں ہے:

و لو کان موسی حیاً و ادرك نبوّتی لا تبّعنی اور اگر موسیٰ زندہ ہوتا اور میری نبوت کو پاتا تو میری اتباع ہی کرتا (سنن دارمی ج اص ۱۱۶ باب فی الحدیث عن الثقات)

کیونکہ تورات میں سے نقل کرنے اور پڑھنے کے ذکر میں حضرت عیسیٰ کو کیا تعلق تھا؟ یواقیت کے

دوسرے موقعہ پر جو لفظ عیسی کا درج ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اوپر یہ بیان ہے کہ سارے نبی آنحضرت ﷺ کے نائب ہیں، حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک، تو اب اس کے نیچے اس حدیث میں بھی کاتب نے ازخود موسیٰؑ کے لفظ سے پیچھے عیسیٰؑ کا لفظ درج کر دیا جیسے کہ کسی ایسے کاتب نے قرآن کی آیت و خرّ موسى صعقاً کو و خرّ عيسى صعقاً بنا دیا تھا (یعنی قرآن مجید کی آیت وخرموسی کو دیکھ کر کاتب نے خیال کیا کہ خرتو عیسی کا تھا، خرموسی غلط ہے۔ خرعیسی چاہیے اس لئے خرعیسی لکھ دیا تھا)۔ ہر چند یہ یقینی امر تھا کہ غلطی کاتب کی قلمی میں ہوگئی جس سے مطبوعہ میں بھی درج ہوگا کہ پورا عالم تصحیح کرنے والا نہ تھا مگر جب اس حدیث کے اوپر کا مضمون دسویں باب فتوحات مکیہ سے یواقیت میں منقول ہے تو فتوحات کے دسویں باب سے جب دیکھا تو اس میں یوں درج پایا:

فكانت الانبياء فى العا لم نوا به ﷺ من آ دم الى آ خر الرّسل و هو عيسى عليه السّلا م و قد ابا ن ﷺ عن هذا المقام با مور منها قو له لو كان موسى حياً ما وسعه الّا ان يتبعنى و قوله فى نزو ل عيسى ابن مر يم انّه يأمنا اى يحكم بسنّة نبيّنا عليه السّلام و يكسر الصّليب و يقتل الخنز ير ۔ پس تمام نبی جہان میں آنحضرت ﷺ کے نائب ہیں، حضرت آدم سے اخیر انبیاء حضرت عیسی تک۔ اور آپ ﷺ نے بھی اس مقام سے خبر دی ہے چنانچہ حدیث اگر موسی زندہ ہوتا تو میری اتباع ہی کرتا، اور یہ حدیث، عیسی بن مریم جب آسمان سے اتریں گے تو شرع محمدی پر حکم کریں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے (فتوحات مکیہ۔ ج ا۔ ص ۱۳۵ باب العاشر)

اس سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک عین الیقین ہوگیا کہ عیسی کا لفظ کاتب کی غلطی سے ہے، دوسرا یہ کہ مرزا قادیانی کے مستند عارف شعرانی اور شیخ اکبر ابن عربی اس کے معتقد ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اسی جسد عنصری سے آسمان پر ہیں اور قریب قیامت کے زمین پر اتر کر شرع محمدی پر عمل و حکم کریں گے جیسا کہ اس امر کو عنقریب یواقیت والجواہر و فتوحات مکیہ سے مفصل ذکر کرونگا اور نیز اس جگہ بھی یواقیت میں اسی حدیث کے پیچھے چھٹی سطر میں لکھا ہے:

و مما يشهد لكون الانبياء نوا باً له ﷺ كون عيسى عليه السّلا م اذا انز ل كان له با لا صا لة لما كا ن يحكم اذا انزل الى ا لا رض ..

(الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۲۲ بحث ۳۲) یعنی تمام انبیاء کے آنحضرت ﷺ کے نائب ہونے

پر یہ بھی شہادت ہے کہ جب عیسیٰؑ زمین پر اتریں گے تو آپ کی شریعت پر ہی حکم کرینگے)۔

پس مرزا اور مرزائیوں کی دھوکہ بازی بالکل باطل ہوگئی

عدو شود سبب خیر خدا خواہد　　　　خمیر مایہ ء دکان شیشہ گر سنگ ست

سخت افسوس تو یہ ہے کہ مرزا اور مرزائیوں کو اپنی کم علمی اور دھوکہ دہی پر اس قدر غرور ہے کہ جان چکے ہیں کہ دنیا میں کوئی محقق عالم موجود نہیں کہ ان کی پردہ دری کرے گا؟ حاشا وکلا! ابھی خدا کے بندے موجود ہیں اور یہ فقیر کان اللہ لہ تو اسی کام کے واسطے پیدا ہوا ہے کہ ایسے ناحق پرستوں کی دھوکہ دہی سے اپنے مسلمان بھائیوں کی حفاظت کر کے سرخ روئی دارین حاصل کرے۔

قولہ:

اور کتاب مجمع بحار الانوار جو ایک معتبر اہلحدیث کی کتاب میں لکھا ہے و قال مالک انّ عیسی مات ۔یعنی امام مالکؒ نے کہا کہ عیسیٰؑ مر گیا ہے۔

اور نیز خود مرزا نے لکھا ہے کہ امام مالک جو جلیل الشان اماموں سے ہے معتقد موت عیسیٰؑ کا ہے اور ایسا ہی بہت سے صالحین اس مذہب پر ہیں (انجام آتھم۔ص ۸۶) (اصل عربی عبارت اور اس کا فارسی ترجمہ بقلم مرزا صاحب یوں ہے: و قد علمتم یا معشر الا عزة انّ مالک الّذی کان احد من الآئمّة الاجلّة، کان یعتقد بموت موسی۔ و کذالک ابن حزم المشھود علیه بالعلم و التّقوی و کذالک کثیر مّن الصّالحین۔ فما کنت بدعاً فی ھذا و ما کنت من المتفرّدین۔ وائے معشر عزیزاں شمارا معلوم است کہ مالکؒ باآں ہمہ جلالت شان کہ در آئمہ میداشت بموت عیسیٰؑ قائل بود۔ وہم چنیں ابن حزمؒ باہمہ علم وتقوی کہ براں شہادتہائے علماء ربانی ست میگفت کہ عیسیٰؑ وفات یافتہ است۔ وہم چنیں بسیارے از صالحین برہمیں مذہب گزشتہ اند۔ پس من اول آں شخص نیستم کہ ایں بدعتے برآوردہ باشد و دراں تفردے دارد۔ منقول از انجام آتھم ص ۸۶۔ بہا)

اقول: اس جگہ بھی مرزا اور مرزائی اپنی دھوکہ بازی سے باز نہ آئے مجمع بحار الانوار میں یوں لکھا ہے:

و فیه ینزل حکماً ای حاکماً بھذه الشریعة لا نبیّاً و الاکثر ان عیسی علیه السّلام لم یمت و قال مالک مات وھو ابن ثلث و ثلثین سنة و لعلّه اراد رفعه الی السّماء او حقیقة و یجیء اخر الزمان لتواتر خبر النزول۔ (مجمع بحار الانوار۔ ج ۱۔ ص ۵۳۴ بلفظ حکم)

اب دیکھو کہ اسی مجمع بحار الانوار کے اسی حوالہ کے مقام سے صاف درج ہے کہ اکثر علماء

کا مذہب یہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت نہیں ہوئے اور مالکؒ قائل ہے کہ آپ ۳۳ برس کی عمر میں فوت ہوئے اور امید ہے کہ مراد اس موت سے آسمان پر اٹھائے جانے کی ہے یا حقیقت موت مراد ہو اور قرب قیامت آپ زندہ ہوں کیونکہ آپ کے نزول کی حدیث متواتر ہے۔

اب ہم مرزا قادیانی اور مرزائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اس عبارت سے آپ کو کیونکر یقین ہوا کہ مالک سے مراد امام مالک بن انس ہیں؟ دیکھو قاموس میں لکھا ہے کہ نوے صحابی مالک کے نام سے موسوم تھے اور ایک جماعت محدثین کی بھی اس نام سے نامزد ہے۔ اور مالک بن انس امام مدینہ ہیں۔ مترجماً

اور تقریب التہذیب میں اکتالیس شخص مالک کے نام والے محدث لکھے ہیں۔

پس مرزا اور مرزائیوں کی یہ سخت دھوکہ دہی ہے کہ امام مالکؒ کو قائل موت حضرت عیسیٰؑ بنا دیا ہے۔ امام مالکؒ بن انس کی جب خود کتاب موجود ہے تو اس سے اس مطلب کو ثابت کرنا لازم ہے البتہ واقعی تحقیق دینداروں کا کام ہے اور دھوکہ باز دین اسلام کو خراب کرنے والے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے والے سچی بات پر کیونکر قائل ہو سکتے ہیں؟ خدا تعالیٰ ہی اپنے دین کا اس سخت غربت کی حالت میں حافظ و ناصر ہو اللّٰھم تقبّل منّی انک انت السّمیع العلیم

پھر یہ جس قدر مرزا کا بہتان عظیم ہے کہ بہت سے صالحین حضرت عیسیٰؑ کی موت کے معتقد ہیں کسی اور سند سے اس کی تکذیب کی کیا حاجت ہے، جب خود ان کی کمال معتمد کتاب مجمع بحار الانوار میں ہی درج ہے کہ اکثر علماء کا مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت نہیں ہوئے کما مرّ نقلہ۔ تو اب اس جگہ یاد رہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد اتّبعوا السّواد الاعظم ... (مشکوۃ ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ) جس کو مرزا قادیانی بھی حدیث مانتے ہیں (ازالہ اوہام۔ص ۵۷۹) اور یہ نہیں جانتے کہ فی الحقیقت مرزا اور مرزائی اکثر علماء کی مخالفت سے دوزخ میں اوندھے ہو کر گرے پڑے ہیں۔ نعوذ باللّٰہ من ذلک۔ اس جگہ مناسب ہے نقل کرنا اس شہادت کا جو بعضے ذی علم مسلمانان قصور و لاہور نے بعد دیکھنے کتاب یواقیت والجواہر اور فتوحات مکیہ اور مجمع بحار الانوار اور قاموس و تقریب التہذیب کے ادا کی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

راقم نے ان کتابوں کو دیکھا جس کا ذکر اشتہار مرزا حکیم رحمت اللہ وغیرہ میں درج ہے اگر یہ کتابیں نہ دیکھی جاتیں تو عبارت اشتہار مذکور نے سخت دھوکہ دیا تھا مگر دروغ کو کہاں تک فروغ ہو۔ ایسے اشتہار کیوں مشتہرین کی ندامت کا وسیلہ نہیں ہوتے۔

العبد حکیم غلام محمد خان ڈپٹی انسپکٹر پنشنر ساکن قصور بقلم خود۔ عبدالقادر وکیل بقلم خود۔ حافظ وہاب الدین مدرس عربی قصور۔ فضل الدین مدرس فارسی قصور بقلم خود۔ سید محمد عبدالحق قصوری بقلم خود۔ منشی غلام حسین میونسپل کمشنر قصور۔ حافظ عبداللہ معروف گورا میونسپل کمشنر قصور۔ بابو گل محمد لاہوری بقلم خود۔ غلام نبی ملازم سول وملٹری گزٹ پریس لاہور بقلم خود۔ نبی بخش مصنف تفسیر حلوائی بقلم خود۔ فضل الٰہی طالب علم دینیات مدرسہ نعمانیہ لاہور۔ خواجہ جھنڈو وائیں بقلم گل محمد۔

اب یہاں پر یہ بھی واجب ہے کہ یواقیت والجواہر اور مجمع بحار الانوار دونوں مقبولہ و معتمدہ کتاب مرزائیوں سے ان کے عقیدہ وفات مسیح اور مرزا کے مسیح موعود ہونے کی واقعی تردید لکھی جاوے کہ یہ بہ نسبت دوسری دینی کتابوں کے ان پر بہت موثر اور ان کی تکبیت کے لئے کافی ہے اور وہ یہ ہے کہ یواقیت والجواہر کے مبحث میں لکھتے ہیں:

المبحث الخامس و الستّون فی بیان ان جمیع الشراط السّاعة الّتی اخبر بہا الشارع ﷺ حقّ لا بد ان تقع قبل قیام السّاعة و ذلک کخروج المہدی ثمّ الدّجال ثمّ نزول عیسی .. الخ ۔(الیواقیت والجواہر۔ ج ۲ص۱۴۲ بحث ۶۵) کہ قیامت کی تمام شرطیں جن کی سرور عالم ﷺ نے خبریں دی ہیں وہ قیامت کے پہلے ضرور ہی واقع ہوں گی جیسا کہ حضرت مہدی کا تشریف لانا پھر دجال کا آنا پھر حضرت عیسی کا نزول فرما..الخ۔

پھر اسی یواقیت میں فتوحات مکیہ کے باب ۳۶۶ سے یہ نقل کیا ہے:

قال الشّیخ فی باب السّادس و السّتّین و ثلاث مأة من الفتوحات و اعلم انّه لا بدّ من خروج المہدی لکن لا یخرج حتّی تملیء الارض ظلماً فیملأہا قسطاً و عدلاً و لو لم یکن من الدّنیا الّا یوم واحد لطول اللّٰہ ذالک الیوم حتی یلی ذلک الخلیفة ومو من عترة رسول اللّٰہ ﷺ من ولد فاطمة ... ثمّ قال و اعلم انّ المہدی اذا خرج یفرح یجمع بجمیع المسلمین خاصتہم و عامتہم و لہ رجال الٰہیون یقیمون دعوتہ و ینصرونہ و ہم الوزراء لہ یتحملون اثقال المملکة و یعینونہ علی ما قلدہ تعالی لہ ینزل عیسی بن مریم بالمنارة البیضاء شرقی دمشق متکئاً علی ملکین ملکاً من یمینہ و ملکاً عن یسارہ و

النّاس فی صلوۃ العصر فیستحی ؟ له الامام عن مقا مه فیتقدم فیصلّی بالنّاس یؤم الناس بسنت محمّد ﷺ

(حضرت عیسی کے نزول کی دلیل آیت قرآنی (اس آیت کے فائدے میں موضح القرآن میں لکھا ہے حضرت عیسی ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاری ان پر ایمان لاویں گے کہ یہ نہ مرے تھے۔ و ان من اهل الکتا ب الّا لیؤمنّ به یعنی عیسی علیه السّلام و انّه عبد اللّه و رسو له و روحه و کلمته هذا قو ل ابن عباس و اکثر المفسّرین۔تفسیر خازن ج ا۔زیر آیت وان من اہل الکتاب) و ان من اهل الکتا ب الّا لیو منّ به قبل مو ته (اور کوئی اہل کتاب سے نہیں مگر عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لاویں گے) لکھ کر کہا ہے کہ فلاسفہ اور معتزلہ اور یہود و نصاری حضرت عیسیٰؑ کے جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھنے کے منکر ہیں حالانکہ حق تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ یعنی عیسیٰؑ قیامت کی علامت ہے یعنی ان کا اترنا آسمان سے قیامت کی نشانی ہے اور حدیث صفت دجال میں واقع ہے کہ جب حضرت مہدیؑ اور آپ کے رفقاء نماز کی فکر میں ہوں گے تو ناگہاں حق تعالی حضرت مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا جو سفید منارہ شرقی دمشق کے پاس سے آسمان سے اتریں گے۔پس تحقیق مسیح کا آسمان سے اترنا قرآن و حدیث کی دلیل سے ثابت ہے اور نصاری کہتے ہیں کہ آپ کا جسم پھانسی دیا گیا تھا اور روح آسمان پر چڑھ گیا تھا اور حق یہ ہے کہ مسیح اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور اس پر ایمان لانا واجب ہے حق تعالی فرماتا ہے رفعه اللّه الیه (و ما قتلوه یقیناً بل رفعه اللّه الیه و المعنی و ما قتلوا المسیح یقیناً کما ادّ عا انّهم قتلوه و قیل ان قوله یقیناًیرجع الی ما بعده تقدیره و ما قتلوه بل رفعه اللّه الیه یقیناًو المعنی انّهم لم یقتلوا عیسی و لم یصلبوه و لکنّ اللّه عزو جل رفعه الیه و طهّره من الّذین کفروا و خلصه من اراد بسوء و قد تقدم کیف کا ن رفعه فی سورۃ آل عمرا ن ۔تفسیر خازن۔ج ا۔ص ۴۴۸)

یعنی عیسیٰؑ کو نہ کسی نے مارا ہے نہ سولی پر چڑھایا ہے بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھایا ہے۔

یہ ترجمہ ہے عبارت یواقیت والجواہر کا فتوحات مکیہ کی نقل سے اور اصل عبارت جیسا کہ اوپر مرقوم ہے اور اس امر کو بھی یواقیت والجواہر وفتوحات مکیہ میں بخوبی ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر تسبیحات وتہلیلات کی غذا سے زندہ ہیں جیسے کہ فرشتے اور آپ کو روح اللہ ہونے کی وجہ سے فرشتوں سے کمال مشابہت تھی (یواقیت والجواہر قلمی کے ورق ۲۴۱ سے ۲۴۴ تک میں دیکھو) اور واضح رہے کہ امام شعرانی وشیخ اکبر، مرزا قادیانی کے کمال معتقد فیہما ہیں جن سے ازالہ اوہام وغیرہ میں سند لی ہے اور ان پر (ازالہ اوہام، ص ۱۴۹ سے ۱۵۲ میں) مرزا کا یہ اعتقاد ہے کہ:

یہ آنحضرت ﷺ سے حدیثوں کی صحت دریافت کر لیتے ہیں۔

پس جب ان دونوں حضرات مستند مرزا نے صاف فرما دیا کہ مسیح کا اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا اور قریب قیامت کے زمین پر آنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس پر ایمان واجب ہے اور منکر اس کے یہود ونصاری وفلاسفہ ومعتزلہ ہیں تو اب مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو یہود ونصاری وغیرھما سے نکل کر مسلمانوں میں داخل ہونا منظور ہے تو توبہ نصوح کے اشتہار شائع کریں اور حضرت مہدی ومسیح کے ایک ہونے اور حضرت مسیح کی موت کے اعتقاد سے سچی توبہ کر کے اشتہار دیں ورنہ بموجب شہادت اپنے کمال معتقد فیہ امام شعرانی وشیخ اکبر کے خسر الدنیا والآخرۃ ہو چکے ہیں:

من آنچہ شرط بلاغست با تو می گوئم تو خواہ پند ازاں در پذیر وخواہ ملال

اب سنئے مجمع بحار الانوار کی شہادت جو دوسری مرزا اور مرزائیوں کی نہایت مستند کتاب ہے اس میں لفظ ہدی کے معنی میں لکھتے ہیں کہ حضرت مہدی اسی سے نام رکھے گئے ہیں جن کی آنحضرت ﷺ نے بشارت دی ہے کہ آخر زمانہ میں تشریف لاویں گے اور یہ وہ مہدی ہیں جو حضرت عیسی سے مل کر قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اور عرب وعجم کے بادشاہ ہوں گے اور دجال وغیرہ کو قتل کریں گے جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے)

پھر اسی مجمع بحار الانوار کے خاتمہ میں فرماتے ہیں کہ:

حضرت مہدیؑ اور حضرت عیسیؑ باہم نماز پڑھیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور قسطنطنیہ کو فتح کر کے عرب و عجم کے بادشاہ بن جائیں گے اور زمین کو انصاف سے بھر دیں گے مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے اور بیت اللہ کے طواف میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان باکراہ آپ سے بیعت ہوگی اور ہند کے بادشاہ آپ کی طرف ملتجی ہوں گے وغیرہ۔ اور سخت بے حیا اور نہایت کم عقل اور دین کے بالکل جاہل ہیں وہ لوگ جنہوں

نے دین کولہو ولعب بنالیا ہے جیسے اطفال خوردسال مٹی سے کوئی بادشاہ کوئی امیر کوئی ہاتھی کوئی گھوڑا کوئی لشکر بنا لیتے ہیں ایسا ہی ان دیوانوں نے ایک غریب مسافر کواس کے جھوٹے دعوی پر مہدی موعود مان لیا جس پر کوئی دلیل بھی نہیں اور بالکل نادان ہے دینی علوم سے اس کو بو تک نہیں پہنچی چہ جائے کہ فنون ادب سے واقف ہو اپنی رائے سے آیات قرآنی کے معنی کر کے دوزخ میں جگہ بنا رہا ہے اور اپنے عقائد پر جن کا فساد اطفال مکتب پر ظاہر ہے آیات قرآنی کو مأول کر کے دلیل لا رہا ہے جب دلائل شرعیہ احادیث نبویہ سے جس میں مہدی کی شرطیں ہیں اس پر قائم کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہیں اور اس کا ادعا یہ ہے کہ جو احادیث میرے اوصاف سے موافق وہ صحیح ہیں جو اس کے مخالف ہیں وہ غیر صحیح ہیں ایمان کی تالی میرے ہاتھ میں ہے جس نے میری تصدیق کی وہ مومن ہے اور میرا منکر کافر ہے اور مخبر صادق ﷺ پر اپنی فضیلت ثابت کر کے اس کو حق تعالی کی طرف منسوب کرتا ہے اور علماء کے قتل کو حلال جانتا ہے اور جزیہ کا لینا وغیرہ اس کی خرافات سے ہے کسی کا نام ابوبکر، کسی کا کچھ، اور بعضے مہاجرین وانصار و عائشہ و فاطمہ وغیرہ ذلک رکھا ہے اور بعضے ان کے نادانوں نے ایک شخص سندھی کو عیسی بنا دیا پس یہ بالکل شیطانی کھیل ہے اور ہمیشہ کے عذاب دوزخ کا لزوم ہے بہت مدت تک اس حالت میں رہے اور کئی علماء دین کو قتل کیا حتی کہ حق تعالی نے ان پر غیبی لشکر بھیج دیا جس نے اکثر کو جلا وطن اور بہتوں کو قتل اور بعضوں کو تائب کرایا اور امید ہے کہ اس گنہگار حقیر کی کوشش اور فقیر کی دعا کی قبولیت سے یہ ہوا ہو)

و به سمّی المهدی الّذی بشر ﷺ بمجیئه فی آ خر الزّ ما ن من یرید به المهدی الّذی یجتمع مع عیسی علیه السلام و یفتح القسطنطنیه و یملک العرب و العجم و یقتل الدّ جّا ل و غیر ذا لک ممّا ورد به ا لا خیار (مجمع بحار ا لانوار۔ ج ۵ ص ۱۵۷) ۔

و منه مهدی آ خر الزّ مان ای الّذی فی زمن عیسی علیه السلام و یصلّی معه و یقتلان الدّ جال و یفتح القسطنطنیه و یملک العرب و العجم و یملأ الارض عدلاً وقسطاً و یولد بالمد ینة و یکون بیعته بین الرّکن و المقام کرهاً علیه و یقا تل السفیا نی و یلجأ الیه ملوك الهند مغلغلین الی غیر ذالک و اقل حیاء و اسخف عقلاً و اجهل دیناً و دیا نتاً قوم اتخذوا دینهم لهواً و لعباً کلعب الصبیان بالخزف و الحصی فیجعل بعضها اسیراً بعضها سلطا ناً و منها

فیلاً و افرا ساً و جنو داً فھکذا ھئو لاء المجنو نون جعلوا وا حداً من غر باء المسا فر ین مھد یاً بدعواہ الکا ذبۃ بلا سند و شبھۃ جا ھلاً متجھلاً بلا خفاء لم یشم نفحۃ من علوم الدّین و الحقیقۃ فضلاً من فنون الادب یفسّر لھم معانی الکلام الرّبانی و یتوّ بہ مقا عد فی النار و یسفھم بالاحتجا ج بآ یات المثا نی بحسب ما یا ولھا لھم فیما شر ع لھم عن عقا ئد ظھر فساد ھا عند الصّبیان و اذا اقیم الحجج النبویۃ الدا لۃ علی شروط المھدوی یقول غیر صحیح و یعلل بان کل حد یث یوا فق او صا فہ فھو صحیح و ما یخا لفہ فغیر صحیح و یقول ان مفتاح الایمان بیدی فکل من یصدقنی بالمھدویۃ فھو مومن ومن ینکرھا فکافر و یفضل ولایتہ علی نبوۃ سید الانبیاء و ینسبہ الی اللّٰہ عز و جل و یستحل قتل العلماء و اخذ الجزیۃ و غیر ذ لک من خرافا تھم و یسمّو ن وا حداً ابا بکر الصدیق و ا خر باخر و بعضم المھا جر ین والانصار وعا ئشہ و فا طمہ و غیر ذ لک و بعض انبیاء ھم جعلوا شخصاً من السند عیسی فھل ھو الا لعب الشیطان لولا ان لزمھم من الخلود فی العذاب السرمد و النیرا ن وکا نوا علی ذ لک مدداً کثیراً و قتلوا فی ذلک من العلماء عدیداً الی ان سلط اللّٰہ علیھم جنو داً لم یرو ھا فا جلی ......)

(حا شیہ: ا کثرہ و قتل کثیراً و تا ب ا خری تو بۃ و فیراً و لعل بسعی ھذا المذ نب الحقیر و استجا بۃ الدعوۃ الفقیر و اللّٰہ المو فق لکل خیر فا لحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصا لحا ت ۔

مجمع بحار ا لا نوا ر ۔ج ۵ ص ۲۵ ۷ تکملہ)

یہ تر جمہ ہے عبارت مجمع بحار الا نوار کا اور اصل عبا رت بھی منقول ہے جس سے مرزا قادیانی اور مرزا ئیوں کا قدم بقدم ہونا پہلے کا ذب مہدی وجعلی مسیح سے ثا بت ہو کر ان کے دعوی مہدویت ومسیحیت کو بواقعی تر دید و بطالت متحقق ہوگئی

اللّٰھم یا ذا الجلا ل و ا لا کرا م یا ما لک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم

ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع بحار الانوار (مجمع بحار الانوار کے جھوٹے مہدی اور جعلی عیسی اور مرزا قادیانی کے ادعا میں بہت سے وجوہ سے کمال مطابقت ہے۔ صرف اتنا ہے کہ اس سے پیشتر مہدی اور عیسی دو علیحدہ شخص تھے مرزا قادیانی نے سب کے برخلاف ان دونوں کو ایک بنا کر خود مہدی و عیسی بن گئے پہلوں نے علماء دین کے قتل کرائے تھے مرزا کو یہ طاقت نہیں اس نے علماء کو مغلظ گالیاں دیں اور یہود سیرت بے ایمان وغیرہا اپنی کتابوں میں لکھنا شروع کر دیا ہے اور اس پر جائے افسوس نہیں جب یہ شخص مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جیسے انبیاء اولوالعزم کو فاحش گالیاں دینے سے نہیں شرماتا تو علماء دین اس کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں) کی دعا اور سعی سے اس مسیح کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غرق کیا تھا ویسا ہی دعا والتجاء اس فقیر قصوری کان اللہ لہ سے (جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے) مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا فقطع دابر القوم الّذین ظلموا و الحمد للّه ربّ العالمین انّک علی کلّ شیءٍ قدیر و بالاجابۃ جدیر۔ آمین

ہر چند اب دوسرے ہفوات ان مشتہرین کے رد کی کچھ حاجت نہیں رہی۔ ابن قیم وغیرہ تو مسلّم الثبوت نہیں، شاہ ولی اللہ پر نرا بہتان، اگر انکی کسی تصنیف کا حوالہ ہوتا تو ہم اس کی حقیقت ظاہر کر کے مرزائیوں کی کج فہمی و دھوکہ دہی ثابت کر دکھاتے مگر تفسیر حسینی کی سند کا جواب سن لو۔

قولہ: ...اور تفسیر حسینی میں آیت فلما توفیتنی کی تفسیر میں لکھا ہے پس اس وقت کہ لیا تو نے مجھ کو یا مارا تو نے مجھ کو پس اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب تفسیر حسینی بھی حیات پر مصر نہیں بلکہ وفات کا قائل ہے۔

اقول ..صاحب تفسیر حسینی جو قائل وفات حضرت مسیح کہنا محض افتراء پردازی اور دھوکہ دینا ہے دیکھو تفسیر حسینی میں آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے تو سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ پر ایمان لائیں گے اور یقین کریں گے کہ وہ پیغمبر تھے۔

اور آیت و انّہ لعلم للسّاعۃ کے معنی میں لکھا ہے:

بدرستیکہ عیسی است مر ساعت را یعنی بدو بدانند کہ نزدیک است قیامت چہ یکے کہ از علامات قیامت نزول عیسی ست علیہ السلام کہ بعد از تسلط دجال از آسمان بر اہل زمین

فرود آید نزدیک منارہ بیضاء درطرف شرقی دمشق۔

اب غور کرو کہ کیسا صاف صاف اسی تفسیر حسینی سے حضرت عیسی کا زندہ ہونا اور قریب قیامت آسمان سے اترنا ثابت ہے جو عقیدہ اہل اسلام ہے اور فلمّا توفّیتنی جو قیامت کو کہا جاوے گا اس کے معنی موت کے لفظ سے حضرت عیسیٰؑ کی فی الحال موت پر دلیل لانی سراسر کذب اور دھوکہ بازی ہے ہم اوپر تفسیر خازن وغیرہ سے نقل کر چکے ہیں کہ سوائے محمد بن مروان سدی صغیر کے جمیع مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ سوال و جواب جس میں فلمّا توفّیتنی مذکور قیامت کو ہوگا اور مجمع بحار الانوار مرزائیوں کی نہایت معتبر کتاب میں دیکھ لو کہ امام سیوطیؒ کی سند سے سدی صغیر کے سلسلہ کو سلسلہ کذب لکھا ہے:

قال السّیوطی و اوھی طرق تفسیر ابن عباس طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فاذا انضم الیه محمد بن مروان السدی الصغیر فھی سلسلة الکذب۔

(مجمع البحار۔ ج ۵ ص ۲۳۱ تعیین بعض الوضاع کبتھم)

اب رہا جواب اس کا جو اس اشتہار میں درج ہے کہ جب کسی مولوی سے بمقابلہ مرزا قادیانی کے وفات مسیح کے بارہ میں کچھ نہ بن پڑا تو مرزا پر فتوی کفر کا تیار کیا..الخ۔

سو یہ بھی نرا جھوٹ ہے کیونکہ مرزا کے پاس تو کوئی بھی دلیل شرعی نہیں ہے نہ مسئلہ وفات مسیح۔ نہ اس کے مورد الہام ہونے کے بارہ میں جس کو اس امر پر یقین کرنا منظور ہو فقیر کے رسالہ رجم الشیاطین بردّ اغلوطات البراہین کا بغور مطالعہ کرے اور خود اسی تحریر میں دیکھ لو کہ اسی کی مقبولہ اور مستند کتابوں سے اس کی بواقعی تردید کر دی ہے کہ یواقیت والجواہر و فتوحات مکیہ و مجمع بحار الانوار سے ہی مرزا اور مرزائیوں کی بخوبی تکذیب ہوگئی ہے کسی دوسری دینی کتاب سے نقل کرنے کی حاجت ہی نہیں رہی۔ ورنہ تمام کتب عقاید اسلامیہ و کلامیہ اس کی تردید میں موجود ہیں اور واقعہ تکفیر مرزا قادیانی کو ہم عنقریب مدلل بیان کرتے ہیں اس جگہ اتنا اور سن لو کہ جو اس اشتہار میں بسند مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ امام ربانی مرزا کی تائید کی ہے اور نیز خود مرزا قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام میں ان کے مکتوبات سے اپنی تائید چاہی ہے، سو یہ بھی محض دھوکہ دیا ہے اولاً تو یہ مکتوبات کیا کسی بھی دینی کتاب وغیرہ میں درج نہیں ہے کہ علماء دین حضرت مہدی یا حضرت مسیح کی تکفیر کریں گے۔ ثانیاً حضرت مجدد مکتوبات کی جلد ثانی میں افادہ فرماتے ہیں:

علامات قیامت کہ مخبر صادق ﷺ ازاں خبر دادہ است حق است احتمال تخلف ندارد کہ طلوع آفتاب از جانب مغرب وظہور وظہور مہدی ونزول حضرت روح اللہ وخروج دجال ..الخ۔

پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

اہل ہند سے مہدی کا ہونا جھوٹ ہے اور احادیث صحیحہ جو بحد شہرت بلکہ بحد تواتر پہنچی ہیں ان سے علامت مہدی کی اہل بیت نبوت سے ہونا اور ان کے باپ کا نام موافق آنحضرت ﷺ کے ہونا ثابت ہے۔ اور حضرت عیسیٰ ان کے زمانہ میں اتریں گے اور نیز ان کے ظہور کے زمانہ میں چودہ رمضان کو سورج گرہن ہونا اور ابتداء میں چاند گرہن ہونا برخلاف عادت زمانہ اور برخلاف حساب منجمین کے وارد ہے۔

(مکتوبات امام ربانی۔ دفتر دوم ص ۱۸۹ تا ۱۹۱ مکتوب نمبر ۶۷)

اب دیکھو کہ بسند مکتوبات حضرت امام ربانی کے مرزا قادیانی کے ادعاء مہدویت ومسیحیت کا سارا دفتر گاؤ خورد ہو گیا ہے اور یہ دعوی بھی جو سال گذشتہ رمضان شریف میں خسوف و کسوف معمولی کو اپنے ظہور کی دلیل بنا کر ناموں کے نامے سیاہ کر دیئے تھے وہ سب کے سب باطل ہو گئے۔ و الحمد للّٰہ علی ذلک۔

پھر یہ جو اسی اشتہار میں لکھا ہے کہ مکفرین مرزا غلام احمد قادیانی کے باہم ایک دوسرے کی تکفیر کر رہے ہیں تو ان کا کیا اعتبار ہے۔ سو اولاً تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقلدین و غیر مقلدین کا غالباً اختلاف جزئیات میں ہے جو موجب تکفیر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ثانیاً علماء عجم سے پہلے مفتیان حرم محترمین نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی ہے جس کا مختصر ذکر ہم ابتداء میں کر چکے ہیں اور رسالہ رجم الشّیاطین کے دیکھنے سے وہ تمام احوال مفصلاً معلوم ہو سکتے ہیں۔ رہا یہ جو اخیر صفحہ اس اشتہار مفقود التاریخ میں لکھا ہے کہ امام اعظم کے مذہب میں ننانوے وجہ کفر کی ہو اور ایک وجہ اسلام کی تو کافر لکھنا منع ہے۔ سو یہ بھی ان مرزائیوں کی دھوکہ بازی ہی ہے بندہ خدا! مرزا قادیانی کی تکفیر اہل حق کے نزدیک دو سبب سے ہے۔ ایک یہ کہ وہ مدعی نبوت و رسالت ہے۔ دوم، انبیاء علیھم السلام کی اس نے سخت توہین کی ہے۔ دعوی نبوت کی ایک مثال تو اسی اشتہار کے صفحہ ۵ کے اخیر اور صفحہ ۶ کی ابتداء میں سورہ یسین مبارک کی آیت یحسرۃً علی العباد ما یا تیھم من رسول الّا کا نوا بہ یستھزؤن (کیا افسوس ہے بندوں پر کوئی رسول نہیں آیا ان کے پاس جس سے ٹھٹھا

نہیں کرتے)، لکھی ہے۔ اب اس میں کیا شک ہے کہ مرزائیوں نے مرزا کو رسول بنا دیا اور علماء ربانیین کو جو مرزا کے مخالف ہیں رسول سے ٹھٹھا کرنے والے جان لیا ہے۔ اب آگے مرزا قادیانی کے دعوی رسالت ونبوت کا نمونہ ان کی کتابوں سے سنیئے :

دعوی کیا ہے کہ : آیت هو الّذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه مرزا قادیانی کے حق میں پیش گوئی ہے (ملاحظہ ہو براہین ص ۴۹۸، ۲۲۴، ازالہ ص ۱۹۲، ۶۷۵، ۶۸۷، انجام آتھم ص ۲۷) مرزا کے زمانہ سے پہلے اس پیش گوئی کا ظہور ممکن نہ تھا اور سیفی فتح وہ کچھ چیز نہیں چند روزہ اقبال کے دور ہونے سے وہ فتح بھی معدوم ہو جاتی ہے، سو وہ فتح اب مرزا کے زمانہ میں حاصل ہوئی ہے اور یہ پیش گوئی قرآن میں مرزا کے زمانہ کے لئے لکھی گئی ہے اور اس سے پہلے ظہور کا وقت ہرگز نہ تھا۔

یہ حاصل مراد ہے ان مقامات محولہ کا، جس کا جی چاہے غور سے تمام مقامات کو دل لگا کر دیکھے کہ دعوی نبوت کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے حق میں اس آیت مبارک کے نازل ہونے سے صریح انکار ہے جو یقیناً برحق رسول اور اس آیت کا مورد آپ ﷺ ہی ہیں۔

پھر جمیع لوازم نبوت کو مرزا قادیانی نے اپنی محدثیت میں اپنے لئے ثابت کرلیا ہے زبانی دعوت نبوت جزئی کیا ہے مگر نبوت تامہ سے کوئی دقیقہ فروگذار نہیں چھوڑا۔ (توضیح مرام۔ص ۱۸)۔

پھر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

> اللہ تعالی نے مجھ (مرزا) کو لفظ رسول و نبی و مرسل سے بار بار مخاطب کیا ہے اور میں (مرزا) ان کے ظاہر کرنے پر مامور ہوں (انجام آتھم۔ص ۲۷)

اور اخیر میں جو یہ تاویل کی ہے کہ یہ الفاظ اپنے حقیقی معنی پر مستعمل نہیں ہیں تو یہ محض دھو کہ دہی عوام اہل اسلام اور ان کی زبان بندی ہے، اس لئے کہ شرع اسلام میں ہرگز روا نہیں کہ کوئی رسول یا نبی ہونے کا خواہ مجازی معنی سے دعوی کرے اور اللہ تعالی کسی کو بھی رسول یا نبی یا مرسل کے لفظ سے بعد سرور عالم ﷺ کے مخاطب فرماوے کہ یہ مناقض ہے حکم و لکن رسول اللّه و خاتم النّبیّین و لا نبوّه و لا نبیّ بعدی کے جس سے ہر قسم اور ہر نوع نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔...

اب ۱۷ فروری ۱۸۹۷ء کا مرزا قادیانی کا ایک اشتہار ہے کہ:

> ہم کو مکان فراخ کرنے کا دوبارہ الہام ہوا ہے دو ہزار روپیہ جماعت مخلصین جلد بہم پہنچا

ئیں اور پہلے سے سابق قدم ہو جائیں ۔ (مجموعہ اشتہارات ۔ج ۲۔ص ۳۲۷)

فاعتبروا یا اولی الابصار اور جب فقیر شعبان میں وارد لاہور تھا تو ایک خط میں مولوی محمد احسن امروہی مرزائی نے فقیر کولکھا تھا:

آپ کے چند خیالات مندرجہ خطوط و نیز اشتہار مباہلہ بحضور حضرت امام مہدی یعنی مسیح موعود مصداق امامکم منکم علیہ الصلوۃ والسلام جو عاجز کے روبرو پڑھے گئے..الخ۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس نئے مولوی نے ایک رسالہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ پس اب کون سی بات رہ گئی دعوت نبوت ورسالت سے؟ اور تاویل معنی مجازی کی محض عوام اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے ہے۔

اب سنو نمونہ توہینات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا، مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ:

جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکلیں ۔،

(چونکہ مرزا کی پیش گوئیاں سب جھوٹ اور دام تزویر ہے جس کے راست ہونے کی قطعی ناامیدی ہے اسلئے مرزا نے یہ چالا کی دکھائی کہ پہلے انبیاء کی پیش گوئیاں بہت غلط نکلی ہیں سومعاذ اللہ یہ محض کذب ہے۔ بھلا خدا کا رسول کیا اور اسکی پیشگوئیاں غلط کیا، جابجا انبیاء کے صدق وراستی پر قرآن وحدیث گواہ ہیں)

حضرت موسیٰ کی بعض پیش گوئیاں بھی اسی صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھ لی تھی۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۷۔۸)

غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ مسیح کی پیش گوئیاں زیادہ غلط نکلیں ۔ اسی کتاب میں ہے:

مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرف صرف عقلی تھا جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے ہے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے ...حضرت مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام کرتے رہے۔

(ازالہ اوہام ۔ص ۳۰۳ حاشیہ)۔

پھر مرزا قادیانی لکھتا ہے:

ایک بادشاہ کے وقت چارسو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی (ازالہ اوہام۔ص ۶۲۱)۔

یہ قصہ تورات سے نقل کیا ہے جس کا محرف ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور صحیح حدیث میں وارد ہے لا تصدقوا اھل الکتاب و لا تکذّبوھم ۔حضرت عمرؓ سچے محدث کو

تورات سے نقل کرنے پر زجر ہوئی تھی جس پر لو کان موسی حیاً ارشاد ہوا تھا اب اس جھوٹے محدث کو تورات سے نقل کرنا کیونکر جائز ہو گیا۔ پھر مرزا قادیانی لکھتا ہے:

اور مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا (انجام آتھم۔ص ۴۱)

پھر مزید یہ کہ حضرت یسوع کو نادان شریر مکار روح والا، گالیاں بدزبانی کرنے والا کرنے والا، موٹی عقل والا، جھوٹا، چور، شیطان کے پیچھے چلنے والا لکھ کر بتایا کہ اس کے ہاتھ میں سوائے مکر اور فریب کے اور کچھ نہ تھا آپ کی تین دادیاں نانیاں زناکار اور کسبی عورتیں تھیں۔ آپ جدی مناسبت سے کنجریوں سے میلان اور صحبت رکھتے تھے۔ (دیکھو ضمیمہ انجام آتھم ص ۳ تا ۹)

براہین احمدیہ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ میں حضرت مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں جیسے کہ ایک درخت کے دو پھل یا ایک جوہر کے دو ٹکڑے۔ (براہین ص ۴۹۹۔ حاشیہ)۔

پس واضح رہے کہ حضرت مسیح کا نام نامی یسوع بھی ہے وہ تو باتفاق اہل اسلام تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے پاک اور مکارم اخلاق کے پتلے تھے مثل تمام انبیاء کے مگر جب مرزا قادیانی ان کو ان صفات ذمیمہ سے موصوف جانتا ہے تو مرزا قادیانی خود بھی نادان، شریر، مکار روح والا، گالیاں بدزبانی کرنے والا۔ موٹی عقل والا، جھوٹا، چور، شیطان کا تابع، اس کے ہاتھ میں سواء مکر اور فریب کے کچھ نہیں جس کی تین دادیاں نانیاں زناکار تھیں۔ خود جدی مناسبت سے کنجری باز ثابت ہو گیا کیونکہ وہ اسی جوہر کا ٹکڑا اور اسی درخت کا دوسرا پھل ہے۔ یہ اس کو کسی نے نہیں کہا بلکہ وہ اپنے الہام سے ایسا ثابت ہو چکا ہے۔

یہ سب کچھ لکھ کر اخیر میں مرزا نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے کہ:

یسوع کا حال قرآن میں کچھ درج نہیں ہے کہ یہ کون ہے۔

سو یہ محض جھوٹ ہے کیونکہ یسوع عیسی کا مقلوب حضرت عیسیٰؑ بن مریم کا نام مشہور ہے کوئی ادنی دانش مند بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا ہے۔

پھر ازالہ اوہام میں ہے کہ:

آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا (ازالہ اوہام۔ص ۴۷ حاشیہ)

اور اب یہ ظاہر ہے کہ کلمات توہین انبیاء میں کسی طرح سے بھی کفر سے مخلصی نہیں ہوتی۔ دیکھو شفا اور اس کی شرح ملا علی قاری میں اور تمام مبسوطات عقاید اسلامیہ میں یہ مسئلہ درج ہے۔ پس مرزا قادیانی اور اس کے حواری اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ یہ کس قدر سخت درجہ کے

کافر ہیں۔ چونکہ یہ مبحث کتاب، تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھ رام، میں مفصل بیان کیا گیا ہے اس لئے یہاں اسی قدر مختصر پر کفایت کی جاتی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ مرزا قادیانی جو اپنی پیش گوئیوں کے راست ہونے میں اشتہارات کے ذریعہ سے عوام اہل اسلام کو دھوکہ دے رہے ہیں تو اولاً معلوم ہو کہ پیش گوئیوں کا معاملہ مسلمان ہونے کے بعد پرکھا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی اول مسلمان بن لیں پھر پیش گوئی وغیرہ کا نام لیں۔ ثانیاً مرزا قادیانی ہمیشہ کاذب ہوتے رہے۔ اگر سارا ذکر کروں تو ایک دفتر مرتب ہو جائے گا، بہت لوگوں نے اس کی بابت بہت کچھ لکھا ہے فقیر اس میں اپنا قیمتی وقت رائیگاں نہیں کرتا مگر نمونہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہتا۔ بڑی پیش گوئی لیکھ رام کی موت ہے جس پر مرزا اور مرزائیوں کو سخت ناز ہے اس کی بابت مرزا نے لکھا تھا:

۲۔ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ رمضان ۱۳۱۰ھ میں ایک فرشتہ غلاظ شداد لیکھ رام کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے (برکات الدعا۔ ص ۳۳ حاشیہ۔ ملخصاً)

اب غور کرو کہ چار سال سے زائد مدت تک فرشتہ کو لیکھ رام نہ ملا، چار سال سے زائد مدت کو وہ مقتول ہوا ھل ھذا الّا ھذیان۔

پھر جلسہ تحقیق مذاہب میں پسندیدگی مضمون مرزا قادیانی کا الہام، جس اضغاث احلام کو وہ خود اور عبدالقادر لدھیانوی اپنے خط میں مشتہر کرتا ہے، سو اس مضمون سے کون سے آریہ یا عیسائی وغیرہ ایمان لے آئے؟ جس سے پسندیدگی مضمون معلوم ہوئی۔ معہذا

گاہ باشد کہ کودناداں　　بغلط بر ہدف زند تیرے

مشہور ہے۔ ... شہر لودیانہ میں ۱۶ شوال ۱۳۱۴ھ میں حسن اختتام پایا۔

(منقول از احتساب قادیانیت۔ ج ۱۰۔ ص ۵۴۸۔ ۵۷۴ مختصراً)

افادۃ الافہام

(مولانا انوار اللہ حیدر آبادیؒ کے افادۃ الافہام حصہ اول کی تلخیص و اختصار مختلف عنوانات کے تحت تحریک ختم نبوت حصہ ۱۳ میں نذر قارئین کی جا چکی ہے۔ یہاں اس کتاب کے حصہ دوم کی تلخیص نقل کی جاتی ہے۔ مولانا انوار اللہ مرحوم نے لکھا):

حفاظت حدیث

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس لحاظ سے کہ خود معجزے نہیں دکھلا سکتے عقلی معجزے اختراع کئے، جس کی وجہ سے ان کو حقیقی معجزات کی توہین کی ضرورت ہوئی اور ان معجزات کو ایک قسم کا سحر اور انبیاء کو ساحر قرار دیا، اور خدا تعالی نے جو اپنے کلام میں ان کی تعریفیں کیں اور فضائل بیان کئے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اسی طرح احادیث بھی چونکہ مرزا قادیانی کے دعووں کو ثابت نہیں ہونے دیتی تھیں اس لئے مثل اور فرق باطلہ کے انہوں نے احادیث کو بھی ساقط الاعتبار بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۰ میں ایک طولانی تقریر کے بعد لکھتے ہیں: کیوں جائز نہیں ہے کہ انہوں (یعنی راویوں) نے عمداً یا سہواً بعض احادیث کی تبلیغ میں خطا کی ہو۔

ہم یہاں تھوڑا سا حال احادیث کے اہتمام کا بیان کرتے ہیں جس سے خود معلوم ہو جائے گا کہ علماء نے کس قدر جانفشانیاں کر کے سرمایہ حدیث ہمارے لئے فراہم اور محفوظ رکھا ہے اور وہ کس قدر قابل اعتبار ہے....

امام نوویؒ نے (تقریب متن تدریب ج ۲ ص ۲۲۰) میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ تبلیغ احکام سے فارغ ہو کر عالم جاودانی کو جب تشریف لے گئے اس وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ موجود تھے۔ اہل اسلام پر صحابہ کی حالت پوشیدہ نہیں کہ اشاعت دین میں کیسے ساعی تھے اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ اس راہ میں جان دینا ان کے نزدیک پوری کامیابی اور سعادت ابدی تھی جو ان کے کارناموں سے اظہر من الشمس ہے۔ ان کے ذہنوں میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ ہمارا دین وہی ہے

جو آنحضرت ﷺ نے ارشادات فرمائے ہیں اور اس حیثیت سے کہ یہ دین ناسخ ادیان ہے سوائے قرآن و حدیث کے ان کو نہ کسی کتاب سے تعلق تھا نہ کسی علم سے ۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مقتضائے طبیعت انسانی ہے کہ جس قوم میں کوئی بزرگ جلیل القدر ہو اس کی ادنی ادنی بات اس قوم میں شہرت پاتی ہے، اسی وجہ سے سلاطین و امرائے نامدار کی ہر بات تمام ملک میں مشہور ہو جاتی ہے۔ جب عموماً یہ حال ہو تو سردار کونین ﷺ کے اقوال و افعال و حرکات و سکنات کو ان عشاق جاں باز نے اسلامی دنیا میں کیا کچھ شہرت نہ دی ہوگی۔ پھر جب حاضرین کو حکم و لیبلغ الشا ھد الغا ئب (بخاری ۔ با ب لیبلغ العلم الشا ھد الغا ئب) ہوا کرتا تھا یعنی جو کچھ دیکھو اور سنو غائبوں کو پہنچا دیا کرو، اس حکم صریح نے تو ان حضرات پر اشاعت کو فرض ہی کر دیا۔ پھر اس زمانے میں سوائے قرآن و حدیث کے کوئی علم ہی نہ تھا اور علم کے فضائل میں جو احادیث بکثرت وارد ہیں پوشیدہ نہیں، جن سے ثابت ہے کہ وہ تمام عبادات بلکہ جہاد سے بھی افضل ہے، تو قیاس کیا جائے کہ وہ حضرات جو تحصیل کمالات اخروی پر جان دیتے تھے تعلیم و تعلم قرآن و حدیث پر کس قدر حریص اور اس میں ساعی ہوں گے؟ الغرض متعدد قرائن قویہ سے ثابت ہے کہ اس زمانے میں احادیث نبویہ مثل قرآن متداول تھیں اور تقریباً پوری قوم ان کی حفاظت میں مصروف اور سرگرم تھی اور جہاں جہاں اسلام اپنی روز افزوں ترقیوں سے قدم بڑھاتا اور پہنچتا گیا اس کے ساتھ ساتھ علم بھی پہلو بہ پہلو ترقی کرتا رہا، اور نزدیک اور دور والے اصحاب اس سحاب جاں بخش سے یکساں سیراب ہوئے تھے۔ تقریباً ایک صدی تک ان اکابر دین کے سینے اس گنجینہ بے بہا کے صندوق بنے رہے۔ جب تابعین کا زمانہ صحابہ کے انوار و فیوض سے خالی ہو گیا تو یہ رائے قرار پائی کہ ان علوم نبویہ کی حفاظت کا طریقہ اب یہی ہے کہ قید کتابت میں لائے جائیں، چنانچہ اس وقت سے کتابیں تصنیف ہونے لگیں ۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ غیر اقوام کے لوگ اسلام میں بہت کچھ داخل ہو چکے تھے اور مذاہب باطلہ کی بنیادیں پڑ چکی تھیں اور جس طرح خود غرض بے دینوں کی عادت ہے بہت سے شریر النفس اس تاک میں لگے ہوئے تھے کہ کوئی داؤ چل جائے تو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ کر کے مقتداء بن بیٹھیں ۔ چنانچہ بہت سے حمقاء ان کے دام میں پھنس بھی گئے جس کا حال تواریخ سے ظاہر ہے، اس لئے علماء نے یہ التزام و اہتمام کیا کہ جب تک پورے طور سے راویوں کی دیانت و تقوی ثابت نہ ہو ان سے روایت نہ کی لائے اور اگر لاعلمی سے کوئی روایت بھی لی جائے تو جب بھی کوئی بے دین ثابت ہو جائے اس کی کل روایتیں ساقط الاعتبار کر دی جائیں اور تحقیق کی یہ کیفیت کہ جب کوئی دو

ہم مشرب ملتے تو جرح وتعدیل میں ہی بحث رہتی ،اور اپنے اپنے تجربوں سے جو کچھ ثابت ہوتا ایک دوسرے کو خبر دے دیتے۔ جس سے ایک بڑا فن رجال کا مدون ہوا جس میں ہر راوی کی جرح و تعدیل سے متعلق چشم دید واقعات مذکور ہیں ۔غرض کہ اس تحقیق و تنقیح سے گو بعض صحیح روایتیں جو اس قسم کے لوگوں سے مروی تھیں متروک ہو گئیں لیکن بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بنائی ہوئی روایتوں کی قلعی کھل گئی اور ساقط الاعتبار کر دی گئیں اور یہی طریقہ علماء میں جاری رہا۔

اگر چہ ایسے لوگوں کی روایتیں متروک کر دی جاتی تھیں مگر بعض روایات جو راوی کے غیر متدین ہونے پر دلیل تھیں وہ زبان زد تھیں مثلاً تدریب الراوی جلد ا صفحہ ۲۸۴ میں امام سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ محمد ابن سعید شامی یہ روایت کی عن حمید عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انا خا تم النّبیین لا نبیّ بعدی ا لّا ان یّشا ء اللّٰہ ۔ چونکہ اس شخص کو دعوی نبوت کرنا منظور تھا اس لئے اس نے اس حدیث میں ا لّا ان یّشا ء اللّٰہ بڑھا دیا اور اس کے بعد نبوت کا دعوی کیا ۔مگر اس زمانے میں ایسی زیادتیاں اور داؤ پیچ کب چل سکتے تھے آخر وہ سولی پر چڑھایا گیا اور اس کی روایتیں موضوعات میں شامل کی گئیں ۔

اسی طرح وہ روایات جو قبل تحقیق کتابوں میں درج ہو چکی تھیں وہ باقی رہ گئیں تھیں ایسی احادیث کے لئے محدثین نے خاص خاص کتابیں لکھیں اور سب موضوعات کو ان میں داخل کر دیا۔ چنانچہ یہ بھی ایک جداگانہ فن مدون ہو گیا۔

فن اصول حدیث کے دیکھنے سے یہ بات مبرھن اور منکشف ہو جاتی ہے کہ اکابر محدثین نے کیسی کیسی جانفشانیاں اور موشگافیاں کر کے آخری زمانے والوں کے لئے ان کے دین کا سرمایہ محفوظ رکھا۔ چنانچہ شرح اشباہ والنظائر صفحہ ۳۸۷ میں جو منقول ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ آدمی کامل محدث نہیں ہو سکتا جب تک امور ذیل پر پورے طور پر واقف اور ماہر نہ ہو:

آنحضرت ﷺ کے اخبار اور جو احکام آپ ﷺ نے مقرر فرمائے ہیں ،اور نیز صحابہ کے اخبار اور تابعین اور جمیع علماء کے احوال اور تواریخ اور ہر ایک کا نام اور کنیت اور وطن اور زمانہ اور احادیث کے اقسام کہ کون سی حدیث مسند ہے اور کون سی مرسل اور مقطوع اور موقوف وغیرہ ہے۔ اسکے سوا رسم الخط اور صرف ونحو اور لغت کا بھی ماہر ہو اور عمر بھر خالصاً لوجہ اللہ اسی کام میں لگا رہے۔

فن رجال کے واقفین پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جتنے اکابر محدثین تھے وہ سب ان صفات کے ساتھ متصف تھے اور یہ باتیں سب کو ازبر تھیں، اگر چہ بظاہر یہ امر کسی قدر مستبعد معلوم ہوتا ہے

مگر غور کرنے سے یہ استبعاد رفع ہوسکتا ہے۔ آخر قوت حافظہ کے مدارج ہیں، بعض حافظے ایسے بھی ہوسکتے ہیں کہ جو چیز انہوں نے دیکھی یا سنی وہ پتھر پر نقش ہوگئی جیسے عکسی تصاویر میں ہوتا ہے اور اس کے نظائر من وجہ اس زمانے میں بھی موجود ہیں مثلاً بعض وکلاء کو کل قانونی کتابیں ایسی ازبر ہوتی ہیں کہ جو مضمون پوچھئے اس کی دفعہ وغیرہ بتلا کر صدہا نظائر اور فیصلوں کے پورے پورے مضامین پیش کردیتے ہیں۔ اصل سبب اس کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اس دین کی حفاظت منظور ہے جو ارشاد باری تعالیٰ و انا له لحافظون سے ظاہر ہے اس لئے ایسے افراد منتخب روزگار پیدا کرکے ان سے یہ کام لیا۔ ان حضرات نے وہ وہ موشگافیاں کیں کہ فن حدیث ایک سو فنون پر مشتمل ہوگیا جس کی تصریح امام سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں کی ہے اور ان حضرات نے بفضلہٖ تعالیٰ ان میں اعلیٰ درجے کی ترقی کرکے ان سب کو کمال پر پہنچا دیا۔ اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ کیا ان حضرات کے روبرو کسی کے داؤ پیچ اسلام میں چل سکتے تھے کیا ممکن ہے کہ کسی کی بنائی ہوئی حدیث کو ان کی غامض نظرو ں سے چھپ کر صحت کے پیرائے میں آسکتی تھی۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ہمارے یہاں کی ضعیف حدیث دوسری ملتوں کی قوی اور صحیح روایتوں سے بدرجہا قوی ہوگی....

مرزا قادیانی جو کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہوگی، سو یہ ظاہراً درست ہے کیونکہ امکان کا دائرہ ایسا وسیع ہے کہ جس چیز کا نہ کبھی وجود ہوا، نہ ہوگا، وہ بھی اس میں داخل ہے۔ مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ ان حضرات نے نہ عمداً خطا کی ہو نہ سہواً۔ پھر اس کی کیا وجہ کہ خطا کا امکان پیش کرکے وہ اکابر دین نشانہ ملامت بنائے جائیں۔

قرائن مذکورہ بالا پر نظر ڈالنے کے بعد یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ ہزارہا اکابر دین اور متدین علماء نے جب فن حدیث کا اس قدر اہتمام کیا ہے تو صرف ایک خفیف سا احتمال اس قابل نہیں کہ اس کے مقابل پیش ہوسکے۔

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ اکابر محدثین جنہوں نے نہ سلاطین و امراء کی صحبت اختیار کی جس سے احتمال ہو کہ ان کی خاطر سے کوئی حدیث بنائی ہو، نہ اشاعت علوم پر ماہوار یا کسی قسم کا چندہ مقرر کیا جس سے خیال ہو کہ کثرت احادیث کی ضرورت سے کچھ حدیثیں بنائی ہوں، ان حضرات نے تو اشاعت علوم میں جان دینے سے بھی دریغ نہیں کیا.. ایسے حضرات کی روایات میں تو احتمالات پیدا کئے جائیں اور مرزا قادیانی عیسویت اور وحی کی وجہ سے لاکھوں روپیہ حاصل کریں اور ان کی خبروں میں احتمال بھی قائم نہ کیا جائے، عجیب بات ہے، اگر عقل سے کام لیا جائے تو معاملہ بالعکس

ثابت ہو جائے گا۔

فن اصول حدیث وفقہ میں یہ بحث نہایت مبسوط ہے کہ احادیث صحیحہ قابل تصدیق اور واجب العمل ہیں انہیں احادیث پر اکثر مسائل فقہ کا دار و مدار ہے۔ اگر وہ بے اعتبار قرار دیئے جائیں تو تمام مذاہب حقہ درہم برہم ہو جائیں اور بے دینوں کو آیات قرآنیہ میں تصرف کا موقع ہاتھ آ جائے گا۔ چنانچہ ملاحدہ نے یہی کام کیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جو چیز تواتر سے ثابت ہو اس کا علم یقینی اور ضروری ہوتا ہے اور احادیث غیر متواترہ کا علم ظنی ہے مگر شریعت نے اس ظن غالب کو اعتبار کر لیا ہے۔ دیکھ لیجئے دو گواہوں کی خبر سے جملہ حقوق ثابت ہوتے ہیں یہاں تک کہ دو گواہوں کی گواہی سے مسلمان کا قتل قصاص میں مباح ہو جاتا ہے۔ اب دیکھئے کہ دو شخصوں کی خبر کسی طرح متواتر نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے صرف ظن غالب ہو جاتا ہے باوجود اس کے شریعت نے اس کا اعتبار کر لیا ہے۔ اسی طرح ثبوت نسب صرف باپ کے اقرار پر ہو جاتا ہے، اگر اس کیلئے تواتر شرط ہو تو ممکن نہیں کہ کوئی شخص اپنے آباء واجداد کی میراث اور جائداد کا مالک بنے۔ پھر باپ جو لڑکے کے نسب کا اقرار کرتا ہے اس کا مدار صرف ظن غالب پر ہے جو اپنی زوجہ کے بیان اور قرائن خارجیہ مثل عفت وغیرہ کے لحاظ سے اس کو حاصل ہوتا ہے۔ اگر اس ظن غالب کا اعتبار نہ کر کے کسی شخص کے نسب میں ناشائستہ احتمال پیش کئے جائیں تو کیا ان احتمالوں کو وہ قابل تسلیم سمجھے گا، یا کسی اور طریقے سے پیش آئیگا جو دشنام کے جواب میں اختیار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جہاں قبلہ مشتبہ ہو جائے تو ظن غالب پر عمل لازم ہو جاتا ہے گو وہ خلاف واقع ہو اور اسی طرف نماز بھی صحیح ہو جاتی ہے، اگرچہ سمت قبلہ کے خلاف پڑھی ہو۔

غرض ہر چیز جو ظن غالب سے ثابت ہوتی ہے شرعاً عقلاً قابل تصدیق سمجھی جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی جو احتمال ضعیف پیش کر کے احادیث کو بے اعتبار بنانا چاہتے ہیں اہل اسلام اس کو ہرگز جائز نہیں رکھ سکتے کیونکہ یہ بات گویا فطرتی ہے کہ ہر قوم اپنے مقتداء اور پیشوا کی باتیں جو انکے اسلاف نے ان تک پہنچائی ہیں ان کو قابل قبول اور ان کے مخالفین کتنے ہی احتمال پیدا کریں ان کو لغو سمجھتی ہے۔ اسی وجہ سے مرزا کی کوئی بات نہ نصاری میں فروغ پائی نہ آریہ وغیرہ میں باوجود یہ کہ براہین احمدیہ میں انہوں نے اقسام کے احتمال ان کے مذاہب میں پیدا کر دیئے۔ پھر مسلمانوں پر یہ آفت کیوں آ گئی کہ جس نے جیسا کہہ دیا اسی کی چل گئی، اور ایسے شخص کے مقابلے میں کل اسلاف جن میں فقہاء محدثین اور اولیاء اللہ شامل ہیں سب جھوٹے سمجھے جائیں۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۴ میں لکھتے ہیں:

اکثر احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں و الظّن لا یغنی من الحقّ شیئاً۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت کفار کی شان میں ہے۔ان کی عادت تھی کہ جب قیامت وغیرہ امور حقہ کا ذکر سنتے تو اس کے خلاف میں اٹکل کی باتیں بناتے تھے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: و اذا قیل انّ وعد اللّٰہ حقّ و السّاعۃ لا ریب فیھا قلتم ما ندری ما السّاعۃ ان نّظنّ الّا ظنّا و ما نحن بمستیقنین (جاثیہ: ۳۲) یعنی جب قیامت کا ذکر سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمیں اس کا ظن ہے یقین نہیں ہے۔اور ارشاد ہے ان یّتّبعو ن الاالظّنّ و ان ھم الّا یخر صون (انعام: ۱۱۶) یعنی وہ صرف گمان پر چلتے ہیں اور وہ صرف اٹکل کی باتیں بناتے ہیں۔ اسی طرح اس آیت شریفہ میں بھی ارشاد ہے و ما یتّبع اکثرھم ا لّا ظنّا ۔ انّ الظّنّ لا یغنی من الحقّ شیئاً (یونس: ۳۶) یعنی اکثر کفار صرف گمان پر چلتے ہیں اور گمان حق کے مقابلے میں کام نہیں آتا۔

الحاصل جس گمان کی توہین ہو رہی ہے وہ وہی گمان ہے جو آیات و احادیث کے خلاف میں عقل دوڑانے سے پیدا ہوتا ہے جس کے مرتکب مرزا قادیانی ہو رہے ہیں۔ دیکھ لیجئے جہاں کوئی حدیث وہ اپنے مقصود کے مخالف پاتے ہیں اٹکل کی باتیں بنانے لگتے ہیں کہ ممکن ہے کہ راوی نے عمداً یا خطاءً جھوٹ کہہ دیا ہوگا اور ممکن ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں، وغیرہ۔اب اہل انصاف غور کریں کہ آیت شریفہ ہمارے لئے مفید ہے یا ان کے لئے ۔ اگر راویوں میں احتمالات پیدا کر کے احادیث بے اعتبار قرار دیئے جائیں تو دین کی کوئی بات ثابت نہ ہو سکے گی۔ دیکھ لیجئے نماز سے زیادہ کوئی حکم ضروری نہیں ہے۔ پھر نہ پانچ وقت کی نماز قرآن سے صراحتاً ثابت ہوتی ہے، نہ اس کے ادا کرنے کا طریقہ۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ بعض لوگ خصوصاً مرزا خواہ مخواہ احادیث کو مخالف قرآن قرار دے کر ان کو بے اعتبار کرنا چاہتے ہیں یہ ان کی کم فہمی ہے، اس لئے کہ اکابر علماء نے جب کسی حدیث کو صحیح مان لیا ہے اگر وہ فی الواقع مخالف قرآن ہے تو یہ کہنا پڑے گا کہ ان کو قرآن کا علم نہ تھا۔ پھر ایسے لوگ جو قرآن ہی کو نہ جانیں وہ اکابر دین اور مقتداء کیونکر ہو سکتے تھے۔ بات یہ کہ جو حدیث بظاہر مخالف قرآن معلوم ہو، وہ ہمارے فہم کا قصور ہے، درحقیقت مخالفت ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے مجتہدین کی دین میں ضرورت ہوئی، جن کا کام یہ تھا کہ قرآن و حدیث کو تطبیق دے کر قول فیصل اور دونوں کا ماحصل بیان کر دیں۔ اس کی تصدیق اس سے بخوبی ہو سکتی ہے

کہ آدمی جوفن پڑھتا ہے ہر سبق میں اقسام کے تعارض وتخالف اس کے ذہن میں آتے ہیں، مگر استاد کامل ان سب کا جواب دے کر تسکین کر دیتا ہے اسی طرح مجتہدین کا حال بھی سمجھنا چاہیے۔

مرزا قادیانی نے احادیث کی توہین تو بہت کچھ کی لیکن لطف خاص یہ ہے کہ خود ہی ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۶ میں یہ بھی فرماتے ہیں:

اب سمجھنا چاہیے کہ گو اجمالی طور پر قرآن شریف اکمل واتم کتاب ہے مگر ایک حصہ کثیرہ دین کا اور طریقہ عبادات وغیرہ کا مفصل اور مبسوط طور پر احادیث سے ہم نے لیا ہے۔

ابھی احادیث کو انّ الظّنّ لا یغنی من الحقّ شیئاً کے تحت میں داخل کر کے غیر معتد بہ بنا دیا تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ جو حصہ کثیرہ دین کا احادیث سے ثابت ہے وہ لا شئے محض ہے۔ اس تقریر میں احادیث کی وقعت جو بیان فرماتے ہیں وہ بھی ایک حکمت عملی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوئی کہ نیچریوں نے مرزا قادیانی کی مسیحائی کی بنیاد ہی کو زیر وزبر کر دیا۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۵ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

حال کے نیچری جنکے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ وقال الرسول کی باقی نہیں رہی، یہ بے اصل خیال پیش کرتے ہیں کہ جو مسیح ابن مریم کے آنیکی خبریں صحاح میں موجود ہیں یہ تمام خبریں ہی غلط ہیں۔ شاید ان کا ایسی باتوں سے مطلب یہ ہے کہ تا اس عاجز کے اس دعوی کی تحقیر کر کے کسی طرح اس کو باطل ٹھہرایا جائے۔

چونکہ مرزا قادیانی کو عیسویت سے خاص قسم کی دل چسپی ہے اور نزول عیسیٰؑ کے ثبوت کا مدار احادیث کے ثبوت پر ہی تھا، اس لئے انہیں احادیث کی توثیق کی ضرورت ہوئی، ورنہ ان کو اس سے کیا تعلق؟ دیکھ لیجئے کہ عیسیٰؑ کی موت پر جب کوئی حدیث نہ ملی تو انجیل موجودہ کو پیش کر دیا کہ اس سے ان کو سولی پر چڑھایا جانا ثابت ہے۔ پھر اس کی توثیق میں کہہ دیا کہ بخاری سے ثابت ہے کہ انجیل میں کوئی تحریف لفظی نہیں ہوئی اور اس کی کچھ پرواہ نہ کی کہ حق تعالی بتصریح و ما قتلوہ فرما رہا یعنی عیسیٰؑ کو کسی نے سولی پر نہیں چڑھایا۔ اب غور کیجئے کہ جیسے مرزا صاحب اپنی مضر حدیثوں کو رد کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہوگی، اسی طرح نیچری بھی اس احتمال سے اپنی خواہش پوری کریں گے۔ کیا وجہ کہ مرزا قادیانی تو اس احتمال سے نفع اٹھائیں اور نیچری اس سے روکے جائیں۔ نزول عیسیٰؑ کے باب میں جو حدیثیں وارد ہیں ان کی اس قدر توثیق کی کہ حد تواتر کو پہنچا دیا، چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۷ میں فرماتے ہیں کہ:

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجے کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کرلیا ہے..تواتر کا درجہ اس کو حاصل ہے۔

دوسرے مقام (ازالہ اوہام۔ص۳۰۳) میں لکھتے ہیں:

غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا،نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں۔ بھلا اگر ہے تو کم سے کم تین یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارے میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہیں، ورنہ ایک یا دو آدمی کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے۔

اس تقریر سے ظاہر ہے کہ جسم خاکی کے ساتھ عیسیٰ کا آسمان سے اترنا ایک دو صحابہ کے قول سے ثابت ہے جس کو اجماع نہیں کہہ سکتے اور اوپر کی تقریر سے ثابت ہے کہ کل صحابہ نے ابن مریم کے آنے پر اتفاق کیا ہے اور وہ اعلی درجہ کے تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ چونکہ ہمارا یہ دعوی ہے کہ کل صحابہ کا اس مسئلہ میں اتفاق تھا اور مرزا اس کو قبول نہیں کرتے تو ان کو چاہیے کہ کوئی ایسی روایت پیش کردیں کہ اس مسئلے میں صحابہ کے دو فرقے ہو گئے تھے۔ دو صحابی جسم کے ساتھ اترنے کے قائل تھے اور باقی صحابہ نے بغیر جسم کے روحانی طور پر اترنے کی تصریح کی ہے اور اگر کل نہیں تو جیسا کہ خود فرماتے ہیں تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیں، اور جب تک یہ اختلاف ثابت نہ کیا جائے انہیں صحابہ کی تصریح پر اجماع سکوتی کل صحابہ کا واجب التسلیم ہوگا۔ اگر منصف غور کریں تو یہی قول فیصل ہوسکتا ہے اور یہ بات یاد رہے کہ وہ ہرگز کسی صحابی کا یہ قول پیش نہیں کرسکتے کہ مسیح روحانی طور پر اتر ینگے۔

مرزا قادیانی نے جو ابھی فرمایا ہے کہ ایک حصہ کثیرہ دین کا احادیث سے ثابت ہوتا ہے معلوم نہیں اس میں بخاری کی تخصیص کیوں نہیں کہ وہ تو اس حدیث کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے جو بخاری میں نہیں ہوتی۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۴۱ میں لکھتے ہیں:

یہاں تک مضمون اس حدیث کا نادر اور قلیل الشہرت رہا کہ بخاری جیسے رئیس المحدثین کو یہ حدیث نہیں ملی کہ مسیح ابن مریم دمشق کے شرقی کنارے میں منارہ کے پاس اتریگا۔

اور مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کو رئیس المحدثین امام بخاری نے چھوڑ دیا۔ (ازالہ اوہام)

امام زمان

ان دونوں تقریروں سے ظاہر ہے کہ جو حدیث بخاری میں نہیں ہوتی ان کے نزدیک وہ حدیث ہی نہیں، اور اگر ہے بھی تو ضعیف جو قابل اعتبار نہیں کیونکہ جو حدیث رئیس المحدثین کو نہ ملی ہو وہ دوسرے کسی محدث کو کہاں سے مل گئی؟ اور اگر وہ حدیث ہو بھی تو اس کو ضعیف سمجھ کر انہوں نے اپنی صحیح میں داخل نہیں کیا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اعتبار کے قابل نہیں۔ اب مرزا قادیانی سے پوچھنا چاہیے کہ ضرورت الامام میں جو آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے زمانے کے امام کو شناخت نہ کرے اس کی موت جاہلیت کی ہوتی ہے.. جاہلیت کی موت ایک ایسی جامع شقاوت ہے جس سے کوئی بدی اور بدبختی باہر نہیں ...اور وہ صحیح حدیث یہ ہے عن معاویہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من مات بغیر امام مات میتة جاھلیة کذا فی مسند امام احمد و الترمذی و ابن خزیمه و ابن حبان، اور نیز ضرورت الامام صفحہ ۲۴ میں لکھتے ہیں:

> یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی رسول محدث مجدد سب داخل ہیں مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کے لئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات ان کو دیئے گئے وہ گو ولی ہوں یا ابدال امام الزمان نہیں کہلا سکتے.. میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ وہ امام الزمان میں ہوں۔

حدیث موصوف تو بخاری میں نہیں پھر وہ صحیح کیسے ہوگئی۔ اگر یہ روایت ہماری طرف سے پیش ہوتی تو مرزا قادیانی ضرور فرماتے کہ اس کا مطلب ظاہر ہے کہ جو شخص بغیر امام کے مرے وہ مردار موت مرا، اس لئے ہر مسلمان کو ضرور ہے کہ مرتے وقت امام کو لے مرے، اور ظاہر ہے کہ قتل عمد شرعاً ناجائز ہے، اس سبب سے یہ حدیث موضوع ہے اور بڑی دلیل اس کے موضوع ہونے پر یہ ہے کہ اس کا مضمون یہاں تک نادر اور قلیل الشہرت رہا کہ امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو یہ حدیث نہ ملی اور اگر ملی ہو تو ضعیف سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اب انصاف کیا جائے کہ ایسی حدیث خود اپنے استدلال میں کیوں پیش فرماتے ہیں اور اگر قابل استدلال سمجھتے ہیں تو مسلم کی دمشق والی حدیث نے کیا قصور کیا، حالانکہ مسلم کی روایتیں بہ نسبت مسند وغیرہ کے وثوق میں زیادہ ہیں۔ علاوہ اس کے کل احادیث کو انّ الظّن لا یغنی من الحقّ شیئاً میں داخل کر کے بے اعتبار کر دیا تھا۔ پھر ایسی حدیث سے آپ کا استدلال کرنا کیونکر صحیح ہوگا۔ پھر استدلال بھی کیسا کہ جو آپ کو امام الزمان

نہ مانے وہ کافر جہنمی ہے کیونکہ شقاوت جامعہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے۔ اب دیکھئے جو سزا اس حدیث کے نہ ماننے پر تجویز کر رہے ہیں وہ اس قدر سخت ہے جو کامل قرآن کے نہ ماننے والے کی ہونی چاہیے، حالانکہ وہ حدیث انہیں کے اصول پر قابل اعتماد نہیں۔ پھر اگر اس حدیث میں ان کا نام مصرح ہوتا تو جب بھی ایک بات تھی گو اس وقت بھی مناظر کو گنجائش تھی کہ اس نام کے بہت لوگ موجود ہیں اور آئندہ بھی ہوسکتے ہیں جب سرے سے اس میں ان کا ذکر ہی نہیں تو اب تو احتمال کو بھی گنجائش نہ رہی۔ باوجود اس کے اپنے منکر کی سزا دوزخ جو ٹھہرا رہے ہیں کیسی بے باکی ہے۔ بخلاف اس کے بخاری اور مسلم کی حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بتصریح فرما دیا ہے ہے کہ عیسیٰ نبی اللہ بن مریم آخری زمانے میں آسمان سے اتریں گے اور یہ مجموعہ صفات سوائے عیسیٰؑ کے اور کسی پر صادق نہیں آتا۔ باوجود اس کے مرزا قادیانی یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ بن مریم نبی اللہ رکھ دیا ہے۔ الحاصل مرزا جب دیکھتے ہیں کہ کوئی حدیث اپنے دعوے کے لئے مضر ہے تو کبھی یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ بخاری میں نہیں ہے اس لئے قابل اعتبار نہیں اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح بھی ہو تو اس سے ظن ثابت ہوگا اور اس کا اعتبار ہی کیا۔ اور جب ان کو استدلال منظور ہوتا ہے تو بخاری و مسلم میں نہ بھی ہو تو وہ حدیث صحیح بھی ہو جاتی ہے اور خود اس کا مصداق بھی بن جاتے ہیں اور نہ ماننے والے کو جہنمی قرار دیتے ہیں کیا کوئی متدین شخص اس قسم کی کارسازیاں اور ناجائز تصرفات احادیث نبویہ میں کرسکتا ہے۔ کیا ایسے قوی قرائن دیکھنے کے بعد بھی عقل کو کسی قسم کی جنبش نہ ہوگی۔ آخر عقل بے کار نہیں پیدا کی گئی مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۵ میں خود فرماتے ہیں:

> اسلام اگرچہ خدائے تعالیٰ کو قادر مطلق بیان فرماتا ہے اور فرمودہ خدا و رسول کو عقل پر فوقیت دیتا ہے مگر پھر بھی وہ عقل کو بے کار اور معطل ٹھہرانا نہیں چاہتا۔

جب خدا و رسول کے مقابلے میں عقل بے کار نہیں ہوتی تو اس عقل پر افسوس ہے کہ اس قسم کی کارسازیاں دیکھ کر بھی ساکت اور بے حس و حرکت رہے اور کوئی حکم نہ لگائے۔ مرزا قادیانی نے جو کہا تھا کہ ممکن ہے کہ حدیثوں کے راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہو یہ ان راویوں کی نسبت فرماتے ہیں جن پر اکابر محدثین اور فقہاء نے اعتماد کیا ہے اور ایک جماعت کثیرہ نے تحقیق کر کے فن رجال میں ان کی توثیق کی ہے اور خود مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۴ میں تحریر فرماتے ہیں:

> سلف خلف کیلئے بطور وکیل کے ہیں اور ان کی شہادت آنے والی ذریت کو ماننی پڑتی ہے

باوجود یہ کہ سلف نے ان راویوں کی توثیق کی ہے مگر اقسام کے احتمالات پیدا کر کے ان کونہیں مانتے۔ اب ان کی روایتوں کو دیکھئے ازالہ اوہام صفحہ ۷۰۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

کریم بخش روایت کرتے ہیں کہ گلاب شاہ مجذوب نے تیس برس کے پہلے... مجھ کو کہا کہ عیسی اب جوان ہو گیا ہے اور لدھیانے میں آ کر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔،

پھر کریم بخش کی تعدیل بہت سے گواہوں سے کی گئی جن میں خیراتی، بوٹا، کنہیا لال، مراری لال، روشن لال کنیشامل وغیرہ شامل ہیں اور ان کی گواہی یہ کہ کریم بخش کا کوئی جھوٹ کبھی ثابت نہیں ہوا۔ دیکھئے قطع نظر گواہوں کی حیثیت کے ان کی گواہیوں سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ کریم بخش سچا آدمی تھا اس لئے کہ انہوں نے یہی کہا ہے کہ کبھی جھوٹ اس کا ثابت نہیں ہوا۔ اعلی درجے کے جھوٹے کی نسبت بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا جھوٹ کبھی ثابت نہ ہوسکا، یعنی کمال درجے کا چالاک اور بیباک ہے کہ باوجودیکہ عمر بھر جھوٹ کہا مگر اس کو ثابت نہیں دیا۔ اسی وجہ سے کتب رجال میں توثیق کے محل میں یہ لکھتے ہیں فلان صدوق عدل لیس بکذاب وغیرہ جس سے جھوٹا نہ ہونا بتصریح معلوم ہوتا ہے پھر اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ راوی منفرد ہے کوئی اس کا متابع نہیں اور روایت کی یہ کیفیت کہ ایک شخص مجذوب کا کلام جس کو خود خبر نہیں کہ بڑھ کر میں کیا کہہ رہا ہوں۔ پھر اس حدیث کا مضمون کیسا کہ عیسی قرآن میں غلطیاں نکالے گا۔ عجیب قسم کا سلسلہ قائم ہو گیا ہے محدثین کے یہاں سلسلۃ الذھب مشہور ہے، معلوم نہیں کہ اس سلسلے کو اگر وہ دیکھیں تو کیا کہیں گے۔

اس روایت کے بعد ازالہ اوہام صفحہ ۷۱۹۔۷۲۰ میں لکھتے ہیں کہ

مکاشفہ مذکورہ بالا کے مویدایک رؤیائے صالحہ ذیل میں بیان کی جاتی ہے جس کو ایک بزرگ محمد نام خاص مکے کے رہنے والے عربی مکی نے دیکھا ہے کہ میں مشرق کی طرف کیا دیکھتا ہوں کہ عیسی آسمان سے اتر آیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی اور میں نے دل میں کہا کہ انشاء اللہ عیسی میری زندگی میں اتر آئے گا اور میں اس کو اپنی آنکھ سے دیکھ لوں گا۔،

یہ بزرگ علم سے بے بہرہ تھے۔ عیسی کو خواب میں دیکھتے ہی سچ مچ عیسی سمجھ لیا اور یہ خیال جما لیا کہ عیسی اپنی زندگی میں اترے گا۔ یہ تو مرزا قادیانی بھی ازالہ صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں:

صدہا مرتبہ خوابوں میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک چیز نظر آتی ہے اور دراصل اس سے مراد کوئی دوسری چیز ہوتی ہے۔،

حضرت یوسفؑ کو جو تعبیر کا علم دیا گیا تھا اس سے بھی ظاہر ہے کہ جو خواب میں دیکھا

جاتا ہے وہ تعبیر نہیں ہوتی۔ چنانچہ بادشاہ نے جو خواب دیکھا تھا کہ دبلی گائیوں نے موٹی گائیوں کو کھالیا، اس کی تعبیر قحط سالی دی گئی، جس سے ظاہر ہے کہ سنین قحط گائیوں کی شکل میں دکھلائے گئے تھے جن میں نہ صورۃً مماثلت ہے نہ اسماً۔ اسی طرح تعبیر کی معتبر کتابوں میں مصرح ہے کہ جو کوئی عیسی کو خواب میں دیکھے وہ دور دراز کا سفر کرے گا، یا طبیب بنے گا، یا اطاعت کی اس کو توفیق نصیب ہوگی۔ تعجب نہیں کہ اس خواب کے بعد مکی صاحب نے مرزا قادیانی کی زیارت کے شوق میں ہندوستان کے دور دراز سفر کی مشقت گوارا کی ہو، جس سے تعبیر پوری ہوگئی ہوگی۔ غرض کہ اس خواب کی تعبیر کو نہ عیسی سے تعلق ہے نہ مثیل عیسی سے، اگر یورپ کا سفر بھی انہوں نے کیا ہو تو جب بھی تعبیر پوری ہوگئی۔ بہر حال اول تو وہ خواب اور وہ بھی ایک مجہول اور جاہل شخص کا جس کو تعبیر کا علم نہیں اس پر وہ وثوق کہ اپنے عیسی موعود ہونے پر اس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ہزارہا کتب حدیث وتفسیر سے جو ثابت ہے وہ تو بالائے طاق رکھا رہے اور ایسی روایتوں کی بنیاد پر مرزا کا نیا کارخانہ قائم ہوجائے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی بجز اس کے کہ آخری زمانہ کا اقتضاء کہا جائے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۷۰۴ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> محمد یعقوب صاحب نے میرے پاس بیان کیا کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم سے میں نے سنا ہے کہ آپ کی نسبت یعنی اس عاجز کی نسبت کہتے تھے کہ میرے بعد ایک عظیم الشان کام کے لئے وہ مامور کئے جائیں گے ... مجھے یاد نہیں کہ اس وقت کون کون موجود تھے مگر میاں عبداللہ سنوری نے میرے پاس بیان کیا کہ میں اس تذکرے کے وقت موجود تھا اور میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔

اس روایت کے راوی فقط یعقوب صاحب ہیں اور جس طرح کریم بخش کی توثیق کی گئی تھی، ان کی نہیں کی گئی۔ اور روایت جو غزنوی صاحب سے ہے اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کو اس غیب کی خبر کسی نے دی تھی، یا مرزا قادیانی کی جودت طبع کو دیکھ کر اپنا قیاس انہوں نے ظاہر کیا تھا۔ پھر عظیم الشان کام کی تعیین بھی نہیں اور نہ لغت یا عرف میں اس کے معنی عیسویت کے ہیں۔ غور کرنے کی جگہ ہے کہ نبی ﷺ عیسیٰ کی تعیین ان متعدد الفاظ سے فرمارہے ہیں کہ وہ کسی دوسرے پر ہرگز صادق نہیں آسکتے یعنی عیسی ابن مریم، روح اللہ مسیح آسمان سے اتریں گے، وہ تو قابل اعتبار نہ ہوا اور غزنوی صاحب کا یہ کہہ دینا کہ مرزا قادیانی ایک عظیم الشان کام کے لئے مامور ہوں گے، عیسی موعود ہونے کے لئے کافی ہوجائے۔ کس قدر جرأت وبے باکی کی بات ہے جس کے دل میں نبی

کریم ﷺ کی معمولی عظمت بھی ہو اس سے یہ کام ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اب اہل انصاف سے ہم پوچھتے ہیں کہ جتنا وثوق و اعتماد مرزا قادیانی کو الٰہی بخش اور یعقوب صاحب اور بوٹا اور کنہیا لال اور روشن لال اور کنیشا مل پر ہے، کیا مسلمانوں کو امام مسلم و نسائی وغیرہ محدثین اور ان کے اساتذہ پر اتنا بھی نہ ہونا چاہیے۔

مرزا قادیانی تو ان لوگوں کی روایت اپنے استدلال میں پیش کریں اور ان کی امت اس کو مان لے اور اہل اسلام اکابر محدثین کی روایتیں پیش کریں اور وہ قابل وثوق نہ سمجھی جائیں۔ ہمیں مرزائیوں سے شکایت نہیں، ان کو ضرور ہے کہ اپنے مقتدا کی بات مان لیں کیونکہ ہر فرقے کا یہی فرض منصبی ہے، اگر شکایت ہے تو مسلمانوں سے ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی بات نہ مان کر مرزا قادیانی کی طرف مائل ہوتے جارہے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ لاکھ سے زیادہ مسلمان مرزائی ہو گئے اور برابر ہوئے جاتے ہیں جس سے ان کو یہ لازم ہوتا ہے کہ مرزا کے ہم خیال ہو کر احادیث کو قابل اعتبار نہ سمجھیں۔ مسلمانوں کو نصاری وغیرہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ اپنے دین کی روایتوں پر وہ کس قدر وثوق رکھتے ہیں کہ کسی کی تشکیک و جرح کا ان پر اثر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا نے براہین احمدیہ میں بہت کچھ لکھا مگر کسی نے اس کو قابل توجہ نہیں سمجھا اور بہت سے مسلمان ازالہ اوہام کو دیکھ کر اپنے اعتقادوں سے پھر گئے اگر پہلے ہی سے وہ لوگ برائے نام مسلمان تھے جن پر مرزا کا افسوں کارگر ہو گیا تو ہمیں اس میں بھی کلام نہیں، ایسے لوگوں کا دین سے خارج ہو جانا ہی اچھا ہوتا ہے۔ ہمارا روئے سخن ان حضرات کی طرف ہے جنھوں نے لاعلمی سے مرزائی دین اختیار کرلیا ہے ان کو چاہیے کہ ان امور پر اطلاع ہونے کے بعد توبہ کر کے تجدید اسلام کریں۔

مرزا قادیانی نے جس طرح احادیث کے ساقط الاعتبار کرنے کی فکر کی اس سے زیادہ تفسیروں کے وہ دشمن ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۷۲۶ میں لکھتے ہیں:

> کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے انہیں (مولویوں کو) بہت خراب کیا ہے اور ان کے دلی اور دماغی قوی پر بہت برا اثر ان سے پڑا ہے۔ اس زمانے میں بلا شبہ کتاب الٰہی کے لئے ضرور ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کر سکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشی کے مزاحم ہو رہی ہیں۔،

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۷۶ میں لکھتے ہیں:

پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا ..اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔

ابھی معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی نے احادیث میں رخنہ اندازی کی کیسی کیسی تدبیریں نکالیں۔کبھی کہتے ہیں کہ راویوں نے عمداً یا سہواً بعض احادیث کے پہنچانے میں خطا کی ہوگی، کبھی کہتے ہیں کہ احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں و الظّن لا یغني من الحقّ شیئاً۔اور کبھی کہتے ہیں کہ جو حدیث بخاری میں نہ ہو وہ ضعیف ہے قابل اعتبار نہیں۔

بخاری شریف میں کئی قسم کی حدیثیں مذکور ہیں آنحضرت ﷺ کے افعال واقوال صحابہ کے اقوال وافعال اور تابعین وغیرھم کے افعال واقوال۔آنحضرت ﷺ کے اقوال کی حدیثیں بحذف مکررات اگر اس میں دیکھی جائیں تو دو تین ہزار سے زیادہ نہ ہوں گی حالانکہ محدثین کی تصریح اور عقل کی رو سے اگر دیکھا جائے تو تئیس سال کی مدت نبوت میں لاکھوں باتیں آپ نے کی ہوں گی جو کل حدیثیں ہیں۔مرزا قادیانی نے سوائے ان دو تین ہزار حدیثوں کے جو بخاری میں ہیں سب کو ساقط الاعتبار کر دیا پھر بخاری کی روایتوں میں بھی یہ احتمال کہ راویوں نے خطا کی ہوگی اور معراج کی حدیثیں باوجودیکہ بخاری میں موجود ہیں عقلی احتمالات سے سب کو رد کر دیا اور تمام حدیثوں میں یہ کلام کہ اگر وہ صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہوں گی و الظّن لا یغني من الحقّ شیئاً

اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی نے احادیث میں کیسے کیسے رخنے ڈال دیئے اور ان کے مخالفین کو بھی دیکھ لیجئے کہ ان کا دعویٰ کیا ہے۔وہ یہی کہتے ہیں کہ معجزات معراج علامات قیامت جسمانی حشر نزول عیسیٰ اور خروج دجال وغیرہ مباحث مختلف فیہ میں جس قدر احادیث وارد ہیں وہ قابل تسلیم ہیں اور مرزا قادیانی کسی کو نہیں مانتے۔اب غور کیا جائے کہ اگر وہ چوہوں کا الہام صحیح ہے تو مرزا قادیانی چوہوں کی طرح حدیثوں کو کتر رہے ہیں یا اہل سنت؟ مرزا قادیانی کو الہاموں کا تو دعویٰ ہے مگر معنی نہیں سمجھتے۔

مرزا قادیانی نے جس طرح احادیث کے ساقط الاعتبار کرنے کی فکر کی اس سے زیادہ وہ تفسیروں کے دشمن ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۷۲۶ میں لکھتے ہیں:

> کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے انہیں (مولویوں کو) بہت خراب کیا ہے اور ان کے دلی اور دماغی قویٰ پر بہت برا اثر ان سے پڑا ہے۔اس زمانے میں بلاشبہ کتاب الٰہی کے لئے ضرور ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم

دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کر سکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشی کے مزاحم ہو رہی ہیں۔

مرزا قادیانی تفسیروں پر نہایت خفا ہیں اور ان کے پہلے سرسید صاحب بھی بہت خفا تھے چنانچہ تہذیب الاخلاق وغیرہ سے ظاہر ہے اور ان صاحبوں کی کوئی خصوصیت نہیں جتنے مذاہب باطلہ کے فرقے ہیں سب کا یہی حال رہا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ تفاسیر میں کل احادیث واقوال صحابہ جو ہر آیت سے متعلق ہیں ان میں پیش نظر ہو جاتے ہیں اس لئے ان لوگوں کو نئی بات تراشنے کا موقع نہیں ملتا اور مل بھی گیا تو کوئی ایماندار اس کو نہیں مانتا۔ اسلئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ہر آیت قرآنی میں جو حق تعالی کی اصل مراد ہے اس کو حضرت نبی کریم ﷺ ہی جانتے تھے اس لئے کہ قرآن حضرت پر ہی نازل ہوا ہے اور چونکہ صحابہ ہمیشہ حاضر خدمت رہتے تھے ان کو ہر آیت کے اترنے کا موقع اور شان نزول وغیرہ اسباب وقرائن معلوم رہتے تھے جس سے مضمون ومقصود آیت کا خود سمجھ میں آجاتا اور جب حضرت ﷺ پڑھ کر سناتے تو جو غوامض معلوم نہ ہوتے پوچھ لیتے یا خود حضرت ﷺ بیان فرما دیتے۔ پھر حضرت ﷺ کی مجلس مبارک میں بلکہ اس زمانے میں سوائے خدا کی باتوں کے کسی چیز کا ذکر ہی نہ تھا، خواہ کوئی دنیوی کام ہو یا دینی وقائع گذشتہ ہوں یا آئندہ سب کی تعلیم حق تعالی اپنے کلام پاک میں فرما دیتا اگر کوئی اعتقاد یا عمل کسی کا خلاف مرضی الٰہی ہوتا تو فوراً وحی اتر آتی۔ ...الغرض علاوہ فہم قرآن کے ان کے حرکات سکنات اعمال اخلاق اعتقادات نیات کل مطابق قرآن شریف کے ہو گئے تھے اور فیضان صحبت نبوی اور روزمرہ کی مزاولت اور ممارست کی وجہ سے ان کو مضامین قرآنیہ کا ملکہ ہو گیا تھا اور ان کے سینے نور وحی سے منور تھے ان کے دلوں میں قرآن ایسا سرایت کئے ہوئے تھا جیسے روح جسد میں۔

الحاصل مختلف اسباب اس بات پر گواہی دے رہے ہیں کہ اصل معانی قرآن کا علم صحابہ کو بخوبی حاصل تھا اور چونکہ تفسیر بالرائے کو وہ کفر سمجھتے تھے اس وجہ سے یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ جن آیات کی تفسیریں صحابہ سے مروی ہیں وہی حق تعالی مراد ہیں اس کے علاوہ کوئی ہندی پنجابی وغیرہ قرآن کی تفسیر کرے تو وہ خدا تعالی کی ہرگز مراد نہیں۔ پھر صحابہ کا کمال علم اور جوش طبیعت اور ترغیب ابلاغ اور ترہیب کتمان علم وغیرہ اسباب کا مقتضا یہی تھا کہ اسلامی دنیا آفتاب علم سے مثل نصف النہار روشن ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جہاں تک اسلام کی روشنی پھیلتی گئی اس کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی روشنی بھی پھیلتی جاتی تھی۔ چنانچہ تابعین صحابہ کے علوم سے مالا مال تھے اور ان کے علوم سے

تبع تابعین وعلی ہذا القیاس ۔ انہیں حضرات نے ان تمام علوم کو اپنی مفید تصانیف میں درج کر دیئے جن کی بدولت ہم آخری زمانے والے بھی اپنے نبی کریم ﷺ کی صحبت معنوی سے محروم نہیں ہیں ،

اہمیت تفسیر

صحابہ کے جس قول کو دیکھئے ہزاروں تفاسیر وغیرہ کتب دینیہ میں موجود ہیں مثلاً ابن عباسؓ کا کوئی قول کسی آیت سے متعلق دیکھا جائے تو ہزاروں کتابوں میں بعینہ وہ قول یا اس کا مضمون مل سکتا ہے ۔ اسی طرح صحابہ کے کل اقوال اور احادیث ہزاروں کتابوں میں ملتی ہیں جس سے بتواتر ان کا ثبوت ظاہر ہے گو ابتدا میں تواتر نہ تھا مگر جب متدین اور معتمد علیہ اشخاص نے اپنی کتابوں میں ان احادیث وآثار کو ذکر کیا تو اس میں شک نہیں ہوسکتا کہ ان کو اس کے ثبوت کا یقین ضرور تھا۔ پھر جب ہزاروں معتمد علیہ علماء کا یقین ان روایات کے ثبوت پر ہم تک پہنچا تو ہمیں ان کے ثبوت میں شک کرنے کا کوئی موقع نہیں جب تک یقینی طور پر ان کا غلط ہونا یا من جمیع الوجوہ نصوص قطعیہ کا معارض ہونا ثابت ہو جائے ۔ چنانچہ مرزا قادیانی اور مولوی محمد حسین (بٹالوی) کا مناظرہ مسئلہ عرض الحدیث علی القرآن میں جو ہوا ہے اس سے ظاہر ہے کہ کسی معتبر عالم کا کتاب میں لکھ دینا مرزا قادیانی اعتماد کے لئے کافی سمجھتے ہیں جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۸۷۱-۸۷۲ میں لکھتے ہیں :

> صاحب تلویح نے لکھا ہے کہ وہ حدیث یعنی عرض الحدیث علی القرآن بخاری میں موجود ہے ۔ اب اس کے مقابلہ میں یہ عذر کرنا کہ نسخہ جات موجودہ بخاری جو ہند میں چھپ چکے ہیں ان میں یہ حدیث موجود نہیں سراسر ناسمجھی کا خیال ہے جس حالت میں ایک سرگروہ مسلمانوں کا اپنی شہادت رویت سے اس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان کرتا ہے تو صاحب تلویح کی شہادت بالکل نکمی نہیں ہوسکتی ۔ پس آپ کی بے دلیل نفی بے سود ہے اگر صاحب تلویح کاذب ہوتا تو اسی زمانے کی علماء کی زبان سے اس کی تشنیع کی جاتی اور اس سے جواب پوچھا جاتا اور جب کوئی جواب نہیں پوچھا گیا تو یہ دوسری دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت اس کی روایت صحیح تھی ۔

مقصود یہ کہ وہ حدیث گو اب بخاری میں نہ پائی جائے مگر جب صاحب تلویح نے صحیح بخاری سے نقل کی ہے تو ثابت ہو گیا کہ وہ بخاری میں ضرور ہے ۔ دیکھئے کہ ایک جماعت کثیرہ ایسے علماء کی ہے جن کے سلسلہ تلامذہ میں صاحب تلویح جیسے ہزاروں افراد منسلک ہیں احادیث وآثار کو

اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے تو ان کی اس شہادت کے مقابلے میں اگر کوئی دعوی نفی کرے تو کیونکر وہ قابل قبول ہوگا۔ اگر ان کی بات غلط ہوتی تو اس زمانے کے علماء ان کی تشنیع کرتے اور جب کسی نے تشنیع نہیں کی تو اب مرزا قادیانی کا ازالہ اوہام صفحہ ۷۴۵ میں یہ لکھنا:

لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے،

خود انہی کے قول پر ہرگز قابل سماعت نہیں ہوسکتا۔ الغرض ہر آیت کی تفسیر احادیث وآثار سے جب ہمیں بہ تواتر پہنچے اور یقین ہوگیا کہ وہی معنی حق تعالی کی مراد ہیں تو ایمان داروں کا ایمان اس بات کو کیونکر گوارا کرے گا کہ کسی کے دل سے گھڑے ہوئے معنی کو مان کر عذاب اخروی کا مستحق بنے کیونکہ جو معنی خلاف ان تفاسیر کے ہیں وہ قرآن کے معنی ہی نہیں۔ اس معنی کو مان کر قرآن کے اصل معنی پر ایمان نہ لانا قرآن کے ایک حصے کو چھوڑ دینا ہے جس کی نسبت سخت وعید وارد ہے:

افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض فما جزاء من یّفعل ذلک منکم الّا خزی فی الحیوۃ الدّ نیا و یوم القیا مۃ یردون الی اشدّ العذا ب و ما اللّٰہ بغا فلٍ عمّا تعلمو ن (بقرہ:۸۵)

(کیا تم ایمان لاتے ہو تھوڑی کتاب پر اور منکر ہوتے ہو تھوڑی کتاب سے۔ پھر جو کوئی تم میں سے ایسا کرے اس کی سزا یہی ہے کہ دنیا میں اس کی رسوائی ہو اور اس کو قیامت کے روز سخت سے سخت عذاب میں پہنچایا جائے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے)

اب دیکھئے کہ پورے قرآن پر ایمان لانے کی بجز اس کے اور کون سی صورت ہے کہ ہر آیت کے جو معنی آنحضرت ﷺ اور صحابہ سے مروی ہیں اس پر ایمان لائیں اور یہ بات بغیر کتب تفاسیر کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس صورت میں کتب تفاسیر کی مسلمانوں میں کس قدر وقعت ہونی چاہیے اور حضرات مفسرین کے کس قدر شکر گذار ہونا چاہیے کہ قرآن کے اصلی معنی کی حفاظت کر کے مسلمانوں کو کیسی کیسی بلاؤں سے نجات دی۔ خود غرضوں کے داؤ پیچ سے امن میں رہنے کے لئے ایک مضبوط حصار کھینچ دی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کے معنی میں کوئی شبہ ڈالے تو حدیث سے اس کو صاف کرلو کیونکہ اہل حدیث جو مفسرین قرآن ہیں ان کو خوب جانتے ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ نے درمنثور میں دارمی سے یہ روایت نقل کی ہے:

اخر ج الدارمی عن عمر بن الخطا ب قال انّہ سیاتیکم ناس یجادلونکم بشبھا ت القرآن فخذو ھم با لسّنن فانّ اصحا ب السّنن

اعلم بکتا ب اللّٰه (دارمی ج اص ۴۹) یعنی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قریب ہے تمہارے پاس لوگ آ کر قرآن کے شبہات میں جھگڑا کریں گے سوان کو حدیثوں سے الزام دو اس لئے کہ احادیث کو جاننے والے قرآن کو زیادہ جانتے ہیں۔

مفسرین نے یہی کام کیا کہ ہر آیت سے متعلق جو احادیث و آثار صحابہ ہے سب کو ایک جگہ جمع کر دیا تا کہ اہل شبہات کو الزام دینے کا سامان اور سرمایہ مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے جس سے مرزا قادیانی سخت ناراض ہیں در اصل یہ حق تعالی کا فضل اور اس وعدے کا ایفاء ہے جو اپنی کتاب مجید کی ہر طرح حفاظت کا ذمہ لیا ہے انّا نحن نزّ لنا الذّ کر و انّا له لحا فظو ن (حجر: ۹) یعنی ہم نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اب دیکھئے کہ اگر تفاسیر نہ ہوتیں تو وہ معنی جو حق تعالی مراد ہیں کیونکر محفوظ رہتے اور ہزاروں بے دین اور دجال جن کے نکلنے کی خبریں آنحضرت ﷺ نے بارہا دی ہیں جو شبہات پیدا کر کے اپنے دل سے نئے نئے معنی گھڑ لیتے، ان سے بچنے کی کیا صورت ہوتی اور کون سی تدبیر قرآن کے اصل معنی سمجھنے کی تھی جس کی نسبت ارشاد ہے انّا انزلناه قرآنا عربیاً لّعلّکم تعقلون (یوسف: ۲) یعنی قرآن ہم نے عربی میں اتارا کہ تم سمجھو۔ غرض مفسرین منجانب اللہ اس کام پر مامور ہوئے کہ قرآن کے نظم و معنی کی پوری حفاظت کریں اور باطل اس میں کسی طرف سے آنے نہ پائے جیسا کہ ارشاد ہے لا یا تیه البا طل من بین ید یه و لا من خلفه تنز یل مّن حکیم حمید (حم سجدہ: ۴۲) یعنی قرآن میں روبرو سے باطل آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ اگر تفاسیر نہ ہوتیں تو علاوہ ملاحدہ کے خیالات کے جو سینکڑوں اب تک گذرے مسمریزم وغیرہ خرافات بھی قرآن میں داخل ہو جاتے۔ ہر چند بہت لوگ چاہتے ہیں کہ قرآن میں تغیر و تبدل کر دیں جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے یریدون ان یّبدلوا کلام اللّٰه۔ (الفتح: ۱۵) یعنی چاہتے ہیں وہ کہ قرآن کو بدل دیں۔ مگر کسی سے کیا ہو سکتا ہے تفاسیر نے اس سب کو روک دیا اور جب تک حق تعالی کو منظور ہے ایسا ہی روکتی رہیں گی۔ اہل انصاف غور کریں کہ جو لوگ تفسیریں اپنے دل سے گھڑ کے پیش کرتے ہیں کیا انکی نسبت یہ حسن ظن ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں۔ ان کا مقصود تو اعلانیہ یہی ہے کہ کلام الٰہی کو بدل کر انکو بے ایمان بنا دیں۔ اس دعوی کی توضیح اس سے بخوبی ہو سکتی ہے جو حق تعالی فرماتا ہے حرّ مت علیکم المیتة و الدّم و لحم الخنز یر (مائدہ: ۳) یعنی مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت تم پر حرام کیا گیا ہے اگر کوئی اس کے یہ معنی سمجھے کہ میتہ اور دم اور لحم خنزیر چند آدمیوں کے نام تھے ان کی حرمت کا اس آیت میں

حکم ہے اور یہ کہے کہ مردار اور خون اور گوشت خنزیر سے اس کو کوئی تعلق نہیں، یہ سب چیزیں حلال ہیں۔ کیا کوئی مسلمان اس اعتقاد والے کو یہ سمجھے گا کہ اس کا ایمان اس آیت پر ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا شخص بے ایمان کس وجہ سے سمجھا جائیگا، اسی وجہ سے گو وہ قسم کھا کر کہے کہ میں اس آیت الٰہی کو کلام الٰہی سمجھتا ہوں کہ اس نے مخالفت ایسے معنی کی کی جو احادیث اور اقوال صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہیں ورنہ ان الفاظ کے معنی قرآن میں کہیں نہیں جنکی مخالفت کا الزام اس پر لگایا جائے۔ غرض یہ بات قابل تسلیم ہے کہ جو معنی قرآن کی تفاسیر میں مذکور ہیں وہی ایمان لانے کے قابل ہیں اور جو معنی اس کے خلاف ہیں کوئی اپنی طرف سے تراش کر اس کو قبول کر لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ ابومنصور نے اپنی جماعت کو سمجھا دیا تھا کہ میتۃ وغیرہ کسی کے نام تھے، انہیں کی حرمت تھی مردار اور خنزیر کے گوشت سے اس آیت کو کوئی تعلق نہیں وہ سب چیزیں حلال ہیں اور فرقہ منصوریہ کا یہی اعتقاد ہے۔ مسلمانو! اگر تم کو خدا اور رسول کی مراد پر ایمان لانا ہے تو اپنے اسلاف کی تفسیروں کو اپنا مقتداء بنا کر رکھو ورنہ ابومنصور کی طرح جس کا جو جی چاہے گا کہہ کر گمراہ کر دیگا اور تم کچھ نہ سمجھ سکو گے کہ ہم کون سی راہ چل رہے ہیں۔

یہاں یہ بھی سمجھنے کے لائق ہے کہ جو شخص چند آیتوں میں کسی غرض ذاتی کی وجہ سے تصرف کر کے ان کے معنی بدل ڈالے اور دوسری آیتوں کے ساتھ کوئی غرض متعلق نہ ہونے کی وجہ سے ان میں تصرف نہ کرے تو وہ اتفاقی سمجھا جائے گا کیونکہ چند آیتوں کے معنی بدل دینا اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ اس کی طبیعت میں بے باکی اور جرأت ہے جب کبھی کسی آیت میں تصرف کرنے کی ضرورت ہوگی تو فوراً تصرف کرے گا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ عدم تصرف بھی تصرف ہی کے حکم میں ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ چند منافق باوجود حکم کے آنحضرت ﷺ کی ہمراہی میں نہ نکلے۔ ان کی نسبت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ آئندہ ہمراہی کی درخواست بھی کریں تو فرما دیجئے کہ تم لوگ میرے ساتھ ہرگز نہ نکلو گے: فان رجعک اللّٰہ الی طائفۃ مّنھم فاستاذنوک للخروج فقل لن تخرجوا معی ابداً (توبہ:۸۳) وجہ اس کی یہی ہے کہ جب ایک بار ان کی بے باکی معلوم ہوگئی تو ہمیشہ کے لئے ان کا عدم امتثال ثابت ہوگیا۔ اب وہ کتنا ہی کہیں کہ ہم ہمراہ اور ہم رکاب چلنے کو حاضر ہیں، ہرگز اعتبار کے لائق نہیں ہوسکتے تھے۔ صدیق اکبرؓ کی خلافت میں بعض لوگوں نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تھا حالانکہ نماز روزہ وغیرہ احکام کے قائل وعامل تھے مگر انکا کچھ اعتبار نہ کیا اور صاف انکے ارتداد کا حکم دیدیا۔

مرزا قادیانی نے صرف اپنی عیسویت کی غرض سے کئی ایک آیتوں کے معنی بدل دیئے ...
تو اب ان کی وہ تفسیر کیونکر قابل اعتبار ہوسکتی ہے جس کی نسبت لکھتے ہیں کہ بلا شبہ کتاب الٰہی کے لئے ضرور ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے اور لکھتے ہیں کہ کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے مولویوں کو خراب کیا ہے۔ اس نئی تفسیر میں احادیث واقوال صحابہ وغیرہم سے کوئی تعلق نہ ہوگا اس لئے کہ اگر یہ پرانی چیزیں بھی اس میں مذکور ہوں تو جدت پسند طبائع اس کو قبول نہ کریں گے اور پھر وہ نئی ہی کیا ہوئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ تفسیر صرف ان کی رائے سے ہوگی جس کی ممانعت ہے اور مرزا بھی تفسیر بالرائے کو کفر بتاتے ہیں اور اگر تھوڑے احادیث واقوال لکھے جائیں اور تھوڑے نہ لکھے جائیں تو وہ ترجیح بلا مرجح ہوگی۔ پھر مرجح یہ ہوگا کہ مرزا قادیانی اپنی اغراض کو پوری کرنے کے لئے جن احادیث واقوال کو مناسب سمجھیں گے ذکر کریں گے اور جن کو مخالف سمجھیں گے ان کو عقل کے خلاف قرار دے کر رد کردیں گے اور آیت کو تاویل کر کے اپنی طرف کھینچ لیں گے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کلام الٰہی مرزا قادیانی کی غرض کے پیچھے پیچھے رہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ یہ نئی تفسیر جو اکثر احادیث وآثار کے خلاف میں ہوگی مسلمانوں کے کس کام آسکتی ہے۔ اس کا تو منشا یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے نبی کریم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے آیات کی تفسیر کی وہ غلط ہے اس لئے اس نئی تفسیر کی ضرورت ہوئی۔ پھر کیا مسلمان لوگ یہ مان لیں گے کہ اپنے نبی کی بات غلط ہے اور اگر مان لیں گے تو کیا پھر یہ دعویٰ بھی کریں گے کہ ہم امت محمدیہ میں ہیں۔ میری رائے میں کوئی مسلمان کتنا ہی گناہ گار ہو اتنا ضعیف الاعتقاد نہ ہوگا۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جو لوگ احادیث وآثار کو ساقط الاعتبار کر کے صرف قرآن پر اپنے دعاوی کا مدار رکھتے ہیں اور اس کے معنی جو احادیث وآثار سے ثابت کرتے ہیں بدل دیا کرتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یریدون ان یّبدلوا کلام اللّٰہ (الفتح: ۱۵) یعنی وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں اور جب قرآن ہی بدل دیا جائے اور احادیث متروک ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ دین ہی بدل دیا گیا۔ کیونکہ دین وہی ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہوا ایسے لوگوں کی شان میں حق تعالیٰ فرماتا ہے افغیر دین اللّٰہ یبغون (آل عمران: ۸۳) یعنی کیا اللہ کے دین کے سوا کوئی دوسرا دین چاہتے ہیں وہ۔ اور دوسرے دین کی خواہش کرنے والوں کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:

و من یّبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یّقبل منه و هو فی الآخرة من

الخاسرین ۔ کیف یهدی اللّٰه قوماً کفروا بعد ایمانهم و شهدوا انّ الرسول حقّ و جاء هم البیّنا ت، و اللّٰه لا یهدی القوم الظّا لمین ۔ اولئک جزاء هم انّ علیهم لعنة اللّٰه و الملائکة و النّاس ا جمعین۔ خا لدین فیها لا یخفف عنهم العذا ب و لا هم ینظرون (آ ل عمر ان :۸۵:۸۸) (جو کوئی سوائے اسلام کے اور دین چاہے سو اس سے ہرگز قبول نہ ہو گا، اور وہ لوگ آخرت میں نقصان پائینگے، کیونکر اللہ ہدایت کریگا ایسے لوگوں کو جو منکر ہو گئے ایمان لا کر اور گواہی دی کہ رسول سچا ہے ۔ اور پہنچ چکیں ان کو نشانیاں اور اللہ ہدایت نہیں کرتا بے انصاف لوگوں کو ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی، پڑے رہیں گے اس میں ہلکا نہ ہو گا ان پر عذاب، اور نہ ان کو مہلت ملے گی)

اس آیت شریفہ میں سزائیں خاص ان لوگوں کی ہیں جو مسلمان کہلا کر دوسرا دین اختیار کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے برحق ہونے کی بھی گواہی دیتے ہیں ۔ یہ بات برابر ان لوگوں پر صادق آتی ہے کہ قرآن کے معنی اپنی طرف سے بنا کر نیا دین نکالتے ہیں ۔ الحاصل ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ کتب تفاسیر کو چھوڑنے میں بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا ہے ۔..

پہلا حملہ حدیث و تفسیر ہی پر تھا جتنے ملاحدہ گذرے ہیں سب کا حملہ تفاسیر پر ہوا کیونکہ ہر ایک مسئلہ ان کتابوں میں مختلف روایات سے وارد ہونے کی وجہ سے ایسا مصرح اور مفصل ہو جاتا ہے کہ کسی کو کوئی بات بتانے کا موقع نہیں مل سکتا ۔ بخلاف اس کے ان کو چھوڑ کر صرف قرآن سے تمسک ہونے لگے تو ہر ایک کو تاویلات کی خوب گنجائش مل جاتی ہے ۔ اسی وجہ سے نمازوں کی تعیین اور تعداد رکعات وغیرہ میں کمی زیادتی کی گنجائش ان لوگوں کو مل گئی تھی اگر احادیث و تفاسیر پر ان کے اتباع کا اعتماد ہوتا تو اس کا موقع ہی نہ ملتا ۔

حق تعالی نے قرآن میں جو کچھ بیان فرمایا ہے گو مفصل ہے، مگر پھر بھی سب میں ایک قسم کا اجمال ہے جس کی تفصیل آنحضرت ﷺ نے کی ہے ۔ اگر یہ بات نہ ہوتی اور کل امور قرآن میں بالتفصیل بیان کئے جاتے تو ما آ تا کم الرّ سول فخذوه (حشر:۷) (یعنی جو کچھ رسول تم کو دیں اس کو لو) فرمانے کی ضرورت ہی نہ رہتی ۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن نے حدیث کی جگہ چھوڑ رکھی ہے چنانچہ امام سیوطیؒ نے درمنثور میں روایت کی ہے :

و اخرج ابن ابی حا تم من طریق ما لک ابن انس عن ربیعه قال انّ

اللّٰہ تبارك و تعالیٰ انزل الکتا ب و ترك فیه مو ضعاً للسنۃ ۔یعنی حق تعالیٰ نے قرآن تو نازل فرمایا مگر حدیث کی جگہ چھوڑ رکھی ہے۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جولوگ حدیث وتفسیر سے مخالفت کرنا چاہتے ہیں ان کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ آیات قرآنیہ کوان کے معانی سے ہٹا کر دوسرے معنی پر منطبق کردیں۔اس کا نام الحاد ہے کیونکہ معنی الحاد کے لغت میں مائل ہونے اور مائل کرنے اورحق سے عدول کرنے کے ہیں جیسا کہ لسان العرب۔ج ۱۲ وغیرہ میں مصرح ہےاورامام سیوطیؒ نے درمنثور میں روایت کی ہے:

ا خر ج ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ انّ الّذین یلحدون فی آ یا تنا قال ھو ان یوضع الکلام علی غیر مو ضع

یعنی ابن عباسؓ انّ الذین یلحدو ن کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ الحاد کے معنی یہ ہیں کہ کلام کے اصلی معنی چھوڑ کر دوسرے معنی لئے جائیں۔ نیز درمنثور میں ہے:

و ا خر ج ا حمد فی الز ھد عن عمر بن الخطا ب قال انّ ھذا القرآن کلام اللّٰہ فضعوہ علی موا ضعه و لا تتبعوا فیه ھوا ء کم (یعنی یہ قرآن ،اللہ کا کلام ہے،اس کواس کے معانی پر رہنے دو اوراپنی خواہشوں کواس میں دخل نہ دو)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے معنی لینے میں اصل معنی کی تکذ یب ہو جا تی ہے چنانچہ درمنثور میں ہے:

واخرج عبد الرزاق و عبد بن حمید عن قتادہ قال الالحا د التکذ یب

اب د یکھئے کہ حق تعالی،عیسیٰؑ کی شان میں فرماتا ہے یحی الموتی با ذن اللّٰہ۔ لغت میں احیاء کے معنی زندہ کرنے کے ہیں اوراحادیث وآ ثار سے بھی وہی معنی ثابت ہیں مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ مسمریزم سے قریب الموت بیماروں کوحرکت دیتے تھے۔صرف یہ ایک ہی نہیں ہرجگہ وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ الغرض ان روایات وآیات سے ثابت ہے کہ ایسے معنی آیہ شریفہ کے قرار دینا الحاداور تکذیب قرآن ہے جس کی نسبت ارشاد ہے:

انّ الّذین یلحدون فی آ یا تنا لا یخفون علینا افمن یّلقی فی النّار خیر ام من یا تی آ منا یوم القیا مۃ (حم سجدہ:۴۰)(جو الحاد کرتے ہیں ہماری آیتوں میں وہ ہم سے چھپ نہیں سکتے۔کیا جوڈالا جائے گا دوزخ میں بہتر ہے یا وہ جو آئے گا امن سے قیامت کے دن)

یعنی الحاد کرنے والے خدا تعالی سے چھپ نہیں سکتے وہ قیامت کے روز دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

حق تعالی مزید فرماتا ہے:

و من اظلم ممن ذکر بآیات ربّہ، ثم اعرض عنھا، انّا من المجرمین منتقمون (سجدہ:۲۲) (اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس کو آیات اس کے رب کی یاد دلائی جائیں تو ان سے منہ پھیر لیتا ہے۔ہم گناہ گاروں سے بدلہ لینے والے ہیں)

الحاصل آیات قرآنیہ کے نئے معنی تراشنا ایک قسم کی تحریف وتبدیل ہے جس کی نسبت سخت وعیدیں وارد ہیں اور اس تحریف کی حفاظت صرف کتب تفسیر سے متعلق ہے جیسا کہ خود مرزا قادیانی بھی براہین احمدیہ صفحہ ۱۱۰ حاشیہ میں (ملخص) لکھتے ہیں کہ:

قرآن شریف کی تعلیم کا محرف ومبدل ہونا اس لئے محال ہے کہ اللہ تعالی اس کا حافظ ہے، لاکھوں مسلمان اس کے حافظ ہیں، ہزار ہا اس کی تفسیریں ہیں۔

..اہل بصیرت پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جو لوگ آیات قرآنی میں الحاد کرتے ہیں ان کی غرض یہی ہوتی ہے کہ جھگڑا کر کے اپنے تراشے ہوئے معنی کو ثابت کریں اور معنی حقیقی کو باطل کردیں ۔یہ کس قدر دیانت کے خلاف ہے حق تعالی فرماتا ہے:

وجادلوا بالباطل لیدحضوا بہ الحق فاخذتھم فکیف کان عقاب (مومن: ۵) (اور مجادلہ کیا انہوں نے باطل کے ساتھ تا کہ ناچیز کردیں حق کو، پھر میں نے پکڑ لیا ان کو، تو میرا عذاب کیسا تھا)

اور درمنثور جلد ۵ صفحہ ۳۴۶ میں امام سیوطیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان جدالاً فی القرآن کفر (یعنی قرآن میں جھگڑنا کفر ہے)

حق تعالی اس بلا سے سب مسلمانوں کو بچاوے اور پورے قرآن پر ایمان نصیب کرے۔

(نیازمند (احمد گجراتی) نے حضرت اقدس سے عرض کیا تھا کہ قرآن مجید کے ایک ایسے ترجمے کی ضرورت ہے جس پر الہامی مہر لگی ہوئی ہو کہ بس یہی ترجمہ ٹھیک ہے، اور وہ حضور فرمائیں۔یا کم از کم حضور کی نگرانی میں تیار ہونا چاہیے۔مگر وہاں سے (مرزا سے) جواب ملا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا۔جب اللہ تعالی چاہے گا یہ کام ہو جاوے گا یفعلون ما یومرون آیت پڑھو (بدر ۱۹۰۴ء، ۱۶۔اگست۔ص ۷)

قادیانی کے دلائل ونشانات عیسویت

اب مرزا قادیانی کے دلائل سنئے جو اپنی رسالت وعیسویت پر قائم کرتے ہیں ۔ یہ امر کسی مسلمان پر پوشیدہ نہیں کہ رسالت اور نبوت کا درجہ خدا تعالی کے نزدیک تمام مدارج سے اعلی و ارفع ہے اور جن بندگان خاص کو حق تعالی نے اس خدمت کے لئے انتخاب فرمایا ہے ان کو اپنے فضل وکرم سے گناہوں سے محفوظ رکھ کر خلق میں ایسا نیک نام اور نیک رو یہ رکھا کہ کوئی ان کو دیکھنے کے بعد کسی قسم کے رذائل کا الزام ان پر نہ لگا سکا جو لوگوں کی نگاہ میں ان کو ذلیل وخفیف کرنے والے ہوں ۔ مثلاً یہ کسی نبی کی نسبت الزام نہیں لگایا گیا کہ وہ دغا باز جھوٹا بدمعاش مال مردم خور ہے ۔ یوں تو جتنے رذائل اور بدنما افعال ہیں سب سے انبیاء معصوم اور محفوظ تھے لیکن زیادہ تر اہتمام اس کا رہا کہ مال مردم خور ہونے کا الزام نہ آنے پائے کیونکہ یہ ایسی بری صفت ہے کہ بالطبع آدمی کو اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور ایسے آدمی کو کوئی اپنے پاس آنے نہیں دیتا ،اسی وجہ سے حق تعالی نے ہمارے نبی کریم ﷺ پر اور آپ کے اہل بیت پر صدقہ اور زکوۃ پہلے ہی حرام فرما دیا ۔اس کے بعد عام حکم ہو گیا کہ ہر مسلمان جس کے پاس تھوڑا بھی مال ہو، وہ صدقہ اور ضرورت سے کسی قدر زائد ہو تو وہ زکوۃ دیا کرے ۔ ایسی حالت میں حضرت کو لوگوں کا مال عمومی مصالح کے لئے لینے میں کسی قسم کا اندیشہ نہ رہا ۔ اسی وجہ سے خود بنفس نفیس صدقے مانگ لیتے اور فقراء اہل اسلام و یتامی وغیرہ کے مصالح میں تقسیم فرما دیتے اور کسی کو اس وہم کا موقع ہی نہ ملتا کہ وہ رقم حضرت اپنے ذاتی اغراض میں صرف کرنے کے لئے وصول فرماتے ہوں گے اور حالت ظاہری بھی اسی کو ثابت کرتی تھی کہ حضرت ﷺ کو اس مال سے کوئی ذاتی تعلق نہیں کیونکہ عموماً فقر و فاقہ کی کیفیت رہا کرتی تھی ..اور یہی وجہ تھی کہ وفات شریف کے وقت کسی قسم کا مال واسباب ومکان عالی شان ورثاء کیلئے نہیں چھوڑا ۔ ان تمام مشاہدات کے بعد کیا ممکن ہے کہ کسی قسم کی بدگمانی ہو سکے، ہر گز نہیں ۔ اگر مرزا قادیانی کو نبوت اور رسالت خدا کی طرف سے ملتی تو خدا تعالی ان کو بھی ان بدنما الزاموں سے محفوظ رکھتا ۔مگر ایسا نہ ہوا جیسا کہ ان کی کاروائیوں سے ظاہر ہے ۔

مولوی الٰہی بخش لاہوریؒ جو مرزا قادیانی کے قدیم دوست اور سال ہا سال ان کے رفیق رہے، جن کو خود مرزا صاحب نے متقی اور پرہیز گار فرمایا ہے، وہ اپنی کتاب عصائے موسی میں مرزا صاحب کا حال لکھتے ہیں :

وہ کیوڑا بیک مشک کی گاگریں مسافت دور دراز سے بصرف کثیر منگوا کر استعمال فرماتے ہیں، خس کی ٹٹیاں لگی رہتی ہیں، اور برف ہر وقت مہیا رہتی ہے، مرغی انڈا مشک پلاؤ زردہ، پشمینہ، قالین، لحاف وغیرہ میں مستغرق اور منہمک ہیں اور بادشاہوں کی طرح جائداد و زیور باغات محل مکانات مقبرے منار گھنٹہ گھر (کلاک ٹاور) اور منار روشنی (لائٹ ٹاور) وغیرہ غریبوں کے مال سے ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے اپنی تفریح اور یادگار بناتے ہیں۔ صرف ایک یادگاری منارۃ المسیح جس میں گھڑی جنگل میں وقت بتانے کو اور لال ٹین روشنی جانے کو لگائی جائے گی، تعمیر کے واسطے دس ہزار روپیہ چندے کے لئے اشتہارات شائع کئے گئے۔ یہ ترفہ اور فارغ البالی اور عیش و عشرت عموماً امراء کو بھی نصیب نہیں یہ سب عقلی نبوت کا طفیل ہے جسکا حال ہم نے ابتدائے کتاب میں لکھا ہے

جب عقلی معجزات مرزا قادیانی صدہا تراشتے ہیں تو غور کیا جائے کہ خاص مال فراہم کرنے کی تدابیر کس قدر سوجھتی ہونگی۔ عصائے موسی صفحہ ۴۲۳ ملخصاً میں لکھا ہے:

مرزا قادیانی تصویریں اپنی اور اپنے اہل بیت کی اور خاص جماعت کی اقسام اقسام کی اترواتے ہیں اور اخباروں میں ان کی اشاعت اور خریداری کی ترغیب و تحریص ہوا کرتی ہے جس سے لاکھوں کی آمدنی متصور ہے۔

اس کے سوا ماہواری چندے اقسام کے مقرر ہیں جن کا کچھ حال اوپر معلوم ہوا۔ اس کے سوا صاحب عصائے موسی نے اپنے ذاتی معلومات جو اس میں لکھے ہیں وہ بھی قابل دید ہیں۔ عصائے موسی ص ۴۲۶ میں لکھا ہے:

مرزا قادیانی غور فرمائیں کہ و اذ اتمو من خان میں جو روپیہ سراج منیر کا ۱۴ سو روپئے کی لاگت والی براہین کی قیمت میں آیا اس کو دوسری جگہ اپنی خانگی و نفسانی حاجات میں خرچ کرنا داخل ہے یا نہ۔...

اسی عصائے موسی صفحہ ۱۶۲ میں لکھا ہے:

مرزا قادیانی نے طرح طرح کے اقرار مدار وعدے کر کے روپئے قیمت کتب قبولیت دعائے فرزند وغیرہ کے نام و اعتبار پر پیشگی حاصل کر کے اپنے قبضے و تصرف میں لے آیا اور پھر وعدہ وغیرہ کو بالائے طاق رکھ کر پیچھے مریدین سے مشتہر کرادی کہ امام وقت و خلیفۃ اللہ کو بنیوں بقالوں تنگ دلوں زر پرستوں کے حساب کتاب سے کیا کام...

روپیہ حاصل کرنے کی یہ تدبیریں ہیں، دعا کی اجرت تک لی جاتی ہے، اور زکوۃ جو حق فقراء ہے وہ بھی نہیں چھوڑی جاتی۔ اور پیرایہ کس قدر خوش منظر کہ دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بے کس کوئی نہیں۔ اس کے سوا ان کا جھوٹ کہنا داؤ پیچ فتنہ انگیزی خدا تعالی کی تکذیب اور اس پر افتراء الحاد انبیاء کی تنقیص شان اور ان کو ساحر قرار دینا اور ان پر اپنی فضیلت وغیرہ اور عصائے موسیٰ میں متعدد مقامات میں ثابت کئے گئے ہیں جن کا ذکر اس کتاب میں بھی آ گیا ہے اور یہ ایسے امور ہیں کہ کوئی مسلمان ان کا مرتکب نہیں ہوسکتا اور اگر ہوا تو مسلمان نہیں سمجھا جاتا۔ اب اہل ایمان غور کریں کیا ممکن ہے کہ مرزا قادیانی ان تمام اوصاف کے جامع بھی ہوں اور تقرب الٰہی اور نبوت اور عیسویت کے ساتھ بھی متصف ہوں۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے تو مسیلمہ کذاب سے آج تک جتنے نبوت کے مدعی گذرے ہیں معاذ اللہ سب پر ایمان لانے کی ضرورت ہوگی حالانکہ کوئی ایمان دار اس کا قائل نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کے وہ دلائل جو اپنی نبوت اور عیسویت پر پیش کرتے ہیں ان کی طرف توجہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ رہی مگر سرسری طور پر اگر ذکر کر لئے جائیں تو بے موقع بھی نہیں۔

ایک دلیل یہ ہے کہ کریم بخش نے کہا کہ گلاب شاہ مجذوب نے کہا تھا کہ مسیح لدھیانے میں آ کر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔

محمد یعقوب نے کہا کہ عبداللہ صاحب غزنویؒ نے کہا مرزا قادیانی عظیم الشان کام کے لئے مامور کئے جائیں گے۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ مسیح آسمان سے اترا۔

پیش گوئیاں استجابت دعا فصاحت وبلاغت زبان عربی، عقلی معجزات ان کے دلائل کا حال اوپر معلوم ہو چکا، اعادے کی حاجت نہیں۔

اب مرزا قادیانی کی وہ دلائل پیش کی جاتی ہیں کہ جو مرزا قادیانی نے ازالہ صفحہ ۷۰۸ میں لکھا ہے:

> ایک دلیل یہ ہے جو ابھی معلوم ہوئی کہ کریم بخش نے گواہی دی کہ گلاب شاہ مجذوب نے خبر دی تھی کہ عیسی جوان ہوگیا ہے۔ اب قرآن میں غلطیاں نکالے گا (سبحان اللہ عیسی اور قرآن میں غلطیاں نکالنا)

قرآن کے مغز وبطن کا اٹھایا جانا

اور ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۲ میں ہے:

من جملہ ان علامات کے جو اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں پائی جاتی ہیں یہ ہے کہ مسیح اس وقت یہودیوں میں آیا تھا کہ جب توریت کا مغز اور بطن یہودیوں کے دلوں پر سے اٹھالیا گیا تھا اور وہ زمانہ موسی سے چودہ سو برس بعد تھا جو مسیح یہودیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا، ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز آیا کہ جب قرآن کا مغز وبطن مسلمانوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا ہے اور وہ اور یہ زمانہ بھی حضرت مثیل موسی کے زمانے سے اسی زمانے کے قریب گذر چکا ہے جو موسی اور عیسی کے درمیانی زمانہ تھا۔

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے مابین جو مدت بتلائی جارہی ہے اس سے غرض یہ ہے کہ موسیٰ سے چودہ سو برس کے بعد عیسیٰ کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی تھی، اسی طرح مثیل موسی یعنی نبی کریم ﷺ سے اب تک اسی قدر مدت گذر گئی ہے اس لئے مثیل عیسی بھیجا گیا یعنی خود مرزا قادیانی..

ماحصل ان کی تقریر کا یہ ہوا کہ موسیٰ اور عیسیٰ دونوں مستقل نبی اور ہمارے نبی ﷺ اور مرزا قادیانی ان دونوں کے مثیل ہیں۔ یعنی مرزا قادیانی، حضرت عیسیٰ کے مثیل ہیں اور آنحضرت ﷺ موسیٰ کے مثیل، کیونکہ صاف لفظوں میں حضرت ﷺ کو موسیٰ کا مثیل کہہ رہے ہیں۔ چونکہ مرزا مثیل ہونے کی وجہ سے اپنے کو ظلی اور تبعاً نبی کہتے ہیں اسی قیاس پر آنحضرت ﷺ بھی انکے نزدیک ظلی نبی ہوئے، مگر مسلمانوں کا اعتقاد ایسا نہیں وہ بحسب احادیث صحیحہ نبی کریم ﷺ کو سید المرسلین سمجھتے ہیں جن میں موسیٰ اور عیسیٰ وغیرھما سب شامل ہیں...اور آیت شریفہ و اذ اخذ اللّٰه ميثاق النّبيّين لما ء اتيتكم من كتا ب و حكمةٍ ثم جا ء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به، و لتنصر نّه (آل عمران:۸۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء گویا آنحضرت ﷺ کے نائب تھے۔ پھر حضرت ﷺ کو کسی نبی کا مثیل اور ظلی نبی قرار دینا کیسی بے ادبی ہے۔..

مسلمانوں اور یہود کی وجہ شبہ میں جو فرماتے ہیں کہ مغز اور بطن کلام الٰہی کا ان دونوں کے دلوں سے اٹھالیا گیا، اس میں یہ کلام ہے کہ یہود کی شان میں حق تعالی فرماتا ہے افكلمّا جاء كم رسول بّما لا تهوى انفسكم استكبرتم ففريقاً كذّ بتم و فر يقاً تقتلون (بقرہ:۸۷) جس سے ظاہر ہے کہ وہ انبیاء کی تکذیب اور ان کو قتل کیا کرتے تھے اور توریت وانجیل سے ثابت

ہے کہ انہوں قربانی کے مقام میں خنزیر ذبح کیئے، بت خانے آباد کیئے۔ اس کے سوا اور بہت سی ان کی خرابیاں ہیں، بفضلہٖ تعالی مسلمانوں میں ان باتوں میں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی۔ مسجدیں آباد بلکہ ہمیشہ نئی بنائی جاتی ہیں، حج کی دھوم دھام وہی ہے، رمضان شریف میں عبادت کی وہی گرم جوشیاں ہیں۔ غرض کہ شعار اسلام بفضلہٖ تعالی ہندوستان میں بھی قائم ہیں۔ رہا یہ کہ بعض حظوظ نفسانی میں گرفتار اور بدعتوں میں مبتلاء ہیں سو ان کی بھی یہ حالت ہے کہ جب قرآن وحدیث سنتے ہیں تو اپنے افعال اور تقصیر پر نادم ہوتے ہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ بعض ایسے بھی ہیں کہ عمر بھر قرآن وحدیث سنتے اور پڑھتے ہیں مگر کسی کی جادو بیانی کے اثر سے ضروریات دین کے اعتقادات سے پھر جاتے ہیں سو وہ لوگ اعتبار کے قابل نہیں ایسے لوگ تو خود نبی کے وقت میں گمراہ اور مخالف ہو جاتے تھے ان کے حسب حال یہ شعر ہے:

عمرہا دیدند قوم دوں ز موسی معجزات
آں ہمہ شد گاؤ خورد از بانگ یک گوسالہء

غرض کہ جس طرح یہود نے توریت کو چھوڑ دیا تھا مسلمانوں نے اب تک قرآن کو نہیں چھوڑا، البتہ مرزا قادیانی کی تعلیم سے اب اس کی بنیاد پڑگئی ہے کہ صدہا آیات قیامت اور احیائے اموات وغیرہ ابواب میں جو وارد ہیں ان کا ایمان اس تعلیم سے بعض لوگوں کے دلوں سے اٹھا لیا گیا ہے مثلاً جب یہ مسلّم ہو جائے کہ مرتے ہی آدمی ایک سوراخ کی راہ سے جنت میں دوزخ میں چلا جاتا ہے اور پھر وہاں سے نہیں نکلتا جیسا کہ مرزا کہتے ہیں تو قیامت اور حشر اجساد کا خود ابطال ہو گیا۔

قرآن کا مغز اور بطن جو مرزا قادیانی فرماتے ہیں اگر اس سے وہی مراد ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرما دیا ہے سو وہ بفضلہٖ تعالی کتب تفسیر وحدیث میں بتمامہ محفوظ اور موجود ہے مغز اور بطن جو کچھ پوشیدہ اور ادراک سے غائب ہے سب کچھ حضرت نے فرما دیا کیونکہ حضرت کو ان امور میں بخل نہ تھا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے وما ھو علی الغیب بضنین (تکویر: ۲۴) یعنی آنحضرت ﷺ غیب کی باتیں بتانے میں بخیلی نہیں کیا کرتے، اور اشارات قرآنیہ کو جو بزرگان دین نے مجاہدات و مکاشفات کے بعد معلوم کیا ہے وہ بھی تفاسیر اور کتب تصوف میں موجود ہیں۔ غرض مسلمانوں کو ان کے نبی اور پیشوایان دین نے سب سے مستغنی کر دیا ہے۔ کسی کی من گھڑت باتوں سے ان کو کچھ کام نہیں اور اگر مغز وبطن کچھ اور ہے جو مرزا قادیانی پیش کرتے ہیں سو اس کو قرآن سے کچھ تعلق نہیں۔ الحاصل مرزا قادیانی مسلمانوں کو یہودیوں کے برابر کر کے اپنی ضرورت جو بتلا رہے ہیں وہ خلاف

واقع ہے بلکہ معاملہ بالعکس کہ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسی سولی پر چڑھائے گئے مرزا قادیانی کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ یہود کا عقیدہ نحن ابناء اللّٰہ کا ہے مرزا قادیانی بھی یہی کہتے ہیں۔..

موسیٰ کے بعد عیسیٰ تک بہت سے نبی گذرے ہیں مثلاً یوشع، شمویل، الیاس، الیسع، ارمیا، دانیال، داؤد، سلیمان اور عزیر وغیرہ پھر سب کو چھوڑ کر ہمارے نبی کو جو مثیل موسی بنا رہے ہیں اس کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔ اگر بت پرستی موقوف کرا کے توحید کی طرف بلانے میں تشبیہ ہے تو کل انبیاء اسی کام کے لئے تھے۔ اگر نادر معجزات کے لحاظ سے ہے، تو عیسیٰ کے معجزات اسی قسم کے تھے اور اگر بنی اسرائیل کی ہدایت کے خیال سے ہے، تو داؤد اور سلیمان نے ان کی بت پرستی بالکل موقوف کرادی تھی۔ غرض کوئی وجہ تخصیص کی معلوم نہ ہوگی۔

کیا قادیانی، آدم وابن مریم تھا

اور ایک دلیل ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۴۔۶۹۵ (ملخص) میں لکھتے ہیں کہ:

روحانی طور پر عالم کون میں فساد وغیرہ امور ہوں گے تب وہ آدم جس کا دوسرا نام ابن مریم بھی ہے بغیر وسیلہ ہاتھوں کے پیدا کیا جائے گا اسی کی طرف الہام اشارہ کر رہا ہے جو براہین میں درج ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم ... ہر منصف کو ماننا پڑے گا کہ وہ آدم اور ابن مریم بھی عاجز ہے کیونکہ ایسا دعوی اس عاجز سے پہلے کبھی کسی نے نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعوی دس برس سے شائع ہو رہا ہے اور براہین احمدیہ میں مدت سے یہ الہام چھپ چکا ہے کہ خدا تعالی نے اس عاجز کی نسبت فرمایا ہے کہ یہ آدم ہے اور یہ خدا تعالی کی ایک باریک اور کامل حکمت ہے کہ اس طوفان نزاع کے وقت سے دس برس پہلے ہی اس عاجز کا نام آدم اور عیسی رکھدیا... اس حکیم مطلق نے اس عاجز کا نام آدم اور خلیفۃ اللہ رکھ کر انّی جاعل فی الارض خلیفة کی کھلی کھلی طور پر براہین احمدیہ میں بشارت دے کر لوگوں کو توجہ دلائی کہ تا اس خلیفۃ اللہ آدم کی اطاعت کریں اور اطاعت کرنے والی جماعت سے باہر نہ رہیں اور ابلیس کی طرح ٹھوکر نہ کھائیں اور من شذ شذ فی النار کی تہدید سے بچیں۔

مرزا کی اس تقریر سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ براہین احمدیہ کلام الٰہی ہے جس میں حق تعالی نے ان کے خلیفہ ہونے کی بشارت دی ہے۔

۲۔ مرزا قادیانی نبی ہیں جن پر وہ کتاب نازل ہوئی۔

۳۔ مرزا قادیانی خلیفۃ اللہ ہے۔

۴۔ جو مخالفت کرے وہ گویا ابلیس اور دوزخی ہے۔

۵۔ دس برس پہلے الہام شائع ہونے کی وجہ سے وہ قطعی ہو گیا۔

حق تعالی نے تیرہ سو برس پہلے اپنے کلام قدیم میں یہ بات شائع کر دی کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا ما کان محمّد ابا احدٍ مّن رّجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین (احزاب: ۴۰) اب اس کے بعد کوئی دعوی نبوت کرے تو وہ مسیلمہ کذاب و اسود عنسی وغیرہ کی قطار میں داخل ہے جس کے جہنمی ہونے میں کسی کو شک نہیں کیونکہ ہمارے نبی ﷺ نے فرما دیا ہے کہ قیامت سے پہلے بہت سے دجال نکلیں گے جو رسول ہونے کا دعوی کریں گے جیسا کہ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۷، بخاری جلد ۱ ص ۵۰۹، مسلم جلد ۲ ص ۳۹۷ وغیرہ نے روایت کی:

> عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تقوم السّاعۃ حتّی یبعث دجّالون کذّابون قریباً مّن ثلاثین کلّھم یزعم انّہ رسول اللّٰہ۔

مرزا قادیانی کو کمالات و فضائل کے ساتھ کمال درجے کی دلچسپی ہے وہ ہمیشہ تلاش میں لگے رہتے ہیں جہاں کوئی کمال پیش نظر ہو جاتا ہے بے دھڑک اس کا دعوی کر بیٹھتے ہیں چنانچہ ان تصریحات سے ظاہر ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۴ میں لکھتے ہیں:

> آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدد کا آنا ضروری ہے۔ اب ہمارے علماء جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں، انصاف سے بتلا دیں کہ کس نے اس صدی کے سر پر خدائے تعالی سے الہام پا کر مجدد ہونے کا دعوی کیا ہے، یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہو رہی ہے مگر حدیث کا منشاء تو یہ ہے کہ وہ مجدد خدا تعالی کی طرف سے آئے گا۔ یعنی علوم لدنیہ و آیات سماویہ کے ساتھ۔ اب بتلاویں کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں تو پھر وہ کون آیا جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعوی کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۷ میں لکھتے ہیں:

> جس زمانے میں آنحضرت ﷺ کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں دلی اور دماغی بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں اور اس نیابت کے اختیارات ملنے کے وقت تو وہ

جنبش نہایت تیز ہو جاتی ہے خدا تعالی نے اس عاجز کو بھیجا ہے یعنی نائب کر کے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۷۹ میں لکھتے ہیں:

حدیث میں جو وارد ہے کہ حارث جو ایک شخص ماوراء النہر کا ہوگا جو آپ رسول کو تقویت دے گا جس کی امداد و نصرت ہر ایک مومن پر واجب ہوگی الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیش گوئی اور مسیح کے آنے کی پیش گوئی جو مسلمانوں کا امام ہوگا دراصل یہ دونوں پیش گوئیاں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے۔

نبی ﷺ کو خدا تعالی نے خبر دی کہ حارث امام مہدی کی تائید کو جائے گا اس کے بعد عیسی آسمان سے اتریں گے جیسا کہ متعدد صحیح حدیثوں سے ثابت ہے مگر مرزا قادیانی کے ملہم نے ان کو خبر دی کہ یہ غلط ہے حارث امام مہدی اور عیسی ایک ہی شخص ہے۔ یہ ملہم خدا اور رسول کا مخالف ہے جب ہی تو ایسا الہام کیا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۱ میں لکھتے ہیں:

وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیحہ کے رو سے ضروری طور پر قرار پا چکا تھا وہ تو اپنے وقت پر اپنی نشانوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ کا وعدہ پورا ہو گیا جو خدا تعالی کی مقدس پیش گوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔

اور نیز ازالہ صفحہ ۶۴۸ (ملخص) لکھتے ہیں:

خدا تعالی نے اس عاجز کو آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا، پھر مثیل نوح کا، پھر مثیل یوسف کا، پھر مثیل داؤد کا، پھر مثیل موسی کا، پھر مثیل ابراہیم کا قرار دیا اور بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر محمد مصطفیٰ قرار دیا۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳ میں لکھتے ہیں:

آیت شریفہ مبشراً برسولٍ یّاتی من بعدی اسمہ احمد، سے خود مراد ہیں۔

رسالہ عقاید مرزا میں اشتہار معیار الاخیار (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۲۶۸ ملخص) سے مرزا قادیانی کا قول نقل کیا ہے: میں مہدی ہوں اور بعض نبیوں سے افضل ہوں۔

اور اسی میں اشتہار (دافع البلاء۔ص۱۳) سے ان کا قول نقل کیا ہے: میں امام حسین سے افضل ہوں۔

اور اسی (دافع البلاء صفحہ ۲۰) سے ان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے،

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　　اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور اسی سے ان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے، میں اللہ کی اولاد کے رتبے کا ہوں۔ میرا الہام

ہے انت منی بمنزلة اولادی۔

اور الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء ص ۶ میں مرزا قادیانی کا الہام لکھا ہے:

انّما امرك اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون یعنی تم جس چیز کو پیدا کرنا چاہو جب کن کہہ دو گے تو وہ پیدا ہو جائے گی۔

اور (توضیح ص ۱۸۔۱۹) سے ان کا قول نقل کیا ہے: میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔

اور کشتی نوح صفحہ ۶ سے ان کا قول نقل کیا ہے:

میرے معجزات انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں۔

ازالہ اوہام صفحہ ۴۵۰ میں لکھتے ہیں:

سچی وحی اپنے پر نازل ہوتی ہے۔ (ملخصاً)

ضرورت الامام صفحہ ۱۳ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

خدا تعالی ان سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ چہرے سے اتار دیتا ہے اور نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے اور دیر تک سوال و جواب ہوتے رہتے ہیں اور یہ اس واسطے ہوتا ہے کہ ان کے الہام دوسروں پر حجت ہوں۔ (ملخصاً)

رسالہ عقاید مرزا میں ان کا قول نقل کیا ہے کہ:

طاعون ملک میں میری تکذیب کی وجہ سے خدا نے بھیجا ہے

اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ: میرا منکر کافر اور مردہ ہے اس کو ضرور مواخذہ ہوگا۔

اس قسم کی بہت سی باتیں ان کی تصانیف میں موجود ہیں اور اب تو آپ کرشن جی بھی ہوگئے ہیں۔ مرزا قادیانی عیسویت وغیرہ کا جو مرکب دعوی کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں۔ غرر الخصائص الواضحہ صفحہ ۱۷۵ میں علامہ وطواط نے لکھا ہے کہ

معتمد کی خلافت میں ایک شخص سواد کوفہ میں نکلا تھا جسکو کرمیتہ کہتے تھے یہ شخص پہلے نہایت زہد و عبادت کے ساتھ مشہور ہوا جب لوگ معتقد ہو گئے تو ان سے کہا کہ مسیح نے آدمی کی صورت میں ظاہر ہو کر مجھ سے کہا کہ تو داعیہ ہے اور حجت ہے ناقہ ہے روح القدس ہے یحی بن زکریا ہے۔ پھر یہ دعوی کیا کہ میں مسیح ہوں عیسی ہوں کلمہ ہوں مہدی ہوں محمد بن الحنفیہ ہوں جبریل ہوں۔ جب دس ہزار آدمی اس کے تابع ہو گئے تو ان میں سے بارہ شخصوں کا انتخاب کر کے کہا کہ تم میرے حواری ہو جیسے عیسی کے حواری تھے

مرزا قادیانی کو اس شخص کی رائے پسند آئی اور عقل کا مقتضا بھی یہی ہے کہ جب دس بیس دعوی کر دیئے جائیں تو کم سے کم ایک تو ضرور ثابت ہو جائے گا، پھر مقاصد حاصل کرنے کے لئے وہ ایک بھی کم نہیں۔ کرمیتہ نے مرزا قادیانی کے اس دعوی کو بھی باطل کر دیا جو فرماتے ہیں کہ سوائے میرے کسی مسلمان نے عیسی ہونے کا دعوی نہیں کیا۔

الغرض آپ نے اس بات کا ٹھیکہ لے لیا ہے کہ کوئی فضیلت چھوٹنے نہ پائے اور کوئی فرقہ ہندوستان میں ایسا نہ رہے جس کے وہ مقتداء اور معبود نہ بنیں، مگر کسی فرقے پر ان کا افسوں نہ چلا۔ چونکہ مسلمانوں میں آج کل یہ صلاحیت بڑھی ہوئی ہے کہ ہر کسی کا افسوں ان پر اثر کر جاتا ہے چنانچہ ہزاروں نیچری وغیرہ بن گئے اور بنتے جاتے ہیں، اس لئے رد نصاری وغیرہ کو ذریعہ بنا کر ان کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ کسی قدر کامیابی بھی حاصل کی اور جب روپیہ چندہ وغیرہ کا بخوبی آنے لگا تو ایک رسالہ فتح الاسلام لکھا جس کے نام سے ظاہر ہے کہ اسلام کو تو انہوں نے فتح کر لیا۔ اس فتح سے بڑی غرض یہ تھی کہ روپیہ حاصل ہو، اس لئے اپنی رعایا پر اقسام کے ٹیکس لگائے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور مالگزاری کا دستور العمل اسی میں شائع کیا جس کا ایک فقرہ یہ ہے:

> اسلام کے ذی مقدرت لوگو آپ لوگوں کو پہنچا دیتا ہوں۔ اپنی سارے دل اور ساری توجہ اور سارے اخلاص سے مدد کرنی چاہیے۔ جو شخص اپنی حیثیت کے موافق کچھ ماہواری چندہ دینا چاہتا ہے وہ اسکو حق واجب اور دین لازم کی طرح سمجھ کر خودبخود ماہوار اپنی فکر سے ادا کرے۔

اور ادائی میں سہل انگاری کو روا نہ رکھے اور جو شخص ایک مشت دینا چاہتا ہے وہ اسی طرح امداد کرے۔ اور اس رسالے میں بڑی تاکید یہ کی گئی ہے کہ کوئی اس کاروائی پر بدگمانی نہ کرے۔ اور اخبار البدر میں شائع کرا دیا گیا جیسا کہ عقاید مرزا میں لکھا ہے کہ ان کے فعل پر اعتراض کرنا بھی کفر ہے۔ اب کس کی مجال کہ کوئی اعتراض یا بدگمانی کر سکے۔ مگر یہ احتمال تھا کہ یہ روپیہ جس قدر وصول ہوتا ہے مرزا قادیانی کے تقدس اور رواداری کی وجہ سے ہے، آئندہ لوگ ہاتھ لیں گے اور مقتضائے بشریت بھی تھا کہ اپنی اولاد کی کچھ فکر کی جائے۔ اس لئے اس کا بندوبست یوں کیا جو، ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۶ میں الہام تحریر فرماتے ہیں:

> خدا تعالی نے ایک قطعی اور یقینی پیش گوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اتریگا

اور اسی میں فرماتے ہیں کہ حق تعالی نے فرمایا:

خدا تیرے مجد کو زیادہ کرے گا اور تیری ذریت کو بڑھائے گا اور من بعد تیرے خاندان کا تجھ سے ہی ابتداء قرار دیا جائے گا.. جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الہی کا مسئلہ سمجھتا ہے وہ بڑا عقل مند ہے کیونکہ اس کو اسرار ملکوتی سے حصہ ہے ایک اولی العزم پیدا ہوگا وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ تیری نسل ہی سے ہوگا فرزند دل بند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلا کان اللّٰہ نزل من السّماء (ازالہ اوہام۔ص ۶۳۴۔۶۳۵)

اور دوسرے مقام (ازالہ اوہام۔صفحہ ۴۱۸) میں لکھتے ہیں:

اس مسیح کو بھی یاد رکھیں جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے۔،

اس سے ظاہر ہے کہ اگر مرزا قادیانی کو لاکھ روپئہ ماہواری چندہ ملتا تھا تو ان کے فرزند کو دو لاکھ سے کم نہ ملنا چاہیے۔ آخر باپ بیٹوں میں فرق ضرور ہے، مرزا قادیانی کی شان میں تو کانّ عیسی نزل من السّماء تھا، بیٹے کی شان میں کانّ اللّٰہ نزل من السّماء ہے۔ الغرض جب دیکھا جائے کہ چند اشخاص بطور رعایا رقم مالگذاری داخل کرنے لگے اسی کا نام فتح اسلام رکھ کر یہ خیال جمایا کہ یہ سلطنت تو اپنے اور اپنی اولاد کے لئے قائم ہوگئی، اب ہنود کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ چنانچہ ان میں جا کر دعوی کیا کہ میں کرشن جی ہوں۔ تعجب نہیں کہ اپنی پختہ تدابیر سے اس میں بھی کامیاب ہو جائیں مگر بظاہر کسی قدر بعید معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ ابلیس مسلمانوں کا دشمن ہے ہنود کا نہیں۔ ہمیں اس کا کچھ خیال نہیں کہ مرزا قادیانی کو اس قدر روپیہ کیوں ملتا ہے، اس لئے کہ آخر تدابیر سے نتائج حاصل ہوا ہی کرتے ہیں اور حق تعالی کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا چنانچہ ارشاد ہے ومن کان یرید حرث الدّنیا نؤته منها و ما له فی الآخرة من نصیب (شوری: ۲۰) مگر کلام دوسرے حصے میں ہے جو دین سے متعلق ہے کیونکہ قابل اہتمام وغم خواری ہے تو یہی حصہ ہے جسکا اثر ابدالاباد رہنیوالا ہے۔ اب ہم اہل انصاف کو توجہ دلاتے ہیں کہ مرزا جو الہامات خلیفۃ اللہ وغیرہ ہونے کے بیان کرتے ہیں باوجود ایسے قوی قرائن کے کیا اب بھی قابل تصدیق سمجھے جائیں اور عقل بیکار کر دی جائے۔ اگر صرف مجددیت یا محدثیت کا دعوی ہوتا تو بھی مضائقہ نہ تھا جب انہوں نے نبوت و رسالت کا دعوی کیا ہے تو اب اس حدیث شریف کو اہل اسلام مانیں جو بخاری اور مسلم وغیرہ سے ابھی نقل کی گئی کہ مدعی رسالت دجالوں میں سے ایک دجال ہے یا مرزا

کے یہ تمام دعوی اس کے خلاف مانیں جائیں ہر مسلمان کو اپنا ایمان عزیز ہے خود ہی فیصلہ کر لے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے دجال کے استدراج میں یہ کلام کیا ہے کہ اس سے تو اس کا کن فیکو ن کا رتبہ ثابت ہوتا ہے اور سوچا کہ کہ ایسا بڑا رتبہ اس کو دیا جائے اور خود محروم رہ جائیں ،تو ایک اعلی درجے کا کمال فوت ہو جاتا ہے۔ تکمیل کے لئے کرشن جی بتکلف بننے کی ضرورت ہوئی یہ مرتبہ تو مسلمانوں میں مسلّم اور بنا بنایا ہے اس لئے دعوی کیا کہ مرتبہ کن فیکون مجھ کو حاصل ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو (ازالہ اوہام۔صفحہ ۲۲۸) میں کیوں فرماتے:

> اگر ہم اس دمشقی حدیث کو (جو مسلم شریف میں ہے) اس کے ظاہری معنوں پر حمل کر کے اس کو صحیح اور فرمودہ خدا و رسول مان لیں تو ہمیں اس بات پر ایمان لانا ہوگا کہ فی الحقیقت دجال کو ایک قسم کی قوت خدائی دی جائے گی اور زمین وآسمان اس کا کہا مانیں گے اور خدا تعالی کی طرح فقط اس کے ارادے سے سب کچھ ہوتا جائے گا..غرض جیسا کہ خدا تعالی کی یہ شان ہے: انّما امره اذا اراد شیئاً ان یّقول له کن فیکون ،اسی طرح وہ بھی کن فیکو ن سے سب کچھ کر دکھائے گا۔

حاصل یہ کہ حدیث مسلم شریف جس میں دجال کے استدراج سے اس کا پانی برسانا اور زمین سے سبزیاں اگانا وغیرہ امور مذکور ہیں ،غلط ہے اس لئے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ خالقیت میں خدا کا شریک ہو جائے گا۔غور کیا جائے کہ مرزا قادیانی کو جب یہ بات حاصل ہوگئی تو بحسب الہام انّما امرك اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکو ن صرف لفظ کن کہہ کر سب کچھ پیدا کر سکتے ہیں تو بڑے دجال سے وہ چند امور جن کی تصریح نبی ﷺ نے بحسب اطلاع باری تعالی کر دی ہے ظہور میں آئیں تو کون سے کفر وشرک کی بات ہوگی؟

بخاری شریف (باب ذکر الدجال کتاب الفتن) میں یہ حدیث مذکور ہے کہ تمام انبیاء دجال کے فتنے سے ہمیشہ اپنی اپنی امت کو ڈرایا کرتے تھے۔جس سے ظاہر ہے کہ اس کا فتنہ معمولی نہ ہوگا۔اگر اس قسم کی باتیں اس سے ظہور میں نہ آئیں تو اس سے خوف ہی کیا، دنیا میں بڑے بڑے فتنے ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں۔کسی سے انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو نہیں ڈرایا اور نہ آنحضرت ﷺ نے ان کے بیان کا اہتمام فرمایا۔بخلاف فتنہ دجال کے کہ ہر نماز میں اس سے پناہ مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ الغرض بلحاظ فتنہ و آزمائش امور مذکورہ احادیث کا ظہور میں آنا مستبعد نہیں۔ بخلاف اس کے مرزا قادیانی جو یہ دعوی کرتے ہیں اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ بہر حال مرزا نے

جس لحاظ سے حدیث مسلم شریف کا انکار کر دیا تھا، اب ان کو اس الہام کے لحاظ سے بڑے دجال کی نسبت ان امور کا مان لینا ضروری ہوا کیونکہ جب وہ خود مدعی ہیں کہ کن سے سب کچھ کر دکھاتا ہوں تو بڑا دجال بحسب احادیث صحیحہ کچھ کر دکھائے تو کیا تعجب۔

اس تقریر سے وہ تمام تقریریں باطل ہوگئیں جو عیسی کے پرندوں کو زندہ کرنے کے باب میں لکھی ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے جو (ازالہ اوہام۔ص ۲۹۷ میں) لکھتے ہیں:

> وہ آیات جن میں ایسا لکھا ہے متشابہات میں سے ہیں اور ان کے یہ معنی کرنا کہ گویا خدا تعالی نے اپنے ارادے سے اور اذن سے حضرت عیسی کو صفات خالقیت میں شریک کر رکھا تھا، صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے کیونکہ خدا تعالی اپنی صفات خاصہ الوہیت بھی دوسرے کو دے سکتا ہے تو اس سے اس کی خدائی باطل ہوتی ہے اور موحد صاحب کا یہ عذر کہ ہم ایسا اعتقاد تو نہیں رکھتے کہ اپنی ذاتی طاقت سے حضرت عیسی خالق طیور تھے، بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ طاقت خدا تعالی نے اپنے اذن اور ارادے سے ان کو دے رکھی تھی اور اپنی مرضی سے ان کو اپنی خالقیت کا حصہ دار بنایا تھا اور اس کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے اپنا مثیل بنا دیوے قادر مطلق جو ہوا۔ یہ سراسر مشرکانہ باتیں اور کفر سے بدتر

دیکھئے حق تعالی نے اپنی خالقیت کے باب میں جو فرمایا ہے انّما امره اذا اراد شيئاً ان يّقول له كن فيكون (یسین :۸۲)۔وہی کلام مرزا قادیانی کے الہام میں ان کی شان میں کر دیا گیا انّما امرك اذا اردت شيئاً ان تقول له كن فيكون ۔یعنی خدا نے ان سے کہا کہ تم جو پیدا کرنا چاہو صرف کن کہہ دو گے تو وہ پیدا ہو جائے گا۔ حالانکہ پیدا کرنا خاص صفت الہی ہے جیسا کہ حق تعالی نے فرمایا ہے انّ ربّك هو الخلّاق العليم (الحجر:۸۶)۔عیسیؑ کی نسبت تو کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ خدائے تعالی نے اپنی صفت خالقیت ان کو دے کر حصہ دار بنا دیا تھا بلکہ عقیدہ یہ ہے کہ احیائے موتی کا معجزہ جو ان کو دیا گیا تھا کبھی کبھی بحسب ضرورت ظاہر کیا کرتے تھے جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے فتنفخ فيها فتكون طيراً باذني و اذ تخرج الموتى باذني (مائدہ:۱۱۰)۔مگر مرزا قادیانی خالقیت کے حصہ دار اور اس کے مثیل بن بیٹھے ہیں ۔اب تک صرف انبیاء کے مثیل کہلاتے تھے اب خدا کے مثیل ہونے کا دعوی ہے حالانکہ اللہ فرماتا ہے ليس كمثله شيء (شوری:۱۱)

مرزا قادیانی مضامین قرآن کو مشرکانہ خیال بتاتے ہیں اور اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے

کہ وہ خدائے تعالی فرما رہا ہے۔ ابلیس نے اور کیا کیا تھا، اس نے بھی تو یہی کہا تھا کہ غیر اللہ کے سجدے کو مشرکانہ خیال سمجھا تھا جس کی وجہ سے ملعون ابدی بنا۔ افسوس ہے کہ مرزا صاحب اوروں کو فرماتے ہیں ابلیس کی طرح ٹھوکر نہ کھائیں اور خود اس کے ہم خیال ہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ آیات قرآنیہ پر ایمان لانے کو الحاد اور سخت بے ایمانی اور مشرکانہ خیال اور کفر سے بدتر کہہ دیا اور آپ نعوذ باللہ خدا کے شریک بن رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر الحاد اور سخت بے ایمانی اور کفر سے بدتر اور کیا ہوگا۔ مجوس صرف دو خالق مانتے تھے مرزا قادیانی تو دوسرے خالق ہی بن گئے۔

اہل اسلام غور فرمائیں کہ کیا کوئی مسلمان ایسا دعوی کر سکتا ہے جو مرزا قادیانی نے کیا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے باوجودیکہ سید المرسلین اور افضل الخلائق ہیں کبھی اس قسم کا دعوی نہیں کیا بلکہ ہمیشہ انّما انا بشر مّثلکم فرماتے رہے۔ اس کے بعد مرزا کا یہ الہام کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ مرزا قادیانی ایک نظیر تو پیش کریں کہ کس نے نبوت کا دعوی کے ساتھ کن فیکون کا بھی دعوی کیا ہے۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ کسی کا دعوی نہ کرنا ہی ان کے لئے دلیل ہو جاتا ہے چنانچہ اپنے مجددیت کو اسی طریقے سے انہوں نے ثابت کیا (ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۴ میں) فرماتے ہیں:

> آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدد کا آنا ضروری ہے۔ اب ہمارے علماء جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں، انصاف سے بتلا دیں کہ کس نے اس صدی کے سر پر خدائے تعالی سے الہام پا کر مجدد ہونے کا دعوی کیا ہے، یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہو رہی ہے مگر حدیث کا منشاء تو یہ ہے کہ وہ مجدد خدا تعالی کی طرف سے آئے گا۔ یعنی علوم لدنیہ و آیات سماویہ کے ساتھ۔ اب بتلاویں کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں تو پھر وہ کون آیا جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعوی کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا۔

اگر شیطان کسی کے سامنے ہو کر دعوی کرے کہ میں تیرا خدا ہوں مجھے سجدہ کر اور اس کی دلیل یہ بیان کرے کہ سوائے میرے کسی نے خدائی کا دعوی نہیں کیا تو کیا اس کی یہ دلیل قابل تسلیم ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ مگر مرزا قادیانی کی تقریر سے ظاہر ہے کہ ان کو اس قسم کی دلیلوں پر وثوق ہے یہی وجہ ہے کہ جب شیطان ان کو اپنے چہرے سے کسی قدر پردہ اتار کر ٹھٹھے سے کہہ دیتا ہے کہ میں خدا ہوں اور کوئی دلیل بھی ایسی ہی بتا دیتا ہے تو ان کو یقین آجاتا ہے۔

حدیث موصوف سوائے ابوداؤد کے صحاح ستہ کی کسی کتاب میں نہیں اور بقول مرزا یہ

حدیث کسی کو نہ ملی یا موضوع یا ضعیف سمجھ کر بخاری و مسلم وغیرہ نے اس کو ترک کر دیا۔ جب مسلم کی دمشق والی حدیث بخاری میں نہ ہونے کی وجہ سے بقول مرزا قادیانی قابل اعتبار نہ ہوئی تو اس کو تو امام مسلم نے بھی قبول نہیں کیا، بطریق اولی قابل اعتبار نہ ہوگی۔ پھر ایسی حدیث استدلال میں کیوں پیش کی جاتی ہے۔ مرزا قادیانی نے اس حدیث کو نقل کیا، نہ یہ لکھا کہ وہ کونسی کتاب میں ہے، بلکہ صرف یہی لکھا کہ مجدد کا آنا ضرور ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اگر وہ لکھتے تو انکے استدلال کی قلعی کھل جاتی۔ کیونکہ ان کا دعوی ہے کہ ہر صدی پر ایک مجدد خدا کی طرف سے الہام پا کر مجدد ہونے کا دعوی کرتا ہے اور اس کے ساتھ علوم لدنیہ اور آیات سماویہ بھی ہوا کرتی ہیں حالانکہ حدیث میں کوئی ایسی بات مذکور نہیں۔ دیکھئے حدیث شریف یہ ہے:

> عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انّ اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کلّ مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (ابوداؤد، کتاب الملاحم) یعنی اللہ تعالی اس امت میں ہر صدی کے سرے پر ایک شخص پیدا کیا کرے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے۔

وفیات الاسلاف میں حدیث موصوف کو نقل کر کے ہر زمانے میں جن علماء اور مویدین دین پر مجددیت کا گمان تھا ان کے ناموں کی فہرست لکھی اور یہ ثابت کیا کہ ہر صدی کا مجدد یقینی طور پر معین نہیں کر سکتے۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے لکھا ہے کہ مجدد ہر صدی کا ایک ہونا ضرور نہیں کیونکہ حدیث شریف میں لفظ من یّجدد وارد ہے اور لفظ من کا استعمال کثیر میں اکثر ہوا کرتا ہے۔ ہر چند نام اکابر کے لکھے ہیں مگر یہ کسی نے نہیں لکھا کہ ان میں سے کسی نے یہ دعوی بھی کیا تھا کہ میں علوم لدنیہ خدا کے پاس سے لے کر آ رہا ہوں اور مجھے خواہ مخواہ مجدد کہو (اور ادھر ہزارہا علماء کا ہجوم اور اصرار کہ نہ تو مجدد ہے نہ محدث اور طرفین سے رسالہ بازیوں کی لے دے ہو رہی ہے) بلکہ ان حضرات کی حالت یہ تھی کہ تائید دین متین کو مقصود بالذات سمجھ کر ہمیشہ اسی میں مصروف رہا کرتے تھے اور ایسی تعلیوں کو کراہیت کی نظر سے دیکھتے پھر ان کی کمال حقانیت اور خلوص کا وہ اثر دلوں پر پڑتا تھا کہ خود کہہ اٹھتے تھے کہ بے شک یہ مجدد ہیں۔ مرزا قادیانی نے لوازم و شرائط مجدد کے جو بیان کئے ہیں اگر راست ہیں تو ضرور ہے کہ ہر صدی کے مجدد کا نام اور اس کے دعوی کو پیش کریں اور یاد رہے کہ یہ ممکن نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حدیث و قرآن کا مضمون جیسا جی چاہتا ہے بنا لیتے ہیں، اسی وجہ سے نہ وہ مجدد ہو سکتے ہیں نہ محدث وغیرہ جو اعلی مدارج ہیں۔ تجدید کے معنی یہ ہیں کہ جو دین کی قدیمی

باتیں پرانی ہوگئی ہوں ان کو از سر نو رواج دے، مگر مرزا قادیانی جو بات نکالتے ہیں وہ تو ایسی ہوتی ہے کہ کسی مسلمان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوتی ۔..ایسے لوگوں کی نسبت یہ ارشاد ہے :

عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه ﷺ سیکون فی آخر امّتی اناس یحد ثونکم بما لا تستمعوا به انتم ولا آباء کم فا یّا کم و ایّاهم (مسلم ۔ با ب النهی عن الروا یة عن الضعفاء) ۔یعنی فرمایا نبی ﷺ نے کہ آخری زمانے میں میری امت کے بعض لوگ ایسی نئی باتیں کہیں گے کہ نہ تم نے سنی نہ تمہارے آباء و اجداد نے، ان لوگوں سے بہت دور رہو۔

مسلمانو! کیا اس کے بعد بھی اب ان کی باتیں دل لگا کر سنو گے اور اپنے نبی کو ناراض کرو گے ۔ یہ تو حضرت ﷺ نے تمہاری ہی خیر خواہی کے لئے فرمایا ہے۔کلام اس میں تھا کہ کسی نے مجددیت کا دعوی نہیں کیا۔اس لئے مرزا قادیانی مجدد ہیں اسی طرح عیسویت کا بھی دعوی ہے چنانچہ (ازالہ صفحہ ۶۸۳ میں) لکھتے ہیں:

ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے کسی نے بجز اس عاجز کے دعوی نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں ، بلکہ اس تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعوی نہیں ہوا کہ میں مسیح موعود ہوں ۔،

غرض مسیح موعود کا نہ آنا ہی آپ کے مسیح ہونے پر دلیل ہے اور ایک دلیل مسیحیت پر یہ ہے جو ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۵ میں لکھا ہے:

اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعوے میں غلطی پر ہے تو آپ لوگ کوشش کریں کہ مسیح موعود جو آپ کے خیال میں ہے انہیں دنوں میں آسمان سے اتر آئے کیونکہ میں تو اس وقت موجود ہوں، مگر جس کے انتظار میں آپ لوگ ہیں وہ موجود نہیں اور میرے دعوی کا ٹوٹنا صرف اس صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اتر ہی آوے، تا میں ملزم ٹھہر سکوں ۔آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم جلد آسمان سے اترتے دکھائی دیں ۔اگر آپ حق پر ہیں تو یہ دعا قبول ہو جائے گی کیونکہ اہل حق کی دعا مبطلین کے مقابلے پر قبول ہو جایا کرتی ہے۔لیکن آپ یقیناً سمجھیں کہ یہ دعا ہرگز قبول نہیں ہوگی کیونکہ آپ غلطی پر ہیں ۔،

مرزا قادیانی ہم لوگوں کو نہایت تنگ کرتے ہیں بھلا اس آخری زمانے میں مستجاب

الدعوت لوگ جن کی دعا فوراً قبول ہو جائے کہاں ظاہر ہوتے ہیں، وہ تو بحسب آیہ شریفہ یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضر کم من ضل اذا اھتد یتم (مائدہ: ۱۰۵) اپنی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کو بحسب اقتضائے زمانہ کسی کے گمراہ کرنے اور ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ فیصل شدہ امور میں خلاف مرضی الٰہی دعا کرنے کو بھی حرام سمجھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ قیامت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس کے آثار و علامات جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ سعادت سے شروع ہو گئے ہیں، وقتاً فوقتاً اپنے اپنے وقت پر ظہور کر جاتے ہیں۔ ان کا ایمان ایسا مستحکم ہے کہ کسی علامت کی تاخیر سے متزلزل نہیں ہوتا۔ ان کو یقین ہے کہ وقت مقررہ پر اس کا ظہور ضرور ہوگا۔ تعجیل کو وہ کافروں کی خصلت سمجھتے ہیں کیونکہ کفار کی عادت تھی کہ انبیاء کو یہ کہہ کر تنگ کرتے تھے کہ عذاب کا جو تم وعدہ دیتے ہو اگر سچے ہو تو دعا کر کے اتار دو۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ سے بھی یہی درخواست ان کی رہا کرتی ہے و یستعجلونک بالعذا ب و لو لا اجل مّسمّی لجاء ھم العذا ب (عنکبوت: ۵۳) یعنی کفار عذاب کی جلدی کرتے ہیں اگر سچے ہو تو دعا کر کے اتارو۔ اگر اس وقت کا وقت مقرر نہ ہوتا تو عذاب ان پر آ جاتا۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے:

> و یقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین ۔ قل لکم میعاد یومٍ لّا تستا خرون عنه سا عة ولا تستقدمو ن (سبا: ۲۹۔۳۰)۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ کہو تمہارے ساتھ جس دن کا وعدہ ہے تم نہ اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے نہ آگے بڑھ سکو گے۔

دیکھئے ہم نے جو کہا تھا کہ مرزا قادیانی مدعیان نبوت وغیرہ اہل باطل کے خیالات اختراعیہ سے مدد لیا کرتے ہیں اس کی تصدیق یہاں ہوگئی کہ کفار کے خیالات سے ان کا تائید لینا ظاہر ہو گیا کیونکہ جس طرح کفار ہمارے نبی ﷺ کو عاجز کرنے کی غرض سے عذاب کی جلدی کیا کرتے تھے کہ اگر وہ آنے والا ہے تو اتار لاؤ، اسی طرح مرزا قادیانی ہم کو عاجز کر رہے ہیں کہ اگر مسیح اترنے والے ہیں تو جلد اتار لاؤ۔ چونکہ ان کو اس تقلید کی عادت ہوگئی ہے اس لئے اس کا خیال بھی ان کو نہ آیا کہ اگر میں یہ دلیل پیش کرونگا تو قرآن پڑھنے والے کیا کہیں گے۔

مرزا قادیانی جو فرماتے ہیں میں تو موجود ہوں، اگر عیسیٰؑ اس وقت نہ اتریں تو میرا دعویٰ ٹوٹ نہیں سکتا۔ غور کا مقام ہے اگر کوئی ملحد خدائی کا دعویٰ کر کے یہی دلیل پیش کرے کہ اگر میں خدا نہیں تو دعا کر کے خدا کو اتار لاؤ، تو اس کا جواب بھی ایسا ہی مشکل ہوگا جیسا مرزا قادیانی کا جواب

دینا مشکل ہو رہا ہے کیونکہ ہم میں ایسی طاقت کہاں کہ خدا کو یا مسیح کو اتار سکیں۔ پھر کیا اس عجز سے اس ملحد کا دعوی ثابت ہو جائے۔ مرزا قادیانی کو یہ طریقہ کفار و ملاحدہ کا اختیار کرنا زیبا نہ تھا۔

ابن حزمؒ نے کتاب الملل والنحل میں لکھا ہے کہ ابو منصور کسف نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور اس کے ساتھ یہ بھی دعوی تھا کہ میں کسف ہوں جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے:

و ان یروا کسفاً من السّماء سا قطاً یقولوا سحاب مرکوم (اگر وہ آسمان کا ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں تو کہیں کہ وہ ابر جما ہوا ہے) (طور:۴۴)

اس نے استعارہ وغیرہ سے کسف یعنی آسمان کا ٹکڑا ہونے میں اپنے لئے فضیلت خاصہ ثابت کر رکھی تھی اور بہت سے لوگ اس کے پیرو بھی ہو گئے تھے۔ غرض اس کا دعوی یہ تھا کہ اگر میں کسف نہیں ہوں اور میرے مخالف اگر سچے ہیں تو دعا کر کے کوئی آسمان کا ٹکڑا اتار لیں اور یاد رہے کہ وہ ہرگز نہیں اتار سکینگے اسلئے کہ وہ غلطی پر ہیں۔ ہرچند مسخرے پن سے زیادہ اس دلیل کی وقعت نہیں مگر اس نے اپنے زعم میں اس کو دلیل بنا رکھا تھا اور اسکے اتباع اس کی تحسین بھی کرتے ہونگے۔

مرزا قادیانی نے عیسیٰؑ کو آسمان سے اتارنے پر فیصلہ جو ٹھہرایا ہے وہ مخلوق کے اختیار سے باہر ہے۔ اس سے مقصود ان کو ظاہر ہے کہ وہ فیصلہ کرنا نہیں چاہتے۔..

الف ششم کے آخر میں پیدائش

اور ایک دلیل اپنی عیسویت پر یہ پیش کرتے ہیں جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۳ میں ہے:

ازانجملہ ایک یہ کہ ضرور تھا کہ آنے والا ابن مریم الف ششم کے آخر میں پیدا ہوتا۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۶ میں ہے:

اس عاجز کو جو خدا تعالی نے آدم مقرر کر کے بھیجا، اس کا یہ نشان رکھا کہ الف ششم میں جو قائم مقام روز ششم ہے یعنی آخری حصہ الف میں جو وقت عصر سے مشابہ ہے اس عاجز کو پیدا کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے ان یوماً عند ربّک کالف سنۃٍ مّما تعدون۔ اور ضرور تھا کہ وہ ابن مریم جس کا انجیل اور فرقان میں آدم بھی نام رکھا گیا ہے اور آدم کی طرز پر الف ششم کے آخر میں ظہور کرتا۔ سو آدم اول کی پیدائش سے الف ششم میں ظاہر ہونے والا یہی عاجز ہے۔ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس ہے اور آخری آدم پہلے آدم کے طرز ظہور پر الف ششم کے آخر میں جو

روز ششم کے حکم میں ہے پیدا ہونے والا ہے۔سو وہ یہی ہے جو پیدا ہو گیا۔

ازالہ اوہام کے دیکھنے سے یہ بات ظاہر ہے کہ اگر مرزا قادیانی کو کوئی ایسی حدیث مل جاتی ہے جس کو وہ مفید سمجھتے ہیں تو نہایت جلی حرفوں میں نمایاں لکھتے ہیں مگر یہاں صرف یہ لکھ دیا کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس کی ہے اور ایک حدیث بھی نقل نہیں کی۔ یہ ترکِ عادت خالی از حکمت عملی نہیں۔ مرزا قادیانی تو بخاری اور مسلم کی حدیثوں میں بھی تعارض پیدا کر کے ساقط الاعتبار کر دیتے ہیں مگر ہم توسیع کرتے ہیں کہ بخاری کی بھی خصوصیت نہیں صحاح ستہ سے کسی کتاب کی حدیث اس مضمون کی پیش فرمائیں۔ مگر یاد رہے کہ وہ ہرگز پیش نہیں کر سکتے۔ پھر یہ کہہ دینا کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہو گیا ہے کس قدر جرأت کی بات ہے۔ یہ مرزا قادیانی ہی کی ہمت ہے۔ واضح رہے کہ جو حدیثیں اس باب میں وارد ہیں اکثر فردوس دیلمی کی ہیں جس کی نسبت امام سیوطیؒ نے جمع الجوامع کے دیباچے میں لکھا ہے کہ جو روایت فقط دیلمی نے فردوس میں کی ہے ضعیف سمجھی جائے۔ اس کے سوا ان احادیث میں تعارض اس قدر ہے کہ کوئی بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ احادیث یہ ہیں:

عن علی قال قال رسول اللّٰہ ﷺ خلق اللّٰہ الدّنیا علی سبعة آماد الا مد الدھر ھو الطویل الذی لا یحصیه الا اللّٰہ فمضی من الدنیا قبل خلق آدم ستة آماد و منذ خلق اللّٰہ آدم الی ان تقوم الساعة انتم فی امد واحد (دیلمی) یعنی دنیا کو اللہ نے سات امد پر پیدا کیا ہے اور امد ایک طویل زمانے کا نام ہے جس کا شمار سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں کر سکتا۔ ان میں سے آدم کے پہلے چھ امد گذر چکے اور آدم جب سے پیدا ہوئے قیامت تک تم ایک ہی امد میں ہو۔

عن حذیفه قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الدنیا مسیرة خمس مأة سنة (دیلمی) یعنی دنیا پانچ سو برس کی مسافت ہے

عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الدنیا کلّھا سبعة ایام من ایام الآخرة (دیلمی) یعنی پوری دنیا آخرت کے سات دن ہیں۔

عن ابن عباس قال الدنیا جمعة من جمع الآخرة سبعة آلاف سنة فقد مضی ستة آلاف سنة موا ستة و الیا تین علیھا موا سنة لیس علیھا موحد (ابن جریر) یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دنیا آخرت کے ہفتوں

میں سے ایک ہفتہ ہے جس کے سات ہزار برس ہیں ان میں سے چھ ہزار اور کئی سو برس گزر گئے اور کئی سو برس آئے گے کہ کوئی خدا تعالیٰ کی توحید کرنے والا روئے زمین پر نہ رہے گا۔

مرزا کے استدلال میں تین چیزیں مقصود بالذات ہیں: آدم دنیا کے الف ششم کے آخر میں پیدا ہوئے؛ عمر بنی آدم کی سات ہزار سال ہے؛ الف ششم کے آخر میں مرزا پیدا ہوئے۔

اب ان احادیث کو ان دعاوی پر منطبق کیجئے۔ حضرت علیؓ والی حدیث سے ظاہر ہے کہ آدمؑ ساتویں امد میں پیدا ہوئے، اس سے دعوی اول کا بطلان ہو گیا۔ پھر امد کے معنی ہزار برس نہیں بلکہ ایک مدت طویلہ کا نام ہے جس کو سوائے خدا کے کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ اس حدیث سے تینوں دعووں کا ابطال ہو گیا کیونکہ ہزار کسی شمار و قطار میں نہیں۔ اور حضرت حذیفہؓ کی روایت سے بھی امور مذکورہ کا ابطال ہو رہا ہے اس لئے کہ اگر کل دنیا کی عمر ہمارے اصطلاحی پانچ سو برس لئے جائیں تو خلاف بداہت اور خلاف مقصود ہے اور اگر پانچ سو برس آخرت کے لئے جائیں جو آیت شریفہ انّ یوماً عند ربّک کالفِ سنۃٍ مّما تعدّون میں مذکور ہے تو اٹھاہ کروڑ سال ہوتے ہیں۔ پھر اگر بنی آدم کی عمر اس کا ساتواں حصہ لی جائے جیسا کہ حدیث حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے معلوم ہوتا ہے تو ڈھائی کروڑ سال سے زیادہ ہوئی اور اس حساب سے آدم کی خلق ابتدائے عالم سے پندرہ کروڑ سال کے بعد ہوئی اور مرزا قادیانی، حضرت آدمؑ کے بعد الف ششم میں پیدا ہوئے۔ دیکھئے کہاں پندرہ کروڑ اور کہاں چھ ہزار۔ اور اگر انسؓ کی حدیث دیکھی جائے تو بنی آدم کی عمر ایک ہی ہزار برس کی ہوتی ہے حالانکہ اب تک چھ ہزار برس گذر گئے۔ اور اگر ابن عباسؓ کی حدیث دیکھی جائے تو حضرت ﷺ کے وقت سے قیامت تک ہزار سال ہونا چاہیے حالانکہ اس وقت تک تیرہ سو سال گذر چکے ہیں۔ غرض کہ کسی ضعیف حدیث سے بھی کوئی دعوی مرزا قادیانی کا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس پر یہ فرماتے ہیں کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔

اگر مرزا قادیانی یہ کہتے کہ بہت سے حکماء یا پادریوں کے قول سے ثابت ہے تو چنداں مضائقہ نہ تھا۔ غضب کی بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو نہیں فرمایا وہ بطور افتراء کہتے ہیں کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ نے صاف فرما دیا من کذب علیّ متعمّداً فلیتبوّأ مقعده من النّار (بخاری۔ باب اثم من کذب علی النّبیّ) یعنی جو شخص جھوٹ کہہ دے کہ میں نے یہ کہا ہے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اب مرزا قادیانی جب تک صحیح روایت سے حضرت ﷺ کا فرمانا ثابت نہ کر دیں اس وعید سے نکل نہیں سکتے۔

ظلمت عامہ اور تامہ

ایک اور دلیل یہ ہے جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۳ میں لکھتے ہیں:

ظلمت عامہ اور تامہ کے عام طور پر پھیلنے کی وجہ سے اور حقیقت انسانیہ پر ایک فنا طاری ہونے کے باعث وہ روحانی طور پر ابوالبشر یعنی آدم کی صورت پر پیدا ہونیوالا ہے۔

ماحصل یہ ہے کہ اس وقت پوری پوری ظلمت ہر ملک میں پھیل گئی ہے اور انسانی حقیقت پر فنا طاری ہوگئی ہے اس وجہ سے روحانی طور پر ابوالبشر یعنی خود پیدا ہوئے۔ یہ تو محسوس نہیں ہے کہ آفتاب نکلنا موقوف ہوگیا ہے اس وجہ سے ظلمت ہوگئی ہے اور تمام دنیا کے آدمی مر گئے، یہاں تک کہ حقیقت انسانیہ پر فنا طاری ہوگئی، اس لئے ضرور ہے کہ مرزا قادیانی کی مراد ظلمت اور فنا سے کچھ اور ہوگی۔ ضرور تھا کہ اس کی تصریح فرما دیتے اور یہ بھی لکھ دیتے کہ کونسی تاریخ سے ان امور کا ظہور ہوا۔ یوں تو ۱۳۰۰ھ اس کی تاریخ فرما دیں گے جس کا مادہ خود ہی غلام احمد قادیانی نے بتایا ہے مگر یہ کہہ دینا کافی نہیں ہوسکتا جب تک یہ بات بدلائل ثابت نہ ہو کہ اس تاریخ سے کوئی انقلاب اسلام میں پیدا ہوگیا ہے جو اس سے پہلے نہ تھا۔ اگر یہ فرمائیں کہ اپنی عیسویت کو نہ ماننا ہی دلیل ہے تو خصم اس کا یہ جواب دے سکتا ہے کہ یہی تو بقائے حقیقت انسانیہ کی دلیل ہے کہ اس قدر احساس انسانی ان میں اب تک پایا جاتا ہے کہ جس طرح مدعیان نبوت کو ان کے اسلاف نے نہیں مانا تھا انہوں نے بھی نہیں مانا اور اولٓئک کالانعام بل ھم اضلّ (اعراف:۱۷۹) کے مصداق نہ بنے۔ غرض ظلمت عامہ کے پھیلنے اور حقیقت انسانیہ کے فنا ہونے کا سنہ مذکور تو نہیں ہوسکتا۔ شائد انقلاب کے لحاظ سے ۱۲۷۴ھ قرار دیا ہوگا۔

چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۷۲۲۔۷۲۶ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

آیت انا علی ذھاب بہ لقادرون میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے جس میں ہندوستان میں ایک مفسدہ عظیم ہوکر آثار باقیہ اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپدید ہو گئے تھے کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ ہیں اور ۱۲۷۴ھ کے زمانے کو جب عیسوی تاریخ میں دیکھنا چاہیں تو ۱۸۵۷ء ہوتا ہے۔ سو درحقیقت ضعف اسلام کا ابتدائی زمانہ یہی ۱۸۵۷ء ہے جس کی نسبت خدا تعالی آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین سے اٹھا لیا جائے گا۔ سو ایسا ہی ۱۸۵۷ء

میں مسلمانوں کی حالت ہوگئی کہ بجز بدچلنی اور فسق و فجور کے اسلام کے رئیسوں کو اور کچھ یاد نہ تھا جس کا اثر عوام پر بھی بہت پڑ گیا تھا۔ انہیں ایام میں انہوں نے ناجائز اور ناگوار طریقے سے سرکار انگریزی سے باوجود نمک خوار اور رعیت ہونے کے مقابلہ کیا، حالانکہ ایسا مقابلہ اور ایسا جہاد ان کے لئے شرعاً جائز نہ تھا کیونکہ وہ اس گورنمنٹ کی رعیت اور ان کے زیر سایہ تھے اور رعیت کا اس گورنمنٹ کے مقابل پر سر اٹھانا جس کی وہ رعیت ہے اور جس کے زیر سایہ امن اور آزادی سے زندگی بسر کرتی ہے سخت حرام اور معصیت کبیرہ اور ایک نہایت مکروہ بدکاری ہے۔ جب ہم ۱۸۵۷ء کی سوانح کو دیکھتے ہیں اور اس زمانہ کے مولویوں کے فتووں پر نظر ڈالتے ہیں جنہوں نے عام طور پر مہریں لگا دی تھیں جو انگریزوں کو قتل کرنا چاہیے تو ہم بحر ندامت میں ڈوب جاتے ہیں کہ یہ کیسے مولوی تھے اور کیسے ان کے فتوے تھے۔ جس میں نہ رحم تھا نہ عقل تھی، نہ اخلاق نہ انصاف۔ ان لوگوں نے چوروں اور قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کرنا شروع کیا اور اس کا نام جہاد رکھا۔ ننھے ننھے بچوں اور بے گناہ عورتوں کو قتل کیا اور نہایت بے رحمی سے انہیں پانی تک نہ دیا۔ کیا یہ حقیقی اسلام تھا یا یہودیوں کی خصلت تھی۔ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ خدا تعالی نے اپنی کتاب میں ایسے جہاد کا کسی جگہ حکم دیا ہے۔ پس اس حکیم اور علیم کا قرآن کریم میں یہ بیان فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا، یہی معنی رکھتا ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے جیسا کہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا... باوجود اس کے یہ مولوی لوگ اس بات کی شیخی مارتے ہیں کہ ہم بڑے متقی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ نفاق سے زندگی بسر کرنا انہوں نے کہاں سے سیکھ لیا ہے۔"

ماحصل اس کا یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں قرآن شریف اٹھا لیا گیا اس وجہ سے کہ آثار اسلامی سلطنت ہند سے ناپدید ہو گئے اور ظلمت عامہ اور تامہ پھیل گئی۔ معلوم نہیں ان ایام سے ظلمت اور اندھیر پھیلنے کا کیا سبب ہوا، اگر غدر کی وجہ سے ہوا تھا تو اس کے بعد تو امن و آسائش کا زمانہ آ گیا۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۹ میں تحریر فرماتے ہیں:

اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں۔ سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت نالائق وہ مسلمان ہیں جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے اگر ہم ان کا شکر نہ کریں تو

پھر ہم خدا تعالیٰ کے بھی ناشکر گذار ہیں کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا اور پا رہے ہیں، وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں نہیں پا سکتے، ہرگز نہیں پا سکتے۔

باوجود اس کے ایسے زمانے کو اندھیر کا زمانہ قرار دینا مرزا قادیانی کی شان کے خلاف ہو گا اور اگر غدر کے سوا اور کوئی سبب ظلمت اور اندھیر کا ہے تو ضرور تھا کہ گورنمنٹ سے اس ظلمت اور اندھیر کے اٹھانے کی درخواست کرتے، بغیر چارہ جوئی کے یہ شکایت نازیبا ہے۔ پھر فقط ظلمت اور اندھیر پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں انسانی حقیقت فنا ہو گئی۔ یعنی کسی میں آدمیت ہی نہ رہی۔ یہ دوسرا الزام ہے، گورنمنٹ تو لکھو کھہا روپیہ بمقتضائے انسانیت تعلیم میں صرف کرے اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ انسانیت کی حقیقت فنا ہو گئی یعنی کسی ایک آدمی میں آدمیت نہ رہی۔ اگر یوں فرماتے کہ کسی مسلمان میں آدمیت نہ رہی تو دوسری گالیوں میں اس کا بھی شمار کر لیا جاتا، وہ تو عام طور پر کہہ رہے ہیں کہ کسی آدمی میں آدمیت نہ رہی اور ظلمت اور اندھیر بالکل پھیل گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کی تعریف وہ منافقانہ طور پر کرتے ہیں۔ اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۴٦ میں لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ دجال سے مراد با اقبال قومیں ہوں اور گدھا ان کا یہی ریل ہو جو مشرق سے مغرب کے ملکوں میں ہزارہا کوسوں تک چلتے دیکھتے ہو۔

اب انہیں پوچھا جائے کہ دجال کو کیا آپ ایماندار عیسائی سمجھتے ہیں یا یہودی بے ایمان۔ پھر با اقبال قوم کو جو دجال قرار دیا ہے جس کی ریل مشرق سے مغرب کے ملکوں میں چلتی ہے اس قوم سے کون سی قوم مراد لی۔ اگر دل میں گورنمنٹ کی توہین کا خیال نہ تھا تو در پردہ با اقبال قومیں کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ صاف کہہ دیتے کہ دجال سے مراد روس ہے جس کی ریل مشرق سے مغرب کو جاتی ہے۔ یہی تو منافقی ہے۔ حیرت ہے کہ اپنے آپ پر قیاس کر کے مسلمانوں کو منافق بنا رہے ہیں۔ اور یہ جو فرماتے ہیں کہ عورتوں اور بچوں کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا اس واسطے حق تعالیٰ نے ۱۸۵۷ء میں قرآن کو اٹھا لیا۔ فی الواقع یہ بڑا ہی ظلم ہوا، مگر یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ اس کے پہلے ٦۰ ہجری میں ایک سخت ظلم وستم کا واقعہ اسلام میں بھی گذر چکا ہے جس کو تمام مسلمان جانتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعے میں کس قدر بے رحمیاں کی گئیں اور خاندان نبوت پر کیسا ظلم ہوا کہ جس کے سننے سے آدمی روتے روتے بے تاب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی بھی ازالہ اوہام صفحہ ۷۰ کے حاشیہ میں اس واقعہ کے باوقعت اور باعظمت اور دردناک ہونے کے

قائل ہیں ۔اب اگر ظلم شدید کی وجہ سے قرآن کا اٹھایا جانا مسلّم ہو، تو یہ ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذریت پر ایسا ظلم شدید ہونے کے وقت ۶۰ ھ ہی میں قرآن شریف اٹھالیا گیا۔ پھر ۱۸۵۷ء میں رہا ہی کیا تھا جو اٹھایا جاتا۔اور جو فرماتے ہیں کہ و انا علی ذھا ب بہ لقا درون میں حق تعالی نے بیان فرمادیا کہ ۱۸۵۷ء میں قرآن زمین سے اٹھالوں گا، اس میں مرزا قادیانی کو علی ذھا ب بہ کی ضمیر کے مرجع میں دھوکا ہوگیا جس کی وجہ سے قرآن کی طرف وہ ضمیر پھیر دی، اس کا حال پوری آیت سے معلوم ہوسکتا ہے وہ یہ ہے:

و انزلنا من السّماء ما ء بقدر فا سکناہ فی الارض و انا علی ذھا ب بہ لقا درون (مومنون: ۱۸)۔اور ہم ہی نے ایک اندازے کے ساتھ پانی برسایا۔ پھر اس کو زمین میں ٹھہرا رکھا اور ہم اس پانی کے اڑا لے جانے پر بھی قادر ہیں۔

اس آیت شریفہ سے ظاہر ہے کہ یہ ضمیر پانی کی طرف پھرتی ہے جو اس کے پہلے صراحتاً مذکور ہے اور قرآن کا وہاں ذکر بھی نہیں۔اگر لاعلمی سے مرزا قادیانی نے یہ کہہ دیا تو غلطی کی اور اگر قصداً یہ معنی قرار دیئے تو تحریف کی۔ پھر اس آیت کو مادہ تاریخ قرآن کے اٹھائے جانے کا ٹھہرا کر یہ کہنا کہ ۱۸۵۷ء اس وقت قرار دیا گیا دوسری غلطی ہے۔شاعروں نے جو مادہ تاریخ کی اصطلاح ٹھہرائی ہے ان کے یہاں بھی یہ شرط مسلّم ہے کہ مادہ تاریخ کے پہلے معلوم کرا دیتے ہیں کہ فلاں واقعے کا سال ان الفاظ سے نکلتا ہے۔مگر حق تعالی نے نہ یہ اصطلاح بیان کی، نہ اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ آیت مادہ تاریخ ہے، نہ نبی کریم ﷺ نے کبھی یہ فرمایا کہ دیکھو فلاں آیت فلاں واقعہ کا مادہ تاریخ ہے۔اور اگر صرف مضمون کے لحاظ سے آیت مادہ تاریخ قرار دی جائے تو انّ السّا عۃ آ تیۃ سے واقعہ قیامت ۶۳۴ میں ہونا چاہیے۔

علاوہ ان تمام امور کے القا درو ن سے یہ کہنا کہ اس کا وقوع بھی ہوگیا، یہ بھی ایک دھوکا ہے۔یہی لفظ دوسرے مقامات میں وارد ہے اور اس سے مقصود صرف تخویف اور بیان قدرت ہے۔فلا اقسم بر بّ المشارق و المغا رب انّا لقا درون۔ علی ان نبدّل خیراً مّنھم و ما نحن بمسبو قین (معارج: ۴۰۔۴۱) یعنی ہم قادر ہیں کہ ان کفار سے بہتر ان کے بدلے بسائیں، حالانکہ کفار اب تک موجود ہیں۔اسی طرح ارشاد ہے و انّا علی ان نر یک ما نعد ھم لقا درون (مومنون: ۹۵) یعنی ہم اس پر قادر ہیں کہ جس عذاب کا وعدہ ان کفار سے کیا گیا تمھیں دکھا دیں۔حالانکہ اس کا بھی وقوع نہیں ہوا۔ بلکہ مقصود بیان قدرت اور تخویف ہے

۔اسی طرح اس آیت شریفہ میں بھی بیان قدرت اور تخویف مقصود ہے کہ پانی جو زمین پر ٹھہرتا ہے اور جس سے تمام منافع بنی آدم کے متعلق ہیں اس کے اڑا لے جانے پر ہم قادر ہیں، اگر اس قدرت کو ظاہر کر دکھائیں تو تمہاری کیا حالت ہوگی ۔اب غور کیا جائے کہ باوجود اتنے دھوکوں اور غلطیوں کے یقینی طور پر یہ کہہ دینا کہ حق تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں ہم قرآن کو اٹھالیں گے کس قدر جرأت ہے ۔ ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ حق تعالی پر صریح افتراء ہے اور قرآن سے ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالی پر افتراء کرے وہ کفار سے بھی بدتر ہے جیسا کہ اس آیت شریفہ سے مستفاد ہے: و من اظلم ممّن افتری علی اللہ کذباً (انعام:۲۱) ۔اور ارشاد ہے انّ اللّٰہ لا یھدی القوم الظّالمین (احقاف:۱۰) یعنی ظالموں کو خدا رستہ ہی نہیں بتاتا ۔ پھر جس کو خدا رستہ نہ بتائے تو اس کی گمراہی میں کیا شک ہے ۔....

نشان نمائی

ایک اور دلیل اپنے صدق پر یہ پیش کرتے ہیں جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۶۳ میں مذکور ہے:

> اس بات کو میں منظور کرتا ہوں کہ آپ دس ہفتہ تک اس بات کے فیصلے کیلئے احکم الحاکمین کی طرف رجوع کریں تا کہ اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی سچائی کا کوئی نشان یا کوئی اعلی درجہ کی پیش گوئی جو راست بازوں کو ملتی ہے آپ کو دی جائے، ایسا ہی دوسری طرف میں بھی توجہ کرونگا اور مجھے خداوند کریم وقدیر کی طرف سے یقین دلایا گیا ہے کہ آپ نے اس طور سے میرا مقابلہ کیا تو میری فتح ہوگی ۔ میں اس مقابلہ میں کسی پر لعنت نہیں کرنا چاہتا اور نہ کرونگا ۔اور آپ کا اختیار ہے جو چاہیں کریں ۔لیکن اگر آپ اس سے اعراض کر گئے تو گریز پر حمل کیا جائیگا ۔میری اس تحریر کے مخاطب مولوی محی الدین عبدالرحمٰن صاحب لکھو والے، اور میاں عبدالحق صاحب غزنوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی ہیں اور باقی انہیں کے زیر اثر آجائیں گے ۔

حاصل اس کا یہ ہوا کہ مرزا قادیانی جو دعوی رسالت وغیرہ کرتے ہیں اس کی نفی کا مبینہ فریق مقابل کے ذمے ہے ۔ مدت معینہ میں پیش نہ ہو تو ان کا دعوی ثابت اور بینہ بھی کیسا کہ اقتدار بشری سے خارج ہو ۔

یہ بھی ایک الہامی طریقہ ثبات دعوی کا ہے جو مرزا قادیانی کے خصائص سے ہے مگر خدا نخواستہ اس طریق کا اگر رواج پڑ جائے تو جھوٹوں کو کامیابی کا بڑا ہی ذریعہ ہاتھ آ جائے گا۔ جس کا جو جی چاہے گا کسی پر دعوی کر کے ثبوت میں یہ مبینہ پیش کر دیگا کہ اگر مدعا علیہ سچا ہے تو احکم الحاکمین کی طرف رجوع کرے ضرور کوئی نشانی مل جائے جو راست بازوں کو فوق طاقت بشری ملا کرتی ہے اور جب مدت معینہ میں نہ ملے تو اپنا دعوی ثابت۔ خدا نے آنحضرت ﷺ کو باوجود ہزار ہا معجزے عطا کئے۔ شق قمر تک آپ کے دست مبارک سے ہوا، مگر بعض وقت حسب خواہش کفار کوئی نشانی بھی نہیں دی گئی چنانچہ اس آیت شریفہ سے ظاہر ہے:

و قالوا لن نومن لک حتّی تفجر لنا من الارض ینبوعاً ۔او تکون لک جنّۃ من نخیل و عنبٍ فتفجر الا نھار خلا لھا تفجیراً ۔ او تسقط السّماء کما زعمت علینا کسفاً او تأتی با للّٰہ و الملا ئکۃ قبیلاً۔ او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء و لن نؤمن لرقیّک حتّی تنزل علینا کتا باً نقرؤہ ۔ قل سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رسولًا ۔(بنی اسرائیل: ۹۰۔۹۱۔۹۲۔۹۳)۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ کفار نے حضرت ﷺ سے درخواست کی کہ زمین سے چشمے جاری ہو جائیں یا ایک باغ پیدا ہو جائے یا آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دیا جائے، اور اسی قسم کی کئی درخواستیں کیں۔ اس پر حضرت ﷺ کو حکم ہوا کہ ان سے کہو کہ میں تو ایک بشر رسول ہوں یعنی جو معجزے میرے ہاتھ پر خدا تعالی ظاہر کراتا ہے وہ کرتا ہے۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ تمہاری ہر درخواست کو منظور کر لیا کروں۔ دیکھئے باوجودیکہ آیات ومعجزات لازمہ رسالت ہیں مگر ضرور نہ تھا کہ جانب مقابل کی طلب پر کوئی نشانی ضرور ظاہر ہو، اور نہ ہونے سے ان کی حقانیت میں فرق آ جائے۔ اگر وہ ضرور ہوتا تو معاذ اللہ اس وقت کفار اہل حق ٹھہر جاتے۔ پھر اس نشانی کے ظاہر نہ ہونے سے مرزا قادیانی کا حق پر ہونا کیونکر ثابت ہوگا۔

مرزا قادیانی کو ایسے ابواب میں کمال مشاقی اور جرأت حاصل ہے اس دس ہفتے کی مہلت میں انہوں نے کوئی ایسی بات ضرور سوچی تھی کہ اس کو بالائی تدابیر سے اپنی کامیابی کا ذریعہ بنا لیتے جیسے نصاری کے مقابلے میں انہوں نے یہی تدبیر کی کہ باوجودیکہ پیش گوئی جھوٹی ثابت ہو گئی، مگر وہ اسی کو اپنی کامیابی کا ذریعہ بتاتے جاتے ہیں۔

نعمت اللہ شاہ کا قصیدہ

اور ایک دلیل اپنی عیسویت پر رسالہ نشان آسمانی صفحہ ۹ تا ۱۷ میں (ملخصاً) لکھتے ہیں:

مولوی اسماعیل شہید دہلوی جس زمانے میں اس کوشش میں تھے کہ کس طرح ان کے مرشد سید احمد صاحب مہدی وقت قرار دیئے جائیں اس زمانے میں انہوں نے قصیدہ شاہ نعمت اللہ کو حاصل کر کے بہت کچھ سعی کی کہ یہ پیش گوئی ان کے حق میں ٹھہرائی جائے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی کتاب کے ساتھ اس کو شائع کر دیا۔ لیکن اس پیش گوئی میں وہ پتے اور نشان دیئے گئے تھے کہ کسی طرح سید احمد ان علامات کے مصداق نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس پیش گوئی کے مصداق کا نام احمد ہے اور نیز یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ وہ ملک ہند میں ہوگا اور لکھا ہے کہ وہ تیرھویں صدی میں ظہور کرے گا پس بنظر سرسری خیال گذر سکتا ہے کہ سید احمد صاحب میں یہ تینوں علامتیں نہیں۔،

پھر مرزا قادیانی نے اس قصیدے کے چند اشعار نقل کئے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

غین و رے سال چون گزشت   از سال بوالعجب کاروبار مے بینم
ظلمتِ ظلم ظالمانِ دیار   بے حد و بیشمار مے بینم
چوں زمستاں بے چمن بگذشت   شمس خوش بہار مے بینم
غم مخور زانکہ من دریں تشویش   خرمی وصلِ یار مے بینم
غازی دوستدار دشمن کش   ہمدم و یار غار مے بینم
ا ح م و دال مے خوانم   نامِ آں نامدار مے بینم
بادشاہ تمام ہفت اقلیم   شاہ عالی تبار مے بینم
مہدی وقت و عیسیٰ دوراں   ہر دو را شہسوار مے بینم

مرزا، چوں زمستاں بے چمن بگذشت، کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب تیرھویں صدی کا موسم خزاں گذر جائیگا تو چودھویں صدی کے سر پر آفتاب پر بہار نکلے گا یعنی مجدد وقت ظہور کریگا۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جہاں ہزاروں کا مجمع ہوتا ہے اس میں ہر قسم اور طبیعت کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض مفتری و کذاب بھی ہوتے ہیں جو اس مجمع اور گروہ کی ترقی کی غرض سے اعتقاد بڑھانے والے اقسام کی باتیں بنالیتے ہیں اور بعض دیانتدار بھی نیک نیتی سے ایسے امور کے مرتکب

ہو جاتے ہیں اور یہ خیال کر لیتے ہیں کہ اگر اس میں کچھ گناہ بھی ہو تو اس نیک نیتی کی وجہ سے معاف ہو جائے گا۔ بہر حال ممکن ہے کہ کسی نے اس وقت یہ قصیدہ بنا کر ایک کامل بزرگ کے نام سے مشہور کر دیا ہو جس سے مولوی اسماعیل صاحب کو بھی استدلال کا موقع ہاتھ آ گیا اور ان کا استدلال صحیح بھی ہوسکتا ہے اس لئے کہ اس میں ۱۳۰۰ھ کے بعد کی خبر ہے جس زمانے میں سید احمد صاحب کا ظہور ہوا تھا۔ اگر بقول مرزا چودھویں صدی کا ذکر صاحب قصیدہ کو منظور ہوتا تو (چوں زمستان بے چمن بگذشت) کی جگہ (بگذرد چوں صدی سیزدہم) لکھ دیتے کیونکہ جب پورے واقعات کا کشف ہی ٹھہرا تو (غ درے) کے بعد ایام فتنہ زا بیاں کر کے عین مقصود بالذات زمانہ بشارت کو چھوڑ دینا بالکل خلاف عقل ہے۔ پھر جب اس پیش گوئی میں سید احمد اور غلام احمد بیگ میں تنازع ہے تو سرسید احمد خان اس سے کیوں محروم رکھے جائیں۔ ان کے اتباع تو (مہدی وقت وعیسی دوراں) کے مصداق کی تکمیل میں مہدی علی خان کو پیش کر دیں گے جس سے (ہر دو شہسوار می بینم) بھی چسپاں ہو جائے گا اور مرزا قادیانی نے جو تکلیف اٹھا کر دو کو ایک کر دیا اس کی ضرورت بھی نہ رہے گی اور کثرت اتباع کے لحاظ سے بھی انہیں کا نمبر بڑھا رہے گا۔ یہ سب آپس کے جھگڑے ہیں مگر اس کا کیا جواب ہوگا کہ قصیدے میں تو بادشاہ تمام ہفت اقلیم می بینم لکھا ہے، اگر یہ تینوں احمد صاحبان علی سبیل البداہت یا بطور مانعۃ الخلو مصداق ٹھہریں تو ان کے پیرو صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے عشر عشیر نہیں ہو سکتے۔ پھر ہفت اقلیم کی سلطنت کیسی؟ اس سے بداہتاً معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ قصیدہ جعلی ہے کسی نے مصلحت وقت کے لحاظ سے بنا کر اس بزرگ کی طرف منسوب کر دیا۔

مرزا قادیانی نے چند اشعار کی شرح کی اور پورا قصیدہ علیحدہ اسی کتاب میں لکھ دیا اس قصیدے کی ابتداء میں یہ اشعار ہیں

در خراسان و مصر و شام و عراق فتنہ و کار زار می بینم
ترک و تاجیک را بہم دیگر خصمی و گیر و دار می بینم

اب اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ فتنہ جو خراسان ومصر وعراق وتاجیک میں ہو اور مرزا قادیانی ہندوستان میں نکلیں اس کی توجیہہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ اس فتنے کی خبر دینے کو وہ بھیجے گئے ہوں تاکہ لوگ ہوشیار رہیں مگر کوئی ایسی خبر بھی انہوں نے اب تک شائع نہیں کی۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں یہ سچ ہے کہ اشارۃً یہ پایا جاتا ہے کہ وہ ملک ہند میں ہوگا۔ چونکہ مرزا قادیانی جھوٹ کو شرک کے برابر سمجھتے ہیں ضرور ہندوستان کی طرف اس میں اشارہ ہوگا مگر

ہماری سمجھ میں نہیں آیا شاید کسی کی سمجھ میں آجائے۔

مرزا قادیانی نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ قابل غور ہے جو احادیث ان کے مضر ہوتی ہیں، اگر صحیح مسلم میں بھی ہوں تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ بخاری نے ان کو صحیح نہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو وہ حدیث نہ ملی اور کبھی کہتے ہیں ممکن ہے کہ راوی نے سہواً یا عمداً خطا کی ہو، مطلب یہ کہ حدیثیں قابل اعتبار نہیں، یعنی موضوع ہیں۔ اور احادیث صحیحہ میں یہ کلام ہوتا ہے کہ پیش گوئیوں میں استعارات وکنایات ہوتے ہیں۔ ظاہری معنی ان کے نہیں لے سکتے، اور جو بات اپنے مفید سمجھتے ہیں وہ کیسی ہی بے اصل اور مجہول ہو اس پر استدلال کرتے ہیں اور اس کے معنی لینے میں کوئی تامل نہیں ہوتا۔ دیکھئے یہ قصیدہ تو قابل استدلال ہوا جس کا ثبوت تقریباً محال ہے اور جو مضمون بیان کیا گیا وہ بھی ایسا کہ مرزا قادیانی کے سوا کوئی دوسرا نہ سمجھ سکے۔ پھر شاہ نعمت اللہ کے کشف کا اس قدر وثوق کہ کوئی لفظ اس کا ظاہری معنی سے ہٹ نہیں سکتا اور نبی ﷺ کا کشف اور پیش گوئیاں ایسی کمزور کہ جب تک ان میں نئے معنی نہ ڈالے جائیں اپنے ذاتی معنی پر دلالت ہی نہیں کر سکتیں بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر اس کی حقیقت کھلی ہی نہیں۔ اس پر دعوی امتی بلکہ نبی ہونے کا۔

مقابل کی ذلت

ایک دلیل یہ ہے جو ضرورت الامام صفحہ ۲۶ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مجھے خبر دی گئی کہ جو شرارت سے میرے مقابل پر کھڑا ہوگا وہ ذلیل اور شرمندہ ہو جائیگا

فی الواقع اگر یہ خبر اللہ کی طرف سے دی گئی ہو تو اعلی درجہ کی نشانی ہوگی مگر اس کا ظہور اب تک نہیں ہوا۔ جب سے مرزا قادیانی نے دعوی عیسویت کیا ہے علماء ان کے مقابلے میں کھڑے ہیں اور کبھی ان کو ذلت نہ ہوئی۔ بلکہ اسلامی دنیا میں ان کی عزت اور بڑھ گئی۔

مرزا قادیانی نے اس بنا پر یہ بات کہی ہے کہ جو شخص ان کا مقابلہ کریگا وہ اس کو بہت سی گالیاں دیں گے اور خفیف کریں گے جس سے اس کو شرمندہ ہونا پڑے گا مگر خود بھی ذرا سوچیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں انہیں کی ذلت ہے۔ بازاری لوگ معززین کی نگاہوں سے کیوں گرے ہوئے ہیں، اسی وجہ سے کہ فحش گوئی اور بدخلقی اکثر ان سے دیکھی جاتی ہے۔ مرزا قادیانی نے دیکھا کہ بازاری لوگ فحش وسبّ وشتم کی وجہ سے معزز نہیں سمجھے جاتے مگر اس کے ڈر سے کام تو نکل آتے

ہیں، اس وجہ سے برآمد کار کیلئے یہی طریقہ خوب ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مرزا قادیانی نے اراذل و بدمعاشوں سے جو اس بات میں سبق لیا ہو کوئی عیب کی بات نہیں ہے، اس لئے کہ عقلاء کی شان یہی ہے کہ اپنے مقصود کی بات جہاں ملتی ہے لے لیتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم کس سے لے رہے ہیں۔ دیکھئے کتب اخلاق میں مصرح ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنی کارآمد صفتیں کتے سے سیکھے کہ کیسا قانع اور وفادار ہے بلکہ ہمیں صرف لم اور ماخذ اس طریقے کا بتلانا منظور ہے گو مرزا قادیانی اس کو قبول نہ فرمائیں کیونکہ وہ اس طریقے کو عیسویت کا لازمہ قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ عصائے موسی صفحہ ۱۵۸ میں ان کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیؑ نے اکثر سخت لفظ اپنے مخاطبین کے حق میں استعمال کئے ہیں جیسا کہ سؤر، کتے، بے ایمان، بدکار وغیرہ وغیرہ۔ لفظ وغیرہ وغیرہ سے ظاہر ہے کہ عیسی بکثرت گالیاں دیا کرتے تھے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ لازمہ عیسویت ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی کو تکمیل عیسویت کے لئے عیسی کی صفت کے ساتھ متصف ہونا ضرور تھا اس لئے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا، حالانکہ ان کی ذاتی خصوصیات کچھ اور ہیں۔

امام سیوطیؒ نے حضرت عیسیؑ کے حالات میں کئی ایک روایتیں تفسیر درمنثور میں نقل کی ہیں چونکہ یہ کتاب چھپ گئی ہے اس لئے چند روایات کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے اگر کسی صاحب کو ان کا دیکھنا منظور ہو تو درمنثور کی جلد دوم میں صفحہ ۲۶ سے ۳۲ تک ملاحظہ فرمالیں۔ ماحصل ان کا یہ ہے کہ عیسیؑ نے اپنے لئے نہ کہیں گھر بنایا نہ بنانے دیا، نہ ان کے اہل و عیال تھے۔ گذران کی یہ صورت میں جنگل میں پتے وغیرہ کھا کر بسر کرتے جہاں شام ہوئی مقام کیا، صبح ہوئی روانہ ہو گئے۔ نہ کبھی چراغ جلایا نہ بچھونا بچھایا۔ جہاں نیند غالب ہوگئی لیٹ گئے۔ سوائے کمل یا ٹاٹ کے کوئی لباس نہیں پہنا۔ نہ کبھی سر میں تیل ڈالا نہ کنگھی کی۔ بجائے نعلین کے کسی درخت کی چھال پیروں سے لپیٹ لیتے کبھی ٹھنڈا پانی نہیں پیا۔ ایک بار آپ پتھر سرہانے لے کر سوتے تھے ابلیس نے متشکل ہو کر طعن کی کہ آپ اکثر کہا کرتے ہیں کہ میں دنیا کا سامان کچھ نہیں رکھتا پھر یہ پتھر کا سرہانا کیسا۔ آپ نے وہ بھی پھینک دیا۔ ایک بار آپ حوارین کے ساتھ کہیں جارہے تھے رستے میں مرے ہوئے کتے پر گذر ہوا۔ لوگوں نے اس کی بدبو کی شکایت کی، آپ نے فرمایا اس کے دانت کتنے سفید ہیں۔ مقصود یہ کہ کسی چیز کی مذمت نہ کی جائے۔ ایک بار ایک خنزیر ان کے روبرو سے نکلا اس سے خطاب کر کے فرمایا سلامتی سے گذر جا کسی نے کہا یا روح اللہ آپ خنزیر سے ایسا خطاب فرماتے ہیں جو آدمیوں سے کیا جاتا ہے۔ فرمایا میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ میری زبان کو بری بات کی عادت ہو۔ ایک

بار ایک رفیق کے ساتھ آپ جنگل میں جا رہے تھے ایک بدمعاش نے حائل ہو کر کہا کہ جب تک تم دونوں کو ایک ایک طمانچہ نہ مارلوں جانے نہ دوں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا تو مجھے مار لے۔ اس نے آپ کو مار کر رستہ دیا۔ مگر رفیق راضی نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا اس کے بدلے میں بھی مجھی کو مار۔ یہ کہہ کر دوسرا رخسار مبارک پیش کیا، اس نے آپ ہی کو مار کر دونوں کو رستہ دیا۔ ایک بار آپ دھوپ میں چل رہے تھے دھوپ کی شدت اور پیاس کی سختی کی تاب نہ لا کر کسی خیمے کی چھاؤں میں بیٹھ گئے۔ صاحب خیمہ نے باہر آکر آپ کو وہاں سے اٹھا دیا۔ آپ علیحدہ ہو کر دھوپ میں بیٹھ گئے اور فرمایا اے شخص تو نے مجھے نہیں اٹھایا بلکہ اس نے اٹھایا جو نہیں چاہتا کہ دنیا میں مجھے کچھ بھی راحت ہو۔ یعنی پوری راحت جنت ہی میں ہوگی۔..

یہ تھوڑا سا حال مسیح کا تھا۔ اب مسیح اور مثیل مسیح کی حالت کا موازنہ کر کے بھی دیکھ لیجئے تا کہ تعرف الاشیاء باضدادھا کے لحاظ سے مرزا قادیانی کی معرفت حاصل ہو جائے۔

وہاں تجرد کی کیفیت تھی تو یہاں تعیش کی یہ کیفیت کہ پیرانہ سری میں شادی ہونے میں جو توقف ہوا تو مثیل صاحب جامے سے باہر ہیں، اور کنبے بھر میں ایک تہلکہ برپا ہے کہ سمدھن صاحبہ کے بھائی نے اپنے کولڑکی کیوں نہیں دی۔ اس جرم میں بہو بیٹے میں تفرقہ اندازی کی تدبیر اور فرزند پر یہ تشدد کہ اگر طلاق نہ دی تو عاق اور میراث سے محروم ہے۔ وہاں کمل اور ٹاٹ کا لباس ہے تو یہاں پشمینہ وغیرہ اعلیٰ درجے کے ملبوسات، وہاں رہنے کو گھر نہیں یہاں سجے ہوئے مکانات باغ سکونت اور تفرج کے لئے آراستہ ہیں۔ وہاں سرہانے کے تکیہ کے لئے پتھر گوارا نہیں یہاں بغیر اعلیٰ درجہ کے نرم نرم توشکیں اور لحاف کے نیند نہیں آتی۔ وہاں جنگل کے پتوں پر گذارا ہے یہاں مرغی انڈے پلاؤ وغیرہ الوان نعمت کی ضرورت، وہاں دھوپ میں پیاس سے موت کا سامان ہے تو یہاں ہر وقت برف کیوڑہ وغیرہ تنعم کا سامان مہیا۔ وہاں جنگل ہے اور اندھیری رات کا سناٹا اور جلانے کو چراغ نہیں، یہاں گھر کے پاس ہزاروں روپئے کے خرچ سے ایک بلند منارہ بنایا گیا جس کی روشی جنگل میں پڑے، وہاں کل راحتوں کا حوالہ آخرت پر ہے تو یہاں کل راحتوں کا استیفا دنیا میں، وہاں مرے ہوئے کتے کی مذمت گوارا نہیں یہاں صحابہ سے لے کر آج تک کے مسلمان مشرک قرار دیئے جارہے ہیں اور مسلمانوں کی شان میں وہ الفاظ کہ کوئی کافروں کو بھی نہیں کہتا۔ وہاں خنزیر کے ساتھ مہذبانہ برتاؤ یہاں علماء و مشائخ کے القاب خنزیر وغیرہ زبان زد ہیں۔ غرض کہ مثیل مسیح موعود ہونے کے لئے تمام اوصاف مسیح سے وہ صفت منتخب کی گئی جس سے مسیح کو کمال درجے کی نفرت اور

احتراز رہا۔ اور انجیل جس کو خود ہی محرف بتاتے ہیں اس میں سے صرف فحش اور سبّ وشتم کا مضمون لے کر مسلمانوں کو لگے گالیاں دینے کہ دیکھو میں مسیح ہوں میرا فرض منصبی ہے کہ دل کھول کر لیکن ٹھنڈے دل سے گالیاں دیا کروں۔ اس کی وجہ اور کیا ہوسکتی ہے سوائے اس کے کہ انہوں نے جب دیکھا کہ مسیح کی خصوصیات اور فضائل واخلاق کا حاصل کرنا تو محال ہے اور ان کی کوئی بات اپنے میں نہ ہو تو مثلیت کا ثبوت مشکل ہے اس لئے ما لا يدرك كلّه لا يترك كلّه کے لحاظ سے خذ ما صفا و دع ما كدر پر عمل کر کے طریقہ سب وشتم کو اختیار کیا جس کا ذکر اناجیل محرفہ میں ہے۔

اس باب میں جو تحریفیں وغیرہ ہوئیں اس کا الزام اسی کے ذمہ ہوگا جس نے الحاق کر کے عیسیٰ کی طرف اس طریقہ شنیعہ کو منسوب کیا، مرزا قادیانی نے حسن ظن سے اس باب میں صرف تقلید نصاریٰ کی ہے اور مقلد کو یہ حق نہیں کہ اپنے مقتداء پر تحریف وغیرہ کا الزام لگائے اس لئے نہ مرزا قادیانی پر تحریف کا الزام آ سکتا ہے نہ ترک تحقیق کا بہر حال یہ دین عیسائی کی تعلیم تھی۔ اب دین محمدی کی تعلیم دیکھئے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

> انّ اللّه يا مر با لعدل و الاحسان و ايتاء ذى القربى و ينهى عن الفحشاء و المنكر (نحل: ۹۰) یعنی خدا تعالیٰ منع کرتا ہے بے حیائی اور بدگوئی اور برے کام سے
>
> ولا تتّبعوا خطوات الشيطان انّه لكم عدوّ مّبين انّما يامركم با لسّوء و الفحشاء (بقرہ: ۱۶۸۔۱۶۹) یعنی شیطان جو تمہارا دشمن ہے بدگوئی اور برے کاموں کا حکم کرتا ہے۔

ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ سبّ وشتم سے خدا تعالیٰ منع فرماتا ہے اور شیطان اس کا حکم کرتا ہے۔ اور ہمارے نبی ﷺ میں اس صفت کا نام ونشان نہ تھا جیسا کہ بخاری (باب لم يكن النبى فا حشاً و لا متفحشاً) میں ہے: لم يكن النبى ﷺ فا حشاً و لا متفحشاً۔ یعنی بدگوئی کی صفت حضرت ﷺ میں نہ بالطبع تھی اور نہ عارضی طور پر۔ اور یہ روایت بھی بخاری کے اسی باب میں ہے کہ چند یہودی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بجائے السلام علیکم کے اسام علیکم کہا۔ حضرت ﷺ نے ان کے جواب میں صرف و عليكم فرمایا۔ مگر حضرت عائشہؓ صبر نہ کرسکیں کیونکہ سام کے معنی موت کے ہیں اور غصے سے کہا و عليكم و لعنكم اللّه و غضب اللّه عليكم۔ حضرت ﷺ نے فرمایا مهلاً يا عائشه عليك با لرفق و اياك

و العنف و الفحش ۔یعنی اے عائشہ سختی اور بدگوئی سے دور رہو۔

دیکھئے بددعا کے بدلے بددعا دی گئی تھی، اس کا نام بھی حضرت ﷺ نے فحش ہی رکھا جس سے خدا تعالیٰ منع فرماتا ہے۔

و عن عبد اللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ سبا ب المسلم فسوق و قتالہ کفر (بخاری۔ باب ما ینھی عن السباب و اللعن) یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس کا قتل کفر ہے۔

و عن ثابت ابن الضحاک قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من لعن مؤمناً فھو کقتلہ و من قذف مؤمناً فھو کقتلہ (بخاری۔ باب ایضاً) یعنی جو شخص کسی مسلمان پر لعنت کرے یا اس کو کافر کہے تو گویا اس کو اس نے قتل کر ڈالا۔

مرزا قادیانی کو اسماء میں تصرف کرنے کا ہتھکنڈہ ہاتھ آ گیا ہے اس لئے خوب گالیاں دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کا نام گالی ہی نہیں۔ چنانچہ (ازالہ اوہام۔ص ۱۳ میں) لکھتے ہیں:

اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے۔ دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سبّ و شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقع اور دروغ کے طور پر محض ایذا رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے۔

حاصل اس کا یہ ہوا کہ کسی کے واقعی عیوب بیان کئے جائیں تو مضائقہ نہیں مگر یہ بات قرآن شریف کے خلاف ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے و یل لکلّ ھمزۃٍ لمزۃ (حمزہ:۱) یعنی ہمزہ اور لمزہ کے لئے ویل ہے جو جہنم میں ایک وادی ہے۔ تفسیر خازن میں ہمزہ اور لمزہ میں کئی اقوال نقل کر کے لکھا ہے کہ سب اقوال کا مرجع اسی طرف ہے کہ وہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کا عیب بیان کرے۔ اب دیکھئے کہ جب واقعی عیب ظاہر کرنے کی یہ وعید ہو تو، مادرزاد اندھے، رئیس الدجالین، ہامان ہالکین وغیرہ کہنے کا کیا حال ہو۔ پھر مرزا قادیانی خنزیر چمار چوہڑے جو علماء کو کہتے ہیں کیا ان الفاظ پر بھی دشنام کی تعریف صادق نہیں آتی۔

مرزا قادیانی کا یہ بھی استدلال ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں کافروں کو بہت

گالیاں دی ہیں اور حدیث شریف میں ان پر لعنت وغیرہ وارد ہے مقصود یہ کہ مرزا قادیانی نے خدا کا طریقہ اختیار کیا اور نیز اشدّاء علی الکفار بھی وارد ہے۔

اشدّاء علی الکفّار کا جواب تو ظاہر ہے کہ سختی کافروں پر چاہیے، مسلمانوں کو گالیاں دینے سے کیا تعلق۔ ان کے باب میں تو رحماء بینھم کا ارشاد اسی سے متصل کیا گیا ہے۔ مرزا قادیانی کا روئے سخن گالیوں میں صرف علماء ومشائخین اہل اسلام کی طرف ہے اگر بزعم مرزا قادیانی وہ گنہگار بھی ہوں تو کیا اسلام سے خارج سمجھے جائینگے۔ پھر اشدّاء علی الکفّار سے استدلال کیونکر صحیح ہوسکتا ہے بلکہ برخلاف اس کے برے القاب سے مسلمانوں کا ذکر ممنوع ہے۔

و لا تلمزوا انفسکم ولا تنا بزوا با لالقاب۔ بئس الا سم الفسوق بعد الا ایمان۔ و من لم یتب فا ولئک هم الظّا لمون (حجرات : ۱۱) یعنی عیب مت کرو آپس میں ایک دوسرے کا اور مت پکارو ایک دوسرے کو برے نام سے، برا نام گناہ گاری ہے پیچھے ایمان کے۔ اور جو کوئی توبہ نہ کرے وہ ظالموں سے ہے۔

تفسیر خازن میں بروایت ترمذی منقول ہے کہ بعض لوگوں کے دو دو تین تین نام ہوتے تھے جن میں وہ بعضوں کو ناپسند کرتے تھے اگر کوئی ناپسند ناموں سے ان کو پکارتا تو وہ رنجیدہ ہوتے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور لکھا ہے لا تلمزوا انفسکم (حجرات : ۱۱) یعنی اپنی ذاتوں کو عیب مت لگاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے اپنے بھائی مسلمان کو عیب لگایا تو گویا وہ عیب تم نے اپنے آپ پر لگایا۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ قرآن اس درجے کے اتحاد کی تعلیم کر رہا ہے کہ سب مسلمان آپس میں کنفس واحدہ ہو جائیں اور عمل یہ ہو رہا ہے کہ صرف عیب ہی نہیں لگائے جاتے بلکہ مغلظات کی بوچھاڑ کی جاتی ہے جس سے اعلیٰ درجہ کی دشمنی باہم پیدا ہو جائے۔ اس پر اصلاح قوم کا دعوی۔

اب رہا یہ کہ خدا تعالی کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے، سو اس میں یہ کلام ہے۔ جب آیات و احادیث مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ بدگوئی سے خدا و رسول منع فرماتے ہیں اور منع ہی نہیں بلکہ سخت سخت اس پر وعیدیں ہیں تو کسی کو حق نہیں کہ اپنے مالک اور خالق سے پوچھے کہ جس کام سے آپ منع کرتے ہیں اس کے آپ مرتکب کیوں ہیں۔ دیکھ لیجئے تکبر اور تعلّی سے اللہ نے بندوں کو منع فرمایا ہے اور خود متکبر ہے۔ کیا کوئی اس سے پوچھ سکتا ہے؟ حق تعالی فرماتا ہے لا یسال عمّا یفعل و هم یسا لون (انبیاء : ۲۳) یعنی خدا جو چاہے کرے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور وہ سب سے

پوچھے گا۔ اسی طرح نبی ﷺ نے امت کو چار سے زیادہ عورتوں کی اجازت نہیں دی اور خود بدولت ﷺ کے نو یا اس سے زیادہ ازواج مطہراتؓ تھیں۔ اس کے سوا اور بہت سی خصوصیات تھیں جو علماء پر پوشیدہ نہیں۔

اب استدلال کا حال بھی دیکھ لیجئے کہ اگر بقول مرزا قادیانی قرآن میں گالیاں ہیں تو وہ کن کو دی گئیں، اور اس کا منشاء کیا ہے۔ جو لوگ اپنے خالق کو خالق نہ سمجھیں اور اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بت کی پرستش کریں اور بجائے شکر کے ناشکری کریں اور حق تعالیٰ پر بدنما تہمتیں لگائیں اور اس کے بھیجے ہوئے سچے پیغمبر کی بات نہ مانیں اور کھلی کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی اعتبار نہ کریں اور قدرت الٰہی پر ایمان نہ لائیں تو وہ زجر و توبیخ تو کیا اس سے زیادہ کے مستحق ہیں۔ بھلا مرزا قادیانی ان میں سے ایک بات تو اپنے مخالفین میں بتا دیں۔ سوا اسکے کہ ان کی جعلی اور بے ضرورت نبوت کو نہیں مانتے۔ جن لوگوں نے ان کی عیسویت کو قبول کر لیا ہے اور ایمان دار سمجھے جاتے ہیں ان میں تقرب الی اللہ کی کون سی بات زیادہ ہوگئی جو سب میں نہیں۔ سوائے چند چیزوں کے جو ان کی عیسویت کے مزاحم ہیں۔ مثلاً نبی ﷺ کے معراج کا انکار، عیسیٰ کی موت، قرآن میں جو انبیاء کے معجزوں کا ذکر ہے اکثر ان میں مسمریزم اور سحر تھے۔ مرنے کے بعد اس عالم میں کوئی زندہ نہیں ہو سکتا اور اس قسم کی خبریں جو قرآن میں دی گئی ہیں وہ خلاف واقع ہیں، حشر اجساد کا انکار۔

غرض کہ یہی چند مسائل کا اختلاف، کفر و ایمان کا معیار ٹھہرایا گیا کا فر ملعون وغیرہ القاب انہیں چند خیالات اور اختراعات کے نہ ماننے کی وجہ سے دیئے جا رہے ہیں۔ یہاں بھی مرزا قادیانی غور فرمائیں کہ اس میں ہم لوگوں کا کیا قصور ہے؟ ان امور میں جو ہمارے اعتقاد ہیں اگر وہ ہمارے تراشیدہ اور اختراعی ہوتے تو یہ اعتراض ہو سکتا کہ کلّ بدعة ضلالة و کلّ ضلالة فی النّار (نسائی۔ باب الخطبه فی العیدین) ہمارے اعتقاد تو قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہیں پھر کیونکر ہو سکے گا کہ باوجود اسلام کے دعوی کے ہم اس کو چھوڑ دیں۔

ہم کتنا ہی عاجزی سے کہیں ہمیں یقین نہیں کہ مرزا قادیانی اس طریقہ سبّ وشتم کو چھوڑیں گے کیونکہ انہوں نے تو اسی کو تکمیل عیسویت سمجھ رکھا ہے اور نیز اس الہام کو پورا کرتا ہے کہ جو ان کے مقابلے میں کھڑا ہوگا وہ ذلیل اور شرمندہ ہوگا اور ان کی امت کو بھی سبّ وشتم کی ضرورت ہے تاکہ اس الہام کا مضمون پورا ہو اور ان سے یہ امید تو نہیں کہ اپنے نبی کی مخالفت کر کے ہمارے نبی ﷺ کے طریقہ عمل اور ارشادات پر عمل کریں اور نرمی اور تہذیب کو کام میں لائیں۔ اگر ایسا کیا تو

اپنے نبی کی امت سے خارج ہوئے۔غرض کہ اس باب میں وہ بھی معذور ہیں۔اس موقع میں ہم لوگوں کو ضرور ہے کہ اس آیہ شریفہ کو پیش نظر رکھیں جو حق تعالی فرماتا ہے:

لتبلونّ فی اموالکم و انفسکم و لتسمعنّ من الّذین اوتو الکتاب من قبلکم و من الّذین اشرکوا اذی کثیراً ، و ان تصبروا و تتقوا فانّ ذلک من عزم الامور (آل عمران:۱۸۶)

(البتہ تم آزمائے جاؤ گے مال سے اور جان سے اور البتہ سنو گے اہل کتاب اور مشرکین سے بدگوئی بہت اور اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں)۔

اس آیت شریفہ کے لحاظ سے ضرور ہے کہ صبر کرنے میں ہم لوگ ہمت نہ ہاریں۔ تھوڑے دن کسی طرح گذر جائیں گے اور اس کا عمدہ بدلہ حق تعالی عنایت فرمائے گا۔یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ آیت شریفہ میں تو اہل کتاب اور مشرکین کا ذکر ہے جن کی ایذا پر صبر باعث اجر ہے اور مرزا نہ تو اہل کتاب سے ہیں نہ مشرک ہیں بلکہ اس شبہ کا جواب یہ سمجھا جائے کہ مرزا قادیانی اس باب میں عیسائیوں کے مقلد ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور جس دین کے لوگوں کا کوئی مقلد ہو وہ اسی میں سمجھا جاتا ہے دیکھ لیجئے حنفی شافعی سب محمدی ہیں۔اس صورت میں جو بات ہم کو عیسائیوں کی اذیت رسانی میں حاصل ہونے والی ہے مرزا قادیانی اور ان کی امت کے سبّ وشتم میں بھی وہی حاصل ہے اور دراصل ہمارے اسلام کا طریقہ کل انبیاء کا طریقہ ہے جس پر قرآن شاہد ہے مثلاً فقولا لہ قولاً لیناً (طہ:۴۴) وغیرہ سے ظاہر ہے۔سراج الملوک میں نقل کیا ہے:

مرّ المسیح علی قومٍ من الیھود فقالوا لہ شراً و قال لھم خیراً فقیل لہ انّھم یقولون شراً و انت تقول خیراً فقال کل ینفق بما عندہ ۔ یعنی مسیح کا گذر یہود کی کسی قوم پر ہوا وہ لوگ آپ کو دیکھتے ہی بری بری گالیاں دینے لگے،مگر آپ نے نہایت عمدگی سے ان کے جواب دیئے۔کسی نے آپ سے کہا کہ وہ تو سختی اختیار کر رہے ہیں اور آپ اس عمدگی سے پیش آرہے ہیں۔فرمایا ہر شخص وہی خرچ کرتا ہے جو اس کے پاس ہو۔

الحاصل مرزا قادیانی جو کہتے ہیں: مجھے خبر دی گئی ہے کہ میرا مقابل ذلیل وشرمندہ ہوگا۔ ، مشاہدے سے ثابت ہے کہ وہ خبر غلط نکلی کہ مرزا خود ہی ذلیل وشرمندہ ہوئے جیسا کہ مناظروں وغیرہ سے ظاہر ہے۔اس سے معلوم ہوگیا کہ فی الواقع ان کو خبر نہیں دی گئی تھی،صرف تخویف کی غرض

سے انہوں نے وہ مشہور کر دیا تھا مگر مرزا اور ان کے اتباع یاد رکھیں کہ ایسی تخویفوں سے مسلمانوں کو کوئی جنبش نہیں ہوتی بلکہ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے:

الّذین قال لھم الناس انّ النّاس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایماناً و قالوا حسبنا اللّہ و نعم الوکیل۔ فانقلبوا بنعمۃ من اللّہ و فضلٍ لم یمسسھم سوء و اتبعو رضوان اللّہ، و اللّہ ذو الفضل العظیم۔ انّما ذ لکم الشّیطا ن یخوّ ف اولیاء ہ، فلا تخا فوھم و خافون ان کنتم مو منین (آل عمران: ۱۷۳۔۱۷۵) یعنی مسلمانوں سے جب کہا گیا کہ دیکھو تمہارے مارنے کے واسطے لوگ جمع ہو گئے ہیں ان سے ڈرو، تو اس سے ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا، اور کہنے لگے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ ہمارا اچھا وکیل ہے سو ان کو کوئی برائی نہیں پہنچی اور وہ اللہ کی رضا مندی کے ساتھ رہے، اور وہ جو ڈراتا ہے شیطان ہے اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے یعنی اس کے ڈرانے سے ڈرنے والے شیطان کے دوست ہیں سو تم ان سے مت ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ ایسی تخویفات سے ڈرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور مسلمان نہیں۔ اب غور کیا جائے کہ خدا اور رسول کے کلام کی کوئی تکذیب کر کے اس کی حمایت کرنے والوں کو ذلت سے ڈرائے تو کیا ممکن ہے کہ وہ بزدلی کر کے چپ رہ جائیں گے۔ ہرگز نہیں، گالیوں کی ذلت تو کیا قتل کی تخویف سے بھی وہ نہیں ڈرتے۔

جس طرح مرزا قادیانی نے ذلت سے ڈرایا اسی طرح تخویف کے لئے وہ یہ خواب بھی بیان فرماتے ہیں جو ازالہ اوہام صفحہ ۸۶ کے حاشیہ میں ہے:

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک تلوار میرے ہاتھ میں ہے جس کا قبضہ میرے پنجہ میں اور نوک آسمان تک پہنچی ہوئی ہے جب میں اس کا دائیں طرف چلاتا ہوں تو ہزاروں مخالف اس سے قتل ہو جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلاتا ہوں تو ہزار ہا دشمن اس سے مارے جاتے ہیں۔،

اس خواب میں بھی مرزا کا مقصود مخالفین کی تخویف اور معتقدوں کا اعتقاد بڑھانا ہے کہ وہ اس غیبی تلوار سے دائیں بائیں مسلمان اور کفار کو تہ تیغ کریں گے کیونکہ جہلاء کو تعبیر تو معلوم ہی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے وہ ظاہری مفہوم کو سچ سمجھ لیں گے۔ دراصل تعبیر پر مطلع ہونا ہر کسی کا کام نہیں البتہ

بطورخود جب اس کا ظہور ہو جا تا ہےتو اس وقت یہ استدلال ہوسکتا ہے کہ صورت مثالیہ جو دکھائی گئی تھیں اس سے وہی مراد ہے جس کا ظہور ہوا۔ جب ہمارے مشاہدے سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی ایک طرف آیات واحادیث پر وار کررہے ہیں اور دوسری طرف اقوال سلف پر، تو کھلے طور پر معلوم ہوگیا کہ اس کی تعبیر یہی ہے جو ظہور میں آ گئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ تلوار کی نوک جو آسمان تک پہنچے ہوئی ہے وہ اشارہ کررہی ہے کہ علوم سماویہ کو ان سے ضرر پہنچے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسئلہ معراج و حشر اجساد واحیائے اموات وحیات مسیح وغیرہ مسائل میں بہت سے مسلمانوں کے دل میں خدشے پیدا ہو گئے اور بہتوں نے آمنا وصدقنا بھی کہہ دیا۔ داہنی طرف ان کے مخالف آیات واحادیث ہیں اور بائیں طرف اقوال سلف جن کو وہ تہ تیغ کررہے ہیں۔ ہر چند مرزا قادیانی مسلمانوں کو اپنے مخالف سمجھتے ہیں مگر دراصل ان کو کوئی مخالفت نہیں منشاء مخالفت کا یہی ہے کہ وہ آیات واحادیث و اقوال سلف پر تعدی کررہے ہیں جن کی حمایت ہر مسلمان پر فرض عین ہے ورنہ جب تک مرزا کا حال نہ کھلا تھا براہین احمدیہ وغیرہ کے طبع میں کس قدر تائیدیں دیں اور اگر مخالفین سے مراد اہل اسلام ہی ہوں تو ان کا قتل ہو جانا ظاہر ہے اس لئے کہ جب مرزا قادیانی کی تقریر جو تیغ براں سے کم نہیں ان پر اثر کرگئی اور آیات قرآن اور احادیث سے ان کا ایمان ہٹ گیا اور مرزا قادیانی کے متبع ہو گئے تو ان کے قتل معنوی میں کیا شک۔ یہ ہلاکت ایسی نہیں ہے جس کے ہم پلہ موت ہو سکے بلکہ وہ ہلاکت ابدی ہے۔ اعاذنا اللہ وایاھم منہ

اب مرزا قادیانی کی اس تقریر پر غور کیجئے جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۷ میں لکھتے ہیں:

> حدیثوں میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئے گا کہ جب علم قرآن زمین سے اٹھ جائے گا اور جہل شیوع پائے گا۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے لو کان الایمان معلقاً عند الثریا لنالہ رجل من فارس۔ یہ وہی زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا۔

جب خواب مرقوم الصدر کی تعبیر مشاہدے سے ثابت ہوگئی تو اس خواب والی شمشیر نے کشف کو بے سروپا کر دیا کیونکہ تلوار کی نوک بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ اگر قرآن بالفرض ثریا پر پہنچ جائے تو اس کو مرزا قادیانی وہاں بھی نہ چھوڑیں گے اس لئے تلوار کی نوک جہاں پہنچے اس سے وہاں وہی کام لیا جائے جو اس کے لائق ہے۔

الہام کا ہونا

ایک دلیل نبوت اور عیسویت پر مرزا صاحب کی یہ ہے کہ الہام ہوا کرتے ہیں اور اس دلیل کو بنسبت دوسری دلیلوں کے قوی بتلاتے ہیں یہاں تک فرماتے ہیں ہمارا دعوی الہام سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات الہام سے معلوم ہوئی اور اپنے کل فضائل کلیہ اور جزئیہ اور خلیفۃ اللہ اور عیسی موعود اور رسول اللہ وغیرہ ہونا بھی الہام سے معلوم ہوا، مگر الہام ہونے کی جو خبریں دیتے ہیں ان میں یہ کلام ہے کہ سوائے ان کے مجرد قول کے اس پر کوئی گواہ نہیں۔ چونکہ انہوں نے حدیث شریف کے راویوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ جائز ہے کہ انہوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہو تو ہم اس موقع پر کہہ سکتے ہیں کہ جب راویوں میں صحابہ بھی شریک ہوں تو یہ احتمال وہاں تک پہنچ رہا ہے اور اس احتمال کو جب اس قدر وسعت دی گئی ہے کہ تمام اہل اسلام کے مسلم اشخاص پر ہو رہا ہے تو مرزا قادیانی ہی کے قول کے مطابق ان کے الہامی خبروں میں بھی وہی احتمال پڑ گیا کہ جائز ہے کہ عمداً یا سہواً انہوں نے خطا کی ہو اور انہیں کی تصریح کے مطابق کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ان کا کوئی الہام قابل استدلال نہ رہا۔

میاں عبدالحق غزنوی کو مرزا قادیانی کے جہنمی ہونے پر اس تصریح سے الہام ہوا تھا کہ سیصلی نارا ذات لهب، یعنی قریب ہے کہ مرزا دہکتی آگ میں داخل ہوگا، اس پر مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۸ میں لکھتے ہیں:

> یہ الہام شیطانی ہے اور جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دے کر کسی بات کے استکشاف کے لئے بطور استخارہ اور استخبارہ وغیرہ کے توجہ کرتا ہے، خاص کر اس حالت میں کہ جب اس کے دل میں یہ تمنا مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی برا یا بھلا کلمہ بطور الہام معلوم ہو جائے تو شیطان اس وقت اس کی آرزو میں دخل دیتا ہے اور کوئی کلمہ اس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا ہے۔،

مرزا قادیانی نے یہاں ایک قاعدہ بتلا دیا ہے کہ جب کسی چیز کی طرف توجہ تام ہوتی ہے تو شیطان آرزو میں دخل دیتا ہے اور اس وقت جو الہام ہوتا ہے وہ شیطانی ہوتا ہے۔ اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی ابتدائے شعور سے کتب مذاہب باطلہ کی طرف متوجہ ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر انہوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کر ہی ڈالا۔ اس عرصے میں ہر وقت شیطان کو موقع ملتا رہا اور وقتاً فوقتاً الہام

کرتا رہا جو براہین احمدیہ وغیرہ کتب میں مذکور ہیں اور اب تک اس کا سلسلہ منقطع نہیں بلکہ صفائی اور بڑھتی جا رہی ہے چنانچہ کن فیکون والا الہام اسی آخری زمانے کا ہے۔ انہوں نے جو قاعدہ ایجاد کیا ہے اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ سیصلی ناراً کے الہام کے جواب میں تبّت یدا ابی لھب کا الہام ہو گیا جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۴ میں یہ الہام لکھتے ہیں:

و یخوفونک من دونہ آئمۃ الکفر تبت یدا ابی لھب و تب۔

الغرض اس سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کو شیطانی الہام ہوا کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے اقرار سے ثابت ہے کہ عوام الناس تو کیا انبیاء کے الہاموں میں بھی شیطان کا دخل ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ چارسو نبیوں کے الہام ایک ہی واقعے میں شیطانی اور جھوٹے نکلے۔ (دیکھو ازالہ۔ ص ۶۲۸)

جب انبیاء کے الہام بحسب اقرار مرزا قادیانی جھوٹے نکلے تو مرزا کے الہاموں کا جھوٹے اور ساقط الاعتبار ہونا بطریق اولی ثابت ہو گیا۔ یہ بات بدلائل ثابت ہو چکی ہے کہ مرزا کی کل پیش گوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں اور ظاہر ہے کہ پیش گوئی بغیر الہام کے ہو نہیں سکتی، اس لئے کہ آئندہ ہونے والے واقعے اور غیب کی باتیں جب تک خدا تعالی الہام کے ذریعے معلوم نہ کرائے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتیں۔ پھر جب ان کی کل پیش گوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں تو معلوم ہوا کہ اس کے متعلق الہام بھی شیطانی تھے۔

کئی واقعات میں مرزا قادیانی کا جھوٹ کہنا بلکہ جھوٹی قسمیں کھانا اور خیانت اور بدنیتی وغیرہ حالات معلوم ہوئے اور ظاہر ہے کہ رتبہ الہام بغیر اعلی درجے کے تقدس کے حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے مرزا قادیانی کے الہام ہرگز قرین صدق نہیں۔ کئی واقعات گواہ ہیں کہ مرزا نے دنیوی اغراض اور منافع حاصل کرنے کے لئے وعدہ خلافیاں کیں، داؤ پیچ کئے، دھوکے دیئے، غرض کہ کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ الہام بھی انہیں اغراض کی تکمیل کے لئے بنا لیا کرتے ہیں۔ ان کو شیطانی الہام بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔

مرزا قادیانی نے جس طرح ظاہر بینوں کے لئے عقلی معجزات کی ایک نئی مد قائم کر کے اس میں تمام تدابیر اور داؤ پیچ داخل کر دیئے، اسی طرح معتقدین الہام کے لئے الہاموں کے ایجاد کی ضرورت ہوئی جس سے باطنی اور ظاہری لوازم نبوت برائے نام پورے ہو جائیں اور کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ملے کہ اگر مرزا قادیانی نبی ہیں تو معجزے اور وحی کہاں۔ اسی لئے انہوں نے اس پر زور دیا کہ الہام ہی کا نام وحی ہے جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔

خوارق عادات بہ نسبت الہام کے نہایت کم درجہ اور پست مرتبہ ہیں اس لئے کہ بتصریح حکماء واہل اسلام ثابت ہے کہ خوارق کے ظاہر ہونے کیلئے اسلام شرط نہیں۔ اسی وجہ سے جوگیوں وغیرہ سے بھی خوارق ظاہر ہوا کرتے ہیں اور الہام ربانی سوائے اعلیٰ درجے کے متقی اور اولیاء اللہ کے کسی کو نہیں ہوتے۔ چونکہ خوارق عادات علانیہ دکھلانے کی ضرورت تھی اس لئے انہوں نے اس میں ایسی پیچیدگیاں ڈال دیں اور شروط کے شکنجے میں ڈال دیا کہ عمر بھر مرزا قادیانی کے خوارق دیکھنا کسی کو نصیب نہ ہوا، اور الہام جو غیر محسوس امر تھا بخوشی خاطر اس کو قبول کر کے اس بات پر زور دیا کہ وہ قطعی ہے اور متدین کو ضرور ہے کہ جب الہام کا نام سن لے تو دم نہ مارے اور یقیناً سمجھ لے کہ واقع میں وہ الہام ہوا ہے اور وہ الہام لوگوں پر حجت بھی ہے۔ کیا ان تصریحات کے بعد بھی اہل دانش اور سخن شناسوں پر مرزا قادیانی کے الہاموں کی حقیقت پوشیدہ رہے گی۔

مرزا قادیانی الہاموں کو قطعی اور حجت بنانے کی کوشش جو کر رہے ہیں وہ اسی غرض سے ہے کہ ہر ایک مسئلے میں استدلال کی تکلیف سے سبکدوشی حاصل ہو جائے اور یہ مرتبہ حاصل ہو کہ مرزا قادیانی جو کچھ کہیں وہ وحی واجب التعمیل سمجھی جائے۔ اگر کہا جائے کہ مرزا قادیانی نے یہ بھی تو کہہ دیا ہے کہ قرآن میں ایک نقطے کی بھی کمی زیادتی ممکن نہیں اس میں تو کمال درجے کی احتیاط ہے۔ اگر بالفرض کوئی الہام بنا بھی لیا تو وہ مخالف قرآن نہ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہی فقرہ تو مسلمانوں کو دام میں پھانستا ہے۔ جتنے مدعیان نبوت گذرے سب کا یہی دعوی تھا مگر آیات قرآنیہ ہی سے انہوں نے حرام کو حلال بنایا، تمام عبادات ساقط کر دیئے جس کا حال ابھی معلوم ہوا۔ مرزا قادیانی ہی کو دیکھ لیجئے کہ قرآن ہی سے تمام امت حتیٰ کہ سلف صالح کو مشرک قرار دیا اور خاتم النبیین کے الفاظ پر ایمان بھی ہے باوجود اس کے نبوت و رسالت کا دعویٰ بھی ہے اور وحی بھی برابر نازل ہوتی ہے اور معجزے بھی متواتر صادر ہو رہے ہیں اور لوگ بھی ایمان لاتے جاتے ہیں حشر اجساد کا انکار، معراج کا انکار، صلبی فرزند محروم الارث، انبیاء ساحر، قرآن میں جن معجزات کا ذکر ہے وہ مسمریزم وغیرہ۔ باوجود اس کے قرآن میں ایک نقطہ کی کمی وزیادتی ممکن نہیں۔

الحاصل جب ایک احتمال سے استدلال باطل ہو جاتا ہے تو مرزا کے الہام شیطانی بلکہ مصنوعی ہونے پر تو اتنے دلائل موجود ہیں پھر وہ ان کی نبوت اور عیسویت پر کیونکر دلیل ہو سکتے ہیں۔

لیلۃ القدر

مرزا قادیانی کی ایک دلیل عیسویت پر یہ ہے کہ انہیں معارف قرآنی دیئے گئے ہیں۔

مرزا قادیانی کو جن معارف پر ناز ہے سورہ انزلنا کی تفسیر ہے جس کو ازالہ اوہام میں کئی ورق لکھ کر یہ باور کراتے ہیں کہ یہ معارف کیا کسی اور تفسیر میں مل سکتے ہیں۔ چونکہ وہ تقریر نہایت طولانی تقریر ہے جس کو پوری نقل کرنا تضیع اوقات اور تطویل بلا طائل ہے اس لئے ملخصاً چند عبارتیں اس کی نقل کی جاتی ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> سورہ القدر کے معانی پر غور کرنے سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سورۃ میں صاف اور صریح لفظوں میں فرما دیا ہے کہ جس وقت کوئی آسمانی مصلح زمین پر آتا ہے تو اس کے ساتھ فرشتے آسمان سے اتر کر مستعد لوگوں کو حق کی طرف کھینچتے ہیں۔ پس ان آیات کے مفہوم سے یہ جدید فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر سخت ضلالت اور غفلت کے زمانے میں ایک دفعہ خارق عادت کے طور پر انسانوں کے قویٰ میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت پیدا ہونی شروع ہو جائے تو وہ اس بات کی علامت ہو گی کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہو گیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے وہ حرکت پیدا ہونا ممکن نہیں... پھر وہ حرکت تامہ ہو تو روبحق ہو جاتے ہیں اور حرکت ناقصہ ہو تو اور زیادہ گمراہ ہوتے ہیں... ہر نبی کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے..لیکن ان سب سے بڑی لیلۃ القدر وہ ہے جو ہمارے نبی ﷺ کو عطا کی گئی۔ درحقیقت اس لیلۃ القدر کا دامن آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور جو کچھ قوائے انسانی میں جنبشیں آج تک ہو رہی ہیں وہ لیلۃ القدر کی تاثیریں ہیں... اور جس زمانے میں حضرت ﷺ کا نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں بہت تیز ہو جاتی ہیں... نائب کے نزول کے وقت جو لیلۃ القدر مقرر کی گئی ہے وہ درحقیقت حضرت ﷺ ہی کی لیلۃ القدر کی شاخ اور ظل ہے۔ اس لیلۃ القدر کی شان میں فیھا یفرق کلّ امرٍ حکیم ہے یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانے میں جو قیامت تک ممتد ہے ہر ایک حکمت اور معرفت اور علوم اور صنعتیں ظاہر ہو جائیں گی لیکن یہ سب کچھ ان دنوں میں پر زور تحریکوں سے ہوتا رہے گا کہ جب کوئی نائب حضرت دنیا میں پیدا ہو گا۔ درحقیقت سورہ الزلزال میں اسی کا

بیان ہے کیونکہ سورہ القدر میں فرمایا گیا کہ لیلۃ القدر میں خدا کا کلام اور اس کا نبی اور فرشتے اترتے ہیں اور وہ ضلالت کی پر ظلمت رات سے شروع ہو کر صبح صداقت تک اسی کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتے رہیں۔

پھر سورہ بینہ میں بیان کیا کہ اہل کتاب اور مشرکین کی نجات پانے کی بھی یہی سبیل ہے کہ خدا نے نبی بھیجا اور زبردست تحریک دینے والے ملائک نازل کئے تھے۔

اس کے بعد اذا زلزلت میں یہ اشارہ کیا کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھ لو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تمام تر زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی اور کوئی ربانی مصلح مع فرشتوں کے نازل ہو گیا ہے۔

زلزلہ کی یہ صورت ہے کہ تمام قوائے نفسانیہ جوش کے ساتھ حرکت میں آ جائیں گے اور تمام علوم وفنون ظاہر ہو جائیں گے اور فرشتے جو مرد صالح کے ساتھ آسمان سے اترے ہوں گے ہر شخص پر اثر ڈالیں گے۔ اس روز ایک مرد عارف متحیر ہو کر اپنے دل میں کہے گا کہ یہ طاقتیں اپنے میں کہاں سے آ گئیں۔ تب ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کرے گا کہ یہ ایک وحی ہے جو ہر ایک استعداد پر اتر رہی ہے۔ دنیا پرستوں کی تحریکیں صنعتیں اور کلیں ایجاد کریں گے اور ہر ایک اپنی کوششوں کی ثمرات کو دیکھ لیویں تب آخر ہو جائے گی۔ یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بنا ابھی سے ڈالی گئی ہے۔ جس کی تکمیل کیلئے خدا نے اس عاجز کو بھیجا اور مجھے مخاطب کرنے فرمایا انت اشدّ من منا سبۃ بعیسی۔ ہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر سورۃ زلزال کی تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئیگا جس سے زمین کے اندر کی چیزیں باہر آ جائیں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا تب اس روز زمین باتیں کریں گی اور اپنا حال بتائیں گی۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۱۰۰ تا ۱۳۰ ملخصاً)

یہ سراسر غلط تفسیر ہے کہ جو قرآن کے سیاق سباق سے مخالف ہے مرزا کو ضرور تھا کہ پہلے سورہ القدر کی شان نزول بیان کرتے جس سے مضمون خود حل ہو جاتا لیکن ان کو تفسیر بالرائے کرنا منظور تھا اس لئے انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔

درمنثور جلد ٦ ص ۳۷۱ میں اس سورۃ کے شان نزول کے بارے میں کئی حدیثیں منقول ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب امم سابقہ کی دراز دراز عمریں اور ان کی عمر بھر کی ریاضتیں دیکھیں اور

اس کے بعد اپنے امتیوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہ نسبت ان کے بہت کوتاہ ہیں، اس چھوٹی سی عمر میں ان کے سے فضائل کیوں کر حاصل کرسکیں گے اس ملال پر رحمت الٰہی جوش میں آئی اور ارشاد ہوا کہ ہم تمہیں ایک لیلۃ القدر ایسی دیتی ہیں جو ہزار مہینوں سے افضل ہے یعنی اس ایک رات کی عبادت ان لوگوں کی اس برس کی عبادت سے بہتر ہے.....

اب اس کے بعد مرزا قادیانی کی پوری تقریر دیکھ لیجئے کہ اس واقعے کے ساتھ اس کا کچھ بھی تعلق ہے۔ اس سورۃ میں تو آنحضرت ﷺ کی تسلی مقصود تھی مگر مرزا کو اصلی واقعات سے کیا غرض؟ ان کو اپنی عیسویت کی دھن میں کچھ سوجھتا ہی نہیں، کہاں ہزار مہینے سے لیلۃ القدر کا افضل ہونا، اور کہاں مرزا قادیانی کی نیابت اور کلوں کا ایجاد کسی چیز سے دل چسپی اور تعشق بھی بری بلا ہے آدمی کو سوائے اپنی محبوبہ کے کچھ سوجھتا ہی نہیں۔..

مرزا قادیانی نے انزلناہ کی ضمیر مصلح کی طرف پھیری جسکا کہیں ذکر نہیں تمام مفسروں نے وہ ضمیر قرآن کی طرف پھیری..مرزا صاحب کو مصلح قوم کی طرف ضمیر پھیرنے سے غرض یہ ہے کہ آپ بھی اس میں داخل ہو جائیں۔

اس موقع میں مرزا صاحب یہی فرمائیں گے کہ آخر قرآن بھی مصلح قوم ہے اس لئے ضمیر انزلناہ سے مراد مصلح لی گئی ہے جس کے مفہوم میں وہ خود بھی داخل ہیں۔مگر یہ توجیہہ درست نہیں، اس لئے کہ اول تو مرزا قادیانی مصلح قوم ہو ہی نہیں سکتے اس لئے کہ انہوں نے تو کروڑہا مسلمانوں کو مشرک اور کافر بنا دیا جس کی وجہ سے ان کے نزدیک تمام قوم فاسد اور ہلاک ہوگئی، اور ظاہر ہے کہ جس کی وجہ سے کوئی قوم فاسد ہو جائے وہ مفسد قوم سمجھا جائے گا۔غرض کہ انہیں کے اقرار کے مطابق وہ مصلح قوم نہیں ہو سکتے۔ پھر قرآن پر مفہوم مصلح قوم کا صادق آنے سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ جس طرح قرآن، لیلۃ القدر میں اترا ہے ہر مصلح قوم بھی لیلۃ القدر میں اترتا ہے۔ یہ بات تو ادنی طالب العلم بھی جانتا ہے کہ کسی جزئی پر کوئی مفہوم عام اور کلی صادق آئے تو یہ ضرور نہیں کہ لوازم اس جزئی کے دوسری جزئیات پر بھی صادق آجائیں جن پر وہ مفہوم عام صادق آتا ہے۔ کوئی جاہل یہ نہ کہے گا کہ غلام احمد صاحب چونکہ مرزا ہیں اور قادیان میں رہتے ہیں اس وجہ سے جتنے مرزا ہیں سب قادیان ہی میں رہا کرتے ہیں۔اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی نے جس بات پر اپنے معارف کی بنیاد رکھی ہے وہ کئی طرح سے غلط ثابت ہوئی۔ایک یہ کہ ضمیر کے مرجع میں قصداً غلطی کی دوسرے اپنے آپ کو مصلح قرار دیا، تیسرے ایک جزئی کے لوازم مختصہ کو دوسری جزئی میں ثابت کیا۔

پھر مصلح قوم کی اگر تعمیم کی جائے تو علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کے لحاظ سے کل علمائے امت مصلح ہیں جن سے کوئی زمانہ خالی نہیں۔اس صورت میں مرزا قادیانی کی خصوصیت ہی کیا اور وہ بات کیونکر صادق آئے جو لکھتے ہیں کہ جب مصلح قوم اترتا ہے تو انسانی قویٰ میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت پیدا ہوتی ہے اور حکمت اور معرفت اور علوم اور صنعتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

مرزا قادیانی نے اپنی نیابت کی یہ دلیل قرار دی کہ علوم اور صنعتیں اس زمانے میں ظاہر ہورہی ہیں مگر یہاں یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر یہ کوئی کمال کی بات ہوتی تو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں صنعتوں کا ظہور زیادہ ہوتا حالانکہ وہ زمانہ نہایت سادہ اور فطرتی طور پر تھا۔البتہ دین کی ترقی اس زمانے میں روز افزوں تھی بخلاف مرزا قادیانی کے زمانہ نیابت کے کہ دنیا کی ترقی روز افزوں ہے اور دین کا انحطاط دیکھ لیجئے۔مرزا قادیانی کے اوائل زمانے میں کروڑ ہا مسلمان تھے جن کا مشرک اور بے دین ہونا محال تھا جیسا کہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۰۹ کے حاشیہ میں لکھ چکے ہیں۔اور شائد دس پندرہ سال بھی نہیں گذرے کہ انہیں کروڑ ھا مسلمانوں کو انہوں نے یہودی، مشرک اور بے دین بنا دیا۔اب خود ہی غور فرمائیں کہ یہ نیابت آنحضرت ﷺ کی ہوئی یا اور کسی کی۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ حضرت ﷺ کی لیلۃ القدر کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اس کا مطلب ظاہر ہے کہ حضرت کی لیلۃ القدر ایک تھی اور مرزا قادیانی کی لیلۃ القدر دوسری۔یہ بھی خلاف احادیث صحیحہ ہے جن سے ثابت ہے کہ حضرت ﷺ کے زمانے میں لیلۃ القدر ہر سال ہوا کرتی تھی اور قیامت تک ہر سال ہوا کرے گی (مسند احمد۔ج ۶ ص ۱۸۲۔ترمذی ابواب الدعوات) وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ:

> عن عائشه قالت قلت یا رسول اللّٰه ﷺ ان وافقت لیلة القدر فما اقول قال قولی اللهم انک عفوّ تحبّ العفو فاعف عنّی ۔یعنی حضرت عائشہؓ نے حضرت ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں لیلۃ القدر پاؤں تو کیا دعا کروں۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھنا اللهم انک ....

اس کے سوا لیلۃ القدر ہر سال ہونے کی بکثرت احادیث مذکور ہیں جن کو تمام اہل علم جانتے ہیں اب مرزا کی خوغرضی کو دیکھئے کہ اپنی ایک لیلۃ القدر کے واسطے صدہا لیالی قدر کا خون کیا۔

حق تعالی نے لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا، نہ اس میں امتداد زمانہ کا ذکر ہے، نہ اس کے دامن دار ہونے کا۔اور مرزا قادیانی اس کو دامن دار اور شاخ دار بنا رہے ہیں ان کے قول

پر اگر الشاۃ خیر من فیل کہا جائے تو اس کا مطلب ہو گا کہ ہاتھی سے بکری اونچی ہے، جس کا کوئی عاقل قائل نہیں ہوسکتا۔

مرزا قادیانی نے چند قادیانی بننے والوں کو دیکھا کہ اپنا مذہب اور دین چھوڑ کر دوسرے مذہب کی تفتیش کر رہے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس کے لئے اندرونی تحریک کی ضرورت ہے اس پر یہ قیاس جمایا کہ روح القدس اس کا محرک ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ انسانوں کے قویٰ میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت شروع ہو جائے تو اس بات کی علامت کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہو گیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے وہ حرکت پیدا نہیں ہوتی اور روح کا اترنا لیلۃ القدر میں ثابت ہے۔ اس سے یہ بات نکالی کہ جتنے اس قسم کے ایام ہیں سب لیلۃ القدر ہیں۔ رات کو دن بنا دینا ہر کسی کا کام نہیں۔ یہ بھی مرزا قادیانی ہی کی ہمت کا خاصہ ہے۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ اہل اسلام کو تفتیش مذہب کیلئے اندرونی تحریک کرنا کیا روح القدس کا کام ہو گا یا شیطان لعین کا۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مسلمانوں سے دین اسلام ترک کرانے کیلئے روح القدس آسمان سے اترتے ہیں۔ پھر دوسرا اندھیر یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے نزول ملائکہ کیلئے طلوع فجر سے پہلے کا زمانہ معین فرمایا ہے جیسا کہ حتّٰی مطلع الفجر سے ظاہر ہے، مگر مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ فرشتے صبح صادق تک کام میں لگے رہتے ہیں یعنی دن رات اسی کام میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں سے ان کا مذہب و ملت چھڑا دیں۔ اس کے بعد سورہ اذا زلزلت میں یومئذٍ کا لفظ دیکھ کر مرزا قادیانی نے لیلۃ القدر کی جوڑ ملا دی اور لیلۃ القدر جس کی نسبت حق تعالیٰ نے خیر من الف شھر فرمایا ہے اس کو ضلالت اور ظلمت کی رات قرار دی جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ہزار مہینے سے بدتر ہے۔ دیکھئے کس قدر قرآن کی اور خدا کی مخالفت کی۔ کیا کوئی مسلمان اس بات پر راضی ہو گا کہ جس رات کی تعریف خدا تعالیٰ نے کی ہے اور صحیح روایتوں سے اس کی فضیلت ثابت ہے اس کو ضلالت کی رات سمجھے۔

زمینی زلزلے

پھر مرزا قادیانی نے اذا زلزلت کی تفسیر کی جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ زمین کو زلزلہ ہو گا، غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آدمی کی قوتیں حرکت کریں گی اور خدا تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ اس کے خزانے وغیرہ اثقال جو اس میں مدفون ہیں نکل پڑیں گی وہ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ صحیح

یہ ہے کہ علوم وفنون ظاہر ہوں گے۔ اور خدا تعالی جو فرماتا ہے کہ زمین اس روز باتیں کرے گی وہ کہتے ہیں کہ یہ بھی غلط ہے، استعداد انسانی بزبان حال باتیں کرے گی۔

مرزا قادیانی نے جو لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے جو تفسیر کی ہے کہ زمین کو زلزلہ آئے گا اور اندر کی چیزیں باہر آجائیں گی اور زمین باتیں کرے گی، یہ سراسر غلط ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کی سراسر زیادتی ہے۔ ہمارے علماء نے سوائے قرآن پر ایمان لانے کے اور کچھ نہیں کہا۔ کوئی بات اپنی طرف سے نہیں لکھی، بلکہ جس طرح مرزا قادیانی اکثر کہا کرتے ہیں کہ النّصوص یحمل علی الظواھر (ازالہ اوہام: ص۵۴۰) ظاہر آیات کی تصدیق کی۔ البتہ مرزا قادیانی کو ان کی عقل نے ایمان سے روک دیا۔ انہوں نے لڑکپن سے دیکھا ہے بات دو انگل زبان سے ہوا کرتی ہے اس لئے ان کو عقل نے صاف حکم کر دیا کہ کلام الٰہی غلط ہے اگر خدا بھی چاہے کہ زمین سے بات کرائے تو وہ ممکن نہیں اس لئے کہ اس کو زبان نہیں۔ اگر مرزا قادیانی یہ سمجھتے ہیں کہ بات کرنے کیلئے گوشت کا لوتھڑا ضروری ہے تو یہ لازم آئے گا کہ خدا تعالی بات کرانے میں نعوذ باللہ اس لوتھڑے کا محتاج ہے۔ پھر دیکھئے کہ گنگوں اور جانوروں کے بھی زبان ہوتی ہے مگر بات نہیں کر سکتے۔ اور اگر یہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالی نے اپنی حکمت بالغہ سے جیسے اس لوتھڑے کو قوت کلام بخشی، ہر چیز کو یہ قوت بخش سکتا ہے تو پھر زمین کے بات کرنے میں کیا کلام، اور اس میں خدا تعالی کی تکذیب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اب اہل انصاف غور کریں کہ جب مرزا کی عقل اس درجے کی قوت پر ہے کہ خدا تعالی کے مقابلے میں بھی کھڑی ہو جاتی ہے تو کیا ممکن ہے کہ کوئی دوسرا ان کا مقابلہ کر سکے۔ اور اگر کسی نے کیا بھی تو کیا مرزا اس کو تسلیم کریں گے۔ اگر اہل اسلام کو اپنا ایمان بچانا منظور ہے تو مرزا قادیانی کی عقل کے دام سے بچیں اور یاد رکھیں کہ ذرا بھی ان کی طرف مائل ہو گئے تو دلوں میں کجروی کا مادہ پیدا کر دیا جائے گا جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے: فلمّا زاغوا ازاغ اللّٰہ قلوبھم و اللّٰہ لا یھدی القوم الفا سقین (صف:۵)

الحاصل مرزا صاحب کے معارف کا یہ حال ہے جو آپ نے دیکھ لیا کہ نہ قرآن سے کام ہے، نہ حدیث سے، نہ عقل سے، کیونکہ اگر عقل سے کام لیا جاتا تو لیلۃ القدر کی تعریف کر کے اس کی مذمت نہ کرتے اور زمین کے بات کرنیکا انکار خدا کی قدرت پر ایمان لانیکے بعد نہ کرتے۔ الغرض بے تکی باتیں ملانے کا نام انہوں نے معارف رکھ دیا اور اسی کو اپنی عیسویت کی دلیل قرار دیا (مرزا کے برادر نسبتی نے اپنی ہمشیرہ یعنی نصرت جہان زوجہ مرزا غلام احمد کو لیلۃ القدر بنا دیا ہے۔ مضامین ڈاکٹر اسماعیل سے اس

بات کی روایت ہم سابقاً کسی جگہ نقل کر چکے ہیں۔ بہاء)

قطع الوتین

رسالہ قطع الوتین باظهار کید المفترین (ص ۲۔۳) میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب کے مریدوں کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی مفتری علی اللہ ہوتے تو ۲۳ سال یا اس سے زیادہ ان کو مہلت نہ ملتی، اور مرزا قادیانی نے بھی اشتہار جاری کیا کہ اگر کوئی شخص ایسا مفتری علی اللہ دکھاوے جس نے ۲۳ سال کی مہلت پائی ہو تو ہم اس کو ۵۰۰ روپیہ انعام دیں گے۔ اس پر حافظ محمد یوسف امرتسریؒ نے ایک فہرست پیش کر دی جس میں ۲۳ سال سے زیادہ جن مفتریوں کو مہلت ملی ان کے نام درج تھے، مگر مرزا صاحب نے نہ اس کا جواب دیا نہ اس وعدے کا ایفاء کیا جو اشتہار میں کیا تھا۔ فہرست رسالہ مذکور میں لکھ دی گئی اصل دلیل ان کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے و لو تقول علینا بعض الاقا ویل لا خذ نا منه بالیمین ثمّ لقطعنا منه الوتین (الحاقہ :۴۴۔۴۶) یعنی نبی ﷺ کوئی بات اپنے دل سے بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتے تو ہم ان کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے۔ یعنی ہلاک کر دیتے۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ اگر خود بھی خدا پر افتراء کئے ہوتے تو اس آیت شریفہ کے مطابق بہت جلد ہلاک کر دیئے جاتے اور اس میں ان کی خصوصیت نہیں جس نے خدا پر افتراء کیا فوراً ہلاک کر دیا گیا۔ کوئی ۲۳ سال تک زندہ نہ رہا اگر رہا تو اس کا نام بتایا جائے۔

مرزا قادیانی ۲۳ سال سے زیادہ زندہ رہنے والے مفتریوں کی نظیریں جو طلب فرماتے ہیں اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا اس مدت کو مفتری کی برأت میں کوئی خصوصیت ہے۔ کیا ۲۳ سال تک کوئی مفتری زندہ نہیں رہ سکتا اور ۲۲ برس تک رہ سکتا ہے۔ اگر ایک سال بھی کسی مفتری کو مہلت ملے تو وہ بھی مثل مرزا قادیانی کہہ سکتا ہے کہ اگر میں مفتری ہوتا تو اتنی مدت جس میں پوری چار فصلیں گذریں مجھے کبھی مہلت نہ ملتی۔ کیا یہ قول اس کا قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ الغرض مرزا قادیانی ۲۳ برس کی جو مدت مقرر کر رہے ہیں وہ درست نہیں صرف ایسے لوگوں کی فہرست کافی تھی جن کو باوجود افتراء کے کچھ مہلت ملی۔

اصل یہ ہے کہ دارالجزاء قیامت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے و لا تحسبنّ اللّٰه غا فلاً عمّا یعمل الظّالمون ۔انّما یؤخّرهم لیو مٍ تشخص فیه الابصار (ابراہیم:

۴۲) ۔اگر افتراء کا یہ لازمہ ہوتا کہ اسی عالم میں اس کی سزا ہو جائے تو تخلف لازم کا ملزوم سے عقلاً درست نہ ہونے کی وجہ سے یہ لازم ہوتا کہ بمجرد افتراء کے فوراً سزا ہو جائے ۔ حالانکہ مرزا قادیانی بھی اس کے قائل ہیں کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ گذرے ہیں اور ان کو بمجرد افتراء کے سزا نہیں ہوئی اور ایسے لوگ دس بیس سال بھی اکثر زندہ رہے ہیں ۔ مسیلمہ کذاب ہی کو دیکھ لیجئے کہ اس قدر اس کو مہلت ملی کہ لاکھ سے زیادہ آدمی اس نے فراہم کر لئے ۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ خود نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے اور حضرت ﷺ کے بعد صدیق اکبرؓ وغیرہ اور کل صحابہ موجود تھے، ہدایت روز افزوں ترقی پر تھی، ملک خاص عرب کا تھا جس کو منبع ہدایت ہونے کا فخر حاصل ہو چکا تھا۔ ایسے متبرک زمانے اور متبرک مقام میں جب اس کو اس قدر مہلت ملی تو اس زمانے میں جو ضلالت روز افزوں ترقی کر رہی ہے اور ہندوستان جیسے ملک میں کسی مفتری علی اللہ کو پچیس تیس سال مہلت مل جائے تو کیا تعجب ہے؟ بلکہ زمان و مکان وغیرہ حالات کی مناسبت سے دیکھا جائے تو اس زمانے میں مفتری کو ایک دن مہلت ملنا اس زمانے کے پچیس تیس سال کی مہلت کے برابر ہے ۔ الغرض اس سے ثابت ہے کہ مفتری علی اللہ کو مہلت ملا کرتی ہے اور وہ استدراج ہے جس کی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے:

فذرنی و من یّکذّب بھذا الحد یث سنستدرجھم من حیث لا یعلمون۔ و املی لھم انّ کیدی متین (القلم:۴۴۔۴۵) ۔ پس مجھے اور اس کلام کو جھٹلانے والے کو چھوڑ دے ۔ ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں خبر بھی نہ ہو ۔ اور میں انہیں ڈھیل دونگا، بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

مرزا قادیانی جو جلدی فرماتے ہیں کہ اگر مفتری ہوں تو چاہیے کہ عذاب اتر آئے سو اس کا جواب قرآن شریف میں پہلے ہی ہو چکا ہے:

و لئن اخّرنا عنھم العذا ب الی امۃٍ معدودۃٍ لیقولنّ ما یحبسه الا یوم یاتیھم لیس مصرو فاً عنھم و حاق بھم ما کا نوا به یستھزؤن (ھود:۸) یعنی اگر ان کے عذاب میں تاخیر کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ اس کو کس نے روکا ۔ یاد رہے کہ جب وہ آئے گا تو پھر ان سے ٹلنے والا نہیں، پھر تو جس چیز کی ہنسی اڑا رہے تھے وہ انہیں گھیر لے گی۔

قرآن میں جو واقعات مذکور ہیں اگر پیش نظر ہوں تو معلوم ہو سکتا ہے کہ زیادتی مہلت کا سبب غضب الٰہی ہوتا ہے کہ مفتری دل کھول کر افتراء پردازیاں کرے اور پورے طور پر حجت قائم

ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

و لا تحسبنّ الّذین کفروا انّما نملی لھم خیر لا نفسھم،انّما نملی لھم لیزدادوا اثماً۔ و لھم عذا ب مھین (آل عمران:۱۷۸) کافرلوگ ہماری دی ہوئی مہلت کواپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں، یہ مہلت تواس لئے ہے کہ خوب گناہ کریں، ان ہی کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

اورآیت شریفہ و لو تقوّل علینا بعض الاقاویل (الحاقہ:۴۴) سے جواستدلال کیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں ہوسکتا اس لئے کہ تمام انبیاء خصوصاً ہمارے نبی ﷺ اعلی درجے کے مقرب بارگاہ الٰہی ہیں۔ان کی شان یہی ہے کہ افتراء وغیرہ رذائل کا خیال تک نہ آنے دیں۔اسی واسطے حق تعالی فرماتا ہے کہ اگر بفرض محال وہ ایک بھی افتراء کرتے تو ہلاک کردیئے جاتے اوردوسرے انبیاء کے حالات سے بھی ظاہر ہے کہ ادنی خلاف مرضی حرکات سے سخت مصیبتیں ان پرڈالی گئیں بخلاف ان لوگوں کے کہ اسی کام کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں۔ان کا تولازمہ یہی ہے کہ عمربھرایسے ہی کام کیا کریں چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے:

و کذ لک جعلنا لکلّ نبّی عدواً شیا طین الانس و الجنّ یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غروراً۔ و لو شا ء ربک ما فعلوہ فذر ھم و ما یفترو ن (انعام:۱۱۲) اوراسی طرح ہم نے ہرنبی کے دشمن بہت سے شیاطین پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن، جن میں سے بعض بعضوں کوچکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کودھوکہ میں ڈال دیں، اوراگراللہ تعالی چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کرسکتے،سوان لوگوں کواور جوکچھ یہ افتراپردازی کررہے ہیں اس کوآپ رہنے دیجئے

اورارشاد ہے:

و کذ لک جعلنا فی کل قر یۃ اکا بر مجر میھا لیکمروا فیھا۔ و ما یمکرو ن الّا با نفسھم و ما یشعرو ن (انعام:۱۲۳) اوراسی طرح ہم نے ہربستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں فریب کریں۔اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ فریب کررہے ہیں اوران کوذرا خبرنہیں۔

الحاصل ۲۳برس یا اس سے زیادہ کوئی مفتری علی اللہ زندہ رہےتو یہ نہ سمجھا جائے گا کہ وہ مفتری نہیں بلکہ یہی سمجھا جائے گاک اسی کام کے واسطے مقررکیا گیا ہے۔اگرمثل فرعون کے صدہا

سال بھی زندہ رہے گا تو وہی اپنا فرض منصبی ادا کرتا رہے گا جس کام کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

علامات مسیح

یہ ادعائی مسیح کی نشانیاں اور دلائل تھے اب اصل مسیح کی علامتیں بھی سنئے جو صحیح احادیث میں وارد ہیں۔مگر اس مقام میں پہلے غور کر لیا جائے کہ عیسیٰؑ کا دنیا میں آنا کوئی عقلی مسئلہ نہیں جس میں رائے لگائی جائے۔اس باب میں جو احادیث وارد ہیں اگر علیحدہ کر دیئے جائیں تو یہ مسئلہ اس قابل نہیں رہتا کہ جس کی طرف توجہ کی جائے۔اسی وجہ سے مرزا قادیانی کو نیچریوں سے شکایت ہے کہ ان احادیث کو وہ مانتے ہی نہیں۔غرض کہ مرزا قادیانی اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ اس باب میں جو احادیث وارد ہیں ضرور مانی جائیں، مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح اہل اسلام مانتے ہیں اور ان کے ظاہری معنی بطور خرق عادت عیسیٰ میں ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ درست نہیں، بلکہ ایسے طور پر ان احادیث کے معنی لئے جائیں کہ اپنے پر یعنی مرزا قادیانی پر صادق آجائیں اور نبی کریم ﷺ نے عیسیٰ بن مریم کا جو نام لیا ہے اس کی وجہ یہ تھی (جیسا کہ ازالہ اوہام میں لکھا ہے ملخصاً) کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت منکشف ہوئی نہ تھی۔، اور ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۰ میں لکھتے ہیں کہ انبیاء پیش گوئیوں کی تاویل اور تعبیر میں غلطی کھاتے ہیں۔جس کا مطلب اور ماحصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو عیسیٰ بن مریم روح اللہ کے نزول کی خبر دی ہے، وہ غلط ہے۔درحقیقت عیسیٰ موعود مرزا غلام احمد قادیانی ہیں اور ان سے خوارق عادات کوئی ظاہر نہ ہوں گے۔بلکہ ردّ نصاری میں چند معمولی تقریریں لکھ دینگے اور ان تمام حدیثوں کی پیش گوئی پوری ہو جائے گی۔سبحان اللہ کوہ کندن وموش برآوردن کا مضمون یہاں پورا پورا صادق آرہا ہے۔احادیث نزول عیسیٰ کس شد و مد سے ثابت کئے گئے اور ان سب کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک پنجابی شخص پیدا ہو کر ردّ نصاری میں چند معمولی تقریریں لکھ دے گا۔

اس باب میں مرزا قادیانی کو تکلیف گوارا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی بفضلہٖ تعالیٰ ردّ نصاری کرنے والے اس وقت ایسے بہت سارے لوگ موجود ہیں کہ جو اپنی عمر بھر کی مزاولت کی وجہ سے مرزا قادیانی سے کہیں زیادہ اس باب میں ید طولے رکھتے ہیں۔اس لئے کہ مرزا قادیانی کی عمر کا ایک معتد بہ حصہ تو متفرق مذاہب باطلہ کی کتابوں کے مطالعہ میں صرف ہوا اور اس کے بعد جب یک سوئی حاصل ہوئی تو دعوی عیسویت شروع ہوا، اور اس میں اس قدر استغراق اور انہماک ہے کہ

جس کا بیان نہیں، اگر مناظرہ ہے تو اسی مسئلے میں، اور تصانیف ہیں تو ان میں اسی دعوی کے دلائل و لوازم، پھران کو رڈ نصاری کی نوبت ہی کہاں آئی ۔ براہین میں جو وعدہ کیا تھا اس کا بھی ایفا نہ کر سکے
الحاصل جب یہ مسئلہ نقلی ہے جس میں عقل کو کوئی دخل نہیں اوران احادیث پر جو اس باب میں وارد ہیں ایمان لایا گیا تو ان کے ظاہری معنی پر ایمان لانے سے اہل ایمان کیوں روکے جاتے ہیں حالانکہ مرزا قادیانی، ازالہ اوہام صفحہ ۴۰۹، ۵۴۰ میں خود لکھتے ہیں کہ، نصوص کو ظاہر پر حمل کرنے پر اجماع ہے ۔، اب ان امور کو پیش نظر رکھ کر غور کیجئے جو عیسی کی علامات احادیث میں وارد ہیں ان سے مرزا قادیانی کو کیا تعلق ہے۔

۱۔ دمشق میں منار کے پاس عیسیٰ کا آسمان سے اترنا۔ اس حدیث کو مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام صفحہ ۶۳ کے حاشیہ میں نقل کیا ہے (اب یہ بھی جاننا چاہیے کہ دمشق کا لفظ جو مسلم کی حدیث میں وارد ہے یعنی صحیح مسلم میں یہ جو لکھا ہے کہ حضرت مسیح دمشق کے منارہ سفید کے پاس اتریں گے یہ لفظ ابتداء سے محقق لوگوں کو حیران کرتا چلا آیا ہے کیونکہ بظاہر کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح کو دمشق سے کیا مناسبت ہے اور دمشق کو مسیح سے کیا خصوصیت ۔ ہاں اگر یہ لکھا ہوتا کہ مسیح مکہ معظّمہ میں اترے گا یا مدینہ منورہ میں نازل ہوگا تو ان ناموں کو ظاہر پر حمل کرنا موزوں بھی ہوتا۔ کیونکہ مکہ معظّمہ خانہ خدا کی جگہ اور مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کا پایہ تخت ہے مگر دمشق میں تو کوئی ایسی خوبی کی بات نہیں جس کی وجہ سے تمام امکنہ متبرکہ چھوڑ کر نزول کے لئے صرف دمشق کو مخصوص کیا جائے۔ اس جگہ بلا شبہ استعارہ کے طور پر کوئی مرادی مخفی معنی ہیں جو ظاہر نہیں کئے گئے اور یہ عاجز ابھی اس بات کی تفتیش کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا کہ وہ معنی کیا ہیں کہ اسی اثنا میں میرے ایک دوست اور محبّ واثق مولوی حکیم نورالدین اس جگہ قادیان میں تشریف لائے اور انہوں نے اس بات کیلئے درخواست کی کہ جو مسلم کی حدیث میں لفظ دمشق و نیز ایسے مجمل الفاظ ہیں ان کے انکشاف کیلئے جناب الہی میں توجہ کی جائے لیکن چونکہ ان دنوں میں میری طبیعت علیل اور دماغ ناقابل جد و جہد تھا اس لئے میں ان تمام مقاصد کی طرف توجہ کرنے سے مجبور رہا، صرف تھوڑی سی توجہ کرنے سے ایک لفظ کی تشریح یعنی دمشق کے لفظ کی حقیقت میرے پر کھولی گئی اور نیز ایک صاف اور صریح کشف میں مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث آنے والا جو ابوداؤد کی کتاب میں لکھا ہے یہ خبر صحیح ہے اور یہ پیش گوئی اور مسیح کے آنے کی پیش گوئی درحقیقت یہ دونوں اپنے مصداق کی رو سے ایک ہی ہیں۔ یعنی ان دونوں کا مصداق ایک ہی جو یہ عاجز۔ سو اول میں دمشق کے لفظ کی تعبیر جو الہام کے ذریعہ سے مجھ پر کھولی گئی بیان کرتا ہوں پھر بعد اس کے ابوداؤد والی پیش گوئی جس طور سے مجھے سمجھائی گئی ہے بیان کرونگا۔

پس واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا نام دمشق رکھا

گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں ..خدائے تعالی نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے.. سو خدا تعالی نے ..اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی اس بارہ میں قادیان کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ اخرج منه الیزیدیون، یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے جائینگے۔

اور ازالہ اوہام حاشیہ ص ۱۳۵ میں لکھا ہے: تب اس نے مجھے کہا کہ یہ لوگ یزیدی الطبع ہیں اور یہ قصبہ دمشق سے مشابہ ہے۔ سو خدا تعالی نے ایک بڑے کام کے لئے اس دمشق میں اس عاجز کو اتارا بطرفِ شرقی عند المنارة البیضاء من المسجد الذی من دخله کان آمناً فتبارك الذی انزلنی فی هذا المقام .. بہاء)

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ اس سے مراد قادیان ہے اور وہاں ایک منارا اس غرض سے تیار کر دیا کہ اگر دمشق نہیں تو منارہی سہی، جس سے ایک جزو حدیث کا صادق آجائے۔ یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ اس حدیث کو نیچریوں نے جو نہ مانا اور مرزا نے مان لیا، ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہی فرق ہے جو جہل بسیط اور جہل مرکب میں ہوا کرتا ہے۔

۲۔عیسیٰؑ کا حکم عادل ہونا، جو اس روایت بخاری، باب نزول عیسی میں مصرح ہے:

عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکن ان یّنزِل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً ،فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر، و یضع الجزیة، و یفیض المال حتّی لا یقبله احد، حتی تکون السّجدة الواحدة خیر مّن الدّنیا و ما فیها۔ ثمّ یقول ابو هریرة: و اقرؤا ان شئتم ، و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً ۔یعنی قسم ہے خدا کی کہ ابن مریم حاکم عادل ہوکر تم میں اتریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کرینگے اور جزیہ اٹھا دیں گے اور ان کے زمانے میں مال بہت ہو جائے گا کہ کوئی اس کو قبول نہ کریگا یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اگر چاہو اس کی تصدیق تو قرآن میں پڑھ لو اللہ فرماتا ہے کہ کل اہل کتاب اس وقت عیسیٰؑ پر ان کی موت سے پہلے ایمان لائینگے اور وہ اس پر گواہ ہونگے

اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ عیسیٰؑ عادل ہوں گے کسی پر ظلم نہ کریں گے اور مرزا قادیانی کے عدل کا حال آپ نے دیکھ لیا کہ ان کی سمدھن کے بھائی نے ان کو لڑکی نہ دی تو اس کا

وبال اپنی بہو پر ڈالا اور اپنے فرزند کو طلاق پر مجبور کیا۔ میراث پدری سے خلاف شرع محروم کر دیا اور اس کا کچھ خیال نہ کیا۔ حق تعالی فرماتا ہے و لا تزر وازرۃ وزر اخری (فاطر:۱۷) کیا کسی ملت میں اس کو عدل کہہ سکتے ہیں۔ جب مرزا قادیانی پر قوائے غضبانیہ کا اس قدر تسلط ہے کہ مہر پدری پر بھی وہ غالب ہیں تو دوسروں کے ساتھ کیا عدل کریں گے۔

اس حدیث میں آپ نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کس جزم سے قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ابن مریم تم میں اتریں گے اور مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ کو اس کشف میں غلطی ہوئی۔ اب اہل ایمان غور کریں کہ معمولی آدمی بھی کسی بات پر قسم کھانے میں کمال درجے کی احتیاط کیا کرتا ہے اور ذرا بھی شک ہو تو اس کا ایمان قسم سے اس کو روک دیتا ہے۔ بخلاف نبی ﷺ کے کہ نعوذ باللہ غلط بات پر (بخیال مرزا) بے دھڑک قسم کھا لی اور عمر بھر اسی غلطی پر رہے۔ کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت ﷺ نے رجوع کر کے فرمایا ہو کہ اس کشف میں مجھے غلطی ہو گئی تھی۔ یہ الزام مرزا قادیانی جو ہمارے نبی ﷺ پر لگا رہے ہیں اس سے ان کا مقصود حضرت ﷺ کے کشف اور اقوال کو ساقط الاعتبار کر دینا ہے۔ اس کے سوا جو قباحتیں اس میں لازم آتی ہیں ان کی تفصیل کرنے میں ہمارا قلم یاری نہیں دیتا۔ ایک عقلمند ادنی تامل سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس درجے کا حملہ ہے۔ پھر یہ حملہ صرف نبی ﷺ پر نہیں ہے حق تعالی پر بھی ہے کہ ایسے مکرم اور معصوم نبی پر ایک ایسی بات منکشف کر دی جو غلط تھی اور نعوذ باللہ اس سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس غلطی کی اصلاح کر دیتا۔ اب اہل دانش اندازہ کر سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا ایمان خدا اور رسول پر کس قسم کا ہے۔

۳۔۴۔ صلیب کو توڑنا اور خنزیر کو قتل کرنا جیسا کہ بخاری شریف کی روایت مذکورہ سے ثابت ہے۔ مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۸ میں لکھا ہے:

کیا ان احادیث پر اجماع ہو سکتا ہے کہ مسیح آ کر جنگلوں میں خنزیروں کا شکار کھیلتا پھریگا

اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۱ (ملخصاً) لکھا ہے:

کیا ان کا یہی کام ہوگا کہ صلیبوں کو توڑتے اور خنزیروں کو قتل کرتے پھریں گے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۸۱ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

مراد اس سے یہ ہے کہ مسیح دنیا میں آ کر صلیبی مذہب کی شان وشوکت کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالے گا اور ان لوگوں کو جن میں خنزیروں کی بے حیائی اور خوکوں کی بے شرمی اور نجاست خواری ہے ان پر دلائل قاطعہ کا ہتھیار چلا کر ان سب کا کام تمام کر دیگا۔

اس سے ضمناً مرزا قادیانی کا دعویٰ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے صلیبی مذہب کی شان و شوکت کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالا، اور نصاریٰ کے دلائل کا کام تمام کر دیا۔ مگر قصہ آتھم کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ انہوں نے نصاریٰ کے مقابلے میں اسلام ہی کا کام تمام کر ڈالا تھا۔ خیر گذری کہ اہل اسلام نے عملی طور پر ان کو اسلام سے خارج کر دیا ورنہ اسلام پر برا اثر پڑتا۔.. پھر یہ بات اب تک معلوم نہیں ہوئی کہ مرزا قادیانی کے دلائل سے عیسائی مذہب کی شان وشوکت میں کیا فرق آ گیا۔ پادریوں کے حملے جیسے پہلے تھے، اب بھی ہیں۔ اور جس طرح پہلے ان کی قومی ترقی تھی اب بھی جاری ہے۔ غرض کہ کسر صلیب کے معنی کو مرزا نے گو بدل دیا مگر اس سے بھی وہ منتفع نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح قتل خنزیر کا حال بھی ہے کہ عیسائیوں کو خنزیر قرار دیا اور قتل سے مراد انکار کو لیا۔ مگر یہ قتل بھی ان سے نہ ہو سکا بلکہ سچ پوچھئے تو آتھم ہی نے انکو قتل کر ڈالا، جسکے مقابلہ میں دم نہ مار سکے۔

مرزا قادیانی قتل خنزیر کے معنی میں جو مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں وہ انکی نافہمی ہے۔ کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ خنزیروں کا شکار جنگلوں میں کرتے اور صلیبوں کو توڑتے پھریں گے۔ اگر مرزا قادیانی کنائے کی حقیقت سمجھے ہوتے تو یہ اعتراض کبھی نہ کرتے۔ مسلمانوں نے کسر صلیب اور قتل خنزیر کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ کہ عیسیٰؑ کے زمانے میں نصاریٰ مغلوب ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ صلیب ان کا شعار دین ہے اور خنزیر نہایت مرغوب الطبع ہے اور قاعدے کی بات ہے کہ ہر شخص ان دونوں قسم کی چیزوں کو نہایت دوست رکھتا ہے اور ان کی حفاظت میں جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ پھر ایسی چیزوں کو اگر کوئی تلف کر ڈالے اور وہ منہ دیکھتا رہے اور کچھ نہ کر سکے تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ شخص نہایت مغلوب ہے۔ مرزا قادیانی اس کا تجربہ کر لیں۔ کسر صلیب اور قتل خنزیر تو در کنار ذرا بری نگاہوں سے ان اشیاء کو دیکھ تو لیں جس سے معلوم ہو گا کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے حضرت عیسیٰؑ کو وہ شوکت قوت حاصل ہو گی کہ کسی کی صلیب کو علانیہ توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے اور کوئی مزاحم نہ ہو سکے گا۔ یہ ان کے کمال شوکت اور غلبے کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آخر یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ سوائے اسلام کے کوئی دین باقی نہ رہے گا کل نصاریٰ مسلمان ہو جائیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وان من اهل الكتاب الّا ليومننّ به قبل موته (نساء:۱۵۹)

اور حدیث شریف میں ہے:

عن ابی هريره قال قال رسول اللّه ﷺ و يهلك اللّه فی زمانه (ای

زمان عیسی) الملل کلّها الّا الاسلام (مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۶ ۔ ابوداؤد باب خروج الدجال) یعنی عیسی کے زمانے میں سوائے اسلام کے کوئی دین باقی نہ رہے گا۔

الحاصل کسر صلیب اور قتل خنزیر، عیسیٰؑ کی علامت مختصہ ہے کسی طور سے یہ علامتیں مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتیں۔

۵۔ وضع جزیہ جو بخاری شریف کی حدیث میں مذکور ہوا، یہ علامت بھی مرزا قادیانی میں ہرگز نہیں پائی جاتی اور نہ اس کے پائے جانے کی توقع ہے۔ اس لئے کہ اگر بالفرض ان کی حکومت ان کے مریدوں پر فرض کی جائے تو بجائے اس کے کہ وہ جزیہ موقوف کرتے ان سے جزیہ جس قسم کا ممکن ہے برابر وصول کرتے ہیں، جیسا کہ اخبار الحکم وغیرہ سے ظاہر ہے۔ اور اگر جزیہ سے مراد وہ رقم ہے کہ خاص کافروں سے لی جاتی ہے تو ہندوستان میں اس کا وجود ہی نہیں، اور نہ یہ توقع ہے کہ مرزا قادیانی کی موت سے پہلے اس کا رواج ہو۔ اس لئے اس کا موقوف کرنا کسی طرح صادق نہیں آ سکتا ۔ اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی نے جو دمشق کو قادیان اور اپنے کو عیسی قرار دیا ہے، وہ غلط ہے ۔ اس لئے کہ اگر وہ عیسی ہوتے تو جزیہ موقوف کردیتے اور یہ ممکن نہیں بخلاف عیسی کے جب دمشق میں اتریں جزیہ موقوف کردیں گے جس کا رواج وہاں موجود ہے اور نزول عیسی تک بھی جاری رہے گا۔ جس سے یہ علامت بھی پوری ہوگی۔

۶۔ مال بے حساب تقسیم کرنا۔ جیسا کہ حدیث بخاری میں مذکور ہوا، اور مسلم باب نزول عیسی میں ہے : و لیدعون الی المال فلا یقبله احد۔ مسلم ۱۵۵

اور بخاری باب نزول عیسی، میں ہے: و یفیض المال حتّی لا یقبله احد۔ حدیث ۲۲۲۲

نیز مسلم میں ہے یکثر فیکم المال فیفیض حتّی یهم رب المال من یقبل صدقة۔ الحدیث

اور روایت مسلم کتاب الفتن و اشراط الساعۃ میں ہے۔ یکون فی آخر الزمان خلیفة یقسم المال و لا یعده ۔ مسلم ۲۹۱۴۔ یہ کل حدیثیں مرفوع ہیں اور اس مضمون کی کئی روایتیں وارد ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ قیامت کے قریب مال بکثرت ہوگا اور زمین سے خزانے ابلنے لگیں گے اور مہدی اور عیسی بے حساب تقسیم کریں گے یہاں تک کہ اس کے لینے کے لئے جس کو بلائیں گے وہ یہی کہے گا کہ مجھے حاجت نہیں۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۶ میں آیت شریفہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر

ممّا یجمعون۔ اس کا ترجمہ لکھتے ہیں،

ان کو کہہ دے کہ خدا تعالی کے فضل و رحمت سے یہ قرآن بیش قیمت مال ہے سو اس کو تم خوشی سے قبول کرو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علم و حکمت کے مانند کوئی مال نہیں یہ وہی مال ہے جس کی نسبت پیش گوئی کے طور پر لکھا تھا کہ مسیح دنیا میں آ کر مال کو اس قدر تقسیم کرے گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔ یہ نہیں کہ مسیح درہم و دینار کو جو بمصداق آیت انّما اموا لکم و اولادکم فتنه ہے جمع کرے گا اور دانستہ ہر ایک کو مال کثیر دے کر فتنے میں ڈال دے گا۔

مرزا قادیانی نے دیکھا کہ ہر کس و ناکس کے زبان زد ہے کہ ایں ہمہ شکل برائے اکل، ایک مدت تک جانفشانی کر کے عیسویت پیدا کی گئی اور اقسام کی تدبیروں سے روپئہ کمایا گیا مثلاً منارہ اور مسجد اور مدرسے کی تعمیر پیش کر کے خط و کتابت و مہمان داری کی ضرورتیں بتلا کے، کتابوں کی تصنیف اور اشاعت کے ذریعے سے تصویریں بکوا کر غرض کہ جو روپئہ بڑی بڑی مشقتوں سے جمع کیا گیا اپنی اور اپنے پس ماندہ لوگوں کی ضرورتوں اور اسباب راحت میں صرف نہ کر کے عیسویت کے لحاظ سے مفت تقسیم کر دینا کوئی عقل کی بات نہیں، اس لئے بچاؤ کی یہ تدبیر نکالی کہ عیسی جو مال تقسیم کریگا وہ یہ مال نہیں جو لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ وہ مال قرآن ہے فی الحقیقت مال کا بے دریغ اس طرح راہ خدا میں خرچ کر دینا مشکل کام ہے اور یہ مال کی جگہ قرآن کا خرچ کرنا صرف مرزا ہی کی رائے نہیں قدیم زمانے میں بھی بعض لوگوں کی یہی رائے تھی چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہیں

اگر الحمد گوئی صد بخواند   بدینارے چو خر در گل بماند

مرزا قادیانی نے قرآن کو مال اس قرینے سے بنایا کہ آیت موصوفہ میں قرآن کی تفصیل مال پر دی گئی و ھو خیر مما یجمعو ن۔ مگر یہ استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ یہ بھی قرآن شریف میں ہے لمغفرة مّن اللّٰه و رحمة خیر ممّا یجمعون (آل عمران: ۱۵۷) یعنی خدا کی مغفرت اور رحمت اس مال سے جو وہ جمع کرتے ہیں بہتر ہے۔ مرزا قادیانی کے استدلال کی بنا پر یہاں بھی یہ کہنا پڑے گا کہ مغفرت بھی مال ہے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہوسکتا۔ غرض کہ قرآن کے علوم کو مال نہیں کہہ سکتے، اس صورت میں جن احادیث میں صراحتاً وارد ہے کہ عیسی بے حساب مال تقسیم کریں گے اس سے یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ وہ علوم قرآنیہ تقسیم کریں گے۔

البتہ بادی النظر میں مرزا قادیانی کا یہ اعتراض ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ مال تقسیم کرنے

کیلئے اس کا جمع کرنا بھی ضرور ہے۔ حالانکہ عیسیٰ کی یہ شان نہیں کہ مال جمع کریں۔ اگرچہ اسکا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ جب مرزا قادیانی کو عیسویت کا دعوی ہے تو پھر وہ اقسام کی تدبیروں سے مال جس کو خود فتنہ کہتے ہیں کیوں جمع کرتے ہیں۔ مگر تحقیقی جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ عیسیٰ کو مال جمع کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی بلکہ اس زمانے میں مال زمین سے ابھرے گا، جیسا کہ احادیث موصوفہ میں و یفیض المال بتصریح موجود ہے۔ یہاں بھی مرزا قادیانی نے دھوکہ دیا۔

مرزا قادیانی جو فرماتے ہیں کہ مسیح اتنا مال یعنی علوم قرآنیہ تقسیم کرے گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے، اور ایک مقام میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں وہ مال اتنا تقسیم کرونگا کہ لوگ نہ لے سکیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے معتقدین اس مصنوعی مال سے اتنا علمی سرمایہ حاصل کرلیں گے کہ اس سے زیادہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ مگر حدیث شریف میں یہ ہے لیدعون الی المال فلا یقبلہ یعنی وہ لوگ مال لینے کیلئے بلائے جائیں گے مگر کوئی اس کو قبول نہ کریگا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ اس سے اعراض کریں گے اور ظاہر ہے کہ علوم قرآنیہ سے اعراض دلیل کفر ہے۔ اہل اسلام تو بلحاظ آیہ شریفہ و قل رب زدنی علماً (طہٰ:۱۱۴) ہمیشہ زیادتی علم کے طالب رہا کرتے ہیں بخلاف اس کے مال سے اعراض کرنا کوئی بری بات نہیں بلکہ شرعاً ممدوح ہے۔ الغرض مال بمعنی علم نہیں ہوسکتا۔

مرزا قادیانی نے مال کی جو توہین کی ہے کہ وہ فتنہ ہے اور مسیح مال دے کر لوگوں کو فتنے میں کیوں ڈالے گا۔ معلوم نہیں یہ کس حالت میں انہوں نے لکھ دیا۔ جس فتنے کو گھر سے نکال دینا عیسویت کی شان سے بعید سمجھتے ہیں اسی فتنے کو اقسام کی تدبیروں سے خود جمع کر رہے ہیں اور قوم کے روبرو اپنی محتاجی بیان کرکے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ کچھ امداد کرو جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۹۵ کے حاشیہ سے ظاہر ہے (جہاں لکھا ہے: پانچویں علامت اس حارث کی یہ ہے کہ امیروں اور بادشاہوں اور باجمیعت لوگوں کی صورت پر ظاہر نہیں ہوگا بلکہ اس اعلی درجہ کے کام کی انجام دہی کے لئے اپنی قوم کی امداد کا محتاج ہوگا۔ بہاء)، اس پر یہ دعوی کہ میں عیسیٰ ہوں۔

شاید مرزا قادیانی یہاں یہ بھی اعتراض کریں گے کہ زمین سے مال ابلنا خلاف عقل ہے مگر یہ اعتراض قابل توجہ نہیں اس لئے کہ آخر زمین میں دفینے معدنی موجود ہیں اور سلاطین کو اکثر ملا ہی کرتے ہیں اور خدا تعالی قادر ہے کہ ان ذخائر پر عیسیٰ کو مطلع فرما دے اور اگر خدا کی قدرت ہی میں کلام ہے تو ہم اس کا جواب یہاں نہیں دیں گے۔ بلکہ ان کتابوں میں دیں گے جہاں بمقابلہ

کفار صفات الٰہیہ ثابت کی جاتی ہیں۔

الغرض مرزا قادیانی مال سے مراد ان احادیث میں جو علوم قرآنیہ لیتے ہیں وہ صحیح نہیں بلکہ دراصل وہ ایک ایسی علامت عیسیٰ کی ہمارے نبی ﷺ نے بیان فرما دی ہے کہ ہر مسلمان اس کو دیکھتے ہی یقین کر لے گا کہ عیسیٰ اتر آئے اور چونکہ مرزا قادیانی کے زمانے میں نہ مال اس قدر وفور سے ہے نہ وہ بے حساب تقسیم کر سکتے ہیں بلکہ خود ہی لوگوں سے وصول کرنے کی فکر میں دن رات مصروف ہیں اس سے یقیناً مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی مسیح نہیں ہو سکتے۔

۷۔ کل ادیان کا ہلاک ہو کر ایک دین اسلام کا باقی رہ جانا جیسا کہ روایت مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۶، ابی داؤد باب خروج الدجال سے اوپر معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا و یھلک اللّٰہ فی زمانہ الملل کلّھا الّا الاسلام۔ بیان للناس میں فتح الباری جلد ۶ ص ۳۵۷ سے ابن حجر کا قول نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۴ میں لکھتے ہیں:

اس زمانہ کے مفاسد کی صورت پہلے زمانوں کے مفاسد سے بالکل مختلف ہے، پہلے زمانوں میں اکثر نادانی اور امّیت رہزن تھی، اس زمانے میں تحصیل علوم رہزن ہو رہی ہے ہمارے زمانے کی نئی روشنی جس کو دوسرے لفظوں میں دخان سے موسوم کرنا چاہیے عجیب طور پر ایمان اور دیانت اور اندرونی سادگی کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ سوفسطائی تقریروں کے غبار نے صداقت کے آفتاب کو چھپا دیا ہے۔ فلسفی مغالطات نے سادہ لوحوں کو طرح طرح کے شبہات میں ڈال دیا ہے۔ خیالات باطلہ کی تعظیم کی جاتی ہے۔ حقیقی صداقتیں اکثر لوگوں کی نظر میں کچھ حقیری سی معلوم ہوتی ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ عقل کے رہزدوں کو عقل سے درست کرے اور فلسفہ کے سرگشتوں کو آسمانی فلسفہ کے زور سے راہ پر لاوے، سو یہ کامل درجہ کا دخان مبین جو اس زمانہ میں ظاہر ہوا ہے۔

اور براہین احمدیہ صفحہ ، ح، میں لکھتے ہیں:

پادری لوگ ہمیشہ روز افزوں ترقی کر رہے ہیں کہ ۲۷ ہزار سے پانچ لاکھ تک شمار کرسٹانوں کا پہنچ گیا۔،

اور ظاہر ہے کہ اس تحریر کے بعد کرسٹان (عیسائی) اور بھی بڑھ گئے۔ (جیسا کہ قادیانی اخبار الحکم نے بتایا: لارڈ بشپ مدراس نے ظاہر کیا کہ موجودہ مردم شماری کے مطابق اس وقت ہندوستان میں دس لاکھ

بارہ ہزار عیسائی ہیں۔ ...الحکم ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۶۔ بہاء) اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی کا زمانہ اسلام کے حق میں کیسا منحوس ہے۔ جس میں لا مذہبی اور کفر کی روز افزوں ترقی ہے جس کے وہ خود معترف اور شاکی ہیں۔ کیا اس کھلے مشاہدے کے بعد کسی مسلمان کو جس کو ہمارے نبی ﷺ پر اور احادیث پر ایمان ہے مرزا کے مسیح ہونے کا احتمال بھی ہوسکتا ہے۔ کیا عیسیٰ موعود کا یہی کام ہے کہ کفر الحاد کی شکایت کر کے روپیہ جمع کر لے، جیسا کہ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ کی اشاعت میں یہی کام کیا کہ اس قسم کی تقریریں کر کے اس کتاب کی لاگت سے دہ چند بلکہ اس سے بھی زیادہ روپیہ وصول کر لیا، اور آخر میں لکھ دیا کہ: ایک شب اپنے خیالات کی شب تاریک میں موسیٰ کی طرح سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے انّی انا ربّک کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے اور معلوم نہیں کہ کس اندازے اور مقدار تک پہنچانے کا ارادہ ہے اور دین اسلام کا وہی حافظ ہے،

(براہین احمدیہ صفحہ آخری ملحقہ اشتہار: ہم اور ہماری کتاب)

مقصود یہ کہ جتنے دلائل قائم کرنے کا وعدہ تھا اب ان کی ضرورت نہ رہی اور دین کا خدا حافظ ہے۔ اگر پادری لا مذہب اور آریہ وغیرہ مسلمانوں کی تعداد گھٹائیں اور کفر کی اشاعت کریں تو عیسیٰ کو اس سے کیا تعلق۔ اگر کوئی کافر بھی ہو جائے تو مرزا قادیانی صاف کہہ دیں گے انّی بری ء منک انّی اخاف اللّٰہ رب العالمین

۸۔ دشمنی بغض اور حسد کا دفع ہو جانا، جیسا کہ روایت صحیح مسلم باب نزول عیسیٰؑ سے ثابت ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ و لیذ ھبن الشحناء و التبا غض و التحا سد (کنز العمال حدیث نمبر ۳۸۸۴۱)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عیسیٰؑ کے زمانے میں ان صفات کا وجود ہی نہ رہے گا اس لئے کہ جب اسلام ہی اسلام رہ جائے گا تو اصلی اخوت اسلامی قائم ہو جائے گی۔

اب مرزا قادیانی کی عیسویت کا دورہ بھی دیکھ لیجئے کہ جہاں اسلام میں بہتر فرقے تھے انہوں نے ایک نیا فرقہ ایسا بنا دیا کہ جس کو ان میں سے کسی کے ساتھ تعلق نہیں اور اس فرقے کی یہ کیفیت کہ تمام مسلمانوں کا دشمن، ایک مسلمان آج اپنے گھر میں خوشی سے بیٹھا ہے کہ کل مرزا قادیانی کا منتر اس پر اثر کرتے ہی اپنے کنبہ بھر کا دشمن ہو گیا اور طرفین سے سبّ و شتم اور زد و ضرب کی نوبت پہنچ رہی ہے اور دونوں فوجداری میں کھنچے جا رہے ہیں۔ اب مرزا قادیانی ہی انصاف سے کہہ دیں کہ

مسلمان اپنے نبی کی بات مان کر ایسے مسیح کا انتظار کریں جس کے زمانے میں اس علامت کا وقوع ہو یا آپ کی بات مان کر اپنے نبی کی حدیث کو جھوٹی ثابت کریں۔

۹۔ باطنی اثر سے امن قائم ہو جانا اس طور پر کہ شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائیوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے جیسا کہ مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۶، مستدرک حاکم میں مروی ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ و تقع امنۃ علی اھل الارض حتّی ترعی الا سود مع ا لابل و النّمور مع البقر و الذّئا ب مع الغنم و یلعب الصّبیا ن بالحیّات فلا یضر ھم (کنز العما ل حد یث نمبر ۳۸۸۵۵)

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۴ میں لکھتے ہیں:

(حضرت ﷺ نے) ایک دوسری پیش گوئی بطور استعارے کے فرما دی کہ جب تم ایسے یہودی بن جاؤ گے تو تمہارے حال کے مناسب حال ایسا ہے کہ ایک مسیح تم سے ہی تمہیں دیا جائے گا اور وہ تم میں حکم ہوگا اور تمہارے کینے اور بغض کو دور کر دیگا۔ شیر و بکری کو ایک جگہ بٹھا دے گا اور سانپوں کی زہر نکال دے گا اور بچے تمہارے سانپوں اور بچھوؤں سے کھیلیں گے اور ان کے زہر سے ضرر نہیں اٹھائیں گے۔ یہ تمام اشارات اسی بات کی طرف ہیں کہ جب مذہبی اختلافات دور ہو جائیں گے تو ایک دفعہ فطرتی محبت کا چشمہ جوش مارے گا اور تباغض اور تحاسد دور ہو جائیگا اور تعصب کی زہریں نکل جائیں گی اور ایک بھائی دوسرے بھائی پر نیک ظن پیدا کریگا تب اسلام کے دن پھر سعادت اور اقبال کی طرف پھرینگے اور سب مل کر کوشش میں لگیں گے کہ اسلام کو بڑھایا جائے اور مسلمانوں کی کثرت ہو جیسا کہ آج کل یہ کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہے کم کر دیا جائے اور بدسرشت مولویوں کے حکم وفتوے سے دین اسلام سے خارج کر دیئے جائیں اور اگر ہزار وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس سے چشم پوشی کر کے ایک بیہودہ اور بے اصل وجہ کفر کی نکال کر ان کو ایسا کافر ٹھہرا دیا جائے کہ گویا وہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے بدتر ہیں اور نہ صرف شرع کی بد استعمالی سے یہ جد و جہد شروع ہے بلکہ ایسے مادہ کے لوگوں کو الہام بھی ہو رہے ہیں کہ فلاں مسلم کافر ہے اور فلاں مسلم جہنمی ہے ...اور یہ سب ملاّ، یا یوں کہو کہ ایک دوسرے کو کھانیوالے کیڑے اس

بات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے کہ مسلمانوں کے تمام مذاہب میں عام طور پر اختلافات جزئیہ جاری وساری ہیں اور کسی بات میں کوئی خطا پر ہے اور کسی بات میں کوئی۔

پہلے مرزا قادیانی کی مسیحائی پر ان حالات کو جو احادیث موصوفہ میں وارد ہیں انہیں کی تقریر کے موافق تطبیق کر کے دیکھ لیجئے۔ مسلمان تو بقول ان کے یہودی ہو گئے اور مرزا قادیانی مسیح ضرور ہیں۔ ضرور تھا کہ مرزا قادیانی کل مسلمانوں سے تعصب کا زہر نکال دیتے اور کل اہل اسلام مل کر اسلام بڑھانے کی کوشش کرتے جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے مگر اس کا اب تک ظہور نہیں ہوا۔ جس وقت یہ تقریر مرزا قادیانی نے کمال فخر سے کی ہوگی، خوش اعتقاد لوگ آمنا وصدقنا کہہ کر دل میں خوش ہوتے ہوں گے کہ مرزا قادیانی کا وجود نعمت غیر مترقبہ ہے جہاں تک ہو سکے دل سے ان کی تائید کی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ براہین احمدیہ کو لوگوں نے سو سو روپئے دے کر خریدا مگر ان کو نادم ہونا پڑا کہ پچیس تیس سال بلکہ جب سے مرزا قادیانی کا خیال اس طرف ہوا غالباً پچاس سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے، اس مدت میں بجائے اس کے کہ مذہبی تعصب دور ہو جاتا، ان کے طفیل سے ایک نیا تعصب ایسا قائم ہو گیا ہے کہ اس کا اٹھنا ان کے بعد بھی بظاہر ممکن نہیں معلوم ہوتا۔ جو وجہ انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے خارج ہونے کی قرار دی ہے وہ کس درجے کی بے ہودہ اور بے اصل سمجھی جائے۔ مرزا قادیانی کا اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ اکثر بیمار رہتے ہیں اور چل چلاؤ کی فکر میں ایسے پڑ گئے ہیں کہ وہ گرم جوشیاں بھی جاتی رہیں کیا اب بھی توقع ہے کہ مرزا کل مسلمانوں کو ایک کر کے کفار کے مقابلے میں کھڑا کر دیں گے۔ ہرگز نہیں، مگر خوش اعتقادوں پر تعصب مذہبی اب ایسا مسلط ہو گیا ہے کہ وہ اب بھی مرغی کی ایک ٹانگ کہے جائیں گے۔ اسی وجہ سے آدمی کو ضرور ہے کہ سوچ سمجھ کر بہت احتیاط سے کوئی مذہب اختیار کرے کیونکہ اختیار کرنے کے بعد تعصب کی دیوار آگے پیچھے ایسی سد ہو جاتی ہے کہ اس کا توڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ و جعلنا من بين ايديهم سدّاً و من خلفهم سدّاً (يسين : ۹)

مرزا قادیانی مولویوں کی شکایت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو وہ کم کرتے ہیں۔ انصاف سے دیکھا جائے تو مولویوں نے تو صرف چند قادیانیوں کو مسلمانوں سے خارج کیا تھا مگر مرزا نے تو کروڑھا مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر دیا، جنکے عقاید قرآن و حدیث اور اجماع کے مطابق ہیں اور اپنی قوم کو صاف حکم دے دیا کہ کسی مسلمان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، اور ان سے من جمیع الوجوہ اجتناب اور مفارقت اختیار کریں، اور وجہ اس کی صرف یہی کہ مرزا قادیانی پر ایمان نہیں لاتے۔

اب غور کیا جائے کہ چند قادیانیوں کو کروڑ ہا مسلمانوں کے ساتھ کیا نسبت ہے؟

پھر جب چند قادیانیوں کو خارج کرنے سے علمائے اسلام بدسرشت اور ایک دوسرے کو کھانے والے کیڑے قرار دیئے گئے تو مرزا قادیانی کا لقب واقع میں کیا ہوگا اور جو وجہ انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے خارج ہونے کی قرار دی وہ کس درجے کی بیہودہ اور بے اصل سمجھی جائے۔

مرزا قادیانی نے بھیڑیا، بکریاں وغیرہ الفاظ حدیث کے جو معنی لئے ہیں اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک ممکن نہیں کہ بھیڑ یا بکری کو اور شیر اونٹ کو نہ کھائے اور درندے اپنی صفت درندگی کو چھوڑ دیں، کیونکہ مجازی معنی اس وقت لئے جاتے ہیں جب حقیقی معنی نہ بن سکیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حقیقی معنی ان الفاظ کے کیوں نہیں بن سکتے۔ اگر مرزا قادیانی یہ کہیں کہ عادت کے خلاف ہے تو وہ مسلّم ہے لیکن مسلمانوں کے بلکہ حکماء کے بھی نزدیک یہ بھی مسلّم ہے کہ انبیاء اور اولیاء سے خلاف عادت امور بھی ظاہر ہوا کرتے ہیں اور اگر یہ کہیں کہ حیوانات کے مقتضائے طبع کا دور کرنا خدا کی قدرت میں بھی نہیں ہے تو پھر ان کے کفر میں شک کیوں کیا جائے اور یہ تو ظاہر ہے کہ جب خدا تعالی کی خالقیت کے قائل ہو گئے تو اس کو ماننا پڑے گا کہ جس نے ان کو صفت سبعیت دی ہے وہ اس کو سلب بھی کرسکتا ہے۔ مرزا قادیانی کی اس تقریر سے مستفاد ہوتا ہے نہ ان کو نبی ﷺ کے قول کا اعتبار ہے نہ خدا تعالی کی قدرت کا یقین۔ پھر ان سے اس بارے میں گفتگو ہی کیا:

آنکس کہ ز قرآن و خبر ز ونرہی   ایں جوابش کہ جوابش نہ دہی

ہم اپنے ہم مشربوں سے خیر خواہانہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی تقریروں سے اپنے ایمان کو صدمہ نہ پہنچنے دیں اور قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کسی کی بات نہ سنیں۔ عیسیٰؑ کے زمانے کی نسبت تو خاص اہتمام منظور الٰہی ہیں جن کی خبریں آنحضرت ﷺ نے بتصریح دی ہیں۔

... الحاصل مرزا قادیانی نے صرف اپنی عیسویت جمانے کی غرض سے یہ کام کیا کہ جتنے خوارق عیسیٰؑ کی خبریں نبی ﷺ نے دی ہیں سب میں تاویلیں کر کے ان کی وقعت کھو دی اور ان کو معمولی باتیں قرار دے کر اپنے آپ پر منطبق کرلیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کی نظیریں امم سابقہ میں بھی مل سکتی ہیں دیکھئے۔ حق تعالی قرآن شریف میں خبر دیتا ہے:

الم تر الی الّذی حاج ابراهیم فی ربّه ان آتاه اللّه الملک اذ قال ابراهیم ربّی الذی یحیی و یمیت۔ قال انا احی و امیت۔ قال ابراهیم فانّ اللّه یأتی بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب فبهت

الّذی کفر ۔ و اللّٰہ لا یھدی القو م الظّا لمین (بقرہ : ۲۵۸)

واقعہ یہ ہے کہ ایک بار ابراہیمؑ نمرود کے پاس گئے اور اس نے آپ سے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟۔آپ نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔اس نے کہا یہ صفت تو مجھ میں بھی ہے جس کو چاہتا ہوں مار ڈالتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں زندہ چھوڑ دیتا ہوں ۔ چنانچہ دو شخصوں کو بلا کر ایک کو قتل کر ڈالا اور دوسرے کو زندہ چھوڑ دیا۔

دیکھئے صفت احیا و اماتت جو خاصہ باری تعالی ہے،اس کی تاویل کر کے نمرود نے ایک معمولی بات بنا دی اور اپنے آپ پر منطبق کر دیا جس طرح مرزا قادیانی کر رہے ہیں۔

(مرزا صاحب اپنے مرید ڈاکٹر رشید الدین کو ایک خط میں لکھتے ہیں :..عنایت نامہ پہنچ کر باستماع خبر دردناک واقعہ لخت جگران عزیز دل کو صدمہ پہنچا... خدا تعالی اس کی والدہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل عطا کرے فرزندوں کی موت انسان کے دل پر طبعاً بہت دردناک اثر کرتی ہے ....اس طرف بچوں کی بیماری کی ایک وبا پھیلی ہوئی ہے ایک سخت تپ چڑھتا ہے ساتھ ہی قئے اور دست آنے لگتے ہیں ...آٹھ بجے تک بچہ مر جاتا ہے۔مبارک کو یہی بیماری ہو گئی تھی دن میں آٹھ دفعہ سخت غشی اور تشنج ہوا۔آٹھویں دفعہ میں دعا میں تھا کہ خبر دی گئی کہ لڑکا فوت ہو گیا جب میں نے آکر دیکھا تو تنفس اور نبض باقی نہ تھا اور برف کی طرح ٹھنڈا ہو چکا تھا بہت حیلہ کیا مگر فائدہ نہ ہوا جب سمجھ چکے کہ حقیقت میں مر گیا اور سب حاضرین نے انا للہ کہہ دیا تو ایک دفعہ کچھ حرکت محسوس ہوئی پانی گرم میں دیر تک رکھا گیا مدت دراز کے بعد زندگی کے آثار ظاہر ہونے لگے آخری دوسری رات کے گیارہ بجے کے قریب دوبارہ زندگی خدا نے عطا کی ،اسی طرح خدا تعالی آپ کے لئے وہ دن جلد لائے کہ خدا تعالی عمر والا بدل عطا کرے ...خاکسار مرزا غلام احمد ۱۸۔اگست ۱۹۰۱ء۔الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۸ء : ص ۶۔

نیز لکھا ہے : خدا کے فضل سے الہام ۱۳۔اپریل ۱۸۹۹ء پورا ہوا اور وہ یہ ہے اصبر ملیّا سا ھب لک غلا ماً زکیاً یعنی تھوڑی دیر ٹھہر میں تجھے پاکیزہ لڑکا دونگا۔ اس مبارک پسر کی ولادت پر انہی ایام کا حضرت اقدس کا ایک اور الہام بھی جو اسی ولادت سعیدہ کے متعلق تھا پورا ہے اور وہ یہ ہے رب اصحّ زوجتی ھذہ یعنی اے میرے پروردگار میری اس بیوی کی صحت بحال رکھ۔ چنانچہ ام المومنین سخت تکلیف کی وجہ سے خطرناک حالت کو پہنچ گئی تھیں یہاں تک کہ سارا بدن یخ ہو گیا تھا اور ایسی نازک حالت میں اطبا کے نزدیک جب بدن سرد پڑ جائے جانبری مشکل ہوتی ہے مگر حضرت مرزا کی اس وقت کی دعا سے جو مریضہ کی حالت پر ترحم کر کے بہ تضرع کر رہے تھے ام المومنین کو دوبارہ زندہ کیا اور اس طرح مندرجہ بالا الہام بھی پورا ہوا۔الحکم خاص پرچہ ۱۵ جون ۱۸۹۹ء۔

حضرت اقدس کے چوتھے مبارک فرزند مرزا مبارک احمد کا دوسرا نام صاحبزادہ دولت احمد رکھا گیا ہے

اللهم اجعله مبار کاً فی الد نیا و الدین ۔الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۰ء ص ۶۔

لومردہ زندہ ہو گیا: احمدی قوم کے لئے یہ امر ازیاد ایمان کا موجب ہو گا کہ حضرت اقدس کے ہاتھ پر ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء کو ایک مردہ زندہ ہو گیا.. مختصر یہ ہے کہ ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء کو حضرت اقدس کے چوتھے صاحبزادہ مبارک احمد یکا یک سخت بیمار ہو گئے اور چند بار غش آیا یہاں تک کہ آخری مرتبہ ایسا ہوا کہ غش کے ساتھ ہی بدن بے حس و حرکت اور سرد ہو گیا نبض چھوٹ گئی سب عورتوں نے انا للہ و انا الیہ را جعون پڑھ دیا۔ حضرت اقدس اس وقت دعا کرتے تھے آپ کی خدمت میں عرض کی گئے کہ آپ تکلیف نہ اٹھائیں لڑکا فوت ہو چکا ہے آپ نے فرمایا کہ میں بھی انا للہ و انا الیہ را جعون پڑھ دیا ہے بایں ہمہ آپ دعا کرتے ہوئے عرق گلاب لینے گئے اور آکر صاحبزادہ کے منہ پر چھینٹے دیئے پہلے کچھ حرکت ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ صاحبزادہ صاحب ہوش میں آ گئے حضرت ام المومنین نے آپ کے حضور میں عرض کی کہ میں ہزار قسم کھانے کو تیار ہوں کہ احیاء موتی اسی کو کہتے ہیں.. حقیقت یہی ہے کہ یہ عظیم الشان معجزہ ہے جو احیاء موتی کا ہمارے سید و مولی امام .. کے ہاتھ سے ظہور میں آیا.. حضرت مرزا نے باہر آکر فرمایا کہ لڑکے کی نبض مفقود ہو چکی تھی اور علامات موت کی بالکل ظاہر ہو چکی تھیں آنکھیں پتھرا گئی تھیں میں نے عرق گلاب چھڑکا اور دعا کی کہ الٰہی زیادہ خوف شماتت اعداء کا ہے اس سے بچ جائیں، فرمایا پھر اللہ تعالی نے لڑکے کو مردہ حالت سے زندہ کیا.. الحمد للہ اب صاحبزادہ تندرست ہیں اللہ تعالی ان کی عمر میں برکت دے۔ الحکم ۱۷۔اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۶۔

اور پھر جلد ہی چل بسا، یعنی ایک زندہ کو مار کر زندوں کو مارنے والی اپنی صفت بھی ظاہر کر دی۔ اور ایک پینتھ میں دو کاج یا ایک ٹکٹ میں دو نظارے، کا سماں بندھ گیا۔ اور لکھا ہے:

چند ماہ کا عرصہ گذرتا ہے کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا لا مراض تشاع و النفوس تضاع یعنی بیماریاں پھیلیں گی اور جانیں ضائع ہوں گی ۔اس الہامی پیش گوئی کے مطابق ملک میں وبا ہیضہ وغیرہ جس شدت کے ساتھ پھیلے ہیں اور جس قدر جانیں ان کی نذر ہوئی ہیں وہ کوئی مخفی امر نہیں مرزا کا یہ الہام غالباً انہیں دنوں مولوی عبدالکریم کے کسی خطبہ میں شائع کر دیا گیا تھا... ایسا ہی انا للہ وانا الیہ راجعون کا الہام بھی ہوا تھا جس سے مرزا کے کسی مخلص دوست کی موت کا پتہ چلتا تھا۔ آخر یہ ساری باتیں (جو خدائے علیم کا کلام تھا) اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور ان الہامات کے موافق ہماری جماعت کے بعض نہایت مخلص اور پر جوش دوست ہم سے علیحدہ ہوئے از انجملہ میاں ... ٹھیکدار ساکن بٹالہ ہیں جو اس الہام کے موافق فوت ہوئے۔ وہ حضرت کا سچا عاشق اور مخلص خادم تھا اور ہمیشہ اس سلسلہ کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہتا تھا۔ مرزا بعض اوقات فرمایا تھا کہ بٹالہ سے تو ہمارے حصہ میں میاں (ٹھیکدار) ہی آئے ہیں

دارالامان قادیان سے آنے کے واسطے بٹالہ گویا دروازہ تھا اس لئے اکثر دوست آکر بٹالہ میں ان کے

ہی مکان پرٹھہرا کرتے تھے اور اپنے بھائیوں کی خدمت نہایت اخلاص سے کرتے تھے۔ پھر مرزا اور دوسرے احباب متعینہ قادیان کی جو بلٹیاں وغیرہ باہر سے آیا کرتی تھیں وہ سب آپ ہی (بٹالہ) ریلوے سٹیشن سے چھڑوا کر (قادیان) روانہ کیا کرتے تھے مرزا کے ہاں مہمانوں کی آمد ورفت بکثرت ہونے کی وجہ سے اور الہام وسع مکانک کے موافق سلسلہ تعمیرات شروع رہتا ہے اس کے مصالحہ وغیرہ کے بہم پہنچانے اور بھیجنے میں بڑی ہمت سے کام لیتے تھے...انہیں درد گردہ کی شکایت تھی جس سے گردہ کے عمل میں خلل واقع ہوا اور پیشاب بند ہو گیا پہلی مرتبہ جب اسکو یہ شکایت ہوئی تو وہ مرزا کے قدموں میں آ رہا۔ مرزا نے جس دل سوزی اور ہمدردی اور غم خواری کے ساتھ ان کے علاج میں سعی کی ہم خا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس قدر جوش اور غم ہم نے حقیقی والدین میں بھی محسوس نہیں کیا۔ ہر پندرہ منٹ کے بعد خبر منگواتے اور خود بار باران کے مکان پر تشریف لے جاتے ۔..آخر آپ کی پرسوز نیم شبی دعاؤں نے مسیحائی اثر دکھایا اور ایک مردہ کو زندہ کر دیا۔ کوئی دو مہینے کے بعد پھر یہ دورہ ہوا،۔اس کی دلی آرزو تھی کہ میری موت مرزا کے قدموں پر ہو اس مرتبہ مرزا ہی کے مکان میں ٹھہرا۔ بہت علاج کیا لیکن موت کا کیا علاج آخر ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء..اس نے جان دے دی.. جمعہ کی صبح حضرت نے جنازہ پڑھایا...اس سے بڑھ کر کون خوش قسمت ہو سکتا ہے کہ مرزا کے قدموں میں اس جہان سے رخصت ہوا اور وہ امام زمان جس کے لئے خدا نے کل دعاؤں کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے اس کیلئے دعا واستغفار کرے ..وہ چھوٹے بچے بچے اور دو بیویاں چھوڑ گیا ہے۔ الحکم ۱۶۔اگست ۱۹۰۰ء ص ۱۰

یہاں کتنے نشان اپنی صداقت کے بیان کئے، الا مراض تشاع ثابت ہوا، انا للہ ثابت ہوا، حالانکہ ان دونوں میں کوئی خاص بات ہی نہ تھی، لوگ تو مرتے ہی رہتے ہیں، الہام کے بغیر بھی دوستوں دشمنوں میں اموات ہوتی رہتی ہیں، نشانی تو یہ تھی کہ مسٹر فلاں، فلاں وقت ہیضہ سے مر جائے گا۔

مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ ہزاروں لاکھوں نشان ہیں، اور وہ اسی طرح کے ہوتے ہیں، دوسری طرف اس ایک واقعہ میں مرزا کے کذب کے کتنے نشان ہیں۔ آپ فرماتے ہیں اما ما ینفع الناس فیمکث ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا جوانی میں مر جانا اس کے ضار ہونے کی دلیل ہے، حالانکہ وہ ان کی مدد کرتا رہا ہے۔ اور اس میں پہلی دفعہ اس کا صحت یاب ہو جا مرزا صاحب کی دعاؤں کے طفیل بتایا گیا۔ دوسری دفعہ دو ماہ بعد بیمار ہوا لیکن مر گیا، مرزا صاحب پہلے کی طرح دوا دارو کرتے رہے، ان کے گھر کی رحمتوں سے بھی فیض یاب ہوئے ہوں گے، مرزا نے دعائیں بھی کی ہوں گی، کیوں نہ قبول ہوئیں؟ اگر کہا جائے کہ اب وقت آ گیا تھا اس لئے تاخیر نہیں ہو سکتی تھی، تو پہلی دفعہ اس کی صحت کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ کسی کی دعاؤں کی قبولیت کا نشان نہ تھا بلکہ ابھی اس کی اجل ہی نہیں آئی تھی، کوئی دعا دارو کرتا نہ کرتا، اس نے ابھی مرنا نہیں تھا، کیونکہ اس کی زندگی باقی تھی۔ بہاء)

مرزا قادیانی نے مسلمانوں کی نسبت تو فرما دیا کہ وہ یہود بن گئے مگر افسوس ہے کہ اپنی

حالت کو ملاحظہ نہیں فرمایا کہ کیا بن گئے۔ اگر چہ ان کو اعتراض ہے کہ وہ یہودیوں کے مثل ہیں جیسا کہ عبارت مذکورہ میں لکھتے ہیں: جب تم یہودی بن جاؤ گے تو تمہارے مناسب حال ایسا ہی مسیح تم کو دیا گیا۔ مگر ان تقریروں سے ظاہر ہے کہ اسی پر اکتفا نہیں۔

بہر حال یہ علامتیں جو صحیح حدیثوں میں وارد ہیں مرزا قادیانی کے زمانے پر صادق نہیں آسکتیں اس وجہ سے وہ مسیح موعود نہیں ہوسکتے۔

۱۰۔ شب معراج خود عیسی علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ دجال کے قتل کیلئے میں مامور ہوں اور زمین پر اتر کے میں ہی اس کو قتل کروں گا جیسا کہ مسند احمد جلد ا ص ۳۷۵، ابن ابی شیبہ جلد ۸ ص ۶۶۰، اور سعید منصور اور بیہقی نے روایت کی ہے:

عن ابی مسعود قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم و موسی و عیسی فذکرو امر السّاعۃ فردوا امرھم الی ابرا ھیم فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی موسی فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی عیسی فقال اما .... فلم یعلم بھا ا حد الا اللہ و فیما عھد ... رب انّ الد جال خارج و معی قضیبا ن فا ذا رآنی ذب کما یذوب الر صا ص فیھلکہ اللہ اذا رآ نی ۔ یعنی فرمایا نبی ﷺ نے کہ شب معراج مجھ کو ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں قیامت کا ذکر آیا ہم سب نے ابراہیمؑ سے اس کا حال دریافت کیا انہوں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اسی طرح موسیٰؑ نے بھی اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ مگر عیسیٰؑ نے کہا کہ یہ تو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب ہوگی مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ دجال نکلنے والا ہے اور خدا نے مجھے معلوم کرا دیا ہے کہ اس وقت میرے ساتھ دو چھڑیاں ہوں گی۔ جب وہ مجھے دیکھے گا تو سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب شاہجہان پوری نے شفاء للناس صفحہ ۲۱ میں فتح الباری سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث مسند احمد جلد ا ص ۳۷۵، ابن ماجہ، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسی، مستدرک حاکم (حدیث ۸۵۴۹) میں ہے اور حاکم نے کہا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔

اور ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال کی روایت میں یہ ہے کہ عیسی نے دجال کے نکلنے کا حال کہہ کر کہا کہ میں اس وقت اتروں گا اور اس کو قتل کرونگا۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ خود عیسیٰؑ نے آنحضرت ﷺ سے بیان کیا کہ خدا نے

پہلے سے مجھے دجال کے قتل کے لئے معین فرمایا ہے اور میں زمین پر اتر کر اس کو قتل کرونگا۔اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کو صرف کشف ہی سے عیسیٰؑ کے نزول کا حال معلوم نہیں ہوا بلکہ خود عیسیٰؑ کی زبان سے حضرت ﷺ سن چکے تھے۔اس سے وہ احتمال بھی جاتا رہا جو مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ اس کشف میں حضرت ﷺ کو نعوذ باللہ غلطی ہوئی ہے۔...

الحاصل اس حدیث کے دیکھنے کے بعد اہل ایمان کو اس میں کوئی شبہ نہ رہیگا کہ مرزا قادیانی نے اپنی عیسویت ثابت کرنے کے لئے جتنی تمہیدات کی ہیں کہ خدا نے میرا نام عیسی رکھا ،ابن مریم رکھا، اور یہ کہا اور وہ کہا ،سب سخن سازیاں اور افتراء ہیں، اور کوئی الہام ان کا اس قابل نہیں کہ اس حدیث کے مقابلے میں آسکے۔

مرزا قادیانی نے مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی کے مقابلے میں جو تقریر کی ہے (الحق الصریح فی حیاۃ المسیح ص ۱۰۷) اس میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

> فرض کرو کہ وہ قرأت بقول مولوی صاحب کے ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے، یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افتراء ہے۔مولوی صاحب پر فرض تھا کہ قرأت شاذہ قبل موتھم کے راوی کا صریح افتراء ثابت کرتے اور یہ ثابت کر دکھلاتے کہ یہ حدیث موضوعات میں سے ہے۔مجرد ضعیف حدیث کا بیان کرنا اس کو بکلی ثبوت سے روک نہیں سکتا۔امام بزرگ حضرت ابو حنیفہ فخر الآئمہ سے مروی ہے کہ میں ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں۔اب کیا جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں ہیں بباعث راویوں کے قابل جرح یا مرسل اور منقطع الاسناد ہیں ، وہ بالکل پایہ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض ہیں اور کیا محدثین کے نزدیک موضوعات کے برابر سمجھی گئی ہیں۔،

مرزا قادیانی کو جب ضعیف حدیث کے ساتھ یہ خوش اعتقادی ہے تو یہ حدیث جس میں آنحضرت ﷺ نے عیسیٰؑ کا بیان مذکور فرمایا ہے وہ تو صحیح ہے جس کی صحت کی تصریح اکابر محدثین نے کر دی ہے اس کو وہ ضرور مانتے ہوں مگر ان کی تقریروں سے ثابت ہے کہ وہ اس کو نہیں مانتے۔مرزا قادیانی اپنے استدلال کے وقت جو ضعیف حدیث ماننے پر ہم کو مجبور کرتے ہیں اور خود صحیح حدیث کو بھی نہیں مانتے، اس سے ظاہر ہے کہ وہ ہم کو مسلمان سمجھتے ہیں اور خود کو دائرہ اسلام سے خارج، اگر مسلمانوں کا یہودی بن جانا اور اپنا مسلمان ہونا ان کے نزدیک ثابت ہوتا تو اس پر کبھی اصرار نہ

کرتے کہ ضعیف حدیث بھی نبی کی ہم لوگ مان لیں اور خود صحیح حدیث بھی نہ مانیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو انہوں نے یہود قرار دیا تھا اور اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کا امتی وہ قطع نظر اس کے کہ واقع کے خلاف ہے خود بھی اپنی غلط بیانی کے معترف ہیں۔ اس موقع میں ہم نہایت خوشی سے اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ اپنے نبی کی ضعیف حدیث بھی قابل تسلیم ہے مگر مرزا کو کوئی حق نہیں کہ اس کا الزام ہم پر لگائیں کیونکہ مسائل جزئیہ میں ہر دین والا اپنے نبی کے قول پر عامل ہوتا ہے دوسری ملت والا شخص ان میں مباحثے پر مجاز نہیں بلکہ اگر مناظرہ ہو تو امور کلیہ میں ہوگا کہ پہلے ہر شخص اپنا دین واجب الاتباع ثابت کرے۔ اب مرزا سے اگر بحث ہو تو ہم اپنا دین ناسخ ثابت کریں اور مرزا قادیانی اپنا دین اور ان جزئیات سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اگر مرزا قادیانی اپنے کو دائرہ اسلام میں داخل کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ بمقتضائے وقت اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں تو چاہیے کہ اس حدیث صحیح کو مان لیں اور دعویٰ عیسویت سے توبہ کریں ورنہ یہ الزام رفع نہیں ہوسکتا۔

الحاصل مرزا قادیانی اس حدیث کو مانیں یا نہ مانیں مسلمانوں کے نزدیک مرزا قادیانی اس صحیح حدیث کی رو سے مسیح موعود ہرگز نہیں ہوسکتے۔

حدیث نواسؓ وغیرہ

حضرت عیسیٰؑ کا دجال کو باب لد پر قتل کرنا اور انکے دم سے کفار کا مر جانا جو اس روایت سے ظاہر ہے جو صحیح مسلم باب ذکر الدجال میں ہے:

عن النواس .... قال ذکر رسول اللّٰہ ﷺ الدجّال فقال ان یخرج و انا فیکم فانا حجیجه دونکم، و ان یخرج، ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسه، و اللّٰہ خلیفتی علی کل مسلم، انه شابّ قطط عینه طافئة، کانّی اشبهه بعبد العزی بن قطن، فمن ادرکه منکم فلیقرأ فواتح سورة الکهف، و فی روایة فلیقرأ بفواتح سورة الکهف فانّها جوارکم من فتنه ،انّه خارج خلّة بین الشّام والعراق، فعاثٍ یمیناً و عاث شمالًا، یا عباداللّٰہ! فاثبتوا۔ قلنا: یا رسول اللّٰہ وما لبثه فی الارض؟ قال: اربعون یوماً، یوم کسنةٍ ، و یوم کشهرٍ، و یوم کجمعةٍ، و سائر ایّامه کایّامکم۔ قلنا: یارسول اللّٰہ فذلک الیوم الّذی کسنةٍ أتکفینا

فیه صلوة یوم؟ قال: لا، اقدروا له قدره۔ قلنا: یا رسول اللّه وما اسراعه فی الارض؟ قال:کالغیث استدبرته الرّیح، فیأتی علی القوم فیدعوهم، فیؤمنون به و یستجیبون له، فیأمر السّماء فتمطر والارض فتنبت، فتروح علیهم سارحتهم، اطول ما کانت ذرّی واسبعه ضروعاً، و امدّه خواصر، ثمّ یأتی القوم، فیدعوهم فیردّون علیه قوله، فینصرف عنهم، فیصبحون ممجلین، لیس بایدیهم شیء من اموا لهم و یمرّ بالخرِبة فیقول لها: ا خرجی کنوزك، فتتبعه کنوزها کیعاسیب النّخل، ثم ید عوا رجلاّ ممتلئاّ شباباً، فیضربه بالسیف فیقطعه جزِلتین رمیة الغرض، ثم یدعوه فیقبل و یتهلّل وجهه، ویضحک، فبینما هوکذ لک اذ بعث اللّه المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقیّ دمشق بین مهروذتین، وا ضعاً کفیه علی اجنحة ملکین، اذا طأطأ رأسه قطر، واذا رفعه تحدّرمنه جمان کاللّؤلؤ، فلا یحلّ لکافر یجد من ریح نفسه الّامات، و نفسه منتهی حیث ینتهی طرفه، فیطلبه حتی یدرکه بباب لدّ، (فیقتله، ثم یأتی عیسی (ابن مریم) قوم قد عصمهم الله منه فیمسح علی وجوههم و یحدّثهم بدر جا تهم فی الجنّة، فینما هوکذ لک اذ اوحی اللّه الی عیسی، علیه السلام، انّی قدا خر جت عباداً لی، لا بدانِ لاحدٍ بقتالهم، فحرّز عبادی الی الطّور، و یبعث اللّه یأجوج و مأجوج، و هم من کلّ حد بٍ ینسلون، فیمرّ اوا ئلهم علی بحیرة طبریّة، فیشربون ما فیها،و یمرّ آ خر هم فیقو لو ن : لقد کا ن بهذه، مرّةً، ما ء، و یحصر نبی اللّه عیسی و اصحا به، حتی یکو ن رأس الثور لاحدهم خیراً مّن مأة دینار لاحدکم الیوم، فیرغب نبیّ اللّه عیسی و اصحابه، فیرسل (اللّه) علیهم النّغف فی رقابهم، فیصبحو ن فرسی کموت نفس وا حدةٍ، ثم یهبط نبیّ اللّه عیسی علیه السلام و اصحابه الی الارض، فلا یجدون فی الارض موضع شبرٍ الّا ملأه

زھمھم و نتنھم ، فیر غب نبیّ اللّٰہ عیسی ، علیہ السلام ، و اصحابہ الی اللّٰہ ، فیر سل اللّٰہ طیراً کاعناق البختِ، فتحلمھم فتطرحھم حیث شاء اللّٰہ، ثم یر سل اللّٰہ مطراً لا یکنّ منہ بیت مدرٍو لا وبرٍ، فیغسل الارض حتّی یترکھا کالزّلفۃ، ثم یقال للارض: أنبتنی ثمرتکِ، و ردّی بر کتکِ، فیومئذٍ تأکل العصابۃ من الرّمّانۃ، و یستظلّون بقحفھا، و یبارك فی الرّسل، حتّی انّ اللّقحۃ من الابلِ لتکفی الفئام من النّاس، و اللّقحۃ من البقر لتکفی القبیلۃ من النّاس ، و ا للّقحۃ من الغنم لتکفی الفخذ من النّاس، فبینما ھم کذلک ا ذ بعث اللّٰہ ریحاً طیّبۃً، فتأخذھم تحت ابا طھم، فتقبض رو ح کلّ مؤمنٍ و کلّ مسلمٍ، و یبقی شرار النّاس، یتھارجون فیھا تھار ج الحمر، فعلیھم تقوم الساعۃ ۔

(قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، غایت المرام میں بتاتے ہیں کہ اس حدیث کے آدھے حصے کا ترجمہ مرزا صاحب نے بھی اپنے ازالہ اوہام میں کیا ہے ۔مگر ترجمہ کرتے کرتے بھی بہت اینچ پیچ ڈالے ہیں ۔ ایک فقرہ کا ترجمہ کیا اور دو تین ورق غیر مربوط لکھ ڈالے ۔ پھر اس طرح ،تا کہ اصل حدیث کا مطلب ناظرین کی سمجھ میں ذرا نہ آئے ۔غرض اس حدیث کے آدھے حصے کے ترجمہ کو صفحہ ۲۰۳ سے ۲۳۸ تک طول دیا ہے اور پھر تمام حدیث کے مضامین کی نسبت لکھا ہے کہ وہ عقل و شرع سے مخالف پڑے ہوئے ہیں ۔لطف یہ ہے کہ اسی ضمن میں جو بعض الفاظ ایسے آ گئے ہیں جن کی تاویل آپ کر سکتے ہیں، ان کی تاویل جھٹ کر کے اپنے آپ کو مصداق صحیح ان کا بنا لیا ہے ۔مثلاً زرد کپڑوں سے مراد بیمار ہونا ، دمشق سے مراد قادیان بتلانا ؛ دم کی بھاپ سے قاطع حجتیں مراد لینا ، دو فرشتوں سے مراد علوم عقلی و نقلی بیان کرنا ، منارہ شرقی سے مراد اپنی مسجد کے منارہ کو ٹھہرانا اور اس کے ساتھ (اپنی) ایک الہامی عبارت کا جوڑ دینا انّا انزلناہ قریباً من قادیا ن بطرف شر قی عند المنارۃ البیضاء لیکن جہاں تاویل سے بالکل ہی رہ گئے، اس کا ترجمہ بھی چھوڑ دیا یا چپ سادھ کر خاموشی اختیار کر لی ہے ۔.. ناظرین اس حدیث کے ترجمہ کو ازالہ اوہام میں دیکھیں اور جو کچھ مرزا صاحب کے دل پر اس حدیث کے مضامین سے گزرتی ہے اس کا اندازہ کریں ۔حدیث ایک ہی ہے، اسی حدیث کو ایک جگہ بالکل صحیح مانتے ہیں اور اپنی بشارت اس میں سے نکالتے ہیں، اسی کے ایک حصہ کی نسبت ایسا سکوت ہے گویا

حدیث میں اس عبارت کے ہونے کا علم وخبر تک بھی نہیں۔ اسی حدیث کے ایک حصہ کی نسبت ایسے غیظ وغضب سے بھر جاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی پر وضع حدیث بنانے کا اتہام لگانے لگتے ہیں اور چیخ اٹھتے ہیں کہ اس کا بانی مبانی نواس بن سمعان ہے۔ یہ سب کچھ لکھ کر جب بھول جاتے ہیں تو اسی حدیث کے مطالب سمجھنے کے واسطے حکیم نورالدین کا درخواست کرنا اور خود بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہونا اور کشفی طور پر الفاظ حدیث کے معانی کا اپنے اوپر ظاہر ہو جانا تحریر کرتے ہیں۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت! اگر اس حدیث کے مضامین عقل وشرع کے خلاف تھے، اگر اس کا بانی مبانی نواس بن سمعان ہی تھا، اگر بخاری نے اس کو موضوع سمجھ کر چھوڑ دیا تھا، اگر آپ کی تحقیق میں یہ حدیث مسلم شریف کی دوسری حدیثوں سے بھی بالکل منافی ومبائن تھی تو پھر آپ نے حکیم نورالدین کو بھی یہی جواب کیوں نہ دے دیا اور خدا نے بھی کیوں اس کے معانی بتلائے اور یہ نہ کہہ دیا کہ اس کے مضامین تو عقل وشرع کے خلاف اور شرک سے بھرے ہوئے، اور الوہیت کے تمام اقتدار ایک دجال خبیث کو دینے والے ہیں۔ اللہ اکبر اس تحریر یردّ بعضہ بعضاً پر بھی لوگ خیال کرتے ہیں کہ مرزا صاحب بڑے انشاء نگار ہیں۔ بہاء)

اس حدیث شریف نے مرزا قادیانی کی عیسویت کی کاروائی کو ملیا میٹ کر دیا کیونکہ جو امور عیسیٰؑ سے متعلق اس میں مذکور ہیں نہ مرزا قادیانی سے ان کا وقوع ممکن ہے نہ ان کے زمانے میں کوئی ایسی بات پائی جاسکتی ہے جو عیسیٰؑ کے زمانہ میں ہوگی۔ اسی وجہ سے وہ جھنجھلا کر ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۲ میں لکھتے ہیں: بانی مبانی اس تمام روایت کا نواس بن سمعان ہے اور کوئی نہیں۔، جس کا مطلب کھلے لفظوں میں یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو بنایا ہے۔ اگر مرزا قادیانی یہ الفاظ اپنے معاصرین کے حق میں کہتے تو چنداں مضائقہ نہ تھا مگر افسوس ہے کہ ان کی صحابیت اور جلالت شان کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ بھلا نواسؓ کو کیا خبر کہ مرزا قادیانی عیسویت کا جھوٹا دعوی کریں گے جسکے مخالف یہ حدیث ہوگی، انہوں نے تو اپنا فرض منصبی ادا کر دیا اور جس طرح صحابہ کا دستور تھا جو کچھ آنحضرت ﷺ سے سنا تھا بلاکم وکاست پہنچا دیا اور امت مرحومہ نے اس کو قبول بھی کر لیا کیونکہ اس حدیث میں اگر کسی کو کلام ہوتا تو علماء اس کی تصریح کر دیتے کہ نواسؓ نے اس حدیث میں غلطی کی ہے۔ ہر چند یہ بات ظاہر ہے کہ جتنے امور اس حدیث میں مذکور ہیں ظاہراً خلاف عقل ہیں مگر علماء نے دیکھا کہ جتنے وقائع قیامت کے قرآن وحدیث سے ثابت ہیں بالکل خلاف عقل ہیں اور یہ امور بھی مقدمہ قیامت ہیں، اس لئے انہوں نے ان کو بھی قیامت ہی سے متعلق کر کے ایمان سے کام لیا۔

لیکن مرزا قادیانی چونکہ اس مسئلے میں صاحب غرض ہیں انہوں نے دیکھا کہ اگر ایک بات بھی اس حدیث کی مان لی جائے تو عیسویت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے، اس لئے پہلے تو بانی مبانی اس حدیث کا نواس کو قرار دے کر موضوع کی ٹھہرا دیا پھر تاویلات سے کام لیا چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۲ میں اس حدیث کو ذکر کر کے ایک دوسری حدیث تلاش کی جو ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے رات عیسیٰؑ کو اور دجال کو خواب میں دیکھا اور ان دونوں کا حلیہ بھی بیان فرمایا ہے جو خواب میں دیکھا تھا مقصود اس تلاش سے یہ ہے کہ کسی طرح نواسؓ کی حدیث کو بے کار کر دیں اور اس کی تدبیر یہ نکالی کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں مصرح ہے کہ حضرت نے دونوں کو خواب میں دیکھا تھا اس وجہ سے نواسؓ کی حدیث بھی خواب ہی کی بات ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۶ میں لکھتے ہیں:

> اس تمام حدیث میں نظر غور ڈال کر معلوم ہوگا کہ جو کچھ دمشقی حدیث میں مسلم نے بیان کیا ہے اکثر باتیں اس کی بطور اختصاص اس حدیث (ابن عمر) میں واقع ہیں اور پیغمبر خدا ﷺ نے صاف اور صریح طور پر اس حدیث میں بیان فرما دیا کہ یہ میرا ایک مکاشفہ یا ایک خواب ہے پس اس جگہ یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہے کہ وہ دمشق والی حدیث (جس کو نواسؓ نے روایت کیا ہے) درحقیقت وہ بھی آنحضرت ﷺ کا ایک خواب ہے۔،

نواسؓ والی حدیث میں شروع سے اخیر تک کہیں نہ خواب کا لفظ ہے نہ اس پر کوئی دلیل مگر مرزا قادیانی نے اسی میں سے ایک لفظ نکال لیا چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۳ میں لکھتے ہیں:

> حضرت ﷺ نے دجال کو خواب یا کشف میں دیکھا تھا اور چونکہ وہ ایک عالم مثالی ہے اسلئے اس کا حلیہ بیان کرنے کے وقت کانّی یعنی گویا کا لفظ بتا دیا تا اس بات پر دلالت کرے کہ یہ رویت، رویت حقیقی نہیں ایک امر تعبیر طلب ہے۔،

سبحان اللہ! مرزا قادیانی نے کہاں کی کہاں لگا دی۔ اگر تعبیر طلب تھی تو ابن عمرؓ کی حدیث تھی جس میں عیسیٰؑ اور دجال وغیرہ کو خواب میں دیکھنا مذکور ہے حالانکہ حضرت ﷺ نے نہ خود اس کی تعبیر بیان کی نہ صحابہ نے حسب عادت پوچھا کہ عیسی سے کیا مراد ہے اور دجال سے کیا مراد اور ان کے طواف سے کیا مقصود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس خواب سے صرف ان کی معرفت اور مشخص طور پر معلوم ہونا مقصود تھا بخلاف نواس کی حدیث کے اس میں تو سرے سے خواب کا ذکر ہی نہیں رہا لفظ کانی اشبہ اس سے صرف تعین اور تشخص مقصود ہے کہ من وجہ جسمانی مشابہت مشبہ بہ سے

معلوم ہو جائے کیونکہ یہ لفظ دوسرے مشخصات کی قطار میں واقع ہے جیسے ان کے نکلنے کے مقامات اور مدت بقاء اور سرعت سیر کا اندازہ اور اس زمانے کے واقعات جن سے ہر مسلمان سمجھ جائے کہ جب تک یہ تمام نشانیاں نہ پائی جائیں نہ کسی کو عیسی سمجھ سکتے ہیں نہ دجال موعود۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ باوجود ان تمام تشخصات اور اہتمام کے جو حضرت ﷺ نے ان کے بیان میں کیا ہے یہ سمجھا جائے کہ وہ سب خواب وخیال ہے، کس قدر ایمان سے دور ہے۔ پیشتر یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ مرزا قادیانی نے یوز آسف کا طریقہ اختیار کیا ہے کہ واقعات میں تصرف کیا کرتے ہیں جیسے اس نے ابراہیم کے تمام واقعات میں تصرف کر کے ان کو مجوسی قرار دیا اور بنیاد یہ قائم کی کہ ان کے خلفہ پر برص ہوا تھا۔ مرزا قادیانی نے یہاں بھی وہی کیا کہ لفظ کا نبی پر یہ بنیاد قائم کی نواس کی حدیث ایک خواب کا واقعہ ہے۔ ابن عمرؓ والی حدیث میں جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں عیسیٰ اور دجال کو دیکھا ہے اس بنا پر مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ پس یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ دمشق والی حدیث درحقیقت ایک خواب ہی ہے۔ معلوم نہیں مرزا قادیانی سے کس نے کہہ دیا کہ حضرت ﷺ نے دجال وغیرہ کو جو ایک بار خواب میں دیکھ لیا تھا اس کے بعد جتنے واقعات اور پیش گوئیاں حضرت ﷺ نے اس باب میں فرمائی ہیں وہ سب خواب ہیں۔ ایک بار کسی خواب میں دیکھنے سے قطعی طور پر یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ جب بھی کبھی اس کے واقعات بیان ہونگے سب خواب ہی ہوا کریں گے۔ مرزا قادیانی کے اس مسلک پر حضرت عائشہؓ کے نکاح وغیرہ کے واقعات سب قطعی اور یقینی طور پر خواب ہوں گے اس کے لئے ان کو بھی حضرت ﷺ نے نکاح سے پہلے خواب میں دیکھ لیا تھا مرزا قادیانی کی سخن سازیوں نے قطع اور یقین کو نہایت ہی ارزاں کر دیا کہ جہاں احتمال بھی پایا نہیں جاتا قطع اور یقین کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے دجال کی نسبت جو لکھا ہے کہ حضرت ﷺ نے دجال کو خواب میں دیکھا وہ صورت مثالی تعبیر طلب ہے اس سے تو مرزا قادیانی کی عیسویت بھی دجال ہی کے ساتھ درہم برہم ہو جاتی ہے اس لئے کہ حضرت نے دونوں کو ایک ہی خواب میں دیکھا تھا اور علمائے فن تعبیر نے تصریح کی ہے کہ عیسی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر سفر وغیرہ ہے اس صورت میں مرزا قادیانی کی عیسویت کس بنا پر قائم ہوگی کیونکہ حضرت ﷺ کے اس خواب کی تعبیر کو ظہور تو حضرت ﷺ کے سفر وغیرہ سے اسی زمانے میں ہو گیا ہوگا۔

اب نواسؓ والی حدیث میں غور کیجئے کہ کتنے واقعات آنحضرت ﷺ نے اس میں بیان

فرمائے ہیں جو عیسیٰ کے زمانے ہی سے متعلق ہیں: ۱۔ دجال کا حلیہ۔ ۲۔ شام و عراق کے درمیان اس کا نکلنا۔ ۳۔ اس کا فساد برپا کرنا۔ ۴۔ اس کی مدت فتنہ پردازی۔ ۵۔ اس کے زمانے کے ایام کی مقدار۔ ۶۔ ان ایام کی نمازوں کا طریقہ۔ ۷۔ اس کی سرعت سیر۔ ۸۔ اس کے خوارق عادات۔ ۹۔ عیسی کا دمشق میں اترنا۔ ۱۰۔ ان کے اترنے کا مقام۔ ۱۱۔ ان کا لباس اور ہیئت۔ ۱۲۔ کافروں کا قتل۔ ۱۳۔ دجال کو مقام معین میں قتل کرنا۔ ۱۴۔ یاجوج و ماجوج کا خروج اور انکی کثرت۔ ۱۵۔ خوردنی اشیاء کی گرانی۔ ۱۶۔ یاجوج ماجوج کی موت کا حال۔ ۱۷۔ پرندوں کا ان کی لاشوں کو اٹھا لے جانا۔ ۱۸۔ زمین کو گندگی سے پاک کرنے کیلئے بارش۔ ۱۹۔ پیداوار کی کثرت۔ ۲۰۔ مسلمانوں کی موت کا حال۔ ۲۱۔ کفار کا حال اور ان پر قیامت کا قائم ہونا۔

یہ کل علامات ایسی ہیں جو عیسی کے زمانے کے ساتھ مختص ہیں جن میں سے ایک بھی مرزا قادیانی کے وقت میں نہیں ہے۔

مرزا قادیانی نے اس حدیث کو ایک خواب تعبیر طلب قرار دے کر بعض امور کی تعبیر بھی بیان کی ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۱۵ کے حاشیہ میں طولانی ایام کی نسبت لکھتے ہیں:

لمبے دنوں سے مراد تکلیف اور مصیبت کے دن بھی ہوتے ہیں بعض مصیبتیں ایسی دردناک ہوتی ہیں کہ ایک دن ایک برس کے برابر دکھائی دیتا ہے اور بعض مصیبتیں ایسی کہ ایک دن ایک مہینے کی مانند معلوم ہوتا ہے اور بعض مصیبتوں میں ایک دن ایک ہفتہ جیسا لمبا سمجھا جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ صبر پیدا ہو جانے سے وہی لمبے دن معمولی دن دکھائی دینے لگتے ہیں۔،

ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۶ میں انہوں نے لکھا ہے:

ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ دجال سے مراد با اقبال قومیں ہوں اور گدھا ان کا یہی ریل ہو جو مشرق اور مغرب کے ملکوں میں ہزارہا کوسوں تک چلتے دیکھتے ہو۔،

جب دجال سے مراد با اقبال قومیں اور ایام کی درازی مصیبتوں کے لحاظ سے ہوتی ہے تو اس تعبیر میں ان کو ضرور تھا کہ اس کی تصریح بھی کر دیتے کہ فلاں با اقبال قوم کے خروج کا پہلا دن ایک سال اور دوسرا دن ایک ماہ کا اور تیسرا دن ایک ہفتے کا اور باقی ایام معمولی اصناف مصائب کے لحاظ سے ہو گئے تھے۔ اسی طرح ایک ایک با اقبال قوم کے ایام و مصائب کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر یہ ان سے ممکن نہیں ان کو تو صرف حدیث کو بگاڑنا مقصود ہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۲۱۶ میں نمازوں کے باب میں لکھتے ہیں کہ:

پھر راوی کہتا ہے (حدیث نواس ؓ میں) کہ ہم نے عرض کی کہ کیا ان لمبے دنوں میں ایک نماز پڑھنا کافی ہوگا، تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ نماز کے وقتوں کے مقدار پر اندازہ کرلیا کرنا (واضح ہو کہ یہ بیان پیغمبر خدا ﷺ کا علی سبیل الاحتمال ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے بلحاظ وسعت قدرت الٰہی کشفی امر کو مطابق سوال سائل کے ظاہر پر محمول کر کے جواب دے دیا ہے ورنہ آنحضرت ﷺ حدیث عائشہ ؓ میں جو بخاری کے صفحہ ۱۵۵ میں درج ہے صاف طور پر تصریح فرما چکے ہیں کہ مکاشفات کی تعبیر کبھی تو ظاہر پر اور کبھی غیر ظاہر پر وقوع میں آجایا کرتی ہے اور درحقیقت یہی مذہب تمام انبیاء و اولیاء کا آج تک چلا آیا ہے۔ سو یہ جواب جو نمازوں کا اندازہ کرلیا کرنا آپ نے فرمایا یہ سائل کے فہم اور استعداد اور رجوع خیال کے موافق برطبق تکلّموا النّاس علی قدر عقولھم کے دیا گیا ورنہ آنحضرت ﷺ کسی کشفی امر کو جب تک خدا تعالیٰ خاص طور پر ظاہر نہ کرے کبھی ظاہری معنوں پر محدود نہیں سمجھتے تھے۔

مطلب اس کا ظاہر ہے کہ ان ایام کا کشف تو حضرت کو ہو گیا تھا مگر بیان کرنے میں نعوذ باللہ غلطی کی جو مطابق سوال کے خلاف واقع جواب دے دیا اور حق تعالیٰ نے اس کشفی امر کو حضرت پر ظاہر ہی نہیں کیا اسی لئے ظاہری معنی پر اس کو محدود کرلیا۔

یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر ان ایام کا کشف آنحضرت ﷺ کو ہو گیا تھا کہ ایک روز ایک برس کا ہوگا تو اس کو ظاہری معنی پر حمل کرنا کیوں خلاف واقع سمجھا جاتا ہے اور اگر ایک برس کا ایک دن سمجھنا غلط تھا تو کشف ہی کیا ہوا، مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کے کشف کو اپنے ادعائی کشفوں کے جیسے سمجھ لیا کہ کشف میں دیکھا تو شیطان اور سمجھ لیا کہ وہ خدا ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت ﷺ کے کشف کی اصل حقیقت سمجھنے میں دقتیں لاحق ہوئیں۔

اور اسی ازالہ اوہام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

یہ جو فرمایا کہ دجال بادل کی طرح تیز چلے گا اور اس پر ایمان جو لائے گا تب بادل کو حکم کرے گا کہ مینہ برسائے اور زمین کھیتی اگائے سو یہ استعارات ہیں، ہوشیار رہو دھوکا نہ کھانا۔

مرزا قادیانی مسلمانوں کو ڈراتے ہیں کہ تمہارے نبی ﷺ نے تم کو دھوکہ دے دیا (نعوذ

باللہ)۔سبحان اللہ اس پر امتی ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔اور اسی ازالہ کے صفحہ ۲۱۵ پر لکھتے ہیں:

دجال اس راہ سے نکلنے والا ہے جو شام وعراق کے درمیان واقعہ ہے اور دائیں بائیں فساد ڈالے گا۔ یہ بھی ایک استعارہ ہے جیسا کہ مکاشفات میں عام طور پر استعارات و کنایات ہوا کرتے ہیں۔،

مرزا قادیانی کی رائے یہاں نہ چل سکی اس لئے کہ دجال تو با اقبال قومیں ٹھہریں اور وہ شام وعراق کے درمیان نہیں اس لئے اسی پر اکتفا کیا کہ وہ بھی ایک استعارہ وکنایہ ہے جس کے معنی سمجھ میں نہیں آتے ۔ یہاں اہل اسلام کو یہ بھی خیال کر لینا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی اہتمام سے ان واقعات کو بیان فرمایا اور کیسے کیسے کھلے الفاظ میں دجال کے حالات معلوم کرائے ۔ان سب کو مرزا قادیانی نے چیستان اور پہیلی قرار دیا اور صرف چند مضامین اپنی دانست میں حل کر کے باقی چھوڑ دیا۔کیا یہی نبی کی شان ہے کہ اپنی امت کو کسی سے ڈرائے اور اس کے احوال کی پہیلی بنا کر بیان کرے اور اس پہیلی کے سننے والے اس کو ظاہر پر حمل کر کے ظاہری الفاظ پر ایمان لائیں ۔ جن میں بعض امور کفریات اور دھوکا ہوں اور نبی ساکت رہیں اور یہ بھی نہ کہیں کہ ہم نے تو پہیلی بنائی تھی ،تم اسی کے ظاہر پر ایمان لا رہے ہو۔اپنے نبی کی نسبت ایسا گمان کرنے والا کیا امتی ہوسکتا ہے۔عقل اس کو ہرگز باور نہ کرے گی ۔

مرزا قادیانی نے دیکھا کہ اگر عیسیٰ اور دجال میں تلازم ثابت ہو جائے تو جو علامات دجال کی احادیث میں مذکور ہیں کسی پر صادق کر کے بتلانے کی ضرورت ہو گی ۔ اگر چہ کہ کبھی پادریوں کو اور کبھی با اقبال قوموں کو دجال قرار دیتے ہیں اور چند علامات بھی تاویلیں کر کے ان پر صادق کر دیتے ہیں مثلاً ایک چشمی ہونے سے مراد دنیاوی عقل وغیرہ ہیں مگر پوری علامتیں تاویلات سے بھی صادق نہیں آ سکتیں اس لئے آخر میں تنگ آ کر صاف کہہ دیا کہ دجال کے باب میں جتنی حدیثیں بخاری اور مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں سب موضوع ہیں ۔اب دجال کی ضرورت ہی نہ رہی ۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۶۔۲۲۷ میں لکھتے ہیں:

اگر ہم بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں کو صحیح سمجھیں جو دجال کو آخری زمانہ میں اتار رہی ہیں تو یہ حدیثیں ان کی موضوع ٹھہرتی ہیں اور اگر ان حدیثوں کو صحیح قرار دیں تو پھر ان کا موضوع ہونا ماننا پڑتا ہے۔اگر یہ متعارض ومتناقض حدیثیں صحیحین میں نہ ہوتیں صرف دوسری صحیحوں میں ہوتیں تو شائد ہم ان دونوں کی زیادہ تر پاس خاطر کر کے ان دوسری

حدیثوں کو موضوع قرار دیتے مگر اب مشکل تو یہ آپڑی ہے کہ انہیں دونوں کتابوں میں یہ دونوں قسموں کی حدیثیں موجود ہیں۔ اب جب ہم ان دونوں قسم کی حدیثوں پر نظر ڈال کر گرداب حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ کس کو صحیح سمجھیں اور کس کو غیر صحیح، تب عقل خداداد ہم کو یہ طریقہ فیصلہ بتلاتی ہے کہ جن احادیث پر عقل اور شرع کا کچھ اعتراض نہیں انہیں کو صحیح سمجھنا چاہیے۔ سو اس طریق فیصلہ کی رو سے یہ حدیثیں جو ابن صیاد کے حق میں وارد ہیں قرین قیاس معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ابن صیاد اپنے اوائل ایام میں بے شک ایک دجال ہی تھا اور بعض شیاطین کے تعلق سے اس سے امور عجیبہ ظاہر ہوتے تھے جس سے اکثر لوگ فتنے میں پڑتے تھے لیکن بعد اسکے خداداد ہدایت سے وہ مشرف باسلام ہو گیا۔،

اور اسی ازالہ صفحہ ۲۲۵ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

دوسری حدیثوں سے ظاہر ہے کہ بالآخر اس (ابن صیاد) پر یقین کیا گیا کہ یہی دجال معہود ہے۔ چنانچہ صحابہ نے قسمیں کھا کر کہا کہ ہمیں اب اس میں شک نہیں کہ یہی دجال معہود ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی آخر کار یقین کر لیا۔،

.. یہاں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ جب آخری زمانے میں دجال کا وجود ہی نہ تھا تو پھر عیسیٰؑ کی ضرورت ہی کیا، حالانکہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۷ میں وہ لکھتے ہیں: لکلّ دجال عیسی۔ اس سے تو دونوں میں تلازم ثابت ہو رہا ہے اور احادیث میں مصرح ہے کہ عیسیٰؑ خاص دجال کے قتل کے لئے معین ہیں اور خود عیسیٰؑ نے بھی آنحضرت ﷺ سے یہی کہا جیسا کہ حدیث صحیح سے ابھی معلوم ہوا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب وہ حدیثیں موضوع ہوں تو عیسیٰؑ کے آنے کا ذکر جو وہ بھی انہی میں ہے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں مرزا قادیانی کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ نہ وہ مسیح موعود ہیں نہ مثیل موعود اور نہ ان کی ذریت میں کوئی مسیح ہو سکتا ہے۔ اور اگر اپنے الہاموں سے مسیح ہونا ثابت کریں تو ان کے الہاموں کی بے وقعتی تقریر سابق سے بخوبی ثابت ہے اور مرزا قادیانی اپنا دجال پادریوں اور با اقبال قوموں کو جو بتا رہے ہیں ان کے مقابلے میں جب حد سے زیادہ خفیف و ذلیل ہوئے تو اب کسی پادری کے مقابلے کی ان میں جرأت ہی نہیں اور با اقبال قوموں کے مقابلے کا تو ان کو خیال بھی نہیں آ سکتا۔ بلکہ بجائے مقابلے کے دعا گوئی اور خوش آمد میں مصروف ہیں۔ پھر اپنے آپ کو عیسی اور پادریوں اور با اقبال قوموں کو دجال بنانے سے فائدہ ہی

کیا۔ جب احادیث سے بتواتر ثابت ہے کہ عیسیٰ ، دجال کو قتل کریں گے اور مرزا قادیانی اپنے دجال کے مقابلے میں حرکت مذبوحی بھی نہیں کر سکتے تو انہی احادیث سے مرزا قادیانی کی عیسویت خود باطل ہوگئی ۔مرزا قادیانی نے مسیحیت کا ایسا دعوی کیا ہے کہ بقول ان کے اب تک کسی نے نہیں کیا کیونکہ اس دعوے کے لوازم وشرائط جو احادیث صحیحہ میں وارد ہیں ہر مسلمان کو جس میں ذرہ بھی ایمان ہے اس دعوی سے روک دیتی ہیں اور تمام حدیثوں کی صحیح کتابیں جن کی صحت پر ہر زمانے کے علمائے شرق وغرب کا اتفاق قرناً بعد قرنٍ چلا آرہا ہے ان کو اس دعوی میں کاذب بتا رہی ہیں، تو اب ان کو بغیر اس کے کہ ان کتابوں پر حملہ کریں کوئی مفر نہیں ۔ اس صورت میں مسلمانوں کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ مرزا قادیانی کی خاطر اپنی معتمد علیہ کتابوں کو جھوٹی اور اپنے سلف صالح اور متفق علیہ علمائے متقدمین ومتاخرین کو جاہل اور غیر متدین کہہ کر ادعائی مسیح کو مان لیں ۔

بہر حال یہ اکیس علامتیں جن کو نواسؓ نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے اور تمام امت نے اس کی تصدیق کی ہے باآواز بلند کہہ رہی ہیں کہ مرزا قادیانی کا دعوی عیسویت بلا شک وشبہ بے اصل محض ہے اور وہ زبردستی اپنے کو مسیح بنا رہے ہیں۔...

اس مقام میں فلسفی خیال والوں کو مرزا کی تقریر بہت مفید ہوگی اور ضعیف الایمان ان کی بات کو بآسانی قبول کر لیں گے اس وجہ سے کہ امور مذکورہ کو معمولی عقلیں قبول نہیں کر سکتیں ۔ مثلاً چالیس سال کا ایک دن ہونا ہرگز قرین قیاس نہیں ۔اس میں شک نہیں کہ ایمان کے موانع بہت ہیں اسی وجہ سے اہل ایمان جو مستحق جنت ہیں دوزخیوں کی نسبت ہزارواں حصہ ہوں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے لیکن انصاف سے اگر دیکھا جائے تو کوئی بات بھی ان میں خلاف عقل نہیں اس لئے کہ خدا تعالی جو خالق عالم ہے اس میں ہر طرح تصرف کرسکتا ہے۔اس میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں کہ قیامت کے روز آسمان ٹوٹ پھوٹ جائیں گے ۔ اور اس پچاس ہزار برس کے دن میں آفتاب پر کئی حالتیں طاری ہوں گی ۔ پھر اگر قیامت کے قریب اس پر یہ حالت بھی گذرے کہ چالیس سال زمین کے کسی خاص حصے پر ٹھہرا رہے تو کون سا محال لازم آجائے گا۔..اس پر کل امور قیاس کر لیجئے کیونکہ وہ ایک ایسا زمانہ ہوگا کہ خدا اپنی قدرت کاملہ کو خاص طور پر ظاہر فرمائے گا اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ جتنی مخلوق ابتدائے خلقت سے مر کر مٹی میں مل گئی جن کا نام ونشان تک باقی نہ رہا سب اصلی حالت پر اٹھائی جائے گی اور اعادہ معدوم جو محال سمجھا جاتا ہے اس روز ممکن بلکہ واجب ہوگا۔ بہر حال آدمی ایمان لانا چاہے تو کوئی بات نہ خلاف عقل ہے نہ ایمان لانے سے مانع، مگر یہ بات بے توفیق الٰہی

حاصل نہیں ہوسکتی و ما توفیقی الا باللہ

حضرت نواسؓ کی روایت سے جو علامات عیسیٰ کے زمانہ کی معلوم ہوئیں یہ ہیں:

دجال کا حلیہ۔ شام وعراق کے درمیان اس کا نکلنا۔ اس کا فساد برپا کرنا۔ اس کی مدت فتنہ پردازی۔ اس کے زمانے کے ایام کی مقدار۔ ان ایام کی نمازوں کا طریقہ۔ اس کی سرعت سیر۔ اس کے خوارق عادات۔ عیسیٰؑ کا لباس وہیئت وغیرہ۔ انکا کافروں کوقتل کرنا۔ یاجوج وماجوج کا خروج اور ان کی کثرت۔ خوردنی اشیاء کی گرانی۔ یاجوج ماجوج کی موت کا حال۔ پرندوں کا ان کی لاشوں کو اٹھا لے جانا۔ زمین کو گندگی سے پاک کرنے کے لئے بارش۔ پیداوار کی کثرت۔ مسلمانوں کی موت کا حال۔ کفار کا حال اوران پر قیامت کا قائم ہونا۔ امام مہدی کا عیسیٰ کے زمانے میں ہونا۔

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ امام مہدی اور عیسیٰ ایک ہی شخص ہیں مگر ہمارے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ دو شخص ہیں اور ہر ایک کے حالات جدا جدا ہیں جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے جو کنز العمال نمبر ۳۸۶۸۲) میں ہے:

قال رسول اللّٰہ کیف تھلک امّۃ انا فی اولھا و عیسی بن مریم فی آخر ھا و المھدی من اھل بیتی فی وسطھا ۔ یعنی وہ امت کیونکر ہلاک ہوگی جس کے اوائل میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ اور وسط میں مہدی ہیں۔

(اس کے بعد مولانا انوار اللہ نے متعدد احادیث درج کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی اور عیسیٰ دو الگ اشخاص ہیں۔ پھر بتایا ہے)...مرزا قادیانی کی کج بحثیوں کی کوئی انتہاء بھی ہے، صدہا احادیث و آثار امام مہدی کی خصوصیات میں موجود ہیں جن میں چند لکھے گئے اور صدہا آیات واحادیث و آثار عیسیٰؑ کے باب میں وارد ہیں۔ ذرا بھی احتمال نہیں ہوسکتا کہ یہ دونوں نام ایک شخص کے ہیں مگر انہوں نے ایک حدیث کو لے کر سب کو باطل کر دیا۔ اس پر اجتہاد کا بھی دعوی ہے۔ اگر اجتہاد اسی کا نام ہے کہ ایک حدیث کو لے کر سب کو باطل کر دیا جائے تو اتنی بات کے لئے کسی مجتہد کی کوئی ضرورت نہیں، جس عامی سے کہیے فوراً یہ کام کر دے گا۔

شفاء للناس صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے کہ علامہ شوکانیؒ بعد نقل احادیث کے اپنی کتاب توضیح میں لکھتے ہیں:

و جمیع ما سبقناہ بالغ حدّ التّواتر کما لا یخفی علی من لہ فضل اطلاع فتقرر بجمیع ما سبقناہ فی ھذا الجواب ان الاحادیث الواردۃ

فی المھدی المنتظر متواترہ۔

اب حدیث لا مھدی الّا عیسی کا بھی تھوڑا حال سن لیجئے۔ جس سے صحیح روایتیں مرزا قادیانی باطل کررہے ہیں۔ یہ روایت ابن ماجہ میں ہے:

حد ثنا یونس بن عبد الاعلی ثنا محمد بن ادریس الشا فعی حدثنی محمد بن خالد الجندی عن ابان بن صالح عن الحسن عن انس بن مالک انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال لا یز داد الامر الا شدۃ و الا الد نیا الا اوباراً و لا الناس الا شحا و لا تقوم السّا عۃ الّا علی اشرار النّاس و لا مھدی ا لّا عیسی ابن مر یم۔

امام سیوطیؒ نے مصباح الز جاجہ میں اس روایت سے متعلق ایک نہایت مبسوط تقریر لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جملہ لا مھدی الّا عیسی سوائے یونس کے اور کسی نے زیادہ نہیں کیا اور یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ یونس نے امام شافعیؒ سے اس کو نہیں سنا اس وجہ سے یہ حدیث منقطع ہے اور یہ روایت صرف محمد بن خالد سے مروی ہے اور محدثین نے تصریح کردی ہے کہ وہ منکر الحدیث اور مجہول ہیں ان کی عدالت ثابت نہیں اور ابان بن صالح کی نسبت کہا گیا ہے کہ انہوں نے حسن سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ ابوالحسن علی بن محمد ابن عبداللہ الواسطی کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کو خواب میں دیکھا وہ فرماتے ہیں کہ یونس نے جو مہدی کے باب میں مجھ سے روایت بیان کی ہے وہ جھوٹ ہے نہ میں نے وہ روایت کی نہ اس سے بیان کیا۔

الحاصل روایت لا مھدی ا لّا عیسی اکابر محدثین کے نزدیک کئی طرح مخدوش ہے مگر مرزا قادیانی کو اس سے کیا غرض ان کو کیسی ہی ضعیف منکر منقطع مجہول مخدوش روایت مل جائے بشرطیکہ مفید مطلب ہو اس پر بڑی دھوم دھام سے استدلال کرتے ہیں اور جو روایت ان کے حق میں مضر ہوتی ہے اگر بخاری و مسلم میں بھی ہو تو اقسام کے احتمال قائم کرکے ساقط الاعتبار بنا دیتے ہیں

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۸۔۵۱۹ میں لکھتے ہیں:

یہ خیال بالکل فضول اور مہمل معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ایک ایسی شان کا آدمی ہو جس کو باعتبار باطنی رنگ اور خاصیت اس کی کے مسیح ابن مریم کہنا چاہیے دنیا میں ظہور کرے اور پھر اس کے ساتھ کسی دوسرے مہدی کا آنا بھی ضروری ہو۔ کیا وہ خود مہدی نہیں ہے؟ کیا وہ خدا کی طرف سے ہدایت پاکر نہیں آیا؟ کیا اس کے پاس اس قدر جوا

ہرات وخزائن واموال معارف ودقائق نہیں ہیں کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں اور اس قدران کا دامن بھر جائے جو قبول کرنے کی جگہ نہ رہے۔ پس اگر یہ سچ ہے تو اس وقت دوسرے مہدی کی ضرورت ہی کیا ہے اور یہ صرف امامین موصوفین کا ہی مذہب نہیں بلکہ ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اپنی صحیح میں لکھا ہے لا مھدی الّا عیسی یعنی بجز عیسی کے اس وقت کوئی مہدی نہ ہوگا۔

مطلب اس کا یہی ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اس خیال سے کہ مسیح کے رنگ والا شخص یعنی قادیانی موجود ہونے کے بعد پھر مہدی کی کیا ضرورت ہے کمال زجر سے فرمایا لا مھدی الّا عیسی ۔یعنی مہدی اس وقت کوئی چیز نہیں وہی قادیانی بس ہے وہی مہدی ہے۔مگر یہ بات غور طلب ہے کہ صحابہ کا دستور تھا کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو پوچھ کر اس کو صاف کرلیا کرتے تھے اس موقع میں ضرور تھا کہ کمال ادب سے عرض کرتے کہ حضرت مہدی کا ذکر تو نہ قرآن میں نہ توراۃ و انجیل میں نہ ہم نے کسی سے سنا کہ مہدی بھی کوئی آدمی ہوگا پھر یہ جو بطور عتاب ارشاد ہورہا ہے کہ مہدی کوئی چیز نہیں، اس کا سبب معلوم نہ ہوا۔

اور اگر انہوں نے حضرت امام مہدی کا ذکر اور ان کا حسب ونسب وحلیہ وغیرہ سنا تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو عرض کرتے کہ جس مہدی موعود کا بارہا ذکر فرمایا کیا اب ان کی ضرورت نہیں رہی اور جب عیسی ہی مہدی ٹھہرے تو کیا وہ حضرت ﷺ کی اولاد میں ہوں گے اب تک تو ہم قرآن اور حضرت ﷺ کے ارشاد سے عیسی کو نبی بنی اسرائیلی سمجھتے تھے اب ان کی نسبت کیا اعتقاد رکھنا چاہیے کیا وہ سچ مچ ابن مریم ہوں گے یا جس طرح مہدی کی نفی فرمادی گئی ان کی بھی نفی مطلوب ہے۔مگر کسی حدیث میں اس قسم کا سوال مذکور نہیں۔

اب یہ مضمون کس طرح اس حدیث سے نکالا جائے کہ قادیانی کے وقت میں مہدی کوئی چیز نہ ہوں گے اور قادیانی ہی مہدی ہوں گے۔اہل وجدان سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی جو اس حدیث کے معنی بیان فرماتے ہیں کس قدر بدنما ہیں۔

مرزا قادیانی نے جو لکھا ہے کہ بجز عیسی کے اس وقت کوئی مہدی یعنی ہدایت یافتہ نہ ہوگا اس میں بھی ان کو غلطی ہوئی اس لئے کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ کے زمانے میں صرف اسلام ہی اسلام رہ جائے گا جس سے ظاہر ہے کہ کل ہدایت یافتہ ہوں گے،مگر اس سے لازم نہیں آتا کہ کل مہدی یعنی محمد ابن عبداللہ ہوں گے۔کلام اس میں ہے کہ مہدی موعود،عیسی نہیں البتہ معنی

لغوی ان پر صادق آئیں گے جس میں ان کی خصوصیت نہیں۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۹ میں لکھتے ہیں:

یوں تو ہمیں اس بات کا اقرار ہے کہ پہلے بھی کئی مہدی آئے ہوں اور ممکن ہے کہ آئندہ بھی آئیں اور ممکن ہے کہ امام محمد کے نام پر بھی کوئی مہدی ظاہر ہو، لیکن جس طرز سے عوام کے خیال میں ہے اس کا ثبوت پایا نہیں جاتا۔

مقصود کہ مہدی اسلام میں متعدد ہوں گے مگر جس صورت میں لا مھدی ظاہری معنی پر لی جائے جس کے مرزا قادیانی قائل ہیں تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ محمد بن عبداللہ بھی مہدی یعنی ہدایت یافتہ نہیں، جن کا حال آنحضرت ﷺ نے بکرات ومرات بیان فرمایا پھر مرزا قادیانی کا اقرار مہدیوں کے تعدد میں کیونکر صحیح ہوگا۔

مرزا قادیانی نے مہدی سے پیچھا چھوڑانے میں بڑی دقتیں اٹھائیں مگر اس زمانے میں اس کی کوئی ضرورت نہ تھی کسی کا نام مہدی رکھ دیا جاتا یا اس نام کا کوئی شخص تلاش کر لیا جاتا تو بھی کام چل جاتا آخر قدماء نے فرشتے بنا لئے تھے اور اسی پر ان کی کامیابی ہوگئی جیسا کہ تومرت کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

مرزا قادیانی نے حدیث لا مھدی الّا عیسی کو ابن ماجہ میں تلاش تو کر لی مگر وہیں ایک اور حدیث بھی موجود تھی کاش اس پر بھی ان کی نظر پڑ جاتی اور اس کے معنی بھی بیان فرما دیتے جس سے ناظرین کو دوبالا لطف آتا۔ مگر اس کو انہوں نے اگر دیکھا بھی ہے تو نظر انداز کیا۔ اس لئے کہ وہ تو مہدی کے ساتھ اس زمانے کے عیسی کو بھی رخصت کر رہی ہے وہ حدیث یہ ہے:

عن ابی امامہ الباھلی قال خطبنا رسول اللّٰہ ﷺ فکان اکثر خطبتہ حدیثاً حدثناہ عن الدجال.وحذّرناہ. فکان من قولہ ان قال: انّہ لم تکن فتنۃ فی الارض ، منذ ذرأ اللّٰہ ذریۃ آدم ، اعظم من فتنۃ الدّجال ، و انّ اللّٰہ لم یبعث نبیّا الّا حذّر امتہ الدجال ۔ و انا آخر الانبیاء ، و انتم آخر الامم ، و ھو خارج فیکم ، لا محالۃ ، و ان یخرج و انا بین ظھرانیکم ، فانا حجیج لکلّ مسلمٍ ، و ان یخرج من بعدی ، فکل امریءٍ حجیج نفسہ ، و اللّٰہ خلیفتی علی کلّ مسلم ، و انّہ یخرج من خلّۃٍ بین الشّام و العراق ۔ فیبعث یمیناً و یبعث شما لاً ، یا

عبا د اللّٰه فا ثبتوا ۔ فا نّی ساصفه لک لم یصفها ایّاه نبیّ قبلی ۔ انّه یبدأ فیقو ل : انا نبی و لا نبی بعدی ۔ ثمّ یثنّی فیقول : انا ربکم ، و لا ترون ربّکم حتّی تموتوا ، و انّه اعور ، و ان ربّکم لیس باعور، و انّه مکتوب بین عینه کا فر ، یقرأه کل مومن ، کاتب او غیر کا تب ۔ و انّ من فتنته انّ معه جنة و ناراً ۔ فناره جنّة و جنته نار ۔ فمن ابتلی بناره، فلیستغث با للّٰه و لیقرأ فوا تح الکهف ۔ فتکون علیه برداً و سلا ماً ، کما کانت النّار علی ابرا هیم۔ و انّ من فتنته ان یقول ، لاعرا بیّ : ارأیت ان بعثت لک ابا ك و امک ، اتشهد انّی ربک ؟ فیقول نعم ۔ فیتمثل له شیطا نان فی صورة ا بیه و امه ، فیقولا ن : یا بنیّ اتّبعه ، فانّه ربّک۔ و ان من فتنته ان یسلّط علی نفس وا حدةٍ، فیقتلها ، و ینشرها با لمنشار ، حتی یلقی شقتین ۔ ثمّ یقول : انظروا الی عبدی هذا ۔ فانّی ابعثه الآن ۔ ثمّ یزعم ان له ربّاً غیری ۔ فیبعثه اللّٰه ۔ و یقول له الخبیث : من ربّک ؟ فیقول ربّی اللّٰه، و انت عدوّ اللّٰه ، انت الدّ جا ل ، و اللّٰه ما کنت، بعد ، اشد بصیرة بک منی الیوم ..(الی....) و اما مهم رجل صا لح فبینما اما مهم قد تقدم یصلی بهم الصبح ، اذ نز ل علیهم عیسی بن مر یم الصبح ۔ فرجع ذ لک ا لا ما م ینکص ، یمشی القهقری، لیتقدم عیسی یصلی بالناس ۔ فیضع عیسی یده بین کتفیه ثم یقو ل له : تقدم فصلّ، فانّها لک اقیمت ۔ فیصلی بهم اما مهم ۔ فا ذا انصرف ، قال عیسی علیه السلا م : افتحوا الباب ۔ فیفتح، و رراء ه الد جا ل معه سبعا ن الف یهودی ۔ کلهم ذو سیف محلّی و سا ج ۔ فا ذا نظر الیه الد جا ل ذا ب کما یذو ب الملح فی الماء ۔ و ینطلق هار باً ۔ و یقو ل عیسی علیه السّلا م : انّ لی فیک ضربة لن تسبقنی بها ۔ فید رکه عند باب اللد الشّرقی فیقتله ، فیهزم اللّٰه الیهود ۔ فلا یبقی شیء ممّا خلق اللّٰه یتواری به یهودی الّا انطق اللّٰه ذلک الشیء ، لا حجر و لا

شجر و لاحا ئط و لا دا بة ۔ ا لّا الغرقدة، فا نّھا من شجر ھم ، لا تنطق ۔ الّا قال : یا عبد اللّٰہ المسلم ھذا یھودیّ فتعا ل اقتلہ .. الخ

(ابن ماجہ باب فتنہ دجال وخروج عیسی حدیث نمبر ۴۰۷۷)

یعنی آنخضرت ﷺ نے ایک روز اکثر دجال کا بیان فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ دجال کے مقابل ہوں گے ان کا امام ایک مرد صالح ہوگا، صبح کی نماز پڑھانے کے لئے وہ آگے بڑھے گا کہ عیسیٰؑ بن مریم اتر آئیں گے، امام پیچھے ہٹے گا تا کہ عیسیٰؑ امامت کریں مگر وہ کہیں گے کہ تم ہی نماز پڑھاؤ چنانچہ وہ نماز پڑھائے گا۔ بعد فراغ، حضرت عیسیٰؑ کہیں گے کہ دروازہ کھول دو، اس وقت دجال ستر ہزار یہود کے ساتھ وہاں موجود ہوگا۔ جب وہ عیسیٰؑ کو دیکھے گا تو کمال اضمحلال کی حالت میں بھاگے گا۔ عیسیٰؑ کہیں گے تو مجھ سے نہیں بھاگ سکتا، ایک وار میرا تجھ میں ضرور ہوگا۔ چنانچہ اس کا پیچھا کر کے لد کے شرقی دروازہ کے پاس اس کو قتل کریں گے، اور خدا تعالی یہودیوں کو ہزیمت دے گا اور کیفیت یہ ہوگی کہ جس چیز کے پیچھے کوئی یہودی ہوگا خواہ وہ پتھر ہو یا جھاڑی یا دیوار یا جانور وہ چیز بآواز بلند کہے گی کہ اے خدا کے بندے مسلمان! یہاں یہودی چھپا ہے آکر اس کو قتل کر ڈال صرف غرقد کا جھاڑ خبر نہ دے گا کیونکہ وہ انہیں کا ہے۔

اب مرزا قادیانی ہی بتائیں کہ وہ کون لوگ تھے جو دجال کے مقابل ہو گئے تھے اور ان کا امام کون تھا جس کی توصیف آنخضرت ﷺ نے کی ہے اور کون سی صبح کی نماز کے لئے وہ کھڑا تھا۔ جو مرزا قادیانی اتر آئے اور اس کے پیچھے نماز پڑھی اور کون سی مسجد کا دروازہ کھولنے کو کہا جس کے پاس دجال ستر ہزار مسلح یہود کو لے کر کھڑا تھا اور کس کے پیچھے دوڑ کر مرزا قادیانی نے لد کے دروازہ پر قتل کر ڈالا اور کون سے یہودیوں کو ہزیمت ہوئی اور سب مارے گئے اور کس روز مرزا قادیانی اور ان کے ہمراہی سے حجر وشجر نے باتیں کیں۔

یوں تو مرزا قادیانی مسلمانوں کو یہود قرار دے ہی چکے ہیں کہہ دیں گے کہ میں نے ان کو ہزیمت دی مگر وہ خلاف واقع ہے اس لئے کہ کئی وقائع سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ مرزا قادیانی ہی کو ہزیمت ہوئی اور بجائے اس کے کہ اپنے دجال کو قتل کریں اگر دل سے نہیں تو زبان سے اسکے مدح خوان اور شکر گزار اور دعا گو ہیں کیونکہ دجال انہوں نے با اقبال قوموں کو قرار دیا ہے جن میں اعلی درجہ کی گورنمنٹ برطانیہ ہے جس کی شکر گذاری میں اپنی مصروفی اور مشغولی ظاہر کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام ص۲ ۵۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

احادیث نبویہ کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے جو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم آخری زمانہ میں یہودیوں کی طرح چال چلن خراب کردو گے تو تمہارے درست کرنے کے لئے عیسی بن مریم آئے گا یعنی جب تم اپنی شرارتوں کی وجہ سے یہودی بن جاؤ گے تو میں بھی عیسی بن مریم کسی کو بنا کر تمہاری طرف بھیجوں گا اور جب تم اشد سرکشیوں کی وجہ سے سیاست کے لائق ٹھہر جاؤ گے تو محمد بن عبداللہ ظہور کرے گا جو مہدی ہے۔ واضح رہے کہ یہ دونوں وعدے کہ محمد بن عبداللہ آئے گا یا عیسی بن مریم آئے گا، دراصل اپنی مراد و مطلب میں ہم شکل ہیں۔ محمد بن عبداللہ کے آنے سے مقصود یہ ہے کہ جب دنیا کی حالت ایسی ہو جائے گی جو اپنی درستی کے لئے سیاست کی محتاج ہوگی تو اس وقت کوئی شخص مثیل محمد ہو کر ظاہر ہوگا اور یہ ضرور نہیں کہ درحقیقت اس کا نام محمد بن عبداللہ ہو۔ بلکہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالی کے نزدیک اس کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا۔ کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کا مثیل بن کر آئے گا۔ اسی طرح عیسی بن مریم کے آنے سے مقصود یہ ہے کہ جب عقل کی بد استعمالی سے دنیا کے لوگ یہودیوں کے رنگ پر ہو جائیں گے اور روحانیت اور حقیقت کو چھوڑ دیں گے اور خدا پرستی اور حبّ الٰہی دلوں سے اٹھ جائے گی تو اس وقت وہ لوگ اپنی روحانی اصلاح کے لئے ایک ایسے مصلح کے محتاج ہوں گے جو روح اور حقیقت اور حقیقی نیکی کی طرف ان کو توجہ دلاوے اور جنگ اور لڑائیوں سے کچھ واسطہ نہ رکھے اور یہ منصب مسیح ابن مریم کے لئے مسلّم ہے کیونکہ وہ خاص ایسے کام کے لئے آیا تھا، اور یہ ضرور نہیں کہ آنے والے کا نام درحقیقت عیسی بن مریم ہی ہو بلکہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالی کے نزدیک قطعی طور پر اس کا نام عیسی بن مریم ہے جیسے یہودیوں کے نام خدا نے بندر اور سوٗر رکھے اور فرمادیا و جعل منهم القردة و الخنازير (مائدہ: ۶۱)۔ ایسا ہی اس نے اس امت کے مفسد طبع لوگوں کو یہودی ٹھہرا کر اس عاجز کا نام مسیح ابن مریم رکھ دیا۔،

مرزا قادیانی نے دیکھا کہ اہل اسلام احادیث کو دیکھ کر اس بات پر اڑیں گے کہ امام مہدی جن کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا اور ان کی وہ علامتیں ہوں گی جو احادیث میں مصرح ہیں ان کا وجود ضروری ہے اس لئے انہوں نے تقریر سابق میں یہ طریقہ اختیار کیا کہ ممکن ہے کہ کئی مہدی آئے

ہوں اور امام محمد بھی آ جائیں، نہ ان کے وجود سے غرض سے نہ عدم سے مطلب ۔ ہمیں اپنی عیسویت سے کام ہے ۔ اس میں صرف ابلہ فریبی مقصود تھی ورنہ ان کا مقصود اصلی تو یہ ہے کہ وہ صرف عیسی ہی نہیں بلکہ مہدی بھی ہیں، انہوں نے دیکھا کہ جہلاء تو سب کچھ مان لیں گے مگر علماء سے پیچھا چھڑانا مشکل ہے اس لئے یہ راہ گریز بنا رکھی ہے کہ ہم نے تو مہدی کے آنے کا بھی اقرار کر لیا ہے ۔ پھر اپنی عیسویت کا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ جو لوگ یہودی بن گئے تھے ان کی اصلاح کے لئے آئے ہیں اور مہدویت کا ثبوت یہ ہے کہ لوگ سیاست کے قابل ہو گئے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ کے مثیل بن کر آئے ہیں اور مہدی ہیں ۔ ہر چند اس مقام میں اس کا ذکر نہیں کیا مگر یہ تو کہہ دیا کہ اس وقت کوئی شخص مثیل محمد ﷺ کا ہو کر ظاہر ہوگا جو مہدی ہے اور یہ ضرور نہیں کہ اس کا نام محمد بن عبداللہ ہو اور براہین احمدیہ اور ازالۃ اوہام میں بکرات مرات لکھ چکے ہیں کہ مثیل آنحضرت ﷺ کا ہوں بلکہ دعوی یہ ہے کہ بروزی طور پر حضرت ہی تشریف فرما ہوئے ہیں ۔ اور اس قول سے بھی ظاہر ہے کہ جو ابھی نقل کیا گیا کہ ایسا شخص جس کو مسیح کہنا چاہیے کیا وہ مہدی نہیں ۔ لیجئے خود ہی عیسی بھی ہو گئے اور خود ہی مہدی بھی اور جتنی حدیثیں امام مہدی کے حسب نسب وغیرہ خصوصیات کی تھیں سب بے کار ہو گئیں اور مرزا قادیانی کا قول سب کا ناسخ ان کی امت نے تسلیم کر لیا ۔

(۲۷ ۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء کی صبح کو حضرت اقدس حسب معمول سیر کو تشریف لے گئے راہ میں فرمانے لگے : بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ ایک بات بتلاتے ہیں میں اس کو سنتا ہوں مگر آپ کی صورت نہیں دیکھتا۔ غرض یہ ایک حالت ہوتی جو بین الکشف والالہام ہوتی ہے ۔ رات کو آپ نے مسیح موعود کے متعلق یہ فرمایا ہے یضع الحرب و یصالح الناس یعنی ایک تو جنگ وجدال کو اٹھا دے گا اور دوسری طرف اندرونی طور پر مصالحت کرا دے گا ۔

(آنحضرت ﷺ کا فرمان ختم ہوا تمہ کلامہ، آگے مرزا کی تشریح ہے) گویا مسیح موعود کے لئے دو نشان ہوں گے اول بیرونی نشان کہ حرب نہ ہوگی دوسرا اندرونی نشان کہ باہم مصالحت ہو جائے گی ۔ پھر اس کے بعد (آپ ﷺ نے) فرمایا سلمان منا اھل البیت ۔ سلمان یعنی دو صلحیں ۔ اور پھر فرمایا علی مشرب الحسن ۔ یعنی حضرت حسن میں بھی دو ہی صلحیں تھیں ۔ ایک صلح تو انہوں نے حضرت معاویہ کے ساتھ کر لی اور دوسری صحابہ کی باہم صلح کرا دی ۔ اس لئے معلوم ہوا کہ مسیح موعود حسنی المشرب ہوگا (مرزا نے اپنے کس دشمن سے صلح کی؟ اور کب ہندوؤں مسلمانوں وغیرہ کی آپس میں صلح کرائی ۔ یا مسلمانوں کے کسی دو فرقوں کی باہم صلح کرائی ۔ بہاء) ۔ اور حجج الکرامۃ میں نواب صدیق حسن خان نے لکھا بھی ہے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ مہدی حسنی ہوگا (لیکن آپ تو کہتے ہیں کہ مہدی کی کوئی صحیح اور قابل اعتماد حدیث نہیں سوائے لا مہدی الا عیسی کے ۔ اس لئے نواب صدیق حسن کی تحریر کا آپ کو کیا

فائدہ، بہاء) اس کے بعد فرمایا، کہ حسن کا دودھ پیئے گا۔

پھر حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مہدی آپ کی آل میں سے ہوگا یہ مسئلہ اس الہام سے حل ہوگیا اور مسیح موعود کا جو مہدی بھی ہے کام بھی معلوم ہوگیا۔ پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ وہ آتے ہی تلوار چلائے گا اور کافروں کو قتل کرے گا جھوٹے ہیں اصل بات یہی ہے جو اس الہام میں بتلائی گئی ہے کہ وہ دو صلحوں کا وارث ہوگا یعنی بیرونی طور پر بھی صلح کرے گا (کرائے گا؟) اور اندرونی طور پر مصالحت ہی کراوے گا۔ اور آل کا لفظ اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آل چونکہ وارث ہوتی ہے اس لئے انبیاء کے وارث یا آل وہ لوگ ہوتے ہیں جو ان کے علوم کے روحانی وارث ہوں۔ الحکم جلد۴ نمبر۴۰۔ ۱۰ نومبر ۱۹۰۰ء ص ۳۔۴۔

یعنی آپ ﷺ نے یہ بات مرزا کو نہیں کہی کہ تو مسیح موعود ہے اور تو یہ کرے گا، بلکہ مرزا سے یہ کہا ہے کہ جو مسیح موعود ہے وہ یہ کچھ کرے گا۔ اور تو نے یہ کچھ نہیں کیا اور نہ ہی امید ہے اس لئے تو وہ نہیں ہے جو تو دعوی کررہا ہے۔ بہاء)

اب غور کیجئے کہ مرزا قادیانی جن یہودیوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے ان کی اصلاح کی یا ان کو یہودی بنایا۔ یہود جو گمراہ سمجھے گئے تھے آخر اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے نبی کے ارشادوں کو چھوڑ کر اوروں کی باتوں کو مان لیا تھا جو اپنے دل سے تراش کر ان کو فتوی دیا کرتے تھے۔ مرزا قادیانی کا گروہ بھی یہی کررہا ہے کہ مرزا کے قول کے مقابلہ میں کسی حدیث کو نہیں مانتے اور جن کو اپنا نبی تسلیم کرتے ہیں ان کی باتوں کو قابل تسلیم نہیں سمجھتے۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی سرکشی اور شرارت ہوسکتی ہے۔ مرزا قادیانی نے نہایت سچ اور بالکل حسب حال فرمایا کہ بہت سے لوگ یہودی بن گئے اور ان کی سیاست کی ضرورت ہے حق تعالی فرماتا ہے:

و ان یّروا سبیل الرّشد لا یتّخذوہ سبیلاً و ان یّروا سبیل الغیّ یتّخذوہ سبیلاً (اعراف: ۱۴۶) یعنی ان گمراہوں کی یہ حالت ہے کہ ہدایت کی راہ دیکھتے ہیں تو اس کو راستہ نہیں بناتے اور گمراہی کی راہ دیکھتے ہیں تو اسکو راستہ بنا لیتے ہیں

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۱ میں حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اما مکم منکم کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

کیا حال ہوگا جس دن ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا اور تم میں سے ہی (اے امتی لوگو) پیدا ہوگا۔

(مرزا کہتے ہیں) یہاں تک بخاری کی حدیث کا ترجمہ ہو چکا اور آپ لوگوں نے سمجھ لیا ہوگا کہ امام بخاری صاحب اما مکم منکم کے لفظ سے کس طرف اشارہ

کر گئے ہیں۔العا قل تکفیه الا شاره۔

سبحان اللہ! امام بخاری کے فرضی اشارہ پر تو اس قدر توجہ اور خود نبی ﷺ نے صراحۃً جو فرمایا ہے کہ عیسی کی امامت جو شخص کریں گے وہ ہمارے اہل بیت سے ہوں گے اس کا ذکر تک نہیں۔اگر یہ حدیثیں ضعیف بھی ہوتیں تو جب بھی ان کے ابطال کا کوئی حق نہ تھا اسلئے کہ ان کا موضوع ہونا ثابت نہیں، چہ جائے کہ وہ احادیث مسلم اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں۔مقصود مرزا قادیانی کا یہ ہے کہ اما مکم منکم کا جملہ علیحدہ ہے اور اس میں لفظ ھو محذوف ہے اور ایک مقال میں لکھتے ہیں کہ واو، و اما مکم میں حرف تفسیر ہے جیسا کہ تلک آیا ت الکتا ب و قرآن میں۔غرض کہ دو توجیہیں کیں، ایک یہ کہ و اما مکم جملہ مستانفہ ہے بحذف مبتداء اور دوسری یہ کہ جزو جملہ ہے جو نزل کے فاعل کی تفسیر واقع ہوا ہے۔مگر امام بخاریؒ نے ان دونوں توجیہوں سے ایک کی طرف بھی اشارہ نہیں کیا۔مرزا قادیانی کو ضرور تھا کہ کس لفظ سے امام بخاریؒ نے واو کے اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے، بیان کرتے، مگر چونکہ امام بخاریؒ پر یہ افتراء ہے اس لئے بیان نہ کر سکے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں خدا اور رسول پر ان کا افتراء کرنا ثابت ہے پھر بخاری کیا چیز ہیں۔محدثین کے نزدیک مسلّم ہے کہ الحدیث تفسیر الحدیث یعنی کسی حدیث کے معنی میں تردد ہو تو دوسری حدیثیں جو اس باب میں وارد ہیں دیکھی جائیں اور اس کے وہی معنی لئے جائیں جو دوسری حدیثوں سے مستفاد ہوں۔جب ہم صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں کو دیکھتے ہیں کہ ان میں مصرح ہے کہ عیسیٰؑ جب اتریں گے تو مسلمانوں کا امام ان سے درخواست امامت کریگا اور وہ قبول نہ کریں گے جس سے ظاہر ہے کہ وہ امام اور عیسی دو شخص ہوں گے، تو ان احادیث کے لحاظ سے ہمیں ضرور ہوا کہ اس حدیث بخاری کے وہی معنی لیں جو ان صحیح حدیثوں سے مستفاد ہیں۔اسلئے و اما مکم منکم میں واو حالیہ ہے جس پر تمام علماء کا اجماع ہے اور اس کی صدہا نظیریں قرآن و حدیث میں موجود ہیں جن کو ہر طالب علم جانتا ہے۔

مرزا قادیانی نے اس واؤ کے جو معنی لئے ہیں اب تک کسی عالم نے نہیں لکھا۔صرف مرزا قادیانی خود غرضی سے یہ معنی تراش رہے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر تکلف کر کے یہ معنی لئے جائیں تو دوسری احادیث میں عیسی اور امام میں مغائرت بالتصریح ثابت ہے وہ حدیثیں جھوٹی ثابت ہوں گی اور کتب صحاح ساقط الاعتبار ہو جائیں گی۔

اب دیکھئے کہ اس حدیث کے معنی جو وہ بتلاتے ہیں کہ عیسی بن مریم تمہیں میں سے ایک

شخص ہوگا، ظاہر ہے کہ غلط ہیں اس لئے کہ ہر مسلمان جانتا ہے اور صحابہ ہمیشہ قرآن و حدیث میں سنتے تھے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھے اگر ذرا بھی احتمال اس معنی کا ہوتا تو صحابہ پوچھ لیتے کہ حضرت عیسیٰؑ تو نبی بنی اسرائیلی ہیں ان کی نسبت منکم کا ارشاد کیسا۔ ہم اطمینان دلاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کسی ضعیف بلکہ موضوع روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ عیسی ابن مریم جو حضرت ﷺ نے فرمایا ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو اس امت سے ہوگا۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ مسلم کتاب الفتن میں روایت ہے

فاذا جاؤا الشام خرج فبینما یعدون القتال یسوون الصفوف اذ اقیمت الصلوۃ فینزل عیسی بن مریم فامھم فاذا رأہ عدو اللّٰه ذاب کما یذوب الملح فی الماء۔

اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ عیسی جب اتریں گے تو امامت کریں گے مگر جب دوسری متعدد حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ امامت نہ کریں گے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ اس حدیث کا وہ مطلب نہ ہوگا جو ظاہراً سمجھا جاتا ہے۔ البتہ لفظ امھم سے وہ شبہ پیدا ہوتا ہے مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لفظ نماز ہی کی امامت کے واسطے موضوع نہیں بلکہ پیش روی کے معنی میں بھی مستعمل ہے تو وہ شبہ رفع ہو جاتا ہے لسان العرب جلد اص ۲۱۴۔۲۱۵ میں لکھا ہے:

ولام بمعنی القدام و فلان یؤم القوم یقدمھم و قال ابو بکر معنی قولھم یؤم القوم ای یتقدمھم اخذ من الامام یقال فلان امام القوم معا نه ھو المتقدم لھم و یکون الامام رئیساً کقولک امام المسلمین

اور منتہی الارب جلد اص ۴۵ میں لکھا ہے:

و امھم امامۃ و ام بھم امام وپیش رو شدن ایشان شد

اس صورت میں مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ عیسیٰؑ اتریں گے اور دجال کے مقابلے کے واسطے پیش رو ہوں گے اور اس پر قرینہ یہ بھی ہے کہ فامھم کے ساتھ فاذا راہ؟ عدو اللّٰه ذاب، متصل ہے یعنی جب مسلمانوں کے ساتھ مقدمۃ الجیش میں سب سے آگے عیسی کو دجال اپنے مقابلہ میں دیکھے گا تو گل جائے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کو پیش رو لشکر دیکھے گا ورنہ مسجد میں دیکھنے کا اس کو کوئی موقع نہیں کیونکہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ مسجد کا دروازہ نماز کے وقت بند ہوگا۔ یوں مرزا قادیانی یہ اعتراض ضرور کریں گے کہ فینزل عیسی فامھم سے ظاہراً امامت نماز معلوم ہوتی

ہے مگر اسکا جواب یہ ہے کہ ہاں یہ بھی ایک احتمال ہے اور جو مذکور ہوا وہ بھی احتمال ہے جس پر قرینہ بھی موجود اور لفظ بھی مساعد اور دوسری احادیث بھی اسی کو موید ہیں، بہت ہوگا تو تعارض کی وجہ سے دونوں احتمال ساقط ہوں گے، مگر اس سے ہمارے مقصود میں کوئی نقصان نہیں آتا کیونکہ دوسری صحیح حدیثیں بجائے خود بحال ہیں، جن سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ امیر المومنین کی اقتداء کرینگے۔ اس توجیہہ پر اتنی بات باقی رہ جائیگی کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہ ہوگا کہ اس وقت امامت کون کرینگے مگر یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ قرآن میں کس قدر محذوفات ہیں مثلاً و اذ الارض مدّ ت و القت ما فیھا و تخلّت واذنت لربّھا و حقّت یا ایھا الانسان (انشقاق) میں جزا محذوف ہے جسکی نظیریں بکثرت موجود ہیں اسی طرح قصص میں کہیں پورا قصہ ذکر کیا گیا اور کہیں اختصار کیا گیا جسکی نظیریں بکثرت موجود ہیں۔ اسی طرح

یا ایّھا النّاس ان کنتم فی ریبٍ مّن البعث فا نّا خلقنا کم من ترا ب ثمّ من نطفةٍ ثمّ من علقةٍ ثمّ من مضغةٍ مخلّقةٍ و غیر مخلقة لنبیّن لکم و نقر فی الارحام ما نشاء الی اجلٍ مّسمّی ثمّ نخر جکم طفلاً.. الآیة (حج : ۵)

اور دوسری جگہ (مومن: ٦٧) ارشاد ہے:

ھو الّذی خلقکم من تراب ثمّ من نطفةٍ ثمّ من علقةٍ ثمّ یخر جکم طفلاً

دیکھئے آیت سابقہ میں ارشاد ہے کہ نطفہ سے علقہ، اور علقہ سے مضغہ، اور مضغہ سے طفل بنایا جاتا ہے اور دوسری آیت میں ہے کہ علقہ سے طفل بنایا جاتا ہے۔ یعنی اس آیت میں مضغہ مخلقہ و غیر مخلقہ ترک کر دیا گیا۔ اسی طور پر احادیث میں بھی کہیں پورا واقعہ مذکور ہوتا ہے اور کہیں بالاختصار، اور عقل و تجربہ بھی اس پر گواہ ہے کہ جب آدمی متعدد مجلسوں میں کسی واقعہ کو ذکر کرتا ہے تو اس کا التزام نہیں کرتا کہ من اوّلہ الی آخرہ پورا واقعہ بیان کر دے بلکہ بحسب ضرورت مقام اور اقتضائے حال کمی و زیادتی ہو جاتی ہے۔ اسی طور پر اس حدیث شریف میں نماز کی امامت کا ذکر ترک کر دیا جو بارہا مختلف حدیثوں میں بیان فرما دیا ہے۔ اس موقع میں مقصود اسی قدر تھا کہ عیسیٰؑ اس لشکر کے آگے رہیں گے جن کو دیکھ کر دجال مضمحل ہوگا۔ مرزا قادیانی اس حدیث کو اپنے پر چسپاں کرنا چاہتے ہیں، معلوم نہیں وہ کیونکر ہو سکے گا۔ آنحضرت ﷺ تو فرماتے ہیں اے مسلمانوں اس روز تمہاری کیا حالت ہوگی جب عیسیٰ بن مریم آسمان سے اتریں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے

ہوگا۔اس قسم کی بات ایسے موقع میں کہی جائے تو زیبا ہے کہ کوئی بڑی بات کا وقوع ہو مثلاً عیسی جیسے اولوالعزم نبی جن کی جگہ جگہ قرآن شریف میں تعریف وتوصیف ہے، آسمان سے اتریں اور ہمارے نبی ﷺ کے امتی کہلائیں اور خود امامت بھی نہ کریں بلکہ ایک امتی کی اقتداء کریں۔ البتہ یہ کمال افتخار اور خوشی کی بات ہوگی اور یہ اس وجہ سے کہ آدمی کا مقتضائے طبع ہے کہ جب کوئی جلیل القدر شخص اپنے کسی بزرگ مثلاً باپ یا مرشد کا تابع ہوکر اپنے حلقہ میں شریک ہوتا ہے تو ایسی خوشی ہوتی ہے کہ جس کا بیان نہیں ہوسکتا، اسی بنا پر حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہو اس روز کیا حالت ہوگی جب تمہارے ساتھ بآں جلالت شان عیسیٰؑ شریک حال ہوں گے۔ فی الواقع جن کو نبی ﷺ سے کمال درجے کی محبت ہے ان کی اس وقت عجیب حالت ہوگی اسی وجہ سے ارشاد ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اما مکم منکم (مسلم۔ باب نزول عیسی)

اگر اس حدیث کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب ایک پنجابی تم میں اترے گا اور تمہاری امامت کرے گا، اس میں تو خوشی کی کوئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بات اس قابل ہے کہ عرب اس کو بہت برا سمجھیں، مگر اس لحاظ سے کہ وہ ایک مہمان ہوگا جو (اذا نزل) سے سمجھا گیا ہے چنداں قابل ملال بھی نہیں، بہرحال ایک پنجابی شخص کا کسی نماز میں امامت نہ کرنا نہ کوئی خوشی کی بات ہے نہ غمی کی۔ پھر کیف انتم سے اس واقعہ کی عظمت بیان کرنا کس قدر شان فصاحت و بلاغت سے دور ہے۔ درباطن یہ آنحضرت ﷺ پر ایک حملہ ہے کہ ایسے خفیف امور کو حضرت عظیم الشان سمجھتے تھے۔ اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ اس شخص میں عیسی کے کمالات ہوں گے جب بھی بقول مرزا قادیانی وہ کمال ہی کیا دار و مدار ان کے معجزوں کا مسمریزم تھا جس کو خود مرزا قادیانی قابل نفرت سمجھتے ہیں۔ ایسے قابل نفرت شخص کی امامت کوئی وقعت کی بات نہیں ہوسکتی۔ اب رہا یہ کہ احیاء اموات وغیرہ سے ہدایت مراد لی جائے تو وہ بھی کوئی نئی بات نہیں۔ علماء امّتی کا نبیاء بنی اسرائیل فرما کر حضرت ﷺ نے ہر ایک عالم متدین کو انبیائے بنی اسرائیل کا مثیل قرار دیا جن میں موسی اور عیسی وغیرہ انبیاء داخل ہیں۔

❁ امام مہدی جو عیسی کے زمانے میں ہوں گے وہ خاندان اہل بیت کرام سے ہوں گے جن کا حلیہ بھی بتلا دیا گیا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔

❁ اٹھارہ سال کی عمر میں امام مہدی دمشق میں جا کر خطبہ پڑھیں گے جیسا کہ معلوم ہوا۔

❁ امام مہدی قسطنطنیہ فتح کریں گے اور ساتھ ہی دجال نکلے گا کما مر۔

❁ امیر المومنین، حضرت عیسیٰؑ کو امامت کے لئے کہیں گے مگر وہ اس پر راضی نہ ہوں گے۔

❁ عیسیٰؑ نماز کے بعد مسجد کا دروازہ کھلوا دیں گے اور اس وقت دجال وہاں موجود ہوگا۔ کمامر۔

❁ دجال کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے اور سب بھاگیں گے۔ کمامر۔

❁ پتھر جھاڑ وغیرہ یہودیوں کی نشان دہی کریں گے تا کہ اہل اسلام ان کو قتل کر ڈالیں۔ کمامر

حارث حراث

❁ مہدی کی تائید کیلئے حارث کا خراسان کی طرف سے نکلنا جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے:

قال النّبیّ ﷺ یخرج رجل من وراء النّھر یقال لہ: الحارث حرّاث علی مقدمتہ رجل یقال لہ: منصور یوطّیء او یمکّن لآل محمد، کما مکّنت قریش لرسول اللّٰہ ﷺ، وجب علی کل مومنٍ نصرہ، او قال: اجابتہ (ابوداؤد کتاب المہدی۔ حدیث نمبر ۴۲۹۰) نبی ﷺ نے فرمایا ماوراء النہر سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام حارث حراث ہوگا جس کے مقدمۃ الجیش پر ایک شخص منصور نام ہوگا، آل محمد ﷺ کو وہ ایسی مدد دے گا جیسے قریش نے نبی ﷺ کو مدد دی تھی۔ ہر مسلمان پر اس کی مدد واجب ہے۔

اور ایک روایت ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ اذا رأیتم الرأیات السود جاء ت من قبل خراسان فاتوھا فان فیھا خلیفۃ اللّٰہ المھدی (رواہ احمد ج ۵ ص ۲۷۷۔ والبیہقی فی دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۱۶ باب ماجاء فی الاخبار عن ملک بنی العباس بن عبدالمطلب) (از شرح رسالہ قیامت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی مولفہ مولانا کرامت علی محدث دہلوی) یعنی فرمایا نبی ﷺ نے کہ جب تم دیکھو کہ سیاہ نشان خراسان کی طرف سے آرہے ہیں تو ان لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ اس لئے کہ ان میں مہدی خلیفۃ اللہ ہوں گے

ان روایات سے ثابت ہے کہ حارث امام مہدی کی مدد کے لئے خراسان کی طرف فوج لے کر نکلے گا اور امام مہدی بھی اس کے ساتھ ہوں گے۔ ان روایتوں میں کئی امور مذکور ہیں:

۱۔ حارث کا خروج۔ ۲۔ اس کا مقام خروج ماوراء النہر ہوگا۔ ۳۔ اس کی فوج کے مقدمۃ الجیش پر ایک شخص ہوگا جس کا نام منصور ہوگا۔ ۴۔ غرض اس کی، آل محمد ﷺ کی تائید ہوگی۔ ۵۔ امام مہدی

بھی اس فوج میں موجود ہوں گے۔۶۔ ہر شخص پر واجب ہے کہ ان کی مدد کرے۔

امر اول کی نسبت مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ وہ حارث میں ہوں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۲ میں لکھتے ہیں:

انگریزی سلطنت میں تین گاؤں تعلق داری اور ملکیت قادیان کا حصہ جدی والد مرحوم کو ملے جواب تک ہیں اور حراث کے لفظ کے مصداق کے لئے کافی ہیں۔،

مرزا قادیانی اپنی زمینداری سے یہاں یہ کام لینا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کے مصداق بنیں اور اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ حارث مذکور ہے اور حارث زمین دار کو کہتے ہیں اور میں زمین دار ہوں۔

حارث کے معنی جو زمین دار کے بتلا رہے ہیں اس سے مسلمانوں کو دھوکہ دینا انہیں مقصود ہے کیونکہ کتب لغت میں مصرح ہے کہ حارث کسان کو کہتے ہیں اور اگر بالفرض وہ کسان بھی قرار دیئے جائیں جب بھی اس حدیث کے مصداق نہیں ہو سکتے اس لئے کہ حضرت ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یخرج رجل حارث بلکہ یہ فرمایا رجل یقال لہ الحارث۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس شخص کا نام حارث ہوگا، کیونکہ یقال لہ اعلام کے مقام میں کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث اس پر شہادت دے رہی ہے:

قال النّبی ﷺ لا یذھب اللیل و النھار حتّی یملک رجل من الموالی یقال لہ الجھجاہ (ترمذی کتاب الفتن حدیث نمبر ۲۲۲۸)

غیاث اللغات میں لکھا ہے کہ حارث اسد و شیر درندہ وبمعنی زراعت کنندہ ومزارع و نام ابن ہشام کہ از صنادید عرب بود۔ ظاہر ہے کہ یہ تینوں معنی مرزا قادیانی پر صادق نہیں۔ اگر حارث زمیندار کو کہنا صحیح ہو تو بادشاہ پر بطریق اولی یہ لفظ صادق آئے گا حالانکہ کسی کتاب میں وہ اس کی تصریح نہیں بتا سکتے بہرحال لفظ حارث کے مصداق وہ کسی طرح نہیں بن سکتے۔

مرزا قادیانی نے اس حدیث میں ایک اور تصرف کیا ہے یقال لہ الحارث حراث علی مقدمۃ رجل کا مطلب یہ بتایا کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث ماوراء النہر سے نکلے گا جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۹۷ میں فرماتے ہیں:

اب میں وہ حدیث جو ابوداؤد نے اپنی صحیح میں لکھی ہے ناظرین کے سامنے پیش کر کے اس کے مصداق کی طرف ان کو توجہ دلاتا ہوں۔ سو واضح ہو کہ یہ پیش گوئی جو ابوداؤد کی

> صحیح میں درج ہے کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث ماوراء النہر سے یعنی سمرقند کی طرف سے نکلے گا جو آل رسول کو تقویت دے گا جس کی امداد و نصرت ہر یک مومن پر واجب ہوگی۔ الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیش گوئی اور مسیح کے آنے کی پیش گوئی جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہوگا دراصل یہ دونوں پیشگوئیاں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے۔،

اب دیکھئے کہ ان کا یہ قول کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث ماوراء النہر سے نکلے گا کسی طرح صحیح ہوگا۔ اگر تفسیر کے لحاظ سے دیکھا جائے تو حارث مفرد ہے اور حراث جمع ہے مفرد کی تفسیر جمع کے ساتھ صحیح نہیں اور اگر جمع کا لحاظ کیا جائے تو من تبعیضیہ کی ضرورت ہے مگر مضاف الیہ حراث کا جو ماوراء النہر کو بتا رہے ہیں وہ خود مضاف سے بھی کئی درجے اوپر ہے مضاف الیہ کے تحت میں کیونکر آسکے۔ البتہ اس لحاظ سے کہ مرزا قادیانی کے کئی درجہ اوپر کے جد بزرگوار ماوراء النہر سے نکلے اور حارث مرزا قادیانی بن رہے ہیں تو یہ توجیہہ بن سکتی ہے مگر کلام یہاں عبارت حدیث میں ہے کہ آیا نحوی ترکیب بھی اس کو اجازت دیتی ہے یا نہیں۔ سوادنی درجہ کا طالب علم بھی سمجھتا ہے کہ وہ درست نہیں کیونکہ یخرج رجل من وراء النھر یقال له الحارث حراث علی مقدمة رجل کے معنی یخرج رجل یقال له الحارث ای من حراث ما وراء النھر سمجھنا کسی نحوی کا کام نہیں۔ مرزا قادیانی کی امت تو خوش ہوتی ہوگی کہ مرزا قادیانی نے حدیثوں کے ساتھ نحو کو بھی باطل کردیا مگر اہل علم کو اس کا صدمہ ہوتا ہے کہ اس دور میں علوم کی تباہی ہو رہی ہے۔

اس کی ضرورت ان کو اس وجہ سے ہوئی کہ حدیث شریف میں حارث کی مدد کرنے کا حکم ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ کسی طرح حارث بن جائیں تو ہر طرف سے مال آنے لگ جائے گا۔ جو لوگ علم سے ناواقف تھے ان کو ترکیب نحوی سے کیا غرض؟ انہوں نے مرزا کے اعتبار پر ایک حارث ہی کیا مہدی مسیح موعود نبی رسول اور خدا کی اولاد کے برابر مان لیا، اور مرزا قادیانی نے فوراً چندوں کی فہرست پیش کردی۔ چنانچہ اسی تقریر کے ضمن ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۱۰۰، ۱۰۱ میں لکھتے ہیں:

> یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک عظیم الشان سلسلہ اس حارث کے سپرد کیا جائے گا جس میں قوم کی امداد کی ضرورت ہوگی جیسا کہ ہم فتح اسلام میں اس سلسلہ کی پانچوں شاخوں کا مفصل ذکر کر آئے ہیں۔ اور نیز اس جگہ بھی یہی اشارۃ سمجھا یا گیا ہے کہ وہ حارث بادشاہوں یا امیروں میں سے نہیں ہوگا تا ایسے مصارف کا اپنی ذات سے متحمل

ہو سکے اور اس تاکید شدید کرنے سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس حارث کے ظہور کے وقت جو مثیل مسیح ہونے کا دعوی کرے گا لوگ امتحان میں پڑ جائیں گے اور بہتیرے ان میں سے مخالفت پر کھڑے ہوں گے اور مدد دینے سے روکیں گے بلکہ کوشش کریں گے کہ اس کی جماعت متفرق ہو جائے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ پہلے سے تاکید کرتے ہیں کہ اے مومنو تم پر اس حارث کی مدد واجب ہے ایسا نہ ہو کہ کسی کے بہکانے سے اس سعادت سے محروم رہ جاؤ۔

اہل وجدان سلیم سمجھ سکتے ہیں کہ اس حدیث میں سے یہ سب اشارات مرزا قادیانی کے مفید مدعا کس صفائی سے نکالے جا رہے ہیں مرزا قادیانی کا خیال ایک اعتبار سے درست بھی ہے اس لئے کہ جب تک ایسی تدابیر نہ کی جائیں کوئی روپیہ دیتا بھی تو نہیں۔ اور ایسا کون آدمی ہے جس کو روپیہ کی ضرورت نہ ہو خصوصاً زمینداری بلکہ موروثی شاہی خیال والوں کو تو بہت سی ضرورتیں لاحق رہتی ہیں۔

اب اس حدیث پر اور بھی غور کیجئے ابو داؤد کے نسخوں میں یہ عبارت (الحارث الحراث) دو طور پر وارد ہے۔ بعض نسخوں میں حارث بن حراث ہے جس کا مطلب ظاہر ہے کہ حارث کے باپ کا نام حراث ہوگا اور بعض نسخوں میں حارث حراث علی مقدمۃ رجل ہے یعنی حارث ایسی حالت میں نکلے گا کہ اس کے مقدمۃ الجیش پر ایک شخص ہوگا جس کا نام منصور ہوگا۔ اس نسخہ کی شرح میں محدثین لکھتے ہیں حراث کعلام ای امیر و عامل للحارث یعنی حراث کے معنی کارگزار اور کاسب کے ہیں چنانچہ لسان العرب جلد ۳ ص ۱۰۴ میں لکھا ہے:

وفی الحدیث اصدق الاسماء الحارث لان الحارث الکاسب و احترث المال کسبه و الانسا ن لا یخلو من الکسب طبعاً و ا ختیا راً

امر دوم یعنی حارث کا مقام خروج ماوراء النہر ہونا جو حدیث شریف میں ہے اس کی نسبت مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۱ میں فرماتے ہیں:

بابر بادشاہ کے وقت میں جو چغتائی سلطنت کا مورث اعلی تھا بزرگ اجداد اس نیاز مند الہی کے خاص سمرقند سے ایک جماعت کثیر کے ساتھ کسی سبب سے جو بیان نہیں کیا گیا ہجرت اختیار کر کے دہلی میں پہنچے.. انہیں شاہی خاندان سے کچھ ایسا تعلق خاص تھا جس کی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ کی نظر میں معزز سرداروں میں شمار کئے گئے تھے چنانچہ

بادشاہ وقت سے پنجاب میں بہت سے دیہات بطور جاگیر کے انہیں ملے اور ایک بڑی زمین داری کے وہ تعلق دار ٹھہرائے گئے۔

بابر بادشاہ کے زمانے کو چار سو برس گذرتے ہیں اس عرصہ میں تخمیناً دس پندرہ پشت مرزا قادیانی کے گذر گئے ہوں گے اور جد اعلیٰ جو دہلی تشریف لائے تھے مقصود اس سے سمرقند سے ہجرت کر کے اس غرض سے نکلنا تھا کہ بادشاہ سے کوئی دنیوی نفع حاصل کریں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جاگیر وغیرہ ملیں۔ اب مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ سمرقند سے یعنی ماوراء النہر سے کوئی بھی نکلے مگر حارث تو میں ہی ہوں کیونکہ الہام سے ایسا ہی معلوم ہوا۔

مرزا قادیانی نے اس موقع میں حسن ظن سے بہت کام لیا ورنہ ملہم سے پوچھ لیتے کہ نبی ﷺ نے تو صاف فرما دیا ہے کہ حارث ماوراالنہر سے نکلے گا اور میں تو ماوراء النہر پنجاب سے بھی باہر نہیں نکلا۔ پھر حارث ہونے کا دعویٰ کیونکر کروں؟ اور اگر اس حدیث کے معنی خلاف واقعہ بیان کردوں تو وہ نبی کریم ﷺ پر افتراء ہوگا جس کے بارے میں سخت وعید وارد ہے کہ:

قال النّبیّ ﷺ من کذب علیّ متعمداً فلیتبوّأ مقعده من النّار (بخاری۔ باب اثم من کذب علی النبی) یعنی جو بات حضرت نے نہیں کہی وہ حضرت کی طرف منسوب کرنا دوزخ میں ٹھکانا بنالینا ہے۔

اس سوال کے بعد جب ملہم کوئی تشفی بخش جواب نہ دیتا اور یقیناً نہ دے سکتا تو اس پر لاحول پڑھ کر سمجھ جاتے کہ یہ شیطانی الہام ہے جو مخالف حدیث ہے۔ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو چندوں کی ضرورت ہے اور صبح وشام اسی کا خیال لگا رہتا ہے اس لئے جس طرح مرزا قادیانی نے اپنی ذاتی تحقیق سے قاعدہ قرار دیا ہے شیطان نے موقع پا کر الہام کر دیا اور مرزا کو ضرورت کے لحاظ سے اس کے رد کرنے کا موقع نہ ملا۔

تیسرا امر یعنی حارث کے مقدمۃ الجیش پر منصور نام سردار ہوگا جو حدیث میں مذکور ہے اس کی نسبت ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۹۶۔۹۹ میں تحریر فرماتے ہیں:

پھر اس کے بعد (رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا کہ اس کے لشکر یعنی اس کی جماعت کا سردار وسرگروہ ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جس کو آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جائے گا کیونکہ خدا تعالیٰ اس کے خادمانہ ارادوں کا جو اس کے دل میں ہوں گے آپ ناصر ہوگا۔ اس جگہ اگرچہ اس منصور کو سپہ سالار کے طور پر بیان کیا ہے مگر اس مقام میں درحقیقت

کوئی ظاہری جنگ وجدل مرادنہیں بلکہ یہ ایک روحانی فوج ہوگی کہ اس حارث کو دی جائے گی جیسا کہ کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دوشخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔تب میں نے اس شخص کو جوزمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے،مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر چہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالی چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة با ذن الله ۔پھر وہ منصور مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا اور کہا گیا کہ،خوشحال ہے خوشحال ہے،مگر خدا تعالی کی کسی حکمت خفیہ نے میری نظر کو اس کے پہچاننے سے قاصر رکھا لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت دکھایا جائے۔،

حدیث شریف میں (علی مقدّمة رجل يقال له منصور) مذکور ہے اور لغت میں مقدمہ فوج کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو تمام لشکر کے آگے رہتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ حارث معمولی آدمی نہ ہوگا بلکہ لشکر جرار لے کر امام مہدی کی مدد کو نکلے گا اور ایک منصور نامی سردار اس کے مقدمۃ الجیش پر ہوگا اور دوسری روایت میں جو اسی کی تائید میں ہے صراحۃً یہ بھی مذکور ہے کہ اس فوج کے نشان سیاہ ہوں گے جس کا حال ابھی معلوم ہوا۔مرزا قادیانی سب کی نفی کر کے فرماتے ہیں کہ وہ ایک معمولی پنجابی آدمی ہوگا جس کے ساتھ نہ فوج ہے،نہ حشم۔البتہ اس کے مریدوں میں ایک شخص ہوگا جس کو آسمان پر منصور پکارا جائے گا۔

مرزا قادیانی کی تحریر سے ابھی معلوم ہوا کہ اس حدیث سے اشارۃً سمجھا گیا کہ وہ حارث بادشاہ یا امیروں میں سے نہیں ہوگا،تا ایسے مصارف کا اپنی ذات سے متحمل ہو سکے غالباً اشارہ اسی سے نکالا ہوگا کہ حارث کی نصرت کا حکم ہے،انہوں نے نصرت کو چندہ میں منحصر کر دیا،حالانکہ چندہ دینے کا نام نصرت نہیں۔حق تعالی فرماتا ہے و لقد نصر کم اللّٰہ فی موا طن کثیرۃ (توبہ: ۲۵) کیا مرزا قادیانی اس آیت کی تفسیر میں بھی یہ فرمائیں گے کہ خدا تعالی نے چندہ دیا تھا۔مرزا

قادیانی لفظ (و جب نصرہ) سے یہ اشارہ نکالتے ہیں کہ وہ بادشاہ اور امیر نہ ہوگا اور جو صراحۃً لشکر و آیات وغیرہ مذکور ہے اس سے انکار ہے۔ تو مرت، کے زمانے کے مسلمانوں کو آفرین کہنا چاہیے کہ باوجودیکہ انہیں حدیثوں پر استدلال کر کے اپنی مہدویت کے ثبوت پر ایک لشکر جرار پیش کرتا ہوگا مگر جو خالص ایماندار تھے وہ نور ایمان سے اس کی کاروائیوں پر نظر کر کے اس کے دام میں نہ آئے، برخلاف اس کے ہمارے زمانے کے مسلمان دیکھ رہے ہیں کہ ایک بھی علامت نہیں پائی جاتی مگر مرزا قادیانی کی تصنیفات و تالیفات پر ایمان لا کر انہی کا کلمہ پڑھ رہے ہیں اور جو لوگ ان کو مکاید پر مطلع کرتے ہیں انہی کو دشمن سمجھتے ہیں۔

یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ مرزا قادیانی کا لشکر تو روحانی ہے، نہ جسمانی فوج ہے نہ جنگ و جدل، پھر چندوں کی کیا ضرورت۔ ایسے لطیف لشکر کی نصرت کثیف چیز سے طلب کرنا اور مال جس کا فتنہ ہونا مسلّم ہے اس کے لئے ہاتھ پھیلانا کس قدر نامناسب اور بدنما ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۶ میں خود فرماتے ہیں:

> مسیح دنیا میں آ کر مال کو اس قدر تقسیم کرے گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔ یہ نہیں کہ مسیح درم و دینار کو جو بمصداق آیت انّما اموا لکم و او لا دکم فتنۃ ہے جمع کرے گا اور دانستہ ہر یک کو مال کثیر دے کر فتنے میں ڈالے گا۔

مرزا قادیانی کا حزم و احتیاط بھی قابل دید ہے کہ مال میں دو جہتیں ہیں محمود و مذموم جب دینے کی کوئی روایت آ جاتی ہے کہ عیسیٰ بہت مال دیں گے تو مال نہایت مذموم اور فتنہ ہو جاتا ہے کہ اگر دیا جائے تو لوگ فتنے میں پڑیں گے اور لینے کا موقع ہاتھ آتا ہے تو نہایت محمود اور اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس کیلئے دست سوال دراز کیا جائے اور اس کے دینے کی حدیثوں میں فرماتے ہیں کہ ان سے مراد باتیں کرنا ہے اور لینے کے وقت وہی خاص جسم قرار دیا جاتا ہے جس میں استعارہ اور کنایہ کو دخل نہیں۔

امر چہارم یعنی حارث کی غرض آل محمد ﷺ کی تائید ہوگی۔ اس کی نسبت ازالہ اوہام صفحہ ۹۴ میں لکھتے ہیں:

> حارث ایسے وقت میں ظاہر ہوگا کہ جس وقت میں آل محمد یعنی اتقیاء مسلمین جو سادات قوم و شرفائے ملت ہیں کسی حامی دین اور مبارز میدان کے محتاج ہوں گے۔ آل محمد کے لفظ میں ایک افضل اور طیب جزو کو ذکر کر کے کل افراد جو پاکیزگی اور طہارت میں

اس جزو سے مناسبت رکھتے ہیں اسی کے اندر داخل کئے گئے ہیں جیسا کہ یہ عام طریقہ متکلمین ہے کہ بعض اوقات ایک جزو کو ذکر کر کے کل اس سے مراد لیتے ہیں۔

ابھی معلوم ہوا کہ آل محمد ﷺ سے مراد امام مہدی ہیں، جیسا کہ دوسری حدیث سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی نے اس روایت سے اغماض کر کے صرف آل محمد ﷺ والی حدیث کو لے لیا اور اس میں یہ تصرف کیا کہ اس سے مراد تمام مسلمان ہیں جن کی تائید کے لئے وہ خراسان یعنی سمرقند سے نکلے ہیں اور تائید یہ کی کہ تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو بلکہ صحابہ سے لے کر آج تک کے مسلمانوں کو مشرک بنا دیا جس کا حال مذکور ہوا۔

یہ بات اہل علم جانتے ہیں کہ مجازی معنی وہیں لئے جاتے ہیں جہاں حقیقی معنی نہ بنیں، اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اس پیش گوئی کے حقیقی معنی چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر آنحضرت ﷺ یہ فرماتے کہ فلاں سن میں یہ واقعہ ہوگا پھر اگر وہ نہ قریب الختم ہوتا تو اس وقت اس حدیث کی تصحیح کے لئے مجازی معنی لے سکتے تھے، امام مہدی حارث اور عیسی اور دجال وغیرہ کا نکلنا تو قیامت کی علامات کبری سے ہیں جن کے متصل قیامت ہوگی اور پھر یہ علم کسی کو نہیں دیا گیا کہ قیامت کس سنہ میں ہوگی یہاں تک کہ کفار آنحضرت ﷺ سے اکثر پوچھا کرتے کہ قیامت کب ہوگی۔ حق تعالی نے فرمادیا کہ ان سے صاف کہہ دو کہ اس کا علم خدا ہی کو ہے، جب چاہے گا قائم کر دے گا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

یسئلونک عن السّاعة ایّان مرسها قل انما علمها عند ربّی لا یجلّیها لو قتها الّا هو (اعراف:۱۸۷)

اور ابھی معلوم ہوا کہ عیسیٰؑ نے بھی آنحضرت ﷺ سے شب معراج کہا تھا کہ قیامت کب ہوگی یہ تو سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں، البتہ دجال کا قتل میرے ذمہ ہے جو وقت پر عمل میں آجائے گا۔ جب قیامت کا علم کسی کو نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ اس زمانہ میں اگر ان احادیث کے معنی مجازی نہ لئے جائیں تو وقت منقضی ہو جائے گا اور وہ حدیثیں نعوذ باللہ جھوٹی ثابت ہوں گی تو پھر کیا ضرورت ہے کہ حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لئے جائیں۔ اگر مجازی معنی ہر موقع میں لینے کی اجازت شرعاً اور لغتہً ہو جائے تو ہر شخص قرآن و حدیث میں خود غرضی سے مجازی معنی لے کر اپنا مطلب نکالے گا، اور جتنے مفتری اور کذاب ہیں اپنا اپنا دین علیحدہ بنالیں گے، جس طرح مرزا بنا رہے ہیں کہ عیسی مجازی، دجال مجازی، قتل مجازی، مہدی مہدی، آل محمد مجازی، حارث مجازی، منصور مجازی، جنگ وغیرہ سب مجازی، جس کا مطلب ظاہر ہے کہ یہ کل کارخانہ جو جمایا گیا ہے محض بے

اصل بے حقیقت ہے۔

امر پنجم و ششم : یعنی امام مہدی کا اس لشکر میں ہونا اور ان کی مدد کی ضرورت اس مقام میں ان کو صرف حارث بننا منظور تھا ان حدیثوں سے اگر اپنی مہدویت ثابت کرتے تو کوئی دوسرا شخص حارث بن کر چندوں کا مستحق ہوتا۔ چونکہ اس حدیث سے چندوں کی کاروائی کو تقویت پہنچتی ہے اس لئے اس حدیث میں بڑا ہی زور لگایا اور چار جزو تک اس میں خامہ فرسائی کی، مگر یہ ثابت نہ کر سکے کہ حارث قادیان سے نکلے گا۔ اگر مرزا چاہتے تو چند روز میں اپنے خاص خاص مریدوں کے ساتھ ماوراء النہر تک جا کر چلے آتے، جس سے ماوراء النہر یا خراسان سے نکلنا صادق آجاتا، اور کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ملتی کہ مرزا قادیانی ماوراء النہر سے نہیں نکلے۔ مگر وہ ان سے نہ ہوسکا اور کیونکر ہوسکتا وہ تو مخبر صادق کا کلام ہے جو سوائے اپنے مصداق کے کسی دوسرے پر صادق آ ہی نہیں سکتا۔ باطن میں فی الحقیقت یہی وجہ تھی مگر ظاہراً افغانستان کا خوف سدراہ ہوگا۔ جب یہود سے کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو موت کی تمنا کرو جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین (بقرہ:۹۴) مگر خدا جانے ان پر کس قسم کا خوف طاری ہوگیا تھا کہ ان کے منہ سے کوئی تمنا کا کلمہ نکل ہی نہ سکا۔ آخر ان کا جھوٹا ہونا خود ان کے طرز عمل سے مسلّم ہوگیا۔

تصرفات قادیانی

یہ چند علامتیں عیسیٰؑ کے زمانہ کی ہیں اگرچہ اور بہت سی علامات احادیث سے ثابت ہیں مگر طالبین حق کے لئے یہ چالیس علامتیں بھی کم نہیں ۔.. آپ نے دیکھ لیا ان علامتوں سے ایک بھی مرزا قادیانی پر صادق نہیں آتی ۔ اب وہ اس فکر میں ہوئے کہ کس طرح ان علامات کو اپنے پر چسپاں کرلیں ورنہ عیسویت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے اقسام کی تدبیریں کیں مثلاً ناموں میں تحریف کردی، اپنا نام عیسی مہدی حارث وغیرہ رکھ لیا، اور قادیان کو دمشق اور پادریوں اور ابن صیاد کو دجال اور نصاری کو یاجوج و ماجوج قرار دیا۔ اور کہیں معنوں میں تحریف کی، مثلاً قتل دجال اور کسر صلیب سے مراد ردّ مذہب اور معمولی سوال و جواب، اور بے حساب مال تقسیم کرنے سے مراد علمی باتیں بیان کرنا، اور کسی حدیث کی نسبت کہہ دیا کہ وہ حضرت کا خواب تعبیر طلب تھا، اس کے وہ معنی نہیں جو ظاہر میں سمجھے جاتے ہیں، اور کبھی عقل سے حدیث کو رد کردیا جیسا کہ لکھا ہے کہ کیا عیسی مہدی اور ہدایت یافتہ نہیں؟ پھر مہدی کی کیا ضرورت؟ اور جہاں کچھ نہ بنا تو کہہ دیا کہ وہ بھی محض

ایک استعارہ ہے، جیسا کہ دجال کے شام وعراق کے درمیان سے نکلنے کے باب میں لکھا ہے، اور سردار لشکر کا نام جو حدیث میں منصور مذکور ہے، کہا کہ خدا کے نزدیک اس کا نام منصور ہوگا۔ بلکہ کہیں تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ وہ حدیث ہی غلط ہے جیسا کہ نواسؓ کی حدیث کی نسبت معلوم ہوا، بلکہ خود نبی ﷺ ہی کی طرف غلطی کی نسبت کر دی، اور کہیں اغماض ہی کر گئے مثلاً حدیث شریف میں مذکور ہے کہ عیسی کے زمانے میں کل اسلام ہی اسلام ہو جائے گا اور درندے اور گزندے کسی کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے، وہاں کہہ تو دیا کہ شیر اور بکری کو ایک جگہ بٹھائے گا مگر اس میں کچھ گفتگو نہ کی کہ عیسی ہیں تو ان پیش گوئیوں کا وقوع کیوں نہ ہوا؟ غرض اس قسم کی بدنما تدبیریں کیں کہ کوئی سمجھدار آدمی اس کو رضا مندی کی نگاہ سے دیکھ نہیں سکتا۔ افسوس ہے ایک زمانہ وہ تھا جس میں العاقل یکفیہ الاشارہ کے مصداق بکثرت موجود تھے اور اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ اشارہ تو درکنار سخن سازیاں بآواز بلند کہتی ہیں کہ کل تصنع ہی تصنع ہے مگر کسی کو جنبش نہیں ہوتی کہ مرزا قادیانی کیا کر رہے ہیں۔ معتقدین اتنا تو خیال کر لیتے کہ جب آنحضرت ﷺ کے کشف میں غلطی ٹھہری تو اس کی تصدیق کیوں کی جائے کہ ایک نقلی عیسی پنجابی شخص ہونا ضروری ہے آخر وہ بھی کشفی بات ہے اذا جاء الاحتمال بطل الا ستدلال۔ اور کشف جب تعبیر طلب ہو تو کسی شخص کے مثیل مسیح ہونے کی کیا ضرورت؟ ممکن ہے کہ اس کی تعبیر یہ ہو کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں امت مرحومہ من جانب اللہ راہ راست پر آ جائے گی کیونکہ عیسی کلمۃ اللہ ہیں اور اللہ تعالی کلمہ کن سے سب کچھ کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے ولو شئنا لآتینا کل نفس ھد ھا ولکن حق القول منّی لا ملئنّ جھنّم من الجنّۃ و النّاس اجمعین (الم سجدۃ : ۱۳) اس تعبیر میں جیسے عیسیٰ کی ضرورت نہیں ویسا ہی مثیل عیسی کی بھی ضرورت نہیں۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۹ میں انہوں نے قاعدہ بیان کیا ہے کہ لکلّ دجال عیسی تو جس طرح پادریوں کی قوم دجال بتائی گئی ہے اس طرح ان کے ردّ کرنے والی قوم عیسی ہوگی اور اگر وہاں افراد قوم دجال ہیں تو ادھر بھی افراد قوم عیسی ہوں گے۔ اس کا کیا ثبوت کہ ادھر تو دجال قوم ہو اور ادھر ایک ہی شخص ہو۔ الحاصل بیسیوں قرینے شاہد حال ہیں کہ نہ ان کو حدیث سے کام ہے، نہ قرآن سے مطلب، صرف اپنی عیسویت مقصود بالذات ہے، جس سے بوضاحت ثابت ہے کہ جتنے الہام انہوں نے اپنی عیسویت وغیرہ سے متعلق لکھے ہیں وہ سب دل سے بنائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ جب آیات واحادیث میں تصرفات کر کے ایسے معنی بیان کرتے ہیں جن کا احتمال بھی نہیں اور اس کی

کچھ پرواہ نہیں کرتے کہ دیکھنے والے کیا کہیں گے تو الہام بنالینا کون سی بڑی بات ہے۔اس پر تو دوسرا کوئی مطلع ہی نہیں ہوسکتا۔آخر قرآن وحدیث کے خلاف مرادمعنی بیان کرنا بھی تو افتراء ہی ہے۔جس نے حرّمت علیکم المیتة کے یہ معنی لئے تھے کہ میتہ کسی بزرگ کا نام ہے جس کی تعظیم کی گئی تھی ،اس کو مردار سے کوئی تعلق نہیں ،کیا یہ افتراء علی اللہ نہیں ۔مرزا قادیانی بھی تو اسی قسم کی تصرفات کررہے ہیں پھران کے افتراء کرنے میں کیا تامل؟ اور جب یہ افتراء انہوں نے جائز رکھا تو الہام بنالینے میں کون مانع ہے؟ پھر جو دلائل انہوں نے اپنی عیسویت پر پیش کئے ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جو قابل توجہ ہو جس کا حال اوپر معلوم ہوا۔اس سے یقیناً ثابت ہوا کہ عیسیٰ کی وفات پر انہوں نے اسی وجہ سے زور دیا ہے کہ ان کی حیات میں خدشے پیدا کرکے خود مسیح موعود بن جائیں۔کیونکہ جب تک ان کی موت ثابت نہ ہو وہ مسیح موعود نہیں ہوسکتے۔مشاہدہ سے ثابت ہے کہ کیسی ہی یقینی بات ہو جب آدمی اس میں خدشے ڈالنے کے درپئے ہوتا ہے تو سخن سازیوں سے دل پر کچھ نہ کچھ اثر ہو ہی جاتا ہے ..کسی مجلس میں ایک مولوی صاحب نے کوئی واقعہ بیان کیا جو ظاہراً غیر مربوط سا تھا اس پر ایک شاعر نے ہنس کر یہ شعر پڑھا

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا

الا یا ایھا السّاقی ادر کاساً و ناولھا

مولوی صاحب نے بگڑ کر کہا، کیسا غلط پڑھتے ہو، اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ایک مصرعہ چھوٹا اور ایک بڑا ہے۔اس پر شاعری کا دعوی۔

شاعر نے کہا: حضرت مجھے تو ایسا ہی یاد ہے،صحیح آپ ارشاد فرمائیں۔

مولوی صاحب نے فرمایا: خیر ہم ہی صحیح بتائے دیتے ہیں

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا۔ الا یا ایھا الساقی ادر کا

شاعر نے پوچھا: ادر کا چہ معنی دارد

مولوی صاحب نے فرمایا: عربی پڑھیں تو معلوم ہو کہ ادر ،امر کا صیغہ ہے اور کاف خطاب کا، جو اشباع کی وجہ سے ادرکا پڑھا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اے ساقی پیالہ کے دور کرانے میں کیا لگا ہے، اپنے کو پھیر اور ادھر متوجہ کر

شاعر نے کہا: دیوان حافظ میں تو اس مصرعہ میں یہ ہے ادر کا ساً و نا و لھا

مولوی صاحب نے کہا: سبحان اللہ، ترجمہ کا بھی آپ کو خوب سلیقہ ہے۔کیا سعدی کے معنی حافظ اور

زلیخا کے معنی دیوان ہیں، جو دیوان حافظ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔شاعر تو یہ خبر دے رہا کہ سعدی نے زلیخا میں یہ مصرعہ لکھا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ دیوان حافظ میں ایسا نہیں ہے، نہ ہوا کرے۔

شاعر نے پوچھا: کیا سعدی نے زلیخا بھی لکھی ہے؟

مولوی صاحب نے جواب دیا: کیا سعدی کو زلیخا لکھنا منع ہے؟

شاعر نے پوچھا: اگر لکھی ہے تو وہ زلیخا کہاں ہے؟

مولوی صاحب نے فرمایا: کیا ساری دنیا کی کتابیں آپ کے شہر میں موجود ہیں؟ یا آپ نے سب کا مطالعہ کرلیا ہے اور صرف وہی باقی رہ گئی ہے۔

شاعر نے کہا: حضرت آپ خیال نہیں کرتے کہ یہ شعر کس موقع میں پڑھا جاتا ہے۔ جب کوئی بے ربط بات کہی جائے تو مضحکہ کے طور پر پڑھتے ہیں جس سے یہ بتلایا جاتا ہے کہ وہ بات ایسی ہے جیسے اس شعر کا مضمون۔

مولوی صاحب نے فرمایا: یہ آپ کا خیال ہے، مضحکہ سے کیا تعلق؟ جب کوئی دلچسپ بات سنتے ہیں تو بے اختیار ہنس کر اس کی داد دیتے ہیں کہ ادھر متوجہ ہو کر پھر فرمایئے۔ جناب اتنا تو خیال فرمالیجئے کہ یہ شعر حد تواتر کو پہنچ گیا گیا۔ ہزاروں ذی علم اس کو پڑھتے ہیں اور یہ خبر دیتے ہیں کہ یہ مصرعہ سعدی نے اپنی زلیخا میں لکھا ہے۔کیا وہ سب جھوٹے ہیں۔کیا ان میں سے کسی نے بھی سعدی کی زلیخا کو نہ دیکھا ہوگا۔آپ کی عقل پر افسوس ہے۔

الغرض شاعر صاحب سے کچھ بن نہ پڑی، اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور آخر یہی کہنا پڑا کہ شائد ایسا ہی ہوگا....

موت وحیات مسیح

مرزا قادیانی اور ان کے امتی ہمہ تن متوجہ ہو کر اپنی پوری ذکاوتیں مسئلہ وفات مسیح میں صرف کررہے ہیں جس سے جاہلوں کے اعتقاد متزلزل ہوگئے اور یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ مرزا قادیانی جب منصب عیسویت اپنے لئے تجویز کررہے ہیں اور اس کا مدار انہیں خدشات پر ہے تو ان کی غرض اس سے متعلق ہوئی اور خودغرضی کی کاروائی عقلاً قابل التفات ہوسکتی ہے یا نہیں۔ پھر جب ان کا مقصود یعنی ان کی عیسویت کسی دلیل سے ثابت نہ ہوسکی تو عیسیٰؑ کی موت و حیات میں گفتگو سے کیا فائدہ۔ان کو ضرور ہے کہ اپنی عیسویت بدلائل ثابت کریں اور جب وہ بدلائل ثابت ہوجائے تو عیسی

ؑ کی موت خود بضرور ثابت ہو جائے گی کیونکہ مسیح موعود تو ایک ہی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ ان کی موت ثابت ہونے سے مرزا قادیانی کی عیسویت ثابت ہو جائے۔ اس لئے کہ یہ ضرور نہیں کہ عیسیٰؑ کے مرتے ہی مرزا قادیانی ہی عیسی بن جائیں۔ آخر مرزا بھی اس کے قائل نہیں کہ عیسی کی وفات ۱۳۰۰ھ میں ہوئی اور وہ ان کے جانشین ہوئے اور یہ بات بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوسکتی کہ ایک عیسی کے مرنے کے بعد دوسرے عیسی کے نکلنے میں اس قدر مدت مقرر ہے۔

الحاصل مرزا قادیانی مدعی عیسویت ہیں، اپنا دعوی مع شرائط ولوازم ثابت کرنا ان کے ذمہ ہے، ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہمارے دین میں طے شدہ اجماعی مسئلہ حیات مسیح کو از سرنو ثابت کریں البتہ بحسب قواعد مناظرہ ہمارا کام ہوگا کہ مدعی کے دلائل میں غور کرکے بحسب موقع و ضرورت جرح کریں۔

مرزا قادیانی کو عیسی کی موت ثابت کرنے اور آپ کے مسیح موعود ہونے میں بڑے بڑے معرکے پیش آئے۔ پہلے یہ ثابت کرنا انہوں نے ضروری سمجھا کہ کوئی شخص زندہ آسمان پر جا ہی نہیں سکتا۔ اس میں یہ دقت پیش آئی کہ قرآن واحادیث صحیحہ سے نبی کریم ﷺ کا معراج ثابت ہے۔ اگر قرآن وحدیث کی رعایت کرتے ہیں تو اپنی بات بگڑتی ہے اور اگر بات کی رعایت کرتے ہیں تو ان آیات واحادیث سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے آخر بحکم حبّک الشیء یعمی و یصمّ طبیعت نے یہی حکم کیا کہ بات بگڑنے نہ پائے، چنانچہ معراج جسمانی کا انکار ہی کر دیا، اور اس بات کے قائل ہو گئے کہ حضرت ﷺ شب معراج مکہ سے باہر نہیں گئے بستر ہی پر بیت المقدس وغیرہ کا کشف ہو گیا اور سبحان الّذی اسری بعبدہ وغیرہ آیات کو تاویل کرکے ٹال دیا۔ اس کے بعد خیال آیا کہ شائد کوئی یہ کہدے کہ حضرت عیسیٰؑ تو مر گئے مگر ممکن ہے کہ قیامت کے قریب زندہ ہوکر آجائیں۔ اس کی پیش بندی یوں کی کہ کوئی شخص مرنے کے بعد اس عالم میں زندہ ہو ہی نہیں سکتا اور قرآن شریف میں جو ہزارہا مردوں کا زندہ ہونا مذکور ہے اس کا عقل سے ایسا مقابلہ کیا کہ انہی کا کام تھا۔ کسی واقعہ میں کہا کہ مسمریزم سے صرف حرکت ہوگئی تھی اور کبھی معنی بدل دیئے مثلاً فاماتہ اللّٰہ مأۃ عام میں کہا کہ اس سے موت مراد نہیں بلکہ نیند ہے کہ سو برس تک سوتے رہے۔ اس کے بعد سوچا کہ ایسی تدبیر کی جائے کہ عیسیٰؑ قیامت میں بھی زمین پر نہ آئیں گے اس لئے حشر اجساد ہی سے انکار کر دیا۔ اس دلیل سے کہ مرنے کے بعد قبر میں ایک سوراخ ہو جاتا ہے جس کی راہ سے جنتی آدمی جنت میں چلا جاتا ہے اور پھر وہاں سے نکل ہی نہیں سکتا۔ اب صدہا آیات واحادیث جو حشر

اجساد اور قبر سے مردے نکلنے کے باب میں وارد ہیں وہ سب اپنی اپنی جگہ رکھی رہیں اور سب پر ایمان بھی ہے مگر ان کے معنی سے کوئی تعلق نہیں، اور ان کا وہ قول بھی صحیح ہو گیا کہ قرآن کے ایک نقطہ کی کمی وزیادتی نہیں ہوسکتی کیونکہ مسلمانوں کو بتلانے کے لئے الفاظ پر پورا پورا ایمان ہے، جو کچھ تصرف اور حکومت ہے، سو معنی پر ہے۔ الغرض ان مقامات میں اور ان کے سوا جو آیات واحادیث ان کو مقصود کے مخالف نظر آئیں سب کے معنی میں تحریف کر ڈالی اور جن آیات واحادیث کو دیکھا کہ تغیر معنی سے اپنا مطلب نکل سکتا ہے ان میں نئے معنی پیدا کر کے استدلال میں پیش کر دیا۔

یوں تو مرزا قادیانی کی طبیعت خود جدت پسند اور موجد مضامین تازہ ہے مگر ظاہراً تقدم کی وجہ سے سرسید احمد خان کو مقتداء ہونے کا فخر حاصل ہے کیونکہ انہوں نے ایسے طریقہ بتا دیئے کہ کہنے کو قرآن پر ایمان بھی مسلّم رہے اور اپنی مطلب براری میں قرآن خلل انداز بھی نہ ہو۔ مثلاً انہوں نے دیکھا کہ جب تک گورنمنٹ کے ہم خیال نہ ہوں مقصود حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسلئے قرآن کو حکمت جدیدہ کے تابع کر دیا اور جتنی آیتوں سے آسمانوں کا وجود ثابت ہوتا ہے سب میں تاویلیں کر کے آسمانوں کی جگہ موہوم دوائر قائم کر دیئے اور جنت دوزخ کے باب میں جتنی آیات وارد ہیں سب کو عالم خیال میں پہنچا دیا۔ قرآن میں فرشتوں کا ذکر بہت جگہ ہے، اس کی تصدیق یوں کی کہ آدمی وغیرہ میں جو قوتیں ہیں وہی ملائکہ ہیں، مگر یہ ممکن نہیں کہ آسمان پر بھی کوئی فرشتہ ہو۔ بہر حال خان صاحب اور مرزا قادیانی الفاظ قرآن کی حد تک مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور جہاں معنی کا موقع آیا علیحدہ ہو جاتے ہیں، اور اس وقت سوائے اپنی خواہش کے مسلمان تو کیا اگر نبی ﷺ بھی فرمائیں تو نہیں سنتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں صاحبوں کے نزدیک احادیث ساقط الاعتبار ہیں۔ البتہ وہ حدیثیں تو استدلال میں پیش کرتے ہیں جن کو اپنے مفید مدعا سمجھتے ہیں مگر یہ بات یاد رہے کہ ان حضرات نے جو ایمان کا طریقہ نکالا ہے وہ شرعاً ایمان نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ جو قرآن میں نازل ہوا ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ فقط الفاظ ہی پر ایمان لایا جائے۔ دیکھ لیجئے اگر کوئی شخص عمر بھر لا الہ الا اللّٰہ پڑھا کرے اور اس کے معنی یعنی توحید کا قائل نہ ہو، تو وہ شرعاً ہرگز مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر معنی میں تعمیم کر دی جائے تو حسب مرضی جو جی چاہے سمجھ لینا کافی ہے، تو اس قسم کی تاویلوں میں تعجب نہیں کہ کفار کے اعتقاد بھی داخل ہو جائیں۔ منصور نے حرّمت علیکم المیتۃ و الدّم و لحم الخنزیر (مائدہ:۳) میں تاویل کر کے مردار خنزیر کو حلال کر دیا تھا حالانکہ اس آیت کو وہ کلام الٰہی کہتا تھا۔ کیا اس قسم کے ایمان سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اس کو اس آیت پر ایمان تھا

اب ہم خیر خواہانہ اہل اسلام سے عرض کرتے ہیں کہ ایمان بڑی نعمت عظمیٰ ہے آخرت کی نجات اور راحت ابدی کا مدار اسی پر ہے، اس کی حفاظت اور احتیاط کی بڑی ضرورت ہے ہر کس و ناکس کو اپنے ایمان پر تصرف دینا نہایت خلاف عقل ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

اے بسا ابلیس آدم روئے است
پس بہر دستے نباید داد دست

معراج کی بحث

معراج کا مسئلہ اسلام میں ایک عظیم الشان ہے جس سے امتیوں کو کمال درجہ کا افتخار حاصل ہے کہ سوائے ہمارے نبی ﷺ کے کسی نبی کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی مگر مرزا قادیانی خود غرضی سے اس میں کلام کرتے ہیں کہ اگر معراج جسمانی ثابت ہو جائے تو عیسیٰؑ کا آسمان پر زندہ جانا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ظاہر میں وہ اس کی تصریح نہیں کرتے مگر قرائن و دلائل واضحہ اس کی خبر دے رہے ہیں۔ بہرحال ازالہ اوہام صفحہ ۴۷ میں لکھتے ہیں:

یہ معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفی واجلی ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔

مرزا قادیانی کے کشف و تجربہ کا کیا کہنا، اسی کتاب میں آپ کے کشفوں کا حال بخوبی معلوم ہو گیا ہے اگر ناظرین ملاحظہ فرمالیں تو مرزا قادیانی کی اس تقریر کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ ان کا غالباً پیشتر کا ہوگا، ورنہ انہوں نے تو اپنے باب میں قطعی فیصلہ کرلیا ہے کہ خود بدولت مردود ہیں ملعون ہیں بے دین ہیں خائن ہیں۔ اس فیصلہ کو خدا تعالیٰ نے بھی منظور فرمالیا ہے جس کا حال معلوم ہوا، اس کے بعد وہ کسی عامی مسلمان کی بھی مساوات کا دعویٰ نہیں کر سکتے چہ جائے کہ سید المرسلین ﷺ کی ہمسری۔ اگرچہ مسئلہ معراج نہایت وسیع اور طویل الذیل ہے جسکی گنجائش اس مختصر میں دشوار ہے مگر ما لا یدرك كله لا يترك كله کے لحاظ سے تھوڑی سی بحث اس میں بھی کی جاتی ہے انشاء اللہ بشرط انصاف اہل ایمان پر منکشف ہو جائے گا کہ اہل سنت کا مذہب اس مسئلہ میں کیسا قوی ہے۔..

اس میں شک نہیں کہ کئی امور اس مسئلہ میں ایسے ہیں کہ معمولی عقل پر ان کا تسلیم کرنا

شاق ہوتا ہے مثلاً سینہ مبارک آنحضرت ﷺ کا شب معراج شق کیا جانا، اور حکمت و ایمان سے اس کو بھرنا، پھر بسواری براق بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں پر جانا، اور سب معاملات ایک ہی شب میں طے ہو جانا وغیرہ امور ایسے ہیں کہ ان کی نظیر مل نہیں سکتی، اور خلاف عادت ہونے کی وجہ سے عقل کے خلاف ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس عالم میں بہت سے بلکہ تقریباً کل کام ایسے ہیں کہ ان کا ادراک عقل سے ممکن نہیں، مگر عادت کی وجہ سے ان میں غور و تدبر کی نوبت آتی ہے نہ خلاف عقل معلوم ہوتے ہیں۔ .. تاہم جو معمولی امور ہیں ان کے بھی ادراک میں حکماء کی عقلیں حیران ہیں اور جن چیزوں کو ہم بدیہی سمجھتے ہیں ان کی حقیقتیں ایسی نظری ہیں کہ ان کا ادراک اب تک نہیں ہو سکا، پھر جیسے وہ عادت کی وجہ سے مطابق عقل معلوم ہوتے ہیں اسی طرح اگر بالفرض آسمانوں پر آنا جانا بھی عادی ہوتا تو ان میں بھی عقل کو استبعاد کا موقع نہ ملتا۔ یہاں بطور مثال ایک نور ہی کو دیکھ لیجئے کہ وہ کسقدر ظاہر بلکہ مظہر ہے، اور ہمیشہ دیکھنے کی وجہ سے ہر شخص اس کو بدیہی سمجھتا ہے مگر اس کی حقیقت ایسی نظری ہے کہ تمام حکماء اس کے ادراک میں حیران ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی اس کو جوہر بلکہ جسم کہتا ہے اور کوئی عرض، حالانکہ جوہر و عرض میں جس قدر فرق اور تباین ہے ظاہر ہے۔ ایسی روشن چیز میں جب یہ اندھیر ہو تو اور چیزوں کا کیا حال ہوگا۔ اگر ایسے شخص سے جس نے نور کبھی نہ دیکھا ہو یعنی مادرزاد نابینا سے اس کا حال بیان کیا جائے تو یہی کہے گا کہ ایسی چیز کا وجود محال ہے۔ اہل حکمت جدیدہ نے نور کو جوہر بلکہ جسم مان لیا ہے اور کمال تحقیق سے تصریح کرتے ہیں کہ وہ ایک منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل کی مسافت طے کرتا ہے .. دیکھئے کہ کیسے بڑے اجسام (زمین چاند وغیرہ) کی حرکت ایک ساعت میں لاکھوں بلکہ کروڑوں میل تسلیم کر لی جاتی ہے اس وجہ سے کہ وہ حکماء کا قول ہے اور معراج کی خبر خود خدا دیتا ہے اس میں اقسام کے احتمالات پیدا کر کے تاویلیں کی جاتی ہیں کہ جسم کثیف اس قلیل مدت میں اتنی مسافت کیونکر طے کر سکتا ہے اس لئے برائے نام اس پر ایمان لانے کی یہ تدبیر نکالی کہ وہ ایک کشفی واقعہ ہے۔ اب اگر کوئی ایماندار جس کو خدا کی قدرت پر پورا ایمان ہو اور یقین سمجھتا ہو کہ حق تعالیٰ صرف کن سے جو چاہتا ہے کر سکتا ہے یہ اعتقاد رکھے کہ وہ قادر مطلق جو بعض کثیف اجسام کو ایک منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل چلا جاتا ہے اپنے حبیب ﷺ جن کا جسم مبارک ہماری جان سے بھی لطیف تر تھا ان کو تھوڑے عرصہ میں آسمانوں کی سیر کرا لائے تو کون سی بڑی بات ہوگئی۔

کیا ان مسلمانوں کے نزدیک خدا کی اور اپنے نبی کی بات کی اتنی بھی وقعت نہ ہونی

چاہیے جو اہل یورپ کی بات کی آج کل ہو رہی ہے۔ مقتضائے ایمان تو یہ تھا کہ اگر کوئی ضعیف حدیث بھی اس باب میں وارد ہوتی تو اس خیال سے مان لی جاتی کہ آخر حدیث تو ہے، کسی کی بنائی ہوئی بات نہیں۔ چہ جائے کہ قرآن کی آیتوں اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے مگر ہر کسی کو یہ گراں بہا دولت ایمانی کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ ہزار ہا معجزے دیکھنے پر بھی اشقیاء اس دولت سے محروم ہی رہے در اصل خود حق تعالی کو منظور نہیں کہ یہ دولت عام اور بے قدر ہو جائے اسی وجہ سے خود کتاب ہدایت یعنی قرآن شریف کی خاصیت يضلّ به كثيراً و يهدى به كثيراً (بقرہ: ۲۶) رکھی گئی اور معراج شریف کی نسبت بھی اسی قسم کا ارشاد ہے و ما جعلنا الرّء يا الّتى ارينا ك ا لّا فتنة للنّاس (بنی اسرائیل: ۶۰) یعنی جو تم کو شب معراج ہم نے دکھا یا اس سے لوگوں کی آزمائش مقصود ہے۔ احادیث وآثار سے ثابت ہے کہ یہ آیت معراج ہی کے باب میں نازل ہوئی۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ہر کسی کا کام نہیں کہ خدا تعالی کے امتحان میں پورا اترے، اس موقع میں تو ایمانداروں کا ایمان ہی سلامت رہ جائے تو غنیمت ہے، کافروں کے ایمان کی کیا توقع۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ باوجودیکہ حضرت ﷺ نے بیت المقدس کی پوری نشانیاں بتلا دیں اور کفار اس کا انکار بھی نہ کر سکے مگر کسی نے نہ مانا، اور صحابہ جو ہمیشہ معجزات دیکھتے تھے باوجود اس فیضان معنوی کے وہ بھی متزلزل ہو گئے.. اور اسی واقعہ کی عمدہ طور پر تصدیق کرنے کی بدولت ابوبکر صدیق کہلائے۔.. یہاں غور کیا جائے کہ کیا خواب میں بیت المقدس کو جانا اس قدر خلاف عقل تھا کہ اسکے سننے سے مسلمانوں کا ایمان متزلزل ہو جاتا۔ عقل سلیم اسکو ہر گز قبول نہیں کر سکتی۔ یہ واقعہ خلاف عقل اسی وقت ہو سکتا ہے کہ عالم بیداری میں ہوا ہو جس کی تصدیق ابوبکرؓ کر کے مستحق لقب صدیق ہوئے..اگر یہ واقعہ خواب ہوتا تو کفار کو بھی اس میں کلام نہ ہوتا کیونکہ خواب میں اکثر دور دراز کے شہروں کی سیر کیا ہی کرتے ہیں۔

اسلام میں معراج کا واقعہ گویا محک امتحان ہے جس نے اس کا انکار کیا اس کی شقاوت ازلی کا حال کھل گیا اس سے بڑھ کر اور کیا شقاوت ہوگی کہ سب جانتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی بیت المقدس کو نہیں دیکھا تھا باوجود اس کے جو جو نشانیاں پوچھتے گئے سب بتلا دیں اور رستے کے قافلے کا حال پوچھا وہ بھی بیان کر دیا جس کی تصدیق بھی ہوگئی پھر بھی تصدیق نہ کی اور مثل دوسرے معجزات کے اس کو بھی سحر ہی قرار دیا جیسا کہ ان روایات سے ظاہر ہے:

وا خر ج مسلم باب الاسراء ، و النسا ئی و ابن مر دویه عن ابی هريره قال قال رسول اللّه لقد رأيتنى فى الحجر و قر يش تسا لنى

عن مسرا ئی فسا لو نی عن اشیاء من بیت المقدس لم ا ثبتها فکربت کر باً ما کر بت مثله قط فرفعه اللّٰه لی انظر الیه ما تسالونی عن شیء الا انبا تهم به (درمنثور۔ ج ۴ ص ۱۵۱) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب قریش مجھ سے بیت المقدس کے جانے کا حال دریافت کرنے لگے میں حطیم میں تھا بہت سی چیزیں بیت المقدس کی انہوں نے ایسی پوچھیں جو مجھے بخوبی یاد نہ تھیں اس وقت مجھ کو ایسی فکر ہوئی کہ کبھی ہوئی نہ تھی تب حق تعالیٰ نے اس کو میرے پیش نظر کر دیا پھر تو وہ جو سوال کرتے میں دیکھ کر فوراً جواب دے دیتا۔

...کفار نے جب یہ واقعہ سنا تو بہت خوشیاں منائیں اور یہ سمجھ لیا کہ اب حضرت ﷺ کی کسی بات کو فروغ نہ ہوگا چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے:

ا خر ج ابن شیبه و احمد و النسا ئی و البزا ز و الطبرانی و ابن مردویه و ابو نعیم فی الدلائل و الضیا فی المختاره و ابن عسا کر بسند صحیح عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه لما کان لیلة اسری به فا صبحت فی مکه قطعت و عرفت ان النّاس مکذ بی فقعدت مغتر لا حز ینا فمرّ بی عدو اللّٰه ابو جهل فجا ء حتی جلس الیه فقا ل له کا لمستهزی هل کا ن من شیء قا ل نعم و ما هو قا ل انی اسری بی اللیلة قا ل الی این قا ل الی بیت المقدس قا ل ثم اصبحت بین ظهرا نینا قا ل نعم فلم یرد ان یکذ به مخا فة ان یحجده الحد یث ان دعا ء قو مه الیسر قال ارأیت ان دعوت قو مک اتحد ثهم بما حد ثتنی قال نعم قا ل هیا معشر بنی کعب بن لو ئی فانتقضت الیه المجا لس و جا ؤا حتی جلسوا الیهما قا ل حد ث قومک بما حد ثتنی فقا ل رسول اللّٰه ﷺ انّی اسرای بی ا للیلة قالوا الی این قا ل الی بیت المقدس قا لوا ایلیا قا ل نعم قا لوا ثم اصبحت بعد ظهرا نینا قال نعم قال فمن بین مصفق و بین وا ضح یده علی رأسه متعجباً قا لوا و تستطیع ان تغت المسجد و فی القو م من قد سا فر الیه قا ل رسو ل اللّٰه فذ هبت انعت فما زلت انعت

حتی التبس علی بعض النعت فجیء بالمسجد و انا انظر الیه حتی و ضع دو ن دار عقیل او عقا ل فنعته و انا انظر الیه فقا ل القوم اما العنت فو اللہ لقد اصاب صاحب (در منثور ج ۴ ص ۱۵۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس رات میں بیت المقدس جا کر صبح مکہ میں آ گیا مجھے یقین ہوا کہ اس واقعہ میں لوگ میری تکذیب کریں گے اسی خیال میں، میں ایک طرف غمگین بیٹھا تھا کہ دشمن خدا ابوجہل آ کر میرے پاس بیٹھ گیا اور بطور استہزا پوچھا کیوں کیا کوئی بات ہے۔فرمایا ہاں ، کہا کیا ہے ۔فرمایا آج رات مجھے یہاں سے لے گئے تھے۔کہا کہاں ،فرمایا بیت المقدس ۔کہا پھر صبح ہم لوگوں میں موجود ہو گئے ۔فرمایا ہاں ۔جب یہ سنا تو اس خیال سے کہ کہیں لوگوں کے روبرو انکار نہ کر جائیں ،تکذیب نہیں کی اور کہا کیا یہ بات آپ لوگوں کے روبرو بیان کرو گے ۔فرمایا ہاں ۔ یہ سنتے ہی باآواز بلند پکارا اے گروہ بنی کعب بن لوی ، اور فوراً جوق جوق لوگ وہاں ٹوٹ پڑے ۔ پھر حضرت ﷺ سے کہا جو آپ نے مجھ سے کہا تھا وہ ان لوگوں سے بھی فرمایئے۔فرمایا آج رات مجھے یہاں سے لیگئے تھے۔لوگوں نے پوچھا کہاں ؟ فرمایا بیت المقدس ۔کہا کیا ایلیاء ۔فرمایا ہاں ۔کہا پھر صبح آپ ہم لوگوں میں موجود ہو گئے ۔فرمایا ہاں ۔ یہ سنتے ہی سب لوگ کی یہ کیفیت ہوئی کہ کوئی تو تالیاں بجانے لگا کسی نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا ۔ پھر انہوں نے کہا ،کیا آپ مسجد کا حال بیان کر سکتے ہیں، اور ان میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس کا سفر کر چکے تھے ،حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مسجد کا حال بیان کرنے لگا یہاں تک کہ بعض علامتوں میں کچھ اشتباہ سا ہو گیا ۔ ساتھ ہی مسجد میرے سامنے دار عقیل کے ورے رکھی گئی جس کو میں دیکھ دیکھ کر بیان کرنے لگا ۔ان لوگوں نے جب پوری علامتیں سن لیں تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ واللہ سب علامتیں برابر بتلائیں ۔

یہاں چند امور قابل یاد رکھنے کے ہیں ۔

۱ ۔ یہ حدیث صحاح اور مسند احمد اور مختارہ میں ہے اور بحسب تصریح محدثین ثابت ہے کہ ان کتابوں کی صحت میں کوئی کلام نہیں ۔

۲ ۔حضرت ﷺ کا یقین کرنا کہ اس واقعہ کی تکذیب کریں گے دلیل ہے اس بات پر کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں ۔کیونکہ خواب میں اکثر عجیب وغریب خلاف عقل واقعات دیکھے جاتے ہیں مگر کسی کو یہ فکر

نہیں ہوتی کہ لوگ سن کر اس کی تکذیب کریں گے۔

۳۔حضرت ﷺ بجائے اس کے کہ اس واقعہ معراج شریف سے شاداں وفرحاں رہتے، بیان کے کرنے کے پہلے غمگین رہے، اس وجہ سے کہ کفار اس خلاف عقل واقعہ کی ضرور تکذیب کریں گے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے جب یہی خیال تھا تو بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور اگر ضرور بھی تھا تو صرف راسخ الاعتقاد مسلمانوں سے بطور راز کہا جاتا۔..

لیکن یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ﷺ اس واقعہ کے بیان کرنے میں من جانب اللہ مامور اور مکلّف تھے۔ اگر چہ اصل مقصود عجائب قدرت حضرت کو دیکھانا تھا مگر اس کے بعد اس مسئلہ کی حیثیت ہی کچھ دوسری ہوگئی اور ایک دینی مسئلہ ٹھہر گیا۔ پہلے حضرت مامور ہوئے کہ کفار اور مسلمانوں میں اس کا اعلان کردیں، پھر قرآن میں اس کا ذکر فرما کر قیامت تک کے آنے والوں کو اس کی اطلاع دی گئی اور منجملہ ان مسائل کے ٹھہرایا گیا جن پر ایمان لانا ضروری ہے گو خلاف عقل ہوں، جیسے مسائل بعث ونشر ومقدورات الٰہی وغیرہ چنانچہ ارشاد ہے

> سبحان الّذی اسری بعبده لیلاً مّن المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الّذی با رکنا حوله لنریه من آ یا تنا (بنی اسرائیل:۱) وہ خدا پاک ہے جو اپنے بندے محمد ﷺ کو راتوں رات مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ سے مسجد اقصی یعنی بیت المقدس لے گیا جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں اور اس لے جانے سے مقصود یہ تھا کہ ہم ان کو اپنی قدرت کے چند نمونہ معائنہ کرائیں۔

اور اس واقعہ کے بعد اغراض اس طرح بیان کئے:

> و جعلنا الرّ ؤ یا الّتی ارینا ك الّا فتنة للنّاس (بنی اسرائیل:۶۰) یعنی یہ جو تم کو دکھایا گیا اے محمد اس واسطے تا کہ لوگوں کی آزمائش ہوجائے۔

۴۔کفار نے جب پوچھا کہ کیا آپ رات بیت المقدس کو جا کر صبح ہم میں موجود ہو گئے، تو آپ ﷺ نے اس کی تصدیق کی۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسم کے ساتھ حالت بیداری میں گئے، ورنہ جواب میں فرماتے کہ یہ واقعہ تو خواب کا تھا جسم کے ساتھ یہاں سے گیا ہی کب تھا جو پوچھا جاتا ثمّ اصبحت بین ظهرا نینا یعنی صبح یہاں موجود ہوگئے۔

۵۔ایسے موقع پر تالیاں بجانا اپنی کامیابی اور خصم کی ذلت کی علامت ہے اور کامیابی اپنی وہ اسی میں سمجھتے تھے کہ جھوٹ ثابت کریں اور ظاہر ہے کہ خلاف عقل خواب سننے سے یہ جوش طبائع میں ہرگز

پیدا نہیں ہوتا، اس میں توہین مقصود ہو تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اضغاث احلام یعنی خواب پریشان ہیں جو قابل اعتبار نہیں ہو سکے حالانکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہ کیا جائے گا کہ کسی مخالف نے اس واقعہ کو سن کر پریشان خواب کہا ہو۔

۶۔ مقامی علامتیں بطور امتحان دریافت کرنا خواب کا واقعہ نہیں ہوا کرتا، اس لئے کہ خواب بیان کرنے والے کو یہ دعویٰ ہی نہیں ہوتا کہ جو دیکھا ہے وہ واقع کے مطابق ہے، اسی وجہ سے اس میں تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ واقعہ خواب میں دیکھا گیا ہے تو ان کی علامات پوچھنے کا موقع ملتا اور نہ حضرت ﷺ کو جواب دینے کی ضرورت ہوتی، اور نہ فکر و کرب طبع غیور کو لاحق ہوتے۔

الحاصل حدیث موصوف میں غور کرنے سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ یہ واقعہ حالت بیداری میں ہوا ہے۔

کفار نے جب یہ واقعہ آپ سے سنا تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ خبر ایسی کھلی جھوٹ ہے کہ جو سنے گا عقل میں نہ آنے کی وجہ سے اس کی تکذیب کرے گا۔ اس لئے انہوں نے پہلے یہ خیال کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کو فتنے میں ڈالیں۔ جب وہ نعوذ باللہ حضرت ﷺ سے پھر جائیں گے تو پھر کوئی حضرت ﷺ کی رفاقت نہ دے گا۔ اس لئے فوراً ابوبکرؓ کے مکان پر پہنچے اور کہا لیجئے آپ کے رفیق اب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آج رات بیت المقدس جا کر آ گئے، کیا اس کی تصدیق بھی کی جائیگی۔ مگر وہاں شان صدیقی جلوہ گر تھی ایسے بادہوائی شبہات سے کب جنبش ہو سکتی تھی، آپؓ نے فرمایا کہ اس کی تصدیق میں کوئی تامل نہیں بشرطیکہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہو جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے:

و اخرج الحاکم و صححه ابن مردویه و البیهقی فی الدلائل عن عائشه قالت لما اسری بالنّبیّ ﷺ الی المسجد الاقصی اصبح یحدث النّاس بذلک فارتدّ ناس ممن کانوا آمنوا به و صدقوه و سعوا بذلک الی ابی بکر فقالوا هل لک فی صاحبک یزعم انّه اسری به اللیلة الی بیت المقدس قال او قال ذالک قالوا نعم قال لئن قال ذالک لقد صدق قالوا فتصدقه انه ذهب اللیلة الی بیت المقدس و جاء قبل ان یصبح قال نعم انّی لا صدقه بما هو ابعد من ذلک اصدقه بخبر السّماء فی غدوة او روحة فذلک سمّی ابا بکر الصّدیق (در منثور۔ ج ۴ ص ۱۵۵)۔ یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس رات

نبی ﷺ بیت المقدس جا کر واپس تشریف لائے اس کی صبح وہ واقعہ لوگوں سے بیان فرمایا جس سے بہت سے لوگ جو حضرت ﷺ پر ایمان لا کر ہر طرح کی تصدیق کر چکے تھے مرتد ہو گئے پھر کفار ابوبکرؓ کے پاس آ کر کہنے لگے کیا اب بھی آپ اپنے رفیق یعنی آنحضرت ﷺ کی تصدیق کرو گے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ آج رات وہ بیت المقدس جا کر آ گئے۔ کہا کیا حضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔ کہاں ہاں۔ کہا اگر فرمایا ہے تو یقیناً سچ ہے۔ کہا کیا تم اس کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ رات بیت المقدس تک گئے اور صبح سے پہلے واپس آ گئے۔ فرمایا ہاں میں تو بیت المقدس سے دور کی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں یعنی جو خبریں صبح شام آسمان کی بیان فرماتے ہیں ان کو صحیح جانتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اسی وجہ سے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ کفار کے ذہن نشین یہی کرایا گیا تھا کہ حضرت ﷺ حالت بیداری میں بیت المقدس جا کر تشریف لائے اور اسی کی تصدیق پر ابوبکرؓ، ملقب بہ صدیق ہوئے اگر کفار نے سمجھا نہ تھا یا بہتان کیا تھا، تو حضرت عائشہؓ اس کی تصریح فرما دیتیں کہ یہ کفار نے بہتان کیا تھا، درحقیقت وہ خواب تھا۔

اب اس روایت کی قوت کو دیکھئے کہ باوجودیکہ امام حاکم کا میلان تشیع کی طرف تھا جیسا کہ شاہ عبدالعزیز بستان المحدثین میں لکھتے ہیں اور اس حدیث سے حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت صدیقیت ثابت ہوتی ہے مگر قوت اسناد کے لحاظ سے مستدرک میں اس کو لکھ کر تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عائشہ صدیقہؓ بھی معراج جسمانی کی قائل ہیں پھر یہ جو کہتا جاتا ہے کہ وہ معراج جسمانی کی قائل نہیں ہیں کیونکر صحیح ہوگا۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمانوں نے مرتد ہونے اور دین اسلام کو چھوڑ دینے کو گوارہ کیا مگر معراج جسمانی کو نہ مان سکے.. واضح رہے کہ ایسے لوگوں کو مسلمان کہنا مجازی طور پر ہے حقیقت میں تو وہ کفار ازلی تھے اور تعجب نہیں کہ برائے نام مسلمان کہلاتے ہوں کیونکہ مسلمانوں کے ایسے بودے اعتقاد نہیں ہوا کرتے۔...

اب اہل انصاف غور فرمائیں اللہ تعالی فرماتا ہے:

سبحان الّذی اسری بعبده لیلاً مّن المسجد الحرام الی المسجد الاقصی (بنی اسرائیل: ۱)

اور نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس اس رات جا کر آیا، اور قرآن وحدیث

میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے خواب پر دلالت ہو، اور مرزا بھی ازالہ اوہام صفحہ ۵۴۰ میں لکھتے ہیں:
یہ مسلّم ہے کہ النّصوص یحمل علی ظواھرھا۔

اور خود آنحضرت ﷺ تصریح فرمارہے ہیں کہ یہ واقعہ حالت بیداری میں ہوا، اور اس پر اتنے قرائن موجود ہیں جو مذکور ہوئے، پھر کسی ایمان دار کو اس کے ماننے میں کیونکر تامل ہوسکتا ہے؟ اسی وجہ سے صحابہ کو اس مسئلہ میں ذرا بھی شبہ نہ تھا چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جو تفسیر درمنثور ج ۴ صفحہ ۱۹۱ میں ہے:

اخرج عبد الرزاق و سعید بن منصور و احمد و البخاری و الترمذی و النّسائی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و الطبرانی و الحاکم و ابن مردویہ و البیھقی فی الدلائل عن ابن عباس فی قولہ و ما جعلنا الرؤیا الّتی اریناك الّا فتنة للنّاس قال ھی رؤیا عین اریھا رسول اللّٰہ ﷺ لیلة اسری بہ الی بیت المقدس و لیست برؤیا منام

یعنی آیت شریفہ و ما جعلنا ...کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رؤیا سے مراد یہاں رؤیت چشم ہے، خواب میں دیکھنا مراد نہیں یعنی شب معراج جو نشانیاں حضرت ﷺ کو بیت المقدس وغیرہ میں دکھلائی گئی تھیں وہ خواب نہ تھا۔

اب دیکھئے کہ باوجودیکہ رؤیا خواب کے معنی میں کثیر الاستعمال ہے مگر چونکہ ابن عباسؓ کو خواہ تواتر کی وجہ سے یا خود آنحضرت ﷺ سے سن لیا تھا معراج جسمانی کا یقین تھا اس لئے رؤیا کی تفسیر چشم کے ساتھ کی جو لازمہ معراج جسمانی ہے۔ اگر ان کو اس بات میں ذرا بھی تامل ہوتا تو قرآن کی تفسیر اس جزم کے ساتھ ہرگز نہ کرتے اور نہ اس کو جائز رکھتے کیونکہ تفسیر بالرائے کو یہ حضرات کفر سمجھتے تھے۔

ابن عباسؓ نے انّی متوفّیک کے معنی ممیتک جو مروی ہیں اس کو مرزا قادیانی ازالہ اوہام میں بار بار ذکر کرتے ہیں اور ابن عباسؓ کے فضائل بیان کر کے لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کی دعائے علم قرآن ان کے حق میں قبول ہوئی، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ابن عباسؓ جس آیت کی تفسیر کرتے ہیں وہ صحیح اور قابل وثوق ہے۔ اس صورت میں ضرور تھا کہ مرزا قادیانی ابن عباسؓ کی اس تفسیر پر اعتماد کر کے معراج جسمانی کے قائل ہوتے۔ مگر افسوس ہے کہ اس کو قابل اعتبار نہ سمجھا اور اس پر توجہ تک نہ کی۔

ابن عباسؓ نے روایت مذکورہ میں رؤیت کو دو قسموں میں منحصر کیا۔ رؤیت عینی اور رؤیت منامی۔ اگر رؤیت کشفی جو مرزا قادیانی کہتے ہیں کوئی علیحدہ چیز ہوتی تو اس کو بھی بیان کر دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رؤیت کشفی کو انہوں نے انہیں دو میں سے کسی میں داخل کر دیا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اگرچہ منام میں دیکھنے والا بھی سمجھتا ہے کہ میں آنکھ سے دیکھ رہا ہوں مگر فی الواقع وہ چشم سر سے نہیں دیکھتا۔ یہی حال کشفی رؤیت کا بھی ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے کشف سے قیامت تک کے حالات کو بیان فرمایا ہے حالانکہ ان چیزوں کا وجود ہی اس زمانہ میں نہ تھا پھر کیونکر کہا جائے کہ حضرت ﷺ نے آنکھوں سے ان چیزوں کو دیکھا تھا حالانکہ ابصار کی شرط جو تقابل رائی و مرئی سے فوت ہے اس سے ثابت ہے کہ رویت کشفی رؤیت عینی نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ نے رؤیت کشفی کو رویت منامی میں داخل کر کے اس کی بھی نفی کر دی اور رویت عینی ثابت کیا۔

اس موقع میں تعجب نہیں کہ مرزا قادیانی اس کو بھی قبول کر لیں گے کہ حضرت ﷺ نے وہیں بیٹھے ہوئے آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۴ میں ہے کیونکہ مرزا کو انکار یا تاویل یا رد و قدح کی ضرورت صرف وہاں ہوتی ہے جہاں ان کی عیسویت وغیرہ پر کوئی اثر پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے مثلاً اگر معراج جسمانی ثابت ہو جائے تو عیسیٰؑ کا زندہ آسمان پر جانا ثابت ہو جاتا ہے، پھر جب وہ زندہ آسمان پر موجود ہوں تو احادیث کی رو سے لوگ انہیں کے انتظار میں لگ جائیں گے، اور مرزا کو کون پوچھے گا، اس وجہ سے معراج کا انکار ہی کر دیا۔ اور شق القمر کے معجزہ کا کوئی اثر ان کے مباحث پر نہ تھا اس لئے اس کو مان لیا، چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۱ میں لکھتے ہیں:

> معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جن میں انسانی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولی نبی ﷺ کا معجزہ تھا اور خدا تعالی کی غیر محدود قدرت نے ایک راستباز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کو دکھایا تھا۔

اور اس کے بہت سے نظائر ان کتابوں میں موجود ہیں، یہاں کلام اس میں تھا کہ تعجب نہیں کہ مرزا قادیانی رؤیت عینی کو بھی مان لیں کیونکہ اس سے ان کا ہرج نہیں البتہ حرکت جسمانی کو وہ اس خیال سے محال سمجھتے ہیں کہ کہیں معراج کے ضمن میں عیسیٰؑ بھی آسمان پر نہ چڑھ جائیں مگر رؤیت عینی کو اگر مان لیں تو کہا جائے گا کہ علم مناظرہ و مرایا میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرائی رائی سے اس قدر دور ہو کہ اس کی نسبت اس بعد کی طرف ایسی ہو جیسے ایک کی نسبت پانچ ہزار تین سو کی طرف

ہے تو وہ شئے نظر نہ آئے گی اس صورت میں مرزا قادیانی کے اس قول پر بھی حکماء ہنسیں گے جس کا ان کو بہت خوف ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۶ میں لکھتے ہیں:

مسیح کے بارہ میں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ کیا طبعی اور فلسفی لوگ اس خیال پر نہیں ہنسیں گے کہ جب کہ تیس یا چالیس ہزار فٹ تک زمین سے اوپر کی طرف جانا موت کا موجب ہے تو حضرت مسیح اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان تک کیونکر پہنچ گئے۔

میری رائے میں اس فکر کی ضرورت نہیں اگر طبعی اور فلسفی لوگ یہ سن لیں گے کہ مہینوں کی راہ سے چھوٹی چھوٹی چیزوں کا دیکھ لینا اور انگشت کے اشارہ سے آسمان پر چاند کے دو ٹکڑے کر دینا وقوع میں آگیا ہے تو ایسی حیرت اور پریشانی میں پڑ جائیں گے کہ عیسی کے عروج پر ہنسنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ غرض عجائب قدرت کو شب معراج اپنے مقام میں بیٹھے ہوئے دیکھنا نہ عقلاً ثابت ہوسکتا ہے نہ نقلاً۔ اور اگر معجزہ کے طور پر تسلیم بھی کر لیا جائے تو قرآن کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے سبحان الّذی اسری بعبدہ اس سے تو صراحۃً حضرت کو لے جانا ثابت ہے پھر اگر لے جانا روحانی اور رؤیت جسمانی ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ﷺ کی روح مبارک بیت المقدس بلکہ آسمانوں پر گئی اور جسمانی آنکھیں بغیر روح کے مکہ میں پڑی دیکھ رہی تھیں۔ اور نیز اس تقدیر پر لفظ اسری بے معنی ہوئے جاتا ہے وہاں تو توفّی کے معنی پورے صادق آجاتے ہیں چونکہ حق تعالی فرماتا ہے:

اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا فیمسک الّتی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مسمّی۔ انّ فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون (زمر:۴۲)

جس کا مطلب یہ ہے کہ نیند بھی ایک قسم کی وفات ہے جس میں روح قبض کی جاتی ہے اور پھر چھوڑ دی جاتی ہے۔ پھر یہ بھی ثابت کرنے کی ضرورت ہوگی کہ بغیر روح کے بھی آنکھوں کو ادراک ہوسکتا ہے جو اس معراج میں مقصود بالذات تھا لنریہ من آیاتنا

شاید یہاں یہ کہا جائے گا کہ آیہ شریفہ وما جعلنا الرّؤیا کی تفسیر میں اختلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ محققین مفسرین ومحدثین نے تصریح کی ہے کہ ابن عباسؓ کا ترجمان القرآن ہونا مسلّم ہے اس لئے بہ نسبت اور تفسیروں کے ان کی تفسیر زیادہ تر قابل قبول ہے اور مرزا قادیانی کی تقریر سابق سے بھی یہی امر مستفاد ہے پھر وہ روایت بھی کوئی ضعیف نہیں بلکہ بخاری وغیرہ کتب

صحاح میں موجود ہے اور مرزا قادیانی بھی بخاری اور مسلم کی صحت اور قابل استدلال ہونے کے قائل ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۸۸۴ میں لکھتے ہیں:

اگر میں بخاری اور مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا تو میں اپنی تائید دعوی میں کیوں بار باران کو پیش کرتا۔

غرض کہ ابن عباسؓ کی تفسیر اور بخاری شریف کی روایت دونوں مرزا قادیانی کے مسلمات سے ہیں اور ان سے معراج جسمانی ثابت ہوگئی و هو المقصود

کفار نے آنحضرتﷺ پر اسی قدر اعتراض کیا تھا کہ اگر آپ بیت المقدس جا کر آئے ہیں تو وہاں کی نشانیاں بتلایئے پھر جب نشانیاں بتلائی گئیں تو اور کوئی اعتراض ان کو نہ سوجھا سوائے اس کے کہ عناد کی راہ سے ساحر کہہ دیا۔ مگر مرزا قادیانی چونکہ پڑھے ہوئے اور فہم وذکا میں ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں اس لئے انہوں نے اس مسئلہ میں ضرورت سے زیادہ موشگافیاں کر کے ایسے اعتراضات قائم کئے کہ اب تک کسی کو سوجھے نہ تھے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۹۳۲۔۹۳۳ میں لکھتے ہیں:

معراج کی حدیثوں میں سخت تعارض واقعہ ہے۔ کتاب الصلوۃ بخاری صفحہ ۵۰ میں جو حدیث ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ میں مکہ میں تھا کہ چھت کو کھول کر جبریل میرے پاس آئے اور میرے سینہ کو کھولا اور آب زمزم سے اس کو دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جس میں حکمت اور ایمان بھرا ہوا تھا سو وہ میرے سینے میں ڈالا گیا۔ پھر جبریل میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف لے گیا۔ مگر اس میں یہ نہیں لکھا کہ وہ طشت طلائی جو عین بیداری میں ملا تھا کیا ہوا، اور کس کے حوالے کیا گیا ...اور کتاب بدء الخلق صفحہ ۴۵۵ بخاری میں یہ حدیث ہے کہ میں بیت اللہ کے پاس خواب اور بیداری کے درمیان تھا کہ تین فرشتے آدمیوں کی صورت پر آئے اور ایک جانور بھی حاضر کیا گیا جس کا قد خچر سے کچھ کم مگر گدھے سے کچھ زیادہ تھا...اور چھٹے آسمان پر موسیٰ اور ساتویں پر ابراہیم کو دیکھا.. اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴۷۱ بخاری میں یہ حدیث ہے کہ معراج کی رات ابراہیم کو میں نے چھٹے آسمان میں دیکھا اور اس حدیث میں براق کا کوئی ذکر نہیں ...اور بخاری کی کتاب المناقب صفحہ ۵۴۸ میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں تھا یا حجرہ میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے میرا دل نکالا...اور بخاری کی کتاب التوحید میں صفحہ ۱۲۰ میں لکھا ہے مسجد کعبہ میں تین شخص پیغمبر خدا ﷺ کے

پاس آئے اور ہنوز رسول اللہ ﷺ منصب نبوت پر مامور نہیں ہوئے تھے یعنی وحی نازل ہونے اور مبعوث ہونے سے پہلے کا زمانہ تھا۔۔لیکن اسی حدیث میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ مبعوث ہو چکے تھے جب یہ معراج ہوا۔ پھر براق کے بغیر آسمان پر گئے اور...آخر میں آنکھ کھل گئی۔ ان پانچوں واقعوں میں لکھا ہے کہ معراج کے وقت پہلے پچاس نمازیں مقرر ہوئیں اور بعد تخفیف پانچ منظور کرائیں اور ترتیب رؤیت انبیاء میں بڑا اختلاف ہے۔'

یہ جتنی باتیں مرزا قادیانی نے لکھی ہیں بے شک بخاری کی احادیث میں موجود ہیں باوجود اس کے کسی مسلمان کا ذہن ان کے ابطال کی طرف منتقل نہ ہوا، اور صحابہ کے زمانہ سے آج تک باوجود ان روایات متعارضہ کے معراج پر اجماع ہی رہا،اس لئے کہ جب یقینی طور پر کوئی چیز ثابت ہو جاتی ہے تو اس کے عوارض میں اختلاف ہونے سے اس یقین پر کوئی اثر پڑ نہیں سکتا،مگر چونکہ مرزا کو اپنی عیسویت ثابت کرنے کی غرض سے اس کے ابطال کی ضرورت ہے اس لئے جن امور میں اغماض ہو رہا تھا ان کو ظاہر کر دیا تا کہ ضعیف الایمان لوگوں کو اصل معراج ہی میں شک پڑ جائے۔ بہت خیر گذری کہ مرزا قادیانی احادیث ہی میں تعارض پیدا کرنیکے درپئے ہوئے اگر قرآن کی طرف توجہ کرتے تو اس قسم کے بہت سارے اعتراض اس میں بھی پیدا کر دیتے ایک موسیٰؑ ہی کا قصہ دیکھ لیجئے کہ حق تعالی کہیں فرماتا ہے کہ موسیٰؑ کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا:

ثمّ بعثنا من بعد هم موسى بآ یا تنا الى فرعون وملائه (اعراف:۱۰۳)

اور کہیں فرماتا ہے کہ صرف قوم فرعون کی طرف بھیجا:

واذ نادى ربّک موسى ان ئتِ القوم الظّالمين۔ قوم فرعون الا يتقون (شعراء: ۱۰۔۱۱)

اور کہیں فرماتا ہے کہ انہیں اپنی قوم کی ہدایت کو بھیجا:

ولقد ارسلنا موسى بآ یاتنا ان اخرج قومک من الظّلمات الى النّور۔ وذکر هم بایام الله ۔ انّ فی ذلک لآ یات لکل صبّار شکور (ابراہیم: ۵)

اور کہیں فرماتا ہے کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھیجا:

فاتیا فرعون فقولا انّا رسول ربّ العالمين (شعرا:۱۶)

اور کہیں فرماتا ہے صرف موسیٰ کو بھیجا:

و اذ نا دی ربّک موسی ان ئت القوم الظّا لمین (شعرا:۱۰)

کہیں فرماتا ہے کہ موسیٰ نے ساحروں سے ابتداء فرمایا کہ جو تم کو ڈالنا منظور ہو ڈال دو:

و قال لھم موسی القوا ما انتم ملقون (یونس:۸۰)

اور کہیں فرماتا ہے کہ پہلے ساحروں نے اس بات میں تحریک کی:

قا لوا یا موسی امّا ان تلقی و امّا ان نکون نحن الملقین (صافات:۸۲)

اور کہیں فرماتا ہے فرعون اور اسکے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا:

فاخذ ناہ و جنودہ فنبذ نا ھم فی الیمّ (قصص:۴۰)

اور اس کے نظائر قرآن میں بکثرت موجود ہیں۔ ہر چند یہ ظاہر میں اختلاف معلوم ہوتا ہے مگر کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ موسیٰ کا واقعہ تعارض کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں نعوذ باللّٰہ من ذلک۔ ممکن نہیں کہ اہل ایمان کے دل میں اس تعارض کا ذرا بھی اثر ہو، یا اس کو تعارض سمجھیں۔ ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ شارع کو واقعات بیان کرنے سے کہانی مقصود نہیں ہوتی کہ جب بیان کی جائے پوری بیان کی جائے، بلکہ وہاں ہر بیان میں ایک خاص مقصود پیش نظر ہوتا ہے۔ پھر متعدد بیانوں سے پورا قصہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

اب معراج کے قصہ میں غور کیجئے کہ جس کو خدا کی قدرت پر ایمان ہو، کیا اس کو ان امور میں جو اس میں مذکور ہیں کچھ تامل ہوگا، یا جیسے موسیٰ کے قصہ میں متفرق امور مربوط و مرتب کئے جاتے ہیں یہاں ممکن نہیں، کیا یہ تصدیق ممکن نہیں کہ خدا نے کسی مصلحت سے چھت کھول کر فرشتوں کو حضرت ﷺ کے مکان میں اتارا ہو، اور پھر چھت کو ملا دیا ہو جس میں ظاہراً ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اجسام کے خرق والتیام کا پہلے ہی سے حضرت ﷺ کو مشاہدہ ہو جائے، اور شق صدر کے وقت کسی قسم کا تردد نہ ہو اور آسمانوں کے خرق والتیام کا استبعاد بھی جاتا رہے۔ کیا یہ محال ہے کہ فرشتوں نے حضرت ﷺ کو گھر سے مسجد میں اس غرض سے لایا ہو کہ معراج اس متبرک مقام سے ہو اور تھوڑی دیر آپ کے آرام فرمانے کے بعد وقت مقررہ پر جبریل نے آپ ﷺ کو جگایا ہو، اور کیا جبریل کو سونے کا طشت ملنا محال تھا یا یہ محال سمجھا گیا ہے کہ اتنا بوجھ اٹھا کر وہ یا ان کے ساتھ کے فرشتے آسمان پر کیسے چڑھ گئے، اور یہ تو کسی حدیث میں نہیں کہ جبریل نے حضرت ﷺ کو وہ طشت ہبہ کر دیا تھا، پھر مرزا جو اس سونے کے طشت کی تلاش کرتے ہیں کہ جو بیداری میں ملا تھا کیا ہوا اور کس کے حوالے کیا

گیا معلوم نہیں کس خیال پر مبنی ہے۔ جب طشت کا آسمان پر اٹھایا جانا مرزا قادیانی کی سمجھ سے باہر ہے تو فی الواقع آنحضرت ﷺ اور عیسیٰؑ کا آسمانوں پر جانا ہرگز ان کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسی خلاف عادت اور خلاف عقل باتوں پر ایمان لانا ہر کسی کا کام نہیں جب تک فضل الٰہی شامل حال نہ ہو ممکن نہیں کہ آدمی خدا اور رسول کے ارشادات پر ایمان لا سکے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے بل اللّٰہ یمنّ علیکم ان ھدا کم للایمان ان کنتم صادقین (حجرات: ۱۷) یعنی بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کا رستہ دکھایا بشرطیکہ تم دعویٰ اسلام میں سچے ہو۔ اگر آدمی کو ایمان لانا منظور ہو تو قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کو پیش نظر رکھ کر اور اپنے قصور فہم کا اعتراف کر کے ایمان لاسکتا ہے جیسے کروڑہا مسلمان باوجود تمام مضامین مذکورہ کے جن کو قادیانی اپنی کامیابی کا سامان سمجھ رہے ہیں ایمان لاتے رہے۔ اور جب ایمان لانا منظور نہیں ہوتا، تو مشاہدہ بھی کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ چنانچہ کفار نے باوجود دیکھ لیا کہ حضرت ﷺ نے ان کے تمام شبہات کے جواب دے دیئے مگر جب بھی ایمان نہ لائے۔...

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۸۹ لکھتے ہیں کہ:

> باوجودیکہ آنحضرت ﷺ کے رفع جسمی کے بارہ میں یعنی اس بارہ میں کہ وہ جسم سمیت شب معراج آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ کا اعتقاد بھی تھا...لیکن پھر بھی حضرت عائشہؓ اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ رؤیائے صالحہ تھی۔

اس تقریر سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ تقریباً کل صحابہ معراج جسمانی کے قائل تھے دوسری یہ کہ عائشہؓ اس کی منکر تھیں۔ کتب رجال وغیرہ سے ثابت ہے کہ صحابہ ایک لاکھ سے زیادہ تھے، لفظ تقریباً کے لحاظ سے اگر زیادتی حذف کی جائے تو بھی بقول مرزا ثابت ہے کہ لاکھ صحابہ معراج جسمانی کا اعتقاد رکھتے تھے۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جس بات پر لاکھ صحابہ کا اعتقاد ہو اسلام میں وہ کس قدر قابل وقعت ہے، اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرقہ ناجیہ وہی ہے کہ ان کا اعتقاد صحابہ کے اعتقاد کے موافق ہو۔ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے:

> عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ و تفترق امّتی علی ثلث و سبعین ملّۃ کلّھم فی النّار الّا واحدۃ قالوا من ھی یا رسول قال ما انا علیہ و اصحابی۔ متفق علیہ (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب و السنہ)

یہ بھی ارشاد ہے کہ جو جماعت سے ایک بالشت علیحدہ ہو جائے وہ اسلام سے خارج ہے

کما فی کنز العمال نمبر ۸۸۶ عن ابی داؤد قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من فارق الجماعۃ شبراً فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ ..

جب عموماً جماعت سے مخالفت کرنے والوں کا یہ حال ہو، تو لاکھ جماعت صحابہ کی مخالفت کرنے والے کا کیا حال ہوا ؟اور آیت شریفہ و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولّی (نساء: ۱۱۵) سے اس کی وعید ثابت ہے۔

اب رہا یہ کہ حضرت عائشہؓ معراج جسمانی کی منکر ہیں، سو وہ بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ ابھی بروایت صحیحہ ثابت ہوا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ شب معراج بیت المقدس جا کر تشریف لائے اور واقعہ بیان فرمایا تو بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور کفار نے حضرت ابوبکرؓ سے جا کر کہا، کیا اس کی تصدیق کرو گے؟ انہوں نے تصدیق کی۔ اسی روز سے آپ کا نام صدیق قرار پایا۔ ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اگر حضرت عائشہؓ کے نزدیک یہ واقعہ خواب ہوتا تو ضرور فرماتیں کہ ان بیوقوفوں نے جو مرتد ہو گئے اتنا بھی نہ سمجھا کہ یہ واقعہ خواب کا ہے جو عادۃً ایسے خلاف عقل خواب ہر شخص کو ہوا کرتے ہیں، اور حضرت ابوبکرؓ کو کفار کا عار دلانا کس قدر بیہودگی اور حماقت تھی، پھر صرف خواب کی تصدیق پر لقب صدیق حق تعالی کی طرف سے ان کو ملنا کیسا بدنما تھا۔ نعوذ باللّٰہ من ذلک۔

حضرت عائشہؓ کا اس واقعہ کو بغیر تصریح خواب کے بیان کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ عالم بیداری میں تھا جس پر یہ آثار مرتب ہوئے۔ پھر جو ان سے روایت ہے:

واخرج ابن اسحاق و ابن جریر عائشہ قالت ما فقدت جسد رسول اللّٰہ ﷺ و لکن اللّٰہ اسری بروحہ (درمنثور ج ۴ ص ۱۵۷) عائشہؓ کہتی ہیں کہ معراج حضرت ﷺ کی روح کو ہوئی اور جسم مبارک میرے پاس سے غائب نہ ہوا،

کیونکر صحیح ہوگی؟ اول تو یہ روایت صحاح میں نہیں، پھر اس میں یہ اختلاف ہے کہ بعض ما فقدت کہتے ہیں اور بعض ما فقد جیسا کہ شہاب خفاجی نے شرح شفا میں لکھا ہے۔

اور شفا قاضی عیاض میں ہے کہ یہ حدیث محدثین کے نزدیک ثابت نہیں، اسلئے کہ اس کی سند میں محمد ابن اسحاق ہیں جن کو امام مالک نے ضعیف کہا ہے اور زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے اور راوی مجہول ہے، اور ابن دحیہ نے تنویر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کسی نے صحیح حدیث کو رد کرنے کی غرض سے بنا لیا ہے۔

قطع نظر اس کے ما فقدت کی روایت تو کسی طرح صحیح ہو ہی نہیں سکتی اس لئے کہ اس زمانہ میں حضرت عائشہؓ کا نکاح ہی نہ ہوا تھا۔...

مرزا قادیانی مسئلہ معراج میں بوعلی سینا کے مقلد ہیں کیونکہ دبستان مذاہب میں ان کا قول نقل کیا ہے کہ حدیث معراج میں جبریل کا جو ذکر ہے اس سے قوت روح قدسی مراد ہے اور براق سے عقل ہے اور حضرت ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ میرے پیچھے ایک شخص چلا آ رہا تھا اس نے آواز دی کہ ٹھہرو اور جبریل نے کہا کہ اس سے بات نہ کیجئے اور چلے چلئے، اس سے یہ اشارہ ہے کہ قوت وہم پیچھے آ رہی تھی جب حضرت ﷺ اعضاء و جوارح کے مطالعہ سے فارغ ہوئے اور ہنوز حواس میں تامل نہ کیا تھا کہ قوت وہم نے آواز دی کہ آگے نہ بڑھئے اس کی وجہ یہ ہے کہ قوت واہمہ متصرف اور غالب ہے ہر وقت عقل کو ترقی سے روکتی رہتی ہے اور جو فرمایا کہ بیت المقدس پہنچے اور موذن نے اذان کہی اور میں آگے بڑھا دیکھا کہ جماعت انبیاء اور اولیاء داہنے بائیں کھڑی ہے، یہ اشارہ اس طرف ہے کہ حیوانی اور طبعی قوتوں کے مطالعہ سے جب حضرت ﷺ فارغ ہوئے تو دماغ کے قریب پہنچے وہاں قوت ذاکر متوجہ اعلام ہوئی اور حضرت تفکر کی طرف بڑھے اور قوائے دماغی مثلاً تمیز حفظ ذکر اور فکر وغیرہ داہنے بائیں موجود تھیں اسی طرح آسمانی معراج کا حال بھی بیان کیا۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ نہ بیت المقدس گئے، نہ آسمانوں پر، جتنی باتیں قرآن و حدیث میں مذکور ہیں سب کو وہیں مکہ میں بیٹھے ہوئے نمٹا دیا۔

مرزا قادیانی بھی یہی کہتے ہیں صرف فرق مراقبہ اور مکاشفہ کا ہے یعنی بوعلی سینا اس کو مراقبہ کہتے ہیں کہ قوائے جسمانی وغیرہ میں اس وقت حضرت غور فرما رہے تھے اور مرزا قادیانی مکاشفہ کہتے ہیں کہ وہیں بیٹھے ہوئے بیت المقدس اور آسمانوں کو کشف سے دیکھ رہے تھے۔ اہل رائے سمجھ سکتے ہیں کہ اگرچہ ان دونوں کو معراج کا انکار ہے مگر جس طرح بوعلی سینا نے تمام واقعات کو عقل کے مطابق کر دیا، مرزا قادیانی نہ کر سکے۔ بھلا کوئی پابند عقل اس کو مان سکتا ہے کہ آنکھیں جن پر مدار رؤیت ہے، تو بند ہوں، لاکھوں کروڑوں کوس پر کی چیزیں ایسی دکھائی دیں جیسے کوئی آنکھوں سے دیکھتا ہو بلکہ اس سے بھی صاف اصفی اور اجلی، ہرگز نہیں۔ مرزا قادیانی جو لکھتے ہیں کہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے، ایک حد تک درست ہے کیونکہ عام تجربہ ہے کہ جب آدمی آنکھیں بند کر لیتا ہے تو اقسام کے خیالات آنے لگتے ہیں اور اپنے اختیار سے بھی ذہن سے کام لیتا ہے۔ مرزا قادیانی کے خیالات چونکہ حد سے بڑھے ہوئے ہیں، عرش کو ایک بڑا چمکتا ہوا

تخت خیال کرتے ہوں گے اور اس پر رب العالمین بیٹھا ہوا اپنے روشن چہرے سے پردہ اتار کر اپنے سے باتیں کرتا ہوا دیکھ لیتے ہوں گے جیسا کہ ضرورۃ الامام صفحہ ۱۳ میں خود تحریر فرماتے ہیں۔ مگر اس کو کشف سمجھنا غلطی ہے۔

اگر مرزا قادیانی دعویٰ کریں کہ یہ خیالات مطابق واقع کے ہوتے ہیں تو جب تک دلائل عقلیہ سے اس کو ثابت نہ کریں ایک خیالی بات سے اس کا درجہ بڑھ نہیں سکتا، اور اگر اہل کشف کے اقوال پیش کریں تو جس معرکہ میں خدا و رسول کی بات کو وہ نہیں مانتے اہل کشف کا مجرد بیان کون مانے گا۔ ان کی تصدیق کا درجہ تو خدا اور رسول کی تصدیق کے بعد ہے، اور اگر کوئی ایسا ہی خوش اعتقاد شخص ہے کہ خلاف عقل بات بھی اہل کشف کی بلا دلیل مان لیتا ہے تو خدا اور رسول کی باتیں بلا دلیل مان لینا اس پر کیا دشوار ہے۔ اب دیکھئے کہ جس طرح جسم کے ساتھ آسمانوں پر جانا خلاف عقل ہے، کشف سے واقعی حالات معلوم کرنا بھی خلاف عقل ہے۔ پھر جب اہل کشف کی بات پر اس قدر وثوق ہے کہ ان کے مجرد قول سے کشف مان لیا جاتا ہے تو خدا و رسول کی بات پر مسلمان کو اس سے زیادہ وثوق چاہیے یا نہیں۔

مرزا قادیانی کو اعلیٰ درجہ کے کشف کا جو دعویٰ ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں کیونکہ وہ ایک معنوی چیز ہے جو دوسرے کو محسوس نہیں ہوسکتی۔ البتہ آثار سے کسی قدر اس کا ثبوت ہوسکتا ہے مگر جب ہم یہاں آثار پر نظر ڈالتے ہیں تو بجائے ثبوت کے اس کا ابطال ہوا جاتا ہے۔ اس لئے کہ مرزا صاحب ہمیشہ پیش گوئیاں کیا کرتے ہیں اور ہمارے علم میں مرزا قادیانی نجومی یا کاہن یا رمال نہیں ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ ان پیشگوئیوں کا مدار ان کے کشف پر ہے (یعنی جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے کشف کے ذریعہ سے پیش از پیش دیکھ کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ایسا ہوگا۔ مثلاً فلاں شخص تین برس کی مدت میں مرے گا) پیش گوئیوں کا مدار کشف پر اس وجہ سے ہے کہ بغیر کشف کے رجماً بالغیب وہ حکم لگا دینا ترجیح بلا مرجح ہے۔ ممکن ہے کہ وہ پچاس برس کے بعد مرے۔ پھر خود مرزا قادیانی کو اعلیٰ درجہ کے کشف کا دعویٰ بھی ہے۔ اس صورت میں ضرور تھا کہ ہر پیش گوئی ان کی صحیح نکلتی جس سے کشف کی صحت ثابت ہوتی۔ مگر ایسا نہ ہوا بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا دیکھئے کہ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے رسالہ الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے جن پیش گوئیوں کو معیار اپنی صداقت اور مدار بطالت قرار دیا وہ کل جھوٹی ثابت ہوئیں۔ پھر جب مولوی ثناء اللہ صاحب ان کا کذب ثابت کرنے کو قادیان گئے تو بجائے اس کے کہ مرزا قادیانی خوش ہو کر اپنے کمالات ظاہر

فرماتے اور پیش گوئیوں کا وقوع ثابت کرتے، اسلئے ناراض ہوگئے اور مناظرہ سے گریز کی۔ اس کے بعد مولوی صاحب موصوف نے وہ رسالہ لکھ کر ان پیش گوئیوں کا عدم وقوع اور بطلان بدلائل ثابت کیا جس کا جواب نہ قادیانی سے ہوا، نہ ان کے ہوا خواہوں سے۔ چنانچہ اسی رسالہ کے عنوان پر یہ عبارت لکھ دی کہ اس رسالہ میں مرزا قادیانی کے الہاموں پر مفصل بحث کر کے ان کو محض غلط ثابت کیا ہے اس کے جواب کے لئے طبع اول پر مرزا صاحب کو پانچ سو روپیہ انعام کا وعدہ دیا گیا تھا طبع ثانی پر ہزار کیا گیا اور طبع ثالث پر پورا مبلغ دو ہزار کیا جاتا ہے اگر وہ ایک سال تک جواب دیں تو انعام مذکور ان کے پیش کیا جائے گا۔

یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان الہامات اور پیش گوئیوں کے اثبات میں مرزا قادیانی ہی کا نفع تھا، پھر جب اس پر انعام ملتا تھا تو چاہیے تھا کہ سب کام چھوڑ کر اس رسالہ کے جواب میں مصروف ہو جاتے اور وہ رسالہ بھی کتنا، پورے سات جزو کا بھی نہیں۔ پھر جواب میں نہ کسی کتاب کے دیکھنے کی ضرورت ہے نہ اجتہاد کی۔ ہر پیشین گوئی سے متعلق جواب میں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ اس کا وقوع اس طرح ہوا اور اس کے فلاں فلاں گواہ موجود ہیں جس کے لئے ایک دو ورق سے زیادہ درکار نہیں۔ مگر جواب تو جب لکھا جائے کہ کسی پیش گوئی کا وقوع بھی ہوا ہو۔ وہاں تو سرے سے وجود ہی ندارد ہے، اور جو تقریروں میں ملمع سازی کی گئی تھی ان کی قلعی مولوی صاحب نے کھول دی اب ان پیشین گوئیوں کو اثبات حیز امکان سے کسی قدر خارج دکھائی دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ہم سری کا جو دعوی کرتے ہیں کہ اس قسم کے یعنی معراج جیسے کشفوں میں خود صاحب تجربہ ہیں، غلط فہمی ہے۔

یہاں یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ الحکم ۱۱ صفر ۱۳۲۳ھ نمبر ۱۳ میں مرزا کی تقریر درج ہے کہ:

> جیسا کہ بت پوجنا شرک ہے ویسے ہی جھوٹ بولنا بھی شرک ہے۔ بت پوجنے والا اس خیال سے بت پوجتا ہے کہ یہ میری مرادیں بر لاتا ہے، ایسا ہی جھوٹ بولنے والا بھی اسی خیال سے جھوٹ بولتا ہے کہ جھوٹ سے میرا کام نکلتا ہے، مقدمہ جیت لیتا ہوں، بیوپار ہوتا ہے اور آفات و بلا سے بچ جاتا ہوں ان دونوں باتوں میں کچھ فرق نہ ہے۔

جب مرزا قادیانی جھوٹ کو شرک سمجھتے ہیں تو وہ اسکے مرتکب کیونکر ہوئے ہونگے؟ اس کا جواب حقیقتاً نہائت دشوار ہے مگر عقلاء خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

مرزا قادیانی جو اپنے کشف کی خبر دیتے ہیں سو وہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس قسم کی تعلیوں

کی ان کی عادت ہے چنانچہ رسالہ عقاید مرزا میں توضیح مرام وغیرہ رسائل مرزا قادیانی سے ان کے اقوال نقل کئے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں، رسول ہوں، میرا منکر کافر ہے اور مردود ہے، میرے معجزات اورنشانیاں انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں، میری پیش گوئیاں نبیوں کی پیش گوئیوں سے زیادہ ہیں، میرے معجزات اورنشانات کے انکار سے سب نبیوں کے معجزات سے انکار کرنا پڑے گا، میرے منکروں اورمترددوں کے پیچھے نماز درست نہیں، بلکہ ان پر سلام نہ کرنا چاہیے۔ اور لکھتے ہیں کہ خدا بے پردہ ہوکر ان سے ٹھٹھے کیا کرتا ہے۔ وغیر ذلک۔

جب مرزا قادیانی کی جبلت میں تعلیاں داخل ہیں جن کا وجود ممکن نہیں تو ان کا یہ قول کہ معراج کے جیسے کشفوں میں مولف صاحب تجربہ ہے، کون اعتبار کرے۔...

قیامت اورحشر اجساد

مسئلہ معراج میں مرزا کی کارسازیاں آپ نے دیکھ لیں اب مسئلہ قیامت کو دیکھئے کہ کیسی کیسی کارستانیاں کررہے ہیں، ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۰۔۳۵۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

> قیامت کے دن میں بحضور رب العالمین ان کا حاضر ہونا ان کو بہشت سے نہیں نکالتا کیونکہ یہ تو نہیں کہ بہشت سے باہر کوئی لکڑی لوہے یا چاندی وغیرہ کا تخت بچھایا جائے گا اور خدا تعالی مجازی حکام اورسلاطین کی طرح اس پر بیٹھے گا اور کسی قدر مسافت طے کر کے اس کے حضور میں حاضر ہونا ہوگا تا یہ اعتراض لازم آئے کہ اگر بہشتی لوگ بہشت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں تو طلبی کے وقت انہیں بہشت سے نکلنا پڑے گا اور اس لق ودق جنگل میں جہاں تخت رب العالمین بچھایا گیا ہے حاضر ہونا پڑے گا۔ ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا ہے، اورحق یہی ہے کہ ہم عدالت کے دن پر ایمان تو لاتے ہیں اور تخت رب العالمین کے قائل ہیں، لیکن جسمانی طور پر اس کا خاکہ نہیں کھینچتے اوراس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ اور رسول نے فرمایا ہے وہ سب کچھ ہوگا لیکن ایسے پاک طور پر کہ خدا تعالی کے تقدس اور تنزہ میں کوئی فرق نہ ہو... حق یہ ہے کہ اس دن بھی بہشتی بہشت میں ہوں گے اور دوزخی دوزخ میں لیکن رحم الہی کی تجلی عظمی راست بازوں اور ایمان داروں پر ایک جدید طور سے لذات کاملہ کی بارش کر کے اور تمام سامان بہشتی زندگی کا حسی اور جسمانی طور پر ان کو دکھا کر اس نئے

طور کے دار السلام میں ان کو داخل کر دے گی۔

حاصل اس کا یہ ہوا کہ نہ نفخ صور ہوگا، نہ مردے زندہ ہوں گے، نہ حساب کتاب ہے، نہ صحائف اعمال کی جانچ، نہ پل صراط کا معرکہ درپیش ہے، نہ کسی قسم کی پریشانی اس روز ہوگی، نہ کسی کی شفاعت کی ضرورت ہے، اور ہزار ہا آیات واحادیث وآثار میں جن چیزوں کا ذکر بڑے اہتمام سے خدا اور رسول نے کیا ہے سب نعوذ باللہ بے اصل ہے۔

..اگر مرزا قادیانی یہ فرما دیتے کہ ایسی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اس وجہ سے ہم ان پر ایمان نہیں لائیں گے، تو مسلمانوں کو بے فکری ہو جاتی اور سمجھ جاتے کہ فی الحقیقت قیامت کا مسئلہ ایسا ہی ہے کہ ہر شخص کی سمجھ سے باہر ہے۔ نزول قرآن کے وقت جب عقلاء اس کو تسلیم نہ کر سکے تو تیرا سو برس کے بعد مرزا قادیانی کا تسلیم نہ کرنا چنداں بعید نہیں، مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ایمان کا جھگڑا لگا رکھا۔

مرزا صاحب تخت رب العالمین پر ایمان تو لاتے ہیں مگر لکڑی وغیرہ کے تخت پر نہیں لاتے کیونکہ جب جنت کے باہر لق ودق جنگل میں وہ تخت آئے گا تو لکڑی وغیرہ کا ہو جائے گا جو اس قابل نہیں کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ البتہ وہ جنت میں بچھے گا تو ایمان لانے کے قابل ہوگا۔ اس لئے کہ نہ وہ لکڑی کا ہوگا نہ کسی چیز کا۔ اب یہ بات غور طلب ہے کہ وہ تخت کیسا ہوگا کہ تخت تو ہوگا مگر کس چیز کا ہوگا۔ پھر ایسا تخت ہوسکتا ہے تو جنت کے باہر آنے سے اس کو کون چیز مانع ہے۔ بہر حال مرزا قادیانی کو اگر قرآن پر ایمان لانا منظور ہوتا تو جس قسم کا تخت جنت میں تجویز کر رہے ہیں جنت کے باہر بھی تجویز کر سکتے ہیں، مگر ان کو قیامت کا انکار ہی منظور ہے، اس لئے اس کی یہ تمہید کی کہ جب تخت رب العالمین آ ہی نہیں سکتا تو قیامت کے دوسرے واقعات جو اس روز حق تعالی کے روبرو ہونگے کہاں، اس وجہ سے جتنے آیات واحادیث قیامت کے باب میں وارد ہیں نعوذ باللہ سب خلاف واقع ہیں یہاں مرزا کی اس تقریر کو بھی یاد کر لیجئے کہ قرآن کا ایک نقطہ کم نہیں ہوسکتا۔

اب ہم محشر کا تھوڑا سا حال بیان کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ حشر اجساد ہمارے دین میں کس قدر مہتم بالشان ہے۔ امام سیوطی (درمنثور ج ۶ ص ۳۱۸) میں لکھتے ہیں:

اخرج احمد والتّرمذی و ابن منذر و الحاکم و صححه و ابن مردویه عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه ﷺ من سره ان ینظر الی یوم القیامة کانه رأی العین فلیقرأ اذا الشّمس کوّرت و اذا السّماء

انفطرت و اذا السّما انشقّت، یعنی نبی ﷺ نے فرمایا اگر کوئی چاہے کہ قیامت کا حال برأی العین مشاہدہ کر لے تو سورہ اذا الشمس کو اور اذا السماء الفطر ت و اذا السماء انشقت کو پڑھے۔

ان سورتوں میں مجملاً قیامت کا بیان ہے کہ اس روز آسمان پھٹ جائیں گے، آفتاب اور تمام تارے تیرہ و تار ہو کر گر جائیں گے، سمندر خشک ہو جائیں گے، دوزخ خوب سلگائی جائے گی، مردے زندہ ہوں گے، نامہ اعمال ہر ایک کے اڑ اڑ کر اس کے ہاتھ میں آ جائیں گے، چونکہ حشر زمین پر ہوگا اس لئے اس کی درستی اور صفائی کا یہ اہتمام اس روز ہوگا کہ جتنے سمندر اور دریا ہیں سب خشک کر کے اور پہاڑوں اور جھاڑوں کو نکال کر زمین کی وسعت بڑھادی جائے گی اور ایسی مسطح بنادی جائے گی کہ کہیں نشیب و فراز باقی نہ رہے اور چونکہ تمام فرشتے بھی زمین پر اتر آئیں گے اس لئے وہ اور بھی کشادہ کی جائے گی جس میں تمام خلائق کی گنجائش ہو۔ ان تمام امور کا ذکر بالتفصیل قرآن شریف میں موجود ہے چند آیات یہاں لکھی جاتی ہیں:

و یسالونک عن الجبال فقل ینسفها ربّی نفساً۔ فیذرها قاعاً صفصفاً۔ لا تری فیها عوجاً وّ لا امتا۔ یو مئذٍ یتبعون الدّاعی لا عوج له و خشعت الاصوا ت للرّ حمن فلا تسمع الا همسا۔ (طہ: ۱۰۵۔۱۰۸) پوچھتے ہیں تم سے پہاڑوں کا حال، سو کہو ان سے بکھیر دے گا ان کو میرا رب اڑا کر، پھر کر دیگا زمین کو پڑا میدان، نہ دیکھو گے اس میں موڑ نہ ٹیلا۔ جس دن پیچھے دوڑیں گے پکارنے والے کے جس میں کوکجی نہ ہوگی، اور دب گئیں آوازیں رحمٰن کے ڈر سے۔ مگر کھسر پھسر کی آواز۔

اس آیت میں صراحۃً مذکور ہے کہ پہاڑ زمین سے نکال دیئے جائیں گے اور زمین مسطح بنادی جائے گی۔ اور ارشاد ہے:

و یوم نسیّر الجبال و تری الارض بارزة و حشرناهم فلم نغادر منهم ا حداً۔ و عر ضوا علی ر بّک صفا، لقد جئتمو نا کما خلقنا کم اوّل مرّة، بل زعمتم الّن نجعل لکم موعداً (کہف: ۴۷۔۴۸) اور جس دن ہم چلا دیں گے پہاڑ اور تم دیکھو گے زمین کھل گئی اور جمع کریں گے ہم ان کو پھر نہ چھوڑیں ان میں سے ایک کو، اور سامنے لائے جائیں گے تمہارے رب کے قطار کر کے، آ پہنچے تم ہمارے پاس جیسا ہم نے بنایا تھا تم کو پہلی بار، بلکہ تم کہا کرتے تھے کہ نہ ٹھہرائیں گے ہم تمہارا کوئی وعدہ۔

اس آیت میں صاف مذکور ہے کہ اس مسطح اور ہموار زمین پر سب لوگ اکٹھے کئے جائیں اور وہ حق تعالی کے روبرو حاضر ہوں گے ار منکرین حشر کو زجر و توبیخ ہوگی و اذ البحار سجّرت (تکویر: ٦) (اور جب سمندر بھڑ کائے جائیں گے) بخاری کتاب التفسیر میں ہے قال الحسن سجّرت ذھب ماء ھا فلا یبقی قطرة یعنی اس روز سمندر ایسے سوکھ جائیں گے کہ ان میں ایک قطرہ باقی نہ رہے گا۔

درمنثور جلد۴ ص ۹۱ پر سیوطیؒ نے بدور سا فرہ فی احوال الآخرة میں لکھا ہے:

عن ابن عباس فی قولہ تعالی یوم تبدل الارض غیر الارض .. الآیة، قال یزاد فیھا و ینقص منھا و تذھب آکامھا و جبالھا و اودیتھا و شجرھا و ما فیھا و تمد مد الادیم۔

یعنی حق تعالی جو فرماتا ہے یوم تبدّل الارض (ابراہیم: ۴۸) اس کی تفسیر میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمین میں کمی وزیادتی ہو جائے گی، ٹیلے پہاڑ وادیاں جھاڑ اور جو کچھ اس میں ہے یہ سب چیزیں نکال دی جائیں گی تاکہ ایک سطح ہو جائے۔ پھر کھینچ کر مثل ادیم کے کشادہ کی جائے گی۔ چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے و اذا الارض مدّت۔ الحاصل زمین جب مسطح اور ایسی وسیع کردی جائے گی کہ تمام جن وانس و ملائکہ وغیرھم کی اس میں گنجائش ہو اس وقت تمام مردوں کو حکم ہو گا کہ سب زندہ ہو کر میدان حشر میں آ کھڑے ہوں:

ثمّ نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام یّنظرون (زمر: ٦٨) یعنی دوسری بار صور پھونکا جائے گا جس سے سب مردے فوراً کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھنے لگیں گے۔

یقولون أئنّا لمردودون فی الحافرة۔ ء اذا کنّا عظاماً نخرة۔ قالوا تلک اذاً کرّة خاسرة۔ فانّما ھی زجرة واحدة۔ فاذا ھم بالسّاھرة (نازعات: ۱۰۔۱۴) کہتے ہیں کیا ہم پہلی کی سی حالت کی طرف پھر لوٹائے جائیں گے؟ کیا اس وقت جب کہ ہم ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گے؟ کہتے ہیں کہ پھر تو یہ لوٹنا نقصان دہ ہے۔ وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہے، وہ ایک دم میدان میں جمع ہو جائیں گے۔

حاصل یہ کہ کفار قیامت کی نسبت بہت باتیں بناتے اور استبعاد ظاہر کیا کرتے تھے کہ یہ کیسا اور وہ کیونکر ہوگا۔ ارشاد ہوا یہ وہ کچھ نہیں ایک جھڑکی کے ساتھ سب زمین پر آرہیں گے درمنثور جلد٦ ص ۳۱۲ امام سیوطیؒ نے بالسّاھرة کی تفسیر میں لکھا ہے:

عن الضحاك قال كانوا فی بطن الارض ثمّ صاروا علی ظهرها
یعنی سب مردے زمین کے اندر سے نکل کر اوپر آ جائیں گے۔

دیکھ لیجئے ان آیات سے مردوں کا قبروں سے نکلنا اور حق تعالی کے روبرو حاضر ہونا کس قدر ظاہر و واضح ہے۔

مرزا جو ازالہ اوہام میں بار بار لکھتے ہیں کہ: یحمل النصوص علی الظواھر، سو ان نصوص کو ظاہر پر حمل کرنے سے کون چیز مانع ہے۔ اگر فرماویں کہ عقل مانع ہے تو کفار بھی یہی کہہ کر کھلے طور پر ایمان لانے سے منکر ہو گئے تھے، پھر ایمان کے دعوی کی کیا ضرورت؟ یہ تو منافقوں کی عادت تھی کہ دل میں تو ایمان نہیں مگر کہتے ضرور تھے کہ ہم مومن ہیں، اور جب عقل کو اس قدر غلبہ دیا جاتا ہے کہ خدا کا کلام بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے، تو براہین احمدیہ میں کیوں فرمایا تھا کہ عقل مغیبات کے دریافت کا آلہ نہیں بن سکتی، اور عقل خدا کی حکمتوں کا پیمانہ نہیں بن سکتی۔ اس سے تو ظاہر ہے کہ اس وقت صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینا منظور تھا۔

یہ تو زمین کا حال تھا اب آسمانوں کا حال سنیئے کہ اس روز کیا ہوگا حق تعالی فرماتا ہے:

اذا السّماء انفطرت (انفطار:۱)

اذا السّماء انشقّت و اذا السّماء کشطت (انشقاق :۱)

یوم نطوی السّماء کطیّ السّجل للکتب (انبیاء:۱۰۴)

یعنی آسمان چر جائیں گے، پھٹ جائیں گے، ان کا پوست کھینچا جائے گا، لپیٹ دیئے جائیں گے جیسے طومار میں کاغذ لپیٹا جاتا ہے۔ اور تاروں کی نسبت فرمایا ہے:

اذا الشّمس کوّرت و اذا النّجوم انکدرت (تکویر:۱۔۲)

و اذا الکواکب انتثرت (انفطار:۲)

یعنی آفتاب اور تارے تیرہ و تار ہو کر جھڑ جائیں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آسمانی نظم و نسق درہم برہم ہو کر وہ کارخانہ ہی طے کر دیا جائے گا اور کل ساکنین فلک کا مجمع زمین پر ہو جائے گا:

کلا اذا دکّت الارض دکاّ دکاً ۔و جاء ربّک و الملک صفّا صفاً ۔و جیء یومئذٍ بجهنم، یومئذٍ یّتذکّر الانسان و انّی له الذّکری ۔یقول یا لیتنی قدّمت لحیاتی۔ فیومئذٍ لا یعذّب عذابه احد۔ وّ لا یوثق وثاقه احد۔ یا ایّتها النّفس المطمئنّة۔ ارجعی الی ربّک راضیةً

مّرضية۔ فاد خلی فی عبادی۔ و اد خلی جنّتی۔ (فجر: ۲۱۔۳۰) جب پست کرے زمین کو کوٹ کوٹ اور آوے تمہارا رب اور فرشتے آویں قطار در قطار، اور لائی جائے اس دن دوزخ، یاد کرے گا اس روز انسان، اور کہاں ہے اس دن سوچنا، کہے گا کاش میں کچھ آگے بھیجتا اپنی زندگی میں، اور عذاب نہ کرے اس عذاب کی مانند کوئی اور باندھ نہ رکھے اس کا سا باندھنا کوئی، کہا جائے گا اے نفس مطمئنہ پھر چل اپنے رب کی طرف، تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، داخل ہو جا میرے خاص بندوں میں، داخل ہو جا جنت میں۔

حاصل یہ کہ تمام آسمانوں کے فرشتے زمین پر اتر آئیں گے اور ہر ہر آسمان کے فرشتے ایک ایک جدا صف باندھ کر کھڑے ہو جائینگے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اس وقت مسلمانوں کو جنت میں داخل ہونے کا حکم ہوگا۔ آیہ موصوفہ و جاء ربّک سے اگر چہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ حق تعالی کا عرش زمین کی جانب نزول فرمائے گا مگر چونکہ ہمارے اذہان اس قسم کے الفاظ سے اسی معنی کی طرف منتقل ہوتے ہیں جو ہماری بول چال میں جسمانیات سے متعلق ہیں اور حقیقت مجیء جو لائق شان کبریائی ہے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اس لئے اس مقام میں یہ تاویل کی جاتی ہے کہ حق تعالی اس روز خاص طور پر کسی قسم کی تجلی فرماوے گا اور ارشاد ہے

و یحمل عرش ربّک فوقھم یو مئذٍ ثما نیة (حا قہ: ۱۷)

تمہارے رب کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھاویں گے۔

امام سیوطیؒ نے درمنثور جلد ۶ ۲۶۱ میں لکھا ہے:

عن ابن زید قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یحملہ الیوم اربعة و یوم القیا مة ثما نیة۔ یعنی آج عرش کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے روز آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔

اور اس وجہ سے کہ آفتاب چاند ستارے ٹوٹ پھوٹ جائیں گے، زمین پر خدا کے نور کے سوا کوئی نور نہ ہوگا و اشرقت الارض بنور ربّھا (زمر: ۶۹) یعنی روشن ہو جائے گی زمین اپنے رب کے نور سے۔ اور ظاہری قربت کی حالت یہ ہوگی کہ ہر شخص کو دولت ہم کلامی نصیب ہوگی چنانچہ بخاری (با ب من نو قش الحسا ب عذّ ب) میں ہے:

عن عدی بن حاتم قال قال النبی ﷺ: ما منکم من احد الا سیکلّمه اللّٰہ یوم القیا مة لیس بینه و بینه ترجمان۔ ثم ینظر فلا یری شیئاً

قدّا مه ثم ینظر بین ید یه فستقبله النار ۔ فمن استطاع منکم ان یتقی النار و لو بشقّ تمرةٍ یعنی تم میں سے ہر شخص کے ساتھ حق تعالی کلام کرے گا کہ کوئی ترجمان درمیان میں نہ ہوگا۔...۶۵۳۹

... اور اعمال نامے ہر طرف سے اڑیں گے اور ہر ایک کے ہاتھ میں آ جائیں گے:

و اذا الصّحف نشرت (انشقا ق : ۱۰)

یومئذٍ تعرضون لا تخفی منکم خا فیه۔ فا مّا من اوتی کتا به بیمینه فیقول هاؤم اقرؤا کتابیه۔ اِنّی ظننت انّی ملاقٍ حسابیه۔ فهو فی عِیشة رّا ضیة۔ فی جنّةٍ عالیه۔ قطوفها دا نیه۔ کلوا و اشربوا هنیئاً بما اسلفتم فی الایام الخالیة۔ و امّا من اوتی کتابه بشماله فیقول یا لیتنی لم اوت کتابیه۔ و لم ادر ما حسابیه۔ یا لیتها کا نت القا ضیة۔ ما اغنی عنّی مالیه۔ هلک عنّی سلطانیة ۔خذوه فغلّوه۔ ثمّ الجحیم صلّوه۔ ثمّ فی سلسلة ذرعها سبعون ذراعاً فاسلکو ہ۔ (حا قه : ۱۸: ۳۲) اس دن سامنے جاؤ گے چھپ نہ رہے گا چھپنے والا ۔سو جس کو ملا نامہ اعمال سیدھے ہاتھ میں کہے گا لوجیو پڑھو میرا نامہ، مجھے اعتقاد تھا کہ مجھ کو ملتا ہے میرا حساب، سو وہ پسندیدہ عیش میں رہے گا، جنت میں جس کے میوے جھک رہے ہیں کھاؤ خوشگوار جو آگے بھیجا تم نے پہلے دنوں میں، اور جس کو ملا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں، کہے گا کاش مجھ کو نہ ملتا میرا لکھا، اور مجھ کو خبر نہ ہوتی کہ کیا ہے میرا حساب ۔اے کاش موت ہی میرا کام آخر کر دیتی، کچھ کام نہ آیا مجھ کو میرا مال، زائل ہوگئی مجھ سے حکومت، کہا جائے گا کہ اس کو پکڑو، پھر طوق ڈالو، پھر آگ کے ڈھیر میں اس بٹھاؤ، پھر ایک زنجیر میں جس کا ناپ ستر گز ہے اس کو جکڑو۔

اور اعمال تلنے کا بھی ایک بڑا معرکہ ہے۔حق تعالی فرماتا ہے:

والوزن یو مئذ ن الحق، فمن ثقلت موازینه فا ولئک هم المفلحون۔ ومن خفّت موازینه فاولئک الّذین خسِروا انفسهم بما کانوا بآ یاتنا یظلمو ن۔ (اعراف:۸۔۹) (اس روز وزن بھی برحق ہے پھر جس شخص کا پلا بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہونگے ۔ اور جس شخص کا پلا ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنا نقصان کرلیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے)

اور ارشاد ہے:

و نضع الموازین ا لقسط لیوم القیا مۃ فلاتظلم نفس شیئاً،و ان کان مثقا ل حبّۃٍ من خردلٍ ا تینا بھا، و کفی بنا حا سبین (انبیاء: ۴۷)(اور رکھیں گے ہم ترازو انصاف کی قیامت کے دن، پھر ظلم نہ ہوگا کسی ایک شخص پر ایک ذرہ، اور اگر ہوگا برابر رائی کے دانہ کے بھی وہ بھی ہم لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنیوالے)

اور حق تعالی فرماتا ہے:

حتّی اذا جا ؤھا شھد علیھم سمعھم و ابصا رھم و جلودھم بما کا نوا یعملون (حم سجدہ: ۲۰)

الیوم نختم علی افواھھم و تکلّمنا اید یھم و تشھد ارجلھم بما کا نوا یکسبو ن (یسین : ۶۵)

یعنی ان کے منہ پر اس روز مہر کردی جائے گی اور ہاتھ اور پاؤں وغیرہ اعضا سے گواہی طلب کی جائے گی اور ہر عضو جو کچھ دنیا میں کام کیا تھا پورا پورا کہہ دے گا۔

اور ارشاد باری ہے:

و ان منکم الّا واردھا کان علی ربّک حتماً مقضیّاً (مریم: ۷۱) اور تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونیوالا ہے، یہ تیرے پروردگار کے ذمے قطعی فیصلہ شدہ امر ہے

...پھر وہ مصیبت کا روز معمولی بھی نہ ہوگا بلکہ :

سال سا ئل بعذا ب واقع۔ للکا فر ین لیس لہ دا فع۔ من اللّٰہ ذی المعا ر ج۔ تعر ج الملا ئکۃ و الرّو ح الیہ فی یوم کا ن مقدا رہ خمسین الف سنۃٍ۔فا صبر صبراً جمیلا (معارج: ۱۔۵)(درخواست کرتا ہے درخواست کرنے والا اس عذاب کی جو واقع ہونے والا ہے، کافروں کے واسطے جسے ہٹانے والا کوئی نہیں، اللہ کی طرف سے جو مرتبوں والا ہے، چڑھیں گے اس کی طرف فرشتے اور روح اس دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے سو صبر کرو اچھا صبر)

غرض قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہونا اور اس میں اقسام کے مصائب کا پیش آنا قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے جس کو ذرا بھی ایمان ہو اس میں ہرگز شک نہیں کر سکتا۔ اس پر بھی جن لوگوں کو شک ہو حق تعالی ان کو عقلی طریقہ سے سمجھاتا ہے:

یا ایّھا النّاس ان کنتم فی ریبٍ من البعث فانّا خلقنا کم من ترابٍ ثمّ من نطفةٍ ثمّ من علقةٍ ثمّ من مضغةٍ مخلّقةٍ و غیر مخلّقةٍ لّنبیّن لکم و نقرّ فی الار حام ما نشاء الی اجلٍ مّسمّی ثمّ نخرجکم طفلاً ثمّ لتبلغوا اشدّ کم، و منکم من یّتوفّی و منکم من یّردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علمٍ شیئاً، و تری الارض ھامدةً فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزّت و ربت و انبتت من کلّ زو ج بھیج۔ ذ لک بانّ اللّٰہ ھوالحقّ وانّہ یحی الموتی وانّہ علی کلّ شیءٍ قدیر وانّ السّاعة آتیة لا ریب فیھا و انّ اللّٰہ یبعث من فی القبور۔ و من النّاس من یجادل فی اللّٰہ بغیر علمٍ و لا ھدی ولا کتا بٍ مّنیر۔ ثا نی عطفہ لیضلّ عن سبیل اللّٰہ، لہ فی الدّ نیا خزی و نذ یقہ یوم القیا مة عذاب الحر یق۔ (حج:۵،۹) اے لوگو! تم کو شک ہے جی اٹھنے میں تو (دیکھو) کہ ہم نے تم کو بنایا مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر خون بستہ سے، پھر مضغہ گوشت سے صورت بنی ہوئی اور نہ بنی ہوئی، یہ اس واسطے کہ تم کو ظاہر طور پر معلوم کرا دیں، اور ٹھہرا رکھتے ہیں ہم رحم میں جو کچھ چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک، پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں، پھر جب تک پہنچو اپنی جوانی کے زور کو، اور بعضے تم میں سے مر جاتے ہیں اور بعضے پھیرے جاتے ہیں ارذل عمر تک، سمجھ کے پیچھے کچھ بھی نہ سمجھنے لگیں، اور تم دیکھتے ہو زمین خشک پر جہاں ہم نے اتارا اس پر پانی تازی ہوئی اور ابھری اور اگائیں ہر قسم کی رونق کی چیزیں، یہ اس واسطے کہ اللہ ہی ہے حق، اور وہ جلاتا ہے مردے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ اٹھائے گا قبر میں پڑے ہووں کو، اور بعض لوگ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن کے اپنی گردن موڑ کر کہ گمراہ کریں اللہ کی راہ سے ان کی رسوائی دنیا میں ہے اور چکھا دیں گے ہم ان کو قیامت کے دن جلن کی عذاب۔

ان آیات میں حق تعالی ان لوگوں کو جو قیامت کے قائل نہیں کئی مثالوں سے سمجھاتا ہے کہ تم اپنی ہی پیدائش کو دیکھ لو کہ کس قدر عقل کے خلاف ہے، مٹی سے نباتات اور ان سے نطفہ اور اس سے علقہ اور اس سے مضغہ اور اس سے آدمی بنتا ہے۔ پھر تم پر کیسے کیسے انقلابات آتے ہیں کبھی

لڑکے، کبھی جوان، کبھی بعد کمال عقل کے بے وقوف محض، اور زمین ہی کو دیکھ لو کہ خشک ہونے کے بعد ہمارے حکم سے کیسی لہلہانے لگتی ہے۔ اس سے سمجھ سکتے ہو کہ خدا جو ہمیشہ اس عالم میں انقلابات پیدا کیا کرتا ہے اس انقلاب اخروی پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر کے میدان حشر میں قائم کر دے۔ اس پر بھی جو نہ مانے وہ دنیا میں ذلیل اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حق تعالی جو فرماتا ہے یاایّہا النّاس ان کنتم فی ریبٍ مّن البعث (حج :۵) سو مرزا قادیانی کا شبہ اس میں داخل ہے یا نہیں؟ انہوں نے تحریر سابق میں اپنا اعتقاد بیان کر دیا ہے کہ مرنے کے بعد ایک حالت مستمرہ رہے گی اور کوئی زندہ ہو کر زمین پر نہ آئے گا۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ جن شبہات کے رفع کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ان میں مرزا قادیانی کا شبہ اور اعتقاد بھی داخل ہے۔ اب مرزا قادیانی کو خدا کا شکر بجالانا چاہیے کہ کس طرح مثالیں دے دے کر حق تعالی نے موت کے بعد زندہ کرنے کا حال بیان فرمایا۔ اگر یہودیت کا خیال مانع ہے تو اس کی طرف کچھ توجہ کی ضرورت نہیں اس لئے کہ شیطان ایسے ہی قیاس کر کے آدم کے سجدہ سے رکا تھا۔

خدا کے ارشاد کے بعد مسلمانوں کو چون و چرا کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب اہل انصاف خود ہی غور کر لیں کہ مرزا قادیانی جو پوچھتے ہیں کہ کیا قیامت کے دن بحضور رب العالمین حاضر ہونا ان کو بہشت سے نہیں نکالتا (ازالہ اوہام۔ ص ۳۵۰) معاد جسمانی کا انکار ہے یا نہیں اور یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے مخالف ہے یا نہیں اور اس مخالفت سے آدمی کا ایمان باقی رہ سکتا ہے یا نہیں؟

خدا تعالی تو صاف فرما رہے ہیں کہ حشر زمین پر برپا ہوگا اور اس تصریح کے ساتھ کہ اس دن زمین جھاڑ پہاڑ وغیرہ سے خالی کر دی جائے گی دریا خشک ہو جائیں گے وغیرہ، مگر مرزا قادیانی ایک نہیں مانتے۔ قرآن وحدیث سے مردوں کا قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف جانا ثابت ہے و نفخ فی الصّور فاذا ھم من الاجدا ث الی ربّھم ینسلون (یسین :۵۱) یعنی صور پھونکے جانے کے ساتھ ہی سب آدمی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑیں گے، اور نیز میدان حشر میں کھڑے ہونے، پسینے کی حالت .. وغیرہ صاف طور پر معاد جسمانی پر گواہی دے رہا ہے مگر مرزا قادیانی اس کی تصدیق نہیں کرتے اور معرکہ حساب و میزان و پل صراط وانبیاء کی پریشانی اور نفسی نفسی کہنا دلیل بین ہے اس پر کہ اس وقت کوئی جنت میں نہ ہوگا مگر مرزا قادیانی اس کو رد کر کے کہتے ہیں کہ بہشت سے کوئی نہ نکلے گا۔

دیکھ لیجئے ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ مرزا صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے

ہیں کہ قرآن پر ہمارا ایمان ہے اور اس سے ایک نقطہ کم نہیں ہوسکتا۔ فی الحقیقت ایک نقطہ تو کم نہیں کیا مگر جزو کے جزو نکال دیئے۔ اب یہاں ایک اور مشکل درپیش ہے کہ مرزا قادیانی یہ بھی کہتے ہیں:

ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ و رسول نے فرمایا ہے وہ سب کچھ ہوگا لیکن ایسے پاک طور پر کہ جو خدا تعالی کے تقدس اور تنزہ اور اس کی تمام صفات کاملہ کے منافی ومغائر نہ ہو۔ بہشت تجلی گاہ حق ہے یہ کیوں کر کہہ سکیں کہ اس دن خدا تعالی ایک مجسم شخص کی طرح بہشت سے باہر اپنا خیمہ یا یوں کہو کہ اپنا تخت بچھوا دے گا بلکہ حق یہ ہے کہ اس دن بھی بہشتی بہشت میں ہوں گے اور دوزخی دوزخ میں۔ لیکن رحم الہی کی تجلی عظمی راست بازوں اور ایمان داروں پر ایک جدید طور سے لذات کاملہ کی بارش کر کے اور تمام سامان زندگی کا حسّی اور جسمانی طور پر ان کو دکھلا کر اس نئے طور پر کے دار السلام میں ان کو داخل کردے گی۔ ایسا ہی خدا تعالی کی قہری تجلی جہنم کو بھی بعد از حساب اور الزام صریح کے نئے رنگ میں دکھلا کر گویا جہنمی لوگوں کو نئے سرے جہنم میں داخل کریگی۔ (ازالہ۔ص ۳۵۵)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ جنت میں بھی ہوں گے اور زمین محشر پر بھی۔ محشر کے مصائب اور آفات تو ابھی معلوم ہوئے اب تھوڑے سے احوال جنت کے سن لیجئے:

جنّا ت تجری من تحتھا الانھار۔ (محمد: ۱۲)

فیھا انھار من ماءٍ غیر آسن، و انھار من لبنٍ لم یتغیر طعمہ، و انھار من خمرٍ لذّۃٍ للشّاربین، و انھار مّن عسلٍ مصفّی (محمد: ۱۵)

لکم فیھا فا کھۃ کثیرۃ مّنھا تا کلون (زخرف: ۷۳)

و فیھا ما تشتھیہ الانفس و تلذّ الاعین (زخرف: ۷۱)

لھم فیھا ازواج مّطھّرۃ (بقرۃ: ۲۵)

و عند ھم قا صرات الطّرف (صا فا ت: ۴۸)

و حور عین کا مثال اللولوء المکنون (واقعہ: ۲۲،۲۳)

یحلّون فیھا من اساور من ذھب، و یلبسون ثیا باً خضراً من سندس و استبرقٍ متکئین فیھا علی الآرا ئک (کھف: ۳۱)

یطا ف علیھم بصحا فٍ من ذھب و اکوا ب (زخرف: ۷۱)

و کا ساً دھا قاً (نبا: ۳۴)

لا یرو ن فیھا شمساً و لا زمھریراً (دھر : ۱۳)

فیھا سرر مر فوعة، و اکوا ب مو ضو عة ،و نما رق مصفو فة، و زرابی مبثو ثه (غا شیه : ۱۳۔۱۶)

اس کے سوا اور بہت سی آیتیں ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ جنتیوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے مکانوں کے نیچے پانی اور دودھ اور شراب مصفی شہد کی نہریں بہتی ہوں گی، مکانات نہایت پر تکلف جن میں بہت ہی پاکیزہ فرش بچھے ہوئے اور مسندیں لگی ہوئیں اور ایک طرف اونچے اونچے تخت سجے ہوئے اور بی بیاں نہایت پاکیزہ اور شرمگیں اور حوریں نہایت حسین فاخرہ لباس اور اقسام کے زیوروں سے آراستہ نزدیک بیٹھی ہوئیں اور خود بھی زیور اور عمدہ لباس پہنے ہوئے اور میوہ جات اور طرح طرح کی نعمتیں جن کا شمار نہیں، غلمان و خدام متقابوں پر متقابین لئے چلے آرہے ہیں اور جھلکتے پیالوں کا پیہم دور، پھر جس چیز کی خواہش ہو فوراً موجود، اور ان کے سوا وہ نعمتیں جو نہ کانوں نے سنیں نہ آنکھوں نے دیکھیں ہر وقت مہیا، پھر نہ اس میں آفتاب کی گرمی، نہ زمہریر کی سردی، نہ کسی امر کی فکر، نہ اس سے نکلنے کا اندیشہ، نہ موت کا کھٹکا وغیرہ، امور جن کو تمام مسلمان جانتے ہیں۔

اب دیکھئے مرزا قادیانی جو فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز بہشت سے کوئی نہیں نکلے گا اور قیامت کے کل مصائب پر بھی ایمان ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اس روز مصائب قیامت میں بھی سب جنتی مبتلا رہیں گے اور عیش وعشرت میں بھی سرگرم اور مشغول رہیں گے۔ یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی مگر ابن حزم نے ملل ونحل میں لکھا ہے کہ انجیل متی کے چودھویں باب میں مذکور ہے کہ مسیح نے کہا کہ یحی نہ کھانا کھاتے ہیں نہ پانی پیتے ہیں، اور میں کھانا بھی کھاتا ہوں اور پانی بھی پیتا ہوں، اس سے ظاہر ہے کہ یحی، مسیح سے افضل ہیں۔ نصاری اس کا جواب دیتے ہیں کہ مسیح کا ناسوت کھاتا پیتا تھا اور لاہوت نہ کھاتا نہ پیتا تھا۔غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ مسئلہ وہیں سے نکالا ہوگا کیونکہ مرزا کو یہود نصاری کے عقاید میں ممارست کی وجہ سے یدطولی ہے اس بنا پر قائل ہونگے کہ اہل محشر کا لاہوت جنت میں اور ناسوت مصائب میں مبتلا رہیگا مگر ہمارے دین میں اسکی نظیر نہیں ملتی، اسلئے اہل اسلام اس قسم کے لاہوت و ناسوت کے قائل نہیں ہوسکتے۔

مرزا قادیانی ہم پر یہود کے ہم خیال ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور خود نصاری کے ساتھ ہیں اور فرماتے ہیں:

اگر بہشتی لوگ بہشت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں تو طلبی کے وقت انہیں بہشت سے

نکلنا پڑے گا اور لق ودق جنگل میں جہاں تخت رب العالمین بچھا یا گیا ہے حاضر ہونا پڑے گا ایسا خیال تو سرا سر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا ہے اور حق یہی ہے کہ ہم عدالت کے دن پر ایمان تو لاتے ہیں اور تخت رب العالمین کے قائل ہیں لیکن جسمانی طور پر اس کا خاکہ نہیں کھینچتے ۔(ازالہ اوہام۔ص ۳۵۰)

خود ہی غور فرمائیں کہ یہ تو ہم نے نہیں کہا کہ لق و دق جنگل میں تخت رب العالمین بچھے گا جس کا الزام ہم پر لگایا جاتا ہے البتہ ہم اس آیت شریفہ پر ایمان ضرور رکھتے ہیں و یحمل عرش ربّک فوقھم یو مئذٍ ثما نیه (حاقہ :۱۷) اور اس قسم کے جتنے امور ہمارے خدا اور رسول نے فرما دیئے ہیں گو یہود کے بھی وہ اعتقاد ہوں ان سب کو ہم مانتے ہیں کیونکہ ہمارا قرآن تورات و انجیل کا مصدق ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے و لمّا جاء ھم کتا ب مّن عند اللّٰه مصدّق لما معھم (بقرہ: ۸۹) اور ہمارے نبی ﷺ نے یہود کے بعض اقوال کی تصدیق بھی کی ہے چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے جو بخاری باب قولہ و ما قدروا اللہ حق قدرہ میں ہے :

عن عبد اللّٰه قال جاء حبر من الاحبار الی رسول اللّٰه ﷺ فقا ل یا محمد انانجد ان اللّٰه یجعل السماوا ت علی اصبع والارضین علی اصبع و الشّجر علی ا صبع و الماء علی ا صبع و الثری علی ا صبع و سا ئر ا لخلائق علی اصبع فیقول انا الملک فضحک النّبیّ ﷺ حتّی بدت نواجذہ تصدیقاً لقول الحبر ثم قرأ رسول اللّٰه و ما قدروا اللّٰه حقّ قدرہ والارض جمیعاً قبضته یو م القیا مة۔(یعنی ایک عالم یہود نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ہماری کتابوں میں ہے کہ حق تعالی تمام آسمانوں کو ایک اصبع پر اور زمینوں وغیرہ کو ایک ایک اصبع پر رکھ کر فرمائے گا کہ میں ہی بادشاہ ہوں ۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ ہنسے جس سے تصدیق اس عالم کی ہوتی تھی پھر حضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی و ما قدروا اللّٰه حق قدرہ..زمر:۶۷)

الحاصل ہمارے قرآن اور نبی ﷺ نے یہود کی جن جن باتوں کی تصدیق کی ہے ان کی تصدیق کرنے میں ہمیں کوئی عار نہیں البتہ اس قسم کے ناسوت ولاہوت کا اعتقاد قابل عار ہے ۔

مرزا قادیانی جو فرماتے ہیں کہ تخت رب العالمین کا خاکہ جسمانی طور پر نہیں کھینچتے اس کا مطلب یہاں معلوم نہیں ہوتا کہ عرش الہی کے جسمانی نہ ہونے سے معاد جسمانی کیونکر باطل کیا جاتا

ہے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ حشر جسمانی ہو تو تنزیہ الٰہی میں فرق پڑ جائے گا تو اس اعتبار سے اس عالم جسمانی میں بھی تنزیہ باقی نہ رہنا چاہیے۔ اس لئے کہ آخراب بھی استواء علی العرش ثابت ہے جیسے قیامت میں ہوگا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے الرحمن علی العرش استوی (طہٰ: ۵) اب استوی کے معنی جو کچھ ہوں جیسے اس عالم میں ہے ویسا ہی اس عالم میں ہوگا پھر جب اس عالم میں زمین پر حشر جسمانی سے تنزیہ میں فرق آتا ہے تو اس عالم میں بھی عالم جسمانی زمین پر ہونے سے فرق آنا چاہیے اور جب اس عالم میں تنزیہ میں فرق نہیں آتا تو وہاں معاد جسمانی سے فرق آنے کی کیا وجہ۔

مرزا قادیانی تنزیہ کو پیش کر کے حشر ونشر کا جو انکار کرتے ہیں کس قدر بدنما اور خلاف تدین ہے، اب تک تو آیات قرآنیہ کو بیان کر کے ان میں الٹ پلٹ ہی کیا کرتے تھے اس مسئلہ میں جو دیکھا کہ اگر احادیث کی تکذیب بھی کر دیں تو آیات قرآنیہ اتنی ہیں کہ ان سے سر بر ہونا مشکل ہے اس لئے یہاں وہ طریقہ بھی چھوڑ دیا اور خود مختاری میں ایک نیا عقیدہ گھڑ دیا جسکا کوئی اسلامی فرقہ قائل نہیں۔ گویا وہ کل آیات نعوذ باللہ منسوخ کر دی گئیں تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ کوئی بھی کلام الٰہی کو منسوخ کرنے کا مجاز نہیں جب تک خود خدا کسی آیت کو منسوخ نہ کرے پھر مرزا قادیانی اس کے کیونکر مجاز ہو سکتے ہیں۔ اس سے تو یہ ظاہر ہے کہ روز افزوں ترقی میں نبوت مستقلہ سے بھی ترقی کا دعویٰ ہو گیا ہے۔ اگر متبعین کو مرزا قادیانی کی تقریر سے معاد جسمانی کا انکار ہے تو ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک وہ نبی مستقل بلکہ نبی سے بھی ایک درجہ بڑھ کر ہیں اور ان کی کتاب ازالہ اوہام ناسخ قرآن شریف قرار پا چکی ہے۔ نعوذ باللّٰہ من ذلک خدا کرے کہ ایسا نہ ہو اور یہ حضرات خاتم النبیین ﷺ ہی کے کلمہ گو اور پورے قرآن کے معتقد رہیں۔

مشرکین وفلاسفہ جو قیامت کا انکار کرتے تھے بڑی وجہ اس کی یہ مشاہدہ تھا کہ جب کوئی چیز فنا ہو جاتی ہے تو پھر وجود میں نہیں آتی، اسی وجہ سے وہ کہتے تھے من یّعید نا یعنی ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا اور فلاسفہ نے قاعدہ بنا رکھا ہے کہ اعادہ معدوم محال ہے حق تعالیٰ جواب میں فرماتا ہے کما خلقنا کم (انعام: ۵۴)۔ اوّل خلقٍ نعیدہ وعداً علینا انّا کنّا فاعلین (انبیاء: ۱۰۴) یعنی ہم نے جیسے تمہیں پہلے پیدا کیا جب تم کچھ نہ تھے ویسا ہی دوبارہ بھی پیدا کریں گے کیونکہ اعادہ بہ نسبت ابتدائے تخلیق کے بہت آسان ہے اور ارشاد ہے من یّحی العظام و ھی رمیم قل یحییھا الّذی انشاھا اوّل مرّۃ و ھو بکلّ خلقٍ علیم (

یسین: ۷۸۔۷۹) یعنی وہ کہتے ہیں کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا تم کہو کہ جس نے پہلے پیدا کیا تھا وہی ان کو زندہ کرے گا۔ ہر چیز کو پیدا کرنے کا حال وہ خوب جانتا ہے۔ الحاصل جب آدمی کو خدائے تعالی کی قدرت پر ایمان ہو تو اس کو قیامت کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوگا۔

قیامت کے باب میں کم فہم اور جاہلوں کو یہ شبہات ہوتے ہیں کہ آیات و احادیث میں جو قیامت کے احوال مذکور ہیں باہم متعارض ہیں مثلاً کسی آیت میں یہ ہے کہ سب فرشتے اس روز آسمانوں پر چلے جائیں گے اور کسی میں یہ ہے کہ سب زمین پر اتر آئیں گے اور کسی میں یہ ہے کہ آفتاب و ماہتاب بے نور ہو کر گر جائیں گے اور کسی میں یہ ہے کہ زمین سے ایک میل کے فاصلہ پر آفتاب آجائے گا اور کسی میں ہے کہ دوزخ میں دونوں ڈالیں جائیں گے جیسا کہ اللہ نے فرمایا انّکم وما تعبدون من دون اللّٰہ حصب جھنم (انبیاء: ۲۱) غرض کہ آیات و احادیث کو دیکھنے سے اس قسم کے بہت شبہات پیدا ہوتے ہیں سو ان کو یوں دفع کرنا چاہیے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا جس میں مختلف اوقات میں مختلف کام ہوں گے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ایک ہی صدی میں کیسے کیسے انقلابات پیدا ہو جاتے ہیں۔ آدمی جب اپنے بزرگوں کی زبانی ان کے اوائل حالات سنتا ہے اور اپنے زمانے کے حالات کو دیکھتا ہے تو ایک انقلاب عظیم پاتا ہے جس سے متحیر ہو جاتا ہے جب ایک صدی میں یہ کیفیت ہو تو قیامت کے پچاس ہزار برس میں کسقدر انقلابات ہونا چاہئیں۔ اسی وجہ سے ایک وقت وہ ہوگا کہ تمام فرشتے زمین کے آسمانوں پر چلے جائیں گے اسکے بعد جب آسمانوں کا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا زمین پر شان و شوکت کے اظہار کی ضرورت ہوگی تمام فرشتوں کے صفوف زمین پر آراستہ کئے جائیں گے اور آفتاب کا نور زائل کر کے صرف اس کی گرمی کسی خاص مصلحت کے لحاظ سے باقی رکھی جائے گی پھر کسی وقت دوزخ میں بھی ڈال دیا جائے گا۔ ابن عباسؓ کے روبرو بھی چند شبہات اس قسم کے پیش کئے گئے تھے ان کا جواب جو انہوں نے دیا ہے اس سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے بخاری شریف میں:

عن سعید قال قال رجل لا بن عباس انی اجد فی القر آن اشیاء تختلف علی قا ل فلا انسا ب بینھم یو مئذ و لا یتساء لو ن و اقبل بعضھم علی بعض یتساء لو ن و لا یکتمو ن اللّٰہ حد یثاً ربنا ما کنا مشر کین فقد کتموا فی ھذہ ا لآ یۃ و قال و السّماء بنا ھا الی قولہ و جا ھا فذ کر خلق السّما ء قبل خلق الارض ثمّ قال انّکم لتکفرون

بالّذی خلق الارض فی یومین الی طا ئعین فذ کر فی ھذہ خلق الارض قبل السّماء و قال کان اللّٰہ غفوراً رحیماً عزیزاً حکیماً سمیعاً بصیراً فکانّہ کان ثمّ مضی فقال فلا انساب بینھم فی النّفخۃ الاولی ثمّ ینفخ فی الصور فصعق من فی السماوات و من فی الارض الا من شاء اللہ فلا انسا ب عند ذلک و لا یتسا ئلو ن ثم فی الفخۃ ا لآ خر ۃ اقبل بعضھم علی بعض یتسا ء لو ن و اما قو لہ ما کنا مشر کین و لا یکتمون اللہ فا ن اللہ یغفر لاھل الاخلاص ذنو بھم و قال المشرکون تعالوا نقول لم نکم مشرکین فختم علی افوا ھھم فتنطق اید یھم فعند ذا لک عرف ان اللہ لم یکتم حد یثاً و عندہ یؤد الذین کفروا . ا لآ یہ و خلق ا لارض فی یومین ثم خلق السما ء ثم استوی الی السماء فسو ھن فی یومین آ خر ین ثم وحا ا لا ر ض و دحیھا ان اخر ج منھا الماء و المرعی و خلق الجبال و ا لا کا م و ما بینھما فی یو مین آ خرین فذ لک قو لہ د حاھا و قولہ خلق الارض فی یو مین فجعلت الارض و ما فیھا من شیء فی اربعۃ ایام و خلقت السّما ء فی یومین و کان اللّٰہ غفوراً رحیماً سبی نفسہ ذلک و ذلک قو لہ لم یزل کذ لک فا ن اللہ لم یر و شیئا ا لا ا صا ب با لذی اراد فلا یختلف علیک القرآن فا ن کلاً من عند اللہ ۔

یعنی ایک شخص نے ابن عباسؓ سے کہا کہ قرآن شریف میں مجھے کچھ اختلاف معلوم ہوتا ہے ۔حق تعالی فرماتا ہے کہ قیامت کے روز لوگوں میں نہ نسبی تعلق ہوگا نہ ایک دوسرے کو پوچھے گا۔ پھر دوسری آیت میں ہے کہ ایک دوسرے کے پاس جائیں گے اور پوچھیں گے، اور ایک آیت میں ہے کہ اللہ سے کوئی بات نہ چھپائیں گے اور دوسری آیت میں ہے کہ مشرک کہیں گے کہ یااللہ ہم مشرک نہ تھے ۔اس سے چھپانا ثابت ہے، اور ایک آیت میں ہے کہ زمین آسمانوں سے پہلے پیدا ہوئی اور دوسری آیت میں ہے کہ آسمان زمین سے پہلے پیدا ہوئے اور کان اللّٰہ غفوراً رحیماً وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غفور ورحیم گذشتہ زمانے میں تھا۔ابن عباس نے فرمایا کہ نفخہ اولی کے وقت کسی کو کوئی نہ پوچھے گا پھر نفخہ آخری کے بعد ایک

دوسرے کو پوچھنے لگیں گے اور جب خدا اہل اخلاص کے گناہ معاف فرما دے گا تو مشرکین آپس میں کہیں گے کہ آؤ ہم بھی کہیں کہ ہم مشرک نہ تھے، اس وقت ان کے مونہوں پر مہر کردی جائے گی اور ہاتھ ان کے سب واقعات کہہ سنائیں گے کہ ہم نے یہ یہ کام کیا تھا اس وقت ثابت ہو جائے گا کہ خدا سے کوئی کچھ چھپا نہیں سکتا۔ اس وقت کفار آرزو کریں گے کہ کاش ہم بھی ایمان لائے ہوتے اور حق تعالی نے دو دن میں زمین کو پیدا کیا پھر دو دن میں آسمان بنائے اس کے بعد دو دن میں زمین سے پانی نکالا اور چراگاہ اور پہاڑ اور ٹیلے وغیرہ بنائے اس حساب سے زمین اور اس کے متعلقات چار دن میں آسمان سے پہلے اور بعد بنائے گئے اور آسمان دو دن میں اور کان اللّٰہ غفوراً رحیماً وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے زمانہ گذشتہ میں یہ نام اپنے رکھے اور اسکے بعد ہمیشہ ان صفات کے ساتھ متصف رہے جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور مغفرت وغیرہ کرتا ہے۔ یہ بیان کر کے ابن عباس نے فرمایا کہ ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ قرآن میں اختلاف ہے سارا قرآن اللہ کے پاس سے اترا ہے ممکن نہیں کہ اس میں اختلاف ہو۔

الحاصل جس طریقہ کی تعلیم ترجمان القرآن ابن عباسؓ نے کی اس سے ظاہر ہے کہ ظاہری طور پر تعارض اگر معلوم ہو تو ایسے طور پر اٹھایا جائے کہ کسی آیت کی تکذیب نہ ہو اور ہر آیت کے معنی پورے طور پر باقی رہیں نہ یہ کہ کسی غرض سے تعارض پیدا کر کے کلام الٰہی کو بدنام کریں پھر اس کو اٹھانیکے واسطے ایسی بدنما تاویلیں کریں جن سے خواہ مخواہ دوسری آیتوں کی تکذیب ہو جائے مرزا قادیانی یقین کو نزدیک نہیں آنے دیتے بلکہ جن آیتوں کا یقین تھا ان میں نئے نئے شبہات پیدا کر رہے ہیں.. آیات کلام اللہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئے اور تعارض ظاہراً معلوم ہو تو وہ اپنے فہم کا قصور ہے کلام الٰہی اس سے بری ہے مگر مرزا قادیانی کو عیسویت کے ذہن سے کچھ نہیں سوجھتا اور خواہ مخواہ تعارض پیدا کر کے معاد جسمانی کی آیتوں پر جن سے قرآن بھرا ہوا ہے حملہ کر رہے ہیں اور صاف طور سے اس کا انکار ہے۔ مقصود تو یہ ہے کہ مسیح کا زمین پر اترنا ہر طرح سے باطل کر دیں مگر ظاہراً چند آیتیں پیش کرتے ہیں کہ وہ متعارض ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۹۔۳۵۵ میں لکھتے ہیں:

مسیح ابن مریم جس کی روح اٹھائی گئی برطبق آیات کریمہ یا ایّتھا النّفس المطمئنّۃ ارجعی الی ربّک راضیۃً مّرضیۃ فادخلی فی عبادی و

ادخلی جنتی ۔ بہشت میں داخل ہو چکے پھر کیونکر اس غم کدہ میں آ جائیں ..اور جو شخص بہشت میں داخل کیا جاتا ہے پھر وہ اس سے کبھی خارج نہیں کیا جاتا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے لا یمسّھم فیھا نصب و ما ھم منھا بمخر جین و امّا الّذین سعدوا ففی الجنّۃ خا لدین فیھا ما دامت السّما وات و الارض الّا ما شاء اللہ عطاء غیر مجذو ذ ۔ ایسا ہی قرآن شریف کے دوسرے مقامات میں بھی بہشتیوں کے ہمیشہ جنت میں رہنے کا جا بجا ذکر ہے اور سارا قرآن اس سے بھرا پڑا ہے جیسا کہ فرماتا ہے و لھم فیھا ازواج مّطھّرۃ و ھم فیھا خالدو ن اولئک اصحاب الجنّۃ ھم فیھا خا لدو ن وغیرہ ...اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مومن کو فوت ہونے کے بعد بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہو رہا ہے قیل ادخل الجنّۃ قال یا لیت قو می یعلمون بما غفر لی ربّی و جعلنی من المکر مین اور دوسری آیت یہ ہے فاد خلی فی عبادی و اد خلی فی جنّتی اور تیسری آیت یہ ہے و لا تحسبنّ الّذ ین قتلوا فی سبیل اللّہ اموا تاً بل احیاء عند ربّھم یرزقون فرحین بماآ تاھم اللّہ من فضلہ ۔ اور احادیث میں تو اس قدر اس کا بیان ہے کہ جس کا باستیفا ذکر موجب تطویل ہو گا بلکہ خود آنحضرت ﷺ اپنا چشم دید ماجرا بیان فرماتے ہیں کہ مجھے دوزخ دکھلایا گیا تو میں نے اکثر عورتیں دیکھیں اور بہشت دکھلایا گیا تو اکثر ان میں فقراء تھے۔

مطلب اسکا یہ ہوا کہ ان تین آیتوں سے ثابت ہے کہ مرتے ہی آدمی جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ جو جنت میں داخل ہو جاتا ہے پھر اس سے نہیں نکلتا جس سے ثابت ہوا کہ قیامت زمین پر نہ ہو گی اور جتنی آیتیں معاد جسمانی زمین پر ہونے کی ہیں جن سے قرآن شریف بھرا ہوا ہے اور صدہا حدیثیں جن سے ہزارہا کتابیں بھری ہیں کوئی اعتبار اور اعتقاد کے قابل نہیں۔

اب ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ صدہا آیتوں کے بالمقابل دو تین آیتیں مخالف معلوم ہوں تو وہ مخالفت قصور فہم کی وجہ سے سمجھی جائے گی یا واقعی جس سے ان تمام آیات کثیرہ کی تکذیب کی ضرورت ہو، کیا مرزا قادیانی کا صدہا آیتوں پر اس غرض سے حملہ کرنا کہ بے کھٹکا عیسی موعود خود بن جائیں عقلاً یہ سمجھنے کے لئے کافی نہیں کہ صرف دنیاوی غرض سے وہ قرآن کی تکذیب کر رہے ہیں

اس لئے وہ اپنے کسی دعوی میں ہرگز صادق نہیں ہو سکتے اور نہ کسی دینی خدمت کے مستحق ہو سکتے ہیں اب ان تین آیتوں کے استدلال کا حال بھی دیکھ لیجئے ۔ یا ایّتھا النّفس المطمئنّة سے استدلال کیا جاتا ہے کہ ارواح مرتے ہی بلا توقف میں داخل ہو جاتی ہیں مگر اس سے تو کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا نہ اس میں موت کا ذکر ہے نہ مرتے ہی جنت میں داخل ہونیکی تصریح بلکہ ابھی معلوم ہوا کہ یہ خطاب قیامت کے دن ہوگا جو سیاق آیت سے خود ظاہر ہے کیونکہ پوری آیت شریفہ یہ ہے:

فیو مئذ لا یعذ ب عذا به ا حد وّ لا یوثق وثا قه احد یا ایّتھا النّفس المطمئنّة ارجعی الی ربّک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی ۔(فجر: ۲۵۔۳۰)

اوپر سے قیامت کا ذکر چلا آ رہا ہے اذا دکّت ا لا رض دکّا د کاً (فجر:۲۱) اس سے ظاہر ہے کہ فیو مئذ سے مراد قیامت ہی ہے اور اسی روز ارواح کو یہ خطاب ادخلی فی جنّتی ہوگا چنانچہ شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں:

دوراں روز پر ہول یعنی روز قیامت کہ اول دہلہ ہر ہمہ را از نیکاں و بداں اضطراب و فزع لاحق گردد مطیعا ن و نیکا ن را تسلی بخشند وندارد رسد کہ یاایّتھا النّفس المطمئنّه

اور امام سیوطیؒ درمنثور جلد ۶ ص ۳۵۱ میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس فی قوله ارجعی الی ربّک قال ترد ا لاروا ح یو م القیامة فی الاجساد یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ارواح کو جو ارجعی الی ربّک کا خطاب ہوگا وہ قیامت کے روز ہوگا کہ اپنے اجساد میں داخل ہو کر محشر میں حاضر ہو جائیں۔

اور اسی میں یہ روایت بھی ہے:

عن سعید بن جبیر ثمّ یطیر الارواح فتؤمر ان تد خل الاجساد فھو قوله ارجعی الی ربّک را ضیة مر ضیة (درمنثور ج ۶ ص ۳۵۱) یعنی سعید بن جبیر بھی یہی مطلب اس آیت شریفہ کا کہتے ہیں کہ قیامت کے روز اجساد میں ارواح کو داخل ہونے کا حکم ہوگا چنانچہ وہ اڑ اڑ کر اجساد میں داخل ہو جائیں گے۔

اور یہ روایت بھی ہے:

وعن ابی صالح فی قو له ارجعی الی ربّک قال ھذا عند الموت

رجوعھا الی ربّھا خروجھا من الد نیا فا ذا کان یوم القیا مۃ قیل لھا فا د خلی فی عبادی و اد خلی فی جنّتی (درمنثور ج ٦ ص ۳۵۱) یعنی ابی صالح فرماتے ہیں ارجعی الی ربّک کا خطاب روح کو موت کے وقت ہوتا ہے اس کا دنیا سے نکلنا رب کی طرف رجوع ہونا ہے اور جب قیامت کا روز ہوگا تو اد خلی فی عبادی و اد خلی جنّتی کہا جائے گا۔

اور اسی درمنثور جلد ٦ ص ۳۵۱ میں ہے:

عن زیدبن اسلم یا ایّتھا النّفس المطمئنّہ ... قال بشرت با لجنّۃ عند الموت و عند البعث و یوم الجمع یعنی زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ یہ خوشخبری روح کو موت کے وقت اور قیامت کے روز دی جائے گی کہ جب دخول جنت کا وقت آ جائے گا اس وقت داخل ہو جائے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے اللہ فرماتا ہے و امّا الّذین سعدوا ففی الجنّۃ (ھود: ۱۰۸) یعنی جتنے سعید لوگ ہیں جنت میں ہیں۔ اس سے یہ مقصود نہیں کہ ہر سعید از لی نزول آیت کے وقت جنت میں چلا گیا تھا جس سے حقیقی طور پر ظرفیت صادق آئے بلکہ وہ سعداء کو بشارت ہے کہ جب جنت میں داخل ہونے کا وقت آ جائے گا اس وقت داخل ہو جائیں گے اور تفسیر نیشا پوری میں ہے کہ عبد اللہ بن مسعود کی قرأت ادخلی فی جسدی عبدی یعنی قیامت کے روز نفس مطمئنّہ کو حکم ہوگا کہ میرے بندہ کے جسد میں داخل ہو جا اور امام سیوطیؒ نے درمنثور جلد ٦ ص ۳۵۱ میں لکھا ہے عن ابن عباس فاد خلی فی عبدی پڑھتے تھے جس کا وہی مطلب ہے کہ جسد میں داخل ہونے کا حکم ہوگا۔ آپ نے دیکھ لیا کہ قرآن کی پوری آیت جو ابھی لکھی گئی اس کے سیاق سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز اد خلی جنّتی کا خطاب ہوگا مگر مرزا پوری آیت نہیں پڑھتے اور صرف اد خلی سے استدلال کرتے ہیں۔ اس کی مثال بعینہ ایسی ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا کہ نماز کے پاس جانے کا حکم نہیں اور استدلال میں یہ آیت پیش کر دی یا ایّھا الّذ ین آمنوا لا تقربوا الصّلوۃ (نساء: ۴۳) کسی نے کہا کہ و انتم سکا ری بھی تو اسی کے ساتھ مذکور ہے جس سے ظاہر ہے کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔ اس نے جواب دیا کہ یوں تو سارا قرآن پڑا ہوا ہے مگر آخر لا تقربوا الصّلوۃ بھی تو کلام الٰہی ہے۔ اہل ایمان غور کریں کیا اسی قسم کا استدلال کرنے والا مسلمان سمجھا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ قرآن پر اس کو ایمان ہی نہیں کیونکہ

صراحةً جو قید مذکور ہے اس کو اپنی بات بنانے کے اس نے حذف کر دیا۔

اب مرزا قادیانی کو بھی دیکھ لیجئے کہ یہی کام کر رہے ہیں یا نہیں حق تعالی پوری آیت میں قیامت کا ذکر فرماتا ہے اور مرزا قادیانی اپنی بات بنانے کے لئے اس کو حذف کر کے ایک حصہ سے استدلال کرتے ہیں اور موت کے ساتھ اسکو خاص کرتے ہیں اب کیونکر کہا جائے مرزا قادیانی کو قرآن پر ایمان ہے۔

رسالہ الحق الصریح میں مرزا قادیانی کی تحریر جو درج ہے اس سے ظاہر ہے کہ: و ان من اھل الکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته، میں ایک قرأۃ شاذہ قبل موتھم بھی ہے جو ان کے مفید مدعا ہے۔ اس قرأت شاذہ پر استدلال کر کے (حق الصریح۔ص ۸۹) میں لکھتے ہیں کہ فرض کرو کہ وہ قرأت بقول مولوی صاحب ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افتراء ہے بلکہ وہ احتمال حجت رکھتی ہے۔

مقصود کہ قرأت شاذہ بلکہ حدیث ضعیف بھی اعتماد کے قابل ہے اس بنا پر ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ دو قرأتیں ایسے جلیل القدر صحابیوں کی ایک ابن عباسؓ جو ترجمان القرآن ہیں اور دوسرے ابن مسعودؓ جن کی فضیلت صحابہ کے نزدیک مسلّم ہے گواہ عادل اس بات پر ہیں کہ ادخلی جنّتی کا حکم قیامت کے روز ارواح کو اس واسطے ہوگا کہ وہ اپنے اپنے اجساد میں داخل ہو جائیں۔ موت کے وقت اس حکم سے کوئی تعلق نہیں اور قرأۃ متواترہ کی تفسیر جو ابن عباسؓ وغیرہ نے کی ہے وہ بھی اسی کے مطابق ہے اور سیاق آیت سے بھی ظاہر ہے کہ قیامت کے روز ارواح کو یہ حکم ہوگا اور جتنی آیتیں معاد جسمانی کے باب میں وارد ہیں سب کا مفاد یہ ہے کہ حشر زمین پر ہوگا اور کل اولین و آخرین انبیاء وغیرھم کا میدان حشر میں موجود رہنا مصرح ہے:

ان الاوّلین و الآخرین لمجموعون الی میقا ت یوم معلوم (واقعه: ۴۹۔۵۰)

و یوم نبعث فی کلّ امة شهیداً علیهم من انفسهم جئنا بک شهیداً علی هؤلاء (نحل: ۸۹)

جن سے ظاہر ہے کہ اس روز کوئی بہشت میں نہ رہے گا۔ اتنے دلائل کے بعد یہ کہنا کہ بہشتیوں کے بہشت سے نکلنے پر کوئی حدیث نہیں مرزا قادیانی ہی کا کام ہے اگر مرزا قادیانی کو اتنے دلائل ملتے تو معلوم نہیں کہ کیا حشر برپا کرتے۔ حق تعالی صاف فرماتا ہے یخرجون من ا لاجدا ث کانّھم جراد منتشر (قمر: ۷) یعنی سب مردے قبروں سے ایسے نکلیں گے جیسے ٹڈے ہیں پراگندہ۔

اور قیامت کا نام بھی اللہ نے یوم الخروج رکھا ہے یوم یسمعون الصّیحۃ بالحقّ ذلک یوم الخروج انا نحن نحیی و نمیت (ق:۴۲۔۴۳) اور معاد جسمانی پر صدہا حدیثیں موجود ہیں .. باوجود اس کے مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ ایک حدیث بھی نہیں اور اس پر مرزا قادیانی یہ بھی فرماتے ہیں کہ جھوٹ شرک کے برابر ہے اس سے عقلاء سمجھ سکتے ہیں کہ یہ قول ان کا دھوکا دینے کی غرض سے ہے یا نہیں۔

ازالہ اوہام صفحہ ۵۴۷ میں عیسیٰؑ کی وفات کے باب میں لکھتے ہیں:

> اگر ہمارے پاس صرف نصوص قرآن کریم ہی ہوتیں تو فقط وہی کافی تھیں اب جس حالت میں بعض حدیثیں بھی ان نصوص کے مطابق ہوں تو پھر گویا وہ یقین نور علی نور ہے جس سے عمداً انحراف ایک قسم کی بے ایمانی میں داخل ہے۔،

یہ بات تو انشاء اللہ آئندہ معلوم ہو جائے گی کہ نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اجماع امت عیسیٰؑ کی وفات کے باب میں ہمارے مفید ہیں یا مرزا قادیانی کے، مگر یہاں صرف یہ بتلانا منظور ہے کہ معاد جسمانی کے باب میں مرزا قادیانی صدہا آیات واحادیث سے جو عمداً انحراف کر رہے ہیں انہیں کے اقرار کے مطابق وہ بے ایمانی کر رہے ہیں یا نہیں۔ دراصل وہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ ادخلی جنّتی سے جب مرتے ہی جنت میں داخل ہو جانا ثابت ہو جائے تو پھر عدم خروج کے دلائل بہت ہیں۔ مگر یاد رہے کہ جب تک وہ قطعی طور پر یہ ثابت نہ کریں کہ مرتے ہی آدمی جنت میں داخل ہو جاتا ہے پھر اسکے بعد جب تک ان تمام نصوص قطعیہ کا جواب نہ دیں جس سے معاد جسمانی اور حشر کا زمین پر ہونا ثابت ہے عدم خروج کی آیتیں ان کو مفید نہیں ہو سکتیں۔ اصل مغالطہ کا منشاء یہ ہے کہ مرنے کے بعد بعضے روحانی طور جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اسی کو انہوں نے دخول حقیقی قرار دیا ہے جس کے بعد خروج ممکن نہیں حالانکہ وہ دخول حشر اجساد واحیائے عظام کے بعد ہوگا جیسا کہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور دخول روحانی وہ مانع خروج نہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بار بار روحانی طور پر جنت کی سیر کی ہے جس کا حال انشاء اللہ آئندہ معلوم ہوگا۔ اگر مرزا قادیانی یہ فرق کر دیتے کہ (شہداء وغیرھم کی ارواح جنت میں داخل ہوتے ہیں مگر قیامت کے روز وہ اجساد میں داخل اور نئے سرے سے زندہ ہو کر قبروں سے نکلیں گے اس کے بعد جب داخل جنت ہوں گے تو پھر کبھی نہ نکلیں گے) تو کوئی جھگڑا بھی نہ تھا تمام آیات واحادیث حشر جسمانی کے مسلّم رہتے اور پورے قرآن پر ایمان بھی ہو جاتا مگر عیسیٰؑ کے زمین پر آنے کے خوف سے انہوں نے اس کو گوارا نہ

کیا اوراس کی کچھ پرواہ نہ کی کہ صدہا آیات واحادیث کا انکار لازم آجاتا ہے اور استدلال میں بھی چال نکالی کہ ایک احتمالی پہلو جونصوص قطعیہ کے مخالف ہے پیش کر کے نہایت ڈھٹائی سے کہہ دیا کہ قرآن سے ثابت ہے کہ بہشتی مرتے ہی بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر نہیں نکلتا۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۴۳۰۔۴۳۱ میں لکھتے ہیں:

یادرکھنا چاہیے کہ روحانی علوم اور روحانی معارف صرف بذریعہ الہامات ومکاشفات ہی ملتے ہیں اور جب تک ہم وہ درجہ روشنی کا نہ پالیں تب تک ہماری انسانیت کسی حقیقی معرفت یا حقیقی کمال سے بہرہ یاب نہیں ہوسکتی صرف کوے کی طرح یا بھیڑی کی مانند ایک نجاست کو ہم حلوا سمجھتے رہیں گے اور ہم میں ایمانی فراست نہیں آئے گی صرف لومڑی کی طرح داؤ پیچ بہت یاد ہوں گے۔،

اب اہل انصاف خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ جس فراست سے قرآن کی صدہا آیتوں اور حدیثوں کا ابطال ہواس کا نام ایمانی فراست ہوگا بحسب اقرار مرزا بے ایمانی اور داؤ پیچ کا بھی حال معلوم ہوگیا کہ ایک آیت کا اجمالی پہلو پیش کر کے صدہا نصوص قطعیہ کو رد کر دیا اور پھر فرماتے ہیں کہ حق یہی ہے کہ عدالت کے دن پر تو ہم ایمان لاتے ہیں لیکن اوراس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ و رسول نے فرمایا ہے وہ سب کچھ ہوگا لیکن سبحان اللہ کیا ایمان و یقین ہے یہ ایمان کا طریقہ تو مرزا قادیانی نے ایسا نکالا کہ آدمی تمام دنیا کے مذاہب وادیان کی تصدیق کرسکتا ہے مثلاً نصاریٰ سے کہہ دے کہ ہم تثلیث کو مانتے تو ہیں لیکن اور اس لیکن کے تحت میں منافیات تثلیث کو داخل کر دے۔ جتنے مشرکین تھے خدا کی خالقیت والوہیت کو مانتے تھے و لئن سالتهم من خلق السّماوات والارض ليقولنّ اللّه (زخرف:۹) مگر اسکے ساتھ ما نعبد هم الّا ليقرّبونا الى اللّه زلفى (زمر:۳) کا لیکن لگا رہتا تھا اور منافق تو اس لیکن کو ظاہر بھی نہیں کرتے تھے صرف اس کی کیفیت ان کے دل میں رہتی تھی باوجود اس کے ان کا آمنا کہنا بے کار کر دیا گیا اور آخر انّ المنافقين فى الدّرك الاسفل من النار (نساء:۱۴۵) کے مستحق ٹھہرے۔ اب اس لیکن کے مطلب پر بھی غور کر لیجئے جب یہ تصریح مرزا قادیانی نے کر دی کہ بہشتی مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر اس سے نہیں نکلتے اس کے بعد اگر پوچھا جائے کہ قرآن میں تو یہ ہے کہ سب روحیں اجساد میں داخل ہو کر قیامت کے روز قبروں سے زمین پر نکلیں گی تو یہی جواب ہوگا کہ اس پر ایمان تو ہے لیکن بہشت سے نہیں نکلیں گے اور اگر کہا جائے کہ اولین و آخرین اس روز سب

زمین پر ہوں گے تو یہی جواب ہوگا کہ اس کا یقین تو ہے لیکن بہشت سے کوئی نہ نکلے گا اور اگر کہا جائے کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حشر میں ہر شخص پریشان رہے گا حتی کہ انبیاء تک نفسی نفسی کہیں گے تو جواب یہی ہوگا کہ یہ صحیح ہے لیکن جنت کے عیش وعشرت سے کوئی نکالا نہیں جائے گا غرض کہ جتنی آیات واحادیث اس باب میں وارد ہیں سب کی فوراً تصدیق کی جائے گی مگر لفظ لیکن اس کے ساتھ لگا رہے گا۔ اسی کے مناسب یہ حکایت ہے کسی مولوی صاحب نے ایک صاحب سے پوچھا جن کو سیادت کا دعوی تھا کہ آپ کون سید ہیں حسنی یا حسینی۔ انہوں نے کہا میں سید ابراہیمی ہوں یعنی آنحضرت ﷺ کے خاص فرزند ابراہیمؑ کی اولاد ہوں۔ مولویصاحب نے احادیث اور انساب اور تواریخ کی کتابیں پیش کیں کہ حضرت ابراہیمؑ کا انتقال حالت طفولیت میں ہوگیا ہے۔ سید صاحب نے یہ سن کر فرمایا وہ سب صحیح ہے لیکن بندہ تو سید ابراہیمی ہے۔ اب ہر شخص غور کرسکتا ہے کہ باوجود اس لاکن کے یہ کہنا کہ خدا اور رسول نے قیامت کے باب میں جو کچھ فرمایا وہ سب کچھ ہوگا اور اس پر ہمارا ایمان اور یقین ہے کہ کیا دھوکے کی ٹٹی نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا داؤ پیچ ہو سکتے ہیں جن کو تھوڑی سی بھی فراست ہو اس کو بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔

ان مقامات میں جو جو آیات واحادیث وارد ہیں مرزا کو ایک قدم بڑھنے نہیں دیتیں اور یہ وہی نقشہ ہے جو انہوں نے ازالہ اوہام صفحہ ۶۶۴ میں عیسیٰؑ کی وفات کے باب میں کھینچا ہے کہ:

> ہمارے مخالفین کو ان تمام شواہد میں کوئی مدد نہیں دیتا۔ قرآن کریم کے سامنے جاتے ہیں تو قرآن کریم کہتا ہے کہ چل دور ہو میرے خزانہ حکمت میں تیرے خیال کے لئے کوئی مؤید بات نہیں پھر وہاں سے محروم ہو کر حدیثوں کی طرف آتے ہیں تو حدیثیں کہتی ہیں کہ اے سرکش قوم یک جائی سے ہمیں دیکھ اور مومن ببعض اور کافر ببعض نہ ہو نا تجھے معلوم ہو کہ میں قرآن کے مخالف نہیں۔

اس کا تصفیہ تو اپنے مقام پر انشاء اللہ ہو جائے گا کہ عیسیٰؑ کی وفات کے باب میں آیات واحادیث ان کو رد کرتے ہے یا ان کے مخالفین کو مگر یہاں تو ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی قرآن کی جس آیت کے سامنے جاتے ہیں وہ صاف کہتی ہے کہ چل دور ہو تیرے خیالی اور اختراعی باتوں سے میں بری اور بیزار ہوں پھر وہاں سے محروم ہو کر حدیثوں کی طرف آتے ہیں تو ان کا ایک لشکر کثیر شمشیر بکف ہے کہ جتنی باتیں تیری معارض قرآن ہیں سب واجب القتل ہیں مگر مرزا قادیانی عیسویت پر عاشق دادہ ہیں وہ کب کسی کی مانتے ہیں ان کا عشق اس سے ظاہر ہے کہ مسیح کا قیامت

کے روز زمین پر اترنا بھی ناگوار ہے۔ اگر نصوص قطعیہ کے مطابق زمین پر حشر ہوا اور عیسیٰؑ وہاں موجود ہوں تو یہ تو نہ ہوگا کہ قتل دجال وغیرہ کی ضرورت ہوگی جس سے مزاحمت کا اندیشہ ہو پھر جب مرزا قادیانی کا اس میں کوئی ذاتی ضرر متصور نہیں ہوتا تو ناحق آیات و احادیث کثیرہ سے مخالفت پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی اگر چہ انہوں نے یہ سوچا ہے کہ بطور ترقی یہ کہا جائے گا کہ عیسی اس عالم میں تو کیا قیامت کے روز بھی زمین پر نہیں اتر سکتے مگر یہ بات ضرورت سے زیادہ ہے اور اس قابل نہیں کہ اس لحاظ سے اتنی احادیث و آیات سے مخالفت کی جائے دراصل یہ بھی اسی عشق کا ایک شعبہ ہے اور اس قسم کی صدہا باتیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ بمصداق حدیث شریف حبّک الشّئی یعمی و یصمّ عیسویت کے شوق میں ان کو نہ قرآن کی مخالفت کی پرواہ ہے نہ حدیث شریف کی۔ جب ان کو اس درجہ کا عشق ہے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو امور ان کے مقصود کے مزاحم اور مانع ہوں تو ان کو کس نظر سے دیکھتے ہوں گے عشاق تو ناصح خیر خواہ کو بھی دشمن سمجھتے ہیں چہ جائے کہ مانع اور وہ امور جو مقصود کی طرف جانے سے روک دیں ان کا بس چلے تو روکنے والوں کو بلا تامل قتل ہی کر ڈالیں جیسا کہ محمد بن تومرت نے کیا تھا جسکا حال اسی کتاب میں معلوم ہوا۔ اب غور کیا جائے کہ مرزا قادیانی کی اس عاشقانہ رفتار میں جگہ جگہ آیات و احادیث جو مزاحمت کر رہی ہیں کس قدر ان کے دل آزار اور ناگوار خاطر ہوں گی جب ہی تو وہ بے باکانہ حملے کئے جاتے ہیں نہ کسی آیت کو وہ چھوڑتے ہیں نہ حدیث کو انا و لا غیری کی نشہ میں سرشار ہیں اور ہر معرکہ میں زبان آوری کے جوہر دکھاتے اور دشمنوں کو تہہ تیغ کرتے ہوئے مقصود کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں اس وقت مرزا قادیانی کا کوئی دشمن سوا آیات و احادیث کے نظر نہیں آتا جو دائیں بائیں طرف سے ان پر حملہ آور ہوا گر اہل اسلام مخالفت کر رہے ہیں تو وہ وکالۃً ہے کیونکہ مرزا قادیانی کے مسیح بن جانے سے ان کے کسی منصب پر اثر پڑتا ہے نہ کوئی نقصان ہے۔

اس مشاہدہ سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی نے جو خواب دیکھا تھا کہ ایک لمبی تلوار جس کی نوک آسمان تک پہنچتی ہے ان کے ہاتھ میں ہے اور دائیں بائیں چلا رہے ہیں اور ہزار دشمن اس سے مارے جا رہے ہیں اس کی تعبیر یہی ہے کہ ہزارہا آیات و احادیث کا خون کرینگے جس کا وقوع ہو گیا اور غزنوی صاحب نے جو حسن ظن سے تعبیر دی تھی اس کو مشاہدہ غلط ثابت کر رہا ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں خواب کی تعبیر میں اکثر غلطی ہوا کرتی ہے چنانچہ مرزا ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۱ میں لکھتے ہیں؛ جو وحی یا کشف خواب کے ذریعہ سے کسی نبی کو ہووے اس کی تعبیر میں غلطی بھی ہوسکتی ہے۔،

جب بقول مرزا قادیانی ایسے قابل وثوق خواب میں غلطی ہو جو نبی نے دیکھا ہو اور بذریعہ وحی ہو تو دوسرے خواب اوروں کے اور ان کی تعبیر کس حساب وشمار میں ۔ یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ جو تعبیر ہم نے بیان کی ہے اس پر ایک بہت بڑا قرینہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی تلوار کی نوک آسمان تک پہنچتی ہے جس سے اشارہ ہے کہ آسمانی کتاب اور آسمانی نبوت کے مکاشفات اور اخبار پر اسی تلوار سے حملہ ہوگا واللّٰہ اعلم بالصّواب ۔ جب اس رؤیا کی تعبیر بحسب مشاہدہ اور قرینہ تو یہ ثابت ہوتی تو مرزا قادیانی کا قول جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۷ میں لکھا ہے:

کہ حدیثوں میں یہ بات وضاحت سے لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئے گا کہ جب علم قرآن زمین سے اٹھ جائے گا جہل شیوع پا جائے گا یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے لو کان الا یمان معلقاً با لثّریّا لنالہ رجل من فارس یہ وہی زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا۔

یعنی اس وقت علم قرآن کو خود نے ثریا سے لایا ہے (رؤیائے مذکورہ) کے خلاف اس لئے کہ تلوار کی نوک آسمان اور ثریا تک پہنچنے کا مطلب تو یہی ہے کہ اگر قرآن ثریا پر بھی جائے تو اس تلوار سے اس کا کام وہیں تمام کر دیا جائے کیونکہ تلوار کی نوک سے تلوار ہی کا کام لیا جاتا ہے۔

جب الہامات وغیرہ سے ظاہر ہو گیا کہ قرآن وحدیث کو وہ تہہ تیغ کر رہے ہیں اور یہ اصول قرار دیا ہے کہ تفسیر وحدیث وآثار صحابہ وغیرہ کوئی قابل اعتبار نہیں اور پھر قرآن کے معارف دانی کا دعوی ہے تو جو معارف مرزا قادیانی ایجاد کرتے ہیں وہ ضرور ایسے ہوں گے کہ نہ کسی مسلمان نے ان کو سنا ہوگا نہ ان کے آباء واجداد نے ۔ سو ایسے معارف سننے والے بھی ایسے ہی ہونا چاہیے کہ جن کو دین بطور وراثت باپ دادا سے نہ پہنچا ہو کیونکہ جہاں دین نیا ہو تو دیندار بھی نئے ہی ہوں گے نبی ﷺ نے اسی قسم کے معارف بیان کرنے والوں کی نسبت صاف فرما دیا ہے کہ ان کو جھوٹے اور دجال سمجھو۔ چنانچہ امام سیوطیؒ درمنثور جلد ۶ ص ۵۱ میں لکھتے ہیں کہ:

مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹ میں روایت ہے عن ابی ھریرہ انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال سیکون فی امّتی دجّالون کذابون یاتونکم ببدع من الحدیث بما لم تسمعوا انتم و لا آباء کم فایاکم و ایاھم لا یفتنونکم ۔ یعنی نبی ﷺ نے فرمایا میری امت میں بہت سے دجال جھوٹے ہوں گے جو مسلمانوں کے روبرو ایسی نئی نئی باتیں پیش کریں گے کہ نہ انہوں نے سنیں نہ ان کے باپ دادا نے ۔ ایسے لوگوں سے بچتے رہو

کہیں وہ فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

مرزا قادیانی کی کاروائیاں اور نبی ﷺ کا ارشاد ہر دو پیش نظر میں اہل ایمان تھوڑی توجہ کریں تو قیاس سے صحیح نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ کیسے شخص ہیں کیا اب بھی مسلمانوں کو مرزا کے معاملہ میں کوئی شک کا موقع اور عذر باقی ہے۔...

حدیث شریف تو صراحتہً بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ نئی باتیں بنانے والا دجال وکذاب ہے اور مرزا قادیانی تقریر سے مستفاد ہے کہ نصوص کیسے ہی صراحت سے وارد ہوں مگر مرزا قادیانی کے قول کے مقابلے میں وہ سب ترک کردی جائیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۴۰۹ میں فرماتے ہیں:

صرف الہام کے ذریعہ ایک مسلمان اس کے معنی آپ پر کھولتا ہے کہ ابن مریم سے اس جگہ درحقیقت ابن مریم مراد نہیں۔تب بھی بمقابل اس کے آپ لوگوں کو یہ دعوی نہیں پہنچتا کہ ابن مریم سے مراد حقیقت ابن مریم ہی ہے کیونکہ مکاشفات میں استعارات غالب ہیں اور حقیقت سے پھیرنے کے لئے الہام الٰہی قرینہ قویہ کا کام دے سکتا ہے اور آپ حسن ظن کے مامور ہیں۔،

دیکھ لیجئے ابتدائے اسلام سے آج تک کسی نے کہا نہ سنا کہ عیسیٰؑ مر کر زمین میں دفن ہوگئے اور ان کا ہم نام یا مثیل پیدا ہوکر پادریوں کا جواب دے گا اور پادری لوگ ہی دجال ہیں اسی طرح قیامت کا جنت ہونا وغیرہ امور جو قادیانی سنا رہے ہیں ایسے ہیں کہ کسی مسلمان نے نہیں سنے اور آیات واحادیث میں کھلے الفاظ میں موجود ہے کہ قیامت زمین پر ہوگی اور عیسیٰؑ بن مریم قبل قیامت زمین پر آئیں گے ایسے موقع میں مرزا قادیانی پر حسن ظن کیا جائے یا نبی ﷺ کے حکم کی تعمیل کی جائے کہ جو شخص نئی باتیں بنائے وہ دجال وکذاب سمجھا جائے۔ ہمارے کہنے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں ہر شخص اپنے معتقد علیہ کی بات خود مان لے گا۔و ما علینا الا البلا غ

غرض کہ مرزا نے جو کہا تھا کہ آدمی مرتے ہی جنت میں چلا جاتا ہے اور استدلال میں یہ آیت پیش کی تھی ادخلی جنتی سو اس کا حال معلوم ہوگیا کہ اس آیت کو اس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ سیاق آیت سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز یہ ارشاد ہوگا جس پر دوسری آیات بھی ناطق ہیں اور اگر موت کے وقت کہا بھی جاتا ہو تو بطور بشارت ہے کہ وقت پر داخل ہو جائے۔

اور اس آیت شریفہ سے بھی استدلال کرتے ہیں:

قیل ادخل الجنّۃ قال یا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربّی و

جعلنی من المکرمین (یسین: ۲۶۔۲۷)

یہاں ایک شخصی واقعہ ہے جو کہ حق تعالیٰ نے ذیل کی آیات میں ذکر فرمایا:

و جاء من اقصی المدینة رجل یّسعی، قال یا قوم اتبعوا المرسلین ۔ اتبعوا من لا یسئلکم اجراً و ھم مھتدون ۔ و ما لی لا اعبد الذی فطرنی و الیه ترجعون ۔ ء اتخذ من دونه آلھة ان یردن الرحمن بضرّ لا تغن عنی شفاعتھم شیئاً و لا ینقذون۔ انی اذا لفی ضلال مبین ۔ انی آ منت بربکم فاسمعون۔ قیل ادخل الجنّة ، قال یا لیت قومی یعلمون (یسین: ۲۶)

ماحصل اس کا یہ ہے کہ عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں میں سے تین کو اہل انطاکیہ کی طرف بھیجا تھا کہ ان کو توحید کی دعوت کریں۔ انہوں نے ان سب کو مار ڈالا اس اثنا میں ایک بزرگ آئے اور اس قوم کو نصیحت کر کے اپنا ایمان ظاہر کیا انہوں نے ان کو بھی شہید کر ڈالا۔حق تعالیٰ اس بزرگ کا حال بیان فرماتا ہے:

قیل ادخل الجنّة قال یا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربّی و جعلنی من المکرمین یعنی اس شخص سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو اس نے کہا اے کاش میری قوم جانتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور عزت دی۔

اس واقعہ پر مرزا قادیانی استدلال کرتے ہیں کہ مرتے ہی جنتی جنت میں داخل ہو جاتا ہے حالانکہ اس میں صرف اسی قدر ہے کہ اس شخص سے کہا گیا تھا کہ جنت میں داخل ہو جا، یہ تو نہیں کہا گیا کہ ابھی داخل ہو جا۔اگر فی الحقیقت ان کے داخل ہو جانے کا حال بیان کرنا مقصود ہوتا تو ادخلناہ فی الجنّة ارشاد ہوتا۔یعنی ہم نے اس کو جنت میں داخل کر دیا، کیونکہ یہاں اس بزرگ کی جان بازی کے معاوضہ میں اپنے فضل و کمال کا حال بیان کرنا مقصود ہے۔فن بلاغت میں بلاغت کے معنی یہ لکھے ہیں کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو کما قال فی التّلخیص البلاغة فی الکلام مطابقة لمقتضی الحال مع فصاحةٍ ۔اب دیکھئے کہ اگر وہ بزرگ داخل جنت ہو گئے ہوتے تو مقتضائے حال لفظ ادخلناہ تھا نہ قیل ادخل الجنّة اور جب قیل ادخل ارشاد ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ صرف بشارت مقصود تھی ورنہ کلام مطابق مقتضائے حال نہ ہوگا۔حالانکہ کلام الٰہی میں یہ بات محال ہے۔اگر کہا جائے کہ حق تعالیٰ کا فرمانا بھی دخول

جنت کے لئے کافی ہے تو ہمیں کہیں گے کہ لفظ قیل ادخل سے دو احتمال پیدا ہوتے ہیں ایک فوراً داخل ہو جانا دوسرا وقت معین پر یعنی قیامت کے روز داخل ہونے کی بشارت، اس صورت میں وہ احتمال لینا جو مخالف قرآن ہو ہرگز جائز نہیں، پھر ایسا احتمالی پہلو اختیار کرنے کی ضرورت ہی کیا تھا۔ صاف ارشاد ہو جاتا کہ ہم نے اس کو جنت میں داخل کر دیا جس سے کوئی احتمال ہی باقی نہ رہتا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ دخول روحانی تھا جو عارضی طور پر ہوا کرتا ہے۔ غرض کہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ مرتے ہی ہر شخص جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر اس سے نہیں نکلتا۔

اور مرزا صاحب یہ آیت شریفہ بھی استدلال میں پیش کرتے ہیں:

و لا تحسبنّ الّذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً، بل احیاء عند ربّھم یرزقون (آل عمران: ۱۶۹) یعنی شہیدوں کو مردے مت سمجھو وہ اللہ کے پاس زندہ ہیں۔

اس میں تو جنت کا نام بھی نہیں۔ رہا اللہ کے پاس زندہ رہنا سو اس میں جنت کی کیا خصوصیت، دیکھ لیجئے فرشتے زندہ ہیں اور جنت میں نہیں ہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ فرشتے آسمانوں میں ہیں اور جنتیں بھی وہی ہیں جس سے لازم آتا ہے کہ کل آسمانی فرشتے جنت میں ہیں، تو پھر یہ کہنا کہ جنت میں داخل شدہ خارج نہیں ہو سکتا صحیح نہیں، اس لئے کہ فرشتے زمین پر برابر اترتے رہتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے تنزّل الملا ئکۃ و الرّوح (قدر: ۴) اس صورت میں ممکن ہے کہ عیسیٰؑ بھی ان فرشتوں کے ساتھ اتر آئیں۔ غرض کہ زندگی کے واسطے جنت کی ضرورت نہیں۔ اگر قبر ہی میں خاص طور زندہ رہیں تو احیاء عند ربّھم جب بھی صادق آئے گا اور قرب کے لئے نہ آسمانوں کی ضرورت ہے نہ جنت کی۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

نحن اقرب الیہ من حبل الورید (ق: ۱۶)

فلو لا اذا بلغت الحلقوم۔ و انتم حینئذٍ تنظرون۔ ونحن اقرب الیہ منکم و لکن لا تبصرون۔ (واقعہ: ۸۳۔۸۵) یعنی جب روح حلق کو پہنچ جاتی ہے اور تم دیکھتے رہتے ہو اور ہم تم سے زیادہ تر نزدیک اس کے رہتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔

اس سے ظاہر ہے کہ عند کا مضمون ہر وقت صادق ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ شہداء کو خاص طور پر تقرب ہے مگر اس سے ثابت یہ نہیں ہو سکتا کہ ہمیشہ کے لئے وہ جنت میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ اس قسم کا داخل ہونا بعد حشر کے ہوگا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

و سیق الّذین اتّقوا ربّھم الی الجنّۃ زمراً۔ حتّٰی اذا جاؤھا و فتحت

ابوابها و قال لهم خزنتها سلام عليكم طبتم فادخلوها خا لدين (زمر: ۷۳) جو لوگ متقی ہیں ان کے گروہ گروہ جنت کی طرف جائیں گے جب وہ لوگ وہاں پہنچیں گے اور دروازے کھولے جائیں گے تو دربان کہیں گے سلام ہے تم پر خوش رہو اور داخل ہو اور ہمیشہ اسی میں رہو۔

اگر کہا جائے کہ اس آیت میں تو قیامت کا ذکر نہیں ہے تو ہم کہیں گے کہ اس میں موت کا بھی ذکر نہیں ہے۔ ظاہر آیت سے صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ متقی لوگ جنت میں داخل ہوں گے مگر نبی ﷺ نے تصریح فرما دی ہے کہ قیامت کے روز وہ داخل جنت ہوں گے۔ چنانچہ امام سیوطیؒ نے درمنثور جلد۲ ص ۱۴۵ میں لکھا ہے:

ا خر ج النّسا ئی باب و جوب زکوۃ ، و الحا کم و ابن حبا ن ، عن ابی ہریرہ و ابی سعید انّ النّبیّ ﷺ قال ما من عبد یّصلی الصلوت الخمس و یصوم ر مضا ن و یخر ج الزّ کوۃ و یجتنب الکبا ئر السّبع ا لا فتحت ابوا ب الجنۃ الثما نیۃ یو م القیا مہ (یعنی فرمایا نبی ﷺ نے کہ جو شخص پانچ وقت کی نماز پڑھے اور رمضان کے روزہ رکھے اور زکوۃ دے اور ساتوں گناہ کبیرہ سے بچے تو قیامت کے روز اس کے لئے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے)۔

اب غور کیا جائے کہ اگر وہ لوگ جنت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں تو قرآن و حدیث کے مطابق پھر دوبارہ ان کو اس روز داخل جنت ہونا پڑے گا اور وہ کس قدر خلاف عقل ہے کیونکہ عقلاء جانتے ہیں کہ تحصیل حاصل محال ہے۔

الحاصل آیت شریفہ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ شہداء قیامت سے پہلے جنت میں داخل ہو جاتے ہیں البتہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شہداء کی ارواح جنت میں داخل ہو جاتی ہیں

چونکہ مرزا قادیانی کی عادت ہے کہ جو احادیث ان کے مقصود کے مضر ہوتی ہیں ان کو نظر انداز کیا کرتے ہیں چنانچہ حشر اجساد کے باب میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سب کو نظر انداز کر دیا اور ایک کا بھی جواب نہ دیا۔ اسی طرح ہم کو بھی اس مقام میں احادیث سے تعرض کرنے کی ضرورت نہ تھی مگر اپنے ہم مشربوں کے خیال سے ان احادیث کا بھی مطلب بیان کر دیتے ہیں جو اس باب میں وارد ہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دخول جنت روحانی طور پر بھی ہوا کرتا ہے جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے جو بخاری باب القصر فی المنام، مسلم اور مسند احمد

جلد۳ص ۱۷۹ میں ہے:

عن انس و جابر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ دخلت الجنّۃ فاذا انا بقصر من ذھب فقلت لمن ھذا القصر قالوا الشا ب من قر یش فظننت انی انا ھو قلت و من ھو قالوا عمرابن الخطا ب فلو لا علمت من غیر تک لد خلہ (یعنی فرمایا نبی ﷺ نے عمرؓ سے کہ میں جنت میں داخل ہوا، دیکھا کہ ایک محل سونے کا بنا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ لوگوں نے کہا ایک جوان قریشی کا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید وہ میرا ہوگا، مگر پوچھا کہ وہ کون شخص ہے؟ کہا عمرؓ ابن الخطاب ۔ اگر تمہاری غیرت کا خیال نہ ہوتا تو میں اس محل میں چلا جاتا)

اور ایک حدیث یہ بھی ہے جو بخاری باب انّا اعطینا ك الکوثر میں مذکور ہے:

عن انس قال لما عرِج بالنبی ﷺ الی السماء قال : اتیت علی نھرٍ حافتاہ قباب اللولوِ مجوّفا۔ فقلت ما ھذا یا جبریل؟ قال ھذاالکوثر ۴۹۶۴ بخاری

یعنی فرمایا نبی ﷺ نے میں جنت میں ایک نہر پر جا نکلا جس کے کنارے مجوف موتی کے قبہ تھے میں نے جبریل سے پوچھا یہ کیا ہے کہا یہ کوثر ہے۔

اگر چہ ان حدیثوں میں خواب کی تصریح نہیں، ممکن ہے کہ شب معراج حالت بیداری میں تشریف لے گئے ہوں، مگر علی سبیل التنز ل دخول روحانی میں تو کلام ہی نہیں جس سے یہ ثابت ہے کہ دخول روحانی مانع خروج نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح شہداء بھی روحانی طور پر جنت میں داخل ہوا کرتے ہیں چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ جسکو سیوطیؒ نے درمنثور جلد۲ ص ۹۵ میں مسند احمد جلد ا ص ۲۶۶، ابوداؤد باب فی فضل الشھادۃ، مستدرک حاکم حدیث نمبر ۲۴۸۹ وغیرہ سے نقل کیا ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لمّا ا صیب اخوا نکم باحد جعل اللّٰہ اروا حھم فی اجواف طیر خضر تردد انھارالجنّۃ و تا کل ثمارھا و تا ویی الی قند یل من ذھب معلّقۃ فی ظلّ العرش ۔ یعنی نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارے بھائی جب احد میں شہید ہوئے تو اللہ نے ان کی روحوں کو سبز سبز پرندوں میں رکھا وہ جنت کے نہروں پر جاتے ہیں اور میوے کھاتے ہیں اور سونے کی قنادیل میں رہتے ہیں جو عرش کے سایہ میں لٹکے ہوئے ہیں۔

شہداء کا روحانی اور عارضی طور پر جنت میں جانا اس سے بخوبی ثابت ہے کہ ان کی روحیں پرندوں میں رکھی گئیں اور مقام ان کا قنادیل قرار دیا گیا نہ حور وغلمان سے ان کو تعلق ہے نہ تخت وتاج سے کام لیا، نہ لباس وزیور سے آراستہ، نہ ان کے لئے فرش فروش، حالانکہ یہ امور جنتیوں کے لئے لازم ہیں جس کا حال ابھی معلوم ہوا، صرف پرندوں کی طرح کھا پی لیتے ہیں اور خاص قسم کا تقرب بھی حاصل ہے، مگر وہ خصوصیات جو وقت پر ہونے پر ہونے والی ہیں کہاں؟ جس دخول کے بعد ہمیشہ رہنا ہوگا وہ دخول جسمانی ہے جس کی نسبت اس آیت شریفہ میں اشارہ ہے کما خلقنا کم اوّل خلق نعیدہ (انبیاء: ۱۰۴) یعنی جس طرح ہم نے پہلے تمہیں پیدا کیا اسی خلق پر دوبارہ پیدا کریں گے اور ظاہر ہے کہ دخول روحانی میں یہ بات نہیں اور بخاری باب قولہ کما بدأنا اول خلق میں یہ روایت ہے:

عن ابن عباس قا ل خطب النّبیّ ﷺ فقال انّکم محشرون الی اللّٰہ عز وجل عراۃ غر لا کما بد أنا اوّل خلقٍ نعیدہ وعداً علینا انّا کنّا فاعلین یعنی خطبہ میں نبی ﷺ نے کہ تم لوگوں کا حشر خدا کی طرف ہوگا برہنہ اور بے ختنہ یعنی ابتدائے پیدائش کے مطابق چنانچہ اللہ فرماتا ہے جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح پھر اعادہ کریں گے یعنی پہلی حالت پر دوبارہ پیدا کریں گے یہ وعدہ ہم پر لازم ہے جس کو ہم پورا کرنے والے ہیں۔

اسی اعادہ کے بعد فاد خلوھا خا لدین کہا جائے جس کا حال ابھی معلوم ہوا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شہداء جب ہمیشہ رہنے کے واسطے جنت میں دوبارہ داخل ہوں گے تو پرندوں کی شکل پر نہ رہیں بلکہ بمصداق و لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (تین: ۴) شکل انسانی میں ہوں گے جو احسن صور ہے۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ ہر دخول جسمانی بھی مانع خروج نہیں چنانچہ معراج شریف کا واقعہ اسلامی دنیا میں مثل آفتاب روشن اور اعلان کر رہا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ عالم بیداری میں جسم اطہر کے ساتھ جنتوں میں تشریف لے گئے تھے اور واپس تشریف لانے کو کوئی چیز مانع نہ ہوسکی اگر کوئی منصف مزاج دیدہ عقل کو سرمہ بصیرت بخش شریعت غرا سے منور کر کے دیکھے تو معلوم ہو کہ یہ دونوں گھر یعنی دار الدنیا اور دار الجنان ایک ہی خالق کے مخلوق ہیں جس کو جب تک جہاں چاہے رکھے اور جس کو چاہے ایک گھر سے دوسرے گھر میں لے جائے، مختار ہے، اور عادت اللہ بھی جاری

ہو چکی ہے کہ بحسب ضرورت مردے زندہ ہو چکے جس پر کئی آیات بینات متفق اللفظ والمعنی گواہی دے رہی ہیں..اور یہ بھی ثابت ہے کہ شہداء کی ارواح اس عالم میں آیا کرتی ہیں چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے جعفر بن ابی طالب کو فرشتوں کیساتھ اڑتے ہوئے دیکھا، جیسا کہ کنز العمال حدیث نمبر ۳۳۱۹۱، ۳۳۱۹۴ ہے:

عن علی قال قال رسول اللّٰه ﷺ عرفت جعفرا فی رفقة من الملائکة یبشرون اهل بیته با لمطر

و عن البراء قال قال رسول اللّٰه ﷺ انّ اللّٰه قد جعل لجعفر جناحین مضرجین بالدّم یطیر بهما مع الملا ئکة ۔

اس کے بعد یہ بات ہر صاحب فہم کی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اگر بقول مرزا قادیانی، حضرت عیسیٰؑ کی وفات تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر بھی لی جائے تو بحسب وعدہ خدا اور رسول ان کا زندہ ہو کر اپنی خدمت بجا لانے کے واسطے چند روز کے لئے آ جانا کون سی بڑی بات ہے۔ اگر مرزا قادیانی اپنی عیسویت کے خیال کو علیحدہ رکھ کر خدا کی قدرت ایفاء عہد اور نبی ﷺ کے مخبر صادق ہونے پر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ عیسیٰؑ کا زمین پر آنا کسی حالت میں مستبعد اور خلاف عقل نہیں ۔

غرض کہ یہ بات بدلائل ثابت ہو چکی کہ دخول جنت دو قسم پر ہے ایک روحانی اور قبل حشر اجساد دوسرا جسمانی اور بعد حشر۔ پہلا مانع خروج نہیں مگر مرزا قادیانی نے اس کے خلاف میں دوسرے اقسام کا اختراع کیا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ:

جنت اور دوزخ تین درجوں پر منقسم ہے پہلا درجہ قبر کا...دوسرا درجہ حشر اجساد کے بعد اور جنت عظمی یا جہنم کبری میں داخل ہونے سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور بوجہ تعلق جسد کامل قوی میں ایک اعلی درجہ کی تیزی پیدا ہوتی ہے...تیسرا درجہ یوم الحساب کے بعد۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۷ تا ۳۶۰ ملخصاً)

اس تقریر میں مرزا قادیانی حشر اجساد کا نام جو لے رہے ہیں اس میں بڑی دور اندیشی سے کام لیا جا رہا ہے کیونکہ اگر اس کا نام بھی نہ لیں تو لوگ بالکل کافر بنا دیں گے مگر اس زمانہ میں ایسی احتیاط کی ضرورت نہیں، ایسے بزرگوار لوگ جو کچھ فرما دیتے ہیں وہ بات چل ہی جاتی ہے، اور کسی قسم کے شبہ کی نوبت ہی نہیں آتی آخر اس حدیث شریف کا صادق ہونا بھی ضرور ہے:

عن انس قال قال رسول اللّٰه ﷺ ان من اشراط الساعة ان یرفع

العلم و یظھر الجھل (بخاری۔مسلم باب رفع العلم و قبضہ وظہور جہل والفتن فی آخر الزمان۔مسند احمد، ابن ماجہ) میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں سے ایک یہ ہے کہ علم اٹھ جائے گا اور جہل ظاہر ہوگا۔

اگرچہ علم کے اٹھ جانے کے کئی معنی ہو سکتے ہیں مگر مشاہدہ جو ہو رہا ہے اس کے لحاظ سے یہ معنی بھی صادق آتے ہیں کہ جب قرآن کے اصلی معنی لوگوں کے خیال سے جاتے رہیں تو جو حقیقی اور واقعہ علم ہے وہ بے شک اٹھ جائے گا۔مثلاً قیامت کا علم وہی ہے جو آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ مردے زندہ ہو کر قبروں سے زمین پر آ جائیں گے۔ پھر جب یہ علم جاتا رہے اور اس کی جگہ یہ ذہن نشین ہو کہ مردے اندر ہی اندر سوراخ کی راہ سے جنت میں گھس جائینگے جیسا کہ مرزا فرماتے ہیں تو علم کے اٹھنے اور جہل مرکب ہونے ظاہر ہونے میں کیا شک ہے۔ ... یہ پر آشوب وفتن زمانہ ایسا ہی ہے مگر ایمان والوں کو بفضلہٖ تعالیٰ کچھ خطر نہیں۔

غرض کہ ہم لوگوں کو چاہیے کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے ظاہر طور پر فرما دیا ہے اس پر مضبوط ایمان رکھیں اور جان سے زیادہ تر عزیز سمجھیں پھر کسی فتنہ گر کے فتنہ سے کچھ خوف نہیں۔

مرزا قادیانی کا مذہب ابھی معلوم ہوا کہ آدمی مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتا ہے پھر تخت رب العالمین بھی اتر آئے تو وہ حصار جنت سے حساب وکتاب کے واسطے باہر نہ نکلے گا۔اس صورت میں جو تحریر فرماتے ہیں کہ حشر اجساد کے بعد اور جنت عظمیٰ میں داخل ہونے کے پہلے تعلق اجساد کا متوسط درجہ قرار دیا گیا ہے تو یہ ترقی معکوس سمجھ میں نہیں آتی البتہ پہلا درجہ جو قبر کو قرار دیا ہے اس کو مجازاً جنت تسلیم کر سکتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

النّار یعرضون علیھا غدواً و عشیاً و یوم تقوم السّاعۃ ادخلوا آل فرعون اشدّ العذاب (مومن:۴۶) یعنی دکھاتے ہیں ان کو صبح وشام دوزخ کی آگ اور قیامت کے روز کہا جائے کہ فرعون کے لوگوں کو داخل کرو سخت عذاب میں۔

اور بخاری باب سکرات الموت میں ہے:

عن عبد اللّٰہ بن عمر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اذا مات احدکم یعرض علیہ مقعدہ بالغداۃ و العشی فان کان من اھل الجنّۃ فمن اھل الجنّۃ و ان کان من اھل النّار فمن اھل النّار۔کوئی مرجاتا ہے تو خواہ وہ جنتی ہو یا دوزخی

اس کا مقام صبح و شام اس کو دکھایا جاتا ہے۔

یہ آیت اور حدیث اس بات پر قطعی ہے کہ ہر شخص اپنی ہی قبر میں رہتا ہے اور وہ وہیں اپنا مقام دیکھا کرتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ قبر جنت کا کوئی درجہ نہیں، بلکہ اس سے خارج ہے۔ ہاں اگر اس لحاظ سے کہ جنت وہاں سے نظر آتی ہے اس کو جنت کہیں، تو مجازاً ممکن ہے۔ مگر پچاس ہزار برس کا قیامت کا دن جس میں انبیاء بھی نفسی نفسی پکاریں گے، اس کو جنت کا ایک درجہ، وہ بھی متوسط، قرار دینا سخت حیرت انگیز ہے۔ نہ قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے، نہ حدیث۔ بلکہ دونوں اس کی تکذیب کر رہے ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ اس آیت شریفہ سے وہ تقریر اور بھی مستند ہو گئی جس میں بیان کیا گیا تھا کہ دخول جنت و دوزخ قیامت پر منحصر ہے اور مرزا قادیانی کی اس تقریر کی بھی حقیقت کھل گئی جو ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۰ تا ۳۶۳ میں لکھتے ہیں:

> ایک شخص ایمان اور عمل کی ادنی حالت میں فوت ہوتا ہے تو تھوڑی سی سوراخ بہشت کی طرف اس کے لئے نکالی جاتی ہے .. پھر لوگوں کی دعاؤں وغیرہ سے وہ سوراخ بڑھ کر ایک وسیع دروازہ ہو جاتا ہے جس سے وہ بہشت میں چلا جاتا ہے اس سے ثابت ہے کہ بہشت میں داخل ہونے کے لئے ایسے زبردست اسباب موجود ہیں کہ قریباً تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اس میں پورے طور پر داخل ہو جائیں گے اور یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہ کرے گا۔ (ملخصاً)

یہ امر پوشیدہ نہیں کہ روح ایسی لطیف چیز ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے سوراخ سے بھی وہ نکل جاتی ہے چنانچہ رحم کا منہ باوجودیکہ نہایت سختی سے بند ہوتا ہے.. مگر روح اس سے بھی نکل کر جنین میں داخل ہو ہی جاتی ہے۔ پھر اس سوراخ سے نکل جانا جو قبر سے بہشت کی طرف اسی واسطے نکالا جاتا ہے کیا مشکل، اس کے نکلنے کے لئے نہ بڑے دروازے کی ضرورت ہے نہ اسقدر مہلت درکار ہے کہ سوم دہم چہلم وغیرہ میں دعائیں اور کار خیر بتدریج اس سوراخ کو بڑا وسیع کر دیں جس سے وہ نکل کر جنت میں داخل ہو سکے کیونکہ بقول مرزا روح تو مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتی ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۶۴ میں فرماتے ہیں کہ:

> ہر یک مومن جو فوت ہوتا ہے اس کی روح خدا تعالی کی طرف اٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے یا ایّتھا النّفس المطمئنّہ،

بظاہر مرزا قادیانی کے ان دونوں کلاموں میں تعارض سا معلوم ہوتا ہے کہ روح مرتے

ہی جنت میں داخل ہو جاتی ہے اور لوگوں کی (دعا وغیرہ) سے سوراخ کشادہ ہونے کے بعد ایمان دار جنت میں چلا جاتا ہے مگر اس کے جواب کی طرف انہوں نے اشارہ کر دیا کہ روح تو مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے اور ہمیشہ رہنے کے لئے جنت میں داخل ہونا جو احیائے جسم پر موقوف ہے جیسا کہ قال من یحی العظام و ھی رمیم قل یحییھا الّذی انشا ھا اول مرۃ (یسین: ۲۸-۲۹) سے ثابت ہے سو اس کے لئے مہلت درکار ہے جس میں دروازہ اتنا وسیع ہو کہ لاش اس سے نکل جائے چنانچہ مرتے ہی داخل ہونے کے باب میں تصرف کرتے ہیں کہ روح داخل ہوتی ہے اور مہلت اور وسعت کے باب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ شخص ایماندار داخل ہوتا ہے اس تقریر سے تعارض تو رفع ہو گیا لیکن اس پر ایک نیا شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ شخص جنت میں داخل ہونے کو جاتا ہے اور جنت آسمان پر ہے جیسے کہ مرزا، ازالہ اوہام صفحہ ۲۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

> عیسیٰ کے فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ ہر یک مومن جو فوت ہوتا ہے تو اس کی روح خدا تعالی کی طرف اٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے۔،

اور نیز جنتوں کا آسمان پر ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو ضروری تھا کہ مردے آسمانوں پر جاتے ہوئے دکھائی دیتے کیونکہ یہ دخول اس وجہ سے جسمانی ہے کہ روح تو مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتی ہے اور اس دخول کے لئے دعاؤں وغیرہ کا انتظار رہتا ہے جس سے سوراخ اس قابل ہو کہ لاش اس سے نکل سکے۔ اس صورت میں ضرور تھا کہ مردے قبروں سے نکلتے ہوئے نظر آتے۔ شاید اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ وہ اس طرف سے نہیں جاتے بلکہ زمین کے اندر ہی اندر سوراخ کر کے دوسری طرف سے نکل جاتے ہیں۔ تو اس کے ماننے میں بھی تامل ہے کیونکہ ایسا سوراخ جس سے مردہ جا سکے کسی قبر میں دیکھا نہیں گیا۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ مردہ نکلتے ہی وہ سرنگ پاٹ دی جاتی ہو۔ لیکن اس کے ماننے کے بعد بھی ایک دشواری درپیش ہے کہ جغرافیہ سے ثابت ہے کہ اگر ہندوستان کی زمین میں سوراخ آر پار کر دیا جائے تو وہ امریکہ کے کسی حصہ میں نکلے گا۔ پھر اگر ہندوستان کے مردے اس سوراخ کی راہ سے اس طرف زمین پر نکل کر آسمان کی طرف جائیں تو امریکہ والوں کو شکایت ہو گی کہ ہندوستان کے صدہا بلکہ ہزار ہا مردے ہر روز چلے آتے ہیں۔ کوئی کفن پہنا ہوا ہے، کوئی برہنہ ہیبت ناک، کسی کے گھر میں نکلتے ہیں کسی کی زراعت وغیرہ میں۔ غرض علاوہ خوف و دہشت کے مالی نقصان بھی ہوتا ہے، حالانکہ اب تک اس قسم کی کوئی شکایت کسی اخبار

میں دیکھی نہیں گئی۔ یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے مرزا قادیانی کی تحقیق ہی سے استفادہ کیا گیا ہے انہوں نے ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۳ میں لکھا ہے کہ عیسی اپنے وطن گلیل میں مر گئے۔اور رسالہ الہدی صفحہ ۷۳ میں لکھتے ہیں، ان کی قبر کشمیر میں ہے، اور اس کو اپنے کشف اور گواہوں سے ثابت کیا۔ اگر سوراخ کی راہ سے مردے دوسری طرف نہ نکلتے تو عیسی گلیل میں مر کر کشمیر میں کیوں آتے۔

اہل اسلام بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے دین میں بلکہ کل ادیان سماویہ میں قیامت کا مسئلہ کیسا مہتم بالشان ہے جس میں صدہا آیات و احادیث وارد ہیں جن سے ظاہر ہے کہ جس طرح توحید و رسالت پر ایمان ضروری ہے قیامت کے وقوع پر بھی ضروری ہے اور کسی مسلمان کو ابتداء سے آج تک اس میں خلاف نہیں مگر مرزا قادیانی نے صرف اتنی بات بتلانے کے لئے کہ عیسیٰؑ اس عالم میں تو کیا قیامت میں بھی زمین پر نہیں آ سکتے، ایسے مشہور و معروف اور ضروری مسئلہ کا انکار ہی کر دیا۔ پھر جن مسائل میں چند آیات و احادیث وارد ہوں ان کے اصل معنی سے انکار کر دینا کون سی بڑی بات ہے۔ اگر مرزا قادیانی کو ذرا بھی خوف خدا اور قیامت کے دن کا خیال ہوتا تو قرآن و حدیث کے معنی اپنے دل سے تراش کر لکھنے پر ان کے ہاتھ یاری نہ کرتے کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے:

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثمّ یقولون ھذا من عند اللّه لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً فویل لھم ممّا کتبت ایدیھم وویل لھم ممّا یکسبون (بقرہ:۷۹)

ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ جو بات ھذا من عند اللّه کہنے میں ہے وہی بات کسی آیت کا مضمون خلاف مقصود الہی بیان کرنے میں ہے۔ دیکھ لیجئے اگر کوئی کہے کہ حق تعالی فرماتا ہے احلّ اللّه لکم المیتة و الدّم و لحم الخنزیر، سو جس طرح یہ شخص ملحد اور بے دین سمجھا جائے گا اسی طرح وہ شخص بھی سمجھا جائے گا جو آیت شریفہ حرّمت علیکم المیتة و الدّم و لحم الخنزیر (مائدہ:۳) سے مراد یہ بیان کرے کہ میتة اور دم اور لحم خنزیر عرب میں معزز لوگ تھے اس میں تعظیم و حرمت کرنے کا اس میں حکم ہے، مردار وغیرہ کی حرمت سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ مرزا قادیانی کی غرض جس آیت سے متعلق ہوتی ہے اس کے معنی میں اس قسم کی تحریف کرنے سے ذرا بھی خوف نہیں کرتے مثلاً احی الموتی باذن اللہ (آل عمران:۴۹) کے معنی یہ بتلاتے ہیں کہ مسمریزم کی وجہ سے قریب الموت شخص کو حرکت ہو جاتی تھی، اور عزیرؑ کے قصہ میں اللہ فرماتا ہے فاماتہ اللّه مأة عام (بقرہ:۲۵۹) مرزا قادیانی اس کا مطلب بتاتے

ہیں کہ سو برس تک خدا نے ان کو سلا دیا تھا۔ اسی طرح بیسیوں آیات و احادیث کے معنی انہوں نے بدل ڈالے۔ اسی پر قیاس کیا جائے کہ ایک ضعیف اور موہوم غرض کے مقابلہ میں انہوں نے قیامت کا انکار کر دیا تو جس سے بہت بڑی بڑی غرضیں ان کی متعلق ہوں گی اس کا کیا حال ہوگا۔ اسی وجہ سے احیائے اموات کے بارہ میں جو آیات وارد ہیں ان کی تحریف معنی میں بہت زور لگایا کہ ممکن ہے خدا تعالی ان کو زندہ کر کے زمین پر بھیجے۔ اسی وجہ سے ازالہ اوہام صفحہ ۶۶۵ میں لکھتے ہیں:

> اس میں شک نہیں کہ اس بات کے ثابت ہونے کے بعد کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی فوت ہوگیا ہے ہر ایک مسلمان کو ماننا پڑے گا کہ فوت شدہ نبی ہرگز دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتا کیونکہ قرآن اور حدیث دونوں بالاتفاق اس بات پر شاہد ہیں کہ جو شخص مرگیا پھر دنیا میں ہرگز نہیں آئے گا اور قرآن کریم انھم لا یرجعون کہہ کر ہمیشہ کے لئے ان کو رخصت کرتا ہے۔،

مرزا قادیانی کے مبالغہ کی بھی کوئی حد ہے۔ بھلا قرآن و حدیث نے کب گواہی دی تھی کہ مرا ہوا آدمی دنیا میں ہرگز نہیں آئیگا۔ ان کو ضرور تھا کہ کوئی اتفاقی گواہی پیش کر دیتے باوجودیکہ انکی عادت ہے کہ ادنی احتمال کا موقع بھی ملتا ہے تو سیاق وسباق کو حذف کر کے کوئی آیت یا حدیث استدلال پیش کر دیا کرتے ہیں جیسے فادخلی جنّتی وغیرہ میں معلوم ہوا۔ مگر اس دعوی پر انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ اس سے ظاہر ہے کہ کوئی احتمالی دلیل بھی ان کو نہیں ملی۔ اب سوائے اس کے کہ جرأت سے کام لیں کوئی تدبیر نہ تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ جرأت سے بھی بہت کام چل جاتے ہیں جیسے پیشگوئیوں میں کہہ دیتے ہیں کہ فلاں کام نہ ہو تو میرا منہ کالا کیا جائے، گلے میں رسا ڈالا جائے وغیرہ، حالانکہ نہ وہ کام ہوتا ہے، نہ منہ کالا ہوتا ہے۔ کوئی پہلو نکال کر عمر بھر بحث کرتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ آتھم کے رجوع الی الحق وغیرہ میں آپ نے دیکھ لیا اسی طرح یہاں بھی جرأت سے کام لے کر کہہ دیا کہ قرآن وحدیث بالاتفاق شاہد ہیں کہ مرا ہوا دنیا میں ہرگز نہیں آسکتا حالانکہ قرآن میں متعدد جگہ یحی الموتی، و احیا ھم وغیرہ الفاظ صراحۃً مذکور ہیں۔

اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب خود خدا احیائے اموات کا ذکر قرآن میں فرمادے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کہے کہ وہ ہو نہیں سکتا، تو مسلمان اس کی تکذیب کرے گا یا نعوذ باللہ قرآن پر کسی قسم کا الزام لگائے گا؟ رہا یہ کہ مرزا قادیانی اس باب میں تاویلات سے کام لیتے ہیں کہ احیاء سے مراد مثلاً مسمریزی حرکت ہے اور موت سے مراد نیند ہے جیسا کہ عزیر کے قصہ میں فرماتے ہیں

کہ فاماتہ اللّٰہ مأۃ عام سے مراد نوم اور غشی ہے، سو یہ بات دوسری ہے کہ قرآن کو ماننا منظور نہیں اور جو فرماتے ہیں کہ قرآن لا یرجعون کہہ کر ان کو ہمیشہ کے لئے رخصت کر رہا ہے، سو مرزا نے اس استدلال میں بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو یا ایّھا الّذین آمنوا لا تقربوا الصّلوۃ میں کیا گیا ہے اسلئے کہ اس یہاں بھی انہوں نے وہ حصہ حذف کر دیا جو انکو مضر تھا۔ ملاحظہ فرمایئے:

فمن یّعمل من الصّالحات و ھو مومن فلا کفران لسعیہ، و انّا لہ کاتبون۔ وحرام علی قریۃٍ اھلکناھا انّھم لا یرجعون ۔(انبیاء:۹۴۔۹۵)

(یعنی جو شخص نیک کام کرے اور ایمان بھی رکھتا ہو تو اس کی کوشش اکارت ہونے والی نہیں اور ہم اس کے نیک اعمال سب لکھتے جاتے ہیں۔ اور جن بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ممکن نہیں کہ وہ لوگ قیامت کو ہماری حضوری میں لوٹ کر نہ آئیں)۔

اگر پہلی آیت سے دوسری کا ربط ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اعمال صالحہ ہم کسی کے ضائع نہ کریں گے ان کے اعمال ہم لکھ رہے ہیں اگر وہ مر بھی جائیں تو ہمارے پاس ان کا آنا ضروری ہے اس روز ان کو ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور اگر پہلی آیت سے ربط نہ ہو تو یہ معنی ہوں گے کہ جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا ہو ہمارے قبضہ سے باہر نہیں جا سکتی، ممکن نہیں کہ وہ لوگ ہماری طرف رجوع نہ کریں۔ مطلب یہ کہ ان کی ہلاکی رستگاری کا باعث نہیں، ہمارے پاس وہ ضرور آئیں گے اور ان پر حرام ہے کہ نہ آئیں۔ پھر اس روز ان کے اعمال کی سزا دی جائے گی۔ اب دیکھئے مطلب تو یہ تھا کہ خدا کی طرف ان کا رجوع نہ کرنا حرام اور محال ہے، اور مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ وہ دنیا کی طرف رجوع نہیں کر سکتے۔ اگر لا یرجعون سے مراد دنیا کی طرف رجوع نہ کرنا ہو تو مطلب یہ ہو گا کہ دنیا کی طرف ان کا رجوع نہ کرنا حرام اور محال ہے، یعنی ضرور رجوع کریں گے، اس سے تو مرزا کا مقصود ہی فوت ہو گیا، اور بجائے نہ آنے کے آنا ضروری ٹھہرا، اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ لا یرجعون سے مراد ان کا دنیا میں نہ آنا ہے، تو اس سے بھی کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ یہ کس نے کہا کہ فوت شدہ دنیا میں آیا کرتے ہیں، ان میں یہ طاقت کہاں کہ پھر لوٹ کر آجائیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ خدا جس کو چاہے دوبارہ دنیا میں وہ ضرور آئے گا، کیونکہ خدا تعالیٰ کے ارادہ کے خلاف کوئی چیز ظہور میں نہیں آ سکتی۔ مرزا قادیانی اس کے قائل نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ خدا کی قدرت کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا اس کے نزدیک قیامت میں زندہ کرنا اور قیامت کے پیشتر کسی کو زندہ کرنا ایک جیسا ہے، اور جب حق تعالیٰ نے متعدد مقام میں قرآن میں خبر دی ہے کہ ہم نے بہتوں کو اس

عالم میں زندہ کیا تو ہم اس کا ہرگز انکارنہیں کر سکتے۔مگر مرزا قادیانی داؤ پیچ کر کے اس کا انکار کرتے ہیں اور احیائے موتی کو محال سمجھتے ہیں۔..

غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ دنیا کا انتظام چونکہ ایک نسق پر رکھا گیا ہے جو ہمیشہ جاری ہے۔اس لئے ایک بڑا فرقہ دہریہ اس بات کا قائل ہو گیا کہ عالم کا کام بطور خود جاری ہے اس کے لئے خالق کی کوئی ضرورت نہیں چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

و قالوا ما ھی الّا حیاتنا الدّنیا نموت و نحیا و ما یھلکنا الّا الدھر، و ما لھم بذلک من علم ، ان ھم الّا یظنّون (جاثیہ:۲۴)(انہوں نے کہا ہماری زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہی ہے، ہم مرتے ہیں، جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مار ڈالتا ہے۔انہیں اس بات کا کچھ علم ہی نہیں، یہ تو صرف اٹکل سے ہی کام لے رہے ہیں)

حق تعالی نے ان کے خیالات فاسدہ کو دفع کرنے کے لئے انبیاء کو بھیجا چنانچہ جب انہوں نے معجزے اور خوارق سعادات دیکھے اور بچشم خود دیکھ لیا کہ عادت مستمرہ کے خلاف بھی ایسے کام حکمی طور پر ہوتے ہیں جن کو عقل محال سمجھتی ہے تو ان کو یقین ہو گیا کہ کوئی زبردست قدرت والا بھی ہے کہ ایسے مستحکم عادتی کارخانہ کو درہم برہم کر کے محال کو واقع کر دکھاتا ہے،اس بنا پر بحسب توفیق خالق عالم کے قائل ہو گئے اور نبوت کی بھی تصدیق کی اور جن کی طبیعتوں پر تعصب غالب تھا وہ اس دولت سے محروم رہے۔الحاصل حق تعالی نے عادت مستمرہ کے خلاف بھی کام کئے جس سے اس کی قدرت اور خالقیت پورے طور پر ذہن نشین ہو گئی۔اگر خدا عادت مستمرہ کے خلاف کوئی کام کر کے نہ دکھاتا تو دہریہ کو قائل کرنے کی کوئی صورت نہ تھی، اس لئے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ افلاک کی حرکات سے طبائع میں امتزاجات پیدا ہوتے ہیں جن کے خاص خاص طور پر واقع ہونے سے حیات اور موت کا وقوع ہوتا ہے، اس میں خالق کے فعل کی کوئی ضرورت نہیں۔اگر احیائے اموات کے جیسے خوارق عادت کا وقوع نہ ہوتا تو صرف باتوں سے وہ خالق کو ماننا اور اپنے آپ کو اس کی بندگی اور عبودیت میں دے کر عمر بھر کی آزادیوں سے دست بردار ہو جانا کبھی گوارا نہ کرتے۔ان کے بعد جو ان کے خلف اور قدم بقدم ان کے پیرو تھے،اس قسم کی جتنی باتیں قرآن میں ہیں سب کی تصدیق انہوں نے کی، اور جن کی طبیعتوں میں انحراف آ گیا وہ اس کے ماننے میں حیلے کرنے لگے چنانچہ مرزا قادیانی اس موقع میں یہ تعارض کا حیلہ پیش کرتے ہیں کہ اگر مردوں کو زندہ ہونا مان لیا جائے تو انّھم لا یرجعون کے مخالف ہو گا۔ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ ان

آیات میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ جہاں لا یرجعون ارشاد ہے اس سے آدمی کی بے بسی ثابت کرنا منظور ہے کہ جب ہم اس کو مار ڈالتے ہیں تو اس میں یہ قدرت نہیں کہ اپنی زائل شدہ حیات کو پھر حاصل کر سکے بلکہ ہمارے قبضہ قدرت سے وہ نکل نہیں سکتا اور جہاں یہ ارشاد ہے کہ ہم نے مردوں کو زندہ کیا اس سے بھی کامل درجہ کی قدرت ہی کا اظہار مقصود ہے کہ جو تمہاری عقلوں میں محال دکھائی دیتا ہے اس کو ہم نے واقع کر دکھایا۔ اب دیکھئے کہ دونوں آیتوں کے مضمون میں کس قدر توافق ہے۔ حاصل مطلب ان کا یہی ہوا کہ ہم ہر طرح قادر ہیں، نہ کوئی زندہ ہماری قدرت سے خارج ہوسکتا ہے، نہ مردہ۔ زندہ کو جب ہم مردہ کر دیتے ہیں تو وہ زندہ نہیں ہوسکتا، اور جب مردہ کو زندہ کرتے ہیں تو وہ انکار اور سرتابی نہیں کرسکتا۔

مرزا قادیانی جو تعارض پیدا کر رہے ہیں اسی کا نام تعارض ہو تو اس قسم کا تعارض بہت سی آیتوں میں پیدا ہو جائے گا مثلاً حق تعالی فرماتا ہے:

انّ الّذین کفروا سواء علیھم ء انذر تھم ام لم تنذر ھم فھم لا یؤمنون (بقرہ:۶)

جس کا مطلب یہ ہے کہ کفار ایمان نہ لائیں گے۔ حالانکہ ہزارہا کفار اس آیت کے نزول کے بعد ایمان لائے اور لاتے جاتے ہیں۔ دیکھئے انّھم لا یرجعون میں جو بات ہے وہی انّھم لا یؤمنون میں بھی ہے اگر انّھم لا یرجعون سے رجوع اموات غیر ممکن ثابت ہوتا ہے تو انّھم لا یؤمنون سے بھی کفار کا ایمان لانا غیر ممکن ہو جائے گا، مگر جب ہمیں معلوم ہوگیا کہ بمصداق یھدی من یّشاء الی صراطٍ مستقیم کے حق تعالی جس کو چاہتا ہے راہ راست پر لاتا ہے اسی وجہ سے کفار ایمان لاتے ہیں تو اس کا بھی ہمیں یقین ہوگیا کہ وہ جس مردہ کو چاہتا ہے زندہ کر سکتا ہے جس کے وقوع پر یحی الموتی وغیرہ آیات گواہ صادق ہیں۔

اصل یہ ہے کہ اکثر محاورات قرآنیہ وغیرہ میں عام طور پر کوئی بات کہی جاتی ہے مگر بلحاظ قرائن اس کی تخصیص پیش نظر رہا کرتی ہے اس کی نظیریں قرآن شریف میں بکثرت ہیں ایک وہی آیت ہے جو ابھی مذکور ہے اور ایک آیت یہ ہے:

تکاد السماوات یتفطرن من فوقھنّ و الملائکۃ یسبّحون بحمد ربّھم و یستغفرون لمن فی الارض۔ الا انّ اللّٰہ ھو الغفور الرحیم (شوریٰ:۵)

یعنی فرشتے اللہ کی تسبیح اور حمد کیا کرتے ہیں اور زمین میں رہنے والوں کے گناہوں کی مغفرت اور معافی مانگا کرتے ہیں۔ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ تمام اہل زمین کے حتی کہ

مشرکین کے لئے بھی استغفار کیا کرتے ہیں تو یہ صحیح نہیں، اگر وہ ایسا کرتے تو حق تعالی ان کو منع فرما دیتا جیسا کہ مسلمانوں کو منع فرمایا:

ما کان للنّبیّ و الّذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین و لو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم (توبہ:۱۱۳)

یعنی نبی ﷺ اور مسلمانوں کو زیبا نہیں کہ مشرکین کی مغفرت کی دعا مانگیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ فرشتے صرف مسلمانوں کی مغفرت کی دعا کیا کرتے ہیں ورنہ صحابہ ضرور عرض کرتے کہ جب فرشتوں کو مشرکین کی مغفرت مانگنے کی اجازت ہے تو ہمیں بطریق اولی اس کی اجازت ہونی چاہیے اس لئے کہ ہم پر تو بہت سے مشرکوں کا قرابت کا حق ہے، حالانکہ یہ درخواست کبھی پیش نہیں ہوئی۔ اس سے ثابت ہے کہ صحابہ نے من فی الارض سے مراد عام اہل زمین نہیں سمجھا بلکہ بقرینہ آیت و ما کان للنّبیّ و الّذین آمنوا اس کی تخصیص مسلمانوں ہی کے ساتھ کی۔ اسی طرح انّھم لا یرجعون سے مراد کل مردے نہیں، بلکہ جن مردوں کا زندہ ہونا دوسری آیتوں سے ثابت ہے وہ اس مستثنی ہیں جیسے من فی الارض سے مشرکین مستثنی ہیں۔

اسی طرح یہ آیت: یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی الّتی انعمت علیکم و انّی فضّلتکم علی العالمین (بقرہ:۴۷) (یعنی اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو تم کو دی تھی اور یہ کہ فضیلت دی تھی تم کو عالموں پر)۔

یہ بات ظاہر ہے کہ تمام عالموں میں انبیاء اور ملائکہ بھی داخل ہیں، پھر کیا ممکن ہے کہ بنی اسرائیل کو ان تمام امتوں پر فضیلت دی گئی۔ ہرگز نہیں۔ غرض کہ جس طرح دوسری آیتوں سے ملائکہ وغیرہ عالمین سے مستثنی ہیں اسی طرح دوسری آیتوں سے زندہ شدہ مردے لا یرجعون کے حکم میں داخل نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح یہ آیت شریفہ ہے: قال فخذ اربعة مّن الطّیر فصرھنّ الیک ثمّ اجعل علی کل جبلٍ مّنھنّ جزءً (بقرہ:۲۶۰)

حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا تھا کہ پرندوں کو ٹکڑے کر کے پہاڑوں پر رکھ دو، جس کی نسبت آیت میں علی کل جبلٍ مذکور ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ کل جبل میں تمام روئے زمین کے پہاڑ شامل ہیں مگر بقرینہ عقل کل جبل سے مراد چند مخصوص پہاڑ تھے۔ اسی طرح بقرینہ عقل لا یرجعون سے مراد وہی مردے ہیں جن کا زندہ ہونا مشیت الٰہی میں نہیں، اس لئے

کہ جب خدا نے چند مردوں کے زندہ کرنے کا حال بیان فرمایا اور عقل بھی اس قدرت الٰہی کو جائز رکھتی ہے تو عقل گواہی دیتی ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے بے شک وہ مردے زندہ ہوئے تھے اس لئے لا یرجعون کے حکم سے وہ خارج ہیں۔

اسی طرح فرمایا: الذی احسن کل شیء خلقه و بدأ خلق الانسان من طین۔ ثمّ جعل نسله من سلالة من ماءٍ مهین (الم سجدہ: ۷۔۸)

یعنی انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر مٹی کو نچوڑ سے یعنی منی سے جو ایک حقیر پانی ہے ان کی نسل چلائی۔ اسی طرح خلقنا کم من ترابٍ ثمّ من نطفة (حج: ۵) جس سے ظاہر ہے کہ کل انسان نطفہ سے پیدا ہوئے حالانکہ عیسیٰؑ اس سے مستثنیٰ ہیں جس پر یہ آیت دال ہے انّ مثل عیسی عند اللّٰه کمثل آدم خلقه من ترابٍ ثمّ قال له کن فیکون (آل عمران: ۵۹) یعنی مثال عیسیٰؑ کی آدمؑ کی سی ہے کہ ان کو مٹی سے بنایا پھر کن سے پیدا ہو گئے جس طرح اس آیت کی وجہ سے عیسیٰ آیت خلق الانسان من سلالة کے حکم میں داخل نہیں اور نطفہ سے ان کی تخلیق نہیں سمجھی جاتی اسی طرح وہ مردے جو زندہ کئے گئے لا یرجعون کے حکم میں شریک نہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا تحسبنّ الّذین یفرحون بما اتوا وّیحبّون ان یّحمدوا بمالم یفعلوا فلا تحسبنّهم بمفازةٍ مّن العذاب، و لهم عذاب الیم (آل عمران: ۱۸۸)

یعنی لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ تعریف ہو، بن کئے پر، سو نہ جانو کہ وہ عذاب سے خلاصی پائیں گے بلکہ ان کو عذاب اور دردناک ہوگا۔

بخاری باب قولہ: لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا میں ہے کہ مروان نے ابن عباسؓ سے پچھوایا کہ اگر یہی بات ہے تو ہم سب معذب ہوں گے اس لئے کہ یہ صفت ہم سب میں موجود ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا:

و ما لکم و لهذه انما دعاء النبی ﷺ یهودا فسالهم عن شئی فکتموه ایّاه و اخبروه بغیره فاروه ان قد استحمدوا الیه بما اخبروا عنه فی ما سالهم و فرحوا بما اوتوا من کتما نهم۔ یعنی تم لوگوں کو اس سے کیا تعلق، اس سے مراد وہ یہود ہیں جن سے حضرت ﷺ نے کچھ پوچھا تھا انہوں نے اصل معاملہ چھپا کر کوئی اور بات بتلا دی اور اسی پر خوشی ہو کر اپنی تعریف چاہی۔

اس سے ظاہر ہے کہ الّذین عام ہے مگر مراد اس سے چند مخصوص لوگ ہیں۔

الحاصل اس کے نظائر بکثرت ہیں کہ دوسری آیتوں وغیرہ سے حکم عام کی تخصیص ہوا کرتی ہے یہاں تک کہ مشہور ہے وان مّن عامٍ الّا خص منه البعض اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ جب انّهم لا یرجعون کا حکم ان زندہ شدہ مردوں پر شامل ہی نہیں تو تعارض کیسا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی زبردستی تعارض پیدا کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں اور اگر ظاہری تعارض کے لحاظ سے تاویل کی ضرورت ہے تو صرف لا یرجعون میں تاویل کیوں نہیں کی جاتی جو کسی طرح بے موقع نہیں بلکہ بحسب محاورات قرآنیہ شائع و ذائع ہے جس کا حال معلوم ہوا کہ خود خدا کو یہ تاویل منظور ہے پھر ایسی تاویل کو چھوڑ کر بدنما تاویلیں کرنا جن کے سننے سے مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا کلام بگاڑا جاتا ہے کس قدر ایمان سے دور ہے۔

اس تقریر سے ان استدلالوں کا جواب بھی ہو گیا جو مرزا کی جانب سے پیش ہوتے ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے الم یروا کم ا هلکنا قبلهم من القرون انّهم الیهم لا یرجعون (یٰسین :۳۱) فلا یستطیعون توصیةً وّ لا الی ا هلهم یرجعو ن (یٰسین :۵۰) کیونکہ زندہ شدہ مردے خود بخود رجوع نہیں کر سکتے بلکہ حق تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور اگر مطلق رجوع مراد لی جائے تو دوسری آیتوں کی شہادت سے وہ لا یرجعون میں داخل ہی نہیں اور جس طرح فهم لا یومنون سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ کوئی کافر ایمان لایا ہی نہیں اسی طرح لا یرجعون سے بھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ کوئی مردہ زندہ ہوا ہی نہیں۔

اس آیت سے جو استدلال کیا جاتا ہے ثم انّکم یوم القیا مة تبعثون (مومنون: ۱۶) کہ اس وعدہ میں کبھی تخلف نہ ہو گا معلوم نہیں یہ کس بنا پر ہے یہ تو کسی نے نہیں کہا کہ قیامت میں مردے نہ اٹھیں گے البتہ مرزا قادیانی اس کے قائل ہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ مردے سوراخ کی راہ سے جنت میں گھس جاتے ہیں اور پھر نہیں نکل سکتے جس سے ظاہر ہے کہ بعث ونشر کی ضرورت ہی نہیں۔ شاید ان حضرات نے ہمارا مذہب یہ سمجھا ہے کہ زندہ شدہ مردوں کو کبھی موت نہیں جس سے یہ لازم آئے کہ ان کے بعث کی ضرورت نہیں، دراصل ہمارا مذہب یہ نہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جن مردوں کو حق تعالیٰ نے زندہ کیا اس سے صرف قدرت نمائی مقصود تھی پھر جب تک چاہا ان کو زندہ رکھا اور مثل دوسروں کے وہ بھی مر گئے اور قیامت میں سب کے ساتھ انکا بھی حشر ہو گا اور یوم القیا مة

تبعثون کے حکم میں شریک ہو جائیں گے۔

اس استدلال میں لطف خاص یہ ہے کہ انّکم یوم القیا مۃ تبعثون میں مخاطبوں کی تخصیص ہے اور اس سے استدلال یہ ہو رہا ہے کہ گذشتہ بعض افراد قبل قیامت زندہ نہیں کئے گئے ،گو خدا نے ان کی زندگی کی خبر دی ہے۔

اور اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ بعد شہادت جابرؓ نے اللہ سے درخواست کی کہ پھر دنیا میں رجوع کرنے کی اجازت ہو، تاکہ دوبارہ درجہ شہادت حاصل کریں۔ اس پر ارشاد ہوا انّی قضیت انّھم لا یرجعون ۔ اور ایک روایت میں ہے قد سبق القول منّی انّھم لا یرجعون یعنی میں پہلے فیصلہ کر چکا ہوں کہ وہ لوگ نہ لوٹیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ نے یہی قاعدہ اس عالم میں مقرر فرمایا ہے کہ کوئی مرا ہوا زندہ نہیں ہوتا اور یہی عادۃ اللہ اور سنۃ اللہ ہے جس کی نسبت ارشاد ہے فلن تجد لسنّۃ اللّٰہ تبد یلًا و لن تجد لسنّت اللّٰہ تحویلاً (فاطر:۴۳) مگر یہاں یہ دیکھنا چاہیے کہ کسی مصلحت سے عادت کو کبھی بدل دینا ممکن ہے یا نہیں؟ ہم دیکھتے ہیں کہ حق تعالی نے قرآن شریف میں بہت سے واقعات بیان کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر عادتوں کے خلاف بھی کیا ہے مثلاً تمام روئے زمین پر وقت واحد میں ایسا طوفان ہو جانا کہ کل پہاڑ تک غرق ہو جائیں، بالکل خلاف عادت ہے اور نوح کے وقت میں ایسا ہی ہوا کہ طوفان سے کل آدمی اور حیوان مر گئے۔ آگ ہر چیز کو جلا دیتی ہے مگر ابراہیمؑ پر سرد ہو گئی، لاٹھی کا سانپ بن جانا اور اس کے مارنے سے دریا پھٹ کر اس میں راستے ہو جانا اور ایک مار سے پتھر میں بارہ چشمے جاری ہو جانا خلاف عادت ہے مگر موسیٰؑ سے وہ سب وقوع میں آئے۔ مچھلی کے پیٹ میں آدمی کا زندہ رہنا خلاف عادت ہے مگر یونسؑ اس میں ایسے رہے جیسے کوئی گھر میں رہتا ہے۔ بغیر مرد کے عورت کو اولاد ہونا محال سمجھا جاتا ہے حالانکہ عیسیٰؑ کی پیدائش ایسی ہی ہوئی۔ چاند کا شق ہونا خلاف عقل وخلاف عادت ہے باوجود اسکے ہمارے نبی ﷺ نے اس واقع کو کر دکھایا جس کے مرزا قادیانی بھی قائل ہیں۔ ان کے سوا صدہا خوارق عادات قرآن و حدیث سے ثابت ہے جن سے ظاہر ہے کہ خدا کسی خاص مصلحت سے عادت کے خلاف بھی کرتا ہے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ ہر کسی کی درخواست پر عادت بدل دیا کرے۔

چونکہ جابرؓ کی درخواست میں کوئی عمومی مصلحت نہ تھی بلکہ تلذذ کی وجہ سے ان کا ذاتی شوق تھا کہ پھر زندہ ہو کر پھر راہ خدا میں شہید ہوں۔ اگر یہ درخواست منظور ہو جاتی تو ہر شہید یہی تمنا

کرتا اور یہ عادت اللہ ہو جاتی جس سے اعلیٰ درجہ کا خارق عادت، عادتی امور میں داخل ہو جانے کا خدشہ تھا اور اس سے بڑا مقصود فوت ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کا خارق، مدّ عادات میں شریک ہو جاتا حالانکہ وہ ممکن نہیں کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے و لن تجد لسنّة اللّه تحویلاً۔ غرض کہ مصلحت الٰہی مقتضی نہ ہوئی کہ وہ زندہ کئے جائیں اس لئے صاف جواب مل گیا کہ یہ امر عادت اور قانون فطرت کے خلاف ہے اسلئے یہ درخواست منظور نہیں ہوسکتی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا کو خرق عادت پر قدرت نہیں یا کبھی نہیں کیا۔ اس کی مثال یوں سمجھنا چاہیے کہ بادشاہ مقتدر اپنے ملک میں کوئی دستور مقرر کر دے تو کسی کو یہ حق نہیں کہ اس دستور کے خلاف درخواست کرے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں کہ کیسی ہی خاص مصلحت اور ضرورت ہو بادشاہ خلاف قانون نہ کرے بلکہ عند الضرورت اپنے شاہی اقتدار سے کسی فقرہ کے خلاف عمل کرنا انسب سمجھا جائے گا اور کسی کو پوچھنے کا حق نہ ہوگا کہ خلاف قانون کیوں کیا گیا۔

الحاصل جابر کی درخواست منظور نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ نے بطور خرق عادت کسی مردہ کو زندہ کیا ہی نہیں، خصوصاً ایسی حالت میں کہ خود اپنے کلام پاک میں خبر دے رہا ہے کہ کئی مردوں کو ہم نے زندہ کیا۔

ایک قادیانی صاحب نے القول العجیب میں لکھا ہے کہ اگر ان چاروں مقاموں میں یعنی فا ماته اللّه مأة عامٍ ثمّ بعثه وغیرہ میں حقیقی احیائے موتی مراد ہوتا تو خدا علیم اموات کے ترکہ کی تقسیم کے احکام تفصیلاً نہ فرماتا اور عورت کا شوہر مرنے پر عدت اور خانہ نشینی کی ہدایت نہ فرماتا بلکہ نکاح ثانی کا حکم نہ بھیجتا بلکہ یوں حکم کرتا کہ خبردار میت کے مال کی طرف ہاتھ نہ بڑھاؤ ہم اس کو قریب میں واپس کرنے والے ہیں اور عورتوں کو تاکیدی ارشاد ہوتا کہ زنہار غیر سے نکاح نہ کر لینا عنقریب ہم تمہارے خاوندوں کو تمہاری طرف لوٹانے والے ہیں اور اس قسم کی بہت سی تفریعات و لوازم لکھے جن کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے احیائے اموات کی خبریں جو قرآن شریف میں دی ہیں کہ عزیرؑ وغیرہ کو ہم نے زندہ کیا تھا، اگر ان کا یقین کرلیا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ اب نہ کسی کا مال متروکہ بعد موت تقسیم ہو سکے، نہ عورتوں کو نکاح ثانی کی اجازت ملے کیونکہ عزیرؑ زندہ ہوئے تھے۔ اگر یہ استدلال صحیح ہو تو بڑی دقتیں لاحق ہوں گی جن میں سے ایک یہ ہے کہ موت سے پہلے موت کا سامنا ہو جائے گا اسلئے کہ اللہ فرماتا ہے ا ھلکنا القرون الاولی (قصص: ۴۳) یعنی پہلے زمانہ والوں کو ہم نے ہلاک کیا، اس لئے اب نہ کسی کو کھانا سوجھے، نہ پینا، نہ نکاح وغیرہ، اسلئے کہ حق تعالیٰ

فرماتا ہے کہ پہلے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور یہ بھی کہنا پڑے گا کہ آگ سرد ہے اسلئے کہ ابراہیمؑ کے لئے سرد ہوگئی تھی مگر کوئی عقل منداس قسم کے استدلال کو جائز نہ رکھے گا اسلئے کہ گزشتہ کا خاص کوئی واقعہ بیان کرنا اس کو مقتضی نہیں کہ ہر وقت اس قسم کے واقعات ہوا کریں، خصوصاً ایسے واقعات کا جن کا خارق عادت ہونا مسلّم ہے کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں ہے کہ حق تعالی کی عادت ہے کہ ہر مردہ کو زندہ کیا کرتا ہے غرضیکہ احیائے اموات کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے تقسیم میراث وغیرہ کی اجازت ہے اگر چہ کہ اس میں بھی شک نہیں کہ حق تعالی اپنی قدرت کاملہ سے اب بھی مردوں کو زندہ کرسکتا ہے مگر ہمارے دین میں احتمال پر واقعی آثار مرتب نہیں ہو سکتے اسی وجہ سے گو ہر وقت آدمی کو موت کا احتمال لگا ہوا ہے مگر اس احتمال پر یہ حکم نہیں ہوسکتا کہ اس کا مال ترکہ میں تقسیم کر دیا جائے یا اس کی عورت عدت میں بیٹھے اور نکاح ثانی کر لے۔ غرضیکہ جب تک آدمی نہ مرے نہ اس کا مال ترکہ ہوسکتا ہے، نہ اس کی عورت بیوہ۔ اسی طرح جب تک مردہ زندہ نہ ہو، نہ اس کے مال سے ورثا محروم ہوں گے نہ اس کی عورت عدت و نکاح سے ممنوع۔

قصہ عزیرؑ

مرزا جو کہتے ہیں کہ کوئی مردہ اس عالم میں زندہ نہیں ہوسکتا سو علاوہ اس کے کہ قرآن کی کئی آیتیں اس دعوی کی تکذیب کر رہی ہیں، احادیث اور واقعات سے بھی اس کا ردّ ہو رہا ہے۔۔

حق تعالی نے عزیرؑ یا ارمیا کے مرکر زندہ ہونے کا جو واقعہ قرآن میں بیان فرمایا ہے مرزا قادیانی اس کی نسبت ازالہ اوہام صفحہ ۶۶۵۔۶۶۶ میں لکھتے ہیں:

> قصہ عزیر وغیرہ جو قرآن میں ہے اس بات کے مخالف نہیں کیونکہ لغت میں موت بمعنی نوم وغشی بھی آیا ہے دیکھو قاموس۔ اور جو عزیر کے قصہ میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانے کا ذکر ہے وہ حقیقت میں ایک الگ بیان ہے جس میں یہ جتلانا منظور ہے کہ رحم میں خدا تعالی ایک مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اس کی ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا ہے اور پھر اس میں جان ڈالتا ہے۔ ماسوا اس کے کسی آیت یا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ عزیر دوبارہ زندہ ہو کر بھی فوت ہوا۔ پس اس سے صاف ثابت ہے کہ عزیر کی زندگی دوم دنیوی زندگی نہیں تھی ورنہ اس کے بعد ضرور کہیں اس کی موت کا بھی ذکر ہوتا۔

یہ قصہ تو قرآن میں اس طرح مذکور ہے:

او کا لّذی مرّ علی قر یةٍ وّھی خا ویة علی عروشھا، قال انّی یحی
ھذہ اللّٰہ بعد موتھا، فا ما تہ اللّٰہ مأة عامٍ ثمّ بعثہ، قال کم لبثت، قال
لبثت یوماًاو بعض یوم، قال بل لبثت مأة عامٍ فا نظر الی طعامک
و شرابک لم یتسنّہ، و انظر الی حمارك و لنجعلک آیة للنّاس و
انظر الی العظام کیف ننشزھا ثمّ نکسوھا لحماً، فلمّا تبیّن لہ قال
اعلم انّ اللّٰہ علی کلّ شیءٍ قد یر۔ (بقرہ:۲۵۹)

حاصل مضمون اس آیت کا جو احادیث سے ثابت ہے جن کو ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر میں اور سیوطیؒ نے درمنثور میں اور دوسرے مفسرین نے ذکر کیا ہے، یہ ہے اور سیاق وسباق سے بھی ظاہر ہے کہ جب بیت المقدس میں بنی اسرائیل کے نوخیز اور نئے خیال کے لوگ خدا اور رسول سے بیخوف ہو گئے اور فسق و فجور حد سے زیادہ ہو گیا، ارمیا پر وحی ہوئی کہ اب یہ بستی غارت اور ویران کر دی جائے گی ہر چند انہوں نے لوگوں کو بہت سمجھایا اور وعظ ونصیحت کی مگر جب ایمان ہی نہ ہو تو کیا اثر ہوسکتا ہے۔غرض کہ کسی نے نہ مانا، آخر بخت نصر نے اس پر چڑھائی کر دی اور قتل عام کر کے اس کو ایسا تباہ کیا کہ تمام مکانات وعمارات منہدم کر دیئے،جس سے پوری بستی ایک تودہ خاک پہاڑ نظر آتی تھی۔ارمیا وہاں سے جاتے ہوئے کسی پہاڑ کے کنارے کھڑے ہو گئے اور کمال افسوس سے کہا کہ اب یہ بستی کہاں آباد ہوسکتی ہے او کالّذی مرّ علی قر یة و ھی خا و یة علی عروشھا قال انّی یحی ھذہ اللّٰہ بعدمو تھا ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ عزیرؑ کا اس پر گذر ہوا،اور انہوں نے یہ کلمہ کہا۔بہر حال خدا کو منظور ہوا کہ نبی وقت کا استبعاد دفع کر دے، ملک الموت کو حکم ہوا کہ ان کی روح قبض کر لیں۔ چنانچہ روح قبض کر لی گئی جس کی خبر اللہ قرآن میں دیتا ہے فاما تہ اللّٰہ،اوران کا لاشہ وہیں پڑا رہا یہاں تک کہ جب ستر برس گذرے تو کسی بادشاہ کو حکم ہوا کہ بیت المقدس کو پھر آباد کرے۔ چنانچہ ۳۰ سال میں وہ بالکل آباد ہو گیا۔اس وقت جب کہ پورے سو برس ان کی موت سے گذرے تھے اللہ نے ان کو زندہ کیا فا ما تہ اللّٰہ مأة عامٍ ثمّ بعثہ اور زندہ ایسے طور پر کئے گئے کہ جو خدشہ ان کے دل میں تھا اس کا جواب ساتھ ہی ہو جائے۔یعنی ابتداء آنکھیں بنائی گئیں اور پہلے پہل جس پر نظر پڑی وہ بیت المقدس تھا جس کی آبادی محال سمجھ گئی تھی ..کل عمارتیں جدید بنی ہوئی تھیں.. جب انہوں نے اپنے سوال کا جواب عملی طور پر پا لیا تو ارشاد ہوا کہ اب بتاؤ کہ تم یہاں کتنے روز رہے

قال کم لبثت کہا ایک روز یا اس سے بھی کم۔ قال لبثت یوماً او بعض یوم، فرمایا یہ نہیں بلکہ سو برس گذر چکے ہیں قال بل لبثت مأة عام۔ اب غور کرو، کیا ممکن ہے کہ اتنی مدت کھانے پینے کی چیزیں از فوا کہ محفوظ رہ سکیں۔ دیکھو یہ چیزیں بلاتغیر تمہارے سامنے رکھی ہیں، اور گدھا بھی بحال خود موجود ہے، یہ وہی اشیاء ہیں جو تمہارے ساتھ تھیں فا نظر الی طعا مک و شرا بک لم یتسنّه و انظر الی حمارك۔ اس سے ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس طرح خدا خراب کو آباد اور درست کرتا ہے اس طرح جس چیز کو چاہتا ہے خرابی سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ان کارروائیوں سے ہمارا مقصود یہ تھا کہ تمہارے خدشہ کا جواب مع شئی زائد ہو جائے اور یہ بھی غرض تھی کہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانی بنائیں و لنجعلک آ یةً للنّاس۔...

غرض عزیرؑ کو ویران شہر کے آباد ہونے ہی میں کلام تھا، اللہ نے اس سے بڑھ کر قابل استبعاد بلکہ محال چیزوں کا مشاہدہ کرا دیا۔ اس کے بعد معدوم کو موجود کرنے کا طریقہ دکھلایا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا و انظر الی العظام کیف ننشزھا ثمّ نکسوھا لحماً یعنی اپنی ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ کیسی جمع ہو رہی ہیں، اور کس طرح ہم ان پر گوشت پہناتے ہیں۔ جب انہوں نے تمام واقعات بچشم خود دیکھ لئے اور اچھی طرح ان پر یہ امر ظاہر ہو گیا فلمّا تبیّن له بے اختیار کہہ اٹھے اعلم انّ اللّه علی کلّ شیءٍ قدیر یعنی میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، ویران بستی کا آباد کرنا تو کیا، معدوم کو دوبارہ موجود کر سکتا ہے و غیر ذلک۔ یہ ملخص ان احادیث کا ہے جو اس باب میں بکثرت وارد ہیں اور جن کا نقل کرنا موجب تطویل ہے...

مرزا قادیانی کی جہاں غرض ہوتی ہے تو فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف بھی اعتبار کے قابل ہے کیونکہ اسکا موضوع ہونا تو ثابت نہیں، اور ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۷ میں لکھتے ہیں کہ جو حدیث قرآن شریف کے مخالف نہیں بلکہ اس کے بیان کو اور بھی بسط سے بیان کرتی ہے وہ بشرطیکہ جرح سے خالی ہو قبول کرنے کے لائق ہے۔ اب دیکھئے یہ حدیثیں تو ضعیف بھی نہیں بلکہ خود محدثین نے صحت کی تصریح کی ہے اور ان میں کسی محدث نے جرح بھی نہیں کی اور قرآن کو اور بھی بسط سے بیان کر رہی ہیں کہ ملک الموت نے ان کی روح قبض کی اور زندہ ہونے کے وقت پہلے آنکھیں بنائی گئیں تو بقول مرزا قادیانی وہ بھی قابل قبول ہیں جس سے یقیناً ثابت ہو گیا کہ موت یہاں نوم و غشی کے معنی میں نہیں ہے اور جب احادیث اور آیت قرآنی سے اس عالم میں موت کے بعد زندہ ثابت ہو گیا تو لا یرجعون سے مرزا قادیانی نے جو مطلب نکالا تھا کہ کوئی مردہ زندہ نہیں ہو سکتا وہ

غلط ہو گیا، اور وہ بات صادق آ گئی جو مرزا نے ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۷۔۵۵۸ میں تحریر کی ہے:

اور بباعث اس کے کہ ان لوگوں (نیچریوں) کے دلوں میں قال اللہ وقال الرسول کی عظمت باقی نہیں رہی اس لئے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اس کو محالات اور ممتنعات میں داخل کر لیتے ہیں۔ قانون قدرت بے شک حق اور باطل کے آزمانے کے لئے ایک آلہ ہے مگر ہر ایک قسم کی آزمائش کا اسی پر مدار نہیں ... اس فلسفی قانون قدرت سے ذرا اوپر چڑھ کے اور ایک اور قانون قدرت بھی ہے جو نہایت دقیق اور غامض اور بباعث دقت وغموض موٹی نظروں سے چھپا ہوا ہے جو عارفوں پر ہی کھلتا ہے مسلمانوں کی بدقسمتی سے یہ فرقہ بھی اسلام میں پیدا ہو گیا جس کا قدم دن بدن الحاد کے میدانوں میں آگے ہی آگے چل رہا ہے۔

مرزا قادیانی نیچروں کی چنگال سے مسلمانوں کو اس وجہ سے نکال رہے ہیں کہ وہ مرزا قادیانیت کی عیسویت کو نہیں مانتے چنانچہ اسی تقریر کی ابتداء میں لکھتے ہیں:

حال کے نیچری جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ وقال الرسول کی باقی نہیں رہی یہ بے اصل خیال پیش کرتے ہیں کہ جو مسیح ابن مریم کے آنے کی خبریں صحاح میں موجود ہیں یہ تمام خبریں ہی غلط ہیں شاید ان کا ایسی باتوں سے مطلب یہ ہے کہ تا اس عاجز کے دعوی کی تحقیر کر کے اس کو باطل ٹھہرایا جائے (ازالہ اوہام)

اس موقع میں تو ماشاءاللہ قادیانی نے حدیثوں کی خوب ہی طرف داری کی مگر جب کوئی حدیث ان کے مخالف ہوتی ہے (اور ہمیشہ یہی ہوا کرتا ہے) تو خواہ وہ بخاری کی حدیث ہو یا مسلم کی صاف فرما دیتے ہیں کہ حدیث اگر صحیح بھی ہو تو مفید ظن ہے و الظّن لا یغنی من الحقّ شیئاً یعنی حدیث سے کوئی بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور مرزا کی توجہ حدیث کی طرف ایسی ہوتی ہے جیسے آتھم کے بھاگے پھرنے کا نام انہوں نے رجوع الی الحق رکھ دیا۔ اب بے چارے نادان مسلمان اگر نیچریوں کے پنجہ سے نکلے بھی تو مرزا کے پنجہ میں گرفتار ہیں اور مجبوراً ان کو یہی کہنا پڑے گا کہ کوئی حدیث قابل اعتبار نہیں اور بزبان حال کہہ رہے ہیں (دیدم عاقبت خود گرگ بودی) مگر اس سے کیا ہوتا ہے یہی بات اگر سمجھ کے کہتے تو اس کے نتائج ہی کچھ اور ہوتے۔

مرزا قادیانی نے اگرچہ احتمال قائم کر دیا ہے کہ موت کے معنی لغت میں نوم وغشی کے ہیں مگر وہ موت ہی کے قائل معلوم ہوتے ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۵ میں لکھتے ہیں:

اگر ان آیات کو ان کے ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو صرف یہ ثابت ہوگا کہ خدا کے کرشمہ قدرت نے ایک لمحہ کے لئے عزیر کو زندہ کر کے دکھلا دیا تا کہ اپنی قدرت پر اس کو یقین دلائے۔

مگر ان کے مرید صاحب نے تو موت کا انکار ہی کر دیا چنانچہ القول العجیب میں لکھا ہے کہ یہ ایک خواب تھی جو اللہ نے نبی کو دکھلائی ۔ان کو خیال پیدا ہوا کہ ہڈیوں کو کیونکر زندہ کر سکتا ہے تب اللہ نے ان کی تسلی کے لئے ان پر خواب طاری کی اور خواب میں ان ہڈیوں وغیرہ اور غیر آباد زمین کو سو سال کے اندر آباد ہوتے دکھلایا پھر جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو اللہ نے پوچھا کہ تم اس حالت میں کتنی دیر رہے، انہوں نے کہا ایک دن ۔اللہ نے کہا تو سو سال تک اس نظارہ کو دیکھتا رہا۔ پھر جب ان کو تردد پیدا ہوا کہ کیا میں سو سال تک سویا، تب اللہ نے ان کے شک کو رفع کرنے کے لئے فرمایا کہ وہ بات تو خواب کی یعنی عالم مثال کے سو سال تھے کیونکہ تم اپنے کھانے اور پینے کی چیز کو دیکھو اس پر کوئی سال نہیں گذرے اپنے گدھے کو دیکھو کھڑا ہوا ہے۔

ماحصل اس کا یہ ہوا کہ مرزا قادیانی نے ناحق اقرار کر لیا کہ وہ ایک لمحہ کے لئے مرے تھے دراصل وہ مرے ہی نہیں نہ سو برس پڑے رہے بلکہ صرف تین چار پہر سوتے رہے اور سو برس تک خواب دیکھا کئے فاماته الله ماة عام کا مطلب ۔پھر جب خدا نے ان سے پوچھا کہ کم لبثت اس کا مطلب یہ کہ کتنی دیر خواب دیکھا کئے، پھر انہوں نے دیکھا تو سو برس مگر کہہ دیا ایک روز خدا نے کہا نہیں بل لبثت مأة عام یعنی تم سو برس تک خواب دیکھا کئے ۔اس پر بھی ان کو اعتبار نہ آیا اور نہ یہ بات یاد آئی کہ سو برس خواب دیکھا کئے ،آخر خدا کو یہ بات ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی کہ وہ واقعہ ایک ہی روز کا تھا، اس لئے ان کے کھانے پینے کی چیزیں اور گدھے کو دکھلانے کی ضرورت ہوئی اور انہوں نے جو خود اقرار کیا تھا کہ ابھی ایک دن بھی نہیں گذرا وہ قابل اعتبار نہ ہوا۔

یہ جو مضمون قرآن شریف کا بیان کیا گیا ہے کیا کوئی غبی یا ذکی عبارت قرآن سے نکال سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ۔اور نہ یہ مضمون کسی تفسیر میں ہے، نہ حدیث میں اسی کو تفسیر بالرائے کہتے ہیں جس کی نسبت مرزا قادیانی نے بھی کفر والحاد کا فتوی دے دیا ہے۔

ادنی فراست سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ جب مرزا قادیانی کو دعوی فصاحت اور بلاغت اور اعجاز بیانی ہے تو مرزا قادیانی کے کلام میں اور کلام الٰہی میں ضرور فصاحت اور بلاغت کا موازنہ ہوگا، اور یہ بات ثابت کر دی جائے گی کہ خدا کا کلام تو ایسا ہوا کرتا ہے کہ مقصود کچھ ہے تو

الفاظ کچھ ہیں، اور مرزا قادیانی کے کلام میں اس قسم کی رکاکت ثابت نہ ہوسکے گی اور ان کی بھی خصوصیت کیا ہر ایک ادنی منشی جو کچھ لکھ سکتا ہے اپنا مافی الضمیر الفاظ میں پورا بیان کر دیتا ہے جس سے اس کو دیکھنے والا مقصود اس منشی کا سمجھ جاتا ہے پھر اس موازنہ پر جو کچھ تفریعات اور آثار مرتب ہوں گے وہ محتاج بیان نہیں۔

القول العجیب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اکثر تفاسیر میں فاماته اللّٰه کے معنی یہی لکھے ہیں فانامه اللّٰه یعنی اللہ نے اس کو سلا دیا دیکھو معالم وغیرہ، ہم نے معالم کو دیکھا اسکی عبارت یہ ہے

فالقی اللّٰه علیه النّوم فلمّا نام نزع اللّٰه منه الرّوح مأة عام فلمّا مضت المأة احی اللّٰه من عینیه و سائر جسده ثمّ احیاء جسده و هو ینظر الیه

یعنی خدا نے ان پر نیند غالب کر دی جب وہ سو رہے تو ان کی روح قبض کر لی پھر جب سو برس پورے گذر رہے تو اللہ نے پہلے ان کی آنکھیں زندہ کیں پھر تمام جسم کو زندہ کیا جس کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اگر صاحب معالم نے فاماته اللّٰه کے معنی فانامه لیا ہے تو فلمّا نام نزع اللّٰه منه الروح مأة عام میں نزع روح کس لفظ سے نکالا جائے گا۔

شاید نزع روح سے معمولی غفلت سمجھی گئی، مگر وہ بھی صاحب قول العجیب کے مقصود کے خلاف ہے، کیونکہ سو برس کی نیند کے وہ قائل نہیں۔ پھر آنکھوں اور جسم کا زندہ کرنا کیسا، موت تو آئی نہ تھی۔ شاید یہاں یہ کہا جائے گا کہ پہلے آنکھیں بیدار ہوئیں، اس کے بعد جسم بیدار ہوا، جس کو وہ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ مگر اس میں بھی یہ بات قابل توجہ ہے کہ آنکھوں سے جسم کی بیداری کیونکر نظر آئی۔ اگر جسم کی بیداری سے مراد حرکت ہے تو یہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ نیند میں بھی جسم کی حرکت باقی رہتی ہے جو کروٹ بدلنے سے ظاہر ہے اور حس مراد ہے تو وہ آنکھوں سے محسوس نہیں ہوتی اس لئے کہ ہر عضو کا حس جدا ہے۔

الحاصل صاحب معالم کا یہ مذہب ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ عزیرؑ ایک روز سوتے رہے البتہ انہوں نے ایک نئی بات بتلائی کہ نزع روح حالت بیداری میں نہیں ہوا بلکہ نیند کی حالت میں ہوا تھا۔

اس مقام میں ہم صاحب قول عجیب پر یہ الزام ہرگز نہیں لگا سکتے کہ انہوں نے معالم کا مطلب سمجھا نہیں، بلکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان کو صرف قرآن کی تحریف منظور ہے اس لئے القی اللّٰه علیه النّوم کو اماته اللّٰه کے معنی قرار دے کر نزع اللّٰه روحه وغیرہ کو قصداً ترک کر

دیا جس سے مسلمانوں کو دھوکہ دینا مقصود ہے۔ کیا ان کاروائیوں کے بعد بھی حسن ظن کیا جائے گا کہ ان حضرات کو کلام الٰہی پر ایمان ہے۔ کیا وہ تمام باتیں جو مرزا فرماتے ہیں کہ تفسیر بالرائے کفر و الحاد ہے اور جھوٹ کہنا شرک ہے، وغیرہ، صدق دل سے کہی گئی ہوں گی، ان کاروائیوں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ بھی ایک حکمت عملی ہے، جس پر ان کی امت بھی عمل پیرا ہے۔

اب مرزا قادیانی کی پیش بندیوں کو دیکھئے کہ قرآن کی تحریف کے واسطے کیسا طریقہ نکالا احادیث و تفاسیر کو پہلے ہی ساقط الاعتبار کر دیا پھر جب مطلق العنان ہو گئے تو کون روکنے والا ہے مجاز کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ آدمی کو گدھا اور گدھے کو آدمی مجازاً کہہ سکتے ہیں۔ پھر موت کو نیند اور نیند کو موت کہہ دینا کون بڑی بات ہے۔ جتنے نبوت کا دعویٰ کرنے والے گزرے ہیں سب کا طریقہ یہی رہا ہے کہ قرآن کی تحریف کیا کرتے تھے، جیسا کہ معلوم ہوا کہ قرآن ہی سے استدلال کر کے بعضوں نے مردار اور خون اور خنزیر کو مباح کر دیا تھا۔ اگر آخری زمانہ والے مسلمان مرزا قادیانی کے اس طریقہ کو جائز رکھیں تو بس دین کا خاتمہ ہو گیا۔ جب آدمی کے معنی گدھا اور گدھے کے معنی آدمی مجازاً ہو سکتے ہیں تو کون سا لفظ ایسا ہوگا جسکے مجازی معنی اپنے مقصود کے موافق نہ لے سکیں۔

یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ کسی لفظ کے مجازی معنی لینا تو درست ہے مگر نہ شرعاً عام طور پر اس کی اجازت ہے نہ لغتہً نہ عرفاً نہ عقلاً کہ جہاں چاہیں حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لیا کریں بلکہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ حقیقی معنی وہاں نہ بن سکتے ہوں اور معنی مجازی پر کوئی قرینہ بھی موجود ہو۔ دیکھ لیجئے اگر کوئی شخص کہے کہ میں نے شیر دیکھا تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ اصلی شیر دیکھا کیونکہ مجازی معنی پر کوئی قرینہ نہیں۔ اور اگر یہ کہے کہ میں نے ایک شیر دیکھا جو بندوق چلا رہا تھا تو بندوق چلانے کے قرینہ سے جواں مرد شخص سمجھا جائے گا کیونکہ اصلی شیر میں بندوق سر کرنے کی صلاحیت نہیں۔ چونکہ الفاظ حقیقی اور مجازی معنی میں برابر استعمال ہوا کرتے ہیں اور حقیقی اور مجازی معنی کا اشتباہ ہمیشہ فہم مضامین میں خلل انداز ہونے کا باعث تھا، اس لئے اکابر اہل لغت نے اسکا بندوبست یہ کر دیا کہ ہر لفظ کے حقیقی معنی کی تصریح کر دی جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس معنی کے سوا جس معنی میں وہ لفظ مستعمل ہو مجاز ہوگا اور اس کے لئے قرینے کی ضرورت ہوگی تاکہ کسی کو یہ موقع نہ ملے کہ کسی لفظ کو مجازی معنی میں مستعمل ہوتے دیکھ کر جہاں چاہے وہی معنی مراد لے۔ اب دیکھئے زمخشری نے اساس البلاغہ میں موت کے حقیقی معنی وہی لکھے ہیں جو مشہور ہیں اس کے بعد لکھا ہے:

(و من المجاز) احیاء اللّٰہ البلد المیّت و اخذ تہ الموتۃ الغشی و

مات فوق الرّجل اذا استثقل فی نومه۔

اور اس کے سوائے بہت سے مجازی استعمال لفظ موت کے بیان کئے ہیں اور لسان العرب جلد ۱۳ صفحہ ۲۱۸ میں لکھا ہے:

الحمد للّٰہ الّذی احیانا بعد ما اماتنا و الیه النّشور سمّی النّوم موتاً لانّه یزول معه العقل و الحرکة تمثیلاً و تشبیهاً لا تحقیقاً۔

حاصل مطلب یہ ہوا کہ نیند کو موت جو کبھی کہتے ہیں تو وہ بطور تمثیل کے ہوتا ہے حقیقی معنی اس کے وہ نہیں۔

الحمد للہ کہ اکابر اہل لغت کی تصریح سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ موت کے حقیقی معنی وہی ہیں جس کو ہر شخص جانتا ہے اور بے ہوشی اور نیند کے معنی میں جو یہ لفظ مستعمل ہے وہ بطور مجاز ہے۔ اسی وجہ سے اگر مات فلان کہا جائے تو یہی سمجھا جائے گا کہ وہ مر گیا اور غشی یا نیند کے معنی میں مستعمل ہو تو اسی کے لئے قرینہ حالیہ یا مقالیہ کی ضرورت ہوگی جو علامت مجاز ہے۔ اب دیکھئے کہ مرزا موت کے حقیقی معنی بیہوشی اور نیند کے جو کہتے ہیں جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۹۵۳ میں لکھتے ہیں:

اماتت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے۔،

اہل لغت کی تصریح سے ثابت ہوا کہ غلط ہے۔ اگر یہ فرماتے کہ اماتت سلانے اور بیہوش کرنے کے معنی میں مستعمل ہے، تو البتہ قابل تسلیم تھا مگر وہ تو صاف کہہ رہے ہیں کہ اماتت کے حقیقی معنی سلانے اور بیہوش کرنے کے ہیں، جس کی تکذیب کتب لغت سے ہو رہی ہے۔ اگر یہ بیان ان کا صحیح ہوتا تو کسی لغت کی کتاب کی عبارت نقل کر دیتے کہ اماتت کے حقیقی معنی سلانے اور بیہوش کرنے کے ہیں، جیسے ہم نے لغت سے ثابت کر دیا کہ یہ معنی مجازی ہیں۔

جب لغت سے ان کی یہ خلاف بیانی ثابت ہوگئی تو اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ اپنی غرض کے وقت جھوٹ سچ کی کچھ پرواہ نہیں کرتے، اس لئے ان کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں۔ پھر انہوں نے جو کہا تھا کہ جھوٹ کہنا شرک ہے، تو اس سے سوائے دھوکہ دہی کے اور کیا تصور کیا جائے اور ابھی یہ بات معلوم ہوئی کہ اماته اللّٰہ کی تفسیر احادیث سے بھی ثابت ہے کہ عزیرؑ اس وقت مر گئے تھے تو معلوم ہوا کہ نہ بحسب لغت اماتت کی تفسیر بیہوشی اور خواب ہو سکتی ہے نہ بحسب حدیث۔ اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی رائے سے تفسیر کی ہے اور خود ہی ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۸ میں لکھتے

ہیں کہ مومن کا یہ کام نہیں کہ تفسیر بالرائے کرے۔ اب ان کو کیا کہنا چاہیے۔ اور حدیث شریف میں:

قال النّبیّ ﷺ من تکلّم فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطأ رواہ ابو داؤد و الترمذی و فی روایۃ عن ابی داؤد قال النّبیّ ﷺ من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوّأ مقعدہ من النار (کذافی تفسیر روح المعانی ص۶ ج۱)

یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات بنائے اگر صواب بھی ہو تو اس نے خطا کی اور جو شخص قرآن میں بے علمی سے کوئی بات بنائے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اب دیکھئے کہ ہمارے نبی ﷺ کے ارشاد کے موافق مرزا قادیانی کیسی کیسی وعیدوں کے مستحق ہو رہے ہیں۔ اس صورت میں مسلمانوں کو ان کی رفاقت دینے کی معلوم نہیں کون سی ضرورت ہے۔

توفّی کے معنی

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۴۷ میں لکھتے ہیں کہ تفسیر معالم میں زیر تفسیر آیت یا عیسی انّی متوفّیک لکھا کہ علی بن طلحہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ انّی ممیتک یعنی میں تجھے مارنے والا ہوں۔ آپ نے دیکھ لیا کہ ابھی اماتت کے معنی سلانے کے تھے اور یہاں مارنے کے لے رہے ہیں۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ یہ تفسیر بھی مرزا قادیانی کو مفید نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ ان کے اعتراف سے ثابت ہے کہ اماتت کے معنی سلا دینے کے ہیں جس سے ثابت ہے کہ متوفّیک کے معنی ابن عباسؓ نے ممیتک کر کے سلا دینے کے معنی اس کے بھی لئے ہیں اور قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ توفی کے معنی سلا دینے کے ہوتے ہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا۔ یعنی توفی جو موت اور سونے کے وقت ہوتی ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے یعنی اللہ ہی مارتا اور سلاتا ہے۔ و ھو الّذی یتوفّاکم باللیل یعنی اللہ ہی تم کو رات میں سلا دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ توفّی کے معنی سلا دینے کے ہیں اور مرزا قادیانی کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اماتت کے معنی بھی سلا دینے کے ہیں۔ اس صورت میں متوفّیک اور ممیتک دونوں کے معنی سلا دینے کے ہوئے جو ہمارا مقصود ہے۔

اور مرزا قادیانی جو ازالہ اوہام صفحہ ۹۴۳ میں لکھتے ہیں: توفّی کے حقیقی معنی وفات دینے

اور روح قبض کرنے کے ہیں ۔ سو خود کلام الٰہی سے اس کی تکذیب ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ توفی جیسے قبض روح سے ہوتی ہے، نیند سے بھی ہوتی ہے۔

علامہ زمخشری نے اساس البلاغۃ میں توفّی کے حقیقی معنی استکمال لکھا ہے و توفّاہ استکملہ اسکے بعد لکھا ہے و(من المجاز) توفّی فلان و توفّاہ اللّٰہ ادرکتہ الوفات اورلسان العرب جلد ۱۵ صفحہ ۳۵۹۔۳۶۰ میں لکھا ہے:

تقول قد استو فیت من فلان و توفّیت منہ ما لی علیہ تا ویلیہ ان لم یبق علیہ شئی و اما توفّی النّائم فھو استیفاء وقت عقلہ و تمیزہ الی ان نام و قال الزجاج فی قولہ قل یتو فاکم ملک الموت قال ھو من تو فیۃ العدد تا و یلہ ان یقبض اروا حکم اجمعین فلا ینقص واحد منکم۔

الحاصل اس سے ثابت ہے کہ توفی کے حقیقی معنی استکمال اور استیفاء کے ہیں، کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ توفّی کے حقیقی معنی موت کے ہیں ۔ اس صورت میں یاعیسی انّی متوفیک کا مطلب یہ ہوا کہ اے عیسیٰؑ ہر چند کہ کفار تم کو قتل کرنا چاہتے ہیں مگر یہ نہ ہوگا ۔ ہم تمہاری عمر کامل کریں گے اور تم کو اپنی طرف اٹھالیں گے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حق تعالی نے ان کی عمر دراز کی جس کی ظاہری تدبیر یہ ہوئی کہ ان کے دشمنوں میں سے ان کو آسمان کی طرف اٹھالیا اور قیامت کے قریب تک زندہ رہیں گے ۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے ۔ یہ مطلب آیت کا توفّی کے حقیقی معنی لینے پر تھا اور اگر مجازی معنی لئے جائیں تو مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں سلا کے یا بیہوش کر کے اٹھالیں گے اور توفی کے معنی سلانے کے تو خود کلام الٰہی سے ثابت ہیں ۔ بہرحال متوفّیک کے حقیقی معنی لیں یا مجازی، دونوں صورتوں میں وہ معنی اچھی طرح بن جاتے ہیں جو مسلمانوں میں ابتداء سے اب تک متعارف ومشہور ہیں اور جن کی تصدیق صدہا احادیث وآثار سے ہورہی ہے اور اس کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی کہ عیسیٰؑ سے مایوس ہوکر مرزا قادیانی ہی پر قناعت کرلی جائے گو جتنی باتیں آپ میں پائی جاتی ہیں شان عیسویت کے سراسر خلاف اور مضر ہیں ۔

اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی نے موت اور توفّی کے معنی میں لغت کی طرف رجوع کی تو اکابر اہل لغت نے ان کی تکذیب کردی پھر قرآن کی طرف رخ کیا تو خدائے تعالی کے کلام قدیم سے صاف ان کا جھوٹ ثابت ہوگیا اور احادیث کے تو وہ اسی وجہ سے دشمن ہیں کہ حدیثیں ہمیشہ ان

کی تکفیر و تفسیق وغیرہ کرتی ہیں۔

اہل انصاف اس مقام میں اچھی طرح غور کریں کہ مرزا قادیانی نے خیال کیا تھا کہ عیسیٰؑ کی موت یا عیسی انی متو فّیک سے تو گویا ثابت ہوگئی اور دوبارہ زندہ ہونے کا احتمال جو فا ما ته اللّه مأة عا م سے ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ مثل عزیرؑ کے وہ پھر زندہ ہو جائیں اسکے باطل کرنے کی غرض سے اس آیت شریفہ کے معنی میں تحریف و تصرف کیا۔ مگر بفضلہٖ تعالی انہی کی تقریر سے ثابت ہو گیا کہ عیسیٰؑ کی موت ثابت نہیں اس لئے کہ ابن عباسؓ کی جو تفسیر استدلال میں پیش کر تے ہیں کہ متو فّیک کی تفسیر انہوں نے ممیتک کی ہے اس سے ان کی موت ثابت نہیں جیسا کہ اما ته اللّه سے عزیر کی موت بقول مرزا قادیانی ثابت نہیں اور اگر عیسیٰؑ کی موت ثابت کرنے کی غرض سے ممیتک جو تفسیر متوفّیک میں واقع ہے اس سے حقیقی موت مراد لیں تو فا ما ته اللّه سے عزیرؑ کی حقیقی موت ثابت نہیں ہوگی جس سے ان کا وہ مطلب فوت ہو جائے گا کہ کوئی شخص اس عالم میں دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتا اس لئے فا ما ته اللّه مأة عامٍ ثمّ بعثه سے عزیرؑ کا دوبارہ زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال ان دونوں دعووں سے ایک دعوی ان کا ضرور باطل ہو گیا۔ اسکے بعد احیائے موتی سے متعلق کل آیتوں میں جو وہ تحریفیں کر رہے ہیں جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۹۴۳ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> تمام قرآن میں جو احیائے موتی کے متعلق ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ فلاں قوم یا شخص کو مارنے کے بعد زندہ کیا گیا ان میں صرف اما تت کا لفظ ہے تو فی کا لفظ نہیں اس میں یہی بھید کہ توفی کے حقیقی معنی وفات دینے اور روح قبض کرنے کے ہیں لیکن اماتت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں۔ بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے۔،

اس سے ان کو کچھ فائدہ نہیں سوائے اس کے کہ غضب الٰہی کا استحقاق حاصل ہو۔

ایک واقعہ احیائے موتی کا قرآن شریف میں یہ مذکور ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں ایک شخص مارا گیا جس کا قاتل معلوم نہ تھا حضرت موسیٰؑ کے معجزے سے مقتول زندہ ہوا اور اپنے قاتل کا نام بتلا دیا یہ واقعہ سورہ بقرہ میں آیہ شریفہ و اذ قتلتم نفساً فا دارأتم (بقرہ:۷۲) میں مذکور ہے جس میں حق تعالی اپنی قدرت کاملہ اور حضرت موسیٰؑ کے معجزے کا حال ظاہر فرماتا ہے مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ نہ وہ قدرت خدا تھی نہ معجزہ۔ بلکہ ایک معمولی بات تھی کہ مسمریزم کے عمل

سے اس مردہ کو حرکت ہوگئی تھی۔ معاذ اللہ

مرزا قادیانی کو عیسویت کے دعوی نے کہاں تک پہنچا دیا۔ قرآن کی تکذیب کی، خدا کی قدرت کا انکار کیا، انبیاء کو ساحر قرار دیا۔ عیسیٰؑ کے کمال درجہ کے یقین کی تعریف احادیث میں وارد ہے کہ یقین کی وجہ سے وہ پانی پر چلتے تھے مسیح موعود میں کم از کم ایمان تو ہونا چاہیے مگر یہاں تو ایمان ہی ندارد کا مضمون صادق آرہا ہے۔ اب بھلا اہل ایمان مرزا کو مسیح موعود کس طرح تصور کریں۔

اور ایک واقعہ احیائے موتی کا آیت شریفہ و اذ قال ابراھیم ربّ ارنی کیف تحی الموتی (بقرہ: ۲۶) میں مذکور ہے جو حضرت ابراہیمؑ کا معجزہ احیائے اموات کئی مقاموں میں بیان فرمایا ہے اور ان کے احیائے اموات کے واقعات احادیث سے ابھی معلوم ہوئے مگر مرزا قادیانی کی رائے ہے کہ نہ کوئی واقعہ صحیح ہے نہ خدا تعالی کا خبر دینا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ دراصل وہ قریب الموت آدمی کی روح میں مسمریزم کے عمل سے چند منٹ کے لئے گرمی پہنچا دیتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ ایک معمولی جادوگر تھے جو مسمریزم میں مشاقی حاصل کر کے قریب الموت بیماروں کو مسمریزم سے حرکت دیتے جس سے دھوکہ دینا مقصود تھا کہ ہم مردوں کو بھی زندہ کرتے ہیں اور حق تعالی نے ان کی بڑائی کی غرض سے اصل واقعہ چھپا کر اس قابل نفرت کاروائی یعنی عمل مسمریزم کو ایسے الفاظ میں بیان کیا کہ ہر شخص یہ سمجھے کہ سچ مچ وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور اس دھوکے کو باذن اللہ کہہ کر اور بھی مستحکم کر دیا کہ جب خدا کے حکم و اجازت سے یہ کام کرتے تھے تو مسلمان یہی سمجھیں کہ فی الواقع وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ کیا اب اس کے بعد بھی کوئی درجہ باقی ہے جس کا انتظار ہے۔ مسمریزم کی ایجاد کو ابھی پورے سو برس نہیں گذرے اگر مرزا قادیانی اس صدی کے پہلے ہوتے تو جن آیتوں میں احیائے اموات کو مسمریزی تحریک قرار دیتے ہیں اس وقت اس کی طرف تو خیال کا منتقل ہونا محال تھا اور احیائے اموات کے بھی قائل نہیں۔ معلوم نہیں اس وقت ان آیتوں کے کیا معنی بیان فرماتے۔ اہل رائے سمجھ سکتے ہیں کہ جب احیائے اموات بھی نہ ہو اور نہ متشابہ حیات یعنی مسمریزی حرکت کا احتمال قائم ہو تو بجز اس کے کہ ان آیتوں کا سرے سے انکار ہی کیا جاتا اور کوئی صورت نہ تھی۔ مسمر صاحب کا احسان سمجھنا چاہیے کہ ان کی وجہ سے اس کھلے انکار کی نوبت نہ آئی۔

اور حق تعالی فرماتا ہے:

الم تر الی الّذین خرجوا من دیا رھم و ھم الوف حذ ر الموت فقال

لھم اللّٰہ مو توا ثمّ ا حیا ھم انّ اللّٰہ لذو فضل علی النّاس و لکنّ اکثر النّاس لا یشکرو ن (بقرہ:۱۴۳)۔یعنی کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ایک بار ہزاروں آدمی موت سے ڈر کر اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اللہ نے ان کو کہا کہ تم سب مر جاؤ تو وہ مر گئے۔ پھر ان کو زندہ کیا اللہ کا لوگوں پر بڑا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

مرزا قادیانی یہاں بھی وہی نیند یا بیہوشی موت سے مراد لیتے ہیں کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ انہوں نے عام قاعدہ ایسے موقعوں کے لئے بنا دیا ہے کہ جہاں موت کا لفظ آجائے اس کے معنی بے ہوشی یا نیند کے لئے جائیں۔ مرزا قادیانی کی رائے پر اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ہزار ہا آدمی نیند کے ڈر سے بھاگے سو حق تعالی نے ان سب کو کہا کہ سو رہو۔ پھر جب سو رہے تو ان کو جگا دیا ۔اللہ کا لوگوں پر بڑا فضل ہے۔ معلوم نہیں کہ نیند ایسی کیا مصیبت چیز تھی جسکے ڈر سے ہزاروں آدمی گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پھر خدا تعالی نے سب کو سلا دیا پھر جگا بھی دیا۔ نیند تو ستہ ضروریہ میں ہے اور عادۃ اللہ جاری ہے کہ ہر رات آدمی سوتا ہے پھر بیدار بھی ہو جاتا ہے گو یہ سب حق تعالی ہی کے حکم سے ہوتا ہے، مگر یہ کوئی نئی بات نہیں جس کا بیان اس اہتمام سے فرماتا فقال لھم اللّٰہ موتوا ثمّ ا حیا ھم انّ اللّٰہ لذو فضل علی الناس (بقرہ: ۲۴۳) جس کو تھوڑی بھی عقل ایمان کے ساتھ ہو کیا اس آیت کے یہی معنی سمجھے گا جو مرزا قادیانی بتلاتے ہیں کہ کیا یہ حق تعالی کی شان ہے کہ قرآن میں ایسا واقعہ بیان فرما دے کہ نیند سے بھاگے ہوؤں کو سلا دیا پھر جگا دیا اور بڑا ہی فضل کیا۔ جب مرزا قادیانی نے خدا تعالی کے کلام معجز نظام کو رکیک اور مہمل بنانے کی کچھ پرواہ نہ کی تو اب کون سی بات ان کے لئے دشوار ہے۔

یہ تو مرزا قادیانی کی تفسیر بالرائے تھی۔ اب اصل تفسیر سنئے امام سیوطیؒ نے درمنثور جلد ا ص ۳۱۱ میں اس آیت کی شان نزول نقل کی ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے دو یہودی آئے ایک نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہوں گے۔ عمرؓ جب جانے لگے ان سے پوچھا کہ تم کیا کہہ رہے تھے انہوں نے کہا کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شخص لوہے کا سینگ یعنی نہایت قوی ہوگا اور اس کو وہ دیا جائے گا جو نبی اللہ حزقیل کو دیا گیا تھا، جن کی دعا سے مردے زندہ ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ما نجد فی کتا ب اللّٰہ حز قیل و لا ا حیا ء المو تی با ذن اللّٰہ الّا عیسی ۔یعنی ہماری کتاب میں نہ حزقیل کا نام ہے اور نہ یہ کہ سوائے عیسیٰؑ کے اور کسی نے باذن اللہ مردے کو زندہ کئے۔ انہوں نے کہا کیا تمہاری کتاب میں یہ نہیں ہے و رسلاً لم نقصصھم

علیک۔ یعنی بہت رسولوں کے قصے قرآن میں نہیں بیان کئے گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں یہ تو ہے۔ انہوں نے کہا کہ حزقیل نے جو مردے زندہ کئے تھے اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار بنی اسرائیل میں ایک عام مرض پھیلا تھا جس سے بہت لوگ بھاگ گئے ایک میل کے فاصلہ پر وہ لوگ ہوں گے کہ یکبارگی وہ سب بحکم الٰہی مر گئے اور ایک مدت تک وہیں پڑے رہے یہاں تک کہ ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں۔ اس وقت حزقیل نبی اللہ کا وہاں گذر ہوا اور انہوں نے ان کے زندہ ہونے کی دعا کی۔ چنانچہ وہ سب زندہ ہوگئے۔ اس لئے اس واقعہ کی تصدیق میں آیت شریفہ الم تر الی الّذین خرجوا من دیارھم و ھم الوف نازل ہوئی۔ اس کے سوا اور بہت سی روایتیں درمنثور جلد اص ۳۳۱ میں منقول ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے:

عن ابن عباس فی قولہ الم تر الی الّذین خرجوا من دیارھم و ھم الوف حذر الموت ، قال کانوا اربعۃ آلاف خرجوا فراراً من الطاعون و قالوا ناتی ارضاً لیس بھا موت حتی اذا کانوا بموضع کذا و کذا قال لھم موتوا فمرّ علیھم نبیّ من الانبیاء فدعا ربّہ ان یحییھم حتّی یعبدوہ فاحیا ھم ۔ یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ چار ہزار لوگ طاعون سے اس غرض سے بھاگے تھے کہ کسی ایسے مقام میں جابسیں کہ جہاں موت نہ ہو۔ راستہ میں ان کو حکم ہوا کہ مرجاؤ۔ اس کے بعد کسی نبی کا ان پر گذر ہوا اور انہوں نے دعا کی کہ وہ زندہ ہوں اور عبادت کریں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا۔

یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ وہ لوگ شائد تھوڑی دیر کے لئے زندہ ہوئے ہوں گے اس لئے کہ روایتوں سے ثابت ہے کہ وہ لوگ بہت روز زندہ رہے چنانچہ درمنثور جلد اص ۳۱۱ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہی زندہ شدہ لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تھا جس کا ذکر اسی قصہ کے متصل اس آیت شریفہ میں ہے و قاتلوا فی سبیل اللّٰہ و علموا انّ اللّٰہ سمیع علیم (بقرہ:۲۴۴) غرض کہ ہزارہا مردوں کا زندہ ہونا اور مثل اور زندوں کے زندگی کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے مرزا قادیانی اگر قرآن و حدیث ہی کو نہ مانیں تو اس کا علاج نہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے فبایّ حدیثٍ بعدہ یومنون (مرسلات:۵۰) یعنی جب قرآن ہی پر ایمان نہ لائیں تو اب کاہے پر ایمان لائیں گے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے:

و اذ قلتم یا موسی لن نؤمن لک حتّی نری اللّٰہ جھرۃ فاخذتکم

الصّا عقة و انتم تنظرون ۔ ثمّ بعثنا کم من بعد مو تکم لعلّکم تشکرون (بقرہ ۵۵۔۵۶) یعنی یاد کرو جب تم یعنی تمہارے بڑوں نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ اے موسیٰؑ جب تک ہم خدا کو ظاہر نہ دیکھ لیں کسی طرح تمہاری بات کا یقین نہ کریں گے۔ اس پر تم کو یعنی تمہارے بڑوں کو بجلی نے آ دبوچا اور تم دیکھا کئے۔ لیکن پھر اس لئے کہ تم شکر گزاری کرو، اس موت کے بعد بھی ہم نے تمہیں زندہ کر دیا۔

امام سیوطیؒ نے تفسیر در منثور جلد ا ص ۷۷ میں لکھا ہے:

عن الرّبیع بن انس فی قو له و اذ قلتم یا موسی ... الخ، قال هم السبّعو ن الّذین ا ختا رهم موسی۔ فاخذ تکم الصا عقة، قال ما تو ۔ ثمّ بعثنا کم ، فبعثوا من بعد المو ت لیستو فوا آ جا لهم ۔ یعنی ربیع بن انس سے روایت ہے کہ جن لوگوں پر بجلی گری تھی وہ ساٹھ تھے جن کو موسیٰؑ نے انتخاب کیا تھا وہ سب مرنے کے بعد زندہ ہوئے۔

اب اہل اسلام کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہم نے اتنی آیات و احادیث و اقوال سلف پیش کر دیئے جن سے صراحۃً ثابت ہے کہ ہزارہا مردے زندہ ہو چکے ہیں اور یہ بات مسلّم ہے کہ قرآن کے ایک حرف کا انکار تمام قرآن کا انکار ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں روایت ہے:

عن عبد اللّه قال کان من کفر بحرف من القر آن او بآ یة فقد کفر به کلّه یعنی قرآن کی ایک آیت یا ایک حرف کا بھی کوئی انکار کرے تو گویا اس نے تمام قرآن کا انکار کر دیا۔

اب ذرا تامل کیا جائے کہ جب ایک حرف کا انکار تمام قرآن کا انکار ہے تو اتنی آیتوں کا انکار کس طرح جائز ہوگا۔ پھر علاوہ ان آیات کے احادیث بھی بکثرت ان کے موید ہیں اور تمام امت خصوصاً اہل سنت کا ابتداء سے آج تک اسی پر اتفاق ہے۔ کسی کو اس میں کلام نہیں اور مرزا نے ان تمام آیات و احادیث وغیرہ کا انکار کر دیا۔ اس میں صرف ان کی ذاتی غرض ہے کہ عیسیٰؑ کی موت فرض کر کے یہ ذہن نشین کریں کہ کوئی شخص مرنے کے بعد زندہ نہیں ہو سکتا اور احادیث سے عیسیٰؑ کا نزول بھی قیامت کے قریب ثابت ہے اس لئے ان احادیث میں تاویلیں کر کے اور ان کے ساتھ الہاموں کا جوڑ لگا کر چاہتے ہیں کہ عیسی موعود خود بن بیٹھیں۔

اب ان آیات و احادیث و اجماع امت اور واقعات پر اطلاع ہونے کے بعد ہر شخص

مختار ہے خواہ قرآن وحدیث اور ہزار ہا کتب اہل سنت و جماعت جن میں یہ مسئلہ مذکور اور مسلّم ہے سب کی تکذیب کر کے مرزا قادیانی کے قول پر ایمان لائے یا اپنے ایمان کو عزیز رکھ کر قرآن و حدیث پر ایمان لائے کیونکہ خود حق تعالی نے فرمادیا ہے: فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر (کہف:۲۹) یعنی جس کا جی چاہے ایمان لائے جس کا جی چاہے کافر ہو جائے۔

مگر یاد رہے کہ اسی کے ساتھ حق تعالی نے فرمادیا ہے: انّا اعتدنا للظّالمین ناراً (کہف:۲۹) یعنی ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔

مرزا قادیانی کو مسیح موعود ہونے کا تو بہت شوق ہے لیکن اس کے لوازم و آثار کو وہ پورے نہ کر سکے جس کا حال معلوم ہوا، بلکہ جو صفات ان میں پائی جاتی ہیں وہ منافی عیسویت ہیں۔ مثلاً دین کے پیرایہ میں دنیا طلبی وہ بھی کمال بدنما طریقہ سے اس بات پر دلیل قطعی ہے کہ وہ عیسی موعود نہیں ہو سکتے۔ دیکھ لیجئے براہین احمدیہ کی نسبت انہوں نے لکھا تھا کہ اس کی جلدیں تیار ہیں چنانچہ اس کی قیمت سو سو روپیہ پیشگی وصول کر لی گئی اور ایک جلد کے اندازہ میں چھاپ کر اس کا خاتمہ ایک بات پر کر دیا کہ خدا اپنے دین کا خود محافظ ہے۔ یعنی زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ سراج منیر چھاپنے کے نام سے چندہ پیشگی وصول کیا اور کتاب ندارد۔ عطائے فرزند وغیرہ کی دعا پر پیشگی اجرت وصول کی جاتی ہے۔ اپنی اور اپنے متعلقین کی تصویریں بیچ کر روپیہ جمع کیا جاتا ہے۔ ..زکوۃ اس تدبیر سے وصول کی جاتی ہے... اس وقت اسلام یتیم ہو گیا ہے اس لئے چاہیے کہ زکوۃ کے روپیہ سے اپنی تصانیف خرید کر کے تقسیم کی جائیں حالانکہ حق تعالی نے زکوۃ کا مصرف جو قرار دیا ہے اس کو ہر طالب علم جانتا ہے کہ فقراء اور مساکین وغیرہ ہیں۔ کعبہ جو اپنے گھر میں بنایا اس سے یہی غرض ہے کہ حج کی رقم اپنے گھر آیا کرے۔ اس کے سوا ان کی اور بہت کاروائیاں ہیں مثل الحاد و تحریف قرآن اور خدا پر افتراء وغیرہ جن میں سے چند اس کتاب میں بھی مذکور ہوئیں۔ الحاصل ان امور کے دیکھنے کے بعد ان کا دعوی عیسویت بداہۃً باطل ہو جاتا۔ تمت بالخیر

اہل حدیث امرتسر اور قادیانی دریچہ

لاہور میں قادیانی جلسہ

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ نومبر (۱۹۰۹ء) میں لاہور میں مذہبی جلسوں کی بھرمار رہی تھی آریوں نے شروع کیا۔ اہلحدیثوں نے جوابدیا۔ عیسائیوں نے حصہ لیا اوسکا بھی جواب اہلحدیثوں نے دیا۔ اس سے بعد مرزائیوں (قادیانیوں) کو بھی ہوش آیا اونھوں نے بھی اخیر دسمبر کے میں جلسہ کیا جس میں مختلف مضامین پر تقریریں ہوئیں۔ اس جلسہ میں تو ہم شریک نہ تھے، اشتہار دیکھنے سے البتہ ہمیں خوشی اور افسوس دونوں لاحق ہوئے، خوشی تو اس بات سے ہوئی کہ قادیانیوں کے اس جلسہ میں کوئی مضمون قادیانی مشن کے متعلق دیکھنے میں نہ آیا یعنی کسی مقرر کی تقریر خاص اس مضمون پر نہ دیکھی کہ مرزا صاحب کے دعویٰ ان وجوہ سے ثابت ہیں حالانکہ بحیثیت قادیانی مشن کے ان کا پہلا فرض یہی تھا۔ بہرحال یہ ایک خوشی کا مقام ہے کہ قادیانی پارٹی اپنا ضعف محسوس کرکے یا اختلاف کے بدنتائج سمجھ کر قادیانی مشن سے آہستہ آہستہ دست بردار ہونے کو ہے۔ انشاء اللہ

افسوس بھی اس بات کا ہوا کہ تمام جلسہ میں کسی معترض کو دریافت کرنے کا موقعہ نہ دیا گیا۔ حالانکہ سابقہ سب جلسوں میں موقع ملتا رہا تھا، بہرحال جو ہوا سو ہوا اسے تو جانے دیجئے مگر اس ضروری مقابلہ کی طرف توجہ کیجئے جس کی تحریک بدر مورخہ ۹ دسمبر میں کی گئی تھی۔ اور مخالفین قادیانی مشن کو چیلنج دیا تھا کہ اسلامی فضیلت پر مقابلہ میں لیکچر دیں جس کا ایجاب میری اور برادرم مولوی ابومحمد ابراہیم سیالکوٹی کی طرف سے ہوچکا ہے مگر قادیانی محرک کو سانپ سونگھ گیا کہ صداء برنخواست

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۱۲۔ مورخہ ۹ محرم ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۱۰ء ص: ۴-۵)

قادیانی کذب بیانی بابت قصیدہ اعجازیہ

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اسلامی شریعت میں دعویٰ الہام کاذب سے بڑھ کر کوئی جھوٹ اور دروغ نہیں ہے اس لئے جب قادیانی اعلی حضرت نے نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا تو اور کسی امر کی بابت ان کی شکایت بے جا ہے مگر تعجب ہے کہ اعلیٰ حضرت آنجہانی کی کذب بیانی جماعت قادیانی میں یہاں تک اثر کرگئی ہے کہ ہر ایک فرد ان میں کا کذب بیانی میں طاق ہے۔

عرصہ ہوا کہ آنجہانی نے ایک قصیدہ عربی غلط درغلط لکھ کر اسکا نام قصیدہ اعجازیہ رکھا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ اس کے مقابلہ کا نہ بن سکے گا مگر الحمد للہ کہ اسکا جواب اعلیحضرت کی زندگی ہی میں اوس سے اچھا اہلحدیث میں چھپ گیا اس سے بعد قادیان سے صدا برنخواست اب شائد یہ سمجھا کہ لوگ اصل بات بھول گئے ہونگے اس لئے بدؔر میں ایک بڑا ہانک دی گئی کہ:

''حضرات ناظرین کو معلوم ہے کہ میرے سید ومولیٰ نے کئی سو اشعار کا ایک قصیدہ لکھ کر بطور تحدی شائع کیا تھا اور تمام علماء وفضلاء کو چیلنج دیا تھا۔ کہ اگر کسی میں طاقت ہے۔ تو اس کا جواب دے اس قصیدہ کا آج تک کوئی جواب نہیں دے سکا۔'' (بدر ۱۳ جنوری ۱۹۱۰ء)

دانا جانتے ہیں کہ جب ہائی کورٹ میں فیصلہ ہوجائے تو وہی آخری فیصلہ سمجھا جاتا ہے ہائی کورٹ کا مغلوب فریق غالب سے نہیں کہہ سکتا کہ منصفی میں تو میرے حق میں فیصلہ ہوا تھا۔ ٹھیک اسی طرح (بفرض محال) اگر مرزا صاحب کے مقابلہ میں کسی شخص نے قصیدہ نہ بھی لکھا ہوتا اور مرزا صاحب صوری اور معنوی چودہوی صدی کے متنبّی ہوتے تو بھی کیا نتیجہ تھا جب کہ وہ خدائی ہائی کورٹ میں شکست یاب ہوچکے۔ جس سے اُن کے مشن کا ٹکرہ ٹکرہ اڑ گیا اور اینٹ سے اینٹ بجائی گئی آہ وہ دن (۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء) بھی کیسا بابرکت روز تھا جس روز مرزا صاحب نے میرے حق میں فیصلہ شائع کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری (مرزا کی) زندگی میں طاعون اور ہیضے سے نہ مریگا تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہونگا۔ یعنی فریبی، مکار، دغاباز، مفتری علی اللہ سمجھا جانے کے قابل ہونگا۔ آخر کیا ہوا؟ ؎

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر کذب میں سچا تھا پہلے مرگیا۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۱۴۔ مورخہ ۲۳ محرم ۱۳۲۸ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۱۰ء ص:۳)

قادیانی فرار

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ قادیانی پارٹی کے آرگن بدر نے تجویز پیش کی تھی کہ ہمارے مخالف ہم سے مقابلہ میں لیکچر دیں پھر دیکھیں اثر کے لحاظ سے کون اول رہتا ہے یہ بھی لکھا تھا کہ ہماری جماعت کو خدا نے خاص اثر بخشا ہے پھر اگر ہم گمراہ ہیں تو یہ اثر کیوں ہے؟ اس مقابلہ کے الفاظ تو عام تھے مگر بعض اشارات خاص مجھ پر تھے اسلئے میں نے اس دعوت کو فوراً قبول کیا اور برادرم مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے اس کی تائید میں اپنی آمادگی ظاہر کی۔ مگر میں نے پیشگوئی بھی کردی تھی کہ قادیانی بھگوڑے کبھی سامنے نہ آئیں گے۔

الحمدللہ کہ میری پیشگوئی سچی نکلی آج تک قادیانی پارٹی: چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

مرزائیو! یاد رکھو تمہاری چالوں سے ہم خوب واقف ہیں اگر کچھ سکت رکھتے ہو تو سامنے آؤ ورنہ ؎

اب دام مکر اور کسی جا بچھایئے ۔۔۔ بس ہو چکی نماز مصلّے اوٹھایئے

کیا الحکم اس پر کچھ لکھے گا؟ کیوں؟ ؎ ''یکے وزد با شد دگر پردہ دار''

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۱۸۔ مورخہ ۲۱ صفر ۱۳۲۸ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۱۰ء)

کذب بیانی دربارہ استاد پنجاب

ایک قادیانی اخبار میں لکھا ہے:

کچھ عرصہ ہوا کہ حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی مشہور اہل حدیث نے اپنے پوتے کے عقیقے کی تقریب پر اپنے احمدی بھائیوں کو خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ آخراتنی مدت قرآن و حدیث پڑھا پڑھا کے اور پھر احمدیوں کے طرز عمل و ایثار و اخلاص دیکھ دیکھ کر اگر آپ اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہوں کہ احمدیوں سے بڑھ کر کوئی سنت نبوی کا تابع اور کوئی متبع قرآن مجید اور پکا موحد نہیں تو اس میں غضب کون سا آگیا کیونکہ جہاں اہل حدیث نے پیر پرستی قبر پرستی کا ایک حد تک استیصال کیا ہے وہاں احمدیوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور ایک شرک عظیم سے نہ صرف خود توبہ کی بلکہ ایک جہان کو توبہ کرادی وہ حضرت مسیحؑ کے متعلق چند باتیں تھیں:

۱۔ان کا لا یزول ولا یحول ہونا۔۲۔عالم الغیب ہونا۔۳۔مردوں کو زندہ کرنے والا۔۴۔ فیھا تحیو ن اور و لکم فی الارض مستقر کے خلاف آسمان پر دو ہزار برس سے جا گزین ہونا۔ ۵۔خاتم النبیین سید المرسلین سے بڑھ کر قوت قدسیہ رکھنا کہ تمام جہان کو مسلمان بنا دے گا۔۶۔ بعض آیات قرآن کا ناسخ ہونا مثل لا اکراہ فی الدین، و ، حتی یعطوا الجزیہ وغیرہ ذلک اور کچھ مسیح الدجال کے متعلق کہ وہ مینہ برسانے مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہو گا اور خزانے اس کے تابع ہوں گے۔

غرض ایسی باتوں کا جو صریح آیات قرآن واحادیث سید الانس والجان کے خلاف ہیں ایک باعزت کامل الایمان مومن کب تک اپنے عقیدہ میں شامل رکھ سکتا ہے۔ پس جو مومن جماعت یہاں تک موحد ہو کہ وہ عیسیٰؑ ایک خدا کے نبی کے متعلق بھی کوئی شرک انگیز بات اپنے عقیدہ میں شامل نہیں رکھ سکتی اور جس جماعت کا ایمان:

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

ہو اور جو خاتم النبیین ﷺ کی پیش گوئیوں کا (جو قرب قیامت کے متعلق تھیں) پورا ہونا جزو ایمان قرار دیتی ہو اگر اس سے تحابب وتہادی کا سلسلہ جاری نہ ہو تو پھر کس سے ہو۔

میرے خیال میں وہ لوگ بہت غلطی پر ہیں جو حافظ صاحب کو متہم کر رہے ہیں اور ان کے پچھلے فتوے اس کے متعلق یاد دلا رہے ہیں کہ مرزائیوں سے سلام بھی جائز نہیں چہ جائیکہ ان کی دعوت مسنونہ کی جائے اور بڑی عزت واحترام سے خود ان کا استقبال کیا جاوے کیونکہ انسان آخر انسان ہے ممکن ہے وہ پہلے کوئی رائے غلطی سے دے اور بعد ازاں اس سے رجوع کرے حافظ صاحب مکرم کو بھی اس جھنجھلانے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں، مخلوق کی خالق کے سامنے کیا حقیقت ہے۔مولوی حافظ غلام رسول احمدی آپ کے پرانے رفیق دوست اب بھی اسی وزیر آباد میں موجود ہیں وہ ہر طرح آپ کی مدد کرنے کو تیار ہیں اور خود ان کا نمونہ اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ وللّٰه العزّة و لرسو له و للمو منین و لکن المنا فقین لا یعلمو ن ۔وزیر آبادی جماعت کو چاہیے کہ وہ بھی حافظ عبد المنان صاحب کو اپنی دعوتوں میں مدعو کیا کریں۔

(بدر جلد ۹ نمبر ۱۸۔ ۲۴ فروری ۱۹۱۰ء ص ۱۔۲)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن اور اس کے بانی کے عادات کو جاننے والوں سے یہ مخفی نہ ہو گا کہ ان کا عام

اصول ہے: جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے۔ اس لئے ان کی کسی بات کا اعتبار نہیں ہوسکتا جب تک اس کی تحقیق نہ ہو جائے۔ قرآن بھی اس مشن کی بابت یہی ہدایت کرتا ہے: ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا "کوئی بے اعتبار آدمی تمہارے پاس خبر لائے تو اُس کی تحقیق کرلیا کرو۔"

دنیا میں مذہبی، تمدنی، معاشرتی، اخلاقی غرض ہر صیغے میں اختلاف ہے پہلے بھی تھا اور آئندہ بھی رہے گا۔ لیکن صدق وکذب کی خوبی اور مذمت میں کسی کا اختلاف نہیں، الّا قادیانی مشن کا، کہ ان کا دار و مدار ہی کذب پر ہے بلکہ یوں کہنا کہ اشاعت کذب ہی اس مشن کی غرض ہے، کوئی بے جا نہیں۔

ہم اگر دعویٰ کو واقعات صحیحہ سے ثابت نہ کر دیں تو پھر ہم میں اور اُن میں کیا فرق ہوگا۔ اس لئے گذشتہ واقعات بالاجمال بیان کر کے حال کا واقعہ پیش آمدہ بالتفصیل بیان کرینگے۔

مرزا آنجہانی کا دعویٰ الہام، نبوت، رسالت، ابنیت خدا، برتری از جمیع اولیاء انبیاء (دیکھو خطبہ الہامیہ ص ۳۵: قدمی علی منارة ختمت بها كل رفعة) کو جانے دیجئے جو مذہبی رنگ میں ہیں۔ ہم ایسے امور پیش کرتے ہیں جو مذہبی نہیں بلکہ واقعات میں اخلاقی رنگ رکھتے ہیں۔

(۱) مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری کی بابت آنجہانی نے کئی ایک مقامات پر لکھا کہ مولوی صاحب موصوف نے مجھ سے مباہلہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا۔ چنانچہ وہ مرگیا بس یہی میرے صدق کی دلیل ہے۔ حالانکہ اس کا کہیں ثبوت نہیں۔

(۲) مولوی اسمٰعیل مرحوم علیگڈھی کی بابت لکھا کہ مولوی صاحب نے کہا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا، چنانچہ وہ مرگئے۔ یہی میری سچائی کی دلیل ہے۔ حالانکہ اس کا ثبوت نہیں۔

(۳) خاکسار ثناء اللہ کی بابت لکھا کہ تیرا گذارہ کفن فروشی پر ہے۔ (دیکھو اعجاز احمدی، صفحہ ۲۳) حالانکہ نہ میں کسی مسجد کا امام ہوں، نہ کبھی تھا، نہ ہونگا۔ انشاء اللہ۔

ان تینوں باتوں کے ثبوت اس کی زندگی میں طلب ہوئے، انعامی اشتہارات دیئے۔ مگر صدائے برنخواست۔ اب بھی ہم **انعامی اعلان** دیتے ہیں کہ کوئی مرزائی ان تینوں باتوں کا ثبوت ہم کو دکھادے تو فی امر ایک ایک **سو روپیہ انعام** ہم سے لے۔ متعدد ہوں تو آپس میں بانٹ لیں۔ یہ ضروری تھا کہ گرو کی عادت کا اثر چیلوں میں ہو اس لئے مرزائی بھی اس عادت سے خالی نہ رہ سکے۔

۴- قادیانی بدر نے کئی ایک دفعہ لکھا کہ خاکسار نے عدالت میں بیان دیا کہ:

"شریعت اسلام کے مطابق جھوٹ بولنے سے آدمی کے تقویٰ میں کوئی فرق نہیں آتا گویا

جھوٹ بھی بول لو اور متقی کے متقی بھی بنے رہو۔"

ادھر سے ہمیشہ اس دعویٰ کا ثبوت مانگا گیا مگر ثبوت دینا ان کے مذہب میں وہی حکم رکھتا ہے جو کسی بخیل کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کنوئیں میں گر پڑا، لوگوں نے کہا ہاتھ دے، تو نکل آ۔ اس نے ہاتھ کھینچ لیا کہا کہ دینا تو میں جانتا نہیں۔ آخر کار ایک دانا نے کہا ہاتھ لے اور نکل۔ بس وہ لینے کے نام سے نکل آیا۔ یہی حال قادیانی مشن کا ہے۔ ثبوت دینا تو جانتے ہی نہیں۔ آنجہانی نے تمام عمر اسی پالیسی میں گذاری۔ بدر سے بارہا اس کا ثبوت مانگا گیا۔ ۱۸ فروری ۱۹۱۰ء کے اہل حدیث میں بھی یہی تقاضا کیا گیا کہ جس مقدمہ میں میں نے یہ شہادت دی تھی اس کی مثل سے میرے اصلی الفاظ شائع کردو، نہیں تو جھوٹوں کی سزا سے ڈرو۔

خیر یہ تو ہیں گذشتہ واقعات، تازہ واقعہ سنئے:

مولانا عبدالمنانؒ محدث کی نسبت قادیانی بدر نے ۲۴ فروری ۱۹۱۰ء کے پرچے میں ایک مضمون لکھا ہے جو یہ ہے (مولانا نے یہاں وہ مضمون نقل کیا ہے جو ہم نے اوپر نقل کر دیا ہے۔ اس کے بعد):

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: کیا یہ ممکن تھا کہ بحکم آیت موصوفہ (ان جاء کم فاسق بنباء) ہم اس خبر کو بے تحقیق ہی مان لیتے؟ نہیں اس لئے ہم نے جناب حافظ صاحب موصوف کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ اصل حال کیا ہے۔ صاحب ممدوح نے ہم کو اصل حال سے اطلاع فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ:

> "بدر کو دیکھا۔ یہ الزامات اپنے برخورداروں کی وجہ سے مجھ پر چسپاں ہوتے ہیں۔ میں نے مرزائیوں کو دعوت نہیں کی بلکہ عزیز عبدالجبار کو سخت منع کیا، لیکن اس نے میرا کہنا نہیں مانا۔ اس دعوت کا منتظم وہ خود اپنی طرف سے تھا میں نے دعوت میں کسی قسم کا شمول اپنا نہیں رکھا تھا نہ ان لوگوں سے مصافحہ کیا نہ اون کی کسی نوع کی خاطر کی بلکہ جمعہ میں مرزا اور مرزائیوں کی سخت تردید کی۔ عبدالجبار نے جب دعوت کی فہرست بنائی تو میں نے اوس کے رفیقوں کے سامنے اوس کو بہت زجر کیا لیکن اُس نے میری کوئی بات نہ مانی۔ میری اولاد کا حال آپ جانتے ہیں فصبر جمیل"

خلاصہ یہ کہ جناب حافظ صاحب کی اولاد بھی اپنے کاموں میں اسی طرح آزاد ہیں جس طرح مرزا صاحب آنجہانی کے دو بڑے بیٹے مرزا افضل احمد اور مرزا سلطان احمد جن کے افعال واطوار مرزا صاحب کی نگاہ میں ایسے ناپسند تھے کہ جہاں اپنی اولاد کا شمار کرتے تھے ان دونوں کو شمار

میں نہ لیتے تھے۔ رسالہ مواہب الرحمٰن کے اخیر میں لکھتے ہیں خدا نے مجھے چار بیٹے دیئے۔ حالانکہ ان دو کو ملا کر چھ ہوتے ہیں۔

او بدر! اگر تو واقعی بدر ہے تو اپنے اس الزام کو ثابت کرو۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۲۰۔ مورخہ ۶ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۸ مارچ ۱۹۱۰ء ص: ۴-۶)

قادیانی حضرات نے لکھا:

اہل حدیث ۱۸ مارچ ۱۹۱۰ء میں وزیر آبادی حافظ کی دعوت والے مضمون پر (ثناء اللہ) نے دو صفحہ کا مضمون لکھا اور بڑے فخر سے وزیر آبادی حافظ کے خط کو شائع کیا جس میں اس نے لکھا ہے کہ:

میں نے مرزائیوں کی دعوت نہیں بلکہ عزیز عبدالجبار کو سخت منع کیا... نہ ان لوگوں سے مصافحہ کیا، نہ ان کی کسی نوع کی خاطر کی۔

مولوی ثناء اللہ صاحب خود ہی بتائیں کہ یہ فعل وزیر آبادی حافظ کا جس پر وہ فخر کرتا ہے قابل ملامت ہے یا قابل تعریف؟ اور کیا مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ مذہب نہیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کے مریدوں کو کافر نہیں کہتا؟ اور ان سے سلام علیکم کرنا اور مصافحہ کرنا درست نہیں جانتا؟

وزیر آبادی حافظ کی دعوت کے واقعہ پر مجھے اس نوٹ لکھنے کی ضرورت نہیں تھی اور نہ میں اس کے مصافحہ سے یا تواضع سے احمدیوں کی رفعت شان یقین کرتا ہوں۔ اگر وہ احمدیوں سے عبوس الوجہ رہتا ہے یا اپنے بیٹے کے مدعو کردہ لوگوں سے اس نے مصافحہ نہیں کیا تو اس سے اس کے اپنے اخلاق کی کمزوری ثابت ہوتی ہے نہ کچھ اور۔ مگر جس حال میں مسلمانوں میں اتحاد کا شائق ثناء اللہ مانتا ہے کہ لا اکراہ فی الدّین قرآن کریم کا ارشاد ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیے اور ہر شخص اپنے فہم کیلئے مختار ہے اور موجودہ نفاق اور شقاق نفسانیت کا مسئلہ ہے تو یہ مسئلہ انہیں احمدیوں کے متعلق کیوں بدل جاتا ہے اس لئے میرا حق ہے کہ میں اپنے امرتسری منکر کو لما تقولون ما لا تفعلون پر توجہ دلاؤں۔ اسی ضمن میں ہمارے سلسلہ پر جو دروغ بافی کا الزام لگایا ہے یہ بھی سراسر جھوٹ ہے اسی واقعہ دعوت کے متعلق خود وزیر آبادی حافظ کا خط شہادت دیتا ہے کہ احمدیوں کی دعوت کی گئی پھر جب کہ یہ امر بجائے خود مستحسن تھا برا نہیں تھا تو اس پر اتنی لمبی بحث کی حاجت ہی کیا تھی؟ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب نفسانیت سے مخالفت نہیں کر رہے جس کا وہ اعتراف کرتے ہیں تو وہ انصاف سے کہیں کہ انہیں خوش ہونا چاہیے تھا یا نعل در آتش۔ وہ سمجھتے کہ مسلمانوں میں اتحاد کے لئے قدم بڑھایا جا رہا ہے حافظ وزیر آبادی کے سعادت مند بیٹے نے اگر نیکی اور مصالحت اور باپ

سے بڑھ کر فراخ دلی کی طرف قدم اٹھایا تو کیا برا کیا۔ کبھی پدر نتواند پسر تمام کند۔ کا بھی وقت آ جایا کرتا ہے۔ غرض مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ مضمون خود اپنی نظیر اور نکتہ خیال سے اس قابل ہے کہ وہ اس پر تھوک دیں اور اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور اپنے روحانی باپ وزیر آبادی کو ان الفاظ کے لئے ملامت کریں جو انہوں نے اپنے خط میں لکھے ہیں۔ کاش ہمارے مخالف فراخ حوصلگی سے کام لیں۔ (الحکم قادیان ۲۱ مارچ ۱۹۱۰ء نمبر ۱۰ جلد ۱۴۔ ص ۷)

دیکھ لیجئے کہ قادیانی اڈیٹر اخبار نے مولانا کے اس اعلان کی طرف بالکل توجہ نہیں فرمائی کہ: (ا) مولوی غلام دستگیر قصوری کے مباہلے، مولوی اسمٰعیل علیگڈھی کا کہنا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا، اور ثناء اللہ کی کفن فروشی کا ثبوت دو، اور اس بات کا بھی ثبوت دو کہ بقول تمہارے میں (ثناء اللہ) نے کہا ہے کہ: ''شریعت اسلام کے مطابق جھوٹ بولنے سے آدمی کے تقویٰ میں کوئی فرق نہیں آتا گویا جھوٹ بھی بول لو اور متقی کے متقی بھی بنے رہو۔'' اور ان باتوں کے ثبوت دے کر فی امر سو روپیہ وصول کرو۔

الحق کی حق پسندی

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار بدر نے انجمن صادقین کی نسبت لکھا کہ مولوی ثناء اللہ نے عدالت میں کہا تھا کہ جھوٹ بولنے سے تقویٰ میں کمی نہیں آتی۔ اس حوالہ کا مطالبہ کیا گیا کہ جس عدالت میں میں نے ایسا کہا اسکی مثل کی نقل چھپوا دیں۔ اس پر دہلی کے اخبار الحق نے ایک مختصر سا نوٹ لکھا ہے جو یہہ ہے:

> انجمن صادقین: ایڈیٹر اہلحدیث نے امرتسر میں مندرجہ عنوان نام کی ایک انجمن بنائی ہے۔ اس پر ہمعصر بدر نے کسی گذشتہ واقعہ کے حوالے سے ایڈیٹرانہ ریمارک کئے تھے اس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک طویل نوٹ لکھ مارا جس سے بجز آپس کی پھوٹ بڑھنے اور اغیار کی نظروں میں اپنی ہوا اکھڑنے کے کچھ نتیجہ نہیں معلوم ہوتا۔ اُنہوں نے انجمن صادقین قائم کی، اچھا بلکہ بہت اچھا کیا۔ خدا کرے اس میں کامیابی ہو۔ بدر کا چڑانا اور پچھلے نزاع باہمی کو یاد دلانا ہماری رائے میں ضروری نہ تھا۔ بالفرض کل تک ایک شخص کچھ مختلف رائے رکھتا تھا اور آج وہ روبہ اصلاح آنے لگا ہے تو یہ بڑی مبارک بات ہے نہ کوئی قابل طعن حرکت۔''

مولانا فرماتے ہیں: الحق نے گو بظاہر قادیانی مذہب کا اظہار آج تک نہیں کیا اور شائد آئندہ بھی نہ کرے لیکن آخر دل تو اسی طرف ہے اس لئے اس بارے میں بھی الحق نے حق پسندی سے کام نہیں لیا۔ اوس کو چاہیئے تھا کہ اہلحدیث کے مطالبہ کی تاکید کرتا اور درصورت نہ دکھا سکنے کے بدر کو لعنت ملامت کرتا۔ حدیث شریف کا مضمون بھی یہی ہے انصر اخاك ظالماً او مظلوماً ظالم کی حمایت یہی ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے اور مظلوم کی حمایت یہ ہے کہ ظالم کے ظلم کا دفعیہ اوس سے کیا جائے۔ چونکہ بدر نے کئی ایک دفعہ یہ جھوٹی خبر شائع کر کے مجھ پر مظالم کثیرہ کئے ہیں اس لئے بحکم الامن ظلم میرا حق تھا کہ میں بڑی سختی سے بدر کا تعاقب کرتا۔ مگر الحق کو تو اپنے نام کی لاج چاہیئے تھی مگر افسوس کہ اس نے بھی دبی زبان سے بدر کی تصدیق کی اسی کو کہتے ہیں

"سخن برائے خدا وتلوار برائے برادر"

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۲۲/۲۳۔ مورخہ ۲۰/ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۱/ ۸/ اپریل ۱۹۱۰ء ص: ۴-۵)

مولوی نورالدین جواب دیں

مولوی ابومحمد یحییٰ حشمت العلی دہلوی مولوی نورالدین کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

اخبار بدر ۳ر فروری ۱۹۱۰ء میں جو منشی محمد صادق نے آپ کی طرف سے ایک سائل کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ

> مسیح صلیب پر محض لٹکایا گیا صلیب پر فوت نہیں ہوا جو لعنتی ہوتا۔ رسی یا لکڑی صرف ذرائع اور ہتھیار ہیں جن کے ذریعہ سے موت وارد کی جاتی ہے جب تک کوئی شخص مر نہیں جاتا اوس کو نہیں کہہ سکتے کہ وہ مصلوب ہوگیا۔ صرف تذلیل سے اگر کوئی شخص ملعون ہوسکتا ہے۔ تو پھر مثلاً حضرت یوسفؑ کے قتل کا منصوبہ کیا گیا اس کے کپڑے اتارے گئے اسے ننگا کیا گیا، اسے تاریک کنوئیں میں ڈالا گیا گویا وہ اپنی طرف سے تو قتل کر چکے تھے مگر یوسفؑ بعینہٖ یسوع کی طرح موت کے منہ سے بچا۔ الی آخرہ۔

اس عبارت میں یسوع کو یوسف سے تشبیہ دینا قرآن کی شہادت سے کسی طرح درست نہیں کیوں کہ

قال قائل منهم لاتقتلوا يوسف والقوه فی غيابت الجبّ يلتقطه

بعض السیّارة ان کنتم فاعلین وشروه بثمنٍ بخسٍ دراهم معدودة وکانوا فیه من الزّاھدین۔ (یوسف)

یہ ہر دو آیات مشابہت کو وضاحت سے باطل کر رہی ہیں کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے اس امر پر اتفاق کر لیا تھا کہ یوسف کو قتل تو مت کرو بلکہ اس کو باپ سے جدا کر کے کسی اندھے کنوئیں میں ڈالو کوئی قافلہ اس کو نکال لیگا۔ پھر جب وہ یوسفؑ کو ایسے کنوئیں میں ڈال آئے اور ایک قافلہ آیا اور اُنھوں نے یوسف کو نکال لیا اور بھائیوں کو اس کی خبر لگی تو اُنھوں نے یوسف کو چند درہم کے عوض فروخت کر دیا۔ ان آیات سے قتل یوسفؑ کا ارادہ قطعاً نہیں ثابت ہو سکتا اور نہ کپڑے اتارنا اور ننگا کرنا، پھر آپنے یسوع کو مثل یوسف کن آیات سے بیان کر کے یسوع کی تذلیل کو یوسف کی تذلیل پر قیاس کیا ہے۔ قرآن شریف تو بحیثیت مصدقا لما معکم دنیا کی تمام کتب مذہبی اور غیر مذہبی پر نازل ہوا ہے نہ دیگر کتب قرآن مجید کی مصدق خدا تعالیٰ کی طرف سے آئی ہیں اور آپ نے مسیح کی تذلیل کا خلاف قرآن شریف اقرار کر لیا ہے ایک معنیٰ سے لعنت میں بھی تذلیل کا مادہ موجود ہے اور تذلیل میں لعنت کا اور مسیح کی نسبت جب آپ نے بھی مثل یہود و نصاری حوالات میں رہنا اور کوڑے اور تمانچے کھانا اور صلیب پر چڑھنا اور کانٹوں کا تاج سر پر رکھنا اور یہودیوں کا تمسخر کرنا اور بھالے مارنا اور مثل مردہ ہونا تسلیم کر لیا اور تمام ذلتوں کا مورد بنا دیا تو پھر آپ آیت وجیھاً فی الدّنیا والآخرة۔ کا کیا جواب دینگے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مریم علیہ الصلوٰة والسلام سے وعدہ کر لیا ہے کہ یہ لڑکا دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا۔ آپ انصاف سے فرما دیں کہ اگر انجیل اور دیگر کتب کی روایتیں جو قرآن مجید کے مخالف مسیح کی ذلت میں منقول ہیں سچی مان لی جائیں اور وجیھاً فی الدّنیا والآخرة کو بھی اس کے مقابل رکھا جائے تو پھر مسیح کی دنیاوی عزت اور وجاہت کیا ثابت ہو سکتی ہے اور اس قدر ذلتوں کا متحمل ہو کر عزت اور وجاہت سے کس طرح مانا جا سکتا ہے اور اگر ایسی ذلتوں سے دنیاوی عزت اور وجاہت میں کمی نہیں آتی تو پھر ذلت اور ازالہ حیثیت عرفی کیا چیز ہے اور آپ تو وجیھاً فی الدّ نیا والآخرة کے خلاف مسیح کی تذلیل کے قائل ہو تو پھر آپ کا ایمان اس آیت پر کس طرح ثابت ہو سکتا ہے اور مطھّرك من الّذ ین کفروا میں بھی مسیح کو وعدہ دیا گیا ہے کہ تم تسکین اور اطمینان سے رہو اور اپنے مخالفوں سے کسی قسم کا خوف نہ کرو ہم تمہیں ایسے موذیوں اور ظالموں کی کل ایذاؤں اور تکلیفوں جسمانی اور روحانی سے پاک رکھیں گے بلکہ وہ تم کو مس بھی نہ کر سکیں گے۔ اگر کوئی شخص مسیح کے صلیب پر چڑھنے اور دیگر ذلتوں کا قائل ہو تو اوس شخص کا ایمان اس

آیت پر کس طرح صحیح ہوسکتا ہے کیوں کہ انّ اللّٰہ لایخلف المیعاد کا وعدہ ہے کہ ہم تم کو مخالفین کی شرارت جسمانی وروحانی سے پاک رکھیں گے اور اذ کففت بنی اسرائیل عنک کو بھی خیال کرو۔ اس کف کا وعدہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی دیا گیا تھا جس طرح اون کے ساتھ پورا ہوا اوسی طرح مسیح کے ساتھ بھی موجود ہے اور مکرو ومکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین کے فائدہ میں بھی غور کرو کہ اگر یہود نے مسیح پر ایسی ذلتوں کا بوجھ ڈالدیا کہ کا لمیت مسیح کو کردیا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی تدبیر اُن سے بڑھ کر چڑھ کر کیا ہوئے۔ اور ایّدناہ بروح القدس کی تائید کہاں رہ گئی۔ مہربانی فرما کر خوب غور سے بحوالہ قرآن حدیث جواب سے مشرف فرماویں ھو سمّٰکم المسلمین اور خیر خواہ دارین کی طرح جواب سے محروم نہ رکھیں اور نیز اوس اسلام سے بھی مطلع فرماویں کہ جو اسلام مخالفوں کو حقیقی بھائی کی طرح بناتا تھا وہ اسلام زمانہ نبوت اور خلافت میں کیا صورت رکھتا تھا ہمارے زمانہ کا اسلام تو عینی بھائیوں کو بھی دشمن اور مخالف بنارہا ہے گو آپ بھی جب کبھی گورنمنٹ یا کسی مخالف اسلام کے مقابلہ تقریر اور تحریر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں چھ کروڑ مسلمان اسلام کے مددگار ہیں مگر جب باہم اسلامی فرقوں سے گفتگو ہوتی ہے تو صاف کافر کا فتویٰ دے کر انکے پیچھے نماز وغیرہ سب ناجائز ہوجاتی ہے اور نیز یہ بھی تحریر فرمادیں کہ مرزا صاحب پر ایمان لانے کو جزاً اسلام کس دلیل سے قرار دیا گیا ہے۔

مولانا صاحب ! واللہ باللہ فقیر نے کسی شرارت اور خبث باطنی سے استفسار نہیں کیا بلکہ عین پاک باطنی اور ہمدردی سے جو کچھ لکھا ہے پیش کیا ہے۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۲۲/ ۲۳۔ مورخہ ۲۰/ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۱/ ۸ راپریل ۱۹۱۰ء ص: ۱۲-۱۳)

بدر قادیانی جواب دے

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ ایڈیٹر بدر لکھتا ہے:

’’گجرات سے مجھے ایک خط ملا کہ یہاں کوئی حضرت ہیں قدرت ثانی بنتے ہیں یہ ہے، وہ ہے۔ اسی طرح پچھلے دنوں ایک صاحب دکن سے آئے تھے۔ میں حیران ہوں کہ ہمارے احباب نے ایک راستباز مقدس چہرہ دیکھا اس کے نشانات کو ملاحظہ کیا۔ حقیقۃ الوحی کو پڑھا پھر وہ کیوں ایسے معمولی دعووں پر گھبرا اٹھتے ہیں اور کیوں انکار وتسلیم میں

جلدی کرتے ہیں۔ مطلق الہام یا خالی دعویٰ ہرگز قابل توجہ نہیں ہیں یہ دیکھنا چاہئے کہ آج کل اسلام کے اندرونی وبیرنی دشمنوں کے لئے کس قسم کے حربے کی ضرورت ہے، اور اس کو چلانے والے کے لئے کس قدر قابلیت درکار ہیں۔ کیا محض ایسا شخص کافی ہوسکتا ہے۔ جو اپنی صداقت کا نشان تمام انبیاء علیہ السلام کے طرز عمل کے خلاف تین چار مردوں کی طاقت دینا ٹھہرائے (کیوں کہ انبیاء تو قویٰ شہوانی وغضبی گھٹانے کیلئے آتے ہیں) یا وہ جو ہر صبح اٹھ کر ایک دورویا سنادے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ پہلے اپنی خدمات سے یہ تو ثابت کرے کہ میں اسلام کا خادم ہوں اور مخالفین دین اسلام پر بہ براہین قاطعہ وحجج ساطعہ غالب بھی نہ آوے اور دعویٰ اس قدر عظیم۔ الہامات تو بہت سنائے۔ مگر عملی رنگ میں پورا ہونا کچھ بھی دکھائی نہ دے۔

ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ ہم ایسے لوگوں کی خواہ مخواہ تکذیب کریں بلکہ خاموشی کے ساتھ ان کا انجام دیکھنا چاہئے۔'' (بدر۔ مورخہ ۵ مئی ۱۹۱۰ء)

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں: مرزا آنجہانی کو انجام سے پیشتر کیوں مان لیا تھا اے کاش اسکو بھی انجام دیکھ کر مانتے تو آج نہ بدر ہوتا نہ الحکم، بلکہ سرے سے قادیان کا نام بھی کوئی نہ جانتا۔

مرزائیو! مرزا صاحب کا انجام جانتے ہو کیا ہوا بھولے ہو تو ہم سے سنو! ہم سہل بتلاویں اور حوالہ پوچھو تو ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کا اشتہار سامنے رکھ لو جس میں لکھا دیکھو گے کہ'' خداوند ہم (مرزا اور ثناء اللہ) میں سے جھوٹے کو سچے کی زندگی میں موت دے۔'' آہ کیسے سنگدل ہیں جو مرزا صاحب کو مستجاب الدعوات نہیں مانتے حالنکہ اون کو دعویٰ تھا کہ میں ایسا مستجاب الدعوات ہوں کہ قبول شدہ دعا کو واپس لاسکتا ہوں پھر کوئی وجہ نہیں ایسی تحدی اور آخری فیصلہ کی دعا جو ایسے شدید دشمن سے آخری فیصلہ کے لئے کی گئی ہو جس کا نام ہی آخری فیصلہ ہو مقبول نہ مانی جائے۔

مرزا جی کے دوستو! انّما اعظکم لواحدۃ ان تقوموا للّٰہ مثنی وفرادی

(خدا کے خوف سے اکیلے دو کیلے ہو کر سوچو کہ اصل بات کیا ہے)

آہ کیسا انجام نیک ہے کہ ایک مخالف سے آخری فیصلہ شائع کیا جاتا ہے تو دوسرے دشمن (عبدالحکیم) کے حق میں لکھا جاتا ہے کہ میرے سامنے پاش پاش ہوگا لیکن اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا تو کیا ان دونوں مخالفوں کا (نہیں بلکہ پیشگوئیوں کا) یہی جواب ہے کہ تم عنقریب دیکھ لوگے حق کے مقابلہ کی تم کو کیا سزا ملتی ہے اللہ اکبر! مشتے کہ بعد از جنگ یاد آمد بر کلۂ خود باید زد، کے یہی معنی ہیں۔

مرزا کی اسلامی خدمات کا خلاصہ ہم نے کئی دفعہ بتلایا ہے افسوس اسکا جواب کسی مرزائی سے نہ ہوسکا اور نہ ہو سکے گا۔ وہ خلاصہ بہت ہی آسان اور لطف آمیز ہے۔ غور سے سنو! (بقول مرزا) اسلام ایسا پاک مذہب ہے کہ میرے (مرزا) جیسے باکمال آدمی اس میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ خود بدولت کیا تھے۔ ''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' یہی کہ جو کچھ کہتے تھے اُلٹ ہوتا تھا۔ جس کی بابت متنبّی (عربی شاعر) آج سے صدیوں پیشتر عذر کر چکا ہے۔

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها ومن عهدها الا يدوم لها عهد

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۲۹۔ مورخہ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۱۰ء ص: ۲-۳)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ایڈیٹر بدر نے کئی ایک دفعہ بطور طنز لکھا کہ ایڈیٹر اہلحدیث نے عدالت میں بیان دیا ہے کہ جھوٹ بولنے سے تقویٰ میں فرق نہیں آتا۔ ادھر سے بھی کئی ایک دفعہ اس کا جواب دیا گیا لیکن سب سے آخری جواب یہ تھا کہ ایڈیٹر بدرؔ اگر اپنے بیان میں سچا ہے تو مسل سے میرے الفاظ کی نقل چھاپ دے مگر نقل پوری ہو، اپنے پیرومرشد کی طرح نہیں کہ آدھا تیتر آدھا بٹیر۔ جیسا اوسنے لکھا تھا کہ مولوی غلام دستگیر نے میرے ساتھ مباہلہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مریگا حالانکہ مولوی موصوف نے کہیں بھی ایسا نہ لکھا تھا۔ اس کے جواب میں ایڈیٹر بدر کا فرض ہونا چاہئے تھا کہ کھانا پیچھے کھاتا اور مسل کی نقل پہلے شائع کرتا مگر آج تک وہ بالکل خاموش ہے بلکہ ''چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند''۔ اسلئے میں اس کو ایک نیک تجویز بتلاتا ہوں کہ اگر مسل میں اوسکا بیان کردہ حوالہ نہیں تو اپنے افترا کو نقل کر کے اتنا لکھ دے کہ یہہ مضمون میری قادیانی بیعت کا نتیجہ ہے۔

مرزائیو! مسیح کے حواری اور نبی کے اصحاب ہو کر بھی جھوٹ بولنا نہ چھوٹا تو تم ہی کہو کہ یہ مثل کس پر صادق آئی کہ ''تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا۔''

دوسری بات: یہ ہے کہ ایڈیٹر بدرؔ نے لکھا تھا کہ ہماری جماعت (مرزائیہ) کے لیکچراروں اور واعظوں کو خدا نے وہ تاثیر بخشی ہے کہ کسی غیر احمدی (مرزائی) کو نہیں۔ یہی ہماری مقبول الٰہی ہونے کی دلیل ہے پھر لکھا تھا کہ کوئی مخالف ہے جو ہمارے واعظوں سے اس بات میں مقابلہ کرے۔ بالخصوص میری طرف اشارہ تھا۔ اس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ میں اس مقابلہ کے لئے حاضر ہوں میرے ساتھ برادرم مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے بھی اس دعوت کو قبول کیا تھا۔ زاں بعد ایڈیٹر الحکم دفتر اہلحدیث میں کچھ کتابیں لینے آئے۔ ان سے بھی ذکر آیا کہ ایڈیٹر بدر اس امر

میں کیوں خاموش ہے؟ انہوں نے بھی کہا ہاں ان کو جواب تو دینا چاہئے۔ میں نے کہا میں تم کو مخاطب کر کے پوچھوں گا۔ بولے آپ مجھے مخاطب کرینگے تو میں جواب دونگا۔ لیکن جب اسے بھی مخاطب کیا تو، وہ بھی آخر وہی نکلا جو لکھا تھا کہ ''یکے دزد باشد دگر پردہ دار'' اس لئے اس دفعہ دونوں کو مخاطب کر کے پوچھتا ہوں کہ میری پیشگوئی سچی ہوئی یا نہیں جو میں نے پہلے ہی کر دی تھی کہ تم لوگ کبھی اس مقابلہ کے لئے نہ آؤ گے۔

مرزائیو! آؤ اب ہم تمہیں ایک اور آسان تجویز بتلادیں۔ لاہور یا امرتسر میں ایک جلسہ کریں جس کا موضوع ہو ''شان مرزا'' اس میں فریقین مرزا کی شان پر گفتگو کریں۔ مصدقین اپنی وجہ تصدیق بیان کریں۔ مکذبین وجہ تکذیب۔ کیا تم لوگ آؤ گے؟ آئندہ زمانہ آپ کا فیصلہ کریگا۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۳۱۔ مورخہ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۳ جون ۱۹۱۰ء ص: ۷)

❁ اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

امرتسری منکر اور الحکم: میں نے عرصہ سے امرتسری منکر کی تحریروں پر نوٹس لینا چھوڑ دیا ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ کچھ وزن اور وقعت کے قابل ہوتی ہیں۔ نہیں بلکہ اسلئے کہ ان میں ہزل اور استہزا کے سوا معقولیت کو دخل نہیں ہوتا لیکن اب جب کہ اس نے متواتر ایک دو مرتبہ مجھے مخاطب کیا ہے تو ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کی بات کا جواب دوں۔

معزز ہم عصر بدر نے کبھی شائع کیا تھا کہ اللہ تعالی نے ہماری جماعت کو حقائق اسلام بیان کرنے میں ممتاز کیا ہے اور اگر ہمارے مخالف چاہیں تو اس کا مقابلے سے فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس کے مضمون کا ایسا ہی مفہوم تھا۔ اس پر امرتسری منکر اور اسکے رفیق سیالکوٹی نے مقابلہ کا اعلان کیا۔ بدر نے معلوم نہیں کیوں ان کی اس دعوت کی پرواہ نہ کی۔ اس پر اہلحدیث نے اپنے بازاری لٹریچر میں مکرر ڈینگ مارتے ہوئے مجھے مخاطب کر کے لکھا کیا الحکم اس پر کچھ لکھے گا، کیوں: یکے دزد باشد دگر پردہ دار

اس مصرعہ کے متعلق جو قانونی حقوق مجھے حاصل ہیں ان کو تو میں ضرورتاً محفوظ رکھتا ہوں۔

اب پھر ۳ جون کے اہل حدیث میں امرتسری منکر اسی فقرہ کو دہراتا ہے۔ یہ موقعہ نہیں کہ میں اس گفتگو کو جو دفتر اہل حدیث میں ہوئی درج کروں۔ میں نے بے شک یہ کہا تھا کہ آپ کے مطالبہ کا جواب انہیں دینا چاہیے اور نہ دینے کے وجوہات بھی وہی بتا سکتے ہیں۔ مگر امرتسری منکر اس مقابلہ کے لئے سخت حریص معلوم ہوتا ہے۔ میں اب بھی نہیں کہہ سکتا کہ معزز بدر نے کس بنا پر اس اعلان کو

شائع کیا اور کیوں ان کی دعوت کو انہوں نے مسترد کر دیا۔ مگر میں بجائے خود جو کچھ اس مقدمہ میں اپنی رائے رکھتا ہوں اس کا اظہار نصح دینی کے خیال سے کئے دیتا ہوں (اس کے بعد لکھا ہے کہ ہمارے بزرگ مرزا نے تائید دین کے لئے کتابیں لکھیں، مریدوں نے عمدہ کتابیں لکھیں، خواجہ کمال الدین نے عمدہ لیکچر جگہ بجگہ دیئے وغیرہ) .. میری دانست میں اس مقابلہ کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی ہے حق کھل گیا ہے اور پنجاب کی سمجھدار اور تعلیم یافتہ دنیا واقف ہوگئی ہے کہ حقائق کا دریا کہاں بہہ رہا ہے... آپ کو اپنی قرآن دانی وحقائق ومعارف کے بیان پر وثوق اور قدرت ہے تو آپ شوق سے شہر بشہر پھر کر لیکچر دیں: چشم ماروشن دل ماشاد۔ مگر میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ مضمون پر قادر نہیں بلکہ ادعا نمائی؟ اور شعر خوانی سے آگے آپ نہیں جاسکتے۔

رہا شان مرزا پر لیکچر دینے کیلئے جلسہ کرنا، اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ بقول تمہارے زمانہ آپ فیصلہ کریگا (یعنی میں مقابلہ نہیں کرونگا۔ بہاء) (الحکم ۷۔۱۴ جون ۱۹۱۰ء۔ ص ۵۔۶)

قادیانی کی مختصر سوانح عمری

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار بدر میں اس عنوان سے ایک مضمون نکلا ہے جو درج ذیل ہے:

''آپ لنا له رجل من ابناء فارس کے ماتحت سمرقندی الاصل ہیں۔ برلاس مشہور قوم مغل کے مورث اعلیٰ میرزا ہادی بیگ نے دسویں صدی ہجری کے قریب خراسان سے نکل کر پنجاب کی راہ لی۔ یہاں ایک بستی کی بنیاد رکھی جس کا نام اسلام پور قاضی ماجھی تھا۔ اور یہ قاضی۔ قادی۔ کدعہ جواہر الاسرار صفحہ ۵۶ کی حدیث یخرج المهدی من قرية يقال لها كدعة کو پورا کرنے والا ہوا۔

سال پیدائش قریباً ۱۲۵۱ ہجری ہے۔ باپ کا نام میرزا غلام مرتضیٰ صاحب۔ آپ نے ۱۷-۱۸ سال کی عمر تک بعض رسمی کتابیں مختلف استادوں سے پڑھیں۔ والد کے اصرار سے چند سال سیالکوٹ میں ملازمت بھی کی۔ تمام لوگ ان ایام میں آپ کے اعلیٰ اخلاق دیانت۔ امانت۔ تقویٰ وطہارت صادق وامین ہونے کے مقرر ہیں۔ فقد لبثت فيكم عمرا من قبله۔ (یونس: ۱۶)

ملازمت خلاف طبیعت تھی۔ چھوڑ دی۔ والد بزرگوار کو خط لکھا کہ دنیا روزے چند عاقبت کار با خداوند۔ میں چاہتا ہوں کہ دین کی خدمت کروں۔

سب سے پہلا الہام والسّماء والطّارق۔ جس میں آپ کو اپنے والد کی وفات کی خبر اور الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ میں آپ کی آئندہ زندگی کی نسبت ایک اعجاز نما خوش کن وعدہ تھا۔ آپ نے ۱۸۸۰ء و۸۲ میں براہین احمدیہ لکھی۔ جس کے دلائل توڑنے پر دس ہزار کا انعام مقرر کیا۔ اور اسی میں شائع کیا کہ اس گاؤں میں دور دور سے لوگ آئیں گے اور تحفے لائیں گے اور مجھے اسلامی متقی جماعت دی جاوے گی۔ چنانچہ باوجود سخت مخالفت کے ایسا ہی ہوا۔ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں بیعت کا اشتہار دیا۔ پھر ظاہر فرمایا کہ میں وہ مسیح موعود مہدی مسعود ہوں۔ علامات قرب قیامت۔ رمضان میں کسوف وخسوف۔ زلازل۔ قحط۔ طاعون۔ صدی کا سرا۔ اونٹ کا بے کار ہونا۔ دریا میں سے نہریں۔ باہمی ملاقات کے ذرائع بڑھ گئے۔ خود آپ کا حلیہ مطابق حدیث تھا۔ روشن پیشانی۔ بلند ناک۔ دو زرد چادریں یعنی دو بیماریاں، ایک سر کی ایک ذیابیطس۔ عیسائیوں آریوں سے مباحثے ہوئے۔ عبداللہ آتھم ولیکھ رام مطابق پیشگوئی مارے گئے۔ جو آپ کی اہانت کو اُٹھا ذلیل ہوا۔ جس نے مباہلہ کیا ہلاک ہوا۔ جلسہ اعظم مذاہب میں آپ کا مضمون سب مذاہب کے مضامین پر غالب رہا لیظھرہ علی الدّین کلّہ۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۹ء کو ۳ سال قبل الوصیت کی تحریر کے مطابق کامیاب ہو کر وفات پائی۔ آپ نے اپنی تمام جائداد تمام آمد دین کی راہ میں لگا دی اور جانشین کے لئے اولاد کا ایما نہ کیا۔ بلکہ خدا پر چھوڑا۔ اور خدا نے اپنے فضل سے ویسا ہی خلیفہ عطا کیا ہے جو ہے نور الدین۔ ایدہ اللہ تعالیٰ۔'' (بدر قادیان مورخہ ۹ر جون ۱۹۱۰ء)

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: افسوس سوانح نویس نے حد درجہ اختصار سے کام لیا یہاں تک کہ ایسے ایسے ضروری واقعات بھی چھوڑ گیا جو کوئی مورخ نہ چھوڑے اس کے علاوہ بہت سے غلط واقعات لکھے ہیں اس لئے ہم تفصیل سے تو کیا بتلاویں، مختصر سے ایک دو واقعات لکھ کر اس میں ایزاد کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کی زندگی کے بڑے واقعات میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے خاکسار (ابوالوفاء) کو دعوت دی کہ قادیان میں آ کر میرے ساتھ تحقیق کر لو۔ یہ بھی لکھا کہ میرا نشان ہوگا کہ تم قادیان میں اس غرض کے لئے کبھی نہ آؤ گے۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۳۷) مگر میں ۱۰ جنوری ۱۹۰۲ء ۲ بجے دن کے قادیان دارالامان میں جا پہنچا۔ مرزا صاحب نے میری اطلاعی چٹھی کے جواب میں لکھا کہ ہم نے خدا کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ مباحثہ نہ کرینگے۔ (حالانکہ کوئی وعدہ نہ تھا) اس سے بعد ۱۵/اپریل

۷؍۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا جس کا عنوان درج ذیل ہے:

''مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ''

اس کے بعد ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کی بابت لکھا

(یکم اگست ۱۹۰۷ء تازہ الہام الٰہی۔ انی مهين من اراد اها نتک کا ذکر تھا۔ فرمایا (مرزا نے) کہ قریب العہد اہانت کرنے والا مرتد ڈاکٹر عبدالحکیم ہے جس نے بہت اہانت کے لفظوں میں ایک خط لکھا ہے اور ہماری موت کے متعلق پیش گوئی کی تھی۔ یہ وحی الٰہی پہلے بھی بہت بار نازل ہو چکی ہے مگر ہر بار اس کا شان نزول جدید ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی مخالفت سے رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ الحکم ۱۷۔ اگست ۱۹۰۷ء ص ۱۱)

نیز لکھا کہ عبدالحکیم میرے سامنے مریگا۔ مگر وہ بھی زندہ ہیں۔ نہایت افسوس ہے کہ مرزا کے سوانح نویس نے ان اہم واقعات کا ذکر نہیں کیا۔ کیا سچ ہے۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب   کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

باقی جس قدر احادیث مرزا کے حق میں لکھی ہیں بہت کم ہیں۔ وہ خود تو بقول مولوی نذیر احمد دہلوی نصف قرآن اپنے حق میں نازل کیا کرتے تھے مگر ہمیں اس سے بحث نہیں ہمیں تو یہ دکھانا تھا کہ راقم مضمون اہم واقعات کو چھوڑ گیا۔ اس لئے ہم نے اس کی تلافی کردی۔ امید ہے آئندہ کو مختصر یا مفصل سوانح نویس ایسا نہ کرینگے۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۳۴۔ مورخہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۱۰ء ص: ۴-۶)

قادیانی کذب بیانیاں

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها   ومن عهدها الا يدوم لها عهد

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عنوان ہذا بہت پرانا اور سالہا سال کا مصدقہ ہے۔ مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں کئی ایک مرتبہ اس کی تصدیق ہو چکی تھی اس لئے آج اس عنوان کی غالبا حاجت نہ تھی مگر صرف یہ بتلانے کو کہ قادیانی مشن بقول۔

ما مریدان رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں   رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

اپنے بانی کے پورے پورے پیرو ثابت ہوئے ہیں یہاں تک کہ تاویل اور تحریف میں بھی اسی کی چال چلنے پر مشاق ہیں۔ جس کی ایک تازہ مثال پیدا ہوگئی ہے۔

۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء کے بدر نے اپنے مشن کی شیخی بگھارتے ہوئے لکھا تھا کہ ہمارے واعظ ایسے خوش بیان ہیں کہ دوسرا ان کے مقابل کوئی نہیں ہوسکتا یہ شیخی بگھار کر مخالفین کو عموماً اور ضمناً خاکسار کو خصوصاً چیلنج دینے کو لکھا تھا:

> ''آؤ اور باتوں میں کیوں ہم سے تنازع کرتے ہو بہت مختصر راہ ہمارے تمہارے فیصلہ کی ہے۔ اسلام کی تبلیغ میں کسی مضمون پر جس میں صداقت اسلام مقصود ہو تم بھی غیر مسلم سامعین میں کچھ بیان کرو اور احمدی مبلغ بھی بیان کرتے ہیں پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ وقت پر کس کی تقریر کو بابرکت ثابت کرتا ہے۔'' (بدر ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء)

یہ عبارت کیا بتلا رہی ہے؟ اردو دان اصحاب سے مخفی نہیں۔ صاف طور پر دعوت مقابلہ دی ہے، اور صاف مطلب ہے کہ آؤ ہم سے مقابلہ کی تقریریں کرو، پھر دیکھو کہ وقت پر کس کی تقریر پُر اثر ثابت ہوتی ہے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ دونوں تقریریں ایک ہی جلسہ میں ہونگی۔ دوسری تقریر کے حاضرین بھی وہی ہوں گے جو پہلی کے تھے۔ جب ہی تو نتیجہ بروقت ثابت ہوگا۔ لیکن جب اس دعوت کی منظوری میں نے ۱۷۔دسمبر ۱۹۰۹ء کے اہلحدیث میں دی اور میرے بعد مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے بھی منظور کرلیا پھر تو قادیانی مشن میں ایسا سناٹا چھایا ؎

''چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔''

میں نے ۱۷؍دسمبر ۱۹۰۹ء کے اہلحدیث میں اس دعوت کی منظوری ان لفظوں میں دی تھی:

> ''یہ نوٹس دیکھ کر مجھے از حد فزوں خوشی ہوئی اگر میں ایسا نوٹس دیتا تو منظوری تمہارے ہاتھ میں ہوتی۔ مگر اب تو تم نے چیلنج دیا ہے جس کو منظور کرنا میرا کام ہے۔ لیجئے بسم اللہ بلا کسی شرط کے آتا ہوں اس مقابلہ کے لیے لاہور جیسے شہر سے اچھا مقام نہ ملے گا مناسب سمجھیں تو تین اشخاص معززین اہل علم اس کے لیے منصف بھی بنائے جائیں تاکہ آئندہ کو وہی جھگڑا پیش نہو کہ عبدالحکیم اور ثناء اللہ موافق پیشگوئی زندہ رہے ہیں یا مرگئے ہیں۔ ہاں میری دلی خواہش ہے کہ اس مقابلہ کے بعد ایک روز خاص قادیانی مشن کے متعلق دو دو گھنٹے لیکچر ہوں۔ جن میں بھی منصف ہوں تو اولی ہے لیکن ہونا شرط نہیں ہم بلاشرط حاضر ہیں۔

مرزا جی کے سچے دوستو! آؤ اب دیر کی بات نہیں لیکن ہم وجدانی پیشگوئی کرتے ہیں کہ کبھی نہ آؤ گے بلکہ یہ کہو گے کہ ہمارے خلیفۃ المسیح اجازت نہیں دیتے۔

اس کے بعد جب قادیانی مشن پر غشی کی نیند چھائی تو مرات کرات ان کو یاددہانی کی گئی آخر تنگ آ کر بدر نے ایک لمبا مضمون لکھا جو اپنی نوعیت میں پہلا فرد تو نہیں مگر اکمل فرد ضرور ہے۔ اس میں بہت سے دل آزار ہتک آمیز فقرے اور حسب مذہب قادیانی بہت سے بہتان لگا کر دل ٹھنڈا کیا گیا۔ خیر چونکہ ہمیں آنجہانی کے زمانے سے سننے کی عادت ہے اس لئے ہمیں ایسے کلمات سننے سے کوئی رنج نہیں ہوتا۔ ہاں اتنا کہے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ حق الامر یہ ہے کہ ایسے ہی خلاف واقع بہتانات سے ہم نے مرزا آنجہانی کی (کذب پر) تصدیق کی تھی۔ خدا کا شکر ہے اس کے مشن کے طریق عمل سے ہمارے خیال کی غلطی ثابت نہیں ہوئی بلکہ جناب مسیح علیہ السلام کا قول سچا پایا کہ ''درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔''

اس مضمون میں بدر نے کیا کہا؟ اگر ہم اسی کے الفاظ میں نقل نہ کریں بلکہ اس کو اپنے الفاظ میں بتلادیں تو ہم دو جرموں کے مرتکب ہونگے (۱) ایک تو اپنی عادت کے خلاف کرنے کے کیوں کہ ہماری عادت ناظرین اہلحدیث سے پوشیدہ نہیں کہ ہم مخالف کا مطلب ہمیشہ اسی کے لفظوں میں بتلایا کرتے ہیں۔ (۲) دوئم ایسا کرنے میں ہم قادیانی مشن کے پیرو ہو جائیں گے۔ جس کے بانی نے یہ بدرسم علمی دنیا میں جاری کی ہے کہ مخالف کا عندیہ اس کے الفاظ میں نہیں بلکہ اپنے الفاظ میں بتلایا کرتا تھا۔ جس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ منجملہ

(۱) غلام دستگیر قصوری کی بابت بحوالہ اُن کی کتاب ''فضل رحمانی'' صفحہ ۲۷ لکھا کہ مولوی صاحب نے میرے ساتھ مباہلہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا حالانکہ مقام مذکور پر یہ مضمون نہیں۔

(۲) مولوی اسمٰعیل علیگڈھی کی بابت لکھا کہ اس نے بھی میرے ساتھ اسی مضمون کا مباہلہ کیا تھا حالانکہ کہیں نہیں۔

ان دونوں مباہلوں کو دکھانے والے کے لئے ہماری طرف سے انعامی مضامین بذریعہ اشتہارات واخبارات شائع ہوئے۔ مگر کوئی بھی ایسا مرد میدان نہ بنا کہ دکھا دیتا۔

غرض یہ بدرسم قادیانی مشن کے ساتھ مخصوص ہے کہ مخالف کا مضمون اُس کے الفاظ میں نہیں بتلاتے بلکہ اپنے معتقدین کی آنکھوں میں مٹی نہیں کنکریاں ڈالنے کو اپنے الفاظ میں مخالف کا مطلب جس طرح چاہتے ہیں بگاڑ کر بتلاتے ہیں۔ مگر ہم تو بحکم شریعت ایسا کرنے سے ممنوع ہیں

لہذا ہم بدر کا مضمون اسی کے الفاظ میں بتلاتے ہیں۔ عنوان اس مضمون کا ہے ''دو منکروں کا چیلنج اور ہمارا جواب'' پہلے بسم اللہ ہی غلط بلکہ جھوٹ۔ ناظرین عبارت منقولہ (از بدر ۹- دسمبر ۱۹۰۹ء) دیکھ چکے ہیں کہ وہ از خود ہم کو چیلنج دیتا ہے جس کو ہم نے منظور کیا، نہ یہ کہ ہم نے اسے چیلنج دیا۔ کیسا ڈبل جھوٹ ہے کہ چیلنج تو خود دیں اور نام مخالف کا رکھیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ یا تو یہ لوگ صدق کذب میں تمیز کرنے کی عادی نہیں یا ان کو چیلنج اور قبول چیلنج میں تمیز نہیں۔ اسی کے قریب قریب بلکہ اس سے بڑھ کر تعجب اس کے بڑے بھائی الحکم سے ہے جو ۷-۱۴ جون کے پرچہ میں اسی مضمون پر بہت کچھ خلاف بیانیاں کر کے لکھتا ہے:

''میں نہیں کہہ سکتا کہ معزز بدر نے کس بنا پر اس اعلان کو شائع کیا اور کیوں ان (مولویوں) کی دعوت کو انہوں (معزز بدر) نے مسترد کر دیا۔''

افسوس بڑا بھائی بھی جھوٹ بولنے سے نہ بچا۔ دیکھئے انہیں چند لفظوں میں کیسا کچھ غلطاں پیچاں ہے۔ خود ہی لکھتا ہے کہ بدر نے اعلان دیا، جسکے معنے ہیں کہ بدر نے چیلنج دیا۔ یہ تکذیب ہے بدر کی، جو چیلنج ہماری طرف منسوب کرتا ہے۔ پھر اتنا کہہ کر اصل مذہب (کذب قادیانی) اس پر غالب آتا ہے تو لکھتا ہے کہ کیوں بدر نے انکی دعوت کو رد کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت یعنی چیلنج ہمارا ہے۔ حالانکہ دعوت، اعلان اور چیلنج ہم معنی ہیں۔ جب اعلان بدر کا ہے تو دعوت ہماری کیسی؟ سچ ہے ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا میرود دیوار کج

اسی لئے ہم نے ان دونوں بھائیوں کے حق میں بطور مثال لکھا تھا اور غالباً آئندہ بھی لکھیں گے: ''یکے دزد باشد دگر پردہ دار'' جب تک وہ قانونی کارروائی (جس کی وہ ہمیں دھمکی دیتا ہے) کر کے ہم کو نہ روک دے۔ مگر ایسی حمایت پردہ داری نہیں بلکہ دراصل پردہ دری ہے۔ غالباً ناظرین منتظر ہوں گے کہ ہم نے بدر کی اصل عبارت متعلق جواب ہذا ان کو سنا دیں۔ مگر عبارت مذکورہ سنانے سے پیشتر ہم ناظرین سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ ایک نظر پھر عبارت مرقومہ بالا منقولہ از بدر ۹- دسمبر پر ڈال جائیں پھر عبارت مندرجہ ذیل کو غور سے پڑھیں۔ بدر لکھتا ہے:

''ہماری اصل غرض تو اس تجویز سے وہ خدمت دین تھی اور ہے کہ جس کی ضرورت اس وقت سخت اسلام کو ہے۔ اور جس مقابلہ کے لئے ہم اب بھی اپنے منکروں کو بلاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آؤ ہماری طرح اور ہمارے مقابل خدمت دین پر کمر باندھو مختلف شہروں میں نہ اس لئے کہ احمدی مبلغین کی قابلیت اور لیاقت کا مقابلہ تم کو مدنظر ہے۔ بلکہ خدمت

اسلام کے لئے جاؤ۔ اور منکرین اسلام کے مقابل اپنی خصومتوں اور خصوصیتوں کو چھوڑ کر قرآن اور نبی کریم ﷺ کی شان بلند کرنے کے لئے وعظ ولیکچر دو۔ پھر تم دیکھ لوگے کہ ہم تم میں سے اول کس کو اس خدمت کی توفیق ملتی ہے۔ پھر کس کو خدا مقبولیت اور نصرت عطا کرتا ہے کس کی زبان پر چشمہ معرفت جاری ہوتا ہے۔ لیکن یہ تو وہ راہ ہے جو ایثار اور قربانی کو چاہتی ہے اور جن کی غرض صرف نمود وشہرت اور مالی فتوحات ہوں اور جن کی عادت سفر خرچ اور یومیہ فیس لینے کی ہو۔ وہ محض رضائے مولا کے لئے اور وہ بھی جب ان کے تجربہ اور علم میں موہوم ہو اپنے وقت، اپنی آسائش، اپنے مال کو بلا دم نقد عوضہ کے کس طرح خرچ کرسکیں۔ اس لئے ہماری تحریر کی اصلی منشاء کو یہ لوگ کیوں سمجھنے لگے تھے انہوں نے جونہی یہ تجویز سنی۔ فوراً اس کی للّٰہی غرض کو نظر انداز کر کے اس کو فتوحات مالی اور شہرت کا ذریعہ سمجھا اور اس بے نفس اور ایثار طلب تجویز کو ایک اکھاڑہ کی صورت میں منتقل کرنا چاہا۔'' (اخبار بدر قادیان ۲۳؍جون ۱۹۱۰ء)

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: بدر نے اس بیان میں ایک تو اصل کلام کو بگاڑا۔ اصل کلام ہمارے سامنے ہے۔ ناظرین دیکھ کر شہادت دے سکتے ہیں کہ از خود چیلنج دیا، جب ہم نے اسے منظور کیا تو اب اور ہی پہلو بدل دیا۔ کیا مزے سے لکھتے ہیں کہ اپنے اپنے طور پر اشاعت اسلام کرتے پھرو، قبولیت ہم دیکھیں گے۔ واہ کیا خوب۔ عبارت سابقہ میں بروقت اثر دیکھنے کا کیا مطلب تھا۔ کیا یہی کہ احمدی لیکچرار پشاور میں لیکچر دے اور محمدی واعظ کلکتہ میں، تو بروقت دونوں کا اثر معلوم ہو جائے؟ او نادان بدر اور الحکم کے ایڈیٹر ابوالحکم۔ کیا تم نے بھی اپنے پیرومرشد کی طرح سمجھ رکھا ہے کہ دنیا میں کوئی دانا نہیں۔ پھر کس جرأت اور حیا وشرم سے مجھ پر فیس یومیہ کی چوٹ کرتے ہیں۔ اگرچہ فیس یومیہ دے کر ملک میں بلایا جانا بھی ایک طرح سے قبولیت کی دلیل ہے کہ کسی متکلم میں علم کلام اور علم تقریر کا اس درجہ کمال ہے کہ لوگ سفر خرچ کے علاوہ اس کو یومیہ فیس دے کر بھی بلاتے ہیں اور اس بلانے میں یہاں تک ترقی ہے کہ بہت سے لوگ بوجہ تعارض تواریخ کے محروم رہ جاتے ہیں۔ میرے احباب بفضل خدا شہادت دے سکتے ہیں کہ ایک ہی ہفتہ میں متعدد مقامات سے طلبی ہوتی ہے لیکن میں چونکہ انجمن صادقین کا خادم ہوں اس لئے جہاں ایک دفعہ وعدہ کرتا ہوں دوسری جگہ کی طرف رخ نہیں کرتا جس پر دوسرے لوگ بعض دفعہ میری غیر حاضری کے سبب سے جلسہ ملتوی کر دیتے ہیں۔ ذٰلک من فضل اللّٰہ لیکن افسوس ہے کہ بدر نے اس میں اپنے پیرومرشد... اکبر

کی تقلید میں دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔

مرزا آنجہانی نے رسالہ اعجاز احمدی میں صفحہ ۲۳ پر میری نسبت لکھا ہے:

''دو آنہ کیلئے دربدر گدائی کرنیوالا۔ مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گذارہ کرنیوالا''

حالانکہ میں نہ کسی مسجد کا امام ہوں، نہ میں جنازہ خوان، بلکہ میری دعا ہے کہ قیامت تک میری اولاد میں بھی کوئی اس پیشہ کا نہ ہو۔ تاہم آنجہانی کو ایسا لکھتے ہوئے شرم نہ آئی تو تم دونوں چھوٹے بڑے بھائی کو۔ بقول ''کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا'' کیا شرم آتی۔

نہایت افسوس ہے کہ تمہارا پیشوا تو یہ دعویٰ کرے کہ جو میری بیعت میں آیا وہ اصحاب رسول اللہ (ﷺ) میں شامل ہوا۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱) مگر تم لوگوں کے اخلاق ایسے ذلیل اور گرے ہوئے ہیں کہ معمولی باتوں میں بھی جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں کرتے۔ ہاں میں بھولا جب شیخ ہی ایسا تھا تو فنا فی الشیخ کے درجہ والے کیوں ایسے نہوں۔

ناظرین حیران ہونگے کہ بدر نے اپنے سابقہ کلام کو جو پبلک میں شائع شدہ ہے ایسا کیوں بدلا، سو ان کی حیرت رفع کرنے کو ہم قادیانی مشن کے بانی آنجہانی مرزا صاحب کے وتیرہ کا ایک نمونہ دکھاتے ہیں۔

حضرت موصوف نے آتھم عیسائی کی بابت پیشگوئی ان لفظوں میں کی تھی کہ:

''وہ (آتھم) پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا۔'' (کتاب ''جنگ مقدس'' صفحہ ۱۸۹)

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ آتھم کی موت کی آخری مدت پندرہ مہینے ہے۔ لیکن جب پندرہ مہینے کی بجائے چالیس ماہ کے بعد آتھم مرا تو جناب مرزا کس خوبی سے فرماتے ہیں کہ:

''میں نے ڈپٹی آتھم کے مباحثہ میں قریبا ساٹھ آدمی کے روبرو یہ کہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔ سو آتھم بھی اپنی موت سے میری سچائی کی گواہی دے گیا۔'' (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۱)

ناظرین غور سے دیکھیں کہ سلطان القلم اور مسیح موعود ایسے ہی ہوتے ہیں جن کو اتنی بھی شرم نہو کہ ہماری تحریر ملک میں شائع ہوچکی ہے۔ لطف یہ ہے کہ یہ عبارت تشریحی بھی نہیں بلکہ صاف لکھا ہے کہ میں نے کہا تھا، یعنی اصل الفاظ ہی ہیں۔ اللہ اکبر! اس قدر جرأت کہ پندرہ مہینوں کی محدود عبارت کی حد اٹھا کر غیر محدود کر کے کہتے ہیں کہ میں نے یہی کہا تھا۔ یعنی اس میں پندرہ ماہ کی کوئی قید نہ تھی، بلکہ صرف اتنا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا، حالانکہ اصل کلام ہمارے سامنے ہے

اس میں تقدیم وتاخیر کا کوئی ذکر ہی نہیں۔لیکن چونکہ واقعہ ایسا ہوا کہ آتھم پہلے مرا، گو پیشگوئی سے دوسال بعد مرا، اس لئے آنجہانی نے حیاوشرم کو بالا طاق رکھ کر ارشاد فرمادیا کہ پیشگوئی میں میں نے یہی لکھا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا۔

ہمارے پنجابی نبی کے کرتب ان گنت ہیں ۔اصل الہام کی عبارت بھی ناظرین کے سامنے ہے پھر اسکی تشریح یا وہی عبارت بالفاظ دیگر ملاحظہ میں ہے۔ ان دونوں عبارتوں میں مانتے ہیں کہ میں نے کہا تھا کہ آتھم مریگا مگر ناظرین سن کر حیران ہوں گے کہ آتھم کی زندگی (مابعد پیشگوئی) میں آپ لکھتے ہیں کہ

''اعلیٰ درجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور ہماری تشریحی عبارت میں درج ہے یعنی موت وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارد نہیں ہوا۔''

اس کلام بے نظام میں آپ نے فیصلہ کردیا کہ پیشگوئی میں موت کا لفظ ہی نہ تھا۔ چلو فیصلہ شد۔کسی دل جلے عاشق نے ایسے ہی معشوق کے حق میں کہا ہے ؎

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے اے شوخ مزاج   بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

پس بدر کا اپنے کلام کو بگاڑ کر دوسرا مطلب لینا بالکل مرزائی سنت موکدہ کی پیروی ہے۔

او نادان مرزائیو! کیا تم دنیا کی آنکھوں میں مٹی ڈال سکتے ہو۔یہی قادیانی نبوت ہے جس کی اشاعت تم ملک میں کرنا چاہتے ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قادیانی علم الکلام گو بہت وسیع ہے مگر بحمد اللہ ہم کو اس قدر ملکہ ہے کہ ہم اس کو مختصر بھی کرسکیں۔قادیانی مشن کا علم کلام ایک ہی جملہ میں آسکتا ہے غور سے سنئے!

(۱) اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کی پیروی کرنے سے حضرت مرزا صاحب جیسے باکمال آدمی پیدا ہوسکتے ہیں۔''

علماء منطق کے ہاں بعض جملے ایسے ہوتے ہیں جن کی بابت وہ کہا کرتے ہیں: قضایا قیاساتھا معھا یعنی یہ ایسا حکم ہے کہ اس کی دلیل خود اسی میں موجود ہے جس کی مثال وہ دیا کرتے ہیں الحمد للّٰہ (سب تعریفات اللہ ہی کے لئے ہیں) یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ اس کی دلیل بھی اسی میں ہے۔اسی طرح قادیانی مشن کا دعویٰ مذکورہ بھی متضمن دلیل ہے۔ دعویٰ ہے کہ اسلام بڑے کمال کا مذہب ہے جس کی دلیل کیا ہی سنہری حرفوں میں لکھنے کے قابل ہے کہ مرزا صاحب کو جو کمالات حاصل ہوئے وہ اسی مذہب کی بدولت ہوئے ہیں۔آپ کے کمالات کیا تھے بس یہی کہ ؎

رسول قادیانی کی رسالت　　　جہالت ہے جہالت ہے جہالت

کبھی آپ کی پیشگوئی سچی نہیں ہوئی۔ کبھی آپ نے کسی مخالف کا حوالہ صحیح نہیں دیا۔ آہ آخری سین اس باکمال کا کس سے مخفی ہے جسکا نام اس نے خود ہی ''آخری فیصلہ'' رکھا تھا جسکا خاتمہ اس پر ہوا کہ ؎

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر　کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

الحکم کا ابوالحکم اپنے عجز کا ثبوت دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم اہلحدیث کے جوابات کی طرف اس لئے رخ نہیں کرتے کہ اس میں بجز تمسخر اور استہزاء کے کچھ ہوتا نہیں، مگر اسنے یہ نہیں بتلایا کہ اہلحدیث کا استہزاء کسی میراسی بچے سے بھی زیادہ ہے جن کا آبائی پیشہ ہی استہزاء ہوتا ہے۔

قادیانی مشن کے نونہال لاہور کے جلسوں میں اپنی کامیابی کو بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ خدا کی شان ہے جب آدمی حیا و شرم سے بے تعلق ہو جائے تو جو چاہے کہتا جائے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ہاں ہمیں خوشی ہے کہ لاہور کے جلسوں میں جو لوگ شریک تھے وہ اصلیت سے خوب واقف ہیں اور جو نہ تھے ان کو بتلانے کی حاجت نہیں۔ کیوں کہ قادیانی مشن کی کذب بیانیاں کسی سے مخفی نہیں۔ مختصر یہ کہ بدر نے ہمیں چیلنج دیا تھا جو ہم نے منظور کیا، مگر منظور ہوتے ہی بدر انکار کر گیا۔

ہاں الحکم کے ایڈیٹر ابوالحکم کا ایک سوال ہنوز باقی ہے۔ آپ پوچھتے ہیں کہ جالندھر میں خواجہ کمال الدین کے مقابلہ میں لیکچر دینے کی تم نے خواہش ظاہر کی تھی، تو اہالی جالندھر نے تم سے کیا کہا تھا؟ اس سوال کے جواب کے لئے اس نے انجمن صادقین کا مجھے واسطہ دیا ہے۔ اس لئے میں بحیثیت خادم انجمن ہونے کے سچائی سے اظہار کرتا ہوں کہ نہ میں نے خواہش ظاہر کی تھی، نہ کسی نے انکاری جواب دیا تھا۔ ہاں احباب جالندھر نے ازخود خواجہ موصوف کے بعد مجھے مجبور کیا تھا تو میں نے جالندھر میں جا کر ایک روز مع مولوی راجہ عبدالرحمٰن تقریر کی تھی جس میں صدر جلسہ جناب صوبیدار صاحب آنریری مجسٹریٹ تھے۔ اس جلسہ کا اثر کیا ہوا تھا؟ میں کچھ نہیں کہتا ایک فقرہ سنائے دیتا ہوں جس سے شناسان علم کلام سمجھ جائیں گے کہ ایک ہی لفظ سے تمہارا سارا اثر مٹ گیا تھا۔ تمہارے لائق لیکچرار خواجہ صاحب نے کئی روز مجھ سے پہلے اپنے لیکچر میں مسلمانوں کو اپنا قرب بتلانے یا دھوکہ دینے کے لئے کہا تھا کہ ہمارا اور ہمارے بھائیوں کا کوئی بڑا اختلاف نہیں، صرف اتنا ہے کہ وہ تو مسیح موعود کے منتظر ہیں اور ہم اس کے گذرنے کے قائل۔ بعض معززین جالندھر نے مجھے کسی کی معرفت کہلوایا کہ چونکہ مرزائی لیکچرار نے کوئی اختلافیہ کلمہ نہیں کہا تھا اس لئے آپ بھی ان کے اختلاف کا ذکر نہ کریں تو مناسب ہے۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ مگر جتنا کہا تھا اُتنا تو کہہ لوں؟ جواب ملا ہاں اتنے

میں تو ہرج نہیں۔ میں نے اثنا تقریر میں کہا کہ لائق لیکچرار نے سچ کہا تھا کہ کوئی اتنا بڑا اختلاف نہیں، واقعی بات بھی یہی ہے کہ اختلاف صرف اتنا ہے کہ مرزا نے ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو جو دعا کی تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے، ہم کہتے ہیں وہ قبول ہوگئی مگر ہمارے دوست کہتے ہیں نہیں ہوئی۔ اس پر اہل مذاق نے جو لطف اٹھایا اور داد دی میں اس کا ذکر نہیں کرتا۔ کسی سیدھے سادھے عقل سے خالی دیہاتی کو تیر لگا تو ہاتھ پر خون دیکھ کر کہتا جاتا ہے کہ خدا کرے جھوٹ ہو۔

مرزائی نادانو! کب تک جھوٹ کہتے جاؤ گے زمانہ تمہاری چالوں سے واقف ہے۔ آؤ میں تم کو منہاج نبوت بتلاؤں جس کا تم لوگ ہمیشہ دعویٰ کیا کرتے ہو۔ حضور پیغمبر ﷺ کو قرآن شریف ایسا فصیح و بلیغ کیوں ملا؟ یہی کہو گے کہ مخاطبوں کو اس فن میں دعویٰ تھا (بقول تمہارے) مرزا صاحب کو فن تصنیف میں ایسا ملکہ کیوں ملا؟ کہ (بقول لنگر کے ٹکڑہ خوروں کے) سلطان القلم ہوئے۔ اسلئے نہ کہ زمانہ کی ضرورت مقتضی تھی۔ حضور پیغمبر خدا (ﷺ) کو کسی کافر نے کہا مجھ سے کشتی لڑلو، اگر مجھے گرادو گے تو میں مسلمان ہو جاؤنگا۔ حضور نے بے حیلہ حوالہ اسے پکڑا اور گرادیا جس کا نتیجہ بھی خاطر خواہ ہوا۔ یہ ہے منہاج نبوت۔

آیئے ہم مانے لیتے ہیں کہ چیلنج ہماری طرف ہی سے تھا۔ یہ بھی مانے لیتے ہیں کہ (بقول تمہارے) ہماری نیت دنگل اور خود نمائی کی ہے، مگر تم اور تمہارے خلیفہ تو نیک نیت اور منہاج نبوت کے پیرو ہیں، تم لوگ نیک نیتی سے مقابلہ کرو۔ دیکھو ایک ہی فعل بد نیتی سے بد نتیجہ دیتا ہے تو نیک نیتی سے نیک دیتا ہے۔ ہم لوگ بدنیت ہی سہی تم تو نیک نیت ہو، پھر تمہیں اس کی کیا فکر۔ آؤ منہاج نبوت کے طریق پر مقابلہ کرو: تا سیاہ روی شود ہر کہ دروغش باشد۔

سنو! ہم اس مقابلہ کا پروگرام ابھی سے بتلائے دیتے ہیں۔ بغیر اظہار مقابلہ ایک روز چار گھنٹے تصدیق اسلام پر تقریریں ہوں جن میں دو گھنٹے احمدی لیکچرار اور دو گھنٹے محمدی واعظ تقریر کریں۔ دوسرے روز چار گھنٹے خاص معارف قرآنی پر لیکچر ہوں، دو گھنٹے احمدی اور دو گھنٹے محمدی۔ تیسری روز ایک بڑے عالیشان مضمون پر چار گھنٹے لیکچر ہوں جس کا عنوان ہو ''شان مرزا''۔ دو گھنٹے احمدی لیکچرار تصدیق کے دلائل بیان کرے اور دو گھنٹے محمدی واعظ تکذیب کے، مگر یہ ضروری شرط ہوگی کہ کوئی لفظ خلاف تہذیب اور دل آزار نہ بولا جائے۔ اس کے فیصلہ کے لئے تین ممبروں کی جیوری پہلے سے مقرر کی جاویگی جو صدارت جلسہ کا کام بھی دیگی۔

مرزائی دوستو! کیا اچھا موقع تبلیغ کا ہے، روح القدس کی مدد سے آؤ ہمت کرو ہاں اتنا یاد رکھنا کہ ؎

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت   واذا نطقت فاننی الجوزاء

نوٹ نمبر ۱:اس مضمون کے علاوہ دو مضمون اور بھی بدر مورخہ ۱۶ جون میں میرے برخلاف نکلے ہیں۔ایک آخری فیصلہ کے متعلق۔ دوئم میری شہادت بمقدمہ مرزا کے متعلق مگر شہادت والے کی بابت بدر مورخہ ۲۳ جون میں لکھا ہے کہ آئندہ اس پر مزید بحث ہوگی اس لئے ہم بھی اس بحث کے منتظر ہیں۔ ہاں آخری فیصلہ کے متعلق آئندہ ہم کچھ لکھیں گے۔انشاء اللہ۔

نوٹ نمبر۲: مضمون بالا میں میرے ساتھ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کا ذکر خیر بھی بدر میں آتا رہا ہے مگر میں نے اپنے جواب میں ان کا ذکر نہیں کیا، کیوں کہ بہت سے واقعات ان کے متعلق ایسے ہیں کہ میں ان سے واقف نہیں اس لئے مولوی صاحب اپنا جواب آپ دیں گے۔اور غالباً خوب دینگے

(اہلحدیث امرتسر ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ مطابق ۸ جولائی ۱۹۱۰ء ص:۱-۶)

(مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں) بدر قادیانی آج کل کسوف کی حالت میں ہے اسی لئے بجائے روشنی کے ظلمت پھیلا رہا ہے۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے جو اشتہار دیا تھا مطلب اس کا صرف اتنا ہے کہ آنجہانی کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے چونکہ میرے مشن کو سخت نقصان پہنچایا ہے اس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس کو مجھ سے پہلے موت دے۔اگر وہ مجھ سے پہلے نہ مرے تو میں جھوٹا ہوں ۔اس کے بعد واقعہ کیا ہوا؟ بتلانے کی حاجت نہیں ۔ مرزائی اخبار بدر نے اس کا جواب لکھا ہے جو قابل دید وشنید ہے وہ لکھتا ہے:

> حضرت اقدس مسیح موعود کے اشتہار کا ذکر کرتے ہوئے جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ دعا کے ذریعہ فیصلہ لکھا تھا سوال کرتے ہیں کہ بتاؤ فیصلہ کیا ہوا؟ اور اس مضمون کی سرخی یوں جماتے ہیں کہ : بدر قادیانی جواب دے۔، سوسننا چاہیے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ کے آگے فیصلہ کی یہ آسان راہ پیش کی تھی کہ اسلامی طریقہ کے مطابق دعا کے ذریعہ سے یہ جھگڑا طے پائے اور کاذب صادق کی زندگی میں مرجائے۔لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مولوی صاحب نے اور اس کے ساتھیوں نے اس فیصلہ کو منظور کرلیا تھا؟ کیونکہ ہرایک انسان اپنے مسلمات سے قائل کیا جاسکتا ہے نہ کہ دوسرے کے مسلمات سے۔ چونکہ مولوی ثناء اللہ اپنے مطبع اہلحدیث میں ایک اشتہار چھپوا کر شائع کیا تھا اور اس میں مرزا صاحب کے اشتہار کا جواب دیتے ہوئے ایسا لکھا تھا کہ کسی کے پیچھے زندہ رہنا کوئی ثبوت صداقت کا نہیں ہوسکتا بلکہ

حرامزادے کی رسی دراز ہوتی ہے، پس جب کہ اس اشتہار میں مولوی صاحب نے یہ ظاہر کردیا تھا کہ ان کا عقیدہ درازی زندگی کے متعلق کیا ہے، اس واسطے خدا نے بھی چاہا کہ انہیں اور انکے ہم خیال جماعت کو انکے عقائد کے مطابق سمجھا دیا جائے کہ حرامزادہ کون ہے۔ یہ ہے بدر قادیانی کا جواب مختصر الفاظ میں امید ہے کہ مولوی صاحب کی سمجھ میں آجائیگا اور ہمیں اور زیادہ تفصیل کرنے کی ضرورت نہ پڑیگی۔ (بدر ۱۶ جون ۱۹۱۰ء)

مولانا فرماتے ہیں: کیا تمہیں لوگ کہا کرتے ہو کہ اہل حدیث بدزبانی کرتا ہے۔ لو سنو! اصل حرامزادہ تو وہی ہے جو اپنے باپ کے نطفے سے نہ ہو، اس لئے وہ غیروں (حکیم نورالدین وغیرہ) کو باپ لکھتا ہو۔ مگر مرزا صاحب کی اصطلاح میں حرامزادہ وہ ہے جو راستی کو چھوڑ کر ناراستی اختیار کرے۔ پس ان دونوں تعریفوں کے مطابق اڈیٹر بدر کا فرض ہے کہ میرا کوئی اشتہار اس مضمون کا دکھاوے جو اس نے میری طرف نسبت کیا ہے۔ یہ تو ہے تمہارے کذب کا جواب نمبر ایک۔

اب سنو! اصل بات کا جواب۔ بدر نے قادیانی مشن کے اثر سے کمال ایمان داری کے ساتھ اصل مضمون کو بگاڑا ہے۔ لکھتا ہے مولوی ثناء اللہ کے سامنے فیصلہ کی آسان راہ پیش کی تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ سے دریافت کیا تھا کہ تم بھی اس صورت کو مانتے ہو یا نہیں۔ لیکن مولوی ثناء اللہ نے نہ مانا تو بس وہ صورت بھی رہ گئی۔

سبحان اللہ ایسی تحریف کی کہ یہودیوں کے بھی کان کتر ڈالے۔ اشتہار مذکور سے چند فقرات نقل کرتا ہوں ناظرین غور سے سنیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحقّ و انت خیر الفاتحین آمین۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپدیں اور جو چاہیں اسکے نیچے لکھدیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

ناظرین یہ جملے انشائیہ ہیں یا خبر یہ؟ یعنی ان میں مجھ سے کچھ استفسار ہے یا مجھ کو اور پبلک کو خبر دی گئی ہے کہ میں (مرزا) نے خدا سے اس مضمون کی دعا مانگی ہے پس تم بھی منتظر رہو۔ ادنی اردو دان بھی اس عبارت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے مجھ کو اور پبلک کو اطلاع دی ہے کہ فیصلہ کے منتظر رہو، نہ یہ کہ مجھے فیصلہ کی دعوت دی ہے اور میرے سامنے صورت پیش کی ہے، جو بدر نے نکالی ہے۔

او ظالم! اس طرح تم واقعات چھپا کر دنیا کو اندھا بنا سکتے ہو۔ آہ کیا سچ ہے!

خون ناحق بھی چھپائے سے کہیں چھپتا ہے　کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

او بدر! اگر تو واقعی بدر ہے تو آ ہم تیرے ہی حوالہ سے اس نزاع کا فیصلہ کئے دیتے ہیں۔ سن اور بدر ۲۵، اپریل ۱۹۰۷ء کا پرچہ نکال کر سامنے رکھ جہاں تو مرزا آنجہانی کی ڈائری لکھتا ہے کہ آپ نے (یعنی مرزا نے) فرمایا: ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

پھر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء کے بدر میں مرزا صاحب کی طرف سے تم (اڈیٹر بدر) نے میرے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

> مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا، اور حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔ اس واسطے مباہلہ کے ساتھ جو اور شروط تھے وہ سب کے سب بوجہ نہ قرار پانے مباہلہ کے منسوخ ہوئے۔ لہذا آپ کی طرف کتاب بھیجنے کی ضرورت نہ رہی..
>
> خادم مسیح موعود محمد صادق، قادیان ۵ مئی ۱۹۰۷ء

بتاؤ ان حوالہ جات سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ یہ کہ مرزا صاحب آنجہانی نے میرے ساتھ قطعی فیصلہ کر دیا تھا، یا صورت فیصلہ میرے سامنے پیش کی تھی؟

یہ ہیں صحیح واقعات۔ کیا الحکم کا ابوالحکم اس پر کچھ بولیگا؟

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۵ جولائی ۱۹۱۰ء ص ۱-۲)

پھر مولانا امرتسری ۲۲ جولائی ۱۹۱۰ء کے اہل حدیث کے شمارہ میں لکھتے ہیں:

یہ تیسرا نمبر ہے مگر ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ قادیانی مشن کی کذب بیانیاں کسی شمار میں آسکتی ہیں۔ ہرگز نہیں، اَن گنت اور بے شمار ہیں۔ جن کی اصل ہی افتراء اور بہتان پر ہو انکی فروعات کا

کون شمار کر سکے۔

آج ہم بدؔر کی اُس کذب بیانی کا جواب دینے کو ہیں جو میری شہادت کے متعلق مختلف رنگوں میں چہ میگوئیاں کیا کرتا ہے۔شکر ہے کہ میرے بار بار کے اصرار پر اس نے میرے اصلی الفاظ (جنکی میں ہنوز تصدیق نہیں کرسکتا) نقل کردیئے ہیں جو یہ ہیں:

''نماز نہ پڑھنے والا، زنا کرنے والا ایک قسم کا متقی ہے۔قرآن کا کوئی حکم توڑنے والا بھی متقی ہوسکتا ہے۔ دروغ گو میں اگر اور اوصاف شرعیہ ہیں تو وہ ایک معنی میں متقی ہوسکتا ہے۔ دروغ گو، جعلساز، بہتان باندھنے والا، افترا باندھنے والا، دغا دینے والا ایک معنی سے متقی ہے۔ بشرطیکہ خدا کی توحید پر قائم ہو۔'' (۱٦ جون ۱۹۱۰ء)

یہ ہیں (بقول بدؔر) میرے اصلی الفاظ۔ اِن سب میں اخیر پر جو شرط لگائی گئی ہے (بشرطیکہ توحید پر قائم ہو) یہ سب کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص توحید خداوندی پر مضبوطی سے قائم ہو۔ اس سے اگر گناہ کبیرہ کسی قسم کی ہوجائیں تو وہ مطلق تقویٰ سے خارج نہیں ہوجاتا بلکہ بوجہ توحید کسی نہ کسی درجے میں متقی رہتا ہے گو تھرڈ کلاس ہی میں ہو۔ یہ نہیں کہ ایسے کام کرنے جائز ہیں۔ اب میں ناظرین کو اپنے اس دعویٰ کی دلیل مع حوالہ سُناتا ہوں۔ قادیانی مشن کے بندوں سے تو توقع نہیں کہ وہ کچھ فائدہ اٹھاوینگے، ہاں ناظرین سے امید ہے کہ وہ اصل بات کو پاجاوینگے۔

اصؔل یہ ہے کہ تقویٰ کے مدارج ہیں تین۔ ایک یہ کہ توحید کامل کے ساتھ کبیرہ صغیرہ گناہوں سے بچنا۔ (۲) دوئم یہ کہ توحید کے ساتھ صغیرہ گناہوں کا سرزد ہوجانا۔ مگر کبائر (بڑے گناہوں) سے بچنا (۳) سوئم توحید کامل کے ساتھ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کا سرزد ہوجانا۔ یہ تین درجے ہیں متقیوں کے۔ تفسیر بیضاوی میں زیر آیت هدى للمتّقين تین قسمیں لکھی ہیں۔ مگر میں اس دعویٰ کو کہ گناہگار مرتکب کبائر بھی بشرط توحید ایکؔ معنی سے متقی ہیں۔ قرآن وحدیث سے ایکدفعہ پہلے ثابت کرچکا ہوں۔ اب بھی اسکا خلاصہ بتلاتا ہوں:

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ: تلك الجنّة الّتى نورث من عبادنا من كان تقيّاً ۔(پ ۱٦ ع ۷)۔(جنت کے وارث متقی ہوں گے)

اس آیت نے صاف بتلایا ہے کہ متقی لوگ ہی نجات پاوینگے۔ بہت خوب۔ حدیث شریف بروایت ابوذرؓ مشہور ہے وان زنٰى وان سرق یعنی موحّد آدمی کلمہ شہادت پڑھنے والا اگرچہ کبائر گناہ بھی کرتا ہو، نجات پاویگا۔ اس حدیث کو آیت مذکورہ کے ساتھ ملاکر دیکھیں تو نتیجہ

صاف ہے کہ تقویٰ کے مراتب کثیر ہیں۔ایک تقویٰ تو وہ ہے جو بیضاوی کے الفاظ میں یوں ہے کہ:

ان یتنزہ عما یشغل سرہ عن الحق ویتبتل الیہ بشرا شرہ وھو التقویٰ الحقیقی۔

یعنی اعلیٰ تقویٰ یہ ہے کہ انسان کا دل تمام قسم کی آلائشوں سے جو دل کو خدا کی طرف سے ہٹادیں پاک صاف اور ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہو۔ کچھ شک نہیں کہ یہ تقویٰ اعلیٰ درجہ کا ہے۔ جیسے مومن کامل کی یہی تعریف ہے کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔لیکن یہ نہیں کہ گناہگار مسلمان (بشرط اقرار توحید و رسالت) ایمان اور اسلام سے خارج ہے۔

پس جس طرح ایمان کے مختلف مراتب ہیں۔ جس طرح ایک گناہ گار مرتکب کبائر انسان بھی ایک معنی سے مومن ہے اسی طرح بدکار فاسق فاجر بھی (بشرط توحید) ایک معنی سے متقی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ایسے کام کرنے سے تقویٰ میں کوئی فرق نہیں۔ حاشا وکلا۔

او بدر! اب بھی تجھ میں کچھ نور آیا یا ہنوز کسوف ہی میں ہے۔ کیا تو ہمارے پیش کردہ حوالجات کی باقاعدہ ہماری تقریر نقل کرکے تردید کرسکتا ہے؟ انشاء اللہ نہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب میں نے عدالت میں شہادت دی تھی چونکہ مقدمہ بھی مرزا کا تھا اِس لئے مرزائی وکیل خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی نے ناک بھوں چڑھائی تو میں نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ تفسیر بیضاوی دیکھ کر آنا تھا۔ مگر مرزائی اور انصاف؟

ناظرین! یہ ہے اِن لوگوں کی دھوکا بازی کہ میرے مطلب کو بگاڑ کر مشہور کر رہے ہیں کہ معاذ اللہ میرے نزدیک جھوٹ بولنا وغیرہ جائز ہیں۔ یہ ایسی بات ہوئی کہ ایک شخص سے سوال ہو کہ نماز ترک کرنے سے آدمی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے یا نہیں؟ وہ اس کا جواب دے کہ اگر توحید پر پختہ ہے تو ایک معنی سے مؤمن ہے۔ پس قادیاں کا بے نور بدر غل مچادے کہ دیکھو جی اس کے ہاں نماز پڑھنی بھی کچھ ضروری نہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے ؎

جو بشنوی سخن اہلِ دل مگو کہ خطاست　　سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا است

کیا الحکم کا ابوالحکم بھی کچھ بولیگا؟ اخبار پرکاش نے بھی بدر کا مضمون نقل کیا تھا، اِسلئے اسکے سمجھانے اور نقل کرنے کیلئے مختصر فقرے بتلاتا ہوں۔

بدر نے میری شہادت میں نقل کیا ہے: جھوٹ بولنے والا وغیرہ ایک معنی سے متقی ہے۔

اس کا مطلب ایسا سمجھو کہ آریہ کی اصل تعریف ہے نیک آدمی، لیکن ایک تعریف یہ بھی

ہے کہ کسی آریہ سماج کا ممبر ہو۔ پس جو شخص آریہ سماج کا تو ممبر ہو مگر ویدک دھرم پر مضبوطی سے پابند نہو، جیسے عموماً آج کل کے آریے ہیں، جس کا انکار کسی کو بھی نہیں۔ گو وہ شخص پہلے معنی سے تو آریہ نہیں مگر ایک معنی سے آریہ ہے۔ یعنی ان معنی سے کہ آریہ سماج کا ممبر ہے، آریہ سماج کے مشن سے دلی ہمدردی رکھتا ہے۔ اس طرح جھوٹ بولنے والا وغیرہ اعلیٰ درجہ کے تقویٰ سے تو گر جاتا ہے اور بہت دور گرتا ہے لیکن چونکہ وہ توحید اور ایمان کا قائل ہے اِس لئے ایک معنی سے متقی ہے۔ اِس کا ثبوت مذہبی کتابوں میں ملتا ہے۔ میرا مطلب یہ نہ تھا کہ ایسے کام کرنے جائز ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۳۸۔ مورخہ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۱۰ء ص: ۱-۳)

قادیانی سوالات کے جوابات

حضرت مولانا محمد ابراہیم میر ؒ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

ایک دوست نے چند سوالات جو اس کو مرزائیوں نے لکھ کر دیئے تھے، میرے پاس جواب کے لئے بھیجے۔ چونکہ مرزائی لوگ یہ سوالات اکثر پیش کیا کرتے ہیں اور عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالتے رہتے ہیں لہٰذا ان کے جوابات پبلک میں شائع کرتا ہوں تا کہ دوسروں کو بھی علم ہو جائے اور ان کے دام سے بچ جائیں اور قادیانی بھی اپنے دام کا تارو پود ادھڑا ہوا دیکھ لیں۔ جن کا کہنا ہے: جو شخص ہمارے اعتراضات اور سوالات مندرجہ ذیل کے جوابات قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے بمدنظر اس کے کہ جوابات تناقض اور تعارض کے نقص اور عیب سے مبرا ہوں، دے، ہم ان کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔

❀ سوال: کسی امر میں اللہ اور رسول یا فرستادہ خدا کی صداقت پر کھنے کیلئے قرآن نے جو عام قاعدہ اور قانون کے نیچے منہاج نبوت اور رسالت کے اصول وضع فرمائے ہیں وہ کیا ہیں؟

❀ جواب: (از مولانا میر) سوال اول کا جواب سنیئے کہ قرآن شریف یا رسول برحق کی پرکھ کیلئے تین اصول بیان کئے ہیں۔ اول ظہور معجزہ، دوم تعلیم حق، سوم صدق وعدہ یعنی خدا تعالیٰ جو وعدہ ان سے کرتا ہے وہ پورا کرتا ہے۔

ظہور معجزہ کی دلیل حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے سامنے دعویٰ رسالت کرنا اور ظہور معجزہ کا بھی دعویٰ کرنا اور فرعون کے مطالبہ پر عصا اور ید بیضا کا معجزہ دکھانا اور نیز حضرت کا دعویٰ رسالت اور ظہور معجزات

تعلیم حق کی دلیل قرآن شریف کا دعوی کرنا کہ میری تعلیم سب سے بڑھ کر ہدایت والی ہے اور اس دعوی کا مطابق واقع ہونا اور نیز انبیاء کے دعوی رسالت کے ساتھ ہی اس تعلیم حق کا ذکر ہونا

صدق وعدہ کی دلیل آیت سورہ انبیاء ثم صدقنا هم الوعد

پس یہ تین امر ہیں جن سے صادق مدعی نبوت اور کاذب میں تمیز ہوتی ہے۔ قادیانی میں ان تینوں امروں میں سے ایک بھی نہیں پایا گیا، بلکہ برخلاف ان کے معجزات کا انکار اور باطل کی تعلیم اور سب باتوں یعنی پیش گوئیوں کا خطا نکلنا ثابت ہوا جو اس نے خدا پر افتراء باندھ کر شائع کی تھیں چنانچہ دوسرے سوال کے جواب میں اس کی مثالیں مذکور ہوں گی۔

سوال ۲۔ کیا حضرت مرزا صاحب جو مامور من اللہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں منہاج نبوت کی رو سے جھوٹے ہیں۔ جو مقابلہ سے دکھلاؤ۔

جواب (از مولا میر): بیشک مرزا قادیانی منہاج نبوت کی رو سے بالکل کاذب تھا۔ اول اسلئے کہ اس نے باوجود دعوی نبوت کے کوئی معجزہ نہیں دکھایا بلکہ اپنے عجز کو چھپانے کیلئے معجزات عیسویہ سے انکار کیا دیکھو ازالہ اوہام جلد اول۔

دوم اس لئے کہ اس نے باطل کی اشاعت کی۔ ایک کہ اس نے دعوی رسالت کیا اور آنحضرت ﷺ خاتم النبیین کی مہر کو توڑنا چاہا کیونکہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں صاف آیا ہے کہ میری امت میں تیس کے قریب دجال اور کذاب ہوں گے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کے دجل (فریب) اور کذب (جھوٹ) کی دلیل صرف یہ بیان کی کلّھم یزعم انّه رسول اللّٰه یعنی ہر ایک ان میں کا یہ گمان و دعوی کرے گا کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں۔ بس اس حدیث نے صاف بتلا دیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد صرف دعوی نبوت ہی دجال اور کذاب ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔

دوسری باطل تعلیم یہ کی کہ قرآن نے نص صریح اور ظاہر الفاظ میں فرما دیا کہ یہود نے حضرت مسیح کو صلیب پر نہیں چڑھایا۔ برخلاف اس کے قادیانی نے، مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کو بہت زور سے شائع کیا اور حقیقت میں اپنے دعوی کی بنیاد اسی بات پر رکھی۔

تیسری باطل تعلیم یہ کہ قرآن و حدیث نے صراحت سے فرشتوں کا زمین پر نازل ہونا اور پروں والا ہونا بیان کیا، برخلاف اس کے قادیانی نے ان دونوں باتوں کا انکار کیا۔ ملاحظہ ہو توضیح مرام مصنفہ قادیانی۔

اسی طرح اور بہت باطل امور ہیں جو قادیانی نے قرآن و حدیث کے برخلاف جاری کئے

سوم اس لئے قادیانی منہاج نبوت کی رو سے جھوٹا ہے کہ اس نے جو پیشگوئی خدا کا نام لے کر کی وہ غلط نکلی اور ان سے کوئی بھی پوری نہ ہوئی مثال کیلئے واقعات ذیل پر نظر کرو:

۱۔ عبداللہ آتھم کا ۱۵ مہینے میں مر جانا یا مسلمان ہو جانا۔ ان دونوں امروں میں سے کوئی بھی واقع نہیں ہوا۔ نہ عبداللہ آتھم ان ۱۵ مہینوں میں مرا اور نہ مسلمان ہوا بلکہ ۱۵ مہینے گذار کر عیسائی ہی رہا اور قادیانی کو جھوٹا ثابت کرتا رہا۔

۲۔ محمدی بیگم کا مرزائے قادیانی کے نکاح میں آ جانا۔ مرزا قادیانی بصد حسرت مر گیا لیکن محمدی بیگم اس کے نکاح میں نہ آئی

۳۔ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کا مرزا قادیانی کے سامنے مر جانا اور قادیانی کی عمر کا بڑھایا جانا۔ نہ ڈاکٹر عبدالحکیم قادیانی کے سامنے مرے، اور نہ قادیانی کی عمر بڑھی۔ بلکہ برخلاف اس کے قادیانی خود ڈاکٹر عبدالحکیم کے سامنے مر گیا اور خدا کے فضل سے ڈاکٹر صاحب ابھی صحیح سلامت ہیں۔ اور مئی سن حال (۱۹۱۰ء) میں خاکسار کو فیروز پور میں مع اپنے دو فرزندوں کے بخیریت ملے تھے۔

۴۔ مرزا قادیانی کے ہاں اس کے بیٹے مبارک احمد کی وفات کے بعد اس کی بجائے ایک اور لڑکا ہونا۔ مبارک احمد کی بجائے اس تاریخ کے بعد مرزا قادیانی کے گھر کوئی لڑکا نہیں ہوا، بلکہ خود قادیانی مر گیا اور بیوی بھی غیر حاملہ چھوڑ گیا جس نے آئندہ کی امید بھی توڑ دی۔

مثال کے لئے اتنے واقعات کافی ہیں، اور آخر میں ہم بطور قاعدہ کلیہ کے مرزائیوں سے اور خاص کر خلیفہ قادیانی سے سوال کرتے ہیں کہ آپ مرزا قادیانی کی صدہا ہزارہا پیش گوئیوں میں سے ایک ایسی پیش گوئی پیش کریں جو الہام کے الفاظ کے مطابق پوری ہوئی ہو۔

مرزا قادیانی نے اپنے مریدوں کی نظروں میں جہان کو علم سے خالی دکھانا چاہا ہے اور ان کی آنکھوں میں مٹی ڈال کر دنیا کو ان کی نظر میں تیرہ کر دیا ہے کہ منہاج نبوت کے یہ معنی بتائے کہ نبی کی پیش گوئی وقوع کے وقت سے کبھی ملتوی بھی ہو جاتی ہے۔ یہ تاویل باطل ہے اور غلط بیانی ہے۔ ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ خدا کے ہزارہا انبیاء میں سے کسی ایک نبی کا کوئی ایسا واقعہ بتائیں جس کی بابت نبی نے خدا سے اطلاع پا کر کہا ہو کہ یہ فلاں امر فلاں وقت پر یا اس سے پہلے یا اس سے پیچھے یا میری زندگی میں یا میری موت کے بعد (غرض کسی طریق پر بھی میعاد مقرر کی ہو) واقع ہو گا، تو وہ وقت غیر امر کے وقوع کے گذر گیا ہو۔ خلیفہ قادیانی کتب حدیث کی ورق گردانی کریں اور ہمیں کوئی ایسا واقعہ دکھائیں۔

سوال ۳۔ حدیث انّ اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کی رو سے مرزا صاحب اگر مجدد نہیں تو بتلاؤ پھر وہ کون شخص ہے جو اس صدی کیلئے مجدد ہو کر آیا ہو، اور اگر یہ مجدد نہیں اور نہ کوئی اور آیا ہے تو کیا یہ حدیث جھوٹی ہے۔ اگر یہ سچی ہے تو کیا اس صدی پر.. منقطع ہوگئی اگر منقطع ہوگئی تو سند پیش کرو۔

جواب (از مولانا میر): مجددیت کسی خاص شخص کا نام نہیں ہوتا۔ حدیث میں من عام ہے.. ۔ پس کسی خاص شخص کے دعوی کی ضرورت نہیں البتہ میاں نذیر حسین محدث دہلوی اور سید صدیق حسن بھوپالوی اسی زمانہ کے تھے جنہوں نے سنت نبوی کی اشاعت کی۔ مجدد کا کام سنت کو زندہ کرنا اور شائع کرنا ہوتا ہے نہ کہ بدعت کو پھیلانا، مرزا قادیانی نے بدعت پھیلائی، قرآن و حدیث کے منصوصات کے خلاف تعلیم کی، مجدد نہیں بلکہ مبتدع تھا، اور بہ سبب دعوی نبوت، تیس دجالوں میں سے بموجب اس حدیث کے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور اس کا ذکر اوپر سوال کے جواب میں گذر چکا ہے۔

سوال .. حدیث انّ لمھدینا آیتین لم یکونا منذ خلق السماوات و الارض .. الخ کی رو سے حضرت مرزا صاحب کے دعوی مہدویت کی صداقت ہوتی اور یہ حدیث گو کسی طبقے کی ہے بوجہ وقوع کے صحیح ثابت ہوگئی اور اس نشان نے مرزا صاحب کے دعوی مہدویت کے بعد آپ کے دعوی پر آسمانی شہادت سے مہر صداقت لگا دی۔ اگر مرزا صاحب مہدی نہیں تو بتلاؤ وہ مہدی جن کے دعوی کی صداقت کے لئے یہ نشان بطور شہادت کے ظاہر ہوا کہاں ہے؟ اور کس جگہ اور یاد رہے کہ گواہی کی ضرورت دعوی کے بعد ہوتی ہے جیسے وقوع میں آئی۔

جواب: سائل علم حدیث اور اصول حدیث سے بالکل بے خبر ہے انّ لمھدینا کوئی حدیث نہیں ہے جب استدلال کے وقت لفظ حدیث مطلقاً بولا جائے تو اس سے حدیث مرفوع صحیح مراد ہوتی ہے جو استدلال میں کام آتی ہے نہ کہ ہر ایک قول، جو حجت میں پیش نہیں ہوسکتا سائل اس کو حدیث قرار دیتا ہے۔ یہ قول تو صحابی کا قول بھی نہیں۔

دیگر یہ کہ یہ روایت سنداً بھی سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں شمر اور جابر جعفی دونوں راوی ضعیف ہیں۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے جابر جعفی سے بڑھ کر جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔

سوم یہ کہ واقعہ بھی اس کے مطابق وقوع میں نہیں آیا کیونکہ اس روایت میں صاف ہے کہ چاند کو رمضان کی پہلی رات میں گرہن لگے گا اور سورج کو نصف رمضان میں، حالانکہ اس طرح نہیں ہوا۔

اور اگر کہا جائے کہ پہلی رات کو چاند گرہن نہیں لگا کرتا تو اس کے جواب میں یہ یاد رہے کہ اس حدیث میں تو یہی لکھا ہے کہ ایسی بات ہوگی جو آگے کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔ اگر کہا جاوے کہ رمضان میں کسوف وخسوف کا اجتماع پہلے کبھی نہیں ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل بے علمی ہے یہ تو حساب کی رو سے کئی دفعہ ہوا۔ دیکھو کانا دجال مصنفہ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی۔

سوال: طاعون مسیح موعود کے نشانوں میں سے ایک نشان فرمایا گیا جیسے کہ قرآن اور حدیث میں بیان کیا گیا۔ قرآن میں لکھا ہے کہ طاعونی نشان چاند سورج کے گرہن کے نشان واقع ہونے کے بعد سرزد ہوگا جیسا کہ فرمایا گیا و جمِع الشّمس و القمر۔ یقول الا نسان یو مئذٍ این المفرّ۔ کلّا لا وزر۔ (قیامۃ: ۹۔۱۱) ۔یعنی جب مسیح موعود اور مہدی موعود کے نشان شمسی اور قمری کے وقوع کے بعد بھی لوگ انکار کریں گے تو ایسا عذابی نشان ظاہر ہوگا جس کو دیکھ کر انسان بول اٹھے گا کہ این المفر کہاں بھاگوں؟ پھر کہا جائے گا کہ اب کوئی جائے پناہ نہیں کہ اس عذاب کے عالمگیر ہونے کی طرف اشارہ جیسے دوسری جگہ فرمایا و ان من قریۃٍ الّا نحن مھلکو ھا قبل یوم القیامۃ او معذّبوھا عذاباً شدیداً۔ کان ذلک فی الکتاب مسطوراً (بنی اسرائیل: ۵۸)۔ پھر عالمگیر عذاب کا ظہور کسی رسول یا فرستادہ خدا کے آنے کے بعد ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا و ما کنّا معذّبین حتّی نبعث رسولاً ۔ اس مذکورہ بالا کی رو سے حضرت مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ اگر مرزا صاحب مسیح موعود نہیں تو بتلاؤ وہ کون فرستادہ خدا آیا جس کے لئے جمالی اور جلالی نشان وقوع میں آئے۔

جواب (از مولانا میر): سائل نے اس سوال میں جس قدر مقدمات باندھے سب افتراء اور باطل ہیں اور جو نتیجہ نکالا وہ بنائے فاسد بر فاسد ہے۔ اے قادیانیو! خدا سے ڈرو، تمہارا پیر تو افتراء ہی میں مر گیا اور اپنے عبرت ناک موت سے دنیا کو ڈرا گیا۔ اب تم تو خدا پر افتراء کرنا چھوڑ دو۔ آیت میں کہاں لکھا ہے اور کس لفظ کے معنی ہیں:

> جب مسیح موعود اور مہدی موعود کے نشان شمسی اور قمری کے وقوع کے بعد بھی لوگ انکار کریں گے تو ایسا عذابی نشان ظاہر ہوگا۔

کیا تم خود جاہل ہو اور قادیانی فریب میں آچکے ہو تو دوسروں کو بے علم خیال کرتے ہو آیت میں نہ طاعون کا ذکر ہے، نہ مسیح موعود و مہدی موعود کا، اور نہ تمہارے فرضی مسیح یا مفتری کذاب کا ذکر ہے، اور نہ کسوف وکسوف کے مجتمع ہونے کا ذکر ہے۔ پس تم ہی بتلاؤ خدا پر اتنے

افتراء باندھے، اس کی کیا سزا ہے۔ آیت میں تو قیامت کا ذکر ہے چنانچہ پہلی آیت سے پڑھو تو معلوم ہو جائیگا کہ صاف لفظ قیامت کا لکھا ہے یسئل ایّان یوم القیامۃ ۔ فاذا برق البصر ۔ و خسف القمر ۔ پس ان آیات کے معنی یہ ہیں کہ انسان پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا، یعنی خیال کرتا ہے کہ ہرگز نہیں ہوگا۔ سو اس کا جواب فرمایا کہ قیامت اس وقت ہوگی جب نگاہ پتھرا جائے گی اور چاند بے نور ہو جائے گا، اور سورج اور چاند یکجا کئے جائیں گے، اور انسان کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ۔ یہی صاف ترجمہ ہے، اور جو کچھ کہ تم کیا وہ سب افتراء ہے ۔ یقین نہ ہو تو قرآن شریف کے تراجم اور تفاسیر دیکھو، پھر جس کا ترجمہ صحیح نکلے اس کی پیروی کرو۔

اور دوسری آیت و ان من قریۃ میں جو تم نے طاعون مراد لیا یہ بھی بے بنیاد ہے ۔ آیت میں طاعون کے لئے کوئی لفظ نہیں، نہ تو کسی زمانے کی تخصیص ہے، اور نہ کسی عذاب کی تعیین ۔ بلکہ عام آیت ہے۔ پس اس سے بھی آپ کا مطلب نہیں نکل سکتا کیونکہ اس کو بھی کسی فرستادہ وغیرہ سے تعلق نہیں۔ اور یہ جو تم نے کہا کہ وما کنّا معذّبین حتّی نبعث رسولاً اس سے بھی تمہارا مذہب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آیت کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ جب کوئی عذاب آوے تو اس وقت کا رسول بھی ضرور موجود ہو، کیونکہ ایسے ابتلاء جو امراض کے قسم کے ہوتے ہیں وہ رسول کی موجودگی میں آتے ہیں اور رسولوں کی وفات کے بعد بھی۔ اگر تمہارے مذہب کے مطابق رسول کا موجود ہونا ضروری ہے تو حضرت عمرؓ کے عہد میں جو طاعون آیا تھا اس وقت کون سا رسول موجود تھا، اور اس کے بعد جب جب طاعون آیا، ان وقتوں میں کون کون رسول تھا؟ اور سلطنت مغلیہ کے وقت جب ہندوستان میں طاعون آیا تھا تو اس وقت کون رسول تھا؟

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ طاعون وغیرہ امراض کے لئے کسی فرستادہ خدا کا موجود ہونا ضروری نہیں ۔ ہاں رسولوں کے مبعوث ہونے کے بعد عذاب آنے کے یہ معنی ہیں کہ خلقت کے گناہوں پر اللہ تعالیٰ گرفت نہیں کرتا جب تک ان کی طرف رسول بھیج کر اپنی شریعت ان کو پہنچا نہ دے ۔ پس آنحضرت ﷺ کے بعد جب جب ایسے ابتلاء آئے تو اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کی معرفت شریعت آسان ظاہر ہو چکی اور لوگوں کو پہنچ چکی، اور لوگوں نے نافرمانی کی تو خدا نے کسی بلا میں گرفتار کیا۔

دیگر یہ کہ جو عذاب رسول برحق کے انکار پر آتا ہے اس میں صرف کفار ہی پکڑے جاتے ہیں کیونکہ عذاب کی وجہ یعنی انکار صرف منکرین میں پائی جاتی ہے اور مومن خواہ وہ کسی قدر گنہ گار بھی

ہوں اس عذاب سے بچائے جاتے ہیں جیسا کہ ہودؑ اور صالحؑ اور حضرت نوحؑ کی قوم کے ساتھ ہوا کہ صرف منکرین ہلاک ہوئے اور مومنین بچائے گئے۔ لہٰذا اگر یہ طاعون مرزا قادیانی کی تکذیب کی وجہ سے ہوتا تو مرزائی اس میں مبتلا نہ ہوتے، حالانکہ وہ بھی بیچ میں رگڑے گئے، ہندوؤں پر بھی اثر پڑا، مسلمان بھی مبتلا ہوئے۔ پس یہ ابتلاء ان ابتلاؤں میں سے ہے جن میں عام طور پر خدا اپنی یاددہانی کیلئے بندوں کو مبتلا کیا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا:

و لنبلونّکم بشیء من الخوف و الجوع و نقص من الاموا ل و الانفس و الثمرات، و بشّر الصابرین۔ (بقرہ:۱۵۵)۔

ایسے ابتلاؤں میں نیک و بد مطیع و عاصی مومن و کافر ہر دو جنس میں سے مبتلا ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا و اتقوا فتنۃ لا تصیبنّ الذین ظلموا منکم خاصہ (انفال:۲۵) (اور تم ایسے وبال سے بچو! کہ جو خاص کر ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں) اسی لئے حدیث شریف میں مطعون یعنی طاعون سے مرے ہوئے کو شہادت کا مرتبہ بیان کیا گیا ہے (بخاری، موطا مالک) ورنہ اگر طاعون رسالت کے انکار کے باعث ہوتا تو کسی مومن کو نہ ہوتا، اور وہ اس وجہ سے شہادت بنتا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جولائی ۱۹۱۰ء ص ۳۔٦)

الحکم پر بجلی گری

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کے انتقال سے کچھ دن بعد (۲۰ نومبر ۱۹۰۸ء کے) اخبار اہلحدیث میں اس عنوان سے لکھا گیا تھا کہ الحکم قادیان، مرزا قادیانی کے بعد مردگی کی حالت میں ہے۔ اس پر الحکم کے ابوالحکم نے بہت بُرا منایا تھا۔ مگر خدائی بول پورے ہوکر رہتے ہیں۔ آج کل الحکم پر بجلی کا ایسا اثر ہے کہ کئی کئی ہفتے لیٹ رہتا ہے۔ آتا ہے تو کئی ایک ہفتوں کا اکٹھا۔ چنانچہ ۱۲-۲۸ جون اور ۷۔ جولائی کا پرچہ بھی اکٹھا نکلا۔ مگر اوراق خواندگی اہلحدیث کی تقطیع کے برابر کے کل چار۔ اس سے بعد آج (۲۷ جولائی) کو پرچہ آیا تو اُس پر مورخہ ۲۱ جولائی لکھا ہے۔ ۱۴ جولائی ۱۹۱۰ء کا ہضم۔ کیا ابھی کسی کو شک ہے کہ الحکم پر بجلی نہیں گری۔ گری اور ضرور گری۔ فقطع دابر القوم الّذین ظلموا۔

(اہلحدیث جلد ۷۔ نمبر ۴۰۔ مورخہ ۲۸ رجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۵/ اگست ۱۹۱۰ء ص:۲-۳)

قادیانی اخبار بدر کے اڈیٹر مفتی محمد صادق لکھتے ہیں:

الحکم کی نسبت اکثر احباب دریافت کرتے رہتے ہیں انکی اطلاع کیلئے مرقوم ہے کہ ۷ ستمبر کے بعد آج ۲۸ ستمبر کو بھی پرچہ نکلا ہے جس میں اعلان کر دیا گیا ہے کہ آئندہ شیخ یعقوب علی کے واپس آنے تک اخبار شائع نہ ہوگا۔ سنا گیا ہے کہ شیخ صاحب جلد آنیوالے ہیں۔ امید ہے کہ سب انتظام پھر درست کرنیکی کوشش کرینگے۔ (بدر ۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء۔ ص ۷)

شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

جب سے مشین پریس جاری کیا گیا تھا اس کی وجہ سے کارخانہ کو ایک کثیر نقصان اٹھانا پڑا جس کی تلافی اس وقت تک نہیں ہوئی۔ اس میں کلام نہیں کہ بعض احباب نے میری حوصلہ افزائی اور ہمت بڑھانے کی ہر ممکن کوشش کی، مگر اسباب کے سلسلہ میں جو کام سب کے کرنے کا ہے وہ ایک دو سے نہیں ہوسکتا۔ ہاں میں شرح صدر سے اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح (نورالدین) نے جہاں مجھ سے الحکم سے الگ نہ ہونے کا عہد لیا ہے وہاں الحکم کی اعانت میں واجب التقلید حصہ لیا۔ صرف آپ کی خلافت کا عہد الحکم کی زندگی میں ایسا دور ہے کہ آپ نے متعدد مرتبہ اس کی مدد نقد روپئہ سے کی...

میری غیر حاضری میں الحکم کا بند رہنا، نہ اس وجہ سے ضروری تھا کہ آج کل پریس ایکٹ کی وجہ سے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، بلکہ اس پر پلیگ اور فصل ربیع کی کٹائی کا اضافہ ہوگیا۔ کارخانہ الحکم کا ایک پریس مین بیمار ہوکر فوت ہوگیا اور مزدور کٹائی فصل میں مصروف ہوگئے۔ یہ اسباب مل کر اتنے دنوں تک الحکم کے بند رہنے کا موجب ہوئے۔ اس میں اثنا میں بہی خواہان الحکم نے حسب معمول تردد کے خطوط لکھے، اور چونکہ میں دفتر سے غیر حاضر تھا اس لئے ان کے جواب نہ پہنچنے پر انہیں اور بھی حیرت ہوئی۔ میں نے اپنے سفر کے سلسلہ میں ایک عام اطلاع بدر میں شائع ہونے کے واسطے بھیجی تھی مگر وہ معلوم نہیں کیوں چھپ نہیں سکی۔ بعض لوگوں نے اس تعویق کے متعلق عجیب افواہ اڑائی جو میں نے لاہور جاکر سنی جب کہ بعض آدمیوں نے خود مجھ سے دریافت کیا اور وہ افواہ یہ تھی کہ اخبار الحکم کا پچھلا نمبر حضرت خلیفۃ المسیح نے جلوا دیا ہے اور اڈیٹر الحکم بھاگ گیا ہے۔ میں اس خبر کو سن کر اتنا حیران ہوا کہ میری زندگی میں یہ پہلا موقع تھا۔ اس لئے کہ اخبار خود میں نے شائع کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح نے ایسا کوئی حکم کبھی دیا ہی نہیں تھا، پھر یہ گپ کیوں اڑائی گئی.. ایسے مفتریوں کو جو حضرت خلیفۃ المسیح پر افتراء کرتے ہیں توبہ کرنی چاہیے۔ ایسی باتوں سے الحکم کو انشاء

اللہ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ مسیح موعود نے اس کو اپنا بازو قرار دیا ہے اب جو چاہتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت کا بازو ٹوٹ جائے وہ زور آزمائی مگر خدا سے ڈرے۔ ایسی افواہوں سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔

(الحکم ۲۸۔اپریل ۷مئی ۱۹۱۱ء ص: نمبر۱۳۔۱۴ جلد ۱۵۔ ص ۳)

اڈیٹر الحکم نے مولانا امرتسریؒ کی بات کا بہت برا منایا تھا لیکن حقیقت یہی ہے کہ الحکم ان دنوں اپنے دم واپسین پر تھا جس کی شہادتیں درج ذیل ہیں۔ شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

ابھی الحکم چار ہزار کا اور زیر بار ہے اور اس میں ایک ہزار روپیہ وہ بھی داخل ہے جو الحکم کی پا بجائی کے لئے ضروری ہے...

باوجود اس حالت کے کہ الحکم بے ترتیب شائع ہوا، کیا اس کی قبولیت میں فرق نہیں آیا۔ میں نے بعض اوقات چاہا کہ اسے بند کروں، مگر مسیح موعود کے خلیفہ نے تین مرتبہ عہد لیا کہ میں اسے بند نہیں کرونگا۔ یہ عہد بتاتا ہے کہ منشاء الٰہی ہے کہ خادم سلسلہ الحکم زندہ رہے۔

پس اے سننے والو سن لو! الحکم خدا تعالیٰ کے دین کا خادم ہے اس کے اڈیٹر کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس خدمت کے قابل دل و دماغ عطا فرمایا اور میں اس ربانی عطیہ پر ناز کرتا ہوں کہ میرے آقا اور مطاع خلیفۃ المسیح نے عموماً الحکم کی اڈیٹوریل خصوصیت کو سراہا ہے.. یہ محض فضل ربانی ہے میری قابلیت اور استعداد نہیں بلکہ سلسلہ حقہ کی خدمت کے طفیل مجھے یہ فضل دیا گیا ہے۔

ان حالات کے اندر کیا تم پسند کرتے ہو کہ وہ قلم جو خدمت کرنے کا اہل ہے محض اس وجہ سے رکا رہے کہ الحکم مالی زیر باری کے نیچے ہے۔ تمہاری غیرت اور حمیت کا تقاضا ہونا چاہیے تھا کہ تم خود بلا کسی تحریک کے اس کمی کو پورا کر دیتے اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی۔ مگر تم نے واقف ہو کر بے پرواہی کی اس کا جواب تم اللہ کے حضور دو گے۔

یاد رکھو کہ الحکم ان مشکلات سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے نکل جاوے گا لیکن تم پر یہ حجت رہ جائے گی آنے والی نسلیں الحکم کے پچھلے فائلوں کو پڑھیں گی اور اس کے کارناموں کو دیکھیں گی پھر وہ ان مشکلات کے سالوں کے اندر سے گذریں گی، تو تمہاری سرد مہری پر افسوس کئے بغیر نہ رہیں گی۔ اس زمانہ میں قلم کا ہتھیار تمہیں دیا گیا تھا اور ضرورت تھی کہ تم کپڑے بیچ کر بھی اس ہتھیار کی قدر کرتے، مگر تم خود سوچو کہ الحکم کے ساتھ تم نے کیا کیا ہے؟

میں پھر تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اپنے اس خادم کی خبر لو۔ میں یہ تحریک بھی نہ کرتا مگر اس

تحریک کا محرک دراصل وہ مبارک وجود ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی پاک وحی میں اولوالعزم کہا جس کو فضل عمر کہا اور اس کے عجیب عجیب نام رکھے، جو ہمارے لئے برکت اور فضل ہے، یعنی صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود.. انہوں نے الحکم کی ضرورتوں اور مشکلات سے متاثر ہو کر دس روپیہ مجھے بھیجے ہیں، اور یہ تحریک کی ہے کہ میں تحریک کرو۔ میں اس دس روپیہ کو دس کروڑ سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں، اس لئے کہ یہ اس ہاتھ سے ملے ہیں جو آیۃ اللہ ہے، اور اس دل سے نکلی ہوئی تحریک ہے جو مظہر انوار سماوی ہے۔ خدا کے فضل سے یہ ضرور بابرکت ہوگی...

یہ (امدادی) رقوم کم از کم دسمبر ۱۹۱۱ء تک آجانی چاہییں تاکہ جنوری ۱۹۱۲ء سے خدا تعالیٰ چاہے تو الحکم پہلی سی شان کے ساتھ نکل سکے ...میں نے اس مضمون کے لکھنے سے پہلے دیوان حافظ کھولا تو اس میں سے جو شعر نکلا جو وہ ہے

بہر کمند کہ خواہی بگیر و بازم بند بشرط آنکہ ز کارم نظر نگیری باز

سب سے آخر میں الحکم ہی کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور عرض کرتا ہوں کیونکہ اڈیٹر کا سب سے بڑا ذریعہ خط و کتابت و عرض حال اس کا اخبار ہی ہوتا ہے کہ:

میرے آقا! تیرا یہ خادم کیسا ہی نابکار ہو، مگر آخر تیرا ہے۔ لڑ لگے کی لاج ہوتی ہے۔ تیری خواہش ہے کہ قادیان سے کوئی کام شروع ہو کر بند نہ ہو۔ الحکم کے زور قلم اور اس کی قوت استدلال نے تیرے پاک دل میں اپنے لئے جگہ حاصل کی ہوئی ہے، تیرے طیب مال نے الحکم کی سرپرستی سے مضائقہ نہیں کیا، اگر اس کی کمزوریوں نے تیرے شفاف دل پر کبھی اثر پیدا کرنا چاہا ہے، تو الحکم کی خصوصیتوں نے اسے تیرے رحم کے نیچے فوراً محو کر دیا۔ یہ وقت اس کے لئے خاص امتحان کا ہے، ایک حصہ سے وہ نکل گیا ہے، دوسرا پرچہ باقی ہے۔ اپنی نیم شبی دعاؤں سے اس کی مدد فرما۔ تیری دعائیں ان بادلوں کو جو ابھی اس پر منڈلاتے ہیں فور کرنے کا اثر رکھتی ہیں۔ میں اس میں بھی قطعاً مضائقہ نہیں سمجھتا، بلکہ فخر رکھتا ہوں کہ یہ عرض کروں کہ دعاؤں کے ساتھ اپنے پاک مال سے بھی اب اس کی تائید میں وہ حصہ لے جو ابّ قوم (قوم کا باپ) ہونے کی حیثیت سے تیرے شایان شان ہے اور یونیورسٹی کی ضرورت سے بھی اس کا زیادہ احساس تیرے دل میں ہے...

خاکسار یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم قادیان۔ (الحکم ۲۸۔ اکتوبر۔ ۷ نومبر ۱۹۱۱ء)

ایڈیٹرالبدر قادیان نے الحکم بند نہ ہو، کے زیرعنوان درج ذیل اپیل شائع کی :

الحکم سلسلہ حقہ کا سب سے پہلا اور پرانا اخبار ہے۔ وہ ایسے وقت میں جاری ہوا تھا جب کہ قوم کو اس کی سخت ضرورت تھی، مگر ایک اخبار کے جاری کرنے کا کام مدبرین زمانہ کی نظر میں قمار بازی سے بڑھ کر نہ تھا، کیونکہ جماعت قلیل تھی اور اخبار خوانی کا مذاق کم تھا۔ ایسے وقت میں ایک اخبار جاری ہوا اور اب تک وہ قوم کی خدمت میں مصروف ہے۔

ہر ایک چیز کی خوبیاں اور نقائص اسکے شامل حال ہیں۔ دنیا میں کوئی شئی قدوس سبوح ہونے کا دعوی نہیں کرسکتی لیکن اس میں شک نہیں کہ الحکم کی خدمات قابل قدر ہیں اور قوم کا فرض ہے کہ اسے بند نہ ہونے دے۔ حضرت اقدس (مرزا) فرمایا کرتے تھے کہ الحکم اور بدر ہمارے دو بازو ہیں ان کے ذریعے ہمارے الہامات فوراً تمام ملک میں شائع ہو جاتے ہیں۔

بعض مالی مشکلات کے سبب جن کی تفصیل اخبار الحکم میں کی جاتی رہی ہے، کارخانہ الحکم سخت مقروض ہے۔ اسی کے سبب سے اخبار مشکلات میں ہے اور اس کی اشاعت میں بے ترتیبی واقع ہو رہی ہے۔ پھر بھی اس کے مالک کی ہمت ہے کہ وہ اب تک اسے نکالے چلے جاتے ہیں اور بالکل بند نہیں ہونے دیا۔ اب تازہ اخبار میں انہوں نے ایک اپیل قوم کے سامنے رکھی ہے کہ اس قرضہ کی ادائیگی کا انتظام کیا جائے۔ جو تجویز انہوں نے پیش کی ہے میرے خیال میں قوم کے متمول احباب کے آگے کوئی بڑی بات نہیں۔ بلحاظ الحکم کا پرانا خریدار ہونے کے میں نے خود بھی اس امداد میں حصہ لیا ہے اور بدر کی طرف سے بھی اس مالی امداد میں شمولیت ہوئی ہے گو موجودہ حالات کے لحاظ سے وہ بہت ہی قلیل ہے۔ میں اس تحریک کا اقتباس درج ذیل کرتا ہوں :

میں پھر تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اپنے اس خادم کی خبر لو۔ میں یہ تحریک بھی نہ کرتا مگر اس تحریک کا محرک دراصل وہ مبارک وجود ہے جس کو خدا تعالی نے اپنی پاک وحی میں اولوالعزم کہا جس کو فضل عمر کہا اور اس کے عجیب عجیب نام رکھے جو ہمارے لئے برکت اور فضل ہے یعنی صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد۔ انہوں نے الحکم کی ضرورتوں اور مشکلات سے متاثر ہو کر دس روپئہ مجھے بھیجے ہیں، اور تحریک کی ہے کہ میں تحریک کروں۔ میں اس دس روپئہ کی رقم کو دس کروڑ سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں اس لئے کہ یہ اس ہاتھ سے ملے ہیں جو آیۃ اللہ ہے، یہ اس دل سے نکلی ہوئی تحریک ہے جو مظہر انوار سماوی ہے۔ خدا کے فضل سے یہ ضرور بابرکت ہوگی اور نتیجہ خیز (نتیجہ یہ ہوا کہ اخبار جلد ہی بند ہوگیا۔ بہاء) پس میں احباب اور سرپرستان الحکم میں سے چار سو ایسے احباب کو بلاتا ہوں جو

صاحزادہ صاحب کی اس مبارک سنت کی تقلید کریں اور الحکم کی مشکلات میں اس کے ناصر ہوں بعض ایسے احباب ہیں جو ایسے سوسو روپیہ دے سکتے ہیں الحکم کے خریداروں میں سے چار سو ایسے آدمیوں کا نکلنا کچھ بھی مشکل نہیں اور یہ رقوم از کم دسمبر ۱۹۱۱ء تک آ جانی چاہییں تا کہ جنوری ۱۹۱۲ء خدا تعالی چاہے تو الحکم پہلی سی شان سے نکل سکے،۔ (اخبار بدر قادیان ۱۶ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۷)

❁ اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

الحکم کی بے ترتیب اشاعت نے مخالفین کو خوش ہونے کا موقع دیا ہے اور ان میں سے زیادہ بلکہ اکیلا خوشی کرنے والا امرتسری منکر ہے۔ وہ بغلیں بجاتا ہے کہ اس نے الحکم پر بجلی گری والا مضمون جو لکھا تھا وہ پورا ہوا ہے۔ میں سر دست اس پر کچھ نہیں کہتا، انشاء اللہ العزیز وقت آتا ہے جو اسے جواب دے گا۔ اگر وہ شرافت اور متانت سے کام لیتا تو ایسی خوشی سے جو اس کی اخلاقی حالت کی پردہ در ہے باز رہتا۔ وہ دیکھتا ہے کہ اخبار الحکم نے احمدی قوم میں خدا کے فضل اور تائید سے وہ روح پیدا کردی ہے کہ احمدی قوم اپنی ستہ ضروریہ میں اخبار کو بھی ایک ضرورت سمجھتی ہے اور اسی جوش اور شوق کا نتیجہ ہے کہ الحکم کا کام کرنے والے اس وقت تین اخبار اور چار رسالے موجود ہیں خصوصاً احمدی، امرتسر منکر (ثناء اللہ) کی نخوت اور تعلیٰ کا کیڑا نکالنے کیلئے الحکم سے بھی زیادہ اپنے قلم میں قوت رکھتا ہے۔ پھر اس کیلئے یہ کون سا خوشی کا مقام ہے۔ علاوہ بریں احمدی قوم (خدا نہ کرے) ایسی بے حمیت اور بے پرواہ نہیں کہ وہ اپنے پیشرو جریدہ کی قدر نہ کرے۔

بہر حال امرتسری منکر کی خوشی کو چھوڑ کر جو بیہودگی کی دلیل ہے، الحکم کے لئے یہ کم خوشی کا مقام نہیں کہ اس کی ان مشکلات میں جو مشین پریس کے اجراء کی وجہ سے پیدا ہوئیں الحکم کے قدر دانوں نے اعانت کی طرف ہاتھ بڑھایا ہے۔ میں نے پہلے بھی ظاہر کیا تھا کہ الحکم کی اعانت کے لئے جو عملی تحریک حضرت صاجزادہ (محمود) صاحب نے فرمائی ہے کہ احباب دس دس روپیہ اس فنڈ میں دے دیں، یہ انشاء اللہ بابرکت ہوگی۔ اور اس کے اثر میں میں دیکھتا ہوں کہ لالہ دینا ناتھ اڈیٹر ہندوستان نے بھی دس روپیہ اس فنڈ میں دینے پسند کئے ہیں۔ ان کا روپیہ پہنچ گیا ہے اور میں خصوصیت سے ان کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے باوجود غیر مذہب ہونے کے الحکم کے احیاء اور بقاء کی ضرورت سمجھی۔

لالہ دینا ناتھ نے جس اصول پر الحکم کی اعانت کی ہے وہ میرے لئے ایک قیمتی چیز ہے

انہوں نے اپنے خط میں ظاہر کیا ہے کہ الحکم کی اعانت اسلیئے کرتے ہیں کہ وہ ایک نیکدل اور بااصول اخبارنویس کے ہاتھ میں ہے۔ گویہ ان کا حسن ظن ہے لیکن ایک کامیاب اخبارنویس اور ہندوقوم کے ایک مسلمہ لیڈنگ پیپر کے ایک اڈیٹر کی قلم سے یہ رائے اخبار الحکم کی قدر و قیمت میں بیش بہا اضافہ ہے، اس سے مسلمان اخبارنویسوں کو سبق لینا چاہیے۔ جہاں مسلمان اخباروں میں امرتسری منکر کی وہ حالت ہے کہ وہ الحکم کی مالی مشکلات پر خوش ہوتا ہے، وہاں ایک ہندو اخبارنویس (جس کو امرتسری منکر مخالف قرار دیتا ہے حالانکہ لالہ دینا ناتھ نے آج تک احمدی سلسلے کے متعلق ایک لفظ بھی خلاف نہیں لکھا) اپنی وسعت حوصلہ کا اس طرح پر اظہار کرتا ہے جس سے اسکی شرافت عیاں ہے۔

مجھے ایسی مدد لینے میں قطعاً انکار نہیں ہوسکتا اور نہیں ہونا چاہیے میں اسے ھذا من عند اللہ سمجھتا ہوں۔ بہرحال حضرت صاحبزادہ صاحب کی اس عملی تحریک پر کام شروع ہوگیا ہے۔

میں ان خطوط کو اس وقت درج نہیں کرسکتا آئندہ خدا تعالیٰ نے چاہا تو سلسلہ وار درج کردونگا، فی الحال اس مضمون کے آخر میں ان بزرگوں کے نام درج کردیتا ہوں جنہوں نے اس وقت تک اس غرض کے لئے روپیہ بھیجا ہے یا وعدہ فرمایا ہے۔ اس فہرست کے درج کرنے سے پہلے میں اتنا اور کہنا چاہتا ہوں کہ احمدی قوم! فرش شناس قوم کی جیب پر کچھ شک نہیں بہت بڑا بوجھ ہے مگر یہ بھی اس کی ضرورت ہے جو دوسری ضرورتوں کی طرح اٹل ہے میں خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیشہ متوقع ہوں کہ وہ الحکم کی غیبی امداد کرے گا اور نیکی اور بھلائی کے فرشتے قوم میں وہ روح پیدا کردیں گے جو اس کی اعانت کے لئے اٹھ کھڑی ہوگی۔ میرے خیال میں جو لوگ یک مشت نہ دے سکیں وہ دو یا تین قسطوں میں ادا کردیں۔ غرض ضرورت ہے کہ الحکم کی اعانت کی جاوے۔

فہرست معاونین۔ مرزا محمود۔ ۱۰ روپئے۔ بابو عبدالرزاق سٹیشن ماسٹر ۱۰۔ غلام رسول تمیم انسپکٹر ۱۰ روپیہ۔ شیخ عاشم علی گرداور ۱۰ روپیہ۔ منشی برکت علی شملہ ۱۰۔ روپیہ۔ لالہ دینا ناتھ ۱۰ روپیہ۔ اختر علی انسپکٹر ۱۰ روپیہ وعدہ۔ (الحکم قادیان جلد ۱۵ نمبر ۳۸، ۲۱ دسمبر ۱۹۱۱ء)

چندروز بعد اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

کچھ شک نہیں کہ گذشتہ سال کے آخری حصہ میں الحکم کی حالت بہت کچھ کمزور رہی اور اس کی اشاعت میں بے ترتیبی اور تعویق واقع ہونے لگی جس پر امرتسری مکذب نے نہایت شوخ چشمی کے ساتھ ہنسی اور خوشی منائی۔ کاش اسے معلوم ہوتا ہے کہ تلک الایام نداولہا بین

الناس کے ماتحت اگر الحکم پر ابتلا آیا تو اس ابتلاء پر خوش ہونا حماقت ہے۔ انبیاء کے سلسلہ کی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کی زینت ابتلاؤں ہی سے ہوتی ہے۔ الحکم ایک ایسے پاک سلسلہ کا خادم ہے جو منہاج نبوت پر قائم ہوا ہے۔ پھر اس کے ماتحت اگر اس پر ابتلا آ جاتا تو تعجب کا مقام نہ تھا۔ یہ ابتلاء بہت سے مفاد کا موجب ہوا ہے جن کی تشریح خدا نے چاہا تو دوسرے وقت پر ہو سکے گی اس ابتلاء کے باوجود الحکم کی اشاعت میں ایک کی بھی کمی نہیں ہوئی بلکہ خدا کے خاص فضل کا نشان ہے میں اس محبت اور اخلاص کے لئے جو الحکم کے سرپرست اس کے ساتھ رکھتے ہیں اپنے ناظرین کا شکرگذار ہوں..

الحکم کے ساتھ اس کے ناظرین کی یہ محبت اور یہ اخلاص مجھے جرأت دلاتا ہے کہ میں ان کی خدمت میں عرض کروں کہ وہ اپنے پیارے الحکم کے بقا اور استحکام کے لئے جو کوشش وہ کر سکتے ہیں کریں.. باوجود ان مشکلات کے جو الحکم کی راہ میں ہیں جن کے پرخطر حملوں کو نااہل دشمنوں نے فرشتہ موت سے تعبیر کیا الحکم اللہ کے فضل سے اب تک زندہ ہے اور میرا ایمان ہے کہ زندہ خدا کے زندہ سلسلہ کا خادم کسی نہ کسی رنگ میں انشاء اللہ العزیز زندہ رہے گا۔ اس کے بعد شاید یہ سوال ہو کہ الحکم کا مستقبل کیا ہوگا، اور اس سال کے لئے اس کا کیا پروگرام ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ کیا ہوگا اور کیونکر ہوگا۔ (الحکم قادیان ۷ جنوری ۱۹۱۲ء جلد ۱۶ ص ۳)

بدر کی بدروی

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۸/ جولائی ۱۹۱۰ء کے اہلحدیث میں لکھا گیا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے میری نسبت غلط گوئی اور کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ کفن فروشی اور وعظ گوئی پر تیرا گذارہ ہے۔ اس پر میں نے لکھا کہ میں نہ تو کسی مسجد کا امام ہوں نہ ہوا تھا۔ بلکہ میری دعا ہے کہ میری اولاد میں بھی کوئی کسی مسجد کا امام نہو۔ جس کا مطلب حسب قرائن صاف تھا کہ آج کل امامت جو مردہ شوئی اور کفن فروشی سے تعبیر ہو سکتی ہے اس کی نفی کی تھی۔ اس کے جواب میں قادیانی بدر لکھتا ہے۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ۸/ جولائی ۱۹۱۰ء کے اہلحدیث میں لکھتے ہیں۔ میں نہ کسی مسجد کا امام ہوں نہ میں جنازہ خواں۔ بلکہ میری دعا ہے کہ قیامت تک میری اولاد

میں کوئی اس پیشہ کا نہ ہو۔''

رسول کریم ﷺ، ان کے خلفائے راشدین مسجد کی امامت خود بنفس نفیس فرماتے رہے اور جنازے پڑھاتے رہے۔ آج چودھویں صدی کا ایک مولوی اُسے موجب ہتک قرار دیتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ میری اولاد میں کوئی مسجد کا امام اور جنازہ پڑھانے والا نہو۔ اس پیچیدگی کی کیا ضرورت تھی۔ صاف الفاظ میں کیوں نہیں کہہ دیا کہ میری اولاد میں کوئی مسلمان نہو۔'' (اخبار بدر قادیان، ۱۴ر جولائی۔ ۱۹۱۰ء)

مولانا فرماتے ہیں اسی کو کہتے ہیں ؎

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے دے آدمی کو موت پر یہ بدادا نہ دے

ہاں بدر صاحب! یہ تو بتلایئے جب کہ خود حضور پر نور اور آپ کے خلفاء راشدین امامت کراتے تھے تو تمہارے پیرومرشد (مرزا) کو کس بھڑنے کاٹا تھا کہ آپ امامت نہ کراتے تھے بلکہ مولوی عبدالکریم کو امام بنایا ہوا تھا۔ مہدی اور مسیح ہوکر بالاختیار ترک سنت۔ افسوس یہ ہے کہ مخالف کا مضمون اسکے اصلی الفاظ میں نہیں دکھاتے، بلکہ اپنے حسب منشا بنا کر اپنے ناظرین کی آنکھوں میں مٹی ڈالتے ہیں جو ایک سخت ظلم ہے۔ مگر وہ ایسا کرنے میں معذور بھی ہیں جب کہ ان کے رادھا سوامی (مرزا آنجہانی) بھی ایسا کرتے رہے تو ان سے کیا توقع ہوسکتی ہے۔

(اہلحدیث جلد ۷۔ نمبر ۴۰۔ مورخہ ۲۸ رجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۵ر اگست ۱۹۱۰ء ص: ص: ۳)

یہ شرط کوئی مشکل نہیں

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار بدر نے فخریہ لکھا تھا کہ ہمارے (سلسلہ مرزائیہ کے) واعظوں اور لیکچراروں کو خدا نے یہ برکت عطا کی ہے کہ ان کی تقریروں میں ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ اگر ہمارا سلسلہ جھوٹ پر ہے تو یہ برکت خداوندی کیوں ہے۔ پھر شیخی بگھاری تھی کہ کوئی مخالف ہے کہ ہمارا مقابلہ کر سکے؟ جس کے جواب میں بخوشی منظوری دی گئی۔ میرے ساتھ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی بھی اس مقابلہ کیلئے تیار ہوئے۔ قادیانی بدر مدت تک کسوف میں رہا آخر کار جب کسوف سے نکلا تو جواب دیا کہ تم بھی ملک میں پھر کر لیکچر دیتے پھرو، ہم بھی دینگے۔ خدا جس کو کامیاب کریگا معلوم ہوجائیگا۔ اس کے جواب میں

لکھا گیا کہ یہ تمہاری سابقہ تحریر کے برخلاف ہے مقابلہ کے لیکچر ایک ہی جلسہ میں ہونے چاہئیں۔ اس پر اس نے ۴ر اگست کے پرچے میں ایک نوٹ لکھا ہے جو قادیانی کذب بیانی کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

شرط کیونکر پوری ہو: ہمارے مکرم دوست بابو فرزند علی نے ذکر کیا کہ خواجہ صاحب کے ساتھ ایک ہی اسٹیج پر تقریر کرنے کی جو تجویز مولوی ثناء اللہ نے تحریر فرمائی ہے (خواجہ صاحب کا نام کون لیتا ہے ہمیں کسی خاص شخص سے کیا مطلب؟ یہ دروغ نمبر اول ہے) اس میں جو شرط مولوی صاحب نے یہ لگائی ہے کہ سامعین ہر دو تقریروں میں وہی ہوں یہ شرط پوری نہیں ہوسکتی۔ میں نے دو دفعہ مولوی ثناء اللہ کا لیکچر سنا ہے ایک تو انجمن حمایت الاسلام لاہور میں، جب مولوی صاحب نے وعظ شروع کیا تو فوراً لوگ اُٹھنے شروع ہوگئے۔ انجمن کے کارکنوں کو کہا گیا کہ لوگوں کو بٹھانے کا انتظام کروانہوں نے کہا ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ہمارا کام یہ تھا کہ ہم مولوی صاحب کو اسٹیج پر کھڑا کردیں اب لوگوں کو بٹھانا مشکل کام ہے، ہم کس کس کو مجبور کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی ایک مباحثہ میں مولوی ثناء اللہ کا حال ہوا، جہاں دو گھڑی کھڑے ہوئے لوگوں نے بھاگنا شروع کیا۔'' بدر ۶ر اگست ۱۹۱۰ء

مولانا فرماتے ہیں: بابو فرزند علی کو میں جانتا ہوں، گو وہ مرزائی ہے مگر ایسا نہیں کہ واقعات خود بنالے۔ ایڈیٹر بدر کی یہ کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً اسی لئے حکیم نورالدین خلیفہ قادیانی نے بھی ایڈیٹر بدر کو غیر ثقہ راوی قرار دیا ہے۔ ایڈیٹر بدر کی خواہش پر وہ خط ہم شائع کردینگے۔ بدر کی کارستانی نہیں تو بابو مذکور سے انجمن کے اس جلسہ کی تعیین کرائے

((۲) ۱۱ر اگست کے بدر میں بابو مذکور نے ایڈیٹر بدر کی تکذیب کر کے لکھا ہے کہ واقع کانفرنس کے جلسہ منعقدہ امرتسر کا ہے۔ چنانچہ اسکے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''مولوی ثناء اللہ صاحب کے کھڑے ہوتے ہی حاضرین میں ہل چل مچ گئی اور گو مولوی صاحب نے منتظمین سے شکایت کی لوگ اٹھتے گئے۔ اور سماں نہ بندھا مگر مولوی صاحب وعظ کئے گئے۔ اور بعض لوگ اخیر تک سنا کئے انجمن حمایت اسلام کے موقعہ پر تو آخر کار مولوی صاحب کو وعظ بند کردینا پڑا تھا اس وجہ سے کہ لوگ سنتے نہ تھے۔'' بدر ۱۱ر اگست

کانفرنس کا واقعہ صرف اس قدر ہے کہ امرتسر کے بعض اہل بدعت کو خطرہ تھا کہ یہ ہمارے برخلاف کہے گا اس لئے انہوں نے شروع شروع میں کچھ ہل چل کرنی چاہی تھی لیکن ان کی اس حرکت سے کوئی نقصان نہ ہوا۔ وعظ

برابر ہوتا رہا۔ انجمن حمایت اسلام کے جلسہ کا ثبوت اس سال کا تازہ ہے کہ بقول پیسہ اخبار جتنی کثرت ہمارے، میرے اور مولوی ابراہیم صاحب کے، وقت میں تھی دوسرے کسی وقت میں نہ ہوئی تھی۔) ورنہ یہ بیان کذب نمبر۲ ہوگا۔ اسی طرح اس مباحثہ (۱۱راگست کے بدر میں بابو مذکور نے اس بیان کو بھی جھوٹ قرار دیا ہے یعنی ایڈیٹر بدر کی تکذیب کی ہے یہی ہم کہتے تھے کہ ایڈیٹر بدر ثقہ راوی نہیں حکیم نورالدین کی رائے بھی یہی ہے جن کا دستخطی خط ہمارے پاس ہے) کی بھی تعیین کرائے جس کا اس نے ذکر کیا ہے ورنہ وہ کذب نمبر۳ ثابت ہوگا۔ اس کے علاوہ اصل مطلب کا جواب یہ ہوگا کہ اگر واقعہ میں، میں ایسا ہوں تو تم لوگ کیوں گھبراتے ہو، جلسہ کرو مقابلہ دیکھ لو۔ یہ ضروری نہیں کہ حاضرین کے افراد ایک ہوں بلکہ یہ ضروری ہے کہ جلسہ ایک ہو۔ پس اب تو شرط پوری ہوسکتی ہے۔ ہاں یہ شرط بھی اگر تم مان لو تو تمہاری سعادت ہے اور تمہارے مشن میں بہت کچھ ترقی کی موجب ہے کہ دوسرے روز کے جلسہ میں بھی مقابلہ لیکچر ہوں مگر ان کا عنوان بڑا عالیشان ہوگا جو خاص قادیانی مشن کو قوت بخشنے والا اور اس کی بنیاد کو مستحکم کرنے والا ثابت ہوگا۔ وہ عنوان یہ ہوگا ''شان مرزا''۔

اس عنوان پر تمہارا لیکچرار تائیدی تقریر کریگا اور ہمارے لیکچرار کا تردیدی بیان ہوگا۔ مگر یہ مقدم شرط ہوگی کہ کسی فریق کا کوئی لفظ خلاف تہذیب اور دل آزار نہوگا۔ ایسا نہو کہ ریاست رامپور کے جلسہ کی طرح تو تو میں میں کرنے لگ جاؤ تو ذلیل ہوکر بھاگو۔

مرزائی دوستو! رامپور کا نام سن کر تم کو اس جلسہ کا سارا نقشہ ذہن میں آگیا ہوگا۔ لیکن ڈرنا نہیں، تم یہی سمجھ کر تسلی کر لینا کہ ثناء اللہ وہی تو ہے جو انجمن حمایت الاسلام میں کھڑا ہوا تو لوگ بھاگ گئے تھے۔ نواب صاحب رامپور نے اس کو حسن تقریر اور فصاحت و بلاغت کا سرٹیفیکٹ دیدیا تو کیا ہوا۔ بس آؤ اور تیار ہوجاؤ ہاں اتنا یاد رکھنا کہ ؎

انا صخرۃ الوادی اذا مازوحمت — واذا نطقت فاننی الجوزاء

(اہل حدیث امرتسر جلد۷۔ نمبر۴۲۔ مورخہ ۱۳رشعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹راگست ۱۹۱۰ء ص:۴-۵)

بٹالوی اور قادیانی

قادیانی اخبار الحکم آج کل اس عنوان سے مضمون لکھ رہا ہے جس میں یہ دکھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے چاہا تھا کہ مرزا صاحب ناکام رہیں مگر وہ اللہ کی تائید سے

پورے کامیاب ہوکر فوت ہوئے۔

اس امر کی تحقیق کے لئے کہ کامیابی اور ناکامی کس کو کہتے ہیں ان کے معنی کا معلوم کرنا مقدم ہے۔ کامیابی کے معنی ہیں جو انسان اپنا مقصود رکھتا ہو اسکو پورا ہوا دیکھ لے۔ نہ دیکھے تو ناکامی۔ اب مطلع بالکل صاف ہے مرزا صاحب کا نقطۂ خیال یوں تو بہت سا وسیع تھا مگر مختصر طور پر بتلانے کے لئے اتنا کافی ہوگا کہ وہ دل سے چاہتے تھے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کی موت میرے سامنے ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس کی تمنا کا اشتہار بھی بڑے زور وشور سے دیا تھا پھر کیا ہوا؟ ظاہر ہے۔ تو ایسی صورت میں کون کہہ سکتا ہے کہ مرزا کامیاب ہوگئے۔

ہاں اگر یہ سوال ہو کہ یہ ان کا اصل مقصود نہ تھا بلکہ اصل مقصود ان کا تبلیغ اور اشاعت تھی جو کافی طور پر ہوگئی۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ محض تبلیغ اور اشاعت کسی کا اصل مقصود نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اصل مقصود ہدایت خلق اللہ ہوتا ہے اور اشاعت اس کا ذریعہ، مگر جو بات اصل مقصود میں خلل انداز ہو اور اس کے اٹھانے کی طرف توجہ ہوجائے اور نہ اٹھے تو کامیابی محال۔

اس کی مثال یوں سمجھو کہ ریل گاڑی چلانے سے اصل مقصود قطع مسافت ہے۔ اگر ریل کی سڑک میں دریا یا پہاڑ ایسے حائل یا مانع ہوں کہ ان پر پل نہ بن سکیں، اور سرنگ نہ لگ سکے، یہاں تک کہ انجینئروں کا بھی خاتمہ ہوجائے، تو ایسی حالت میں کہا جائے گا کہ انجینئر کامیاب نہوا۔ ٹھیک اسی طرح ہماری بابت مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ میرے مشن میں انہوں نے سخت رکاوٹیں ڈالی ہیں اسلئے میں بحکم خداوندی اعلان کرتا ہوں کہ اگر یہ میری زندگی میں نہ مریں تو میں جھوٹا۔ پھر کیا ہوا۔ آہ

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر　　　　کذب میں سچا تھا پہلے مرگیا

کیا ایسی ناکامی پر بھی کوئی شخص کامیاب کہلا سکتا ہے۔

(اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۴۲۔ مورخہ ۱۳ رشعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹ر اگست ۱۹۱۰ء ص: ۵-۶)

مولوی محمد حسین بٹالوی اور حضرت مسیح موعود

اہل حدیث کی تازہ اشاعت میں الحکم کے ان مضامین پر مختصر سا ریویو نکلا ہے جو مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع شدہ مضمون مسیح اور مہدی کے متعلق لکھا جا رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت مسیح موعود کی کامیابی اور ناکامی کی بحث آپڑی تو مولوی بٹالوی نے لکھا تھا کہ وہ ناکام فوت ہوئے۔ اس پر میں نے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ ناکام و مراد کون رہا۔ بٹالوی یا

مہدی۔ میں نے واقعات حقہ کی بنا پر ظاہر کیا ہے کہ بٹالوی کی پوری ناکامی ہوئی اور حضرت مسیح موعود بامراد و شاد کام اٹھے اسی طریق پر جو مامورین کا ہوتا ہے۔ اگرچہ اس بحث میں امرتسری منکر کو قبل از مرگ واویلا کرنے کی ضرورت نہ تھی مگر اسلئے کہ بٹالوی نے ناکامی کے داغ کو مٹانے کیلئے اس بحث کو درمیان میں لانا چاہا ہے کہ ثناء اللہ اور عبدالحکیم کیوں نہیں مرے اور انکے نہ مرنے کی وجہ سے معاذ اللہ حضرت ناکام ہیں،

اس سوال کا جواب بہت آسان ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب بتائیں کہ کیا آنحضرت ﷺ کی وفات شریف کے بعد مسیلمہ کذاب کا زندہ رہنا ان کے اصل مقصد میں کوئی روک تھا یا نہیں۔ اگر تھا تو کیا اس سے نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کی ناکامی ثابت ہوتی ہے؟ ایسا خیال کرنے والا بھی میرے نزدیک تو کافر ہے اور سخت پاجی ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی کامیابی کا مدار اس پر نہیں تھا۔ اسی طرح پر مسیح موعود کی کامیابی میں کسی منکر اور مکذب کا مسیلمہ کذاب کی طرح زندہ رہنا روک نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر روک ہوتو ثابت یہ کرنا چاہیے کہ کیا آپ کے بعد سلسلہ کی ترقی ہوئی یا نہیں؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ترقی ہوئی اور کسی کی سن درازی موجب روک نہیں تو پھر یہ اعتراض سراسر لغو اور فضول ہے کیونکہ بقول مولوی ثناء اللہ اصل مقصود ہدایت خلق اللہ ہے پھر وہ ہو رہی ہے یا نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کے اعتراضات سے کیا فائدہ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب پہلے اس امر کا فیصلہ کریں (اگر انہیں شوق ہے) کہ بٹالوی کے جواب میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بٹالوی کی نامرادی کی دلیل ہے یا نہیں۔ اسکے بعد اسکی اپنی زندگی کے سوال کا بھی فیصلہ ہو جائے گا کہ وہ ہمارے سلسلہ کی روک ہے یا باغ احمد کیلئے وہ کھاد ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۱۔ اگست ۱۹۱۰ء ص ۱۱)

❁ایک نشان پورا ہوا: مولوی محمد حسین بٹالوی کے ذریعہ ایک نہیں بہت سے نشانات حضرت مسیح موعود کے پورے ہوئے ہیں۔ ہر ایک دعوت میں جو عربی تفسیر نویسی مباہلہ وغیرہ کے متعلق اسے کی گئی وہ تہی دست ثابت ہوا۔ ۱۸۹۸ء میں اس نے اٹھارویں جلد کے ۷ نمبر ۱۸۹۵ء کی بابت شائع کئے اور ان میں دل کھول کر حضرت مسیح موعود کو گالیاں دیں وہ اوراق پریشان حضرت کو بھی بھیجے۔ انہیں حضرت مسیح موعود نے ایک فقرہ لکھ کر واپس کر دیا رب ان کان ھذا الرجل صادقاً فی قولہ فاکرمہ و ان کان کاذباً فخذہ آمین۔ (اے اللہ! اگر یہ شخص، محمد حسین سچا ہے تو اس کو مکرم کر، اور اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کو پکڑ لے) یہ ۲۵ جولائی ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہے جس پر بارہ سال گذرے۔ اب اس نشان کے پورا ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ بٹالوی انکار کرے لاکھ مرتبہ کہے مگر دنیا جانتی ہے کہ اس

کی پکڑ کیا ہے؟ (الحکم ۲۸ ۔اگست ۱۹۱۰ء ص ۴) ۔(الحکم کے اڈیٹر کو شاید یادنہیں تھا کہ مرزا صاحب کو مرے ہوئے دو سال ہو چکے تھے اور مولانا بٹالوی بفضل خدا زندہ تھے ۔ بہاء)

مرزائیوں سے ابراہیمی مباحثہ

حضرت مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی لکھتے ہیں:

کل مرزائیوں کے مباحثہ سے مظفر ومنصور واپس آیا ہوں۔ حافظ آباد کی تحصیل میں مانگٹ ایک گاؤں ہے۔ وہاں مرزائی پہلے تو بہت حیلے کرتے رہے کہ کسی طرح بحث کا کڑوا گھونٹ ٹل جائے مگر وہ جا کہاں سکتے تھے۔ ان کی اپنی لن ترانیوں نے ان کو پھنسایا ہوا تھا۔ حیات عیسوی کے متعلق بحث ہوئی۔ اس کے بعد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت کے متعلق۔ بحث بہت دلچسپ تھی۔ مرزائیوں کی طرف سے مولوی غلام رسول ساکن راجیکے ضلع گجرات تھے۔ ناک میں دم ہوگیا۔ ملک محمد وزیر خانصاحب گڑھی آوانان تحصیل حافظ آباد خاص طور پر محافظ امن تھے۔ انہوں نے نہایت عمدگی سے اپنے فرض کو پورا کیا۔ اور اخیر میں اپنا یہ فیصلہ حاضرین کو سنایا اور مرزائیوں کے ہاتھ میں دیا۔

''شفقت ونوازش فرمائے بندہ حافظ غلام رسول صاحب ومولوی غلام رسول صاحب۔

السلام علیکم۔ مباحثہ جو فریقین کی جانب سے ہو چکا ہے اس سے مولوی محمد ابراہیم صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر رہنا بذریعہ قرآن مجید ودیگر معتبر کتب ہائے تفسیر کبیر وموضح القرآن ومشکوٰۃ شریف وکتاب الاسماء والصفات سے ثابت کردیا ہے۔ اور آپ کی جانب سے صرف جو آپ کی زبان سے ترجمہ قرآن مجید ہوا اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہونا ثابت ہوا۔ جس کی کوئی شہادت معتبر آپ کی جانب سے نہیں گذری اس لئے مباحثہ حال سے آپ کی ناکامیابی ثابت ہوئی۔ یہ جو جناب نے اب تحریری تفسیرات کے نام پر جو بنا برشہادت تحریر فرمائی ہیں وہ مجھے منظور ہے مگر ان کا لانا اور بہم پہونچانا آپ کے ذمہ ہے اس کے واسطے آپ کوئی اور تاریخ مقرر فرما سکتے ہیں اس پر وہ کتب ہائے آپ بڑی خوشی سے لے آویں اور پھر بحث کرلیں۔ زیادہ نیاز

مکرر یہ کہ جو بقیہ آج کے دن کے متعلق بحث امام کے ہے وہ اگر شروع فرمادیں۔ پرچہ اسماء تفاسیر مرسلہ جناب پہونچ گیا جس کا یہ جواب ہے۔ بندہ محمد وزیر خان مورخہ

۱۲؍اگست ۱۹۱۰ء"

اس کے بعد مرزائی بہت حیلے کرنے لگے کہ مرزا قادیانی کی مسیحیت کا رنگ نہ کھلے۔ مگر چھوٹ نہ سکے۔ آخر اس بحث میں پہلی بحث سے بھی بڑھ کر گت بنی اور ۲۱؍اگست کو حوالہ کتب پیش کرنے کے بہانے بحث کو ختم کیا۔

مولانا ثناء اللہ ادارتی نوٹ میں فرماتے ہیں: کیا میری زندگی مرزائیوں کی ہدایت کے لئے کافی نہیں؟ اِنّ فی ذالک لاٰیات لاولی النہیٰ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ے۔ نمبر ۴۲۔ مورخہ ۱۳؍شعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹؍اگست ۱۹۱۰ء ص: ۱۰)

قادیانی کذب بیانی و بدزبانی

حضرت مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی عنوان بالا کے تحت لکھتے ہیں:

سختی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر	کی جس سے بات اس نے شکایت ضرور کی

بدر قادیان مجریہ ۱۳؍جون سنہ حال میں ایک طویل مضمون بعنوان "دو منکرانِ دین کا چیلنج اور ہمارا جواب" شائع ہوا ہے جس میں خاکسار اور برادر مکرم مولوی ثناء اللہ فاتح قادیان کے برخلاف نہایت درجہ کی بدزبانی اور سراسر کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ جناب مولوی صاحب کے متعلق جو کچھ لکھا اس کا جواب تو انہوں نے ۸ جولائی کے "اہلحدیث" میں اچھی طرح دے دیا ہے۔ اور قادیانی کذب بیانی عمدہ طور پر ظاہر کردی ہے اس لئے خاکسار اس تحریر میں اسکے اس باقی حصہ کا جواب جو خاکسار کے متعلق ہے بیان کرتا ہے۔

بدر نے مضمون نگار کا نام نہیں کیا اور کسی وجہ سے پوشیدہ رکھنا چاہا ہے لیکن ہم کو انداز بیان سے اور نیز لاہور کے ایک خط سے معلوم ہوا ہے کہ اس کے مضمون نگار ماشاء اللہ خواجہ کمال الدین بی اے وکیل لاہور ہیں۔ جو اپنی تعریف اپنے منہ سے کرنے اور لوگوں کی زبان سے سننے کے بہت مشتاق ہیں۔ لیکن بیان کے وقت اُن سے آوازِ دُہل کے سوائے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ خیر مضمون نگار خواہ کوئی ہو ہمیں اس سے بحث نہیں۔ اس لئے ہم اس مضمون کو تین انواع میں تقسیم کرکے ہر ایک کے متعلق قرآن وحدیث کی تعلیم کے مطابق بحث کرتے ہیں۔ نوع اول بدزبانی۔ نوع دوم کذب بیانی۔

نوع سوم بے علمی نادانی۔

نوعِ اول کے جواب میں جس میں انہوں نے خاکسار اور فاتح قادیان کے حق میں بدزبانی کی ہے ہم

زبانِ خویش بدشنام میالائے صائب کیں زرِقلب بہرکس کہ دہی بتو باز دہد

کی بجائے : مرا گرچہ زوقوتے بودبیش دریغ آمدم کام ودندان خویش

پڑھتے ہیں۔ اور خلیفہ قادیانی سے درخواست کرتے ہیں گوکہ آپ قادیانی کی زندگی میں بھی ان لوگوں کے اخلاق کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے تھے جیسا کہ قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن کے اخیر میں آپ کی رائے درج کی ہے، مگر اب تو یہ لوگ آپ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ مہربانی کر کے ان بداخلاقوں سے یہ بدعادت چھوڑائیں اور لوگوں کی عزت وآبرو کوان آبروریزوں سے بچائیں۔

قادیانی روپوش مضمون نویس نے ہم کو اپنی تحریر میں سخت زبانی کے علاوہ عباد الاغراض اور وعظ کو وجہ معاش بنانے والے کہا ہے۔ اس کے جواب سے پہلے قطع نظر اس سے کہ ہمارے سفر نفس کیلئے ہیں یا خدا کیلئے، ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ وجہ اعتراض کیا ہے؟ آیا یہ کہ ایک شخص خدمت دینی کے لئے مخصوص ہوکر اپنے کام کاج چھوڑ دے تو اگر لوگ اس کے بوجھ کو خود برداشت کریں تو کیا یہ کام اس کیلئے شرعاً حرام ہے؟ امید ہے کہ خلیفہ قادیانی اس مسئلہ کو شرعی طور پر حل کرینگے۔

اس کے بعد جواباً یہ گذارش ہے کہ نیتوں کا مالک خدا تعالیٰ ہے۔ قادیانیوں کا کوئی حق نہیں کہ کسی کی نیت پر حملہ کریں۔ ہاں اگر ان کی نظر میں کوئی خاص واقعہ ہو:

جس میں ہم نے پبلک سے کچھ چندہ اس بیان پر لیا ہو کہ ہم مخالفین اسلام کے جواب میں ایک کتاب طبع کرائینگے، اور اس میں صدہا دلائل ہونگی اور جو جو صاحب چندہ دینگے ان کو وہ کتاب مفت رقم چندہ کے عوض دی جائیگی، اور لوگ اس بیان کو صادق تصور کر کے چندہ جمع کر دیں، اور ہم اپنے عہد کو پورا نکریں۔ اور مطابق تحریر کے کتاب شائع کر کے چندہ دہندگان کو نہ پہونچائیں، اور نہ رقم جمع شدہ واپس کریں۔ جیسا کہ آپ کے پیر قادیانی نے ''براہین احمدیہ'' کی طبع پر دست سوال اٹھایا تھا تو البتہ قابل اعتراض ہے۔

یا اگر کوئی ہمارا ایسا واقعہ آپ کو یاد ہو کہ ہم نے اپنے معتقدوں سے کہا ہو کہ ہمیں اتنے ہزار روپیہ جمع کردو ہم اس سے ایک مینار بنوائینگے اور اس میں یہ فوائد ہونگے۔ اور اس کے متعلق ایک الہام بھی گھڑ سنائیں اور اس کا نقشہ بھی اخبار پر شائع ہوتا رہے۔ اور لوگ روپیہ جمع بھی کر دیں لیکن

مینار نہ بنے اور روپیہ بھی واپس نہ کیا جائے تو البتہ یہ کارروائی قابل ملامت ہے۔

یا اگر آپ ہمارا کوئی ایسا واقعہ یاد ہو کہ ہم نے کسی کنجر (بھڑوا) کا مال ہضم کیا ہو اور اعتراض کے جواب میں یہ بات بنائی ہو کہ مال کا حقیقی وارث خدا تعالیٰ ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھینتا ہے۔ جیسا کہ آپ کے پیر قادیانی نے اللہ دیا کنجر کا روپیہ ہضم کرنے کے لئے کہا تھا۔ تو البتہ ہم قابل نفریں ہیں۔ لیکن جب آپ اپنے خیال کو واقعات سے ثابت نہیں کر سکتے تو رجماً بالغیب ایسے امر میں کیوں دخل دیتے ہیں۔ جس کا آپ کو علم نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب قادیانیوں نے دیکھا کہ ان دونوں نے ہماری عمارت کو متزلزل کر دیا اور اس کی بنیاد کھوکھلی کر دی اور ہر چہار طرف لوگوں میں ان کی قبولیت ہوگئی ہے جیسا کہ قادیانی نے اپنے اخیری فیصلہ میں برادر مکرم فاتح قادیان کی نسبت خود لکھا ہے۔ اور وہ تحریر اس کے دل کے راز کی اصلی حقیقت ظاہر کرتی ہے اور تاب مقاومت نہ لا کر بدزبان عورتوں کی طرح طعنوں پر اُتر آئے قادیانیو! سن رکھو یہی قبولیت ہے جس کو دیکھ کر تم مارے حسد کے جلتے ہو اور اپنے دل کے بخار نکالنے کیلئے جھوٹے الزام لگاتے ہو۔ اگر میں نے لوگوں کیلئے سفر اختیار کئے ہوتے تو بیشک اپنی بے غرضی اور بے نفسی ثابت کرنے کیلئے پبلک میں اشتہار دیتا کہ میں بے غرض ہوں۔ لیکن چونکہ وہ بفضل خدا، خدا تعالیٰ کے دین کی حمایت کیلئے ہیں اور وہ علیم بذات الصدور ہے اس لئے مجھے اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔

اگر کوئی خدا کے دین کی حمایت کرتا ہے تو وہ شیخی نہیں کر سکتا جیسا کہ قادیانی مضمون نویس نے اپنی تحریر میں لافیں ماری ہیں کہ ہم یہ کرتے ہیں اور ہم نے یہ کیا۔ کیوں کہ اس میں تو اپنی سعادت ہے خدا پر احسان نہیں لیکن چونکہ قادیانیوں نے اپنی جبلی عادت کے مطابق جھوٹ وافتراء کا طومار باندھا ہے اس لئے اتنا ذکر کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اس عاجز کو اپنے دین کی خدمت کے لئے اتنے سفر کرائے اور اتنی جگہوں میں پہنچایا کہ کسی دوسرے کو اس چھوٹی عمر میں کم توفیق دی ہوگی۔ والحمد للّٰہ علی ذلک۔

اور یہ بھی خدا تعالیٰ ہی کا احسان ہے کہ جہاں جہاں گیا احباب کو اس خاکسار سے انس ومحبت ہی میں زیادتی ہوئی اور اس تر دامن کی نسبت ان کو حسن ظن ہی رہا۔ میں حیران ہوں کہ جو لوگ مجھے بلاتے ہیں اور محبت سے پیش آتے وہ تو خاکسار کی نسبت یہ الزام نہیں لگاتے حالانکہ اُن سے زیادہ واقف خلق اللہ میں کون ہو سکتا ہے۔ لیکن قادیانی حاسدوں کو دیکھئے کہ وہ بن دیکھے بوجھے ایسے

طومار کھڑے کرتے ہیں کہ شیطان کے بھی کان کترتے ہیں۔ آخر میں ہم قادیانیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ بھی کبھی اپنے سالانہ جلسہ پر قادیان میں ہم کو بلائیں اور ہم کو قادیانی مشن کے متعلق آزادی سے بیان کرنے کا موقع دیں پھر دیکھیں کہ ہم دین کی خدمت کس طرح کرتے ہیں۔

نوع دوم۔ یعنی قادیانی کذب بیانی کے متعلق یہ عرض ہے کہ جس مذہب کی بنا ہی جھوٹ وافتراء پر ہو اس کے ماننے والے صداقت سے کیسے کام لے سکتے ہیں اور جس مذہب کا بانی وپیشوا ہی مفتری وکذاب ہو اس کے ماننے والوں پر صدق وراستی کا پرتو کیسے پڑسکتا ہے۔

قادیانی نے خدا تعالیٰ پر افترا باندھ کر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اس کے مرید خلق خدا پر جھوٹ باندھنے سے کیسے ڈر سکتے ہیں۔ ان کی کذب بیانی کی ایک مثال تو اوپر کے مضمون میں گذر چکی۔ دوسری اور لیجئے۔

قادیانی مضمون نگار نے اپنے مضمون کی سرخی باندھی ہے۔ ''دو منکران دین کا چیلنج اور ہمارا جواب'' اتنی عبارت میں دو جھوٹ ہیں اور ایک بدزبانی۔

پہلا جھوٹ یہ ہے کہ ہم کو منکرِ دین کہا گیا ہے، حالانکہ ہم خدا کے احسان سے اس کی توحید کے قائل، اس کے رسولوں کی صداقت کے شاہد ہیں اور قیامت کو مانتے ہیں۔ اور عام طور پر شریعت محمدی میں منکر دین اسے کہتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کرتا ہو۔ اس کے متعلق ہم خلیفہ قادیانی سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ اپنے قلب پر ہاتھ رکھ کر اور خدا تعالیٰ کی حاضری مدنظر رکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ مولوی فاضل امرتسری اور خاکسار منکرانِ دین ہیں؟ اگر نہیں تو اپنے بائعین کو جو آپ کو خلیفہ نبی مانتے ہیں درست کریں اور ان کے منہ میں لگام دیں۔

دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ چیلنج کو ہماری طرف منسوب کیا گیا حالانکہ خود دعوت دی تھی، اور اسے اس تحریر میں تسلیم بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ اس چیلنج مذکورہ بالا کی بنیاد ہماری ایک تحریر ہے۔''

اور نیز قادیانی ابوالحکم لکھتا ہے:

''میں نہیں کہ سکتا کہ معزز بدر نے کس بنا پر اس اعلان کو شائع کیا۔'' (الحکم ۷-۱۴ جون)

قادیانی نادانو! اور علم وعقل سے خالی ڈھولو! ہم نے چیلنج نہیں دیا تھا بلکہ آپ کے چیلنج کو قبول کیا تھا۔ اس لئے ہم نے اس کے متعلق لکھا تھا ''قادیانی دعوت قبول'' ہوش رکھتے ہو تو سمجھو۔

قادیانی سرخی میں بدزبانی یہ ہے کہ ہم کو باوجود مسلمان ہونے کے منکر دین کہا گیا ہے۔

حالانکہ مسلمان کے حق میں یہ کلمہ جائز نہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی کسی کو کہے ''او یہودی! تو اسے (یعنی کہنے والے کو) بیس بید رسید کردو۔'' (مشکوٰۃ)

قادیانی محرر نے لاہور کے جلسہ کا بھی ذکر کیا ہے اور اپنی کامیابی کی شیخی بگھاری ہے۔ چونکہ ہم قادیانی جلسہ لاہور میں بہ سبب ہندوستان کے سفر کے شریک نہیں ہو سکے تھے اس لئے اس کے متعلق کچھ ذکر نہیں کرسکتے، ہاں جس طریق سے یہ جلسہ کیا گیا اس کی حقیقت پر پبلک کو آگاہ کرتے ہیں اور اس کے متعلق قادیانیوں کی ناکامی اور شرمساری ظاہر کرتے ہیں۔

نومبر ۱۹۰۹ء کے اخیر میں آریہ سماج لاہور کا سالانہ جلسہ تھا۔ حسب عادت انہوں نے دھرم چرچا کا وقت بھی درج پروگرام کیا۔ انجمن اہلحدیث لاہور نے بایں خیال کہ آریہ لوگ مسلمانوں سے حسن سلوک سے پیش نہیں آتے جیسا کہ اس سے پہلے جلسہ میں ان کا سلوک ظاہر ہو چکا تھا اور جس پر قادیانی اخباروں کے اوراق بہت دیر تک سیاہ ہوتے رہے تھے، ان کے مقابلے میں اپنے جلسے شروع کئے اور مسلمانوں کو آریوں کے جلسہ کی شمولیت سے روکا۔ انہی دنوں میں عیسائیوں کی طرف سے بھی ایک اشتہار طبع ہوا جس میں کئی ایک روز کا پروگرام درج تھا۔

انجمن اہلحدیث لاہور نے ان کے مقابلہ میں بھی اسلامی جلسہ مقرر کیا چونکہ عیسائیوں کی طرف سے آریوں کی طرح بدزبانی اور بے امنی کا اندیشہ نہیں تھا، اس لئے ہم اپنے جلسہ سے فارغ ہو کر نماز مغرب کے بعد عیسائیوں کے جلسہ میں چلے جاتے تھے۔ پروگرام کے مطابق ہر روز ایک عیسائی لیکچرار ایک مضمون بیان کرتا، اس کے خاتمہ پر حاضرین کو اجازت دی جاتی کہ اگر کسی کو اس مضمون کے متعلق کوئی اعتراض کرنا ہو تو کرے۔ معترض کے لئے دس منٹ مقرر تھے جس میں وہ اپنے خیالات کو بیان کرتا۔ اس کے بعد اصل مضمون بیان کرنے والا دس منٹ میں معترض کے اعتراضات کے جواب دیتا۔ پھر دوسرا معترض کھڑا ہوتا ،اس کا اختتام بھی بطور سابق ہوتا، یہاں تک کہ وقت مقررہ پر جلسہ برخواست کیا جاتا۔

معترضین میں ہندو بھی ہوتے تھے مرزائی بھی ہوتے تھے اور ہم بھی۔ مرزائیوں کی نسبت مہتمان جلسہ کو بدزبانی کی اکثر شکایت رہتی تھی۔ اور علاوہ بریں جب وہ مضمون سے خارج چلے جاتے تھے تو عیسائیوں کو صرف یہ کہہ دینا پڑتا تھا کہ یہ اعتراض ہمارے بیان کردہ مضمون سے متعلق نہیں، جس پر قادیانیوں کو نہایت خجالت سے بیٹھ جانا پڑتا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ چونکہ قادیانیوں میں کوئی عالم تو تھا نہیں کہ علمی قواعد سے مخالف کی تقریر پر نقض کرتا، اس لئے ان کو پیچھا

چھوڑانے کیلئے علوم عربیہ سے انکار کردینا ہی سوجھتا تھا۔ چنانچہ پادری جوالاسنگھ کے بیان پر جو عیسائی مشنریوں میں مشہور منطقی ہیں، مرزائیوں کو سوائے اسلامی علم کلام کے انکار کرنے کے کچھ نہ سوجھا۔ مرزائی مباحث کون ہوتے تھے،لاہوری پلیڈر اور ڈاکٹر۔ ان میں تو کوئی اس قابل بھی نہیں تھا کہ پادری صاحب کی تقریر سمجھ سکتا، جواب کیا خاک دیتا؟ آخر خواجہ کمال الدین نے تو بہت جھنجھلا جھنجھلا کر اور زبان لبوں پر پھیر پھیر کر اور قرآن شریف کی آیات غلط پڑھ پڑھ کر کل مرزائیوں کو ایسا ذلیل کرایا جیسا کہ ماہ جون ۱۹۰۹ء میں مولوی محمد احسن امروی نے رامپور کے مباحثہ میں شیر پنجاب فاتح قادیان کے مقابلہ میں کرایا تھا۔ خیر خدا کا احسان ہے کہ ابھی تک علوم عربیہ کے جاننے والے موجود ہیں۔ خاکسار نے علم کلام اور علم منطق ہی کے رو سے پادری صاحب کی تقریر کا جواب دیا۔ جس کی معقولیت کا پادری صاحب نے بھی اقرار کیا۔

ان جلسوں کی کیفیت بہت طویل ہے اس لئے ہم بطور، مشتے نمونہ از خروارے، اس بیان کو کافی سمجھتے ہیں ۔ یہ ہے حقیقت ان جلسوں کی بنیاد کی۔ قادیانیو! یاد رکھو نہ تمہارے مبلغین میں کوئی عالم ہے اور نہ مناظر۔ تم ہرگز مخالف کے سامنے ہو کر گفتگو نہیں کر سکتے۔ اپنی جگہ پر جا ہو کچھ بیان کرو اور کچھ بنتے پھرو۔

مولانا ثناء اللہ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں: میں آپ کی اس رائے سے متفق نہیں کہ قادیانی پارٹی میں کوئی عالم نہیں۔ عالم نہ ہو تو قادیانی نبوت کا ذبہ کو صادق بنانے کی کوشش کس طرح کریں کیا آپ ان کے اتنے علم کے بھی قائل نہیں کہ : جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی اُن سے سیکھ جائے''

(اہلحدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۴۴۔ مورخہ ۲۷رشعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۲رستمبر ۱۹۱۰ء ص:۶-۹)

قادیانی پئو کی اماں

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امرتسر میں ایک دیوانی عورت تھی۔ بچے اس کو چھیڑتے اور اسکا نام رکھتے تھے پئو کی اماں۔ کسی روز لڑکوں کو تعطیل ہوتی تو اماں کی اچھی خاصی خاطر کرتے لیکن جس روز کاروبار میں ہوتے تو اماں کہتی آج شہر کے لونڈے مرگئے۔ وہی حال ہماری قادیانی پارٹی کا ہے کسی شخص نے مجھے خط لکھا جس میں مرزا کی بابت سوال کیا۔ میں نے اپنی عادت کے موافق بغیر گالی گلوچ کے اصل مطلب کا

جواب دیا۔ لیکن قادیانی پئو کی اماں کو یہ جواب ایسا ناپسند آیا کہ بدر نے ایک مضمون لکھ مارا جو ناظرین کی دلچسپی کیلئے سارا نقل کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ شہر کے لونڈے مرگئے یا زندہ ہیں۔ بدر لکھتا ہے:

ثناء اللہ کی قوت ایمانیہ: کچھ عرصہ ہوا دو طالبان حق نے حضرت مولوی نورالدین امیر المومنین اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کی خدمت میں رقعے لکھے کہ آپ اپنے عقیدہ متعلق (سیدنا) مرزا صاحب سے قسمیہ اطلاع دیں تاکہ اس کی پیروی کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ثناء اللہ نے ایسا کہ اس کی قوت ایمانی سے امید کی جاسکتی تھی۔ نہایت کمزور لفظوں میں جواب دیا اور برخلاف اس کے خلیفۃ المسیح نے پرزور الفاظ میں اپنے حق پر ہونے کا اعلان کیا جس سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ ثناء اللہ محض ہٹ دھرمی اور ضد سے اس سلسلہ حقہ کا انکار کرتا ہے ورنہ اس کا دل خوب جانتا ہے کہ حق کس طرف ہے۔ فائدہ عام کے واسطے وہ سوال وجواب درج اخبار کئے جاتے ہیں:

نقل خط از جانب منشی خدا بخش پٹواری تلونڈی راہوالی وشاہ محمد نمبردار تحصیل گوجرانولہ

ا۔ مولانا مولوی صاحب دامت عنایتۂ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج کل مذہب کی تحقیق میں ہرکس وناکس بحدامکان مصروف ہے۔ ہمارا مذہب اسلام ہے اور ایمان قرآن کریم پر ہے آپ مسلمانوں میں سے بڑے عالم اور واقف احادیث مشہور ہیں اور احادیث سے ثابت ہے کہ جناب رسول مقبول ﷺ شاہ دوجہاں نے مہدی آخرالزمان کی نسبت پیشگوئی فرمائی ہے۔ جس کا مرزا صاحب قادیانی نے دعویٰ کیا ہوا ہے۔ جن کے حالات سُن سن کر ہمارا رجوع ہوچلا ہے۔ کہ جناب موصوف پر بطور مہدی آخرالزمان ایمان لایا جاوے۔ چونکہ اشتباہ میں ہیں اس واسطے خدمت میں التماس ہے کہ آپ خداوند تعالیٰ اور جناب رسول مقبول ﷺ کو حاضر وناظر کرکے سچے قرآن کریم کی شہادت پر ہمیں قسم اٹھا کر اطلاع بخشیں کہ آیا وہ سچے ہیں یا کاذب۔ جواب کے واسطے ۱/ کا ٹکٹ ارسال خدمت ہے۔ تلونڈی راہ والی ڈاکخانہ خاص ضلع گجرانوالہ کے پتہ پر اطلاع بخشیں پاس خدا بخش پٹواری۔ تابعداران شاہ محمد نمبردار ڈوگراں

خدا بخش پٹواری موضع تلونڈی راہ والی، ضلع گوجرانوالہ بقلم خود

نقل جواب از جانب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

مرزا قادیانی کا دعویٰ صحیح نہیں کیوں کہ ان کے کئی ایک الہام غلط ہوئے تھے۔ خصوصاً آخری فیصلہ میں وہ جھوٹا ثابت ہوا جو اسنے ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ مجھ سے پہلے نہ مرے تو میں (مرزا) جھوٹا ہونگا۔ پس وہ جھوٹا ثابت ہوا۔

دستخط مولوی ثناء اللہ۔ ابوالوفاء امرت سر۔ (بدر)

مولانا امرتسری فرماتے ہیں: میرے جواب کو دیکھ کر کوئی شائستہ آدمی کہہ سکتا ہے کہ میرا ظاہر میرے باطن کے خلاف ہے، یا میں دل سے قادیانی مشن کو غلط نہیں جانتا۔ ہاں چونکہ قادیانی مشن میں سبّ وشتم گھٹی میں داخل ہے اس لئے ان کے نزدیک شائستہ لفظوں میں جواب دینا گویا بے ایمان بننا ہے اس لئے ہمیں ضرور ہے کہ ہم اپنے ایمان کا ثبوت دیں۔ پس سنئے ؎

رسول قادیانی کی رسالت — جہالت ہے ضلالت ہے بطالت

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۴۵-۴۶۔ مورخہ ۴-۱۱/رمضان المعظم ۱۳۲۸ھ مطابق ۹-۱۶/ستمبر ۱۹۱۰ء ص: ۴-۵)

مرزائیوں سے چند سوال

جناب خیر الدین (نقل نویس) امرتسریؒ لکھتے ہیں:

(۱) آج کل مرزائی اخباروں (بدر وغیرہ) میں اس بات کا اعلان بڑے زور سے کیا جا رہا ہے کہ "ہم دو آدمی حج کیلئے بھیجنا چاہتے ہیں لیکن جانے والے اصحاب پہلے حج کر چکے ہوں۔ کیوں؟

(۲) کیا وجہ ہے کہ باوجود حکم خداوندی وللّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلا مرزا صاحب نے باوجود اہل نصاب ہونے کے حج بیت اللہ نہ کیا؟

(۳) آپ جب کہ مرزا صاحب کے سچے عقیدتمند اور راسخ الاعتقاد مرید کہلاتے ہیں اور مرزا صاحب کو نرا پیر ہی نہیں بلکہ مہدی اور مسیح اور ظل رسول بزعم خویش سمجھتے ہیں اور ان کے قدم بقدم چلنا چاہتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ جو کام پیر نے نہیں کیا آپ کرنا چاہتے ہیں؟

(۴) جو شخص فرض کو ترک کرے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

امید ہے کہ ایڈیٹر بدر جواب باصواب سے پبلک کو ممنون فرماوینگے اگر ایڈیٹر صاحب جواب نہ دے سکیں تو حکیم نورالدین صاحب (خلیفہ) جواب دیں۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۴۵-۴۶۔ مورخہ ۴-۱۱/رمضان المعظم ۱۳۲۸ھ مطابق ۹-۱۶/ستمبر ۱۹۱۰ء ص: ۲۱-۲۲)

مرزا صاحب کے حج نہ کر سکنے کا سوال ایک قادیانی نے مفتی محمد صادق قادیانی اڈیٹر بدر سے بھی کیا تھا۔ مفتی صاحب نے اسے (آسان یا مشکل سمجھ کر) ایک اپنے شاگرد محمد اسماعیل قادیانی سے لکھوا کر بدر میں شائع کیا، جو یوں ہے:

مکرمی السلام علیکم ۔آپ کا خط متضمن استفسار بابت اعتراض حج موصول ہوا بجوابش مرقوم ہے کہ:

۱۔ یہ امر کچھ محتاج اثبات نہیں کہ فرضیت حج بیت اللہ شرط استطاعة السبیل الیه سے مشروط ہے چنانچہ ارشاد الٰہی و حجّ البیت من استطاع الیه سبیلاً نص صریح اس پر شاہد ہے اور جب تک امن حاصل نہ ہو یہ استطاعت سبیل حاصل نہیں ہوسکتی۔(دعوی مسیحیت سے پہلے جب مرزا صاحب دس ہزار روپئہ انعام کا اعلان کر رہے تھے، اس وقت مالی استطاعت بھی تھی اور امن بھی تھا کیونکہ کوئی دعوی مسیحیت ونبوت اس وقت موجود نہ تھا۔اس وقت آپ نے حج کیوں نہ کیا؟ بہاء)۔

۲۔آج دنیا میں سلطنت برطانیہ دنیا بھر کی سلطنتوں میں بلا استثناء عدل گستری اور امن پسندی کے لحاظ سے یقیناً بے نظیر سلطنت ہے اور جس قدر امن اس کے زیر سایہ مما لک کو حاصل ہے وہ آج دنیا بھر میں کسی کو نصیب نہیں۔

۳۔حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے مخالفین نے آپ کی مخالفت میں و اذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك کا مصداق بننے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا اور جہاں تک ان کے امکان میں تھا انہوں نے آپ کے اور آپ کی جماعت کے استیصال کے لئے ناخنوں تک زور مارا اگر خداوند تعالی نے نصرت آپ کے شامل حال نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ آپ ان کی زد سے بچ سکتے۔

۴۔گورنمنٹ انگلشیہ کی امن پسندی اور عدل گستری خدا کے فضل وکرم سے حضرت اقدس کیلئے ان دشمنوں کے حملوں سے بچنے کا ایک نہایت اعلی ذریعہ تھی۔اگر یہ فضل خداوندی آپ کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ درندے ان کو پھاڑ کھاتے۔

۵۔امن نہ ہونے کے باعث ہی رسول اکرم ﷺ کو خدا تعالی کی طرف سے حکم ملا کہ مکہ سے جہاں بیت اللہ الحرام اور حج کا مقام ہے ہجرت اختیار کریں۔پس جب حضرت اقدس کے دشمن بھی ویسے ہی آپ کی جان کے پیاسے تھے جیسے کہ رسول کریم ﷺ کے ظالم دشمن آپ کے خون کے پیاسے تھے اور ان سے امن میں رہنے کے لئے سایہ سلطنت برطانیہ ظاہری اسباب میں ایک بے نظیر سپر

ہے اور ساتھ ہی ایسے امن کا مقام چھوڑ کر جانا خدا کے احکام کی مخالفت کرنا ہے تو آپ کا بذات خود حج کے لئے نہ جانا کسی مومن کے لئے ذرہ بھر اعتراض کی گنجائش نہیں دیتا، بلکہ موجودہ صورت میں تو ایسی امن کی جگہ کو چھوڑ کر جانا اعتراض پیدا کرتا ہے کیونکہ امن نہ ہونے کی وجہ سے ہی تو ہماری سرکار کو حکم ملا تھا کہ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ میں قیام اختیار کریں۔ پس جو شخص آپ کی سنت کے خلاف حضرت مسیح موعود پر حج کو نہ جانے کی وجہ سے اعتراض کرتا ہے وہ سنت نبوی ہی کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ قرآن کریم کے صریح حکم کی مخالفت کرتا ہے۔ نیز جب کہ حضرت اقدس (مرزا) کی طرف سے ایک شخص بحکم حضرت خلیفۃ المسیح و اہلیہ مرزا صاحب حج کر آیا تھا اور احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ اس طرح سے بھی فریضہ حج ادا ہو جاتا ہے تو آپ کی نسبت یہ کہنا کہ آپ نے حج نہ کیا ارشاد نبوی کی صریح مخالفت کرنا ہے۔ واللہ اعلم۔

خاکسار محمد اسماعیل حسب حکم مفتی محمد صادق صاحب مکرم۔ بدر۔ ۷ مارچ ۱۹۱۲ء ص ۵)

(یاد رہے کہ مرزا محمود نے ۱۹۱۲ء میں با امن و امان حج کر کے اس قادیانی غبارے سے ہوا نکال دی کہ مرزا صاحب اس لئے حج نہ کر سکے کہ وہاں امن نہیں تھا۔ نیز حج تو مسیح موعود کی نشانی ہے اور مرزا صاحب واقعتاً مسیح موعود ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کیلئے راستہ بھی امن والا کر دیتا۔ بہاء)

جناب اللہ دتا کی نگارشات

جناب مولوی اللہ دتا صاحب ؒ چک ۳ نہر گوگیرہ، غلام احمد قادیانی بخیال خود کون تھا، کے عنوان سے لکھتے ہیں:

میں پبلک کے سامنے مرزا صاحب کی بعض کتب سے چند دعاوی باطلہ کی فہرست معہ پتہ صفحہ مشت نمونہ خروارے نقل کر کے پیش کرتا ہوں اور اسکے نتیجہ کا فیصلہ پبلک کی رائے پر چھوڑتا ہوں:

(۱) ان کا دعویٰ تھا کہ میں ایک دفعہ خدا بن گیا اور اس حالت میں میں نے آسمان اور زمین کو بھی پیدا کیا۔ (کتاب البریہ۔ صفحہ ۷۸)

پھر ایک کشف ہے جو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ و ۵۶۵ میں مدت سے چھپ چکا ہے اُس کو ذیل میں درج کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے: ترجمہ۔ میں نے اپنی ایک کشف میں دیکھا

کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں...

اور صفحہ ۷۹ میں ہے: ''میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انّا زیّنا السّماء الدّ نیا بمصا بیح۔

(۲) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں توحید اور تفرید کا مرتبہ رکھتا ہوں (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲):

انت منّی بمنزلة توحیدی وتفریدی تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید وتفرید۔

(۳) اُن کا دعویٰ تھا کہ خدا کی مانند ہوں۔ دیکھو اربعین نمبر ۳ کی صفحہ ۲۵ کے حاشیہ میں هو هذا۔ رائیل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا اور عبرانی زبان میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں ''خدا کی مانند'' یہ گویا اس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ میں ہے انت منّی بمنزلة توحیدی وتفریدی فحان ان تعان وتعرف بین النّاس یعنی تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں جیسا کہ اپنی توحید وتفرید کو سو جیسا میں اپنی توحید کی شہرت چاہتا ہوں ویسی ہی تجھے دنیا میں مشہور کروں گا اور ہر جگہ جو میرا نام جائے گا تیرا نام ساتھ ہوگا۔

(۴) اُن کا دعویٰ تھا کہ خدا وہیں کھڑا ہو جاتا ہے جہاں میں کھڑا ہوں۔

''مجھے الہام ہوا: انّ اللّٰه معك انا اللّٰه یقوم اینما قمت یعنی خدا تیرے ساتھ ہی خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۷)

(۵) اُن کا دعویٰ تھا کہ خدا مجھ میں سے ہے اور میں خدا میں سے ہوں۔ (دافع البلاء۔ صفحہ ۸)۔ انت منّی وانا منك ترجمہ: تو مجھ میں سے ہے اور میں تجھ میں سے ہوں۔

(۶) اُنکا دعویٰ تھا کہ میں خدا کے نزدیک بمنزلہ اولاد کے ہوں۔ انت منّی بمنزله اولادی یعنی تو تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد۔ ((الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۶)

(۷) اُن کا دعویٰ تھا کہ خدا عرش پر میری تعریف کرتا ہے۔ (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۸):

یحمدك اللّٰه من عرشه یعنی خدا عرش پر تیری تعریف کرتا ہے۔

(۸) کتاب البریہ کے صفحہ ۷۶ میں۔ جس طرف تیرا موںھ اُس طرف خدا کا موںھ۔

(۹) اُن کا دعویٰ تھا کہ اگر میں نہوتا آسمان نہوتا (البدر ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۲):

انّی مع الاکرام لولاك لما خلقت الافلاك ترجمہ: تحقیق میں بزرگوں کے ساتھ ہوں اگر تو نہوتا تو میں آسمان پیدا نکرتا۔

(۱۰) اُنکا یہ بھی دعویٰ تھا کہ خدا نے رات دن میرے لئے پیدا کیا ہے (اربعین ۳ ص ۱۱)

خلقت لك ليلة ونهارًا یعنی تیرے لئے میں نے رات اور دن پیدا کیا۔

(۱۱) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں خدا کا سب سے بڑا نام ہوں (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۴)۔

انت اسمی الاعلی یعنی تو میرا سب سے بڑا نام ہے۔

(۱۲) اُن کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ میں پانی سے پیدا ہوا ہوں اور دوسرے خشکی سے۔

تو ہمارے پانی میں سے ہے اور دوسرے لوگ خشکی سے (کتاب البریہ۔ص ۷۵)

اور انت من ماء وهم من فشل یعنی تو ہمارے پانی سے ہے اور دوسرے لوگ فشل سے۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۳۴)

(۱۳) اُنکا خیال تھا کہ میں جو چاہوں کروں میں مغفور ہوں (اربعین نمبر ۳ ص ۱۱)

اعمل مائشت فانی قد غفرت لك جو چاہے کر تو مغفور ہے۔

(۱۴) اُن کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ (دافع البلاء۔ص ۱۱)

''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے اپنا رسول قادیان میں بھیجا۔

(۱۵) اُن کا دعویٰ تھا کہ خدا کی پاک وحی میرے پر نازل ہوتی ہے (دافع البلاء۔ص ۵)

خدا کی پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی جس کی عبارت یہ ہے انّ اللّٰه لایغیّر مابقوم حتّی یغیّروا ما بانفسهم انّه اوی القرية۔ خدا نے یہ ارادہ فرمایا کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ اُن خیالات کو دور نہ کرلیں جو اُن کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول نہ مان لیں۔

(۱۶) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں داعی الی اللہ اور سراج منیر ہوں (اربعین نمبر ۲ ص ۷)۔

داعی الی اللہ اور سراج منیر یہ دو نام اور دو خطاب خاص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف میں دیئے گئے ہیں پھر وہی دو خطاب الہام میں مجھے دیئے گئے۔

(۱۷) اُن کا دعویٰ تھا کہ مجھے آنحضرت صلعم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تئیس برس کا عرصہ دیا گیا ہے (اربعین نمبر ۳۔ص ۲۲)

''سو امت میں ایک شخص میں ہی ہوں جس کو اپنی نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے

تئیس برس کی مدت دیگئی ہے اور تئیس برس تک برابر یہ سلسلہ وحی کا جاری رکھا گیا ہے۔

(۱۸) اُن کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ میری ہر بات خدا کی وحی ہے (اربعین نمبر ۳ ص ۳۶)

وما ینطق عن الھوا ان ھو الّا وحی یوحیٰ، دنی فتدلّی فکان قاب قوسین او ادنی، ذرنی والمکذّ بین انی مع الرسول اقوم یعنی اور یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے یہ خدا کے قریب ہوا یعنی اوپر کی طرف گیا اور پھر نیچے کی طرف تبلیغ حق کے لیے جھکا اس لئے یہ دو قوسوں کے وسط میں آگیا اوپر خدا نیچے مخلوق مکذبین کے لیے مجھ کو چھوڑ دو میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔

(۱۹) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں حوض کوثر دیا گیا ہوں۔ (اربعین نمبر ۲ ص ۳۱)

انّا اعطیناك الکوثر فصلّ لربك وانحر۔

(۲۰) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں رحمۃ للعالمین ہوں۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۲۵)

وما ارسلناك الا رحمة للعالمین اور ہم نے دنیا پر رحمت کرنے کیلئے تجھے بھیجا ہے۔

(۲۱) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں تمام جہان پر فضیلت رکھتا ہوں اور میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (الحکم مورخہ ۲۴ جون ۱۹۰۰ء)

خدا کی کلام میں مجھ سے یہ محاورہ نہیں ہے۔ مجھے حضرت خداوند کریم محض اپنے فضل سے صدیق کے لفظ سے یاد کرتا ہے اور نیز دوسرے لفظوں سے جن کے سننے کی آپ کو برداشت نہیں ہوگی اور حضرت خداوند کریم نے مجھ کو اس خطاب سے معزز فرما کر انی فضلتك علی العالمین. قل ارسلت الیکم جمیعًا یہ بات بخوبی کھولدی کہ اس ناکارہ کو تمام عالمین یعنی زمین کے باشندوں پر فضیلت بخشی ہے۔

(۲۲) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں خدا کا رسول ہوں نبیوں کے لباس میں (اربعین نمبر ۲ ص ۱۰)

جری اللّٰه فی حل الانبیاء خدا کا رسول ہوں نبیوں کے حلول میں۔

(۲۳) اُن کا دعویٰ تھا (تریاق القلوب صفحہ ۳) کہ:

منم مسیح زماں منم کلیم خدا ۔۔۔ منم محمد واحمد کہ مجتبےٰ باشد

(۲۴) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمان اور عیسائیوں کے لیے مسیح موعود ہوں (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱۹)۔

(۲۵) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں امام حسین سے افضل ہوں۔ (دافع البلاء صفحہ ۱۳):

اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیوں کہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے جو حسین سے بڑھ کر ہے۔

(۲۶) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں زندہ علی ہوں۔(اخبار الحکم ۴ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۰ء):

اس لئے یاد رکھو کہ پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو اب نئی خلافت لو ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔

(۲۷) ان کا دعویٰ تھا کہ میں خاتم الخلفاء ہوں (اعجاز احمدیہ صفحہ ۷)۔

(۲۸) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں علم کا شہر ہوں۔ (اربعین نمبر ۳۰ صفحہ ۳۳):

انت مدينة العلم تو علم کا شہر ہے۔

(۲۹) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں نبی اور رسول ہونے کا انکار نہیں کرتا ہوں:

پس جب کہ اس مدت میں ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں نہ کروں۔(اشتہار ۵ نومبر ۱۹۰۱ء مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

مریدان مرزا غلام احمد نے انہی اوصاف بالا مرقومہ کو مرزا صاحب کی زبان سے سن کر یا اُن کی کتابوں سے پڑھ کر اُن کو مسیح موعود رسول اور نبی اور کرشن وغیرہ مان لیا۔

(اہل حدیث جلد ۶۔ نمبر ۲۱۔ مورخہ ۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۰۹ء ص:۹-۱۰)

❁ جناب اللہ دتا ،مرزا غلام احمد کی عمر کی نسبت فیصلہ، کے عنوان سے لکھتے ہیں:

جب سے مرزا صاحب فوت ہوئے ہیں تب سے ان کی عمر کی نسبت مرزائیوں اور غیر مرزائیوں میں تحقیقات ہو رہی ہے جس کا سبب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ خدا نے مجھے خطاب کر کے فرمایا ہے ثمانين حولاً او قريباً مّن ذلك او يزيد عليه وترىٰ نسلاً بعيدًا. یعنی تیری عمر اسی برس کی ہوگی، یا دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل کو دیکھ لے گا۔ اور یہ الہام قریبا پینتیس برس سے ہو چکا تھا۔ اور لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ دیکھو اربعین صفحہ ۳ نمبر ۳۰ میں عبارت بالا۔

فریقین اس بات پر متفق ہیں کہ مرزا غلام احمد ۱۹۰۸ء میں لاہور میں فوت ہوئے ، ان کا جھگڑا ان کی عمر کی نسبت ہے۔ فریق مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی موت الہام کے مطابق ہوئی

ہے۔فریق غیر مرزائی دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی موت ان کے الہام کے مطابق واقعہ نہیں ہوئی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ کون فریق اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور جھوٹا کون ہے۔ پس میں ہر دو فریق کے روبرو مرزا صاحب ہی کا فیصلہ پبلک کے سامنے حرف بحرف نقل کر کے پیش کرتا ہوں۔

دیکھو کتاب البریہ کے صفحہ ۱۴۶ کے حاشیہ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں وہو ہذا:

''اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے اخیر وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا۔ اور ابھی ریش و برودت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔''

غرض مرزا غلام احمد بقول خود ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۹۰۸ء میں فوت ہوا۔ ۶۸ برس مدت حیات ہوئی۔ افسوس صد افسوس اور حیف صد حیف ہے مریدان مرزا کی ہٹ دھرمی پر، اور اُن سے ڈبل افسوس ہے۔ مولوی نورالدین صاحب پر کہ باوجود حکیم و عالم وفاضل اور حاجی ہونے کے دیدہ دانستہ جھوٹ کو سچ بناتے ہیں جو پیراں نمی پرند کے مصداق بن رہے ہیں یا ''مدعی سست اور گواہ چست کی مثل ہیں۔

راقم: اللہ دتا۔ مختار۔ چک نمبر ۳ نہر گوگیرہ۔

(اہل حدیث جلد ۶۔ نمبر ۲۲۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۰۹ء ص: ۱۰)

✿ جناب اللہ دتا صاحب لکھتے ہیں:

اے مریدان غلام احمد! اے احمدی کہلانے والو! میں تم کو مرزا غلام احمد کے ملہم کی قسم دیکر تم سے چند سوالات کے جوابوں کا طالب ہوتا ہوں اور میرا ہر ایک سوال مرزا صاحب کی تحریر پر ہوگا۔ اور میں مرزا صاحب کی کتابوں سے اصل عبارت حرف بحرف معہ پتہ صفحہ ذیل میں نقل کرونگا تا کہ تم کو حق بات کے قبول کرنے سے انکار کی گنجائش نہ ہو، اور طالب حق کی تسلی اور تشفی کا باعث ہو۔

نبوت کے متعلق مرزا صاحب کے خیالات:

(۱) دیکھو آسمانی فیصلہ کے صفحہ ۷ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں۔ ہو ہذا۔

''میں نبوت کا مدعی نہیں ہوں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''

(۲) اور دیکھو اُسی آسمانی فیصلہ کے صفحہ ۲۸ میں لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

''اے مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو! دشمن قرآن مت بنو اور خاتم النبین کے بعد وحی اور نبوت کا نیا سلسلہ جاری مت کرو اس خدا سے شرم کرو جسکے سامنے حاضر کئے جاؤ گے''

(۳) اور دیکھو حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۷۹ میں لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

”ماکان لی ان ادعی النبوۃ واخرج الاسلام والحق بقوم کافرین۔

(یہ جائز نہیں کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں سے جاملوں)

عبارت مرقومہ بالا نمبرا سے بقول مرزا صاحب نبوت کا مدعی دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ اور عبارت مرقومہ بالا نمبر۲ سے بقول مرزا صاحب جو شخص خاتم النبیین کے بعد وحی اور نبوت کا سلسلہ جاری کرے وہ قرآن کا دشمن ہے اور وہ خدا سے بھی شرم نہیں کرتا۔ اور عبارت نمبر۳ مرقومہ سے بقول مرزا غلام احمد صاف ظاہر ہو رہا ہے جیسے کہ وہ خود تحریر کرتے ہیں کہ اگر میں نبوت کا دعویٰ کروں تو اسلام سے خارج ہو کر کافروں میں مل جاؤں۔

اب مریدان مرزا کو طالبان حق کیلئے یہ ثابت کر کے دکھانا ہے کہ مرزا غلام احمد نے خلاف تحریرات خود نبوت کا اور وحی کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر ان کا دعویٰ وحی اور نبوت کا ان کی کتب سے ثابت ہو جاوے تو وہ بقول خود دائرہ اسلام سے خارج اور کافروں سے ملے ہوئے تصور کئے جاوینگے۔

وحی اور نبوت کے دعویٰ کا ثبوت:

(۱) دافع البلا کے صفحہ ۵ میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی جس کی عبارت یہ ہے انّ اللّٰہ لا یغیّر مابقومٍ حتّی یغیّروا ما بأنفسھم انّہ اوی القریتہ یعنی خدا نے یہ ارادہ کیا کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا۔ جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو نہ مان لیں۔“

عبارت بالا سے خدا کی پاک وحی ہے اور رسول ہونے کا دعویٰ صاف ظاہر ہے اور عربی عبارت کا ترجمہ بھی الفاظ کے خلاف اور زائد کیا گیا ہے۔

(۲) دیکھو دافع البلاء کے صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

”سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“

رسول ہونے کا دعویٰ صاف ظاہر ہے۔

(۳) دیکھو اربعین ۳ صفحہ ۲۲ میں۔ ہو ہذا۔

”سو اس نمونہ میں ایک شخص میں ہی ہوں جس کو آپ نے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تئیس برس کی مدت دی گئی ہے اور تئیس برس تک یہ سلسلہ جاری رکھا گیا ہے۔“

عبارت بالا مرقومہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مرزا غلام احمد ویسی ہی وحی کے مدعی تھے

جیسے کہ خاتم النبین محمد مصطفیٰ صلعم پر اُترا کرتی تھیں تیئس برس تک۔ اور نمونہ لفظ بھی اہل انصاف کے لئے غور طلب ہے۔

(۴) اور دیکھو اخبار الحکم صفحہ ۱۸ جلد ۴ صفحہ ۹ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۰۰ء میں عبدالکریم امام مسجد قادیان اور مرزا کا خاص مرید لکھتا ہے۔ وہو ہذا۔

''یہ مزکی اور مطہر انسان حضرت سید عالم ﷺ کی خوبو اور قوت اور نشان کے ساتھ آیا۔ بلکہ بعینہ وہی آیا کیوں کہ اس میں احیاء اور اماتت کی وہی قدرت ہے۔ یہ ویسا ہی بشیر ونذیر ہے یہ حجۃ اللہ اور آیۃ اللہ ہے۔''

اہل انصاف اور طالبان حق عبارت بالا مرقومہ میں الفاظ ذیل پر خوب غور کریں کہ خو، بو، قوت، نشان، احیاء، اماتت، قدرت، بشیر، نذیر، حجۃ اللہ، آیۃ اللہ ہونے میں مرزا غلام احمد بقول عبدالکریم پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ سید الانبیاء ﷺ کے برابر ہے۔ اے مسلمانوں! نام کا غلام یعنی غلام احمد ایسے برگزیدہ کے اوصاف میں برابر ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے جس کو عام مسلمان کہا کرتے ہیں۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

(۵) اور دیکھو اربعین نمبر ۳ کی صفحہ ۳۶ و ۳۷ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

''ومایںطق عن الھویٰ ان ھو الّا وحی یوحیٰ۔ دنی فتدلّیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ ذرنی والمکذّ بین انّی مع رسول اقوم۔ (ترجمہ اور یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو خدا کی وحی ہے۔ یہ خدا کے قریب ہوا یعنی اوپر کی طرف گیا اور نیچے کی طرف تبلیغ حق کیلئے جھکا۔ اس لئے دو قوسوں کے وسط میں آ گیا۔ اوپر خدا نیچے مخلوق، مکذبین کے لئے مجھ کو چھوڑ دے میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہونگا۔)''

عبارت مرقومہ بالا سے مرزا غلام احمد کا وحی اور نبوت کا مدعی ہونا صاف ظاہر ہو رہا ہے اور عربی الفاظ کا ترجمہ بھی جو مرزا جی نے کیا ہے اہل انصاف کے لئے غور طلب ہے۔

(۶) اور دیکھو اربعین نمبر ۳ کے صفحہ ۳۵ و ۳۶ میں۔ ہو ہذا۔

''ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحقّ وتھذیب الاخلاق۔ اور پھر فرمایا خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔''

عبارت بالا مرقومہ اہل انصاف کے لئے عبارت (جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو)

مرزا کا مدعی وحی اور نبوت ہونا صاف ظاہر ہے۔

(۷) اور دیکھو اخبار البدر ۵/مارچ ۱۹۰۸ء میں۔ ہو ہذا۔

''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم بغیر نئی شریعت کے رسول اور نبی ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کتاب نازل نہیں ہوئی۔''

عبارت مرقومہ بالا میں رسول اور نبی ہونے کا دعویٰ کھلے الفاظ میں ہے۔ ورنہ جو شخص دن کو رات کہہ دیوے اس کی مرضی۔

(۸) اور دیکھو اربعین نمبر ۴ کے صفحہ ۶ میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

''ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کیلئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہوگیا پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں یوں کہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام۔ قل للمومنین یغضّوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکیٰ لھم۔ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیئیس برس کی مدت بھی گذر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انّ ھذا لفی الصّحف الاولی صحف ابراھیم وموسیٰ۔ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہی ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ باطل ہے۔''

اور اسی صفحہ ۶ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

''چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اوس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فُلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا۔ جیسا کہ ایک الہام کی یہ عبارت ہے واصنع الفلک باعیننا ووحینا انّ الّذین یبایعونک انّما یبایعون اللّٰہ فوق ایدیھم یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو کشتی قرار

دیا۔ اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھیرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔''

ساری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد وحی اور نبوت کے مدعی ہیں، اسی واسطے اپنی بیعت کو خدا کی بیعت کہتے ہیں۔ اور مدار نجات ٹھیراتے ہیں۔

احادیث سے نبوت کا مدعی دجال اور کذاب ہے:

(۱) دیکھو مشکوٰۃ کے باب الفتن میں حدیث ابوداود اور ترمذی کی ثوبانؓ سے روایت ہے:

سیکون فی امّتی کذّابون ثلٰثون کلّھم یزعم انّہ نبیّ اللّٰہ وانا خاتم النّبیّین لا نبیّ بعدی۔ (ہونگے میری امت سے جھوٹے وہ تیس ہونگے سب گمان کرینگے وہ نبی اللہ کے ہیں حالانکہ میں خاتم النبین ہوں نہیں کوئی نبی بعد میرے)۔

اور دیکھو مشکوٰۃ کے باب ملاحم میں حدیث بخاری و مسلم کی ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

لاتقوم السّاعۃ حتّی یبعث دجّالون کذّابون قریب من ثلاثین کلّھم یزعم انّہ رسول اللّٰہ۔ (فرمایا حضرت ﷺ نے نہیں قائم ہوگی قیامت پیدا ہوں گے جھوٹے قریب تیس کے ہر ایک کرے گا دعویٰ کہ وہ نبی خدا کا ہے)۔

ان ہر دو حدیث بالا مرقومہ سے آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو رہا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ مخبر صادق نے خبر دی کہ میری امت میں سے تیس شخص رسول اور نبی ہونے کا دعویٰ کرینگے حالانکہ میں خاتم النبین ہوں کوئی نبی میرے بعد نہوگا۔ نبوت کے مدعی دجال اور کذاب ہوں گے۔

اور دیکھو مشکوٰۃ کے باب مناقب علی رضی اللہ عنہ میں:

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لعلیّ انت منّی بنمزلۃ ھارون من موسی الّا انّہ لانبیّ بعدی۔ متّفق علیہ۔ ترجمہ روایت ہے ابن ابی وقاص سے کہ کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے واسطے علی کے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے مگر فرق یہی ہے کہ نہیں نبی بعد میرے۔ متفق علیہ

چونکہ ہارونؑ نبی تھے اور اب نبوت ختم ہو چکی تھی اس واسطے آں حضرت ﷺ نے ساتھ ہی فرما دیا الا انہ لانبی بعدی۔ (مگر فرق یہی ہے کہ نہیں نبی بعد میرے)۔ سبحان اللہ! حضرت علیؓ جیسے برگزیدہ شخص کے لئے جو رسول اللہ ﷺ کا ذاتی بھائی رشتہ دار، اور یار ہو اس کا نبی نہونا یا کہلانا رسول اللہ ﷺ جائز نہ رکھیں اور مرزا غلام احمد قادیانی جیسا شخص وحی پانے اور امر و نہی اور رسول

ہونے کا مدعی ہو جیسا کہ اوپر ان کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے اور جیسا کہ اخبار البدر نمبر ۴۴ و ۴۵ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے۔ ہو ہذا۔

"چونکہ اس مبارک زمانہ میں خدا کا ایک برگزیدہ نبی اور رسول موجود ہے اس لئے عذاب بھی اسی قسم کے نازل ہو رہے ہیں جو انبیاء کے وقتوں میں ہوا کرتے تھے۔"

اے مریدان مرزا غلام احمد! خدا سے ڈر کر سچ ہی کہو کہ رسول خدا ﷺ کا، لا نبیّ بعدی، فرمانا سچ ہے یا تمہارا یہ لکھنا (اس مبارک زمانہ میں خدا کا ایک برگزیدہ نبی اور رسول موجود ہے) سچ ہے۔ مگر آیت خاتم النبین کا بھی خیال رکھنا اور نبوت کے مدعی کی نسبت جو کچھ مرزا غلام احمد نے لکھا ہے اس فتویٰ کو بھی مدنظر رکھنا۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۴۷-۴۸۔ مورخہ ۱۸-۲۵ رمضان ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۳-۳۰ ستمبر ۱۹۱۰ء ص: ۱۹-۲۱)

❁ جناب مولوی اللہ دتہ صاحب وحی اور نبوت کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

بجہت ثبوت مشتے نمونہ از خروارے مرزا غلام احمد کی کتب میں سے اصل عبارت معہ پتہ صفحہ ذیل میں درج کرتا ہوں تا کہ مخالف کو انکار کی گنجائش نہ ہو

۱۔ خدا تعالی نے اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳)

۲۔ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی جس کی عبارت یہ ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم انہ آوی القریۃ۔ ترجمہ۔ خدا نے یہ ارادہ فرمایا کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کریگا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو انکے دلوں میں ہیں یعنی جبتک وہ خدا کے مامور اور رسول کو نہ مان لیں (دافع البلاء صفحہ ۵)

۳۔ سچا خدا وہی ہے جس نے اپنا رسول قادیان میں بھیجا (دافع البلاء صفحہ ۱۱)

۴۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق و تھذیب الاخلاق۔ ترجمہ۔ پھر فرمایا خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔ (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۵)

۵۔ ہمارا دعوی ہے کہ ہم بغیر نئی شریعت کے رسول اور نبی ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کتاب نازل نہیں۔ (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء) (مرزائیو! اب بھی انکار کرو گے کہ مرزا نے رسول اور نبی ہونے کا دعوی نہیں کیا۔ اللہ دتا)

۶ چونکہ اس مبارک زمانہ میں خدا کا ایک برگزیدہ نبی اور رسول موجود ہے اسلئے عذاب

بھی اس قسم کے نازل ہو رہے ہیں جو انبیاء کے وقتوں میں ہوتے تھے (بدر ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء)

۷۔ اجتہادی غلطی سب نبیوں سے ہوا کرتی ہے اس میں سب ہمارے شریک ہیں (الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء)

۸۔ جری اللہ فی حلل الانبیاء ترجمہ۔ یہ رسول خدا ہے نبیوں کے پیرایہ میں یعنی ہر ایک نبی کی خاص صفت اس میں موجود ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۹)

۹۔ اشتہار ۵ نومبر ۱۹۰۱ء مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان:

پس جب کہ میں اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول ہونے کے نام سے کیوں انکار کروں اور جب کہ خدا تعالی نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیوں انکار کروں اور میں جیسا قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ویسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔

مرزائیو! اب صاف صاف کھلے الفاظ میں نبوت اور وحی کا دعوی ہے۔ اس قسم کے حوالے بہت سے میرے پاس موجود ہیں مگر طوالت کے خوف سے نقل نہ کئے اہل انصاف کے لئے امید ہے کہ یہ کافی ہوں گے۔

سید الانبیاء ﷺ سے برابری:

اوپر کی عبارت میں سے باقوال مرزا غلام احمد اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ وہ وحی اور نبوت کے کھلے کھلے مدعی تھے اب ذیل میں اس بات کو بقول مرزا غلام احمد ان کی کتابوں سے اصل عبارت مع پتہ صفحہ ذیل درج کرونگا جس سے کھلے طور پر ہر ایک طالب حق پر آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر ہو جاوے گا کہ مرزا غلام احمد کو سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین و رحمت للعالمین کی خاص خاص صفات میں برابری کا دعوی کھلے طور پر تھا۔

۱۔ داعی الی اللہ اور سراج منیر یہ دو نام اور دو خطاب خاص آنحضرت ﷺ کو قرآن شریف میں دیئے گئے پھر وہی دو خطاب الہام میں مجھے دیئے گئے۔ (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۷)

۲۔ سو اس امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جس کو آپ نے نبی کریم کے نمونہ پر وحی پانے میں تیئس برس کی مدت دی گئی ہے اور تیئس برس تک برابر سلسلہ وحی کا جاری رکھا گیا (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۲)

۳۔ و ما ارسلنا ك الا ر حمة للعا لمين ۔ترجمہ اور ہم نے دنیا پر رحمت کرنے کے لئے تجھے بھیجا ہے۔(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۳)

۴۔ و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا و حی یوحی د نی فتد لی... قا ب قوسین او ادنی ترجمہ: اور یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔ یہ خدا کے قریب ہوا یعنی اوپر کی طرف گیا اور پھر نیچے کی طرف تبلیغ حق کے لئے جھکا۔ اس لئے یہ دو قوسین کے وسط میں آ گیا اوپر خدا اور نیچے مخلوق (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۶)

۵۔ انا اعطینا ك الکو ثر فصل لر بک و انحر (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۱) (مرزائیو! خدا سے ڈر کر بتا سکتے ہو کہ تمہارا کوثر کتنا لمبا چوڑا ہوگا۔ اللہ دتا)

۶۔یو م یعض الظا لم علی ید یه یقو ل یا لیتنی اتخذ ت مع الرسو ل سبیلاً ۔ترجمہ۔اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا کہ کاش میں اس خدا کے بھیجے ہوئے کی مخالفت نہ کرتا اور اس کے ساتھ رہتا۔(اربعین نمبر ۳ ص ۳۳)

۷۔ سبحا ن الذی اسری بعبده لیلاً ۔ترجمہ۔وہ پاک ذات وہی خدا ہے جس نے ایک رات میں تجھے سیر کرایا (حقیقۃ الوحی ص ۷۸)

۸۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک و ما تا خر ۔ترجمہ۔میں ایک عظیم فتح تجھ کو عطا کرونگا جو کھلی کھلی فتح ہوگی تا کہ تیرا خدا تیرے تمام گناہ بخش دے جو پہلے اور پچھلے ہیں (حقیقۃ الوحی۔ص ۹۴)

۹۔ یسین۔ انک لمن المر سلین علی صرا ط مستقیم تنز یل العزیز الر حیم ۔ترجمہ۔ اے سردار تو خدا کا مرسل ہے راہ راست پر خدا کی طرف سے جو غالب اور رحم کرنے والا (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۷) (مسلمانو! سنتے ہو یسین کا خطاب کس کو ملا تھا اور اب کون دعوی کر رہا ہے۔ اللہ دتا)

۱۰۔ سلسلہ احمدیہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو منہاج نبوت پر واقع ہوا ہے اور اس سلسلہ کے اندر روح نبوت کام کر رہی ہے یہی وجہ ہے کہ احمدیت ایک تبلیغی سلسلہ ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود اپنے سید و مولا متبوع امام الرسل حضرت خاتم النبیین ﷺ کی طرح کل دنیا کیلئے مبعوث ہوئے ہیں اور خدا تعالی نے ان کے ذریعہ اظہار الدین مقدر کر رکھا ہے اور ھو الذی ارسل رسو له با لھدی و دین الحق لیظھره علی

الدین کلہ کی وحی آپ کو ہو چکی ہے۔ پس جب کہ مسیح موعود کی بشارت کل اقوام عالم اور افراد کیلئے اس رنگ میں ہے جس طرح سید الرسل حضرت احمد مکی ﷺ کو خطاب ہوا تھا کہ قل انی رسول اللہ الیکم جمیعاً اور خود حضرت مسیح موعود، مہدی مسعود، اور کرشن مہاراج کے دعوی میں اس امر کو واضح کر کے بتا دیا (الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۵ء ص ۴)

۱۱۔ میں عبدالکریم امام مسجد قادیان مرزا کا خاص مرید لکھتا ہے:

یہ مزکی اور مطہر انسان حضرت سید عالم ﷺ کی خو بہ خو اور قوت اور نشان کے ساتھ آیا بلکہ بعینہ وہی آیا کیونکہ اس میں احیا اور اماتت کی وہی قدرت ہے یہ ویسا ہی بشیر و نذیر ہے یہ حجۃ اللہ اور آیۃ اللہ ہے۔ (الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۰ء)

مسلمانو! سنتے ہو؟ اور طالبان حق غور سے سوچو عبارت مرقومہ بالا سے الفاظ، خو بہ خو قوت نشان احیا اماتت قدرت بشیر نذیر حجۃ اللہ آیۃ اللہ ہونے میں بقول عبدالکریم، مرزا غلام احمد، پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ ﷺ سید الانبیاء کے برابر

سبحان اللہ! جس شخص کے نام سے پہلے وضعاً غلام کا لفظ موجود ہے وہ اپنے آقائے نامدار کے اوصاف کا دعوی کھلے کھلے الفاظ میں کر رہا ہے ایسے برگزیدہ کے اوصاف میں جس کی نسبت عام زبان زد ہے: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ سچ ہے:

غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو رسول حق باستحکام مرزا

۱۲۔ اور دیکھو غور اور فکر سے دیکھو کرامات الصادقین کے صفحہ ۱۹ میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

پس یہ خیال کہ گویا جو کچھ آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید کے بارہ میں فرمایا ہے اس سے بڑھ کر ممکن نہیں بدیہی البطلان ہے۔

معاذ اللہ من ھذہ الاعتقاد۔ میں مرزا غلام احمد کے خیالات باطلہ کو کہاں تک لکھوں طالبان حق کے لئے میں اپنے دعوی کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ ضد کا علاج میرے پاس نہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۲۸ جولائی۔ ۱۹۱۱ء۔ ص ۲۔۴)

❁ جناب اللہ دتا صاحب، مریدان مرزا سے ایک سوال، کے زیر عنوان رقم طراز ہیں:

صاحبان! خدا سے ڈر کر اور اپنے عقل و ایمان سے بھی مشورہ لے کر بذریعہ اخبار اہلحدیث میرے سوال کا جواب ضرور ہی دینا۔ میں ازالہ اوہام سے تمہارے ہی مرشد مرزا غلام احمد صاحب کی عبارت نقل کرتا ہوں اور تم سے جواب کا طالب ہوتا ہوں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اول تو جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جزء یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ سدہا پیش گوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے جس کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں

اے مرزائیو! یا احمدیو! آیا تم بھی ایسا ہی مانتے ہو جیسا کہ تمہارے مرشد مرزا غلام احمد صاحب نے لکھا کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ ایسا ہے کہ نہ وہ جزوایمان ہے اور نہ دین کے رکنوں میں سے ایک رکن ہے اور نہ اسے اسلام سے کچھ تعلق ہے

پس تمہارے ہاں یا ناں کا جواب احمدی اور غیر احمدی کے کفر اور اسلام میں فیصلہ کن ہو جائے گا۔ مگر سوچ کر جواب دینا۔ بے شک حکیم نورالدین سے بھی مشورہ کر کے جواب دینا مگر ضرور دینا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۵)

❁ جناب اللہ دتا، رسالہ ریویو قادیانی میں سفید جھوٹ، کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

پرچہ اخبار اہل حدیث ۱۸۔ اگست ۱۹۱۱ء کا میری نظر سے گذرا جس کے شروع میں فاضل اڈیٹر نے قادیانی رسالہ ریویو میں سے ایک مضمون درج کر کے نمبروار کافی وشافی جواب دے دیا ہے مگر خاکسار صرف نمبر اول کی نسبت مرزائیوں کے سفید جھوٹ کو مرزا غلام احمد کی تحریر سے طالبان حق پر ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ یہ لوگ مرزا غلام احمد کی تعریف میں جھوٹ بولنے میں نہ خدا کا خوف کرتے ہیں اور نہ پبلک میں شرمسار ہونے کا خیال دل میں لاتے ہیں دیکھو رسالہ ریویو میں آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء اور مرزا غلام احمد کو خاتم الخلفاء لکھ کر چند واقعات سے مقابلہ کر کے بزعم خود مشابہت ثابت کی کوشش کی مگر افسوس کہ پہلی بسم اللہ ہی غلط۔ یعنی پہلے نمبر میں جو مقابلہ کیا گیا وہ بھی بالکل جھوٹ۔ چنانچہ اصل عبارت نمبر اول رسالہ ریویو ذیل میں حرف بحرف نقل کر کے مرزا غلام احمد کی تحریر سے دعوی کا بطلان سب پر ظاہر کیا جاوے گا۔

خاتم الخلفاء۔ا۔ باوجود ہندی موطن ہونے اور کسی استاد سے باقاعدہ تعلیم علوم رسمیہ نہ پانے کے آپ نے عربی کتابیں بڑی تحدی سے شائع کیں۔

جناب اللہ دتا صاحب لکھتے ہیں: اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے کسی استاد سے یا باقاعدہ تعلیم نہیں پائی جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی سے تعلیم نہیں پائی۔ افسوس کہ مرزائی کہ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند کے مصداق بن رہے ہیں حالانکہ مرزا غلام احمد کا

تحریری اقبال موجود ہے کہ میں نے چار اساتذہ سے باقاعدہ تعلیم پائی ہے۔ثبوت کیلئے کتاب البریہ سے اصل عبارت نقل کرتا ہوں تا کہ طالبان حق کو مرزائیوں کے سفید جھوٹ کا پورا یقین ہو جاوے اور مریدان مرزا کو بھی انکار کی گنجائش نہ ہو۔دیکھو کتاب البریہ کے صفحہ ۱۴۸ کے حاشیہ میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں ہوھذا:

بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح ہوئی جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خوان معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر قریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالی کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔مولوی صاحب موصوف جو ایک بہت دیندار اور بزرگوار آدمی تھے وہ بہت توجہ سے پڑھاتے رہے اور میں صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا ان کا نام گل علی شاہ تھا ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا اور آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالی نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔

جناب اللہ دتا صاحب لکھتے ہیں: او مرزائیو! خدا سے ڈر کر شرم سے کام لو کسی مذہب میں جھوٹ بولنا اور کسی کی جھوٹی تعریف کرنا درست نہیں ہے دیکھو مرزا غلام احمد صاحب تو خود تحریری اقبال کرتے ہیں کہ میں نے چار استادوں سے فارسی عربی صرف نحو منطق حکمت وغیرہ علوم مروجہ کی تعلیم پائی اور تم ان کے خلاف لکھتے ہو کہ کسی استاد سے یا باقاعدہ تعلیم علوم رسمیہ نہیں پائی۔خدا سے ڈر کر ایسے صریح جھوٹ کے تحریر کرنے سے باز آجاؤ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ شوال ۱۳۲۹ھ؛۱۳۔اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۵،۶)

(مرزا قادیانی، الحکم ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۲ پر اپنے ایک استاد کا حال یوں بتاتے ہیں:

۱۹ جنوری ۱۸۹۸ء کو مرزا نے فرمایا:....خلیفہ محمد حسن نے لکھا ہے کہ فدیناہ بذبح عظیم سے جو

قرآن میں آیا ہے امام حسین کا شہید ہونا نکلتا ہے اور اس نکتہ پر بہت خوش ہوئے ہیں کہ گویا قرآن شریف کے مغز کو پہنچ گئے ہیں ان کی اس نکتہ دانی پر مجھے ایک پوستی کی حکایت یاد آئی ۔ وہ یہ ہے کہ ایک پوستی کے پاس ایک لوٹا تھا اور اس میں سوراخ تھا، جب رفع حاجت کو جاتا، اس سے پیشتر کہ وہ فارغ ہو کر طہارت کر لے، سارا پانی لوٹے سے نکل جاتا تھا آخر کئی دن کی سوچ اور فکر کے بعد اس نے یہ تجویز نکالی کہ پہلے طہارت ہی کر لیا کریں اور اپنی اس تجویز پر بہت ہی خوش ہوا ۔ اسی قسم کا نکتہ اور نسخہ ان کو ملا ہے جو فدیناہ بذبح عظیم سے امام حسین کی شہادت نکالتے ہیں ۔ شیعہ لوگوں کی مسجدیں تک تو صاف نہیں رہ سکتی ہیں، ہم ایک شیعہ استاد سے پڑھا کرتے تھے اور وہاں کتے پیشاب و پاخانہ کیا کرتے تھے اور مجھے یاد نہیں کہ کسی نے کبھی وہاں نماز پڑھی ہو۔

مرزا صاحب کے ایک اور استاد کا ذکر درج ذیل تحریر ملتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ امرتسر میں کسی مکتب میں پڑھتے رہے ہیں ۔ ملاحظہ فرمائیے:

محمد اشرف بیگ زمین دار موضع چندھیری پرگنہ بوڈہانہ ضلع مظفر نگر (احمدی) لکھتے ہیں کہ ایک سفید ریش کشمیری (احمدی) سے جو میرٹھ میں تجارت زردوزی و رفو چاک کرتے ہیں سے ملاقات ہوئی، میں نے عرض کیا کہ آپ مجھ سے بدرجہ اولی خوش قسمت ہیں اس معنی کر کہ ہنگام آمد و رفت کشمیر در اثنائے راہ ضرور آپ حضرت اقدس (مرزا) سے قدم بوس ہوتے رہتے ہوں گے ...اس پر کشمیری صاحب ایک آہ کلیجہ سے کھینچ کر فرماتے ہیں....:

حضرت مرزا صاحب کی قدم بوسی سے بہ زمانہ حال تو محروم ہوں ولیکن ایام طفلی میں میں اور حضرت مرزا صاحب بمقام امرتسر ہم سبق تو نہ تھے البتہ ہم مکتب ضرور رہے ۔ اس وقت کی ایک بات اب تک یاد کیا تصویر نظر یہ ہے کہ سبق پڑھنے کی حالت میں حضرت مرزا کی طرف جو کبھی لڑکپن سے ہماری پشت ہو جاتی تھی تو مولوی صاحب معلم الد بستاں باہستگی انگلی دانتوں میں دبا کر فرمایا کرتے تھے کہ ادب سے بیٹھو۔ ہمارے سوال حالے و مقالے کے جواب میں مولوی صاحب استاد المکتب مرزا صاحب کے مخاطبہ کنایہ سے فرمایا کرتے تھے کہ ارے ادب کو ملحوظ خاطر رکھو مؤدب بیٹھو کبھو یہ کچھ بنیں گے ۔ اخبار بدر قادیان یکم مارچ ۱۹۱۱ء ص ۵ ۔ بہاء)

مولانا اللہ دتا صاحب، **حکیم نور الدین سے چند سوال** ، کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

جناب حکیم صاحب السلام علیکم وعلی من اتبع الہدیٰ ۔ میں حق کا طالب ہوں خدا شاہد حال ہے کہ مجھے مرزا صاحب قادیانی آنجہانی سے کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے۔ میں اپنی دلی تشفی کے لئے آنجناب سے دریات کرتا ہوں ۔ میرا ہر ایک سوال مرزا صاحب کی تحریر کردہ عبارت پر ہوگا۔ مہربانی کر کے میرے ہر ایک سوال کا جواب خدا سے ڈر کر دیویں طرفداری کا خیال ہرگز دل میں نہ لاویں

خداوند تعالیٰ سے ہمارے دلوں کا حال پوشیدہ نہیں ہے اور یہ زندگی بھی چند روزہ ہے آخر موت در پیش ہے ہمیشہ کے لئے نہ کوئی زندہ رہا ہے اور نہ ہم ہی رہیں گے۔ آپ جس اخبار میں میرے سوالوں کا جواب نمبروار تحریر کرادیں وہ اخبار ٹکٹ لگا کر یا بصیغہ بیرنگ ضرور ہی میرے نام ارسال فرماویں۔

پہلا سوال منظور محمد کے لڑکے کی نسبت: (۱) دیکھو اخبار بدر مورخہ ۱۴- جون ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۲ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں وہو ہذا:

''خدا کی تازہ وحی۔ ۷/جون ۱۹۰۶ء بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے دو نام ہوں گے (۱) بشیر الدولہ (۲) عالم کباب۔ یہ ہر دو نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے اور ان کی تعبیر اور تفہیم یہ ہے (۱) بشیر الدولہ سے یہ مراد ہے کہ وہ ہماری دولت اور اقبال کے لئے بشارت دینے والا ہوگا۔ اس کے پیدا ہونے کے بعد زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی اور دوسری پیشگویاں ظہور میں آویں گی اور گروہ کثیر مخلوقات کا ہماری طرف رجوع کرے گا اور عظیم الشان فتح ظہور میں آویگی۔ (۲) عالم کباب سے مراد ہے کہ اوس کے پیدا ہونے کے بعد چند ماہ تک یا جب تک کہ وہ اپنی برائی بھلائی شناخت کرے دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی گویا دنیا کا خاتمہ ہو جاویگا۔ اس وجہ سے لڑکے کا نام عالم کباب رکھا گیا۔''

اور دیکھو اخبار بدر مورخہ ۲۱/جون ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۳ میں۔ ہو ہذا:

''خدا کی تازہ وحی ۱۹ جون ۱۹۰۶ء میاں منظور محمد کے اُس بیٹے کے نام جو بطور نشان ہوگا بذریعہ الہام الٰہی مفصلہ ذیل معلوم ہوئے۔ (۱) کلمۃ العزیز (۲) کلمۃ اللہ خان (۳) وارڈ (۴) بشیر الدولہ (۵) شادی خان (۶) عالم کباب (۷) ناصر الدین (۸) فاتح الدین (۹) ہذا یوم مبارک۔''

جناب حکیم صاحب! ۷ و ۱۹ جون ۱۹۰۶ء کو بقول مرزا صاحب خداوند صادق الوعد نے بذریعہ الہام مرزا صاحب کو دو دفعہ منظور محمد کے گھر محمدی بیگم سے بالا مرقومہ اوصاف سے موصوف چند ناموں والے لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر دی۔ اب آنجناب سے دریافت کرتا ہوں کہ منظور محمد کے گھر محمدی بیگم سے وہ لڑکا پیدا ہوا ہے یا نہیں؟

دوسرا سوال زلزلہ کی نسبت: (۲) دیکھو اخبار بدر مورخہ ۲۴/مئی ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۲ میں ہو ہذا:

''خدا کی تازہ وحی۔ اریک زلزلۃ السّاعۃ۔ ترجمہ۔ میں تجھے وہ زلزلہ دکھاؤنگا جو

قیامت کا نمونہ ہوگی۔''

اور حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲ے میں مرزا صاحب لکھتے ہیں ہو ہذا:

اریک زلزلة السّاعة۔ ترجمہ۔ قیامت کے مشابہ ایک زلزلہ آنے والا ہے جو میں تجھے دکھاؤنگا۔''

جناب حکیم صاحب! آپ خدا سے ڈر کر سچ فرمادیں کہ اس تحریر کے بعد مرزا غلام احمد کی زندگی میں کوئی ایسا زلزلہ آیا جو قیامت کا نمونہ تھا جس کو مرزا صاحب بچشم خود دیکھا مگر جواب دینے سے پہلے مرزا کے اس فقرہ کو جو پہلے سوال کے زیر عنوان درج ہے یعنی منظور محمد کے گھر لڑکا پیدا ہونے کے بعد زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی اور دوسری پیشگوئیاں ظہور میں آویں گی خیال فرمالینا۔

تیسرا سوال مرزا صاحب کے مبشر لڑکے کی نسبت: (۳) دیکھو حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۵ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں ہو ہذا:

''انّا نبشّرك بغلام مظهر الحقّ والعلا كانّ اللّٰه نزل من السّماء۔ ترجمہ:
ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جسکے ساتھ حق کا ظہور ہوگا گویا آسمان سے خدا اتریگا۔''

جناب حکیم صاحب! مرزا غلام احمد صاحب کے موجودہ لڑکوں میں سے وہ کون ہیں جن کی نسبت کہا گیا ہے کہ گویا آسمان سے خدا اُترے گا؟

چوتھا سوال دوسری قوت آنے کی نسبت: (۴) دیکھو رسالہ ''الوصیت'' کے صفحہ ۴ و ۵ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں ہو ہذا:

''اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہاری دل پریشان نہو جائیں کیوں کہ تمہارے لئے دوسری قوت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اوس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیوں کہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ تا قیامت منقطع نہیں ہوگا۔ وہ دوسری قوت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن جب میں جاؤنگا تو پھر خدا اوس دوسری قوت کو تمہارے پاس بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی جیسا کہ براہین میں وعدہ ہے وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں بلکہ تمہاری نسبت ہے۔''

جناب حکیم صاحب! سچ کہنا وہ دوسری قوت جس کا آنا مرزا صاحب کے جانے پر موقوف تھا آگئی اور مریدوں میں وہ کون شخص ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا یا ابھی تک وہ پیدا نہیں ہوا جس کا نام دوسری قوت ہے۔

پانچواں سوال ڈاکٹر عبدالحکیم خان پیشگوئی کی نسبت: (۵) دیکھو چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۱ میں مرزا غلام احمد صاحب تحریر کرتے ہیں ہو ہذا:

''ہاں آخر دشمن اب ایک پیدا ہوگیا جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے۔ جن کا دعویٰ ہے کہ میں اُس کی زندگی میں ۴؍اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہوجاؤنگا یہ اوس کی سچائی کے لئے نشان ہوگا۔ یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے.... چونکہ یہ دعویٰ باطل تھا اور عقیدہ کے خلاف تھا اس لئے میں نے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا۔ آخیر میں میں نے اپنی جماعت سے خارج کردیا تب اوس نے یہ پیشگوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴؍اگست ۱۹۰۸ء تک اوس کے سامنے ہلاک ہوجاؤنگا۔ مگر خدا نے اس پیشگوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جاوے گا۔ اور میں اس کے شر سے محفوظ رہونگا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کرے گا۔''

جناب حکیم صاحب! عبارت بالا مرقومہ کا مطلب تو صاف ہے (۱) ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب نے پیشگوئی کی تھی کہ مرزا غلام احمد صاحب ۴؍اگست ۱۹۰۸ء تک اُس کی زندگی میں ہلاک ہوجاویگا جس کو مرزا صاحب نے دو دفعہ لکھا ہے۔ (۲) ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی کے مقابل مرزا صاحب کو خدا نے خبر دی ہے کہ ڈاکٹر صاحب خود عذاب میں مبتلا کیا جاویگا۔ (۳) مرزا غلام احمد صاحب نے یہ بھی صاف لکھا ہے کہ جو شخص خداوند تعالیٰ کی نظر میں صادق ہوگا خدا اس کو مدد کرے گا۔ جناب حکیم صاحب! خدا سے ڈر کر سچ کہنا ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی پیشگوئی کے مطابق مرزا غلام احمد صاحب ۴؍اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہوئے یا نہیں؟ (۲) مرزا صاحب کی پیشگوئی ڈاکٹر صاحب کے عذاب میں مبتلا ہونے کی جھوٹی نکلی یا نہیں؟ (۳) خدا کی نظر میں کون صادق رہا اور کون جھوٹا نکلا (۴) خدا نے کس کی مدد کی مرزا صاحب کی یا ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی؟

چھٹا سوال مرزا صاحب کی اسی برس عمر کی نسبت: (۶) دیکھو اربعین نمبر ۳ کے صفحہ ۹ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ہو ہذا:

''خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں اسی برس کا دو تین برس کم یا زیادہ تیری عمر کرونگا تا کہ لوگ کمی عمر سے کاذب ہونے کا نتیجہ نہ نکال سکیں۔''

پھر اسی اربعین نمبر۳ کے صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں ہو ہذا:

''چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ دشمن میری موت کی تمنا کرینگے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جھوٹا تھا تب ہی جلد مر گیا اس لئے پہلے ہی سے اُس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ثمانين حولا او قريباً مّن ذلك او تزيد عليه سنينا وترى نسلاً بعيداً یعنی تیری عمر اسی برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ تو اس قدر عمر پاویگا۔ ایک دور کی نسل کو دیکھے گا اور یہ الہام قریباً پینتیس برس سے ہو چکا ہے اور لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔''

جناب حکیم صاحب! خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہنا کہ بموجب الہام بالا مرزا صاحب کی عمر کیا پوری ہوئی ہے؟ مگر جواب دینے سے پہلے عبارت ذیل کو جو مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی پیدائش یعنی سوانح خود لکھی ہے غور سے پڑھ لیویں۔

دیکھیں کتاب البریت کے صفحہ ۱۴۶ کے حاشیہ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں۔ ہو ہذا:

''میری ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے اخیر وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترہویں برس میں تھا اور ابھی ریش و برودت کا آغاز نہیں تھا۔''

جناب حکیم صاحب! آپ عالم ہیں اور فاضل بھی ہیں۔ اور حاجی بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں اور عمر رسیدہ بھی ہیں اور مرزائی جماعت یعنی احمدی جماعت کے اعلیٰ بزرگ بھی ہیں۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر آپ طرفداری کی خاطر حق کو نہ چھپاویں۔ کیوں کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب ان کی پیدائش ۱۸۳۹ء میں ہوئی اور ان کی موت ۱۹۰۸ء میں واقعہ ہوئی یعنی جو اسی سال سے گیارہ برس کم ہے۔ سال قمری و شمسی کا فیصلہ تو خود مرزا صاحب نے ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترہویں برس لکھنے سے فیصلہ کر دیا ہے۔ موت ۱۹۰۸ء میں۔ پیدائش ۱۸۳۹ء میں۔ باقی عمر کے ۶۹ برس ہوتے ہیں۔

جناب حکیم صاحب جی! آپ کی خدمت میں دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ میرے ہر ایک سوال کا جواب نمبر وار دیویں اور جس اخبار میں آپ طبع کراویں وہ اخبار مہربانی کر کے میرے نام ٹکٹ لگا کر یا بیرنگ ضرور ارسال کریں۔

(اہل حدیث **جلد۹۔ نمبر۱۶۔ مورخہ ۲۶ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۱۲ء** ص:۸-۹)

(اڈیٹر بدر نے ، اللہ دتا کو جواب ، کے عنوان سے لکھا: اخبار اہل حدیث امرتسر میں کسی صاحب اللہ دتا نام نے چند ایک سوال مسیح موعود (مرزا) کی بعض پیشگوئیوں کے متعلق کئے ہیں جو انکے خیال میں پوری نہیں ہوئیں۔ ان سوالات

کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں اللہ دتا نے حضرت (مرزا) صاحب کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ انہی کتابوں میں اور بھی بہت سی پیش گوئیاں درج ہیں جن کے ذکر سے آپ ساکت ہیں کیونکہ آپ کو بھی ان کا پورا ہونا ماننا پڑتا ہے پس اول ہم آپ سے یہ دریافت کر کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے پورا ہونے سے آپ نے کیا فائدہ اٹھایا جب ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی طبیعت ایسی سعید ہے کہ کسی نشان کے پورا ہونے سے فائدہ اٹھا سکتی ہے اور مخالفین انبیاء کی طرح اپنی ضد پر پڑا رہنے والی نہیں تو انشاء اللہ ہم آپ کو یہ پیش گوئیاں بھی سمجھا دیں گے ورنہ اپنے وقت کو بے فائدہ ضائع کرنا ہم پسند نہیں کرتے باقی رہا..ثناء اللہ کا نہ مرنا سوانہوں نے خود ہی ایک معیار قائم کیا تھا کہ جھوٹا لمبی عمر پاتا ہے۔حرامزادے کی رسی دراز ہوتی ہے سو وہ سمجھ لیں کہ خدا نے ان کا معیار ان کے پیش کیا ہے۔ کردنی خویش آمدنی پیش۔اخبار بدر قادیان ۲۲ فروری ۱۹۱۲ء ص ۵)

قادیانی کذب بیانی

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان سے اگر کوئی کذب بیانی شائع ہو تو مجھے تعجب نہیں ہوتا کیوں کہ قادیانی مشن کی بنیاد ہی جب غلط گوئی اور کذب بیانی پر ہے تو فروع سے کیونکر ممکن ہے کہ راست بازی سے کام لیں یا لے سکیں۔اس مرنے والے (مرزا) نے کونسی کسر اٹھا رکھی تھی جو یہ اٹھا رکھیں گے۔

گذشتہ پرچہ اہل حدیث مورخہ ۱۱ر نومبر میں ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ ایک صاحب قادیان سے لکھتے ہیں کہ میں نے جو تمہارے فلاں انعامی مضمون کا جواب لکھا ہے اب اس انعام کا فیصلہ انجمن اتحاد المسلمین میں پیش کر کے انعام دلوا دیں۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ انجمن اتحاد المسلمین تو اس میں دخیل نہیں ہوسکتی کیوں کہ وہ اس غرض کے لئے نہیں، ہاں تم کو اختیار ہے کہ بذریعہ عدالت وصول کرلو۔اس کے جواب میں وہی مرزائی لکھتا ہے کہ مولوی صاحب نے شریعت کے فیصلہ سے انکار کیا ہے اس لئے میں بھی مجبوراً عدالت میں جاؤنگا۔ یہ صریح کذب بیانی ہے، میں نے شریعت کے فیصلہ سے نہ انکار کیا ہے اور نہ کبھی کرونگا، بلکہ ایسا کرنا بے ایمانی سمجھتا ہوں اور سمجھونگا۔ میں نے تو صرف یہ عذر کیا تھا کہ انجمن اتحاد المسلمین اس کا فیصلہ نہیں کرسکتی، اس کا نام اگر شرعی فیصلہ سے انکار ہے تو لیجئے میں اسی انجمن کے تین ممبروں کو نامزد کر کے اقرار کرتا ہوں کہ یہ صاحب جو فیصلہ کردینگے مجھے منظور ہوگا۔ا۔حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیانی ۔ممبر انجمن اتحاد

المسلمین ۔۲۔ جناب مولوی محمد حسین بٹالوی۔ممبر انجمن اتحاد المسلمین ۔۳۔ جناب مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی۔ممبر انجمن اتحاد المسلمین

پس ان تینوں کا بورڈ جہاں چاہو جمع کرا کے فیصلہ کرالو۔تم اپنے دعویٰ کا ثبوت دینا کہ جواب صحیح ہے، میں ثابت کرونگا کہ یہ جواب مرزا آنجہانی کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اب تو راضی ہو۔ اگر اب تم مجھ کو شریعت کے فیصلہ کا منکر کہہ کر عدالت میں جانا چاہو تو مزے سے جاؤ مگر یاد رہے ۔

ستعلم لیلیٰ ای دین تداینت　　　　وای غریم فی التقاضی غریمہا

(اہل حدیث جلد ۸۔نمبر ۴۔مورخہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۱۰ء ص: ۲-۳)

قدرت ثانیہ

تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن (جن کا نام معلوم نہیں ہو سکا) لکھتے ہیں:

خطۂ پنجاب بھی کیسا ہی خوش قسمت ہے۔خصوصاً اس وقت سے تو اس کے بھاگ جاگ اٹھے ہیں۔ جب سے مرزا آنجہانی نے دنیا میں آکر پاؤں بطریق دیگر پھیلائے اس میں کچھ شک نہیں کہ جس دن سے مرزا آنجہانی نے پیغمبری کو اختیار کیا، خطۂ پنجاب میں کچھ ایسی آزادی ہوگئی ہے اور ایسی بیحیائی پھیل گئی ہے کہ ایک نہیں دو نہیں درجنوں کے درجن پیغمبری مجددی اور طرح طرح کے دعوے کرنے میں پیش قدم ہیں۔ ہمارے مرزا نے جب تک رہے، بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے، طرح طرح کے من گھڑت الہام قادیانی مشین میں ہر روز تراشے جا کر الحکم اور بدر کی نذر ہوتے تھے۔الہاموں کے کیا ہی کہنے تھے وہ ایسے کچے اور واہیات ہوتے تھے کہ ایک ذی عقل دیکھ کر اور سن کر قہقہہ لگائے بغیر نہیں رہ سکتا۔عقلمند طبائع حیران رہ جاتی تھی کہ یہ کیا کر رہا ہے۔مرید ایسی پٹی پر چڑھے ہوئے تھے کہ خواہ کیا ہو اٰمنا وصدقنا ان کا تکیہ کلام تھا اور ہے، یہ سمجھ کسی کو نہ آتی کہ ہمارے رسول کی عجیب رسالت ہے، کیوں کہ آپ کے اکثر الہام طمع نفسانی اور کارشیطانی پر مبنی ہوتے تھے۔عورتوں کے نکاح میں آنے کے الہام تو درجنوں ہوا کرتے تھے، لیکن افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی ورنہ آپ تو مرتے دم تک محمدی بیگم کے منہ کو ترستے گئے، مقویات استعمال کر کر کے آپ نے خوب دن گذارے، اولاد کی بکثرت ہونے سے بھی آپ کو کچھ تامل ہی ہوا کرتا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ دعویٰ نبوت خیالات معرفت الٰہی (بقول خود) پھر کا یہ حال کہ کوئی سال خالی نہیں، مگر اس میں شک نہیں

کہ مرزا صاحب دانا بہت تھے، بات کو جھٹ تاڑ جاتے تھے اس الزام کی بریت کیلئے بھی الہامات کو ہی پیش خیمہ قرار دے رکھا تھا (کیوں نہ دیتے الہام گھر کے تھے، مول تو تھوڑے ہی لینے ہوتے تھے) پہلے ہی شائع کر دیتے تھے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی، وہ ان صفات سے متصف ہوگا وہ اس کام کیلئے پیدا کیا جاویگا ،اس سے مجہول اور عقل کے اندھے مریدوں کے جس قدر دل خوش ہوتے تھے ان کے بیان کی ضرورت نہیں۔ لوگوں سے فخر یہ کہتے کہ دیکھو ہمارے حضرت کا یہ الہام بھی پورا ہوگا، یعنی قبل از مرگ واویلا۔ واہ بھئی واہ اس میں کلام نہیں کہ آپ کے دن دنیا میں نہایت عیش وعشرت سے گذرے، خوب گذرے مگر مجھے ازراہ ہمدردی ترس آتا ہے کہ آپ کا انجام ٹھیک نہ رہا، ان کی آخری حالت تو بزبان خود کہہ رہی تھی کہ: من نکردم شما حذر بکنید۔ کیوں کہ قوم کے فخر، فاتح قادیان، شیر پنجاب مولانا ثناء اللہ کے مقابلہ پر آپنے جو شرط جانبازی لگائی تھی جس کے مطابق آپ تمام امیدوں کو منقطع کرتے ہوئے چلدیئے وہ کچھ کم شرم وہ نہ تھی، جس کا نقشہ اس شعر سے آنکھوں کے آگے جم جاویگا۔

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر　　　کذب میں سچا تھا پہلے مرگیا

مگر ان کرشن پنتھیوں کو عبرت کہاں، خدا ان کی قابل رحم حالت پر فضل وکرم کرے آمین۔ آج مجھے جس پہلو پر روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوئی وہ اور ہے، اور وہ انہی کے ایک صادق مرید کا ذکر خیر ہے، اس لئے ہم نے پہلے اس کے مرشد کے ذکر کو ثواب کے حاصل کرنے کو مناسب سمجھا جن کی برکت سے اور جن کی جرأت پر اس نے بھی دوکان کھولی ہے۔ ہمیں اس بات کا فخر ہے کہ یہ سعادت ہمارے ضلع کے حصہ میں بھی آئی ہے۔ گورداسپور کا ضلع گو زیادہ خوش قسمت ہے لیکن شکر ہے کہ ہم دوسرے نمبر سے نیچے نہیں گرے۔ گجرات سے چھ سات کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں عالمگڑھ ہے، وہاں ایک صاحب جن کی عمر پچاس سال سے بھی زیادہ ہوگی اور وہ سائیں احمد کے نام سے مشہور ہیں، ان حضرت نے یہ مشہور کیا ہے کہ ''قدرت ثانیہ'' ہوں یعنی مرزا قادیانی پہلی قدرت تھے اور میں قدرت ثانیہ ہوں۔ مجھے آپ کے درشن گجرات میں نصیب ہوئے۔ جب میں نے آپ کو پہلے پہل دیکھا تو آپ کی لمبی داڑھی اور متبرکانہ صورت پر نہایت ترس آیا۔ پیشانی پر پسینہ کا آنا، ہاتھ دیوانوں کی طرح مارنا، سر کا گھومنا بتا رہا تھا کہ بیچارہ منہ سے بات نکال کر پچھتا رہا ہے۔ میرے خیال میں اس بیچارے نے کسی طمع نفسانی پر یہ صدا بلند کی ہے کہ کچھ تعجب نہیں اگر چند عقل کے اندھے میرے پیرو بھی ہوجاویں ایک تو وہ کام بنجاوے جس کے لئے یہ قصد کیا ہے دوسرا وہ الہام پورا ہوجاویگا کہ وہ میرے مکانات بغیر میری لاگت کے تیار ہوجاوینگے۔ یعنی خود ہی عقل کے اندھے چندہ

دے کر مکان بنا دیگے۔ خود ہی میرے الہام کے قائل ہو کر پختہ عقیدہ کے ہو جاوینگے۔ آہا یہ کیسی عقل کی مار ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ عالمگڑھی میاں کی یہ دوکان نہیں چلے گی کیوں کہ مرزا آنجہانی علم رکھتے تھے اور ان کو ہاتھ پر تیلی کھلانا خوب ہی آتا تھا اور وہ ملمع پر روغن چڑھانا خوب جانتے تھے، انہی کی روش پر پہلے کوئی کہہ گیا ہوا تھا کہ ۔ جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے۔

للہ ہمیں کوئی اس جدید (نئے) فرقہ سے بغض نہیں ہے بلکہ ہمیں ترس آتا ہے۔ امید ہے خلیفۃ المسیح (حکیم نورالدین) جواب سے مطمئن فرما دیں گے کہ کیا واقعی آپ کے گرو صاحب کا کوئی ایسا الہام ہے جس سے ہر سال رسولوں کا آتا رہنا ثابت ہے، اور عالمگڑھی بوڑھے کی نسبت کیا فتویٰ ہے کہ وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کریگا یا آپ ان کے ہاتھ پر۔ افسوس آپ کی جماعت سے تو انصاف بالکل ہی اٹھ گیا ہے اور مرزا آنجہانی تو ایسی آزادی کر گئے ہیں کہ ان کی طرح ہر ایک وحی کو اپنا چچیرا بھائی سمجھتا ہے پس ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کو راہ ہدایت پر لاوے اور آپ کی قابل رحم حالت پر ترس کرے اور آپ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے پیرووں کے زمرہ میں حشر کے دن اٹھنے والے ہوں۔ آمین ثم آمین۔ (راقم: خریدار نمبر ۱۷۲۰)۔

(اہل حدیث جلد ۸۔ نمبر ۴۔ مورخہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۱۰ء ص: ۵-۷)

شبلی اور قادیانی وفد

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ اخبار بدر قادیانی لکھتا ہے:

''ہم مولوی شبلی صاحب سے ملنے گئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ کیا ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنخضرت خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں، نہ نیا اور نہ پرانا۔ ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے اور وہ بھی آنخضرت نبی کریم ﷺ کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے اس اُمت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ سے بہت سی آئندہ کی خبریں بھی بطور پیشگوئی کے بتلائی جاتی تھیں جو پوری

ہوتی رہیں (جیسی آتھم کی موت اور منکوحہ آسمانی کے نکاح کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں؟ ثناء اللہ) اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے۔ اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں اور احادیث میں بھی آنے والے مسیح موعود کا نام نبی رکھا۔ اس پر مولوی شبلی صاحب نے فرمایا کہ بے شک لغوی لحاظ سے یہ ہوسکتا ہے۔ اور عربی لغت میں اس لفظ کے یہی معنی ہیں۔ لیکن عوام اس مفہوم کو نہ پانے کے سبب گھبراتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ مرزا صاحب کی نبوت کا مسئلہ ہمارے ہاں ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو یا بیعت کے وقت اس کا اقرار لیا جاتا ہو یا اُس کا ہم وعظ کرتے پھرتے ہوں۔ ہاں جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے ایسا ہی ہمارا عقیدہ ہے۔ (بدر ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں: بدر نے نہ صرف مولانا شبلی کو دھوکہ دیا بلکہ اپنے ناظرین کو بھی غلطی میں ڈالا۔ قادیانی مشن اور اسکے بانی کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا کہ ؎

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے   الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

اس لئے ہم مرزائی کے اصل حالات اسی (مشن) کے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں تاکہ مولانا شبلی اور دیگر ناظرین کو قادیانی مشن کی صدق کلامی کی تصدیق ہو سکے۔

کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے ابتدائی رسالہ (ازالہ اوہام) میں ایک شعر لکھا تھا جس کا ایک مصرع مرزائیوں کی زبان پر بطور سند بہت کچھ مشہور ہے۔ جو یہ ہے ؎

"من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب"

ناظرین اس مصرعہ کو یاد رکھیں اور اس کا مطلب اور مرزا صاحب کا اصل دعویٰ خود مرزا صاحب کے الفاظ میں سنیں جو اسی (ایڈیٹر بدر) نے عرصہ ہوا شائع کیا تھا۔ لکھا تھا کہ:

(مرزا صاحب نے فرمایا) کہ اس (شعر من نیستم ..الخ) کی تشریح کر دینا تھا کہ ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں اون کو بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہئے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں صحابہ کرام کے طرز عمل پر نظر کرو وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ ان کا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں گھبرائے جبھی تو لا یخافون لومة لائم کے مصداق ہوئے ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں اصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت وکیفیت دوسروں سے بہت

بڑھ کر ہو اور اس میں پیش گوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں۔ جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعویٰ کو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت وصداقت کا اظہار ہو پس وہ نبی کہلائے۔ یہی حال اس سلسلہ میں ہے بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اوس کے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے دیکھو اور لوگوں کو بھی بعض اوقات سچے خواب آ جاتے ہیں بلکہ بعض دفعہ کوئی کلمہ بھی زبان پر جاری ہو جاتا ہے جو سچ نکل آتا ہے یہ اس لئے تا ان پر حجت پوری ہو اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کو یہ حواس نہیں دیئے گئے۔ پس ہم سمجھ نہیں سکتے کہ یہ کس بات کا دعویٰ کرتے ہیں آپ کو سمجھانا تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ کس قسم کی نبوت کے مدعی ہیں۔ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے کس لئے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں۔ آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہیئے صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں۔ کہ یہ تو چوہڑے چماروں کو بھی آ جاتی ہیں۔ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہونا چاہیئے اور وہ بھی ایسا کہ جس میں پیشگوئیاں ہوں اور بلحاظ کمیت وکیفیت کے بڑھ چڑھ کر ہو۔ ایک مصرعہ سے تو شاعر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح معمولی ایک دو خوابوں یا الہاموں سے کوئی مدعی رسالت ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں اسلئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفا نہ رکھنا چاہیئے۔'' (بدر ۵/مارچ)

عبارت مذکورہ بالا صاف بتلا رہی ہے کہ مرزا صاحب کن معنی سے نبوت کی مدعی تھے جس کی سمجھ میں نہ آیا ہو ان کے سمجھانے کو ہم بتلاتے ہیں کہ مرزا قادیانی حضرت موسیٰ، عیسیٰ، محمد رسول اللہ علیہم السلام جیسے نبی نہ تھے مگر حضرت ہارون، زکریا، یحییٰ علیہم السلام جیسے نبی ہونے کے ضرور مدعی تھے چنانچہ ان کے اپنے الفاظ درج ذیل ہیں۔ ایک انگریز قادیان میں گیا اس نے آپ سے پوچھا کہ:

''آپ اپنے نبی ہونے کا ثبوت دیں حضور (مرزا صاحب) نے فرمایا ہمارے نبی ہونے

کے وہی نشانات ہیں جو توارت میں مذکور ہیں۔ میں کوئی نیا نبی نہیں پہلے بھی کئی نبی گذرے ہیں۔'' (بدر ۹/اپریل ۱۹۰۸ء، صفحہ ۲)

۲۳/جنوری ۱۹۰۸ء کے بدر میں محمد احسن امروہی کی ایک تقریر نقل کی ہے جو یہ ہے:

''۱۷/جنوری کو آپ (مولانا احسن) نے سورۃ الفجر پر وعظ فرمایا اور منجملہ نکات یہ لطیف نکتہ بھی بیان کیا کہ الفجر رسول کریم ﷺ کا زمانہ ہے خیر القرون تک تین سو برس ہوئے اور دس راتوں سے مراد دس صدیاں لیں تو کل ۱۳۰۰ سو ہوئے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ والشّفع والوتر میں تیرہویں اور چودہویں صدی کی طرف اشارہ فرماتا ہوا واللیل اذا یسر کی خبر دیتا ہے۔ یعنی پھر چودہویں میں آفتاب نبوت طلوع کرے گا۔ اگر اس نبی کی اطاعت نہ کرینگے تو وہی ہوگا جو عادیوں اور فرعونیوں کے ساتھ ہوا۔''

اس تقریر میں مرزائی نبوت کی تعریف اور اثر (نتیجہ) کا ذکر بھی ہے یعنی آپ کی نبوت پر وہی اثر مرتب ہے جو حضرات انبیاء سابقین کی نبوت پر ہوا تھا کہ اون کے معاندین کو خدا نے تباہ کردیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبوت مرزائیہ بھی کسی مجازی یا لغوی معنی سے نہ تھی۔ بلکہ اصلی اور حقیقی شرعی معنی میں تھے۔ اور سنئے میاں محمد علی خان رئیس مالیرکوٹلہ کی شادی مرزا صاحب کی لڑکی سے ہوئی تھی تو اسی ایڈیٹر بدر نے ۲۷/فروری ۱۹۰۸ء کے بدر میں صفحہ ۲ پر لکھا تھا کہ:

''نواب محمد علی خان کی خوش قسمتی ہے کہ انکے نکاح میں ایک نبی اللہ کی لڑکی آئی۔''

اور بھی سنئے، عام طور پر مرزا صاحب نے اپنا رتبہ ان الفاظ میں بتلایا ہے کہ:

''انّ قدمی علیٰ منارۃ ختم علیھا کلّ رفعۃ'' (خطبہ الہامیہ، صفحہ ۳۵) یعنی میرے یہ قدم ایسے بلند منارہ پر ہیں جہاں پر تمام قسم کی بلندیاں ختم ہوچکی ہیں۔

اہل علم سے ایسے کلام کا مطلب مخفی نہیں کہ تمام اولیاء بلکہ انبیاء سے بھی برتری کا دعویٰ ہے۔ ایک اردو شعر تو ان کا عام زبان زد ہے جو دافع البلاء میں درج ہے ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اوس سے بہتر غلام احمد ہے

یہ بھی مرزائی وفد کی دھوکہ دہی ہے جو اس نے کہا کہ مرزا صاحب کی نبوت کا مسئلہ ہمارے ہاں ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو۔ اسکو معلوم ہوگا کہ بیعت کرنے میں مرزا صاحب کو بجمیع صفات موصوف مانا جاتا تھا تو اس اعلیٰ صفت کمال کو کیوں دخل نہوگا۔ اگر مرزائی بیعت میں نبوت مرزا کو دخل نہیں ہوگا تو اسلام میں رسالت محمدیہ کو بھی دخل نہوگا۔

اسی مسئلہ کے ضمن میں ایک بات بتلانا ہنوز باقی ہے جو دراصل مولوی محمد احسن امروہی کی تقریر سے پیدا ہوتی ہے کہ اس نبی (مرزا) کے مخالف بھی عادیوں اور ثمودیوں کی طرح ہلاک ہونگے اس کے متعلق صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ مرزا صاحب کے بڑے سے بڑے رجسٹرڈ مخالف ان کی زندگی میں پنجاب بھر میں تین تھے۔

مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی اور خاکسار ثناء اللہ امرتسری۔

پہلے بزرگ کی نسبت تو مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی تھی کہ آخری عمر میں مجھ پر ایمان لاوینگے، وہ بھی ہنوز پوری نہوئی۔ دوئم اور سوئم کی بابت پیشگوئی تھی کہ میری زندگی میں مرینگے، جیسی یہ پوری ہوئی کل دنیا کو معلوم ہے (کہ مولانا ثناء اللہ اور ڈاکٹر عبدالحکیم ۱۹۱۰ء میں زندہ تھے اور مرزا صاحب دو سال قبل آنجہانی ہو چکے تھے۔ بہاء)

(اہل حدیث جلد ۸۔ نمبر ۵۔ مورخہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲ ردسمبر ۱۹۱۰ء ص: ۱-۳)

مولوی کبیر الدین احمد قادیانی لکھنؤ سے لکھتے ہیں: با کہ گوئیم در جہاں یک گوش نیست:

صاحب اخبار اہل حدیث مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۱۰ء کو اپنی کم فہمی سے لفظ نبی کے سمجھنے میں حسب قواعد عربیہ دھوکا لگا ہے، نہ یہ کہ قادیانی وفد نے مولانا شبلی صاحب کو قادیان سے چل کر لکھنو جا کر دھوکہ اور مغالطہ دیا۔ البتہ یہ دعوی خاص دھوکہ دینا، آپ ہی کا کام ہے کہ عوام الناس کے ارادے کو امر خیر سے روکنا اور ادھر ادھر کے دو اشعار سنا دینا۔ ما سوائے اس کے مولانا شبلی صاحب ایک دانا معمر راست باز انسان ہیں اور پھر اصطلاح محدثین ماہرین اور فقہائے کاملین کی کتابوں کی سیر کئے ہوئے ایسے طفل مکتب اور گبرو بھی تو نہیں کہ کسی کے دھوکہ دہی اور سفسطہ پردازی میں آجاویں۔ کیا ہم مولانا شبلی صاحب کے اس سوال پر کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں، یہ کہہ دیتے کہ ہاں جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد بھی ایک صاحب کتاب پیغمبر مستقبل عیسی آنے والے ہیں، تب غالبًا اہل حدیث کو چین آتا کہ جو قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا، خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو، کیونکہ رسول کو علم بتوسط جبریل ملتا ہے اور باب نزول بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے، اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔ ہاں مکالمات الہیہ کا سلسلہ باری جاری ہے اور وہ بھی آنحضرت ﷺ کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے اس خیر امۃ میں ایسے بشر ہوتے رہے جن کو

الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا۔دہلی میں بھی ایک انبیاء کی گلی مشہور ہے،معلوم نہیں تو کیوں قادیان نے کیا قصور کیا تھا کہ جو وہاں نبی نہیں ہوسکتا۔چونکہ مرزا صاحب الہام الٰہی سے مشرف ہوئے اور آپ کو آئندہ کی خبریں بھی بطور پیش گوئی کے بتلائی جاتی تھیں جو پوری ہوتی رہیں ..پس ایسے شخص کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں تطبیق دلیل او پر مدعا کے یہ آیہ کریمہ ہے اہل حدیث غور کریں یا بنی آدم اما یا تینکم رسلی یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیهم و لا یحزنون (اعراف) (اخبار بدر قادیان۔۱۲ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۶)

اس قادیانی محرر کی باتوں کا جواب کئی جگہ ہماری اس کتاب میں منقول ہو چکا ہے۔ قادیانی حضرات کے ریکارڈ کی سوئی ایک ہی جگہ اٹکی رہتی تھی،کہ سینکڑوں بار جواب سننے کے باوجود اگلے ہوئے نوالے چباتے رہتے تھے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مرزا صاحب غیب کی خبریں دیتے رہے اور وہ پوری ہوتی رہیں،تو اس کی تردید ان دو محمدی بیگموں سے متعلق الہامی خبروں (پیش گوئیوں) سے ہو سکتی ہے جن کا ذکر قادیانی لٹریچر میں ہی موجود ہے۔ایک محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری،کہ مرزا صاحب نے ان سے اپنی شادی کی الہامی خبر دی تھی،لیکن وہ آپ کے نکاح میں نہیں آئی۔اور دوسری محمدی بیگم زوجہ منظور محمد جس کے متعلق مرزا صاحب نے الہامی پیش گوئی کی تھی کہ اس کے ہاں ایک بیٹا ہوگا جس کا نام عالم کباب وغیرہ ہوگا۔ جیسا کہ لکھا ہے:

۱۴ جون ۱۹۰۶ء: میاں منظور محمد کے اس بیٹے کے نام جو بطور نشان کے ہوگا بذریعہ الہام الٰہی مفصلہ ذیل معلوم ہوئے۔۱۔کلمۃ العزیز۔۲۔کلمۃ اللہ خان۔۳۔وارڈ۔۴۔بشیر الدولہ۔۵۔شادی خان۔۶۔عالم کباب۔۷۔ناصر الدین۔۸۔فاتح الدین۔۹۔ هذا یوم مبارك

(اخبار بدر قادیان ۲۱ جون ۱۹۰۶ء ص ۳)

لیکن پیر منظور محمد اور اس کی بیوی محمدی بیگم کے ہاں اللہ تعالی نے بیٹی عطا فرما دی۔اس پر اڈیٹر بدر نے لکھا:

میاں منظور محمد کے گھر میں ایک ایسے لڑکے کے پیدا ہونے کے متعلق جو پیش گوئی تھی کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد چند ماہ تک یا جب تک کہ وہ اپنی برائی بھلائی شناخت کرے دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی اور اس تباہی کو ہنوز اللہ تعالی نے اور پیچھے ڈال دیا ہے یعنی انکے گھر میں فی الحال لڑکی پیدا ہوئی ہے،جیسا کہ مسیح موعود نے فرمایا تھا کہ دنیا کے سرکش لوگوں کے لئے کچھ اور مہلت

منظور ہے، تب بالفعل میاں منظور محمد کے گھر میں لڑکا نہیں بلکہ لڑکی پیدا ہوگی، اور لڑکا بعد میں ہوگا مگر ضرور ہوگا دیکھو بدر ۱۴ جون ۱۹۰۶ء۔ (بدر ۲۶ جولائی ۱۹۰۶ء ص ۲)

لیکن پھر مرزا صاحب چل بسے، محمدی بیگم زوجہ منظور محمد بھی چل بسی، منظور محمد بھی چل بسا، لیکن بشیر الدولہ، شادی خان، عالم کباب وغیرہ وغیرہ عدم سے وجود میں نہ آیا۔ یعنی مرزا صاحب کی الہامی غیبی خبریں جھوٹی نکلیں۔ پھر بتایا جاتا ہے کہ مرزا صاحب اس لئے نبی ہیں کہ ان پر غیب کی خبریں ظاہر کی جاتی تھیں اور وہ صحیح نکلتی تھیں۔

ادھر مرزا نے اپنی زندگی کے اواخر میں خود اپنے ہاں ایک بیٹا پیدا ہونے کی الہامی خبر بھی تھی۔ جو پوری نہیں۔ خبر یوں ہے: تازہ الہامات: آپ کے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے (یعنی آئندہ کسی وقت لڑکا پیدا ہوگا)؛ انا نبشر ك بغلا م حليم ۔ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں: ینزل منزل المبارك ۔ وہ مبارک احمد کا شبیہ ہوگا۔ (الحکم ۳۱۔اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۱)

نیز مرزا صاحب فرماتے ہیں: ۶۔ اور ۷ نومبر کو خدا تعالی نے مخاطب کر کے فرمایا سا هب لك غلا ماً ذكيا ۔ رب هب لی ذرية طيبة ۔ انا نبشر ك بغلا مٍ اسمه يحی .... میں ایک پاک اور پاکیزہ لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں۔ اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔ میں تجھے ایک لڑکے کی خوش خبری دیتا ہوں جسکا نام یحی ہے۔ معلوم ہوتا اس کا مطلب یہ ہے زندہ رہنے والا (الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۷ء)

اور اس کے چھ سات ماہ بعد مرزا چل بسے۔ اور اتنی الہامی غیبی خبروں کو جھوٹا کر گئے کیونکہ اس عرصہ میں نہ تو آپکے ہاں کوئی بیٹا پیدا ہوا، اور نہ ہی آپکی موت کے وقت آپ کی اہلیہ حاملہ تھیں۔

قادیانی خلیفہ گھوڑے سے گرے

اڈیٹر بدر مفتی محمد صادق قادیانی بتاتے ہیں:

جمعہ کے روز ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء خان محمد علی خان کی کوٹھی سے واپس آتے ہوئے گھوڑی کے بدکنے سے حکیم نورالدین الحکم پریس کے پاس نیچے آرہے۔ ابرو کے اوپر ایک زخم آیا، ہڈی پر ضرب نہیں آئی اور کچھ چوٹیں بھی لگیں مگر الحمد للہ خیریت گذری۔ بہت سال ہوئے حضرت مسیح موعود (مرزا) نے خواب میں دیکھا کہ مولوی نورالدین صاحب گھوڑی سے گر پڑے۔ جس سے آپ کی صداقت اور اس تعلق شدید کا پتہ چلتا ہے جو حضور کو مولوی صاحب موصوف سے تھا۔ آپ کی طبیعت

روبصحت ہے حالات تشویش انگیز نہیں۔ (بدر ۲۴ نومبر ۱۹۱۰ء ص ۲)

(نومبر ۱۹۱۰ء میں لگنے والی اس چوٹ سے حکیم نوردین، بقیہ عمر حکیم الامت کی بجائے مریض الامت بنے رہے، زخم خراب ہوکر ناسور بن گیا، اور بالآخر ۱۹۱۴ء میں آپ آنجہانی ہوگئے۔ یہ ہے گھوڑے سے گرکر چوٹ کھانا جس کے متعلق کہا گیا کہ الحمد للہ خیریت گذری، طبیعت روبصحت ہے حالات تشویش انگیز نہیں۔ اور یہ کہ نور الدین کا گھوڑے سے گرنا بھی مرزا صاحب کی صداقت کا نشان ہے۔ یہ بحث آئندہ مضامین میں آرہی ہے۔ بہاء)

شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

حضرت خلیفۃ المسیح کے ذریعہ تازہ نشان

اس جگہ مجھے اس عظیم الشان نشان کا ذکر کرنا ہے جو آپ (نورالدین) کی علالت سے پورا ہوا۔ خلیفۃ المسیح کی علالت کی خبر اس وقت تک تمام قوم میں شائع ہوچکی ہے اور میرا کام صرف اس تشویش افزاء خبر کی اشاعت نہیں بلکہ میں تو: بلبلا مژدہ بہار بیار، پرعمل کرنے کا خواہش مند ہوں، اس لئے میں ان امور کی اشاعت کرنی چاہتا ہوں جو ہمارے احباب کیلئے مژدہ روح افزا اور مخالفین کے لئے حجت ملزمہ ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑے سے گرے اور گرکر زخمی ہوئی۔ یہ معمولی بات ہے دنیا میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں انسان گھوڑوں سے گرتے اور گرکر زخمی ہوتے اور بچ رہتے یا مر جاتے ہیں، پھر حضرت (نورالدین) کے اس طرح پر گرنے میں کیا عجیب بات ہوئی ہے؟ یہی ایک سوال ہے جس کا جواب نہایت خوش کن اور خدا تعالی پر ایمان بڑھانے والا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ محض گرنا کوئی عجیب بات نہیں بلکہ یہ گرنا ایک نشان ہے جس سے حضرت مسیح موعود کی صداقت، قرآن کی کریم کی صداقت، اور آنحضرت ﷺ کی صداقت ثابت ہوتی ہے، اس طرح پر کہ حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالی نے اپنی زندگی ہی میں یہ واقعہ دکھایا تھا کہ حضرت مولوی صاحب گھوڑے پر سے گرے ہیں۔ بظاہر اس رؤیا کے پورے ہونے کے اسباب اور سامان یہاں موجود نہ تھے اس لئے کہ مولوی صاحب کو نہ گھوڑے رکھنے کا شوق وخواہش ہے نہ سیر وتماشا آپکے مذاق کے موافق۔ قادیان سے باہر جانا اس دن کے بعد کہ حضرت مسیح موعود نے آپ کو یہاں رہ جانے کا حکم دیا امید موہوم ہوگیا، اور جس وقت حضرت مسیح موعود کو یہ واقعہ دکھایا گیا اس وقت سلسلہ کی آبادی قادیان سے بیرونی حدود تک بھی وسیع نہ ہوئی تھی کہ احتمال ہوسکتا کہ شاید آپ باہر جائیں۔ غرض جو لوگ حالات اور واقعات سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ پیش گوئی ایسے حالات میں کی گئی کہ کوئی قیافہ شناس دوربین آنکھ وہم بھی نہیں کرسکتی کہ یہ واقعہ پیش آوے۔ اس پیش گوئی پر مہینے اور

سال گذر گئے یہاں تک کہ حضرت جری اللہ (مرزا) بھی مرفوع ہو چکے، اور یہ پیش گوئی اسی طرح ناتمام باقی رہی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اکثروں کی یاد سے بھی جاتی رہی۔ لیکن ہمارے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہ تھی اس لئے کہ اللہ تعالی نے حضرت مسیح موعود کو آگاہ کر دیا تھا انا نرینک بعض الّذی نعد ھم او نتو فّینک ہم جانتے تھے کہ بہت سے نشانات اور پیش گوئیاں آپ کے بعد بھی پوری ہوں گی چنانچہ اسی وعدہ کے موافق یہ عظیم الشان پیش گوئی پوری ہوئی اور ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء کو ۴ بجے کے قریب اپنے اصل الفاظ اور اصل مفہوم کے موافق اس نشان کا ظہور ہوا۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے موجودہ امام کو اس صدمہ کے نیچے سے ایسا گذرنا پڑا ہے جیسے کوئی موت کے گھاٹ اتر جائے، مگر یہ صدمہ اور تکلیف بیرونی دنیا کے واسطے ایک نظارہ اور حسّی معاملہ ہے۔ ہمیں انہیں دیکھ کر دکھ ہوتا ہے مگر یہ واقعہ صحیح ہے کہ ان کی یہ تکلیف خود ان کی ذات کے لئے جسمانیات سے پرے جا کر کسی تکلیف کا موجب نہیں...

خلیفۃ المسیح کی یہ علالت کسی بیش قیمت نصرت و تائید الٰہی کا پیش خیمہ ہے ہمیں چاہیے کہ ربانی نصرت کا استقبال کریں...

۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء کو بعد نماز جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑے پر سوار ہو کر نواب صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے .... واپسی پر گھوڑی نہایت بے خودی اور سرکشی سے آرہی تھی.. گھوڑی ایک تنگ کوچہ سے داخل ہو کر گذری اور حضرت زمین پر آرہے اور پیشانی پر سخت چوٹ آئی..

آپ کو اٹھایا گیا زخم پر پانی پانی بہایا گیا.. ڈاکٹر بشارت احمد، ڈاکٹر الٰہی بخش، ڈاکٹر شیخ عبداللہ نے زخموں کو درست کیا اور بدوں کلوروفارم کے عمل کے زخم کو سی دیا گیا

(اخبار الحکم ۲۸ نومبر ۱۹۱۰ء ص ۱۵۔۱۷ ملخصاً)

قادیانی انا نرینک والی وحی تو پیش کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ کا ٹکڑا چھپا رہے ہیں، پوری وحی اور ترجمہ یوں ہے:

خدا کی تازہ وحی: ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ انا نرینک بعض الذی نعدھم۔ نزید عمرك۔ ترجمہ: ہم تجھے بعض وہ امور دکھلا دیں گے جو مخالفوں کی نسبت ہمارا وعدہ ہے اور تیری عمر زیادہ کریں گے، بدر ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء ص ۳)

یعنی ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو ہونے والی وحی میں مرزا صاحب کو بتایا جا رہا ہے کہ ان کی عمر میں اضافہ کر دیا جائیگا۔ یعنی پہلے سے ان کی جو عمر مقرر ہے، خواہ ۸۰ سال کے گرد و پیش یا ۹۵ سال

کے گرد و پیش، اس میں اضافہ ہوگا۔لیکن اس وحی کے ۱۹ ماہ بعد، ۷۰ سال سے بھی کم کی عمر میں مرزا صاحب آنجہانی ہو گئے۔کیا نزید عمرك کا یہی مطلب ہے؟ پھر کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب اس لئے نبی ہیں کہ انہیں غیب کی خبریں دی جاتی تھیں اور وہ صحیح ثابت ہوتی تھیں۔

قادیانیوں کی یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ قرآن کریم کی صداقت اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کو مولوی نورالدین کے گھوڑے سے گرنے سے وابستہ کر رہے ہیں۔ایسی ہی ستم ظریفی قادیانیوں نے مرزا صاحب کے چھوٹے بیٹے مبارک احمد کی موت کے موقع پر کی تھی جب اس کی موت کو خدا تعالی کی ہستی، نبی کریم ﷺ کی رسالت کو نئی زندگی عطا کرنیوالا نشان بنا دیا گیا تھا۔ جیسا کہ لکھا ہے:

> مبارک احمد کے انتقال نے آپ (مرزا) کی سچائی، خدا تعالی کی ہستی اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کو نئی زندگی عطا فرمائی ہے اور یہ نکتہ حل ہو گیا کہ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ چاہتا ہے۔ (اڈیٹر الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۷ء ص ۲)

اس موضوع کو تشنہ چھوڑ کر ہم آگے چلتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ قادیانیوں کے بقول حکیم نورالدین کے گھوڑے سے گرنے کی خبر اموات کو بھی پہنچا دی گئی تھی جیسا کہ لکھا ہے:

> (نورالدین کی بیماری کے ایام میں) مولوی عبد القادر لدھیانوی نے رؤیا میں دیکھا کہ مولانا مولوی محمد قاسم مرحوم حضرت خلیفۃ المسیح کی عیادت کو آئے ہیں اور انہوں نے ایک سو روپیہ صدقہ کرنے کے لئے فرمایا ہے۔حضرت (نورالدین) کو یہ خواب سنائی گئی تو آپ نے فوراً حکم دیا کہ ایک سو روپیہ نقد صدقہ کر دو۔ (الحکم ۲۸ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۳)

اموات کو خبر پہنچنے کا تو ہمیں معلوم نہیں لیکن زندوں کو یہ خبر دور و نزدیک پہنچ گئی تھی، جیسا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی لکھتے ہیں:

مولوی نورالدین صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ رات پھر میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں قادیان پہنچا ہوں اور آپ سے ملا ہوں آپ کے بدن پر کہیں کہیں زخم ہیں اور تکلیف ہے۔ آپ کی حالت زار دیکھ کر میں نے دعائیں کیں:

> اے خداوند اس مسکین پر رحم کر، اے خداوند اس عاجز پر رحم کر۔

آپ نے عجز اور خلوص سے میرے آگے سر جھکایا، تاکہ میں وہ دعائیں آپ پر دم کردوں۔میں نے وہی دعائیں آپ پر دم کیں۔

پھر میں نے کہا مولوی صاحب میری پیش گوئی آپ کی نسبت کیسی عمدگی کے ساتھ پوری ہوئی۔ اس کے دو جز تھے ایک تو موت ۱۱ جنوری ۱۹۱۱ء تک۔ دوم دعائے رحمت۔ سو ۱۱ جنوری کو تو ایک سخت حالت ہوئی گویا کہ وہ موت ہی تھی پھر رحمت کی دعاؤں نے آپ کو بچا بھی لیا، مگر یہ شہدے کیسا بے ہودہ شور مچا رہے ہیں۔ آپ کچھ جواب نہیں دے سکے۔،

واقعی یہ شہدے ہیں اور اپنی تحریروں سے آپ جھوٹے ثابت ہوئے ہیں جب یہ ہمیشہ مرزا صاحب کی جھوٹی پیش گوئیوں میں تاویلات سننے اور کرنے کے عادی تھے۔ خود مرزا صاحب نے مبارک احمد والی پیش گوئی کے جھوٹا ہونے پر یہاں تک لکھ دیا تھا کہ ایک وقت میں چار سو نبیوں نے متفق ہو کر پیشگوئی کی تھی اور وہ جھوٹی نکل گئی تھی اگر میری ایک پیشگوئی جھوٹی نکل گئی تو کیا مضائقہ ہوا۔ پھر ایک عام اصول بیان کیا تھا کہ خدا جس کو چاہے جھوٹا کر دے۔ پھر مرزا کی موت کے بعد غلط رفتہ پیش گوئیوں کی نسبت کیسی کیسی تاویلات کیں تھیں مگر اب اصل الفاظ پر بھی غور نہیں کرتے اور بار بار یہی لکھ رہے ہیں کہ ایک پیش گوئی کے غلط ہو جانے سے عبدالحکیم شیطان اور جھوٹا ثابت ہو گیا وہ مر گیا وہ ذلیل ہو گیا۔ پھر مرزا کی جو صدہا پیش گوئیاں لفظ بلفظ غلط گئیں اس کا کیا حال ؟ میں خواہ جھوٹا ہی ثابت ہو گیا سہی مگر میرا مشن پورا ہو چکا۔ میرا مشن مرزا پرستی کا بت توڑنا تھا سو الحمد اللہ آپ کی جماعت کے منہ سے کہلوا دیا اور شائع کر دیا کہ جس کی ایک پیش گوئی بھی جھوٹی ثابت ہو جائے اس سے اس کی ساری پیش گوئیاں خاک میں مل جاتی ہیں وہ شیطان اور کذاب ہے خبیث روح کا اس سے تعلق ہے وہ مردہ اور ہلاک شدہ ہے۔ اس کے مخالف جن کے خلاف اس کی پیش گوئیاں غلط جائیں سچے اور مظفر و منصور اور مقبول و برگزیدہ ہیں۔ فھو المراد

اے نورالدین! آپ کی جماعت خواہ کتنا ہی شہدہ پن میرے خلاف کرے مجھے ان کی بدذاتیوں سے کبھی آپ پر غصہ نہیں آتا لا تزر وازرۃ وزر اخری۔ میں آپ کی زندگی غنیمت سمجھتا ہوں کیونکہ آپ ان کو توحید اور اخلاق کی تعلیم دیتے رہتے ہیں اور قرآن سکھاتے ہیں زہد و تقوی کا عملی نمونہ ہیں بلا اجرت اور بلا طمع خدمت دین کر رہے ہیں۔ ہاں مرزا کی نسبت آپ بیشک سخت غلطی پر ہیں اور آپ پر اس کی دھمکیوں کا رعب بیٹھا ہوا ہے پس آپ معذور اور قابل معافی ہیں والسلام۔ آپ کا خیر خواہ صادق عبدالحکیم خان پٹیالہ ۲۰ جنوری ۱۹۱۱ء (الحکم: ۲۸ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۵۔۶)

اور مقابلے میں قادیانی حضرات اخبار بدر ۱۶ فروری ۱۹۱۱ء ص ۷ میں لکھتے ہیں:

کاش عبدالحکیم اب بھی سمجھے: عبدالحکیم نادان عبدالحکیم جو آج کل انّ الذین کذبوا

بآیا تنا و استکبروا عنھا لا تفتح لھم ابوا ب السماء و آ تینا ہ آ یا تنا فا نسلخ منھا فاتبعہ الشیطان فکا ن من الغا وین کا شان نزول بن رہا ہے وہ اپنے ایک مضمون میں جو اس نے مختلف اخباروں میں چھپوایا ہے لکھتا ہے:

روحانی طور پر تمام مرزائی قطعاً مر چکے کیونکہ وہ اپنے پیر یا خلیفہ یا کسی اور مرزائی کا کوئی خواب یا الہام نہیں پیش کر سکے جو میرے مقابلہ پر پورا ہوا ہو۔

حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم اسے یا اس کی پیش گوئیوں کو بوجہ اس کے کہ وہ دو بار جھوٹا ہو چکا ہے کوئی اہمیت نہیں دیتے اس جماعت پر خدا تعالی کا فضل ہے اور اس پاک گروہ کے بچے بھی سچے خواب دیکھتے ہیں اور کئی ایسے نیک بزرگ ہیں جو مکالمہ الٰہی سے مشرف ہیں...

پس اے عبدالحکیم تم خدا کیلئے غور کرو کسی ایک آدھ بات کے پورا ہو جانے سے کوئی ملہم صادق نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن میں الا من خطف الخطفۃ کا استثنا موجود ہے بلکہ ضرور ہے کہ اس قدر غیب کی باتیں پوری صفائی سے اس پر ظاہر ہوں کہ کسی فہیم سلیم و متقی و خدا ترس کو اس میں شک و شبہ نہ رہے۔ اسکی دنیاوی مثال سنئے: بعض وقت لاٹ صاحب کی کوٹھی پر جو بھنگی رہتے ہیں وہ ایسی بات سن لیتے ہیں جو خاص مقربوں اور انتظامی و سرکاری امور میں حصہ لینے والوں کو بھی نہیں معلوم ہوتیں اور آخر کار بعض اوقات وہ سچے نکل آتے ہیں اور اکثر ڈینگیں مارتے ہوئے جھوٹے بھی نکلتے ہیں اور غلط فہمیاں پھیلا کر امن میں مخل ہوتے ہیں تو آخر سزا یاب بھی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہم کسی ایک بات کی موزونیت سے کسی کو حسین نہیں کہہ سکتے مثلاً کسی کی آنکھ خوبصورت ہے اور باقی چہرہ بہت بھونڈا ہے اور وہ شخص کانا بھی ہے تو اب اسے خوبرو نہیں کہیں گے اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا ہے:

رخ بہ بیں، و خد بہ بیں، وقد بہ بیں   از محاسن ہائے خوباں صد بہ بیں

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ بدر قادیانی لکھتا ہے:

جناب امیر المومنین علامہ نورالدین سلمہ رب العالمین جمعہ کے روز (۱۸) نومبر خان محمد علی خان کے کوٹھی سے واپس آتے ہوئے گھوڑی کے بدکنے کی وجہ سے الحکم پریس کے پاس نیچے آرہے۔ ابرو کے اوپر ایک زخم آیا۔ ہڈی پر ضرب نہیں آئی۔ اور کچھ چوٹیں بھی لگیں مگر الحمد للہ خیریت گذری۔ بہت سال ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے خواب میں دیکھا کہ مولوی نورالدین صاحب گھوڑی سے گر پڑے۔ جس سے آپ کی

صداقت اور اس تعلق کا شدید پتہ چلتا ہے جو حضور کو مولوی صاحب موصوف سے تھا۔"

مولانا فرماتے ہیں کہ ہم اس پر مبارک کہتے ہیں کیونکہ حکیم صاحب کا مرزا صاحب سے جو روحانی تعلق تھا، اس کا اظہار ہوگیا کہ گرنے والی پیشگوئی صادق آئی۔

لیکن سوال یہ ہے کہ مسیح موعود نے یہ پیشگوئی کب اور کس تاریخ میں کی تھی اس کا پورا حوالہ مطلوب ہے، ہم ناظرین کو باور کراتے ہیں کہ قادیان میں جو "الہام بافی" کی مشین تھی یہ اسی کی کارگاہ سے بنا ہوا الہام یا خواب ہے اسلئے ہم اس سوال کو حل کرانا چاہتے ہیں۔ کیا بدر وغیرہ اس کی تحقیق کرینگے۔

بہر حال ہم بھی حکیم صاحب کو زیست کی مبارک دیتے ہیں اور ان کی صحت کے لئے دعا کرتے ہیں کیوں کہ مرزا صاحب کے بعد تو الحکم پر بجلی گری تھی جو قریب بند ہے حکیم صاحب کے بعد تمام قادیان پر بجلی گر کے ایسا کر جائے گی کہ کان لم تغن بالامس، اس لئے قادیانی مشن کی جو کچھ بھی اصلاح ہوسکتی ہے اسی بڑے میاں (حکیم صاحب) کے سامنے ہوسکتی ہے ان سے بعد تو وہ اودھم مچے گی کہ جوتیوں دال بٹنے والی مثال صادق ہوگی۔

(اہل حدیث جلد ۸۔ نمبر ۵۔ مورخہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲؍دسمبر ۱۹۱۰ء ص: ۶-۷)

❁ اڈیٹر بدر، مولانا امرتسری کے جواب میں لکھتا ہے:

آیۃ من آیات اللہ: حضرت امیر المومنین (نور الدین) گھوڑی سے گر پڑے اس پر اہل حدیث استہزا کرتا ہے، اور ضرور تھا کہ وہ ایسا کرے۔ کاش وہ غور کرتا کہ یہ آیت ہے آیات اللہ سے۔ نہ تو مسیح موعود کے گھر میں گھوڑے، نہ خلیفۃ المسیح گھوڑیاں رکھتے تھے، اور نہ کوئی ایسی ضرورت بالعموم پیش آتی کہ آپ سواری پر جاویں۔ کئی سال ہوئے مامور من اللہ اپنا رؤیا بیان کرتا ہے: کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب گھوڑے سے گر پڑے۔،

اور پھر خدا اسے ایسے وقت میں پورا کرتا ہے جب کہ آپ کو چوٹ لگنا کسی معمولی انسان کا چوٹ آنا نہیں بلکہ چار لاکھ انسان کا قلب اس صدمہ کو محسوس کر رہا ہے...

ذیل میں اس خواب کے گواہ بیان کئے جاتے ہیں اور غالبًا یہ خواب چھپ بھی چکا ہے تلاش سے مل جائے گا، اور نہ بھی ملے تو بھی اگر صحابہ کرام کا بیان نبی کریم ﷺ کے رؤیا وکشوف و الہامات کے بارے میں قابل تسلیم ہے اور ضرور ہے، تو مسیح موعود کے خدام کی گواہی بھی ماننی پڑے گی اور سلیم الفطرت مانتے ہیں۔ (گواہی یوں ہے:)

ہم لوگ اللہ تعالی کو حاضر ناظر جان کر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود کا یہ رؤیا کہ مولوی نورالدین صاحب گھوڑے سے گر پڑے، قبل اس واقعہ کے سنا اوراس پر مذاکرہ ہوتا رہا۔ ، میں نے تو جنوری ۱۹۰۹ء سے پہلے پہلے سنا تھا اور اس کے متعلق میرے دوستوں میں بہت گفتگو ہوتی رہی ۔صدرالدین ۴ دسمبر ۱۹۱۰ء۔

صاحبزادہ محمود احمد ، مفتی محمد صادق، عبدالروف کلرک مدرسہ، محمد اسماعیل مولوی فاضل شیخ عبدالرحیم، غلام نبی، محمد اشرف،۔نعمت اللہ بدایونی، غلام محمد فسٹ عربک ٹیچر، قاضی امیر حسین ، منظور محمد پیر (اخبار بدر قادیان ۔۸ دسمبر ۱۹۱۰ء)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ:

بدر قادیان نے لکھا تھا کہ خلیفہ قادیانی کا گھوڑے پر سے گر پڑنا بھی مسیح موعود (مرزا صاحب) کی ایک پیشگوئی کی تصدیق ہے کیوں کہ جناب ممدوح نے ایک خواب بیان کیا تھا کہ مولوی نورالدین گھوڑے پر سے گر پڑے۔اس کے متعلق اہلحدیث مورخہ ۲ دسمبر میں سوال کیا گیا تھا کہ یہ خواب مرزا صاحب کا کہاں مرقوم یا مذکور ہے؟ سوال چونکہ معقول تھا اس لئے معقول پسند بدر نے اس کے جواب کی طرف توجہ کی اور خوب کی ۔لکھتا ہے:

''حضرت امیر (حکیم نورالدین) گھوڑے سے گر پڑے اس پر اہلحدیث استہزا کرتا ہے اورضرور تھا کہ وہ ایسا کرے۔کاش وہ غور کرتا کہ یہ ایک آیت ہے آیات اللہ سے نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں گھوڑے نہ خلیفۃ المسیح گھوڑیاں رکھتے اور نہ کوئی ایسی ضرورت بالعموم پیش آتی کہ آپ سواری پر جاویں۔کئی سال قبل مامور من اللہ اپنا رؤیاء بیان کرتا ہے کہ ''حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے پر سے گر پڑے۔'' (بدر۔قادیان ۸؍دسمبر ۱۹۱۰ء)

مولانا ثناءاللہ فرماتے ہیں: چونکہ دنیا کا ہر ایک واقعہ آیۃ اللہ ہے اس لئے ہم مانتے ہیں کہ خلیفہ قادیانی کا گھوڑے پر سے گر پڑنا بھی آیۃ اللہ ہے، مگر سوال تو آیت مرزا سے تھا کہ اس مرنیوالے نے کب خواب دیکھا؟ اس کا جواب دو۔ بہر حال اس تمہید کے بعد بدؔر لکھتا ہے:

''یہ ایک ایسا واقعہ تھا کہ اس پر کوئی اُلّو تمسخر کرے ہرگز نہیں بلکہ ایمان کا تقاضا یہ تھا۔کہ گردن خدا تعالیٰ کے حضور میں جھک جاتی۔مگر کیا کہا جاوے آخر خدا کا ارشاد بھی برحق ہے بما کذبوا من قبل۔''

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: کسی امر واقع کے متعلق جو تمام قوم اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو سوال کرنا تو اُلّو کا کام نہیں، البتہ ایسے معقول سوال کے جواب نہ دینے سے آدمی اُلّو بنا کرتا ہے۔ مگر آپ ایسے اُلّو نہیں، کیوں کہ آپ نے سوال کا جواب دیا ہے جو ناظرین کی مزید واقفیت کے لئے درج ذیل ہے۔ بدؔر لکھتا ہے:

''ذیل میں اس خواب کے گواہ بیان کئے جاتے ہیں اور غالباً یہ خواب چھپ بھی چکا ہے تلاش سے مل جائیگا اور نہ بھی ملے تو بھی اگر صحابہ کرام کا بیان نبی کریم ﷺ کے رؤیاء وکشوف والہامات کے بارے میں قابل تسلیم ہے اور ضروری ہے تو مسیح موعود کے خدّام کی گواہی بھی ماننی پڑیگی اور سلیم الفطرت مانتے ہیں۔''

مولانا فرماتے ہیں: یہ دعویٰ آپ کا کہ مرزا کے مرید بھی مثل اصحاب رسول اللہ ﷺ کے ہیں درحقیقت آپ کا اپنا اختراع نہیں بلکہ مرزا صاحب ہی کی جودت طبع کا نتیجہ ہے جو کہا کرتے تھے:

''جو میری جماعت میں داخل ہوگا وہ اصحاب رسول اللہ میں شامل ہوگا۔'' (خطبہ الہامیہ)

بہرحال ہمیں اس وقت اصحاب مرزا کی صداقت اور عدم صداقت سے بحث نہیں بلکہ مطلب سعدی دیگرست۔ مگر وہ مطلب راویان کلام کے بعد عرض ہوگا، بہرحال آپ کے راوی حسب ذیل شہادت دیتے ہیں:

''ہم لوگ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود کا یہ رؤیاء کہ ''مولوی نورالدین صاحب گھوڑے سے گر پڑے۔'' قبل اس واقعہ کے سنا اور اس پر مذاکرہ ہوتا رہا۔ میں نے تو جنوری ۱۹۰۹ء سے پہلے پہلے سنا تھا اور اس کے متعلق میرے دوستوں میں بہت گفتگو ہوتی رہی۔'' صدرالدین ۴/دسمبر ۱۰ء صاحبزادہ محمود احمد صاحب، مفتی محمد صادق عفی عنہ، عبدالرؤف کلرک مدرسہ، محمد اسمٰعیل مولوی فاضل، شیخ عبدالرحیم، غلام نبی، محمد اشرف عفی عنہ، نعمت اللہ خان بدایونی، غلام محمد فسٹ عربک ٹیچر، قاضی امیر حسین منظور محمد پیر۔''

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: بدر کی یہ سعی اور کوشش واقعی قابل داد ہے بہرحال اتنا تو معلوم ہوا کہ ایڈیٹر بدؔر نے ہمارا مطالبہ معقول سمجھا اسی لئے اس نے بغرض ثبوت یہ شہادت پیش کیں لیکن افسوس کہ و سے معلوم نہیں کہ خطاب کس سے ہے۔ اے جناب خطاب اہلحدیث سے ہے جو محدثین کے قواعد سے نہ صرف واقف بلکہ اُن کا پابند بھی ہے۔ سنئے یہ روایات بقاعدہ محدثین سب

منقطع ہیں۔ (آپ منقطع کو کیا جانیں گے اپنے خلیفہ وقت سے دریافت کیجئے) کیوں کہ اس شہادت میں راویوں نے اپنے بتلانے والے کا نام نہیں بتایا، اور یہ بات محدثین کے ہاں مبرہن اور مثبت ہے کہ سواء صحابہ کرام کے باقی لوگوں کی روایات منقطعہ اخبار مردود کی قسم سے ہیں۔

علاوہ اس کے ابھی ایک ضروری مرحلہ باقی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے عرصہ سے بلکہ شروع ہی سے یہ التزام کر رکھا تھا کہ الہام اور خواب قلمبند کرلیا کرتے تھے جب سے اخبارات اور رسالجات قادیان سے نکلنے شروع ہوئے تھے تب سے تو کوئی الہام اور خواب بھی درج اخبارات ہونے سے نہ رہ سکتا تھا بلکہ مرزا صاحب کے جوتیوں کا غلام (یہ لقب ہمارا دیا ہوا نہیں بلکہ اڈیٹر بدر خود اس طرح لکھا کرتا تھا ''راقم حضرت کی جوتیوں کا غلام''۔ ثناء اللہ) دریافت کرلیا کرتا تھا کہ حضور صفحہ خالی ہے کوئی خواب یا الہام ہو تو اطلاع بخشیں۔ جواب میں الہام ہوتا تو لکھا جاتا ورنہ نفی میں جواب ملتا۔ جہاں ایسا التزام ہو وہاں کیوں کر باور ہوسکتا ہے کہ کوئی الہام خصوصاً ایسا الہام جو حکیم نورالدین جیسے مقرب سے متعلق ہو شائع نہوا ہو۔ صحابہ کبار بھی چونکہ قرآن شریف کو حفظ کے ساتھ ضبط تحریر میں بھی لاتے تھے اسی لئے جب قرآن مجید بسر کردگی زیدؓ بن ثابت ایک جگہ جمع کیا گیا تو زبانی روایت کے ساتھ تحریر بھی مانگی جاتی تھی پس ہمارا تقاضا کرنا صحابہ کی روش پر ہے اور تمہارا انکار کرنا دال میں کالا ہے۔

علاوہ اس کے ہماری غرض اور بھی ہے جو ہم کھلے لفظوں میں بتلا دیتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے الہامات کے مصداق بسا اوقات خود بتلا دیا کرتے تھے چنانچہ بعد زلزلہ عظیمہ کے ایک اور زلزلہ کے متعلق الہام ظاہر کیا تھا

عفت الدّیار محلّھا و مقامھا (ایسا زلزلہ آئے گا کہ مکان رہیں گے نہ مکین)

......وسط فروری میں رات کو ایک معمولی سا زلزلہ آیا تو فوراً آنجناب نے اسی کو اپنے الہام کا مصداق بتادیا۔ جس سے ہمیں افسوس ہوا کہ اتنا بڑا زلزلہ عظیمہ کہ نہ مکان رہیگا نہ مکین۔ مگر واقعہ یہ ایک معمولی خفیف سی حرکت جو دراصل اس شعر کی مصداق کہ ؎

ایں کرامت ولی باچہ عجب　　　گربہ شاشید گفت باراں شد

ہاں ایک معنی سے موجب خوشی بھی تھا کہ ''رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت'' اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ گھوڑی پر سے گرنے کا الہام بھی ہم کو دکھا دیا جائے تا کہ ہم اس کے وجود کے بعد اس کی تشریح بھی دیکھیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھا تھا۔ کیا قادیانی مشن توجہ کرے گا؟

(اہل حدیث جلد ۸۔ نمبر ۸۔ مورخہ ۲۰؍ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۳؍دسمبر ۱۹۱۰ء ص:۱-۲)

مرزائیوں کو کس لقب سے پکارا جاوے؟

تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن جناب قائم الدین نقشہ نویس از مرالہ ضلع سیالکوٹ دفتر نہر سے لکھتے ہیں کہ یہ ایک سوال ہے جو مدت سے میرے دل میں کھٹک رہا ہے میرا خیال تھا کہ یہ خود بخود ہی حل ہو جائے گا مگر بقول ؎

جو آرزو تھی اسکا نتیجہ ہے انفعال اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

آخر کار اس سوال (مرزائیوں کو کس لقب سے پکارا جاوے) کو پبلک کے سامنے لانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میرے دل میں اس سوال کے پیدا ہونے کی چند ایک وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) یہ لوگ بظاہر تو یہ کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب قادیانی کے مرید ہیں اور ان کے فرمودہ پر عمل کرنے کو اپنا اصل ایمان جانتے ہیں لیکن جب ہم ان کو مرزائی کر کے پکارتے ہیں تو اس لفظ سے ناک بھوں چڑھا کر یہ جواب دیتے ہیں کہ ہمیں مرزائی مت کہو بلکہ احمدی کہو۔ حالانکہ ان کو اس لقب سے خوش ہونا چاہئے تھا جو ان کے پیرو مرشد کے نام کو ظاہر کرتا ہے جس طرح ہم مسلمانوں کو اگر کوئی محمدی کہے تو ہم ہرگز ناراض نہ ہونگے بلکہ فخریہ کہیں گے ہاں محمدی ہیں۔

(۲) اگر ہم ان کے حسب منشا احمدی ہی کہہ کر پکاریں تو پھر یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ لقب انہوں نے کس نسبت سے اختیار کیا ہے آیا مرزا غلام احمد کی نسبت سے یا حضرت محمد رسول اللہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی نسبت سے۔

(۳) اگر مرزا صاحب قادیانی کی نسبت سے ہے تو پھر ''غلام احمدی'' ہونا چاہئے تھا نہ کہ احمدی۔

(۴) اگر ہم اس لقب کو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کریں تو پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا اس طرح نسبت کرنا بھی زیبا نہیں کیوں کہ ان کے اکثر افعال محمد عربی ﷺ کے مریدوں اور آپ کے سچے تابعداروں کے خلاف ہیں یعنی جو حکم اس نبی امی ﷺ نے اپنے سچے تابعداروں کو بجالانے کے لئے ارشاد کیا ہوا ہے یہ اس کے برخلاف عمل کر رہے ہیں چنانچہ آپ کی معرفت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ولاتسبّوا الّذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبّو اللّٰہ عدوا بغیر علم۔ یعنی تم ان لوگوں کو گالیاں مت دو جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں اگر تم ایسا کرو گے تو وہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں گے زیادتی سے بے سمجھی سے۔

مذکورہ بالا حکم سے یہ ثابت ہوا کہ دوسروں یعنی مخالفوں کو برا نہ کہو بلکہ نرمی سے ان کی غلطیوں کی اصلاح کرو اور انہیں شرک وبدعت کے کاموں سے روکو یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ مخالفین اسلام کی خوشنودی کے لئے ان کے تیوہاروں پر تم بھی اسی طریق پر خوشی مناؤ جیسا کہ وہ مناتے ہیں بلکہ اس کے بالکل برخلاف حکم ہے کہ من تشبّہ بقوم فھو منھم یعنی جس شخص نے کسی قوم (مخالفین اسلام) کی مشابہت کی (ان کی رسم ورواج کے مطابق شرک وبدعت کے کام کئے) وہ انہیں میں سے ہے اسی کے متعلق میں ایک چشم دیدہ واقعہ پیش کر کے حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح سے سوال کرتا ہوں کہ ایسا کرنا آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اگر آپ اس کو جائز قرار دیں گے تو براہ مہربانی اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے دیویں اگر وہاں سے نہ مل سکے تو مرزا صاحب آنجہانی کے اقوال سے ہی دیویں تاکہ پھر اس سوال کے کرنے کی ضرورت نہ رہے کہ مرزا صاحب کا اس میں کیا فتویٰ ہے بہرحال وہ واقعہ درج ذیل ہے:

غالبًا ہیڈ مرالہ ضلع سیالکوٹ سے آپ لوگ واقف ہونگے جس میں علاوہ دوسرے مذاہب کے قریبا تین چار مرزائی پارٹی کے ممبر بھی ہیں چونکہ بندہ بھی اسی جگہ ملازم ہے اس لئے وقتا فوقتا ان لوگوں سے گفتگو کرنے کا موقع مل جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ انکو کس لقب سے پکارا جاوے کیوں کہ ان کے اعمال وافعال سے کوئی شخص یہ ثابت نہیں کرسکتا یہ یہ فلاں مذہب سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ اس کہاوت کے سوا چارہ ہی نہیں ہوسکتا کہ

’’کچھ ان وے کچھ دھن کچھ لاٹاں والی من دے کجہ ایدھر اودھر دیکھدے کجہ مکے والے شیخ دے۔‘‘

واقعہ ۱۶؍نومبر ۱۹۱۰ء کو سکھوں کے گرو بابا نانک صاحب کی سالگرہ تھی جس پر ان کے مریدوں کو ضروری تھا کہ اس موقعہ پر خوشی مناتے اور اپنے رواج کے مطابق چراغاں کرتے یا آتش بازی چھوڑتے چنانچہ اونھوں نے رات کو خوب روشنی کی اور جیسا کہ خوشی منانے کا حق تھا منائی ہمیں ان کے خوشی منانے یا نہ منانے پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیوں کہ ان کے عقیدہ کے مطابق ایسا کرنا جائز اور درست ہے بلکہ اگر اعتراض ہے تو مرزائی دوستوں پر ہے جنہوں نے اس موقع پر ان کی پوری پوری پیروی کر کے ثابت کردیا کہ ہمارا مذہب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ واذا لقوا الّذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا واذا خلوا الی شیٰطینھم قالوا انّا معکم.

زیادہ تر لطف کی بات یہ ہے کہ ان معدودے چند مرزائیوں میں جن کی تعداد یہاں تین یا چار سے زیادہ نہیں ہے ایسے مسائل پر باہم اتفاق نہیں ہے یعنی ان میں سے ایک شخص مسمی بابو فیض

احمد نے چراغاں کیا۔ جب دوسروں پر اس بات کا سوال ایک مجلس میں جو اتفاق حسنہ سے اس دن جمع کی گئی تھی کیا گیا کہ ان چراغاں کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ ایسا فعل نہ مرزا صاحب سے اور نہ قرون ثلاثہ سے ثابت ہے اس لئے ہم اس کو بدعت اور بہت برا فعل جانتے ہیں مگر بابو فیض احمد صاحب سے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ چونکہ آج بابا نانک صاحب کی سالگرہ تھی اور میں اون کو اعلیٰ درجے کا بزرگ مانتا ہوں اس لئے میرے دل نے گواہی دی کہ اس موقعہ پر چراغاں کروں اس پر اعتراض کیا گیا کہ چونکہ آپ اپنے آپ کو مرزا صاحب کے مرید بتلاتے ہو اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم یہ سوال کریں کہ ایسے موقعوں پر چراغاں کرنا انہوں (مرزائیوں) نے جائز قرار دیا ہے یا نہیں اگر جائز قرار دیا ہے تو ہمیں کچھ اعتراض نہیں کیوں کہ

خشت اول چوں نہد معمار کج — تا ثریا میرود دیوار کج

اور اگر انہوں نے اجازت نہیں دی تو آپ نے کیوں ایسا فعل کیا جو آپ کے مرشد کے فرمودہ کے خلاف ہے۔

اہل دانش کے نزدیک اس سوال کے جواب صرف دو ہی ہو سکتے تھے یعنی ہاں یا نہ مگر یہ لوگ اور ایسا صاف جواب دیں۔ ''ایں خیال است ومحال است وجنوں۔'' اس معقول سوال کا جواب اسی مجلس میں یہ دیا گیا کہ ''تم یہ ٹسری صافے کیوں باندھتے ہو جس کا حکم رسول (ﷺ) نے نہیں دیا۔'' سبحان اللہ کیسا عمدہ جواب ہے جس پر مخالف وموافق کو سوائے سکوت کے چارہ ہی نہیں ہوسکتا۔

اب میں یہی سوال حکیم صاحب موصوف کی خدمت میں پیش کر کے عرض پرداز ہوں کہ ایسے موقعوں پر چراغاں کرنا آپ کے مذہب کی رو سے جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو آپ کے پاس اس کے جواز کی دلیل کیا ہے براہ مہربانی بہت جلد اس کا جواب اخبار البدر اور نیز اہلحدیث میں شائع کر کے پبلک کو مشکوری کا موقع دیویں۔

اسی اثنا میں لفظ وہابی اور مرزائی پر بات چلی۔ مرزائیوں نے کہا کہ تم وہابی کہلانے سے کیوں گریز کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ ہم حق پر ہیں۔ بولے کس طرح؟ میں نے جواب دیا کہ اس لفظ سے آپ کی مراد یہ ہوتی ہے کہ عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں جو کہ سراسر بہتان ہے کیوں کہ ہمارا مذہب ہے۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن — پس حدیثِ مصطفےٰ برجاں مسلم داشتن

پس جب ہم اپنے کسی قول وفعل میں عبدالوہاب نجدی کے قول کو پیش نہیں کرتے تو کسی کا

کیا حق ہے کہ وہ ہمیں وہابی کہے۔ ہاں البتہ یہ سوال آپ پر وارد ہوسکتا ہے کہ آپ باوجود مرزا صاحب کے مرید کہلانے اور ہر ایک امر میں مرزا صاحب کے قول وفعل کو پیش کرنے کے مرزائی کہلانے سے گریز کرتے ہیں کسی نے کیا سچ کہا ہے ؎ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

ہاں اگر آپ بھی ہماری طرح یہ کہدیں کہ مرزا صاحب ہمارے رہنما یا مرشد نہ تھے اور ہم ان کے قول وفعل کو اپنا اصل ایمان نہیں جانتے تو بیشک ہم آپ کو مرزائی کہنا چھوڑ دیں گے

(اہل حدیث جلد ۸۔ نمبر ۶/ ۷۔ مورخہ ۶-۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۹-۱۶/ دسمبر ۱۹۱۰ء ص: ۱۸-۲۰)

حکیم الامت کا فیصلہ

اہل حدیث مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۱ء میں لکھا گیا ہے کہ حکیم الامت کے لقب سے قادیانی اصطلاح میں حکیم نورالدین ہیں آج ہم انہی (حکیم صاحب) کا قول فیصل نقل کر کے ناظرین کو ایک پرانے قضئے کا فیصلہ سناتے ہیں۔

اہل حدیث اور دیگر اسلامی پرچوں میں جب کبھی قادیانی مشن کے برخلاف کوئی مضمون نکلتا تو صلح کل احباب ہم کو اور دیگر لکھنے والوں کو مانع ہوتے کہ مسلمانوں کو آپس میں منازعت اور ایک دوسرے کی تردید نہیں کرنی چاہیے جس کا جواب ہماری طرف سے بہت ہی نرم لفظوں میں ہوتا تھا کہ کیا کریں مرزا صاحب کے دعوی ہی کچھ ایسے ہیں کہ کچھ نہ کچھ لکھنا ہی پڑتا ہے۔ ہمارے اس جواب کو صحیح مان کر بھی صلح جو ہم پر بار ڈالا کرتے کہ گو کچھ ہی نہیں تاہم مسلمان تو ہیں اس لئے ہمارا ان کا اختلاف فروعی ہے اصولی نہیں۔ ایسے احباب آج حکیم الامت کا فیصلہ ذرہ غور سے پڑھیں اس کے پڑھنے سے جو اثر ان کے دل پر ہو اس سے ہمیں اطلاع دیں حکیم صاحب فرماتے ہیں:

ہم اور ہمارے مخالفوں میں فرق

یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان کوئی فروعی اختلاف ہے کیونکہ جس طرح پر وہ نماز پڑھتے ہیں ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں۔ اور زکوۃ، حج، اور روزوں کے متعلق ہمارے ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میری سمجھ میں ہمارے اور ان کے درمیان اصولی فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان کے لئے یہ ضروری

ہے کہ اللہ تعالی پر ایمان ہو، اسکے ملائکہ پر کتب سماویہ پر اور رسل پر خیر وشر کے اندازوں پر اور بعث بعد الموت پر۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی یہی مانتے ہیں اور اس کا دعوی کرتے ہیں لیکن یہاں سے ہی ہمارا اور ان کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ ایمان بالرسل اگر نہ ہوتو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہوسکتا اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں یہ عام ہے خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے، ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں۔ کسی ماموراللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے۔ ہمارے مخالف مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں۔ اب بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرق بین احدٍ من الرسل لیکن مسیح موعود (مرزا) کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔ (الحکم ۲۱۔۲۸ فروری ۱۹۱۱ء ص ۴)

مولانا ثناءاللہ لکھتے ہیں: حکیم صاحب کو خدا اس کی جزا دے کہ انہوں نے بہت پرانا نزاع حل کر دیا اور ہر ایک پر ظاہر کر دیا کہ قادیانی مشن جو اپنے آپ کو محمدی چھوڑ کر احمدی کہلاتا ہے اس کی وجہ وہی ہے جو محمدی کہلانے کی ہے۔ یعنی جس طرح عام مسلمان محمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کے ہادی اور نبی حضرت محمد ﷺ ہیں، مرزائی احمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کا ہادی غلام احمد ہے۔ اب اس کو ایک مثال میں یوں دیکھو کہ ہم مسلمانوں کا اور مرزائیوں کا اسی طرح کا فرق ہے جو عیسائیوں اور محمدیوں میں ہے کہ ایک فریق دوسرے کی نسبت ایک رسول کو زیادہ مانتا ہے۔ اسی مضمون کی تائید حکیم صاحب نے دوسرے ہفتے ان لفظوں میں فرمائی ہے جو درج ذیل ہیں اڈیٹر بدر لکھتا کہ حکیم صاحب کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ:

جو غیر احمدی مسلمان ہم سے پوچھتے ہیں کہ ہماری بابت تمہارا کیا خیال ہے، اسے کیا جواب دیا جائے۔ فرمایا لا الہ الا اللہ ماننے کے نیچے خدا کے سارے ماموروں کے ماننے کا حکم آجاتا ہے۔ اللہ کو ماننے کا یہی مطلب ہے کہ اس کے سارے حکموں کو مانا جاوے گا۔ اب سارے ماموروں کا ماننا لا الہ الا اللہ کے معنوں میں داخل ہے۔ حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسی، حضرت مسیح، ان سب کا ماننا اسی لا الہ الا اللہ کے ماتحت ہے حالانکہ ان کا ذکر اس کلمہ میں نہیں۔ قرآن مجید کا ماننا سیدنا حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا قیامت کا ماننا سب مسلمان جانتے ہیں کہ اس کلمہ کے مفہوم میں داخل ہے۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب نیک؟ مانتے ہیں لیکن وہ اپنے دعوی

میں جھوٹے تھے یہ لوگ بڑے جھوٹے ہیں خدا تعالی فرماتا ہے و من اظلم ممن افتری علی اللّٰہ الکذب او کذّب بآیاتہ دنیا میں سب سے بڑھ کر ظالم دو ہی ہیں ایک جو اللہ پر افتراء کرتا ہے دوم جو ان کی تکذیب کرے۔ پس یہ کہنا مرزا نیک ہے، اور دعاوی میں جھوٹا، گو یا دونقیضوں کو جمع کرنا ہے جو ناممکن ہے۔ حضرت اقدس نے اس سوال کا جواب حقیقۃ الوحی میں دیا ہے۔ پھر آپ عبدالحکیم کو اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں: بہرحال خدائے تعالی نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔۱۴ مئی ۱۹۰۶ء اور معیار الاخیار صفحہ ۸ میں رقم طراز ہیں جو شخص پیروی نہ کرے گا تیری بیعت میں داخل نہیں اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا و رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ بدر ۹ مارچ ۱۹۱۱ء

مولانا ثناءاللہ لکھتے ہیں: اس سے بھی کوئی زیادہ صاف فیصلہ ہوگا جو جناب مسیح اور خلیفۃ المسیح کا دستخطی ہے کہ جتنے مسلمان مرزا صاحب کی خبر پاکر منکر ہیں سب کافر اور جہنمی ہیں۔... اور جو لوگ مولانا شبلی جیسے باخبروں کو بھی دھوکہ دینے کو کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم مرزا کو رسول نہیں مانتے بلکہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین عام معنی میں سمجھتے ہیں، حکیم صاحب نے ان کی خوب تکذیب اور اہل حدیث کی تصدیق فرمائی جس کے لئے ہم حکیم صاحب کے مشکور ہیں (ملاحظہ ہو اہل حدیث ۲ دسمبر ۱۹۱۰ء)۔ اب اصل مطلب بھی سنئیے:

حکیم صاحب آپ کی تقریر سے یہ بات تو صاف کھل گئی کہ ہمارا اور قادیانی مشن کا اصولی اختلاف ہے۔ یہ بھی واضح ہوگئی کہ اصولی اختلاف صرف مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق ہے۔ پس ہمارا حق ہے یا نہیں کہ ہم آپ کے مشن پر وہ سوالات کریں جو آپ کے رسول کی رسالت کے منافی ہوں؟ جس طرح عیسائی اور آریہ وغیرہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر اعتراض کرتے ہیں اور مسلمان ان اعتراضات کو اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ قادیانی مشن کا ہیرو (پیشوا) اور افراد بھی اسی غرض کے لئے مباحثات میں جاتے ہیں بلکہ جناب مرزا صاحب تو اسی کام کی وجہ سے نیک نام بنتے تھے پس ٹھیک اسی طرح ہم ایک جلسہ میں نبوت مرزائیہ پر معترض ہوتے ہیں اور ان اعتراضات کے جوابات دینے کو آپ (حکیم صاحب) تشریف لاویں یا کسی وکیل کو (ایک کو یا کئی ایک کو) بھیجیں۔ غالباً نہ ہمارا یہ تقاضا کوئی بے جا ہے، نہ آپ کا جواب دینا کچھ غیر مفید اور لایعنی، بلکہ جس طرح محمدی ہونے کی حیثیت میں نبوت محمدیہ کا ثبوت دینا اور اعتراضات کو اٹھانا فرض ہے، اسی طرح

احمدی ہونے کی حیثیت سے نبوت احمدیہ کا ثبوت دینا اوراعتراضات کو اٹھانا احمدی (مرزائی) کا فرض ہے۔کیا کوئی احمدی (مرزائی) ہے جواس کام کے لئے لبیک کی آواز ہمارے کانوں میں ڈالے۔ وہ لاہوری ہو یا امرتسری، قادیانی ہو یا دہلوی، ہمیں اس سے غرض نہیں، کسے باشد۔مگر ہو حکیم صاحب کی اجازت سے۔ایسا نہ ہو کہ بعد کو کہا جائے کہ چونکہ ہم اپنے امام کے حکم سے نہ گئے تھے اس لئے ذلیل ہوئے، جیسے رام پور کے مباحثہ کی بابت کہا جاتا تھا۔خدا کرے اس درخواست کی قبولیت سے میرے کان بہت جلد آشنا ہوں مگر رام پور کی طرح میں پیش گوئی کئے دیتا ہوں کہ:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

او مرزائیو! اب تمہارا کوئی عذر نہ ہوگا، اگر تم لوگ محض اسلام کی آڑ میں قادیانی نبوت کو چھپاؤ گے تو سمجھا جائے گا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔بس تمہارا بحیثیت مرزائی ہونے کے ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ محمدی ہونے سے ہمارا فرض ہے کہ ہم نبوت محمدیہ کا ثبوت دیں اور آپ احمدیہ کا۔ ہاں یادرکھو اگر تم لوگ ہم کو جواب نہ دو گے، تو یہی سوال آریوں اور عیسائیوں کی طرف سے پیش ہونے والا ہے۔اس وقت کے لئے تیار رہو۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۱۔۳)

قادیانی اخبار بدر میں لکھا ہے:

ایک صاحب نے مولوی نورالدین سے ایک سوال دریافت فرمایا جسکا یہ مطلب ہے کہ کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب نے ایک علیحدہ فرقہ بنایا حالانکہ عام مسلمانوں میں اخوت اورمحبت کو فروغ دینا چاہیے۔مولوی صاحب نے مفصلہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

مکرم معظم جج صاحب بالقابہ

باادب گذارش ہے کہ اس وقت قوم اسلام کا شیرازہ ٹوٹ گیا ہے شیعہ اور خارجی حنفی اور وہابی ظاہری علماء اورصوفی نقش بندی اور چشتی، وجودی اورشہودی اور ہزاروں فرقہ اسلام میں ہیں اوران کا نقار اب حد سے بڑھ گیا ہے اس وقت منافقانہ رنگ اتحاد قوم کو ایک نہیں کرسکتا۔ایک شخص ابوبکر کو کافر کہتا ہے عائشہ بری عورت ثابت کرتا ہے دوسرا کہتا ہے علی کا کیا ایمان تھا جس نے ۱۵ ہزار مسلمان ہزاروں میں قتل کردیئے قتل مومن متعمد کا مرتکب تھا۔وجودی کہتا ہے ہر ذرہ خدا ہے جس کو سنتا ہے کہ وہ مخلوق کو خالق سے الگ کہتا ہے اسے مشرک یقین کرتا ہے۔

اب قوم کا شیرازہ کیونکر باندھا جاوے اس کی ایک یہی ترکیب ہے کہ کوئی نیا انسان خدا سے قوت پاکر ایک زبردست طاقت ور جماعت بنا دے سو اس فکر کا ٹھیکدار انسان مرزا غلام احمد

ہے۔ جناب جج صاحب منت فرماویں بدون اس کے کوئی اور تدبیر ممکن نہیں ہے با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام سے وحدت حقیقت نہیں ہوسکتی۔ نیچریوں نے وحدت چاہی مگر خود اعمال اسلام میں ایسے سست نکلے کہ کفر بھلا ہے۔ نور الدین۔ اب ٹوٹے ہوئے شیرازہ کو از سر نو باندھنے والا چاہیے۔
۵ جولائی ۱۹۰۷ء۔ (بدر قادیان ۱۱ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۳)

(خود مرزا صاحب نے حج نہیں کیا، زکوۃ بھی نہیں دیتے تھے حالانکہ صاحب جائداد تھے اور ہزاروں روپیہ بیٹوں کی شادیوں پر خرچ کرتے تھے۔ یعنی دو فرائض اسلامی کے تارک رہے۔ روزے بھی خرابی صحت کے عذر سے بعض اوقات نہیں رکھتے تھے۔ پھر یہ خط مرزا صاحب کے آخری سال حیات میں لکھا گیا جس سے معلوم ہوا کہ اس وقت تک امت کا شیرازہ بندھا نہیں تھا، اور کوئی علاج نہیں ہوا تھا، اور اس لئے ضرورت تھی کہ کوئی آئے اور یہ کام کرے۔ پھر جولائی ۱۹۰۷ء کے بعد اس ضرورت کو پورا کرنے کون آیا؟

مرزا صاحب تو دس ماہ بعد خود ہی چل دیئے۔ اور ان دس ماہ میں بھی انہوں نے کیا شیرازہ باندھا؟ کیا وجودی ختم ہو گئے؟ حنفیوں شافعیوں میں کوئی کمی ہوئی؟ صوفی نقشبندی چشتی کم ہوئے؟ کیا عائشہ اور ابو بکر کو برا کہنے والے ختم ہوئے؟ سب کچھ تو اسی طرح ہے اور اب تو مرزا کو آنجہانی ہوئے بھی سو سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے۔ بہاء)

۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء روز جمعہ حضرت کی خدمت میں آج پھر سوال پیدا ہو کہ جب ہم لوگ نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں ....تو صرف آپ کو نہ ماننے کے سبب کیا حرج ہوسکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا میں نے اس بات کا جواب کئی موقعہ دیا ہے۔ ہم قال اللہ و قال الرسول کو مانتے ہیں۔ پھر خدا کی وحی کو مانتے ہیں۔ میرا آنا اللہ اور رسول کے وعدے کے مطابق ہے۔ جو شخص خدا اور رسول کی ایک بات کو مانتا ہے، اور دوسری کو نہیں مانتا وہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ میں خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ تو وہ بات ہے جو قرآن میں تذکرہ ہے کہ وہ لوگ بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر ایمان نہیں لاتے۔ ورنہ دراصل ایمان نہیں۔.... یہود بھی موحد کہلاتے تھے، اب تک ان کا دعوی ہے کہ ہم توحید پر قائم ہیں نماز پڑھتے روزہ رکھتے مگر آنحضرت ﷺ کو نہ مانتے اسی سبب کافر ہو گئے۔ اللہ تعالی کے ایک حکم ،فرمودہ رسول کی ایک بات کا بھی جو شخص انکار کرتا ہے اور اسکے مخالف ضد کرتا ہے وہ کافر ہے۔ اور یہ بھی ان لوگوں کی غلطی ہے جو کہتے ہیں کہ ہم نماز روزہ ادا کرتے ہیں اور تمام اعمال حسنہ بجالاتے ہیں، ہمیں کیا ضرورت ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ اعمال حسنہ کی توفیق بھی اللہ تعالی کی طرف سے ہی ملتی ہے.. اس کا کیا حال ہوگا جو خدا تعالی کے فرستادہ حکم کے ساتھ شوخی اور گستاخی کرتا ہے.. کیا اس سے پہلے کوئی نظیر دنیا میں موجود ہے کہ ایک شخص ۲۵ سال سے خدا پر افترا کرتا ہے اور خدا ہر روز اس

کی تائید اور نصرت کرتا ہے وہ اکیلا تھا اور خدا نے تین لاکھ آدمی اس کے ساتھ شامل کر دیا..

(اخبار بدر قادیان ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۳۔۴)

جناب امیر (حکیم نورالدین) کا ایک تازہ ارشاد نامہ:

سوال: غیر احمدی خواہ کوئی کیوں نہ ہو اسکے پیچھے نماز جائز نہیں ۔ میں نہایت ادب سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح تو کس حکم قرآنی یا حدیث نبوی کے مطابق یہ حکم دیا گیا ہے

جواب (از حکیم نورالدین): مکرمت نامہ ۳ جون ۱۹۱۱ء کا لکھا ہوا آج ۱۵ جولائی ۱۹۱۱ء میرے سامنے ہے ۔ اس سے آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ کس قدر علیل ہوں ۔ ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء کو گھوڑی سے گرا اور بیماری کا سلسلہ برابر چلتا ہے ایک زخم ناسور کا رنگ پکڑ گیا ہے غالباً نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں

ایک وزیر کے اور پھر وزیر اعظم کے آپ فرزند ہو عقل مند ہو قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتا ہے من اظلم ممن منع مسا جد اللہ ان یذ کر فیھا اسمہ و سعی فی خرا بھا او لئک ما کا ن لھم ان ید خلو ھا ا لا خا ئفین۔ اس آیت کریمہ پر آپ توجہ کریں ۔ اس میں ارشاد ہے کہ مساجد میں خائف ہو کر حاضر ہونا چاہیے مگر ان علماء کا ایسا حال ہے کہ مسجد کو ان لوگوں نے جنگ گاہ بنایا، اور وہاں فتاوی کفر کے سوا ان کے پاس کیا رکھا ہے ۔ مسلمان کو کافر بناتے ہیں اور بس یہ انکار ہمارے ساتھ نہیں علی العموم ان کے آپس میں ایسے ہی سلوک ہیں، جن دنوں میں پونچھ میں تھا ان دنوں ....شہر میں نہیں آ سکتے تھے مجھے بھی رات کو باہر کوٹھی پر ملے اور ایک مولوی صاحب تھے جن کو پونچھ میں تین بھائیوں ....اور ایک کا نام .... یاد نہیں ان تینوں نے تنگ کیا اس کی کتابیں لے لیں آخر ایک بزرگ نے ...ان کو ہرکاروں میں ملازم کر کے ایک پہاڑی چوکی پر بھیج دیا ۔ ایک نو مسلم غلام احمد بیچارہ پونچھ چلا گیا ۔ اس کو کیسی تکلیف دی ۔ ایک لڑکا ...وہاں سے بھاگ کر یہاں آیا ۔ تو پولیس میں احمدیوں کو ذلیل کیا

... نے ہم سے بدلہ لیا کیونکہ میں نے ان کی آمد و رفت شہر میں کرا دی تھی اپنا کفر بھول گئے ہمیں زہر دینا ہماری عورتوں کو چھین لینا تو ان کے فتاوی ہیں مگر ہمارے دو مخلص ان کی مہربانی سے قتل ہو چکے ہیں ۔ علی گڈھ کے سکرٹری نواب صاحب نے اس امر کو خوب سمجھا اور احمدی لڑکوں کے لئے ایک کمرہ نماز کے واسطے الگ کرا دیا ۔ آپ ذرہ عاقبت اندیش دل سے مشورہ لیں کہ ہم نے کیسا امن کا راستہ اختیار کیا ہے گورنمنٹ انگریزی کثرت کا لحاظ کرتی ہے اور ہم ہیں کم ۔ آپ فنسوا حظاً مما ذکروا فا غرینا بینھم العدا وۃ و البغضاء پر بھی توجہ فرماویں کہ یہود

ونصاری کے باہم تباغض کی جڑھ اس آیت کریمہ میں کیا ارشاد فرمائی ہے

آپ مجھ سے وہ آیت وحدیث دریافت فرماتے ہیں جن کی بنا پر ہم لوگ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے مجھے اس دریافت پر خوشی ہوئی و جعلنا منھم آئمة یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون ۔ امام بننے کے لئے اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ آئمہ وہ ہیں جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت فرماتے ہیں، جب کہ وہ صبر کرتے ہیں، اور ہماری بات پر یقین کرتے ہیں۔ آپ غور فرماویں کہ ایک آیت کے اندر تین شرطیں ہیں۔ کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ یہ فتوی گر قاتل کافر کہنے والے زہر دینے والے عورتیں چھیننے والے ان شرائط کے جامع ہیں۔ یہ انصاف آپ پر ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے من قال لا خیه المسلم یا کافر فقد باء به احدھما ہم یقیناً اللہ تعالی کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں ملائکۃ انبیاء رسل کتب اللہ پر ایمان ہے نماز پڑھتے زکوۃ دیتے حج کرتے روزہ رکھتے ہیں اور یہ ہمارا ایمان ہے۔ پھر جو ہمیں کافر کہتا ہے اور کافر سے بدتر ہم سے معاملہ کرتا ہے وہ اس حدیث کے مطابق اپنے آپ کو کیا فتوی دیتا ہے۔ ہم فتوی نہیں دیتے۔ قرآن نے دو شخصوں کو بڑا ظالم ٹھہرایا ہے ایک وہ جو اللہ تعالی پر افتراء باندھے دوسرا وہ جو راست باز کو اور اس کی حق تعلیم کا انکار کرے۔ قرآن مجید میں ہے و من اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او کذب بالحق لما جاءہ ۔ اب ظالم تر یا مرزا ہے یا یہ مکفرین ۔ مرزا کو تو ہم مفتری نہیں مان سکتے۔ اب ان کو کیا کہیں۔

یہ مضمون کسی قدر مفصل لکھنے کے قابل ہے اور بیماری اجازت نہیں دیتی۔ اگر مفید نہ ہوا تو انشاء اللہ مکرر عرض کرونگا۔ نور الدین ۱۷ جولائی ۱۹۱۱ (اخبار بدر قادیان ۲۷ جولائی ۱۹۱۱ء)

☆ اڈیٹر بدر بتاتے ہیں کسی نے خلیفۃ المسیح (نورالدین) کی خدمت میں عرض کیا کہ اگلے روز حضور نے فرمایا تھا، مرزا صاحب کا انکار ہمارے اور مخالفوں کے درمیان بغاوت کا مقدمہ ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ نیز جن کا انکار جان بوجھ کر نہیں ان کو کس طرح ملزم کہا جاوے۔

حکیم صاحب نے فرمایا گورنمنٹ کے قانون کا نہ جاننا کوئی عذر نہیں ہے۔ اس دوست نے عرض کیا گورنمنٹ کو چونکہ دلوں کا پورا علم نہیں ہوتا اس لئے وہ سزا دینے میں معذور ہیں اور اللہ تعالی تو علیم بذات الصدور ہے۔ فرمایا اگر یہی بات ہے تو پھر تلوار مظلوم کو کیوں کاٹتی ہے۔

ایک شخص نے ذکر کیا کہ حضرت اقدس نے غیر احمدیوں کے حق میں ایسی تحریریں لکھی ہیں جن کو انِ ب کی نسبت بولنے سے دل ڈرتا ہے مثلاً ایک مقام پر فرمایا۔ تمام سعید لوگ خدا کی

اس آواز کو سن کر قبول کریں گے، سوائے ان کے جو دوزخ کے بھرنے کے واسطے ہیں۔

فرمایا ہمارے مخالف ان عیسائیوں کو جو بلاد یورپ و امریکہ میں رہتے ہیں کیا سمجھتے ہیں۔ دہریہ کہتے ہیں اگر خدا میں رحم ہوتا تو چھوٹے بچے نہ مرتے اور نہ ان کو اس قدر مصیبتیں ہوتیں جن میں چھوٹی عمر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پس اس قسم کے ترس کے لفظوں کا نتیجہ دہریت ہے یا مرزا کا انکار کر دیا جائے۔ (اخبار بدر قادیان ۱۳۔ اپریل ۱۹۱۱ء ص ۲)

❁ اڈیٹر بدر بتاتے ہیں: ۳۰۔ اگست ۱۹۱۱ء کو ایک غیر احمدی کا خط پیش ہوا کہ: مجھے آپ کے میموریل جمعہ کے ساتھ اتفاق ہے میں اپنے خیال کے مطابق کسی مسیح کی آمد کا منتظر نہیں ہوں اور نہ کسی کی ضرورت ہے اور نہ خلیفۃ المسیح کی ضرورت ہے۔ البتہ نیکوکار خدا پرست رہبروں کی ہر زمانے میں ضرورت ہے اور مرزا صاحب اور جناب کی مثال جتنے بزرگ دنیا میں پیدا ہوں، کم ہیں۔

فرمایا (نورالدین نے) یہ مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے فقرات بولنے والے لوگ کیا مطلب اپنے الفاظ کا رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ میں مسیح ہوں مہدی ہوں خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے وہ برابر اپنے الہام سناتے رہے۔ اب یا تو ایسا شخص اپنے دعوی میں سچا ہے اور اس قابل ہے کہ اسے مسیح مان لیا جائے اور یا وہ خدا پر افتراء کرتا ہے اور قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مفتری سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ راہیں تو دو ہی ہیں۔ معلوم نہیں یہ تیسری راہ کہاں سے لوگوں نے فرض کر لی ہے۔ (اخبار بدر قادیان ۵۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۹)

❁ اڈیٹر بدر بتاتے ہیں کہ ایک شخص نے خلیفۃ المسیح (نورالدین) سے سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں۔ فرمایا اگر خدا کا کلام سچ ہے تو مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔ (اخبار بدر قادیان ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء ص ۲)

نورالدین کا نور

حکیم نورالدین خلیفہ قادیان نے ایک رسالہ نیا مسمی، احمدی، جاری کرایا ہے جس میں خصوصیت سے اہل حدیث کے تعاقبات کے جواب دینے کا اعلان کیا گیا ہے حکیم صاحب نے علاوہ خلیفہ ہونے کے اس رسالہ کی سرپرستی منظور کی ہے بلکہ ایک رقم خاص اس کی امداد کو جیب خاص سے عطا فرمائی ہے اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم اس رسالہ کو حکیم صاحب ہی کا سمجھا کریں کیوں؟

نہ سگ دامن کاروانے درید
کہ دہقاں ناداں کہ سگ پرورید

اس رسالہ میں اہل حدیث کے جوابات کہاں تک دئے گئے ہیں؟ اس کا اندازہ تو خود حکیم صاحب ہی کر سکتے ہیں ہاں اس بات کا اظہار کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ گالیاں بڑی مزے کی دی جاتی ہیں کیونکہ اس کا اڈیٹر کسی خاص وجہ سے اس فن میں خاص ملکہ رکھتا ہے (اس وجہ کی تشریح کی ضرورت ہوئی اور اڈیٹر مذکور نے اپنے برتاؤ سے مجبور کیا تو کی جاوے گی۔ ثناء اللہ) جس کا مقابلہ ہم سے نہیں ہوسکتا اور اس کا ہمیں خود اعتراف ہے۔

رسالہ کے تین نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ پہلے نمبر میں اس نے مخالفین مرزا کو یہودی بنایا اور جس قدر آیات و احادیث یہودیوں کے متعلق ہیں وہ سب مخالفین مرزا مسلمانوں کے حق میں لکھی ہیں، حالانکہ اس کا فرض یہ تھا کہ پہلے اپنے مسیح موعود کی حقیت ثابت کر لیتا پھر اس کے مخالفوں کی نسبت جو چاہتا کہتا۔ لیکن ایسا کرنا ذرا کارے دارد ہے۔ اس لئے حکیم صاحب نے تمام زور ایک نظم پر نکالا جس کا نام رکھا ہے ناصحانی نظم۔ جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں

ثناء اللہ! اگر تجھ میں ہے کچھ شرم و حیا باقی
تو بول اٹھ اب تری ذلت میں ہے کیا رہ گیا باقی
جو تجھ میں آدمیت تھی وہ مدت سے گئی گذری
سوائے اک یہودیت کے ہے اب تجھ میں کیا باقی
نہ کچھ باقی رہا علم و فضل و عقل و دانش سے
نہ بو ایمان کی تجھ میں نہ زہد و اتقا باقی
کہاں کی افضلیت مولویت ہے لئے پھرتا
یہودوں میں نہ تجھ جیسے بہت تھے پارسا باقی
جری اللہ (مرزا) کی تکذیب سے ثابت کیا تو نے
کہ دشمن انبیاؤں کا ہے تو ہی اک رہا باقی
بہت نزدیک ہے اے غافل اب تقدیر ربانی
نہ دشمن ہی رہیں گے اور نہ ان کے اقربا باقی
خدا کا ہاتھ آ کر خود کرے گا فیصلہ تیرا

رہیں گے کب تلک تیرے بھلا جور و جفا باقی
نصیحت مان لے ناصح کی اے امرتسری نادان
اگر اسلام کی تیرے بدن پر ہے ردا باقی

منشی مولا بخش کشتہ امرتسری نے حکیم صاحب کی خاطر اس نظم کے جواب میں ایک نظم لکھی ہے جو درج ذیل ہے:

بتاؤ شیخ چلی کے مریدو ! اب ہے کیا باقی
نہ سارنگی ہی باقی ہے نہ اب ہے میرزا باقی
کہو وہ کون تھا جس نے کیا رسوا شریفوں کو
وہ داغ عشق سینے پہ رہا کس کے صدا باقی
نکاح آسمانی کے ہوئے الہام گو لاکھوں
لحد میں حسرت وصل آہ لیکن لے گیا باقی
اگر ایسے ہی مرسل عشق باز اور مفتری ہوتے
بجز الحاد و دہریت کے پھر تو کچھ نہ تھا باقی
نہ پوری ہو سکی پیشین گوئی آج تک کوئی
مگر اف رے ڈھٹائی ہے برابر ادعا باقی
مباہل کون عبد الحق سے تھا اور ڈاکٹر جی سے
بتاؤ وہ ہیں زندہ یا کہ ہے اب میرزا باقی
مباہل سب سے ہوتا تھا وہ اک روباہ بازی سے
مقابل شیر یزداں کے نہ کچھ اس کا رہا باقی
گریباں میں ذرا منہ ڈال کر مرزائیو! سوچو
تمہارے حضرت اقدس سے کیا کیا رہ گیا باقی
یہ کیسی بہکی باتیں ہیں تم اب ہو منتظر کیسے
کبھی کا مر چکا مرزا ، ابھی ہے فیصلہ باقی ؟
تجاہل عارفانہ سے اگر تم کہہ نہیں سکتے
تو سن میرزا کا ہے جو دنیا میں پتہ باقی

گھٹا حسرت کی اس کی قبر پر ہر دم برستی ہے
نہیں زیر لحد کچھ بھی عفونت کے سوا باقی
سراسر منہ کی کھاتے ہو مگر کچھ ڈھیٹھ ایسے ہو
کہ ہے اب بے حیائی کا تمھیں بس آ سرا باقی
تمھیں پر منحصر ہے اس کمی کو اب کرو پورا
تمہارے پیر و مرشد سے اگر کچھ رہ گیا باقی
صریح و صاف دکھلائے نشان اللہ نے کیسے
مگر اب تک ہے ویسا ہی تمہارا افتراء باقی
کیا تھا کس نے دھاوا قادیاں پہ یاد ہے تم کو
نہ نکلا کون بیت الفکر سے، ہے کچھ پتا باقی
تمہارا وہ مسیح و مہدی معہود دیکھو تو
پھنسا خود ایسی مشکل میں کہ چارہ کچھ نہ تھا باقی
وہ مرنا میرزا کا مکتے مکتے آہ غربت میں
وہ عبرت ناک نقشہ تھا کہ پہروں تک رہا باقی
ریاست رامپور میں کس نے پہنچائی تھی زک تم کو
نہ چھوڑے تھے بھلا کسنے تمہارے دست و پا باقی
جو آ پہنچے ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل
نہ کچھ حجت رہی باقی نہ کوئی ادعا باقی
خزاں آنے کو ہے اب گلستان کذب مرزا میں
رہے گا اس چمن کا اب نہ اک پتہ ہرا باقی
کوئی پوچھے تو نور الدین سے اتنا کہ اے حضرت
یہی ایمان داری ہے یہی ہے اتقاء باقی
جواب آیا نہ الہامات مرزا اور مرقع کا
ہوا ثابت کہ حضرت میں نہیں اب ناطقہ باقی
ستا لو، گالیاں دے لو، خداکے نیک بندوں کو

ابھی اعمال نامے میں تمہارے ہے جگہ باقی
پڑا ظلمت کدہ میں خود ہے نور الدین نے چارہ
نہ حاصل چشم بینا ہے نہ دل میں ہے ضیا باقی
دلائی ہیں ہزاروں گالیاں دلّی کے پھکڑ سے
رہے تا یادگار اک فعل نور الدین کا باقی
گڑے مردے اکھاڑے جائیں کشتہ کس کی خواہش تھی
مگر ہے شومئی قسمت سے ان کو ولولہ باقی

دوسرے اور تیسرے نمبر میں حکیم نورالدین کا سارا زور اس پر ہے کہ علماء کے اخلاق اچھے نہیں ایک دوسرے کو کوستے اور گالیاں دیتے ہیں۔ چنانچہ علماء کی باہمی جدلی تحریرات کو بالاستیعاب درج کیا ہے۔ مگر معلوم نہیں اس کوشش کا نتیجہ ان کے خیال میں کیا ہے جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔ غالباً یہ نتیجہ ہوگا کہ چونکہ علمائے اسلام کے اخلاق بہت خراب ہیں اس لئے مسیح موعود کی ضرورت ہے چنانچہ خود بدولت آ گئے۔ مگر حکیم صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ خود بدولت کے دام افتادہ مریدوں اور صحبت یافتوں کے اخلاق بھی چنداں قابل رشک نہیں بلکہ واجب الترک بھی ثابت ہیں۔ اس دعوی پر ہم کسی بیرونی شہادت کی تلاش کیوں کریں؟ خود مرزا صاحب ہی کی شہادت پیش کرتے ہیں جس میں حکیم صاحب کا ذکر بھی ہے بلکہ ایک معنی سے انہی کا مقولہ ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

> اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین سلمہ تعالی بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائے کہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں

اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں (اشتہار ملحقہ بشہادت القرآن۔ص۲)

یہ عبارت کیا بتلاتی ہے؟ بس یہی کہ بقول حضرت مسیحؑ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے مرزا صاحب کی صحبتوں میں بھی کوئی اثر نہیں اور نہ ان سے وہ ضرورت پوری ہوسکتی ہے جس کے لئے ان کا تشریف لانا مانا جاتا ہے۔

امید ہے آئندہ کو حکیم الامت ذرہ سوچ سمجھ کر اس چکر میں قدم رکھیں گے

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدہ میں شیخ جی صاحب
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر اہل حدیث ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء۔۲۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ ص ۱۔۳)

رسالہ احمدی کے اڈیٹر صاحب، قادیانیوں کے نامور شاعر تھے، اور انکی نظمیں قادیان کے اخباروں میں بھی شائع ہوا کرتی تھیں۔ ان کی ایک طویل نظم الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء ص ۱۱ میں شائع ہوئی تھی جس کے چند اشعار نذر قارئین ہیں:

کہاں ہیں آج وہ امرتسری و غزنوی سارے
کہاں ہیں سیالکوٹی بوبڑی لاہوری سودائی
ترے دشمن بہت سے کر گئے دنیا کو ہیں خالی
جو کچھ دو چار باقی ہیں تو شامت ان کی اب آئی
کہاں ہے وہ قصوری بد زبان اور دہلوی مردہ
نہ ہے لدھیانوی جرگے کی مدت سے خبر آئی
کہاں ہے آج گنگوہی جسے تھا سانپ نے کاٹا
کہاں ہے وہ رسل بابا جو تھا اس کا بڑا بھائی
مقابل میں بلایا ہر مخالف کو نا م لے لے کر
مگر آیا وہی آ گے کہ جس کی موت تھی آئی
پڑا دھونی رمائے تیرے در پر نور دین جیسا
کہ ہے جس کی زمانہ کو مسلّم علم و دانائی
چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
اب اس تعریف سے بڑھ کر کہے گا کیا کوئی بھائی

مکرم اور معظم ہیں یہاں جو فاضل احسن
مناظر بے مثل ہیں وہ نہیں جھوٹ اس میں اک رائی
یہی ہیں وہ جنہوں نے گولڑی کی کھوئی ہے رونق
یہی ہیں وہ جنہوں کی ہے اس پر خامہ فرسائی
مخالف مانتے ہیں جن کا لوہا وہ یہی تو ہیں
انہیں سے ملہم لاہور نے بھی مار ہے کھائی
یہاں اک اور عامل باعمل اور جوان صالح ہیں
کہ جن سے آج امریکہ کو پوری شناسائی
وہ ایل ایل بی ہیں اور ایم اے اڈیٹر ہیں رسالہ کے
جنہوں نے آج یورپ کو ہے حق کی راہ دکھلائی
کیا ہے راز طشت ازبام جس نے عیسویت کا
یہی وہ ہیں یہی وہ ہیں یہی ہیں پکے مرزائی
تجھے معلوم ہے یہ تو میرے ہادی مرے آقا
کہ میں رہتا ہوں دہلی میں جہاں ہے سخت گمراہی
میری اک عرض ہے تیری حضوری میں میرے پیارے
تیری سرکار ہے عالی تیرا دربار ہے شاہی
خدا کے واسطے دہلی میں پھر تشریف لے چلیئے
کہ ہو اتمام حجت اور مٹے سب ان کی گمراہی

(۲۸ دسمبر ۱۹۰۶ء یوم جمعہ مسجد اقصیٰ قادیان میں پڑھی گئی)

اس نظم میں ثناء اللہ امرتسری، عبدالحق غزنوی، ابراہیم، محمد علی بوپڑی واعظ، محمد حسین، غلام دستگیر قصوری، سید نذیر حسین دہلوی، محمد اور عبدالعزیز لدھیانوی، رشید احمد گنگوہی، رسل بابا امرتسری، پیر مہر علی شاہ، منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ، محمد علی لاہوری ایم اے۔ کا ذکر ہوا ہے، اور مسلمان علماء کے تعلق سے پوچھا جارہا ہے کہ بتاؤ اب وہ کہاں ہیں؟ اور یہ کہ جسے مقابلے لئے بلایا وہ بھاگ گیا۔ اور حقیقت یہ تھی کہ مولانا ثناءاللہ نے قادیان پہنچ کر للکارا تھا اور مرزا زنان خانے میں جا چھپے تھے، اور مولانا بٹالوی وغیرہ جگہ بجگہ مرزا کو للکار رہے تھے لیکن مرزا کان لپیٹ کر سوئے ہوئے

تھے۔ جیسا مولانا محمد ابراہیم میرؒ نے شہادۃ القرآن میں لکھا ہے کہ انہوں نے ۸ جون ۱۹۰۲ء کو ایک رجسٹرڈ اشتہار مرزا قادیانی کو بھیجا جس میں قادیانی سے سوال کیا کہ:

آپ عیسیٰؑ کے صلیب پر چڑھائے جانے یا آپؑ کی وفات قرآن سے ثابت کردیں تو اس امر کے فیصلہ کے لئے خواہ آپ مجھے قادیان میں حاضر ہونے کیلئے فرماویں اور کسی عام مجلس میں اس مرحلہ کو طے کریں خواہ کسی اور جگہ پر تشریف لاکر مجھے اطلاع بخشیں۔،

لیکن مرزا صاحب: چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند، کا منظر پیش کرتے رہے۔

اور میر قاسم علی نے کہا ہے کہ دہلی میں گمراہی پھیلی ہوئی ہے امام الزمان وہاں تشریف لاکر گمراہی کو مٹائیں۔ سوال یہ ہے کہ پہلے دو مرتبہ (اکتوبر ۱۸۹۱ء اور نومبر ۱۹۰۵ء میں) وہاں جا کر انہوں نے کیا کرلیا تھا جواب امید کی جارہی تھی۔

نیز یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ نومبر ۱۹۰۵ء کے بعد مرزا صاحب خود بھی دہلی کر دو ماہ قیام کرنا چاہتے تھے، اوران کے مرید بھی انہیں وہاں بلانا چاہتے تھے، لیکن نومبر ۱۹۰۵ء کے دورہ دہلی کے بعد مرزا صاحب کو دو ماہ تو کیا دو سیکنڈ کے لئے بھی دہلی کی ہوا کھانا نصیب نہ ہوئی۔ اس کم نصیبی کا کیا مطلب ہے۔

حکیم الامت اور قادیانیوں سے چند سوال

حکیم الامت سے ہماری مراد حکیم نورالدین خلیفہ قادیان ہے۔ یہ ہماری اصطلاح نہیں بلکہ قادیانی مشن کی ہے۔ پس ناظرین اس اصطلاح کو ہمیشہ کے لئے یاد رکھیں

حکیم صاحب! یہ بات تو اب کھلی صداقت ہے کہ آپ اور آپ کے اتباع مرزا صاحب کو نبی اور رسول مانتے ہیں، بلکہ نہ ماننے والوں کو کافر جہنمی مرتد وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں اور خاتم النبیین کی تفسیر آپ لوگ یوں کرتے ہیں کہ مستقل نبیوں کا آنا بند ہے مگر ایسے نبیوں کا آنا بند نہیں جو اسلام کی اطاعت میں ترقی کرکے درجہ نبوت کو پہنچیں۔ چنانچہ ایسے نبیوں کی مثال جو اسلامی اطاعت میں درجہ نبوت و رسالت پر پہنچے ہوں ایک مرزا صاحب بھی ہیں۔

(بقول آپ کے) مرزا صاحب امتی بھی ہیں اور نبی بھی۔ ان معنی سے مرزا صاحب کا منصب صرف تبلیغ ہے اختراع اور ایجاد حکم کا نہیں۔ دیگر علماء کی تبلیغ اور مرزا صاحب کی تبلیغ میں بقول

آپکے بڑا فرق ہے کہ مرزا صاحب براہ راست خدا سے علوم حاصل کرتے ہیں اور علماء اپنے اساتذہ سے سیکھتے ہیں یا بزور مطالعہ حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے علماء کے علوم میں غلطی کا احتمال ہے اور مرزا صاحب کے علوم اور تبلیغ میں غلطی کا احتمال نہیں۔

حکیم صاحب! غالباً میں نے آپ کے دعوی کی تقریر میں کوئی خیانت یا غلطی نہیں کی بلکہ ایک معنی سے پوری تبلیغ کر دی ہے۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں آپ سے کچھ سوال کرو ں؟ پس غور سے سنئے:

الف، خاتم النبیین کی اس تفسیر کا قرآن وحدیث سے کیا ثبوت ہے؟

ب۔ حدیث شریف میں آیا ہے لا نبی بعدی۔ اس میں لا نفی جنس کا ہے یا کچھ اور؟

ج۔ حدیث شریف میں آیا ہے میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ اس کے کیا معنی ہیں۔ کیا حضرت عمر بحیثیت اطاعت مرزا صاحب سے کم تھے؟

د۔ مرزا صاحب اپنی نبوت یا بالفاظ دیگر اپنے دعاوی کے ثبوت میں اپنے اخبار غیبیہ (پیش گوئیاں) بتلایا کرتے تھے۔ کیا آپ بھی وہی بتلائیں گے؟ یا ان کے سوا اور کوئی ثبوت بھی آپ رکھتے ہیں؟

ھ۔ نبی جس قوم کے سامنے تبلیغ کا کام شروع کرتا ہے اس قوم کی عام زبان میں تبلیغ کرتا ہے یا اپنی اصطلاحات دربطن الگ رکھتا ہے۔

و۔ نبی جو پیش گوئی بطور تحدی کے مخالفین کے سامنے پیش کرتا ہے اس کو پوری تشریح سے کرتا ہے یا بعد وقوع کے اس کی تشریح کرتا ہے

نوٹ: اس سوال کا مطلب سمجھنے میں آپ کو تو نہیں شاید کسی اور صاحب کو غلط فہمی ہو اس لئے میں اس کی تشریح کر دوں۔

یعنی نبی جب کسی آئندہ امر غیبی کو مخالفین کے سامنے ظاہر کرتے تھے تو صاف صاف اور کھلے کھلے الفاظ میں کرتے تھے تاکہ اس کے وقوعہ کے بعد مخالفوں پر حجت قائم ہو سکے مثلاً کسی امر کے وقوعہ کی میعادی خبر بتلاتے تھے کہ ایک سال میں ہو جائے گا تو وہ واقع ایک ہی سال میں ہوتا تھا یہ نہیں ہوتا تھا کہ ایک سال کی بجائے دو بلکہ تین سالوں میں تو نبی ان کے جواب میں کہے کہ میعاد کو کیا دیکھتے ہو واقع کو دیکھو۔ کیا آپ کے نزدیک بھی یہ اصول صحیح ہے یا نہیں؟

ز۔ نبی اگر اپنی تحدی کی پیش گوئی میں جھوٹا ثابت ہو تو آپ کے نزدیک بھی مفتری کذاب دجال کے الفاظ کا مستحق ہے یا نہیں؟

ح ۔ جو نبی ایسا جھوٹا ثابت ہو اسکی اطاعت کرنیوالے بھی انہی القاب کے مستوجب ہیں یا نہیں؟

ط ۔ کیا آپ ان اصولوں کے مطابق مرزا صاحب کی نبوت کا ثبوت دینے کو طیار ہیں؟

مہربانی کر کے ان سوالات کے جوابات آپ دیں یا آپکے حسب الحکم کوئی اور صاحب عنایت کریں ۔ ان اجر کم الا علی اللہ

آج تک تو قادیانی جماعت کہا کرتی تھی کہ ہمارے مخالف خصوصاً اڈیٹر اہلحدیث سخت الفاظ میں دل آزاری کرتے ہیں اسی لئے رامپور میں بھی مباحثہ پورا نہ کر سکے لیکن آج کے سوالات تو ایسے پیرائے میں ہیں کہ اس کی نظیر قادیانی مشن میں بصد تلاش بھی نہ ملے گی ۔ پس ان سوالات کے جوابات بھی اگر قادیانی مشن نے نہ دیئے تو سمجھا جائے گا کہ آج تک بھی آپ لوگوں کا عذر اس شعر کا مصداق ہے :

زاہد نہ داشت تابِ وصالِ پری رخاں　　　　کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ ۔ اپریل ۱۹۱۱ء ۔ ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ ۔ ص ۱-۲)

مولانا امرتسریؒ نے اس مضمون میں خلیفہ قادیان سے سوال کا جواب طلب کیا ہے تاہم یہ بھی کہا ہے کہ اگر وہ پسند کریں تو کسی اور کو بھی جواب کیلئے متعین فرما سکتے ہیں ۔ یعنی جواب آپ کی طرف سے ہونا چاہیے اور آپکی اجازت سے کسی اور کی طرف سے، تا جواب کی حیثیت سرکاری ہو جائے اور بعد میں کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ جواب فلاں شخص نے ذاتی طور پر دے دیا ہے اور قادیانی مرکز یا قیادت اسکی ذمہ دار نہیں ہے ۔ مولانا نے یہ بات اسلیئے کہی ہے کہ قادیانیوں کا طریق تھا کہ بڑے بڑے بول بولتے رہتے ، چیلنج کرتے رہتے ، جب کوئی ان کے روز روز کے بڑے بڑے بولوں پر توجہ نہ دیتے تو کہتے کہ ہم نے فلاں جگہ یا مقام میں تمہیں مقابلے کے لئے للکارا اور تم سامنے نہیں آئے ، اس لئے تم جھوٹے اور ہم سچے ۔ اور اگر مسلمان مقابلے میں آجاتے اور قادیانی شکست کھا جاتے ، تو قادیان کے اکابر یہ کہہ دیتے کہ وہ مباحثہ یا مناظرہ ان لوگوں نے ذاتی حیثیت میں اور ہم سے پوچھے بغیر یا ہماری اجازت کے بغیر منعقد کیا تھا ، اور وہاں ہمارے مقرر کردہ مناظر نہیں گئے تھے ، کیونکہ اگر ہماری طرف سے ہوتا تو اس میں فلاں مناظر کو بھیجا جانا تھا لیکن وہ فلاں مناظر تو ان دنوں چھٹی پر کشمیر گیا ہوا تھا ، یا بیمار تھا ، یا کسی اور جگہ مصروف تھا ، اس لئے ہماری اجازت اور آشیرواد کے بغیر ہونے والے اس مناظرے میں قادیانی شکست کھا گئے ہیں تو وہ ان لوگوں کا ذاتی معاملہ ہے ، قادیانی قیادت کو ملزم نہیں ٹھہرایا جا سکتا ۔

اس پس منظر میں اڈیٹر بدر نے اپنی جماعت کو ذیل کی ہدایات جاری فرمائیں:

جہاں کہیں احمدی احباب کو کسی مخالف فریق سے مباحثہ کی ضرورت پیش آوے وہاں مفصلہ ذیل باتوں کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیے:

۱۔شرائط مباحثہ وہاں کی جمات کو خود بخود طے نہیں کر لینی چاہییں کیونکہ ہماری جمات کے لوگ عموماً سیدھے سادھے ہیں اور مولویوں کی کاروائیوں سے واقف نہیں ہیں۔ انہیں چاہیے کہ شرائط مباحثہ جوانکے نزدیک ضروری ہوں بمعہ وہاں کے مفصل حالات لکھ کر یہاں حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس بھیج دیں اور یہاں سے پھر شرائط مباحثہ جو لکھ کر بھیجی جائیں ان کے مطابق فریق مخالف سے فیصلہ کر لیں۔

۲۔تاریخ مباحثہ خود بخود بھی مقرر نہ کریں کیونکہ بعض دفعہ یہاں سے کوئی صاحب جو اس مباحثہ میں پیش ہونے کے لائق ہوں عین ان تاریخوں پر روانہ نہیں ہو سکتے۔اس واسطے پہلے یہاں سے دریافت کر لینا چاہیے کہ کونسی تاریخیں مباحثہ کے واسطے موزوں ہوں گی۔

۳۔ مباحثہ ہمیشہ تحریری منظور کرنا چاہیے اس سے مخالفین کو بے ہودہ باتیں بنانے اور گالیاں دینے اور بکواس کرنے کا موقعہ نہیں رہتا نیز وہ بعد میں اپنے کہے سے انکاری نہیں ہو سکتے۔اگر تحریر نہ ہو تو آج کل کے مولویوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ابھی ایک بات کہتے ہیں پھر ایک منٹ کے بعد منکر ہو جاتے ہیں۔

۴۔بعض دفعہ مخالفین یہ شرطیں پیش کرتے ہیں کہ کسی کو حکم اور فیصلہ کنندہ مباحثہ میں مقرر کیا جائے۔ یہ بالکل بے ہودہ بات ہے۔ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان مباحثہ کے وقت کسی ثالث یا فیصلہ کنندہ یا حکم مقرر کرنے کی ضرورت نہیں موقعہ پر سننے والے لوگ خود اپنے واسطے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کس کے دلائل زبردست ہیں ... غیر مذہب کے آدمی کو اسلامی عقاید کے فیصلہ کے واسطے مقرر کرنا کسی غیرت مند مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا اگر اس طرح مذاہب کا فیصلہ ہوسکتا تو آج تک جس قدر مذاہب ہیں ان میں کوئی اختلاف نہ ہوسکتا۔غرض کسی خاص شخص کو کبھی حکم یا فیصلہ کنندہ نہیں بنانا چاہیے

۵۔جس شہر میں مباحثہ ہو اس شہر کے چند معزز رؤساء کو حفظ امن کا ذمہ وار بنا لینا چاہیے اور نیز گورنمنٹ سے اجازت حاصل کر لینی چاہیے اور چونکہ فریق غیر احمدیہ کی تعداد

ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے اس واسطے یہ دونوں کام ان کے سپرد کرنے چاہییں اور جب تک وہ گورنمنٹ کی اجازت حاصل نہ کرلیں اور کسی رئیس کو حفظ امن کا ذمہ دار نہ بنا لیں اور ان ہر دو امور کے واسطے تحریری کاغذ نہ لاویں تب تک مباحثہ منظور نہیں کرنا چاہیے اور نہ دوسری شرائط طے کرنی چاہییں۔ (بدر ۵۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۱۰)

مختصر یہ کہ نہ نو من تیل ہو، نہ رادھا کو رقص کے لئے میدان میں آئے۔ اور اگر کسی نے مباحثہ کر کے شکست کھا گیا تو ہم کہہ دیں گے کہ چونکہ مباحثے کے قادیانی مہتمم نے درج بالا شرائط میں سے فلاں شرط کی مخالفت کی ہے اس لئے اس کی شکست کے ہم ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ہم کہہ دیں گے کہ تم نے مسلمانوں کو کیوں مجبور نہیں کیا کہ وہ خود حکومت سے اجازت لیں، یا تم نے مسلمانوں کو کیوں مجبور نہیں کیا کہ شہر کے رئیسوں سے حفظ امن کی ضمانت لیں، اگر کسی رئیس سے ضمانت لے ہی لی تو ہم کہہ دیں کہ اس رئیس کی تو وہاں وہی حیثیت ہے جو قادیان میں مرزا صاحب کی تھی، کہ ان کے اثر و رسوخ کا یہ حال تھا کہ مریدوں کو کھیتوں میں میں رفع حاجت کے بعد اپنا فضلہ خود اٹھا کر لے جانے پر مجبور کیا جاتا تھا، اس لئے تمہیں فلاں فلاں رئیس سے ذمہ داری اٹھانے کا کہنا تھا،۔ اور جہاں شرط چہارم یعنی تقرر ثالث کا تعلق ہے، اس میں ان شرائط کے مرتب اڈیٹر بدر نے خود بھی مرزا صاحب کی مخالفت کی ہے، کیونکہ مرزا صاحب نے ثالثوں کا تقرر خود ہی ایک مباحثے میں منظور فرمایا تھا۔ اڈیٹر بدر کا ثالثوں کی تقرری کی مخالفت کرنا دراصل مرزا صاحب کی مخالفت اور نافرمانی ہے جس سے بڑا گناہ قادیانیت میں اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ مرزا نے ثالثوں کا تقرر اپنی درج ذیل تحریر میں منظور فرمایا تھا جو مکتوبات احمدیہ میں موجود ہے۔ مرزا صاحب ۱۸۷۸ء میں لکھتے ہیں:

باوا (نرائن سنگھ وکیل) صاحب نے صاحبان مندرجہ ذیل کو منصفان تنقید جواب قرار دیا ہے مولوی سید احمد خان صاحب، منشی کنہیا لال صاحب، منشی اندرمن صاحب۔ مجھ کو منصفان مجوزہ باوا صاحب میں کسی نہج کا عذر نہیں، بلکہ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو انہوں نے تجویز ثالثان میں مولوی سید احمد خان صاحب کا نام بھی جو ہم سے اخوت اسلام رکھتے ہیں درج کر دیا، اس لئے میں بھی اپنے منصفان مقبولہ میں ایک فاضل آریہ صاحب کو جن کی فضیلت میں باوا صاحب کو بھی کلام نہیں باعتماد طبیعت صالحانہ اور رائے منصفانہ ان کی کے داخل کرتا ہوں جنکے نام نامی یہ ہیں سوامی پنڈت

دیا نند سرستی، حکیم محمد شریف صاحب امرتسری، مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری لیکن اتنی عرض اور ہے کہ علاوہ ان صاحبوں کے کہ فریقین کے ہم مذہب ہیں دو صاحب مسیحی بھی ممبر تنقید کے قرار پانے چاہییں۔ سو میری دانست میں پادری رجب علی صاحب اور بابو رلا رام صاحب جو علاوہ فضیلت علمی اور طبیعت منصفانہ کے اس بحث جاری شدہ سے بخوبی واقف ہیں بشرطیکہ صاحبین موصوفین براہ مہربانی اس شوری میں داخل ہونا منظور کر لیں۔ اور آپ کو بھی اس میں کچھ کلام نہ ہو بہتر اور انسب ہیں ورنہ بالآخر اس طرح تجویز ہوگی کہ ایک صاحب مسیحی مذہب کو آپ قبول کر کے اطلاع دیں اور ایک کے اسم مبارک سے میں مطلع کرونگا۔ (مکتوبات احمدیہ جلد دوم ص ۷۳)

اڈیٹر بدر کو نوٹس

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی آنجہانی کا دعوی تو یہ تھا کہ میرے مرید اصحاب رسول اللہ ﷺ میں داخل ہیں مگر جب ہم ان کے اخلاق معمولی مسلمانوں سے بھی گرے ہوئے پاتے ہیں تو ہمیں مرزا صاحب کے قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ ہماری جماعت (مرزائیہ) نے للّٰہیت میں کوئی ترقی نہیں کی اس کی بہت سی مثالیں ہم پیش کرتے رہتے ہیں۔ تازہ مثال سنیئے۔

میرے والد مرحوم کا نام تھا محمد خضر جو۔ جو کشمیری اصطلاح کے مطابق جو لگانے سے خضر جو بنتا ہے مگر اڈیٹر بدر اپنی معمولی عادت اور مرزائی سنت کے مطابق ض کی بجائے ز بدل کر ابن خزر لکھتا ہے۔ شائد اس نے سمجھا ہو کہ ایسا کرنے سے قادیانی مذہب کو کچھ تقویت ہوسکتی ہو مگر درحقیقت تقویت نہیں ہوسکتی، ہاں سنت مرزائیہ کی تعمیل ضرور ہوتی ہے۔ لودہانہ میں مولوی سعد اللہ صاحب مرحوم نو مسلم تھے۔ جن کے والد ہندو تھے۔ مولوی صاحب نے جوانی کی عمر میں رضاء الٰہی کی خاطر اپنا کنبہ برادری چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا، مگر چونکہ مرزا صاحب کے مخالف تھے اسلئے آنجہانی بطور توہین ان کو ہندو زادہ لکھا کرتے تھے۔ اس لئے اس پارٹی سے ایسے اخلاق دینیہ کا ارتکاب کوئی مستبعد امر نہیں۔ اس کے جواب میں اگر ہم ان کو یہ کہیں کہ مخالفت تمہاری تو میں کرتا ہوں مرزا صاحب کی پیش گوئی کے مطابق مرزا صاحب کی زندگی میں مرنے سے بچا تو میں ہوں، میرے والد

مرحوم نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا۔ حدیث شریف میں مردگان کو گالیاں دینے سے منع بھی آیا ہے۔ یہ ان سے کیا توقع ہے کہ باز آ جاویں گے؟ ہرگز نہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کو متنبہ کر دیں آئندہ کو اگر انہوں نے میرے والد کے نام میں کسی حرف کی تبدیلی کی تو ہم بھی صرف ایک ہی حرف (ن) کو (س) سے بدل دیں گے۔ پس اپنا نفع نقصان سوچ لیں۔ صائب کہتا ہے:

دہن خویش بدشنام میالا صائب۔ کیں زرِ قلب بہرکس کہ دہی باز دہد۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اپریل ۱۹۱۱ء۔ ص ۸)

مولانا ثناء اللہ کی درج بالا تحریر کے پس منظر میں قادیانیوں قسم ذیل کی تحریریں تھیں:

اڈیٹر بدر نے ثنائی چکر نامی رسالے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

ایک مختصر سا رسالہ مگر امرتسری ابن خزرجو کے فریب کو توڑنے کے لئے توپ خانہ کا کام دینے والا، ہمارے مونگیری دوستوں نے شائع کیا ہے۔ مباہلہ اور دعا والے معاملہ پر ایسی صاف روشنی ڈالی ہے کہ مومنین کے واسطے موجب ترقہ ایمان ہو اور کافرین ومکذبین چندھیا کر اسی چکر میں جا پڑیں جن میں خود مولوی فاضل صاحب گر رہے ہیں۔ ثنائی چکر نکلا تو مونگیر سے ہے پر امید ہے کہ بن خزرجو کیلئے انائے؟ مکی کا کام دے گا ابن خزرجو کو ہوش میں لانے کے واسطے زبان بھی اسی کے طرز کی استعمال کی گئی ہے۔ (بدر ۲۳ مارچ۔ ۱۹۱۱ء ص ۸)

اور مولانا ثناء اللہ کی تحریر کے جواب میں اڈیٹر بدر نے لکھا:

ابن خزرجو کی درخواست داخل دفتر: جو شخص بے اصول ہو وہ حقیقت میں اس قابل نہیں رہتا کہ اس کی کسی بات کی طرف توجہ کی جاوے ابن خزرجو خود لکھ چکا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی قوم کے لیڈر کو برا کہے تو اس جماعت کو حق پہنچتا ہے کہ اس کا ہر ایک فرد جی کھول کر اسے گالیاں دے لے۔

پھر اس پرچہ اہل حدیث میں لکھا ہے کہ کسی حرف کو بدل دینا اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔ کیا ابن خزرجو صاحب بھول گئے ہیں کہ وہ جماعت احمدیہ کے واجب التعظیم امام کی جناب میں کیا کچھ بک چکے ہیں، بلکہ اب تک بک رہے ہیں، تو کیا اسی اصل کے مطابق جماعت احمدیہ کو حق نہیں کہ وہ اسے پارہ ششم کے پہلے رکوع پر نظر کر کے کچھ کہہ لے۔ قادیان کے اخبار تو ہمیشہ نرمی کا سلوک کرتے رہے لیکن لاتوں کے بھوت باتوں سے کم مانتے ہیں۔ آخر دہلی سے ایک ہی شیر اسلام (میر قاسم) اٹھا تو ابن خزرجو (جس نے ایک، دنیوی، آنکھ سے دیکھنے کے بہانے سے شیر پنجاب کا لقب لیا ہے) دانت نکالنے شروع کر دیئے۔

کاش کہ ابن خزر جو صاحب ہماری نرمی سے فائدہ اٹھاتے اور اپنے وطیرہ کو خود ہی بدل لیتے اور آج ان کو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا...اب وہ ز کو ض سے بدلنے کی درخواست کرتا ہے حالانکہ جب انہیں بار بار کہا گیا کہ خواہ مخواہ معنی بدلنے کے واسطے کادیان نہ لکھا کرو بلکہ قادیان، تو انہوں نے نہ مانا۔ اب چاہیے تو یہ کہ جب تک اتنے سال نہ گذر جائیں جتنے سال قادیان کو کادیان لکھتے رہے ہیں وہ صبر کریں اور گھبرائیں نہیں کیونکہ و هم بدء وكم اوّل مرّة، فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى قرآنی ارشاد ہے۔ فمن عفی و اصلح پر بھی عمل کر کے دیکھ چکے ہیں اور پنجابی یا کشمیری بولی میں ز اور ض میں کوئی فرق بھی نہیں۔ ہر دو کا تلفظ ایک ہی ہے۔ آپ نے خود جب عدالت میں اپنے باپ کا نام بتایا تھا تو خزر جو ہی کہا تھا، ض کا تلفظ ظاہر نہیں فرمایا تھا۔

علاوہ ازیں چونکہ آپ کی گوشمالی کا کام جناب میر (قاسم علی) صاحب نے اپنے ذمہ لیا ہے جب تک ان کی سفارش آپ کے متعلق نہ ہو ہم اس پر توجہ کرنا پسند نہیں کرتے۔ لہذا درخواست سائل فی الحال داخل دفتر ہوتی ہے۔

اور جو دھمکی آپ نے تبدیلی حروف کے متعلق بتلائی ہے سو اس طرح کی تبدیلی آپ کے باپ دادا کے ناموں میں بہت ہو سکیں گی بشرطیکہ ان کے نام تحقیق ہو سکیں (بدر ۱۸ مئی ۱۹۱۱ء ص ۴)

مریض الامت اور انکی ذریت کا فیصلہ

مریض الامت سے ہماری مراد وہی بزرگ ہیں جن کو آج سے پہلے قادیانی اصطلاح میں کئی ایک دفعہ ہم حکیم الامت سے تعبیر کر چکے ہیں۔ چونکہ وہ حکیم ہیں اس لئے قادیانی اصطلاح میں حکیم الامت ہیں، چونکہ وہ گھوڑی پر سے گرنے کی وجہ سے مریض رہتے ہیں اس لئے ہماری اصطلاح میں مریض الامت بھی ہیں۔ بہرحال یہ کوئی تعارض نہیں بلکہ دو اعتباروں سے دونوں اوصاف ان پر صادق آتے ہیں۔ اور یہ بعینہ ویسی صورت ہے جیسے مرزا صاحب کو وہ لوگ ایک حیثیت سے نبی اور ایک حیثیت سے امتی کہتے ہیں۔

اس وجہ تسمیہ کے بعد ہم بتلاتے ہیں کہ فیصلہ کیا ہوا؟ اہل حدیث مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں قادیانی خلیفہ حکیم نور الدین کا ایک فیصلہ لکھ کر نتیجہ نکالا گیا تھا جس کو بدر قادیانی نے غلط قرار دے کر ایک نتیجہ پیش کیا ہے۔

فیصلہ تو یہ تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب کی رسالت سے منکر ہیں وہ کافر ہیں۔ ہم نے اس سے نتیجہ نکالا تھا کہ ہمارا اور مرزائیوں کا فرق عیسائیوں اور محمدیوں یا موسائیوں اور عیسائیوں کا سا ہے۔ جس طرح ان دونوں میں یہ تمیز ہے کہ ایک دوسرے سے ایک رسول زیادہ مانتا ہے اسی طرح قادیانی امت ہم مسلمانوں سے زیادہ مرزا کو رسول مانتے ہیں۔ اس کے جواب میں بدر لکھتا ہے:

> مولوی ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں اور مرزائیوں کا اسی قدر فرق ہے جو عیسائیوں اور محمدیوں میں ہے۔ یہ مثال ان کی درست نہیں ہے بلکہ صحیح مثال یہ ہے کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کا اسی قدر فرق ہے جو زمانہ حضرت عیسیٰ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا تھا۔ یہود اہل کتاب تھے ایک شریعت رکھتے تھے ان کے صاحب شریعت نبی حضرت موسیٰ کے متبعین میں سے ایک شخص کو خدا تعالیٰ نے مبعوث اور مامور کیا تھا تاکہ ان کی غلطیوں کو دور کرے۔ وہ شریعت کو منسوخ کرنے نہ آیا تھا۔ اس کا قبلہ اور نماز اور سب باتیں حضرت موسیٰ کی متابعت میں تھیں۔ یہود نے عموماً اس کو نہ مانا، اسے کافر کہا اور اسے ایذا دی۔ مگر یہود میں سے جنہوں نے اس مامور من اللہ کو قبول کر لیا وہ اس کے نام پر عیسائی کہلائے۔ (بدر ۶۱۔ اپریل ۱۹۱۱ء ص ۲)

مولانا امرتسری فرماتے ہیں: بہت خوب! یہی مثال سہی، مگر یہ تو بتلاؤ کہ عیسائیوں پر جو یہودی سوال کریں کہ اپنے مسیح کی نبوت کا ثبوت دو، تو عیسائیوں کا فرض نہیں کہ یہودیوں کے اس سوال کا جواب دیں؟ ٹھیک اسی طرح قادیانی مشن کا فرض ہے کہ سب سے مقدم مخالفین کے اس سوال کا (کہ مرزا صاحب کی نبوت کا کیا ثبوت ہے) جواب دے۔ مگر افسوس کہ قادیانی امت اس دعویٰ کا ثبوت دینے میں ہمیشہ کمزور پائی گئی ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ مریض امت اپنی خلافت کے سب کاموں میں اسی کام کو سب سے مقدم جانتے۔ خود میدان میں آتے یا اپنے کسی لائق بولنے والے کو مامور فرماتے۔ کیا وہ ایسا کریں گے؟ ہرگز نہیں۔

عیسائی تثلیث پر بحث کر سکتے ہیں۔ آریہ نیوگ کے فضائل بیان کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے، مگر مرزائی مرزا کی نبوت اور رسالت کا ثبوت دینے سے ہمیشہ جی چرائیں گے کیونکہ ان کو اس بات کا علم ہے کہ حضرت صاحب کی نبوت کا خاتمہ تو آخر اس پر ہوا تھا جو ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو بذریعہ اشتہار کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مریں تو میں جھوٹا۔ آخر کیا ہوا؟

چونکہ قادیانی مشن خود اقراری ہے کہ ہمارا اور ان کا فرق صرف مرزا صاحب کی نبوت

اور مسیحیت پر ہے اس لئے ہم آئندہ کوئی سوال ان کا نہ سنیں گے بلکہ ہمیشہ یہی سوال کریں گے کہ :

بنما بصاحب نظرے گوہر خود را — عیسی نتواں گشت بتصدیق خر چند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔ اپریل ۱۹۱۱ء ص ۱۔۲)

اس موضوع پر چند اور تحریریں بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔ اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں :

کیا ہم غیر احمدیوں میں مل سکتے ہیں ؟

مندرجہ عنوان سوال مختلف رنگوں سے پھر ہماری جماعت کے لئے قابل غور سوال ہو گیا ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ پچھلے دنوں ہمارے مکرم بھائی ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ نے حضرت خلیفۃ المسیح (نورالدین) سے ایک سوال کیا تھا جس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ ہمارے اور مخالفوں کے درمیان اصولی اختلاف ہے۔ اس پر المنیر جھنگ میں ایک مخالفانہ سلسلہ مضامین شائع کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔ ایسی دھمکیوں کی نہ ہمیں پرواہ ہے اور نہ ہو سکتی ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا بہتوں نے اس کی مخالفت میں کمر باندھی بہت سے راہ میں ہلاک ہو گئے کتنے ہی توبہ کر کے ساتھ آ ملے اور بعض تھک کر رہ گئے۔

اخبار وطن نے اور بھی جرأت کی اور اسکا نام خطرناک اجتہاد رکھ کر لکھتا ہے:

یہ خبر بڑے افسوس سے سنی جائے گی کہ قبلہ حکیم نورالدین مقتدائے جماعت احمدیہ نے پچھلے دنوں پیہم دو دفعہ بصراحت تمام ظاہر اور عام طور پر اعلان کیا کہ احمدی دوسرے مسلمانوں کو اصولاً کافر سمجھنے پر مجبور ہیں۔ اور نہ انکے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں اور نہ ان کو مسلمان ہی سمجھ سکتے ہیں۔

نیاز مند اڈیٹر وطن اس از حد مضر اجتہاد کی نہایت خوفناک مضرت کی طرف نہ صرف قبلہ حکیم صاحب بلکہ لاہور کے بزرگ ترین احمدی احباب خواجہ کمال الدین، سید ڈاکٹر محمد حسین اور مرزا یعقوب بیگ صاحبان کو بھی باادب خاص توجہ دلا کر التماس کرتا ہے کہ جس طرح یونیورسٹی سکیم کے متعلق ان کی جماعت نے خالص اسلامی وسیع النظری سے کام لیا ہے اسی طرح عبادات و معاملات اور باہمی میل جول کے معاملہ میں بھی صحیح اسلامی اخوت سے کام لیں۔ اس اجتہاد نے قبلہ حکیم صاحب کے کئی سچے مریدوں کو بھی متردد بنا دیا ہے،۔

وطن کی یہ رائے نہایت ناعاقبت اندیشی پر مبنی ہے اور ہمارے معزز دوستوں کیلئے اس

ایمان اور اخلاص کے مقابلہ میں جو وہ امیر المومنین خلیفۃ المسیح سے رکھتے ہیں گو نہ ہتک آمیز ہے۔ انکی رائے انکے ارادے امیر المومنین کے حضور مٹ چکے ہیں اور وہ اپنے تئیں پتلی تصور کرتے ہیں جس طرح پر چاہا ان سے کام لے لیا مگر وطن انہیں گویا اس حیثیت میں دیکھتا ہے کہ وہ امیر المومنین کو اپنے کسی اجتہاد کو واپس لینے کے محرک ہو سکتے ہیں۔اس سے بڑھ کر کسی احمدی کی توہین نہیں ہو سکتی ۔ ہمارے محترم دوست ایک منٹ کیلئے بھی روا نہیں رکھ سکتے کہ انکے متعلق وطن ایسی خطرناک رائے ظاہر کرے یا وہ اپنے امام کے اجتہاد کو مضر اجتہاد سن سکیں۔...

جنہوں نے ہمیں الگ کیا ہے اب ان کا ہی فرض ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور جس زور سے کفر کا فتوی دیا تھا اب اسی جوش کے ساتھ اعلان کر دیں کہ احمدی جماعت کو کافر کہنے والا خود کافر ہے اور احمدی جماعت مسلمان ہے مرزا صاحب کو مسیح موعود ماننے یا مسیح کی وفات ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ جب یہ اعلان وہ لوگ جنہوں نے کفر کا فتوی دیا تھا دے دیں گے تو پھر احمدی اور دوسرے مسلمان آپ ہی مل جائیں گے جب تک ایسا اعلان نہ ہو، ناممکن ہے کہ احمدی مل سکیں...پس وطن اور اس کے ہمصفیر یاد رکھیں کہ وہ امیر المومنین کے اجتہاد کو مضر یا خطرناک اجتہاد کہہ کر ہمارے دل کو نہ دکھائیں۔ (الحکم قادیان ۱۹۱۱ء۔ ۲۱ مارچ۔ ص ۱۰)

اخبار بدر قادیان میں لکھا ہے:

ذکر تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے لکھا ہے کہ اگر احمدی مرزا صاحب کو نبی کہنا چھوڑ دیں تو ہم کفر کا فتوی واپس لے لیں گے۔ (حکیم نورالدین نے) فرمایا ہمیں ان کے فتووں کی کیا پرواہ ہے اور وہ حقیقت ہی کیا رکھتے ہیں؟ جب سے مولوی محمد حسین نے فتوی دیا وہ دیکھے کہ اس کے بعد آج تک اس کی عزت کہاں تک پہنچ گئی ہے اور مرزا صاحب کی عزت نے کس قدر ترقی کی ہے۔

(بدر قادیان۔۱۳۔اپریل ۱۹۱۱ ص ۲).

اڈیٹر الحکم نے ، بٹالوی کا الزام خواجہ صاحب پر، کے زیر عنوان لکھا ہے:

مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے ۸۔ اپریل ۱۹۱۱ء کے روزنامہ پیسہ اخبار میں ایک مضمون ،مختلف فرقہ ہائے اسلام میں اتفاق کی جائز وممکن صورت ، کے عنوان سے چھپوایا ہے۔اس مضمون پر اس وقت بحث نہیں کرونگا بلکہ میں شیخ بٹالوی کے اس الزام کی طرف توجہ دیتا ہوں جو اس نے خواجہ صاحب پر لگایا کہ خواجہ نے سیالکوٹ کے کسی لیکچر میں یہ بیان کیا کہ ہم مرزا صاحب کو نبی اور رسول نہیں مانتے۔اور محض اسی وجہ سے بٹالوی نے ان سے میل جول اور سلام کلام شروع کیا ہے

۔ یہ خلاصہ ہے اس الزام کا جو بٹالوی نے خواجہ پر لگایا ہے۔ اگرچہ اس کا مسکت جواب خود خواجہ شائع کریں گے اور انہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس میں ان کے عقیدہ پر سخت حملہ کیا گیا ہے۔ تاہم میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ بٹالوی کا یہ خواجہ صاحب پر افتراء ہے کیونکہ کوئی احمدی حضرت مسیح موعود کی رسالت یا نبوت (جس کی کیفیت پر اس وقت بحث نہیں) کا انکار کر کے احمدی نہیں رہ سکتا۔ خواجہ صاحب ایسی بات منہ سے نہیں نکال سکتے جو حضرت مسیح موعود کے الہامات کے خلاف ہو.. بٹالوی کو لازم ہے کہ وہ اپنے اس بیان کی فوراً تردید کرے کیونکہ ایک احمدی کی اس سے بڑھ کر تو کوئی ہتک نہیں ہوسکتی کہ اس کے عقاید پر حملہ کیا جاوے۔ اور خواجہ صاحب بھی جلد تردید کر دیں۔

غیر احمدیوں کے پیچھے نماز ناجائز ہے: معزز ہم عصر بدر نے ۲۰۔ اپریل کی اشاعت میں ایک نوٹ اس عنوان سے لکھا ہے کہ، سنا گیا ہے کہ کسی جاہل بیوقوف نے یہ مشہور کیا ہے کہ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے کوئی ایسا فتوی جاری ہوا ہے کہ احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ یہ محض افتراء ہے۔، ایسے مفتریوں کا پتہ لگانا چاہیے جو جماعت کو مغالطے میں ڈالتے ہیں امید ہے کہ احمدی احباب ایسے فتوے دینے والوں کے نام سے آگاہ کریں گے۔

معزز بدر نے آخر میں لکھا ہے: ہم جناب خواجہ صاحب کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایک مضمون لکھ کر بدر میں شائع فرما دیں تاکہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہو۔، میں اس تجویز سے موافقت نہیں کرتا کیونکہ اس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ ہوں گے کہ نعوذ باللہ خواجہ صاحب کی کسی تحریر یا تقریر سے غلط فہمی پیدا ہوئی۔ علاوہ بریں جب حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح کے صاف ارشادات اس بارے میں شائع ہو چکے ہیں تو کسی اور کی کیا حاجت ہے؟ یہ ایک قسم کا تقدم علی الامام ہے جس سے ہمیں بچنا چاہیے۔ (الحکم ۱۸۔ اپریل۔ ۱۴مئی ۱۹۱۱ء ص ۱۲)

مرزائی چکر یا دعاء مرزا میں ثنائی ذکر

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل بنارس اور منگیر میں قادیانیوں اور دیگر مسلمانوں کے درمیان میدان مباحثہ گرم ہے۔ دونوں مقامات میں اشتہار بازی گرما گرمی سے ہو رہی ہے۔ بنارس میں اشتہارات حکیم محمد عیسی کے نام سے نکلتے ہیں۔ منگیر میں فرید الحسن کے نام سے نکلتے ہیں، مگر کیا مزے کی بات ہے کہ

دونوں مقامات میں میرا ذکر اور ذکر کے ساتھ مرزائیوں کی طرف سے گالیاں ضرور ہوتی ہیں

تفصیل اس کی یہ ہے کہ دونوں مقامات کے مسلمان مرزا صاحب کا اشتہار آخری فیصلہ والا پیش کر کے لکھتے ہیں کہ جناب موصوف نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ (وحی) یہ فیصلہ شائع کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ نے مجھ کو بہت ستایا ہے اس لئے میرا اور ان کا آخری فیصلہ ہے کہ اگر وہ مجھ سے پہلے نہ مریں تو میں جھوٹا۔

اس مضمون کو ہر ایک مقام پر پیش کیا جاتا ہے۔ قادیانی جماعت کی طرف سے اس کے جواب میں علاوہ معقول جواب کے مجھ کو کوسا جاتا ہے جو میں شکریہ کے ساتھ قبول کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مرزائیوں کو میرے تصور (خیال) سے ضرور اس فیصلہ کا خیال آتا ہوگا، پھر اس کے ساتھ یہ بھی خیال آتا ہوگا کہ مولوی ثناء اللہ ابھی زندہ ہے۔ پھر لازمہ محبت مرزا صاحب کا یہ تقاضا بھی ضرور ہے کہ میری زندگی اور مرزا صاحب کی موت سے ان کو رنج ہو، بلکہ میری زندگی سے کبیدہ خاطر ہو کر میری موت کے متمنی ہوں گے۔

خیر یہاں تک تو ان کا تقاضا طبعی ہے، جس میں ہم بھی ان کو معذور جانتے ہیں، لیکن مرزائی جماعت کے ممبر اس سے آگے تجاوز کر جاتے ہیں، وہ جب دیکھتے ہیں کہ ان کی مخالفت میں تمام مسلمان حنفی اور اہل حدیث وغیرہ سب متفق ہیں، تو حنفیوں کو میری طرف سے نفرت دلانے کے لئے اہل حدیث اور حنفیہ کے مشاجرات اور اختلافات شائع کرتے ہیں، اور بار بار بطور عار دلانے کے کہتے ہیں کیا حنفی علماء مر گئے؟ یا حنفیوں کے لئے باعث شرم نہیں کہ ایک غیر مقلد کی کتاب پڑھتے ہیں؟ وغیرہ۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ اس امر میں حنفی شافعی اہل حدیث بلکہ شیعہ سنی سب متفق ہیں۔ اسلامی فرقوں کے علاوہ آریہ اور عیسائی بھی تو اس فیصلہ مرزا کو بطور سند لا سکتے ہیں۔ جیسے ہم مسلمان، عبداللہ آتھم عیسائی والی پیش گوئی کی غلطی کو مرزا کے کذب پر بطور گواہ لاتے ہیں اسی طرح عیسائی میرے متعلق پیش گوئی کو بطور سند لا سکتے ہیں۔

اس کلام کو سند لانے والوں کی غرض صرف مرزا کی تکذیب ہے، نہ کہ عبداللہ آتھم اور ثناء اللہ کے شخصی خیالات سے توافق۔ مگر ایسی سیدھی بات وہ کیا سمجھ سکتے ہیں جن کے حق میں فرمان خداوندی ہے و ان یروا سبیل الرّشد لا یتّخذوہ سبیلاً (ہدایت کی راہ دیکھ کر سیدھی راہ کو پسند نہیں کرتے)۔

خیر یہ تو قادیانیوں کی کیدانی ہے جس کا جواب بالکل مختصر دیا گیا ہے۔ اصل بات کے

جواب میں بھی قادیانی مرزائیوں نے بہت کچھ دشنام آمیز باتیں لکھی ہیں۔ منگیری مرزائیوں کے نام سے ایک رسالہ دہلی کے ایک پھکڑ نے شائع کیا، جس میں خوب جی کھول کر گالیاں دی ہیں۔ اس رسالہ کا نام ہے ثنائی چکر۔ ان گالیوں کا جواب تو ہمارے ہاں نہیں، اس لئے ان کو اس کی توقع کسی اور جگہ سے کرنی چاہیے، ہاں اصل بات اس رسالہ میں صرف اتنی ہے کہ:

مرزا صاحب کا اشتہار مباہلہ نہ تھا بلکہ دعوت مباہلہ تھا۔ مرزا صاحب کے اس اشتہار کے مقابلہ میں مولوی ثناء اللہ نے لکھا تھا کہ یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں، اسی لئے مرزا صاحب نے اعلان بار دوئم دیا تھا جس کو بھی مولوی ثناء اللہ نے منظور نہ کیا۔ وغیرہ

اس سارے قضیہ کا فیصلہ مرزا صاحب کی اپنی تحریر سے ہوسکتا ہے۔ مرزا صاحب اس اشتہار میں لکھتے ہیں:

اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر... میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے ...اے میرے مالک تو ایسا ہی کر... بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھدیں، اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

یہ عبارت کسی شرح یا حاشیہ کی محتاج نہیں اس کے الفاظ صاف کہہ رہے ہیں کہ یہ ایک دعا ہے نہ کہ دعوت مباہلہ۔ دعوت مباہلہ ہوتی تو یوں ہوتا آؤ ہم تم مباہلہ کریں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے تعالوا ندع ابناء نا ... الخ۔ آ ہم اپنے بچوں کو بلا کر مباہلہ کریں۔ اس میں کس کو شک ہے کہ دعوت کہتے ہیں کسی کام کے لئے بلانے کو۔ اشتہار کی عبارت منقولہ میں دعوت کہاں ہے ؟ وہ تو صاف الفاظ میں دعا ہے۔ اے خدا تو ایسا کر۔ خصوصاً آخری فقرہ بہت ہی قابل غور ہے جو یہ ہے: اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے

اس فقرہ کی مزید تشریح اس کلام سے ہوتی ہے جو ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں چھپا تھا کہ مولوی ثناء اللہ کی بابت جو اشتہار دیا گیا ہے اس کی بنا بھی خدا کی طرف سے ہے میں نے دعا کی تھی الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (دعا کرنیوالے کی دعا قبول کرتا ہوں) اب

ادنیٰ غور بلکہ بے غور بھی یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ جب خدا کی طرف سے اس دعا کے قبول کرنے کا وعدہ ہوا ہے تو پھر میرے انکار کو اس میں کیا دخل؟ ہاں اعلان بار دوم کی بابت جو کہا گیا ہے وہ بھی محض دھوکہ اور دفع الوقتی ہے۔ اس اعلان کے بھی اصل الفاظ یہ ہیں:

اعلان: بار دوم

و من اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او کذب بآیاتہ۔ افسوس کہ اس ملک کے اکثر لوگ جو مولوی کہلاتے یا ملہم ہونے کا دم مارتے ہیں جب خدا تعالیٰ کا کلام ان کو سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ افتراء ہے انہیں لوگوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے میں نے کتاب حقیقۃ الوحی تالیف کی ہے۔ کب تک یہ لوگ ایسا کریں۔ آخر ہر ایک فیصلہ کیلئے ایک دن ہے اور ہر ایک قضا و قدر کے نزول کیلئے ایک رات ہے۔ اس وقت میں نمونہ کے طور پر خدا تعالیٰ کا ایک کلام ان لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور بالخصوص اس جگہ مخاطب میرے مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری اور مولوی عبدالجبار اور عبدالواحد اور عبدالحق غزنوی ثم امرتسری اور جعفر زٹلی لاہوری اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن تراوڑی ملازم ریاست پٹیالہ ہیں۔ اور وہ کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے انی احافظ کل من فی الدار و احافظک خاصۃً۔ ترجمہ اس کا بموجب تفہیم الٰہی یہ ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو تیرے گھر کے اندر ہے طاعون سے بچاؤں گا اور خاص کر تجھے۔ چنانچہ گیارہ برس سے اس پیش گوئی کی تصدیق ہو رہی ہے اور میں اس کلام کے منجانب اللہ ہونے پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خداوند تعالیٰ کی تمام کتب مقدمہ پر اور بالخصوص قرآن شریف پر اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے پس اگر کوئی شخص مذکورہ بالا اشخاص میں سے یا جو شخص ان کا ہم رنگ ہے یہ اتقاد رکھتا ہو کہ یہ انسان کا افتراء ہے تو اسے لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرے کہ یہ انسان کا افترا ہے خدا کا کلام نہیں و لعنت اللّٰہ علی من کذب وحی اللّٰہ جیسا کہ میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے و لعنت اللہ علی من افتری علی اللہ۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا اس راہ سے کوئی فیصلہ کرے اور یاد رہے کہ میرے کسی کلام میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ ہر ایک شخص جو بیعت کرے وہ طاعون سے محفوظ رہے گا بلکہ یہ ذکر ہے کہ و الذین آمنوا

ولم یلبثوا ایما نھم بظلم اولئک لھم الامن و ھم مھتدون ۔پس کامل پیروی کرنے والے اور ہرایک ظلم سے بچنے والے جس کا علم خدا کو ہے بچائے جائیں گے اور کمزور لوگ طاعون سے شہید ہوکر شہادت کا اجر پاویں گے اور طاعون ان کے لئے تمحیص اور تطہیر کا موجب ٹھہرے گی ۔اب میں دیکھوں گا کہ میری اس تحریر کے مقابل پر بغرض تکذیب کون قسم کھاتا ہے ۔مگر یہ امر ضروری ہے کہ اگر ایسا مکذب اس کلام کو خدا کا کلام نہیں سمجھتا تو آپ بھی دعوی کرے کہ میں بھی طاعون سے محفوظ رہونگا اور مجھے بھی خدا تعالی کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے تا کہ دیکھ لے کہ افتراء کی کیا جزاء ہے ۔والسلام علی من اتبع الھدی ۔الراقم خاکسار میرزا غلام احمد

مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں : اس اشتہار میں جو کچھ ہے اس کے الفاظ سے ظاہر ہے ۔کیا اس میں کہیں ذکر ہے کہ مولوی ثناءاللہ نے چونکہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کا فیصلہ نہیں مانا اس لئے وہ منسوخ ہوکر دوسری صورت پیش ہوتی ہے ۔ہرگز نہیں بلکہ یہ تو بات ہی کچھ اور ہے ۔مطلب یہ ہے کہ مخالفین مرزا قسم کھائیں کہ مرزا کا الہام جھوٹا ہے مگر ساتھ ہی یہ ضرور ہے کہ قسم کے ساتھ یہ بھی دعوی کریں کہ ہم طاعون سے نہیں مریں گے ۔

ناظرین ! خدارا انصاف کیجئے ہم علماء جو شریعت کے علوم سے واقف ہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہم طاعون سے نہیں مریں گے ۔کیا ہم کو قرآن مجید کی آیت معلوم نہیں ؟ لا یعلم من فی السماوات و الارض الغیب الّا اللہ (اللہ کے سوا غیب کی بات کوئی نہیں جانتا) کیا ہم کو معلوم نہیں ما تدری نفس بایّ ارض تموت (کسی نفس کو معلوم نہیں کہاں مرے گا)۔اس کا جواب عرصہ ہوا ،اسی زمانہ میں رسالہ مرقع قادیانی میں دیا گیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں :

آپ کی عادت شریفہ ہے کہ جوں ہی کسی مخالف کو نزلہ یا زکام ہوا آپ نے اپنی صداقت کا نشان فوراً اسے قرار دیا ۔دیکھو تو تمہاری ایمانداری کہ حضرت سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم کے انتقال پر تم نے اور تمہارے دام افتادوں نے کیا کیا بیہودہ گوئیاں کیں حالانکہ محدث دہلوی ایک سو دس سال کی عمر میں اور محدث گنگوہی اسّی (۸۰) سال کی عمر میں انتقال ہوئے اور حدیث شریف میں آیا ہے اعمار امتی مابین ستین و سبعین وا قلّھم من یجوّز ۔میری امت کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی بہت کم آگے بڑھیں گے ۔دونوں بزرگوار عام عمر طبعی سے بہت آگے بڑھ کر انتقال ہوئے ،تاہم تم نے اور

تمہارے دام افتادوں نے ان کے انتقال کو اپنا نشان قرار دیا چنانچہ آپ نے یا آپ کے اشارے سے آپ کے ایک دام افتادہ نے لکھا تھا:

اسماعیل علی گڈھی، نذیر حسین دہلوی، رشید احمد گنگوہی، غلام دستگیر قصوری، چراغ دین جمونی۔ رسل بابا امرت سری، راجہ جہانداد خان، ملا احمد پشاوری۔ آتھم امرتسری۔ امریکہ کا ڈوئی، اور ایسا ہی صدہا اور لوگ ہیں جن کا اب نام ونشان نہیں۔ اب وہ ہلاک ہوئے اور عجب بات یہ ہے کہ ان کا کوئی قائم مقام بعد میں نہ رہا۔ الحکم۔ ۱۷۔ اپریل

دیکھئے کس جرأت کی دھٹائی ہے کوئی اس ایمان دار سے پوچھے کہ اگر یہ لوگ تم پر ایمان لاتے تو ایک سو دس برس کی عمر سے زیادہ عمر ان کو مل جاتی؟ حالانکہ تم کو خود تو اسّی (۸۰) برس کی عمر کا الہام ہے، وہ بھی شکی ہے چنانچہ تم وصیت بھی کر چکے ہو۔ یہ کیسا جھوٹ بولا ہے کہ انکا قائم مقام بھی کوئی نہیں حالانکہ عموماً سب کی اولاد جسمی اور روحانی زندہ ہے۔ یہ خاکسار بوجہ علاقہ شاگردی کے دونوں محدثوں (دہلویؒ اور گنگوہیؒ) کا قائم مقام بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہے جس نے بقول کرشن جی، کرشنی سلسلہ کو پاش پاش کر دیا۔ یہ کس کی قائم مقامی کا اثر ہے۔ کیا ان بزرگوں کے زمانہ میں جس قدر آپ کی مخالفت تھی وہ اب کم ہے؟ کیا ان باتوں سے آپ اپنی صداقت کا نشان بلند کر سکیں گے؟ تف ہے ایسی راست گوئی پر۔

چونکہ تم لوگ ہوائی گھوڑے چلایا کرتے ہو اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ تم سے پوچھ لیا جائے کہ تمہارے مقابلہ میں اگر حلف اٹھائی جائے تو نتیجہ کیا ہوگا؟ اس کا جواب تم نے آج تک کچھ نہ دیا اور آپ دوسرے لباس میں جلوہ آراء ہوئے۔

پھر اور چالاکی دیکھئے کہ صرف قسم اٹھانے پر اکتفا نہیں بلکہ ساتھ ہی یہ بھی شرط ہے کہ ایسا مکذب یہ بھی دعوی کرے کہ میں بھی طاعون سے محفوظ رہونگا۔ چہ خوش آپ چاہتے ہیں کہ جس طرح آپ بڑ مار کر ذلیل ہوتے ہیں اسی طرح آپ کا مکذب بھی ذلیل ہوتا کہ کبڑے والا قصہ صادق آوے۔ مرقع مذکور

ناظرین! یہ ہیں ان لوگوں کے ڈھکوسلے۔ یہ تو ہماری طرف سے مختصر سا جواب ہے، ممکن ہے مسلمانان منگیر کی طرف سے کوئی مفصل جواب بھی نکلے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۵ مئی ۱۹۱۱ء۔ ۵ جمادی الاول ۱۳۲۹ھ ص ۱۔۴)

جناب گنگوہیؒ کی وفات کا واقعہ جس طرح قادیانی اخباروں میں رپورٹ کیا گیا اسے

بھی ملاحظہ کر لیجئے۔لکھا ہے:

گنگوہی جو آخری عمر میں نابینا ہو گیا تھا اور حال ہی میں ایک رسالہ سلسلہ حقہ کے مخالف لکھا تھا سانپ سے کاٹا جا کر مر گیا۔ سنا ہے کہ سانپ کے کاٹے کے علاج میں اسکو بڑا دعوی تھا۔ (بدر قادیان ۱۷۔اگست ۱۹۰۵ء ص ۸)

ایک اور نشان ظاہر ہوا:

مولوی رشید احمد گنگوہی بھی آخر کار اس جہان سے چل دیئے چنانچہ ۱۱۔اگست ۱۹۰۵ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔مرنے سے چودہ روز پیشتر ان کو سانپ سونگھ گیا تھا اسی زہر نے ان کا کام تمام کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

افسوس کی بات یہ ہے کہ مولوی رشید احمد، خدا کے موعود و مرسل کے زمانہ کو پا کر بھی اس کے فیض سے محروم رہ گیا۔اخبارات میں انکے متعلق بڑے بڑے تعریفی مضامین شائع کرائے جا رہے ہیں جن کو پڑھ کر مجھے اور بھی اللہ تعالی کی بے نیازی پر ایمان بڑھتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ: امتیاں رامے دہی فہم و ذکا، بالکل صحیح ہے ہدایت اور سعادت اسی کے فضل سے مل سکتی ہے ورنہ ایسا آدمی جسے لوگ عالم قرار دیتے ہیں نور اللہ کو کیوں نہ دیکھ سکا۔

پھر مولوی رشید احمد صاحب کی موت دوسروں کے لئے باعث عبرت ہے یقیناً اب ان پر اس سلسلہ کی حقیقت کھل گئی ہوگی اور انہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ شخص جس کو دنیا میں وہ کذاب اور مفتری سمجھتے اور قرار دیتے تھے فی الحقیقت حضرت احدیت میں وجیہہ اور عالی رتبہ ہے۔

وہاں کے حالات تو مرنے والوں پر ہی کھلیں گے لیکن ان کی موت تو اس دنیا میں بھی حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کی سچائی پر مہر کرتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت حجۃ اللہ کو عرصہ ہوا یہ الہام ہوا تھا تخرج الصدور الی القبور یعنی جو لوگ بڑے بڑے مسند نشین اور اکابر قرار دیئے گئے ہیں وہ قبروں کی طرف نکالے جائیں گے (تو کیا چھوٹے لوگ قبروں کی طرف نہیں نکالے جائیں گے؟ بہاء)، کیا مطلب کہ یہ بڑے بڑے بزرگ اور صاحب وجاہت جو بنے ہوئے ہیں، وہ عنقریب مرنیوالے ہیں۔ یہ پیشگوئی ہمیشہ نئے رنگ میں پوری ہوتی رہتی ہے جس طرح پر سید نذیر حسین اس پیش گوئی کا

مصداق ہوا، اسی طرح رشید احمد صاحب بھی اس کے مصداق ٹھہرے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ ان کی عمر ۸۰ کے قریب ہوگئی تھی تو ایسی بات بالکل بے ہودہ قرار دی جائے گی کیونکہ حوادث زمانہ کے ماتحت حضرت مسیح موعود (مرزا) بھی ہیں وہ اس سے باہر تو نہیں۔ پھر ان کی زندگی میں ان کا فوت ہو جانا قدرت خداوندی کا عجیب تماشا نہیں تو کیا ہے؟ یہ محض اس کی صداقت کے اظہار کے لئے ہے۔ (سید نذیر حسین ۱۹۰۲ء میں فوت ہوئے، اس کے تین سال بعد رشید احمد ۱۹۰۵ء میں فوت ہوئے، اس کے تین سال بعد مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے اور پہلے دونوں افراد پیش گوئی کے مصداق ہیں تو تیسرا کیوں نہیں؟

اور پھر تیسرا بھی تو ثناء اللہ، محمد حسین، عبدالجبار، عبدالحق، عبدالحکم کی زندگی میں آنجہانی ہوا ہے۔ بہاء)

علاوہ بریں مولوی رشید احمد صاحب کی موت ایک اور پہلو سے بھی نشان عظیم ہے اور وہ یہ ہے کہ انجام آتھم میں جن لوگوں کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا تھا ان میں سے مولوی رشید احمد صاحب بھی ایک تھے اور اس مباہلہ کا نتیجہ مندرجہ ذیل عذاب آپ نے قرار دیئے تھے:

کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا وغیرہ

(مرزا صاحب کو اپنا انجام معلوم نہیں تھا، قادیانی روایات سے ہی پتہ چلتا ہے کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح کو آپ نہ بول سکتے تھے، نہ لکھ سکتے تھے، نہ اٹھ کر کھڑے ہو سکتے تھے۔ یعنی ٹانگیں بھی مفلوج، ہاتھ بھی مفلوج، زبان بھی مفلوج، نظام انہضام بھی مفلوج، جیسا کہ مفتی صادق قادیانی نے لکھا ہے:

حضرت مسیح موعود (مرزا) کے اندرون خانہ ایک نیم دیوانی سی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے کیا حرکت کی۔ کہ جس کمرے میں حضرت صاحب بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے وہاں ایک کونے میں ایک کھرا تھا۔ جس کے پاس پانی کے گھڑے رکھے تھے۔ وہاں اپنے کپڑے اتار کر اور ننگی بیٹھ کر نہانے لگ گئی۔ حضرت صاحب اپنے کام تحریر میں مصروف رہے۔ اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ کیا کرتی ہے۔ جب وہ نہا چکی تو ایک اور خادمہ ادھر اتفاقاً آ نکلی۔ اس نے اس نیم دیوانی کو ملامت کی کہ حضرت صاحب کے کمرے میں اور موجودگی کے وقت تو نے یہ کیا حرکت کی۔ تو اس نے ہنس کر جواب دیا: انہوں نے کچھ دیدا ہے یعنی اسے کیا دکھائی دیتا ہے۔ ذکر حبیب از مفتی صادق قادیان ۱۹۳۶ء ص ۳۸۔ ۳۹۔

یعنی بصارت تو پہلے ہی ایسی تھی کہ قریب میں غسل کرتی ہوئی ننگی عورت نظر نہ آتی تھی، اور سماعت کا یہ حا

ل تھا کہ اس عورت کے نہانے کی یعنی اپنے اوپر پانی بہانے کی آواز بھی باوجود انتہائے قرب مکانی کے سنائی نہ دیتی تھی۔ بہاء)

مولوی رشید احمد نے اس اثر سے دو حصے لئے آپ کی بینائی بھی جاتی رہی اور بالا آخر سانپ نے بھی کاٹا۔ کیا موت کی اور کوئی صورتیں نہ ہوسکتی تھیں؟ اگر حضرت مسیح موعود مفتری تھے تو مولوی رشید احمد کے اگر سانپ کے ذریعہ موت مقدر تھی تب بھی اللہ تعالی کو دنیا کو فتنہ میں پڑنے سے بچانے کے لئے انہیں اس موت سے بچانا چاہیے تھا (کتنی دنیا رشید احمد کی موت کی وجہ سے مرزائی ہوئی۔ بہاء) مگر یہ کیا ہوا کہ آسمان سے ایسا امر صادر ہوا جو اسی مفتری (بخیال شان) کی تائید کا باعث ٹھہرا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ دراصل وہ راست باز اور خدا کا مرسل ہے اور آسمان اس کی تائید پر جھکا ہوا ہے پس یہ ایک عظیم الشان ہے طالبان حق کیلئے بے ہودہ طور پر مباحثہ کرنا اور ہر بات کے جواب کیلئے قلم اٹھانا سہل ہے لیکن عقل مند وہی ہیں جو سچائی کو ضائع نہیں کرتے بلکہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں مولوی رشید احمد کے شاگرد اور مریدان کی وفات سے سبق لیں اور خدا تعالی کے راست باز کی تکذیب سے باز آئیں۔ بالآخر مجھے مولوی رشید احمد کی وفات سے محض اسلئے افسوس ہے کہ انہوں نے صادق کا زمانہ پایا اور اس سے فیض حاصل نہ کیا اور پھر یہ افسوس اور بھی بڑھ جاتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ وہ نہ صرف خود محروم رہے بلکہ ان کی وجہ سے بہت سے لوگ حجاب میں پڑے رہے خدا کرے ان کی موت ان لوگوں کے لئے چشم کشا ہو۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ٦)

(اس تحریر پر مفصل تبصرہ ہو سکتا ہے لیکن بخوف طوالت اسے فی الحال بلاتبصرہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ بہاء)

قادیانیوں میں اختلاف اور اسکا فیصلہ

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے حکیم نور الدین نے فتوی دیا ہے کہ مرزا صاحب کے منکر کافر ہیں، مرزائیوں میں اس مسئلہ میں اختلاف کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ بعض مرزائیوں کا خیال ہے کہ مسلمان (منکرین مرزا) کافر نہیں، مگر چونکہ خلیفہ کا فتوی یہی ہے کہ منکرین کافر ہیں اس لئے عام میجارٹی اسی طرف ہے۔ قادیانی اخبار الحکم وغیرہ اپنے خلیفہ کی رائے کی بڑے زور سے تائید کرتے ہیں۔ الحکم لکھتا ہے کیوں ایسے لوگ اپنے خلیفہ مفترض الطاعت کے فیصلے کو نہیں مانتے؟ غرض ان کو بہت کچھ ڈانٹتا اور

دھمکا تا ہے۔ ۷ مئی کے پرچہ الحکم میں بھی ایک مضمون اس مسئلہ کے متعلق نکلا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احمدی غیر احمدی کے سوال کے متعلق مرزا صاحب کے لڑکے بشیر الدین نے ایک مضمون بمنظوری خلیفہ صاحب شائع کیا ہے بس وہ کافی ہے اب اس سوال کا خاتمہ ہے۔ اس لئے ضرور ہوا کہ ہم بھی اس مضمون کو دیکھیں جو خلیفہ کے حکم سے شائع ہوا ہے جس کے سامنے سب مرزائیوں کو سرتسلیم کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ وہ مضمون اخبار بدر ۲۷۔ اپریل میں نکلا ہے جسکا مختصر مطلب یہ ہے:

> حضرت صاحب کے زمانہ میں بھی بار بار اس مسئلہ کو اٹھایا گیا ہے اور ہمیشہ آپ نے اس کو خوب واضح کر کے بیان کیا ہے اور ایسا کھول دیا ہے کہ اس کا انکار سوائے اس کے کہ کوئی ان فتووں کو نظر انداز کر دے اور کسی طرح سے نہیں ہوسکتا پھر ہمارے مخالف کیوں بار بار ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں وہ زمانہ یاد کریں جب کہ کفر کی بوچھاڑ ہم پر پڑتی تھی اور ملامت کے تیروں سے ہمارا بدن زخمی کیا جاتا تھا اور تمام لوگوں کی آنکھیں اس طرف لگی ہوئی تھیں کہ کب یہ سلسلہ تباہ ہوتا ہے اور ایسے وقت میں بھی خدا نے ہماری تائید کی اور ہر ایک دکھ اور درد سے ہم کو بچایا اور ہر ایک شر سے محفوظ رکھا تو ہم کیسے ناشکرگزار ہوں گے کہ جب خدا نے ہم کو ہر مصیبت سے بچا کر امن کی زندگی عطا فرمائی تو ہم اس وقت لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار کی نہی کو نعوذ باللہ پس پشت ڈال دیں .... مرزا صاحب فرماتے ہیں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ (اخبار بدر قادیان ۲۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء)

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں: یہ ہے محمدی اور احمدی یعنی مسلمانوں اور مرزائیوں میں آخری فیصلہ، جس کا مطلب صاف ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب کی دعوت پہنچ کر ان کو مامور من اللہ، نبی اللہ، رسول اللہ بلکہ بقول ان کے ابن اللہ نہیں مانتے وہ کافر ہیں۔ جل جلالہ

اس حکم سے ہر ایک مومن کے دل پر خطرہ عظیم پیدا ہوتا ہے خدا خیر کرے ایسا نہ ہو کہ تمام عمر کا کیا کرایا ضائع ہو جائے۔ بارے شکر ہے کہ دعوت پہنچنے کی تشریح بھی صاحبزادہ مرزا نے خود ہی کر دی جس سے ہم گنہ گاروں کو بھی کچھ امید بہتری ہوگئی۔ صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں:

> دعوت پہنچنے سے کیا مراد ہے؟ دو امر ضروری ہیں۔ وہ شخص جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے وہ لوگوں کو اطلاع دیدے کہ میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور ان کو غلطیوں پر

متنبہ کر دے کہ فلاں فلاں اعتقاد میں تم خطا پر ہو یا فلاں فلاں حالت میں تم سست ہو۔
دوسرے یہ کہ آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اپنا سچا ہونا ثابت کر دے
(بدر ۲۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء)

مولانا فرماتے ہیں: الحمد للہ کہ اس تعریف سے ہماری ڈھارس بندھی ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے اپنا سچا ہونا ثابت کرے۔ ہمیں تو آج تک کوئی دلیل بھی بڑے حضرت کی سچائی کی نہیں ملی، اسلئے ہم ہمیشہ عرض کرتے رہے کہ گذشتہ زمانے میں نہیں تو اب ہی سہی، مگر خلیفہ صاحب ہم سے ایسے کچھ کشیدہ ہیں کہ اہل حدیث مورخہ ۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء میں چند سوال ان کی ذات خاص سے کئے گئے تو ان کے جواب بھی نہیں دیئے۔ قادیان سے ایک فرعونی دماغ مرزائی نے لکھا کہ خلیفۃ المسیح تو آپ کے اخبار کو دیکھنا سننا بھی پسند نہیں کریں گے، میں آپکا جواب دونگا۔ آخر وہ بھی: چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔ بہرحال اس بات کو خدائے علیم خوب جانتا ہے کہ ہمارے دل میں مرزا کی سچائی کسی دلیل سے نہیں آئی۔ ہاں ہم اتنا مانتے ہیں کہ جناب مرزا کی آخری عمر میں ایک دعا ضرور قبول ہوئی تھی جس کا ذکر انہوں نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار میں کیا تھا کہ خداوندا! اگر میں جھوٹا ہوں تو مولوی ثناء اللہ کے سامنے مجھ کو موت دے اور ان کو اور انکے دوستوں کو خوش کر۔ بس یہی ایک دعا ہے جو مرنے والے موصوف کی مستجاب ہوئی۔

بہرحال مسلمانوں اور مرزائیوں کا آخری فیصلہ شائع ہوگیا۔ آج سے بعد کوئی صاحب مرزائیوں سے مذہبی مصالحت کی توقع نہ رکھیں یہی معنی ہیں اس حدیث کے جس کے الفاظ یہ ہیں: ما سالمنا هم منذ حاربنا هم۔ جس کی تشریح اس شعر میں ہے

دشمنانِ کہن دوستانِ نو کردن　　　بدست دیو بود عقل را گرد کردن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ مئی۔ ۱۹۱۱ء ص ۲۔۳)

ایک قادیانی کے سوال کا جواب

جناب غلام مصطفیٰ سہسرامی، کٹک سے لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار بدر مورخہ ۱۶ مارچ یوم پنجشنبہ ۱۹۱۰ء کا پرچہ میری نظر سے گذرا جس میں ایک مرزائی نے ہم محمدیوں کو مخاطب کر کے بعنوان۔ منکرین مسیح محمدی سے ایک سوال، پر ایک عجیب

وغریب آیت کے معنی بیان کر کے تک بندی کی ہے۔ میں اس مرزائی کے سوال کا جواب تو بعد میں عرض کرونگا قبل اس کے یہ عرض کر دینا ضروری خیال کیا گیا کہ دنیا میں انسانی مذہب کا کوئی معیار صحیح اور میزان عدالت ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ کون سا معیار ہے جس سے اس کے کھرے کھوٹے ہونے کا پتہ چل جائے جہاں تک غور کیا جاتا ہے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مذاہب عالم کا صحیح معیار وہی ہے جسے خود خالق مذہب نے دنیا والوں کیلئے قائم کیا ہو اور جب تک ایک قلب سلیم والا انسان اس معیار کی تلاش میں سرگرم ہوتا ہے تو فطرتاً اس کے دل میں یہ بات جم جاتی ہے کہ جو مذہب خدائے ذوالجلال والاکرام کے پاک کلام سے مستنبط ہوا ہے وہی صحیح اور واجب العمل ہے یعنی قرآن و حدیث کی مطابقت پر عقل انسانی میں اس کی صحت مستحکم اور مضبوط ہو جاتی ہے ورنہ جو مذہب اس میزان خداوندی سے باہر ہو وہ مذہب نہیں ہے بلکہ وہ ایک قسم کا جنون اور مالیخولیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی مذہب کی صحت کا معیار کلام الٰہی نہ ہوگا تو دو حال سے خالی نہیں۔ کیا تو دنیا کے کل مذاہب باطلہ کی صداقت تسلیم کرنی ہوگی یا ایک کو ہی حق و راست کہنا ہوگا اور جملہ مذاہب مختلفہ کو باطل۔ پہلی صورت خلاف مفروض ہے کیونکہ اگر مذاہب کا صدق تسلیم کیا جائے تو پھر یہ اختلاف و خلاف کی صورت ہی باقی نہ رہے اور اس صورت میں سچ کا وجود ایک ہی مذہب میں معین رہے گا لیکن مشاہدہ اس کے بر خلاف ہے یعنی دنیا میں متعدد مذاہب ہیں جو ایک دوسرے سے خلاف ہیں۔ رہی دوسری شق کہ اس جملہ مذاہب میں مختلفہ میں ایک ہی صحیح ہے اس کے لئے ماورائے عقل انسانی کے کوئی جدا معیار کی ضرورت ہے اور وہ معیار خداوندی کلام کے سوا اور اس خالق مذہب کے قائم کردہ میزان عدالت کے علاوہ دوسرا ہونے کے لائق نہیں ہے۔

دنیا میں ہر ایک موجد مذہب جدید کی یہ انتہائی کوشش رہی ہے کہ وہ اپنے عقاید و خیالات کی تصحیح کیلئے کلام الٰہی پیش کرے مگر اب یہاں دیکھنا چاہیے کہ اس کا یہ خیال کلام الٰہی سے مطابقت کرتا ہے یا نہیں۔ اور سچ پوچھئے تو یہی ایک بات ہے جو اس راہ میں نہایت دشوار ہے ورنہ آج کے دن بڑے بڑے علماء فضلاء اس سنگلاخ وادی میں ٹھوکریں نہ کھاتے۔ ہمارے مخبر صادق روحی فداہ نے اس کے جانچنے کیلئے نہایت عمدہ آلہ بتلایا ہے بشرطیکہ وہ آلہ زنگ آلود نہ ہو آپ ارشاد فرماتے ہیں الصدق طمانية للقلوب یعنی جو باتیں سچی ہوتی ہیں اور جو مذہب سچا ہوتا اس کی سچائی کی یہ علامات ہیں کہ اس مذہب کے حالات سے قلوب میں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا تمہید کی رو سے جب مرزائیوں کے عقاید پر نظر کیا جائے تو کلام الٰہی کی میزان

عدالت میں، بجوئے نارزد، والا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ ابتدا سے آج تک اس مذہب کے بانی کا خیال کلام الٰہی اور حدیث نبوی کے معیار پر کھرا نہ ہوا، ہاں یہ بات ضرور ہوئی کہ جب یہ لوگ اپنے خیالوں کی تائید میں قرآن و حدیث کو پیش کرتے ہیں تو کسی نہ کسی طرح سے جوڑ توڑ لگا کر اثبات مدعا کے درپئے ہوتے ہیں اگرچہ یہ ان کی انتہائی کوشش خاک میں ہی کیوں نہ مل جائے مگر یہ لوگ مرغی کی ایک ٹانگ لئے لئے پھرا کرتے ہیں اور اپنے منہ میاں مٹھو۔

صاحبو! کھرے اور کھوٹے کی کسوٹی انسانی قلب ہے اور قلب بھی وہ جو شائبہ اغراض نفسانیہ سے پاک وصاف ہو ورنہ ضرور ہے کہ ایسے قلوب میں بجائے صدق کے کذب و پلیدی کی جگہ قرار پائے گی اور ایسا شخص باطل کو حق پر محمول کر کے حق والوں سے دست وگریبان ہوتا رہے گا۔

قادیانی مذہب کچھ عجیب معجون مرکب ہے اور آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ مرزائی مذہب کا اصول کیا ہے؟ مرزا آنجہانی کے دعاوی کا جو سنگ بنیاد ہے وہ تو صرف مسئلہ وفات مسیح ہے اسی بنا پر انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے کو مسیح موعود و مہدی وغیرہ قرار دیا اور جب اس سے بھی آگے بڑھے تو سب نبیوں سے افضل ہونے کے مدعی ہوئے۔ جب اس مقام سے بھی ترقی کر کے آپ نے آگے قدم رکھا تو خدا کے بیٹے بن بیٹھے کبھی کبھار رام کرشن مہا دیو بھی بنا کئے۔ خیر ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں دیکھنا یہ ہے کہ اس مسیح قادیانی کے بعد ان کے چیلوں نے کہاں تک قائم؟ رکھا ہے ناظرین ذرا صبر کریں ہم ایک مرزائی کا خیال مرزا کی نسبت اسی کے الفاظ میں دکھلاتے ہیں۔

بدر کا نامہ نگار اس سرخی کو (منکرین مسیح محمدی سے ایک سوال) قائم کر کے لکھتا ہے:

> ان شانئک ھو الابتر تیرا دشمن ہی ابتر ہے۔ امید کہ ہمارے مخاطبین قائل اس بات کے ہوں گے کہ قرآن مجید کی مرقومہ بالا آیت شریفہ میں خداوند کریم نے ایک بڑی زبردست پیش گوئی فرمائی ہے جو رسول مقبول ﷺ کے بعد ہر زمانہ ہوتی رہی اور آئندہ بھی پوری ہوتی رہے گی یعنی ہر صدی کے سر پر خداوند کریم اس امت مرحومہ میں تجدید دین کے لئے مجدد اور ملہم مبعوث فرماتا رہا جو مخاطبہ مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہو کر رسول اللہ ﷺ کے روحانی اولاد کا زندہ ثبوت رہا اس کی تائید حدیث رسول مقبول ان اللہ یبعث علی رأس کل مأۃ کے مضمون سے بھی ہوتی ہے

ناظرین! مرزائی عبارت کو غور سے ملاحظہ فرمائیں پہلے تو سورہ کوثر کی آیت لکھی گئی پھر اسی آیت کو مجدد و ملہم مبعوث ہونے کی پیش گوئی بتلائی جاتی ہے اور یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ وہ مجدد و

ملہم رسول اللہ ﷺ کا روحانی بیٹا ہوگا۔ واہ جی تمہارے کیا کہنے ان شانئک ھو الابتر کو دیکھئے اور اس سے مجدد و ملہم کی بعثت کی پیش گوئی کہنا دیکھئے۔ کیوں نہ ہو یہ سب آپ ہی حضرات کا کمال ہے جس آیت سے جو مطلب چاہیں نکالیں اور دنیا کے سامنے بیان کریں کیونکہ معارف قرآنیہ کا علم تو مرزائی حلقہ میں ہی ... ہو چکا ہے۔ اس کے بعد مرزائی صاحب گلفشانی فرماتے ہیں کہ:

اب سوال یہ ہے کہ قرآن و حدیث شریف کی متذکرہ بالا پیش گوئی آیا گذشتہ صدیوں ہی کے لئے تھی یا موجودہ اور آئندہ صدیوں کے لئے بھی۔ یہ ایک سوال ہوا۔
دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر ہمیشہ کے لئے ہے تو آپ چودھویں صدی کے مجدد و رسول اللہ ﷺ کے روحانی بیٹے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کی بیعت میں داخل ہو کر سعادت دارین کیوں نہیں حاصل کرتے (تیسرا سوال مرزا صاحب کا یہ ہے کہ) اگر آپ لوگ اس صادق امام زمان کو قبول نہیں کرتے تو برائے مہربانی دنیا کے کسی حصہ میں امت محمدیہ ﷺ میں سے کسی ایسے شخص کے وجود کو پیش کریں جو رسول مقبول ﷺ کا اصلی معنوں میں روحانی بیٹا کہلانے کا مستحق ہوا اور اس نے مخاطبہ مکالمہ الہیہ سے مشرف ہو کر تجدید دین کا بیڑا اٹھا ہو..الخ

ناظرین! قادیانی صاحب کی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔ سرخی تو ایک سوال کر کے قائم ہو اور جب سوال کئے جائیں تو ایک کی خبر اور نہ تین کی۔ شائد تین سوالوں پر ایک ہی سوال کا اطلاق مرزائیوں کے یہاں درست ہوگا کیونکہ تثلیثی مادہ تو یہاں بھی پایا جاتا ہے مگر ہمیں اس سے بحث نہیں ہم تو ایک ہی جواب عرض کریں گے۔

مرزائی تحریر کا ماحصل صرف اسی قدر ہے کہ مجدد قادیانی جو پیغمبر کا بیٹا ہے اس پر دنیا ایمان کیوں نہیں لاتی ہے؟ جواباً عرض ہے نوح علیہ السلام بھی تو آخر پیغمبر جلیل القدر تھے اور ان کا بیٹا بھی تھا جو انّہ عمل غیر صالح کی جھڑکی کھا کر خاندان نبوت سے نکالا گیا اور اس کے ساتھیوں کا بھی وہی حال ہوا جو اس ناخلف اولاد کا ہوا ہم لوگ اس کشتی کے سواروں میں سے ہیں جن کی نسبت ہمارے سردار و آقا نے ارشاد فرمایا ہے مثل اصحابی کسفینۃ نوح من رکبھا نجی و من تخلف عنھا غرق۔ اس لئے ہمیں ضرورت نہیں کہ ہم ایسی مستحکم کشتی کو چھوڑ کر پسر نوح کا ساتھ دیں اور آخر کار ہلاکت و تباہی میں گرفتار ہوں۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ مئی ۱۹۱۱ء۔ ص ۷۔ ۸)

مینڈکی کو زکام

قادیانی مشن کے بانی مرزا صاحب آنجہانی اور ان کے مریدوں نے جب شروع شروع میں سر اٹھایا تو بوجہ ان کی شوخیوں اور بداعتقادیوں کے پہلی سزا ان کو یہ ملی کہ علماء اسلام نے ان پر کفر کا فتوی لگایا۔ اس سے بھی جب ان کو عبرت نہ ہوئی تو خدا نے ان کو دوسری طرح پکڑا کہ مرزا کی کوئی ایک بات بھی جو اس نے بطور تحدی (مقابلہ) کے کہی پوری نہ ہوئی جس سے تمام دنیا کی نگاہ میں ان کی ذلت ہوئی۔ اس کے بعد آخری ذلت ان کی یہ ہوئی کہ مرزا صاحب نے خدائی اجازت سے اعلان کیا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا سمجھا ؤں۔ اس فیصلہ نے تو قادیانی مشن کا جو ستیاناس کیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان تمام ذلتوں کے بدلہ میں مرزائیوں کو کیا اچھی شرارت سوجھی جس کا ذکر بدر میں ملتا ہے کہ ہم (مرزائیوں) میں بھی علماء کرام ہیں ہم کیوں نہ اپنے مخالفوں پر ایک فتوی کفر مرتب کریں جس سے بدلہ پورا اترے۔ واہ کیا کہنے ہیں۔ شائد اسی لئے نورالدین نے فتوی دیا ہے کہ جو لوگ مرزا کے منکر ہیں وہ کافر ہیں لیکن ان کا یہ کہنا قبل از وقت ہے جب تک حکیم صاحب ہمارے سوالات مندرجہ اہل حدیث مورخہ ۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء کے جوابات تسلی بخش نہ دیں ایسا کہنے کا ان کو حق حاصل نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ قادیانی پرچے یوں تو بہت شور و شغب کرتے ہیں لیکن اصل بات کا جواب دینے سے عاجز ہیں۔ کیوں نہ ہو جب کہ ان کے ...اکبر میں یہ طاقت نہ تھی کہ اہل حدیث کے حملوں کو روک سکے چنانچہ انہی حملوں سے تنگ آ کر اس مرنے والے نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو رو رو کر آخری فیصلہ کا اشتہار شائع کیا تھا جسکا نتیجہ وہی ہوا جو قرآن مجید میں پہلے سے بتلایا گیا ہے لا یحیق المکر السیی ا لّا با ھلہ جس کا مطلب ہے چاہ کندہ را چاہ درپیش (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جون ۱۹۱۱ء ص ۱)

حقانی بیان

مولانا عبدالحق حقانی دہلویؒ جناب مولانا ثناء اللہؒ کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

مولانا! السلام علیکم۔ مطبوعہ کاغذ پہنچا۔ اس کی پشت پر یہ بھی لکھنا چاہیے تھا: الحمد

للہ الذی انجز وعدہ

اس تحریر کے بعد مرزا قادیانی مجھ ثناء اللہ اور میری جماعت کے سامنے بتاریخ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء انسانی صدمہ سے نہیں بلکہ اسی ہیضہ کی بلا سے جس کا مرزا صاحب نے بڑے عجز والحاح کے ساتھ سوال کیا تھا لاہور میں ایسے وقت ہلاک ہوئے کہ صبح کو مناظرہ میں مسلمانوں سے مقابلہ میں آنے کا وعدہ تھا۔ پھر جس طرح ہلاک ہوئے اور ان کے جنازہ کے ساتھ جو کچھ خلق خدا نے سلوک کیا اگر پولیس کی مدد نہ ہوتی تو جانے کیا ہوتا۔ خلق خدا نے بچشم عبرت دیکھا اور میں ثناء اللہ اور میرے احباب نے بھی اپنے سامنے ہلاک ہونے والے کا عبرت سے نظارہ کیا۔ کیا اس کے برعکس ثابت ہوتا تو یہ بات مرزا صاحب کے اعلیٰ معجزات میں شمار نہ ہوتی؟ اور مرزائی اس کو نشان قدرت نہ سمجھتے؟ اور کہتے پھرتے کہ خدا نے جھوٹے مفتری کو ہلاک کر کے دنیا کو راحت بخشی۔ اگر مرزا صاحب کی دعا خدا نے مستجاب کی تو اس کہنے میں کیا مبالغہ ہے کہ مرزا کی موت سے جس کو مرزا نے مانگا تھا خدا نے گمراہی کے پیڑ کو گرا دیا۔

سنو! قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہے الیوم اکملت لکم دینکم کہ آج ہم نے اے مسلمانوں تمہارا دین کامل کر دیا۔ دین کے دو جزء ہیں اول عقاید جن کو نظریات کہتے ہیں جن کو علماء نے علم کلام میں بیان کیا ہے۔ دوسرا جزء عملی جس کو علماء نے فقہ وحدیث میں بیان فرمایا ہے کتاب الوضو سے لے کر معاملات تک۔ اب فرمایئے اس نئے ملہم نے ان دونوں جزءوں کسی میں کوئی ترمیم کی؟ اور اگر نہیں تو پھر اس نئے ملہم کے ماننے کی ضرورت کیا؟ اور یہی سبب ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا خاتم النبیین ارشاد الٰہی ہے۔

اب اگر ان احادیث کو بھی صحیح مان لیا جائے کہ جن میں مسیح و مہدی کے آنے کی خبر ہے تو ان سے مرزا صاحب کو وہی علاقہ ہے جو ہر ایک خادم دین کو۔ ہر شخص کھینچ تان کر اپنے آپ پر چسپاں کر سکتا ہے اور عرصہ سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ ملک مغرب میں بہت سے لوگوں نے یہ دعویٰ کیا اور مدتوں ان کے اتباع میں سلطنت بھی رہی۔ اب بھی مصر کے نواح میں اس کے مدعی پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں سید محمد جون پوری نے دعویٰ کیا، اب تک ان کی جماعت موجود ہے۔ ایران میں قوم مرزا محمد علی اور باب اللہ اب تک اس کے مدعی ہیں اور دیکھئے آئندہ کتنے مدعی کھڑے ہوتے ہیں۔ اول یہ سب باہم حق و باطل کا فیصلہ کر لیں پھر ہم سے مخاطب ہوں۔ مرزا صاحب نے جس قدر ان دعووں میں جلد جلد پلٹیاں کھائیں کبھی مہدی کبھی مسیح کبھی نبی کبھی کرشن اپنے آپ کو ظاہر کیا، یہ

کہنا کہ سب کا ایک مصداق ہے تو مرزا صاحب کو اس عنوان پلٹنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی اور لطف یہ ہے کہ کبھی موت مسیح پر بحث ہوتی ہے کہ وہ کشمیر میں آ کر مرے اور شاہی امراء میں سے مسیح اللہ خان کی قبر کو حضرت مسیح کی قبر بتایا جاتا ہے اور ایک منار بھی آسمان سے اترنے کے لئے جناب نے تعمیر کیا تھا، مگر وہ نا تمام رہ گیا اور اس پر سے اترنے کی بجائے لاہور میں ہیضہ کی سیڑھی سے اوپر چلئے گئے یا کہیں نیچے اتر گئے۔ مگر اس بحث سے مرزا صاحب کو کیا علاقہ؟ سکندر مرا اور فلاں بیماری سے مرا، پس وہ سکندر جس کی دھوم تھی میں ہی شکستہ حال ہوں۔ بہت خوب۔ ابو محمد عبدالحق از دہلی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ جون ۱۹۱۱ء ص ۹)

تزک مسیح

اس عنوان سے الحکم قادیان نے ۲۶ مئی (روز وفات مرزا) کی یادگار میں ایک بہت لمبا مضمون شائع کیا ہے جس میں مرزا صاحب آنجہانی کی زندگی کے حالات مبارکہ ابتدائی زمانہ سے لے کر اخیر تک مختصر مختصر لکھے ہیں، مگر تعجب ہے کہ ان لوگوں کو وقائع نگاری کے نازک فرض کا احساس بھی نہیں۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ جانتے ہی نہیں کہ کسی ہیرو (ممدوح) آدمی کی زندگی پر کس طرح نظر ڈالی جاتی ہے ایسے اہم کام میں ضروری فرض یہ ہے کہ ہیرو کا کوئی تاریخی واقعہ نہ چھوٹے خصوصاً جس واقعہ پر اپنے بیگانے کو نظر ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ واقع مورخ یا وقائع نگار کی طبیعت کے خلاف ہو یا اسکے درج کرنے سے کسی ذمہ داری کا اس کو احساس ہوتا ہو تو اس کو سوچنا چاہیے کہ میرے چھپانے سے اصل واقع تو نہ چھپ سکے گا۔

مرزا آنجہانی کے متعلق تاریخی واقعہ جوان کے سوانح نگاروں کو سب سے مقدم رکھنا چاہیے وہ واقعہ ہے جو انکی تمام زندگی کا لب لباب ہے جسکا نام انہوں نے خود آخری فیصلہ رکھا تھا

مرزائیو! جانتے ہو وہ وہی واقعہ ہے جس کے تصور سے تمہارے جسموں پر رعشہ پڑ جاتا ہے۔ جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے مجھ کو بہت ستایا ہے اگر وہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔ آخر کیا ہوا؟ آہ اس کا ذکر مرزائیوں کے لئے سخت دلخراش ہے۔

اسی طرح مرزائی جماعت کے ہادی اور راہ نما بلکہ بہی خواہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان کا واقعہ بھی نہیں لکھا، جو ان کی بابت بڑے حضرت نے پیش گوئی کی تھی کہ تین سال کے اندر میری (مرزا)

زندگی میں مر جائے گا۔

اسی طرح آسمانی نکاح کا واقعہ بھی قابل ذکر تھا جو یوں ہی چھوڑ دیا۔

اخبار بدر قادیان میں ایک مضمون نکلا تو اس میں بھی ماہ مئی کے واقعات لکھے ہیں کہ فلاں تاریخ حضرت (مرزا) صاحب بیمار ہوئے، فلاں تاریخ انتقال ہوا۔ اگر مئی سے پہلے اپریل کو چھوڑ گئے۔ یہ نہ کیا کہ اپریل کے واقعات بھی لکھتے کہ ۱۵۔ اپریل کو مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ کا اشتہار دیا تھا۔

ہماری غرض اس نوٹ لکھنے سے اور کچھ نہیں، صرف مرزا صاحب کے سوانح نویسوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ مرزا صاحب کے سوانح لکھتے ہوئے بڑے بڑے اہم واقعات نہ بھولا کریں کیونکہ ان کے نہ لکھنے سے اصل واقعہ نہ چھپ سکے گا۔

خون ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۲۳ جون ۱۹۱۱ء ص ۴)

بدر جواب سنے

اخبار بدر قادیان میں ایک دفعہ ذیل کا مضمون شائع ہوا:

مولوی ثناء اللہ صاحب نے جواب نہیں دیا

ذیل کا خط ایک خریدار اہلحدیث نے مولوی ثناء اللہ کو بھیجا تھا۔

بخدمت جناب مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہل حدیث دام عنایتکم السلام علیکم۔

سوالات مندرجہ ذیل کے جواب اگر آپ مرحمت فرمائیں گے تو بعید از عنایت نہ ہوگا۔

۱۔ اہل حدیث مورخہ ۱۹ حال صفحہ ۱۳ پر قادیانی موت کی سرخی سے جو مضمون شائع ہے اس کی نسبت آپ یہ بتا سکتے ہیں حضرت اقدس یعنی جناب مرزا صاحب نے کون سی کتاب میں ایسا تحریر کیا ہے ہمارا کوئی مرید طاعون سے نہیں مرے گا جیسا کہ آپ ہمیشہ شائع فرماتے رہتے ہیں اور پرچہ حال میں بھی یہ ہی فقرے درج ہیں۔

۲۔ جناب مرزا صاحب کی دعا جو آپ کے متعلق تھی وہ کس طرح آپ کے حق میں مفید ہے جب کہ آپ نے آج تک آیت صداقت صادقوں کی روشنی ثنائی چکر اور دیگر اخبارات بدر وغیرہ کی معقول پیرایہ میں تردید نہیں کی میرے خیال میں آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ بار بار محض دفع الوقتی کرنے کی

غرض سے یا عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کی وجہ سے آپ ہمیہ اس دعا کا ذکر کریں جب کہ پبلک پر اصل معاملہ روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے امید ہے کہ آئندہ خیال رکھیں گے۔

۳۔ ایسا ہی آتھم والی پیش گوئی سے کوئی ہفتہ شاید ہی خالی جاتا ہو جو آپ سکوت کرتے ہوں پندرہ سولہ برس سے برابر یہ ہی شور اور واویلا مچا رہے ہیں کہ آتھم ۱۵ ماہ میں نہیں مرا۔ کیوں جناب آپ اصل پیش گوئی سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ واقعی آتھم ۱۵ ماہ تک مر جائے گا اگر آپ یہ فرماویں کہ جناب مرزا صاحب نے ایسا ہی فرمایا بھی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے قبل از وقت جو کچھ فرمایا تھا وہ ایک اجتہادی غلطی تھی کیا انبیاء سے ایسی غلطیاں نہیں ہوئیں اور اجتہادی غلطیوں میں خدا تعالی کا کوئی راز مخفی ہوتا ورنہ کبھی غلطی نہ ہو۔

۴۔ احمدی رسالہ میں جو آپ صاحبان کا کچا چٹھا درج ہے کیا وہ صحیح ہے۔

بخدا ہمیں تو ان رسالوں کو پڑھ کر سخت افسوس اور رنج ہوتا ہے ہم کبھی آپ کی شان میں ایسے لفظ دیکھنے پسند نہ کرتے اگر جناب کی سابقہ تحریر مرقع قادیانی وغیرہ نظر سے نہ گذری ہوں۔ خیر کردنی خویش آمدنی پیش۔ اب بجز صبر اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

آپ کا خیر اندیش خریدار اہل حدیث۔ از کوہ منصوری (بدر ۲۲ جون ۱۹۱۱ء ص ۱۰)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جواباً فرماتے ہیں:

اخبار بدر قادیانی نے چند سوالات لکھے ہیں جن کے جوابات خاص اہل حدیث سے مانگے ہیں اس لئے نمبروار جواب دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ اہل حدیث ...(جون ۱۹۱۱ء) (۱۹ مئی ۱۹۱۱ء) صفحہ ۱۳ پر، قادیانی موت، کی سرخی سے جو مضمون شائع ہے اس کی نسبت آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ حضرت اقدس یعنی مرزا صاحب نے کون سی کتاب میں ایسا تحریر فرمایا ہے ہمارا کوئی مرید طاعون سے نہیں مرے گا جیسا کہ آپ ہمیشہ شائع فرماتے رہتے ہیں۔ اور پرچہ حال میں بھی یہی فقرے درج ہیں۔ بدر ۲۲ جون ۱۹۱۱ء

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: تعجب ہے اس سوال کا جواب کئی ایک دفعہ دیا گیا مگر قادیانی جماعت میں ہنوز روز اول ہے۔ اچھا سنئے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکا کراتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا

نشان دکھاوے سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہو گا اور جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوی سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہو گا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کے لئے مت دلگیر ہو یہ حکم الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیوار میں رہتے ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں۔ (کشتی نوح۔ ص ا۔۲)

اس میں چار دیواری والوں کی حفاظت کا وعدہ ہے مگر چار دیواری کے معنی دوسری جگہ مرزا صاحب یہ لکھتے ہیں:

جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالی کی کلام میں یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اس کو بچاؤنگا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بودوباش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔ (کشتی نوح۔ص ۱۰)

مرزائیو! ان دونوں قولوں کو ملا کر بتلاؤ کہ مرزا صاحب کا مطلب صاف ہے یا نہیں کہ مرزا کا مرید کوئی بھی طاعون سے نہیں مریگا۔ تو پھر کیا کوئی مرزائی نہیں مرا؟ خبر نہ ہو تو دفتر بدر سے پوچھو کہ اخبار کا پہلا مالک اور اڈیٹر کس بیماری سے اور کس جگہ مرا؟ قاضی میر حسن کا لڑکا قادیان میں کس بیماری سے مرا؟ منصوری کا سہارن پوری لڑکا کس بیماری سے مرا تھا؟ اچھا آگے چلتے ہیں۔

۲۔ مرزا صاحب کی وہ دعا جو آپ کے متعلق تھی وہ کس طرح آپ کے حق میں مفید ہے جب کہ آپ نے آج تک آیۃ صداقت، عداوتوں کی روشنی، ثنائی چکر اور دیگر اخبارات بدر وغیرہ کی معقول پیرایہ میں تردید نہیں کی۔ میرے خیال میں آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ بار بار محض دفع الوقتی کرنے کی غرض سے یا عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کی وجہ سے آپ ہمیشہ اس دعا کا ذکر کریں جب کہ پبلک پر اصل معاملہ روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے۔ امید ہے آئندہ خیال رکھینگے (بدر ۲۲ جون)

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: سائل نے جتنے رسالوں کا ذکر کیا ہے ان سب کے جوابات

کافی دیئے گئے ہیں۔سب سے جامع رسالہ ادعاء مرزا ہے جومنگیری دوستوں نے مفصل لکھا ہے (شیخ فریدالحسن محلّہ مہولی شہر منگیر سے مل سکتا ہے ۔ثناء اللہ) مختصر یہ ہے کہ مرزا صاحب نے دعا فیصلہ کی تھی کہ خداوندا اگر میں تیری نگاہ میں جھوٹا ہوں تو مولوی ثناء اللہ صاحب سے پہلے مجھے موت دے ۔ چنانچہ خدانے انکی دعا قبول فرمائی ۔الحمدللہ۔اس میں میری نامنظوری کوکوئی دخل نہیں ۔آگے چلئے

۳ ۔ ایسا ہی آتھم والی پیش گوئی سے کوئی ہفتہ شاید ہی خالی جاتا ہو، جو آپ سکوت کرتے ہوں۔ پندرہ سولہ برس سے یہ شور اور واویلا مچارہے ہیں کہ آتھم ۱۵ ماہ میں نہیں مرا۔کیوں جناب آپ اصل پیش گوئی سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ واقعی آتھم پندرہ ماہ تک مرجاویگا۔اگر آپ یہ فرماویں کہ مرزا صاحب نے ایسا ہی فرمایا بھی ہو،تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے قبل از وقت جو کچھ فرمایا تھا وہ ایک اجتہادی غلطی تھی ۔کیا انبیاء سے ایسی غلطیاں نہیں ہوئیں اور اجتہادی غلطیوں میں خدا تعالی کا کوئی راز مخفی ہوتا ہے ورنہ کبھی غلطی نہ ہو(بدر مذکور)

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں :غنیمت ہے آپ اتنا تو مانتے ہیں کہ مرزا صاحب نے پندرہ ماہ میں موت کا ذکر کیا ہے گو غلط کیا ہے،مگر یہ کہنا آپ کا اپنا خیال ہے۔مرزا صاحب تو لکھتے ہیں :

> ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا نہ کسی کا حق ہے جو اسکے مخالف کہے (تتمہ حقیقۃ الوحی ۔ص ۷)

بتلا یئے آپ کون ہیں کہ مرزا صاحب کے سمجھے ہوئے معانی کی مخالفت کرتے ہیں ۔
اصل الہامی الفاظ بھی سن لیجئے : پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا ۔

میں اس پیش گوئی کی نسبت دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ تمام مرزائی مل کر بھی مجھ سے بحث کریں تو انشاء اللہ بقول : چوں بشوئی پلید تر گردد ۔ جتنا بولیں گے الٹے گریں گے ۔ میں جو مرزا کی مخالفت میں یہاں تک ترقی پر ہوں کہ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں مجھ کو سب مخالفوں سے بڑا مخالف لکھا ہے میری اس مخالفت کا بڑا سبب یہی پیش گوئی ہے ۔مرزائیو! حوصلہ ہے تو خاص اسی پیش گوئی پر قلم اٹھا کر ہمارے مقابلہ پر آ ؤ ۔

او بدر! تو واقعی بدر ہے تو باہر نکل کر ذرہ روشنی دکھلا ۔ہمارے سارے مضمون کونقل کرنے کا وعدہ کر۔ہم تیرے مضمون کو نقل کر کے ناظرین اہل حدیث تک پہنچا دیں گے ۔کیا مرزائی ہمت کریں گے؟ آگے چلو:

۴ ۔احمدی رسالہ میں جو آپ صاحبان کا کچا چٹھا درج ہے کیا وہ صحیح ہے ۔ بخدا ہمیں تو ان رسالوں کو

پڑھ کر سخت افسوس اور رنج ہوتا ہے۔ ہم کبھی آپ کی شان میں ایسے الفاظ دیکھنے پسند نہ کرتے۔ اگر جناب کی سابقہ تحریر مرقع قادیانی وغیرہ نظر سے نہ گذری ہوں۔ خیر کردنی خویش آمدنی پیش۔ اب بجز صبر اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ (بدر مذکور)

مولانا فرماتے ہیں: احمدی رسالہ میں جو ہمارا کچا چٹھا تم کہتے ہو اس سے برا نہیں جو رسالہ عصائے موسیٰ کے قابل اور الہامی مصنف نے مرزا صاحب آنجہانی کا لکھا تھا۔ مرزائیوں کو شرم ہوتی تو پہلے اس کا جواب لکھتے۔ ہمارا کچا چٹھا وہ کیا لکھے گا اس کے اڈیٹر سے اتنا تو پوچھ دو کہ اس کی ولادت کہاں کی ہے۔ اور داروغہ جیل میر عصمت اللہ اس کے کیا لگتے ہیں۔ بس اسی ایک ہی جواب سے تم کو اس کے کچے چٹھے کا علم ہوجائے گا۔

او نادانو! کیا بدزبانیوں سے کسی مذہب کی حقانیت کھل سکتی ہے؟ کیا گالیاں دینے میں پورب کی بھٹیارنوں سے تم بڑھ جاؤ گے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں اپنے پیرو مرشد مرزا کی سنت پر ضرور عمل پیرا ہوسکو گے مختصر یہ کہ:

بنما بصاحب نظرے جو ہر خود را　　　عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ جولائی ۱۹۱۱ء ص ۱۔۲)

آئینہ نوری

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ مرزائے قادیان کی قرآن دانی کی قلعی ہم اپنے رسالہ آئینہ قادیانی میں کھول چکے ہیں اب اس تحریر میں آپ کے خلیفہ حکیم نورالدین صاحب کی قرآن دانی کا حال منکشف کرتے ہیں اور اہل علم وتحقیق سے انصاف چاہتے ہیں کہ کیا اس قسم کی بہکی باتیں اور بے سر تکیں ہانکنے والا شخص بھی سلطان المفسرین (جیسا کہ ان کو قرآن مترجم کے ٹائٹل پیج پر لکھا گیا ہے) اور حکیم الامت (جیسا کہ قادیانی ان کو لقب دیتے ہیں) ہوسکتا ہے؟

بت کریں آرزو خدائی کی　　　ہے شان تیری کبریائی کی

حکیم صاحب سورۃ فاتحہ میں مالک یوم الدین پر حاشیہ چڑھاتے ہیں:

یوم کے معنی وقت، دین کے معنی جزاء اور سزا، دنیا میں بھی جزا وسزا ہوتی ہے پھر حشر میں پھر صراط پر پھر جنت اور نار میں، اور ان سب مقاموں اور وقتوں کا اللہ ہی مالک ہے

ظاہر ہے کہ حکیم صاحب نے اس آیت میں یوم الدین کو عام رکھا ہے اور خاص روز قیامت مراد نہیں لیا اور یہ روایۃً و درایۃً قرآن شریف کی اپنی تصریح اور قواعد نحو کی رو سے غلط ہے۔ ہم اس موقع پر مفسرین کے اقوال پیش نہیں کرتے تاکہ حکیم صاحب ان کو اقوال الرجال کہہ کر ٹال نہ دیں، بلکہ خاص قرآن حکیم ہی سے پوچھتے ہیں کہ وہ خود یوم الدین کسی خاص دن کو کہتا ہے یا عام رکھتا ہے۔ سنئے منکرین قیامت کے استبعادی سوال کا ذکر اور اس کا جواب۔

یسئلون ایّان یوم الدّین۔ یوم ھم علی النار یفتنون۔ ذوقوا فتنتکم ھذا الذی کنتم تستعجلون ۔(ذاریات:۱۴) پوچھتے ہیں کہ یوم الدین کب ہوگا؟ (ان سے کہو) جس دن تم آگ پر سینکے جاؤ گے (اور کہا جائے گا) اپنی اس سینک کے مزے چکھو۔ یہ تو وہی ہے جس کے لئے تم جلدی مچاتے تھے۔

اسی طرح دوسرے موقع پر بتاکید و تکرار کھول کر بتایا اور ٹھیک طرح سمجھایا

و ما ادراك ما یوم الدین۔ ثم ما ادراك ما یوم الدین۔ یوم لا تملک نفس لنفسٍ شیئاً و الامر یومئذٍ للّٰہ (انفطار:۱۷۔۱۹) اور تم کیا سمجھے کہ یوم الدین کیا ہے؟ پھر (سنو) تم کیا سمجھے کہ یوم الدین کیا ہے؟ (یہ وہ دن ہوگا) جب کوئی نفس کسی نفس کو کچھ بھی نفع نہ دے سکے گا اور حکومت خاص اللہ ہی کی ہوگی۔

اسی طرح منکرین قیامت کے استبعاد کے جواب میں فرمایا:

فانّما ھی زجرۃ وّاحدۃ فاذا ھم ینظرون۔ و قالوا یا ویلنا ھذا یوم الدین۔ ھذا یوم الفصل الذی کنتم بہ تکذّبون (صافات:۱۹۔۲۱) وہ تو بس ایک للکار ہے کہ ادھر ہوئی اور ادھر وہ سب (زندہ ہوکر) لگے دیکھنے۔ اور بول اٹھیں گے ہائے ہماری کم بختی یہ تو وہی یوم الدین ہے (کہا جائیگا) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔

اسی طرح سورہ واقعہ میں جو خاص احوال قیامت کی شرح ہے بعض عذاب دوزخ کا ذکر کر کے فرمایا:

ھذا نزلھم یوم الدین (واقعہ۔) یعنی یہ (عذاب) جزاء کے روز ان کی مہمانی ہوگا

ان آیات کے علاوہ اور بھی کئی آیتیں ہیں جن میں یوم الدین مذکور ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم کی دعا سورہ شعراء میں۔ ان تصریحات سے صاف معلوم ہوگیا کہ قرآن کریم نے یوم الدین خاص یوم القیامۃ کو کہا ہے، نہ کہ عام رکھا ہے، جیسا کہ حکیم صاحب نے سمجھ لیا ہے۔

اب ہم دوسرے طریق پر ثابت کرتے ہیں اور اس میں بھی قرآن ہی سے آیات پیش کریں گے ۔ دین کے معنی حساب کے ہیں (صحیح بخاری تفسیر سورۃ فاتحہ) اس لئے قرآن نے یوم الدین کو دوسرے مقام پر یوم الحساب کہا ہے۔

چنانچہ سورۃ ص میں متقیوں کی جزاء جنت وغیرہ کا ذکر کر کے فرمایا:

هذا ما توعدون ليوم الحساب

یعنی یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے روز حساب (قیامت) کے لئے وعدہ کیا جاتا ہے

اور سورہ مومن میں فرمایا: و قال موسى انّى عذت بربّى و ربّكم من كلّ متكبّر لا يؤمن بيوم الحساب (مومن)۔ اور موسیٰ نے کہا میں تو اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار (یعنی خدائے واحد) کی پناہ لے چکا ہوں ہر ایک مغرور (کی شر) سے جو روز حساب (قیامت) کو نہیں مانتا۔

اب ہم قرآن مجید میں سے قیامت کے دن کے حساب کی صورت ذکر کر کے بتلاتے ہیں کہ یوم الفصل اور یوم الدین اور یوم الحساب اور یوم القیامۃ ایک ہی اس بڑے دن کا نام ہے۔

و نضع الموازين القسط ليوم القيامة فلا تظلم نفس شيئاً و ان كان مثقال حبّةٍ مّن خردلٍ اتينا بها و كفى بنا حاسبين (انبیاء:۴۷)

اور لگا دیں گے ہم انصاف کے ترازو قیامت کے دن میں تو کسی شخص پر بھی کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔ اور اگر (کوئی عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو بھی لا موجود کریں گے اور حساب لینے کو ہم (اکیلے) بس ہیں

یوم الحساب کے متعلق اور بھی کئی آیات ہیں مثلاً سورۃ ص میں فرمایا:

و ما ينظر هؤلاء الّا صيحةً وّاحدةً مالها من فواق ۔ و قالوا ربّنا عجّل لنا قطّنا قبل يوم الحساب (ص:۱۵۔۱۶) انہیں صرف ایک چیخ کا انتظار ہے جس میں کوئی توقف (اور ڈھیل) نہیں ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہماری سرنوشت تو ہمیں روز حساب سے پہلے ہی دے دے۔

اس کے بعد علم نحو کے قاعدے سے ثابت کرتے ہیں کہ یوم الدین ایک خاص دن ہے عام نہیں ہے۔

۱۔ یوم مضاف ہے الدین کی طرف اور مضاف معرفہ ہوتا ہے (الفیہ صفحہ ۱۲) نیز یہ اضافت محضہ

ہے اور بوجہ معرفہ ہونے کے جزء اول یعنی مضاف معرفہ ہو گیا (ابن عقیل، صفحہ ۹۰) اور خاص کر یہ کہ یہ اضافت بمعنی لام ہے چنانچہ الفیہ صفحہ ۹۰ میں ہے:

والثانی اجرروا نومن او فی اذا لم یصلح الا ذاک واللام خذا

اور ابن عقیل میں اس کی شرح میں کہا ہے۔ وضابطة ذلک انه لم یصلح الا تقدیر من او فی فالاضافة بمعنی ما تعین تقدیرہ والا فالاضافة بمعنی اللام ۔پس یوم الدین کے معنی ہوں گے یوم عین للدین چنانچہ فرمایا ان یوم الفصل میقاتهم اجمعین (دخان) یعنی فیصلہ کا دن سب کے لئے وقت مقرر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یوم الدین ایک خاص معین دن ہے اور وہی ہے جس کی تفصیل گذر چکی

۲۔ اگر یوم الدین سے کوئی خاص دن مراد نہ ہوتا بلکہ جزا سزا کی بنا پر عام ہوتا تو الدین کے ساتھ یوم کے ذکر کی ضرورت ہی نہ تھی پس عبارت مالک الدین ہوتی نہ کہ مالک یوم الدین۔ فافہم

۳۔ اگر خاص دن مراد نہ ہوتا بلکہ جزا سزا کے لحاظ سے عام ہوتا تو یوم کا لفظ واحد نہ آتا بلکہ ایام الدین بلفظ جمع وارد ہوتا کیونکہ حکیم صاحب کے نزدیک جزا وسزا کے ایام واوقات متعدد مختلف ہیں اسی لئے خود حکیم صاحب اپنی عبارت میں الفاظ جمع استعمال کئے ہیں: ان سب مقاموں اور وقتوں کا مالک اللہ ہی ہے۔

اس تفصیل سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حکیم صاحب نے یوم الدین کو عام رکھنے میں تصریحات قرآن اور قواعد علوم آلیہ کا خلاف کیا ہے۔ کیا حکیم صاحب ہماری تحریر کا جواب دیں گے، یا اسے تسلیم کریں گے؟

(اہل حدیث ۱۴۔۲۱ جولائی ۱۹۱۱ء مطابق ۱۷۔۲۴ رجب ۱۳۲۹ھ ص ۱۹۔۲۰)

مولانا میر کا مضمون ابھی چل رہا ہے تاہم آگے بڑھنے سے قبل درج بالا حصہ مضمون پر ہونے والی قادیانی تنقید ملاحظہ فرمالیجئے۔ قادیانی اخبار الحکم میں لکھا ہے:

ابراہیم سیالکوٹی اور آئینہ نوری۔ نمبر اول:

ابراہیم سیالکوٹی جو کئی مرتبہ سلسلہ عالیہ احمدیہ پر علمی اعتراض کر کے ذلیل ہو چکا ہے اب پھر حضرت خلیفۃ المسیح کی قرآن دانی پر اعتراض کرنے کیلئے اخبار اہل حدیث میں ظاہر ہوا ہے.. سیالکوٹی نے آئینہ نوری لکھا ہے اس میں دراصل اس نے اپنی شکل و شباہت کو معائنہ کیا ہے

کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ جو شخص خدا تعالی کے ماموروں اور خلفاء میں کوئی عیب دیکھتا ہے وہ اس کی اپنی ہی حالت کا نقشہ ہوتا ہے ..سیالکوٹی کے اعتراضات کو ہم اس سے زیادہ وقعت نہیں دیتے جو آریہ اور یہودی اور مسیحی دہریہ قرآن پر کر رہے ہیں۔ جب خدا تعالی کی مجید اور کامل کتاب ظالموں کے اعتراض سے نہیں بچی تو اس کے ترجمہ پر اعتراض کرنا اور بھی آسان ہے مگر میں محض اس خیال سے کہ قرآن مجید کی شوکت اور عظمت کا اظہار ہو ضروری سمجھتا ہوں کی سیالکوٹی کی لغویات کی حقیقت کو کھولا جائے۔

مالک یوم الدین پر سیالکوٹی اعتراضات:

سیالکوٹی نے سب سے اول مالک یوم الدین کے معنوں پر جو حضرت خلیفۃ المسیح نے کئے ہیں اعتراض کیا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اول خلیفۃ المسیح کا ترجمہ اور اس پر جو اعتراض سیالکوٹی کرتا ہے اسے لکھ دیا جائے اور بعد میں جواب ہو۔

خلیفۃ المسیح : یوم کے معنی وقت۔ دین کے معنی جزا اور سزا دنیا میں بھی جزا سزا ہوتی ہے پھر حشر میں پھر صراط پر پھر جنت اور نار میں اوران سب مقاموں اور وقتوں کا اللہ ہی مالک ہے۔

سیالکوٹی: ظاہر ہے کہ حکیم صاحب نے اس آیت میں یوم الدین کے ..رکھا ہے خاص روز قیامت مراد نہیں لیا اور یہ درایۃً وروایۃً قرآن شریف کی اپنی تصریح اور قواعد نحو کی سے غلط ہے۔

اقول :..قرآن مجید اپنے اندر ہدایات مستقلہ رکھتا ہے وہ کسی خاص وقت اور قوم کا دستور العمل نہیں اور نہ اس کی آیات مختص الزمان ہیں اس زمانہ میں بعض ایسے آزاد خیال لوگ بھی پیدا ہو گئے ہیں جو قرآن مجید کی بعض آیات کو نعوذ باللہ غیر ضروری کہتے ہیں جیسے یہ لوگ قرآن کی شان میں گستاخی کرنے والے ہیں وہ لوگ بھی بڑے ہی بے ادب اور شوخ ہیں جو اس کو حقائق مستقلہ نہیں مانتے اور اس کے معانی کو محدود کر کے ایک بہتے ہوئے چشمہ کی بجائے ایک چھوٹا سا جوہڑ بنانا چاہتے ہیں..

خلیفۃ المسیح نے جو ترجمہ یوم الدین کا کیا ہے وہ ایسا اعلی اور دور از اعتراض اور ضرورت زمانہ کے موافق ہے کہ ایک آریہ اور میٹیریلسٹ بھی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا لیکن سیالکوٹی کے مفہوم کے موافق مالک یوم الدین کے معنی ، خاص دن قیامت کا مالک ، ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے نہ صرف ترجمہ کی خوبی اور کمال ہی دور ہو جاتا ہے بلکہ اللہ تعالی صفات پر ایسی خطرناک زد پڑتی ہے کہ قرآن مجید کی عظمت اور وقعت پر بھی اس سے دھبہ لگتا ہے..

اول تو قابل غور امر یہ ہے کہ خلیفۃ المسیح کے ترجمہ میں یہ کہاں انکار ہے کہ اللہ قیامت کا

مالک نہیں بلکہ ایسے کھلے طور پر آپ نے بتایا ہے کہ ایک موٹی عقل کا آدمی بھی صفائی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے جیسا کہ فرمایا: دنیا میں بھی جزا سزا ہوتی ہے پھر حشر میں پھر صراط پر اور پھر جنت و نار میں اور ان سب مقاموں اور وقتوں کا اللہ ہی مالک ہے۔

اس میں کہاں قیامت کا انکار ہے؟ اور اگر صرف ایک خاص وقت پر ہی جزا و سزا ہونی ہے باقی دوسرے اوقات میں نہیں جیسا کہ سیالکوٹی کا مذہب معلوم ہوتا ہے تو یہ قرآن کے صریح خلاف ہے اور واقعات کے ایسے متضاد اور مخالف کہ ایک اندھا بھی اسے محسوس کر سکتا ہے مگر نہیں سمجھ سکتا ہے تو سیالکوٹی مولوی۔

دنیا میں اگر جزا و سزا کا سلسلہ نہیں تو یہ ایسا بدیہی جھوٹ ہے کہ وہ شخص جس کو مذہب سے کوئی بھی علاقہ ہو اس کو تسلیم نہیں کرے گا اور مجھے تعجب ہے کہ سیالکوٹی اہل حدیث کہلا کر اہل حدیث اخبار میں ایسا لغو عقیدہ ظاہر کرتا ہے۔

میں اس سے اور اس کے دوسرے بزرگ اہل حدیث سے پوچھتا ہوں کہ محدثین جو تسلیم کرتے ہیں کہ چور کے ہاتھ کاٹنے یا زانی کے رجم اور جلد وغیرہ سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ کیا یہ عقیدہ اب وہ چھوڑ بیٹھے ہیں؟ اور اگر محدثین کا یہ مذہب درست ہے اور یقیناً درست ہے تو پھر اس نادان نے یہ کہاں سے نکال لیا؟ .((الحکم ۲۱-۲۸ اگست و ۷ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۹-۱۰:)

❁ تفسیر صغیر میں مرزا محمود نے ترجمہ و تفسیر یوں کی ہے۔

مالک یوم الدین۔ (اور) جزا سزا کے وقت کا مالک ہے۔

اللہ تعالی جزا سزا کے وقت کا مالک ہے۔ ان معنوں کی رو سے اس آیت کی یہ تشریح ہو گی کہ اللہ تعالی قیامت کے دن کا مالک ہے یعنی اس دن جزا سزا میں کسی اور کا دخل نہ ہوگا، بلکہ جزا سزا صرف اللہ تعالی کی طرف سے ملے گی۔ اس طرح اس دنیا اور اگلے جہان کے نتائج میں فرق بتایا ہے کہ اس دنیا میں تو اچھے برے افعال کی جزا سزا انسانوں کے ذریعہ سے بھی ملتی ہے اور اس میں لوگوں سے غلطی بھی ہو جاتی ہے مگر قیامت کے دن صرف اللہ تعالی ہی جزا سزا دے گا اور یہ ناممکن ہو گا کہ کسی پر ظلم ہو اور اسے بے گناہ سزا مل جائے یا جرم سے زیادہ سزا مل جائے نیز مجرم کے لئے بھی ناممکن ہو گا کہ جھوٹ فریب سے کام لے کر سزا سے محروم ہو جائے۔

نیز اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی جزا سزا کے وقت صرف بطور مَلِک کام نہیں کرے گا بلکہ بطور مالک کام کرے گا۔ مَلِک یعنی بادشاہ جب فیصلہ کرتا ہے تو اس

کا کام صرف یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ انصاف کیا ہے کیونکہ جن امور کا فیصلہ وہ کرتا ہے، وہ مدعی اور مدعا علیہ کے حقوق کے متعلق ہوتے ہیں، اس لئے اسے یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا کہ وہ کسی کو معاف کر دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ بادشاہ ہی نہیں بلکہ مالک بھی ہے اس لئے اسے حق حاصل ہے کہ وہ اپنے حق میں سے جس قدر چاہے معاف کر دے۔ اس مضمون سے ایک طرف تو امید کا ایک اہم پہلو پیدا کر دیا گیا ہے اور مایوسی سے انسان کو بچا لیا گیا ہے، دوسری طرف انسان کو بھی ہشیار کر دیا گیا ہے کہ رحم سے ناجاز فائدہ اٹھانے کا خیال دل میں نہ لانا کیونکہ مالک ہونے کے لحاظ سے جہاں وہ رحم کر سکتا ہے وہاں اپنی خلق کو گندہ دیکھنا بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ گویا امید اور خوف کے یکساں خیالات پیدا کر کے انسان کو چستی اور ہمت پیدا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے (تفصیل کیلئے دیکھو تفسیر کبیر جلد اول ص ۲۴۔۲۵)۔ (تفسیر صغیر ص ۲۔۳)

❀ قادیانی تحریروں کے بعد مولانا میر کے بقیہ مضمون کی طرف چلتے ہیں جو یوں ہے:

حکیم نورالدین صاحب کو ادب عربی میں بھی مہارت کامل ہے اور ان کی جماعت کو ان کی نسبت اس فن میں بہت ہی اعتقاد ہے اس لئے ہم آج خاص علم ادب کے متعلق ان کی موشگافی ظاہر کرتے ہیں جس سے ناظرین اندازہ کر لیں گے کہ حکیم صاحب نے عرب و روم کے ایک ہی سفر میں عرب عرباء کو بھی ماند کر دیا ہے چنانچہ سورۃ بقر کے شروع میں یومنون بالغیب کے متعلق حاشیہ چڑھاتے ہیں:

> یخشون ربھم بالغیب اور فرمایا یومنون باللہ والیوم الآخر۔ پس معنی ہوئے مانتے ہیں اللہ کو جو غیب ہے یا ماننے کی چیزوں کو تنہائی میں اور لوگوں سے غائب ہو کر۔

واہ واہ! کمال زبان دانی ہے زمخشری و حریری بھی شرمندہ ہیں حکیم صاحب کا اس آیت سورہ بقر کی تفسیر میں بحوالہ آیت یخشون ربھم بالغیب یہ کہنا، تنہائی میں اور غائب ہو کر، غلط ہے کیونکہ یخشون ربّھم بالغیب میں تو ٹھیک ب ظرفیت کے لئے ہے لیکن یومنون بالغیب میں ظرفیت کے لئے نہیں، بلکہ یومنون کا صلہ ہے جو لفظ ایمان اور اسکے دیگر مشتقات کے ساتھ آیا کرتا ہے۔ حکیم صاحب کو ظن ہوا کہ ہر دو آیات میں بالغیب کا لفظ ہے تو معنی بھی ایک ہوں گے حالانکہ ایسا نہیں۔ ہر نقطہ مقامے دارد

۳۔ اسی طرح حکیم صاحب یقیمون الصلوۃ میں الصلوۃ پر حاشیہ چڑھاتے ہیں:

الصلوۃ میں ال ہے اسکے معنی اس خاص نماز کے ہیں یا ممکن ہے کہ عام دعا کے ہوں
حکیم صاحب نے اس میں وہی کمال کیا کہ الصلوۃ کی لغوی عمومیت کو دیکھا لیکن اس کے ساتھ یقیمون کا خیال نہ کیا اور حفظت شیئاً و غا بت عنک اشیاء کے مصداق بنے ۔قرآن مجید و حدیث میں الصلوۃ کے ساتھ جہاں کہیں اقامت کا لفظ آیا ہے وہاں وہی نماز معہود شرعی مراد ہے اور علم اصول کا قاعدہ ہے کہ حقیقت شرعی لغت پر مقدم ہوتی ہے ورنہ قریباً تمام شرعیات کی تعطیل لازم آئے گی ۔ باطنیہ وغیرہ فرق ضالہ نے اس بہانہ سے شرعیات کو ترک کیا تھا جب حکیم صاحب کے نزدیک یقیمون الصلوۃ سے عام دعا مراد لینا درست ہے، تو قرآن شریف میں ہر جگہ اس کے یہ معنی لینے درست ہوں گے نہ کہ خاص اس موقع پر ۔ کیونکہ لفظ ایک ہی ہیں اور قرائن یکساں ۔ پس اگر کوئی شخص اس کو دستاویز بنا کر نماز معہود ادا نہ کرے اور عام دعا پر اکتفا کرے تو اسے مخالف قرآن نہیں کہہ سکیں گے کیونکہ اس نے قرآن کے صحیح مراد اور مفہوم پر عمل کیا ۔ پس نماز کو جواب ہو جائے گا اور اسی طرح روزہ حج زکوۃ فرائض اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا ۔
ہم ناظرین کی توجہ ایک اور امر کی طرف کرتے ہیں کہ حکیم صاحب وہ معنی و مراد بھی ذکر کرتے ہیں جو مشہور ہیں اور ان کے ساتھ کچھ اپنی طرف سے بھی جدت و زیادت کر کے مفسر قرآن بننا چاہتے ہیں لیکن خدا کی قدرت جہاں ان کی اپنی جدت ہوتی ہے وہاں زلت ہوتی ہے اور ہم یہی دکھانا چاہتے ہیں کہ جماعت قادیانیہ کو قرآن و حدیث اور علوم رسمیہ میں ہرگز رسائی نہیں ۔ نہ انفراداً اور نہ اجتماعاً وہ اس بار گراں کو اٹھا سکتے ہیں ۔

۴ ۔ حکیم صاحب ۔ ہم نے آپ کے ارشاد کے مطابق سورہ جمعہ کو دیکھا لیکن افسوس وہاں آپ کا مدعا نہیں ملا گو حکیم صاحب نے تصریح نہیں کی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ با لآ خرۃ هم یو قنو ن میں مرزا صاحب کو بھی داخل کرنا چاہتے ہیں ۔ جناب حکیم صاحب! جہاں قرآن نے منکرین قیامت کو ان الفاظ میں ملامت کی ہے و هم با لآ خرۃ کفرون (اعراف) اور جہاں یو قنو ن کے مقابلے میں ان کا یہ قول کیا ہے وما نحن بمستیقنین (جاثیہ) کیا آپ وہاں بھی مرزا کے منکر مراد لے سکیں گے ۔ کیا خوب!
جناب یقین با لآخرت جہاں قرآن میں مذکور ہے وہاں الساعۃ ا لآ خرۃ یعنی قیامت کو ماننا مراد ہے ۔ فقط ۔ ابراہیم سیالکوٹی (اہل حدیث امرتسر ۱۸ ۔ اگست ۱۹۱۱ ۔ ص ۶، ۷)

۵ ۔ و اولئک هم المفلحو ن کا ترجمہ حکیم نورالدین صاحب یوں فرماتے ہیں :

اور یہی بڑے فتح مند ہوں گے۔

اور اس پر حاشیہ چڑھاتے ہیں:

یہ بشارت اور پیش گوئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام اور اتباع مظفر و منصور ہونگے،

اقول: یہ ظاہر ہے کہ حکیم صاحب فلاح سے صرف دنیوی بہتری اور ظفر مراد لے رہے ہیں اور یہ غلط ہے کیونکہ جہاں ایمانیات واعمال صالحہ پر جزائے حسن کا وعدہ ہے وہاں فلاح سے مراد نجات عاقبت اور فوز آخرت ہے۔ چنانچہ اس سے قبل الذین سے لے کر یوقنون تک ایمانیات اور نماز و زکوۃ واعمال صالحہ کا ذکر ہے اور اسکے بعد اسکے نتیجہ سے خبر دی ہے کہ فلاح ہوگی، اسی طرح سورہ مومنون کے شروع میں فلاح و نماز و زکوۃ اعمال صالحہ کا ذکر کر کے فوز بالجنت کی تصریح کر دی:

قد افلح المو منون۔ الّذین هم فی صلوتهم خاشعون۔ و الّذین هم عن اللّغو معر ضون۔و الّذین هم للزّ كوة فاعلون ۔ والّذین هم لفروجهم حافظون ۔ الّا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانّهم غیر ملومین ۔ فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک هم العا دو ن۔ و الّذین هم لآمانا تهم و عهد هم راعون۔ والّذین هم علی صلاتهم یحا فظون ۔ اولئک هم الوا رثون۔ الّذین یرثون الفردوس هم فیها خالدون ۔

ایمان والے مراد کو پہنچ گئے (اور یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں اور وہ جو نکمی باتوں کی طرف رخ نہیں کرتے۔ اور جو زکوۃ دیا کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال (لونڈیوں) سے کہ (ان میں) ان پر کچھ بھی الزام نہیں لیکن جو اس کے علاوہ طلب گار ہوں تو وہی لوگ حد سے باہر ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے اور وہ جو اپنی نمازوں کے پابند ہیں۔ یہی لوگ اصلی وارث ہیں جو بہشت بریں پائیں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیتوں میں صاف مذکور ہے کہ فلاح کی صورت فوز بالجنت ہے نہ کہ دنیوی فتح اس کیلئے قرینہ عقلی یہ ہے کہ فلاح کے معنی ہیں، مراد کو پہنچنا، اور ایمان اور اعمال صالحہ سے مراد نجات عاقبت اور رضامندی خدا تعالی ہے نہ کہ دنیا کی ظفرمندی۔ اگر ظفرمندی دنیا میں ہوتو ہو مگر یہ مراد میں داخل نہیں، اور نہ شایان بلاغت ہے کہ ایمان و اعمال صالحہ کی فہرست کے بعد اسی پر بس کیا جائے۔

۶۔ یخا دعون اللّٰہ ...۔ حکیم صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے:

چھوڑتے ہیں اللہ کو اور ان کو جو ایمان لائے اور محروم نہیں کر رہے ہیں مگر اپنے آپ کو۔

اور اس پر حاشیہ چڑھاتے ہیں:

خادع بمعنی ترک بمعنی چھوڑا۔ قاموس اللغت۔ اور اس کی تصدیق نسوا اللّٰہ فنسیھم ہوتی ہے چھوڑ دیا انہوں نے اللہ تو چھوڑ دیا اللہ نے ان کو۔

خدع کے معنی امسک، یقال فلان کان یعطی فخدع۔ ترجمہ۔ فلانا دیتا تھا اب ممسک ہوگیا۔ رک گیا۔ اسکی تصدیق اللہ تعالی کے اس بیان سے ہوتی ہے ھم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللّٰہ (منافقون: ۷)۔ اور فرمایا یقبضون ایدیھم (توبہ: ۶۸)

اقول: شکر ہے کہ حکیم صاحب نے اپنے فہم کی تائید میں قرآن کی آیات بھی پیش کیں اس سے ہمارے لئے میدان صاف ہوگیا لیکن افسوس حکیم صاحب نے جن آیات سے تمسک کیا ہے وہ خدع کے متعلق نہیں ہیں۔ ان سے تو صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ منافقوں نے خدا کو بھلا دیا اور وہ ممسک ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تو مضمون کی صحت کی دلیل ہے نہ کہ اس امر کی تصدیق کہ خدع سے نسیان (ترک) اور قبض و امساک مراد ہے کیونکہ جب تک نتیجہ کا موضوع ومحمول صغری و کبری میں نہ پایا جائے قیاس (نتیجہ) درست نہیں ہوسکتا۔ اس سے حکیم صاحب کی منطق دانی بھی ظاہر ہے۔ حکیم صاحب نے قاموس سے خادع کے معنی ترک تو نقل کر دیئے لیکن اس کے پہلے جو کچھ اس آیت زیر تفسیر کی بابت لکھا ہے اسے بالکل ترک کر دیا۔ حکیم صاحب نے اس مقام پر ناحق تکلیف سے کام لیا جو موقع اور محل کے مناسب نہیں انہوں نے خارج کے خدع کے معنی ترک لکھے ہیں جو اس مقام پر نہیں ہو سکتے کیونکہ جب یخدعون میں اس ترک کا اثبات دیا گیا جو واقع میں درست ہے ما یخدعون میں اس کی نفی کے کیا معنی؟

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یخادعون کے ایسے معنی لینے چاہییں جس کا اثر حقیقت خدعیت کی رو سے اس کے مفعول پر درست نہ ہو اور اسی لئے دوسری بار اللہ اور مومنین سے اس کی نفی کر کے و ما یخدعون الّا انفسھم میں اس کے اثر کو انفسھم پر ثابت کیا ہے۔ پس حکیم صاحب کا تکلف نا درست اور بے جا ہے مگر حکیم صاحب نے ایک اور چال کی کہ دوسری دفعہ کے یخدعون میں خدع کے معنی امساک لئے ہیں حالانکہ یہ نہیں ہے۔ نہ ہی مناسب ہے کیونکہ

یخا دعو ن کو مثبت ذکر کرنے اور اس کے بعد ما یخد عو ن کو منفی ذکر کرنے میں مقابلہ ہے جو دونوں کے الگ الگ ترجمے مراد لینے میں جاتا رہا۔ اور ظاہر ہے اس طرح کلام فصاحت و بلاغت سے گر جاتا ہے جو شان قرآن کے خلاف ہے۔

اب ہم خدا کے احسان سے اس آیت کا صحیح مطلب بتاتے ہیں جس سے وہ اعتراض بھی جس کے سبب سے حکیم صاحب کو اس قدر تکلفات کی ایچا پیچیوں میں الجھنا پڑا دور ہو جاتا ہے، اور قرآن مجید کی بلاغت بھی ظاہر ہوتی ہے و ما تو فیقی الا با للہ۔

خاکسار جو حاشیہ قرآن منۃ الر حمن بتفہیم لطا ئف القرآن لکھ رہا ہے اس میں خاکسار نے اس آیت کے متعلق یہ حاشیہ لکھا ہے:

> یخا دعو ن باب مفاعلہ سے ہے اور اس کے خواص میں سے ایک مشارکت ہے اور کبھی اس میں مجرد بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے عا قبت اللص۔
>
> اور تائید دوسری قرأت سے ہوتی ہے جس میں باب مجرد یعنی یخد عو ن آیا ہے اور اسی لئے رسم الخط میں خ کو بفاصلہ الف دال سے قطع نہیں کیا گیا پس یہ آیت پر اعتراض نہیں ہوسکتا کہ کیا (معاذ اللہ) اللہ تعالی بھی ان سے دھوکہ کرتا ہے؟ کہ صیغہ مشارکت کا استعمال کیا گیا؟ اور نہ یہ سوال ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالی علیم کو کیسے دھوکہ دے سکتے ہیں کیونکہ اس سے مراد فریب کا معاملہ کرنا ہے نہ کہ فریب کا واقع کر لینا۔ اسی لئے دوسری دفعہ و ما یخد عو ن میں باب مجرد ذکر کر کے اللہ تعالی اور مومنین کی نسبت وقوع فریب کی نفی کی اور الّا انفسھم میں خود انہی کے نفسوں پر اثر پڑنے کو ثابت کیا کیونکہ اس میں وقوع فریب کا ذکر ہے۔ پس اس تقریر پر اعتراض بھی نہیں آ سکتا اور یخا د عو ن اور ما یخد عو ن کے مقابلہ میں فصاحت بلاغت بھی قائم رہتی ہے بلکہ ثابت ہوتی ہے۔،

اس آیت کی تفسیر کے لئے ہم سورہ نساء پارہ پنجم رکوع اخیر کی آیت بھی بیان کرتے جس میں ہمارے بیان کی تائید کے ظاہر قرائن ہیں لیکن بخوف تطویل اسی پر بس کرتے ہیں اگر ضرورت پڑی تو دوسری بار لکھیں گے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ا تا ۸ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۱۳)

قادیانی مباحثہ

مورخہ یکم جون ۱۹۱۱ء مولوی نور محمد مدرس مدرسہ مہند ریاست بہاولپور اور مولوی نظام الدین مرزائی تعہد خواہ موضع ترکڑی ریاست بہاولپور کے فیما بین تحریری مباحثہ ہوا جس میں مولوی غلام محمد احمد پوری مدرس مدرسہ پرائمری موضع مہند کو درمیان میں فاصل (حکم) قرار دیا گیا چنانچہ اصل مبحث اور جوابات حسب ذیل ہیں:

دعوی منجانب مولوی نور محمد (ابن مریم صاحب کو زانی شرابی مرزا جی کی تصنیف میں دیکھنا ہو تو فی الحال موجود ہے) اپنے اس قول کے ثبوت کے واسطے کتاب دافع البلاء تصنیف مرزا جی کی پیش فرمائی جس میں درج ہے کہ جناب مرزا صاحب عیسائی پادریوں اور ان مسلمانوں کو جو عیسیٰؑ میں خدائی صفات کا وجود تسلیم کرتے ہیں مخاطب فرما کر مسیحؑ کو اپنے زمانہ کے تمام لوگوں پر عدم فضیلت کو ثابت کرتے ہیں۔ اور یحی سے یوں کہا گیا کہ مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں یحی کا نام حصور رکھا، مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔ انتہی

اور نیز مسیح کا یحی کے ہاتھ پر توبہ کرنا اور مریدوں میں داخل ہونا، یحی کی فضیلت کو ببداہت ثابت کرتے ہیں۔

جواب میں مولوی نظام الدین نے کہا کہ عبارت صدر مرزا صاحب سے اعتقاداً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عیسی زانی یا شرابی تھے کیونکہ یہ عبارت نصاری کی جواب دہی میں لکھی گئی ہے۔ چونکہ وہ ان امور جو عبارت میں پائے جاتے ہیں تسلیم کرتے ہیں، لہذا ان کو علی سبیل التسلیم جواب دیا گیا کہ باوجود ان امور کے کیونکر عیسی کو یحی پر جن کے ہاتھ پر عیسی نے توبہ کی، فضیلت ہوسکتی ہے اور کیونکر لفظ منجی کا مصداق ہوسکتا ہے۔ ثالث جو درمیان فاصل قرار دیئے گئے تھے فرماتے ہیں کہ:

میں نے اول سے آخر تک دافع البلاء کی عبارت متن اور حاشیہ کو دیکھا۔ ظاہراً عبارت کا

مفہوم وہی پایا جاتا ہے جو عنوان دعوی میں لکھا گیا ہے، گو ہاتھ لگانا اور چھونا حقیقۃً زنا کو ثابت نہیں کرتے مگر مبادی زنا سے تو ضرور ہے۔

شروع میں نصاری اور مسلمانوں کو خطاب کرنا اور دلیل کو ایک فرقہ پر متفرع کرنا تحکّم ہے۔ پس عبارت مذکورہ صاف ظاہر کرتی ہے کہ جناب مرزا جی نے یہ جواب اعتقاداً دونوں فریقوں کو دیا اور مسیح ؑ میں صفات مذکورہ عبارت کا وجود یقینی طور پر مسلّم فرمایا۔

ایک پیغمبر اولی العزم کو ایسی تہمت سے متہم کرنا اور اسلام کا مدعی رہنا ایک ٹیڑھی کھیر ہے

رقیمہ: خلیل احمد خلف مولوی دوست محمد نقشبندی از موضع منگنی چدھڑاں علاقہ تھانہ بھوآنہ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ مورخہ ۶ جولائی ۱۹۱۱ء (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جولائی ۱۹۱۱ء ص ۸)

قادیانی سرور

قادیانی مشن بھی عجیب دل و دماغ رکھتا ہے جس قسم کی مصیبت قادیانی مشن پر اعلی درجہ کی وارد ہوتی ہے اس کا ایک شمہ بھی اگر کسی مخالف پر آئے تو اس قدر خوشی بلکہ کرامت بلکہ معجزہ ظاہر کرتے ہیں کہ گویا جنگ بدر میں فتح حاصل ہوگئی۔ مولانا وحید الزمان حیدرآبادی نے جو تجویز مصالحت بین المسلمین کی پیش کی تھی اس کے متعلق اہل حدیث میں مخالف مضامین نیک نیتی سے نکلے جو ایک معمولی بات ہے اس پر قادیان کا الحکم خوشی کے مارے جامے سے باہر ہو کر لکھتا ہے:

وحید الزمان دکنی کی تجویز اتفاق بین المسلمین پر سب سے پہلے الحکم نے نوٹس لیا تھا۔ اور اس مضر اور خلاف اسلام تجویز پر نفرین کی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب فرقہ اہل حدیث میں اس بیہودہ تجویز کی قلعی کھولی جارہی ہے۔ یہ نتیجہ ہے خدا تعالی کے مامور کی ہتک کا، جو اس نے بخاری کے ترجمے میں خواہ مخواہ کی ہے اور صداقت ہے انّی مھین من اراد اھانتک۔ کی (الحکم ۷۔۱۴ جولائی ۱۹۱۱ء)

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: مولانا وحید الزمان خاں کے مخالف چند مضامین نکلنے سے تو قادیانی معجزہ کا ثبوت ہو، مگر قادیانی مشن اور اس کے بانی کے برخلاف جو تمام دنیا برستی ہے، وہ کس الہام اور کس کی مخالفت کا نتیجہ ہوتا ہے؟ یہی معنی حضرت مسیح ؑ کے قول کے ہیں:

ظالم دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھتا ہے پر اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتا۔

اچھا مولانا وحید الزمان خاں کے برخلاف دو ایک مضامین نکلنے سے تو وہ مرزائی الہام

کی زد میں آ گئے، مگر قادیانی مشن کے رکن رکین خواجہ کمال الدین لاہوری کے برخلاف جو الحکم اور بدر دونوں لکھتے ہیں وہ کس الہام کی زد میں ہیں: آہ کیا کہنے ہیں:

ایں کرامت ولی ما چہ عجب — گر بہ شاشید و گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اگست ۱۹۱۱ء ص ۳)

قادیانی خاتم الخلفاء

قادیانی رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے:

خاتم الانبیاء اور خاتم الخلفاء

اس میں راقم مضمون نے (بزعم خود) آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء اور مرزا قادیانی کو خاتم الخلفاء لکھ کر مقابلہ کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے چند واقعات سے مقابلہ کر کے (بزعم خود) مشابہت ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ہم ان میں سے ایک ایک نقل کر کے مطلع صاف کرتے ہیں۔ پس ناظرین بغور دیکھیں۔ راقم مضمون لکھتا ہے:

جناب خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کے دست مبارک پر کئی نشان ظاہر ہوئے۔ میں ان میں سے بارہ کا انتخاب کرتا ہوں اور بعینہ اسی رنگ میں ان کے بروز جناب مسیح موعود کے ہاتھ پر جو نشان دکھائے گئے، ان کا بھی ذکر کر کے اپنے مسلمان بھائیوں سے سوال کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لاتے ہیں تو پھر خاتم الخلفاء کی بیعت سے کیوں انکار کرتے ہیں۔

❁ خاتم الانبیاء: آپ کو قرآن مجید ایسی جامع فصیح و بلیغ کتاب دی گئی اور دعوی یہ تھا لئن اجتمعت الانس و الجنّ علی ان یّا توا بمثل ھذا القرآن لا یا تون بمثلہ و لو کان بعضھم لبعض ظھیراً (بنی اسرائیل)

❁ خاتم الخلفاء: باوجود ہندی موطن ہونے اور کسی استاد سے باقاعدہ تعلیم علوم رسمیہ نہ پانے کے آپ نے عربی کتابیں بڑی تحدی سے شائع کیں اور عرب وعجم کے فصحاء و بلغاء علماء وفضلاء کو چیلنج کیا کہ ان کی مثل لاؤ انعام پاؤ۔ بلکہ یہاں تک ارشاد کیا کہ جو اعجاز المسیح کا جواب لکھنے پر تیار ہوگا وہ ہلاک ہو جائے گا (یہ پیش گوئی اپنے وقت پر پوری ہو چکی ہے) (مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں یہ بالکل جھوٹ ہے۔ سچے ہو تو تحریری ثبوت دیجئے)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب کی عربیت خصوصاً نظم کی کیفیت دیکھنی ہو تو رسالہ الہامات مرزا دیکھیں۔ جب کبھی آپ نے دعوت مقابلہ دی تو یہ قید ساتھ لگائی کہ اتنے روز میں کتاب لکھ کر چھاپ کر میرے پاس بھیج دیں۔اس قید تحدید پر جب اعتراض ہوا کہ یہ کیوں ہے؟ کیا قرآن مجید کی بابت بھی کوئی زمانہ کی تحدید ہے؟ تو حکیم نورالدین نے رسالہ نورالدین میں اس کا جواب دیا کہ نادان لوگ نہیں سمجھتے ہیں، اصل کے ساتھ فرع کیونکر برابر ہو۔یعنی آنحضرت ﷺ چونکہ اصل متبوع ہیں اور مرزا صاحب تابع، اس سے اگر مرزا صاحب بھی قرآن مجید کی طرح بے قید چیلنج (دعوت مقابلہ) دیں تو پھر دونوں میں فرق نہ رہے گا۔

واہ کیا اچھا فرق ہے مگر آج یہاں نامہ نگار کو اس فرق کا علم نہیں اس لئے مرزا صاحب کے اعجازی قصیدہ مندرجہ اعجاز احمدی کے جواب میں ایک بڑا عربی قصیدہ اہل حدیث میں عرصہ ہوا مرزا صاحب کی زندگی ہی میں چھپا تھا جس کے جواب میں قادیانی مشن خاموش رہا۔

آج مرزا صاحب کی عربیت کا نمونہ بھی دکھانے کو جی چاہتا ہے آپ اسی اعجازی قصیدہ مندرجہ اعجاز احمدی میں لکھتے ہیں:

ااٰخیت ذئبا عائثا او اباالوفاء او اخیت مدا او رء یت امرتسرٌ

اس شعر میں رئیت کا مفعول بہ امرت سر ہے مگر مرزا صاحب نے اس کو مرفوع لکھا ہے کیونکہ مطلع قصیدہ کا مرفوع ہے جو یہ ہے:

ایا ارض مد قدد فاك مدمرٌ وارداك ضليل واغراك موغرٌ

آپ کے اشعار میں اسی قسم کی اور بہت سی غلطیاں ہیں جن کی پوری تنقید رسالہ الہامات مرزا میں کی گئی ہے جس کا جواب آج تک قادیانی مشن سے نہیں ہوسکا۔منہ چڑانے کی بات اور ہے۔آگے چلئے:

- خاتم الانبیاء: سیھزم الجمع و یولّون الد بر کے ذریعہ حضور ﷺ نے اعلان کیا کہ تمام مخالف گروہ شکست یاب اور جو مباہلہ کیلئے آئیں گے ہلاک ہونگے۔
- خاتم الخلفاء: جلسہ مذاہب اعظم میں پھر مختلف موقعوں پر خدا نے اپنے پاک بندے کی نصرت کی کوئی مخالف سامنے نہ آسکا۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

جو مباہلہ کے لئے اٹھا ہلاک ہوا۔ لیکھ رام عبداللہ آتھم ڈوئی چراغ الدین

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

جلسہ مذاہب میں تو نہ کوئی بھاگا، نہ کوئی بھاگنے کی جگہ تھی۔ ہر ایک شخص نے مضمون سنایا ہر ایک کے معتقدین نے اپنے اپنے وکیل کے مضمون کو سراہا۔ مرزا صاحب کے مریدوں نے مرزا صاحب کے مضمون کی تعریف کی۔ ہاں سب سے برتری اور فتح یابی کا دعوی میں کروں تو کر سکتا ہوں کیونکہ میرے مضمون کے متعلق حکیم نورالدین (جو میری تقریر کے وقت میں جلسہ کے پریذیڈنٹ تھے) نے بڑی مسرت کے لہجے میں تعریف کی (ملاحظہ ہو رپورٹ جلسہ مذکور)۔ اور خواجہ کمال الدین نے جو اس جلسہ کے سکرٹری تھے، مجھے خاص طور پر سٹیج سے اترتے ہوئے کہا میں آپ کو اس کامیابی پر مبارکباد کہتا ہے۔

مگر ہم تو ایسی باتیں کرنا شیخی بگھارنا جانتے ہیں۔

ہاں مقابلہ اور بھاگنے کا موقع مباہلہ بیشک ہے۔ سو اس میں راقم مضمون نے جس قدر جھوٹ بولا ہے کبھی نہ بولا ہوگا۔ تمام عمر میں اصلی معنوں میں مرزا صاحب کا مباہلہ صرف صوفی عبدالحق غزنوی امرتسری سے ہوا۔ مگر عبدالحق آج تک زندہ ہے لیکن مرزا صاحب کی بابت چاروں طرف سے، خس کم جہاں پاک کی آواز آرہی ہے۔

ہاں آخر میں سب سے بڑا اور زبردست بردبازی کا مقابلہ خاکسار سے ہوا مگر افسوس کہ مرزا صاحب کی بے وفائی سے لطف نہ آیا۔

مرزائی دوستو! جس وقت تم لوگ میرا نام سنتے یا مجھ کو دیکھتے ہوگے یقیناً اس مقابلہ کا تصور تم لوگوں کو آتا ہوگا کیونکہ اہل منطق کا مسئلہ ہے لا حجر فی التصور (تصور میں روک نہیں ہوسکتی) پھر اس میں تم کو یہ تصور بھی آتا ہوگا کہ کون اس مقابلہ میں پاس ہے اور کون فیل؟ پھر اس کے بعد یقیناً تم لوگ دل کی تسلی کے لئے یہ کہتے ہوگے کہ مرزا صاحب پہلے اس واسطے مرے کہ مولوی صاحب نے مقابلہ منظور نہ کیا تھا۔ میرا مطلب تمہارے اس آخری تصور سے نہیں، بلکہ میں اس تصور سے سوال کرتا ہوں جو میری شکل دیکھتے ہی یا ذکر سنتے ہی تم لوگوں کو آتا ہوگا۔ کیا اس تصور کو خیال میں لا کر بھی تم کہہ سکتے ہو کہ جو مباہلہ کیلئے اٹھا، ہلاک ہوا حالانکہ ایک ایسا شخص زندہ ہے جس کو مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں اشد ترین مخالف لکھا تھا۔ ملاحظہ ہو کتاب حقیقۃ الوحی

مرزائی دوستو! یہ دھوکہ بازیاں اور غلط گوئیاں ایک ایسی قوم کو زیبا نہیں جن کا دعوی ہو کہ

ہم تمام دنیا کی اصلاح کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر تم لوگ بھی کیا کرو۔ مرنے والے کے اس قسم کے دعووں نے تمہیں باندھ رکھا ہے۔ وہ خود بھی تو اسی قسم کے ہوائی قلعے بنایا کرتا تھا۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں میری سچائی کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں۔ دیکھو تریاق القلوب صفحہ ۵۴۔ اسی لئے تم بھی ایک حد تک معذور ہو۔ سچ ہے:

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں   رو بسوئے خانۂ خمّار دارد پیر ما

سنئیے سب سے اول مخالف قدم مولوی محمد حسین بٹالوی کا تھا، جو زندہ ہیں۔ مولوی عبد الجبار غزنوی امرتسری زندہ ہیں۔ پیر مہر علی شاہ گولڑہ زندہ ہیں۔ اور سب سے اشد ترین مخالف ابوالوفا ثناء اللہ زندہ ہے۔ پھر تم اور تمہارا مسیح کس راستی سے کہتا ہے کہ میرے مقابل کسی قدم کو قرار نہیں۔

(اور مرزا صاحب نے تو مقابلے میں آنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ مخالف انہیں للکارتے رہتے اور وہ کان لپیٹ کر پڑے رہتے۔۔ آپ انجام آتھم کے صفحہ اخیر پر بے شک لکھتے ہیں کہ وا ز معنا ان لا نخا طب العلماء بعد هذه التو ضيحا ت و لو سبو نا و هذه منا خا تمة المخا طبا ت۔ یعنی ہم نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس سے بعد علماء سے خطاب نہ کریں گے گو وہ ہم کو گالیاں دیں اور یہ کتاب ہمارے خطابات کا خاتمہ ہے۔ لیکن اسکے بعد آپ نے علماء کو مباحثہ اور مقابلہ کیلئے بلایا ہے چنانچہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار میں لکھتے ہیں:

اگر آپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کیلئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے قریب کسی مقام میں مثلاً بٹالہ یا آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو حلم اور برداشت اور تقوی اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلم ہوں۔ پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے تسلی کر لیں۔ ۱۔ قرآن وحدیث کی رو سے ۲۔ عقل کی رو سے۔ ۳۔ سماوی تائیدات اور خوارق وکرامات کی رو سے۔ کیونکہ خدا نے اپنے کلام میں ماموریں کے پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں۔ پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کر سکا، یا اگر ان تینوں میں صرف ایک یا دو طور سے تسلی کی تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔ لیکن اگر میں نے ایسی تسلی کر دی جس سے وہ ایمان اور حلف کی رو سے انکار نہ کر سکیں اور وزن ثبوت میں ان دلائل کی نظیر پیش نہ کر سکیں تو لازم ہوگا کہ تمام مخالف مولوی اور انکے نادان پیرو خدا تعالی سے ڈریں اور کروڑوں انسانوں کے گناہ کو بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں۔

لیکن مرزا جی نے اس کو عملی طور سے منسوخ کر کے ردی کے صندوق میں ڈال دیا۔ اسی لئے تو ندوۃ العلماء کے جلسہ (منعقدہ امرتسر) کے موقع پر ۸۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مرزا کے نام ۴۲ علماء نے مشترکہ نوٹس دیا تو حضور نے بغیر رسید ڈاکخانہ

کے اف تک نہیں کی۔ وہ نوٹس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی۔ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔ آپ کی تحریر مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے مطابق ہم لوگ آپ سے بحث کرنے کو حاضر ہیں۔ گو اس سے پہلے بارہا آپ کی اصلیت ملک کو معلوم ہو چکی ہے تاہم آپکی حجت پوری کرنیکو اس دفعہ بھی ہم طیار ہیں۔ پس آپ بپابندی شروط مقررہ علم مناظرہ آ کر مباحثہ کریں۔ آپ کے بتلائے ہوئے طرق ثلاثہ ہمیں منظور ہیں تقدیم و تاخیر ان کی ہمارے اختیار ہے۔ پس آپ شنبہ کے روز ۱۱۔ اکتوبر (۱۹۰۲ء) کی شام تک امرتسر پہنچ جائیں تو ہم لوگ بعد اختتام جلسہ ندوۃ العلماء بروز یک شنبہ آپ سے مباحثہ کریں گے جس صاحب کو ہم اپنے مشورہ سے پیش کرینگے اس کا ساختہ پرداختہ منظور کرینگے چونکہ آپ کو مولوی احمد حسن اڈیٹر شحنہ ہند کے نوٹس مورخہ ۲۳ ستمبر اور ضمیمہ ۲۴ ستمبر سے متنبہ ہو چکا ہے اس لئے آپ قلت وقت کا عذر نہیں کر سکتے غالباً آپ کو اپنے خیالات کی اشاعت اور تحقیق حق کا اس سے عمدہ موقع نہ مل سکے گا۔

مرسلہ۔ ابوعبید احمد اللہ امرتسری۔ عبدالجبار غزنوی۔ عبدالرحیم غزنوی۔ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری۔ عبدالعزیز دینانگری۔ نور احمد، عبدالاول غزنوی، عبدالغفور غزنوی۔ ابوزبیر غلام رسول حنفی امرتسری۔ نور احمد لکھوکے۔ عبدالحق غزنوی۔ حکیم عبدالحق امرتسری۔ محمد حسین لکھوکے۔ سید عبدالقیوم حنفی جالندھری۔ عبدالقادر لکھوکی۔ تاج الدین امرتسری۔ عبدالرزاق لکھوکی۔ حافظ غلام صمدانی پشاوری۔ مولوی حکیم محمد عبداللہ پشاور۔ گل محمد بہاری پور ضلع پشاور۔ عبدالعظیم پسروری۔ عبداللہ پسروری۔ قاسم علی نائی والہ۔ محبّ اللہ خراسانی۔ عبدالمجید ہزاروی۔ عبدالودود باریوالہ۔ نیاز اللہ مدرس تقویۃ الاسلام امرت سری، یحیٰ غزنوی۔ محمد غزنوی۔ خلیفہ عبدالرحمٰن امرتسری۔ سید احمد دہلوی۔ غلام محمد تبّتی۔ مصطفیٰ ساکن کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ۔ حافظ محمد عبداللہ غزنوی۔ حبیب اللہ غزنوی۔ عبدالعلی نوشہرہ ضلع بنیر۔ شاہ ابوصالح کانپوری۔ منقول از الہامات مرزا۔ بہاء)

❁ خاتم الانبیاء۔ و اللہ یعصمک من الناس۔ اللہ تجھے لوگوں سے بچائیگا چنانچہ ایسے ملک میں جہاں باوجود پوری شان وشوکت وحصول سلطنت کے حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ شہید ہوئے آپ ﷺ طوائف الملو کی بےکس و بےبس ہونے کی حالت میں جانی دشمنوں کی ضرررسانی سے محفوظ رہے۔

❁ خاتم الخلفاء: خدا نے آپ (مرزا) سے بھی یہی وعدہ فرمایا اور اپنی الہامی عمر کے مطابق طبعی موت سے مظفر ومنصور کامیاب و بامراد فوت ہوئے۔ قتل کے مقدمے بنا کر مخالفوں نے پھانسنا چاہا مگر خدا کی حفاظت ونصرت وتائید آپ کے شامل حال رہی۔

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا جی کی عمر کا الہام بھی عجیب ہے۔ ان کا خدا فرماتا ہے:

اے مرزا میں تجھے اسیّ برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا (تریاق۔ ص ۱۳)

کیا مزے کا الہام ہے تینوں درجہ قائم۔ اسّی (۸۰) یا کچھ کم یا کچھ زیادہ۔ یہی معنی ہیں:

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج   بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

❁ خاتم الانبیاء: انّا نا تی الارض ننقصھا من اطرا فھا۔ ایسے وقت میں پیش گوئی فرمائی جب کہ چاروں طرف سے آپ کی مخالفت ہو رہی تھی۔ آخر خدا نے کفر کی سرزمین کو گھٹا دیا اور یہاں تک گھٹایا کہ بل للّٰہ الامر جمیعا کے مطابق سارے عرب میں اسلام پھیل گیا۔

❁ خاتم الخلفاء: ایک گاؤں میں آپ گمنامی اور خلوت کی زندگی بسر کرتے تھے خدا نے آپ کی زبان پر فرمایا یا تو ن من کل فج عمیق دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ اس کے ثبوت میں اب کوئی قادیان کو دیکھے کہ ۲۵ برس میں امریکہ آسٹریلیا کابل غزنی کشمیر سے لوگ آ رہے ہیں۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ زمین عرب کے اطراف میں اسلام پھیلے گا ایسا کہ سب دشمن یا تو مسلمان ہو جائیں گے یا مغلوب۔ چنانچہ یہ واقع آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں ہو چکا، بلکہ اس کا وعدہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کو بچشم خود یہ حالت ملاحظہ کرائی جائے گی۔ مگر مرزا صاحب کے حق میں یہ کہاں ہوا؟ اور تو جانے دیجئے ابھی تک قادیان میں بھی ایسی حالت پیدا نہیں ہوئی۔ مرزائی مردے تو دفن ہونے سے روکے جاتے ہیں، بنارس کا واقعہ یاد نہیں۔ ہاں جی خوش کرنے کیلئے یہ کہہ دینا آسان ہے کہ تمام دنیا ہماری گرویدہ ہے لیکن کلام صادق وہی ہے واقعات جس کی شہادت دیں

❁ خاتم الانبیاء۔ انّ شا نئک ھو الا بتر۔ آپ کے دشمن مقطوع النسل ہوں گے چنانچہ ان شدید مخالفوں فسادی منکروں کا کوئی نام لیوا نہیں۔

❁ خاتم الخلفاء: آپ کے دشمنوں کا بھی یہی حال ہے خود قادیان میں ایسی مثالیں موجود ہیں اور بہت سی مثالیں باہر مل سکتی ہیں۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہم بتلا چکے ہیں کہ مرزا صاحب کے سخت ترین مخالف کون لوگ تھے۔ مولوی محمد حسین

بٹالوی، مولوی عبدالجبار غزنوی پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور وہ جس کو مرزا صاحب اشد ترین مخالف کیا کرتے تھے بفضلہٖ ان سب کے ہاں اولاد ہے۔

منشی سعد اللہ مرحوم لدھیانوی، مرزا صاحب کے منکروں میں ایک بزرگ تھے۔ مرزا جی نے ان کے حق میں ابتر (بے اولاد) رہنے کی پیش گوئی کی تھی مگر جب خدا نے مرزا کو شرمندہ کیا اوران کے گھر میں محمود بیٹا دیا جو آج تک زندہ لاہور میں نقشہ نویسی پر ملازم ہے، تو مرزا صاحب نے اس کی تاویل کی کہ گو بیٹا تو ہوگیا مگر آگے پوتا نہیں ہوگا۔ لیکن ناظرین اس مرنے والے بھلے بھانس کی باتین سن کر تعجب کریں گے کہ حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی مرحوم مغفور کو بھی ابتر (بے اولاد) لکھا ہو۔ ملاحظہ ہو تتمہ کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۔ حالانکہ حضرت ممدوح کے بیٹے بیٹیاں کے علاوہ اس وقت دو پوتے اور پوتوں کی اولاد نرینہ اور زنانہ ہر طرح کی موجود ہے۔ اور لطف تو یہ ہے کہ خود ہی فرماتے ہیں کہ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں کوئی کام نہیں تتمہ حقیقۃ الوحی۔ اسی کو کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ بولے۔

ہاں یاد آیا مولوی عبدالکریم جو آپکا راسخ مرید اور امام جماعت تھا اسکا کیا حال ہے؟ ابتر تھا یا غیر ابتر۔ ذرہ سوچ سمجھ کر جواب دینا۔ خدا کی شان معجزات ہوں تو ایسے ہوں۔

- خاتم النبیین ۔ فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین۔ آپ نے اعلان کہ ہمارے خلاف کوئی دعا قبول نہ ہوگی و ما دعاء الکافرین الّا فی ضلال
- خاتم الخلفاء: آپ نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ لکھا ہے کہ اگر کوئی دعا کرتے کرتے مر بھی جائے تو میرے خلاف وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب کے مخالف تو جیسے کچھ کامیاب ہیں دنیا کو معلوم ہے۔ ایک ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کو دیکھئے کہ جب سے مرزا کے مخالف ہوئے، ترقی پر ترقی پاتے گئے۔ آخر اس مقابلہ میں کامیاب ہوئے جو ان کی بابت مرزا جی نے شائع کیا ہے کہ میری زندگی میں مرے گا۔ دوسرا مخالف یہ خاکسار ہے جس کی نسبت تو قطعی فیصلہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ میرے سامنے نہ مرے تو میں جھوٹا۔ یہ کس کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ انہی زخمی دلوں کی جن کی بابت کہا گیا ہے

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن　　　اجابت از درحق بہر استقبال مے آید

- خاتم الانبیاء ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کی کنجیاں ہمارے قبضہ میں آئیں گی

گو اب اس کے طواف سے بھی ہمیں روکا جاتا ہے۔

✽ خاتم الخلفاء: آپ نے فرمایا کہ مسجدوں میں جانے سے ہمیں روکا جاتا ہے مگر آخر یہ مسجدیں ہماری ہی ہو جائینگی خدا کے فضل سے اسکے بھی کئی نمونے موجود ہو چکے ہیں

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی تو حضور نے بچشم خود ملاحظہ فرمائی مگر مرزا کی پیش گوئی کا یہ حال ہے کہ بنارس میں مرزائی مردہ بھی دفن نہیں کرنے دیا۔ مسجد بھی کوئی ایسی نہیں ملی جہاں مسلمان نمازی نماز پڑھتے ہوں اور مرزائیوں نے لے لی ہو یا ان کا اس پر قبضہ ہو گیا ہو۔

خاتم الانبیاء: آپ ﷺ نے خسرو پرویز کے مرنے کی خبر دی جسنے آپکا خط پھاڑ ڈالا تھا۔

خاتم الخلفاء: جس نے آپ کی براہین کی ناقدری کی، اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا نواب صدیق حسن کی گرفتاری اس کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہے۔ سید احمد خان، اندرمن، دیانند، کئی لیڈران قوم کے مرنے کی خبر قبل از وفات دی۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

سچے ہو تو ایک ہی لیڈر کے مرنے کی خبر بتلاؤ، ایسی کہ جسے پیش گوئی کہہ سکیں۔ ہاں ایسی تو ہو گی جو مرزا صاحب کا الہام ہے تخرج الصدور الی القبور۔ بڑے بڑے سب قبروں میں چلے جائیں گے۔ مگر ایسی زٹلیات کو پیش گوئی کہنا مرزائی مشن ہی کا کام ہے۔

✽ خاتم الانبیاء: نہروں کا نکالا جانا، خسوف وکسوف رمضان میں یقتل الخنزیر ایک بڑے سؤر (بے غیرت انسان) کا قتل، دجال یاجوج ماجوج کا خروج، کتابوں کا پھیلنا ایک روحانی سواری کا نکلنا

✽ خاتم الخلفاء: تمام نشان آپ (مرزا) ہی کے زمانے میں پورے ہوئے۔

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: سب غلط۔ نہ رمضان میں موعود کسوف خسوف ہوا، نہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جیسا ہوا ایسا پہلے بھی کئی ایک دفعہ ہوا، جسکا مرزا کو بھی اقرار ہے، نہ دجال قتل ہوا، نہ یاجوج ماجوج مرے۔ ذلكم قولكم بافواهكم (یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں)

✽ خاتم الانبیاء: ایک شخص کی نسبت آپ ﷺ نے جہنمی ہونے کی پیش گوئی فرمائی جس نے عمدہ جنگ کی مگر آخر زخموں کی تکلیف سے خودکشی کر لی

✽ خاتم الخلفاء: چراغ جمونی نے پہلے بڑے اخلاص کا اظہار کیا آپ نے الہام شائع

فرمایا نزل بہ جبیر اور یہ کہ آخر وہ ہلاک ہو گا۔ ایسا ہی ہوا۔ پھر عبدالحکیم

مولانا فرماتے ہیں: یہ بھی محض جھوٹ ہے۔ سچے ہو تو حوالہ پیش کرو۔

❁ خاتم الانبیاء: ﷺ کی دعا سے قریب المرگ تندرست ہوئے۔

خاتم الخلفاء:۔ آپ کی دعاؤں سے کئی ایسے مریض جن پر ڈاکٹر موت کا حکم لگا چکے، اچھے ہو گئے۔ نواب محمد علی خان کا لڑکا، میر ناصر نواب کا لڑکا۔

❁ اہالی عرب کی جو حالت تھی وہ امرء القیس کے ایک شعر سے واضح ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ گناہ کو گناہ بھی نہیں سمجھتے تھے

فمِثلِک حبلی قد طرقت و مرضِعٍ

فالھیتھا عن ذی تمائم محولِ

اذا بکی من خلفِھا انصرفت له

بشقٍ و تحتی شِقّھا لم یحوّلِ

آخر اسی سرزمین کے لوگ عباد الرّحمن یمشون علی الارض ھو ناً و اذا خاطبھم الجا ھلون قا لوا سلاماً۔ تا آخر سورۃ کے شان نزول بنے۔

❁ خاتم الخلفاء: کئی ایسے لوگ جو سیہ کاریوں بدکاریوں میں ضرب المثل تھے آپ کی قوت قدسیہ کے ذریعہ پاک باز بنے۔ زندہ نظیریں موجود ہیں اور ایک دنیا ایسے اصحاب کو جانتی ہے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ میرے مرید کتوں اور بھیڑیوں کی طرح اپنے بھائیوں کو کھاتے ہیں۔ دیکھو اشتہار ملحقہ شہادۃ القرآن قوت قدسیہ کی ادنی پہچان جو عام طور پر سب کی سمجھ میں آجائے یہ ہے کہ صاحب قوت قدسیہ جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ اس تعریف کے مطابق ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ قادیان کے اعلی حضرت خود بھی صاحب قوت قدسیہ نہ تھے۔ تو بدیگراں چہ رسد

کیا مرزائی مشن کے خلیفہ صاحب ہم کو اجازت دیں گے کہ ہم بڑے حضرت کی کذب بیانیاں ایک ایک کر کے شائع کریں؟ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اگست۔ ۱۹۱۱ء ص ۱۔۴)

قادیان کا عربی اشتہار

قادیان دارالامان سے ایک بہت بڑا جدید اشتہار عربی زبان میں چھپا ہے جو عرب فارس شام وغیرہ ممالک کے علماء کو بطور تبلیغ بھیجا جائے گا یہ اشتہار دو صفحہ کا ہے مگر اتنا بڑا ہے کہ دو جزء کی کتاب بن سکتی ہے سارے اشتہار کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ملک میں خرابیاں عام ہیں، مسلمانوں کی حالت خراب ہے، کئی ایک لوگ مرتد ہو گئے ہیں، عیسائیوں کا بہت زور ہے حالانکہ حضرت عیسی مر چکے ہیں بعض علماء اسلام خواہ مخواہ عیسائی مذہب کی تائید کرنے کو حضرت عیسی کی حیات کے قائل بنتے ہیں۔

یہ ہے ایک صفحہ کا مضمون۔ دوسرے صفحہ میں امام المہدی لکھا ہے جس میں مرزا صاحب کے کمالات کا اظہار کیا ہے منجملہ کمالات کے یہ بھی لکھا ہے:

و من آیاته ایضاً باهله بعض الناس كالعالم غلام دستگیر القصوری و چراغ الدین الجمونی و میرزا المتصوف وسعد الله اللودیانوی و عبد الرحمن محی الدین الکهوکی و مولوی اسماعیل علی گڈھی و الهی بخش لاهوری مؤلف عصائے موسی و دکتور دوئی مدعی النبوة و صاحب الاتباع الكثيرة و ليكه رام و عبد الله آتهم و غیر هم فكل هؤلاء قد هلكوا و ماتوا بهوان و ذلة فی حیات المسیح الموعود و ذلک فضل الله علی الاسلام حیث اظهره الله و لو کره الکافرون

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اس کا ترجمہ یہ ہے کہ مولوی غلام دستگیر قصوری، چراغ الدین جموی، مرزا المتصوف، منشی سعد اللہ لودہانوی، مولوی عبدالرحمٰن لکھوی، مولوی اسماعیل علی گڈھی، منشی الٰہی بخش لاہوری، ڈاکٹر ڈوئی امریکن، پنڈت لیکھ رام آریہ، پادری عبداللہ آتھم عیسائی وغیرہ نے ہمارے امام مہدی سے مباہلے کئے تو یہ سب لوگ امام مہدی کی زندگی میں مر گئے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اسلام کو ظاہر کیا۔

یہ ہے تمام اشتہار کا خلاصہ جو عرب ایران وغیرہ ممالک میں تو نئی شکل کا ہوگا، مگر ہندوستان میں خصوصاً اہل حدیث کے ناظرین کے سامنے تو روزمرہ کا محاورہ ہے۔ ہم کئی ایک دفعہ

کہہ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے نام تم نے لکھے ہیں ان کے مباہلہ کا ثبوت بھی ذرہ دکھایئے، تا کہ ہم جان سکیں کہ کس نے مباہلہ کیا اور کس رنگ میں کیا اور کیا نتیجہ ہوا؟ افسوس ہے ہمیں تو ان میں سے ایک کا مباہلہ بھی نہیں ملتا۔

کیا کوئی مرزائی ہمیں دکھانے کی ہمت کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں گالیاں دینے کو تو تیار ہیں۔ قادیان والے دیتے دیتے خود تھک جائیں گے تو کسی جیل زادہ کو کھڑا کر دیں گے۔

چونکہ ہندوستان میں سب لوگ ان واقعات کی تحقیق کر چکے ہیں لہذا یہاں تو ان کا منتر چلنے سے رہا اس لئے اب عربستان وغیرہ دور دور ممالک میں تبلیغ کرنے کو چلے ہیں اس لئے ہماری طرف سے بھی اجازت ہے:

اب دام مکر اور کسی جگہ بچھایئے۔ بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ا تا ۸ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۵۔۶)

مسلمانوں کے حق میں مرزائیوں کا فتوی

آج کل مذہبی دنیا میں یہ مسئلہ خاص دلچسپی رکھتا ہے کہ قادیانی، عام مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ اس سوال کی وجہ حکیم نورالدین قادیانی خلیفہ کا ایک فتوی ہے ...جو اہل حدیث میں درج ہوا تھا جس کا مختصر مضمون یہ تھا کہ جو شخص مرزا صاحب کو سچا نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

لاہور میں ایک صاحب خواجہ کمال الدین وکیل، مرزا صاحب کے بڑے راسخ مرید ہیں ۔اسلامی جلسوں میں بھی تقریریں کیا کرتے ہیں، اس لئے ان پر سوال ہوئے کہ آپ اپنا خیال ظاہر کریں کہ آپ بھی اپنے پیر اور خلیفہ کی طرح مسلمانوں کو کافر جانتے ہیں یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں وکیل صاحب نے ایک بڑا لمبا چوڑا اشتہار دیا ہے جس کا خلاصہ مطلب انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا البتہ جو شخص ہم کو یا ہمارے امام (مرزا قادیانی) کو کافر کہتا ہے وہ ایک حدیث کے ماتحت خود کافر ہو جاتا ہے (مرزا نے بھی فرمایا ہے) ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے۔

اس بیان کی ہم بھی تصدیق کرتے ہیں، مگر افسوس کہ واقعات اس کی شہادت نہیں دیتے

اسلئے ہم اس مضمون میں اس بیان پر دو پہلوؤں سے بحث کرینگے۔ ایک اس پہلو سے کہ مرزا اور انکے خلیفہ کا مذہب کیا ہے؟ دوئم، جس حدیث کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے اسکا مطلب کیا ہے

امر اول: یعنی یہ بات کیا واقعی یہی ہے جو خواجہ کمال الدین نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ کے نزدیک وہی لوگ کافر ہیں جو ان کو کافر کہتے ہیں، یا ہر ایک شخص جو مرزا صاحب کا منکر ہے خواہ کافر نہ کہے، وہ بھی کافر ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے ہم مندرجہ ذیل حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

> بہر حال خدا تعالی نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں۔ (بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء)

معیار الاخیار صفحہ ۸ پر لکھا ہے:

> (خدا نے فرمایا ہے) جو شخص پیروی نہ کریگا، تیری بیعت میں داخل نہیں اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا و رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ (بدر ۹ مارچ ۱۹۱۱ء)

یہ ہیں مرزا صاحب کے اپنے اقوال۔ اب سنئے خلیفہ صاحب کے۔ خلیفہ صاحب کا فتوی عام طور پر شائع شدہ ہے جو اخبار بدر ۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں طبع ہوا تھا۔ خلیفہ صاحب نے لکھا تھا آیت لا نفرّق بین احدٍ من رّسله کے معنی میں کسی رسول کا بھی ہم انکار نہیں کرتے۔ اس آیت کے مطابق سب رسولوں اور ماموروں کو ماننا فرض ہے۔ پس جس طرح کسی اور رسول کے انکار سے کافر ہوتا ہے اسی طرح مرزا کے انکار سے کافر ہوتا ہے۔ چنانچہ خلیفہ کے الفاظ یہ ہیں:

> غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی یہی مانتے ہیں اور اس کا دعوی کرتے ہیں لیکن یہاں سے ہی ہمارا اور ان کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں عام ہے خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے ہمارے مخالف مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں اب بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرّق بین احدٍ من رسله لیکن حضرت مسیح موعود (مرزا) کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے
>
> (الحکم ۲۱ فروری ۱۹۰۹ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: کیا یہ عبارت کسی حاشیہ یا شرح کی محتاج ہے؟

ہرگز نہیں، بلکہ صاف مطلب ہے کہ الرسل میں مرزا صاحب بھی شامل ہیں۔ پس جو برتاؤ کسی شخص کو دوسرے نبیوں کے ساتھ انکار کرنے سے کافر خارج از اسلام بناتا ہے، وہی برتاؤ مرزا کے ساتھ کرنے سے بقول خلیفہ صاحب، آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ کیا حضرات انبیاء سابقین کے انکار سے کافر ہوتا ہے؟ یا وہ ان کو کہنے سے کافر ہوتا ہے؟ (خلیفہ صاحب خصوصاً جواب دیں)

بس اسی طرح خلیفہ قادیانی کے نزدیک مرزا صاحب کے صرف انکار کرنے سے آدمی خارج ہو جاتا ہے خواہ ان کو کافر کہے یا کفر سے خاموش رہے، یا ان کے کفر کی نفی کرے۔

اصل بات یہ ہے کہ اس فتوی کو جاری کرتے وقت اس کا انجام نہ سوچا گیا تھا۔ اب جو چاروں طرف سے شور برپا ہوا ہے تو اس میں تاویل کرنے کی سوجھی یہی معنی ہیں

لو ان صدور الفعل یبدو ن للمفتی کا عقابہ لم تلفہ یتندم

(آدمی کو اپنے افعال کا انجام معلوم ہو تو کبھی شرمندہ نہ ہو)

خلیفہ صاحب اور ان کے حواری ہم کو بتلا دیں کہ ۹ مارچ ۱۹۱۱ء کے بدر میں جس آیت (لا نفرق) سے انہوں نے دلیل پکڑی تھی کیا اس کے کچھ اور معنی معلوم ہوئے ہیں یا اس کے مطابق حضرات انبیاء کے منکر بھی اسی صورت میں کافر ہوتے ہیں جب وہ انبیاء پر کفر کا فتوی لگائیں اور بغیر اسکے نہیں۔ کہتے ہوئے کچھ سوچنے کے علاوہ خدا کا خوف بھی دل میں رکھنا (ان کنتم مومنین)

مختصر یہ کہ یہ بات تو کھلی صداقت ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ دونوں متفق ہیں کہ مرزا کا منکر کافر ہے خواہ کتنا ہی نمازی اور روزہ دار بلکہ تہجد گذار ہو۔

امر دوئم: اب ہم امر دوئم پر بحث کرتے ہیں کہ مرزا کے مکفرین (کافر کہنے والے) کافر ہیں یا نہیں۔ اس بحث میں ہم مرزا کے کفر سے بحث نہیں کرتے، بلکہ مانتے ہیں کہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت مسلمان بلکہ پکی مسلمان ہے، تاہم ان کے مکفرین کافر نہیں، جس حدیث کی طرف مرزا صاحب اور ان کے حواری خواجہ کمال الدین نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے:

لا یرمی رجل رجلاً بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک۔ یعنی جو شخص کسی شخص کو کافر کہتا ہے اگر وہ شخص کافر نہیں تو کفر لوٹ کر اسی پر آتا ہے۔

اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے بے سمجھی کے ساتھ یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ چونکہ ہم کافر نہیں اس لئے جن لوگوں نے ہم پر کفر کے فتوے دیئے ہیں وہ خود کافر ہیں۔ مرزا کی زندگی میں بھی یہ بحث اٹھی تھی اور اہل حدیث میں اس حدیث پر مفصل بحث کی گئی تھی۔ ادھر یہ بے سمجھی سے ہٹ

دیکھ کر فریق ثانی بھی بضد ہوئے کہ چونکہ واقعی تم لوگ کافر ہو اسلئے تمہاری تکفیر سے ہم کیا، کوئی بھی کافر نہیں ہوسکتا۔ مگر ہمارے نزدیک یہ سب باتیں حدیث مذکور کے اصل مطلب سے بہت دور ہیں قبل از مطلب بتلانے کے قادیانی مشن سے عموماً اور خلیفہ سے خصوصاً ایک سوال کرتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ کو منافق واجب القتل کہا، حالانکہ حضور ﷺ نے ان کے ایمان کی تصدیق فرمائی، بلکہ اس کو مغفور لہ فرمایا، تو کیا حضرت عمرؓ، حضرت حاطبؓ کو منافق کہنے سے خود ایسے ہوئے؟ حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر جواب دو۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ:

بے نماز کے کفر میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اتباع کے نزدیک تارک الصلوۃ کافر نہیں، مگر امام شافعی، احمد، حافظ ابن قیم، شیخ عبدالقادر جیلانی کے نزدیک تارک الصلوۃ کافر واجب القتل ہے۔ آپ کا مذہب میں نہیں پوچھتا مگر یہ تو بتلائیے کہ جن بزرگوں کے نزدیک تارک الصلوۃ کافر نہیں، جو اس کو کافر کہے، وہ ان بزرگوں کے نزدیک کافر ہے؟ کھلے لفظوں میں سنیئے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کافر ہیں؟ (ہرگز نہیں) حالانکہ آپ کے اصول کے مطابق ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ پس ثابت ہوا کہ حدیث موصوف کا مطلب کچھ اور ہے وہ مطلب ہم سے سنئیے:

ایک تکفیر ہوتی ہے شرعی دلیل سے، ایک ہوتی ہے ضد اور ہٹ دھرمی سے۔ شرعی دلیل خواہ واقع میں صحیح ہو یا غلط۔ پس جو شخص شرعی دلیل سے کسی کو کافر کہے وہ تو اس حدیث کا مصداق نہیں، خواہ واقع میں دلیل مثبت مدعا ہو یا نہ ہو (جیسے حضرت عمرؓ کی دلیل مثبت مدعا نہ تھی فانہ خان اللہ و رسولہ) مگر تکفیر کی نظر کسی دلیل اور شرعی آڑ پر ہو۔ ہاں ضد اور ہٹ دھرمی سے ایسا کرنے والا بے شک کافر ہوگا۔ پس صاف بات ہے کہ جن لوگوں نے مرزا صاحب کی تکفیر کی ہے چونکہ وہ اپنے نزدیک دلیل شرعی رکھ کر کی ہے (تمہارے نزدیک وہ دلیل مثبت مدعا نہیں تو نہ سہی) اسلئے وہ اس حدیث کے مطابق کافر نہیں بلکہ مرزا صاحب اور ان کے اتباع کی نافہمی کی دلیل ہے۔

کیا خلیفہ صاحب اور ان کے حواری ہماری تقریر کا باقاعدہ جواب دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ء۔ مطابق ۲۱۔۲۸ رمضان ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء۔ ص ۱۔۳)

قادیانی نبی اور خلیفہ میں اختلاف

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حضرت مسیح ؑ کا قول ہے تم زمین کے نمک ہو۔ نمک سے کھانوں کا مزہ بنتا ہے لیکن جب نمک ہی بگڑ جائے تو اسے کون سنوارے۔ یہ مثال آج کل قادیانیوں پر صادق ہے۔ حکیم نور الدین خلیفہ قادیان کا قول بدر مورخہ ۱۴۔ اگست ۱۹۱۱ء میں چھپا ہے:

یاجوج ماجوج وہ قومیں ہیں جو کشمیر ایران بخارا کے شمال میں ہیں۔

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ کشمیر ایران بخارا کے شمالی ملکوں میں یاجوج ماجوج رہتے ہیں۔ اب سنئے اعلی حضرت (مرزا) آنجہانی کی۔ آپ فرماتے ہیں:

فان یاجوج ماجوج ھم النصاری من الروس و الاقوام البرطانیه (حمامۃ البشری)۔ یعنی یاجوج ماجوج روسی اور انگریز ہیں۔

اب ان دونوں اقوال متخالفہ کی تطبیق دینا قادیانی مشن کا کام ہے دیکھیں وہ کچھ معقول بات کہتے ہیں یا کسی جبیل زادہ سے گالیاں دلواتے ہیں (اہل حدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۵)

قاضی ظہور قادیانی

حضرت مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

معلوم نہیں قادیانی گروہ کو حضرت روح اللہ (عیسیٰؑ) سے کیا ضد ہے کہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور آپ کی تنقیص کرتے رہتے ہیں۔ خود قادیانی آنجہانی نے تو جو کچھ بے ادبی ضمیمہ انجام آتھم و دافع البلاء وغیرہ کتابوں میں کی ہے وہ انکار رسالت کے قریب قریب ہے لیکن ان کی ذریت میں بھی کم نہیں ہے۔ کبھی تو کوئی امتیوں کو ان پر فضیلت دیتا ہے، اور کبھی کوئی ان کے صاحب شرع ہونے سے انکار کرتا ہے۔ مثلاً مبارک علی سیالکوٹی قادیانی اپنی کتاب، جواب باصواب، کے صفحہ ۷ میں ارقام فرماتے ہیں:

مسیح تو کیا مسیح سے بھی عالی درجت انبیاء آنحضرت ﷺ کے خدام کی منزلت نہیں رکھتے

نیز مبارک علی صاحب فرماتے ہیں:

مسیح تو ایک معمولی انسان ہے اور اس قابل بھی نہیں کہ آنحضرت (ﷺ) کے خدام کی برابری کر سکے۔ (ص ۷)

خاکسار نے اس کے جواب میں اپنی کتاب شہادۃ القرآن باب اول میں بتصریح کتب عقاید لکھا ہے کہ ولی کو نبی پر فضیلت دینی کفر و ضلالت ہے۔

قاضی ظہور الدین اکمل قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ الفرقان صفحہ ۱۵۔۱۶ میں اپنے بھائی کی حمایت کی اور اس کفر و ضلالت پر مصر رہنے کے لئے اس کی پیٹھ ٹھونکی اور باز آنے اور توبہ کرنے کی نصیحت نہیں کی، اور اس پر طرفہ یہ کہ صفحہ ۹۔۱۰ میں حضرت عیسیٰ کے صاحب شرع نبی ہونے سے بھی انکار کر دیا۔ انہوں نے جو کچھ وجوہات بیان کئے ہیں وہ یکے بعد دیگرے مع جوابات حسب ذیل ہیں۔ ناظرین ان وجوہات کو اور انکے جوابات کو دیکھ کر قادیانی علم و ایمان اور قوت استدلال کا اندازہ لگائیں اور انصاف کریں۔

❁ وجہ اول قادیانی۔ اول تو انجیل کے معنی ہی بشارت یا خوش خبری کے ہیں اور مبشرات ہر ایک مامور الٰہی پا نازل ہوتی ہیں اس میں مسیح کو کوئی خصوصیت نہیں۔ (ص ۹)

❁ جواب۔ اول تو آپ نے اپنی دلیل کا مقدمہ اولی ہی ثابت نہیں کیا کہ انجیل کے معنی بشارت کے ہیں اور یوں ہی قادیانی الہام کی طرح بے ثبوت ہانک دیا ہے۔

ثانیاً یہ کہ مقدمہ ثانیہ یہ چاہیے تھا کہ کوئی مبشر صاحب شرع نہیں ہوتا۔ پھر اس کلیہ کو بھی ثابت کرتے اور انکار کی ٹھانتے۔ ودونہ خرط القتاد

ثالثاً یہ کہ جب آپ مقدمہ ثانیہ میں مانتے ہیں کہ مبشرات ہر ایک مامور الٰہی پر نازل ہوتے ہیں تو اصحاب شرائع بھی لفظ، ہر ایک، میں شامل ہیں۔ پس آپ اس دلیل سے عیسیٰ کے صاحب شرع ہونے سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں مقدمات ایجابیہ سے نتیجہ سلبیہ نکالنا قادیانی منطق کا نتیجہ ہے

❁ وجہ دوم قادیانی: ان کا اپنا دعوی بھی صاحب شریعت ہونے کا نہیں جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے بلکہ وہ تو صاف کہہ رہے ہیں۔ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ اس کو پورا کرنے آیا ہوں اور یہ کہ اس کو برقرار رکھونگا۔ کوئی تغیر وتبدل نہ ہوگا (ص ۹)

❁ جواب: واہ جناب! اتنا بھی معلوم نہیں کہ جواب ہمیشہ مخالف کے مسلّمات سے دیا جاتا ہے نہ کہ ان اصول سے جن میں خصم کو کلام ہو جناب آپ خاکسار (ابراہیم سیالکوٹی) کے جواب میں لکھ

رہے ہیں اور خاکسار ان جعلی اناجیل کو ہرگز نہیں مانتا۔ لہذا خاکسار کے نزدیک آپ کی یہ دلیل کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی پہلے ان کتابوں سے الزام جعلی دور کر لیں اور ان کی حقانیت ثابت کر لیں پھر خاکسار کے سامنے ظہور پذیر ہوں۔ خاکسار نے ان کتابوں کی بابت اپنی مختلف تصانیف مثلاً تائید القرآن و اعجاز القرآن میں مدلل بحث کی ہے اور ان کی اندرونی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ یہ کتابیں جعلی ہیں۔

ثانیاً کہ آپ کی پیش کردہ عبارت میں ، پورا کرنے ، کے معنی یہ ہیں کہ میں اس کی پیش گوئی کا مصداق ہوں۔ پس آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوسکتا۔

❁ وجہ سوم قادیانی: خود عیسائی قوم کا عمل درآمد اس بات پر شاہد ہے کہ عیسی صاحب شریعت نبی نہ تھے ورنہ اپنی تمدنی و سیاسی زندگی کے لئے ان کو قوانین وضع کرنے نہ پڑتے (ص ۹)

❁ جواب۔ اول تو اس کا بھی وہی جواب ہے جو اوپر گذر چکا پس عیسائیوں کی کتابوں اور ان کے عمل درآمد سے خاکسار کے برخلاف کوئی امر ثابت نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً یہ کہ عیسائیوں کے پاس اس وقت شریعت عیسوی محفوظ نہ ہونے سے کیسے معلوم ہوا کہ حضرت عیسی کو خدا تعالی ہی سے شریعت نہ ملی تھی۔ مجہول سے علم حاصل کرنا قادیانی کمال ہے

❁ وجہ چہارم قادیانی: و من قبلہ کتاب موسی اماماً و رحمۃً سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے صرف حضرت موسی ہی کی کتاب تھی جو امامت و رحمت یعنی شریعت کہلانے کی مستحق تھی (جس پر کماحقہ عمل کر کے انسان قرب اللہ کے عالی مراتب حاصل کر سکتا ہے) ورنہ اگر قرآن شریف اور توریت کے درمیان کوئی اور کتاب بھی ہوتی یا کوئی نبی صاحب شریعت ہوتا تو اس کتاب کو امام و رحمت کہا جاتا۔ (ص ۹۔۱۰)

❁ جواب: شکر ہے کہ آپ نے استدلال میں آیت تو پیش کی۔ گو مفید مطلب نہیں

صاحب! اول تو یہ بتلایئے کہ آپ نے آیت میں، صرف، اور، ہی، کس لفظ کے معنی کئے ہیں۔ قضیہ ایجابیہ میں بغیر کلمہ حصر، حصر نہیں ہوتا اور نہ ماعدا کا صلب منظور ہوتا ہے۔ بلکہ صرف محض اثبات مذکور ملحوظ ہوتا ہے اور عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ زیادہ سے زیادہ اتنا ہوتا ہے کہ غیر مذکور مسکوت عنہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ پس آپ کی دلیل بن نہ سکی اور من قبل میں اتصال زمانہ بغیر فصل کے ضروری نہیں جیسے آیات ذیل سے واضح ہے:

الم یأتھم نبا الذین من قبلھم (توبہ) اور و ان یکذبوك فقد کذبت قبلھم (حج)

اور یہ جو آپ نے سمجھا کہ صاحب شرع نبی کی کتاب کے ضروری ہے کہ امام کہا جائے اس کی کیا دلیل؟ پس یہ بھی ممنوع ہے کیا قرآن کریم کی نسبت بھی ایسا ہی خیال ہے کہ جب تک اس کی نسبت امام کا لفظ نہ آئے تب تک شریعت نہیں ہوسکتا۔

آیئے ہم آپ کو اس جگہ انجیل کے مذکور نہ ہونے کی وجہ بتلائیں

یہ آیت قرآن شریف میں دو مقام پر ہے۔ اول سورہ ہود میں اور وہ اس طرح ہے:

افمن کا ن علی بینۃٍ من ربه، و یتلوه شا هد منه و من قبله، کتا ب موسی اما ماً و رحمة ، او لئک یو منو ن به (ھود:۱۷) تو کیا وہ شخص جو اپنے رب سے دلیل پر ہو اور پیچھے پیچھے آتا ہے اس کے ایک شاہد اس سے اور پہلے اس سے کتاب ہے موسیٰ کی امام اور رحمت، یہ لوگ ایمان لاتے ہیں ساتھ اس (قرآن) کے

اور دوسری سورۃ احقاف میں ہے۔ اس کے قبل میں یہ آیت بھی ہے:

قل ارأیتم ان کان من عند الله و کفرتم به و شهد شا هد من بنی اسرائیل علی مثله فا من و استکبر تم۔ (احقاف)۔ اے نبی کہدے کہ بتلاؤ اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے ہو اور تم اس سے منکر بنے ہو اور بنی اسرائیل میں ایک شاہد نے اسی طرح کی گواہی دی اور ایمان لے آیا اور تم متکبر ہی رہے (تو تمہارا کیا انجام ہوگا)

ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں شاہد سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام ہیں جو علماء یہود سے تھے اور اسلام لائے تھے۔ ان کے اسلام لانے کو خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کے حق ہونے کی دلیل میں پیش کیا ہے اور اس کے بعد دونوں مقاموں میں کتاب موسیٰ کا ذکر کیا۔ اس لئے کہ عبداللہ بن سلام علمائے توریت میں سے تھے عیسائی نہ تھے پس بدیں وجہ اس موقع پر انجیل کا ذکر نہیں کیا

❀ وجہ پنجم قادیانی: سورہ احقاف کے آخری رکوع میں نفراً من الجن اپنی قوم سے جا کر کہتا ہے انّا سمعنا کتا باً انز ل من بعد موسی ہم نے ایک کتاب سنی جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی۔ پس اگر درمیانی زمانہ میں انجیل شریعت یا مسیح صاحب شریعت ہوتے تو ان کا ذکر ہوتا۔

جواب: اسکے جوابات بھی مثل اوپر کی آیت کے ہیں۔ اول یہ کہ عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ دوم یہ کہ من بعد موسیٰ میں اتصال زمانی ملحوظ نہیں۔ سوم یہ کہ اس میں تو بالکل انجیل کے نزول ہی سے سکوت ہے آپ نے یہی کیوں نہیں کہہ دیا کہ انجیل نازل ہی نہیں ہوئی اور شریعت اور صاحب شریعت کی جعلی قید لگا دی

چہارم۔ یہ کہ وہ جن یہودی تھے عیسائی نہ تھے اس لئے انہوں نے ایسا کیا۔ دیکھئے تفسیر مدارک میں جس کا حوالہ آپ نے بھی اس مضمون کے خاتمہ پر کسی اور مطلب کے لئے دیا ہے، ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے وانما قالوامن بعد موسی لانھم کانوا علی الیھودیۃ کہ ان جنوں نے من بعد موسی صرف اس لئے کہا کہ وہ یہودی تھے۔ اسی طرح تفسیر کشاف اور خازن وغیرہ میں بھی ہے

وجہ ششم قادیانی: یعلمه الکتاب و الحکمة و التوراة و الانجیل (اللہ اسے کتاب و حکمت یعنی توریت وانجیل کی تعلیم دیگا) سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ توریت کی تعلیم مسیح کو دی گئی اور انجیل میں صرف حکمت و دانائی کی باتیں تھیں نہ کہ شریعت

جواب: نہ کہ شریعت، کس لفظ کا ترجمہ ہے اور الحکمۃ کے معنی بالخصوص انجیل ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اور پھر،صرف، کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ صاحب! یہ ترجمہ الہام نہیں کہ قادیان میں اس کی مشین ہو یہ تو عبارات کا ترجمہ ہے جو سب کی نظروں میں ہیں۔ اچھا تو قرآن کریم کو بھی الحکمۃ اور الحکم کہا گیا ہے کیا اس کی نسبت بھی یہی فیصلہ ہے (تف) کیا جس کتاب میں دانائی اور حکمت کی باتیں ہوں اس میں شریعت بیان کرنی منع ہے؟ جناب من! میں پھر آپ کو سناتا ہوں کہ قضیہ ایجابیہ میں محض اثباتِ مذکور ہوتا ہے سلب ماعدا مطلوب نہیں ہوتا۔

قال القادیانی: انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ پڑھو اور غور کرو اگر آنحضرت ﷺ سے پہلے موسی کے سوا کوئی اور نبی بھی صاحب شریعت ہوتا تو اسی کی مثل فرمایا جاتا۔

اقول: اچھا جناب! غور کر لی۔ ہم نے تو آپ کا مطلب یہ سمجھا کہ جو نبی انبیاء سابقین میں سے سب سے قریب ہو اس کی مثل کہنا چاہیے۔ کیوں صاحب! ایسا کیوں ہو؟ سنئیے! مماثلت کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ جس کے حالات اور عہد کو عہد محمدی سے مناسبت ہو اس کا ذکر کیا جائے خواہ قریب ہو خواہ بعید ہو۔ چونکہ آنحضرت ﷺ اور حضرت موسی کی جلالت اور آپ کے حالات اور عہد آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں اس لئے ان کی مثال ذکر کی۔ اور یہ جو آپ مثل مثل پکار رہے ہیں اور قادیانی نے بھی ازالہ میں آنحضرت ﷺ کو مثیل موسی لکھا ہے درست نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ تو سید ولد آدم ہیں۔مثیل کیسے؟ کما سے مشابہت ومماثلت امر ارسال میں منظور ہے نہ کہ مرسلین میں۔

وجہ ہفتم قادیانی: توریت باب استثنا میں جو پیش گوئی ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے تم جیسا ایک نبی مبعوث کرونگا اس سے بھی ظاہر ہے کہ موسی کے بعد صاحب شریعت نبی صرف حضرت محمد ﷺ ہی

تھے ورنہ عیسائیوں کو موقع ملتا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کو خلط ملط کر دیں۔ وہ پہلے ہی سے کہتے ہیں یہ پیش گوئی، المسیح، میں پوری ہوئی مگر ہم انہیں جواب دیا کرتے ہیں کہ وہ صاحب شریعت نبی ہی نہ تھے۔

جواب: اول تو اس کا وہی مذکورہ بالا جواب ہے کہ اہل کتاب کی جعلی کتابیں ہمارے لئے یا ہم پر حجت نہیں۔ ثانیاً یہ کہ اس پیش گوئی میں کہاں مذکور ہے کہ وہ نبی صاحب شریعت بھی ہوگا۔ یہ قادیانی افتراء ہے۔ ہاں آپ نے یہ خوب فرمایا کہ آپ عیسائیوں کو ایسا کہا کرتے ہیں۔ تو کیا آپ کے کہنے سے ہم بھی کہہ دیں؟ سبحان اللہ! یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ کو حضرت عیسیٰؑ کے صاحب شرع ہونے سے انکار صرف عیسائیوں کی ضد سے ہے

لا یجر منکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی (مائدہ۔پ ۶)

قادیانی ساتوں وجوہات مع جوابات ذکر ہو چکیں۔ اب خاکسار کی پیش کردہ دلائل کے متعلق جو کچھ انہوں نے خامہ فرسائی کی ہے اس کو دیکھئے اور قادیانیوں کے علم و کمال کی داد دیجئے

قال القادیانی: اب ان سات وجوہ کو پیش نظر رکھ کر ان آیات قرآنی پر تدبر فرمایئے جن سے عیسیٰ کا صاحب شریعت نبی ہونا نکالا جاتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ:

شرع لکم من الدین ما وصّی به نوحاً و الّذی اوحینا الیک و ما وصینا به ابراهیم و موسی و عیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه

اس کے جواب میں عرض ہے کہ قرآن شریف میں اختلاف نہیں کہ ایک جگہ سے کچھ اور دوسری سے کچھ ثابت ہو۔ یہاں شرع لکم کے معنی مدارک میں بیّن و اظہر لکم لے لکھے ہیں اور پھر یہ بھی کہ اس سے شرائع مراد نہیں۔ چنانچہ لم یرو الشرائع فانها مختلفة پس شریعت مراد لینا غلط ہے۔

جواب الجواب: سب سے پہلے ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اس کتاب شہادۃ الفرقان القادیانی میں قرآن شریف کی بہت سی آیات غلط لکھی ہیں۔ اور یہ اغلاط املاء اور اعراب کی نہیں بلکہ الفاظ کی تفسیر اور کمی بیشی کی ہیں۔ اور یہ صفت خاص اس کتاب کی نہیں بلکہ خود قادیانی آنجہانی کی متعدد تصانیف میں اور دیگر قادیانی رسائل و اخبارات کا بھی یہی حال ہے چنانچہ اکمل صاحب نے اس ایک صفحہ کی تحریر میں دو آیتیں غلط لکھی ہیں لیکن ہم نے ان کو درست کر کے لکھ دیا ہے۔ اس کے بعد ان کی تحریر کا جواب یہ ہے کہ جناب بے شک قرآن شریف میں اختلاف نہیں صرف آپ کی سمجھ میں اختلاف ہے۔ اپنی پیش کردہ ہر ہفت وجوہ کے جواب تو دیکھ لئے اب جو ہمارے دلائل پر آپ نے نقض کیا

ہے اس کا بھی جواب سنیئے ۔شکر ہے کہ آپ نے بھی ایک تفسیر کا حوالہ دیا اب آپ کو اسی تفسیر کی تصریح اور دیگر تفاسیر کی عبارتوں سے ثابت کر دیں گے کہ سب کے سب حضرت عیسیٰ کو صاحب شرع نبی مانتے ہیں ۔ سنیئے صاحب ! آپ نے مدارک کا ادراک ہی نہیں پایا ۔کیا شرع ، کے معنی بیّن کر نے سے آپ کا مطلب ثابت ہو گیا ۔ نہیں صاحب ! قرآن شریف میں ایسے ہی دوسرے موقع پر بیّن کا لفظ ہے اس لئے صاحب مدارک نے شرع کے معنی بیّن کئے ہیں ملاحظہ ہو یرید اللہ لیبین لکم و یهد یکم سنن الذ ین من قبلکم (نساء پ ۵) اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ مدارک میں لم یروا الشرائع ..الخ لکھا ہے اسے بھی آپ نے نہیں سمجھا ۔پوری عبارت یوں ہے :

و المراد اقا مة دین الا سلا م الذی ھو تو حید اللہ و طا عته و ا لا یما ن بر سله و کتبه و بیو م الجزا ء و سا ئر ما یکو ن المر ء با قا متہ مسلماً و لم یر و به الشرا ئع فا نها مختلفة قا ل اللہ تعا لی لکل جعلنا منکم شر عة و منها جا (مدارک ۔سورہ شوریٰ پارہ ۲۵) ۔ اقیموا الدین سے دین اسلام کا قائم کرنا مراد ہے اور وہ یہ کہ ہے کہ خدا کو واحد جاننا اور اس کی اطاعت کرنا اور اس کے رسولوں اور کتابوں پر اور جزا کے دن پر ایمان لانا اور باقی امور جن کے قائم کرنے سے آدمی مسلمان بنتا ہے اور اس سے مراد شرائع نہیں ہیں کیونکہ وہ مختلف رہی ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ۔تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک ایک شریعت اور راہ مقرر کیا ہے ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب مدارک اقامۃ دین کے معنی بتا رہے ہیں کہ ان ان امور کو جن پر انبیاء متفق تھے قائم کیا جائے ۔ باقی رہے احکام عملیہ سو حسب زمانہ ہر رسول کے کچھ کچھ الگ ہوئے ہیں وہ اس جگہ مراد نہیں ہیں بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ جن انبیاء کا اس آیت میں ذکر ہے وہ سب صاحب شرع ہیں اس لئے مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں ان سب انبیاء کو جو اس آیت میں درج ہیں اصحاب شرائع لکھا ہے چنانچہ تفسیر فتح البیان تفسیر خازن اور تفسیر کبیر میں اس کی تصریح موجود ہے

دیگر یہ کہ صاحب مدارک تو خود تصریح کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ صاحب شرع نبی تھے ۔اب آپ کو کیا حق ہے کہ ان کی کسی عبارت سے ان کی تصریح کے برخلاف مطلب نکال سکیں ۔ منطق کے مقابلے میں مفہوم (خواہ غلط ہی ہو) پر اڑنا عام طور پر قادیانی معمول اور اصول ہے ملاحظہ ہو تفسیر مدارک زیر آیت سورہ احزاب و اذا اخذ نا من النبیین میثا قھم .. الآ یة

قال القادیانی: دوسری یہ کہ و لا حل لکم بعض الذی حر م علیکم ،اس کے بہت سے جواب ہیں ..انتہی کلام القادیانی

جواب الجواب ۔حضرات ہم کس بات کا جواب دیں آپ خیال کرتے ہوں گے کہ خاکسار نے عمداً قادیانی بہت سے جواب نقل نہیں کئے ۔نہیں جناب ۔ میں نے ان کی عبارتیں بلاکم کاشت پوری کی پوری نقل کی ہیں اکمل صاحب نے صرف ، بہت سے جواب ، ہی لکھا ہے اور جواب کوئی نہیں دیا۔ اسی طرح خاکسار نے شہادۃ القرآن باب اول ص ۳۴ میں جو دوسری دلیل یعنی آیت سورۃ احزاب و اذا اخذ نا من النبیین میثا قھم ...عیسی کے صاحب شرع نبی ہونے کی بابت لکھی تھی اسکی طرف بھی توجہ نہیں کی اور کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اسکا ذکر تک نہیں کیا شائد اسی لئے جواب دیتے وقت کہا ہے، نکالا جاتا ہے، اور خاکسار کا نام نہیں لیا،تاکہ اس دلیل کے جواب نہ دینے کی سورت میں عذر ہو سکے کہ ہم نے تو ان دلائل کا جواب دیا ہے جو عام طور پر لوگ پیش کیا کرتے ہیں اور اسی لئے ہم نے و لا حل لکم بعض الذی حر م علیکم کا بھی ذکر کر دیا حالانکہ شہادۃ القرآن میں اسے ذکر نہیں کیا گیا۔نہیں صاحب ! آپ شہادۃ القرآن باب اول کا جواب لکھ رہے ہیں اور شروع مضمون میں آپ نے کہا ہے: اسی صفحہ (۳۴) پر آپ (ابراہیم) نے عیسی کو صاحب شرع رسول لکھا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور اسکے بعد آپ نے اپنے ہفت اندام کا خون چھوڑا یا ہے ۔، پس آپ اس عذر سے شہادۃ القرآن سے بھاگ نہیں سکتے ۔

اس کے بعد ہم قرآن شریف کا ایک اور مقام ذکر کرتے ہیں جو انجیل کے شریعت ہونے کو مہر نیم روز کی طرح ثابت کرتا ہے وہ یہ کہ سورہ مائدہ میں توریت کی نسبت فرمایا کہ اس میں ، ہدایت اور نور تھا، ۔اور پھر فرمایا کہ، جو شخص خدا کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے ،، اس کے آگے فرمایا، وہ ظالم ہے،،اس سے ظاہر ہے کہ توریت شریعت تھی اور خدا تعالی اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔اسی طرح توریت کے بعد انجیل کا ذکر کیا اور اسکی نسبت بھی فرمایا کہ اس میں ہدایت اور نور تھا، اور پھر فرمایا، وہ متقین کے لئے موعظت تھی ، ۔اس کے بعد فرمایا و لیحکم اھل الانجیل بما انز ل اللّٰہ فیہ و من لم یحکم بما انز ل اللہ فا ولئک ھم الفا سقون (مائدہ) یعنی ہم نے اہل انجیل کو بھی یہی حکم دیا کہ وہ اس کے مطابق فیصلے کیا کریں جو خدا نے اس (انجیل) میں نازل کیا اور جو کوئی خدا کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہ فاسق ہے۔

دیکھئے توریت اور انجیل کے متعلق ایک جیسی تاکید کی اور وہی لفظ فرمائے۔ اسے موعظت بھی کہا۔ پھر اس کے بعد قرآن کا ذکر کیا اور آنحضرت ﷺ کو حکم کیا کہ جو کچھ خدا نے تیری طرف نازل کیا اس کے مطابق فیصلہ کر۔ پھر اس کے بعد فرمایا لکل جعلنا منکم شرعۃو منھا جاً، یعنی ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے ایک ایک شریعت اور راہ بنائی۔ دیکھئے ہر ایک شریعت کا ترتیب وار ذکر کرنے کے بعد کس طرح فیصلہ کیا۔ اس بیان کے بعد بھی انجیل کے شریعت ہونے کے متعلق کوئی شک رہ سکتا ہے فما ذا بعد الحق الّا الضلال فانی تصرفون۔

خاتمہ پر ہم تفاسیر کے حوالے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قرآن کے چار مقامات پر گیارہ تفاسیر ذیل میں عیسیٰؑ کے صاحب شرع ہونے کی تصریح کی گئی ہے کسی تفسیر میں ایک مقام پر کسی میں زیادہ پر۔ غرض آپ کے صاحب شریعت ہونے پر سب کا اتفاق ہے انکار کسی نے نہیں کیا

پہلی آیت: و لا حلّ لکم بعض الذی حرم علیکم (بقرہ ۔ پ ۳)

۲ ۔ و اذا خذ نا من النبیین میثا قھم و منک و من نوح و ابرا ھیم و موسی و عیسی بن مریم (احزاب)

۳ ۔ شرع لکم من الدین ما و صی بہ نو حاً و الذی او حینا الیک و ما و صینا بہ ابرا ھیم و موسی و عیسی (شوری)

۴ ۔ فا صبر کما صبر او لو العزم من الرسل (احقاف)

تفاسیر کے نام حسب ذیل ہیں۔ معالم۔ خازن، فتح البیان۔ کبیر۔ ابوالسعود۔ بیضاوی۔ سراج منیر۔ جامع البیان۔ رحمانی۔ کمالین۔ و ھذا آخر ما اور د نا ایرا دہ فی ہذہ العجالۃ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۶۔۹)

❁ مولانا میرؒ نے جن اکمل صاحب کے جواب میں درج بالا مضمون لکھا تھا یہ وہی ہیں جن کی نگارشات نظم ونثر قادیانی اخباروں میں دھوم دھام سے شائع ہوا کرتی تھیں، آپ اڈیٹر بدر کے نائب بھی تھے، اور بعد میں مرزا محمود کے رسالے کی مجلس ادارت میں چلے گئے تھے۔ آپ کو علم الاعداد میں بھی دخل تھا اور لوگوں کی وفات کی تاریخیں بھی نکالا کرتے تھے، جیسا کہ لکھتے ہیں: قل یا عیسی انّی متو فّیک و را فعک الیّ سے مرزا کا سال وفات ۱۳۲۶ھ برآمد ہوتا ہے۔

(بدر ۲۰۔ اگست ۱۹۰۸ء ص ۳؛ بدر ۹ جون ۱۹۰۸ء ص ۸)

آپ مرزا صاحب کے درباری شاعر بھی تھے۔ اور آپ کا سلام بحضور امام، یوں منقول ہے

السلام اے عیسیٰ گردوں مقام　　السلام اے مہدی ذی احتشام
السلام اے آدم آخر زماں　　السلام اے عالم معجز بیان
السلام اے باغ احمد کے نہال　　السلام اے ابن مریم کے کمال
السلام اے عشرت ختم الرسل　　السلام اے وارث ہر جز و کل
السلام اے فخر آل مجتبیٰ　　السلام اے افتخار مصطفیٰ
السلام اے نازش قلب بتول　　السلام اے خاص فرزند رسول
السلام اے نوح طوفان ضلال　　السلام اے قدرت آں ذوالجلال
تو وہی ہے مومنوں کا پاک امام　　جس کو پیغمبر نے بھیجا ہے سلام
اے امام اولین و آخرین　　مدح تیری مجھ سے ہو سکتی نہیں

(اخبار بدر قادیان ۱۸۔اکتوبر ۱۹۰۶ء ص ۷)

اور آپ نے ہی وہ نظم لکھی تھی جس کے متعلق سوال کا جواب مرزا ناصر احمد قادیانی خلیفہ ثالث، پاکستان کی قومی اسمبلی میں نہیں دے سکے تھے۔ نقل کفر کفر نباشد، نظم یوں ہے:

امام اپنا عزیزو اس زماں میں　　غلام احمد ہوا دار الاماں میں
غلام احمد ہے عرش رب اکرم　　مکان اس کا ہے گویا لا مکاں میں
غلام احمد رسول اللہ ہے برحق　　شرف پایا ہے نوع انس و جاں میں
غلام احمد مسیحا سے ہے افضل　　بروز مصطفیٰ ہو کر جہان میں
بھلا اس معجزے سے بڑھ کے کیا ہو　　خدا اک قوم کا مارا، جہاں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں　　اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل　　غلام احمد کو دیکھے قادیان میں
خدا سے تو، خدا تجھ سے ہے واللہ　　ترا رتبہ نہیں آتا بیان میں

(اخبار بدر قادیان ۲۵۔اکتوبر ۱۹۰۶ء ص ۱۴)

قاضی اکمل کی ایک اور تحریر ملاحظہ فرمانے سے پہلے مولوی عبداللہ احمدی کی درج ذیل تحریر پڑھیئے جو انہوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی کتاب الہامات مرزا کے جواب میں لکھی تھی۔ عبداللہ احمدی صاحب لکھتے ہیں:

ثناء اللہ کی تحریر پر ایک نظر

ایک دوست نے رسالہ الہامات میرزا پر مجھے متوجہ فرمایا تھا جب میں نے اس کو سرسری نظر سے دیکھا تو میں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ایسی بے جا تحریروں پر ہماری جماعت کے افراد کو متوجہ نہیں ہونا چاہیے اس لئے کہ قرآن کریم و اعرض عن الجا ھلین کا ارشاد صادر ہے (جن لوگوں نے توجہ کی انہوں نے قرآنی حکم کی خلاف ورزی کی۔ بہاء) نیز یہ بھی فرمایا گیا ہے من حسن اسلا م المرء تر کہ ما لا یعنیہ وجہ اس کی یہ ہے کہ مصنف رسالہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مرزا کی پیش گوئیوں کی پڑتال کرنی چاہیے جن سے ان کی روحانی کدورت اور صفائی کا حال کھل جائے۔ بادی النظر میں مصنف رسالہ کا یہ قاعدہ انصاف پر مبنی نظر آتا ہے لیکن پیش گوئیوں پر جرح وقدح کرتے ہوئے وہ اس قاعدہ کو ایسے طریق پر استعمال کرتا ہے کہ اس کے درمیان اور ابوجہل و دیگر کفار کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا بلکہ بعض سفیہانہ اقوال میں کچھ زیادہ ترقی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ اگر حضرت اقدس کی پیش گوئیوں کی جانچ پڑتال قرآن کریم اور منہاج نبوت کو معیار قرار دے کر کرتا تو بہت مناسب ہوتا مگر اس نے سراسر کفار اشرار کی تقلید کی ہے۔

وہ تحریر کرتا ہے کہ آتھم کی پیش گوئی کے متعلق بعض میرزائی متردد ہو گئے اور یہ نہیں سوچتا کہ، آنحضرت ﷺ کے بارہ میں بھی صلح حدیبیہ کے متعلق یہی لغو اعتراض شامل رہتا ہے۔

اسی طرح وہ تحریر کرتا ہے کہ آتھم کا رجوع الی الحق معتبر نہیں۔ اور یہ نہیں جانتا کہ قرآن کریم میں یکتم ایما نہ موجود ہے

وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ رجوع اور ہاویہ میں تضاد کا علاقہ ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ ہاویہ کا مطلق لفظ ہاویہ کا ملہ و ناقصہ پر مشتمل ہے اور شرط رجوع ہاویہ کاملہ سے معلق ہے۔

وہ یہ بھی تحریر کرتا ہے کہ ایک ہی فعل رجوع اور ہاویہ نہیں کہلا سکتا مگر افسوس کہ اس کو لو لا ا لاعتبارا ت لبطل الحکمۃ بھی یاد نہیں رہا۔ کیسی صاف بات ہے کہ جب ایک ہی فعل یا شئے کے دو مختلف پہلو یا حیثیتیں ہوں تو ہر ایک کے اعتبار سے جدا جدا حکم بھی پیدا ہوسکتا ہے آتھم کا خوف و اضطراب بلحاظ مصائب وآوارگی بذاتہ وہ ہاویہ بھی تھا جو کہ شرط سے معلق نہ تھا اور وہی خوف بلحاظ اعتبار صداقت اسلام رجوع الی الحق بھی تھا۔

لیکھ رام کے متعلق بھی اس کی جرح اسی قبیل سے ہے وہ کہتا ہے کہ خارق عادت عذاب کا ہونا لیکھ رام کی زندگی کو مستلزم تھا اور یہ نہیں سمجھتا کہ اگر یہ استلزام صحیح ہے تو بوقت نزول عذاب وہ

مقتول ابھی زندہ ہی تھا۔

غرض کہ اسی قسم کے بے ہودہ ہزلیات سے رسالہ مذکور بھرا ہے جس کے جواب کی طرف متوجہ ہونا ہی بے ہودگی ہے۔

چونکہ رسالہ مذکور کے آخری حصہ میں مصنف رسالہ نے حضرت اقدس کے اعجازی قصیدہ پر نکتہ چینی کی ہے اور وہ نکتہ چینی بھی بعینہ کفار کی طرح کی گئی ہے مگر ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ بوجہ ناواقفی یہ خیال کرلیں کہ اسکے وہ اعتراضات شائد کسی علمی طاقت پر مبنی ہوں لہذا خاکساران اعتراضات کے متعلق چند اشارات عرض کرنا چاہتا ہے تاکہ ناظرین کو پتہ لگ جاوے کہ مولوی فاضل کیا تنگ ظرف اور خام خیال آدمی اور ناقابل خطاب ہے وہ قصیدہ پر تو اعتراض کرتا ہے مگر یہ خیال نہیں کرتا کہ اگر کاتب کے زہول سے کہیں تسمی یا یسمی الحکم لکھا گیا ہے تو ایسے بات کو اعتراض کا تختہ مشق بنانا چہ معنی دارد بھلا جس شخص نے اعجازی رنگ میں صدہا فصیح بلیغ عربی کتابیں دنیا میں شائع کی ہوں تو اس کی طرف ایک ادنی اور خفیف سی غلطی کو منسوب کرنا حماقت اور نادانی ہے اور ایسے ثقات کا تخطیہ صرف جہالت ہے، نہیں بلکہ سخت بے ادبی اور گناہ ہے ..(پھر بعض اعتراضات کے بزعم خود جواب دیئے ہیں)... عبداللہ احمدی ساکن کشمیر شوپین۔ (بدر ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۰)

۞ قاضی اکمل نے (جو اخبار بدر کا نائب اڈیٹر بھی تھا) مذکورہ بالا تحریر کے چار سال بعد ۱۹۱۱ء میں لکھا:

۞ کام تو بہت ہیں، پر کام کرنے والا بھی کوئی ہو:

سب سے پہلے جو خیال میرے دل میں اٹھا وہ یہ تھا کہ ایک ایسی جامع کتاب تالیف ہونی چاہیے جس میں ہمارے عقاید اور طرز عمل کا مفصل و مدلل ذکر ہو۔ اس بارے میں میں نے قوم کے بزرگوں کو بھی گو لیکیے سے خطوط لکھے۔ مگر میری استدعا پر پہلے بہت کم توجہ ہوئی۔ آخر ہمارے شیخ یعقوب علی نے ایسی کتاب کا اشتہار دیا اور یہ فرض یہیں ختم ہوگیا۔

اس کے بعد میر قاسم نے دین الحق لکھا۔ مگر یہ حصہ اول ہے۔ حصہ دوم جو بہت ہی ضروری ہے اور جو اصل غرض ہے اس کا انتظار ہے۔

آخر میں نے ایک کتاب تیار کی جو پانچ سو صفحہ ہے اور اس کا خلاصہ عقائد احمدیہ وسنت احمدیہ میں تیار کیا گیا مگر یہ حضرت امام سلسلہ کے الفاظ میں نہیں بلکہ میری اپنی ذاتی ذمہ داری پر ہے...

پھر جس چیز کو شدت کے ساتھ میں محسوس کر رہا ہوں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ ہیں...سیدنا امیر المومنین ہی اس کے اہل تھے مگر سنت سلف صالحین ہمیں بتاتی ہے کہ کسی امام قوم نے آج تک

پوری تفسیر نہیں کی.. ہاں ہم ممنون ہیں سید محمد سرور کے اور بالخصوص شیخ یعقوب علی کے کہ ان بزرگوں نے اپنی ہمت کے مطابق کچھ کام شروع کیا مگر افسوس نہ شیخ صاحب نے استقلال سے کام لیا نہ قوم نے پوری قدر کی اور اتنے سالوں میں صرف سات پارے طبع ہوئے اور ان میں سے پہلے پاروں کی کتابت و ترجمہ ایسا ہے کہ اس پر اطمینان نہیں مگر اس امر کا اقرار بھی ہے کہ ان کی تفسیر بے نظیر ہے اور تمام احمدی لٹریچر کی جو تفاسیر کے متعلق ہے جامع۔ صرف کسر یہ ہے کہ ترجمہ میں کسی علمی دماغ کی شمولیت ضروری ہے تاکہ ہمیں ذو العرش المجید کا ترجمہ، عرش معظم کا مالک، نظر نہ آئے۔ اور مولوی سرور شاہ کی تفسیر تو پھر آئندہ نسلوں کے لئے ہی مفید ہوگی۔ میرا اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مختصر ہو بلکہ مجھے افسوس ہے کہ اب وہ خاص شرائط کی پابندی میں کھل کر نہیں لکھ سکتے...

۱۹۰۵ء میں جب سے مفتی صادق نے بدر کا چارج لیا..حضرت مرزا اپنے دست مبارک سے تمام الہامات و خوابات ہفتہ کے لکھ بھیجتے پھر آپ پروف پڑھتے پھر پروف درست کر کے دکھایا جاتا اور آپ کا ارشاد، صحیح ہے، پا کر طبع ہوتا۔ لیکن اس سے پہلے کے الہامات جمع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تمام کتابوں بدر الحکم کے فائلوں اور اشتہاروں کا مطالعہ کیا جائے۔..

پھر ایک اور عرض ہے وہ یہ کہ بعض مخالف کتابیں ایسی ہیں کہ وہ اندر ہی اندر اپنا زہر پھیلا رہی ہیں۔ الہامات مرزا، شہادۃ القرآن یہ دو کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی اشاعت بہت ہے اور باہر سے ان کے متعلق خط بھی آتے رہتے ہیں مگر آج تک ان کا جواب ہماری طرف سے شائع نہیں۔ کیا ان کتابوں کا کوئی جواب نہیں؟ ہرگز نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ سستی اور غالباً اعجبتکم کثرتکم۔ یہاں کے رہنے والے کچھ ایسی حالت میں رہتے ہیں کہ وہ محسوس ہی نہیں کر سکتے کہ باہر والوں کو کیا مشکلات ہیں۔ محل کے اندر محبوب کے حضور بیٹھا ہوا کیا جانتا ہے کہ اس محل اور بوستان کے گرد ایک خاردار جنگل ہے اور بلڈاگ کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔

میں نے جیسا شہادۃ القرآن حصہ اول کا جواب لکھا تھا (مولانا میرؒ نے شہادۃ القرآن کے نئے اڈیشن میں اس جواب کی دھجیاں بکھیر دی تھیں۔ بہاء) نے حصہ دوم کا جواب بھی ضرور لکھ دیتا مگر مولوی مبارک علی صاحب نے مجھے کہا میں لکھ رہا ہوں۔ پھر میں یہاں (قادیان) آ گیا۔ اور پھر رہتے رہتے رہ گیا۔ اب انشاءاللہ پھر ارادہ ہے۔... (بدر یکم مارچ ۱۹۱۱ء ص ۴-۵)

قاضی ظہور اکمل کی تحریر سے واضح ہوتا ہے مارچ ۱۹۱۱ء تک الہامات مرزا کا جواب نہیں لکھا جا سکا تھا، اور اگر کسی نے (مثل عبداللہ احمدی وغیرہ) اپنے زعم میں لکھا تو انہیں قادیانیوں کے عوام

اور محققین نے درخور اعتنا اور کافی نہیں سمجھا۔ اور شہادۃ القرآن کا جواب بھی نہیں لکھا جا سکا، اور مولوی مبارک علی جو جہلم والے مباحثہ میں مولانا میر کے مقابل تھے، دعوی کرنے کے باوجود جواب لکھنے سے عاجز رہے۔ بہاء۔

قادیانی خلیفہ سے فیصلہ کن سوال

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۷۔اپریل کے اہل حدیث میں چند سوال خاص بخدمت خلیفہ قادیان کئے تھے خیال تھا کہ جواب ملے گا مگر افسوس نہ خلیفہ بولے نہ انکے آرگن قادیانی اخبارات نے توجہ کی۔ کیوں؟

بے خودی بے سبب نہیں غالب کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اس لئے یقین نہیں کہ ہمارے آج کے سوال کا جواب بھی مل سکے مگر جائے امید خالی نیست

آج ہم جو سوال پیش کرنا چاہتے ہیں وہ کچھ ایسا نہیں کہ اس میں کسی منطقی صغرے کبرے سے کام لینا پڑے بلکہ وہ مضمون بالکل صاف ہے پس خلیفہ اوران کے حواری غور سے سنیں۔

مرزا صاحب کو جو الہام ہوا تھا کہ مسمات محمدی بیگم سے میرا نکاح ہوگا اور ضرور ہوگا، اس پیش گوئی کو حضور نبوی میں رجسٹر کرانے کے لئے آپ نے یہ بھی لکھا تھا کہ:

> اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔
> (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۳)

خلیفہ صاحب! انصاف شرط ہے کہ یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ آسمانی منکوحہ والی پیش گوئی صرف مرزا ہی کی نہیں بلکہ بقول مرزا، خودسرور کائنات فخر موجودات علیہ التحیۃ والصلوۃ کی

بھی ہے کیونکہ حضور ﷺ کا مطلب (بقول مرزا) یہ ہے کہ مسیح موعود کی آسمانی منکوحہ (محمدی بیگم) ضرور نکاح میں آئیگی۔ اب جہاں تک کسی صاحب کی دیانت اور امانت کام دیتی ہے مضمون صاف ہے کہ اس امر کے واقع نہ ہونے سے دونوں پیش گوئیوں پر زد پڑتی ہے۔ پس مہربانی کر کے اس کا جواب عنایت کریں کہ کیا صورت اختیار کی جائے کہ دونوں (مرزا صاحب، اور بقول مرزا، آنحضرت ﷺ) تکذیب سے بچ جائیں

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر　　　بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

ایسے متین سوال کے جواب میں بھی مثل سابق کسی جیل زادے سے گالیاں دلوانے پر قناعت کی تو قادیانی مشن کی حقیقت اہل دانش پر اور بھی واضح ہو جائے گی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۲-۳)

قادیانی مشن سے فیصلہ کن سوال

اگرچہ قادیانی مشن کے بانی مرزا صاحب آنجہانی نے اپنے صدق و کذب کا آخری معیار یہ قرار دیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں مرے تو میں سچا ورنہ جھوٹا، جسکا فیصلہ بھی عرصہ ہوا ہو چکا مگر چونکہ ان کی امت نے اس فیصلہ کو نہ مانا بلکہ اس میں خواہ مخواہ کے روڑے اٹکائے اس لئے آج ہم ایک اور طرح سے ایک سوال ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ گو ہمیں امید نہیں کہ وہ اس سوال کا جواب دیں کیونکہ آج سے پیشتر ایسا ہی ہوا کہ بڑی معقولیت سے ۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء کو چند سوال بخدمت خلیفہ قادیانی پیش کئے گئے مگر کوئی جواب نہ آیا۔ بہرحال ہمارا جو فرض ہے ادا کرتے ہیں، ان کا وہ جانیں۔

قادیانی مشن کا دعوی ہے کہ مرزا صاحب شریعت محمدیہ میں کوئی نیا حکم لے کر نہیں آئے بلکہ اسی قرآن و حدیث کی تبلیغ کرنے آئے ہیں جو پہلے سے شائع ہے دیگر علماء مبلغین میں اور ان میں فرق صرف یہ ہے علماء براہ راست خدا سے علم حاصل نہیں کر سکتے مرزا صاحب چونکہ براہ راست خدا سے علم حاصل کرتے تھے اسلئے مرزا صاحب اگر کسی آیت کے معنی یا تفسیر علماء کے خلاف کریں تو لامحالہ مرزا صاحب کی تفسیر کو دوسرے علماء پر ترجیح ہوگی۔ اس قاعدے کے مطابق ہم ایک دو مثالیں مرزا صاحب کے فہم کی بیان کرتے ہیں یعنی ایک آیت قرآنی کی تفسیر دوسری حدیث کی تشریح۔

آیت قرآن مع تفسیر کے مرزا صاحب کی عبارت میں یہ ہے:

هو الّذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه ۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا (براہین۔ ج ۴ ص ۴۹۸)

مولانا ثناءاللہ فرماتے ہیں: اس عبارت میں مرزا صاحب نے گویا (بلکہ یقیناً) آیت کریمہ هو الذی..کی تفسیر فرمائی ہے جو یقیناً ان کے منصب تبلیغ کے لحاظ سے قابل قبول ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کی تفسیر کو چند حصوں میں تقسیم کر کے قادیانی مشن سے پوچھیں کہ ان میں سے کون سا حصہ آپ لوگوں کو نامنظور ہے۔ پس غور سے سنئے:

الف۔ حضرت مسیح زندہ ہیں۔ ب۔ دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ ج۔ حضرت مسیح موعود جب دوبارہ آویں گے تو سیاست ملکی یعنی حکومت کے ساتھ تشریف لاویں گے۔ د۔ انکے زمانہ میں دین اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے گا۔

یہ سب مضامین (حسب تفسیر مرزا صاحب) دراصل آیت قرآنی میں مضمر ہیں تو ان سب نتائج کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ عالی جناب اعلیٰ حضرت فضیلت مآب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی مسیحیت موعودہ میں (بے ادبی معاف) غلطی پر تھے۔

خیر یہ تو ہوئی آیت کی تفسیر۔ اب سنئے حدیث کی تشریح

حدیث شریف میں حضرت مسیح موعود کی بابت یہ الفاظ بھی آئے ہیں یتزوج و یولد له یعنی مسیح موعود نکاح کرے گا اور اس کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوگی۔ جناب موصوف نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ فلاں لڑکی میرے نکاح میں آئے گی بلکہ فرمایا تھا کہ اس لڑکی سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے ۔اسلئے قادیانی مناظرہ کی اصطلاح میں اسے آسمانی نکاح یا منکوحہ آسمانی کہتے ہیں۔ مرزا صاحب اس پیشگوئی کی تصدیق اور حدیث موصوف کی تشریح ان لفظوں میں کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی .... ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (انجام آتھم ضمیمہ ص ۵۳)

مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا صاحب کی اس تشریح سے جو ثابت ہوا اس کو بھی ہم الگ الگ بیان کئے دیتے ہیں۔

الف۔ مسیح موعود کا اعجازی نکاح ہوگا۔

ب۔ مرزا صاحب کی مسیحیت کی علامت آسمانی نکاح کا تحقق ہے

کیا ان دونوں حصوں کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ مرزا بحکم حدیث مذکور مسیح موعود نہ تھے کیونکہ وہ ساری عمر اس نکاح کی کوشش میں رہے آخر بصد حسرت یہ کہتے ہوئے اس دنیا سے تشریف لے گئے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا   ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

کیا قادیانی خلیفہ صاحب یا ان کی ذریت معقولیت سے علمی طور پر ہمارے سوالات سابقہ اور حال کا جواب دے گی یا کسی جیل زادے کو گالیاں دینے پر مامور فرمادیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۱۔۲)

(مرزا صاحب کے امام الصلوۃ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کا کہنا ہے:

حضرت کی اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے جو ایک نکاح کے متعلق ہے اور جس کا ایک حصہ خدا کے فضل سے پورا ہو چکا ہے اور دوسرا دور نہیں کہ خدا کے بندوں کو خوش کرے حضرت بیوی صاحبہ مکرمہ نے بار بار رو کر دعائیں کی ہیں اور بار ہا خدا تعالی کی قسم کھا کر کہا ہے کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے مگر صدق دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے منہ کی باتیں پوری ہوں اور ان سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور جھوٹ کا زوال و ابطال ہو۔ایک روز دعا مانگ رہی تھیں حضرت نے پوچھا آپ کیا دعا مانگتی ہیں آپ نے بات سنائی کہ یہ مانگ رہی ہوں حضرت نے فرمایا سوت کا آنا تمھیں کیونکر پسند ہے آپ نے فرمایا کچھ ہی کیوں نہ ہو مجھے اس کا پاس ہے کہ آپکے منہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہو جائیں خواہ میں ہلاک ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔ الحکم ۱۹۰۰ء ۱۷ جنوری۔ ص ۹)

متفرقات

تحریک ختم نبوت حصہ اول پر تبصرہ

(مولانا عبدالمعید مدنی اڈیٹر ماہنامہ الاحسان نئی دہلی)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین ''تاریخ اہل حدیث'' اور ''تحریک ختم نبوت'' کے سلسلوں کے

ذریعے علمی حلقوں میں کافی متعارف ہیں۔ اور برصغیر ہی نہیں اہل حدیث دنیا کا اردوداں اور علماء کا باشعور طبقہ انھیں اچھی طرح جانتا ہے۔ میں انھیں ۱۹۸۰ء سے جانتا ہوں اوران کی تحریریں میری نظر سے گذرتی رہی ہیں۔ تحریری حوالوں سے ڈاکٹر صاحب کے ارمغان تحیت وسلام سے ہم کئی برسوں سے شادکام ہوتے رہے ہیں۔ آج اس کی سعادت مل رہی ہے کہ ''تحریک ختم نبوت'' کی پہلی جلد پر تبصرہ لکھوں۔

''تحریک ختم نبوت'' کا سلسلہ ۱۹۹۱ء سے ۲۰۱۲ء کے بائیس سال کے وقفے پر اب تک ۱۲ویں جلد پر پہنچ چکا ہے یہ سلسلہ ابھی چلے گا۔ جلد ۱۱ پاکستان میں چھپ چکی ہے جیسا کہ مجھ بتلایا گیا ہے ڈاکٹر صاحب کی تاریخی تحریروں کی کئی خوبیاں ہیں۔

☆ ان کی تاریخی تحریریں دستاویزی ہوتی ہیں حوالوں اور مصادر واقتباسات سے مدلول ومحقق

☆ حشو وزوائد سے پاک ہوتی ہیں۔

☆ اہل حدیث علماء اور کل جماعت کے شاندار کارناموں کی جو تاریخی کڑیاں ٹوٹ چکی تھیں یا بھلائی جاچکی تھی، انھیں ڈاکٹر صاحب جوڑتے ہیں اور اپنی بے پناہ محنت سے ان کا کھوج لگاتے ہیں اور انھیں جماعت کی خدمت میں نذر کرتے ہیں۔

☆ اپنے اور دیگر حلقوں کی دینی وملی خدمات کو تولتے ہیں اوران کے کیف وکم کو واضح کرتے ہیں اور علماء اہلحدیث اور جماعت اہلحدیث کی خوبیوں کو نمایاں کرتے ہیں۔

☆ پروپیگنڈے، غلو اور مسلسل فریب کی جو ناروا کوششیں ۷۰ سالوں سے جاری ہیں اورڈی گروپ کی جس طرح ملت اسلامیہ ہند کی مساعی اور جہود کو ہتھیانے کی ناروا کوششیں جاری ہیں حق بحق دار رسید کے تحت ان کا ریکارڈ بھی درست کرتے ہیں۔

☆ تاریخ وافکار جہود وخدمات کے ساتھ تاریخ رجال واعلام کو بھی زیرقلم لاتے ہیں اور رجال کے درمیان بھی بسااوقات موازنہ کرکے اصالت وانتحال کو واضح کرتے ہیں۔

☆ دستاویزی تحریر کے لئے زمانی تربیت زیادہ موزوں ہے ہوتی ہے۔ ابواب وفصول کی ساخت وترتیب اس کے لئے موزوں نہیں ہے۔

☆ دستاویزی تحریر کے لئے حضرت، علامہ، مولانا وغیرہ وغیرہ القاب وآداب بھی موزوں نہیں ہوتے۔ ایسی تحریریں تکلفات اور تصنعات سے پاک ہوتی ہیں۔

☆ ڈاکٹر صاحب کی یہ دستاویزی تحریریں اتنی رچ ہوتی ہیں کہ سلیقہ مند قلم آگے

چل کر انھیں حسن ترتیب وتالیف کا حریری لباس پہنالیں گے۔اورزمانہ کے حسب ذوق انھیں ڈھال لیں گے۔ان کی حیثیت مصادر کی ہے۔

☆ڈاکٹر صاحب کا اسلوب علمی اوراقناعی ہے جذباتیت اورعاطفیت سے بالا۔

ڈاکٹر صاحب اپنا مدعا مدلل واضح اور صاف الفاظ میں پیش کرتے ہیں ۔ان کی تحریر میں نہ اینچ پیچ ہے نہ ابہام یا تاویلات باردہ۔ نہ زبردستی کا استنتاج ۔نہ تاریخ کو افسانہ بنانے کی خواہش۔حقائق تاریخیہ کواسی طرح پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ وہ ہیں ۔مسلکی تاریخ نویسی کا افسانوی طریقہ برصغیر میں ڈی گروپ کو ملا ہے جسے اس پر بڑا ناز ہے۔

تحریک ختم نبوت کے اس دستاویزی سلسلے کی پہلی جلد زیر نظر ہے۔۳۸۲ صفحات کے اس حصہ اول میں ۹۱ مراجع سے استفادہ کیا گیا ہےاور۲۳ عناوین کے تحت حقائق رقم کئے گئے ہیں اور۱۳ شخصیات کی سوانح حیات دی گئی ہے۔سب سے پہلے جاندار پیش لفظ برصغیر کے معروف ومقبول قلمکارمولانا محمداسحاق بھٹی حفظہ اللہ کا ہے۔اس میں انہوں نے اس تاریخی حقیقت کوسراہا ہے جسے ڈاکٹر صاحب نے کتاب میں رقم کیا ہے کہ مرزا غلام احمد یاغلام برطانیہ کی گمراہیوں کا سب سے پہلے نوٹس مولانا محمدحسین بٹالویؒ نے لیااورپھر اس کی تردیداساطین علماء اہل حدیث نے کی اس سلسلے میں علامہ بھٹی نے کہا کہ ۸ باتوں کوملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

بات یہ ہے کہ ڈی گروپ نے برصغیر میں سب کچھ لے لینے،سب پر قبضہ جما لینے اورسب کچھ اپنے استحقاقات میں داخل کرلینے کا روگ پال لیا ہے، چاہے انھیں جھوٹ بولنا پڑے یافریب دینا پڑے۔اس کے لئے کارثواب ہی نہیں افضل کام ہے۔ان کے اسی افضل کام میں یہ بھی داخل ہے کہ ختم نبوت کی ردا چھیننے والوں کا تعاقب کرنے والوں میں خودکوسب سے آگے بتاتے ہیں ۔چلو مان لیا تقدم کا شوق پورا ہوجائے لیکن اس سے آگے یہ ظلم کرتے ہیں خودکوسب کچھ مانتے ہیں اورختم نبوت کے قزاقوں کا ناطقہ تنگ کرنے والے اورانھیں گھیرنے والے ہراول دستے میں کیڑے نکال کر انھیں ڈسکارڈ Discard کرتے ہیں ۔مولانا بٹالویؒ ،سیدالسادات دہلویؒ اورمولانا امرتسریؒ کو متہم کرکے انھیں قادیانیت کا ہمنوا دکھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اورآج کے فنکار

اورافسانہ سازتوایسی تحریریں پیش کررہے ہیں اورتحریک ختم نبوت کا ایسا جلوہ باندھتے ہیں کہ جیسے مرزا صاحب کو زندہ کرکے ابھی کہلوادیں گے کہ دیکھو علماء اہل حدیث ہمارے ساتھ تھے۔صرف آج کے ڈی گروپ کی تحریک ختم نبوت کے فن کاروں سے ہی اس کا وجود خطرے میں تھا اور یہ شکم مادر میں بھی ہمیں کوستے رہتے تھے، گالی دیتے رہتے تھے اور ہمارے کفر کا فتوی دے رہے تھے۔ یہ گروپ ہر شئے میں سیاست کاری کرتا ہے اورآج اس کا ہرفرد سیاست کار ہے۔مشکل یہ ہے کہ ہماری جماعت کے کانگریسی علماء بھی ڈی گروپ کی فن کاروں کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اوران کے تقدس اورمقدسات کے قائل نظر آتے ہیں جبکہ ایسی کوئی شے ان کے ہاں نہیں ہے۔نہ تقوی، نہ علم، نہ امانت، نہ سچائی، نہ جھو دمخلصہ۔محض ہر شئے میں ڈھونگ اورافسانہ۔فقط پیری کا شوق اور بڑا بننے کی خواہش، تعلیٰ، عجب اور بڑبولہ پن، اورتمام کائنات اوردنیا میں سب سے بڑا بننے کی للک اور جیب و پیٹ بھرنے کا عمل۔

ڈاکٹر صاحب نے تاریخی ریکارڈ کی تصحیح کی ہے اورتاریخی حوالوں سے بتایا ہے کہ ۱۸۹۱ء سے مرزا کی موت، مثیل مسیحیت اورنبوت کے ادعا سے لے کراسے فنا کے گھاٹ اتارنے تک اہل حدیث علماء اس کے تعاقب میں لگے رہے۔ پہلے علامہ بٹالوی ؒ اور پھر علامہ امرتسری ؒ،مرزا کے تارپوربکھیرتے رہتے رہے،اوراس کے ہرفریب کی حقیقت کھولتے رہے اوراسے رسوا کرتے رہے، اوروہ انھیں، میاں صاحب ؒ کومولانا امرتسری ؒ کو غزنوی علماء ؒ کواور دیگرلوگوں کو گالی دیتا رہا۔ دھمکیاں دیتا رہا۔مباہلہ اورمباحثہ کی دعوت دیتا رہا۔اس کی عیاریوں کا ان پرکاہے کواثر ہوتا۔ وہ اس کی ہرچال کو ناکام بناتے رہے اوراس کے گھر پہنچ کر مباحثے اورمباہلے کے لئے چیلنج دیتے رہے اوروہ بھاگتا رہا۔ آخرزچ ہوکراس نے مولانا امرتسری ؒ کے ساتھ آخری فیصلے کا اشتہار شائع کیا اور ۱۹۰۸ء میں رسواکن حالت میں مرگیا۔

۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد نے کھل کر اپنی فریب کاریوں کا مظاہرہ کیا۔مثیل مسیح اورمسیح موعود ہونے کا دعوی کیا۔مرزاجی دراصل استعماری سازش کا شاخسانہ تھے۔استعمار نے اپنی ساری اشتہاری فریب کاری اور عیارانہ سیاست اسے سکھلادی تھی اور اپنا میکاویلی فلسفہ یا چانکیائی فلسفہ بتادیا تھا کہ مقصد حاصل کرنے کے لئے سب جائز ہے اور

ہر طریقہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اوراستعمار نے نوردین، کمال الدین ،محمد علی، احسن امروہی اور دیگر کو دجال قادیان کے ساتھ لگادیا تھا۔ یہی ٹولہ برصغیر کے مسلمانوں کو استعمار کے قدموں میں ڈالنے کیلئے امت کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا اور ہر دم شگوفہ چھوڑتا رہتا تھا۔ اور منصوبہ بندی کے مطابق علماء کے منہ آتا رہتا تھا اور بلاوجہ اساطین علماء کرام کو چیلنج دیتا رہتا، انھیں گالی دیتا اور شیطانی تاویلات کرتا۔رات دن یہ ٹولہ آوارہ فکری پھیلاتا مکروفریب کے جال بنتا اور خبط الحواس مرزا غلام احمد کو پروپوز کرتا ہے اوراسکے دل ودماغ میں خرافات بھرتا، جوادعاء الہام اوراشتہار کی شکل میں ظاہر ہوتے۔

دفاع اسلام اورالہام سے ہوتے ہوتے یہ ٹولہ فتح الاسلام میں مسیحیت اور پھر توضیح المرام میں نبوت تک پہنچا اورادعاءات کے پورے مراحل میں اس نے بے شمار بہروپ بھرے اوراب ان کی ذریت کا بہروپ جاری ہے۔

۱۸۹۱ء میں دین کی سرحد پار کرکے یہ ٹولہ کفر کے دائرے میں داخل ہوا، اوراس کے بت اکبر مرزا غلام احمد نے فتح اسلام لکھ کر استعمار کا مذہب مکروفریب کلی طور پر اختیار کرلیا۔ یہ رسالہ ابھی امرتسر میں مطبع ریاض ہند میں چھپ رہا تھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کا امرتسر آنا ہوا، انھیں اس رسالے کے متعلق پتہ لگا ۔مولانا نے اس کا پروف منگوا کر دیکھا اور پڑھوا کر سنا ،اورمرزا غلام احمد کوفورا خط لکھ کراس کی تصدیق چاہی۔ اس نے فوراً جواب دیا کہ مسیح اور مثل مسیح ہونے کا اس کا دعوی صحیح ہے۔

اس اعتراف کے بعد مولانا بٹالویؒ اس کے پیچھے پڑجاتے ہیں اوراس کے کذب کا پردہ چاک کرتے ہیں ۔اورپورے ملک میں اپنے خطوط، پرچے ،اشتہارات اورتقاریر کے ذریعے اسے ننگا کرتے ہیں۔ اسے لدھیانہ میں ۱۲دنوں تک اپنے مباحثے کے ذریعے زچ کیا، اور وہ جان بچاکر بھاگا، دہلی تک اس کا پیچھا کیا اوروہاں سے رسوا ہوکر بھاگا،اسے لاہور سیالکوٹ پٹیالہ جالندھر جہاں گیا رسوا کیا اوروہ رسوا ہوکر بھاگتا رہا

مرزا غلام احمد کوشکست اور ہزیمت کی پروانہ تھی۔ جھوٹے کو فتح وشکست سے کیا لینا دینا ،اورجھوٹے کوشرم وحیاء کہاں ہوتی ہے۔ دراصل استعمار کے منصوبے کے مطابق مسلمانوں کولڑانے اورگمراہ کرنے کا اس نے بیڑا اٹھارکھا تھا۔ مناظرہ، مباحثہ اورمباہلہ کا چیلنج دے کرشہرت چاہتا تھا اورلوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے

مباحثہ، مناظرہ اور مباہلہ کا اشتہار دیتا رہتا تھا۔ادعاءات، الہامات اور پیشگوئیاں اس سے ایسے صادر ہوتی تھیں جیسے ریاح کے مریض سے ریاح خارج ہوتی ہے۔ اسے اشتہاراتی چیلنج دینے اوراشتہاراتی جھوٹ بولنے اور بات بنانے کا شوق تھا اوراس پورے عمل سے وہ عوام میں ساکھ جمانا چاہتا تھا۔مگراس کی ساری عیاریاں اورچالاکیاں ایک نہ چلتی تھیں۔ ہرمحاذ پرمولانا بٹالویؒ اسے زچ کردیتے تھے۔ایک سال اس بحث ومباحثے میں بیت گیا، پھر۱۸۹۲ میں مولانا بٹالویؒ نے اس کے خلاف پہلا ملک گیرتکفیری فتوی تیار کیا اورسیدالسادات میاں صاحب دہلویؒ سے تفصیلی جواب حاصل کیا اورملک کے دوسوعلماء سے اس کی تکفیر پرمہرتصدیق ثبت کروایا اور پورے برصغیر کا دورہ کر کے تمام مسلمانوں کواستعمار کی اس کفریہ کاشت سے آگاہ کیا اوراس کیلئے ہرطرح کی قربانی دی۔

مولانا بٹالویؒ کے ساتھ سیدالسادات میاں صاحبؒ،مولانا محمد بشیرسہسوانیؒ ، مولانا اسماعیل علی گڑھیؒ ،مولانا عبدالحکیم کلانوریؒ،مولانا قاضی سلیمان منصورپوریؒ وغیرہم نے اس کی تردید کی،غزنوی علماء نے اس سے مباہلہ کیا۔مرزا غلام احمد نے جب آسمانی نشانی طلب کی اور بڑہانکی تواس کے چیلنج کولکھوی عالم نے اس طرح قبول کیا کہ وہ پہلے آسمانی نشانی دکھلائے تووہ بھی نشانیاں دکھلائیں گے،لیکن مرزا نے تمویہ وتاویل کے ذریعہ جان بخشی حاصل کی۔مولانا بٹالویؒ نے اسے اس مسئلے پر مات دی۔ اس نے ۱۸۹۲ء میں برطانوی استعمار کے متعلق ایک بڑہانکی، حکومت برطانیہ تاہشت سال بعدازاں آثار ضعف واختلال۔مولانا بٹالویؒ کومرزا کے کسی مرید سے اس بڑکی خبرلگ گئی۔ غلام برطانیہ کی اس بڑکے حوالے سے اشاعۃ السنۃ نے خوب کھنچائی کی۔وہ بلبلا اٹھا۔آقا کا ڈراس کے اوپر طاری ہوگیا۔خوب گڑگڑایا اوراس بڑسے دامن جھاڑلیا۔ادعائے نبوت کے دورمیں اس خبطی کومحمدی بیگم کا آزار مارے ڈال رہا تھا۔اس سال اس کی تصوراتی آسمانی منکوحہ کی شادی ہوگئی۔ پھرکیا تھااس کے ہذیان کی بدبو پھیلنے لگی۔آخریہ غم سینے سے لگائے واصل جہنم ہوگیا اورمحمدی بیگم سے اس کی شادی نہ ہوسکی۔اس کی التجائیں، ترغیبات،تحذیرات، الہامات،منامات سب بیکار ہوگئے اورمرزا جھوٹا ثابت ہوا۔مولانا بٹالویؒ نے محمدی بیگم کے حوالے سے مرزا کی رسوائیوں اور ذلتوں کوخوب اچھالا اوراس کے اکاذیب سے لوگوں کوآگاہ کیا اورمرزا اپنی تمام تر بے شرمی کے باوجودمولانا بٹالویؒ

کی تردیدی تحریروں سے اندر اندر خوب سنگسار ہوتا رہا۔ مولانا بٹالویؒ کے تعاقب سے تنگ آکر دسمبر ۱۸۹۲ء میں اس نے ان کے خلاف انذار وتخویف بھرا خط لکھا، مگر انہوں نے اسے ایسی ڈانٹ پلائی کہ اس کی محمدی بیگم کے متعلق سٹی گم ہوگئی۔

مرزا نے اپنے ہذیانات کو کئی ہزار الہام اور پیشگوئی قرار دیا۔ علامہ بٹالویؒ نے اسے صرف تین پیش گوئی کو سچا ثابت کرنے کا چیلنج دیا مگر اسے جرأت نہ ہوئی اور چپ سادھ کر بیٹھ رہا۔ ۱۸۹۳ء میں آتھم عیسائی سے مناظرہ ٹھان لیا، مگر یہ جاہل ہارا، اور اسے عذاب کی دھمکی دے کر بھاگ لیا۔ مولانا بٹالویؒ نے اس کی صداقت ثابت کرنے کے لئے اسے چیلنج کیا۔ اس کی دھمکی غلط ثابت ہوئی وہ اور اس کا پورا ٹولہ مرد عورت روئے، گڑگڑائے، چلائے، ذلیل ورسوا ہوئے، اس کی تضحیک ہوئی لوگوں نے اس کے جھوٹ کو جانا اور بعض مرید اس کے فریب سے نکل آئے۔ اس ذلت ورسوائی کا داغ مٹانے اور لوگوں کو ورغلانے کے لئے اس نے ۱۸۹۶ء میں انجام آتھم لکھ کر ۴۸ علماء اور ۵۶ پیروں کے نام مباہلہ کا چیلنج بھیج دیا اور اپنی صداقت دلیل بنادی کہ سچا جھوٹے کی زندگی میں مرجائے گا۔ ان میں اکثر پیروں اور مشائخ کا اس فریب سے کوئی لینا دینا نہ تھا۔ علماء میں اکثر اہل حدیث تھے اور اسے رگید چکے تھے۔ مباہلہ کے لئے آنا دور کی بات بہتوں کو اس چیلنج کا پتہ بھی نہ رہا ہوگا۔

اس یکطرفہ اعلان سے وہ اتنے علماء اور مشائخ کے مقابلے میں گھر بیٹھے فاتح بن گیا اور جو طبعی عمر کو پہنچ کر طبعی موت مر گئے مرزا جی اور اس کے ٹولے نے ان کی اموات کو مباہلہ کے نتائج بنا کر اپنے کھاتے میں ڈال لیا اور اب تک یہ فریبی ٹولہ ڈینگتا رہتا ہے کہ اسے تمام علماء ومشائخ پر فتح حاصل ہوگئی۔ ایسی جیت اور فتح تو گھر بیٹھ کر کوئی ان پڑھ اور الھڑ بھی حاصل کرسکتا ہے پھر استعماری کاشت اور ابلیسی ٹولے کی کیا خوبی ہوئی۔

یہ ہے کتاب کا خلاصہ۔ اس کے سوا کتاب میں دو باتیں اور ہیں قادیانیت نے جب سر اٹھایا اور نئی استعماری کاشت ظہور میں آئی تو اس کی بیخ کنی میں علماء اہل حدیث بڑھے۔ ابھی یہ فتنہ پریس ہی میں تھا کہ وہیں علامہ بٹالویؒ نے اسے لپک لیا اور مرزا ان کے سامنے گڑگڑانے لگا۔ ادعائے نبوت ومسیحیت سے لے کر واصل جہنم ہونے تک اس شجر زقوم کو اہل حدیث علماء نے ہر محاذ پر رگیدا۔ اس کی تاریخ دو طرح موجود ہے۔

تعاقب تردید تکفیر مباہلہ مباحثہ کے سارے وقائع محفوظ ہیں اور تاریخی شواہد بھی ان سب سے پتہ چلتا ہے کہ مرزائیت کے تار پود علماء اہل حدیث نے بکھیرے ہیں۔ ان کے مقابلے میں دیگر حلقے اس عمل میں بس حاشیے پر ہیں۔ مرزائی ٹولہ کی تاریخ اشتہارات کتب ورسائل اور سوانحی تحریروں میں بکثرت اس تردید پر بلبلاہٹ اور فریاد اعتراف شکست، گالیاں، دھمکیاں اور پیشگوئیاں موجود ہیں اور ان تمام کا رخ میاں صاحبؒ، مولانا بٹالویؒ مولانا سہسوانیؒ غزنوی علماء اور دیگر علماء اہل حدیث کی طرف ہے۔ اور یہ ٹولہ کوشش کرتا تھا کہ اہل حدیث حلقے کے سوا دیگر سواد اعظم کو اندر اندر منائے، ان سے الجھے نہیں ان سے مقابلے کے لئے اصرار نہ کرے۔ اور اس نے انھیں اہل حدیثوں سے بھڑانے کی کوشش کی۔ اور ایسا لگتا ہے اس کے علماء دیگر بہت سے مشائخ اور علماء سے اسے تعاون حاصل رہا۔ اور اندر اندر اس کی توثیق ہوتی رہی۔ اس کی وجہ یہ بھی رہی کہ انھیں حقائق کا پتہ بھی نہ تھا۔ نہ اس جان جوکھوں کام میں انھیں پڑنے اور گالی دھمکی سہنے کی ہمت تھی۔ یہ ٹولہ انگریز کا چہیتا تھا اور کاشت بھی۔ اسی لئے اس کا خوف بھی لوگوں پر سوار تھا۔ ڈاکٹر بہاء الدین اپنی کتاب میں ان دونوں نقطوں پر بھی ترکیز کی ہے۔

رد باطل کی تاریخ میں مسابقت دکھلانے کا شوق لدھیانوی حلقہ کرتا ہے اور اس کی تکفیر کی تاریخ ۱۸۸۴ء سے مرتب کرتا ہے لیکن اس تکفیر کی تکفیر خود اسی حلقے سے ہوگئی اور تکفیر نہ کرنے والوں کی تکفیر مکفر اول عبدالعزیز لدھیانوی نے کی۔ یہ دراصل تکفیر نہیں ایک سرپھرا پن تھا جس کی تردید مولانا گنگوہیؒ نے کی اور مولوی یعقوب نانوتویؒ نے اسے عدم تقلید قرار دیا جو دوسرا سرپھرا پن تھا۔ دراصل مرزا کی زٹلیات در براہین احمدیہ کو بنیاد بنا کر ایک لدھیانوی عبدالعزیز نے مرزا کو کافر قرار دیا تھا لیکن اس پر اس کے بھائی محمد لدھیانویؒ نے اس کی تردید کی اور پورا ڈی گروپ اس کے خلاف تھا۔ یہ ایک فرد کی بات تھی اور نافہمی کی بناء پر، اور مرزائی لٹریچر میں اس کو درخور اعتنا ہی نہیں بنایا گیا۔ مان لیا ایک فرد کا فتوی تھا مگر قادیانیت بشکل ادعاء نبوت وادعاءات متنوعہ خارجہ عن الملہ اس وقت موجود تھے۔ اس کا کفر صریح ۱۸۹۱ء سے شروع ہوا ہے پھر اس فتوے کا رد قادیانیت اور ادعا نبوت سے کیا تعلق۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ فتوی نہیں ایک ہلڑ بازی تھی۔ اور خود مرزا زندگی بھر یہی کہتا رہا کہ اول المفکرین مولانا بٹالویؒ تھے، بانی تکفیر قادیانیت تھے اور اس

آگ کو تمام ملک میں اپنی شہرت کے سبب سلگانے والے میاں صاحب تھے۔

کتاب کے آخر میں تین غزنوی علماء کے سوانحی حالات ہیں جنھیں رد قادیانیت میں اولیت اور سبقت حاصل ہے اور ساتھ ہی میاں صاحب ؒ اور مولانا تھانیسری ؒ کے متعلق تفصیلات ہیں اور ان کے متعلق گرد اٹھانے والوں کی تردید بھی ہے اور ان کے عزائم اور فضائل کا تذکرہ ہے اور افسانہ سازوں کی افسانویت کی قلعی کھولی گئی ہے۔

ڈاکٹر بہاء الدین کی کتابیں لائق مطالعہ ہیں اور تاریخی حقائق کے متعلق آنکھیں کھول دینے والی ہیں اور دلائل و براہین سے مالا مال ہیں تاریخی ریکارڈ کو صحیح کرنے اور صحیح تاریخ جاننے کے لئے انھیں پڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب کو حق پسندی، حق گوئی اور حق پر عمل پیرائی کی توفیق دے۔ آمین

اگر ان علماء نے قادیانیت کے فتنے پر بند نہ باندھا ہوتا اور اللہ نے انھیں اس کی توفیق نہ دی ہوتی تو یہ بلا برصغیر میں گھر گھر میں گھس جاتی اور سارا پنجاب ارتداد کی زد میں آجاتا۔ فتنہ انگریز کا بویا ہوا استعمار کا دور اور سازشی ٹولے کو ساری مالی و سرکاری سہولتیں حاصل۔ دنیا کے عیار ترین اور سارے ہتھکنڈوں سے لیس میدان میں رات دن ان کا ذہن قلم اور ان کی زبان فریب کا جال بننے، فتنہ پھیلانے میں منہمک ہیں اور فساد کا تماشا دیکھنے کے لئے تیار۔ اور حکومت کی مشینری اس کے ساتھ ٹوڈی بھی۔ اس کے ساتھ عافیت پسند گوشے میں۔ تیس مار خانیاں اس ٹولے سے تھرائی۔ حیلے میں غفلتیں اور خوش فہمیاں بھی زوروں پر۔ مگر مجاہدین حق میدان میں اور دجالوں کو قدم قدم پر مات دینے اور ان کے مکر کے تار پود بکھیرنے میں رواں دواں۔

یہ اس صدی ہی کا نہیں بلکہ مسیلمہ کذاب کی نوعیت کا اس کے بعد سب سے بڑا فتنہ اس ٹولے کا کس بل ٹوٹ گیا مگر مکر، دولت، اکاذیب، بے شرمی اور کفار کی چاکری کے سبب آج بھی یہ شجرہ زقوم باقی ہے اور بہت سے جیب و پیٹ کے بندے اس کی بقا سے سرسبز ہیں اور ان کی تاریخ بن رہی ہے۔ مزاج حیات یہی ہے کہ کام کرنے والے کام کرتے ہیں۔ اور اس کا کریڈٹ برسہا برس تک وہ لوگ لیتے ہیں جن کا کام سے تعلق نہیں ہوتا یا برائے نام ہوتا ہے۔ اور ایسے لوگ یہ بھی کرتے ہیں کریڈٹ لینے کے ساتھ کام کرنے والوں کو بدنام بھی کرتے ہیں۔ لیکن جن کے سامنے یہ آیت ہوتی ہے ”منہم

من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدّلوا تبدیلاً‘‘ وہ اس سے گھبراتے نہیں اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ اور اللہ سے لو لگائے رہتے ہیں۔

اللہ غریق رحمت کرے ان مخلصین پاک طینت کو اور ان کی تربت پر اس کی رحمت کی شبنم افشانی ہو۔ آمین (ماہنامہ الاحسان، دہلی۔ مارچ ۲۰۱۰ء)

یہ احمدیت ہے یا آریہ سماج

عنوان بالا کے تحت پنڈت آتما نند لکھتے ہیں:

آریہ سماج اور احمدیت میں ایک مشترکہ لیکن متنازعہ فیہ مسئلہ تناسخ ہے۔ ہمارا دعوی ہے کہ اس مسئلہ میں احمدی آریہ سماج کے اور قادیانی نبی یا لاہوری مجدد پنڈت لیکھ رام سے متفق تھے۔ مرزا صاحب کائنات کو نوع سے قدیم مان کر ارواح و مادہ کی قدامت کے قائل بن چکے تھے جیسا کہ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ فاتح قادیان بھی تصدیق فرماتے ہیں اور لاہوری احمدیہ جماعت کے امیر مولوی محمد علی اخبار پیغام صلح ۷ جون ۱۹۳۴ء میں لکھتے ہیں کہ:

> میں نے جناب میاں (محمود احمد قادیانی) صاحب کو اس طرف توجہ دلائی اور عرض کی کہ حضرت ایک تو آریہ اس بات سے (حدوث روح و مادہ میں سلسلہ مخلوق کا ازلی ہونا) اپنی صداقت کی لاف مارنے لگے گئے ہیں، دوسرا مولانا ثناء اللہ طعنے دے رہا ہے کہ احمدی آریوں کی چوٹ سے اسلام کو چھوڑ کر آریوں کے عقائد مان گئے جیسا کہ میر محمد اسحاق کی کتاب گواہ ہے۔

مولوی محمد علی لاہوری، خلیفہ محمود کو توجہ دلاتے ہیں لیکن ہم مولوی محمد علی کو توجہ دلاتے اور پوچھتے ہیں کہ آپ کے مجدد و مسیح موعود و مہدی معہود اپنی تصنیف، اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب پر لیکچر، صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں کہ:

> چونکہ خدا قدیم ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے۔

پس جب مسیح موعود خود بھی سلسلہ مخلوق کو ازلی مان کر، جو مادہ و ارواح کو ازلی تسلیم کئے بغیر کبھی ممکن ہی نہیں ہوسکتا، آریوں کے عقاید مان چکے تھے، پھر اگر آپ کے خیال میں قدامت مادہ

و ارواح وسلسلہ مخلوق کو ماننے والے آریہ سماجی مشرک ہیں تو آپ ہی جواب دیجئے کہ آپ کے مرشد مرزا قادیانی کیونکر موحد ثابت کئے جا سکتے ہیں؟ ادھر مولوی محمد علی ہٹ دھرمی نہیں ہیں تو اپنی پیغام صلح والی تحریر کے مطابق مرزا غلام احمد کو بھی پنڈت لیکھ رام کی طرح مشرک تسلیم کریں ورنہ ہمارے اس الزام کو دور کر کے دکھائیں۔

اب معمولی سمجھ کا آدمی بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اگر مادہ و ارواح کو ازلی و ابدی مانا جاوے تو مسئلہ تناسخ سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔

سو یہ بات بالکل باطل ہے کہ ہم ایسا خیال کریں کہ کسی وقت ہماری مجرد روح، جس کے ساتھ جسم نہیں ہے، کسی خوش حالی کو پا سکتی ہے، (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۸۷)۔

اور اس کے صفحہ ۸۸ پر ہے:

سو ان تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ روح کے افعال کاملہ صادر ہونے کے لئے اسلامی اصول کی رو سے جسم کی رفاقت روح کے ساتھ دائمی ہے گو موت کے بعد یہ فانی جسم روح سے الگ ہو جاتا ہے مگر عالم برزخ میں مستعار طور پر ہر ایک روح کو کسی قدر اپنے اعمال کا مزہ چکھنے کیلئے جسم ملتا ہے۔

یعنی مرزا صاحب کسی حالت میں کسی وقت بھی مجرد روح کو بلا جسم نہیں تسلیم کرتے جس کی تشریح میاں محمود خلیفہ، احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے صفحہ ۲۴۹ پر لکھتے ہیں:

جس کے یہ معنی ہیں کہ زمانہ قدر میں انسان کی نئی زندگی کے مناسب حال جسم اور روح تیار ہو گئے ہیں

مرزا صاحب کے ان عقائد سے مسئلہ تناسخ ثابت ہے لیکن ہم مرزا کی ایک ایسی تحریر ذیل میں درج کرتے ہیں جس میں کسی قسم کا شبہ نہیں چنانچہ نزول المسیح صفحہ ۳۷ پر مرزا لکھتے ہیں کہ:

میں ایک ایسی جگہ بیٹھا ہوں جہاں چاروں طرف بن ہیں جن میں بیل گدھے گھوڑے کتے سور بھیڑیئے اونٹ وغیرہ ہر قسم کے موجود اور میرے دل میں ڈالا گیا (یعنی الہام کیا گیا) کہ یہ سب انسان ہیں جو بد عملیوں سے ان صورتوں میں ہیں،۔

اگر مرزائی یہ کہیں کہ یہ ایک رؤیا یعنی خواب کا معاملہ ہے، تو اول تو رؤیا الہام کی ہی ایک قسم ہے دوم سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے دل میں کس نے الہام کیا؟ خدا نے یا کسی اور نے؟ مرزائی یہی کہیں گے کہ خدا نے۔ پس جب مرزا صاحب کے ملہم خدا نے تناسخ کی تصدیق

کر دی تو مرزائیوں کو اس مسئلہ کی صداقت میں کیا انکار ہو سکتا ہے۔

۲۔ وید کلام الٰہی ہیں۔ احمدی اس مسئلہ میں بھی آریہ سماجیوں سے اور مرزا صاحب پنڈت لیکھ رام سے متفق تھے، وہی مرزا صاحب جو ساری عمر ویدوں کے خلاف بحث مباحثے کرتے رہے، مرتے وقت پیغام صلح نامی کتاب (صفحہ ۷، اور ۱۱، ۱۲) میں ویدوں کو کلام الٰہی مان کر تصدیق وید کا عقیدہ ظاہر کر گئے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:

> میں وید کو اس بات سے منزہ سمجھتا ہوں کہ اس نے اپنے کسی صفحہ پر ایسی تعلیم شائع کی ہو جو نہ صرف خلاف عقل ہو بلکہ پرمیشور کی پاک ذات پر بخل اور پکشپات کا داغ لگاتی ہو۔
>
> .... اسی بنا پر ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں ... ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا افترا نہیں ہے۔
>
> پھر جب کہ ہم باوجود ان تمام مشکلات کے خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور جو کچھ اس کی تعلیم میں غلطیاں ہیں وہ وید کے بھاشکاروں کی غلطیاں سمجھتے ہیں (یعنی ویدوں کی نہیں)

مرزا صاحب اس عقیدہ میں بھی سوامی دیانند کے ہم خیال تھے اور سوامی جی کے ترجمہ و تفسیر کو صحیح مانتے تھے، چنانچہ مسلمانوں کو ہدایت کرتے ہوئے پیغام صلح میں لکھتے ہیں:

> اگر یہ مشکل پیش آجائے کہ ہندوؤں کے ساتھ کس طرح صلح کی جاوے تو منجملہ متعدد تفاسیر کے ایک وہ ترجمہ و تفسیر وید کی موجود ہے جو سوامی دیانند نے لکھی ہے (مفہوم)

مولوی محمد علی لاہوری بھی ریویو آف ریلی جنز ج ۸ نمبر ۴ میں لکھتے ہیں:

> آپ (مرزا قادیانی) ویدوں کی بڑی تکریم کیا کرتے تھے اور ان کی اس قدر عزت آپ کے دل میں تھی کہ ان کو خدا کا کلام سمجھتے تھے۔

معشوق من بہ مذہب ہر کس برابر است — با ما شراب خورد و با زاہد نماز کرد

وید دھرم کا جتنا پرچار اور اشاعت مسلمانوں میں مرزا متوفی اور ان کے پیروؤں نے گنتی کے چند برسوں میں کر دکھلایا ہے آریہ سماج شائد صدیوں میں بھی نہ کر سکتی۔ چنانچہ مرزا صاحب اور ان کے خلیفوں نے قریباً ستر ہزار مسلمانوں کو آریہ سماجی بنا ڈالا ہے چنانچہ ۱۔ قدامت مادہ وارواح ۔۲۔ تناسخ ۔۳۔ ویدوں کا کلام الٰہی ہونا، آریہ سماج اور احمدیت کے تین متفق علیہ مسائل ہیں..

میری نظروں سے اخبار فاروق قادیان کا پرچہ مجریہ ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء گذرا جس کے صفحہ ۵ و ۶ پر ثنائی

مشن میں، اہل حدیث کا پنڈت، کے عنوان سے کسی مولوی عبدالرحمٰن مولوی فاضل کے نام سے پس پردہ کسی پردہ نشین نے میری باتوں کا جواب دینے کی بے سود کوشش فرمائی ہے۔ جواب کیا ہے، میری ہی تائید کی گئی ہے۔ بخوف طوالت میں مجیب کے جواب کا سارا اقتباس دینا مناسب نہیں سمجھتا صرف چند فقرے درج کئے جائیں گے میرے اس اعتراض پر کہ

مرزا صاحب نے ایک جعلی الہام بنایا کہ گویا خدا فرماتا ہے انت منّی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی۔ یعنی تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں کہ جیسا کہ اپنی توحید اور تفرید کو۔ (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۲۴)؛

نیز نور الحق صفحہ ۴۲ جلد اول پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

سو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے آخر میں میرے مرتبہ کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ لکھا ہوا ہے کہ تو ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔

مولوی عبدالرحمٰن قادیانی جواب دیتے ہیں کہ:

حضور (مرزا) کا یہ (انت منّی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی) اپنا کلام ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہے۔

دوئم۔ اس الہام میں بمنزلہ کا لفظ بتاتا ہے کہ سیدنا مسیح موعود (مرزا) اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں جیسے اس کی توحید و تفرید اسے پیاری ہے۔

جواب الجواب اول: یہ کلام ہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کسی مخلوق کو اپنی توحید و تفرید میں شریک نہیں کرسکتا۔ لہذا یہ مشرکانہ قول خدا سے منسوب کرنا معاذ اللہ، مرزا صاحب کا خدا پر بہتان عظیم اور شرک در شرک ہے۔

دوئم۔ لفظ بمنزلہ کے معنی ،قرب مرتبہ مانند درجہ وغیرہ ہیں نہ کہ پیارے، کے۔ اگر کسی لغت سے میرے مولوی فاضل دوست لفظ بمنزلہ کے معنی پیارا دکھلا دیں تو دس روپئہ انعام۔ مرزا نے بمنزلہ کے معنی قرب اور مرتبہ، اور جیسا، کئے ہیں جو کہ مرزا صاحب کی مندرجہ بالا تحریروں سے ظاہر ہے نیز حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ پر اس جعلی الہام کا ترجمہ و معنی یوں لکھے ہیں:

تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ پس وہ وقت آتا ہے کہ تو مدد دیا جائیگا اور دنیا میں مشہور کیا جائیگا تو مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے، تو مجھ سے بمنزلہ اس انتہائی قرب کے ہے جس کو دنیا نہیں جان سکتی۔

نیز ازالہ اوہام صفحہ ۶۳۴ : تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید اور تفرید

پس بمنزلہ لفظ کے معنی مرزا صاحب بھی انتہائی قرب کو جس کو دنیا نہیں جان سکتی ،قرب ،مرتبہ،جیسا، مانند وغیرہ کرتے ہیں نہ کہ پیارا۔مرزا صاحب اس الہام کی تشریح حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ پر یوں کرتے ہیں کہ:

تو (مرزا) مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے۔

اب مرزا صاحب کی عرش کی تعریف یا معنی سنیئے ۔ چنانچہ آپ خزینۃ المعارف جلد اول مطبوعہ ۲ فروری ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۶۵ پر لکھتے ہیں :

اب اصل حقیقت سنو کہ قرآن شریف میں لفظ عرش کا جہاں جہاں استعمال ہوا اس سے مراد خدا کی عظمت اور جبروت اور بلندی ہے۔اسی وجہ سے اس کو مخلوق چیزوں میں داخل نہیں کیا... یہ چاروں دیوتا (اندر،سوریہ، چاند،اور دھرتی) جیسا کہ ہم اس رسالہ میں بیان کر چکے ہیں خدا کی چار صفتوں کو جو اسکے جبروت اور عظمت کا اتم مظہر ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں عرش کہا جاتا ہے،اٹھا رہے ہیں ۔

نیز خزینۃ المعارف صفحہ ۱۶۶۔۱۶۷ میں لکھا ہے کہ :

غرض یہ وید کے چار دیوتے یعنی آکاش سورج چاند دھرتی خدا کے عرش کو جو ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور مالک یوم الدین ہے،اٹھا رہے ہیں ۔

یہی عبارت رسالہ نور الدین بار سوئم صفحہ ۹۶۔۹۷ پر بھی درج ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ اول عرش کو خدا کی عین ذات وصفات ربوبیت رحمانیت رحیمیت مالکیت جبروت عظمت اور بلندی مانتے تھے نہ کہ غیر ذات اور مخلوق گویا بالفاظ مرزا، خدا نے مرزا صاحب کو یہ الہام بھیجا کہ اے مرزا جی تو مجھ سے وہی انتہائی قرب اور مرتبہ رکھتا ہے جو میری توحید اور تفرید اور ربوبیت رحمانیت رحیمیت مالکیت جبروت عظمت اور میری بلندی کو حاصل ہے ۔ کوئی مومن کبھی خواب میں بھی خیال کرسکتا ہے کہ خدا کسی کو اپنی توحید اور تفرید اور ربوبیت رحمانیت رحیمیت مالکیت جبروت عظمت اور بلندی میں شریک کرے؟ نعوذ باللہ۔ ہرگز نہیں کیونکہ یہ صریح شرک ہے اور مرزا کا خدائی دعوی ہے۔

میں نے یہ اعتراض بھی کیا تھا کہ مرزا صاحب نے مکاشفات صفحہ ۹ نیز آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ نیز کتاب البریہ صفحہ ۷۹ وغیرہ پر کھا ہے کہ

میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں

مولوی عبدالرحمٰن قادیانی اسکا جواب یہ فرماتے ہیں کہ:

پنڈت صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ایک کشف ہے جو تعبیر طلب ہے۔

اور مرزا صاحب کا اقرار و اعتراف شائع کرتے ہیں کہ:

ہماری (مرزا کی) مراد اس واقعہ سے حلولی یا وحدۃ الوجودی لوگوں والی نہیں۔

جواب الجواب۔ یوں تو مرزا صاحب کی ہر ایک پیش گوئی اور الہام بلکہ ان کی نبوت اور وہ خود بھی تعبیر طلب تھے سمجھنے والوں کے لئے اشارہ ہی کافی، لیکن کیا مولوی صاحب مرزا صاحب کی عبارت ذیل کی تشریح کریں گے؟

کیونکہ نبی کی خواب تو ایک قسم کی وحی ہوتی ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۲۱۱)

جس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ خواب بھی خدا کا الہام اور وحی تھے کہ مرزا خود خدا تھے اور یقیناً وہی تھے۔ بجواب مرزا۔ یہ لوگوں والی وحدۃ الوجودی تو بے شک نہیں تھی لیکن خدا والی وحدۃ الوجودی بلا شبہ تھی کیونکہ ادھر مرزا صاحب کا ملہم خدا فرما چکا ہے کہ،تو، مجھ سے بمنزلہ اس انتہائی قرب کے ہے جس کو دنیا نہیں جان سکتی۔، رہا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس واقعہ سے حلولی وحدۃ الوجودی مراد نہیں، سراسر غلط ہے کیونکہ اسی کشف مندرجہ مکاشفات صفحہ ۹ پر آگے چل کر لکھا ہے کہ:

میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا۔ اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا تھا یا اس شئے کی طرح جسے کسی دوسرے شخص نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضا اس کے اعضا اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی۔ میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی ہے اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو پیس

ڈالا۔سو نہ تو میں میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا باقی رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی اور میں سر کے بالوں سے ناخنِ پا تک اس کی طرف کھینچ گیا۔ پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا کہ جس میں کوئی میل نہ تھی (گویا بغیر کسی فرق کے خالص خدا بن گیا)...الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی اور میں بالکل اپنے آپ سے کھو گیا...خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہو گیا اور اس حالت میں (جب کہ آپ خالص خدا بن گئے تھے) میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا....آخر میں دیکھتا ہوں کہ میں اس (زمین) کے خلق پر قادر ہوں اور پھر میں نے آسمانِ دنیا کو پیدا کیا اور کہا انّا زیّنا السّماء الدّ نیا بمصا بیح۔ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا ار دت ان استخلف فخلقت آدم خلقنا الا نسان فی احسن تقویم ۔

کیا خدا تعالیٰ کا مرزا صاحب کے وجود میں داخل ہو جانا اور مرزا صاحب کا بلا پوست ہمہ مغز اور بلا میل خالص تیل یعنی خدا بن جانے اور حلولی اور وحدۃ الوجودی میں کوئی عقل مند فرق کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں

نیز الوصیت طبع بار ہفتم صفحہ ۷ پر مرزا کا یہ لکھنا کہ: میں خدا کی مجسم قدرت ہوں،

نیز تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۳ پر یہ الہام شائع کرنا کہ خدا کہتا ہے کہ:

تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ (خدا) ہی ظاہر ہو گیا ہوں تیرا ظہور بعینہ میرا ظہور ہے،

نیز یہ کہنا کہ انت منی بمنز لۃ بروزی۔تو مجھ سے بمنزلہ میرے بروز یا اوتار کے ہے۔ یعنی اے مرزا تو اب بروزی نبوت سے ترقی فرما کر بروزی خدا بن چکا ہے

نیز تریاق القلوب صفحہ ۶۱ ،نشان صفحہ ۴۷ ، حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۴، براہین صفحہ ۵۲۲، البشریٰ جلد اول صفحہ ۴۱ وغیرہ پر مرزا کا یہ کہنا کہ: قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔

نیز خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۳ میں ہے: مجھ کو فنا کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔

اس پر اخبار الفضل مجریہ ۳ دسمبر ۱۹۳۳ء ص ۷ کالم ۲ کی یہ تشریح کہ:

اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ ظلی طور پر خدا تعالی کی یہ (فنا کرنے اور زندہ کرنے) صفات حضور (مرزا) میں ظاہر ہوئیں۔

صاف ثابت نہیں کرتیں کہ مرزا صاحب نے محدثیت، مجددیت، ظلی، بروزی، غیر تشریعی، شرع والی کامل نبوت سے ترقی کرتے کرتے ظلی خدا، بروزی خدا، بلکہ عین خالص خدا اور معاذ اللہ خدا کا باپ ہونے کے مشرکانہ وملحدانہ دعاوی کئے۔

نیز تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۴ نیز اربعین نمبر ۳ میں لکھا کہ:

دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی زبان میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔

کیا اب بھی مرزا صاحب کے دعوی خدائیت میں کوئی کسر باقی رہ جاتی ہے؟ کیا کوئی خدا پرست مومن ایسے کلمات زبان پر لانا تو کیا خیال تک بھی کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں

درثمین اور توضیح مرام صفحہ ۲۳ کے اشعار مرزا صاحب نے حضرت احمد ﷺ کی شان میں اس قدر غلو کیا ہے کہ انہیں خالص خدا ہی بنا دیا ہے جیسا کہ

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
زاں نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد
پیکر او شد سراسر صورت رب رحیم
گرچہ منسوب کند کس سوئے الحاد و ضلال
چوں دل احمد نمے بینم دگر عرش عظیم

ترجمہ: احمد کی شان کو سوائے خداوند کریم کے کون جان سکتا ہے؟ وہ اپنے آپ سے کچھ ایسے جدا ہوئے کہ درمیانی میم گر کر احمد سے احد (خدا) بن گئے۔ وہ اس طرح دلبر میں محو ہوئے کہ کمال اتحاد کی وجہ سے ان کا جسم سراسر خدا بن گیا خواہ کوئی مجھ پر کفر کا فتوی لگا دے لیکن مجھے احمد کے دل جیسا دوسرا کوئی عرش عظیم یعنی خدا کی صفات ربوبیت رحمانیت رحیمیت مالکیت وغیرہ نظر نہیں آتیں۔

اس کے جواب میں مولوی عبدالرحمٰن قادیانی فرماتے ہیں کہ:

اس میں تو آنحضرت ﷺ کی ذات کو خدا کی ذات سے ایک الگ وجود بتایا گیا ہے۔

ناظرین احمدی مولوی صاحب اس کے جواب اور تجاہل عارفانہ پر غور فرمائیں کیا

آنچناں ازخود جدا شد کز میاں افتاد میم　　پیکرِ او شد سراسر صورت رب رحیم،

میں حضرت اقدس کو خدا سے الگ بتلایا گیا ہے یا درمیانی میم نکال کر خود احد (خدا) ہی بتایا گیا ہے۔ للہ انصاف فرمائیں۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب یاد رکھئے: نہ کلنک اوتار ہے، ہر چناں کہ بشوئی پلید تر گردد

مرزا صاحب کے مشرکانہ عقاید دکھلانے اور آریہ سماج اور احمدیت کو ہم مشرب ثابت کر نے کے لئے میں نے ا۔ قدامت مادہ وارواح، ۲۔ تناسخ، ۳ وید مقدس کا الہام یا ایشوری گیان ہونا، ان تینوں مسائل میں اتفاق مرزا صاحب کی مختلف اور متعدد تحریروں سے دکھایا تھا، میری توجہ اب اخبار فاروق مجریہ ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء کے صرف ایک مضمون کی طرف کسی دوست نے دلائی ہے جس میں بظاہر جواب دینے کی کوشش اور درحقیقت میرے اعتراض کی تائید کی گئی ہے۔ بخوف طوالت میں مولوی عبدالرحمٰن مجیب کی عبارت کو درج کرنا نہیں چاہتا کیونکہ میرے اعتراض کی ہی گونج ہے۔ ان کی عبارت نقل کرنے کی جائے میں دوبارہ مرزا قادیانی کے الہامی لیکچر کی ہی لیاقت اور اہمیت دکھلانا چاہتا ہوں جس کے متعلق مرزا صاحب متوفی اور جملہ احمدی بڑی ڈینگیں مارا کرتے تھے کہ خدا نے اس لیکچر کے اعلیٰ ترین ہونے اور مقبول ترین ہونے کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ نیز اس لئے بھی کہ اس سے مرزا صاحب کا شرک بہتر طور پر ظاہر کیا جا سکتا ہے چنانچہ آپ، اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب پر لیکچر، صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں کہ:

ہمیں معلوم نہیں کہ دنیا پر اس طرح سے کتنے دور گزر چکے ہیں اور کتنے آدم اپنے اپنے وقت میں آ چکے ہیں چونکہ خدا قدیم سے خالق ہے اسلئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں ہے افسوس کہ حضرات عیسائیاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف چھ ہزار برس ہوئے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کیا اور زمین وآسمان بنائے اور اس سے پہلے خدا ہمیشہ معطل اور بیکار تھا اور ازلی طور پر معطل چلا آتا تھا یہ ایسا عقیدہ ہے کہ کوئی صاحب عقل اسکو قبول نہیں کریگا

نیز الوصیۃ بار ہفتم صفحہ ۱۱ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں: صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوئی

مرزا صاحب کی اس مختصر سی عبارت پر کئی اعتراض کئے جا سکتے ہیں اور مرزا خدا کے منکر

ثابت کئے جا سکتے ہیں لیکن ہمیں مرزا کا شرک دکھلانا مقصود ہے اور بس۔ کیونکہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ باقی سب گناہ بخشے جا سکتے ہیں لیکن شرک اور مشرک نہیں بخشے جا سکتے۔ میں اپنے پس پردہ دوست کو فلاسفی کے چکر میں ڈالنا نہیں چاہتا مبادا کہیں دوران سر لاحق ہو جائے، اس لئے نہایت سادہ فلسفہ سمجھا دینا چاہتا ہوں۔ اگر کوئی آریہ سماجی مخاطب ہوتا تو بحث کو طول دینے کا لطف بھی آتا، بے چارے احمدیوں کو فلسفہ کی کیا سمجھ؟ لے دے کے مرزا صاحب نے لیکھ رام سے چند نکات سیکھے تھے مگر وہ بھی نامکمل طور پر۔ اب سنیے ہمارا اعتراض اور بار بار دعوی ہے کہ مرزا صاحب، لیکھ رام کی بحث سے عاجز آ کر آریہ سماجی عقاید مان چکے تھے اور مادہ وارواح کی ازلیت وابدیت یعنی قدامت کے قائل بن چکے تھے کیونکہ جب تک مادہ وارواح کو بھی قدیم نہ مانا جاوے تب تک مرزا صاحب کا یہ ایمان کہ، دنیا اپنے نوع کے اعتبار سے قدیم ہے، تا قیامت ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا یہ دعوی اور اعتراض ہرگز ہرگز نہیں اٹھایا جا سکتا، اس لئے کہ،

۱۔ ازلی یا قدیم شئے محدود بزمانہ ماضی نہیں ہوا کرتی، یعنی اس کا کوئی شروع نہیں ہوا کرتا

۲ حادث اشیاء ہمیشہ محدود بزمان ماضی ہوتی ہیں یعنی کسی نہ کسی وقت انکی اولین پیدائش ہوتی ہے۔

اس لئے اگر مادہ وارواح کو قدیم، ازلی نہ مانا جاوے اور حادث کہا جاوے تو اصول موضوعہ (۲) کی رو سے ان کی اولین پیدائش ماننی ہی پڑے گی خواہ کتنی بڑی مدت پہلے ہی کیوں نہ ہو مگر پیدائش اور پیدائش کا شروع وقت بھی ماننا ہی پڑے گا کہ جب تک مادہ وارواح پیدا نہیں کئے گئے تھے تب تک ازل زمانہ ماضی غیر منتہی سے خداتعالی کی صفت خالقیت اور قدرت معطل بلکہ ازلی طور پر معطل اور بے کار چلی آتی تھی جو مرزا صاحب عقل ودانش کیلئے قابل قبول نہیں تھی۔ ہر ایک آستک اور موحد تسلیم کرتا ہے کہ خدا ازلی وابدی ہے اور ماسوا خدا ہر ایک شئے مخلوق اسی لئے حادث اور فانی ہے کلّ من علیھافا ن و یبقی وجہ ربّک ذو الجلا ل وا لاکرا م

پس جب تک مادہ وارواح کو ازلی، قدیم نہ مانا جاوے تب تک دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ثابت نہیں کی جا سکتی۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس عقیدہ میں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے دونوں حضرات غلطی پر تھے آریہ سماجی بھائی بھی دھیان دے کر سنیں۔ یاد رہے کہ آریہ سماج مادہ وارواح کو قدیم مانتی ہے کہ دونوں کے اختلاط کو جسے دنیا کہتے ہیں اس لئے آریہ سماج دنیا کو تو اس کے شخص کے لحاظ سے حادث مانتی ہے اور نوع (پرواہ روپ) سے قدیم۔ فلسفہ بتلاتا ہے کہ جو بھی دو یا زیادہ اشیاء علیحدہ علیحدہ پڑی ہوں انکے ملاپ اور میلان کا بھی کوئی نہ کوئی وقت آغاز

ضرور ہوتا ہے۔ پس مادہ وارواح کو ازلی مان لینے سے بھی یہ تسلیم کرنا ہی پڑیگا کہ ان دونوں کے اولین ملاپ سے قبل ازلی طور پر خدا معطل اور بے کار تھا اور دنیا نوع کے لحاظ سے بھی قدیم نہیں تھی۔

اگر تھوڑی دیر کیلئے بفرض محال مان بھی لیا جاوے کہ مادہ وارواح بھی ازلی ہیں، یعنی ازل، بلا آغاز زمانہ ماضی سے تینوں ساتھ ساتھ چلے آرہے ہیں، کسی خاص وقت سے مادہ کے اجزاء اور ارواح کو ملا کر خدا نے دنیا بنائی تو جب بھی پہلی مرتبہ خدا نے مادہ وارواح کو ملایا اس سے قبل گو مادہ وارواح بھی موجود ہوں لیکن کائنات نہ تھی۔ لہذا دنیا نوع کے اعتبار سے بھی قدیم نہ ہوئی اور خدا کی قدرت یعنی صفت خالقیت بھی ازلی طور پر معطل اور بے کار تھی کیونکہ خدا ازل سے ہے اور کائنات ازلی نہیں بلکہ حادث اور محدود بالزمان ہے۔ اسلئے آریہ اور احمدیت کا یہ متفق علیہ عقیدہ کہ دنیا اپنے نوع کے اعتبار (پرواہ روپ) سے قدیم ہے اور دنیا کو نوع کے اعتبار سے قدیم ماننے بغیر خدا پر ازلی طور سے بیکار اور اس کی صفات کے معطل چلے آنے کا الزام ہوتا ہے، سراسر بے سمجھی ہے

مولوی عبدالرحمٰن صاحب! ایسے دقیق فلسفیانہ مسائل کو سمجھنا آپکے بس کی بات نہیں۔ میں نے اسی واسطے تو لکھا تھا اور پھر لکھتا ہوں کہ قادیانی احمدیوں میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں پڑتا جو میرے اعتراض کو سمجھ سکے، جواب دینا تو دور رہا۔ بہتر ہو کہ آپ اپنے آریہ سماجی استادوں کو، جنہوں نے آپ لوگوں کو یہ مشرکانہ عقاید پڑھائے ہوئے ہیں، سامنے لاویں۔ مگر آریہ سماج نے تو کبھی کی پیٹھ دکھائی ہوئی ہے۔ یہ آپ کا پہلا ہی سابقہ ہے۔ میں اپنے پس پردہ دوست کی خدمت میں مرزا صاحب کے وہ شعر پیش کرتا ہوں کہ جو محمدی بیگم کی فرقت میں آپ نے لکھے تھے:

نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی سمجھ ایسی کہاں تم کو خدا کی
مرے بت اب سے پردہ میں رہو تم کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

(اہل حدیث امرتسر ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء ص ۶۔۷؛ یکم اپریل ۱۹۳۸ء ص ۵۔۷؛ ۸۔اپریل ۱۹۳۸ء ص ۷۔۸)

☆☆☆☆☆

وصلی اللہ علی خیر خلقه محمد و آله و صحبه اجمعین

کتابیات

صحیح البخاری۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری
صحیح مسلم۔ امام ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری
سنن ابی داؤد۔ سلیمان بن الاشعث سجستانی
مشکوۃ المصابیح۔ ولی الدین بن عبداللہ الخطیب العمری
تکذیب براہین احمدیہ۔ پنڈت لیکھ رام
تحقیقات دستگیریہ۔ غلام دستگیر قصوری
فتح رحمانی۔ غلام دستگیر قصوری
افادۃ الافہام۔ محمد انوار اللہ خان حیدر آبادی
رئیس قادیان۔ ابوالقاسم رفیق دلاوری
شمس الہدایت۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی
ہدایۃ المعتدی۔ عبدالعزیز رحیم آبادی
شہادۃ القرآن۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

قادیانی کتب:

براہین احمدیہ، فتح اسلام، غایۃ المرام،
ازالہ اوہام، حجۃ اللہ۔ سراج منیر،
انوار الحق، برکات الدعاء،
آئینہ کمالات اسلام، ایام الصلح۔
دافع الوساوس۔ دافع البلاء،
شہادۃ القرآن، انجام آتھم،
انوار الاسلام، دافع البلاء،
الہدی وتبصرۃ لمن یری، کشتی نوح،
استفتاء۔ کرامات الصادقین۔
کتاب البریہ۔ نزول المسیح

خطبہ الہامیہ۔اعجاز احمدی

فریاد درد، جنگ مقدس

شحنہ حق۔اربعین، رسالہ الوصیت،

اسلامی اصول کی فلاسفی

تجلیات الہیہ ، درثمین

تحفہ گولڑویہ،مکتوبات احمدیہ

مجموعہ اشتہارات قادیانی

سیرۃ المہدی۔مرزا بشیر احمد قادیانی

ذکر حبیب مفتی محمد صادق قادیانی

اخبارات ورسائل

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر

البدر قادیان

الحکم قادیان

ریویو آف ریلی جنز قادیان

مکتبہ قدوسیہ